عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فتاویٰ محمودیہ

جلد ۱

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند

مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206

Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

کوئی صاحب فتاویٰ محمودیہ کو کلاً یا جزاً بلا اجازتِ مرتب شائع نہ فرمائیں۔

تفصیلات

نام کتاب	:	مقدمہ فتاویٰ محمودیہ.....۱
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۵۱۱
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

سبھی طرح کی کتابوں کی چھپائی، ڈیزائننگ، کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے رابطہ کریں۔

تقریظ

حضرت الحاج مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ

صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
ومجاز بیعت حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحبؒ

باسمہٖ سبحانہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین الذی لا نبی بعدہ لا اصلا ولا تبعا ولا ظلا ولابروزا ولا بای سبیل ظھر احد بعدہ واظھرو علی الہ وصحبہ الذین ھم علم الھدیٰ وظھر التقی وعلی من بعدھم من التابعین الابرار والماحین الی یوم القرار للبدع والاھواء من الذائغین الضالین والمضلین۔

وبعد: پیش نظر فتاویٰ جن بزرگ کے ہیں ان کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں بلکہ مغتنمات روزگار میں سے ہے، ان کے علم کی جامعیت وافادیت میں بھی کلام نہیں۔

احقر کو موصوف کے ساتھ بیس سالہ رفاقت ومصاحبت سے اس رائے پر پورا وثوق ویقین ہے بلکہ پیش نظر مضامین میں سے بعض کے پڑھنے اور سننے کی سعادت بھی حاصل ہے اس لئے اس رائے میں اور بھی پختگی ہے اور یقین ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص دونوں صنف کے منصفین کے لئے نافع اور بصیرت افروز ہوگی۔

موصوف کے ساتھ حضرت مرتب وناشر عزیزم مولانا مفتی محمد فاروق سلمہ بھی لائق شکریہ اور مستحق دعا ہیں کہ ان فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کر کے افادہ واستفادہ کا ایک باب کھولدیا۔ **اللّٰھم آمین برحمتک یا رب العالمین.**

کتبہ: العبد نظام الدین

تقریظ

صاحب فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا الحاج

مفتی سید عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ مفتی اعظم راندیر گجرات

باسمہٖ سبحانہ

فتاویٰ محمودیہ کی پہلی دوسری جلد پہنچیں، دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم ومدت فیوضہم کے فتاویٰ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی جامع اور محقق ومدلل ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم کے فتاویٰ جس وقت ماہنامہ نظام کانپور میں شائع ہوتے تھے اسی وقت سے عوام وخواص میں بے حد مقبول اور مستند سمجھے جاتے تھے کسی تحریر کا حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہ کی طرف انتساب ہی اس کے مستند ہونے کے لئے کافی ہے۔

حضرت کی ذات گرامی ہند وبیرون ہند میں محتاج تعارف نہیں۔حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ہزاروں شاگرد اور بے شمار مریدین ومتعلقین ہند وبیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بہت ضرورت تھی کہ حضرتِ اقدس مفتی صاحب کے فتاوی کو شائع کیا جائے۔ ان شاء اللہ خواص وعوام دونوں کے لئے بہت مفید ہوں گے اور ایک مستند ذخیرہ جمع ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔اور حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت وعافیت عطا فرمائے کہ اس مفید سلسلہ کی جلد تکمیل ہو سکے۔والسلام

سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری

تقریظ

حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ

باسمہٖ سبحانہ

مکرم ومحترم حضرت الاستاذ الحاج الحافظ مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم کے فتاوی کا زیر نظر مجموعہ ''فتاویٰ محمودیہ'' بصارت نواز وبصیرت افروز ہے، اوراس پر کچھ لکھنے کے لئے حضرت موصوف کا ارشاد گرامی ہے۔ کسی خرد کا اپنے کسی بزرگ کی تصنیف وتالیف پر کچھ عرض کرنا اصولی طور پر تو کوئی درجہ رکھتا ہے نہیں ادب کے بھی منافی ہے۔ یہاں بھی اگر چہ یہی صورت ہے۔ لیکن ایک چیز اس سے بڑھ کر ''الامر فوق الادب'' ہے۔ اس لئے امتثالاً للارشاد یہ معروضات پیش ہیں۔

حضرت موصوف کو علمی طور پر جو جامعیت حاصل ہے اور فتاویٰ کے لئے وہ جس ہمہ گیر رسوخ فی العلم، مخصوص دقت نظر وفکر، ذہن رسا اور فقہی تعمق کے حامل ہیں اس کے ہر طبقہ علم کے افراد معترف ومداح ہیں اور ان کی فضائل مآب شخصیت ان اوصاف کے لئے مستغنی عن التعارف ہے۔

ان فتاوی کا ان کی ذات سامی سے انتساب ہی ان کی اہمیت اور وقیع حیثیت کا ضامن اور شاہد عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کے ان کمالات علمیہ وفقہیہ سے اہل علم اور خواص کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

مظفر حسین المظاہری

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تقریظ

حضرت الحاج مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب قدس سرہٗ

مہتمم مدرسہ جامعہ رحمانیہ ہتورا (باندہ)

وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ ناظم مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت استاذی مفتی الحاج محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت، ملک اور بیرون ملک میں محتاج تعارف نہیں، حضرت والا کو عوام وخواص میں جو عظمت اور مقبولیت حاصل ہے وہ اللہ پاک کا ایک خصوصی عطیہ ہے۔

حضرت اقدس کو تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ میں دستگاہ اور عبور حاصل ہے۔

اکثر کتابوں کی پوری پوری عبارتیں محفوظ اور از بر ہیں۔

آپ نے شروع میں مظاہر علوم سہارنپور میں عرصہ تک درس دیا اس کے بعد کانپور کے قدیم مدرسہ جامع العلوم میں ایک طویل عرصہ تک قیام فرما کر اس کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے، اس کے بعد برصغیر کا وہ واحد ادارہ جو ایک صدی سے حق کا مینارہ اور علمائے حق کے مسلک کا علمبردار ہے یعنی دارالعلوم دیوبند کے شایان شان دارالافتاء کی مسند صدارت پر پندرہ سال سے زاید عرصہ تک فائز ہونے کے ساتھ بخاری شریف کا بے مثال درس دیا۔

اب بھی باجود پیرانہ سالی کے مظاہر علوم اور دارالعلوم دونوں مرکزی اداروں کے دارالافتاء کی سرپرستی فرمارہے ہیں اور دونوں جگہ وقت دیتے ہیں دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے شاگرد اور متوسلین ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ وعظ ونصیحت کے ذریعہ بے شمار

مخلوق کو فیض پہونچایا خدا کرے یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے ضرورت ہے کہ حضرت موصوف کی ہر تحریر وتقریر کی اشاعت کی جائے۔

اس وقت حضرت والا کے فتاویٰ کی پہلی جلد شائع ہورہی ہے جس میں قدیم مسائل کے تشفی بخش جوابات کے ساتھ ساتھ عصری اور جدید مسائل پر سیر حاصل کلام ہے۔ تفسیر وحدیث کی بابت اشکالات اور اعتقادیات میں پیدا ہونے والے شبہات اور خرافات سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے، بدعات، مودودیت، شیعیت کا مدلل، مفصل طریقہ پر رد کیا گیا ہے، تقلید کی حیثیت اور دیگر اہم مباحث پر محققانہ کلام کیا گیا ہے۔

حق تعالیٰ اس مجموعہ کو نفع عام کا ذریعہ بناوے اور حضرت کے فیوض وبرکات سے تادیر سب کو مستفید فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہٗ

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ (یوپی)

پیش لفظ

حضرت الحاج مولانا مفتی منظور احمد صاحب مدظلہ

مفتی وقاضی شہر کانپور

باسمہٖ سبحانہ

علم والے ہی جانتے ہیں کہ فتویٰ نویسی کس قدر مشکل فن ہے۔ مفتی کامل کیلئے علم حدیث، اصول حدیث وفقہ، اصول فقہ، علم تفسیر، اور علم کلام پر کامل دسترس درکار ہے اور اس کیلئے کلیات وفقہی جزئیات کا استحضار از بس ضروری ہے اس کے ساتھ یہ بھی امر لازم ہے کہ اسکا مطالعہ گہرا اور وسیع ہو حالات زمانہ پر اسکی پوری نظر ہو عرف عام اور عادات الناس پورے طور پر اس کے علم میں ہوں اور پھر ذہن ثاقب اور مجتہدانہ بصیرت بھی رکھتا ہو، حرص وآز اور حب مال وجاہ سے پاک ہو خدا کے سوا ہر خوف سے فارغ ہو تا کہ مسائل حاضرہ پر وہ بے لاگ تبصرہ کر سکے اور ہر موقع پر بلا خوف لومۃ لائم احکام شرع بیان کر سکے۔

دور حاضر کی علمی شخصیتوں میں میرے علم کی حد تک مذکورہ بالا صفات صرف حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے اندر بکمال وجوہ پائی جاتی ہیں اور اپنے گونا گوں اوصاف کی بناء پر یقیناً وہ عصر حاضر کے مفتی اعظم ہیں جو اپنے ستہتر (۷۷) سالہ زمانۂ عمر کا بیشتر حصہ خدمت افتاء میں گذار چکے ہیں مظاہر علوم سہارنپور کا دور شباب تھا جب کہ وہ نابغہ روزگار ہستیوں کا مرکز تھا اس وقت حضرت مفتی صاحب وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر طلب مزید کے لئے دو سال دارالعلوم دیوبند میں گذارے اور کاملین وماہرین زمانہ کے ظل عاطفت میں رہ کر جملہ علوم وفنون میں کمال پیدا کیا۔ دور طالب علمی سے ہی ذکاوت

وسعادت کے آثار ظاہر تھے۔ ارباب مظاہر نے اسی وقت اس درنایاب کو تاڑ لیا تھا چنانچہ تحصیل علوم کے بعد ہی حضرت مفتی صاحب مظاہر علوم سہارنپور میں معین مفتی و مدرس ہوگئے۔ اور پچیس سال تک بخیر وخوبی خدمات مفوضہ انجام دیتے رہے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ، ناظم مظاہر علوم، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتیٔ اعظم مظاہر علوم اور قطب وقت اور شیخ الحدیث زمانہ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے زیر تربیت منازل کمال طے فرماتے رہے۔ بالآخر اپنے وقت کے ماہر فن اور فقیہ العصر ہوگئے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ.

مظاہر علوم کے بعد جامع العلوم کانپور کی صدارت درس کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے اور ۱۴؍سال تک کانپور اور اطراف حضرت مفتی صاحب کے دریائے فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ جامع العلوم جو گوشۂ خمول میں پہونچ گیا تھا وہ مفتی صاحب کی بدولت گمنامی سے نکل کر شہرت وترقی کے بام عروج پر پہونچ گیا۔ ارباب جامع العلوم واہالیان کانپور نے بہت چاہا اور بہت کوشش بھی کی کہ مفتی صاحب کے فیوض وبرکات سے سلسلۂ استفادہ ٹوٹنے نہ پائے مگر ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے سامنے کسی کی نہ چلی۔ یہ وہ دور تھا کہ دارالعلوم کا دارالافتاء حضرت فقیہ زمن مولانا مفتی مہدی حسنؒ کے جانشین کا بے چینی سے انتظار کررہا تھا یہ وہ پریشان کن گھڑی تھی کہ بعض مخالفین نے حضرت نانوتویؒ کی بعض عبارات کو غلط انداز سے پیش کرکے غلط فتویٰ حاسل کرلیا اور اسے ''دعوت اخبار'' میں چھاپ کر خوب پروپیگنڈہ کیا جس کا جواب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے تحریر فرمایا اور جواب بھی ایسا مسکت اور بصیرت افروز تھا کہ مخالفین کی تمام تر دسیسہ کاریاں انہیں پر پلٹ گئیں۔ ان حالات میں سخت ضرورت تھی کہ دارالعلوم کے دارالافتاء کا صدر ایسا جامع شخص ہو جو فقہی کمال کے ساتھ حالات زمانہ پر بھی نظر رکھتا ہو اس کا مطالعہ اتنا وسیع ہو کہ کوئی فریبی

من مانی فتویٰ حاصل نہ کر سکے اکابر دارالعلوم کی نگاہیں حضرت مفتی صاحب مدظلہ پر پڑیں حضرت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ نے بہت اصرار کے ساتھ طلب فرمایا۔ مولانا محمد سالم صاحب اور مولانا محمد اسعد صاحب مدنی نے پورا زور لگا دیا بالآخر حضرت شیخ الحدیثؒ کی اجازت پر مفتی صاحب دارالعلوم تشریف لے گئے، اور ۱۸ رسال تک دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کی سرپرستی فرما کر اس کی عظمت رفتہ کو بحال کر دیا۔ دس بارہ سال تک مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف جلد ثانی کا درس بھی دیتے رہے ہیں دو سال قبل انتظامیہ کے اختلافات سے حضرت مفتی صاحب بہت ہی کبیدہ خاطر ہو کر صحبت بھی کمزور ہوگئی اس لئے سابقہ نظام تبدیل کر دیا اب ہفتہ میں دو یوم دارالعلوم میں اور چار یوم مظاہر علوم میں گذارنے لگے، اس طرح حضرت والا کی ذات گرامی مرکزین کیلئے رونق بنی ہوئی ہے اور دونوں جگہ کے اکابر و اصاغر کیلئے لاینحل مسائل میں حضرت والا ہی مرجع ہیں۔

جامع العلوم کے چند ابتدائی سالوں کو چھوڑ کر اب تک تمام خدمات جلیلہ فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے مشاہرہ لیا بھی تو فوراً دفتر میں جمع کر دیا۔

فرق باطلہ کی تردید میں بھی حضرت مفتی صاحب ید طولی رکھتے ہیں قادیانی ورضا خانی مفتی صاحب کے نام سے کانپتے ہیں جماعت اسلامی کے لٹریچر کا گہرا مطالعہ فرمایا اور اس جماعت پر ایسا تبصرہ فرمایا کہ اس کا زیغ وضلال واضح ہو گیا جماعت اسلامی کے افراد جواب دینے کی سکت نہیں رکھتے ہاں کیچڑ اچھالنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کی فقیہانہ بصیرت کو علماء زمانہ تسلیم کرتے ہیں قطب عالم حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کو ان آنکھوں نے بارہا دیکھا کہ درجنوں علماء فقہاء موجود ہیں لیکن جب کوئی ضرورت پیش آتی حضرت شیخ فرماتے کہ ہمارے مفتی صاحب کو بلاؤ کمال مہارت کی اس سے بڑھ کر کیا سند ہو سکتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ

سے نظام قدیم ونظام جدید کانپور کے ذریعہ ایک کثیر خلقت فائدہ اٹھارہی ہے لیکن شدید ضرورت تھی کہ مفتی صاحب کے فتاویٰ کتابی شکل میں امت کے سامنے آئیں تاکہ افادہ عام وتام ہوسکے مرحوم مولوی قمرالدین کانپوری نے کام شروع کیا تھا مگر کتابت تک رہ گئے۔اب حضرت مفتی صاحب کے تلمیذ راشد مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی نے حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کی ترتیب کا کام شروع کردیا ہے اور موصوف کی ہی فرمائش پران سطور کے لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں اللہ تعالیٰ مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کی کوششوں کو مشکور فرمائے اوران کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے وہ کام کردکھایا جو بہتوں کی تمنا ہی بن کر رہ گیا تھا۔ان سطور کو اگر راقم الحروف کا تعارف کہا جائے تو بجا ہے کیونکہ مفتی صاحب اورفن افتا کا پورا تعارف اس ناکارہ کے بس میں نہیں۔

یہاں تو حال یہ ہے کہ گوناں گوں صفات عالیہ جب دماغ کے پردے پر ابھر کر آتی ہیں تو قلم حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ضبط کرے تو کیسے کرے کس کو لکھے کس کو نہ لکھے اس لئے صرف چند باتیں لکھ کر قلم کو روکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب موصوف کو خوش طبعی اور بذلہ سنجی سے بھی حصہ وافر دیا ہے جو اکثر ناواقفوں کے لئے حجاب بن جاتا ہے لیکن مستفیدین کے لئے نعمت کبریٰ ثابت ہوتا ہے اگر شگفتگی اور خوش مزاجی نہ ہوتی تو رعب خداداد کی وجہ سے استفادہ کرنا دشوار ہوجاتا۔

خدا نے موصوف کو ایسی حکمت وبصیرت عطا فرمائی ہے کہ لاینحل مسائل منٹوں میں حل ہوجاتے ہیں۔انداز تکلم ایسا کہ مشکل سے مشکل بات بھی مخاطب کے دلنشین ہوجائے بطور نمونہ کے خود اپنا حال عرض کرتا ہوں یہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا ہی صدقہ ہے کہ مجھ جیسا ناکارہ درس حدیث اور خدمت افتاء کی سعادت سے نواز دیا گیا ورنہ خدا

جانے اس وقت کس وادی میں بھٹکتا ہوتا۔ ہوا یہ کہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد میں نے طبیہ کالج سہارنپور میں داخلہ لے لیا تھا اور خبط یہ سوار تھا کہ ذریعۂ معاش اختیار کر کے پھر دین کی خدمت کرونگا میرے والد مرحوم طبیب ہونے کے باوجود میرے طب پڑھنے کے سخت مخالف تھے۔ استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے مختلف انداز سے سمجھایا اور بارہا فرمایا کہ شاخ مظاہر میں مدرسی کی جگہ خالی ہے۔ درخواست دیدو مگر یہاں تو ایک دھن تھی ایک نشہ سوار تھا جسے حضرت مفتی صاحب کے ایک جملہ نے اتار دیا کہ ''کسی طبیب نے آج تک تدریسی خدمت انجام دی ہے جو تو انجام دے گا'' بس سارے شبہات کافور ہوگئے اور حضرت مفتی صاحب نے جامع العلوم کانپور میں بلا کر کتب افتاء پڑھائی طریقہ سکھایا، اور برسوں ایسی تربیت فرمائی کہ اپنی جہالت محسوس ہونے لگی اور معلوم ہونے لگا کہ علم کیا چیز ہے اور فتویٰ کیا چیز ہے افسوس کہ جامع العلوم میں بارہ سال کی صحبت خلاف توقع ختم ہوگئی اور ہم کف افسوس ملتے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ استاذ محترم حضرت مفتی صاحب کو جزائے خیر دے اور بعافیت تادیر ان کا سایہ قائم رکھے۔ اور اہل علم کو اس عظیم نعمت کی قدردانی کی توفیق مزید بخشے۔

حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کے تلمیذ ارشد بھی ہیں اور خلیفۂ اکبر بھی۔ مجھ جیسے کور باطن اور ظاہر بیں حضرت مفتی صاحب کے علوم ظاہرہ سے حسب طلب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اہل بصیرت واہل باطن حضرت کے فیوض باطنی اور برکات معنوی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

منظور احمد مظاہری

خادم مدرسہ جامع العلوم کانپور و قاضی شہر کانپور

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**باب اول** اسلام اور ایمان	۱۸
۲	**فصل اول** : کفر واعمال کفر	۸۱
۳	**فصل دوم** : کلمات کفر	۱۴۸
۴	**فصل سوم** : تکفیر مسلم	۱۸۸
۵	**فصل چہارم** : خدا اور رسول کی توہین	۲۰۸
۶	**فصل پنجم** : علماءِ دین کی توہین.....	۲۳۵
۷	**فصل ششم** : احکام شرع وشعائر دین کی توہین.....	۲۵۳
۸	**فصل ہفتم** : موجباتِ کفر کے متفرق مسائل	۳۱۹

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین		نمبر صفحہ
۱	**باب اوّل**	اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات	۲۲
۲	**باب دوم**	شرک وکفر.....	۶۱
۳	**باب سوم**	تقدیر وقضاء	۸۹
۴	**باب چہارم**	غیر اللہ سے مدد مانگنا اور دعا میں توسل	۱۰۵
۵	**باب پنجم**	علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر.....	۱۴۸
۶	**باب ششم**	رسالت، نبوت، ختم نبوت، تجدید دین	۲۰۴
۷	**باب ہفتم**	معجزہ وکرامات	۲۷۴
۸	**باب ہشتم**	حیات انبیاء وسماع موتی	۲۹۲
۹	**باب نہم**	بدفالی اور نیک فالی	۳۲۶
۱۰	**باب دہم**	احوال برزخ.....	۳۴۶
۱۱	**باب یازدہم**	حشر وحساب، جزا وسزا.....	۳۹۴
۱۲	**باب دوازدہم**	احوالِ جنت وجہنم.....	۴۱۱
۱۳	**باب سیزدہم**	متفرقات عقائد.....	۴۳۸

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حی

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**باب اول** رد شیعیت	۱۸
۲	**باب دوم** رد قادیانیت	۸۷
۳	**باب سوم** رد مودودیت	۱۳۱
۴	**فصل اول** ☆ جماعت اسلامی	۱۳۱
۵	**فصل دوم** ☆ جماعت اسلامی اور تنقید	۱۹۲
۶	**باب چہارم** تقلید کی شرعی حیثیت	۳۰۴
۷	**باب پنجم** رد رضاخانیت	۳۶۶
۸	**باب ششم** مختلف فرق باطلہ	۴۶۸

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**کتاب التبلیغ**	
۲	تبلیغی جماعت	۲۵
۳	**کتاب البدعات والرسوم**	
۴	**باب اول** بدعات ورسوم	۲۰۹
۵	**باب دوم** مروجہ صلاۃ وسلام	۲۵۶
۶	**باب سوم** مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم	۲۸۹
۷	**باب چہارم** فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ	۳۴۳
۸	**باب پنجم** اذان کے وقت انگوٹھے چومنا	۳۵۶
۹	**باب ششم** دفع مصائب کے لئے وظائف واعمال	۳۶۷
۱۰	**باب ہفتم** میلاد وسیرت کی محافل اور عرس وغیرہ	۳۷۷
۱۱	**باب ہشتم** مخصوص ایام کی مروجہ بدعات ورسوم	۴۷۰
۱۲	**باب نہم** مزارات وغیرہ کی بدعات	۵۳۴
۱۳	**باب دہم** نذر ونیاز چڑھانا	۵۶۲

☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلاً مکہ مکرمہ ... عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب العلم	
١	**باب اول** علم کا بیان	٣٢
٢	**باب دوم** تعلیم نسواں	٦٤
٣	**باب سوم** علمی اصطلاحات اور عبارت کا حل	٩٤
٤	**باب چہارم** وعظ	١١٢
٥	**باب پنجم** آداب افتاء واستفتاء	١٢٥
٦	**باب ششم** کتب معتبرہ وغیر معتبرہ	١٤٩
	کتاب السلوک والاحسان	
٧	**باب اول** تصوف وسلوک	٢١٨
٨	**باب دوم** بیعت	٢٦٠
٩	**باب سوم** سلاسل صوفیاء اور ان کے اصطلاحات	٢٨٤
١٠	**باب چہارم** اوصاف شیخ اور اہمیت تصوف	٣٠٣
١١	**باب پنجم** مجالس صوفیاء اور ان کے وظائف	٣٢٠
١٢	**باب ششم** خلیفہ بنانا	٣٤٠

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
١٢	**باب هفتم** منکرات تصوف	٣٥٣
١٣	**باب نهم** متفرقات تصوف	٣٧٦
	كتاب التاريخ والسير	
١٤	**باب اول** عہد نبویؐ کے تاریخی حقائق	٣٨٤
١٥	**باب دوم** عہدِ انبیاء علیہ السلام کے تاریخی حقائق	٤٢٠
١٦	**باب سوم** عہدِ صحابہؓ کے تاریخی حقائق	٤٤٤
١٧	**باب چهارم** عہدِ تابعین کے تاریخی حقائق	٤٩٣
١٨	**باب پنجم** عہدِ سلف کی تاریخی شخصیات	٥٣٥
١٩	**باب ششم** چند تاریخی حقائق	٥٥٦
٢٠	**باب هفتم** تاریخِ ہند کے چند حقائق	٥٦٤

not found.

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ابواب مایتعلق بالقرآن والحدیث	
	﴿قرآن وحدیث سے متعلق ابواب﴾	
۱	**باب اول** : تفسیر قرآن	۲۲
۲	**باب دوم** : آدابِ قرآن	۱۱۰
۳	**باب سوم** : آدابِ تلاوت	۱۵۷
۴	**باب چہارم** : حفظِ قرآن	۱۸۱
۵	**باب پنجم** : تجوید، ترتیب، رسم الخط کا وغیرہ	۱۸۶
۶	**باب ششم** : متفرقات قرآن	۲۳۴
۷	**باب ہفتم** : حدیث سے متعلق مباحث ومسائل	۲۴۹

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**کتاب الطهارة**	
۲	**باب اول** پانی اور کنویں کے مسائل	۲۵
۳	**باب دوم** استنجاء کرنے کے احکام	۸۵
۴	**باب سوم** وضو کا بیان	
۵	**فصل اوّل** : فرائض وضو	۱۰۶
۶	**فصل دوم** : وضو کے سنن واداب	۱۱۲
۷	**فصل سوم** : نواقض وضو	۱۳۱
۸	**باب چهارم** غسل کے احکام	
۹	**فصل اول** : غسل کے موجبات اور اس کے فرائض وسنن	۱۴۹
۱۰	**فصل دوم** : جنبی کے احکام	۱۷۹
۱۱	**باب پنجم** تیمّم کے احکام	۱۸۸

۱۲	**باب ششم** موزوں پر مسح کے احکام	۲۰۶
۱۳	**باب ہفتم** حیض ونفاس وغیرہ کے احکام	
۱۴	**فصل اول** : حیض ونفاس واستحاضہ کے احکام	۲۱۱
۱۵	**فصل دوم** : معذور بیمار کے احکام	۲۳۱
۱۶	**باب ہشتم** نجاستوں کے احکام	
۱۷	**فصل اول** : نجاست اوراس سے پاکی	۲۵۱
۱۸	**فصل دوم** : کپڑوں کی پاکی اورناپاکی	۲۸۴
۱۹	**فصل سوم** : برتنوں کی پاکی اورناپاکی	۳۱۸
۲۰	**فصل چہارم** : زمین کی پاکی اورناپاکی	۳۲۷

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**کتاب الصلاۃ**	
۲	**باب اول** اوقات نماز	۲۹
۳	**باب دوم** اذان واقامت	۹۹
۴	**باب سوم** نماز کے شرائط وارکان	۲۰۹
۵	**باب چہارم** صفتِ صلوٰۃ	۲۸۰
۶	**باب پنجم** جماعت کا بیان	۲۶۶

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**باب ششم** : امامت کا بیان	
۲	**فصل اول** : امام کے اوصاف	۳۹
۳	**فصل دوم** : فاسق کی امامت	۸۹
۴	**فصل سوم** : بدعتی کی امامت	۲۳۰
۵	**فصل چہارم** : حقیر پیشہ اور متہم کی امامت	۲۴۴
۶	**فصل پنجم** : معذور کی امامت	۲۵۹
۷	**فصل ششم** : نابالغ کی امامت	۲۸۸
۸	**فصل ہفتم** : امام کو برطرف کرنا اور حقیر سمجھنا	۲۹۳
۹	**فصل ہشتم** : نیابتِ امام	۳۱۳
۱۰	**فصل نہم** : غلط خواں کی امامت	۳۲۸
۱۱	**فصل دہم** : غیر حنفی کی اقتداء	۳۴۶
۱۲	**فصل یازدہم** : متفرقات امامت	۳۶۰
۱۳	**فصل دوازدہم** : مسبوق اور لاحق	۴۰۲

۱۴	**باب ہفتم** : نماز میں قراءت	
۱۵	**فصل اول** : فرضیت قراءت	۴۴۰
۱۶	**فصل دوم** : جہری اور سری قراءت	۴۵۰
۱۷	**فصل سوم** : امام کے پیچھے قراءت	۴۶۰
۱۸	**فصل چہارم** : قراءت مسنونہ	۴۷۵
۱۹	**فصل پنجم** : سورت اور آیت کے تکرار و ترتیب	۴۹۵

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**باب ہشتم** : نماز کے مفسد اومکروہات کا بیان	
۲	**فصل اول** : مفسدات صلات کا بیان	۳۸
۳	**فصل دوم** : مکروہات نماز	۸۳
۴	**فصل سوم** : نماز میں لاؤڈ اسپیکر	۱۶۲
۵	**فصل چہارم** : نماز میں سترہ	۱۷۱
۶	**فصل پنجم** : قاری کی لغزش کے مسائل	۱۸۰
۷	**باب نہم** : وتر ونوافل	
۸	**فصل اوّل** : وتر کا بیان	۲۲۹
۹	**فصل دوم** : قنوت نازلہ	۲۴۲
۱۰	**فصل سوم** : سنن مؤکدہ	۲۵۴
۱۱	**فصل چہارم** : سنن غیر مؤکدہ	۲۷۳
۱۲	**فصل پنجم** : نوافل کا بیان	۲۸۷

۱۳	**فصل ششم** : تہجد کی نماز	۳۰۵
۱۴	**فصل ہفتم** : نفل نماز کی جماعت	۳۱۴
۱۵	**فصل ہشتم** : صلوۃ التسبیح وصلوۃ الرغائب واستخارہ	۳۲۲
۱۶	**باب دھم**: تراویح کا بیان	
۱۷	**فصل اوّل** : تراویح کی نماز	۳۳۰
۱۸	**فصل دوم** : تراویح میں قراءت کی کیفیت	۳۷۵
۱۹	**فصل سوم** : تراویح میں قرآن ختم کرنا	۳۹۱
۲۰	**فصل چھارم** : ترویحہ اوراس کی تسبیح	۴۲۵
۲۱	**باب یازدھم** : قضاءنماز اوراس کا فدیہ	
۲۲	**فصل اوّل** : قضاءنماز	۴۴۶
۲۳	**فصل دوم** : نمازوں کی فدیہ کا بیان	۴۶۷
۲۴	**باب دوازدھم** : سجدۂ سہو کے احکام	۴۸۰
۲۵	**باب سیزدھم** : سجدۂ تلاوت کے احکام	۵۴۰
۲۶	**باب چھاردھم** : مسافر کی نماز	۵۵۷
۲۷	**باب پانزدھم** : بیمار کی نماز	۶۲۷

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**باب شانزدھم** : ذکرودعا کے احکام	۲۸
۲	**فصل اول** : نماز کے بعداذکاروظائف	۲۸
۳	**فصل دوم** : درمیان نمازاوراس کے بعددعاوغیرہ	۴۴
۴	**باب ھفدھم** : نماز کے متفرق مسائل	۱۳۳
	کتاب الجمعة والعیدین	
	﴿نماز جمعہ وعیدین کا بیان﴾	
۵	**باب اوّل** : نماز جمعہ	
۶	**فصل اوّل** : وقت نماز جمعہ	۱۷۲
۷	**فصل دوم** : اذان جمعہ	۱۷۷
۸	**فصل سوم** : شرائط جمعہ	۲۱۵
۹	**فصل چھارم** : فرضیت جمعہ	۳۳۹
۱۰	**فصل پنجم** : خطبۂ جمعہ	۳۴۷

۱۱	**فصل ششم** : تعدد جمعہ	۴۲۸
۱۲	**فصل ہفتم** : آداب جمعہ	۴۳۷
۱۳	**فصل ہشتم** : احتیاط الظہر	۱۴۴
۱۴	**فصل نہم** : متفرقات جمعہ	۴۵۴
۱۵	**باب دوم**: عیدین کے احکام	
۱۶	**فصل اوّل** : عیدین کے وجوب وشرائط	۴۶۱
۱۷	**فصل دوم** : نماز عیدین ادا کرنے کے مقام	۴۷۴
۱۸	**فصل سوم** : نماز عیدین میں تعدد وتکرار	۴۹۹
۱۹	**فصل چہارم** : تکبیرات عیدین	۵۱۵
۲۰	**فصل پنجم** : تکبیرات تشریق	۵۲۳
۲۱	**فصل ششم** : خطبۂ عیدین	۵۳۰
۲۲	**فصل ہفتم** : عیدین کے بعد دعا ومصافحہ	۵۳۳
۲۳	**فصل ہشتم** : عورتوں کے لئے نماز عیدین میں شرکت	۵۳۸
۲۴	**فصل نہم** : متفرق مسائل عیدین	۵۵۱
۲۵	**باب سوم** : نماز استسقاء	۵۶۶

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلاً مکہ مجمع عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**باب اول** موت ومیت کے احوال	۲۹
۲	**باب دوم** میت کو غسل دینا.....	۴۴
۳	**باب سوم** کفن	۵۷
۴	**باب چہارم** نماز جنازہ	۹۱
۵	**باب پنجم** جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان.....	۲۲۹
۶	**باب ششم** زیارت قبور	۳۲۴
۷	**باب ہفتم** ایصال ثواب کے احکام	۳۳۸
۸	**باب ہشتم** قبر پر تلاوت وغیرہ	۳۹۲
۹	**باب نہم** قبر پر پھول ڈالنا	۴۰۹
۱۰	**باب دہم** قبروں پر عمارت وغیرہ کا حکم.....	۴۱۳
۱۱	**باب یازدہم** جنازہ کے متفرق مسائل	۴۳۳
۱۲	**باب دوازدہم** شہید کے احکام	۴۵۱

متصلا مسکہ جمع عبد لجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الزکوۃ	
۱	**باب اول** : وجوب زکوۃ	۲۵
۲	**باب دوم** : سونے چاندی اور نقدی کی زکوۃ.....	۸۰
۳	**باب سوم** : مال تجارت میں زکوۃ.....	۱۲۲
۴	**باب چہارم** : جانوروں میں زکوۃ.....	۱۴۳
۵	**باب پنجم** : زکوۃ کی ادائیگی	۱۴۶
۶	**باب ششم** : مصارف کا بیان	۱۷۶
۷	**فصل اول** ☆ مصارفِ زکوۃ وصدقات	۱۷۶
۸	**فصل دوم** ☆ مدارس میں زکوۃ دینا	۲۶۲
۹	**باب ہفتم** : تملیک وحیلہ.....	۳۰۶
۱۰	**باب ہشتم** : عشر وخراج کے احکام	۳۲۳
۱۱	**باب نہم** : صدقۂ نافلہ.....	۳۵۸
۱۲	**باب دہم** : صدقۂ فطر	۳۶۷
۱۳	**باب یازدہم** : متفرقاتِ زکوۃ	۳۹۹

☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الصوم	**۳۵**
۱	**باب اول** چاند دیکھنے کا بیان	۳۶
۲	**باب دوم** سحری اور افطار کا بیان	۱۴۸
۳	**باب سوم** روزہ کے مفسدات ومکروہات	۱۶۲
۴	**باب چہارم** روزوں کی قضا اور کفارہ	۱۹۲
۵	**باب پنجم** وہ مجبوریاں جن سے افطار جائز ہو جاتا ہے	۲۱۹
۶	**باب ششم** نفلی روزے	۲۲۳
۷	**باب ہفتم** روزہ کے متفرق مسائل	۲۳۸
۸	**باب ہشتم** اعتکاف کے احکام	۲۵۱
	کتاب الحج	**۳۳۷**
۹	**باب اول** حج کے شرائط اور ارکان وغیرہ	۳۳۸
۱۰	**باب دوم** مواقیت کا بیان	۳۸۵
۱۱	**باب سوم** عورتوں کے لئے محرم کا بیان	۳۹۸
۱۲	**باب چہارم** طواف کا بیان	۴۱۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳	**باب پنجم** حج میں بال کٹانے کا بیان	۴۲۱
۱۴	**باب ششم** قران اور تمتع	۴۲۵
۱۵	**باب ہفتم** حج بدل	۴۴۲
۱۶	**باب ہشتم** مال حرام سے حج کرنا	۴۷۹
۱۷	**باب نہم** حج میں جنایات	۴۹۱
۱۸	**باب دہم** مقامات متبرکہ	۵۰۹
۱۹	**باب یازدہم** زیارت مدینہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام	۵۲۰
۲۰	**باب دوازدہم** حج کے متفرق مسائل	۵۲۷

not found.

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**کتاب النکاح**	۲۸
۲	**باب اول** : وعدۂ نکاح (منگنی)	۵۲
۳	**باب دوم** : صحت وشرائطِ نکاح	۶۶
۴	**فصل اول** : نکاحِ صحیح	۶۶
۵	**فصل دوم** : مجلس عقد اور رجسٹر میں اندراج کرنا	۱۴۸
۶	**فصل سوم** : نکاح میں گواہ	۱۵۹
۷	**فصل چہارم** : خطبۂ نکاح	۱۸۹
۸	**فصل پنجم** : الفاظِ نکاح	۲۰۱
۹	**فصل ششم** : تحریر اور ٹیلیفون سے نکاح	۲۱۹
۱۰	**فصل ہفتم** : نکاح شغار کے احکام	۲۲۶
۱۱	**فصل ہشتم** : زبردستی نکاح کرانا	۲۳۲
۱۲	**فصل نہم** : نکاح مؤقت	۲۴۸

۱۳	**باب سوم** : نکاح فاسد وغیرہ کا بیان	۲۵۲
۱۴	**فصل اوّل** : نکاح فاسد	۲۵۲
۱۵	**فصل دوم** : منکوحۂ غیر سے نکاح کے احکام	۲۷۲
۱۶	**فصل سوم** : نکاح معتدہ کے احکام	۳۱۸
۱۷	**فصل چہارم** : لاپتہ شخص کی بیوی کے نکاح کے احکام	۳۳۶
۱۸	**فصل پنجم** : نومسلم کے نکاح کا بیان	۳۶۰
۱۹	**باب چہارم** : جن عورتوں سے نکاح جائز ہے	۳۷۱
۲۰	**فصل** : حاملہ اور زانیہ کے نکاح کے احکام	۴۰۷
۲۱	**باب پنجم** : محرمات کا بیان	۴۳۰
۲۲	**فصل اول** : محرمات نسبی کا بیان	۴۳۰
۲۳	**فصل دوم** : حرمتِ نکاح بسببِ مصاہرت	۴۵۴

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	بقیہ کتاب النکاح	
۱	**فصل سوم** : حرمت نکاح بسبب رضاعت	۲۸
۲	**فصل چہارم** : حرمت نکاح بسبب جمع	۴۸
۳	**فصل پنجم** : حرمت نکاح بسبب اختلاف مذہب	۶۱
	باب ششم : ولایت وکفاءت نکاح	
۴	**فصل اول** : ولایت نکاح کا بیان	۹۲
۵	**فصل دوم** : نکاح کیلئے عورت سے اجازت لینا	۱۵۵
۶	**فصل سوم** : خیار بلوغ کا بیان	۱۸۱
۷	**فصل چہارم** : وکالت نکاح کا بیان	۲۰۲
۸	**فصل پنجم** : کفاءت کا بیان	۲۲۰
۹	**باب ہفتم** : مہر کا بیان	۲۶۵
۱۰	**باب ہشتم** : جہیز وغیرہ کا بیان	۳۵۹
۱۱	**باب نہم** : بارات اور ولیمہ کا بیان	۳۸۹
۱۲	**باب دہم** : شادی کی رسومات کا بیان	۳۹۷
۱۳	**باب یازدہم**: نکاح کے متفرق مسائل	۴۶۸
۱۴	**باب دوازدہم**: رضاعت کا بیان	۵۸۴

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الطلاق	
۱	**طلاق کا بیان**	۱۷
۲	**باب اوّل** : وقوعِ طلاق وعدمِ وقوع طلاق	۴۶
۳	**فصل اول** : وقوعِ طلاق	۴۶
۴	**فصل دوم** : عدمِ وقوعِ طلاق	۹۲
۵	**فصل سوم** : نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق دینا	۱۲۴
۶	**فصل چہارم** : غصہ میں طلاق دینا	۱۴۸
۷	**فصل پنجم** : مکرہ کی طلاق	۱۶۵
۸	**فصل ششم** : نابالغ کی طلاق	۱۸۰
۹	**باب دوم**: تحریری طلاق	۱۸۷
۱۰	**باب سوم** : طلاق صریح	۲۷۲
۱۱	**باب چہارم** : الفاظِ متغیرہ سے طلاق	۳۰۰
۱۲	**باب پنجم** : تین طلاق کے احکام	۳۰۶

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**باب ششم** : کنایاتِ طلاق	۲۱
۲	**باب ہفتم** : تفویض طلاق	۱۰۰
۳	**باب ہشتم** : طلاق کو معلق کرنا	۱۲۱
۴	**فصل اول**: طلاق کی قسم اٹھانا	۱۸۶
۵	**فصل دوم** : کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینا	۱۹۴
۶	**فصل سوم** : تعلیق طلاق سے بچنا	۲۱۴
۷	**باب نہم**: طلاق میں گواہی کا بیان	۲۲۵
۸	**باب دہم** : متفرقات طلاق	۲۶۲
۹	**باب یازدہم** : رجعت وغیرہ کے احکام	۲۸۷
۱۰	**فصل اول** : رجعت کے احکام	۲۸۷
۱۱	**فصل دوم** : حلالہ	۳۰۹
۱۲	**باب دوازدہم** : ظہار، ایلاء اور لعان	۳۴۷
۱۳	**باب سیزدہم** : خلع کے احکام	۳۷۲
۱۴	**باب چہاردہم** : فسخ وتفریق	۳۹۰
۱۵	**فصل اول** : نامرد اور مجنون کی بیوی	۴۴۲
۱۶	**فصل دوم** : زوجۂ متعنت کے احکام	۴۶۴

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**باب پانزدھم** : عدت اور سوگ	۲۵
۲	**باب شانزدھم** : ثبوت نسب	۶۴
۳	**باب ھفدھم** : حق پرورش	۹۶
۴	**باب ھیژدھم** : نفقہ کا بیان	۱۰۸
۵	**کتاب الایمان والنذور**	
	قسم اور نذر کا بیان	
۶	**باب اول** : قسم اور اس کے کفارہ کا بیان	۱۷۱
۷	**باب دوم** : نذر کا بیان	۲۱۳
۸	**کتاب الحدود والقصاص**	
	حدود وقصاص وغیرہ کے احکام	
۹	**باب اول** : زنا وغیرہ سے متعلق احکام	۲۵۴
۱۰	**باب دوم** : حد قذف وغیرہ کے احکام	۲۸۲

۱۱	**باب سوم** : قصاص اور دیت کے احکام	۲۹۲
۱۲	**باب چھارم** : تعزیر کے احکام	۲۹۵
۱۳	**فصل** : مالی جرمانہ کے احکام	۳۱۶
۱۴	**کتاب الجهاد والهجرة والسياسة**	
	جہاد، ہجرت اور سیاست کے مسائل	
۱۵	**باب اول** : جہاد اور ہجرت کے مسائل	۳۳۳
۱۶	**باب دوم** : امارت وسیاست کے مسائل	۳۷۸
۱۷	**باب سوم** : امامت وخلافت	۳۸۲
۱۸	**باب چھارم** : جمہوریت ومشاورت	۴۱۲
۱۹	**باب پنجم** : ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت	۴۲۸
۲۰	**باب ششم** : مرتدین کے احکام	۴۳۴

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی علی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**باب اول** : وقف کا بیان.....	۲۶
۲	**باب دوم** : وقف کو بدلنا اور بیچنا.....	۱۱۳
۳	**باب سوم** : تولیت وقف.....	۱۵۹
۴	**باب چہارم** : مصارف وقف.....	۲۲۱
۵	**باب پنجم** : مسجد کے احکام.....	۲۳۴
۶	**فصل اول** ☆ مسجد کی بناء وتعمیر.....	۲۶۱
۷	**فصل دوم** ☆ مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا.....	۲۷۴
۸	**فصل سوم** ☆ مسجد ضرار.....	۳۰۳
۹	**فصل چہارم** ☆ غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا.....	۳۲۹
۱۰	**فصل پنجم** ☆ پرانی مسجد کے احکام.....	۳۴۳
۱۱	**فصل ششم** ☆ توسیع مسجد کے احکام.....	۳۵۶
۱۲	**فصل ہفتم** ☆ محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم.....	۳۷۵
۱۳	**فصل ہشتم** ☆ مسجد میں نقش ونگار.....	۳۸۶
۱۴	**فصل نہم** ☆ مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف.....	۴۰۳
۱۵	**فصل دہم** ☆ مسجد اور اس کے سامان کو بیچنا.....	۴۶۷

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**فصل یازدھم** مسجد میں مدرسہ قائم کرنا.....	۲۸
۲	**فصل دوازدھم** مسجد میں مالِ حرام صرف کرنا.....	۵۱
۳	**فصل سیزدھم** مسجد میں کافر کا مال صرف کرنا.....	۱۱۱
۴	**فصل چھاردھم** مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال.....	۱۳۲
۵	**فصل پانزدھم** اشیاء مسجد کا استعمال.....	۱۸۷
۶	**فصل شانزدھم** مسجد کی چیزیں کرائے پر دینا.....	۲۲۵
۷	**فصل ھفدھم** مسجد کے لئے چندہ کرنا.....	۲۴۰
۸	**فصل ھیژدھم** متفرقات مسجد.....	۲۶۸
۹	**باب ششم** ☆ آداب مسجد.....	
۱۰	**فصل اول** مسجد میں مستحب اور مکروہ کام.....	۳۱۷
۱۱	**فصل دوم** مسجد میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال.....	۳۹۲
۱۲	**فصل سوم** مسجد میں رہائش.....	۴۰۴
۱۳	**فصل چھارم** مسجد میں سونا اور ٹھہرنا.....	۴۱۰
۱۴	**فصل پنجم** مسجد میں خرید وفروخت.....	۴۱۸
۱۵	**فصل ششم** مسجد میں جنبی، حائضہ اور غیر مسلم کا داخل ہونا	۴۲۵
۱۶	**فصل ھفتم** مسجد میں بدبودار چیزوں کا داخل کرنا.....	۴۳۳
۱۷	**باب ھفتم** ☆ عیدگاہ کے احکام.....	۴۴۵

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الوقف	
۱	**باب ہشتم** ☆ مدارس کے احکام	
۲	**فصل اول** : مدارس کا اہتمام وانتظام.....	۲۳
۳	**فصل دوم** : مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا.....	۱۰۱
۴	**فصل سوم** : مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنا.....	۱۴۰
۵	**فصل چہارم** : مدرسہ میں مالِ حرام اور مالِ کافر کا صرف کرنا.....	۱۵۷
۶	**فصل پنجم** : مدرسین کی تنخواہوں کا بیان.....	۱۷۲
۷	**فصل ششم** : مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام.....	۲۱۴
۸	**فصل ہفتم** : مسائل متفرقات مدارس	۲۵۹
۹	**باب نہم** ☆ احکام مقابر.....	۲۹۷
	کتاب اللقطة	
۱۰	لقطہ کے مسائل	۳۶۰
	کتاب الشرکة والمضاربة	
۱۱	شرکت ومضاربت کے احکام	۳۸۴

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب البیوع	
۱	**باب اول** ☆ بیع صحیح	۲۶
۲	**باب دوم** ☆ بیع باطل وفاسد	۷۹
۳	**باب سوم** ☆ بیع مکروہ	۱۴۹
۴	**باب چہارم** ☆ خیار عیب	۱۸۵
۵	**باب پنجم** ☆ نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام	۱۹۱
۶	**باب ششم** ☆ بیعانہ کے احکام	۲۰۱
۷	**باب ہفتم** ☆ حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع	۲۰۶
۸	**باب ہشتم** ☆ بیع مرابحہ	۲۱۶
۹	**باب نہم** ☆ بیع سلم	۲۲۲
۱۰	**باب دہم** ☆ بیع صرف	۲۵۱
۱۱	**باب یازدہم** ☆ بیع بالوفاء	۲۶۹
۱۲	**باب دوازدہم** ☆ ذخیرہ اندوزی کے احکام	۲۹۱
۱۳	**باب سیزدہم** ☆ بیع کے متفرق مسائل	۲۹۵
	کتاب الربوٰ والقمار	
۱۴	**باب اول** ☆ مسائل سود	۳۴۶
۱۵	**باب دوم** ☆ جوئے کے مسائل	۴۸۰

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الدین	
۱	مسائل قرض	۲۸
	کتاب الوکالۃ	
۲	احکام وکالت	۶۸
	کتاب الدعویٰ	
۳	دعویٰ کے احکام	۷۸
	کتاب الشہادۃ	
۴	گواہی کے احکام	۸۴
	کتاب القضاء والتحکیم	
۵	قضاء وتحکیم کے احکام	۹۲
	کتاب الاجارۃ	
۶	اجارہ کے احکام	۱۰۷
۷	**باب اول** : اجارۂ صحیحہ	۱۱۲
۸	**باب دوم** : اجارۂ فاسدہ	۱۶۴
۹	**باب سوم** : اجرت علی الطاعات	۲۰۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰	**باب چہارم** : اجرت علی المعاصی.....	۲۵۵
۱۱	**باب پنجم** : دلالی کے احکام.....	۲۸۵
۱۲	**باب ششم** : فسخِ اجارہ.....	۲۹۶
۱۳	**باب ہفتم** : اجارہ کے متفرق مسائل.....	۳۱۴
	کتاب المزارعة	
۱۴	احکام مزارعت.....	۳۳۶
	کتاب الشفعة	
۱۵	احکام شفعہ.....	۳۶۸
	کتاب الرهن	
۱۶	گروی رکھنے کا بیان.....	۳۷۴
	کتاب الهبة والهدية	
۱۷	ہبہ اور ہدیہ کے احکام.....	۳۹۷

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**کتاب الغصب**	
	﴿غصب کے مسائل﴾	۲۷
۲	**کتاب الضمانۃ والامانۃ**	
	﴿ضمانت وامانت کے احکام﴾	۴۹
۳	**باب اول** : ضمانت کے احکام	۵۰
۴	**باب دوم** : امانت کا بیان	۷۲
۵	**باب سوم** : امانت کے ضائع ہونے پر ضمان	۹۷
۶	**کتاب الصید والذبائح**	
	﴿شکار اور ذبیحہ کے احکام﴾	۱۱۰
۷	**باب اول** : شکار کا بیان	۱۱۱
۸	**باب دوم** : ذبح کے احکام	۱۳۷
۹	**باب سوم** : ذبح کرنے والے کا حکم	۱۷۷
۱۰	**باب چہارم** : ذبح صحیح اور غیر صحیح	۱۹۷
۱۱	**باب پنجم** : جانور کے حلال وحرام اجزاء	۲۱۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۲	**کتاب الاضحیة والعقیقة**	
	﴿قربانی اور عقیقہ کے مسائل﴾	۲۲۲
۱۳	**باب اول** : وجوب قربانی	۲۲۳
۱۴	**باب دوم** : قربانی کے جانور	۲۵۵
۱۵	**فصل** ☆ قربانی کے جانوروں کی عمر	۲۷۴
۱۶	**باب سوم** : قربانی کے جانوروں میں عیب	۲۸۷
۱۷	**باب چہارم** : قربانی میں شرکت	۳۰۴
۱۸	**باب پنجم** : قربانی کے ایام واوقات اور قضاء	۳۳۶
۱۹	**باب ششم** : قربانی کے آداب ومستحبات	۳۴۸
۲۰	**باب ہفتم** : قربانی کی نذر	۳۵۳
۲۱	**باب ہشتم** : چرم قربانی اور گوشت کے مصارف	۳۶۰
۲۲	**باب نہم** : قربانی کے متفرق احکام	۴۰۰
۲۳	**باب دہم** : عقیقہ کا بیان	۴۱۰

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الحظر والاباحۃ	
	باب اول ☆ کھانے پینے کے مسائل	
۱	**فصل اول** : کھانے پینے کے آداب اور اسکے مکروہات.....	۳۰
۲	**فصل دوم** : فاسق وفاجر کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۰
۳	**فصل سوم** : کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۷
۴	**فصل چہارم** : ماکولات کا بیان.....	۸۳
۵	**باب دوم** ☆ ضیافت کا بیان.....	۹۰
	باب سوم ☆ حلال وحرام جانور کے احکام	
۶	**فصل اول** : حلال جانور.....	۱۴۳
۷	**فصل دوم** : حرام جانور اور ان کے اجزاء.....	۱۶۰
۸	**فصل سوم** : حلال وحرام پرندے.....	۱۷۸
۹	**فصل چہارم** : مچھلی کانے کا حکم.....	۱۹۴
۱۰	**فصل پنجم** : مباح القتل اور غیر مباح القتل جانور.....	۲۰۲
۱۱	**فصل ششم** : متفرقات حیوانات.....	۲۱۰
	باب چہارم ☆ حلال وحرام اشیاء	
۱۲	**فصل اول** : حرام اشیاء وغیرہ	۲۱۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳	**فصل دوم** : تمباکو چونہ وغیرہ کا استعمال	۲۳۰
۱۴	**فصل سوم** : فضلات سے انتفاع.....	۲۵۲
۱۵	**فصل چہارم** : مشترک اشیاء سے انتفاع.....	۲۵۷
	باب پنجم ☆ طب وعلاج	
۱۶	**فصل اول** : علاج ومعالجہ	۲۷۱
۱۷	**فصل دوم** : حرام اشیاء کے ذریعہ علاج	۲۸۴
۱۸	**فصل سوم** : اعضاء انسانی اور ان کی خرید وفروخت.....	۳۱۲
۱۹	**فصل چہارم** : حمل، اسقاط حمل، اور نسبندی وغیرہ.....	۳۳۰
	باب ششم ☆ لباس سے متعلق احکام	
۲۰	**فصل اول** : شرعی لباس.....	۳۸۵
۲۱	**فصل دوم** : غیر شرعی لباس.....	۴۰۳
۲۲	**فصل سوم** : ناجائز لباس.....	۴۱۶
۲۳	**فصل چہارم** : عورتوں کے لباس.....	۴۲۵
۲۴	**فصل پنجم** : ٹوپی اور عمامہ.....	۴۴۱
	باب ہفتم ☆ بالوں اور داڑھی کے احکام	
۲۵	**فصل اول** : بالوں کے احکام.....	۴۵۹
۲۶	**فصل دوم** : داڑھی اور مونچھ کے احکام.....	۴۸۰
۲۷	**فصل سوم** : خضاب کے احکام.....	۵۱۰
۲۸	**فصل چہارم** : ناخن کاٹنے کا بیان.....	۵۱۳

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الحظر والاباحۃ	
	باب ہشتم ☆ زیورات اور زینت کے مسائل	
۱	**فصل اول** : زیورات کا استعمال.....	۲۷
۲	**فصل دوم** : انگوٹھی کا بیان.....	۳۶
۳	**فصل سوم** : گھڑی کا بیان.....	۴۵
۴	**فصل چہارم** : اشیاء زینت.....	۵۳
۵	**فصل پنجم** : خوشبو کا حکم.....	۵۸
۶	**فصل ششم** : متفرقات زیورات.....	۶۲
	باب نہم ☆ پردہ کے احکام	
۷	**فصل اول** : پردہ کا ثبوت اور اس کا وجوب.....	۷۳
۸	**فصل دوم** : جن سے پردہ ضروری ہے.....	۹۴
۹	**فصل سوم** : اعضائے مستورہ کو دیکھنا اور کھولنا.....	۱۱۰
۱۰	**فصل چہارم** : اجنبی عورت سے تنہائی، میل جول اور مس کرنا.....	۱۲۷
۱۱	**باب دہم** ☆ اسلامی آداب واخلاق	۱۴۸
۱۲	**باب یازدہم** ☆ ختنہ کا بیان	۱۶۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	باب دوازدھم ☆ سلام ومصافحہ وغیرہ	
۱۳	**فصل اول** : سلام اور اس کے آداب.....	۱۸۰
۱۴	**فصل دوم** : مصافحہ، معانقہ اور قیام وتقبیل.....	۲۰۲
۱۵	**فصل سوم** : سلام کافر وفاسق.....	۲۲۳
۱۶	**فصل چہارم** : درود وسلام.....	۲۳۳
۱۷	**فصل پنجم** : رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنا.....	۲۵۰
۱۸	**باب سیزدھم** ☆ عملیات.....	۲۷۲
۱۹	**باب چھاردھم** ☆ کسب اور پیشہ.....	۳۵۴
	باب پانزدھم ☆ مالِ حرام اور رشوت	
۲۰	**فصل اول** : مالِ حرام کا حکم.....	۳۷۰
۲۱	**فصل دوم** : رشوت کا بیان.....	۴۰۸

not found.

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الحظر والاباحۃ	
	باب شانزدھم ☆ احکام حقوق	
۱	**فصل اول** : زوجین کے احکام.....	۳۳
۲	**فصل دوم** : والدین وغیرہ کے حقوق.....	۸۶
۳	**فصل سوم** : جماع اور اس کے متعلقات.....	۱۳۶
۴	**فصل چہارم** : یتیم وغیرہ کے احکام.....	۱۵۲
۵	**باب ھفدھم** ☆ انساب کا بیان.....	۱۵۸
۶	**باب ھیزدھم** ☆ سونے کے آداب	۱۷۳
۷	**باب نوزدھم** ☆ خوابوں کی تعبیر.....	۱۷۶
۸	**باب بستم** ☆ ناموں کا بیان	۲۱۲
	باب بست ویکم ☆ عقلیات وارضیات	
۹	**فصل اول** : مصالحِ عقلیہ	۲۳۵
۱۰	**فصل دوم** : ارضیات وسماویات	۲۴۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	باب بست ودوم ☆ کھیل وتصاویر کے احکام	
۱۱	**فصل اول** : کھیلوں کا بیان.....	۲۶۳
۱۲	**فصل دوم** : تصویر اور مجسمہ سازی.....	۲۷۸
۱۳	**فصل سوم** : سنیما اور ٹی وی وغیرہ.....	۳۱۶
	باب بست وسوم ☆ کفار سے تعلقات ومعاملات	
۱۴	**فصل اول** : کفار کے ساتھ تعلقات.....	۳۳۵
۱۵	**فصل دوم** : کفار کے ساتھ مشابہت.....	۳۳۷
۱۶	**فصل سوم** : غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت.....	۳۴۵
۱۷	**فصل چہارم** : مال کے ذریعہ کفار کی اعانت.....	۳۵۹
	باب بست وچہارم ☆ جھوٹ، غیبت، بائیکاٹ اور توبہ	
۱۸	**فصل اول** : جھوٹ، چغلی، بہتان اور ریا کا بیان.....	۳۷۰
۱۹	**فصل دوم** : غیبت اور کینہ کا بیان.....	۳۹۲
۲۰	**فصل سوم** : تحقیر مسلم کا بیان.....	۴۰۰
۲۱	**فصل چہارم** : وعدہ خلافی کا بیان.....	۴۰۳
۲۲	**فصل پنجم** : بائیکاٹ وقطع تعلق.....	۴۱۳
۲۳	**فصل ششم** : معاصی اور اس سے توبہ.....	۴۳۹
۲۴	**باب بست وپنجم** ☆ مسائل شتّیٰ	۴۸۷

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الفرائض	
۱	رسالہ آسان فرائض	۲۸
۲	**فصل اول** : میت کے قرض اور امانت کا بیان	۶۸
۳	**فصل دوم** : استحقاق اور عدم استحقاق وراثت	۸۶
۴	**فصل سوم** : ترکہ میں تصرف	۱۳۷
۵	**فصل چہارم** : حرام مال میں وراثت	۱۷۴
۶	**فصل پنجم** : ذوی الفروض	۱۸۵
۷	**فصل ششم** : عصبات کا بیان	۲۴۴
۸	**فصل ہفتم** : پوتوں کو وراثت	۲۵۱
۹	**فصل ہشتم** : ذوی الارحام	۲۵۷
۱۰	**فصل نہم** : توریث حمل	۲۷۷
۱۱	**فصل دہم** : موانع ارث	۲۸۵
۱۲	**فصل یازدہم**: حجب وحرمان	۲۹۵
۱۳	**فصل دوازدہم**: متفرقات فرائض	۳۱۱
۱۴	**کتاب الوصایا** : وصیت کا بیان	۳۲۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	﴿ضمیمہ فتاویٰ محمودیہ﴾	
	من ملفوظات فقیہ الامتؒ	
۱۵	**کتاب العقائد:** عقائد کا بیان	۳۸۲
۱۶	**کتاب التاریخ والسیر** : تاریخ وسیرت	۳۹۱
۱۷	**کتاب العلم** : علم کا بیان	۴۰۰
۱۸	**کتاب مایتعلق بالقرآن** : قرآن سے متعلق مسائل	۴۰۷
۱۹	**کتاب الطھارۃ** : پاکی کے مسائل	۴۱۵
	کتاب الصلاۃ : نماز کا بیان	
۲۰	**باب اول** : مسائل اذان	۴۱۶
۲۱	**باب دوم** : مسائل نماز	۴۲۱
۲۲	**کتاب الجنائز** : جنازہ کے مسائل	۴۴۶
۲۳	**باب الاعتکاف** : اعتکاف کے مسائل	۴۵۳
۲۴	**کتاب الحج** : حج کے مسائل	۴۵۷
۲۵	**کتاب النکاح والطلاق** : مسائل نکاح وطلاق	۴۶۱
	کتاب الحظر والاباحۃ : جائز اور ناجائز امور	
۲۶	**باب اول** : جنات، تعویذات اور عملیات	۴۶۷
۲۷	**باب دوم** : کھانے، پینے کے مسائل	۴۷۳
۲۸	**باب سوم** : سلام ومصافحہ	۴۷۶
۲۹	**باب چہارم** : مسائل شتّیٰ	۴۷۹

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

تفصیلی فہرست مضامین

مقدمہ فتاویٰ محمودیہ جلد ۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	حدیث کی قسمیں	۱۹
۲	قیاس	۲۰
۳	اجتہاد	۲۲
۴	تقلید	//
۵	مسائل کی قسمیں	۲۳
۶	پہلی قسم	//
۷	دوسری قسم	//
۸	تیسری قسم	//
۹	چوتھی قسم	//
	فقہ	
۱۰	فقہ کے لغوی معنی	۲۶
۱۱	فقہ کے قدیم اصطلاحی معنی	//

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲	فقہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک	۲۷
۱۳	فقیہ حسن بصریؒ کے نزدیک	//
۱۴	تفقہ فی الدین فرض کفایہ ہے	۲۸
۱۵	اسلام میں عظمت فقہاء	۲۹
۱۶	اسلام میں علم وحکمت کا مرتبہ	۳۱
۱۷	فقہ کے ماخذ یعنی احکام شرعیہ کے دلائل	۳۴
۱۸	پہلا ماخذ قرآن حکیم	//
۱۹	دوسرا ماخذ سنت	//
۲۰	آثار صحابہ کی فقہی حیثیت	۳۶
۲۱	فقہ کا تیسرا ماخذ اجماع	//
۲۲	اجماع کو خود قرآن وسنت نے حجت قرار دیا ہے	۳۷
۲۳	اس سلسلہ میں چند آیات قرآنیہ	۳۸
۲۴	چند احادیث	۴۳
۲۵	حجیت اجماع پر چند آثار صحابہ	۴۷
۲۶	اجماع کا فائدہ اور سند اجماع	۴۹
۲۷	اجماع کی قسمیں	۵۰
۲۸	اجماع کے مراتب	۵۲
۲۹	ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی	۵۳
۳۰	آنحضرت ﷺ سے سوالات اور جوابات کیلئے جبرئیلؑ کی حاضری	۵۴
۳۱	عجلت پسندی سے اجتناب اور بڑے کی طرف رجوع	۵۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۲	آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کے حیثیت	۵۷
۳۳	منصب افتاء پر صحابہ کرامؓ	۵۸
۳۴	صحابہ کرام میں فقہائے حدیث	۵۹
۳۵	نوٹ	//
۳۶	حضرت معاذ بن جبلؓ ابوعبدالرحمٰن الانصاری (م ۱۸ھ)	۶۰
۳۷	حضرت ابی بن کعبؓ ابوالمنذر الانصاری (م ۱۹ھ)	۶۲
۳۸	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ)	۶۴
۳۹	حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عویمر بن زید الانصاری (م ۳۲ھ)	۶۶
۴۰	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)	۶۸
۴۱	کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ الانصاری (۴۵ھ)	۷۰
۴۲	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (۴۴ھ) (م ۴۵ھ)	۷۲
۴۳	فقیہ مکہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۶۸ھ)	۷۴
۴۴	حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابوعبدالرحمٰن العدوی المدنی (۷۴ھ)	۷۵
۴۵	حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (۷۸ھ)	۷۶
۴۶	حضرت علقمہ بن قیسؒ النخعی الکوفی (۶۲ھ)	۷۸
۴۷	حضرت مسروق بن اجدعؒ ابوعائشہ الہمدانی الکوفی الفقیہ (۶۳ھ)	۷۹
۴۸	حضرت سعید بن المسیبؒ الفقیہ الکوفی (۹۴ھ)	۸۰
۴۹	حضرت سعید بن جبیرؒ الفقیہ الکوفی (۹۵ھ)	۸۱
۵۰	حضرت ابراہیم نخعیؒ فقیہ کوفہ (۹۶ھ)	//
۵۱	حضرت ابوعبداللہ مکحول الدمشقی الحافظ فقیہ الشام (۱۰۱ھ)	۸۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۲	ابوعمرؒ علامہ شعبیؒ الہمدانی الکوفی (۱۰۳ھ)	۸۳
۵۳	سالم بن عبداللہ بن عمرؒ فقیہ مدینہ (۱۰۶ھ)	۸۴
۵۴	قاسم بن محمد فقیہ مدینہ (م ۱۰۷ھ)	۸۵
۵۵	حماد بن ابی سلیمان (۱۲۰ھ)	۸۶
۵۶	نوٹ	//
۵۷	ائمہ مجتہدین	۸۷
۵۸	حضرت امام ابوحنیفہؒ	//
۵۹	حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نظریۂ حدیث	۹۴
۶۰	نوٹ	۹۶
۶۱	حضرت امام اعظمؒ کی تابعیت	۹۹
۶۲	اہل کوفہ کی ایک منفرد عادت	۱۰۰
۶۳	حضرت امام اعظمؒ کی ثقاہت	۱۰۱
۶۴	حضرت امام اعظمؒ کے اقران	۱۰۲
۶۵	محدثین میں اہل الرائے	۱۰۴
۶۶	امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مباحثہ	۱۰۸
۶۷	کیا امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟	۱۱۰
۶۸	بخاری شریف میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہ ہونے کا جواب	۱۱۱
۶۹	امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے صحیحین کا خالی ہونا	۱۱۲
۷۰	حدیث بیان کرنے کے مختلف طریقے	۱۱۳
۷۱	بخاری شریف میں بیس روایات کے سب راوی حنفی ہیں	۱۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۷۲	حضرت امام اوزاعیؒ (۱۵۷ھ)	۱۱۶
۷۳	امام سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ)	۱۱۷
۷۴	حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ)	۱۱۹
۷۵	حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ)	۱۲۲
۷۶	حضرت امام محمدؒ (۱۸۹ھ)	۱۲۴
۷۷	حضرت امام شافعیؒ (۲۰۴ھ)	۱۲۶
۷۸	حضرت امام شافعیؒ کے تفردات	۱۲۸
۷۹	حضرت امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)	۱۳۰
۸۰	حضرت امام احمدؒ کا نظریۂ حدیث	۱۳۲
۸۱	نوٹ	۱۳۳
۸۲	ضرورت تدوین فقہ	۱۳۶
۸۳	تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہؒ	۱۳۷
۸۴	تدوین فقہ میں احتیاط	۱۳۷
۸۵	طریقۂ تدوین	۱۳۸
۸۶	ایک ایک مسئلہ پر بحث	۱۳۹
۸۷	کتاب وسنت کی حیثیت	۱۴۰
۸۸	انسانی غلطی کا تدارک	۱۴۱
۸۹	امام اعظمؒ کا اعلان	۱۴۲
۹۰	دلائل پر بنیاد	۱۴۳
۹۱	بعد والوں کی احتیاط	//

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹۲	ضد سے اجتناب کی بکثرت مثالیں	۱۴۴
۹۳	کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی شدید مذمت.....	//
۹۴	استنباط مسائل اوراس کے لئے اہتمام	۱۴۵
۹۵	اصحاب الرائے کا حاصل	۱۴۶
۹۶	تدوین فقہ میں ترتیب	۱۴۷
۹۷	تدوین فقہ میں اولیت کا شرف	۱۴۸
۹۸	امام اعظمؒ اورآپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ	//
۹۹	غلط پروپیگنڈا.....	۱۵۰
۱۰۰	تدوین فقہ اور مسائل کا پھیلاؤ.....	۱۵۲
۱۰۱	فتویٰ اوراس کی اہمیت	//
۱۰۲	تنگ نظری کا الزام.....	۱۵۳
۱۰۳	تاریخ فتاویٰ	۱۵۴
۱۰۴	فقہ وفتاویٰ کے لئے مخصوص جماعت اوراس کی وجہ	//
۱۰۵	ترتیب فتاویٰ.....	۱۵۶
۱۰۶	تدوین فتاوی	۱۵۷
۱۰۷	مختصر سوانحی خاکہ صاحب فتاوی.....	۱۷۱
۱۰۸	مظاہر علوم میں حاضری.....	۱۷۴
۱۰۹	دارالعلوم دیوبند میں حاضری	//
۱۱۰	دارالعلوم سے فراغت	۱۷۵
۱۱۱	مظاہر علوم میں دوبارہ آمد	//

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۲	تمرین فتاوی نویسی.....	۱۷۵
۱۱۳	اساتذۂ کرام (مظاہر علوم کے اساتذہ)	۱۷۶
۱۱۴	اساتذۂ دارالعلوم دیوبند	۱۷۷
۱۱۵	زمانہ طالب علمی میں محنت	۱۷۸
۱۱۶	نظام الاوقات	۱۸۰
۱۱۷	زمانہ طالب علمی میں تلاوت کلام پاک کا معمول	۱۸۲
۱۱۸	ایثار وقناعت	۱۸۳
۱۱۹	اعتماد اور توکل علی اللہ	۱۸۴
۱۲۰	حیرت انگیز محنت و جفاکشی	//
۱۲۱	زمانہ طالب علمی کا ایک معمول	۱۸۶
۱۲۲	محنت و جفاکشی اور عزم وہمت	۱۸۷
۱۲۳	سفر میں تلاوت کلام پاک.....	۱۸۸
۱۲۴	سبق کی پابندی.....	//
۱۲۵	ذکاوت وذہانت	۱۸۹
۱۲۶	درس جلالین شریف.....	۱۹۱
۱۲۷	تفشہ اسناد حدیث فقیہ الامت قدس سرہٗ	۱۹۴
۱۲۸	وہ حضرات جن کی صحبتوں سے آپ فیضیاب ہوئے	۱۹۶
۱۲۹	بیعت تکمیل سلوک.....	۱۹۷
۱۳۰	خلفائے حضرت شیخ کا بڑا تجویز کرنا.....	//
۱۳۱	مرجعیت	۱۹۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۲	مظاہر علوم میں تقرر.....	۱۹۸
۱۳۳	طلبہ پر شفقت	۱۹۹
۱۳۴	طلبہ کی تربیت سے متعلق چند عادات مبارکہ	۲۰۴
۱۳۵	خورد ونوش میں معمول مبارک	۲۰۶
۱۳۶	جامع العلوم کانپور میں قیام	۲۱۳
۱۳۷	چگونہ حرف زنم دل کجا دماغ کجا.....	۲۱۴
۱۳۸	دارالعلوم دیوبند تشریف آوری.....	۲۱۸
۱۳۹	قیام گاہ.....	۲۱۹
۱۴۰	دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری شریف	۲۲۰
۱۴۱	مسجد چھتہ میں ماہ مبارک کا اہتمام ومعمولات	۲۲۲
۱۴۲	نظام الاوقات برائے معتکفین مسجد چھتہ دیوبند	۲۲۴
۱۴۳	ضروری ہدایات برائے مقیمین و معتکفین مسجد چھتہ دیوبند.....	۲۲۵
۱۴۴	ماہ مبارک میں معمولات فقیہ الامت قدس سرہٗ	۲۳۱
۱۴۵	اعتذار فقیہ الامت قدس سرہٗ.....	۲۳۶
۱۴۶	نماز عید اور مہمانوں کی واپسی	//
۱۴۷	اقتباس مکتوب حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ.....	۲۳۷
۱۴۸	وداع رمضان	۲۳۸
۱۴۹	تأثرات	۲۳۹
۱۵۰	زمانہ قیام دارالعلوم کے لیل ونہار.....	۲۴۴
۱۵۱	بعد نماز فجر	//

۱۵۲	ناشتہ	۲۴۴
۱۵۳	دارالافتاء میں	۲۴۵
۱۵۴	ایک طالب علم کو تنبیہ	۲۴۶
۱۵۵	مجلس چائے	۲۴۷
۱۵۶	طرز درس اور طلبہ سے بے تکلفی	۲۴۹
۱۵۷	دوپہر کا کھانا	۲۵۱
۱۵۸	وضو.....	۲۵۲
۱۵۹	نماز ظہر وعصر اور درمیانی وقت	۲۵۳
۱۶۰	مجلس بعد عصر.....	۲۵۴
۱۶۱	نماز مغرب وعشاء اور درمیانی وقت	۲۵۷
۱۶۲	بعد عشاء درس بخاری شریف	۲۵۸
۱۶۳	طلبہ کا شوق خدمت	۲۵۸
۱۶۴	مجلس بعد عشاء	۲۵۹
۱۶۵	مہمانوں کا خیال واہتمام	۲۶۰
۱۶۶	سحر خیزی میں معمول.....	۲۶۱
۱۶۷	بعد اذان فجر	//
۱۶۸	معمولات یوم الجمعہ (مزار قاسمی پر حاضری)	۲۶۳
۱۶۹	غسل وحجامت اور نماز جمعہ	۲۶۴
۱۷۰	بعد نماز جمعہ	۲۶۵
۱۷۱	نماز عصر بعد متصلاً درود شریف	۲۶۷
۱۷۲	مجلس نمبر (۱).....	۲۶۹

۱۷۳	مجلس نمبر (۲)	۲۸۵
۱۷۴	بیا بمحفل مفتی اعظم ہند	۲۹۳
۱۷۵	ساقی نامہ	۲۹۵
۱۷۶	مفسر اعظم ومحدث جلیل	۲۹۷
۱۷۷	غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر	۲۹۹
۱۷۸	مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں تناقص	۳۰۰
۱۷۹	تفسیر وتاویل	۳۰۱
۱۸۰	ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر کی سادہ توجیہ	۳۰۲
۱۸۱	بیان حدِ سرقہ میں مرد کو اور حد زنا میں عورت کو مقدم رکھنے کا نکتہ	//
۱۸۲	بیان القرآن	۳۰۳
۱۸۳	روح البیان، خازن، روح المعانی، مظہری	//
۱۸۴	آیت "ومن يقتل مومنا" پر اشکال وجواب	۳۰۴
۱۸۵	آیت "واذا قيل لهم آمنو كما امن الناس الآية" پر اشکال وجواب	//
۱۸۶	يخادعون الله پر اشکال وجواب	۳۰۵
۱۸۷	مسجدوں میں محراب بنانا کیا بدعت ہے؟	۳۰۶
۱۸۸	تراجم بخاری اور جہر بالتامین	۳۱۰
۱۸۹	بحالت حدث تلاوت پر امام بخاری کا استدلال	۳۱۱
۱۹۰	ام الصحيحين کی تنقیح	۳۱۲
۱۹۱	الصلوة معراج المومنين کا ماخذ	۳۱۳
۱۹۲	محدثین کی احادیث پر محنت	۳۱۴
۱۹۳	احادیث کے مختلف درجے	۳۱۵

۱۹۴	روایات لینے کے مختلف طریقے	۳۱۷
۱۹۵	ائمہ اربعہ کا حدیث پر عبور	//
۱۹۶	دیگر علوم میں مہارت	۳۱۹
۱۹۷	ہل بسیطہ ہل مرکبہ	۳۲۱
۱۹۸	تقدم کی اقسام	۳۲۲
۱۹۹	منصورؒ اور فرعون کے دعوۂ انانیت میں فرق	۳۲۳
۲۰۰	تسلسل کی تعریف	۳۲۴
۲۰۱	عدد کی تعریف اور اس کی تقسیم	//
۲۰۲	قرب، قربی، قربت میں کیا فرق ہے؟	۳۲۵
۲۰۳	رویت، رائی، رؤیا کا فرق	//
۲۰۴	اعداد منقولہ فی الشرع میں رائے کو دخل نہیں	//
۲۰۵	فرق باطلہ کی سرکوبی	۳۲۶
۲۰۶	ایک قادیانی سے دلچسپ گفتگو	۳۲۸
۲۰۷	گفتگو بر توسیع قدرت	۳۳۷
۲۰۸	گفتگو بر علم نبوت	۳۳۸
۲۰۹	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟	۳۴۰
۲۱۰	دیوبندیوں سے فتوی پوچھنا بریلویوں کی نظر میں	۳۴۲
۲۱۱	دیوبندی کا نکاح	//
۲۱۲	حرکت نفس سے نماز کا اعادہ	//
۲۱۳	قراءت خلف الامام پر ایک غیر مقلد سے دلچسپ مکالمہ	۳۴۴
۲۱۴	مذاہب اربعہ سے متعلق غیر مقلد سے گفتگو	۳۵۲

۲۱۵	عورت کو سربراہ مملکت بنانے سے متعلق ایک دلچسپ مکالمہ	۳۵۵
۲۱۶	عورتوں کا ووٹ شریعت میں	۳۶۱
۲۱۷	سلطانہ رضیہ اور ملکۂ سبا سے استدلال	۳۶۳
۲۱۸	کیا عورتیں جہاد کریں	۳۶۴
۲۱۹	خدا نظر کیوں نہیں آتا ایک ڈاکٹر سے گفتگو	۳۶۷
۲۲۰	گوشت خوری پر ڈاک افسر سے گفتگو	۳۷۵
۲۲۱	حضرت شیخ الہند کی قربانی	۳۷۸
۲۲۲	بکرے کی حلت اور سور کی حرمت پر پنڈت سے گفتگو	۳۷۹
۲۲۳	افتاء وتفقہ	۳۸۳
۲۲۴	فقیہ الامت اور مفتی اعظم ہند کا خطاب	۳۸۵
۲۲۵	حضرت والا کے فتاویٰ پر اعتماد اکابر	۳۸۶
۲۲۶	مکتوب گرامی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ	۳۸۸
۲۲۷	مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیثؒ	۳۹۰
۲۲۸	مکتوب مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمیعۃ العلماء	۳۹۱
۲۲۹	استفتاء جنرل شاہ نواز خاں صاحب مرحوم	۳۹۲
۲۳۰	جواب فقیہ الامت قدس سرہٗ	۳۹۳
۲۳۱	اقتباس مکتوب گرامی حضرت شیخ	۳۹۵
۲۳۲	مکتوب گرامی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ	۳۹۶
۲۳۳	نقول فتاویٰ کے رجسٹروں کو ملاحظہ فرمانے کی تجویز	۳۹۸
۲۳۴	مظاہر علوم کے اہم فتاویٰ کے بارے میں تجویز	۳۹۹
۲۳۵	رائے کی پختگی	۴۰۰

۲۳۶	سوالات وشبہات	۴۰۳
۲۳۷	مکتوب گرامی حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ	۴۰۴
۲۳۸	مسئلہ تکفیر میں کمال احتیاط	۴۰۶
۲۳۹	آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر مُکّا دکھانے والے کا حکم	//
۲۴۰	خدا کے نام کو تمبا کو سے کڑوا بتانے کا حکم	۴۰۷
۲۴۱	جواہر لال نہرو سے متعلق شعر کی توجیہ	//
۲۴۲	نمازی کو گالی دینا	۴۰۸
۲۴۳	کمال ذہانت وفطانت	۴۰۹
۲۴۴	عید کا چاند اتنا زود ہضم نہیں	۴۱۰
۲۴۵	سفر میں ایک شخص سے گفتگو (شیطان کو کس نے بہکایا)	۴۱۱
۲۴۶	شیطان کو کسی نے نہیں بہکایا	//
۲۴۷	شہر کے قریب بستی میں جمعہ	۴۱۳
۲۴۸	عبارت پڑھنے والے طلبہ کا امتحان	۴۱۴
۲۴۹	قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے پر اشکال وجواب	۴۱۵
۲۵۰	ایسے مذبح کے ذبیحہ کا حکم جہاں ذابح صرف پہلے جانور پر بسم اللہ پڑھتا ہے	۴۱۷
۲۵۱	حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت بیداری کی زیارت سے زیادہ قوی ہے ..	//
۲۵۲	ایک طالب علم امام کا قول کہ میں مسلمان نہیں تھا، اپنی نمازیں لوٹا لو.....	۴۱۸
۲۵۳	جو شخص انگریز کی خاطر داڑھی منڈا سکتا ہے، وہ ہندو کی خاطر چوٹی بھی رکھ سکتا ہے..	۴۱۹
۲۵۴	جماعت اسلامی اور اسلامی جماعت میں فرق	۴۲۰
۲۵۵	فتویٰ نویسی سے متعلق چند عادات مبارکہ	۴۲۰
۲۵۶	دوسرے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق	۴۲۵

۲۵۷	مکتوب گرامی حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ	۴۲۶
۲۵۸	جواب حضرت اقدس قدس سرہٗ	//
۲۵۹	تمرین فتاویٰ	۴۲۷
۲۶۰	فقہ وفتاویٰ میں مناسبت پیدا ہونے کی تدبیر	۴۳۱
۲۶۱	فرق باطلہ کی تردید کے لئے طلبہ کی تیاری	//
۲۶۲	وفات	۴۳۳
۲۶۳	تاریخ وفات	۴۳۴
۲۶۴	تاثرات مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب زید مجدہم بروفات فقیہ الامت قدس سرہٗ .	۴۳۸
۲۶۵	ترتیب فتاویٰ محمودیہ	۴۴۵
۲۶۶	ایک خواب اوراس کی تعبیر	۴۴۶
۲۶۷	مظاہر علوم کے فتاویٰ	۴۴۹
۲۶۸	فتاوی کی اصلاح وتصحیح	۴۵۱
۲۶۹	عناوین	۴۵۲
۲۷۰	احقر کا معمول	//
۲۷۱	سفر میں معمول	//
۲۷۲	ہسپتال میں معمول	۴۵۳
۲۷۳	بے ہوشی کے باوجود استحضار	۴۵۴
۲۷۴	ایک عجیب کیفیت	//
۲۷۵	حضرت والا قدس سرہٗ کا ترتیب فتاویٰ سے غایت اشتیاق	//
۲۷۶	واقعہ نمبر ایک	۴۵۵
۲۷۷	دوسرا واقعہ	۴۵۶
	فتاویٰ کی تصحیح کا مزید اہتمام	۴۵۸

۲۷۸	فتاوی محمودیہ، خصوصیات، امتیازات	۴۵۹
۲۷۹	حضرات علمائے دیوبند	//
۲۸۰	حضرت فقیہ الامت اور فتوی نویسی	۴۶۴
۲۸۱	وسعت نظر اور استحضار جزئیات	۴۶۷
۲۸۲	حضرت فقیہ الامت اور اعتدال پسندی	۴۶۹
۲۸۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اعتدال پسندی	//
۲۸۴	حضرات صحابہ کرام اور راہ اعتدال	۴۷۴
۲۸۵	تصوف اور اعتدال پسندی	۴۷۷
۲۸۶	مدارس اور راہ اعتدال	۴۸۱
۲۸۷	جمہوریت اور راہ اعتدال	۴۸۳
۲۸۸	اختلافی مسائل اور راہ اعتدال	۴۸۷
۲۸۹	فروعی اختلافی مسائل اور راہ اعتدال	۴۸۹
۲۹۰	دعوت وتبلیغ اور راہ اعتدال	۴۹۰
۲۹۱	فتاویٰ محمودیہ کی خصوصیات	۴۹۲
۲۹۲	ترتیب جدید	۴۹۹
۲۹۳	ترتیب جدید میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا.....	۵۰۳
۲۹۴	دعا واظہار تشکر.....	۵۰۶
۲۹۵	مقدمہ کے مراجع.....	۵۱۰

تَمَّتْ وَبِالْفَضْلِ عَمَّتْ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) 245206

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الایمان والکفر

﴿ایمان وکفر کا بیان﴾

☆.....باب اوّل.....☆

اسلام اور ایمان کا بیان

۱	اسلام کیا ہے.....	۱۸
۲	کیا اپنے ایمان واسلام کا اعتقاد لازم ہے.....	۱۹
۳	مسلمان آپس کے اختلاف کے بعد بھی مسلمان ہیں.....	۲۰
۴	ایمان کی بنیاد.....	۲۱
۵	ایمان میں کمی زیادتی.....	۲۳
۶	ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز.....	۲۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	قرآن پر ایمان کا مطلب.....	۲۹
۸	صرف کلمہ پڑھنے سے دخول جنت.....	۲۹
۹	کیا محض ایمان پر جنت کی بشارت ہے.....	۳۱
۱۰	احکام پر عمل کرنا اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کا کام ہے.....	۳۲
۲۱	انکار قرآن وحدیث کے ساتھ ایمان نہیں.....	۳۳
۱۲	کیا غیر مسلم نیکی کر کے جنتی ہے.....	۳۸
۱۳	شہر بانو بنت یزدجرد کا ایمان.....	۳۹
۱۴	وسوسہ شیطانی سے ایمان ضائع نہیں ہوتا.....	۴۰
۱۵	ایمان میں وسوسہ کا علاج.....	۴۱
۱۶	تجدید ایمان کا طریقہ.....	۴۳
۱۷	تجدید ایمان کا طریقہ.....	۴۴
۱۸	ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا.....	۴۵
۱۹	مسلمان ہونے والے کو فوراً مسلمان کرنا چاہئے.....	۴۶
۲۰	غیر مسلم کس طرح مسلمان ہوتا ہے.....	۴۷
۲۱	کیا حنفی مسلک قبول اسلام سے مانع ہے.....	۵۱
۲۲	شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ.....	۵۲
۲۳	کیا یہود ونصاریٰ مسلم ہیں.....	۵۳
۲۴	ہندو، یہود ونصاریٰ، جنات کس کی امت میں ہیں.....	۵۴
۲۵	امت دعوت واجابت.....	۵۴
۲۶	ضروریات دین کی تفصیل.....	۵۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	فطرت کی تشریح	۵۶
۲۸	مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت کی ضرورت	۵۷
۲۹	نجات کس ایمان پر ہے	۵۸
۳۰	ایمان بالرسول اجمالاً کافی ہے یا اوصاف کے ساتھ	۵۹
۳۱	مجبوراً خنزیر کا گوشت کھانے سے ایمان نہیں جاتا	۶۰
۳۲	اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت	۶۰
۳۳	اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دشمنی	۶۱
۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان لانا	۶۵
۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی نجات سے بحث	۶۸
۳۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بعد وفات زندہ ہونا اور کلمہ پڑھنا	۶۹
۳۷	مرثیہ شیخ الہندؒ کے ایک شعر کا مفہوم	۷۰
۳۸	جملہ خبریہ کی تعریف اور کلمۂ توحید	۷۲
۳۹	یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں نیز انکی عورتوں سے نکاح اور انکا ذبیحہ	۷۳
۴۰	مسلمان بھنگی کا حکم	۷۵
۴۱	دین اسلام ملائکہ کے ذریعہ کیوں نہیں پھیلایا جاتا	۷۷
۴۲	اخیر وقت کا اسلام	۷۸
۴۳	خاتمہ بالخیر	۷۹
۴۴	ایمان کے شکر میں ختم	۷۹

☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....فصل اوّل.....☆	
	کفر واعمال کفر	
۴۵	کفر کی تعریف.....	۸۱
۴۶	منافق کی تعریف.....	۸۲
۴۷	التزام کفر اور لزوم کفر کی تعریف.....	۸۳
۴۸	موجبات کفر اور تجدید ایمان.....	۸۴
۴۹	کفر ابوجہل اور کفر منافقین میں فرق.....	۸۶
۵۰	حکم شرع کا انکار.....	۸۹
۵۱	جو شخص نماز کے لئے اٹھنے سے انکار کرے اس کا حکم.....	۹۱
۵۲	تارک صلوۃ کا حکم.....	۹۲
۵۳	منکر نماز کا حکم.....	۹۳
۵۴	کیا نماز دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنا ہے.....	۹۴
۵۵	منکر نماز جنازہ.....	۹۶
۵۶	نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم.....	۹۸
۵۷	غیبت کے غیبت ہونے سے انکار.....	۹۹
۵۸	کسی پر الزام لگا کر انکار کرنا.....	۱۰۰
۵۹	احیاء موتی معجزۂ عیسیٰ علیہ السلام ہے اس کا انکار کفر ہے.....	۱۰۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۰	سید ہونے کی وجہ سے حرام کو حلال سمجھنا.....	۱۰۲
۶۱	حرام کو حلال سمجھنا.....	۱۰۳
۶۲	حرام کو حلال سمجھنا.....	۱۰۴
۶۳	حلال کو حرام سمجھنا.....	۱۰۶
۶۴	ابلیس کا انکار سجدہ کرنے سے.....	۱۰۷
۶۵	جو شخص قرآن وحدیث کو غلط بتائے اس کا حکم.....	۱۰۹
۶۶	جو شخص قرآن وحدیث کو نا قابل عمل بتائے اس کا حکم.....	۱۱۰
۶۷	حفظ قرآن کو مکروہ کہنا.....	۱۱۰
۶۸	ماں کو گالی اور اس کی قبر پر پیشاب.....	۱۱۱
۶۹	دعا قبول نہ ہونے سے خدا کے وجود کے انکار کا حکم.....	۱۱۳
۷۰	حلال حرام مخلوط مال پر بسم اللہ.....	۱۱۴
۷۱	حرام مال سے دعوت اور اس پر بسم اللہ.....	۱۱۴
۷۲	انکار مذہب.....	۱۱۶
۷۳	دین کو ماننے سے انکار.....	۱۱۷
۷۴	جو شخص ہندو ہونے کا اقرار کرے اس کے لئے فتویٰ.....	۱۱۸
۷۵	جان بچانے کے لئے کفر کا اقرار.....	۱۱۹
۷۶	کسی غرض کے لئے ظاہرا کفر اختیار کرنا.....	۱۲۱
۷۷	کیا ہر دین حق ہے؟.....	۱۲۲
۷۸	بھگوان سے مدد مانگنا.....	۱۲۴
۷۹	تناسخ کے قائل کا حکم.....	۱۲۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۰	عیسائی کتابیں فروخت کرنا کیا کفر ہے.....	۱۲۶
۸۱	غیر مذہب کی کتابیں دیکھنا اور اپنے کفر کا اقرار کرنا.....	۱۲۸
۸۲	اپنی بیوی کو بغیر کپڑے کے نچوانا.....	۱۲۹
۸۳	خود کو غیر مسلم کہہ کر غیر مسلم لڑکی سے بطریقۂ غیر مسلم نکاح کرنا.....	۱۳۰
۸۴	افتتاحِ دوکان پرست نارائن کی پوجا.....	۱۳۱
۸۵	اسکول میں پوجا کیلئے چندہ دینا اور پوجا کا کھانا کھانا.....	۱۳۲
۸۶	مشرکانہ طریقہ پر کنویں کے افتتاح میں شرکت.....	۱۳۴
۸۷	غیر اللہ کے نام پر ذبح مشرکانہ عمل ہے.....	۱۳۶
۸۸	سحر سیکھنا دفعِ سحر کے لئے.....	۱۳۸
۸۹	سحر کا حکم.....	۱۴۰
۹۰	قرآن پاک میں تحریف کرنے کا اقرار.....	۱۴۱
۹۱	کیا کسی بات کا یقین نہ کرنا کفر ہے.....	۱۴۲
۹۲	مخالف اجماع کا حکم.....	۱۴۴
۹۳	پیر کو حاجت رَوا سمجھنا.....	۱۴۵
۹۴	جو شخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے اسکا حال.....	۱۴۶
	☆.....فصل دوم.....☆	
	کلمات کفر کا بیان	
۹۵	یہ لفظ کہنا کہ ہم نہیں جانتے مسئلہ کیا ہے.....	۱۴۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۶	استنجے کے لئے کلوخ لینا اور اس کو سینما فلم کہنا.....	۱۴۹
۹۷	امام اور استاذ کو خنزیر اور منافق کہنا.....	۱۵۰
۹۸	الم کے شعر میں لفظ حریف کی تحقیق.....	۱۵۱
۹۹	نور نامہ کا ایک شعر.....	۱۵۲
۱۰۰	شاعر امام کے بعض اشعار.....	۱۵۳
۱۰۱	دعوۃ الحق کو دعوۃ الکفر کہنا.....	۱۵۵
۱۰۲	اللہ میاں کا اپنی تعریف کرنا.....	۱۵۶
۱۰۳	کسی کو یہ کہنا کہ اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے.....	۱۵۶
۱۰۴	بے دین فقیروں کا حال اور دعویٰ.....	۱۵۷
۱۰۵	یہ دعویٰ کہ میں جب چاہوں بارش کرادوں.....	۱۵۹
۱۰۶	خدائی کا دعویٰ.....	۱۶۰
۱۰۷	کسی پیر کا اپنے آپ کو اللہ کہنا اور کچھ لغویات.....	۱۶۱
۱۰۸	اگر میں نے فلاں کام کیا تو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو.....	۱۶۳
۱۰۹	اگر فلاں کام کروں تو امت سے خارج.....	۱۶۴
۱۱۰	بت خانہ کی قسم کھانا.....	۱۶۶
۱۱۱	یہ کہنا کہ رزق ہم دیں گے.....	۱۶۷
۱۱۲	''ایمانداری کوئی چیز نہیں'' کا مفہوم اور حکم.....	۱۶۷
۱۱۳	زوجہ کا ایک کفریہ خط زوج کے نام.....	۱۶۸
۱۱۴	بدری صحابی رضی اللہ عنہ کو وہابی اور منافق کہنا.....	۱۷۰
۱۱۵	مجھ کو جہنم کا نچلا طبقہ منظور ہے اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی (نعوذ باللہ).....	۱۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۶	نیند کو نماز سے بہتر کہنے پر کیا حکم ہے.....	۱۷۳
۱۱۷	مناظرہ سکھانے کے لئے کفریات بولنا کیسا ہے.....	۱۷۴
۱۱۸	داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا.....	۱۷۶
۱۱۹	اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا.....	۱۷۷
۱۲۰	جو شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا.....	۱۷۸
۱۲۱	انکار نماز کی توجیہ.....	۱۸۰
۱۲۲	سخت کلمہ اور اس کا جواب.....	۱۸۱
۱۲۳	نحن عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب.....	۱۸۲
۱۲۴	غصہ میں کلمۂ کفر.....	۱۸۳
۱۲۵	رکوع میں سبحان ربی الاجیم پڑھنا کفر ہے؟.....	۱۸۴
۱۲۶	کلاسوف تعلمون کو کلا صاف کرنے کی تائید میں پڑھنا کفر ہے.....	۱۸۵
۱۲۷	وندے ماترم.....	۱۸۵
۱۲۸	اسکول میں ترانہ.....	۱۸۶
۱۲۹	جو مسئلہ پیش آئے اس کا جواب دریافت کیا جائے مثلاً مثلاً سے نہیں.....	۱۸۷

☆.....فصل سوم.....☆

تکفیر مسلم

۱۳۰	تکفیر مسلم.....	۱۸۸
۱۳۱	کسی مسلمان کو سردار جی کہنا.....	۱۸۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۲	اپنے سوا سب کو کافر کہنا.....	۱۹۰
۱۳۳	مسلمان کو کافر کہنا.....	۱۹۱
۱۳۴	کلمہ گو کو کافر کہنا.....	۱۹۲
۱۳۵	ایک دوسرے کو کافر کہنا.....	۱۹۴
۱۳۶	دیوبندی علماء کو کافر کہنا.....	۱۹۶
۱۳۷	علمائے دیوبند کو کافر کہنے والا کیا حکم رکھتا ہے.....	۱۹۷
۱۳۸	شاگرد کو کافر کہنے والے کا حکم.....	۱۹۸
۱۳۹	اپنے مسلمان ہونے کا انکار.....	۱۹۹
۱۴۰	علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ.....	۲۰۰
۱۴۱	کیا عبدالوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے.....	۲۰۲
۱۴۲	سخت گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا.....	۲۰۵
۱۴۳	خدا اور رسول کو منظور ہو تو کہنا کیسا ہے.....	۲۰۶
۱۴۴	جاہل بدعقیدہ کی اصلاح کا طریقہ.....	۲۰۷
	☆.....فصل چہارم.....☆	
	خدا اور رسول کی توہین	
۱۴۵	اللہ کی شان میں گستاخی.....	۲۰۸
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی.....	۲۰۹
۱۴۷	اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا اور رمضان کے روزہ کی توہین کرنا.....	۲۱۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۸	اللہ پاک کو گالی دینا.....	۲۱۱
۱۴۹	کیا خدا ظالم ہے (نعوذ باللہ).....	۲۱۳
۱۵۰	خدا کو بے انصاف کہنا خود کو کافر کہنا.....	۲۱۴
۱۵۱	اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے کہنا.....	۲۱۶
۱۵۲	خدائے پاک کو بے انصاف کہنا.....	۲۱۷
۱۵۳	''میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا'' کہنے کا حکم مع فتویٰ سنبھل.....	۲۱۸
۱۵۴	ذات وصفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید.....	۲۲۰
۱۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا حکم.....	۲۲۲
۱۵۶	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہنا.....	۲۲۳
۱۵۷	شان انبیاء علیہم السلام میں گستاخی.....	۲۲۴
۱۵۸	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ ملا کہنا.....	۲۲۶
۱۵۹	نعت نبی ﷺ کو ساز پر سننا.....	۲۲۷
۱۶۰	امی کی تشریح.....	۲۲۷
۱۶۱	نماز قضاء ہونے پر یہ کہنا کہ نماز تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قضا ہوئی ہے.....	۲۲۹
۱۶۲	''اگر نبی اس زمانہ میں ہوتا وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا'' کہنا.....	۲۳۱
۱۶۳	ایک امام کی گمراہی خدا اور رسول کے متعلق.....	۲۳۱
۱۶۴	خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کرنے کا کسی کو حق نہیں.....	۲۳۳
۱۶۵	جو شخص خدا اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرے وہ کیسا ہے.....	۲۳۴

☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....فصل پنجم.....☆	
	علماءِ دین کی توہین کا حکم	
۱۶۶	توہین علماء	۲۳۵
۱۶۷	مقرر عالم کی توہین	۲۳۶
۱۶۸	علماء دین کی توہین	۲۳۷
۱۶۹	اہانت علماء	۲۳۸
۱۷۰	کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا	۲۳۹
۱۷۱	استخفاف علماء	۲۴۰
۱۷۲	علماء کو برا کہنا	۲۴۱
۱۷۳	کسی مستند عالم کو برا کہنا	۲۴۲
۱۷۴	علماء دین کو گالی دینا	۲۴۳
۱۷۵	طالب علم کو گالی دینا	۲۴۳
۱۷۶	عالم سے بغض رکھنا	۲۴۵
۱۷۷	عالم دین کی گستاخی	۲۴۷
۱۷۸	کیا استاذ کی توہین کفر ہے	۲۴۸
۱۷۹	استاذ کی گستاخی اور توہین	۲۵۰
۱۸۰	دینی کتب کے مترجمین کو برا کہنا	۲۵۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....فصل ششم.....☆	
	احکام شرع وشعائر دین کی توہین	
۱۸۱	فتوے کی توہین	۲۵۳
۱۸۲	مسئلہ شرعیہ کی توہین	۲۵۴
۱۸۳	اذان پر ہنسنا	۲۵۶
۱۸۴	گدھے کے بولنے کو اذان کہنا	۲۵۷
۱۸۵	نماز وغیرہ کا استہزاء	۲۵۷
۱۶	نماز کے لئے تحقیر کا لفظ بولنا	۲۵۹
۱۸۷	ریاکاری کی نماز کو گالی دینا	۲۶۰
۱۸۸	نمازی کو گالی دینا	۲۶۵
۱۸۹	نماز پڑھنا کسی کے کہنے پر موقوف نہیں	۲۶۷
۱۹۰	نماز کے انکار سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے	۲۶۷
۱۹۱	روزہ کے منکر کا حکم	۲۶۹
۱۹۲	تبلیغ اسلام کا منکر	۲۷۰
۱۹۳	حالت حمل میں نکاح کا منکر	۲۷۱
۱۹۴	نکاح بیوہ کا منکر	۲۷۲
۱۹۵	حلالہ کے منکر کا حکم	۲۷۴
۱۹۶	پگڑی کی اہانت	۲۷۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۷	داڑھی کی توہین	۲۷۷
۱۹۸	داڑھی کے بال اکھاڑ کر پیشاب کروں گی کہنے والی عورت کی سزا.....	۲۷۸
۱۹۹	تعویذ کی توہین	۲۷۹
۲۰۰	قرآن کی شان میں گستاخی	۲۷۹
۲۰۱	قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم	۲۸۰
۲۰۲	قرآن کریم کا احترام اس میں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود.....	۲۸۲
۲۰۳	باہمی لڑائی میں قرآن پاک کو پیروں سے روندنا.....	۲۸۳
۲۰۴	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پیر قرآن کریم پر رکھا تھا.....	۲۸۴
۲۰۵	حضرت امیر معاویہؓ کو سخت کلمہ کہنا.....	۲۸۶
۲۰۶	حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کے بعد توبہ.....	۲۸۸
۲۰۷	یزید بن معاویہ کو کافر یا ملعون کہنے والے کا حکم	۲۹۰
۲۰۸	قانون شریعت کو نہ ماننے والے کا حکم	۲۹۱
۲۰۹	رسم ورواج کی وجہ سے حکم شریعت کو نہ ماننا.....	۲۹۲
۲۱۰	''شرع کے پابند نہیں قانون کے پابند ہیں'' کہنے کا حکم	۲۹۲
۲۱۱	حکم عدالت کو حکم شرع پر ترجیح دینا.....	۲۹۴
۲۱۲	''شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں'' کہنے والوں کا حکم	۲۹۶
۲۳	نبوت اور وحی کا مذاق بنانا.....	۲۹۷
۲۱۴	جو شخص زکوۃ کو فرض نہ مانے	۲۹۸
۲۱۵	منکر زکوۃ کی تقریب میں شرکت	۲۹۹
۲۱۶	مرتکب منکرات کی تقریب میں شرکت	۳۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۷	دینی مسائل کا مذاق اڑانا	۳۰۱
۲۱۸	خلاف شرع کلمات سے رجوع کرنا	۳۰۲
۲۱۹	جو شخص شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے	۳۰۴
۲۲۰	میں شریعت کو نہیں مانتا	۳۰۵
۲۲۱	غیر عالم باپ کا بیٹوں کو گالیاں دینا	۳۰۷
۲۲۲	علم اور علماء سے متعلق ایک ڈرامہ	۳۰۹
۲۲۳	قرآن کریم کو جلا دینا	۳۱۴
۲۲۴	متولی کا مؤذن کو نمک حرام کہنا	۳۱۵
۲۲۵	مسجد کے متعلق سخت لفظ	۳۱۶
۲۲۶	مسجد کا مذاق اڑانا	۳۱۶
۲۲۷	غلامی کو ناپسند کرنا	۳۱۷
۲۲۸	سنتِ مسواک کا منکر	۳۱۸
	☆.....فصل ہفتم.....☆	
	موجبات کفر کے متفرق مسائل	
۲۲۹	آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی ہیں	۳۱۹
۲۳۰	لاعلمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار کرنا	۳۲۰
۲۳۱	ہندو کو کافر کہنا	۳۲۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۳۲	کسی کافر کو مرنے کے بعد برا کہنا.....	۳۲۱
۲۳۳	صحاح ستہ پر اعتماد نہ کرنا.....	۳۲۲

تمت وبالفضل عمت

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب اوّل.....☆	
	اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات	
۱	عقیدہ کی تعریف.....	۲۲
۲	اللہ تعالیٰ کہاں ہیں.....	۲۳
۳	خدا کے لئے جہت ماننا.....	۲۴
۴	عرش کس کے رہنے کی جگہ ہے.....	۲۵
۵	اسماء الٰہی دوسری زبانوں میں.....	۲۵
۶	اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا لفظ یا جمع کا.....	۲۸
۷	کیا گاڈ خدا کا نام ہے.....	۲۹
۸	اللہ میاں کہنا.....	۳۰
۹	توحید کی تشریح.....	۳۰
۱۰	واجب الوجود.....	۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱	صفت احدیت	۳۲
۱۲	صفت قدرت	۳۲
۱۳	کیا ہر شئ میں خدا ہے	۳۳
۱۴	کیا ہر وقت دیدار خداوندی ہوسکتا ہے	۳۴
۱۵	خالق مخلوق بننے پر قادر ہے یا نہیں	۳۵
۱۶	محال کے ساتھ ممکن ماننا	۳۶
۱۷	امکان کذب	۳۶
۱۸	مسئلہ امکان کذب اور فتح المبین میں تلبیس	۳۸
۱۹	اللہ تعالیٰ حفاظت کرنا چاہیں تو دشمنوں کے بیچ میں حفاظت کریں نہ چاہیں نہ کریں	۴۳
۲۰	قرآن افضل ہے یا سید	۴۶
۲۱	اقبال کے اشعار پر اعتراض اور اس کا جواب	۴۸
۲۲	آستین برا وکشیدہ ہمچو مکار آمدی کا پڑھنا	۵۶
۲۳	اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جو چاہے دکھلا دے عقیدہ پر اشکال مع جواب	۵۷
۲۴	اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگانا	۵۹
	☆.....باب دوم.....☆	
	شرک وکفر	
۲۵	شرک کی تفصیل	۶۱
۲۶	کفریہ عقائد واعمال	۶۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	اوصاف خاصہ الٰہی میں کسی کو شریک کرنا.....	۶۳
۲۸	مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑوا سکتا، حضور ﷺ چھڑا سکتے ہیں.....	۶۴
۲۹	حضرت علیؓ کی شان میں ایک شعر.....	۶۴
۳۰	چند اشعار اور علی مشکل کشا.....	۶۵
۳۱	کیا اولیاء کو ذاتی قدرت ہے.....	۶۷
۳۲	خدا اور رسول کو منظور ہو تو کہنا کیسا ہے.....	۶۸
۳۳	اللہ تعالیٰ کے ہر شئ میں حلول کرنے کا عقیدہ.....	۶۹
۳۴	فاسق وزندیق کی تعریف.....	۷۱
۳۵	کافر ومشرک میں فرق.....	۷۲
۳۶	مشرک وکافر میں فرق.....	۷۳
۳۷	ڈاکٹر فضل الرحمٰن پاکستان کے اقتباسات ضلالت آمیز.....	۷۴
۳۸	خدا اور رسول کے خلاف کہنے کا حق کسی کو نہیں.....	۷۷
۳۹	صاحب مزار کے متعلق عقیدہ.....	۷۸
۴۰	قبر کی مٹی سے شفاء.....	۷۹
۴۱	ایک درخت سے شفاء حاصل کرنا.....	۸۰
۴۲	کامیابی کے لئے ایک درخت کے نیچے خاص ہیئت اختیار کرنا.....	۸۲
۴۳	سفر برائے زیارت قبور.....	۸۳
۴۴	طواف قبور.....	۸۴
۴۵	چن بشویشور اور صدیق دیندار کے عقائد.....	۸۵
۴۶	پیر کے نام کا بکرا ذبح کرنے سے حلال نہیں.....	۸۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷	اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم	۸۷
۴۸	بھینٹ کا مرغا	۸۸
	☆.....باب سوم.....☆	
	تقدیر وقضا	
۴۹	تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب	۸۹
۵۰	مسئلہ تقدیر	۹۰
۵۱	تقدیر کے مسئلہ پر اشکال	۹۱
۵۲	تقدیر کی قسم مبرم ومعلق ہے	۹۳
۵۳	ہر ایک کا ارادہ خدا کے ارادہ کے تابع ہے	۹۳
۵۴	انسان سے برے کام کیا اللہ تعالیٰ کرواتا ہے	۹۴
۵۵	کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے	۹۵
۵۶	غریب کی غریب سے شادی تقدیری ہے یا کوشش سے	۹۶
۵۷	وقت سے پہلے موت نہیں آتی	۹۸
۵۸	خودکشی کرنے والے کی موت خود اس کے قبضہ میں نہیں	۹۸
۵۹	کیا تقدیر پر ایمان لانے سے جبر لازم نہیں آتا	۹۹
۶۰	مشیت ایزدی تقدیر ہے	۱۰۰
۶۱	انسان مختار ہے یا مجبور	۱۰۱
۶۲	انسان مجبور محض نہیں	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۳	خلقت انسان کی غایت.....	۱۰۲
۶۴	دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے.....	۱۰۴
	☆.....باب چہارم.....☆	
	غیر اللہ سے مدد مانگنا اور دعا میں توسل	
۶۵	الاستغاثہ.....	۱۰۵
۶۶	نداء اموات.....	۱۰۶
۶۷	انبیاء کرام کو پکارنا.....	۱۰۸
۶۸	پیر کو ندا.....	۱۰۹
۶۹	یا غوث کہنا.....	۱۱۰
۷۰	یا غوث الاعظم المدد پکارنا.....	۱۱۰
۷۱	یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ.....	۱۱۱
۷۲	اولیاء اللہ سے مدد مانگنا.....	۱۱۲
۷۳	پیران پیر سے مدد مانگنے سے متعلق شعر کا حکم.....	۱۱۳
۷۴	پیران پیر سے مدد مانگنا.....	۱۱۴
۷۵	پیر فقیر وغیرہ سے حاجتیں مانگنا.....	۱۱۵
۷۶	یا علی مشکل کشا کہنے کا حکم.....	۱۱۶
۷۷	طلب الحاجہ من اہل القبور.....	۱۱۷
۷۸	اہل قبور سے استمداد.....	۱۱۸
۷۹	استمداد.....	۱۱۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۰	ابلیس نمرود وغیرہ سے مدد طلب کرنا	۱۲۲
۸۱	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ کی نعت پر اعتراض	۱۲۳
۸۲	اشعار میں حضور ﷺ کو خطاب	۱۲۴
۸۳	دریا کے نام پر ذبح اور تصدق	۱۲۵
۸۴	دیوان وطن کے شرکیہ اشعار	۱۲۷
۸۵	ایصال ثواب اور توسل کی صورتیں	۱۲۸
۸۶	حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا	۱۳۲
۸۷	توسل بالاحیاء والاموات	۱۳۳
۸۸	سوال بر جواب بالا	۱۳۵
۸۹	توسل میں ابن تیمیہ کا قول	۱۳۹
۹۰	وسیلہ کی تشریح	۱۴۱
۹۱	التوسل فی الدعاء	۱۴۲
۹۲	وسیلہ سے دعاء	۱۴۴
۹۳	خاص بزرگ کے توسل سے دعا	۱۴۵
۹۴	ایک نعت میں توسل	۱۴۶
	☆.....باب پنجم.....☆	
	علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر	
۹۵	کیا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے؟	۱۴۸
۹۶	عقیدۂ علم غیب	۱۴۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۷	علم غیب.....	۱۵۱
۹۸	علم غیب.....	۱۵۴
۹۹	علم غیب.....	۱۵۹
۱۰۰	علم غیب.....	۱۶۰
۱۰۱	علم غیب.....	۱۶۱
۱۰۲	علم غیب کلی عطائی.....	۱۶۲
۱۰۳	حضور ﷺ کے لئے علم غیب جاننا.....	۱۶۲
۱۰۴	حضور ﷺ کے علم غیب کے سلسلہ میں دیوبندی بریلوی کا اختلاف.....	۱۶۳
۱۰۵	عالم الغیب اور افضل البشر کی تشریح.....	۱۶۴
۱۰۶	عالم الغیب باعلام اللہ ماننا.....	۱۶۶
۱۰۷	کیا حضور ﷺ نائب مطلق مالک مختار ہیں؟.....	۱۷۲
۱۰۸	حضرت پیران پیر کے متعلق علم غیب.....	۱۷۴
۱۰۹	ایک شخص کا بعض مغیبات کی خبر دینا.....	۱۷۵
۱۱۰	کیا شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے.....	۱۷۶
۱۱۱	جنتری کی پیشین گوئیاں.....	۱۷۶
۱۱۲	حفظ الایمان کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ.....	۱۷۷
۱۱۳	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تراشی.....	۱۷۸
۱۱۴	حضرت پیران پیر کے ایک مصرع کا مطلب.....	۱۸۰
۱۱۵	ہاتھ دکھلا کر مستقبل معلوم کرنا ناجائز ہے.....	۱۸۱
۱۱۶	زمانہ کو برا کہنا.....	۱۸۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۷	حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ.....	۱۸۳
۱۱۸	عقیدہ حاضر و ناظر.....	۱۸۴
۱۱۹	کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے.....	۱۸۵
۱۲۰	حاضر و ناظر اور مقلب القلوب وغیرہ.....	۱۸۶
۱۲۱	حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا.....	۱۹۳
۱۲۲	شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر.....	۱۹۴
۱۲۳	ایک شعر میں حضور ﷺ کو خطاب.....	۱۹۷
۱۲۴	یارسول اللہ کہنا.....	۱۹۷
۱۲۵	نبی ﷺ بشر بھی ہیں نور بھی.....	۱۹۸
۱۲۶	بشریت نبی ﷺ.....	۲۰۰
۱۲۷	حضور اکرم ﷺ کو نور بھی دیا گیا.....	۲۰۱
۱۲۸	حضور ﷺ کے اختیارات از بہار شریعت.....	۲۰۲
	☆.....باب ششم.....☆	
	رسالت، نبوت، ختم نبوت، تجدید دین	
۱۲۹	نبوت تشریعی وغیر تشریعی.....	۲۰۴
۱۳۰	ختم نبوت ذاتی.....	۲۰۵
۱۳۱	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اشکال اور اس کا جواب.....	۲۰۶
۱۳۲	تعداد انبیاء علیہ السلام.....	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۳	نبیوں کی تعداد کتنی ہے.....	۲۰۸
۱۳۴	کیا گرونانک کو کوئی کتاب ملی ہے.....	۲۰۹
۱۳۵	ہندوستان میں کوئی پیغمبر آئے؟ اور مردوں کو جلانے کا کس نے حکم دیا؟.....	۲۱۰
۱۳۶	رام لچھمن وغیرہ.....	۲۱۲
۱۳۷	کرشن جی کے متعلق عقیدہ.....	۲۱۳
۱۳۸	رام کرشن کے متعلق کیا عقیدہ رکھے؟.....	۲۱۴
۱۳۹	رام کرشن کو برا کہنا.....	۲۱۴
۱۴۰	مہاتما بدھ اور رام چندر جی کیا نبی تھے؟ **لکل قوم هاد** سے استدلال.....	۲۱۵
۱۴۱	معصوم کون لوگ ہیں؟.....	۲۱۷
۱۴۲	کوئی غیر نبی بھی معصوم ہے؟.....	۲۱۷
۱۴۳	حضور اکرم ﷺ میں کوئی عیب نہیں.....	۲۱۸
۱۴۴	حضور ﷺ پر نسیان.....	۲۱۹
۱۴۵	تمام امت مسلمہ کو حضور ﷺ کے برابر سمجھنا.....	۲۲۱
۱۴۶	کیا نبی اکرم ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے.....	۲۲۲
۱۴۷	کیا حضور ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کا ہے.....	۲۲۳
۱۴۸	نبی اکرم ﷺ کو صرف بھائی کا درجہ دینا.....	۲۲۵
۱۴۹	حضور اکرم ﷺ کو ابا جان اور حضرت عائشہؓ کو امی جان کہنا.....	۲۲۶
۱۵۰	تشہد میں حضور اکرم ﷺ کا تصور.....	۲۲۷
۱۵۱	کیا نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا، ایہام شرک ہے.....	۲۲۸
۱۵۲	کیا نماز میں حضرت رسول اکرم ﷺ کا خیال آنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے.....	۲۲۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۳	کیا حضور ﷺ کا نماز میں خیال آنا باعث فضیلت ہے.....	۲۳۱
۱۵۴	حضور پاک ﷺ کا سایہ.....	۲۳۱
۱۵۵	حضور اکرم ﷺ کا پیشاب پاک ہے.....	۲۳۴
۱۵۶	ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مطلب.....	۲۳۶
۱۵۷	ذات وصفات رسول ﷺ پر تنقید.....	۲۴۰
۱۵۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغی جماعت میں شامل ہونگے.....	۲۴۲
۱۵۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی ہونگے یا امتی.....	۲۴۳
۱۶۰	بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حیثیت.....	۲۴۶
۱۶۱	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت تواتر سے.....	۲۴۸
۱۶۲	رفع عیسیٰ علیہ السلام.....	۲۵۱
۱۶۳	کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں.....	۲۵۲
۱۶۴	مقام محمود.....	۲۵۹
۱۶۵	قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم.....	۲۶۰
۱۶۶	کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنے کا عقیدہ.....	۲۶۵
۱۶۷	غالب کا ایک شعر.....	۲۶۶
۱۶۸	تخلیق بنی آدم علیہ السلام پر اشکالات.....	۲۶۷
۱۶۹	حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ایک عقیدہ.....	۲۶۹
۱۷۰	اخوان حضرت یوسف علیہ السلام پر طعن.....	۲۷۰
۱۷۱	صحابہ کرام سب عادل ہیں.....	۲۷۱
۱۷۲	مدح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین.....	۲۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۳	انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کا احترام	۲۷۳
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	معجزہ وکرامات	
۱۷۴	کرامت	۲۷۴
۱۷۵	شعبدہ، کرامت، معجزہ میں فرق	۲۷۵
۱۷۶	غیر پابند شریعت سے اگر خارق عادت صادر ہو تو بھی پرہیز چاہئے	۲۷۸
۱۷۷	معارف قرآن کا الہام	۲۷۹
۱۷۸	شق صدر اور معراج	۲۸۰
۱۷۹	حضرت خواجہ اجمیری کا تالاب خشک کرادینا	۲۸۲
۱۸۰	حضرت خواجہ اجمیری کا چور کو قطب بنادینا	۲۸۳
۱۸۱	کیا عبدالقادر جیلانی کا نام لینے سے بال گھٹ جاتے ہیں	۲۸۴
۱۸۲	کیا بڑے پیر صاحب اور شمس تبریز نے مردوں کو زندہ کیا	۲۸۴
۱۸۳	حضرت پیران پیر کی طرف جھوٹ کی نسبت	۲۸۵
۱۸۴	بڑے پیر صاحب کا ملک الموت سے ارواح کو چھین کر زندہ کردینا	۲۸۵
۱۸۵	حضرت غوث اعظمؒ کی مجلس میں حضور ﷺ کی تشریف آوری	۲۸۶
۱۸۶	بزرگ کی پھونک کا اثر	۲۸۷
۱۸۷	پیر بزرگ کی سواری کا آنا	۲۸۸
۱۸۸	کیا بوعلی شاہ قلندر کے مزار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں	۲۸۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۹	قلیل وقت میں کثیر عبادات ایک روایت پر اشکال کا جواب	۲۸۹
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	حیات انبیاء وسماع موتی	
۱۹۰	حیات انبیاء علیہم السلام	۲۹۲
۱۹۱	حیات النبی ﷺ	۲۹۶
۱۹۲	حیات النبی ﷺ	۳۰۰
۱۹۳	مسئلہ حیات النبی ﷺ	۳۰۲
۱۹۴	کیا حضور ﷺ مٹی میں مل گئے (استغفر اللہ)	۳۰۴
۱۹۵	حیات النبی ﷺ قبر میں	۳۰۵
۱۹۶	مٹی کس کے جسم کو نہیں کھاتی	۳۰۶
۱۹۷	روضۂ اقدس سے دست مبارک کا نکلنا	۳۰۷
۱۹۸	سماع موتی	۳۰۸
۱۹۹	سماع موتی سے متعلق دس سوال	۳۰۸
۲۰۰	سماع موتی	۳۱۱
۲۰۱	سماع موتی کی تفصیل	۳۱۴
۲۰۲	سماع موتی کی مزید توضیح	۳۱۶
۲۰۳	سماع موتی کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں	۳۱۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆.....باب نہم.....☆

بدفالی اور نیک فالی

۲۰۴	بدشگونی.....	۳۲۶
۲۰۵	چند بے اصل بدفالیاں.....	۳۲۷
۲۰۶	جھاؤ کا استعمال کرنا.....	۳۲۸
۲۰۷	درخت کے پاس بیٹھنے سے شفاء.....	۳۲۸
۲۰۸	وبا کی بستی سے نکلنا.....	۳۲۹
۲۰۹	مجذوم اور ابرص کے ساتھ اختلاط.....	۳۳۰
۲۱۰	چیچک والے کے لئے چند مخصوص چیزیں.....	۳۳۲
۲۱۱	کیا عورت، گھر، گھوڑے میں نحوست ہے.....	۳۳۳
۲۱۲	منگل بدھ کو حجامت بنوانا.....	۳۳۴
۲۱۳	تو کلا بد پرہیزی کرنا.....	۳۳۵
۲۱۴	روزانہ ایک پیسہ رات کو امانت رکھ کر صبح کو واپس لینا.....	۳۳۶
۲۱۵	کیا رات کو قرض دینا منحوس ہے.....	۳۳۸
۲۱۶	قطب تارہ کی طرف پیر پھیلانا.....	۳۳۸
۲۱۷	چاند جب عقرب میں ہو تو کام شروع کیا جائے یا نہیں.....	۳۳۹
۲۱۸	گرہن کے وقت کھانا.....	۳۳۹
۲۱۹	سفید پیر والی بھینس منحوس نہیں.....	۳۴۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۰	کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے.....	۳۴۰
۲۲۱	دائی کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا.....	۳۴۱
۲۲۲	خطبہ کے وقت سامعین کا ہاتھ باندھنا، کھولنا.....	۳۴۱
۲۲۳	مغرب کی اذان کے وقت پانی پینا ممنوع نہیں.....	۳۴۲
۲۲۴	رات میں جھاڑو دینا، منہ سے چراغ گل کرنا، دوسروں کا کنگھا استعمال کرنا.....	۳۴۲
۲۲۵	چراغ پھونک کر بجھانا.....	۳۴۳
۲۲۶	دانت والے بچے کی پیدائش.....	۳۴۴
۲۲۷	تیسری رات کا چاند نہ دیکھنا اور اس کی کہانی سننا.....	۳۴۴
	☆.....باب دھم.....☆	
	احوال برزخ کا بیان	
۲۲۸	مرنے کے بعد روح کا مقام.....	۳۴۶
۲۲۹	بعد الموت مقام روح.....	۳۴۸
۲۳۰	روح کا مقام مرنے کے بعد.....	۳۴۹
۲۳۱	مقام ارواح.....	۳۵۰
۲۳۲	کیا مرنے کے بعد ایک مہینہ تک روح مکان کے ارد گرد گھومتی ہے.....	۳۵۴
۲۳۳	کیا مرنے کے بعد روح گھر پر آتی ہے.....	۳۵۵
۲۳۴	مرنے کے بعد روح کا مکان سے تعلق.....	۳۵۷
۲۳۵	روح کا قبر پر یا مکان پر آنا.....	۳۵۸
۲۳۶	میت کا تعلق زندوں سے.....	۳۵۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۳۷	مردہ کا پہلے مردوں سے ملنا.....	۳۵۹
۲۳۸	قبر میں روح ڈالی جائیگی.....	۳۶۰
۲۳۹	انتقال کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا.....	۳۶۱
۲۴۰	مرنے کے بعد روح کا شیطان کے قالب میں جانا.....	۳۶۲
۲۴۱	زندوں کے رونے سے میت کو اذیت.....	۳۶۲
۲۴۲	کیا قصاب کو موت کے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے.....	۳۶۵
۲۴۳	منکر نکیر کے ساتھ کیا شیطان بھی قبر میں جاتا ہے.....	۳۶۶
۲۴۴	کسی مردہ بزرگ کا کسی انسان میں حلول کرنا.....	۳۶۷
۲۴۵	کیا قبر میں حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے.....	۳۶۷
۲۴۶	نافرمان پر عذاب برزخ سے ہوتا ہے یا قیامت میں.....	۳۶۸
۲۴۷	عذاب قبر سے استثناء.....	۳۶۹
۲۴۸	عذاب قبر سے حفاظت کا عمل.....	۳۷۰
۲۴۹	عذاب قبر.....	۳۷۱
۲۵۰	کیا عذاب قبر فاسق کو بھی ہوگا.....	۳۷۲
۲۵۱	قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت.....	۳۷۶
۲۵۲	عذاب قبر یوم جمعہ وغیرہ میں.....	۳۷۶
۲۵۳	میت کو قبر میں عصر کا وقت محسوس ہوتا ہے.....	۳۷۸
۲۵۴	مردوں کا اپنے متعارفین کو پہچاننا اور بخشوانا.....	۳۷۹
۲۵۵	سکرات کی تکلیف معصوم کو.....	۳۸۱
۲۵۶	بچوں سے سوال قبر نہیں.....	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۷	نابالغ سے سوال منکر نکیر.....	۳۸۲
۲۵۸	انبیاء و اولیاء کا قبروں سے نکلنا.....	۳۸۳
۲۵۹	میت کا مدت دراز کے بعد سامنے آ کر ملاقات کرنا.....	۳۸۴
۲۶۰	حیاتِ شہداء اور وفات.....	۳۸۵
۲۶۱	حیات برزخیہ کی نوعیت.....	۳۸۶
۲۶۲	حرمت جسم شہید علی الارض کی تشریح، بیان القرآن کی ایک عبارت.....	۳۹۰
۲۶۳	بزرگوں کی ارواح سے ملاقات کا دعویٰ.....	۳۹۲
	☆.....باب یازدھم.....☆	
	حشر وحساب، جزاوسزا	
۲۶۴	قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائیگا.....	۳۹۴
۲۶۵	رمضان میں مرنے والے سے حساب.....	۳۹۵
۲۶۶	سب سے پہلے کس کا حساب.....	۳۹۵
۲۶۷	کافر غریب مصیبت زدہ کا انجام.....	۳۹۶
۲۶۸	قیامت میں جانوروں سے حساب.....	۳۹۷
۲۶۹	معصوم بچے کس قصور کی وجہ سے بیمار ہوتے ہیں.....	۳۹۸
۲۷۰	معصوم بچوں کے بیمار ہونے کا سبب.....	۳۹۸
۲۷۱	مرتکب قتل عمد کی مغفرت وخودکشی.....	۴۰۰
۲۷۲	نافرمانوں کا حشر.....	۴۰۱
۲۷۳	کیا کلمہ پڑھ کر مرنے والے کو بداعمالی کی سزا ہے.....	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۴	کافر کی خصومت.....	۴۰۳
۲۷۵	اہل کتاب ضالین ومضلین دونوں مستحق عذاب ہیں.....	۴۰۳
۲۷۶	کیا چودھویں صدی کے بعد قیامت ہے.....	۴۰۵
۲۷۷	فواحش کی وجہ سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا.....	۴۰۶
۲۷۸	معذبین کی تعداد زیادہ کیوں ہے.....	۴۰۷
۲۷۹	سزاء وجزا کا مقام.....	۴۱۰
	☆.....باب دوازدھم.....☆	
	احوال جنت وجہنم	
۲۸۰	جنت پیدا ہوچکی یا نہیں.....	۴۱۱
۲۸۱	جنت میں دخول اولی کے لئے عمل.....	۴۱۲
۲۸۲	کیا جنت کی حوریں فنا ہوں گی.....	۴۱۳
۲۸۳	جنت، دوزخ، حوض کوثر کہاں ہیں.....	۴۱۴
۲۸۴	علیین سجین کہاں ہیں.....	۴۱۵
۲۸۵	حور جنت کی خاص صفت.....	۴۱۶
۲۸۶	حجر اسود جنت کا پتھر ہے.....	۴۱۷
۲۸۷	کیا مور جنت میں تھا.....	۴۱۷
۲۸۸	کچھ جانور بھی جنت میں جائیں گے.....	۴۱۸
۲۸۹	کیا جنت میں بھی جماع ہوگا اور غلمان کا مطلب.....	۴۲۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۰	کیا جنت میں اولاد ہوگی.....	۴۲۱
۲۹۱	کیا جنت میں توالد وتناسل ہوگا.....	۴۲۲
۲۹۲	کفار کے بچے اہل جنت کے خدام ہونگے.....	۴۲۳
۲۹۳	اولاد مشرکین کا حکم.....	۴۲۴
۲۹۴	ایک مکالمہ دخول جنت اعمال صالحہ سے ہوگا یا فضل سے.....	۴۲۶
۲۹۵	اصحاب کہف کا کتا جنت میں کیوں جائیگا.....	۴۲۹
۲۹۶	جس نے کئی شوہر کئے وہ جنت میں کس کو ملیگی.....	۴۳۰
۲۹۷	شوہر دوزخی اور بیوی جنتی کیسے ملیں گے.....	۴۳۱
۲۹۸	جس عورت نے متعدد شوہر کئے وہ کس کو ملے گی.....	۴۳۲
۲۹۹	کیا جنات کو سردی کا عذاب ہوگا.....	۴۳۳
۳۰۰	کیا سب شاعر دوزخ میں جائیں گے.....	۴۳۴
۳۰۱	قیامت کا ایک دن دنیا کے اعتبار سے کتنے دنوں کا ہے.....	۴۳۵
۳۰۲	کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی.....	۴۳۶
۳۰۳	شادی سے قبل مرجانے والوں کا نکاح کیسے ہوگا.....	۴۳۷
۳۰۴	مسجدوں کا جنت میں جانا.....	۴۳۷
	☆.....باب سیزدھم.....☆	
	متفرقات عقائد	
۳۰۵	امام مہدی علیہ السلام.....	۴۳۸
۳۰۶	گوشت خوری کا ثبوت.....	۴۳۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۷	عبادات کس شخص سے معاف ہیں.....	۴۴۱
۳۰۸	نو مسلم کو طعنہ دینا.....	۴۴۲
۳۰۹	اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا.....	۴۴۴
۳۱۰	غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے.....	۴۴۵
۳۱۱	حرمت کے حکم سے پہلے صحابہ مکلّف نہیں تھے.....	۴۴۵
۳۱۲	احادیث میں جن باتوں پر شہادت کا وعدہ ہے وہ اگر فاسق میں ہوں تو.....	۴۴۶
۳۱۳	مثنوی کے چند اشعار.....	۴۴۷
۳۱۴	موت وحیات سے متعلق ایک شاعرانہ تحقیق.....	۴۴۹
۳۱۵	حضرت نانوتوی کا ایک شعر.....	۴۵۰
۳۱۶	فاضل بریلوی سے متعلق چند اشعار.....	۴۵۱
۳۱۷	کشمیری زبان میں نعت.....	۴۵۳
۳۱۸	کیا صحابی کی نعش کو دیکھنے والا بھی تابعی ہے.....	۴۵۴
۳۱۹	کیا نافرمان بھی بندہ ہے.....	۴۵۴

تمت وبالفضل عمت

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الفرق	
	﴿فرقوں کا بیان﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	ردِّ شیعیت	
۱	فرقۂ شیعہ امامیہ.....	۱۸
۲	شیعوں کے عقائد وافعال اور ان کے متعلق شرعی فیصلہ.....	۲۲
۳	بارہ امام.....	۲۷
۴	مذہب شیعہ اختیار کرنے والے کے ساتھ تعلقات.....	۲۸
۵	شیعہ کے لئے ایصال ثواب.....	۲۹
۶	شیعہ کو ایصال ثواب.....	۳۱

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	شیعوں کے سلام کا جواب.....	۳۲
۸	تطہیر اہل بیت.....	۳۳
۹	پنجتن پاک کا مصداق.....	۳۴
۱۰	کیا حضرت حسینؓ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی.....	۳۴
۱۱	اگر حضرت حسین کی شہادت نہ ہوتی تو کیا قرآن وحدیث مٹ جاتے.....	۳۷
۱۲	اگر حضرت حسینؓ کی شہادت نہ ہوتی تو کیا اسلام مٹ جاتا.....	۳۷
۱۳	حضرت علیؓ کی بیعت حضرت ابوبکرؓ سے.....	۳۸
۱۴	حضرت عمرؓ کا دختر علیؓ سے نکاح.....	۳۹
۱۵	باغ فدک کے مطالبہ پر ناراضگی.....	۴۰
۱۶	باغ فدک.....	۴۱
۱۷	حضرت فاطمہؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے ناخوشی.....	۴۲
۱۸	تعزیہ کی شرکت.....	۴۳
۱۹	تعزیہ وعلم.....	۴۳
۲۰	اورنگ زیبؒ اور تعزیہ داری.....	۴۴
۲۱	کیا تعزیہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے.....	۴۶
۲۲	کیا تعزیہ شعائر اسلام میں سے ہے؟.....	۴۷
۲۳	تعزیہ داری چھوڑنے کے لئے نماز چھوڑنے کی شرط.....	۵۰
۲۴	تعزیہ کے سامنے لاٹھی چلانے کی مشق اور اس کا وظیفہ.....	۵۱
۲۵	تعزیہ کے سامنے گتکا کھیلنا.....	۵۲
۲۶	تعزیہ اور ماتم شیعہ.....	۵۳

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	تعزیہ، مسجد، کعبہ میں فرق.....	۵۶
۲۸	شیعہ کا رد فتاویٰ عالمگیری میں.....	۵۷
۲۹	مجلس حسینی کی شرکت.....	۵۸
۳۰	قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم.....	۵۹
۳۱	کیا قرآن کریم کے چالیس پارے ہیں.....	۶۰
۳۲	صحابہؓ پر طعن وتشنیع.....	۶۱
۳۳	حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں صحابۂ کرامؓ کی شرکت.....	۶۲
۳۴	انیس سوالات شیعوں سے متعلق.....	۶۲
۳۵	مفید الاسلام کی عمارت کا افتتاح شیعہ بوہرہ کے پیشوا کے ہاتھوں.....	۶۹
۳۶	خلفاء ثلثہ پر ایمان.....	۷۰
۳۷	کیا شیعہ فرقۂ ناجیہ ہے.....	۷۱
۳۸	روافض کا ذبیحہ بمجبوری.....	۷۳
۳۹	شیعوں کے بعض اعتراضات کے جوابات.....	۷۴
۴۰	کیا شیعہ لوگ سنیوں کو نجاست کھلاتے ہیں؟.....	۷۶
۴۱	کیا یزید جنتی ہے؟.....	۷۷
۴۲	یزید کو ظالم کہنا.....	۷۷
۴۳	کیا یزید واجب التعظیم ہے؟.....	۷۸
۴۴	یزید کو ایصال ثواب.....	۷۹
۴۵	یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا.....	۷۹
۴۶	کربلا میں حق پر کون تھا؟.....	۸۰

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیا شہید ہوئے؟	۸۰
۴۸	واقعۂ کربلا جہاد ہے یا لڑائی؟	۸۱
۴۹	کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم تھے؟ نعوذ باللہ	۸۱
۵۰	کیا کربلا کا واقعہ اسلامی جہاد تھا؟	۸۲
۵۱	کربلا میں کام آنے والے کیا دین کی حفاظت کے لئے لڑے ہیں؟	۸۲
۵۲	کسی شیعہ کا حضرت شاہ ولی اللہؒ کو زک پہونچانا	۸۳
۵۳	کیا شیعہ حافظ قرآن ہوسکتا ہے؟	۸۳
۵۴	دس محرم کو مسجد میں مجلس	۸۴
۵۵	محرم کے موقعہ پر شہادت کا قصہ مسجد میں بیان کرنا	۸۵
۵۶	دس محرم کو مسجد میں یا گھر میں مٹھائی تقسیم کرنا	۸۵
	☆.....باب دوم.....☆	
	ردقادیانیت	
۵۷	قادیانی کا حکم	۸۷
۵۸	جس کا شوہر قادیانی ہوگیا	۸۸
۵۹	قادیانی اور اس کی کتابیں	۹۰
۶۰	قادیانی کے تفصیلی احکام	۹۲
۶۱	قادیانی وغیرہ کلمہ گو کیا مسلمان ہیں	۱۰۲
۶۲	قادیانیوں سے تعلق	۱۰۲
۶۳	قادیانی کے ساتھ تعلقات اور اس پر صلوۃ جنازہ وغیرہ	۱۰۶

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۴	قادیانی پر نماز جنازہ.....	۱۰۸
۶۵	قادیانی کا مسجد میں نماز کے لئے آنا.....	۱۰۹
۶۶	قادیانی وشیعہ کو سلام وجواب.....	۱۱۰
۶۷	قادیانی کے سلام کا جواب اوراس کی دعوت.....	۱۱۱
۶۸	کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے.....	۱۱۱
۶۹	قادیانی کی وکالت سے نکاح.....	۱۱۳
۷۰	جوشخص قادیانی ہوجائے اس کا نکاح برقرار نہیں رہتا.....	۱۱۳
۷۱	شوہر کے قادیانی ہونے سے فسخ نکاح.....	۱۱۴
۷۲	قادیانی سے نکاح اور ثبوت نسب.....	۱۱۶
۷۳	بیمار قادیانی کی تیمارداری.....	۱۱۷
۷۴	قادیانی کا وقف مسجد کے لئے.....	۱۱۸
۷۵	قادیانی کا دعویٰ نبوت.....	۱۱۹
۷۶	انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا.....	۱۲۱
۷۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے یا امتی اور آپ پر وحی آئیگی یا نہیں.....	۱۲۳
۷۸	مرزا کا قول کہ اللہ نے مجھ سے ہمبستری کی اور مجھے حمل قرار پایا.....	۱۳۰
	☆.....باب سوم.....☆	
	ردِّ مودودیت	
	فصل اول: جماعت اسلامی	
۷۹	مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی.....	۱۳۱

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۰	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور ان کے عقیدہ کے متعلق شرعی حکم.....	۱۳۶
۸۱	شریعت کی روشنی میں جماعت اسلامی.....	۱۳۷
۸۲	جماعت اسلامی کے عقائد.....	۱۴۰
۸۳	جماعت اسلامی کا مسلک.....	۱۴۲
۸۴	کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے.....	۱۴۳
۸۵	مختصر الفاظ میں جماعت اسلامی کا تفصیلی جائزہ.....	۱۴۷
۸۶	تحریک جماعت اسلامی کا خلاصہ.....	۱۵۰
۸۷	ایضاً.....	۱۵۷
۸۸	داڑھی کی حد شرعی.....	۱۵۹
۸۹	تفہیم القرآن کا حکم.....	۱۵۹
۹۰	تفہیم القرآن کا حال.....	۱۶۴
۹۱	مودودی صاحب کا ایک فتویٰ.....	۱۶۵
۹۲	فتاویٰ کی حیثیت مودودی صاحب کی نظر میں.....	۱۶۷
۹۳	دیوبند کے ایک فتویٰ پر اعتراض اور اس کا جواب.....	۱۷۰
۹۴	علماء ومشائخ کی آڑ.....	۱۷۷
۹۵	معیار حق کی تشریح.....	۱۸۰
۹۶	مسئلہ یزید ومودودیت.....	۱۸۱
۹۷	مودودی صاحب اور جماعت اسلامی.....	۱۸۶
۹۸	تبلیغی جماعت، جمعیۃ علماء، اور جماعت اسلامی کا تعارف.....	۱۸۸
۹۹	مسلک علمائے دیوبند اور جماعت اسلامی.....	۱۹۱

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم: جماعت اسلامی اور تنقید	
۱۰۰	حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ پر تنقید مع جواب	۱۹۲
۱۰۱	تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب	۱۹۵
۱۰۲	جماعت اسلامی اور تنقید	۱۹۸
۱۰۳	مجرب حربہ	۲۰۰
۱۰۴	کرامت اور شرافت کا معیار	۲۰۳
۱۰۵	آزمائش کا وقت آگیا ہے	۲۰۳
۱۰۶	حق کی تشخیص	۲۰۴
۱۰۷	حق سے الگ ہونے پر شکریہ	۲۰۵
۱۰۸	جماعت اسلامی تخریبی تنقید پر مجبور ہے،	۲۰۸
۱۰۹	امیر جماعت کے صفات	۲۰۹
۱۱۰	جماعت اسلامی کا کام	۲۱۰
۱۱۱	جماعت اسلامی کا پروگرام	۲۱۱
۱۱۲	ایک شبہ کا ازالہ	۲۱۲
۱۱۳	تبلیغ کرنے والوں پر تنقید	۲۱۳
۱۱۴	طریق کار	۲۱۴
۱۱۵	چھ اصول	۲۱۷
۱۱۶	کلمہ کی تصحیح اور تبلیغ	۲۱۷
۱۱۷	نماز کی تصحیح وترقی	۲۱۸

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۸	تحصیل علم وذکر	۲۱۸
۱۱۹	تفریغ وقت.....	۲۱۸
۱۲۰	خلق.....	۲۱۸
۱۲۱	تصحیح نیت.....	۲۱۹
۱۲۲	تنقید کا اثر.....	۲۲۱
۱۲۳	وفات پیغمبرؐ کی تصویر.....	۲۲۱
۱۲۴	حدیث پرکھنے کا طریقہ.....	۲۲۶
۱۲۵	احادیث مفید یقین نہیں.....	۲۲۷
۱۲۶	کیا ہر صحیح حدیث کو حدیث رسول مان لیا جائے.....	۲۲۸
۱۲۷	مودودی صاحب کا موقف.....	۲۲۸
۱۲۸	مودودی صاحب کا موقف فقہ اور کلام میں.....	۲۳۱
۱۲۹	اسوہ، سنت ، بدعت، بھی سب سے الگ.....	۲۳۱
۱۳۰	تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیرہ سے قرآن وسنت کی تعلیم نہ دی جائے.....	۲۳۲
۱۳۲	ترکی علماء، ومشائخ پر تنقید.....	۲۳۳
۱۳۳	قرآن کیلئے تفسیر کی حاجت نہیں.....	۲۳۴
۱۳۴	قرآن فہمی کا نیا طریقہ.....	۲۳۵
۱۳۵	دین کا مفہوم.....	۲۳۷
۱۳۶	علم کلام	۲۳۷
۱۳۷	متکلمین پر تنقید.....	۲۴۰
۱۳۸	فقہی اور کلامی تصنیفات کا مقصود.....	۲۴۲

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۹	علماء کی بے پرواہی.....	۲۴۴
۱۴۰	جماعت اسلامی کا خاص کمال.....	۲۴۵
۱۴۱	دنیا داروں کی نفسیات.....	۲۴۶
۱۴۲	علماء کی نفسیات.....	۲۴۶
۱۴۳	ایک نیا دین.....	۲۴۷
۱۴۴	جماعت اسلامی سے نکلنا ارتداد ہے.....	۲۴۷
۱۴۵	تصوف اور سلوک.....	۲۴۸
۱۴۶	یوگ، تصوف، کوکین، افیون.....	۲۵۴
۱۴۷	امام غزالیؒ کے نقائص.....	۲۵۶
۱۴۸	کیا صحابہ کرام سے گناہ کا صدور ہوسکتا ہے.....	۲۵۷
۱۴۹	کیا اقوال صحابہ فرقہ بندی کے سبب بنے.....	۲۵۹
۱۵۰	صحابہ پر تنقید بطریق مودودی صاحب.....	۲۶۲
۱۵۱	جنگ جمل اور جنگ صفین عوام کے سامنے بیان کرنا.....	۲۶۳
۱۵۲	مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی.....	۲۶۴
۱۵۳	مودودی صاحب کا مسلک.....	۲۶۵
۱۵۴	پوری جماعت اپنے مسلک میں آزاد ہے.....	۲۶۵
۱۵۵	مودودی صاحب کی آزادی مسلک عطا کرنے کی حقیقت.....	۲۶۶
۱۵۶	تقلید اہل علم کے لئے درست نہیں.....	۲۶۷
۱۵۷	اہل حدیث بھی مقلد ہیں.....	۲۶۸
۱۵۸	تقلید کا مفہوم اور عدم تقلید کا اثر.....	۲۶۸

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۹	اہل حدیث حضرات کس جرم میں مقلد قرار پائے؟.....	۲۶۹
۱۶۰	تقلید کرنا گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے.....	۲۶۹
۱۶۱	مودودی صاحب کا مبلغ علم.....	۲۷۰
۱۶۲	دوسرا رخ.....	۲۷۰
۱۶۳	جماعت میں رہنے والوں کو امیر کی اطاعت لازم اور نافرمانی گناہ.....	۲۷۱
۱۶۴	امارت کا منصب لیڈر شپ کا منصب ہے.....	۲۷۳
۱۶۵	جماعت سے علیحدگی اور امیر جماعت سے انحراف کا مطلب.....	۲۷۶
۱۶۶	عجیب تضاد.....	۲۷۸
۱۶۷	جماعت اسلامی سے متعلق قاری محمد طیب صاحبؒ کی ایک تحریر اور اس کا جواب قول فیصل سے.....	۲۷۹
۱۶۸	اسلامی حکومت کہیں نہیں اس کی وجہ.....	۲۸۲
۱۶۹	مودودی صاحب کی ایک کتاب سے متعلق مشورہ.....	۲۸۵
۱۷۰	عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی مسلک.....	۲۸۶
۱۷۱	عصمت انبیاء علیہم السلام.....	۲۸۷
۱۷۲	جماعت اسلامی پر غور کرنے کیلئے بنیادی امور جن سے اس کا حکم واضح ہو جاتا ہے	۲۸۹
۱۷۳	حکومت الہیہ کا قیام.....	۲۹۶
۱۷۴	خلافت الٰہی کا قیام.....	۳۰۰

☆.....☆.....☆.....☆

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب چہارم.....☆	
	تقلید کی شرعی حیثیت	
۱۷۵	تقلید.....	۳۰۴
۱۷۶	تقلید کی شرعی حیثیت	۳۰۵
۱۷۷	حدیث کی قسمیں	۳۰۷
۱۷۸	قیاس	۳۰۸
۱۷۹	اجتہاد	۳۱۰
۱۸۰	تقلید.....	۳۱۱
۱۸۱	مسائل کی قسمیں.....	۳۱۲
۱۸۲	پہلی قسم.....	۳۱۳
۱۸۳	دوسری قسم.....	//
۱۸۴	تیسری قسم.....	//
۱۸۵	چوتھی قسم.....	//
۱۸۶	ایک شبہ.....	۳۱۵
۱۸۷	ایک سوال.....	۳۱۶
۱۸۸	جواب.....	۳۱۶
۱۸۹	کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی مقلد تھے.....	۳۱۹
۱۹۰	بعض مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا شاہ ولی اللہ صاحب کیا مقلد تھے؟	۳۲۱
۱۹۱	قول امام کے خلاف اگر حدیث ہو تو مقلد کیا کرے؟.....	۳۲۴

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۲	عالم محقق کے لئے تقلید اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال.....	۳۲۶
۱۹۳	حنفی کو کسی اور کے قول پر عمل کرنا کیا تقلید کے خلاف ہے.....	۳۲۹
۱۹۴	عامل بالحدیث کا حکم.....	۳۳۱
۱۹۵	اہل حدیث کا حکم.....	۳۳۲
۱۹۶	غیر مقلد کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس کے ساتھ شادی بیاہ.....	۳۳۳
۱۹۷	فقہی جزئیات کا مقام بحیثیت ادلہ.....	۳۳۶
۱۹۸	اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو.....	۳۳۶
۱۹۹	اختلافی مسائل میں کیا مقلد کو ترجیح کا حق ہے.....	۳۳۸
۲۰۰	اختلاف ائمہ.....	۳۳۹
۲۰۱	ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ.....	۳۳۹
۲۰۲	مذاہب اربعہ کا ماخذ.....	۳۴۳
۲۰۳	متعدد ائمہ کی پیروی.....	۳۴۴
۲۰۴	ثبوت تقلید اور غیر مقلد کی امامت.....	۳۴۴
۲۰۵	تقلید کا ثبوت حدیث سے.....	۳۵۲
۲۰۶	تقلید شخصی کا ثبوت.....	۳۵۶
۲۰۷	جو شخص فقہ کو نہ مانے.....	۳۵۹
۲۰۸	عورتوں کا نماز کیلئے مسجد جانا.....	۳۵۹
۲۰۹	امام ابو حنیفہ مجتہد تھے.....	۳۶۳
۲۱۰	دیوبندی کس امام کے پیرو ہیں.....	۳۶۵

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب پنجم.....☆	
	ردرضاخانیت	
۲۱۱	سنی، حنفی ،وہابی کی تعریف.....	۳۶۶
۲۱۲	وہابی کی تعریف.....	۳۶۹
۲۱۳	وہابی کون ہے؟.....	۳۷۱
۲۱۴	کیا تارک فرائض سنی کہلانے کا حقدار ہے؟.....	۳۷۳
۲۱۵	علماء دیوبند کے متعلق فتویٰ.....	۳۷۴
۲۱۶	بریلی اور دیوبند کے علماء میں امتیاز کی صورت.....	۳۷۵
۲۱۷	دیوبندیت اور بریلویت	۳۷۶
۲۱۸	اعلیٰ حضرت لقب کا حکم.....	۳۷۷
۲۱۹	اعلیٰ حضرت بریلوی کا ایک ملفوظ ،کیا خاں صاحب مسلمان ہیں۔.....	۳۷۸
۲۲۰	اعلیٰ حضرت کی فصاحت.....	۳۸۰
۲۲۱	بریلوی کی نماز دیوبندیوں کے پیچھے کیوں نہیں؟.....	۳۸۱
۲۲۲	خاں صاحب کی شفاعت کون کریگا۔.....	۳۸۲
۲۲۳	اشتہار مناظرہ مع اہل بدعت کی ایک عبارت کیا ان کو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہیے؟	۳۹۴
۲۲۴	مباہلہ.....	۳۹۵
۲۲۵	یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کہنا یا پڑھنا.....	۳۹۶
۲۲۶	مودودیت ورضاخانیت میں کون زیادہ مضر ہے۔.....	۳۹۷

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۷	حضرت تھانویؒ پر اعتراض کا جواب.....	۳۹۸
۲۲۸	ایک خواب جس میں لا اِلٰہ اِلّا اللہ فلاں رسول اللہ پڑھا.....	۴۰۲
۲۲۹	کیا حضرت تھانویؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا.....	۴۰۵
۲۳۰	کیا علماء دیوبند کے نزدیک نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا موجب شرک ہے؟.....	۴۱۴
۲۳۱	بریلوی فتنہ کا علاج.....	۴۱۸
۲۳۲	صلی اللہ علیک یارسول اللہ.....	۴۱۹
۲۳۳	بشریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم.....	۴۲۰
۲۳۴	تشہد میں بوقت سلام حضور ﷺ کو حاضر وناظر سمجھنا.....	۴۲۱
۲۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر جاننا.....	۴۲۶
۲۳۶	فاضل بریلوی کا ایک ملفوظ.....	۴۲۹
۲۳۷	رضاخانیوں کے ساتھ معاملہ.....	۴۳۲
۲۳۸	بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراض اور ان کے جوابات.....	۴۳۳
۲۳۹	مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے چند دعویٰ.....	۴۳۹
۲۴۰	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ.....	۴۴۰
۲۴۱	حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ.....	۴۴۱
۲۴۲	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں.....	۴۴۲
۲۴۳	تبلیغی جماعت کے بارے میں.....	۴۴۲
۲۴۴	شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں.....	۴۴۳
۲۴۵	حضرت نانوتوی کے بارے میں.....	۴۴۳
۲۴۶	مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ.....	۴۴۴

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	مختلف فرق باطلہ	
۲۴۷	فرقہ ذگریان	۴۶۸
۲۴۸	دین بہائی	۴۷۰
۲۴۹	فرقہ مہدوی کے عقائد	۴۷۱
۲۵۰	فرقہ مہدویہ اور احمدیہ	۴۷۳
۲۵۱	چن بسویشور صدیق دیندار کے عقائد	۴۷۳
۲۵۲	ایک گمراہ فرقے کے عقائد	۴۷۵
۲۵۳	خاکساری فتنہ کا حکم	۴۷۸
۲۵۴	فرقۂ خاکسار کے ساتھ سلام وطعام	۴۸۰
۲۵۵	بوہرہ کی اصل	۴۸۱
۲۵۶	کمیونزم کیسی جماعت ہے	۴۸۲
۲۵۷	کمیونزم	۴۸۳
۲۵۸	کانگریس اور کمیونزم کی تفصیل	۴۸۵
۲۵۹	کمیونزم اور شوشلزم	۴۸۷
۲۶۰	اسلامی شوشلزم	۴۸۹
۲۶۱	کمیونسٹ کے جنازے کی نماز	۴۹۱
۲۶۲	تہتر فرقے	۴۹۲

☆☆ تمت وبالفضل عمت ☆☆

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب التبلیغ

تبلیغ کا بیان

تبلیغی جماعت

۱	تعلیم وتبلیغ کی ضرورت	۲۵
۲	کیا تبلیغ تعلیم سے افضل ہے	۳۱
۳	تبلیغ کب سے فرض ہے	۳۲
۴	کیا تبلیغ فرض ہے	۳۲
۵	تبلیغ مستحب ہے یا فرض	۳۳
۶	کیا تبلیغ ہر شخص کے ذمہ واجب ہے	۳۴

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	امام کے علاوہ دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا	۳۷
۸	مدارس اور تبلیغی کام	۳۸
۹	علماء پر تبلیغ نہ کرنے کا اعتراض	۴۱
۱۰	کیا نصرت مدینہ طیبہ سے ہوئی وہیں سے دین پھیلا مکہ سے نہیں	۴۲
۱۱	تبلیغی جماعت کی حقیقت	۴۶
۱۲	تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ	۴۷
۱۳	دین کا سیکھنا سب پر فرض ہے	۴۹
۱۴	تبلیغ پہلے گھر میں پھر باہر	۵۳
۱۵	کیا تبلیغ میں نکلنا فرض ہے	۵۴
۱۶	تبلیغ کا طریقہ	۵۵
۱۷	مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت	۵۶
۱۸	کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے	۵۷
۱۹	تبلیغ کا ثواب	۶۱
۲۰	تبلیغ میں ہر نماز کا ثواب سات لاکھ	۶۳
۲۱	تبلیغ میں ایک قدم پر سات لاکھ کا ثواب	۶۴
۲۲	تبلیغ میں ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ	۶۵
۲۳	موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوب	۶۶
۲۴	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین کا تبلیغ کرنا	۶۸
۲۵	تبلیغی جماعت کی حیثیت	۶۹
۲۶	تبلیغی چلہ وغیرہ کا ماخذ	۷۱

رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھیلیے متصلاً مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	چلہ کے فوائد	۷۸
۲۸	تبلیغی چلہ کا حکم	۸۱
۲۹	کیا تبلیغی گشت کرنا ثابت ہے	۸۲
۳۰	تبلیغی گشت والوں کے سامنے عذر بیان کرنا	۸۴
۳۱	تبلیغی گشت میں ناپاک ومشتبہ کپڑے والوں کو نماز کے لئے کہنا	۸۵
۳۲	تبلیغی جماعت کی کوتاہی اور اس کا علاج	۸۸
۳۳	تبلیغی جماعت کے نقائص	۹۲
۳۴	تبلیغی جماعت پر اعتراضات وجوابات	۹۷
۳۵	تبلیغی جماعت پر اعتراض	۹۹
۳۶	تبلیغی جماعتوں اور تبلیغی کتابوں پر کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۰۱
۳۷	کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں	۱۰۵
۳۸	تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں	۱۰۶
۳۹	کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے	۱۰۹
۴۰	کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانویؒ کے خلاف ہے	۱۱۰
۴۱	تبلیغی جماعت کا تعلق اساتذۂ دارالعلوم ومظاہر علوم سے	۱۱۱
۴۲	تبلیغی جماعت کے متعلق اہل بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ	۱۱۴
۴۳	تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسنؒ صاحب کا اختلاف	۱۱۸
۴۴	تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی مولانا احتشام الحسن صاحب کے نام	۱۲۷
۴۵	تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے	۱۳۳

عبد لیجیو پھیلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۶	کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے	۱۳۴
۴۷	مولانا علی میاںؒ کی عبارت سے مولانا الیاسؒ صاحب پر اعتراض	۱۳۴
۴۸	ایک تبلیغی تقریر نبوت ختم کا رنبوت باقی	۱۴۰
۴۹	مولانا الیاس صاحبؒ الہامی نبی نہیں تھے	۱۴۰
۵۰	مشورہ وحی کا بدل نہیں	۱۴۱
۵۱	عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا	۱۴۳
۵۲	عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	۱۴۵
۵۳	مستورات کا اجتماع	۱۴۷
۵۴	عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع	۱۴۸
۵۵	عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر نکلنا	۱۴۹
۵۶	عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	۱۵۱
۵۷	عورت کا تبلیغی اجتماع میں نامحرم مردوں تک آواز جائے اسطرح مائک پر وعظ کرنا	۱۵۲
۵۸	عورتوں کی تبلیغ	۱۵۳
۵۹	عورتوں کی اجتماعات میں شرکت	۱۵۴
۶۰	عورتوں کا اجتماع اور تقریر	۱۵۶
۶۱	صرف عورتوں کی مجلس میں وعظ کے بجائے کتابی تعلیم مناسب ہے	۱۵۷
۶۲	عورتوں کے لئے تبلیغ اور نظم ترنم سے پڑھنا	۱۵۸
۶۳	بغیر انتظام اہل وعیال تبلیغی چلہ میں نکلنا	۱۵۹
۶۴	بچوں کے خرچ کا انتظام کئے بغیر تبلیغ میں نکل جانا	۱۶۰
۶۵	قرض لیکر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا	۱۶۱

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۶	باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جانا	۱۶۳
۶۷	تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے انکا حکم تبلیغی اجتماع میں والد کی اجازت کے بغیر جانا تبلیغی اجتماع کیلئے جو رقم جمع کی گی اسمیں سے کچھ بچ گئی اس کا مصرف.....	۱۶۵
۶۸	اجتماع سے سامان بچ گیا اس کا کیا کیا جائے	۱۶۸
۶۹	حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں جائے	۱۶۹
۷۰	سنن ونوافل کے وقت تبلیغی پروگرام	۱۶۹
۷۱	تبلیغی پروگرام کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا	۱۷۰
۷۲	مسجد میں کیا کیا کام جائز ہیں	۱۷۲
۷۳	مسجد میں اوابین پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں	۱۷۵
۷۴	نمازیوں کی فراغت سے پہلے جہراً کتاب پڑھنا	۱۷۶
۷۵	تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت	۱۷۷
۷۶	جماعت سے پہلے حدیث کی کتاب سنانا	۱۷۹
۷۷	نماز فجر کے بعد روزانہ کتاب سنانا.....	۱۸۰
۷۸	کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال	۱۸۱
۷۹	کتابی تعلیم شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کی پریشانیوں کا حل	۱۸۳
۸۰	تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا	۱۸۵
۸۱	جماعت سے نکل کر دوسرے کام میں مشغول ہونا.....	۱۸۶
۸۲	تبلیغ وتعلیم کیا ہفتے میں ایک روز ہی	۱۸۷
۸۳	امام اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو	۱۸۸
۸۴	مسجد کی چٹائی تبلیغی اجتماع میں لے جانا.....	۱۸۹

متصلاً مسکہ جمی عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۵	تبلیغی اجتماع میں کھانے کی قیمت بغیر وزن کئے مقرر کرنا	۱۹۰
۸۶	امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت دینا	۱۹۰
۸۷	مسجد سے باہر تبلیغی تقریر	۱۹۱
۸۸	طلبہ کو تبلیغی جماعت میں جانا	۱۹۲
۸۹	کیا تبلیغ میں جانا محبت شیخ کے قائم مقام ہے	۱۹۴
۹۰	تبلیغی جماعت کو درہ رکھنا	۱۹۵
۹۱	مرتکب منہیات کو تبلیغ کرنا	۱۹۶
۹۲	تغییر منکر بڑا منصب ہے	۱۹۷
۹۳	منکرات پر نکیر	۱۹۸
۹۴	مرکز تبلیغ میں آمدنی کا ذریعہ	۱۹۸
۹۵	تبلیغ و مدرسہ کی رقم کا مصرف	۱۹۹
۹۶	اہل علم کے لئے غلط رائے پر اڑ جانا	۲۰۰
۹۷	مستقل قوم کا مطلب	۲۰۰
۹۸	ایک واقعہ کی تحقیق	۲۰۴
۹۹	ایک امام اور امیر کے حالات	۲۰۵

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب البدعات والرسوم	
	﴿بدعات ورسوم﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	بدعات ورسوم	
۱۰۰	بدعت کی تعریف	۲۰۹
۱۰۱	فرض وواجب وغیرہ کی تعریف	۲۱۰
۱۰۲	سنت وبدعت کی تعریف وتقسیم	۲۱۱
۱۰۳	بدعت کی تقسیم	۲۱۵
۱۰۴	بدعت کی تقسیم	۲۱۷
۱۰۵	بدعت کی اقسام	۲۱۷
۱۰۶	رسم پر عمل	۲۱۹
۱۰۷	ایک مخصوص مشرکانہ رسم	۲۲۰
۱۰۸	کالی بکری کو مخصوص طور پر ذبح کرنا	۲۲۱
۱۰۹	کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں	۲۲۲
۱۱۰	کسی کام کو کسی کی سنت کہنا	۲۲۳
۱۱۱	مستحب پر اصرار	۲۲۴

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھیلے متصلاً مکہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۲	مستحب پر اصرار	۲۲۵
۱۱۳	تاریخ ۳/۱۳/۲۳ کی تعیین	۲۲۷
۱۱۴	چندہ کا مخصوص طریقہ	۲۲۸
۱۱۵	اصلاح کی خاطر بدعات میں شرکت	۲۲۸
۱۱۶	اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت	۲۳۰
۱۱۷	بدعتی سے میل جول	۲۳۳
۱۱۸	پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت	۲۳۴
۱۱۹	بدعتی اور متبعِ سنت عالم کو پرکھنے کا طریقہ	۲۳۴
۱۲۰	کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے؟	۲۳۵
۱۲۱	کسی بزرگ کی دہائی	۲۳۶
۱۲۲	پیرانِ پیر کا کلمہ اور جلوس	۲۳۷
۱۲۳	نماز کے بعد ذکر جہراً	۲۳۷
۱۲۴	ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام	۲۳۸
۱۲۵	نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر	۲۳۹
۱۲۶	دعا کا ایک مخصوص طریقہ	۲۴۰
۱۲۷	دعا میں توسل	۲۴۰
۱۲۸	فقراء کے رموز کا حکم	۲۴۱
۱۲۹	حال ووجد	۲۴۲
۱۳۰	قبر پر اذان دینا	۲۴۳
۱۳۱	قبر پر اگربتی جلانا، اذان دینا، تیجہ کرنا	۲۴۳

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۲	اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت	۲۴۵
۱۳۳	دولہا کو پالکی میں لے جانا	۲۴۶
۱۳۴	سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال سہاگن کے لئے	۲۴۶
۱۳۵	جنازہ کتنے قدم لے کر چلے	۲۴۷
۱۳۶	اہل میت کے گھر کھانا	۲۴۸
۱۳۷	شیرینی کے لئے رقم مقررہ جبراً لینا	۲۴۹
۱۳۸	عید کارڈ	۲۵۱
۱۳۹	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟	۲۵۱
۱۴۰	ایک کنویں کے پانی میں شفاء	۲۵۲
۱۴۱	سنت سے متعلق عبارت پر اعراب	۲۵۳
۱۴۲	حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق من گھڑت کرامات	۲۵۴

☆.....باب دوم.....☆

مروجہ صلاۃ وسلام

۱۴۳	سلام پڑھنے کا طریقہ	۲۵۶
۱۴۴	آواز سے صلاۃ وسلام	۲۵۷
۱۴۵	نماز کے بعد سلام پڑھنا	۲۵۷
۱۴۶	نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا	۲۵۸
۱۴۷	فجر کی سنت سے قبل صلاۃ وسلام	۲۵۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۸	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب	۲۶۰
۱۴۹	بعد نماز جمعہ مروجہ صلاۃ وسلام	۲۶۳
۱۵۰	کسی نماز کے بعد حمد وصلاۃ حلقہ بنا کر پڑھنا	۲۶۴
۱۵۱	بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً	۲۶۵
۱۵۲	ہر نماز کے بعد درود شریف	۲۶۶
۱۵۳	نماز کے بعد کھڑے ہوکر سلام پڑھنا	۲۶۷
۱۵۴	صلی اللہ علیک یارسول اللہ	۲۶۷
۱۵۵	روضۂ اقدس کے فوٹو پر درود وسلام پڑھنا	۲۶۸
۱۵۶	بعد نماز نقشۂ مسجد نبویؐ کی طرف رخ کرکے درود شریف پڑھنا	۲۶۹
۱۵۷	درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا	۲۷۱
۱۵۸	درود شریف کے لئے مجلس منعقد کرنا	۲۷۲
۱۵۹	درود وذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا	۲۷۳
۱۶۰	ہر جمعرات کو محفل درود شریف اور شیرینی	۲۷۴
۱۶۱	تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا	۲۷۶
۱۶۲	نصف شعبان کو جمع ہوکر دعا، درود وسلام پڑھنا	۲۷۸
۱۶۳	درود کی عبارات میں نبی پاک کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا	۲۷۹
۱۶۴	درود لکھی وغیرہ کی تعریف	۲۸۰
۱۶۵	ایک درود شریف	۲۸۱
۱۶۶	ایک مخصوص من گھڑت درود	۲۸۲
۱۶۷	درودِ تاج	۲۸۳

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۸	اذان اور خطبہ کے درمیان اِنَّ اللّٰہ و ملائکتہ الخ پڑھنا.....	۲۸۴
۱۶۹	منبر پر آ کر سلام کرنا اور اِنَّ اللّٰہ و ملائکتہ پڑھنا.....	۲۸۵
۱۷۰	کتاب صلاۃ وسلام کے ثبوت کا تجزیہ.....	۲۸۵
	☆.....باب سوم.....☆	
	مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم	
۱۷۱	فاتحۂ مروجہ	۲۸۹
۱۷۲	کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں	۲۹۰
۱۷۳	شہداء کربلا کے لئے فاتحہ.....	۲۹۱
۱۷۴	دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ.....	۲۹۲
۱۷۵	قل پنچایت اور فاتحہ.....	۲۹۲
۱۷۶	فاتحہ خوانی	۲۹۳
۱۷۷	تشہد میں بوقت سلام حضور ﷺ کو حاضر وناظر سمجھنا اور چندہ کر کے نیاز وفاتحہ کرانے کا حکم	۲۹۵
۱۷۸	نیاز وفاتحہ کا کھانا مردہ کو پہنچتا ہے کیا؟.....	۳۰۰
۱۷۹	نماز کے بعد دعاء ثانیہ وثالثہ وفاتحۂ مروجہ.....	۳۰۰
۱۸۰	ختم کے بعد کھانا	۳۰۳
۱۸۱	ختم قرآن پر دعوت.....	۳۰۴

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھیلیے متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۲	ختم قرآن وختم بخاری پر اجرت میں فرق	۳۰۵
۱۸۳	ختم خواجگان کی تاثیر	۳۰۹
۱۸۴	ختم خواجگان پر دوام برائے حصول مقصد	۳۱۱
۱۸۵	مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھلانا اور چھینا جھپٹی	۳۱۲
۱۸۶	ختم شریف کا چندہ	۳۱۳
۱۸۷	اولیاء اللہ کے لئے مسجد میں ختم پڑھنا	۳۱۴
۱۸۸	روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مزارات صحابہ پر قرآن خوانی	۳۱۵
۱۸۹	قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی	۳۱۶
۱۹۰	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ ودن کی تعیین	۳۱۸
۱۹۱	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا	۳۱۹
۱۹۲	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین وطلبہ کو ایصال ثواب کرنا	۳۲۱
۱۹۳	ایصالِ ثواب بغیر تعیین ایام	۳۲۲
۱۹۴	ایصالِ ثواب کے لئے مجلس	۳۲۳
۱۹۵	مروجہ طریقہ پر ایصالِ ثواب	۳۲۴
۱۹۶	ایصالِ ثواب کرنے والے کو کچھ ہدیہ دینا	۳۲۷
۱۹۷	ایصالِ ثواب پر چائے پیش کرنا	۳۲۸
۱۹۸	ایصالِ ثواب پر پیسے لینا	۳۲۹
۱۹۹	ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟	۳۲۹
۲۰۰	نذر ونیاز اور ایصالِ ثواب کا کھانا اغنیاء کو	۳۳۲

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۱	جنازہ کے پاس صدقات، غلہ وغیرہ جمع کرنا، پھر قبل دفن تقسیم کرنا	۳۳۴
۲۰۲	میت کو بعینہ صدقہ نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچتا ہے	۳۳۶
۲۰۳	اطعام المیت	۳۳۷
۲۰۴	غاسلِ میت کو غلہ دینا	۳۳۹
۲۰۵	انتقال پر کھانا دینا	۳۴۰
۲۰۶	توشۂ میت	۳۴۱
	☆.....باب چہارم.....☆	
	فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ	
۲۰۷	مصافحہ بعد نماز	۳۴۳
۲۰۸	نماز کے بعد امام سے مصافحہ	۳۴۴
۲۰۹	مصافحہ بعد الفجر والعصر	۳۴۴
۲۱۰	عید کے بعد مصافحہ	۳۴۹
۲۱۱	نماز عید کے بعد مصافحہ	۳۴۹
۲۱۲	مصافحہ بعد العیدین	۳۵۰
۲۱۳	عید ملنا	۳۵۲
۲۱۴	عید ملن	۳۵۳
۲۱۵	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ	۳۵۴

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب پنجم.....☆	
	اذان کے وقت انگوٹھے چومنا	
۲۱۶	اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا.....	۳۵۶
۲۱۷	اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا.....	۳۵۸
۲۱۸	اذان کے بعد انگوٹھے چومنا.....	۳۵۹
۲۱۹	اذان میں انگوٹھے چومنا.....	۳۵۹
۲۲۰	بوقت اذان تقبیل ابہامین.....	۳۶۲
۲۲۱	انگوٹھے چومنا اور حیلۂ اسقاط.....	۳۶۴
۲۲۲	انگلی چوم کر آنکھوں کو لگانا نام مبارک پر.....	۳۶۶
	☆.....باب ششم.....☆	
	دفع مصائب کے لئے وظائف واعمال	
۲۲۳	دفع مصائب کے لئے ختم بخاری شریف.....	۳۶۷
۲۲۴	ختم میں سوالاکھ کی تعداد.....	۳۶۸
۲۲۵	رفعِ وباء کے لئے اذان.....	۳۶۹
۲۲۶	دفعِ وباء وبلاء کے لئے اذان.....	۳۷۰
۲۲۷	مصیبت کے دفعیہ کے لئے صدقہ.....	۳۷۱

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۸	دفع بلاء کے لئے بھینٹ.....	۳۷۲
۲۲۹	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۳۷۳
۲۳۰	دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا.....	۳۷۴
۲۳۱	دفع وباء کے لئے تعزیہ کی نذر.....	۳۷۵
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	میلاد وسیرت کی محافل اور عرس وغیرہ	
۲۳۲	گیارہویں اور میلاد کی ابتداء.....	۳۷۷
۲۳۳	محفل میلاد.....	۳۷۹
۲۳۴	مجلس میلاد مروجہ.....	۳۸۲
۲۳۵	مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت.....	۳۸۳
۲۳۶	کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے.....	۳۸۷
۲۳۷	میلاد کا خاص طریقہ.....	۳۸۸
۲۳۸	مولود شریف.....	۳۹۲
۲۳۹	سالگرہ اور میلاد شریف.....	۳۹۴
۲۴۰	بطرز موسیقی میلاد شریف پڑھنا.....	۳۹۵
۲۴۱	عید میلاد النبیؐ.....	۳۹۶
۲۴۲	میلاد وقیام کا ثبوت اور اس کا جواز.....	۳۹۸

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۳	قیام میلاد کا حکم	۴۰۵
۲۴۴	میلاد و قیام	۴۱۱
۲۴۵	قیامِ تعظیمی	۴۱۲
۲۴۶	قیام میلاد مفصل	۴۱۴
۲۴۷	دعوت میلاد	۴۲۴
۲۴۸	یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغاں کرنا	۴۲۵
۲۴۹	مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاد میں شرکت	۴۲۶
۲۵۰	ہفت مسئلہ میں حاجی صاحب کے قیام کی تاویل	۴۲۷
۲۵۱	شب ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا	۴۲۸
۲۵۲	سیرت کانفرس کے جلسے	۴۲۹
۲۵۳	محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام	۴۳۰
۲۵۴	ربیع الاول کا جلوس	۴۳۱
۲۵۵	۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا	۴۳۳
۲۵۶	۲۷/رجب اور ۱۲/ربیع الاول کو تقریر اور جلسہ	۴۳۳
۲۵۷	وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال	۴۳۴
۲۵۸	بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہؓ کا جلوس	۴۳۵
۲۵۹	عرس	۴۳۶
۲۶۰	عرس وغیرہ	۴۳۸
۲۶۱	بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ	۴۴۰
۲۶۲	عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر	۴۴۴

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۳	قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف	۴۴۷
۲۶۴	ولادت، وفات پر خوشی وغم، عرس، قوالی وغیرہ	۴۴۸
۲۶۵	اذان گاچھی صاحب کا عرس	۴۵۱
۲۶۶	عرس، قوالی طبلہ سارنگی بجانا	۴۵۵
۲۶۷	مجلس شہادت	۴۵۶
۲۶۸	مجلس سماع	۴۵۸
۲۶۹	قوالی	۴۵۹
۲۷۰	قوالی	۴۶۲
۲۷۱	قوالی	۴۶۳
۲۷۲	قوالی اور خنزیر کھانے کی حرمت میں فرق	۴۶۵
۲۷۳	پختہ قبر اور قوالی وغیرہ	۴۶۶
۲۷۴	غناء پر استدلال اور اس کا جواب	۴۶۷
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	مخصوص ایام کی مروجہ بدعات ورسوم	
۲۷۵	اعمال شب براءت	۴۷۰
۲۷۶	شب براءت اور اس کے اعمال	۴۷۲
۲۷۷	شب براءت کی رسمیں	۴۷۵
۲۷۸	شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا	۴۷۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۹	شب براءت کو عرفہ بنانا	۴۷۷
۲۸۰	شب براءت میں قبروں پر روشنی اور اگربتی	۴۷۷
۲۸۱	شب براءت میں تہجد کی نماز با جماعت	۴۷۸
۲۸۲	شب براءت اور شب قدر میں مسجدوں کو سجانا	۴۷۹
۲۸۳	شب براءت کا حلوا	۴۸۰
۲۸۴	شب براءت کے اعمال حلوا وغیرہ	۴۸۱
۲۸۵	لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا	۴۸۳
۲۸۶	محرم کی رسوم	۴۸۴
۲۸۷	محرم کی بدعت شنیعہ	۴۸۵
۲۸۸	محرم کا شربت	۴۸۶
۲۸۹	یوم عاشورہ کی خصوصیات	۴۸۷
۲۹۰	عاشورۂ محرم کے خصوصی اعمال	۴۸۸
۲۹۱	صلوۃ العاشورہ	۴۸۹
۲۹۲	صفر کے آخری چہارشنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا	۴۹۰
۲۹۳	۲۲/رجب کے کونڈوں کی حقیقت	۴۹۳
۲۹۴	رجب کا روزہ، کونڈہ	۴۹۴
۲۹۵	رجب کی روٹی	۴۹۵
۲۹۶	شب معراج کے اعمال مروجہ	۴۹۶
۲۹۷	شب معراج کی رسوم ثابت نہیں	۴۹۹
۲۹۸	متبرک راتوں میں چراغاں	۵۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۹	متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع	۵۰۵
۳۰۰	متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا	۵۰۷
۳۰۱	بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم	۵۰۷
۳۰۲	چالیسویں روز بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا	۵۰۸
۳۰۳	بسم اللہ خوانی کی تقریب	۵۰۹
۳۰۴	بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین	۵۰۹
۳۰۵	ارواح کا اپنے گھر آنا مخصوص ایام میں	۵۱۰
۳۰۶	بچہ کا دودھ بخشوانا	۵۱۴
۳۰۷	سلامی ورونمائی	۵۱۴
۳۰۸	خطبۂ جمعہ میں الوداع	۵۱۵
۳۰۹	رمضان کے خطبہ میں الوداع	۵۱۶
۳۱۰	بچوں کی روزہ کشائی	۵۱۷
۳۱۱	فدیۂ صوم وصلاۃ کا رواج	۵۱۸
۳۱۲	حج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا	۵۲۲
۳۱۳	خطبہ کے بعد مصلے پر بیٹھنا	۵۲۳
۳۱۴	سوئم چہلم وغیرہ	۵۲۴
۳۱۵	سوئم چہلم وغیرہ	۵۲۵
۳۱۶	سوئم چہلم وغیرہ	۵۲۶
۳۱۷	سوئم چہلم وغیرہ کا ثبوت نہیں	۵۲۹
۳۱۸	تیجہ، دسویں کا کھانا	۵۲۹

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۹	تیجہ مسجد پر یا مکان پر	۵۳۰
۳۱۰	گیارہویں وغیرہ	۵۳۱
	☆.....باب نہم.....☆	
	مزارات وغیرہ کی بدعات	
۳۱۱	ہر سال کی ابتداء میں زیارت قبور	۵۳۴
۳۱۲	خرافات مزارات	۵۳۷
۳۱۳	مزاروں کا چکر	۵۳۷
۳۱۴	قبروں کا طواف کرنا اور چومنا	۵۳۸
۳۱۵	قبور کو سجدہ اور تقبیل وغیرہ	۵۳۹
۳۱۶	مزارات پر حاضری اور توسل وغیرہ	۵۴۰
۳۱۷	مزار پر چڑھاوا پھول وغیرہ	۵۴۲
۳۱۸	قبور کا چڑھاوا	۵۴۳
۳۱۹	قبر پر چراغ، اگربتی لوبان وغیرہ	۵۴۵
۳۲۰	مصنوعی قبر پر چراغ، منت، ذبح، سجدہ وغیرہ	۵۴۶
۳۲۱	پیرومرشد کو سجدہ کرنا	۵۴۸
۳۲۲	قبر پر پھول، چادر، روشنی	۵۴۸
۳۲۳	قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا	۵۴۹
۳۲۴	صحابہؓ کے مزارات پر پھول ڈالنا	۵۵۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۵	قبور پر چادر اور اولیاء سے استمداد	۵۵۱
۳۲۶	مزارات پر عورتوں کا جانا اور منت مانگنا	۵۵۱
۳۲۷	مزار کی اگربتی کی بھسم	۵۵۲
۳۲۸	قبر کی مٹی کھانا	۵۵۲
۳۲۹	زیارت قبر کے لئے احرام	۵۵۴
۳۳۰	صاحب قبر سے دعا کی درخواست	۵۵۴
۳۳۱	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا	۵۵۵
۳۳۲	کیا وفات کے بعد بزرگ آ کر یہ کہتے ہیں کہ میرے مزار پر چادر چڑھاؤ	۵۵۷
۳۳۳	کیا حج کے لئے خواجہ اجمیری کی زیارت لازم ہے؟	۵۵۸
۳۳۴	سات دفعہ زیارت اجمیری سے حج کا ثواب نیز پیر کا فوٹو یا مجسمہ رکھنا اور اسپر نذر چڑھانا	۵۵۸
۳۳۵	مصنوعی قبر پر پھول چادر چڑھانا	۵۵۹
۳۳۶	مصنوعی قبر کی پرستش	۵۶۰

☆.....باب دھم.....☆

نذر و نیاز چڑھانا

۳۳۷	النذر لغیر اللہ	۵۶۲
۳۳۸	بزرگوں کے مزاروں پر نذر و نیاز چڑھانا	۵۶۳
۳۳۹	اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا	۵۶۵

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۰	حضرت سید سالار غازی مسعودی کی نذر	۵۶۶
۳۴۱	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل ونذر.....	۵۶۸
۳۴۲	شہید بابا پر دو نے چڑھانا	۵۷۰
۳۴۳	کسی پیر کے نام کی بچہ کے سر پر چوٹی رکھنا.....	۵۷۱

تمت وبالفضل عمت

found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....٦

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب العلم

☆.....باب اوّل.....☆

علم کا بیان

١	کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟	٣٢
٢	علم ضروری کیا ہے؟	٣٣
٣	کیا بے نمازی کو بھی علم باطن ہے؟	٣۴
۴	کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟	٣۵
۵	نبی اکرم ﷺ کے برابر کسی کا علم نہیں	٣۵
٦	والدین علم دین سے روکیں تو کیا کریں؟	٣٦

متصلاً مکہ مکرمہ ... عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	تعلیم کا مقصد	۳۸
۸	ضروری مستند مسائل کی اشاعت	۳۹
۹	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا	۴۰
۱۰	مسائل اختلافیہ پر غور وفکر کے لئے چند اصول موضوعہ	۴۱
۱۱	درجۂ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا	۴۳
۱۲	دنیوی تعلیم کے نتائج	۴۶
۱۳	نہ جاننے والے کو لاعلم کہنا	۴۷
۱۴	کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا	۴۷
۱۵	عالم دین کو کوتاہی پر ٹوکنا	۴۸
۱۶	بے عمل لوگوں کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کہیں گے تو عمل کریں گے	۴۹
۱۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا	۵۱
۱۸	نکاح کی عملی صورت تفہیم کے لئے	۵۲
۱۹	ائمہ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟	۵۳
۲۰	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تشریح	۵۳
۲۱	اجماع کی حجیت	۵۵
۲۲	غیر مسلم کو تعلیم قرآن وفقہ	۵۶
۲۳	غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا	۵۷
۲۴	انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا	۵۷
۲۵	کسی عالم کا داماد کو باپ کی دوکان سے چوری کی تلقین کرنا	۵۹
۲۶	استاذ کا شاگرد کو معاف نہ کرنا	۶۱

متصلاً مسکہ جمی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٢٧	نابالغ بچوں سے تربیت کیلئے خدمت لینا	٦٢
٢٨	قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب جبکہ پڑھنے والا کامیاب نہ ہو	٦٣
	☆.....باب دوم.....☆	
	تعلیم نسواں	
٢٩	تعلیم نسواں	٦٤
٣٠	تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے	٦٥
٣١	کتابۃ النساء	٦٦
٣٢	عورتوں کو تعلیم دینا پردہ نہ ہونے کی صورت میں	٦٨
٣٣	لڑکیوں کی تعلیم اور نامحرم کو حیض ونفاس کے مسائل بتانا	٦٨
٣٤	لڑکیوں مدرسہ میں تعلیم دینا.....	٧٠
٣٥	مدرسۃ البنات سے متعلق بعض سوالات	٧٢
٣٦	کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟	٧٤
٣٧	معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچوں بچیوں کی یکجائی تعلیم	٧٥
٣٨	تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر	٧٦
٣٩	نرسری اسکول اور عیسائی معلمات	٧٧
٤٠	لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا	٨٥
٤١	لڑکے اور لڑکیوں کی ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا	٨٧
٤٢	نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا	٨٧

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۳	طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے	۸۹
۴۴	اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا	۹۰
۴۵	عورتوں کی اجلاس میں شرکت تقریر وقراءت	۹۱
	☆.....باب سوم.....☆	
	علمی اصطلاحات اور عبارت کا حل	
۴۶	تحریر یا تقریر کے ختم پر واللہ اعلم	۹۴
۴۷	غزیر العلم کے معنی	۹۵
۴۸	دور اور تسلسل	۹۵
۴۹	فصاحت وبلاغت	۹۶
۵۰	تاویل	۹۷
۵۱	کیمیا	۹۸
۵۲	مرحبا کے معنی	۹۸
۵۳	لفظ ''درست نہیں'' سے کیا مراد ہے؟	۹۹
۵۴	امی کی تشریح	۱۰۰
۵۵	مذکورہ شعر کا کیا حکم ہے؟	۱۰۱
۵۶	بچپن کے بدنیک کام	۱۰۱
۵۷	دو دینار سرخ کا وزن	۱۰۲
۵۸	الفاظ ثویبہ عرب العرباء ضرار کی تحقیق	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٥٩	مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق	١٠٣
٦٠	معذور و مجبور میں فرق	١٠٤
٦١	لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ	١٠٤
٦٢	حاشیہ پر بارہ کا مطلب	١٠٥
٦٣	صاحب ہدایہ نے ''قال العبد الضعیف'' کیوں کہا؟	١٠٦
٦٤	نورالانوار کی عبارت پر خلجان	١٠٧
٦٥	ایک تھانوی تحریر کا مطلب	١٠٩
٦٦	خودداری کا مفہوم	١١٠
٦٧	روشن ضمیر کا مطلب	١١٠
	☆.....باب چہارم.....☆	
	وعظ	
٦٨	وعظ میں خطاب کا طریقہ	١١٢
٦٩	جلسہ میں غزل ونعت پڑھنا	١١٣
٧٠	تقریر میں سونے والوں کو جگانا	١١٣
٧١	غیر عالم کا تقریر کرنا	١١٤
٧٢	غیر عالم کی تقریر سننا	١١٤
٧٣	مقرر کو نبی پر قیاس کرنا	١١٦
٧٤	اپنی نصیحت پر خود عمل	١١٦

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٧٥	غیر تعلیم یافتہ شخص کی تقریر	١١٧
٧٦	بے عمل واعظ کا حکم	١١٧
٧٧	بے عمل کا وعظ کہنا اور چھوٹے بھائی کا اس کو ٹوکنا	١١٨
٧٨	وعظ کہہ کر چندہ مانگنا	١١٩
٧٩	وعظ ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر سے	١٢٠
٨٠	بغیر سامعین کے لاؤڈ اسپیکر پر وعظ کہنا	١٢١
٨١	مردوں کا ٹیپ عورتوں کے لئے عورتوں کا مردوں کے لئے	١٢١
٨٢	ریڈیو پر عورت کی اناؤنسری	١٢٢
٨٣	عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر	١٢٣
٨٤	کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا	١٢٣
٨٥	وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغول ہونا	١٢٤

☆.....باب پنجم.....☆

آداب افتاء واستفتاء

٨٦	فتوی دینے کا حق کس کو ہے؟	١٢٥
٨٦	کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟	١٢٦
٨٧	دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت	١٢٧
٨٨	فتاوی رشیدیہ اور فتاوی دارالعلوم سے مسئلہ بتانا	١٢٨
٨٩	شامی دیکھ کر فتوی دینا	١٢٨

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٩٠	بغیر استاذ کے محض آداب المفتی کتاب دیکھ کر فتوی دینا	١٢٩
٩١	جاہل مفتی	١٣١
٩٢	غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا	١٣٢
٩٣	غیر مستند عالم کا فتوی دینا جیسا کہ جماعت اسلامی والے کرتے ہیں	١٣٣
٩٤	غیر عالم سے مسائل پوچھنا	١٣٥
٩٥	غلط فتوی دینا اور فتوے کو نہ ماننا	١٣٥
٩٦	غیر عالم کو مسئلہ بتانا	١٣٧
٩٧	بغیر علم کے فتوی دینا	١٣٨
٩٨	ترک نماز کا فتوی	١٣٨
٩٩	حنفی المسلک مفتی کا شافعی فقہ پر فتوی دینا	١٣٩
١٠٠	جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتوی پوچھنا	١٤٠
١٠١	شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہئے؟	١٤١
١٠٢	امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھے؟	١٤٢
١٠٣	جو شخص غلط فتوی دے اس سے تعلق رکھنا	١٤٢
١٠٤	شرعی قوانین عالم دین پر بھی لاگو ہیں	١٤٤
١٠٥	مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو	١٤٤
١٠٦	لامذہب کے سوال کا جواب	١٤٦
١٠٧	اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا	١٤٧
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	کتب معتبرہ وغیر معتبرہ	
١٠٨	چند کتب معتبرہ وغیر معتبرہ	١٤٩
١٠٩	چند مفید وغیر مفید کتب کے نام	١٥٠
١١٠	کتاب آزرجندی کی حقیقت	١٥١
١١١	بلاغ المبین	١٥٤
١١٢	مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلویؒ شہید اوران کی کتابیں	١٥٥
١١٣	تقویۃ الایمان، ارواح ثلاثہ، الشہاب الثاقب کے حوالے	١٥٥
١١٤	تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان کی شان	١٥٦
١١٥	تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب	١٥٧
١١٦	تقویت الایمان کی عبارت پر اعتراض	١٥٩
١١٧	صراط مستقیم کی عبارت پر اعتراض کا جواب	١٦١
١١٨	حفظ الایمان اور کلمہ سے متعلق حضرت تھانویؒ پر اعتراض	١٦٦
١١٩	توضیح البیان فی عبارۃ حفظ الایمان	١٧٠
١٢٠	حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، صراط مستقیم کس کی تصنیف ہیں	١٧٣
١٢١	بہشتی زیور اور تقویۃ الایمان کیسی کتابیں ہیں	١٧٤
١٢٢	بہشتی یور	١٧٥
١٢٣	رکن الدین اور بہشتی زیور میں کونسی کتاب معتبر ہے	١٧٦

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
١٢٤	رکن الدین کی اصلاح	١٧٧
١٢٥	فقہ اوزاعی	١٧٧
١٢٦	امام غزالیؒ کی کتابوں کا مطالعہ	١٧٩
١٢٧	فتاویٰ عالمگیری کو غیر مستند کہنا	١٨٠
١٢٨	ذکر شہادت کی کتابیں	١٨١
١٢٩	جنگ نامہ محمد حنیف وغیرہ	١٨١
١٣٠	تاریخ ابن خلدون کا حال	١٨٢
١٣١	کیا قدوری کا درجہ صحاح سے بڑھا ہوا ہے	١٨٢
١٣٢	مؤطا، کتب حدیث اور قدوری وغیرہ کتب فقہ میں صحیح قابل عمل کون ہے.....	١٨٤
١٣٣	صحاح ستہ اور معتبر وغیر معتبر کتب	١٨٥
١٣٤	کتب صحاح	١٨٥
١٣٥	صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث	١٨٦
١٣٦	بخاری و مسلم کی شروح کا حال	١٨٧
١٣٧	انوار الاتقیاء کا حال	١٨٩
١٣٨	غیر عالم کو مسائل بتانا اور چند معتبر کتابیں	١٩٠
١٣٩	مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ	١٩١
١٤٠	قاعدہ یسرنا القرآن کے اثرات	١٩٢
١٤١	مناجات مقبول اور الحزب الاعظم میں فرق	١٩٤
١٤٢	عین الہدایہ	١٩٥
١٤٣	شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النبی کا مطالعہ	١٩٥

متصلا مسکہ جمی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۴	کیا تاریخ الخلفاء مستند ہے	۱۹۶
۱۴۵	فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق	۱۹۷
۱۴۶	کتاب جلوۂ طور کا پڑھنا	۱۹۸
۱۴۷	فقہ کی معتبر کتابیں	۱۹۸
۱۴۸	شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق طبع شدہ پرچہ کی تحقیق	۱۹۹
۱۴۹	طبع شدہ پرچہ کی نقل	۱۹۹
۱۵۰	ہما، ہدیٰ وغیرہ پرچوں کا دیکھنا	۲۰۲
۱۵۱	رسالہ آستانہ پڑھنا	۲۰۳
۱۵۲	مسئلہ تقدیر پر کونسی کتاب ہے	۲۰۳
۱۵۳	ردشیعہ اور رد اہل ہنود میں کونسی کتاب معتبر ہے	۲۰۴
۱۵۴	اہل حق اور بریلویوں کے متفقہ مسائل کی اشاعت	۲۰۵
۱۵۵	صلہ رحمی اور اس کا معیار، پر کتاب لکھنے کا مستفتی کا مطالبہ	۲۰۶
۱۵۶	کتاب ''دواسلام'' کا مطالعہ	۲۰۷
۱۵۷	مذہب اسلام میں سیاست اور مفتی محمد شفیع کی کتاب کی عبارت کی توضیح	۲۰۸
۱۵۸	فرمان مصطفوی کے نام کا پرچہ نحوست یا دولت کا کارڈ	۲۱۱
۱۵۹	اہل فرنگ کے رد کیلئے کتابیں اور توریت وانجیل کی زبان	۲۱۳
۱۶۰	دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے کونسی کتاب معتبر ہے	۲۱۴
۱۶۱	جس کتاب میں مضمون غلط ہو اس کا پڑھنا	۲۱۵
۱۶۲	ناسخ ومنسوخ سے متعلق کتابیں	۲۱۶
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب السلوک والاحسان	
	﴿تصوف کا بیان﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	تصوف وسلوک	
۱۶۳	تصوف اور سلوک	۲۱۸
۱۶۴	ولی کی تعریف اور ایک پیر کے حالات	۲۲۶
۱۶۵	ولی کی تعریف تارک فرائض شیخ سے بیعت	۲۲۹
۱۶۶	کیا ولی سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے نبی اور ولی میں فرق توہین علماء	۲۲۹
۱۶۷	ہر ترویحہ میں دعاء	۲۳۰
۱۶۸	جمعہ میں اذان ثانی کا معمول	۲۳۰
۱۶۹	خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا	۲۳۰
۱۷۰	وہابی کی تعریف	۲۳۰
۱۷۱	کیا اولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی	۲۳۲
۱۷۲	حرام کمائی والے کا ہدیہ	۲۳۲
۱۷۳	تقبیل یدین ورجلین	۲۳۲
۱۷۴	کیا انتقال کے بعد غوث اپنے مرتبے پر قائم رہتا ہے؟	۲۵۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
١٧٥	کیا منصور ولی تھے؟	٢٥٤
١٧٦	مجدد کون ہے؟	٢٥٤
١٧٧	مجدد کے شرائط	٢٥٧
١٧٨	تجدید دین کی حقیقت	٢٥٨
١٧٩	اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوتے تھے؟	٢٥٩

☆.....باب دوم.....☆

بیعت

١٨٠	بیعت کا ثبوت قرآن وحدیث سے	٢٦٠
١٨١	پیر یا ولی کی ضرورت	٢٦٣
١٨٢	مقاصد بیعت	٢٦٤
١٨٣	کیا بیعت کے بغیر کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟	٢٦٥
١٨٤	کیا شیخ صالح کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے؟	٢٦٧
١٨٥	کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟	٢٦٨
١٨٦	ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا	٢٦٨
١٨٧	وفات پیر کے بعد دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا	٢٦٩
١٨٨	ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت ہونا	٢٧٠
١٨٩	پیر بدلنا	٢٧١
١٩٠	متعدد مشائخ سے بیعت	٢٧٢

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھیلیے متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
١٩١	دو پیر سے بیعت ہونا	٢٧٣
١٩٢	کیا محض عقیدت کی بنا پر کسی کو مرید کہا جا سکتا ہے؟	٢٧٤
١٩٣	حاجی امداد اللہ کے صاحب کے مریدین میں کیا مولوی احمد رضا بھی ہیں؟	٢٧٥
١٩٤	بیعت کے بعد پھر ارتکاب معاصی	٢٧٧
١٩٥	بیعت کا حکم	٢٧٨
١٩٦	حکم بیعت (جاہل فقیروں کا مقولہ)	٢٧٩
١٩٧	مرید اور شاگرد میں فرق؟	٢٨٠
١٩٨	عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا	٢٨٠
١٩٩	عورت کا مرید کرنا	٢٨١
٢٠٠	عورت سے بیعت	٢٨٢

☆.....باب سوم.....☆

سلاسل صوفیاء اور ان کے اصطلاحات

٢٠١	تصوف کے چار سلسلے	٢٨٤
٢٠٢	سلاسلِ صوفیہ کی انتہاء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیوں ہے؟	٢٨٥
٢٠٣	اختلاف کے باوجود چاروں سلسلوں میں بیعت واجازت کی وجہ	٢٨٦
٢٠٤	طرق نقشبندیہ کی تحقیق	٢٨٧
٢٠٥	شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا ہیں؟	٢٩٦
٢٠٦	شریعت وطریقت میں فرق	٢٩٧

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٢٠٧	کیا حقیقت اور شریعت الگ الگ ہیں؟	٢٩٨
٢٠٨	طریق توبہ	٢٩٩
٢٠٩	تصور شیخ	٣٠٠
٢١٠	نماز میں پیر صاحب کا تصور	٣٠١
	☆.....باب چہارم.....☆	
	اوصاف شیخ اور اہمیت تصوف	
٢١١	شیخ طریقت کے اوصاف	٣٠٣
٢١٢	کیا اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں؟	٣٠٤
٢١٣	کامل بزرگ کی پہچان	٣٠٥
٢١٤	پیر کیسا ہونا چاہئے؟	٣٠٦
٢١٥	پیر کے شرائط یعنی پیر کیسے شخص کو بنایا جائے؟	٣٠٧
٢١٦	مرید ہونے کا حکم اور پیر کیسا ہونا چاہئے اور بیعت ہونے کا کیا طریقہ ہے	٣١٠
٢١٧	بیعت کیسے شخص سے ہونا چاہئے؟	٣١٢
٢١٨	مرتکب کبیرہ پیر کا حکم	٣١٣
٢١٩	مرتکب کبائر پیر سے بیعت	٣١٤
٢٢٠	اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے	٣١٧
٢٢١	کسی بزرگ سے سوءظن	٣١٧
٢٢٢	روحانیت کا حاصل	٣١٨

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٢٢٣	حج کے بعد ایک پیر سے بیعت ہوا جسکے حالات یہ ہیں، اسکا حج باقی رہا یا نہیں؟.....	٣١٩
	☆.....باب پنجم.....☆	
	مجالس صوفیہ اور ان کے وظائف	
٢٢٤	ایک پیر صاحب کے وظیفے	٣٢٠
٢٢٥	کیا بزرگوں سے رہبانیت ثابت ہے؟.....	٣٢٢
٢٢٦	ذکر جہری کا ثبوت	٣٢٣
٢٢٧	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذکر جہری کی ممانعت	٣٢٦
٢٢٨	ذکر بالجہر	٣٢٨
٢٢٩	ذکر اللہ کا طریقہ	٣٢٩
٢٣٠	کلمۂ طیبہ کا مخصوص مقدار میں پڑھنا	٣٢٩
٢٣١	کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کا ثبوت.....	٣٣٢
٢٣٢	ذکر بالجہر آواز ملا کر کرنا	٣٣٤
٢٣٣	محاسبہ	٣٣٦
٢٣٤	وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغولی	٣٣٦
٢٣٥	اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز	٣٣٧
٢٣٦	شب برأت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لاحول الخ کا ورد.....	٣٣٨
٢٣٧	حلقۂ ذکر مخصوص ایام میں اور اس میں عورتوں کی شرکت	٣٣٨
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھیلے متصلاً مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	﴿خلیفہ بنانا﴾	
٢٣٨	آستانۂ شیخ کی تولیت	٣٤٠
٢٣٩	دوسرے کے مرید کو اجازت دینا	٣٤٠
٢٤٠	شیخ کی طرف سے بیعت واجازت	٣٤١
٢٤١	بغیر اجازت وخلافت کے بیعت کرنا	٣٤١
٢٤٢	بغیر اجازت شیخ بیعت کرنا	٣٤٢
٢٤٣	دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا	٣٤٤
٢٤٤	اپنے مرشد کی طرف سے اجازت دینا	٣٤٥
٢٤٥	ایضاً	٣٤٥
٢٤٦	ایضاً	٣٤٦
٢٤٧	حاجی صاحب کے پیر اور خلفاء	٣٤٦
٢٤٨	کیا خلافت دینے کے لئے مرید ہونا ضروری ہے؟	٣٤٨
٢٤٩	شیخ کا نافرمان کیا سجادہ نشین بننے کا مستحق ہے	٣٤٨
٢٥٠	مرید ہونے کے لئے سند کی ضرورت	٣٥٠
٢٥١	خلافت، وصیت، خائن، فاسق، فاجر کسے کہتے ہیں؟	٣٥٠
٢٥٢	تمباکو کے تاجر کو اجازت بیعت	٣٥١
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

متصلاً مکہ مکرمہ ☐ ☐ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	منکرات تصوف	
٢٥٣	پیر کا نام بطور وظیفہ پڑھنا اور مرید سے نذرانہ لینا	٣٥٣
٢٥٤	پیر نذرانہ لیتا ہے اور مرید کی اصلاح نہیں کرتا	٣٥٤
٢٥٥	مریدوں سے ہدیہ لینا	٣٥٥
٢٥٦	پیر صاحب کا دعوائے الوہیت	٣٥٦
٢٥٧	ایک پیر صاحب کے حالات تصوف	٣٥٦
٢٥٨	پیر کا بخشش کروانا	٣٥٨
٢٥٩	ایک پیر کے مخلوط حالات	٣٥٩
٢٦٠	ایک پیر صاحب کے خلاف شرع حالات	٣٦٢
٢٦١	اپنے پیر پر جھوٹا مقدمہ چلانا	٣٦٤
٢٦٢	بزرگوں کے اس عمل کا اتباع جو کتاب وسنت کے خلاف ہے	٣٦٦
٦٣	کلام مشائخ میں خلاف شرع بات ہو تو کیا کیا جائے؟	٣٦٨
٢٦٤	فقیری جماعت میں داخل کرنے کے لئے تمام جسم پر استرہ پھیرنا	٣٧٠
٢٦٥	ایک شیعہ پیر کے عقائد وخیالات	٣٧١
٢٦٦	فقیر اور ولی کا مجاہدہ کے لئے ترکِ جماعت	٣٧٤
٢٦٧	اولیاء اپنے مریدین کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟	٣٧٥
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	متفرقات تصوف	
٢٦٨	اقطاب وابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب.....	٣٧٦
٢٦٩	ایک شعر کی تحقیق	٣٧٧
٢٧٠	ایک شعر میں مسیح وخضر سے کیا مراد ہے؟	٣٧٧
٢٧١	پیرومرید کا مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا.....	٣٧٨
٢٧٢	پیراور مرید کا ایک امام کی تقلید ضروری ہے.....	٣٧٩
٢٧٣	شہ رگ سے قریب ہونے کے باوجود پیر کے وسیلہ کی کیا ضرورت	٣٧٩
٢٧٤	قبولیت دعاء کے لئے ضعفاء کا وسیلہ.....	٣٨٠
٢٧٥	علاج وسوسہ	٣٨٠
٢٧٦	طہارت ونماز میں وہم کا علاج	٣٨١
	کتاب التاریخ والسیر	
	﴿تاریخ وسیرت﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	عہدِ نبویؐ کے تاریخی حقائق	
٢٧٧	کیا حضور ﷺ کی عمر مبارک ٩٠ رسال ہے؟.....	٣٨٤

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھیلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۸	آنحضرت ﷺ کیلئے صدقہ کی حرمت کی تحقیق	۳۸۵
۲۷۹	آنحضرت ﷺ کا گدھے پر سواری فرمانا	۳۸۷
۲۸۰	حضور ﷺ کے لئے ایلچی کا لفظ	۳۸۸
۲۸۱	فضلات نبی ﷺ کی طہارت	۳۸۹
۲۸۲	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے	۳۹۰
۲۸۳	حضرت ماریہؓ آنحضرت ﷺ کی لونڈی تھیں، نہ کہ زوجۂ مطہرہ	۳۹۱
۲۸۴	کثرت ازدواج کی حکمت	۳۹۵
۲۸۵	کیا حضرت مریم کا نکاح حضور ﷺ سے ہوگا؟	۳۹۸
۲۸۶	معراج میں واپسی براق پر ہوئی	۳۹۸
۲۸۷	معراج میں رویت	۳۹۹
۲۸۸	حدیث معراج اور قلب ماہیت	۴۰۰
۲۸۹	کیا قبل از معراج پچاس نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض تھا؟	۴۰۱
۲۹۰	ولادت شریفہ سے خوش ہوکر باندی آزاد کرنے پر بھی کیا عذاب جہنم ہوگا	۴۰۲
۲۹۱	مہر نبوت اور جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی	۴۰۳
۲۹۲	حضرت نبی اکرم ﷺ نے کس کو قتل کیا	۴۰۴
۲۹۳	حضور ﷺ نے کس کے لئے بددعا کی	۴۰۶
۲۹۴	حضور ﷺ کے نیزے کا طول وعرض	۴۰۷
۲۹۵	عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے	۴۰۸
۲۹۶	قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۴۰۸
۲۹۷	نعلین شریفین کیسے تھے	۴۰۹

متصلا مسکہ جمی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۸	قیلولہ اور کھانے کا معمول	۴۱۰
۲۹۹	ابوجہل سے غلام کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے متعلق سوال کرنا،	۴۱۱
۳۰۰	کیا حضور ﷺ نے پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرمایا؟	۴۱۳
۳۰۱	وفات آنحضرت ﷺ کے وقت کسی خلیفہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ.....	۴۱۵
۳۰۲	آپ ﷺ کا صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے ایسے شخص کا تجویز فرمانا جس نے رات کو صحبت نہ کی ہو	۴۱۶
۳۰۳	امت امیہ کا مصداق	۴۱۷
۳۰۴	غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنا.....	۴۱۸

☆.....باب دوم.....☆

عہد انبیاء علیہم السلام کے تاریخی حقائق

۳۰۵	انبیاء علیہم السلام کے دین کا نام	۴۰۲
۳۰۶	انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا طریقہ.....	۴۲۱
۳۰۷	حضرت آدم علیہ السلام کا مرد ہونا اور حضرت حوا علیہا السلام کا عورت ہونا کیا دنیا میں آکر ہوا یا جنت میں ؟	۴۲۲
۳۰۸	حضرت آدم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟	۴۲۳
۳۰۹	حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش بائیں پسلی سے	۴۲۴
۳۱۰	حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنے پر چالیس سال تک رونا	۴۲۵

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۱	نبوت آدم علیہ السلام وخلافت معاویہ رضی اللہ عنہ	۴۲۶
۳۱۲	قبر آدم علیہ السلام	۴۲۷
۳۱۳	حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی قبر کہاں ہے	۴۲۷
۳۱۴	حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ	۴۲۸
۳۱۵	سفینۂ نوح علیہ السلام میں کتنے آدمی تھے؟	۴۲۹
۳۱۶	حضرت یونس علیہ السلام کا تحت الثریٰ تک پہنچنا	۴۳۱
۳۱۷	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا	۴۳۱
۳۱۸	انگشتریٔ حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۳۲
۳۱۹	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام	۴۳۳
۳۲۰	کیا زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی تھیں؟	۴۳۴
۳۲۱	زلیخا کی تحقیق	۴۳۵
۳۲۲	حضرت ہاجرہؑ اور سارہؑ کیا ایک ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں؟	۴۳۵
۳۲۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونیکی دعا اور خواہش کرنا	۴۳۶
۳۲۴	حضرت خضر علیہ السلام	۴۳۷
۳۲۵	حیات خضر علیہ السلام	۴۳۹
۳۲۶	حیات خضر علیہ السلام کی تحقیق	۴۴۰
۳۲۷	حیات حضرت خضر علیہ السلام	۴۴۳
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب سوم.....☆	
	عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تاریخی حقائق	
۳۲۸	خلفاء اربعہؓ کی ازواج وامہات	۴۴۴
۳۲۹	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیوی کو غسل میت کی وصیت کرنا	۴۴۸
۳۳۰	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح آپ ﷺ کی نواسی سے	۴۴۸
۳۳۱	فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس چیز پر سوار تھے؟	۴۴۹
۳۳۲	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد	۴۵۰
۳۳۳	شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۴۵۱
۳۳۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیویوں کا حال	۴۵۳
۳۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن متعین نہ ہونے کی حکمت	۴۵۵
۳۳۶	محاربۂ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۴۵۵
۳۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت دحیہؓ کی ڈاڑھی کیا ناف تک تھی؟	۴۵۷
۳۳۸	کیا دجال کی پنڈلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا زخم ہے؟	۴۵۸
۳۳۹	حضرت ام سلمہؓ	۴۵۹
۳۴۰	کیا حضرت حلیمہ نے اسلام قبول کیا؟	۴۵۹
۳۴۱	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن	۴۶۰
۳۴۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل کس نے دیا	۴۶۱
۳۴۳	حضرت فاطمہؓ کا مدفن	۴۶۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٣٤٤	مقابلۂ علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ	٤٦٣
٣٤٥	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکالات	٤٦٦
٣٤٦	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام	٤٦٩
٣٤٧	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیویاں	٤٧٠
٣٤٨	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کوئی وعدہ کیا تھا	٤٧٢
٣٤٩	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت یزید پر	٤٧٣
٣٥٠	محاربۂ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ویزید	٤٧٤
٣٥١	حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا معاملہ	٤٧٥
٣٥٢	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے	٤٧٥
٣٥٣	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام محمد بن حنفیہ نے لیا	٤٧٧
٣٥٤	جنگ یزید وحسینؓ کا محمل	٤٧٨
٣٥٥	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر عیسائی کا اشکال	٤٧٩
٣٥٦	حضرت حسینؓ کی شہادت اللہ کے لئے ہوئی یا امت کے لئے؟	٤٨٠
٣٥٧	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نعش کو روندا گیا	٤٨٠
٣٥٨	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مدفن	٤٨١
٣٥٩	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مدفن	٤٨١
٣٦٠	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہاں مدفون ہیں؟	٤٨٢
٣٦١	حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات، مدفن اور نماز جنازہ کی تحقیق	٤٨٣
٣٦٢	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات	٤٨٤
٣٦٣	اصحاب صفہؓ کون تھے؟	٤٨٥

عبد لیجیو پھیلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٣٦٤	سب سے اوّل شہید	٤٨٦
٣٦٥	بچہ کے انتقال پر اہلیہ کا اپنے شوہر کو مطلع نہ کرنا	٤٨٦
٣٦٦	مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ	٤٨٨
٣٦٧	ابولہب کے بیٹوں کا نام	٤٨٩
٣٦٨	ابوطالب کا ایمان لانا	٤٩٠
٣٦٩	ابوجہل کا باپ	٤٩١
	☆.....باب چہارم.....☆	
	عہد تابعین کے تاریخی حقائق	
٣٧٠	محمد بن حنفیہؒ کی نسبت	٤٩٢
٣٧١	محمد بن حنفیہؒ کی تحقیق	٤٩٤
٣٧٢	محمد بن حنفیہؒ کا حال	٤٩٥
٣٧٣	کیا حضرت حسن بصریؒ صحابی ہیں	٤٩٧
٣٧٤	خلافت یزید	٤٩٧
٣٧٥	مسئلۂ یزید	٥٢٠
٣٧٦	یزید کی ولی عہدی	٥٢٥
٣٧٧	یزید کی ولی عہدی	٥٢٦
٣٧٨	یزید کی نسل	٥٢٧
٣٧٩	کیا یزید نے حضرت عائشہؓ کو پیغام نکاح دیا تھا؟	٥٢٧

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۸۰	مروان کا مدینہ سے اخراج اور پھر واپسی	۵۲۸
۳۸۱	کیا کعبہ حضرت رابعہؒ کے استقبال کو گیا تھا	۵۲۹
۳۸۲	حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا سن پیدائش	۵۳۰
۳۸۳	امام اعظمؒ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز	۵۳۰
۳۸۴	امام اعظمؒ کا منصور کے خلاف واقعہ.....	۵۳۱
۳۸۵	امام مالک وامام ابوحنیفہؒ پر گمراہ ہونے کا الزام	۵۳۲
۳۸۶	امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو مرجیہ کہنے والا	۵۳۴

☆.....باب پنجم.....☆

عہد سلف کی تاریخی شخصیات

۳۸۷	محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تفصیل	۵۳۵
۳۸۸	محمد بن عبدالوہاب کا حال، نجد کی تحقیق	۵۴۱
۳۸۹	محمد بن عبدالوہاب نجدی	۵۴۳
۳۹۰	پالن حقانی	۵۴۴
۳۹۱	مولانا اشرف علی تھانویؒ کے جانشیں	۵۴۸
۳۹۲	سحبان الہند	۵۴۸
۳۹۳	سید قطب اور اخوان المسلمین	۵۴۹
۳۹۴	عبدالرحمٰن قاری کا حال	۵۵۰
۳۹۵	کیا امام مہدی علیہ السلام پہلے سے موجود ہیں؟	۵۵۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۹٦	بادشاہ جمجاہ کا دوبارہ زندہ ہونا.....	۵۵۲
۳۹۷	کیا حاتم طائی نوشیرواں ایمان لائے؟.....	۵۵۲
۳۹۸	اولیاء کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟.....	۵۵۴
۳۹۹	امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے استاذ ہیں	۵۵۵
	☆.....باب ششم.....☆	
	چند تاریخی حقائق	
۴۰۰	اول غلاف کعبہ کس نے دیا؟.....	۵۵٦
۴۰۱	خانۂ کعبہ کے غلاف کا رنگ	۵۵۷
۴۰۲	سن ہجری وعیسوی کی ابتداء.....	۵۵۸
۴۰۳	اردو کس نے ایجاد کی	۵۵۹
۴۰۴	کیا چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی؟.....	۵۵۹
۴۰۵	مجنوں کس قبیلے سے تھا؟ کیا لیلیٰ مجنوں کی شادی ہوگئی؟.....	۵٦۰
۴۰٦	حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانے کی مسافت	۵٦۱
۴۰۷	گاڑا کون ہیں؟	۵٦۱
۴۰۸	شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل	۵٦۲
۴۰۹	کیا عرب سب امیؔ تھے؟.....	۵٦۲
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھیلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	تاریخ ہند کے چند حقائق	
۴۱۰	جمعیت العلماء کا جھنڈا	۵۶۴
۴۱۱	بانیٔ جامع مسجد دہلی	۵۶۵
۴۱۲	قیام دارالعلوم ومظاہر علوم کی تاریخ	۵۶۶
۴۱۳	کیا سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان آئے	۵۶۶
۴۱۴	خواجہ اجمیریؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد	۵۶۷
۴۱۵	حضرت شمس تبریزؒ کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ	۵۶۸
۴۱۶	کیا صابر صاحبؒ نے بیوی کو جلا دیا	۵۶۹
۴۱۷	خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا زمانہ	۵۷۰
۴۱۸	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سند	۵۷۱
۴۱۹	کیا اعلیٰ حضرت خانصاحب نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے؟	۵۷۲
۴۲۰	اورنگ زیب عالم گیرؒ کو ولد الحرام کہنا	۵۷۳
۴۲۱	گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی؟	۵۷۴

تمت وبالفضل عمت

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب اول.....☆	
	تفسیر قرآن	
۱	شرائط تفسیر	۲۲
۲	تفسیر وتاویل میں فرق	۲۲
۳	شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا	۲۳
۴	نسخ کی تفصیل اور حکمت	۲۵
۵	کیا قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ ہیں	۲۷
۶	حکم قرآنی کیا حدیث سے منسوخ ہوسکتا ہے؟	۳۲
۷	آیات منسوخہ کی تلاوت کا حکم	۳۴
۸	حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق	۳۵
۹	اسجدو الآدم کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے	۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰	يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَافِي الْاَرْضِ کی تشریح	۳۷
۱۱	فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات کی تشریح	۳۸
۱۲	من لم یحکم بما انزل اللّٰہ کی تشریح	۳۹
۱۳	تفسیر استویٰ	۴۰
۱۴	تفسیر لایمسہ الاالمطھرون	۴۲
۱۵	لیس للانسان الاماسعیٰ (الآیۃ)	۴۴
۱۶	ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کا مطلب	۴۵
۱۷	ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ (الآیہ) پر اشکال اور اس کا جواب .	۴۸
۱۸	جاعل الذین اتبعوک کی تفسیر	۴۹
۱۹	ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کا مطلب	۵۱
۲۰	ادعونی استجب لکم کا مطلب	۵۲
۲۱	لان شکرتم لازیدنکم کا مطلب	۵۳
۲۲	الزانی لاینکح الازانیۃً الآیہ کی تفسیر	۵۴
۲۳	حضرت مسیح کی فضیلت کلمتہٗ ور وح منہٗ سے	۵۴
۲۴	قال ھی عصای کی عجیب تشریح وتفسیر	۵۹
۲۵	آیت قطب	۶۰
۲۶	سبع آیات	۶۰
۲۷	آیۃ الکرسی کہاں تک ہے	۶۱
۲۸	حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض	۶۲
۲۹	استخلاف فی الارض کا وعدہ	۶۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰	عبادت واطاعت میں فرق	۶۵
۳۱	اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول کا مطلب	۶۶
۳۲	ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں	۶۶
۳۳	ام کی جمع امہات ہے امام نہیں اور "یوم ندعو کل اناس بامامھم" کی تفسیر ...	۶۸
۳۴	کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے الخ	۷۰
۳۵	وقت شام سے کیا مراد ہے؟	۷۱
۳۶	کیا جنت اور دوزخ بھی فناء ہوں گی	۷۱
۳۷	انسان افضل ہے جنات سے	۷۲
۳۸	نفخ صور کتنی مرتبہ ہے	۷۳
۳۹	اللہ کے لئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ	۷۶
۴۰	اسماء الٰہی میں الحاد کا مطلب	۷۶
۴۱	کیا ارتداد سے عمل حبط ہوجاتے ہیں	۷۷
۴۲	طعام اہل کتاب سے متعلق ایک شبہ	۸۰
۴۳	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت	۸۳
۴۴	اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے	۸۶
۴۵	هجر جميل کیا ہے؟	۸۶
۴۶	جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے	۸۷
۴۷	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی دیا گیا	۸۷
۴۸	حیات طیبہ کونسی زندگی ہے؟	۸۸
۴۹	کیا ظالم کے لئے ہدایت ہے؟	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۰	پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟	۹۰
۵۱	روز شرعی ولغوی	۹۱
۵۲	کیا تبت یدا ابی لھب کو سنا ہے؟	۹۲
۵۳	غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات	۹۳
۵۴	تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ	۹۵
۵۵	شیطان کی مہلت اور حشر	۹۶
۵۶	شیطان نے حضرت آدمؑ کو کس طرح بہکایا	۹۷
۵۷	فتنہ کے وقت تنہائی	۹۸
۵۸	اذا قرئ القرآن فاستمعوا له کا شان نزول	۹۹
۵۹	ایک مشہور آدمی کی تفسیر کے نمونے	۱۰۰
۶۰	وعید کی آیات زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں؟	۱۰۱
۶۱	کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟	۱۰۱
۶۲	قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل	۱۰۲

☆.....باب دوم.....☆

آدابِ قرآن

۶۳	قرآن شریف کی طرف پشت کرنا	۱۱۰
۶۴	قرآن شریف کی طرف پیر پھیلانا	۱۱۰
۶۵	جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہمبستری کرنا	۱۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۶	بیت الخلاء جانا حمائل شریف لئے ہوئے	۱۱۱
۶۷	اس کمرہ کی چھت پر چلنا جس میں قرآن مجید موجود ہو	۱۱۲
۶۸	قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا	۱۱۲
۶۹	قرآن پاک قصداً زمین پر پھینکنے کا حکم	۱۱۳
۷۰	قرآن شریف جیب میں رکھنا	۱۱۴
۷۱	بے وضو بچوں کو قرآن دینا	۱۱۴
۷۲	نابالغ سے ختم کرانا	۱۱۵
۷۳	کتابت قرآن بلا وضو	۱۱۶
۷۴	طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا	۱۱۷
۷۵	قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟	۱۱۸
۷۶	معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا	۱۱۸
۷۷	بلا وضو کتب تفسیر کو مس کرنا	۱۱۹
۷۸	کتب تفسیر کو بلا وضو مس کرنا	۱۱۹
۷۹	بے وضو و غسل کتابیں پڑھنا	۱۲۱
۸۰	ردی کاغذ کا گتا بنانا	۱۲۱
۸۱	اخبارات میں قرآن پاک کی آیات یا ان کا ترجمہ شائع کرنا	۱۲۲
۸۲	قرآن کریم کلنڈر اور اخبار میں چھپوانا	۱۲۳
۸۳	خط میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اس کا ادب	۱۲۴
۸۴	خط میں بسم اللہ لکھنا	۱۲۵
۸۵	دسترخوان یا مصلے پر آیات یا اسماء الٰہیہ لکھنا	۱۲۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۶	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟	۱۲۷
۸۷	گرامون میں قرآن کریم بھرنا اور اس کی تجارت کرنا	۱۲۸
۸۸	قرآن کریم کو آلات لہو میں گانا	۱۳۰
۸۹	ریڈیو پر قرآن پاک پڑھنا	۱۳۱
۹۰	ریڈیو کی تلاوت سننا	۱۳۱
۹۱	کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا	۱۳۲
۹۲	اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے؟	۱۳۳
۹۳	جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کیا جائے؟	۱۳۳
۹۴	جن اخبار میں قرآنی آیتیں ہوں ان کا کیا کیا جائے؟	۱۳۴
۹۵	بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟	۱۳۴
۹۶	بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا	۱۳۵
۹۷	قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا	۱۳۵
۹۸	بوسیدہ قرآن کریم لپیٹ کر رکھ دینا دفن کے لئے بے ادبی نہیں	۱۳۶
۹۹	بوسیدہ کتب کا حکم	۱۳۷
۱۰۰	قاعدہ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر	۱۳۹
۱۰۱	ایک شخص چارپائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص اس کے قریب نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے	۱۴۰
۱۰۲	کرسی پر بیٹھنا جبکہ قرآن نیچے رکھا ہو	۱۴۰
۱۰۳	کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم	۱۴۱
۱۰۴	استاذ کرسی پر بیٹھے اور بچے ٹاٹ پر اس کا کیا حکم ہے؟	۱۴۱
۱۰۵	ٹیچر ان کا کرسی پر بیٹھنا اور کتب دینیہ کا نیچے ہونا	۱۴۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۶	ریاحی مریض کے لئے قرآن چھونا	۱۴۲
۱۰۷	آیت اذا قرئ القرآن الخ سے خارج صلوۃ وجوب استماع	۱۴۳
۱۰۸	دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا	۱۴۴
۱۰۹	لوگوں کی رعایت میں قرآن سنوار کر پڑھنا	۱۴۵
۱۱۰	قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا	۱۴۶
۱۱۱	قرآن پاک کو چومنا	۱۴۶
۱۱۲	قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا	۱۴۷
۱۱۳	تقبیل قرآن کریم	۱۴۸
۱۱۴	جنبی کے لئے مس قرآن کریم	۱۴۹
۱۱۵	استماع وانصات کی فروع	۱۵۰
۱۱۶	قبرستان میں قرآن پاک لے جانا	۱۵۴
۱۱۷	ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے	۱۵۵
۱۱۸	آیات اور فوٹو	۱۵۵

☆.....باب سوم.....☆

آدابِ تلاوت

۱۱۹	برہنہ سر تلاوت	۱۵۷
۱۲۰	جلسہ کی ابتداء کلام پاک سے	۱۵۷
۱۲۱	مجبوراً لیٹے ہوئے تلاوت قرآن کریم	۱۵۹
۱۲۲	منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۳	تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت	۱۶۰
۱۲۴	زینے کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا	۱۶۱
۱۲۵	میت کے پاس تلاوت	۱۶۱
۱۲۶	تلاوت کے وقت سر ہلانا	۱۶۲
۱۲۷	کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟	۱۶۲
۱۲۸	تلاوت قرآن کریم بازار میں جہراً اور مسجد میں سراً	۱۶۳
۱۲۹	متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا	۱۶۳
۱۳۰	چند آدمیوں کا قرآن کریم جہراً پڑھنا	۱۶۵
۱۳۱	قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے	۱۶۶
۱۳۲	بوقت مطالعہ تلاوت	۱۶۷
۱۳۳	مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا	۱۶۷
۱۳۴	سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح....	۱۶۸
۱۳۵	دنیوی غرض کے لئے بھی ذکر و تلاوت پر اجر ہے	۱۶۹
۱۳۶	تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا	۱۷۲
۱۳۷	مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا	۱۷۳
۱۳۸	قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا.....	۱۷۳
۱۳۹	دس دفعہ قل ھو اللہ پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہونگے	۱۷۴
۱۴۰	جو شخص ہر روز سورۂ ملک پڑھے اس سے سوال قبر نہ ہوگا.....	۱۷۵
۱۴۱	ختم قرآن پر دعوت	۱۷۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۲	قل اعوذ برب الناس ناس، ناس پڑھنا بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا	۱۷۸
	☆.....باب چہارم.....☆	
	حفظِ قرآن	
۱۴۳	حفظ قرآن وختم فرض ہے یا سنت	۱۸۱
۱۴۴	کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مضر ہے؟.....	۱۸۲
۱۴۵	حافظ کو فوقیت ہے غیر حافظ پر.....	۱۸۲
۱۴۶	جس کو کلام پاک کچا یاد ہو کیا وہ بھی بخشش کرائے گا	۱۸۳
۱۴۷	بستی میں کوئی حافظ نہیں	۱۸۴
۱۴۸	قرآن شریف بھول جانے پر وعید	۱۸۴
۱۴۹	قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا	۱۸۵
	☆.....باب پنجم.....☆	
	تجوید، ترتیب، رسم الخط وغیرہ	
۱۵۰	آیات کے رموز وعلامات کا حکم	۱۸۶
۱۵۱	قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی علامات کیا بدعت ہیں؟.....	۱۸۶
۱۵۲	بغیر تجوید کے قرآن شریف پڑھنا.....	۱۹۰
۱۵۳	کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟.....	۱۹۱
۱۵۴	تحقیق ضاد.....	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۵	کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟	۱۹۶
۱۵۶	اجتماع قراء کا حکم	۱۹۸
۱۵۷	غیر قرآن کو قراءت کے ساتھ پڑھنا	۲۰۰
۱۵۸	قراءت سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں	۲۰۱
۱۵۹	معروف ومجہول کا تلفظ	۲۰۱
۱۶۰	نون قطنی کے ساتھ نماز	۲۰۲
۱۶۱	بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ	۲۰۳
۱۶۲	سورۂ قدر میں امر یا سلام پر وقف	۲۰۵
۱۶۳	وقف غفران کا مطلب	۲۰۵
۱۶۴	لفظ اللہ میں مد کی مقدار	۲۰۵
۱۶۵	لفظ اللہ کا تلفظ بقاعدۂ تجوید	۲۰۶
۱۶۶	قراءت قرآن کا تقابل	۲۰۷
۱۶۷	زبر، زیر، پیش	۲۰۸
۱۶۸	تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق	۲۰۸
۱۶۹	کیا سورۂ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے؟	۲۱۰
۱۷۰	آیات قرآنیہ کی ترتیب	۲۱۰
۱۷۱	قرآن کریم کی ترتیب عثمانی	۲۱۲
۱۷۲	سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے	۲۱۳
۱۷۳	اردو میں قرآن پاک پڑھنا	۲۱۴
۱۷۴	ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے	۲۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۵	اُڑیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا	۲۱۵
۱۷۶	غیر عربی میں قرآن لکھنا	۲۱۷
۱۷۷	لفظ اللہ کی مخصوص صورت	۲۱۹
۱۷۸	قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا	۲۱۹
۱۷۹	قرآن کریم اردو میں لکھنا	۲۲۰
۱۸۰	قرآن کریم ہندی میں لکھنا	۲۲۲
۱۸۱	کتب سماویہ کی زبان	۲۲۳
۱۸۲	پارۂ عم کی طباعت خلاف ترتیب	۲۲۴
۱۸۳	حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟	۲۲۹
۱۸۴	قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث وفقہ کی تدوین	۲۲۹
۱۸۵	جمع قرآن تراویح وغیرہ کا حکم	۲۳۰
۱۸۶	قرآن کریم کی سند	۲۳۱
۱۸۷	سورۂ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟	۲۳۱
۱۸۸	سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سورت ہے یا نہیں؟	۲۳۲

☆.....باب ششم.....☆

متفرقات قرآن

۱۸۹	قرآن میں سائنس کی بحث	۲۳۴
۱۹۰	قرآن شریف سے چور کا نام نکالنا	۲۳۶
۱۹۱	فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟	۲۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۲	شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں	۲۳۷
۱۹۳	کیا ملائکہ کو تلاوت قرآن پاک پر قدرت ہے؟	۲۳۸
۱۹۴	مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا	۲۳۹
۱۹۵	نصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات	۲۴۰
۱۹۶	آیت اڑنے کا عقیدہ	۲۴۱
۱۹۷	قرآن کریم میں صیغہ جمع وصیغہ مفرد کی تفصیل	۲۴۱
۱۹۸	قرآن کی سالگرہ منانا	۲۴۳
۱۹۹	قرآن کریم بواسطۂ جبرئیل آیا اور توراۃ بلاواسطہ	۲۴۴
۲۰۰	قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد	۲۴۶
۲۰۱	۷۸۶ کا عدد تسمیہ کے قائم مقام نہیں	۲۴۷
۲۰۲	غلاف قرآن اور غلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟	۲۴۷

باب ہفتم: حدیث سے متعلق مباحث ومسائل

۲۰۳	محدث کی تعریف	۲۴۹
۲۰۴	اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ	۲۴۹
۲۰۵	اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ	۲۵۰
۲۰۶	حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اور اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کی تحقیق	۲۵۱
۲۰۷	لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وغیرہ احادیث کی تحقیق	۲۵۳
۲۰۸	حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ	۲۵۴
۲۰۹	اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْراً وَبَطْناً	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۱۰	حدیث کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا کی تحقیق	۲۵۶
۲۱۱	کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا الحدیث	۲۵۶
۲۱۲	کُنتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ پراشکال	۲۵۸
۲۱۳	لَوْ کَانَ مُوسٰی وَعِیسٰی حَیَّیْنِ کی تحقیق	۲۵۹
۲۱۴	نجد میں فتنوں اور زلازل سے متعلق چند احادیث	۲۶۰
۲۱۵	زلزلہ کے اسباب حدیث اور قول فلاسفہ میں تعارض	۲۶۴
۲۱۶	شق صدر کے متعلق روایت کی تحقیق	۲۶۶
۲۱۷	چاروں قل پڑھنے کی روایت	۲۶۸
۲۱۸	تحقیق مجدد	۲۶۹
۲۱۹	کُلُّ قَصِیرٍ اور کُلُّ طَوِیلٍ کی تحقیق	۲۷۱
۲۲۰	تحقیق اَحْدَثَ	۲۷۲
۲۲۱	مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا الْحَدِیْث کا مطلب	۲۷۳
۲۲۲	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ کی تشریح	۲۷۵
۲۲۳	مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِیٍّ	۲۷۵
۲۲۴	حدیث قضاءِ عمری	۲۷۶
۲۲۵	تعمیر کعبہ کے وقت روایت برہنہ ہوجانے کی	۲۷۷
۲۲۶	بعد عصر مطالعہ کے متعلق حدیث کی تحقیق	۲۷۸
۲۲۷	جَزَی اللّٰہُ عَنَّا بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ کی فضیلت	۲۷۹
۲۲۸	تہتر فرقے والی حدیث پر اشکال	۲۸۰
۲۲۹	بہتر فرقے	۲۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۰	تہتر فرقے	۲۸۴
۲۳۱	تحقیق مُسِنّہ اور اس کی قربانی	۲۸۵
۲۳۲	جعظری کی تشریح	۲۸۶
۲۳۳	تعدد آدم علیہ السلام	۲۸۷
۲۳۴	ایک لاکھ آدم	۲۸۸
۲۳۵	جس کا روپیہ برباد کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق	۲۸۹
۲۳۶	مصافحہ سے متعلق حدیث	۲۸۹
۲۳۷	ابن ماجہ کی ایک روایت کا مطلب	۲۹۱
۲۳۸	صاحب الورد و تارک الورد الحدیث	۲۹۲
۲۳۹	مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ	۲۹۳
۲۴۰	مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	۲۹۴
۲۴۱	حدیث قرطاس	۲۹۵
۲۴۲	حدیث مَنْ تَزَیّٰ بِغَیْرِ زِیِّهٖ کی تحقیق	۲۹۵
۲۴۳	لَیْسَ مِنِّی وَلَسْتُ مِنْهُ کا مطلب	۲۹۶
۲۴۴	موقف ساعة فی سبیل اللہ کی تحقیق	۲۹۷
۲۴۵	حدیث مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ الخ۔ کا حوالہ	۲۹۷
۲۴۶	خضاب سے متعلق چند احادیث	۲۹۸
۲۴۷	مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الخ۔ حدیث کی تشریح	۲۹۹
۲۴۸	حدیث مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ کا حوالہ	۳۰۰
۲۴۹	اَنَا اَحْمَدُ کیا حدیث ہے؟	۳۰۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵۰	ثواب تلاوت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق	۳۰۱
۲۵۱	بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے کہنے والے کو جواب	۳۰۲
۲۵۲	درخت کے جڑوں سمیت آنے والے معجزہ سے متعلق روایت کی تحقیق.....	۳۰۳
۲۵۳	قصۂ جابرؓ بوقت غزوۂ خندق سے متعلق روایت	۳۰۴
۲۵۴	نکاح کے بعد اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ یُوْسُفَ وَزُلَیْخَا عَلَیْھِمَا السَّلَامُ کی تحقیق	۳۰۶
۲۵۵	اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ اور مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ کیا یہ ایک حدیث ہے؟	۳۰۷
۲۵۶	طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ حدیث نہیں	۳۰۷
۲۵۷	کیا کاشتکار ہمیشہ محتاج رہتا ہے اور زراعت سے متعلق حدیث کی تحقیق	۳۰۸
۲۵۸	لیلۃ القدر کی تعیین کی فراموشی	۳۱۰
۲۵۹	آیت سجدہ کی تفصیل	۳۱۰
۲۶۰	ایک صیغہ چالیس دفعہ پڑھنے سے چہل حدیث کا ثواب	۳۱۲
۲۶۱	کیا استغفار والی حدیث مرفوع ہے	۳۱۲
۲۶۲	جنت کی چار نہریں	۳۱۳
۲۶۳	کیا ساتوں زمینوں میں انبیاء ہیں	۳۱۴
۲۶۴	کیا زمین بیل کے سینگ پر ہے؟	۳۱۵
۲۶۵	مرض الوفات میں قلم دوات طلب فرمانا وصیت لکھنے کے لئے.....	۳۱۶
۲۶۶	رمضان میں مرنے والے سے سوال قبر	۳۱۷
۲۶۷	جمعہ اور رمضان میں مرنے والے کی فضیلت	۳۱۸
۲۶۸	چند احادیث کی تحقیق	۳۲۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۹	توبہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق	۳۲۵
۲۷۰	گناہ معاف ہونے کی ایک روایت	۳۲۵
۲۷۱	حضور اکرم ﷺ کا پیشاب پاک ہے	۳۲۶
۲۷۲	نبی اکرم ﷺ کے زخم کا خون پاک ہے	۳۲۸
۲۷۳	مسئلہ شفاعت	۳۲۹
۲۷۴	فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا	۳۳۱
۲۷۵	ذکر کے لئے اجتماع	۳۳۱
۲۷۶	جہاں کی مٹی ہو وہیں دفن ہوتا ہے	۳۳۳
۲۷۷	حدیث شریف کا ادب	۳۳۴
۲۷۸	حدیث کے لئے وضو	۳۳۵
۲۷۹	بے پڑھے حدیث کا حوالہ دینا	۳۳۶
۲۸۰	اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی اُمُوْرِکُمْ کا مطلب	۳۳۶
۲۸۱	إِنماً اَنَاقَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کی تحقیق	۳۳۷
۲۸۲	احادیث جمع کرنے کی ممانعت	۳۳۸
۲۸۳	سنی ہونے کا ثبوت	۳۴۴
۲۸۴	سید، مولیٰ، عبد کے معانی	۳۴۶
۲۸۵	غیر مسلم کو سکرات کے وقت سے ہی عذاب کی دلیل	۳۴۸
۲۸۶	قبر اطہر سے دست مبارک ﷺ کا کسی کے لئے نکلنا	۳۴۹
۲۸۷	کعبہ کو توڑنا، اور حرم میں کافر کے داخل ہونے سے متعلق حدیثوں میں تعارض	۳۵۰
۲۸۸	فجر کی دو سنتیں بعد فرض پڑھے یا بعد طلوع شمس	۳۵۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۹	دعاء برکت کے الفاظ	۳۵۶
۲۹۰	ایک واقعہ سنکر اس میں شک پھر معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہے اب کیا کرے	۳۵۶
۲۹۱	حدیث کی روایتیں عن سے ہیں ''من'' سے نہیں	۳۵۷
۲۹۲	شراب کا پینا حرمت سے پہلے	۳۵۸
۲۹۳	ایک خاص درود شریف کے فضائل	۳۶۰
۲۹۴	کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھوکر اس پانی کو پینا	۳۶۱
۲۹۵	ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا	۳۶۱
۲۹۶	شہید اور جس کا انتقال اس کے ایک سال بعد ہوا ان میں افضل کون ہے؟	۳۶۱
۲۹۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے چپت مارنا	۳۶۲
۲۹۸	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں	۳۶۳
۲۹۹	لَاطَاعَةَفِی الْمَعْصِیَةِ کی ترکیب نحوی	۳۶۴
۳۰۰	کالے کپڑے والوں سے متعلق حدیث	۳۶۵
۳۰۱	غروب کے وقت سجود شمس	۳۶۵
۳۰۲	جنت کی قیمت ادا کر کے سونا	۳۶۶
۳۰۳	حدیث موضوع کی علامت	۳۶۷
۳۰۴	فضائل میں ضعیف روایت پر عمل	۳۶۸
۳۰۵	حدیث ضعیف سے استدلال کی شرط	۳۶۹
۳۰۶	بارہ امام	۳۷۱
۳۰۷	اعمال امت کی پیشی	۳۷۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۸	ہفتہ میں دو روز نامۂ اعمال کی پیشی	۳۷۳
۳۰۹	کیا انبیاء علیہم السلام کو نبوت حضور کے واسطے سے ملی	۳۷۴
۳۱۰	حضور ﷺ کے والدین کے متعلق	۳۷۵
۳۱۱	طویل العمر جن صحابی کا ظہور	۳۷۷
۳۱۲	ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا	۳۸۵
۳۱۳	نماز میں ارسال یدین	۳۸۶
۳۱۴	اٹک اٹک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر	۳۸۸
۳۱۵	منکر نکیر سے پیشتر مردہ کے پاس رومان فرشتہ کا آنا	۳۸۹
۳۱۶	شرب قائما اور اکل ماشیا کی احادیث میں رفع تعارض	۳۸۹
۳۱۷	زیر ناف ہاتھ باندھنے کو غلط کہنے والے کا جواب	۳۹۲
۳۱۸	الإسلام بدء غريباً	۳۹۲
۳۱۹	کیا روزانہ تعلیم کرنا خلاف حدیث تو نہیں	۳۹۳
۳۲۰	پرانی قبروں کو مسجد میں شامل کرنا	۳۹۴
۳۲۱	طبقات حدیث	۳۹۶
۳۲۲	سوتے وقت کے اعمال کے سلسلہ میں حضرت علیؓ کی روایت	۳۹۷
۳۲۳	صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی	۳۹۸
۳۲۴	جنت کے پھل میں سے حور کا نکلنا	۳۹۹
۳۲۵	کیا زانی ولی ہوسکتا ہے	۴۰۰
۳۲۶	نصف ساق تک کرتا پہننا ثابت ہے	۴۰۰
۳۲۷	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعاء فرمائی ہے؟	۴۰۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۲۸	جہاد کا اطلاق	۴۰۲
۳۲۹	ہفت ہیکل کی فضیلت کی روایت	۴۰۳
۳۳۰	فضائل رجب کی احادیث	۴۰۵
۳۳۱	منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا	۴۰۷
۳۳۲	آبِ زمزم کی فضیلت حدیث میں	۴۰۷
۳۳۳	جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا حدیث سے ثابت ہے	۴۰۸
۳۳۴	شب قدر کی تعیین ستائیسویں رات کو	۴۰۹
۳۳۵	گدھا کیوں بولتا ہے؟	۴۱۰
۳۳۶	مرغ کیوں بولتا ہے؟	۴۱۰
۳۳۶	قتل الموذی قبل الایذاء حدیث کی تحقیق	۴۱۱
۳۳۷	کتاب دین ودنیا کی ایک حدیث کی تحقیق	۴۱۲
۳۳۸	کوئی کافر امیر ہے کوئی غریب دونوں جہنم میں کیوں؟	۴۱۲
۳۳۹	مردوں کو جنت میں حور وغلمان ملیں گے عورتوں کو جنت میں کیا ملے گا؟	۴۱۳
۳۴۰	ایک جنین باتیں کرتا ہے، کیا وہ مہدی ہے؟	۴۱۴
۳۴۱	دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا	۴۱۶
۳۴۲	جنات سے حمل	۴۱۷
۳۴۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چپت مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال لی	۴۱۷
۳۴۴	شیخ سعدیؒ کے ایک شعر کا مطلب	۴۱۹
۳۴۵	مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے	۴۱۹
۳۴۶	شرور العلماء کون ہیں؟	۴۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۴۷	کون سی راتیں افضل ہیں؟	۴۲۱
۳۴۸	دُمدار ستارہ.....	۴۲۱
۳۴۹	درخت کے ملے جلے سایہ میں بیٹھنا	۴۲۲
۳۵۰	گائے کا گوشت تناول فرمانا.....	۴۲۳
۳۵۱	کیا مینار دعا کرتے رہتے ہیں؟	۴۲۴
۳۵۲	جنازۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت	۴۲۵
۳۵۳	معراج نامہ کی ایک موضوع روایت	۴۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الطہارۃ	
	☆.....**باب اوّل**.....☆	
	پانی اور کنویں وغیرہ کے مسائل	
۱	ماءِ مستعمل.....	۲۵
۲	ماءِ مستعمل کا حکم.....	۲۷
۳	ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں؟.....	۲۸
۴	ماءِ مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا.....	۳۱
۵	جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل ناپاک نہیں.....	۳۲
۶	جس کنویں میں مستعمل پانی اندر جائے اس سے وضو وغیرہ کا حکم.....	۳۳
۷	حوض میں پیر ڈال کر دھونا.....	۳۳
۸	اعضاءِ وضو پر تری کے ساتھ مصلے پر جانا اور حضور ﷺ کا غسالہ.....	۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹	ریل گاڑی کے پائخانوں کے پانی کا حکم.....	۳۵
۱۰	عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا.....	۳۵
۱۱	دس بیگہ کے تالاب میں غسل وغیرہ.....	۳۶
۱۲	ٹیوب ویل کا پانی ماء جاری ہے؟.....	۳۷
۱۳	نل کا پانی کیا ماء جاری ہے؟.....	۳۷
۱۴	بارش کا پانی پرنالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا.....	۳۸
۱۵	دیوبند کے ایک فتوی کا حوالہ.....	۳۸
۱۶	اس پانی سے وضو جس کا رنگ وغیرہ دوا سے متغیر ہو گیا ہو.....	۳۹
۱۷	جس پانی کے اوصاف بدل گئے ہوں اس سے وضو.....	۳۹
۱۸	دودھ چھاچھ، شوربا سے وضو.....	۴۱
۱۹	دریائے جہلم کا حکم.....	۴۲
۲۰	حوض میں کلی، مسواک، پیر کا دھونا.....	۴۳
۲۱	کنویں میں کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے پاکی کا طریقہ.....	۴۴
۲۲	حوض اور ڈرام پاک کرنے کا طریقہ.....	۴۵
۲۳	کنویں کے قریب نجاست ہو تو اس کا اثر کتنی دور تک ہے.....	۴۵
۲۴	کنواں ناپاک ہو گیا اسکا پانی غیر مسلموں نے نکالا کیا اس سے کنواں پاک ہو جائیگا.....	۴۶
۲۵	کنویں میں گیند گر جانے سے اس کے پانی کا حکم.....	۴۷
۲۶	کنویں کا پانی زیادہ ہونے کی ترکیب.....	۴۷
۲۷	گہرے کنویں میں غسل کرنا.....	۴۸
۲۸	چاول وغیرہ پرستش کردہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا.....	۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹	گڈھے بھر پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک.....	۴۹
۳۰	گوبر لیپے ہوئے حصۂ زمیں پر پانی کا مٹکا رکھا پھر اس کو کنویں میں ڈالا.....	۵۰
۳۱	بالٹی میں ناپاک کپڑا دھو کر بغیر پاک کئے کنویں میں بالٹی ڈالدی.....	۵۱
۲۳	ناپاک کنویں میں ڈول ڈالنے سے ناپاک ہوجائے گا.....	۵۲
۳۳	جس جگہ سے بال اکھڑے ہوں اس کا حکم اوران بالوں کا حکم.....	۵۳
۳۴	بڑی چھپکلی کنویں میں گرجائے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟.....	۵۵
۳۵	گرگٹ اور چھپکلی.....	۵۶
۳۶	چھچھوندر کے گرنے، مرنے اور کھال کے پھٹنے سے کنواں ناپاک ہے؟.....	۵۸
۳۷	حمام میں چوہا ملا.....	۵۹
۳۸	ناپاک کنویں کا پانی حمام میں بھرا گیا حمام کے پاک کرنے کا طریقہ.....	۶۰
۳۹	چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا.....	۶۲
۴۰	گوریا کی بیٹ پانی میں گرجائے.....	۶۲
۴۱	سور پانی میں گرا اس کے پانی کا حکم.....	۶۳
۴۲	مرغ کنویں میں گرگئے کتنے ڈول پانی نکالیں.....	۶۴
۴۳	بچہ کنویں میں گرگیا اور اس پر ناپاکی نہیں تھی.....	۶۴
۴۴	غیر مسلم کے کنویں میں کوئی گر کر مرگیا اس کے پاک کرنے کی صورت.....	۶۵
۴۵	ناپاک گنے کے ٹکڑوں کو کنویں میں ڈالنے سے پانی کا حکم.....	۶۶
۴۶	کنویں میں کوبر ڈالا پھر روزانہ اس کا پانی استعمال ہوتا رہا کیا وہ پاک ہوگیا؟.....	۶۶
۴۷	کنویں میں غیر مسلم کے اترنے سے اس کے پانی کا حکم.....	۶۷
۴۸	جس کنویں میں جنبی شخص اترا وہ اور پانی پاک ہے یا ناپاک؟.....	۶۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹	کنویں میں سے جوتا نکلا اس کے پانی کا کیا حکم ہے؟.....	۷۰
۵۰	جوتا کنویں میں گر گیا.....	۷۱
۵۱	غسل جنابت کرتے وقت قطرہ کنویں میں گر گیا.....	۷۲
۵۲	کتا حوض میں گر گیا تو کیا حوض ناپاک ہو گیا؟.....	۷۲
۵۳	گیلا گوبر کنویں میں ڈالا گیا اس کا حکم.....	۷۳
۵۴	بیر معین.....	۷۴
۵۵	چھوٹے کنویں کا حکم.....	۷۷
۵۶	کنویں کا پانی امام ابوحنیفہ کے نزدیک پاک ہے.....	۷۸
۵۷	شک سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا.....	۷۸
۵۸	برکت کے لئے زمزم سے بدن اور کپڑا دھونا.....	۸۰
۵۹	ہندوستانی مسجد کے حوض سے وضو.....	۸۰
۶۰	حوض کی گہرائی.....	۸۱
۶۱	حوض کی پیمائش.....	۸۱
۶۲	حوض کی گہرائی اور چوڑائی.....	۸۲
۶۳	حوض کی لمبائی چوڑائی گہرائی.....	۸۳
۶۴	دہ دردہ اور مقدار ذراع	۸۳
	☆.....**باب دوم**.....☆	
	استنجاء کرنے کے احکام	
۶۵	استنجاء کرنے کا حکم.....	۸۵
۶۶	بیت الخلاء جاتے ہوئے دعاء کس وقت پڑھے؟.....	۸۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۷	استنجاء ڈھیلے سے کرنا.....	۸۶
۶۸	ڈھیلے سے استنجاء	۸۷
۶۹	عورتوں کے لیے ڈھیلے سے استنجاء	۸۸
۷۰	ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال.....	۸۹
۷۱	ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی سے دھونا.....	۸۹
۷۲	ایک ڈھیلا دو دفعہ استعمال کرنا	۹۰
۷۳	چھوٹے ڈھیلوں سے استنجاء	۹۱
۷۴	کاغذ اور کپڑے سے استنجاء	۹۱
۷۵	وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟.....	۹۲
۷۶	ماء مستعمل سے ازالۂ نجاست.....	۹۳
۷۷	پیشاب کے بعد استنجاء کرنا	۹۴
۷۸	دوسرے سے استنجاء کرانا.....	۹۵
۷۹	قبلہ رخ پیشاب اور تھوک	۹۶
۸۰	استنجاء وغسل کے وقت استقبال قبلہ.....	۹۷
۸۱	بیت الخلاء قبلہ کے رخ پر.....	۹۸
۸۲	اگر پردہ کی جگہ نہ ہو تو استنجاء کا حکم.....	۹۹
۸۳	پائخانے سے پیشاب پائخانہ وغیرہ کرنا.....	۹۹
۸۴	پیشاب خانہ مشرق رو پر بن گیا ہے اس کو کیا کریں؟.....	۱۰۰
۸۵	استنجاء پاک کرنے میں بہت دیر لگے تو کیا کیا جائے	۱۰۱
۸۶	ایسے زیو کے ساتھ بیت الخلاء جانا جس پر ''اللہ'' لکھا ہو.....	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۷	استنجے کے بعد ہاتھ کہاں تک دھوئے.....	۱۰۲
۸۸	استنجاء خشک کرتے ہوئے سلام وکلام.....	۱۰۳
	☆.....باب سوم.....☆	
	وضوء کا بیان	
	فصل اوّل : فرائض وضو	
۸۹	کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم.....	۱۰۶
۹۰	پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم	۱۰۶
۹۱	بھویں ڈاڑھی مونچھ کے نیچے کے حصہ کا دھونا.....	۱۰۷
۹۲	وضو میں ڈاڑھی کا دھونا اور خلال کرنا.....	۱۰۸
۹۳	مسح کے لئے ماء جدید ضروری نہیں.....	۱۰۹
۹۴	وضو میں مسح بھول جائے تو کیا کرے	۱۱۰
۹۵	ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا کرے	۱۱۱
	فصل دوم : وضو کے سنن واداب	
۹۶	کیا وضو کی سنت چھوٹنے سے نماز بھی مکروہ ہو جاتی ہے؟.....	۱۱۲
۹۷	وضو کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کب کرے.....	۱۱۳
۹۸	داڑھی میں خلال کا طریقہ	۱۱۳
۹۹	مسح راس کے وقت چھوٹی انگلی کا کان میں ڈالنا.....	۱۱۴
۱۰۰	پیروں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ	۱۱۴
۱۰۱	پورے سر اور کانوں کا مسح سنت مؤکدہ ہے	۱۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۲	وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم	۱۱۶
۱۰۳	وضو میں پیر کھڑے ہو کر دھونا.....	۱۱۷
۱۰۴	مسواک کا حکم	۱۱۷
۱۰۵	مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہئے	۱۱۸
۱۰۶	مسواک کتنی موٹی ہو	۱۱۹
۱۰۷	بانس کی قمچی سے مسواک کا حکم	۱۱۹
۱۰۸	کھڑے ہو کر مسواک کرنا	۱۲۰
۱۰۹	عورتوں کے لئے مسواک	۱۲۰
۱۱۰	پیر کی انگلی اور انگوٹھے سے مسواک پکڑنا	۱۲۱
۱۱۱	وضو کے بعد آسمان کے طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگنا	۱۲۱
۱۱۲	وضو اور غسل کے لئے کتنا پانی چاہئے	۱۲۲
۱۱۳	وضو کا بچا ہوا پانی.....	۱۲۳
۱۱۴	وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا؟	۱۲۴
۱۱۵	وضو علی الوضو کو نور علی نور کب کہا جائے گا۔.....	۱۲۴
۱۱۶	وضو کے پانی کو کپڑوں سے پونچھنا	۱۲۵
۱۱۷	وضو کے بعد منھ پوچھنا	۱۲۶
۱۱۸	تحیۃ الوضو میں تعدد نیات	۱۲۷
۱۱۹	لوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس سے وضو	۱۲۸
۱۲۰	پاؤں دھونے کا طریقہ	۱۲۸
۱۲۱	وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب	۱۲۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۲	کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیئے	۱۲۹
	فصل سوم : نواقض وضو	
۱۲۳	ناک کی ریزش سے وضو	۱۳۱
۱۲۴	خروج ریح ناقض وضو کیوں ہے	۱۳۲
۱۲۵	ریح کا اخراج بہ ہیئت سجدہ	۱۳۳
۱۲۶	ناقض وضوء کا تحقق وسط وضو میں ہو جائے تو سب وضو کا اعادہ ہے	۱۳۳
۱۲۷	کھجلی کے دانوں کے پانی کا حکم	۱۳۴
۲۸	کان سے نکلا ہوا گندہ پانی ناقض وضو ہے	۱۳۵
۱۲۹	آنکھ کا پانی ناقض وضو ہے	۱۳۶
۱۳۰	کیا شراب ناقض وضو ہے	۱۳۶
۱۳۱	گالی دینا ناقض وضو نہیں	۱۳۸
۱۳۲	نماز کے بعد دانتوں میں خون دیکھنا	۱۳۸
۱۳۳	پنڈلی سینہ وغیرہ سے خون نکلنا	۱۳۹
۱۳۴	برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے؟	۱۳۹
۱۳۵	کس کس سہارے سونے سے وضو ٹوٹتا ہے؟	۱۴۰
۱۳۶	نوم ناقض وضو ہے لیٹنا ناقض وضو نہیں	۱۴۱
۱۳۷	پلو تھا مارے ہوئے نیند آ گئی تو کیا حکم ہے	۱۴۲
۱۳۸	سجدہ میں کونسی ہیئت نوم ناقض وضو ہے؟	۱۴۲
۱۳۹	تاش ناقض وضو نہیں	۱۴۳
۱۴۰	قطرہ آنے کی حالت میں نماز	۱۴۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۱	محض سوزش ناقض وضو نہیں!.....	۱۴۴
۱۴۲	عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے.....	۱۴۵
۱۴۳	بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقض وضو نہیں.....	۱۴۶
۱۴۴	جو پانی ناپاک نکلے وہ ناقض وضو ہے.....	۱۴۶
۱۴۵	انجکشن سے خون لینا کیا ناقض وضو ہے.....	۱۴۷
۱۴۶	پکی گھموری کا کھجلانا.....	۱۴۸
۱۴۷	شوہر کے یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے ناپاکی نہیں ہوتی.....	۱۴۸
	باب چہارم: غسل کے احکام	
	فصل اول: غسل کے موجبات اور اس کے فرائض وسنن	
۱۴۸	اگر خود بخود بلا ارادہ انزال ہو جائے	۱۴۹
۱۴۹	عورت کی منی.....	۱۴۹
۱۵۰	ران پر رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا.....	۱۵۰
۱۵۱	عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں؟.....	۱۵۱
۱۵۲	سو کر اٹھنے پر لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے؟.....	۱۵۳
۱۵۳	کیا شراب موجبِ غسل ہے؟.....	۱۵۳
۱۵۴	آبدست سے غسل واجب نہیں.....	۱۵۴
۱۵۵	جلق مفسدِ صوم اور موجب غسل ہے یا نہیں؟.....	۱۵۵
۱۵۶	بغیر شہوت کے خروج منی سے غسل.....	۱۵۵
۱۵۷	غسل جنابت کے بعد فرج عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا؟.....	۱۵۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۸	غسل میں عورتوں کی چوٹی کھولنا.....	۱۵۷
۱۵۹	عورت کو غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دے تو مسح کا حکم.....	۱۵۸
۱۶۰	غسل میں غرارہ کا حکم.....	۱۵۹
۱۶۱	غسل میں کلی بھول جائے تو کیا کرے.....	۱۶۰
۱۶۲	ڈاڑھ میں میں چاندی بھرنا.....	۱۶۰
۱۶۳	ڈاڑھ مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم.....	۱۶۱
۱۶۴	دانت پر خول.....	۱۶۱
۱۶۵	احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا.....	۱۶۲
۱۶۶	سفر میں غسل جنابت.....	۱۶۳
۱۶۷	منی نکلنے کے بعد کسی نے چاٹ لیا تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟.....	۱۶۳
۱۶۸	برہنہ غسل کرنے والے کا اسی غسل سے نماز پڑھنا.....	۱۶۴
۱۶۹	دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم.....	۱۶۵
۱۷۰	بدن دبوانے سے خروج مادہ اور وجوب غسل.....	۱۶۵
۱۷۱	غسل کے وقت دعا پڑھنا.....	۱۶۶
۱۷۲	زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے؟.....	۱۶۷
۱۷۳	کیا چند بار جماع کر کے ایک غسل کافی ہے؟.....	۱۶۷
۱۷۴	غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا.....	۱۶۸
۱۷۵	برہنہ غسل پھر وہیں وضو.....	۱۶۹
۱۷۶	کیا غسل میں ناک میں پانی دینا فرض ہے؟.....	۱۷۰
۱۷۷	ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم.....	۱۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۸	غسل جنابت میں مصنوعی دانتوں کا حکم.....	۱۷۱
۱۷۹	غسل اور استنجے کے لئے پانی کی مقدار.....	۱۷۲
۱۸۰	تنگیٔ وقت کی وجہ سے بلا غسل نماز پڑھنا.....	۱۷۳
۱۸۱	غسل میں آنکھ بند کرنا.....	۱۷۴
۱۸۲	غسل خانہ میں پیشاب.....	۱۷۴
۱۸۳	لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے.....	۱۷۵
۱۸۴	کیا غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے.....	۱۷۶
۱۸۵	غسل خانہ میں برہنہ دعا پڑھے یا نہیں؟.....	۱۷۷
۱۸۶	غسل جمعہ وعید شب میں.....	۱۷۷
۱۸۷	دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہوسکتا؟.....	۱۷۸
	فصل دوم : جنبی کے احکام	
۱۸۸	حالت جنابت کا پسینہ.....	۱۷۹
۱۸۹	جنبی پر وضو لازم نہیں.....	۱۷۹
۱۹۰	دوبارہ جماع کرنا بلا غسل عضو.....	۱۸۰
۱۹۱	ایک دفعہ جماع کے بعد بغیر عضو پاک کئے دوبارہ جماع کرنا.....	۱۸۴
۱۹۲	زیارت قبور بحالت جنابت.....	۱۸۴
۱۹۳	بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا	۱۸۵
۱۹۴	غسل جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا.....	۱۸۶
۱۹۵	جنبی کا جھوٹا کھانا پینا.....	۱۸۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۶	بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا.....	۱۸۷
	☆.....باب پنجم.....☆	
	تیمّم کے احکام	
۱۹۷	تیمّم کا طریقہ	۱۸۸
۱۹۸	کیا تیمّم میں استیعاب فرض ہے.....	۱۸۸
۱۹۹	زیادتی مرض کی وجہ سے مسجد کی دیوار سے تیمّم	۱۸۹
۲۰۰	مسجد کی دیوار سے تیمّم	۱۹۰
۲۰۱	پانی کتنی دور ہو تب تیمّم درست ہے.....	۱۹۱
۲۰۲	ڈھیلے کا اثر ہاتھ پر نہ آئے تب بھی تیمّم درست	۱۹۲
۲۰۳	تنگی وقت کی وجہ سے کیا تیمّم درست ہے؟.....	۱۹۲
۲۰۴	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۱۹۳
۲۰۵	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۱۹۳
۲۰۶	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۱۹۴
۲۰۷	تنگی وقت کی وجہ سے غسل کا تیمّم	۱۹۵
۲۰۸	مرض کی وجہ سے تیمّم	۱۹۵
۲۰۹	بیماری کے وہم کی بناء پر تیمّم	۱۹۶
۲۱۰	معذور کا غسل اور اس کی امامت	۱۹۷
۲۱۱	غسل پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرلے	۱۹۸
۲۱۲	تیمّم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے!	۱۹۹
۲۱۳	سخت سردی میں غسل کا حکم	۲۰۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۱۴	غسل مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو تیمّم کا حکم	۲۰۰
۲۱۵	تہجد کے وقت گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرنا	۲۰۱
۲۱۶	پانی مضر ہونے کی صورت میں جماع کی اجازت	۲۰۲
۲۱۷	سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا.....	۲۰۳
۲۱۸	کیا تیمّم کے لئے بھی کپڑے سے نجاست دور کرنا ضروری ہے	۲۰۳
۲۱۹	تیمّم سے بدن پر لگی ہوئی نجاست پاک نہیں ہوتی	۲۰۴
۲۲۰	مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم	۲۰۵
	☆.....**باب ششم**.....☆	
	موزوں پر مسح کے احکام	
۲۲۱	مسح علی الخفین	۲۰۶
۲۲۲	اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح.....	۲۰۷
۲۲۳	نائلون کے موزے پر مسح.....	۲۰۸
۲۲۴	نائلون کے موزوں پر مسح.....	۲۰۹
۲۲۵	کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے؟.....	۲۱۰
	☆.....**باب ہفتم**.....☆	
	حیض ونفاس وغیرہ کے احکام	
	فصل اول : حیض ونفاس واستحاضہ کے احکام	
۲۲۶	حائضہ نفساء کا حکم.....	۲۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۷	حیض کی اقل مدت.....	۲۱۲
۲۲۸	اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں؟.....	۲۱۳
۲۲۹	عورت کے حق میں ایک دن چوبیس ۲۴ رگھنٹہ کا ہے.....	۲۱۴
۲۳۰	طہر متخلل.....	۲۱۵
۲۳۱	حائضہ سے انتفاع کی صورت.....	۲۱۶
۲۳۲	حائضہ کے ساتھ مضاجعت.....	۲۱۶
۲۳۳	بوقت ضرورت مباشرت حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمناء ہے.....	۲۱۷
۲۳۴	مباشرت از حائضہ.....	۲۱۸
۲۳۵	حالت حیض میں وطی.....	۲۱۹
۲۳۶	حالت حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا.....	۲۱۹
۲۳۷	حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسا ہے؟.....	۲۲۲
۲۳۸	عورت آئسہ کب ہوتی ہے؟.....	۲۲۲
۲۳۹	ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا.....	۲۲۳
۲۴۰	حالتِ حیض میں بیوی کے عضو مخصوص کو دیکھنا اور چھونا.....	۲۲۳
۲۴۱	حالتِ حیض میں جماع	۲۲۴
۲۴۲	حالتِ حیض میں استمتاع.....	۲۲۵
۲۴۳	حالت حمل میں وطی.....	۲۲۶
۲۴۴	استحاضہ	۲۲۶
۲۴۵	بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا.....	۲۲۷
۲۴۶	حیض کا ناوقت آنا!.....	۲۲۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۷	حائضہ پاک ہوجائے تو اس کے روزہ کا حکم	۲۲۹
۲۴۸	حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک کافی ہے؟	۲۲۹
	فصل دوم : معذور بیمار کے احکام	
۲۴۹	معذور کی تعریف اور اس کا حکم	۲۳۱
۲۵۰	معذور کی تعریف اور اس کا حکم	۲۳۳
۲۵۱	معذور کی نماز و امامت	۲۳۴
۲۵۲	کیا کثیر الاحتلام معذور ہے؟	۲۳۶
۲۵۳	تقاطر مذی ہو تو وہ معذور ہے	۲۳۷
۲۵۴	پیشاب کے بعد جسکو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا	۲۳۸
۲۵۵	پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا	۲۳۸
۲۵۶	پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم	۲۳۹
۲۵۷	سلسل بول کا حکم	۲۴۰
۲۵۸	تقاطر بول کا حکم	۲۴۱
۲۵۹	قطرہ کا حکم	۲۴۲
۲۶۰	قطرہ	۲۴۳
۲۶۱	قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے	۲۴۵
۲۶۲	اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے	۲۴۶
۲۶۳	جس کو منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم	۲۴۶
۲۶۴	مقطوع الیدین کیسے استنجاء و وضو کرے؟	۲۴۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۵	سیلان الرحم کا حکم	۲۴۸
۲۶۶	جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت	۲۴۹
۲۶۷	پانی پیر پر مضر ہو تو مسح کی صورت	۲۵۰
	☆.....**باب ہشتم**.....☆	
	نجاستوں کے احکام	
	فصل اول : نجاست اور اس سے پاکی	
۲۶۸	مرغی کو کھولتے پانی میں ڈالنا ذبح کے بعد	۲۵۱
۲۶۹	مرغی کو ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دینا	۲۵۳
۲۷۰	دودھ میں چوہا گر کر تیرنے لگا	۲۵۴
۲۷۱	مینگنی دودھ میں	۲۵۴
۲۷۲	چوہے کی مینگنی کھانے میں	۲۵۵
۲۷۳	چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں ملی تو اس کا حکم	۲۵۶
۲۷۴	کیا گاہتے وقت غلّہ ناپاک ہو جائے گا	۲۵۶
۲۷۵	چمار کا دوہا ہوا دودھ	۲۵۷
۲۷۶	اپلوں سے روٹی پکانا	۲۵۸
۲۷۷	ناپاک شیرے کو پاک کرنے کا طریقہ	۲۵۸
۲۷۸	شیرہ سے کتے نے چاٹ لیا اس کا حکم	۲۵۹
۲۷۹	سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۰	کتے کا جھوٹا گھی.....	۲۶۱
۲۸۱	ناپاک گھی کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۲۶۱
۲۸۲	ناپاک شہد کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۲۶۳
۲۸۳	ناپاک شہد کا خارجی استعمال.....	۲۶۳
۲۸۴	سونف وغیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۲۶۴
۲۸۵	دودھ پیتے بچے کا جھوٹا.....	۲۶۵
۲۸۶	دودھ پیتے بچہ کی قے کا حکم.....	۲۶۵
۲۸۷	معدے سے نکلنے والی چیز نجس ہے.....	۲۶۶
۲۸۸	دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب.....	۲۶۷
۲۸۹	چھوٹا بچہ ماں کی گود میں پیشاب کرتا ہے اسمیں سہولت ہوسکتی ہے.....	۲۶۷
۲۹۰	نجس پانی سے روٹی یا دال وغیرہ کا حکم.....	۲۶۸
۲۹۱	کافر کے جھوٹے کا حکم.....	۲۶۸
۲۹۲	استنجے کی چھینٹ کا حکم.....	۲۶۹
۲۹۳	وضو کی چھینٹ کا حکم.....	۲۶۹
۲۹۴	قبل الغسل یا بعد الغسل ناپاک چھینٹ جسم پر پڑ جائے اس کا دھونا ضروری ہے.....	۲۷۰
۲۹۵	جھوڑ کے پانی کا حکم.....	۲۷۱
۲۹۶	حوض کا پانی بذریعہ نل بیت الخلاء کے لئے.....	۲۷۱
۲۹۷	خنزیر کی چربی صابن میں.....	۲۷۲
۲۹۸	صابن کو شبہ کی وجہ سے ناپاک نہیں کہا جائے گا.....	۲۷۳
۲۹۹	کیا چمڑے کی نجاست دباغت کے بعد لوٹ آئے گی.....	۲۷۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۰	ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی.....	۲۷۴
۳۰۱	منی وغیرہ کو ڈھیلے سے پاک کرنا.....	۲۷۵
۳۰۲	جانور کا دودھ اور مرد کی منی کیا دونوں برابر ہیں.....	۲۷۶
۳۰۳	نزلے زکام کے قطرات نجس نہیں ہیں.....	۲۷۶
۳۰۴	اسپرٹ کا حکم	۲۷۷
۳۰۵	پیٹرول کا حکم.....	۲۷۷
۳۰۶	مٹی کا تیل اور پیٹرول پاک ہے یا ناپاک.....	۲۷۸
۳۰۷	ناپاک انگلی کو چاٹنے سے پاکی کا حکم.....	۲۷۹
۳۰۸	چارپائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہوگئی.....	۲۸۰
۳۰۹	نطفہ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہوسکتا ہے.....	۲۸۱
۳۱۰	حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بول کا پینا.....	۲۸۲
	فصل دوم : کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی	
۳۱۱	ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۲۸۴
۳۱۲	ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں.....	۲۸۵
۳۱۳	ناپاک کپڑا نل کے نیچے ڈالنے سے پاک ہوجائے گا.....	۲۸۵
۳۱۴	ناپاک کپڑا صابن سے دھونے سے پاک ہوجائے گا.....	۲۸۶
۳۱۵	پٹرول سے کپڑا پاک کرنا.....	۲۸۶
۳۱۶	کپڑا پٹرول سے دھلوانا.....	۲۸۷
۳۱۷	جو کپڑا پٹرول سے دھویا اس کا حکم.....	۲۸۸
۳۱۸	پاک ناپاک کپڑے مخلوط کرکے دھونے کا حکم.....	۲۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۹	جس کپڑے میں نجاست سرایت کر چکی اس کو ایک دفعہ دھو کر نچوڑنا کافی ہے.....	۲۹۰
۳۲۰	ناپاک کپڑا پاک کپڑے پر گر گیا وہ پاک ہے یا ناپاک.....	۲۹۰
۳۲۱	سوکھا کپڑا سور کو لگ جائے تو ناپاک نہیں.....	۲۹۱
۳۲۲	خشک ناپاک کپڑا پہننے سے جسم ناپاک نہیں.....	۲۹۲
۳۲۳	بھیگا ہوا ہاتھ ناپاک خشک کپڑے کو لگانے سے اس کپڑے کا کیا حکم ہے.....	۲۹۳
۳۲۴	زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے جو چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے.....	۲۹۴
۳۲۵	ناپاک کنویں کو پاک کرنے والوں کے بدن اور کپڑوں کا حکم.....	۲۹۴
۳۲۶	مشین اور دوا کے ذریعہ کپڑے دھونا.....	۲۹۵
۳۲۷	ناپاک خشک بستر پر لیٹنے اور پسینہ کی بو پاک کپڑوں میں آنے کا حکم.....	۲۹۸
۳۲۸	بدن اور کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی سے متعلق چند سوالات.....	۲۹۹
۳۲۹	ناپاک کپڑے کی چھینٹ.....	۳۰۳
۳۳۰	کپڑے پر ناپاک چھینٹیں پڑ گئیں.....	۳۰۳
۳۳۱	کپڑے پر ہولی کا رنگ لگ جائے وہ پاک ہے یا نہیں.....	۳۰۴
۳۳۲	مذی و ودی والے کپڑے میں نماز.....	۳۰۵
۳۳۳	کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں.....	۳۰۶
۳۳۴	ناپاک مشکوک تہبند سے نماز.....	۳۰۶
۳۳۵	ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا.....	۳۰۷
۳۳۶	بے علم دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا.....	۳۰۸
۳۳۷	کیا دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے ناپاک ہیں.....	۳۰۹
۳۳۸	غیر مسلم سے مٹھائی لینا اور کپڑے دھلوانا.....	۳۱۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۹	اگر کپڑے کو نچوڑنے کی وجہ سے پھٹ جانے یا اس کی خوبی پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہو..	۳۱۰
۳۴۰	بغیر نچوڑے کپڑا پاک ہونے کی صورت.....	۳۱۱
۳۴۱	ناپاک کپڑے کو نچوڑنے کی حد.....	۳۱۲
۳۴۲	شک سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا.....	۳۱۳
۳۴۳	کیا پرانے غیر ملکی کپڑے ناپاک ہیں.....	۳۱۳
۳۴۴	لنگی اور بدن کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۳۱۴
۳۴۵	کتے کا کپڑوں سے رگڑ جانا.....	۳۱۵
۳۴۶	کپڑا دھونے کے بعد بھی اگر رنگ نکلے تو کیا کیا جائے.....	۳۱۵
۳۴۷	خنزیر کا خشک بال ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے.....	۳۱۶
۳۴۸	جس جگہ پر پیشاب یا خون کا دھبہ آیا ہے، اُس کا دھو لینا کافی ہے.....	۳۱۷
	فصل سوم : برتنوں کی پاکی اور ناپاکی	
۳۴۹	المونیم پلاسٹک کے پاک کرنے کا طریقہ.....	۳۱۸
۳۵۰	بالٹی گلاس وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ.....	۳۱۸
۳۵۱	اسٹیل کے برتنوں کا حکم.....	۳۱۹
۳۵۲	چینی کے برتن وغیرہ کو پاک کرنے کا حکم.....	۳۲۰
۳۵۳	لوہے کی چیز پاک کرنے کا طریقہ.....	۳۲۰
۳۵۴	جس استرہ سے کافر کی حجامت بنائی گئی وہ کیا ناپاک ہوگیا.....	۳۲۱
۳۵۵	جن چیزوں میں پانی جذب نہیں ہوتا ان کو پاک کرنے کا حکم.....	۳۲۱
۳۵۶	لوٹا قدمچہ پر رکھنے سے کیا ناپاک ہوجاتا ہے.....	۳۲۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۷	بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا.....	۳۲۳
۳۵۸	ناپاک کنویں کو پاک کرنے پر ڈول رسی وغیرہ کا حکم.....	۳۲۴
۳۵۹	چمار کا استعمال کیا ہوا برتن کس طرح پاک ہوگا.....	۳۲۴
۳۶۰	شراب والی بوتل کا دھونے کا بعد استعمال.....	۳۲۵
	فصل چہارم : زمین کی پاکی اور ناپاکی	
۳۶۱	کیا ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے.....	۳۲۷
۳۶۲	کتے کی قے اور پائخانہ سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے.....	۳۲۸
۳۶۳	نجس جگہ کو تحری سے پاک کیا جائے.....	۳۲۹
۳۶۴	نجس زمین پر خشک ہونے کے بعد پانی گرنے سے کیا وہ پھر ناپاک ہوجائے گی.....	۳۲۹
۳۶۵	ظاہرِ زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا.....	۳۳۰
۳۶۶	مٹی کے مکان میں بچہ بار بار پیشاب کرتا ہے اسکی تطہیر.....	۳۳۰
۳۶۷	گوبر سے لیپی ہوئی زمین کا حکم.....	۳۳۱
۳۶۸	پختہ فرش ناپاک ہوجائے تو اس پر نماز کا حکم.....	۳۳۱
۳۶۹	قبرستان کی مٹی کا حکم.....	۳۳۲
۳۷۰	بارش سے تر ہوکر زمین ناپاک نہیں ہوتی.....	۳۳۳
۳۷۱	راستوں کی کیچڑ کا حکم.....	۳۳۳

تمت وبالفضل عمت

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الصلاۃ	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	فصل اوّل : نماز کے اوقات کا بیان	
۱	اوقات صلاۃ	۳۱
۲	پنجگانہ نماز کے مستحب اوقات	۳۲
۳	فجر کی نماز کا وقت مستحب.....	۳۴
۴	وقت فجر میں تین طرح کا عمل	۳۵
۵	وقت فجر کا اختتام	۳۷
۶	فجر کے لیے کب کھڑے ہوں ؟.....	۳۷
۷	چاند کی روشنی کا ختم ہونا وقت فجر کے ختم ہونے کی علامت نہیں	۳۸
۸	نماز فجر اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ طلوع بالکل قریب ہوجائے	۳۹

۹	رمضان میں نماز فجر اول وقت میں	۳۹
۱۰	رمضان میں نماز فجر غلس میں	۴۱
۱۱	رمضان میں فجر کی نماز ابتدائے وقت میں ادا کرنا	۴۲
۱۲	نماز فجر دن کی نماز ہے یا رات کی	۴۳
۱۳	وقت استواء	۴۴
۱۴	ظہر اور عصر کا وقت	۴۵
۱۵	جمعہ کی نماز اول وقت میں	۴۷
۱۶	عصر کا وقت	۴۸
۱۷	مثل واحد پر عصر پڑھنے کی تفصیل	۴۸
۱۸	عصر کی نماز مثل واحد پر	۵۰
۱۹	عصر کی نماز مثلین سے پہلے	۵۱
۲۰	ایک مثل پر عصر کی نماز	۵۱
۲۱	کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنا.....	۵۳
۲۲	عصر کی نماز وقت کامل میں شروع کی ناقص میں ختم کرنا	۵۳
۲۳	مثل واحد پر نماز عصر	۵۴
۲۴	وقت مغرب کی توضیح	۵۵
۲۵	مغرب کا کل وقت کتنا ہے ؟	۵۶
۲۶	اذان مغرب کے بعد کتنی تاخیر ہونی چاہئے؟	۵۶
۲۷	نماز مغرب غروب کے ساٹھ منٹ بعد ادا کرنا.....	۵۷
۲۸	عصر اور مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے ؟.....	۵۸
۲۹	مغرب اور فجر کا وقت برابر ہے	۵۸

۳۰	مغرب اور عشاء کی نمازوں میں فاصلہ	۵۹
۳۱	وقت عشاء وتراویح	۶۰
۲۳	بارہ بجے کے بعد نماز عشاء	۶۱
۳۳	عشاء کی نماز تین بجے رات میں	۶۱
۳۴	انگلینڈ میں وقت عشاء	۶۲
۳۵	تہجد کا وقت	۶۳
۳۶	تہجد کا وقت کس وقت تک ؟.....	۶۳
۳۷	عشاء سحری تہجد وغیرہ کے اوقات	۶۴
۳۸	تہجد کا وقت	۶۵
۳۹	تہجد اور وتر کا آخری وقت	۶۶
۴۰	وقت اشراق	۶۶
۴۱	سورج طلوع ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے اور وقت اشراق	۶۷
۲۴	نماز عید کا وقت	۶۷
۴۳	نماز کے اوقات کی تعیین	۶۸
۴۴	اوقات نماز کی تعیین جنتریوں سے	۶۹
۴۵	نمازوں کے اوقات جنتری سے مقرر کرنا	۷۰
۴۶	پاکستان سے شائع شدہ جنتری کا حال	۷۱
۴۷	اذان سے قبل نماز پڑھنے کا حکم	۷۴
۴۸	نماز وقت مقررہ سے ایک دو منٹ آگے پیچھے ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۷۴
۴۹	وقت مقررہ سے کچھ پہلے نماز	۷۵
۵۰	وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کرنا کسی کے انتظار میں	۷۶

۵۱	جمع بین الصلاتین باعتبار وقت	۷۷
۵۲	دھوپ سے عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ	۷۷
۵۳	قطب جنوبی وشمالی میں روزہ نماز کس طرح ہے ؟	۷۸
۵۴	چھ مہینہ دن، چھ مہینہ رات والے مقام پر نماز کی کیفیت	۷۹
۵۵	جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کیلئے کس کا اعتبار کیا جائے ؟	۸۰
۵۶	حنفی کو غیر حنفی کے پیچھے جمع بین الصلاتین کرنا	۸۱

فصل دوم : اوقات مکروہہ کا بیان

۵۷	اوقات مکروہہ.....	۸۲
۵۸	اوقات مکروہہ میں نماز کا حکم	۸۳
۵۹	کیا نصف اللیل میں بھی نماز ممنوع ہے؟.....	۸۴
۶۰	عصر کے بعد قضا نماز	۸۵
۶۱	اوقات مکروہہ میں قضا نماز کا حکم	۸۵
۶۲	زوال سے ادھر ادھر کتنا مکروہ وقت ہے؟.....	۸۶
۶۳	طلوع شمس کے وقت نماز	۸۶
۶۴	طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے کی مخالفت کی وجہ ؟.....	۸۷
۶۵	صبح صادق کے بعد نفل نماز مکروہ ہے.....	۸۹
۶۶	صبح صادق کے بعد دو رکعت نفل	۹۰
۶۷	صلوٰۃ جنازہ بوقت استواء	۹۱
۶۸	نماز جنازہ کس وقت مکروہ ہے؟	۹۲
۶۹	وقت مکروہ میں سجدۂ دعا اور سجدۂ شکر	۹۳
۷۰	سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب	۹۳
	اوقات منہیہ میں تلاوت کا حکم	۹۴
	فجر کے وقت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا	۹۵

۷۱	سایۂ اصلی	۹۶
۷۲	نماز فجر ختم ہونے سے پہلے سورج نکل آیا	۹۶
۷۳	مغرب کی اذان کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۹۷

☆.....باب دوم.....☆

اذان واقامت کا بیان

فصل اوّل : اذان کا بیان

۷۴	مکبر الصوت سے مسجد میں اذان دینا.....	۹۹
۷۵	کیا اذان کیلئے کوئی سمت متعین ہے ؟	۱۰۰
۷۶	اذان بائیں جانب، اقامت دائیں جانب کا التزام.....	۱۰۱
۷۷	اذان بائیں جانب.....	۱۰۱
۷۸	اذان میں حیعلتین پر گردن نہ پھیرنا.....	۱۰۲
۷۹	مسجد میں اذان.....	۱۰۲
۸۰	مسجد کے برآمدے میں اذان.....	۱۰۳
۸۱	گھر پر نماز کیلئے اذان واقامت.....	۱۰۴
۸۲	متعدد آدمیوں کا اذان دینا.....	۱۰۵
۸۳	غیر مسلموں کی بستی میں اذان دینا.....	۱۰۶
۸۴	اگر مسجد میں امام ومؤذن نہ ہوتو وہاں اذان واقامت کہہ کر نماز ادا کرے.....	۱۰۶
۸۵	اگر اذان سے جھگڑے کا اندیشہ ہوتو کیا کرے؟	۱۰۷
۸۶	اگر دو مسجدیں قریب ہوں تب بھی دونوں کو اذان کہنا چاہیے ؟.....	۱۰۸
۸۷	ایک مسجد کی اذان دوسری متصل مسجد میں کافی نہیں.....	۱۰۹

۸۸	ایک مسجد میں اذان کے بعد دوسری مسجد میں مائک پر اذان.....	۱۰۹
۸۹	اذان مائک سے ایک جگہ پر جماعت دوسری جگہ پر؟.....	۱۱۰
۹۰	نماز جمعہ مسجد میں ہوئی ہے اور اذان مدرسے کی اسپیکر سے دیجاتی ہے.....	۱۱۱
۹۱	اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار.....	۱۱۲
۹۲	پست آواز سے اذان.....	۱۱۲
۹۳	جسکی آواز ضعیف ہو اور اسکو اذان کہنے کا شوق ہو تو اسکی کیا صورت ہے ؟.....	۱۱۴
۹۴	سحری کے لئے اذان.....	۱۱۵
۹۵	آندھی کے دن اذان.....	۱۱۵
۹۶	اذان سنکر کتے کا رونا.....	۱۱۶
۹۷	مؤذن کے ساتھ زیادتی.....	۱۱۷

فصل دوم : کلمات اذان

۹۸	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا.....	۱۱۸
۹۹	اذان سے پہلے درود شریف.....	۱۱۹
۱۰۰	کلمہ میں محمدٌ اور اذان میں محمداً کیوں ؟.....	۱۱۹
۱۰۱	اذان میں اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبار کہنا.....	۱۲۰
۱۰۲	اذان میں اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھنے کا طریقہ.....	۱۲۰
۱۰۳	اذان واقامت میں اکبر کی را کو اللہ کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھنا.....	۱۲۱
۱۰۴	اذان میں کلمات کو کھینچنا.....	۱۲۲
۱۰۵	اذان میں لفظ اللہ کو کھینچنا.....	۱۲۳
۱۰۶	کلمات اذان میں فصل و وصل.....	۱۲۴
۱۰۷	ایضاً.....	۱۲۵

۱۰۸	حی علی الصلوٰۃ چار مرتبہ کہنا.....	۱۲۵
۱۰۹	الصلوٰۃ خیر من النوم کا قصداً دو ٹکڑوں میں پڑھنا.....	۱۲۶
۱۱۰	اذان میں سانس ٹوٹ جائے تو کیا کرے ؟.....	۱۲۷
۱۱۱	اذان ترنم کے ساتھ؟.....	۱۲۷

فصل سوم : اذان کے جواب کا بیان

۱۱۲	اذان کا جواب دینا کیا ہے ؟.....	۱۲۹
۱۱۳	اذان کا جواب دینا واجب ہے.....	۱۳۰
۱۱۴	اثنائے وضو میں اذان کا جواب دے یا دُعاءِ وضو پڑھے؟.....	۱۳۰
۱۱۵	متوضی وضو کی دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے؟.....	۱۳۱
۱۱۶	تلاوت و وضو کے وغیرہ کے درمیان اذان کا جواب.....	۱۳۲
۱۱۷	وضو، تلاوت اور تعلیم کرتے وقت اذان کا جواب.....	۱۳۳
۱۱۸	بوقت اذان تلاوت کو جاری رکھے یا موقوف کردے ؟.....	۱۳۴
۱۱۹	وعظ کے دوران اذان شروع ہوجائے؟	۱۳۴
۱۲۰	حیعلتین کا جواب.....	۱۳۵
۱۲۱	باتیں کرتے ہوئے اذان کا جواب.....	۱۳۶

فصل چہارم : اذان کے بعد دعا کا بیان

۱۲۲	اذان کے بعد دعا کا حکم ؟.....	۱۳۷
۱۲۳	اذان کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا.....	۱۳۷
۱۲۴	اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا.....	۱۳۸
۱۲۵	اذان کے بعد کی دعا میں رفع یدین.....	۱۳۸
۱۲۶	اذان کے ختم پر محمد رسول اللہ کہنا.....	۱۳۹

فصل پنجم : دوبارہ اذان دینے کا بیان

۱۲۷	اذان قبل الوقت.....	۱۴۱
۲۸	غروب سے پہلے اذان ہوجائے اس کا حکم ؟.....	۱۴۲
۱۲۹	اول وقت اذان کہہ دی کیا اعادہ کرے ؟.....	۱۴۳
۱۳۰	اذان میں غلطی کی وجہ سے اس کا اعادہ.....	۱۴۴
۱۳۱	بجلی چلی جانے کی وجہ سے دوبارہ اذان.....	۱۴۵
۱۳۲	اذان یا درمیان نماز میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ.....	۱۴۶

فصل ششم : مکروہات اذان کا بیان

۱۳۳	بلا وضو اذان.....	۱۴۷
۱۳۴	کیا بغیر وضو اذان دینا نحوست کا سبب ہے ؟.....	۱۴۸
۱۳۵	بلا وضو اذان کی وعید.....	۱۴۸
۱۳۶	اذان کے درمیان اگر وضو ساقط ہوجائے تو کیا حکم ہے ؟.....	۱۴۹
۱۳۷	اذان کے بعد مسجد سے نکلنا.....	۱۵۰
۱۳۸	بحالت نشہ اذان ونماز.....	۱۵۰
۱۳۹	نشے کے عادی شخص کو مؤذن مقرر کرنا.....	۱۵۱
۱۴۰	شطرنج کھیلنے والے کی اذان.....	۱۵۲
۱۴۱	ڈاڑھی منڈانے والے کا اذان دینا.....	۱۵۳
۱۴۲	ڈاڑھی منڈے کی اذان.....	۱۵۴
۱۴۳	نابالغ کی اذان.....	۱۵۵
۱۴۴	اذان مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا.....	۱۵۶
۱۴۵	پیشہ ور پھرائی کو مؤذن بنانا.....	۱۵۷

فصل ہفتم : (بچے کے کان میں اذان دینے کا بیان

۱۴۶	بچے کے کان میں اذان کا طریقہ.....	۱۵۸
۱۴۷	بچے کے کان میں کئی روز کے بعد اذان دینا.....	۱۵۹
۱۴۸	بچے کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کہی جائے.....	۱۵۹
۱۴۹	زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا.....	۱۶۰
۱۵۰	بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر.....	۱۶۱

فصل ہشتم : اقامت کا بیان

۱۵۱	اقامت میں عجلت.....	۱۶۲
۱۵۲	منفرد کے لئے اقامت.....	۱۶۲
۱۵۳	تنہا نماز اذان واقامت کے ساتھ.....	۱۶۳
۱۵۴	جماعت ثانیہ کے لیے اقامت.....	۱۶۴
۱۵۵	بیوی کی اقامت.....	۱۶۴
۱۵۶	مخنث کا اقامت کہنا.....	۱۶۵
۱۵۷	غیر مؤذن کا تکبیر کہنا.....	۱۶۶
۱۵۸	مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت.....	۱۶۷
۱۵۹	مؤذن کی اجازت سے تکبیر کہنا بہتر ہے.....	۱۶۷
۱۶۰	کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے ؟.....	۱۶۸
۱۶۱	کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے ؟.....	۱۶۹
۱۶۲	اقامت کہنے والا دوسری تیسری صف میں ہو.....	۱۶۹
۱۶۳	اقامت میں تحویل وجہ.....	۱۷۰

۱۶۴	اقامت میں التفات ہے یا نہیں ؟.....	۱۷۰
۱۶۵	ترک اقامت سے اعادۂ نماز.....	۱۷۱
۱۶۶	تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو کیا تکبیر شروع سے پڑھے ؟.....	۱۷۲
۱۶۷	قد قامت الصلوٰۃ کی تاء پر کیا حرکت پڑھے ؟.....	۱۷۳
۱۶۸	بوقت اقامت نماز کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں؟.....	۱۷۴
۱۶۹	ایضاً.....	۱۷۵
۱۷۰	ایضاً.....	۱۷۵
۱۷۱	حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا، امام اور مقتدی نماز با جماعت کیلئے کس وقت کھڑے ہوں ؟	۱۷۷
۱۷۲	حی علی الصلوٰۃ پر قیام.....	۱۸۶
۱۷۳	مقتدیوں کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا.....	۱۹۱
۱۷۴	حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا.....	۱۹۲
۱۷۵	قد قامت الصلوٰۃ پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا.....	۱۹۴

فصل نہم : تثویب کا بیان

۱۷۶	صبح صادق سے پہلے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارنا.....	۱۹۷
۱۷۷	اذان کے بعد یہ اعلان کہ پندرہ منٹ باقی ہے.....	۱۹۷
۱۷۸	اذان سے پانچ منٹ قبل لاؤڈ اسپیکر سے نماز کا اعلان.....	۱۹۸
۱۷۹	نماز کی اطلاع گھنٹہ کی آواز سے.....	۱۹۹
۱۸۰	اذان کے بعد نقارہ.....	۱۹۹
۱۸۱	گھنٹی اذان کے قائم مقام ہرگز نہیں.....	۲۰۰
۱۸۲	نماز فجر کیلئے لوگوں کو جگانا.....	۲۰۱

۱۸۳	نماز فجر سے پہلے نمازیوں کو بیدار کرنے کیلئے قرآن کریم اور مناجات پڑھنا.....	۲۰۲
	فصل دھم : قضا نمازوں کے لئے اذان واقامت کا حکم	
۱۸۴	قضا نماز کے لئے اذان.....	۲۰۴
۱۸۵	نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہو تو اسمیں بھی اذان واقامت ہوگی؟.....	۲۰۵
۱۸۶	قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم.....	۲۰۶
۱۸۷	قضا نماز میں اقامت.....	۲۰۶
۱۸۸	قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم.....	۲۰۷
	☆.....**باب سوم**.....☆	
	نماز کے شرائط وارکان	
	فصل اوّل : شرائط نماز کا بیان	
۱۸۹	نماز کی نیت کا طریقہ.....	۲۰۹
۱۹۰	نماز کی نیت کا طریقہ.....	۲۱۰
۱۹۱	سنت میں نیت کا طریقہ.....	۲۱۱
۱۹۲	عربی میں نیت نماز.....	۲۱۲
۱۹۳	نماز میں نیت.....	۲۱۲
۱۹۴	زبان سے نیت.....	۲۱۳
۱۹۵	کیا نیت کیلئے زبان سے کہنا ضروری ہے ؟.....	۲۱۴
۱۹۶	امام ومقتدی کی نیت میں فرق.....	۲۱۶
۱۹۷	نفل نماز میں اپنے نفل کی نیت کرنا.....	۲۱۶

۱۹۸	نیت میں ایک نماز کی جگہ دوسری نماز کا نام یا تعداد رکعت میں غلطی کی.....	۲۱۷
۱۹۹	وتر کی نیت سے تراویح پڑھنا.....	۲۱۸
۲۰۰	نماز بحالت جنابت.....	۲۱۹
۲۰۱	صلاۃِ مظنون.....	۲۱۹
۲۰۲	نماز کے دوران ناپاک کپڑے کا بدن سے لگنا.....	۲۲۰
۲۰۳	لوپ کی حالت میں نماز.....	۲۲۰
۲۰۴	رنگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھنا.....	۲۲۱
۲۰۵	فجر کی نماز پڑھکر کپڑوں پر منی دیکھی.....	۲۲۲
۲۰۶	نجاست پر کپڑا بچھا کر نماز.....	۲۲۲
۲۰۷	گوبر سے لپی ہوئی زمین پر نماز.....	۲۲۳
۲۰۸	گوبر سے دیوار لیپ کر وہاں نماز پڑھنا	۲۲۴
۲۰۹	برسات میں جب زمین خشک نہ ملے تو نماز کس طرح پڑھے ؟.....	۲۲۴
۲۱۰	چارپائی پر نماز.....	۲۲۵
۲۱۱	تنہائی میں برہنہ نماز.....	۲۲۶
۲۱۲	لنگوٹ باندھکر نماز.....	۲۲۶
۲۱۳	دھوتی پہنکر نماز.....	۲۲۷
۲۱۴	جس کپڑے سے بدن نظر آئے اس سے نماز.....	۲۲۸
۲۱۵	باریک دوپٹے میں نماز.....	۲۲۸
۲۱۶	مستورات کیلئے ٹخنہ عورت ہے یا نہیں ؟.....	۲۲۹
۲۱۷	احتلام یا صحبت کے بعد نجاست صاف کر کے جانگھیا پہن کر کپڑے پہن لئے.....	۲۳۰
۲۱۸	سمت قبلہ، گاڑی میں ہو تو کیا کرے ؟.....	۲۳۰

۲۱۹	چلتی گاڑی میں قطب نما کی طرف توجہ.....	۲۳۱
۲۲۰	قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو تحری کا حکم.....	۲۳۲
۲۲۱	بغیر تحری خلاف قبلہ نماز دہرانی ہوگی.....	۲۳۳
۲۲۲	اگر سڑک پر نمازی ہوں اور رُخ قبلہ سے کچھ پھرا ہوا ہو ؟.....	۲۳۴
۲۲۳	چاند پر سمتِ قبلہ.....	۲۳۵
۲۲۴	چاند پر سمتِ قبلہ.....	۲۳۵
۲۲۵	کعبہ قبلہ نہیں قبلہ نُما ہے.....	۲۳۶
۲۲۶	نماز کے بعد معلوم ہوا کہ رُخ صحیح نہیں تھا.....	۲۳۶
۲۲۷	عورت کا کھلی جگہ میں نماز پڑھنا.....	۲۳۷
۲۲۸	سمت قبلہ.....	۲۳۸
۲۲۹	۱۸ ڈگری کا فرق ہو تو.....	۲۳۹
۲۳۰	۳۵ درجہ شمال منحرف مسجد کا حکم.....	۲۴۲
۲۳۱	قدیم مسجد کا رخ مکمل صحیح نہیں ہے تو کیا کرے.....	۲۴۳
۲۳۲	پرانی مسجد کا رخ اگر صحیح نہ ہو تو.....	۲۴۴
۳۳۳	قبلہ سے معمولی انحراف.....	۲۴۵
۲۳۴	تعیین قبلہ میں معمولی فرق.....	۲۴۵
۲۳۵	جدید مسجد کی سمت قبلہ میں تردد.....	۲۴۶

فصل دوم : ارکان نماز کا بیان

۲۳۶	جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہکر امام کے ساتھ شریک ہونا.....	۲۴۹
۲۳۷	تکبیر تحریمہ کہکر رکوع میں چلے جانے سے رکعت مل گئی.....	۲۵۰
۲۳۸	فرض نماز کیلئے تکبیر تحریمہ بحالت قعود.....	۲۵۱

۲۳۹	قیام کی کتنی مقدار فرض ہے ؟.....	۲۵۱
۲۴۰	فرض نماز میں قیام فرض ہے.....	۲۵۳
۲۴۱	کیا سنت میں قیام فرض ہے ؟.....	۲۵۴
۲۴۲	عورتوں کیلئے نماز میں قیام کا حکم.....	۲۵۵
۲۴۳	فرض نماز میں عورتوں کیلئے بھی قیام فرض ہے.....	۲۵۵
۲۴۴	قیام، قرائت، رکوع، سجود اور فرض کی مقدار.....	۲۵۶
۲۴۵	ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھکر پڑھنا.....	۲۵۹
۲۴۶	طول قیام کی حالت میں پیر پر سہارا لینا.....	۲۶۰
۲۴۷	ایضاً.....	۲۶۱
۲۴۸	سجدے میں انگلی ٹیکنا.....	۲۶۲
۲۴۹	سجدے میں پیر زمین پر ٹیکنا.....	۲۶۵
۲۵۰	کیا ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں؟.....	۲۶۶
۲۵۱	سجدے میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا.....	۲۶۷
۲۵۲	سجدہ میں دونوں پیروں کا اٹھ جانا.....	۲۶۸
۲۵۳	ہاتھوں، پیروں اور گھٹنوں کے درمیان سجدے میں فرق.....	۲۶۹
۲۵۴	رفع قدمین.....	۲۷۳
۲۵۵	موضع سجود کا ارتفاع موضع القدمین سے	۲۷۴
۲۵۶	ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائیگی؟.....	۲۷۴
۲۵۷	ترک رکوع اور ترک قعدۂ اولیٰ کا حکم.....	۲۷۵
۲۵۸	رکوع میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنے سے مدرک رکوع شمار ہوگا؟.....	۲۷۶
۲۵۹	امام کی قراءت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا.....	۲۷۷
۲۶۰	گونگے کی نماز.....	۲۷۸

☆.....باب چھارم.....☆

صفتِ صلوٰۃ

فصل اوّل : واجباتِ نماز

۲۶۱	واجبات نماز کتنے ہیں ؟	۲۸۱
۲۶۲	واجباتِ نماز	۲۸۲
۲۶۳	تعدیل ارکان کی مقدار	۲۸۳
۲۶۴	نماز میں کوئی واجب ترک ہوگیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟	۲۸۳
۲۶۵	نماز میں غلطی کی وجہ سے اعادہ	۲۸۴
۲۶۶	تین سجدے کرنے سے نماز کا اعادہ	۲۸۵
۲۶۷	نابالغ اگر وقت کے اندر بالغ ہوجائے تو اس نماز کا اعادہ	۲۸۵
۲۶۸	امام سے پہلے رکوع یا سجدہ	۲۸۶
۲۶۹	قومہ اور جلسے میں تاخیر	۲۸۶
۲۷۰	نماز میں متعدد امور کی کوتاہی	۲۸۷
۲۷۱	رکوع میں جاتے وقت پائجامہ اوپر کرنا	۲۸۹
۲۷۲	الفاظ تشہد میں اضافہ	۲۹۰
۲۷۳	تشہد میں والطیبات کو والسلام کے ساتھ ملا کر پڑھنا	۲۹۱
۲۷۴	امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد مقتدی کا رکوع میں جانا	۲۹۱
۲۷۵	مقتدی کی رکوع میں شرکت بغیر تسبیح	۲۹۲
۲۷۶	سنن میں قعدۂ اولی فرض ہے یا واجب ؟	۹۳

۲۷۷	بغیر سلام پھیرے نماز کو ختم کرنا.....	۲۹۴
۲۷۸	نماز میں کیا خیال رکھنا چاہیے ؟.....	۲۹۵

فصل دوم : سنن نماز

۲۷۹	حالت قیام میں کھڑے ہونے کی کیفیت	۲۹۷
۲۸۰	قدمین کے درمیان فاصلہ.....	۲۹۸
۲۸۱	رفع یدین.....	۲۹۸
۲۸۲	رفع یدین.....	۲۹۹
۲۸۳	عورتوں کے ذمہ نماز نیز رفع یدین.....	۲۹۹
۲۸۴	رفع یدین کی حکمت.....	۳۰۱
۲۸۵	رفع یدین کتنی جگہ ہے.....	۳۰۲
۲۸۶	مرد وعورت کی نماز میں فرق.....	۳۰۵
۲۸۷	قراءت فاتحہ، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح.....	۳۰۶
۲۸۸	مقتدیوں کی اطلاع کے لئے کسی کو آمین بالجہر کیلئے متعین کرنا.....	۳۰۸
۲۸۹	آمین بالجہر سے دوسروں کی نماز پر اثر.....	۳۰۹
۲۹۰	تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک ہے ؟.....	۳۱۰
۲۹۱	تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہے؟.....	۳۱۱
۲۹۲	تکبیر اولیٰ کیلئے دوسری مسجد میں جانا.....	۳۱۱
۲۹۳	تکبیر تحریمہ کے وقت کان کی لَو کو چھونا.....	۳۱۳
۲۹۴	بوقت تحریمہ مس اذنین.....	۳۱۴
۲۹۵	تحریمہ کے بعد ہاتھ کس وقت باندھے.....	۳۱۴
	عورتوں کیلئے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا.....	۳۱۵

۲۹۶	وضع یدین علی الصدر.....	۳۱۷
۲۹۷	نماز شروع کرتے وقت بسم اللہ.....	۳۱۷
۲۹۸	ثناء کی حیثیت.....	۳۱۸
۲۹۹	ثناء پڑھنے کا وقت.....	۳۱۸
۳۰۰	سری نماز میں ثناء کا حکم.....	۳۱۹
۳۰۱	امام کے پیچھے ثناء پڑھنا.....	۳۲۰
۳۰۲	مقتدی کیلئے ثناء کا پڑھنا.....	۳۲۰
۳۰۳	نماز شروع ہونے کے بعد مقتدی آیا وہ ثنا کب پڑھے ؟.....	۳۲۱
۳۰۴	ثناء کے آخر میں کاف پر زبر ہے یا جزم.....	۳۲۲
۳۵۰	فاتحہ سے پہلے بسم اللہ.....	۳۲۲
۳۰۶	اعوذ باللہ اور بسم اللہ.....	۳۲۲
۳۰۷	سورۃ سے پہلے بسم اللہ.....	۳۲۳
۳۰۸	سورہ فاتحہ اور سورہ کے درمیان تسمیہ کا حکم.....	۳۲۴
۳۰۹	آمین بالجہر.....	۳۲۵
۳۱۰	آمین بالجہر.....	۳۲۵
۳۱۱	آمین بالجہر رفع یدین میں اختلاف اولویت کا ہے.....	۳۲۶
۳۱۲	رکوع میں سبحان ربی الکریم پڑھنا.....	۳۲۸
۳۱۳	رکوع سجدے کی تسبیح کا موقع نہ ملے تو کیا کرے ؟.....	۳۲۸
۳۱۴	رکوع وسجدہ کتنا طویل ہو ؟.....	۳۲۹
۳۱۵	تسمیع وتحمید.....	۳۳۰
۳۱۶	قومہ میں تحمید اور تسبیح.....	۳۳۱

۳۱۷	رکوع میں الصاق کعبین کی بحث	۳۳۱
۳۱۸	الصاق کعبین رکوع میں	۳۳۳
۳۱۹	رکوع میں الصاق کعبین	۳۳۴
۳۲۰	نماز میں الصاق کعبین	۳۳۷
۳۲۱	سجدہ میں جاتے ہوئے مقتدی کو تکبیر کہنا	۳۳۸
۳۲۲	سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا	۳۳۸
۳۲۳	سجدہ میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر رکھنا	۳۳۹
۳۲۴	سجدۂ مسنونہ	۳۴۰
۳۲۵	عورت کے لئے سجدہ اور جلسہ کی ہیئت	۳۴۱
۳۲۶	ہیئت سجدہ مرد اور عورت کے لئے	۳۴۲
۳۲۷	سجدہ میں الصاق کعبین	۳۴۵
۳۲۸	نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہٹ جائے ؟	۳۴۶
۳۲۹	عندالاحناف رفع سبّابہ مسنون ہے	۳۴۶
۳۳۰	تشہد میں السلام علیک پر کیا نیت کرے	۳۴۸
۳۳۱	تشہد میں اشارۂ سبّابہ	۳۵۰
۳۳۲	رفع سبّابہ	۳۵۱
۳۳۳	تشہد میں وسطی وابہام کا حلقہ کب تک رکھا جائے ؟	۳۵۱
۳۳۴	انگشت شہادت نہ ہو تو التحیات میں کیا کرے ؟	۳۵۲
۳۳۵	افضل درود شریف	۳۵۲
۳۳۶	السلام کا الف لام اور اللہ اکبر کی را کو صاف ادا کیا جائے	۳۵۳

فصل سوم : آداب نماز

۳۳۶	مسنون لباس میں نماز.....	۳۵۴
۳۳۷	صرف بنڈی میں نماز.....	۳۵۴
۳۳۸	کرتا گھٹنے سے اوپر ہو تو نماز کا حکم.....	۳۵۵
۳۳۹	بیٹھ کر نماز میں نظر کہاں رکھے ؟.....	۳۵۶
۳۴۰	دو قدموں کے درمیان فصل.....	۳۵۶
۳۴۱	بائیں ہاتھ سے کھجانا.....	۳۵۷
۳۴۲	ٹوپی پر سجدہ.....	۳۵۸
۳۴۳	نماز کے بعد رخ کس طرف کرے ؟.....	۳۵۸
۳۴۴	نماز کے بعد رخ کس طرف کرے ؟.....	۳۵۹
۳۴۵	نماز کے ختم پر دائیں بائیں منہ پھرانا.....	۳۶۱
۳۴۶	نماز کے بعد داہنی یا بائیں طرف رخ کرنا.....	۳۶۱
۳۴۷	جمائی روکنے کا طریقہ.....	۳۶۳
۳۴۸	بعض حروف ادا کرتے وقت گردن جھکانا.....	۳۶۳
۳۴۹	نماز میں نگاہ پھیرنا کیسا ہے ؟.....	۳۶۴
۳۵۰	جائے نماز اگر چھوٹی ہو ؟.....	۳۶۵

☆.....باب پنجم.....☆

جماعت کا بیان

فصل اوّل : جماعت کی فضیلت واہمیت

۳۵۱	نماز باجماعت کی فضیلت.....	۳۶۶

۳۵۲	جماعت کا اہتمام.....	۳۶۷
۳۵۳	مسجد میں جماعت ہو چکی کیا گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب ملے گا؟	۳۶۸
۳۵۴	ایک مسجد کی جماعت چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ٹھیک نہیں.....	۳۶۹
۳۵۵	مشق کیلئے بچوں کی جماعت کرانا.....	۳۷۰
۳۵۶	امام تنہا اذان واقامت کے بعد نماز پڑھے تو جماعت کا ثواب ملے گا.....	۳۷۰
۳۵۷	اپنی نماز کے بعد جماعت میں شرکت کس نیت سے کرے ؟.....	۳۷۱
۳۵۸	بہرے مقتدی کی جماعت میں شرکت.....	۳۷۱
۳۵۹	کوڑھی کو مسجد میں جانا.....	۳۷۲
۳۶۰	جذام والے کا جماعت کیلئے مسجد میں آنا.....	۳۷۳
۳۶۱	تہجد جماعت کے ساتھ.....	۳۷۴
۳۶۲	اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہر جگہ افضل نہیں.....	۳۷۵
۳۶۳	اوابین وتہجد جماعت سے.....	۳۷۷
۳۶۴	نوافل کی نماز جماعت سے.....	۳۷۸
۳۶۵	اپنی مسجد کو راستہ کی مسجد پر فوقیت ہے.....	۳۷۹
۳۶۶	نمازیوں کے شریک جماعت ہونے کی خاطر تسبیح میں اضافہ کرنا.....	۳۸۰
۳۶۷	دھوپ یا بارش کی وجہ سے برآمدہ میں جماعت.....	۳۸۰
۳۶۸	صحن مسجد میں جماعت کرنا.....	۳۸۱
۳۶۹	جماعت کیلئے نمازیوں کا انتظار.....	۳۸۲
۳۷۰	بلند مقام پر ضعیف آدمی کو نماز پڑھنے سے حرم شریف کا ثواب.....	۳۸۳
۳۷۱	ضعف اور بیماری کی وجہ سے پنکھے سے کچھ دور نماز پڑھنا.....	۳۸۴
۳۷۲	معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا.....	۳۸۵

۳۷۳	سنت پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی.....	۳۸۶
۳۷۴	سوتے ہوئے کونماز کیلئے جگانا.....	۳۸۷
۳۷۵	عشاء کی نماز سے پہلے سونا.....	۳۸۷
۳۷۶	جماعت سے پہلے تجارتی دھندوں میں لگنا.....	۳۸۸
۳۷۷	جس نے فعل بد کیا ہواس کومسجد میں آنے سے روکنا.....	۳۹۰
۳۷۸	مسجد بیت میں جماعت کی حیثیت.....	۳۹۰
۳۷۹	مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے مجبوراً خارج مسجد نماز پڑھنا.....	۳۹۱

فصل دوم : ترک جماعت

۳۸۰	ترک جماعت کا حکم.....	۳۹۲
۳۸۱	ترک جماعت.....	۳۹۳
۳۸۲	ترک جماعت.....	۳۹۴
۳۸۳	تارک جماعت کا حکم.....	۳۹۵
۳۸۴	مجاہد کیلئے ترک جماعت.....	۳۹۵
۳۸۵	ملازمت کیوجہ سے ترک جماعت کا حکم.....	۳۹۶
۳۸۶	مسجد میں امام سے قبل تنہا نماز پڑھنا.....	۳۹۷
۳۸۷	جھگڑے سے بچنے کیلئے گھر پر نماز.....	۳۹۸
۳۸۸	گھر میں جماعت کرنا.....	۳۹۸
۳۸۹	گھر یا حجرہ میں جماعت یا جمعہ.....	۳۹۹
۳۹۰	ذاتی رنجش کی بناء پر جماعت سے گریز.....	۴۰۱
۳۹۱	مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونا، اپنی تنہا نماز پڑھنا.....	۴۰۲
۳۹۲	مسجد میں جماعت سے پہلے اپنی نماز پڑھنا.....	۴۰۲

۳۹۳	امام کی خرابی کی وجہ سے نماز گھر پر پڑھنا.....	۴۰۳
۳۹۴	مدرسین کیلئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ.....	۴۰۴
۳۹۵	دکان کی مشغولی میں مغرب کی نماز دیر سے پڑھنا.....	۴۰۵
۳۹۶	بوجہ کمزوری فجر کی سنت پڑھکر جماعت سے پہلے لیٹنا.....	۴۰۶
۳۹۷	ساٹھ سال کے بعد گھر پر نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟.....	۴۰۷
۳۹۸	جس شخص کے منہ میں تعفن ہو اس سے جماعت ساقط ہے.....	۴۰۸
۳۹۹	تیمارداری کی وجہ سے ترک جماعت.....	۴۰۹
۴۰۰	دو شریک تجارت کا یکے بعد دیگرے مسجد میں جا کر نماز مغرب ادا کرنا.....	۴۰۹
۴۰۱	نماز کے وقت کو ٹال دینا.....	۴۱۰
۴۰۲	جماعت ہو چکی ہو تو نماز کہاں پڑھے.....	۴۱۱
۴۰۳	امام کی غلط کاریوں کی وجہ سے گھر میں جماعت.....	۴۱۱

فصل سوم : جماعت ثانیہ

۴۰۴	جماعت ثانیہ.....	۴۱۳
۴۰۵	ہیئت اولیٰ بدل کر جماعتِ ثانیہ کرنا	۴۱۴
۴۰۶	جماعت ثانیہ.....	۴۱۴
۴۰۷	امام کا جماعت ثانیہ کرنا.....	۴۱۵
۴۰۸	محراب سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کرنا.....	۴۱۶
۴۰۹	صحن مسجد میں جماعت ثانیہ.....	۴۱۸
۴۱۰	وضوخانہ میں جماعت ثانیہ.....	۴۱۹
۴۱۱	نماز کے لئے خریدی ہوئی جگہ میں جماعت ثانیہ کا حکم.....	۴۱۹

۴۱۲	بریلوی امام ہونے کی وجہ سے جماعت ثانیہ کرنا.....	۴۲۲
۴۱۳	دو مسجدیں ملی ہوئیں نئی مسجد میں جماعت ثانیہ.....	۴۲۳
۴۱۴	آپسی جھگڑے کی وجہ سے تکرار جماعت.....	۴۲۳
۴۱۵	ظہر وعشاء پڑھ کر پھر اسی جماعت میں شرکت.....	۴۲۵
۴۱۶	ترک واجب کی بناء پر اعادہ والی نماز میں نو وارد شخص کی شرکت کا مفصل حکم.....	۴۲۷
۴۱۷	اعادہ والی نماز میں شرکت.....	۴۳۲
۴۱۸	ایضاً.....	۴۳۳

فصل چہارم : عورتوں کی جماعت

۴۱۹	جماعت النساء.....	۴۳۵
۴۲۰	عورتوں کی جماعت.....	۴۳۶
۴۲۱	عورتوں کی نماز جماعت سے.....	۴۳۸
۴۲۲	عورتوں کیلئے مسجد کی نماز میں شرکت.....	۴۳۰
۴۲۳	عورتوں کی جماعت تراویح اور وتر میں.....	۴۴۱
۴۲۴	نامحرم عورتوں کے ساتھ جماعت.....	۴۴۲
۴۲۵	عورتوں کی انفراداً نماز صف کی طرح.....	۴۴۳
۴۲۶	عورتیں کیا مردوں کی جماعت میں شریک ہوں؟.....	۴۴۴
۴۲۷	شوہر بیوی کی جماعت کا طریقہ.....	۴۴۴
۴۲۸	عورتوں کیلئے حرم شریف میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر؟.....	۴۴۵

فصل پنجم : جماعت کا وقت متعین کرنا

۴۲۹	جماعت کا وقت کون متعین کرے؟.....	۴۴۷
۴۳۰	نماز کے اوقات امام مقرر کرے یا مقتدی ؟.....	۴۴۸

۴۳۱	تبدیلیٔ اوقات کا اختیار کس کو ہے ؟.....	۴۴۸
۴۳۲	وقت مقررہ کے بعد نمازیوں کا انتظار.....	۴۴۹
۴۳۳	نماز مغرب میں امام کا انتظار.....	۴۵۰

فصل ششم : صفیں درست کرنے کے احکام

۴۳۴	تسویۃ الصفوف کا مطلب.....	۴۵۲
۴۳۵	تسویۃ الصفوف.....	۴۵۷
۴۳۶	صف سیدھی کرنے کا طریقہ.....	۴۵۷
۴۳۷	صف کس طرح سیدھی کی جائے.....	۴۵۸
۴۳۸	اتصال صفوف برائے اقتداء.....	۴۵۹
۴۳۹	مسجد اور متصل حجرہ میں جماعت کی صف بنانا.....	۴۶۰
۴۴۰	صف میں نابالغ بچوں کے سامنے سے گذرنا.....	۴۶۱
۴۴۱	مردوں کی صف کے درمیان بچوں کی صف.....	۴۶۲
۴۴۲	لڑکوں کی صف پیچھے کی جائے.....	۴۶۲
۴۴۳	نابالغ کی جگہ صف میں.....	۴۶۳
۴۴۴	ایک نابالغ بچہ کس صف میں کھڑا ہو ؟.....	۴۶۵
۴۴۵	نابالغ کے کھڑے ہونے کی جگہ.....	۴۶۶
۴۴۶	لڑکا ایک ہو تو مردوں کی صف میں کھڑا ہو.....	۴۶۷
۴۴۷	بچوں کی صف سے بڑھ کر بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا.....	۴۶۸
۴۴۸	نابالغ کا صف اول میں کھڑا ہونا.....	۴۶۹
۴۴۹	اٹھارہ سالہ بے ڈاڑھی مونچھ لڑکے کا صف میں کھڑا ہونا.....	۴۷۰
۴۵۰	مسجد میں جگہ تنگ ہو تو امام کے دائیں بائیں کھڑا ہونا.....	۴۷۱

۴۵۱	جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ آگے بڑھنا کچھ پیچھے ہٹنا.....	۴۷۲
۴۵۲	جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے جماعت کی کیفیت.....	۴۷۳
۴۵۳	جماعت میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا.....	۴۷۴
۴۵۴	بعد میں آنے والا شخص کسی مقتدی کو پیچھے کھینچ لے.....	۴۷۵
۴۵۵	ایک نمازی کو صف اول سے پیچھے کھینچنا اور اس جگہ کا پر کرنا.....	۴۷۶
۴۵۶	ایک مقتدی کے بعد دوسرا آ گیا تو کہاں کھڑا ہو ؟.....	۴۷۷
۴۵۷	ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آ گیا تو کس طرف شرکت کرے ؟.....	۴۷۸
۴۵۸	ایک مقتدی ہو تو کہاں کھڑا ہو ؟.....	۴۷۸
۴۵۹	صف کے پیچھے تنہا ایک آدمی کا کھڑا ہونا.....	۴۷۹
۴۶۰	تنہا آدمی صف کے پیچھے کھڑا ہو.....	۴۸۰
۴۶۱	اگر مقتدی ایک نابالغ لڑکا اور ایک بالغ ہو تو ؟.....	۴۸۱
۴۶۲	مسجد میں ایک جانب اضافہ ہو گیا تو امام کہاں کھڑا ہو ؟.....	۴۸۲
۴۶۳	مقام امام وسط مسجد ہے.....	۴۸۲
۴۶۴	امام مسجد کا وسط میں کھڑا ہونا.....	۴۸۳
۴۶۵	امام کے پیچھے کیسا آدمی کھڑا ہو ؟.....	۴۸۴
۴۶۶	صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا.....	۴۸۶
۴۶۷	امام کے پیچھے والی صف چھوٹی بعد والی بڑی.....	۴۸۷
۴۶۸	صفوف میں جہت قبلہ کی رعایت میں ان کا چھوٹا بڑا ہونا.....	۴۸۷
۴۶۹	جگہ تنگ ہو تو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا.....	۴۸۹
۴۷۰	تنگی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں سے دو چار انچ آگے ہونا.....	۴۸۹
۴۷۱	نیت باندھنے کے بعد صف میں کھڑے ہونیوالوں کو جگہ کرنے کیلئے حرکت دینا..	۴۹۰
۴۷۲	امام کا محراب میں کھڑا ہونا.....	۴۹۱

۴۷۳	امام مسجد کے اندر ہو اور کچھ مقتدی باہر صحن میں ہوں دروازے پر پردہ ہو تو کیا حکم ہے؟	۴۹۲
۴۷۴	دوستون کے درمیان صف بنانا.....	۴۹۳
۴۷۵	امام اور منبر کے درمیان آدمی کھڑا کرنا.....	۴۹۴
۴۷۶	امام اور مقتدیوں کے درمیان منبر کا فصل.....	۴۹۵
۴۷۷	امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کتنا؟.....	۴۹۶
۴۷۸	امام اور مقتدیوں کے درمیان فصل.....	۴۹۶
۴۷۹	مسجد کے دروں میں صف بنانا.....	۴۹۷
۴۸۰	صف ٹیڑھی ہو تو کیا کیا جائے ؟.....	۴۹۸
۴۸۱	امام کا صف پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا.....	۴۹۹
۴۸۲	امام کے کسی جانب نمازیوں کا زیادہ ہونا.....	۵۰۰
۴۸۳	امام کے پیچھے ملائکہ کے لئے صف چھوڑنا.....	۵۰۱
۴۸۴	صحن کا شمالی وجنوبی حصہ مسقّف بنا کر اس میں نمازیوں کا کھڑا ہونا.....	۵۰۱

فصل ہفتم : امام اور مقتدی کے درمیانی فاصلہ کا بیان

۴۸۵	بند کواڑ یا پردے کے پیچھے سے اقتداء.....	۵۰۳
۴۸۶	امام نیچے کی منزل پر اور مقتدی اوپر.....	۵۰۴
۴۸۷	امام کی اقتداء نیچے کی منزل پر.....	۵۰۵
۴۸۸	امام مقتدیوں کے درمیان کتنا فاصلہ صحت سے مانع ہے ؟.....	۵۰۶
۴۸۹	امام مسجد کی اقتدا خارج مسجد اور مدرسے سے.....	۵۰۶
۴۹۰	جوتے اتارنے کی جگہ سے اقتدا.....	۵۰۷
۴۹۱	امام مقتدیوں سے کتنی اونچائی پر ہو ؟.....	۵۰۸

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....**باب ششم**.....☆	
	امامت کا بیان	
	فصل اول : امام کے اوصاف	
۱	اوصاف امامت.....	۲۹
۲	امامت کے اوصاف.....	۳۰
۳	منصب امامت.....	۳۱
۴	امام کس کو بنائیں.....	۳۲
۵	امام کس کو بنایا جائے کم ڈاڑھی والے کو یا دوسرے متبع سنت کو.....	۳۳
۶	دیوبندی عالم کی نماز کی امامت.....	۳۴
۷	امام کو مقتدیوں کی رعایت چاہئے.....	۳۵
۸	امام کی شرائط اور چمڑہ کی بیع بغیر دباغت.....	۳۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹	جس کے چند بال ٹھوڑی پر ہوں اسکی امامت.....	۳۷
۱۰	امامت کی تمنا.....	۳۸
۱۱	غیر حافظ کی امامت.....	۳۸
۱۲	حقہ نوش کی امامت.....	۳۹
۱۳	تمباکو پینے والے کی امامت.....	۴۰
۱۴	تمباکو کا منجن استعمال کرنے والے کی امامت.....	۴۰
۱۵	کیا امام صاحب کو پابندی ضروری ہے.....	۴۱
۱۶	مشرک کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے کی امامت.....	۴۲
۱۷	جو امام مقتدی سے صلح نہ کرے اس کی امامت.....	۴۳
۱۸	جو شخص پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اس کو امامت جمعہ کے لئے تجویز کیا جائے.....	۴۴
۱۹	امامت نہ کرنے کا عہد کر کے پھر امامت کرنا.....	۴۵
۲۰	وقت جماعت سے پہلے امام کی آمد.....	۴۵
۲۱	برہمن کے بچے کو پال کر امام بنانا.....	۴۷
۲۲	جس کی اہلیہ استانی ہو اسکی امامت.....	۴۸
۲۳	جس امام کی بیوی کا تعلق کسی غیر سے ہو اسکی امامت.....	۴۸
۲۴	فاجرہ کے شوہر کی امامت.....	۴۹
۲۵	جس کی بیوی قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ کرے اس کی امامت.....	۵۰
۲۶	ایسے شخص کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو.....	۵۲
۲۷	جس کی بیوی گھاس کاٹتی ہو اسکی امامت.....	۵۳
۲۸	عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا.....	۵۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹	امام کیلئے عمامہ.....	۵۴
۳۰	امام کیلئے عمامہ.....	۵۵
۳۱	بلاعمامہ امامت.....	۵۶
۲۳	بلاٹوپی وعمامہ امامت.....	۵۶
۳۳	صرف ٹوپی سے امامت.....	۵۷
۳۴	کرتا کا بٹن کھول کر نماز پڑھانا.....	۵۸
۳۵	شلوار اور قمیص پہنکر امامت.....	۶۰
۳۶	غسال میت کی امامت.....	۶۱
۳۷	غاسل میت کی امامت.....	۶۳
۳۸	جو امام صاحب وقار نہ ہو.....	۶۴
۳۹	ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرنا.....	۶۴
۴۰	سنت ظہر پڑھے بغیر فرض ظہر کی امامت.....	۶۵
۴۱	جو امام نماز میں تاخیر کرے اسکی امامت.....	۶۶
۴۲	غیر شادی شدہ کی امامت.....	۶۶
۴۳	بے شادی شدہ کی امامت.....	۶۷
۴۴	جس کی بیوی نہ ہو اسکی امامت.....	۶۸
۴۵	راہن کی امامت.....	۶۹
۴۶	خادم مسجد اور مؤذن کی امامت.....	۷۰
۴۷	وقت ملازمت میں امامت کرنا.....	۷۰
۴۸	خطا کی توبہ کے بعد دوبارہ امامت.....	۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹	مقتدیوں میں اختلاف ہوتو امام کیا کرے.....	۷۲
۵۰	صحیح گواہی دینے والے کی امامت.....	۷۳
۵۱	مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی.....	۷۴
۵۲	کرتا گھٹنے سے اوپر ہوتو امامت کا حکم.....	۷۴
۵۳	زبردستی طلاق کی وجہ سے امامت درست ہوگی یا نہیں.....	۷۵
۵۴	غصہ اور جھنجھلاہٹ کی وجہ سے قراءت طویل کرنا.....	۷۵
۵۵	عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کی امامت وتراویح.....	۷۶
۵۶	مقررہ امام وخطیب کی موجودگی میں بلا اجازت کسی عالم کا امامت وخطابت کرنا.....	۷۷
۵۷	کسی مصلحت سے نماز میں پانچ منٹ تاخیر کرنا.....	۷۹
۵۸	جو شخص درس قرآن کو لازم نہ سمجھے اس کی امامت.....	۷۹
۵۹	عورت کی امامت تراویح میں.....	۸۰
۶۰	امام نماز کب شروع کرے.....	۸۱
۶۱	مبتلائے خارش کی امامت.....	۸۲
۶۲	قرآن سے فال نکالنے والے آدمی کی امامت.....	۸۳
۶۳	گانے بجانے فحش مجلس اور اسکے روکنے والے امام کا حکم.....	۸۴
۶۴	امامت چھوڑ کر کوئی اور کام کرنا.....	۸۷
۶۵	جس نے نس بندی کرائی ہو اسکی امامت.....	۸۷
۶۶	غیر سید کے پیچھے سید کی نماز.....	۸۸
	فصل دوم : فاسق کی امامت	
۶۷	فاسق کی امامت.....	۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۸	فاسق کی امامت	۸۹
۶۹	امامت فاسق.....	۹۰
۷۰	امامت فاسق.....	۹۱
۷۱	حافظ فاسق کی امامت.....	۹۲
۷۲	جھوٹے کو امام ومؤذن بنانا	۹۳
۷۳	زانی کی امامت	۹۴
۷۴	سالی سے مذاق کرنے والی کی امامت	۹۵
۷۵	سالی کے ساتھ زنا سے نہ روکنے والے کی امامت	۹۶
۷۶	امام صاحب اگر غلط مذاق کریں تو کیا حکم ہے	۹۷
۷۷	زانی کی توبہ کے بعد امامت	۹۷
۷۸	چغل خور کی امامت	۹۸
۷۹	مرتکب کبائر کی امامت	۹۸
۸۰	معاصی متعددہ کے مرتکب کی امامت	۱۰۰
۸۱	مرتکب مکروہ کی امامت	۱۰۳
۸۲	تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت	۱۰۳
۸۳	جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اسکو امام مقرر کرنا.....	۱۰۴
۸۴	فجر کے وقت سوئے رہنے اور کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے کی امامت.....	۱۰۵
۸۵	تارک نماز کی امامت.....	۱۰۷
۸۶	تارک فرض کو امام بنانا	۱۰۸
۸۷	جو امام نماز کی پابندی نہ کرے اس کا حکم	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۸	تارک جماعت کی امامت	۱۰۹
۸۹	کاروبار کی وجہ سے تارک جماعت کی امامت	۱۱۰
۹۰	مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت	۱۱۱
۹۱	جو امام سنت نہ پڑھے اسکی امامت	۱۱۲
۹۲	رکوع سجدہ میں جلدی کرنے والے کی امامت	۱۱۳
۹۳	رشوت خور کی امامت	۱۱۴
۹۴	سودخور کی امامت	۱۱۴
۹۵	غاصب کی امامت	۱۱۷
۹۶	جعلساز وفریبی کی امامت	۱۱۸
۹۷	جعلسازی کرنے والے کی امامت	۱۱۹
۹۸	وقف بورڈ سے متعلق ایک مسجد کے امام کے حالات	۱۲۰
۹۹	امام کے متعلق چند خرابیاں.....	۱۲۳
۱۰۰	ایک امام صاحب کی کوتاہیاں.....	۱۲۴
۱۰۱	ایک امام صاحب کی خرابیاں.....	۱۲۶
۱۰۲	امام کی خرابیاں.....	۱۲۸
۱۰۳	ایک امام کے حالات.....	۱۲۹
۱۰۴	جاہل چور کی امامت	۱۳۰
۱۰۵	چور کی امامت چوری سے توبہ کے بعد.....	۱۳۱
۱۰۶	ایک امام کے خراب حالات ڈاڑھی کی حد.....	۱۳۲
۱۰۷	سودخور اور محلوق اللحیہ کی امامت	۱۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۸	تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت.....	۱۳۴
۱۰۹	محلوق اللحیہ کی امامت.....	۱۳۵
۱۱۰	محلوق اللحیہ کی امامت.....	۱۳۶
۱۱۱	یکمشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت.....	۱۳۷
۱۱۲	داڑھی کٹانے سے توبہ کرلی مگر یکمشت تک نہیں پہنچا.....	۱۳۷
۱۱۳	داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ.....	۱۳۸
۱۱۴	داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں.....	۱۳۹
۱۱۵	ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت اور داڑھی کی حد.....	۱۴۱
۱۱۶	داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کی امامت.....	۱۴۱
۱۱۷	انگریزی بال والے کی امامت.....	۱۴۲
۱۱۸	بڑی مونچھ والے کی امامت.....	۱۴۳
۱۱۹	جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے اسکی امامت.....	۱۴۳
۱۲۰	کبوتر باز امام کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو.....	۱۴۴
۱۲۱	بیوی کے ساتھ بازار میں بے پردہ گھومنے والے کی امامت.....	۱۴۵
۱۲۲	جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اسکی امامت.....	۱۴۶
۱۲۳	جو امام اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کرے اس کے پیچھے نماز.....	۱۴۷
۱۲۴	جس امام کے بیٹے گنہگار ہوں اسکی امامت.....	۱۴۷
۱۲۵	مرشد کے نام کا جھنڈا لگانے والے کی امامت.....	۱۴۹
۱۲۶	جس امام کا بیٹا چوری کرتا ہو اسکی امامت.....	۱۵۰
۱۲۷	جس کا والد ناجائز کاروبار کرے اسکی امامت.....	۱۵۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸	جو شخص ستر کا اہتمام نہ کرے اسکی امامت.....	۱۵۱
۱۲۹	گانے بجانے کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۵۲
۱۳۰	غلط محفل میں شریک ہونے والے کی امامت.....	۱۵۳
۱۳۱	قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۵۴
۱۳۲	قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۵۴
۱۳۳	سنیما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۵۶
۱۳۴	گانا بجانے والی عورت کے شوہر کی امامت.....	۱۵۷
۱۳۵	ناچ گانے میں شرکت کرنے والے کی امامت.....	۱۵۸
۱۳۶	ساز پر گانے والے کی امامت.....	۱۶۰
۱۳۷	جو امام لڑکے کا بوسہ لے اسکی امامت.....	۱۶۰
۱۳۸	لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت.....	۱۶۱
۱۳۹	گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز.....	۱۶۲
۱۴۰	جھگڑالو اور فسادی کی امامت.....	۱۶۳
۱۴۱	گالی کی عادت والے کی امامت.....	۱۶۴
۱۴۲	امام صاحب کیلئے کسی عامل کی منی پینا.....	۱۶۴
۱۴۳	غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۶۵
۱۴۴	خالہ بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۶۷
۱۴۵	سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والی کی امامت.....	۱۶۹
۶۴۱	مطلقہ مغلظہ کو بلا حلالہ رکھنے والے کی امامت.....	۱۷۱
۱۴۷	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام (امامت جنازہ معاشرت وغیرہ).....	۱۷۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۸	محض ضد میں طلاق دینے والے کی امامت.....	۱۷۶
۱۴۹	مکان کا کرایہ نہ دینے والے کی امامت.....	۱۷۷
۱۵۰	جس کو امام کے گناہ کا علم ہے اس کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا.....	۱۷۷
۱۵۱	استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت.....	۱۷۸
۱۵۲	استاد کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی امامت.....	۱۷۹
۱۵۳	باپ کو گالی دینے والے کی امامت.....	۱۸۰
۱۵۴	باپ کو گالی دینے اور ستانے والے کی امامت.....	۱۸۰
۱۵۵	گالی دینے والے کی امامت.....	۱۸۱
۱۵۶	جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اسکی امامت.....	۱۸۲
۱۵۷	حمل ساقط کرانے والے کی امامت.....	۱۸۳
۱۵۸	کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت.....	۱۸۴
۱۵۹	وقت کی پابندی نہ کرنے والے کی امامت.....	۱۸۵
۱۶۰	جو امام مسجد کی دوکان بیچ دے اس کی امامت.....	۱۸۶
۱۶۱	جو امام مسجد کے دروازے پر دوکان لگائے اسکی امامت.....	۱۸۶
۱۶۲	جو امام تبلیغی نصاب پڑھنے سے روک دے اسکی امامت.....	۱۸۷
۱۶۳	غیر مسلم سے سارق کا نام معلوم کرنے والے کی امامت.....	۱۸۸
۱۶۴	امام کا مقتدی کو کتا کہنا.....	۱۸۸
۱۶۵	جو امام دینی وعظ کی اجازت نہ دے سیاسی تقریروں کی اجازت دے.....	۱۸۹
۱۶۶	جو امام تنخواہ لینے کے باوجود نماز نہ پڑھائے اس کا حکم.....	۱۹۰
۱۶۷	ہندوؤں کا بکرا ذبح کرنے والے کی امامت.....	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶۸	خائن کی امامت.....	۱۹۲
۱۶۹	خائن کی امامت.....	۱۹۳
۱۷۰	کمیٹی کا حساب امام کے سپرد کردیا اسمیں امام کی گونا گوں خیانتیں.....	۱۹۴
۱۷۱	جھوٹ بولنے والے اور غیبت کرنے والے کی امامت.....	۱۹۶
۱۷۲	جھوٹے شخص کو امام مقرر کرنا.....	۱۹۷
۱۷۳	حاسد کی امامت.....	۱۹۸
۱۷۴	وعدہ خلاف کی امامت.....	۱۹۸
۱۷۵	منافق کے پیچھے نماز اور وعدہ خلافی کا حکم.....	۲۰۰
۱۷۶	صدقۃ الفطر اور چرم قربانی لینے والے کی امامت.....	۲۰۱
۱۷۷	ایک شخص کا دو مسجدوں میں امامت کرنا.....	۲۰۲
۱۷۸	بہتان لگانا.....	۲۰۴
۱۷۹	تمباکو نوش اور سینما بیں شخص کی امامت.....	۲۰۵
۱۸۰	امام کا نوجوان بیواؤں سے پاؤں دبوانا.....	۲۰۶
۱۸۱	فیملی پلاننگ سے توبہ.....	۲۰۶
۱۸۲	بیوی کا نفقہ نہ دینے والے کی امامت.....	۲۰۸
۱۸۳	ساحر اور عامل کی امامت.....	۲۰۹
۱۸۴	امامت جب.....	۲۰۹
۱۸۵	اجرت پر قرآن شریف پڑھنے والے کی امامت.....	۲۱۰
۱۸۶	حج میں افیون کی اسمگلنگ کرنے والے کی امامت.....	۲۱۱
۱۸۷	حدیث شریف کی توھین کرنے والے کی امامت.....	۲۱۱
	جو شخص علماء حق کی تکفیر کر چکا ہو اسکی امامت.....	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۸	منکرین قرآن وحدیث اور فاسق کے مرید کی امامت.....	۲۱۳
۱۸۹	فتوی صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت.....	۲۱۴
۱۹۰	دوسروں کا روپیہ نہ دینا یہ کہہ کر کہ میرا روپیہ دوسروں کے پاس ہے.....	۲۱۵
۱۹۱	غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت.....	۲۱۶
۱۹۲	بغیر علم کے مسئلہ بتانے والے اور حدیث کی طرف منسوب کرنے والے کی امامت..	۲۱۶
۱۹۳	جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر کہنے والے کی امامت.....	۲۱۷
۱۹۴	نامحرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت.....	۲۱۹
۱۹۵	ناجائز رقم سے خریدے ہوئے پنکھے کی ہوا کھانے والے کی امامت.....	۲۲۰
۱۹۶	جھوٹ ے، ناپاک، بھکاری اور بہرے امام کی امامت.....	۲۲۱
۱۹۷	تاڑی فروخت کرنے والے کی امامت.....	۲۲۶
۱۹۸	مستورات کو بے پردہ بیعت کرنے والے کی امامت.....	۲۲۷
۱۹۹	لڑکی کو نامحرم سے تعلیم دلوانے والے کی امامت.....	۲۲۸
	فصل سوم : بدعتی کی امامت	
۲۰۰	بدعتی کی امامت	۲۳۰
۲۰۱	بدعتی کی امامت	۲۳۱
۲۰۲	بدعتی کی امامت.....	۲۳۲
۲۰۳	نماز عید بدعتی کے پیچھے.....	۲۳۲
۲۰۴	مبتدع کی امامت.....	۲۳۳
۲۰۵	تیجہ چالیسواں کرنے والے کی امامت	۲۳۶
۲۰۶	مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت	۲۳۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۷	چڑھاوا اور دیگ چڑھانے والی کی امامت	۲۳۷
۲۰۸	میلاد اور دسویں میں شریک نہ ہونے والے کی امامت	۲۳۸
۲۰۹	بریلوی کی امامت.....	۲۳۹
۲۱۰	بریلوی کی امامت.....	۲۳۹
۲۱۱	دیوبندی کی بریلوی مسجد میں امامت.....	۲۴۰
۲۱۲	رضاخانی کے پیچھے نماز.....	۲۴۱
۲۱۳	ایضاً.....	۲۴۱
۲۱۴	بریلوی کی نماز دیوبندی کے پیچھے.....	۲۴۲
	فصل چہارم : حقیر پیشہ اور متہم کی امامت	
۲۱۵	متہم کی امامت	۲۴۴
۲۱۶	جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہو اس کی امامت	۲۴۵
۲۱۷	زانیہ کے شوہر کی امامت.....	۲۴۷
۲۱۸	امام پر غلط الزام.....	۲۴۹
۲۱۹	غیر مختون کی امامت.....	۲۵۱
۲۲۰	نکاح محرم سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت	۲۵۲
۲۲۱	امامت عینین	۲۵۲
۲۲۲	لاولد کی امامت.....	۲۵۳
۲۲۳	میراثی کی امامت.....	۲۵۳
۲۲۴	مسجد میں جھاڑو دینا یا حمام میں پانی بھرنا کیا امام کے ذمہ ضروری ہے	۲۵۴
۲۲۵	کیا چار قوموں کے علاوہ کے پیچھے نماز درست نہیں	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۶	نداف کی امامت.....	۲۵۶
۲۲۷	نائی کی امامت.....	۲۵۷
	فصل پنجم : معذور کی امامت	
۲۲۸	معذور کی تعریف اوراس کی امامت	۲۵۹
۲۲۹	امامت معذور	۲۶۰
۲۳۰	معذور کی امامت	۲۶۲
۲۳۱	معذور نابینا کی امامت.....	۲۶۴
۲۳۲	نابینا امام کے کچھ اوصاف.....	۲۶۵
۲۳۳	نابینا کی امامت	۲۶۸
۲۳۴	نابینا کی امامت	۲۶۹
۲۳۵	یک چشم کی امامت	۲۷۰
۲۳۶	جس کوایک آنکھ سے نظر آتا ہواسکی امامت	۲۷۰
۲۳۷	بینااور نابینا میں امام کون ہو.....	۲۷۱
۲۳۸	اندھے جھوٹے کی امامت	۲۷۳
۲۳۹	ایک آنکھ اورایک ہاتھ والے کی امامت	۲۷۴
۲۴۰	بہرہ کی امامت	۲۷۵
۲۴۱	امامت مرتعش	۲۷۵
۲۴۲	ابرص اور جذامی کے پیچھے نماز	۲۷۶
۲۴۳	مقطوع الید کی امامت	۲۷۷
۲۴۴	امام صاحب ایک ہاتھ سے معذور ہیں	۲۷۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۵	اعرج وابرص کی امامت	۲۷۸
۲۴۶	لنگڑے کی امامت	۲۷۹
۲۴۷	لنگڑے کی امامت	۲۸۰
۲۴۸	مفلوج کی امامت.....	۲۸۱
۲۴۹	مصنوعی دانت والے کی امامت.....	۲۸۲
۲۵۰	مصنوعی دانت والے امام کے پیچھے نماز.....	۲۸۳
۲۵۱	جریان والے کی امامت.....	۲۸۳
۲۵۲	صاحب جریان کی نماز وامامت.....	۲۸۳
۲۵۳	جریان کے مریض کی امامت.....	۲۸۶
۲۵۴	امامت کے وقت اپنی عاجزی کا اعتراف.....	۲۸۶
	فصل ششم : نابالغ کی امامت	
۲۵۵	نابالغ کی امامت.....	۲۸۸
۲۵۶	امامت صبی.....	۲۹۰
۲۵۷	بالغ کا اقتداء نابالغ کے پیچھے.....	۲۹۱
۲۵۸	امامت امرد.....	۲۹۱
	فصل ہفتم : امام کو برطرف کرنا اور حقیر سمجھنا	
۲۵۹	امام باصلاحیت ہوتو اسے امامت سے ہٹانا.....	۲۹۳
۲۶۰	بلاوجہ امام کی مخالفت.....	۲۹۴
۲۶۱	ایک شخص کے ناخوش ہونے کی وجہ سے امام کی علیحدگی.....	۲۹۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۲	ضد کی وجہ سے امام کو تبدیل کرنا.....	۲۹۷
۲۶۳	امام کو ملازم کہنا.....	۲۹۷
۲۶۴	امام کو برا کہہ کر نکال دینا.....	۲۹۸
۲۶۵	مقتدی کا امام پر حکم کرنا.....	۳۰۰
۲۶۶	امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا.....	۳۰۰
۲۶۷	امام کو حقیر و ذلیل سمجھنا.....	۳۰۱
۲۶۸	ذاتی عداوت کی وجہ سے امام کو گالیاں دینا.....	۳۰۲
۲۶۹	امام سے مسائل میں بحث.....	۳۰۴
۲۷۰	امام کو سود کھلانا.....	۳۰۴
۲۷۱	امام کی غیبت وغیر.....	۳۰۵
۲۷۲	امام کو ذلیل سمجھنا.....	۳۰۶
۲۷۳	امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت.....	۳۰۷
۲۷۴	جو شخص امام کی بات نہ مانے اس کی نماز کا حکم.....	۳۰۸
۲۷۵	جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اسکی نماز کا حکم.....	۳۰۸
۲۷۶	جو شخص اپنی امامت پر مصر ہو اور مقتدی نہ چاہتے ہوں اسکی امامت.....	۳۰۹
۲۷۷	متولی کا امام کے علاوہ جمعہ کیلئے کسی اور کو آگے بڑھانا.....	۳۱۰
۲۷۸	محرم میں چندہ نہ دینے کی وجہ سے امام صاحب کی مخالفت.....	۳۱۰
	فصل ہشتم : نیابتِ امام	
۲۷۹	امام بنانے کا حق کس کو ہے.....	۳۱۳
۲۸۰	نائب امام کی موجودگی میں کسی اور کی امامت	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۱	امام کے علاوہ دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حق.....	۳۱۵
۲۸۲	وقت ضرورت بلا اجازت کسی کو امام بنانا.....	۳۱۵
۲۸۳	امام کی امامت استاد کی موجودگی میں.....	۳۱۶
۲۸۴	امام کا بضرورت کسی کو اپنا قائم مقام بنا دینا.....	۳۱۸
۲۸۵	رمضان میں وتر کی امامت کون کرائے.....	۳۲۰
۲۸۶	امام صاحب نہ آئیں تو کیا نماز الگ الگ پڑھیں.....	۳۲۱
۲۸۷	بلا وجہ شرعی دوسرا امام بنانا.....	۳۲۱
۲۸۸	کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے.....	۳۲۲
۲۸۹	امام اپنی عدم موجودگی میں متولی کو امامت سپرد کر گیا.....	۳۲۴
۲۹۰	امام کے قریب اہل علم وفہم کو کھڑا ہونا چاہئے.....	۳۲۵
۲۹۱	امامت میں کسی کو اپنا نائب بنا کر رخصت پر جانا.....	۳۲۶
	فصل نہم : غلط خواں کی امامت	
۲۹۲	غلط خواں کی امامت	۳۲۷
۲۹۳	غلط خواں کی امامت.....	۳۲۸
۲۹۴	غلط خواں کی امامت.....	۳۲۸
۲۹۵	غلط خواں کی امامت.....	۳۲۹
۲۹۶	غلط خواں کی امامت.....	۳۳۰
۲۹۷	غلط خواں امام کے پیچھے نماز.....	۳۳۱
۲۹۸	قواعد تجوید کی رعایت نہ کرنے والے کی امامت.....	۳۳۲
۲۹۹	جو شخص ''ق'' اور ''ک'' کو صحیح ادا نہ کرے اسکی امامت	۳۳۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۰	لحن خفی کرنے والے کی امامت.....	۳۳۴
۳۰۱	بے علم غلط پڑھنے والے کی امامت	۳۳۶
۳۰۲	غیر پابند شرع غلط خواں سزا یافتہ کی امامت	۳۳۹
۳۰۳	صحت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کی امامت.....	۳۴۱
۳۰۴	سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنے والے کی امامت.....	۳۴۲
۳۰۵	سری قراءت میں تیز اور جہری میں ٹھہر کر پڑھنے والے کی امامت	۳۴۳
۳۰۶	امام کی قراءت اگر سمجھ میں نہ آئے.....	۳۴۴
۳۰۷	اگر امام صاحب کی آواز آخری صف تک نہ پہونچے.....	۳۴۵
	فصل دھم : غیر حنفی کی اقتداء	
۳۰۸	حنفی کے پیچھے شافعی کی نماز.....	۳۴۶
۳۰۹	احناف کی نماز عیدین شوافع کے پیچھے	۳۴۷
۳۱۰	حنفی کے لئے شیعہ مرزائی کی امامت.....	۳۴۸
۳۱۱	شافعی امام کا اتباع مسائل اختلافیہ میں	۳۴۹
۳۱۲	اہل حدیث کے پیچھے نماز	۳۵۲
۳۱۳	حنفی کی نماز غیر مقلد کے پیچھے.....	۳۵۳
۳۱۴	غیر مقلد کی امامت.....	۳۵۴
۳۱۵	غیر مقلد کی اقتداء.....	۳۵۷
۳۱۶	غیر مقلد کی اقتداء.....	۳۵۸
	فصل یازدھم : متفرقات امامت	
۳۱۷	نماز میں امام کو حدث لاحق ہونا	۳۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۸	برھمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی اور اسکی امامت.....	۳۶۱
۳۱۹	امام کی خدمات.....	۳۶۲
۳۲۰	تنخواہ دار امام کی امامت.....	۳۶۳
۳۲۱	امام اور قاضی کی تنخواہ کا معیار.....	۳۶۴
۳۲۲	تدریس وامامت کی قلیل تنخواہ میں اضافہ پر طنز آمیز مطالبہ.....	۳۶۵
۳۲۳	تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز.....	۳۶۶
۳۲۴	امام کی تنخواہ وقف زمین کی آمدنی سے	۳۶۷
۳۲۵	امام کیلئے مشاہرہ لینا.....	۳۶۸
۳۲۶	امام کا دیر سے آنا اور تنخواہ لینا	۳۶۹
۳۲۷	امام کی تنخواہ اور کھانا حرام آمدنی سے	۳۷۰
۳۲۸	اجرت پر نماز عید کی امامت.....	۳۷۱
۳۲۹	مدرس اور امام کی تنخواہ کی حیثیت.....	۳۷۲
۳۳۰	بیوی یا بیٹی کی تنخواہ سے انتفاع کرنے والے کی امامت.....	۳۷۳
۳۳۱	امام سے معاہدہ غیر حاضری کی تنخواہ وضع نہ کی جائے.....	۳۷۴
۳۳۲	عوض دیکر چلہ میں جانے والے امام کی تنخواہ.....	۳۷۵
۳۳۳	امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے تو.....	۳۷۶
۳۳۴	مسجد کا روپیہ اپنی تنخواہ میں وصول کرنے والے کی امامت.....	۳۷۷
۳۳۵	امام استعفیٰ دینے کے بعد جب تک دوبارہ ملازمت کا معاملہ طے نہ ہو تنخواہ کا مستحق	
۳۳۶	نہیں.....	۳۷۷
۳۳۶	امام کے پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مقتدیوں کا دوسری مسجد میں جانا.....	۳۷۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۷	منفرد کے پیچھے اقتداء.....	۳۷۹
۳۳۸	زبردستی امام مقرر کرنا.....	۳۸۰
۳۳۹	امام صاحب کا اعلان کہ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض.....	۳۸۱
۳۴۰	امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھیں.....	۳۸۲
۳۴۱	امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا.....	۳۸۲
۳۴۲	امام صاحب کے کھانے کیلئے شرائط.....	۳۸۳
۳۴۳	دوسرے کے گھر پان لگا کر کھانے والے کی امامت.....	۳۸۴
۳۴۴	امام کے دروازے پر جا کر سوتے کو جگانا.....	۳۸۵
۳۴۵	امام صاحب سو رہے ہوں تو ان کو جگانا.....	۳۸۶
۳۴۶	کیا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کا اقتداء کیا.....	۳۸۶
۳۴۷	امام صاحب کا گھر گھر کھانا.....	۳۸۷
۳۴۸	جس جس کی امامت مکروہ ہے اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے.....	۳۸۸
۳۴۹	مسجد میں چماروں کو تعویذ دینا.....	۳۹۰
۳۵۰	امام صاحب کا کھانے کیلئے در در جانا.....	۳۹۲
۳۵۱	نماز قضا ہونے پر امام کا یہ جواب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضاء ہوئی تھی...	۳۹۳
۳۵۲	طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا.....	۳۹۴
۳۵۳	اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے کہنے والے کی امامت.....	۳۹۵
۳۵۴	امام پر غشی بناء سے مانع ہے.....	۳۹۵
۳۵۵	اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جس سے مقتدی ناخوش ہوں.....	۳۹۶
۳۵۶	امام کا مصلے پر ہی سنن ونوافل پڑھنا.....	۳۹۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۷	ایک ہی امام کا دوجگہ نماز عید پڑھانا.....	۳۹۸
۳۵۸	احتیاط الظہر پڑھنے والے کی امامت.....	۳۹۹
۳۵۹	مسبوق لاحق (امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء).....	۴۰۰
	فصل دوازدھم : مسبوق اور لاحق	
۳۶۰	مسبوق کی تعریف.....	۴۰۲
۳۶۱	مسبوق کی نماز کا طریقہ.....	۴۰۳
۳۶۲	مسبوق کا حکم.....	۴۰۳
۳۶۳	مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر نماز پوری کرنا.....	۴۰۴
۳۶۴	مسبوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا.....	۴۰۴
۳۶۵	مسبوق نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا.....	۴۰۵
۳۶۶	اگر مسبوق بھول کر ایک طرف سلام پھیر دے.....	۴۰۶
۳۶۷	مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا.....	۴۰۷
۳۶۸	اگر مسبوق قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے.....	۴۰۷
۳۶۹	مسبوق تشہد سے فارغ نہیں ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا.....	۴۰۸
۳۷۰	کیا مسبوق پر تشہد واجب ہے.....	۴۰۹
۳۷۱	مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھے.....	۴۱۰
۳۷۲	تشہد میں شریک ہونے والا کیا کرے.....	۴۱۰
۳۷۳	مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا.....	۴۱۱
۳۷۴	مسبوق سجدۂ سہو کرے سلام نہ پھیرے.....	۴۱۲
۳۷۵	سلام سہو میں مسبوق کا اتباع امام.....	۴۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۷۶	سجدۂ سہو کے سلام میں مسبوق کا حکم	۴۱۳
۳۷۷	مسبوق نے سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیر دیا.....	۴۱۴
۳۷۸	سجدۂ سہو کے بعد اقتداء.....	۴۱۵
۳۷۹	سجدۂ سہو کے بعد اقتداء.....	۴۱۵
۳۸۰	سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اقتداء درست ہے؟.....	۴۱۶
۳۸۱	امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء.....	۴۱۷
۳۸۲	اقتداء بعد لفظ السلام	۴۱۷
۳۸۳	دائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد امام کی اقتداء.....	۴۱۸
۳۸۴	مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا.....	۴۱۸
۳۸۵	امام کی تبعیت کا مسئلہ.....	۴۲۰
۳۸۶	مسبوق کی نماز میں قراءت.....	۴۲۰
۳۸۷	مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟.....	۴۲۲
۳۸۸	مقتدی مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے.....	۴۲۲
۳۸۹	تین رکعت کا مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟.....	۴۲۳
۳۹۰	سلام مسبوق کے سلسلہ میں دارالعلوم کے فتویٰ اور تعلیم الاسلام کی عبارت میں تطبیق.....	۴۲۴
۳۹۱	وتر کی نماز میں مسبوق قنوت پڑھے گا یا نہیں؟.....	۴۲۵
۳۹۲	مسبوق ولاحق سے متعلق.....	۴۲۶
۳۹۳	مسبوق لاحق کی نماز.....	۴۲۹
۳۹۴	مسبوق لاحق کس طرح سجدۂ سہو کرے؟.....	۴۳۰
۳۹۵	مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم.....	۴۳۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۹۶	اگر بعد میں ایک مقتدی رہ جائے تو مقتدی کیا کرے.....	۴۳۱
۳۹۷	لحوق حدث سے بناء کا حکم.....	۴۳۲
۳۹۸	پہلی صف میں نمازی کا وضوٹوٹ گیا کیا کرے؟.....	۴۳۴
۳۹۹	وضوٹوٹ گیا باہر جانے کو جگہ نہیں تو کیا کرے.....	۴۳۴
۴۰۰	نماز میں حدث ہو جائے اور پانی دور ہو تو کیا کرے؟.....	۴۳۵
۴۰۱	قعدۂ اخیرہ میں بعد التشہد حدث کا حکم.....	۴۳۶
۴۰۲	ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ حدث لاحق ہو گیا.....	۴۳۷
۴۰۳	قعدۂ اخیرہ کے بعد ضرورۃ امام سے پہلے سلام پھیرنا.....	۴۳۷
۴۰۴	گمان حدث پر رکوع سجدہ کرتا رہا.....	۴۳۸
۴۰۵	لاحق تسمیع کہے یا تحمید؟.....	۴۳۸

☆.....باب ہفتم.....☆

نماز میں قراءت

فصل اول : فرضیت قراءت

۴۰۶	قراءت کی فرضیت	۴۴۰
۴۰۷	نماز میں کتنی قراءت واجب ہے	۴۴۱
۴۰۸	تین آیت کی مقدار	۴۴۱
۴۰۹	جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم	۴۴۲
۴۱۰	محض بسم اللہ کی قراءت سے نماز	۴۴۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۱۱	تشریح اقراء.....	۴۴۵
۴۱۲	قراءت میں متشابہ.....	۴۴۶
۴۱۳	ترک واجب کی وجہ سے نماز کا اعادہ ہوا کیا اُخریین ضم سورت واجب ہے؟	۴۴۷
۴۱۴	وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت لازم ہے	۴۴۸
	فصل دوم : جہری اور سری قراءت	
۴۱۵	تشریح جہر وسر	۴۵۰
۴۱۶	جہر وسر کی ادنی مقدار	۴۵۰
۴۱۷	نماز کے جہری وسری کا سبب	۴۵۱
۴۱۸	جہری وسری نماز میں جہر وسر کی وجہ	۴۵۲
۴۱۹	قراءت جہری وسری کی حکمت	۴۵۳
۴۲۰	سری قراءت میں تیز اور جہر میں ٹھہر کر پڑھنا.....	۴۵۳
۴۲۱	نماز میں قراءت کتنے زور سے پڑھے	۴۵۴
۴۲۲	سری نماز میں قراءت کی آواز چار آدمی تک پہنچے یہ سر ہے یا جہر.....	۴۵۵
۴۲۳	اپنے جی میں قراءت کرنا	۴۵۵
۴۲۴	قرأت بغیر آواز کا حکم	۴۵۶
۴۲۵	اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز.....	۴۵۶
۴۲۶	نماز میں قرأت بغیر ہونٹوں کی حرکت کے	۴۵۷
۴۲۷	نماز کے سری ہونے کا معیار یہ ہے کہ خود سن لے	۴۵۷
۴۲۸	ولا الضالین میں ''لین'' کی آواز پست ہونے کا حکم	۴۵۸
۴۲۹	فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر	۴۵۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۳۰	قراءت تکبیر کے علاوہ دل سے پڑھنا	۴۵۹
	فصل سوم : امام کے پیچھے قراءت	
۴۳۱	قراءت خلف الامام	۴۶۰
۴۳۲	قراءت خلف الامام	۴۶۰
۴۳۳	قراءت خلف الامام	۴۶۲
۴۳۴	قراءت خلف الامام	۴۶۳
۴۳۵	قراءت فاتحہ خلف الامام	۴۶۴
۴۳۶	قراءت فاتحہ خلف الامام	۴۶۵
۴۳۷	قراءت فاتحہ خلف الامام	۴۶۹
۴۳۸	اہل حدیث کا چیلنج قراءت فاتحہ کے متعلق	۴۷۳
	فصل چہارم : قراءت مسنون	
۴۳۹	قراءت مسنونہ	۴۷۵
۴۴۰	نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم	۴۷۶
۴۴۱	مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا	۴۷۶
۴۴۲	تطویل قراءت علی قدر السنۃ کی کراہت	۴۷۷
۴۴۳	مغرب کی نماز طویل، فجر، عشاء مختصر پڑھنا	۴۷۸
۴۴۵	مقدار قراءت	۴۷۹
۴۴۶	قراءت کے اخیر لفظ کو رکوع کے ساتھ ملانا	۴۸۱
۴۴۷	نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا	۴۸۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۴۸	پہلی رکعت میں ایک سورت کا آخر اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا اول پڑھنا.....	۴۸۲
۴۴۹	عشاء میں قراءت طویل کرنا	۴۸۳
۴۵۰	پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا	۴۸۴
۴۵۱	دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا.....	۴۸۴
۴۵۲	دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے؟	۴۸۵
۴۵۳	دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے نماز مکروہ ہوگی	۴۸۶
۴۵۴	دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کردیں تو کیا حکم ہے	۴۸۷
۴۵۵	سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل پڑھنا	۴۸۷
۴۵۶	امام کا فرض نماز میں ختم قرآن	۴۸۸
۴۵۷	ترتیل کے ساتھ قراءت	۴۸۹
۴۵۸	اپنی نماز پڑھ کر امام کی نماز میں شریک ہوا تو اس میں قراءت لازم نہیں	۴۹۰
۴۵۹	مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا.....	۴۹۱
۴۶۰	آیات پر وصل اور بغیر آیات کے فصل کرنا	۴۹۲
۴۶۱	فجر کی نماز میں کیا سورتیں پڑھی جائیں	۴۹۲
۴۶۲	حافظ کو قرآن کریم پڑھنے میں گرانی ہو تو کیا کرے	۴۹۳
۴۶۳	مغرب کی نماز میں سورہ کافرون وسورہ لہب پڑھنا.....	۴۹۴
	فصل پنجم : سورت اور آیت کے تکرار وترتیب	
۴۶۴	چھوٹی سورت کا درمیان میں چھوڑ دینا	۴۹۵
۴۶۵	ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا	۴۹۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۶۷	ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا.....	۴۹۶
۴۶۸	ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا.....	۴۹۷
۴۶۹	ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا	۴۹۷
۴۷۰	سورۂ فتح کے ختم ہونے سے پہلے رکوع کرنا.....	۴۹۸
۴۷۱	ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار	۴۹۹
۴۷۲	ایک رکعت میں آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا	۴۹۹
۴۷۳	نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا.....	۵۰۰
۴۷۴	ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہو گیا	۵۰۰
۴۷۵	دو سورتوں میں فصل	۵۰۱
۴۷۶	دو سورتوں کے درمیان فصل	۵۰۲
۴۷۷	چھوٹی سورت کو درمیان میں چھوڑنا	۵۰۲
۴۷۸	سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار	۵۰۳
۴۷۹	پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ دی تو پھر کیا کرے	۵۰۳
۴۸۰	اھدنا الصراط المستقیم کو دوبارہ پڑھنا	۵۰۴
۴۸۱	درمیان سے ایک آیت چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز	۵۰۵
۴۸۲	نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا.....	۵۰۶
۴۸۳	خلاف ترتیب پڑھنا	۵۰۶
۴۸۴	نماز میں قراءت معکوس	۵۰۷

☆☆☆☆☆

☆☆☆

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....**باب ہشتم**.....☆	
	نماز کے مفسدات ومکروہات	
	فصل اول : مفسدات صلات کا بیان	
۱	امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل	۳۸
۲	قعدۂ اولیٰ میں قعدۂ اولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا	۳۹
۳	امام کو لقمہ دینے کا طریقہ	۴۰
۴	نابالغ لقمہ امام کو دے سکتا ہے	۴۱
۵	لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم	۴۲
۶	لقمہ دینا.....	۴۴
۷	غلط لقمہ دینے کی تفصیل	۴۵
۸	لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم	۴۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹	لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی	۴۵
۱۰	کیا ناپاک بدن و کپڑے والے شخص سے لقمہ لینے سے نماز فاسد ہوجائے گی	۴۶
۱۱	امام کے سورۂ فاتحہ ختم کرنے پر مقتدی کا کلمۂ طیبہ پڑھنا.....	۴۷
۱۲	نماز میں نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے کا حکم	۴۸
۱۳	نماز کی حالت میں کوئی پکارے تو کیا کیا جائے؟	۴۹
۱۴	خارج آدمی کے تکبیر کہنے سے نماز فاسد ہوگئی؟	۴۹
۱۵	نمازی کا غیر نمازی کے کہنے پر عمل کرنا.....	۵۰
۱۶	نماز میں ٹوپی پر خون گرنا	۵۱
۱۷	نماز میں یاد آ گیا کہ بڑا استنجا نہیں کیا	۵۲
۱۸	نماز میں چلنے سے نماز کا حکم	۵۳
۱۹	نماز میں ڈاڑھی کو ہلاتے رہنا	۵۳
۲۰	ایک سے زائد ضرب میں سانپ کو مارنا.....	۵۴
۲۱	دونوں ہاتھ سے کپڑا ٹھیک کرنا کیا عمل کثیر ہے؟	۵۵
۲۲	ایک رکن میں تین بار کھجلانے کے بعد کیا نماز کو توڑ دے	۵۶
۲۳	پکی گھموری کا کھجلانا	۵۶
۲۴	عمل کثیر کا حکم	۵۷
۲۵	عمل کثیر کی تفصیل	۵۷
۲۶	قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے	۵۸
۲۷	معمولی ہنسی سے نماز فاسد ہوگئی وضو نہیں ٹوٹا.....	۵۹
۲۸	خیالات آنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی	۶۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹	چوتھی رکعت پر قعدہ نہیں کیا	۶۲
۳۰	دوسری رکعت پڑھ کر قیام پھر فوراً ہی قعود کیا کیا مفسد صلوٰۃ ہے؟	۶۲
۳۱	عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا	۶۳
۲۳	عورت کا جہراً نماز پڑھنا	۶۴
۳۳	محاذاۃ	۶۵
۳۴	محاذاۃ	۶۶
۳۵	حرمین شریفین میں محاذات	۶۷
۳۶	مسئلہ محاذات	۶۸
۳۷	گھر میں محارم کے ساتھ محاذات	۶۸
۳۸	سلام قبل الامام سے متعلق تذکرۃ الرشید وتذکرۃ الخلیل کی عبارت میں تعارض	۶۹
۳۹	سلام قبل الامام	۷۱
۴۰	اللہ کے شروع میں مد	۷۲
۴۱	سمع الله لمن حمده کے بجائے سمع الله من حمده کہا	۷۳
۴۲	امام سے پہلے سانس توڑنے کی بحث	۷۳
۴۳	نماز کا اعادہ گمان فساد پر	۷۴
۴۴	نماز میں قرأت مع التفسیر	۷۵
۴۵	نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا	۷۶
۴۶	امام کا اگر سجدہ میں انتقال ہو جائے	۷۶
۴۷	عین نماز میں طلوع شمس	۷۷
۴۸	بلغم منہ میں لئے ہوئے نماز	۷۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹	کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے؟	۷۸
۵۰	کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا.....	۷۸
۵۱	بھول کر بلا وضو نماز پڑھادی	۷۹
۵۲	سجدہ میں دونوں پیر کی سب انگلیاں اٹھ جائیں تو کیا حکم ہے؟	۸۰
۵۳	نماز پڑھتے ہوئے بارش آجائے تو کیا کرے	۸۱
۵۴	کتنے نقصان پر نماز توڑنے کی اجازت ہے	۸۱
۵۵	نماز میں مقتدی کا انتقال ہوجائے	۸۱
۵۶	جماعت شروع ہونے پر مسجد میں اندر سونے والا کیا کرے؟.....	۸۲
	فصل دوم : مکروہات نماز	
۵۷	اگر امام کا چہرہ شمال یا جنوب کی طرف گھوم جائے	۸۳
۵۸	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اس کو اوڑھنا یا اوڑھانا.....	۸۳
۵۹	امام صاحب کی چند قابل اصلاح غلطیاں جو کہ مفسد صلاۃ نہیں	۸۴
۶۰	عضو کی چوتھائی حصہ کھلے رہنے سے نماز کا حکم	۸۶
۶۱	کھلی کہنی سے نماز پڑھنا.....	۸۶
۶۲	سلام اور تکبیرات کا امام سے پہلے ختم کرنا	۸۷
۶۳	امام نماز میں سو جائے تو کیا کریں.....	۸۸
۶۴	آئینہ سامنے تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۸۹
۶۵	آئینہ دار مسجد میں نماز	۸۹
۶۶	ہاتھ میں تصویر گدی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز	۹۰
۶۷	تصویر پر سجدہ	۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۸	مصلی پر تصویر	۹۱
۶۹	خانۂ کعبہ کی تصویر دار مصلی پر نماز	۹۲
۷۰	اس مصلے پر نماز جس پر روضۂ اقدس کی تصویر ہو	۹۲
۷۱	جس مصلے پر بیت اللہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا	۹۳
۷۲	منقش مصلے پر نماز	۹۴
۷۳	ایضا	۹۵
۷۴	روپیہ پیسہ کے ساتھ نماز کا حکم	۹۶
۷۵	چوری کے کپڑے میں نماز کا حکم	۹۷
۷۶	کہنی تک آستین چڑھا کر نماز	۹۸
۷۷	آستین چڑھا کر نماز پڑھنا	۹۸
۷۸	آستین چڑھا کر نماز پڑھنا	۹۹
۷۹	نیم آستین سے نماز	۹۹
۸۰	نیم آستین کرتہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ سے نماز	۱۰۰
۸۱	نصف آستین کی قمیص سے نماز پڑھنا	۱۰۱
۸۲	نماز میں آستین کہنی سے اتارنا	۱۰۱
۸۳	ساڑھی پہن کر نماز پڑھنا	۱۰۲
۸۴	ساڑھی میں نماز	۱۰۲
۸۵	ساڑھی پہن کر نماز	۱۰۳
۸۶	کمبل سے بغیر ہاتھ نکالے نماز	۱۰۳
۸۷	نماز میں گریبان کھلا رکھنا	۱۰۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۸	کھلے گریبان نماز	۱۰۵
۸۹	بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا	۱۰۵
۹۰	بٹن کھلے رہنے سے نماز کا حکم	۱۰۶
۹۱	پتلون پہن کر نماز	۱۰۷
۹۲	ترکی ٹوپی سے نماز وحرام خور کی نماز	۱۰۷
۹۳	شرابی کی نماز	۱۰۸
۹۴	جالی دار ٹوپی سے نماز	۱۰۹
۹۵	الٹا کرتا پہن کر نماز	۱۰۹
۹۶	نماز میں ٹوپی عمامہ سے کھلے رہنے کا حکم	۱۱۱
۹۷	استعمالی رومال کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا	۱۱۲
۹۸	طبعی کراہت کی وجہ سے نماز میں کراہت	۱۱۲
۹۹	دیوار قبلہ پر نظر پڑنا	۱۱۳
۱۰۰	منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا	۱۱۳
۱۰۱	کسی معین شخص کا نماز کے لئے انتظار کرنا	۱۱۴
۱۰۲	نماز میں معین آدمی کا انتظار	۱۱۵
۱۰۳	امام مصلے پر مقتدی فرش پر	۱۱۶
۱۰۴	نماز کم عرض کی دری پر	۱۱۷
۱۰۵	جوتے پہن کر نماز	۱۱۷
۱۰۶	جوتے پہن کر نماز پڑھنا	۱۱۸
۱۰۷	قرآن کریم کے سامنے سجدہ	۱۱۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۸	نمازی کے سامنے چراغ جلنا	۱۲۰
۱۰۹	چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا	۱۲۰
۱۱۰	نماز روشنی میں ہو یا اندھیرے میں	۱۲۱
۱۱۱	اندھیرے میں نماز پڑھنا	۱۲۲
۱۱۲	تقاضائے ریح کے وقت نماز	۱۲۲
۱۱۳	صعود باسور علامت ریح ہے یا نہیں	۱۲۳
۱۱۴	منفرد کے لئے تکبیر کا جہر	۱۲۴
۱۱۵	منفرد کو تکبیرات بالجہر کہنا	۱۲۵
۱۱۶	جہر مفسد صلوٰۃ نہیں	۱۲۶
۱۱۷	مقتدی کا امام سے پہلے تکبیرات انتقال کہنا	۱۲۶
۱۱۸	امام کا محراب میں کھڑا ہونا	۱۲۷
۱۱۹	امام کا محراب میں کھڑا ہونا	۱۲۸
۱۲۰	امام کا وسط محراب میں کھڑا ہونا	۱۲۹
۱۲۱	مسجد کے دروں میں کھڑا ہونا	۱۳۰
۱۲۲	مسجد کے در میں امام کا کھڑا ہونا	۱۳۱
۱۲۳	مسجد کی چھت پر نماز	۱۳۱
۱۲۴	مسجد کی چھت پر نماز	۱۳۲
۱۲۵	سطح مسجد پر نماز	۱۳۳
۱۲۶	مسجد کے اندر کنویں پر نماز	۱۴۵
۱۲۷	نجاست بقدر عفو کے ساتھ نماز کا حکم	۱۴۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸	نماز میں لنگی کھل جائے تو کیا کرے	۱۴۶
۱۲۹	نماز میں لنگی یا پائجامہ درست کرنا	۱۴۷
۱۳۰	چار رکعت کی نیت کر کے تین پر بھول کر سلام پھیر دیا تو اس کا حکم	۱۴۸
۱۳۱	بچہ نے اپنی ماں کا دودھ اس کی نماز کی حالت میں پی لیا	۱۴۹
۱۳۲	امام کا نماز کے لئے کچھ اونچا کھڑا ہونا	۱۴۹
۱۳۳	نماز میں کھنکارنا	۱۵۰
۱۳۴	نماز میں ڈکار لینا	۱۵۰
۱۳۵	نماز میں کھانسنا	۱۵۱
۱۳۶	نماز میں پاس انفاس	۱۵۲
۱۳۷	گالی دینے والے کی نماز	۱۵۲
۱۳۸	نماز میں ترجمہ کی طرف دھیان دینا	۱۵۳
۱۳۹	مقتدی کا سہواً قراءت کرنا	۱۵۳
۱۴۰	اخراج ریح کا تقاضا نہ ہونے کی صورت میں نماز	۱۵۴
۱۴۱	اگر بتی کا دھواں ناک میں جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۵۴
۱۴۲	تصویر یا بیڑی سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا	۱۵۵
۱۴۳	نماز میں گھڑی دیکھنا	۱۵۶
۱۴۴	کپڑے میں الجھ کر دونوں پیر اکھڑ جائیں	۱۵۷
۱۴۵	سرخ کپڑے میں نماز	۱۵۷
۶۴۱	غیر مسلم کے معبد یا زمین میں نماز عید وغیرہ	۱۵۸
۱۴۷	ہر رکن میں دھیان کا حاضر ہونا	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۸	لا صلوٰۃ إلا بحضور القلب	۱۶۰
۱۴۹	کیا بغیر حضور قلب کے نماز نہیں ہوتی	۱۶۰
۱۵۰	نماز میں حوروں کا تصور	۱۶۱
	فصل سوم : نماز میں لاؤڈ اسپیکر	
۱۵۱	لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا حکم	۱۶۲
۱۵۲	نماز میں لاؤڈ اسپیکر	۱۶۲
۱۵۳	لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جمعہ وعیدین میں	۱۶۴
۱۵۴	آلۂ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں	۱۶۷
۱۵۵	دار العلوم میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال	۱۶۸
۱۵۶	ٹیپ ریکارڈ پر امام کا اقتدا کرنا	۱۶۹
۱۵۷	ٹیپ ریکارڈ سے نماز	۱۶۹
	فصل چہارم : نماز میں سترہ	
۱۵۸	سترہ کی مکمل بحث	۱۷۱
۱۵۹	کیا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے	۱۷۳
۱۶۰	راستہ میں بغیر سترہ کے نماز	۱۷۴
۱۶۱	مسجد کے قریبی حصّہ سے گذرنا	۱۷۴
۱۶۲	صفوں کے درمیان راستہ کا ہونا	۱۷۶
۱۶۳	اونچائی پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا	۱۷۷
۱۶۴	نمازی کے سامنے سے گذرنا	۱۷۷
۱۶۵	جسکے پیچھے کوئی نماز شروع کردے اس کا اپنی جگہ سے ہٹنا	۱۷۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل پنجم : قاری کی لغزش کے مسائل	
۱۶۶	لایوقنون کی جگہ لایؤمنون پڑھ دیا.....	۱۸۰
۱۶۷	کافرون کی جگہ ظالمون پڑھ دیا.....	۱۸۱
۱۶۸	ولم یجدوا کی جگہ ولایجدوا پڑھ دیا.....	۱۸۱
۱۶۹	الحمد کی جگہ الھمد پڑھنا.....	۱۸۲
۱۷۰	فی احسن تقویم کوماحسن تقویم پڑھنا.....	۱۸۲
۱۷۱	للیسری کی جگہ للعسری' پڑھ دیا.....	۱۸۳
۱۷۲	لِرَبِّہٖ کی جگہ لِلْاِنْسَانِ پڑھ دیا.....	۱۸۴
۱۷۳	عَمَلَ عَامِلٍ کی جگہ عَمَلَ عَمَلٍ.....	۱۸۴
۱۷۴	دال کا ضاد میں ادغام کر کے پڑھنا	۱۸۵
۱۷۵	آیات کی جگہ آیاتی پڑھنا	۱۸۵
۱۷۶	جزاءً وِّفَاقاً کی جگہ جَزَاءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَاءً پڑھ دیا	۱۸۶
۱۷۷	وجوہ یومئذ خاشعة کی جگہ وجوہ یومئذ ناعمة پڑھ دیا.....	۱۸۷
۱۷۸	إذا جاء اجلھم میں صرف جاء اجلھم یاو کان سعیکم میں صرف سعیکم پڑھنا	۱۸۷
۱۷۹	قاتلو کم فی الدین کی جگہ لم یقاتلو کم فی الدین پڑھنا	۱۸۸
۱۸۰	تکبیرات انتقالیہ وتشہد میں زبر زیر کی غلطی کرنا	۱۸۹
۱۸۱	درمیان آیت سے ایک کلمہ کا چھوٹنا.....	۱۹۰
۱۸۲	زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنا.....	۱۹۱
۱۸۳	اُدخلوا کی جگہ اَدخلوا اور ذال کی جگہ ظاء پڑھ دیا.....	۱۹۱
۱۸۴	پیش کی جگہ زبر یا 'ہ' کی 'ح' یا برعکس پڑھنا.....	۱۹۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۵	ایضاً	۱۹۳
۱۸۶	ایضاً	۱۹۳
۱۸۷	ایضاً	۱۹۳
۱۸۸	ایضاً	۱۹۳
۱۸۹	نماز میں امام نے واللہ خیر الرازقین کی جگہ خیر الظالمین پڑھ دیا.....	۱۹۴
۱۹۰	لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَاباً کے بجائے لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ اِلَّا خِطَاباً پڑھ دیا	۱۹۶
۱۹۱	وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ میں لام تاکید کے بجائے لائے نفی اور مالُہ کو مالَہ پڑھ دیا	۱۹۷
۱۹۲	ایک اعرابی غلطی سے نماز کا حکم	۱۹۸
۱۹۳	خطاء فاحش سے فساد نماز	۱۹۹
۱۹۴	نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا	۱۹۹
۱۹۵	قراءت میں صیغۂ واحد مؤنث کی جگہ صیغۂ واحد متکلم پڑھنا.....	۲۰۰
۱۹۶	أُولٰئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ کی جگہ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ پڑھنا.....	۲۰۱
۱۹۷	غیر المغضوب علیھم میں تغیر کرنا	۲۰۲
۱۹۸	جو امام مستقیم کی جگہ مستخیم پڑھے اس کی امامت	۲۰۳
۱۹۹	غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ	۲۰۳
۲۰۰	غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا	۲۰۴
۲۰۱	للیسریٰ کی جگہ للعسریٰ پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنا.....	۲۰۵
۲۰۲	قراءت میں غلطی کے بعد اس کو صحیح پڑھنے سے نماز کا حکم	۲۰۵
۲۰۳	فرض نماز میں اگر غلطی فاحش کی تو اصلاح سے بھی نماز نہیں ہوگی	۲۰۶
۲۰۴	غلطی فاحش سے مراد	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۵	اگر امام کی غلطی پر دو گواہ ہوں	۲۰۸
۲۰۶	ضاد کا مخرج	۲۰۹
۲۰۷	ضاد کو ذال وغیرہ پڑھنے کا حکم	۲۱۰
۲۰۸	ضاد کو بلفظ دال پڑھنا	۲۱۰
۲۰۹	سورۂ جمعہ میں ایک غلطی پڑھی گئی	۲۱۱
۲۱۰	سورۂ لہب میں مَالُہُ کی جگہ مَالَہُ پڑھا	۲۱۱
۲۱۱	بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم	۲۱۲
۲۱۲	دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں	۲۱۳
۲۱۳	دو آیتوں کا چھوٹ جانا	۲۱۳
۲۱۴	ایک آیت چھوٹ جانے سے نماز کا حکم	۲۱۴
۲۱۵	نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا	۲۱۴
۲۱۶	آیت کا کچھ حصہ حذف کر دینے سے نماز کا حکم	۲۱۵
۲۱۷	سورۂ اذا زلزلت میں عکس کر کے پڑھ دیا	۲۱۶
۲۱۸	سورہ الطارق کے کچھ اجزاء چھوٹ جانے سے نماز کا حکم	۲۱۶
۲۱۹	الحمد للّٰہ پڑھنا	۲۱۷
۲۲۰	سورۂ فاتحہ کے بعض الفاظ کو غلط ادا کرنا	۲۱۷
۲۲۱	نستعین میں الف کا اضافہ	۲۱۸
۲۲۲	جمع متکلم کے الف کو گرانا	۲۱۹
۲۲۳	زیر زبر پیش کی غلطیاں	۲۱۹
۲۲۴	نون قطنی کے ساتھ نماز	۲۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۵	ترتیب میں غلطی	۲۲۱
۲۲۶	بے محل وقف اور مد کرنا.....	۲۲۲
۲۲۷	بغیر مد کے نماز ہو جاتی ہے	۲۲۳
۲۲۸	ایک ہی رکعت میں ایک ہی سورت پڑھی	۲۲۴
۲۲۹	ایک حرف "و" چھوٹ جائے نماز میں فرق نہیں آتا	۲۲۴
۲۳۰	امام سے زلۃ القاری ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے اس نماز کا اعادہ.....	۲۲۵
۲۳۱	چند آیات موقوفہ پر وقف و وصل دونوں طرح درست ہے	۲۲۶
۲۳۲	ق والقرآن المجید کا اعراب	۲۲۸
۲۳۳	مأکول، بغیر لام کے پڑھ دیا نماز ہوگئی	۲۲۸
	☆.....**باب نہم**.....☆	
	وتر ونوافل	
	فصل اوّل : وتر کا بیان	
۲۳۴	تعداد رکعات وتر	۲۲۹
۲۳۵	وتر میں سورتوں کی تعیین.....	۲۳۰
۲۳۶	نماز وتر میں کون سی سورت پڑھی جائے.....	۲۳۱
۲۳۷	قنوت کے لئے رفع یدین کانوں تک	۲۳۲
۲۳۸	وتر میں قنوت کے لئے رفع یدین	۲۳۲
۲۳۹	وتر میں قنوت کیلئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد سبحان الملک القدوس کہنا ..	۲۳۳
۲۴۰	ترک قنوت پر لقمہ	۲۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۱	دعاءِ قنوت	۴
۲۴۲	وتر کے بعد دعا	۶
۲۴۳	دعاءِ قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص	۶
۲۴۴	قنوت وتر میں تشہد کا پڑھنا	۷
۲۴۵	عشاء کی نماز تنہا پڑھ کر وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	۷
۲۴۶	جس نے فرض عشاء جماعت کیساتھ نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟	۸
۲۴۷	جس نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟	۹
۲۴۸	رمضان کی وتر میں سورہ قدر	۰
۲۴۹	تہجد وتر صلوٰۃ اللیل کا مصداق	۰
۲۵۰	شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا	۱
	فصل دوم : قنوت نازلہ	
۲۵۱	قنوت نازلہ کے متعلق	۲۴۲
۲۵۲	قنوت نازلہ	۲۴۳
۲۵۳	قنوت نازلہ	۲۴۴
۲۵۴	قنوت نازلہ میں ہاتھوں کو اٹھانے اور آمین پڑھنے کا حکم	۲۴۶
۲۵۵	قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے	۲۴۸
۲۵۶	قنوت نازلہ میں دمر دیارھم کی جگہ دوسرا لفظ	۲۴۸
۲۵۷	قنوت نازلہ اور ختم یٰسین کی حد کیا ہے	۲۴۹
۲۵۸	عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم	۲۵۰
۲۵۹	نماز مغرب میں قنوت نازلہ	۲۵۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۰	قنوت نازلہ کے اخیر میں مقتدی نے کہا بیشک تو نماز کا کیا حکم ہے	۲۵۲
	فصل سوم : سنن مؤکدہ	
۲۶۱	سنن ہدیٰ اور سنن زوائد	۲۵۴
۲۶۲	فجر کی سنتوں کا وقت اداء وقضاء	۲۵۴
۲۶۳	جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے	۲۵۷
۲۶۴	سنتِ فجر بعد الاقامۃ	۲۵۸
۲۶۵	سنت فجر کو جماعت کے بعد پڑھنا	۲۵۹
۲۶۶	سنت فجر کی قضاء	۲۶۰
۲۶۷	سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہو جائے تو کیا کرے	۲۶۱
۲۶۸	جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں	۲۶۱
۲۶۹	جماعت فجر کے وقت سنت پڑھنا	۲۶۳
۲۷۰	سنت فجر کا تأکد	۲۶۵
۲۷۱	جمعہ کی سنت میں تھا کہ خطبہ شروع ہو گیا	۲۶۵
۲۷۲	جمعہ کے بعد کتنی رکعت ہیں	۲۶۶
۲۷۳	جمعہ کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے نوافل پڑھنا	۲۶۷
۲۷۴	قبل ظہر کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم	۲۶۷
۲۷۵	ظہر کی چار سنتوں کی قضا	۲۶۸
۲۷۶	ظہر کی پہلی سنتوں کی قضا کا وقت	۲۶۹
۲۷۷	ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا	۲۶۹
۲۷۸	نفل قبل فجر	۲۷۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷۹	ظہر، مغرب، عشاء کے بعد دو نفلیں	۲۷۰
۲۸۰	مسجد میں سنن ادا کرنا	۲۷۲
	فصل چہارم : سنن غیر مؤکدہ	
۲۸۱	ظہر کی چار سنت کے بعد دو نفل پڑھنا	۲۷۳
۲۸۲	عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ	۲۷۴
۲۸۳	عشاء سے قبل سنت	۲۷۵
۲۸۴	عشاء سے قبل اور بعد سنت	۲۷۵
۲۸۵	عشاء سے پہلے سنت کی تعداد رکعت	۲۷۸
۲۸۶	عشاء سے پہلے چار سنت	۲۷۹
۲۸۷	عشاء سے قبل چار رکعت	۲۷۹
۲۸۸	عشاء سے پہلے چار رکعت	۲۸۱
۲۸۹	نوافل مغرب میں اوابین کی نیت	۲۸۱
۲۹۰	عصر کے وقت سنت و نفل	۲۸۲
۲۹۱	مغرب، عشاء، ظہر کے بعد نفلیں	۲۸۲
۲۹۲	اوابین کی تعداد	۲۸۳
۲۹۳	سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت	۲۸۴
۲۹۴	اشراق پڑھنے سے حج وعمرہ کا ثواب کب ملتا ہے؟	۲۸۴
۲۹۵	بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب	۲۸۵
	فصل پنجم : نوافل کا بیان	
۲۹۶	دن میں دو دو نفل کی نیت باندھے یا چار کی	۲۸۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹۷	نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا	۲۸۸
۲۹۸	نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا	۲۸۸
۲۹۹	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت	۲۸۹
۳۰۰	نفل چار کی نیت سے دو واجب ہوگی	۲۹۰
۳۰۱	دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے یا اس کا عکس	۲۹۰
۳۰۲	فریضۂ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنا کافی نہیں	۲۹۲
۳۰۳	فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد	۲۹۲
۳۰۴	رات کے اندھیرے میں نفل نماز	۲۹۳
۳۰۵	نفل بعد الوتر کا حکم	۲۹۴
۳۰۶	وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا	۲۹۴
۳۰۷	وتر کے بعد نفلیں بیٹھ کر پڑھنا	۲۹۵
۳۰۸	وتر کے بعد نفل کھڑے ہو کر افضل ہیں یا بیٹھ کر	۲۹۷
۳۰۹	شب براءت کی بعض نمازیں	۳۰۱
۳۱۰	شب براءت میں اجتماعی عبادات	۳۰۱
۳۱۱	مخصوص طرز پر آٹھ رکعات	۳۰۳
۳۱۲	مخصوص طرز پر چار رکعات	۳۰۴
۳۱۳	شب عیدین میں نفل	۳۰۴
	فصل ششم : تہجد کی نماز	
۳۱۴	نماز میں سب سے افضل نماز	۳۰۵
۳۱۵	تہجد کی نماز باجماعت	۳۰۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۶	باجماعت نماز تہجد	۳۰۶
۳۱۷	تہجد کی جماعت	۳۰۶
۳۱۸	تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب	۳۰۷
۳۱۹	.....	
۳۲۰	شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت	۳۰۸
۳۲۱	بعد عشاء دو رکعت بہ نیت تہجد	۳۰۹
۳۲۲	بعد وتر دو نفل بہ نیت تہجد	۳۰۹
۳۲۳	قضاء تہجد	۳۱۰
۳۲۴	قضاء تہجد اور نفل نماز میں جہر	۳۱۰
۳۲۵	تہجد کی رکعات	۳۱۱
۳۲۶	تہجد اشراق اوابین کی رکعت	۳۱۲
	فصل ہفتم : نفل نماز کی جماعت	
۳۲۷	نفل کی جماعت	۳۱۴
۳۲۸	نفل نماز باجماعت قضاء عمری کے لئے	۳۱۵
۳۲۹	حضرت مدنیؒ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا	۳۱۶
۳۳۰	نوافل میں ختم قرآن باجماعت	۳۱۷
۳۳۱	نوافل میں تداعی	۳۱۷
۳۳۲	جماعت نفل علی سبیل التداعی	۳۱۸
۳۳۳	نوافل کی جماعت رمضان میں	۳۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل ہشتم : صلوۃ التسبیح وصلوۃ الرغائب واستخارہ	
۳۳۴	صلوۃ التسبیح کا طریقہ	۳۲۲
۳۳۵	صلوۃ التسبیح کا طریقہ	۳۲۳
۳۳۶	صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ	۳۲۴
۳۳۶	صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت	۳۲۵
۳۳۷	صلوٰۃ الرغائب	۳۲۶
۳۳۸	صلوٰۃ الحاجت وغیرہ بعد مغرب	۳۲۷
۳۳۹	صلوٰۃ الحاجت میں استغفار	۳۲۷
۳۴۰	مسائل کے لئے استخارہ	۳۲۸
۳۴۱	امام کے مصلیٰ پر کسی کا نماز پڑھنا	۳۲۸
	☆.....**باب دھم**.....☆	
	تراویح کا بیان	
	فصل اوّل : تراویح کی نماز	
۳۴۲	تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟.....	۳۳۰
۳۴۳	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	۳۳۱
۳۴۴	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	۳۳۲
۳۴۵	کیا بیس رکعات تراویح حدیث مرفوع سے ثابت ہے؟	۳۳۳
۳۴۶	دو دو رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے	۳۳۴
۳۴۷	آٹھ رکعت تراویح پڑھنا	۳۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۴۸	ہر ترویحہ ایک نماز ہے، یا مجموعۂ تراویح ایک نماز ہے	۳۳۵
۳۴۹	جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کی تراویح میں امامت	۳۳۵
۳۵۰	تراویح میں نابالغ کی امامت	۳۳۶
۳۵۱	نابالغ کی امامت تراویح میں	۳۳۷
۳۵۲	تراویح میں نابالغ کی امامت	۳۳۸
۳۵۳	اس امام کے پیچھے تراویح جو بیٹھ کر پڑھائے	۳۳۹
۳۵۴	امام تراویح میں سنائے اور سامع نہ ہو اور مقتدیوں سمجھے کہ امام نے غلط پڑھا تو کیا حکم ہے؟	۳۳۹
۳۵۵	ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت یا دو امام کامل کر تراویح پڑھانا.....	۳۴۲
۳۵۶	مسائل تراویح	۳۴۳
۳۵۷	چار رکعت تراویح بغیر قعدۂ اولیٰ کے	۳۶۲
۳۵۸	مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا.....	۳۶۵
۳۵۹	تراویح ایک سلام سے چار رکعت	۳۶۵
۳۶۰	تراویح فرض سے پہلے	۳۶۶
۳۶۱	تراویح کو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا	۳۶۷
۳۶۲	فرض گھر پڑھ کر تراویح مسجد میں پڑھنا	۳۶۷
۳۶۳	سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح	۳۶۸
۳۶۴	پیچھے رہ جانے والوں کا تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا	۳۶۹
۳۶۵	رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد	۳۶۹
۳۶۶	جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟.....	۳۷۰
۳۶۷	تراویح کے معروفات ومنکرات	۳۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶۸	دعاءِ ترویحات سے متعلق اشتہار کی تحقیق	۳۷۲
	فصل دوم : تراویح میں قراءت کی کیفیت	
۳۶۹	تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت	۳۷۵
۳۷۰	ہر سورہ پر بسم اللہ	۳۷۶
۳۷۱	تکرار فاتحہ و ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ	۳۸۰
۳۷۲	تراویح میں قراءت کی مقدار	۳۸۲
۳۷۳	قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھنا	۳۸۳
۳۷۴	الم ترکیف سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا	۳۸۳
۳۷۵	الم ترکیف سے تراویح کا طریقہ	۳۸۴
۳۷۶	تراویح الم ترکیف سے	۳۸۵
۳۷۷	تراویح میں پارہ عم پڑھے یا الم ترکیف	۳۸۷
۳۷۸	تراویح میں الم ترکیف سے پڑھنے کی ترکیب	۳۸۸
۳۷۹	تراویح میں خلاف ترتیب قراءت	۳۸۹
۳۸۰	تراویح میں غلبۂ ظن سے پڑھنا	۳۸۹
	فصل سوم : تراویح میں قرآن ختم کرنا	
۳۸۱	اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا	۳۹۱
۳۸۲	اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا	۳۹۲
۳۸۳	تراویح کی بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا	۳۹۳
۳۸۴	ختم قرآن سورۂ والناس پر ہو یا سورۂ بقرہ کی آیتوں پر	۳۹۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۸۵	تراویح میں ختم قرآن کا طریقہ	۳۹۵
۳۸۶	ختم قرآن کے موقعہ پر آیات متفرقہ بلاترتیب پڑھنا	۳۹۶
۳۸۷	تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب	۳۹۸
۳۸۸	امام کو تراویح میں لقمہ دینا	۳۹۹
۳۸۹	ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا	۳۹۹
۳۹۰	ختم کے دن پانی وغیرہ پر دم کرانا	۴۰۰
۳۹۱	ختم قرآن میں چراغاں	۴۰۱
۳۹۲	چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کے لئے چندہ دینا	۴۰۲
۳۹۳	ختم شریف کا چندہ	۴۰۳
۳۹۴	ختم تراویح پر روشنی اور امام کو ھدیہ	۴۰۳
۳۹۵	ختم قرآن پر مٹھائی	۴۰۴
۳۹۶	امام تراویح کی خدمت کرنا	۴۰۵
۳۹۷	لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ	۴۰۶
۳۹۸	شبینہ	۴۱۰
۳۹۹	شبینہ	۴۱۱
۴۰۰	شبینہ مروجہ	۴۱۳
۴۰۱	شبینہ کا حکم	۴۱۴
۴۰۲	ایک شب میں قرآن ختم کرنا	۴۱۸
۴۰۳	لیلۃ القدر میں تنہا عبادت شبینہ سے افضل ہے	۴۱۹
۴۰۴	ختم تراویح کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا آدم صفی اللہ پڑھنا	۴۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۰۵	ختم قرآن تراویح میں سنت علی الکفایہ ہے	۴۲۱
۴۰۶	امام کا دومرتبہ ختم کرنا تراویح میں	۴۲۲
۴۰۷	معوذتین کو وتر میں پڑھنے سے قرآن پاک تراویح میں ختم نہیں ہوتا.....	۴۲۳
	فصل چہارم : ترویحہ اوراس کی تسبیح	
۴۰۸	ہرترویحہ کے ختم پرکیا پڑھے؟.....	۴۲۵
۴۰۹	ہرترویحہ میں دعاء.....	۴۲۶
۴۱۰	ہرترویحہ کے بعد دعاء.....	۴۲۸
۴۱۱	ہرترویحہ کے بعد دعاء.....	۴۲۸
۴۱۲	ہرترویحہ اور نمازعید کے بعد دعاء.....	۴۲۹
۴۱۳	ہرترویحہ میں ہاتھ اٹھا کردعامانگنا.....	۴۳۰
۴۱۴	ہرترویحہ پرصلوٰۃ برمحمد صلی اللہ علیہ وسلم.....	۴۳۱
۴۱۵	ترویحوں میں خلفاء راشدین کے نام.....	۴۳۱
۴۱۶	چارترویحوں پر خلفاء کے نام.....	۴۳۲
۴۱۷	دوترویحوں کے درمیان کیا کرے	۴۳۳
۴۱۸	ترویحہ میں احادیث سنانا.....	۴۳۶
۴۱۹	ترویحہ کی تسبیح جہراً.....	۴۳۷
۴۲۰	ترویحہ کی تسبیح بلندآواز.....	۴۳۸
۴۲۱	ختم تراویح پردعاء.....	۴۳۹
۴۲۲	تراویح میں تسبیحات	۴۳۹
۴۲۳	ترویحہ میں کیاپڑھے؟.....	۴۴۰
۴۲۴	تراویح کی دورکعت پردرودشریف اور چار پرتسبیح.....	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب یازدھم.....☆	
	قضاء نماز اور اس کا فدیہ	
	فصل اوّل : قضاء نماز	
۴۲۵	قضاء نمازوں کا طریقہ.....	۴۴۶
۴۲۶	قضا نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ.....	۴۴۷
۴۲۷	نماز اور روزے کی قضا کا طریقہ.....	۴۴۸
۴۲۸	وتر کی قضا کا طریقہ.....	۴۴۹
۴۲۹	قضا اور اداء نماز میں فرق.....	۴۴۹
۴۳۰	قضا بہ نیت ادا.....	۴۵۰
۴۳۱	قضا بہ نیت ادا.....	۴۵۱
۴۳۲	قضاء عمری کی نیت.....	۴۵۱
۴۳۳	نوافل کی جگہ بھی قضاء عمری پڑھنی چاہئے.....	۴۵۲
۴۳۴	اشراق اور تہجد میں قضاء عمری کی نیت.....	۴۵۲
۴۳۵	قضاء عمری میں کیا تحدید وقت ہے؟.....	۴۵۳
۴۳۶	قضائے عمری جماعت کے ساتھ رمضان میں.....	۴۵۴
۴۳۷	قضا نمازوں کے لئے ایک موضوع دعا.....	۴۵۴
۴۳۸	اگر نماز قضاء ہوگئی تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں.....	۴۵۵
۴۳۹	نمازوں کی قضا وکفارہ ایک نماز نفل سے.....	۴۵۶
	صاحب ترتیب اگر قضا پڑھے تو جمعہ فوت ہو جائے.....	۴۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۴۰	فتویٰ امام صاحب کے قول پر	۴۵۸
۴۴۱	فائتہ قدیمہ اور فائتہ جدیدہ میں ترتیب	۴۵۸
۴۴۲	جہل سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟	۴۵۹
۴۴۳	آدمی صاحب ترتیب کب کہلائے گا	۴۶۰
۴۴۵	جس کی قضا نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے؟	۴۶۱
۴۴۶	تہجد کی قضاء	۴۶۲
۴۴۷	قضا نماز ذمہ میں باقی رہتے ہوئے وقتیہ پڑھنا	۴۶۲
۴۴۸	جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضاء	۴۶۳
۴۴۹	احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے	۴۶۴
۴۵۰	مغرب ووتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا	۴۶۵
	فصل دوم : نمازوں کی فدیہ کا بیان	
۴۵۱	فدیہ نماز کی تفصیل	۴۶۷
۴۵۲	نماز وروزہ کے فدیہ کی ادائیگی	۴۶۸
۴۵۳	نماز وروزہ کا فدیہ	۴۶۹
۴۵۴	قضا نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ	۴۷۰
۴۵۵	نماز کا فدیہ شیعہ کو	۴۷۲
۴۵۶	ایک دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ	۴۷۲
۴۵۷	صلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقدار اس کا مستحق	۴۷۳
۴۵۸	مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم	۴۷۶
۴۵۹	مرض الوفات میں حواس باقی نہ رہنے سے فدیہ کا حکم	۴۷۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۶۰	غیر صاحب ترتیب کی ترتیب.....	۴۷۷
۴۶۱	فدیۂ نماز کا حیلہ.....	۴۷۸
	☆.....باب دوازدھم.....☆	
	سجدۂ سہو کے احکام	
۴۶۲	سری نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراً اور جہری میں سراً پڑھنے کا حکم	۴۸۰
۴۶۳	تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی	۴۸۱
۴۶۴	صلوٰۃ جہری میں سراً پڑھنا	۴۸۱
۴۶۵	سری نماز میں جہر	۴۸۲
۴۶۷	اولیین میں ضم سورت بھول گیا	۴۸۲
۴۶۸	نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں	۴۸۴
۴۶۹	تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو	۴۸۴
۴۷۰	بھول کر یا قصداً تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو کا حکم	۴۸۵
۴۷۱	الحمد کی جگہ التحیات پڑھ لی	۴۸۵
۴۷۲	تشہد مکرر پڑھنا	۴۸۶
۴۷۳	پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہوگیا	۴۸۷
۴۷۴	سنن ونوافل میں قعدۂ اولی ترک ہونے سے سجدۂ سہو	۴۸۷
۴۷۵	قعدۂ اولی ترک کرنے سے نماز کا حکم	۴۸۹
۴۷۶	قعدۂ اولیٰ ترک ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۴۸۹
۴۷۷	دو رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا	۴۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۷۸	قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو	۴۹۱
۴۷۹	قعدۂ اولیٰ میں بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا.....	۴۹۱
۴۸۰	دو رکعت والی نماز میں بجائے قعود کے قیام کرلیا	۴۹۳
۴۸۱	تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو.....	۴۹۴
۴۸۲	قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو.....	۴۹۴
۴۸۳	قعدۂ اولیٰ یا اُخری بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو	۴۹۵
۴۸۴	قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کھڑے ہونے کا حکم	۴۹۶
۴۸۵	قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام.....	۴۹۷
۴۸۶	قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا.....	۴۹۸
۴۸۷	صلوٰۃ رباعی میں پانچویں کے لئے کھڑا ہوگیا	۴۹۸
۴۸۸	پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوجانے سے سجدۂ سہو.....	۴۹۹
۴۸۹	دو رکعت کی نیت کے بعد تین یا چار پڑھنے کی تفصیلات	۵۰۰
۴۹۰	مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کے لئے کھڑا ہوگیا.....	۵۰۲
۴۹۱	صلوٰۃ رباعی میں امام کا سجدۂ سہو کرنا	۵۰۳
۴۹۲	چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا	۵۰۳
۴۹۳	بھول کر سلام پھیرنے کے بعد تکمیل صلاۃ	۵۰۴
۴۹۴	جمعہ میں سجدۂ سہو.....	۵۰۵
۴۹۵	جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو	۵۰۶
۴۹۶	جماعت کثیرہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہے	۵۰۷
۴۹۷	ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے.....	۵۰۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹۸	رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا	۵۰۹
۴۹۹	بغیر رکوع کے سجدہ میں جانا پھر اٹھنا	۵۰۹
۵۰۰	قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو	۵۱۰
۵۰۱	سنت ووتر کے قعدۂ اولیٰ میں درود کا حکم	۵۱۱
۵۰۲	ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو	۵۱۱
۵۰۳	تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں	۵۱۲
۵۰۴	قیام میں تشہد.....	۵۱۳
۵۰۵	نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو.....	۵۱۳
۵۰۶	سجدۂ سہو کے بعد قیام کرلیا	۵۱۸
۵۰۷	بجائے **السلام** کے **الله اکبر** کے ذریعہ نماز ختم کرنا	۵۱۹
۵۰۸	سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت **سمع الله لمن حمده** کہنا.....	۵۱۹
۵۰۹	رکوع سجدہ کی تسبیح بدل گئی	۵۲۰
۵۱۰	دعا قنوت بھول کر رکوع کر دیا	۵۲۰
۵۱۱	دعاءِ قنوت بھول گیا پھر سجدۂ سہو کرلیا.....	۵۲۱
۵۱۲	امام قنوت کو بھول کر رکوع میں چلا گیا پھر کھڑے ہو کر قنوت پڑھی اور رکوع سجدہ کیا	۵۲۲
۵۱۳	دعاءِ قنوت یا التحیات سے پہلے **بسم الله** پڑھنا.....	۵۲۲
۵۱۴	امام کو سجدۂ سہو میں سہو ہو گیا تو مقتدی کیا کرے	۵۲۳
۵۱۵	سجدۂ سہو بھول سے رہ گیا	۵۲۴
۵۱۶	غلطی سے سجدۂ سہو کرلیا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ سہو واجب نہیں تھا.....	۵۲۴
۵۱۷	امام نے سجدۂ سہو کیا پھر معلوم ہوا سجدۂ سہو واجب نہیں تھا نماز کا کیا حکم ہے؟	۵۲۵
۵۱۸	گمان سے سجدۂ سہو کرنا	۵۲۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۱۹	امام نے سہو کے گمان پر سجدۂ سہو کیا	۵۲۷
۵۲۰	سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو	۵۲۹
۵۲۱	سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھیں	۵۳۰
۵۲۲	سجدۂ سہو کے لئے ایک سجدہ کافی نہیں	۵۳۱
۵۲۳	سجدۂ سہو کے بعد امام کے ساتھ شرکت	۵۳۲
۵۲۴	مقتدی کا سجدۂ سہو امام سے پہلے	۵۳۲
۵۲۵	اگلی رکعت کا بھولا ہوا سجدہ بعد والی میں ادا کیا	۵۳۳
۵۲۶	قراءت میں کوئی لفظ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کا حکم	۵۳۴
۵۲۷	مدرک نے پانچ رکعت پڑھ دی	۵۳۵
۵۲۸	فرض کی قراءت میں الحمد کا ایک لفظ رہ گیا لقمہ دینے پر امام نے لے لیا تو کیا سجدۂ سہو واجب ہے؟	۵۳۵
۵۲۹	مقتدی کا قعدۂ اولیٰ سہواً ترک ہو گیا	۵۳۶
۵۳۰	امام کے ساتھ چوتھی رکعت کا قیام کئے بغیر سلام پھیرنا	۵۳۷
۵۳۱	تیسری چوتھی رکعت میں صرف بسم اللہ پڑھی	۵۳۸
۵۳۲	قراءت کی غلطی سے سجدۂ سہو	۵۳۸
۵۳۳	سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ نہ کیا جائے تو اعادہ نماز کا حکم	۵۳۹
	☆.....**باب سیزدھم**.....☆	
	سجدۂ تلاوت کے احکام	
۵۳۴	آیت سجدہ کی تفصیل	۵۴۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۳۵	پارہ نمبر ۱۷ میں سجدۂ تلاوت	۵۴۱
۵۳۶	سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب	۵۴۲
۵۳۷	سجدۂ تلاوت میں تاخیر	۵۴۳
۵۳۸	سجدۂ تلاوت بذریعہ رکوع	۵۴۴
۵۳۹	سجدۂ تلاوت رکوع میں	۵۴۴
۵۴۰	سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا	۵۴۵
۵۴۱	سجدۂ تلاوت کی جگہ رکوع	۵۴۶
۵۴۲	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کر دیا جائے	۵۴۷
۵۴۳	سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے	۵۴۸
۵۴۴	سجدۂ تلاوت کی قضا	۵۴۸
۵۴۵	ریڈیو پر تلاوت کا سننا	۵۴۹
۵۴۶	ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب	۵۵۰
۵۴۷	ریڈیو سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت	۵۵۱
۵۴۸	گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت	۵۵۲
۵۴۹	کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا	۵۵۲
۵۵۰	آیت سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم	۵۵۳
۵۵۱	سورہ ص میں سجدہ کس آیت پر ہے؟	۵۵۴
۵۵۲	آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرنا بھول گیا	۵۵۴
۵۵۳	آیت سجدہ پڑھ کر کیا ناوقف کو بتانا چاہئے	۵۵۵
۵۵۴	ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا	۵۵۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب چھاردھم.....☆	
۵۵۵	مسافر کی نماز	
۵۵۶	مسافت شرعیہ	۵۵۷
۵۵۷	مسافت شرعیہ طے کرنے بعد قصر کرے یا اس سے پہلے بھی قصر درست ہے؟	۵۵۸
۵۵۸	مسافت قصر	۵۵۹
۵۵۹	مسافت قصر کی مقدار	۵۶۰
۵۶۰	پندرہ دن کی قیام ک نیت سے سفر کرنے والا راستہ میں قصر کرے	۵۶۱
۵۶۱	مسافت سفر میں اعتبار صرف جانے کا ہے یا آنے کا بھی	۵۶۲
۵۶۲	آدمی مسافر کب شمار ہوتا ہے	۵۶۲
۵۶۳	ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا	۵۶۴
۵۶۴	۴۲ رمیل کا سفر شرعی سفر نہیں	۵۶۴
۵۶۵	سفر میں سنتیں	۵۶۵
۵۶۶	سفر میں سنتوں کا قصر	۵۶۵
۵۶۷	مقیم ومسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء	۵۶۷
۵۶۸	مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے	۵۶۸
۵۶۹	مقتدی مسافر نے امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کی	۵۶۹
۵۷۰	مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت سے اقتداء کرنا	۵۷۰
۵۷۱	مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے	۵۷۰
۵۷۲	مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے	۵۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۷۳	مقیم مقتدی کی نماز مسافر امام کے پیچھے	۵۷۲
۵۷۴	مسافر قصر کب سے کرے	۵۷۴
۵۷۵	میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافت سفر نہیں	۵۷۵
۵۷۶	مسافت سفر سے کم میں قصر نہیں	۵۷۶
۵۷۷	قصر واتمام	۵۷۷
۵۷۸	سفر میں قصر واتمام کی صورتیں	۵۷۸
۵۷۹	مسافر کو اتمام	۵۸۰
۵۸۰	مسافر کو اتمام	۵۸۲
۵۸۱	امام مسافر کو اتمام کرنا	۵۸۲
۵۸۲	امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے	۵۸۴
۵۸۳	مسافر نے اتمام کیا	۵۸۵
۵۸۴	ملاح مقیم ہیں یا مسافر	۵۸۷
۵۸۵	ریلوے کے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم	۵۸۸
۵۸۶	دوران سفر اپنے وطن کے اندر سے گزرنا آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا	۵۹۰
۵۸۷	ہمیشہ مسافر رہنے والے کی نماز	۵۹۱
۵۸۸	دوران سفر وطن اقامت سے گزرنا سفر کے پیش نظر تنہا نماز پڑھ لینا	۵۹۲
۵۸۹	وطن اصلی دو جگہ	۵۹۳
۵۹۰	کیا والد کا مکان بھی وطن اصلی ہے	۵۹۴
۵۹۱	متبنیٰ ہونے سے وطن اصلی نہیں بنا	۵۹۵
۵۹۲		

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۹۳	داماد کے لئے سسرال میں اور عورت کے لئے میکہ میں قصر واتمام کا حکم	۵۹۶
۵۹۴	وطن اصلی کب باطل ہوتا ہے	۵۹۸
۵۹۵	وطن تاہل	۶۰۰
۵۹۶	وطن اقامت کیسے باطل ہوجاتا ہے	۶۰۱
۵۹۷	وطن اقامت	۶۰۱
۵۹۸	وطن اقامت میں قصر	۶۰۲
۵۹۹	فتاویٰ دارالعلوم میں نماز قصر سے متعلق تعارض کا رفع	۶۰۳
۶۰۰	سفر غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا	۶۰۴
۶۰۱	نماز قصر	۶۰۵
۶۰۲	مسافر کے لئے جمعہ تراویح اور قصر	۶۰۶
۶۰۳	ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۶۰۸
۶۰۴	بس میں نماز اشارہ سے	۶۰۸
۶۰۵	پانی کے جہاز میں نماز عید	۶۰۹
۶۰۶	مسافر نے بے وضو نماز پڑھی وقت گذرنے کے بعد یاد آیا	۶۱۰
۶۰۷	داماد سسرال میں قصر کریگا یا اتمام	۶۱۱
۶۰۸	سفر کی ابتداء وطن کے آخری گھر سے ہوگی	۶۱۱
۶۰۹	عورت میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر	۶۱۲
۶۱۰	حالت سفر میں حیض آ گیا	۶۱۳
۶۱۱	مسافر کے حق میں سنن رواتب کا حکم	۶۱۴
۶۱۲	ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۶۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۱۳	مسافت سفر پہاڑ میں	۶۱۶
۶۱۴	مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قصر کرے گا	۶۱۷
۶۱۵	ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم	۶۱۷
۶۱۶	بہیلی میں نماز	۶۱۸
۶۱۷	ہوائی جہاز میں نماز	۶۱۹
۶۱۸	کسی عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا	۶۲۰
۶۱۹	کیا ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کر سکتا ہے.....	۶۲۰
۶۲۰	ریل میں جہت قبلہ کا پایا جانا مشکل ہو تو کیا کیا جائے	۶۲۰
۶۲۱	چلتی ریل میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۶۲۱
۶۲۲	ریل سے اتر کر نماز پڑھتے ہوئے ٹرین چل پڑے تو کیا کیا جائے	۶۲۱
۶۲۳	بس میں کس طرح نماز پڑھے	۶۲۱
۶۲۴	بس میں سفر کرتے وقت کسی جگہ وضو کر کے دوسری جگہ نماز پڑھنا	۶۲۱
۶۲۵	ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے.....	۶۲۲
۶۲۶	ریل میں تیمّم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے.....	۶۲۲
۶۲۷	سورج غروب ہونے کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والے پر نماز چار رکعت	
۶۲۸	واجب ہے یا دو رکعت	۶۲۲
۶۲۹	بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے مسافر ہوگا یا حدود شہر کو پار کر کے.....	۶۲۳
۶۳۰	ریل میں احتلام ہو جائے تو غسل کے لئے کیا کرے.....	۶۲۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب پانزدھم.....☆	
	بیمار کی نماز	
۶۳۱	حالت مرض میں فوت شدہ نماز کا فدیہ زندگی میں ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟	۶۲۷
۶۳۲	معذور تیمّم اور اشارہ سے نماز پڑھے	۶۲۸
۶۳۳	آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم	۶۲۹
۶۳۴	ایضاً	۶۳۱
۶۳۵	آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا	۶۳۲
۶۳۶	آنکھ کے اشارہ سے نماز	۶۳۳
۶۳۷	اعرج کی نماز کا طریقہ	۶۳۴
۶۳۸	معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا	۶۳۶
۶۳۹	رحم میں دوا رکھ کر نماز	۶۳۶
۶۴۰	معذور کے لئے صف کے کنارے پر ہونا ضروری نہیں	۶۳۷
۶۴۱	اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ	۶۳۸

تمت وبالفضل عمت

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....**باب شانزدھم**.....☆	
	ذکر ودعا کے احکام	
	فصل اول : نماز کے بعد اذکار وظائف	
۱	نماز کے بعد ذکر جہری.....	۲۸
۲	فرض اور سنت کے درمیان وظیفہ.....	۲۹
۳	تسبیحات فرض کے بعد ہیں یا سنن کے.....	۳۰
۴	ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً.....	۳۰
۵	کشمیر میں نماز کے بعد درود شریف.....	۳۲
۶	نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ وسلام.....	۳۳
۷	فرض نماز کے بعد وظیفہ.....	۳۴
۸	نماز کے بعد استغفر اللہ پڑھنا.....	۳۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹	فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم.....	۳۶
۱۰	فجر کے بعد امام کا مع مقتدی کے جہراً تسبیحات پڑھنا.....	۳۷
۱۱	نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا.....	۳۸
۱۲	نماز فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر ونعت میلاد کا حکم.....	۳۹
۱۳	فجر کے بعد ہوا خوری افضل ہے یا اوراد ووظائف.....	۴۰
۱۴	عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم.....	۴۱
۱۵	تسبیح فاطمی نہ پڑھنا.....	۴۲
	فصل دوم : درمیان نماز اور اسکے بعد دعا وغیرہ	
۱۶	فرض نماز کے بعد دعا الحمد سے شروع کرنا.....	۴۴
۱۷	نماز کے ختم پر اللھم انت السلام کی دعا کہاں تک ہے.....	۴۵
۱۸	فجر کے بعد اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے	۴۶
۱۹	پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام.....	۴۷
۲۰	دعاء ثانی.....	۵۰
۲۱	ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی کو دعاء کے اخیر میں پڑھنا.....	۵۱
۲۲	نماز جمعہ کے بعد دعاء ثانیہ.....	۵۷
۲۳	دعاء ثانیہ جبکہ نماز میں خلل واقع ہو.....	۵۸
۲۴	نماز کے بعد دعاء ثانی.....	۵۸
۲۵	دعاء ثانیہ وثالثہ.....	۵۹
۲۶	سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء.....	۶۰
۲۷	سنت ونفل کے بعد کس قدر طویل دعاء مسنون ہے.....	۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸	سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا.....	۶۱
۲۹	وتر کے بعد دعاء.....	۶۲
۳۰	ہر ترویحہ کے بعد دعاء.....	۶۲
۳۱	تراویح میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا.....	۶۴
۳۲	بعد فجر سورہ یٰسین شریف کا اہتمام.....	۶۴
۳۳	جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا.....	۶۵
۳۴	نماز میں درود کے بعد کی دعاء.....	۶۶
۳۵	بعد فجر وعصر تسبیح ودعاء میں ترتیب.....	۶۷
۳۶	نماز کے بعد تسبیح صف سے ہٹ کر.....	۶۸
۳۷	تشہد کے بعد کی دعاء.....	۶۹
۳۸	امام کی دعاء پر آمین کہے یا اپنی دعاء مانگے.....	۷۰
۳۹	دعاء کے فوائد اور اس کے قبول ہونے کا مطلب.....	۷۰
۴۰	درازیٔ عمر کی دعاء.....	۷۲
۴۱	ننگا ہونے کی حالت میں دعا ودرود.....	۷۲
۴۲	مناجات مقبول اور حزب الاعظم.....	۷۳
۴۳	حزب البحر پڑھنے کی اجازت.....	۷۳
۴۴	تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا.....	۷۴
۴۵	ظالم کیلئے بددعاء کرنا.....	۷۵
۴۶	وقت دعاء دونوں ہاتھوں میں فصل.....	۷۵
۴۷	دعاء میں ہاتھ زیادہ اٹھانا.....	۷۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۸	قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں.....	۷۷
۴۹	قومہ کی دعاء.....	۷۷
۵۰	عصر کے بعد باتیں کرنا.....	۸۱
۵۱	قومہ کے بعد جلسہ کی دعاء.....	۸۱
۵۲	دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کی تفصیل.....	۸۲
۵۳	سجدۂ نماز میں دعاء.....	۸۴
۵۴	سجدہ میں قرآنی دعاء پڑھنا.....	۸۶
۵۵	نماز میں دعائے غیر ماثورہ.....	۸۷
۵۶	اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کا اثر.....	۸۷
۵۷	دعاء کس نیت سے مانگی جائے.....	۸۸
۵۸	دعاء کا ایک مخصوص طریقہ.....	۸۹
۵۹	فاسق وفاجر کیلئے دعائے مغفرت.....	۹۰
۶۰	مشرک کیلئے دعاء مغفرت.....	۹۱
۶۱	توبہ واستغفار میں فرق.....	۹۲
۶۲	افطار کے وقت اجتماعی دعا ثابت نہیں.....	۹۳
۶۳	افطار کے وقت دعاء قبول ہے لیکن اجتماعی دعا نہ ہو.....	۹۴
۶۴	مشترک دعاء میں کتنا وقت صرف ہونا چاہئے.....	۹۵
۶۵	چلتے پھرتے اوقات میں ذکر.....	۹۶
۶۶	مذکورہ طریقہ پر دعاء سے متعلق سوال.....	۹۷
۶۷	دعاء بناء مسجد.....	۹۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۸	ذکر بالجہر والجماعت.....	۹۸
۶۹	دعاء جہر وسر کے درمیان.....	۱۰۳
۷۰	ہمبستری کے وقت کی دعاء.....	۱۰۴
۷۱	یہ دعاء کرنا کہ اللہ صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ.....	۱۰۵
۷۲	دعاء میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو؟.....	۱۰۵
۷۳	انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے.....	۱۰۶
۷۴	دل سے دعا پڑھنا.....	۱۰۶
۷۵	مختلف دعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا.....	۱۰۷
۷۶	قبولیت دعاء کے شرائط.....	۱۰۷
۷۷	دعاء میں توسل.....	۱۰۹
۷۸	دعاء میں بحق محمد رسول پڑھنا.....	۱۱۰
۷۹	نماز جنازہ کے بعد دعاء.....	۱۱۰
۸۰	دعاء ماثور میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ	۱۱۱
۸۱	بعد فجر تا اشراق بیٹھے رہنے کا ثواب اٹھنے سے نہیں ملتا.....	۱۱۲
۸۲	ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت.....	۱۱۳
۸۳	ہر نماز کے بعد دعا.....	۱۱۶
۸۴	ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام.....	۱۱۸
۸۵	فرض نماز کے بعد دعا.....	۱۱۸
۸۶	نماز کے بعد دعائیں.....	۱۱۹
۸۷	نماز کے بعد دعا کا طریقہ.....	۱۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۸	نماز کے بعد دعا و آمین.....	۱۲۱
۸۹	نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا.....	۱۲۳
۹۰	ہر نماز کے بعد دعا جہری کا التزام.....	۱۲۴
۹۱	نماز کے بعد جہراً دعا.....	۱۲۵
۹۲	دعا زور سے مانگنا.....	۱۲۶
۹۳	کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ دے کر.....	۱۲۷
۹۴	ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا.....	۱۲۸
۹۵	فجر اور عصر میں دعا تسبیحات کے بعد ہو یا سلام کے معاً بعد.....	۱۲۹
۹۶	نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا.....	۱۲۹
۹۷	جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے.....	۱۳۰
۹۸	امام کا مقتدیوں کے جانب یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا.....	۱۳۱
	☆.....باب هفدهم.....☆	
	نماز کے متفرق مسائل	
۹۹	اگر نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو.....	۱۳۳
۱۰۰	صلوات خمس کی ابتدا.....	۱۳۴
۱۰۱	کیا قرآن کریم سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہے.....	۱۳۵
۱۰۲	نماز و جہاد میں افضل کون.....	۱۳۶
۱۰۳	کیا مجذوب مکلّف ہے.....	۱۳۷
۱۰۴	سجدۂ شکر.....	۱۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۵	نماز کی ہیئت ترکیبیہ کیوں ہے.....	۱۳۹
۱۰۶	سنت طریقے سے مصلی ناخوش ہوں تو.....	۱۴۰
۱۰۷	ترک واجب میں شبہ.....	۱۴۱
۱۰۸	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کتنا ہو؟.....	۱۴۱
۱۰۹	نماز کیلئے زبردستی کرنا.....	۱۴۲
۱۱۰	تارک نماز کا حکم.....	۱۴۴
۱۱۱	تارک نماز کا کیا حکم ہے.....	۱۴۶
۱۱۲	ترک نماز کا دوسروں پر اثر.....	۱۴۷
۱۱۳	ترک نماز کی سزا.....	۱۴۷
۱۱۴	شفعہ کسے کہتے ہیں.....	۱۴۸
۱۱۵	اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا.....	۱۴۸
۱۱۶	نماز کیلئے زبردستی کرنا.....	۱۴۹
۱۱۷	شکار میں نماز قضا کرنا.....	۱۵۱
۱۱۸	بے نمازی سے ترک تعلق.....	۱۵۱
۱۱۹	نماز کے بعد کسی چھوٹے کا بڑے سے کچھ پیچھے ہٹ جانا.....	۱۵۲
۱۲۰	مصلیٰ کے قریب باتیں کرنا.....	۱۵۳
۱۲۱	کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائیگی.....	۱۵۴
۱۲۲	چیتل کی کھال کا مصلیٰ.....	۱۵۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۳	امام کو احتلام ہوا دو روز اسی طرح نماز پڑھادی کیا معلوم ہونے پر مقتدیوں کو خبر کرنا ضروری ہے.....	۱۵۵
۱۲۴	نماز میں غلطی پر متنبہ کرنا	۱۵۶
۱۲۵	امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا.....	۱۵۷
۱۲۶	سجدہ مصلے پر اور پیر زمین پر.....	۱۵۸
۱۲۷	نماز کے بعد دعاء سے پہلے مسجد کیلئے روپیہ وصول کرنا.....	۱۵۸
۱۲۸	جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہوجائے اس میں شرکت.....	۱۵۹
۱۲۹	ایک سانس میں دونوں سلام.....	۱۶۰
۱۳۰	سلام امام کے بعد صف سے ہٹ کر بیٹھنا.....	۱۶۰
۱۳۱	کسی عامی کو اس کی جگہ سے ہٹانا کسی خاص شخص کیلئے.....	۱۶۱
۱۳۲	ابتدائے نماز میں اِنِّیْ وَجَّھْتُ پڑھنا.....	۱۶۲
۱۳۳	سجدہ میں بسم اللہ.....	۱۶۲
۱۳۴	مقتدی سے فرض کہہ کر سنت پڑھنا.....	۱۶۳
۱۳۵	ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا.....	۱۶۵
۱۳۶	کیا نجات کے لئے صرف نماز جمعہ کافی ہے.....	۱۶۶
۱۳۷	کیا بے نمازی جنت میں جائے گا.....	۱۶۷
۱۳۸	مغرب کی نماز کیلئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا.....	۱۶۷
۱۳۹	بہشتی گوہر کی ایک عبارت کی تنقیح.....	۱۶۸

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

کتاب الجمعة والعیدین

نماز جمعہ وعیدین کا بیان

☆.....باب اوّل.....☆

نماز جمعہ

فصل اول : وقتِ نمازِ جمعہ

۱۴۰	جمعہ کے دن زوال کا حکم	۱۷۲
۱۴۱	استواء شمس کے وقت جمعہ کے روز نماز کا حکم	۱۷۳
۱۴۲	جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے کا حکم	۱۷۳
۱۴۳	ڈیوٹی کے وقت جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب	۱۷۶

فصل دوم : اذان جمعہ

۱۴۴	اذان خطبہ کا جواب اور اس کے دلائل	۱۷۷
۱۴۵	اذان خطبہ کا جواب اور اس کے بعد دعاء	۱۷۹
۱۴۶	جمعہ کی اذان ثانی کا جواب	۱۸۰
۱۴۷	اذان خطبہ کا جواب	۱۸۳
۱۴۸	اذان ثانی کا جواب اور اس کی دعاء	۱۸۴
۱۴۹	جمعہ کی اذان ثانی کے بعد دعاء	۱۸۴
۱۵۰	اذان جمعہ قبل از زوال	۱۸۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۱	جمعہ کی دونوں اذانوں کا ثبوت	۱۸۷
۱۵۲	جمعہ کے لئے اذان اول سنت ہے یا ثانی	۱۸۸
۱۵۳	جمعہ کی اذان ثانی	۱۸۹
۱۵۴	اذان ثانی کس جگہ ہو.....	۱۸۹
۱۵۵	جمعہ کے روز اذان خطبہ کا مقام	۱۹۰
۱۵۶	اذان خطبہ مسجد میں	۱۹۵
۱۵۷	جمعہ کی اذان ثانی کا محل	۱۹۷
۱۵۸	اذان خطبہ کا محل	۱۹۷
۱۵۹	اذان خطبہ کا محل	۲۰۰
۱۶۰	جمعہ کی اذان ثانی کا مقام اور محمد بن اسحاق کا حال.....	۲۰۴
۱۶۱	جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں	۲۰۸
۱۶۲	اذان ثانی اور خطبہ میں فصل	۲۱۲
۱۶۳	اذان بین یدی الخطیب کو دائیں بائیں ہٹ کر کہنا	۲۱۲
۱۶۴	جمعہ کی نماز کے لئے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا	۲۱۳
	فصل سوم : شرائطِ جمعہ	
۱۶۵	مصر کی تعریف	۲۱۵
۱۶۶	شہر ہونے کا مدار عرف پر ہے	۲۱۶
۱۶۷	مصر کی تعریف اور اقامت جمعہ کی شرائط	۲۱۸
۱۶۸	قصبہ کی تعریف	۲۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶۹	جمعہ فی القریٰ، مصر کی تعریفیں قریہ میں جواز جمعہ کا حکم	۲۲۲
۱۷۰	قریہ میں جمعہ اور قریہ کی تعریف	۲۳۴
۱۷۱	قریہ صغیرہ وکبیرہ	۲۳۶
۱۷۲	دو ہزار کی آبادی میں جمعہ	۲۴۲
۱۷۳	دیہات میں جمعہ	۲۴۵
۱۷۴	تین ہزار کی آبادی میں جمعہ	۲۵۰
۱۷۵	پینتیس سو کی آبادی میں جمعہ	۲۵۱
۱۷۶	چار ہزار کی آبادی میں جمعہ	۲۵۳
۱۷۷	قریۂ کبیرہ میں جمعہ	۲۵۳
۱۷۸	گاؤں میں جمعہ	۲۵۵
۱۷۹	الجمعۃ فی القریٰ	۲۶۰
۱۸۰	اٹھارہ سو کی آبادی میں جمعہ	۲۷۳
۱۸۱	بنگال کے دیہات میں جمعہ	۲۷۷
۱۸۲	جس بستی میں مسلمانوں کی آبادی پانچ سو ہو اس میں جمعہ	۲۷۸
۱۸۳	جس بستی میں مسلمانوں کے تیس گھر ہوں وہاں جمعہ کا حکم	۲۷۸
۱۸۴	گاؤں میں جمعہ اور تعزیہ پر قیاس کرنا	۲۸۰
۱۸۵	دو ہزار کی آبادی میں جمعہ وعیدین وقربانی	۲۸۱
۱۸۶	موضع دادری میں جمعہ	۲۸۲
۱۸۷	احتیاط مذہب حنفی میں ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ نہیں	۲۸۴
۱۸۸	کیا تین گاؤں مل کر ایک جگہ جمعہ پڑھیں	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۹	دیہات میں تعلیم مسائل کی خاطر جمعہ پڑھنا	۲۸۵
۱۹۰	فناءِ مصر	۲۸۶
۱۹۱	شہر سے متصل گاؤں والوں پر جمعہ	۲۸۸
۱۹۲	جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو اس میں جمعہ کا حکم	۲۹۰
۱۹۳	گھر یا حجرہ میں جمعہ	۲۹۲
۱۹۴	لوگوں کے نماز کے ترک کرنے کے اندیشہ سے نماز جمعہ کا قیام	۲۹۲
۱۹۵	چار پانچ سو کی آبادی میں جمعہ	۲۹۴
۱۹۶	دوسو گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ	۲۹۷
۱۹۷	تین چار ہزار کی آبادی میں جمعہ	۲۹۸
۱۹۸	پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ	۲۹۹
۱۹۹	اگر بغیر جمعہ کے مسجد آباد نہ ہو تو کیا کیا جائے	۳۰۱
۲۰۰	جمعہ وعید کے شرائط مفصل	۳۰۱
۲۰۱	جمعہ کے لئے سلطان اور اذن کی شرط	۳۰۸
۲۰۲	جمعہ میں سلطان کی شرط	۳۱۱
۲۰۳	جمعہ کے شرائط دارالحرب اور غیر دارالحرب میں مساوی ہیں یا نہیں؟	۳۱۲
۲۰۴	جس بستی میں شرائط نہ ہوں اور پھر بھی جمعہ پڑھا جائے، اس کا حکم	۳۱۳
۲۰۵	نماز جمعہ کو اڑ بند کر کے	۳۱۴
۲۰۶	جیل گھر میں جمعہ	۳۱۵
۲۰۷	قید خانہ میں جمعہ کی نماز	۳۱۶
۲۰۸	فیکٹری میں جمعہ	۳۱۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۹	مزرعہ قریبہ میں نماز جمعہ	۳۱۹
۲۱۰	ہوسٹل میں جمعہ	۳۲۰
۲۱۱	بازار کی مسجد میں جمعہ قائم کرنا.....	۳۲۱
۲۱۲	قصبہ سے قریب گاؤں والوں پر جمعہ	۳۲۲
۲۱۳	نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۳۲۳
۲۱۴	جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۳۲۴
۲۱۵	نماز جمعہ کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں.....	۳۲۵
۲۱۶	جو مسجد وقف نہ ہو اس میں نماز جمعہ	۳۲۶
۲۱۷	جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین	۳۲۷
۲۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں پڑھا	۳۲۸
۲۱۹	آبادی سے دور طویلہ کی مسجد میں جمعہ	۳۳۰
۲۲۰	چھوٹی بستی میں نماز جمعہ بند کرنے سے لوگوں نے فرض نماز بھی چھوڑ دی	۳۳۱
۲۲۱	قریہ صغیرہ میں امام کے پیچھے نماز جمعہ میں اقتداء.....	۳۳۳
۲۲۲	جواز جمعہ میں اختلاف ہو تو راہ عمل کیا ہے.....	۳۳۴
۲۲۳	جواز جمعہ میں اگر مفتیان کرام مختلف ہوں؟	۳۳۴
۲۲۴	جمعہ کی نماز کے لئے کسی بستی میں جانا	۳۳۵
۲۲۵	جمعہ کی نماز میں شوافع کے یہاں کتنے آدمی ضروری ہیں؟	۳۳۶
۲۲۶	شوافع کے نزدیک پندرہ گھر والے قریہ میں جمعہ	۳۳۷
	فصل چہارم : فرضیتِ جمعہ	
۲۲۷	نابینا پر جمعہ اور اس کی امامت	۳۳۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۸	عورت کے جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط ہو جائے گی	۳۴۰
۲۲۹	گاؤں کا آدمی جمعہ کے دن شہر میں جائے تو کیا نیت کرے	۳۴۱
۲۳۰	جن لوگوں کو جمعہ نہیں ملا کیا وہ ظہر جماعت سے پڑھیں	۳۴۱
۲۳۱	قیدیوں کے لئے جمعہ وعیدین واعتکاف کا حکم	۳۴۲
۲۳۲	جمعہ کے لئے گاؤں سے شہر میں آنا	۳۴۳
۲۳۳	جمعہ کے وقت اسکول کی حاضری	۳۴۴
۲۳۴	شرائط جمعہ نہ پائے جانے پر مفاسد کا خوف ہو تو کیا کیا جائے	۳۴۴
۲۳۵	شہر سے چار میل دوری پر چرواہے کے لئے جمعہ	۳۴۵
	فصل پنجم : خطبۂ جمعہ	
۲۳۶	خطبہ دینے کا مسنون طریقہ	۳۴۷
۲۳۷	خطبۂ جمعہ کا حکم	۳۴۷
۲۳۸	خطبہ جمعہ وعیدین کا حکم	۳۴۸
۲۳۹	غیر عربی زبان میں خطبہ	۳۴۹
۲۴۰	خطبۂ جمعہ کا ترجمہ مذہب شافعی میں	۳۵۱
۲۴۱	خطبہ حاضرین کی زبان میں	۳۵۲
۲۴۲	ترجمہ خطبۂ عربیہ	۳۵۷
۲۴۳	غیر عربی زبان میں خطبہ	۳۵۸
۲۴۴	اردو زبان میں خطبہ	۳۶۰
۲۴۵	اردو میں خطبہ	۳۶۱
۲۴۶	خطبۂ جمعہ بزبانِ عربی	۳۶۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۷	ایضاً	۳۷۱
۲۴۸	خطیب کا وقتی مسئلہ اردو میں بتانا	۳۷۸
۲۴۹	خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا	۳۷۹
۲۵۰	خطبہ سے پہلے اردو میں وعظ	۳۸۰
۲۵۱	خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ	۳۸۸
۲۵۲	جمعہ سے پہلے وعظ	۳۹۰
۲۵۳	اذان خطبہ سے پہلے وعظ	۳۹۱
۲۵۴	جمعہ کی دو اذان کے درمیان وعظ	۳۹۲
۲۵۵	خطبہ میں ''قال اللہ تعالیٰ فاعوذ باللہ'' پڑھنا	۳۹۴
۲۵۶	خطبۂ جمعہ سے پہلے نعت ونظم	۳۹۵
۲۵۷	خطبہ کا سننا جمعہ کے لئے شرط نہیں	۳۹۵
۲۵۸	خطبۂ جمعہ وعید کا نہ سننا	۳۹۶
۲۵۹	خطبۂ جمعہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا	۳۹۷
۲۶۰	تلوار یا کمان لے کر خطبۂ جمعہ پڑھنا	۳۹۷
۲۶۱	خطبہ کے وقت لاٹھی ہاتھ میں لینا	۳۹۹
۲۶۲	خطبہ کے بعد امام کا منبر سے اتر کر مصلے پر بیٹھنا	۳۹۹
۲۶۳	دعا بین الخطبتین	۴۰۰
۲۶۴	خطبۂ اولیٰ کے اخیر کی دعاء	۴۰۱
۲۶۵	جمعہ کی نماز میں خطبہ کے درمیان دعاء	۴۰۲
۲۶۶	خطبہ اور نماز جمعہ میں فصل کی مقدار	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۷	مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے	۴۰۶
۲۶۸	سامعین کو حالت خطبہ میں درود شریف پڑھنا.....	۴۰۷
۲۶۹	خطبہ کے وقت خطیب کی طرف رخ ہو یا قبلہ کی طرف	۴۰۸
۲۷۰	خلفاء راشدین کا تذکرہ خطبۂ جمعہ میں	۴۰۸
۲۷۱	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا.....	۴۰۹
۲۷۲	خطبہ کس زینہ پر ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض	۴۰۹
۲۷۳	خطبہ منبر کے کس زینہ پر ہو؟.....	۴۱۱
۲۷۴	خطبۂ جمعہ ایک منبر پر بیٹھ کر ایک کھڑے ہو کر پڑھنا	۴۱۱
۲۷۵	دوران خطبہ ادھر ادھر دیکھنا.....	۴۱۲
۲۷۶	خطبہ میں امیر المؤمنین کا نام	۴۱۳
۲۷۷	خطبہ جمعہ میں اشعار.....	۴۱۳
۲۷۸	خطبہ سے قبل السلام علیکم	۴۱۴
۲۷۹	اذان ثانی سے قبل لقد جاء کم پڑھنا اور درمیان خطبہ زور سے درود پڑھنا	۴۱۴
۲۸۰	خطبۃ الوداع	۴۱۵
۲۸۱	خطبۃ الوداع	۴۱۶
۲۸۲	ایک شخص کا دو جگہ خطبہ پڑھنا.....	۴۱۷
۲۸۳	جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں خطبہ دینا	۴۱۷
۲۸۴	جمعہ پڑھ کر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا.....	۴۱۸
۲۸۵	ایک شخص نماز جمعہ پڑھائے دوسرا خطبہ پڑھے	۴۱۹
۲۸۶	خطبہ کے درمیان چندہ	۴۱۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۷	خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ	۴۲۰
۲۸۸	خطبہ کے وقت نمازیوں سے چندہ وصول کرنا.....	۴۲۲
۲۸۹	خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ کرنا.....	۴۲۳
۲۹۰	حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا.....	۴۲۶
۲۹۱	خطبۂ اولیٰ وثانیہ میں کس قدر طول ہو.....	۴۲۶
۲۹۲	خطبۂ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے کھڑا ہونا.....	۴۲۷
	فصل ششم : تعدد جمعہ	
۲۹۳	تعدد جمعہ	۴۲۸
۲۹۴	ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ	۴۲۸
۲۹۵	مزارع متعددہ میں تعدد جمعہ.....	۴۳۲
۲۹۶	بڑی جامع مسجد ہوتے ہوئے دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا	۴۳۳
۲۹۷	بدعتی امام سے بچنے کے لئے مدرسہ میں قیام جمعہ	۴۳۵
	فصل ہفتم : آدابِ جمعہ	
۲۹۸	سورۂ کہف کا ورد ہر جمعہ کو.....	۴۳۷
۲۹۹	ناخن اور بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوائے یا بعد میں	۴۳۷
۳۰۰	جمعہ کے روز حجامت.....	۴۳۸
۳۰۱	غسل جمعہ وعید کا وقت	۴۳۹
	فصل ہشتم : احتیاط الظہر	
۳۰۲	احتیاط الظہر کی تفصیل.....	۴۴۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۳	احتیاط الظہر	۴۴۵
۳۰۴	احتیاط الظہر	۴۵۱
۳۰۵	نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر	۴۵۱
۳۰۶	جمعہ سے پہلے ظہر پڑھی	۴۵۲
	فصل نہم : متفرقات جمعہ	
۳۰۷	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ	۴۵۴
۳۰۸	محراب میں جمعہ سے پہلے سنت پڑھنا	۴۵۶
۳۰۹	جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟	۴۵۶
۳۱۰	نماز جمعہ کی نیت	۴۵۷
۳۱۱	تکبیر تشریق نماز جمعہ کے بعد	۴۵۸
۳۱۲	عیدگاہ میں جمعہ اذان ثانی واقامت سے	۴۵۹
۳۱۳	جو شخص کوئی نماز نہیں پڑھتا صرف جمعہ پڑھتا ہے اس کا حکم	۴۶۰
	☆.....**باب دوم**.....☆	
	عیدین کے احکام	
	فصل اول : عیدین کے وجوب وشرائط	
۳۱۴	نماز عید کا وقت	۴۶۱
۳۱۵	عیدین میں سلطان کی شرط	۴۶۲
۳۱۶	نماز عید بنیت نفل	۴۶۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۷	شہادت دیر سے پہونچے تو نماز عید کو مؤخر کیا جائے؟	۴۶۴
۳۱۸	باہر کا آدمی بھی عید کی نماز پڑھا سکتا ہے	۴۶۵
۳۱۹	جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کیلئے نماز عید کا حکم	۴۶۶
۳۲۰	جو شخص قربانی نہ کرے اس کے ذمہ نماز عید	۴۶۶
۳۲۱	احناف کی نماز عیدین شوافع کے پیچھے	۴۶۷
۳۲۲	مسبوق نماز عید کس طرح پوری کرے	۴۶۸
۳۲۳	جس کو عید کی نماز نہیں ملی کیا وہ تنہا یا جماعت سے پڑھے	۴۶۸
۳۲۴	نماز عید کو مؤخر کرنا	۴۶۹
۳۲۵	خطرۂ جان کے وقت نماز عید ترک کرنا	۴۷۱
۳۲۶	نماز عید دیہات میں	۴۷۱
۳۲۷	نماز عید میں رکوع بھول گیا	۴۷۳
	فصل دوم : نماز عیدین ادا کرنے کے مقام	
۳۲۸	عیدگاہ کا حکم	۴۷۴
۳۲۹	عیدین کی نماز بستی میں یا میدان میں	۴۷۶
۳۳۰	نماز عید کیلئے میدان میں جانا مستحب ہے	۴۷۹
۳۳۱	معذورین کے لئے جامع مسجد میں نماز عید	۴۸۰
۳۳۲	نماز عیدین آبادی میں یا صحراء میں	۴۸۰
۳۳۳	عیدگاہ چھوڑ کر میدان میں نماز عید	۴۸۱
۳۳۴	فیلڈ میں نماز عید	۴۸۲
۳۳۵	نماز عید جبانہ میں	۴۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۶	عید کی نماز شہر سے کتنی دور ہو	۴۸۵
۳۳۷	دو بستیوں میں ایک عیدگاہ	۴۸۵
۳۳۸	جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعید	۴۸۷
۳۳۹	بارش میں نماز عید کہاں پڑھیں	۴۸۸
۳۴۰	کیا عیدگاہ کیلئے وقف ہونا لازم ہے	۴۸۸
۳۴۱	مجوسی کے وقف کردہ میدان میں نماز عید	۴۸۹
۳۴۲	نماز عید قبرستان میں	۴۹۰
۳۴۳	قبرستان میں نماز عید	۴۹۱
۳۴۴	مساجد میں عید کی نماز	۴۹۳
۳۴۵	نماز عید مسجد میں	۴۹۴
۳۴۶	کیا عیدگاہ بحکم مسجد ہے	۴۹۵
۳۴۷	عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں	۴۹۶
۳۴۸	بلا عذر مسجد میں عید کی نماز	۴۹۷
۳۴۹	عیدگاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے فروخت کرنے کا حکم	۴۹۸
	فصل سوم : نماز عیدین میں تعدد وتکرار	
۳۵۰	متعدد عیدگاہ	۴۹۹
۳۵۱	نماز عید دو جگہ	۵۰۱
۳۵۲	دو عیدگاہوں میں نماز عید ادا کرنا	۵۰۱
۳۵۳	ایک سے زائد جگہ عید کی نماز	۵۰۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۴	متعدد عیدگاہیں ایک بستی میں	۵۰۳
۳۵۵	ہر محلّہ میں الگ الگ عید کی نماز	۵۰۴
۳۵۶	جدید عیدگاہ میں نماز پڑھے یا قدیم میں	۵۰۵
۳۵۷	اگر جدید عیدگاہ بھی بنالی جائے تو نماز کس میں ادا کریں	۵۰۷
۳۵۸	ایک ہی امام کا دو جگہ نماز عید پڑھانا	۵۰۸
۳۵۹	امام صاحب کا نماز عید مکرر پڑھانا	۵۰۹
۳۶۰	رفع فساد کیلئے دوسری عیدگاہ بنانا	۵۱۰
۳۶۱	اندیشۂ فساد کے وقت نماز عید محلوں کی مساجد میں	۵۱۱
۳۶۲	قدیم عیدگاہ پر غیروں کا قبضہ ہوجانے کے اندیشہ سے نماز عید ادا کرنا	۵۱۲
۳۶۳	پرانی عیدگاہ تنگ ہو تو نئی عیدگاہ بنانا	۵۱۳
	فصل چہارم : تکبیرات عیدین	
۳۶۴	تکبیراتِ عید کی تعداد	۵۱۵
۳۶۵	تکبیرات خطبۂ عیدین	۵۱۷
۳۶۶	تکبیرات عید بھول گیا	۵۱۷
۳۶۷	نماز عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو	۵۱۹
۳۶۸	نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو	۵۱۹
۳۶۹	زائد تکبیرات میں ہاتھ چھوڑنا	۵۲۰
۳۷۰	نماز عید میں بارہ تکبیر کہنا	۵۲۰
۳۷۱	عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول گیا	۵۲۱
۳۷۲	عیدالفطر میں تین دفعہ تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا	۵۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل پنجم: تکبیرات تشریق	
۳۷۳	تکبیر تشریق بعد نماز عید	۵۲۳
۳۷۴	نماز عید کے بعد تکبیر تشریق	۵۲۴
۳۷۵	تکبیر تشریق عورت، دیہاتی، منفرد پر	۵۲۵
۳۷۶	تکبیر تشریق میں فتویٰ	۵۲۶
۳۷۷	خطبہ میں تکبیر پڑھنا	۵۲۷
۳۷۸	عید کی نماز میں جانے اور واپس آنے میں تکبیر تشریق	۵۲۷
۳۷۹	تکبیر تشریق عیدگاہ سے لوٹتے وقت	۵۲۸
۳۸۰	عید الفطر کا خطبہ بغیر تکبیر کے	۵۲۸
۳۸۱	نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول گیا بات چیت بھی کر لی	۵۲۹
	فصل ششم: خطبۂ عیدین	
۳۸۲	خطبۂ عیدین میں عصا لینا	۵۳۰
۳۸۳	دوران خطبہ خطیب کو روپیہ دینا	۵۳۱
۳۸۴	خطبہ سے پہلے تکبیر	۵۳۱
۳۸۵	عید الفطر کے بعد خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل	۵۳۲
	فصل ہفتم: عیدین کے بعد دعا و مصافحہ	
۳۸۶	دعا بعد خطبۂ عیدین	۵۳۳
۳۸۷	دعا بعد نماز عید	۵۳۴
۳۸۸	دعا بعد نماز عید	۵۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۸۹	عیدین کے بعد دُعا	۵۳۶
۳۹۰	نماز عید کے بعد مصافحہ	۵۳۶
۳۹۱	دعا و مصافحہ بعد نماز عید	۵۳۷
	فصل ہشتم : عورتوں کیلئے نماز عیدین میں شرکت	
۳۹۲	عورتوں پر نمازِ عید	۵۳۸
۳۹۳	عورتوں پر نماز عید نہیں	۵۳۹
۳۹۴	عورتوں کا نماز عید کیلئے مسجد میں جانا	۵۴۰
۳۹۵	عید کی نماز عورتوں پر جامع مسجد میں	۵۴۱
۳۹۶	کیا عورتوں پر نماز عید ہے	۵۴۲
۳۹۷	عورتوں کے ذمہ نماز عید نیز رفع یدین وغیرہ	۵۴۵
۳۹۸	عید کا جھنڈا اور عورت کا خطبۂ عید	۵۴۶
۳۹۹	عورتوں کا عیدگاہ میں جانا	۵۴۷
۴۰۰	امام گاؤں میں مردوں کو پھر عورتوں کو عید پڑھائے	۵۵۰
	فصل نہم : متفرق مسائل عیدین	
۴۰۱	روزہ رکھ کر نماز عید پڑھنا	۵۵۱
۴۰۲	بطور احتجاج عید کے روز نئے کپڑے نہ پہننا	۵۵۲
۴۰۳	عیدگاہ اور قبرستان بستی کے کس جانب ہو	۵۵۳
۴۰۴	نماز عید نماز جنازہ پر مقدم ہے	۵۵۳
۴۰۵	شب عیدین میں نفل	۵۵۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۰۶	عید کیلئے قاضی کا جلوس	۵۵۴
۴۰۷	امام کیلئے کمر پر رومال باندھنا	۵۵۵
۴۰۸	عید کے دن زیارت قبور	۵۵۶
۴۰۹	عیدین میں جھولی پھرانا اور اس رقم سے امام ومؤذن کی تنخواہ	۵۵۶
۴۱۰	نماز عید سے پہلے الصلوٰۃ عید الفطر وغیرہ کہنا	۵۵۷
۴۱۱	نماز عید کیلئے الصلوٰۃ کہہ کر بلانا	۵۵۸
۴۱۲	عید کیلئے اذان نہیں	۵۵۸
۴۱۳	عیدین میں جلوس ودف	۵۵۹
۴۱۴	صلوۃ کے بغیر عید کی نماز	۵۶۰
۴۱۵	عیدگاہ کو اپنا کھیت کہنے والا	۵۶۱
۴۱۶	عید الاضحیٰ اور عید الضحیٰ کے معنی	۵۶۲
۴۱۷	عیدین کے دن تجارت کا حکم	۵۶۲
۴۱۸	غسل عید ایسی جگہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی	۵۶۳
۴۱۹	تعصب کی بنیاد پر امام کے پیچھے عید نہ پڑھنا	۵۶۳
۴۲۰	عیدین کے موقع پر مسجد میں چندہ کرنا	۵۶۴

☆.....باب سوم.....☆

نماز استسقاء

۴۲۱	صلوٰۃ استسقاء کی شرط	۵۶۶
۴۲۲	نماز استسقاء کے شرائط	۵۶۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۲۳	صلوٰۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں	۵۷۰
۴۲۴	کیا صلوٰۃ استسقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہوں	۵۷۱
۴۲۵	صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگربتی وغیرہ ساتھ لے جانا	۵۷۲
۴۲۶	نماز استسقاء کے بعد دعاء ترنم سے	۵۷۲
۴۲۷	نماز استسقاء کے بعد کھانا کھلانا	۵۷۳
۳۲۸	بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء	۵۷۴

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

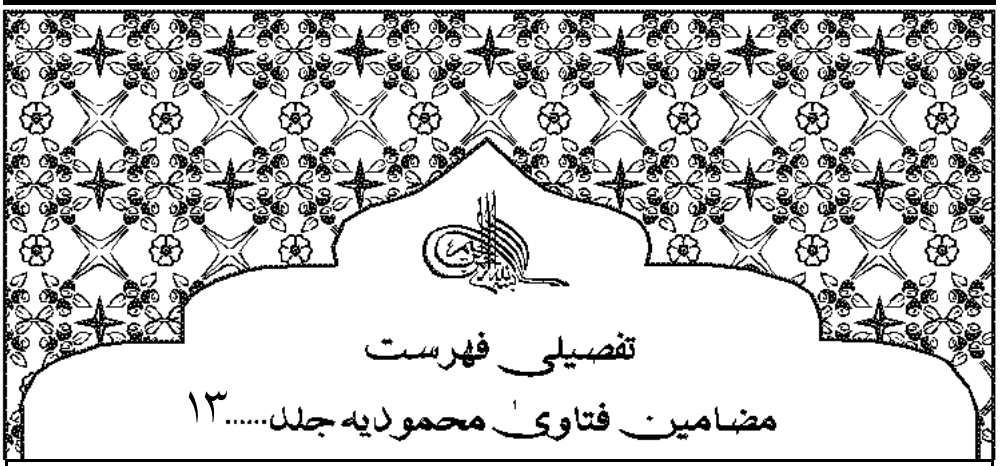

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الجنائز	
	﴿جنازہ کے احکام﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	موت ومیت کے احوال	
۱	موت فجائۃ	۲۹
۲	روح نکلنے کے بعد میت کے پیر قبلہ کی طرف کرنا	۳۰
۳	ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا	۳۱
۴	خواب میں میت کی طرف سے کسی بات کا علم	۳۱
۵	کافر کے مرنے کی خبر پر کیا پڑھے	۳۲
۶	غیر مسلم میت کی خبر سننے پر کیا پڑھے	۳۲

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	رمضان میں جمعہ کے روز مرنے والے سے سوال نہیں	۳۳
۸	جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال	۳۴
۹	رمضان میں میت کو عذاب قبر نہ ہونا	۳۵
۱۰	قبر میں میت کے لئے حیات ہے یا نہیں	۳۵
۱۱	قبر سے مردہ کی آواز باہر والوں کا سننا	۳۶
۱۲	موت کے وقت سر کدھر ہو اور پیر کدھر ہو	۳۷
۱۳	جو لوگ پہلے مر چکے ان سے بعد میں مرنے والوں کی ملاقات	۳۸
۱۴	مردوں سے قبول دعا کی درخواست	۳۹
۱۵	مردوں کا زندوں کے قدموں کی آواز سننا	۳۹
۱۶	کیا مردے زندوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں	۳۹
۱۷	کسی کی قبر کو ٹیک لگانا	۴۰
۱۸	دنیا سے رخصت شدہ بزرگ زندہ ہیں یا مردہ	۴۱
۱۹	اولیاء کے مزارات پر خیرات	۴۲
۲۰	بعد وفات بزرگوں کی ملاقات	۴۲
	☆.....باب دوم.....☆	
	میت کو غسل دینا	
۲۱	پابند شرع غسل دے	۴۴

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲	غسل میت کے لئے نیت ضروری نہیں.....	۴۴
۲۳	دائی کا میت کو غسل دینا.....	۴۵
۲۴	کیا حضرت فاطمہؓ کو غسل حضرت علیؓ نے دیا تھا.....	۴۶
۲۵	کیا شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے.....	۴۷
۲۶	کیا بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے.....	۴۸
۲۷	عورت کے انتقال پر کوئی عورت نہ ہو تو تیمّم کرادیا جائے.....	۴۸
۲۸	میت کے غسل میں میت کا پاؤں کس طرف ہو.....	۴۹
۲۹	غسل میت کے وقت پیر کس طرف ہوں اور غیر مستنجی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟.....	۵۰
۳۰	میت کو غسل دیتے وقت پیر کدھر ہونا چاہئے.....	۵۱
۳۱	میت کا غسل کے بعد سر کدھر ہو اور پیر کدھر ہوں.....	۵۱
۳۲	میت کو کورے گھڑے سے غسل دینا.....	۵۲
۳۳	غسل میت میں ڈھیلے سے استنجاء.....	۵۳
۳۴	غسل میت کے بعد پاخانہ نکل آیا.....	۵۴
۳۵	مردہ کے بدن سے ناپاکی نکلے تو کیا حکم ہے.....	۵۴
۳۶	فقیر تکیہ کی بیوی کو غسل میت پر مجبور کرنا.....	۵۵
۳۷	میت کو فقیروں کے ذریعہ غسل دلانا.....	۵۵
۳۸	غسل کے وقت میت کو لگایا ہوا پلاسٹر چھڑانا چاہئے.....	۵۶

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب سوم.....☆	
	کفن	
۳۹	کفن کے اوپر کی چادر	۵۷
۴۰	غسل میت کے بعد جو کپڑا ستر عورت کیلئے ڈالا جائے کیا وہ جزوِ کفن ہے	۵۸
۴۱	کفن کے کپڑے	۵۹
۴۲	میت کے لئے کتنے کپڑے؟	۵۹
۴۳	کفن کے کپڑے اور طریقہ	۶۱
۴۴	کفن کے کپڑوں کی تعداد	۶۲
۴۵	میت مرد اور عورت کے کفن کا عدد	۶۲
۴۶	کفن کی مقدار	۶۳
۴۷	عورت کے لئے کفن ہے یا پائجامہ	۶۴
۴۸	کفن کو مشین سے سینا اور اس کو تہہ کرنا	۶۴
۴۹	نابالغ کا کفن	۶۵
۵۰	اپنے کفن دفن کیلئے اپنی زندگی میں سامان خرید کر رکھنا	۶۵
۵۱	کفن کس رنگ کا ہو	۶۶
۵۲	کفن کا کپڑا کس رنگ کا ہونا چاہئے	۶۷
۵۳	کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے	۶۸
۵۴	عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے	۶۹

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۵۵	کفن کے بند کا حکم	۷۰
۵۶	کفن پر کلمہ لکھنا	۷۱
۵۷	کفن پر لکھنا	۷۲
۵۸	کفن پر عہد نامہ	۷۳
۵۹	تلقین بعد الدفن اور کفن پر عہد نامہ لکھنا	۷۴
۶۰	کلمۂ طیب وغیرہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دینا	۷۶
۶۱	کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا	۷۷
۶۲	عورت کے جنازہ پر سرخ چادر	۷۷
۶۳	کفن پر خوشبو لگانا	۷۸
۶۴	کفن میں متبرک کپڑا	۷۸
۶۵	پردۂ کعبہ کا ٹکڑا میت کی پیشانی پر	۸۱
۶۶	غلاف کعبہ کا ٹکڑا میت پر	۸۲
۶۷	میت پر آب زمزم چھڑکنا	۸۲
۶۸	کفن کو آب زمزم سے تر کرنا	۸۳
۶۹	بدیشی کپڑے کا کفن اور اس پر نماز جنازہ	۸۴
۷۰	ہندو مسلم کے جنازہ میں تمیز نہ ہو تو کفن و دفن کی کیا صورت ہو	۸۶
۷۱	مردہ بچہ کو بلا غسل و کفن ہنڈیا میں رکھ کر دفن کر دینا	۸۷
۷۲	مرتد کی تجہیز و تکفین	۸۸
۷۳	غیر مسلم کی رقم سے مسلمان کی تکفین	۸۹
۷۴	غیر مسلم سے کفن سلوانا	۹۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب چہارم.....☆	
	نماز جنازہ	
۷۵	نمازِ جنازہ کی نیت	۹۱
۷۶	نمازِ جنازہ کی نیت	۹۳
۷۷	صلوٰۃ جنازہ حاضرین پر فرض کفایہ ہے	۹۳
۷۸	صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت کب سے ہے	۹۶
۷۹	نماز جنازہ صرف تکبیرات سے ادا ہوجاتی ہے	۹۷
۸۰	تکبیرات جنازہ میں کمی زیادتی	۹۷
۸۱	نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر	۹۸
۸۲	چوتھی تکبیر کے بعد مقتدی نے سلام پھیر دیا	۹۸
۸۳	تیسری تکبیر پر سلام پھیر دیا	۹۹
۸۴	نماز جنازہ میں صرف تین تکبیر کہنا	۱۰۰
۸۵	نمازِ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے	۱۰۱
۸۶	نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیا پڑھے	۱۰۲
۸۷	نمازِ جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے	۱۰۳
۸۸	صلوۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد ہاتھ کب چھوڑے	۱۰۴
۸۹	نمازِ جنازہ میں مسبوق بقیہ نماز کس طرح پڑھے	۱۰۵
۹۰	صغیر وکبیر کے جنازوں کی نماز یکدم پڑھنا	۱۰۶

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۱	نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ.....	۱۰۷
۹۲	صلوٰۃ جنازہ کا درود شریف	۱۰۹
۹۳	صلوٰۃ جنازہ کی دعا مادری زبان میں	۱۰۹
۹۴	جوتے پہن کر نماز جنازہ.....	۱۱۰
۹۵	جوتے پہن کر نماز جنازہ.....	۱۱۱
۹۶	ناپاک زمین پر صلوٰۃ جنازہ	۱۱۲
۹۷	اوقات مکروہہ میں صلوۃ جنازہ	۱۱۲
۹۸	تعلیم قرآن کے وقت نماز جنازہ	۱۱۳
۹۹	احاطۂ مسجد میں صلوٰۃ جنازہ	۱۱۴
۱۰۰	مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ وغیرہ.....	۱۱۶
۱۰۱	مسجد میں نماز جنازہ.....	۱۱۸
۱۰۲	مسجد میں نماز جنازہ.....	۱۲۹
۱۰۳	جامع مسجد میں نماز جنازہ	۱۳۰
۱۰۴	مسجد میں نماز جنازہ میں عدم شرکت	۱۳۱
۱۰۵	مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکنا	۱۳۲
۱۰۶	نمازِ جنازہ فناء مسجد اور قبرستان میں.....	۱۳۳
۱۰۷	قبرستان میں نماز جنازہ.....	۱۳۴
۱۰۸	قبرستان میں نماز جنازہ.....	۱۳۴
۱۰۹	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳۶
۱۱۰	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳۶

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۱	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳۸
۱۱۲	ارض مغصوبہ میں نماز جنازہ	۱۳۸
۱۱۳	کشادہ جگہ میں نماز جنازہ	۱۳۹
۱۱۴	تعزیہ گاہ میں جنازہ	۱۳۹
۱۱۵	نمازِ جنازہ سنتوں سے پہلے یا بعد میں	۱۴۰
۱۱۶	نمازِ جنازہ سنتوں پر مقدم ہے	۱۴۱
۱۱۷	سنت وقت اور جنازہ میں ترتیب	۱۴۲
۱۱۸	نماز عید و جنازہ میں ترتیب	۱۴۳
۱۱۹	متعدد جنازوں کی نماز اکٹھی	۱۴۳
۱۲۰	نمازِ جنازہ متعدد دفعہ	۱۴۴
۱۲۱	نمازِ جنازہ مکرر	۱۴۵
۱۲۲	نمازِ جنازہ مکرر	۱۴۵
۱۲۳	نمازِ جنازہ کے وضو سے فرض نماز	۱۴۶
۱۲۴	نمازِ جنازہ بلا وضو	۱۴۷
۱۲۵	نمازِ جنازہ میں کچھ لوگوں کا محض تماشا بینوں کی طرح کھڑے رہنا	۱۴۸
۱۲۶	خنثیٰ بچہ کی نماز جنازہ	۱۴۹
۱۲۷	ہجڑے کے جنازہ کی نماز	۱۴۹
۱۲۸	زانیہ اور ولد الزنا کی نماز جنازہ	۱۵۰
۱۲۹	زانیہ اور ولد زنا کے احکام	۱۵۰
۱۳۰	کنواری کے بچہ پر نماز جنازہ	۱۵۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۱	جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اس پر صلوٰۃ جنازہ نہیں	۱۵۴
۱۳۲	مردہ بچہ کی نماز جنازہ کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک	۱۵۴
۱۳۳	کافر نے اپنا چھوٹا بچہ مسلمان کو دے دیا اس پر صلوٰۃ جنازہ	۱۵۶
۱۳۴	میت مشتبہ ہو تو نماز جناز کون پڑھے شیعہ یا سنی	۱۶۰
۱۳۵	مسلم مرد اور کافر عورت سے پیدا شدہ بچہ کا حکم	۱۶۱
۱۳۶	مسلمان عورت جو ہندو کے قبضہ میں ہو اس کی نماز جنازہ	۱۶۷
۱۳۷	بے نمازی کے جنازہ کی نماز	۱۶۸
۱۳۸	تارک نماز کا جنازہ اور اس پر جرمانہ	۱۶۹
۱۳۹	بے نمازی کے جنازہ کو سزا	۱۷۰
۱۴۰	ماں باپ کے قاتل پر نماز جنازہ	۱۷۱
۱۴۱	قاتل پر نماز جنازہ	۱۷۲
۱۴۲	عصبیت پر جو شخص مقتول ہو اس کے جنازہ کی نماز	۱۷۳
۱۴۳	خودکشی کرنے والے اور نشہ کی حالت میں مرنے والے کی نماز جنازہ	۱۷۴
۱۴۴	خود ڈوب کر مرنے والے کی نماز جنازہ اور بخشش	۱۷۴
۱۴۵	مسافر پر نماز جنازہ	۱۷۵
۱۴۶	مقروض کے جنازہ کی نماز	۱۷۶
۱۴۷	غائبانہ نماز جنازہ	۱۷۸
۱۴۸	میت غائب کی نماز جنازہ	۱۷۹
۱۴۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں پر صلوٰۃ جنازہ	۱۸۱
۱۵۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز	۱۸۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۱	نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا	۱۸۴
۱۵۲	جنازۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنے آدمی تھے	۱۸۶
۱۵۳	جنازۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت	۱۸۷
۱۵۴	جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز	۱۸۹
۱۵۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ	۱۹۰
۱۵۶	جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تاخیر کی وجہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۹۱
۱۵۷	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۹۳
۱۵۸	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۹۴
۱۵۹	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۹۴
۱۶۰	نمازِ جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر مستقلاً میت کے لئے دعاء	۱۹۵
۱۶۱	عورت کے جنازہ پر امام کا رومال ڈالنا	۱۹۶
۱۶۲	عورت کے جنازہ کا ولی شوہر ہے یا باپ	۱۹۶
۱۶۳	امام محلّہ کی امامت ولی کے مقابلہ میں	۱۹۷
۱۶۴	نمازِ جنازہ کی اجازت ولیٔ میت سے	۱۹۸
۱۶۵	امام کا موقف صلوٰۃ جنازہ میں	۱۹۹
۱۶۶	جائے نماز پر نماز جنازہ	۲۰۱
۱۶۷	میت کی نماز جنازہ چارپائی پر	۲۰۱
۱۶۸	جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا	۲۰۲
۱۶۹	نمازِ جنازہ میں دوسرے محلّہ والوں کا انتظار کرنا	۲۰۲
۱۷۰	مجذوم کو بلا غسل دفن کردیا گیا	۲۰۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۱	صفوف نماز جنازہ میں طاق عدد	۲۰۴
۱۷۲	صفوف نماز جنازہ میں بچوں کی صف	۲۰۵
۱۷۳	صفوف جنازہ میں کونسی صف افضل ہے	۲۰۶
۱۷۴	نمازِ جنازہ میں آخر صف افضل ہے	۲۰۷
۱۷۵	نمازِ جنازہ کی صفوف میں فصل	۲۰۸
۱۷۶	نمازِ جنازہ کی صفوف میں کتنی جگہ رہے	۲۰۸
۱۷۷	میت کے تین ٹکڑے ہونے پر صلوۃ جنازہ اور اسکی تدفین	۲۰۹
۱۷۸	جنازۂ شہید پر نماز	۲۱۱
۱۷۹	خودکشی کرنے والے پر صلوۃ جنازہ	۲۱۳
۱۸۰	خودکشی کرنے والے پر صلوۃ جنازہ	۲۱۴
۱۸۱	متعدد بچوں پر ایک ہی نماز کافی ہے یا الگ الگ	۲۱۵
۱۸۲	متعدد جنازوں پر نماز کا طریقہ	۲۱۵
۱۸۳	مردہ بچہ پر نماز جنازہ کا حکم	۲۱۶
۱۸۴	نصف جلی ہوئی لاش پر نماز جنازہ	۲۱۷
۱۸۵	ایک عورت ڈوب گئی کئی روز بعد پانی سے نکالی گئی جسکو جانوروں نے خراب کردیا اور نعش متعفن ہوگئی اس کے جنازہ کی نماز	۲۱۸
۱۸۶	جڑواں دو بچوں کے جنازہ پر نماز ایک ہے یا دو	۲۱۹
۱۸۷	مسجد کیلئے بنیاد کھودتے ہوئے میت کی کچھ ہڈیاں ظاہر ہوئیں وہاں نماز کا حکم	۲۱۹
۱۸۸	الترتیب بین المکتوبۃ والجنازۃ	۲۲۱
۱۸۹	نماز جنازہ میں سمت قبلہ بدل گئی	۲۲۱

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۰	نماز جنازہ قبر تیار ہونے سے پہلے	۲۲۲
۱۹۱	سنت مؤکدہ مقدم ہے یا نماز جنازہ	۲۲۳
۱۹۲	صلوۃ جنازہ اور سنن ونوافل میں ترتیب	۲۲۳
۱۹۳	جس گھر میں موت ہوجائے اس کا سب پانی گرادینا اور نماز جنازہ پڑھانے کی اجرت	۲۲۴
۱۹۴	بے نمازی کے جنازہ کی نماز	۲۲۵
۱۹۵	مسلمین اور غیر مسلمین کی لاشیں مخلوط ہوجائیں ان کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے	۲۲۶
۱۹۶	نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعاء	۲۲۷

☆.....باب پنجم.....☆

جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان

۱۹۷	جنازہ کس رفتار سے لے کر چلنا چاہئے	۲۲۹
۱۹۸	جنازہ کتنے قدم لے کر چلے	۲۳۰
۱۹۹	میت کو کندھا دینا چالیس قدم	۲۳۰
۲۰۰	جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا	۲۳۱
۲۰۱	جنازہ کا ہلکا بھاری ہونا	۲۳۲
۲۰۲	جنازہ اٹھانے سے گناہوں کی معافی	۲۳۲
۲۰۳	جنازہ لے جاتے وقت رخ کدھر ہو	۲۳۳
۲۰۴	عورت کی میت کو گھر سے کس رخ سے نکالیں	۲۳۴
۲۰۵	میت کو قبرستان لے جاتے وقت پیر آگے کی طرف کرنا	۲۳۴

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۶	جنازہ کے ساتھ زور سے کلمہ شریف پڑھتے چلنا	۲۳۴
۲۰۷	جنازہ کے ساتھ رفع صوت بالذکر	۲۳۵
۲۰۸	جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا	۲۳۶
۲۰۹	میت کو تابوت میں رکھنا	۲۳۷
۲۱۰	میت کو تابوت میں دفن کرنا	۲۳۸
۲۱۱	عورت کے جنازہ کو نامحرم اٹھا سکتا ہے	۲۳۹
۲۱۲	میت کو قبر میں اتارتے وقت لانگ باندھنا	۲۳۹
۲۱۳	لنگی پہن کر میت کو قبر میں اتارنا	۲۴۰
۲۱۴	جنازۂ عورت کے لئے دفن کے وقت پردہ	۲۴۱
۲۱۵	عورت کو دفن کے وقت پردہ	۲۴۲
۲۱۶	عورت کی میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ	۲۴۲
۲۱۷	میت کو اس کا شوہر قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں	۲۴۳
۲۱۸	عورت کی قبر میں کون اترے	۲۴۴
۲۱۹	میت کو لحد میں رکھ کر پھر بانس وغیرہ رکھ کر مٹی ڈالی جائے	۲۴۴
۲۲۰	میت کو قبر میں رکھنے کی صورت	۲۴۵
۲۲۱	میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ	۲۴۸
۲۲۲	میت کو مٹی دیتے وقت کی دعاء	۲۴۸
۲۲۳	قبر میں لحد کی جہت	۲۴۹
۲۲۴	قبر میں کفن کے تینوں بند کھول دے اور کروٹ قبلہ کی طرف دیدے	۲۵۰
۲۲۵	قبر میں میت کا سر کدھر ہو اور پاؤں کدھر	۲۵۰

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۶	قبر میں میت کو کروٹ دینا	۲۵۱
۲۲۷	بغلی قبر کھودنا افضل ہے یا درمیانی	۲۵۲
۲۲۸	قبر کی شکلیں	۲۵۲
۲۲۹	قبر کی گہرائی	۲۵۳
۲۳۰	قبر کتنی گہری ہونی چاہئے	۲۵۴
۲۳۱	قبر کے صندوق کی گہرائی	۲۵۶
۲۳۲	جڑواں بچوں کو کس طرح دفن کریں	۲۵۷
۲۳۳	میت کو بعد دفن منتقل کرنا بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے متعلق	۲۵۷
۲۳۴	بہادر شاہ ظفر کی قبر کی منتقلی	۲۶۲
۲۳۵	مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں	۲۶۴
۲۳۶	قبر میں مٹی کے ڈھیلے رکھنا	۲۶۵
۲۳۷	تلقین کی اقسام اور کونسی قسم جائز ہے	۲۶۵
۲۳۸	تلقین بعد الدفن	۲۶۷
۲۳۹	قبر پر اذان دینا	۲۶۹
۲۴۰	میت کے کان میں کچھ کہنا اور بوسہ دینا	۲۷۰
۲۴۱	قبر میں میت کا منہ دکھلانا	۲۷۱
۲۴۲	(بوقت دفن) غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا	۲۷۱
۲۴۳	کافر کا مسلم جنازہ کے ساتھ اور مسلم کا کافر کے جنازہ کے ساتھ جانا	۲۷۲
۲۴۴	جذامی کی قبر میں چونا پانی ڈالنا	۲۷۳
۲۴۵	دفن کے وقت جھاڑ کی لکڑی قبر میں رکھنا	۲۷۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۶	قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا	۲۷۴
۲۴۷	قبر میں بیری کی شاخ	۲۷۴
۲۴۸	قبر میں بیری کے پتے ڈالنا	۲۷۵
۲۴۹	حفاظت کے لئے قبر پر کانٹے رکھنا	۲۷۵
۲۵۰	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۲۷۶
۲۵۱	بعد دفن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۲۷۶
۲۵۲	دفن کے بعد دعا اور رفع یدین	۲۷۷
۲۵۳	دفن کے وقت اگربتی جلانا بعد دفن دعا کرنا	۲۷۹
۲۵۴	میت کے قریب اگربتی سلگانا	۲۸۰
۲۵۵	دفن میت کے بعد دعا اور الفاتحہ	۲۸۰
۲۵۶	دفن میت کے بعد چار پائی الٹ دینا	۲۸۱
۲۵۷	پرانی قبر میں نئی میت کو رکھنا	۲۸۲
۲۵۸	پرانی قبر میں سر ملا تو اس کو کیا کیا جائے	۲۸۳
۲۵۹	دفن کے بعد وہیں ہاتھ دھونا	۲۸۴
۲۶۰	غیر کی زمین میں میت کو دفن کرنا	۲۸۴
۲۶۱	کسی کی زمین میں اپنی میت کو دفن کرنا	۲۸۵
۲۶۲	میت کے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا	۲۸۶
۲۶۳	دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا پھول پتی ڈالنا	۲۸۷
۲۶۴	قبروں پر پانی چھڑکنا	۲۸۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۵	دفن میت کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا	۲۸۸
۲۶۶	قبر میں خوشبو چھڑکنا	۲۸۹
۲۶۷	بلا اجازت مالک اس کی زمین میں دفن	۲۹۰
۲۶۸	چمار کی زمین میں میت دفن کرنا	۲۹۱
۲۶۹	دفن میت سے روکنا	۲۹۲
۲۷۰	لاش دو سال بعد دفن کرنا	۲۹۳
۲۷۱	دفن کے بعد خواب میں دیکھا کہ زندہ ہے	۲۹۴
۲۷۲	میت نے خواب میں بتایا کہ میں زندہ ہوں	۲۹۵
۲۷۳	پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر میت کو نکالنا	۲۹۶
۲۷۴	میت کو قبر میں غلط طریقہ پر رکھ کر مٹی ڈال دی گئی	۲۹۸
۲۷۵	نصاریٰ کے قبرستان کے قریب دفن کرنا	۲۹۹
۲۷۶	دفن میت سے پہلے کھانا	۳۰۰
۲۷۷	غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت	۳۰۰
۲۷۸	جنازۂ کفار میں شرکت	۳۰۱
۲۷۹	اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوانا یا پکی بنوانا اور اس میں دفن کرنے کی وصیت کرنا	۳۰۱
۲۸۰	قبر پر کھیتی	۳۰۳
۲۸۱	مصنوعی دانتوں کا قبر میں جانا	۳۰۴
۲۸۲	قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا	۳۰۴
۲۸۳	قبر پر تالاب کی مٹی ڈالنا	۳۰۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۴	قبر کی مٹی لانا	۳۰۶
۲۸۵	پرانی قبر پر مٹی ڈالنا	۳۰۷
۲۸۶	قبر پر وقت ضرورت مٹی ڈالنا	۳۰۸
۲۸۷	قبر کے دھنس جانے پر مٹی ڈالنا	۳۰۸
۲۸۸	قبر کے متعلق چند خرافات	۳۰۹
۲۸۹	قبروں پر چلنا	۳۱۱
۲۹۰	قبرستان میں راستہ بنانا	۳۱۲
۲۹۱	قبر میں نوٹ وغیرہ گر جائے اس کا نکالنا	۳۱۳
۲۹۲	میت کو باجہ اور ناچ کے ساتھ قبرستان میں لے جانا اور قبر میں شجرہ رکھنا	۳۱۳
۲۹۳	قبر کا مشروع طریقہ	۳۱۴
۲۹۴	قرآن کریم کے اوراق کو قبر میں رکھنا	۳۱۶
۲۹۵	زچہ اور بچہ دونوں مر گئے تو ساتھ دفن ہونگے یا الگ	۳۱۷
۲۹۶	قبر میں دفن کی عجیب صورت	۳۱۸
۲۹۷	دفن میت کے بعد چھوارے تقسیم کرنا	۳۱۹
۲۹۸	مس ذکر سے مذی آ گئی اسی ہاتھ سے میت کو مٹی دینا	۳۲۰
۲۹۹	مجذوب کی قبر پر عرس	۳۲۰
۳۰۰	دور اور نزدیک دفن کرنے میں فرق	۳۲۲
۳۰۱	مسجد میں میت کو دفن کرنا	۳۲۲

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	زیارت قبور	
۳۰۲	زیارت قبور کا طریقہ.....	۳۲۴
۳۰۳	عورتوں کا زیارت اولیاء کیلئے جانا.....	۳۲۵
۳۰۴	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۳۲۶
۳۰۵	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۳۲۷
۳۰۶	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۳۲۸
۳۰۷	عورتوں کا قبرستان میں جانا.....	۳۲۹
۳۰۸	زیارت قبور بحالت جنابت.....	۳۲۹
۳۰۹	اقسام زیارت القبور.....	۳۳۰
۳۱۰	ہر سال کے شروع میں زیارت قبور.....	۳۳۱
۳۱۱	زیارت قبر کی جہت.....	۳۳۳
۳۱۲	قبر کی زیارت کرتے وقت کیا میت کو اطلاع ہوتی ہے.....	۳۳۴
۳۱۳	اجمیر شریف کی زیارت کے لئے سفر.....	۳۳۵
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	ایصال ثواب کے احکام	
۳۱۴	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۳۳۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۵	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۳۴۰
۳۱۶	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۳۴۱
۳۱۷	ایصالِ ثواب کے طریقے اور قبر کھود کر میت کو دیکھنا.....	۳۴۲
۳۱۸	کیا دوسروں کو ثواب بخش دینے کے بعد خود قاری کو بھی ثواب ملے گا.....	۳۴۴
۳۱۹	ایصالِ ثواب کا فائدہ.....	۳۴۵
۳۲۰	مردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے.....	۳۴۵
۳۲۱	ختم قرآن پاک کا ثواب مردے کو.....	۳۴۷
۳۲۲	مشترکہ ایصالِ ثواب کس طرح تقسیم ہوگا.....	۳۴۷
۳۲۳	چند مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو تقسیم ہو کر پہنچتا ہے، یا پورا پورا.....	۳۴۸
۳۲۴	متعدد ارواح کو ثواب بخشنے سے سب کو پورا پورا ملیگا یا تقسیم ہو کر؟.....	۳۵۰
۳۲۵	ایک نیکی کا ثواب کتنا ہے؟.....	۳۵۱
۳۲۶	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا.....	۳۵۱
۳۲۷	اپنی زندگی میں ایصالِ ثواب	۳۵۳
۳۲۸	ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب بخشنا.....	۳۵۴
۳۲۹	فرائض وواجبات کا ثواب بخشنا.....	۳۵۵
۳۳۰	نماز کا ثواب پہنچانا.....	۳۵۶
۳۳۱	نماز برائے ایصالِ ثواب.....	۳۵۶
۳۳۲	بچوں کا ایصالِ ثواب.....	۳۵۷
۳۳۳	بچوں کا ایصالِ ثواب کرنا.....	۳۵۹

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۴	نابالغ بچوں کے لئے ایصالِ ثواب.....	۳۶۰
۳۳۵	نابالغ کا ایصالِ ثواب کرنا.....	۳۶۱
۳۳۶	نابالغ کو ایصالِ ثواب، اموات کی باہمی ملاقات الخ.....	۳۶۲
۳۳۷	ایصالِ ثواب کے لئے اجارہ.....	۳۶۴
۳۳۸	ایصالِ ثواب کو اخبار میں شائع کرنا.....	۳۶۵
۳۳۹	ایصالِ ثواب کیلئے قرآن دینا.....	۳۶۶
۳۴۰	ایک قرآن پاک کسی کو دے کر اس کا ثواب مجمع کو بخشنا.....	۳۶۷
۳۴۱	قبرستان میں قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا.....	۳۶۸
۳۴۲	قبرستان میں قرآن پڑھ کر ثواب پہنچانا.....	۳۷۰
۳۴۳	میت کے لئے جلسۂ تعزیت.....	۳۷۰
۳۴۴	تعزیتی جلسہ کا حکم.....	۳۷۱
۳۴۵	گاندھی جی کی موت پر تعزیت اور ایصالِ ثواب.....	۳۷۲
۳۴۶	شیعہ کو ایصالِ ثواب.....	۳۷۴
۳۴۷	غیر مسلم کو ثواب پہنچانا.....	۳۷۵
۳۴۸	ایصالِ ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی.....	۳۷۵
۳۴۹	ایصالِ ثواب پر اجرت.....	۳۷۷
۳۵۰	ایصالِ ثواب کے خلاف استدلال.....	۳۷۷
۳۵۱	کنواں بنانا صدقۂ جاریہ ہے.....	۳۸۱
۳۵۲	ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب میت کے لئے.....	۳۸۲

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۵۳	کلمۂ طیبہ کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردہ کی مغفرت ہوتی ہے.....	۳۸۳
۳۵۴	شروع میں جنازہ اٹھانے والے کو کھانا کھلانا.....	۳۸۴
۳۵۵	میت کے گھر کھانا	۳۸۵
۳۵۶	ایصال ثواب پر کھانا.....	۳۸۶
۳۵۷	کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کھانا.....	۳۸۶
۳۵۸	ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین.....	۳۸۷
۳۵۹	زندوں کے استغفار سے مرحومین کو فائدہ.....	۳۸۷
۳۶۰	میت کے لئے صدقۂ جاریہ.....	۳۸۸
۳۶۱	میت صغیر کے لئے دعاء شفاعت پر شبہ اور اس کا جواب.....	۳۸۹
۳۶۲	نافرمان بیٹے کی موت والد سے پہلے معافی اور ایصال ثواب.....	۳۹۰
۳۶۳	جسنے اسلام قبول کرنے کیلئے کلمہ پڑھا اور پھر خودکشی کی اس میت کو ایصال ثواب	۳۹۱

☆.....باب هشتم.....☆

قبر پر تلاوت وغیرہ

۳۶۴	قبر پر تلاوت.....	۳۹۲
۳۶۵	قبر پر تلاوت جہراً یا سراً.....	۳۹۳
۳۶۶	بیمار یا قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا.....	۳۹۴
۳۶۷	میت کے قریب غیر مسلم عورتوں کا آ کر بیٹھنا.....	۳۹۵

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۸	قبر پر فاتحہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر	۳۹۶
۳۶۹	بعد دفن سورہ بقرہ اول آخر پڑھنا	۳۹۶
۳۷۰	سراًمیت کے سراور پیر کی طرف سورۂ بقرہ کا اول آخر پڑھنا	۳۹۷
۳۷۱	میت کے لئے قراءت قرآن وغیرہ	۳۹۸
۳۷۲	قبر کے سامنے مناجات	۴۰۰
۳۷۳	میت کے گردگرد میں قرآن پڑھنا	۴۰۱
۳۷۴	قبرستان میں تلاوت دیکھ کر	۴۰۲
۳۷۵	قبر سے استفادہ کی صورت	۴۰۲
۳۷۶	قبر پر مراقبہ	۴۰۳
۳۷۷	میت کے ساتھ قرآن پاک دفن کرنا	۴۰۴
۳۷۸	پرچہ پر دعا لکھ کر میت کے سینہ پر رکھنا	۴۰۴
۳۷۹	حیلۂ اسقاط	۴۰۸

☆.....باب نہم.....☆

قبر پر پھول ڈالنا

۳۸۰	قبر پر پھول ڈالنا	۴۰۹
۳۸۱	کفن یا قبر پر پھول ڈالنا	۴۱۱
۳۸۲	کفن یا قبر پر پھول ڈالنا	۴۱۱

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب دھم.....☆	
	قبروں پر عمارت وغیرہ کا حکم	
۳۸۳	قبر پر قبہ بنانا.....	۴۱۳
۳۸۴	مشائخ وسادات کی قبر پر قبہ.....	۴۱۹
۳۸۵	اولیاء اللہ کے مزارات پر گنبد کیوں ہیں.....	۴۲۱
۳۸۶	روضۂ اقدس پر گنبد.....	۴۲۲
۳۸۷	روضۂ اقدس پر گنبد کیوں ہے.....	۴۲۳
۳۸۸	روضۂ اقدس پر گنبد.....	۴۲۴
۳۸۹	پختہ قبر اور قوالی وغیرہ.....	۴۲۵
۳۹۰	پکی قبر کا حکم.....	۴۲۶
۳۹۱	باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹ طلب کیں ان کو دیں یا نہ دیں.....	۴۲۷
۳۹۲	قبروں پر آڑ لگانا.....	۴۲۸
۳۹۳	پختہ قبر کو منہدم کرنا.....	۴۲۹
۳۹۴	اپنی زندگی میں پختہ قبر بنانا، اور ایسی میت کے جنازہ میں شرکت.....	۴۲۹
۳۹۵	قبرستان میں پڑے پتھروں کا احاطہ بنانے میں استعمال.....	۴۳۰
۳۹۶	تغییر منکر بڑا منصب ہے.....	۴۳۱

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب یاز دھم.....☆	
	جنازہ کے متفرق مسائل	
۳۹۷	جنازہ کی چادر چٹائی چارپائی صدقہ کرنا	۴۳۳
۳۹۸	کفن کا مصلی مسجد میں	۴۳۴
۳۹۹	حاملہ مرجائے تو وضع حمل کی کیا صورت ہے	۴۳۵
۴۰۰	جنات کا مدفن	۴۳۵
۴۰۱	دریا سے بہہ کر آئی عورت کی لاش کے متعلق اختلاف	۴۳۶
۴۰۲	پیر صاحب کی میت کے متعلق عجیب عجیب امور جو کہ بدعت ہیں	۴۳۶
۴۰۳	نماز پڑھانے کی وصیت واجب العمل نہیں	۴۳۹
۴۰۴	جنازہ سامنے رکھ کر اس پر سلام پڑھنا	۴۳۹
۴۰۵	غیر مسلم میت کی تکفین میں شرکت	۴۴۰
۴۰۶	جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو اس کے ساتھ تعلق	۴۴۱
۴۰۷	جس میت کے متعلق مسلم اور غیر مسلم ہونے کا علم نہ ہو اسکے ساتھ کیا کیا جائے	۴۴۲
۴۰۸	خاردار پودوں کو آگ لگا کر ختم کرنا	۴۴۳
۴۰۹	ولیٔ جنازہ باپ ہے یا شوہر	۴۴۵
۴۱۰	نم کنومۃ العروش پر اشکال	۴۴۶
۴۱۱	ماں بیٹے سے ناراض پھر قسم کھالے	۴۴۶
۴۱۲	مرنے کے بعد بیوی کا منھ دیکھنا	۴۴۷

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۱۳	انتقال شوہر پر چوڑیاں توڑنا.....	۴۴۸
۴۱۴	دودھ بخشنا.....	۴۴۸
۴۱۵	اپنے لئے قبر کھود کر اس میں ذکر کرنا.....	۴۴۹
۴۱۶	قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟.....	۴۴۹
	☆.....باب دوازدھم.....☆	
	شہید کے احکام	
۴۱۷	شہداء کی انواع.....	۴۵۱
۴۱۸	جو ظلماً قتل ہو وہ شہید ہے.....	۴۵۲
۴۱۹	کفار کے ظالمانہ حملہ سے مقتول شہید ہے.....	۴۵۳
۴۲۰	لڑائی میں جس طرح بھی مارا جائے وہ شہید ہے.....	۴۵۴
۴۲۱	فسادات میں قتل ہونے والے کیا شہید ہیں.....	۴۵۵
۴۲۲	فسادات میں مقتول شہید ہے یا نہیں.....	۴۵۶
۴۲۳	کافر کی لڑائی کی وجہ سے جو مسلمان قتل ہوں ان کا حکم.....	۴۵۶
۴۲۴	ایکسیڈنٹ اور موذی جانور کے کاٹنے سے مرجانے پر شہادت.....	۴۵۷
۴۲۵	گاڑی کے حادثہ سے مرنے والا کیا شہید ہے.....	۴۵۷
۴۲۶	جو دب کر مرجائے وہ شہید ہے.....	۴۵۸
۴۲۷	شہید کا غسل وکفن.....	۴۵۹

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۲۸	شہداء سے حقوق العباد کا ساقط ہوجانا.....	۴۶۰
۴۲۹	شہید کے درجے.....	۴۶۱
۴۳۰	شہیدان وطن سے کیا مراد ہیں.....	۴۶۲
۴۳۱	شہید وطن کون ہے.....	۴۶۲
۴۳۲	مدقوق کی شہادت.....	۴۶۳
۴۳۳	دو مسلم ممالک کی باہمی جنگ میں مارے جانیوالے کیا شہید ہیں.....	۴۶۴

تمت وبالفضل عمت

not found.

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الزکوۃ	
	﴿زکوۃ کے احکام﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	وجوب زکوۃ	
۱	قومِ فقیر پر زکوٰۃ.....	۲۵
۲	کیا عورت کے دین مہر پر زکوٰۃ لازم ہے؟.....	۲۵
۳	مہر پر زکوٰۃ کا حکم.....	۲۷
۴	دین مہر کیا مانع وجوب زکوٰۃ ہے؟.....	۲۸
۵	مسجد یا مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟.....	۲۹
۶	سلم کے روپے اور زمین پر زکوٰۃ.....	۳۰

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	ہبہ پر زکوٰۃ.....	۳۱
۸	مال حرام پر زکوٰۃ.....	۳۲
۹	حرام مال پر زکوٰۃ نہیں.....	۳۳
۱۰	سفیہ کی زکوۃ اداکرنے کا طریقہ	۳۴
۱۱	بیوہ پر زکوٰۃ.....	۳۴
۱۲	مالک زمین مقروض پر زکوٰۃ.....	۳۵
۱۳	مقروض دیوالیہ پر زکوٰۃ وقربانی کا حکم.....	۳۵
۱۴	مقروض پر وجوب زکوٰۃ کی صورت.....	۳۶
۱۵	مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں	۳۷
۱۶	مقدار نصاب اور دین اور مال صبی میں زکوٰۃ کا حکم.....	۳۷
۱۷	بیٹے کے نام سے بینک میں روپیہ جمع کیا تو زکوٰۃ کس پر؟.....	۴۰
۱۸	بینک میں جمع روپے پر زکوٰۃ.....	۴۰
۱۹	نابالغ کے نام روپیہ بینک میں جمع کیا اس پر زکوٰۃ.....	۴۱
۲۰	مکان کے لئے جمع رقم پر زکوٰۃ.....	۴۲
۲۱	جو روپیہ نابالغ کو دے دیا اس کی زکوٰۃ نہیں.....	۴۳
۲۲	بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس پر ہے؟.....	۴۴
۲۳	بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟.....	۴۵
۲۴	حج کے لئے جہاز کے ٹکٹ میں جو روپیہ دیا گیا اس کی زکوٰۃ	۴۶
۲۵	جہاز کمپنی نے میت کے ورثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ.....	۴۶
۲۶	جو روپیہ کھیت میں لگا اس پر زکوٰۃ کا حکم.....	۴۷

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	وجوب زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے یا شمسی؟	۴۸
۲۸	زکوٰۃ انگریزی مہینہ سے ادا کرے یا قمری سے؟	۴۸
۲۹	حولان حول میں قمری حساب ہوگا	۴۹
۳۰	زکوٰۃ تقسیم کرنے سے بچ گئی اس پر آئندہ سال کی زکوٰۃ	۵۱
۳۱	وجوب زکوٰۃ وقت ملک سے سال بھر گذرنے سے ہوگا	۵۱
۳۲	وسط سال کی آمدنی بھی سال تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی	۵۲
۳۳	مال مستفاد کی زکوٰۃ	۵۳
۳۴	بیت المال	۵۳
۳۵	زکوٰۃ سے متعلق حکومت پاکستان کی طرف سے انتالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ	۵۴
۳۶	زکوٰۃ کی تعریف	۵۵
۳۷	زکوٰۃ کس پر واجب ہے	۵۵
۳۸	وجوب زکوٰۃ کے کیلئے حد عمر	۵۵
۳۹	کیا عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے	۵۵
۴۰	زکوٰۃ کمپنی پر ہے یا فرداً تمام حصہ داروں پر	۵۵
۴۱	کارخانوں واداروں پر زکوٰۃ کا حکم	۵۶
۴۲	قابل انتقال حصوں والے کمپنیوں پر زکوٰۃ کا حکم	۵۶
۴۳	کن کن چیزوں پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟	۵۶
۴۴	کیا دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے املاک زکوٰۃ پر خلفاء راشدین نے اضافہ کیا ہے؟	۵۷
۴۵	رائج الوقت سکے، نکل، سونے، چاندی کے علاوہ منسوخ شدہ سکوں پر زکوٰۃ کا حکم	۵۷
۴۶	مال ظاہر ومالِ باطن کی تعریف اور بینک میں جمع شدہ رقوم کی حیثیت	۵۷

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷	مال نامی سے کیا مراد ہے؟.....	۵۷
۴۸	مکان، زیورات اور کرایہ کی اشیاء پر زکوٰۃ کے اصول.....	۵۷
۴۹	کن مملوکہ جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے اور کن حالات میں اور کتنی ہے؟.....	۵۸
۵۰	اموال زکوٰۃ پر زکوٰۃ کی شرح.....	۵۸
۵۱	کیا دور خلفاء راشدین میں اموال زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی؟.....	۵۸
۵۲	دوسونقرئی درہم بیس طلائی مثقالی کے حساب سے کتنے پاکستانی روپے پر زکوٰۃ واجب ہے؟	۵۸
۵۳	موجودہ حالات کے پیش نظر شرح زکوٰۃ میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟.....	۵۸
۵۴	مختلف اثاثوں اور سامانوں پر وجوب زکوٰۃ کی مدت.....	۵۹
۵۵	اداء زکوٰۃ میں قمری مہینہ کا اعتبار ہے یا شمسی کا اور کسی خاص مہینہ کی تعیین سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا زکوٰۃ ایک ہی واجب ہے.....	۵۹
۵۶	زکوۃ کے مصارف.....	۵۹
۵۷	مصارف کے حدود اور ''فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟.....	۵۹
۵۸	کیا زکوٰۃ کو تمام مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے؟.....	۵۹
۵۹	مستحقین کب مستحق زکوٰۃ ہیں اور سید اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا حق.....	۶۰
۶۰	کیا مصرف زکوٰۃ صرف افراد ہیں یا ادارے کو بھی دی جاسکتی ہے؟.....	۶۰
۶۱	مستحقین کو زکوٰۃ بطور گزارہ الاؤنس دینا.....	۶۰
۶۲	زکوٰۃ رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا.....	۶۰
۶۳	زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا.....	۶۰
۶۴	اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے مصیبت زدگان علاقہ میں زکوٰۃ بھیجنا.....	۶۰
۶۵	ترکۂ میت سے زکوٰۃ وصول کرنا.....	۶۱

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
٦٦	عدم وجوب زکوٰۃ کے حیلہ سے لوگوں کو روکنے کی تدابیر؟.....	٦١
٦٧	وصولیٔ زکوٰۃ کا کام مرکزی حکومت کے تحت ہو یا صوبائی؟.....	٦١
٦٨	زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا طریقہ اور وصولِ زکوٰۃ کے لئے الگ محکمہ کا قیام	٦١
٦٩	کیا زکوٰۃ سرکاری محصول ہے؟.....	٦١
٧٠	دور خلفائے راشدین مین کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول لیا جاتا تھا؟	٦٢
٧١	اسلامی ممالک میں وصولیٔ زکوٰۃ کا طریقہ.....	٦٢
٧٢	انتظام زکوٰۃ حکومت کے پاس ہو یا حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہو؟.....	٦٢
٧٣	منتظمین زکوٰۃ کو تنخواہ دینے کا حکم اور شرائط ملازمت.....	٦٢
٧٤	قوم فقیر پر زکوٰۃ وقربانی کا وجوب.....	٧٧
٧٥	کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے؟.....	٧٨

☆.....باب دوم.....☆

سونے چاندی اور نقدی کی زکوٰۃ

٧٦	زیور کی زکوٰۃ.....	٨٠
٧٧	لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ.....	٨١
٧٨	مرہون زیور کی زکوٰۃ.....	٨٢
٧٩	جہیز کے زیور پر زکوٰۃ.....	٨٢
٨٠	جس زیور میں پتھر جڑے ہوں ان پر زکوٰۃ.....	٨٣
٨١	زیور کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے.....	٨٤

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی الفلاح متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	چاندی کا نصاب	۸۵
۸۳	چاندی کی زکوٰۃ	۸۶
۸۴	سترہ سال زیور کی زکوٰۃ نہیں دی تو کیا سال گذشتہ کی زکوٰۃ لازم ہے؟.....	۸۷
۸۵	چاندی کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے.....	۸۸
۸۶	چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت دینا بھی درست ہے.....	۸۸
۸۷	سونے چاندی کی زکوٰۃ بذریعہ قیمت.....	۸۹
۸۸	نہ سونے کا نصاب پورا نہ چاندی کا تو زکوٰۃ کا حکم.....	۹۱
۸۹	سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ.....	۹۲
۹۰	سونے چاندی کو ملاکر زکوٰۃ دینا.....	۹۲
۹۱	چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پترا چڑھانے سے اس کی زکوٰۃ کا حکم.....	۹۳
۹۲	نصاب دو سو درہم اور ماخذ اور اس کا ہندی حساب.....	۹۴
۹۳	سونا اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے.....	۹۵
۹۴	کسور پر زکوٰۃ معہ مثال.....	۹۷
۹۵	قرض کی زکوٰۃ	۹۸
۹۶	قرض پر زکوٰۃ	۹۹
۹۷	دین قوی اور دین ضعیف	۱۰۰
۹۸	ادائے زکوٰۃ کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا	۱۰۱
۹۹	نصاب زکوٰۃ روپے کے اعتبار سے	۱۰۲
۱۰۰	دفینہ پر زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے قبل مسجد کا صحن بنانا.....	۱۰۲
۱۰۱	نوٹ کی زکوٰۃ	۱۰۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۲	نوٹ پر زکوٰۃ	۱۰۳
۱۰۳	نوٹ سے زکوٰۃ	۱۰۷
۱۰۴	نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ	۱۰۸
۱۰۵	نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۰۹
۱۰۶	نوٹ اور ریزگاری سے زکوٰۃ.....	۱۱۱
۱۰۷	روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے یا قیمت سے.....	۱۱۴
۱۰۸	پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۱۵
۱۰۹	پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ.....	۱۱۶
۱۱۰	پراونڈنٹ فنڈ اور زر ضمانت پر زکوٰۃ.....	۱۱۷
۱۱۱	ختم ملازمت پر ملے ہوئے روپے کی زکوٰۃ	۱۱۷
۱۱۲	جہیز کی گھریلو چیزوں پر زکوٰۃ.....	۱۲۱

☆.....باب سوم.....☆

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

۱۱۳	مال تجارت کی زکوٰۃ.....	۱۲۲
۱۱۴	مالِ تجارت میں زکوٰۃ.....	۱۲۲
۱۱۵	مالِ تجارت میں زکوٰۃ	۱۲۳
۱۱۶	سامانِ تجارت کی زکوٰۃ.....	۱۲۴
۱۱۷	سامانِ تجارت پر زکوٰۃ.....	۱۲۵

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۸	چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ.....	۱۲۶
۱۱۹	مال تجارت کی زکوٰۃ کا طریقہ.....	۱۲۷
۱۲۰	مضاربت میں زکوٰۃ.....	۱۲۷
۱۲۱	مالِ مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم.....	۱۲۸
۱۲۲	تجارت کے لئے کتاب چھپوائی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کرے.....	۱۲۹
۱۲۳	مالِ تجارت میں کس قیمت پر زکوٰۃ ہوگی.....	۱۳۰
۱۲۴	مالِ تجارت کی زکوٰۃ تدریجاً پیشگی ادا کرنا.....	۱۳۱
۱۲۵	سامانِ مطب میں زکوٰۃ.....	۱۳۱
۱۲۶	آلات تجارت پر زکوٰۃ.....	۱۳۲
۱۲۷	پریس کی مشین پر زکوٰۃ.....	۱۳۳
۱۲۸	شیرز کی بیع اور اس کی زکوٰۃ.....	۱۳۳
۱۲۹	شیرز کی زکوٰۃ.....	۱۳۶
۱۳۰	کمپنی کے حصص پر زکوٰۃ.....	۱۳۶
۱۳۱	کرایا پر لگے ٹرک کی زکوٰۃ ہے یا نہیں.....	۱۳۷
۱۳۲	ایک لاری کی آمدنی سے تین لاریاں خریدی زکوٰۃ نہیں.....	۱۳۸
۱۳۳	مشتبہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے.....	۱۳۹
۱۳۴	گھر کے سامان میں زکوٰۃ.....	۱۳۹
۱۳۵	غلہ پر زکوٰۃ.....	۱۴۰
۱۳۶	گھڑی کی زکوٰۃ.....	۱۴۱
۱۳۷	کرایہ کے مکانات پر زکوٰۃ.....	۱۴۱

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب چہارم.....☆	
	جانوروں میں زکوۃ	
۱۳۸	بھینس پر زکوۃ ہے یا دودھ پر.....	۱۴۳
۱۳۹	تجارت کے جانوروں کی زکوۃ.....	۱۴۴
۱۴۰	نصاب سے کم جانوروں میں زکوۃ نہیں.....	۱۴۴
	☆.....باب پنجم.....☆	
	زکوٰۃ کی ادائیگی	
۱۴۱	زکوٰۃ کی ادائیگی انفراداً ہے یا اجتماعاً.....	۱۴۶
۱۴۲	زکوٰۃ متفرق اور پیشگی ادا کرنا.....	۱۴۷
۱۴۳	زکوٰۃ کا بتفریق ادا کرنا.....	۱۴۹
۱۴۴	زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا کرنا.....	۱۴۹
۱۴۵	زکوٰۃ کو جمع کرنا.....	۱۵۰
۱۴۶	حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا.....	۱۵۱
۱۴۷	اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی تو کیا آئندہ سال دو سال کی زکوٰۃ دے گا.....	۱۵۲
۱۴۸	دو ہزار کی گذشتہ بارہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ.....	۱۵۳
۱۴۹	زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر.....	۱۵۳
۱۵۰	زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں.....	۱۵۷

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۱	مہتمم سے مالِ زکوٰۃ ضائع ہونے سے زکوٰۃ کا حکم.....	۱۵۷
۱۵۲	زکوٰۃ کی رقم کی جیب سمیت کٹ گئی اس کا حکم.....	۱۵۸
۱۵۳	مستعمل چیز زکوٰۃ میں دی جائے تو قیمت کیسے لگائی جائے.....	۱۵۹
۱۵۴	چوری کی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا.....	۱۵۹
۱۵۵	زکوٰۃ میں کھانا دینا.....	۱۶۰
۱۵۶	امام کو جوڑا بنا کر دیتے ہیں کیا وہ زکوٰۃ ہے.....	۱۶۱
۱۵۷	ادارہ میں زکوٰۃ کی رقم سال بھر سے زیادہ پڑے رہنا.....	۱۶۲
۱۵۸	وکیل نے زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی.....	۱۶۳
۱۵۹	معاون کا مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنا.....	۱۶۳
۱۶۰	وکیل نے مؤکل کی اجازت کے خلاف دوسرے شخص کو زکوٰۃ دے دی.....	۱۶۵
۱۶۱	اداء زکوۃ کے وکیل کو زکوۃ کا خود رکھ لینا.....	۱۶۶
۱۶۲	اداء زکوٰۃ کے وکیل کو زکوٰۃ خود رکھنا.....	۱۶۷
۱۶۳	اداء زکوٰۃ بذریعہ غیر مسلم.....	۱۶۸
۱۶۴	مقروض کو قرض سے زکوٰۃ کے لئے بری کردینا.....	۱۶۹
۱۶۵	قرض کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا.....	۱۷۰
۱۶۶	رقم زکوٰۃ بطور قرض لینا اور خرچ کرنا.....	۱۷۱
۱۶۷	زکوٰۃ کا پیسہ خادم مدرسہ کو قرض دینا.....	۱۷۱
۱۶۸	توبہ سے واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں.....	۱۷۲
۱۶۹	زکوٰۃ میں موجودہ نرخ کا اعتبار.....	۱۷۲
۱۷۰	زکوۃ کا لحاف طلبہ کو دیکر واپس لینا.....	۱۷۴

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	مصارف کا بیان	
	فصل اول:-مصارفِ زکوۃ وصدقات	
۱۷۱	فقیر کی تعریف	۱۷۶
۱۷۲	مسکین کی تعریف	۱۷۷
۱۷۳	زکوٰۃ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟	۱۷۷
۱۷۴	مصارفِ زکوٰۃ	۱۷۸
۱۷۵	زکوٰۃ وعشر کا مصرف	۱۷۸
۱۷۶	مستحق زکوٰۃ کون	۱۷۹
۱۷۷	زکوٰۃ کا مستحق کون	۱۸۰
۱۷۸	گدا گروں کو زکوٰۃ	۱۸۲
۱۷۹	جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۸۳
۱۸۰	سادات کو زکوٰۃ	۱۸۴
۱۸۱	بینک کا سود اور زکوٰۃ سادات کو دینا	۱۸۴
۱۸۲	سید کو زکوٰۃ	۱۸۶
۱۸۳	سید کو زکوٰۃ دینا	۱۸۹
۱۸۴	سید کی زکوٰۃ سید کو	۱۹۰
۱۸۵	زکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا	۱۹۱

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی الفلاح متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۶	سید سے تملیک زکوٰۃ.....	۱۹۱
۱۸۷	سادات وانگریزی طلبہ کو زکوٰۃ.....	۱۹۲
۱۸۸	جس بچہ کی ماں سید ہو اس کو زکوٰۃ.....	۱۹۳
۱۸۹	زکوٰۃ جمعیت علماء اسلام کو دینا.....	۱۹۳
۱۹۰	اولاد بالغین پر زکوٰۃ کا صرف.....	۱۹۴
۱۹۱	بچوں کو زکوٰۃ.....	۱۹۵
۱۹۲	فی الحال زکوٰۃ کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود زکوٰۃ وصول کرنا.....	۱۹۵
۱۹۳	تعمیر میں زکوٰۃ.....	۱۹۶
۱۹۴	زکوٰۃ وفطرہ تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا.....	۱۹۷
۱۹۵	زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا.....	۱۹۸
۱۹۶	تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ.....	۱۹۹
۱۹۷	صاحب نصاب کا زکوٰۃ لینا اس نیت سے کہ اسکے عوض میں کسی لڑکے کو پڑھا دونگا.....	۲۰۰
۱۹۸	تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا.....	۲۰۰
۱۹۹	مقروض کب مستحق زکوۃ ہے.....	۲۰۱
۲۰۰	مقروض کو زکوٰۃ.....	۲۰۲
۲۰۱	مالک اراضی کے لئے زکوٰۃ.....	۲۰۳
۲۰۲	کیا زمین دار مستحق زکوٰۃ ہے.....	۲۰۴
۲۰۳	جس کے پاس زمین ہو کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۲۰۴
۲۰۴	غنی کو زکوٰۃ کا استعمال کرنا.....	۲۰۵
۲۰۵	جس کا گذر تنگی سے ہوتا ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۲۰۶

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۶	جس کی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے.....	۲۰۶
۲۰۷	ایضاً.....	۲۰۷
۲۰۸	جس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۲۰۸
۲۰۹	کھاتا پیتا مالک مکان ہو اس کے لئے زکوٰۃ کا حکم.....	۲۰۸
۲۱۰	اقرباء کو زکوٰۃ.....	۲۰۹
۲۱۱	زکوٰۃ کے لئے ذوی القربیٰ میں کون مقدم ہے.....	۲۱۰
۲۱۲	داماد کو زکوٰۃ.....	۲۱۰
۲۱۳	لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ وفطرہ دینا.....	۲۱۱
۲۱۴	غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا.....	۲۱۱
۲۱۵	بھائی کو زکوٰۃ دینا.....	۲۱۲
۲۱۶	زکوٰۃ بھائی اور اس کی اولاد کو.....	۲۱۳
۲۱۷	زکوٰۃ کی رقم ماموں سالے اور ان کی اولاد کو دینا.....	۲۱۳
۲۱۸	حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ دینا.....	۲۱۴
۲۱۹	ادائے زکوٰۃ کے وکیل کا اپنی ماں کو زکوٰۃ دینا.....	۲۱۵
۲۲۰	کیا نانا ،ماموں، چچا مصرف زکوٰۃ ہیں.....	۲۱۶
۲۲۱	والد اور سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ.....	۲۱۶
۲۲۲	زکوٰۃ لے کر باپ کو دینا.....	۲۱۷
۲۲۳	پھوپھی زاد بہن کو زکوٰۃ.....	۲۱۸
۲۲۴	عالم کی اولاد کے لئے زکوٰۃ.....	۲۱۹
۲۲۵	امام اور عالم کو صدقات واجبہ دینا.....	۲۲۰

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۶	امام کو زکوٰۃ دینا.....	۲۲۲
۲۲۷	حج کے لئے زکوٰۃ لینا.....	۲۲۲
۲۲۸	زکوٰۃ وفطرہ سے کفن میت.....	۲۲۳
۲۲۹	زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا.....	۲۲۳
۲۳۰	لڑکی کی شادی کے لئے چندہ مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا.....	۲۲۴
۲۳۱	دار الحرب اور حربی کو زکوٰۃ وصدقہ.....	۲۲۵
۲۳۲	نادار لوگوں کی امداد کے لئے چندہ.....	۲۲۷
۲۳۳	علماء ربانی کی تکفیر کرنے والے کو زکوٰۃ دینا.....	۲۳۰
۲۳۴	زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا.....	۲۳۱
۲۳۵	شیعہ کو زکوٰۃ وفطرہ دینا.....	۲۳۱
۲۳۶	شریک کو زکوٰۃ دینا.....	۲۳۲
۲۳۷	مستقبل کی ضرورت کے لئے پس انداز کرنے والی بیوہ کے لئے زکوٰۃ کا حکم.....	۲۳۳
۲۳۸	نابالغ کو زکوٰۃ.....	۲۳۴
۲۳۹	نابالغ کو زکوٰۃ دینے کی صورتیں.....	۲۳۴
۲۴۰	صدقہ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف.....	۲۳۷
۲۴۱	رفاہ عام کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا.....	۲۳۹
۲۴۲	قبرستان کے مقدمے میں زکوٰۃ لگانا.....	۲۳۹
۲۴۳	مقدمۂ قاتل میں زکوٰۃ دینا.....	۲۴۰
۲۴۴	زکوٰۃ کا روپیہ مقدمہ میں.....	۲۴۱
۲۴۵	فقیر کو کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی.....	۲۴۱

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۶	زکوٰۃ کے روپے کی تقسیم.....	۲۴۲
۲۴۷	زکوٰۃ ادا کرنے کا نائب بنانا.....	۲۴۳
۲۴۸	زکوٰۃ کے روپے میں رسالہ ماہانہ جاری کرنا.....	۲۴۳
۲۴۹	صرفۂ ڈاک زکوٰۃ سے وصول نہیں کیا جا سکتا.....	۲۴۴
۲۵۰	زکوٰۃ سے طبی امداد.....	۲۴۵
۲۵۱	زکوٰۃ دوا کے ذریعے ادا کرنا.....	۲۴۷
۲۵۲	زکوٰۃ دوسری جگہ بھیجنا.....	۲۴۷
۲۵۳	مقدار نصاب سے زائد کسی کو زکوٰۃ دینا.....	۲۴۸
۲۵۴	زکوٰۃ کی کتابیں صاحب نصاب کو دینا.....	۲۴۹
۲۵۵	زکوٰۃ فطرہ کی رقم غیر مصرف میں خرچ کر ڈالنا.....	۲۴۹
۲۵۶	فقیر مسکین ومصرف فطرہ.....	۲۵۰
۲۵۷	مصرف فطرہ وفدیہ.....	۲۵۱
۲۵۸	فطرہ کا مصرف ہمیشہ کیلئے متعین کرنا.....	۲۵۲
۲۵۹	امام اور مولوی کے لئے صدقہ فطر	۲۵۳
۲۶۰	فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرے میں دینا.....	۲۵۴
۲۶۱	نابالغ کو فطرہ دینا.....	۲۵۶
۲۶۲	زکوٰۃ یا سود کے پیسے سے نل لگوانا.....	۲۵۷
۲۶۳	مصارف بیت المال.....	۲۵۷
۲۶۴	صدقۂ فطر سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دینا.....	۲۵۹
۲۶۵	زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا.....	۲۶۰

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم:- مدارس میں زکوٰۃ دینا	
۲۶۶	طلباء کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت	۲۶۲
۲۶۷	مستطیع طلباء کے لئے زکوٰۃ	۲۶۳
۲۶۸	طلبہ کو یکجا بٹھاکر زکوۃ سے کھلانا	۲۶۴
۲۶۹	مطبخ سے بمد زکوٰۃ طلبہ کو کھانا دینا	۲۶۴
۲۷۰	چندہ کے پیسے سے تنخواہ دینا	۲۶۶
۲۷۱	زکوٰۃ سے تنخواہ ملازمین مدرسہ	۲۶۷
۲۷۲	زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہیں دینا	۲۶۸
۲۷۳	زکوٰۃ سے تنخواہ دینا	۲۶۸
۲۷۴	ایضاً	۲۶۹
۲۷۵	مال زکوٰۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا	۲۷۰
۲۷۶	کیا مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی	۲۷۰
۲۷۷	زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا	۲۷۶
۲۷۸	مدارس کے طلبہ کی انجمنوں کو زکوٰۃ	۲۷۷
۲۷۹	مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی	۲۷۸
۲۸۰	مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف	۲۷۹
۲۸۱	ایضاً	۲۸۱
۲۸۲	مدارس میں زکوٰۃ	۲۸۲
۲۸۳	زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں	۲۹۱

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۴	زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں.....	۲۹۱
۲۸۵	بچیوں کے مدرسے میں زکوٰۃ.....	۲۹۳
۲۸۶	نیم سرکاری مدرسے میں زکوٰۃ.....	۲۹۴
۲۸۷	بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں زکوٰۃ دینا.....	۲۹۶
۲۸۸	جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہوں اور آئندہ امید ہو وہاں زکوٰۃ دینا.....	۲۹۷
۲۸۹	اسکول میں زکوٰۃ وصدقۂ فطرہ.....	۲۹۸
۲۹۰	زکوٰۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا.....	۳۰۱
۲۹۱	زکوٰۃ وعشرہ وغیرہ مدرسہ میں دینا.....	۳۰۲
۲۹۲	مدرسہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا.....	۳۰۳
۲۹۳	کیا مدارس بیت المال ہیں.....	۳۰۴
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	تملیک وحیلہ	
۲۹۴	تملیک کا حکم اور اس کا طریقہ.....	۳۰۶
۲۹۵	حیلۂ تملیک متعین رقم غریب کو دینا درست نہیں.....	۳۰۷
۲۹۶	قبل التملیک کسی کو قرض دینا.....	۳۰۸
۲۹۷	بغیر تملیک زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا.....	۳۰۹
۲۹۸	زکوٰۃ کے لئے تملیک کی شرط.....	۳۰۹
۲۹۹	تملیک کی صورت.....	۳۱۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۰	ادائے زکوٰۃ کے لئے حیلۂ تملیک.....	۳۱۴
۳۰۱	حیلہ عدم وجوب زکوٰۃ.....	۳۱۵
۳۰۲	زکوٰۃ کی فرضیت سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا.....	۳۱۶
۳۰۳	زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ.....	۳۱۷
۳۰۴	حیلۂ تملیک.....	۳۱۸
۳۰۵	حیلۂ تملیک.....	۳۱۹
۳۰۶	حیلۂ تملیک جب کہ صدقۂ نافلہ بھی موجود ہو.....	۳۲۰
۳۰۷	زکوٰۃ کے روپیہ کی تملیک کے بعد واپسی.....	۳۲۰
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	عشر وخراج کے احکام	
۳۰۸	عشر کا ثبوت قرآن کریم سے.....	۳۲۳
۳۰۹	ہندوستانی زمین کا حکم.....	۳۲۴
۳۱۰	ہندوستان کی زمین عشری ہیں یا خراجی؟.....	۳۲۵
۳۱۱	اراضی ہند میں عشر اور خراج کا حکم.....	۳۲۶
۳۱۲	اراضی ہند میں عشر کا حکم.....	۳۲۹
۳۱۳	ہندوستانی زمینوں میں عشر.....	۳۳۰
۳۱۴	کیا ہندوستانی زمینیں عشری ہیں؟.....	۳۳۲
۳۱۵	عشری خراجی زمین.....	۳۳۳

عبد لجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۶	آبی اور بارش والی زمین میں عشر.....	۳۳۴
۳۱۷	اراضی ہند سے متعلق.....	۳۳۴
۳۱۸	زمینداری ختم ہونے کے بعد مسئلہ عشر.....	۳۳۵
۳۱۹	کیا عشر اب بھی واجب ہے؟.....	۳۴۰
۳۲۰	مقدار عشر.....	۳۴۱
۳۲۱	عشر کا نصاب.....	۳۴۱
۳۲۲	عشر.....	۳۴۲
۳۲۳	زکوٰۃ وعشر ومصرف کی تحقیق.....	۳۴۳
۳۲۴	مال گذاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا.....	۳۵۰
۳۲۵	زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم.....	۳۵۱
۳۲۶	باغ اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ.....	۳۵۲
۳۲۷	فصل پر غلّہ نکالا مسجد میں بھی لگانا درست ہے.....	۳۵۳
۳۲۸	جس غلّہ کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کا حکم.....	۳۵۳
۳۲۹	ٹیوب ویل سے بھی پانی دیا گیا تو کیا حکم ہے؟.....	۳۵۴
۳۳۰	زکوٰۃ نقد زمین وغیرہ میں.....	۳۵۵
	☆.....باب نہم.....☆	
	صدقۂ نافلہ	
۳۳۱	زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ خیرات.....	۳۵۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۲	زکوۃ ذمہ میں رہتے ہوئے صدقہ نفلی دینا.....	۳۵۸
۳۳۳	مقروض کے ذمہ قرض کی ادائیگی ہے یا صدقۂ نفل.....	۳۵۹
۳۳۴	حرام مال کا صدقہ.....	۳۶۰
۳۳۵	پیشہ ور مانگنے والوں کو صدقہ وغیرہ دینا.....	۳۶۰
۳۳۶	بھنگی کو صدقہ دینا.....	۳۶۲
۳۳۷	پرانے کپڑے غرباء کو دینے کا ثواب.....	۳۶۲
۳۳۸	پیداوار میں سے زکوۃ سمجھ کر نکالا ہوا غلہ.....	۳۶۳
۳۳۹	للہ دی گئی اشیاء کا تنخواہ میں استعمال.....	۳۶۳
۳۴۰	غنی کو صدقہ دینا.....	۳۶۴
۳۴۱	صدقہ اور خیرات میں فرق.....	۳۶۵

☆.....باب دھم.....☆

صدقۂ فطر

۳۴۲	صدقۃ الفطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کی صورت.....	۳۶۷
۳۴۳	نصاب زکوۃ وفطرہ.....	۳۶۸
۳۴۴	فطرہ کس غلے سے ادا کریں.....	۳۷۲
۳۴۵	صدقۂ فطر میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا.....	۳۷۳
۳۴۶	صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کریں.....	۳۷۴
۳۴۷	فدیہ اور فطرہ کس نرخ سے ادا کریں.....	۳۷۵

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلاً مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۸	چاول سے صدقۃ الفطر کی مقدار.....	۳۷۵
۳۴۹	جہاں اشیاء منصوصہ نہ ہوں وہاں صدقۃ الفطر کس طرح ادا کیا جائے.....	۳۷۶
۳۵۰	فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی.....	۳۸۱
۳۵۱	صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے.....	۳۸۲
۳۵۲	چاول وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی صورت.....	۳۸۳
۳۵۳	صدقۃ الفطر کی مقدار میں مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا موقف.....	۳۸۴
۳۵۴	صاع کی مقدار.....	۳۸۵
۳۵۵	صاع کے وزن میں احتیاط پر عمل.....	۳۸۶
۳۵۶	صاع وغیرہ کے اوزان.....	۳۸۷
۳۵۷	نصف صاع کی مقدار موجودہ وزن سے.....	۳۹۰
۳۵۸	صدقۂ فطر عید کی صبح یا رمضان میں.....	۳۹۱
۳۵۹	صدقۃ الفطر ادا کرنے کے بعد عید کے روز قیمت بڑھ گئی تو کیا کرے.....	۳۹۲
۳۶۰	زمین کی ملکیت پر قربانی اور صدقۃ الفطر کا وجوب.....	۳۹۳
۳۶۱	ایضاً.....	۳۹۴
۳۶۲	صدقۂ فطر وغیرہ کے لئے بیت المال.....	۳۹۵
۳۶۳	صدقۂ فطر کیا امام کا حق ہے.....	۳۹۶
۳۶۴	پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر.....	۳۹۷

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مجدد رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆.....باب یازدھم.....☆

متفرقات زکوٰۃ

۳۶۵	زکوٰۃ کے صلہ میں ہدیہ دینا.....	۳۹۹
۳۶۶	جو رقم بقصد زکوٰۃ الگ رکھ دی گئی اس میں تصرف کا حکم.....	۴۰۰
۳۶۷	زکوٰۃ کو تاوان اور حج کو تجارت سمجھنا.....	۴۰۰
۳۶۸	زکوٰۃ میں مبیع کی قیمت کم کردینا.....	۴۰۱
۳۶۹	زکوٰۃ دیکر احسان جتانا.....	۴۰۲
۳۷۰	جو غنی زکوٰۃ خیرات نہ کرے اس کا حکم.....	۴۰۲
۳۷۱	زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو چوری کرکے خیرات کرنا.....	۴۰۳
۳۷۲	اپنی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا.....	۴۰۴
۳۷۳	تحفہ میں زکوۃ ہونے کا شک.....	۴۰۶

تمت وبالفضل عمت

متصلا مکہ مکرمہ ... عبد لیجیو پھلیے ... رحمۃ اللہ علیہ حی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۱۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الصوم

﴿روزہ کے احکام﴾

☆.....باب اوّل.....☆

چاند دیکھنے کا بیان

۱	روزے کا سبب رویتِ ہلال ہے یا شہود رمضان.....	۳۶
۲	ثبوت رویت میں اختلاف کے اسباب عشرہ.....	۴۳
۳	مطلع کتنے فاصلہ پر بدلتا ہے.....	۴۶
۴	مطلع میں ۲۴ر گھنٹے کا فرق ہو تو روزہ کا کیا حکم ہے؟.....	۴۷
۵	اختلاف مطالع	۴۸
۶	جہاں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں ثبوت رؤیت کیسے ہو.....	۴۹

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	رؤیت ہلال سے متعلق کتاب القاضی الی القاضی کی تفصیل.....	۵۰
۸	کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ.....	۵۹
۹	رؤیت ہلال کمیٹی اگر فتویٰ کے خلاف کرے تو کیا کیا جائے؟.....	۶۰
۱۰	غیر مفتی بہ قول کو اختیار کرنا.....	۶۰
۲۱	خبر عادل اور اصول ہیئت میں تعارض ہو تو کس کا اعتبار ہے.....	۶۳
۱۲	امی کی تحقیق اور اصحاب توقیت کا قول رؤیت ہلال کے بارے میں.....	۶۴
۱۳	اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے.....	۶۷
۱۴	رؤیت کے زبانی پیغام پر افطار.....	۶۹
۱۵	قبول شہادت کی صورتیں.....	۷۱
۱۶	ہلال فطر کا ثبوت.....	۷۶
۱۷	ہلال عید کی شہادت پر روزہ افطار کرنا اور عید پڑھنا.....	۷۸
۱۸	غلط شہادت پر اعلان عید اور ریڈیو کا اعلان.....	۷۹
۱۹	کیا مفتی کیلئے لازم ہے، کہ رؤیت ہلال کے لئے شاہدوں کو تلاش کرتا پھرے؟	۸۴
۲۰	کیا ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند کی جستجو ضروری ہے؟.....	۸۵
۲۱	آلات جدیدہ سے رؤیت ہلال کا ثبوت.....	۸۶
۲۲	تار ٹیلیفون کی خبر کا حکم.....	۸۹
۲۳	تار ٹیلیفون وغیرہ کی خبر پر عید رمضان.....	۹۲
۲۴	تار وٹیلیفون کی خبر.....	۹۴
۲۵	ریڈیو ٹیلیفون تار برقی کے ذریعے چاند کا ثبوت.....	۹۴
۲۶	ریڈیو کے ذریعے رؤیت ہلال کا ثبوت.....	۹۶

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	ہلال رمضان وعید اور ریڈیو کی اطلاع.....	۱۰۰
۲۸	ریڈیو کا اعلان.....	۱۰۱
۲۹	ریڈیو کے اعلان کی حیثیت.....	۱۰۳
۳۰	ریڈیو کے اعلان کی حیثیت.....	۱۰۴
۳۱	ریڈیو کا اعلان کب معتبر ہے؟.....	۱۰۶
۳۲	ایضاً.....	۱۰۷
۳۳	رؤیت ہلال کا اعلان ریڈیو سے کب معتبر ہے؟.....	۱۰۸
۳۴	ریڈیو کی خبر ہلال رمضان وعید کے لئے	۱۱۰
۳۵	رؤیت ہلال کا ثبوت پاکستانی ریڈیو سے.....	۱۱۲
۳۶	رمضان کا چاند اور ریڈیو پاکستان کی ایک دلچسپ غلطی.....	۱۱۵
۳۷	ریڈیو کی خبر خبر ہے شہادت نہیں.....	۱۱۶
۳۸	ریڈیو کے ذریعہ شہادت.....	۱۱۷
۳۹	ریڈیو کی اطلاع پر روزہ.....	۱۱۹
۴۰	ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید.....	۱۲۱
۴۱	ریڈیو کی خبر پر روزہ افطار کرنا.....	۱۲۳
۴۲	ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ دینا.....	۱۲۴
۴۳	ریڈیو کی خبر پر روزہ نہ توڑنا.....	۱۲۶
۴۴	بغیر ثبوت رؤیت کے عید کرنا درست نہیں.....	۱۲۷
۴۵	بغیر رؤیت کے محض ریڈیو کی خبر پر عید کرنا.....	۱۲۷
۴۶	اٹھائیس رمضان کو چاند کی شہادت.....	۱۳۱

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی ﷺ عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷	تیس رمضان کو چاند نظر نہیں آیا.....	۱۳۲
۴۸	زوال سے پہلے یا بعد چاند دیکھ کر روزہ افطار کر دینا.....	۱۳۳
۴۹	ریڈیو کی خبر کا اعتبار اور توحید عید کا مسئلہ.....	۱۳۸
۵۰	پہاڑ کا سامنے ہونا مانع رؤیت ہلال ہے.....	۱۴۴
۵۱	رؤیت نہ ہونے پر پہلی تاریخ کا اعلان.....	۱۴۶
	☆.....باب دوم.....☆	
	سحری اور افطار	
۵۲	کیا افطار کے لئے اذان شرط ہے.....	۱۴۸
۵۳	افطار غروب پر یا اذان پر.....	۱۴۹
۵۴	غروب سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ توڑنا درست نہیں.....	۱۵۰
۵۵	غروب شمس کی علامت کیا ہے.....	۱۵۱
۵۶	اذان افطار کے بعد.....	۱۵۱
۵۷	رمضان میں غروب کے کتنی دیر بعد جماعت کھڑی ہو (اکابر کے معمولات).....	۱۵۲
۵۸	نماز مغرب افطار کے کتنے منٹ بعد.....	۱۵۴
۵۹	سحر وافطار کی اطلاع بذریعۂ سائرن.....	۱۵۵
۶۰	سحری وافطار کے وقت ڈھول بجانا.....	۱۵۶
۶۱	روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے اور نمک وادرک سے افطار کرنا.....	۱۵۷
۶۲	بازار میں فروخت ہونیوالے پھلوں سے افطار.....	۱۵۸

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۳	دوسرے کی افطاری سے پرہیز کرنا	۱۶۰
۶۴	افطاری کے بعد کلی کرنا.....	۱۶۰
	☆.....باب سوم.....☆	
	روزہ کے مفسدات ومکروہات	
۶۵	روزہ میں مسواک سنت ہے	۱۶۲
۶۶	کسی کا تھوک نگلنے سے کفارہ.....	۱۶۳
۶۷	ندی میں غسل کرتے ہوئے پانی پی لیا.....	۱۶۳
۶۸	چکنے ہاتھ سے مضمضہ واستنشاق روزہ میں.....	۱۶۴
۶۹	سر پر تیل رکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا.....	۱۶۵
۷۰	روزہ کی حالت میں تمباکو سے تیار شدہ منجن کا استعمال.....	۱۶۵
۷۱	روزہ میں ڈکار میں ذائقہ محسوس ہونا.....	۱۶۶
۷۲	کچی ڈکار آنا.....	۱۶۷
۷۳	ناک میں دوا ڈالنا کیا مفسد صوم ہے؟.....	۱۶۷
۷۴	روزہ میں خوشبو کا حکم.....	۱۶۸
۷۵	لوبان سونگھنے سے روزہ کا حکم.....	۱۶۹
۷۶	روزہ میں اگربتی اور عطر سونگھنا.....	۱۷۰
۷۷	اگربتی روزہ میں.....	۱۷۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷۸	ہومیو پیتھک دوائی کا سونگھنا.....	۱۷۲
۷۹	روزہ میں انجکشن.....	۱۷۳
۸۰	روزہ میں انجکشن.....	۱۷۹
۸۱	روزہ میں انجکشن.....	۱۸۰
۸۲	روزہ میں انجکشن اور پمپ سے منہ میں ہوا لینا.....	۱۸۰
۸۳	احتلام مفسد صوم نہیں جماع مفسد ہے.....	۱۸۱
۸۴	جلق کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے.....	۱۸۲
۸۵	جلق مفسد صوم اور موجب غسل ہے یا نہیں.....	۱۸۳
۸۶	استمناء بالید کے بعد بیوی سے جماع کر لیا.....	۱۸۴
۸۷	ادخال اصبع اور تقبیل حالتِ صوم میں.....	۱۸۵
۸۸	بحالت صوم ادخال اصبع.....	۱۸۶
۸۹	انگلی ڈال کر پاخانہ نکالنا.....	۱۸۷
۹۰	لمس سے انزال ہونے پر فساد صوم.....	۱۸۷
۹۱	زوجہ کی تقبیل ولمس مفسد صوم نہیں.....	۱۸۸
۹۲	سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ کا حکم.....	۱۸۹
۹۳	سحری کھائی صبح صادق سے ایک دو منٹ بعد.....	۱۸۹
۹۴	سحری اس وقت کھائی جبکہ صبح صادق ہو چکی تھی.....	۱۹۰
۹۵	جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں اس سے سحری کے لئے جگانا.....	۱۹۱

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلا مکہ مجمع الفتاویٰ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب چہارم.....☆	
	روزوں کی قضاء اور کفارہ	
۹۶	رمضان سمجھ کر یکم شوال کا روزہ.....	۱۹۲
۹۷	ریڈیو کی خبر پر افطار کرنے سے قضاء کا حکم.....	۱۹۳
۹۸	رمضان کے متعدد روزوں کے قضاء کا طریقہ.....	۱۹۴
۹۹	نذر و قضاء کے روزوں میں کون سے پہلے رکھے.....	۱۹۵
۱۰۰	روزوں کی قضاء عمری.....	۱۹۵
۱۰۱	مستحاضہ کے روزوں سے متعلق ترجمہ منیۃ المصلی کی ایک عبارت کی توضیح.....	۱۹۶
۱۰۲	کفارہ صیام.....	۱۹۸
۱۰۳	کفارہ صوم کی تشریح.....	۱۹۹
۱۰۴	کفارۂ صوم ادا ہونے کی آسان صورت.....	۲۰۱
۱۰۵	کفارہ صوم میں دینی مدارس کے طلباء کو کھانا کھلانا.....	۲۰۱
۱۰۶	کفارۂ صوم میں ساٹھ مساکین دونوں وقت ایک ہی ہوں یا الگ الگ.....	۲۰۲
۱۰۷	کفارہ صوم میں ایک مسکین کو دو ماہ کھلانا.....	۲۰۳
۱۰۸	کفارۂ صوم میں تتابع ضروری ہے.....	۲۰۴
۱۰۹	کفارہ صوم میں بیماری کی وجہ سے اگر تسلسل نہ ہو سکے.....	۲۰۴
۱۱۰	متعدد روزوں میں زنا سے کفارہ ایک ہی ہوگا یا زیادہ.....	۲۰۵

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۱	کیا کفارہ مفتی کا حق ہے.....	۲۰۷
۱۱۲	مس بالید سے انزال کی صورت میں کفارہ نہیں.....	۲۰۷
۱۱۳	مسافر ومریض پر فدیہ صوم وصلوٰۃ.....	۲۰۸
۱۱۴	صوم وصلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقدار اس کا مستحق.....	۲۰۹
۱۱۵	نماز روزہ کے فدیہ کی ادائیگی.....	۲۱۳
۱۱۶	ادائے فدیہ کا طریقہ اور مصرف.....	۲۱۴
۱۱۷	فدیہ دیندار عالم کو دینا افضل ہے.....	۲۱۵
۱۱۸	فدیہ کتنے مال سے دیا جائے.....	۲۱۶
۱۱۹	اگر قلت مال سے فدیہ پورا نہ ہو سکے تو.....	۲۱۶
۱۲۰	فدیۂ صیام شروع رمضان میں دے یا اخیر رمضان میں.....	۲۱۷
۱۲۱	مرض وفات کے روزوں کا فدیہ لازم نہیں.....	۲۱۷
۱۲۲	پہلے کا کھلایا ہوا کفارہ میں محسوب نہیں.....	۲۱۸

☆.....باب پنجم.....☆

وہ مجبوریاں جن سے افطار جائز ہو جاتا ہے

۱۲۳	مریض کے لئے افطار کی رخصات.....	۲۱۹
۱۲۴	مسافر کو فرض روزہ توڑنے کی اجازتا.....	۲۲۱
۱۲۵	اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے روزہ رکھ سکے تو کیا کرے.....	۲۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ششم.....☆	
	نفلی روزے	
۱۲۶	تنہا جمعہ کا روزہ.....	۲۲۳
۱۲۷	صوم عاشورہ.....	۲۲۴
۱۲۸	صوم عاشورہ منفرداً مکروہ ہے.....	۲۲۴
۱۲۹	ذی الحجہ کے روزے اور قربانی سے کھانے کی ابتداء.....	۲۲۵
۱۳۰	فضائل میں ضعیف روایت پر عمل برائے صوم وشب برأت.....	۲۲۶
۱۳۱ ۱۳۲	چند مخصوص تاریخوں کا روزہ.....	۲۲۷
۱۳۳	صیام دوام.....	۲۲۸
۱۳۴	صوم یوم الشک.....	۲۲۹
۱۳۵	یوم الشک میں روزہ.....	۲۳۰
۱۳۶	کیا یوم الشک کا روزہ مکروہ ہے.....	۲۳۱
۱۳۷	یوم عرفہ ونحر میں شک.....	۲۳۴
۱۳۸	گناہ کے ترک کا عہد پھر اس کے خلاف کرنے پر روزہ کی نیت کرنا.....	۲۳۶

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہفتم.....☆	
	روزے کے متفرق مسائل	
۱۳۹	جہاں اٹھارہ گھنٹہ کا دن ہو وہاں روزہ کی صورت.....	۲۳۸
۱۴۰	طویل دن میں روزہ کس طرح رکھے.....	۲۳۹
۱۴۱	مغرب پڑھ کر سفر کیا جہاں ابھی غروب نہیں ہوا تیس روزے پورے کر کے سفر کیا ایسی جگہ جہاں انتیسواں روزہ ہے.....	۲۴۰
۱۴۲	گرمی کے روزہ کا ثواب زیادہ ہے.....	۲۴۰
۱۴۳	بے روزہ کے حق میں سخت الفاظ.....	۲۴۱
۱۴۴	تارک صوم کو کتے اور سور کی طرح سمجھنا رمضان میں اعلانیہ کھانا کھانے کی سزا.....	۲۴۲
۱۴۵	روز کے ایام میں ہوٹل میں کھلانا.....	۲۴۴
۱۴۶	غسل جنابت بحالت صوم آٹھ بجے کرنا.....	۲۴۶
۱۴۷	صبح صادق کے بعد غسل جنابت.....	۲۴۷
۱۴۸	قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا.....	۲۴۷
۱۴۹	بقرعید کی صلوٰۃ عید تک روزہ ہے.....	۲۴۸
۱۵۰	رمضان میں یکسوئی حاصل ہونے کی تدبیر.....	۲۴۹

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	اعتکاف کے احکام	
۱۵۱	اعتکاف واجب سنت نفل کب ہے.....	۲۵۱
۱۵۲	نفلی اعتکاف.....	۲۵۱
۱۵۳	نفلی اعتکاف کے حقوق اور پابندیاں.....	۲۵۲
۱۵۴	نفلی اعتکاف مسجد میں نہ کہ گھر میں.....	۲۵۳
۱۵۵	نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کا، لفظوں میں اعتکاف کی نیت.....	۲۵۴
۱۵۶	پوری رمضان کا اعتکاف.....	۲۵۵
۱۵۷	عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف.....	۲۵۷
۱۵۸	عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کو توڑنے کی وجہ سے قضا، قضا وادا اعتکاف ایک ساتھ.....	۲۵۸
۱۵۹	اعتکاف مسنون توڑ دینے سے اس کی قضاء.....	۲۵۹
۱۶۰	اعتکاف مسنون میں ایک روز کا استثناء.....	۲۶۰
۱۶۱	اعتکاف میں غسل میت کے لئے نکلنا مستورات کے اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے پر قضاء کا حکم.....	۲۶۱
۱۶۳	عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے کیا صوم شرط ہے.....	۲۶۲
۱۶۴	معتکف کا قرآن پاک پڑھانا.....	۲۶۲
۱۶۵	معتکف کا تمباکو کھانا.....	۲۶۳

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی ﷺ متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۶	معتکف کو بیڑی سگریٹ پینا.....	۲۶۴
۱۶۷	اعتکاف میں بیڑی پینا.....	۲۶۵
۱۶۸	بار بار بیت الخلاء جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا.....	۲۶۶
۱۶۹	معتکف بیت الخلاء کے لئے نکل کر کتنا کام کرسکتا ہے.....	۲۶۷
۱۷۰	معتکف سحر وافطار واستنجاء اپنے مکان پر کرے.....	۲۶۷
۱۷۱	اعتکاف میں حدث.....	۲۶۸
۱۷۲	بحالت اعتکاف اخراج ریاح.....	۲۶۹
۱۷۳	مسجد کی ایک جانب سے دوسری جانب منتقل ہونا.....	۲۷۰
۱۷۴	عورت کا اعتکاف گھر پر نفلی ہے یا سنت ہے؟.....	۲۷۰
۱۷۵	ترک اعتکاف سے کیا عورت بھی گنہگار ہے.....	۲۷۱
۱۷۶	نابالغ کا اعتکاف.....	۲۷۱
۱۷۷	اعتکاف سے روکنا.....	۲۷۲
۱۷۸	اعتکاف کی حالت میں تقبیل وجہ.....	۲۷۳
۱۷۹	معتکف کے لئے امور مباح.....	۲۷۳
۱۸۰	ملاقاتیوں سے معتکف کا بات چیت اور خیریت معلوم کرنا.....	۲۷۴
۱۸۱	معتکف کا ہڈی وغیرہ ڈالنے کے لئے باہر نکلنا.....	۲۷۴
۱۸۲	معتکف کا قضاء حاجت کو جاتے ہوئے سلام وکلام کرنا.....	۲۷۵
۱۸۳	معتکف کا مسجد میں بذریعہ مائک باہر مجمع کو خطاب کرنا.....	۲۷۶
۱۸۴	اعتکاف کفایہ ہر مسجد ہر شہر میں ہے.....	۲۷۶
۱۸۵	اعتکاف میں غسل	۲۷۷

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۶	اعتکاف مسجد ہی میں ہے باہر نہیں.....	۲۷۸
۱۸۷	غسل سنت وتبرید کے لئے معتکف کا خروج.....	۲۷۹
۱۸۸	وضو اذان کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا.....	۲۸۰
۱۸۹	معتکف کا خارج مسجد سے ہو کر اذان کے لئے جانا.....	۲۸۱
۱۹۰	معتکف کا وضو کے لئے گھر جانا.....	۲۸۲
۱۹۱	مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو تو معتکف ندی پر وضو کر لے.....	۲۸۲
۱۹۲	معتکف کا حوض سے پانی لینا.....	۲۸۳
۱۹۳	معتکف کا جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا.....	۲۸۳
۱۹۴	معتکف کا تبلیغی اجتماع میں شرکت کرنا.....	۲۸۴
۱۹۵	معتکف کا اخراج ریح کے لئے بیت الخلاء جانا.....	۲۸۵
۱۹۶	معتکف کو نماز جنازہ کے لئے باہر نکلنا.....	۲۸۵
۱۹۷	معتکف کا جنازہ میں شرکت کرنا یا عیادت کرنا.....	۲۸۶
۱۹۸	معتکف کا خارج مسجد تراویح کے لئے جانا.....	۲۸۷
۱۹۹	ایضاً.....	۲۸۸
۲۰۰	معتکف کو خارج مسجد جانا درست نہیں.....	۲۸۹
۲۰۱	معتکف کا ضرورت کے لئے مسجد سے نکل کر کسی سے بات چیت کرنا.....	۲۹۰
۲۰۲	معتکف کا خارج مسجد بات کرنا.....	۲۹۱
۲۰۳	جمعۃ الوداع میں معتکف کہاں تک جاسکتا ہے.....	۲۹۱
۲۰۴	دیہاتی معتکف کو نماز جمعہ کے لئے شہر جانا.....	۲۹۲
۲۰۵	معتکف کا کن مجبوریوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا درست ہے.....	۲۹۳

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۶	مسجد بارش سے ٹپکتی ہو تو معتکف کیا کرے.....	۲۹۴
۲۰۷	اعتکاف کے ۶۴/ مسائل	//
۲۰۸	رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا حکم.....	//
۲۰۹	معتکف کون کون ہو سکتا ہے.....	۲۹۵
۲۱۰	گھر میں اعتکاف کا حکم ہے.....	//
۲۱۱	عورتوں کے اعتکاف سے مردوں کا اعتکاف ساقط نہ ہوگا.....	//
۲۱۲	عورت کا اعتکاف مسجد کی مخصوص جگہ میں.....	//
۲۱۳	کیا اعتکاف کے لئے اذان مسجد جماعت شرط ہے.....	//
۲۱۴	اگر ۲۴/ رمضان کو معتکف کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے.....	۲۹۶
۲۱۵	دو آدمی کا پانچ پانچ دن اعتکاف کرنے سے سنت اداء نہیں ہوئی.....	//
۲۱۶	معتکف کا قضاء حاجت کے لئے بات چیت کرنا.....	//
۲۱۷	احاطۂ مسجد میں پھول سبزی کی دیکھ بھال کرنا.....	//
۲۱۸	ایضا.....	۲۹۷
۲۱۹	معتکف کا تعمیر مسجد کا کام کرنا.....	//
۲۲۰	حالت اعتکاف میں ماہواری یا شوہر کی ہمبستری کا حکم.....	//
۲۲۱	ایضا.....	//
۲۲۲	معتکف کا بیوی کو بوسہ لینا.....	//
۲۲۳	اگر معتکف ۲۴/ رمضان کو پاگل ہو جائے.....	۲۹۸
۲۲۴	معتکف کا نماز جنازہ میں شرکت.....	//
۲۲۵	ایضا.....	//

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی الفلاح متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۶	ایضا.....	۲۹۸
۲۲۷	معتکف کا پانی لینے مسجد جانا.....	//
۲۲۸	پانی نہ ہوتو معتکف تیمّم کرے یا غسل.....	//
۲۲۹	معتکف کا کھانا لینے گھر جانا.....	۲۹۹
۲۳۰	معتکف کا اپنی جگہ دوسرے کو بٹھا کر مقدمہ کی پیشی کو جانا.....	//
۲۳۱	معتکف کا علاج کے لئے باہر جانا.....	//
۲۳۲	معتکف کا تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد جانا.....	//
۲۳۳	معتکف کا وعظ کرنے کے لئے دوسری مسجد جانا.....	//
۲۳۴	معتکف کا میٹنگ میں جانا.....	//
۲۳۵	معتکف کا ووٹ دینے کے لئے جانا.....	۳۰۰
۲۳۶	معتکف کا پیر سے مصافحہ کرنے مسجد سے باہر جانا.....	//
۲۳۷	ایضا.....	//
۲۳۸	بیوی کے علاج کے لئے مسجد سے باہر جانا.....	//
۲۳۹	معتکف حاکم کے بلانے پر کیا کرے.....	//
۲۴۰	معتکف کا صلح کرانے مسجد سے باہر نکلنا.....	//
۲۴۱	معتکف کا چھاڑ پھونک کے لئے جانا.....	۳۰۱
۲۴۲	معتکف کا بیوی کی دوائی کے لئے جانا.....	//
۲۴۳	معتکف کا آگ بجھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.....	//
۲۴۴	ایضا.....	//
۲۴۵	معتکف بمجبوری گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے؟.....	//

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۶	گمشدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا	۳۰۲
۲۴۷	معتکف کا جوتے اٹھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا	//
۲۴۸	چائے پینے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا	//
۲۴۹	وعظ سننے دوسری مسجد جانا	//
۲۵۰	سبق سنانے مدرسہ جانا	۳۰۳
۲۵۱	چوری کی رپورٹ لکھوانے باہر جانا	//
۲۵۲	بیڑی پینے کے لئے بار بار باہر جانا	//
۲۵۳	معتکف کا خشک کپڑے لینے باہر جانا	//
۲۵۴	معتکف کا روزہ نماز نہ پڑھنا	//
۲۵۵	معتکف کا دن بھر بات چیت کرنا	//
۲۵۶	معتکف کا مسجد میں فون لگوانا	//
۲۵۷	قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت پانی گھر لے جانا	۳۰۴
۲۵۸	قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت دوکان کا تالا کھولنا	//
۲۵۹	معتکف کا روزانہ سبق پڑھانے مدرسہ جانا	//
۲۶۰	معتکف کا مسجد میں مریضوں کو نسخے لکھوانا	//
۲۶۱	ٹیوشن پڑھانے باہر جانا	//
۲۶۲	مسجد میں ہندی وانگریزی پڑھانا	۳۰۵
۲۶۳	قضائے حاجت جاتے آتے بیلوں کی دیکھ بھال کرنا	//
۲۶۴	مسجد کے بیت الخلاء کے باوجود گھر قضائے حاجت کے لئے جانا	//
۲۶۵	مسجد میں داخل ہوتے وقت ہر مرتبہ دعاء پڑھنا	//

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۶	بھول سے مسجد سے نکلنے کا حکم	۳۰۵
۲۶۷	نماز جمعہ کے لئے دوسری مسجد جانا	۳۰۶
۲۶۸	ایضا	//
۲۶۹	پولس کا معتکف کو جبرا لیجانا اعتکاف کا حکم	//
۲۷۰	جان کے خوف سے مسجد چھوڑ کر فرار اختیار کرنے سے اعتکاف کا حکم	//
۲۷۱	کیا معتکف مسجد میں ایک ہی جگہ بیٹھے یا ہر جگہ بیٹھ سکتا ہے؟	۳۲۰
۲۷۲	کیا معتکف خارج مسجد اذان پڑھ سکتا ہے؟	//
۲۷۳	کیا معتکف جمعہ کے لئے شہر جا سکتا ہے؟	//
۲۷۴	ایضا	//
۲۷۵	کیا اعتکاف گاؤں اور شہر کی ہر ایک مسجد میں ضروری ہے؟	//
۲۷۶	اعتکاف سے متعلق گیارہ مسائل	۳۲۲
۲۷۷	معتکف ریح مسجد میں خارج کرے یا باہر کرے	//
۲۷۸	ایک قدم مسجد میں اور دوسرا باہر تو اعتکاف کا کیا حکم ہے	//
۲۷۹	مطالعہ یا تلاوت کے لئے معتکف مسجد کا تیل جلا سکتا ہے یا نہیں	//
۲۸۰	کیا معتکف مسجد میں چراغ روشن کر سکتا ہے	//
۲۸۱	کیا معتکف کھانا کھانے کے لئے گھر جا سکتا ہے	۳۲۳
۲۸۲	معتکف کا ٹھنڈا پانی قریب ہونے کی صورت میں گرم پانی کیلئے باہر جانا	//
۲۸۳	گرمی یا سردی کی وجہ سے وضو کے لئے باہر سائے میں جانا	//
۲۸۴	پانی لانے کے لئے معتکف کیا باہر جا سکتا ہے	//
۲۸۵	حالت اعتکاف میں حجامت بنوانا	//

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۶	ابتدائے اعتکاف کا وقت	۳۲۴
۲۸۷	شرکت اجتماع کا بوقت نیت اعتکاف ااستثناء	۳۲۶
۲۸۸	بستی کی مختلف مسجدوں میں سے کسی ایک جگہ اعتکاف	۳۲۷
۲۸۹	جو مسجد وقف نہ ہو اس میں اعتکاف	۳۲۸
۲۹۰	دوسرے محلّہ کے آدمی کے ذریعہ سنت اعتکاف کی ادائیگی	۳۲۹
۲۹۱	سنت اعتکاف کی ادائیگی بذریعہ امام	۳۲۹
۲۹۲	ایسی مسجد میں اعتکاف جس میں رات کو رکنے کی اجازت نہ ہو.....	۳۳۰
۲۹۳	ویران مسجد اور عیدگاہ میں اعتکاف	۳۳۰
۲۹۴	مسجد کے متصل حجرہ میں اعتکاف	۳۳۱
۲۹۵	معتکف کا صحن مسجد میں حجامت بنوانا	۳۳۲
۲۹۶	معتکف کو مسجد میں چارپائی	۳۳۳
۲۹۷	عورت کا اعتکاف میں کھانا پکانا	۳۳۴
۲۹۸	اعتکاف میں فتویٰ کس کے قول پر ہے	۳۳۴
۲۹۹	امام صاحبؒ کے قول کی ترجیح	۳۳۵
۳۰۰	اعتکاف پر معاوضہ	۳۳۶

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلاً مکہ مکرمہ ... عبد لیجیو پھلیے ... رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الحج	
	﴿حج کے احکام﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	حج کے شرائط اور ارکان وغیرہ	
۳۰۱	حج اکبر	۳۳۸
۳۰۲	حج اکبر کی تشریح	۳۴۰
۳۰۳	حج کے دو رکن ہیں	۳۴۰
۳۰۴	حج مقبول ومبرور میں فرق	۳۴۱
۳۰۵	حج اور عمرہ میں نیت زبان سے کرنا.....	۳۴۳
۳۰۶	ایام معلومات کی تشریح	۳۴۴
۳۰۷	یوم القر کی تشریح	۳۴۷
۳۰۸	وسعت کے باوجود حج نہ کرنا.....	۳۵۰
۳۰۹	استطاعت سے پہلے حج کا حکم	۳۵۰
۳۱۰	فرضیت حج کیلئے مدینہ طیبہ کا خرچ ہونا ضروری نہیں	۳۵۱
۳۱۱	ضعیف العمر پر بھی بوقت استطاعت حج فرض ہے	۳۵۲
۳۱۲	روپیہ ضائع ہونے سے پہلے فرضیت حج ساقط نہیں ہوتی	۳۵۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۳	کیا مال ضائع ہونے سے حج ساقط ہوجائے گا	۳۵۴
۳۱۴	روپیہ حج کے لئے تھا اس سے مکان بنالیا کیا اب بھی حج فرض ہے	۳۵۵
۳۱۵	لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج	۳۵۶
۳۱۶	لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج	۳۵۷
۳۱۷	بیوی پر حج فرض ہے یا شوہر پر	۳۵۸
۳۱۸	شوہر پر حج فرض ہونے سے عورت پر فرض نہیں ہوتا	۳۵۸
۳۱۹	والدہ کے روپیہ سے حج	۳۵۹
۳۲۰	کیا مکہ مکرمہ جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے	۳۵۹
۳۲۱	کیا حج کیلئے والد کی اجازت لینی چاہئے	۳۶۰
۳۲۲	جس کے ذمہ حج فرض تھا، مگر چوٹ لگنے کی وجہ سے معذور ہوگیا	۳۶۲
۳۲۳	مشترکہ تجارت میں حج کس پر ہے	۳۶۳
۳۲۴	اپنے حج کے لئے پہلے والد کو حج کرانا ضروری ہے	۳۶۴
۳۲۵	قحط کی حالت میں حج	۳۶۵
۳۲۶	قرض لیکر حج کرنا	۳۶۵
۳۲۷	حج کے ذریعہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں	۳۶۷
۳۲۸	کیا حج سے قضا نمازیں معاف ہوجائیں گی؟	۳۶۸
۳۲۹	صاحب استطاعت کو حج کے لئے بھیجنا	۳۶۹
۳۳۰	حکومت سعودیہ کے حکم پر حج دو دن پہلے	۳۷۰
۳۳۱	جھوٹ اندراج کرا کے حج ثانی کرنا	۳۷۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۲	دروغ حلفی کر کے حج ثانی کرنا	۳۷۲
۳۳۳	حج کی عرضی میں یہ قید کہ میں نے اتنی مدت سے حج نہیں کیا	۳۷۳
۳۳۴	سعودیہ میں رہ کر حج کرے اور بھارت پاکستان سے حج	۳۷۶
۳۳۵	بیوی سے کیا گیا حج کا وعدہ کیا شوہر کے حق میں مانع ہے؟	۳۷۷
۳۳۶	بیوی کو حج کے لئے ساتھ لے جانا کب ضروری ہے؟	۳۷۷
۳۳۷	حج ثانی کے لئے پانچ سال کی قید	۳۷۸
۳۳۸	حج کے لئے بدلا ہوا روپیہ ناکافی ہو تو اپنا دوسرا انتظام کرنا	۳۷۹
۳۳۹	حج کے بعد مالی پوزیشن صفر ہونے کی حالت میں حج	۳۸۰
۳۴۰	وقوف مزدلفہ	۳۸۰
۳۴۱	ایضاً	۳۸۲
۳۴۲	منیٰ سے روانگی	۳۸۳

☆.....باب دوم.....☆

مواقیت کا بیان

۳۴۳	ہندوستانیوں کیلئے میقات یلملم ہے یا جدہ؟	۳۸۵
۳۴۴	یلملم سے احرام	۳۸۶
۳۴۵	ہندوستان سے پانی کے جہاز سے جانیوالا کہاں سے احرام باندھے؟	۳۸۷
۳۴۶	حج بدل میں ذوالحلیفہ سے احرام	۳۸۸

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۷	جو شخص مکہ سے جدہ آئے کسی ضرورت کے لئے	۳۸۹
۳۴۸	کیا احرام باندھ کر طواف ضروری ہے؟	۳۹۰
۳۴۹	طواف زیارت بحالت احرام	۳۹۰
۳۵۰	کیا جدہ میقات ہے؟	۳۹۱
۳۵۱	میقات کا علم نہ ہو تو تحری کرے	۳۹۱
۳۵۲	مکی اگر جدہ جائے، تو واپسی پر احرام لازم ہے یا نہیں؟	۳۹۱
۳۵۳	احرام کے بعد میقات سے خارج ہونا	۳۹۳
۳۵۴	میقات سے بلا احرام گذرنا	۳۹۴
	☆.....باب سوم.....☆	
	عورتوں کے لئے محرم کا بیان	
۳۵۵	عورت کے محرم کون کون ہیں؟	۳۹۸
۳۵۶	عورت کو بلا محرم سفر حج کرنا	۳۹۸
۳۵۷	بوڑھی عورت کا بلا محرم کے حج کرنا	۳۹۹
۳۵۸	بغیر محرم کے بوڑھیا کو سفر حج	۴۰۰
۳۵۹	نامحرم کو سفر حج میں ساتھ لے جانا	۴۰۱
۳۶۰	خسر کے ساتھ حج کو جانا	۴۰۳
۳۶۱	رضاعی بھائی کے ساتھ حج	۴۰۳
۳۶۲	رضاعی بیٹی کے شوہر کے ساتھ سفر حج	۴۰۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۳	بہن اور بہنوئی کے ساتھ سفر حج	۴۰۴
۳۶۴	بغیر شوہر کی اجازت کے بھائی کے ساتھ حج کرنا	۴۰۵
۳۶۵	کسی عورت کا دوسری عورتوں کے ساتھ حج کرنا	۴۰۶
	☆.....باب چہارم.....☆	
	طواف کا بیان	
۳۶۶	طواف زیارت کر کے منیٰ آنا افضل ہے	۴۱۰
۳۶۷	متعدد طوافوں کے بعد نفل	۴۱۱
۳۶۸	حالت حیض میں طواف کرنا	۴۱۱
۳۶۹	طواف میں شاذ وران کو مس کرنا	۴۱۳
۳۷۰	رمی اور طواف زیارت میں ترتیب بدلدی؟	۴۱۴
۳۷۱	عورتیں طواف رات میں کریں	۴۱۴
۳۷۲	حالت حیض میں طواف زیارت	۴۱۵
۳۷۳	طواف وداع نہیں کیا تو اب کیا کرے؟	۴۱۶
۳۷۴	نفل طواف کے بعد استیلام	۴۱۷
۳۷۵	دوگانۂ طواف بھول کر دوسرا طواف شروع کر دیا	۴۱۸
۳۷۶	دوگانۂ طواف اوقات مکروہ میں	۴۱۹
۳۷۷	طواف وداع نہ کرنے سے دم	۴۱۹

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب پنجم.....☆	
	حج میں بال کٹانے کا بیان	
۳۷۸	حلق وقصر میں ایک ربع بھی کافی ہے	۴۲۱
۳۷۹	عورتیں حلال ہونے کے لئے کتنے بال اور کہاں کے کاٹیں؟	۴۲۱
۳۸۰	احرام سے حلال ہونے کے لئے چند بالوں کا منڈانا	۴۲۲
۳۸۱	محرم کو حلال ہونے کے لئے حلق وقصر خود کرنا	۴۲۴
۳۸۲	اپنے بال اپنے ہاتھ سے کاٹنا	۴۲۴
	☆.....باب ششم.....☆	
	قران اور تمتع	
۳۸۳	قران افضل ہے	۴۲۵
۳۸۴	قارن عمرہ کے بعد احرام کھولدے تو کیا حکم ہے؟	۴۲۵
۳۸۵	حج بدل میں افراد ہو یا قران؟	۴۲۶
۳۸۶	متمتع وقارن پر کیا دودم ہیں؟	۴۲۷
۳۸۷	اشہر حج سے پہلے عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا	۴۲۸
۳۸۸	ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے کیا تمتع باقی رہے گا؟	۴۲۹
۳۸۹	متمتع کا مدینہ طیبہ جانا پھر عمرہ کرنا	۴۳۰

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۹۰	عمرہ کے بعد کیا بال منڈانا لازم ہے اور بار بار اشہر حج میں عمرہ	۴۳۳
۳۹۱	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمتع سے منع کرنے کی وجہ	۴۳۴
۳۹۲	قارن کے لئے وطن کے اعتبار سے حرم میں قربانی	۴۳۸
۳۹۳	مفرد اور قارن کے لئے سعی	۴۳۹
۳۹۴	استفتاء متعلق سوالِ بالا	۴۴۰

☆.....باب ہفتم.....☆

حج بدل کا بیان

۳۹۵	حج بدل کی تفصیلی کیفیت	۴۴۲
۳۹۶	حج بدل کے سلسلہ میں معلومات	۴۴۳
۳۹۷	حج بدل کے شرائط	۴۴۴
۳۹۸	حج بدل میں نیت	۴۴۶
۳۹۹	حج بدل میں کیا نام لینا ضروری ہے؟	۴۴۷
۴۰۰	حج بدل	۴۴۷
۴۰۱	حج بدل	۴۴۸
۴۰۲	حج بدل	۴۴۹
۴۰۳	مریض کا حج بدل کرانا	۴۵۰
۴۰۴	بیمار کا حج بدل کرانا	۴۵۱
۴۰۵	نابینا عورت کا حج بدل کرانا	۴۵۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۰۶	بیوی کو حج بدل کرانا، اپنا حج کرنے سے پہلے	۴۵۳
۴۰۷	والد مرحوم کی طرف سے حج بدل	۴۵۴
۴۰۸	میت کی طرف سے حج بدل بلا وصیت	۴۵۵
۴۰۹	آفاقی کا حج فرض مکی کے ذریعہ	۴۵۷
۴۱۰	حج بدل کے بعد نابینا کا عذر زائل ہوگیا، دوبارہ حج فرض نہیں	۴۵۷
۴۱۱	حج بدل کے بعد اگر استطاعت ہوجائے تو فریضہ ساقط نہیں ہوتا	۴۵۸
۴۱۲	کیا حج بدل کیلئے پہلے سے سفر ضروری ہے؟	۴۵۹
۴۱۳	حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو	۴۵۹
۴۱۴	حج بدل میں کونسا حج کرے	۴۶۱
۴۱۵	حج بدل میں تمتع	۴۶۳
۴۱۶	حج بدل میں تمتع	۴۶۴
۴۱۷	حج بدل میں تمتع	۷۶۶
۴۱۸	حج بدل والے کو مدینہ طیبہ پہلے جانا	۷۶۶
۴۱۹	مامور بالحج کو پہلے مدینہ طیبہ جانا	۷۶۷
۴۲۰	حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں	۷۶۸
۴۲۱	حج بدل والے کیلئے تمتع سے بچاؤ	۷۶۸
۴۲۲	حج صرورہ	۷۶۹
۴۲۳	حج بدل میں پہلے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری	۷۷۰
۴۲۴	مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے؟	۷۷۱
۴۲۵	مامور بالحج کا مکہ پہنچ کر کسی دوسرے سے حج بدل کرانا اور خود اپنا حج کرنا	۷۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۲۶	حج بدل کے بعد جو رقم زائد بچے اس کا حکم	۴۷۳
۴۲۷	حج بدل میں روپیہ مامور کو دیں یا اپنے پاس رکھیں؟	۴۷۵
۴۲۸	حج بدل کی رقم میں تصرف کرنے کا ضمان	۴۷۵
۴۲۹	حکومت کی طرف سے ملا نقصان کا معاوضہ آمر کا ہے یا مامور کا؟	۴۷۷
۴۳۰	حج کے لئے روپیہ دیا اس میں سے کچھ بچ گیا اس کو کیا کرے؟	۴۷۸
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	مالِ حرام سے حج کرنا	
۴۳۱	مال حرام سے حج	۴۷۹
۴۳۲	ناجائز آمدنی سے حج کرنا.....	۴۷۹
۴۳۳	غبن کے روپے سے حج اور کاروبار	۴۸۱
۴۳۴	حرام آمدنی والے کو بوقت حج اپنے گروپ میں شامل کرنا	۴۸۲
۴۳۵	جائز وناجائز مخلوط مال سے حج	۴۸۳
۴۳۶	سرکاری روپیہ سے حج	۴۸۶
۴۳۷	کافر کے روپیہ سے حج کرنا	۴۸۷
۴۳۸	غیر کی زمین پر غاصبانہ قبضہ رکھتے ہوئے حج	۴۸۸
۴۳۹	سرکاری ملازم کا دورہ پر حج ادا کرنا	۴۸۹
۴۴۰	جس کے پاس حرام آمدنی ہو وہ یہ کہے کہ یہ روپیہ میں نے قرض لیا ہے یا حلال آمدنی ہے، تو اس کا قول معتبر ہے؟	۴۸۹

متصلاً مکہ جمی رحمۃ اللہ علیہ جمی عبد لیجیو پھیلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب نہم.....☆	
	حج میں جنایات	
۴۴۱	حالت احرام میں حیض آ جانا.....	۴۹۱
۴۴۲	حالت احرام میں بضرورت حیض روکنے والی دوا کا استعمال.....	۴۹۲
۴۴۳	سلی ہوئی تھیلی احرام میں رکھنا.....	۴۹۴
۴۴۴	حالت احرام میں رضائی اوڑھنا.....	۴۹۵
۴۴۵	حالت احرام میں کان میں روئی رکھنا اور پیروں پر کپڑا ڈالنا.....	۴۹۵
۴۴۶	حالت احرام میں شکار کی ممانعت.....	۴۹۶
۴۴۷	حالت احرام میں کیا عورت منھ کھولے رکھے؟.....	۴۹۷
۴۴۸	قربانی سے پہلے بال کٹوانے سے دم.....	۴۹۸
۴۴۹	رمی سے پہلے قربانی سے دم.....	۴۹۹
۴۵۰	رمی کا بدل آئندہ سال.....	۴۹۹
۴۵۱	رمی اور قیام منیٰ چھوڑ دینے پر دم واجب ہے یا نہیں؟.....	۵۰۰
۴۵۲	حج فارم میں یہ دستخط کرنا کہ پانچ سال سے حج نہیں کیا دھوکا ہے جبکہ خلاف واقع ہو.....	۵۰۱
۴۵۳	وقت احصار بغیر ذبح حلال ہونے کی شرط.....	۵۰۲
۴۵۴	کیا دم جنایت کو فقراء پر تقسیم کرنا ضروری ہے؟.....	۵۰۲
۴۵۵	عمرہ کا احرام کھولنے میں چند بال کٹوائے تو دم ہے.....	۵۰۳
۴۵۶	ترتیب واجب کے خلاف سے وجوب دم.....	۵۰۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۵۷	وقوف مزدلفہ ترک ہوگیا تو دم واجب ہے	۵۰۵
۴۵۸	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے جب تنعیم سے حضرت عائشہؓ کو عمرہ کرایا تو خود بھی	
۴۵۹	احرام باندھا یا نہیں؟	۵۰۷
	☆.....باب دھم.....☆	
	مقاماتِ متبرکہ	
۴۶۰	رکن یمانی کی تعریف	۵۰۹
۴۶۱	حجر اسود کہاں سے آیا	۵۱۰
۴۶۲	حجر اسود کا استلام	۵۱۰
۴۶۳	استلام حجر اسود کا ثبوت	۵۱۲
۴۶۴	حجر اسود کا استلام	۵۱۳
۴۶۵	استلام حجر اسود دور سے کرنے کا طریقہ	۵۱۴
۴۶۶	حیض کو روکنا اور عمرہ اور طواف میں حجر اسود کے استلام کا طریقہ	۵۱۵
۴۶۷	میزاب رحمت کے نیچے دیوار کا التزام	۵۱۷
۴۶۸	مقامات اجابت	۵۱۸
۴۶۹	غلاف کعبہ کو پھاڑ توڑ کر لانا	۵۱۹

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلا مکہ مجمع عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب یازدھم.....☆	
	زیارت مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	
۴۷۰	گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوٰۃ وسلام	۵۲۰
۴۷۱	زیارت روضۂ پاک علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب.....	۵۲۰
۴۷۲	عورتوں کے لئے روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت.....	۵۲۳
۴۷۳	مسجد نبوی میں چالیس نمازیں	۵۲۳
۴۷۴	حرمین میں پہلے کہاں جائے.....	۵۲۴
۴۷۵	سفر مدینہ کی نیت	۵۲۵
۴۷۶	مدینہ منورہ کے حدود حرم کیا ہیں	۵۲۵
۴۷۷	ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا	۵۲۶
	☆.....باب دوازدھم.....☆	
	متفرقاتِ حج	
۴۷۸	حالت حیض میں حرم شریف کی نماز اور صلوٰۃ وسلام	۵۲۷
۴۷۹	حج کو جاتے وقت والد والدہ، بیوی کس کو ساتھ لے جائے.....	۵۲۸
۴۸۰	ایک محرم دوسرے محرم کا سر مونڈے حلال کرنے کے لئے	۵۲۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۸۱	حج سے آنے والے کے ساتھ معانقہ اور دست بوسی	۵۲۹
۴۸۲	عورتوں کے لئے اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھنا بنسبت حرم کے بہتر ہے.....	۵۳۰
۴۸۳	غیر مسلموں کا داخلہ حرم میں کیوں ممنوع ہے.....	۵۳۰
۴۸۴	بذریعہ بس سفر حج مزارات کی زیارت کرتے ہوئے	۵۳۱
۴۸۵	کیا ہر حج میں نو لاکھ نو ہزار نو سو ننانوے آدمی شریک ہوتے ہیں.....	۵۳۳
۴۸۶	منجاء پر وقوف شعارِ روافض ہے	۵۳۳
۴۸۷	نوٹ پر کمیشن	۵۳۴
۴۸۸	حج میں نوٹ کا تبادلہ کمی زیادتی سے	۵۳۴
۴۸۹	ضلع کے نام سے درخواست حج	۵۳۵
۴۹۰	لڑکی کی حق تلفی کر کے حج	۵۳۶
۴۹۱	کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ ہوتا ہے	۵۳۶
۴۹۲	عورتیں فجر کی نماز کہاں پڑھیں اور رمی جمرہ عقبہ کس وقت کریں	۵۳۷
۴۹۳	شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے.....	۵۳۸
۴۹۴	ہندوستانی کا پاکستانی پاسپورٹ سے حج کرنا	۵۳۹
۴۹۵	داخلہ میں کچھ دینا رشوت ہے.....	۵۳۹
۴۹۶	حج سے پہلے پہنچنے والا مکہ معظّمہ میں مقیم ہے یا مسافر.....	۵۴۰
۴۹۷	رکن یمانی کو دور سے اشارہ نہیں	۵۴۱
۴۹۸	حاجی کے گلے میں ہار	۵۴۲
۴۹۹	حجاج کے لئے نعرۂ تکبیر اور پھولوں کا ہار	۵۴۲

متصلاً مکہ مجمی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۵۰۰	حاجی کو رخصت کرنے کے لئے عورتوں کا اسٹیشن جانا	۵۴۴
۵۰۱	حاجی کا ولیمہ	۵۴۴
۵۰۲	حاجی کا خطاب	۵۴۵
۵۰۳	حج کے لئے حیلۂ تملیک	۵۴۶
۵۰۴	حج کی درخواست منظور کرانے کے لئے سو روپیہ دینا	۵۴۸
۵۰۵	حج میں تجارت	۵۴۹
۵۰۶	حاجیوں کا خلاف قانون سامان لانا	۵۴۹
۵۰۷	عورتوں کا رات میں رمی جمار کرنا	۵۵۰
۵۰۸	سوال کر کے حج کو جانا	۵۵۰
۵۰۹	دس روپیہ حرم میں خرچ کرنے کے لئے دیئے اور خرچ کر دیئے بمبئی میں	۵۵۱
۵۱۰	حج کی درخواست میں اپنے آپ کو دوسرے صوبہ کا بتلانا	۵۵۲
۵۱۱	حج میں کیا تمنا کی جائے	۵۵۳
۵۱۲	حاجیوں کا سامان لانا اور لیجانا	۵۵۳
۵۱۳	تبلیغی جماعت کے ساتھ حج کرنا	۵۵۴

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ١٦

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب النکاح	
١	شرعاً نکاح کی حقیقت	٢٨
٢	نکاح کی تعریف، غرض اور اس کا طریقہ	٢٩
٣	نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات	٣٢
٤	نکاح کے احکام وجوب وسنیت وغیرہ	٣٣
٥	نکاح کا شرعی طریقہ	٣٦
٦	نکاح کا مسنون طریقہ	٣٦
٧	نکاح کا مسنون طریقہ	٣٨
٨	نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے؟	٣٩

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹	(نکاح کا مسنون طریقہ جس میں وکیل قاضی بھی ہو، حضرت فاطمہؓ کا نکاح کس نے پڑھایا؟)	۴۰
۱۰	اعلان نکاح کے مصالح	۴۲
۱۱	نکاح سے قبل منسوبہ کو دیکھنا	۴۳
۱۲	اشکال بر جواب مذکورہ بالا	۴۴
۱۳	(باہمی مخالفت ضد کی بناء پر، زوجین کی عمر میں تناسب، فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض اور اس کا حکم)	۴۷
۱۴	نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہئے؟	۴۸
۱۵	نکاح کے لئے پیر، جمعرات، جمعہ کی فضیلت	۴۹
۱۶	اندیشۂ تقسیم وراثت سے نکاح نہ کرنا	۴۹
	☆..... **باب اول** .....☆	
	وعدۂ نکاح (منگنی)	
۱۷	قول وقرار سے نکاح	۵۲
۱۸	نکاح کی قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا	۵۳
۱۹	نکاح کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا	۵۳
۲۰	وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہو جاتا	۵۵
۲۱	مجلس وعدۂ نکاح، کیا نکاح ہے؟	۵۶
۲۲	پیغام نکاح، نکاح نہیں	۵۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳	منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۵۹
۲۴	کیا رشتہ کرنا بھی نکاح ہے؟	۶۱
۲۵	وعدۂ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا	۶۳
۲۶	منگنی کر کے نکاح سے انکار	۶۴
	☆..... **باب دوم** .....☆	
	صحت وشرائطِ نکاح	
	فصل اول: نکاح صحیح	
۲۷	ثبوت نکاح کس طرح ہوتا ہے؟	۶۶
۲۸	ایجاب وقبول تین دفعہ	۶۹
۲۹	نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی ایک صورت	۷۰
۳۰	بچوں کے نکاح کا طریقہ	۷۲
۳۱	نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کی اجازت سے	۷۲
۳۲	نابالغ بچی کا ایجاب وقبول بذریعہ والد	۷۳
۳۳	کپکپی کی حالت میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح	۷۴
۳۴	مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول، مذاق میں بیع کا ایجاب وقبول	۷۵
۳۵	کیا نکاح کے وقت والد کا نام لینا ضروری ہے؟	۷۶
۳۶	(بغیر قبول کئے لڑکے کا چلا جانا اور دوسرے لڑکے سے ایجاب وقبول کرانا ان میں سے کس کا نکاح درست ہوا؟)	۷۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۷	مہر پانچ ہزار کو ہاتھ کے نیچے چھپا کر ایجاب وقبول	۷۷
۳۸	آنکھوں پہ پٹی باندھ کر نکاح	۷۸
۳۹	گونگے کا نکاح	۷۹
۴۰	گونگے کا نکاح	۸۰
۴۱	نابینا بہرے کا نکاح	۸۰
۴۲	نابینا کے ساتھ نکاح	۸۱
۴۳	نکاح کے وقت کلمہ اور دو رکعت نماز پڑھوانا	۸۲
۴۴	اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترک تعلق	۸۴
۴۵	نکاح کے بعد شرط کے خلاف کرنا	۸۵
۴۶	نکاح میں شرطیں لگانا	۸۷
۴۷	نکاح میں شرط لگانا	۸۹
۴۸	غیر مسلمہ سے کورٹ میرج کے نکاح کے بعد وہ مسلمان ہوئی تو دوبارہ نکاح کے لئے استبراء رحم۔الخ	۹۰
۴۹	سِول میرج	۹۲
۵۰	کیا عورت کا یہ کہنا کہ میں بغیر شوہر کے ہوں معتبر ہے؟	۹۳
۵۱	بلا طلاق نامہ دیکھے نکاح ثانی	۹۴
۵۲	بیوہ کے لئے نکاح ثانی	۹۵
۵۳	تین طلاق کے بعد نکاح ثانی	۹۶
۵۴	بلا اجازت زوجۂ اولیٰ نکاح ثانی سے نکاح اول منسوخ نہیں ہوگا	۹۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۵	قبول اسلام کے بعد نکاح ثانی	۹۷
۵۶	خفیہ نکاح	۹۸
۵۷	نکاح خفیہ	۱۰۰
۵۸	تحقیق کے بعد منکوحہ کا نکاح پڑھانا جرم نہیں	۱۰۱
۵۹	ایک سے چار تک نکاح کی اجازت	۱۰۲
۶۰	دو عورتوں سے دو دفعہ نکاح، کیا چار کے حکم میں ہے؟	۱۰۳
۶۱	بیوی کو طلاق دے کر اس کی بہن سے نکاح کسی مصلحت سے	۱۰۴
۶۲	مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح	۱۰۵
۶۳	نکاح میں کھانے کپڑے وغیرہ کا تذکرہ	۱۰۶
۶۴	دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے بعد، بعد عدت نکاح	۱۰۷
۶۵	لڑکی نے بھاگ کر لڑکے کے ساتھ نکاح کر لیا	۱۰۹
۶۶	نکاح کے بعد ملازم چمار کے ساتھ بیوی بھاگ گئی	۱۱۰
۶۷	بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا	۱۱۱
۶۸	سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح مگر والدین ناراضہ ہیں	۱۱۲
۶۹	لڑکے کے گھر جا کر نکاح	۱۱۴
۷۰	رجسٹر میں ولدیت بدلنے سے نکاح پر اثر	۱۱۵
۷۱	نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ منکوحہ کا دماغی توازن صحیح نہیں	۱۱۵
۷۲	دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں	۱۱۹
۷۳	ختنہ سے پہلے نکاح	۱۱۹
۷۴	تین برس کی بچی کا نکاح	۱۲۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۷۵	دس سالہ لڑکی کا نکاح تیس سالہ آدمی کے ساتھ	۱۲۱
۷۶	جو عورت ہندو کے یہاں ایک سال رہی اس کا نکاح	۱۲۲
۷۷	جوئے میں بیوی کو ہار گیا تو نکاح باقی رہا یا نہیں؟	۱۲۳
۷۸	ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے	۱۲۴
۷۹	حیض نہ آنے اور ثدیین ابھرے ہوئے نہ ہونے کی حالت میں نکاح	۱۲۵
۸۰	حالت نفاس میں نکاح	۱۲۶
۸۱	نفاس اور حیض میں نکاح	۱۲۷
۸۲	زنا کا حمل پیدا ہونے کے بعد حالت نفاس میں نکاح	۱۲۷
۸۳	مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح	۱۲۹
۸۴	جو عورت اپنے آپ کو بیوہ بتلائے اس سے نکاح	۱۲۹
۸۵	جو مرد و عورت کبھی نماز نہیں پڑھتے ان کا نکاح	۱۳۰
۸۶	مہر وسعت سے زیادہ ہو تب بھی نکاح درست ہے	۱۳۱
۸۷	کنیسہ میں نکاح ہو جائے گا	۱۳۱
۸۸	نکاح کی اجازت نہ دیکر رخصت ہو جانا پھر وہاں سے فرار ہو جانا	۱۳۲
۸۹	جو لڑکا کم بولتا ہو اس کا نکاح	۱۳۴
۹۰	طلاق کی نیت سے نکاح	۱۳۵
۹۱	فاحشہ عورت کی لڑکی سے نکاح	۱۳۶
۹۲	سہیلی کے انگوٹھا لگانے سے نکاح	۱۳۸
۹۳	مشتبہ الخلقت سے نکاح	۱۳۸
۹۴	باپ اور بھائی کے ڈر سے نکاح سے منکر ہو جانا	۱۳۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹۵	اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل	۱۴۱
۹۶	ضمیمہ استفتاء ماقبل	۱۴۲
۹۷	نکاح کے لئے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے	۱۴۷
	فصل دوم: مجلس عقد اور رجسٹر میں اندراج کرنا	
۹۸	مجلس نکاح میں کلمہ پڑھانا، اور زوجین سے ایجاب وقبول کرانا.....	۱۴۸
۹۹	نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا	۱۴۹
۱۰۰	نکاح میں چھوارے بکھیرنا، اور نکاح کو رجسٹر میں درج کرنا	۱۵۰
۱۰۱	کیا رجسٹر میں درج نہ ہونے سے نکاح نہیں ہوتا؟	۱۵۲
۱۰۲	نکاح کا اندراج رجسٹر میں	۱۵۳
۱۰۳	بغیر کلمہ پڑھائے نکاح.....	۱۵۴
	فصل سوم: نکاح میں گواہ	
۱۰۴	اللہ کی گواہی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۱۵۹
۱۰۵	نکاح میں خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بنانا	۱۶۰
۱۰۶	خدا اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح	۱۶۱
۱۰۷	نکاح کے لئے گواہ کم از کم کتنے ہوں؟.....	۱۶۲
۱۰۸	باپ بھائی کی شہادت سے نکاح.....	۱۶۴
۱۰۹	باپ اور بھائی کی گواہی نکاح میں	۱۶۵
۱۱۰	ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح میں	۱۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۱	صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح	۱۶۶
۱۱۲	تعیین گواہاں کے بغیر مجمع میں نکاح	۱۶۷
۱۱۳	نکاح کے لئے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے؟	۱۶۸
۱۱۴	تجدید نکاح کے وقت بھی گواہوں کی ضرورت ہے	۱۷۱
۱۱۵	بھائی و بہنوئی کی گواہی اور گواہوں کے بیان میں اختلاف	۱۷۲
۱۱۶	شہادت فاسق کا حکم	۱۷۴
۱۱۷	عورت اجازت نکاح کی منکر، مرد مدعی، کس کے گواہ معتبر ہیں؟	۱۸۴
۱۱۸	قاضی، گواہ، نوشہ کے بے شرع ہونے کے ساتھ نکاح	۱۸۶
۱۱۹	بعض نکاح کے مقر ہوں، بعض منکر، تو کیا کیا جائے؟	۱۸۶
۱۲۰	ایک عورت پر دو شخصوں کا دعویٰ نکاح	۱۸۷

فصل چہارم: خطبۂ نکاح

۱۲۱	نکاح میں خطبہ کی حیثیت	۱۸۹
۱۲۲	خطبۂ نکاح سنت ہے فرض نہیں	۱۸۹
۱۲۳	قاضی کا ہونا خطبۂ نکاح کے لئے ضروری نہیں	۱۹۰
۱۲۴	خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے	۱۹۰
۱۲۵	خطبہ پہلے ہو یا ایجاب وقبول؟ اور قاضی و وکیل کا الگ الگ ہونا	۱۹۱
۱۲۶	دو نکاح کے لئے ایک خطبہ	۱۹۱
۱۲۷	خطبۂ نکاح بیٹھ کر ہے یا کھڑے ہو کر؟	۱۹۲
۱۲۸	خطبۂ نکاح بیٹھ کر	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۹	خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر	۱۹۳
۱۳۰	خطبۂ نکاح میں نفقہ وغیرہ کا ذکر	۱۹۴
۱۳۱	نکاح کا اعلان	۱۹۴
۱۳۲	مقررہ امام نے نکاح دوسرے کے ذریعہ پڑھوایا	۱۹۶
۱۳۳	نکاح کس سے پڑھوایا جائے؟	۱۹۷
۱۳۴	بے داڑھی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح	۱۹۷
۱۳۵	نابینا بھی نکاح پڑھا سکتا ہے	۱۹۸
۱۳۶	برہمن سے نکاح پڑھوانا	۱۹۹
۱۳۷	شیعہ وغیرہ سے نکاح پڑھوانا	۲۰۰

فصل پنجم: الفاظِ نکاح

۱۳۸	ایجاب وقبول کے الفاظ	۲۰۱
۱۳۹	الفاظ نکاح کتنی بار کہے جائیں؟	۲۰۱
۱۴۰	حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا	۲۰۲
۱۴۱	اشارۂ سر یا لفظ ''منظور'' سے قبول نکاح	۲۰۶
۱۴۲	شربت پر پھونک مار کر ایک گھونٹ پینے سے نکاح	۲۰۷
۱۴۳	''لڑکی خدا واسطے'' کہنے سے نکاح ہوگا یا نہیں؟	۲۰۷
۱۴۴	لفظ ''جان بخشی'' سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں	۲۰۹
۱۴۵	نکاح کا اقرار کافی نہیں	۲۱۲
۱۴۶	عورت کا قول کہ ''میں فلاں شخص کے ساتھ رہوں گی'' نکاح نہیں	۲۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۷	لفظ اجرت سے نکاح	۲۱۴
۱۴۸	تنقیحات	۲۱۵
۱۴۹	جوابات تنقیح	۲۱۶
	فصل ششم: تحریر اور ٹیلی فون سے نکاح	
۱۵۰	نکاح بذریعۂ خط	۲۱۹
۱۵۱	خط کے ذریعہ نکاح	۲۲۰
۱۵۲	نکاح بذریعۂ تحریر	۲۲۲
۱۵۳	نکاح بشکل معمہ	۲۲۳
۱۵۴	ٹیلی فون کے ذریعہ سے نکاح	۲۲۵
	فصل ہفتم: نکاح شغار کے احکام	
۱۵۵	نکاح شغار	۲۲۶
۱۵۶	ہمشیرۂ داماد کے نکاح کی شرط پر لڑکی کا نکاح	۲۲۹
۱۵۷	آنٹھ سانٹھ کا نکاح	۲۳۰
۱۵۸	آنٹھ سانٹھ میں نااتفاقی ہوگئی	۲۳۰
	فصل ہشتم: زبردستی نکاح کرانا	
۱۵۹	نکاح مکرہ	۲۳۲
۱۶۰	نکاح بذریعۂ اکراہ	۲۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶۱	بالغہ کا جبراً نکاح	۲۳۴
۱۶۲	جبراً نکاح	۲۳۸
۱۶۳	جبراً اقرار نکاح	۲۳۹
۱۶۴	لڑکی کا جبراً نکاح	۲۴۰
۱۶۵	بیوہ کا جبراً نکاح	۲۴۲
۱۶۶	بیوہ کا زبردستی نکاح	۲۴۳
۱۶۷	والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا	۲۴۴
۱۶۸	بالغہ کا نکاح جبراً	۲۴۶
	فصل نہم: نکاح مؤقت	
۱۶۹	اگر منکوحہ کو مرد کی نیتِ توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح مؤقت ہوگا؟	۲۴۸
۱۷۰	نکاح متعہ کے احکام	۲۵۰
	☆.....**باب سوم**.....☆	
	نکاح فاسد وغیرہ کا بیان	
	فصل اول: نکاح فاسد	
۱۷۱	نکاح فاسد اور اس کے احکام	۲۵۲
۱۷۲	نکاح فاسد و باطل	۲۵۴
۱۷۳	بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا، نکاح نہیں ہوا	۲۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۴	نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا	۲۵۹
۱۷۵	نکاح میں غلطی سے بڑی شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح کا حکم	۲۶۰
۱۷۶	نام بدل کر نکاح	۲۶۱
۱۷۷	نکاح پڑھاتے وقت نام بدلا گیا	۲۶۲
۱۷۸	نکاح کے ایجاب وقبول میں نام بدلا گیا	۲۶۳
۱۷۹	دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے، رخصتی میں ادل بدل	۲۶۵
۱۸۰	رشتہ بڑی لڑکی سے ہوا، غلطی سے رخصت چھوٹی کو کر دیا گیا	۲۶۵
۱۸۱	ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے	۲۶۶
۱۸۲	مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول	۲۶۸
۱۸۳	(بیوی کو فروخت کر کے فارغ خطی لکھ دی، عدت پوری ہونے پر خریدار نے زبردستی اجازت لے کر نکاح کر لیا، بعدہ باپ نے بلا نکاح کورٹ کے فیصلہ کے بعد زید کے حوالے کر دیا، زید سے نکاح کا حکم)	۲۶۹

فصل دوم: منکوحۂ غیر سے نکاح کے احکام

۱۸۴	منکوحۂ غیر سے نکاح	۲۷۲
۱۸۵	زوجۂ غیر سے نکاح	۲۷۳
۱۸۶	نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا	۲۷۴
۱۸۷	شوہر لاپتہ ہو جائے تو نکاح پر نکاح کا کیا حکم ہے؟	۲۷۵
۱۸۸	جبراً نکاح پر نکاح	۲۷۷
۱۸۹	نکاح پر نکاح اور اس میں شرکت کا حکم	۲۷۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۰	منکوحہ کا فرار ہوکر دوسرا نکاح کر لینا	۲۸۰
۱۹۱	نابالغہ کا نکاح پر نکاح	۲۸۰
۱۹۲	شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف	۲۸۱
۱۹۳	منکوحۂ غیر کو طلاق دلوا کر اس کی کفالت کرنا	۲۸۵
۱۹۴	بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا	۲۸۷
۱۹۵	بغیر طلاق نکاح ثانی	۲۸۹
۱۹۶	بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح	۲۹۰
۱۹۷	زوج اول سے نکاح بغیر طلاق زوج ثانی	۲۹۱
۱۹۸	غلط بیان کے ذریعہ فتویٰ لے کر شادی شدہ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا	۲۹۲
۱۹۹	نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کر دے تو دوسرے نکاح کا حکم	۲۹۴
۲۰۰	نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاح ثانی	۲۹۵
۲۰۱	نابالغ کا نکاح غیر ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی پھر نکاح ثانی ہوا	۲۹۸
۲۰۲	(لڑکی کا نکاح ہوا اس کا شوہر پاکستان چلا گیا اس کا دوبارہ نکاح اور اس کی طرف سے طلاق کا نزاع)	۳۰۰
۲۰۳	فیصلہ عدالت کے بعد نکاح ثانی	۳۰۴
۲۰۴	عدالت سے اجازت لے کر نکاح	۳۰۶
۲۰۵	ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح	۳۰۷
۲۰۶	شرط کے خلاف کرنے کا نکاح پر اثر	۳۰۸
۲۰۷	منکوحۂ غیر سے نکاح کیا پھر شوہر مر گیا اب کیا کیا جائے؟	۳۰۹
۲۰۸	تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا تیسرا نکاح	۳۱۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۹	جس عورت کے کئی نکاح ہوئے تو اس سے نکاح کی کیا صورت ہے؟	۳۱۲
۲۱۰	شوہر نابالغ زوجہ بالغ	۳۱۳
۲۱۱	شوہر والی کا بغیر طلاق کے نکاح	۳۱۵
	فصل سوم: نکاح معتدہ کے احکام	
۲۱۲	نکاح معتدہ	۳۱۸
۲۱۳	کیا معتدہ کا نکاح صحیح ہے؟	۳۱۹
۲۱۴	عدت میں نکاح	۳۲۰
۲۱۵	عدت میں نکاح	۳۲۲
۲۱۶	نکاح معتدہ	۳۲۵
۲۱۷	عدت میں نکاح	۳۲۷
۲۱۸	عدت میں نکاح	۳۲۸
۲۱۹	عدت میں نکاح کی اجازت نہیں	۳۳۰
۲۲۰	مطلقہ بائنہ کا نکاح ثانی عدت میں	۳۳۰
۲۲۱	طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح	۳۳۱
۲۲۲	عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت	۳۳۲
۲۲۳	مطلقہ کا نکاح بلا عدت	۳۳۴
	فصل چہارم: لاپتہ شخص کی بیوی کے نکاح کے احکام	
۲۲۴	زوجۂ مفقود	۳۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۵	زوجۂ مفقود الخبر کے لئے سہولت	۳۳۷
۲۲۶	واپسیٔ مفقود	۳۳۸
۲۲۷	مفقود کی واپسی نکاح ثانی کے بعد	۳۳۹
۲۲۸	زوجۂ مفقود کے نکاح کے بعد واپسیٔ مفقود	۳۴۲
۲۲۹	مفقود کی واپسی زوجہ کے نکاح کے بعد	۳۴۴
۲۳۰	زوجۂ مفقود کا نکاح ثانی اور بچہ	۳۴۶
۲۳۱	زوجۂ غائب کے نکاح کی صورت	۳۴۷
۲۳۲	زوجۂ غائب	۳۴۹
۲۳۳	شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح	۳۵۰
۲۳۴	بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اس کی بہن سے نکاح	۳۵۲
۲۳۵	زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ	۳۵۳
۲۳۶	زوجۂ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوج اول کا جوگی بن کر آنا	۳۵۴
۲۳۷	زوجۂ مسجون کا حکم	۳۵۵
۲۳۸	زوجۂ مجذوم کو خیار تفریق	۳۵۶
۲۳۹	شوہر کو جذام ہو تو خلاصی کی صورت	۳۵۸
	فصل پنجم: نومسلم کے نکاح کا بیان	
۲۴۰	نومسلمہ کا نکاح	۳۶۰
۲۴۱	نومسلمہ کا نکاح عدت سے پہلے	۳۶۱
۲۴۲	نومسلمہ کا اسلام لانے کے بعد نکاح	۳۶۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۳	غیر مسلمہ کا قبول اسلام اور اس کا نکاح	۳۶۳
۲۴۴	نومسلمہ کا نکاح بعد عدت	۳۶۶
۲۴۵	نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے	۳۶۷
۲۴۶	نومسلم کا نکاح	۳۶۷
۲۴۷	غیر مسلم شوہر کے انتقال کے بعد نومسلمہ کا نکاح	۳۶۸
۲۴۸	جو لڑکی شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائے اس سے نکاح کرنا	۳۶۹

☆.....باب چہارم.....☆

جن عورتوں سے نکاح جائز ہے

۲۴۹	چچی سے نکاح	۳۷۱
۲۵۰	کیا چچی سے نکاح درست ہے؟	۳۷۲
۲۵۱	چچی اور ممانی سے نکاح	۳۷۲
۲۵۲	سوتیلی خالہ سے نکاح	۳۷۳
۲۵۳	حقیقی بہن اور خالہ زاد، پھوپھی زاد بہن میں فرق کیا ہے؟	۳۷۳
۲۵۴	پھوپھی کی لڑکی سے نکاح	۳۷۴
۲۵۵	خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح	۳۷۵
۲۵۶	ماں کے بیٹے سے نکاح	۳۷۶
۲۵۷	بھائی کی بہن سے نکاح	۳۷۷
۲۵۸	تایازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح	۳۷۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵۹	خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح	۳۷۸
۲۶۰	چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح	۳۷۹
۲۶۱	والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح	۳۷۹
۲۶۲	بیوی کی چچازاد بہن سے نکاح	۳۸۰
۲۶۳	بھتیجے کی بیوی سے نکاح	۳۸۰
۲۶۴	بیوی کی بھتیجی سے نکاح	۳۸۱
۲۶۵	بیوی کی بھانجی سے نکاح	۳۸۲
۲۶۶	بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح	۳۸۲
۲۶۷	بہن بھائی کے لڑکے لڑکی کا نکاح	۳۸۳
۲۶۸	ماں اور بیٹی کا نکاح دو بھائیوں سے	۳۸۴
۲۶۹	باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے	۳۸۴
۲۷۰	دو بھائیوں کی شادی دو بہنوں سے	۳۸۵
۲۷۱	تین لڑکیوں کی شادی تین لڑکوں سے	۳۸۶
۲۷۲	دو بیویوں کی اولاد کا نکاح	۳۸۶
۲۷۳	والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح	۳۸۷
۲۷۴	نواسی کا نکاح بھتیجے سے	۳۸۸
۲۷۵	سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح	۳۸۸
۲۷۶	سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح کا حکم	۳۸۹
۲۷۷	ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح	۳۹۰
۲۷۸	سوتیلی ساس سے زنا پھر نکاح	۳۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷۹	سوتیلے ماموں سے شادی	۳۹۲
۲۸۰	سوتیلے ماموں سے نکاح	۳۹۲
۲۸۱	ربیبہ اور سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا	۳۹۴
۲۸۲	زوجۂ ربیب سے نکاح	۳۹۴
۲۸۳	سمدھی سمدھن کا نکاح	۳۹۵
۲۸۴	بیوہ کا نکاح دیور سے	۳۹۶
۲۸۵	دیور سے نکاح	۳۹۷
۲۸۶	شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح	۳۹۷
۲۸۷	شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے	۳۹۸
۲۸۸	بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح	۳۹۸
۲۸۹	ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے	۳۹۹
۲۹۰	مطلقہ بیمار کو گھر رکھنا اور اس کی بہن سے نکاح کرنا	۴۰۰
۲۹۱	بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترک تعلق	۴۰۰
۲۹۲	حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے	۴۰۱
۲۹۳	ایک بھائی کی مطلقہ بیوی کی اولاد سے دوسرے بھائی کی حلالہ والی اولاد کا نکاح ..	۴۰۲
۲۹۴	کسی بیوہ کا نکاح امام سے	۴۰۳
۲۹۵	جس لڑکے سے لواطت کی ہو اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا	۴۰۴
۲۹۶	پیر کی بیٹی سے نکاح	۴۰۴
۲۹۷	شاگردہ سے نکاح	۴۰۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل : حاملہ اور زانیہ کے نکاح کے احکام	
۲۹۸	حاملہ سے نکاح	۴۰۷
۲۹۹	حاملہ سے نکاح	۴۰۸
۳۰۰	حاملہ مزنیہ سے نکاح	۴۰۸
۳۰۱	مزنیہ حاملہ کا نکاح	۴۱۰
۳۰۲	حاملہ سے نکاح	۴۱۱
۳۰۳	حاملہ من الزنا سے نکاح	۴۱۱
۳۰۴	مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی	۴۱۳
۳۰۵	مزنیہ سے نکاح	۴۱۴
۳۰۶	زانیہ کا نکاح زانی سے	۴۱۴
۳۰۷	زانی کا نکاح مزنیہ حاملہ سے جبراً	۴۱۵
۳۰۸	مزنیہ کی بیٹی سے نکاح	۴۱۶
۳۰۹	معتدہ مزنیہ کا بعد ختم عدت زانی سے نکاح	۴۱۶
۳۱۰	مزنیہ منکوحہ سے زانی کا نکاح بلا عدت	۴۱۷
۳۱۱	مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح	۴۱۸
۳۱۲	مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۴۱۹
۳۱۳	بنت الزنا کا حکم	۴۲۰
۳۱۴	مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۴۲۱
۳۱۵	بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۴۲۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۶	زانی زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح	۴۲۳
۳۱۷	ابن الزانی اور بنت المزنیہ کا نکاح	۴۲۳
۳۱۸	زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے	۴۲۴
۳۱۹	زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے	۴۲۴
۳۲۰	حرامی لڑکے سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا	۴۲۵
۳۲۱	بلا نکاح کے عورت کو اپنے ساتھ رکھنا	۴۲۶
۳۲۲	بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا	۴۲۸
۳۲۳	زنا کا اقرار اپنے حق میں معتبر ہے	۴۲۹

☆.....باب پنجم.....☆

محرمات کا بیان

فصل اول: محرمات نسبی کا بیان

۳۲۴	محرمات کی تفصیل	۴۳۰
۳۲۵	بیٹی سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا ثبوت نسب	۴۳۱
۳۲۶	بیوی کی لڑکی سے نکاح	۴۳۲
۳۲۷	منکوحۂ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح	۴۳۲
۳۲۸	اخیافی بہن سے نکاح	۴۳۴
۳۲۹	علاتی بہن کے ساتھ نکاح	۴۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۰	علاتی واخیافی بہن سے نکاح کی حرمت	۴۳۴
۳۳۱	اخیافی وعلاتی بہن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے	۴۳۵
۳۳۲	نواسی سے نکاح	۴۳۶
۳۳۳	بھانجی اور بھتیجی سے نکاح	۴۳۷
۳۳۴	سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح	۴۳۷
۳۳۵	بھانجے کی لڑکی سے نکاح	۴۳۷
۳۳۶	بھانجی کی لڑکی سے نکاح	۴۳۸
۳۳۷	بھانجی کی لڑکی سے نکاح	۴۳۹
۳۳۸	نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب	۴۴۰
۳۳۹	ایسی اولاد کو حق وراثت	۴۴۰
۳۴۰	ایسے نکاح میں مہر کا وجوب	۴۴۰
۳۴۱	ایسے نکاح میں عورت کو حق وراثت	۴۴۰
۳۴۲	ایسے نکاح کے بعد ایک مکان میں رہنا سہنا	۴۴۱
۳۴۳	ایسے نکاح پر کیا حد جاری ہوگی؟	۴۴۱
۳۴۴	ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نکاح	۴۴۱
۳۴۵	ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نسب	۴۴۲
۳۴۶	ایسے نکاح سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت	۴۴۲
۳۴۷	پھوپھی سے نکاح	۴۴۵
۳۴۸	چچا سے نکاح	۴۴۶
۳۴۹	سوتیلی والدہ سے نکاح	۴۴۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۰	ساس سے نکاح	۴۴۷
۳۵۱	داماد سے نکاح	۴۴۸
۳۵۲	بہو سے نکاح	۴۴۹
۳۵۳	موطوءۃ الجد سے نکاح حرام ہے	۴۴۹
۳۵۴	ماں کے ماموں سے نکاح	۴۵۰
۳۵۵	تبدیل جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت	۴۵۰
۳۵۶	خونی رشتے	۴۵۱
۳۵۷	دوسرے کے خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا	۴۵۱
۳۵۸	امہات المومنین اور دیگر محرمات میں فرق	۴۵۲
	فصل دوم : حرمتِ نکاح بسببِ مصاہرت	
۳۵۹	حرمت مصاہرت پر اشکال کا جواب	۴۵۴
۳۶۰	ساس کے ساتھ زنا سے حرمت مصاہرت	۴۵۵
۳۶۱	اپنے دس سالہ لڑکے کو شوہر کے سوتیلے لڑکے کا بتانا	۴۵۶
۳۶۲	بیٹے کی بیوی سے زنا	۴۵۷
۳۶۳	خسر اور بہو کا ناجائز تعلق	۴۵۸
۳۶۴	حرمت مصاہرت دعوائے زنا سے	۴۵۹
۳۶۵	خسر کا اپنے بیٹے کی بہو کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملانا	۴۶۱
۳۶۶	حرمت مصاہرت کے لئے ایک طرف سے شہوت کافی ہے	۴۶۴
۳۶۷	حرمت مصاہرت کے اقرار سے رجوع	۴۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶۸	حرمت مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار	۴۷۲
۳۶۹	کیا حرمت مصاہرت حلالہ سے ختم ہو جاتی ہے؟	۴۷۳
۳۷۰	حرمت مصاہرت سے متعلق بیانات	۴۷۵
۳۷۱	حرمت مصاہرت محض ظن سے	۴۷۹
۳۷۲	حرمت مصاہرت اور وجوب حد زنا میں فرق	۴۸۰
۳۷۳	حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۴۸۳
۳۷۴	حرمت مصاہرت کی ایک صورت	۴۸۴
۳۷۵	حرمت مصاہرت کی شرط	۴۸۶
۳۷۶	رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہنچ گیا	۴۸۷
۳۷۷	ساس کا بدن دبانے سے حرمت	۴۸۸
۳۷۸	بیٹے کی بیوی کا بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت	۴۸۹
۳۷۹	نواسہ کی بیوی سے بوس و کنار کی بناء پر حرمت	۴۹۳
۳۸۰	بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق	۴۹۵
۳۸۱	بحالت نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت	۴۹۷
۳۸۲	اپنی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت	۴۹۷
۳۸۳	ماں ساس بیٹے کی بیوی کو مس کرنے سے حرمت مصاہرت	۴۹۹
۳۸۴	ساس کی شرمگاہ پر نظر پڑنے سے حرمت مصاہرت	۵۰۰
۳۸۵	سوتیلی ماں سے حرمت مصاہرت کی ایک صورت	۵۰۱
۳۸۶	بیوی کی پستان منھ میں لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۵۰۳
۳۸۷	چچی سے زنا	۵۰۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۸۸	لامس وملموسہ کی اولاد کا نکاح	۵۰۴
۳۸۹	خط بابت استفتاء بالا	۵۰۴
۳۹۰	زنا سے رشتہ کا ثبوت	۵۰۶
۳۹۱	سالی سے زنا اور حرمت مصاہرت	۵۰۷
۳۹۲	حرمت مصاہرت کا شبہ	۵۰۸
۳۹۳	سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا ہے حرمت مصاہرت کی وجہ	۵۰۸
۳۹۴	خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے کہنا	۵۱۰
۳۹۵	بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوئی	۵۱۱
۳۹۶	بیٹی کو باشہوت چھونے سے حرمت مصاہرت اور اس کے شرائط	۵۱۲
۳۹۷	غیر کو اپنی عورت سمجھ کر صحبت کرنا	۵۱۴
۳۹۸	بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا	۵۱۵
۳۹۹	دائی کو ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم	۵۱۶
۴۰۰	بغیر شہوت چہرہ ٹٹول کر پہچاننے سے حرمت مصاہرت نہیں	۵۱۷
۴۰۱	بیٹے کی بیوی سے تعلق	۵۱۸
۴۰۲	لڑکی سے بوس وکنار کا اثر سوتیلی ماں پر	۵۲۰
۴۰۳	چھوٹی بچی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی	۵۲۱
۴۰۴	اندیشۂ مصاہرت والے نکاح میں شرکت	۵۲۱

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب النکاح	
	فصل سوم	
	حرمت نکاح بسبب رضاعت	
۱	رضاعی بہن سے نکاح	۲۸
۲	کیا رضاعی بہن سے نکاح درست ہے؟	۲۹
۳	رضاعی بہن سے نکاح کا حکم	۳۰
۴	کیا رضاعی بہن کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟	۳۱
۵	بھول سے رضاعی بہن سے نکاح	۳۱
۶	رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح	۳۲
۷	دودھ شریک بہن سے نکاح	۳۳
۸	بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح	۳۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹	دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح	۳۵
۱۰	رضاعی بہن کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح	۳۵
۱۱	والد کی رضاعی بہن سے نکاح	۳۶
۱۲	رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح	۳۷
۱۳	رضاعی بھانجی سے نکاح	۳۹
۱۴	رضاعی بھتیجی کا حکم	۴۰
۱۵	رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح	۴۱
۱۶	کیا رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟	۴۲
۱۷	رضاعی بھائی سے نکاح	۴۳
۱۸	رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں	۴۴
۱۹	رضاعی چچا سے نکاح	۴۵
۲۰	نکاح کے وقت حرمت رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار	۴۵
۲۱	نکاح اور تولد کے بعد حرمت رضاعت کا علم ہوا	۴۶
	فصل چہارم: حرمت نکاح بسبب جمع	
۲۲	پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا	۴۸
۲۳	خالہ بھانجی ایک نکاح میں	۴۸
۲۴	سالی سے پردہ اور نکاح کا حکم	۴۹
۲۵	بیوی کی بہن سے نکاح	۵۰
۲۶	بیوی کی بہن سے نکاح	۵۱

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حجی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا	۵۲
۲۸	غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاتی سالی کی لڑکی سے نکاح	۵۳
۲۹	علاتی سالی سے نکاح	۵۴
۳۰	سوتیلی سالی سے نکاح	۵۵
۳۱	دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۵۵
۳۲	سوتیلی ساس سے نکاح	۵۶
۳۳	مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح	۵۷
۳۴	ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح	۵۸
۳۵	سالی کی لڑکی سے نکاح	۶۰
	فصل پنجم: حرمت نکاح بسبب اختلاف مذہب	
۳۶	غیر مذہب لڑکے سے نکاح	۶۱
۳۷	مسلم اور غیر مسلم کا نکاح	۶۲
۳۸	غیر مسلم سے نکاح	۶۳
۳۹	دھوکہ دے کر کافر سے نکاح	۶۳
۴۰	بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح	۶۴
۴۱	مغل بادشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح	۶۵
۴۲	نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے	۶۶
۴۳	نکاح مرتدہ	۶۷
۴۴	مرتد کی زمانۂ ارتداد کی اولاد سے رشتۂ نکاح	۶۹

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۵	رافضی مرد عورت سے نکاح اوران کے عقائد	۷۰
۴۶	جومسلمان عیسائی ہوجائے اس کا نکاح	۷۰
۴۷	بوھرہ لڑکی اگر اسلام قبول کرلے اس کا حکم	۷۱
۴۸	شیعہ سے نکاح	۷۲
۴۹	سُنیہ کا نکاح شیعہ سے	۷۳
۵۰	عیسائی لڑکی سے نکاح	۷۵
۵۱	مسلمان کا عیسائیہ سے نکاح	۷۶
۵۲	جس کا شوہر شیعہ ہوجائے اس کا حکم	۷۷
۵۳	شوہر شیعہ ہوجائے تو اس کے نکاح کا حکم	۷۹
۵۴	ایضاً	۸۰
۵۵	کتابیہ سے نکاح	۸۲
۵۶	بحالت مجبوری اہل کتاب سے نکاح	۸۳
۵۷	یہود ونصاریٰ عورتوں سے نکاح	۸۴
۵۸	انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے	۸۵
۵۹	اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے	۸۵
۶۰	کیا کسی دیوبندی کو حق ہے کہ وہ اپنی اہل حدیث بیوی کو تبدیل عقیدہ پر مجبور کرے؟	۸۶
۶۱	دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے	۸۷
۶۲	رضاخانی عورت سے نکاح	۸۸
۶۳	دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت	۸۹
۶۴	کنیز کی تعریف اوراس سے نکاح	۹۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆..... باب ششم .....☆

﴿ولایت وکفاءت نکاح﴾

فصل اول: ولایت نکاح کا بیان

۶۵	سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح	۹۲
۶۶	دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دیدیا	۹۳
۶۷	باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایت نکاح	۹۴
۶۸	نکاح میں کس کی اطاعت ہے، باپ کی یا ماں کی؟	۹۵
۶۹	نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ	۹۶
۷۰	چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں	۹۷
۷۱	چچا کو حق ولایت	۹۹
۷۲	چچا کو بالغہ پر ولایت نکاح	۱۰۰
۷۳	بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟	۱۰۰
۷۴	بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تائے کو یا چھوٹے تائے کو؟	۱۰۲
۷۵	ولایت نکاح بھائی کو ہے ماں کو نہیں	۱۰۲
۷۶	ولایت نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو؟	۱۰۳
۷۷	ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟	۱۰۵
۷۸	چچا کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح نہیں	۱۰۷

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷۹	ماں کو ولایت نکاح	۱۰۸
۸۰	والد اور حقیقی نانی میں سے ولایت نکاح کس کو ہے؟	۱۱۱
۸۱	ولایت نکاح، بہنوئی کو یا علاتی بھائی کو؟	۱۱۱
۸۲	ولایت نکاح	۱۱۲
۸۳	نکاح کے لئے ناخوش عصبہ کی اجازت	۱۱۳
۸۴	ولیٔ اقرب کی بغیر اجازت نکاح	۱۱۵
۸۵	ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حق نکاح	۱۱۶
۸۶	بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں	۱۱۸
۸۷	نکاح بغیر ولی کے	۱۱۹
۸۸	غیر ولی کا کیا ہوا نکاح	۱۲۱
۸۹	نابالغ عاقل کا نکاح بغیر ولی کے	۱۲۲
۹۰	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور مبسوط کی عبارت	۱۲۳
۹۱	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے	۱۲۵
۹۲	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور نابالغ کے ولی کی طلاق	۱۲۵
۹۳	بالغہ پر ولایت	۱۲۷
۹۴	نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے؟	۱۲۸
۹۵	نکاح صغیر بغیر ولی	۱۲۹
۹۶	غیر ولی کا کیا ہوا نکاح	۱۲۹
۹۷	اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے	۱۳۲
۹۸	کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟	۱۳۳

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۹	لڑکی نے اپنا ایجاب وقبول خود کرلیا	۱۳۳
۱۰۰	والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح	۱۳۶
۱۰۱	بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا	۱۳۸
۱۰۲	میرا نکاح، والدین ایک جگہ چاہتے ہیں میں دوسری جگہ، کیا ہو؟	۱۳۹
۱۰۳	جو شخص شرعی باپ نہیں وہ ولی بھی نہیں	۱۴۱
۱۰۴	ربیبہ کے نکاح کی ولایت	۱۴۲
۱۰۵	شافعیہ کے قول پر فتویٰ	۱۴۳
۱۰۶	ولایت نکاح بعوض مہر دیدینا	۱۴۴
۱۰۷	ولایت مجنون	۱۴۷
۱۰۸	نکاح سے متعلق ماں کی وصیت کا حکم	۱۴۸
۱۰۹	والد اگر فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کریں	۱۴۹
۱۱۰	عورت کا اپنا نکاح خود کرنا	۱۵۰
۱۱۱	شاردا ایکٹ کے خلاف نکاح کا حکم	۱۵۲
۱۱۲	ولی سے جبراً اجازت نکاح	۱۵۳
	فصل دوم: نکاح کے لئے عورت سے اجازت لینا	
۱۱۳	نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۱۵۵
۱۱۴	بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۱۵۶

متصلاً مکہ مجمع عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۵	استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کے صورتیں	۱۵۷
۱۱۶	اجازت نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا	۱۵۹
۱۱۷	اجازت نکاح بالفعل	۱۶۰
۱۱۸	ولی سے اجازت کی ایک صورت	۱۶۱
۱۱۹	استیذان ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں	۱۶۱
۱۲۰	کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے	۱۶۲
۱۲۱	غیر ولی کے استیذان میں سکوت اذن نہیں	۱۶۵
۱۲۲	لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے	۱۶۶
۱۲۳	لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار	۱۶۷
۱۲۴	نکاح بالغہ بلا اجازت	۱۶۸
۱۲۵	بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے	۱۷۰
۱۲۶	بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے	۱۷۲
۱۲۷	بیوہ کا نکاح بلا اذن صریح	۱۷۴
۱۲۸	نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے عورت منکر تو کیا حکم ہے؟	۱۷۶
۱۲۹	لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا	۱۷۷
۱۳۰	عورت کی طرف سے اجازت نکاح کا سننا	۱۷۹
۱۳۱	نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا	۱۸۰
	فصل سوم: خیار بلوغ کا بیان	
۱۳۲	خیار بلوغ	۱۸۱

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۳	صغیرہ کے لیے خیار بلوغ	۱۸۲
۱۳۴	بلوغت کے ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ	۱۸۳
۱۳۵	نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیار بلوغ کی تفصیل	۱۸۶
۱۳۶	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں	۱۸۷
۱۳۷	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۱۸۸
۱۳۸	باپ کا کیا ہوا نکاح بعد بلوغ فسخ نہیں ہوسکتا	۱۸۸
۱۳۹	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیار بلوغ حاصل نہیں	۱۹۰
۱۴۰	باپ نے نکاح کردیا تو حق فسخ نہیں	۱۹۱
۱۴۱	اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کردینا	۱۹۲
۱۴۲	چچا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۱۹۳
۱۴۳	شوہر کی بداخلاقی کی وجہ سے نابالغہ کو خیار بلوغ	۱۹۴
۱۴۴	علامات بلوغ	۱۹۶
۱۴۵	علامات بلوغ اور اجازت نکاح	۱۹۶
۱۴۶	مدت بلوغ	۱۹۷
۱۴۷	حد بلوغ	۱۹۸
۱۴۸	حد بلوغ	۱۹۹
۱۴۹	حد بلوغ	۱۹۹
	فصل چہارم: وکالت نکاح کا بیان	
۱۵۰	نکاح میں شخص واحد کا اصیل اور وکیل ہونا	۲۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۱	وکالت نامۂ نکاح	۲۰۲
۱۵۲	توکیل نکاح کے لئے شہادت ضروری نہیں	۲۰۴
۱۵۳	کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟	۲۰۵
۱۵۴	قادیانی کی وکالت سے نکاح	۲۰۷
۱۵۵	لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا	۲۰۷
۱۵۶	توکیل واجازت نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا	۲۰۸
۱۵۷	اجازت ودستخط کے بعد انکار	۲۰۹
۱۵۸	سکران کی طرف سے اجازت نکاح	۲۱۱
۱۵۹	نکاح غائب کی صورت	۲۱۳
۱۶۰	نکاح فضولی یمین طلاق کی صورت میں	۲۱۴
۱۶۱	بیرون ملک میں مقیم لڑکے کا نکاح کے لئے اپنے والد کو مختار بنانا	۲۱۵
۱۶۲	نکاح بذریعۂ وکیل یا بذریعۂ خط	۲۱۶
۱۶۳	لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا	۲۱۷
۱۶۴	نانا کو نکاح کا وکیل بنانا	۲۱۸
۱۶۵	لڑکا عرب میں لڑکی ہندوستان میں ان کا نکاح	۲۱۹
	فصل پنجم: کفاءت کا بیان	
۱۶۶	مسئلہ کفاءت	۲۲۰
۱۶۷	ایضاً	۲۲۳
۱۶۸	کفاءت کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟	۲۲۶

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۹	ہندوستان میں کفاءت	۲۲۹
۱۷۰	کفاءت ومساوات شرافت نسبی	۲۳۰
۱۷۱	کیا کفاءت شرعی چیز نہیں؟	۲۳۳
۱۷۲	نداف لڑکی کا نکاح پٹھان سے	۲۳۴
۱۷۳	برات اور برادری وکفاءت	۲۳۶
۱۷۴	لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفوء میں نکاح ہو تو برادری کو ترک تعلق کا حق نہیں	۲۳۷
۱۷۵	نکاح کے بعد کفاءت زائل ہو جانے میں خیار	۲۳۸
۱۷۶	حرفت میں کفاءت	۲۳۹
۱۷۷	خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر میں رشتہ	۲۴۰
۱۷۸	شیخ اور خان باہم کفوء ہیں	۲۴۱
۱۷۹	ترک اور انصاری کفوء ہیں یا نہیں؟	۲۴۱
۱۸۰	بنجارے اور رنگریز کفوء ہیں یا نہیں؟	۲۴۲
۱۸۱	غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا	۲۴۳
۱۸۲	سیدہ کا نکاح غیر کفوء میں	۲۴۳
۱۸۳	سیدہ کا نکاح پٹھان سے	۲۴۴
۱۸۴	نکاح غیر کفوء میں	۲۴۵
۱۸۵	غیر کفوء میں نکاح اور نکاح فاسد میں عدت	۲۴۵
۱۸۶	غیر کفوء میں نکاح	۲۴۹
۱۸۷	غیر کفوء میں نکاح	۲۵۰
۱۸۸	لڑکی کا نکاح غیر برادری میں	۲۵۲

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی الفلاح متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۹	باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں کرنا	۲۵۳
۱۹۰	بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں	۲۵۴
۱۹۱	صالح لڑکی کا نکاح فاسق وفاجر سے کرادینا	۲۵۶
۱۹۲	فرار شدہ عورت کے لڑکے سے نکاح	۲۵۶
۱۹۳	کیا ولد الزنا غیر ولد الزنا کا کفوء ہے؟	۲۵۷
۱۹۴	سید کا نکاح غیر کفوء میں	۲۵۹
۱۹۵	نومسلم کی کفاءت	۲۶۱
۱۹۶	والدین کی چوری سے بالغ لڑکے، لڑکی کا کفوء میں نکاح	۲۶۲
۱۹۷	نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسے کو حرامی نہیں کہا جائے گا	۲۶۳

☆..... باب ہفتم .....☆

مہر کا بیان

۱۹۸	مہر کی حکمت	۲۶۵
۱۹۹	مہر کی ادنیٰ مقدار	۲۶۷
۲۰۰	مہر کی کم اور زیادہ مقدار	۲۶۷
۲۰۱	مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا	۲۶۸
۲۰۲	مہر فاطمی	۲۶۹
۲۰۳	مہر شرعی اور مہر فاطمی	۲۷۰
۲۰۴	مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر	۲۷۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۵	مہر فاطمی کی مقدار	۲۷۱
۲۰۶	مہر فاطمی کی مقدار	۲۷۲
۲۰۷	مہر شرع محمدی	۲۷۲
۲۰۸	مہر کی قیمت وقت عقد کی معتبر ہوگی یا وقت اداء کی؟	۲۷۳
۲۰۹	نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہوگیا	۲۷۴
۲۱۰	مہر کی زیادتی	۲۷۶
۲۱۱	ایضاً	۲۷۷
۲۱۲	لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا	۲۷۸
۲۱۳	مہر حیثیت سے زیادہ ادا نہ ہوسکا تو کیا ہوگا؟	۲۷۹
۲۱۴	کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟	۲۸۰
۲۱۵	مغالاۃ مہر	۲۸۲
۲۱۶	مہر میں معجّل ومؤجل کی تصریح نہیں، مہر مثل میں مقدم کا اعتبار ہوگیا یا مؤخر کا	۲۸۳
۲۱۷	سکۂ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا اور نفقۂ عدت	۲۸۸
۲۱۸	سکۂ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت	۲۸۹
۲۱۹	دینار کی قیمت	۲۹۰
۲۲۰	اشرفی کا وزن	۲۹۰
۲۲۱	درہم کی قیمت	۲۹۱
۲۲۲	زوجہ کی رضامندی کے بغیر مہر ساقط نہیں ہوتا	۲۹۱
۲۲۳	معافیٔ مہر میں شوہر کا قول	۲۹۳
۲۲۴	مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ	۲۹۴

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۵	مہر کی معافی پھر اس سے انکار	۲۹۷
۲۲۶	مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا	۲۰۲
۲۲۷	بیوی نے مہر معاف کر دیا بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں	۲۰۳
۲۲۸	جعلی رسید سے مہر کی معافی	۲۰۳
۲۲۹	بیوی کی طرف سے معافی مہر کی شرط	۲۰۵
۲۳۰	مہر کی معافی کو موت پر معلق کرنا	۲۰۶
۲۳۱	بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے	۲۰۷
۲۳۲	بیوی سامان لے کر چلی گئی	۲۰۸
۲۳۳	طلاق کے بعد مہر کو بخشنا	۲۰۹
۲۳۴	نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۲۰۹
۲۳۵	عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۲۱۱
۲۳۶	طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۲۱۱
۲۳۷	ناراضگی سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۲۱۲
۲۳۸	طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم	۲۱۲
۲۳۹	خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ	۲۱۴
۲۴۰	جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں	۲۱۴
۲۴۱	شوہر کا بیوی سے زیور واپس لینا	۲۱۵
۲۴۲	موروثی زمین کو مہر قرار دینا	۲۱۶
۲۴۳	مہر میں جائیداد اور قبرستان بیوی کو دینا	۳۱۷
۲۴۴	ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم	۲۱۸
۲۴۵	مہر معجّل سے قبل زفاف	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۶	کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟	۳۲۱
۲۴۷	مہر مؤجل کے مطالبہ کا حق	۳۲۲
۲۴۸	مطالبۂ مہر	۳۲۳
۲۴۹	رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبۂ مہر کا حق	۳۲۵
۲۵۰	رخصتی سے پہلے مطالبۂ مہر	۳۲۶
۲۵۱	مقدار مہر کو مقرر کر دینا	۳۲۷
۲۵۲	حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف	۳۲۹
۲۵۳	قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ	۳۲۹
۲۵۴	مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے	۳۳۱
۲۵۵	مہر قسطوار اور نفقہ	۳۳۱
۲۵۶	زوجہ اگر وصول نہ کرے تو زوج مہر کس طرح ادا کرے؟	۳۳
۲۵۷	مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۳۳۵
۲۵۸	دو دینار سرخ کا مہر قرار دینا	۳۳۶
۲۵۹	جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے	۳۳۷
۲۶۰	مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا	۳۳۸
۲۶۱	بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ	۳۳۹
۲۶۲	مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا	۳۴۰
۲۶۳	متعینہ مہر سے انکار کا حق نہیں	۳۴۱
۲۶۴	نکاح کے بعد مہر میں کمی	۳۴۱
۲۶۵	وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا	۳۴۲

متصلاً مکہ مجمع عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۶	جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس سے زیادہ پر نکاح	۳۴۴
۲۶۷	عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا	۳۴۵
۲۶۸	مقدار مہر میں زوجین کا اختلاف	۳۴۶
۲۶۹	بدل مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق ختم ہے	۳۴۶
۲۷۰	ناقابل جماع عورت کا نکاح ومہر	۳۴۷
۲۷۱	رتقا وعنین کی خلوت	۳۴۹
۲۷۲	**نکاح ومہر سے متعلق تیرہ سوالات**	۳۵۰
۲۷۳	زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا	۳۵۰
۲۷۴	محض عورت کے بیان سے مرد کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا	۳۵۱
۲۷۵	زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت	۳۵۱
۲۷۶	مزنیہ حاملہ سے نکاح	۳۵۱
۲۷۷	زنا سے حاملہ سے نکاح نہ کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا	۳۵۱
۲۷۸	چار ماہ کی حاملہ سے عقد نکاح	۳۵۲
۲۷۹	حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر	۳۵۲
۲۸۰	مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے	۳۵۳
۲۸۱	جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں	۳۵۳
۲۸۲	منکوحہ کے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا	۳۵۳
۲۸۳	حبلیٰ مزنیہ کو طلاق	۳۵۳
۲۸۴	حبلیٰ مزنیہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟	۳۵۵

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	جہیز وغیرہ کا بیان	
۲۸۵	جہیز کی نمائش	۳۵۹
۲۸۶	کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست	۳۵۹
۲۸۷	نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ کا استعمال کرنا	۳۶۰
۲۸۸	شادی میں بری کس کی ملک ہے؟	۳۶۰
۲۸۹	جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟	۳۶۳
۲۹۰	جہیز کس کی ملک ہے؟	۳۶۵
۲۹۱	جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟	۳۶۶
۲۹۲	ناجائز مال جہیز میں دینا	۳۶۷
۲۹۳	منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی نکاح نہ ہونے کی صورت میں	۳۶۹
۲۹۴	شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا جبکہ شادی نہ ہو	۳۷۰
۲۹۵	وقت رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرا گیا اس کی واپسی	۳۷۱
۲۹۶	نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟	۳۷۲
۲۹۷	نکاح پر مال کا مطالبہ	۳۷۳
۲۹۸	شادی میں لڑکے کے مطالبات اور ان کی خرابیاں	۳۷۴
۲۹۹	شادی میں لڑکے کی فرمائشیں	۳۷۷
۳۰۰	شادی میں روپیہ لینے کی شرط	۳۷۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۱	شادی کے موقع پر انعامات	۳۷۹
۳۰۲	نکاح میں ہدیہ کا لین دین	۳۷۹
۳۰۳	شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا	۳۸۰
۳۰۴	منگنی اور شادی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا	۳۸۱
۳۰۵	شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا	۳۸۲
۳۰۶	مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا	۳۸۳
۳۰۷	طلاق پر شوہر کو دی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق	۳۸۵

☆..... باب نہم .....☆

بارات اور ولیمہ کا بیان

۳۰۸	بارات کا حکم	۳۸۹
۳۰۹	نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟	۳۸۹
۳۱۰	نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟	۳۹۰
۳۱۱	(چالا) نکاح کے سال بھر بعد رخصتی	۳۹۰
۳۱۲	دعوت ولیمہ کی مدت	۳۹۱
۳۱۳	رخصتی سے قبل ولیمہ	۳۹۲
۳۱۴	شادی میں لڑکی والے کے یہاں کھانا کھانا	۳۹۲
۳۱۵	بارات کا کھانا	۳۹۳
۳۱۶	اپنے یہاں کی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت	۳۹۵

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب دھم.....☆	
	شادی کی رسومات کا بیان	
۳۱۷	شادی کی رسوم	۳۹۷
۳۱۸	شادی کی رسوم	۳۹۹
۳۱۹	غلط رسموں کے ساتھ کیا گیا نکاح	۴۰۰
۳۲۰	غلط رسوم کے ساتھ کیا گیا نکاح	۴۰۰
۳۲۱	شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح	۴۰۱
۳۲۲	نکاح میں غیر شرعی رسوم	۴۰۲
۳۲۳	شادی کی بعض رسوم	۴۰۴
۳۲۴	شادی کی رسوم مروجہ	۴۰۶
۳۲۵	نکاح ہر ماہ، تاریخ میں درست ہے	۴۰۶
۳۲۶	دن اور کسی تاریخ میں نحوست نہیں	۴۰۷
۳۲۷	تاریخ ۳، ۱۳، ۲۳ کی تعیین	۴۰۸
۳۲۸	متعین ایام میں نکاح ورخصتی بدشگونی نہیں	۴۰۹
۳۲۹	اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا)	۴۰۹
۳۳۰	گوت میں نکاح کی رسم کی اصلاح کرنا	۴۱۱
۳۳۱	گوت میں نکاح کرنا	۴۱۳
۳۳۲	گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا	۴۱۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۳	رسم کی پابندی شرع کے خلاف	۴۱۵
۳۳۴	قومی قوانین شادی کے لیے	۴۱۶
۳۳۵	رسوم شادی مٹانے کے لیے کمیٹی کی بعض تجاویز	۴۱۸
۳۳۶	دو پلی ٹوپی اور عمامہ نکاح کے وقت	۴۲۰
۳۳۷	نکاح کے بعد مصافحہ	۴۲۰
۳۳۸	نکاح کے وقت سلام کرنا	۴۲۱
۳۳۹	سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا	۴۲۱
۳۴۰	منگنی کے موقعہ پر لڑکے والے کا مجمع کو سلام کرنا	۴۲۲
۳۴۱	نکاح کے وقت جھک کر چلنا	۴۲۳
۳۴۲	نکاح کے بعد دولہن کا منھ دکھلانا	۴۲۳
۳۴۳	دربانی روپیہ	۴۲۴
۳۴۴	دولہا والوں سے جبراً مٹھائی و روپیہ وصول کرنا	۴۲۴
۳۴۵	نکاح سے پہلے زیور کپڑے دکھانا	۴۲۶
۳۴۶	نکاح کے اعلان کے لیے آتش بازی	۴۲۶
۳۴۷	نکاح کا اعلان بذریعہ دف	۴۲۷
۳۴۸	نکاح میں دف کا حکم	۴۲۸
۳۴۹	نکاح میں باجہ	۴۲۹
۳۵۰	شادی میں گانا بجانا	۴۳۰
۳۵۱	نکاح میں دف اور گولہ	۴۳۱
۳۵۲	شادی میں اشعار، باجہ، دف	۴۳۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۵۳	بارات میں ڈھول	۴۳۳
۳۵۴	باپ شادی میں باجہ وغیرہ پر مصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟	۴۳۴
۳۵۵	شادی میں قوالی	۴۳۴
۳۵۶	سنت کے خلاف رسم ورواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟	۴۳۶
۳۵۷	شادی میں باجہ اور اس میں شرکت	۴۳۷
۳۵۸	باجہ والی بارات میں شرکت	۴۳۸
۳۵۹	مروجہ رسوم کی محفل میں نکاح پڑھانا	۴۳۸
۳۶۰	جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت	۴۳۹
۳۶۱	جس شادی میں رسومات ہوں اس میں علماء کی شرکت	۴۴۰
۳۶۲	محفل نکاح میں لاؤڈ اسپیکر پر قرآن شریف اور نعت شریف	۴۴۱
۳۶۳	خرافات ومنکرات کا نکاح پر اثر	۴۴۲
۳۶۴	شادی میں نیوتہ	۴۴۳
۳۶۵	شادی میں بھات	۴۴۴
۳۶۶	نکاح میں دلہن یا دلہا کا جوڑا	۴۴۵
۳۶۷	نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے؟	۴۴۶
۳۶۸	شادی میں دلہن کے لیے سرخ جوڑا	۴۴۷
۳۶۹	دلہا دلہن کے لیے پالکی کی سواری	۴۴۷
۳۷۰	لڑکے کو مہندی ابٹن لگانا	۴۴۸
۳۷۱	دلہے کو نہلانے کا انتظام عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا	۴۴۸
۳۷۲	دلہے سے دلہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ	۴۴۹

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۳	سیندور و مہندی لگانا	۴۵۰
۳۷۴	سہرا باندھنا	۴۵۰
۳۷۵	شادی میں سہرا گجرا وغیرہ رسمیں	۴۵۱
۳۷۶	شادی، ختنہ میں لڑکے کو سجانا اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا	۴۵۲
۳۷۷	شادی کے موقعہ پر مخصوص ہار پہننا	۴۵۲
۳۷۸	شادی میں چودھریوں کے حقوق	۴۵۳
۳۷۹	منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین	۴۵۶
۳۸۰	منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چبانا	۴۵۹
۳۸۱	منگنی پر کچھ رقم لینا	۴۵۹
۳۸۲	شادی میں اسراف	۴۶۰
۳۸۳	زمین کے بدلے میں شادی	۴۶۱
۳۸۴	وقت نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا	۴۶۱
۳۸۵	شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا	۴۶۲
۳۸۶	شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا	۴۶۲
۳۸۷	نوید اور دعوت میں فرق	۴۶۳
۳۸۸	سسرال پہونچنے پر دلہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ	۴۶۴
۳۸۹	نکاح کے موقع پر مدرسہ کے لیے روپیہ لینا	۴۶۵
۳۹۰	شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا	۴۶۵
۳۹۱	اس شادی میں کھانا کھانا جس میں باجہ ہو	۴۶۶
۳۹۲	جو شادی قرض لے کر کی جائے اس میں شرکت	۴۶۶

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۹۳	اہل مجلس سے قبول کرانا	۴۶۷
	☆.....باب یازدھم.....☆	
	نکاح کے متفرق مسائل	
۳۹۴	والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا	۴۶۸
۳۹۵	نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو مگر والدین مجبور کریں	۴۶۹
۳۹۶	نکاح کے وقت کون سی نماز پڑھی جاتی ہے	۴۶۹
۳۹۷	نکاح کے بعد دعاء کس وقت پڑھی جائے	۴۷۰
۳۹۸	ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں تو ان میں افضل کون ہے؟	۴۷۱
۳۹۹	شادی میں چھوارے کون لائے؟	۴۷۱
۴۰۰	تین لڑکوں کی شادی ایک دم کرنا	۴۷۲
۴۰۱	عقد نکاح سے انکار کا حکم	۴۷۲
۴۰۲	ڈاکٹر کے ساتھ خلاء ملا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۴۷۴
۴۰۳	انقطاع ولادت سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۴۷۵
۴۰۴	شوہر کے زنا سے بیوی نکاح فاسد نہیں	۴۷۶
۴۰۵	عورت کے زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۴۷۶
۴۰۶	بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا	۴۷۷
۴۰۷	بیس بچوں کے بعد کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟	۴۷۸
۴۰۸	کیا حضرت زینبؓ کا تجدید نکاح ہوا تھا؟	۴۷۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی متصلاً مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۰۹	تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟	۴۷۹
۴۱۰	عورت کا شوہر کو یہ جواب کہ توبہ نہیں کروں گی کیا تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے؟	۴۸۰
۴۱۱	کیا ہر ماہ تجدید نکاح کی جائے؟	۴۸۱
۴۱۲	بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے	۴۸۲
۴۱۳	رشتہ خراب ہونے پر بچولیے کو برا بھلا کہنا	۴۸۲
	☆..... باب دوازدھم .....☆	
	رضاعت کا بیان	
۴۱۴	حرمت رضاعت کا ثبوت	۴۸۴
۴۱۵	ثبوت رضاعت سماعاً	۴۸۵
۴۱۶	رضاعت کی حجت	۴۸۷
۴۱۷	کمزور بچے کا دودھ کب چھڑایا جائے	۴۸۸
۴۱۸	حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت کے شرائط	۴۸۹
۴۱۹	ڈھائی سال عمر ہو جانے پر حرمت رضاعت	۴۹۴
۴۲۰	حرمت رضاعت	۴۹۵
۴۲۱	حرمت رضاعت	۴۹۵
۴۲۲	شبۂ رضاعت کا حکم	۴۹۶
۴۲۳	بچہ کے کمزور ہونے کی صورت میں ڈھائی سال دودھ پلانے کی گنجائش	۴۹۷
۴۲۴	بچہ کے منہ میں پستان دینے سے حکم رضاعت	۴۹۸

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۲۵	بچے کو غلطی سے دودھ پلانے پر بھی رضاعت کا حکم	۵۹۸
۴۲۶	ہسپتال میں جمع شدہ دودھ سے رضاعت کا حکم	۵۹۹
۴۲۷	محض چھاتی بچے کے منہ میں دینے سے حرمت رضاعت	۵۰۰
۴۲۸	ایک چمچہ دوا کا اپنے دودھ کے ساتھ بچے کو پلا دیا اس سے حرمت رضاعت	۵۰۱
۴۲۹	کافرہ عورت سے رضاعت کا حکم	۵۰۲
۴۳۰	ہسپتال میں پیدا ہونے والے بچے کو مشترکہ دودھ پلانا	۵۰۳
۴۳۱	بچہ کے منہ کی رال وغیرہ	۵۰۵
۴۳۲	بغیر اجازت شوہر کسی کے بچہ کو دودھ پلانا	۵۰۶
۴۳۳	جس عورت کا بچے کو دودھ پلایا جائے اس کے اثرات بھی آتے ہیں	۵۰۶
۴۳۴	کیا بیوی کی دودھ پینے سے نکاح پر اثر پڑتا ہے	۵۰۷
۴۳۵	بیوی کا دودھ پی لے تو کیا کرے	۵۰۸
۴۳۶	سات سال سے لبن منقطع ہونے کے بعد حرمت رضاعت کا حکم	۵۰۸
۴۳۷	ماں کا بچہ کو دودھ پلانا خلاف اکرام نہیں؟	۵۱۰

تمت وبالفضل عمت

☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الطلاق	
	طلاق کا بیان	
۱	طلاق کی تعریف	۱۷
۲	طلاق کی قسمیں	۱۷
۳	مسائل طلاق کے لئے کمیٹی اوراس کے قوانین	۱۸
۴	طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کوضروری قرار دینا	۲۳
۵	طلاق کے لئے پنچایت نامہ	۲۵
۶	طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا	۲۷
۷	کیا اہل محلّہ کوطلاق دینے پرسزا دینے کا حق ہے	۲۹
۸	طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا	۳۰
۹	بلا وجہ طلاق دینا.....	۳۳
۱۰	طلاق بحکم والدین	۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱	والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا	۳۵
۱۲	ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق	۳۶
۱۳	والدہ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا	۳۸
۱۴	جو عورت شوہر کو والدین کی بے عزتی پر مجبور کرے اس کو طلاق	۳۹
۱۵	نماز نہ پڑھنے والی عورت کو طلاق دینا کیسا ہے	۴۰
۱۶	کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دے	۴۱
۱۷	بدچلن عورت کو طلاق	۴۲
۱۸	طلاق دینے کے لئے نشوز کو ثابت کرنا	۴۳
۱۹	مغرور اور ضدی عورت کو طلاق	۴۳
	☆.....**باب اوّل**.....☆	
	وقوعِ طلاق وعدمِ وقوعِ طلاق	
	فصل اول : وقوعِ طلاق	
۲۰	حالت حیض میں طلاق	۴۶
۲۱	حبلیٰ کو طلاق	۴۷
۲۲	طلاق نہ دینے کے عہد کرنے کے بعد طلاق دینا	۴۸
۲۳	عدت میں مکرر طلاق	۴۹
۲۴	صیغۂ حال سے طلاق	۵۰
۲۵	صیغۂ حال سے طلاق	۵۱
۲۶	طلاق دیدے کے جواب میں کب کی دیدی	۵۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷	''تو سمجھ لے کہ دی'' سے طلاق	۵۵
۲۸	تیری لونڈیا کو طلاق	۵۵
۲۹	دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعیین اشارہ الفاظ طلاق کہنے کا حکم	۵۷
۳۰	اگر پہلے طلاق نہ دی تو اب دی دی	۵۷
۳۱	گونگے کی طلاق	۵۹
۳۲	الفاظ طلاق عربی میں کہلوانا جن کے معنی نہ جانتا ہو	۵۹
۳۳	الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق	۶۰
۳۴	لفظ طلاق بطور دشنام	۶۲
۳۵	متعدد بار طلاق	۶۳
۳۶	بار بار طلاق کا حکم	۶۶
۳۷	طلاق پر طلاق	۶۸
۳۸	طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں ہے	۷۲
۳۹	مذاق میں طلاق	۷۴
۴۰	مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار	۷۵
۴۱	طلاق کا اقرار کاذب	۷۶
۴۲	اقرار طلاق سے طلاق	۷۸
۴۳	اقرار طلاق سے طلاق	۷۹
۴۴	عدد طلاق میں شک	۸۰
۴۵	عدد طلاق میں شک	۸۳
۴۶	طلاق کی اضافت عورت کی طرف	۸۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۷	عورت کی طرف طلاق کی نسبت	۸۷
۴۸	طلاق کی اضافت عورت کی طرف	۸۹
	فصل دوم : عدمِ وقوعِ طلاق	
۴۹	وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی	۹۲
۵۰	بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوئی	۹۳
۵۱	مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی	۹۴
۵۲	شوہر کا قول ''مجھے طلاق ہے'' کا حکم	۹۶
۵۳	سالی کو طلاق	۹۷
۵۴	ماں کو طلاق	۹۸
۵۵	بیوی کا شوہر کو طلاق دینا	۹۹
۵۶	دل میں طلاق دینے کا حکم	۱۰۰
۵۷	نسبت بدل کر طلاق دینا	۱۰۱
۵۸	طلاق بلا اضافت	۱۰۲
۵۹	طلاق بغیر نام لئے ہوئے اور بغیر اشارہ کے	۱۰۴
۶۰	بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا	۱۰۵
۶۱	بیوی کا نام بدل کر طلاق	۱۰۷
۶۲	چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۰۸
۶۳	طلاق قبل النکاح	۱۰۹
۶۴	عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار جائیداد کے تحفظ کے لئے	۱۱۱
۶۵	غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں	۱۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۶	جی میں گذرا کہ اگر فلاں سورت پڑھو تو طلاق	۱۱۳
۶۷	دل میں طلاق کی نیت کرنے سے طلاق کا حکم	۱۱۴
۶۸	الفاظِ طلاق سنائی نہ دے اس طرح کہنا.....	۱۱۵
۶۹	بے اختیار لفظ طلاق زباں سے نکل گیا.....	۱۱۵
۷۰	صیغۂ استقبال سے طلاق کا حکم	۱۱۷
۷۱	طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی	۱۱۸
۷۲	وتر میں نخلع وترک پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنے کا حکم مع فتوی مفتی کفایت اللہ صاحبؒ	۱۱۹
۷۳	میں نے اپنی بیوی کو.....دیدی کا شرعی حکم	۱۲۱
۷۴	بیوی کو میکہ پہنچانا طلاق نہیں	۱۲۲
۷۵	محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۲۲
	فصل سوم : نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق دینا	
۷۶	طلاق سکران	۱۲۴
۷۷	طلاق سکران جبراً	۱۲۴
۷۸	طلاق السکران واقع	۱۲۵
۷۹	بھنگ کے نشہ میں طلاق	۱۲۶
۸۰	نیم خوابی کی حالت میں طلاق	۱۲۷
۸۱	شراب کے نشہ میں یہ کہنا کہ میں نے اپنے بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا ..	۱۲۷
۸۲	شراب اور دردِ سر کی حالت میں طلاق	۱۲۹
۸۳	بخار کی بے ہوشی میں طلاق	۱۳۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۴	بے ہوشی کی حالت میں طلاق	۱۳۱
۸۵	طلاق مجنون	۱۳۳
۸۶	طلاق مجنون	۱۳۵
۸۷	مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق	۱۳۷
۸۸	دردگردہ اور دیگر پریشانی کے تأثر سے طلاق اور کیا یہ تأثر جنون ہے؟	۱۳۸
۸۹	مختل الدماغ کی طلاق اور تحریر طلاق بیوی کے پاس نہ پہنچنے کا حکم	۱۴۰
۹۰	ایضاً	۱۴۳
۹۱	مختل الحواس کی طلاق	۱۴۵
۹۲	مجذوب کی طلاق	۱۴۷
	فصل چہارم : غصہ میں طلاق دینا	
۹۳	غصہ میں طلاق	۱۴۸
۹۴	طلاق بحالت غصہ	۱۴۹
۹۵	غصہ کی حالت میں طلاق	۱۵۱
۹۶	طلاق غضبان	۱۵۲
۹۷	طلاق غضبان ومعتوہ مع فتوی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	۱۵۵
۹۸	شامی کی ایک روایت کا مطلب غصہ میں طلاق کے متعلق	۱۶۱
۹۹	غصہ میں تین طلاق	۶۲
۱۰۰	شدت غصہ میں تین طلاق	۶۳
	فصل پنجم : مکرہ کی طلاق	
۱۰۱	طلاق مکرہ مفصل ومدلل	۱۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۲	جبراً طلاق	۱۷۰
۱۰۳	جبراً طلاق	۱۷۲
۱۰۴	بغیر نام لئے جبراً طلاق	۱۷۵
۱۰۵	طلاق کے ساتھ انشاء اللہ پست آواز سے کہنا اور جبراً طلاق نامہ لکھنا اور اس کو سنانا	۱۷۷
	فصل ششم : نابالغ کی طلاق	
۱۰۶	نابالغ کی طلاق	۱۸۰
۱۰۷	طلاق صبی	۱۸۱
۱۰۸	نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی	۱۸۳
۱۰۹	طلاق مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح	۱۸۴
۱۱۰	کن لوگوں کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۱۸۶
	☆.....**باب دوم**.....☆	
	تحریری طلاق	
۱۱۱	طلاق بالکتابت کا حکم	۱۸۷
۱۱۲	طلاق بالکتابت	۱۸۸
۱۱۳	طلاق بالکتابت	۱۹۰
۱۱۴	حالت سحر وجنون میں تحریری طلاق	۱۹۲
۱۱۵	مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم	۱۹۳
۱۱۶	طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم	۱۹۴
۱۱۷	زبردستی تحریر سے طلاق	۱۹۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۸	تحریری طلاق کی ایک صورت	۱۹۸
۱۱۹	لفظ کنایہ سے تحریری طلاق	۲۰۲
۱۲۰	لفظ آزاد سے طلاق تحریری	۲۰۸
۱۲۱	تحریر سے طلاق	۲۰۸
۱۲۲	تحریری طلاق	۲۱۰
۱۲۳	تحریری طلاق	۲۱۲
۱۲۴	تحریری طلاق	۲۱۳
۱۲۵	طلاق بذریعۂ تحریر	۲۱۴
۱۲۶	بددلی سے تحریر طلاق	۲۱۵
۱۲۷	تحریر سے بلا اقرار وشہادت طلاق نہیں ہوتی	۲۱۶
۱۲۸	تحریری طلاق اور لعنت اور مہر	۲۱۷
۱۲۹	طلاق بذریعۂ خطوط مع فتاویٰ دہلی ودیوبند	۲۱۸
۱۳۰	استفتاء متعلقہ استفتاء بالا	۲۲۰
۱۳۱	استفتاء متعلقہ استفتاء بالا	۲۲۴
۱۳۲	طلاق معلق کی تحریر	۲۲۷
۱۳۳	کاتب سے طلاق لکھوانا	۲۲۹
۱۳۴	طلاق نامہ لکھ دو سے طلاق	۲۲۹
۱۳۵	زوجیت سے الگ کرتا ہوں سے تحریری طلاق	۲۳۱
۱۳۶	طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا	۲۳۲
۱۳۷	طلاق نامہ امانت رکھ دیا	۲۳۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۸	طلاق نامہ میں طلاج لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟	۲۳۵
۱۳۹	تفویض نکاح سے قبل تحریر لکھوانا	۲۳۷
۱۴۰	سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق	۲۳۸
۱۴۱	سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں	۲۳۹
۱۴۲	سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق	۲۴۰
۱۴۳	لاعلمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا	۲۴۱
۱۴۴	تحریر طلاق بلا دستخط	۲۴۳
۱۴۵	تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم	۲۴۴
۱۴۶	کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم	۲۴۵
۱۴۷	بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق	۲۴۶
۱۴۸	طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط	۲۴۸
۱۴۹	طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق	۲۴۹
۱۵۰	فرضی طلاق نامہ	۲۵۰
۱۵۱	دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط	۲۵۱
۱۵۲	کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے	۲۵۲
۱۵۳	بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت بذریعہ خط	۲۵۴
۱۵۴	بیوی کی موجودگی میں طلاق بذریعۂ کتابت	۲۵۷
۱۵۵	طلاقنامہ وصول نہیں کیا	۲۵۹
۱۵۶	طلاق کا ایک خط	۲۶۰
۱۵۷	شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کر دیا	۲۶۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۸	طلاق نامہ	۲۶۲
۱۵۹	برخوردار کو طلاق لکھ کر بھیجنا	۲۶۳
۱۶۰	دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلان طلاق	۲۶۴
۱۶۱	جھوٹی تحریر پر دستخط سے طلاق نہ ہوگی	۲۶۵
۱۶۲	خسر کو دھمکانے کے لئے طلاق نامہ اور اس میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا.....	۲۶۵
۱۶۳	پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا یا پھاڑ دیا	۲۶۷
۱۶۴	اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق	۲۶۹
۱۶۵	جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی	۲۷۰
	☆.....باب سوم.....☆	
	طلاق صریح	
۱۶۶	صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں	۲۷۲
۱۶۷	طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں	۲۷۳
۱۶۸	چھوڑ دی نکل جا کا حکم	۲۷۶
۱۶۹	لفظ چھوڑ دی سے طلاق کا حکم	۲۷۸
۱۷۰	لفظ چھوڑ دی سے طلاق	۲۸۰
۱۷۱	لفظ چھوڑ دی اور آزاد کر دی کا حکم	۲۸۲
۱۷۲	لفظ چھوڑ دیا سے طلاق	۲۸۲
۱۷۳	''ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے'' سے طلاق	۲۸۴
۱۷۴	طلاق منظور ہے سے طلاق	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۵	میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ ورسولؐ نے بھی تجھے طلاق دی.....	۲۸۵
۱۷۶	میں نے طلاق دی میرے خدا نے طلاق دی	۲۸۶
۱۷۷	طلاقہ کی طلاقہ، طلاق، طلاق کا حکم	۲۸۷
۱۷۸	صاف طلاق سے تین طلاق مراد لینا	۲۸۸
۱۷۹	دو طلاق کے بعد کہا یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا.....	۲۸۹
۱۸۰	طلاق بائنہ کیا ہے.....	۲۹۱
۱۸۱	بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا.....	۲۹۲
۱۸۲	طلاق دیتا ہوں ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں کا حکم	۲۹۳
۱۸۳	طلاق رجعی، بائن، مغلظہ کا فرق.....	۲۹۶
	☆.....باب چہارم.....☆	
	الفاظِ متغیرہ سے طلاق	
۱۸۴	لفظ تلاخ سے طلاق.....	۳۰۰
۱۸۵	لفظ طاق سے طلاق نہیں ہوتی	۳۰۱
۱۸۶	لفظ ''طل'' کا حکم	۳۰۲
۱۸۷	لفظ طلاق اور تلاقی میں خسر داماد کا اختلاف	۳۰۴
	☆.....باب پنجم.....☆	
	تین طلاق کے احکام	
۱۸۸	قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت	۳۰۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۹	ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم	۳۰۷
۱۹۰	تین طلاق ایک مجلس میں	۳۱۵
۱۹۱	مجلس واحد کی تین طلاق کا حکم	۳۲۶
۱۹۲	تین طلاق کا حکم	۳۳۰
۱۹۳	تین طلاق	۳۳۱
۱۹۴	مسئلہ تین طلاق	۳۳۵
۱۹۵	تین طلاق	۳۴۰
۱۹۶	غیر مدخولہ کو تین طلاق	۳۴۲
۱۹۷	رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم	۳۴۶
۱۹۸	غیر مدخولہ پر تین طلاق	۳۴۸
۱۹۹	غیر مدخولہ پر تین کا حکم	۳۴۹
۲۰۰	تین طلاق بلانیت	۳۵۰
۲۰۱	تین طلاق کو ایک تصور کرنا	۳۵۳
۲۰۲	کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا	۳۵۴
۲۰۳	تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں	۳۶۶
۲۰۴	تین طلاق کا ایک ہونا	۳۶۸
۲۰۵	تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں	۳۷۱
۲۰۶	تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا	۳۷۴
۲۰۷	لفظ طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۳۷۶
۲۰۸	تین طلاق تین لفظوں سے	۳۷۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۹	طلاق دیا، دیا، دیا سے کون سی طلاق ہے	۳۷۸
۲۱۰	طلاق دیدی، دیدی، دیدی کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ	۳۷۹
۲۱۱	ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی سے کتنی طلاق ہوئی	۳۸۳
۲۱۲	بیوی کو ایک، دو، تین کہنا	۳۸۴
۲۱۳	ایک دو تین سے طلاق	۳۸۶
۲۱۴	طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۳۸۷
۲۱۵	طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۳۸۸
۲۱۶	طلاق دی، نہیں دیدی، دیدی سے طلاق	۳۹۰
۲۱۷	مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار مع فتوی امارت شرعیہ بہار	۳۹۱
۲۱۸	سو ۱۰۰ بار لفظ طلاق سے طلاق کا حکم	۳۹۴
۲۱۹	جیسے ایک مرتبہ کہا ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ سے طلاق کا حکم	۳۹۴
۲۲۰	سو ۱۰۰ طلاق	۳۹۶
۲۲۱	سات ۷ طلاق	۳۹۷
۲۲۲	سات ۷ طلاق کا حکم	۳۹۸
۲۲۳	ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق	۳۹۹
۲۲۴	الفاظ متعددہ سے طلاق	۴۰۰
۲۲۵	گالی کے طور پر سات ۷ بار طلاق کہنا	۴۰۲
۲۲۶	تکرار طلاق بنیت تاکید	۴۰۲
۲۲۷	تکرار طلاق بنیت تاکید	۴۰۴
۲۲۸	طلاق مغلظہ	۴۰۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۹	جس نام سے بیوی مشہور ہو اس نام سے طلاق دینا	۴۰۶
۲۳۰	تین طلاق کا حکم جبکہ زوجہ کو خطاب نہ ہو	۴۰۷
۲۳۱	غیر مقلد ہونے سے حرمت مغلظہ ختم نہیں ہوتی	۴۰۸
۲۳۲	کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی ...	۴۱۰
۲۳۳	خوبصورت لڑکی کا لالچ دے کر طلاق دلوانا.....	۴۱۱
۲۳۴	جب تک مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے بیوی کو تین طلاق	۴۱۲
۲۳۵	تین طلاق دے کر معافی مانگنا	۴۱۳
۲۳۶	زوج ثانی ہادم مادون الثلاث ہے	۴۱۴
۲۳۷	تین طلاق کے بعد مطلقہ کے ساتھ رہنا.....	۴۱۶
۲۳۸	تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا	۴۱۷
۲۳۹	تین طلاق کے بعد شوہر کے گھر رہنا	۴۱۸
۲۴۰	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام	۴۱۹
۲۴۱	بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا	۴۲۲
۲۴۲	تین طلاق کے بعد نکاح	۴۲۳
۲۴۳	تین طلاق کے بعد نکاح	۴۲۴
۲۴۴	طلاق کے بعد عدت میں نکاح	۴۲۵
۲۴۵	طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور پھر تجدید نکاح سابق	۴۲۶
۲۴۶	تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح	۴۲۸

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب ششم.....☆	
	کنایاتِ طلاق	
۱	بعض الفاظ کنائی	۲۱
۲	صریح وکنایہ جیسے میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین کا حکم	۲۳
۳	آخری فیصلہ کر دیا کا حکم	۲۶
۴	طلاق کی مختلف صورتیں	۲۸
۵	مسئلہ صاف طلاق	۳۰
۶	فلانۃ بنت فلان علی حرام کا حکم	۳۳
۷	لفظ حرام سے طلاق	۳۴
۸	تو مجھ پر حرام ہے سے طلاق	۳۵
۹	حلال کام کو حرام کرنا سے طلاق	۳۷
۱۰	آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام اور شہادت فاسق کا حکم	۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱	''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کہنے سے طلاق	۴۱
۱۲	اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں ہے سے طلاق	۴۲
۱۳	تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں کا حکم	۴۴
۱۴	میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں کا حکم	۴۶
۱۵	جہاں چاہے بھیج دو سے طلاق	۴۸
۱۶	مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا، سے طلاق کا حکم	۴۹
۱۷	قرآن پاک کی بے ادبی کرنا اور بیوی کو میکہ پہونچا دینا	۵۰
۱۸	فیصلہ کر دیا سے طلاق	۵۲
۱۹	لفظ استعفیٰ سے طلاق	۵۲
۲۰	لفظ جواب سے طلاق	۵۳
۲۱	پھلواری شریف کا جواب	۵۴
۲۲	جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا سے طلاق کا حکم	۵۵
۲۳	تو میرے نکاح سے باہر ہے یہ کنائی طلاق ہے	۵۶
۲۴	''بیوی نہیں رکھنی سے'' طلاق کا حکم	۵۷
۲۵	میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا سے طلاق کا حکم	۵۸
۲۶	میں نہیں رکھتا سے طلاق	۶۰
۲۷	''میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں'' سے طلاق	۶۰
۲۸	اب ہم نہیں رکھیں گے سے طلاق	۶۱
۲۹	لفظ نکاح سے الگ کرنے سے طلاق	۶۲
۳۰	ہمارے گھر سے چلی جاؤ سے طلاق کا حکم	۶۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱	ہمارے گھر سے نکل جا سے طلاق کا حکم	۶۴
۳۲	''جا میں نے جھگڑا صاف کر دیا'' سے طلاق	۶۶
۳۳	لفظ ''میں نے الگ کر دی'' سے طلاق	۶۷
۳۴	عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں سے طلاق	۶۷
۳۵	''میرا تیرا تعلق ختم'' سے طلاق	۶۹
۳۶	اپنا مہر لے لے سے'' طلاق کا حکم	۷۱
۳۷	ہم سے کوئی تعلق نہیں جہاں چاہے جا سے طلاق	۷۲
۳۸	تعلق زوجیت نہیں سے طلاق کا حکم	۷۳
۳۹	''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے'' سے طلاق	۷۴
۴۰	تعلق نہیں سے طلاق	۷۵
۴۱	''میری طرف سے بالکل ختم ہے'' سے طلاق	۷۶
۴۲	''تم میری پسند نہیں'' سے طلاق	۷۷
۴۳	انکار نکاح سے طلاق	۷۹
۴۴	''ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا'' سے طلاق	۸۰
۴۵	آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دیں سے طلاق	۸۲
۴۶	جس سے چاہو شادی کر لو سے طلاق	۸۳
۴۷	''میں نے کوئی شادی نہیں کی'' سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی	۸۴
۴۸	اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا'' سے طلاق	۸۵
۴۹	''جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' سے طلاق	۸۶
۵۰	مجھے لڑکی نہیں چاہئے سے طلاق	۸۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۱	تیری رہی سہی کو طلاق	۸۸
۵۲	خسر کو لکھا ''دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے''	۸۹
۵۳	یہ عورت بہنوئی کی ہے مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔	۹۰
۵۴	کچھ مطلب نہیں سے طلاق	۹۱
۵۵	''تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو'' سے طلاق	۹۳
۵۶	دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت سے طلاق	۹۴
۵۷	زیور اتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا	۹۵
۵۸	فارغ خطی کا حکم	۹۶
۵۹	''مجھ سے برخواست'' سے طلاق	۹۷
۶۰	چوڑی توڑ پھوڑ لیں مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں	۹۸

☆.....باب ہفتم.....☆

تفویض طلاق

(کسی کو طلاق واقع کرنے کا اختیار دینے کا بیان)

۶۱	تعلیق تفویض قبل النکاح	۱۰۰
۶۲	کابین نامہ وتفویض طلاق	۱۰۱
۶۳	خلاف شرط کرنے سے طلاق	۱۰۶
۶۴	خلاف شرائط کرنے پر زوجہ کو حق طلاق	۱۱۰
۶۵	کیا طلاق کی توکیل وتفویض سے شوہر کا حق ختم ہوجاتا ہے	۱۱۱
۶۶	طلاق کا اختیار دوسرے کو دے کر واپس لینا	۱۱۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۷	عورت کو طلاق کا اختیار ہونے کی شرط	۱۱۴
۶۸	عورت کو نکاح سے الگ ہونے کا اختیار اسی مجلس تک	۱۱۴
۶۹	شوہر کی زیادتی سے بچاؤ کے لئے کسی تجربہ کار عالم کے مشورہ سے کابین نامہ	۱۱۵
۷۰	تمہاری خواہش ہو تو طلاق طلاق کا حکم	۱۱۶
۷۱	گھر داماد رکھنے کی شرط	۱۱۸
۷۲	عقد سے قبل طلاق کا اختیار	۱۱۹
	☆.....باب ہشتم.....☆	
	طلاق کو معلق کرنا	
۷۳	سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا	۱۲۱
۷۴	اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں تو میری عورت کو تین طلاق	۱۲۳
۷۵	منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے	۱۲۴
۷۶	اگر دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق	۱۲۵
۷۷	میرے کاروبار کے لئے روپیہ واپس نہیں تو اس کی خالہ زاد بہن جو میرے نکاح میں ہے اس کو تین طلاق	۱۲۶
۷۸	تعلیق طلاق مع فتویٰ دیوبند	۱۲۷
۷۹	اگر میں فلاں سے پہلے شادی کروں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کو طلاق	۱۳۲
۸۰	اگر مکان نہ جلاؤں تو طلاق مغلظہ	۱۳۳
۸۱	اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق تین بار کہنے کا حکم	۱۳۴
۸۲	میں ہار گیا تو طلاق	۱۳۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۳	تین طلاق کی تعلیق	۱۳۶
۸۴	نکاح پر طلاق کو معلق کرنا	۱۳۸
۸۵	خفا ہو کر جانے پر طلاق کو معلق کرنا	۱۳۹
۸۶	اگر میری اس کے ساتھ شادی نہ ہوئی اور اس کے علاوہ کسی دوسری سے ہوئی تو اس دوسری کو دو طلاق	۱۴۰
۸۷	بلا اجازت باپ کے گھر جانے سے طلاق کا حکم	۱۴۱
۸۸	حج سے پہلے اگر ہمبستری کی تو بیوی کو طلاق	۱۴۳
۸۹	دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق مغلظہ کی شرط پر نکاح	۱۴۴
۹۰	نکاح میں کی گئی شرط کے خلاف کرنے سے وقوع طلاق اور قسم کا کفارہ	۱۴۷
۹۱	ایک بیوی کی طلاق کو دوسری بیوی کی طلاق پر معلق کرنا	۱۴۸
۹۲	طلاق معلق بالنکاح	۱۴۹
۹۳	شادی سے پہلے یہ کہنا کہ اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق	۱۵۰
۹۴	طلاق کی شرط پر نکاح	۱۵۱
۹۵	طلاق کو نکاح پر معلق کرنا	۱۵۲
۹۶	طلاق بالشرط	۱۵۴
۹۷	شرط پائے جانے پر طلاق	۱۵۷
۹۸	شرط کے خلاف کرنے پر طلاق	۱۵۸
۹۹	معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق	۱۵۹
۱۰۰	تعلیق طلاق بالمحال	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۱	اگر تمہاری فلاں فلاں چیزیں استعمال کروں تو تم کو طلاق	۱۶۲
۱۰۲	عہد شکنی کی وجہ سے طلاق	۱۶۲
۱۰۳	مکالمہ جس میں طلاق مذکور نہیں	۱۶۴
۱۰۴	میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو اس کو طلاق	۱۶۶
۱۰۵	طلاق معلق میں تعلیق کی خبر سے پہلے اس کا ارتکاب	۱۶۷
۱۰۶	اگر دوسری شادی کروں تو زوجۂ ثانیہ کو طلاق مغلظہ کی شرط سے تیسری بیوی کو طلاق نہیں ہوگی	۱۶۸
۱۰۷	''اب اگر روٹی پکائے تو طلاق'' کا حکم	۱۶۹
۱۰۸	جماع نہ کرنے پر طلاق کو معلق کرنا	۱۷۰
۱۰۹	''اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں'' کا حکم	۱۷۱
۱۱۰	نکاح کے بعد رخصتی سے قبل یہ شرط کہ اگر کسی عورت سے شادی کروں تو اس پر طلاق مغلظہ	۱۷۲
۱۱۱	اگر چوٹن ہے تو طلاق	۱۷۵
۱۱۲	اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق	۱۷۵
۱۱۳	کیا ایک بیوی کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی؟	۱۷۶
۱۱۴	بیوی میکہ چلی جائے تو تین طلاق	۱۷۷
۱۱۵	اگر تو نے زنا کیا ہو اور نہ بتلایا تو تین طلاق	۱۷۸
۱۱۶	بدکاری کا عہد اور مفعولیت کا ارتکاب	۱۷۹
۱۱۷	طلاق معلقہ و مغلظہ	۱۸۰
۱۱۸	طلاق کو آوارہ گردی پر معلق کرنا	۱۸۲
۱۱۹	طلاق انشاء اللہ کا حکم	۱۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۰	طلاق کا لفظ کہہ کر انشاء اللہ آہستہ کہنا	۱۸۴
	فصل اول: طلاق کی قسم اٹھانا	
۱۲۱	بیوی کو طلاق کی قسم دینا	۱۸۶
۱۲۲	بیوی موجود نہیں پھر طلاق کی قسم کھائی	۱۸۷
۱۲۳	مکان میں داخل ہونے کی قسم اور اس سے بچنے کا حیلہ	۱۸۸
۱۲۴	کیا ارتداد سے یمین ساقط ہو جاتی ہے؟	۱۸۹
۱۲۵	یمین فور	۱۹۱
۱۲۶	یمین فور	۱۹۲
	فصل دوم : کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینا	
۱۲۷	کلما کی قسم	۱۹۴
۱۲۸	کلما کی قسم	۱۹۶
۱۲۹	کلما کی قسم	۱۹۷
۱۳۰	جبراً کلما کی قسم لینا، نابالغ کی قسم، قسم کا کفارہ	۱۹۹
۱۳۱	کلما تزوجت کہنے کا حکم	۲۰۲
۱۳۲	کلما کی قسم اور اس کا حل	۲۰۳
۱۳۳	کلما کی قسم کا حل	۲۰۴
۱۳۴	ردت کے بعد کلما کی قسم کا حال	۲۰۷
۱۳۵	نکاح فضولی، کلما کی قسم اور بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت	۲۰۹
۱۳۶	کلما کی قسم کی وجہ سے موجودہ بیوی حرام نہیں ہوئی	۲۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۷	محبوب سے بے وفائی پر قسم طلاق کا حکم	۲۱۲
	فصل سوم : تعلیق طلاق سے بچنا	
۱۳۸	شرط طلاق ختم کرنے کی صورت	۲۱۴
۱۳۹	کیا شرط معلق کو واپس لیا جا سکتا ہے؟	۲۱۵
۱۴۰	تعلیق کو ختم کرنے کی صورت	۲۱۷
۱۴۱	طلاق معلق کو منسوخ کرنا	۲۱۹
۱۴۲	''اگر اپنی مرضی سے برتن لے گئی تو طلاق'' کا حل	۲۲۱
۱۴۳	تعلیق کے بعد اجازت سے بھی تعلیق ختم نہیں ہوتی	۲۲۲
۱۴۴	مغلظہ کی تعلیق کو ختم کرنے کی ترکیب	۲۲۳
	☆.....باب نہم.....☆	
	طلاق میں گواہی کا بیان	
۱۴۵	کیا طلاق کے لئے گواہی ضروری ہے؟	۲۲۵
۱۴۶	طلاق کا ثبوت گواہوں سے	۲۲۶
۱۴۷	طلاق میں بیٹوں کی شہادت	۲۲۹
۱۴۸	گواہان عفت و معصیت میں تقابل	۲۳۲
۱۴۹	جھوٹے گواہوں سے طلاق کا ثبوت	۲۳۳
۱۵۰	طلاق کے گواہوں میں اختلاف	۲۳۴
۱۵۱	ورثاء شوہر کا دعویٰ طلاق	۲۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۲	بیوی نے طلاق کو سنا شوہر منکر ہے	۲۳۷
۱۵۳	طلاق کے بعد شوہر منکر ہوگیا	۲۳۹
۱۵۴	اقرار طلاق کے بعد انکار	۲۴۱
۱۵۵	اقرارِ زوج کے بعد گواہوں کی ضرورت نہیں	۲۴۳
۱۵۶	اقرار طلاق کے بعد گواہ کی ضرورت نہیں	۲۴۴
۱۵۷	شوہر کا طلاق کے بعد انکار اور گواہ کا گواہی سے انکار	۲۴۵
۱۵۸	اقرار زوج کے وقت گواہوں کی ضرورت	۲۴۷
۱۵۹	طلاق قبل الدخول و بعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم	۲۴۸
۱۶۰	طلاق پر زوجین میں سے کس کے گواہ معتبر ہوں گے	۲۴۸
۱۶۱	طلاق میں زوجین کا اختلاف	۲۵۰
۱۶۲	شوہر طلاق کا منکر اور بیوی مدعیہ ہے تو شرعی شہادت کی ضرورت	۲۵۱
۱۶۳	واقعۂ طلاق مع فیصلۂ عدالت	۲۵۳
۱۶۴	ضمیمۂ سوال	۲۵۷

☆.....باب دھم.....☆

متفرقات طلاق

۱۶۵	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کثرت سے طلاق دینا	۲۶۲
۱۶۶	بالغہ کا نکاح جبراً اور پھر طلاق اور پھر طلاق سے انکار	۲۶۴
۱۶۷	نکاح بلا طلاق اور طلاق بلا وجہ اور استفتاء میں نازیبا الفاظ کا استعمال	۲۶۵
۱۶۸	بے سلیقہ زوجہ کو طلاق اور دھوکہ والی صورت میں تفریق	۲۶۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶۹	پوری تدبیر و تفہیم کے بعد طلاق	۲۶۹
۱۷۰	لڑکی کی خواہش پر طلاق	۲۷۱
۱۷۱	شوہر کی بیماری کی بناء پر رخصتی میں تاخیر کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ	۲۷۱
۱۷۲	زوجین کی باہمی رضامندی سے بعض حقوق زوجیت سے دستبرداری اور طلاق	۲۷۲
۱۷۳	عورت کا اغوا کرنا اور روپیہ لیکر اس کو طلاق دینا	۲۷۴
۱۷۴	اپنی بیوی دوسرے کو دے دینا	۲۷۶
۱۷۵	بیوی کہتی ہے کہ طلاق دی تو مرتد ہو جاؤں گی	۲۷۷
۱۷۶	کیا تعزیہ بنانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے	۲۷۸
۱۷۷	نو سوالات اور ان کے جوابات	۲۷۹
۱۷۸	بیوی سے صحبت کے وقت یہ تصور کہ فلاں اجنبیہ سے صحبت کر رہا ہوں	۲۸۱
۱۷۹	طلاق کے بعد پندرہ سال تک ہم بستری کرتا رہا.....	۲۸۲
۱۸۰	طلاق کے بعد نکاح ثانی ہو جانے پر بھی مطلقہ کو اپنے گھر رکھنا	۲۸۳
۱۸۱	جس عورت کو اس کا شوہر نہ رکھتا ہو اس کو کسی ہندو کے حوالہ کرنا	۲۸۴

☆.....باب یازدھم.....☆

رجعت وغیرہ کے احکام

فصل اول : رجعت کے احکام

۱۸۲	رجعت کا ثبوت	۲۸۷
۱۸۳	طلاق، عدت اور رجعت کی تفصیل	۲۸۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۴	طلاق اور رجعت بغیر بیوی کو اطلاع کئے	۲۹۱
۱۸۵	عورت کو طلاق اور رجعت کا علم ہونا ضروری نہیں	۲۹۴
۱۸۶	سنت کے موافق تین طلاق دینے کے بعد رجعت درست ہے	۲۹۵
۱۸۷	''اب ایسا نہیں کروں گا'' کہنے سے رجعت نہیں ہوتی	۲۹۶
۱۸۸	تین طلاق کے بعد رجعت نہیں	۲۹۶
۱۸۹	تین طلاق کے بعد رجعت	۲۹۸
۱۹۰	طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع کرنا	۳۰۰
۱۹۱	دو طلاق کے بعد دوبارہ نکاح	۳۰۱
۱۹۲	طلاق کے بعد تجدید نکاح	۳۰۳
۱۹۳	طلاق کے بعد نکاح ثانی	۳۰۴
۱۹۴	طلاق کے بعد پھر نکاح اور ولادت	۳۰۵
۱۹۵	طلاق کے بعد تجدید نکاح سے کتنی طلاق کا اختیار رہتا ہے؟	۳۰۶
۱۹۶	ایک طلاق کے بعد نکاح کرنے سے دو طلاق کا اختیار رہتا ہے	۳۰۸
	فصل دوم : حلالہ	
۱۹۷	عورت کو حلالہ کا حکم کیوں	۳۰۹
۱۹۸	تین طلاق کے بعد حلالہ	۳۱۰
۱۹۹	حلالہ کی صورت	۳۱۲
۲۰۰	حلالہ بغیر شرط	۳۱۳
۲۰۱	حلالہ کی ایک صورت	۳۱۴
۲۰۲	خلوت صحیحہ کی تعریف اور حلالہ کی شرط	۳۱۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۳	غیر مدخولہ کو تین طلاق کے بعد حلالہ کی ضرورت	۳۱۷
۲۰۴	حلالہ میں صحبت شرط ہے	۳۱۹
۲۰۵	حلالہ کے لئے زوجین کا دخول میں اختلاف	۳۱۹
۲۰۶	نابالغ کے ذریعہ حلالہ	۳۲۱
۲۰۷	حلالہ بذریعہ مراہق	۳۲۲
۲۰۸	مراہق سے حلالہ	۳۲۴
۲۰۹	تین طلاق کے بعد توبہ سے حلالہ نہیں ہوتا	۳۲۵
۲۱۰	ارتداد سے حلالہ ساقط نہیں ہوتا	۳۲۶
۲۱۱	حلالہ کے لئے صرف نکاح وہ بھی عدت میں	۳۲۷
۲۱۲	حلالہ کے لئے عدت میں نکاح	۳۲۸
۲۱۳	مطلقۂ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے نکاح	۳۳۰
۲۱۴	مطلقۂ ثلاثہ کا نکاح بغیر حلالہ	۳۳۴
۲۱۵	حلالہ میں مباشرت کا اقرار پھر انکار	۳۳۴
۲۱۶	حلالہ کے بعد میاں بیوی کا نکاح جبکہ حلالہ کے گواہ منکر ہوں	۳۳۵
۲۱۷	حلالہ کے لیے شوہر نکاح پڑھا سکتا ہے	۳۳۷
۲۱۸	نیرودھ کے ذریعہ حلالہ	۳۳۷
۲۱۹	نکاح بنیت تحلیل	۳۳۸
۲۲۰	نکاح بشرط تحلیل واجرت وتوقیت ومتعہ	۳۴۰
۲۲۱	پیسہ دے کر حلالہ کرانا	۳۴۴
۲۲۲	حلالہ میں طلاق کی شرط	۳۴۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب دوازدھم.....☆	
	ظہار، ایلاء اور لعان	
۲۲۳	ظہار	۳۴۷
۲۲۴	طلاق کنایہ اور ظہار	۳۴۸
۲۲۵	بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے ظہار	۳۵۱
۲۲۶	بیوی کو بہن کی طرح کہنے کا حکم	۳۵۳
۲۲۷	بیوی کو بہن وغیرہ کہنا	۳۵۵
۲۲۸	بیوی کو بہن کہدیا	۳۵۶
۲۲۹	بیوی کو بہن کی طرح سمجھنا صیغۂ مستقبل سے	۳۵۷
۲۳۰	بیوی کو ماں کہنا	۳۵۷
۲۳۱	بیوی کو دادی اماں کہنا	۳۵۸
۲۳۲	اگر میں فلاں کام کروں تو اپنی بیوی کو ماں بنالوں	۳۵۹
۲۳۳	بیوی کو ماں کہنے سے طلاق کا حکم	۳۵۹
۲۳۴	اگر بیوی سے صحبت کروں اپنی ماں سے کروں	۳۶۱
۲۳۵	تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں کہنے کا حکم	۳۶۲
۲۳۶	شوہر کو باپ کہنا	۳۶۴
۲۳۷	ایلاء	۳۶۵
۲۳۸	لعان کی تفصیلات	۳۶۶
۲۳۹	لعان	۳۶۸
۲۴۰	بیوی کو زانیہ کہنا	۳۷۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب سیزدھم.....☆	
	خلع کے احکام	
۲۴۱	خلع کی تشریح	۳۷۲
۲۴۲	خلع	۳۷۳
۲۴۳	خلع میں شرط	۳۷۵
۲۴۴	خلع سے طلاق	۳۷۶
۲۴۵	خلع کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری ہے	۳۷۷
۲۴۶	قبول خلع کب تلک	۳۸۰
۲۴۷	خلع میں بدل خلع دینے سے بیوی کا انکار	۳۸۱
۲۴۸	روپے کے عوض طلاق	۳۸۲
۲۴۹	مہر اور نفقہ کے عوض طلاق بیوی کی منظوری پر	۳۸۲
۲۵۰	معافی مہر پر طلاق کی صورت	۳۸۵
۲۵۱	زوجین میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں مطالبۂ طلاق	۳۸۶
۲۵۲	بدعمل شوہر سے مطالبۂ طلاق	۳۸۷
۲۵۳	ظالم شوہر سے طلاق کا مطالبہ	۳۸۸
۲۵۴	شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے مطالبۂ آزادی	۳۸۹
	☆.....باب چھاردھم.....☆	
	فسخ وتفریق	
۲۵۵	قانونی فسخ نکاح	۳۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵۶	تفریق عدالت سے نکاح کا اختیار	۳۹۲
۲۵۷	عدالت کی طرف سے تفریق شرعی تفریق نہیں	۳۹۳
۲۵۸	امارت شرعیہ بہار کا فیصلہ	۳۹۴
۲۵۹	امارت شرعیہ بہار کا فیصلہ اہل بنگال کے لئے	۳۹۴
۲۶۰	شوہر سے بیان لئے بغیر شرعی پنچایت کا فیصلۂ طلاق	۳۹۵
۲۶۱	پنچایت کے ذریعہ ظالم زوج سے چھٹکارہ	۳۹۷
۲۶۲	شوہر کو دوبارہ اطلاع کئے بغیر تفریق	۳۹۸
۲۶۳	جج کا فیصلہ نکاح وتفریق میں	۴۰۰
۲۶۴	جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں	۴۰۱
۲۶۵	غیر مسلم عدالت سے فسخ نکاح	۴۰۲
۲۶۶	جعلی قاضی کا فیصلہ طلاق کے سلسلہ میں	۴۰۳
۲۶۷	عدالتی طلاق	۴۰۴
۲۶۸	کیا عورت ناراض ہو تو قاضی کے یہاں جا کر طلاق دے سکتی ہے	۴۰۵
۲۶۹	مظلومہ کی گلوخلاصی	۴۰۷
۲۷۰	شوہر بیوی کا معاملہ برادری کے حوالہ کرنا	۴۰۸
۲۷۱	حکم نکاح کس طرح فسخ کرے	۴۰۸
۲۷۲	کیا ولی کو فسخ نکاح کا حق ہے	۴۰۹
۲۷۳	نابالغ کا نکاح باپ فسخ نہیں کرسکتا	۴۱۰
۲۷۴	خلاف شرط کرنے پر فسخ نکاح	۴۱۱
۲۷۵	شوہر نہ بیوی کو بلائے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے	۴۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷۶	بیوی کی طرف شوہر متوجہ نہ ہو تو کیا صورت ہے	۴۱۳
۲۷۷	سختی کرنے والے شوہر سے علیحدگی	۴۱۵
۲۷۸	شوہر بیوی کے درمیان تنازع شدید	۴۱۶
۲۷۹	شوہر فاسق ہو جائے تو زوجہ کیا کرے	۴۱۸
۲۸۰	شوہر سے نفرت کی صورت میں تفریق کا حکم	۴۲۰
۲۸۱	کیا شرابی زانی شوہر سے علیحدگی کا اختیار ہے	۴۲۰
۲۸۲	ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت	۴۲۱
۲۸۳	شوہر پاکستان چلا گیا عورت کیا کرے	۴۲۲
۲۸۴	نکاح کے بعد شوہر پاکستان چلا گیا اس کا حل	۴۲۳
۲۸۵	شوہر چھوڑ کر چلا گیا اور دوسری شادی کر لی	۴۲۵
۲۸۶	شوہر دوسری جگہ نکاح کر کے رہتا ہے تو یہ بیوی کیا کرے	۴۲۶
۲۸۷	بھنگن سے ناجائز تعلق کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوا	۴۲۷
۲۸۸	زوجہ کو شوہر سے سیری نہ ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم	۴۲۹
۲۸۹	اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالہ کرنے سے نکاح کا حکم	۴۲۹
۲۹۰	کوئی کسی نامحرم کے ساتھ بھاگ جائے پھر شوہر کے پاس آ کر رہنا چاہے تو کیا حکم ہے.....	۴۳۱
۲۹۱	غیر مسلم کے ساتھ بھاگ جانے سے نکاح پر اثر	۴۳۱
۲۹۲	ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح ختم ہو گیا	۴۳۲
۲۹۳	کیا بیوی کو طلاق بذریعۂ عدالت لینے کا حق ہے	۴۳۳
۲۹۴	شوہر فاسق و فاجر ہے تو بیوی کیا کرے	۴۳۵
۲۹۵	تین طلاق کے بعد بھی شوہر نہ چھوڑے تو کلمۂ کفر ادا کرنے کا حکم	۴۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹۶	رخصتی کے وقت داماد زیادہ جہیز وغیرہ کا مطالبہ کرے تو کیا تفریق کا مطالبہ درست ہے....	۴۳۹
۲۹۷	تفریق سے خرچۂ شادی کا مطالبہ	۴۴۰
	فصل اول : نامرد اور مجنون کی بیوی	
۲۹۸	زوجۂ عنین	۴۴۲
۲۹۹	زوجۂ عنین	۴۴۴
۳۰۰	زوجۂ عنین کی درخواست تفریق پر شرعی پنچایت کے چند سوالات	۴۴۶
۳۰۱	زوجۂ عنین کے واسطے عدالت کا فیصلہ	۴۴۸
۳۰۲	زوجۂ مجنون وعنین	۴۵۰
۳۰۳	زوجۂ مجنون نامرد کی تفریق کی صورت	۴۵۳
۳۰۴	شوہر کے نامرد ہونے کی حالت میں غیر مرد سے تعلق قائم کرنا	۴۵۴
۳۰۵	زوجۂ مجنون	۴۵۹
۳۰۶	زوجۂ مجنون کا حکم	۴۶۰
۳۰۷	شوہر پاگل ہو گیا تھا، مگر اب اچھا ہو گیا اس کی بیوی کا نکاح	۴۶۳
	فصل دوم : زوجۂ متعنت کے احکام	
۳۰۸	زوجۂ متعنت	۴۶۴
۳۰۹	زوجۂ متعنت	۴۶۵
۳۱۰	زوجۂ متعنت	۴۶۷
۳۱۱	شوہر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو بیوی کیا کرے	۴۶۷
۳۱۲	انتظام نفقہ کے باوجود طلاق حاصل کرنا.....	۴۶۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۳	نفقہ نہ دینے سے نکاح ثانی کا حق اور بذریعہ پنچایت تفریق کا حکم	۴۶۹
۳۱۴	زوجہ کا نفقہ کتنے روز تک بند رکھنے سے تفریق ہوسکتی ہے	۴۷۱
۳۱۵	زوجہ معسر کا حکم	۴۷۱
۳۱۶	زوجہ دیوث کیا کرے	۴۷۳

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۲۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب پانزدھم.....☆	
	عدت اور سوگ	
۱	طلاق قبل الدخول میں عدت نہیں	۲۵
۲	بغیر ہم بستری کے طلاق کی صورت میں عدت	۲۶
۳	خلوت فاسدہ میں عدت کا حکم	۲۷
۴	نکاح فاسد میں ثبوت نسب و وجوب عدت	۳۰
۵	سال میں ایک مرتبہ حیض آیا ایسی حائضہ و آئسہ کی عدت	۳۲
۶	مطلقۂ عنین پر عدت	۳۳
۷	جس کو حیض نہیں آتا اس کی عدت	۳۴
۸	کیا طوائف کے لیے عدت ہے	۳۴
۹	خلع کی عدت تین حیض ہے	۳۵
۱۰	تین حیض ساٹھ دن میں	۳۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱	عدتِ وفات وقت وفات سے یا خبر ملنے کے وقت سے	۳۸
۱۲	عدت طلاق شوہر کے مکان میں گذارنا	۳۹
۱۳	بیوہ کی عدت اپنے باپ کے گھر	۴۱
۱۴	ایضاً	۴۱
۱۵	شوہر کے ساتھ والد کے یہاں آئی تھی شوہر کا انتقال ہوگیا عدت کہاں گذارے...	۴۲
۱۶	معتدہ کو صحن میں جانا	۴۴
۱۷	معتدہ کو منتقل ہونا	۴۶
۱۸	معتدہ کا دوسری جگہ منتقل ہونا	۴۷
۱۹	عدت میں ووٹ ڈالنے کے لیے جانا	۴۸
۲۰	عدت میں شناخت کے لیے عدالت جانا	۴۸
۲۱	عدت میں تنخواہ لینے کے لئے دفتر جانا	۴۹
۲۲	عدت میں شرکت نکاح کے لیے نکلنا	۴۹
۲۳	عدتوں میں تداخل	۵۰
۲۴	دو عدتوں کا تداخل	۵۱
۲۵	عدت ختم کرنے کی صورت	۵۴
۲۶	اسقاط سے انقضائے عدت اور حالات جنین	۵۵
۲۷	عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے	۵۷
۲۸	وفات شوہر پر ترک زینت	۵۷
۲۹	مطلقۂ رجعی پر سوگ	۵۸
۳۰	بیوہ عورت کا زیور پہننا	۵۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱	عدت میں چوڑیوں کا استعمال	۶۰
۳۲	عدت کے دوران پردہ سے متعلق کچھ سوالات	۶۰
	☆.....باب شانزدھم.....☆	
	ثبوت نسب	
۳۳	اقل مدت حمل	۶۴
۳۴	چھ ماہہ بچہ کے نسب کا ثبوت	۶۵
۳۵	نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب	۶۷
۳۶	نکاح کے چھ دن بعد جو بچی پیدا ہو اس کا نسب	۶۹
۳۷	سات آٹھ ماہ گذرنے پر جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہے	۶۹
۳۸	شادی کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی کب ہے	۷۱
۳۹	حمل سوکھ کر ڈیڑھ سال بعد بچہ پیدا ہوا	۷۲
۴۰	دس برس کی جدائی پر بچہ کا نسب	۷۳
۴۱	حاملہ مفرورہ سے پیدا شدہ بچی کس کی	۷۴
۴۲	عزل اور نسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے	۷۵
۴۳	داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم	۷۵
۴۴	ثبوت نسب کی صورت	۷۷
۴۵	نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب	۷۹
۴۶	نکاح فاسد میں ثبوت نسب	۸۰
۴۷	بیویوں کا تبادلہ ہو گیا تین بچے ہونے پر علم ہوا تو ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں..	۸۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۸	مشترکہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اور جاریہ، زانیہ اور منکوحہ کا فرق	۸۷
۴۹	ارتکاب معصیت سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب	۸۹
۵۰	ولد زنا کا نسب	۹۰
۵۱	اولاد زنا میں ثبوت نسب	۹۱
۵۲	جو عورت غیر مسلم سے حاملہ ہو جائے اس کا حکم	۹۲
۵۳	بغیر نکاح کے عورت رکھنے سے اس کی اولاد ثابت النسب نہیں	۹۳
۵۴	ناجائز حمل کس کی طرف منسوب ہو؟	۹۴
	☆.....باب هفدهم.....☆	
	حق پرورش	
۵۵	حق حضانت	۹۶
۵۶	حق حضانت کس کو اور کب تک ہے	۹۸
۵۷	مطلقہ کو حق حضانت کب تک ہے	۹۹
۵۸	مدت حضانت شیعہ، سنی مذہب میں	۱۰۰
۵۹	حق تربیت	۱۰۲
۶۰	ولایت نکاح چچا کو حق پرورش ماں کو حاصل ہے	۱۰۳
۶۱	بچہ کا خرچ گذشتہ ایام کا شوہر سے وصول کرنا اور حق حضانت	۱۰۴
۶۲	بعد بلوغ حق پرورش دادی وغیرہ کو ہے یا خالہ کو؟	۱۰۵
۶۳	نانا کو پرورش میں خرچ کردہ روپیہ بچہ کے دادا سے مطالبہ کرنے کا حق	۱۰۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہیژدھم.....☆	
	نفقہ کا بیان	
۶۴	زوجہ کا نفقہ وسکنی کیا شوہر کے ذمہ ہے؟	۱۰۸
۶۵	نان ونفقہ کا انتظام کب تک کرتی رہے	۱۰۹
۶۶	عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے یا سوتیلے لڑکے کے ذمہ؟	۱۱۰
۶۷	بلا رخصتی کے وجوب نفقہ	۱۱۲
۶۸	رخصتی سے قبل نفقہ	۱۱۳
۶۹	بغیر شوہر کے گھر جائے نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں	۱۱۳
۷۰	کیا باپ کے گھر رہ کر بھی نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟	۱۱۴
۷۱	بغیر وجوب کے نفقہ کو مہر میں شمار کرنا	۱۱۵
۷۲	کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے	۱۱۶
۷۳	میکہ میں رہ کر جھوٹی تحریر کے ذریعہ نفقہ طلب کرنا	۱۱۷
۷۴	طلاق کے بعد اگر بیوی اپنے میکہ رہے تو اسکا نفقہ عرف کیوجہ سے ساقط ہوجائیگا یا نہیں	۱۲۰
۷۵	شوہر نے اگر اس کے باپ کے گھر پہونچادیا تو کیا وہ ناشزہ ہے؟.....	۱۲۱
۷۶	ناشزہ کا نفقہ اور حق حضانت	۱۲۱
۷۷	نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ	۱۲۹
۷۸	فاسقہ بیوی پر نکیر اور اس کا نفقہ	۱۳۰
۷۹	زوجہ کا تعنت اور زیادتی	۱۳۲
۸۰	بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ اور نشوز کی صورت میں نفقہ	۱۳۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۱	بیوی کے لئے الگ مکان	۱۳۶
۸۲	بیوی کو الگ مکان کے مطالبہ کا حق	۱۳۷
۸۳	بیوی کا مطالبہ علیحدہ مکان کے لیے	۱۳۸
۸۴	گذشتہ دنوں کا نفقہ	۱۳۹
۸۵	دواء علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے	۱۳۹
۸۶	بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کردے اس کا نفقہ	۱۴۰
۸۷	مال حرام سے نفقۂ زوجہ	۱۴۴
۸۸	بیوی سے بدگمانی کی بناء پر نفقہ بند کردینا	۱۴۴
۸۹	بدچلن بیوی کو طلاق مل گئی مہر اور خرچہ کی وہ مستحق ہے یا نہیں	۱۴۶
۹۰	نفقۂ مطلقہ	۱۴۷
۹۱	عدت خلع کا نفقہ	۱۴۸
۹۲	مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ بعد عدت	۱۴۹
۹۳	مقدار نفقہ اگر عورت مدعی ہے کہ مجھے نو سال میں تین حیض آتے ہیں	۱۵۰
۹۴	طلاق اور بچوں کا نفقہ	۱۵۱
۹۵	اولاد کو کیا نقد نفقہ دینا لازم ہے	۱۵۲
۹۶	نابالغ اولاد کا نان ونفقہ	۱۵۳
۹۷	بیوہ اور حاجتمند لڑکی کو مکان دینا	۱۵۴
۹۸	باپ کا نفقہ بیٹے پر	۱۵۵
۹۹	ضعیف والدین کا نفقہ	۱۵۶
۱۰۰	فاسقہ والدہ کا نفقہ	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۱	ماں اور بیوی کا نفقہ	۱۶۱
۱۰۲	دو بیویوں کے درمیان برابری اور بیماری کی وجہ سے بیوی کو طلاق دینا	۱۶۳
۱۰۳	یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا ان کی ضرورت پر صرف کی جائے	۱۶۳
۱۰۴	نفقۂ عدت، وفات، ولادت، رضاعت	۱۶۴
۱۰۵	کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے؟	۱۶۵
۱۰۶	پاگل بیوی کا نکاح منسوخ کرادیا	۱۶۷
۱۰۷	قرض لیکر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے؟	۱۶۸
۱۰۸	والدین اور اولاد میں کس کا نفقہ مقدم ہے؟	۱۶۹

کتاب الایمان والنذور

قسم اور نذر کا بیان

☆.....باب اول.....☆

قسم اور اس کے کفارہ کا بیان

۱۰۹	قسم دینے کا حکم	۱۷۱
۱۱۰	بلاضرورت قسم کھانا	۱۷۲
۱۱۱	اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں کیا یہ قسم ہے	۱۷۲
۱۱۲	غیر اللہ کی قسم	۱۷۳
۱۱۳	بت خانہ کی قسم کھانا	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۴	قرآن پاک کی قسم کھانا	۱۷۵
۱۱۵	کلام پاک کی قسم	۱۷۶
۱۱۶	قرآن، کلام اللہ، بچوں کی قسم	۱۷۷
۱۱۷	قرآن اٹھا کر قسم کھانا	۱۷۸
۱۱۸	قرآن پر ہاتھ رکھ کر بات کہنا	۱۷۹
۱۱۹	قرآن شریف ہاتھ میں لیکر بات کہنا قسم نہیں	۱۸۱
۱۲۰	قرآن شریف گود میں لیکر وعدہ کا حکم	۱۸۲
۱۲۱	قرآن مجید ہاتھ پر رکھ کر قسم	۱۸۲
۱۲۲	قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھانا	۱۸۳
۱۲۳	قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا	۱۸۴
۱۲۴	قرآن کی قسم سچا نہ جاننے والے کا حکم	۱۸۵
۱۲۵	نماز پڑھنے کی قسم کھانا	۱۸۶
۱۲۶	روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کی قسم	۱۸۶
۱۲۷	استاذ کا قسم کھا کر پھر توڑنا	۱۸۷
۲۸	ضرورت کی بناء پر قسم کو توڑنا	۱۸۸
۱۲۹	تحریم الحلال یمین	۱۸۹
۱۳۰	حلال کو حرام سے تشبیہ دینا کیا قسم ہے	۱۹۰
۱۳۱	مسجد میں نہ جانے کی قسم	۱۹۱
۱۳۲	کفالت سے حلفیہ انکار	۱۹۱
۱۳۳	اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۴	کپڑے کو جلانے کی قسم	۱۹۳
۱۳۵	اگر فلاں کام کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں	۱۹۴
۱۳۶	پاکستان جانے کی قسم	۱۹۵
۱۳۷	بیوی کی پاکدامنی کی قسم	۱۹۵
۱۳۸	مسور کی دال کھاؤں تو سور کھاؤں	۱۹۶
۱۳۹	بہن کے یہاں گیا تو اپنی بیوی سے سات مرتبہ زنا کیا کا حکم	۱۹۷
۱۴۰	کیا قسم کھانا جھوٹا ہونے کی علامت ہے	۱۹۷
۱۴۱	جھوٹی قسم کھانا	۱۹۹
۱۴۲	جھوٹا حلف	۲۰۰
۱۴۳	حلف دائن پر ہے یا مدیون پر	۲۰۱
۱۴۴	کسی کے کھانے کو سور کے ساتھ تشبیہ دینا	۲۰۴
۱۴۵	کفارۂ قسم	۲۰۵
۱۴۶	یمین غموس میں کفارہ نہیں	۲۰۶
۱۴۷	بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ	۲۰۶
۱۴۸	وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ	۲۰۷
۱۴۹	ایضاً	۲۰۸
۱۵۰	قسم کا کفارہ	۲۰۹
۱۵۱	قسم اور قسم کا کفارہ	۲۱۰
۱۵۲	قسم کھائی کہ عمر کی چیز نہیں کھائیگا، پھر اس نے ہبہ کی تو کیا حکم ہے	۲۱۱
۱۵۳	قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا پھر وہ مر گیا	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب دوم.....☆	
	نذر کا بیان	
۱۵۴	نذر کس طرح منعقد ہوتی ہے	۲۱۳
۱۵۵	نذر میلاد	۲۱۴
۱۵۶	گیہوں تقسیم کرنے کی نذر	۲۱۵
۱۵۷	صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر	۲۱۵
۱۵۸	نذر کی بکری کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا	۲۱۶
۱۵۹	بکری صدقہ کرنے کی نذر سے کیا قیمت ادا کرنا کافی ہے	۲۱۶
۱۶۰	بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا	۲۱۷
۱۶۱	اس طرح نذر ماننا کہ اگر فلاں کام ہو جائے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے	۲۱۸
۱۶۲	حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا	۲۱۹
۱۶۳	مسجد کا مینارہ بنوانے کی نذر	۲۲۰
۱۶۴	قرآن خوانی کرانے کی نذر منعقد نہیں	۲۲۰
۱۶۵	لفظ قسم کھاتا ہوں سے یمین منعقد ہو جاتی ہے	۲۲۱
۱۶۶	تبلیغی چلہ میں جانے کی نذر	۲۲۱
۱۶۷	بکرا خدا کے نام پر نذر کرنا	۲۲۲
۱۶۸	نذر کی قیمت غرباء کیلئے ہے	۲۲۳
۱۶۹	نذر کا کھانا مالدار کے بچوں کو	۲۲۳
۱۷۰	بیمار کی صحت کے لئے جانور صدقہ کیا جائے تو اس کی کیا شرط ہے؟	۲۲۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۱	شاۃ منذورہ کا حکم	۲۲۵
۱۷۲	بھوک کا جانور ذبح کرنا کھانا	۲۲۶
۱۷۳	مزارات کا چڑھاوا	۲۲۷
۱۷۴	نذرانہ مزار کی تفصیل	۲۲۸
۱۷۵	بن بیوی، خدا برکت پانچ پیر مزار پر نذرانے	۲۳۴
۱۷۶	بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم	۲۳۵
۱۷۷	اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم	۲۳۷
۱۷۸	بھینٹ کا مرغا	۲۳۷
۱۷۹	غیر اللہ کے نام کا جانور	۲۳۸
۱۸۰	غیر اللہ کی نذر کا کھانا کیا کیا جائے	۲۳۸
۱۸۱	سہولت ولادت کی نذر	۲۳۹
۱۸۲	قربانی کو شرط پر معلق کرنا	۲۴۰
۱۸۳	حضرت سیدہؓ کی کہانی سننے کی نذر ماننا	۲۴۲
۱۸۴	ختم قرآن کی نذر	۲۴۳
۱۸۵	امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا	۲۴۵
۱۸۶	ایک مہینہ کے روزہ کی نذر ماننے میں تسلسل ضروری	۲۴۶
۱۸۷	پانچسو روپے مسجد میں دینے کی نذر	۲۴۷
۱۸۸	نذر کی تحقیق کرنا	۲۴۷
۱۸۹	ذبح بقرۃ کی نذر	۲۴۸
۱۹۰	متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ	۲۵۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۱	نذر معلق کی پیشگی ادائیگی	۲۵۰
۱۹۲	ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم	۲۵۱
۱۹۳	ایسے الفاظ کہ جن سے قسم نہیں ہوتی	۲۵۲

کتاب الحدود والقصاص

حدود وقصاص وغیرہ کے احکام

☆.....باب اول.....☆

زنا وغیرہ سے متعلق احکام

۱۹۴	زنا کی شرعی سزا کے لئے شرط	۲۵۴
۱۹۵	زنا کی سزا	۲۵۵
۱۹۶	زنا کی سزا	۲۵۶
۱۹۷	زنا کی سزا	۲۵۷
۱۹۸	زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو	۲۵۸
۱۹۹	ثبوت زنا	۲۵۹
۲۰۰	زنا کی سزا	۲۶۱
۲۰۱	زنا کے معاف کرانے کا طریقہ	۲۶۲
۲۰۲	زانی کی سزا اور زنا کیا حقوق العباد سے ہے؟	۲۶۳
۲۰۳	زانی بالجبر کو زہر سے مارا جائے؟	۲۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۴	زنا بالجبر منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہگار ہیں.....	۲۶۶
۲۰۵	زانیہ لڑکی، لڑکے سے برتاؤ کیسا ہو؟	۲۶۷
۲۰۶	جبراً زنا کی وجہ سے حد	۲۶۸
۲۰۷	زانی کا زنا کی حد طلب کرنا اور اگر حد نہ لگائی گئی تو خودکشی!	۲۶۹
۲۰۸	زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا	۲۷۰
۲۰۹	شراب کے نشہ میں زنا کا حکم	۲۷۲
۲۱۰	کفارۂ زنا.....	۲۷۲
۲۱۱	زنا کی معافی کی صورت	۲۷۳
۲۱۲	زنا کس کا حق ہے؟.....	۲۷۴
۲۱۳	زنا کس ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے؟	۲۷۵
۲۱۴	بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کا حکم	۲۷۶
۲۱۵	زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کرنا.....	۲۷۷
۲۱۶	اولاد الزنا کا کیا قصور ہے؟.....	۲۷۷
۲۱۷	طلاق کے بعد عورت کو رکھنے کی سزا	۲۷۸
۲۱۸	جو شخص لڑکی سے زنا پر اصرار کرے اس کی ہلاکت کی تدبیر کا حکم	۲۷۹
۲۱۹	بیوی اجنبی کے ساتھ زنا میں ملوث ہو تو دونوں کو ہلاک کرنا.....	۲۸۰
۲۲۰	منکوحۃ سے زنا میں حق العبد بھی فوت ہوا	۲۸۱
	☆.....**باب دوم**.....☆	
	حد قذف وغیرہ کے احکام	
۲۲۱	زنا کی تہمت کی سزا.....	۲۸۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۲	جھوٹا الزام لگانے کی سزا.....	۲۸۳
۲۲۳	افتراء اور بہتان کی سزا.....	۲۸۴
۲۲۴	شبہ کی بناء پر تہمت لگانا.....	۲۸۴
۲۲۵	زوال بکارت کی وجہ سے تہمت.....	۲۸۵
۲۲۶	چوری وزنا کا الزام.....	۲۸۶
۲۲۷	کسی کو حرامزادہ کہنا.....	۲۸۷
۲۲۸	بلاثبوت کسی کو زانی اور سارق کہنا.....	۲۸۸
۲۲۹	اپنے ولدالحرام ہونے کا اقرار.....	۲۸۹
۲۳۰	تہمت زنا لگانے والے سے ترک تعلق.....	۲۹۰
۲۳۱	شراب نوشی کی سزا.....	۲۹۱
	☆.....باب سوم.....☆	
	قصاص اور دیت کے احکام	
۲۳۲	خون کی دیت.....	۲۹۲
۲۳۳	قتل کی سزا.....	۲۹۳
۲۳۴	اگر تادیباً مارنے سے موت واقع ہوجائے؟.....	۲۹۴
	☆.....باب چہارم.....☆	
	تعزیر کے احکام	
۲۳۵	کسی کو شیطان کہنا.....	۲۹۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۶	گالی دینے کی سزا	۲۹۵
۲۳۷	گالی دینا	۲۹۷
۲۳۸	شرک وبدعت کی سزا	۲۹۷
۲۳۹	بیوی سے وطی فی الدبر کی سزا	۲۹۹
۲۴۰	وطی بہیمہ	۳۰۱
۲۴۱	بہوؤں کو سخت لفظ کہنے پر حد	۳۰۴
۲۴۲	بچوں کو تادیباً مارنا	۳۰۴
۲۴۳	استاذ شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے؟	۳۰۵
۲۴۴	بچوں کو سزا دینے کی حد	۳۰۶
۲۴۵	بچوں کو سزا دینے کی حد	۳۰۷
۲۴۶	شرارت پر بچوں کو سزا کتنی دی جائے؟	۳۰۸
۲۴۷	غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے کی سزا	۳۰۹
۲۴۸	غیروں سے تعلق رکھنے پر ترک تعلق کی سزا	۳۱۰
۲۴۹	بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی عضو کو معطل کر دینا	۳۱۰
۲۵۰	بیوی کو خطا پر سزا دینا	۳۱۱
۲۵۱	شوہر کو حق تعزیر	۳۱۲
۲۵۲	سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنے والے کا حکم	۳۱۳
۲۵۳	دھوکے سے خنزیر و کتے کا گوشت لوگوں کو کھلانا	۳۱۴
۲۵۴	شادی میں گولہ داغنے کی سزا	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	فصل : مالی جرمانہ کے احکام	
۲۵۵	گناہ پر مالی جرمانہ	۳۱۶
۲۵۶	مالی جرمانہ لینا اور اس کو مسجد میں صرف کرنا	۳۱۷
۲۵۷	انسداد جرائم کے لئے مالی جرمانہ	۳۱۸
۲۵۸	قاضی وغیرہ کا مالی جرمانہ لینا	۳۲۰
۲۵۹	ناجائز تعلق کی بنا پر مالی جرمانہ عائد کرنا	۳۲۲
۲۶۰	مالی جرمانہ اور اس کا مصرف	۳۲۲
۲۶۱	برادری والوں کا مالی جرمانہ عائد کرنا	۳۲۳
۲۶۲	مالی جرمانہ	۳۲۴
۲۶۳	مالی جرمانہ	۳۲۵
۲۶۴	مالی جرمانہ	۳۲۶
۲۶۵	گورکنی میں شرکت نہ کرنے والے پر مالی جرمانہ	۳۲۷
۲۶۶	زنا پر مالی جرمانہ	۳۲۹
	کتاب الجهاد والهجرة والسياسة	
	جہاد، ہجرت اور سیاست کے مسائل	
	☆.....**باب اول**.....☆	
	جہاد اور ہجرت کے مسائل	
۲۶۷	مسئلہ ہجرت	۳۳۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۸	ہندوستان سے ہجرت	۳۳۶
۲۶۹	حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑ دینا	۳۳۹
۲۷۰	ایسی جگہ قیام کہ جہاں کا ماحول معصیت ہو	۳۴۰
۲۷۱	ظلم کی حالت میں ہجرت	۳۴۰
۲۷۲	ہندوستان سے ہجرت	۳۴۱
۲۷۳	دارالحرب ودارالاسلام	۳۴۳
۲۷۴	بلوائیوں سے بھاگنا	۳۴۷
۲۷۵	ہجرت	۳۴۷
۲۷۶	کیا برما کی لڑائی جہاد ہے	۳۴۸
۲۷۷	جہاد کے جھنڈے کا رنگ	۳۵۰
۲۷۸	کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے	۳۵۲
۲۷۹	ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا	۳۵۳
۲۸۰	کیا ہندوستان دارالحرب ہے	۳۵۴
۲۸۱	دارالحرب، دارالاسلام انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین ہجرت ..	۳۵۵
۲۸۲	دارالحرب	۳۶۶
۲۸۳	دارالحرب، ہجرت، حفاظت اہل وعیال	۳۶۷
۲۸۴	لونڈیوں اور باندیوں کے احکام	۳۷۳
۲۸۵	کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے	۳۷۴
۲۸۶	کیا ہندوستانی مسلمان مستامن ہیں	۳۷۵
۲۸۷	میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان کہنے کا حکم	۳۷۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب دوم.....☆	
	امارت وسیاست کے مسائل	
۲۸۸	موجودہ وقت میں مسلمانوں کے لیے طریق کار	۳۷۸
۲۸۹	علماء کی سیاست میں شرکت	۳۷۹
۲۹۰	سیاست میں حصہ لینا	۳۷۹
۲۹۱	پاکستان میں اسلامی قانون	۳۸۰
۲۹۲	جائز قانون حکومت کی پابندی	۳۸۱
	☆.....باب سوم.....☆	
	امامت وخلافت	
۲۹۳	امارت شرعیہ	۳۸۲
۲۹۴	امارت شرعیہ کے مقابلہ میں ادارۂ شرعیہ	۳۸۷
۲۹۵	کیا امارت شرعیہ کا فیصلہ قضاء قاضی ہے	۳۹۱
۲۹۶	امیر المؤمنین	۳۹۳
۲۹۷	چودھریوں کی حکومت	۳۹۵
۲۹۸	قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا	۳۹۶
۲۹۹	عورت کی خلافت وامامت	۳۹۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆.....باب چہارم.....☆	
	جمہوریت ومشاورت	
۳۰۰	جمہوریت	۴۱۲
۳۰۱	مشورہ کی حیثیت	۴۱۳
۳۰۲	جمہوریت اور مشاورت	۴۱۴
۳۰۳	کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے	۴۱۷
۳۰۴	جمیعۃ العلماء میں شرکت	۴۱۷
۳۰۵	مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت	۴۱۸
۳۰۶	جماعت منکرین خدا اور رسول کا ممبر بننا	۴۱۹
۳۰۷	ایک رفاہی سوسائٹی کے شرائط	۴۲۰
۳۰۸	شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اور اس کا حکم	۴۲۳
۳۰۹	ایسی پنچایت میں شرکت جس کے قوانین غیر شرعی ہوں	۴۲۴
۳۱۰	تفریق بین المسلمین	۴۲۵
۳۱۱	تفریق بین المسلمین	۴۲۵
۳۱۲	پنچایت کے خلاف کرنا	۴۲۶
	☆.....باب پنجم.....☆	
	ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت	
۳۱۳	الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلے کرانا	۴۲۸

۳۱۴	ووٹ کا حکم	۴۲۹
۳۱۵	ووٹ کس کو دیا جائے	۴۲۹
۳۱۶	وعدۂ وقف پر ووٹ دینا	۴۳۰
۳۱۷	پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد	۴۳۱
۳۱۸	شیعہ کو ووٹ دینا	۴۳۲

☆.....باب ششم.....☆

مرتدین کے احکام

۳۱۹	مرتد کے احکام	۴۳۴
۳۲۰	جنازۂ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن	۴۳۵
۳۲۱	مرتد کس طرح تجدید ایمان کرے	۴۳۵
۳۲۲	مرتد سے سمجھوتہ	۴۳۶
۳۲۳	مرتد سے موالات	۴۳۷
۳۲۴	مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا	۴۳۸
۳۲۵	مرتد کا نکاح فسخ ہوگیا	۴۴۰
۳۲۶	عورتوں کی تعزیہ میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟	۴۴۱
۳۲۷	کلماتِ کفر سے نکاح ختم	۴۴۱
۳۲۸	شوہر مرتد ہوگیا	۴۴۲
۳۲۹	نکاح اور بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر نے کہا میں تو عیسائی ہوں	۴۴۳
۳۳۰	کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہوجاتا ہے	۴۴۴
۳۳۱	بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہوگیا	۴۴۶

۳۳۲	عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا	۴۴۷
۳۳۳	ارتدادِ زوجہ سے فسخ نکاح	۴۴۸
۳۳۴	کلمۂ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح	۴۴۹
۳۳۵	ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا	۴۵۰
۳۳۶	بت کی پوجا سے نکاح ختم ہوگیا	۴۵۱
۳۳۷	جدائی کے لئے عورت کو مشورہ ارتداد	۴۵۲
۳۳۸	مرتد کی تجدیدِ نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے	۴۵۵

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

متصلا مسکہ جمعہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الوقف	
	﴿احکام وقف﴾	
	☆.....باب اوّل.....☆	
	وقف کا بیان	
۱	وقف کس کو کہتے ہیں.....	۲۶
۲	وقف مؤبد ومؤقت.....	۲۷
۳	واقف کو شرائط وقف میں تغیر وتبدل کا اختیار.....	۳۱
۴	ایک وقف نامہ کی تنقیح.....	۳۲
۵	وقف مشاع.....	۳۳
۶	وقف مشترک.....	۳۴

متصلا مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	کیا مشترکہ جائیداد میں سے کوئی شریک اپنا حصہ وقف کرسکتا ہے؟.....	۳۵
۸	شریک وقف کے علیحدہ ہونے پر اس کی رقم کی واپسی.....	۳۶
۹	دو شخصوں کا ایک دستاویز کے ذریعہ وقف.....	۳۸
۱۰	دوسرے کی جائیداد کو وقف کرنا.....	۳۹
۱۱	دوسرے کی زمین کو وقف کرنا.....	۴۰
۱۲	غیر مملوک زمین کو وقف کرنا.....	۴۱
۱۳	کرایہ کا مکان مالک نے مسجد کو وقف کردیا.....	۴۲
۱۴	صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے.....	۴۳
۱۵	وقف نامہ مفصلا.....	۴۵
۱۶	وقف کے لئے قبضہ شرط نہیں.....	۴۷
۱۷	وقف کے لئے رجسٹری ضروری نہیں.....	۴۷
۱۸	وقف کے لئے منجز ہونا ضروری ہے.....	۴۸
۱۹	وقف معلق یا منجز.....	۵۱
۲۰	تمام جائیداد کا وقف کردینا.....	۵۲
۲۱	واقف کا جائیداد وقف سے خود نفع اٹھانا.....	۵۳
۲۲	باغ وقف کرکے اس کی زمین سے خود نفع اٹھانا.....	۵۵
۲۳	وقف مرض الموت میں نہیں ہے تو وقف ہے.....	۵۶
۲۴	وقف بعد الموت.....	۵۷
۲۵	جائیداد غیر منقولہ کی آمدنی کو وقف کرنا.....	۵۸
۲۶	گھریلو سامان کا وقف صحیح ہے.....	۵۹

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷	لفظ ہبہ سے وقف.....	۵۹
۲۸	جبراً وقف کرانا.....	۶۱
۲۹	اخروٹ کے درخت اوران کی زمین کو زبردستی اوقاف بنانا.....	۶۳
۳۰	نابالغ کا وقف.....	۶۴
۳۱	نابالغ کا وقف معتبر نہیں.....	۶۴
۳۲	وعدۂ وقف پر ووٹ دینا.....	۶۵
۳۳	خانقاہ نام دینے سے وہ مکان وقف نہیں ہوجاتا.....	۶۷
۳۴	مدرسہ کے لئے چندہ کرکے جوعمارت بنائی جائے کیا وہ وقف ہے؟.....	۶۹
۳۵	وقف کی نیت سے خریدنے سے وہ ملکیت وقف نہیں ہوجاتی.....	۷۰
۳۶	وقف کی نیت کی پھر رائے بدل گئی.....	۷۲
۳۷	تعلیم دین کے لئے وقف عمدہ ہے.....	۷۳
۳۸	وقف منقول علی الاولاد.....	۷۴
۳۹	وقف علی الاولاد میں تقسیم کی صورتیں.....	۷۶
۴۰	وقف علی النفس وعلی الاولاد حسب حصص.....	۸۰
۴۱	عہدۂ قضا میں وراثت اورمخصوص خاندان کے لئے وقف.....	۸۲
۴۲	مخنث کا مکان مسجد میں خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ وقف کرنا.....	۸۴
۴۳	شراب کی آمدنی سے زمین خرید کر مدرسہ میں وقف کرنا.....	۸۵
۴۴	رنڈی کا زمین کو مسجد کے لئے وقف کرنا.....	۸۶
۴۵	سنیما وغیرہ والے آدمیوں کا وقف اوراس کی آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا.....	۸۷
۴۶	قادیانی کا وقف مسجد کے لئے.....	۸۸

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷	کتنی زمین وقف سمجھی جائے جبکہ واقف کی طرف سے حد متعین نہ ہو.....	۸۹
۴۸	وقف کرکے رجوع کرنا.....	۹۱
۴۹	وقف کو منسوخ کرنا.....	۹۲
۵۰	وقف کے بعد اس کی تملیک.....	۹۳
۵۱	کیا موقوفہ زمین پھر مملوکہ بن سکتی ہے.....	۹۶
۵۲	جائیداد وقف تقسیم سے مملوک نہیں ہوتی ہے.....	۹۸
۵۳	وقف زمین پر غاصبانہ قبضہ.....	۱۰۲
۵۴	وقف سے مالکانہ قبضہ ہٹانے کی کوشش.....	۱۰۳
۵۵	کسی کے نام پر ہونے سے وقف میں فرق نہیں آتا مسجد کی دوکان قرض میں دینا.....	۱۰۴
۵۶	وقف زمین میں اکھاڑہ.....	۱۰۶
۵۷	ضلعی انجمن کی تقسیم.....	۱۰۷
۵۸	وقف کی دوکان میں دوکاندار اگر خنزیر کا گوشت فروخت کرے اس کو خالی کرانا.....	۱۰۸
۵۹	ذاتی عداوت کی وجہ سے وقف کی آمدنی کو روکنا.....	۱۰۹

☆.....باب دوم.....☆

وقف کو بدلنا اور بیچنا

۶۰	استبدال وقف.....	۱۱۳
۶۱	تتمہ سوال بالا.....	۱۱۸
۶۲	جواب تتمہ.....	۱۱۸

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۳	استبدال وقف.....	۱۱۹
۶۴	وقف کو بدلنا.....	۱۱۹
۶۵	استبدال وقف.....	۱۲۱
۶۶	مسجد کی موقوفہ زمین کو بدلنا.....	۱۲۲
۶۷	مسجد کی زمین پر عیدگاہ.....	۱۲۳
۶۸	مسجد کے نام وقف زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کرنا.....	۱۲۴
۶۹	فیض عام کے لئے وقف شدہ زمین کو مسجد کے لئے منتقل کرنا.....	۱۲۵
۷۰	مدرسہ مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا.....	۱۲۵
۷۱	مسجد یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین میں اسکول یا قبرستان بنانا.....	۱۲۶
۷۲	مسجد کو عیدگاہ بنانا.....	۱۲۸
۷۳	مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا.....	۱۳۰
۷۴	مسجد کے لئے وقف کردہ شئ کا رد وبدل کرنا.....	۱۳۱
۷۵	مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا.....	۱۳۲
۷۶	پرانی مسجد کو مدرسہ بنا لینا.....	۱۳۳
۷۷	غیر آباد مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کا تبادلہ.....	۱۳۳
۷۸	جس زمین کو مسجد بنانے کی وصیت کی گئی ہے اسکو دوسرے مقصد میں استعمال کرنا.....	۱۳۵
۷۹	مسجد کے لئے وقف زمین کو فروخت کر کے مدرسہ میں لگانا.....	۱۳۶
۸۰	کسی نے مسجد کی زمین غصب کر کے اس پر تعمیر کر لی اس کے عوض زمین لینا مسجد کے لئے کیسا ہے؟.....	۱۳۶
۸۱	جو زمین مزار کے لئے وقف ہے اس کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا.....	۱۳۷

رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	ایضاً.....	۱۳۸
۸۳	وقف زمین پر اسکول کی تعمیر.....	۱۳۸
۸۴	وقف ویران شدہ کنواں دے کر اس کے عوض میں کنواں بنوانا.....	۱۳۹
۸۵	دوسری جائیداد خریدنے کے لئے موقوفہ جائیداد فروخت کرنا.....	۱۴۰
۸۶	ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ صرف کرنا.....	۱۴۱
۸۷	جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو مسجد یا اور کسی کار خیر کیلئے وقف کرنا.....	۱۴۲
۸۸	ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۱۴۴
۸۹	ایک وقف کو دوسری جگہ خرچ کرنا.....	۱۴۵
۹۰	آمدنی کم ہونے کی وجہ سے وقف کی زمین فروخت کرنا.....	۱۴۶
۹۱	آمدنی کم ہونے پر مکان موقوفہ کی بیع.....	۱۴۶
۹۲	بیر موقوفہ کا سامان نئی تعمیر میں.....	۱۴۷
۹۳	مسجد کے روپیہ عیدگاہ میں لگانا یا بالعکس.....	۱۴۸
۹۴	مسجد کے وقف مکان کی بیع.....	۱۴۹
۹۵	وقف کے مصارف اور اس کی بیع.....	۱۵۰
۹۶	موقوفہ زمین کی بیع.....	۱۵۰
۹۷	بیع بشرط اقالہ اور وقف کی بیع.....	۱۵۲
۹۸	وقف مشاع کی بیع، مسجد کے تیل کی بیع.....	۱۵۵
۹۹	عیدگاہ کے روپئے سے اسپتال جاری کرنا.....	۱۵۶
۱۰۰	موقوفہ زمین میں درخت لگانا پھر زیادہ آمدنی کے لئے ان کو کٹوا کر وہاں کھیتی کرنا.....	۱۵۷

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆.....باب سوم.....☆	
	تولیت وقف	
۱۰۱	متولی کس کو کہتے ہیں.....	۱۵۹
۱۰۲	متولی کے فرائض.....	۱۵۹
۱۰۳	متولی کی ذمہ داریاں.....	۱۶۰
۱۰۴	متولی کے اختیارات.....	۱۶۱
۱۰۵	متولی وقف کیسا ہونا چاہئے.....	۱۶۲
۱۰۶	مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہئے.....	۱۶۳
۱۰۷	مسجد کا متولی کیسا ہو.....	۱۶۴
۱۰۸	مسجد کے لئے متولی تجویز کرنا.....	۱۶۴
۱۰۹	تولیت وقف کی تعیین.....	۱۶۶
۱۱۰	کیا وقف کا متولی خود واقف ہوسکتا ہے.....	۱۶۹
۱۱۱	حق تولیت کی تقسیم.....	۱۷۰
۱۱۲	بے نمازی کا متولی مسجد ہونا.....	۱۷۱
۱۱۳	متولی کا قوم واقف سے ہونا.....	۱۷۲
۱۱۴	زبانی وقف اور خاندان واقف کا متولی ہونا جبکہ انمیں صلاحیت ہو.....	۱۷۳
۱۱۵	بانی کے اہل خاندان تولیت کے زیادہ حق دار ہیں.....	۱۷۴
۱۱۶	مسجد کی تولیت میں وراثت.....	۱۷۴

عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی علی الفلاح متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۷	تبدیلیٔ تولیت.....	۱۷۶
۱۱۸	بریلوی کی مسجد کا متولی دیوبندی ہوتو کیا کرے.....	۱۷۷
۱۱۹	متولی مسجد اگر غافل یا خائن ہوتو کیا کیا جائے.....	۱۷۸
۱۲۰	متولیان کی علیحدگی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر.....	۱۷۹
۱۲۱	متولی مسجد اگر مسجد کا انتظام نہ کرے تو اسکی برطرفی.....	۱۸۰
۱۲۲	جومتولی اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اس کا حکم.....	۱۸۱
۱۲۳	جومتولی وقف کوفروخت کرے وہ مستحق عزل ہے.....	۱۸۲
۱۲۴	جومتولی وقف کی خدمت نہ کرے اسکومعزول کرنا.....	۱۸۳
۱۲۵	متولی حساب نہیں دیتا تو تولیت سے الگ کرنا اور اسکے پیچھے نماز کا حکم.....	۱۸۴
۱۲۶	حساب نہ کرانے کیوجہ سے بجائے متولی کے چندہ فنڈ میں جمع کرنا.....	۱۸۵
۱۲۷	متولی کا شرائط واقف کے خلاف عمل.....	۱۸۷
۱۲۸	بلا وجہ متولی کو ہٹانا.....	۱۸۸
۱۲۹	ذاتی مسجد میں متولی کا حال.....	۱۹۰
۱۳۰	ایک متولی کے مظالم.....	۱۹۰
۱۳۱	جدید متولی کا امام کو پریشان کرنا.....	۱۹۷
۱۳۲	مسجد پر متولی کا دعویٰ ملکیت.....	۱۹۸
۱۳۳	متولی کا اپنے آپ کو رجسٹری کرا لینا.....	۱۹۹
۱۳۴	متولی کا وقف کی آمدنی کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا.....	۲۰۰
۱۳۵	کمیٹی کے ایک آدمی کا تنہا مسجد میں تصرف.....	۲۰۲
۱۳۶	واقف نے تولیت کیلئے کسی کو متعین کردیا تو اسکے خلاف کرنا.....	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۷	غیر مسلم کو درگاہ و مسجد کا متولی بنانا.....	۲۰۴
۱۳۸	مؤذن اور امام مقرر کرنے کا حق کس کو ہے.....	۲۰۵
۱۳۹	بانی مسجد امام کے تقرر کا زیادہ حق دار ہے.....	۲۱۱
۱۴۰	اوقات نماز متولی تبدیل کرے یا امام.....	۲۱۲
۱۴۱	بغیر اجازت متولی امامت.....	۲۱۳
۱۴۲	مرمت مسجد بلا اذن متولی.....	۲۱۳
۱۴۳	بغیر اجازت متولی مسجد میں رہنا.....	۲۱۴
۱۴۴	بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا.....	۲۱۴
۱۴۵	شیعہ صاحبان اپنی مسجد سنیوں کو دیں تو قدیم شیعہ منتظم کے ہاتھ سے انتظام لے لینا	۲۱۶
۱۴۶	اولاد واقف کو انتظام میں دخل دینے کا حق.....	۲۱۷
۱۴۷	متولی و امام میں ترک سلام و کلام بڑی محرومی ہے.....	۲۱۹
۱۴۸	ضعیف امام صاحب کو نماز جنازہ کے لئے سواری میں لے جانا.....	۲۱۹

☆.....باب چہارم.....☆

مصارفِ وقف

۱۴۹	وقف کی جہات.....	۲۲۱
۱۵۰	وقف درگاہ حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم شرط الواقف الخ.....	۲۲۲
۱۵۱	وقف علی اللہ میں سے کچھ حصہ حق الخدمت کے لئے مقرر کرنا.....	۲۲۵
۱۵۲	زید نے جس کام کے لئے روپیہ دیا ہے اس کو اسی کام میں صرف کرنا چاہئے.....	۲۲۶

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی علی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۳	مزارات کے نام وقف شدہ آمدنی اور اس پر چڑھاوے کا مصرف.....	۲۲۶
۱۵۴	مزار کی حفاظت کا طریقہ اور اس کے محافظ کا وظیفہ.....	۲۲۸
۱۵۵	وقف سے تنخواہ.....	۲۲۹
۱۵۶	وقف کی آمدنی کو غیر وقف میں خرچ کرنا.....	۲۳۱
۱۵۷	وقف مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اولاد پر.....	۲۳۱
	☆.....باب پنجم.....☆	
	مسجد کے احکام	
۱۵۸	مسجد کبیر کی تعریف.....	۲۳۴
۱۵۹	مسجد صغیر اور کبیر.....	۲۳۴
۱۶۰	حدِ مسجد.....	۲۳۵
۱۶۱	مسجد صغیر اور کبیر کی حد اور نمازی کے سامنے سے گذرنا.....	۲۳۶
۱۶۲	مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا.....	۲۳۶
۱۶۳	مسجد کی بنیاد رکھنے سے حکم مسجد.....	۲۳۸
۱۶۴	کیا بنیاد رکھنے سے مسجد کا حکم ہوجائے گا؟.....	۲۴۰
۱۶۵	مسجد کیسے بن جاتی ہے.....	۲۴۱
۱۶۶	ایک مکان شرعی مسجد کب بن جاتا ہے.....	۲۴۲
۱۶۷	مسجد کے لئے زمین دی اس میں تعمیر شروع ہوگئی اب وہی معطی شخص زمین واپس لے اور اس کی جگہ دوسری زمین دے تو کیا حکم ہے.....	۲۴۳

متصلا مکہ جمی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۸	بغیر صریح وقف کے اذان و جماعت کی اجازت سے بھی مسجد بن جاتی ہے.....	۲۴۴
۱۶۹	اذان و جماعت کی اجازت سے اس جگہ کا مسجد بن جانا.....	۲۴۵
۱۷۰	جب مالک کی اجازت سے اذان و جماعت ہونے لگی پس وہ مسجد بن گئی.....	۲۴۶
۱۷۱	ہوسٹل کے کمرے توڑ کر مسجد بنا لینے سے وہ شرعی مسجد نہیں.....	۲۴۸
۱۷۲	عارضی ضرورت کے لیے بنی مسجد کو شرعی مسجد کا حکم نہیں.....	۲۴۹
۱۷۳	مسجد میں آتش زدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی.....	۲۵۱
۱۷۴	غیر موقوفہ زمین سے مسجد ہٹا کر وہاں بیٹھک بنانا.....	۲۵۳
۱۷۵	مسجد کے بارے میں کس کا قول معتبر ہے؟.....	۲۵۵
۱۷۶	گیلری کیا داخل مسجد ہے یا خارج.....	۲۵۶
۱۷۷	مسجد کے وضو خانہ اور استنجاء خانہ کی چھت کا حکم.....	۲۵۷
۱۷۸	صحن مسجد سے متصل قبروں کا حکم.....	۲۵۸
۱۷۹	مسجد میں نماز سے روکنے پر بھی نماز پڑھنے والے کو ثواب ہے.....	۲۵۹
۱۸۰	مسجد کا نام مسجد حرم رکھنا.....	۲۶۰

فصل اول:- مسجد کی بناء و تعمیر

۱۸۱	بانیٔ مسجد کون ہے؟.....	۲۶۱
۱۸۲	مسجد کی بانی کی طرف نسبت.....	۲۶۱
۱۸۳	گھر کو مسجد بنا دینا.....	۲۶۲
۱۸۴	مسجد کے لئے دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا.....	۲۶۴
۱۸۵	مالک کی اجازت سے اس کی زمین میں مسجد بنانا.....	۲۶۵

متصلا مسکہ جمع عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حمی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۶	حکومت کی دی ہوئی زمین پر مسجد کی تعمیر.....	۲۶۶
۱۸۷	غیر مسلم سے مسجد ومدرسے کی بنیاد رکھوانا.....	۲۶۷
۱۸۸	سابقہ غلط بنیاد پر مسجد تعمیر نہ کی جائے.....	۲۶۷
۱۸۹	سڑک پر مسجد کی ڈاٹ اور دومنزلہ مسجد.....	۲۷۰
۱۹۰	مسجد تعمیر کرنے والوں میں اختلاف ہوتو کیا کیا جائے.....	۲۷۱
۱۹۱	اختلاف مکتب فکر کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا.....	۲۷۲
۱۹۲	عاشورہ خانہ کو مسجد بنانا.....	۲۷۳
	فصل دوم:- مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا	
۱۹۳	مسجد کو منتقل کرنا.....	۲۷۴
۱۹۴	مسجد کو منتقل کرنا.....	۲۷۶
۱۹۵	مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۲۷۷
۱۹۶	مسجد کا تبادلہ.....	۲۷۸
۱۹۷	مسجد کا تبادلہ مسجد سے.....	۲۷۹
۱۹۸	پرانی مسجد کو نئی مسجد کی طرف منتقل کرنا.....	۲۷۹
۱۹۹	پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہوتو اس کی اینٹ وغیرہ سے دوسری مسجد تعمیر کرانا	۲۸۱
۲۰۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۸۱
۲۰۱	نقشہ اوقات نماز ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل کرنا.....	۲۸۲
۲۰۲	مسجد کے پرانے سامان کا مصرف.....	۲۸۳
۲۰۳	غیر آباد مسجد کی بنیاد کا مصرف.....	۲۸۵

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی ﷺ عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۴	چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں لے جانا.....	۲۸۵
۲۰۵	ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا.....	۲۸۶
۲۰۶	دریابردگاؤں کی مسجد کا سامان کس مسجد میں استعمال کیا جائے؟.....	۲۸۷
۲۰۷	وقف کا پنکھا دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۸۸
۲۰۸	مسجد کی چیز مدرسہ کے لئے اور مدرسہ کی چیز مسجد کے لئے استعمال کرنا.....	۲۸۹
۲۰۹	غیر آباد مسجد کا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں لگانا.....	۲۸۹
۲۱۰	مسجد غیر آباد ہوجائے تو اس پر وقف زمین کی آمدنی کا حکم.....	۲۹۱
۲۱۱	نئی مسجد بنانے کے بعد پرانی مسجد اور اس کے وقف کا حکم.....	۲۹۲
۲۱۲	حویلی کی مسجد اور اس کے لیے خریدے ہوئے سامان کا حکم.....	۲۹۳
۲۱۳	ایک مسجد شہید کرنے کے بعد دوسری جگہ منبر وغیرہ منتقل کردیا گیا اس میں جماعت ہونے لگی اس میں اعتکاف کا حکم.....	۲۹۴
۲۱۴	پرانی مسجد کا سامان اپنی بلڈنگ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں.....	۲۹۵
۲۱۵	مسجد کا کوئی حصہ قوالی وغیرہ کے لئے خالی کرنا یا اپنی ملک قرار دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ دینا.....	۲۹۶
۲۱۶	مسجد کے قرآن کا حکم.....	۲۹۹
۲۱۷	مسجد کے قرآن پاک وغیرہ مدرسہ میں استعمال کرنا.....	۳۰۰
۲۱۸	مسجد کا قرآن گھر لے آنا اور قیمت ادا کرنا.....	۳۰۰
۲۱۹	مسجد کا قرآن دوسری جگہ لیجانا.....	۳۰۲

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی علی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل سوم:- مسجد ضرار	
۲۲۰	مسجد ضرار.....	۳۰۳
۲۲۱	نئی مسجد مسجد ضرار نہیں.....	۳۰۵
۲۲۲	مسجد ضرار کی ایک صورت.....	۳۰۷
۲۲۳	نزاع سے بچنے کے لئے دوسری مسجد بنانا کیا وہ مسجد ضرار ہے.....	۳۰۹
۲۲۴	اپنی مملوکہ زمین میں نماز باجماعت ادا کرنے سے کیا وہ مسجد ضرار ہے.....	۳۱۰
۲۲۵	مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد ضرار کہنا.....	۳۱۱
۲۲۶	بلا ضرورت دوسری مسجد بنانا.....	۳۱۲
۲۲۷	بلا ضرورت دوسری مسجد بنانا.....	۳۱۴
۲۲۸	خاندانی اعزاز کے لئے بلاضرورت مسجد بنانا.....	۳۱۵
۲۲۹	بضرورت نئی مسجد بنانا.....	۳۱۷
۲۳۰	نئی آبادی میں نئی مسجد بنانا.....	۳۱۹
۲۳۱	ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا.....	۳۲۰
۲۳۲	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری بڑی مسجد بنانا.....	۳۲۰
۲۳۳	دفع نزاع کے لئے دو مسجدیں بنانا.....	۳۲۱
۲۳۴	اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد مشترکہ زمین میں بنانا.....	۳۲۲
۲۳۵	جدید مسجد بنانا جس سے قدیم مسجد کو نقصان پہونچے.....	۳۲۳
۲۳۶	محلّہ میں مسجد تعمیر ہونے کے بعد نماز کہاں ادا کی جائے.....	۳۲۵

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حمی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۳۷	مسجد قدیم میں پنجوقتہ نماز ہو اور جمعہ کے لئے مستقل مسجد بنائی جائے۔.....	۳۲۶
۲۳۸	ایک مسجد کی ضد پر دوسری مسجد بنانا.....	۳۲۷
	فصل چہارم:- غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا	
۲۳۹	دوسرے کی زمین کو مسجد بنالینا.....	۳۲۹
۲۴۰	کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا.....	۳۳۱
۲۴۱	ارض مغصوبہ میں مسجد ودوکانیں.....	۳۳۲
۲۴۲	غیر وقف زمین میں مسجد بنانا.....	۳۳۳
۲۴۳	سرکاری زمین پر مسجد بنانا.....	۳۳۳
۲۴۴	سرکاری زمین پر مسجد.....	۳۳۴
۲۴۵	سرکاری زمین میں مسجد بنانا.....	۳۳۶
۲۴۶	سرکاری زمین میں مسجد.....	۳۳۶
۲۴۷	ریاست کی حاصل کردہ زمین پر مسجد.....	۳۳۷
۲۴۸	بلا اجازت وارث زمین پر مسجد بنانا.....	۳۳۸
۲۴۹	افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات ودوکانیں بنانا.....	۳۴۱
۲۵۰	دوسرے کا مکان مسجد کے دینے سے وہ مسجد کا نہیں ہوجاتا.....	۳۴۱
	فصل پنجم:- پرانی مسجد کے احکام	
۲۵۱	پرانی مسجد کو گرانا.....	۳۴۳
۲۵۲	پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیر کرنا.....	۳۴۳

رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۳	پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد بنانا.....	۳۴۵
۲۵۴	پرانی مسجد کو گرا کر نئی مضبوط مسجد تعمیر کرنا.....	۳۴۷
۲۵۵	قدیم مسجد کو منہدم کرنا.....	۳۴۸
۲۵۶	پرانی مسجد کو آباد کرنا.....	۳۴۹
۲۵۷	پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا.....	۳۵۰
۲۵۸	پرانی مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا.....	۳۵۱
۲۵۹	مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا.....	۳۵۲
۲۶۰	پرانی مسجد کی اینٹیں، پتھر جوتے رکھنے کی جگہ لگانا.....	۳۵۳
۲۶۱	نئی مسجد اور پرانی مسجد میں نماز.....	۳۵۴
	فصل ششم:- توسیع مسجد کے احکام	
۲۶۲	مسجد کی توسیع.....	۳۵۶
۲۶۳	توسیع مسجد کی ایک صورت.....	۳۵۷
۲۶۴	مسجد کی تنگی کی وجہ سے توسیع.....	۳۵۹
۲۶۵	مسجد کی توسیع چاروں طرف سے.....	۳۶۰
۲۶۶	توسیع مسجد کے لئے پڑوسی کی زمین لینا.....	۳۶۰
۲۶۷	توسیع مسجد کے لئے برآمدے کو مسجد میں داخل کرنا.....	۳۶۱
۲۶۸	مسجد کے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا.....	۳۶۲
۲۶۹	مسجد کے قریب کی جگہ کو مسجد کے لئے لینا.....	۳۶۳
۲۷۰	ضرورت مسجد کے لئے صحن کے درخت کاٹ دینا.....	۳۶۵

عبد لیجیو پھلیے

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۱	مسجد کے صحن میں توسیع کے لئے قبر کو داخل مسجد کرنا.....	۳۶۶
۲۷۲	مسجد میں قبریں شامل کرنا.....	۳۶۷
۲۷۳	مزار توڑ کر مسجد میں شامل کرنا.....	۳۶۸
۲۷۴	مسجد سے متصل قبروں کو مسجد میں شامل کرنا.....	۳۶۹
۲۷۵	راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں داخل کرنا.....	۳۷۰
۲۷۶	کچھ راستہ مسجد میں لینا.....	۳۷۰
۲۷۷	امام باڑہ مسجد کے لئے دیدیا اس سے مسجد کی توسیع کرائی گئی وہاں نماز کا حکم.....	۳۷۱
۲۷۸	سڑک کی توسیع میں مسجد کا نصف حصہ دیدینا.....	۳۷۲
	فصل ہفتم:- محراب ومنبر اور مینار مسجد کا حکم	
۲۷۹	مسجد میں محراب کا حکم.....	۳۷۵
۲۸۰	محراب بنانے میں انہدام مسجد کا خطرہ ہے تو کیا کرے.....	۳۷۶
۲۸۱	دیوار پشت اور درمیان محراب کا حکم.....	۳۷۷
۲۸۲	مسجد میں مینار محراب اور طاق بنانا.....	۳۷۷
۲۸۳	منبر کا مقام اور اس کی کیفیت.....	۳۷۸
۲۸۴	محراب مسجد بھی مسجد میں داخل ہے.....	۳۸۱
۲۸۵	محراب مسجد کو منتقل کرنا.....	۳۸۲
۲۸۶	مسجد میں مینار.....	۳۸۲
۲۸۷	کیا مسجد کا مسجد ہونا مینار پر موقوف ہے.....	۳۸۳
۲۸۸	عمدہ مینار ہوتے ہوئے نئے مینار بنانا.....	۳۸۴

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۹	مسجد کے مینار کا دعا کرنا.....	۳۸۵
	فصل ہشتم:- مسجد میں نقش ونگار	
۲۹۰	جدار مسجد میں نقش ونگار.....	۳۸۶
۲۹۱	مسجد میں نقش ونگار کے متعلق عبارت.....	۳۸۷
۲۹۲	نقش ونگار مسجد کے مال سے.....	۳۸۸
۲۹۳	مسجد کے منارہ کو کئی رنگوں سے رنگنا.....	۳۸۹
۲۹۴	مسجد کی زیبائش کے لئے روپیہ خرچ کرنا.....	۳۹۰
۲۹۵	مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا اور ایک دوسرے کو سخت لفظ بولنا.....	۳۹۱
۲۹۶	محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ.....	۳۹۲
۲۹۷	دیوار مسجد میں آیات قرآنی وغیرہ لکھنا.....	۳۹۳
۲۹۸	مسجد کے محراب میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استیلام.....	۳۹۳
۲۹۹	محراب سے اس طغریٰ کو ہٹانا.....	۳۹۴
۳۰۰	مسجد میں کعبہ ومسجد نبویؐ کا فوٹو لٹکانا.....	۳۹۶
۳۰۱	مدینہ کا فوٹو اور اسکی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا.....	۳۹۷
۳۰۲	تعمیر مسجد کی تاریخ کندہ کرا کے مسجد میں لگانا.....	۳۹۸
۳۰۳	نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگوانا.....	۳۹۹
۳۰۴	مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا اور اپنے لئے دعا کرانا اور اپنا نام لکھنا.....	۳۹۹
۳۰۵	چندہ سے تعمیر شدہ مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگانا.....	۴۰۱

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مسکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل نہم:- مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف	
۳۰۶	مسجد کے اندر بنے کمرہ میں دفتر وغیرہ.....	۴۰۳
۳۰۷	تعمیر جدید کے وقت اگر مسجد کا کچھ حصہ دیوار میں آجائے.....	۴۰۳
۳۰۸	مسجد کی تعمیر کنکریٹ کے ذریعے.....	۴۰۴
۳۰۹	مسجد پر غیر شرعی قبضہ.....	۴۰۵
۳۱۰	مسجد کے کچھ حصہ میں متولی کی قبر بنانا.....	۴۰۸
۳۱۱	مسجد میں ادھار لگائی ہوئی اینٹوں کی واپسی.....	۴۱۱
۳۱۲	پرنالہ دوسری جگہ میں اور مسجد کی دیوار میں ایسا تصرف جس سے کسی کی بے پردگی ہو	۴۱۱
۳۱۳	مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر.....	۴۱۴
۳۱۴	مسجد کا کچھ حصہ چھوڑ دینا.....	۴۱۵
۳۱۵	مسجد میں وضو کی جگہ بنانا.....	۴۱۶
۳۱۶	ضرورت مسجد کے لئے غسل خانوں کو باہر منتقل کرنا.....	۴۱۷
۳۱۷	مسجد کی زمین پر مالکانہ قبضہ.....	۴۱۸
۳۱۸	مسجد کے پلاٹ پر ناجائز قبضہ.....	۴۱۹
۳۱۹	حجرۂ امام کا گاٹر جدار مسجد پر.....	۴۲۰
۳۲۰	مسجد کے بالائی حصہ پر امام صاحب کا کمرہ.....	۴۲۱
۳۲۱	مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا.....	۴۲۲
۳۲۲	مسجد کی زمین میں امام کا حجرہ بنانا.....	۴۲۳

متصلاً مکہ جی عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ جی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۳	مسجد کی موقوفہ زمین پر دوسری مسجد بنانا.....	۴۲۳
۳۲۴	نیچے مسجد اوپر رہائش گاہ.....	۴۲۵
۳۲۵	مسجد کی خالی جگہ میں دوکان بنانا.....	۴۲۶
۳۲۶	نیچے دوکان اوپر مسجد.....	۴۲۷
۳۲۷	مسجد کی جگہ میں دوکان بنانا اور ایک دوکان سے دوسرے دوکان میں اقتداء کرنا.....	۴۲۹
۳۲۸	مسجد کے نیچے دوکانیں.....	۴۳۰
۳۲۹	نیچے دوکانیں اوپر مسجد.....	۴۳۱
۳۳۰	مسجد کی دوکانوں کی چھت پر مکانات کی تعمیر کرایہ پر چلانے کیلئے.....	۴۳۳
۳۳۱	دیوار مسجد میں دوکان کی الماری بنانا.....	۴۳۳
۳۳۲	مسجد کے قریب غیر مملوکہ زمین میں مصالح مسجد کے لئے دوکان وغیرہ بنانا.....	۴۳۴
۳۳۳	حفاظت وبقائے مسجد کے لئے صحن مسجد میں دوکانیں بنانا.....	۴۳۵
۳۳۴	بڑی چوڑی مسجد کی صفوف کو پنجگانہ نماز میں دائیں بائیں سے کم کرنا.....	۴۳۷
۳۳۵	مسجد میں مکان یا حجرہ بنانا مسجد کی دیوار پر کڑی یا گاٹر رکھنا.....	۴۳۹
۳۳۶	مسجد کی مائک کی حفاظت کے کیلئے حجرہ بنانا.....	۴۳۹
۳۳۷	مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کے لئے الماری بنوانا.....	۴۴۰
۳۳۸	مسجد کمیٹی کی ناخوشی کے باوجود زبردستی قبضہ اور عمارت بنانا.....	۴۴۱
۳۳۹	مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ اور رہائشی مکان.....	۴۴۲
۳۴۰	مدرسہ کا کچھ سامان کڑی وغیرہ مسجد کی چھت پر رکھنا.....	۴۴۲
۳۴۱	غیر آباد مسجد کو محفوظ کرنے کی صورت.....	۴۴۳
۳۴۲	نئی تعمیر میں مسجد کا فرش اونچا رکھ کر نیچے تہہ خانہ بنادیا تو نماز کہاں پڑھی جائے.....	۴۴۴

متصلاً مکہ مکرمہ عبد لیجیو پھلیے رحمۃ اللہ علیہ حی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۳	مدرسہ والوں کی آنے جانے کی سہولت کیلئے مسجد کی مغربی دیوار میں دروازے بنانا	۴۴۸
۳۴۴	مسجد میں مکان کا دروازہ کھولنا.....	۴۴۹
۳۴۵	مسجد کی دوبارہ تعمیر کے وقت مسجد کا کچھ حصہ تعمیر میں شامل کیا.....	۴۵۰
۳۴۶	صحن مسجد میں کنواں بنانا.....	۴۵۲
۳۴۷	مسجد میں کنواں بنانا.....	۴۵۴
۳۴۸	دیوار مسجد کی مرمت.....	۴۵۵
۳۴۹	مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا.....	۴۵۵
۳۵۰	مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا.....	۴۵۷
۳۵۱	احاطۂ مسجد میں طہارت خانہ بنانا درست ہے.....	۴۵۸
۳۵۲	مسجد سے متصل بیت الخلاء.....	۴۶۱
۳۵۳	مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا.....	۴۶۲
۳۵۴	مسجد سے متعلق بیت الخلاء بنانا.....	۴۶۲
۳۵۵	مسجد سے متعلق جگہ میں بیت الخلاء بنانا.....	۴۶۴
۳۵۶	پیشاب خانے اور بیت الخلاء کے اوپر مسجد کا گنبد بنانا.....	۴۶۵
	فصل دھم:- مسجد اور اس کے سامان کو بیچنا	
۳۵۷	مسجد کی موقوفہ زمین کی بیع کرنا.....	۴۶۷
۳۵۸	غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا.....	۴۶۸
۳۵۹	غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا.....	۴۶۹
۳۶۰	مسجد کے لئے وقف قطعۂ زمین کو فروخت کرنا.....	۴۷۱

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حج

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۱	زیادہ آمدنی کی توقع پر مسجد کی زمین فروخت کرنا.....	۴۷۱
۳۶۲	مصالح مسجد کے لئے دی گئی زمین کو فروخت کرنا.....	۴۷۳
۳۶۳	وقف مسجد کا فروخت کرنا.....	۴۷۴
۳۶۴	فقیروں کی دی ہوئی مسجد کی بیع وغیرہ.....	۴۷۵
۳۶۵	مسجد کی اینٹوں کا فروخت کرنا.....	۴۷۸
۳۶۶	فرش مسجد کے ملبہ کا نیلام اور استعمال.....	۴۷۹
۳۶۷	اراضی مسجد پر کاشتکاروں کے قبضہ کے اندیشہ سے ان کو فروخت کر کے اس رقم سے ذریعہ آمدنی بنانا.....	۴۷۹
۳۶۸	پرانی مسجد توڑ کر اس کا سامان نئی مسجد میں لگانا یا فروخت کرنا.....	۴۸۱
۳۶۹	سامان مسجد کا فروخت کرنا.....	۴۸۲
۳۷۰	مسجد کا سامان فروخت کرنا.....	۴۸۲
۳۷۱	ایک مسجد کی زائد اینٹین خرید کر دوسری مسجد میں لگانا.....	۴۸۳
۳۷۲	پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں کیا اس کو فروخت کرنا درست ہے.....	۴۸۴
۳۷۳	پرانی مسجد کے سامان کو فروخت کرنا اور حجرۂ امام میں صرف کرنا.....	۴۸۴
۳۷۴	فرش مسجد کے پرانے ٹائیل فروخت کر کے قیمت مسجد میں صرف کرنا یا اپنے گھر کے لئے خریدنا.....	۴۸۶
۳۷۵	مسجد کی لکڑی وغیرہ فروخت کر کے ضروریات میں خرچ کرنا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا	۴۸۷
۳۷۶	مسجد کے کنویں کا جنگلہ فروخت کر کے مسجد کا کواڑ بنوانا.....	۴۸۸
۳۷۷	انہدام مسجد پر اس کی اشیاء کی بیع.....	۴۸۹
۳۷۸	انقاض مسجد کا حکم.....	۴۹۰

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجی عبد لیجیو پھلیے متصلا مکہ حجی

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۹	انقاض مسجد کی بیع.....	۴۹۱
۳۸۰	مسجد کے درخت کا پھل فروخت کرنا.....	۴۹۲
۳۸۱	مسجد کا تیل وغیرہ فروخت کرنا.....	۴۹۲
۳۸۲	مسجد کے تیل کو فروخت کرنا.....	۴۹۳
۳۸۳	مسجد میں دی ہوئی اشیاء کو بار بار نیلام کرنا.....	۴۹۴
۳۸۴	ویران ہو جانے کے بعد مسجد کا حکم.....	۴۹۵
۳۸۵	مسجد ویران ہونے پر اس کی جائیداد وسامان کا حکم ومسجد کو قصداً ویران کرنا.....	۴۹۵
۳۸۶	مسجد کی نیت سے چھوڑی زمین میں تصرف کا حکم.....	۵۰۳
۳۸۷	بلا وقف مسجد کو دی گئی جائیداد فروخت ہو سکتی ہے.....	۵۰۴
۳۸۸	مسجد کی زمین میں تعمیر کر لی تو وہ کس کی ہے۔.....	۵۰۵

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۲۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

فصل یازدھم

مسجد میں مدرسہ قائم کرنا

۱	مسجد کو مدرسہ بنانا	۲۸
۲	مسجد کے دالان میں مدرسہ.....	۲۹
۳	مسجد کے دالانوں کو دفتر انجمن بنانا.....	۲۹
۴	مسجد کی زمین میں اسکول قائم کرنا.....	۳۰
۵	نیچے مدرسہ اوپر مسجد.....	۳۱
۶	مسجد کی جگہ پر نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد.....	۳۲
۷	مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے کی صورت.....	۳۴
۸	مسجد کے ایک حصہ میں بچوں کی تعلیم	۳۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹	صحن مسجد کو مدرسہ کے لئے لینا.....	۳۶
۱۰	مسجد سے متصل خالی جگہ پر مدرسہ قائم کرنا.....	۳۷
۱۱	مسجد سے متصل اسکول بنانا.....	۳۹
۱۲	مسجد کی جگہ کو مدرسہ کے لیے استعمال کرنا.....	۴۰
۱۳	مسجد کے پیچھے مدرسہ بنانا.....	۴۱
۱۴	مسجد میں تعلیم کے حدود.....	۴۱
۱۵	تنخواہ لیکر مسجد میں تعلیم دینا.....	۴۲
۱۶	مسجد میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا.....	۴۳
۱۷	مخلوط تعلیم، مسجد میں دنیوی تعلیم، غیر شرعی لباس کے ساتھ مسجد میں تعلیم.....	۴۵
۱۸	مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا.....	۴۶
۱۹	مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا.....	۴۷
۲۰	مسجد میں تعلیم صبیان.....	۴۸
۲۱	مسجد میں غیر دینی تعلیم دینا.....	۴۹
	فصل دوازدھم: مسجد میں مالِ حرام صرف کرنا	
۲۲	مال حرام مسجد میں صرف کرنا.....	۵۱
۲۳	مال حرام سے مسجد وکنواں اور مکان کی تعمیر.....	۶۰
۲۴	مال غیر طیب سے تعمیر مسجد.....	۶۲
۲۵	مال حرام سے بنائی ہوئی مسجد.....	۶۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶	شراب کی آمدنی سے مسجد میں چندہ.....	۶۵
۲۷	جائز آمدنی سے چندہ.....	۶۵
۲۸	مخلوط آمدنی سے مسجد میں چندہ.....	۶۵
۲۹	ایضاً.....	۶۶
۳۰	چوری کے مال سے چندہ.....	۶۶
۳۱	شراب کی آمدنی سے چندہ.....	۶۶
۳۲	مخلوط آمدنی والے کا چندہ مسجد میں.....	۶۸
۳۳	حلال وحرام روپیہ سے بنی ہوئی مسجد میں نماز.....	۶۸
۳۴	حلال حرام روپیہ سے خریدنے کے بعد پھر حلال مال سے خریدنے کا مسئلہ.....	۶۸
۳۵	مالِ حرام سے دینی خدمت.....	۶۹
۳۶	قوالی اور اس کی آمدنی مسجد میں دینا.....	۷۰
۳۷	قوالی کے لئے جمع کیا گیا روپیہ مسجد میں.....	۷۲
۳۸	مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں دینا.....	۷۳
۳۹	ناجائز مال مسجد ومدرسہ میں دینا.....	۷۴
۴۰	ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں.....	۷۵
۴۱	سودی کاروبار کرنے والی سوسائٹی کا دیا ہوا روپیہ مسجد وامام وغیرہ کیلئے.....	۷۵
۴۲	وصیت اور خواب کہ سود کا پیسہ مسجد میں دیا جائے.....	۷۸
۴۳	سود کا پیسہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں لگانا.....	۷۹
۴۴	سودی قرض پر لیا روپیہ مسجد کے ضمان میں دینا.....	۸۱
۴۵	سودی قرض کا روپیہ مسجد میں.....	۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۶	مسجد تعمیر کے لئے سود پر قرض لینا.....	۸۲
۴۷	مسجد کے لئے سودی قرض.....	۸۲
۴۸	تعمیر مکان کے لئے مسجد کمیٹی کا سود پر رقم لینا.....	۸۴
۴۹	سود خور کو ترکہ میں ملی رقم مسجد میں لگانا.....	۸۵
۵۰	قیمت شراب سے بنی ہوئی مسجد میں نماز.....	۸۵
۵۱	شراب کا روپیہ مسجد میں لگ جائے تو کیا کیا جائے.....	۸۶
۵۲	خنزیر کے بالوں سے برش بنانیکی اجرت کا پیسہ مسجد میں لگانا.....	۸۷
۵۳	خنزیر کے بالوں کے برش کی اجرت کا پیسہ مسجد میں دیا ہوا کیا واپس کیا جائیگا.....	۸۸
۵۴	جس مسجد میں خنزیز کے بالوں کی اجرت کا پیسا لگا ہو اس میں نماز.....	۸۸
۵۵	ساہوکار کا روپیہ مسجد میں.....	۸۹
۵۶	مسجد کا بیمہ.....	۸۹
۵۷	نقصان شدہ شئ کا ضمان مسجد میں دینا.....	۹۰
۵۸	مالی جرمانہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا.....	۹۱
۵۹	بلیک مارکیٹنگ کرنے والے کا روپیہ مسجد میں.....	۹۲
۶۰	جائداد مغصوبہ کو مسجد وغیرہ میں صرف کرنا.....	۹۳
۶۱	سنیما کی آمدنی مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۹۴
۶۲	واہب کی اولاد کا موہوب لہ کی اولاد سے شئ موہوب کو واپس لیکر مسجد میں دینا.....	۹۵
۶۳	طوائف کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز.....	۹۶
۶۴	رنڈی کا مسجد میں ٹین ڈلوانا.....	۹۷
۶۵	فاحشہ کی دی ہوئی چیز کا مسجد میں استعمال.....	۹۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۶	فلم ایکٹر کی آمدنی مسجد و مدرسہ میں.....	۱۰۰
۶۷	ایضاً.....	۱۰۰
۶۸	چوری کا سیمینٹ مسجد میں لگانا.....	۱۰۱
۶۹	بلیک سے خریدے ہوئے سیمنٹ کا مسجد کے لئے استعمال.....	۱۰۲
۷۰	قرض لیکر تعمیر مسجد میں رقم دی وہ حلال ہے.....	۱۰۳
۷۱	زمین دارہ ختم ہوکر اس کا معاوضہ مسجد میں خرچ کرنا.....	۱۰۴
۷۲	مہر کی رقم مسجد میں دیکر شوہر کے حصہ کی واپسی.....	۱۰۵
۷۳	قاضی صاحب کا مقدمہ کے فریقین سے جو شخص جیت جائے اس سے روپیہ لینا اور پھر مسجد میں دینا.....	۱۰۶
۷۵	بیعانہ مسجد میں لگانا.....	۱۰۷
۷۶	لقطہ کا روپیہ مسجد میں لگانا.....	۱۰۸
۷۷	توسیع مسجد کے لئے حکومت سے امداد.....	۱۰۹
	فصل سیزدھم: مسجد میں کافر کا مال صرف کرنا	
۷۸	غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں، اور ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ الآیۃ کا مطلب.....	۱۱۱
۷۹	غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں.....	۱۱۵
۸۰	غیر مسلم کا پیسہ تعمیر مسجد میں.....	۱۱۶
۸۱	غیر مسلم کا مسجد کی تعمیر کے لئے روپیہ دینا.....	۱۱۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	غیر مسلم کے مسجد تعمیر کرنے کا حکم	۱۱۸
۸۳	غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرنا	۱۲۰
۸۴	ہندو مسلم کا مخلوط پیسہ تعمیر مسجد میں صرف کرنا	۱۲۱
۸۵	مسجد میں اہل ہنود کا روپیہ	۱۲۲
۸۶	کفار کا روپیہ مسجد وعیدگاہ میں صرف کرنا	۱۲۳
۸۷	کافر بے دین کا روپیہ جدید مسجد میں	۱۲۴
۸۸	شیعہ اور پھرائیوں اور غیر مسلم کا روپیہ مسجد میں	۱۲۵
۸۹	مسجد کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا	۱۲۶
۹۰	غیر مسلم کا چندہ	۱۲۷
۹۱	غیر مسلم کا مسجد کے لئے وقف کرنا	۱۲۸
۹۲	غیر مسلم کی زمین سے مٹی لیکر مسجد میں لگانا	۱۲۹
۹۳	ہندو کا مسجد میں لوٹے دینا	۱۳۰
۹۴	ہندو کا مسجد میں افطاری دینا	۱۳۰
	فصل چھاردھم	
	مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال کرنا	
۹۵	ایک مسجد کی آمدنی دیگر مساجد پر صرف کرنا	۱۳۲
۹۶	مسجد کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا	۱۳۳
۹۷	مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا	۱۳۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۸	مسجد کے لئے چندہ کر کے مدرسہ بنوانا.....	۱۳۶
۹۹	آمدنی مسجد سے مکتب قائم کرنا.....	۱۳۸
۱۰۰	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا.....	۱۴۰
۱۰۱	مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد میں بطور ہدیہ دینا.....	۱۴۱
۱۰۲	ایک مسجد کے لئے چندہ کر کے دوسری میں خرچ کرنا.....	۱۴۲
۱۰۳	مسجد کی آمدنی سے مدرسہ میں چندہ دینا.....	۱۴۳
۱۰۴	مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۱۴۴
۱۰۵	مسجد کی تعمیر سے بچی ہوئی رقم دینی مدرسہ میں	۱۴۵
۱۰۶	مسجد کی چیز پتھر وغیرہ مدرسہ میں لگانا.....	۱۴۶
۱۰۷	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا.....	۱۴۶
۱۰۸	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا.....	۱۴۷
۱۰۹	مسجد و مدرسہ کی زائد آمدنی دوسری مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۱۴۸
۱۱۰	مسجد قدیم کی آمدنی مسجد جدید پر خرچ کرنا.....	۱۴۹
۱۱۱	مسجد قدیم کی آمدنی کا مصرف.....	۱۵۰
۱۱۲	مسجد کی آمدنی سے امام صاحب کا حجرہ بنانا.....	۱۵۰
۱۱۳	مسجد کی دوکانوں کو کرایہ پر اور شادی کی آمدنی سے امام کی تنخواہ.....	۱۵۱
۱۱۴	مسجد کی آمدنی سے تنخواہ وضع کرنے کا قانون.....	۱۵۲
۱۱۵	لائبریری مسجد میں اور مسجد کی آمدنی سے لائبریری چلانا.....	۱۵۳
۱۱۶	مسجد کا روپیہ سود پر قرض دینا.....	۱۵۴
۱۱۷	عیدگاہ اور مسجد کا روپیہ قرض دینا.....	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۸	مسجد کا دھان ادھار دینا.....	۱۵۵
۱۱۹	مسجد کا روپیہ روپیہ تجارت کے لئے دینا.....	۱۵۶
۱۲۰	مسجد کا پیسہ تجارت کے لئے.....	۱۵۷
۱۲۱	مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا.....	۱۵۸
۱۲۲	مسجد و مدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا.....	۱۵۸
۱۲۳	ورکنگ کمیٹی کا مسجد کے فنڈ سے قرض لیکر مدرسہ میں کرچ کرنا.....	۱۵۹
۱۲۴	مسجد کا روپیہ رویت ہلال کمیٹی میں خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں؟.....	۱۶۰
۱۲۵	مسجد کے روپیہ سے قبرستان کی زمین خریدنا.....	۱۶۰
۱۲۶	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لئے قرض دینا.....	۱۶۱
۱۲۷	تحفظ مسجد کیلئے لڑے جانے والے مقدمہ کے مصارف مسجد کی رقم سے.....	۱۶۲
۱۲۸	مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا.....	۱۶۵
۱۲۹	مسجد کے پیسے سے غسلخانہ کے لئے بالٹی خریدنا.....	۱۶۵
۱۳۰	مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسلخانہ بنانا، لہو ولعب کی تقریب میں شرکت.....	۱۶۶
۱۳۱	مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانا.....	۱۶۸
۱۳۲	مسجد کی آمدنی سے امام مسجد کا حجرہ واستنجاء خانہ بنوانا.....	۱۶۹
۱۳۳	غسل خانہ وغیرہ میں روشنی کا انتظام.....	۱۷۰
۱۳۴	امام یا مؤذن کو تنخواہ میں زمین دینا.....	۱۷۱
۱۳۵	مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا.....	۱۷۲
۱۳۶	مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا.....	۱۷۳
۱۳۷	متعلقین مسجد کو انعام.....	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۸	مسجد کی آمدنی سے افطار کرنا.....	۱۷۵
۱۳۹	مسجد کی آمدنی سے حافظ تراویح کو انعام دینا.....	۱۷۶
۱۴۰	عیدین وجمعہ کے موقع پر مسجد کی آمدنی سے عام شاہراہ پر فرش بچھوانا.....	۱۷۷
۱۴۱	رقم مسجد تراویح کے حافظ پر خرچ کرنا.....	۱۷۷
۱۴۲	مسجد کی فاضل رقم کا مصرف.....	۱۷۸
۱۴۳	اوقافِ مساجد کے مصارف.....	۱۷۹
۱۴۴	مسجد اور مدرسہ کی دوکان ومکان کے کرایہ کا مصرف.....	۱۸۱
۱۴۵	مسجد کی آمدنی سے تنخواہ مین تقلیل اور اسکول میں خرچ.....	۱۸۲
۱۴۶	مسجد کا چندہ عمومی کام میں خرچ کرنا.....	۱۸۳
۱۴۷	مسجد کے روپیہ سے کسی غریب کی حالت کو سدھارنا.....	۱۸۴
۱۴۸	کمرۂ مسجد میں مدرسہ ہے اس کا کرایہ مسجد کو.....	۱۸۴

فصل پانزدھم: اشیاء مسجد کا استعمال

۱۴۹	مسجد کی چیزوں کا ذاتی کام میں استعمال کرنا.....	۱۸۷
۱۵۰	مسجد کے لوٹے ذاتی کام میں استعمال کرنا.....	۱۸۷
۱۵۱	مسجد کا فرش یا روپیہ اپنے کام میں لانا.....	۱۸۸
۱۵۲	مسجد کے کسی حصہ کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے مخصوص کرلینا.....	۱۸۹
۱۵۳	مسجد کا لوٹا اور جگہ مخصوص کرنا.....	۱۸۹
۱۵۴	مسجد کا کوئی لوٹا اپنے لیے خاص کرنا.....	۱۹۰
۱۵۵	مساجد کے لوٹے وغیرہ عیدگاہ میں لے جانا.....	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۶	ایک مسجد کا لوٹا، صف وغیرہ واپسی کے وعدہ پر دوسری مسجد کے لئے لینا.....	۱۹۲
۱۵۷	مسجد کا سامان ذاتی مصرف میں لانا.....	۱۹۳
۱۵۸	مسجد کی الماری میں اپنا تجارتی سامان رکھنا.....	۱۹۳
۱۵۹	مسجد میں دینی کتابیں وغیرہ رکھنا.....	۱۹۴
۱۶۰	مسجد کے چراغ میں اپنا وظیفہ پڑھنا.....	۱۹۵
۱۶۱	مسجد کا ہیٹر اپنی ضرورت یا تلاوت کے لئے استعمال کرنا.....	۱۹۶
۱۶۲	مسجد کی کتاب کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرنا.....	۱۹۶
۱۶۳	مسجد کا تیل یا ڈھیلا اپنے گھر لیجانا.....	۱۹۷
۱۶۴	مسجد کی سیڑھی وغیرہ اپنے گھر میں لے جا کر استعمال کرنا.....	۱۹۸
۱۶۵	مسجد کا گرم پانی گھر لیجانا.....	۱۹۸
۱۶۶	مسجد کا کنواں، نل، ڈول رسی استعمال کرنا.....	۱۹۹
۱۶۷	مسجد کے نل سے اہل محلّہ کا پانی لینا.....	۲۰۰
۱۶۸	مسجد کے ٹانکہ سے محلّہ والوں کا پانی لے جانا.....	۲۰۱
۱۶۹	مسجد کی اشیاء کا امام ومؤذن کے لئے استعمال.....	۲۰۲
۱۷۰	باجازت متولی مسجد کا تیل امام ومؤذن کے لئے.....	۲۰۲
۱۷۱	مسجد کا تیل امام کے لئے.....	۲۰۳
۱۷۲	مسجد کا تیل وغیرہ امام کو استعمال کرنا.....	۲۰۵
۱۷۳	حمام کے کوئلہ سے امام کا چائے بنانا.....	۲۰۶
۱۷۴	بچی ہوئی موم بتی بیچ کر امام کی تنخواہ وغیرہ میں لگانا.....	۲۰۶
۱۷۵	مسجد کا چراغ گل کرنا اور ضرورت سے زائد چراغ جلانا.....	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۶	مسجد میں چراغ کب تک جلے.....	۲۰۸
۱۷۷	مسجد کا چراغ کب تک جلے اور فرش کب تک بچھے.....	۲۰۹
۱۷۸	مسجد کی بجلی دوسرے کو دینا.....	۲۱۰
۱۷۹	مسجد کے پنکھے کا استعمال.....	۲۱۰
۱۸۰	بجلی کا پنکھا غیر اوقات نماز میں چالو کرنا.....	۲۱۱
۱۸۱	مسجد کے بیت الخلاء کا استعمال.....	۲۱۲
۱۸۲	درخت مسجد کے پھل کا استعمال.....	۲۱۳
۱۸۳	مسجد کی چھت سے گری ہوئی لکڑی کو پانی گرم کرنے کے لئے استعمال کرنا.....	۲۱۴
۱۸۴	مسجد کا گرم پانی بے نمازیوں کو استعمال کرنا.....	۲۱۴
۱۸۵	مسافر کے لئے مسجد کی چٹائی کا استعمال.....	۲۱۶
۱۸۶	مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں.....	۲۱۶
۱۸۷	مسجد کا لوٹا و مصلی باہر لے جا کر استعمال کرنا.....	۲۱۷
۱۸۸	مسجد کی جائے نماز وغیرہ کا محافظ مؤذن ہے تقریبات میں استعمال کرنیکی اجازت نہیں	۲۱۸
۱۸۹	تبلیغی جماعت کے لئے اشیاء مسجد کا استعمال.....	۲۱۹
۱۹۰	حجرۂ مسجد میں کتابت.....	۲۲۱
۱۹۱	مسجد سے متعلق جگہ پر کھانا پکانا.....	۲۲۱
۱۹۲	مسجد کا سامان مانگنا.....	۲۲۲
۱۹۳	مسجد کا سامان اور مکان جو استعمال کرے وہ کرایہ دے.....	۲۲۳
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل شانزدھم: مسجد کی چیزیں کرائے پر دینا	
۱۹۴	مسجد کی دوکان کرایہ پر ہے، کرایہ کا اضافہ نہ کرایا جائے تو کیا حکم ہے؟.....	۲۲۵
۱۹۵	مسجد کی کرسی اونچی کرکے نیچے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا.....	۲۲۶
۱۹۶	مسجد کی زمین میں کرائے دار کیلئے دوکان بنانا.....	۲۲۸
۱۹۷	حوض کی جگہ کرایہ کے لئے دوکان بنانا.....	۲۲۹
۱۹۸	مسجد پر بورڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا.....	۲۲۹
۱۹۹	کسی حصہ مسجد کو ذریعہ آمدنی بنانا.....	۲۳۰
۲۰۰	مسجد کی وقف زمین کو کرایہ پر دینا.....	۲۳۱
۲۰۱	مسجد کی جگہ سینما کے لئے کرایہ پر دینا.....	۲۳۲
۲۰۲	سودی کاروبار کے لئے مسجد کی دوکانیں کرایہ پر دینا.....	۲۳۲
۲۰۳	مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے برتنوں کو کرایہ پر دینا.....	۲۳۳
۲۰۴	مسجد کی اشیاء کو عاریت پر دینا.....	۲۳۳
۲۰۵	ناجائز فعل کے لئے کرایہ پر برتن دے کر مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۳۴
۲۰۶	بلا مجبوری کے کرایہ دار کو تکلیف دینا.....	۲۳۵
۲۰۷	مسجد کی زمین کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لینا.....	۲۳۵
۲۰۸	صحن مسجد سے درخت کاٹ کر برآمدہ برائے کرایہ بنانا.....	۲۳۷
۲۰۹	جتنی زمین خریدی اس سے زائد پر مکان بنالیا.....	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل هفدهم: مسجد کے لئے چندہ کرنا	
۲۱۰	چندۂ مسجد کا حکم.....	۲۲۴۰
۲۱۱	مسجد کا خرچ ذاتی پیسے سے ہو یا چندہ سے.....	۲۴۰
۲۱۲	مسجد و مدرسہ کے نام سے مشترکہ چندہ کرنا.....	۲۴۲
۲۱۳	مسجد و مدرسہ کے لئے مشترک چندہ سے مسجد کی توسیع اور مدرسہ کیلئے دوکان بنانا.....	۲۴۳
۲۱۴	چندۂ مسجد و انجمن سے مٹھائی وغیرہ.....	۲۴۴
۲۱۵	جو چندہ برآمدۂ مسجد کے لئے کیا گیا ہے اس سے کرایہ کی دوکانیں بنانا.....	۲۴۶
۲۱۶	اذان خانہ کے لئے چندہ کیا گیا اس سے مسافر خانہ بنانا.....	۲۴۸
۲۱۷	مسجد کے لئے چندہ ایک مٹھی چاول ہر روز.....	۲۴۸
۲۱۸	جبراً چندہ لینا.....	۲۴۹
۲۱۹	مسجد کے لئے جبراً چندہ لینا.....	۲۵۰
۲۲۰	مسجد کی تعمیر کے لئے زبردستی چندہ لینا.....	۲۵۱
۲۲۱	مسجد کے لئے چندہ دے کر واپس لینا.....	۲۵۲
۲۲۲	چندہ حوض کے لئے جمع کیا گیا پھر اس کو دوسرے کام میں خرچ کرنا.....	۲۵۴
۲۲۳	چندہ کے ضمان کی ایک صورت، چندہ وقف نہیں ہوتا.....	۲۵۷
۲۲۴	افطار کے لئے دیا ہوا روپیہ مسجد کے دوسرے کام میں صرف کرنا.....	۲۵۸
۲۲۵	مسجد میں پمپ کے لئے چندہ کیا گیا کچھ باقی بچا خرچ نہیں ہوا اسکو کیا کیا جائے.....	۲۵۸
۲۲۶	دروازۂ مزار پر صندوق کے چندہ سے مؤذن و امام کی تنخواہ.....	۲۶۰
۲۲۷	مسجد میں بدعتی کا چندہ.....	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۸	بریلوی، دیوبندی کی مسجد میں امداد کرنا.....	۲۶۱
۲۲۹	گولک کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں لگانا.....	۲۶۱
۲۳۰	لاوارث میت کے کفن کیلئے چندہ کیا، کچھ بچ گیا اس کو مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۶۲
۲۳۱	لاوارث کا مال مسجد میں.....	۲۶۳
۲۳۲	بھیک مانگا ہوا روپیہ مسجد میں دینا.....	۲۶۴
۲۳۳	رجب کے کونڈے کی قیمت مسجد میں.....	۲۶۴
۲۳۴	مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا.....	۲۶۵
۲۳۵	مقروض کا قرض خواہ کی طرف سے قرض مسجد میں دینا.....	۲۶۶
۲۳۶	مانگا ہوا پیسہ مسجد میں صرف کرنا.....	۲۶۷
	فصل هیژدهم: متفرقات مسجد	
۲۳۷	ایک مسجد کے متعلق اختلاف کہ وہ سنیوں کی ہے یا شیعوں کی.....	۲۶۸
۲۳۸	مسجد کا غلبہ فروخت کرنے والا ضامن بنا تو اس سے قیمت وصول کی جاسکتی ہے.....	۲۷۰
۲۳۹	برمے کی مشین بدل دی تو کیا اب بھی اول برما لگانے والے کو ثواب ملے گا.....	۲۷۰
۲۴۰	غیر مسلم کا مسجد کے لئے نذر ماننا اور پھر اس میں نماز پڑھنا.....	۲۷۲
۲۴۱	پھینکے ہوئے سیمنٹ کو درست کر کے فروخت کیا گیا اور پھر اس سے مسجد کا فرش بنایا گیا	۲۷۲
۲۴۲	آپسی نااتفاقی کی بنا پر ایک مسجد کو ویران کرنا.....	۲۷۳
۲۴۳	مخصوص مسجد کو جان کے اندیشہ سے چھوڑنا.....	۲۷۵
۲۴۴	مسجد کی چھت سے بجلی کا تار گذروانا.....	۲۷۶
۲۴۵	مسجد کی بجلی کا تار کسی کے مکان پر.....	۲۷۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۶	مسجد سے ملا کر اپنی تعمیر کرنا.....	۲۷۸
۲۴۷	کفن کا مصلی مسجد میں	۲۷۹
۲۴۸	مسجد میں رومال یا مصلی رکھدینا.....	۲۷۹
۲۴۹	ٹاؤن ایریا کمیٹی سے سستی قیمت پر ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں استعمال کرنا.....	۲۸۱
۲۵۰	مسجد کے نام پر دینی درسگاہ بنانا.....	۲۸۲
۲۵۱	مسجد نما اور درمیان میں قبر بنانے کا حکم.....	۲۸۳
۲۵۲	مسجد میں روپیہ دینے کا وعدہ کر کے روپیہ نہ دینا.....	۲۸۴
۲۵۳	ایک مسجد میں روپیہ لگانے کا اردہ کرنے کے بعد دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۸۵
۲۵۴	مسجد کی آمدنی کو ختم کر دینے کا کسی کو بھی حق نہیں.....	۲۸۶
۲۵۵	اپنے مکانات فروخت کرنا جس سے کہ مسجد ویران ہو جائے.....	۲۸۷
۲۵۶	مکان اور مسجد کے درمیان کتنا راستہ چھوڑا جائے.....	۲۸۹
۲۵۷	بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا.....	۲۹۰
۲۵۸	حفاظت سامان کے لئے مسجد میں تالا ڈالنا.....	۲۹۰
۲۵۹	مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کیوجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکنا	۲۹۱
۲۶۰	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے.....	۲۹۳
۲۶۱	مسجد کے لئے پتھر خرید لے اور ایک پتھر بطور یادگار دیدیا.....	۲۹۴
۲۶۲	مسجد میں جو چیز دی جائے وہ کس کا حق ہے.....	۲۹۶
۲۶۳	مسجد میں گلگلے اور شیرینی آئے تو اس کا مستحق کون ہے؟.....	۲۹۶
۲۶۴	مساجد کے شہید کرنے پر فوراً سزا کیوں نہیں دی جاتی.....	۲۹۷
۲۶۵	محض ضد کی وجہ سے مسجد چھوڑنا.....	۲۹۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۶	ضد کی وجہ سے پہلی مسجد کو گرانا.....	۲۹۸
۲۶۷	غیر آباد مسجد میں میت دفن کرنا.....	۳۰۰
۲۶۸	مسجد کی آبادی.....	۳۰۲
۲۶۹	مسجد کا خادم جب بوڑھا اور ضعیف ہو جائے تو کیا کریں؟.....	۳۰۵
۲۷۰	خادم مسجد کو وراثت کا حق نہیں.....	۳۰۵
۲۷۱	سرکاری ٹنکی سے مسجد میں پانی لینا.....	۳۰۸
۲۷۲	مخصوص خاندان کا اپنی بنائی ہوئی مسجد کو اپنی ملک کی طرح سمجھنا.....	۳۰۹
۲۷۳	مسجد کے حجرہ پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے کو نکالنا.....	۳۱۰
۲۷۴	پیسہ روپیہ کی تصویر پر قیاس اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کا مطالعہ کا حکم.....	۳۱۱
۲۷۵	مسجد کو شہید کرنے سے ضمان.....	۳۱۲
۲۷۶	تین مسجدیں دہلی میں شہید کر دی گئیں اب ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے.....	۳۱۵
	کسی مسجد کا گنبد روضۂ اقدسؐ کے گنبد کی طرح بنانا.....	۳۱۶

باب ششم: - آداب مسجد

فصل اول: مسجد میں مستحب اور مکروہ کام

۲۷۷	آداب مسجد.....	۳۱۷
۲۷۸	دخول مسجد کی دعاء کہاں پڑھی جائے.....	۳۱۸
۲۷۹	صحن مسجد کا احترام.....	۳۱۹
۲۸۰	صحن مسجد میں نماز.....	۳۲۰
۲۸۱	مسجد کی چھت پر تیز گرمی میں نماز.....	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۲	جوتا پہن کر مسجد میں جانا، نماز پڑھنا.....	۳۲۲
۲۸۳	مسجد کے متصل فرش پر جوتا پہن کر جانا.....	۳۲۳
۲۸۴	جوتے پہن کر مسجد میں جانا تعمیر کے وقت.....	۳۲۵
۲۸۵	خام صحن مسجد میں جوتا پہن کر جانا.....	۳۲۶
۲۸۶	ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا.....	۳۲۹
۲۸۷	مسجد میں ناپاک کپڑوں کا دھونا.....	۳۲۹
۲۸۸	فرش مسجد کے متصل کپڑے دھونا.....	۳۳۰
۲۸۹	تالاب کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا.....	۳۳۱
۲۹۰	صبیان اور مجانین کو مسجد میں داخل کرنا.....	۳۳۲
۲۹۱	مسجد میں قربانی کرنا.....	۳۳۲
۲۹۲	مسجد کی صفائی برش سے.....	۳۳۳
۲۹۳	فرش مسجد پر وضوء.....	۳۳۴
۲۹۴	مسجد کی دیوار پر بیٹھ کر وضو کرنا.....	۳۳۵
۲۹۵	وضوء کی نالی صحن مسجد کے نیچے سے گذرتی ہو تو اس کا حکم.....	۳۳۶
۲۹۶	ناک صاف کر کے مسجد سے ہاتھ پونچھنا.....	۳۳۷
۲۹۷	مسجد میں لوٹا رکھ کر اس میں تھوکنا.....	۳۳۷
۲۹۸	مسجد میں کنگھی کرنا.....	۳۳۸
۲۹۹	مسجد کے غسل خانہ میں پاخانہ کرنا.....	۳۳۸
۳۰۰	وضو خانہ کے پاس پیشاب کرنا.....	۳۳۹
۳۰۱	مسجد میں چھپکلی مارنا.....	۳۴۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۲	مسجد کی چھت پر چڑیا کا شکار.....	۳۴۰
۳۰۳	مسجد میں کبوتر پکڑنا.....	۳۴۱
۳۰۴	پرندوں کا گھونسلہ مسجد سے دور کرنا.....	۳۴۲
۳۰۵	عورتوں کا مسجد میں جانا.....	۳۴۲
۳۰۶	تعلیم دینے کے لئے عورتوں کا مسجد میں کو آنا جانا.....	۳۴۳
۳۰۷	عورتوں کا مسجد کو گذرگاہ بنانا.....	۳۴۴
۳۰۸	عورتوں کا طاق بھرنے کیلئے مسجد میں جانا.....	۳۴۵
۳۰۹	بازار میں واقع مسجد میں لوگوں کی آمدورفت کیوجہ سے بے حرمتی کا اندیشہ.....	۳۴۶
۳۱۰	مدرسہ کا راستہ مسجد میں.....	۳۴۷
۳۱۱	مسجد میں چہل قدمی.....	۳۴۸
۳۱۲	مسجد میں ٹہلتے ہوئے تسبیح پڑھنا.....	۳۴۹
۳۱۳	شاہی مسجد کو تفریح گاہ بنانا.....	۳۵۰
۳۱۴	مسجد کی زمین اور قبرستان میں فٹ بال کھیلنا.....	۳۵۱
۳۱۵	مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا.....	۳۵۲
۳۱۶	اذان کے وقت مسجد میں بات کرنا.....	۳۵۳
۳۱۷	مسجد میں دنیا کی بات	۳۵۴
۳۱۸	مسجد میں سیاسی اقتصادی باتیں کرنا.....	۳۵۵
۳۱۹	مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا.....	۳۵۶
۳۲۰	مسجد میں الیکشن کا مشورہ کرنا.....	۳۵۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۱	مسجد کے دروازہ پر لغویات کی مجلس	۳۵۷
۳۲۲	مسجد میں جلسہ وتقریر	۳۵۹
۳۲۳	مسجد میں سیاسی جلسہ وغیرہ	۳۶۰
۳۲۴	مسجدیں سیاسی جلسوں کے لئے نہیں	۳۶۱
۳۲۵	مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا	۳۶۲
۳۲۶	مسجد میں کرسی پر وعظ کہنا	۳۶۳
۳۲۷	مسجد میں پڑھنے کے لئے آنے والے بچوں سے تقریر کرانا	۳۶۴
۳۲۸	مسجد میں نعت پڑھنا	۳۶۵
۳۲۹	تصویر دار اخبار مسجد میں پڑھنا	۳۶۵
۳۳۰	مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے وعظ سننا	۳۶۶
۳۳۱	مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے قرآن سننا	۳۶۷
۳۳۲	مسجد میں چندہ کرنا	۳۶۸
۳۳۳	مسجد میں چندہ کا اعلان کرنا	۳۶۹
۳۳۴	مسجد میں مسجد کے لئے چندہ	۳۷۰
۳۳۵	گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا	۳۷۱
۳۳۶	مسجد کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے مسجد میں اعلان آویزاں کرنا	۳۷۳
۳۳۷	مسجد میں کلینڈر اور اشتہار کتب لٹکانا	۳۷۴
۳۳۸	مسجد کے صحن میں کاروباری اشتہار	۳۷۵
۳۳۹	نقشہ افطار وسحر میں اشتہار	۳۷۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۰	مسجد میں افطاری اور سحری.....	۳۷۶
۳۴۱	مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا.....	۳۷۷
۳۴۲	مسجد کے سامنے باجہ وغیرہ	۳۷۸
۳۴۳	آواز دار گھڑی مسجد میں.....	۳۷۹
۳۴۴	دیوار مسجد میں تختہ لگا کر قرآن ودینی کتب رکھنا.....	۳۷۹
۳۴۵	مسجد میں تولیہ، آئینہ اور منبر پر غلاف.....	۳۸۰
۳۴۶	مسجد میں آئینہ اور پنجتن کا طغریٰ لٹکانا مکروہ ہے.....	۳۸۱
۳۴۷	مسجد میں تعزیہ رکھنا.....	۳۸۲
۳۴۸	مسجد کا پھول توڑنا.....	۳۸۳
۳۴۹	مسجد میں پھول کے گملے.....	۳۸۴
۳۵۰	مسجد میں درخت.....	۳۸۵
۳۵۱	مسجد میں بجلی کا پنکھا.....	۳۸۵
۳۵۲	سلور جوبلی میں چراغاں	۳۸۷
۳۵۳	ٹوپ پہن کر مسجد میں جانا.....	۳۸۸
۳۵۴	مسجد میں کسی کے لئے جگہ روکنا.....	۳۸۹
۳۵۵	مسجد میں خط لکھنا.....	۳۹۰
۳۵۶	مسجد کا پانی راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہونا چاہئے.....	۳۹۱

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم: مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال	
۳۵۷	غفلت کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر حدیث سنانا.....	۳۹۲
۳۵۸	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے حدیث پاک.....	۳۹۲
۳۵۹	گھروں کی تبلیغ کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے.....	۳۹۳
۳۶۰	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے علاوہ حمد ونعت بھی پڑھنا.....	۳۹۳
۳۶۱	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر نعت وغزل پڑھنا.....	۳۹۵
۳۶۲	تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا.....	۳۹۵
۳۶۳	ماہ مبارک میں رات کو مسجد کے مائک پر نظم وغیرہ پڑھنا.....	۳۹۶
۳۶۴	وعظ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا.....	۳۹۷
۳۶۵	چندہ دینے والوں کے ناموں کا اعلان مسجد کے مائک سے.....	۳۹۷
۳۶۶	فیس دیکر مسجد کے مائک سے اپنا اعلان کرانا.....	۳۹۹
۳۶۷	مسجد کے مائک سے دوسرے اعلان.....	۳۹۹
۳۶۸	ایک مسجد کے مائک کی آواز پورے گاؤں میں جاتی ہے پھر بھی دوسری مسجد کیلئے مائک لانا	۴۰۰
۳۶۹	مسجد کے مائک پر اعلان جبکہ اسکے پھول مسجد کے مناروں پر لگے ہوں.....	۴۰۱
۳۷۰	مسجد میں پیسہ دینے والوں کا اعلان مسجد کے مائک سے.....	۴۰۲
۳۷۱	روپیہ لیکر مسجد کے مائک پر اعلان کرنا.....	۴۰۲
	فصل سوم: مسجد میں رہائش	
۳۷۲	مسجد کی چھت پر امام کی رہائش گاہ بنانا کیسا ہے.....	۴۰۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۳	جس کوٹھری کی چھت کو مسجد بنادیا گیا اس میں رہائش.....	۴۰۴
۳۷۴	امام سابق ضعیف العمر کا تعاون اور مکان مسجد میں ان کی رہائش.....	۴۰۵
۳۷۵	آمدنی کے لئے مسجد کی چھت پر فیس لے کر مسافروں کو ٹھہرانا.....	۴۰۶
۳۷۶	مسجد کی کوٹھری میں عورت کو رکھنا.....	۴۰۷
۳۷۷	امام کا اہل وعیال اور مویشی کو مسجد میں رکھنا.....	۴۰۸
	فصل چہارم: مسجد میں سونا اور ٹھہرنا	
۳۷۸	مسجد میں سونا.....	۴۱۰
۳۷۹	ایضاً.....	۴۱۱
۳۸۰	ایضاً.....	۴۱۲
۳۸۱	مسجد میں سونا، آرام کرنا، اعتکاف کرنا.....	۴۱۳
۳۸۲	فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا.....	۴۱۳
۳۸۳	مسجد میں نفلی اعتکاف.....	۴۱۴
۳۸۴	مسجد میں قیام وغیرہ.....	۴۱۵
۳۸۵	امام کا مسجد میں چارپائی بچھا کر لیٹنا.....	۴۱۵
۳۸۶	مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا.....	۴۱۶
	فصل پنجم: مسجد میں خرید وفروخت	
۳۸۷	مسجد میں خرید وفروخت.....	۴۱۸
۳۸۸	مسجد میں تجارت کرنا.....	۴۱۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۸۹	مسجد میں خرید وفروخت	۴۲۰
۳۹۰	غسل خانہ یا جوتا اتارنے کی جگہ بیع وشراء	۴۲۱
۳۹۱	مسجد کے درخت کی بیع مسجد میں	۴۲۲
۳۹۲	امام کا مسجد میں تجارت کرنا	۴۲۲
۳۹۳	تراویح میں سنانے کی اجرت لیکر مسجد میں ہی فروخت کرنا	۴۲۳
	فصل ششم: مسجد میں جنبی حائضہ اور غیر مسلم کا داخل ہونا	
۳۹۴	مسجد کے حجرہ سے بحالت جنابت مسجد سے گذرنا	۴۲۵
۳۹۵	مسجد بیت میں حائضہ کا داخل ہونا	۴۲۶
۳۹۶	حالت حیض وجنابت میں اور بغیر استنجا کئے مسجد میں آنا	۴۲۷
۳۹۷	بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا	۴۲۷
۳۹۸	غسل خانہ میں جانے کا راستہ مسجد میں کو ہوکر	۴۲۸
۳۹۹	مشرک کو مسجد میں آنے سے روکنا	۴۲۹
۴۰۰	غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا	۴۳۰
۴۰۱	نکاح میں شرکت کے لئے غیر مسلم کو مسجد میں بلانا	۴۳۰
۴۰۲	غیر مسلموں کا مسجد کے حوض سے ہاتھ پیر دھونا	۴۳۰
۴۰۳	مجلس نکاح کے لئے زیبائش	۴۳۱
۴۰۴	نکاح رجسٹر میں درج کرانا	۴۳۱
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل ہفتم: مسجد میں بدبودار چیزوں کا داخل کرنا	
۴۰۵	مٹی کا تیل مسجد میں لے جانا.....	۴۳۳
۴۰۶	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۴۳۳
۴۰۷	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۴۳۴
۴۰۸	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۴۳۵
۴۰۹	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۴۳۶
۴۱۰	مسجد میں بدبودار رنگ کرنا.....	۴۳۷
۴۱۱	مسجد کی پتائی میں بدبودار رنگ کا استعمال.....	۴۳۸
۴۱۲	معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا اور حقہ پینا.....	۴۳۸
۴۱۳	کوڑھی کا مسجد میں جانا.....	۴۳۹
۴۱۴	خارش وجذام والے کا مسجد میں آنا.....	۴۴۱
۴۱۵	مسجد میں ریح خارج کرنا.....	۴۴۲
۴۱۶	مسجد میں خروج ریح.....	۴۴۳
۴۱۷	صحن مسجد میں شرب الدخان.....	۴۴۴
	باب ہفتم: عیدگاہ کے احکام	
۴۱۸	عیدگاہ اور مسجد میں فرق.....	۴۴۵
۴۱۹	عیدگاہ اور مسجد میں فرق عیدگاہ میں اسکول، مدرسہ، راستہ بنانا اور کھیل کھیلنا.....	۴۴۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۲۰	عیدگاہ کے لئے وقف زمین کو مسجد کے نام کرنا.....	۴۴۷
۴۲۱	مسجد کے لئے زمین دی اور بعد میں عیدگاہ بنانے کو بھی کہا.....	۴۴۸
۴۲۲	عیدگاہ کو مسقّف بنانا غیر آباد عیدگاہ میں ہسپتال وغیرہ کی تعمیر.....	۴۴۹
۴۲۳	ناموری کے لئے عیدگاہ بنانا.....	۴۵۲
۴۲۴	عیدگاہ کی دیوریں توڑ کر وہاں شاہراہ بنانا.....	۴۵۳
۴۲۵	عیدگاہ کو دومنزلہ بنانا قدیم عیدگاہ کا مصرف.....	۴۵۴
۴۲۶	عیدگاہ کا تبادلہ.....	۴۵۵
۴۲۷	آپس کی رنجش کیوجہ سے دوسری عیدگاہ بنائی اب رنجش رفع ہوگئی تو اسکو کیا کیا جائے؟	۴۵۶
۴۲۸	عیدگاہ کے درخت کٹوا کر مسجد میں صرف کرنا.....	۴۵۷
۴۲۹	عالمگیر عیدگاہ کو گرا کر اسکول بنانا.....	۴۵۸
۴۳۰	عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا.....	۴۵۹
۴۳۱	مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز ادا کرنا.....	۴۶۰
۴۳۲	فروخت شدہ زمین پر عیدگاہ بنانا.....	۴۶۱
۴۳۳	ندی درمیان میں ہونے کی وجہ سے عیدگاہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۴۶۱
۴۳۴	عیدگاہ کی زمین ندی میں بہہ کر پھر مل گئی.....	۴۶۲

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الوقف

﴿احکام وقف﴾

باب ہشتم: مدارس کے احکام

فصل اول:- مدارس کا اہتمام وانتظام

۱	مہتمم یا امام مجلس شوریٰ کے مشوروں کا پابند ہے یا نہیں؟.....	۲۳
۲	کثرتِ رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں.....	۵۲
۳	مدارس کا نظام کیسا ہونا چاہئے.....	۶۸
۴	مدرسہ اور مسجد کے لئے کمیٹی بنانا اور اس کے لئے فیس مقرر کرنا وغیرہ.....	۶۸
۵	بے دین لوگوں کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنانا.....	۷۱
۶	مدرسہ میں پیسہ بلا احتیاط خرچ ہو تو ایک کمیٹی بنالی جائے.....	۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	ادارہ کو مخالف گروپ کی تباہی سے بچانے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟.....	۷۳
۸	وقت ضرورت خرچ نہ کرنا بھی خیانت ہے.....	۷۴
۹	غبن کے اتہام پر حساب دینا.....	۷۵
۱۰	منتظمین کا تعلیم کے بجائے امارت بیل وغیرہ پر دھیان دینا.....	۷۷
۱۱	مہتمم مدرسہ اور ملازمین کو بلا وجہ معزول کرنا.....	۷۸
۱۲	ناظم مدرسہ کا ماتحت مدرسین سے باز پرس کرنا.....	۷۹
۱۳	دینی مکاتب کی مخالفت کرنا.....	۸۰
۱۴	ایک مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ.....	۸۱
۱۵	عربی مدرسہ کی مخالفت کرنا اور خیانت کرنا.....	۸۲
۱۶	ایک مدرسہ کے متعلق نزاع.....	۸۶
۱۷	منیجر نے دینی مدرسہ بند کر دیا اس کا حکم.....	۸۷
۱۸	دینی مکتب و مدرسہ کو ذاتی ملک سمجھنا.....	۸۸
۱۹	دینی مدارس کی مثال صحابہ اور تابعینؒ کے دور میں.....	۸۸
۲۰	مدرسہ تعلیم الدین میں دنیوی تعلیم کا غلبہ.....	۸۹
۲۱	مہتمم طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا.....	۹۱
۲۲	مہتمم مدرسہ طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا.....	۹۲
۲۳	مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے مدرسہ کا چندہ کیا وقف ہے.....	۹۳
۲۴	ملازم نے مہتمم سے سفر برائے چندہ کی اجازت لی، ٹکٹ بنوالیا پھر مہتمم نے اجازت کو روک لیا.....	۹۶
۲۵	مدرسہ سے متعلق ایک وصیت نامہ.....	۹۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶	درس گاہ میں گھنٹہ بجنے سے پہلے نشانی رکھ دینا.....	۹۹
	فصل دوم:- مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا	
۲۷	مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا.....	۱۰۱
۲۸	زمین مدرسہ میں مسجد بنانا.....	۱۰۲
۲۹	زمین مدرسہ کو دینے کے بعد واپس لینے کا حق نہیں	۱۰۴
۳۰	دینی وقف مدرسہ کو اسلامی اسکول کے لئے دینا.....	۱۰۶
۳۱	دینی مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین کی پیداوار اسکول میں دینا.....	۱۰۷
۳۲	مدرسہ میں زمین دینے کے بعد اس سے انکار کرنا.....	۱۰۸
۳۳	مدرسہ کی زیر تولیت مسجد کی توسیع مدرسہ کی زمین سے.....	۱۰۸
۳۴	مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین پر دخل کرنے میں فساد کا اندیشہ ہو.....	۱۰۹
۳۵	غاصبانہ قبضہ کر کے اسلامیہ اسکول بنانا.....	۱۱۰
۳۶	ایک زمین مدرسہ کو دینے کا ارادہ کرنے سے ملکیت ختم نہیں ہوتی.....	۱۱۱
۳۷	اپنی کتاب مدرسہ کے لئے وقف کرنا.....	۱۱۲
۳۸	کیا مدرسہ میں گھڑی دینے کی نیت سے اس کا وقف صحیح ہو جائیگا.....	۱۱۳
۳۹	زمین دینی مدرسہ کے لئے وقف کی، اب اس میں انگریزی اور بنگلہ بھی.....	۱۱۴
۴۰	مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۱۱۵
۴۱	مدرسہ کی زمین سے راستہ.....	۱۱۶
۴۲	لاوارث زمین میں مدرسہ بنانا.....	۱۱۷
۴۳	طلبہ کو مدرسہ کی رقم سے انعام دینا.....	۱۱۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۴	مدرسہ میں قرآن کریم وقف ہونے کے بعد اس کو فروخت کرنا.....	۱۲۰
۴۵	اساتذہ کا امتحانی کاپیوں کو فروخت کرنا.....	۱۲۰
۴۶	ذمہ دار کو مدرسہ کے لئے روپیہ دیا اس نے کھالیا.....	۱۲۱
۴۷	مدرسہ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا بطور قرض.....	۱۲۱
۴۸	مدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا.....	۱۲۲
۴۹	مدرسہ کا روپیہ قرض دینا.....	۱۲۳
۵۰	مدرسہ کی رقم قرض لینا.....	۱۲۴
۵۱	مدرسہ کے روپئے سے تجارت.....	۱۲۵
۵۲	مدرسہ کی ملک سے تجارت اور عمارت مدرسہ پر مسجد.....	۱۲۶
۵۳	امتحان کی کامیابی پر مٹھائی فنڈ سے.....	۱۲۷
۵۴	زکوۃ کی رقم سے خرید کردہ غلہ نرخ کم ہونے کے بعد فروخت کیا گیا.....	۱۲۸
۵۵	مدرسہ کی رقم میں بلا اجازت تصرف کا کفارہ.....	۱۲۹
۵۶	مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی چھت پر مسجد شاہی کا پرنالہ.....	۱۳۰
۵۷	پولیس کا قیام مدرسہ کے کمرہ میں.....	۱۳۲
۵۸	مدرسہ کا مکان کرایہ دار سے خالی کرانا.....	۱۳۲
۵۹	ملازم مدرسہ کی اولاد کا مدرسہ کے مکان میں رہنا.....	۱۳۴
۶۰	مکان مدرسہ میں ملازم کا بلا کرایہ رہنا.....	۱۳۵
۶۱	مدرسہ کے کمرہ میں ملازم کے بچوں کو رکھنا.....	۱۳۶
۶۲	مدرسہ موقوفہ کی جگہ بارات کے لئے کرایہ پر دینا.....	۱۳۷
۶۳	تعلیم گاہ کو کرایہ پر دینا.....	۱۳۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۴	تعلیم کے لئے موقوفہ عمارت میں مہتمم کا قیام یا اس سے کرایہ وصول کرنا.....	۱۳۹
	فصل سوم:- مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنا	
۶۵	مصرف بدلنا.....	۱۴۰
۶۶	ایک مدرسہ کی رقم دوسرے مدرسہ کے آدمی کو دینا درست نہیں.....	۱۴۱
۶۷	ایک مدرسہ کیلئے جمع شدہ روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۱۴۱
۶۸	ایک مدرسہ کا روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۱۴۲
۶۹	مدرسہ کیلئے دی ہوئی رقم اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا.....	۱۴۳
۷۰	مجلس شوریٰ نے جس کے لئے جو چیز تجویز کردی ہو وہ اسی کے لئے ہے.....	۱۴۵
۷۱	مدرسہ کی آمدنی سے امارت شرعیہ کی امداد.....	۱۴۵
۷۲	مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضرورت میں خرچ کرنا بطور قرض.....	۱۴۵
۷۳	موقوفہ کتب کو ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا.....	۱۴۷
۷۴	تبدیل نیت کا وکیل کو حق نہیں.....	۱۴۸
۷۵	خرچ شدہ رقم سے زائد مدرسہ سے وصول کرنا.....	۱۴۸
۷۶	سفر بکار مدرسہ میں اپنا ذاتی سامان ضائع ہوجائے تو اس کا بدل.....	۱۴۹
۷۷	مسجد و مدرسہ کیلئے وقف کی گئی زمین پر تعمیر مسجد سے قبل واقف کا مدرسہ بنانے کی اجازت	۱۵۰
۷۸	اراضی و مکان کا وقف کرنا مدینہ منورہ کے مدرسہ کے لئے.....	۱۵۱
۷۹	طلبہ کی انجمن کا روپیہ دارالعلوم میں دینا.....	۱۵۲
۸۰	مدرسہ کا کھانا تبلیغی جماعت کو کھلانا.....	۱۵۳
۸۱	مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا.....	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	طلبہ کا غلہ تبلیغی جماعت کو کھلانا.....	۱۵۵
۸۳	مدرسہ کے ڈھیلوں کا سفر میں استعمال.....	۱۵۵
۸۴	شیخ کے مہمانوں کا مدرسہ کے کلوخ استعمال کرنا.....	۱۵۶
	فصل چہارم	
	مدرسہ میں مالِ حرام و مالِ کافر صرف کرنا	
۸۵	تاجر شراب سے مدرسہ کے لئے چندہ.....	۱۵۷
۸۶	مدرسہ کے کرایہ داروں کا پیشہ باجہ بنانا ہے تو اسکی آمدنی سے اخراجات مدرسہ.....	۱۵۹
۸۷	مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۱۵۹
۸۸	کبڈی کا مقابلہ شرط کے ساتھ اور اس کا انعام مدرسہ میں.....	۱۶۱
۸۹	مدرسہ چلانے کے لئے سنیما اور عرس.....	۱۶۲
۹۰	اہل ہنود اور بازاری عورت کی امداد مدرسہ میں.....	۱۶۲
۹۱	طوائف کے بنائے ہوئے مکان کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لینا.....	۱۶۵
۹۲	مدارس اسلامیہ کے لئے عیسائیوں سے امداد لینا.....	۱۶۸
۹۳	غیر مسلم کی امداد دینی مدرسہ میں.....	۱۶۹
۹۴	سرکار سے ملحق مدرسہ کا محض دفتری خانہ پری کر کے امداد حاصل کرنا، گرانی الاؤنس سے زائد دکھلا کر وصول کرنا.....	۱۷۰
	فصل پنجم:- مدرسین کی تنخواہوں کا بیان	
۹۵	تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق.....	۱۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۶	ایام تعطیل کی تنخواہ.....	۱۷۳
۹۷	تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق.....	۱۷۵
۹۸	مدرسہ کی تعطیل کلاں کی تنخواہ، جب کہ تعطیل کے ختم پر دوسری جگہ چلا گیا.....	۱۷۷
۹۹	مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کر کے پہلے مدرسے کو ویران کرنا.....	۱۷۷
۱۰۰	عارضی مدرس کے لئے تعطیل کلاں کی تنخواہ.....	۱۷۸
۱۰۱	تعطیل کلاں کے بعد استعفی سے استحقاق تنخواہ.....	۱۷۹
۱۰۲	بلا نوٹس استعفیٰ سے استحقاق تنخواہ.....	۱۸۰
۱۰۳	فساد کے اندیشے سے کچھ مدت گھر بھیجے گئے مدرس کو اس زمانے کی تنخواہ.....	۱۸۱
۱۰۴	رخصت بیماری میں روحانی بیماری کا توریہ.....	۱۸۲
۱۰۵	بغیر پڑھائے کمرہ کی حاضری پر تنخواہ لینے کا حق ہے یا نہیں.....	۱۸۳
۱۰۶	چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون.....	۱۸۴
۱۰۷	رخصت اور تعطیل کلاں سے متعلق تنخواہ کا قانون.....	۱۸۶
۱۰۸	مدرس کو مہتمم نے الگ کیا پھر سرپرست نے رکھ لیا، مدت علیحدگی کی تنخواہ کس کو دینی ہے؟	۱۸۷
۱۰۹	عرصہ تک ملازمت کرنے کے بعد معذور ہوا تو کیا وہ تنخواہ لینے کا حقدار ہے؟.....	۱۸۹
۱۱۰	تنخواہ میں اضافے کا وعدہ.....	۱۹۰
۱۱۱	مدرسی کی تنخواہ کا ناغہ کاٹنا.....	۱۹۲
۱۱۲	مہتمم مدرسہ کی تنخواہ بغیر طے کئے.....	۱۹۳
۱۱۳	مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہ رمضان میں دوگنی اور کار مفوضہ انجام نہ دینا.....	۱۹۳
۱۱۴	مدرس کو علیحدہ کرنے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا.....	۱۹۵
۱۱۵	سال بھر پورا ہونے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا اور ہر چھٹی پر تنخواہ وضع کرنا.....	۱۹۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۶	بلا تنخواہ مدرسہ کی خدمت کرنا اور تعمیر مدرسہ میں قیام کرنا.....	۱۹۸
۱۱۷	تنخواہ مشاہرہ میں دنوں کا اعتبار ہوگا.....	۱۹۹
۱۱۸	زمانۂ بیماری کی تنخواہ.....	۲۰۰
۱۱۹	تنخواہ کے لئے حیلۂ تملیک کی صورتیں.....	۲۰۱
۱۲۰	مدرس کو جو کھانا دیا جائے وہ اباحت ہے یا تملیک.....	۲۰۲
۱۲۱	کیا دینی معلم کی تنخواہ پرائمری کے معلم سے کم ہونا باعثِ اہانت ہے؟.....	۲۰۳
۱۲۲	انجمن کا پیسہ معلم کی تنخواہ میں.....	۲۰۵
۱۲۳	قرض میں تنخواہ کو محسوب کرنا.....	۲۰۵
۱۲۴	تبلیغ کیلئے مدرسہ سے تنخواہ.....	۲۰۶
۱۲۵	مدرس کو ڈیڑھ سو روپیہ دیکر دوسو پر دستخط لینا.....	۲۰۷
۱۲۶	عربی مدرسہ کے مدرس کو پینشن دینا.....	۲۰۸
۱۲۷	ملازم کے لئے پینشن کا حکم.....	۲۱۰
۱۲۸	مدرسہ میں جعلی رجسٹر کی کاروائی.....	۲۱۰
۱۲۹	پراویڈٹ فنڈ دینی مدرسہ میں.....	۲۱۱
۱۳۰	اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال	۲۱۲
	فصل ششم:- مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام	
۱۳۱	کمیشن پر سفیر رکھنا.....	۲۱۴
۱۳۲	کمیشن پر مدرسہ کے لئے سفیر مقرر کرنا.....	۲۱۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۳	کمیشن پر چندہ.....	۲۱۸
۱۳۴	کمیشن پر چندہ کرنا.....	۲۱۹
۱۳۵	کمیشن پر چندہ وصول کرنا سفیر کا زکوۃ اور دیگر صدقات کو مخلوط کرنا.....	۲۲۰
۱۳۶	سفرائے مدارس کا خرچہ کہاں سے دیا جائے، کمیشن پر چندہ.....	۲۲۱
۱۳۷	مدرسہ کے سفیر کا دھوکہ دینا.....	۲۲۳
۱۳۸	سفیر کا خود تملیک کرنا.....	۲۲۴
۱۳۹	مدرس کا قبل التملیک خرچ کرنا.....	۲۲۴
۱۴۰	سفیر کی غلطی پر جرمانہ.....	۲۲۵
۱۴۱	سفیر کو سبکدوش کردینا.....	۲۲۶
۱۴۲	سفیر اور منتظم کے درمیان اختلاف ہوتو ایک کو حکم بنالیا جائے.....	۲۲۷
۱۴۳	مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے.....	۲۲۹
۱۴۴	اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں.....	۲۳۰
۱۴۵	بیوی کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اسکا انتقال ہوگیا شوہر کیا کرے.....	۲۳۰
۱۴۶	مدرسہ قدیم کی امداد بند کرکے مدرسہ جدید کی امداد کرنا.....	۲۳۲
۱۴۷	ہائی اسکول میں چندہ دینا.....	۲۳۲
۱۴۸	عورتوں کا بلا اجازت شوہر مدرسے کے جلسہ میں چندہ دینا.....	۲۳۳
۱۴۹	نابالغ کا مدرسہ کے چندہ میں پیسہ دینا.....	۲۳۴
۱۵۰	صغیر وکبیر کے مخلوط مال سے چندہ.....	۲۳۴
۱۵۱	ادائے حقوق ملازمین میں کوتاہی کرنے والے رئیس کی دینی ادارہ میں امداد.....	۲۳۶
۱۵۲	مدرسہ کے طلباء وطالبات کی امداد اور انکو محبوب وغیرہ کے الفاظ بولنا.....	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۳	مدرسہ کے نام پر چندہ کرنا اور مدرسہ میں نہ دینا.....	۲۳۹
۱۵۴	چندہ کا روپیہ جلسۂ انعامی میں خرچ کرنا.....	۲۴۱
۱۵۵	چندہ مدرسہ سے دکانیں بنانا.....	۲۴۲
۱۵۶	مدرسہ کے کاغذات، مہریں، رسیدیں، لے کر چندہ کیا اس کا حکم.....	۲۴۳
۱۵۷	مستحق طلباء کی آمد کی امید پر چندہ لینا.....	۲۴۵
۱۵۸	خیراتی مدرسہ میں مالدار کے بچوں کی تعلیم.....	۲۴۵
۱۵۹	چندہ سے خوشحال بچوں کی تعلیم.....	۲۴۶
۱۶۰	جعلی رسید سے جمع کردہ چندہ کا مصرف.....	۲۴۸
۱۶۱	چندہ کر کے مدرسہ تعمیر کرنا اور اسکو اپنا مکان کہنا بہشتی زیور کے بعض مسائل کو صحیح نہ جاننا.....	۲۴۸
۱۶۲	گورنمنٹ کی امداد کا روپیہ تنخواہ مدرسین میں.....	۲۵۰
۱۶۳	دینی مدرسہ میں سرکاری امداد کے اثرات.....	۲۵۱
۱۶۴	رسمی رقموں کی وصولی اور خرچ.....	۲۵۲
۱۶۵	مدرسین کی پنشن کا علم چندہ دہندگان کو ہونا چاہئے.....	۲۵۳
۱۶۶	چندہ کے لئے معطی پر اصرار، تدریس کے ساتھ تجارت.....	۲۵۴
۱۶۷	مدرسہ کی رسید پر زکوۃ، فطرہ اور قربانی کی کھالیں وصول کرنا.....	۲۵۶
۱۶۸	بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں.....	۲۵۷

فصل ہفتم:- مسائل متفرقات مدارس

۱۶۹	نئی مسجد میں جمعہ اور جمعہ کی تعطیل کو اتوار سے بدلنا.....	۲۵۹
۱۷۰	یوم عاشوراء کی تعطیل مدارس میں.....	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۱	یوم عاشوراء کی تعطیل.....	۲۶۳
۱۷۲	خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل.....	۲۶۳
۱۷۳	مدرسہ میں اذان وجماعت.....	۲۶۴
۱۷۴	مدرسین کے لئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ.....	۲۶۵
۱۷۵	سفیر مدرسہ کے ورثاء کو بطور امداد کچھ رقم دینا.....	۲۶۶
۱۷۶	مہتمم اگر زکوۃ صحیح مصرف میں خرچ نہ کرے تو کیا ملازم اپنے طور پر صرف کرسکتا ہے.....	۲۶۷
۱۷۷	علماء دین سے میل ملازم کی طرح کام لینا.....	۲۶۹
۱۷۸	نابالغ شاگرد سے خدمت لینا.....	۲۷۰
۱۷۹	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا.....	۲۷۱
۱۸۰	شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا.....	۲۷۲
۱۸۱	خدمت دین کا طریقہ.....	۲۷۳
۱۸۲	ادارہ میں ملازمت کے لئے جھوٹی سند دینا.....	۲۷۴
۱۸۳	عربی پڑھ کر سرکاری مدرسہ میں ملازمت.....	۲۷۴
۱۸۴	جماعت چھوٹنے پر طلباء پر طعن کرنا.....	۲۷۵
۱۸۵	طلباء کا بازاروں میں پھرنا.....	۲۷۶
۱۸۶	مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا.....	۲۷۶
۱۸۷	مدرسہ کا قرض ادا کرنے پر جنت میں جانے کا وعدہ.....	۲۷۷
۱۸۸	مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ.....	۲۷۸
۱۸۹	پانی کے نل کی درستگی کے لئے دوسروں سے پیسہ لینا.....	۲۷۹
۱۹۰	مدرسہ ہے یا چوپال.....	۲۸۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۱	نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورت مکالمہ.....	۲۸۱
۱۹۲	چک بندی میں قبرستان اور مدرسہ کے لئے زمین رشوت دے کر چھڑانا.....	۲۸۳
۱۹۳	مدرسہ کے پڑوسی کی دیوار میں نزاع.....	۲۸۴
۱۹۴	جو طالب علم اپنا سامان چھوڑ کر مدرسہ سے چلا جائے اس سامان پر اہل مدرسہ کا قبضہ.....	۲۸۶
۱۹۵	امام و مدرس کی بدچلنی کا علم ہوتے ہوئے لوگوں کو واقف نہ کرنا.....	۲۸۷
۱۹۶	جو شخص علمائے حق کو برا کہے اس کو معلم بنانا.....	۲۸۸
۱۹۷	پاس ہونے پر طلبہ کا مدرس کو رقم دینا.....	۲۸۹
۱۹۸	مہتمم کا اساتذہ وطلباء کے خطوط بلا اجازت پڑھنا.....	۲۹۰
۱۹۹	کیا دستار بندی ضروری ہے.....	۲۹۰
۲۰۰	مدرسین کے لئے خاص کھانا.....	۲۹۱
۲۰۱	اسکولوں میں بچوں کے لئے جو دودھ ملتا ہے اس کا پینا.....	۲۹۳
۲۰۲	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا.....	۲۹۴
۲۰۳	دیوبند وجلال آباد کے علماء کا مسلک.....	۲۹۵

☆..... باب نہم .....☆

احکام مقابر

۲۰۴	پرانے قبرستان کو مسجد بنانا.....	۲۹۷
۲۰۵	قبرستان میں مسجد بنانا.....	۲۹۸
۲۰۶	پرانے قبرستان میں مسجد بنانا.....	۲۹۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۷	عیدگاہ کو قبرستان بنانا.....	۳۰۰
۲۰۸	قبرستان میں عیدگاہ بنانا.....	۳۰۲
۲۰۹	نماز عید قبرستان میں.....	۳۰۲
۲۱۰	قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا.....	۳۰۳
۲۱۱	قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا اور پختہ قبروں کو ہموار کرنا.....	۳۰۴
۲۱۲	قبرستان میں خانقاہ.....	۳۰۵
۲۱۳	بہت قدیم قبرستان کی جگہ مدرسہ اور اس کے نباہ کے لئے دکانیں بنانا.....	۳۰۷
۲۱۴	پرانے قبرستان میں مکان وبیت الخلاء وغیرہ.....	۳۰۸
۲۱۵	قبرستان کی زمین کا تبادلہ.....	۳۰۹
۲۱۶	قبرستان کی زمین کا تبادلہ.....	۳۱۰
۲۱۷	قبرستان کی آمدنی مسجد میں.....	۳۱۱
۲۱۸	قبرستان کی آمدنی سے مساجد کی مرمت.....	۳۱۱
۲۱۹	قبرستان کے باغ کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا.....	۳۱۲
۲۲۰	قدیم قبرستان میں بنی ہوئی مسجد بھی شرعی مسجد ہے.....	۳۱۳
۲۲۱	قبرستان کی آمدنی مدرسہ وعیدگاہ میں خرچ کرنا.....	۳۱۵
۲۲۲	قبرستان میں مدرسہ بنانا.....	۳۱۶
۲۲۳	قبرستان میں مدرسہ بنانا.....	۳۱۸
۲۲۴	قبرستان میں دینی مدرسہ بنانا.....	۳۱۹
۲۲۵	قبرستان کی زمین میں مدرسہ.....	۳۲۰
۲۲۶	قبرستان میں دکانیں بنانا.....	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۷	پرانے قبرستان میں دوکانیں بنوانا.....	۳۲۲
۲۲۸	پرانے قبرستان میں کرایہ کے لئے دوکانیں بنانا.....	۳۲۳
۲۲۹	قبرستان میں مکان بنا کر رہنا اور نماز پڑھنا.....	۳۲۴
۲۳۰	قبرستان میں میت لے جانے کے لئے راستہ بنانا.....	۳۲۵
۲۳۱	قبرستان میں دینی مدرسہ قائم کرنا، قبور پرانے ہونے سے حکم بدل جاتا ہے.....	۳۲۷
۲۳۲	جو زمین بچوں کی قبر کے لئے ہے اس کو فروخت کرنا.....	۳۲۹
۲۳۳	قبرستان میں کھیتی کرنا.....	۳۳۰
۲۳۴	قبرستانِ موقوفہ میں کاشت.....	۳۳۱
۲۳۵	قبرستان کے درختوں کا مصرف.....	۳۳۲
۲۳۶	قبرستان کے پھل کا حکم.....	۳۳۴
۲۳۷	مشتبہ قبرستان کی زمین کو خریدنا اور اس پر مکان بنانا.....	۳۳۵
۲۳۸	قدیم غیر مستعمل قبرستان میں مسجد بنانا.....	۳۳۶
۲۳۹	قبرستان کی خالی زمین جوت کر اس کی آمدنی مسجد میں.....	۳۳۷
۲۴۰	قبرستان میں ایک چبوترہ ہے، اس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں مسجد تعمیر کرنا.....	۳۳۸
۲۴۱	نماز عید اس محراب میں کہ کچھ قبریں سامنے ہوں.....	۳۳۹
۲۴۲	قبرستان کے باغ کی آمدنی سے امام ومدرس کی تنخواہ.....	۳۴۰
۲۴۳	مزار اور قبرستان کے لئے صندوق لگانا، آمدنی کے واسطے.....	۳۴۱
۲۴۴	فقیر نگراں کا قبرستان کی زمین فروخت کرنا.....	۳۴۲
۲۴۵	قبرستان کی حفاظت کرنے والوں کے لئے وہاں کی لکڑی کا استعمال.....	۳۴۳
۲۴۶	قبرستان کی لکڑی کا مصرف.....	۳۴۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۷	قبرستان کی گھاس.....	۳۴۴
۲۴۸	قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا.....	۳۴۵
۲۴۹	قبرستان کی چہاردیواری سنیما کی آمدنی سے.....	۳۴۶
۲۵۰	جوقبریں راستہ میں ہوں ان کو وہاں سے ہٹانا.....	۳۴۷
۲۵۱	قبرستان کی مینڈھ باندھنے کے لئے وہاں کی مٹی لینا.....	۳۴۸
۲۵۲	مخصوص قبرستان میں بلا اجازت دفن کرنا.....	۳۴۹
۲۵۳	قبرکہنہ کا حکم.....	۳۵۰
۲۵۴	کنواں کھودتے ہوئے کھونپڑی نکل آئی.....	۳۵۲
۲۵۵	بڑوں کی قبریں اور چھوٹوں کی قبریں الگ الگ.....	۳۵۲
۲۵۶	ایرانی مردہ کو مسلم قبرستان میں دفن کرنا.....	۳۵۴
۲۵۷	قبرستان میں قربانی.....	۳۵۵
۲۵۸	قبرستان میں بیڑی پینا، قبرستان میں آگ جلاکر کھانا پکانا.....	۳۵۵
۲۵۹	قبر کے قریب پیشاب کرنا.....	۳۵۶
۲۶۰	قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا.....	۳۵۶
۲۶۱	قبرستان میں برہنہ پا ہونا.....	۳۵۷
۲۶۲	قبرستان میں کبڈی وغیرہ کھیلنا.....	۳۵۸

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب اللقطۃ	
	☆.....لقطہ کے مسائل.....☆	
۲۶۳	لقطہ کی تفصیل	۳۶۰
۲۶۴	لقطہ کا صدقہ اور بیع	۳۶۲
۲۶۵	لقطہ میں تصرف.....	۳۶۴
۲۶۶	دھوکہ میں کسی کا سامان اٹھالینا.....	۳۶۴
۲۶۷	پرانے کپڑے سے سو روپئے کا نوٹ ملا.....	۳۶۶
۲۶۸	لقطہ کا حکم	۳۶۷
۲۶۹	لقطہ کا خود استعمال کرنا.....	۳۶۷
۲۷۰	لقطہ سے تجارت کرنا.....	۳۶۸
۲۷۱	لقطۂ مسجد کا حکم	۳۶۹
۲۷۲	بکری کا لقطہ.....	۳۷۰
۲۷۳	بھینس کا لقطہ.....	۳۷۱
۲۷۴	چیل سے مرغی کا بچہ گرا اس کو کیا کیا جائے؟.....	۳۷۲
۲۷۵	سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال	۳۷۲
۲۷۶	خوف دشمن سے جو مال چھوڑ کر چلا جائے اس کا حکم.....	۳۷۳
۲۷۷	کسی غیر مسلم کا قرض ہو جو لاپتہ ہو.....	۳۷۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۸	جو شخص پاکستان چلا گیا اس کے سامان اور مکان کا حکم.....	۳۷۴
۲۷۹	پاکستان منتقل ہونے والے کی جائیداد پر حکومت کا قبضہ.....	۳۷۵
۲۸۰	صاحب حق کی طرف حق پہنچانے کی صورت نہ ہو تو.....	۳۷۷
۲۸۱	کسی درخت سے گرا ہوا پھل اٹھانا.....	۳۷۹
۲۸۲	دوسرے کا کبوتر اپنے گھر آجائے تو کیا کرے.....	۳۷۹
۲۸۳	سفر میں سامان بدل گیا تو ایک سال انتظار کر کے صدقہ کر دیں.....	۳۸۰
۲۸۴	مالک نے کہا کہ باغ کا جو پھل جو لیلے وہ اسی کا.....	۳۸۱

كتاب الشركة والمضاربة

شرکت ومضاربت کے احکام

۲۸۵	شرکت ومضاربت.....	۳۸۴
۲۸۶	خیانت کر کے مضارب نے مکان خریدا، اب وہ مکان کس کا ہوگا.....	۳۸۶
۲۸۷	مضارب نفع میں شریک ہے نقصان میں نہیں.....	۳۸۸
۲۸۸	شرکت کی ایک صورت.....	۳۹۰
۲۸۹	تجارت، شرکت، معاہدہ.....	۳۹۲
۲۹۰	ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا.....	۳۹۴
۲۹۱	مضارب کے لئے تنخواہ.....	۳۹۵
۲۹۲	شرکت وانعام.....	۳۹۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۳	کارخانہ میں بیس فیصد نقصان کی شرط.....	۳۹۶
۲۹۴	مکان مشترک کے پرانے کواڑوں کو اپنے کام میں لانا.....	۳۹۷
۲۹۵	مشترک زمین پر کسی حصہ دار کا مکان تعمیر کرنا.....	۳۹۸
۲۹۶	شرکت میں نقصان ایک شریک پر ڈالنا.....	۴۰۰
۲۹۷	ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ کو فروخت کرنا.....	۴۰۱
۲۹۸	باہمی معاہدہ کے مطابق مدات کی تقسیم نہ کرنا.....	۴۰۳
۲۹۹	پریس میں شرکت اور اسکے علیحدگی اور نفع کی تقسیم.....	۴۰۴
۳۰۰	مشترک زمین میں تعمیر شدہ مکان کے مصارف دونوں فریق نے اٹھائے ہیں تو وہ	
۳۰۱	بھی مشترک ہے۔.....	۴۰۵
۳۰۲	بینک کی ایک اسکیم برائے پینشن.....	۴۰۶
۳۰۳	شرکت عنان کی ایک صورت.....	۴۰۷
۳۰۴	مضاربت میں نقصان کس پر ہے.....	۴۰۸
۳۰۵	بغیر پیسے دیئے کمپنی میں شرکت.....	۴۰۹
۳۰۶	قرض یا شرکت میں معاملہ کی پابندی.....	۴۱۰
۳۰۷	مچھلی کے شکار میں شرکت.....	۴۱۲
۳۰۸	جانوروں کی مضاربت میں شرکت.....	۴۱۳
۳۰۹	ٹیکسی کے پرمٹ کی بیع اور اس کی شرکت.....	۴۱۶
۳۱۰	زمین کے بٹوارہ میں کمی و زیادتی.....	۴۱۹
۳۱۱	مضاربت وشرکت.....	۴۲۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۲	فیکٹری سے کام لینے میں شرکت کی ایک صورت.....	۴۲۲
۳۱۳	بلا اجازت شرکاء ایک شریک کا مشترکہ زمین میں کاشت کرنا.....	۴۲۷
۳۱۴	مشترکہ آمدنی سے بچا کر روپیہ الگ رکھنا اور اس سے مکان خریدنا، ضعیف والدین کا نفقہ	۴۲۸
۳۱۵	استفتاء متعلق سوالِ بالا.....	۴۳۰
۳۱۶	نیلام در نیلام.....	۴۳۳
۳۱۷	مشترکہ روپیہ سے تجارت اور نفع سے حج.....	۴۳۵
۳۱۸	کاشت میں ایک بھائی کا نام درج ہے کام سب کا مشترک ہے.....	۴۳۵
۳۱۹	زمین دوکان وگھوڑی میں شرکت کی ایک صورت.....	۴۳۶
۳۲۰	قبضہ کی جائداد میں شرکت کی ایک صورت.....	۴۴۱
۳۲۱	دوکان میں شرکت کی ایک صورت.....	۴۴۳
۳۲۲	باپ اور بیٹے نے یکجا محنت سے کمایا تو وہ باپ کی ملک ہے.....	۴۴۴
۳۲۳	چچا نے بھتیجہ کی پرورش کی کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجہ کا حصہ ہے.....	۴۴۵
۳۲۴	شرکت اور پھر علیحدگی.....	۴۴۷
۳۲۵	خرچۂ مقدمہ شریک سے وصول کرنا.....	۴۴۸
۳۲۶	شرکت وتقسیم.....	۴۵۰
۳۲۷	بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے نہ کہ چھوٹے بھائی کا.....	۴۵۲
۳۲۸	جائیداد میں شرکت.....	۴۵۳
۳۲۹	روپیہ کی قیمت میں کمی زیادتی کا اثر.....	۴۵۶
۳۳۰	مشترک زمین میں امرود کے درخت کا مالک کون ہے.....	۴۵۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۱	سودی کمپنی کے حصص خریدنا	۴۵۹
۳۳۲	مشترکہ رقم سے تجارت	۴۵۹
۳۳۳	مشترکہ مکان کی مرمت ایک شریک کرایہ دے تو؟	۴۶۰

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب البیوع

﴿خرید وفروخت کے احکام﴾

☆..... باب اول .....☆

بیع صحیح

۱	حرام جانوروں کی بیع.....	۲۶
۲	کچھوے کی بیع.....	۲۶
۳	لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع.....	۲۷
۴	کتے کی خرید وفروخت.....	۲۸
۵	کتے کی بیع.....	۳۰
۶	خچر کی بیع.....	۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷	مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، کیکڑہ وغیرہ کا کھانا، فروخت کرنا.....	۳۲
۸	مچھلی تالاب سے نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا.....	۳۳
۹	تالاب سے مچھلی پکڑ کر فروخت کرنا.....	۳۳
۱۰	مچھلیاں کس طرح پکڑیں.....	۳۴
۱۱	لونڈی کے احکام بیع، استیلاد وغیرہ.....	۳۵
۱۲	کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا.....	۳۸
۱۳	گوشت کی تجارت.....	۳۹
۱۴	ہڈی کی خرید وفروخت.....	۴۰
۱۵	لفافہ کے ساتھ چینی تول کر دینا.....	۴۰
۱۶	جو مرغی پڑوسیوں کا نقصان کرے اس کے انڈے خریدنا.....	۴۱
۱۷	نابالغ سے خرید وفروخت کا معاملہ.....	۴۲
۱۸	نابالغ بچوں کا خرید وفروخت کرنا.....	۴۲
۱۹	نابالغ بھتیجے کی زمین فروخت کرنا.....	۴۳
۲۰	زمین کی بیع کے بعد اس میں کمی نکلنا.....	۴۳
۲۱	زمین کی بیع ہونے اور قیمت ادا کرنے کے بعد رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے بیع کی واپسی کا حق نہیں رہا.....	۴۴
۲۲	قبر والی زمین کی بیع.....	۴۶
۲۳	دوسرے کے نام پر زمین وجائداد خریدنا.....	۴۷
۲۴	بیٹے کے نام پر مکان خریدنے سے وہ مالک نہیں ہوتا.....	۴۸
۲۵	بیع مشاع.....	۵۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶	بائع، مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف.....	۵۲
۲۷	کتاب کا مسودہ جس قیمت پر چاہے مصنف فروخت کرے، پھر چھپنے الخ.....	۵۳
۲۸	ہندو لاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا.....	۵۴
۲۹	کرایہ پر لی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا.....	۵۴
۳۰	ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا درست ہے.....	۵۵
۳۱	پوسٹ کارڈ وغیرہ زیادہ قیمت لیکر بیچنا.....	۵۶
۳۲	شرعاً کم یا زیادہ قیمت پر بیچنے کا اختیار ہے.....	۵۶
۳۳	نادار ضرورتمند سے تجارت میں زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے.....	۵۷
۳۴	تجارت میں نفع کی حد.....	۵۸
۳۵	زیادہ بھاؤ پر خریدنا.....	۵۸
۳۶	کم قیمت میں خرید کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا.....	۶۰
۳۷	ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان دینا.....	۶۱
۳۸	بیش قیمت چیز کم قیمت پر خریدنا.....	۶۲
۳۹	سود سے بچنے کے لیے بیع کی اصل قیمت پر زیادتی کا معاملہ کرنا.....	۶۳
۴۰	ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت منتقل کرنا.....	۶۵
۴۱	بیع میں رنگا.....	۶۷
۴۲	بھیک کے مال کی فروختگی.....	۶۷
۴۳	تانبے پیتل وغیرہ کی بیع ادھار.....	۶۸
۴۴	تالاب کے پانی کی بیع.....	۶۹
۴۵	جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا.....	۷۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۶	گورنمنٹ کی زمین کا نیلام خریدنا.....	۷۱
۴۷	غیر مسلم کا ذبیحۂ شرعی کو فروخت کرنا.....	۷۲
۴۸	مردار کا چمڑہ اتارنا اور فروخت کرنا.....	۷۲
۴۹	مردار کی کھال پر نمک لگا کر بیچنا.....	۷۳
۵۰	مردار کی کھال فروخت کرنا.....	۷۴
۵۱	اہاب کی خرید وفروخت.....	۷۴
۵۲	جلد میتہ کی بیع.....	۷۵
۵۳	سانپ کی کھال کی بیع.....	۷۶
۵۴	قربانی سے پہلے ہی کھال فروخت کردینا.....	۷۷
۵۵	غبارے بیچنا.....	۷۷
	☆..... **باب دوم** .....☆	
	بیع باطل وفاسد	
۵۶	خنزیر کی بیع.....	۷۹
۵۷	خنزیر کا پالنا چرانا، بیچنا سب غلط ہے.....	۷۹
۵۸	خنزیر وغیرہ کی تجارت مسلم کے حق میں.....	۸۱
۵۹	خنزیر کے بالوں کے برش کی بیع لکڑی کے تابع ہوکر.....	۸۱
۶۰	سور کے دودھ کی بیع.....	۸۲
۶۱	حرہ کی بیع.....	۸۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۲	حرہ کی بیع پر ایک قیاس.....	۸۳
۶۳	حرہ مال نہیں اس کو امۃ بنا لینا درست نہیں.....	۸۴
۶۴	بیوی کو بیچنا.....	۸۶
۶۵	نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت.....	۸۷
۶۶	شراب وغیرہ کی بیع.....	۸۷
۶۷	فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں استعمال کرنا.....	۸۸
۶۸	دارالاسلام میں ذمی کو حرام اشیاء فروخت کرنے کی اجازت جزیہ کے بدلے.....	۸۹
۶۹	چڑھاوے کے بکرے کی خرید وفروخت.....	۹۰
۷۰	چڑھاوے کی خرید وفروخت کرنا.....	۹۱
۷۱	مردار کی گیلی کھال فروخت کرنا.....	۹۳
۷۲	کٹے ہوئے موئے انسان کی کھاد اور اس کی تجارت.....	۹۴
۷۳	خون کی بیع وشراء.....	۹۴
۷۴	پتہ کی بیع وشراء.....	۹۵
۷۵	شئ مسروق کی خریداری.....	۹۶
۷۶	بیع میں شرط فاسد.....	۹۶
۷۷	شرط فاسد سے بیع.....	۹۷
۷۸	بیع واپسی کی شرط پر.....	۹۸
۷۹	زمین وغیرہ کی بیع میں واپسی کی شرط.....	۱۰۲
۸۰	بیع بشرط اقالہ.....	۱۰۳
۸۱	بیع قبل القبض.....	۱۰۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	بیع فاسد کو صحیح کرنے کی صورت.....	۱۰۵
۸۳	ٹپکا کی بیع.....	۱۰۵
۸۴	بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا.....	۱۰۶
۸۵	مچھلیاں خریدنا.....	۱۰۷
۸۶	پوشیدہ اشیاء کی بیع.....	۱۰۸
۸۷	بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال بیع مجہول سے متعلق.....	۱۰۹
۸۸	خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع.....	۱۱۰
۸۹	افیون وغیرہ کی بیع.....	۱۱۲
۹۰	افیون کی تجارت اور اس کی آمدنی کا حکم.....	۱۱۲
۹۱	افیون کی بیع اور کاشت.....	۱۱۳
۹۲	بوڑی کی بیع.....	۱۱۴
۹۳	گوبر کی بیع.....	۱۱۵
۹۴	آب پاشی پانی کی بیع کی ایک صورت.....	۱۱۵
۹۵	باغ کی بہار خریدتے وقت یہ شرط لگانا کہ اتنے بہار دینے ہونگے.....	۱۱۷
۹۶	بیع پختہ ہوجانے کے بعد بائع کا شرط لگانا.....	۱۱۷
۹۷	غیر کی زمین کو فروخت کرنا.....	۱۱۸
۹۸	ذبح سے پہلے جانور کا گوشت فروخت کرنا.....	۱۲۰
۹۹	بڑے کے گوشت کو بکرے گوشت بتا کر فروخت کرنا.....	۱۲۱
۱۰۰	بلا اذن مالک پتوں کی بیع، جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اسکے دودھ اور گوشت کا حکم	۱۲۲
۱۰۱	خودرو بانس کی بیع بلا اجازت مالک.....	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۲	دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا.....	۱۲۴
۱۰۳	جو تیل بچ گیا ہے وہ تیلی سے خریدنا.....	۱۲۵
۱۰۴	کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع.....	۱۲۶
۱۰۵	بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار.....	۱۲۶
۱۰۶	پھل آنے سے پہلے ان کی بیع.....	۱۲۸
۱۰۷	پھل کی بیع پکنے اور بڑے ہونے سے پہلے.....	۱۲۹
۱۰۸	درختوں پر پھلوں کی بیع.....	۱۲۹
۱۰۹	مول پر آم کی بیع.....	۱۳۱
۱۱۰	اندرون زمین آلو وغیرہ کی بیع.....	۱۳۴
۱۱۱	باغ کے درخت کی بیع مکرر.....	۱۳۴
۱۱۲	زندہ درخت کی بیع اور اس سے اگنے والی شاخوں کا حکم.....	۱۳۶
۱۱۳	پھل کی فصل کی بیع یا ٹھیکہ.....	۱۳۸
۱۱۴	بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کی ضرورت.....	۱۳۹
۱۱۵	کچا پھل خرید کر اس کو بائع کے درخت سے توڑنے کی شرط.....	۱۴۰
۱۱۶	باغ فروخت کر کے کچھ آم مستثنیٰ کرنا.....	۱۴۰
۱۱۷	پھل کی جنس.....	۱۴۱
۱۱۸	فصل پر جو غلہ کا نرخ ہو اس حساب سے خریدنا.....	۱۴۲
۱۱۹	بیع پر بیع	۱۴۳
۱۲۰	دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا.....	۱۴۵
۱۲۱	فون پر بیع	۱۴۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۲۲	ریلوے کی چوری.....	۱۴۷
	☆..... **باب سوم** .....☆	
	بیع مکروہ	
۱۲۳	شعار کفار کی خرید وفروخت.....	۱۴۹
۱۲۴	پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا.....	۱۵۰
۱۲۵	پلاسٹک کی گڑیا اور تصویریں بیچنا.....	۱۵۱
۱۲۶	مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا.....	۱۵۲
۱۲۷	کنٹرول نرخ کے خلاف بیع صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے.....	۱۵۳
۱۲۸	کنٹرول کے نرخ سے کمی زیادتی پر بیع.....	۱۵۵
۱۲۹	کنٹرول کا مال زیادہ قیمت پر فروخت کرنا اور نفع کمانا.....	۱۵۶
۱۳۰	گورنمنٹ سے راشن لیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنا.....	۱۵۷
۱۳۱	راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا.....	۱۵۸
۱۳۲	غیر قانونی مال خرید کر دوسرے ملک میں فروخت کرنا.....	۱۵۹
۱۳۳	بلیک کرنے کا حکم.....	۱۶۰
۱۳۴	بلیک مارکیٹ.....	۱۶۱
۱۳۵	تمباکو کی کاشت تجارت اور استعمال.....	۱۶۱
۱۳۶	افیم کی بلیک.....	۱۶۲
۱۳۷	مہوا کی بیع غلہ سے.....	۱۶۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۸	مہوا کی بیع	۱۶۳
۱۳۹	غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا.....	۱۶۴
۱۴۰	بینڈ باجوں میں استعمال ہونے والے چمڑے کی بیع.....	۱۶۵
۱۴۱	اگربتی مزار پر جلانے کے لئے خریدنا.....	۱۶۶
۱۴۲	آتش بازی کی تجارت.....	۱۶۶
۱۴۳	تصاویر کی تجارت.....	۱۶۷
۱۴۴	تصاویر کی تجارت کرنا.....	۱۶۷
۱۴۵	پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت.....	۱۶۸
۱۴۶	آتش بازی بنانا اور تجارت کرنا.....	۱۶۸
۱۴۷	جاسوسی فلمی کتابوں کی تجارت.....	۱۶۹
۱۴۸	نیپال سے کپڑا لاکر فروخت کرنا.....	۱۷۰
۱۴۹	کاسب حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا.....	۱۷۱
۱۵۰	حرام کے پیسہ کے عوض بیع کرنا.....	۱۷۱
۱۵۱	خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کرے؟.....	۱۷۲
۱۵۲	تعلیمی تاش کی بیع.....	۱۷۳
۱۵۳	آلات لہو کی بیع.....	۱۷۴
۱۵۴	ہارمونیم کی تجارت.....	۱۷۴
۱۵۵	ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال.....	۱۷۵
۱۵۶	بینڈ باجہ فروخت کرنا اور حلال روزی کا عمل.....	۱۷۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۷	شراب کے لیے بوتل فروخت کرنا.....	۱۷۷
۱۵۸	شراب کی خالی بوتلوں کی بیع.....	۱۷۸
۱۵۹	گھڑی کی چڑیا کی بیع.....	۱۷۹
۱۶۰	بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہوجائے.....	۱۸۱
۱۶۱	پیشگی قیمت دے کر تھوڑا تھوڑا مبیع وصول کرنا.....	۱۸۲
۱۶۲	اسپرٹ کی تجارت.....	۱۸۳
۱۶۳	انسانی بول براز کھاد کے طور بیچنا.....	۱۸۴
	☆..... **باب چھارم** .....☆	
	خیار عیب	
۱۶۴	دو سال بعد خیار عیب نہیں.....	۱۸۵
۱۶۵	دودھ میں پانی ملا کر بیع کرنا.....	۱۸۵
۱۶۶	پانی ملا کر ظاہر کر کے دودھ بیچنا.....	۱۸۶
۱۶۷	دودھ میں پانی ملا کر بیچنا.....	۱۸۷
۱۶۸	تمباکو میں رہی ملا کر فروخت کرنا.....	۱۸۸
۱۶۹	دھان میں پانی ملا کر فروخت کرنا.....	۱۸۸
۱۷۰	چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا.....	۱۹۰

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆..... باب پنجم .....☆

نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام

۱۷۱	قیمت بڑھا کر قسطوار ادھار بیچنا درست ہے.....	۱۹۱
۱۷۲	قسطوں پر کوئی شئ خریدنا.....	۱۹۲
۱۷۳	قسط پر خریدنا.....	۱۹۲
۱۷۴	زیادہ نفع پر بیع.....	۱۹۳
۱۷۵	ادھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا.....	۱۹۴
۱۷۶	ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی.....	۱۹۵
۱۷۷	نقد وادھار کی قیمت میں فرق.....	۱۹۶
۱۷۸	نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ.....	۱۹۷
۱۷۹	نقد وادھار کی قیمت میں فرق.....	۱۹۹
۱۸۰	نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا.....	۱۹۹

☆..... باب ششم .....☆

بیعانہ کے احکام

۱۸۱	بیعانہ کا حکم	۲۰۱
۱۸۲	بیعانہ لینے سے بیع.....	۲۰۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۳	بیعانہ کی واپسی.....	۲۰۳
۱۸۴	بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ ضبط.....	۲۰۴
	☆..... **باب ہفتم** .....☆	
	حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع	
۱۸۵	گڈول کی شرعی حیثیت.....	۲۰۶
۱۸۶	کتابوں کی حق طباعت.....	۲۰۷
۱۸۷	حقوق طبع تصانیف کی بیع.....	۲۰۷
۱۸۸	حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا.....	۲۰۹
۱۸۹	بیع اسٹامپ.....	۲۱۱
۱۹۰	پینشن کی بیع.....	۲۱۲
۱۹۱	وظیفہ (پنشن) کی بیع.....	۲۱۳
۱۹۲	کمپنی کے حصص خریدنا.....	۲۱۴
۱۹۳	شیئر خریدنا.....	۲۱۵
	☆..... **باب ہشتم** .....☆	
	بیع مرابحہ	
۱۹۴	بیع مرابحہ.....	۲۱۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۵	ایضاً.....	۲۱۶
۱۹۶	کپڑا خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرنا.....	۲۱۷
۱۹۷	ایضاً.....	۲۱۸
۱۹۸	بیع مرابحہ کی ایک صورت.....	۲۱۹
۱۹۹	ایضاً.....	۲۲۰

☆..... باب نہم .....☆

بیع سلم

۲۰۰	بیع سلم میں ثمن مجہول ہو.....	۲۲۲
۲۰۱	بیع سلم.....	۲۲۲
۲۰۲	بیع سلم.....	۲۲۴
۲۰۳	بیع سلم میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ.....	۲۲۵
۲۰۴	بیع سلم.....	۲۲۶
۲۰۵	بیع سلم کی جائز صورت.....	۲۲۷
۲۰۶	سلم کی ایک صورت.....	۲۲۸
۲۰۷	متعینہ وقت پر مسلم فیہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیع سلم کا حکم.....	۲۳۰
۲۰۸	بیع سلم میں روپے کے عوض دھان لینے کی شرط.....	۲۳۰
۲۰۹	بیع سلم کی بعض صورتیں.....	۲۳۲
۲۱۰	بیع سلم کی تین صورتیں.....	۲۳۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۱	بیع سلم بلا شرائط.....	۲۳۶
۲۱۲	سلم.....	۲۳۷
۲۱۳	مبیع نہ دینے کی صورت میں بیع سلم کا حکم.....	۲۳۸
۲۱۴	بیع سلم فی الفلوس.....	۲۴۰
۲۱۵	اشکال بر جواب مذکورہ.....	۲۴۳
۲۱۶	قسط پر سامان مجہول قیمت پر بیچنا درست نہیں.....	۲۴۶
۲۱۷	قیمت متعینہ میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی.....	۲۴۷
۲۱۸	قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا.....	۲۴۸

☆..... باب دھم .....☆

بیع صرف

۲۱۹	بیع صرف کی ایک صورت.....	۲۵۱
۲۲۰	ایک نوٹ کی بیع دو نوٹ کے بدلے.....	۲۵۲
۲۲۱	روپیہ، نوٹ، ریزگاری کی بیع متفاضلاً.....	۲۵۲
۲۲۲	نوٹ و روپیہ کی بیع ریزگاری کے ساتھ.....	۲۵۵
۲۲۳	ایضاً.....	۲۵۷
۲۲۴	سونے چاندی کی بیع کی ایک صورت.....	۲۵۷
۲۲۵	چاندی سونے کی، نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ.....	۲۵۸
۲۲۶	نوٹ کی بیع ادھار.....	۲۶۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۷	نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے.....	۲۶۲
۲۲۸	بٹہ پر نوٹ فروخت کرنا.....	۲۶۲
۲۲۹	نوٹ کی بیع کمی بیشی سے.....	۲۶۳
۲۳۰	سنار کی راکھ کی بیع.....	۲۶۵
۲۳۱	حل کی بیع.....	۲۶۵
۲۳۲	ڈالر کی بیع کمی زیادتی سے.....	۲۶۶
۲۳۳	ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا.....	۲۶۷
۲۳۴	غیر ملکی پونڈ وغیرہ کی بیع.....	۲۶۸

☆..... باب یازدھم .....☆

بیع بالوفاء

۲۳۵	زمین کی رجسٹری کرنے کے بعد دوبارہ لینے کا دل میں خیال رکھنا.....	۲۶۹
۲۳۶	زمین کم قیمت میں واپس کرنے کا وعدہ کر کے بعد میں انکار کرنا.....	۲۷۰
۲۳۷	بیع الوفا کی ایک صورت.....	۲۷۲
۲۳۸	دس سال کی مدت تک مکان فروخت کرنا.....	۲۷۴
۲۳۹	مکان فروخت کر کے دوبارہ خریدنے کا معاہدہ.....	۲۷۵
۲۴۰	بیع قطعی کرنے کے بعد معینہ مدت میں واپس کرنے کی درخواست کرنا.....	۲۷۶
۲۴۱	بیع کرنے کے بعد دس سال کے اندر اندر واپس لینے کا اقرار نامہ لکھوانا.....	۲۷۹
۲۴۲	کٹ قبالہ کا حکم	۲۸۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۳	مکان خریدنے کے بعد مشتری سے واپسی کا اقرار نامہ لکھوانا.....	۲۸۱
۲۴۴	بیع بالوفاء کی حقیقت.....	۲۸۳
۲۴۵	بیع الوفاء.....	۲۸۴
۲۴۶	بیع الوفاء حقیقۃً رہن ہے.....	۲۸۵
۲۴۷	بیع الوفاء اصل قیمت سے زیادہ پر.....	۲۸۷
۲۴۸	میعادی بیع اور اس کا نفع.....	۲۸۸
۲۴۹	بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع.....	۲۸۹
	☆..... **باب دوازدھم** .....☆	
	ذخیرہ اندوزی کے احکام	
۲۵۰	احتکار.....	۲۹۱
۲۵۱	آلو، پیاز وغیرہ کا اسٹاک کرنا.....	۲۹۲
۲۵۲	غلہ کی ذخیرہ اندوزی.....	۲۹۳
۲۵۳	تجارت میں ذخیرہ اندوزی.....	۲۹۴
	☆..... **باب سیزدھم** .....☆	
	بیع کے متفرق مسائل	
۲۵۴	بنجر کھیت ایک نے پٹواری سے خریدا دوسرے نے نائب پردھان سے وہ کھیت کس کا ہے؟.....	۲۹۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۵	سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم.....	۲۹۵
۲۵۶	جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا.....	۲۹۶
۲۵۷	بیع میں دھوکہ دینا.....	۲۹۸
۲۵۸	خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے.....	۲۹۹
۲۵۹	مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے.....	۳۰۱
۲۶۰	ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت.....	۳۰۲
۲۶۱	حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت.....	۳۰۳
۲۶۲	ماہانہ پرچوں کی بیع.....	۳۰۳
۲۶۳	مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا.....	۳۰۴
۲۶۴	مسلمانوں کو سور کا گوشت دھوکہ سے بیچنا.....	۳۰۵
۲۶۵	اخبارات کی ایجنسی اور اس کی تقسیم کا کام.....	۳۰۶
۲۶۶	چمڑے کے وزن کا طریقہ.....	۳۰۷
۲۶۷	قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں.....	۳۰۷
۲۶۸	کاشت کے لئے زمین مقدار غلہ طے کر کے دینا درست ہے.....	۳۰۹
۲۶۹	خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت.....	۳۱۱
۲۷۰	حق المحنت کی ایک صورت.....	۳۱۱
۲۷۱	غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا.....	۳۱۲
۲۷۲	نیلام کی ایک صورت.....	۳۱۳
۲۷۳	نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کر لینا.....	۳۱۴
۲۷۴	ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق.....	۳۱۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۵	آتش بازی کا سامان رکھنے کے کارڈ بکس کی قیمت حلال ہے.....	۳۱۸
۲۷۶	دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا.....	۳۱۹
۲۷۷	دوسرے کی زمین میں پودے لگانا.....	۳۲۲
۲۷۸	رقم پہلے دیکر سامان آہستہ آہستہ خریدنا.....	۳۲۳
۲۷۹	عمومی مفاد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا.....	۳۲۴
۲۸۰	آڑھت دار کی کٹوتی.....	۳۲۵
۲۸۱	چماریوں سے ساگ خریدنا.....	۳۲۶
۲۸۲	کسٹوڈین کا قبضہ موجب ملک ہے.....	۳۲۷
۲۸۳	کسٹوڈین سے زمین خریدنا.....	۳۲۸
۲۸۴	طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا.....	۳۳۰
۲۸۵	۵/کلوشکر کے لئے ۲۵/کلو کی درخواست دینا.....	۳۳۰
۲۸۶	بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا.....	۳۳۱
۲۸۷	قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت.....	۳۳۲
۲۸۸	مبیع مقدار معین سے کم یا زائد نکلے.....	۳۳۲
۲۸۹	بیع میں سامان زیادہ ہو تو کیا کرے.....	۳۳۴
۲۹۰	کھوٹے روپے کا حکم.....	۳۳۵
۲۹۱	اناج کی بیع فصل کی قیمت پر.....	۳۳۵
۲۹۲	مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع.....	۳۳۶
۲۹۳	بیع فضولی.....	۳۳۹
۲۹۴	ٹیکس دینے سے نقصان ہو تو کیا کرے.....	۳۴۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۵	ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا.....	۳۴۰
۲۹۶	ٹیکس سے بچنے کے لئے خریداری کی ایک صورت.....	۳۴۱
۲۹۷	بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا.....	۳۴۱

کتاب الربوٰ والقمار

﴿سود اور جوئے کے مسائل﴾

☆..... باب اول .....☆

مسائل سود

۲۹۸	سود کسے کہتے ہیں.....	۳۴۶
۲۹۹	بینک کے سود کا مصرف.....	۳۴۶
۳۰۰	ایضاً.....	۳۴۷
۳۰۱	حکومت کے سودی قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم.....	۳۴۸
۳۰۲	حفاظت کیلئے بینک میں روپیہ رکھنا.....	۳۶۶
۳۰۳	بینک سے سودی قرض.....	۳۶۶
۳۰۴	غیر مسلم سے سود.....	۳۶۷
۳۰۵	مسلم بینک کا قیام اور اس کی آمدنی.....	۳۶۸
۳۰۶	رشوت دیکر روپیہ کمانا.....	۳۶۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۷	ہندوستان میں سود کا حکم	۳۷۰
۳۰۸	دارالاسلام اور دارالحرب کی تحقیق	۳۷۰
۳۰۹	دارالحرب کی تعریف	۳۷۷
۳۱۰	دارالحرب کی تفصیلی بحث اور حلت سود کا حکم	۳۷۸
۳۱۱	دارالحرب ودارالاسلام	۳۹۲
۳۱۲	سود کے متعلق ایک نہایت اہم تفصیلی بحث وتحقیق	۳۹۵
۳۱۳	منافعۂ قرض	۴۰۴
۳۱۴	سودی قرض سے تجارت کر کے منافع کمانا	۴۰۴
۳۱۵	قرض پر منافعہ سود ہے	۴۰۷
۳۱۶	غلہ قرض دیکر زیادہ وصول کرنا	۴۰۹
۳۱۷	مقروض ہندو سے دودھ لینا	۴۰۹
۳۱۸	مسلم فنڈ سے متعلق تحقیق	۴۱۰
۳۱۹	جواب مذکور پر اشکال	۴۱۹
۳۲۰	اشکال باقی ہے	۴۲۱
۳۲۱	مسلم فنڈ کی رقوم کو بینک یا ڈاکخانہ میں رکھنا	۴۲۵
۳۲۲	سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنا	۴۲۶
۳۲۳	پراویڈنٹ فنڈ پر زائد رقم	۴۲۷
۳۲۴	ایضاً	۴۲۸
۳۲۵	سودی کام میں شرکت	۴۲۸
۳۲۶	سودی معاملہ کی اعانت	۴۲۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۷	حلال زمین میں سودی رقم سے کرایہ کی دوکان بنوائی	۴۲۹
۳۲۸	سود کا روپیہ آ گیا، اس کو کہاں استعمال کیا جاوے.....	۴۳۱
۳۲۹	زندگی کا بیمہ لکھنؤ میں.....	۴۳۳
۳۳۰	بیمہ کے ذریعہ ملنے والی رقم کی وصیت	۴۳۳
۳۳۱	قسط وقت پر ادا نہ کرنے کا جرمانہ بھی سود ہے.....	۴۳۵
۳۳۲	ایک روپیہ قرض دیکر ۱۸/آنہ واپس لینا.....	۴۳۵
۳۳۳	سود پر قرض لیکر اس سے کاروبار کرنا.....	۴۳۶
۳۳۴	سود پر قرض لینا.....	۴۳۷
۳۳۵	سرکاری قرضہ	۴۳۸
۳۳۶	سرکاری سودی قرضہ	۴۴۰
۳۳۷	سرکاری سودی قرض.....	۴۴۲
۳۳۸	سود پر قرض لیکر اس سے آمدنی.....	۴۴۴
۳۳۹	سودی قرض سے بنائے ہوئے کپڑے استعمال کرنا.....	۴۴۵
۳۴۰	سودی قرض لینا.....	۴۴۶
۳۴۱	مستاجر سے قرض لینا.....	۴۴۷
۳۴۲	سودی قرض کی گنجائش ہے	۴۴۸
۳۴۳	کمپنی کے فارم فروخت کرنا.....	۴۴۸
۳۴۴	سود در سود حرام در حرام.....	۴۵۰
۳۴۵	توبہ کے بعد سودی مال کا حکم.....	۴۵۲
۳۴۶	پیسہ اپنے پاس سے دیکر سود کا پیسہ رکھنا.....	۴۵۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۷	بیمہ کرانا.....	۴۵۴
۳۴۸	زندگی کا بیمہ.....	۴۵۴
۳۴۹	جان کا بیمہ.....	۴۵۶
۳۵۰	مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ.....	۴۵۷
۳۵۱	مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار.....	۴۵۸
۳۵۲	قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے.....	۴۵۹
۳۵۳	باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت	۴۶۰
۳۵۴	ربوٰ اور قمار کی ایک صورت	۴۶۱
۳۵۵	سود کی ایک صورت.....	۴۶۳
۳۵۶	سود کی ایک صورت.....	۴۶۴
۳۵۷	تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا.....	۴۶۵
۳۵۸	عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گزارہ کرنا.....	۴۶۶
۳۵۹	برما میں ناجائز عقود کا جواز.....	۴۶۸
۳۶۰	فسادزدہ مسلمانوں کیلئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا.....	۴۶۹
۳۶۱	فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری	۴۷۱
۳۶۲	شبہ ربا سے احتراز.....	۴۷۳
۳۶۳	سود لینے کی صورتیں.....	۴۷۴
۳۶۴	روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی.....	۴۷۵
۳۶۵	سود کا مصرف مدرسہ میں.....	۴۷۸
۳۶۶	سود کی ایک صورت.....	۴۷۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆..... باب دوم .....☆

جوئے کے مسائل

۳۶۷	معمہ حل کرنے کی اجرت	۴۸۰
۳۶۸	اخباری معمہ حل کرنا.....	۴۸۲
۳۶۹	شمع معمہ حل کرنے پر انعام.....	۴۸۳
۳۷۰	حل معمہ.....	۴۸۵
۳۷۱	مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی.....	۴۸۷
۳۷۲	لاٹری کا حکم.....	۴۸۸
۳۷۳	دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں.....	۴۸۹
۳۷۴	جوئے کی ایک صورت.....	۴۹۰
۳۷۵	لاٹری کا ٹکٹ.....	۴۹۱
۳۷۶	قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا.....	۴۹۱
۳۷۷	شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کیلئے کمیٹی.....	۴۹۲
۳۷۸	بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی.....	۴۹۳
۳۷۹	اخبار کے لائف ممبر بنانا.....	۴۹۳

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الدین

مسائل قرض

۱	مقروض کے تین حالات	۲۸
۲	مقروض کا نفلی چندہ دینا.....	۲۹
۳	غیر جنس سے اپنا دین وصول کرنا.....	۳۰
۴	قرض اس کی جنس سے ہی ادا کیا جائے.....	۳۱
۵	قرض کی ادائیگی کی صورت.....	۳۱
۶	پیداوار کی قلت کی وجہ سے قرض لیکر کھایا الخ.....	۳۳
۷	قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا.....	۳۴
۸	مطل الغنی ظلم	۳۵
۹	حق واجب ادا نہ کرنا.....	۳۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰	دھان کا قرض.....	۳۸
۱۱	ابراء دین معلق.....	۳۸
۱۲	دین قرض کا مطالبہ.....	۴۰
۱۳	قرض لیکر واپس نہ کرنا.....	۴۱
۱۴	ابراء کے بعد پھر مطالبہ.....	۴۴
۱۵	قرض خوش دلی سے معاف کرنے کی علامت.....	۴۵
۱۶	قرض لینے کے بعد چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا.....	۴۶
۱۷	نوٹ قرض لیا پھر سونا گراں ہوگیا.....	۴۸
۱۸	چاندی کا روپیہ قرض لیا اور اس کو اب ادا کرنا چاہیں تو کون سا روپیہ ادا کریں.....	۴۸
۱۹	اپنا قرض بڑوں اور دوستوں سے مانگنا.....	۵۰
۲۰	جو شخص اپنا قرض قبول نہ کرے اس کی ترکیب.....	۵۲
۲۱	مال مشترک میں قرض.....	۵۳
۲۲	دین ادا کرنے میں ٹال مٹول.....	۵۴
۲۳	ثبوت دین کے لئے حلف.....	۵۶
۲۴	قرض لیکر اس کی واپسی کیلئے اقساط مقرر کرنا.....	۵۶
۲۵	قرض لیکر مکان کرایہ پر دینا.....	۵۸
۲۶	حج کے لیے پرائیویٹ فنڈ سے قرضہ.....	۵۸
۲۷	حقہ پینا اور قرض لے کر دوسروں کی خدمت کرنا.....	۵۹
۲۸	قرض خواہ کا مقروض کو رسوا کرنا.....	۶۱
۲۹	ادائے قرض کے لیے میعاد مقرر کرنا.....	۶۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰	امام کے ذمہ مسجد کا قرض ہے اس کی وصولی کی صورت	۶۳
۳۱	مسجد کا روپیہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا	۶۴
۳۲	مالِ کافر کی ادائیگی	۶۵
	کتاب الوکالت	
	احکام وکالت	
۳۳	وکیل کی آمدنی اور اس کا ہدیہ	۶۸
۳۴	وکالت کا پیشہ	۷۰
۳۵	پیشۂ وکالت	۷۱
۳۶	ایک شخص کیا متعدد معاملات میں وکیل بن سکتا ہے	۷۲
۳۷	وکیل بالشراء کو قیمت میں تصرف کرنا	۷۲
۳۸	وکالت کی آمدنی	۷۳
۳۹	وکیل کو خرید میں نفع لینا	۷۵
	کتاب الدعویٰ	
	دعویٰ کے احکام	
۴۰	اصل مطالبہ سے زائد کا دعویٰ کرنا	۷۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۱	خرچہ مقدمہ مدعی علیہ سے وصول کرنا.....	۷۹
۴۲	فریق مخالف پر عدالت کے خرچہ کا دعویٰ کرنا.....	۸۲
	کتاب الشہادۃ	
	گواہی کے احکام	
۴۳	فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں دوفتوؤں میں رفع تضاد.....	۸۴
۴۴	گواہ سے قسم لینا.....	۸۵
۴۵	شہادت کی ایک صورت اور قاتل کی مدد.....	۸۷
۴۶	دنیوی عداوت کی تشریح.....	۸۷
۴۷	جھوٹی گواہی پر اعتماد.....	۸۹
۴۸	اداء شہادت جبکہ صحیح فیصلہ کی توقع نہ ہو.....	۸۹
	کتاب القضاء والتحکیم	
	قضاء وتحکیم کے احکام	
۴۹	عہدۂ قضاء.....	۹۲
۵۰	مفتی اور قاضی میں فرق.....	۹۴
۵۱	اگر قاضی کو دوسرے فریق پر اختیار حاصل نہ ہو.....	۹۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۵۲	دارالقضاء کا قیام ایک قاضی ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر.....	۹۵
۵۳	فاسق کو قاضی بنانا.....	۹۹
۵۴	عورت کو قاضی بنانا.....	۱۰۰
۵۵	بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا.....	۱۰۱
۵۶	ایضاً.....	۱۰۲
۵۷	تحکیم کا طریقہ.....	۱۰۳
۵۸	کیا حکم کے فیصلہ کو رد کرنے کا حق ہے۔.....	۱۰۵
	کتاب الاجارۃ	
	﴿اجارہ کے احکام﴾	
۵۹	اجارہ کی تعریف	۱۰۷
۶۰	اجارہ اور تجارت کے احکام.....	۱۰۷
۶۱	تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہے یا اجیر مشترک.....	۱۰۹
۶۲	ملازم کے سرکاری حقوق.....	۱۱۰
	☆..... باب اول .....☆	
	اجارہ صحیحہ	
۶۳	لگان پر زمین دینا.....	۱۱۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۴	زراعت کی اجرت پیشگی لے لینا.....	۱۱۲
۶۵	غیر مسلم سے گھر کا کام کم قیمت پر.....	۱۱۳
۶۶	زمین کا اجارہ کئی سال کے لئے.....	۱۱۴
۶۷	سود کا روپیہ مسجد میں لگانا.....	۱۱۴
۶۸	سرکاری اسکول میں استاذ بن کر ملازمت.....	۱۱۵
۶۹	ٹھیکہ داری کا پیشہ.....	۱۱۶
۷۰	سال بھر کی تنخواہ یکمشت لینا.....	۱۱۷
۷۱	جلد ساز اجرت کا مستحق کب ہوگا؟.....	۱۱۸
۷۲	شریک تجارت کو اجرت کار.....	۱۱۸
۷۳	مزدور کے ذریعہ جنگلات کی لکڑیاں کٹوا کر لانا.....	۱۱۹
۷۴	اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال	۱۲۰
۷۵	حکم کے لئے حق محنت اور فریقین کے یہاں کھانا.....	۱۲۱
۷۶	کرایہ داری منتقل کرنا.....	۱۲۲
۷۷	کرایہ دار سے قرض اور مکان خالی نہ کرنے کی شرط.....	۱۲۴
۷۸	مکان کی پگڑی.....	۱۲۵
۷۹	مکان کرایہ پر دینے کے لئے پگڑی.....	۱۲۷
۸۰	مکان کی پگڑی.....	۱۲۸
۸۱	پگڑی.....	۱۲۹
۸۲	پگڑی میں مالکانِ مکان کا حصہ.....	۱۳۰
۸۳	سفیر کی خوراک جزو تنخواہ پر.....	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۴	روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تنخواہ نہیں ملی اب روپیہ ہونیکی صورت میں انکو وصول کرنا	۱۳۲
۸۵	امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت.....	۱۳۴
۸۶	قلی کو متعینہ مزدوری سے زیادہ لینا.....	۱۳۶
۸۷	کوئی شئی آدھ گھنٹہ کے لئے کرایہ پر لے کر ۵/منٹ میں واپس کر دینا.....	۱۳۷
۸۸	حرام آمدنی سے تنخواہ لینا.....	۱۳۷
۸۹	کھیت کا کرایہ غلہ کی صورت میں.....	۱۳۹
۹۰	زمین کی اجرت دھان قرار دینا.....	۱۳۹
۹۱	جانور ذبح کرنے کی اجرت.....	۱۴۰
۹۲	غیر حاضری کی تنخواہ ملازم کیلئے.....	۱۴۱
۹۳	ملازم کی غیر حاضری پر تنخواہ وضع کرنا.....	۱۴۱
۹۴	قبرستان کی حفاظت کے لئے شیعہ کو ملازم رکھنا.....	۱۴۲
۹۵	کرایہ کے مکان کا ایندھن کس کا ہے؟.....	۱۴۳
۹۶	دوکان کرایہ پر دینا اس شرط پر کہ جب چاہیں خالی کرالیں.....	۱۴۴
۹۷	شوہر کے لئے بیوی کی ملازمت.....	۱۴۵
۹۸	بینک کے لئے مکان کرایہ پر دینا.....	۱۴۶
۹۹	حکومت دوسرے شخص کو کرایہ دار بنادے درست ہے.....	۱۴۷
۱۰۰	نشہ آور دوا بیچنے کا کرایہ.....	۱۴۸
۱۰۱	جس فیکٹری میں کبھی شراب کا ایڈوٹائز ہوتا ہو اس میں ملازمت کا حکم.....	۱۴۹
۱۰۲	کیا فوج کی ملازمت درست ہے.....	۱۵۰
۱۰۳	رشوت دے کر حاصل کی گئی ملازمت.....	۱۵۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۴	گیسٹ ہاؤس کی آمدنی	۱۵۲
۱۰۵	زمین آور باغ کا اجارہ	۱۵۳
۱۰۶	باغ کو کرایہ پر دینا	۱۵۴
۱۰۷	دوکان کا ٹھیکہ	۱۵۵
۱۰۸	زمین دار کی زمین میں مکان تعمیر کرانا	۱۵۵
۱۰۹	پرانے ملازم کو تنخواہ دینا جبکہ وہ کام کرنے سے معذور ہے	۱۵۷
۱۱۰	کاروبار کی ترقی میں ملازم کا حصہ	۱۵۸
۱۱۱	اس مکان کی حیثیت جس کو جزء تنخواہ تجویز کیا گیا	۱۶۰
۱۱۲	کافر کا جانور ذبح کرنا اور اجرت لینا	۱۶۰
۱۱۳	انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس لکھنے کی ملازمت	۱۶۱
۱۱۴	ملازمت کے وقت میں دوسرا کام	۱۶۲

☆..... باب دوم .....☆

اجارۂ فاسدہ

۱۱۵	اجارہ بالشرط	۱۶۴
۱۱۶	کرایہ دار کا پگڑی دے کر شرائط طے کرنا	۱۶۵
۱۱۷	مزدوری کے لئے شرط	۱۶۶
۱۱۸	رہن اور اجارہ	۱۶۷
۱۱۹	بیع اور اجارہ	۱۶۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۲۰	زمین کرایہ پر لے کر دوسرے کو اس سے زائد کرایہ پر دینا.....	۱۷۰
۱۲۱	جس کرایہ پر دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر دوسرے کو دینا درست نہیں.....	۱۷۲
۱۲۲	کرایہ پر لی ہوئی جائیداد کو زیادہ کرایہ پر دینا.....	۱۷۴
۱۲۳	کرایہ کا معاملہ ختم ہونے پر پیشگی لی ہوئی رقم کی واپسی.....	۱۷۵
۱۲۴	جگہ کرایہ پر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جگہ کسی دوسرے کی ہے.....	۱۷۷
۱۲۵	کمیشن پر سفیر رکھنا.....	۱۷۸
۱۲۶	سلّا چنوانے کی اجرت.....	۱۷۹
۱۲۷	آب پاشی کی اجرت پیداوار سے.....	۱۸۰
۱۲۸	کھیتی کاٹنے کی اجرت (لائی).....	۱۸۱
۱۲۹	کھیت کٹائی کی اجرت (لائی).....	۱۸۲
۱۳۰	کھیت کٹائی کی اجرت.....	۱۸۳
۱۳۱	کھیت کا ساتواں یا دسواں حصہ اجرت میں دینا.....	۱۸۴
۱۳۲	سرسوں کا تبادلہ تیل سے.....	۱۸۵
۱۳۳	آٹے کا اُدھار.....	۱۸۷
۱۳۴	آٹا پسائی کی اجرت.....	۱۸۷
۱۳۵	جلن کاٹنا.....	۱۸۸
۱۳۶	مچھلی نکلوائی کی اجرت میں مچھلی ہی تجویز کرنا.....	۱۸۸
۱۳۷	مچھلی کے شکار کی اجرت.....	۱۸۹
۱۳۸	پال پر جانور دینا.....	۱۹۰
۱۳۹	بکری پال پر دینا.....	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۰	بکری پال پر دینا.....	۱۹۱
۱۴۱	گائے کو کرایہ پر دینا.....	۱۹۲
۱۴۲	گائے پال پر دینا.....	۱۹۳
۱۴۳	ادھیا پر دینا.....	۱۹۴
۱۴۴	ادھیا پر جانور دینا.....	۱۹۴
۱۴۵	گابھن کرانے کی اجرت.....	۱۹۵
۱۴۶	بکری، گائے وغیرہ کے گابھن کرانے کی اجرت.....	۱۹۶
۱۴۷	جانور کی جفتی کی اجرت.....	۱۹۷
۱۴۸	خادمہ کی اجرت کھانا، کپڑا مقرر کرنا.....	۱۹۷
۱۴۹	دھوبی وغیرہ کی خدمت واجرت.....	۱۹۸
۱۵۰	کھجور کے درخت سے شیرہ نکالنے اور تقسیم کرنے کا طریقہ.....	۱۹۹
۱۵۱	ہنڈی اور منی آرڈر.....	۱۹۹
۱۵۲	جراح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا.....	۲۰۰
۱۵۳	رکشہ کا کرایہ مقرر نہیں کیا گیا.....	۲۰۱
۱۵۴	کتابیں کرایہ پر دینا.....	۲۰۲
۱۵۵	مختار عام کا معاوضہ اگر طے نہ کیا ہو کیا ملے گا.....	۲۰۳
	☆..... **باب سوم** .....☆	
	اجرت علی الطاعات	
۱۵۶	تعلیم قرآن پر اجرت.....	۲۰۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۷	تعلیم قرآن پر اجرت.....	۲۰۵
۱۵۸	امامت کی تنخواہ.....	۲۰۷
۱۵۹	تراویح اور پنج گانہ امامت اور تعلیم قرآن میں فرق.....	۲۰۸
۱۶۰	قرآن شریف سنانے کی اجرت.....	۲۰۹
۱۶۱	قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۰۹
۱۶۲	تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۱۱
۱۶۳	قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۱۱
۱۶۴	قرآن شریف سنانے پر کچھ لینا دینا.....	۲۱۲
۱۶۵	تراویح پر اجرت.....	۲۱۴
۱۶۶	طالب علم کے لئے تراویح سنانے کی اجرت.....	۲۱۴
۱۶۷	ختم تراویح پر اجرت یا ھدیہ.....	۲۱۵
۱۶۸	تراویح میں سنانے کی اجرت.....	۲۱۶
۱۶۹	تراویح میں ختم قرآن پر اجرت.....	۲۱۷
۱۷۰	تلاوت قرآن کریم پر اجرت.....	۲۱۸
۱۷۱	تلاوت ووعظ پر اجرت.....	۲۲۱
۱۷۲	اجرت علی القراءۃ.....	۲۲۴
۱۷۳	وعظ کو روزگار کا حیلہ بنانا.....	۲۲۵
۱۷۴	وعظ کی اجرت.....	۲۲۶
۱۷۵	وعظ کی ملازمت.....	۲۲۷
۱۷۶	تعویذ گنڈے اور وعظ پر معاوضہ.....	۲۲۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۷	وعظ کا نذرانہ.....	۲۲۸
۱۷۸	وعظ پر نذرانہ.....	۲۲۹
۱۷۹	تقریر کرانے پر اجرت.....	۲۳۰
۱۸۰	تعویذ اور اس پر اجرت.....	۲۳۰
۱۸۱	تعویذ پر اجرت.....	۲۳۲
۱۸۲	تعویذ پر اجرت.....	۲۳۲
۱۸۳	شفاء مریض کے لئے آیات قرآنیہ پر اجرت لینا.....	۲۳۳
۱۸۴	جن بھوت کے علاج پر معاوضہ.....	۲۳۴
۱۸۵	وعظ اور تعویذ پر معاوضہ لینا.....	۲۳۶
۱۸۶	دنبل پر دم کرنے پر معاوضہ.....	۲۳۶
۱۸۷	تعویذ دے کر یا پانی پر دم کر کے اجرت لینا.....	۲۳۸
۱۸۸	نکاح خوانی کی اجرت کس پر ہے؟.....	۲۳۸
۱۸۹	نکاح خوانی کی اجرت.....	۲۳۹
۱۹۰	نکاح خوانی کی اجرت.....	۲۴۱
۱۹۱	نکاح خوانی.....	۲۴۲
۱۹۲	قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی.....	۲۴۲
۱۹۳	اجرت پر قرآن خوانی	۲۴۵
۱۹۴	ایصال ثواب کے لئے اجارہ.....	۲۴۶
۱۹۵	میت کے لئے تسبیح وتہلیل وغیرہ اجرت پر.....	۲۴۷
۱۹۶	امامت کی اجرت میں صرف کھانا ہو تو درست نہیں.....	۲۴۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۷	امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے	۲۴۹
۱۹۸	جو امام پابندی نہ کرے اس کا معاوضہ.....	۲۵۰
۱۹۹	کم تنخواہ کا علاج.....	۲۵۱
۲۰۰	بچے کے کان میں اذان پر کچھ پیش کرنا.....	۲۵۲
۲۰۱	نماز جنازہ پڑھا کر خیرات لینا.....	۲۵۳
۲۰۲	فتویٰ پر اجرت لینا.....	۲۵۳

☆..... باب چھارم .....☆

اجرت علی المعاصی

۲۰۳	کارخانۂ شراب کی ملازمت	۲۵۵
۲۰۴	نسبندی کی ملازمت	۲۵۶
۲۰۵	محکمۂ نسبندی میں ملازمت.....	۲۵۷
۲۰۶	بینک کی ملازمت درست ہے یا نہیں.....	۲۵۹
۲۰۷	ایسی ملازمت جس میں سود کا حساب بھی ہو.....	۲۶۰
۲۰۸	چنگی کی ملازمت	۲۶۱
۲۰۹	سرکاری ملازمت اور اس کی آمدنی.....	۲۶۲
۲۱۰	تصویر چھاپنے والے پریس میں ملازمت	۲۶۳
۲۱۱	جاندار کی تصویر کو فریم کرنے کی اجرت.....	۲۶۴
۲۱۲	کھجور کا رس نکالنے کے لئے اجرت پر دینا.....	۲۶۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۳	برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت.....	۲۶۶
۲۱۴	تصویر کی اجرت.....	۲۶۶
۲۱۵	باجہ بجانے کی اجرت.....	۲۶۷
۲۱۶	ناول کرایہ پر دینا.....	۲۶۸
۲۱۷	تاڑی نکالنے کے لئے درخت کو کرایہ پر دینا.....	۲۶۹
۲۱۸	درزی کو ناجائز لباس سینا.....	۲۶۹
۲۱۹	کوٹ پتلون سینا.....	۲۷۰
۲۲۰	ناجائز کام کی اجرت.....	۲۷۰
۲۲۱	نائی کی اجرت.....	۲۷۲
۲۲۲	نائی کی اجرت.....	۲۷۳
۲۲۳	کیا نائی کی مزدوری حرام ہے؟.....	۲۷۴
۲۲۴	نائی کا پیشہ تفصیل سے.....	۲۷۵
۲۲۵	فاحشہ کو زمین کرایہ پر دینا.....	۲۷۶
۲۲۶	اپنی زمین فرم کو کرایہ پر دینا.....	۲۷۷
۲۲۷	ریڈیو بنانے اور مرمت کرنے کی اجرت.....	۲۷۸
۲۲۸	گیس بتی مجالس شرک وفسق میں کرایہ پر دینا.....	۲۷۹
۲۲۹	سنیما کی آمدنی.....	۲۸۹
۲۳۰	مندر کی تعمیر میں مزدوری.....	۲۸۰
۲۳۱	جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا.....	۲۸۱
۲۳۲	جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے کی ملازمت.....	۲۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۳۳	قوالی اور اس کی آمدنی	۲۸۲
	☆..... باب پنجم .....☆	
	دلالی کے احکام	
۲۳۴	دلالی کا حکم	۲۸۵
۲۳۵	دلالی کی اجرت بائع اور مشتری دونوں سے	۲۸۶
۲۳۶	اجرت دلال	۲۸۶
۲۳۷	نیلام کرنے کی اجرت	۲۸۷
۲۳۸	نیلام کمیشن پر	۲۸۷
۲۳۹	نیلام کی ایک صورت	۲۸۹
۲۴۰	کسی دوسرے خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں کمی زیادتی کرنا	۲۹۱
۲۴۱	بائع اور مشتری کی طرف سے دلالی	۲۹۲
۲۴۲	سود سے بچنے کے لئے دلال کی اجرت میں اضافہ	۲۹۳
۲۴۳	رشوت کا مشورہ دینا محصول کم کرنے کے لئے	۲۹۴
	☆..... باب ششم .....☆	
	فسخ اجارہ	
۲۴۴	موت مستاجر سے فسخ اجارہ	۲۹۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۵	ایضاً.....	۲۹۸
۲۴۶	مکان یا دوکان کو کرایہ دار سے خالی کرانا.....	۳۰۲
۲۴۷	کرایہ کا مکان خالی کرنا.....	۳۰۲
۲۴۸	کرایہ دار کے انتقال کے بعد کیا دوسرے کی طرف کرایہ داری منتقل کی جاسکتی ہے.....	۳۰۵
۲۴۹	کیا کرایہ دار دوکان دوسرے کرائے دار کو دے سکتا ہے.....	۳۰۶
۲۵۰	جتنے کرایہ پر مکان لیا ہے اس سے زائد کرایہ پر دینا.....	۳۰۶
۲۵۱	کرایہ کے مکان میں کرایہ دار کو توسیع وتعمیر کا حق.....	۳۰۷
۲۵۲	کرایہ دار دوکان خالی نہ کرے تو.....	۳۰۹
۲۵۳	کرایہ ادا نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کا سامان اٹھالینا.....	۳۰۹
۲۵۴	ملازمت سے الگ کرنے کے بعد مستحق تنخواہ نہیں.....	۳۱۰
۲۵۵	اصل مالک کے انتقال کے بعد کیا وارث کو اسکے معاہدے کی پابندی ضروری ہے.....	۳۱۱

☆..... باب ہفتم .....☆

اجارہ کے متفرق مسائل

۲۵۶	اصل ملازم اپنی جگہ دوسرے کو رکھوا کر اس سے کمیشن لے.....	۳۱۴
۲۵۷	اگر مکان مالک نہ لینا چاہے تو کس کو یہ رقم لوٹائے.....	۳۱۵
۲۵۸	کرایہ دار کا مالک کی زمین میں مکان بنانا.....	۳۱۶
۲۵۹	ایک دوکان سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری.....	۳۱۷
۲۶۰	دوکان کا بڑھا ہوا تختہ حکومت نے کٹوا دیا وہ کرایہ دار کا ہے یا مالک دوکان کا.....	۳۲۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۱	بس میں سامان کا کرایہ.....	۳۲۳
۲۶۲	ڈرائیور کا کسی کی رعایت کرنا.....	۳۲۳
۲۶۳	بلاٹکٹ ریل میں سفر.....	۳۲۵
۲۶۴	بذریعہ پاس ریل میں سفر کرنا.....	۳۲۶
۲۶۵	امام کے لئے نوتہ لکھنے کی ذمہ داری.....	۳۲۷
۲۶۶	کمہار سے لوٹے لینا بلا قیمت	۳۲۸
۲۶۷	اسکول میں داخلہ کے لئے رقم کیا رشوت ہے.....	۳۲۹
۲۶۸	چنگی کا محصول.....	۳۳۰
۲۶۹	چنگی دینے کا حکم.....	۳۳۱
۲۷۰	چنگی سے مال بچانا.....	۳۳۲
۲۷۱	چنگی کو بچالینا.....	۳۳۳
۲۷۲	ملازم کو سفر خرچہ کی جعلی رسید بنانا.....	۳۳۴

كتاب المزارعة

﴿احکام مزارعت﴾

۲۷۳	نصف اور کل پیداوار کی شرط پر دینے سے مزارعت کا حکم.....	۳۳۶
۲۷۴	مزارعت کی صورتیں	۳۳۷
۲۷۵	نصف پیداوار پر زمین مزارعت کے لئے دینا.....	۳۴۱
۲۷۶	بیج اور نصف غلہ کی شرط کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرنا.....	۳۴۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۷	مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا.....	۳۴۲
۲۷۸	مزارعت کی صورتیں.....	۳۴۳
۲۷۹	مزارعت یا مساقات کا معاملہ	۳۴۴
۲۸۰	مزارعت میں اگر تاوان ہو تو کس پر ہوگا؟.....	۳۴۵
۲۸۱	سوال وجواب مذکورہ سے متعلق سوال.....	۳۴۶
۲۸۲	موروثی زمین.....	۳۴۷
۲۸۳	غیر مسلم کی موروثی زمین.....	۳۴۹
۲۸۴	موروثی چھوڑنے کا معاوضہ.....	۳۵۰
۲۸۵	کاشتکار کا چار بیگہ زمین لے کر زمیندار کی بقیہ زمین واپس کرنا.....	۳۵۰
۲۸۶	(زمیندارہ کے خاتمہ پر کاشتکار کو زمین کا مالک بنادیا، یہ درست ہے یا نہیں۔ مع فتوی حضرت حکیم الامتؒ).....	۳۵۱
۲۸۷	حکم موروثی.....	۳۵۲
۲۸۸	موروثی زمین اور قرض میں تمادی.....	۳۵۴
۲۸۹	سیرداری کی زمین.....	۳۵۵
۲۹۰	زمین کرایہ پر دینا اور پیداوار کا حصہ کرایہ پر مقرر کرنا.....	۳۵۶
۲۹۱	زمین کرایہ پر دینا.....	۳۵۷
۲۹۲	مزارع کو سکونت کا حق.....	۳۵۸
۲۹۳	موروثی اور دخیل کاری کی آمدنی	۳۶۱
۲۹۴	موروثیت اور حق کاشت.....	۳۶۲
۲۹۵	مسجد کی زمین کو زراعت کے لئے دینا.....	۳۶۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۶	غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت	۳۶۵
	کتاب الشفعة	
	﴿احکام شفعہ﴾	
۲۹۷	حق شفعہ کی تفصیل	۳۶۸
۲۹۸	ابطال شفعہ کے حیلہ پر بخاری کا اعتراض	۳۷۰
۲۹۹	شفعہ کی ایک صورت	۳۷۱
	کتاب الرهن	
	﴿گروی رکھنے کا بیان﴾	
۳۰۰	توسیع مدت رہن پر معاوضہ	۳۷۴
۳۰۱	مکان مرہون میں رہنا	۳۷۵
۳۰۲	مرہون سے نفع اٹھانا	۳۷۶
۳۰۳	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا	۳۷۷
۳۰۴	انتفاع از رہن	۳۷۸
۳۰۵	انتفاع بالمرہون	۳۷۹
۳۰۶	انتفاع بالمرہون	۳۸۰
۳۰۷	مرہون سے انتفاع	۳۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۸	رہن پر نفع.....	۳۸۲
۳۰۹	ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا.....	۳۸۳
۳۱۰	موروثی زمین کو رہن رکھنا.....	۳۸۳
۳۱۱	کھیت کا رہن.....	۳۸۵
۳۱۲	زمین رہن پر دینے کی صورت.....	۳۸۷
۳۱۳	رہن کی واپسی ورثاء راہن کے لئے.....	۳۸۸
۳۱۴	ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی، اور امانت کو رہن رکھنا.....	۳۸۹
۳۱۵	بیع ورہن کی ایک صورت.....	۳۹۰
	کتاب الھبۃ والھدیۃ	
	﴿ہبہ اور ہدیہ کے احکام﴾	
۳۱۶	اباحت اور تملیک.....	۳۹۷
۳۱۷	ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے.....	۳۹۷
۳۱۸	ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے.....	۳۹۸
۳۱۹	ہبۂ مشاع.....	۳۹۸
۳۲۰	ہبۂ مشاع کی ایک اور صورت.....	۴۰۰
۳۲۱	ہبۂ مشاع.....	۴۰۲
۳۲۲	ہبۂ مشاع.....	۴۰۴
۳۲۳	ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ کسی کو نہیں دیں گے.....	۴۰۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۴	ہبہ میں واپسی کی شرط.....	۴۰۶
۳۲۵	ہبہ میں قبضہ شرط ہے ورنہ وراثت ہوگی.....	۴۰۸
۳۲۶	ہبہ بالشرط.....	۴۱۱
۳۲۷	ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینا.....	۴۱۲
۳۲۸	اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثہ پر تقسیم کرنا.....	۴۱۴
۳۲۹	وارثوں کو ہبہ کرنا.....	۴۱۶
۳۳۰	زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے کا طریقہ.....	۴۱۸
۳۳۱	لڑکی کو ایک تہائی ہبہ لڑکے کو دو تہائی.....	۴۱۹
۳۳۲	اولاد کو ہبہ میں کمی بیشی.....	۴۲۱
۳۳۳	مرض الموت میں ہبہ وارث کے لئے.....	۴۲۴
۳۳۴	زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں.....	۴۲۶
۳۳۵	ہبۂ جائیداد زبانی.....	۴۲۷
۳۳۶	بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا پھر اس کے اپنی اولاد ہوگئی تو وہ کیا کرے.....	۴۲۸
۳۳۷	مکان کی تعمیر کے لئے والدہ کو روپیہ دینا اور پھر اس میں اپنا حق بتلانا.....	۴۳۰
۳۳۸	اپنے انتقال سے پہلے کسی وارث کو کچھ دیدے تو وہ عوض میراث نہیں بلکہ ہبہ ہے.....	۴۳۱
۳۳۹	ہبہ کی ایک صورت.....	۴۳۵
۳۴۰	اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کردے گا.....	۴۳۶
۳۴۱	اولاد کے درمیان ہبہ میں تفضیل.....	۴۳۸
۳۴۲	زمین صرف نام کردینے سے ملکیت نہیں ہوتی.....	۴۴۱
۳۴۳	ہبہ اور وارث کے حق میں وصیت.....	۴۴۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۴	غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا.....	۴۴۶
۳۴۵	ہونے والے وارث کو بیع یا ہبہ کرنا.....	۴۴۷
۳۴۶	اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا.....	۴۴۹
۳۴۷	خدمت گار لڑکی کو دیکر دوسروں کو محروم کرنا.....	۴۵۱
۳۴۸	مالک اپنی زندگی میں جس ہونے والے وارث کو جو کچھ دیدے وہ اس کا ہے.....	۴۵۲
۳۴۹	عمریٰ.....	۴۵۳
۳۵۰	لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا.....	۴۵۴
۳۵۱	مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ.....	۴۵۵
۳۵۲	جائیداد بھتیجہ کو دینا بیٹوں کو نہ دینا.....	۴۵۶
۳۵۳	متبنی کو ہبہ یا وراثت.....	۴۵۷
۳۵۴	بعض اولاد کو کچھ کم بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا.....	۴۵۹
۳۵۵	ہبہ بلا قبضہ اور وقف علی الاولاد	۴۶۴
۳۵۶	مرض الموت میں وارث کو ہبہ کا حکم	۴۶۶
۳۵۷	مرض الموت میں ہبہ.....	۴۶۸
۳۵۸	مرض الموت میں جعلی ہبہ نامہ پر دستخط	۴۶۹
۳۵۹	ہبہ بعد الموت	۴۷۰
۳۶۰	غیر مملوک مکان کو ہبہ کرنا	۴۷۱
۳۶۱	بیٹے کو زمین ہبہ کر کے واپس لینا.....	۴۷۲
۳۶۲	پوتے کو ہبہ کر کے پھر رجوع.....	۴۷۴
۳۶۳	خدمت کی امید پر ہبہ کر دیا پھر خدمت نہیں کی	۴۷۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۴	مرحوم بیٹے کی بیوہ کو ہبہ.....	۴۷۶
۳۶۵	ہبہ کے بعد موہوب لہ کا انتقال واہب کی حیات میں.....	۴۷۷
۳۶۶	حرام کمائی والے کا ہدیہ.....	۴۷۹
۳۶۷	حرام حلال مخلوط روپے کا ہبہ.....	۴۸۰
۳۶۸	مالِ معطی کی تفتیش کہ حرام ہے یا حلال؟.....	۴۸۱
۳۶۹	جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو.....	۴۸۲
۳۷۰	کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام.....	۴۸۴
۳۷۱	کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ.....	۴۸۵
۳۷۲	غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بناء پر ہدیہ کا لین دین.....	۴۸۵
۳۷۳	غیر مسلم کا صدقہ یا ہبہ.....	۴۸۷
۳۷۴	غیر مسلم کا ہدیہ.....	۴۸۸
۳۷۵	ہدیہ غیر مسلم.....	۴۸۹
۳۷۶	غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ دینا اور لینا.....	۴۸۹
۳۷۷	مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ.....	۴۹۱
۳۷۸	مریدوں سے ہدیہ لینا.....	۴۹۱
۳۷۹	بچوں کا ہدیہ استاذ کو.....	۴۹۲
۳۸۰	نابالغ کے مال میں تصرف ہبہ وغیرہ.....	۴۹۴
۳۸۱	بچوں کا ہدیہ.....	۴۹۴
۳۸۲	نابالغ بچہ کا ہدیہ قبول کرنا.....	۴۹۶
۳۸۳	جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا.....	۴۹۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۸۴	طلبہ کا ہدیہ استاذ کو.....	۴۹۸
۳۸۵	ایک شخص نے قرآن شریف خرید کر ہبہ کیا اس نے دوسرے کو ہبہ کیا تو کس کو ثواب ملیگا؟	۴۹۹
۳۸۶	دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ.....	۵۰۱
۳۸۷	ہدیہ کب رشوت ہے	۵۰۲
۳۸۸	پانچ سال کی بچی کو زمین ہبہ کر کے اس کا قبضہ نہ دینا.....	۵۰۳

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الغصب	
	غصب کے مسائل	
۱	کسی کی زمین کو غصب کرنا	۲۷
۲	زمین غصب کر کے پڑوسی کا مکان بنوانا	۲۸
۳	باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت	۲۹
۴	مطلقہ ماں کی مدد باپ کے مال سے	۳۰
۵	شجرۂ مغصوبہ کا پھل	۳۰
۶	دوسرے کی زمین کو غصب کرنا	۳۱
۷	مخدوم کے مال میں خادم کا تصرف	۳۳
۸	دوسرے کی زمین کاشت کرنے سے کیا مالک بن جائے گا۔	۳۵
۹	کسی کی بوئی ہوئی کھیتی کو کاٹ لینا	۳۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰	مملوک کنویں کو مندر بنانا	۳۹
۱۱	ملازم کو بسکٹ فیکٹری میں بلا اجازت مالک بسکٹ کھانا	۴۰
۱۲	دوست کی چیز کھالینا.....	۴۰
۱۳	۷۵ر بیگہ سے زائد زمین رکھنا اور کسی اور کا اس پر قبضہ کرنا	۴۱
۱۴	کسی کی کتاب بلا اجازت استعمال کرنا	۴۳
۱۵	کفار کے کارخانہ میں خرد برد کرنا	۴۴
۱۶	سرکاری زمین میں کھیتی کرنا	۴۵
۱۷	دوست سے روپیہ چوری کیا اس کی واپسی کا طریقہ	۴۵
۱۸	کرایہ کے مکان پر قبضہ	۴۶
۱۹	یتیموں کے مال میں بے جا تصرف کرنے والا.....	۴۸

کتاب الضمانۃ والامانۃ

﴿ضمانت وامانت کے احکام﴾

باب اول: ضمانت کے احکام

۲۰	ضمان کے معنیٰ	۵۰
۲۱	ضامن پر قسم کا حکم	۵۰
۲۲	دفتری نے رقم دی لینے والا کہتا ہے مجھے نہیں ملی	۵۱
۲۳	حقوق العباد، زکوٰۃ، قربانی وغیر پر مقدم ہیں	۵۲
۲۴	ضامن کو حلفیہ وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے.....	۵۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵	حلفیہ وعدہ کا پورا نہ کرنا قرآن کریم کی توہین ہے	۵۳
۲۶	ملزم کی ضمانت کرنا	۵۴
۲۷	نابالغ نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی اس کا تاوان	۵۵
۲۸	انجمن کا روپیہ ڈاکوؤں نے لے لیا وہ کس کے ذمہ ہے	۵۶
۲۹	مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر	۵۸
۳۰	مدرس کی تنخواہ سے ضمان کی صورت	۵۹
۳۱	مہتمم کے پاس سے زکوٰۃ چوری ہوگئی تو ضمان کا حکم	۵۹
۳۲	مہتمم پر ضمان	۶۱
۳۳	جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکا اور پیسے گارڈ کو دیدئے تو وہ کافی ہے یا نہیں	۶۳
۳۴	مقروض کے اسٹامپ لکھ دینے کے بعد بھی کفیل کی ضمانت باقی رہے گی؟	۶۴
۳۵	معزول پر ضمان نہیں	۶۶
۳۶	بچپن کی چوری کا حکم	۶۶
۳۷	دوسرے کے لئے ٹکٹ خریدنے کی صورت میں ضمان	۶۷
۳۸	اگر مبیع ڈاک سے ضائع ہوجائے تو ضمان کس پر ہے	۶۸
۳۹	دھوبی سے کپڑا کھو گیا اس کا ضمان	۶۹
۴۰	کرایہ کی سائیکل چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم	۷۰
۴۱	بندوق سے کوئی زخمی ہوگیا تو قصوروار کون؟ چلانے والا یا مالک	۷۱
	باب دوم: امانت کا بیان	
۴۲	امانتِ مسجد چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم	۷۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۳	غیر مسلم کے پاس مسجد کا پیسہ امانت تھا وہ ضائع ہو گیا.....	۷۳
۴۴	مؤذن سے روپیہ ضائع ہو گیا ضمان کس پر ہے اور مدرسہ کا روپیہ پھولونکے ہار میں خرچ کرنا	۷۴
۴۵	امانت کے نوٹ کو بدل دینا.....	۷۵
۴۶	امانت کا ادا نہ کرنا.....	۷۶
۴۷	امانت کی واپسی کیلئے شرط.....	۷۷
۴۸	ودیعت کا روپیہ وفات مودع کے بعد اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا.....	۷۸
۴۹	کبوتر مکان پر رہنے لگا کئی بچے بھی ہو گئے اس کا اور بچوں کا حکم.....	۸۲
۵۰	فساد زدگان کیلئے چندہ کیا گیا، کچھ بچ گیا اس کو کیا کیا جائے.....	۸۳
۵۱	امانت میں تصرف جبکہ مالک لاپتہ ہو جائے.....	۸۴
۵۲	کیا سزا کے عوض امانت کی رقم کاٹ لی جائے۔.....	۸۴
۵۳	کسٹوڈین کا قبضہ.....	۸۶
۵۴	امین کی وفات کے بعد امانت کا مطالبہ اس کے ورثہ سے.....	۸۷
۵۵	بیٹی کو چوڑیاں دیکر واپس لینا.....	۸۸
۵۶	صاف لفظوں میں امانت کہنا اور معاملہ گروی کا کرنا.....	۹۰
۵۷	امین نے عیدگاہ کا روپیہ کاروبار میں لگا لیا.....	۹۳
۵۸	غیر مسلم نے امانت رکھی پھر وہ مر گیا وارث کوئی نہیں.....	۹۴
۵۹	مستعار کا عوض ادا کر چکنے کے بعد وہ ملی تو کیا کرے.....	۹۵
۶۰	یتیموں کے بالغ ہونے پر ان کی امانت ان کی شادی میں خرچ کرنا.....	۹۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	باب سوم: امانت کے ضائع ہونے پر ضمان	
۶۱	امانت کو دفن کر دینے کی شکل میں ضائع ہونے پر ضمان	۹۷
۶۲	ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی، اور امانت کو دین رکھنا	۹۸
۶۳	ہوٹل کے برتن اپنے کمرہ سے گم ہونے پر ضمان	۹۹
۶۴	بے احتیاطی سے سامان ضائع ہوگیا	۱۰۰
۶۵	امانت کا ضمان حفاظت میں کوتاہی کی بناء پر	۱۰۱
۶۶	امانت کا ضمان	۱۰۳
۶۷	امانت چوری ہونے پر ضمان کا حکم	۱۰۴
۶۸	مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر ہے	۱۰۵
۶۹	امانت کے ہلاک کرنے پر ضمان	۱۰۶
۷۰	امانت کا روپیہ جل گیا اس کا تاوان	۱۰۷
۷۱	امانت غسل خانہ میں رکھ کر بھول گیا، اس کا ضمان	۱۰۹
	کتاب الصید والذبائح	
	﴿شکار اور ذبیحہ کے احکام﴾	
	باب اول: شکار کا بیان	
۷۲	کیا شکار کرنا مباح ہے	۱۱۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷۳	تفریح کے لئے شکار کھیلنا	۱۱۲
۷۴	بلاضرورت شکار میں وقت ضائع کرنا	۱۱۴
۷۵	شکار میں نماز قضا کرنا	۱۱۴
۷۶	بے نمازی کا شکار اور اس کے ساتھ اختلاط	۱۱۵
۷۷	بندوق سے شکار کیا ہوا مرغا	۱۱۵
۷۸	بندوق کا شکار	۱۱۷
۷۹	بندوق کی گولی سے شکار	۱۱۸
۸۰	زندہ چیز کو کانٹے میں پھنسا کر شکار کرنا	۱۱۹
۸۱	کیچوے کے ذریعہ شکار	۱۱۹
۸۲	کیچوے کے ذریعہ مچھلی کا شکار	۱۲۰
۸۳	مچھلی پکڑنے کے بعد یا لاٹھی سے مرگئی اس کا کھانا	۱۲۰
۸۴	کانٹے میں مچھلی پکڑنا درست ہے	۱۲۱
۸۵	مچھلی طافی ممنوع ہے	۱۲۲
۸۶	لب دریا حظیرہ بنایا اس میں مچھلیاں آگئیں ان کا دوسرے کو پکڑنا	۱۲۴
۸۷	مملوک حوض سے مچھلی پکڑنا	۱۲۹
۸۸	عضو شکار ذبح سے پہلے جدا ہوگیا	۱۳۰
۸۹	کتے کے ذریعہ شکار	۱۳۱
۹۰	صید کلب	۱۳۲
۹۱	کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ہرن پر چھوڑا اس نے اول خنزیر کو پکڑا پھر ہرن کو	۱۳۲
۹۲	کتے کے منھ سے گوشت چھین کر خود کھانا	۱۳۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۳	معلم کتے کا شکار کھانا درست ہے	۱۳۴
۹۴	برچھی پر سور کا خون لگا ہوا ہونے کی وجہ سے پاک کر کے کھانا چاہئے	۱۳۶
	باب دوم: ذبح کے احکام	
۹۵	وقت ذبح اللہ کا کونسا نام لیا جائے	۱۳۷
۹۶	ذبیحہ پر کسی بھی زبان میں اللہ کا نام لینا	۱۳۸
۹۷	قربانی کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا	۱۳۹
۹۸	کیا قربانی کے ہر شریک پر تکبیر واجب ہے	۱۳۹
۹۹	شاۃ مسروقہ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا	۱۴۰
۱۰۰	معین ذابح پر تسمیہ	۱۴۱
۱۰۱	دو شخصوں کا ذبح کرنا	۱۴۲
۱۰۲	ذبح کے وقت جانور کس کروٹ پر ہو	۱۴۲
۱۰۳	ذبح کرتے وقت جانور کا قبلہ رو ہونا	۱۴۳
۱۰۴	ذبح فوق العقدہ	۱۴۴
۱۰۵	ذبح فوق العقدہ	۱۴۸
۱۰۶	گردن کی طرف سے ذبح کرنا	۱۵۱
۱۰۷	ذبیحہ کی گردن جدا ہو جانا	۱۵۲
۱۰۸	بائیں ہاتھ سے ذبح	۱۵۳
۱۰۹	جس چھری سے قربانی کی جائے کیا اس میں تین سوارخ کا ہونا ضروری ہے	۱۵۳
۱۱۰	بکری کو ذبح کرتے وقت خون کو وہیں بند کر دینا	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۱	ذبح سے پہلے جانور کو بھوکا رکھنا.....	۱۵۵
۱۱۲	ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا.....	۱۵۵
۱۱۳	ذبح سے قبل بجلی کا شاٹ لگانا	۱۵۶
۱۱۴	متوحش جانور کو ذبح کرنے کے لئے سر پر لوہا مارنا.....	۱۵۷
۱۱۵	ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال اتارنا.....	۱۷۳
۱۱۶	گائے کو ذبح کرنے سے پہلے کھال چیرنا.....	۱۷۴
۱۱۷	ذبح کرنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے	۱۷۵
۱۱۸	ذبیحہ حلال جھٹکا حرام کیوں؟.....	۱۷۶
	باب سوم: ذبح کرنے والے کا حکم	
۱۱۹	نشہ باز قصاب کا ذبیحہ	۱۷۷
۱۲۰	کسی ایسے شخص کا ذبیحہ جبکہ اس کا اسلام معلوم نہ ہو.....	۱۷۷
۱۲۱	شیعہ کا ذبیحہ	۱۷۸
۱۲۲	دیوبندیوں کو خارج از اسلام کہنے والے کا ذبیحہ وقربانی	۱۷۹
۱۲۳	ذبیحۂ صبی	۱۷۹
۱۲۴	دیوبندی کا ذبیحہ	۱۸۰
۱۲۵	کلمۂ کفر کہنے والے کا ذبیحہ	۱۸۱
۱۲۶	عورت کا ذبیحہ	۱۸۲
۱۲۷	حائضہ، نفساء، جنب کا ذبیحہ	۱۸۲
۱۲۸	بے وضو انڈر ویر پہن کر ذبح کرنا	۱۸۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۲۹	بے نمازی اور نشہ کرنے والے کا ذبیحہ	۱۸۳
۱۲۰	کیا تارکِ صوم کا ذبیحہ حرام ہے	۱۸۵
۱۳۱	مشین اور یہودی کا ذبیحہ	۱۸۵
۱۳۲	ذبیحۂ یہود	۱۸۷
۱۳۳	ذبیحۂ یہود	۱۸۸
۱۳۴	اہل عرب کا ذبیحہ	۱۸۸
۱۳۵	اہل کتاب کا ذبیحہ	۱۸۹
۱۳۶	اہل کتاب کا ذبیحہ	۱۹۴
۱۳۷	عرب ممالک میں ڈبوں کا گوشت	۱۹۵

باب چہارم: ذبح صحیح اور غیر صحیح

۱۳۸	مرنے کے بعد چھری پھیرنے سے مرغ حلال نہیں ہوتا	۱۹۷
۱۳۹	جس جانور کے دو ٹکڑے ہو جائیں اس کا ذبح کرنا	۱۹۸
۱۴۰	شیر کی زخمی کی ہوئی بکری کو ذبح کر کے کھانا	۱۹۹
۱۴۱	کتے نے مرغی کو پکڑ لیا اس کو ذبح کر کے کھانا	۱۹۹
۱۴۲	جس بکرے پر بجلی گر جائے اس کو ذبح کر کے کھانا	۲۰۰
۱۴۳	دیوار کے نیچے دب کر مرنے والی بکری کا ذبح	۲۰۱
۱۴۴	بندوق سے چڑیا کی گردن اڑ گئی اس کو ذبح کیا گیا.....	۲۰۱
۱۴۵	دجاجہ مخلاۃ کو فوراً ذبح کر کے کھانا	۲۰۲
۱۴۶	کسی معزز مہمان کے لئے جانور کو ذبح کرنا	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۷	کارآمد جانور کو تجارت کے لئے ذبح کرنا	۲۰۴
۱۴۸	کافر کے یا سرکاری سانڈ کو ذبح کر کے کھانا	۲۰۵
۱۴۹	گابھن بھیڑ کو ذبح کر کے فروخت کرنا اور اس کے بچہ کا حکم	۲۰۶
۱۵۰	ذبح کے وقت علامات حیات	۲۰۶
۱۵۱	بیمار گائے ذبح کی اور خون بہت آہستہ آہستہ نکلا حرکت کچھ نہیں کی	۲۰۷
۱۵۲	ایک جانور کو ذبح کیا وہ جا کر پانی میں ڈوب گیا اس کا کھانا	۲۱۰
	باب پنجم: جانور کے حلال وحرام اجزاء	
۱۵۳	چمڑا کھانا	۲۱۱
۱۵۴	حلال جانور کا چمڑا کھانا	۲۱۱
۱۵۵	اوجھڑی اور آنتیں کھانا	۲۱۲
۱۵۶	اوجھڑی کھانا کیسا ہے	۲۱۳
۱۵۷	اوجھڑی، آنتیں حرام نہیں، گدھی اور سور کا دودھ	۲۱۳
۱۵۸	غدود کیا ہے اور اس کا حکم	۲۱۵
۱۵۹	حرام مغز	۲۱۵
۱۶۰	بکرے کے کپورے کا حکم	۲۱۶
۱۶۱	کپورے کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ	۲۱۶
۱۶۲	ماکول اللحم کے اجزاءِ محرمہ	۲۱۷
۱۶۳	جو خون ذبیحہ میں گوشت کے ساتھ لگا رہ جائے وہ پاک ہے، ذبح بھی دباغت ہے	۲۱۸
۱۶۴	قربانی کا بہا ہوا خون پینا	۲۲۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۵	خصیہ کھانا.....	۲۲۱

کتاب الاضحیۃ و العقیقۃ

﴿قربانی اور عقیقہ کے مسائل﴾

باب اول: وجوب قربانی

۱۶۶	قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث سے	۲۲۳
۱۶۷	قربانی کس پر واجب ہے؟ کیا قیمت کا صدقہ کرنا کافی ہے.....	۲۲۶
۱۶۸	قربانی کس پر واجب ہے	۲۲۷
۱۶۹	کتنے نوٹ پر قربانی واجب ہے	۲۲۸
۱۷۰	کچھ سونا کچھ چاندی دونوں پر قربانی	۲۲۹
۱۷۱	ملازم کی تنخواہ پر قربانی کا وجوب	۲۲۹
۱۷۲	جب کہ قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ اور مقدار نصاب کم ہو تو کیا کرے	۲۳۰
۱۷۳	جانور خریدنے سے قربانی کا وجوب	۲۳۲
۱۷۴	قربانی کا دوسرا جانور خریدنے پر پہلا گم شدہ مل گیا	۲۳۳
۱۷۵	قربانی کا جانور مرنے سے کیا واجب ساقط ہو جاتا ہے.....	۲۳۳
۱۷۶	ہدیہ کئے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت	۲۳۴
۱۷۷	کسی کے کہنے سے اپنا جانور اس کی طرف سے مفت قربانی کیا	۲۳۵
۱۷۸	قربانی کے لئے جانور خرید کر فقیر ہو گیا	۲۳۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۷۹	مشترکہ کاروبار والے جب انفراداً صاحب نصاب نہ ہوں تو قربانی واجب نہیں؟	۲۳۶
۱۸۰	کیا گھر کے سب آدمیوں کی طرف سے قربانی لازم ہے	۲۳۷
۱۸۱	ایک بکرے کی قربانی سب گھر کی طرف سے	۲۳۸
۱۸۲	قربانی کی نیت سے قربانی واجب نہیں ہوئی اور حاملہ کی قربانی	۲۳۹
۱۸۳	کس قربانی میں زیادہ ثواب ہے اپنی طرف سے یا والدہ یا حضور اکرم ﷺ کی طرف سے؟	۲۴۰
۱۸۴	ہدایہ کی عبارت صغیر اولاد کی طرف سے قربانی	۲۴۱
۱۸۵	کیا حرام مال ملک میں ہو تب بھی قربانی ہوگی	۲۴۲
۱۸۶	خنزیر کے بال سے برش بنانیوالے کارخانہ میں ملازم کی تنخواہ سے قربانی خریدی گئی	۲۴۳
۱۸۷	میت کی طرف سے قربانی کرنا	۲۴۴
۱۸۸	میت کی طرف سے قربانی بلا وصیت	۲۴۵
۱۸۹	اپنی قربانی نہ کرنا میت کی طرف سے قربانی کرنا	۲۴۶
۱۹۰	میت کی طرف سے قربانی کے ذریعہ اداء واجب	۲۴۶
۱۹۱	باپ کی طرف سے قربانی	۲۴۹
۱۹۲	دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا	۲۵۰
۱۹۳	کسی کی طرف سے بلا اذن قربانی کرنا.....	۲۵۲
۱۹۴	دوسرے کی طرف سے بلا اجازت قربانی	۲۵۲
۱۹۵	مسافر بیٹے کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے قربانی کرنا.....	۲۵۴
	باب دوم: قربانی کے جانور	
۱۹۶	کس جانور کی قربانی افضل ہے؟	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۷	نر اور مادہ میں کس کی قربانی افضل ہے؟	۲۵۶
۱۹۸	ساتواں حصہ افضل ہے یا بکرا	۲۵۷
۱۹۹	بکری کی افضلیت پر قاضی خاں کی عبارت سے اشکال	۲۵۷
۲۰۰	گائے کی قربانی کا ثبوت	۲۵۹
۲۰۱	گائے کی قربانی کرنا جبکہ قانوناً ممنوع ہے	۲۶۰
۲۰۲	بیل بھینس کی قربانی قانوناً	۲۶۰
۲۰۳	بھینس کی قربانی کا حکم	۲۶۱
۲۰۴	بھینس کی قربانی	۲۶۱
۲۰۵	خنثی بکری کی قربانی	۲۶۲
۲۰۶	خصی کی قربانی	۲۶۳
۲۰۷	خصی کا حکم	۲۶۴
۲۰۸	ایک فربہ بکرے کی قربانی بہتر ہے یا دو کی جبکہ قیمت میں برابر ہوں	۲۶۵
۲۰۹	قربانی کے لئے موٹاپا عیب نہیں	۲۶۵
۲۱۰	سستی قیمت کا جانور خرید کر قربانی کرنا	۲۶۶
۲۱۱	جنین کی قربانی	۲۶۶
۲۱۲	کانجی ہاؤس سے نیلام جانور کی قربانی	۲۶۷
۲۱۳	گابھن جانور کی قربانی	۲۶۷
۲۱۴	مرغ کی قربانی	۲۶۸
۲۱۵	کیا انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے؟	۲۶۹
۲۱۶	جنگلی جانور کی قربانی	۲۶۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۷	ہرن بکری سے پیدا بچہ شدہ کی قربانی.....	۲۷۰
۲۱۸	بکری ہرن کے جوڑے سے پیدا بچہ کی قربانی.....	۲۷۱
۲۱۹	پالتو ہرن کی قربانی.....	۲۷۱
۲۲۰	قربانی کی بکری سے پتھر برآمد ہوا.....	۲۷۲
	فصل : قربانی کے جانوروں کی عمر	
۲۲۱	اس بھینس کی قربانی جو موٹی ہو مگر دو سال سے کم ہو.....	۲۷۴
۲۲۲	سال بھر سے کم دنبہ کی قربانی.....	۲۷۵
۲۲۳	سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی.....	۲۷۶
۲۲۴	سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی.....	۲۷۷
۲۲۵	سال بھر سے کم بکری کی قربانی.....	۲۷۸
۲۲۶	سال بھر سے چند روز کم بکرے کی قربانی.....	۲۷۹
۲۲۷	قربانی کے لئے دو دانت کا لزوم.....	۲۷۹
	لفظ جذعۃ کی تشریح.....	۲۸۳
۲۲۸	**باب سوم: قربانی کے جانوروں میں عیب**	
۲۲۹	گائے کا دو تہائی سینگ ٹوٹ جائے تو اسکا حکم اور ہدایہ و حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت میں تطبیق	۲۸۷
۲۳۰	جس جانور کے سینگ نہ ہوں اس کی قربانی.....	۲۸۸
۲۳۱	سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی.....	۲۸۸
۲۳۲	سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی.....	۲۸۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۳۳	سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی	۲۹۰
۲۳۴	آدھا سینگ شکستہ ہوتو اس کی قربانی	۲۹۰
۲۳۵	چرنے سے جس بکرے کے دانت گھس گئے ہوں	۲۹۱
۲۳۶	کان چرے ہوئے کی قربانی	۲۹۱
۲۳۷	ذبح کرتے ہوئے عیب پیدا ہوگیا	۲۹۲
۲۳۸	قربانی سے پہلے جانور بیمار ہوگیا	۲۹۲
۲۳۹	قربانی کے لئے بکرا خریدا وہ بیمار ہوگیا اب کیا کرے	۲۹۳
۲۴۰	قربانی کا جانور بیمار ہوگیا نماز عید سے پہلے اس کی قربانی	۲۹۴
۲۴۱	قربانی کا جانور بیمار ہوگیا	۲۹۵
۲۴۲	قربانی جلّالہ	۲۹۶
۲۴۳	حرام غذا والے جانور کی قربانی	۲۹۶
۲۴۴	سور کے دودھ سے پلے ہوئے کی قربانی	۲۹۸
۲۴۵	بکری کے جس بچہ نے کتیا کا دودھ پیا اس کی قربانی	۲۹۹
۲۴۶	دیوانہ جانور کی قربانی	۲۹۹
۲۴۷	لنگڑے جانور کی قربانی	۳۰۰
۲۴۸	ایک فوطہ والے جانور کی قربانی	۳۰۰
۲۴۹	دو تھن والی بھینس کی قربانی	۳۰۱
۲۵۰	موطوءہ جانور کی قربانی	۳۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	باب چہارم: قربانی میں شرکت	
۲۵۱	بکرا، اونٹ، گائے میں شرکت کی تفصیل	۳۰۴
۲۵۲	ایک بکری میں شرکت درست نہیں	۳۰۶
۲۵۳	بکرے کی قربانی میں شرکت	۳۰۸
۲۵۴	قیمتی بکرا پالا پھر اس کے عوض گائے خرید کر قربانی کرنا	۳۰۸
۲۵۵	اونٹ میں بھی سات حصے ہوں گے	۳۰۹
۲۵۶	چھ شریکوں نے ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا	۳۱۰
۲۵۷	چھ آدمی ایک حصہ قربانی کا حضور ﷺ کی طرف سے کریں	۳۱۱
۲۵۸	ایک گائے کی قربانی میں ساتواں حصہ حضور ﷺ کا	۳۱۳
۲۵۹	جانور خرید کر چھ حصہ دار شریک کرنا	۳۱۴
۲۶۰	قربانی کے لئے جانور خرید کر اس میں دوسروں کو شریک کرنا	۳۱۵
۲۶۱	جانور خریدنے سے پہلے شرکاء کی تعیین ہو یا بعد میں	۳۱۵
۲۶۲	قربانی میں گوشت فروخت کرنے کی نیت	۳۱۶
۲۶۳	قربانی کے بعد حصہ فروخت کرنا	۳۱۷
۲۶۴	شرکاء کی اجازت کے بغیر قربانی کے جانور کو دوسروں کو فروخت کرنا	۳۱۷
۲۶۵	غنی شریک قربانی سے پہلے مرجائے	۳۱۹
۲۶۶	فقیر شریک قربانی سے پہلے مرجائے	۳۲۰
۲۶۷	ایک شریک کے مرنے پر اس کے حصہ کی قربانی	۳۲۰
۲۶۸	کسی شریک کی قربانی نہیں ہوسکی تو قیمت کیا کرے	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۹	قربانی میں شرکت کی اجازت دیکر پھر انکار کرنا	۳۲۱
۲۷۰	ایک حصہ والدین کیلئے نصف نصف رکھا	۳۲۲
۲۷۱	ایک حصہ کا ثواب متعدد کو	۳۲۳
۲۷۲	ایک جانور میں ایک شخص کی طرف سے جہات متعددہ کی نیت مع جواب اشرف المدارس کراچی	۳۲۳
۲۷۳	شرکاء قربانی کا وقت ذبح موجود ہونا	۳۲۹
۲۷۴	قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت ہر حصہ دار کا ہاتھ لگانا	۳۲۹
۲۷۵	قربانی کے گوشت کی تقسیم	۳۳۰
۲۷۶	قربانی کے گوشت کی تقسیم	۳۳۱
۲۷۷	قربانی کا گوشت آپس میں تول کر تقسیم کرنا چاہئے	۳۳۱
۲۷۸	قربانی کا گوشت سب حصہ داروں کو تول کر تقسیم کیا جائے؟	۳۳۲
۲۷۹	قربانی میں ولیمہ	۳۳۴
	باب پنجم: قربانی کے ایام واوقات اور قضاء	
۲۸۰	قربانی کے کتنے دن ہیں؟	۳۳۶
۲۸۱	قربانی کس دن افضل ہے؟	۳۳۷
۲۸۲	کیا قربانی چار دن ہے؟	۳۳۸
۲۸۳	قربانی کا ثبوت تین دن	۳۴۰
۲۸۴	رات میں قربانی	۳۴۱
۲۸۵	گاؤں میں قربانی کا وقت	۳۴۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۶	شہر میں نماز سے پہلے قربانی	۳۴۲
۲۸۷	شہری کی گاؤں میں قربانی	۳۴۳
۲۸۸	نماز عید سے پہلے قربانی	۳۴۳
۲۸۹	نماز عید سے پہلے قربانی کی ایک صورت	۳۴۴
۲۹۰	تعدد صلوۃ عید کی صورت میں وقت اضحیہ	۳۴۴
۲۹۱	غلطی سے بے وضو ادا کی گئی نماز کے بعد قربانی کا حکم	۳۴۵
۲۹۲	قربانی کی قضا کی صورت	۳۴۶
۲۹۳	قربانی کی قضا	۳۴۶
۲۹۴	قربانی کی قضا	۳۴۷
	باب ششم: قربانی کے آداب و مستحبات	
۲۹۵	قربانی ذبح کرنے کا ثواب	۳۴۸
۲۹۶	قربانی کے وقت کی دعاء	۳۴۸
۲۹۷	قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا	۳۴۹
۲۹۸	قربانی سے قبل کچھ کھانا	۳۵۰
۲۹۹	دو رکعت نفل اور بال و ناخون نہ تراشنے سے قربانی کا ثواب	۳۵۱
۳۰۰	عورت کا خود قربانی کرنا	۳۵۲
	باب ہفتم: قربانی کی نذر	
۳۰۱	قربانی کی نذر کی تفصیل	۳۵۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۰۲	متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ	۳۵۴
۳۰۳	ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم	۳۵۵
۳۰۴	بیمار نذر کا گوشت خود کھائے یا ملنے والے کو دے تو کیسا ہے؟	۳۵۶
۳۰۵	حاملہ منذور جانور کی قربانی.....	۳۵۶
۳۰۶	بکری کے پیٹ سے اگر بکرا پیدا ہوا اس کی قربانی کرنے کی نذر	۳۵۷
۳۰۷	قربانی کو شرط پر معلق کرنا.....	۳۵۷
	باب ہشتم: چرم قربانی اور گوشت کے مصارف	
۳۰۸	چرم قربانی والد یا اولاد کو دینا	۳۶۰
۳۰۹	چرم قربانی کی قیمت تعمیر مدرسہ ومسجد میں دینا	۳۶۰
۳۱۰	قیمت چرم غریب والد یا اولاد کو دینا.....	۳۶۱
۳۱۱	چرم قربانی کی قیمت چوری ہوگئی تو کیا کرے؟	۳۶۱
۳۱۲	چرم کا صدقہ افضل ہے، یا اس کی قیمت کا	۳۶۲
۳۱۳	چرم قربانی کی قیمت کنویں کی تعمیر میں دینا.....	۳۶۳
۳۱۴	قیمت چرم قربانی اور زکوٰۃ میں فرق	۳۶۳
۳۱۵	قیمت چرم قربانی کنواں بنوانے میں	۳۶۵
۳۱۶	قیمت چرم سے پختہ مزار وغیرہ بنوانا	۳۶۵
۳۱۷	چرم قربانی کی قیمت سے قبرستان کے لئے زمین خریدنا اور وقف کرنا	۳۶۶
۳۱۸	چرم قربانی سے مہمان خانہ بنانا	۳۶۷
۳۱۹	قیمت چرم قربانی سے جلد بندی	۳۶۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۰	مردہ کی طرف سے قربانی کر کے قیمت چرم اپنے بیٹے کو دینا	۳۷۰
۳۲۱	چرم قربانی مالدار کو دینا	۳۷۱
۳۲۲	چرم قربانی مدرسہ میں صرف کرنا	۳۷۲
۳۲۳	فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا	۳۷۲
۳۲۴	قیمت چرم قربانی کا مصرف مدارس میں	۳۷۴
۳۲۵	مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی	۳۷۵
۳۲۶	چرم قربانی سے تنخواہ دینا	۳۷۷
۳۲۷	قربانی کی کھال تعمیر مسجد میں	۳۷۷
۳۲۸	چرم قربانی مسجد میں	۳۷۸
۳۲۹	چرم قربانی امام کے لئے	۳۸۰
۳۳۰	قربانی کی کھال امام کیلئے	۳۸۱
۳۳۱	میت کی طرف سے کی گئی قربانی کا گوشت	۳۸۲
۳۳۲	قربانی کے گوشت کا صدقہ	۳۸۲
۳۳۳	قربانی کی کھال کا کھانا	۳۸۳
۳۳۴	قربانی کے گوشت کا تیسرا حصہ صدقہ کرنا	۳۸۴
۳۳۵	قربانی کا گوشت پکا کر دینا	۳۸۴
۳۳۶	قربانی کے گوشت سے ایصال ثواب اور مروجہ فاتحہ	۳۸۵
۳۳۷	خدمت گزاروں کو قربانی کا گوشت	۳۸۶
۳۳۸	قربانی کا گوشت خاکروب وغیرہ کو دینا	۳۸۷
۳۳۹	قربانی کا گوشت مہترانی کو دینا	۳۸۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۰	غیر مسلم کو قربانی کا گوشت	۳۸۸
۳۴۱	قربانی کا گوشت ہندو کو دینا.....	۳۸۹
۳۴۲	قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا.....	۳۸۹
۳۴۳	قربانی کا گوشت سکھا کر دیر تک رکھنا.....	۳۹۰
۳۴۴	سب قربانیوں کے گوشت کو جمع کر کے تقسیم کرنا	۳۹۰
۳۴۵	قربانی کا گوشت تقسیم کے لئے دیا تھا اس کو فروخت کر دیا	۳۹۲
۳۴۶	قربانی کا گوشت فروخت کرنا	۳۹۳
۳۴۷	قربانی کے دودھ سے انتفاع.....	۳۹۴
۳۴۸	قربانی کی اون ذبح سے قبل	۳۹۵
۳۴۹	قربانی کی اون ذبح کے بعد	۳۹۵
۳۵۰	قربانی کے جانور سے اتاری ہوئی اون کا حکم	۳۹۶
۳۵۱	قربانی کا بہا ہوا خون پینا.....	۳۹۶
۳۵۲	قربانی کا خون کیا کیا جائے.....	۳۹۶
۳۵۳	قربانی کی ہڈیوں کا حکم	۳۹۷
۳۵۴	جانور کی رسی کا صدقہ کرنا	۳۹۸
۳۵۵	قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ ہے	۳۹۸

باب نہم : قربانی کے متفرق احکام

۳۵۶	غلطی سے ایک دوسرے کی قربانی ذبح کر دی.....	۴۰۰
۳۵۷	دوسرے مقام پر روپیہ بھیج کر قربانی کرانا.....	۴۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۵۸	کسی کی دلجوئی کے لئے شعائر کو ترک کرنا	۴۰۱
۳۵۹	ہندو کی دل آزاری کے خیال سے اس سے خریدی ہوئی گائے کو واپس کرنا.....	۴۰۲
۳۶۰	قربانی کا جانور خرید کر پھر فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسرا جانور خریدنا	۴۰۴
۳۶۱	قربانی کی اطلاع پولیس کو دینا	۴۰۴
۳۶۲	خطرۂ جان کے وقت قربانی نہ کرنا	۴۰۷
۳۶۳	طالب علم کے حق میں کتابیں خریدنا نفلی قربانی سے اولیٰ ہے	۴۰۸

باب دھم : عقیقہ کا بیان

۳۶۴	ولیمہ کے ساتھ عقیقہ.....	۴۱۰
۳۶۵	شادی میں عقیقہ	۴۱۱
۳۶۶	قربانی کے ساتھ عقیقہ	۴۱۱
۳۶۷	قربانی کے ساتھ عقیقہ	۴۱۲
۳۶۸	قربانی میں عقیقہ کا حصہ اور ساتویں دن کی رعایت	۴۱۳
۳۶۹	بڑی عمر میں عقیقہ	۴۱۵
۳۷۰	بالغہ کا عقیقہ اور اس کے بالوں کا حکم	۴۱۶
۳۷۱	عقیقہ کی مدت	۴۱۶
۳۷۲	عقیقہ کا دن	۴۱۷
۳۷۳	کیا عقیقہ اکیس روز بعد بھی ہے	۴۱۹
۳۷۴	عقیقہ وقربانی میں فرق	۴۱۹
۳۷۵	عقیقہ دیر سے کرنے کی صورت میں بچہ کے بال اتارنے میں دیر نہ کی جائے	۴۲۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۶	عقیقہ کے بالوں کو دفن کیا جائے	۴۲۳
۳۷۷	عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا	۴۲۳
۳۷۸	دادیال یا نانیال میں عقیقہ	۴۲۴
۳۷۹	جس بچہ کا عقیقہ نہیں ہوا کیا وہ شفاعت کریگا	۴۲۵
۳۸۰	بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ	۴۲۶
۳۸۱	بڑے جانور میں عقیقہ کے سات حصے ایام قربانی کے علاوہ میں	۴۲۷
۳۸۲	عقیقہ کا سر قصاب کو اجرت میں دینا	۴۲۷
۳۸۳	گائے، بھینس میں عقیقہ	۴۲۸
۳۸۴	گائے، بھینس کے ذریعہ عقیقہ غیر ایام اضحیہ میں	۴۲۹
۳۸۵	عقیقہ میں لڑکے کا ایک حصہ رکھنا	۴۲۹
۳۸۶	متعدد بچوں کا عقیقہ ایک بھینس میں	۴۳۰
۳۸۷	اضحیہ کے علاوہ گائے میں عقیقہ کا حصہ	۴۳۱
۳۸۸	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ	۴۳۲
۳۸۹	عقیقہ کے لئے جانور خریدا پھر بچہ مر گیا تو اس کو کیا کریں؟	۴۳۲
۳۹۰	گابھن بکری کے دو بچے دینے پر عقیقہ کا ارادہ کرنا	۴۳۳
۳۹۱	صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر	۴۳۴
۳۹۲	عقیقہ کا کھانا ماں باپ کیلئے	۴۳۵
۳۹۳	عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ کیلئے	۴۳۵
۳۹۴	بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ	۴۳۷
۳۹۵	تحنیک کا طریقہ	۴۳۸

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الحظر والاباحۃ

﴿جائز اور ناجائز امور﴾

باب اول: کھانے پینے کے مسائل

فصل اول:- کھانے پینے کے آداب اور اسکے مکروہات

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	وضو اور غسل کے بعد دوبارہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟.....	۳۰
۲	کھانے سے پہلے بسم اللہ.....	۳۱
۳	کھانے کی ابتدا اور اختتام نمک پر.....	۳۱
۴	کھانے کی ابتدا داہنی طرف سے.....	۳۲
۵	کھانے کے لئے بلانے پر بارک اللہ کہنا.....	۳۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶	دسترخوان پر سب ایک روٹی میں سے کھائیں یا الگ الگ ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھائیں.....	۳۳
۷	کھانے کے بعد کلی کا پانی پینا.....	۳۴
۸	کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھوکر پینا.....	۳۴
۹	کھانے کے برتن میں ہاتھ دھوکر اس پانی کو پینا.....	۳۵
۱۰	کھانے کے بعد برتن کو دھوکر پینا.....	۳۶
۱۱	کھانے کے بعد کیا مٹھائی کھانا سنت ہے.....	۳۷
۱۲	لوٹے کا پانی چلو بنا کر پینے کا طریقہ.....	۳۸
۱۳	کھانا کھاتے وقت چارپائی کی کس جانب بیٹھے.....	۳۹
۱۴	گوشت کا دھونا.....	۳۹
۱۵	گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکانا.....	۴۰
۱۶	بعد عصر کھانا پینا.....	۴۱
۱۷	کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا.....	۴۱
۱۸	بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر سالن نکالنا.....	۴۲
۱۹	کھانا گرم کھانا چائے گرم پینا.....	۴۳
۲۰	آب زمزم گرم کر کے پینا.....	۴۳
۲۱	کھانے پر پھونک مار کر کھانا.....	۴۴
۲۲	ننگے سر کھانا اور کھانے کی حالت میں سلام کرنا.....	۴۵
۲۳	کچی پیاز کھانے میں ملا کر کھانا.....	۴۵
۲۴	بازار جانا اور دوکان پر بضرورت بیٹھنا چلتے پھرتے کھانے کا حکم.....	۴۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵	پان سگریٹ وغیرہ کا استعمال راستہ میں.....	۴۷
۲۶	کرتے کے نیچے ہاتھ نکال کر کھانا کھانا.....	۴۸
۲۷	نابالغ کے مال سے کچھ کھانا تربیت کیلئے.....	۴۹
	فصل دوم:- فاسق وفاجر کے ساتھ کھانا پینا	
۲۸	فاسق معلن کے گھر کھانا.....	۵۰
۲۹	شراب نوش کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۱
۳۰	بے نمازی عورت کا پکایا ہوا کھانا.....	۵۱
۳۱	آوارہ عورت کے گھر کا کھانا.....	۵۲
۳۲	زنا کی خصلت والی لڑکیوں کے ہاتھ کا کھانا.....	۵۳
۳۳	گڑیا اور تصویر بیچنے والے کے یہاں کھانا.....	۵۳
۳۴	جس تقریب میں باجہ ہو اس میں کھانا.....	۵۴
۳۵	کیا ہوٹل میں کھانا فسق ہے.....	۵۵
۳۶	طعام الریا.....	۵۵
	فصل سوم:- کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا	
۳۷	کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۷
۳۸	طعام مشرک.....	۵۹
۳۹	غیر مسلم کے ساتھ کھانا.....	۶۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۰	غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا.....	۶۱
۴۱	ہندو کے تہوار کا کھانا.....	۶۲
۴۲	ہندو کے گھر کی چیزیں کھانا.....	۶۴
۴۳	ہندو کی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا.....	۶۴
۴۴	غیر مسلم کے ہوٹل میں کھانا.....	۶۷
۴۵	غیر مسلم ملازم کے ہاتھ بھیجا ہوا گوشت.....	۶۸
۴۶	کافر ملازم کے ذریعہ گوشت منگانا.....	۶۹
۴۷	کافر کے گھر کا گوشت کھانا.....	۶۹
۴۸	غیر مسلم باورچی کا پکایا ہوا گوشت.....	۷۰
۴۹	کافر کا پکایا ہوا گوشت.....	۷۱
۵۰	غیر مسلم کے مکان پر طعام وقیام اور اپنی حاملہ بیوی سے ہمبستری.....	۷۲
۵۱	شیعہ کے گھر کا کھانا.....	۷۴
۵۲	چمار بھنگی کا کھانا.....	۷۴
۵۳	چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا.....	۷۵
۵۴	عقیقہ کا کھانا چماروں کے ہاتھوں سے کھلوانا.....	۷۶
۵۵	بھنگی، چمار کے گھر کا گھی.....	۷۷
۵۶	بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کر کے اس کے ساتھ کھانا پینا.....	۷۸
۵۷	جھٹکے کا گوشت کھالیا تو کیا کرے.....	۷۹
۵۸	دیوی دیوتاؤں کے نام پر تقسیم ہونے والی اشیاء.....	۸۱
۵۹	پان بیڑہ کا پرشاد کے طور پر.....	۸۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل چہارم:- ماکولات کا بیان	
۶۰	امریکن گھی	۸۳
۶۱	جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا اس کا کھانا	۸۴
۶۲	ہلدی کا حکم	۸۵
۶۳	ڈالڈا گھی، انگریزی بسکٹ وغیرہ کا استعمال	۸۵
۶۴	پنیر کے اقسام واحکام	۸۶
۶۵	ڈبہ کا گوشت	۸۷
۶۶	ڈبہ کا دودھ	۸۸
۶۷	بریڈروٹی کا استعمال کرنا	۸۹
	باب دوم:- ضیافت کا بیان	
۶۸	دعوت کھانے اور دعوت کرنے کا ثبوت	۹۰
۶۹	قبول دعوت کی تفصیل	۹۱
۷۰	دعوت کیلئے پیسے کی شرط	۱۰۲
۷۱	باتصویر کمرہ میں دعوت علماء	۱۰۳
۷۲	جس تقریب میں باجا ہو اسمیں شرکت ودعوت	۱۰۴
۷۳	فسق کی مجلس میں شرکت	۱۰۴
۷۴	کافر کی دعوت	۱۰۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷۵	ہندوؤں کی دعوت کا حکم	۱۰۶
۷۶	غیر مسلم کی دعوت	۱۰۷
۷۷	دھوبی کے گھر کا کھانا	۱۰۷
۷۸	الیکشن میں کھڑے ہونے والے کی دعوت کا حکم	۱۰۸
۷۹	فاسق کی دعوت قبول کرنا اوراس کوسلام کرنا	۱۰۸
۸۰	فاسق کی دعوت قبول کرنا	۱۰۹
۸۱	فاسق کی دعوت عوام کا چندہ اور ہدیہ	۱۱۲
۸۲	منہار اورقصاب کی دعوت قبول کرنا	۱۱۸
۸۳	تارک زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا	۱۱۹
۸۴	بے نمازی اورسود خور کی دعوت	۱۲۰
۸۵	رہن کی آمدنی سے دعوت	۱۲۱
۸۶	تقسیم ترکہ سے پہلے دعوت کھانا	۱۲۱
۸۷	توبہ کے بعد سودی مال کا حکم	۱۲۲
۸۸	زانیہ کے مال حرام سے دعوت قبول کرنا	۱۲۳
۸۹	جوشخص حرام حلال سے دعوت کرے اس کا قبول کرنا	۱۲۳
۹۰	حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا	۱۲۵
۹۱	اگرکسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہواس کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے	۱۲۵
۹۲	حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا	۱۲۶
۹۳	بھینس کے بچہ دینے اور ختنہ کی دعوت مدرس کے لئے	۱۲۶
۹۴	متمول آدمی کا نیاز کے کھانے میں شریک ہونا	۱۲۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۵	اللہ کے نام کے کھانے میں مالدار کی شرکت	۱۲۸
۹۶	مہمان کا دسترخوان سے کسی کو کچھ دینا.....	۱۲۸
۹۷	برادرانہ دعوت میں کسی فرد کا بکرے کے گوشت کا مطالبہ.....	۱۲۹
۹۸	مہمان کا نمک وغیرہ میزبان سے مانگنا.....	۱۳۰
۹۹	مہمان کا کسی دوسرے کی تواضع کرنا.....	۱۳۱
۱۰۰	اکرام ضیف.....	۱۳۲
۱۰۱	دعوت میں عوام وخواص کا انتظام	۱۳۲
۱۰۲	نامحرم عورتوں کی ضیافت.....	۱۳۴
۱۰۳	غیر عالم دعوت کرے عالم کی اور یہ کہہ دے کہ یہ کھانا حرام کا ہے؟	۱۳۵
۱۰۴	دعوت میں کھانا اجازت سے شروع کیا جائے	۱۳۶
۱۰۵	کام سیکھنے کیلئے دوست واحباب کے اصرار پر مٹھائی.....	۱۳۷
۱۰۶	جہاں عزت کا خطرہ ہو وہاں کھانے کیلئے جانا.....	۱۳۷
۱۰۷	کھیت پر خوشی میں دعوت کرنا.....	۱۳۸

باب سوم: حلال وحرام جانور کے احکام

فصل اول:- حلال جانور

۱۰۸	خرگوش کی حلت	۱۴۳
۱۰۹	خرگوش کی حلت	۱۴۴
۱۱۰	امریکن گائے کے دودھ اور گوشت کا استعمال.....	۱۴۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۱	جس گائے کا بچہ مرگیا ہو اس کا دودھ.....	۱۴۵
۱۱۲	بے گابھن بکری کے دودھ کا حکم.....	۱۴۵
۱۱۳	جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم.....	۱۴۶
۱۱۴	ناجائز چارہ کھانے والی بکری کا گوشت.....	۱۴۷
۱۱۵	بے بیائی بکری کا دودھ.....	۱۴۷
۱۱۶	بھینس کا مصنوعی بچہ بنا کر بھینس کے سامنے کھڑا کرنا.....	۱۴۸
۱۱۷	بھینس سے لاٹھی مار کر دودھ حاصل کرنا.....	۱۴۹
۱۱۸	جانور کے خریدتے وقت ہاتھ ڈالکر دیکھنا کہ گابھن ہے یا نہیں؟.....	۱۵۰
۱۱۹	ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑنا.....	۱۵۰
۱۲۰	مادۂ تولید بذریعہ انجکشن داخل کرنا.....	۱۵۱
۱۲۱	بوڑھے بیل کو مالک نے چھوڑ دیا اس کا حکم.....	۱۵۱
۱۲۲	غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ سے گائے گابھن کرانا.....	۱۵۲
۱۲۳	بھینس میں انجکشن سے مادۂ تولید پہونچانا.....	۱۵۴
۱۲۴	امریکی سانڈ کے نطفہ سے پیدا شدہ گائے کا حکم.....	۱۵۵
۱۲۵	خنثیٰ بکری کا حکم.....	۱۵۵
۱۲۶	جو بکری کا بچہ، خنزیر کے دودھ سے پلے اس کا استعمال.....	۱۵۶
۱۲۷	برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی.....	۱۵۷
۱۲۸	بیل وغیرہ کو خصی کرنا.....	۱۵۸
۱۲۹	مخلوط نسل کا جانور حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے.....	۱۵۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم:- حرام جانور اوران کے اجزاء	
۱۳۰	خنزیر اور میتہ کی حرمت برابر.....	۱۶۰
۱۳۱	لحم خنزیر کا حکم.....	۱۶۱
۱۳۲	خنزیر نجس العین ہے اس کا کھانا جائز نہیں.....	۱۶۳
۱۳۳	مضطر کے لئے خنزیر کا کھانا.....	۱۶۴
۱۳۴	خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنا.....	۱۶۶
۱۳۵	برش میں سور کے بال.....	۱۶۷
۱۳۶	ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی.....	۱۶۷
۱۳۷	شوقیہ کتا پالنا.....	۱۶۸
۱۳۸	کتا پالنا.....	۱۷۱
۱۳۹	مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا.....	۱۷۲
۱۴۰	کیمیا بنانے کے لئے خنزیر کا دودھ.....	۱۷۲
۱۴۱	شیر کی چربی کا حکم.....	۱۷۳
۱۴۲	مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ اور کیکڑہ کا کھانا، فروخت کرنا.....	۱۷۴
۱۴۳	بہیمۂ موطوءہ کا حکم.....	۱۷۵
۱۴۴	مردہ جنین کا گوشت کھانا.....	۱۷۷
	فصل سوم:- حلال وحرام پرندے	
۱۴۵	کیا تمام چرند و پرند حلال ہیں.....	۱۷۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۶	طوطا حلال ہے.....	۱۷۹
۱۴۷	طوطے کا کھانا.....	۱۷۹
۱۴۸	کبوتر کا حکم.....	۱۸۰
۱۴۹	کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالنا.....	۱۸۰
۱۵۰	بگلا گرسل، نیل کنٹ کا حکم.....	۱۸۱
۱۵۱	مشینی مرغی کے انڈے اور بچے کھانا کیسا ہے.....	۱۸۲
۱۵۲	مذبوحہ مرغی کا انڈا.....	۱۸۲
۱۵۳	جو مرغی اذان دے اس کا کھانا.....	۱۸۳
۱۵۴	گلہری کھانا.....	۱۸۴
۱۵۵	گدھ کی طرح کے جانور کا کھانا.....	۱۸۴
۱۵۶	مردار خور گدھ کا کھانا.....	۱۸۵
۱۵۷	کوے کی قسمیں.....	۱۸۵
۱۵۸	کوے کا کھانا.....	۱۸۶
۱۵۹	کھیت کا کوا.....	۱۸۷
۱۶۰	کوا کھانا.....	۱۸۸
۱۶۱	کون سا کوا حلال ہے.....	۱۹۰
۱۶۲	شراب کے نشہ میں خنزیر کا گوشت کھانا.....	۱۹۲
	فصل چہارم:- مچھلی کھانے کا حکم	
۱۶۳	جھینگا کھانا کیسا ہے.....	۱۹۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۴	جھینگا کا حکم	۱۹۵
۱۶۵	جھینگا.....	۱۹۶
۱۶۶	گونچھ مچھلی کا حکم.....	۱۹۷
۱۶۷	مردار مچھلی کا کھانا کیوں جائز ہے؟.....	۱۹۸
۱۶۸	مچھلی کو بغیر پانی کے رکھنا.....	۱۹۹
۱۶۹	مچھلی کو پتھر سے رگڑنا.....	۱۹۹
۱۷۰	مچھلی کھانا بلا آلائش نکالے.....	۲۰۰
۱۷۱	جو مچھلی انڈے نہیں بلکہ بچے دیتی ہے اس کا کھانا.....	۲۰۰
	فصل پنجم:- مباح القتل اور غیر مباح القتل جانور	
۱۷۲	بلی کو مارنا.....	۲۰۲
۱۷۳	کتے، بلی کو مارنا.....	۲۰۳
۱۷۴	چھپکلی کا مارنا.....	۲۰۴
۱۷۵	گرگٹ کا مارنا.....	۲۰۶
۱۷۶	گرگٹ کا مارنا.....	۲۰۷
۱۷۷	چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا.....	۲۰۷
۱۷۸	چیونٹی، بھڑ وغیرہ کو جلانا.....	۲۰۸
۱۷۹	کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا.....	۲۰۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل ششم:- متفرقات حیوانات	
۱۸۰	اپنے جانور کے چارہ کا نظم کرنا ضروری ہے.....	۲۱۰
۱۸۱	سانپ کی چھتری کھانا.....	۲۱۱
۱۸۲	خچر کی نسل حاصل کرنا.....	۲۱۲
	باب چہارم: حلال وحرام اشیاء	
	فصل اول:- حرام اشیاء وغیرہ	
۱۸۳	شراب کیا چیز ہے.....	۲۱۴
۱۸۴	بیئر پینا.....	۲۱۵
۱۸۵	بیئر کا حکم.....	۲۱۶
۱۸۶	شراب یا افیم انسان یا جانور کے لیے.....	۲۱۷
۱۸۷	شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا.....	۲۱۸
۱۸۸	تاڑ اور کھجور کا رس پینا.....	۲۱۸
۱۸۹	تاڑی کی حرمت.....	۲۱۹
۱۹۰	کھجور اور تاڑ کا عرق پینا نشہ نہ ہو تو درست ہے.....	۲۲۰
۱۹۱	بسکٹ میں تاڑی کا استعمال.....	۲۲۰
۱۹۲	پوست کا ڈوڈا پینا.....	۲۲۳
۱۹۳	نشہ آور چیز کا استعمال قلب ماہیت کے بعد.....	۲۲۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۹۴	کسی کا شراب چھوڑنے کے لئے دوسرے کے وعظ چھوڑنے کی شرط لگانا.....	۲۲۵
۱۹۵	کوکا کولا.....	۲۲۷
۱۹۶	کوکا کولا پینا.....	۲۲۸
۱۹۷	کوکا کولا دوائیں، ڈاکٹری.....	۲۲۸
	فصل دوم:- تمباکو چونہ وغیرہ کا استعمال	
۱۹۸	تمباکو.....	۲۳۰
۱۹۹	پان کی گرانی کی وجہ سے تمباکو چونے میں ملا کر کھانا.....	۲۳۱
۲۰۰	چونہ کا حکم.....	۲۳۱
۲۰۱	پان میں چونہ کھانا.....	۲۳۲
۲۰۲	تانبے پیتل وغیرہ کا استعمال دھوتی، لنگی کا استعمال، حقہ.....	۲۳۳
۲۰۳	چونہ، تمباکو کھانا.....	۲۳۴
۲۰۴	تمباکو شجرۂ خبیثہ.....	۲۳۵
۲۰۵	بیڑی.....	۲۳۹
۲۰۶	چونہ وتمباکو کی تحقیق.....	۲۳۹
۲۰۷	تمباکو، حقہ وغیرہ پینا.....	۲۴۳
۲۰۸	پان، تمباکو، حقہ.....	۲۴۴
۲۰۹	پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر.....	۲۴۵
۲۱۰	حقہ پینے والے سے منہ پھیر لینا.....	۲۴۵
۲۱۱	حقہ.....	۲۴۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۲	سگریٹ پینا.....	۲۴۹
۲۱۳	تمباکو پان، سگریٹ اور نسوار کا کھانا.....	۲۵۰
۲۱۴	مٹی کھانا	۲۵۰
	فصل سوم:- فضلات سے انتفاع	
۲۱۵	گوبر وغیرہ کی گیس سے کھانا وغیرہ پکانا.....	۲۵۲
۲۱۶	گوبر کے کنڈے.....	۲۵۳
۲۱۷	گوبر کی راکھ منجن میں استعمال کرنا.....	۲۵۳
۲۱۸	گوبر سے زمین کا لیپنا.....	۲۵۴
۲۱۹	راکھ کا حکم.....	۲۵۴
۲۲۰	انسان کے پائخانہ کو سکھا کر اُپلوں کے مثل روٹی پکانا.....	۲۵۵
	فصل چہارم:- مشترک اشیاء سے انتفاع	
۲۲۱	سیل ماء دوسرے کی ملک میں.....	۲۵۷
۲۲۲	عمرو کی نالی زید کے مکان میں	۲۵۸
۲۲۳	کسی کا راستہ اور پانی بند کرنا.....	۲۵۹
۲۲۴	مشترک ملک میں تعمیر.....	۲۵۹
۲۲۵	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا.....	۲۶۰
۲۲۶	ایک شریک کا مشترک مکان سے نفع اٹھانا.....	۲۶۱
۲۲۷	کسی کی زمین سے گھاس کاٹنا.....	۲۶۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۸	غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت.....	۲۶۵
۲۲۹	اگر شربت میں حق غیر مخلوط ہوجائے تو کیا حکم ہے.....	۲۶۶
۲۳۰	میونسپلٹی کی چیز کا استعمال.....	۲۶۷
۲۳۱	بیت الخلاء سے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہو تو اس کو منتقل کرنا.....	۲۶۷
۲۳۲	پھل دار درخت کو کاٹنا.....	۲۶۸

باب پنجم: طب وعلاج

فصل اول:- علاج ومعالجہ

۲۳۳	کیا دوا نہ کرنے سے ہلاک ہونے پر مواخذہ ہے.....	۲۷۱
۲۳۴	چند نسخے یاد کر کے علاج کرنا.....	۲۷۲
۲۳۵	میڈیکل میں علاج کا طریقہ.....	۲۷۳
۲۳۶	بیماری کا جعلی سرٹیفکٹ.....	۲۷۴
۲۳۷	طاعون وچیچک سے حفاظت کا انجکشن.....	۲۷۶
۲۳۸	تسکین جذبات کے لئے علاج.....	۲۷۷
۲۳۹	مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کے لئے طبی معائنہ.....	۲۷۷
۲۴۰	مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا.....	۲۷۹
۲۴۱	غیر مسلم سے جڑی بوٹی کی تحقیق.....	۲۸۰
۲۴۲	غیرم مسلم معالج سے پیٹ کا آپریشن کرانا.....	۲۸۱
۲۴۳	مسلم دائی کو غیر مسلموں کے یہاں جانا.....	۲۸۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۴	اسپتال میں ولادت	۲۸۳
	فصل دوم:- حرام اشیاء کے ذریعہ علاج	
۲۴۵	تداوی بالمحرم	۲۸۴
۲۴۶	تداوی بالمحرم کی ایک خاص صورت	۲۸۵
۲۴۷	شراب برائے علاج اور بلا عذر شراب نوشی سے معافی کی صورت	۲۸۶
۲۴۸	بیمار کے لئے شراب کا استعمال	۲۸۸
۲۴۹	مریض کے لئے شراب کا حکم	۲۸۹
۲۵۰	دواء میں شراب کا استعمال	۲۹۰
۲۵۱	شراب کا دواء خارجی استعمال	۲۹۱
۲۵۲	ڈاکٹری دوائی میں شراب کی آمیزش	۲۹۲
۲۵۳	ہومیو پیتھک کی حرام دواء کا استعمال	۲۹۲
۲۵۴	ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال	۲۹۴
۲۵۵	ہومیو پیتھک دواء کا استعمال	۲۹۵
۲۵۶	گدھی کا دودھ علاج کے لئے	۲۹۵
۲۵۷	بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا	۲۹۶
۲۵۸	بکری کے پتہ میں سرمہ لگانا	۲۹۷
۲۵۹	حرام گوشت، چربی کا بطور دواء استعمال کرنا	۲۹۸
۲۶۰	کیکڑا اور کچھوا دوا کے طور پر کھانا	۳۰۰
۲۶۱	بطور دوا گھونگھا کھانا	۳۰۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۲	دواء کے لئے بچھو کا جلانا.....	۳۰۳
۲۶۳	خراطین خاکستہ دوائی کا استعمال.....	۳۰۳
۲۶۴	خنزیر کی چربی سے جانور کا علاج.....	۳۰۴
۲۶۵	خنزیر کی چربی والا تیل دواء کے طور پر.....	۳۰۶
۲۶۶	بول فیل برائے علاج.....	۳۰۷
۲۶۷	معجون جند بیدستر یا ماہی روبیاں وبیر بہوٹی وغیرہ.....	۳۰۸
	فصل سوم:- اعضاء انسانی اور انکی خرید وفروخت	
۲۶۸	آنکھ کی خرید وفروخت برائے علاج.....	۳۱۲
۲۶۹	ڈاکٹری تعلیم کے لئے مردہ جسم چیرنا.....	۳۱۳
۲۷۰	طبی تحقیق کے لئے میت کو چیرنا.....	۳۱۴
۲۷۱	طبی تجربہ کے لئے لاش چیرنا.....	۳۱۵
۲۷۲	عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا.....	۳۱۸
۲۷۳	حاملہ کے انتقال کے بعد بچہ آپریشن کر کے نکالنا.....	۳۱۹
۲۷۴	زائد انگلی کا کٹانا.....	۳۱۹
۲۷۵	اضطراری حالت میں انسانی خون لینا.....	۳۲۰
۲۷۶	بیمار کو دوسرے شخص کا خون دینا.....	۳۲۱
۲۷۷	شوہر کا خون بیوی کے جسم میں داخل کرنا.....	۳۲۲
۲۷۸	کافر کا خون مسلمان کے جسم میں ڈالنے سے کیا اثر ہوگا.....	۳۲۴
۲۷۹	اعضاء انسانی کی پیوند کاری.....	۳۲۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۰	اعضاء کی پیوند کاری کی وصیت.....	۳۲۶
۲۸۱	ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت.....	۳۲۷
۲۸۲	مصنوعی دانت.....	۳۲۸
	فصل چہارم:- حمل، اسقاط حمل، اور نسبندی وغیرہ	
۲۸۳	آپریشن سے جنس تبدیل کرنا حرام ہے.....	۳۳۰
۲۸۴	تبدیل جنس.....	۳۳۲
۲۸۵	علاج کے لئے استمناء بالید.....	۳۳۳
۲۸۶	آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا.....	۳۳۴
۲۸۷	انجکشن کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا.....	۳۳۶
۲۸۸	انجکشن کی اولاد.....	۳۳۶
۲۸۹	انجکشن کے ذریعہ رحم میں مادۂ تولید داخل کرنا اور اولاد حاصل کرنا الخ.....	۳۴۰
۲۹۰	اسقاط حمل.....	۳۵۲
۲۹۱	فیملی پلاننگ.....	۳۵۲
۲۹۲	خاندانی منصوبہ بندی.....	۳۵۴
۲۹۳	مانع حمل دوا غیر مسلم کو.....	۳۵۷
۲۹۴	مانع حمل دوا استعمال کرنا.....	۳۵۸
۲۹۵	بوجہ کمزوری مانع حمل دواء کا استعمال.....	۳۵۹
۲۹۶	عورت کے لئے فرنچ لیدر کا استعمال.....	۳۶۰
۲۹۷	ضبط تولید.....	۳۶۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۸	ضبط تولید کے دلائل	۳۶۲
۲۹۹	ضبط تولید کے دلائل جواز کا جائزہ	۳۶۴
۳۰۰	برتھ کنٹرول	۳۶۵
۳۰۱	عزل کے جواز کی صورت	۳۶۸
۳۰۲	عزل	۳۶۹
۳۰۳	کیا بچہ پیدا کرنے کی تحدید ہے	۳۷۰
۳۰۴	بچہ دانی نکلوانا	۳۷۱
۳۰۵	نسبندی	۳۷۳
۳۰۶	نسبندی	۳۷۵
۳۰۷	نسبندی	۳۷۶
۳۰۸	ملازمت کی مجبوری سے نسبندی	۳۷۸
۳۰۹	نسبندی کی ترغیب اخبار کے ذریعہ	۳۷۹
۳۱۰	نسبندی کا آپریشن	۳۸۰
۳۲۱	کیا امام غزالیؒ نے نسبندی کی اجازت دی ہے	۳۸۱
۳۱۲	ملازمت سے سبکدوشی کی دھمکی کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرانا	۳۸۲
۳۱۳	ایسا آپریشن جس سے جماع پر قدرت نہ رہے	۳۸۳
	باب ششم: لباس سے متعلق احکام	
	فصل اول:- شرعی لباس	
۳۱۴	شرعی لباس	۳۸۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۵	مسنون لباس.....	۳۸۵
۳۱۶	مسنون لباس کیلئے بڑھاپے کا انتظار نہیں.....	۳۸۷
۳۱۷	کونسے لباس مذہب اسلام میں.....	۳۸۸
۳۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا.....	۳۸۹
۳۱۹	لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال.....	۳۹۰
۳۲۰	پیراہن مبارک کی لمبائی، چوڑائی.....	۳۹۲
۳۲۱	کرتا کہاں تک لمبا ہو.....	۳۹۳
۳۲۲	کرتے کی کیفیت.....	۳۹۴
۳۲۳	کرتا نصف ساق تک ہے.....	۳۹۵
۳۲۴	نصف ساق تک کرتا.....	۳۹۶
۳۲۵	قمیص پہننا.....	۳۹۷
۳۲۶	چوڑا پائجامہ.....	۳۹۷
۳۲۷	چوڑی مہری کا پائجامہ.....	۳۹۸
۳۲۸	پائجامہ، لنگی میں کون افضل ہے.....	۳۹۸
۳۲۹	آستین.....	۳۹۹
۳۳۰	آستین کا لمبا ہونا.....	۴۰۰
۳۳۱	کہنی سے اوپر آستین کا کرتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی لباس.....	۴۰۱
	فصل دوم:- غیر شرعی لباس	
۳۳۲	قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا.....	۴۰۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۳	لباس پتلون وغیرہ.....	۴۰۴
۳۳۴	دفتر کے وقت پتلون پہننا.....	۴۰۵
۳۳۵	پینٹ کوٹ کا استعمال.....	۴۰۶
۳۳۶	اولاد کیلئے پینٹ کا بنوانا.....	۴۰۶
۳۳۷	کوٹ پتلون.....	۴۰۷
۳۳۸	کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ.....	۴۰۷
۳۳۹	کوٹ قمیص بونٹ ترکی ٹوپی وغیرہ.....	۴۰۸
۳۴۰	قمیص کا حکم.....	۴۱۰
۳۴۱	کرتے میں کالر.....	۴۱۰
۳۴۲	سیاہ کرتا پہننا.....	۴۱۱
۳۴۳	چوڑی دار پائجامہ.....	۴۱۱
۳۴۴	دھوتی باندھنا.....	۴۱۲
۳۴۵	لنگوٹ.....	۴۱۲
۳۴۶	پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ.....	۴۱۲
۳۴۷	ٹخنوں سے نیچے پائجامہ.....	۴۱۳
۳۴۸	ٹائی کا استعمال.....	۴۱۴
۳۴۹	ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے.....	۴۱۵
	فصل سوم:- ناجائز لباس	
۳۵۰	نائلون کا استعمال.....	۴۱۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۵۱	ٹیرلنگ کپڑا کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا.....	۴۱۶
۳۵۲	ٹیرلین کا استعمال.....	۴۱۷
۳۵۳	ٹیرلین کا استعمال مرد کیلئے جبکہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے.....	۴۱۷
۳۵۴	ریشم کا کپڑا دودالقز کی تعریف.....	۴۱۸
۳۵۵	ریشمی جبہ.....	۴۲۰
۳۵۶	ریشمی رومال و ازار بند.....	۴۲۱
۳۵۷	کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے.....	۴۲۲
۳۵۸	مخمل کا استعمال مرد کیلئے.....	۴۲۳
۳۵۹	مرد کیلئے کس رنگ کا کپڑا منع ہے.....	۴۲۳
۳۶۰	مرد کیلئے کون کونسے رنگ ناجائز ہیں.....	۴۲۴

فصل چہارم:- عورتوں کے لباس

۳۶۱	عورتوں کو فساق و فجار کا شعار اختیار کرنا.....	۴۲۵
۳۶۲	عورتوں کا لباس اور ستر.....	۴۲۵
۳۶۳	عورتوں کیلئے سیاہ لباس.....	۴۲۷
۳۶۴	سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں اور سرخی کا حکم.....	۴۲۸
۳۶۵	مردانہ لباس عورتوں کے لیے.....	۴۲۹
۳۶۶	چھینٹ کا کپڑا عورت مرد کیلئے.....	۴۲۹
۳۶۷	جارجٹ کا استعمال.....	۴۳۰
۳۶۸	عورتوں کو نیم آستین کا کرتا پہننا.....	۴۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۹	ساڑی کا استعمال.....	۴۳۲
۳۷۰	عورتوں کو چوڑی دار پائجامہ پہننا.....	۴۳۲
۳۷۱	تنگ لباس پر تنبیہ.....	۴۳۳
۳۷۲	عورت کا انگیہ استعمال کرنا.....	۴۳۴
۳۷۳	سینہ بند اور عورت کا موئے زیرِ ناف استرے سے لینا.....	۴۳۵
۳۷۴	فیشن کی چیزیں عورتوں کے لیے.....	۴۳۶
۳۷۵	علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ ہے؟.....	۴۳۷
۳۷۶	فینسی مروجہ برقعہ.....	۴۳۹
۳۷۷	پرانی وضع کا برقعہ.....	۴۴۰

فصل پنجم:- ٹوپی اور عمامہ

۳۷۸	مسنون ٹوپی.....	۴۴۱
۳۷۹	ٹوپی.....	۴۴۲
۳۸۰	گول ٹوپی.....	۴۴۲
۳۸۱	دو پلی ٹوپی اور گول ٹوپی.....	۴۴۳
۳۸۲	ٹوپی کا ثبوت.....	۴۴۴
۳۸۳	لمبی ٹوپی کا ثبوت.....	۴۴۵
۳۸۴	گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاوی دارالعلوم ومظاہر علوم.....	۴۴۷
۳۸۵	رام پوری کیپ ٹوپی کا استعمال.....	۴۴۹
۳۸۶	ٹوپی کی مقدار.....	۴۵۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۸۷	کامدار ٹوپی و جوتا.....	۴۵۱
۳۸۸	ٹوپی اور عمامہ سے نماز.....	۴۵۲
۳۸۹	عمامہ کا حکم.....	۴۵۶
۳۹۰	عمامہ کی مقدار.....	۴۵۷
۳۹۱	جس عمامہ پر چاندی کا نقش ہو اسکا استعمال.....	۴۵۸
	باب ہفتم: بالوں اور داڑھی کے احکام	
	فصل اول:- بالوں کے احکام	
۳۹۲	بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا.....	۴۵۹
۳۹۳	سر کے بالوں کی تفصیل.....	۴۶۰
۳۹۴	سر پر بال (پٹھے) رکھنا.....	۴۶۱
۳۹۵	بالوں میں کفار کی مشابہت.....	۴۶۲
۳۹۶	انگریزی بال.....	۴۶۳
۳۹۷	انگریزی بال.....	۴۶۳
۳۹۸	انگریزی بال رکھنا.....	۴۶۴
۳۹۹	انگریزی بال کو سنتی بال بنانا.....	۴۶۴
۴۰۰	صرف آگے کے بال کٹانا.....	۴۶۴
۴۰۱	مانگ کہاں نکالے.....	۴۶۵
۴۰۲	عورتوں کو بالوں کی مینڈھیاں گوندھنا.....	۴۶۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۰۳	دو چوٹی رکھنا اور سرخی پاؤڈر کا حکم.....	۴۶۶
۴۰۴	نائلون کے بالوں کو اصلی بالوں سے ملانا.....	۴۶۷
۴۰۵	عورتوں کو بالوں میں کلپ لگانا.....	۴۶۸
۴۰۶	بالوں میں پن لگانا.....	۴۶۹
۴۰۷	ابروں کے درمیان کے بالوں کا حکم.....	۴۶۹
۴۰۸	ناک شریف میں بال نہیں تھے.....	۴۷۰
۴۰۹	رخسار مبارک پر بال.....	۴۷۰
۴۱۰	بغل کے بال.....	۴۷۱
۴۱۱	بغل مبارک میں بال نہیں تھے.....	۴۷۱
۴۱۲	ٹانگوں کے بال کٹانا.....	۴۷۲
۴۱۳	موئے زیر ناف کس جگہ سے کاٹے جائیں.....	۴۷۲
۴۱۴	موئے زیر ناف دوسرے سے صاف کرانا.....	۴۷۳
۴۱۵	نابینا موئے زیر ناف کس طرح صاف کرے.....	۴۷۴
۴۱۶	بال صفا صابن کا استعمال.....	۴۷۵
۴۱۷	استرے سے بال کی صفائی.....	۴۷۵
۴۱۸	عورت کو استرے سے صفائی کرنا.....	۴۷۶
۴۱۹	موئے زیر ناف دفن کرنا.....	۴۷۶
۴۲۰	غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے.....	۴۷۷
۴۲۱	بدھ کے روز حجامت بنوانا.....	۴۷۸
۴۲۲	جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا.....	۴۷۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم:- داڑھی اور مونچھ کے احکام	
۴۲۳	داڑھی	۴۸۰
۴۲۴	داڑھی کی مقدار	۴۸۱
۴۲۵	داڑھی کی مقدار اور اس کا حکم مفصل	۴۸۳
۴۲۶	داڑھی کی تحقیق	۴۸۸
۴۲۷	یکمشت داڑھی کی تحقیق	۴۹۰
۴۲۸	گھنی داڑھی کا معیار	۴۹۲
۴۲۹	داڑھی منڈانے کا حکم	۴۹۲
۴۳۰	داڑھی کو بالکل صاف کرنا اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت	۴۹۴
۴۳۱	داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا	۴۹۵
۴۳۲	ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا	۴۹۶
۴۳۳	علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا	۴۹۷
۴۳۴	مجاہدین کو داڑھی منڈانا	۴۹۸
۴۳۵	داڑھی اگانے کے لئے چہرے پر استرا پھیرنا	۴۹۹
۴۳۶	عورت کی داڑھی کا حکم	۵۰۰
۴۳۷	داڑھی کٹانے منڈانے میں فرق	۵۰۰
۴۳۸	ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا	۵۰۱
۴۳۹	مونچھ کا حلق کرنا	۵۰۳
۴۴۰	مونچھیں منڈانا	۵۰۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۴۱	مونچھیں مونڈنا.....	۵۰۴
۴۴۲	رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور داڑھی کی مقدار.....	۵۰۵
۴۴۳	خط بنوانا.....	۵۰۷
۴۴۴	حلقوم کے بالوں کا حکم.....	۵۰۸
۴۴۵	داڑھی بڑھانے اور موئے زیر ناف کاٹنے کی وجہ.....	۵۰۹
	فصل سوم:- خضاب کے احکام	
۴۴۶	خضاب کا حکم.....	۵۱۰
۴۴۷	داڑھی اور سر پر خضاب.....	۵۱۱
۴۴۸	مہندی کا خضاب.....	۵۱۲
	فصل چہارم:- ناخن کاٹنے کے احکام	
۴۴۹	تقلیم اظفار وغیرہ کی مدت.....	۵۱۳
۴۵۰	مغرب بعد ناخن کاٹنا.....	۵۱۴
۴۵۱	ناخن اور بال کا جلانا.....	۵۱۵

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الحظر والاباحۃ	
	﴿جائز اور ناجائز امور﴾	
	باب ہشتم	
	زیورات اور زینت کے مسائل	
	فصل اول:- زیورات کا استعمال	
۱	بیوہ عورت کا زیور پہننا	۲۷
۲	سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا	۲۸
۳	چوڑیاں پہننا	۲۹
۴	آواز دار چوڑی پہننا	۲۹
۵	نائلون، پلاسٹک وغیرہ کی چوڑیاں عورتوں کو استعمال کرنا	۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶	شادی میں دلہن کو پوت کا ہار پہنانا.....	۳۱
۷	پھولوں کا ہار اور گجرے کا استعمال.....	۳۲
۸	زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا.....	۳۳
۹	لڑکیوں کے کان چھیدنا.....	۳۴
۱۰	لڑکیوں کے ناک کان چھیدنا.....	۳۵
	فصل دوم:- انگوٹھی کا بیان	
۱۱	سونے چاندی کی انگوٹھی.....	۳۶
۱۲	چاندی وغیرہ کی انگوٹھی.....	۳۷
۱۳	چاندی کی انگوٹھی	۳۸
۱۴	سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے.....	۳۸
۱۵	انگوٹھی میں سونے کا نگ.....	۳۹
۱۶	کئی نگ والی انگوٹھی.....	۴۰
۱۷	انگوٹھی اور گھڑی کی چین.....	۴۱
۱۸	انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے.....	۴۳
	فصل سوم:- گھڑی کا بیان	
۱۹	گھڑی باندھنا کیسا ہے.....	۴۵
۲۰	گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے.....	۴۶
۲۱	گھڑی کس ہاتھ میں.....	۴۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲	گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ.....	۴۷
۲۳	گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم.....	۴۸
۲۴	گھڑی کی چین.....	۴۹
۲۵	گھڑی کی زنجیر کا استعمال.....	۵۰
۲۶	گھڑی میں کسی دھات کا پٹہ.....	۵۱
	فصل چہارم:- اشیاءِ زینت	
۲۷	بالوں، ہونٹوں پر سرخی.....	۵۳
۲۸	لبوں پر سرخی لگانا.....	۵۴
۲۹	عورتوں کے لیے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے.....	۵۵
۳۰	کریم پاؤڈر کا استعمال لڑکوں کے لیے.....	۵۷
	فصل پنجم:- خوشبو کا حکم	
۳۱	عطر کون سا جائز ہے؟.....	۵۸
۳۲	سینٹ.....	۵۹
۳۳	سینٹ کا استعمال.....	۶۰
۳۴	سینٹ وانگریزی تیل.....	۶۱
	فصل ششم:- متفرقات زیورات	
۳۵	سونے چاندی کے دانت.....	۶۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶	چاندی سونے کے دانت.....	۶۳
۳۷	چاندی کا خلال.....	۶۴
۳۸	چاندی سونے کے دانت اور چاندی سونے کے تار اور خول کا استعمال دانت کیلئے	۶۵
۳۹	دانت پر خول.....	۶۶
۴۰	رولڈ گولڈ کور میں دانت.....	۶۷
۴۱	سونے کے بٹن کرتے میں	۶۸
۴۲	سونے چاندی کے بٹن.....	۶۹
۴۳	پیتل کے بٹن.....	۷۰
۴۴	رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین لوہے کی انگوٹھی اور مخلوط دھاتوں کے بٹن انگوٹھی کا حکم.....	۷۰
۴۵	تانبے کے برتن پر چاندی کی قلعی.....	۷۱
۴۶	برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا.....	۷۲
	باب نہم: پردہ کے احکام	
	فصل اول:- پردہ کا ثبوت اور اس کا وجوب	
۴۷	پردہ کا حکم اور عورت کا مردوں کے مجمع میں تقریر کرنا.....	۷۳
۴۸	پردہ فرض ہے یا سنت.....	۷۵
۴۹	نامحرم کی آواز کا جواب.....	۷۶
۵۰	پردہ کس عمر میں.....	۷۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۵۱	چہرہ کا پردہ.....	۷۸
۵۲	عورتوں کا لباس اور ستر.....	۸۱
۵۳	نامحرموں کو دیکھنا.....	۸۳
۵۴	محرم سے پردہ کی حد.....	۸۴
۵۵	بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا.....	۸۵
۵۶	لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا.....	۸۶
۵۷	بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں.....	۸۷
۵۸	کنگھی کر کے پھول پہن کر باہر جانا.....	۸۸
۵۹	عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا.....	۸۸
۶۰	جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے.....	۹۱
۶۱	کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے.....	۹۲
۶۲	مشترکہ مکان میں شرعی پردہ.....	۹۲
	فصل دوم:- جن سے پردہ ضروری ہے	
۶۳	نا محرم ملازم سے پردہ.....	۹۴
۶۴	نا محرم معمر عورت سے پردہ.....	۹۶
۶۵	دیور سے پردہ.....	۹۶
۶۶	اندیشۂ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے.....	۹۹
۶۷	سالی سے مذاق.....	۹۹
۶۸	جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق.....	۱۰۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۹	بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجوں سے خدمت لینا.....	۱۰۱
۷۰	چچی اور ممانی سے پردہ.....	۱۰۳
۷۱	بہنوئی کی اولاد سے پردہ.....	۱۰۴
۷۲	بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا.....	۱۰۴
۷۳	جوان بیٹی، باپ بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا.....	۱۰۵
۷۴	خالہ زاد ماموں زاد بھائی وغیرہ سے پردہ.....	۱۰۶
۷۵	سوتیلی والدہ کے ساتھ سفر.....	۱۰۷
۷۶	پھوپھی زاد خالہ زاد وغیرہ سے پردہ.....	۱۰۷
۷۷	مطلقہ سے پردہ.....	۱۰۹
	فصل سوم:- اعضائے مستورہ کو دیکھنا اور کھولنا	
۷۸	ستر کھول کر کشتی کرنا.....	۱۱۰
۷۹	گھٹنہ ستر ہے یا نہیں.....	۱۱۱
۸۰	کاشت یا مچھلی کا شکار کرتے وقت اگر ستر کھل جائے تو کیا کرے.....	۱۱۱
۸۱	اپنا ستر کھولنا.....	۱۱۲
۸۲	بیوی کے ستر کو دیکھنا.....	۱۱۲
۸۳	ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا.....	۱۱۳
۸۴	برہنہ ہوکر غسل کرنا.....	۱۱۵
۸۵	غسل خانہ میں ننگے ہوکر غسل کرنا.....	۱۱۶
۸۶	غسل خانہ میں برہنہ ہوکر غسل کرنا.....	۱۱۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۷	ننگے ورزش کرنا	۱۱۷
۸۸	طبیب کا عضو تناسل دیکھنا	۱۱۸
۸۹	ولادت سے ساتویں روز برہنہ کرکے نہلانا	۱۱۸
۹۰	کاشتکاروں کے لئے کشف عورت	۱۱۹
۹۱	گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا	۱۲۰
۹۲	چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا	۱۲۰
۹۳	بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت	۱۲۱
۹۴	ملازمت کے لئے ڈاکٹری معائنہ	۱۲۲
۹۵	پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا	۱۲۳
۹۶	داخلہ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ	۱۲۴
۹۷	حیض ونفاس وغیرہ میں ستر دیکھنا اور صحبت کی دعاء	۱۲۵
	فصل چہارم:- اجنبی عورت سے تنہائی، میل جول، اور مس کرنا	
۹۸	نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو	۱۲۷
۹۹	نامحرم کے ساتھ تنہائی	۱۲۸
۱۰۰	نامحرم کے ساتھ رکشہ میں بیٹھنے کی سزا	۱۲۹
۱۰۱	نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا	۱۳۰
۱۰۲	نامحرم کو چوڑیاں پہنانا	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۳	نامحرم کا چوڑی پہنانا.....	۱۳۲
۱۰۴	کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا.....	۱۳۲
۱۰۵	سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو.....	۱۳۳
۱۰۶	بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا.....	۱۳۴
۱۰۷	دو بھائیوں کا ایک مکان میں مع بیوی کے بے پردہ رہنا.....	۱۳۴
۱۰۸	خادمہ کے ساتھ باندی جیسا سلوک.....	۱۳۵
۱۰۹	غیر محرم سے تعلق ومحبت کا علاج.....	۱۳۶
۱۱۰	دوست کی بیوی کا پردہ.....	۱۳۷
۱۱۱	بہنوئی کی والدہ سے پردہ.....	۱۳۷
۱۱۲	غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا.....	۱۳۸
۱۱۳	ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو.....	۱۳۸
۱۱۴	لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول وغیرہ میں رہنا.....	۱۳۹
۱۱۵	بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت.....	۱۴۰
۱۱۶	مرد عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں.....	۱۴۱
۱۱۷	طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے.....	۱۴۱
۱۱۸	کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا.....	۱۴۳
۱۱۹	زیر تربیت لڑکی سے خدمت لینا.....	۱۴۶

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆..... باب دھم .....☆	
	اسلامی آداب واخلاق	
۱۲۰	انشاء اللہ کہنا.....	۱۴۸
۱۲۱	اخلاق بلاعبادات اورعبادات بلا اخلاق کا تقابل.....	۱۴۸
۱۲۲	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا.....	۱۵۱
۱۲۳	گالی کے بدلے گالی.....	۱۵۱
۱۲۴	ننگے سر رہنا.....	۱۵۲
۱۲۵	ننگے سر پھرنا.....	۱۵۲
۱۲۶	بعد غسل کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ.....	۱۵۳
۱۲۷	عمامہ بیٹھ کر پائجامہ کھڑے ہوکر پہننا.....	۱۵۳
۱۲۸	کسی کی بات کاٹنا.....	۱۵۴
۱۲۹	دو پارٹیوں میں صلح.....	۱۵۴
۱۳۰	اپنے سے زیادہ عمر والے کو چچا ماموں وغیرہ کہنا.....	۱۵۵
۱۳۱	شوہر کو بھیا کہنا.....	۱۵۶
۱۳۲	امر بالمعروف نہی عن المنکر.....	۱۵۶
۱۳۳	جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں.....	۱۵۷
۱۳۴	کسی عالم کا خلاف سنت میں مبتلا ہونا اس کی تدبیر.....	۱۵۸
۱۳۵	امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہئے.....	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۶	امرد سے خط و کتابت.....	۱۵۹
۱۳۷	غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہونچانا.....	۱۶۰
۱۳۸	غیر مسلم بیمار کی خدمت اور اس کے لئے دعائے صحت.....	۱۶۲
۱۳۹	قبلہ و کعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم.....	۱۶۳
۱۴۰	چچا کو باپ کہنا.....	۱۶۴
۱۴۱	شان خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک.....	۱۶۴
۱۴۲	کچھ دھوپ کچھ سایہ میں بیٹھنا.....	۱۶۵

☆..... باب یازدھم .....☆

ختنہ کا بیان

۱۴۳	ختنہ کی ابتداء اور مصلحت.....	۱۶۶
۱۴۴	ختنہ کی ابتداء، کون سے نبی مختون پیدا ہوئے.....	۱۶۷
۱۴۵	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے.....	۱۷۱
۱۴۶	ختنہ کا وقت اور حکم.....	۱۷۱
۱۴۷	ختنہ کے لئے ڈاکٹر کا مسلم ہونا شرط نہیں.....	۱۷۳
۱۴۸	بالغ کا ختنہ.....	۱۷۳
۱۴۹	نو مسلم کا ختنہ.....	۱۷۴
۱۵۰	عورتوں کا ختنہ.....	۱۷۵
۱۵۱	لڑکی کا ختنہ.....	۱۷۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۵۲	ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا.....	۱۷۸
۱۵۳	ختنہ کے موقعہ پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟.....	۱۷۹
	باب دوازدھم: سلام ومصافحہ وغیرہ	
	فصل اول:- سلام اوراس کے آداب	
۱۵۴	طریق سلام اوراس کا جواب.....	۱۸۰
۱۵۵	آداب عرض وغیرہ.....	۱۸۱
۱۵۶	السلام علیکم میں اضافہ.....	۱۸۲
۱۵۷	کون کس کو سلام کرے.....	۱۸۴
۱۵۸	آنے والے کے ذمہ سلام ہے.....	۱۸۵
۱۵۹	دو شخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟.....	۱۸۶
۱۶۰	سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ.....	۱۸۶
۱۶۱	سلام میں ہاتھ کا اشارہ.....	۱۸۷
۱۶۲	مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے.....	۱۸۸
۱۶۳	بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا.....	۱۸۹
۱۶۴	وضو کرنے والوں کو سلام.....	۱۸۹
۱۶۵	نمازی کو سلام.....	۱۹۱
۱۶۶	کھانا کھانے والے کو سلام کرنا.....	۱۹۱
۱۶۷	گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام.....	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۸	بحالت اذان سلام اور اس کا جواب.....	۱۹۲
۱۶۹	ڈھیلے سے استنجاء سکھاتے وقت سلام کا جواب.....	۱۹۴
۱۷۰	استنجاء سکھاتے ہوئے سلام کا جواب.....	۱۹۴
۱۷۱	مسجد میں آتے وقت اور جاتے وقت سلام کرنا.....	۱۹۵
۱۷۲	مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام.....	۱۹۷
۱۷۳	سلام غائب کا جواب.....	۱۹۷
۱۷۴	ناراضگی کی وجہ سے ترک سلام کی مدت.....	۱۹۸
۱۷۵	امرد کا سلام کرنا.....	۱۹۹
۱۷۶	امرد کے سلام کا جواب بحالت شہوت.....	۱۹۹
۱۷۷	نامحرم کو سلام کرنا.....	۲۰۰
۱۷۸	ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب.....	۲۰۰
	فصل دوم:- مصافحہ، معانقہ اور قیام وتقبیل	
۱۷۹	مصافحہ میں ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا.....	۲۰۲
۱۸۰	سلام کے ساتھ مصافحہ.....	۲۰۳
۱۸۱	مصافحہ دو ہاتھ سے.....	۲۰۴
۱۸۲	مصافحہ.....	۲۰۵
۱۸۳	جبراً مصافحہ کرنا.....	۲۰۶
۱۸۴	غیر مسلم سے مصافحہ.....	۲۰۸
۱۸۵	کافر فاسق سے مصافحہ ومعانقہ.....	۲۰۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۶	محرم عورتوں کا مصافحہ	۲۰۹
۱۸۷	بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام.....	۲۱۰
۱۸۸	معانقہ کا طریقہ.....	۲۱۰
۱۸۹	چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ.....	۲۱۱
۱۹۰	مہمان کے لئے قیام وتقبیل.....	۲۱۲
۱۹۱	صدر جمہوریہ کا استقبال.....	۲۱۲
۱۹۲	تقبیل یدین ورجلین.....	۲۱۴
۱۹۳	امرد کا بوسہ بلا شہوت.....	۲۱۶
۱۹۴	علماء کی دست بوسی وقدم بوسی.....	۲۱۶
۱۹۵	بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا.....	۲۱۷
۱۹۶	بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا.....	۲۱۸
۱۹۷	والدین کی قدم بوسی.....	۲۱۹
۱۹۸	ماں کے پیروں کو تعظیما چھونا.....	۲۲۰
۱۹۹	پیر یا والدین کے پیر کو چومنا.....	۲۲۰
۲۰۰	پیر کی قدم بوسی.....	۲۲۱
۲۰۱	والدین یا استاذ کی قبر کو بوسہ دینا.....	۲۲۱
۲۰۲	سلام کرنے کے لئے پیر پر ہاتھ پھیرنا.....	۲۲۲
	فصل سوم:- سلامِ کافر وفاسق	
۲۰۳	سلام کافر کا جواب.....	۲۲۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۴	سلام کافر کا جواب.....	۲۲۴
۲۰۵	کافر کا سلام.....	۲۲۴
۲۰۶	غیر مسلم کے سلام کا جواب.....	۲۲۵
۲۰۷	قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت.....	۲۲۶
۲۰۸	غیر مسلم اور فاسق کو ابتداء بالسلام اور آداب عرض، نمستے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ.....	۲۲۷
۲۰۹	غیر مسلم کے سلام کا جواب.....	۲۲۹
۲۱۰	تاش کھیلنے والوں کو سلام.....	۲۳۰
۲۱۱	کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا.....	۲۳۰

فصل چہارم:- درود وسلام

۲۱۲	صلاۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ.....	۲۳۳
۲۱۳	درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں.....	۲۳۶
۲۱۴	لفظ حضور کا استعمال.....	۲۳۷
۲۱۵	درود میں لفظ سیدنا.....	۲۳۷
۲۱۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے عمل.....	۲۳۸
۲۱۷	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب.....	۲۳۹
۲۱۸	لفظ نبی اکرم اور اس پر درود.....	۲۴۲
۲۱۹	درود میں آل کا مصداق.....	۲۴۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۰	آل رسول کا مصداق.....	۲۴۴
۲۲۱	اسم مبارک سن کر درود شریف.....	۲۴۴
۲۲۲	ریڈیو پر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا.....	۲۴۶
۲۲۳	عشاء کے بعد روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا.....	۲۴۶
۲۲۴	اسم مبارک پڑھ کر یا سن کر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا.....	۲۴۷
۲۲۵	صلوٰۃ وسلام کسی بھی نبی پر.....	۲۴۹
۲۲۶	غیر مسلم کا درود شریف پڑھنا.....	۲۴۹
	فصل پنجم:- رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنا	
۲۲۷	علیہ السلام اور امام کا استعمال.....	۲۵۰
۲۲۸	علیہ السلام وترضی وترحم.....	۲۵۲
۲۲۹	ایضاً.....	۲۵۳
۲۳۰	ایضاً.....	۲۶۳
۲۳۱	''علیہ السلام'' و''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال.....	۲۶۵
۲۳۲	اہل بیت کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال.....	۲۶۷
۲۳۳	فاسق وفاجر کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' اور ''نور اللہ مرقدہ'' کہنا.....	۲۶۹
۲۳۴	یزید کے لئے ''علیہ السلام'' اور ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال.....	۲۷۰
۲۳۵	حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ علیہما الصلوۃ والسلام کہنا.....	۲۷۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆..... باب سیزدھم .....☆	
	عملیات	
۲۳۶	کیا تعویذ میں اثر ہے	۲۷۲
۲۳۷	تعویذ اور عملیات.....	۲۷۳
۲۳۸	مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا.....	۲۷۴
۲۳۹	خون سے تعویذ لکھنا.....	۲۷۵
۲۴۰	تعویذ پر مدرسہ کی امداد کرنا.....	۲۷۷
۲۴۱	عامل بننے کا طریقہ.....	۲۷۸
۲۴۲	عملیات میں خطرہ ہے.....	۲۸۰
۲۴۳	جادو گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا.....	۲۸۰
۲۴۴	کافر سے جھاڑ پھونک	۲۸۱
۲۴۵	غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۲۸۲
۲۴۶	سانپ کے کاٹے کو غیر مسلم سے جھڑوانا.....	۲۸۳
۲۴۷	غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا.....	۲۸۴
۲۴۸	عورتوں کا عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۲۸۵
۲۴۹	اسماء کفار سے تعویذات میں مدد لینا.....	۲۸۶
۲۵۰	مشرکانہ منتر سے علاج.....	۲۸۷
۲۵۱	منتر کے ذریعہ علاج کرنا.....	۲۸۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۲	تعویذ گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول.....	۲۸۸
۲۵۳	بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا.....	۲۹۰
۲۵۴	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج.....	۲۹۱
۲۵۵	بواسیر کا عجیب علاج.....	۲۹۲
۲۵۶	کسی پر آئے ہوئے جن اور پری کے ذریعہ علاج.....	۲۹۳
۲۵۷	ستاروں کی چال برائے علاج.....	۲۹۴
۲۵۸	سحر کا حکم.....	۲۹۵
۲۵۹	جادو کرنے والے کا حکم.....	۲۹۵
۲۶۰	سحر سیکھنا دفع سحر کے لئے.....	۲۹۶
۲۶۱	دفع سحر.....	۲۹۷
۲۶۲	دفع سحر کی ترکیب.....	۲۹۸
۲۶۳	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم.....	۲۹۹
۲۶۴	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۳۰۱
۲۶۵	حاضرات نکلوانا.....	۳۰۳
۲۶۶	عمل حاضرات سے متعلق تفصیل.....	۳۰۴
۲۶۷	یٰسین شریف کا ختم.....	۳۰۷
۲۶۸	وظیفہ سورۂ یٰسین شریف کے ختم پر شیرینی.....	۳۰۸
۲۶۹	حزب البحر پڑھنے کی اجازت.....	۳۰۹
۲۷۰	عمل کو پلٹنے کا حکم.....	۳۰۹
۲۷۱	نقوش میں یا جبرئیل لکھنا.....	۳۱۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۲	وسعت رزق کا عمل.....	۳۱۰
۲۷۳	وسعت معیشت کا علاج.....	۳۱۱
۲۷۴	عمل برائے امداد مظلومین واجرت تعویذ.....	۳۱۱
۲۷۵	عمل برائے گمشدہ.....	۳۱۲
۲۷۶	شئی مسروق کے لئے عمل	۳۱۳
۲۷۷	شادی ہونے کے لئے عمل.....	۳۱۴
۲۷۸	عملیات سے متعلق چند ضروری اور مفید سوالات.....	۳۱۴
۲۷۹	قرعہ کی تفصیلات.....	۳۱۶
۲۸۰	چور کا نام نکالنا.....	۳۲۲
۲۸۱	آیت قرآنی کے ذریعے چور کا نام نکالنا.....	۳۲۳
۲۸۲	چور کا پتہ معلوم کرنا پنڈت سے.....	۳۲۴
۲۸۳	مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا.....	۳۲۵
۲۸۴	مؤکل اور جن کو تابع کرنا.....	۳۲۶
۲۸۵	ہمزاد کیا ہے.....	۳۲۷
۲۸۶	ہمزاد تابع کرنا دستِ غیب اور کیمیا وغیرہ	۳۲۷
۲۸۷	ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعے ہلاک کرنا.....	۳۳۰
۲۸۸	نظر بد کے لئے مرچیں جلانا.....	۳۳۱
۲۸۹	نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرے پر سیاہ داغ لگانا.....	۳۳۲
۲۹۰	سانپ وغیرہ کے کاٹنے پر زہر کا اثر اتارنے کے تعویذ کہاں ہیں؟.....	۳۳۲
۲۹۱	سانپ کے کاٹنے کا علاج.....	۳۳۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۲	سانپ کے کاٹنے کا منتر.....	۳۳۴
۲۹۳	سانپ کے کاٹنے کا علاج نیم کے گرد چکر لگانا.....	۳۳۵
۲۹۴	جفر شرعی حجت نہیں.....	۳۳۶
۲۹۵	قل ھواللہ احد یا جبرئیل کا وظیفہ.....	۳۳۸
۲۹۶	یاجبرائیل بحق یاَ وھابُ کاوظیفہ.....	۳۳۸
۲۹۷	نادعلی کاوظیفہ	۳۳۹
۲۹۸	کشف ارواح وغیرہ کاعمل.....	۳۳۹
۲۹۹	دست غیب.....	۳۴۰
۳۰۰	دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ	۳۴۰
۳۰۱	قسمت کو بتانا.....	۳۴۱
۳۰۲	تعمیر مکان سے پہلے نجومی کو زمین دکھلانا.....	۳۴۲
۳۰۳	کیا سحر ابھی بھی باقی ہے؟.....	۳۴۲
۳۰۴	جنات کا عمل.....	۳۴۴
۳۰۵	جنات کی مالی اعانت.....	۳۴۴
۳۰۶	جنات کو جلانا.....	۳۴۵
۳۰۷	جنات اورشیاطین انسان کوستاسکتے ہیں.....	۳۴۵
۳۰۸	مزارات پر جنات کا آنا.....	۳۴۶
۳۰۹	جن کامختلف صورتوں میں آنا.....	۳۴۸
۳۱۰	جن اور پیر کا عورتوں پر آنا.....	۳۴۸
۳۱۱	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا.....	۳۴۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۲	کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہوسکتی ہے.....	۳۵۱
۳۱۳	جماع جن سے استقرار حمل.....	۳۵۱
۳۱۴	سٹہ کا نمبر بتانا.....	۳۵۲

☆..... باب چھاردھم .....☆

کسب اور پیشہ

۳۱۵	کسب کی تفصیل	۳۵۴
۳۱۶	کون سے پیشے افضل ہیں یا کوئی پیشہ رذیل ہے؟.....	۳۵۵
۳۱۷	جوتی بنانے کا پیشہ.....	۳۵۶
۳۱۸	قصاب کا پیشہ.....	۳۵۷
۳۱۹	بے پردہ عورت کی کمائی.....	۳۵۷
۳۲۰	عورتوں کا مزدوری کے لئے باہر نکلنا.....	۳۵۸
۳۲۱	چوڑیاں پہنانے کا پیشہ.....	۳۶۰
۳۲۲	چوڑی پہنانے کا پیشہ.....	۳۶۱
۳۲۳	درزی کو ناجائز لباس سینا.....	۳۶۲
۳۲۴	کوٹ پتلون سینا.....	۳۶۲
۳۲۵	آمدنی کی تحصیل وتقسیم کا ذمہ دار والدہ کو قرار دینا.....	۳۶۳
۳۲۶	مال یتیم میں تجارت.....	۳۶۳
۳۲۷	تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی.....	۳۶۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲۸	تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا.....	۳۶۶
۳۲۹	مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا.....	۳۶۶
۳۳۰	حلاق لحیہ اور خیاط لباس فساق.....	۳۶۷
۳۳۱	حجام کا داڑھی مونڈنا.....	۳۶۷
۳۳۲	ڈاکٹری اور مدرسی کی کمائی.....	۳۶۸
۳۳۳	دوسرے سے سارٹیفکٹ حاصل کرنا.....	۳۶۹
	باب پانزدھم: مالِ حرام اور رشوت	
	فصل اول:- مالِ حرام کا حکم	
۳۳۴	حرام مال سے کوئی چیز خریدنا.....	۳۷۰
۳۳۵	مال حرام کی خرید وفروخت.....	۳۷۱
۳۳۶	مال حرام سے تجارت.....	۳۷۲
۳۳۷	مال مخلوط سے تجارت.....	۳۷۳
۳۳۸	حرام مال کے ذریعہ تجارت.....	۳۷۴
۳۳۹	مال حرام قرض دینا.....	۳۷۵
۳۴۰	ناجائز مال سے قرض وصول کرنا.....	۳۷۵
۳۴۱	مال حرام سے قرض ادا کرنا.....	۳۷۶
۳۴۲	مال حرام سے قرض کی ادائیگی.....	۳۷۷
۳۴۳	حرام حلال مخلوط آمدنی کا حکم.....	۳۷۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۴	مال حرام کا مصرف	۳۷۹
۳۴۵	مال مخلوط کو کار خیر میں صرف کرنا	۳۸۰
۳۴۶	حرام آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا	۳۸۰
۳۴۷	ناجائز آمدنی سے خریدے ہوئے مال کا حکم	۳۸۱
۳۴۸	حرام اور مخلوط آمدنی سے امام کو تنخواہ اور کھانا دینا	۳۸۳
۳۴۹	مال حرام سے خریدے ہوئے مکان سے انتفاع	۳۸۴
۳۵۰	ناجائز زمین کی پیداوار کا حکم	۳۸۵
۳۵۱	صبی کی ملک میں مربی کا تصرف	۳۸۷
۳۵۲	چوری کا کوئلہ واپس کرنا چاہئے	۳۸۸
۳۵۳	کارخانہ کے ملازمین پر دباؤ ڈال کر روپیہ لینا	۳۸۹
۳۵۴	ٹھیکہ میں بچا ہوا سامان استعمال کرنا	۳۹۰
۳۵۵	چندہ کر کے خود کھالینا کیا خیرات ہے	۳۹۰
۳۵۶	بڑے بھائی کی دوکان سے پیسہ بچانا	۳۹۱
۳۵۷	یتیموں کا مال مسجد اور مدرسہ میں دینا	۳۹۲
۳۵۸	درگاہ میں آیا ہوا پیسہ دینی یا دنیاوی تعلیم پر	۳۹۲
۳۵۹	حکومت سے دوسرے کے نام زمین الاٹ کرائی اس کا مالک کون	۳۹۳
۳۶۰	پانی ملا کر دودھ گرم کرنا کہ اصل باقی رہے درست ہے	۳۹۵
۳۶۱	ناجائز پیسوں سے خرید شدہ سامان کا حکم	۳۹۵
۳۶۲	ٹھیکہ دار کیلئے سامان بچا کر خود رکھنا	۳۹۷
۳۶۳	ڈاک کے غیر مہر شدہ ٹکٹ دوبارہ استعمال کرنا	۳۹۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۴	جس کا مال مشتبہ ہو اس کے یہاں خوراکی دے کر کھانا.....	۳۹۸
۳۶۵	درزی کو بچا ہوا کپڑا استعمال کرنا.....	۳۹۹
۳۶۶	درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا.....	۴۰۰
۳۶۷	جو کپڑا درزی بچالے اس کا حکم.....	۴۰۱
۳۶۸	چوری کا مال خریدنا.....	۴۰۲
۳۶۹	حرام روزی یا حرام لقمہ کھانے سے عبادت قبول نہیں.....	۴۰۲
۳۷۰	شیعہ عورت کا زیور چوری کیا، پھر وہ مرگئی کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس کو کہاں صرف کیا جائے.....	۴۰۳
۳۷۱	مشتبہ مال سے بنے مکان میں رہائش.....	۴۰۴
۳۷۲	شادی کے بعد حرام کمائی والا سامان استعمال کرنا.....	۴۰۵
۳۷۳	ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا.....	۴۰۶
۳۷۴	جھٹکے کے گوشت کی قیمت استعمال کرنا.....	۴۰۷

فصل دوم:- رشوت کا بیان

۳۷۵	رشوت کا حکم.....	۴۰۸
۳۷۶	رشوت دینا.....	۴۰۹
۳۷۷	رشوت و اغلام.....	۴۰۹
۳۷۸	رشوت کی چند صورتیں اور اس سے توبہ.....	۴۱۱
۳۷۹	سرکاری ہسپتال سے رشوت دے کر دوائیاں لینا.....	۴۱۶
۳۸۰	کسٹم پر قلی کو رشوت دینا.....	۴۱۶

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد..... ۲۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الحظر والاباحۃ

﴿جائز اور ناجائز امور﴾

باب شانزدہم

احکام حقوق

فصل اول:- زوجین کے احکام

۱	نکاح لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے.....	۳۳
۲	بیوی کو والدین سے ملنے سے روکنا.....	۳۴
۳	عورت کو میکہ جانے کا حق.....	۳۵
۴	اندیشۂ فتنہ کی صورت میں بیوی کو اس کے میکہ نہ بھیجنا.....	۳۷
۵	عورت کو باپ کے گھر بغیر اجازت شوہر جانا.....	۳۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶	بلا اجازت شوہر ماں کے گھر جانا.....	۳۸
۷	بغیر شوہر کی اجازت کے والدین کے پاس رہنا.....	۳۹
۸	اہل قرابت سے ملنے کیلئے کتنی مدت ہے.....	۴۰
۹	قریب کے رشتہ داروں سے ملاقات کی مدت.....	۴۱
۱۰	شوہر کی نافرمانی کی چند صورتیں.....	۴۲
۱۱	اولاد کی خاطر شوہر کی نافرمانی.....	۴۴
۱۲	بلا اجازت شوہر گھر سے باہر غائب رہنا.....	۴۵
۱۳	جو عورت شوہر کی بلا رضامندی کے جہاں چاہے چلی جائے اس کی نماز و روزہ قبول ہے یا نہیں؟.....	۴۷
۱۴	شوہر کی اطاعت لازم ہے.....	۴۸
۱۵	شادی کے بعد کتنی مدت کیلئے سفر میں رہنے کی اجازت ہے.....	۴۸
۱۶	ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی سے الگ رہنا.....	۴۹
۱۷	شوہر تعلیم کیلئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے.....	۵۰
۱۸	بیوی سے پیشہ کرانا.....	۵۰
۱۹	پردہ نشین بیوی کی کمائی.....	۵۱
۲۰	خود کمانے والی عورت کا شوہر کو طعنہ دینا.....	۵۲
۲۱	بیوی کو بے پردگی سے روکنا.....	۵۳
۲۲	شوہر بیوی میں ملاپ نہیں گناہ کس پر ہے.....	۵۵
۲۳	بیوی کی تربیت کا طریقہ.....	۵۶
۲۴	دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زائد محبت.....	۵۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵	زوجین کا ساتھ کھانا.....	۵۷
۲۶	سسرال میں جانا اور کھانا.....	۵۸
۲۷	کیا بیوی کو شوہر کی شکایت کرنے کا حق ہے.....	۵۹
۲۸	چالیس سال گذرنے پر بھی بیوی سے ہمبستری حرام نہیں.....	۶۰
۲۹	ساس کی خدمت.....	۶۰
۳۰	نکاح ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ.....	۶۱
۳۱	زوجین کو اپنے حقوق معاف کرنے کا حق ہے.....	۶۲
۳۲	بیوی کا جسم دیکھنا.....	۶۲
۳۳	سسرال کے گھر کا روپیہ.....	۶۳
۳۴	ولادت کے وقت بیوی کی مدد کرنا.....	۶۴
۳۵	شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہوجاتی ہو تو شوہر کیا کرے.....	۶۵
۳۶	بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں.....	۶۵
۳۷	بیوی کے ساتھ بدسلوکی کا علاج.....	۷۳
۳۸	عورت نے شوہر کے ساتھ کام کیا بعد تفریق اسکی اجرت شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟	۷۴
۳۹	بیوی کا شوہر کو اپنی والدہ کی ملاقات سے روکنا.....	۷۵
۴۰	بیوی نے ناک میں دم کردیا.....	۷۶
۴۱	بیوی سے خلاف فطرت کام کرنا.....	۷۷
۴۲	گناہ کے کام میں شوہر کی اطاعت.....	۷۸
۴۳	بیوی کے چپکے سے چلے جانے کے بعد پھر شوہر اسکو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے.....	۸۰
۴۴	عورت کی بدتمیزی و بدکلامی پر شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے.....	۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۵	بیوی کے ساتھ زیادتی کی مکافات.....	۸۳
۴۶	لڑکی کو داماد کے گھر جانے سے روکنا.....	۸۴
	فصل دوم:- والدین وغیرہ کے حقوق	
۴۷	باپ بیٹوں کے حقوق.....	۸۶
۴۸	والدین کی نافرمانی.....	۹۲
۴۹	والد کی نافرمانی.....	۹۳
۵۰	والدین کا درجہ استاذ اور پیر سے زیادہ ہے.....	۹۳
۵۱	والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل.....	۹۴
۵۲	بوڑھے باپ کی اطاعت.....	۹۵
۵۳	والدین اور شوہر میں کس کی اطاعت لازم ہے.....	۹۶
۵۴	والدین کے حقوق.....	۹۷
۵۵	باپ کو ستانے کا وبال.....	۹۹
۵۶	اطاعت والدین معصیت میں.....	۱۰۰
۵۷	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا.....	۱۰۱
۵۸	باپ کے ساتھ سخت کلامی کرنا.....	۱۰۲
۵۹	والدین سے الگ رہنا کیا اکرام مسلم کے خلاف ہے.....	۱۰۳
۶۰	والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطع تعلق.....	۱۰۴
۶۱	فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ.....	۱۰۶
۶۲	والدہ ناراض ہو تو کیا کرے.....	۱۰۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۶۳	ماں کے انتقال کے بعد انکو خوش کرنے کی کیا صورت ہے.....	۱۰۸
۶۴	والد کی غلط رائے قابل عمل نہیں	۱۰۹
۶۵	والدہ کی خدمت سے چڑ چڑا پن پیدا ہوجانے کی وجہ سے آخر وقت میں میٹھی زبان سے باتیں نہ کرنا.....	۱۱۱
۶۶	فاسق باپ کے ساتھ سلوک.....	۱۱۱
۶۷	والد کے گناہ پر ان کی اصلاح کا طریقہ.....	۱۱۲
۶۸	والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے.....	۱۱۳
۶۹	بیٹے کو بیٹا نہ ماننے والے باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے.....	۱۱۴
۷۰	جیسا خود کھائے ویسا باپ کو کھلائے	۱۱۴
۷۱	ایک لڑکی کو دینا دوسری کو نہ دینا.....	۱۱۵
۷۲	نافرمان اولاد کو عاق کرنا.....	۱۱۷
۷۳	باپ کو دھکا اور گالیاں دینا.....	۱۱۸
۷۴	والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح.....	۱۱۹
۷۵	نکاح میں والدین کی اطاعت	۱۲۰
۷۶	درجہ کس کا زیادہ ہے، باپ یا ماں کا.....	۱۲۱
۷۷	بچپن میں کئے ہوئے نیک کاموں کا ثواب کیا والدین کو ملتا ہے.....	۱۲۲
۷۸	باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹ طلب کیں ان کو دیں یا نہ دیں.....	۱۲۲
۷۹	کیا اولاد کا نکاح ماں باپ کے ذمہ ضروری ہے.....	۱۲۳
۸۰	والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں.....	۱۲۶
۸۱	والدین میں نااتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے	۱۲۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۸۲	باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ.....	۱۲۸
۸۳	باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کردیا.....	۱۲۸
۸۴	قاتل باپ کی مدد	۱۲۹
۸۵	والدین کی خاطر ملازمت	۱۳۰
۸۶	والدین کا معذور پیر واستاذ کی خدمت سے روکنا.....	۱۳۱
۸۷	والدہ کو مشورہ دینا کہ زمین فروخت کرکے ایک مستقل مکان خریدلیں.....	۱۳۲
۸۸	اپنے افلاس کی وجہ سے زمین ایک بیٹے کے نام کرنا.....	۱۳۲
۸۹	شیرخوار بچہ کو چھوڑنے والی ماں	۱۳۴
۹۰	حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ صاحب حقوق معلوم نہ ہو.....	۱۳۴
	فصل سوم:- جماع اوراس کے متعلقات	
۹۱	بیوی سے ہمبستری کا طریقہ.....	۱۳۶
۹۲	بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے.....	۱۳۶
۹۳	قبلہ کی طرف رخ کرکے وطی کرنا.....	۱۳۷
۹۴	جماع کیلئے کوئی حد مقرر ہے.....	۱۳۷
۹۵	حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے.....	۱۳۸
۹۶	مال جمع کرنے اور بیوی سے صحبت کی مقدار واجب.....	۱۳۹
۹۷	بیوی کی چھاتی منھ میں لینا.....	۱۴۰
۹۸	بیوی کا پستان منھ میں لینا.....	۱۴۰
۹۹	بیوی کو برہنہ کرکے اسکا پستان منھ میں لے کر سونا.....	۱۴۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۰	شوہر کا عضو ہاتھ میں لینا.....	۱۴۲
۱۰۱	عورت کے منھ میں ادخال.....	۱۴۲
۱۰۲	تفخیذ وتبطین وغیرہ کا حکم.....	۱۴۳
۱۰۳	فرج میں ادخال اصبع سے کھیلنا.....	۱۴۳
۱۰۴	فرج میں وطی پشت کی طرف سے.....	۱۴۴
۱۰۵	وطی بیوی کی دبر میں.....	۱۴۵
۱۰۶	عورت کی دبر میں وطی.....	۱۴۶
۱۰۷	زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا.....	۱۴۶
۱۰۸	برہنہ ہمبستری.....	۱۴۷
۱۰۹	بیوی کو برہنہ کرنا.....	۱۴۸
۱۱۰	بوڑھی بیوی سے جماع.....	۱۴۸
۱۱۱	نابالغہ بیوی سے وطی.....	۱۴۹
۱۱۲	وطی میں بیوی کا حق شوہر پر.....	۱۴۹
۱۱۳	بیس سال تک ملاپ نہ ہونے کے باوجود اب ملاپ درست ہے.....	۱۵۰
	فصل چہارم:- یتیم وغیرہ کے احکام	
۱۱۴	یتیموں کی مدد کرنا.....	۱۵۲
۱۱۵	یتیموں کا مال ناحق کھانا.....	۱۵۳
۱۱۶	کیا یتیم کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے.....	۱۵۳
۱۱۷	سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟.....	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۱۸	جنون کی قسمیں اور اس کے تصرفات	۱۵۵
	☆..... باب هفدهم .....☆	
	انساب کا بیان	
۱۱۹	خاندانی شرافت	۱۵۸
۱۲۰	سقوں کا اپنے آپ کو عباسی کہنا	۱۵۹
۱۲۱	قصابوں کا اپنے کو قریش کہنا	۱۶۲
۱۲۲	اصلی اور نقلی انصاری میں فرق	۱۶۳
۱۲۳	شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل	۱۶۳
۱۲۴	کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا	۱۶۴
۱۲۵	کسی پیغمبر یا کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا	۱۶۵
۱۲۶	تبدیلِ نسب	۱۶۷
۱۲۷	نسب بدلنا	۱۶۹
۱۲۸	نسب بدلنا	۱۷۰
۱۲۹	سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی سب اولاد سید کیوں نہیں	۱۷۱
	☆..... باب هيزدهم .....☆	
	سونے کے آداب	
۱۳۰	ننگے سونا	۱۷۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳۱	ناپاک کپڑے پہن کر سونا.....	۱۷۴
۱۳۲	قبلہ کی طرف پیر پھیلانا.....	۱۷۴
۱۳۳	مسجد میں چارپائی پر آرام کرنا.....	۱۷۵
	☆..... باب نوزدھم .....☆	
	خوابوں کی تعبیر	
۱۳۴	خواب میں مردہ کو دیکھنا.....	۱۷۶
۱۳۵	خواب میں انگور دیکھنا.....	۱۷۷
۱۳۶	خواب میں وضو کرتے کرتے امام نے سلام پھیر دیا.....	۱۷۷
۱۳۷	ایضاً.....	۱۷۸
۱۳۸	خواب میں درخت کا گرنا دیکھنا.....	۱۷۸
۱۳۹	کئی چاند خواب میں دیکھنا.....	۱۷۹
۱۴۰	ہذا من فضل ربی خواب کی تعبیر.....	۱۷۹
۱۴۱	خواب میں دودھ دیکھنا.....	۱۸۰
۱۴۲	خواب میں گوشت دیکھنا.....	۱۸۱
۱۴۳	موت کے لئے خواب میں ایک جگہ کو دیکھنا.....	۱۸۲
۱۴۴	خواب میں اونٹ کھول کر لے جانا.....	۱۸۲
۱۴۵	چرن سنگھ کو خواب میں اسلام کی دعوت.....	۱۸۳
۱۴۶	خواب میں جوتی گم ہونے کی تعبیر.....	۱۸۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۴۷	خواب میں مردہ کو برہنہ دیکھنا.....	۱۸۵
۱۴۸	خواب میں اپنے کو مردہ دیکھنا	۱۸۵
۱۴۹	اپنے والد کو مردہ ہونے کے بعد زندہ ہو کر آتے دیکھنا.....	۱۸۶
۱۵۰	باپ دادا کو خواب میں دیکھنا.....	۱۸۷
۱۵۱	خواب میں اذان پڑھنا.....	۱۸۸
۱۵۲	خواب میں خنزیر دیکھنا	۱۸۸
۱۵۳	خواب میں مینار دیکھنا.....	۱۸۹
۱۵۴	خواب میں داڑھی صاف کرادینا.....	۱۹۰
۱۵۵	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی درست کرنا.....	۱۹۰
۱۵۶	حضرت علیؓ کی مٹی کی زیارت.....	۱۹۱
۱۵۷	خواب میں سانپ کو مارنا.....	۱۹۲
۱۵۸	خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے ساتھ کھانا کھانا.....	۱۹۳
۱۵۹	خواب میں گائے کا گوشت کھانا.....	۱۹۴
۱۶۰	خواب میں باران رحمت	۱۹۴
۱۶۱	خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کے ساتھ دیکھنا.....	۱۹۵
۱۶۲	مولانا فخر الدین صاحبؒ کا ختم بخاری شریف کرانا نوٹ بک گرگئی تین روپے اور کاپی اٹھالی	۱۹۶
۱۶۳	بدعات کے لئے خواب سے استدلال.....	۱۹۷
۱۶۴	خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر زخم دیکھنا.....	۱۹۸
۱۶۵	خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا.....	۱۹۹
۱۶۶	دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کر کے آیا ہوا پایا.....	۲۰۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۷	ڈھیلے کے بجائے ماہواری کی گدی سے استنجاء کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۰۱
۱۶۸	خواب میں حج.....	۲۰۱
۱۶۹	اللہ تعالیٰ کی سواری نیچے اترتے دیکھنا.....	۲۰۲
۱۷۰	کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۰۳
۱۷۱	خواب پر حکم.....	۲۰۴
۱۷۲	کسی کی بیوی کے ساتھ خواب میں زنا کرنا.....	۲۰۵
۱۷۳	خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا.....	۲۰۶
۱۷۴	خواب میں کیکر کی ڈالی میں چنبیلی کے پھول.....	۲۰۷
۱۷۵	خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا.....	۲۰۸
۱۷۶	خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا.....	۲۰۹
۱۷۷	خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا.....	۲۰۹
۱۷۸	خواب میں استاذ کو برہنہ دیکھنا.....	۲۱۱

☆..... باب بستم .....☆

ناموں کا بیان

۱۷۹	درست اور نادرست نام.....	۲۱۲
۱۸۰	یٰسین نام رکھنا.....	۲۱۲
۱۸۱	حسین احمد نام رکھنا.....	۲۱۴
۱۸۲	غلام محمد، صدر العلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش نام رکھنا.....	۲۱۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۳	محمد عظیم نام رکھنا	۲۱۵
۱۸۴	نرنجن علی نام رکھا گیا پھر اس کو بدل کر محمد علی رکھا گیا.....	۲۱۶
۱۸۵	بچہ کا نام محمد رسول اللہ یا موسیٰ کلیم اللہ رکھنا.....	۲۱۷
۱۸۶	کسی کا نام محمد ہو اس پر درود کی علامت.....	۲۱۷
۱۸۷	یحییٰ اور ناصر نام رکھنا.....	۲۱۸
۱۸۸	مرسلین نام رکھنا	۲۱۹
۱۸۹	ربانی نام رکھنا.....	۲۲۰
۱۹۰	عبدالربان نام رکھنا.....	۲۲۰
۱۹۱	محمد علیم نام رکھنا.....	۲۲۱
۱۹۲	ابوالاعلیٰ نام رکھنا	۲۲۲
۱۹۳	محمد عمر فاروق نام رکھنا	۲۲۲
۱۹۴	عبدالسبحان نام رکھنا	۲۲۳
۱۹۵	عبدمناف نام رکھنا.....	۲۲۴
۱۹۶	یافث نام رکھنا.....	۲۲۴
۱۹۷	غلام اولیاء نام رکھنا.....	۲۲۵
۱۹۸	بچہ کا نام نبی خاں رکھنا.....	۲۲۶
۱۹۹	محمد ہرمز نام رکھنا.....	۲۲۷
۲۰۰	تارہ نام تبدیل کرنا.....	۲۲۹
۲۰۱	کسی ادارہ کا نام نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا.....	۲۲۹
۲۰۲	نام کے ساتھ صدیقی لکھنا.....	۲۳۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۳	عبدالرحیم کو رحیم کہہ کر پکارنا.....	۲۳۱
۲۰۴	مشتبہ نام رکھنا.....	۲۳۲
۲۰۵	جسمانی امراض کیلئے نام بدلنا.....	۲۳۴
	☆..... باب بست ویکم .....☆	
	عقلیات وارضیات	
	فصل اول:- مصالحِ عقلیہ	
۲۰۶	ستارہ ٹوٹنے کا سبب (مرغ بولنے کی وجہ).....	۲۳۵
۲۰۷	بجلی سے آدمی کیوں مرجاتا ہے.....	۲۳۵
۲۰۸	کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے.....	۲۳۶
۲۰۹	ناری اور نوری کے درمیان فرق.....	۲۳۷
۲۱۰	اس امت میں مسخ کیوں نہیں.....	۲۳۷
۲۱۱	امیر وغریب میں فرق احکام شرع میں.....	۲۳۸
۲۱۲	خنزیر کی حرمت کی وجہ	۲۳۹
	فصل دوم:- ارضیات وسماویات	
۲۱۳	زمین متحرک ہے یا ساکن	۲۴۰
۲۱۴	سات زمینوں کا پتہ.....	۲۴۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۱۵	چاند سورج کہاں ہیں	۲۴۲
۲۱۶	چاند پر پہونچنے والے کی خبریں	۲۴۳
۲۱۷	چاند پر پہونچ جانا کوئی کمال ہے؟	۲۴۴
۲۱۸	چاند پر پہنچنے والوں کے سلسلہ میں کیا علماء مختلف ہیں	۲۴۵
۲۱۹	چاند کے اوپر اور زمین کے نیچے آبادی	۲۴۶
۲۲۰	چاند میں نشان کیسا ہے	۲۴۸
۲۲۱	چاند سورج، ستارے، کہاں ہیں؟	۲۴۹
۲۲۲	قیامت میں بعد حساب چاند سورج کہاں رہیں گے	۲۵۰
۲۲۳	ستارے، بروج، چاند تک پہونچنا	۲۵۱
۲۲۴	چاند پر پہونچ جانا	۲۵۵
۲۲۵	چاند سورج کیا آسمان میں ہیں	۲۵۶
۲۲۶	خلائی سفر، چاند پر پہونچنا	۲۵۷
۲۲۷	کہکشاں	۲۶۰
۲۲۸	ماہِ ثابت یا ذوالحجد	۲۶۰
۲۲۹	ماہ عروج کی ابتداء وانتہاء	۲۶۱
۲۳۰	آثار وموسمیات کی خبر نشر کرنا	۲۶۱
۲۳۱	بادل اور رعد کس کا نام ہے	۲۶۲

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆..... **باب بست ودوم** .....☆	
	کھیل وتصاویر کے احکام	
	فصل اول:- کھیلوں کا بیان	
۲۳۲	کھیل کی چیزیں بچوں کے پاس ہوتو کیا کریں.....	۲۶۳
۲۳۳	بچوں کولٹو وغیرہ کھیلنا.....	۲۶۳
۲۳۴	بچہ کو جھنجھنے سے بہلانا.....	۲۶۴
۲۳۵	بچوں کی گڑیا اور کھلونا.....	۲۶۵
۲۳۶	گڑیوں سے کھیلنا.....	۲۶۶
۲۳۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنا.....	۲۶۷
۲۳۸	فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا.....	۲۶۹
۲۳۹	والی بال.....	۲۷۰
۲۴۰	کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا.....	۲۷۱
۲۴۱	تاش کا کھیل.....	۲۷۲
۲۴۲	تعلیمی تاش.....	۲۷۲
۲۴۳	تاش کا حکم.....	۲۷۳
۲۴۴	گھر میں کھیل کھیلنا.....	۲۷۴
۲۴۵	کیرم بورڈ بطور تفریح.....	۲۷۵
۲۴۶	کیرم بورڈ.....	۲۷۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۴۷	شطرنج کی ممانعت پر دلیل.....	۲۷۶
	فصل دوم:- تصویر اور مجسمہ سازی	
۲۴۸	فوٹو رکھنا.....	۲۷۸
۲۴۹	فوٹو کھنچوانا.....	۲۷۹
۲۵۰	کتے اور تصویر کا حکم.....	۲۸۰
۲۵۱	تصاویر برکت کے لئے گھر میں رکھنا.....	۲۸۱
۲۵۲	کپڑے پر جاندار کی تصویر.....	۲۸۵
۲۵۳	باتصویر اخبار کا حکم.....	۲۸۶
۲۵۴	باتصویر رسائل کی خریداری.....	۲۸۷
۲۵۵	پیسہ روپیہ کی تصویر اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کے مطالعہ کا حکم.....	۲۸۷
۲۵۶	تصویر دار کاغذ کو جلانا.....	۲۸۹
۲۵۷	حضرت نبی اکرم ﷺ کی تصویر.....	۲۹۰
۲۵۸	روضۂ اقدس کی تصویر مسجد میں.....	۲۹۲
۲۵۹	صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا.....	۲۹۳
۲۶۰	معلم مقرر کرنے کے لئے اس کا فوٹو منگانا.....	۲۹۴
۲۶۱	تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو.....	۲۹۵
۲۶۲	پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو.....	۲۹۶
۲۶۳	تعلیم کے لئے فوٹو.....	۲۹۷
۲۶۴	شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ.....	۲۹۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۶۵	آنکھ اور دانت کی تصویر.....	۲۹۹
۲۶۶	فوٹو مٹانے کی ترکیب.....	۲۹۹
۲۶۷	چڑیا والی گھڑی.....	۳۰۰
۲۶۸	خانہ کعبہ کی تصویر مکان میں.....	۳۰۱
۲۶۹	چہرہ کی تصویر.....	۳۰۲
۲۷۰	تجارتی کتابوں پر فوٹو.....	۳۰۳
۲۷۱	قانونی مجبوری کی بنا پر تصویر کھنچوانا.....	۳۰۴
۲۷۲	غیر مسلم کی دوکان ظاہر کرنے کے لئے تصویر لگانا.....	۳۰۵
۲۷۳	یادگار کے لئے کسی کا فوٹو مکان میں لگانا.....	۳۰۶
۲۷۴	مکان میں تصاویر.....	۳۰۷
۲۷۵	جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں.....	۳۰۸
۲۷۶	شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا.....	۳۰۹
۲۷۷	شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے.....	۳۰۹
۲۷۸	تجارت کے لئے کپڑے پر فوٹو.....	۳۱۰
۲۷۹	بچوں کی گڑیا اور کھلونا.....	۳۱۲
۲۸۰	گڑیا بنانا اور اس سے کھیلنا.....	۳۱۳
۲۸۱	تصویر پر پھول چڑھانا.....	۳۱۵
	فصل سوم:- سنیما اور ٹی وی وغیرہ	
۲۸۲	سنیما دیکھنا.....	۳۱۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۸۳	سنیما تھیٹر دیکھنا	۳۱۷
۲۸۴	متبع شریعت کو سنیما دیکھنا.....	۳۱۸
۲۸۵	نیک نیت سے سنیما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا.....	۳۱۸
۲۸۶	سنیما میں معجزہ شق القمر اور اس کی توجیہ.....	۳۲۰
۲۸۷	سنیما کے جواز پر واقعۂ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال.....	۳۲۲
۲۸۸	فلم حج	۳۲۶
۲۸۹	قسم قسم کی فلمیں دیکھنا.....	۳۲۷
۲۹۰	ٹیلیویژن.....	۳۲۸
۲۹۱	گانا سننے کی دلیل	۳۲۹
۲۹۲	ٹرانسسٹر سننا	۳۳۰
۲۹۳	ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال.....	۳۳۱
۲۹۴	ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا.....	۳۳۲
۲۹۵	سنیما، تصویر، فوٹو	۳۳۳

☆..... باب بست وسوم .....☆

کفار سے تعلقات ومعاملات

فصل اول:- کفار کے ساتھ تعلقات

۲۹۶	کافر سے موالات ومواساۃ	۳۳۵
۲۹۷	غیر مسلم سے تعلقات	۳۳۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل دوم:- کفار کے ساتھ مشابہت	
۲۹۸	سراغ رسانی کے لیے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا.....	۳۳۷
۲۹۹	بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت ووضع بنانا.....	۳۳۸
۳۰۰	شعار اہل کفر کو اختیار کرنا.....	۳۴۰
۳۰۱	غیر قوموں کے ساتھ تشبہ.....	۳۴۲
۳۰۲	ہندوانہ زیبائش	۳۴۲
۳۰۳	عورت کو مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی لگانا.....	۳۴۳
۳۰۴	لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز.....	۳۴۳
۳۰۵	فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا.....	۳۴۴
	فصل سوم:- غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت	
۳۰۶	ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شریک ہونا.....	۳۴۵
۳۰۷	غیر مسلم کی تقریب میں شرکت.....	۳۴۶
۳۰۸	غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت.....	۳۴۶
۳۰۹	رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت.....	۳۴۷
۳۱۰	رام لیلا میں شرکت اور چندہ.....	۳۴۸
۳۱۱	عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت.....	۳۴۹
۳۱۲	غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارک باد دینا.....	۳۴۹
۳۱۳	ہولی کے دن ہندو استاذ سے ملنا.....	۳۵۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۴	شرکیہ میلے میں تجارت کیلیے جانا.....	۳۵۲
۳۱۵	ہندوؤں کے میلہ میں جانا	۳۵۳
۳۱۶	چمار چودس میں سامان خریدنے جانا.....	۳۵۳
۳۱۷	میلہ میں سامان خریدنے کے لیے جانا.....	۳۵۴
۳۱۸	میلے اور نمائش میں جانا.....	۳۵۵
۳۱۹	سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سندور لگانا.....	۳۵۶
۳۲۰	ہولی کا رنگ مسلمانوں پر چھڑکنا.....	۳۵۷
۳۲۱	میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا اور میلہ میں شرکت.....	۳۵۷
	فصل چہارم:- مال کے ذریعہ کفار کی اعانت	
۳۲۲	غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا.....	۳۵۹
۳۲۳	غیر مسلموں کے ساتھ تعاون مذہبی مصلحت سے.....	۳۵۹
۳۲۴	مندر کے لیے چندہ دینا.....	۳۶۰
۳۲۵	تعمیر مندر میں امداد.....	۳۶۱
۳۲۶	ہندوؤں کی رسم میں چندہ	۳۶۲
۳۲۷	مندر اور پوجا میں چندہ دینا.....	۳۶۳
۳۲۸	ہولی میں چندہ دینا.....	۳۶۴
۳۲۹	دُرگا پوجا میں چندہ دینے والے کا حکم.....	۳۶۵
۳۳۰	کفار کے میلے میں چندہ دینا.....	۳۶۵
۳۳۱	پوجا کیلئے چندہ، پوجا کی مٹھائی کھانا.....	۳۶۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۲	سانگ کرانا اوراس میں روپیہ دینا.....	۳۶۸
۳۳۳	چیچک میں ہندوؤں کی مائی کو چندہ دینا.....	۳۶۹
	☆..... **باب بست وچہارم** .....☆	
	جھوٹ، غیبت، بائیکاٹ اور توبہ	
	فصل اول:- جھوٹ چغلی بہتان اور ریا کا بیان	
۳۳۴	جھوٹ کا حکم	۳۷۰
۳۳۵	جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا.....	۳۷۰
۳۳۶	دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا.....	۳۷۱
۳۳۷	تحفظ جائیداد کے لئے جھوٹ بولنا.....	۳۷۲
۳۳۸	جھوٹا حلف	۳۷۴
۳۳۹	جھوٹا دعویٰ	۳۷۵
۳۴۰	جھوٹے مقدمے سے بچنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرنا.....	۳۷۶
۳۴۱	کسی کو ناحق پھنسانے کا کیس	۳۷۷
۳۴۲	۵ رکلوشکر کے لئے ۲۵ رکلو کی درخواست دینا.....	۳۷۸
۳۴۳	ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو شادی شدہ بتانا.....	۳۷۸
۳۴۴	مصلحتاً کذب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا.....	۳۷۹
۳۴۵	جھوٹے کو جھوٹا کہنا	۳۸۰
۳۴۶	ایک شخص اپنے کو دھام پور کا رہنے والا بتائے حالانکہ وہ دوسری جگہ کا رہنے والا ہے	۳۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۷	چغل خور کی توبہ کا طریقہ.....	۳۸۲
۳۴۸	قرآن پاک کا حلف اٹھانے کے باوجود الزام لگانا.....	۳۸۳
۳۴۹	اپنے فعل کی تہمت خدا پر لگانا.....	۳۸۴
۳۵۰	بہتان سے توبہ کا طریقہ.....	۳۸۴
۳۵۱	بہتان کی آخرت میں سزا	۳۸۶
۳۵۲	امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا.....	۳۸۷
۳۵۳	ریاء کی تقسیم	۳۹۰
	فصل دوم:- غیبت اور کینہ کا بیان	
۳۵۴	غیبت کی چند صورتوں کا حکم.....	۳۹۲
۳۵۵	فاسق کی غیبت.....	۳۹۴
۳۵۶	پیر صاحب کا مریدین کی غیبت کرنا.....	۳۹۵
۳۵۷	موتیٰ کی غیبت اور برائی.....	۳۹۶
۳۵۸	غیبت کی معافی کا طریقہ	۳۹۷
۳۵۹	مسلمان سے کینہ رکھنا	۳۹۸
	فصل سوم:- تحقیر مسلم کا بیان	
۳۶۰	کسی کی تحقیر وتذلیل	۴۰۰
۳۶۱	اپنی بات کو اونچا رکھنا.....	۴۰۱
۳۶۲	اپنے کو بڑا سمجھنا دوسرے کو ذلیل سمجھنا.....	۴۰۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۶۳	مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل وحقیر سمجھنا.....	۴۰۲
	فصل چہارم:- وعدہ خلافی کا بیان	
۳۶۴	وعدہ خلافی کا حکم	۴۰۳
۳۶۵	وعدہ خلافی	۴۰۳
۳۶۶	ضمانت میں وعدہ خلافی.....	۴۰۴
۳۶۷	وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ.....	۴۰۶
۳۶۸	ایضاً.....	۴۰۷
۳۶۹	اصلاح کا عہد کر کے توڑ دینا.....	۴۰۸
۳۷۰	زمین دوسرے کو دینے کا وعدہ کر کے انکار کرنا.....	۴۰۹
۳۷۱	نفاق کی علامت	۴۱۰
۳۷۲	وعدہ خلافی منافق کی نشانی کب ہے؟.....	۴۱۱
	فصل پنجم:- بائیکاٹ وقطع تعلق	
۳۷۳	پنچوں کا بائیکاٹ کی سزا دینا.....	۴۱۳
۳۷۴	بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا.....	۴۱۴
۳۷۵	جو شخص ساتھ نہ دے اس سے ترک تعلق	۴۱۵
۳۷۶	دینی مضرت کے اندیشہ سے ترک گفتگو.....	۴۱۶
۳۷۷	رنجش کی وجہ سے ترک کلام کی حد.....	۴۱۶
۳۷۸	کسی نافرمان سے قطع تعلق	۴۱۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۹	تعزیہ بنانے والوں سے ترک تعلق	۴۱۹
۳۸۰	غلط محفل کرنے والوں کا بائیکاٹ	۴۲۰
۳۸۱	مرتکب کبائر اعزہ سے ترک تعلق	۴۲۱
۳۸۲	کبائر میں مبتلا رشتہ داروں کے ساتھ تعلق	۴۲۲
۳۸۳	ناحق آبروریزی کرنے والے سے ترک تعلق	۴۲۳
۳۸۴	اندیشۂ تہمت سے ترک تعلق	۴۲۴
۳۸۵	اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترک تعلق	۴۲۶
۳۸۶	داماد اور ساس کو برادری نے خارج کر دیا غلط تعلق کی وجہ سے	۴۲۷
۳۸۷	زانی کی مدد بھی گناہ ہے، لہٰذا ایسے شخص سے ترک تعلق	۴۲۸
۳۸۸	توبہ واستغفار میں فرق اور زانی زانیہ سے ترک تعلق	۴۲۹
۳۸۹	بائیکاٹ کا عہد کئے ہوئے کے گھر کھانا پینا	۴۳۰
۳۹۰	کسی کو پنچایت سے خارج کرنا	۴۳۲
۳۹۱	نخلع و نترک من یفجر پر عمل کی صورت	۴۳۲
۳۹۲	بائیکاٹ کا اثر میت پر	۴۳۳
۳۹۳	مسلمان کا بائیکاٹ کرنا	۴۳۴
۳۹۴	پڑوسی پر احسان جبکہ وہ چور ڈاکو ہو	۴۳۵
۳۹۵	ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا	۴۳۵
۳۹۶	برادری کی جماعت کی مخالفت کا حکم	۴۳۶
۳۹۷	غلط کام کرنے والے سے بھی میل ملاپ رکھنا چاہئے	۴۳۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل ششم:- معاصی اوراس سے توبہ	
۳۹۸	توبہ کی تعریف	۴۳۹
۳۹۹	کبیرہ گناہ کی معافی بغیر توبہ کے	۴۴۰
۴۰۰	گناہ کبیرہ پر اصرار	۴۴۱
۴۰۱	جیسا گناہ ویسی توبہ	۴۴۲
۴۰۲	توبہ سے حقوق العباد کی معافی	۴۴۳
۴۰۳	حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا	۴۴۵
۴۰۴	خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا الخ	۴۴۶
۴۰۵	گناہ کی توبہ خدا کے سامنے ہو یا چودھریوں کے	۴۴۶
۴۰۶	معصیت بنفسہٖ کیا ہے	۴۴۸
۴۰۷	خودکشی	۴۴۸
۴۰۸	خودکشی کی سزا	۴۴۹
۴۰۹	خودکشی کا گناہ	۴۵۰
۴۱۰	زہر ملی ہوئی تاڑی پینے سے کیا خودکشی کا گناہ ہے	۴۵۱
۴۱۱	کافر کو قتل کرنا	۴۵۱
۴۱۲	زنا اور تکبر میں سے کون سا گناہ بڑا ہے	۴۵۲
۴۱۳	پتلہ جلانا	۴۵۴
۴۱۴	بھاوَج سے زنا	۴۵۴
۴۱۵	مشت زنی	۴۵۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۱۶	زنا، لواطت، مشت زنی منع ہے.....	۴۵۶
۴۱۷	دشمن کے اندیشہ سے بیوی کو قتل کرنا.....	۴۵۷
۴۱۸	جائداد کے لئے کسی کو قتل کرنا.....	۴۵۸
۴۱۹	قاتل ومقتول ہر دو کے لئے جہنم کی وعید کب ہے؟.....	۴۵۹
۴۲۰	مقتول اور قاتل کی مدد کرنا	۴۶۰
۴۲۱	قاتل کی مدد کرنا	۴۶۱
۴۲۲	ظالم کو مار ڈالنا.....	۴۶۳
۴۲۳	ظالم سے انتقام	۴۶۳
۴۲۴	فاحش ظالم کو قتل کرنا.....	۴۶۴
۴۲۵	ظالم کی مدد.....	۴۶۵
۴۲۶	ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے.....	۴۶۷
۴۲۷	معصیت میں ساتھ دینا.....	۴۶۸
۴۲۸	جبراً اغلام بازی	۴۶۹
۴۲۹	کیا فسق وفجور فطری ہے.....	۴۷۱
۴۳۰	جو شخص پیشاب پلائے اس کا حکم.....	۴۷۲
۴۳۱	قوم میں تفرقہ ڈلوانا.....	۴۷۲
۴۳۲	پریشانی کا حل کیا ہے.....	۴۷۳
۴۳۳	پے در پے مصائب کا علاج	۴۷۴
۴۳۴	گالی کی معافی اور از خود قوم کا سردار بننا.....	۴۷۵
۴۳۵	کسی کو حکم تسلیم کرنے کے بعد اس سے رجوع	۴۷۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۳۶	پیر پکڑ کر معافی مانگنا.....	۴۷۸
۴۳۷	مسلمان یتیموں کو پریشان کرنا	۴۷۹
۴۳۸	محرمات میں آپس میں فرق ہے.....	۴۸۰
۴۳۹	ریاکاری کی سزا.....	۴۸۲
۴۴۰	بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ.....	۴۸۲
۴۴۱	بدعہدی کرنے والے کی سزا.....	۴۸۳
۴۴۲	گناہ سے توبہ کافی ہے تو اسے سزا کیوں دی جاتی ہے.....	۴۸۴
۴۴۳	چوری حق اللہ ہے یا حق العباد.....	۴۸۵
۴۴۴	توبہ کی تکمیل کے لئے تصدق.....	۴۸۶

☆..... باب بست وپنجم .....☆

مسائل شتّیٰ

۴۴۵	زمین کا خانۂ ملک میں اندراج ثبوت ملک کے لئے کافی ہے.....	۴۸۷
۴۴۶	خط لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا.....	۴۸۸
۴۴۷	دانۂ گندم کی تشبیہ	۴۸۹
۴۴۸	زمین کو چک بندی سے بچانے کی ترکیب	۴۹۰
۴۴۹	امرد کی تعریف.....	۴۹۱
۴۵۰	غلط پروپیگنڈہ کی مذمت.....	۴۹۱
۴۵۱	جمعیت العلماء میں شرکت	۴۹۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۵۲	ظالم کی ہمدردی کا طریقہ	۴۹۳
۴۵۳	نئی صدی کا استقبال	۴۹۳
۴۵۴	مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال.....	۴۹۳
۴۵۵	جشن بخاری شریف	۴۹۵
۴۵۶	سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا.....	۴۹۷
۴۵۷	ایک زمین کے متعلق نزاع	۴۹۷
۴۵۸	چھوٹی باتوں کی تعیین ہر ایک کے بس میں نہیں.....	۴۹۹
۴۵۹	اپنا حق وصول کر لینا.....	۵۰۰
۴۶۰	انتقام کی صورت	۵۰۱
۴۶۱	عابد بخیل بہتر ہے یا زانی سخی ؟.....	۵۰۱
۴۶۲	نومسلم کب تک نومسلم رہے گا؟.....	۵۰۲
۴۶۳	انتقام کی صورت	۵۰۳
۴۶۴	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش	۵۰۳
۴۶۵	تعمیر مکان کے لئے وقت مقرر نہیں.....	۵۰۴
۴۶۶	نیک عمل کا ثواب پڑوسی کو	۵۰۴
۴۶۷	مال مسروقہ کی واپسی کی ایک صورت	۵۰۵
۴۶۸	دوسرے کی مرغی اگر نقصان کرے تو اس کو ذبح کرنا.....	۵۰۶
۴۶۹	آلۂ مکبر الصوت کا استعمال.....	۵۰۷
۴۷۰	اسلام کی ترقی	۵۰۸
۴۷۱	عیدالاضحیٰ کو ۱۲/ربیع الاول پر ترجیح دینا.....	۵۰۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۷۲	فتنہ وفساد پیدا کرنے والے کا حکم.....	۵۱۱
۴۷۳	۷۸۶ لکھنے کی وجہ	۵۱۲
۴۷۴	پتھر میں اسم مبارک قدرتی طور پر نکلا اس کو کیا کیا جائے.....	۵۱۲
۴۷۵	گھٹنے کی چوتھائی کی مقدار کیا ہے.....	۵۱۴
۴۷۶	انسان میں عناصر اربعہ.....	۵۱۴
۴۷۷	آب حیات.....	۵۱۵
۴۷۸	جس چیز کے کئی رکن ہوں تو ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے.....	۵۱۵
۴۷۹	معصیت کا اثر عبادات پر.....	۵۱۶
۴۸۰	عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟.....	۵۱۷
۴۸۱	بیمار لڑکی کی شادی کی، مرگئی، کون ذمہ دار؟.....	۵۱۸
۴۸۲	کیا جس دن عید ہو اسی دن محرم ہے؟.....	۵۱۹
۴۸۳	ایک گھنٹہ کا انصاف کتنے سال کی عبادت سے بہتر ہے؟.....	۵۱۹

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۳۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الفرائض	
	﴿فرائض کا بیان﴾	
	رسالہ آسان فرائض	
۱	تمہید	۲۸
۲	مقدمہ	۲۸
۳	علم فرائض	۲۸
۴	فائدہ	۲۹
۵	تنبیہ	۳۰
۶	تقسیمِ ورثہ	۳۰
۷	تقسیم فروض	۳۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸	ذوی الفروض کا بیان	۳۱
۹	ذکور کے حالات	۳۱
۱۰	اناث کے حالات	۳۳
	عصبہ کا بیان	
۱۱	تقسیم عصبات	۳۶
۱۲	حجب کا بیان	۳۷
۱۳	حرمان	۳۸
۱۴	مخارجِ فروض	۳۸
۱۵	عول کا بیان	۴۱
۱۶	باب الرد	۴۲
۱۷	تنبیہ	۴۳
۱۸	تنبیہ	۴۳
۱۹	مسائل رد	۴۳
۲۰	ثالث ورابع	۴۶
۲۱	تقسیم نسبت	۴۷
۲۲	تنبیہ	۴۷
۲۳	دلیلِ حصر	۴۸
۲۴	معرفت نسبت کا طریقہ	۴۹
۲۵	تنبیہ	۵۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶	تصحیح کا بیان.....	۵۰
۲۷	مناسخہ کا بیان	۶۳
	فصل اول:- میت کے قرض اور امانت کا بیان	
۲۸	میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم	۶۸
۲۹	میت پر دعویٰ دین	۶۹
۳۰	میت کی امانت ورثہ کو دی جائے.....	۷۱
۳۱	جائیداد اور وراثت	۷۲
۳۲	دین مہر مقدم ہے تقسیم میراث سے	۷۶
۳۳	قرضۂ میت کون ادا کرے	۷۷
۳۴	باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۷۸
۳۵	ورثہ اور غرماء کے درمیان مصالحت.....	۷۹
۳۶	ورثہ اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۸۳
۳۷	اداء قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا	۸۳
	فصل دوم:- استحقاق اور عدم استحقاق وراثت	
۳۸	حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے.....	۸۶
۳۹	حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا.....	۸۶
۴۰	دادا اور مربی کے مال میں حق	۸۸
۴۱	باپ کی جائداد پر زبردستی قبضہ کرنا	۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۲	والدہ کی موجودگی میں بیٹے کا اپنے تابع مرحوم بھائی کے ترکہ پر قبضہ کرلینا.....	۹۱
۴۳	کوئی وراث ترکہ میت کا کرایہ دار ہوسکتا ہے	۹۲
۴۴	سوال متعلق استفتاء بالا	۹۳
۴۵	والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہوگیا اس کی وراثت	۹۴
۴۶	مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد	۹۶
۴۷	کیا پاگل اور اس کی بیوی کو میراث ملے گی	۹۸
۴۸	داماد وارث نہیں	۹۹
۴۹	غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت	۱۰۰
۵۰	سوتیلا (شوہر کا لڑکا) وارث نہیں	۱۰۱
۵۱	ناراض بیوی کو میراث کا حصہ	۱۰۲
۵۲	بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں	۱۰۲
۵۳	رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر بھی پورا ملے گا اور وراثت بھی.....	۱۰۳
۵۴	جہیز، مہر، وراثت	۱۰۵
۵۵	حق وراثت جبراً وصول کرنا	۱۰۸
۵۶	متبنّیٰ شرعی وارث نہیں.....	۱۰۸
۵۷	شوہر کے بھائی کے پوتے شرعاً بیوی کے وارث نہیں.....	۱۱۱
۵۸	(ترکۂ میت سے کسی وارث سے دستبرداری لکھوانا، زندگی میں لڑکے اور لڑکی کو ہبہ میں برابر حصہ دیائے اور ترکۂ میت سے لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا)	۱۱۳
۵۹	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا	۱۱۵
۶۰	بیوی کا حصہ ترکۂ میت سے	۱۱۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۱	حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی	۱۱۸
۶۲	بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں	۱۲۰
۶۳	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۱۲۱
۶۴	بھائیوں کی پیدا کردہ جائیداد میں بہنوں کا حصہ	۱۲۲
۶۵	کسٹوڈین اگر جائیداد مقبوضہ واپس کردے تو اس کا حکم	۱۲۳
۶۶	ملازم کی تنخواہ کا وضع شدہ اور اس پر اضافہ شدہ روپیہ کیا ترکۂ میت ہے؟.....	۱۲۵
۶۷	فساد میں مرنے والے کے خون کا معاوضہ کس کا حق ہے؟	۱۲۶
۶۸	ملازمت کے ختم ہونے پر پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق کون ہوگا؟	۱۲۷
۶۹	پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟.....	۱۳۱
۷۰	ایک مشترکہ جائیداد کا قصہ	۱۳۳

فصل سوم:- ترکہ میں تصرف

۷۱	میراث میں بعض ورثہ کا تصرف	۱۳۷
۷۲	ایک بہن نے شادی کے لالچ میں مشترکہ سب زمین فروخت کردی.....	۱۴۴
۷۳	موت زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف	۱۴۵
۷۴	ترکۂ میت سے ضیافت وایصال ثواب	۱۴۷
۷۵	ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی اس میں دوسرے وارث کا حصہ	۱۴۸
۷۶	والد پر خرچ کی ہوئی رقم کو ترکہ میں محسوب کرنا.....	۱۴۹
۷۷	مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ ہے	۱۵۱
۷۸	ترکۂ میت میں اگر بعض ورثہ تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟	۱۵۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۷۹	ترکۂ میت کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا	۱۵۳
۸۰	زمین بیوی کے نام خریدنا اور مال مشترک میں تصرف	۱۵۵
۸۱	تقسیم میراث سے پہلے مشترک جائداد میں سے کسی کو کچھ دینا	۱۵۷
۸۲	میراث کے مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت	۱۵۹
۸۳	بیوہ کو تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کا حق نہیں	۱۶۱
۸۴	موتِ زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف	۱۶۴
۸۵	مشترکہ جائداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا.....	۱۶۵
۸۶	مال موروث مشترک سے صدقہ دینا	۱۷۱
۸۷	بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا	۱۷۲
۸۸	ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق	۱۷۳
	فصل چہارم:- حرام مال میں وراثت	
۸۹	ترکۂ حرام کا حکم.....	۱۷۴
۹۰	مورث کا حرام مال وارث کے لئے	۱۷۴
۹۱	مال حرام میں وراثت.....	۱۷۶
۹۲	مال حرام ورثہ کے لئے	۱۷۷
۹۳	منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث.....	۱۷۸
۹۴	غیر مملوک زمینوں میں وراثت	۱۷۹
۹۵	ناجائز میراث میں حصہ	۱۷۹
۹۶	جس مال کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی اس کا حکم ورثہ کے حق میں	۱۸۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۹۷	کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کی واپسی	۱۸۱
	فصل پنجم:- ذوی الفروض	
۹۸	بہن اور چچا کا حصۂ میراث	۱۸۵
۹۹	توریث اخت میں ابن عباسؓ کا مذہب	۱۸۵
۱۰۰	ردعلی الزوجین وابن وبنت معتق اور ابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب	۱۸۷
۱۰۱	لڑکیوں کا حق میراث میں	۱۸۹
۱۰۲	مہر معاف کرنا پھر وفات کے بعد اس کا مطالبہ کرنا	۱۹۰
۱۰۳	گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم	۱۹۰
۱۰۴	بیمہ میں میراث کا حکم	۱۹۱
۱۰۵	پینشن کا حق دار کون ہے؟	۱۹۱
۱۰۶	میڈیکل امداد میں وراثت	۱۹۱
۱۰۷	بلڈنگ میں حق وراثت	۱۹۱
۱۰۸	سامان آرائش میں میراث کا حکم	۱۹۱
۱۰۹	دوسرے لوگوں کے پاس موجود سامان پر حق وراثت	۱۹۲
۱۱۰	بعض مسائل وراثت	۱۹۴
۱۱۱	ایک وراثت کی تقسیم	۱۹۶
۱۱۲	فرائض ووصیت	۱۹۸
۱۱۳	تقسیم ترکہ وقرض	۱۹۹
۱۱۴	میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ	۲۰۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۵	تقسیم ترکہ اور غیر شرعی طور پر مقبوضہ زمین میں وراثت	۲۰۴
۱۱۶	وراثت کی ایک صورت.....	۲۰۶
۱۱۷	تقسیم میراث کی ایک صورت	۲۰۷
۱۱۸	وراثت	۲۰۸
۱۱۹	جائداد موروثہ میں سے بقدر حصہ قیمت دے کر کسی وراث کو الگ کر دینا	۲۱۰
۱۲۰	تقسیم ترکہ کی ایک صورت	۲۱۲
۱۲۱	مدت متعینہ گزرنے کے بعد مکان مرہون کا حکم اور تقسیم میراث کی ایک صورت .	۲۱۶
۱۲۲	لڑکی کا حصۂ میراث	۲۱۸
۱۲۳	لڑکی کی میراث	۲۱۹
۱۲۴	اولاد کی موجوگی میں بیوی کا حصہ کتنا ہوگا؟	۲۲۰
۱۲۵	ایک بیٹا اور دو بیٹی کے درمیان وراثت کی تقسیم	۲۲۱
۱۲۶	فرائض.....	۲۲۲
۱۲۷	فرائض ووصیت	۲۲۳
۱۲۸	حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد میں وراثت کا حق دار کون ہے؟	۲۲۵
۱۲۹	نانا، نانی کے ترکہ میں نواسوں کا حق	۲۲۷
۱۳۰	باپ اور بیٹے کی میراث کی تقسیم	۲۳۱
۱۳۱	شوہر اور بھائیوں کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت	۲۳۴
۱۳۲	پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد ترکہ میں برابر کے حق دار ہیں	۲۳۵
۱۳۳	فرائض اور تعیین ترکہ	۲۳۶
۱۳۴	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث	۲۳۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۵	بیوی کی میراث	۲۳۸
۱۳۶	بہن اور بیوی کے چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟	۲۳۹
۱۳۷	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ	۲۳۹
۱۳۸	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۴۱
۱۳۹	ماں اور بیوی میں تقسیم میراث	۲۴۲
	فصل ششم:- عصبات کا بیان	
۱۴۰	ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟	۲۴۴
۱۴۱	علاتی بھتیجہ وارث نہیں عینی کی موجودگی میں	۲۴۵
۱۴۲	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے	۲۴۵
۱۴۳	عصبات کی انتہاء کیا دادا کے چچا تک ہے	۲۴۶
۱۴۴	چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے	۲۴۸
۱۴۵	عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا	۲۴۸
۱۴۶	عینی مقدم ہے علاتی پر	۲۴۹
	فصل ہفتم:- پوتوں کو وراثت	
۱۴۷	پوتے کا حق وراثت	۲۵۱
۱۴۸	دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے	۲۵۱
۱۴۹	پوتے کی میراث	۲۵۲
۱۵۰	پوتا وارث کیوں نہیں	۲۵۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۱	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت	۲۵۳
۱۵۲	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو جائداد دینا	۲۵۴
	فصل ہشتم:- ذوی الارحام	
۱۵۳	فرائض ووصیت چچا بھتیجی سے متعلق	۲۵۷
۱۵۴	بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت	۲۵۹
۱۵۵	ترکہ کی تقسیم بھتیجوں اور بھانجیوں میں	۲۶۱
۱۵۶	ذوی الارحام کا مسئلہ	۲۶۲
۱۵۷	فرائض ذوی الارحام	۲۶۲
۱۵۸	ذوی الارحام کی حد بندی	۲۶۳
۱۵۹	میراث ذوی الارحام	۲۶۵
۱۶۰	فرائض ذوی الارحام	۲۶۶
۱۶۱	عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت	۲۶۷
۱۶۲	عصبۂ ذوی الارحام میں تقسیم ترکہ	۲۷۰
۱۶۳	ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی صورت	۲۷۲
	فصل نہم:- توریث حمل	
۱۶۴	توریث حمل پر شبہ اور توریث حمل کی ایک صورت	۲۷۷
۱۶۵	توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات	۲۷۸
۱۶۶	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۷۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۶۷	ایضاً.....	۲۸۱
۱۶۸	توریث حمل پر اشکال.....	۲۸۳
	فصل دھم:- موانع ارث	
۱۶۹	کیا مرتدہ کو وراثت ملے گی؟.....	۲۸۵
۱۷۰	جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟.....	۲۸۶
۱۷۱	گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی	۲۸۷
۱۷۲	وراثت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان.....	۲۸۹
۱۷۳	اہل اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں.....	۲۹۰
۱۷۴	کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے؟ وارث ہونے کا دعوی کیسے ثابت ہوگا؟ ...	۲۹۱
	فصل یازدھم:- حجب وحرمان	
۱۷۵	شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں.....	۲۹۵
۱۷۶	بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں.....	۲۹۵
۱۷۷	کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟.....	۲۹۷
۱۷۸	عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا.....	۳۰۰
۱۷۹	حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا.....	۳۰۰
۱۸۰	کسی کا متبنّیٰ ہونا وراثت سے محرومی کا سبب نہیں.....	۳۰۲
۱۸۱	نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا.....	۳۰۴
۱۸۲	نافرمان بیٹے کو عاق کرنا	۳۰۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۳	لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالتِ مرض لڑکے کو جائداد دینا.....	۳۰۷
	فصل دوازدھم:- متفرقات فرائض	
۱۸۴	فرائض کے قواعد.....	۳۱۱
۱۸۵	صورت عائلہ	۳۱۴
۱۸۶	ولی عہد بنانا.....	۳۱۵
۱۸۷	کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟.....	۳۱۶
۱۸۸	گودنامہ.....	۳۱۶
۱۸۹	جس نے وارث لڑکی کو کچھ نہیں دیا اس کا حکم.....	۳۱۷
۱۹۰	والدہ کا معاملہ بیٹے کے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟	۳۱۹
۱۹۱	بھائی کے وعدے	۳۲۰
۱۹۲	کلالہ.....	۳۲۱
۱۹۳	وارث کا پتہ معلوم نہ ہو تو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟	۳۲۳
۱۹۴	زندگی میں جو بطور میراث دے تو لڑکے و لڑکی کو برابر دے	۳۲۴
	کتاب الوصایا	
	وصیت کا بیان	
۱۹۵	وصیت کے اقسام.....	۳۲۷
۱۹۶	کونسی وصیت واجب العمل ہے	۳۲۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۷	مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری نہیں	۳۳۰
۱۹۸	قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے	۳۳۰
۱۹۹	وصیت کی تقسیم	۳۳۲
۲۰۰	وصیت پورا کرنے کی ایک صورت	۳۳۳
۲۰۱	وصیت ایک تہائی میں	۳۳۴
۲۰۲	وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے	۳۳۵
۲۰۳	وصیت بحق وارث	۳۳۶
۲۰۴	وارث کے حق میں وصیت	۳۳۸
۲۰۵	وارث کے حق میں وصیت	۳۳۹
۲۰۶	وارث کے لئے وصیت	۳۴۱
۲۰۷	وارث اور اجنبی کے لئے وصیت	۳۴۱
۲۰۸	وارث کے حق میں وصیت	۳۴۶
۲۰۹	لڑکی کے حق میں وصیت	۳۴۸
۲۱۰	لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ	۳۴۹
۲۱۱	داماد نے وصی بننے سے انکار کر دیا	۳۵۱
۲۱۲	کسی کو وصی بنانے کی تحریر	۳۵۲
۲۱۳	وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا	۳۵۳
۲۱۴	بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت	۳۵۴
۲۱۵	وصیت بحالت سکرات	۳۵۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۱۶	لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت	۳۵۷
۲۱۷	والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو.....	۳۵۸
۲۱۸	وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے.....	۳۵۹
۲۱۹	وصی مال یتیم کو استعمال کرسکتا ہے.....	۳۶۲
۲۲۰	جائیداد دے کر واپسی	۳۶۳
۲۲۱	وصیت کے بعد رجوع.....	۳۶۵
۲۲۲	فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا.....	۳۶۵
۲۲۳	جو روپیہ بنک میں جمع ہے اس کے متعلق کہہ دینا کہ میرے بعد میری بیوی کو ملے	۳۶۸
۲۲۴	کیا وصی نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اس کے مال سے کفالت کرے	۳۶۹
۲۲۵	اپنی جائداد مدرسہ کو دینا.....	۳۷۰
۲۲۶	نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے	۳۷۱
۲۲۷	وقف معلق بالموت کی بیع.....	۳۷۲
۲۲۸	بچوں کی امانت خود ان پر صرف کرنا.....	۳۷۳
۲۲۹	برہمن کی وصیت شوالہ کے لئے	۳۷۴
۲۳۰	وراثت اور وصیت	۳۷۴
۲۳۱	وصی و وارث میں اختلاف.....	۳۷۶
۲۳۲	مرض الموت میں بحق وارث اقرار	۳۷۸

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	﴿ضمیمہ فتاویٰ محمودیہ﴾	
	من ملفوظات فقیہ الامتؒ	
	☆..... کتاب العقائد .....☆	
	عقائد کا بیان	
۲۳۳	کیا غیر اللہ کا تصور شرک ہے	۳۸۲
۲۳۴	مسئلہ تقدیر.....	۳۸۳
۲۳۵	کفر کے قضاء خداوندی ہونے پر اشکال	۳۸۴
۲۳۶	عقیدۂ تصرف فی الکون	۳۸۵
۲۳۷	شیطان کو قبر میں مداخلت کی قدرت نہیں.....	۳۸۵
۲۳۸	غیر اللہ کے لئے جواز سجود پر سجود ملائکہ وغیرہ سے استدلال کا جواب.....	۳۸۶
۲۳۹	ملائکہ کے سجدہ کی نوعیت	۳۸۸
۲۴۰	مسئلہ حیات النبی کی ابتداء	۳۸۹
	☆..... کتاب التاریخ والسیر .....☆	
	تاریخ وسیرت	
۲۴۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وتصدیق دیگر مذاہب میں	۳۹۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۲	نبی اور غیر نبی کی طاقت میں فرق	۳۹۲
۲۴۳	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی	۳۹۳
۲۴۴	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص میں غسل	۳۹۳
۲۴۵	نبی علیہ السلام کی قبر مبارک میں چادر	۳۹۴
۲۴۶	انسان افضل ہے یا فرشتہ	۳۹۴
۲۴۷	جہاد	۳۹۵
۲۴۸	کفار مسلمان یا نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کیا جائے	۳۹۵
۲۴۹	سہل بن عبداللہ تستری سے شیطان کی گفتگو	۳۹۶
۲۵۰	تحریک کی تعریف اور اسلام کسی تحریک کا نام نہیں	۳۹۸
۲۵۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ	۳۹۸

☆..... کتاب العلم .....☆

علم کا بیان

۲۵۲	حروف ابجدی کے اعداد کا واضع کون ہے؟	۴۰۰
۲۵۳	توکیل وتفویض میں فرق	۴۰۱
۲۵۴	علم باطنی اور علم غیب میں فرق	۴۰۲
۲۵۵	حضرت ابودرداءؓ کا مسجد میں حلقۂ درس	۴۰۳
۲۵۶	حیلۂ تملیک	۴۰۳
۲۵۷	مسجد میں تعلیم با تنخواہ	۴۰۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵۸	قرآن کریم مسجد میں پڑھانا	۴۰۴
۲۵۹	پیر کی تعریف	۴۰۵
۲۶۰	استاذ و پیر میں فرق	۴۰۶
۲۶۱	اسراف وتبذیر میں فرق	۴۰۶
	☆..... کتاب ما یتعلق بالقرآن .....☆	
	قرآن سے متعلق مسائل	
۲۶۲	اہل انطاکیہ کی طرف سے فَاَبَوْا کو فَاَتَوْا بنانے کی درخواست	۴۰۷
۲۶۳	آیت ومن یقتل مومنا پر اشکال وجواب	۴۰۸
۲۶۴	سورۂ فاتحہ کس پارہ میں ہے	۴۰۹
۲۶۵	غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر	۴۱۱
۲۶۶	نبی کا کفار کے ساتھ رہنا	۴۱۲
۲۶۷	حضرت علیؓ کا معمول	۴۱۳
۲۶۸	طیّ لسان	۴۱۳
۲۶۹	قرآن پاک کو طاق میں کھڑا کر کے رکھنا	۴۱۴
	☆..... کتاب الطھارۃ .....☆	
	پاکی کے مسائل	
۲۷۰	کھڑے ہو کر وضو کرنا کیسا ہے	۴۱۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆..... کتاب الصلوۃ .....☆	
	باب اول: مسائل اذان	
۲۷۱	داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کی اذان	۴۱۶
۲۷۲	اعادۂ اذان فاسق پر اشکال	۴۱۷
۲۷۳	اذان کا جواب.....	۴۱۷
۲۷۴	بیک وقت متعدد مساجد میں اذان کا جواب	۴۱۸
۲۷۵	کھانے کے درمیان اذان کا جواب.....	۴۱۸
۲۷۶	اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکا	۴۱۹
۲۷۷	دعاء وسیلہ سے پہلے درود شریف.....	۴۱۹
	باب دوم: مسائل نماز	
۲۷۸	زبان سے نیت	۴۲۱
۲۷۹	رفع یدین میں کانوں کی لو چھونا.....	۴۲۲
۲۸۰	رکوع میں سبحان ربی العظیم	۴۲۲
۲۸۱	نماز میں دو سجدوں کا ثبوت	۴۲۳
۲۸۲	نماز میں ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے	۴۲۴
۲۸۳	خانقاہ اور مسجد کے حکم میں فرق	۴۲۴
۲۸۴	مسجد نزدیک ہونے کی باوجود خانقاہ میں نماز پڑھنا.....	۴۲۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۵	ستونوں کے درمیان نماز	۴۲۶
۲۸۶	دعاءِ قنوت کے بعد درود شریف کا ثبوت	۴۲۶
۲۸۷	حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں.....	۴۲۷
۲۸۸	متنفل کو مفترض کی اقتداء.....	۴۲۸
۲۸۹	امامت فاسق	۴۲۹
۲۹۰	رضا خانی اور مودودی کی امامت.....	۴۲۹
۲۹۱	سہو کی ایک صورت.....	۴۳۰
۲۹۲	قعدہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم.....	۴۳۰
۲۹۳	بحالت قیام تشہد پڑھنے کا حکم	۴۳۱
۲۹۴	مقتدی نے محمد رسول اللہ سنکر درود پڑھ دیا	۴۳۲
۲۹۵	نماز واجب الاعادہ	۴۳۲
۲۹۶	مقتدی فارغ ہو گیا تو اس کی نماز کا حکم	۴۳۳
۲۹۷	رباعی فرض کو پانچویں کے سجدہ سے مقید کرنے سے بطلان فرض کی وجہ.....	۴۳۴
۲۹۸	مسبوق قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے.....	۴۳۵
۲۹۹	فرض اور واجب میں فرق.....	۴۳۶
۳۰۰	تارک سنت مؤکدہ کا حکم	۴۳۷
۳۰۱	سنت فجر سے متعلق چند احادیث میں تطبیق	۴۳۷
۳۰۲	دوسرے شفعہ کے شروع میں ثنا.....	۴۳۸
۳۰۳	بعد جمعہ کتنی رکعت سنت ہیں	۴۳۹
۳۰۴	سجدہ تلاوت کے لئے قیام وتکبیر	۴۳۹

۳۰۵	تراویح کی بیس رکعات کا ثبوت	۴۴۰
۳۰۶	تراویح میں ختم قرآن شریف پر مٹھائی	۴۴۰
۳۰۷	خطبہ جمعہ وعید	۴۴۱
۳۰۸	گھر کو قبرستان نہ بناؤ کا مطلب	۴۴۲
۳۰۹	بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر دعاء پڑھنا	۴۴۲
۳۱۰	دعاء میں ابتدا کس سے کرے	۴۴۳
۳۱۱	دعاء کو کلمہ پر ختم کرنا	۴۴۴
۳۱۲	درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ	۴۴۴

☆..... کتاب الجنائز .....☆

جنازہ کے مسائل

۳۱۳	حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت کثیر افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں	۴۴۶
۳۱۴	زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں	۴۴۷
۳۱۵	ایصال ثواب کیسے کریں	۴۴۹
۳۱۶	ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھنے پر اجرت	۴۴۹
۳۱۷	ایصال ثواب کرنے والوں کی دعوت	۴۵۰
۳۱۸	طعام میت غنی کے لئے	۴۵۱
۳۱۹	قبروں کی درمیانی جگہ میں چلنا	۴۵۱
۳۲۰	قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام	۴۵۱
۳۲۱	روزانہ زیارت قبور	۴۵۲

۳۲۲	بعد عید زیارت قبور	۴۵۲

☆..... باب الاعتکاف .....☆

اعتکاف کے مسائل

۳۲۳	اہتمام اعتکاف	۴۵۳
۳۲۴	مقصد اعتکاف کیا ہے	۴۵۵

☆..... کتاب الحج .....☆

حج کے مسائل

۳۲۵	من استطاع الیہ سبیلا	۴۵۷
۳۲۶	حج کے قبول ہونے کی علامت	۴۵۸
۳۲۷	مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری پر اول کیا عمل کرے	۴۵۹
۳۲۸	زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اس کی برکت ختم نہیں ہوتی	۴۵۹

☆..... کتاب النکاح والطلاق .....☆

مسائل نکاح وطلاق

۳۲۹	غیر جنس سے نکاح	۴۶۱
۳۳۰	نکاح حضرت خدیجہؓ پر گواہ	۴۶۱

۳۳۱	ایک خطبہ سے متعدد نکاح	۴۶۳
۳۳۲	ساس کے بدن پر ہاتھ پڑ گیا.....	۴۶۳
۳۳۳	کتنی مدت تک شوہر باہر رہ سکتا ہے	۴۶۴
۳۳۴	دارالحرب میں وطی	۴۶۴
۳۳۵	وقوع طلاق کے لئے اضافت الی المرأۃ.....	۴۶۵
۳۳۶	طلاق میں شک ہوگیا.....	۴۶۶

☆..... کتاب الحظر والاباحۃ .....☆

باب اول: جنات، تعویذات اور عملیات

۳۳۷	جنات میں پیغمبر	۴۶۷
۳۳۸	کیا جنات نعماء جنت سے مستفید ہوں گے	۴۶۸
۳۳۹	جنات کا اثر انسانوں پر.....	۴۶۹
۳۴۰	تعویذ کا حکم.....	۴۷۰
۳۴۱	سحر، ٹونا، ٹوٹکا	۴۷۰
۳۴۲	سحر کے ذریعہ قتل کرنے والے پر قصاص ہے.....	۴۷۱
۳۴۳	قبر کی مٹی مریض کو لگانا.....	۴۷۱

باب دوم: کھانے، پینے کے مسائل

۳۴۴	غسل یدوفم قبل طعام وبعد طعام	۴۷۳
۳۴۵	دائیں ہاتھ کا سہارا دیکر بائیں ہاتھ سے پانی پینا	۴۷۴

۳۴۶	بعد طعام تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا	۴۷۴
۳۴۷	ہسپتال کا گوشت	۴۷۴

باب سوم: سلام ومصافحہ

۳۴۸	متوضی کو سلام	۴۷۶
۳۴۹	اجنبیہ کے سلام کا جواب	۴۷۷
۳۵۰	مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا	۴۷۷
۳۵۱	مصافحہ تتمۂ سلام ہے	۴۷۷

باب چہارم: مسائل شتّیٰ

۳۵۲	غیبت کے اقسام	۴۷۹
۳۵۳	حقیقت خُلق	۴۸۰
۳۵۴	گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے	۴۸۰
۳۵۵	ہاتھ پیر کے ناخن تراشنے کی کیفیت میں فرق	۴۸۱
۳۵۶	ایک مشت سے زائد داڑھی میں افضل کیا ہے	۴۸۲
۳۵۷	پتلی کی پیوندکاری اور حضرت کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو	۴۸۲
۳۵۸	جانور کی شرمگاہ میں ہاتھ یا دم دیکر یا انجکشن لگا کر دودھ نکالنا	۴۸۴
۳۵۹	حرامی بچے کے کان میں بھی اذان کہی جائے	۴۸۴
۳۶۰	خط پر قطمیر کیوں لکھتے ہیں	۴۸۵
۳۶۱	جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر	۴۸۵
۳۶۲	عہدہ کے طلبگار کو عہدہ نہ دیا جائے گا	۴۸۶

۳۶۳	حکم ووٹ	۴۸۶
۳۶۴	غیر نبی کے نام پر درود	۴۸۷

تمت وبالفضل عمت

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

not found.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدِّمَۃ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:۔

اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے، هُدًى لِلنَّاس لیکن اس میں عموماً بنیادی اصول اور مسائل بطور ضابطہ کلیہ بیان کئے گئے ہیں، تفصیلات اور فروع کا بیان کرنا حضرت نبی کریم ﷺ کے سپرد ہے "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ" تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں، ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں۔ (بیان القرآن)

مثال نمبر۱:۔ قرآن پاک میں ہے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" نماز قائم کرو، اسکی پوری تفصیل کہ کس نماز میں کتنی رکعت ہیں، کس رکعت کے بعد قعدہ ہے، کونسی رکعت میں صرف اَلْحَمْد پڑھی جاتی ہے، کونسی میں سورت بھی ملائی جاتی ہے، کس نماز میں قراءت آواز سے پڑھی جاتی ہے کس میں آہستہ وغیرہ وغیرہ حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے، قرآن شریف سے براہِ راست اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

مثال نمبر۲:۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کرو۔
اس کی تفصیل کہ چاندی کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے سونے کی کس حساب سے

بکری گائے، اونٹ کی کس حساب سے احادیث سے معلوم ہوئی، جسکا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔

مثال نمبر۳:۔ "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج لازم ہے اسکی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے کتنے چکر ہیں، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، رمی جمار، وغیرہ کے مسائل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے حدیث شریف کی روشنی کا حاصل کرنا ضروری ہے، حدیث سے بے نیاز ہوکر قرآن شریف کو سمجھنا ناممکن ہے، امت کو حکم ہے کہ حضور ﷺ کی بیان فرمودہ تفصیلات کے ماتحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کرے، اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ پاک ہی کی اطاعت ہے "مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہِ"[1] اس لئے حدیث میں ارشاد ہے "صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اُصَلِّیْ"

(بخاری شریف ج۱ص۱۷۶)

جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم بھی اسی طرح پڑھو، یہ نہیں فرمایا کہ جس طرح قرآن شریف سے تمہاری سمجھ میں آئے اس طرح پڑھو۔

حدیث کی قسمیں:۔ بعض چیزیں خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں ہیں، انکو حدیث قولی کہتے ہیں، بعض چیزیں عملاً کی ہیں، ان کو حدیث فعلی کہتے ہیں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ آپ کے سامنے کی گئی ہیں، یا آپ کے علم میں لائی گئی ہیں، اوران پر آپ ﷺ نے تردیدی انکار نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہے، جو کہ تائید وتصدیق کے حکم میں ہے اس کو تقریر کہتے ہیں، اوراسی حدیث کو حدیث تقریری

---

[1] جس شخص نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن)

کہتے ہیں یہ تینوں قسم کی حدیثیں امت کے لئے ذریعۂ ہدایت ہیں۔

قیاس:۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی گئیں اور آپ ﷺ نے ان کا جواب دیا اور سائل سے خود بھی ایک مسئلہ دریافت فرمالیا۔ جس کا حکم ظاہر اور سائل کو معلوم تھا، جب سائل نے بتادیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تم نے دریافت کی ہے اس کا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔

مثال:۔ کسی نے دریافت کیا کہ میری والدہ کے ذمہ حج ہے اس کو اس کی طرف سے ادا کرلوں تو ادا ہوجائیگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ادا ہوجائے گا، اگر اس کے ذمہ قرض ہو اور تم ادا کردو تو ادا ہوجائیگا؟ اس نے کہا ہاں ادا ہوجائیگا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا فرض بطور اولیٰ ادا ہوجائے گا۔

جیسا کہ بخاری شریف ج ۲ رص ۱۰۸۸) میں یہ حدیث مذکور ہے:۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّ اِمْرأَةً جَاءَ تْ اِلَی النَّبِی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِنَّ اُمِّی نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ اَنْ تَحُجّ اَنَا اَحُجُ عَنْهَا قَالَ نَعَم حُجِّیْ عَنْهَا رَائیتِ لَوْ کَانَ عَلٰی اُمِّکِ دَیْنٌ أَکُنْتِ قَاضِیَةً قَالَتْ نَعَم قَالَ اقْضُوْا الَّذِی لَهٗ فَاِنَّ اللّٰہ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی (اور عرض کیا) میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، اور حج کرنے سے قبل مرگئی تو کیا میں اسکی طرف سے حج کروں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کردے، بتا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی اس نے کہا ہاں، ارشاد فرمایا جو اس کیلئے ہے اسے ادا کردے بیشک اللہ تعالیٰ کا حق پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

اس کو شریعت میں قیاس، اجتہاد، استنباط، اعتبار کہتے ہیں، اس کی تعلیم بھی حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے، اس کے شرائط اور تفصیلات کتب اصول میں مذکور ہیں اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث سے مسئلہ صاف صاف سمجھ میں نہ آتا ہو۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو بہت سی ہدایتیں دیں اور دور تک رخصت کرنے کیلئے تشریف لے گئے، یہ بھی دریافت فرمایا کہ تم کس قانون کے ماتحت فیصلے کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کیا قرآن پاک کے تحت، ارشاد فرمایا کہ اگر اسمیں تم کو نہ ملے، عرض کیا کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلے کرونگا، فرمایا کہ اگر تمہیں اس میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا کہ اجتہاد کرونگا اس پر مسرت کا اظہار کر کے پوری تائید فرمائی، اور اس انتخاب پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۱۴۹ کتاب القضاء میں یہ واقعہ مذکور ہے)

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَمَّا اَرَادَ اَنْ یَبْعَثَ مَعَاذاً اِلَی الْیَمنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِی اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِی کِتَابِ اللّٰہ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وسلّم وَلا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَائِی وَلا اَلُوْفَضَرَبَ رَسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم صَدْرَہٗ .....

حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو جب یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے یہ دریافت فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئیگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کرونگا، آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے، انہوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ذریعہ آپؐ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ میں نہ ملے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا، اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرونگا، اس پر نبی علیہ السلام نے انکے سینہ پر ہاتھ مارا،

فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رسولَ، رَسُولِ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لِمَا یَرْضٰی رَسُولُ اللّٰه.

اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش ہے۔

اجتہاد:۔ جو مسئلہ قرآن وحدیث میں صاف صاف نہ ملتا ہو اس کا حکم نظائر و دلائل میں غور کر کے نکالنا اجتہاد ہے، اسی کو قیاس بھی کہتے ہیں، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اگر اس پر اتفاق ہو جائے، تو وہ اجماع کہلاتا ہے، اسی لئے علمائے اصول نے لکھا ہے کہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے، جو حکم قرآن یا حدیث میں موجود تو تھا لیکن مخفی تھا، عامۃً لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے، مجتہد نے اس کو اس کے نظائر پر قیاس کر کے یا دلالۃً، اشارۃً، اقتضاء وغیرہ سے استنباط کر کے ظاہر کر دیا امام بخاری نے اس کے لئے مستقل باب منعقد کیا ہے۔

تقلید:۔ جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اسکو مجتہد کا اتباع لازم ہے، اسی کا نام تقلید ہے۔ حضرت معاذؓ کو اسی لئے قاضی بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے بتائے ہوئے مسائل واحکام پر عمل کیا جائے، جن کے ماخذ تین ہیں، قرآن پاک، حدیث شریف، اجتہاد، اور تینوں کو تسلیم کرنا حضور ﷺ ہی کی اطاعت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَی اللّٰه وَمَنْ یُطِعِ الْاَمِیْر فَقَدْ اَطَاعَنِی وَمَنْ یَعْصِی الا مِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ الْحَدِیْثُ مُتَّفَقٌ عَلَیْه. (مشکوٰۃ شریف ص۳۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

مسائل کی قسمیں:۔ مسائل دو قسم کے ہیں، ایک وہ جنکا تذکرہ نص (قرآن یا حدیث) میں موجود ہے، دوسرے وہ جن کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں، قسم اول (جس کا تذکرہ نص میں موجود ہے) کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ نص ایک ہی طرح کی ہے جس سے ایک ہی طرح کا مثبت یا منفی حکم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص دو طرح کی ہے کسی سے مثبت حکم معلوم ہوتا ہے، کسی سے منفی مثلاً کسی سے آمین بالجہر معلوم ہوتا ہے، کسی سے آمین بالسر، کسی سے رفع یدین معلوم ہوتا ہے، کسی سے ترک رفع، پھر ایسے مسائل میں بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ تاریخی شواہد، یا دیگر قرائن سے نص کا مقدم مؤخر ہونا معلوم ہو کہ فلاں نص مقدم ہے اور فلاں مؤخر دوسری صورت یہ ہے کہ نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم نہ ہو یہ پتہ نہ چلے کہ کونسی نص پہلے کی ہے، کونسی نص بعد کی کل چار قسمیں ہوئیں۔

پہلی قسم:۔ وہ مسائل جن میں نص ایک ہی طرح کی ہے، ایسے مسائل میں قیاس واجتہاد نہیں کیا جاتا، نہ کسی کی تقلید کی جاتی ہے، بلکہ نص پر عمل کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم:۔ وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے، اور مقدم و مؤخر کا بھی علم ہے، ایسے مسائل میں عموماً مقدم کو منسوخ مان کر مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے، ان میں بھی نہ قیاس واجتہاد کی حاجت ہے نہ تقلید کی۔

تیسری قسم:۔ وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے، اور مقدم و مؤخر کا علم نہیں۔

چوتھی قسم:۔ وہ مسائل جن میں نص موجود نہیں۔

ان اخیر کی دونوں قسم کے مسائل، دو حال سے خالی نہیں، آدمی کچھ عمل کرتا ہے یا نہیں اگر عمل نہیں کرتا اور آزاد پھرتا ہے، تو اس کی اجازت نہیں۔

"اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُتْرَکَ سُدًی" کیا انسان سمجھتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثًا" کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا۔

یعنی ایسا نہیں بلکہ تمہیں ہر موقعہ پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنی ہے، اور اگر کچھ عمل کرنا ہے تو کیا عمل کرے، تیسری قسم کے مسائل میں کونسی نص کو اختیار کرے؟ ایک نص کو اختیار کرنے سے دوسری نص چھوٹتی ہے، اپنی طرف سے عمل کے لئے کسی نص کی تعیین کر نہیں سکتا، تقدم وتاخیر کا علم نہیں کہ ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دیکر ناسخ پر عمل کرلے اور چوتھی قسم کے مسائل میں نص موجود ہی نہیں، تو بلا علم کے کس چیز پر عمل کریگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولاتقف مالیس لک بہ علم" اس کا حاصل یہ کہ بلا تحقیق وعلم کے کسی بات پر عمل مت کرو، تو لامحالہ ان دونوں قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی، تیسری قسم میں تو اس لئے کہ عمل کے واسطے نص کو متعین کیا جائے، چوتھی قسم میں اس لئے کہ حکم معلوم کیا جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں اجتہاد واستنباط کی قوت واہلیت نہیں ہوتی یہ آیت بھی اسی بات کو واضح کررہی ہے۔

وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُوْلِیْ الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ. اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جوان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جوان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں (بیان القرآن)

یوں تو ہر شخص کوئی نہ کوئی صحیح یا غلط رائے قائم کرنیکا دعویٰ کرہی سکتا ہے، لیکن جس کا

استنباط شرعاً معتبر ہو اس کو مستنبط اور مجتہد کہتے ہیں جس کا معتبر نہ ہو اس کو مقلد کہتے ہیں، پس ان دونوں قسم کے مسائل میں مجتہد کو اجتہاد ضروری ہے اور مقلد کو اس کی تقلید ضروری ہے، اجتہاد میں اگر خطا ہو جائے، تب بھی مجتہد اجر سے محروم نہیں، اگر اجتہاد صحیح ہو تو دوہرے اجر کا مستحق ہے جیسا کہ بخاری شریف ج ۲/۱۰۹۲ میں ہے، اس سب کے لئے فقہ کی ضرورت ہے کہ ان سب چیزوں کا علم، علم فقہ کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔

فقہ

فقہ کے لغوی معنی

لغت میں فقہ ''فہم، سمجھداری اور ذہانت'' کو کہتے ہیں اور فقیہ ذہین اور سمجھدار شخص کو کہا جاتا ہے[۱]، اور تفقہ فقیہ[۲] ہونے، فقہ حاصل کرنے اور اس میں غور خوض[۳] کرنے کا نام ہے۔

فقہ کے قدیم اصطلاحی معنی

اسلام کے قرونِ[۴] اولیٰ کی اصطلاح میں فقہ سے مراد ''پورے دین کی گہری سمجھ'' ہے یعنی دین کی تمام تعلیمات خواہ ان کا تعلق کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہو ان کی گہری بصیرت ومہارت کو ''فقہ'' کہا جاتا تھا، اور فقیہ اس شخص کو کہتے تھے۔
جو پورے دین کی گہری بصیرت ومہارت رکھتا ہو، اور اپنی پوری زندگی کو دین کے سانچہ میں ڈھال چکا ہو۔

---

۱ الصحاح للجوہری، ص ۲۲۴۳، ج ۶۔
۲ ردالمختار، ص ۳۸ ج ۱۔
۳ الصحاح۔
۴ قرونِ اولیٰ سے مراد عہد رسالت اور اس کے بعد تابعین تک کا زمانہ ہے۔

''فقہ'' امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

اسی لئے امام ابوحنیفہؒ نے جو[۱] تابعین کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں، فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ:۔

هُوَ[۶] مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَاعَلَيْهَا.. یعنی فقہ ان امور کی بصیرت کا نام ہے جو بندے کے لئے جائز یا ناجائز ہیں۔

یہ تعریف علم دین کی تینوں اقسام کو شامل ہے، چنانچہ امام صاحب موصوفؒ نے جو کتاب عقائد پر تصنیف فرمائی تھی، اسکا نام ''الفقہ الاکبر'' رکھا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک علم عقائد بھی فقہ ہی کا ایک اہم ترین شعبہ تھا، خلاصہ یہ کہ متقدمین کی اصطلاح میں پورے دین کی گہری بصیرت ومہارت کو ''فقہ'' کہا جاتا تھا اور ''فقیہ'' اس شخص کو کہتے تھے، جو پورے دین کی گہری بصیرت ومہارت رکھتا ہو، اور اپنی پوری زندگی اس کے سانچہ میں ڈھال چکا ہو۔

''فقیہ'' حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک

مشہور تابعی اور فقیہ حضرت حسن بصریؒ سے ایک صاحب نے کہا کہ فلاں مسئلہ میں فقہاء آپ کے خلاف کہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا:[۲]

---

[۱] جامع بیان العلم لابن عبدالبر المالکیؒ۔

[۲] ردالمختار، ص ۳۵، ج ۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص ۲۶۷/ج ۱۔

وَهَلْ رَأَيْتَ فَقِيْهًا بِعَيْنِكَ ؟اِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَاهِدُ فِي الدُّنْيَا اَلرَّاغِبُ فِي الاٰخِرَةِ اَلْبَصِيْرُ بِدِيْنِهِ الْمُداوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهِ الْوَرَعُ الْكَافُّ عَنْ اَعْرَاضِ الْمُسْلِمِيْنَ الْعَفِيْفُ عَنْ اَمْوَالِهِمْ النَّاصِحُ لِجَمَاعَتِهِمْ.

تم نے آنکھ سے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کا طلبگار ہو، اپنے دین کی بصیرت رکھتا ہو، اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے، متقی ہو مسلمانوں کی عزت وآبرو (کو نقصان پہنچانے) سے پرہیز کرتا ہو، ان کے مال ودولت سے بے تعلق ہو، اور جماعت مسلمین کا خیر خواہ ہو۔

معلوم ہوا کہ ''فقیہ'' ہونے کیلئے تمام دینی احکام کا محض علم بمعنی ''دانستن'' کافی نہ تھا بلکہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا بھی فقیہ کی تعریف میں شامل تھا، جس کے بغیر کوئی خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو ''فقیہ'' کہلانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا تھا۔

تفقہ فی الدین فرض کفایہ ہے

جسے قرآن حکیم نے "تفقه فی الدین" (پورے دین کی سمجھ بوجھ) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور فرض کفایہ[1] قرار دیا ہے، ارشاد ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ...

ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد) میں جایا کرے، تاکہ باقی ماندہ لوگ ''دین کی سمجھ'' حاصل کرتے رہیں۔

---

[1] تفسیر معارف القرآن، ص۴۸۹، ج۴۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے جس فقہ کی دعاء رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی کہ:۔

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ[۱] ''اے اللہ ان کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما''

وہ یہی فقہ ہے۔

اسلام میں عظمت فقہاء

حافظ ذہبیؒ ''تذہیب التہذیب کے مقدمہ میں امام علی بن المدینی (۲۳۴ھ) سے نقل کرتے ہیں:۔

اَلْفِقَہُ فِی الْحَدِیْثِ نِصْفُ الْعِلْمِ وَمَعْرِفَۃُ الرِّجَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ[۲]۔

حدیث کے معانی میں غور وفکر کرنا، اس موضوع کا نصف علم ہے، اور نصف ثانی حدیث کے رجال کی معرفت ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہ حدیث کے معانی کو سمجھنے کا ہی نام ہے، یہ حدیث کے متبادل کسی اور ماخذ کا نام نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ فقہاء دین ہی علم حدیث کے صحیح وارث ہیں۔

حضرت امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) جنائز کی ایک بحث میں لکھتے ہیں۔

وَکَذَالِکَ قَالَ الْفُقَھَاءُ وَھُم اَعْلَمُ بِمَعَانِی الْحَدِیْث.[۳]

اور فقہاء نے ایسا ہی کہا ہے اور یہی لوگ حدیث کے معانی کو اچھی طرح سمجھنے والے ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری شریف، ص ۲۶ ج ۱، باب وضع الماء عند الخلاء ''کتاب الوضوء''

[۲] مقدمہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، للحافظ صفی الدین الخزرجی (المتوفی ۹۲۳ھ مطبع کبریٰ بولاق طبع ۱۳۰۱ھ

[۳] ترمذی: ۱۱۸/۱، باب ماجاء فی غسل المیت.

فقہاء کرام صرف حدیث کو سمجھتے ہی نہیں بلکہ اس سے احکام غیر منصوصہ (وہ احکام جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو ان کا استنباط بھی کرتے ہیں، اجتہادی امور میں یہی حضرات اولی امر ہیں، فہم حدیث میں انہی کی طرف، رجوع کیا جاتا ہے، اور حلم کی دنیا میں انہی کا فیصلہ چلتا ہے، قرآن کریم میں ہے:۔

وَلَوْرُدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِي الاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.[1]

اور اگر وہ پہنچا دیتے اُسے رسول تک اور اپنے اولی الامر تک تو اسے وہ لوگ جو ان میں تحقیق استنباط کرنے والے ہیں معلوم کر لیتے۔

امام ابوبکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حسن بصریؒ، حضرت عطاءؒ، اور مجاہدؒ اولی الامر کی تفسیر اولوا الفقہ والعلم[2] سے کرتے ہیں، امام تفسیر حضرت قتادہؒ کہتے ہیں، ہم اولوا العلم والفقہ[3] حضرت ابو ہریرہؓ اس سے حکام مراد لیتے ہیں، الفاظ فقہاء اور امراء دونوں کو شامل ہیں، امراء تدبیر جیوش کرتے ہیں، علماء حفظ شریعت کرتے ہیں، اور جائز و ناجائز بتلاتے ہیں، سو لوگ ان کی اطاعت پر مامور ہوں گے، اور انہیں ان کی پیروی کا حکم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اولی الامر حکام کو کہتے ہیں، جس دائرہ کار میں جس کا حکم چلے وہی اس دائرہ میں اولی الامر میں سے ہے، حافظ جصاص رازی لکھتے ہیں:۔

جَائِزٌ اَنْ يُسَمَّى اَلْفُقَهَاءُ اُوْلِي الْاَمْرِ لِاَنَّهُمْ يَعْرِفُوْنَ أوامرَ اللّٰهِ وَنَوَاهِيهِ وَيَلْزِمُ غَيْرَهُمْ قُبُوْلُ قَوْلِهِمْ فَجَائِزٌ اَنْ

صحیح تفسیر یہی ہے کہ اولیٰ الامر سے مراد فقہاء حدیث ہی ہیں علماء کے ہی حکم کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں، اور از روئے شرع ان پر ان کے احکام کی

---

[1] پارہ ۵ رسورۃ النساء، ع ۱۱۔

[2] احکام القرآن جلد ۲۔

[3] ایضاً

يُسَمُّوْا اُوْلِيْ الْاَمْرِ مِنْ هٰذَاالْوَجْهِ كَمَاقَالَ فِي آيَةٍ اُخْرىٰ (لِيَتَفَقَّهُوْافِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَارَجَعُوْااِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْن) فَاَوْجَبَ الْحَذَرَ بِانْذَارِهِمْ وَاِلْزَمُ الْمُنْذِرِيْنَ قُبُوْلُ قَوْلِهِمْ۔[1]

اطاعت واجب ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے ان پر بھی اولیٰ الامر کا اطلاق درست ہے، اولی الامر حکام کو کہتے ہیں جس دائرہ کار میں جن کا حکم چلے وہی اس دائرہ عمل کے اولیٰ الامر ہوں گے، یہ الفاظ اپنے عموم میں ان فقہاء کو یقیناً شامل ہیں جن کا فیصلہ مسلمانوں میں عملاً چلتا ہے، گو وہ اسے اپنے اختیار سے اوپر نافذ ٹھہراتے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۲۳ھ) کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ.[2]

اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز کرے جس نے میری بات سنی اسے یاد کیا، اور محفوظ رکھا، اور اسے آگے پہنچایا، کیوں کہ کئی ایسے بھی حاملین علم ہوتے ہیں۔

جو خود عالم Scholar (فقیہ) نہیں ہوتے اور ایسے بھی حامل علم ہوتے ہیں جو اپنے سے زیادہ سمجھنے والے کو بات پہنچا دیتے ہیں، (یہاں تک کہ وہ بات کی حقیقت کو پالیں)۔

اسلام میں علم وحکمت کا مرتبہ

قرآن کریم میں علم کے اس اونچے درجے کو جس میں گہرائی اور گیرائی دونوں درکار ہوں، حکمت Jurisprudence کہا گیا ہے، اور یہی وہ خیر کثیر ہے، جو اس امت میں نبوت کے قائم مقام رکھی گئی تھی، قرآن کریم میں ہے:۔

---

[1] ایضاً۔

[2] احکام القرآن جلد۲، ص۲۱۰۔

مَنْ یُؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً.
پارہ۳/البقرہ ع ۳۷۔

جسے حکمت و دانائی ملی پس تحقیق اسے بہت بڑی چیز ملی۔

حضور اکرم ﷺ نے اس خیر کے حامل کو فقیہ ارشاد فرمایا ہے، اور حق یہ ہے کہ فقہاء ہی شریعت کے حکماء ہیں، آپ فرماتے ہیں:۔

مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ..
مشکوٰۃ شریف ص۲۳۔متفق علیہ

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں فقہ عطا فرما دیتا ہے۔

فقیہ فی الدین کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ.(مشکوٰۃ شریف ص ۳۴)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

نِعْمَ الرَّجُلُ اَلْفَقِیْہُ فِی الدِّیْنِ اِنْ اُحْتِیْجَ اِلَیْہِ نَفَعَ وَاِنْ اِسْتَغْنٰی عَنْہُ اَغْنٰی نَفْسَہٗ.
(رواہٗ رَزِیْن مشکوٰۃ شریف ص۳۶)

بہترین مرد ہے فقیہ فی الدین کہ اگر اسکی طرف ضرورت لائی جائے نفع پہنچائے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے اپنے آپ کو مستغنی بنالے۔

جو حضرات تفقہ فی الدین حاصل کرتے ہیں، ان کی فضیلت بیان فرمائی، اور انکے ساتھ خیر کا سلوک کرنے کی وصیت و تاکید فرمائی، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّ رِجَالًا یَاتُوْنَکُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصَوْا بِهِمْ خَیْرًا

(رواہُ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۳۴)

بیشک لوگ تمہارے تابع ہونگے، اور بیشک کچھ لوگ تمہارے پاس اطراف ارض سے آئیں گے جو فقہ فی الدین حاصل کریں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنے کی وصیت قبول کرو۔

اور شریعت اسلامی آنے والی ہر ضرورت پر قابو پا سکے، اور حق یہ ہے کہ اسی سے اسلام کی شان جامعیت ہر دور میں اپنی وسعت سے نکھرتی رہی ہے، ظاہر ہے کہ ان حضرات کو دن رات حدیث سے واسطہ پڑتا تھا، اور اس کے رد و قبول اور تحقیق و تنقیح میں انہیں پوری گہرائی میں جانا ہوتا تھا، اس سے انہیں اس فن کی پوری بصیرت حاصل ہوجاتی تھی، اور وہ اسکے درجات اور احکام سے پوری طرح باخبر ہوتے تھے تاہم یہ صحیح ہے کہ ان کی محنتیں زیادہ تر حدیث کی روایت پر نہیں اس کے فہم و درایت پر صرف ہوتی تھیں، حدیث ان کے پاس آکر اس بحر بے کراں کی طرح اُچھلتی تھی جس کے نیچے بے شمار موتی دبے ہوں، یہ فقہاء حدیث کبھی اپنے تلامذہ و احباب میں حدیث کی سند بھی روایت کر دیتے، لیکن تحدیث زیادہ تر ان کا موضوع نہ تھا، وہ احادیث کے معانی میں غوطے لگاتے تھے، اور فہم حدیث کے پہلو سے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث میں شمار ہوتے تھے، یہ بات اپنی جگہ محتاج دلیل نہیں کہ حدیث میں کامل دست گاہ کے بغیر کوئی شخص مجتہد نہ ہوسکتا تھا، البتہ یہ صحیح ہے کہ نادان لوگ ان کی مرویات کو کم دیکھ کر ان کی صحیح قدر کرنے سے محروم رہے، اور خود اپنے آپ کو ہی کاٹتے رہے۔

فقہ کا ماٴخذ یعنی احکام شرعیہ کے دلائل

(پہلا ماٴخذ قرآن حکیم دوسرا ماٴخذ سنت

سنت کو خود قرآن نے حجت قرار دیا)

آپ ﷺ کے تمام ارشادات کے وحی ہونے اور افعال کے ہر غلطی سے بچنے کی شہادت قرآن پاک نے قسم کھا کر دی ہے کہ:۔

وَالنَّجْمُ اِذَاھوٰی مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَاغَوٰی وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَالاوَحْیٌ یُّوْحٰی..

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے، یہ تمہارے ساتھ رہنے والے (پیغمبر) نہ راہِ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہوئے، اور نہ آپ ﷺ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد نبوی وحی ہے، جو ان پر وحی بھیجی جاتی ہے (خواہ الفاظ کی وحی ہو جو ''قرآن'' کہلاتی ہے، خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے، اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدۂ کلیہ کی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں)

سورۂ قلم میں بھی آپ ﷺ کی عادات کی عظمت کا اعلان قسم کھا کر کیا گیا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم.(القلم.۴) اور بیشک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں

قرآن ہی نے آپ ﷺ کے پورے طرزِ زندگی کو سب مسلمانوں کے لئے اللہ کا پسندیدہ نمونہ بنا کر پیش کیا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ. (احزاب آیت۲۰۱)

تم لوگوں کے لئے رسول اللہ (ﷺ) میں ایک عمدہ نمونہ تھا۔

اسی نمونہ کو اللہ کی محبت کا معیار ٹھہرا کر مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا کہ:۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ.(آل عمران ت۳۱)

آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اگر تم خداتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خداتعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے، اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے۔ اور صاف الفاظ میں حکم دیا کہ:۔

یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْااَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ.(نساء ت ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو۔

اور بتایا کہ آپ ﷺ کی اطاعت بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. (نساء ،ت ۸۰)

جس شخص نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے خداتعالیٰ کی اطاعت کی۔

غرض وحی ہونے کے اعتبار سے قرآن وسنت میں کوئی فرق نہیں، دونوں کی اطاعت واجب ہے، جو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

آثارِ صحابہ کی فقہی حیثیت

یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، اور وہ یہ کہ بعض شرائط کے ساتھ صحابۂ کرامؓ کے آثار یعنی اقوال وافعال سے بھی شرعی احکام ثابت کرنے میں ایک حد تک استدلال کیا جاتا ہے، مگر ان کے سب اقوال وافعال مکمل دلیل فقہ کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ ان میں کچھ تفصیل ہے، جو اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، چونکہ یہ کوئی مستقل دلیل نہیں بلکہ سنت ہی کے تابع ہے لہٰذا اس دلیل کو الگ شمار نہیں کیا جاتا۔

فقہ کا تیسرا مأخذ ''اجماع''

لغت میں اجماع متفق ہونے کو کہتے ہیں، لغوی معنی کے اعتبار سے اتفاق اور اجماع ایک ہی چیز ہے، مگر اصطلاحِ شریعت میں ایک خاص قسم کے اتفاق کو اجماع کہا جاتا ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہوجانا ''اجماع'' ہے[1]۔

یہ ''اجماع'' فقہ کا تیسرا مأخذ اور احکامِ شرعیہ کے چار دلائل میں سے ایک ہے، جس مسئلہ کے شرعی حکم پر اجماع منعقد ہوگیا ہے، اسے ''اجماعی فیصلہ'' یا ''مسئلہ اجماعیہ'' یا ''مسئلہ مجمع علیہا'' کہا جاتا ہے، اس کی حیثیت احکامِ شرعیہ کی دلیل اور فقہ کا مأخذ

[1] الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی، ص ۱۰۱، ج ۱، مطبوعہ مصر۔

ہونے کے اعتبار سے وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کی ہے، جس طرح سنت متواترہ دلیلِ قطعی ہے اور سنت غیر متواترہ دلیل ظنی، اسی طرح جو اجماعی فیصلہ ہم تک تواتر سے پہنچا ہو وہ فقہی احکام کے لئے دلیل قطعی ہے اور جو تواتر کے بغیر قابل اعتماد روایت سے پہنچا ہو وہ دلیل ظنی ہے۔

اجماع کو خود قرآن وسنت نے حجت قرار دیا ہے

قرآن وسنت نے مسلمانوں پر اجماع کی پیروی ایسی ہی لازمی قرار دی ہے، جیسی وحی سے ثابت شدہ احکام کی پیروی لازم ہے، اور وجہ اسکی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر شریعت کے احکام بذریعہ وحی آنے کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جانے والا تھا، اِدھر یہ شریعت قیامت تک نافذ رہنے والی اور طرح طرح کے نت نئے مسائل امت کو قیامت تک پیش آنے والے تھے، لہٰذا آئندہ کے مسائل شرعی اصول پر حل کرنے کا انتظام اللہ جل شانہٗ نے یہ فرمایا دیا کہ خود قرآن وسنت میں ایسے اصول اور نظائر رکھ دیئے جن کی روشنی میں غور وفکر کر کے ہر زمانہ کے مجتہدین اس وقت کے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حکم معلوم کر سکیں، اور جو فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں میں وہ اپنے متفقہ اقوال یا افعال سے کر دیں، اسکی پیروی بعد کے تمام مسلمانوں پر خود قرآن وسنت کے ذریعہ لازم اور اس کی خلاف ورزی حرام قرار دیدی گئی۔

قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ اعزاز صرف آنحضرت ﷺ ہی کی امت کو ملا ہے، کہ اس کے مجموعہ کو اللہ تعالیٰ نے دینی امور میں ہر خطاء ولغزش سے معصوم اور محفوظ فرما دیا ہے، یہ مطلب نہیں کہ اس امت کے کسی فرد سے دینی امور میں غلطی نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ بات تو ہر وقت مشاہدہ میں آتی ہے کہ اس امت میں بھی

ہر قسم کے لوگ ہیں، نیکوکار متقی بھی ہے، فاسق وفاجر بھی، ہر مسلمان سے بلکہ علماء وصلحاء سے بھی فرداً فرداً بہت سے دینی امور میں غلطی ہوجاتی ہے، لہٰذا امت کا ہر فرد تو خطاء ولغزش سے معصوم نہیں مگر امت کا مجموعہ معصوم ہے، یعنی پوری امت بحیثیت مجموعی متفقہ طور پر کوئی ایسا فیصلہ یا عمل نہیں کرسکتی جو قرآن وسنت اور اللہ کی مرضی کے خلاف ہو، جس طرح قرآن وسنت کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا اسی طرح کسی زمانہ کے تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ جو کسی دینی مسئلہ میں ہوا ہو غلط نہیں ہوسکتا، بعد کے تمام مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم ہے۔

اس سلسلہ میں چند آیاتِ قرآنیہ

چنانچہ قرآن کریم نے بتایا کہ آخرت میں جو سزا آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو ملے گی وہی سزا ان لوگوں کو دی جائے گی جو مسلمانوں کا متفقہ دینی طریقہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے، ارشاد ہے[1]:۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا.. (نساء آیت ۱۱۵)

اور جو شخص رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کریگا، بعد اس کے حق راستہ اس پر ظاہر ہوچکا ہو اور سب مسلمانوں کے (دینی) راستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے علامہ آمدی کی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام، ص۱۰۳ تا ۱۰۷/ج۱۔ وتفسیر معارف القرآن، ص۵۲۶ تا ۵۴۷/ج دوم۔

معلوم ہوا کہ امت کے متفقہ فیصلے (اجماع) کی مخالفت گناہ عظیم ہے۔

قرآن کریم نے اس امت کے مجموعہ کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (بقرہ آیت ۲۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی امت بنایا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور تمہارے (قابلِ شہادت اور معتبر ہونے کے) لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ بنیں

معلوم ہوا کہ اس امت کے جو اقوال و اعمال متفقہ طور پر ہوں وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست اور حق ہیں، کیونکہ اگر سب کا اتفاق کسی غلط بات پر تسلیم کیا جائے تو اس ارشاد کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ''یہ امت نہایت اعتدال پر ہے'' نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گواہ قرار دے کر دوسرے لوگوں پر اس کی بات کو حجت قرار دیا ہے، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اس امت کا اجماع حجت ہے، اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اجماع کا حجت ہونا صرف صحابہؓ یا تابعین کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر زمانہ کے مسلمانوں کا اجماع معتبر ہے، کیونکہ آیت میں پوری امت کو خطاب ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت صرف صحابہ و تابعین نہ تھے، بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں جو مسلمان ہیں وہ سب آپ کی امت ہیں تو ہر زمانہ کے مسلمان اللہ کے گواہ ہو گئے، جن کا قول حجت ہے، وہ سب کسی غلط کاری یا گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے۔[1]

قرآن حکیم ہی نے اس امت کو ''خیر الامم'' قرار دے کر اس کی صفت یہ بتائی ہے کہ وہ اچھے کاموں کا حکم دیتی اور برے کاموں سے منع کرتی ہے، ارشاد ہے:۔

---

[1] تفصیل کیلئے دیکھئے احکام القرآن للجصاص، ص ۱۰۱ تا ۱۰۴ ج ۱ مطبوعہ مصر ۱۳۴۷ھ و تفسیر معارف القرآن، ص ۳۷۲ تا ۳۷۳ ج ۱

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ...

تم سب سے بہتر ہو جو لوگوں کے (نفع ہدایت پہنچانے کے) لئے ظاہر کئے گئے ہو، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

پچھلی آیت کی طرح اس آیت میں بھی پوری امت سے بحیثیت مجموعی خطاب ہے اور اس میں تین طریقوں سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اس امت کا اجماع شرعی حجت اور فقہی دلیل ہے۔

اول یہ کہ اس امت کو ظاہر ہے کہ بہترین امت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس امت کا مجموعہ دین کی صحیح تعلیمات پر قائم رہے گا، اگر چہ اس کے بہت سے افراد الگ الگ دین میں کمزور بلکہ بہت کمزور ہوں، مگر ہر زمانہ میں اس امت کا مجموعہ مل کر اللہ کے دین کو مکمل طور پر تھامے رہے گا، پورا مجموعہ کبھی گمراہ نہ ہوگا، لہٰذا ان کا اجماع بھی لامحالہ حجت ہوگا، اس لئے کہ اگر ان سب کا اتفاق کسی غلط بات پر تسلیم کیا جائے تو وہ اتفاق گمراہی پر ہوگا، پھر ایک گمراہ امت بہترین امت کیسے ہوسکتی ہے؟[1]

دوسرے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے متعلق یہ تصدیق فرمادی ہے کہ ''یہ نیک کاموں کا حکم دیتی ہے، معلوم ہوا کہ جس کام کا یہ حکم دے گی وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور نیک کام ہوگا، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ امت متفقہ طور پر جس کام کا حکم دے گی چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے، لہٰذا اس کی پابندی سب پر لازم ہوگی۔

[1] دیکھئے شیخ ابوبکر جصاص رازیؒ کی مشہور کتاب ''احکام القرآن'' ص ۴۱، ج ۲، طبع مصر، اور تسہیل الوصول ص ۳۷۴، طبع ملتان۔

تیسرے اس امت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''یہ امت برے کاموں سے منع کرتی ہے'' معلوم ہوا کہ جس کام سے یہ امت متفقہ طور پر منع کردے تو وہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور برا ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔

الحاصل اس امت کا اجماعی فیصلہ خواہ کسی کام کے کرنے کا ہو یا کسی کام سے باز رہنے کا ہر صورت میں وہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ ورنہ اگر ان کے فیصلے کو غلط قرار دیا جائے، یعنی جس کام کا اس نے حکم دیا اسے برا سمجھا جائے اور جس کام سے منع کیا اسے اچھا سمجھا جائے، تو لازم آئے گا کہ یہ امت برائی کا حکم دینے والی اور اچھائی سے منع کرنے والی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بات اس آیت کے صریح خلاف ہے۔[۱]

نیز قرآن کریم کا حکم ہے کہ:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران آیت ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی (دین) کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کے متفقہ دینی فیصلے (اجماع) کی مخالفت امت میں پھوٹ ہی ڈالنا ہے، جس سے قرآن کریم نے واضح طور پر ممانعت فرمائی ہے۔[۲]

رہا یہ سوال کہ فقہ کے بیشمار مسائل میں فقہاء کا آپس میں اختلاف ہوا ہے، لہٰذا وہ بھی اس آیت کی رو سے ناجائز ہونا چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ فقہاء کا اختلاف جن

---

[۱] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے علامہ آمدیؒ کی ''الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۱۰۹ تا ص ۱۱۱/۱، مطبوعہ مصر۔

[۲] حوالہ بالا، ص ۱۱۱/۱، تفسیر قرطبی، ص ۱۶۴ ر ج ۴ ر مطبوعہ

مسائل میں ہوا ہے، ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں ہے، جس کا صریح فیصلہ قطعی طور پر قرآن وسنت سے یا اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہو، فقہاء کا اختلاف صرف ان فروعی مسائل میں ہوا ہے، جن میں قرآن وسنت کا کوئی صریح اور قطعی فیصلہ موجود نہیں تھا، یا جن کے متعلق خود احادیث میں اختلاف پایا جاتا تھا، اور ان پر امت کا اجماع بھی منعقد نہیں ہوا تھا، لہٰذا فقہاء کا یہ اختلاف اس آیت کی ممانعت میں داخل نہیں، بلکہ ان کا اختلاف فروعی مسائل میں اجتہادی نوعیت کا ہے، جو صحابہؓ کرام کے زمانہ سے چلا آرہا ہے، خود عہد رسالت ﷺ میں بھی فروعی مسائل صحابہؓ کا اختلاف ہوا ہے، جس کی بہت سی مثالیں کتبِ حدیث میں موجود ہیں، اور آنحضرت ﷺ نے اس کی کبھی مذمت نہیں فرمائی، بلکہ ایسے اختلاف کو امت کے لئے رحمت قرار دیا ہے، اور جس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہو وہ مسئلہ ظنی یا اجتہادی نہیں رہتا، بلکہ قطعی ہو جاتا ہے اس سے اختلاف کرنا فقہاءِ مجتہدین کو بھی جائز نہیں کیونکہ اس کی مخالفت درحقیقت امت میں پھوٹ ڈالنا ہے، جسے قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (توبہ آیت ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں ہر زمانہ کے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، کہ سچے لوگوں ''الصادقین'' کے ساتھ رہیں، جس کا مقصد ظاہر ہے کہ اعمال میں ان کی پیروی کی جائے، رہا یہ سوال کہ صادقین سے کیسے لوگ مراد ہیں؟ تو اس کا جواب خود قرآن کریم ہی نے سورۂ بقرہ کی (آیت ۱۷۷) لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ.....تا.....اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ، میں دیا ہے، وہاں صادقین کی صفات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، جن کا حاصل یہ ہیکہ صادقین وہ حضرات ہیں جو

اعتقاد کے بھی سچے ہوں، قول وعمل کے بھی سچے ہوں اور ظاہر وباطن کے بھی سچے ہوں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس[1] آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ صادقین کا وجود ہر زمانہ میں باقی رہے گا، ورنہ انکے ساتھ رہنے کا حکم ہر زمانہ کے تمام مسلمانوں کو نہ دیا جاتا، کیونکہ اسلام نے کسی کو ایسا حکم نہیں دیا، جس پر عمل کرنا اس کی قدرت سے باہر ہو، تو اس آیت سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ صادقین ہر زمانہ میں موجود رہیں گے تو یہ خود بخود ثابت ہوگیا کہ کسی زمانہ کے سب مسلمان کسی غلط کاری یا گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتے، کیونکہ کچھ لوگ بلکہ اکثر لوگ بھی کوئی غلط کام یا فیصلہ کرنا چاہیں گے تو اس زمانہ کے صادقین اس سے اتفاق نہیں کرسکتے، معلوم ہوا کہ امت کا اجماعی فیصلہ کبھی گمراہی اور بے دینی کی بات پر یا حق کے خلاف نہیں ہوسکتا

چند احادیث

آنحضرت ﷺ نے احادیث میں اجماع کی حقانیت کو اور زیادہ صراحت اور تاکید سے بیان فرمایا، اس سلسلہ کی احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا مجموعہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے، فقہاء ومحدثین نے آنحضرت ﷺ کی جن احادیث سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے، ان میں سے صرف چند حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جسکے متعلق کوئی صریح حکم یا ممانعت (قرآن وسنت میں)

---

[1] تفسیر کبیر، ص ۵۱۳، ج ۲۔

موجود نہ ہو تو میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

شَاوِرُوْا فِيْهِ اَلْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَاتَمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ..

(الطبرانی فی الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحيح كذا فی مجمع الزوائد)[1]

کہ اس معاملہ میں تم فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو اور کسی شخصی رائے کو نافذ نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ کسی زمانہ کے فقہاء و عابدین متفقہ طور پر جس چیز کا حکم دیں یا ممانعت کریں، اس کی مخالفت جائز نہیں، کیونکہ ان کا متفقہ فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا[2] ہے کہ:۔

لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ..

میری امت میں ایک جماعت (قرب) قیامت تک حق کیلئے سربلندی کیساتھ برسرِ پیکار رہیگی

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مزید آٹھ صحابہ کرامؓ نے بھی تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ (جس سے معنیٰ نہیں بدلتے) روایت کیا ہے، ان حضرات کی روایتیں صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ مستند کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

---

[1] مجمع الزوائد باب فی الاجماع، ص ۱۷۸ ج اول، طبع بیروت۔

[2] مسلم شریف، کتاب الایمان ''باب نزولِ عیسی ابن مریم علیہ السلام'' ص ۸۷ ج اول، طبع کراچی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد خطبہ دیتے ہوئے مجمع عام میں سنایا کہ:۔

لَنْ یَزَالَ اَمْرُ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ مُسْتَقِیْماً حَتّٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ.. اس امت کی حالت قیامت تک سیدھی اور درست رہے گی۔

معلوم ہوا کہ پوری امت کا مجموعہ کبھی کسی غلط بات پر متفق نہیں ہوسکتا۔
آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اجماع کے حجت ہونے پر سب سے زیادہ صریح ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہ لایَجْمَعُ اُمَّتِی اَوْقَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلالَۃٍ وَیَدُاللّٰہِ عَلیٰ الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ عَلی النَّارِ.. اللہ میری امت کو کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (مسلمین) پر ہے اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم کی طرف جائیگا۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد آٹھ صحابہ کرامؓ نے تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ نقل کیا ہے، کسی نے تفصیل سے کام لیا ہے، کسی نے اختصار سے، مگر اتنا جملہ سب صحابہ کرامؓ نے نقل فرمایا ہے کہ امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر متفق نہیں کریگا۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حاضرین کے سامنے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ آج تمہارے سامنے اس طرح خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ[1]:۔

---

[1] جامع الترمذی، ص ۴۸/۴۹، ج ۲، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ومستدرک حاکم، ص ۱۱۴، ج ۱۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح غریب من ہذا الوجہ'' کہا ہے، اور حاکم اور حافظ ذہبی دونوں نے اسے صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔

أُوْصِيْكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُوْ الْكَذِبَ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَايُسْتَحْلِفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ. فَمَنْ اَرَادَهُ مِنْكُمْ بَحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمْ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الاثْنَيْنِ اَبْعَدُ، (رواهُ الترمذی فِیْ الْجَامع وَالْحَاكِمُ فِي الْمُستدرک وَاللفظ لهُ قَالَ الْحَاكِمُ هَذا حَديثٌ صَحِيحٌ عَلىٰ شَرط الشَّيْخين وَلَمْ يخرجَاه وافترهُ الذَّهْبِيُ).

''میں تم کو اپنے صحابہؓ (کی پیروی) کی وصیت کرتا ہوں، پھر ان لوگوں (کی پیروی) کی جو ان کے بعد ہوں گے (یعنی تابعین) پھر ان لوگوں (کی پیروی) کی جو ان (تابعین کے بعد ہونگے (یعنی تبع تابعین) پھر جھوٹ، پھیل جائے گا، حتی کہ آدمی قسم کھائے گا، حالانکہ اس سے کسی نے قسم کا مطالبہ نہ کیا ہوگا، اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے کسی نے گواہی طلب نہ کی ہوگی، پس تم میں سے جو شخص جنت کے بیچوں بیچ رہنا چاہتا ہے وہ ''الجماعة'' (مخصوص جماعت کو لازم پکڑ لے، (یعنی اپنے اعتقاد اور افعال میں اس جماعت کا اتباع کرے) کیونکہ شیطان ایک کیساتھ ہوتا ہے، اور دو سے زیادہ دور رہتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تبع تابعین کے بعد دنیا میں جھوٹ پھیل جانے کی خبر دی ہے، مگر ساتھ ہی ''الجماعة'' (مخصوص جماعت'' کے ساتھ رہنے اور اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دینی اعتبار سے بگڑے ہوئے زمانے میں بھی امت میں ایک خاص ''جماعت'' ایسی موجود رہے گی، جو حق پر ہوگی اور اس کا اتباع واجب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان[1] ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

---

[1] جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق هذه الامة، ص۱۰۴ ج ثانی، امام ترمذیؒ نے یہ حدیث قوی سند سے روایت کی ہے، اور اسے ''حسن'' قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ هذا حديث حسن غريب، مفسر لانعرفه مثل هذا الامن هذا الوجه''

اِنَّ بَنِی اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثنتینِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ مَااَنَاعَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ..

''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے'' اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ سب آگ میں جائینگے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ کونسا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

حجت اجماع پر چند آثارِ صحابہؓ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ:۔

مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَعِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ قَبِیْحاً فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیْحٌ....

جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جس چیز کو تمام مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے۔

امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قاضی ''شریح'' کو عدالتی فیصلوں کے لئے جو بنیادی اصول لکھ کر بھیجے، ان میں تیسرا اصول یہی تھا کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن وسنت میں (صریح طور پر) نہ ملے، اس میں امت کے اجماعی فیصلہ پر عمل کریں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ سرکاری فرمان امام شعبیؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا[1] ہے کہ:۔

[1] دیکھئے خطیب بغدادی کی مشہور تصنیف ''کتاب الفقہ والمتفقہ، ص ۱۶۶ جزو خامس۔

كَتَبَ عُمَرُ اِلیٰ شُرَيْح اَنْ اَقض بِمَا فِی كِتَابِ اللّٰه فَاِنْ اَتَاكَ اَمْرٌ لَيْسَ فِی كِتَابِ اللّٰه فَاقْضِ بِمَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ فَاِنْ اَتَاكَ اَمْرٌ لَيْسَ فِی كِتَابِ اللّٰه وَلَمْ يَسُنْهُ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ فَانْظُرْ لَهٗ الَّذِیْ اِجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَاِنْ جَائَكَ اَمْرٌ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اَحَدٌ فَاَیُّ الْاَمْرَيْنِ شِئْتَ فَخُذْ بِهٖ اِنْ شِئْتَ فَتَقَدَّم وَاِنْ شِئْتَ فَتَأَخَّرْ وَلَااَریٰ التَّأَخُّرَ اِلَّاخَيْراً لَكَ...

حضرت عمرؓ نے شریح کو لکھ کر بھیجا کہ تم فیصلے قرآن حکیم کے مطابق کرو، اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا (صریح) حکم قرآن شریف میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم (صریح طور پر) نہ قرآن میں ہو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں، تو تم اس کے لئے وہ فیصلہ تلاش کرو جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں، اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آجائے جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو (نہ قرآن میں نہ سنت میں نہ اجماع میں)۔

تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو، یعنی چاہو تو آگے بڑھ کر (اپنے اجتہاد سے فیصلہ کردو) اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ، (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کے بجائے اہل علم سے پوچھ کر عمل کرو) اور میں تمہارے لئے ایسے موقع پر پیچھے ہٹ جانا بہتر سمجھتا ہوں۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد[1] ہے کہ:۔

اِتَّقُوْا اللّٰه وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنْ اللّٰه لَمْ يَكُنْ لِيَجْمَع اُمَّةَ مُحَمَّد ﷺ عَلٰی ضَلَالَةٍ..

اللہ سے ڈرو اور ''الجماعت'' کے ساتھ ساتھ رہو، کیونکہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کبھی بھی کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔

---

[1] کتاب الفقہ والمتفقہ ص ۱۶۷، جزو خامس۔

اجماع کا فائدہ اور سندِ اجماع

یہاں ایک یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اجماع کے حجت ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اجماع کرنے والوں کو شرعی احکام میں نعوذ باللہ خدائی اختیارات مل گئے ہیں، کہ وہ قرآن وسنت سے آزاد ہوکر جس چیز کو چاہیں، حرام اور جس کو چاہیں حلال کردیں خوب سمجھ لینا چاہئے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن یا سنت کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا، اجماع کا بھی یہ فیصلہ قرآن وسنت کا محتاج ہے، چنانچہ فقہ کے جن مسائل پر بھی اجماع منعقد ہوتا ہے، وہ مسئلہ یا تو قرآن حکیم کی کسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے، یا ایسے قیاس سے جس کی اصل قرآن یا سنت میں موجود ہو، غرض ہر اجماعی فیصلہ کسی نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہوتا ہے، جسکو ''سندِ اجماع'' کہا جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ جب ہر اجماعی فیصلہ قرآن یا سنت یا قیاس پر مبنی ہوتا ہے تو اجماع سے کیا فائدہ ہوا؟ اور اسے فقہ کے دلائل میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اجماع کے دو فائدے ہیں، ایک یہ کہ قرآن یا سنت یا قیاس سے ثابت ہونے والا حکم اگر ''ظنی''[1] ہو تو اجماع اسے قطعی بنادیتا ہے، جس کے بعد کسی فقیہ مجتہد کو بھی

---

[1] جو حکم دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ ظنی ہوتا ہے، اور جو دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ قطعی ہوتا ہے، دلیل ظنی اور دلیل قطعی کا کچھ بیان پیچھے کی بحث میں ہو چکا ہے، یہاں اتنی بات اور سمجھ لی جائے کہ قرآن حکیم کی جن آیات کا مطلب معین طور پر خوب واضح اور یقینی نہ ہو بلکہ اس میں ایک سے زیادہ مطالب کا احتمال ہو تو وہ آیت معنی کے اعتبار سے ظنی ہوتی ہے، (اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے ہر آیت قطعی ہے، بلکہ قرآن کریم کا ہر لفظ قطعی طور پر ثابت ہے، لیکن بعض کے معنی بھی قطعی ہوتے ہیں، اور بعض کے ظنی) اور اس سے ثابت ہونے والا حکم بھی ظنی ہوتا ہے، نیز قیاس بھی دلیل ظنی ہے، اور اس سے ثابت ہونے والا حکم بھی ظنی ہے۔

اس سے اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اور اگر وہ حکم پہلے ہی قطعی تھا تو اجماع اس کی قطعیت میں مزید قوت اور تاکید پیدا کر دیتا ہے، اور دوسرا فائدہ اجماع کا یہ ہے کہ وہ جس دلیل شرعی پر مبنی ہو بعد کے لوگوں کو اس دلیل کو پرکھنے اور اس میں غور وفکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور ان کو اس مسئلہ پر اعتماد کرنے کے لئے بس اتنی دلیل کافی ہوتی ہیکہ فلاں زمانہ کے تمام فقہاء کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

اجماع کی قسمیں

بنیادی طور پر اجماع کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) اجماع قولی

(۲) اجماع عملی

(۳) اجماع سکوتی

ان تینوں کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) اجماع قولی یہ ہے کہ اجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام حضرات زبانی طور پر کسی دینی مسئلہ پر اپنا اتفاق ظاہر کریں، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اور زبان سے اس کا اقرار کیا۔

(۲) اجماعِ عملی یہ ہے کہ اجماع کی اہلیت رکھنے والے تمام حضرات کسی زمانہ میں کوئی عمل کریں، جب کوئی عمل تمام اہل اجماع (جائز یا مستحب) یا مسنون سمجھ کر)

کرنے لگیں تو اس عمل کو بالاجماع جائز سمجھا جائے گا، اجماع کی اس قسم سے اس فعل کا صرف مباح یا مستحب یا مسنون ہونا ثابت ہوگا، واجب ہونا اس قسم سے ثابت نہیں ہوسکتا، اِلّا یہ کہ وہاں کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہو۔ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جو سنت مؤکدہ ہیں، ان کا سنت مؤکدہ ہونا صحابۂ کرامؓ کے اجماعِ عملی سے ثابت ہوا ہے۔

(۳) اجماع سکوتی یہ ہے کہ اجماع کی اہلیت رکھنے والوں میں سے کچھ حضرات کوئی متفقہ فیصلہ زبانی یا عملی طور پر کریں، جس کی اس زمانہ میں خوب شہرت ہوجائے، یہاں تک کہ باقی سب مجتہدین کو بھی اس فیصلہ کی خبر ہوجائے، مگر وہ غور وفکر اور اظہار رائے کا موقع ملنے کے باوجود سکوت اختیار کریں، اور ان میں سے کوئی بھی اس فیصلہ سے اختلاف نہ کرے۔

اجماع کی ان تینوں قسموں میں سے پہلی دونوں قسمیں تو سب فقہاء کے نزدیک حجت ہیں، البتہ تیسری قسم یعنی ''اجماع سکوتی'' کے حجت ہونے میں فقہاء کا اختلاف[۱] ہے، امام احمد اکثر حنفیہ اور بعض شوافع کے نزدیک یہ حجت قطعیہ ہے، اور امام شافعیؒ اکثر شوافع اور اکثر مالکیہ کے نزدیک حجت نہیں، اور بعض فقہاء نے اُسے ''حجت ظنّیہ'' قرار دیا ہے[۲]۔

یہ اجماع کی قسموں کا اجمالی بیان ہے، تفصیل کے لئے اصولِ فقہ کی کتابوں کی مراجعت فرمائی جائے۔

---

[۱] یہاں تک ان تین قسموں کا بیان تسہیل الوصول، ص ۱۶۸، ص ۱۷۳ سے ماخوذ ہے۔

[۲] التقریر، ص ۱۰۱، ۱۰۲ ج ۳۔

اجماع کے مراتب

اجماع کرنے والوں کے اعتبار سے اجماع کے حسبِ ذیل تین درجات ہیں۔

(۱) سب سے قوی درجہ کا اجماع وہ ہے جو تمام صحابۂ کرامؓ نے عملی یا زبانی طور پر صراحۃً کیا ہو، اس لئے کہ اس کے حجت قطعیہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے[۱]۔

(۲) دوسرا درجہ صحابہ کرامؓ کے ''اجماع سکوتی'' کا ہے، یہ بھی اگرچہ حنفیہ سمیت بہت سے فقہاء کے نزدیک حجت قطعیہ ہے، مگر اسکا منکر کافر نہیں، کیونکہ اسکے حجت ہونے میں امام شافعیؒ اور بعض دیگر فقہاء کا اختلاف ہے، جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا

(۳) تیسرے درجہ پر وہ اجماع ہے جو صحابہ کرامؓ کے بعد کسی زمانہ کے تمام فقہاء نے کیا ہو، یہ بھی جمہور کے نزدیک حجت تو ہے، مگر حجت قطعیہ نہیں، کیونکہ جو حضرات غیر صحابہ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے ہیں، ان کے اختلاف کی وجہ سے اس اجماع میں قطعیت باقی نہیں رہی، یہ درجہ میں ''سنت مشہورہ'' کے مانند ہے، اس کا منکر بھی کافر نہیں۔

---

[۱] جو حضرات صرف اہل مدینہ یا صرف اہل بیت کے اتفاق کو اجماع کے لئے کافی سمجھتے ہیں تمام صحابہؓ کا اجماع ان کے نزدیک بھی حجتِ قطعیہ ہے، کیونکہ صحابہ میں اس زمانے کے اہل مدینہ اور اہل بیت بھی داخل ہیں۔ (تسہیل الوصول، ص۱۷۳)

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی

مفتیوں کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے، اوراس امت کے سب سے پہلے مفتی اعظم خود رسول الثقلین ﷺ کی ذات بابرکت ہے، اور یہ دولت آپ ﷺ تک رب العزت کی طرف سے پہنچی، قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کے لئے بھی استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ. (سورة النساء -۱۹)

اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے، کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں، اوروہ آیات بھی جو قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

کلالہ کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی:۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ،قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ..(سورة النساء-۲۴)

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتے ہیں۔

آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں، کہ ان آیتوں میں ''افتاء'' کی نسبت خود رب العزت جل مجدہٗ کیطرف کی گئی ہے، جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے اور یقیناً یہ نسبت اس شعبہ کی اہمیت وفضیلت کی سب سے بڑی، سند ہے، یہیں

سے یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جو عالم دین اس عظیم الشان منصب پر فائز ہوتا ہے ان کی ذمہ داری کس درجہ اہم ہے، اور اُسے کس بلندی کا حامل ہونا چاہئے۔

یہ بتایا جاچکا ہے کہ اس منصب عظیم پر سب سے پہلے اس امت میں رسول اکرم ﷺ فائز ہوئے، اللہ نے آپ ﷺ کو نبوت کی ذمہ داری کی وجہ سے عصمت کی بیش بہا دولت سے نوازا تھا، تاکہ دین کے سلسلہ میں آپ جو حکم فرمائیں، وہ انسانی غلطیوں اور لغزشوں سے محفوظ ہو، چنانچہ صحابہ کرامؓ دوسرے لوگ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے اور اپنے پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں حکم دریافت کرتے، اور آپ ان تمام کو جوابات سے شاد فرماتے، ان جوابات وسوالات کا بڑا ذخیرہ آج بھی کتب حدیث میں محفوظ ہے، بہت سے علماء کرام نے اس حصہ کو علیٰحدہ بھی جمع کرنے کی سعی کی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے سوالات اور جوابات کیلئے حضرت جبریل علیہ السلام کی حاضری

کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے سوالات بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوئے جن کا جواب آپ ﷺ کو معلوم نہیں تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے توقف فرمایا، پھر فوراً جبریل امینؑ حاضر خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے انکے سامنے سوال پیش کر کے جواب طلب کیا، مگر روح الامین بھی بول اٹھے کہ اس سوال کے جواب میں میرا حال آپ جیسا ہی ہے، اور پھر کہنے لگے آپ انتظار فرمائیں۔

میں ابھی رب ذوالجلال کی بارگاہ سے جواب لے کر حاضر ہوتا ہوں۔

چنانچہ حضرت ابوامامہؓ صحابی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، اوراس نے آپ ﷺ سے پوچھا ''ای البقاع خیر؟'' کونسا خطۂ ارض بہتر ہے؟ یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش ہوگئے، اورفرمایا کہ میری یہ خاموشی اس وقت تک ہے، جب تک روح الامین تشریف نہ لے آئیں، اتنے میں فوراً حضرت جبرئیلؑ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا، اوردریافت کیا اسکا جواب کیا دیا جائے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے سوال کے جواب میں عرض کیا:۔

مَاالْمَسْئُول عَنْهَا بأعْلَمَ مِنَ السَّائل وَلٰكِنْ اَسْئَالُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ.. (مشکوۃ باب المساجد،ص ۷۱)

جس سے پوچھا جارہا ہے وہ اس مسئلہ میں پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا لیکن میں پروردگار عالم بزرگ وبرتر سے پوچھتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت جبریل امین علیہ السلام روانہ ہوگئے، پھر تھوڑی دیر بعد تشریف لے آئے، اور کہنے لگے آج میں رب العزت سے اس قدر قریب ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا، آپ نے پوچھا اس کی نوعیت کیا تھی؟ کہا میرے اور میرے رب کے درمیان صرف ستر ہزار نوری پردے پڑے ہوئے تھے، پھر جو سوال کیا گیا تھا، اس کے متعلق اللہ تعالی کا جواب نقل کیا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔

شَرُّالْبَقَاع اَسْوَاقهَا،وَخَيْرَ الْبَقَاعُ مَسَاجِدُهَا . رَوَاهُ ابْنُ مَاجه فِی صَحِيْحه عَنْ ابنِ عُمَرؓ (ایضاً)[1]

زمین کا بدترین حصہ اسکے بازار ہیں اور بہترین حصہ اس کی مسجدیں۔

[1] یہ حدیث مشکوۃ شریف ص۲۳۳:۷۴۱، پر ہے لیکن رواہ کے بعد بیاض ہے۔ (ابن ماجہ فی صحیحہ عن ابن عمر'' نہیں ہے۔ اورابن ماجہ میں بھی یہ روایت نہیں ملی۔ زین العابدین

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سوال کا جواب آنحضرت ﷺ کو معلوم نہیں ہوتا تھا، لیکن جواب بحیثیت رسول آپ کے ذمہ ضروری تھا، لہٰذا آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ جواب معلوم کرتے اور پھر مسائل کو جواب مرحمت فرماتے۔

عجلت پسندی سے اجتناب اور بڑے کی طرف رجوع

ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس حدیث کے ضمن میں طیبیؒ (م ۷۴۳ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

ان من استفتی عن مسئلة لایعلمها فعلیه ان لایعجل فی الافتاء ولا یستنکف عن الاستفتاء عمن هو اعلم ولایبادرالی الاجتهادمالم یضطرالیه فان ذالک من سنة رسول اللّٰه ﷺ وسنة جبریلؑ (مرقاة المفاتیح)

جس مفتی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جس کا جواب وہ جانتا نہیں ہے، تو اسکا فرض ہے کہ نہ وہ فتویٰ دینے میں عجلت کرے اور نہ اپنے سے بڑے عالم سے پوچھنے میں شرمائے، اور جب تک بالکل اضطرار کی سی کیفیت پیش نہ آجائے اجتہاد کی ہمت نہ کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا۔

گویا مفتی کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اولاً نص کی تلاش کرے اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونے دے، اگر اسے کوئی نص نہ مل سکے تو کسی بڑے عالم یا مفتی سے دریافت کرے، پوچھنے میں ننگ و عار سے کام نہ لے، اور جب تک قابل اطمینان جواب مل نہ جائے، بغیر علم، غلط صحیح جو جی میں آئے جواب

دینے کی کوشش نہ کرے، اور یہ کہ مسائل میں اجتہاد اس وقت کیا جائے، جب صراحتاً کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابہؓ نہ مل سکے۔

آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کی حیثیت

کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فتاویٰ کی حیثیت بہت اونچی ہے کیونکہ آپ کی ذات اقدس ارفع واعلیٰ ہے، آپ خاتم النبیین اور عصمت کی دولت سے نوازے ہوئے تھے، یہ ایک اصولی بات ہے کہ جواب کی جامعیت وکاملیت اور اس کے الفاظ کا جچا تلا ہونا، جواب دینے والے کی علمی لیاقت اور اس کے شایان شان ہوتا ہے، اور یہ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ کے جوابات کی حیثیت ''جوامع الکلم اور فصل خطاب'' کی ہے، جس سے سرتابی کا خیال بھی ایک مسلمان کیلئے گناہ عظیم ہے ارشاد ربانی ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَئْیٍ فَرُدُّوْهُ اِلٰی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذَالِكَ خَيْرٌ وَاَحْسَنُ تَاوِيْلًا. (سورة النساء -۸)

پھر اگر تم کسی امر میں اختلاف کرنے لگو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف حوالہ کیا کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ طریقہ سب سے بہتر ہے، اور اس کا انجام خوش تر ہے۔

منصب افتاء پر صحابہ کرامؓ

آنحضرت ﷺ کے بعد اس عظیم الشان منصب پر آپ کے وہ جلیل القدر صاحب بصیرت صحابہ کرامؓ فائز ہوئے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

رَضِیَ اللّٰہ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ. (سورۃ –۱۳)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی وخوش ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی ہیں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

اَصۡحَابِی کَالنُّجُوۡم بِاَیِّھِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ. (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہؓ)

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی تم اقتدا کروگے ہدایت یاب ہوگے۔

اور جنہیں کتاب وسنت کا فہم خصوصی حاصل تھا، اور جنکے بارے میں امت کا فیصلہ ہے

الین الامة قلوبا، واعمقها علما واقلها تكلفا، واحسنها بيانا، واصدقها ايمانا واثرها نصيحة واقربها الى الله وسيلة.
(اعلام الموقعین، ۵/ج۱)

(صحابہ کرامؓ) امت میں سب سے زیادہ نرم دل سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے اور حسن بیان میں سب سے بڑھ کر ہیں، اسی طرح ایمان میں سب سے زیادہ سچے، خیر خواہی میں سب سے آگے، اور باعتبار وسیلہ سے قریب تر ہیں۔

صحابہ کرامؓ میں فقہائے حدیث

صحابۂ کرامؓ میں فقہائے حدیث بڑی تعداد میں تھے، لیکن بطور نمونہ ہم یہاں دس بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہیں، فقہ کی ریاست ان پر تمام تھی، یہی قمر رسالت کا علمی ہالہ اور علم رسالت کا علمی اُجالا تھے، حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) حضرت ابی بن کعبؓ (م ۱۹ھ) فقیہ عراق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) فقیہ شام حضرت ابوالدرداءؓ (م ۳۲ھ) فقیہ عراق حضرت علیؓ (م ۴۰ھ) حضرت زید بن ثابتؓ (۴۵ھ)
حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (۵۲ھ) فقیہ مکہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) فقیہ مدینہ حبر الامّۃ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ
اور حضرت جابر بن عبداللہ الانصاریؓ (م ۷۸ھ)

نوٹ:۔ پیشتر اس کے کہ ہم ان فقہائے حدیث کا علیحدہ علیحدہ ذکر کریں، ناانصافی ہوگی، اگر اس شخصیت کریمہ کا ذکر نہ کیا جائے جن کی طرف کل فقہائے صحابہؓ اپنی مشکلات میں رجوع کرتے تھے، اور انہیں بلا تامل فقہائے صحابہؓ کا علمی مرکز سمجھا جاتا تھا، ہماری مراد یہاں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، جو اہلیت رسالت میں اس نوعمری میں لائی گئیں کہ معارف رسالت کو اس عمر میں پوری طرح حفظ کرنیکی ان سے بجا طور پر امید کی جاسکے، اس عمر میں آپ رضی اللہ عنہا نے علم رسالت کو اپنے پاس اس طرح محفوظ کرلیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد دنیائے اسلام نصف صدی تک ان کے علوم سے منور ہوتی رہی، ہم نے دوسرے فقہائے صحابہؓ کی فہرست

میں ان کا ذکر نہیں کیا کہ ماں ہر جہت سے بچوں میں ممتاز رہے، اور یہ مرکز علم اپنے تمام اطراف میں برابر کا ضیا بار رہے۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) حفاظِ حدیث کے تذکرہ میں حضرت ام المؤمنینؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ام عبداللّٰہ حبیبۃ رسول اللّٰہ ﷺ بنت خلیفۃ رسول اللّٰہ ﷺ ابی بکر الصدیقؓ من اکبر فقھاء الصحابۃ و کان فقھاء اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ یرجعون الیھا. (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۶)

ام عبداللہ حضور پاک ﷺ کی حبیبہ، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی بیٹی بڑے فقہائے صحابہؓ میں سے تھیں، فقہائے صحابہؓ (اپنے مسائل میں) ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔

اب ہم فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مندرجہ بالا ترتیب سے ذکر کریں گے، یہ ترتیب ان کے مراتب کی نہیں، سنین وفات سے لی گئی ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ ابوعبدالرحمٰن الانصاری

(م ۱۸ھ)

(۱) آپؓ ان ستر صحابہؓ میں سے ہیں جو بیعت عقبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:۔

اعلمھم بالحلال والحرام معاذبن جبلؓ (مشکوۃ ص ۵۲۶ رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح..

ان میں حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبلؓ ہیں۔

آپؓ کی فقہی شان کی ایک یہ بھی شہادت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی بناکر بھیجا اور انہیں مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کرنے کی اجازت دی، آپ ﷺ کی نظر میں حضرت معاذ بن جبلؓ ایک مجتہد کی پوری اہلیت رکھتے تھے، اور بجا طور پر ایک حاذق مجتہد تھے، حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں آپؓ کو رسول، رسول اللہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:۔

الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ لمایرضیٰ بہ رسول اللّٰہ.. (مشکوٰۃ ص ۳۲۴ رواہ الترمذی وابوداؤد، والدارمی..

سب تعریف اس خدا کی جس نے اپنے رسول کے رسول کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول ﷺ راضی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں جو تاریخی خطبہ دیا تھا، اس میں فرمایا تھا کہ:۔

من اراد ان یسأل عن الفقه فلیأت معاذًا ومن اراد ان یسأل عن المال فلیأ تنی فان اللّٰہ جعلنی له خازنا وقاسماً. (تذکرۃ الحفاظ، ص۲۰ ج۱)

جو شخص فقہ کا کوئی مسئلہ جاننا چاہے، وہ معاذؓ کے پاس آئے، اور جو شخص مال کے بارے میں سوال کرنا چاہے، وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خازن اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ عہد صحابہؓ میں علم فقہ کی کیا عظمت تھی، اور مجتہد صحابہؓ کی اجتہادی شان کے کیا چرچے ہوتے تھے۔

حافظ ذہبیؒ حضرت معاذؓ کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

کان من نجباء الصحابة وفقهائهم آپ بلند شانِ صحابہؓ اور انکے فقہاء میں سے تھے (ایضًا– ص ۱۸)

حضرت ابی بن کعبؓ ابوالمنذر الانصاری

(م ۱۹ھ)

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ سید المہاجرین ہیں، تو حضرت ابی بن کعب سید الانصار تھے، آپ سے بڑے جلیل القدر صحابہؓ نے روایات لی ہیں، اور حضرت ابوایوب انصاریؓ عبداللہ بن عباس، سوید بن غفلۃ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے اکابر نے آپ سے کتاب وسنت کی تعلیم پائی، حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:۔

حملوا عنه الكتاب والسنة آپ سے ان صحابہؓ نے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا ہے

(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۶)

آپؓ کی شخصیت اتنی اونچی تھی کہ حضرت عمر بھی بعض دفعہ علمی مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرماتے، آپؓ صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اقرأهم ابی بن کعبؓ صحابہؓ میں سب سے زیادہ قرآن پڑھے ہوئے ابی بن کعبؓ ہیں

(مشکوٰۃ، ص۵۵۰ رواہ احمد والترمذی)

حضرت مسروقؒ تابعی (م ۶۲ھ) نے جن چھ بزرگوں کو مرکز فتویٰ تسلیم کیا ہے، ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۲۰)

حافظ ذہبیؒ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

اقرء الصحابة وسيد القراء شهدبدرًا وجمع بين العلم والعملِ. (ایضاً،ص۱۰)

صحابہؓ میں سب سے بڑے قاری، قاریوں کے سردار، جنگ بدر میں شامل ہونے والے اور علم وعمل کے جامع تھے۔

آنحضرت ﷺ نے رمضان شریف میں صرف تین راتیں تراویح کی نماز پڑھائی اور چھ تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے، کہ آپ ﷺ کی مواظبت سے یہ نماز امت پر واجب نہ ٹھہرے، حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں صحابہؓ مسجد میں تراویح کی نماز علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں ادا کرتے رہے، ایک رات حضور ﷺ اتفاقاً وہاں آ نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابی بن کعبؓ مسجد کی ایک طرف تراویح پڑھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا اور جواب ملنے پر ان کے عمل کی تصویب فرمائی، ارشاد فرمایا:۔

اصابوا ونعم ماصنعوا. انہوں نے درست کیا اور اچھا ہے جو انہوں نے کیا۔
(سنن ابی داؤد، ج۱،ص ۱۲۸)

اس سے پتہ چلا کہ تراویح کی نماز ان دنوں بھی جماعت سے جاری تھی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بات جب حضور ﷺ کے علم میں آئی تو آپ ﷺ نے اُسے صحیح عمل قرار دیا، اس سے منع نہیں کیا۔

حضور ﷺ کے مسجد میں تراویح نہ پڑھانے کو نسخ تراویح نہ سمجھنا اور امت میں اس عمل کو پورا مہینہ باقی رکھنا یہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا ہی اجتہاد تھا، جس نے آنحضرت ﷺ سے شرفِ تائید پایا، اور امت میں یہ عمل آج تک جاری ہے، حضرت عمرؓ نے جن صحابہؓ کو تراویح پڑھانے پر مامور کیا تھا، وہ صرف حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ ہی تھے، خطیب تبریزیؒ لکھتے ہیں۔

احد الفقهاء الذين كانوا يفتون على عهد رسول الله (الاکمال ص۵۹۰)

آپؓ ان فقہاء صحابہؓ میں سے تھے جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں بھی فتوے دیتے تھے۔

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر قرآن پڑھوں، حضرت ابی ابن کعبؓ نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہاں حضرت ابی بن کعبؓ پر رقت طاری ہوئی، اور رونے لگے جس دن آپ کی وفات ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

اليوم مات سيد المسلمين

آج مسلمانوں کے سردار چل بسے۔

(تذکرہ جلد ۱، ص ۱۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

(م ۳۲ھ)

(۳) خلفائے راشدینؓ کے بعد افضل ترین صحابی سمجھے جاتے ہیں، سابقین اولین اور کبار بدریئین میں سے ہیں، جنگ بدر میں ابوجہل آپؓ کی تلوار سے ہی واصل جہنم ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کی چھاؤنی قائم کی اور وہاں بڑے بڑے رؤسائے عرب آباد کئے، تو ان کی دینی تعلیم کیلئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وہاں مبعوث فرمایا، اور انھیں لکھا اے اہل کوفہ میں نے تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے، کہ عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج دیا ہے، ورنہ میں انہیں اپنے لئے رکھتا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ بھی اپنے آپ کو عبداللہ بن مسعودؓ کے علم سے مستغنی نہ سمجھتے تھے، حضرت عمار بن یاسرؓ جب کوفہ کے امیر بنائے

گئے، تو حضرت عمرؓ نے کوفہ والوں کو لکھا:۔

قدبعثت الیکم عماربن یاسر امیراً وعبد اللّٰہ بن مسعودؓ معلماً ووزیراً وھما من النجباء من اصحاب محمد اھل بدرٍ فا قتدوا بھما واسمعوا وقد اٰثر تکم بعبداللّٰہ علی نفسی. (تذکرہ جلد، ص۱۴)

میں نے تمہاری طرف عمار بن یاسرؓ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، اور دونوں حضور علیہ السلام کے اعلیٰ درجہ کے صحابہؓ میں سے ہیں، اور اہل بدر میں سے ہیں تم ان دونوں کی پیروی کرنا اور بات ماننا، اور عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیج کر میں نے تمہیں اپنے آپ پر ترجیح دی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں بھی مجتہد صحابہؓ کی پیروی جاری تھی، جو صحابہؓ اس اجتہادی شان پر نہ سمجھے جاتے تھے، انہیں ان مجتہدین صحابہؓ کی پیروی کا حکم تھا، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی شہرت تو اس قدر اونچی تھی کہ آپ علیہ السلام کے شاگرد کسی صحابی کو بھی علم میں ان سے آگے نہ سمجھتے تھے، بلکہ بڑے بڑے صحابہؓ مشکلات مسائل میں آپؓ کے تلامذہ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ حدیث کم روایت کرتے تھے، حضور علیہ السلام کی طرف الفاظ کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے، امام ابوحنیفہؒ کوفہ میں آپؓ کی ہی مسندِ علمی کے وارث ہوئے، اور آپؓ نے آپ کی مسند کو اپنے فیض علم سے اور شہرت بخشی، امام ابوحنیفہ کے مشہور فقہی مختارات مثلاً نماز میں رکوع کرتے وقت رفع یدین نہ کرنا، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا، نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا وغیرہ یہ سب سنن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہی مختارات ہیں، اور حق یہ ہے کہ آپؓ کی ہی ذات کریمہ تحقیق کی دنیا میں حنفی مذہب کی اصل قرار پائی ہے، آپؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؒ کے پاس ایک کتاب دیکھی گئی جس کے بارہ میں وہ قسم کھا کر کہتے تھے، کہ یہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ (جامع البیان العلم لابن عبدالبر، جلد۱، ص۱۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ حدیث لکھنے کے خلاف نہ تھے، اور وہ روایات جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوالدرداؓ، اور ابوذر غفاریؓ کو روایت حدیث سے روکنا اور قید کرنا مذکور ہے، وہ روایۃً ہرگز صحیح نہیں ان کے راوی ابراہیم بن عبدالرحمٰن (ولادت ۲۰ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، کوفہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہی مرکز علمی نہ تھا، حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی یہاں تشریف لا چکے تھے اور جن صحابہؓ نے وہاں سکونت اختیار کی وہ بھی ایک ہزار پچیس کے قریب تھے، جن میں چوبیس حضراتؓ بدری بھی تھے، ابوالحسن احمدؒ عجلی کی روایت میں وہاں بسنے والے صحابہؓ کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔

حضرت ابوالدرداءؓ عویمر بن زید الانصاری

(م ۳۲ھ)

(۴) حافظ ذہبیؒ انہیں الامام الرّبانی اور حکیم الامت کہتے ہیں، آپؓ اہل شام کے عالم فقیہ اور قاضی تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں چار انصار صحابہؓ کو قرآن کریم یاد تھا۔

۱.....حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲.....معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳.....حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۴.....حضرت ابی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

مات النبی ﷺ ولم یجمع القرآن غیر اربعة ابی الدرداءؓ ومعاذ بن جبلؓ وزید بن ثابتؓ وابی زیدؓ. (تذکرہ جلد،۱،ص۲۴)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی کہتے ہیں:۔

وجدت علم اصحاب محمد ﷺ انتهی الی ستةٍ الیٰ عمر وعلی وعبداللّٰہ ومعاذ وابی الدرداء وزید بن ثابت رضی اللّٰہ عنهم..

میں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کے علم کو ان چھ شخصوں کی طرف تمام ہوتے پایا۔(۱) حضرت عمر (۲) حضرت علی (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) حضرت معاذ (۵) حضرت ابوالدرداء (۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حدیث میں آپؓ کی علمی عظمت کا اندازہ کیجئے، کہ ایک شخص ایک لمبے سفر سے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، اُسے دمشق آنے میں سوائے آپؓ سے حدیث سننے کے اور کوئی غرض نہ تھی، وہ حدیث سنتا ہے، اور واپس چل دیتا ہے، آپؓ یقیناً اپنے وقت میں اپنے پورے حلقہ کے مرجع اور معلم تھے، کثیر بن قیسؒ اس وقت حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس بیٹھے تھے، وہ بیان کرتے ہیں:۔

کنت جالساً مع ابی الدرداء فی مسجد دمشق فجاء رجل فقال یاابا الدرداء انی جئتک من مدینة الرسول لحدیث بلغنی انک تحدثه عن رسول اللّٰہ ﷺ ماجئت لحاجة.[۱]

میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپؓ کے پاس آیا اس نے کہا اے ابوالدرداءؓ میں مدینہ شریف سے آپؓ کے پاس صرف ایک حدیث کیلئے آیا ہوں، مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپؓ اسے حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں اور کسی غرض کیلئے آپؓ کے پاس نہیں آیا۔

---

[۱] مشکوٰۃ ص۳۴ وہ حدیث کونسی تھی اس کے لئے اس کتاب کا، صفحہ ۲۴۰ دیکھئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ کی شخصیت کریمہ اس وقت اکنافِ عالم کی مرجع علم تھی، حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیبؒ، خالد بن سعدانؒ، ابوادریس خولانیؒ جیسے اکابر تابعین اور آپؓ کے بیٹے حضرت بلالؒ نے آپؓ سے روایت لی ہیں، اور انہیں روایت کیا ہے، امام اوزاعیؒ، آپؓ کی ہی علمی مسند کے وارث تھے آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ام الدرداء بھی علم فقہ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ)

(۵) آپؓ بلاشبہ شہر علم کا دروازہ تھے، کوفہ آپؓ کی مسند علمی تھا، اور وہیں آپؓ کی مسند خلافت تھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۳۲ھ) پہلے سے ہی کوفہ میں فقہ وحدیث کا درس دے رہے تھے، ان کی وفات سے کوفہ میں جو علمی خلا پیدا ہو گیا تھا، حضرت علیؓ کے وہاں جانے سے کسی حد تک پورا ہو گیا، لیکن حضرت علیؓ کے گرد کچھ ایسے لوگ بھی جمع تھے، جو عبداللہ بن سبا یہودی کے ایجنٹ تھے، اور سبائی سازش کے پروگرام کے تحت مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے تھے، انہوں نے حضرت علیؓ کے نام سے اتنی روایات بنائیں کہ ان کی ہر روایت مشتبہ ہونے لگی کہ حضرت علیؓ نے ایسا کہا ہوگا یا نہ کہا ہوگا، سو احتیاط اسی میں ہے سمجھی جاتی رہی کہ حضرت علیؓ کی وہی روایات سبائی سازش سے محفوظ سمجھی جائیں، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کریں، کوفہ کا یہی علمی حلقہ قابلِ اعتماد رہ گیا تھا اس علمی حلقہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، نے بھی جو جِلا بخشی تھی، اور وہاں کے لوگوں کو ان حضرات سے علمی استفادہ کا پورا

موقع مل چکا تھا، حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:۔

کان اهل الکوفه قبل ان یأتیهم (علی) قد اخذوا الدین عن سعدبن ابی وقاص وابن مسعود وحذیفة وعمار وابی موسیٰ وغیرهم من ارسله عمر الی الکوفه۔[1]

یہ وہ نابغہ روزگار ہستیاں تھیں جو حضرت عمرؓ کے حکم سے اس سرزمین میں اُتری تھیں اور کوفہ دارالفضل ومحل الفضلاء[2] بنا دیا تھا، افسوس کہ یہ سرزمین حضرت علیؓ کے علوم کو اچھی طرح محفوظ نہ رکھ سکی، اور حضرت علیؓ کے نام سے بہت سی روایات یونہی وضع کرلی گئیں، سبائیوں نے اپنی مذکورہ سازش سے مسلمانوں کو جو سب سے بڑا نقصان پہنچایا وہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کے نام سے روایات گھڑ کر ان کی اصل روایات کو بھی بہت حد تک مشتبہ کردیا، اور اس طرح امت علم کے ایک بہت بڑے ذخیرے سے محروم ہوگئی، محققین کے نزدیک فقہ جعفری حضرت علیؓ یا حضرت امام جعفر صادقؒ کی تعلیمات نہیں ہیں، بلکہ یہ وہ ذخیرہ ہے جو سواد اعظم سے اختلاف کرنے کیلئے ان حضرات کے نام سے وضع کیا گیا ہے، تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضرت علیؓ کی مرویات اور ان کے اپنے فقہی فیصلے اہل سنت کی کتب فقہ وحدیث میں بھی بڑی مقدار میں موجود ہیں، اور انکے ہاں حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ فقہائے صحابہؓ میں ایک عظیم مرتبہ رکھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کسی سے حضور اکرم ﷺ کی حدیث سنتے تو اُسے قسم دیتے بغیر قبول نہ کرتے تھے، لیکن قسم لینا محض مزید اطمینان کے لئے ہوتا تھا، اس لئے نہیں کہ ان کے نزدیک اخبار احاد قابل قبول نہیں تھیں، ہاں حضرت ابوبکرؓ ایسی شخصیت ہیں، کہ ان کی روایت کو حضرت علیؓ ان کے شہرۂ آفاق صدق کے باعث فوراً قبول کرلیتے[3]

---

[1] منہاج السنہ، جلد۴، ص ۱۵۷۔

[2] شرح صحیح مسلم للنواوی جلد، ۱، ص ۱۸۵۔

[3] تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ۱۰

حضرت مقدادؓ کی ایک روایت بھی آپؓ نے ایک دفعہ بغیر قسم لیئے قبول کر لی تھی آپؓ کی قوت فیصلہ خدا تعالیٰ کا ایک بڑا عطیہ تھا کہ کسی امت میں اس کی مثال نہیں ملتی، خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ **اقضیٰ ھم علی**[1] کہ صحابہؓ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں، آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ یمن کا قاضی بھی بنایا تھا[2] علامۃ التابعین عامر بن شراجیل شعبیؒ (۱۰۳ھ) کہتے ہیں کہ اس عہد میں علم ان چھ حضرات سے لیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ یاد رکھیئے کہ حضرت علیؓ کو حضور ﷺ نے انتظامیہ (خلافت) کی بجائے عدلیہ (قضاء) کے زیادہ مناسب ٹھہرایا ہے

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت الانصاریؓ (م ۴۵ھ)

(۶) آپؓ کی علمی شخصیت کے تعارف میں یہ جاننا ہی کافی ہے، کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قرآن کریم ان سے پڑھا تھا، اور حضرت انس بن مالکؓ نے احادیث آپؓ سے روایت کیں، آپؓ کی وفات پر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا تھا۔

مات حبر الامة ولعل اللّٰہ یجعل فی ابن عباسؓ منه خلفًا.

امت کے بہت بڑے عالم (حبر الامۃ) زید بن ثابت چل بسے اور امید کہ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ کو ان کا جانشین بنادیں گے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۶۲۔

[2] ایضا مشکوٰۃ، ص ۵۶۶ عن احمد والترمذی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو ان کی شخصیت کریمہ پر اتنا اعتماد تھا کہ دونوں حضرات نے اپنے اپنے عہد میں قرآن کی خدمت ان سے لی، حضرت عمرؓ کی رائے حضرت سلیمان بن یسارؒ نے (۱۰۷ھ) جو بہت بڑے فقیہ اور فاضل تھے، اس طرح نقل کی ہے۔

ما کان عمر و عثمان یقدمان علی زید احدًا فی الفتوی و الفرائض و القراءۃ.

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ فقہ، علم وراثت، اور قرأت میں حضرت زید بن ثابتؓ پر کسی کو فوقیت نہ دیتے تھے۔

خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

افرضھم زیدبن ثابت[1] ان میں علم فرائض کے سب سے بڑے ماہر زید بن ثابتؓ ہیں، جب یہ سوار ہوتے یا سواری سے اترتے، تو حضرت ابن عباسؓ ان کی رکاب پکڑنے کو اپنے لئے بڑی عزت سمجھتے تھے، حضرت مسروقؒ تابعی (۶۲ھ) کہتے ہیں:۔

کان اصحٰب الفتویٰ من الصحابۃ عمر و علی و عبداللّٰہ و زید و ابی و ابوموسیٰ. (تذکرہ)

خطیب تبریزیؒ لکھتے ہیں:۔

کان احد فقھاء الصحابۃ[2] آپؓ فقہائے صحابہ میں سے ایک تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے، کہ صحابہؓ و تابعینؒ کے دور میں مدار شہرت و فضل علم فقہ تھا، روات حدیث فقہاء کے بعد دوسرے درجے میں آتے تھے۔

قرأت خلف الامام جیسے معرکۃ الآراء مسئلے میں امام مسلمؒ نے آپؓ کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے:۔

عن عطاء بن یسار انہٗ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لاقراءۃ مع الامام فی شئی.[3]

عطاء بن یسارؒ نے حضرت زید بن ثابت سے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھا جاسکتا ہے، آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حصے میں قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں۔

---

[1] تذکرہ، ص۲۰۔ [2] الاکمال ص۵۹۹۔ [3] صحیح مسلم ج۱، ص۲۱۵۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

(۴۴ھ)

(ذہبی خطیب تبریزی نے سن وفات ۵۲ھ لکھا ہے)

(۷) مکہ مکرمہ میں اسلام لائے، حبشہ کی طرف ہجرت کی، حضور ﷺ نے انہیں ہی یمن کا والی بنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا والی بنایا، اور آپؓ کی اور دیگر صحابہؓ جن میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حذیفہؓ بن الیمان، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تھے، انکی آمد سے عراق مرکز علم بن چکا تھا، ان دنوں علم سے مراد حدیث اور فقہ تھے، حضرت علیؓ نے معرکہ تحکیم میں آپؓ (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) کو اپنا نمائندہ بنایا تھا، یہ مسلسل واقعات آپؓ کی عظمتِ شخصی اور آپؓ کی فقہ وفضیلت کے تاریخی شواہد ہیں، قرآن کریم بہترین آواز سے پڑھنا آپؓ پر ختم تھا، تاہم آپؓ امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے قائل نہ تھے، آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ روایت کی:۔

اِذَاقَرَءَ فَانْصِتُوْا امام جب قرآن پڑھے تو تم چُپ رہو۔

حضور ﷺ کے عہد میں جو چار صحابہؓ فتوئے دینے کے مجاز تھے، آپؓ بھی ان میں تھے، صفوان بن سلیمؒ (۱۳۲ھ) کہتے ہیں:۔

لم یکن یفتی فی زمن النبیُ غیر عمرو معاذ وعلی وابی موسی۔[۱]

---

[۱] صحیح مسلم ج۱، ص۱۷۴۔

حافظ ذہبیؒ آپ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

کان عالماً،عاملاً،صالحاً تالیاً لکتاب اللّٰہ الیہ المنتھی فی حسن الصوت بالقرآن روی علماً طیباً مبارکاً۔[1]

آپ عالم تھے، عامل تھے، نیک تھے، اللہ کی کتاب کو پڑھنے والے تھے،قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے میں چوٹی کے تھے،آپ نے علم پاکیزہ اور بابرکت روایت کیا ہے۔

آپؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو یہ حدیث سنائی ،**اذاسلم احدکم ثلثاً فلم یجب فلیرجع** ، جب تم میں سے کوئی (کسی کے دروازے پر) تین دفعہ سلام کہے اور اسے جواب نہ ملے تو اُسے واپس لوٹ جانا چاہئے ،تو حضرت عمرؓ نے اس پر مزید شہادت طلب کی ،حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بہت گھبرائے ، یہاں تک کہ آپؓ کو ایک انصاری کے ہاں اس کی تائید ملی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ میں اپنے اکابر کی تعمیل حکم کا جذبہ کس درجہ کارفرما تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپؓ پر معاذ اللہ کوئی الزام نہ لگا رہے تھے،صرف دوسرے صحابہؓ کو احتیاط فی الروایۃ کا سبق دینا مقصود تھا، نہ آپؓ کی غرض یہ تھی کہ خبر واحد کا اعتبار نہ کیا جائے ،حضرت عمرؓ نے خود فرمایا:۔

امانی لم اتھمک ولکنی خشیت ان یتقول الناس علی رسول اللّٰہ ﷺ۔[2]

میں آپؓ کو متہم نہیں کر رہا تھا میں صرف اس سے ڈرا ہوا تھا کہ لوگ حضور ﷺ پر اپنی طرف سے باتیں نہ لگانے لگیں۔

یاد رکھئے کسی صحابی پر جھوٹ کا الزام نہیں لگتا صحابہ سب عادل ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ج۱ص۲۲۔

[2] موطأ امام مالک،ص۲۸۰۔

فقیہ مکہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ (۶۸ھ)

(۸) آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی، کہ اللہ انہیں علم وفقہ سے مالا مال کرے، اور فہم قرآن کی شان بخشے، حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپؓ کی عمر تیرہ سال تھی حضور ﷺ کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ سے تعلیم حاصل کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آپؓ کو ترجمان القرآن کا عظیم لقب دیا،[۱] حضرت اعمشؒ سے روایت ہیکہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو امیر حج کی ذمہ داری سپرد کی تو آپؓ نے ایسا خطبۂ حج دیا کہ اگر اسے ترک اور اہل روم سن لیتے تو سب کے سب مسلمان ہو جاتے نعیم بن حفصؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس ہمارے ہاں بصرہ میں آئے، تو عرب میں علم وفضل میں ان کا ثانی نہ تھا۔

ومافی العرب مثله جسماً وعلما وبياناً وجمالاً وكمالاً.[۲]

امام ترمذیؒ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ نے بھی حضور ﷺ کی احادیث آپؓ کے بعد جمع کرنی شروع کر دی تھیں، اور وہ تحریریں لوگوں تک پہنچی ہوئی تھیں، ایک مرتبہ طائف کے لوگ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے پاس آپؓ کی کچھ تحریرات تھیں، اور انہوں نے انہیں آپؓ کے سامنے پڑھا۔[۳]

---

۱ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۳۸۔

۲ ایضاً، ص۳۶۔

۳ کتاب العلل للامام الترمذی۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۷۴ھ)
ابوعبدالرحمٰن العدوی المدنی

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنیفہؒ انہیں حبر ہذا الامۃ (اس امت کے بڑے عالم) کہا کرتے تھے، امام زہریؒ فرماتے ہیں:۔

لاتعدلن برای ابن عمر فانه اقامه ستین سنة بعد رسول اللّٰه ﷺ فلم یخف علیه شئی من امره ولا من امر اصحابه.
(تذکرة الحفاظ جلد ۱، ص ۳۸)

اور نہ برابر سمجھ ابن عمرؓ کے ساتھ کسی کو رائے میں اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اس لئے نہیں مخفی رہا آپ ﷺ پر حضور ﷺ کے امر سے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ سے۔

اہل الرائے ہونا کوئی عیب نہیں جو امام زہریؒ عبداللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب کر رہے ہیں، یہ علم کا وہ دروازہ ہے جو مجتہد کو ہی نصیب ہوتا ہے، آپؓ سے کثیر تعداد میں احادیث منقول ہیں، لیکن علامہ ذہبیؒ انہیں الفقیہ کے پُر اعزاز لقب سے ذکر کیا ہے جن دنوں حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں اختلاف جاری تھا، اور اچھی خاصی تعداد اس بات کی حامی ہوگئی تھی، کہ یہ دونوں بزرگ قیادت سے کنارہ کش ہوجائیں، تو جو شخصیت ان دنوں لوگوں کی نظر میں اس لائق تھی کہ اس پر امت جمع ہوجائے، اور اس میں علم وعمل کی پوری استعداد ہو تو وہ آپؓ ہی تھے، لیکن آپؓ اس میدان میں آگے آنے کے لئے قطعاً تیار نہ ہوئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے:۔

یقتدی بعمر فی الجماعة وبابنه فی الفرقة. (تذکرہ، ج ۱، ص ۲۸)

لوگوں سے مل کر چلنے میں عمرؓ کی پیروی کی جائے اور لوگوں سے کنارہ کشی میں انکے بیٹے کونمونہ بنایا جائے

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (۷۸ھ)

(۱۰) ستّر انصاریؓ جو بیعت عقبہ میں شامل ہوئے، آپؓ ان میں سے تھے حافظ ذہبیؒ نے انہیں فقیہ اور مفتی مدینہ کے نام سے ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے۔

حمل عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علماً کثیراً نافعاً. (ایضاً)

آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سا نافع علم پایا۔

حدیث کے اتنے شیدائی تھے، کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے بارے میں سنا کہ ان کے پاس ایک حدیث ہے جوانہوں (عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ) نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، وہ ان دنوں ملک شام میں مقیم تھے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر ایک ماہ تک سفر کرتے ملک شام پہنچے، پیغام بھیجا کہ جابرؓ دروازے پر کھڑا ہے، انہوں نے پوچھا جابر بن عبداللہ ہیں؟ فوراً باہر آئے، حضرت جابرؓ نے ان سے حدیث پوچھی؟ انہوں نے سنائی[۱] انہوں نے سنی اور چلدیئے۔

---

[۱] الادب المفرد امام بخاری، ص ۲۵۲، صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۷، تذکرہ، ج ۱ ص ۳۸۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ حدیث غالباً یہ تھی:۔

عن جابرؓ عن بن انیسؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول یحشر اللّٰہ العباد فینادیھم بصوت یسمعہ من بعد کمایسمعہ من قرب انا الملک انا الدیان[1]

حضرت جابر عبداللہ بن انیس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا، اللہ بندوں کو حشر میں ایسے آواز سے بلائے گا، جس کو قریب اور بعید والے سب یکساں سنیں گے، فرمائیگا میں ہوں بادشاہ انصاف والا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ کی شخصیت کریمہ کس طرح جمع حدیث اور طلب علم میں منہمک تھی، آپؓ مجتہد صحابہؓ میں سے تھے، اور حدیث کے مناط کلام پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، مثلاً حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس شخص سے متعلق ہے جو اکیلے نماز پڑھے، جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اس پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم نہیں، حدیث میں مرادِ رسول کو پہنچنا انتہائی گہرا علم ہے، امام احمد بن حنبلؒ جو امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے استاذ تھے، حضرت جابر بن عبداللہؓ کی اس شرح حدیث سے بہت متأثر تھے، آپؓ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے، مگر یہ صاف فرماتے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز ہو جاتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواہٗ احمدبن حنبلؒ فقال معنٰی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث.

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا معنی یہ ہے کہ نمازی جب اکیلا نماز پڑھے تو فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، اور آپ نے حضرت جابرؓ کی حدیث

[1] صحیح بخاری ج ۲، ۱۱۱۴۔

جابربن عبداللّٰہ قال من صل رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاان یکون وراء امام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی ﷺ تأوّل قول النبی لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ.

(جامع ترمذی ج۱،۴۲)

سے دلیل پکڑی ہے آپ فرماتے ہیں جس نے ایک رکعت پڑھی اوراس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام احمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ حضور ﷺ کے صحابی ہیں، وہ حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ بیان کررہے ہیں، کہ حدیث (لاصلوٰۃ لمن یقرأ سے مراد یہ ہے کہ نمازی جب اکیلا ہو۔

یہ دس مشاہیر کا تذکرہ ہے جو فقہاء صحابہؓ میں بہت ممتاز تھے، انکے علاوہ بھی کئی مجتہد صحابہؓ تھے، جنہیں فقیہ تسلیم کیا گیا ہے، جیسے عمران بن حصینؓ (۵۲ھ) حضرت ابوہریرہؓ (۵۸ھ) اورحضرت امیر معاویہؓ (۶۰ھ) ان کے علم پر حضرت حسنؓ کو پورا اعتماد نہ ہوتا تو کبھی خلافت ان کے سپرد نہ کرتے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ النخعی الکوفی (۶۲ھ)

(۱) حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں صحابہ کرامؓ کے تذکروں کے بعد کبرائے تابعین کا آغاز آپؒ سے کرتے ہیں، آپؒ حضور اکرم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے، اور آپ کے بعد نصف صدی تک زندہ رہے، آپ فقیہ ابراہیم نخعیؒ کے ماموں اور مرکز علم کوفہ ابوعمر واسود بن یزیدؒ کے چچا تھے، علقمہؒ اوراسود دونوں حضرات فقہ حنفی کی اساس سمجھے جاتے ہیں، آپؒ کے علم وفضل کا اندازہ امام ربانی عبداللہ بن مسعودؓ کے اس ارشاد سے دیکھئے:۔

ماقرأ شیئا وماعلم شیئا الاوعلقمة یقرؤه ویعلمه. (تذکرۃ الحفاظ جلد،۱،ص ۴۵)

جو کچھ میں پڑھتا اور جانتا ہوں علقمہ بھی اُسے پڑھ چکے اور جان چکے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس کہنے کا اثر تھا کہ حضرت علقمہ باوجودیکہ صحابیؓ نہ تھے، صحابہ کرامؓ آپؓ سے مسائل پوچھنے آتے تھے، ان کی زبان سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم بولتا تھا، قابوس بن ابی ظبیانؒ کہتے ہیں:۔

ادرکت ناسا من اصحاب النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم وهم یسألون علقمة ویستفتونه۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد،۱،ص ۴۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور ابوالدرداءؓ سے بھی حدیث پڑھی، فقہ کی تعلیم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پائی۔

حضرت مسروق بن اجدعؒ (۶۳ھ)
ابوعائشہ الہمدانی الکوفی الفقیہ

(۲) آپؒ نے حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت ابی بن کعبؓ سے علم حاصل کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپؒ کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا، فقیہ ابراہیم نخعیؒ علامہ ابوالضحیؒ، ابواسحٰقؒ اور ایک کثیر تعداد لوگ آپؒ سے فیضیاب ہوئے، فقہ میں قاضی شریح (حضرت عمرؓ کے زمانے کے مشہور قاضی) سے فائق سمجھے جاتے ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وکان اعلم بالفتویٰ من شریح وکان شریح یستشیرہ وکان مسروق لایحتاج الی شریح. (تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص ۲۷)

آپ فقہ میں شریح سے زیادہ معلومات رکھتے تھے، شریح آپ سے پوچھتے تھے، لیکن آپ شریح کے محتاج نہ تھے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ (۹۴ھ) الفقیہ الکوفی

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، حضرت عثمانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور کئی دوسرے صحابہؓ سے حدیث پڑھی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپؒ کو مفتی ہونے کی سند دی، حضرت قتادہ بن دعامۃؒ (۱۱۸ھ) کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیبؒ سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ (۲۴ھ) کہتے ہیں:۔

لااعلم فی التابعین او سع علماً من سعید وھو ھندی اجل التابعین..

آپؒ خود کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کے فیصلوں اور حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ کے فیصلہ) کو جاننے والا اپنے سے زیادہ کسی کو نہیں پایا، امام زہریؒ، ۴۴ھ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے عدالتی فیصلوں کا بھی زیادہ علم انہی کو تھا۔

طلب حدیث کا یہاں تک شوق تھا کہ ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر اختیار فرماتے، سو یہ گمان نہ کیا جائے کہ فقہاء حدیث کے مخالف ہوتے ہیں، علم فقہ حدیث کے بغیر کیسے چل سکتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ (۹۵ھ) الفقیہ الکوفی

(۴) آپؓ کے علم کا اندازہ اس سے کیجئے، کہ موسم میں اہل کوفہ حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتے تو آپؓ کہتے، **الیس فیکم سعید بن جبیر؟** کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہیں؟ عبادت میں یہ سعادت ملی کہ کعبہ میں داخل ہو کر جوفِ کعبہ میں ایک قرآن ختم کیا، یہ سعادت کسی اور کو نہیں ملی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ (۹۶ھ) فقیہ کوفہ

(۵) حضرت علقمہ بن قیسؒ، مسروقؒ، اسود بن یزیدؒ سے تعلیم پائی، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مسند علمی کے وارث ٹھہرے بچپن میں حضرت ام المؤمنینؓ کی بھی زیارت کی، مشہور محدث اعمشؒ فرماتے ہیں "**کان ابراھیم صیرفیافی الحدیث و کان یتوقی الشھرۃ ولا یجلس الی الاسطوانۃ**" (تذکرۃ الحفاظ ج،۱،ص۶۹)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوفہ کس طرح علم حدیث کا مرکز بنا ہوا تھا، ابراہیم نخعیؒ اگر دیگر محدثین کی طرح مرکز روایت بن کر نہ بیٹھے تو اس کی وجہ ان کی عزلت گزینی تھی ورنہ علم میں تو یہ حال تھا کہ جب فوت ہوئے علامہ شعبیؒ نے کہا:۔

ماخلف بعدہ مثلہٗ آپؒ نے اپنے بعد کوئی اپنا مثل نہیں چھوڑا

سعید بن جبیرؒ (۹۵ھ) کے بارے میں کوفہ والوں کو حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کیا تم میں سعید بن جبیرؒ نہیں ہیں؟ یعنی انکے ہوتے ہوئے تم مجھ سے مسائل پوچھتے

(تذکرۃ الحفاظ جلد،۱،ص۷۲ حماد بن ابی سلیمان)

ہو؟ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے علم کا یہ حال تھا کہ حضرت سعید بن جبیرؒ لوگوں کو کہتے:۔

تستفتونی وفیکم ابراھیم النخعیؒ تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟ اور تم میں ابراہیم نخعیؒ موجود ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ مکحول الہذلی (۱۰۱ھ) الحافظ فقیہ الشام

(۶) ابوامامہ الباہلیؓ واثلہ بن الاسقعؓ وانس بن مالکؓ ومحمود بن الربیع وعبدالرحمٰن بن غنمؓ وابوادریس الخولانی سے حدیث پڑھی، حدیث کو مرسل بھی روایت کرتے اور ابی ابن کعبؓ، عبادہ بن الصامتؓ اور ایوب بن موسیٰ، العلماء ابن حارثؓ اور زید بن واقدؒ، ثور بن یزیدؒ، حجاج بن ارطاۃؒ امام اوزاعیؒ اور سعید بن عبدالعزیزؒ نے روایات لی ہیں، آپؒ نے مصر عراق اور حجاز ہر جگہ طلب علم میں سفر کیا۔

امام زہریؒ فرمایا کرتے تھے، علماء تین ہی ہیں، ان میں آپ مکحولؒ کو بھی ذکر کرتے (دوسرے دو سعید بن المسیب اور علاّمہ شعبی ہیں)۔

حضرت ابوحاتم کہتے ہیں:۔

مااعلم بالشام افقه من مکحول شام میں ان سے بڑا فقیہ میں نے نہیں دیکھا خطیب تبریزیؒ کہتے ہیں۔

لم یکن فی زمان مکحول اَبْصَر بالفتیامنه کان لایفتی حتی یقول لاحول ولاقوۃ الاباللّٰه هذارائی والرائی یخطی ویصیب.

حضرت مکحول کے زمانے میں فتویٰ دینے کی بصیرت سب سے زیادہ آپ میں تھی، اور آپؒ فتوئے نہ دیتے جب تک **لاحول ولاقوۃ الاباللّٰه** نہ پڑھ لیتے، اور فرماتے یہ میری رائے ہے، اور رائے خطا بھی کرتی ہے اور درست بھی ہوتی ہے۔

نوٹ:۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لفظ رائے ان دنوں کسی پہلو سے معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔

ابوعمرو علامہ شعبیؒ (۱۰۳ھ) الہمدانی الکوفی

(۷) آپ علامۃ التابعین کے لقب سے معروف تھے، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔

کان اماما حافظا فقیها متقیا..

آپؒ نے حضرت عمران بن حصین، جریر بن عبداللہ، حضرت ابوہریرہ، ابن عباس، عبداللہ بن عمر وعدی بن حاتم، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے احادیث لی ہیں آپ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے استاد تھے۔

(الاکمال ص۶۲۳)

علامہ شعبیؒ سے اسماعیل بن ابی خالد، اشعث بن سوار، داؤد بن ابی ہند، زکریا بن ابی زائد، مجالد بن سعید اعمش، امام ابوحنیفہ ابن عون، یونس بن ابی اسحٰق، سری بن یحیٰؒ نے احادیث روایت کی ہیں، کوفہ کے قاضی بھی رہے، پانچ سو کے قریب صحابہ کرامؓ کو پایا ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:۔

الزم الشعبی فلقد رأیته یستفتی والصحابة متوافرون. (تذکرہ ج ۱، ص ۷۶)

تم شعبیؒ کی مجلس کو لازم پکڑو میں نے لوگوں کو ان سے مسائل پوچھتے دیکھا حالانکہ صحابہؓ بڑی تعداد میں موجود ہوتے تھے۔

پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

قدمت الکوفة وللشعبی حلقة واصحاب رسول اللّٰہ یومئذ کثیر.

میں کوفہ آیا اور وہاں علامہ شعبیؒ کا ایک بڑا حلقہ دیکھا حالانکہ ان دنوں صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔

ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔

مارایت افقہ من الشعبی لاسعید بن المسیب ولاطاؤس ولاعطاء ولاالحسن ولاابن سیرین۔[۱]

میں نے علامہ شعبیؒ سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں پایا، نہ حضرت سعید بن المسیب کو نہ طاؤس کو نہ عطا بن ابی رباح کو نہ حسن بصریؒ کو اور نہ امام ابن سیرینؒ کو

مگر آپؒ کے ذہن میں علم فقہ کی اتنی عظمت تھی کہ کھلے بندوں فرماتے ہم فقیہ نہیں ہم تو محدث ہیں، جو روایت ملے اسے آگے پہنچا دیتے ہیں۔

قال الشعبی انالسنابالفقھا ولکناسمعنا الحدیث فرویناہ الفقھاء۔[۲]

شعبیؒ کہتے ہیں ہم فقہاء نہیں ہیں، بات صرف یہ ہے کہ ہم نے حدیث سنی اور اسے فقہاء تک پہنچا دیا۔

وہ کون سے فقہاء کرام ہیں جن تک آپ نے حدیثیں پہنچا دیں اور ان کے سامنے اپنے آپ کو فقیہ نہ جان سکے، ان میں سرِ فہرست امام ابوحنیفہؒ ہیں، آپ نے اگر امام ابوحنیفہؒ کو نہ دیکھا ہوتا تو شاید اتنی بات نہ کہتے۔

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب (۱۰۶ھ) فقیہ مدینہ

(۸) حضرت سالمؒ حضرت عمرؓ کے پوتے علم وعمل کے جامع اور اپنے زمانہ کے الفقیہ اورالحجہ تھے، اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ام المؤمنین حضرت ابوہریرہؓ رافع بن خدیجؓ، حضرت سفینہؓ اور افضل التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ سے علم حاصل کیا اور حدیث پڑھی، آپؒ سے عمرو بن دینارؒ، امام زہریؒ، صالح بن کیسانؒ موسیٰ بن عقبہؒ اور حضرت حنظلہ بن ابی سفیانؒ نے تعلیم پائی خطیب تبریزیؒ لکھتے ہیں

[۱] تذکرہ ج۱، ص۷۶۔ [۲] ایضاً، ص۷۹۔

احدفقهاء المدينة من سادات التابعين وعلمائهم وثقاتهم. (الاکمال، ص ۶۰۳)

مدینہ کے فقہاء میں سے ایک تھے سادات تابعین میں سے ان کے علماء اور ثقہ لوگوں میں سے تھے۔

قاسم بن محمدؒ (۱۰۷ھ) فقیہ مدینہ

(۹) حضرت قاسمؒ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے، علم وعمل کے جامع اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک تھے، اپنی پھوپھی حضرت ام المومنینؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت امیر معاویہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے حدیث پڑھی اور تعلیم حاصل کی، اور آپؒ سے آپؒ کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ، امام زہریؒ، ابن المنکدر، ربیعہ الرائی، افلح بن حمیدؒ، حنظلہ بن ابی سفیانؒ، ایوب السختیانیؒ جیسے ائمہ علم نے روایت لیں، اور اکتساب علم کیا، آپؒ سے دوسو کے قریب حدیثیں مروی ہیں۔

ابوالزناد عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱ھ) کہتے ہیں:۔

مارأيت فقيهاً اعلم من القاسم ومارأيت احداً اعلم بالسنة منه. الاکمال، ص ۶۰۳)

میں نے قاسم سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ کسی کو دیکھا جو ان سے زیادہ سنت جاننے والا ہو

ابن سعد کہتے ہیں:۔ كان اماماً فقيها ثقة رفيعاً ورعا كثير الحديث.

یحییٰ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔

ماادركنا بالمدينة احداً نفضله على القاسم بن محمد. (الاکمال، ص ۶۱۸)

ہم نے مدینہ شریف میں کسی کو نہیں پایا جسے قاسم بن محمدؒ پر فضیلت دے سکیں۔

حماد بن ابی سلیمان

(۱۲۰ھ)

(۱۰) حضور علیہ السلام کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ کے شاگرد تھے، امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ (۱۶۰ھ) اور حضرت سفیان ثوریؒ نے آپ سے حدیث روایت کی ہے:۔[۱]

آپ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے فیصلوں اور ان کی آراء کے سب سے بڑے عالم تھے، امام ابوحنیفہؒ کے استاذ تھے، حضرت حمادؒ کے بعد آپ ہی سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس مسند علمی کے وارث ہوئے، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بھی آپ سے روایت لی ہیں۔

نوٹ:۔ تابعین میں فقہاء حدیث صرف یہی دس حضرات نہیں، ان کے علاوہ بھی اس طبقہ میں بہت سے فقہاء اعلام ہوئے جو فقہ اور حدیث کے جامع تھے، ان میں حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) امام ابن سیرینؒ (۱۱۰ھ) قتادہ بن دعامہؒ (۱۱۸ھ) بھی بیشک فقہ حدیث اور استنباط مسائل میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

---

[۱] الاکمال، ص ۵۹۶۔

ائمہ مجتہدین

حضرت امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہ (پیدائش ۸۰ھ) کی شہرت زیادہ تر امام مجتہد کی حیثیت سے ہے، لیکن علمائے حدیث نے آپ کو محدثین میں بھی ذکر کیا ہے، محدثین کا ذکر اس عنوان سے کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں سے احادیث سنیں اور ان سے آگے فلاں فلاں نے روایات لیں، حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں بھی یہ پیرایہ تعارف موجود ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:۔

قد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفةؒ روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام جعفر بن عون وهو ثقه لاباس به وکان شعبه حسن الرای فیه[1]

امام علی بن المدینی کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشامؒ، وکیعؒ عباد بن عوام، جعفر بن عون، نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی ہے، ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

---

[1] روی حماد بن زید عن ابی حنیفة احایث کثیره، الانتقاء، ص ۱۳۰.

حافظ شمس الدین ذہبیؒ لکھتے ہیں:۔

حدث عن عطاء ونافع وعبدالرحمٰن بن هرمز الاعرج وسلمة بن كهيل وابى جعفر محمدبن على وقتاده وعمروبن دينار وابى اسحٰق وخلق كثير ..... وحدث عنه وكيع ويزيد بن هارون وسعد بن الصلت وابو عاصم وعبدالرزاق وعبيد الله بن موسىٰ وابونعيم وابوعبدالرحمٰن المقرى وبشر كثير وكان اماماً ورعا.
(تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص۱۶۸)

امام ابوحنیفہؒ نے عطاء، نافع، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، سلمہ بن کہیل ابی جعفر، محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار ابی اسحاق اور بہت سے لوگوں سے حدیث روایت کی ہے، اور ابوحنیفہ سے وکیع یزید بن ہارون، سعد بن صلت، ابوعاصم عبدالرزاق عبیداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، ابوعبدالرحمٰن المقری، اور خلق کثیر نے روایت لی ہے، اور ابوحنیفہ امام تھے، اور زاہد پرہیزگار تھے۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں، کہ اہل مکہ کے محدث اور مفتی عطاء بن ابی رباح سے کس نے حدیث روایت کی ہے؟

وعنه ايوب وحسين وابن جريح وابن اسحق وامام الاوزاعى وابوحنيفه وهمام بن يحىٰ و جرير بن حازم.

خطیب تبریزی صاحبِ مشکوٰۃ لکھتے ہیں:۔

سمع عطاء بن ابى رباح وابااسحٰق السبيعى ومحمد بن المنكدرونافعا وهشام بن عروة وسماك بن حرب وغيرهم وروى عنه عبدالله بن المبارك وكيع بن الجراح ويزيد بن هارون والقاضى ابويوسف ومحمد بن الحسن الشيبانى وغيرهم.. (الاکمال،ص۶۲۴)

ابوحنیفہؒ نے عطاء بن رباح اور ابواسحٰق السبیعی اور محمد بن المنکدر اور ہشام بن عروہ اور سماک بن حرب وغیرہ حضرات سے روایت لی اور ابوحنیفہؒ سے عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح اور یزید بن ہارون اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی وغیرہ حضرات نے روایات لی ہیں۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقریؒ (۲۱۳ھ) جب آپ سے روایت کرتے تو فرماتے مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جو (فن حدیث میں) بادشاہوں کا بادشاہ تھا۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

کان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاهنشاه.

آپ کے اساتذہ وتلامذہ ان کے علاوہ بھی بہت سے تھے، آپ نے بلند پایہ محدثین سے محدثین کے طور پر روایات لیں اور آگے محدثین کے طرز پر انہیں محدثین سے روایت کیا، آپ کے تلامذہ میں سے عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح کے تذکرے کتب رجال میں دیکھیں، یہ حضرات فنِ حدیث میں اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تھے، ان جیسے اکابر محدثین کا حدیث میں آپ کی شاگردی کرنا اس فن میں آپ کی عظمتِ شان کی کھلی شہادت ہے، یہ صحیح ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح مکثرین روایت میں سے نہ تھے، لیکن اس سے آپ کے علم وحدیث میں کمزور ہونے کا شبہ کسی جاہل کو بھی نہ ہوسکے گا، محدثین آپ کے ذکر کے بغیر آگے نہ چلتے تھے، مشکوٰۃ شریف حدیث کی کتاب ہے، جس میں ایک روایت بھی آپ سے منقول نہیں، مگر خطیب تبریزی ''الاکمال فی اسماء الرجال'' میں آپ کے ذکر کے بغیر آگے نہیں چل سکے، آپ کے وفور علم کی شہادت آپ کو دینی پڑی اور ظاہر ہے کہ ان دنوں علم سے مراد علم حدیث ہی لیا جاتا تھا۔

مصنف مذکور لکھتے ہیں:۔

والغرض بایراد ذکره فی هذا الکتاب وان لم نرد عنه حدیثا فی المشکوٰة للتبرک به لعلو مرتبته ووفور علمه.

(الاکمال فی اسماء الرجال، ص۶۲۴)

اور غرض اس کتاب میں آپ کا ذکر لانے سے یہ ہے کہ اگرچہ ہم مشکوٰۃ میں ان سے کوئی حدیث نہیں لائے ہیں کہ آپکے ذکر کی برکت حاصل ہوجائے، یہ آپ کے علوِ مرتبہ اور وفور علم کی وجہ سے ہے۔

وفورِ علم سے مراد حدیث کا علم وافر نہیں تو اور کیا ہے؟ رہا فقہ تو یہ علم اسی وقت بنتا ہے، جب یہ حدیث پر مرتب ہوا سے علم حدیث لازم ہے، یہی نہیں کہ آپ نے محدثین کے طرز پر روایات لیں، اور آگے روایت کیں، بلکہ روایت حدیث اور راویوں کے صدق وکذب پر بھی آپ کی پوری نظر تھی، امام اوزاعیؒ سے ایک مسئلہ پر گفتگو ہوئی اور دونوں طرف سے احادیث سند کے ساتھ پڑھی گئیں، تو آپ نے دونوں طرف کے راویوں پر تبصرہ فرمایا اور باوجودیکہ دونوں طرف کے روات ثقہ تھے، آپ نے راویوں کے علم فہم پر بحث شروع کردی،[1] اور دونوں طرف کے راویوں کے نام لے لے کر بتایا کہ حماد بن ابی سلیمان زہری سے افقہ ہیں، اور فلاں فلاں سے افقہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، اس سے واضح ہے کہ آپ راویوں پر تنقیدی نظر رکھتے تھے، ایک دوسری جگہ راویوں کے صدق وکذب پر آپ گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

مارأیت احداً افضل من عطاء[2] میں نے عطاء بن ابی رباح سے زیادہ اچھا (راوی) کسی کو نہیں دیکھا۔

اور یہ بھی فرمایا:۔

مالقیت فیمن اکذب من جابر الجعفی[3] میں لوگوں سے ملا ہوں ان میں جابر جعفیؒ سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں پایا۔

حافظ ابن حجرؒ نے زید بن عیاش کے بارے میں آپ کی رائے نقل کی ہے، **انه مجهول**[4] طلق بن حبیب پر آپ نے اس کے عقیدہ کی رو سے جرح کی ہے، کان یری القدر محدثین ہی راویوں پر اس درجہ تنقید نظر رکھتے ہیں۔

---

[1] مسند الامام فی شرح مسند الامام، ص ۲۰۔
[2] تذکرہ ج ۱، ص ۹۲۔
[3] تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۴۸۔
[4] الجواہر المنیفہ ج ۱، ص ۲۰۔

حافظ شمس الدین الذہبیؒ لکھتے ہیں:۔

قال ابو حنیفةؒ رأیت ربیعة و اباالزناد و ابو الزناد افقه الرجلین.
(تذکرہ، ج۱،ص۱۲۷)

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں میں نے ربیعہ اور ابوالزناد دونوں کو دیکھا ابوالزناد زیادہ فقیہ تھے۔

محدثین کا آپ سے اس قسم کی آراء نقل کرنا اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ رواۃ حدیث کے فہم ودرایت پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے۔
حضرت سفیان ثوریؒ کے علمی مرتبہ اور شانِ علم حدیث سے کون واقف نہیں اتنے بڑے محدث کے بارے میں آپ سے رائے لی گئی کہ ان سے حدیث لی جائے یا نہ؟

امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

عبدالحمید الحمانی قال سمعت ابا سعدالصاغانی یقول رجل جاء الی ابی حنیفة فقال ماتریٰ فی الاخذ عن الثوریٰ فقال اکتب عنه ماخلا حدیث ابی اسحٰق عن الحارث عن علی و حدیث جابر الجعفی.
کتاب القرأۃ البیہقی، ص۱۳۴۔

عبدالحمید حمانی کہتے ہیں میں نے ابوسعد صاغانی کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور پوچھا سفیان ثوریؒ سے روایت لینے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان سے حدیث لے لو، ماسوائے ان حدیثوں کے جنہیں وہ ابواسحٰق عن الحارثؒ کی سند سے روایت کریں یا جنہیں وہ جابر جعفیؒ سے نقل کریں۔

غور کیجئے حضرت امام سفیان ثوریؒ جیسے محدث کے بارے میں بھی آپ سے رائے لی جارہی ہے، تو آپ کا اپنا مقام حدیث میں کیا ہوگا؟ اجتہاد واستنباط یا تطبیق

و ترجیح میں تو مجتہدین آپ سے اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن کسی مقام پر یہ کہہ دینا کہ یہ حدیث حضرت امام کو نہ پہنچی ہوگی، ہرگز درست نہیں، اس دور میں یہ بعض الظن اثم کے قبیل میں سے ہے، محدث جلیل ملا علی قاریؒ ''احیاء العلوم'' کی ایک عبارت پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فالظن بابی حنیفة ان هذه الاحادیث لم تبلغه ولو بلغته لقال بهاهذا من بعض الظن فان حسن الظن بابی حنیفة انه احاط بالاحادیث الشریفه من الصحیحة والضعیفة ولکنه اما رجح الحدیث الدال علیٰ الحرمة اوحمله علیٰ الکراهة جمعاً بین الاحادیث وعملاً بالروایة والدرایة.[1]

الحافظ اور الحجۃ کے درجے کے محدثین تو بہت ہوئے، لیکن بہت کم ہوئے جن کا علم تمام احادیث کو محیط مانا گیا ہو، حضرت امام ان کبار محدثین میں سے ہیں جن کا علم تمام احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کو محیط مانا گیا، ایک مرتبہ یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا کہ ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، ایک مرتبہ فرمایا حدیث فقہ میں اور سچے ہیں، اور دین کے بارے میں قابل اعتماد ہیں،[2] امام ابوداؤد فرماتے ہیں:۔

ان اباحنیفة کان اماماً.[3] بے شک ابوحنیفہؒ امام تھے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) کس پائے کے محدث تھے، یہ اہل علم سے مخفی نہیں آپ کوفہ آئے تو علماء حدیث تب آپ سے حدیث سننے کے لئے تیار ہوئے، جب حضرت امام ابوحنیفہؒ نے آپ کے محدث ہونے کی تصدیق کی، آپ نے فرمایا، یہ شخص عمرو بن دینار کی روایات کا سب سے بڑا عالم ہے، اس پر علماء سفیان ابن عیینہ کے گرد جمع ہو گئے، حضرت سفیانؒ کہتے ہیں:۔

---

[1] مسند الامام ص۵۲۔ [2] تاریخ بغداد خطیب ج۳، ص۲۴۹۔ [3] تذکرہ، ص۱۶۔

قدمت الکوفة فقال ابو حنیفة هذا اعلم الناس بحدیث عمرو بن دینار فاجتمعوا علی فحدثتهم.[۱]

سفیان بن عیینہؒ کو محدث بنانے میں بڑے بڑے محدثین کی محنتیں ہوئیں، مگر اس میں سبقت حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ہے، حضرت سفیانؒ خود کہتے ہیں:۔

اوّل من صیرنی محدثا ابو حنیفة[۲] جس نے سب سے پہلے مجھے محدث بنایا ابوحنیفہؒ تھے۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں، محدث حرم حضرت سفیان ثوریؒ کوفی تھے، اب سمجھئے کہ آپ نے حضرت امام صاحبؒ سے کس قدر استفادہ کیا ہوگا، آپ مسلکاً بھی حنفی تھے۔[۳]

یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدہ کی جلالتِ علم سے کون واقف نہیں، حافظ ذہبیؒ انہیں **الحافظ الثبت المتقن الفقیه**[۴] لکھتے ہیں آپ حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے، اور بقول حضرت امام طحاویؒ کے، حضرت امامؒ ان پہلے دس اصحاب میں سے تھے جو تدوین علم میں آپ کے ساتھ بیٹھے۔

فن حدیث کے ان جیسے اکابر کا حضرت امام صاحبؒ سے یہ قریبی رابطہ بتلاتا ہے کہ حضرت امام صاحب فن روایت میں بھی ان جبال علم کے شیخ تھے، اور اکابر محدثین نہ صرف ان کے علم حدیث کے قائل تھے بلکہ ان سے اپنے محدث ہونے کی سند لیتے تھے۔

---

۱ الجواہر ج۱، ص۳۰۔ ۲ الجواہر نقلاً عن ابی خلکانؒ، ج۱، ص۱۰۳۔
۳ الجواہر، ج۱، ص۲۵۰۔ ۴ تذکرہ، ج۱، ص۲۴۶۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نظریۂ حدیث

حضرت امام صاحب حدیث منقول پر عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھتے تھے کہ کثیر تعداد میں متقی لوگ اس حدیث کو اس صحابیؓ سے روایت کرتے ہوں، یہ روایت کرنا..... ضروری نہیں خبر واحد اپنی جگہ معتبر ہے، لیکن ان کے ہاں اس کا عمل میں آیا ہوا ہونا ضروری تھا، جو حدیث معمول بہ نہ رہی ہو اس سے ان کے ہاں سنت ثابت نہیں ہوتی، سنت کے ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل بھی ہوتا آیا ہو۔

امام مالکؒ کا نظریۂ حدیث بھی یہی تھا، وہ حدیث کی بجائے سنت پر زیادہ زور دیتے تھے، موطأ میں بار بار سنت کا لفظ لاتے ہیں، اور اس سے صحابہؓ تابعین کا تواتر عمل مراد ہوتا ہے، جب فتنے پھیلے اور جھوٹ کا بازار گرم ہوا تو محدثین روایت اور اسناد کے گرد پہرہ دینے لگے، دن بدلے ہوئے حالات میں حدیث تمسک بذریعہ اسناد ہونے لگا، اور تواتر علم کی اس طرح تلاش نہ رہی جس طرح پہلے دور میں ہوتی تھی، اس نئے دور کے مجدد حضرت امام شافعیؒ ہیں، لیکن اسمیں شک نہیں کہ پہلے دور میں حدیث کی بجائے سنت کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، حافظ شمس الدین الذہبیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نظریۂ حدیث انکے اپنے الفاظ میں اس طرح نقل کرتے ہیں۔

اٰخذ بکتاب اللّٰہ فمالم اجد فبسنة رسول اللّٰہ والا ثارا لصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه اٰخذ بقول من شئت واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم	میں فیصلہ کتاب اللہ سے لیتا ہوں، جو اس میں نہ ملے اسے حضور ﷺ کی سنت اور ان صحیح آثار سے لیتا ہوں، جو حضور ﷺ سے ثقہ لوگوں کے ہاں ثقات کی روایت سے پھیل چکے ہوں، ان میں بھی نہ ملے تو میں صحابہ کرامؓ سے لیتا ہوں اور

والشعبی والحسن والعطاء فاجتهد کما اجتهدوا.[1]

جس کا فیصلہ مجھے اچھا (قوی) لگے لے لیتا ہوں اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، علامہ شعبیؒ، حضرت حسن بصریؒ، اور عطاء بن ابی رباحؒ تک پہنچے تو میں بھی اس طرح اجتہاد کرتا ہوں جس طرح ان پہلوں نے اجتہاد کیا تھا۔

حضرت امام صاحب کے یہاں آثار صحیحہ عملاً پھیلے ہوئے ہونے پر زور دے رہے ہیں، اور یہی انکا نظریۂ حدیث تھا، حضرت علامہ عبدالوہاب الشعرانیؒ (۹۷۲ھ) لکھتے ہیں:۔

وقد كان الامام ابو حنيفةؒ يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم[2]

امام ابوحنیفہؒ حضور ﷺ سے نقل شدہ حدیث کو معمول بہ ٹھہرانے سے پہلے یہ ضروری ٹھہراتے تھے کہ اسے اس صحابیؓ سے ان جیسے نیک لوگوں کی ایک جماعت نے روایت کیا ہو۔

محقق ابن الہمام (۸۶۱ھ) کی حضرت امام صاحب کے اس اصل پر گہری نظر تھی، آپؒ تصریح کرتے ہیں کہ جب کوئی صحابیؓ اپنی روایت کردہ حدیث پر عمل نہ کرے اسکے خلاف فتوے دئے تو وہ روایت (خود حجت نہ رہے گی، کیونکہ اس کے ساتھ تواتر عمل ثابت نہیں ہوسکا، حضرت امام صاحب کا نظریہ بیشک نہایت سخت ہے، روایت کے ساتھ راوی کا عمل ساتھ ساتھ چلے، ایسے راوی تو صحیح بخاری، مسلم میں بھی بہت کم ملیں گے، حضرت امام صاحبؒ تواتر عمل کے اس حد تک قائل تھے کہ وہ اس کی تائید میں ان روایات وآثار سے مدد لیتے تھے، جو اپنی جگہ مرسل ہوں، مگر عملاً

[1] مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص۲۰۔ [2] المیزان الکبریٰ للشعرانی ج۱ ص۶۲۔

اتصال رکھتے ہوں، آپ کی املاء کردہ ''کتاب الآثار'' اور امام مالکؒ کے موطأ میں آپؒ اسی نظریہ کو جگہ جگہ کارفرما پائیں گے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

انه كان يذهب في ذٰلك الى موضعها علىٰ مااجتمع عليه من الاحاديث ومعاني القرآن فماشذ من ذالك رده وسمّاه شاذا.

موافقات الشاطبی ج۱،ص۲۹۱۔

امام صاحبؒ ایسے موقع پر اس روایت کو اس موضوع کی دوسری احادیث اور قرآنی مطالب سے ملا کر دیکھتے جو روایت اس مجموعی موقف سے علیحدہ رہتی آپؒ اسے (عمل میں) قبول نہ کرتے، اور اس کا نام شاذ رکھتے۔

حضرت امام صاحبؒ کے نظریہ حدیث میں یہ اصول بھی کارفرما ہے کہ آثار صحابہؓ اور ضعیف حدیث کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے، ان کے یہاں آثار صحابہؓ اور ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور قیاس سے کام نہ لینا چاہئے، اپنی رائے پر ضعیف حدیث اور آثار صحابہ کو ترجیح دینی چاہئے، یہ صرف حضرت امام صاحبؒ کی ہی رائے نہ تھی، کل فقہائے عراق اسی نظریہ کے تھے، علامہ ابن حزمؒ نے اس پر فقہاء عراق کا اجماع نقل کیا ہے۔

نوٹ:۔ضعیف حدیث سے یہاں وہ حدیث مراد نہیں جس کا ضعف انتہائی شدید قسم کا ہو یا وہ موضوع ہونے کے بالکل قریب جا چکی ہو۔

متکلمین کا جو طبقہ مسائل ذات وصفات میں تاویل کی راہ چلا حضرت امام صاحبؒ اس مسلک کے نہ تھے، اس باب میں آپ محدثین کی روش پر تھے، اور آیات صفات پر بلا تاویل ایمان رکھتے تھے۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) آپ کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:۔

الامام فقیہ العراق احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام ،احدار کان العلماء احدالائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب المتبوعۃ. (البدایۃ والنہایہ ج۱،ص ۱۰۷)

علامہ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) آپ کیلئے امام اعظم کا لقب اختیار کرتے ہیں، اور لکھتے ہیں:۔

کان اماماً ورعا عالماً عاملاً متعبدا کبیر الشان. (تذکرہ ج۱،ص ۱۵۸)

الامام اعظم فقیہ العراق، حضرت امام متورع عالم عامل، متقی اور کبیر الشان تھے۔

امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ اعلم اہل الارض تھے[۱] یعنی کرۂ ارضی کے اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے، علم ان دنوں علم حدیث کو ہی کہا جاتا تھا۔

اور علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں، کہ ابوحنیفہؒ علم حدیث کے بڑے مجتہدین میں سے تھے[۲] اور لکھتے ہیں کہ فقہ میں آپؒ کا مقام اتنا بلند تھا کہ کوئی دوسرا ان کی نظیر نہ تھا، اور ان کے تمام ہمعصر علماء نے ان کی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے، خاص طور پر امام مالکؒ اور امام شافعی نے[۳]

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے حضور جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے بہتر رائے اور بات کسی سے نہیں دیکھی[۴]

کان یحییٰ القطان یفتی بقول ابی حنیفۃ ایضا[۵]

اسپر عبدالرحمٰن مبارکپوری نے نقد کیا ہے اور اشعار ہدی کی کراہت میں ترمذی نے کسی قطان کا قول نقل کیا ہے، اس کا جواب بھی آجانا چاہئے۔

یہ اس درجہ کے امام تھے کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں:۔

مارأیت بعینی مثل یحییٰ بن سعید القطان. تذکرہ ج۱،ص ۲۷۵)

میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔

---

[۱] مقدمہ اوجز المسالک، ص ۶۰۔ [۲] مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۴۵۔ [۳] مقدمہ، ص ۴۴۸۔
[۴] تہذیب التہذیب، ج۱، ص ۴۴۹۔ [۵] تذکرہ، ج۱، ص ۲۸۲۔

اس درجہ عظیم القدر محدث کا فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرنا اور ان کے قول پر فتوے دینا، اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ حدیث وفقہ میں کتنا اونچا مقام رکھتے تھے۔

عبداللہ بن داؤد علیہ الرحمہ کہتے ہیں:۔

جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے، تو (اس کے لئے) سفیانؒ ہیں، اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام ابوحنیفہؒ ہیں[1]

امام مسعر بن کدامؒ (۵۵ھ) کی جلالت قدر سے کون واقف نہیں، شعبہ کہتے ہیں ہم نے ان کا نام مصحف (قرآن) رکھا تھا، یحیٰ بن سعید القطانؒ کہتے ہیں میں نے حدیث میں ان سے زیادہ ثابت کسی کو نہیں پایا، محمد بن شبرؒ کہتے ہیں، میں نے ان سے دس کم ایک ہزار احادیث لکھیں، یہ مسعر بن کدامؒ حضرت امامؒ کے ہم سبق تھے، آپؒ کہتے ہیں:۔

طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا واخذنا فی الزهدفبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ماترون.[2]

میں نے اور ابوحنیفہؒ نے اکھٹی حدیث پڑھنی شروع کی، وہ ہم پر غالب رہے، علم حدیث میں ہم سب طلبہ سے بڑھ گئے، ہم زہد وسلوک میں پڑے تو اس میں بھی وہ کمال پر پہنچے اور ہم نے ان کے ساتھ فقہ پڑھنا شروع کیا تو اس میں بھی وہ اس مقام پر آپہنچے جو تم دیکھ رہے ہو۔

مسعر بن کدامؒ جیسے محدث کی یہ شہادت حضرت امام کے علم حدیث میں اسبق ہونے کی ایک کھلی دلیل ہے، کم از کم پانچ لاکھ احادیث بیک نظر آپکے سامنے ہوتی تھیں آپ نے اپنے بیٹے حماد کو جن پانچ حدیثوں پر عمل کرنے کی وصیت کی ان کے بارے میں فرمایا کہ میں نے یہ پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کی ہیں، وصیت لکھتے ہیں:۔

ان تعمل بخمسة احادیث خمسا من خمس مائة الف حدیث.[3]

ان پانچ احادیث کو خاص طور پر معمول بہ بنانا میں نے انہیں پانچ لاکھ احادیث سے چنا ہے۔

---

[1] سیر احناف، [2] مناقب ابی حنیفہ الہمذہبی، ص ۲۷۔ [3] وصیۃ الامام الاعلم لابنہ حماد، ص ۶۵۔

حضرت امام اعظمؒ کی تابعیت

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت جو عمر حضرت عبد اللہ بن عباس کی تھی، حضرت امام صاحبؒ تقریباً اسی عمر کے تھے، کہ حضور ﷺ کے کئی صحابہ کرامؓ موجود تھے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی (۸۷ھ) سہل بن سعد ساعدیؒ (۹۱ھ) حضرت انس بن مالکؒ (۹۳ھ) حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی (۹۶ھ) حضرت عامر بن واثلہ الاسقع (۱۰۲ھ) اس وقت زندہ تھے، حضرت عامرؓ کی وفات کے وقت حضرت امام صاحبؒ کی عمر ۲۲ رسال کی تھی، اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ تو رہتے ہی کوفہ میں تھے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

مولده سنة ثمانين راى انس بن مالكؓ غير مرة لماقدم عليهم الكوفة.
(تذکرہ ج ۱، ص ۱۵۸)

حضرت امام صاحبؒ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی آپؒ نے حضرت انس بن مالکؒ (۹۳ھ) کو جب وہ کوفہ گئے تو کئی دفعہ دیکھا۔

حضرت امام صاحبؒ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی آپؒ نے انس بن مالکؓ ۹۳ھ کو جب وہ کوفہ گئے تو کئی دفعہ دیکھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضور ﷺ سے گیارہ برس کی عمر میں روایت لے سکتے ہیں، تو حضرت امام صاحبؒ حضرت انسؓ سے حدیث کیوں نہ سن سکتے تھے، یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی، کہ آپؒ نے حضرت انسؓ کی بارہا زیارت کی ہو، اور ان سے احادیث نہ سنی ہوں، نہ حضرت انسؓ کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی مجالس میں احادیث نہ پڑھتے ہوں، یہ علیحدہ بات ہے کہ امام صاحبؒ نے انہیں روایت نہ کیا ہو۔

اہل کوفہ کی ایک منفرد عادت

اہل کوفہ حدیث کے بارے میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہوئے ہیں، خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

ان اهل الكوفة لم يكن الواحد منهم يسمع الحديث الابعد استكماله عشرين سنة. (الکفایہ ص:۵۴)

اہل کوفہ میں سے کوئی بیس سال کی عمر سے پہلے حدیث کا سماع نہ کرتا تھا۔

اس صورت حال میں بہت ممکن ہے کہ آپؒ نے ان سے احادیث سنی تو ہوں لیکن بیس سال سے کم ہونے کے باعث انہیں آگے عام روایت نہ کیا ہو، دارقطنی کا یہ کہنا کہ آپؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تو ضرور ہے، لیکن ان سے احادیث نہیں سنیں، اس معنیٰ پر محمول ہوگا کہ بیس سال سے کم عمر کے سماع کو اہل کوفہ سماع شمار نہ کرتے تھے، اور جہاں کہیں حضرت امام صاحبؒ نے ان سے روایت کردی وہ محض تبرک کے طور پر ہوگی، اور عام عادت سے ایک استثنا ہوگا، حافظ بدرالدین عینیؒ اور ملا علی قاریؒ نے حضرت امام صاحبؒ کا صحابہؓ سے روایت لینا تسلیم کیا ہے۔

یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں، کہ حضرت امام صاحبؒ نے حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے بھی حدیث سنی ہے اور وہ براہِ راست حضور ﷺ سے اپنا سماع پیش کرتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

انا ابا حنيفة صاحب الراى سمع عائشه بنت عجرد وتقول سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلم۔ (لسان المیزان ج۵)

الحاصل حضرت امام صاحبؒ تابعین میں سے تھے، اور یہ وہ فضیلت ہے جو ائمہ اربعہؒ میں سے اور کسی کو حاصل نہیں ہے، ملا علی قاریؒ نے سند الانام پر حضرت امام صاحبؒ کی عائشہ بنت عجردؒ سے روایت نقل کی ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کی ثقاہت

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

قال محمدبن سعد العوفی قال سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لایحدث بالحدیث الابما یحفظه و لایحدث بمالایحفظ.

محمد بن سعد عوفی نے یحییٰ بن معینؒ سے سنا وہ کہتے تھے ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں، وہی حدیث روایت فرماتے جو آپؒ کو یاد ہوتی اور جو یاد نہ رہتی اُسے بیان نہ کرتے تھے۔

جن لوگوں نے حضرت امام صاحبؒ کی اس ثقاہت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے، ان کے پاس سوائے تعصب اور دشمنی کے اور کوئی وجہ جرح نہیں ملتی، یہ یحییٰ بن معینؒ کون ہیں، اور کس درجے کے ہیں؟ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں، علم رجال میں یہ ہم میں سب سے آگے ہیں، اب ان کی توثیق کے مقابلے میں بھلا کس کی بات سنی جاسکتی ہے، آپؒ سے اگر روایت کم ہیں تو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ آپؒ کی شروط روایت بہت سخت تھیں۔

خطیب بغدادی یحییٰ بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث نقل کرنے کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ سننے کے بعد سے اُسے برابر یاد رہنی چاہئے، اگر یاد نہ رہے تو اس کی روایت کرنا آپؒ کے نزدیک درست نہ تھا۔

حضرت امام صاحبؒ کے اقران

جولوگ حضرت امام صاحبؒ کو اپنے وقت کے دیگر اہل علم سے جدا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت امام قرون وسطیٰ تک صحابہ وتابعینؒ کے علم کے اسی طرح وارث شمار ہوتے رہے ہیں، جسطرح حضرت سفیان الثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہم من جبال اہل العلم اور آپ کا علم اسی درجہ میں سند سمجھا جاتا رہا ہے، جس طرح ان حضرات کا، حافظ شمس الدین الذہبیؒ (۷۴۸ھ) ایک جگہ علم منطق جدل اور حکمت یونان پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لم تكن والله من علم الصحابة والتابعين ولامن علم الاوزاعيؒ والثوريؒ، ومالكؒ، وابي حنيفةؒ، وابن ذئبؒ، وشعبة ولا والله عرفها ابن المبارك ولا ابو يوسفؒ ولا وكيعؒ ولا ابن المهديؒ ولا ابن وهب ولا الشافعيؒ ولا عفان ولا ابو عبيد ولا ابن المديني واحمد وابو ثور المزني والبخاري ولا اثرم ومسلم والنسائي، وابن خزيمه وابن شريح وابن المنذر وامثالهم بل كانت علومهم القرآن والحديث والحديث والفقه والنحو وشبه ذالك۔[1]

یہ علم بخدا صحابہ وتابعین کے علوم میں سے نہیں نہ یہ اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ ابن ابی ذئبؒ اور امام شعبہ کے علوم میں سے ہیں، بخدا انہیں نہ عبداللہ بن مبارکؒ نے جانا نہ امام ابویوسفؒ نے نہ امام وکیعؒ نے نہ عبدالرحمٰن بن المہدیؒ نے نہ ابن وہبؒ نے اور نہ امام شافعیؒ نے الخ

[1] تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۱۹۲۔

کچھ انصاف کیجئے، اور دیکھئے کہ امت اسلامیہ نے جن جبال علم کو جنم دیا اور جن کے علم وفن پر یہ امت اب تک نازاں ہے، کیا ان میں بلا کسی استثناء امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے، ان حضرات نے اگر حدیث کم روایت کی ہے تو اسکی وجہ یہ تھی صالحین اولین کا ایک طبقہ یہ مسلک رکھتا تھا کہ زیادہ حدیث روایت نہ کی جائے، علامہ شعبیؒ فرماتے ہیں:۔

کرہ الصالحون الاولون الاکثار من الحدیث.[1]

علامہ ذہبیؒ مذکورہ بالا عبارت میں امام ابوحنیفہؒ کو کن ائمہ علم کے ساتھ برابر کا شریک کیا ہے، سفیان الثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے ساتھ اور یہ وہ حضرات ہیں کہ اگر کسی بات پر متفق ہو جائیں، تو اسکا سنت ہونا ثابت ہونا از خود ثابت ہو جاتا ہے گو اس کی سنّیت پر کوئی نص موجود نہ ہو۔

اسحٰق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔

اذا جتمع الثوری ومالک والاوزاعی علی امر فھو سنة وان لم یکن فیه نص (تذکرہ، ص ۱۹۵)

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ حضرت امام صاحبؒ کس درجہ کے ائمہ علم کے ساتھ برابر کی نسبت رکھتے تھے اور یہ کہ آپ کے اقران میں کون کون سے جبال علم تھے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص ۷۷۔

محدثین میں اہل الرائے

ائمہ حدیث میں اہل الرائے صرف وہی حضرات ہوئے جو مجتہد کے درجہ تک پہنچے تھے، نص صریح نہ ہونیکی صورت میں کسی مسئلہ میں رائے دینا کوئی معمولی کام نہ تھا، ابن قتیبہؒ نے معارف میں اصحاب الرائے کا عنوان قائم کرکے ان میں سفیان الثوریؒ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کو بھی ذکر کیا ہے، سو اگر کسی نے امام ابوحنیفہؒ کو اہل الرائے میں لکھ دیا تو یہ ان کے مجتہدانہ مقام کا ایک علمی اعتراف ہے، محدث ہونیکا انکار نہیں پھر صرف حنفیہ کرام میں ہی اہل الرائے نہیں حافظ محمد بن الحارث الخشنی نے قضاۃ قرطبہ میں مالکیہ کو بھی اصحاب الرائے میں ذکر کیا ہے علامہ سلیمان بن عبدالقوی الطّوفی الحنبلیؒ نے اصول حنابلہ پر مختصر الروضہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں ہے:۔

اعلم ان اصحاب الرأی بحسب الاضافة هم كل من تصرف فی الاحكام بالرأی فيتناول جميع علماء الاسلام كان لان واحدا من المجتهدين لايستغنی فی اجتهاده عن نظرورأئ ولوبتحقيق المناط وتنقيحه الذی لانزاع فيه.

جان لو کہ اصحاب الرائے باعتبار اضافت تمام وہ علماء ہیں جو احکام میں فکر کو راہ دیتے ہیں، سو یہ لفظ تمام علماء کو شامل ہوگیا، کیونکہ مجتہدین میں سے کوئی بھی اپنے اجتہاد میں نظر ورائے سے مستثنیٰ نہیں گو وہ تحقیق مناط سے ہو اور اس کی تنقیح سے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تدوین فقہ کے کام کوانجام دینے کے باعث حضرت امام صاحبؒ نے حدیث کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا، لیکن فقہی مباحث کے ضمن میں بہت سی احادیث آپ نے اپنے تلامذہ کے سامنے روایت کیں، آپؒ کی جو روایات آپ سے آگے آپ کے تلامذہ میں چلتی رہیں، انہیں حصنفکیؒ نے جمع کیا ہے، پھر ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی نے تمام مسانید کو ۶۶۵ھ میں یکجا جمع کیا، اسی مجموعہ کو مسندِ امام اعظمؒ کہا جاتا ہے، اس کے لائق اعتماد ہونے کے لئے موسیٰ بن زکریا الحصفکیؒ کی ثقہ شخصیت کے علاوہ یہ بات بھی لائق غور ہے کہ عمدۃ المحدثین ملا علی قاریؒ جیسے اکابر نے اس مسند امام کی شرح لکھی ہے جو ''سندالانام'' کے نام سے معروف ہے، اور علماء میں بے حد مقبول ہے امام وکیعؒ ابن الجراح کی علمی منزلت اور فن حدیث میں مرکزی حیثیت اہل علم سے مخفی نہیں ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم آپ کی مرویات سے بھری پڑی ہیں، علم حدیث کے ایسے بالغ نظر علماء کا امام ابوحنیفہؒ سے حدیث سننا اور پھر ان کے اس قدر گرویدہ ہوجانا کہ انہی کے قول پر فتوے دینا حضرت امام کی علمی منزلت کی ناقابل انکار تاریخی شہادت ہے، حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں:۔

وکان (وکیع) یفتی برأی ابی حنیفة وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیرا۔[۱]

حضرت وکیع حضرت امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے مطابق فتوے دیتے تھے، اور آپ کی روایت کردہ تمام احادیث یاد رکھتے تھے، اور انہوں نے آپ سے بہت سی احادیث سنی تھیں۔

---

[۱] کتاب الانتقاء ج ۲، ص ۱۵۰ جامع العلم ج ۲، ص ۱۴۹۔

حافظ شمس الدین الذہبیؒ (۷۴۸ھ) بھی وکیع کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

قال یحی مارأیت افضل منه یقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفة۔[۱]

وکیع جیسے حافظ الحدیث اور عظیم محدث کا آپ کی تقلید کرنا، اور فقہ حنفی پر فتوے دینا حضرت امام صاحبؒ کے مقام حدیث کی ایک کھلی شہادت ہے، پھر چند نہیں آپ نے ان سے کثیر احادیث سنیں۔

علم حدیث اور علم فقہ کے علاوہ آپ کی کلام پر بھی گہری نظر تھی، عراق کے کوفی اور بصری، اعتقادی فتنوں نے حضرت امام صاحبؒ کو اس طرف بھی متوجہ کر دیا تھا، آپ نے محدثین کے مسلک پر رہتے ہوئے، ان الحادی تحریکات کا خوب مقابلہ کیا، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:۔

علم عقائد اور علم کلام میں لوگ امام ابوحنیفہؒ کے عیال اور خوشہ چیں ہیں۔[۲]

حضرت علاّمہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

والامام ابوحنیفة انما قلت روایته لماشددفی الروایة والتحمل.
(مقدمه ابن خلدون)

اور امام ابوحنیفہؒ کی روایت قلیل اس لئے ہیں، کہ آپ نے روایت اور تحمل روایت کی شرطوں میں سختی کی ہے۔

بایں ہمہ آپ کثیر الروایۃ تھے، امام وکیعؒ نے آپ سے کثیر احادیث سنی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ السلام کے بارے میں حضرت فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بعض ارشادات نقل کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہو:۔

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۲۸۲۔ [۲] بغدادی ج۱۳، ص۱۶۱

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں

حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ
کے بعض ارشادات ملاحظہ فرمائیں:-

امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مباحثہ

امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی امام ابوحنیفہؒ کی، انہوں نے پوچھا کیا آپ ہی ابوحنیفہؒ ہیں؟ فرمایا جی ہاں! کہا میں نے سنا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو مجھے انکار نہیں، انہوں نے سمجھا کہ ابوحنیفہؒ بے چارہ غریب آدمی ہے، احادیث ان کے پاس نہیں پہنچی، فرمایا کہ اچھا میں ایک حدیث پیش کئے دیتا ہوں، امام اوزاعیؒ نے حدیث پیش کی، **حدثنی زهری عن سالم عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یرفع یدیه حین یرکع وحین یرفع راسهٗ من الرکوع**[1] اب تو رفع یدین کرینگے آپ؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر ایک ہی روایت پر دار و مدار ہو تو میں بھی روایت پیش کروں گا، **حدثنی حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمة عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم کان یرفع یدیه حین یکبر ثم لایرفع.** یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد ساری نماز میں نہیں کرتے تھے، اس پر امام اوزاعیؒ خفا ہو گئے کہ آپ حدیث جانتے ہیں؟ میں تو حدیث پیش کر رہا ہوں زُہری کی، سالم کی، عبداللہ بن عمرؓ کی، سب جلیل القدر راوی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) زہری، سالم، عبداللہ بن عمرؓ ہیں، ان میں سے کسی پر کسی روایت میں کوئی جرح وقدح نہیں کی جاسکتی، اور آپ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ

---

[1] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین فرماتے تھے جب رکوع فرماتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے ۱۲۔

وغیرہ پیش کرتے ہیں، پھر دیکھئے میری حدیث میں تین ہی راوی کے واسطے ہیں حضور ﷺ تک اور آپ کی حدیث میں چار راوی ہیں، تب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں، تو سند کے اعتبار سے بھی میری حدیث ارفع ہے تمہاری حدیث سے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تین اور چار کی بحث تو بچوں کے لئے چھوڑ دو، وہ ایک اکائی دو اکائی گنتے رہیں گے، راویوں کا راویوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لو، بتائے آپ کے استاذ زُہری افقہ ہیں یا میرے استاذ میرے راوی حماد افقہ ہیں، حدیث کا شغل اور حدیث کا حلقہ تو زہری کا بڑھا ہوا ہے، سب دنیا جانتی ہے لیکن جہاں تک حدیث کی بات کی تہ تک پہنچ کر مسئلہ کے نکالنے اور استنباط کرنیکا تعلق ہے فقہ کا تعلق ہے اس میں حماد ہی افقہ ہیں۔

امام صاحبؒ نے کہا کہ آپ کے راوی سالمؒ ہیں اور میرے راوی ابراہیم نخعیؒ ہیں، بتایئے سالم افقہ ہیں یا ابراہیم نخعیؒ؟ انہوں جواب دیا کہ حدیث جاننے میں تو سالم افقہ ہیں لیکن جہاں تک حدیث سے مسائل کے استنباط وفقہ کا تعلق ہے اس میں ابراہیم نخعیؒ ہی بڑے ہیں، اور ابراہیم نخعیؒ کا حال یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بھی ان سے مسئلہ اور فتویٰ دریافت کیا جاتا تھا، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد تمہارے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں اور میرے راوی حضرت علقمہؒ ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی ہیں اگر ان کو صحابی ہونیکا شرف حاصل نہ ہوتا تو میں کہدیتا کہ علقمہؒ ان سے زیادہ افقہ ہیں، امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو صحیح ہے، پھر فرمایا امام صاحب نے کہ چوتھے راوی میرے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ابن مسعودؓ تو ابن مسعودؓ ہی ہیں آپ جانتے ہیں انہوں نے کہا بے شک اور بات مان لی۔

کیا امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟

س:۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی۔

ج:۔ یہ بات کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی، علامہ ابن خلدون کے مقدمۂ تاریخ سے پھیلی ہے ایک غیر مقلد سے میری خط وکتابت دو برس تک رہی وہ حوالہ دیتے تھے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، اور کچھ یاد نہیں تھا، امام ابوحنیفہؒ امام ضرور تھے مگر حدیث میں صفر تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ ذرا مہربانی کر کے یہ بتایئے کہ وہ کس فن کے امام تھے؟

بتایا کہ وہ فقہ کے امام تھے، میں نے کہا ماشاء اللہ فقہ کا امام وہ ہوگا جو اصول فقہ کا ماہر ہو اور اصول فقہ چار ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اجماع، قیاس، امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کا امام ماننا پھر یہ کہنا کہ حدیث میں صفر تھے خود فقہ سے عدم واقفیت کی بناء پر ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ فقہ کس کو کہتے ہیں؟ پھر وہ فقہ کے امام کس بناء پر تھے، یہ بیان کریں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، میں نے کہا کتاب دیکھئے ابن خلدون، اصل عربی میں ہے، اور اردو میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، اس کو دیکھ لینا میں اس کا جواب نہیں دوں گا، وہ کتاب کیا دیکھتے کہاں سے دیکھتے؟ ان کے پاس کتاب تھی ہی نہیں، میں نے کہا میں جواب نہیں دوں گا، خود کتاب دیکھئے آخر وہ اکتاتے ہوئے کہنے لگے آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ میں نے کہا کہ میں اس واسطے جواب نہیں دیتا کہ میں آپ کا احترام کرتا ہوں، اور اس میں کچھ ایسی بات ہے جو آپ کے احترام کے خلاف ہے، اس نے کہا کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں لکھا ہے کہ بعضے ہٹ دھرم

آدمی یوں کہتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف چند حدیثیں یاد تھیں[۱] تو اس قول کو انہوں نے مؤید نہیں کیا، اپنا قول نہیں کہا بلکہ بعض ہٹ دھرم آدمیوں کا قول اس کو بتایا تو کیا آپ ہٹ دھرم ہیں، جو میں کہدوں، بات وہی ہے، کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث کو اس طرح بیان کرنے کے عادی نہیں تھے، کہ یوں کہیں **حدثنا فلان عن فلان عن فلان عن فلان** بلکہ حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہوتا اسکو اصول بنا کر دستور بنا کر پیش کرنے کے عادی تھے، ان کے یہاں مجلس فقہ منعقد ہوتی تھی، چالیس تلامذہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے، ایک ایک مسئلہ پیش ہوتا تھا اس مسئلے پر سب اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے تھے، اور جس بات پر امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ تینوں حضرات متفق ہوجاتے تھے اس کو لکھدیا جاتا تھا وہ ظاہر الروایات کہلاتی ہے، چنانچہ جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، یہ سب اسی طرز کی لکھی ہوئی ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔

بخاری شریف میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہ ہونے کا جواب

کہتے ہیں بخاری شریف میں کوئی حدیث امام ابوحنیفہؒ کی سند سے نہیں آئی ہے تحقیقی جواب وہ ہے جس کو ہمارے اکابر نے بیان کیا کہ جن محدثین کے تلامذہ اتنی کثرت سے موجود تھے کہ وہ اپنے استاذ کی احادیث کو جمع رکھ سکتے ہیں، محفوظ کر سکتے ہیں، ان کی طرف امام بخاریؒ وغیرہ نے زیادہ التفات نہیں کیا، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ انہیں میں سے ہیں، ہاں جن ائمہ ومحدثین کے یہاں اتنے تلامذہ وطلباء موجود نہیں کہ جو انکی احادیث کو محفوظ رکھ سکیں،

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۰ رج ۲ رمطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

ان کی احادیث کو جمع کرنیکا اہتمام کیا تاکہ وہ ضائع نہ ہوجائیں، امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں ابھی گذرا کہ چالیس تو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ برابر انہوں نے اجتہاد کیا مسائل نکالے استنباط کیا اور فقہ کی جزئیات کو اکٹھا کرتے رہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے صحیحین کا خالی ہونا

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے خالی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ حدیث میں کمزور تھے، میں نے عرض کیا کہ امام شافعیؒ تو مشہور محدث ہیں صحیحین ان کی روایت سے کیوں خالی ہیں؟ نیز امام بخاریؒ کے استاذ امام احمد بن حنبلؒ ہیں مدت تک امام بخاریؒ ان کی خدمت میں رہے لیکن بخاری میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے، وہ بھی احمد بن الحسنؒ کے واسطے سے، باب کم غزی النبی ﷺ ج ۲ رص ۶۴۲ ر پر حدیث **شهران لاينقصان شهراعيد** الخ کے تحت ہے قال احمد بن حنبل" **ان نقص رمضان تم ذوالحجة وان نقص ذوالحجة تم رمضان**" معلوم ہوا کہ صحیحین کا امام صاحب کی روایت سے خالی ہونا ان کے حدیث میں کمزور ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی، ورنہ امام شافعیؒ وامام احمدؒ جیسے مشہور محدثین کو بھی ضعیف کہنا پڑے گا، اور آپ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

حدیث بیان کرنے کے مختلف طریقے

پھر ایک طریقہ حدیث بیان کرنے کا محدثین کا ہے **حدثنی فلان عن فلان عن فلان** اس طرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں، ایک طریقہ فقہاء کا ہے، خاص کر امام ابوحنیفہؒ کا، عامۃً اس طرح نہیں کرتے۔

حدثنی فلان عن فلان، بلکہ حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے، اس کو بصورت قانون بیان کرتے ہیں، کہ مسئلہ یہ ہے، جیسے کسی بزرگ کے متعلق جب آپ انکی خدمت میں ملاقات کیلئے جائیں ان کا کوئی خادم یہ کہے کہ مجھ سے فلاں شخص نے بیان کیا، ان سے فلاں شخص نے بیان کیا، اسوقت ملاقات نہیں ہوسکتی دوسرا خادم یہ کہتا ہے کہ بھئی یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے، ساری سند حذف کی مختصر کر کے بس یہی کہدیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی یہ بات بیان نہیں کی کہ مجھ سے فلاں نے بیان کیا اس سے فلاں نے بیان کیا، بس ضابطہ کلیہ بیان کردیا، یہی چیز فقہاء نے بیان کی یہ بھی حدیث ہے اسکے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "**ازالۃ الخفا**" میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کے دفتر کے دفتر بھرے ہوئے ہیں، اب وہ دفتر کے دفتر کہاں ہیں، معلوم نہیں ہوتا، ذراسی طلب اور تلاش کیجئے، آپ قدوری پڑھئے، جامع صغیر پڑھئے، اوران میں جو مسائل بھرے پڑے ہیں ان مسائل کو تلاش کر کے دیکھئے عامۃً وہ متون حدیث ہیں، مثلاً ایک متن ہے، **اذااستیقظ احدکم من منامہٖ فلایغمسن یدہٗ فی الاناء حتی یغسلھا ثلٰثاً فانہ لایدری این باتت یدہٗ**[1] اس کو نہیں کہیں گے کہ یہ حدیث ہے بلکہ ایک مسئلہ بیان کررہے ہیں، کہ سوکر اٹھو تو پہلے ہاتھ دھوؤ۔

---

[1] جب تم میں کوئی اپنی نیند سے بیدار ہوں تو اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھونے سے پہلے برتن میں داخل نہ کرے اسلئے کہ اسکو نہیں معلوم اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔۱۲

ایک قانون ہے خدا کا، اس میں راوی مذکور نہیں، راوی کے ذریعہ سے یہ حدیث مذکور نہیں بلکہ ایک چیز اصولِ کلی ہے۔

اسی طرح **اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام** (جب امام جمعہ کی نماز کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام ہے) تم خاموش ہو جاؤ، امام کے خطبہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، خطبہ سنو، یہ حدیث ہے زہری سے نقل کیا ہے فتح الباری نے۔

اسی طرح **لامھر اقل من عشرۃ دراھم**[1] فتح القدیر میں ہے ابن حجرؒ نے اس حدیث کو بیان کیا سند کے ساتھ اور فرمایا کہ یہ کم سے کم حسن ہے اس سے کم درجہ کی نہیں ہے، لیکن ہدایہ میں اس کو مسئلۂ متن بیان کر دیا گیا ہے، کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے، اسی طریقہ پر آپ تلاش کرینگے تو فقہ کی کتابوں میں آپ کو بہت سارے الفاظ وہی ملیں گے۔

البتہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث ہے۔

بلکہ مزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، حضور ﷺ کی احادیث کو پہچانا ان کو سمجھا اور سمجھ کر امام ابوحنیفہؒ نے کتابوں میں اس کو پیش کیا کہ یہ اصول ہے قانون ہے۔

---

[1] دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ۱۲۔

بخاری شریف میں بیس روایات کے سب راوی حنفی ہیں

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں ۲۲/حدیثیں ثلاثی ہیں ان میں سے بیس احادیث ایسی ہیں جن میں راوی سب حنفی ہیں، اور دو حدیثوں میں غیر حنفی ہیں اسی طرح امام بخاری کے استاذ امام احمد بن حنبلؒ ہیں، مگر پوری بخاری شریف میں صرف چار جگہ امام احمد ابن حنبلؒ کا نام ہے، حالانکہ امام احمد بہت بڑے محدث ہیں، امام بخاریؒ نے ان کا تذکرہ صرف چار جگہ کیا ہے۔ (جن کی تفصیل ملفوظات قسط سوم، ص ۱۱۰ پر آگئی ہے ملاحظہ کرلیا جائے، اور شور ہے کہ بخاری شریف امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے خالی ہے حالانکہ امام شافعیؒ کی بھی تو کوئی حدیث بخاری میں نہیں، ایک کتاب ہے علامہ حازمی کی ''شروط الائمہ الخمسہ'' اس پر حاشیہ ہے علامہ زاہد کوثری کا، وہ حاشیہ کتاب کے مقابلہ میں بہت عمدہ ہے، اور صرف اسی مسئلہ پر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی احادیث بخاری میں کیوں نہیں ہیں۔

حضرت امام اوزاعیؒ (۱۵۷ھ)

آپؒ محدث تھے اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، علامہ ذہبیؒ آپکو شیخ الاسلام اور الحافظ لکھتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ آپ اس قابل تھے کہ آپؒ کو خلیفہ وقت بنایا جائے[۱] امام ابوزرعہؒ (۲۸۱ھ) فرماتے ہیں، کہ امام اوزاعیؒ سے دین اور فقہ کا بڑا ذخیرہ منقول ہے، آپؒ اہل شام کے مرجع اور مفتی اعظم تھے، مدتوں اہل شام میں آپؒ کی پیروی جاری رہی، امام ابن مہدیؒ کا بیان ہے کہ حدیث کے مرکزی امام چار ہیں، جن میں امام اوزاعیؒ بھی شامل ہیں، اور فرمایا کہ ان سے بڑا سنت کا کوئی عالم نہ تھا[۲] امام ابواسحٰق فزاریؒ کا بیان ہے کہ اگر تمام امت کے لئے خلفیہ انتخاب کرنے کا مجھے اختیار دیا جائے تو میں امام اوزاعیؒ کا انتخاب کروں گا، اہل شام کے ساتھ اہل اندلس میں بھی، ایک عرصہ تک آپؒ کی تقلید جاری رہی[۳] ائمہ اربعہؒ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اسی جہت سے کہا کرتے تھے کہ آپؒ امام فی السنہ ہیں،[۴] امام فی الحدیث نہیں، اس سے مراد ان کے محدث ہونے کا انکار نہ تھا، مطلب یہ تھا کہ آپؒ سنت قائمہ میں منسلک ہوئے، اور امت کے ایک طبقہ میں آپؒ کی پیروی جاری ہوئی۔

حافظ ابن کثیر آپؒ کو امام الجلیل علامۃ الوقت اور فقیہ اہل شام لکھتے ہیں، امام عبیداللہ بن عبدالکریمؒ (۲۶۴ھ) نے فرمایا کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے بڑا عقلمند، پرہیزگار، عالم، فصیح باوقار، حلیم اور خاموش طبع کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔[۵]

---

۱ تذکرۃ الحفاظ۔ ۲ تہذیب التہذیب، ص ۲۳۹ ج ۶۔ ۳ تذکرہ ج ۱، ص ۱۹۸۔
۴ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۱۱۵ ۵ الاکمال، ص ۶۸۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۱ھ)

آپؒ کوفہ کے رہنے والے تھے کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی آمد کے باعث علم کا گہوارہ بنا ہوا تھا، گو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مسند نشین حضرت امام ابوحنیفہؒ ہوئے، مگر اس میں شک نہیں کہ اختلافِ ائمہ میں اہل کوفہ کے الفاظ ان کو بھی شامل سمجھے جاتے ہیں، صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں:۔

سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنة والاوزاعی امام فی السنة ولیس بامام فی الحدیث ومالک بن انسؓ امام فی جمیعها [۱]

آپؒ نے ایک مجموعہ حدیث بھی مرتب فرمایا تھا، جس کا نام جامع سفیان ثوری تھا، یہ مجموعہ آپؒ نے کوفہ میں تحریر کیا تھا، فتح الباری وغیرہ میں جامع سفیان الثوریؒ کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے۔[۲]

عن ثابت الزاهدقال کان اذااشکل علی الثوری مسئلة قال مایحسن جوابها الامن حسدناه ثم یسأل عن اصحابه ویقول ماقال فیه صاحبکم فیحفظ الجواب ثم یفتی به. [۳]

ثابت زاہدؒ جو کہ امام سفیان ثوریؒ کے تلامذہ اور امام بخاری اور امام ترمذیؒ کے اساتذہ میں ہیں، کہتے ہیں کہ جب امام سفیان ثوریؒ کو کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو فرماتے کہ اس کا جواب بہتر طور پر وہی دے سکتا ہے، جس پر ہم لوگ (یعنی تم لوگ) حسد کرتے ہیں، یعنی امام ابوحنیفہؒ پھر امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے پوچھتے کہ بتلاؤ تمہارے استاذ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں، اور پھر اس کو یاد رکھتے اور اسی کے مطابق فتوے دیتے تھے۔

---

[۱] الاکمال، ص ۶۲۸ [۲] دیکھئے فتح الباری کتاب الجہاد، ج ۶/ص ۵۳۔

[۳] کتاب المناقب للموفق ج ۱/ص ۲۶۸

اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حدیث کا عالم فقط وہی نہیں جسے کہ حدیث کے الفاظ یاد ہوں، بلکہ حدیث کا اصل عالم اور امام وہی ہے، جو حدیث کے معانی اور اس کے حقائق ودقائق کو بخوبی سمجھتا ہو، اور حدیث کی حفاظت وخدمت کا جذبہ رکھتا ہو، امام ابوحنیفہؒ حدیث کے اس قدر قائل تھے، کہ حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے "الحدیث الضعیف احب الی من رای الرجال" ان کا مشہور قول ہے کوفہ کے محدثین حدیث کے بغیر فقیہ بننا جرم سمجھتے تھے۔

وکان سفیان الثوری وابن عیینه وعبداللّٰه بن سنان یقولون لو کان احدنا قاضیاً لضربنابالجریدفقیها لایتعلم الحدیث ومحدثا لایتعلم الفقه. لواقح الانوار، ص۳۶

سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہؒ اور عبداللہ بن سنان کہا کرتے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی قاضی ہوجائے تو دو شخصوں کو ضرور کوڑے لگائیں ایک وہ کہ جو فقہ سیکھتا ہو اور حدیث کا علم حاصل نہ کرتا ہو، اور ایک وہ جو حدیث پڑھتا ہو اور فقہ حاصل نہ کرتا ہو۔ لواقح الانوار، ص۳۶۔

علامہ ذہبیؒ نے امام ثوریؒ کو الامام، شیخ الاسلام، سید الحفاظ اور الفقیہ لکھا ہے[1] امام شعبہؒ وابن معینؒ اور ایک کثیر تعداد جماعت کہتی ہے، کہ سفیانؒ فن حدیث میں امیر المؤمنین تھے، ابن مبارکؒ نے کہا کہ میں نے گیارہ سو شیوخ سے احادیث کی سماعت کی ہے، جن میں سفیان ثوریؒ سے افضل کسی کو نہ پایا، امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں، کہ اس سرزمین پر کوئی بھی ایسا نہیں رہا کہ جس پر تمام امت متفق ہو، ہاں مگر حضرت سفیان ثوریؒ ایسے ضرور تھے،[2] حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ احد ائمۃ الاسلام اور عابد ومقتدیٰ اور احد التابعین تھے،[3] علامہ خطیب لکھتے ہیں:۔

[1] تذکرہ ج۱، ص۱۹۰۔

[2] ایضاً۔ [3] البدایہ والنہایہ، ج۱۰، ص۱۳۴۔

کہ وہ ائمہ مسلمین میں سے تھے اور بڑے امام اور اعلام دین کے بہت بڑے عالم تھے، سب کا انکی امامت پر اتفاق ہے[۱] امام سیوطیؒ لکھتے ہیں آپؒ کے مقلد پانچویں صدی کے بعد تک پائے جاتے رہے ہیں۔[۲]

حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ)

حضرت امام مالکؒ امام دارالہجرۃ کے نام سے معروف ہیں، حدیث کی خدمت میں آپؒ نے حدیث کی مشہور کتاب موطأ تالیف کی، اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد بعد ستر علماء کے سامنے پیش کیا گیا، تو سب نے مواطات (موافقت) ظاہر کی، اسی لئے اس کا نام موطأ رکھا گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے قول کے مطابق موطأ میں سترہ سو کے قریب روایات ہیں، جن میں سے ۶۰۰ رمسند اور ۳۰۰، مرسل ہیں، بقایا فتاویٰ صحابہؓ اور اقوال تابعین ہیں، حضرت امام مالکؒ سے موطأ پڑھنے والے حضرت امام شافعیؒ اندلسی، یحیٰ اور امام محمدؒ کے اسماء سرفہرست ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ **اصح الکتاب بعد کتاب اللہ المؤطا** ہے مگر یہ بات اس وقت کی ہے جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم تالیف نہ ہوئی تھیں محدث نے الفاظ حدیث کی خدمت کی تو اس کا نام حافظ حدیث ہوا اور مجتہد نے معانی حدیث کی خدمت کی تو اس کا لقب عالم حدیث اور فقیہ ہوا، امام مالکؒ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں خصوصیات ودیعت فرمائی تھیں، کہ احادیث کا ذخیرہ بھی جمع کیا اور فقہ کے بھی امام ٹھہرے۔

---

[۱] بغداد، ج ۹، ص ۱۵۲۔ [۲] تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۱۴۔

اخرج ابن حاتم من طريق مالک بن انسؓ عن ربيعة قال ان اللّٰه تبارک وتعالیٰ انزل اليكم الكتاب مفصلا وترک فيه موضعا للسنة وسن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم وترک فيها موضعا للرأى.[1]

امام مالکؒ امام ربیعہؒ سے نقل کرتے ہیں، کہ ربیعہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مفصل کتاب نازل فرمائی، اوراس میں حدیث کیلئے جگہ چھوڑی اور آنحضرت ﷺ نے بہت سی باتیں حدیث میں بیان فرمائیں، اورقیاس کے لئے جگہ رکھی۔

الفاظ مقصود بالذات نہیں، مقصود اطاعت اوراتباع شریعت ہے، اور یہ مقصد معانی کے سمجھنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، مقصود بالذات معنی ہیں، الفاظ نہیں، الفاظ مقصود بالغرض ہیں۔

امام مالکؒ تبع تابعینؒ کے طبقہ میں تھے، آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد نوسو تھی جن میں تین سو تابعینؒ اور چھ سو تبع تابعینؒ تھے،[2] امام شافعیؒ کا فرمان ہے، کہ آپؒ کو اگر حدیث کے ایک ٹکڑے پر بھی شک پڑ جاتا تو پوری کی پوری ترک کردیتے تھے، محدثین کے نزدیک اصح الاسانید میں بحث ہے، مشہور ہے کہ جس کے راوی مالکؒ نافعؒ سے اور نافعؒ ابن عمرؓ سے ہوں وہ اسناد سب سے صحیح ہے،[3] لیث ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ اور امام محمدؒ جیسے مشاہیر امت آپؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور ابن وہبؒ فرماتے ہیں، کہ میں نے مدینہ میں منادی سنی کہ مدینہ میں ایک مالک بن انسؒ اور ابن ابی ذئبؒ کے سوا کوئی فتویٰ نہ دیا کرے،[4] امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، کہ میں نے اسحٰق بن ابراہیمؒ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام مالکؒ امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ کسی مسئلہ پر متفق ہوجائیں، تو وہی مسئلہ حق اور سنت ہوگا، اگرچہ اس میں نص نہ موجود

---

[1] درمنثور للسیوطی۔ [2] تہذیب الاسماء للنووی۔
[3] ترجمان السنہ ج۱، ص۲۴۲۔ [4] مشاہیر امت، ص۲۹، از قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ۔

ہوئے[۱] ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ثقہ، مامون، ثبت، متورع، فقیہ عالم، اور حجت ہیں[۲] علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ الامام الحافظ فقیہ الامت شیخ الاسلام اور امام دارالہجرت تھے،[۳] آپؒ کا مسلک زیادہ تر اُندلس ومغرب پہنچا،[۴] افریقی ممالک خصوصاً مغربی افریقہ میں زیادہ تر انہی کے مقلد ہیں، بس جلالت علم کے باوجود وہ امام ابوحنیفہؒ کے معتقد تھے، **نظر مالک فی کتب ابی حنیفةؒ وانتفاعه بها کما رواہ الدراوردی** وغیرہ،[۵] سو یہ حقیقت ہے کہ امام مالکؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو دیکھنا اور ان سے نفع حاصل کرنا ثابت ہے۔

---

۱ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۱۹۵،

۲ تہذیب التہذیب، ج۱۰۔

۳ تذکرہ، ج۱، ص۱۹۳،

۴ بستان المحدثین، ص۲۶۔

۵ انتقاء، ص۱۴۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۲ھ)

الامام القاضی یعقوب ابو یوسفؒ کوفہ میں پیدا ہوئے، حدیث کے بہت بڑے عالم اور امام تھے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور یحیٰ بن معینؒ آپؒ کے تلامذہ میں سے تھے، آپ اپنے دور قضا میں ہر روز دو دو سو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے، ابن خلکانؒ کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہیں قاضی القضاۃ کا لقب دیا گیا، آپؒ امام ابو حنیفہؒ کے معروف تلامذہ میں سے تھے سترہ سال آپؒ کے ساتھ رہے، سب سے پہلے اصولِ فقہ آپؒ نے ہی مرتب کئے۔

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

ولم یختلف یحیٰ بن معین واحمد بن حنبل وعلی ابن المدینی فی ثقته فی النقل[1]

نقل کے بارے میں یحیٰ بن معینؒ اور احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینی کو آپؒ کی ثقاہت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

امام ابن عبد البرؒ امام طبریؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ فقیہ عالم اور حافظ تھے، پچاس ساٹھ تک احادیث وہ ایک ہی مجلس میں یاد کرایا کرتے تھے،

---

[1] ترجمان السنہ ج۱، ص۲۵۰۔

اور وہ کثیر الحدیث تھے۔[۱] علامہ ذہبیؒ کا کہنا ہے کہ ابو یوسفؒ حسن الحدیث ہیں،[۲] امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حدیث کا شوق پیدا ہوا تو سب سے پہلے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوا،[۳] اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کس درجہ کے محدث تھے، علامہ عبد القادرؒ (۶۹۶ھ) کہتے ہیں کہ مشرق و مغرب تک کی قضا ان کے سپرد تھی،[۴] امام نسائیؒ آپ کو ثقہ لکھتے ہیں، امام بیہقیؒ نے بھی آپ کو ثقہ فرمایا ہے،[۵] امام مزنیؒ کا بیان ہے کہ فقہاء اور اصحاب الرائے میں ابو یوسفؒ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنیوالے تھے،[۶] امام ابن معینؒ آپؒ کو صاحب حدیث اور صاحب سنت کہتے ہیں،[۷] اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اصحاب الرائے میں آپؒ سب سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے تھے، اور اثبت فی الحدیث تھے، علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کو الامام العلامہ اور افقہ العراقین لکھا ہے،[۸] امام ابن قتیبہؒ (۲۷۶ھ) بھی آپؒ کو صاحب سنت اور حافظ لکھتے ہیں،[۹] ہلال بن یحییٰؒ نے فرمایا کہ تفسیر و مغازی اور تاریخ عرب کے حافظ تھے، اور فقہ تو آپؒ کے علوم کا ادنیٰ جزء تھا، آپؒ نے اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، سلیمان تیمی، ابو اسحاق شیبانیؒ، یحییٰ بن سعید الانصاری سے بھی احادیث روایت کیں، آپؒ نے مختلف علوم میں تصانیف کیں، ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی مفصل فہرست لکھی ہے، کتاب الخراج آپؒ کی مشہور تصنیف ہے، جو خلیفہ ہارون الرشید کے نام آپؒ کی چند تحریروں کا مجموعہ ہے،[۱۰] آپ کا ارشاد ہے:۔

"وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی".[۱۱]

---

[۱] انتقاء، ص ۱۷۲۔ [۲] تلخیص المستدرک ج ۱، ص ۲۷۷۔ [۳] بغدادی، ج ۴، ص ۲۵۵۔ [۴] الجواہر المنیفہ ج ۲ر ص ۲۶۱ [۵] کتاب الضعفاء الصغیر ص ۸۲۔ [۶] البدایہ والنہایہ، ص ۱۸۰، ج ۱۰۔
[۷] تذکرہ، ج ۱، ص ۲۷۰۔ [۸] معارف ابن قتیبہ، ص ۱۷۱۔ [۹] ترجمان السنہ ج ۱، ص ۲۴۹۔
[۱۰] سیرت النعمان، ص ۱۷۱-۱۷۲۔ [۱۱] مقدمہ اعلاء السنن، ص ۲۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹ھ)

آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے نہایت قابل اعتماد شاگرد تھے، بلکہ یوں کہئے کہ حضرت امام صاحبؒ کے علوم زیادہ تر آپؒ ہی کے ذریعہ پھیلے، آپ نے حضرت امام صاحبؒ کی وفات کے بعد مزید تکمیل امام ابو یوسفؒ سے کی اور اس کے بعد امام مالکؒ سے بھی موطأ سنا، مگر جو عقیدت حضرت امام صاحبؒ سے ہو چکی تھی، اس کے نقوش کسی دائرہ علم میں مٹ نہ سکے، ابوعبیدہؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے بڑھ کر قرآن کا عالم اور کوئی نہیں دیکھا مشہور ہے کہ آپؒ نے علوم دینیہ میں ۹۹۰ رکتب تصنیف کیں[۱] امام شافعیؒ بھی آپؒ کے تلامذہ میں سے تھے، حدیث کی مشہور کتاب، موطأ امام محمدؒ، آپؒ ہی کے نام سے معنون ہے اسکی محدثِ کبیر ملا علی قاریؒ نے مبسوط شرح لکھی ہے حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے التعلیق الممجد کے نام سے اس پر ایک مبسوط حاشیہ لکھا ہے[۲] موطأ امام مالکؒ اور موطأ امام محمدؒ ہر دو کتب آج بھی دینی مدارس میں دورہ حدیث میں پڑھائی جاتی ہیں، امام شافعیؒ کا قول مشہور ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے بقدر ایک اونٹ کی کتابوں کے علم حاصل کیا[۳] امام بخاریؒ کے استاذ یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر خود امام محمدؒ سے لے کر لکھی ہے، جو ان کی مشہور تصنیف ہے، امام حربیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ آپؒ یہ

---

[۱] الفوائد البہیہ وترجمان السنہ، ج ۱، ص ۲۵۱۔

[۲] بستان المحدثین، ص ۳۹

[۳] تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۸۱۔

مسائل دقیقہ کہاں سے بیان فرماتے ہیں، تو کہا کہ امام محمدؒ کی کتب سے،[۱] امام محمدؒ نے مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ، مالک ابن دینارؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ حضرات سے بھی احادیث روایت کیں، امام محمدؒ کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہے، مگر وہ تفسیر، حدیث اور ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے ہیں، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے تیس ہزار ترکہ میں چھوڑے تھے، پندرہ ہزار میں نے نحو، شعر اور ادب پر خرچ کئے، اور پندرہ ہزار فقہ وحدیث کی تعلیم پر صرف کئے،[۲] امام دارقطنیؒ (۳۸۵ھ) آپؒ کو ثقات اور حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے،:۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بیس عدد ثقات اور حفاظ حدیث نے بیان کی ہے، جن میں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ، یحیٰ بن سعید القطانؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور ابن وہبؒ وغیرہ شامل ہیں۔[۳]

---

۱ تہذیب الاسماء

۲ بغدادی، ص ۱۷۳، ج ۲، ص ۱۷۳۔

۳ نصب الرایہ، ج ۱ ص ۴۰۹۔

حضرت امام شافعیؒ (۲۰۴ھ)

امام محمدؒ بن ادریس الشافعیؒ کی پرورش انتہائی نامساعد حالات اور تنگدستی میں ہوئی، بسا اوقات آپؒ کو علمی یادداشتوں کو تحریر کرنے کے لئے کاغذ بھی میسر نہ آتا تھا، آپؒ جانوروں کی ہڈیوں پر بھی لکھ لیتے تھے، تیرہ سال کی عمر میں امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچے موطأ حفظ کر چکے تھے، دوسرے سال عراق چلے گئے، آپؒ کو پندرہ سال کی عمر میں آپؒ کے شیخ مسلم بن خالدؒ نے فتوے نویسی کی اجازت دیدی تھی، علم حدیث وفقہ اور تفسیر وادب میں کمال حاصل کیا، امام نوویؒ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے فرمانے پر آپؒ نے اصولِ فقہ پر ''الرسالہ'' تحریر کیا، آپؒ کو اصول فقہ کا موسس کہا جاتا ہے، فقہ میں آپؒ صرف صحیح احادیث کو لیتے اور ضعیف کو ترک کر دیتے، آپؒ کی تصنیف کتاب الام اور الرسالہ آج بھی دستیاب ہیں

وقال الزعفرانی کان اصحاب الحدیث رقوداً حتیٰ ایقظهم الشافعی وقال ربیع بن سلیمان کان اصحاب الحدیث لایعرفون تفسیر الحدیث حتی جاء الشافعیؒ۔[1]

زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث محو خواب تھے، امام شافعیؒ نے آکر انہیں بیدار کیا (یعنی معانی اور فقہ کی طرف متوجہ کیا) ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ اصحابِ حدیث تفسیر اور شرح سے واقف نہ تھے، امام شافعیؒ نے آکر حدیث کے معانی سمجھائے۔

---

[1] توالی التاسیس لحافظ ابن حجرؒ، ص ۵۹،

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

الامام العلم، حبر الامت وناصر السنۃ[۱]۔ اونچے درجے کے امام امت کے عالم اور سنت کے مددگار تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو میں حدیث کے ناسخ ومنسوخ کو ہرگز نہ پہنچتا، ان کی مجلس میں بیٹھنے سے مجھ کو یہ سب کچھ حاصل ہوا[۲] علماء کا آپؒ کی ثقاہت وعبادت اور نزاہت وامانت اور زہد وورع پر اتفاق ہے، حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ جب بغداد تشریف لائے، تو امام احمد بن حنبلؒ نے اس حلقۂ درس کو چھوڑ دیا، جس میں یحیٰ بن معین اور ان کے معاصرین شریک ہوتے تھے، اور امام شافعیؒ کی صحبت اختیار کی، حتی کہ امام شافعیؒ کہیں جاتے تو امام احمدؒ ان کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتے، یحیٰ بن معینؒ کو یہ ناگوار گزرا اور کہہ بھیجا کہ یہ طریقہ ترک کردیں، امام احمد بن حنبلؒ نے کہلا بھیجا کہ اگر فقہ (مفہوم حدیث) سمجھنا چاہتے ہو تو امام شافعیؒ کی سواری کی دُم پکڑ کر چلو، آپؒ کے خادم بنو[۳] آپؒ فقہ وحدیث کے امام اور جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھے، بقول حمیدیؒ آپ ایک مرتبہ صنعاء سے تشریف لائے، خیمہ مکہ سے باہر لگا ہوا تھا، اور آپؒ کے پاس دس ہزار دینار تھے، لوگ آپؒ کی ملاقات کیلئے آتے تھے، تو آپؒ ان میں تقسیم فرماتے، یہاں تک کہ دس ہزار دینار اسی جگہ تقسیم کردیئے۔[۴]

---

۱ تذکرہ، ج۱، ص۳۰۹۔

۲ مشاہیر امت از قاری محمد طیب صاحب، ص۲۸،

۳ توالی التاسیس (ابن حجر) ص۵۷۔

۴ ترجمان السنۃ، ج۱، ص۲۴۰

شروع شروع میں تحقیق اسناد پر آپؒ کی توجہ زیادہ تھی، ان کے یہاں حدیث کی قبولیت کا معیار اس کی صحت سند تھا، استفاضہ عمل کو کچھ نہ سمجھتے تھے، لیکن آخری دور میں آپؒ بھی اس طرف چلے جو امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا نظریہ تھا، کہ تواترِ عمل کے ہوتے ہوئے، اسناد کی ضرورت نہیں رہتی، بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں ان کے پاس کوئی صحیح حدیث نہ تھی، آپؒ نے یہاں اہل مکہ کے عملی استفاضہ سے استدلال کیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة. (جامع ترمذی، ج ۱/ص ۱۳۹)

اور امام شافعیؒ نے کہا اور اسی طرح پایا ہم نے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔

اس فکری تبدیلی کے باعث بہت سے مسائل میں آپؒ کے دو دو قول ملتے ہیں قول قدیم اور قول جدید، اور فقہاء شافعیہ میں اس کی بحث رہی ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے تفردات

کبھی آپؒ اپنی تحقیق میں سب ائمہ کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں، ان مسائل کو آپ کے تفردات کہا جاتا ہے، فاتحہ خلف الامام کو فرض سمجھنے میں آپؒ دوسرے سب اماموں سے علیحدہ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے، مگر اسے فرض نہ سمجھتے تھے، ائمہ اربعہ میں سے تین امام، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض نہیں کہتے، امام شافعیؒ اس مسئلہ میں سب سے علیحدہ ہیں، اس طرح آپؒ کے کچھ اور تفردات بھی ہیں۔

مسئلہ طلاق میں آپؒ جمہور امت کے ساتھ ہیں، منفرد نہیں، آپؒ ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق کو تین طلاق قرار دیتے تھے، آپؒ کے مقلدین کو بھی اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق گو سنت کے خلاف ہے طلاق بدعت ہے، لیکن اس کے واقع ہو جانے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف نہیں۔

حضرت امام نوویؒ شافعیؒ لکھتے ہیں:۔

وقداختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلثا فقال الشافعیؒ ومالک وابوحنیفة واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث[1]۔

سو یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ مسئلہ طلاق میں آپ دوسرے ائمہ سے منفرد تھے، اور ان کا طریقہ موجودہ دور کے غیر مقلد حضرات کا سا تھا۔

آپؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بہت احترام کرتے دل و دماغ سے ان کی جلالتِ علمی کا اعتراف کرتے، ایک دفعہ حضرت امام صاحبؒ کی مسجد میں نماز پڑھی تو رکوع کے وقت رفع یدین نہ کیا، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضرت امام صاحبؒ کا علمی رعب میرے دل پر چھا گیا تھا، احترام اکابر کی اس سے روشن مثال اور کیا ہوگی۔

---

[1] نووی شرح مسلم، ج۱، ص۲۹۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)

اپنے زمانہ کے متفق علیہ امام اور جلیل القدر محدث تھے، علی بن المدینیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو دو اشخاص کے ذریعہ عزت نصیب فرمائی، پہلے شخص فتنہ ارتداد کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے، اور دوسرے فتنۂ خلقِ قرآن کے وقت حضرت امام احمد بن حنبلؒ تھے، امام احمدؒ امام المحدثین تھے، بخاری، مسلم، اور ابوداؤد سب حضرات آپؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، آپؒ صاحب مذہب ہیں، آپؒ کی فقہ فقہ حنبلی کے نام سے موسوم ہے، آپؒ کو ایک لاکھ کے قریب احادیث یاد تھیں، آپ کی مسند احمد میں بہت سی وہ احادیث جمع ہیں جو دوسرے محدثین کے ہاں نہیں ملتیں، ثابت قدمی حق گوئی، اور اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے، یہ آپؒ کا استقلال ہی تھا کہ فتنہ خلقِ قرآن میں روزانہ کوڑے کھاتے مگر خلقِ قرآن کا اقرار ہرگز نہ کرتے جب انتقال ہوا تو آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں جنازہ میں شریک ہوئیں۔
حنبل بن اسحٰق جو امام احمدؒ کے بھتیجے ہیں، انہوں نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ آپؒ نے مسند احمد سات لاکھ سے زیادہ ذخیرۂ احادیث سے منتخب کی ہے۔

علامہ خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ احمد بن محمد بن خالد البراثی سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ایک شخص امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حلال وحرام کے مسئلے کے بارے میں دریافت کیا؟ انہوں نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے، کسی اور سے پوچھ لے، سائل نے کہا حضرتؒ ہم تو آپؒ

ہی سے اس کا جواب سننا چاہتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:۔

سل عافاک اللّٰہ غیرنا سل الفقھاء سل اباثور. (بغدادی، ج۶، ص.....)

اللہ تعالیٰ تجھے عافیت سے رکھے کسی اور سے پوچھ لے فقہاء سے پوچھ ابوثور سے پوچھ۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ پر حدیث کا غلبہ تھا، فقہ میں آپؒ دوسرے ائمہ کی طرف رجوع کرنے کی تعلیم دیتے تھے، آپؒ سرخیل محدثین اور مقتدائے ملت ہیں اور اہل سنت کے امام ہیں، مگر مسائل کے بارے میں کس قدر احتیاط سے چلتے ہیں کہ دوسرے فقہاء کا راستہ دکھاتے ہیں، اور خود فتوے دینے سے حتی الوسع احتراز کرتے ہیں، آپؒ فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا اس لئے حکم دیتے کہ فقہاء قرآن وحدیث کے کے مطابق ہی مسائل کا استنباط کرتے ہیں، علامہ ذہبیؒ، امام احمدؒ کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں، شیخ الاسلام سید المسلمین، الحافظ، اور الحجۃ[1] امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بغداد میں امام احمدؒ سے بڑا کوئی نہیں دیکھا[2] محدث ابراہیم حربیؒ کہا کرتے تھے کہ امام احمد بن حنبلؒ میں اللہ تعالیٰ نے اوّلین وآخرین کے علوم جمع کردیئے تھے۔[3]

---

[1] تذکرہ، ج۱، ص۱۷۔

[2] بغدادی، ج۴، ص۴۱۹۔ تذکرہ جلد۲، ص۱۷۔ البدایہ والنہایہ جلد۱، ص۳۳۵۔

[3] تذکرہ، جلد۲، ص۱۷۔

حضرت امام احمدؒ کا نظریۂ حدیث

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ آثارِ صحابہؓ کو اپنے لئے حجت اور سند سمجھتے تھے، آپؒ کا عقیدہ تھا، کہ صحابہؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں، امت پر ان کی پیروی لازم ہے صحابی کی بات کو حجت تسلیم کرنے میں آپؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:۔

(قال ابوعمرو) جعل للصحابة فی ذالک مالم یجعل لغیرهم واظنه مال الی ظاهر حدیث اصحابی کالنجوم واللّٰه اعلم والیٰ نحو هذا کان احمدبن حنبلؒ یذهب[1]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابیؓ کے لئے وہ درجہ مانا ہے، جو دوسرے راویوں کے لئے نہیں، آپ حدیث اصحابی کالنجوم کے ظاہر کی طرف مائل ہیں، امام احمدؒ کی بھی یہی رائے تھی۔

اسی اصول پر آپؒ کا موقف یہ تھا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے کیونکہ حضور ﷺ کے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ پوری صراحت سے فرما چکے ہیں، کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، مگر امام کے پیچھے[2] آپ ہی سوچیں کہ صحابی کا اس قدر صریح فیصلہ کیا نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟

---

[1] جامع بیان العلم، جلد۲، ص ۱۳۵۔

[2] جامع بیان العلم، جلد۲، ص ۱۳۵۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا موقف بھی یہی ہیکہ حدیث ضعیف کو اپنے قیاس اور اجتہاد پر مقدم کرنا چاہئے، ضعیف حدیث کو کلیۃً نظر انداز کر دینا قطعاً صحیح نہیں جب کسی موضوع پر صحیح حدیث نہ ملے تو وہاں ضعیف حدیث کو ہی لے لینا چاہئے، حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مسلک اس باب میں ایک ہے:۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:۔

تقدیم الحدیث الضعیف و اٰثار الصحابة علی القیاس والرای قوله وقول احمد.[۱]	سوضعیف حدیث اور آثار صحابہ کو قیاس اور رائے پر مقدم کرنا امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور یہی قول امام احمدؒ کا ہے۔

نوٹ:۔ صحابی کی پیروی سے جو فقہ مرتب ہوئی اللہ تعالیٰ اسے بڑی قبولیت سے نوازتے رہے ہیں، تاریخ اسلام میں حکومتی سطح پر زیادہ تر دو ہی فقہ نافذ العمل رہی ہیں، فقہ حنفی اور فقہ حنبلی دور اول میں قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ تھے، اس دور میں سعودی عرب کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے اللہ کی حدود قائم کیں، اور فقہ حنبلی کے مطابق فیصلے کئے۔

جن حضرات کا ہم نے یہاں تذکرہ کیا ہے، وہ سب ائمہ حدیث تھے، ائمہ حدیث میں صرف وہی حضرات شامل نہیں ہوتے جو کہ صرف روایات کو اسانید اور مختلف طرق سے بیان کر سکیں، بلکہ وہ بھی ائمہ حدیث ہوتے ہیں، جو حدیث کی کسی بھی نوع

---

[۱] اعلام الموقعین۔

کی خدمت کریں، خواہ اسناد بیان کریں، خواہ مسائل کا استنباط کریں، اور علماء کا اس پر اجماع ہے۔

صاحب کنز العمال لکھتے ہیں:۔

حضرت صدیق اکبرؓ کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو اہل الرائے اور اہل الفقہ کو مشورہ کیلئے بلاتے، مہاجرینؓ وانصار میں سے اہل علم کو بلاتے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بلاتے یہی لوگ حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں فتوے دیا کرتے تھے، پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، وہ بھی انہی حضرات سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور فتوے کا مدار انہی حضرات پر تھا۔[1]

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ علماء حدیث سب صحابہ کرامؓ تھے، مگر اہل الرائے اور اہل الفقہ صرف فقہاء صحابہؓ ہی تھے، فقہ حدیث سے جدا کوئی چیز نہ تھی، یہ حدیث کی ہی تفسیر ہوتی تھی، اسے محض رائے سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے، سوید بن نصرؒ جو کہ امام ترمذی اور امام نسائیؒ کے شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

لاتقولوا رأی ابوحنیفةؒ ولکن قولوا تفسیر الحدیث.[2]	یہ نہ کہا کرو ابوحنیفہؒ کی رائے بلکہ کہو یہ حدیث کی شرح اور تفسیر ہے۔

فقہ حدیث سے الگ کوئی چیز نہیں فقہ کے خلاف ذہن بنانا خود حدیث سے بدگمان کرتا ہے، لفظ رائے یہ فقہی استنباط کا ہی دوسرا نام ہے، اجتہاد رائے سے ہی تو ہوتا ہے، حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو لکھا تھا:۔

---

[1] کنز العمال، ج ۲، ص ۱۳۴۔

[2] کتاب المناقب للموفق، ج ۲، ص ۵۱۔

فاختر ای الامرین شئت ان تجتهد برائک[۱] ان دوکاموں میں سے جس کو چاہئے اختیار کرلے چاہے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرلینا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے ساتھ دوسرے مجتہدین سے معلوم کرلینے کی بھی تعلیم دی ہے "**فارع اهل الرأی ثم اجتهد واختر لنفسک ولاحرج**"[۱] دوسرے اہل الرائے سے بھی پوچھ لینا پھر اجتہاد کرنا اور اپنا موقف اختیار کرنا، اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ صحابہؓ میں حضرت ابوبکرؓ[۲] حضرت عمرؓ[۳] حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ[۴] حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ[۵] اور مغیرہ بن شعبہ[۶] اہل الرائے تھے۔

---

۱ سنن دارمی ج۱، ص۶۰۔

۲ ایضاً۔

۳ مستدرک حاکم ج۴، ص۳۴۰۔

۴ میزان کبریٰ للشعرانی ج۱، ص۴۹۔

۴ شرح فقہ اکبر، ص۷۹،

۵ سنن دارمی، ج۱، ص۵۹- مستدرک ج۱، ص۱۳۷، سنن بیہقی، ج۱۰، ص۱۱۵۔

۶ مستدرک حاکم، ج۲، ص۴۴۷۔

ضرورت تدوین فقہ

جس طرح انسان ترقی کرتا گیا، اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی وسعت سے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے چلے گئے، ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آرہا تھا، سوز وگداز اور سادہ زندگی جو صحابہ کرامؓ کا شیوۂ خاص تھا، ختم ہوتا جارہا تھا، ایران وروم اور دوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جارہی تھی، اس لئے حالات کا تقاضہ ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں، صحابۂ کرامؓ کے اقوال تلاش کئے جائیں اور دین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر ''نظام حیات'' کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دل کش انداز میں ہو کہ جسے عالم وجاہل، ذہین وغبی، عربی وعجمی، اور شہری وبدوی ہر ایک بآسانی سمجھ لے، اور جو مسائل صراحتاً کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ میں موجود نہیں ہیں، علماء کے باہمی غور وفکر اور بحث وتمحیص سے مستنبط ہوں، تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے پائیں، اور کتاب وسنت کی روشنی میں تیز گامی سے چل سکیں، اور ساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش وتجسس کی مشقت سے محفوظ ہوجائیں۔

تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہؒ

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی ''نظام حیات'' ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر ایسی لچک اور گنجائش رکھی ہے، کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے، اور کسی منزل پر اپنے پیرو کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

چنانچہ علماء ربانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے سب سے پہلے سراج الامت حضرت امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) آمادہ ہوئے اور اپنے اپنے عہد کے علماء کرام کی ایک ایسی معقول تعداد جمع کی جس میں ہر علم وفن کے ماہرین شریک تھے اور جو اپنے علم وفن میں بصیرت ومہارت کے ساتھ ساتھ زہد واتقاء، خدا ترسی اور فرض شناسی اور دوسرے اوصاف سے متصف تھے۔

تدوین فقہ میں احتیاط

کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورہ ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہنے پائے، اور ہر طرح چھان پھٹک کر جچے تلے جملوں میں اسے قلمبند کیا، اور اس دیدہ ریزی، غور وفکر، اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کا وجود عمل میں آیا، جو ہر جہت سے مہذب ومرتب اور زندگی کے تمام شعبہ جات پر حاوی ہے۔

طریقۂ تدوین

جن علماء قائمین بالحق کی مجلس میں استنباط واستخراج مسائل کا مہتم بالشان کام انجام پایا، ان کی تعداد سیکڑوں سے بڑھ کر ہزار تک تھی، ان میں چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے، اور مختلف علم وفن کے ماہرین شمار ہوتے تھے۔[1]

روی الامام ابوجعفر الشیراماذی عن شقیق البلخی، انه یقول کان الامام ابوحنیفة من اورع الناس واعبد الناس واکرم الناس واکثر هم احتیاطافی الدین وابعدهم عن القول بالرائی فی دین اللّٰه عزوجل وکان لایضع مسئلة فی العلم حتی یجمع اصحابهٗ علیها ویعقد علیهامجلسا فاذا اتفق اصحابه کلهم علی موافقتها للشریعة قال لابی یوسف اوغیره ضعها فی الباب الفلانی اھ۔

(ردالمختار، ص ۶۷، ج ۱ مطبوعہ کراچی)

امام ابوجعفر الشیراماذیؒ شقیق بلخی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ لوگوں میں سب بڑھ کر پرہیزگار عبادت گزار کریم النفس اور دین کے باب میں محتاط تھے، آپ اللہ تعالیٰ کے دین میں ذاتی رائے کے اظہار سے کوسوں دور تھے کسی علمی مسئلہ کی اس وقت تک تصریح نہیں کرتے جب تک تمام احباب کو جمع کرکے اس پر بحث نہ کرلیتے، جب سارے علماء شریعت کے اس مسئلہ میں متفق ہوجاتے، تو کہیں جاکر امام ابویوسفؒ سے یا ان کے سوا کسی اور سے فرماتے کہ اسے فلاں باب میں داخل کرلو۔

---

[1] ونقل عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم وافضلهم اربعون قدبلغوا حدالاجتهاد فقربهم وادناهم (ردالمختار، ص ۱۳، ج ۱)

(ان چالیس علماء کے حالات کے لئے (جو خصوصی طور پر مجلس تدوین فقہ میں شریک تھے)

(دیکھئے مقدمہ انوارالباری مولفہ مولانا احمد رضا صاحب، ۱۲۔ ظفیر)

ایک ایک مسئلہ پر بحث

امام شعرانیؒ نے (م۹۷۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے طرز استنباط کا تذکرہ کیا ہے، اور تقریباً کم وبیش انہی کے الفاظ کے ساتھ، چنانچہ علامہ شامیؒ نے بھی لکھا ہے:۔

وكذا في الميزان للامام الشعراني قدس سرهٗ (ايضاً)

امام شعرانیؒ کی ''کتاب المیزان'' میں ایسا ہی ہے۔

پھر علامہ ابن عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:۔

فكان اذا وقعت واقعة شاورهم وناظرهم وجاورهم وسألهم فيسمع ماعندهم من الاخبار والاثار ويقول ماعندهٗ ويناظرهم شهرا واكثر حتى يستقر آخر الاقوال فيثبته ابويوسف حتى اثبت الاصول على هذاالمنهاج شوريٰ لانه تفرد بذلك.

(ايضاً)

جب کوئی واقعہ (مسئلہ) آپڑتا تو امام ابوحنیفہؒ اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ، بحث ومباحثہ اور تبادلہ خیال کرتے، پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس حدیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر خود اپنا حدیثی ذخیرہ سامنے رکھتے اور اس کے بعد ایک ماہ یا اس سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ آخری بات طے پائی، اور امام ابویوسفؒ اسے قلم بند کرتے، اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے ایسا نہیں ہوا کہ تنہا کبھی کوئی بات کہی ہو۔

کتاب وسنت کی حیثیت

اخبار وآثار کے الفاظ بتارہے ہیں کہ پہلے ان علماء کے پاس کتاب وسنت کا جو ذخیرہ ہوتا تھا، وہ سنایا جاتا تھا، پھر صدر مجلس کے علم میں کتاب وسنت کا جو خزانہ محفوظ ہوتا وہ پیش ہوتا، احادیث اور احکام پر غور ہوتا ناسخ ومنسوخ کی بھی پوری چھان بین ہوتی رجال پر بھی نظر ہوتی تھی، آثار صحابہؓ وفتاویٰ تابعین کو بھی دیکھا جاتا تھا اور ان تمام مرحلوں کے بعد انکی روشنی میں ہر شخص پیش آمدہ مسئلہ پر بحث کرتا، اور اپنی رائے دیتا، دوسرے اس پر مختلف پہلو سے اعتراض اور اشکالات پیدا کرتے، پھر اشکالات کا ہر ایک اپنے فہم کے مطابق مگر کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیتا، خود امام ابوحنیفہؒ بھی اس بحث ومباحثہ میں حصہ لیتے اور جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث جاری رہتی، جب ہر پہلو سے اطمینان حاصل کرلیا جاتا، تو اسے جچے تلے الفاظ میں درج رجسٹر کیا جاتا۔

خود سوچئے، اگر تنہا کسی ایک کی بات ہوتی تو غلطی کا احتمال تھا، مگر جہاں چالیس چالیس جید ماہر فن علماء ہوں اور پوری سنجیدگی اور دیانت داری سے ہفتوں اور مہینوں تک ایک ایک اصل پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہؓ کی روشنی میں بحث وتمحیص ہو، غلطی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

انسانی غلطی کا تدارک

لیکن بہرحال تھے یہ سارے علماء ربانیین انسان ہی، اس لئے ممکن تھا کہ کہیں کسی مسئلہ میں لغزش رہ گئی ہو، یا آیات واحادیث سے استنباط واستخراج میں نظر چوک گئی ہو اس لئے صدر مجلس نے ضروری سمجھا کہ باایں ہمہ حزم واحتیاط اور کدوکاوش انسانی بھول چوک اور محدود نظری سے صرفِ نظر کسی طرح بھی مناسب نہیں، چنانچہ اعلان کردیا کہ اگر کسی مستنبط مسئلہ کا کتاب وسنت کے خلاف ہونا ثابت ہوجائے، تو ہر مسلمان کو اختیار، بلکہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ اسے ترک کردے اور صراحۃً حدیث سے جو مسئلہ جس طرح ثابت ہوتا ہے اسی پر عمل کرے۔

فقد صح عن ابی حنیفةؒ انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذلک الامام ابن عبدالبر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة ونقله ایضا الامام الشعرانی.

(عقود رسم المفتی، ۱۷)

یہ روایت امام ابوحنیفہؒ سے بالکل درست ہے، کہ آپ نے فرمایا جب حدیث صحت کو پہنچ جائے تو پھر میرا مذہب وہی حدیث ہے اسے امام عبدالبر اور دوسرے ائمہ دین نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بیان کیا ہے، اور امام شعرانی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

امام اعظم کا اعلان

صاحب ہدایہ (م ۵۹۳ھ) سے مختلف حضرات نے ان کی یہ روایت نقل کی ہے جو روضۃ العلماء زندوسیہ کے باب فضل صحابہ میں ہے۔

سئل ابو حنیفہؒ اذاقلت قولا وکتاب اللّٰہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب اللّٰہ فقیل اذا کان خبر الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخالفہ،قال اترکوا قولی بخبر رسول اللّٰہ ﷺ فقیل اذاکان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃؓ.
(عقد الجید للشاہ ولی اللّٰہ ،ص ۵۳)

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کے کسی قول کی کتاب اللہ سے مخالفت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے آپ نے فرمایا کتاب اللہ کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو، کہا گیا اگر حدیث رسول ﷺ سے اس کی مخالفت ہوتی ہو تو؟ فرمایا آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو، کہا گیا اور اگر ایسا ہی قول صحابہؓ اس کے خلاف پڑے؟ تو فرمایا قول صحابہؓ کے مقابلہ میں بھی میرا قول چھوڑ دو ،یعنی میرے قول کی وقعت اس وقت کچھ نہیں جب وہ ان میں سے کسی کے بھی خلاف ثابت ہو۔

بات بالکل درست ہے، کہ دراصل جو جدید ترتیب مسائل کی ہو رہی تھی، یہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ کی روشنی ہی میں تو ہو رہی تھی، اس طرز جدید کا منشاء صرف یہی تھا کہ امت کے سامنے زمانۂ حال کے مطابق مسائل سہل اسلوب میں آجائیں، اسلئے کہ زمانہ کی رفتار کا جو رخ تھا، وہ بتا رہا تھا کہ انسانی مزاج سہل پسند بنتا جا رہا ہے اگر اس وقت توجہ نہیں دی گئی تو آگے چل کر دشواری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

دلائل پر بنیاد

امام ابوحنیفہؒ نے اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ اپنے تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا، کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا، بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو پھر اس کو اختیار کرنا، اور اسکا دوسروں کو حکم دینا، اس لئے کہ مقصد کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے، اپنی بات پر ضد اور اپنے فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں ہے۔

فاعلم ان اباحنیفةؒ من شدة احتیاطه وعلمه بان الاختلاف من اثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لکم دلیل فقولوا به.

(عقود رسم المتفی، ص ۱۶)

غایت احتیاط اور اس یقین کی وجہ سے کہ اختلاف آثار رحمت میں سے ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی دلیل تم کو ملجائے تو پھر اسی پر عمل کرو اور اسی کا حکم دو

بعد والوں کی احتیاط

چنانچہ آپکے تلامذہ واصحاب اور بعد والوں نے اس قول کی اہمیت محسوس کی اور جب کبھی اور جہاں کہیں کسی مسئلہ کے اندر دلائل وبراہین کی روشنی میں شبہ پیدا ہوا اُسے ترک کردیا اور کتاب وسنت کے دائرہ میں جو دوسری صحیح صورت نظر آئی اس پر عمل کیا

وقدیتفق لهم ان یخالفوا اصحاب المذهب لدلائل و اسباب ظهرت لهم. (ردالمختار، ج۱)

اور کبھی کبھی دلائل و براہین کے پیش نظر اصحاب مذہب کی مخالفت بھی ان لوگوں نے کی ہے۔

ضد سے اجتناب کی بکثرت مثالیں

یہ تو آپ کے اصحاب وتلامذہ کا حال تھا کہ انہوں نے بیسیوں مسئلہ میں آپ سے دلائل اور اپنے فہم کی بنیاد پر اختلاف کیا، اور اسی پر ان کا عمل رہا دوسری طرف خود امام اعظمؒ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی طے کردہ مسئلہ کے خلاف کوئی دوسری رائے کتاب وسنت کی روشنی میں وزنی معلوم ہوئی اور کتاب وسنت سے قریب تر، تو آپ نے اس طے کردہ مسئلہ کو ترک کر دیا، اور اس سے رجوع کر کے دوسری طرف کے قائل ہو گئے ایک دو نہیں بیسیوں مسائل ایسے ہیں جن میں آپ کا رجوع ثابت ہے جن لوگوں نے دقت نظر سے فقہ کا مطالعہ کیا ہے انکی نگاہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ نہیں ہیں۔

کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی شدید مذمت

یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس رائے کی مذمت کرتے تھے جو کتاب وسنت سے مستفاد نہ ہو بلکہ اسے ضلالت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیة بسنده الی الامام ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه انه کان یقول

فتوحات مکیہ میں شیخ محی الدینؒ نے مسلسل ابوحنیفہؒ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ فرماتے تھے

ایاکم والقول فی دین اللّٰہ تعالیٰ بالرائے وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل..
(کتاب المیزان، ص۵۱، ج۱)

اللہ تعالیٰ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی ضروری کرلو، اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوا، وہ گمراہ ہوگیا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تک شریعت میں کسی بات کا ثبوت نہ مل جائے اسے زبان پر لانا بھی گناہ ہے۔

وکان یقول لاینبغی لاحد ان یقول قولا حتی یعلم ان شریعة رسول اللّٰہ ﷺ تقبله..
(کتاب المیزان للشعرانی، ص۵۱، ج۱)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ یہ بات شریعت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے کسی کے لئے اس کا زبان پر لانا درست نہیں ہے۔

استنباط مسائل اور اس کے لئے اہتمام

جو مسائل صراحتاً کتاب وسنت اور اقوال صحابہ میں نہیں ملتے ان کیلئے پوری مجلس طلب کرتے، بحث وتمحیص سے کام لیتے، اور جب تک کوئی چیز باہمی اتفاق سے طے نہ ہوجاتی، اطمینان خاطر نہ ہوتا، امام شعرانیؒ (۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:۔

وکان یجمع العلماء فی کل مسئلة لم یجدها صریحة فی الکتاب والسنة یعمل بمایتفقون علیه فیها.
(کتاب المیزان للشعرانی، ص۵۱، ج۱)

جو مسئلہ کتاب وسنت میں صراحتاً نہیں ملتا اس کے لئے تمام علماء کو جمع کرتے اور جس پر سبھوں کا اتفاق ہوتا عمل فرماتے۔

استنباط واستخراج کے موقع پر بھی یہی کرتے، علماء عصر سے مشورہ اوران کا اتفاق ضروری سمجھتے، تنہا اس طرح کا کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔

و کذالک یفعل اذا استنبط حکما فلا یکتبه حتی یجمع علیه علماء عصره فان رضوه قال لابی یوسف اکتبه.
(ایضاً)

جب کبھی کسی حکم کا استنباط مقصود ہوتا تو اس وقت تک اسے ضبط تحریر میں نہیں لاتے جب تک تمام علماء کو جمع کر کے مشورہ نہ کر لیتے اگر سب اس سے متفق ہوتے اور پسند کرتے تو امام ابو یوسف سے فرماتے اُسے لکھ لو۔

اصحاب الرائے کا حاصل

علماء نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو جو صاحب الرائے قرار دیا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی ذاتی یا من مانی رائے ہوا کرتی تھی، اس لئے کہ آپ پڑھ چکے کہ امام صاحبؒ ایسی رائے کو گمراہی فرمایا کرتے تھے، لہٰذا اگر کسی نے ایسا کہا ہے یا سمجھا ہے تو اس سے کھلی ہوئی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے، وہ بڑے سے بڑا محدث کیوں نہ ہو امام موصوف اور آپ کے اصحاب اس سے بالکل بری ہیں۔

ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) نے درست لکھا ہے:۔

اعلم انه یتعین علیک ان لاتفهم من اقوال العلماء عن ابی حنیفة واصحابه انهم اصحاب الرای علی سنة رسول اللّٰه ﷺ وعلیٰ قول الصحابه لانهم براء من ذلک ..
(الخیرات الحسان، ص ۲۹)

خوب یقین کرلو کہ علماء کے اقوال کی وجہ سے ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ کے مقابلہ میں اصحاب الرائے کی حیثیت رکھتے تھے، اسلئے کہ یہ حضرات اس سے بالکلیہ بری ہیں۔

تدوین فقہ میں ترتیب

آگے دلائل کے طور پر لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب کا طرز فکر اور استنباط واستخراج کیا تھا، اور آپ کس اصول پر گامزن تھے، فرماتے ہیں:۔

فقد جاء عن ابی حنیفةؒ من طرق کثیرة ما ملخصه انه اولا یأخذبما فی القرآن فان لم یجدفبالسنة فان لم یجد فقول الصحابة فان اختلفوا اخذبما کان اقرب الی القرآن اوالسنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم فان لم یجد لاحد منهم قولا، لم یاخذبقول احد من التابعین، بل یجتهد کما اجتهدوا.

(الخیرات الحسان، ص ۲۹)

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق کثرت طرق سے جو ثابت شدہ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ آپ پہلے قرآن اختیار کرتے، اگر قرآن میں وہ چیز نہیں ملتی تو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے اور اگر سنت میں بھی کوئی چیز نہیں ملتی تو پھر قول صحابہ اختیار کرتے، اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہوتا ان میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا اسے قبول کرتے اور اس حد سے باہر نہ جاتے اور اگر صحابہ کا بھی کوئی قول نہیں ملتا تو تابعین میں سے کسی کا قول نہیں اختیار کرتے بلکہ خود اجتہاد کرتے جیسا کہ دوسرے لوگ کرتے

تدوین فقہ میں اوّلیت کا شرف

امت میں ترتیب فقہ اور مسائل کے استنباط واستخراج میں آپ کو اولیت کا شرف حاصل ہے، اس سے پہلے عام طور پر لوگوں کا دار و مدار حافظہ پر تھا امام مالکؒ بھی اس سلسلہ میں آپ کے خوشہ چیں ہیں۔

ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:۔

انه اول من دون علم الفقه ورتبه ابوابها وكتبها على نحو ماعليه اليوم وتبعه مالك في موطأه ومن قبله انما كانوا يعتمدون علىٰ حفظهم.

(الخيرات الحسان، ص ۲۱)

امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے اس طرح باب وفصل وار مرتب کیا جس طرح آج اس کی مرتب شکل پائی جاتی ہے، امام مالکؒ نے اپنی موطأ میں آپ کی پیروی کی ہے امام ابوحنیفہؒ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا۔

امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب پہلے محدث پھر فقیہ تھے، اس لئے کہ جس زمانہ میں احادیث کے مجموعے پائے نہیں جاتے تھے، بغیر علم حدیث کے مسائل کا استخراج

کہاں ہوسکتا تھا، فقہ حنفی کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ جس سے ساری دنیا اور بعد کے مجتہدین نے اپنے زمانہ میں استفادہ کیا، بغیر حدیث کے کہاں سے آ گیا، اور آج اسکے سارے مسائل واصول کس طرح حدیث کے مطابق ہوگئے، لہٰذا ماننا پڑیگا کہ فقہ حنفی کتاب وسنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) نے لکھا ہے:

مرانه اخذ عن اربعة الاف شيخ من ائمة التابعين وغيرهم ومن ثم ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين. (ايضاً، ص ٦٦)

یہ بات گذر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار ائمہ تابعین اور دوسرے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا اور یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی وغیرہ نے محدثین کے طبقہ حفاظ میں آپ کا شمار کیا ہے

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ذوق حدیث[1] ان کی ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے لکھی ہیں، کتاب الاثار، کتاب الخراج، کتاب الرد علی سیر الاوزاعیؒ،

---

[1] امام علاؤالدین الطرابلسی نے اپنی کتاب معین الحکام میں نقل کیا ہے فان ابايوسف صاحب حديث حتى روى انه قال احفظ عشرين الف حديث من المنسوخ هذا القدرفما ظنك بالناسخ وكان صاحب فقه ومعنى (ص ۳۰) جس کا ماحصل یہ ہے کہ امام ابو یوسف محدث تھے، اور بعض روایت کے مطابق خود امام موصوف کا بیان ہے کہ مجھے منسوخ حدیثیں بیس ہزار یاد ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ناسخ حدیثیں کتنی ہزار یاد ہونگی، اسی طرح امام محمدؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو احادیث کی معرفت حاصل تھی فقیہ اور ذہین تو تھے ہی ومحمد صاحب قريحة يعرف رجال الناس وعاداتهم صاحب فقه ومعنى ولهذا اقل رجوعه في المسائل وكان مقدما في معرفة اللغة وله معرفة بالاحاديث ايضا (ايضاً) اور امام اعظم ہر چیز میں بڑھے ہوئے تھے، وابوحنيفة كان مقدما في ذلك كله ۱۲۔

کتاب الحجۃ، موطأ امام محمد، اور دوسری کتابیں عام طور پر ملتی ہیں، ان کو لے کر پڑھا جائے، تو اندازہ لگایا جائے۔

آج بھی فقہ حنفی کا کوئی طالب العلم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک ایک ایک مسئلہ حنفی کی تحقیق کتاب وسنت کی روشنی میں نہیں کر لیتا۔

غلط پروپیگنڈا

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان حضرات کو حدیث نبوی سے اتنا شغف نہیں تھا جتنا فقہ سے، اور نہ یہ کہنا بجا ہے کہ ان حضرات کی تمام تر توجہ آیات اور احادیث سے مسائل واحکام کے استنباط واستخراج پر مرکوز تھی اور تدوین وجمع احادیث سے انکو کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ بات صرف اس قدر ہے کہ تدوین فقہ جس کی طرف اب تک کسی نے توجہ نہیں دی تھی، انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور اجتماعی طور پر پوری محنت کے ساتھ یہ کام شروع کر دیا وجہ ظاہر ہے کہ استنباط مسائل واحکام اس وقت کا سب سے اہم کام تھا اور یہ سب کے بس کی بات بھی نہ تھی کیونکہ اس میں بڑے غور وفکر اور فہم وبصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، باقی تدوین حدیث کا کام، تو یہ عہد نبوی سے ہوتا آرہا ہے، اور اس وقت بھی بطور خود ہر شخص کو دلچسپی تھی، جسکا بڑا ثبوت امام اعظمؒ کی ''جامع المسانید'' ہے اور پھر پہلی صدی ہجری کے ختم پر جبکہ صحابہ کرامؓ کو روپوش ہوئے ابھی دس بیس سال بھی نہ گذرے تھے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جمع حدیث میں اہم کام اسناد اور رواۃ پر نظر ہے اور سچ پوچھئے تو یہی معیار ہے، امام اعظمؒ کے دور میں جس وقت تابعین کا بڑا طبقہ بقیہ حیات

تھا اسناد ورواۃ کی اس بحث کی گنجائش ہی کہاں تھی جو بعد میں ہوئی صحابہؓ کے متعلق یہ مسلم ہے "**الصحابة كلهم عدول**" صحابہ کرامؓ سب کے سب عادل ہیں، رہ گئے تابعین تو یہ موجود ہی تھے۔

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب فقہ کی تدوین آیات واحادیث سے ہی ہو رہی تھی تو ان چیزوں سے بے توجہی کا موقع بھی کیا تھا، اس لئے کہ اس کام میں پہلے احادیث کی ہی ضرورت پڑتی ہے، ابن حجر مکی شافعیؒ نے لکھا ہے کہ جسطرح صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے باوجود جلالت علم اور آنحضرت ﷺ کی اقربیت کے احادیث کا وہ ذخیرہ مروی نہیں ہے جو دوسرے چھوٹے بڑے صحابہ کرامؓ سے کہ یہ حضرات عامۃ المسلمین اور اسلام کے مصالح اور احکام میں اس طرح منہمک تھے کہ ان کو روایت کی طرف وہ توجہ نہ رہی جو لوگوں کی تھی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آپ حضرات احادیث سے شغف نہیں رکھتے تھے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب، فقہ کی ترتیب اور استنباط واستخراج مسائل کے اشتغال کی وجہ سے اگر احادیث کی روایت میں نمایاں نظر نہیں آتے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ حضرات نے حدیث کی دولت سے وافر حصہ نہیں پایا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم يظهر حديثه في الخارج كماان ابابكر وعمر رضي الله عنهما لما اشتغلا لمصالح المسلمين العامة لم يظهر عنهما من رواية الاحاديث مثل ماظهر عمن دونها حتى صغار الصحابة رضوان الله عليهم وكذلك مالك والشافعي

امام ابوحنیفہؒ حدیث وقرآن سے چونکہ مسائل کے استنباط استخراج میں منہمک تھے، جو بڑا اہم کام تھا، اس وجہ سے آپ کی خدمت حدیث نمایاں نہ ہوسکی اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ ومصالح عامہ سے متعلقہ امور میں اشتغال کی وجہ سے روایت حدیث میں وہ نمایاں مقام نہیں حاصل کرسکے جو دوسرے چھوٹے

لم يظهر عنهما مثل ماظهر عمن تفرغ للرواية كابى زرعة وابن معين.
(الخيرات الحسان، ص ٦٦)

بڑے صحابہ کرامؓ کو حاصل رہا اور یہی حال امام مالک امام شافعیؒ کا ہے کہ ان کی خدمت حدیث ان لوگوں کی طرح نمایاں نہیں جو اسی کام میں ہو کر رہ گئے تھے جیسے ابوذرعہ اور ابن معینؒ

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ اور آپ کے اصحابؒ نے احادیث کے ساتھ بھی اپنے دور کے مذاق کے مطابق وہی شغف رکھا جو رکھنا چاہئے تھا۔

تدوین فقہ اور مسائل کا پھیلاؤ

فقہ کا جو کام امام اعظمؒ کی زیر نگرانی انجام پایا تھا وہ ضرورت اور تقاضائے وقت کے ساتھ پھیلتا اور بڑھتا ہی گیا، کسی منزل پر جا کر رکا نہیں، اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ انسانی ضرورتیں نئی نئی شکلیں اختیار کرتی رہیں اور نئی ایجادات اور جدت پسندی کے ساتھ نئے مسائل اُبھرتے رہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت یوں ہی جاری رہیگا۔

فتویٰ اور اس کی اہمیت

فقہ اور دین کے درپیش آمدہ مسائل جو دریافت کرنیوالوں اور سائلین کے جواب میں بتائے گئے سادہ انداز پر مرتب ہوئے وہ فتاویٰ کے قالب میں جلوہ گر ہوئے اور اس سلسلہ نے انسانی ضرورتوں کا پورا پورا ساتھ دیا، کتاب وسنت اور فقہ سے

مستنبط اس مفید وجدید شکل نے عام مسلمانوں کو تحقیق وجستجو کی ایک صبر آزما مصیبت سے بچالیا، فتاویٰ کا یہ پھیلاؤ انسانی ضرورتوں اور سوالات کیساتھ بڑھتا گیا، انسانی زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق مسائل جس جس طرح پیدا ہوتے گئے، کتاب وسنت اور فقہ سے ان مستنبط مسائل کے ذخیرہ میں بھی اضافہ ہوتا گیا، کسی مرحلہ پر جمود پیدا نہیں ہوا، چنانچہ آج انسانی زندگی سے متعلق کوئی ایسا سوال نہیں ہے جس کا جواب مفتی آپ کو فراہم کر کے نہ دے سکے۔

تنگ نظری کا الزام

جن لوگوں نے اپنی کم علمی اور وسعت مطالعہ کی کمی کی وجہ سے علماء دیوبند پر جمود اور تنگ نظری کا الزام لگایا ہے، وہ بڑی حد تک معذور ہیں، البتہ قابل صد ملالت وہ حاسدین ہیں جو از راہ کینہ پروری ایسی باتیں کہتے ہیں، ہر دور کے فتاویٰ کی کتابیں مختلف زبانوں میں چھپی ہوئی ملتی ہیں، ان میں ہر دور کے نئے مسائل بھی درج ہیں، اور انکے جوابات بھی ان کتابوں سے بڑھ کر ثبوت میں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

فقہ وفتاویٰ ایسا فن ہے جس سے کسی کو بھی مفر نہیں ہے اس لئے کہ انسانی زندگی میں جس قدر واسطہ اس فن اور اسکے اصول وجزئیات سے پڑتا ہے، اور جس قدر آئے دن کے مسائل کا جواب یہاں ملتا ہے کہیں اور سے ممکن نہیں ہے۔

تاریخ فتاویٰ

فتاویٰ کی تاریخ بہت قدیم اوراس کی نسبت بہت اونچی ہے اس لئے کہ کوئی بھی انسان ہوفقہی معلومات میں مفتی کا محتاج ہے،اس کی کدوکاوش اورتحقیق وجواب کے بغیر مسئلہ کاحل آسان نہیں ہے کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں کسی مرحلہ پرکوئی ایسا سوال سامنے نہیں آیا،جس میں فقہ وفتاویٰ کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں پڑی۔

ایک شخص اپنے کومسلمان بھی کہے یعنی وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات کا پابند بھی ہواور اسے دینی مسائل اوراس کی صحیح صورت سے بے پرواہی بھی ہوممکن نہیں عبادات ومعاملات اوراخلاق واعمال میں سینکڑوں مواقع ایسے آتے ہیں جہاں اسے رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے،اوروہ ان کٹھن مواقع میں یقینی طور پرفتاویٰ اورفقہائے کرام ومفتیانِ عظام کی رہبری کا محتاج ہوتا ہے، ہرشخص کواپنی منہمک زندگی میں اس قدرمہلت کہاں ہے کہ وہ یک سرقرآن وحدیث کاغوروفکر کے ساتھ مطالعہ کرے اوروقت کے پیش آمدہ مشکل مسئلہ کاحل تلاش کرلے۔

فقہ وفتاویٰ کے لئے مخصوص جماعت اوراسکی وجہ

یہ درست ہے کہ مسائل واحکام کا ساراذخیرہ اوراس کی بنیاد دراصل کتاب وسنت ہی ہے،لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حدیث وقرآن کے اندرایک

خاص انداز میں حقائق واحکام پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور دوسری طرف یہ بھی مسلم ہے کہ عموماً ہر شخص کو ہر زمانہ میں حالات یکساں پیش نہیں آتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے، سبھوں میں یہ فہم وبصیرت کہاں ہے جو کلام اللہ اور سنت نبوی سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کرلے، اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو، اگر گنے چنے کچھ افراد اس طرح کے نکلیں بھی تو کوئی ضروری نہیں کہ انہیں کتاب وسنت میں مہارت بھی ہو، اور وہ اپنے اندر ان تمام شرائط کو پاتے ہوں، جو ایک صاحب نظر کے لئے ضروری ہے، اور اگر ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں تو ان کو اتنی مہلت کہاں؟ کہ اس عظیم الشان ذخیرہ سے مفید مطلب آیت وحدیث فوراً تلاش کرلیں اور اس طرح کہ وہ آیت وحدیث دوسری آیتوں اور احادیث سے متعارض بھی نہ ہوں، اس لئے عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ قرآن وحدیث پر گہری نظر رکھنے والی ایک معتمد جماعت مسائل ضروریہ مستنبط کرکے یکجا کرتی رہے تاکہ امت کے عام افراد دن ورات کے پیش آمدہ مسائل کے اندر کہیں الجھاؤ میں گرفتار نہ ہونے پائیں، اور بلاشبہ اور بلا مبالغہ انہیں مستنبط احکام ومسائل کا نام فقہ وفتویٰ ہے[1]۔

مفتیان کرام کی جماعت جن کو فقہ سے مناسبت تامہ ہوتی ہے ہر زمانہ میں پائی گئی اور عوام وخواص ہر ایک کا اس جماعت کی طرف رجوع عام رہا، اور یہ اپنے علمی رسوخ خداداد صلاحیت اور مخصوص فہم کی وجہ سے اس کام میں ممتاز اور نمایاں رہی اور اسے رات دن اسی کام کے ساتھ اشتغال رہا۔

---

[1] صاحب تفسیر المنار لکھتے ہیں کہ ذکرت هذه المادة (ای الفقه) فی عشرین موضعا من القرآن تسعة عشر منها تدل علی ان المراد به نوع خاص من دقة الفهم والتعمق فی العلم الذی یترتب علیها لانتفاع به (تفسیر المنار، ص۴۲۱، ج۹۔ ظفیر۔

ترتیب فتاویٰ

فتاویٰ کی ترتیب اوران کی طباعت واشاعت کا سلسلہ بھی ہر زمانہ میں رہا ہے۔

اردوفتاویٰ میں میں :۔ فتاویٰ رشیدیہ، مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی ، فتاویٰ دارالعلوم، فتاویٰ امدادیہ، فتاویٰ امدادالاحکام ''فتاویٰ رحیمیہ'' فتاویٰ نظامیہ'' زیادہ مشہور ومقبول ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''**فتاویٰ محمودیہ**'' بھی ہے، جواردو فتاویٰ میں سب سے زیادہ ضخیم ہے، اب نئی ترتیب کے ساتھ بحمداللہ (۳۱) جلدوں میں مکمل ومدلل حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔

''**فتاویٰ محمودیہ**'' کواللہ تعالیٰ نے قبول عام سے نوازا ہے، دنیا کا کوئی دارالعلوم ودارالافتاءلائبریری کسی بڑے مفتی کا اپنا ذاتی کتب خانہ، **فتاویٰ محمودیہ** سے بمشکل خالی ہوگا۔

فالحمدللّٰہ علی ذٰلک.

تدوین فتاویٰ

تدوین فتاویٰ کا سلسلہ عہد نبوت ہی سے شروع ہو گیا تھا، اور اس کے بعد سے یہ سلسلہ برابر جاری رہا ہر دور میں مفتیان کرام کے فتاویٰ کو مدون کیا جاتا رہا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کا مضمون نقل کیا جاتا ہے، جو موصوف نے جامع الفتاویٰ کے لئے تحریر فرمایا تھا۔

ملاحظہ ہو:۔

تدوین فتاویٰ

عهد به عهد

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

عربی زبان ولغت کے بہت سے الفاظ اسلامی دور میں اپنے قدیم اوراصلی معنیٰ ومفہوم کے بجائے اسلامی مفہوم ومعنی میں استعمال کئے جانے لگے، اوران کی حیثیت اسلامی اصطلاح کی ہوگئی، صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ، حج وغیرہ اسی قبیل سے ہیں اسی طرح لفظ فتی اپنے قدیم معنی میں (باب سمع سے) نوجوانی، کریم النفسی اورنجات وسخاوت کے معنی میں تھا، مگراسلام میں دینی معلومات حاصل کرنے کرانے کے لئے بولا جانے لگا، استفتاء سوال کرنے اورافتاء جواب دینے کے لئے بطوراصطلاح کے مستعمل ہوا۔

قرآن کریم کی ایک آیت میں یہ دونوں الفاظ آئے ہیں۔

یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ (سورہ نساء) لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں استفتاء کرتے ہیں) آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ تم کوکلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے (فتویٰ دیتا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بہ موقع یہ دونوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں ''**استفت قلبک**'' اپنے دل سے فتویٰ معلوم کرو، **وان افتاک وافتوک** (اگرچہ کوئی شخص اورلوگ تم کوفتویٰ دیں) وغیرہ۔

دینی امور میں استفتاء اورسوال کرنے کامسلمانوں کوحکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' **فسئلو ااھل الذکر ان کنتم لاتعلمون**''تم لوگ اہل علم سے پوچھو اگرتم نہیں جانتے ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"اذاشک احدکم فی الامر فلیسئلنی عنه" جب تم میں سے کوئی دینی امر میں شک کرے تو اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرے، البتہ غیر ضروری اور بیجا سوال کرنے سے شدت سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ جنگ وجدال اور تباہی کا باعث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الفقهاء والمفتیین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس فقہ وفتاویٰ میں مرجع تھی، نیز خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتوی دیا کرتے تھے، ان کے علاوہ صحابہ میں جو لوگ کتاب وسنت کے ممتاز عالم تھے، اور قراء کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، وہ بھی بوقت ضرورت یہ خدمت انجام دیتے تھے، خاص طور سے یہ سات حضرات مشہور تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام بن قیمؒ کا قول ہے، کہ ان حضرات میں سے ہر ایک کے فتاوے علیحدہ علیحدہ ضخیم جلدوں میں جمع کئے جاسکتے ہیں۔

ان سات اہل فقہ وفتویٰ میں سے تین حضرات کے تلامذہ واصحاب نے ان کے فقہی مسلک کی نشر واشاعت کی، حضرت زید بن ثابت کے شاگردوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے مکہ مکرمہ میں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ نے کوفہ میں اپنے اپنے شیخ کے فقہ وفتویٰ کو عام کیا، تفصیل کے لئے یوسف بن عبدالبر اندلسی کی کتاب "جامع العلم ج ۲/ص ۶۱/ ۶۲/ اور ابن قیم کی کتاب: "اعلام الموقعین ج ۱/ ص ۱۸/ تا ۲۲/ ملاحظہ ہو۔

امام الفقہ والمحدثین حضرت علی بن عبداللہ مدینی متوفیٰ ۲۳۴ھ نے اس کی تفصیل اپنی کتاب میں یوں بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک فقہ وفتویٰ کے حامل تین حضرات تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان ہی تینوں حضرات کے اصحاب وتلامذہ ان کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت اور فتویٰ پر یہ چھ حضرات عمل کرتے تھے۔

علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبید سلمانی، حارث ابن قیس عمرو بن شرحبیل رحمہم اللہ، اوران جملہ حضرات کے تلامذہ ابراہیم نخعی، اعمش، ابو اسحاق، سفیان ثوری، یحییٰ بن سعید القطان رحمہم اللہ نے اپنے اپنے شیخ کے مسلک کے مطابق فقہ وفتویٰ کی خدمت انجام دی۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس کے مسلک پر یہ حضرات فتویٰ دیتے تھے، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، مجاہد بن جبیر، جابر بن زید، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، سعید بن جبیر، عمرو بن دینار، ابن جریج، سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی مسلک پر فتویٰ دینے والے یہ بارہ حضرات تھے، سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذویب، خارجہ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان بن عفان، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، سالم بن عبداللہ بن عمر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، نافع بن جبیر بن مطعم رحمہم اللہ، یہ سب حضرات مدینہ منورہ کے اصحاب فقہ وفتویٰ تھے، ان کے بعد امام محمد بن شہاب زہری اس مسلک کے سب سے بڑے عالم تھے ان کے بعد امام مالک اور ان کے بعد عبدالرحمٰن بن مہدی اس کے امین وترجمان تھے۔

مذکورہ بالا فقہاء میں سے فقہائے سبعہ فتویٰ میں حجت کا درجہ رکھتے تھے، اور حوادث ونوازل میں جب تک یہ حضرات متفقہ فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے، ان کے بارے میں مدینہ کے قاضی اپنا فیصلہ صادر نہیں کرتے تھے، ایک شاعر نے ان کے نام یوں جمع کئے ہیں:۔

اذاقیل من فی العلم سبعة ابحر

روایتهم لیست عن العلم خارجه

فقل هم عبیداللّٰه ،عروه، قاسم

سعید ،ابوبکر،سلیمان خارجه

مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور کوفہ کے اصحاب فقہ وفتویٰ کا یہ مختصر سا جائزہ ہے، تفصیل کے لئے امام علی مدینی کی کتاب علل الحدیث ومعرفۃ الرجال، ص۴۲/تا ۵۱/اور امام ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین، ج۱/ص ۹/تا ۲۴/ملاحظہ ہو۔

اسی طرح بصرہ، شام، مصر، یمن، بغداد اور دوسرے اسلامی بلاد وامصار میں اصحاب فقہ وفتویٰ اپنے اپنے شیوخ واساتذہ کے مسلک کے مطابق کتاب وسنت اور سنن ماضیہ کی روشنی میں فتویٰ کی خدمت انجام دیتے تھے۔

فتاویٰ کے جمع وتالیف کا سلسلہ کسی نہ کسی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شروع ہوگیا تھا، متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی حیات میں احادیث کے صحیفے اور مجموعے لکھے، ان میں آپ کے احکام، اوامر، نواہی، مرضیات بھی تھے جن کو آپ نے خود بیان فرمایا، یا صحابہ کے سوال (استفتاء) کے جواب میں جو باتیں بیان فرمائیں، وہ سب آپ کے فتاویٰ ہیں، بلکہ احادیث کا ذخیرہ زیادہ تر فتاویٰ نبویہ پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے قضایا وفتاوے ان کے تلامذہ ومنتسبین نے اپنے صحیفوں اور مجموعوں میں درج کئے جن میں احادیث رسول کے ساتھ فتاوے اور قضایا بھی تھے، اس دور تک کے نوشتوں کا یہی حال تھا، پہلی صدی کے خاتمہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث اور سنن ماضیہ کے جمع وتدوین کی طرف خاص توجہ فرمائی، اور تمام امراء وعمال کو لکھ کر اس کی تاکید کی، مدینہ منورہ کے امام محمد بن شہاب زہری متوفی ۱۲۴ھ کو اس کا ذمہ دار مقرر کیا، انہوں نے بوجہ احسن یہ خدمت انجام دی، اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم اور حدیث کو سب سے پہلے امام زہری نے مدون کیا ہے، اس دور کی مدونات میں احادیث رسول کے ساتھ صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ بھی درج تھے، اسطرح پہلی صدی میں احادیث وآثار، اور فتاوے مرتب شکل میں جمع ہو گئے تھے۔

اس کے بعد دوسری صدی کے وسط تک عالم اسلام کے ہر مرکزی شہر میں ائمہ فقہ وفتویٰ اور محدثین نے کتابیں فقہی ترتیب پر لکھیں، مکہ مکرمہ میں ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ مدینہ منورہ میں محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ، یا امام مالک متوفی ۱۷۹ھ بصرہ میں ربیع بن جلیح متوفی ۱۶۰ھ، یا سعید بن ابی عروبہ متوفی ۱۵۶ھ یا حماد بن سلمہ متوفی ۱۷۶ھ کوفہ میں سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ شام میں عبدالرحمٰن اوزاعی متوفی ۱۵۶ھ واسط میں یشم بن بشیر متوفی ۱۸۸ھ یمن میں معمر بن راشد متوفی ۱۵۳ھ رے میں جریر بن عبدالحمید متوفی ۱۸۸ھ خراسان میں عبداللہ ابن مبارک متوفی ۱۸۱ھ رحمہم اللہ نے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق کتابیں لکھیں، جن میں احادیث وآثار اور صحابہ وتابعین کے قضایا وفتاوے بھی درج تھے۔

اس کے بعد تیسری صدی میں احادیث رسول اور صحابہ وتابعین کے فتاویٰ پر علیحدہ علیحدہ مستقل تصانیف کی ابتدا ہوئی اور فتاوے گویا فقہ کی ایک صنف کے طور پر جمع کئے گئے، یا ہمارے علم میں اس سلسلہ میں نہایت مفید ضخیم کتاب اندلس کے امام بقی بن مخلد قرطبیؒ متوفی

۲۷۶ھ نے تصنیف کی، احمد بن یحییٰ ضبی اندلسی نے ان کی تصانیف کے ذکر میں لکھا ہے:۔

ومنها مصنفة فی فتاویٰ الصحابة والتابعين اومن دونهم الذی اربیٰ فيه علی مصنف ابی بکربن ابی شيبة ومصنف عبدالرزاق ابن همام،ومصنف سعيد بن منصور،وغيرها وانتظم علماً عظيماً.
(بغية الملتمس ص ۲۳۰/ طبع میڈرڈ)

ان کی تصانیف میں صحابہ وتابعین وغیرہ کے فتاویٰ میں کتاب المصنف ہے جس میں وہ مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ،مصنف عبدالرزاق ابن ہمام اورمصنف سعید بن منصور وغیرہ سے بہت آگے ہیں اوراس میں بہت زیادہ علم جمع کیا ہے۔

امام بقی بن مخلد کی اس کتاب کو بڑی اہمیت حاصل تھی،اوران کے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر خاص طور سے کیا ہے،شمس الدین داؤدی مصری نے لکھا ہے۔

ولـه تـواليف فـی فتاویٰ الصحابة والتابعين فمن دونهم اربیٰ فيه علی مصنف عبدالرزاق وابن ابی شيبه.
(طبقات المسرین،ص ۱۱۷)

صحابہ وتابعین وغیرہ کے فتاویٰ میں انکی تالیفات ہیں جن میں وہ مصنف عبدالرزاق اورمصنف ابن ابی شیبہ سے بہت آگے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق اورمصنف ابن ابی شیبہ ہمارے زمانے میں آٹھ آٹھ دس،دس ضخیم جلدوں میں چھپ گئی ہیں،جن میں احادیث کے ساتھ فتاویٰ بھی ہیں،مگر بقی بن مخلد کی کتاب ان کے مقابلہ میں صحابہ وتابعین وغیرہم کے فتاوے کا دائرۃ المعارف کا حکم رکھتی ہے اوراس دور میں صحابہ وتابعین کے فتاوے دوسرے علماء نے بھی جمع کئے ہیں،خلیفہ مامون کے پڑپوتے امام ابوبکر محمد بن موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتاوے بیس جلدوں میں جمع کئے،علامہ ابن حزم اندلسی کا بیان ہے:۔

منهم الفقيه المحدث الشافعي محمد بن موسىٰ بن يعقوب بن المامون مات بمصر وله تواليف منها فقه عبدالله بن عباس رضي اللّٰه عنهما فجزأ على ابواب الفقه في عشرين كتاباً. (جمهرة انساب العرب، ص ۲۴)

مامون کی اولاد میں شافعیؒ فقیہ ومحدث محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن مامون ہیں، ان کا انتقال مصر میں ہوا، اوران کی تصنیفات ہیں، ان میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فقہ میں کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر تقسیم کر کے بیس جلدوں میں لکھا ہے۔

امام ابن قیم نے ابن حزم کے حوالہ سے یوں کہا ہے:۔

قال قد جمع ابوبكر محمدبن موسىٰ بن يعقوب بن امير المؤمنين فتيابن عباس رضي الله عنه في عشرين كتاباً، وابوبكر المذكور احد ائمة الاسلام في العلم والحديث. (اعلام الموقعین ص ۱۸/۱)

ابوبکر محمد بن موسیٰ، بن یعقوب بن امیر المومنین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے، یہ ابوبکر علم ودین اور حدیث میں ائمہ اسلام میں سے ہیں۔

اورامام محمد بن نوح عجلی متوفی ۲۱۸ھ نے امام ابن شہاب زہری کے فتاوے فقہی ابواب پر تین ضخیم جلدوں میں مرتب کئے، ابن قیم کا بیان ہے:۔

وجمع محمدبن بن نوح فتاويه في ثلاثة اسفار ضخمةعلى ابواب الفقه.
(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۸)

محمد بن نوح نے امام زہری کے فتاوے کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔

امام محمد بن نوح عجلی ناصر السنۃ خلق قرآن میں امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ قید کر کے خلیفہ مامون کے پاس مقام رقہ میں بھیجے گئے، مگر راستہ ہی میں ان کا انتقال عین جوانی میں ہوگیا، اورامام احمدؒ نے ان کی تجہیز وتکفین فرمائی۔

مشہور امام لغت وادب احمد بن فارسی متوفی ۳۹۵ھ کی تصانیف میں ایک کتاب فتاویٰ فقیہ العرب ہے، یہ معلوم نہ ہوسکا کہ فقیہ العرب کس بزرگ کا لقب ہے، فتویٰ نویسی نے اس دور میں اوراس کے بعد کافی ترقی کی، اورائمہ فقہ وحدیث کے فتاوے ان کے تلامذہ اورمنتسبین نے جمع کئے، امام احمد بن حنبل اپنے اقوال وآراء اورفتاویٰ کے لکھنے کے سخت مخالف تھے، مگران کے شاگرد حبیش بن سندی نے دوجلدوں میں ان کے نادرفتاوے اور مسائل جمع کئے، ابوبکر خلال (احمد بن محمد بن ہارون) متوفی ۳۲۱ھ نے پوری زندگی امام احمدؒ کے مسلک کے جمع وترتیب میں بسر کی، اوراپنی کتاب الجامع الکبیر میں امام صاحب کے آراء واقوال اورفتاویٰ ومسائل مرتب کئے یہ کتاب تقریباً بیس جلدوں میں تھی، اسی طرح دوسرے اہل علم اوراہل فقہ وفتویٰ کے فتاوے مدون ومرتب ہوتے رہے، حتی کہ فقہاء ومحدثین نے اپنے فتاوے خود مرتب کئے اوراس کا رواج عام ہوا۔

امام بغوی (ابومحمد حسین بن مسعود شافعی) متوفی ۵۱۶ھ نے اپنے فتاویٰ خود جمع کئے، اوران کی زندگی ہی میں قاضی حسین نے ان سے مزید فتاوے حاصل کرکے اس پر تعلیق کی، یہ کتاب اہل علم میں بہت مشہور تھی، (طبقات المفسرین، ج۱/ص ۱۵۸)

سلطان العلماء، ابومحمد عزالدین بن عبدالعزیز سلمی متوفی ۶۶۰ھ نے اپنے فتاویٰ مرتب کئے، ان کی تصانیف میں کتاب الفتاویٰ المجموعہ اورالفتاویٰ الموصلیہ کے نام ہیں، امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے دوجلدوں میں اپنے فتاویٰ لکھے جن میں ان کے بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے شامل تھے، جوخاص خاص استفتاء کے

جواب میں لکھے گئے تھے، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے الحاوی للفتاوی کے نام سے اپنے فتاوے کتابی شکل میں جمع کئے، ان میں بھی ان کے رسائل وکتب ہیں، یہ کتاب دوجلدوں میں مصر میں چھپ گئی ہے، کل صفحات ساڑھے گیارہ سو کے قریب ہیں۔

تاتاری غارت گری کے بعد علمائے اسلام نے علم دین کے احیاء وتجدید کی مہم شروع کی اور حدیث، فقہ، رجال، تاریخ، طبقات اور دوسرے علوم میں بے شمار کتابیں تصنیف کیں اس زمانہ میں بہت سے صاحب تصانیف کثیرہ علماء ومحدثین پیدا ہوئے جنہوں نے فتاوے کے جمع وتالیف کی شاندار خدمات انجام دیں، اور شام، مصر، خراسان اور ماوراء النہر کے فقہاء نے خاص طور پر فتویٰ میں کتابیں لکھیں، کتابوں کے شروح وحواشی لکھے، کشف الظنون، اور ہدیۃ العارفین وغیرہ سے ان کی تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

ہندوستان میں فتاویٰ کی تدوین وتالیف کی ابتداء کب ہوئی؟ اسکی تعیین نہیں ہوسکتی، یہاں کا ابتدائی چارسوسالہ اسلامی دور عرب حکمرانوں کا تھا، اور یہاں کے اہل علم کے تصنیفی وتدریسی کارناموں کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے، اس کے بعد غزنوی اور غوری دور میں علماء ومشائخ کی کثرت ہوئی اور ان کے دور میں فقہ اور معقولات کا زور رہا، ہمارے علم میں فتاویٰ نویسی کا سلسلہ خلجی دور سلطنت میں شروع ہوا، اور سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی متوفی ۶۹۶ھ کے دور میں دو عظیم فتاوے مدون ہوئے، ایک کتاب سلطان موصوف کے حکم سے ملا محمد عطاری نے فوائد فیروز شاہی کے نام سے فارسی زبان میں لکھی، اور دوسری کتاب مولانا عالم بن علاؤ اندرپتی دہلوی نے عربی زبان میں زاد السفر کے نام سے تصنیف کی، سلطان کی خواہش تھی کہ یہ کتاب بھی اس کے نام سے منسوب ہو، مگر امیر تارتار خاں سے خصوصی تعلق کی بنا پر مولانا نے اسی کے نام پر معنون کیا، اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے مشہور ہوئی،

جو فقہ حنفی کی عظیم کتاب ہے، حکومت ہند کے زیر اہتمام اس کی طباعت ہو رہی تھی، اور تین ضخیم جلدیں شائع ہوئیں، غالباً پوری کتاب آٹھ جلدوں میں مکمل ہوتی، اللہ تعالیٰ اس کی طباعت واشاعت کا سامان مہیا کردے۔

اس کے بعد بہت سے فتاوے فارسی اور عربی میں لکھے گئے، مجموعہ خانی امیر الغ قتلغ بہرام خاں کے لئے مولانا کمال الدین بن عبدالکریم ناگوری نے لکھی، خزانۃ الروایات قاضی جگنی گجراتی نے تصنیف کی، مفتی ابوالفتح رکن الدین بن حسام الدین ناگوری نے فتاویٰ حمادیہ کے نام سے کتاب لکھی، قاضی ضیاء الدین عمر سنامی نے الفتاویٰ الضیائیہ کے نام سے اپنے فتاویٰ مرتب کئے، اور قاضی نظام الدین گیلانی جونپوری نے سلطان ابراہیم شاہ شرقی والی جونپوری کے نام سے فتاویٰ ابراہیم شاہیہ لکھی جس کو چلپی نے کشف الظنون میں فتاویٰ قاضی خاں کے مانند کتاب کبیر من افخر الکتب لکھا ہے، اور یہ کہ مصنف نے ایک سو ساٹھ کتابوں سے اس کو جمع کیا ہے۔

ان کے علاوہ یہاں کے اصحاب فقہ وفتویٰ اور مشائخ نے بہت سی کتابیں فتاویٰ پر لکھیں، یہاں مثال کے طور پر چند کتابوں کی نشاندہی کردی گئی ہے، اس سلسلہ میں سب سے عظیم خدمت سلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۱۸ھ نے انجام دی ہے سلطان موصوف نے اوائل سلطنت میں مولانا نظام الدین برہان پوری کی زیر نگرانی ان چار حنفی علماء وفقہاء کو جمع کر کے فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرایا، قاضی محمد حسین جونپوری، شیخ حامد جونپوری، شیخ علی اکبر حسینی اسعد اللہ خاں، اور مفتی محمد اکرم لاہوری، نیز ان علماء وفقہاء کے تعاون کے لئے تقریباً بیس اہل علم مقرر کئے گئے، یہی فتاویٰ عالمگیری عرب ممالک اور عالم اسلام میں فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ومقبول اور متداول ہے، اور موجودہ دور میں

اسلامی تحریکات ورجال کے نزدیک اسلامی قوانین کے سلسلہ میں فتاویٰ ہندیہ کی افادیت واہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

اردو زبان میں سب سے پہلے کس نے فتاوے جمع کئے؟ اس کی تعین نہیں ہوسکی، گذشتہ صدی تک فارسی زبان کا عام چلن تھا، اور علماء عام طور سے اسی زبان میں کتابیں لکھتے تھے، اردو میں مذہبی کتابیں لکھنے کا سلسلہ حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین کے ترجمۂ قرآن کریم اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ وغیرہ کی تصانیف سے شروع ہوا، اسی دور میں مولانا خرم علی بلّہوری نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدرالمختار کا اردو میں ترجمہ ''غایۃ الاوطار'' کے نام سے شروع کیا، مگر اس کی تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا، نیز انہوں نے مشارق الانوار کا ترجمہ اور شرح اردو میں لکھی، نصیحۃ المسلمین ان کی مشہور کتاب ہے۔

مگر ان حضرات سے بہت پہلے اردو میں بعض تصانیف ملتی ہیں، جو خالص فقہ وفتویٰ کے موضوع پر ہیں، راقم کے کتب خانہ میں فقہ المبین کے نام سے اردو میں منظوم ۴۶ رصفحہ کا ایک رسالہ ہے، پہلا ورق غائب ہے اس لئے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا، یہ رسالہ ۲۳۴ رسال پہلے ۱۱۸۲ھ میں لکھا گیا ہے، جیسا کہ مصنف نے کتاب کے خاتمہ پر لکھا ہے۔

یقیں فقہ المبین کوں کر لی مختوم .....بحق دین پناہ وآل معصوم
صد وہشتاد دو، الف ہجرت .....بتاریخ مبارک گشت تمت
گیارہ سو برس اسی اوپر دو .....سنہ ہجری سین کٹی تھی جب بنایو

کتاب کے عنوانات فارسی میں ہیں، اور مسائل اردو نظم میں ہیں، نمونہ ملاحظہ ہو:۔

فرائض غسل کے سب تین ہیں مان.....اگر باور نہیں تو دیکھ تبیان
اوّل موں میں پانی غرغرہ کر..... پچھیں لے ناک میں پانی برادر
سیوم پانی بہانا سب بدن پر.....فرائض غسل کے کر دل میں ازبر

مصنف نے اس کتاب میں اپنے زمانہ کی بدعات وخرافات کا نہایت شدت سے رد کیا ہے، فقہ المبین کو مقبولیت حاصل ہوئی اور لوگوں نے اس کو نقل کیا، اور پڑھا پیش نظر نسخہ ۱۵/شوال ۱۲۲۴ھ میں لکھا گیا ہے، عجب کیا ہے کہ یہ فقہ وفتویٰ میں اردو زبان میں پہلی کتاب ہو۔

قاضی اطہر مبارک پوری

۲۸/جمادی اولیٰ ۱۴۱۶ھ

kumman\BMPS\A
not found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب فتاویٰ فقیہ الامت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند ودار العلوم دیوبند

مختصر سوانحی خاکہ صاحب فتاویٰ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند ودار العلوم دیوبند

نام: محمود حسن

وطن: گنگوہ

خطاب: فقیہ الامت اور مفتی اعظم ہند ودار العلوم دیوبند

ولادت باسعادت: ۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ شب جمعہ محدث وقت فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات کے ٹھیک دو سال بعد۔

بشارت: گنگوہ میں ایک مجذوب رہتے تھے جس وقت ان کو اطلاع ملی کہ حضرت مولانا حامد حسن گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو فرمایا۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ کا بدل آگیا۔

والد ماجد حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

جو حضرت شیخ الہندؒ کے خاص شاگرد اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب قدس سرہٗ کے رفیق درس تھے۔ زاہد وقت اور درویش صفت تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے نہٹور ضلع بجنور تشریف لے گئے تھے، اور پوری زندگی وہیں گزار دی وہیں مدفون ہوئے، شدت علالت کے باوجود وہاں سے اس خیال کیوجہ سے منتقل نہیں ہوئے کہ اگر قیامت میں استاذ محترم نے پوچھ لیا کہ ایک مدرسہ حوالہ کیا تھا، اس کو چھوڑ کر چلے گئے، تو کیا جواب دونگا، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے، کسی سے خدمت نہیں لیتے تھے، امامت پر کبھی اجرت نہیں لیتے تھے، مسجد کا لوٹا تک استعمال نہیں فرماتے تھے

مسجد میں کوئی عالم وعظ کہتا اس کو بغور سنتے، دوران وعظ کوئی مسئلہ یا حدیث غلط بیان کرتا، دوران وعظ ہی کھڑے ہوکر ٹوک دیتے اور اصل مسئلہ یا حدیث بیان فرماتے۔

کوئی نکاح کا اصرار کرتا، تو نکاح کے لئے تشریف لے جاتے، کوئی خلاف شرع چیز دیکھتے اس پر نکیر فرماتے، اگر وہ اصلاح کر لیتے تو ٹھیک ورنہ بلا نکاح پڑھائے واپس ہوجاتے، نکاح کی نہ اجرت لیتے نہ وہاں کھانا کھاتے، اگر شادی والے کھانا مکان پر بھیجتے تو واپس نہ فرماتے، مگر نہ خود کھاتے نہ اپنے اہل خانہ کو کھلاتے بلکہ پڑوس میں ایک غریب شخص تھا اس کے یہاں بھیجدیتے۔

۲۱ رمحرم الحرام ۱۳۷۱ھ دن میں نو بجے کے قریب انتقال فرمایا رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (**اناللّٰہ وانا الیہ راجعون**)

دادا صاحب: حاجی خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند سے بیعت تھے، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے خاص تعلق تھا، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی گھریلو بہت سی خدمات مکان کی مرمت وغیرہ آپ کے سپرد تھیں، کہ مستری یا مزدور کو بلا کر مرمت کرادیتے تھے۔

اورادواشغال کے پابند، متبع سنت، گوشہ نشیں بزرگ تھے، حضرت مفتی صاحبؒ کی پانچ چھ سال کی عمر تھی کہ ان کی وفات ہوگئی، **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

نسبت وخاندان: ایوبی، انصاری۔

جداعلیٰ: میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

جن کی اولاد میں بڑے بڑے مشائخ، اولیاء کرام اہل کمال پیدا ہوئے۔

صاحب بذل المجہود، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ بھی اسی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔

بسم اللہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ نے بسم اللہ کرائی۔

ابتدائی تعلیم: حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی صاحبزادی صاحبہ قدس سرہا کی بیٹھک میں مکتب چلتا تھا، اس میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔

حفظ کلام پاک: حافظ کریم بخش گنگوہیؒ اور حافظ عبدالکریم صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے کلام پاک حفظ کیا۔

ابتدائی فارسی: حضرت مولانا مظہر نانوتوی قدس سرہٗ (جن کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے مظاہر علوم سہارنپور کا نام رکھا گیا ہے) کے شاگرد خاص حضرت مولانا فخر الدین گنگوہی قدس سرہٗ سے آمد نامہ اور بوستاں کے چند اشعار پڑھے۔

پھر نہٹور میں مولانا امتیاز حسن صاحبؒ اور اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہٗ سے فارسی کی بقیہ کتابیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

مظاہر علوم میں حاضری

۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم میں حاضری ہوئی اور سات سال تک مظاہر علوم میں جلالین شریف تک تکمیل علوم کی۔

دارالعلوم دیوبند میں حاضری

سات سال مظاہر علوم میں رہکر پھر دارالعلوم دیوبند حاضری ہوئی، اور ۱۳۴۸ھ میں مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھی۔

اور ۱۳۴۹ھ اور ۱۳۵۰ھ دو سال میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

دارالعلوم سے فراغت

اس طرح دورہ حدیث شریف ایک سال کے بجائے دوسال میں پڑھ کر تاکہ ہر کتاب میں خوب محنت کی جاسکے، ۱۳۵۰ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

مظاہر علوم میں دوبارہ آمد

دارالعلوم سے فراغت کے بعد شوال ۱۳۵۰ھ میں پھر دوبارہ مظاہر علوم میں حاضری ہوئی، اور محدث عصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ سے ابوداؤد شریف اور بعض دیگر کتب حدیث دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔

تمرین فتاویٰ نویسی

رسم المفتی حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری صدر مدرس مظاہر علوم سے پڑھی، اور فتاویٰ کے جوابات لکھ کر، حضرت مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ مفتی اعظم مظاہر علوم۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہر علوم ہر دو حضرات کو دکھایا کرتے، ہر دو حضرات اصلاح اور مفید مشوروں سے نوازا کرتے، گو اصلاح کی ضرورت شاذ ونادر ہی پیش آیا کرتی۔

اساتذہ کرام

مظاہر علوم کے اساتذہ:۔

☆ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا مفتی ضیاء احمد صاحب قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا اخلاق صاحب قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کیمل پوری قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا عبدالرحمٰن اورنگ آبادی صاحب قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قدس سرہٗ

☆ مناظر عصر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم قدس سرہٗ

☆ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری قدس سرہٗ صدر مدرس مظاہر علوم

☆ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم

☆ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ مفتی اعظم مظاہر علوم۔

☆ محدث عصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم مہاجر مدنیؒ

اساتذہ دارالعلوم دیوبند

- شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ
- حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب قدس سرہٗ
- حضرت علاّمہ ابرہیم صاحب قدس سرہٗ
- حضرت مولانا قاری میاں سید اصغر حسین صاحب قدس سرہٗ
- شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب قدس سرہٗ

زمانۂ طالب علمی میں محنت

کسی شاعر کا شعر ہے:۔

بَقَدْرِ الکَدِّ تُکْتَسَبُ الْمَعَالِیْ..... وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَھَرَ اللَّیَالِیْ

محنت ومشقت کے بقدر بلندیاں حاصل کی جاتی ہیں، جو بلندیوں کا ارادہ کرتا ہے، راتوں کو جاگتا ہے۔

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ نے جس محنت ومشقت اور جفاکشی سے علم حاصل کیا ہے، اس سے اسلاف کرام کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اس محنت ومشقت کا اس دور میں تصور بھی دشوار ہے، خود حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:۔

پڑھائی کے وقت میں نے محنت بہت کی تھی، محض اس وجہ سے کہ میں بہت کند ذہن تھا یہ سوچتا تھا کہ پڑھنے کے بعد پڑھانے کا موقع تو ملے گا نہیں چونکہ ذہن کمزور ہے، بس اسی وقت جو کچھ محنت کرسکتا ہوں کرلوں تمہاری اس ''میبذی'' کا تکرار میں نے دس مرتبہ کیا ہے، اور اس کی تمام عبارت مجھے حفظ یاد ہوگئی تھی۔

جب ''میبذی'' جیسی خشک کتاب کے ساتھ محنت کا یہ حال ہے تو دوسری کتب کے ساتھ محنت کا کیا حال ہوگا، جن کے پڑھنے کا خود سے ذوق وشوق ہوتا ہے۔

یہ تو عام معمول تھا، کہ جو کتاب پڑھتے تھے اس کا تکرار بھی ضرور کراتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت مولانا احمد صاحب قدس سرہٗ حسن پور مرادآباد سے تشریف لائے حضرت قدس سرہٗ نے ان سے ملاقات کی انہوں نے تکرار ومطالعہ وغیرہ کے بارہ میں دریافت

فرمایا، حضرت قدس سرہٗ نے عرض کیا میرا معمول یہ ہے کہ جو کتاب گذشتہ سال پڑھی اس سال اسکا تکرار کرایا، مولانا احمد شاہ صاحبؒ نے فرمایا، لاؤ تو پھر میں آپکے ہاتھ چوم لوں۔ تکرار کے ساتھ یہ بھی معمول تھا کہ جو کتاب پڑھ چکے وہ نچلی جماعت کے بعض طلبہ کو جو خواہشمند ہوتے پڑھاتے بھی تھے، اور حضرت قدس سرہٗ کے اس معمول کا علم اساتذہ کرام کو بھی تھا، جس کی وجہ سے حضرات اساتذہ حضرت قدس سرہٗ کی بہت قدر کرتے تھے، اور بعض اپنے خاص طلبہ کی سفارش بھی فرماتے کہ فلاں طالب علم کو فلاں کتاب پڑھادو۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ کی طلبہ پر ہیبت بہت تھی احاطۂ مسجد میں جس کمرہ میں میرا قیام تھا اس کمرہ میں حضرت مولاناؒ کا قیام تھا کمرہ کے پیچھے کو کھڑکی کے پاس سے طلبہ گزرتے ہوئے، گھبراتے تھے، کہ کہیں حضرت کی نظر نہ پڑ جائے، جس درسگاہ میں، میں تکرار کرایا کرتا تھا، اس کے پاس سے گزرتے تھے، ایک طالب علم کی سفارش بھی فرمائی، کہ آپ طلبہ کے ساتھ بہت احسان کا معاملہ فرماتے ہیں اس کو فلاں کتاب میری خاطر پڑھادیجئے؟۔

مطالعہ کا بہت اہتمام فرماتے تھے، ہر کتاب سے متعلق شروح وحواشی بھی تفصیل سے دیکھتے، دو تین گھنٹے سونے کے نکال کر بقیہ پوری رات تکرار مطالعہ وکتب بینی میں گزرتی اور بعض دفعہ پوری رات مطالعہ میں گزر جاتی تھی، مطالعہ کا اہتمام اسلئے بھی زیادہ تھا کہ حضرت قدس سرہٗ کے والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جو طالبعلم ایک روز مطالعہ نہ کرے تو چالیس روز کی برکت جاتی رہتی ہے، اور چالیس روز کی استعداد کم ہو جاتی ہے۔

نظام الاوقات :۔اکابر کے یہاں انضباط اوقات کا اہتمام ہمیشہ رہا ہے، کہ اس کے بغیر ہر کام وقت پر مشکل ہوتا ہے ،اور معمولات کی پابندی میں دشواری ہوتی ہے ، اور معمولات کی پابندی ہی ترقی کا زینہ ہے، جس نے جو پایا ہے، وہ معمولات کی پابندی ہی سے پایا ہے، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں انضباط اوقات کا بہت اہتمام تھا اپنے متوسلین ومتعلقین کو بھی اسطرف توجہ دلاتے رہتے تھے، حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کو زمانہ طالب علمی سے ہی اسکا اہتمام تھا چنانچہ زمانۂ طالب علمی کا نظام اولاقات حضرت قدس سرہٗ کے تحریر فرمودہ کاغذات میں مل گیا جس کو حضرت نے شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں پیش کیا ہوگا ،اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے قلم سے اس میں کچھ اصلاح وترمیم بھی فرمائی۔

وَھُوَھٰذا

بعد صلوٰۃ الفجر	تلاوت
پہلا اور دوسرا گھنٹہ	سبق اقلیدس ومطالعہ ابوداؤد شریف
تیسرا گھنٹہ	مراجعت کتب نزد بندہ

(یہ اصلاح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی معلوم ہوتی ہے)

چوتھا گھنٹہ	سبق طحاوی شریف
۱۱/ سے ۱۲/ تک	کھانا
۱۲/ سے ۱/ تک	سونا
۱/ سے ظہر تک	مطالعہ وتکرار اقلیدس
بعد ظہر	حزب الاعظم
پانچواں گھنٹہ	سبق ابوداؤد شریف
چھٹا گھنٹہ	سبق نسائی شریف
۴/ سے ۵/ تک	تکرار نسائی شریف
بعد عصر مغرب تک	کھانا وچہل قدمی
بعد مغرب عشاء تک	تکرار ابوداؤد شریف وطحاوی
اذان سے نماز تک	تسبیحات
بعد عشاء ۳/ تک	سونا
۳/ سے صبح تک	مطالعہ نسائی وطحاوی شریف
قبل صلوٰۃ الفجر	تسبیحات

زمانۂ طالب علمی میں تلاوت کلام پاک کا معمول

گذشتہ پرچہ میں مذکورہ نظام الاوقات کے ساتھ کمرہ سے درسگاہ جاتے آتے دارقدیم سے دارجدید آنے جانے کے درمیانی اوقات میں تلاوت کلام پاک کا سلسلہ رہتا تھا، ایک معتمد نے زمانۂ طالبعلمی کا حضرت قدس سرہٗ کا ارشاد نقل کیا ہے:۔

میں دارقدیم سے دارجدید تک ایک پارہ پڑھ لیتا ہوں، اتنی قلیل مسافت میں ایک پارہ پڑھ لینا، مجھ جیسوں کے لئے موجب تعجب ضرور ہے، مگر ناممکن نہیں، حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا عصر مغرب کے درمیان قرآن پاک ختم کر لینے کا واقعہ مشہور ہے، بزرگوں کے لئے جس طرح طی ارض ہوتا ہے، اسی طرح طی کلام بھی ہوتا ہے، اس لئے اس میں کچھ استحالہ نہیں۔

راقم الحروف کی زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا میں جب تمہاری عمر میں تھا، قرآن پاک کی ایک منزل یومیہ پڑھنے کا معمول تھا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی زمانہ طالب علمی کا نظام الاوقات آپ ملاحظہ فرما ہی چکے اس میں تمام وقت چوبیس گھنٹہ کا مشغول ہے اس کے باوجود ایک منزل یومیہ پڑھ لینا بطور کرامت ہی ہوسکتا ہے۔

ایثار وقناعت :۔حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو بچپن سے ہی اس ایثار وقناعت اور محنت و جفاکشی کا خوگر بنایا تھا، کہ اس کی نظیر بمشکل ملے گی، بلکہ اگر کہا جائے کہ جو ایثار وقناعت بڑے مجاہدات کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور بڑی ریاضتوں کے بعد طبیعت اس کی خوگر ہوتی ہے، اور وہ بھی ہر کسی کی نہیں، بلکہ کسی پر اللہ پاک کا خاص فضل ہو جائے، وہ ایثار وقناعت پسندی حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے اندر بچپن سے رکھی تھی، طالب علمی کا زمانہ کس حد تک آزادی کا سمجھا جاتا ہے، مگر وہاں اس زمانہ میں بھی یہ حال تھا کہ مدرسہ سے جو دو وقت کا کھانا ملتا تھا، حضرت قدس سرہٗ ہمیشہ ایک وقت کا کھانا خود کھاتے اور ایک وقت کا کھانا کسی غریب طالب علم کو کھلاتے، جس کا مدرسہ سے کھانا نہیں ہوتا، ناشتہ وغیرہ کرنا حضرت جانتے ہی نہ تھے، کہ کیا ہوتا ہے، یہ معمول حضرت قدس سرہٗ کا پورے زمانہ طالب علمی میں رہا، اور فراغت کے بعد مدرسی کے زمانہ میں بھی یہی معمول تھا، جب مہمانوں کا ہجوم شروع ہو گیا، تو مہمانوں کی رعایت میں دوسرے وقت کھانے اور ناشتہ میں شرکت شروع فرمائی وہ بھی برائے نام ہی شرکت ہوتی، اسی کو کسی نے کہا ہے۔

نیم نانے گر خورد مردِ خدا..... بذل درویشاں کند نیمے دگر

جس کے بچپن کا یہ حال ہو، ریاضت ومجاہدات کے بعد اس کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا سمجھنا اور اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

اعتماد اور توکل علی اللہ:۔ برسوں مجاہدات کے بعد توکل علی اللہ کی دولت کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے، اور جس خوش نصیب کو یہ دولت میسر آ گئی، اسکو ہفت اقلیم سے کہیں زیادہ بڑھ کر دولت وسلطنت مل گئی جس ماحول میں حضرت قدس سرہٗ نے آنکھ کھولی اور جن گودوں میں پرورش پائی یہ اسی کا اثر تھا۔

زمانہ طالب علمی میں والد صاحب قدس سرہٗ نے خط لکھا کہ اگر کچھ ضرورت ہو تو لکھو حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس وقت دو پیسے تھے اور اسی وقت کارڈ دو پیسے کا ہوا تھا، انہیں دو پیسے کا میں نے ایک کارڈ منگایا اور لکھا الحمد للہ مجھے کوئی ضرورت نہیں اللہ اکبر! اس قناعت اور توکل علی اللہ کی نظیر بمشکل ہی شاید کہیں مل سکے خود سے کسی سے کہنا یا ضرورت کا اظہار کرنا تو کجا، یہاں تو والد صاحبؒ کے دریافت کرنے پر بھی غیور وقانع اور توکل علی اللہ کی خوگر طبیعت اظہار ضرورت کی اجازت نہیں دیتی جس کے بچپن کا یہ حال ہو ریاضت ومجاہدات کے بعد اس کا کیا حال ہوا ہوگا، اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، اندازہ وہی لگا سکتا ہے، جو خود بھی اس کوچہ سے آشنا ہو، نا آشنا کیا خاک اندازہ لگا سکتا ہے۔

حیرت انگیز محنت و جفاکشی

تحصیل علوم کا جذبہ آپ پر اس قدر غالب تھا کہ دن رات اسی میں غرق رہتے تھے، اور زندگی کی ساری دلچسپیاں اسی میں سمٹ کر جمع ہو گئیں تھیں۔

حضرت قدس سرہٗ کی طلب وشوق کا حال شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے حسب حال تھا، انہوں نے اپنا حال اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی چیست وخواب کدام ومصاحبت کیست و آرام چہ آسائش وسیر کجا۔

بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ کھیل کود کیا ہے، خواب ومصاحبت وآرام اور آسائش کے کیا معنی ہیں، میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے۔

شب خواب چہ وسکوں کدام است
خودخواب بعاشقاں حرام است

ہرگز درشوق کسب وکار طعام بوقت ..... نخوردہ خواب درمحل نبردہ[1]

ترجمہ:۔ تحصیل علم میں مشغولیت کی بناء پر کھانا کبھی بروقت نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

بعض دفعہ مطالعہ کی مشغولیت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے عمامہ اور بال جل گئے اور آگ لگنے کی خبر تک نہ ہوئی خود فرماتے ہیں:۔

چہ دودہائے چراغ کہ دردماغ نرفت — کدام بادۂ محنت کہ درایاغ نرفت
کدام خواب وچہ آسائش وکجا آرام — چہ خارخار کہ درشہرۂ فراغ نرفت
بحیرتم زدل خود کہ عمر رفت ولے — زکنج کدہ ہرگز بہ صحن باغ نرفت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنا حال ذکر فرمایا ہے، فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے طلب وشوق کا حال خود ان کے ملفوظ سے سمجھئے فرماتے ہیں:۔

---

[1] حیات شیخ عبدالحق صاحبؒ ص ۸۴، بحوالہ اخبار الاخبار، ص ۳۰۲)

جس وقت میں مظاہر علوم (سہارنپور) میں مدرس تھا تو رات کو اپنے کمرہ میں لالٹین جلائی اور کمرہ بند کر کے مطالعہ کرنے بیٹھ گیا اچانک میری کمر دکھنے لگی میں نے کمر پر ہاتھ پھیرا اس کے بعد گھڑی میں جو دیکھا تو مجھ کو بیٹھے ہوئے آٹھ گھنٹے ہو گئے تھے، درمیان میں صرف عشاء کی نماز کے لئے اُٹھا تھا، اس کے بعد جو لالٹین کو دیکھا تو اس میں تیل بھی ختم ہو گیا تھا، میں نے کہا تیری خطا نہیں اس کے بعد لالٹین بجھا کر سو گیا۔

پھر فرمایا میں چاہے جتنی دیر تک کتاب وغیرہ دیکھتا لیکن کبھی الحمدللہ نہ تو دماغ تھکا نہ کمر دکھی۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ اصلی گھی کھائے ہوں گے۔

فرمایا کہ یہ تو مجھ کو نقصان دیا کرتا تھا ایک شخص ایک مرتبہ اصلی گھی کی دیگچی بھر کر لائے تو میں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اصلی گھی مجھ کو نقصان دیتا ہے۔

آٹھ گھنٹہ مسلسل کتاب دیکھنا اور وقت کا پتہ نہ چلے کہ کتنا گزر گیا کس شوق اور لگن کی خبر دے رہا ہے اور پھر کتنی بھی دیر تک کتاب دیکھیں نہ کمر دکھے نہ دماغ تھکے، معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پیدا ہی اسی کام کے لئے فرمایا تھا، ورنہ کون شخص ایسا ہوگا کہ گھنٹوں پڑھے اور مطالعہ کرے نہ کمر دکھے نہ دماغ تھکے۔

زمانۂ طالب علمی کا ایک معمول :۔حضرت والا قدس سرہٗ نے زمانہ طالب علمی کا معمول بیان فرمایا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ ہم چار ساتھی مظاہر علوم میں طالب علمی کے دور میں ایک جگہ کھانا کھایا کرتے تھے، رہتے تھے علیٰحدہ علیٰحدہ کمروں میں، لیکن کھانا ایک جگہ کھایا کرتے تھے، لیکن جب امتحان قریب ہوتا تھا تو آپس میں ہاتھ ملایا کرتے تھے کہ بس بھائی کھانا علیٰحدہ علیٰحدہ کھالیا کرو اور انشاءاللہ، امتحان کے بعد ملاقات ہوگی۔

محنت وجفاکشی اور عزم وہمت:۔حضرت والا قدس سرہٗ زمانۂ طالب علمی میں سہارنپور سے گنگوہ، گنگوہ سے سہارنپور اکثر پیدل سفر فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ سہارنپور سے دیوبند بھی کسی ضرورت سے جانا تھا گاڑی میں دیر تھی گاڑی کا انتظار نہیں فرمایا بلکہ پیدل ہی چل دیئے، گاڑی راستہ میں ملی تب اس میں سوار ہوئے، واپسی میں ٹرین سے جانے کے لئے اسٹیشن پہنچے معلوم ہوا کہ ٹرین چھوٹ گئی، تو اب دوسری ٹرین کا انتظار نہیں فرمایا کہ وہ لمبے وقفہ کے بعد تھی اور اس وقت ٹھہرنے میں حرج ہوتا اس لئے اسی وقت پیدل چلدیئے اور پیدل ہی سہارنپور پہنچے تو گویا سہارنپور سے دیوبند، دیوبند سے سہارنپور کا پورا سفر پیدل ہی فرمایا جس سے وقت کی قدر ارادہ کی پختگی کہ اگر پہاڑ بھی سامنے آجائے تو گویا وہ بھی حائل نہ ہوسکے اور اسکے لئے انتہائی محنت وجفاکشی جیسی عظیم صفات کا علم ہوتا ہے۔

پہلا سفر فرمانے کا واقعہ خود حضرت قدس سرہٗ نے بیان فرمایا خود حضرت قدس سرہٗ کے الفاظ میں سنئے ارشاد فرمایا:۔

اب تو ہمارے طلبہ کو ذرا سی دور بھی پیدل چلنا مشکل ہوتا ہے، حالانکہ پہلے طلبہ پیدل سفر بہت کیا کرتے تھے، میں گنگوہ سے سہارنپور، سہارنپور سے گنگوہ کئی مرتبہ پیدل گیا ہوں ایک مرتبہ دیوبند کچھ کام تھا، گاڑی میں کچھ دیر تھی میں نے سوچا کون انتظار کریگا، میں پیدل ہی چل دیا راستہ میں گاڑی مل گئی اس میں سوار ہوگیا اس کے بعد جب دیوبند سے سہارنپور واپس آنا تھا اسٹیشن پہنچا تو معلوم ہوا کہ گاڑی چھوٹ گئی اسی وقت پیدل سہارنپور کے لئے چل دیا عصر کے قریب سہارنپور پہنچا۔

سفر میں تلاوت کلام پاک

گنگوہ کے قاری عبدالحمید صاحب جن کا گنگوہ قیام تھا، حسن پور مراد آباد کے رہنے والے تھے، ان سے ملاقات ہوئی، دوران گفتگو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے تذکرہ پر انہوں نے فرمایا: حضرت مفتی صاحب سہارنپور سے گنگوہ پیدل سفر فرمایا کرتے تھے، ہم پوچھتے کہ کتنے گھنٹے میں پہنچے تو فرماتے گھنٹوں کا تو علم نہیں البتہ میں نے راستہ میں بیس پارے ختم کرلئے، کبھی فرماتے بائیس پارے کبھی اٹھارہ پارے فرماتے راستہ میں پڑھے۔

سبق کی پابندی :۔حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سبق کی پابندی کا بہت اہتمام فرماتے تھے، کہ ایک سبق کی بھی غیر حاضری نہ ہو ایک دفعہ ارشاد فرمایا، بخاری شریف از اول تا آخر حضرت مدنیؒ سے اس شان سے پڑھی کہ کبھی سبق میں غیر حاضری نہیں ہوئی کوئی حدیث نہیں چھوٹی۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سخت علیل ہوئے طبیعت چاہتی تھی کہ عیادت کے لئے سہارنپور شیخ کی خدمت میں حاضری دیں مگر ادھر سبق ناغہ ہونے کا خیال دامن گیر ہوتا تھا، اپنی اس کشمکش کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو خط میں لکھ بھیجا، آنا چاہتا ہوں صرف ایک سبق کا ناغہ ہوگا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میری صلاح نہیں کہ تم اس حالت میں سہارنپور کا ارادہ کرو سال کا ختم ہے اسباق کی کثرت ہوگی۔ایک سبق تو بہت

کچھ ہوتا ہے، ایک حدیث کا استاذ کی نظروں سے رہ جانا بھی میرے نزدیک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کوٹرین کے ذریعہ سہارنپور سے میرٹھ تشریف لے جاتا تھا، دیوبند راستہ میں پڑتا ہے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اسٹیشن پر حاضر ہوکر ملاقات کرنا چاہتے تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے اجازت طلب کی؟ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے جواب تحریر فرمایا، سبق کا حرج کر کے تو ملنا گراں ہے اور سخت گراں، سبق نہ ہوتو ضرور تکلیف کریں۔

ذکاوت وذہانت

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت قدس سرہٗ کو ذکاوت وذہانت بھی بدرجۂ کمال عطا فرمائی تھی کہ اس کی نظیر اس دور میں بمشکل ملے گی، اصل تو یہ صفات حق تعالیٰ شانہٗ نے فطری طور پر حضرت کے اندر رکھی تھیں، اور حضرت کی شب وروز کی محنت وجفاکشی نے ان صفات کو اور زیادہ جلابخشی اور نکھار دیا، زمانۂ طالب علمی میں ذکاوت وذہانت اور فہم وفراست سے متعلق ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں:۔

حضرت سہارنپوی مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا عبداللطیف صاحبؒ، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ گنگوہ تشریف لائے، حافظ محمد یعقوب صاحب کے یہاں مہمان ہوئے تھے، میں مٹھائی لے کر حاضر ہوا، حضرت سہارنپوری کی خدمت میں پیش کی، فرمایا کون، حافظ محمد یعقوب صاحبؒ نے بتایا محمود مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھتا ہے، مولوی حامد حسن صاحب کا بیٹا، لے لیا، حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے سنگوا کر رکھ دیا، مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے فرمایا محمود ہمیں اجازت ہے چکھنے کی؟ میں نے کہا جب حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا پھر

اجازت کی کیا بات ہے، (یعنی میری ملکیت ختم ہوگئی، اب اجازت کا اختیار باقی نہیں رہا) مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے شیخ علیہ الرحمہ سے فرمایا دیکھو کیسا جواب دیا، اس وقت حضرت شیخ قدس سرہٗ مجھ کو نہیں پہچانتے تھے، مولانا عبداللطیف صاحبؒ پہچانتے تھے۔

نسائی شریف کے درس میں حضرت قدس سرہٗ نے اپنا ایک اشکال اور استاد کی طرف سے جواب بیان فرمایا، ملاحظہ ہو:۔

ارشاد:۔ نسائی شریف کے سبق میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوریؒ سے عرض کیا کہ جب سبق میں دعاء وسیلہ کی بحث آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیوں کو حکم فرمایا ہے "**سلوا اللّٰہ لی الوسیلۃ**" کہ میرے لئے وسیلہ طلب کریں، حالانکہ وہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے ہی، دعاء کا حاصل سفارش ہے، امت کی حیثیت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفارش کرے، امت کی تو نجات کا مدار ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر ہے، پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ وسیلہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے، مگر دعاؤں کی ایک مقدار اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے، اس مقدار کے پورا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا جائیگا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی درخواست کی کہ میری دعا کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل کردی جائے، جواب ملا یہ تمہاری تقدیر میں نہیں، اس کے بعد شیخ محی الدین قدس سرہٗ کے کلام میں دیکھا کہ مومن کی دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے، تو میں نے بہت لجاجت اور آہ وزاری سے اللہ پاک سے دعا کی کہ میری دعاء کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل فرمادیجئے، دعا قبول ہوگئی اور بشارت بھی ہوگئی کہ تمہاری دعاء کے ذریعہ اس عدد کی تکمیل کردی گئی اور وسیلہ عطا کردیا گیا۔

میں نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ سے عرض کیا جب اس عدد کی تکمیل ہوگئی، اور وسیلہ عطا کر دیا گیا، تو اب دعاء تحصیل حاصل ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ بھائی مجدد صاحبؒ کے کشف کو آنکھوں سے لگا کر ہونٹوں سے چوم کر سر پر رکھ کر ادب سے اٹھا کر طاق میں رکھ دو اور حدیث پر عمل کرو۔

(بتایا کہ ادب بزرگوں کے کشف کا بھی کیا جائے، مگر عمل کے لئے حدیث ہے کشف حجت نہیں، حدیث حجت ہے، تعارض کی صورت میں حدیث پر ہی عمل ہوگا، مگر احترام بزرگوں کے کشف کا بھی ضروری ہے)

درس جلالین شریف

جلالین شریف کے سبق میں ایک استاذ شاگرد کا واقعہ حضرت قدس سرہٗ نے سنایا تھا اندازہ یہ ہے کہ وہ خود حضرت قدس سرہٗ کا اپنا واقعہ ہے مگر چوں کہ حضرت قدس سرہٗ میں اپنے کمالات کا اخفا بہت ہے، اس لئے طالبین کی اصلاح کے لئے اپنے کسی کمال کا ذکر کرنا ہو تب بھی اسکی نسبت اپنی طرف نہیں فرماتے بلکہ آپ کا طرز علم اس شعر کا مصداق ہوتا ہے۔

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں ..... گفتہ آید در حدیث دیگراں

ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک جگہ جلالین شریف کا سبق ہو رہا تھا، استاد نے کہہ دیا طالبعلم جو چاہے سوال کرے اس کے بعد استاذ نے پڑھانا شروع کیا "وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ، الآية" اَخَذَ صیغہ واحد مذکر غائب اَخَذَ يَاخُذُ، نَصَرَ يَنْصُرُ سے، یہ مہموز الفاء ہے اس سے امر آتا ہے خذ، مہموز الفاء کے دو مصدر اور آتے ہیں جن کے امر کا ہمزہ خلاف قیاس حذف ہو جاتا ہے، اَكَلَ يَاكُلُ سے كُلْ

اَمَرَ یَامُرُ سے مُرْ. مِیْثَاق کے معنی عہد وثوق سے مشتق ہے۔

اِسْرَائِیْلَ، اِسْرَا کے معنی عبد کے اور ایل کے معنی اللہ اسرائیل کے معنی عبداللہ یہ لقب ہے حضرت سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ لَاتَعْبُدُوْنَ، مضارع منفی جمع حاضر کا صیغہ ہے جو نہی کے معنی میں ہے ''عَبَدَ یَعْبُدُ سے مشتق ہے عبد مادہ ہے عبد کے دو معنی ہیں، غلام، انسانوں کے غلام، اس معنی میں جب عبد آتا ہے اسکی جمع عبید آتی ہے، دوسرے معنی اللہ کا بندہ، جب یہ لفظ عبد اس معنی میں آتا ہے، اس کی جمع عباد آتی ہے۔

شاگرد! عبید اسم جمع ہے۔

استاذ! کہاں لکھا ہے؟

شاگرد! فصول اکبری کی شرح میں ہے!

استاذ! اس میں دو قول ہیں، ایک سیبویہ کا دوسرا اخفش کا میں نے اخفش کا قول لیا ہے، اخفش کے نزدیک یہ جمع ہے، سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے۔

شاگرد! سیبویہ استاذ تھا، اخفش شاگرد، آپ نے استاذ کا قول چھوڑ کر شاگرد کا قول کیوں لیا؟

استاذ! جس اخفش کا قول میں نے لیا ہے وہ سیبویہ کا استاذ تھا، اخفش تین ہیں، ایک سیبویہ کا استاذ ہے، ایک ہم عصر ہے، ایک شاگرد ہے۔

شاگرد! ''اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ'' میں کس کے غلام مراد ہیں؟

استاذ! عبید، مشترک ہے انسان کے غلاموں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے بھی البتہ عباد اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے خاص ہے۔

شاگرد! ''وَاَنْکِحُوْا الاَیَامیٰ مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَامِکُمْ'' الایۃ میں ''عباد'' کی اضافت ''کم'' ضمیر کی طرف ہے جو جمع مذکر حاضر کیلئے ہے تو یہاں عباد انسانوں کے غلاموں کے لئے متعین ہے۔

استاذ نے خفا ہو کر کہا نا معقول تم سے ایسی باتیں پوچھنے کو کس نے کہا اور خاموش ہو گئے، اس گفتگو سے استاذ و شاگرد دونوں کی لیاقت و ذہانت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

وزیرے چنیں شہریار چنیں

اور جس شاگرد کا زمانۂ طالب علمی میں یہ حال ہو تکمیل علوم کے بعد اس کا کیا حال ہوا ہوگا چنانچہ آج دنیا حضرت قدس سرہٗ کی ذہانت و فطانت سے حیران ہے اور اس بانوے برس کی عمر میں بھی اس استحضار اور تیقظ کو عجوبہ روزگار اور قدرت خداوندی کی عظیم نشانی ہی کہا جا سکتا ہے۔

تیری عظمت، تیری شوکت، وہ ترا جاہ و جلال
تیری شانِ دلرُبائی، وہ تر احسن و جمال
فرش سے پہونچا ہے بامِ عرش پر شہرہ ترا
ہے امینِ جلوہ ہائے طور آئینہ ترا

۱

نقشہ

اسناد حدیث فقیہ الامّت قدس سرہٗ

اوّل

شجرہ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

مرکز الاسانید الشاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم العمری الدھلوی

مرجع الاسانید الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ احمد العمری الدھلوی

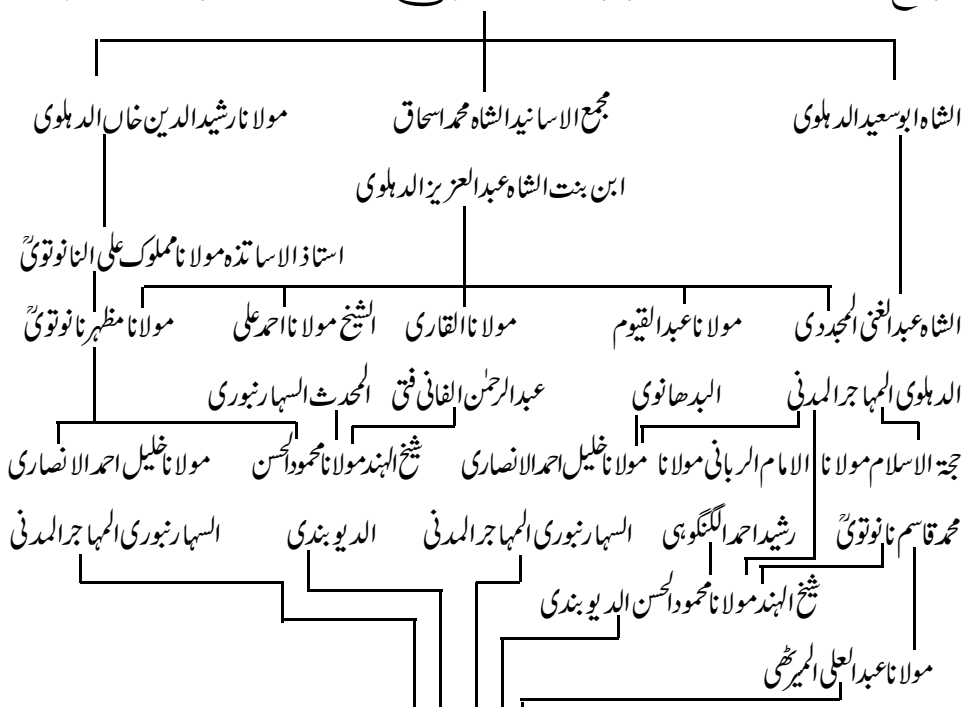

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد المدنی

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ

دوم

شجرہ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

مرکز الاسانید الشاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم العمری الدھلوی

مرجع الاسانید الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ احمد العمری الدھلوی

مولانا رشید الدین خاں الدہلوی — مجمع الاسانید الشاہ محمد اسحاق ابن بنت الشاہ عبدالعزیز الدہلوی — الشاہ ابوسعید الدہلوی

استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی النانوتویؒ

مولانا محمد مظہر النانوتویؒ — الشیخ مولانا احمد علی المحدث سہارنپوری — مولانا عبدالقیوم البدھانوی — الشاہ عبدالغنی المجددی الدہلوی المہاجر المدنی

مولانا خلیل احمد صاحب الانصاری السہارنپوری المہاجر المدنی — مولانا عنایت الٰہی السہارنپوری — مولانا خلیل احمد الانصاری السہارنپوری المہاجر المدنی — سید الطائفہ مولانا رشید احمد الگنگوہی — مولانا محمد یحییٰ الکاندھلویؒ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندھلوی قدس سرہٗ

المہاجر المدنی صاحب اوجز المسالک

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ

یہ سب سلسلہ اسناد منتہی ہوتے ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ پر اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی سند حدیث مصنف کتاب تک، رسالہ ''شفاء العلیل'' اور ترمذی شریف، نسائی شریف کے شروع میں اور مصفی، مسوّیٰ، شرح موطاء میں موجود ہے[1] وہاں دیکھ سکتے ہیں، اور مصنف کتاب سے لیکر حضرت نبی اکرم ﷺ تک کی سند ہر حدیث کے شروع میں ہوتی ہے، اسطرح ان واسطوں سے فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی سند حدیث حضرت نبی اکرم ﷺ تک متصل ہو جاتی ہے۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وہ حضرات اکابر جن کی صحبتوں سے آپ فیضیاب ہوئے

حضرات اساتذہ اوراپنے شیخ قدس سرہٗ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات اکابر کی صحبتوں سے آپ بطور خاص فیضیاب ہوئے۔

(۱) حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہٗ جن کی خدمت میں بار بار حاضری دیتے اور بعض مرتبہ طویل قیام فرماتے، اور حضرت مولانا قدس سرہٗ پوری توجہ مبذول فرماتے۔

(۲) داعی الی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ بانی تبلیغ مرکز نظام الدین دہلی جن کی خدمت میں بار بار حاضری دیتے اور بعض مرتبہ طویل قیام فرماتے اور تبلیغی اسفار میں بھی ساتھ ہوتے۔

(۳) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ جن کی مجالس میں بار بار شرکت فرمائی۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [۱] اکابر دارالعلوم ومظاہر علوم کی اسناد کی تفصیل ''العناقید الغالیۃ من الاسانید العالیۃ'' مصنفہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ، میں ملاحظہ ہو۔۱۲

بیعت وتکمیل سلوک

قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم ومہاجر مدنی سے بیعت ہوئے، اور سلوک کی تکمیل فرمائی، اوراجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کوآپ پر بہت اعتماد تھا اخیر میں اہل علم حضرات کوآپ کی طرف ہی متوجہ فرمایا کرتے تھے،اوراپنے ذاتی مسائل میں بھی آپ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

خلفائے حضرت شیخ کا بڑا تجویز کرنا

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث شاہی مرادآباد۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث پورنیہ بہار۔

ہردو حضرات حضرت شیخ الحدیث کے خلفاء میں اونچا مقام رکھتے ہیں، ہر دوحضرات نے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کواپنا بڑا تجویز کرلیا تھا، کہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد اہم امور میں ہم آپ سے مشورہ کرینگے،اوراسی پر عمل کرینگے۔

مرجعیت

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کے متوسلین اور دیگر عوام وخواص کا رجوع آپ کی طرف ہوا جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی نیابت خاصہ اور مرجعیت آپ کے ہی حصہ میں آئی۔

مظاہر علوم میں تقرر

۱۳۵۱ھ ہی میں جو آپ کے تمرین فتویٰ اور ابوداؤد شریف کی سماعت کا سال تھا حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہر علوم نے باہمی مشورہ سے از خود ہی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی درخواست وطلب کے بغیر معین مفتی کے عہدہ پر آپ کا تقرر فرمالیا۔

طلبہ پر شفقت اور خورد ونوش میں معمولات کو نقل کرتا ہوں تفصیل ''حیات محمود'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

طلبہ پر شفقت

محترم مفتی ظہیر الاسلام زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:۔

ذہین طالب علموم کو شرح وقایہ سے ہی فتویٰ نویسی کی طرف متوجہ فرماتے تخریج مسائل میں لگاتے، مختصر سوالات تحریر کرادیتے اور درسی کتابوں سے جوابات لکھواتے۔

ہر دوئی زمانہ قیام میں طلبہ کو ہدایت تھی کہ وقت کی پابندی کرو اور نماز میں گڑ بڑ نہ کرو باقی سب شرارت معاف، نماز کے بعد طلبہ کو جمع فرماتے اور شرارت کرنے والے طلبہ کو درمیان سے نکالتے اور جوتے سے پٹائی کرتے، پٹائی کے بعد (عموماً) ایک روپیہ مٹھائی کے لئے عنایت فرماتے جس کی وجہ سے طلبہ ہنستے کھیلتے چلے جاتے۔

حضرت سفر میں تشریف لے گئے، احقر بیمار ہوگیا، سفر سے واپسی پر دریافت فرمایا، کسی نے بتادیا بیمار ہے کمرہ میں لیٹا ہے، کمرہ میں تشریف لائے، اور مزاحاً فرمایا ظہیر دروازہ پر جوتے کس کے پڑے ہیں؟ بندہ نے عرض کیا، میرے حضرت ہنس دیئے پھر بندہ بھی سمجھ کر ہنس دیا، اور پھر احقر کو اٹھا کر ساتھ اپنی درسگاہ میں لائے اور وہیں اپنے قریب لٹایا خود مطالعہ میں مشغول ہوگئے، بندہ لیٹا رہا اور بندہ کے لئے پرہیزی کھانے اور علاج معالجہ کا پورا انتظام فرمایا اور پوری نگہداشت فرمائی، اور دوسرے اساتذہ کو متوجہ فرمایا کہ دیکھ بھال کرتے رہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب موجودہ قاضی شہر کانپور کی طبیعت سخت خراب ہوگئی، نہ بیوی نہ بچے نہ کوئی دیکھنے والا نہ کوئی تیمارداری کرنے والا سخت پریشان

ہوئے، حضرت والا قدس سرہٗ نے اپنے پاس اپنی درسگاہ میں رکھا اور ایسی خاطر داری اور بہتر تیمارداری فرمائی کہ شاید وباید۔

ایک دفعہ حضرت مولانا سید بشارت علی صاحب نائب ناظم دعوۃ الحق ہردوئی کانپور پہنچے سخت بیمار ہوگئے کہ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوگئے، حضرت والا نے ان کا ایسا خیال فرمایا اور ایسی دیکھ بھال فرمائی کہ انہیں یہ خیال نہ ہوا کہ وہ اگر اپنے گھر میں تشریف رکھتے تو اس سے بہتر دیکھ بھال ہوسکتی، حضرت والا ان پر برابر اصرار فرماتے کہ حضرت کے کمرہ یا حضرت کی درسگاہ میں قیام فرماویں تاکہ اور مزید دیکھ بھال ہوسکے، مگر انہوں نے یہ کہہ کر عذر فرمادیا کہ یہاں بے تکلفی زیادہ رہے گی، اور بندہ کے کمرہ پر ہی قیام فرمارہے۔

ایک طالب علم نے اپنا آپریشن کرایا اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی، حضرت والا کو اس کا علم ہوا فوراً ہسپتال پہنچے اور مدرسین کو بھی بھیجا اور تمام ضروریات کا انتظام فرمایا، اور پوری دیکھ بھال رکھی۔

حضرت مولانا قمرالدین صاحب زید مجدہم بیمار ہوئے آپریشن کرانا ہوا، حضرت والا قدس سرہٗ نے اکثر وقت ہسپتال میں گزارا اور باقی ہسپتال میں قیام کے زمانہ میں ہر روز عصر پڑھ کر یا قبل عصر پیدل ہی شہر کی گلیوں میں کو گزرتے ہوئے، ہسپتال تشریف لے جاتے، اور مغرب تک وہاں رہ کر واپس ہوتے واپسی رکشا سے ہوتی۔

حضرت والا طالب علموں کی ضروریات کے آگے کبھی اپنی راحت وآرام کا خیال نہ فرماتے بندہ کے پاس مشکوٰۃ شریف کے سال صرف ایک گرم چادر تھی اسی میں سردی گزر رہی تھی، طریقہ یہ تھا کہ جتنی دیر بیٹھے بیٹھے نیند آتی سولیا کرتا، حضرت نے اس کو محسوس کیا یا کسی نے حضرت کو صورت حال سے مطلع کیا، حضرت والا خود اپنا لحاف لئے ہوئے تشریف لائے، اور بندہ کو عنایت فرمایا کہ میں نے دوسرا لحاف بنوالیا ہے، تم اس کو استعمال کرو۔

مدرسہ میں ایک شخص عبداللہ نام کے رہتے تھے ان کے عزیز قریب سب محلے میں رہتے تھے، ایک بوڑھی عورت کسی کسی وقت کھانا دے کر جایا کرتی اوڑھنے کے لئے بیچارے کے پاس ایک پرانی گدڑی تھی، جس کے میل نے نشان بھی داب لئے تھے، روئی کے نام پر کہیں کہیں گومڑ جیسے تھے، طلباء اس کو ماموں کہہ کر پکارا کرتے وہ چڑتا تھا، حضرت طلبہ کو سمجھاتے تھے، مگر طالب علم تو پھر طالب علم ہیں، باز نہ آتے۔

ایک دفعہ عبداللہ سخت بیمار ہوگیا اور چلنا پھرنا مشکل ہوگیا گندگی اور تعفن کی وجہ سے کوئی طالب علم بھی پاس نہ جاتا اور بات تک کرنا گوارا نہ کرتا، مگر حضرت والا ایسی حالت میں بھی برابر اس کے پاس تشریف لے جاتے، اور اس کی خبر گیری فرماتے، اپنے کھانے میں سے اس کے لئے کھانا بھجواتے، خود جا کر کچھ نقدی بھی دیدیا کرتے، غرض کہ تمام ضروریات کا بندوبست فرماتے، ایک دفعہ سردی کے شروع میں اس کے اوڑھنے بچھانے کے کپڑے ملاحظہ فرمائے، اور یہ دیکھ کر کہ سردی سے حفاظت کے لئے کپڑے ناکافی ہیں، اپنا بہترین لحاف اور گدّا خود بنفس نفیس لے جا کر اس کو دے دیا اور اس کی راحت وآرام کا ایسا بہترین انتظام فرمادیا کہ نہ صرف اس نے بلکہ اس کے لواحقین نے بھی برسوں اس سے گرمی حاصل کی اور ظاہری حیثیت بنائی۔

بعض طالب علموں کے مستقل اپنے پاس سے وظیفے مقرر فرما رکھے تھے، اور نہ جانے کتنے طالب علم تھے جو چائے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے حضرت والا بے تکلف پیسے عنایت فرمایا کرتے اور یہ سلسلہ ہر جماعت کے طلبہ کیساتھ رہتا۔

ایک دفعہ طلبہ سے فرمایا تم سوال مت کیا کرو، سوال کرنا اچھا نہیں لگتا، ایک بے تکلف طالب علم نے کہا کہ حضرت آپ نے ہماری عادت خراب کردی، اتنا کھلاتے پلاتے ہیں جب آپ نہیں کھلاتے تو ہم مانگنا شروع کردیتے ہیں۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا! استغفر اللہ آپ حضرات کا احسان ہے کہ آپ کھالیتے ہیں، نیک لوگ طالب علم نہیں کھائینگے تو یہ پیسہ تو خرچ ہونا ہی ہے دنیادار کھائینگے۔

اس سلسلہ کی ایک مزہ دار بات یہ ہوئی کہ ایک روز جناب حبیب احمد صاحب مالک مطبع رزاقی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا حضرت جب ہماری جیب میں پیسہ ہوتا ہے تو کسی سے کہتے اچھا لگتا ہے کہ کچھ کھلاؤ، حضرت والا نے ارشاد فرمایا، حبیب صاحب اپنا حال تو یہ ہیکہ جب جیب میں پیسہ ہوتا ہے تو ساتھیوں اور دوستوں سے کہتے ہیں کہ لو کھاؤ، جب پیسہ نہیں ہوتا ہے تو نہ کسی سے سوال کرتے ہیں نہ کسی پر ظاہر ہونے دیتے ہیں۔

حضرت والا قدس سرہٗ کا یہ فتوحات کا دور نہیں تھا، کبھی کبھی جیب بالکل خالی بھی ہو جاتی، مگر اپنی ضرورتوں کی فکر نہ فرماتے طلبہ کی ضرورتوں پر دھیان دیتے۔

جب مدرسہ میں مطبخ نہیں تھا، طلبہ محلّہ سے کھانا لاتے اور چودہ روپیہ وظیفہ مدرسہ سے فقط وصول کرکے اپنی ضروریات پر صرف کرتے، مگر بعض طلبہ جو گھر کے بھی انتہائی مفلس جنکا اس طرح بھی گزارہ مشکل ہوتا، حضرت سب پر نظر رکھتے، بندہ (مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب) انہیں میں تھا، حضرت نے مہربانی فرما کر توجہ دلائی، کہ ہوٹل کے بجائے خود پکالیا

کرو، اور میرے ساتھ کھالیا کرو، بندہ نے روٹی پکانا شروع کی، آہستہ آہستہ ٹیڑھی میڑھی روٹی خود تناول فرمالیتے اور اپنی روٹی بندہ کی جانب سرکا دیتے۔

مطبخ شروع ہونے کے بعد حضرت والا سے تعلق رکھنے والے چند طلبہ حضرت والاؒ کیساتھ کھانے میں شرکت کرنے لگے، سب کا سالن ایک کونڈے میں ڈال دیا جاتا، اور سب اردگرد بیٹھ کر کھانا کھاتے کھانیکے وقت بھی حضرت والا سب کھانے والوں پر نظر رکھتے۔

ایک دفعہ بندہ کے ایک مہمان آئے، حضرت نے فرمایا، ظہیر کھچڑی کے لئے خیال ہورہا ہے، بندہ نے کھچڑی تیار کی حضرت اپنے کمرہ سے گھی کا ڈبہ لیکر تشریف لائے، اور فرمایا اس میں گھی ڈالو بندہ نے پلیٹ میں کھچڑی پر گھی ڈالا، حضرت والا نے فرمایا بس اور پھر خود ہاتھ ڈال کر ڈبہ میں سے دو دفعہ ہاتھ بھر کر گھی نکال کر کھچڑی پر ڈالتے رہے، اس کے بعد دوبارہ تِبارہ کھچڑی نکالی تب بھی اسی طرح گھی نکالتے رہے، وہ عزیز مہمان اب بھی حیات ہیں، اور اس واقعہ کو یاد کر کے بہت مزے لیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کھاتے تو ہم بھی ضرور ہیں، مگر کھاتے اصل یہ مولوی لوگ ہیں۔

تربوز کا آپ کو شوق تھا مگر کبھی فرمائش نہیں کہ جمعہ کے دن گنگا پر لڑکے کبڈی کھیلنے جاتے، تربوز لانے کا ذکر کرتے، حضرت والاؒ ان کو پیسے دے دیتے وہ تربوز لاتے اور بڑی پلیٹ میں اس کو کاٹ کر رکھا جاتا، اور سب طلبہ اردگرد بیٹھ کر حضرتؒ کے ساتھ کھاتے کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ آپ نے ظہر کی نماز کے بعد بندہ کو اشارہ کیا، حجرہ میں لے جا کر جہاں ایک پلیٹ میں بہترین برف سے ٹھنڈا کیا ہوا تربوز رکھا ہوتا آپ فرماتے جلدی جلدی نبٹا لو کبھی مدرسہ کا وقت ہو جائے، اور ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے، خود جلدی سے اٹھ جاتے، اور فرماتے

کھاؤ اور دروازہ بند کر کے آ جانا، قفل، چابی، چھوڑ جاتے، تربوز کون لایا کس نے اس کی قاشیں کیں، اور برف کس نے لگایا، کاٹنے اور برف لگانے کا عمل غالبًا آپ نے اپنے دست مبارک سے کیا ہوگا۔

طلبہ کی تربیت سے متعلق چند عادات مبارکہ

مدرسہ میں غسل خانوں کے اوپر حوض سے متصل کپڑا دھونے کی جگہ تھی، بعض طالبعلم سہولت کے لئے غسل خانہ میں کپڑے دھونے لگتے، آپ اس کو سخت ناپسند فرماتے، بلکہ بعض دفعہ طالب علم کو تنبیہ بھی فرماتے چونکہ اس سے دوسرے طلبہ کو جو نہانا چاہتے ہوں دشواری ہوتی ہے۔

آپ طالب علموں کو صبح کے وقت سویرے (فجر سے قبل) اٹھانا پسند فرماتے اس کی ذمہ داری بھی بعض اساتذہ پر رکھی تھی، اور نگرانی بھی اساتذہ کے سپرد فرمائی تھی، تاکہ تہجد پڑھنے کی عادت بھی طلبہ کو پڑ جائے، اور اس وقت سبق بھی جلد یاد ہوتا ہے، کتاب بھی اچھی سمجھ میں آتی ہے، کہ طبیعت زیادہ حاضر رہتی ہے۔

نماز کی حاضری اور درسگاہ کی حاضری کی سخت تاکید تھی اور یہ جرم (غیر حاضری) قابل عفو نہ خیال فرماتے آپ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ کسی طالب علم کو مسجد کے اندر شرارت کرتے دیکھیں۔

کھیل کے وقت کبھی کبھی آپ بھی پاس کھڑے ہو کر طالب علموں کو کبڈی کھیلتے

ہوئے دیکھتے اور تحسین فرماتے، کہ صحت وتندرستی کا ذریعہ ہے جسم میں چستی وچالاکی بھی اس سے پیدا ہوتی ہے۔

بعض طالب علم رات کو سر کے نیچے رحل یا کتاب رکھ کر سوجاتے یہ بات آپ کو ناپسند تھی، آپ فرمایا کرتے پہلے کتاب کو اس کی جگہ رکھ دو پھر بستر بچھا کر اگر ضرورت ہو تو مسجد میں (بنیت اعتکاف) سوجاؤ، ورنہ اپنے کمرہ میں جا کر سوجاؤ۔

طالب علم کے چہار زانوں بیٹھنے کو ناپسند فرماتے کہ یہ خلاف ادب ہے، اور بے ادبی علم سے محرومی کا ذریعہ بن جاتی ہے، جس درجہ ادب ہوگا، اسی درجہ علم میں ترقی ہوگی کسی نے کہا ہے:۔

ادب ہی سے انسان انسان ہے.....ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے
ادب تاجیست از فضل الٰہی ....بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد ....بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ایک دفعہ ایک گدا بچھا ہوا تھا، کچھ طالب علم اس پر بیٹھ گئے باقی دوسری جگہ بیٹھ کر کتاب دیکھ رہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا اس گدے کو اٹھا کر بیٹھو گدے بچھا کر بیٹھنے والے علم کی برکت سے محروم ہوجاتے ہیں، یہ علم مسکنت اور جفاکشی چاہتا ہے، عسرت تنگدستی میں علم حاصل کرنے والے ہمیشہ دین کے خادم بنے ہیں۔

آپ کو پھٹا کپڑا پہننا ناپسند تھا، کسی طالب علم کو دیکھتے، ارشاد فرماتے پیوند لگالو، پیوند والا پہنا سنت ہے اور پھٹا ہوا پہننا منع ہے۔

طالب علموں کو صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے، چونکہ حدیث شریف میں ہے "الطھور شطر الایمان" اور اس سلسلہ میں ان کی ضرورتوں کا بھی خیال فرمایا کرتے۔

حضرت والا کے زمانہ میں بیت الخلاء صفائی والے تھے، ایک بوڑھی عورت (بھنگن) صفائی کرنے کیلئے آیا کرتی تھی، اصل لکھنؤ کی رہنے والی تھی، بہت صاف اردو بولا کرتی تھی، ادب سے سر ڈھانک کر سامنے آتی تھی، اور اپنی ضرورت کی بات کیا کرتی تھی، حضرت والا اسکی پوری بات ہمہ تن متوجہ ہوکر سماعت فرماتے، اور اسکی حاجت برائی فرمایا کرتے تھے، اور اسمیں بھی اتباع سنت ملحوظ ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام راستہ میں چلتے ہوئے کوئی لونڈی اپنی ضرورت بیان کرنے کیلئے لیکر کھڑی ہوجاتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ سے اسکی بات سنتے اور اس کی ضرورت پوری فرما کر پھر تشریف لے جاتے۔

خاکروب عورت نے ایک دفعہ حضرت والا سے اپنی لڑکی اور اس کے شوہر کا واقعہ سناتے ہوئے عرض کیا تھا، حضرت خدا شاہد ہے کہ ہم کو اس دقیقہ کا علم نہیں تھا، حضرت والا لوگوں سے لکھنؤ کی اس فصیح گفتگو کا ذکر فرمایا کرتے اور بھنگن کے اس جملہ کو بڑے پر لطف انداز میں سنایا کرتے۔

خورد ونوش میں معمول مبارک

کانپور میں اخیر میں آپ کی تنخواہ ۷۲/روپے بمد صدر المدرسین اور بارہ روپے بمد کتبخانہ، آپ کا معمول تھا، کہ مہینہ کے شروع میں ۶۰/روپے بذریعہ منی آرڈر اہل وعیال کے اخراجات کیلئے گھر ارسال فرمادیتے، کہ نفقہ واجبہ ہے اس میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

منی آرڈر پر یہ پتہ تحریر ہوتا:۔

شاکرہ برمکان قاضی تحسین صاحب گنگوہ۔

باقی میں خودگزر فرماتے کھانا، کپڑے، صابن، اور دیگر اخراجات اسی میں پورے فرمائے۔

حضرت والا کھانا ہمیشہ ایک وقت ہی تناول فرماتے، دوپہر کو صبح ناشتہ میں ایک گلاس گڑ کی چائے، اس گھر سے آجاتی جہاں کھانا پکتا تھا، پیتل کا گلاس گاڑھی چائے آج بھی وہ منظر نظر کے سامنے ہے، درسگاہ میں آپ تشریف فرما ہوتے چائے کا گلاس رکھا ہوتا، کتاب زیر نظر ہوتی یا کوئی فتویٰ تحریر فرماتے ہوئے، اور درمیان میں ایک گھونٹ اس چائے کا بھی نوش فرمالیتے، نہ روٹی نہ بسکٹ، نہ پھلکی، نہ کانپور کا ناشتہ پوری آلو، کچھ بھی نہیں، وہ پیتل کے گلاس کی چائے کسی کو پینے کو نہیں دیتے تھے، اس وقت کوئی مہمان آجاتا، اس کیلئے ہوٹل سے چائے منگوائی جاتی ۹/سال کی مدت میں بندہ نے اس چائے کے علاوہ ناشتہ کرتے نہیں دیکھا۔

دوپہر کے کھانے میں اگر کوئی مہمان آجاتا اگر شہر کا ہی ہوتا اسی کھانے میں شریک فرمالیتے، اگر باہر کا ہوتا تو اس کے لئے ہوٹل سے کھانا منگوالیتے۔

سرکہ حضرت والاؒ کو بہت مرغوب تھا، جو شخص لاکر پیش کرتا بہت خوش دلی سے قبول فرماتے، اور مدرسہ کی دال میں روزانہ تھوڑا تھوڑا ڈلواتے جس سے دال کافی ذائقہ والی ہوجاتی، کبھی کبھی، آپ گلاس میں تھوڑا سا سرکہ ڈالتے اور کھانے کے بعد پانی ملاکر نوش فرماتے اور "**نعم الادام الخل ما افقر بیت من الادام فیه الخل**" حدیث شریف پر عمل کرکے لطف اندوز ہوتے اچار بھی حضرت والا کو بہت پسند تھا، رغبت سے تناول فرماتے، اور ہمیشہ خرید فرمایا کرتے، اور طالب علم مزے لے کر کھایا کرتے، یہ بھی منشاء ہوتا کہ کسی وقت بھی مہمان آجاتے، سالن اگر نہ ہو تو اچار روٹی پیش کردی جائے، اور سالن ہو تو اچار بھی

مہمان کے سامنے رکھ کر مہمان کا اکرام بھی ہو جائے، کہ کم خرچ بالانشیں کا مصداق ہے۔

رات کا کھانا آپ کبھی بھی تناول نہ فرماتے، مجھے بھوک نہیں ہے، یا فلاں چیز کھالی وغیرہ کہہ کر عذر فرما دیا کرتے۔

ایک دفعہ کسی سفر سے واپسی مغرب کے وقت ہوئی آتے ہی فرمایا ظہیر کھانے کا ارادہ ہے، جتنی دیر میں حضرت نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے اتنی دیر میں پانچ روپے کے پراٹھے اور کباب (روپے حضرت نے ہی عنایت فرمائے) بندہ لے کر آ گیا، پانچ پراٹھے اور اس کے ساتھ کباب فری ہوتے تھے، ایک پراٹھا بمشکل تمام حضرت والا نے تناول فرمایا، باقی چار پراٹھے ہم چار طالب علموں نے ایک ایک لے لیا، حضرت والاؒ نے فرمایا یہ تقسیم پسند نہیں، دسترخوان پر رکھ کر کھالو، جو جتنا کھالے اور یہیں میرے سامنے کھاؤ، تقسیم کر کے کھانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔

ایک دفعہ بعد عصر فرمایا، ظہیر کچھ کھانے کو ہے؟ اس میں بھی کسی درجہ سنت کا اتباع ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر تشریف لا کر دریافت فرمایا کرتے کھانے کو کچھ ہے؟ اگر کچھ ہوتا تو پیش کر دیا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرما لیتے، اور کچھ موجود نہ ہوتا تو ارشاد فرماتے اچھا تو پھر میرا روزہ ہے۔

بندہ نے عرض کیا حضرت آج تو کچھ نہیں اور نہ ہی پیسہ ہے، فرمایا تو کیا کچھ بھی نہیں ہے؟ عرض کیا کچھ بھی نہیں ہے! یہ وہ دور تھا کہ بندہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا کرتا تھا، حضرت اس روزہ بعد ظہر سفر سے تشریف لائے تھے، اور آتے ہی سبق پڑھایا تھا، خدا معلوم کب سے کھانا نہیں کھایا تھا، فرمایا کیا سوکھی روٹی بھی نہیں ہے؟ بندہ نے نہایت حیرت سے عرض کیا سوکھی روٹی تو ہوگی! فرمایا لے آؤ، آپ نے بے تکلف وہ سوکھی روٹی نمک کی کنکر کیساتھ

تناول فرمالی، اور کچھ خیال نہ فرمایا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ تازہ روٹی تناول فرمارہے ہوں، کچھ بھی تکلف یا ناگواری نہیں، بعد کا دور فتوحات دیکھنے والے حضرات اس واقعہ سے سبق وعبرت حاصل کریں، اور حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کا مقولہ بھی دھیان میں رکھیں، جو ہماری ابتداء دیکھے کامیاب جو انتہاء دیکھے ناکام۔

احقر ایک دفعہ شلجم لے کر حاضر ہوا فرمایا قاشیں کاٹو یہ تو خون میں اضافہ کرنے والا ہے ہاضم بھی ہے، پتلی پتلی قاشیں ہوں، ایک موٹی کاٹ دی، فرمایا اتنی موٹی کیوں کاٹی، جانا پیٹ ہی میں ہے، تھوڑی دیر میں پہنچ جائے گی، تو کیا فرق پڑیگا، لہجہ میں کچھ ترشی بھی آگئی، آپ نے اس کو دوبارہ کاٹنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد تناول فرمایا، اس سے مزاج مبارک میں لطافت ونظافت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مزاج مبارک کی لطافت ونظافت مشہور ہے، کھانے کے وقت دیکھنے والوں نے دیکھا اور ہزاروں دفعہ کا تجربہ یہ ہے کہ لقمہ کبھی بڑا نہیں لیا، اتنا مختصر جتنا بچے کھاتے ہیں، کبھی جلدی نہیں کی، اطمینان سے تناول فرمانے کی عادت تھی، یہ نہیں کہ جلدی سے ایک بوٹی کھالی دوسری پر نگاہ جمی ہے، مل گئی تو وہ بھی کھالی، یہ تو اکثر ہوا ہے، کہ حضرت والاؒ کے گوشت کو طالب علموں نے بے تکلف کھالیا اور حضرت والاؒ نے طالب علموں کی دال تناول فرمائی، اور فرمایا کرتے غریبوں کے کھانے میں اللہ تعالیٰ نے لذت اور برکت رکھی ہے، معمولی چیزیں بھی اتنی ہی رغبت سے تناول فرماتے جس رغبت سے لذیذ وعمدہ چیزیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے کسی وقت بے حد لذیذ کھانے میں دو لقمے فاضل تناول فرمالئے ہوں، پہلے سے مقررہ خوراک ہی تناول فرماتے، خواہ کھانے کی نوعیت

وکیفیت کچھ بھی ہو۔

حضرت والاؒ نے کبھی فرمائش کر کے کوئی چیز تناول نہیں فرمائی ۵۶ھ سے ۶۵ھ تک تقریباً سفر، حضر، گھر، باہر، مدرسہ، دوستوں عزیزوں اور چاہنے والوں کے ساتھ رہنا ہوا، مگر آپ نے کبھی کسی چیز کی از خود فرمائش کی ہو ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آپ نے کبھی کھانا بچا کر دوسرے وقت کے لئے نہیں رکھا، جو کچھ حسب دل خواہ ہوا تناول فرمالیا، باقی کسی نہ کسی کو عطیہ ہی کرنا ہے، اور فرمایا کرتے موجود کے ساتھ بخل کرنا خالق کے ساتھ بدگمانی ہے، کہ اس نے اس وقت دیا ہے کل کو نہیں دے گا، خواہ ادھر سے کوئی نکلا یا کسی کو بلا کر کسی کے پاس بھجوا دیا، اور رکھ کر جب وہ آیا جس کو دینا مقصود ہوتا تو آپ اس کو دیدیتے، اور فرمایا کرتے کہ لالچ کا منہ کالا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ گڑ بڑ ہو جاتی ہے۔

کھانے پینے کی چیز میں انگلیوں کے ڈوبنے کو سخت ناپسند فرماتے ایک دفعہ حج سے واپسی پر ایک بڑا سا ٹوکرا سنتروں کا ساتھ لائے، کبھی ان کی قاشیں علیحدہ علیحدہ کی جاتیں اور کبھی ان کو نچوڑ کر شربت بنالیا جاتا، ایک ایسے ہی موقع پر بندہ نے انگلی سے گلاس کی کوئی چیز نکالنی چاہی تو آپ نے نظر جو اُدھر ڈالی فوراً روک دیا، فرمایا برکت والا کر کے اپنے لوگوں کو دینا، اس وقت مہمان کو ایسے ہی دے دو۔

پلیٹ میں اگر اس کے بعد اور کھانے والے ہوتے تو چاٹنے اور صاف کرنے کو پسند نہ فرماتے، لوگ اٹھتے اور بدلتے چلے جاتے کھانا انہیں پلیٹوں میں ڈالا جاتا۔

ایک دفعہ ایک بڑی جماعت تھی، تبلیغ کا ایک اہم مشورہ تھا یوپی کے اہم ذمہ دار حضرات تشریف لائے ہوئے تھے، کھانا چل رہا تھا، آخر میں مدرسہ کے طلبہ ومدرسین

شریک طعام تھے، مدرسین نے یہ سمجھ کر کہ اب اس کے بعد کھانے والا کوئی نہیں ہے، پلیٹیں انگلی سے صاف کرنا شروع کردیں، حضرت والاؒ نے ناگواری کا اظہار فرمایا چونکہ بعد میں دوسرے حضرات بھی کھانے والے موجود تھے، اگر کسی دوسرے کے یہاں کھانے کی نوبت آتی اور روٹیاں تھوڑی تھوڑی آرہی ہوں، تو حضرت والا انتہائی اطمینان سے تناول فرماتے اگر سب تناول کرچکتے تو حضرت بھی فارغ، سب کھارہے ہیں، تو حضرت والاؒ بھی ساتھ ہیں روٹی آئی کھالیا ورنہ بیٹھے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شیخ کے دسترخوان پر بندہ بھی حاضر تھا، گرم گرم روٹیاں اندورن خانہ سے خدام لارہے تھے، مشائخ کی آپس میں گفتگو ہورہی تھی اطمینان سے کھانا ہورہا تھا، ہمارے پڑوس میں بیٹھے ہوئے ایک شیخ محترم نے دیر سے بندہ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر میزبان کے سامنے جو روٹی رکھی ہوئی تھی اس کو اٹھالینے کا اشارہ کیا بندہ نے اٹھالیا، بندہ کا اٹھانا تھا کہ حضرت نے گفتگو وہیں ختم کرکے سالن کی بڑی پلیٹ بھی اٹھا کر بندہ کے آگے دی کہ لو اسے بھی صاف کرلو، بندہ کی شرمندگی اور حضرت کی وہ نظریں مجمع نے دیکھا تو بات سمجھے ورنہ میزبان نے بھی کہہ دیا ہاں، ہاں لو کھالو صاف کرلو، ان واقعات کو لکھتے ہوئے بھی جو روح کا سناٹا ہے ختم ہونے کو نہیں آرہا ہے۔

حضرت والا کو آم بہت مرغوب تھے اور دو چار کھا بھی لیتے تھے، مگر تنہا شاید کبھی کھانے کی نوبت نہ آئی ہو، پیٹی بند کہیں سے آگئے، اٹھوا کر کمرے میں رکھوادئے، اب جتنے پکتے جاتے ہیں کاٹ کر دسترخوان پر رکھے جاتے ہیں، آپ بھی برابر کے شریک، ایسا نہ کہ آپ نے کبھی ایک آدھ قاش بھی چکھنے کے نام پر ہی تنہا نوش جان فرمائی ہو۔

اور کبھی کبھی تو بڑا مزے دار ''پنچ غپ'' بنتا کونڈے کے اندر طالب علموں کی دال اسی میں سبزی اسی میں دہی، اسی میں گوشت بھی حضرت والاؒ نے سرکہ بھی اس میں ڈالا اور کوئی آم زیادہ گھلا ہوا ہے کہ قاشیں کاٹنا مشکل تو وہ بھی اس میں نچوڑ دیا گیا، اب کھانے والے کیا کیا مزہ لیکر کھا رہے ہیں، کبھی کھٹوا لقمہ کبھی نمکین، کبھی میٹھا، کبھی میٹھا مرچ اور نمک سرکہ سب ایک ہی لقمہ میں ایسا مزہ دیتا کہ آپ یقین کریں کہ یہ سطریں روزہ میں بھی مزہ دے رہی ہیں۔

اتوار کے روز شہر کانپور کا ہفتہ واری اجتماعی تبلیغ مچھلی بازار کی مسجد میں ہوتا، آپ جب تشریف فرما ہوتے، اجتماعی تبلیغ میں ضرور شرکت فرماتے، اور حسب مشورہ حضرت والاؒ کا بیان بھی اجتماع میں ہوتا، اجتماع کی شرکت کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ حافظ عتیق صاحب دامت برکاتہم فیوضہم اس وقت کے عتیق بھائی کے گھر تشریف لے جاتے اور جو لوگ طلبہ یا مدرسین حضرت کے ساتھ ہوتے سب کے سب حافظ صاحب کے گھر کھانا تناول فرمایا کرتے، فراغت کے بعد حافظ صاحب حضرت کو سڑک تک لاتے، رکشا کر دیتے، پھر واپس ہوتے، یہ معمول ایسا جڑا ہوا تھا کہ حضرت والا کے دیوبند تشریف لانے کے بعد اگر کبھی اتفاق سے اتوار کے روز حضرت والا کا قیام کانپور ہوا تو اس معمول میں فرق نہ آیا۔

ایک دفعہ کانپور تشریف بری کے موقع پر بندہ اپنے ایک عزیز کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوا کھانے میں شریک نہیں ہوا حضرت والا سے ملاقات ہو چکی تھی، جگہ جگہ تلاش کرایا، بعد میں ارشاد فرمایا کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟

دو باتیں عرض کیں، ایک تو آدمی بہت ہو گئے تھے، دوسرے سفر کی وجہ سے بھوک

بہت تیز تھی بعد عصر کھالیا، فرمایا نہیں بلکہ مالدار ہو گئے ہو۔

جب ساتھ تھے میزبان سے ہم نے کہہ بھی دیا تھا تو ساتھ کیوں نہیں کھایا، آج بھی سوچ سوچ کر شرم آتی ہے، اس قدر خیال کہ بڑے مجمع میں بھی یاد رکھا۔

جامع العلوم کانپور میں قیام

۱۳ھ تک آپ بخوبی کام انجام دیتے رہے، مگر سخت علالت طبع کی بنا پر معالج کا مشورہ تبدیل آب، ہوا کا ہوا، جس کی وجہ سے کچھ دن گنگوہ اور پھر لدھیانہ، اور بعض دیگر مقامات پر قیام رہا، اور پھر ۱۳ھ میں جامع العلوم کانپور میں تقرر ہوا۔

جامع العلوم قیام کے زمانہ کے بعض حالات محترم مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب زید مجدہم بنی گنج نے تحریر فرمائے ہیں جو ''حیات محمود'' میں آ گئے ہیں، آپ کی وجہ سے جامع العلوم کو مرجعیت کا مقام حاصل ہوا۔

ادھر جامع العلوم تشریف بری کے بعد سے ہی اکابر مظاہر علوم کا اصرار مظاہر علوم واپسی پر شروع ہو گیا تھا، جس کی تفصیل ''حیات محمود'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ادھر دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب قدس سرہٗ کی سخت علالت کی وجہ سے شوریٰ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو دار العلوم دیوبند بلانے کی تجویز پاس کی، اور ان کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے حکم سے مؤکد کرا لیا گیا، جس کی وجہ سے جامع العلوم کانپور سے دار العلوم دیوبند تشریف بری ہوئی، جامع العلوم کانپور سے دار العلوم تشریف بری کے موقع پر وہاں کے حضرات پر کیا گزری اس کا اندازہ وہاں سے

نکلنے والے ماہنامہ ''نظام کانپور'' کے اداریہ سے کیا جاسکتا ہے۔

چگونہ حرفِ زنم دل کجا دماغ کجا

میری آنکھوں میں وہ دل سوز منظر ابھی تک بسا ہوا ہے کہ نظام کے سرپرست اور میرے مربی اور محسن اور کانپور والوں کی روح وجان حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کانپور چھوڑ کر دارالعلوم دیوبند جارہے ہیں، اسٹیشن پر ہزاروں سوگوار عقیدت مند اپنے صبر وقرار کو رخصت کرنے کے لئے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر موجود ہیں جن کی آنکھیں اشکبار ہیں، دل غم سے نڈھال ہیں، اور لب وفور غم سے تھرتھرا رہے ہیں، اور ہر شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ کوئی بہت بڑی چیز ہمارے ہاتھوں سے نکلی جارہی ہے، حتی کہ بڑے بڑے اہل دل بزرگ بھی جو اپنے مقام پر تسلیم ورضا کے پہاڑ ہیں وہ بھی شدت جذبات سے بے قابو ہیں اور دل سے اٹھا ہوا آنسوؤں کا سیلاب باوجود ہزار کوشش کے ان کی آنکھوں سے روکے نہیں رک رہا ہے، حتی کہ ایک بزرگ فرمانے لگے کہ اپنے کسی عزیز قریب کے انتقال پر بھی اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا آج مجھے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کانپور چھوڑنے پر ہورہا ہے، کیونکہ حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی وجہ سے اس علاقہ کی جس قدر اصلاح ہوئی آپکے جانے کے بعد وہ تمام اصلاحی کوششیں مضمحل ہوجائیں گی، اور ہم ایک شفیق استاد بابرکت بزرگ اور عظیم مربی اور مرشد سے دور ہوجائیں گے، ہر چند کہ جب روحانی تعلق استوار ہو جسمانی بعد اور دوری اکتساب فیض سے مانع نہیں ہوتی، مگر یہ انہیں

لوگوں کے لئے ہے جن کی استعداد قوی ہو، لیکن جن لوگوں کی استعدادیں ناقص ہوتی ہیں، اپنے پیرومرشد کے قریب رہ کر ہمہ وقت ان کی ہدایات حاصل کر کے ہی زیادہ فیض حاصل کر سکتے ہیں، جس طرح کانپور ایک تجارتی منڈی ہے یہاں ہر طرف کے لوگ بغرض تجارت آتے ہیں اسی طرح حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے قیام کانپور کی بنا پر اسے دینی حیثیت سے بھی مرکزیت حاصل ہوگئی تھی، لوگ دور دراز سے اپنی اغراض لے کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچتے تھے، اور فائز المرام ہو کر گھر واپس لوٹ جاتے تھے، دعا کے لئے تعویذ کے لئے مسئلے مسائل کے لئے ذکر و شغل اور اصلاح باطنی کیلئے دور و نزدیک سے آنے والوں کا ایک تانتا لگا رہتا تھا، اور حضرت مفتی صاحب زید مجدہم ہر آنے والے کی ضرورت پوری فرماتے تھے، اور کوئی شخص بھی اس بارگاہ سے محروم نہ جاتا تھا اب جب کہ کانپور کی بساط ہی الٹ دی گئی ہے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کانپور سے دیوبند تشریف لے گئے تو کون بتائے کہ روز کے آنے جانے والوں کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ اور کتنے دل غم سے نڈھال ہوگئے ہوں گے، اور کتنوں کا سکون وقرار بیقراری سے بدل گیا ہوگا، اس کا صحیح انداز تو وہی کر سکتا ہے جو ہزاروں کے انکم ٹیکس کے مقدمہ میں ماخوذ بے چارہ موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہو اور پریشان ہو کر اس نے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا ہو آپ نے دعا کر کے اس کی تسکین فرمادی ہو اور وہ مقدمہ سے بالکل بری ہوگیا ہو، یا پھر وہ کر سکتا ہے جو برسوں سے مہلک مرض میں گرفتار ہو، اطباء نے جواب دے دیا ہو حتی کہ مریض ٹھوکریں کھاتا ہوا مایوس ہو کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو، حضرت مفتی صاحب نے تسلی وتشفی کے چند کلمات

فرما کر اس کے دردوں پر مرہم رکھ دیا ہو اور دعا فرما کے اس کی حاجت روائی کردی ہو، اور پھر خدا کے فضل سے وہ شفایاب ہوگیا ہو یا پھر وہ کرسکتا ہے جس کے سر پر ہزاروں کے قرض کا بار ہو غریب قرض خواہوں کے خوف سے منہ چھپاتا پھرتا ہو، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے وہ اپنی پریشانی عرض کرتا ہو اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اسے ایک دعا بتادیتے ہوں اور وہ اسے پڑھتا ہو، اور دیکھتا ہو کہ چند ہی دنوں میں اللہ نے قرض کے بار سے سبکدوشی عطا فرمادی، یا پھر وہ کرسکتا ہے جو روحانی اور باطنی امراض میں مبتلا ہو اور حضرت اقدس کی خدمت میں چند دن رہ کر ذکر وشغل میں مشغول رہا ہو اور پھر روحانی صحت وتوانائی حاصل کرکے واپس ہوا ہو۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے چلے جانے کے بعد آج کانپور رو رہا ہے اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے اس کی روح نکل گئی ہو، ایسا کیوں؟ اس لئے ہر مشکل کا جواب حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ذات گرامی تھی (اللہ اکبر) حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کیا چلے گئے گویا بہت بڑی نعمت تھی جو چھن گئی، میرا اپنا دل تو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ نعمت خدا نے ہم سے اس لئے چھینی کہ ہم نے اس کی اتنی قدر نہیں کی جتنی قدر کرنی چاہئے، تو آیئے خدا کی بارگاہ میں رو رو کر گناہوں کی معافی مانگیں، اور خدا سے گڑگڑا کر عرض کریں بارالٰہا یقیناً ہم نے جرم عظیم کیا تو نے ہم کانپور والوں کو اور پوری مشرقی یوپی کو ایک اتنی بڑی دولت ونعمت عطا فرمائی لیکن ہم دنیا کے چکر میں پھنسے رہے، اور تیری نعمت کی ناقدری کرتے رہے، اس کی خدمت میں جتنا حاضر ہونا چاہئے تھا حاضر نہ ہوئے، جس طرح مؤدبانہ حاضر ہونا چاہئے تھا نہ ہوئے، تعمیل ارشاد میں بھی بڑی کوتاہیاں ہوئیں، اے بارالٰہا ان سب کو معاف فرمادے

ہم توبہ کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ آئندہ ہم تیری نعمت کی ناقدری نہیں کریں گے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے پورے طور پر مستفید ہونے کی کوشش کرینگے، اے اللہ حضرت مفتی صاحب کو کانپور میں دوبارہ رونق افروز فرما، اور دارالعلوم دیوبند کے لئے کسی مخلص اور جلیل القدر مفتی کا انتظام فرما، آمین۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا کانپور میں رہنا بہت اہم ہے دارالعلوم دیوبند کو صرف کامل مفتی کی ضرورت ہے لیکن کانپور کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ذات گرامی کی ضرورت ہے، دارالعلوم دیوبند کی ضرورت دوسرے مفتیوں سے بھی پوری ہوسکتی ہے لیکن کانپوری کی ضرورت حضرت مفتی صاحب کے علاوہ بظاہر حال کسی اور شخصیت سے پوری نہیں ہوسکتی، کیوں کہ آپ انفرادی اصلاحی کوشش کے علاوہ مدرسہ جامع العلوم کی روح رواں تو تھے ہی کانپور کی تبلیغی جماعت کی بھی ریڑھ کی ہڈی تھے، جمعیۃ العلماء کانپور کے لئے بھی باعث تقویت تھے مسلک دیوبند کے لئے بھی ایک بہت بڑا سینٹر تھے آپ کی موجودگی سے ان اطراف میں رضاخانیت، مودودیت، اور ہر قسم کے فتنے بے جان ہوگئے تھے، خوف ہے کہ آپ کے چلے جانے سے یہ فتنے از سرِ نو زندہ نہ ہوجائیں، خدا بہتر فرمائے، آمین۔

قارئین نظام! حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی واپسی کے لئے دعا فرمائیں، یوں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ بہت مجبوری میں دیوبند تشریف لے گئے اگر وہاں کوئی متبادل نظام ہوگیا تو امید ہے کہ جلد ہی واپس تشریف لے آئیں گے، بہرحال حضرت والا کا ''نظام'' سے ویسا ہی تعلق رہے گا جیسا کہ پہلے تھا، فتاویٰ بھی ہر مہینے آتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ چند سطور بے اختیار قلم سے نکل گئیں، ورنہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے جانے سے دل پر اتنا اثر ہے کہ کچھ بھی لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

ماہنامہ نظام کانپور نمبر۳ نومبر ۱۹۶۵ھ

چگونہ حرفِ زنم دل کجا دماغ کجا

دارالعلوم دیوبند تشریف آوری

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی فکر ولگن، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے اجتماعی فیصلے اور دیگر حضرات اکابر کی جدوجہد واہتمام اور پھر سب سے آخر میں حضرت اقدس مخدوم العالم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے ارشاد بلکہ حکم پر جمعرات ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۳/ ستمبر ۱۹۶۵ء میں آپ کی تشریف آوری دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اس موقع پر اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

آج صبح مفتی صاحب قدس سرہٗ کانپور سے دہلی پہنچے، مولوی اسعد صاحب سے ملاقات کے بعد رات کو دیوبند پہنچے، بدھ کی صبح کو مہتمم صاحب، علامہ ابراہیم صاحب وغیرہ حضرات سے ملاقات ہوئی، سب نے بہت زیادہ اعزاز واکرام کیا، جمعرات کی صبح کو افتاء کا چارج لے لیا، اور سامان وغیرہ لانے کے لئے دو ہفتے کی رخصت لے کر جمعہ کی صبح کو ۹/ بجے سہارنپور بعد جمعہ گنگوہ جا کر شنبہ کی شام کو واپس آئے اور اتوار کی صبح کو سیالدہ سے کانپور کے لئے روانہ ہو گئے۔

قیام گاہ

ابتداء میں آپ کا قیام مہمان خانہ میں رہا پھر مسجد دارالعلوم سے متصل کمرہ ۱۴ر احاطہ مسجد میں رہا، پانچ چھ سال یہیں تشریف فرما رہے، یہاں کے قیام میں ایک مرتبہ یہ لطیفہ پیش آیا کہ ایک دن حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ اور علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے راستہ میں ملاقات ہوگئی، حضرت مہتمم صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ کیا کروں، فرصت نہیں ملتی، ورنہ جی چاہتا ہے کہ کچھ آپ سے استفادہ کے لئے حاضر ہوا کروں، اور علامہ ابراہیم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت یہ تو بخیل ہے آج تک اس نے اپنا کمرہ بھی نہیں دکھایا، (تاریخی اعتبار سے اس کمرہ کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ عرصہ تک یہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کا مسکن رہا) حضرت مفتی صاحبؒ نے جواباً فرمایا کہ حضرت میں تو مفلس ہوں جو کچھ میرے پاس ہے وہ حضرت ہی کا عطیہ ہے، اس پر حضرت مہتمم صاحبؒ نے ہنس کر فرمایا کہ میں یہاں تک نہیں پہنچا تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری شریف

دارالعلوم دیوبند ایک عالمی دینی درسگاہ ہے وہاں کے درس حدیث بالخصوص درس بخاری شریف کی بڑی اہمیت رہی ہے، اوراس کے لئے عظیم ترین شخصیتوں کا انتخاب ہوتا رہاہے۔

حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی وفات بارہ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ ۵ ردسمبر ۱۹۵۷ء کے بعد دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے صحیح بخاری شریف کے درس کے لئے فخرالمحدثین حضرت مولانا فخرالدین صاحب مرادآبادیؒ کا انتخاب کیا آپ نہایت نیک نامی وکامیابی کے ساتھ علم حدیث کی اس بلند پایہ کتاب کا درس دیتے رہے۔

وصال سے چار پانچ سال قبل جب ضعف طبع اور کمزوری وعلالت حد سے بڑھ گئی تو آپ نے شدت کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ درس بخاری کی ذمہ داری کا یہ بوجھ کسی حد تک کم ہوجائے، اس کیلئے آپ کی نگاہِ انتخاب حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ پر پڑی اورآپ نے محرم الحرام ۱۳۸۷ھ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ پر اصرار شروع کیا اور بخاری شریف جلد ثانی شروع کرادینے کی تاکید فرمائی، متعدد مرتبہ اسی مقصد سے حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس ان کے کمرے میں تشریف لاکر اصرار بھی فرمایا مفتی صاحبؒ بعض مصالح کی وجہ سے معذرت اورانکار فرماتے رہے، یہ عذر بھی کیا کہ بخاری شریف بہت اونچی کتاب ہے، احقر اس کے پڑھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، غرض اصرار وانکار دونوں چلتے رہے یہاں

تک کہ انکار پر اصرار غالب آ گیا اور ۱۷/ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۳/ اگست ۱۹۶۸ء میں آپ کے یہاں باب غزوۃ ذی الخلصہ سے بخاری شریف شروع ہوئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تاریخ کبیر میں اس موقع پر جو تفصیل تحریر فرمائی ہے اس کی تلخیص یہاں پیش کی جاتی ہے۔

۸۷ھ کی سہ ماہی پر مفتی محمود صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ بخاری شریف جلد ثانی شروع کرانے کے متعلق کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں، زکریا نے شدت سے (انکار کیا کہ ہنگامہ ہو جائے گا) مولانا فخر الدین صاحبؒ ان سے بار بار کہا کہ میرا سبق ہے، اس کے اندر کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے، عاملہ کے موقع پر بعض ممبران مولانا فخر الدین صاحبؒ کے پاس گئے کہ بخاری جلد ثانی کسی دوسری جگہ شروع کرنے کی اجازت دیدی جائے کہ آپ کو ضعف ہے مگر مولانا فخر الدین صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا سبق ہے جب جس کے پاس چاہے منتقل کر دونگا، کسی کو حق دخل نہیں ہے اس سال کہیں منتقل نہ ہو سکی ۱۳۸۸ھ کی سہ ماہی پر مفتی محمود سے زکریا نے کہا کہ اب اگر مولانا فرما دیں تو شروع کرا دیں

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ دوشنبہ کی شب میں مفتی محمود صاحب کو مولانا فخر الدین صاحبؒ نے بلا کر کہا کہ جلد ثانی آپ لے لیں، انہوں نے دوسرے مدرس کی قدامت کا عذر بیان کیا، لیکن مولانا فخر الدین صاحبؒ نے شدید اصرار فرمایا اور فرمایا میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے بڑھاپے کا خیال کر لو، اس پر حضرت والا قدس سرہٗ نے منظور فرمایا اور فرمایا کہ جیسے حکم ہو۔

دوشنبہ کی صبح کو حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ نے بخاری شریف کے سبق میں

اعلان کردیا کہ جلد ثانی شام سے مفتی محمود صاحب قدس سرہٗ کے یہاں ہوگی، بعد عصر تقریباً چار سو نفر کا مجمع جس میں غیر دورے والے بھی بہت تھے، حضرت مدنی قدس سرہٗ کے مکان پر پہنچا اور مولانا سے کہا کہ ہم آپ ہی سے پڑھنا چاہتے ہیں، صرف عبارت ہی کیوں نہ ہو مولانا فخر الدین صاحبؒ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ بخاری وہیں ہوگی جس کو پڑھنا ہو پڑھے، اور نہ پڑھنا ہو وہ نکل جائے میں خوب سمجھتا ہوں، کہ یہ کہاں سے چل رہی ہے اور درس میں یہ بھی ارشاد فرمایا میں نے بہت چاہا کہ بخاری فلاں کو دے دوں لیکن اجازت نہیں ہوئی تو کیا کروں آخر بصیرت بھی کوئی چیز ہے۔

مسجد چھتہ میں ماہ مبارک کا اہتمام ومعمولات

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ مبارک کا اہتمام شعبان سے ہی فرمایا کرتے تھے، شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کے دن شمار کرنے کا اہتمام فرماتے رمضان ہی کی وجہ سے حدیث پاک میں ہے:۔

یتحفظ من شعبان مالا یتحفظ من غیرہ. (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۷۵)

آنحضرت ﷺ ماہ شعبان کی نگرانی وحفاظت کا جتنا اہتمام فرماتے تھے کسی اور ماہ کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

اور شعبان کے آخر میں ماہ مبارک کے فضائل بیان فرماتے اور اس کی قدردانی کی

ترغیب دیا کرتے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص۱۷۳)

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے یہاں بھی شعبان سے ہی ماہ مبارک کا اہتمام شروع ہوجاتا، محترم حضرت مولانا ابراہیم صاحب زیدمجدہم شعبان بلکہ بعض دفعہ اس سے پہلے ہی ماہ مبارک میں آنے والے مہمانوں کے لئے انتظامات شروع فرمادیتے، کیا کیا سامان آنا ہے، کس کس چیز کی خدمت کون کون کریں گے، بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کا کیا انتظام ہوگا، ٹکٹ وغیرہ کی سہولیات کس طرح ہونگیں، سردی وگرمی کا کیا ہوگا، غرض ماہ مبارک سے پہلے ہی سے آنے والوں کی ہر امکانی سہولت وراحت رسانی کی فکر کی جاتی اور تمام انتظامات درست کئے جاتے اور ماہ مبارک آنے سے پہلے ہی مسجد مہمانوں سے بھر جاتی، ہر وقت مہمانوں کا تانتا لگا رہتا، کوئی دن میں آرہا ہے، کوئی رات میں آرہا ہے، کوئی قافلہ صبح پہنچ رہا ہے، کوئی شام میں، کسی کی آمد کی اطلاع آرہی ہے، کسی کو لانے کیلئے اسٹیشن پہنچ رہے ہیں، کوئی اہلیہ کو لئے آرہا ہے، اس کے لئے الگ انتظام کیا جارہا ہے، کوئی بچوں کو ساتھ لایا ہے، عجیب ایک بہار ہورہی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے ۲۹ر شعبان کو مسجد اندر، باہر، اوپر، نیچے سب بھر گئی مسجد کے دائیں بائیں، اور دارالعلوم کے بعض دیگر کمروں میں غیر معتکفین حضرات کا انتظام کرنا پڑتا مجمع کی کثرت کی وجہ سے جگہ تقسیم کی جارہی ہے، ایک کے حصہ میں بعض دفعہ ڈیڑھ فٹ ہی جگہ آسکی، مگر اس پر ہر ایک خوش ہے کہ کیا دولت میسر آگئی مسلمانوں کی سہولت کے لئے بعض ہدایتیں لکھ کر آویزاں کردی گئیں آنے والے مہمان فلاں کے پاس اپنا نام اور مدت قیام درج کرائیں، زائد سامان فلاں کمرے میں فلاں کے پاس رکھیں، دیگر ضروریات کیلئے فلاں سے رابطہ قائم کریں، زبانی

بھی ان ہدایات کو دہرایا جاتا، احاطہ مسجد کے غسلخانے بیت الخلا نا کافی ہوجاتے جس کی وجہ سے دارالعلوم کے اندر یا دارالعلوم ہی کی عمارت افریقی منزل میں مزید سہولت فراہم کی جاتی، مہمانوں کو ان کی نشان دہی کی جاتی آداب اعتکاف اور آداب مسجد نیز باہم ایک دوسرے کے حقوق بھی بتائے جاتے اور بار بار اس پر تنبیہ کی جاتی کہ اس کی کوشش ہو کہ وقت ضائع نہ ہو اور کسی کو اذیت نہ پہونچے چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات کا نقشہ بھی آویزاں کردیا جاتا، نیز ایک کاغذ پر ضروری ہدایات بھی آویزاں کی جاتیں، نظام الاوقات اور ہدایت کا پرچہ قارئین کی خاطر نقل کیا جاتا ہے۔

نظام الاوقات برائے معتکفین مسجد چھتہ دیوبند

صبح:.....۱۱/تا۱۲/کتابی تعلیم الاعتدال، گلدستۂ سلام ومحبت، فتاویٰ محمودیہ سے ابواب سلوک حدود اختلاف، نعت محمود المقلب بہ وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوپہر:.....۱/تا۳/نماز ظہر آیت کریمہ، دعا وذکر جہری۔

شام:..... بعد نماز عصر تا قبیل افطار، کتابی تعلیم، فضائل رمضان، اکابر کا رمضان، اکابر کا تقویٰ، اکابر دارالعلوم دیوبند۔ اکمال الشیم ارشاد الملوک، ترجمہ امداد السلوک، موت کی یاد

بعد نماز مغرب تا اذان عشاء، کھانا، چائے، انفرادی اعمال۔

رات:..... بعد نماز تراویح تا ۱۵:۱۱/فضائل درود شریف، فضائل صدقات بعد ختم سورۂ یٰسین وصلوٰۃ سلام اور دعا۔.....۳/تا انتہائے وقت سحری کھانا چائے، انفرادی اعمال۔

ضروری ہدایات برائے مقیمین و معتکفین مسجد چھتہ دیوبند

❁ خانقاہ میں ہونے والے تمام اجتماعی اعمال میں ہر ایک ساتھی شریک ہو کتابی تعلیم ختم آیت کریمہ، سورۂ یٰسین، صلوٰۃ وسلام اور کھانا چائے وغیرہ۔

❁ ہر ساتھی مندرجہ ذیل معمولات کو اختیار کرنے کی سعی فرماویں۔

چوبیس گھنٹے کے اپنے معمولات کا نظام الاوقات مرتب فرمالیں۔

❁ ہر نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا فرمائیں۔

❁ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی اور تسبیحات فاطمی کا التزام رکھیں۔

❁ تیسرا کلمہ، درود شریف، استغفار، صبح وشام ایک ایک تسبیح الحزب الاعظم کی ایک منزل، صلوٰۃ وسلام روزانہ پابندی سے پڑھنے کی عادت بنالیں، وقت بچ جائے تو کلمہ طیبہ ''**لاالہ الااللّٰہ**، استغفار، درود شریف اور **سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم، حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر، یاحی یاقیوم برحمتک استغیث**.

اور آیت کریمہ ''**لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین**'' کی کثرت رکھی جائے، حفاظ کرام تہجد کی نوافل میں قرآن پاک سنانے کی ترتیب بنائیں، اور نوافل کی جماعت میں مسلک حنفی کے مطابق زیادہ سے زیادہ ۲/۴/افراد شریک ہوں۔

❁ ہر روز سورۂ یٰسن شریف کی تلاوت فرما کر اپنے سلسلہ کے مشائخ کو ثواب پہنچائیں ہر روز بعد نماز مغرب سورۂ واقعہ، بعد عشاء سورۂ ملک، اور ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت الحمد شریف چاروں قل اور آیت الکرسی پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیرنے کا معمول بنائیں۔

تہجد ۸/رکعات کم از کم ۲/رکعات، اشراق چار رکعات، چاشت ۸/رکعات اور اوابین کم از کم چھ رکعات ان نوافل میں سے ہر ایک کا اہتمام رکھیں۔

❁ ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح، جمعہ کے دن سورۂ کہف اور جمعہ کی عصر کی نماز کے بعد "اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی اٰلہ وسلم تسلیما" اسّی مرتبہ پڑھنا چاہئے۔

❁ ہر ساتھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس سے دوسرے ساتھی کو کوئی اذیت نہ پہنچے اور اگر کسی سے اذیت پہنچ جائے تو صبر کرے کہ یہ مہینہ صبر کا ہے، کوئی ساتھی کسی دوسرے ساتھی کا سامان بلا اجازت استعمال نہ کرے، بلکہ ان کے سامان کا خیال رکھے۔

❁ اپنے اوقات کی حفاظت کریں اور قلت کلام، اور قلت طعام، قلت منام، میں سے اول الذکر کا خاص خیال رکھیں، بلاضرورت شدیدہ کسی سے بات نہ کی جائے، اجتماعی مٹھائی چائے، پان، پھل وغیرہ کے دور چلانے سے سخت احتراز فرماویں، ہمارے حضرت قدس سرہٗ کا منشا یہی ہے کہ بلاضرورت بات چیت نہ کریں، وقت کی قدر کریں، بقیہ دو کے اختیار کرنے نہ کرنے میں ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی۔

❁ ان سب اعمال کو اپنی زندگی میں اپنانے کا آسان نسخہ یہ ہیکہ روزانہ سونے سے قبل

اپنے نفس سے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ (حساب وکتاب) کیا جائے اعمال مطلوبہ پر اللہ تعالیٰ ذوالجلال کا شکر ادا کیا جائے، اور غیر مطلوبہ سرزد ہونے پر نفس کو ملامت سرزنش اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے) فقط۔

غرض کہ اس کا پورا اہتمام ہوتا کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہونچے اور وقت بھی ضائع نہ ہو، چنانچہ بہت سے حضرات یومیہ قرآن پاک ختم فرمالیتے تھے، بعض حضرات نصف قرآن یومیہ، اس کا بھی اہتمام ہوتا کہ رات کو حفاظ نفلوں میں قرآن پاک سنانے کا اہتمام کریں، اس کی یہ شکل ہوتی کہ ایک حافظ کے ساتھ دو تین آدمی شریک ہوتے حافظ سناتا یہ حضرات سامع بنتے، بہت سے حضرات مسجد کے باہر صحن میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت میں مشغول رہتے، اور پوری رات نوافل وتلاوت کا یہ سلسلہ جاری رہتا، بعض حضرات کچھ دیر آرام کرتے اور پھر اٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے مہمانوں کی راحت رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جاتا، مختلف شہروں میں مختلف صوبوں اور مختلف ملکوں سے آنے والے مہمانوں کے مزاج کی رعایت کھانے میں رکھی جاتی سحر وافطار اور شام کے کھانے میں دسترخوان صحیح وقت پر بچھانے اور دونوں وقت چائے کا بھی نظم ہوتا، افطار میں مختلف قسم کے میوہ جات اور پھلوں اور مختلف قسم کے مشروبات کا انتظام کیا جاتا پورے مجمع کے لئے کھجور وزمزم کا بھی انتظام ہوتا زمزم خواص کے لئے فنجان اور پیالیوں میں پیش کیا جاتا، اور بقیہ مجمع کے لئے ایک بڑے ٹپ میں زمزم ڈالدیا جاتا، مدنی کھجوروں کا بھی اہتمام کیا جاتا، حکیم وڈاکٹروں

کا بھی انتظام کیا جاتا، ان کا وقت مقرر ہوتا کہ فلاں فلاں وقت حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب آئینگے، بیمار حضرات حسب مزاج ان سے رجوع کرتے۔

تراویح میں عموماً تین قرآن پاک ختم ہوتے، ہر عشرہ میں الگ الگ حافظ سناتا اور درمیانی عشرہ میں بقیہ معتکفین کو موقع دیا جاتا کہ ایک ایک پارہ ایک ایک حافظ پڑھتا اس طرح ہر شب میں تین حافظ تین پارے سناتے، سحر میں ڈھائی بجے بیدار کر دیا جاتا، اخیر رمضان میں تقریباً سوا دو بجے بیدار کیا جاتا جو حضرات بیدار کرنے پر مقرر تھے وہ سونے والوں کا ہلکے سے پیر دباتے یا پیر پر ہاتھ رکھتے اور سونے والا اٹھ کھڑا ہوتا، چند منٹ میں سب بیدار ہو جاتے، نہ آواز ہوتی، نہ شور، نہ الارم بجایا جاتا نہ اعلان کیا جاتا، بتی روشن کر دی جاتی جس کو شب میں تقریباً بارہ بجے حضرت قدس سرہٗ کے بیان کے چند منٹ بعد بند کر دیا جاتا تھا ہر شخص استنجاء وضو سے فارغ ہو کر نفل میں مشغول ہو جاتا اور منتظمین کی جانب سے اڑھائی بجے ہی دسترخوان بچھا دیا جاتا اور برتن لگا دیئے جاتے، اور اعلان کر دیا جاتا مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں، کھانا شروع ہو جاتا، جو حضرات کھانا کھلانے اور پانی پلانے پر مقرر تھے سب خوبصورتی اور خاموشی کے ساتھ اس کو انجام دیتے، کھانے چائے سے فارغ ہونے والے نوافل، تلاوت اور دعا میں مشغول ہو جاتے، ساڑھے تین بجے یا پونے چار بجے عموماً فارغ ہو کر تلاوت میں مشغول ہو جاتے، یہ منظر بھی عجیب پر کیف منظر ہوتا نماز فجر اول وقت ہوتی اور پھر اندر کے حصہ کی بجلی بند کر دی جاتی اور سب سو جاتے کچھ حضرات اس وقت بھی تلاوت کرتے اور وہ باہر صحن میں بیٹھ کر تلاوت کرتے تاکہ سونے والوں

کواذیت نہ ہو، سونے کا یہ وقت دس بجے تک ہوتا دس بجے سے قبل کسی کو بیدار نہ کیا جاتا، البتہ ازخود حسب توفیق بیدار ومشغول ہوتے رہتے لیکن دس بجے سب کو بیدار کردیا جاتا، دس بجے تک وہی حضرات عموماً سوتے جوشب میں بالکل نہ سوتے، اورسب استنجاوغیرہ سے فارغ ہوکرنوافل وتلاوت میں مشغول ہوجاتے، گیارہ بجے سے بارہ بجے تک کتاب سنائی جاتی، فضائل رمضان اکابر کا رمضان اوراعتدال فی مراتب الرجال اس کے بعد پھر تلاوت کا سلسلہ شروع ہوجاتا، کچھ حضرات تھوڑی بہت دیر استراحت فرماتے اذان پراٹھ کرنماز ظہر کی تیاری اوراس سے فارغ ہوکرآیت کریمہ کاختم ہوتااس کے بعداجتماعی دعاء ہوکرذکر بالجہر کی مجلس شروع ہوجاتی کسی پرذوق وشوق کسی پرلطف وسرور اورکسی پرگریہ وبکا کا غلبہ طاری رہتا، قبل عصر یہ مجلس ختم ہوکرعصر بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی مجلس ہوتی جس میں ''ارشادالملوک'' ''اکمال الشیم'' پڑھ کرسنائی جاتی مغرب سے پندرہ منٹ پہلے یہ مجلس ختم ہوتی اورسب حضرات دعاوتلاوت، مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے، منتظمین حضرات افطار کے لئے دسترخوان بچھادیتے، اورافطار سے پانچ منت پہلے اعلان ہوتا کہ مہمان حضرات دسترخوان پرتشریف لے آئیں، افطار کااعلان کبھی زبانی ہوتا کبھی صرف اذان پر اکتفا ہوتا گھنٹی یانقارہ کا دستورنہیں تھا، افطار اطمینان سے ہوتا، اس کے بعد نماز ادا کی جاتی، نماز کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان لگادیاجاتا، مہمان حضرات مختصر نفلیں پڑھ کر دسترخوان پرآجاتے اورپھر بعد میں اپنی نوافل پوری کرتے کھانے کے بعد چائے کا بھی اہتمام ہوتا سحروافطار ہرموقع پرمیزبان (حضرت قدس سرہٗ) کی سخاوت اورفیاضی کا خوب

ظہور ہوتا مختلف انواع کے ذریعہ مہمانوں کی دلداری کی جاتی، عشاء کے بعد معمولات تراویح وغیرہ سے فراغت پر تقریباً بارہ بجے رفقاء کار آپس میں مذاکرہ کرتے کسی مہمان کو کسی کے رویہ سے شکایت تو نہیں ہوئی کسی کے بارے میں معلوم ہوتا اس سے احتساب ہوتا باز پرس ہوتی اور اس مہمان سے معافی مانگی اور تدارک کی کوشش کی جاتی۔

دعا کے بعد صلوٰۃ وسلام کی چہل حدیث ہوتی ایک شخص پڑھتا اور پورا مجمع سنتا اس کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بیان سیدھے سادھے الفاظ میں ہوتے مگر آبدار موتیوں کی طرح صاف ستھرے، نہ واعظوں جیسا جوش ہوتا نہ آواز سخت ہوتی اور نہ ہی اس میں تکلیف وتنصیف کا شائبہ ہوتا، اخیر سالوں میں ناسازی طبع کی وجہ سے وعظ کے بجائے فضائل صدقات یا حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر سنائے جاتے، دعا کبھی بالجہر ہوتی کبھی بالسر کسی ایک طریق کا التزام نہیں تھا دعاء میں بھی سادہ الفاظ ہوتے، دعا بالجہر ہوتی یا بالسر مجمع پر گریہ غالب ہوتا، اکثر کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور بعض کی چیخیں نکل جاتیں، دعا شروع ہوتے ہی مجمع کی حالت بدل جاتی، بجلی کے مثل کوئی چیز قلب میں کوند جاتی جو دلوں میں گرمی ورقت پیدا کر دیتی اور مجمع کو بے خود بنا دیتی۔

ماہِ مبارک میں معمولات فقیہ الامت قدس سرہٗ

ابتدائی دور کے رمضان کے معمولات تو اوپر گزر چکے ہیں، اخیر دور میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ شب میں ڈھائی بجے یا اس سے پہلے بیدار ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے طویل نفلیں ہوتیں جن سے ساڑھے تین بجے قریب فراغت ہو جاتی پھر سحری تناول فرماتے جو صرف چند لقمے ہوتی اور پھر نوافل میں مشغول ہو جاتے اذان فجر پر سنت الفجر مختصر پڑھتے، فوراً، فرض نماز ہوتی نماز بعد استراحت فرماتے اور سات ساڑھے سات بجے تقریباً بیدار ہو جاتے، استنجاء ووضو سے فراغت فرماتے اور اشراق میں مشغول ہو جاتے، اس وقت قراءۃ کافی طویل ہوتی اور نماز میں استغراق اور ''انقطاع عن الخلق'' کی وہ کیفیت ہوتی گویا ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین ومناجات رب العالمین اور فلاتسئل عن حسنھن وطولھن'' ان کی خوبصورتی اور لمبائی کو مت پوچھ) کا پورا ظہور ہوتا، اس ضعف پیری وناتوانی وکثرت امراض (کہ کھڑے ہوتے ہی عموماً فوراً چکر آتا تھا) کے باوجود نماز میں خدا معلوم کہاں سے یہ قوت آ جاتی کہ ضعف کا شائبہ تک بھی نہ ہوتا، کمال خشوع وخضوع کے ساتھ ساڑھے نو بجے تقریباً اشراق سے فراغت ہوتی اس کے بعد ایک دو صاحب کا قرآن پاک سماعت فرماتے تقریباً دس بجے تک اس کے بعد اہم اور ضروری خطوط اور فتاویٰ کے جوابات املا کراتے اسی دوران معتکفین میں سے کوئی سوال کرتا، حضرت جواب ارشاد

فرماتے ،تقریباً گیارہ بجے تک یہ سلسلہ رہتا گیارہ سے ساڑھے گیارہ تک حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ (جن کو ترتیب دیا جارہا تھا، الحمدللہ اس وقت ۲۰ رجلدیں شائع ہوچکی ہیں) یا اور کوئی رسالہ حضرت قدس سرہٗ کو سنایا جاتا اور حضرت قدس سرہٗ مناسب ترمیم حذف ، اضافہ فرماتے ساڑھے گیارہ بجے کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال پڑھ کر سنائی جاتی جس میں تمام معتکفین شرکت فرماتے حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف ہی میں کتاب سنتے اور توجہ فرماتے اور حاضرین کو باہر کتاب میں شرکت کا حکم فرماتے ، بارہ بجے کتاب ختم ہوتی ،اس کے بعد کسی کو کوئی خاص مشورہ کرنا ہوتا کرتا بعض اصحاب یکے بعد دیگرے کوئی کتاب حضرت قدس سرہٗ سے پڑھتے اذان ظہر کے قریب تک سلسلہ رہتا، اذان سے قبل ہی حضرت استنجاء وضوء وغیرہ سے فراغت فرماتے اور سنتوں میں مشغول ہوجاتے اور ان چار سنتوں میں بھی قراءت کافی طویل ہوتی اور جماعت کے وقت تقریباً سنتوں سے فراغت ہوتی۔

نماز کے بعد معمولات آیت کریمہ کا ختم بعدہ دعا میں حضرت قدس سرہٗ شرکت فرماتے اس کے بعد ذاکرین ذکر میں مشغول ہوجاتے ،اور حضرت قدس سرہٗ اپنے معتکف میں تشریف لیجاتے جہاں بیعت ہونے والے حضرات پہلے سے جمع ہوجاتے ان کو بیعت فرماتے پہلے سے بیعت شدہ حضرات میں سے کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا یا ذکر میں اضافہ کرانا ہوتا وہ بھی حاضر ہوکر اپنی باتیں مختصراً عرض کرتے ،حضرت والا ہر ایک کے موافق جواب سے سرفراز فرماتے اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور ذاکرین کی طرف توجہ فرماتے ، جسکے اثرات حسب حال ذاکرین محسوس فرماتے ،بعض مخصوص احباب نے بیان کیا کہ دوران ذکر محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز قلب میں بھری جارہی ہے اپنے ذکر کے بعد حضرت

قدس سرہٗ کچھ وقفہ کیلئے استراحت فرماتے جو برائے نام ہی استراحت ہوتی چونکہ استراحت کا وقت دن بھر میں عموماً فجر بعد ہی ہوتا، پھر استراحت کا موقعہ نہ ہوتا کچھ دیر بعد ہی مردانہ وار کھڑے ہوجاتے اور استنجاء وضو سے فارغ ہوکر پھر نفلوں میں مشغول ہوجاتے اذان عصر کے بعد سنتیں پڑھتے جن میں قراءت کافی طویل ہوتی اور کبھی یہ سنتیں زیادہ طویل نہ ہوتیں بلکہ مختصر ہوتیں اور سنتوں سے فارغ ہوکر تلاوت میں مشغول رہتے، عصر کے بعد پھر عمومی مجلس ہوتی جس میں خود حضرت قدس سرہٗ شرکت فرماتے غروب سے پندرہ منٹ قبل تقریباً یہ مجلس ختم ہوتی، جس میں کتاب ''اکمال الشیم اور ارشاد الملوک'' اور بعض دیگر کتابیں پڑھی جاتیں اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ تلاوت، تسبیح، دعاء وغیرہ میں مشغول ہوجاتے، اس کے بعد افطار میں ایک فنجان زمزم ایک آدھ کھجور تناول فرماتے، فنجان بھی آدھا خود نوش فرماتے اور آدھا خادم خاص مستغنی عن الالقاب محترم مولانا الحاج محمد ابراہیم صاحب مدظلہ وزاد لطفہ افریقی پانڈور کے حوالے فرماتے، چند گھونٹ کوئی شربت نوش فرماتے، اور دوسری چند چیزیں بھی چکھتے گو بظاہر بالکل اخیر تک مشغول رہتے، مگر یہ مشغولی محض خدام کی دلداری کے طور پر ہوتی اس کے بعد نماز مغرب ہوتی، حضرت قدس سرہٗ نماز مغرب کے بعد نوافل میں مشغول رہتے، اور اطمینان کے ساتھ نوافل سے فراغت پر کھانے میں شرکت فرماتے یہ شرکت بھی برائے نام شرکت ہوتی آدھی چپاتی شاید ہی بمشکل تناول فرماتے ہوں، ورنہ تو کوئی ہڈی چوستے رہتے جس سے معلوم ہو کہ کھانے میں مشغول ہیں کئی سال قبل ایک موقعہ پر ماہ مبارک میں شام کے کھانے کے بارے میں فرمایا تھا، مہمانوں کی رعایت میں بیٹھ جاتا ہوں ورنہ خواہش نہیں ہوتی، کھانے کے بعد ۱۵/۲۰ رمنٹ استراحت فرماتے اور اذان

عشاء پر وضو استنجاء سے فارغ ہو کر قبل عشاء کی سنتوں میں مشغول ہوتے پھر فرض وتراویح ادا ہوتی اس کے بعد یٰسین شریف کا ختم پھر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا، جس میں حضرت قدس سرہٗ برابر شریک رہتے، اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کا وعظ ہوتا، آدھ پون گھنٹہ کبھی کم وبیش حسب ذوق جس کی کچھ کیفیت اوپر گزر چکی، اخیر سالوں میں ناسازئ طبع کی وجہ سے کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، بیان کے بعد نئے آنے والے یا صبح کو جانے والوں کا مصافحہ ہوتا کہ عمومی مصافحہ کا ایک یہی وقت ہوتا تھا، دن میں آئے ہوئے مہمان حضرات اسی وقت مصافحہ کرتے اور جو حضرات کل کسی وقت جانے والے ہیں وہ بھی اسی وقت مصافحہ کر لیتے ،خواص حضرات دن میں بھی کسی وقت موقع پا کر جب حضرت والا استنجاء ووضوء کیلئے تشریف لے جاتے آتے جاتے وقت مصافحہ کر لیتے مصافحہ سے فراغت پر حضرت قدس سرہٗ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے ،خدام حضرات کوئی پھل یا کبھی کوئی آئسکریم وغیرہ یا کوئی شربت وغیرہ لاتے جس میں بعض خصوصی مہمان بھی شریک ہوتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض خصوصی حضرات کے لئے ان کے اپنے اپنے معتکف پر پہنچا دیا جاتا جس میں کبھی ۱۲ر کبھی اس سے زائد وقت ہو جاتا اس کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ بظاہر استراحت فرماتے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ سو رہے ہیں ورنہ بعض خدام خواص نے لیٹے ہوئے بھی آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ان تمام معمولات ومشاغل کے ساتھ ایک قرآن پاک یومیہ ختم فرماتے کہ نصف صدی سے زائد سے ہر ماہ مبارک میں یومیہ ختم کلام کا معمول تھا۔ (مواعظ فقیہ الامتؒ)

غرض کہ ماہ مبارک میں وہ دینی وروحانی ماحول ہوتا کہ اسی جیسے ماحول کا حال غالباً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔

جوخدا کا بندہ تھوڑی دیر کے لئے بھی اس ماحول میں آجاتا، وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوجاتا، افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی بلکہ سرگرمی پست ہمتوں میں عالی ہمتی اوراولوالعزمی بلکہ مردہ دلوں میں زندہ دلی اور بلند پروازی پیدا ہوجاتی، بجلی کا ایک کرنٹ تھا جو دلوں سے دلوں کی طرف پہونچ جاتا ہے، اورمردہ جسموں میں ایک بجلی سی پیدا کردیتا ہے، جوشخص اس روحانی وملکوتی فضا کودیکھتا اس کا قلب شہادت دیتا کہ جب تک خداطلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے اوردین وروحانیت کی شمع کے پروانوں کا ہجوم اور ہرقسم کے دنیوی اغراض اورنفس پرستی ودنیا طلبی سے بالاتر ہوکرخدا کوراضی کرنے اوراپنی آخرت کوبنانے کے لئے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں، دنیا تباہ نہ ہوگی، اورزندگی کی اس بساط کوتہہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا، اس وقت وہ بےاختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہوجاتا تھا۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است

مجھے اپنے پیر کی سو باتوں میں سے ایک نکتہ یاد ہے:

''جب تک میکدہ آباد ہے دنیا برباد نہیں ہوسکتی''

اعتذار فقیہ الامت قدس سرہٗ

ان تمام تر خدمات معتکفین ومقیمین کی امکانی راحت رسانیوں کے باوجود حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ اخیر دن میں آنے والوں کا شکریہ ادا فرماتے اور معذرت فرماتے کہ میں آپ حضرات کی آپ حضرات کے شایان شان کوئی خدمت نہیں کرسکا، اپنے گھروں میں آپ حضرات آرام سے رہتے یہاں وہ آرام نہیں مل سکا اسلئے معافی چاہتا ہوں، آپ حضرات معاف فرمائیں، ان کلمات کے سنتے ہی حالت بدل جاتی چیخ وپکار اور ہچکیوں کی آواز بلند ہوجاتی اور یہ حال ہوتا کہ گویا ذبح کردیا گیا بہ مشکل حاضرین اپنے آپ کو قابو میں کرپاتے۔

نماز عید اور مہمانوں کی واپسی :۔ ماہ مبارک ختم ہوتا نماز عید کا اعلان کردیا جاتا اول وقت اشراق کے وقت ہی میں نماز ہوتی تاکہ بآسانی دور دراز جانے والے حضرات جاسکیں قریب کے بہت سے حضرات شام ہی میں چاند ہوتے ہی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے شب عید میں ذکر صبح صادق سے قبل ہی کرلیا جاتا، اور نماز فجر کے فوراً بعد ہی حدیث مسلسل ''بیوم العید'' اور حدیث مسلسل بضیافت الاسودین پڑھی جاتی اور سب کو زمزم کھجور تقسیم کیا جاتا، نماز فجر کے فوراً بعد دسترخوان لگ جاتا، اور سویاں وغیرہ کھلائی جاتیں اور معتکفین مہمانان کرام حضرت والا قدس سرہٗ سے مصافحہ کرتے حضرت والاؒ مصافحہ کے ساتھ ساتھ ہر ایک کو ایک عطر کی شیشی کوئی رومال یا تولیہ وغیرہ عنایت فرماتے، اور عید کی نماز ہوتے ہی اکثر حضرات اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

اور ماہ مبارک کی ساری رونق ختم ہوجاتی، خود حضرت والا قدس سرہٗ کے چہرۂ اقدس پر محسوس کرنے والے رنج وغم کے اثرات محسوس کرتے، حضرت شیخ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

اقتباس مکتوب حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ

اللہ جل جلالہ کے فضل اور حضرت والاؒ کی دعا و توجہ کی برکت سے کل بائیس رجب کو بخاری شریف ختم ہوگئی، اور ختم کے وقت مجمع بہت ہوگیا اور اکثریت پر رقت طاری تھی یہ سب حضرت والا ہی کی برکت ہے، مگر ختم کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قلب سے رونق رخصت ہوگئی اور دل بالکل مرجھا گیا جیسا کہ رمضان المبارک کے ختم ہونے پر عامۃً یہی کیفیت ہوتی ہے، ماہ مبارک کی آمد پر رونق و بہار کی فضا اور اس کے رخصت ہونے پر احساس غم کی جو کیفیت ہوتی تھی، اس کی منظر کشی شاعر (صاحب دل شاعر حضرت مولانا محمد ثانی ندوی قدس سرہٗ) کی نظم میں محسوس کیجئے۔

وداع رمضان

حضرت مولانا محمد ثانی ندوی قدس سرہٗ

رحمت حق آئی قسمت ور چلے.....سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے
نعمتوں سے گود بھرنے خوش نصیب.....زاہدان باصفا بڑھ کر چلے
واہوئے در بزم رحمت کے تمام.....اہل درد وسوز کھنچ کھنچ کر چلے
گلشن رحمت کی ہر دم سیر کی.....اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے
رہ گئے محروم ہم ہی کم نصیب.....جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے
شمع کے مانند اس کی بزم میں.....چشم تر آئے تھے دامن تر چلے
قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کر سکے.....بوجھ عصیان کا لئے سر پر چلے
ہائے رے حسرت نصیبی وائے غم.....کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے
نور سمٹا چاندنی پھیکی پڑی.....سر چھپانے کو مہ واختر چلے
ماہ رحمت کے شب وروز وسحر.....ہر طرف تم نور برسا کر چلے
تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی.....تم چلے ارماں سارے مر چلے
الفراق اے ماہ رمضان الفراق.....زخم دل پر کیا لگے نشتر چلے
آئے رحمت کو لئے ہر سال تو.....تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے
ایک جھونکا تیری رحمت کا ادھر.....بہر الطاف، اے کرم گستر چلے
ہو نہ ہوں لطف کے دن پھر نصیب.....اور دور بادۂ کوثر چلے
اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی.....جانے کب در بند ساقی کر چلے

ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

تأثرات

حضرت والا قدس سرہٗ کی وجہ سے علماء ومشائخ ملک وبیرون ملک سے آنے والے اتنی کثیر تعداد میں جمع ہوجاتے کہ اہل اللہ اور علماء ومشائخ کا اتنا بڑا مجمع بمشکل کہیں دوسری جگہ نظر آئے گا اوران کے جمع کرنے کا بڑا اہتمام کیا جائے تب بھی اتنی کثیر تعداد میں جمع ہونا مشکل ہے چنانچہ ۱۴۱۴ھ میں محترم حافظ محمد ایوب صاحب زید مجدہم افریقی کے ختم قرآن کے روز علماء ومشائخ کی اتنی بڑی تعداد اور عجیب روحانی منظر دیکھ کر بعض افریقی مہمانوں کا تأثر یہ تھا جن میں علماء ومفتیان کرام بھی تھے کہ اگر اتنا بڑا سفر اور اتنا خرچ کر کے صرف اس مجلس میں شرکت کی جاتی تو بھی سستا سودا تھا حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی زیارت وملاقات اور اکتسابات فیوض وبرکات الگ رہے کہ ان کی تو کوئی قیمت یا ان کا تو کوئی موازنہ ہی نہیں۔

جمادے چند دادم جاں خریدم.....بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے

ترے ذکر سے، تری فکر سے، تری یاد سے، ترے نام سے

(جگر مرادآبادی)

محترم مولانا مفتی محمد یوسف صاحب زید مجدہم مدرس دارالعلوم دیوبند نے اپنے اشعار میں بہترین منظرکشی کی ہے جس کا نام انہوں نے ''خانقاہِ محمودیہ مسجد چھتہ کے شب وروز معروف بہ نورنامہ رکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

یہاں پر مسجد چھتہ میں ایک شیخ طریقت ہے
امام معرفت غواصِ دریائے شریعت ہے

سلف کے کارناموں کی وہ ایک زندہ کہانی ہے
ادائیں اسوۂ محمودہی کی ترجمانی ہے

یہاں ہیں جلوہ فرما سید محمود گنگوہی
فقیہ عصر حاضر حبر امت مرشد و ہادی

شعائیں روضۂ اطہر کی روشن جام بنتی ہیں
نکل کر چھتہ مسجد سے سرور عام بنتی ہیں

وہ ساقی مسجد چھتہ کا سچا جانشیں ہے وہ
اکابر کی امامت کا انوکھا ایک امیں ہے وہ

جہاں پر تشنگان معرفت کی بھیڑ ہوتی ہے
یہ ساقی کی نہیں خود تشنہ لب کی پیڑ ہوتی ہے

ہجوم عام پروانوں کا گردِ شمع روشن ہے
نرالی شوکتوں والا مرے ساقی کا دامن ہے

رواں ہے فیض کا دریا یہاں چھتہ کی مسجد سے
رشیدی قاسمی انداز سے گاہ طرز عابد سے

یہ خلوت گاہِ قاسم ہے سراپا دار رحمت ہے
ہدایت گاہِ اعظم منظر درس اخوت ہے

اخوت نام ہے دنیا کی ظلمت سے بچانے کا
جفائیں جھیل کر اک نور کی مشعل جلانے کا

یہاں جام وسبو ساقی کے سب پر عام ہوتے ہیں
بحسب قابلیت تشنہ لب با کام ہوتے ہیں

یہاں انسان کو انسان کا کردار ملتا ہے
نظام خانقاہی پر تو سرکار ملتا ہے

ہے یہ وہ میکدہ محمود سے جس کی ہدایت ہے
بدست حضرت محمود محمودی عنایت ہے

وہ محمود حسن دیں کی نگہبان جن کی پیشانی
رموز رشد کا منبع فقاہت جن کی لاثانی

اگر دل مثل بیت اللہ ہے سینہ طور سینا ہے
تجلیات ربانی کا وہ دل ایک خزینہ ہے

ادائے حیثیت کا جب نظارہ وہ دکھاتے ہیں
تو ہندوستان کیا اطراف عالم جگمگاتے ہیں

جھلکتا ہے یہاں پر اسوۂ اسلاف کا منظر
کہ جاتا ہے کوئی انجم کوئی خورشید بن بن کر

یہاں قلعی کئے جاتے ہیں زنگ آلود دل سارے
کہ بہنے لگتے ہیں پھر ان دلوں سے نور کے دھارے

یہاں اللہ کا بندہ جو آجاتا ہے دیوانہ
خدا شاہد ہے رہتا ہے تو بن جاتا ہے فرزانہ

دیئے عشق الٰہی کے جلانے والے آتے ہیں
اندھیرے قلب وباطن کے مٹانیوالے آتے ہیں

یہاں مایوس اور مجبور اور غمگین آتے ہیں
دلوں کی الجھنیں مٹتی ہیں سب تسکین پاتے ہیں

فریب نفس امارہ کا پردہ چاک کرنے کو
یہاں آتے ہیں توبہ کرکے خود بننے سنورنے کو

دل زخمی پہ یاں مرہم نہی کا کام ہوتا ہے
یہاں منھ زور سرکش نفس از خود رام ہوتا ہے

عجب پر کیف منظر ہے صدا اللہ اللہ سے
فضائیں گونج اٹھتی ہیں ندا اللہ اللہ سے

یہاں کی شام گویا مجلس فخر رسولاں ہے
یہاں کی صبح روشن پرتو خورشید ایماں ہے

مرا ساقی بلاشک ہے عجوبہ دست قدرت کا
زباں حجت نظر برہان دل آئینہ فطرت کا

بھلا پھر کیوں نہ ہوں گے معتقد اہل زمن انکے
جہاں میں ہر طرف موجود ہیں آثار فن ان کے

نظر ڈالی نہیں اس نے کبھی اسباب زینت پر
فرشتے رشک کرتے ہیں بلاشک ایسی طینت پر

تخیل کی چھلانگوں سے بلند فکر شریف ان کا
ہے موقوف ریاضت اب تلک جسم نحیف ان کا

وہ جس کی روح میں ایک شور محشر خیز رہتا ہے
سدا آئینہ دل درد سے لبریز رہتا ہے

نظر جب ان پہ پڑتی ہے خدا کی یاد آتی ہے
جماعت جو بھی آتی ہے وہ ہو کر شاد جاتی ہے

وہ جس کا خندہ زن چہرہ دلوں کو موہ لیتا ہے
جو اسکے پاس جاتا ہے اسی کا ہو کے رہتا ہے

یہاں اصلاح کا جو طرز ہے ڈھونڈا نہیں ملتا
اگر اشتات مل جاتے ہیں مجموعہ نہیں ملتا

اجلاس صد سالہ کے بعد دارالعلوم میں اختلاف ہوا جس کی وجہ سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے مظاہر علوم میں قیام ہوا، اور پھر مظاہر علوم میں اختلاف کے بعد دارالعلوم دیوبند اکابر دارالعلوم کے اصرار پر مراجعت فرمائی۔

دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں مظاہر علوم کی اور مظاہر علوم قیام کے زمانہ میں دارالعلوم کی برابر سرپرستی فرماتے، ہر ہفتہ تشریف آوری ہوتی، اور اساتذہ وطلبہ برابر مستفیض ہوتے، جس کی تفصیل ''حیات محمود'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ کے دارالعلوم کے زمانہ کے معمولات کو ''حیات محمود'' میں تحریر کیا گیا ہے، یہاں بھی ان کو نقل کیا جاتا ہے:۔

زمانہ قیام دارالعلوم کے لیل ونہار

بعدنماز فجر :۔نماز فجر کے بعد آپ کے یہاں حجرہ مبارکہ میں ذکر کی مجلس ہوتی تھی ذاکرین حضرات (جوعموماً طلبہ ہوتے یا بعض اساتذہ یا مہمان کرام) حجرہ میں جمع ہوجاتے اور پورا حجرۂ مبارکہ کھچا کھچ بھر جاتا، اور ذکر شروع ہوجاتا، حضرت والا ابتدا میں تو خود بھی ذکر میں شرکت فرمایا کرتے تھے، مگر بعد میں آپ چارپائی پر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے اور ذاکرین کی طرف متوجہ رہتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ذکر سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا، ایک پون گھنٹہ ذکر کی مجلس رہتی، اپنے اپنے ذکر سے فارغ ہوکر ذاکرین جاتے رہتے، ذکر ختم ہونے پر حضرت والاؒ از خود اٹھ کھڑے ہوتے استنجاء وضو فرماتے، نماز اشراق چار رکعات ادا فرماتے، یہ نماز عموماً پردہ کے پیچھے ادا فرمانے کا معمول تھا، اس کے بعد اپنے مسند پر تشریف رکھتے، ڈاک کا تھیلا لے کر اس میں سے ڈاک نکالتے، اور ان ڈاک کے جوابات لکھنا شروع فرماتے، بعض خدام اور مہمان سامنے آکر بیٹھ جاتے، اور کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا پوچھتا، حضرت اس کا جواب دیتے رہتے، اور ڈاک بھی لکھتے رہتے کوئی طالب علم کتاب لے کر آگیا، اس کو سبق بھی پڑھا دیتے۔

ناشتہ :۔اتنے میں دسترخوان ناشتہ کے لئے بچھا دیا جاتا، حضرت دسترخوان پر جو حضرت کی نشست گاہ کے قریب ہی ہوتا تشریف لاتے اور حاضرین کو بھی دسترخوان پر آنے کو

فرماتے، عموماً یہ جملہ ارشاد فرماتے بھئی قبلہ بدل گیا (کہ اب سب دسترخوان کی طرف رخ کریں) اس جملہ سے سب کو ہنسی آجاتی۔

دسترخوان پر شریک تمام مہمانوں کی طرف پوری توجہ رکھتے، کسی مہمان کو غیر حاضر پاتے فوراً دریافت فرماتے فلاں صاحب کہاں ہیں۔

دار الافتاء میں:۔ناشتہ کے بعد مدرسہ کے وقت میں اگر کچھ دیر ہوتی تو پھر ڈاک شروع ہوجاتی اور وقت ہونے پر دارالافتاء کے لئے روانہ ہوجاتے، ڈاک کا تھیلا ساتھ ہوتا جس کو اپنے ہاتھ میں رکھتے، کسی خادم کا لینا پسند نہیں تھا، کوئی زیادہ اصرار کرتا تو پھر انکار بھی نہ فرماتے، اپنے جوتے خود اٹھا کر باہر رکھ کر پہنتے کسی خادم کا اٹھا کر رکھنا پسند نہ فرماتے، اور کوشش فرماتے کہ کوئی اٹھانے نہ پاوے کوئی خادم پیش قدمی کرتا اور تیزی سے اٹھا کر باہر لا کر رکھ دیتا تو انکار بھی نہ فرماتے، دارالافتاء عموماً اول وقت پہنچ جاتے، اور فتاویٰ کے جوابات تحریر فرماتے، کچھ دیر کے لئے حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس انکے مسند پر تشریف لے جاتے اور کسی فتویٰ سے متعلق گفتگو فرماتے، حضرت مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ بھی اپنا تحریر فرمودہ کوئی فتویٰ پیش فرماتے، اور حضرت کچھ دیر گفتگو فرما کر اپنے مسند پر تشریف لے آتے، اور کام میں مشغول ہوجاتے، جن طلبہ کی تمرین حضرت سے متعلق ہوتی وہ اپنی اپنی کاپیاں لے کر اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ دکھانے کے لئے جمع ہوجاتے، سب کو بغور ملاحظہ فرماتے، اور مناسب اصلاح فرماتے، اور کسی کو کسی کتاب کی رہنمائی فرماتے کہ اس کو فلاں کتاب میں دیکھو، اس کو فلاں کتاب میں دیکھو، کبھی خود کتاب کھول کر بتاتے، دیکھو یہ مسئلہ یہاں ہے، اس پر بحث کی گئی ہے، درمیان درمیان کوئی

تفریحی جملہ بھی ارشاد فرما دیتے، کبھی کوئی شعر سنا دیتے، جس سے سب طلبہ کھل پڑتے بعض دفعہ ہنسی کو قابو میں نہ رکھ پاتے، کوئی طالب علم سخت غلطی کرتا، اس پر تنبیہ بھی فرماتے، غصہ کا اظہار بھی فرماتے، گو اس کی نوبت بہت کم آتی ورنہ عموماً اصلاح بھی تفریحی جملوں کے ذریعہ ہی ہوتی۔

ایک طالب علم کو تنبیہ :۔ایک طالب علم کسی استفتاء کا جواب لکھ کر لائے، اور استدلال میں کسی کتاب کی عبارت نقل کرنے کے بجائے خود سے ایک عربی عبارت بنا کر لکھ دی اور شامی کا بقید جلد وصفحات حوالہ دے دیا، ان کی یہ ہوشیاری ممکن ہے کسی دوسری جگہ کام دے دیدیتی، حضرت کے سامنے کیا کام دے سکتی تھی، جن کے حافظہ میں گویا کتنی کتب کھلی رکھی ہوتی تھیں، فوراً جواب طلب ہو گیا۔

آپ نے یہ عبارت کہاں سے لکھی ہے؟

شامی کی فلاں جلد سے نقل کی ہے!

کتاب لے کر آؤ؟ عبارت نکالو کہاں ہے؟

کتاب اس کے سامنے پیش کی گئی، کتاب کو ادھر ادھر الٹ پلٹ کر کے کہا دوسری مطبع کی شامی ہے اس سے نقل کیا ہے۔

اس دوسرے مطبع کی شامی لا کر رکھی گئی، اس کو بھی ادھر اُدھر سے کھولا دیکھا، اس میں وہ عبارت ہوتی تو ملتی۔

کہنے لگے فتاویٰ دارالعلوم سے میں نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے، اس میں یہ عبارت ہے فتاویٰ دارالعلوم پیش کیا گیا، کھول کر سامنے رکھا، نکالو کہاں ہے آخر مجبوری اقرار کیا۔

حضرت! غلطی ہوگئی، میں نے ازخود یہ عبارت بنا کر لکھ دی اور شامی کا حوالہ دیدیا۔

اس وقت حضرت کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا بہت کم آپ کو اتنا غصہ کبھی آیا ہوگا۔

الفاظ یہ تھے:۔

یہاں تمہارا یہ حال ہے، قوم کے ساتھ کیا کروگے؟ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

اس نے معافی طلب کی آئندہ ایسی حرکت نہیں کرونگا۔

خیر معافی ہوگئی۔

گزشتہ سوالات کے جوابات دیکھنے کے بعد آئندہ کے لئے سوالات دئے جاتے، بعض دفعہ پیش آمدہ استفتاء ہی دے دیئے جاتے اور ہدایات کی جاتی کہ سوالات اپنی کاپی پر نقل کر کے ان کے جوابات لکھ کر لائیں۔

طلبہ سوالات نقل کر کے خطوط واپس کر دیتے اور اپنی اپنی کاپیوں پر جوابات لکھ کر لاتے کبھی ازخود سوالات لکھوائے جاتے۔

مجلس چائے :۔ کچھ وقت گزرنے پر چائے منگائی جاتی (چائے ایک مرتبہ کبھی دو مرتبہ ہر روز پورے عملہ کیلئے منگائی جاتی تھی، جو ہمیشہ حضرت والا قدس سرہٗ کی طرف سے ہی ہوا کرتی تھی، عموماً دوکاندار کے پاس پرچی لکھ کر بھیج دیا کرتے اور مہینہ کے ختم پر اس کا حساب کیا جاتا تھا) تمام مفتیان کرام اور محررین جمع ہو جاتے، سب کو چائے پیش کی جاتی، مہمان ہوتے تو وہ بھی چائے میں شریک ہوتے، کبھی تمام طلبہ کو بھی شریک کیا جاتا، چائے کے دوران، خوب لطائف وظرائف ہوتے، حافظ اخلاق صاحب (محرر فتاویٰ) مولانا صدیق صاحبؒ (محرر فتاویٰ) سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔

کبھی مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ حضرت پر کوئی فقرہ کستے ،حضرت تو جوابات کے بادشاہ تھے ،ایسا جواب دیتے کہ دم بخود ہو جاتے ، باقی برا کبھی نہ مانتے نہ دل میں رکھتے حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے۔

مفتی سید احمد علی سعید صاحب میں یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ دل میں کوئی بات نہیں رکھتے کیسی ہی بات ہو جائے ،اس کا اثر نہیں لیتے۔

مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ حضرت والا کو بھائی جی کہہ کر خطاب کرتے۔

مفتی سید احمد علی سعید صاحبؒ نے ایک دفعہ کہا:۔

بھائی جی آپ شادی کر لیجئے؟

حضرت نے بیساختہ ذو معنیین جملہ فرمایا:۔

مفتی کی مل جائے گی تو کر لونگا!

حضرت والا لطائف وظرائف سے متعلق بعض عجیب وغریب عبرت آموز واقعات سناتے ،اس پر حضرت مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ مزاحاً فرمایا:۔

آپ خود قصے گھڑ کر بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد سے حضرت اس کا التزام فرماتے کہ جو واقعہ بیان فرماتے اس کی سند بھی بیان فرماتے۔

مجھ سے فلاں نے بیان کیا ، یا مجھ سے فلاں نے فلاں کے حوالے سے بیان کیا ، یا فلاں کتاب میں لکھا ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:۔

مفتی محمود صاحب قدس سرہٗ کی بزرگی پر ان کی بے تکلفی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔

چائے کی اس پر لطف مجلس سے تازہ دم ہو کر سب اپنے کام میں لگ جاتے۔

طرز درس اور طلبہ سے بے تکلفی :۔تمرین افتاء کے طلبہ کی عموماً دو کتابیں ''رسم المفتی ''الاشباہ والنظائر'' حضرت کے یہاں ہوتیں، ابتداء تو ان کتابوں کا درس دارالافتاء ہی میں ہوتا تھا، بعد میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے حضرت کے کمرہ میں ہوتا تھا۔

حضرت والا قدس سرہٗ مدرسہ کے اخیر وقت تک بلکہ بعد تک دارالافتاء میں رہتے مگر جب کمرہ میں درس تجویز ہو گیا، درس کے لئے کمرہ میں تشریف لے آتے۔

حضرت والاؒ کے یہاں تقریر بہت مختصر ہوتی کتاب کو اصل عبارت سے حل کرنیکا ہی معمول تھا، اس میں کبھی کچھ کمی نہ کی جاتی، کتاب کی مناسبت سے واقعات ولطائف بھی سنائے جاتے، اور حسب موقع کبھی اشعار بھی سنائے جاتے جس سے سب طلبہ باغ و بہار ہو جاتے، اور سبق کے بعد طلبہ پر بزبان حال یہ کہتے ہوئے واپس ہوتے:۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں خود ایک انجمن ہیں

دوران درس سب طلبہ پر یکساں نظر رکھی جاتی، اور ہر طالب علم کو حسب لیاقت وصلاحیت آگے بڑھانے پروان چڑھانے کی فکر اور کوشش ہوتی۔

جو طالب علم جتنا ہونہار اور پڑھنے میں ہوشیار ہوتا، حضرت والا قدس سرہٗ کا اتنا ہی منظور نظر ہوتا۔

حضرت والا کی بے تکلفی اور خوش طبعی وخوش اخلاقی سے سب طلبہ بھی بے انتہا مانوس

ہوجاتے، کہ جس کو جو پوچھنا ہوتا پوچھتا اور اپنی ذاتی ضرورت بے تکلف بیان کرتا، گویا اپنے والد سے بیان کررہے ہیں، حضرت والا انتہائی بشاشت سے پورا فرماتے۔

بعض طالب علم مٹھائی کا مطالبہ کرتے، حضرت والا مٹھائی منگاتے اور سب کو بڑی فراخدلی سے کھلاتے اور خوش ہوتے البتہ مٹھائی کا مطالبہ کرنے پر بعض دفعہ ایسا کوئی جملہ بھی ارشاد فرمادیتے جس سے لطف اور دوبالا ہوجاتا۔

مثلاً ایک دفعہ ایک طالب علم نے سبق کے دوران مٹھائی کا مطالبہ کیا حضرت مٹھائی کھلایئے، حضرت نے ایک خاص انداز سے فرمایا۔

''حلوہ خوردن روئے باید''

اور سبق آگے شروع فرمادیا۔

اس نے پھر مطالبہ کیا؟

حضرت والا نے فرمایا:

مٹھائی کھانے کی عادت ابھی گئی نہیں۔

بمشکل ہنسی کو قابو میں کرسکے۔

اور حضرت نے مٹھائی منگا کر سب طلبہ کو کھلائی۔

آم کا موسم ہوتا تو آم منگا کر طلبہ کو کھلائے جاتے، اور اس میں ایسی بے تکلفی ہوتی کہ کوئی گٹھلی کسی پر ڈال رہا ہے کوئی کسی پر، اور حضرت بھی ان کی خوشی میں برابر شریک رہتے طلبہ ایسی حالت میں استاذ شاگرد کا حجاب بھی ختم کردیتے، اور سمجھتے کہ ساتھیوں اور بے تکلف دوستوں کی مجلس ہے، انتہا یہ ہے کہ ایک طالب علم نے چپکے سے گٹھلی لے کر حضرت کی گردن کے پیچھے کرتہ کے اندر ڈال دی اور ادنیٰ درجہ بھی حضرت کو ناگواری نہیں ہوئی۔

دوپہر کا کھانا:۔ بارہ ساڑھے بارہ بجے کے قریب سبق ختم ہوتا، دوپہر کے کھانے کے لئے دسترخوان بچھتا، حضرت حاضرین سے فرماتے قبلہ تبدیل ہوگیا، اور دسترخوان پر تشریف لاتے، مہمان حضرات بھی دسترخوان پر شریک ہوجاتے۔

حضرت والا برابر سب پر نظر رکھتے، کہاں روٹی کی ضرورت ہے، کہاں سالن ختم ہوگیا، حضرت خادم سے فرماتے، وہاں روٹی رکھو، وہاں سالن لاؤ، فلاں کا ہاتھ نہیں آرہا ہے رکابی ادھر کو سرکادو، یا خود ان صاحب کو فرماتے کہ بھئی دست درازی سے کام چلتا ہے، دست درازی کرنی پڑتی ہے۔

کبھی کوئی لطیفہ سناتے، ایک دفعہ ارشاد فرمایا:۔

میں ایک دفعہ ایک جگہ پہنچا وہاں میزبان صاحب کھانے میں مہمانوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے، میں نے ان سے کہا آپ کیوں شریک نہیں ہوئے۔

میزبان نے جواب دیا۔

حضرت جب تک چھنا چھن کی آواز کانوں میں نہیں آتی، کھانا حلق سے اندر نہیں اترتا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اہلیہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے چوڑیوں کی آواز کانوں میں آتی رہتی تھی۔

اس نوع کے لطائف کھانے کے دوران ہوتے رہتے جس سے مہمان حضرات خوب شکم سیر ہوکر کھاتے۔

دسترخوان پر ریزے گر جاتے حضرت ان کو اٹھا کر کھالیتے، کوئی رکابی بلا صاف کئے چھوڑ دیتا، حضرت خود اس کو اٹھا کر صاف فرمالیتے۔

کھانے سے فراغت پر شوربا بچ جاتا پلیٹ اٹھا کر ایک دو گھونٹ نوش فرماتے، پھر خدام حضرات ایک ایک دو گھونٹ کر کے ختم کر دیتے، جب کوئی خادم شوربے کی رکابی منہ سے لگاتا، حضرت خاص انداز سے مٹھارتے، جس سے اس کو ہنسی آجاتی اور بمشکل اپنے آپ کو قابو میں کر کے اس کو پیتا۔

کھانے سے فراغت پر ہاتھ صابن سے دھوتے اور ہاتھوں کو تولئے سے صاف فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے وقت صابن کبھی استعمال نہ فرماتے، نہ تولئے سے ہاتھ صاف کرتے۔

کھانے سے فراغت پر مہمان حضرات آرام فرماتے اور حضرت والا اگر کوئی طالبعلم کتاب لئے موجود ہوتا اس کو سبق پڑھاتے اس کے بعد قیلولہ فرماتے۔

وضو:۔اور اذان ظہر سے کچھ منٹ قبل اٹھ کھڑے ہوتے، اگر ضرورت ہوتی استنجاء فرماتے وضو فرماتے، حضرت کے اپنے ذاتی بڑے بڑے دو لوٹے تھے، ایک تانبہ کا قلعی کیا ہوا، ایک سلور کا اپنے لوٹے ہی میں پانی لے کر وضو فرماتے، وضو میں کسی سے مدد لینا پسند نہیں تھا، کوئی خادم از خود لوٹا بھر کر رکھ دیتا تو انکار بھی نہ فرماتے، مسواک دھو کر لوٹے کے اوپر رکھ دینا یا حضرت کے ہاتھ میں دینا پسند تھا، ایک دفعہ ایک خادم نے مسواک لے کر لوٹے کے اندر ڈال دی اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا نہ ہوئے ناظم صاحب (یعنی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب زید مجدہم ناظم دعوۃ الحق ہردوئی)

وضو کے بعد تولیے سے چہرہ اور ہاتھ صاف فرماتے، اس طرح کہ اول چہرہ صاف فرماتے، پھر دایاں ہاتھ پھر بایاں۔

وضو کے درمیان بھی بعض اوقات کوئی طالب علم یا کوئی مہمان آکر پاس بیٹھ جاتا اور جو سوال کرنا ہوتا کرتا حضرت وضو کے ساتھ ساتھ اس کو جواب بھی دیتے اور ادعیۂ وضو بھی پڑھتے رہتے، خاص طور پر وہ صاحب جو خلوت میں بات کرنے کے خواہشمند ہوتے وہ اس وقت کو غنیمت جانتے حضرت کو ان کے اس وقت سوال کرنے سے کبھی کوئی ناگواری نہ ہوتی بلکہ بشاشت سے جواب عنایت فرماتے۔

نماز ظہر وعصر اور درمیانی وقت :۔اذان سے قبل ہی یا اذان کے فوراً بعد آپ مسجد پہنچ جاتے اور دو رکعت تحیۃ الوضو دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت سنت ظہر ادا فرماتے، کبھی حضرت صرف تحیۃ الوضو اور سنت اور کبھی صرف سنت ظہر پر حسب موقع اکتفاء فرماتے، سنتیں طویل ہوتیں، اور قرآن پاک کا کبھی ایک پارہ کبھی دو پارے ان میں تلاوت فرماتے سنتیں قبیل جماعت ختم ہوتیں، نماز فرض باجماعت ادا فرماتے اور سنت ونوافل سے فارغ ہوکر حجرہ میں تشریف لاتے، اور ڈاک کا تھیلا لے کر ڈاک شروع فرمادیتے، کبھی طلبا اور مہمانان کرام بھی حاضر ہوجاتے، سوالات کرتے بعض اپنی تسبیحات میں مشغول رہتے دارالعلوم کی گھنٹی بجتی اور حضرت تھیلا لے کر دارالافتاء کے لئے چل دیتے بعض دفعہ گھنٹی سے قبل ہی دارالافتاء پہنچ جاتے۔

عموماً اذان عصر پر دارالافتاء سے کمرہ پر تشریف لاتے اگر وضو نہ ہوتا وضو فرماتے، اور مسجد تشریف لے جاتے، چار رکعت سنت العصر ادا فرماتے اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی دو دو رکعات بھی ادا فرماتے، بعض مرتبہ عصر کی سنتوں پر ہی اکتفا فرماتے، کبھی سنتیں بھی پڑھنے کا موقع نہ ملتا کہ نماز شروع ہوجاتی۔

نماز کے بعد کتب فضائل میں سے کسی کتاب کی تعلیم ہوتی حضرت اس میں اہتمام سے شرکت فرماتے۔

مجلس بعد عصر:۔کتاب سے فراغت پر آنے والے مہمان حضرات سے ملاقات ومصافحہ فرماتے۔

اس کے بعد کمرہ میں تشریف لاتے کہ حضرت کے پہنچنے سے قبل ہی پورا کمرہ کھچا کھچ بھر جاتا چوں کہ اصل مجلس کا وقت یہی ہوتا تھا اور طلباء کے لئے بھی یہ وقت فراغت کا ہوتا ہے، اس لئے طلبہ بھی ذوق وشوق سے مجلس میں شرکت کرتے تھے، باذوق طلبا حضرت کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتے اس لئے بہت پہلے سے اپنی جگہ لے لیتے۔

حضرت والا جب مسجد سے اندر کمرہ میں تشریف لاتے بہت سے طلبہ فرط عقیدت میں کھڑے ہوجاتے، مگر حضرت کو ان کا کھڑا ہونا ناگوار گزرتا۔

حافظ محمد طیب صاحب قدس سرہٗ بطور خاص بہت اہتمام سے مجلس میں شرکت کرتے، حضرت والا کے بالکل سامنے ان کیلئے جگہ چھوڑی جاتی اگر کبھی دیر میں آنے کی وجہ سے پیچھے بیٹھ جاتے تو انکو آگے بلایا جاتا بہت سے طلبہ سوالات کرنے کیلئے حافظ صاحب کو ہی ذریعہ بناتے۔

درسی غیر درسی مختلف فنون (تفسیر حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ تاریخ، سیرت، نحو، صرف وغیرہ) اور مختلف کتابوں سے متعلق طلبہ سوالات کرتے، حضرت والا سب کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماتے، اور بعض کتابوں کی طویل عبارتیں حفظ پڑھ کر سناتے، طلباء انتہائی محظوظ ہوتے اور اپنی علمی تشنگی سے سیرابی پر بے حد خوش ہوتے، دور دراز سے آنے والے مہمانان کرام بھی اپنی ضرورتیں بیان کرتے کوئی دعا کے

لئے کہتا کوئی دم کراتا کوئی تعویذ کی درخواست کرتا، حضرت مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم سے فرماتے ،ان کو فلاں تعویذ دے دو کوئی راہ سلوک میں پیش آمدہ کسی الجھن کا ذکر کرتا حضرت اس کا حل تجویز فرماتے۔

غرض کہ مجلس کیا ہوتی ایک تجربہ کار ماہر نفسیات وامراض کا روحانی مطب ہوتا، جس میں مختلف امراض میں مبتلا مریض اپنے حالات بیان کرتے ،حضرت والا ان کے امراض کی تشخیص کرتے اور علاج تجویز فرماتے اور مہلک امراض میں مبتلا اور علاج سے مایوس مریضوں کو تسلی وتشفی دیتے، امید بندھاتے اور وہ نسخہ استعمال کر کے شفایاب وکامیاب ہوتے۔

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قدس سرہٗ مبلغ دارالعلوم دیوبند، دیوبند قیام کے دوران پابندی سے اس مجلس میں شرکت فرماتے ان کی نشست حضرت قدس سرہٗ کے برابر ہی ہوتی اور مرحوم کی موجودگی میں گویا انہیں کی مجلس ہوتی، اپنے ارشادات سناتے سفر کے حالات اور کسی مناظرہ کی دل چسپ روئیداد بیان فرماتے ، ان کے ارشادات میں میخ ٹھوکنے کا ذکر کثرت سے آتا تھا، بالخصوص رضاخانیوں کے ذکر پر۔

حضرت والا خاموش سنتے رہتے اور بضرورت کہیں کوئی جملہ ارشاد فرمادیتے ، حاضرین میں وہ حضرات جو حضرت والا سے دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے اور ان کو موقع نہ مل پاتا ان کو ناگوار بھی گزرتا، بعض اس کا اظہار بھی کردیتے، مگر حضرت والا مکمل طور پر متوجہ ہو کر مرحوم کے ارشادات کو سنتے رہتے۔

حضرت والا کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی حسب موقع اس کو بھی پڑھتے رہتے بہت سے مشتاق حضرات صرف شوقِ زیارت ہی میں حاضر ہوتے مہمانوں اور طلبہ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ بعض شہری حضرات بھی پابندی سے مجلس میں حاضری دیتے، دارالعلوم کے بعض

اساتذہ بھی کبھی کبھی شرکت فرماتے، دارالعلوم کے اساتذہ کو حضرت والا اپنے قریب مسند پر ہی بٹھانے کی کوشش فرماتے۔

حضرت والا مجلس میں ازخود گفتگو بہت کم فرماتے، کوئی سوال کرتا اس کا جواب دے کر سکوت فرماتے اور تسبیح میں مشغول ہوجاتے، پھر کسی نے سوال کیا اس کو جواب دے کر تسبیح میں مشغول ہوگئے۔

اگر کوئی سوال کرنے والا نہ ہوا تو حضرت سکوت ہی فرماتے اور تسبیح میں مشغول رہتے، بعض دفعہ سکوت طویل ہوجاتا، اور بعض دفعہ سکوت پر ہی مجلس ختم ہوجاتی۔

کبھی ازخود بھی فرمادیا کرتے، کسی کو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیں۔

کبھی فرماتے:۔

''قبرستان میں تو نہیں بیٹھے ہیں جس کو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لے''

کبھی اس وقت ڈاک بھی لکھی جاتی، کبھی حضرت کے فتاویٰ جو ترتیب دئے جارہے تھے، سنائے جاتے، نقل درنقل کی وجہ سے جو کوئی غلطی ہوجاتی حضرت اسکی اصلاح فرماتے، کبھی کسی بچہ کی بسم اللہ یا ختم بھی اس مجلس میں ہوتا۔

اہل علم حضرات کے علاوہ حضرت کی مجلس میں سب شرکاء برابر ہوتے خواہ امراء ورؤسا ہوں، یا غرباء فقراء جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا نہ کسی کو کسی کی وجہ سے اس کی جگہ سے ہٹایا جاتا، سب کی طرف توجہ برابر ہوتی بلکہ طلباء ہی زیادہ مرکز توجہ ہوتے۔

بڑے سے بڑا رئیس آتا اور کوئی غریب طالب علم حضرت سے سوال کرتا ہوتا حضرت برابر اس کو جواب دینے میں مشغول رہتے، اس کی طرف ادنیٰ درجہ بھی بے توجہی نہ فرماتے خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ ہوجاتی جب تک وہ خود نہ ہٹتا حضرت برابر اس کی طرف متوجہ رہتے۔

کوئی دیہاتی اپنی زبان میں سوال کرتا حضرت کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ اس کی دیہاتی زبان سے ہی خوش ہوتے۔

حضرت والا کی مجلس کا انداز کچھ اس طرح کا تھا۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

حاجب ودرباں دریں درگاہ نیست

شرکاءِ مجلس کی سادہ چائے سے ضیافت بھی کی جاتی۔

نماز مغرب وعشاء اور درمیانی وقت :۔اذان شروع ہوتی مجلس برخاست ہوجاتی اور سب مسجد پہنچ جاتے حضرت والا عموماً صف اول میں جا کر بیٹھ جاتے، نماز جماعت کے بعد عموماً چھ رکعات اوابین کی ادا فرماتے، جن میں کم از کم ایک پارہ تلاوت فرماتے۔

نماز سے فارغ ہوکر کمرہ میں تشریف لاتے اور خطوط کے جوابات تحریر فرماتے، اور حسب ضرورت مطالعۂ کتب بھی جاری رہتا، الماری میں سے کتاب کے لانے کی ضرورت ہوتی، حضرت خود اٹھ کر کتاب نکال کر لاتے، اور جو مضمون دیکھنا ہوتا دیکھتے پھر کتاب وہیں جا کر رکھتے، کبھی کسی خادم سے کتاب لانے لے جانے کے لئے نہ فرماتے، بعض دفعہ کئی کئی مرتبہ کتاب کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی، حضرت خود اٹھتے اور کتاب نکال کر دیکھتے پھر خود جا کر رکھتے، سستی یا آرام طلبی کا حضرت کے اندر نام بھی نہ تھا، بعض طالب علم یا مہمان اس وقت بھی حضرت کے قریب سامنے بیٹھ جاتے، حضرت برابر کام میں مشغول رہتے، خطوط کے جوابات لکھ کر حاضرین اہل علم حضرات کو دکھاتے اور فرماتے۔

''کوئی غلطی رہ گئی ہو تو دیکھ کر اس کی اصلاح کر دیں''

اپنے شاگرد سامنے ہوتے ان کو بھی دکھاتے اور ان کو بھی اصلاح کے لئے فرماتے، اذان عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔

اذان عشاء کے بعد دسترخوان بچھادیا جاتا، مہمان حضرات دسترخوان پر حاضر ہوجاتے اور کھانے سے فارغ ہوکر وضو وغیرہ کرکے مسجد تشریف لے جاتے۔

بعد عشاء درس بخاری شریف :۔عشاء بعد بخاری شریف جلد ثانی کا دارالحدیث میں درس ہوتا بہت سے طلباء شوق میں حضرت کو لینے کے لئے کمرہ پر حاضر ہوجاتے، اور حضرت کے ساتھ دارالحدیث پہنچتے، حضرت والا کو اپنے ساتھ مجمع کا ہونا ناپسند تھا مگر اس کے باوجود بہت سے طلباء ساتھ ہوہی جاتے، مسند درس پر تشریف فرما ہوتے، طلباء سراپا شوق وانتظار ہوتے پورا دارالحدیث بھرا ہوتا، حاضری ہوتی، کوئی طالب علم عبارت پڑھتا، بعض دفعہ شوق میں کئی کئی طالب علم پڑھنا شروع کردیتے، مگر کوئی اپنی آواز کی بلندی، تیزی وروانی سے غالب آجاتا کہ سب خاموش ہوجاتے۔

تقریر تو مختصر ہوتی مگر انتہائی جامع اور پرمغز معلومات پر مشتمل طلباء کو سوالات واشکالات کی عام اجازت ہوتی کوئی زبانی سوال کرتا کوئی پرچی لکھ کر بھیجتا، حضرت والا ان کے جوابات ارشاد فرماتے۔

دوران درس انتہائی سکون ووقار طاری ہوتا، مگر جب حضرت کسی مناسبت سے کوئی لطیفہ یا کوئی شعر سناتے طلباء کی بے اختیار ہنسی سے پورا دارالحدیث گونج اٹھتا بارہ بجے کے قریب درس ختم ہوتا۔

طلباء کا شوق خدمت:۔بعد درس پچاسوں طلباء کمرہ تک ساتھ آتے کچھ واپس ہوجاتے اور بعض خدمت کے شوق میں کمرہ میں آکر بیٹھ جاتے، حضرت والا

کوٹھنڈا مشروب پیش کیا جاتا، حضرت چند گھونٹ پی لیتے، حضرت والا مسند پر بیٹھ جاتے، اور طلباء بدن دبانے لگتے تو حضرت فرمایا کرتے بھئی یہ مرض متعدی ہے کہ ایک شروع کرتا ہے اس کو دیکھ کر سب ہی لگ جاتے ہیں۔

بدن دباتے ہوئے بھی سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری رہتا لطائف وظرائف بھی ہوتے رہتے، اور چند منٹ کے بعد ان کو رخصت کر دیتے، ان کے بعد دوسرے طلباء چمٹ جاتے کہ ہم کو موقع نہیں مل سکا تھا، دو تین منٹ بعد ان کو رخصت کر دیا جاتا، اور طلباء آکر چمٹ جاتے کئی کئی مرتبہ اس کی نوبت آتی، طلباء کی محبت ووارفتگی دیکھنے کے قابل ہوتی، حضرت رخصت کرتے ہوئے سب سے مصافحہ کرتے۔

مجلس بعد عشاء:۔ بخاری شریف کا درس موقوف ہونے کے بعد عشاء بعد مجلس ہوتی فتاویٰ سنائے جاتے یا ڈاک لکھی جاتی (اخیر میں لکھوائی جاتی) سوالات وجوابات کا سلسلہ بھی رہتا۔

اس مجلس میں بھی حافظ محمد طیب صاحب زید مجدہم اہتمام سے شریک ہوتے اور حضرت مولانا حامد حسین صاحب قدس سرہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند بطور خاص شرکت فرماتے، اور ان کو حضرت کا ٹرانجسٹر کہا جاتا کہ ریڈیو سے خبریں اہتمام سے سنتے اور حضرت کو آکر خاص خاص خبریں سنایا کرتے، فلاں ملک میں یہ ہو گیا، فلاں میں یہ ہوا، اس نے اس پر حملہ کیا، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا خبریں سنانے سے زیادہ ہنسا کرتے، اور ان کے ہنسنے کو دیکھ کر سب حاضرین بھی ہنس دیا کرتے اور چونکہ مولانا کی آواز صاف نہیں رہی تھی جس کی وجہ سے حاضرین کو بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی تھی، ان کو بارہا بتانے کی ضرورت پڑتی تھی،

اول آواز صاف نہیں پھر اس پر ہنسی اس کو اور زیادہ ناصاف بنادیتی جس کی وجہ سے عموماً حافظ طیب صاحب زید مجدہم کو ان کی ترجمانی کرنی پڑتی، اور حافظ صاحب زید مجدہم کی ترجمانی بھی بطور مزاح شارح کی ماتن کے مقصود کے خلاف شرح کا مصداق ہوتی تھی۔

حاضرین میں اکثر طلباء ہی ہوتے تھے جو حضرت مولانا کے بھی شاگرد ہوتے تھے، اور ہنسنے میں بعض دفعہ حد سے تجاوز ہوکر مذاق کی سی کیفیت بھی ہوجاتی، جو حضرت والا کو ناگوار گزرتا جس کی بنا پر حضرت والا فرمایا کرتے خبریں موقوف، یعنی آئندہ خبریں نہیں سنا کریں گے، مگر حضرت مولانا کبھی حاضرین اور طلبہ کے ہنسنے سے برا نہ مانتے بلکہ ان کو اس کا خیال بھی نہ ہوتا، وہ حضرت کے فرمانے پر ایک دو روز عمل کرتے اور پھر سلسلہ شروع کردیتے۔[1]

گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک یہ سلسلہ چلتا پھر حضرت سب کو مصافحہ کرکے رخصت کرتے۔

مہمانوں کا خیال واہتمام :۔مہمانوں کے لئے بستر وغیرہ کرنے کا تقاضہ فرماتے، ابتداً تو خود بھی بستر وغیرہ بچھوانے میں شریک رہتے تھے، معذوری کے بعد خدام بستر وغیرہ بچھاتے مگر حضرت سب مہمانوں کا پورا خیال فرماتے،

---

[1] حضرت مولانا زید مجدہم شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ کے صاحبزادے ہیں، دارالعلوم کے استاذ ہیں آواز صاف نہ ہونے کی بنا پر تعلیمی ذمہ داریوں سے ان کو سبکدوش کرکے، دارالاقامہ کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے، انتہائی سادہ مزاج ہیں، جلالین شریف وغیرہ کتابوں کا درس ان کے یہاں ہوتا تھا، کتاب کہیں سمجھ میں نہ آتی کتاب بغل میں دبا کر حضرت والا کے پاس ان کے شاگرد بھی ہوتے کتاب کھول کر بیٹھ جاتے، کہ حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، حضرت والا اس کو حل فرماتے، ان کو اپنے شاگردوں کی موجودگی میں پوچھنے سے کبھی عار نہ آتی۔

صرف کہنے پر اکتفانہ فرماتے بلکہ خود جا کر معائنہ فرماتے، اور مہمانوں سے جا کر دریافت فرماتے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، تکیہ چادر وغیرہ سب کے پاس ہے، اور سردی کے موسم میں کمبل یا لحاف سب کے پاس ہے یا نہیں، جب چلنے پھرنے سے معذوری ہوگئی، تب بھی ایک دو خادم کے سہارے تشریف لاتے اور سب مہمانوں کو آ کر دیکھتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔

مخصوص مہمان ہوتے ان کے بستر کی جگہ بھی دریافت کرتے کہ فلاں کا بستر کہاں بچھا ہے یا فلاں کا انتظام کہاں کیا اس کے بعد خود آرام فرماتے۔

جب تک آنکھوں میں روشنی رہی سوتے وقت سرمہ لگانے کا اہتمام بھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔

سحر خیزی میں معمول :۔ڈھائی تین بجے بیدار ہو جاتے اور کوشش کرتے کہ کسی کو پتہ نہ چلے، کسی کی آنکھ نہ کھلے، بعض دفعہ خادم اس لئے کمرہ میں سوتے، کہ شب میں بیدار ہونے کے وقت پانی وغیرہ دینے کی خدمت کر سکیں، مگر حضرت والا اتنا آہستہ آہستہ قدم رکھتے کہ بالکل آہٹ نہ ہو، چٹخنی دروازہ کی بہت آہستہ سے کھولتے، بند کرتے اور استنجاء وضو وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مناجات کے مزے لوٹتے اور پھر چارپائی پر لیٹ جاتے کہ دیکھنے والے اس وقت سوتا ہوا سمجھتے۔

بعد اذان فجر :۔پھر اذان کے قریب اٹھتے وضو فرماتے اور باہر صحن میں مشی فرماتے جس میں "واعدوا لهم مااستطعتم من قوة الاية" کی نیت ہوتی اور قرآن کی

تلاوت یا تسبیح کا سلسلہ بھی جاری رہتا، ابتداءً بیعت ہونے والوں کو اذان فجر کا وقت دیا جاتا وہ اذان کے فوراً بعد حاضر ہوجاتے، ان کو بیعت فرماتے (آخر میں بعد فجر کا معمول ہوگیا تھا) اذان کے بعد فوراً سنت فجر پڑھ کر بیعت ہونے والوں کو بیعت فرماتے اور اپنی مسند پر بیٹھ کر تسبیح میں مشغول رہتے، اس وقت باتیں کرنا ناگوار گزرتا، اس وقت کسی کا خدمت کرنا بھی ناپسند تھا، گو بعض اس ناگواری کو نہ سمجھ پاتے اور حضرت والا تحمل فرماتے کچھ نہ فرماتے۔

بہت سے ذاکرین کمرہ میں حاضر ہوکر ذکر شروع کردیتے، بہت سے مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے، حضرت والا ان کی طرف توجہ خاص فرماتے ذاکرین اور مراقبہ وغیرہ میں مشغول ہونے والے حضرات اس وقت دل میں سرور ونشاط کی عجیب کیفیات محسوس کرتے کہ شاید دلوں میں کوئی چیز بھری اور انڈیلی جارہی ہے، کچھ دیر کے بعد حضرت والا مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں بھی ذاکرین ذکر میں اور بہت سے تلاوت میں مشغول ہوتے، عجیب فرحت آمیز مسرت بخش منظر ہوتا کہ روح ودل ہر دو کو غذا وتازگی وتقویت حاصل ہوتی۔

نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔

معمولات یوم الجمعہ

مزار قاسمی پر حاضری :۔ جمعہ کے روز ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر قبرستان (مزار قاسمی) تشریف لے جاتے، بہت طلبہ اور مہمان حضرات ساتھ جانا چاہتے، حضرت سب کو ساتھ جانے سے منع فرمادیتے، کہ آگے چلے جاؤ، یا بعد میں آنا، اپنے ساتھ مجمع کا چلنا پسند نہ تھا، کوئی ایک دو ہوتا اس کو انکار نہ فرماتے۔

دارالعلوم کے صدر دروازہ سے داخل ہوکر دارالحدیث کے پاس کو گزرتے ہوئے مدنی گیٹ کے اوپر کمرہ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب مرحوم (حضرت گنگوہیؒ کے پوتے) استاذ دارالعلوم (جن کو بھائی جی، یا بھائی جی سعید سے جانا پہچانا جاتا) سے ملاقات فرماتے۔

بھائی جی مرحوم بے انتہا خوش ہوتے اور عموماً الائچی خورد سے ضیافت فرماتے، ایک شیشی میں بھر ہوئی ہوتیں، اس کو کھول کر پیش فرماتے، حضرت ایک دو الائچی اس میں سے لے لیتے، کبھی کوئی کھانے کی چیز ہوتی اس کو بھی پیش فرماتے، مگر حضرت چائے کو انکار فرمادیتے، چند منٹ کے بعد رخصت ہوکر، مزار قاسمی پر حاضری دیتے اور اولاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے مزار پر اقدام کی جانب ہی جوتے اتار کر کھڑے ہوتے۔

''السلام علیکم دارقوم مومنین وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون'' پڑھتے اورسورہ فاتحہ،قل ہواللہ احد،یٰسین شریف پڑھ کرایصال ثواب فرماتے ، پھردوسرے بعض مزارات کے قریب جاکرایصال ثواب فرماتے ،اوراخیر میں جب ضعف زیادہ ہوگیا تھا، صرف حضرت مدنی قدس سرہٗ کے مزار کے قریب ہی کھڑے ہوتے اوروہیں سے ایصال ثواب فرماکرواپس ہوجاتے۔

واپسی پرآستانہ شیخ الاسلامؒ پرحاضری دیتے ،اورصاحبزادگان حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم حضرت مولانا سیدارشد مدنی دامت برکاتہم میں سے کوئی اگرموجود ہوتے ان سے چندمنٹ کی ملاقات فرماتے ،کبھی کسی خاص موقع پرحضرت مولانا محمد سالم صاحب زیدمجدہم کے پاس بھی چندمنٹ کیلئے تشریف لے جاتے ، پھرکمرہ پرتشریف لاکر کچھ دیرڈاک وغیرہ لکھتے یالکھواتے پھرنماز جمعہ کی تیاری فرماتے۔

غسل وحجامت اورنماز جمعہ :۔آئینہ لےکرمونچھیں کاٹتے ،مونچھیں ہمیشہ بالکل صاف فرمایا کرتے ، کہ دیکھنے سے منڈی ہوئی معلوم ہوتیں، داڑھی یکمشت سے زائد ہوتی اس کوبھی کاٹ دیا کرتے ،رخساروں پریاحلق پرسے کسی جگہ سے کوئی بال کاٹنے کامعمول نہیں تھا۔

ناخن تراش سے ناخن کاٹتے ، ہمیشہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع فرماتے ، دائیں اوربائیں ہاتھ کے انگوٹھے پرختم فرماتے ، تاکہ ابتداء بالیمین اورانتہاء بالیمین دونوں ہوجائیں ، اوردائیں پیرکی چھوٹی انگلی سے شروع فرماکربائیں پیرکی چھوٹی انگلی پرختم فرماتے ،معذوری سے قبل یہ کام سب خودہی انجام دیا کرتے ،اس کے بعدغسل

فرماتے، سردیوں میں گرم پانی استعمال فرماتے، صابن تولیہ بھی استعمال فرماتے، کپڑے عموماً غسل کے بعد کمرہ میں تشریف لاکر تبدیل فرمایا کرتے، عطر خوب استعمال فرماتے، اور حاضرین کو بھی عنایت فرماتے۔

عطر میں، مشک، عنبر، عود، خس، میں سے کوئی حسب موسم پسند فرماتے۔

نماز جمعہ کے لئے چوغہ بھی استعمال فرماتے، جس کو نماز کے بعد کمرہ میں تشریف لاکر اتارتے، اور زوال کے فوراً بعد مسجد جاکر اولاً دو رکعت تحیۃ الوضو دو رکعت صلوٰۃ تحیۃ المسجد پھر صلوٰۃ التسبیح چار رکعات جن میں مسبحات پڑھنے کا معمول تھا (وہ سورتیں جن کے شروع میں سبح یا یسبح آیا ہے) پھر چار رکعات جمعہ کی سنت ادا فرماتے۔

بعد نماز جمعہ :۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر کمرہ تشریف لاتے اور بہت سے طلبہ اور دور دراز سے آنے والے زائرین جمع ہوجاتے، چند منٹ اتنے باہر دسترخوان بچھتا مجلس ہوتی، اسی وقت باہر سے آنے والے حضرات مصافحہ کرتے دسترخوان بچھ جاتا، اور مہمانوں کو کھانا شروع کرادیا جاتا، ایک دسترخوان اندر کمرہ میں خواص کے لئے بچھتا جس پر حضرت خود بھی شرکت فرماتے۔

جمعہ بعد حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ بھی عموماً تشریف لاتے اور کھانے میں شرکت بھی فرماتے، حضرت والا ان کو اپنے پاس بٹھاتے اور ہر دو حضرات کی ایسی بے تکلفی اور لطف وانبساط کے ساتھ گفتگو ہوتی کہ سننے والوں کو بھی لطف آجاتا، کھانے کے بعد مہمانان کرام جو رخصت ہونے والے ہوتے رخصت ہوتے، اور ایک ایک کو مصافحہ ومعانقہ فرماکر رخصت فرماتے۔

معذوری کے زمانہ میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا تو دوصاحبان پکڑ کر کھڑا کرتے اور دونوں طرف سے پکڑے رہتے، اس طرح معانقہ فرماتے۔

اس لطف ومہربانی کو دیکھ کر رخصت ہونے والا محسوس کرتا:۔

جب گلے مل کے وہ پلٹا تو یہ محسوس ہوا
جیسے سینہ سے لئے جائے کلیجہ کوئی

اور جانے والا بزبان حال کہتا ہوا جاتا:۔

جان سے جانا ہے تیرے پاس جانا جاناں
جیئے جاتے ہیں مگر مردہ بنے جاتے ہیں

مہمان کرام عموماً مدارس کے اساتذہ اور طلبہ ہوتے جو جمعرات کی شام میں حاضر ہوتے اور جمعہ بعد واپس ہوتے، اس لئے جمعرات جمعہ کو بالخصوص عجیب بہار ہوتی، مگر اب بجز اس کے کیا کہا جائے۔

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا!
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں ایک شور تھا غل تھا!
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتا تا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا!

مہمانوں سے رخصت ہوکر حضرت آرام فرماتے، اور نماز عصر سے تقریباً آدھ پون گھنٹہ قبل اٹھ کھڑے ہوتے۔

نماز عصر بعد متصلاً درود شریف:۔نماز عصر کے بعد اٹھنے سے پہلے یہ درود شریف اسی مرتبہ ''**اللھم صل علی سیدنا محمدالنبی الامی وعلیٰ اٰلہ وسلّم تسلیماً**'' پڑھنے کا معمول تھا، نماز کے سلام کے بعد اعلان کر دیا جاتا اور جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اس کے پڑھنے کی فضیلت جو حدیث شریف میں آئی ہے کہ اسی برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اسی برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، بیان کر دی جاتی تقریباً تمام نمازی ہی اس کو پڑھتے اس کے بعد حسب معمول مجلس ہوتی۔

ابتداء میں جب مہمانوں کا مجمع زیادہ نہیں ہوتا تھا حضرت والا جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے۔

تنبیہ:۔یہ معمولات جو ذکر کئے گئے ہیں معذوری سے قبل کے ہیں۔

مجلس

آپ کی مجلس ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک علم کا سمندر ہوتا تھا جس سے علماء، طلباء، عوام وخواص سب برابر مستفیض ہوتے تھے، اس کا کچھ اندازہ لگانے کے لئے دو مجلس نقل کی جاتی ہیں، آپ کی بعض مجالس ''افریقہ اور خدمات فقیہ الامت'' میں چھپی ہیں وہاں سے دو مجلسیں نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:۔

مجلس نمبر:۱

مفتی رضاء الحق صاحب، حضرت! امام حنفی ہے، مقتدی شافعی ہیں تو کیا امام ان کی رعایت میں دعائے قنوت وتر میں رکوع کے بعد پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد:۔ کس کس چیز میں رعایت کروگے؟ کل کو رفع یدین بھی ان کی رعایت میں کریں گے الحمد پڑھنے کا موقع بھی ان کو دیں گے (یعنی ان چیزوں میں رعایت نہیں کرینگے، جن سے خود اپنے مذہب کی مخالفت لازم آئے)

مفتی رضاء الحق صاحب: الفقہ علی مذاہب الاربعہ کتاب دیکھ کر کیا شافعیہ کو فتویٰ دے سکتے ہیں؟

ارشاد:۔ انہیں سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں؟

مفتی رضاء الحق صاحب شافعیہ کے یہاں فتاویٰ میں کیا کیا کتابیں معتبر ہیں؟

ارشاد:۔ تحفۃ المحتاج معتبر ہے، ابن حجر مکی کی، فتاویٰ کبریٰ ہے، شرح مہذب ہے، فتاویٰ سبکی، تقی الدین سبکی اس میں فقہی مسائل بہت عمدہ حل کئے ہیں، ان کی مجتہدانہ شان ہے، ابن تیمیہؒ کے معاصر ہیں۔

ارشاد:۔ زیلعی دو ہیں، ایک کا نام جمال الدین ہے، جن کی نصب الرایہ ہے ایک کا نام عثمان ہے، جن کی تبیین الحقائق ہے، دونوں حنفی ہیں۔

عرض:۔تصویر نکالنا کیسا ہے؟

ارشاد:۔جاندار کی یا بے جان کی؟

عرض:۔جاندار کی۔

ارشاد:۔ناجائز ہے۔

عرض:۔ناجائز ہے یا حرام؟

ارشاد:۔ناجائز اور حرام میں کیا فرق ہے؟

عرض:۔جاننا چاہتا ہوں۔

ارشاد:۔آپکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں تقابل ہے اس لئے پوچھا؟

عرض:۔لفظ ناجائز کا اطلاق مکروہ پر بھی ہوتا ہے؟

ارشاد:۔نہیں مکروہ تو جائز ہے مع الکراہت، اس کو ناجائز نہیں کہتے، یہ علیحدہ بات ہے کہ ہدایہ میں ہے ''کل مکروہٍ حرام'' مگر نص اس کے لئے نہیں ملی، اس لئے ''مکروہ'' بولدیتے ہیں، حدیث شریف میں ہے ''اشدالناس عذاباً المصورون'' ہلکے کام پر تھوڑا ہی اتنا سخت حکم ہوتا ہے۔

عرض:۔بعض علماء کہتے ہیں کہ ویڈیو فلم تصویر نہیں۔

ارشاد:۔مجھے تحقیق نہیں کیا چیز ہے؟

عرض:۔بریلوی حضرات تو جائز کہتے ہیں۔

ارشاد:۔آپ کے حضرات بھی بعض جائز کہتے ہیں ایک عالم نے لکھا تھا کہ ہر نئی چیز کو ناجائز کہدینا بے بصری ہے، مگر بریلوی حضرات تو گھڑی کی چین کو بھی منع کرتے ہیں۔

عرض:۔فارسی کے کون شاعر بہت اچھے ہوئے؟

ارشاد:۔آپ کا سوال بھی شاعرانہ ہے حیثیات مختلف ہیں، نصائح میں شیخ سعدیؒ کا مقام بلند ہے، عشق ومستی میں حافظ شیرازی بڑھے ہوئے ہیں۔

عرض:۔سنا ہے حافظ شیرازی بڑے صوفی تھے۔

ارشاد:۔ایسا ہی سنا ہے، دونوں ماموں بھانجے تھے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ ان کے بہت معتقد تھے، کثرت سے وعظ میں ان کے اشعار پڑھتے اور رفرماتے عارف شیرازی فرماتے ہیں، بعض حضرات ان کے کلام کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں، کہ رات دن شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے، بعض شیعہ کہتے ہیں، واللہ اعلم کیا تھے۔

عرض:۔علاّمہ اقبال حافظ شیرازی سے خوش نہیں تھے۔

ارشاد:۔علاّمہ اقبال سے اور بہت سے خوش نہیں۔

عرض:۔علاّمہ اقبال کی خودی کیا چیز ہے، اشعار میں خودی خودی بہت کرتے ہیں؟

ارشاد:۔بازار میں نہیں ملے گی، اپنے قوتِ بازو پر اعتماد، انانیت، (میں) جس کو کہتے ہیں، ڈاکٹر اقبال، معاف کرنا چوں چوں کا مربہ تھے، فرقہ مرزائیہ احمدیہ کے ممبر بھی تھے، ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی پر اول ایمان لانے والوں میں تھے، حضرت رائپوری قدس سرہٗ فرماتے تھے، کہ ڈاکٹر اقبال نے اول فلاں طرز پر اشعار لکھے، اس سے کام نہیں چلا، پھر فلاں کے طرز پر اس سے کام نہیں چلا، پھر مثنوی کے طرز پر چلے ہیں، اس میں کامیاب ہوئے ہیں، ان کا جوانی کے زمانہ کا شعر ہے:۔

غارت گری نہ پوچھ نگاہِ شباب کی
آنکھو میں سحر ہے کہ ہے مستی شراب کی

اقبال چشم تر کا مداوا تو کیجئے
غماز ہیں یہ آپ کے حال خراب کی

کیفیت تجلی جاناں کہاں نصیب
آنکھوں میں کٹ گئیں مری راتیں شباب کی

پھر بعد میں حالت بدلی ہے، حضرے مولانا رومؒ (مرید ہندی مرشد رومی کا عنوان ہے کی شان میں اشعار کہے ہیں، نفس کو خطاب کیا ہے، خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر اشعار کہے ہیں، خواجہ معین الدین چشتی کے بارے میں نظم کہی ہے، جو آزاد ہو بقول شخصے:۔

کسی کھونٹے سے بندھا ہوا نہ ہو اس پر مختلف ادوار آتے ہیں۔

ایک صاحب نے کہا کہ آپ حضرات تنگ نظر ہیں، میں نے کہا تنگ نظری سے اگر بدنظری سے حفاظت ہو جائے غنیمت ہے۔

ایک صاحب نے مختلف سیاسی جماعتوں کا ذکر کیا، پھر مجھ سے پوچھا آپ کا کس سے تعلق ہے، میں نے کہا کسی سے نہیں، اچھا آپ بے عمل ہیں، میں نے کہا اچھا ہے کچھ بے عمل بھی ہیں، سب ہی بدعمل نہیں بن گئے۔

حضرت مجدد صاحب فرماتے تھے شیعہ فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے، کہ وہ اصطلاحات اسلام کی لیتے ہیں، اپنے کلام میں اور مراد اپنی گھڑی ہوئی لیتے ہیں۔

ایک شیعہ نے کہا کوئی شیعہ اپنا مذہب نہیں چھوڑتا، جس کے متعلق سنو گے کہ وہ آریہ ہوگیا، قادیانی ہوگیا، تو تحقیق کر کے دیکھو تو وہ سنی ہوگا، شیعہ اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا، میں نے کہا صحیح ہے، شیطان ایسا بیوقوف نہیں کہ بے موقعہ بے محل محنت کرے، وہ وہاں محنت کرتا ہے، جہاں ایمان کی دولت ہوتی ہے، اس میں کبھی کامیاب بھی ہوجاتا ہے، اور وہ ایمان کی دولت ہے سنیوں کے پاس، شیعوں کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ تو ہیں ہی میرے، ان پر محنت کیوں کروں، ان کا بیڑہ تو پہلے سے ہی غرق ہے۔

عرض:۔ پاکستان میں ایک صاحب ہیں خالد محمود، انہوں نے بھی اس سوال کے جواب میں ایسا ہی جواب دیا تھا، کہ دودھ سڑ کر خراب ہوجاتا ہے، پیشاب تو پہلے سے ہی سڑا ہوا ہے۔

ارشاد:۔ صحیح ہے، باقی مناظرانہ جواب ہے وہ بھی، یہ بھی تحقیقی نہیں۔

ایک شخص سہارنپور آیا، حضرت ناظم مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ کے پاس پہنچا گفتگو شروع کی، میں عشاء کے بعد کمرہ میں آکر لیٹ گیا تھا، آنکھ لگ گئی، میرے پاس مولوی نذیر احمد سیالکوٹی نے جو مدرسہ مخزن العلوم میں مدرس تھے، حضرت ناظم صاحب کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے، آکر کہا مولوی محمود ایک شخص ناظم صاحب سے گفتگو کر رہا ہے، تم جا کر ان سے گفتگو کرو، میں نے کہا آپ کہہ رہے ہیں یا ناظم صاحب؟ کہا میں ہی کہہ رہا ہوں، میں نے کہا یہ تو مناسب نہیں اس کو گفتگو کر لینے دو، حضرت ناظم صاحب تو چند منٹ بعد مکان تشریف لے جائیں گے، اور وہ مہمان خانہ میں چلے جائیں گے، اس وقت مجھ کو بلا لینا، تم دونوں گفتگو کرنا میں بھی سن لونگا، چند منٹ بعد حضرت ناظم صاحب مکان تشریف لے گئے، اور وہ صاحب مہمانخانہ میں چلے گئے، مولوی نظیر صاحب نے مجھ کو بلایا،

میں وہاں پہونچا دونوں کی گفتگو شروع ہوگئی، اثناءِ گفتگو میں وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا، میں نے کہا پہلے آپ صاف صاف بلا تقیہ کے بتادیں کہ آپ شیعہ ہیں؟ اس نے کہا میں شیعہ نہیں ہوں، خاندان کے لوگ شیعہ ہیں ان سے گفتگو ہوتی رہتی ہے، اس لئے میں حل کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا الحمدللہ آپ نے میرے لئے راستہ کھولدیا، میں جو کچھ کہونگا شیعوں کو کہونگا، آپ تو شیعہ ہیں نہیں، آپ کو تو ناگوار نہیں ہوگا، اس نے کہا اہل بیت معصوم ہیں، میں نے کہا مودّت اہل بیت کا تو حکم ہے مگر معصوم ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا ''**انمایریداللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً**'' میں نے کہا اس کا ترجمہ؟ اس نے ترجمہ کیا، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ پلیدی کو تم سے دور کردیں، اور تم کو پاک صاف کردیں، یعنی معصوم۔

میں نے کہا پاک صاف کردیں، ناپاک کو پاک کیا جاتا ہے، یا پاک کو، آپ نے ان کو ناپاک پہلے مانا، اس سے معصوم ہونا کیسے معلوم ہوا؟ نیز پلیدی دور کردیں، معلوم ہوا کہ پلیدی ہے موجود جس کو دور کیا جارہا ہے، اس ترجمہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پاکیزگی نہیں پلیدی ہے، جس کو دور کرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ کررہے ہیں، معصوم کی تو یہ شان نہیں ہوتی، اور کیا جہاں کہیں قرآن میں تطہیر کا لفظ آیا ہے، وہاں معصوم ہونا مراد ہے۔

خدا جانے ان شیعوں کی عقل کو کیا ہوگیا جہاں ط، ہ، ر، دیکھی اس کا ترجمہ معصوم ہونا کرلیا ''**یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن**'' حیض کو پلیدی کہا گیا اور حالت حیض میں ان کے پاس آنے جانے (صحبت کرنے) سے منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائیں، تو جیسے ہی عورت کا حیض ختم ہوا کیا شیعوں کے نزدیک وہ معصوم ہوگئی۔

قرآن پاک میں ہے ”**ولکن یرید لیطھر کم**“ جیسے ہی کسی شخص نے وضو کیا، کیا وہ معصوم ہوگیا، وضو وغسل کا بیان کر کے فرمایا، اس لحاظ سے سارے ہی وضو کرنے والے معصوم ہونگے، اہل بیت کی کیا خصوصیت ہے؟ ایسے ہی ”**خذمن اموالھم صدقة تطھرھم**“ جس نے صدقہ کیا وہ معصوم ہوگیا۔

اس نے دوسرا سوال کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کو ناراض کیا باغِ فدک ان کو نہیں دیا، میں نے کہا کیوں دیتے، کیا انہوں نے امانت رکھا تھا کہ اس کے دینے سے انکار کردیا، خود تو جانا بھی نہیں چاہتی تھی، دوسروں نے ان کو اُبھارا تب گئیں اور جا کر سوال کیا، اگر آپ کا انتقال ہوجائے تو کیا آپ کی اولاد کو آپ کی میراث ملے گی، فرمایا ملیگی، کہا پھر مجھ کو میرے باپ کی میراث کیوں نہیں ملے گی، مجھے کیوں محروم کیا جاتا ہے، فرمایا حدیث میں ہے ”**نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکناہ فھو صدقة**“ اس نے کہا یہ حدیث سنیوں کی کتابوں میں ہوگی، میں نے کہا اصول کافی میں ہے اس نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ناراض ہوگئیں، اور حدیث شریف میں ہے ”**فاطمة بضعة منی فمن اٰذاھا فقد اٰذانی**“ میں نے کہا کیا حدیث سے ناراض ہوتے ہیں، کہ حدیث پیش کرنے کے باوجود ناراض ہوگئیں، کیا کوئی ادنیٰ مومن بھی حدیث سے ناراض ہوسکتا ہے؟ شیعوں کو چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عداوت ہے اس لئے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں، اور اس حدیث ”**فاطمه بضعة منی الحدیث**“ (فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس کو ایذاء دی اس نے مجھے کو ایذاء دی اور جس نے مجھ کو ایذاء دی اس نے اللہ پاک کو ایذاء دی) کا رخ بھی دوسری طرف ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ابوجہل کی بیٹی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے نکاح کا ارادہ کیا، اس کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کو ہوا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی اگر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو میری بیٹی طلاق دیدے، اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے پیغمبر کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مگر ہمارے تو وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑے ہیں ہم ان کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔

شیعہ:۔اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات نہیں کی۔

ارشاد:۔ میں نے کہا شیعوں کو عداوت ہے نا حضرت فاطمہؓ سے تب ہی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کوئی شخص اپنے مومن بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلق نہ کرے، بات چیت بند نہ کرے، کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث کے خلاف کریں گی۔

شیعہ:۔اس نے کہا بخاری میں ہے کہ اس کے بعد بات نہیں کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، اور بات کرنا بخاری میں نہیں۔

ارشاد:۔ یہ تو ہوا صغریٰ کہ یہ بخاری میں نہیں کبریٰ اس کے ساتھ اور ملاؤ کہ جو بخاری میں نہ ہو وہ باطل ہے اب نتیجہ نکلے گا کہ یہ باطل ہے۔

آپ بتائے آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے نام بتایا آپ کے والد کا نام کیا ہے؟ کہا بخاری میں آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا نام ہے، اس نے کہا نہیں، میں نے کہا تو کیا یہ تمہارا نام نہیں اور یہ تمہارے والد کا نام نہیں۔

شیعہ:۔بات نہ کرنا تو بخاری میں ہے کہ اس کے بعد بات نہیں کی۔

ارشاد:۔اس کا مطلب ہے کہ حدیث پاک سن کر مطالبۂ میراث کے متعلق بات نہیں کی، اس جملہ کو مرتے دم تک زبان پر نہیں لائیں، اور بات کرتیں بھی کیوں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرم نہیں تھے، پڑوسی نہیں تھے، شریف مستورات ان سے بات کیوں کریں، ایک ضرورت کی وجہ سے بات کرنے کی نوبت آئی تھی، اور اگر کسی کتاب میں بتادی کہ جب حضرت فاطمہؓ خاموش ہوکر واپس چلی گئیں، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مکان پر گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واسطہ بنا کر کہا کہ مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ناخوش ہوگئی ہیں، آپ کو راضی کرنے کیلئے آیا ہوں، اس پر حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں بالکل ناراض نہیں، اور حدیث پاک کو سنکر کیسے ناراض ہوسکتی تھیں، شیعہ نے کہا کہ سنیوں کی کتاب میں ہوگی یہ روایت میں نے کہا سنیوں کی کتاب میں تو بہت کچھ ہے، یہ تو شیعوں کی کتاب ''محجاج'' السالکین میں ہے، اس نے کہا کہ واقعی آدمی اگر گہرا مطالعہ کرے تو بہت سے اشکال حل ہوجائیں، میں نے کہا جی ہاں بشرطیکہ اشکال دور کرنے کی نیت سے مطالعہ کرے۔

شیعہ:۔مثنوی میں ہے:۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند ..... مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے خلافت کے چکر میں لگ گئے، اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح بے گور وکفن چھوڑے رکھا، اور اس کا مصداق (حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ارشاد:۔ آپ نے مثنوی میں دیکھا ہے شعر اس نے کہا نہیں، میں نے کہا میرے پاس مثنوی ہے میں ابھی لے آتا ہوں، آپ نکال کر دکھا دیں گے، کہاں یہ شعر ہے، اس نے کہا میں نے دیکھا نہیں سنا ہے، میں نے کہا کسی شیعہ کا شعر ہے جو ان کی طرف منسوب کر دیا۔

شیعہ:۔ واقعہ صحیح ہے نا۔

ارشاد:۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا رنج تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، حضرت علی صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمہ کی وجہ سے گھر سے نہیں نکل سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لیکر کھڑے ہو گئے، کہ اگر کسی نے کہدیا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، تو اس کی گردن قلم کر دونگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں، جنہوں نے سب کو تسلی دی، ادھر خبر ملی کہ انصار خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں مٹنگ کر رہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں وہاں پہونچے، انصار چاہتے تھے، کہ خلیفہ ہم میں سے ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حدیث میں ہے ''الائمة من قریش'' خلیفہ قریش سے ہوگا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی، پھر دوسرے حضرات نے سب نے بیعت کی، غنیمت جانئے، یہ حضرات وہاں پہونچے اور اس طرح انعقاد خلافت کا عمل حل ہو گیا، اگر یہ حضرات دیر کرتے اور انصار میں سے خلیفہ منتخب کر لیا جاتا، تو حدیث کے بھی خلاف ہوتا اور کیا نظام باقی رہ جاتا، اور نماز جنازہ خلیفہ کا حق ہوتا ہے، جب تک خلیفہ منتخب نہ ہو نماز کون پڑھائے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مختلف چیزیں پیش آئیں، غسل کس طرح دیں، نماز جنازہ کس طرح پڑھیں، کہاں پڑھیں، دفن کہاں کریں، ان سب چیزوں کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنے کا حکم ہے، تاخیر میں احتمال ہے میت میں تغیر پیدا ہو جانے کا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ احتمال نہیں تھا، اس لئے اگر تاخیر ہو بھی گئی، دینی اہم امر کی وجہ سے یعنی امر خلافت طے کرنی کی وجہ سے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ارشاد:۔ میں نے کہا میں بھی کچھ سوال کرلوں۔

شیعہ:۔ اس نے کہا ضرور۔

ارشاد:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملکر ان کے زمانۂ خلافت میں حضرت حسنؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت معاویہؓ کی صلح سے پہلے پہلے حضرت حسینؓ کے ساتھ، مل کر یزید کے مقابلہ میں اور اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب امام مہدیؒ سے مل کر جو کہ غار سرمن رأی میں چھپے بیٹھے ہیں قرآن شریف لئے ہوئے۔

پانچ موقعوں کے علاوہ شیعوں کے نزدیک جہاد کرنا حرام ہے، قتل وغارت گری ہے فساد فی الارض ہے، قیدیوں کو باندی بنانا ناجائز ہے، ان سے جو اولاد ہو حرامی ہے، یہ آپ کو تسلیم ہے یا کتاب میں دکھلاؤں۔

شیعہ:۔ اس نے کہا صحیح ہے مجھے معلوم ہے۔

ارشاد:۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے مسیلمہ کذاب مدعیٔ نبوت سے قتال کیا، شیعوں کے نزدیک اس موقعہ پر قتال جائز نہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا، مسیلمہ قتل ہوا بہت سے غلام باندی ہاتھ آئے، حضرت خولہ بنت یمامہؓ گرفتار ہوئیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں، اوران سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، ذرا بتایئے شیعوں کے اصول کے مطابق کہ ان کا نسب کیا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معصوم ہوکر یہ کیا کیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے شاہِ فارس یزدجرد سے قتال کیا، یہ بھی ان پانچ موقعوں کے علاوہ ہے، بادشاہ کی تین بیٹیاں تھیں تینوں گرفتار ہوئیں، ایک ان میں سے خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی، جن سے قاسم پیدا ہوئے، ان کے متعلق ہمیں کچھ نہیں پوچھنا، دوسری بیٹی خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ملی جن سے سالم پیدا ہوئے جو اعلیٰ درجے کے محدثین میں شمار ہیں، ان کے متعلق بھی کچھ نہیں دریافت کرنا، تیسری بیٹی خلیفۂ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی، جن سے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، ذرا بتایئے کہ شیعوں کے اصول کے مطابق حضرت زین العابدینؒ کا نسب کیسا ہے؟ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معصوم ہوکر یہ کیا کیا؟ اور جتنے شیعہ ہیں سب اپنا نسب حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاتے ہیں تو شیعوں کے اصول کے مطابق سب حرامی ہیں کوئی بھی حلالی نہیں ملے گا۔

شیعہ:۔اچھا اب سونا چاہئے، بہت دیر ہوگئی، بقیہ گفتگو کل صبح کریں گے۔

ارشاد:۔بہت اچھا آپ ٹھہریں گے۔

شیعہ:۔اس نے کہا جی ہاں صبح بارہ بجے جاؤں گا۔

ارشاد:۔بہت اچھا۔

ارشاد:۔صبح اذان پر دیکھا کہ بستر دبائے جارہے ہیں، میں نے جلدی سے پکڑا اور کہا آپ کی گھڑی ٹھیک نہیں ابھی بارہ نہیں بجے۔

شیعہ:۔مجھے جانا ہے۔

ارشاد:۔میں نے کہا میرے سوالوں کا جواب آپ کے ذمہ قرض ہے، چاہے یہاں ادا کردو چاہے قیامت میں ادا کردینا،شیعہ خاموش بستر دبائے چلا گیا۔

عرض:۔ایک مچھر آواز کرتا ہوا حضرت کے قریب آیا،ایک مہمان سورہے تھے، اس پر یہ شعر پڑھا:۔

اے عندلیب نالاں شورے مکن دریں جا
نازک مزاج شاہاں تابِ سخن ندارد

عرض:۔حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا رسالہ قصد السبیل عشاء بعد مجلس میں پڑھا جاتا تھا،اس کے ختم پر ارشاد فرمایا:۔

ارشاد:۔مولانا سید سلیمان ندوی نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے رسالہ ''قصد السبیل'' ارسال فرمادیا، انہوں نے جواب میں لکھا، رسالہ پہونچا اور اس کو از اول تا آخر پڑھ بھی لیا، اور سمجھ بھی لیا، میں اس

نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ میرے لئے یہ راہ سخت دشوار ہے۔

ارشاد:۔حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں اصل اصلاح نفس تھی، بیعت ضروری نہیں تھی، پہلے اصلاحی تعلق قائم ہوتا، اس کے بعد بیعت ،بعض کوئی کئی سال گزر جاتے ، جب مناسبت پیدا ہوجاتی ،اس کے بعد بیعت فرمالیتے ،بعض کوکسی دوسرے کے حوالہ فرمادیتے، اورایسے بھی ہیں کہ اصلاحی تعلق ہے بیعت نہیں اوراجازت ہوگئی، بیعت بعد میں ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری قدس سرہٗ کا اصلاحی تعلق تھا، ان کی مکاتبت اشرف السوانح میں چھپی ہوئی ہے، ان کواجازت نامہ پہونچ گیا، تھانہ بھون حاضر ہوئے ،اورعرض کیا میں توبیعت بھی نہیں ،فرمایا بیعت اگرایسی ہی ضروری ہے، آیئے بیعت کرلیجئے، تب بیعت فرمایا۔

عرض:۔حضرت نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ سے کیا پڑھا؟

ارشاد:۔ابن ماجہ ،نسائی شریف، اورخارج میں رشیدیہ، حصن حصین، اقلیدس پڑھی، رشیدیہ عصر بعد پڑھی، ایک کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی ایک میرے ہاتھ میں، میں نے عرض کردیا تھا میں پڑھتا جاؤں جہاں کوئی اشکال ہوگا پوچھ لونگا، حضرت کو کہیں کچھ فرمانے کی نوبت نہ آئی، رشیدیہ پرمولانا نظام الدین صاحب کیرانویؒ کا حاشیہ ہے ، یہ کتاب فن مناظرہ میں ہے اصول مناظرہ بیان کئے گئے ہیں، مولانا نظام الدین کیرانویؒ کا حاشیہ قدوری پربھی ہے، اس میں آمین پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے ''**هكذا سمعت من اساتذة الحديث فى دار العلوم ديوبند**'' حضرت گنگوہیؒ کی طرف نسبت کرتے

ہوئے لکھا ہے، کہ آمین امر ہے، استجب کے معنی میں اور یہ دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے، درمختار پر بھی ان کا حاشیہ ہے اس میں رسم المفتی میں جہاں مفتی کے لئے ادب ذکر کئے ہیں، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی متبحر عالم کی خدمت میں رہا ہو جیسے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ۔

عرض:۔حضرت حاشیہ کے اندر حاشیہ کے اخیر میں ۱۲/کا عدد لکھا ہوتا ہے اسکا کیا مطلب ہے؟

ارشاد:۔ یہ ''حد'' کے عدد ہیں دال کے چار، ح، کے آٹھ۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپورؒ کے چچا مولانا ثابت علی صاحبؒ سے جب کوئی حاشیہ کی عبارت پر اشکال کرتا، پوچھتے کس نے لکھا ہے وہ جواب دیتا اس کے اخیر میں ۱۲/لکھا ہوا ہے، فرماتے ملاّ دوازدہ کا حاشیہ معتبر نہیں۔

عرض:۔ملاّ دوازدہ کوئی صاحب تھے یا محض ظرافت کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔

ارشاد:۔۱۲/کا عدد اخیر میں ہونے کی وجہ سے اس کو ''ملا دوازدہ'' فرماتے تھے کسی کا نام نہیں تھا، چونکہ دستور یہ تھا کہ حاشیہ جہاں ختم ہوتا وہاں محشی کا نام لکھا جاتا، اور اس کی حد آ گئی، تاکہ دیکھنے والا سمجھ جائے کہ حاشیہ ختم ہو گیا، محشی کا نام نہیں تو بارہ کا ہندسہ لکھدیتے اس کو محشی کا نام قرار دے کر ظرافت میں کہا کرتے تھے۔

ارشاد:۔مولانا حامد الانصاری غازی سناتے تھے کہ بمبئی میں نس بندی کا مسئلہ چلا ہوا تھا، بریلوی حضرات بھی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں اس کو حل کرتا ہوں، نسبندی بروزن دیوبندی یہ مسئلہ دیوبندیوں کا ہے ہمارا ہے ہی نہیں، اس لئے ہمیں بحث کرنے کی ضرورت نہیں، حل ہو گیا مسئلہ۔☆☆☆

مجلس نمبر:۲

مجلس نمبر:۲

مناظروں کا ذکر چل رہا تھا اس پر ارشاد فرمایا:۔

چمن قادری صاحب جو پیر بھی ہیں، ایک مناظرہ میں شریک تھے، اور بہت ہی لچک اور اٹک مٹک سے بات کر رہے تھے، ادھر ان کے اسٹیج پر سب کے سب بول رہے ہیں، اس پر میں نے کہا سب کیوں بولتے ہیں، کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا، کیا غالب نظر پڑ گیا، یہ کہہ کر اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا:۔

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سنکر مرے نالے غزلخواں ہوگئیں

پھر انسپکٹر صاحب نے بھی کہا سب حضرات بول رہے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے اس پر میں نے یہ شعر پڑھا:۔

حکم ہے باغباں کا یہ نغمہ کریں نہ بلبلیں
قید ہے یہ چمن نہیں کنج قفس ہے گھر نہیں

کوئی قمر صاحب تھے نظم نعت پڑھتے تھے اس پر کہا:۔

ہرگز نیابد در نظر نقشے زرنگت خوبتر ..... شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

کوئی ناز صاحب تھے ہر طرف سے ناز صاحب ناز صاحب کہتے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھاٹک حبش خاں سے پکڑ کر لائے گئے ہیں، اس پر میں نے کہا:۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد.....چوندا ری گرد بدخوئی مگرد

عیب باشد روئے نازیبا و ناز.....زشت باشد چشم نابینا و باز

ایک اسرار صاحب تھے وہ دور دور سے اشاروں میں باتیں کرتے تھے ان کے مخاطب سمجھ جاتے تھے کیا کہہ رہے ہیں، اس پر میں نے کہا:۔

اسرار ہے حرفوں میں تعلیم نرالی ہے

شوہر نے کہا اے، بی، بی بی نے کہا آئی

مولانا مشتاق نظامی صاحب تھے، انہوں نے مولانا ارشاد احمد صاحب کے بارے میں کہا میں جانتا ہوں ان کو:۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے ....یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اس پر میں نے کہا، آزماتے آزماتے اس عمر کو پہونچ لئے، آج اور ایک آزمایئے اور ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:۔

مجھ سا مشتاق زمانہ میں نہ پاؤ گے کوئی

لاکھ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

ایک صاحب نے کہا ابھی دیکھا ہے آندھیاں آئیں گی، بجلیاں کڑکیں گی، اس پر اس روز مجلس مناظرہ ختم ہوگئی، اگلے روز مناظرہ شروع ہوا، سب سے پہلے چمن قادری صاحب نے پوچھا، کہئے رات کیسی گذری میں نے کہا:۔

رات بھر پھرتی رہی آنکھوں میں تصویرِ چمن

عین بیداری میں خوابِ آشیاں دیکھا کئے

چمن قادری صاحب نے کہا، کیا خواب دیکھا ہے۔

میں نے کہا:۔

رات کا خواب الٰہی توبہ.....آپ سنئے گا! شرمایئے گا

وہ تو ٹھپ ہو لئے، دوسرے صاحب بولے کچھ تو سنایئے!

میں نے کہا:۔

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نڈر ہمدم

گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

آپ نے کہا آندھیاں آئیں گی تو:۔

آندھیوں کو چھیڑ دینا تو بہت آسان تھا

لیکن اب تو دیکھنی ہے بال و پر کی زندگی

حضرت تھانویؒ کی تصنیف ''حفظ الایمان'' کی عبارت میں لفظ ''ایسا'' پر اعتراض کیا کہ لفظ ایسا تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔

اس پر میں نے کہا غلط کہتے ہو بتایئے:۔

ہم ایسے لاپتہ ہیں جس کا دنیا میں پتہ تم ہو

ہمارا بے خبر ہونا خبر ہے مبتدا تم ہو

اس لفظ میں ''ایسے'' کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی گئی ہے:۔

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

اس میں لفظ ''ایسے'' کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی گئی ہے:۔

دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

اس میں لفظ ''ایسی'' کہاں تشبیہ کے لئے ہے۔

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اس میں لفظ ''ایسے'' کے ذریعہ کس کو تشبیہ دی ہے:۔

دیر تک تقریر تو کیجئے مگر ایسا نہ ہو
چٹکلوں اور شاعری میں وقت ہی برباد ہو

اس میں لفظ ''ایسا'' کہاں تشبیہ کے لئے ہے:۔

ایک صاحب کا رنگ کالا، انگریزی لباس، اس پر میں نے کہا:۔

فیشن میں اکڑ پھوں ہے چہروں پہ سیاہی ہے
کالے بھی بنے گورے، کیا شان الٰہی ہے
سورج کی شکایت کیا جب دور نرالا ہو
مشرق میں اندھیرا ہو مغرب میں اُجالا ہو

ایک صاحب نے تقریر میں اے، بی، سی، ڈی، بولنا شروع کیا، اس پر کہا:۔

کجا مکتب، کجا کالج، کجا ملاّ، کجا مسٹر
الف، ب، ت، پرانی ہوگئی ہے اب تو اے، بی، سی
خوش الحانی پھر اس پر شین وقاف انکا معاذ اللہ
کہ قارورہ ہوا کارورہ اور شیشی ہوئی سی سی
ادھر عاشق سے اس کی سی ادھر دشمن سے اس کی سی
غضب ہے ان بتان بوزنہ سیرت کی پالیسی

ایک صاحب نے جو خود بھی بڑے میاں تھے، کہا ان بڑے میاں کو دیکھو کیسی باتیں کرتے ہیں، میں نے کہا:۔

بڑی بی میں وہی سب ادائیں ہیں جوانی کی
اسے دیکھا اُسے گھورا ادھر تاکا اُدھر جھانکا

وہ بڑے میاں ایسے خاموش ہوئے کہ اخیر تک کچھ نہ بولے۔

ایک صاحب نے گالیاں دیں، اس پر میں نے کہا:۔

دُشنام یار طبع حزیں بہ گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا
لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی سو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

ایک موقع پر سنایا:۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

ایک موقع پر یہ رباعی سنائی:۔

رضا خانی مرا سالے ہمیں جا برہنہ از لباس علم و تقویٰ
علی رغم حیاء و شرم دادہ بکفر اولیاء اللہ فتویٰ

ایک موقع پر کہا:۔

مچھلی سمجھ رہی ہے مجھے لقمۂ تر ملا .....صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی!

ایک موقع پر کہا ایک رضا خانی نے کہا ہے:۔

نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

ایک رضا خانی نے کہا:۔

کبھی پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

اس کے جواب میں مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبلغ دارالعلوم دیوبند نے کہا، دیکھا مولانا نے کیا معشوقانہ شعر پڑھا ہے، میں نے کہا اسی شعر پر مناظرہ شروع کر دیجئے۔

فلک دارالعلوم ہے جس سے کیسے کیسے علماء پیدا ہوئے، آپ ان سے جلتے ہیں، اس

لئے اپنے آپ کو دل جلا کہا ہے، اور اپنا نام داغ رکھا ہے، جو بالکل صحیح ہے، آپ قرآن پر داغ ہیں، حدیث پہ داغ ہیں، فقہ پر داغ ہیں، سنت پر داغ ہیں، شریعت پہ داغ ہیں، طریقت پر داغ ہیں۔

بھاولپور میں مناظرہ ہوا، حضرت سہانپوری قدس سرہٗ کے مقابلہ میں غلام دستگیر تھے، جنہوں نے علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی، اس موقع پر حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ نے یہ شعر پڑھا:

غلام دستگیر ارکافرم خواند
چراغ کذب رانبود فروغے

مسلماں گفتمش اندر مکافات
دروغے راجزائے باشد دروغے

ایک مناظرہ میں کہا تھا:۔

وارفتۂ اُلفت کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

خاں صاحب کا کچھ حال ایسا ہی ہے شیطان کے ساتھ حقہ پیا، بندر سے میلا دسیکھا، حضرت تھانوی نے کھیری لکھا اس کو کپورے نظر آتا ہے۔

ایک صاحب کے کوئی شعر پڑھنے پر سنایا:۔

اے سوسن لب بستہ، اے نرگس نورستہ
کہدو کہیں دیکھے ہوں، اگر ہم سے جگر خستہ

مجنوں کی جہاں گردی، فرہاد کی پامردی
سنتے ہیں مگر دل سا، دیکھا نہیں وارستہ

اے دست کرم اٹھ کر تو اس کو جھکا دینا
ہے شاخ امید اونچی، میں طائر پر بستہ

ایک عمر ہوئی چھوٹی احقر سے غزل گوئی
یہ نالۂ موزوں ہے فریاد بر جستہ

ارشاد:۔مولانا مشتاق نظامی نے کہا کہ مولانا محمودالحسن شیخ الہند دیوبندیؒ نے اپنے شیخ کی شان میں شعر کہا ہے:۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یہ ذری کیا چیز ہے صاحب؟ شاید ذرا کا مونث ہوگی، یہ کہا اوران کے اسٹیج سے ایک قہقہہ بلند ہوا، میں نے جواب دیا کہ بعضے الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں، ی، لکھی جاتی ہے، مگر الف پڑھا جاتا ہے، جیسے مصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ، سب کے آخر میں ''ی'' ہے مگر الف پڑھا جاتا ہے، قرآن کریم سورہ والیل اذا یغشی'' کو پڑھتے جایئے بیس سے زائد الفاظ ایسے ملیں گے کہ جن میں ''ی''، لکھی ہے اور الف پڑھا جاتا ہے، بعضے لفظوں کا املا پہلے ''ی'' کے ساتھ تھا، وہ اب الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، جیسے جدا ایسے ہی ذرا بھی ہے، بلکہ ذرا تو پڑھا بھی جاتا تھا، ذری، اب اس کا تلفظ بدل گیا، تاہم اگر ''ی'' تانیث ہی کیلئے ہو تو کیا ضروری ہے، کہ ہر جگہ کی ''ی'' کو تانیث ہی کیلئے مانا جائے، ورنہ تو سوال ہوسکتا ہے کہ مشتاق نظامی میں ''ی'' ہے، یہ شاید نظام کی مؤنث ہوگی، حضور نظام حیدرآبادی کی بیوی ہوگی، نظام، نظامی، بے پردہ پھرنے لگی نظام کی بیوی، اس کا نام نیچریوں میں لکھ دیں گے۔ ۱۴۰۸ھ میں حضرت والاؒ کے دارالعلوم زکریا میں تشریف لے جانیکے موقع پر حضرت مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب زید مجدہم مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم زکریا حضرت والاؒ کی مجلس سے متأثر ہوکر اشعار کے ذریعہ اس طرح اپنے اظہارِ خیال پر مجبور ہوجاتے ہیں اور یون نغمہ سنج ہوتے ہیں۔

بیا بمحفل مفتی اعظم ہند

دلوں پر تم فقیروں کی حکومت دیکھنے آؤ
فقیہ بے بدل کا تاج عظمت دیکھنے آؤ

بہت پیاری ہے یارو مفتی محمود کی مجلس
اگر کچھ ذوق دل میں ہے حلاوت دیکھنے آؤ

پریشان حال کو ملتی ہے تسکین ان کی محفل میں
کہ کامل شیخ سے رکھتے ہیں نسبت دیکھنے آؤ

یہ غنچوں کی چٹک گل کی مہک عنبر صفت محفل
بہارِ آخرت ذوقِ عبادت دیکھنے آؤ

یہ ضبط حافظہ وہبی ہے یہ کسبی نہیں ہرگز
کرامت گر نہ دیکھی ہو کرامت دیکھنے آؤ

شریعت جسم پر نافذ طریقت قلب پر فائز
شریعت ساتھ ہو ایسی طریقت دیکھنے آؤ

عجب پرنور روحانی غذا ہے انکے جلوؤں میں
مسرت اور سعادت دل کی راحت دیکھنے آؤ

اسی محفل سے صوفی کا مشام جاں معطر ہے
رموز عشق احمد سر وحدت دیکھنے آؤ

سنی ہوگی قیامت کی پریشانی خطیبوں سے
ذرا ایوان بدعت میں قیامت دیکھنے آؤ

انہی کے ذہن عالی میں مسائل رقص کرتے ہیں
شعر پر شعر کہتے ہیں یہ قدرت دیکھنے آؤ

یہ استحضار، یہ حاضر جوابی نکتہ سنجی میں
کہ عقل ابن سینا محو حیرت دیکھنے آؤ

انہی کا فیض ہے جاری انہی کی ہر ادا پیاری
ان ہی کا علم ہے بھاری یہ ہیبت دیکھنے آؤ

مسائل اور عبارات اکابران کو ہیں ازبر
میرے پیاروں فقاہت میں نزاکت دیکھنے آؤ

بلند ہے مرتبہ ان کا تواضع کا یہ عالم ہے
کہ مجھ احقر پہ فرماتے ہیں شفقت دیکھنے آؤ

بزرگوں سے محبت ہر وقت دل میں مہکتی ہے
رضا کو چھوڑ دو اس کی محبت دیکھنے آؤ

۱۴۱۰ھ میں دارالعلوم زکریا میں حضرت والا قدس سرہٗ کے تشریف لے جانے کے موقع پر مفتی رضاء الحق صاحب عمت فیوضہم نے حضرت والا قدس سرہٗ کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار ایک نظم (ساقی نامہ) میں بھی کیا ہے:۔

ساقی نامہ

ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
پھر ہوش نہیں رہتا مستانہ بناتا ہے

یہ فیض خلیلی ہے یہ باد بہاری ہے
مخمور نگاہوں کا یہ بادہ خماری ہے

ہر ظرف سفالی کو پیمانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

ہر علم میں جولانی ہر سانس میں رحمت ہے
اس پھول کی خوشبو میں پوشیدہ لطافت ہے

شفقت سے ستم گر کو جانانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

بیمار محبت کو دل بھر کے پلاتے ہیں
فرقت کے مریضوں کو سینے سے ملاتے ہیں

اغیار کو الفت کا پروانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

گنگوہ کا فیضاں ہے یہ شیخ کی نسبت ہے
یہ ابر ہے محمودی باران محبت ہے

دنیا کی محبت سے بیگانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

ہر وقت ضیا پاشی، خلوت میں بھی مسیحائی
ہر لمحہ عطر بیزی، جلوت میں بھی تنہائی

عرفاں کے گلستاں میں میخانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

مرشد ہے یہاں کامل جب علم پہ ہے عامل
صیاد ذرا دیکھو ہر مرغ یہاں بسمل

یہ نظم رضا ان کا نذرانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

مفسر اعظم ومحدث جلیل

حق جل جلالہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کوعلوم قرآن میں وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ بجا طور پر آپ مفسر اعظم تھے۔

اسی طرح علوم حدیث میں وہ مہارت تامہ اور کامل دستگاہ وواقفیت اورعلوم کا استحضار تھا جس کی بنا پر آپ بجا طور پر محدث عصر اور محدث جلیل خطاب کے مستحق تھے۔

''فتاویٰ محمودیہ'' اور ملفوظات فقیہ الامت'' اس کے شاہد عدل ہیں۔

علوم قرآن کریم ،علوم حدیث سے متعلق حضرت قدس سرہٗ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر قرآن کریم سے متعلق بعض ارشادات

غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر

س:۔ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ ’’**لو کان من عندغیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافا کثیراً**‘‘ (یعنی اگر قرآن پاک غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اکثر اختلاف ہی ہوتا) کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ غیر اللہ کی تصنیف وتالیف کے لئے اختلاف لازم نہیں، بعض تصنیفات غیر اللہ کی ایسی بھی ہوتی ہیں، کہ جن میں تناقض واختلاف نہیں ہوتا۔

ج:۔ارشاد فرمایا کہ بعض مفسرین نے تو اس کا جواب یہ دیا کہ آیت میں اختلاف سے مراد اختلاف فی البلاغۃ ہے مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن پاک فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، ایسا نہیں کہ اس میں وہ مختلف ہو کہ بعض اعلیٰ معیار پر ہو اور بعض اعلیٰ معیار پر نہ ہو بخلاف غیر اللہ کے کہ اس کا کلام فصاحت وبلاغت کے ایک معیار پر نہیں ہوتا، چنانچہ شاعروں کے قصیدوں میں اگر کوئی شعر بلاغت کے معتد بہ معیار پر ہوتا ہے، تو کوئی شعر اس سے گرا ہوا بھی ہوتا ہے، اور بعض شعر بلاغت سے خالی بھی ہوتا ہے، پس مفہوم آیت کا یہ ہے کہ اگر قرآن پاک غیر اللہ کا کلام ہوتا تو بلاغت کے ایک معیار پر نہ ہوتا، اس میں ضرور اختلاف ہوتا اور سادہ جواب میرا ہے، وہ یہ کہ اگر قرآن پاک غیر اللہ کا ہوتا اور اس کی نسبت غیر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف کرتا اور اس کو کلام الٰہی بتلاتا تو اس میں کثیر تناقض ہوتا تو اس لئے کہ غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے والے کے لئے تناقض لازم ہے تاکہ اس کے کلام میں تناقض کو دیکھ کر لوگ کلام الٰہی اور غیر کلام الٰہی میں تمیز پیدا کرسکیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں تناقض

جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کلام کے بارے میں وحی من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس میں دیکھ لیجئے کتنا اختلاف ہے مثلاً ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان میں موجود نہیں اسلئے کہ کرۂ زمہریر اور کرۂ نار سے کوئی بشر زندہ بچ کر آسمان پر نہیں جاسکتا، اور نور الحق کے ص ۵۰/ پر حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں میں زندہ موجود ہیں، اسی طرح محمدی بیگم پر عاشق ہوا، اس سے نکاح کا ارادہ کیا اور پیغام دیا اس کے والد احمد بیگ نے انکار کردیا، تو اس کو متاثر کرنے کیلئے بڑے زور وشور سے اعلان کیا کہ محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا یقینی ہے، مجھے وحی سے اس کا علم ہوا ہے، اور میں نے بحکم خدا ہی یہ پیغام دیا ہے، اور مجھے خدا نے بتایا ہے، کہ یہ نکاح ضرور ہوگا، اور اگر اس کے گھر والے انکار کرینگے تو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے، اور خود محمدی بیگم پر بھی آفتیں آئیں گیں، مگر جاننے والوں پر مخفی نہیں کہ مرزا سے اس کا نکاح نہ ہوا بلکہ ایک اور شخص سلطان احمد نامی سے نکاح ہوگیا، اس پر مرزا نے پیشین گوئی کی کہ ہم نے اس کو باندھ دیا ہے، وہ اس سے صحبت نہ کرسکے گا، اور اگر بالفرض صحبت ہوگئی تو اولاد نہ ہوگی، مگر یہ سب کچھ ہوا صحبت بھی ہوئی اولاد بھی ہوئی، اس پر بھی مرزا خاموش نہ ہوا، بلکہ پیشین گوئی کی کہ سلطان احمد روز نکاح سے ڈھائی سال بعد ضرور مرجائیگا، اور محمدی بیگم ضرور بالضرور میرے نکاح میں آئیگی، یہ اللہ

تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے، اسے کوئی بدل نہیں سکتا، اور اگر میری یہ بات غلط ہو جائے یعنی محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے اور سلطان احمد وقت مذکورہ بالا پر نہ مرے تو میں جھوٹا اور ایسا ویسا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مرزا کے مرنے تک محمدی بیگم سلطان احمد کے نکاح میں رہی، مرزا کے نکاح میں نہ آئی، اور خود سلطان احمد بھی مرزا کے مرنے کے بعد تقریباً تیس سال یا چالیس سال زندہ رہا، اسی طرح پادری آتھم سے مناظرہ ہوا، اس میں جو تحریر لکھی اس میں پیشین گوئی کہ آتھم پندرہ مہینے تک مر جائیگا، مگر جب اس مدت میں نہ مرا تو اس میں تاویل کی کہ میری مراد یہ تھی کہ اس کے گروہ میں سے کوئی مر جائیگا، چنانچہ پادری رائٹ مر گیا حالانکہ تحریر میں صاف طور پر تین مرتبہ لکھا ہے کہ میری مراد فقط آتھم ہے میری مراد فقط آتھم ہے، میری مراد فقط آتھم ہے۔

تفسیر وتاویل

ارشاد فرمایا کہ تفسیر کے معنی ہیں مراد خداوندی کو واضح کرنا اور اس کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں اول یہ کہ لفظ کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں یا مجاز متعارف اس سے خروج نہ ہو دوم اس کے معنی کو شاہدانِ وحی (حضرات صحابہ کرامؓ) کے قول سے مؤید کرنا، سوم نصوص شرعیہ ظاہرہ کے اس معنی کا خلاف نہ ہونا اگر یہ تینوں چیزیں ہوں تو تفسیر تفسیر ہے ورنہ ایک فوت ہو جائے تو تاویل قریب ہے دو فوت ہو جائیں تو تاویل بعید ہے، اور تینوں فوت ہو جائیں تو تحریف ہے تفسیر عزیزی میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھیٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ کی سادہ توجیہ

ارشادفرمایا کہ لوگ ارشاد باری ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ نمازی ہونے کے باوجود بھی فحشاء اور منکر سے نہیں رکتے میرے ذہن میں اسکی سادہ توجیہ یہ آتی ہے کہ نماز کا کام فحشاء اور منکر سے روکنا بتلایا گیا ہے اب لوگ نہ رکیں تو نماز کا کیا قصور یہ ایسا ہی ہے کہ واعظ لوگوں کو برے کام سے روکتا ہے اسکا کام روکنا ہے لوگ نہ رکیں تو واعظ کا کوئی قصور نہیں۔

بیان حدِ سرقہ میں مرد کو اور حدِ زنا میں عورت کو مقدم رکھنے کا نکتہ

ارشادفرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے حدسرقہ کے بیان میں مرد کو مقدم رکھا فرمایا، اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا، اور حدزنا میں عورت کو مقدم رکھا فرمایا ''اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا مِأتَہٗ جَلدَۃ'' اس کا نکتہ حضرت شیخ الہندؒ نے یہ بیان فرمایا کہ ہر دو مقام (سرقہ وزنا) مقام قباحت ہیں اور مقام قباحت میں اسی کو مقدم رکھا جاتا ہے، جس سے فعل کا صدور زیادہ قبیح ہو زنا کا مدار بے حیائی پر ہے، اور عورت میں حیا زیادہ ہوتی ہے، بہ نسبت مرد کے پس زنا کا صدور اس سے زیادہ قبیح ہے اس لئے حدزنا کے

بیان میں اس کو مقدم رکھا گیا، اور سرقہ کا مدار ضعف اور قوی علی الکسب نہ ہونے پر ہے اور مرد میں قوت زیادہ ہوتی ہے پس سرقہ کا صدور مرد سے زیادہ قبیح ہے بہ نسبت عورت کے اس لئے حد سرقہ کے بیان میں مرد کو مقدم رکھا گیا ہے، حضرت تھانویؒ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سرقہ کا صدور اکثر مردوں سے ہوتا ہے اس سبب سے کہ وہ مبنی بر جرأت ہے اور جرأت مردوں میں زیادہ ہے اسلئے باب حد سرقہ میں مرد کو مقدم رکھا گیا اور زنا کا صدور اکثر عورتوں سے ہوتا ہے، کہ ابتداء اکثر انہیں کی طرف سے ہوتی ہے، اور بغیر ان کی رضامندی کے نہیں ہوتا اس لئے بات حد زنا میں عورت کو مقدم رکھا گیا۔

بیان القرآن

کسی صاحب کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کا بیان القرآن تمام متقدمین کی تفاسیر کا خلاصہ ہے۔

روح البیان، خازن، روح المعانی، مظہری

ارشاد فرمایا کہ صاحب روح البیان حاطب لیل (رات میں لکڑی چننے والا) ہے یعنی رطب ویابس (صحیح وضعیف) کو جمع کرنے والا ہے تفسیر خازن میں بھی سب طرح کی روایات ہیں البتہ روح المعانی اور تفسیر مظہری حنفیہ کی تفاسیر میں بہت عمدہ ہیں، حدیث فقہ، تصوف، اور کلام وغیرہ دونوں میں ہیں مگر شان ہر ایک کی الگ الگ ہے۔

آیت وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً پر اشکال وجواب

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ایک عالم صاحب نے سوال کیا کہ آیت وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهٗ جَهنم خَالِدًا فِيْهَا'' کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ جب حکم مشتق پر لگتا ہے، تو مادہ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، (الحکم المترتب علی مشتق یوجب کون مبدأ الاشتقاق علته'' کذافی فتح القدیر ج ۵/ص ۲۷۴/لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص کسی مؤمن کو اس کے مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرے وصف ایمان اسکے قتل کا باعث ہو تو اس کی سزا ''خلود فی النار'' ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان کی وجہ سے کسی کو قتل کرے وہ ایمان کا دشمن ہے، اس کی سزا ایسی ہی ہونی چاہئے، اس پر انہوں نے کہا کہ لو آپ نے تو ہمارے سارے ہی اعتراض ڈھا دیئے۔

آیت واذاقیل لهم آمنو کماآمن الناس اُلخ پر اشکال وجواب

ایک طالب علم سے جو جلالین شریف پڑھتے تھے سوال فرمایا کہ ''واذا قیل لهم آمنوا کما آمن الناس قالوا أنومن کماآمن السفهاء' جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے، کہ اس طرح ایمان لے آؤ جس طرح دوسرے لوگ (مؤمنین) ایمان لائے

ہیں، وہ جواب دیتے ہیں کیا بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آویں ان لوگوں نے حقیقۃً ایمان لانے کو بیوقوفی بتایا جس سے ان کا کفر صراحۃً ثابت ہوگیا، یہ آیت منافقین کے حالات میں ہے، اور منافق اس کو کہتے ہیں جو زبان سے ایمان ظاہر کرے دل میں کفر چھپاوے یہاں خود ان کی زبانی ان کا کفر ظاہر ہو رہا ہے، تو پھر وہ منافق کیسے ہوئے، وہ تو کافر ہوئے، طالب علم نے اپنی لاعلمی ظاہر کی حضرت والا نے فرمایا میں نے اپنے استاذ سے یہ سوال کیا تھا انہوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ جب ان منافقین سے مؤمنین کی طرح ایمان لانے کو کہا جاتا تھا تو ایمان کا اقرار کر لیتے تھے، اور اپنے ساتھیوں میں جا کر آپس میں کہتے تھے، **أنومن کما آمن السفھاء** کہ کیا بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آویں کسی نے اشکال کیا کہ سوال تو ان سے کسی مجلس میں ہوا اور جواب دوسری مجلس میں یہ کیسے؟ حالانکہ جس مجلس میں سوال ہوا اصل تو یہی ہے کہ اسی مجلس میں جواب بھی ہو اس پر استاد صاحب نے فرمایا تھا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی طالب علم سے استاد کہتا ہے، عبارت صحیح نہیں پڑھتے مطالعہ نہیں کرتے، طالبعلم اس وقت تو خاموش رہتا ہے، اور جب سبق کے بعد کمرہ میں پہنچتا ہے تو کتاب پٹخ کر مارتا ہے اور ساتھیوں سے کہتا ہے ہم کریں گے مطالعہ ہم سے نہیں ہوتا۔

یُخَادِعُوْنَ اللّٰہ پر اشکال و جواب

ایک طالب علم سے سوال فرمایا "یُخَادِعُوْنَ اللّٰہ" کے کیا معنی ہیں طالب علم نے جواب دیا وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا دھوکہ کہتے اصل بات کو چھپا کر کچھ اور بتانا اللہ

کو ہر شی کا علم ہے تو اللہ کو دھوکہ دینے کے کیا معنی ؟ طالب علم نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور حضرت سے جواب کی درخواست کی حضرت نے ارشاد فرمایا اسکا مطلب یہ ہے کہ) وہ اپنے گمان میں دھوکہ دیرہے ہیں یعنی وہ یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم اللہ کو دھوکہ دیرہے ہیں، حقیقت میں اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

مسجدوں میں محراب بنانا کیا بدعت ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر میں حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ بھی تھے میں بھی تھا، ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں محراب میں کھڑے ہونا کیسا ہے؟ میں نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں، اس پر مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے مجھے گھور کے دیکھا اور فرمایا کہ کیا یہ مسئلہ آپ کو معلوم نہیں، میں نے کہا جی ہاں مجھے معلوم نہیں اس کی وجہ میں نے یہ بتائی کہ یہ مسئلہ متون میں امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے، کہ محراب میں کھڑے ہونا مکروہ ہے، لیکن متون میں تو نفس مسئلہ منقول ہے اس کی علت منقول نہیں، بعد کے حضرات نے اس کی دو علتیں تجویز کی ہیں، بعضوں نے کہا کہ اشتباہِ حالِ امام، بعض نے کہا کہ تشبہ باہل الکتاب شیخ ابن ہمامؒ نے ان دونوں علتوں کو رد کر دیا، اول (اشتباہِ حال امام) کا رد تو یہ ہے کہ امام کا مقتدی کے سامنے ہونا ضروری نہیں، ایسی بھی صورتیں ہیں کہ امام مقتدی کے سامنے نہ ہو لیکن اسکے انتقالات کا تکبیرات سے علم ہوتا رہتا ہے، اسکے لئے اقتدا درست ہے، اگر یہ ضروری ہو کہ امام مقتدی کو نظر آتا ہو تو ایسے دو چار مقتدی ہوں گے جن کو امام نظر آتا ہوگا، لمبی صف ہو تو امام اِدھر اُدھر (دائیں بائیں) کہیں سے بھی نظر نہیں آتا تو ان کی نماز نہ ہونی

چاہئے، دوسری چیز (تشبہ باہل الکتاب) اس کا رد یہ ہے کہ اول تو تشبہ ہے ہی نہیں، اسلئے کہ ان کا امام بلندی پر ہوتا ہے اور ہمارا امام سطح ہموار پر ہوتا ہے، ان کا امام مقتدیوں کی طرف رخ کرتا ہے، اور ہمارا امام قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے، اور اگر تشبہ ہے بھی تو بہت سے بہت ہوگا کہ ایک چیز ان کے یہاں بھی مشروع ہے اور ہمارے یہاں بھی مشروع ہے ہر چیز میں تشبہ کہاں ممنوع ہے ''هُمْ يَاكُلُوْنَ وَنَحْنُ نَاكُلُ هُمْ يَشْرِبُوْنَ وَنَحْنُ نَشْرَبُ'' وہ کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، اور اشتباہِ حالِ امام کے متعلق یہ بھی کہا کہ اگر محراب ایسی ہو جیسی فلاں علاقہ میں ہوتی ہے تو امام کے حال کا اشتباہ بھی نہیں، شیخ ابن ہمامؒ نے یہ جرح کر دی، بعضے حضرات نے کہا کہ محراب داخلِ مسجد ہی نہیں بلکہ خارج مسجد ہے، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر محراب خارج مسجد ہے تو معتکف اگر محراب میں داخل ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جانا چاہئے حالانکہ اعتکاف اس سے فاسد نہیں ہوتا، بعضوں نے کہا کہ کوفہ میں جو فلاں مسجد تھی اس میں محراب دوسروں کی زمین غصب کر کے بنائی گئی تھی اور اس لئے اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس میں محراب کی کیا خصوصیت ہے، ہر ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے پھر ہمارے فقہاء اتنے مغفل تو معلوم نہیں ہوتے کہ خاص مسجد میں امام صاحب نے ارضِ مغصوبہ ہونیکی وجہ سے نماز کو مکروہ قرار دیا ہو اور وہ اس کو مطلق لکھتے چلے آئیں، اسی وجہ سے اس پر یہ بھی جرح کی ہے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ ساتھ محراب بنائی جائے ارض مغصوبہ میں تو نماز مکروہ نہیں، الغرض میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ یہ ہے کیا، اس پر مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ مطلب ہے آپ کو نہ معلوم ہونیکا، میں نے کہا جی ہاں، تو مولانا نے فرمایا کہ محراب بنانا ہی بدعت ہے لفظِ محراب ہی بدعت ہے، یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی (مراد حضرت والا قدس سرہٗ ہیں) کیونکہ

قرآن پاک میں ہے فَلَمَّادَخَلَ عَلَيْهَا زكريَا المحرابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، دوسری جگہ فرمایاقَائِماً يُصَلِّي فِي الْمِحْرَاب، تو اس کو کیسے بدعت کہا جائے گا، اس پر بھی اشکال کیا کہ محراب کو بدعت کہنا کیسا ہے، جبکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانہ سے یہ چیز بلانکیر بنتی چلی آرہی ہے، صحابہؓ کا تعامل اور توارث تو حجت ہے اس کو کیسے بدعت کہا جائیگا اور یہ بھی تو لکھتے ہیں کہ امت میں سب سے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، سب سے پہلے محراب انہوں نے بنائی تو سب سے پہلی بدعت انہوں نے ایجاد کی۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ ص ۶۲ / ۱۶۱ / جلد سادس) بس الجھاؤ ہی الجھاؤ ہے، بات سمجھ میں نہیں آتی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح احادیث سے متعلق بعض ارشادات

تراجم بخاری اور جہر بالتامین

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں ترجمۃ الباب کا دعویٰ ہوتا ہے، اور اس کے تحت ذکر کی جانے والی حدیث اس کی دلیل ہوتی ہے جن کے درمیان بعض جگہ بالکل مناسبت معلوم نہیں ہوتی مثلاً، ج ۱ ص ۱۰۸ پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے ''باب جہر الماموم بالتامین'' (مقتدی کا زور سے آمین کہنا) اور اس کے تحت حدیث ذکر کی ہے، کہ جب امام **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو ''**اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین** الخ''، اس سے ظاہر ہے کہ مقتدی کا زور سے آمین کہنا ثابت نہیں ہوتا فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کا جواب یوں دیا کہ حدیث مذکور میں **قولوا** جواب میں **قال** کے وارد ہے اور جب **قولوا** جواب میں **قال** کے آتا ہے تو اس سے مراد **قول بالجهر** ہوتا ہے، پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ جب امام **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کہے تو تم زور سے آمین کہو، اس طرح ترجمۃ الباب ثابت ہو جائے گا، میں کہتا ہوں، کہ اگر یہی بات ہے تو مقتدی کو **ربنا لک الحمد** بھی زور سے کہنا مسنون ہونا چاہئے، اس واسطے کہ ج ۱ ص ۱۰۹ پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے، ''باب فضل'' **اللّٰهم ربنا لک الحمد** اور اس کے تحت حدیث ذکر کی ہے، **اذا قال الامام سمع اللّٰه لمن حمده فقولوا اللّٰهم ربنا لک الحمد**، کہ جب امام **سمع اللّٰه لمن حمده** کہے تو تم **اللّٰهم ربنا لک الحمد** کہو اس حدیث میں بھی ''**قولوا**'' جواب میں ''**قال**'' کے وارد ہوا ہے، پس چاہئے کہ یہاں بھی اس سے ''**قول بالجهر**'' مراد ہو اور تحمید میں جہر مسنون ہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

بحالت حدث تلاوت پر امام بخاریؒ کا استدلال

اسی طرح ج ۱ ص ۳۰ پر باب قائم کیا ہے ''باب قرأۃ القرآن بعد الحدث'' اور اس کے تحت حدیث ذکر کی، کہ حضرت ابن عباسؓ نے ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے یہاں جوان کی خالہ ہوتی تھیں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شب معلوم کرنے کے لئے) ایک رات گزاری حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہ بھی سو گئے یہاں تک کہ نصف شب ہونے پر یا اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد آپ علیہ السلام بیدار ہوئے اور سورۂ آل عمران کا آخری رکوع پڑھا اسکے بعد وضو فرما کر نماز شروع کی حضرت ابن عباسؓ نے بھی ایسا ہی کیا آل عمران کا آخری رکوع پڑھا پھر وضو کر کے حضرت نبی کریم ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے ان کا دایاں کان پکڑ کر اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا، ایک صاحب نے مولانا فخر الدین صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے پاس لکھ کر بھیجا کہ بظاہر اس حدیث سے ترجمۃ الباب کو کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ استدلال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند سے بیدار ہونے کے بعد بغیر وضو تلاوت کرنے سے ہوگا، اور ظاہر ہیکہ اس سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں اور دوسرا کوئی حدث وہاں منقول نہیں، انہوں نے مجھ سے جواب لکھنے کے لئے فرمایا میں نے عرض کیا کہ کیا جواب لکھدوں؟ فرمایا کہ جب آدمی سو کر اٹھتا ہے اور کس مساتا ہے، تو عادۃً خروج حدث ہو جاتا ہے اسی کو کالمتحقق

تصور کرتے ہوئے استدلال کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ امام بخاریؒ کبھی سیدھے نہیں چلتے پیترا بدل کر چلتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انکا استدلال اس سے ہے کہ ابن عباسؓ نے بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، سکوت فرمایا ابن عباسؓ کا بے وضو قرأۃ کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا (جو کہ تقریر نبی ہے) دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر وضو قرأۃ قرآن جائز ہے، اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ ضرور روک ٹوک فرماتے، جیسا کہ انکے بائیں طرف کھڑے ہونیکو گوارہ نہیں فرمایا اس پر روک ٹوک کی بلکہ ان کا کان پکڑ کر دائیں طرف کھڑا کرلیا، اس پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ بس یہی لکھدو۔

ام الصحیحین کی تنقیح

ارشاد فرمایا کہ مؤطا امام مالکؒ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے، کہ یہ **اُم الصحیحین** ہے، **صحیحین** بخاری ومسلم سے سند کے اعتبار سے ارفع اور اصح ہے پھر فرمایا حضرت قدس سرہٗ نے کہ امام محمدؒ نے اس کی تنقیح کی ہے اس میں تین چیزیں ہیں اوّل احادیث مرفوعہ امام محمدؒ نے ان میں سے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے موافق جملہ احادیث کو مؤطا امام محمدؒ میں ذکر کیا ہے اور جو اس میں امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہیں، ان کے بالمقابل دوسری احادیث مرفوعہ ذکر کیں، اس طرح مؤطا امام مالکؒ میں کوئی حدیث حدیث مرفوع حنفیہ کے خلاف ایسی نہیں، جس کا جواب

مؤطا امام محمدؒ میں نہ ہو، دوسری چیز مؤطا امام مالکؒ میں ہے، آثار صحابہؓ امام محمدؒ نے ان میں سے جملہ آثار امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے موافق ذکر کئے ''کتاب الآثار'' میں اور جو اثر اس میں امام صاحبؒ کے مسلک کے خلاف ہے، اس کے بالمقابل دوسرا اثر ذکر کیا، اس طرح موطا امام مالکؒ میں کوئی اثر حنفیہ کے خلاف ایسا نہیں جس کا جواب کتاب الآثار میں نہ ہو، تیسری چیز مؤطا امام مالکؒ میں ہے، عمل اہل مدینہ کہ امام مالکؒ اس سے بہت استدلال کرتے ہیں، ان میں سے جو عمل امام صاحبؒ کے مسلک کے موافق ہے، امام محمدؒ نے ان کو ذکر کیا ہے، کتاب الحجۃ میں اور جو عمل امام صاحبؒ کے مسلک کے خلاف ہے، اس کے بالمقابل اس میں دوسرا عمل امام صاحبؒ کے موافق ذکر کیا، اس طرح مؤطا امام مالک میں کوئی عمل اہل مدینہ سے ایسا مذکور نہیں جو حنفیہ کے خلاف ہو، اور اس کا جواب ''کتاب الحجۃ'' میں نہ ہو۔

الصلوٰۃ معراج المؤمنین کا ماخذ

ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت مدنیؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے مکتوبات میں ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' کے محمل تو متعدد بتلائے ہیں، مگر اس کا ماخذ نہیں لکھا حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ تو فرمایا کہ اس کے موضوع ہونے پر تو اتفاق نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو اختلاف بھی نہیں ملا یعنی یہ روایت حدیث کی کتابوں میں نہیں ملی، پھر فرمایا (حضرت قدس سرہٗ نے) مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوریؒ صدر مدرس مدرسہ مظاہر

علوم سہارنپور نے میرے پاس تحریر بھیجی جس میں ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' کے ماخذ کے متعلق ہی سوال تھا میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی موجودگی میں اس کے متعلق دریافت کیا تو شیخؒ نے فرمایا کہ فلاں فلاں دو کتابوں میں اور دیکھ لو اگر ان میں بھی نہ ملے تو سمجھو کہ موضوع بھی نہیں اس پر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا کچھ احادیث ایسی بھی ہیں کہ بطون اوراق مطلق متون حدیث ان کی زیارت سے محروم ہیں، نیز فرمایا (حضرت قدس سرہٗ نے) کہ مکتوبات مجدد الف ثانی میں اور امام غزالیؒ کی بعض تصانیف میں یہ حدیث مذکور ہے، مگر ماخذ ان میں بھی مذکور نہیں اسی طرح مکتوبات مجدد الفِ ثانی میں ذکر کی جانے والی احادیث کی تخریج کی گئی ہے اس میں بھی اس کا ماخذ ذکر نہیں کیا گیا۔

محدثین کی احادیث پر محنت

امام طبرانیؒ نے اپنی دو ثلث عمر احادیث کے حاصل کرنے میں صرف کی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دین کو محفوظ فرمایا، طریقہ ان کا یہ تھا کہ ایک محدث نے احادیث بیان کرنا شروع کی حاضرین اور سامعین سن رہے ہیں، لکھ رہے ہیں، اس سے بحث نہیں کہ کون سے باب کی حدیث ہے، کون سی قسم کی حدیث ہے بلکہ جو کچھ سامنے آتا ہے، اس کو لکھ لیتے ہیں، ان حضرات کا بڑا احسان ہے، جنہوں نے اتنی محنت کر کے تمام حدیثیں جمع کر دیں۔

اس کے بعد کچھ اور محنت شروع ہوئی، ابواب متعین کئے گئے، فلاں باب فلاں باب،

تا کہ اس کے مناسب احادیث ایک جگہ جمع کی جائیں، اس طریقہ پر جمع ہوئیں یہاں تک کہ یہ آپ کی صحاح ستہ کا زمانہ آ گیا تو اور زیادہ تحقیق سامنے رکھی گئی، امام ترمذیؒ نے علوم حدیث کو سب سے زیادہ جمع کیا، ان کا طریقہ یہ ہے کہ باب منعقد کرتے ہیں، وہ بمنزلہ دعویٰ کے ہوتا ہے، اسکے ذیل میں حدیث لاتے ہیں، بمنزلہ دلیل کے، جواب اس کے موافق ومطابق ہوتا ہے، اور اسی ایک پر قناعت نہیں کرتے بلکہ یہ بھی بیان کرتے ہیں، عن فلان عن فلانٍ اس باب میں فلاں فلاں صحابی کی حدیث مروی ہے منقول ہے، چاہے وہ احادیث اس درجہ کی نہ بھی ہوں لیکن آپ کو اس کا پتہ بتلا دیتے ہیں کہ فلاں فلاں صحابی سے اس باب میں حدیث منقول ہے، اور اس حدیث سے اس مسئلے میں جو کچھ ائمہ مجتہدین کے اختلافات ہیں ان کو بھی بتلا دیتے ہیں، کہ فلاں امام صاحب کا اس بارے میں یہ مسلک ہے اور فلاں کا یہ مسلک ہے اور اس کی سند میں جو راوی ضعیف ہے یا مجہول ہے اس کو بھی بیان کرتے ہیں، حدیث کے اوپر ایک حکم لگایا جاتا ہے، کہ یہ صحیح ہے یا غریب ہے، حسن ہے ضعیف ہے، ان چیزوں کو بھی ذکر کرتے ہیں غرض علوم حدیث کو سب سے زیادہ امام ترمذیؒ نے بیان فرمایا۔

احادیث کے مختلف درجے

ایک حدیث وہ ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے، اس کی سند زیادہ قوی ہونی چاہئے، اسکے راوی بھی اعلیٰ درجے کے ہونے چاہئیں جیسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان

مرتب کی، اس میں سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی حدیثیں ہیں، اس کے بعد ایسی احادیث جن سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے، ان کے لئے وہ شرط نہیں، وہ اس سے کم درجہ کی ہونگی اس لئے استنباطی روایات کے سلسلے میں تتبع اور تلاش کرنا اور وہ صورت اختیار کرنا جو ایمانیات کی احادیث کے متعلق کی تھی یہ غلط ہے صحیح نہیں۔

اس سے آگے تفاسیر کا درجہ ہے، تفسیر میں اس سے بھی کم درجہ کی حدیث قبول کر لی جاتی ہے، اور اس سے آگے ہے فضائل ومناقب، اس میں اس سے بھی کم درجہ کی روایات کو لیا جاسکتا ہے، چنانچہ جو شرائط ایمانیات کی احادیث میں ہیں وہ فضائل ومناقب میں نہیں پائی جاتیں ان سب سے ادنیٰ وہ روایات ہیں جو تاریخ سے متعلق ہیں ان میں تو بعض دفعہ موضوع روایتیں بھی نقل کر دیتے ہیں، چنانچہ علامہ سیوطیؒ ''**حسن المحاضرة فی اختیار اصول المناظرة**'' میں ایسی روایتیں بیان کر دیتے ہیں، کہ جن کو خود انہوں نے موضوع کہا ہے۔

خود ہی موضوع کہہ رہے ہیں اور خود ہی کتاب میں نقل بھی کر رہے ہیں، جہاں اس کو موضوع کہہ دیا ہے وہیں اس سے استدلال بھی کیا ہے، اسی لئے ہر جگہ کی روایات پر یکساں حکم لگا دینا غلط ہے۔

روایات لینے کے مختلف طریقے

راویوں سے روایت لینے میں اوران پر جرح کرنے میں بھی طریقے الگ الگ ہیں ایک طریقہ محدثین کا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ حدیث کی روایت کرنے میں کس کا حلقہ بڑھا ہوا ہے، ایک طریقہ فقہاء کا ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ حدیث سے استنباط کرنے کی طاقت کس میں زیادہ ہے تفقہ کس میں زیادہ ہے وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کا حدیث پر عبور

چاروں اماموں میں افضل اورسب سے بڑے امام، امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں، ان کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے پہلی صدی میں۔

دوسرے امام مالکؒ ہیں ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ان کی پیدائش ہے۔

تیسرے امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یعنی دوسری صدی میں چوتھے امام احمد بن حنبلؒ ہیں جو دوسری صدی ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، ان حضرات کو کوئی شخص نظر انداز کرے یہ درست نہیں، امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے بلکہ بڑے ہوئے، یہانتک کہ سات یا آٹھ صحابی اس وقت حیات تھے، محدثین امام ابوحنیفہؒ کو تابعی نہیں مانتے، تابعی ماننے کیلئے تیار نہیں، ان کے پندرہ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے ان کو تابعی مانتے ہیں، تابعی اس کو کہا جاتا ہے، جو صحابی سے روایت کرے۔

امام بخاریؒ امام احمد کے براہِ راست شاگرد ہیں، امام نسائی بھی شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کے اور امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، اور امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے معاصر (ہم عصر) ہیں، ان حضرات کے تعلقات آپس میں نہایت خوشگوار تھے، امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھ کو اطلاع کردو تاکہ میں اس کو اپنا مذہب اور مختار بناؤں، امام شافعیؒ زیادہ تر استنباطِ مسائل میں لگے رہتے تھے، ان کا ذہن ادھر متوجہ تھا، رواۃ اور روایت کے جرح وقدح کی طرف متوجہ نہیں تھے، امام احمدؒ زیادہ تر راویوں کی جرح کرتے تھے، وہ احادیث اور رواۃ کے صحت وسقم کی طرف زیادہ متوجہ تھے، اس لئے ان پر اعتماد کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھے اطلاع کردو۔

دوسری بات غور کرنے کی یہ ہے کہ جو شخص جس لائن کا ہو اس لائن میں اسی کے پاس زیادہ وقیع اور وزنی چیز ہوتی ہے، محدثین رات دن احادیث کی چھان بین میں لگے رہتے تھے، فلاں روایت ضعیف ہے فلاں صحیح ہے، فلاں کا فلاں سے لقاء ثابت ہے فلاں کا ثابت نہیں، فلاں نے یہ لفظ اس طرح بیان کیا، دوسرے نے اس طرح بیان کیا اس معاملہ میں ان کی بات قوی اور وزنی ہے، اور جو حضرات مجتہدین فقہاء ہیں وہ ان احادیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، استنباط کا سلسلہ ان سے جاری ہے اس وجہ سے امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف کے ص ۱۱۸/ پر لکھا ہے کہ ''**هم اعلم بمعانی الحدیث**'' فقہاء معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں حالانکہ خود امام ترمذیؒ بڑے اونچے محدث ہیں، لیکن یہاں فقہاء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء حدیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں، لہٰذا جہاں تک راویوں اور روایتوں کی چھان بین کا تعلق ہے وہاں پر محدثین کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جہاں تک مسائل کے استنباط اور اجتہاد کا تعلق ہے وہاں پر محدثین سے زیادہ فقہاء کے اقوال کو لیا جاتا ہے۔

دیگر علوم میں مہارت

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو تفسیر وحدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی مہارت تامہ سے نوازا تھا، جس کے شاہد حضرت والا کے فتاویٰ اور ملفوظات ہیں۔

نمونہ طور پر یہاں بعض ارشادات ملاحظہ فرمائیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مآثر علمیہ سے متعلق

بعض ارشادات

ہل بسیطہ اور ہل مرکبہ

ایک افریقی طالب علم کا دماغ خراب ہوگیا وہ جلال آباد گیا اور مولانا مسیح اللہ صاحبؒ سے کچھ سوالات کئے حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کہ یہ سوالات تم نے کہاسے نقل کئے اس نے کہا مفتی صاحب نے دریافت کئے تھے، وہ سوالات اس کی حیثیت سے اونچے تھے، مولانا نے میرے پاس پیغام بھیجا، کہ کم استعداد والوں سے ایسے سوالات آپ نہ کیا کریں یہ پیغام لے کر آیا تھا، میں نے اسکو جواب دیدیا کہ میں نے اس طالب علم سے پوچھا تک بھی نہیں کسی اور سے بات کررہا تھا یہ سن کر اسکو لے اڑے تو اسکی ذمہ داری میرے سر کیا ہے۔

وہ سوالات یہ ہیں:۔

ہل بسیطہ اور ہل مرکبہ درجۂ حکایت میں دونوں وجودِ رابطی کو مقتضی ہیں اور ہل بسیطہ درجۂ محکی عنہ میں وجود رابطی کو مقتضی نہیں، یہ متضمن ہے دو چیزوں کو ایک زید موجود ہے، ایک زید قائم ہے، جب تک زید موجود صادق نہ آئے تو زید قائم صادق نہیں آسکتا، اس لئے وہ محل ہل مرکبہ ہے بخلاف زید موجود کے کہ وہ محل ہل بسیطہ ہے، ثبوتِ شئی لشئی فرع ہے ثبوتِ مثبت لہٗ کی مثلاً زید کے لئے قیام کا ثبوت فرع ہے، اس بات کی کہ پہلے زید کا ثبوت ہو، زید کا ثبوت ہوگا تو اس کے لئے قائم، نائم، قاعد سب چیزیں ثابت کرسکتے ہیں، اگر زید کا ثبوت ہی نہیں ہے تو کوئی چیز بھی کوئی محمول بھی اس کے لئے ثابت نہیں کرسکتے، زید کے لئے قائم ثابت کریں گے تو لامحالہ رابطی ہوگا، اسی طرح زید موجود کو جب درجہ حکایت میں

بیان کریں گے تو یہاں بھی وجود رابطی ہوگا، درجۂ حکایت میں تو ہل بسیطہ اور ہلِ مرکبہ دونوں وجودِ رابطی کو مقتضی ہوتے ہیں، لیکن درجۂ محکی عنہٗ میں ہلِ مرکبہ تو وجودِ رابطی کو مقتضی ہوتا ہے، لیکن ہلِ بسیطہ وجودِ رابطی کو مقتضی نہیں ہوتا۔

تقدُّم کی اقسام

تقدم کی اقسام پر کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ متقدم متاخر کو جامع ہے یا نہیں، اگر متقدم متاخر کو جامع نہیں ہے، تو تقدم بالزمان ہے، اور اگر متقدم متاخر کو جامع ہے تو دو حال سے خالی نہیں، متقدم متاخر کا محتاج ہے یا نہیں اگر متقدم متاخر کا محتاج ہے تو متقدم اس کے لئے علت تامہ ہے یا علت تامہ نہیں ہے، اگر علت تامہ ہے تو اس کو تقدم بالعلیۃ کہتے ہیں، جیسے طلوعِ شمس اور وجودِ نہار۔

اگر متقدم متاخر کیلئے علت تامہ نہیں ہے تو دو حال سے خالی نہیں، متقدم کو متاخر کی احتیاج ہے یا نہیں، اگر احتیاج نہیں ہے تو تقدم بالطبع اور اگر احتیاج ہے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو متقدم متاخر کیلئے احتیاج کسی جعلِ جاعل اور وضع واضع سے ہوگا، یا نہیں اگر کسی وضعِ واضع سے ہے تو اس کو تقدم بالوضع کہتے ہیں، اگر کسی جعلِ جاعل کے دخل کو دخل نہیں ہے تو اس کو تقدم بالشرف کہتے ہیں، ایک اور قسم فلاسفہ نے نکالی ہے، وہ یہ ہے کہ بعض اجزاء زمان کو بعض پر تقدم حاصل ہو اس کو تقدم بالذات کہتے ہیں۔

تقدم بالزمان:۔ کی مثال جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تقدم حضرت عیسیٰؑ پر۔

تقدم بالعلیۃ:۔جیسے وجود نہار کیلئے طلوعِ شمس، کہ طلوع شمس مقدم ہے، وجود نہار پر۔

تقدم بالطبع:۔جیسے مفرد مقدم ہے مرکب پر تصور کو تقدم حاصل ہے تصدیق پر۔

تقدم بالوضع:۔جیسے اگلی حصیر کو مقدم کر دیا دوسری حصیر کو مؤخر کر دیا مؤذن نے۔

تقدم بالشرف:۔جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تقدم حاصل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر۔

تقدم بالذات:۔جیسے ماضی مقدم ہے مستقبل پر، کافیہ میں لکھا ہے **الماضی مادل علی زمان قبل زمانک**۔[1]

منصورؒ اور فرعون کے دعویٔ انانیت میں فرق

ارشاد فرمایا کہ دو مختلف المفہوم چیزوں کو متحد الوجود کر دینا حمل کہلاتا ہے، جیسے زید اور قائم دو مختلف چیزیں ہیں، ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے، ان کو متحد الوجود کر دیا کہ قائم کو زید میں فنا کر دیا جس سے دونوں ایک ہو گئے، اس طرح کہ جو زید ہے وہی قائم ہے، اور جو قائم ہے وہی زید ہے، اور **رَبُّکُمُ الاعلیٰ** کا مفہوم اور ہے، اور فرعون نے دونوں کو اس طرح متحد الوجود قرار دیا کہ **رَبُّکُمُ الاعلیٰ** کو اَنَا میں فنا کر دیا، جو واقعہ کے خلاف ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی گرفت کی، منصورؒ نے بھی انا الحق کہا مگر دونوں میں فرق ہے، فرعون نے **رَبُّکُمُ الاعلیٰ** کو فنا کیا انا میں کہ رب اعلیٰ تمہارا میں ہی ہوں، اور منصورؒ نے انا الحق کہا تو انا کو فنا کر دیا حق میں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے حق ہی ہے، اسی لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

---

[1] ماضی وہ ہے جو تمہارے زمانہ سے پہلے زمانہ پر دلالت کرے۔۱۲

تسلسل کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ امور مادیہ مرتبہ موجودہ بالفعل غیر متنازعہ کو تسلسل کہتے ہیں، اس کے بطلان پر فلاسفہ نے تریپن دلیل قائم کی ہیں، جن کو متکلمین نے توڑ ڈالا اور سب کے جوابات دیئے، شمس بازغہ کے آخر میں ایک رسالہ ہے، جس میں یہ سب موجود ہے، مگر اب ایسے عالم ہونے لگے، جن کو شمسِ بازغہ کا نام بھی معلوم نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ شمسِ بازغہ کس فن کی کتاب ہے اور کس نے لکھی ہے، کہاں پڑھائی جاتی ہے۔

عدد کی تعریف اور اس کی تقسیم

ارشاد فرمایا کہ عدد مجموعہ حاشیتین کے نصف کو کہتے ہیں، مثلاً ۳/ کا عدد ایک حاشیہ (طرف) ۲/ ہے اور ایک حاشیہ ۴/ ہے دونوں کا مجموعہ ۶/ ہوا، اور اس کا نصف ۳/ ہے پس یہ عدد ہوا اسی طرح ۱۱/ کا ایک حاشیہ ۱۰/ ہے، اور ایک حاشیہ ۱۲/ ہے، دونوں کا مجموعہ ۲۲/ ہوا، اور اس کا نصف ۱۱/ ہے، تو یہ عدد ہوا، پھر عدد کی تین قسم ہیں، زائد، مساوی، ناقص، اگر عدد کی کسور کا مجموعہ اصل عدد سے بڑھ جائے، تو وہ عدد زائد ہے جیسے کہ ۱۲/ کہ اسکی کسور نصف (۶) ثلث (۴) ربع (۳) سدس (۲) کا مجموعہ ۱۵/ ہے، جو اصل عدد سے زائد ہے اس لئے یہ عدد زائد کہلائیگا، اور اگر کسرات کا مجموعہ اصل عدد کے مساوی ہے، تو وہ مساوی کہلائیگا۔ جیسے ۹/ اس کا ثلث ۳/ ثلثان ۶/ مجموعہ ۹/ ہوا، اور اگر کسرات کا مجموعہ اصل عدد سے کم ہو تو وہ عدد ناقص کہلائے گا، مثلاً ۸/ کہ اس کی کسور نصف ۴/ ربع ۲/ ثمن ۱/ کا مجموعہ ۷/ ہے، جو اصل عدد سے کم ہے اس لئے ۸/ کا عدد ناقص ہوگا۔

قرب، قربی، قربت میں کیا فرق ہے

ارشاد فرمایا کہ قرب، قربی، قربت ان تینوں میں فرق ہے، قرب نزدیک مکان کو کہتے ہیں اور قربیٰ نزدیکی رشتہ کو کہتے ہیں، اور قربت نزدیکی مرتبہ ودرجہ کو کہتے ہیں۔

رؤیت، رأی، رؤیا کا فرق

ارشاد فرمایا رأئی یرأی کے تین مصدر ہیں رویت، رأی، رؤیا تینوں میں فرق ہے وہ یہ کہ رؤیت نظر من العین (آنکھ سے دیکھنے) کو کہتے ہیں" اور أی نظر من القلب" (دل سے دیکھنے کو کہتے ہیں، اور "رؤیا نظر فی المنام" (خواب میں دیکھنے) کو کہتے ہیں۔

اعداد منقولہ فی الشرع میں رائے کو دخل نہیں

ارشاد فرمایا کہ اعداد منقولہ فی الشرع (مثلاً مطلقہ غیر حاملہ کو تین حیض سے یا تین ماہ سے عدت گزارنا) میں رائے کو دخل نہیں اس لئے ان کی کوئی علت بیان نہیں کی جاسکتی، جو کچھ کسی نے بیان کیا ہے وہ مصالح ہیں علل نہیں۔

فرقہ باطلہ کی سرکوبی

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو فرق باطلہ کی تردید و سرکوبی میں بھی کمال عطا فرمایا تھا، ان کے زیغ ضلال سے پورے طور پر واقفیت رکھتے تھے۔

اہل باطل کی کتابوں کا وسیع وعمیق مطالعہ تھا، ان کے تمام مضامین بالکل از بر تھے، اوران کی تردید کا خاص ملکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کو عطا فرمایا تھا، حضرت والاؒ کے فتاویٰ اور ملفوظات اسکے شاہد ہیں، یہاں بھی بطور نمونہ فرق باطلہ کی تردید سے متعلق بعض ارشادات پیش خدمت ہیں، تاکہ فرق باطلہ کی سرکوبی و تردید میں حضرت والا کی مہارت تامہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

ملاحظہ فرمائیں:۔

ایک قادیانی سے گفتگو

ایک قادیانی سے دلچسپ گفتگو

ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں ایک شخص قادیانی آیا اس نے اپنی قادیانیت کی تبلیغ شروع کی، وہاں آپس میں ہم نے کہا کہ یہ بڑی گڑبڑ کی بات ہوگئی، اپنے ایک آدمی کو اس کا مرید بنوادیا، اس کی ساری توجہ اس مرید کی حد تک محدود رہی، اور جو بات ہوتی وہ مرید سے پوچھ کر اس کے مشورہ سے ہوتی، حضرت گنگوہیؒ کے ایک نواسہ تھے حافظ محمد یعقوب صاحبؒ ان کی بیٹھک میں لوگ آکر بیٹھا کرتے تھے، تو پیر مرید دونوں نے مل کر یہ طے کیا کہ اگر حافظ محمد یعقوب صاحب قادیانی ہوجائیں تو بہت لوگ قادیانی ہوجائیں گے، آپس میں مشورہ کرکے طے کیا کہ ان کے لئے کوشش کی جائے، مرید نے ہمیں بھی بتادیا کہ آج یہ طے ہوا ہے، سردیوں کا زمانہ تھا، حافظ محمد یعقوب صاحب رضائی اوڑھ کر دھوپ میں لیٹ گئے، میں ایک مونڈھے پر بیٹھا، قادیانی ایک مونڈھے پہ بیٹھا، ایک پہ مرید بیٹھا، اب مرید نے پوچھنا شروع کیا، یہ بتایئے کہ کلمہ سب نبیوں کا یکساں ہے یا الگ الگ ہے، یہ میری تعلیم کا آخری سال تھا، میں نے کہا بھائی، کلمہ اور کلام کی یہ بحث تم نے کیا چھیڑدی، یہ تو نحوی لوگ کیا کریں **الکلمة لفظ وضع لمعنی مفرداً** کیا تعلق اس سے، تھوڑی دیر تک تو اس سے تفریح کرتے رہے، پھر کہا پہلے جز **لاالہ الااللّٰہ** میں سب کا اشتراک تھا، اور دوسرے جز میں ہر نبی کی نبوت کا تذکرہ تھا، مرید نے کہا کہ دیکھئے آپ نے اب بتادیا اطمینان ہوگیا، پھر مرید نے کہا کہ اچھا وہ جو پنجاب میں ایک حضرت نبی صاحب ہوئے ہیں، یہ کہتے ہوئے

اُسے ہنسی بھی آئی، کیونکہ وہ ضمیر کے خلاف کہہ رہا تھا، میں نے کہا کہ پنجاب میں کون نبی ہوا ہے؟ عرصہ ہوا نبوت ختم ہوئے، نبوت کا دروازہ تو بند ہوگیا، اس نے کہا جی نہیں نبی ہوئے ہیں، میں نے کہا، ارے وہ کمبخت ملعون غلام احمد کو کہہ رہے ہو کیا؟ اب وہ گُرو بولا، جی نہیں ایسا نہ کہئے، وہ تو بہت اچھے آدمی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا (حضرت والا) ان کی گفتگو کا جو کچھ محور ہوتا ہے، وہ حیات عیسیٰؑ ہوتا ہے، بات کہیں کی کہیں چلتی رہتی ہے، اور وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، میں نے کہا کہ اگر انتقال ہوگیا تو کیا ہوگیا، اگر نہیں ہوا تو اور چند روز بعد وفات ہو جائے گی، اس دنیا میں جو آیا ہے وہ وفات پانے کے لئے آیا ہے، لیکن مرزا کی نبوت سے اس کا کیا تعلق، وفات ہو عیسیٰ علیہ السلام کی اور ثبوت ہو مرزا کی نبوت کا، مارے گھٹنہ پھوٹے سر، خیر آباد خیر (حضرت والاؒ نے فرمایا) کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔

قادیانی:۔ قرآن شریف میں ہے ''یعیسیٰ انی متوفیک'' اے عیسیٰ میں تجھے موت دوں گا۔

حضرت والا بتاؤ:۔ کہاں لکھا ہے، موت دینے کے معنی میں؟

قادیانی:۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ترجمہ لکھا ہے۔

حضرت والا:۔ دکھاؤ، قرآن شریف وہیں موجود تھا، اس میں یہ لفظ موت نہیں تھا۔

قادیانی:۔ اس کے معنی ہیں تجھے قبض کرلونگا۔

حضرت والا:۔ قبض کے معنی اور ہیں، موت کے معنی اور ہیں۔

قادیانی:۔ قبض کرنے کے معنی موت ہی کے تو ہیں۔

حضرت والاؒ:۔سبحان اللہ یہ حافظ محمد یعقوب عجیب ہیں کہ جب یہ کہیں کہ تمہیں قبض ہورہا، کیا اس کے معنی یہ ہیں، کہ موت آرہی ،فلاں نے فلاں کی زمین پر قبضہ کرلیا، تو اس کا کیا مطلب، کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ موت آگئی ،تلوار کا قبضہ، چاقو کا قبضہ، کیا ان سب الفاظ میں قبضہ موت کے معنی میں ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پہ اٹھایا۔

قادیانی:۔توفی کے معنی جبکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور اس کا مفعول ذی روح ہو تو اس کے معنی صرف موت کے آتے ہیں۔

حضرت والا:۔''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' اللہ تعالیٰ جس کو موت دیتے ہیں اس کی توفی کرلیتے ہیں، اور جس کی زندگی باقی ہے تو نوم کی حالت میں اس کی توفی ہوتی ہے، کیا اس کے معنی یہ ہونگے کہ جہاں نیند آئی آدمی مرگیا۔

قادیانی:۔مردہ اور سویا ہوا تو برابر ہی ہوں۔

حضرت والا:۔اچھا مردہ کی جائداد تقسیم ہوتی ہے، اس کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے، رات کو باپ سویا صبح ہوتے ہی اسکے بیٹے اس کی جائداد تقسیم کرلیں گے کہ وہ تو مرگیا، اگر مردہ اور سوتا ہوا برابر ہوتے ہیں تو آپ سوئیے، میں آپ کے لاٹھی مارتا ہوں اور ایک لاٹھی مردہ کو مارتا ہوں، آپ کو تکلیف تو نہیں ہوگی۔

قادیانی:۔آئیں آئیں، اگر آپ مجھے ماریں گے، تو آپ کو گناہ ہوگا۔

حضرت والاؒ:۔مسئلہ تو حل ہوجائے گا، پھر اگر عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ موت

دیتے اور اس میں ان کی تسلی ہوتی کہ اے عیسیٰ گھبراؤ مت میں تمہیں موت دونگا، تو ایک بات تھی مگر موت سے کہیں تسلی ہوا کرے؟ یہودی ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، ان سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں توفی کرلوں گا، اسکے معنی یہ ہیں کہ میں زندہ آسمان پر اٹھالونگا تم ان کے ہاتھ ہی نہیں لگنے کے، اور اس سے مراد موت ہے تو اس سے کیا تسلی ہوتی، موت سے تو آدمی بھاگا پھرتا ہے" قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ " (آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آپکڑے گی (بیان القرآن) آدمی تو اس سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے یہاں تسلی کی کیا بات ہوسکتی ہے، اور اگر یہودی بھی قتل کردیتے، کیا مضائقہ تھا شہادت کا درجہ ملتا۔

قادیانی:۔نہیں، نہیں قتل ہونا تو لعنت کی موت ہے۔

حضرت والا:۔اچھا کیا قتل ہونا لعنت کی موت ہے، حضرت عمرؓ کو قتل کیا گیا، غزوۂ احد میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے، غزوۂ بدر میں ۱۴/صحابہؓ شہید ہوئے کیا یہ سب لعنت کی موت مرے۔

قادیانی:۔نبی کے حق میں قتل ہونا لعنت کی موت ہے۔

حضرت والا:۔حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا گیا، اور کتنے انبیاء کو قتل کیا گیا، روایات میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے ایک دن میں ۷۰/انبیاء کو قتل کیا ہے، علماء نے منع کیا کہ کیا غضب کررہے ہو، تمہارے اوپر عذاب نازل ہوگا، تو یہودیوں نے کہا کہ یہ علماء بھی نبیوں کے دُم چھلے ہیں، لہٰذا ان کو بھی ان کے ساتھ چلتا کرو، چنانچہ علماء کو بھی قتل کیا۔

قادیانی:۔تفسیروں میں بہت باتیں غلط لکھی ہوئی ہیں، تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت د

اوٗدعلیہ السلام نے ایک شخص کی بیوی سے زنا کرنے کے لئے اس کے شوہر کو قتل کرادیا تھا۔

حضرت والا:۔ بتاؤ کونسی تفسیر میں لکھا ہے؟

قادیانی:۔ کیا حضرت داوٗدعلیہ السلام نے اس کو لڑائی میں نہیں بھیجدیا تھا، اور کاہے کے واسطے بھیجا تھا۔

حضرت والا:۔ سبحان اللہ کیا جس کو لڑائی میں بھیجا اسواسطے کہ وہ وہاں مرجائے گا، قتل ہوجائے گا، اوراس کی بیوی سے زنا کرینگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو سرایا میں بھیجا، کیا اسی واسطے بھیجا تھا، کیا بھیجنے کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

قادیانی:۔ زنا نہیں، یہ مطلب نہیں بلکہ بیوی کو رکھ لے۔

حضرت والا:۔ اللہ کے بندے، کہاں نکاح کرکے بیوی بنا کر رکھنا، کہاں زنا کرنا، کیا تمہارے نزدیک نکاح اور زنا میں فرق نہیں؟ قادیان میں اسی طرح ہوگا۔

قادیانی:۔ تفسیر میں بہت باتیں غلط لکھی ہیں۔

حضرت والا:۔ قرآن میں تو غلط نہیں لکھا، قرآن پاک میں ہے ''**یقتلون النبیین بغیر الحق**'' یہود نبیوں کو قتل کرتے تھے۔

قادیانی:۔ وہاں تو نبیوں سے مراد علماء ہیں۔

حضرت والا:۔ جی ہاں اب سمجھ میں آگیا نبیوں سے مراد جہلا ہیں، آپ کے نزدیک غلام احمد قادیانی جیسا نبی ہوتا ہے، تو اس سے ایسے ہی جاہل لوگ مراد ہوں گے، بس آپ نے ٹھیک کہا، اچھا دوست یہ تو بتاؤ؟ کہ محمدی بیگم کا کیا قصہ تھا، کتنے عرصے تک قادیانی صاحب اس کے فراق میں رہے؟

اور عبداللہ آتھم کا کیا قصہ تھا؟ عبداللہ آتھم سے مناظرہ ہوا، مناظرہ کے بعد مرزا نے

پیشین گوئی کی بذریعہ الہام کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ سترہ مہینہ کے اندر اندر مرجائے گا، آتھم ضرور مرجائے گا، وہ نہ مرا تو میری ٹانگ میں رسی باندھ کر مجھے امرتسر کے بازار میں گھسیٹا جائے، اور ذلیل وخوار کیا جائے، مرزا نے عدالت میں کھڑے ہوکر بذریعہ وحی یہ پیشین گوئی کی سترہ مہینے گذر گئے آتھم نہیں مرا لوگ رسی لیکر آئے کہ تیرے پیر میں باندھ کر تجھے امرتسر کے بازار میں گھسیٹنا ہے تو کہتا ہے کہ میری مراد اس سے یہ تھوڑا ہی تھی کہ آتھم ہی مرجائے گا، بلکہ اس کے گروہ کا کوئی آدمی مرجائیگا، چنانچہ پادری رائٹ مرگیا جو اس کا ساتھی تھا، پھر وہ رجسٹر دیکھا جسکے اندر پیشینگوئی کر کے اس نے دستخط کئے تھے، میری مراد فقط آتھم ہے، فقط آتھم ہے، فقط آتھم ہے، کہ وہ سترہ مہینہ کے اندر اندر مرجائے گا۔

قادیانی:۔انہوں نے تو اسمیں یہ قید لگادی تھی، کہ بشرطیکہ آتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

حضرت والا:۔تو کیا آتھم مسلمان ہوگیا تھا، اور حق کی طرف رجوع کرلیا تھا۔

قادیانی:۔یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ مسلمان ہوجائے۔

حضرت والا:۔اچھا کیا آپ کے یہاں اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی حق ہے؟ ہاں قادیانی کا مذہب آپ کے یہاں حق ہوگا، ٹھیک ہے۔

قادیانی:۔پھر مرزا صاحب نے اس سے (آتھم سے) کہدیا تھا کہ اب تو نہیں بچیگا، چنانچہ وہ مرگیا۔

حضرت والا:۔اسی وقت مرا یا بعد میں مرا؟ میں بھی کہتا ہوں تو بھی نہیں بچے گا، جب بھی مرے گا، بچے گا کہاں۔

قادیانی:۔علمی باتوں کی منطق کا ہمارے مبلغ جواب دیں گے۔

حضرت والاؒ:۔میں نے کہا اچھا بے علم کے سہی، دیکھو نبی کو تو اللہ تعالیٰ پڑھا کر بھیجتے ہیں بذریعہ فرشتہ اسکے پاس علم بھیجتے ہیں، دنیا میں آکر نبی کسی سے پڑھا نہیں کرتا، اور یہ غلام احمد قادیانی حافظ رحیم بخش کے یہاں پڑھا کرتا تھا، اور جب سبق یاد نہیں ہوتا تھا تو وہ بھاگ جاتا تھا، اور لونڈے پکڑ کر لایا کرتے تھے، ایک ہاتھ ایک نے پکڑ رکھا ہے، ایک پیر ایک نے پکڑ رکھا ہے، ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے، گھسیٹتے ہوئے مُکّے مارتے ہوئے، اسے لایا کرتے تھے، کیا ایسا آدمی بھی نبی ہو سکے؟ کیا وہ لونڈے یہ نہیں کہیں گے کہ ہم تو کل تیری یہ گت بنایا کرتے تھے، اور اب تو نبی بنا بیٹھا ہے، اور جب مرزا کو سبق یاد نہیں ہوتا تھا، تو کان پکڑ کر بٹھا دیا کرتے تھے۔

قادیانی:۔آئیں آئیں، وہ تو سبق یاد کرلیا کرتے تھے، کان وان نہیں پکڑوایا کرتے تھے۔

حضرت والاؒ:۔کیا آپ اس کے ساتھی تھے، آپ کو کیا خبر؟

قادیانی:۔انہوں نے (مرزا نے) استاذ کی مار نہیں کھائی۔

حضرت والا:۔اگر اس نے استاذ کی مار نہیں کھائی تو اس کو علم نہیں آیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:۔

شعر:۔ ہر آں طفلے کہ جو رِ آموزگار..... نہ بیند جفا بیند از روزگار[1]

نبی کی شان یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کیلئے تشریف لیجاتے اور جب فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو صحابہؓ دیکھتے کہ وہاں کچھ پڑا ہوا تو نہیں

---

[1] جو بچہ استاذ کی مار نہیں کھاتا، وہ زمانہ سے سختی دیکھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو علم نہیں آتا، اس لئے اہل زمانہ اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتے ہیں۔

ہے فضلہ، تو ان کو کوئی فضلہ نہیں ملتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کے فضلہ پر کسی کی نظر نہیں پڑتی، وہ محفوظ رہتا ہے، نبی کی شان تو یہ ہے، اور مرزا کا تو یہ حال تھا کہ بیت الخلاء میں گر کے مرا، اس کے منہ سے پاخانہ نکلا، اس کا یہ حال ہوا، (کسی نے حضرت والاؒ سے سوال کیا کہ غسل خانہ میں مرا یا بیت الخلاء میں، تو فرمایا کہ اس میں دونوں ہی تھے، یقین نہ ہو دیکھ لیجو)۔

قادیانی:۔آپ تو ایسی باتیں کرتے ہیں جیسے بازار کے شُہدّے کرتے ہوں۔

حضرت والا:۔نہیں، بازار کے شہدوں کی باتیں کرتا ہوں، اچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا آج تک کانا (بھینگا احول) بھی نبی ہوا ہے؟

قادیانی:۔نہیں!

حضرت والا:۔مرزا تو کانا تھا، آپ نے تو (اس قادیانی کو خطاب فرما کر) جلالت شان کیوجہ سے ان کے چہرے کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی ہوگی، فوٹو میں دیکھ لو، اس کی آنکھ میں پھولا ہے۔

قادیانی:۔نہیں، انکا فوٹو تو بہت صاف ہے۔

حضرت والا:۔کیا فوٹو اتروایا تھا، فوٹو اتارنا حرام ہے۔

قادیانی:۔ولایت بھیجنے کے لئے اتروایا تھا۔

حضرت والا:۔کیا ولایت بھجوانے کیلئے اتروانا جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سارے عالم کیلئے نبی تھے، کہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فوٹو نہیں بھیجا۔

گفتگو بر توسیع قدرت

گفتگو بر توسیع قدرت

فرمایا ایک روز کانپور میں کوئی بریلوی صاحب آ گئے، ان کے ساتھ دو تین معتقدین بھی تھے، آتے ہی انہوں نے سوال کیا آپ کا خدا جھوٹ بول سکتا ہے، یا نہیں؟ میں نے ان سے کہا دیکھو بھئی بات کو بگاڑنا کوئی شریفانہ کام نہیں، بات صرف اتنی ہے، کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰/ج ۱/ میں لکھا ہے کہ جس شخص کا نام لیکر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا یہ جہنمی ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھیجیں گے (جیسے ابولہب) جنت میں نہیں بھیجنے کے، لیکن وہ جنت میں بھیجنا چاہے تو اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا، وہ قادر ہے، بس اتنی سی بات ہے، تم نے اس پر کہدیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے، وہ کہنے لگے مجھے تو ہاں یا نہیں میں جواب چاہئے، خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ اور کچھ نہیں چاہئے، میں نے کہا بعض بات نفس الامر میں صحیح ہوتی ہے، اس کے باوجود اس کا زبان سے نکالنا خلافِ ادب ہوتا ہے، مثلاً سب جانتے ہیں کہ انبیاء کا خالق اللہ ہے، فرشتوں کا خالق اللہ ہے، تمام حیوانات کا خالق اللہ ہے، بندر اور خنزیر کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن علماء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردۃ والخنازیر نہیں کہنا چاہئے، کہ اسمیں سوء ادب کا پہلو ہے، انہوں نے کہا آخر یہ ہڈی آپ کے حلق میں اٹکی ہوئی کیوں ہے؟ ہاں یا نہیں میں جواب کیوں نہیں دیتے، میں نے کہا معلوم ہوتا ہے، خمیرہ گاؤزباں عنبری، جواہر مہرہ موافقِ مزاج نہیں، کچی اوجھڑی کی ضرورت ہے وہ بھی بغیر صاف کی ہوئی، بتلایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منہ دیا ہے منہ میں

دانت ہیں، دانتوں میں تیزی ہے، چبانے کی طاقت ہے، زبان بھی دی ہے، حلق بھی دیا ہے، لعاب بھی ہے، بتلایئے اگر ایک چمچہ انڈے کے حلوے کا آپ کے منہ میں ڈالا جائے تو کھا سکتے ہیں، ایک چمچہ گاجر کے حلوے کا دیا جائے تو کھا سکتے ہیں، لیکن اگر ایک چمچہ بلی کے پاخانہ کا آپ کے منہ میں ڈالا جائے تو اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

دیکھئے کھایئے گا نہیں، مسئلہ بھی یہی بتلاؤں گا، مشورہ بھی یہی دونگا، سوال صرف اتنا ہی ہے کہ اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ بلی کے پاخانے کا چمچہ منہ میں گیا منہ سارا پتھر بن گیا، دانتوں کی تیزی ختم ہوگئی، لعاب سب ختم ہوگیا، حلق کا پھاٹک بند ہوگیا، اس لئے بتلایئے کہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے اِدھر اُدھر کی ہانکنا شروع کی میں نے کہا آخر بلی کے پاخانے کا چمچہ آپ کے منہ میں اٹکا ہوا کیوں ہے؟ اسے اُگلئے یا نگلئے۔

گفتگو بر علم نبوت

اس کے بعد انہوں نے کہا آپ لوگ کہتے ہیں شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ تھا، میں نے کہا بعد میں دیکھ لیں گے، کس کا علم زیادہ تھا، ابھی تو چمچہ کی بات ہو رہی ہے، کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج پہلی مرتبہ منہ میں بلی کا پاخانہ گیا ہے، بہت ہی لذیذ معلوم ہو رہا ہے، اس لئے اس کو منہ میں رکھتے ہوئے آپ نے دوسرا مسئلہ چھیڑا تا کہ اس کا ذائقہ حاصل کرتے رہیں، پھر کہا کیوں بھئی کیا میں نے کہا شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، کیا میرے کسی فتوے میں دیکھا؟ اگر نہیں تو

پھر بے سند بات میری طرف منسوب کرنیکا کیا حق ہے؟ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شان نبوت کے لائق ذات وصفات اور عالمِ آخرت کے متعلق اتنے علوم عطا فرمائے کہ تمام جن وبشر اور تمام ملائکہ کے علوم آپ کے علم کے مقابلہ میں بمنزلہِ قطرہ کے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک بڑے سمندر کی طرح ہے، اور میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے بھی زیادہ ہے، اسکی کوئی نسبت قائم ہی نہیں کی جاسکتی، یہ ان علوم سے متعلق ہے جو شانِ نبوت کے لائق ہوں، رہا لغویات کا علم وہ کسی کے پاس زیادہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرق نہیں آتا، اس پر انہوں نے کہا یہی وہ چیز ہے جس کو آپ لوگ چھپاتے ہیں، جس کا علم زیادہ ہوگا وہ افضل ہوگا، میں نے کہا چاہے کسی قسم کا علم ہو انہوں نے کہا ہاں علم تو علم ہی ہے؟ میں نے کہا دیکھو سڑک پر بیٹھ کر جوتی گانٹھنے والا چمار ایسی صفائی سے جوتی گانٹھ دیتا ہے، کہ بادشاہِ وقت بھی نہیں گانٹھ سکتا تو کیا اس چمار کو افضل کہو گے، بادشاہ وقت سے؟ چور ایسی صفائی سے چوری کرتا ہے، اس طرح جیب کاٹتا ہے کہ بڑے بڑے عالم نہیں کاٹ سکتے، کیا چور افضل ہو جائیگا؟ انہوں نے کہا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ بات ظاہر ہے، اس پر میں نے کہا تو ممکن ہے کہ بریلی کے چمار افضل ہوں، اعلیٰ حضرت سے بریلی کے چور افضل ہوں، اعلی حضرت سے اچھا یہ بتایئے آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ آپ کو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اور آپ کو تو فرصت نہ ہوگی، کیونکہ بلی کے پاخانہ کا چمچہ آپ کے منہ میں موجود ہے، خانصاحب سے پوچھئے کہ آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ خانصاحب کو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اگر اعلی حضرت کو زیادہ معلوم ہو تو ہم کہیں گے اعلی حضرت افضل ہیں، سور سے آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کے بارے میں اور اگر نہیں تو ہم

کہیں گے خانصاحب سور سے بھی گئے گذرے ہیں، سوران سے افضل ہے، اب ان کو غصہ آ گیا کہنے لگے آپ کو شرم نہیں آتی، ایسی باتوں سے، میں نے کہا اچھا جب اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھ رہے تھے، اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ اس وقت شرم نہیں آئی تھی؟ اب جو خانصاحب کے منہ میں پاخانہ گیا تو شرم آنی شروع ہوگئی۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں

پھر انہوں نے کہا، آپ لوگ کہتے ہیں مجلس میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لا سکتے میں نے کہا وہ بعد میں دیکھا جائے گا، پہلے یہ بتائیے کہ ایک لائن میں کھڑے ہوئے ہیں، ایک کا نام سور، ایک کا نام احمد رضا خاں، ان میں سے کون زیادہ عالم ہے، آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کا اسے پہلے حل کر لیجئے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بلی کا پاخانہ آج عمر بھر میں پہلی مرتبہ آپ کے منہ میں گیا ہے، اسی طرح خانصاحب کے منہ میں پہلی مرتبہ آدمی کا پاخانہ گیا ہے، اس لئے اس کو اپنے منہ میں رکھے ہوئے، اگلا مسئلہ چھیڑتے ہیں، بھئی مجلس میلاد کے بارے میں بھی بات بگاڑی گئی ہے، بات صرف اتنی ہے کہ مجلس میلاد کے ختم پر تم لوگ قیام کرتے ہو، تم سے پوچھا جائے کہ قیام کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا دو طرح سے ہوسکتا ہے، ایک تو یہ کہ کسی حدیث میں فرمایا ہو کہ جہاں کہیں مجلسِ میلاد ہوتی ہے میں وہاں جا کر شرکت کرتا ہوں، ایسی کوئی مستند حدیث ہو تو بتلاؤ؟ اور دوسری شکل یہ ہے کہ تمہیں نظر آتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، جب یہ دونوں باتیں نہیں تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنیکا حق کیا ہے؟ یہ تو ''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہٗ من النار'' (مشکوٰۃ شریف ص۳۲ رجس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا اس کو چاہئے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے) کی زد میں آتا ہے، پھر انہوں نے کہا جو شخص ہر جگہ پہنچ جاتا ہے، وہ زیادہ افضل ہوتا ہے، شیطان تو ہر جگہ پہنچ جاتا ہے، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچ سکتے میں نے کہا خدا تمہیں ہدایت دے شیطان تمہارا مقتدا اور رہنما ہے قرآن وحدیث سے تمہیں دلیل نہیں ملتی، ملتی ہے تو شیطان سے؟ اچھا یہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی کی ضرورت پیش آئیگی ایک بات بتلائیے کہ ایک چھوٹی سی بیت الخلاء کی نالی جس میں مختلف قسم کی غلاظت بہتی ہے، چھچھوندر اس میں گھس جاتی ہے، اپنی حاجت پوری کرنے کیلئے، کیا تم بھی اس میں جاسکتے ہو؟ تم نہیں تمہارے والد بزرگوار بھی گھس جائینگے اتنا بڑا سر لئے ہوئے تو ہم کہیں گے چھچھوندر افضل نہیں ہے، تمہارے والد سے اسواسطے کہ یہ بھی پہنچ گئی، وہ بھی پہنچ گئے، دونوں برابر ہیں، اور اگر چھچھوندر چلی گئی اور آپ کے والد صاحب نہیں جاسکے، تو ہم کہیں گے کہ چھچھوندر آپکے والد صاحب سے افضل ہے، بس ناراض ہوگئے، اُٹھ کر چلدیئے، میں نے کہا مہربان ذراسی بات اور سنتے جائیے؟ آپ کو مذہبی چھیڑ چھاڑ کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے، آئندہ جب کبھی طبیعت کے اندر یہ شوق ابھرے تو اس کا خیال ملحوظ رہے کہ آپ یہاں سے اس حال میں جارہے ہیں کہ بلی کے پاخانہ کا چمچہ آپکے منہ میں، آدمی کے پاخانہ کا چمچہ خانصاحب کے منہ میں آپ کے والد صاحب کا سر بیت الخلاء کی نالی میں ہے پھر بھی اگر شوق ہو تو کر لیجئے ممکن ہے وہاں سے بھی کچھ اس قسم کا تحفہ ملجائے۔

دیوبندیوں سے فتویٰ پوچھنا بریلویوں کی نظر میں

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے یہاں (دارالعلوم دیوبند) سے فتویٰ طلب کیا، جس کا جواب ایک عارض کی بنا پر مختصر دیا گیا، انہوں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو لکھا کہ فلاں مسئلہ کا جواب دارالعلوم دیوبند سے طلب کیا تھا، وہاں حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے انتقال کے باعث مختصر جواب دیا گیا، جس سے تسلی نہ ہوئی، آپ سے فتویٰ طلب کر رہا ہوں، اس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے مسئلہ کا تو وہی جواب دیا جو دارالعلوم سے دیا گیا تھا، مزید براں لکھا کہ دیوبندیوں سے فتویٰ پوچھنا حرام انکو حضرت مولانا کہنا حرام، ان کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ کہنا حرام ہے۔

دیوبندی کا نکاح

ارشاد فرمایا کہ مولوی احمد رضا خاں نے فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے کہ دیوبندی کا نکاح نہ مسلم سے درست نہ کافر اصلی سے درست نہ مرتد سے درست حتی کہ حیوان سے بھی درست نہیں۔

حرکتِ نفس سے نماز کا اعادہ

فرمایا کہ مولوی احمد رضا خاں نے ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد کمرہ میں آ کر نماز کا اعادہ کیا، کسی نے ان سے کہا کہ یہ کونسا مسئلہ ہے؟ کہ امام نماز کا اعادہ کرے اور مقتدی نہ کریں؟ تو کہا کہ حرکت نفس سے میرا کمر بند ٹوٹ گیا تھا، اس لئے میں نے نماز کا اعادہ کیا ہے، ایک مناظر نے، نفس بفتح الفاء کو نفس بسکون الفاء سے بدل دیا۔

قرأۃ خلف الامام پر
ایک غیر مقلد سے گفتگو

قراءۃ خلف الامام پر ایک غیر مقلد سے دلچسپ مکالمہ

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کانپور میں بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، کہ ایک صاحب آئے اور سوال کیا۔

س:۔قرأۃ خلف الامام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ سبق کسی اور حدیث سے متعلق تھا، مگر انہوں نے بیٹھتے ہی یہ سوال کیا؟

ج:۔پہلے مجھے اپنے مخاطب کا موقف معلوم ہو جائے، تب جواب دوں۔

س:۔میں اہل حدیث ہوں؟

ج:۔اب سوال کیجئے!

س:۔قرأۃ خلف الامام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج:۔حضرت مجھے آپ کے سوال سے اذیت ہوئی۔

س:۔سوال سے بھی اذیت ہوتی ہے؟

ج:۔جی ہاں، بعض سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن پاک میں ان کی ممانعت آئی ہے، ارشاد ہے:۔

یایھاالذین امنو الاتسئلو اعن اشیاء ان تبدلکم تسئو کم (اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔

(بیان القرآن ج۳/ص۶۴)

س:۔اذیت کی کیا وجہ ہے؟

ج:۔اذیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ مجھ سے میرا خیال معلوم کررہے ہیں، کیا میرے خیال کا اتباع کریں گے؟ آپ کو معلوم کرنا چاہئے کہ حدیث اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

س:۔ہاں ہاں وہی مطلب ہے؟

ج:۔الحمدللہ، آپ کا ضمیر اندر سے شہادت دے رہا ہے، کہ میرا خیال وہی ہے جو حدیث شریف ہے اسکے خلاف نہیں، یعنی میں جو بات کہونگا حدیث سے کہوں گا، تو سنئے قرأۃ خلف الامام کی فرضیت ثابت نہیں۔

س:۔فرضیت ثابت نہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

ج:۔مجھے آپ کے سوال سے پھر اذیت ہوئی۔

حضرت:۔اس وجہ سے کہ حدیث میں "**البینة علی المدعی**" حافظ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اس کے مشہور ہونے کی صراحت کی ہے، لہٰذا دلیل کا مطالبہ مدعی سے ہونا چاہئے، اور میں مدعی نہیں، اس لئے مجھ سے دلیل کا مطالبہ حدیث شریف کے خلاف ہے، جو اہل حدیث سے بعید ہے، لیکن چلئے پھر بھی بتلائے دیتا ہوں کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے، یہاں نص قطعی موجود نہیں۔

س:۔میں دلیل دیتا ہوں "**لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب**" (اس کی نماز نہیں ہوئی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی)

حضرت:۔یہ کون سے پارے کی آیت ہے؟ یا کونسی سورت ہے؟ یہ تو خبر واحد ہے، آپ نص قطعی کا مفہوم بھی نہیں سمجھتے، توبہ توبہ تاہم حدیث آپ نے پیش کر ہی دی، تو اس سے استدلال کا طریقہ بھی بتلا دیجئے، مجھے تو مدت سے خواہش تھی کہ کوئی اہل علم اور اہل فہم حدیث مل جائیں، تو ان سے دریافت کروں، کہ اس حدیث سے قرأۃ خلف الامام کی

فرضیت کیسے ثابت ہوتی ہے، حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد فرمایا ''**لعلکم تقرؤن خلف امامکم**'' اس سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، اور نہ اس وقت عام معمول قرأت خلف الامام کا تھا، ورنہ سوال کے کوئی معنی ہی نہیں تھے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہوتا، تو صحابہ کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہی حکم دیا تھا، اسلئے ہم قرأت کرتے ہیں، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دریافت نہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے امام کے پیچھے التحیات یا تسبیح پڑھتا ہے، اس واسطے کہ اس کو تمام لوگ پڑھتے تھے، الغرض بعض صحابہ نے دبے لفظوں میں کہا کہ جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے امام کے پیچھے تلاوت کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''**لاتفعلوا الابفاتحة الکتاب فا نه لاصلوٰة لمن لم یقرأبها**، (کذافی بذل المجہود، ص۵۱/ج۲)

س:۔ دیکھئے ہے تو سہی؟

ج:۔ ہاں ہاں ہے، ابھی بتاتا ہوں، **لاتفعلوا** نہی ہے ایک چیز کو منع فرمارہے ہیں، اور الا سے استثناء فرمارہے ہیں، نہی حرمت کو چاہتی ہے، اور استثنا اثبات کو، دونوں کا محل الگ الگ ہونا چاہئے، استثناء کا محل تو مذکور ہے یعنی فاتحہ الکتاب، نہی کا محل کیا ہے، وہ آپ بتائیے۔

س:۔ نہی کے ذیل میں ضم سورۃ وغیرہ رہ گیا یعنی فاتحۃ الکتاب کے علاوہ قرآن کی آیات یا سورۃ کی ممانعت مقصود ہے۔

ج:۔ اچھا اب ہم اعتبار کریں گے، اعتبار جانتے ہو؟

س:۔ ہاں ہاں کسی کی بات کو مان لینا۔

ج:۔ یہ نہیں بلکہ اعتبار محدثین کی اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک حدیث کا متن جتنے طریقوں سے مروی ہے ان تمام کو تلاش کر کے یکجا کرنا پھر حکم تلاش کرنا جب ہم اس حدیث کا اعتبار کرتے ہیں تو ہم کو مختلف الفاظ ملتے ہیں، کسی میں ہے ''**لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً**'' کسی میں ہے ''**فمازاد**'' کسی جگہ ہے ''**وماتیسر**'' کسی جگہ ہے'' **وسورۃ معھا**'' کسی جگہ ہے ''**وایتین معھا**'' (کذافی بذل المجہود، ج۲/ص۵۱) ومعارف السنن ج۳/ص۲۰۴) اب ان تمام طرق کو سامنے رکھ کر بتلایئے کہ ''**لاتفعلوا**'' کے تحت کیا چیز باقی رہ گئی، ایک ہی چیز پر نفی واثبات واقع ہو رہا ہے، اس کا جواب دیجئے، حضرت نے مزید فرمایا کہ اگر ان الفاظ میں کسی کی سند میں کوئی اشکال ہو تو بتلایئے ابھی اس کو کتاب میں دکھائے دیتا ہوں۔

پھر حضرت نے کہا کہ یہ بحثیں تو دوسری قسم کے ذہنوں کے لئے رہنے دیں، میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر آپ مسجد میں ایسے وقت پہونچے کہ امام رکوع میں ہے، پہلی رکعت ہے تو آپ امام کے ساتھ شریک ہوں گے یا نہیں؟ اگر شریک نہیں ہوں گے تو اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ شریک ہو جاؤ، کذافی مصنفہ عبدالرزاق ج۲/ص۲۸۱/اس لئے تارک حدیث ہوئے اور اگر شریک ہوں گے تو اگر رکوع میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں رکوع میں قرآن شریف پڑھنا منع ہے، (کذافی النسائی ج۱/ص۱۶۰) اسلئے تارک حدیث ہوئے، پھر اگر اس میں رکعت کو معتبر قرار نہیں دیتے بلکہ سلام امام کے بعد ایک رکعت اور پڑھیں گے، جیسا کہ بعض اہل حدیث کا عمل ہے، تو یہ اس حدیث کے خلاف ہوگا، جس میں ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا (بذل المجہود، ج۲/ص۸۴) اسلئے تارک حدیث ہوئے پس ان تمام حدیثوں کے خلاف کرتے ہو، پھر بھی اہل حدیث ہو کسی ایک حدیث پر بھی عمل ہے؟

س:۔سرہانے پائنتی ہر طرف سے تو گھیر لیا اب کدھر سے نکلوں؟

ج:۔اب گھر جانے کے بعد نکلنے کا راستہ بھی گھیرنے والے ہی سے معلوم کرتے ہیں کتنے بھولے ہیں آپ۔

س:۔اچھا تم کیا کروگے ایسی صورت میں اگر تم کو یہ صورت پیش آجائے؟

ج:۔ذخیرۂ حدیث آپ کے پاس ختم ہوگیا اگر میں بتلادوں تو عمل کروگے؟ اس پر سائل خاموش رہا، پھر حضرت نے فرمایا آپ وعدہ کیجئے ہماری تقلید کریں گے؟

س:۔یہ منطقی چکر نہ دیں؟

ج:۔چکر میں تو آپ ایسے آگئے کہ نکلنے کا راستہ نہیں!

س:۔اچھا ایسی حالت میں آپ کیا کرینگے؟

ج:۔ہم تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس جائیں گے، اور عرض کریں گے کہ حضرت ہم سرہانے پائنتی ہر طرف سے پھنس گئے ہیں، ہم کو نکلنے کا راستہ بتادیجئے، تو امام ابوحنیفہؒ فرمائیں گے بیٹا اگر امام کو رکوع میں پاؤ تو اس کے ساتھ شریک ہوجاؤ، تاکہ اس حدیث پر عمل ہوجائے، جس میں ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ اس کے ساتھ شامل ہوجاؤ، حدیث کے خلاف نہ کرنا، حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے اور دیکھو بیٹا رکوع میں جانے کے بعد سورۂ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنا بلکہ تسبیحات پڑھنا تاکہ اس حدیث پر عمل ہوجائے، کہ رکوع وسجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے، حدیث کے خلاف نہ کرنا حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے، اور دیکھو بیٹا اس رکعت کو معتبر مان لی جیئو تاکہ اس حدیث پر عمل ہوجائے، کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا، اس نے رکعت کو پالیا، حدیث کے خلاف نہ کرنا حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے، اب ہم امام صاحب سے سوال کریں گے کہ حضرت ایک حدیث رہ گئی "**لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**" تو امام ابوحنیفہؒ فرمائیں

گے کہ بیٹا وہ امام ومنفرد کے حق[1] میں ہے، امام ومنفرد کی نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی۔

مقتدی کے لئے دوسری حدیثیں "اذاقرأفانصتو" (مسلم شریف ج ۱ رص ۱۷۴) یعنی جب امام قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو "من کان له امامٌ فقرأة الامام له قرأة" (کذافی بذل المجہود جلد ۲ رص ۵۳) بحوالہ دارقطنی وابن ماجہ وطبرانی) جس شخص کے لئے امام ہوا امام کی قرأۃ ہی اس کی قرأۃ ہے اور "الامام ضامن" (ترمذی شریف مع عرف الشذی ص ۵۱ رج ۱) آخر امام نے کس چیز کی ضمانت لی ہے۔

س:۔ اس حدیث کا راوی کذاب ہے؟

ج:۔ "اذاقرأفانصتوا" مسلم شریف کی روایت ہے اس کی سند میں گڑبڑی بتلاتے ہو، اچھا وہ کونسا راوی ہے جس کے بارے میں آپ کو اشکال ہے تاکہ میں اس کو نوٹ کرلوں، اور دیکھوا گر آپ نے کسی حدیث سے استدلال کیا اور وہ راوی اس کی سند میں آیا تو میں آپ کی گرفت کرلوں گا۔

س:۔ اس حدیث میں کوئی خرابی نہیں بلکہ دوسری حدیث "من کان له امام فقرأة الامام له قرأة کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔

حضرت:۔ کونسا راوی کذاب ہے؟

سائل:۔ جابر جعفی۔

حضرت:۔ جابر جعفی کو کس نے کذاب لکھا ہے؟

سائل:۔ امام ابوحنیفہؒ نے۔

حضرت:۔ سبحان اللہ تقریباً تیرہ سو برس گذر گئے یہ سنتے سنتے کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی، آج آنجناب کی زبان مبارک سے سن کر بڑی خوشی ہوئی، کہ امام

---

[1] جیسا کہ امام احمد سے بھی ترمذی شریف، ج ۱ رص ۷۲ رپر نقل کیا گیا ہے ۱۲ مرتب۔

ابوحنیفہؒ حدیث جانتے تھے، اور آپ کی زبان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے حدیث میں کوئی کتاب بھی لکھی ہے، جس میں رجال حدیث پر بحث ہے، اور ان کی تقلید میں آپ جابر جعفی کو کذاب کہہ رہے ہیں، اچھا مہربانی فرما کر اس کتاب کا نام بھی بتلا دیجئے اس پر وہ خاموش ہوگیا، عصر کی اذان ہوچکی تھی، وہ اٹھ کر چلنے لگا، حضرت نے فرمایا کہ کم از کم عصر کی ایک نماز تو احناف کے پیچھے پڑھتے ہی جایئے، آپ کو اختیار ہے آپ قرأۃ کر لیجئے گا۔

سائل:۔ نہیں ضروری کام ہے جلدی جانا ہے۔

حضرت:۔ اچھا ایک حدیث سنتے جایئے، صحاح ستہ کی روایت ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے، (کذا فی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۴ ر بحوالہ بخاری ومسلم) کیونکہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے تمام حجر و مدر مؤذن کے حق میں قیامت کے دن شاہد بنیں گے، وہ بھاگتا ہے کہ میرا نام شاہدین کی فہرست میں نہ آجائے، اسی طرح دوسری حدیث میں ہے "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵ ر ج ۲)

یعنی جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرلیگا، اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا، تو اگر آپ جائینگے تو شیطان کی مشابہت اختیار کرنی پڑے گی، (اوجز، ج ۱ ص ۳۷) میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ وضو میں جب ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے تو ہاتھ سے صاف کرے، صرف سانس سے جھٹکا دیکر صاف نہ کرے، کیونکہ اس میں حمار (گدھے) کی مشابہت ہے تو شیطان کی مشابہت سے بھی بچنا چاہئے، اس پر وہ شخص چلا گیا، اور کوئی جواب نہ دیا۔

مذاہب اربعہ سے متعلق
غیر مقلد سے گفتگو

مذاہب اربعہ سے متعلق غیر مقلد سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک مجھ سے بھی زیادہ بوڑھے شخص لاٹھی پر ٹیک لگاتے ہوئے میرے پاس آئے، کسی نے مجھے بتایا کہ یہ غیر مقلد ہیں، اور آپ کو غیر مقلد بنانے آئے ہیں، آکر کہنے لگے، کہ ایک بات کہوں خفا نہ ہونا میں نے عرض کیا کہ اگر وہ بات خفگی کی ہوگی، تو ضرور خفا ہونگا میں کوئی دیوار ہوں اس کو جو چاہو کہہ لو وہ کوئی جواب نہیں دیتی، مجھ کو تو مقید کرتے ہو، کہ خفا نہ ہوں اور خود آزاد رہنا چاہتے ہو، کہ جو چاہو پوچھو، آپ خفگی کی بات نہ کہیں میں خفا نہ ہونگا، لیکن آپ خفگی کی بات کہیں گے تو میں ضرور خفا ہوں گا، کہنے لگے یہ چاروں مذہب چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے ہیں نا؟ میں نے کہا یہ لفظ اسم اشارہ ہے، جو محسوس ومبصر کے لئے آتا ہے، کیا مذاہب اربعہ آپ کو نظر آرہے ہیں، کہیں رکھے ہوئے ہیں، جو آپ کو محسوس ہورہے ہیں، کہنے لگے، کہ یہی میں نے کہا کہ انہیں یہی تو پوچھ رہا ہوں شاید آپ کو ائمہ اربعہ کے نام لیتے ہوئے شرم آرہی ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب کیوں نہیں کہتے، کہا ہاں میں نے کہا، پھر آپ نے یہ کیسے کہدیا کہ چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے ہیں، شاید کسی غیر مقلد کی کتاب میں دیکھ لیا ہوگا، اسی کی تقلید میں کہہ رہے ہیں، اسی اندھی تقلید کو تو ہم حرام بتاتے ہیں، اس کے بعد میں نے کہا کہ اچھا آپ کا قول ''مذاہب اربعہ چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے'' تو صغریٰ ہوا، اور اگر بالفرض یہ صحیح ہے، تو اب کبریٰ لگایئے کہ جو چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے وہ باطل

مردود جہنم میں پھینکنے کے قابل ہے اس پر جواب دیا کہ دیکھو جی جو بات جیسی ہوگی ویسی ہی کہی جائے گی، آپ خفا نہ ہو جیئے گا میں نے کہا اچھا یہ بتایئے آپ کب پیدا ہوئے، چوتھی صدی سے پہلے یا بعد میں؟ آپ کے والد کب پیدا ہوئے؟ آپ کے دادا کب پیدا ہوئے؟ دس پشتوں تک بتاتے چلے جایئے، نیز ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، میاں نذیر حسین اور نواب صدیق حسن بھوپالی یہ سب کب پیدا ہوئے سب باطل مردود جہنم میں پھینکنے کے قابل ہیں اس پر وہ خفا ہو کر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، تو میں نے کہا دیکھو جی جو بات جیسی ہوگی ویسی ہی کہی جائے گی، آپ خفا نہ ہو جیئے گا، اور دیکھئے مذاہب اربعہ کا وجود چوتھی صدی کے بعد نہیں ہوا اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

امام مالکؒ ۹۵ھ میں امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں اور امام احمدؒ ۱۶۴ھ میں (شامی ج ۱ ص ۴۵) لہٰذا آپ کے قول کے مطابق بھی یہ مذاہب اربعہ باطل نہیں۔

عورت کو سربراہ مملکت بنانے سے متعلق دلچسپ مکالمہ

عورت کو سربراہ مملکت بنانے سے متعلق ایک دلچسپ مکالمہ

کئی حضرات سے ایک مجلس میں ملاقات ہوئی، ایک صاحب نے کسی صاحب کا تعارف کرایا، کہ ان کو قرآن پاک کی تحقیقات کا زیادہ شوق ہے، اور دینی مسائل سے بہت زیادہ واقفیت رکھتے ہیں، آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، فوراً وہ صاحب بولے، کچھ پوچھنا تو نہیں تبادلۂ خیال کرنا ہے، پھر کہنے لگے، عورت کو مملکت کا سربراہ بنانا کیسا ہے؟ اور جو کچھ جواب دیں کتاب وسنت سے جواب دیں، فقہی جزیات پیش نہ کریں۔

میں نے کہا پہلے یہ معلوم ہو جائے، کہ مخاطب کا موقف کیا ہے، تاکہ جواب دینے میں سہولت ہو، بتلایئے آپ کا مسلک ومشرب کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے کہا، دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ میں اپنی طرف سے جواب دوں، دوسری صورت یہ ہے کہ مولانا مودودی کیطرف سے جواب دوں، غالباً دوسری صورت آپ کے نزدیک زیادہ قابل ترجیح ہوگی (کیونکہ آپ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں) وہ کہنے لگے ان (مودودی صاحب) کا اس بارے میں کیا مسلک ہے؟ میں نے کہا، ان کے نزدیک تو عورت کو سربراہ بنانا جائز نہیں، کہنے لگے، اس کا ثبوت کیا، میں نے کہا، کتاب میرے پاس نہیں، البتہ حوالہ دیئے دیتا ہوں، ترجمان القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

پاکستان کی کسی اسلامی کورٹ میں عورت کو سیاسیات میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ جنگ جمل سے استدلال کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا حضرت ابن عمرؓ نے انہیں منع کیا، فلاں فلاں نے منع کیا اور پھر وہ پچھتاتی رہیں، کہ میں نے غلطی کی۔

اس موقعہ پر مودودی صاحب نے ایک ایسی بات لکھی ہے، جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

جو لوگ ان مقدس ہستیوں کی زندگیوں سے ان کی غلطیوں اور لغزشوں ہی کو چن چن کر نکالتے رہتے ہیں، وہ ان کی پاکیزہ زندگیوں پر ظلم کرتے ہیں۔

وہ کہنے لگے اچھا آپ کے نزدیک کیا ہے؟ میں نے کہا پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے نزدیک مودودی صاحب کی یہ رائے غلط ہے اگر انکی یہ رائے آپ کے نزدیک صحیح نہیں تو آپ مجھ سے پوچھیں میں بتاؤں گا، اپنی رائے کہنے لگے آپ کو اپنی رائے بتانے میں کیوں تامل ہے؟ میں نے کہا یہ سوال ایسا ہے جیسے پیٹ کا درد ایک شخص ڈاکٹر کے پاس گیا اور اس کو بتایا کہ میرے پیٹ میں درد ہے، ڈاکٹر نے دوا دیدی اب اگر اس سے فائدہ ہوا تو کیا ضرورت ہے دوسرے ڈاکٹر کے پاس جانے کی، اگر اس سے فائدہ نہیں ہوا تو علاج تبدیل کرنے میں مضائقہ نہیں دوسرے ڈاکٹر کے پاس جانے میں حرج نہیں، تو معلوم ہو جائے کہ مودودی صاحب کا یہ خیال آپ کو پسند نہیں، یا کتاب وسنت کے خلاف ہے تو پھر آپ مجھ سے پوچھئے میں بتاؤں گا، اپنی رائے بھی، کہنے لگے، آپ کو اپنی رائے بتانے میں شرم کیوں معلوم ہوتی ہے؟ میں نے کہا، شرم تو خیر کوئی بری چیز نہیں اچھی چیز ہے۔

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الایْمَانِ[1] (حدیث) اچھا میں بتلاتا ہوں سنئے!

مجھے مودودی صاحب سے بنیادی اختلاف ہے، اس اختلاف کے باوجود یہ بات بعید ہے کہ اگر ان کے قلم سے کوئی بات کہیں اتفاق سے صحیح نکل جائے، تو میں اسے غلط کہنے لگوں ایسا نہیں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا[2] میرے نزدیک ان کی یہ رائے صحیح ہے، کہ عورت کو سربراہ بنانا جائز نہیں، وہ کہنے لگے، دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا دیکھئے ذرا سنبھل کر بات کیجئے بارہ چودہ برس ہوئے مودودی صاحب کی اس عبارت کو چھپے ہوئے شائع ہوئے اور آپ حضرات کے نزدیک سب سے بڑا کام یہی ہے کہ مودودی صاحب کا لٹریچر پھیلایا جاوے۔

اس کو بار بار پڑھا جائے، اس کی تلاوت کی جائے، سنایا جائے، مگر اتنی مدت میں کسی کے منہ میں زبان نہیں تھی کہ مودودی صاحب سے پوچھتا اس کی دلیل کیا ہے؟ آج یہی بات میں کہتا ہوں، تو مجھ سے دلیل پوچھی جاتی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ حضرات کے یہاں تو ناقدانہ نظر ہے کسی کی ذہنی غلامی نہیں ہے، ہر ایک پر تنقید جزء دین ہے کسی سے عقیدت آپکے یہاں نہیں، جو محض عقیدت کی بنا پر مان لیں، مگر بارہ چودہ سال سے مودودی صاحب کی بات کو بلا دلیل تسلیم کر رہے ہیں، اور آج وہ بات میری زبان سے نکلتی ہے، تو مجھ سے اس کی دلیل پوچھی جاتی ہے، اس کا کیا مطلب؟

---

[1] حیاء ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے ۱۲۔

[2] اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جاوے کہ تم عدل نہ کرو۔ (بیان القرآن)

اس نے کہا:۔اچھا نہ بتائیے دلائل ہوں گے نہیں میں نے کہا اچھا میں بتاتا ہوں، میں نے جو یہ رائے قائم کی ہے یہ مودودی صاحب کے لکھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے پاس دلائل کا انبار ہے جن کے اٹھانے کے لئے آپ کو قلی کی ضرورت پیش آئیگی، خود آپ سے نہ اُٹھیں گے۔

سنئے :۔(۱) ایک بچہ ہے جس کو نو ماہ تک ماں نے اپنے پیٹ میں رکھا ہے پھر دو برس تک اس کو اپنے سینے سے لگا کر خون جگر پلایا ہے جتنی حفاظت گرمی سردی سے اپنی کی ہے، اس سے کہیں زیادہ حفاظت بچے کی کی ہے، اس کے باوجود جب اسکی شادی کا وقت آتا ہے، تو ولایت ماں کو حاصل نہیں ہے، باپ کو حاصل ہے، عورت کی سربراہی اس بچے پر شریعت نے تسلیم نہیں کی ہے تو ساری مملکت کا اس کو کیسے سربراہ بنا سکتے ہیں؟

(۲) ایک مکان ہے جس میں ایک شخص رہتا ہے، اس کے ساتھ بیوی ہے بچے ہیں، ماں ہے، بہن ہے، ان سب پر سربراہی مرد کو حاصل ہے، کسی عورت کو سربراہی حاصل نہیں۔

(۳) قرآن کریم میں ہے **الرجال قوامون علی النساء**[1] پارہ ۵/رکوع ۳/اس آیت شریفہ میں مردوں کو قوام بنایا گیا ہے، عورتوں کے اوپر عورتوں کو قوام نہیں بنایا گیا ہے مردوں کے اوپر۔

(۴) حدیث پاک میں ہے **"لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ"**

اس قوم کو ہرگز فلاح میسر نہوگی جس نے اپنے امور کسی عورت کے ہاتھ میں دیدیئے یعنی اس کو سربراہ بنالیا انہوں نے کہا عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش چلنا چاہئے میں نے کہا غلط ہے، حدیث پاک میں ہے:۔

---

[1] مرد حاکم ہیں عورتوں پر (بیان القرآن)

(۵)اخروھن من حیث اخرھن اللّٰہ عورتوں کومؤخر رکھو جیسے کہ اللہ نے ان کو مؤخر رکھا ہے، دوش بدوش چلیں گی، تو پیچھے (مؤخر) کہاں رہیں گی، وہ تو برابر آجائیں گی، اسی وجہ سے اگر عورت نماز میں مرد کے برابر کھڑی ہوجائیگی، تو مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی، کچھ شرطوں کے ساتھ۔

(۶) عورت کو مردوں کے لئے دو رکعت کا امام (سربراہ) بنانے کی اجازت نہیں دی گئی چہ جائے کہ ساری مملکت کا امام (سربراہ) اس کو بنایا جائے۔

(۷) عدالت میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ انمیں ایک مرد کی خبر قبول کر لیجاتی ہے مثلاً رمضان شریف کے چاند کے لئے جبکہ مطلع صاف نہ ہو تو ایک ثقہ عادل کی خبر کافی ہے، بعض معاملات میں دو مردوں کی شہادت ضروری ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے، **واستشھدوا شھیدین من رجالکم**[۱] بعض معاملات میں چار مردوں کی شہادت ضروری ہے اس میں عورت کی شہادت معتبر نہیں، جیسے زنا کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے ''**فاستشھد واعلیھن اربعۃ منکم**[۲] '' نیز ارشاد ہے :۔

''' **والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو اباربعۃ شھداء فاجلد وھم** '''[۳]

اگر عورت کو حاکم بنایا جائیگا تو اس کی عدالت میں بعض ایسے مقدمات بھی آئیں گے، جن میں اسکی شہادت مقبول نہیں اس کا فیصلہ کیسے نافذ ہوگا، اس پر انہوں نے کہا کہ قانون تو بنائے گی

---

[۱] اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کرلیا کرو (بیان القرآن)

[۲] سو تم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کرلیا کرلو (بیان القرآن)

[۳] اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی دُرّے لگاؤ۔ (بیان القرآن)

پارلیمنٹ نافذ عدالت کرے گی، میں نے کہا ''استغفر اللّٰہ'' توبہ کیجئے تجدید ایمان کیجئے قانون سازی کا حق آپ پارلیمنٹ کو دے رہے ہیں، جماعت اسلامی کا لٹریچر بھرا پڑا ہے کہ قانون سازی کا حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں تجدید ایمان کیجئے۔

انہوں نے کہا عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں، میں نے کہا آپ غلط کہہ رہے ہیں، نص قطعی (قرآن کریم) کے خلاف کہہ رہے ہیں، قرآن کریم میں **یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین**[1] پارہ ۴ رسورۂ نساء۔

یہاں مرد کا حصہ دوہرا اور عورت کا اکہرا (مرد سے نصف) حصہ بتایا گیا انہوں نے کہا:۔ یہ تو اولاد کے بارے میں حکم ہے میں نے کہا کیا اولاد مرد عورت نہیں ہوتی؟ کہنے لگے میں شوہر بیوی کے بارے میں کہتا ہوں، میں نے کہا اس کے بارے میں بھی ایسا ہی حکم موجود ہے شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے، اس نے اولاد چھوڑی ہے تو بیوں کو آٹھواں حصہ $\frac{1}{8}$ ملتا ہے، اور اولاد نہیں چھوڑی ہے، تو چوتھائی حصہ ($\frac{1}{4}$) ملتا ہے۔

اور عورت کا انتقال ہونیکے بعد اولاد نہیں چھوڑی تو نصف حصہ ($\frac{1}{2}$) ملتا ہے، اور اگر اولاد چھوڑی ہے تو چوتھائی حصہ ملتا ہے، برابر سرا برنہیں ملتا ''**ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مماترکن**[2] الخ **ولھن الربع مماترکتم ان لم یکن لکم ولدفان کان لکم ولد فلھن الثمن**[3] (سورۃ نساء)

---

[1] اور اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ (بیان القرآن)

[2] اور تم کو آدھا ملیگا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملیگا۔ (بیان القرآن)

[3] اور ان بیبیوں کو چوتھائی ملیگا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ، اگر کچھ تمہاری اولاد ہو اور اگر کچھ تمہارے اولاد نہ ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملیگا۔ (بیان القرآن)

خیر سے وہ بیچارے حافظ نہیں تھے، اتنی کمی تھی، ان میں ایک آیت ان کے ذہن میں گھوم رہی تھی، مگر حافظ نہ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے تھے، اس لئے میں نے ہی کہا، شاید آپ کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے، **ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف**[1] کہنے لگے ہاں ہاں میں نے کہا تھوڑا سا اور آگے پڑھ دیجئے کیا لکھا ہے ''**و للرجال علیهن درجة**''.[2]

عورتوں کا ووٹ شریعت میں

اس کے بعد کہنے لگے :۔عورتوں کو مردوں کی طرح ووٹ دینا چاہئے ؟ میں نے کہا نہیں غلط کہتے ہو، ووٹ کے معنی ہیں رائے ،اور رائے اس کی معتبر ہوتی ہے جس کی عقل کامل ہو، جس کا دین کامل ہو۔

عورت کا دین ناقص ہے، عقل بھی ناقص ہے[3] پس ناقصات العقل والدین کی رائے کیسے معتبر ہوسکتی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''**شاوروهن وخالفوهن فان فی خلافهن الخیر و البرکة**'' عورتوں سے مشورہ کرو، اور جو وہ مشورہ دیں، اسکے خلاف کرو، اس خلاف میں خیر و برکت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

---

[1] اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں ، جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں ، قاعدہ کے موافق ۔(بیان القرآن)

[2] اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے ۔(بیان القرآن)

[3] یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے ۔

طاعة النساء ندامة ،عورتوں کی اطاعت کا نتیجہ شرمندگی ہے،حضرت بن مسعودؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو یہ فرماتے ہیں (جو ذکر کیا گیا) اور آپ کہتے ہو کہ ان کو ووٹ دینا چاہئے ، ہاں اگر ان کو ووٹ اس واسطے دئے جائیں، کہ اسکے خلاف فیصلہ کیا جائیگا، تو ٹھیک ہے، انہوں نے کہا کہ قرآن پاک میں تو ایک عورت کی رائے کا تذکرہ ہے، اس نے رائے دی وہ صحیح نکلی میں نے جواب دیا کسی عورت کی رائے انفرادی طور پر معتبر ہو جائے یہ ہوسکتا ہے،لیکن الیکشن لڑنے کے لئے عورتوں کی رائے لینا یہ بالکل ثابت نہیں اور اگر کسی ایک کی رائے معتبر ہونے سے استدلال کیا جاسکتا ہے،تو قرآن پاک میں شیطان کی بھی رائے کا تذکرہ ہے اس نے ایک رائے قائم کی تھی،اور وہ صحیح نکلی ارشاد ہے "**قال رب فبما اغویتنی لا قعدن لهم صراطک المستقیم ثم لاٰتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولاتجدا کثرهم شاکرین**[1] (سورہ اعراف)

اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس کو بھی اپنی مملکت کا سربراہ بنا لیجئے یا اس سے رائے لیا کیجئے ،وہ ووٹر تو ہر وقت ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

---

[1] وہ کہنے لگا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کرونگا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں جانب سے بھی، اور انکی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائینگے۔(بیان القرآن)

سلطانہ رضیہ اور ملکۂ سبا سے استدلال

انہوں نے کہا ہندوستان میں سلطانہ رضیہ نے حکومت کی ہے، میں نے کہا (سلطانہ رضیہ کا نام لیتے ہو) مسواک کیجئے کلی کیجئے، آپ سلطانہ رضیہ کا نام لے رہے ہیں، وہ کتاب اللہ تھی یا سنت تھی؟ کیا چیز تھی میرے اوپر تو ابھی آپ نے پابندی عائد کردی تھی، کہ جواب کتاب وسنت سے دیں، فقہی جزئیات پیش نہ کریں، خود آپ کیا پیش کررہے ہیں؟ کہنے لگے:۔ اچھا ملکہ سبا کے پاس تو حکومت تھی جس کا ثبوت قرآن سے ہے، میں نے کہا جی ہاں اس کی حکومت تھی، لیکن جب تک وہ کافرہ تھی جب تک اس نے کلمۂ اسلام نہیں پڑھا تھا اسکی حکومت تھی اور جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی اور ماتحت ہوگئی، تو اس کی حکومت کہاں رہی؟ **قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للّٰہ رب العالمین**[1] (پارہ ۱۹ سورہ نمل) اب آپ بتائیے کہ کلمۂ پڑھنے سے پہلے کی حالت آپ کے نزدیک قابل اتباع ہے، یا کلمۂ اسلام پڑھنے کے بعد کی حالت قابل اتباع ہے؟

---

[1] بلیقین کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں سلیمانؑ کے ساتھ ہوکر رب العالمین پر ایمان لائی۔ (بیان القرآن)

کیا عورتیں جہاد کریں؟

کہنے لگے عورتوں کو جہاد کرنا چاہئے، میں نے کہا یہ بھی غلط حدیث پاک میں ہے کہ عورتوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ مرد جہاد کرتے ہیں، جماعت کی نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، جنازہ میں جاتے ہیں، عورتیں ان میں سے کوئی کام نہیں کرتیں، مرد ثواب میں آگے ہو جاتے ہیں، عورتوں کو کوئی ترکیب بتایئے کہ مردوں سے پیچھے نہ رہیں؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جہاد کیا کرو، بلکہ اس کا بدل تجویز فرمایا، انہوں نے کہا کہ عورتیں جہاد میں گئی ہیں، میں نے کہا ہاں ایک دو مرتبہ بعضی عورتیں پہنچ گئی ہیں، جب خبر پہنچی کہ مردوں پر جنگ میں بہت سخت وقت ہے، تو بے اختیار چلی گئیں پانچ چھ عورتیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کے ساتھ آئیں کس کی اجازت سے آئیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس دوا ہے، کچھ مرہم پٹی کر دیں گی، زخمیوں کی کچھ تیر پکڑانے میں مدد کریں گی، وہ موقعہ ان کو واپس کرنیکا نہیں تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمالی، باقی یہ کہیں نہیں عورتوں کی فوج بنا کر دشمنوں کے مقابلے پر بھیجدی گئی ہوں، اور ڈوب مریں وہ مرد جو گھر میں بیٹھے رہیں، اور عورتوں کو دشمن کے مقابلے کے لئے بھیجیں اس پر وہ بیچ میں بول پڑے کہ عورتوں کو گھوڑے کی سواری سیکھنی چاہئے، میں نے کہا، غلط کہتے ہو، فتح القدیر میں روایت موجود ہے لعن اللّٰہ الفروج علی السروج ان عورتوں پر خدا کی لعنت جو گھوڑا سواری

کریں، عورتیں گھوڑ سواری نہیں کرسکتیں، یہ مردوں کا کام ہے، جوعورت مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے، اس پر لعنت آئی ہے، **لعن اللّٰہ المشبھات من النساء بالرجال (الحدیث)** (اللہ تعالیٰ مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائے۔۱۲) پھر میں نے پوچھا کہ آپ کو اتنی سخت ضرورت کیا پیش آئی کہ عورت کو اتنا بڑھانا چاہتے ہیں، کیا سارے پاکستان میں کوئی مرد اس قابل نہیں رہا، انہوں نے کہا کہ ایوب خاں کا پنجۂ استبداد وظلم بہت سخت ہے اس سے پاکستان کی مخلوق پریشان ہے میں نے کہا، اب سمجھ میں آ گئی بات آپ ایوب خاں کے ہاتھ سے پنجۂ استبداد لیکر مس فاطمہ جناح کے دست نازک میں دینا چاہتے ہیں کہ جو جب چاہے، اس کو مروڑ دے، آخر اسکی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مودودی صاحب خود کیوں میدان میں نہیں آ جاتے، وہ تشریف لے آویں ہم ان کی مخالفت نہیں کریں گے وہ مس فاطمہ جناح کے آنچل میں کیوں پناہ لیتے ہیں؟ اس پر انہوں نے ذرا غصہ سے کہا، کہ کیا آپ کے نزدیک ایوب خاں اہل ہیں؟ میں نے کہا دیکھئے مجھے معلوم نہیں کہ ایوب خاں کی زندگی کیسی ہے؟ آزاد زندگی ہے یا پابند شریعت ،اگر انکی زندگی آزاد ہو مگر وہ آج ہی توبہ کر کے پابند شریعت بن جائیں تو آج ہی سے وہ اہل ہو جائینگے ،لیکن مس فاطمہ جناح اگر ستر برس بھی توبہ کرتی رہیں، تو بھی اہل نہیں بن سکتیں (بوجہ عورت ہونے کے) اہلیہ تو بن سکتی ہیں (کسی مرد کی) لیکن اہل نہیں بن سکیں گی، (سربراہ بننے کی) اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی اس لئے کہنے لگے اچھا اب گفتگو ختم کر دیجئے، میں نے کہا، ہاں اب دلائل برداشت نہیں ہوئے قلی کی ضرورت پیش آ ہی گئی، خود یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

خدا نظر کیوں نہیں آتا

ایک ڈاکٹر سے گفتگو

خدا نظر کیوں نہیں آتا ایک ڈاکٹر سے گفتگو

ایک دفعہ ایک جگہ سفر میں گیا ہوا تھا، وہاں جب مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا، سڑک پر ایک صاحب نے ہاتھ پکڑا اور کہا کہ مولانا صاحب ایک مسئلہ پوچھنا ہے، یہ بتایئے خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، جب تک میں پانچوں چیز سے نہ دیکھ لوں، میں تسلیم نہیں کرسکتا؟

میں نے کہا کہ مسٹر جواب ذرا دیر طلب ہے، سڑک پر کھڑے کھڑے جواب دشوار ہے، فلاں جگہ پر میرا قیام ہے، وہاں تشریف لے آیئے، کہنے لگا واہ مولانا صاحب ذرا سے مسئلہ کے واسطے بھی آپ کے دربار عالی میں حاضر ہونا پڑے گا، بس ان کی اسی بات سے مزاج کا پتہ چل گیا، سارے مزاج کا شروع سے اخیر تک کیسا مزاج ہے، میں نے ان سے کہا اگر آپ نے ڈاکٹری پڑھی ہو، آپریشن میں مہارت حاصل کی ہو، آنکھ کے آپریشن میں آپ بڑے ماہر ہوں، تو اگر اس وقت یہیں کھڑے کھڑے ایک شخص کہے کہ ڈاکٹر صاحب میرے آنکھ میں موتیا آگیا، آپ کے پاس آپریشن کرنے کے لئے اوزار بھی ہیں، ذرا میری آنکھ کا آپریشن کرتے جایئے، آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ کہیں گے بھئی آپریشن اس طرح نہیں ہوا کرتا، ہسپتال میں آؤ، وہاں داخلہ لو، وہاں پیٹ صاف کیا جائے گا، تمہاری آنکھوں کے بال کاٹے جائیں گے، تمہیں لٹایا جائیگا، تمہاری آنکھ کو بے حس کیا جائیگا، تب

آپریشن ہوگا، پھر پٹی بندھے گی، اتنے گھنٹے تک سیدھے لٹے رہوگے، اس طرح سے ہوگا، تب وہ آپ کے جواب پر کہنے لگے، واہ ڈاکٹر صاحب تھوڑی سی بات کے واسطے بھی آپ کے دربار عالی میں حاضر ہونا پڑیگا، تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اگر آپ نے اس کے فقرے سے متاثر ہوکر وہیں کھڑے کھڑے آپریشن کردیا تو میں کہونگا کہ آپ نے اس مریض کے ساتھ بدخواہی کی، اس کی آنکھ پھوڑ دی، آپ نے اپنے فن کے ساتھ خیانت کی، حکومت کو اگر پتہ چل جائے کہ آپ نے اس طرح سڑک پر کھڑے کھڑے آپریشن کردیا، تو آپ کا ڈپلوما ضبط کرلے، آپ کو سزا دے، فوراً ان کی سمجھ میں آگیا، کہا کہ اچھی بات ہے، میں آتا ہوں، یہ لوگ دلائل کی حقیقت کو نہیں جانتے، نظائر کو جانتے ہیں، نظائر سے بہت جلدی سمجھ جاتے ہیں، دلائل سے نہیں سمجھتے۔

تو انہوں نے وعدہ فرمالیا کہ میں آونگا، چنانچہ پھر ایک روز وہ آئے، اور انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ سے مسئلہ پوچھا تھا، میں نے کہا اچھا اب کہئے اپنا سوال میں بھی فارغ، آپ بھی فارغ، انہوں نے کہا کہ خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، جب تک میں پانچوں چیز سے نہ دیکھ لوں میں تسلیم نہیں کرسکتا، میں نے کہا کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کہیں سے یا کسی سے یہ الفاظ سن لئے ہیں، اور بغیر معنیٰ مطلب سمجھے آپ نے ان کو یاد کرلیا، جیسے طوطا رٹا کرتا ہے، نبی جی، میاں مٹھو، جس طرح وہ مطلب سمجھے بغیر بولدیتا ہے، اسی طرح آپ نے کہیں سے یہ الفاظ سن لئے اور مطلب سمجھے بغیر آپ نے بولدیئے، ان کو یہ بہت ناگوار گذرا، کہنے لگے کہ آپ نے کیسے کہدیا؟ کہ میں نے مطلب نہیں سمجھا، میں نے کہا میں نے ایسے کہدیا کہ آپ اپنے سوال

کی تشریح نہیں کر سکتے، جب میں آپ سے تشریح پوچھوں، انہوں کہا کیسے نہیں کرسکتا ہوں، میں ابھی تشریح کردونگا، پوچھئے آپ، میں نے کہا کہ بتایئے پانچ چیزیں آپ کے پاس کیا ہیں؟ دیکھنے کے لئے، اس نے کہا یہی حواس خمسہ، باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ، سب یہی پانچ چیزیں ہیں؟

میں نے کہا قدرت نے دیکھنے کے لئے باصرہ بنائی ہے، بقیہ چار چیزیں دیکھنے کے لئے نہیں بنائی، کسی چھوٹے بچہ سے پوچھوں کہ تم کس چیز سے دیکھتے ہو؟ وہ کہے گا آنکھ سے، اس سے کہو کان سے دیکھتے ہو تم؟ تو کہے گا کہ نہیں غلط ہے کان سے نہیں دیکھتا، کان کا کام دیکھنا نہیں، سننا ہے، کہو کہ ناک سے دیکھتے ہو؟ کہے گا کہ نہیں، ناک کا کام سونگھنا ہے، اس سے کہو کہ زبان سے دیکھتے ہو؟ کہے گا کہ نہ، زبان کا کام چکھنا ہے، کہو کہ ہاتھ سے دیکھتے ہو، کہے گا کہ نہیں ہاتھ کا کام چھونا ہے، غرض یہ کہ بچہ بھی یہ باتیں سمجھتا ہے، اور آپ نے اتنی تعلیم پائی خدا جانے کیا کیا پڑھا ہوگا، گریجویٹ کہیں کئے ہوئے ہوں گے، آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں، پھر ذرا اچھی طرح سلجھا کر ان کو سمجھایا تو کہنے لگے، کہ ہاں بات تو ویسی ہی ہے، اور کہا کہ اب سوال کیجئے، تو انہوں نے پھر سوال کیا خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، جب تک میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اس وقت تسلیم نہیں کرسکتا، میں نے کہا آپ کے اس سوال کے خیمہ کے پانچ ستون تھے، جن میں سے چار تو گر گئے، ایک رہ گیا، اس پر آپ اب تک اتنی شدت سے قائم ہیں؟ مجھے بتائے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں کیا سب کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہی تسلیم کرتے ہیں، بغیر دیکھے تسلیم نہیں کرتے اپنا کان دیکھا ہے آپ نے آئینہ میں عکس دیکھا ہوگا، کان نہیں دیکھا ہے، اگر کوئی کہے کہ آپکے کان نہیں تو آپ کہیں کہ

ہے کان، تو کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، اپنی آنکھ دیکھی ہے؟ آئینہ میں آنکھ دیکھی ہے اپنی، اگر کوئی کہدے کہ آپ نابینا ہیں، اندھے ہیں آپ کے آنکھ تو ہے نہیں بتایئے؟ آپ نے اپنی آنکھ دیکھی ہے، آنکھ سے آپ نے اپنی گردن دیکھی ہے؟ سینہ میں دل دیکھا ہے؟ زبان دیکھی ہے، جگر دیکھا ہے، کمر دیکھی؟ کچھ بھی تو نہیں دیکھا آپ نے، دنیا میں آکر دوسروں کی تو یہ چیزیں دیکھتے پھرتے ہو، اپنی نہیں دیکھی، ان میں سے کسی ایک چیز کی نفی کیجائے، آپ ماننے کو تیار نہیں، میں نے کہا کہ اچھا بتایئے کہ اس شہر کی آبادی مردم شماری کتنی ہے؟ انہوں نے فوراً فرمایا، ایک لاکھ چھتیس ہزار میں نے کہا ہر شخص کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہر فرد کو دیکھا ہے آپ نے؟ یوں بتادیا ایک لاکھ چھتیس ہزار کیا ہر شخص کو دیکھا ہے؟ تب وہ خاموش ہوگئے، میں نے کہا آنکھ کی روشنی بھی دیکھی ہے؟ آنکھ کی پتلی آپ نے دیکھ لی ہوگی اور جو آنکھ کے اندر روشنی ہے جس کو نگاہ کہتے ہیں، وہ تو آئینہ میں بھی نظر نہیں آتی، لیکن ہے آپ کے پاس یقین ہے آپ کو کہ موجود ہے حالانکہ آپ نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔

بہت ساری مثالیں دیں، کسی چیز کو رد تو کر نہیں سکے وہ باقی ہاں سمجھ میں آرہا تھا کہ ان کا دل قبول نہیں کررہا ہے، میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ بتایا، والد کا نام کیا ہے؟ بتایا، میں نے کہا کہ والد کا والد ہونا بھی دیکھا ہے، آپ نے؟ ایک شخص کو تو دیکھا ہے لیکن والد ہونے کی بنیاد بھی دیکھی ہے، یہاں آکر وہ خاموش رہے۔

اتنا بڑا دعویٰ کہ جب تک میں اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں اس کا وجود تسلیم نہیں کرسکتا، بتایئے صدر جمہوریہ ہند کو آپ نے دیکھا ہے؟ نہیں دیکھا، مکہ دیکھا ہے؟ مدینہ دیکھا ہے؟

انگلینڈ دیکھا؟ کچھ نہیں دیکھا لیکن ان سب چیزوں کا یقین ہے بغیر اپنی آنکھ سے دیکھے تسلیم کرتے ہیں، اچھا یہ بتایئے کہ قدرت نے یہ جو پانچ چیزیں دی ہیں، پہلے تو آپ ان پانچ چیزوں سے دیکھنے کے دعویدار تھے، اب وہ چار چیز سے دیکھنے کو تو ختم کر دیا، لیکن کیا ان چار چیزوں سے کسی قسم کا کوئی علم حاصل نہیں ہوتا، اچھا آنکھ کو آپ نے کارآمد قرار دیا بقیہ چار چیزوں کو بیکار قرار دیا، آپ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اپنی آنکھ سے دیکھیں گے تو یقین کریں گے، اور ان چار سے کوئی چیز حاصل ہو، علم میں آئے تو اس کا یقین نہ کریں گے؟ تو گویا آپ کے نزدیک حواس خمسہ میں سے چار بیکار ہوئے، ایک کارآمد ہے، لہٰذا یہ دعویٰ یہ مطالبہ کہ جب تک اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں تسلیم نہیں کرسکتا، کہاں تک صحیح ہے، بالکل غلط ہے، آئندہ کہیں کسی سمجھدار آدمی کے پاس ایسی بات نہ کہیئے گا، میں نے کہا کہ یہ سوال کرتے کہ ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں دیکھ سکتے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ اچھا یہی بتا دیجئے؟ میں نے کہا کہ ہاں دیکھ لیں گے، آپ بتایئے کہ اگر آپ صدر جمہوریہ امریکہ کو دیکھنا چاہیں تو آپ کا مطالبہ ہو کہ اسی وقت یہیں بیٹھے بیٹھے اسی حال میں دیکھ لیں تو کیا دیکھ لیں گے؟ نہیں دیکھ سکتے، آپ کو سفر کرنا ہوگا، مختلف سواریوں کا سفر کرنا ہوگا، آپ کو ویزا پاسپورٹ بنوانا ہوگا، آپ کو کسٹم پر تمام چیزوں کی جانچ کرانی ہوگی، بمبئی میں پورا معائنہ کرانا ہوگا، کہ کوئی خلاف قانون چیز تو نہیں لئے جارہے ہو، وہاں کی زبان سیکھنی ہوگی، وہاں کا لباس اختیار کرنا ہوگا، وہاں صدر کے جو لوگ مقرب اور دربار کے لوگ ہیں، ان سے رابطہ قائم کرنا ہوگا، تب کبھی جا کر آپ اس کو دیکھ سکیں گے، حالانکہ وہ آپ ہی جیسا گوشت پوست سے بنا

ہوا ایک انسان ہے لیکن اپنے جیسا گوشت پوست سے بنے ہوئے انسان کو آپ اس جگہ اسی وقت یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھنا چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے، تو مالک الملک جو سارے عالم کا خالق ہے، اس کو کیسے دیکھ سکتے ہیں، اس کے لئے بھی آپ کو سفر کرنا ہوگا، جیسے صدر جمہوریہ امریکہ کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا ہوگا، اس مالک الملک کو دیکھنے کے لئے بھی سفر کرنا ہوگا، پاسپورٹ، ویزا بھی دیکھا جائے گا آپ کا۔

قبر کا سفر کرنا ہے، وہاں منکر نکیر آپ سے کچھ سوالات کریں گے جانچ کریں گے، کہ کوئی غلط قسم کی چیز تو دنیا سے نہیں لے کر آئے؟ اس کے بعد ایک مدت تک وہاں آپ کو رکھا جائے گا، پھر چل کر میدان حشر میں اعمال تولے جائیں گے، تمام حساب کتاب ہوگا، کیا دھرا سامنے آئے گا، خدا جانے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے یا بائیں ہاتھ میں ملے، بہر حال اس کو پڑھنا ہوگا، پھر پلصراط پر گزرنا ہوگا، تب جا کر وہاں دیکھ پائیں گے، یہ جسم آپ کا وہاں کارآمد نہیں یہ ختم ہو جائیگا، یہ آنکھیں کارآمد نہیں دوسرا جسم ملے گا، دوسری آنکھیں ملیں گی، دوسرا دماغ ملیگا، دوسری طاقت ملیگی، یہ جسم دنیا کے لئے ہے ہزار قسم کی بیماریاں اس جسم میں لگی ہوئی ہیں، ڈاکٹر طبیب وغیرہ سے علاج کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے، جوانی ہے یہ ختم ہونے والی ہے، یہاں بڑھاپا آئیگا، یہاں کی راحت ختم ہوتی ہے، تو رنج آتا ہے، غرض قسم قسم کے حوادث یہاں لگے ہوئے ہیں، وہاں یہ حوادث موجود نہیں ہیں، وہاں ایسی جوانی ملے گی، جس کے بعد بڑھاپا نہیں، ایسی طاقت ملے گی، جس کے بعد کمزوری نہیں، ایسی تندرستی ملے گی جس کے بعد بیماری نہیں، ایسی زندگی ملے گی، جسکے بعد

موت نہیں، وہاں جا کر دیکھیں گے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہاں حق تعالیٰ کا دیدار جنت کی ایک اہم نعمت ہے، جس وقت حساب وکتاب ہوکر وہاں پہونچ جائیں گے، دنیا میں رہتے ہوئے ایسی طاقت نہیں کہ اس مالک الملک کو دیکھ سکیں گے، اس کی پیدا کی ہوئی چیز سورج کو دھوپ کے وقت تیز گرمی میں نہیں دیکھ سکتے، آنکھ کی طاقت بہت کمزور ہے، بہت ضعیف ہے، واجب الوجود کو یہ آنکھ نہیں دیکھ سکتی، دوسری آنکھ ملے گی اس آنکھ سے دیکھیں گے۔

گوشت خوری پر
ڈاک افسر سے گفتگو

گوشت خوری پر ڈاک افسر سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک ڈاکیہ نے مجھ سے کہا کہ ہمارے افسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا بہت اچھا، چنانچہ لے آئے ان کو۔

افسر نے کہا کہ ایک سوال ہے جس کا جواب چاہئے، وہ یہ کہ مسلمان گوشت کیوں کھاتے ہیں؟

میں نے کہا صرف گائے کے گوشت کے متعلق سوال ہے، یا جو جانور شریعت میں حلال ہیں سب کے متعلق!

اس نے کہا سب کے متعلق سوال ہے؟

میں نے کہا گوشت کھانا طبقاتی اعتبار سے انسان کی فطری چیز ہے اس لئے اس میں اشکال کی کیا بات ہے، اور وہ اس طرح کہ کائنات کی دو قسم ہیں ایک جسم، ایک روح، جس کے لئے شکل وصورت متعین ہو اس کو جسم کہتے ہیں، جس کے لئے شکل وصورت متعین نہ ہو مختلف صورتوں میں اس کا ظہور ہوسکتا ہے، اس کو روح کہتے ہیں۔

پھر جسم کی دو قسم ہیں۔ (۱) علوی (۲) سفلی، علوی کی بہت سی قسم ہیں شمس، قمر، عرش، کرسی، لوح محفوظ وغیرہ وغیرہ، سفلی کی دو قسم ہیں، بسیط مرکب، بسیط چار ہیں، جن کو عناصر اربعہ، اصول کون وفساد اور اُسطُقسیات بھی کہتے ہیں، یعنی خاک، باد، آب، آتش، (مٹی ہوا پانی، آگ)

مرکب کی دو قسم ہیں مرکب تام، مرکب ناقص۔

مرکب تام وہ جس میں چاروں عناصر موجود ہوں۔

مرکب ناقص وہ جس میں بعض عناصر ہوں بعض نہ ہوں، جیسے بھاپ، دھواں، غبار، مرکب تام کی چند قسم ہیں۔

۱..... جمادات جن میں بڑھنے کی صلاحیت نہیں البتہ عناصر اربعہ ان کے اندر موجود ہیں، جیسے پتھر کی سل کہ اس کو جس ہیئت پر رکھ دو گے اسی پر رہے گی بڑھے گی نہیں، البتہ عناصر اربعہ سے حصہ لیتی رہتی ہے، اور یہی عناصر اربعہ فطری طور پر جمادات کی غذا قرار دیئے گئے ہیں۔

۲..... جمادات سے اوپر نباتات ہیں، جن کے لئے اندر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے ان میں عروق (رگیں) ہوتی ہیں، جس کے ذریعہ وہ اپنی غذا کو کھینچتی ہیں، لیکن غذائے بعید کو حاصل نہیں کرسکتیں، اور دشمن سے بھاگ کر بچ بھی نہیں سکتیں، نباتات کی غذا فطری طور پر قرار دیا عناصر کو اور جمادات کو اور بعض نباتات کو دوسری بعض نباتات کی غذا بھی قرار دیا جیسے پیپل کسی درخت پر چڑھ جاتا ہے، تو اس کو کھا جاتا ہے۔

۳..... نباتات سے اوپر چل کر حیوانات ہیں ان کی غذا عناصر بھی ہیں، جمادات بھی ہیں، نباتات بھی ہیں، لیکن نباتات ہر حیوان کی غذا نہیں بلکہ جو نبات جس حیوان کے لئے مفید ہے، قدرتی طور پر وہ اس کی غذا ہے، اور ہر حیوان کی فطرت بتا دیتی ہے کہ یہ چیز اس کے لئے مفید ہے، اس کو ڈاکٹری پڑھنے کی ضرورت نہیں، جس طرح بعض نباتات بعض دوسری نباتات کی غذا ہیں اسی طرح بعض حیوان بھی بعض حیوان کی غذا ہیں، چنانچہ بلی کی غذا چوہا ہے، شیر کی غذا بکری ہے وغیرہ وغیرہ۔

۴..... حیوانات سے اوپر چل کر انسان ہے اس کی غذا عناصر بھی ہیں، جمادات بھی ہیں،

نباتات بھی ہیں ،حیوانات بھی ہیں ، مگر جس طرح ہر نبات انسان کی غذا نہیں ، ہر حیوان بھی اس کی غذا نہیں ، بلکہ اس کو بتایا جاتا ہے، پڑھایا جاتا ہے، کہ تمہاری یہ غذا ہیں یہ غذا نہیں ،انسان کو بھی انسان کی غذا نہیں بنایا، اس طبقاتی کلیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ، بلکہ صاف واضح ہوجاتا ہے کہ طبقۂ مافوق کی غذا طبقہ ماتحت کو بنایا گیا ہے، لہٰذا جانوروں کو کھانا انسان کے لئے تجویز کیا گیا، اس میں کیا اشکال ہے آپ کو۔

اس نے کہا یہ بات ہے کہ آپ بکری کھاتے ہیں سور نہیں کھاتے ؟

میں نے کہا جس طرح ہر نبات ہر حیوان کی غذا نہیں اسی طرح ہر حیوان ہر انسان کی غذا نہیں ، بلکہ جو اس کیلئے مفید ہے، ان کو غذا بنایا، اور جو مضر ہیں یا ان کی مضرت غالب ہے، انکو غذا نہیں بنایا، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سور میں بے حیائی کا مادہ غالب ہے، ایک مادہ سے کئی کئی نر یکے بعد دیگرے جفتی کرتے ہیں، جب تک ایک جفتی سے فارغ ہو، تو کئی کئی امیدوار کھڑے رہتے ہیں، اور کسی کو غصہ نہیں آتا، اس کے برخلاف مرغ کو دیکھو بیس مرغیاں ایک مرغ کے ماتحت ہیں ان میں سے ایک مرغی کو دوسرا مرغا پکڑنا چاہے تو اس مرغ کو اتنا غصہ آتا ہے، کہ سر اور گردن کے بال کھڑے کر کے دوڑتا ہے، اس کو مارنے کیلئے اسی وجہ سے سور کھانے والوں کو دیکھو کہ انکے مزاج میں بھی کتنی بے حیائی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی قربانی

ہمارے ایک بزرگ تھے (حضرت مولانا شیخ الہندؒ) وہ قربانی کے لئے گائے پالتے خود اس کو سانی کرتے، چارہ کھلاتے، بڑی محنت کرتے گائے کو بھی حضرت سے اتنا اُنس ہو جاتا کہ جب حضرت سبق کے لئے تشریف لاتے تو گائے بھی ساتھ ساتھ پیچھے آتی، اور دارالحدیث کے سامنے بیٹھ جاتی، پھر جب سبق سے فراغت پر گھر تشریف لے جاتے تو گائے بھی ساتھی ہو لیتی، اور جب قربانی کے ایام آتے تو گھاس میں کمی کر دیتے بالٹی بھر کر دودھ جلیبی کھلاتے پھر قربانی سے پہلے اس کے جگہ جگہ مہندی لگاتے پھول بناتے، پھر یوم نحر (دس ذی الحجہ) میں قربانی کرتے اس پر دو چار آنسو بھی ٹپکاتے۔

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کرو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ (بیان القرآن)

پر عمل کرتے اس پر اس نے کہا اللہ کی محبت میں ایسا ہونا بعید نہیں، پھر میں نے کہا کہ ایک عیب سور میں یہ بھی ہے کہ وہ غلاظت کھاتا ہے، اس کا گوشت کھایا جائے تو اس کے اثرات آئیں گے۔

اس پر اس نے کہا کہ بعض گائیں بھی غلاظت کھاتی ہیں۔

میں نے کہا جو کچھ تھوڑی بہت کھا لیتی ہے، وہ گھاس وغیرہ کے ذریعہ تحلیل ہو جاتی ہے، اس کا اثر باقی نہیں رہتا، اور جو گائے مستقل غلاظت کھاتی ہے، اس کی غذا غلاظت ہی

ہے، وہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں اور آپ کو یہ غلاظت تو محسوس ہو رہی ہے، اشکال ہو رہا ہے، جو لوگ اس کا پیشاب پیتے ہیں، اور اس کے گوبر کو پوجتے ہیں، اپنے بتوں کے منہ پر لگاتے ہیں، اس پر کوئی اشکال نہیں ہوتا، اس پر اس نے کہا اچھی بات ہے، میں گفتگو ختم کرتا ہوں، شاید آپ کو ناگواری ہو رہی ہے، میں نے کہا مجھے ناگواری نہیں ہو رہی ہے، باقی آپ کو ضرور ناگواری شروع ہوگئی، اس پر گفتگو ختم ہوگئی اور وہ چلا گیا۔

بکرے کی حلت اور سور کی حرمت پر پنڈت سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک پنڈت میرے پاس آیا، کبھی کبھی آیا کرتا تھا، کہنے لگا مولوی صاحب آپ کے مذہب میں ایک مسئلہ بڑا عجیب ہے؟

میں نے کہا ہم سارے ہی عجیب ہیں، آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، بتلایئے؟

اس نے کہا دو جانور ایک صورت شکل کے ایک کو آپ حلال کہتے ہیں، ایک کو حرام کہتے ہیں، یعنی بکرا اور سور ایک طرح کے مگر آپ ایک کو حلال کہتے ہیں، ایک کو حرام اس کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا پنڈت جی ذرا جواب کڑوا ہے، ناگوار نہ گذرے۔

اس نے کہا ہوگا ہی نہیں جواب۔

میں نے کہا جواب تو ایسا ہے کہ اگر سمجھ میں آ گیا تو ناک کے بال بھی جل جائینگے، منہ سے حلق تک سب چھل جائے گا، اور زندگی بھر کبھی یہ سوال زبان پر نہیں لاؤ گے، لیکن چونکہ آپ سے تعلق ہے اس لئے زیادہ کڑوے اجزاء نکال کر ہلکی کڑواہٹ کے ساتھ پیش

کرتا ہوں سنئے، کون اندھا ہے جو بکرے اور سور کو ایک جیسا کہہ دیگا، (میں نے اپنی طرف سے اشارہ کر کے کہا) بکرے کے داڑھی ہے (اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا) سور کے داڑھی نہیں، بکرا گھاس پات کھاتا ہے، سور پاخانہ اور دوسری غلاظتیں کھاتا ہے، بکری کے تھن دو ہوتے ہیں، اور سورنی کے زیادہ، بکرے کے سینگ ہوتے ہیں، سور کے سینگ نہیں ہوتے غرض صورت اور اعضاء کی خلقت دونوں کی الگ الگ ہے لیکن ہم نے مانا کہ دنیا میں اندھے بھی رہتے ہیں، ان کی رعایت بھی ضرور کرنی ہے (جن کو یہ فرق نظر نہیں آتا) اچھا آپ بتلایئے کہ آپ کی والدہ زندہ ہے؟

اس نے کہا ہاں زندہ ہے!

میں نے پوچھا بہن ہے کوئی؟

اس نے کہا ہاں ہے!

میں نے کہا بیوی ہے؟

کہا ہاں!

میں نے پوچھا کہ بچے بھی ہیں؟

اس نے بتایا دو بچے ہیں!

میں نے کہا کس سے؟

اس نے کہا کس سے کیا مطلب!

میں نے کہا بھئی آپ کے گھر میں تین عورت ہیں، ایک آپ کی والدہ دوسرے آپ کی بہن، تیسرے آپ کی بیوی وہ دو بچے آپ کے کس عورت سے ہیں؟

اس پر غصہ میں جواب دیا بیوی سے ہیں بچے اور کس سے ہوتے ہیں، میں نے کہا

آپ کی بیوی والدہ بہن تینوں عورتیں ہیں شکل وصورت بھی ایک ہی ہے، دونوں ایک جیسی ہیں، دوآنکھیں ان (بیوی) کے دوآنکھیں ان (والدہ) کے دوکان دوہاتھ دوپیر بیوی کے بھی والدہ کے بھی، شکل بھی ایک اعضاء بھی ایک، خلقت بھی ایک، لیکن کیا وجہ ہے آپ اپنے لئے بیوی کوحلال سمجھتے ہیں، اور والدہ کوحرام (ان کی پیشانی پرتغیر آیا) پھر بیوی اور ماں میں تو عمر کا فرق بھی ہے، بیوی اور بہن میں تو کوئی خاص فرق نہ ہوگا، عمر میں بھی ایک جیسی ہونگی، کیا وجہ ہے کہ آپ بہن کو اپنے لئے حرام سمجھتے ہیں، اور بیوی کو حلال سمجھتے ہیں۔

پنڈت جی غصہ میں آکر کہنے لگے دیکھئے یہ ہیں مسلمان یہ ہیں ان کے اخلاق یہ ہے ان کو تمیز، پہنچ گئے ماں بہن پر۔

میں نے کہا توبہ توبہ پنڈت جی آپ غلط سمجھ گئے، میں آپ کی ماں بہن پرنہیں پہونچ رہاہوں، آپ ایسا سمجھے تو ہے واقعی غصہ کی بات، کسی شریف آدمی کی ماں بہن کے پاس کوئی غیر آدمی پہنچ جائے غصہ آہی جاتا ہے، آپ کا غصہ بالکل صحیح ہے، لیکن سمجھے آپ غلط (آپ ہی نے سوال کیا تھا ایک ہی شکل وصورت کے دوجانور ہیں، اسلام عجیب ہے کہ ایک کوحلال ایک کوحرام کہدیا، اسی کا جواب سمجھا رہاہوں) بس اب اُوُل فول بکنا شروع کیا۔ میں نے کہا دیکھئے میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ جواب بہت زیادہ کڑوا ہے، تاہم اس میں سے بہت کڑوے اجزا میں نے نکال لئے تھے۔

کہنے لگے کہدو وہ بھی کہدو۔

میں نے کہا کہہ دوں؟

اس نے کہا ہاں!

میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اب کچھ تحمل کا مادہ پیدا ہوگیا ہے، تو سنئے مجھ میں

اورآپ میں کوئی فرق تو نہیں کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کوخود کے لئے حلال سمجھتے ہیں اورمیرے لئے حرام اسی طرح مجھ میں اورآپ کے بہنوئی میں کوئی فرق نہیں کیا وجہ ہے کہ اپنی بہن کواپنے بہنوئی کے لئے آپ جائز سمجھتے ہیں،اورمیرے لئے ناجائز، اسیطرح کیا وجہ ہے کہ اپنی والدہ کواپنے والد کے لئے حلال سمجھتے ہیں، اورمیرے لئے حرام کہتے ہیں، حالانکہ بظاہر مجھ میں اورآپ کے والد میں کوئی فرق نہیں بلکہ پرانی وضع قطع کے ہوں تو شاید ان کے بھی داڑھی ہو،غرض ہم دونوں ایک سے ہیں کیا وجہ ہے کہ ان کے لئے آپ کی والدہ حلال میرے لئے حرام، پنڈت جی بہت بہت شرمندہ ہوئے،اور جتنے الفاظ ان کی ڈکشنری میں تھے غصہ میں سارے ہی کہدیئے، میں نے کہا پنڈت جی اب تو بہت ہوگیا، اب ذرا سنبھل کر بیٹھو،آپ کا غصہ اورناراض ہونا حماقت اور جہالت ہے،آپ اپنے مذہب سے واقف نہیں جو ناراض ہورہے ہیں،آپ کی کتاب سنیارتھ پرکاش میں (ص۱۲۹) میں لکھا ہے کہ جوشخص روپیہ حاصل کرنے کیلئے یاعلم حاصل کرنے کے لئے، باہر پردیش میں گیا ہو اوراس کے پیچھے اسکی بیوی کواولاد حاصل کرنے کی خواہش ہوتو اس کے واسطے جائز ہے کہ اپنے پڑوسی سے حاصل کرلے، میں نے کتاب کھول کر دکھادی، اس کے بعد میں نے کہا اب بتایئے میں نے کیسے خلاف کیا، اوراگر کوئی آپ کے پڑوس میں رہتا ہواورآپ کہیں باہر گئے ہوں اورآپ کی بیوی کواولاد حاصل کرنے کی خواہش ہوتو آپ کی کتاب کی روسے بلاتکلف جائز ہے کہ غیر سے اولاد حاصل کرلے،بس اب اٹھ کر چل دیئے۔

میں نے کہا پنڈت جی معاف کرنا سور کا جواب تو ایسا ہی ہو!

اس نے کہا ہاں اب سور بھی مجھے کہدو۔

میں نے کہا میں تو بہت دیر سے کہہ رہا ہوں کوئی نہ سمجھے تو کیا کروں۔

افتاء وتفقہ

تمام علوم عقلیہ نقلیہ، درسیہ، غیر درسیہ، میں مہارت تامّہ کے باوجود افتاء وتفقہ میں وہ مہارت تامہ حق تعالیٰ نے حضرت والا کو عطا فرمائی تھی، کہ عصر حاضر میں اس کی نظیر بمشکل ملے گی، افتاء وتفقہ حضرت والا کا اصل موضوع تھا، گویا اسی کے لئے حضرت والا کو پیدا کیا گیا تھا، پوری زندگی اس خدمت میں صرف ہوئی، اس کیلئے بھی ''حیات محمود'' سے کچھ نقل کرتا ہوں، جس سے افتاء وتفقہ میں حضرت والا کی مہارت تامہ وکامل دستگاہ اور عظیم بصیرت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

افتاء وتفقہ

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والاقدس سرہٗ کوتفقہ فی الدین میں وہ عظیم مقام عطافرمایا جولاکھوں کروڑوں علماء میں کسی خوش نصیب کوعطا ہوتا ہے،علوم درسیہ کی تکمیل اور فراغت کے بعد سے اخیر تک زندگی کا تمام وقت درس وتدریس اوردیگر دینی خدمات کے ساتھ تفقہ فی الدین اورفتویٰ نویسی میں ہی بسر ہوا،بصیرت وتیقظ اورفقہی مسائل کی تحقیق وتدقیق میں کمال درک مطالعہ کی کثرت وسعت اور گہرائی وگیرائی علوم کا استحضار رسوخ فی العلم ورسوخ فی الدین کتاب وسنت فقہ واصول فقہ میں اختصاصی مہارت اس کے ساتھ طبع سلیم،فہم مستقیم،فطرت صحیحہ پھر قدیم وجدید،علمی ذخیرہ پر اطلاع وواقفیت کے ساتھ اہل زمانہ کی طبائع سے بھی واقفیت عرف سے بھی باخبری جسکوفقہاء نے بڑی اہمیت دی ہے، نیز تیسیر کے حدود کی نگہداشت اورعموم بلویٰ کی صحیح تعریف اوراسکے لحاظ سے فقہی شرائط سے آگاہی اہل زمانہ کے عقود ومعاملات اورتعلقات کی نوعیت،نوایجاد چیزوں کی شرعی حیثیت تغیرات زمانہ اوران کے شرعی احکام سے واقفیت اوران کے لحاظ سے حدود سے آگاہی،مقاصد شریعت اورحکمت تشریع کاعلم جواستنباط مسائل کی روح اورقیاس واستحسان اورمصالح مرسلہ کی نگہبان وپاسبان ہے،اوراس پر جذبۂ خدمت خلق اورکمال اخلاص وللّٰہیت،صلاح وتقویٰ، امانت ودیانت وہ آپ کا وصف ممتاز اورموہوب خداوندی ہے،جس نے آپ کو آپ کے تمام اقران وامثال میں ممتاز ومخصوص مقام پرلاکھڑا کردیا،ہندوستان کے اسلامی علوم وفنون کے دوعظیم مرکز دارالعلوم دیوبند اورمظاہرعلوم سہارنپور دارالافتاء کے مفتیٔ اعظم ہوئے اور دیگر متعدد مدارس کے دارالافتاؤں کی سرپرستی اورمکمل

رہبری ورہنمائی کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی، سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کرکے، مفتیانِ کرام تیار ہوئے، اورانہوں نے اپنے اپنے مقام پر پہلے سے قائم شدہ دارالافتاؤں کوسنبھالا، یا نئے قائم کئے اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ اشاعت دین اورمخلوق کی رہبری وہدایت میں مشغول ومصروف ہوئے، کہ آج دارالعلوم دیوبند، مظاہرعلوم سہارنپور، شاہی مرادآباد، مدرسہ تعلیم الدین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ رحمانیہ ہتھورا باندا، اوردیگرملکی اور بہت سے غیرملکی اداروں کے دارالافتاء کے مسند کوزینت دینے والے اکثرحضرت والا کے تربیت یافتہ اورتلامذہ ہی ہیں۔

فقیہ الامت اورمفتیٔ اعظم ہند کا خطاب

ادھرحضرت والا کے تحقیقی فتاویٰ کی متعدد مبسوط جلدیں شائع ہوکرعلمی وفقہی اورتحقیقاتی دنیامیں حضرت والا کی جلالت شان اورکمال فقاہت کالوہامنوا چکی ہیں، جس کی وجہ سے آج پوری علمی دنیامیں حضرت والا کوفقیہ الامت اورمفتی اعظم ہند کے نام سے یادکیا جاتا ہےاور یہ لقب، خطاب آپ کواپنے نیازمند شاگردوں اورعقیدتمندوں نے نہیں دیا بلکہ من جانب اللّٰہ یہ خطاب آپ کے لئے تجویز کیا گیا، اورپھرعوام وخواص کی زبانوں پراس کی شہرت ہوگئی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا ملک عبدالحفیظ مکی زیدمجدہم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب زیدمجدہم اوردیگرحضرات کلیرشریف، حضرت خواجہ محمد صابرصاحب نوراللہ مرقدہٗ کے مزارکی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، اورحضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کوبھی ہمراہ لے گئے، وہاں جاکرفاتحہ وغیرہ پڑھ کرمراقب ہوئے، مولانا ملک عبدالحفیظ

صاحب زید مجدہم جنکو مکاشفات اور کشف قبور وغیرہ سے گہری مناسبت ہے مکاشفہ میں دیکھا مکاشفہ تو بہت طویل ہے، یہاں تو صرف وہ حصہ جو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے متعلق ہے بیان کرنا مقصود ہے، مکاشفہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں فرمایا:۔

آپ مفتی اعظم ہند ہیں، آج آپ کو نوازا جائیگا، اور آپ پر پھول نچھاور کئے جائینگے چنانچہ ایک تخت پر بٹھا کر آپ پر پھول نچھاور کئے گئے۔

ہے تو یہ مکاشفہ ہی اور مکاشفہ کوئی قطعی حتمی چیز نہیں ہوتی، غلطی کا احتمال اس میں ہوتا ہے، مگر اس مکاشفہ کے بعد دیکھا کہ خطوط پر ہر چہار جانب سے مفتی اعظم ہند لکھا ہوا آنا شروع ہوگیا، اور عام طور پر لوگوں نے مفتی اعظم ہند کہنا اور لکھنا شروع کردیا، حالانکہ یہ مکاشفہ تو بہت راز میں رکھا گیا، کہ کسی کو اس کا علم ہی نہ ہوسکا، جس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ مکاشفہ حق تھا، اور گویا من جانب اللہ ہی لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی گئی، ورنہ تو اس سے قبل عام طور پر مفتی اعظم دارالعلوم لکھا اور بولا جاتا تھا۔

حضرت والا کے فتاویٰ پر اعتماد اکابر

حضرت والا قدس سرہٗ کے فتاویٰ پر اکابر کو اعتماد ابتدا ہی سے رہا، اسی کمال واعتماد کی بنا پر اکابر مظاہر سہارنپور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانیٔ تبلیغ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم نور اللہ مراقدہم نے فتویٰ نویسی کے عظیم منصب پر مظاہر علوم میں تقرر فرمایا، اور جامع العلوم کانپور تشریف بری کے بعد یہ تمام اکابر مظاہر علوم واپسی کے برابر کوشاں اور ساعی رہے، اور اسی کمال اعتماد

کی بنا پر مرکز العلوم دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کی صدارت اور مفتی اعظم کے عظیم منصب کے لئے اکابر دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا علامہ ابراہیم بلیاویؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہم اور دیگر اکابر شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے تقرر فرمایا اور انتہائی کوشش کے بعد جامع العلوم کانپور سے دارالعلوم بلالیا گیا، دیگر مفتیان کرام کی آرا اگر کسی مسئلہ میں مختلف ہوتیں تو حضرت والا کی رائے اور تحقیق ہی عام طور پر آخری رائے، اور فیصلہ کن قابل اعتماد سمجھی جاتی۔

قطب عالم حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو خود ذاتی طور پر کسی مسئلہ میں تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو، حضرت والا قدس سرہٗ کی طرف ہی رجوع فرماتے، اور حضرت کے فتاویٰ پر ہی کامل اعتماد فرماتے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں (زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً) قیام کے دوران حضرت مولانا قاری محمد عباس بخاری نور اللہ مرقدہٗ نے گھوڑے کا گوشت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بھیجا حاضرین مجلس میں باہم چہ میگوئیاں اس کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں ہوئیں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے دریافت فرمایا، حضرت نے جواب دیا جائز ہے! حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا بھائی مجھ کو تو میرے مفتی نے فتویٰ دے دیا، میں تو کھاؤنگا، جس کا جی چاہے کھائے جس کا جی چاہے نہ کھائے۔

حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہٗ کی تدفین اور ہندوستان جنازہ کے منتقلی کے سلسلہ میں ہندو پاک کے علماء ومفتیان کرام میں سخت اختلاف ہوا، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے بھی دریافت کیا گیا بلکہ بہت سے حضرات نے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی رائے پر ہی فیصلہ موقوف کر دیا، حضرت شیخ نو اللہ مرقدہٗ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو کانپور پوری تفصیل لکھ کر فتویٰ طلب کیا، اور پھر اسی فتویٰ کو اپنی رائے قرار دے کر لکھ کر بھیج دیا، اور اسی کے مطابق عمل درآمد کیا گیا۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

اس وقت نہایت ایک اہم شدید ضرورت ایک مسئلہ کی ہے، جس میں ہندو پاک میں اہل فتویٰ بہت مختلف ہیں، اور فیصلہ مجھ جاہل پر رکھ دیا گیا، قصہ یہ ہے کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی نعش مبارک ایک تابوت میں لاہور سے حضرت کے گاؤں لے جائی گئی، وہاں سیلاب کا بہت خطرہ ہے، گاؤں بھی کئی دفعہ ڈوب چکا ہے اس لئے نعش مبارک کو کھود کر اس میں رکھنے کے بجائے، ایک چبوترہ بنا کر اس پر رکھ دیا، اور چاروں طرف سے پختہ چن کر اس پر ڈاٹ لگادی، اور اسکے چاروں طرف بہت سی مٹی ڈال کر اس چبوترہ کو قد آدم سے اونچا کر دیا گیا، اور چبوترہ سب کچا ہے، اب تابوت چبوترہ کی سطح سے تقریباً قد آدم نیچا ہو گیا، اور چبوترہ سب کچا ہے، اسکے اوپر کچی قبر بنادی گئی، ایک فریق کہتا ہے کہ یہ دفن فی القبر ہوا ہی نہیں تابوت چبوترہ پر رکھا ہے، وہ تدفین سے پہلے منتقل کیا جا سکتا ہے، اسی لئے کہ یہ نہ دفن ہے نہ قبر دوسرا فریق کہتا ہے کہ فقہاء نے سیلاب وغیرہ اعذار کی وجہ سے اس صورت کو بلا کراہت جائز رکھا ہے، اس فریق کے روح رواح مفتی زین العابدین مفتی عبداللہ دہرم کوٹی، مفتی محمد سعید ڈنگہ بونگہ، اور کئی مفتیان ہیں، جو شامی بدائع اور سنا ہے کہ بہت سی کتابیں فقہ کی گاؤں میں لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کو اعتراض ہو ہمارے

پاس آجائے، سنا ہے بلکہ کئی خطوط آبھی چکے ہیں، کہ میرے فیصلہ کی اس میں فوراً ضرورت ہے، ارادہ تو میں آپکو لکھنے کا شروع ہی سے کررہا تھا، مگر علی گڈھ کے سفر اور انتشار وتشتت کی وجہ سے ٹلتا رہا، آج کی ڈاک سے کئی اہم خطوط اس بارے میں اپنی رائے لکھنے کیلئے پہنچے، دوسرے فریق کے سرگروہ مولانا عبدالعزیز گم تھلویؒ ہیں، علی میاں بھی کل رات لاہور سے آئے اور کل شام لکھنؤ چلے گئے، ان کا ارادہ دوتین روز میرے پاس ٹھیرنے کا تھا، مگر نظام الدین سے عربوں کی ایک جماعت پرسوں یہاں آئی، جو آج لکھنؤ گئی، ان کی مجبوری سے علی میاںؒ کل ہی لکھنؤ چلے گئے اس لئے کہ مولوی منظور بھی وہاں نہیں ہیں، علی میاں اس سلسلہ میں بہت غور وخوض سے کوئی بات جلد لکھنے کا تقاضا کر گئے ہیں، اس لئے کہ اس فتنہ کا بڑھنے کا خطرہ ہے سنا ہے کہ حضرتؒ کے بعض ولایتی مرید بہت زوروں پر ہیں، اور وہ تابوت کو وہاں سے منتقل کرنے کے منصوبے بنارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی فضل فرماوے، میں نے فوری طور پر یہ لکھدیا ہے کہ ابھی کوئی تغیر نہ کیا جائے، لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دفن ہی نہیں ہوا، ان کے نزدیک دفن میں تاخیر ہورہی ہے، براہِ کرم غور کے بعد اپنی رائے سے جلد مطلع کریں، بندہ کے خیال میں اگر دفن بالکراہیت ہی ہوگیا ہے، تو کافی ہے کہ اب نقل میں مزید فتنہ کے اندیشہ ہے۔ فقط والسلام محمد زکریا یکم ربیع الثانی ۸۴ھ

اس نوع کا سوال بہادر شاہ ظفر مرحوم کی قبر کو رنگون سے دہلی لال قلعہ میں منتقل کرنے کا پیش آیا، بعض ارباب حکومت اس میں کافی شدت پر تھے، جنرل شاہنواز نے اس سلسلہ میں استفتاء مولانا محمد میاں صاحبؒ ناظم جمعیۃ علماء ہند کی خدمت میں بھیجا انہوں نے حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ سے استفسار کیا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے استفتاء مع مکتوب حضرت مولانا میاں صاحبؒ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس بھیجدیا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے اس کا تحقیقی جواب ارقام فرمایا،

جس کو ان سب اکابر نے تسلیم کیا، اور اسی کے مطابق عمل کیا گیا، کہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کی قبر کو منتقل کرنیکا ارادہ ختم کر دیا گیا اس موقع پر جو مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے:۔

اسکے بعد جنرل شاہنواز خاں کا استفتاء مع مکتوب مولانا محمد میاں صاحب قدس سرہٗ اور جواب حضرت والا قدس سرہٗ پیش کیا جائے گا۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

مکرم محترم مفتی صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون ایک بہت ضروری استفتاء آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، کل کی ڈاک سے یہ استفتاء مولوی محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء نے میرے توسط سے مدرسہ میں بھیجا تھا، اور جلدی تقاضا جواب بھی کیا اس لئے کہ شروع نومبر میں بہادر شاہ ظفر کی برسی منائی جارہی ہے، اس لئے پہلے یہ استفتاء چاہئے، اس میں ایک خط تو جنرل شاہنواز کا ہے، جو مولوی محمد میاںؒ کے نام انہوں نے لکھا ہے اسکی نقل شروع میں ہے اور سرخی کے نشان کے بعد وہ استفتاء ہے جو جنرل شاہنواز نے مولوی محمد میاں سے کیا ہے، کہ علماء کے مشورہ سے جواب لکھیں اس میں قابل غور چیز یہ ہے کہ ان کے بیان کے موافق اگر وہ خطۂ زمین پانچ چھ گز سے زمین سمیت اکھاڑ لیا جائے، اس میں نبش قبر تو ہوتا نہیں، البتہ انتقال میت ضرور ہے، ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا؟ کیا یہ بھی نقل میت ہے، نبش قبر تو نہیں بشرطیکہ یہ صورت ممکن ہو یہ لکھ رہے ہیں، کہ زمین کا وہ حصہ اٹھایا جاسکتا ہے، بہرحال اس سے فکر سوار ہوگیا، نہ معلوم دنیا کو کیا خبط سوار ہورہا ہے، غور وخوض کے بعد جواب میں عجلت فرمائیں۔ فقط والسلام محمد زکریا مظاہر علوم ۶/ جمادی الثانی ۸۳ھ۔

اسکا جواب حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا اسی کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مولانا محمد میاں صاحب قدس سرہٗ کے پاس بھیجدیا، فتاویٰ محمودیہ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

مکتوب مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء

س:۔ حضرت محترم دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج اقدس:۔

جنرل شاہنواز کے خط کی نقل ہم رشتہ ہے اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی زندگی میں بھی یہ مسئلہ آیا تھا، ان حضرات کا خیال تھا کہ منتقل کرنے کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ قبر کو کھودنے اور لحد کو کھولنے کے بجائے پوری قبر اٹھائی جائے، یعنی قبر کے چاروں طرف سے دوڈھائی گز تک زمین کھود کر یہ پورا ٹکڑا جس میں لحد اور قبر ہے اس طرح اٹھالیا جائے جیسے بڑے درخت کا پنید اا ٹھایا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس صورت میں بھی وہی حکم ہوگا، جو لحد کھولنے اور جنازہ کو اس سے نکالنے کا ہوتا ہے۔ بینوا توجروا انشاء اللّٰہ۔

نیازمند محتاج دعا (حضرت مولانا) محمد میاں

۴/ جمادی الآخر ۸۳ھ

استفتاء جنرل شاہ نواز خاں صاحب مرحوم

صفدر جنگ روڈ نئی دہلی، مورخہ ۱۷/اکتوبر ۶۳ھ

محترم جناب مولانا صاحب مدظلہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۷/نومبر ۶۳ء کو چھ بجے شام لال قلعہ دہلی میں جناب بہادر شاہ ظفر کی برسی منائی جارہی ہے، جس کی رسم افتتاح جواہر لال نہرو فرمارہے ہیں، اس موقع پر یہ سوال بھی اٹھے گا کہ بہادر شاہ ظفر کی قبر کو رنگون سے دہلی کے لال قلعہ میں منتقل کیا جائے یہ وہ حسرت ہے جس کو اپنے دل میں لئے ہوئے، حضرت ظفر نے وفات پائی یہ حسرت ان کے شعر سے صاف ظاہر ہوتی ہے، جس میں انہوں نے فرمایا ہے۔

ع:۔ دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں

۴۳ء میں جنگ آزادی کے دوران نیتاجی سبھاش چندر بوس پہلی مرتبہ رنگون گئے، تو انہوں نے شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مزار کے اوپر کھڑے ہوکر انکی یہ نظم دہرائی:۔

غازیوں میں بو رہے گی جب تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

نیتاجی سبھاش چندر بوس نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں سبھاش چندر بوس آپکے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہندوستان کی تلوار لندن تک چلاؤنگا اور جو کام جنگ آزادی کا آپ نے شروع کیا ہے اس کو پائے تکمیل تک پہنچاؤنگا، اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان آزاد ہوگا، اور دہلی کے لال قلعہ کے اوپر ''یونین جیک'' کی جگہ ترنگا جھنڈا لہرائے گا تب آپ کو جنگ آزادی کے شہنشاہ کی حیثیت سے پوری شان وشوکت کے ساتھ دیس واپس لایا جائے گا، ظفر کمیٹی کی خواہش ہے کہ نیتاجی سبھاش چندر بوس کے اقرار کو پورا کیا جائے، اور شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مزار

کو دہلی کے لال قلعہ میں لایا جائے، اور اس کے اوپر ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے ممبران کمیٹی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دینی نقطۂ نگاہ سے مزار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے، میں بہت مشکور ہونگا، اگر آپ مجھے اس کا جواب دوسرے علمائے کرام سے مشورہ کر کے جلد از جلد دیں، زیادہ آداب آپ کا مخلص۔ (دستخط، شاہ نواز خاں)

جواب فقیہ الامت قدس سرہٗ

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ آدمی کا جس بستی میں انتقال ہوا اس بستی میں اس کو دفن کیا جائے اگر اس نے وصیت کی ہو، کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا، تو اس وصیت پر عمل لازم نہیں، شرعاً یہ وصیت باطل ہے "**یندب دفنه فی جهة موته ای فی مقابر اهل المکان الذی مات فیه او قتل اھ**" (شامی) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو انتقال کے بعد دوسرے مقام پر لے جا کر دفن کیا گیا، جہاں انتقال ہوا وہاں دفن نہیں کیا، حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک سفر میں جاتے ہوئے جب انکی قبر پر گزریں تو فرمانے لگیں، کہ اگر میرا بس چلتا تو تم یہاں دفن نہ کئے جاتے، بلکہ جہاں انتقال ہوا تھا، وہیں دفن ہوتے، تاہم اس مسئلہ میں اتنی تنگی نہیں، امام محمدؒ نے میل دو میل مقام وفات سے حسب مصالح دور لے جا کر دفن کرنے کی گنجائش بتائی ہے:۔

"**ولاباس بنقله قبل دفنه قیل مطلقا وقیل الی ما دون السفر وقیدهٗ محمد بقدر میل اومیلین لان مقابر البلدربمابلغت هذه المسافة فیکره فیما زادقال فی النهرعن عقدالفرائدهو الظاهر**" (شامی، ص۶۰۲، ج۱)

لیکن دفن کے بعد منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی، **واما نقلہ بعد دفنہ فلا مطلقا اھ** (شامی)

طحطاوی نے دفن کے بعد منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں، ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک دفن کر دیا گیا ہو، جس سے وہ حصۂ زمین غصب ہو گیا، اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضا مند نہیں ہے، بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے، تو ایسی حالت میں مجبوراً دوسری قبر میں منتقل کر دیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، دوسری صورت کہ میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے (خواہ میت کی عظمت ومحبت کی وجہ سے یا اس کی تمنا اور وصیت کی خاطر) یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے، تیسری صورت یہ ہیکہ میت کی قبر پر پانی غالب آجائے جس سے میت محفوظ نہ رہ سکے اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے۔

واقعہ مسئولہ دوسری صورت میں داخل ہے جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، یہ تاویل کہ دوڈھائی گز زمین کھود کر اٹھائی جائے، کارآمد نہیں کیوں کہ اصل مقصود نعش کو منتقل کرنا ہے، اور جو کچھ مٹی ساتھ آئے گی، وہ نعش کے تابع ہو کر منتقل ہوگی، جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے نہ کہ مقصود اصل لہٰذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا، کہ میت کو منتقل کیا گیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کر کے لائے ہیں، پھر دہلی لا کر شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے گا، یہ بناء علی القبر ہے جس کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے، اور فقہا نے اس کو حرام لکھا ہے:۔

"فی الشرنبلالی عن البرهان یحرم البناء علیه للزینة ویکره للاحکام بعد الدفن اھ (طحطاوی)

تنبیہ:۔ شہنشاہ کا لفظ غیر اللہ کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ

اس طرح جو بھی اہم تحقیقی سوالات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آتے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس بھیجدیتے اور مرسل کو لکھ دیتے کہ میں نے آپ کا خط اپنے معتمد مفتی محمود صاحب کے پاس بھیجدیا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ان کے جوابات تحریر فرماتے، حضرت شیخ نو اللہ مرقدہٗ کے مکتوب گرامی کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

اقتباس مکتوب گرامی حضرت شیخ

پرسوں ایک کارڈ نجس شہد کے مسئلہ کے سلسلہ میں پتہ کاٹ کر آپ کے پاس ارسال کیا تھا، آج پاکستان کا ایک خط پہنچا، اپنی جہالت کی سزا میں دو لفافے مزید خرچ کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔

ان خطوط کے جواب میں اتنا اضافہ فرمادیا کریں کہ زکریا نے تمہارا خط میرے پاس بھیجدیا ہے، وہ خود فتاویٰ کا جواب نہیں لکھتا تا کہ انکو یہ اشکال نہ رہے کہ خط تو فلاں کے نام تھا ان صاحب کو تو میں اسی وقت کارڈ بھی لکھ رہا ہوں کہ آپ کا خط میں نے مفتی محمود حسن صاحبؒ کے پاس جو میرے بہت معتمد ہیں بھیج دیا۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم، ۲۸ / جمادی الثانی ۷۸ھ

۶۶ھ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے رمضان المبارک نظام الدین گزارا حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اور دیگر بہت سے اہل تعلق وارادت نے بھی وہیں رمضان گزارا رمضان بعد ملکی حالات خراب ہو گئے، اِدھر اُدھر آمد ورفت مشکل ہو گئی۔

اس موقع کا ایک مکتوب گرامی ملاحظہ ہو:۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ

عنایت فرمایم مفتی محمود صاحبؒ مدفیوضکم، بعد سلام مسنون اس سے قبل ایک خط میں بندہ نے لکھا تھا کہ میری واپسی تک جمعہ کے دن ایک گھنٹہ ۱۱/ سے ۱۲/ تک آپ مسجد مدرسہ قدیم یا کچے گھر میں تشریف رکھ کر دیہات سے آنے والوں کو مسائل کے علاوہ تبلیغ و تذکیر اوران فسادات کے دور میں نماز واذکار کی پابندی پر تنبیہ فرمایا کریں مولوی نصیر صاحب لوگوں سے بتادیں کہ وہ اس وقت وہاں جمع ہوجایا کریں، جو حضرات ماہ مبارک میں یہاں جمع تھے، اور میری واپسی تک یہاں سے میرے ساتھ سہارنپور جانا چاہتے تھے، سب کو میں نے تقاضہ سے ان کی خلاف خواہش روانہ کردیا بعد میں اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ وہ بھی خواہ مخواہ میرے ساتھ محبوس ہوجاتے، مگر آپ کے جانے کا اسلئے قلق ہوا کہ یہاں مفتی کی بڑی ضرورت پیش آئی، دہلی کے سب راستے بند اور تقریباً ایک لاکھ کا مجمع دیہات اور دہلی کا پرانے قلعہ اور نظام الدین کے ماحول میں محبوس اور مسائل کی ہر وقت ضرورت اور میں فتاویٰ سے عاجز مسائل تو بہت پیش آئے، اس وقت دو مسئلے لکھتا ہوں مفتی صاحب کے مشورہ سے جواب تحریر فرمادیں، الخ فقط والسلام

محمد زکریا ۱۸/ ذی قعدہ ۶۶ھ ایضاً

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون۔

تقریباً ۱۵/ یوم سے ایک ضروری مسئلہ کی تحقیق کیلئے تو خط کا ارادہ بھی برابر کرتا رہا،

مگر بالآخر وقت نکل گیا گواب بعداز دقت ہے تاہم دریافت کر ہی لوں، ضرورت بہٹ ہاؤس کی نماز کے ذیل میں تھی، اگر چند آدمی ملکر کسی جگہ عید کی نماز ادا کرلیں تو اس کے بعد قربانی شہر میں جائز ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو وہ انہی کے لئے جنہوں نے نماز پڑھی یا سب کے لئے اگر جائز ہے تو بڑی بڑی آسانی ہے کہ وقت مکروہ نکلتے ہی ۴/۵ نفر کے کسی ایک مسجد میں پڑھنے سے شہر میں سب جگہ قربانی شروع ہوجایا کرے، اگر نہیں تو پھر دارالطلبہ کی نماز کے بعد کیوں جائز ہے، جب کہ عیدگاہ میں ہمیشہ وہاں سے تقریباً دوگھنٹہ بعد ہوتی ہے، امسال دارالطلبہ میں ۷ ½ پر تھی اور عیدگا میں ۹ ½ پر اور شہر کی مختلف مساجد میں ۱۱/جگہ ان کے علاوہ ان کے درمیان اور ۱۰ ½ تک مع جزئیہ تحریر فرماویں۔

فقط والسلام زکریا ۱۲/۱۲/۷۸ھ شنبہ

اس کا جواب حضرت والا قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا اس پر شبہ باقی رہا اس لئے پھر مزید وضاحت اور اطمینان کے لئے تحریر فرمایا۔ (ایضاً)

مکرم محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون:۔

اس وقت گرامی نامہ پہنچا میں شاید اپنا شبہ سابقہ خط میں واضح نہ کرسکا شبہ یہ تھا کہ اگر ۴/۵ نفر، کسی مسجد میں علی الصباح نماز پڑھ لیں تو کیا یہ بھی سارے شہر کے لئے کافی ہوگی، یہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتا، لیکن کوئی فارق اس میں اور ان مساجد متعددہ میں سمجھ میں نہیں آتا، جہاں ہمیشہ عید کی نماز کا معمول ہو آپ نے جو نقول لکھی وہ صاف صاف ہیں مگر کیا وہ ہی اسبق صلوٰۃ میں شمار ہوگی۔ فقط والسلام

زکریا ۵/محرم ۷۹ھ

یہاں ان تمام مسائل کا احصاء مقصود نہیں جن کی تحقیق کے سلسلہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو تحریر فرمایا، بلکہ صرف نمونہ ظاہر کرنا مقصود تھا، ان تمام مکاتیب کو اگر یہاں نقل کیا جائے جن میں کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے تحریر فرمایا ہے تو بہت سے اوراق اسی کی نذر ہو جائیں گے۔

نقول فتاویٰ کے رجسٹروں کو ملاحظہ فرمانے کی تجویز

اسی کمال اعتماد کی بنا پر قیام کانپور کے دوران حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے یہ تجویز فرمایا کہ ماہ مبارک میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ مظاہر علوم کے نقول فتاویٰ کے رجسٹروں کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا کریں، اور کسی فتویٰ میں سقم رہ گیا ہو تو اس کی نشان دہی فرمایا کریں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

رمضان میں حضرت مفتی محمود صاحب حسب معمول یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے زکریا نے ان سے درخواست کی کہ صاحب کے فتاویٰ پر جو درج رجسٹر ہیں ایک گہری نظر ڈال لیں، اور جو مسائل غلط لکھے گئے ہوں، ان کی نشاندہی کر دیں انہوں نے اس کی تعمیل کی۔ (ملخصاً) (دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم، ص ۷۸)

مظاہر علوم کے اہم فتاویٰ کے بارے میں تجویز

اسی طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے دارالعلوم دیوبند قیام کے دوران حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے تجویز فرمایا کہ مظاہر علوم کے اہم فتاویٰ حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مشورہ اور استصواب رائے بلکہ دستخط کے بغیر روانہ نہ کئے جائیں، مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور مفتی یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کو حکم دیا کہ دونوں میں سے کوئی دیوبند جاکر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے اہم فتاویٰ پر مشورہ اور دستخط کرایا کرے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنے روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

میرا خیال ہے کہ معمولی فتاویٰ یہ لوگ بھیج دیا کریں، اور کوئی اہم فتویٰ یحییٰ، عبدالعزیز میں سے کوئی شخص دیوبند جاکر اس میں مفتی محمود سے مشورہ اور دستخط کرالایا کرے آگے تحریر فرماتے ہیں ''ان کا یہ سفر رخصت نہ ہو بلکہ بکار مدرسہ ہو کرایہ اگر مدرسہ نہ دے تو زکریا دے دیا کرے گا'' (دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم)

حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب صدر مفتی مظاہر علوم تو حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے کانپور کے دوران بھی اہم فتاویٰ کے جوابات حضرت والا سے استصواب رائے کے بغیر نہیں لکھتے تھے، ڈاک سے سوال لکھ کر دریافت فرماتے جواب آنے پر ہی اس کا جواب تحریر فرماتے، اور دارالعلوم قیام کے زمانہ میں حضرت اقدس قدس سرہٗ حسب معمول جمعرات کو مظاہر علوم تشریف لے جاتے تو حضرت مفتی یحییٰ صاحب قدس سرہٗ ہفتہ بھر کے اہم فتاویٰ جمع کر کے رکھتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی مظاہر علوم تشریف آوری پر مشورہ کر کے ہی جوابات لکھتے۔

رائے کی پختگی

حضرت والا قدس سرہٗ جس مسئلہ میں دلائل کی روشنی میں جو رائے قائم فرماتے جب تک دلائل کی روشنی ہی میں اس رائے کا مرجوح یا کمزور ہونا معلوم نہ ہو جائے، آپ اس پر قائم رہتے اور کسی عظیم شخصیت سے محض شخصیت کی بنا پر مرعوب نہ ہوتے چنانچہ ایک دفعہ ایک مسئلہ دریافت کیا گیا اس کا جواب حضرت والا نے تحریر فرمایا، اسی مسئلہ کا جواب حکیم الامت حضرت تھانویؒ نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا جو حضرت والاؒ کے جواب کے خلاف تھا، اور وہ صورت کا اختلاف تھا، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ دوسری صورت سے متعلق تھا، استفتاء میں جو صورت تھی، اس سے مختلف وہ دوسری صورت تھی، وہ جواب حضرت والا کے سامنے آیا، محض شخصیت سے مرعوب ہو کر حضرت نے اپنی تحقیق سے رجوع نہیں فرمایا، بلکہ وضاحت فرمادی، کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی نقل فرمودہ عبارات دوسری صورت سے متعلق ہیں، سوال میں جو صورت ہے وہ اس سے مختلف ہے، اس کا حکم وہی ہے جو یہاں سے تحریر کیا گیا، اس کی پوری تفصیل حضرت والا نے ایک موقع پر ارشاد فرمائی، حضرت والا کا ارشاد بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:۔

ارشاد:۔ ایک صاحب نے مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کے پاس استفتاء بھیجا کہ ایک شخص غیر مسلم حکومت میں محکمۂ C.I.D میں ہے اور اس کو کسی مجرم کا پتہ لگانے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کرنی پڑتی ہے، کہ اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنا پڑتا ہے،

ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ہندوٗ ہوں مجھ کو مسلمان کر لیجئے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور مفتی جمیل احمد تھانویؒ کو لکھا کہ اسکا جواب مظاہر علوم سے منگا کر بھیجیں، انہوں نے وہ سوال مظاہر علوم بھیجا، مظاہر علوم سے جواب دیا گیا، کہ وہ شخص ایسا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے، اور اس سے متعلق فقہی عبارت نقل کر دی گئی، مفتی جمیل احمد صاحبؒ کو جواب اس وقت ملا جب وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تھے حضرت مولانا تھانویؒ نے پوچھا کیا ہے؟ مفتی جمیل احمد صاحبؒ نے وہ سوال جواب سامنے رکھ دیا حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اسکو پڑھا، اور فرمایا بھائی عبارات تو اسمیں نقل کی ہیں، مگر کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ہمت نہیں ہوتی، اور پھر از خود اس کا جواب تحریر فرمایا کہ وہ کافر نہیں ہوا، اور وہ عبارات کہ کسی چیز سے کسی کے مسلمان ہونے اور کافر ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کو کافر نہیں کہیں گے نقل فرمائیں اور مفتی جمیل احمد صاحب اسکو لیکر مظاہر علوم ناظم صاحب مولانا عبداللطیب صاحب کے پاس تشریف لائے، اور حضرت تھانویؒ کا جواب حضرت تھانویؒ کو دکھایا، اور فرمایا کہ مفتی محمود صاحبؒ سے کہیں، وہ اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیں، حضرت ناظم صاحبؒ نے جواب دیا، مفتی محمود صاحبؒ اپنے فتویٰ کو دلائل کے ساتھ صحیح سمجھتے ہیں تو کیوں رجوع کر لیں، الا یہ کہ ان کو اپنے فتویٰ کا غلط ہونا دلائل سے معلوم ہو جائے مفتی جمیل احمد صاحبؒ نے اس کو دیوبند مفتی محمد شفیع صاحب کے پاس بھیجا، انہوں نے حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کے تائید کی، اور عبارت نقل کی، کہ ایک شخص قیدی چھڑانے کے لئے ہندوانہ وضع اخیار کرتا ہے، اور کافروں کے پاس جاتا ہے، اس سے وہ کافر نہیں ہوتا، پھر اس کو لے کر مفتی جمیل احمد صاحب سہارنپور تشریف لائے کہ دیکھو یہ عبارت اب تو اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیں، میں نے کہا یہ تو صورت کا اختلاف ہے، صورت میں اختلاف نہیں یعنی وہ صورت جس کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے نقل فرمایا ہے، اس سے مختلف ہے، جو سوال میں درج ہے، اور جس کا جواب

یہاں سے دیا گیا ہے، اسلئے رجوع کس طرح کیا جائے، حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کی تحریرات میں اسکو دیکھا جائے، میں نے کہا "حیات المسلمین" میں ہے کہ جو شعار کفار کے ساتھ مخصوص ہے اس کو اختیار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نقل نہیں فرمایا، حضرت تھانویؒ کا وہ فتویٰ "بوادر النوادر" میں چھپا ہوا ہے، مظاہر علوم کے فتویٰ پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ کے دستخط بھی تھے، حضرت تھانویؒ ان کے شیخ ان کا جواب اس کے خلاف ان کو بڑی پریشانی ہوئی، اس لئے انہوں نے ایک تحریر حضرت ناظم صاحبؒ کے پاس بھیجی کہ اس عاجز کو آئندہ فتاویٰ پر دستخط کرنے سے معذور رکھا جائے، حضرت ناظم صاحبؒ ان کے بھی استاذ تحریر فرمایا جس مسئلہ میں اشکال ہو، اس پر دستخط نہ کرنے میں تو اشکال نہیں، لیکن جس مسئلہ میں اشکال نہیں اس پر دستخط کرنے میں کیا اشکال ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی رائے پر ضد اور ہٹ دھرمی بھی مطلقاً نہیں، اپنے فتاویٰ اہل علم حضرات کو دکھاتے اور کوئی دلائل کی روشنی میں کوئی مشورہ دیتا اس کو بہت خندہ پیشانی سے قبول فرماتے اور خوش ہوتے بلکہ احسان مند ہوتے ہیں، اور اگر دلائل کی روشنی میں اپنے فتاویٰ کا مرجوح ہونا معلوم ہوا تو اس سے رجوع کرنے میں دریغ نہیں فرمایا بلکہ بلا تکلف اس سے رجوع فرمالیا اور اس کا صاف اعلان بھی فرمادیا اور بار بار اس کو ظاہر فرماتے۔

اس وقت صرف ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں، حضرت والا نے شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کو مسنون قرار دیا تھا، اور مصنف عبدالرزاقؒ کی ایک روایت سے استدلال فرمایا تھا، حضرت کو بتایا گیا کہ وہ روایت ضعیف ہے قابل استدلال نہیں۔

حضرت والا نے اس کی تحقیق کی تو واقعی اس حدیث پر اس قسم کی جرح موجود و منقول پائی جس سے وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی، حضرت والا نے فوراً پہلے فتویٰ

سے رجوع فرمالیا اوراس کا اعلان فرمادیا اوراس کو رسالہ ''الریاض'' میں شائع کرنے کا حکم دیا۔

محترم مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب زید مجدہم نے اس فتویٰ پر چند شبہات نقل کر کے بھیجے حضرت والا نے اسکا جواب بھی عنایت فرمایا اوراپنے فتویٰ سے رجوع فرمالیا۔

سوالات وشبہات

(۱) جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ ''مصنف عبدالرزاق'' کی ہے، اور عبدالرزاق کو بعض علماء نے اہل تشیع میں شمار کیا ہے۔

(۲) مصنف کی جس روایت سے دعوت کو مسنون قرار دیا گیا ہے اس روایت کے بعض رواۃ ضعیف ہیں۔

(۳) اس واقعہ میں اس کا احتمال ہے کہ حضور ﷺ نے نیابۃً حضرت علیؓ کی طرف سے ولیمہ کی دعوت کی ہو جب کہ حضرت علیؓ حضور ﷺ کی کفالت میں تھے۔

(۴) شادی کے وقت دعوت کو مسنون قرار دینے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارات کی اجازت ہے اور باراتیوں کو کھانا کھلانا مسنون ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں کھانا کھلایا اس کے علاوہ کسی اور صاحبزادی کے نکاح میں دعوت نہیں کی، نیز لڑکی کے نکاح میں سلف وخلف صحابہ وتابعینؒ میں سے کسی کا دعوت کرنا ثابت نہیں، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا دوبارہ ثبوت نہیں پھر اس کو سنت کہنا کیسے صحیح ہے؟ کہ ''**ماواظب علیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مع الترک احیاناً** ''اور ایک مرتبہ کسی چیز کو کرنے سے مواظبت ثابت نہیں ہوگی۔ فقط والسلام

مکتوب گرامی حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ

مکرم محترم مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا موقر جریدہ (ماہنامہ الریاض دوماہی) جلد۱، شمارہ نمبر۱، ۱رمحرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۰۶ھ کا مطالعہ کیا، جس میں صفحہ ۱۷ر پر لڑکی کے شادی کے موقع پر دعوت کا تذکرہ ہے جو کہ آپ نے پیام سنت کانپور سے نقل کیا ہے، اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ میرے ایک محترم فاضل محسن حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے مجھے متنبہ کیا (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) کہ اس سلسلہ کی جو روایت ''مصنف عبدالرزاق'' میں ہے اس پر سخت جرح کی گئی ہے میں نے مصنف عبدالرزاق میں تلاش کر کے دیکھا تو اسکے حاشیہ پر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی ادام اللہ النفع بعلومہ وبرکاتہ نے ابن حجرؒ سے ایسی جرح نقل فرمائی ہے کہ جس سے وہ روایت قابل احتجاج نہیں رہتی، اس لئے میں اپنی تحریر سے جس میں بحوالہ مصنف عبدالرزاق لڑکی کی تقریب نکاح کے وقت دعوت کا ذکر ہے، اور حضور ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کی تقریب نکاح میں دعوت کرنا منقول ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں، آپ اس کو الریاض میں شائع فرمادیں، تاکہ ناظرین غلطی میں مبتلا نہ ہوں، **استغفر اللّٰہ العظیم.**

آپ نے جو سوالات وشبہات اس روایت پر نقل کئے ہیں، اب گو اس کے جواب کی ضرورت نہیں رہی تاہم بطور تکمیل وتتمیم عرض ہے۔

(۱) عبدالرزاق کو بعض علماء نے اہل تشیع میں شمار کیا، یہاں تشیع سے مراد رفض نہیں بلکہ ختنین کے بارے میں بجائے تساوی کے حضرت علیؓ کو ترجیح دینا ہے، اور شیخین پر ہرگز ترجیح نہیں دیتے تھے، چنانچہ بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یہ خبر تک نہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمرؓ پر ترجیح دوں، کیونکہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان دونوں حضرات (شیخین) پر ترجیح مت دو، نیز ان کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں معمر بڑے حافظ حدیث تھے، ۶۰ رسال تک ان کی صحبت میں رہے، امام احمد بن حنبلؒ یحی بن معینؒ جو کہ رؤس، جرح وتعدیل میں سے ہیں ان کے تلمیذ ہیں، اسحاق بن راہویہ نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے، تشیع کا یہ حاصل ہے کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے تھے، جس کے اسباب بھی موجود ہیں، ایسا تشیع اور بہت سے حضرات میں ملے گا حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تو بہت مشہور ہے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا اور کیوں کیا گیا۔

(۲) نمبر دو کا جواب بھی اس میں آ گیا، (۳) نمبر تین کی توجیہ کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

(۴) جب اصل ہی قابل اعتماد نہیں رہی تو پھر فرع اس پر بے سود بلکہ بے محل ہے

(۵) یہ تو بہت شاندار اعتراض ہے خاص کر یہ جز کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دوبارہ اسکا ثبوت نہیں اور اسپر مواظبت ثابت نہیں، کیا بتا سکتے ہیں کہ اسکے بعد کسی صاحبزادی کا نکاح کیا جو یہ سوال پیدا ہو، جبکہ سب سے آخری نکاح یہی ہے اور تاحیات کسی اور نکاح کی نوبت نہیں آئی تو پھر مواظبت کا سوال بے محل ہے، اگر کوئی الزامی جواب دینا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ یہ ہی تو مواظبت ہیکہ اخیر تک اسکے خلاف نہیں فرمایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند

حضرت والا کی کمال فقاہت اور شان تحقیق و تدقیق اور اس کے لئے محنت و جفاکشی کثرت مطالعہ اور ایک ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے اس سے متعلقہ متعدد کتابوں کی مراجعت وغیرہ دیکھنا ہو تو ''فتاویٰ محمودیہ'' کا مطالعہ فرمائیں، کہ ہر ہر مسئلہ سے مذکورہ بالا چیزیں ظاہر وعیاں ہیں۔

مسئلہ تکفیر میں کمال احتیاط

تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک اور اہم ہے، فقہاء کرام نے اس میں بڑی احتیاط کی ہے حضرت مفتی صاحب بھی اس میں انتہائی محتاط تھے۔
کسی مسلمان کے بارے میں اگر ایسے الفاظ نقل کر کے جن سے بظاہر کفر لازم آتا ہو حکم دریافت کیا جاتا، حضرت والا حتی الامکان اس میں تاویل کی کوشش فرماتے اور بعید سے بعید بھی تاویل کی اگر گنجائش نکلتی تو تاویل کر کے اس کو کفر سے بچانے کی کوشش فرماتے۔

آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر مکّا دکھانے والے کا حکم

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ فلاں صاحب منکر خدا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کو مکّا دکھاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، ایسا شخص ملحد و بے دین معلوم ہوتا ہے، حضرت نے تحریر فرمایا، وہ شخص منکر خدا نہیں اگر منکر خدا ہوتا تو اللہ پاک کو مکّا کیوں دکھاتا، اور مکّا دکھا کر اقرار کرتا ہے کہ میں اس کو مکّا دکھانے کے علاوہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

خدا کے نام کو تمبا کو سے کڑوا بتانے کا حکم

ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک شخص دوکاندار کے پاس تمبا کو لینے گیا اس نے تمبا کو دکھایا اس نے کہا اس سے اور زیادہ کڑوا دکھاؤ، دوکاندار نے کہا اس سے کڑوا خدا کا نام ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ وہ شخص مسلمان رہا یا کافر ہو گیا؟ کہ خدا کے نام کو تمبا کو سے زیادہ کڑوا بتاتا ہے، حضرت نے تحریر فرمایا کہ تمبا کو میں کڑوا ہونا صفت کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کمال ثابت کر رہا ہے، لہٰذا اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، لہٰذا اس کو اس قسم کے الفاظ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

جواہر لال نہرو سے متعلق شعر کی توجیہ

ایک دفعہ ایک مشاعرہ ہوا اس میں کسی شاعر نے جواہر لال نہرو سے متعلق یہ شعر پڑھا پڑھا، مائک کے ذریعہ آواز دور تک جا رہی تھی۔ ؎

کشتئ ہند کے ناخدا پائندہ باد.....اے جواہر لال نہرو تا قیامت زندہ باد

بعض طلبہ نے حضرت والا سے دریافت کیا کہ اس شعر میں شاعر نے کافر کو دعا دی ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔

یہ دعا نہیں یہ تو بد دعا ہے، اس لئے کہ یہ قیامت تک زندہ رہنے کی دعا ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت سے پہلے تمام مومنین کو اٹھا لیا جائیگا، خیار الناس باقی نہ رہیں گے، اشرار الناس باقی رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

ایک شخص نمازیوں کو گالی دیتا ہے، اوران کو بے ایمان بتاتا ہے، جس سے بظاہر نماز کی توہین ہونے کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم ہونا چاہئے، مگر حضرت والا تاویل بعید کر کے اس کو بھی کفر سے بچانے کی کوشش فرماتے۔

سوال وجواب ملاحظہ ہو:۔

نمازی کو گالی دینا

س:۔ کوئی شخص یہ کہے کہ زیادہ نماز پڑھنے والے انکی ماؤں کو ایسا کروں، سب سالے بے ایمان ہوتے ہیں یہ کلمہ کیسا ہے؟ اور ایمان میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

ج:۔ حامداً ومصلیاً:۔ اس کا مقصود بظاہر یہ ہے کہ بے ایمانی سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے، اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں، ان کو خدا سے اور اس کے دین سے زیادہ تعلق ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگ زیادہ پرہیز کریں، مگر افسوس کہ ایسا واقعہ نہیں، بلکہ نماز پڑھنے والے بھی بے ایمانی کرتے ہیں، اس میں نماز کی عظمت کو بتانا چاہتا ہے، کہ اس کی تاثیر یہ ہے کہ وہ بے حیائی کے کاموں سے اور گناہوں سے روک دیتی ہے لیکن یہاں ان سنگ دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے وہ اس مقصود کو صاف طور پر ادا نہیں کر سکا اور غلبۂ جہالت کی وجہ سے گالی بھی دے دی، اسکو اپنی اصلاح کی فکر بھی لازم ہے، اگر خدانخواستہ اسکا مقصود نماز کی توہین کرنا ہے، تو یہ نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان محفوظ نہیں رہتا، ایسی حالت میں تجدید ایمان توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۲-۸-۹۰ھ

کمال ذہانت وفطانت

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت والا کو تیزیٔ ذہن اور حذاقت بھی کمال درجہ عطا فرمائی تھی کوئی مسئلہ پیش آتا، حضرت والا کا ذہن فوراً اس کی تہہ تک پہنچ جاتا اور اس کے تمام مالہ وما علیہ کو علیٰ وجہ البصیرت سمجھ جاتے، اس نوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں شوہر اور بیٹے کو قتل کر دیا گیا، پھر شوہر کے بدن پر بیٹے کا سر اور بیٹے کے بدن پر شوہر کا سر رکھ کر جوڑ کر زندہ کر دیا گیا، اب وہ عورت کیا کرے؟

ایک صاحب نے حضرت والا سے ایک عورت کی پریشانی ذکر کی کہ اس کے شوہر اور بیٹے کو کسی نے قتل کر دیا، پھر کوئی فقیر ادھر گزرا ان سے اس نے اپنی پریشانی ظاہر کی، فقیر نے دونوں نعشوں کو دیکھا اور کچھ پڑھا اور بیٹے کے بدن پر شوہر کا سر رکھ کر اور شوہر کے بدن پر بیٹے کا سر رکھ کر **قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ** کہا دونوں زندہ ہو گئے، اب وہ عورت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ وہ کس کی بیوی رہی؟

حضرت:۔ نے جواباً ارشاد فرمایا، کسی کی بیوی نہیں رہی شوہر کے مرتے ہی اس کا نکاح ختم ہو گیا، اس نے کہا کہ کتاب میں دیکھ کر بتلایئے یوں ہی نہ بتاؤ، میں نے کہا ہدایہ جلد۲/صفحہ۲۹۸/میں ہے "**النکاح ینتھی بالموت**" وہ خاموش ہو گیا میں نے کہا کہ بس اتنا ہی کسی نے پڑھا کے بھیجا تھا، اب پوچھنا ہے تو یہ پوچھو کہ اب کون سے سے نکاح کرے؟ اس نے کہا کہ یہی بتا دو میں نے کہا ان میں سے کسی سے نہ کرے کسی تیسرے شخص سے کر لے، اس نے پوچھا کس سے کرے؟ میں نے کہا

کہ تجھ سے کرلے، مجھ سے کرلے، اس نے کہا کہ وہ تو اسی سے کرنا چاہتی ہے! میں نے کہا ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ میں دونوں کا سر کاٹ کر اصلی جگہ لگا دونگا وہ ان کو نہ لا سکے، معلوم ہوا کہ یہ صورت گھڑ کر سوال کیا گیا تھا۔

ایک دفعہ چھتہ مسجد میں حضرت والا نے اعتکاف فرمایا ۲۹/رمضان کو چاند دیکھنے کے لئے فرمایا کسی کو نظر نہیں آیا، ایک صاحب نے بیان کیا میں نے چاند دیکھا ہے، حضرت والا نے اس سے جرح فرمائی اور اس کی شہادت کو رد فرمایا دیا بعد میں معلوم ہوا کہ کہیں چاند ہوا ہی نہیں، حضرت والا کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عید کا چاند اتنا زود ہضم نہیں

ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ مسجد چھتہ میں معتکف تھا، انتیسویں رمضان کو میں نے لوگوں سے کہا کہ چاند کو تلاش کریں، لوگوں نے چاند کو تلاش کیا مکان کی چھتوں پر بھی جا کر دیکھا، مغرب کے بعد پھر میں نے کہا کہ اور تلاش کرو چاند کو ایک صاحب نے کہا کہ چاند تو ہو گیا میں نے پوچھا کس نے دیکھا انہوں نے کہا میں نے دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ نماز سے پہلے دیکھا یا بعد میں؟ اس نے کہا پہلے میں نے کہا کہ ابھی کسی کو بتلایا تو نہیں؟ کہنے لگے نہیں، میں نے کہا کہ عید کا چاند اتنا زود ہضم نہیں کہ اس کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی جائے، کسی سے بتایا نہ جائے، جب کہ دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے مکان کی چھت پر چاند کو تلاش کر رہے تھے، اور انہوں نے کسی کو نہیں بتلایا خاموشی کے ساتھ آئے اور نماز پڑھ لی، اب کہتے ہیں کہ چاند ہو گیا، میں نے اسی واسطے ان کی شہادت رد کر دی تھی، چنانچہ ان کے علاوہ کہیں بھی کسی نے شہادت نہیں دی چاند دیکھنے کی۔

سفر میں ایک شخص سے گفتگو (شیطان کو کس نے بہکایا)

ایک دفعہ سفر میں ایک شخص نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے سوال کیا شیطان کو کس نے بہکایا؟ حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا اس قسم کے سوال میں نہیں پڑا کرتے، باقی اس کو کچھ اطمینان نہ ہوا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ بھی سفر میں ہمراہ تھے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت ناظم صاحبؒ سے اجازت لے کر اس شخص سے گفتگو کی جس سے نہ یہ کہ وہ مطمئن ہوا بلکہ اس نے توبہ کی اور نماز پڑھنے کا عہد کیا، اس کی وضاحت وتفصیل کے لئے:۔

خود حضرت کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

شیطان کو کسی نے نہیں بہکایا؟

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ میں ایک دفعہ سفر میں تھا، ریل میں ایک صاحب نے موصوف سے معلوم کیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں آدمیوں کو شیطان بہکاتا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ شیطان کو کس نے بہکایا، مولانا نے فرمایا کہ ایسی باتوں میں نہیں پڑا کرتے، اور کوئی جواب نہ دیا، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسکے ساتھ جھک کرلوں، میرے دماغ کا کیڑا اُچھل رہا ہے، انہوں نے اجازت دیدی، میں نے ان صاحب سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے بتلایا میرا نام

فلاں ہے! فلاں جگہ رہتا ہوں! زمین داری ہے! میں نے کہا آپ کے یہاں بھینس بھی ہوگی؟ دودھ بھی ہوتا ہوگا، چائے بھی پکتی ہوگی، سالن بھی پکتا ہوگا، اس نے کہا سب کچھ ہوتا ہے! میں نے کہا سچ سچ بتاؤ چائے کو کس نے گرم کیا؟ توے کو کس نے گرم کیا؟ روٹی کو کس نے گرم کیا؟ سالن کو کس نے گرم کیا، ان سب کا جواب اس نے دیا، آگ نے گرم کیا! اس پر میں نے پوچھا ذرا بتلایئے آگ کو کس نے گرم کیا؟ بولے آگ تو خود گرم ہے، اس کو کون گرم کرتا، میں نے کہا اسی طرح شیطان کو سمجھ لیجئے، وہ لوگوں کو بہکاتا ہے، رہا وہ سو خود بہکا ہوا ہے، اس کو کسی نے نہیں بہکایا! اس نے کہا ہاں جی دیکھو اب سمجھ میں آگئی بات۔

میں نے ان سے پوچھا نماز پڑھا کرتے ہو؟ کہا عید بقرعید کی پڑھ لیتا ہوں! میں نے کہا روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا روزہ میں نے کبھی نہیں رکھا! میں نے کہا اگر تمہارا ایک ملازم ہو اور اسکو تم پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے ہو اس کو تم نے پیسے دئے کہ ڈاکخانہ سے کارڈ لے آؤ، اور اس وقت ڈاک نکلنے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی ہے، اور آپ کو جلدی خط بھیجنا ہے، اس نے پوچھا کہ خط کہاں لکھو گے؟ تم نے کہا بیٹے کے پاس، وہ پوچھے بیٹا کہاں ہے؟ تم کہو کہ بمبئی ہے، وہ پوچھے کیا لکھو گے بیٹے کو تم بتلاؤ کہ بلانا ہے اس کی شادی کرنی ہے، وہ پوچھے شادی کہاں کرنی ہے تم بتلاؤ فلاں جگہ کرنی ہے، فلاں شخص کی لڑکی سے! وہ پوچھے مہر کتنا ہوگا؟ لڑکی کو کیا کیا چیز دو گے؟ غرض آدھا گھنٹہ سارا اسی میں گزر جائے تو تم اسکے ساتھ کیا معاملہ کرو گے؟ اس نے کہا میں کوئی مولوی ہوں، جو اس طرح سے جواب دیتا رہوں گا میں تو ماروں گا اس کے ایک دھپ اور کہونگا تجھے کیا مطلب اس سے کہ کہاں لکھوں گا خط تجھے جو کچھ کہا ہے وہ کر کارڈ لے کر آ تجھے ان چیزوں سے کیا مطلب میں نے کہا تم جو اس کے دھپ مارو گے اس پر حکومت چلاؤ گے صرف اس بات کی وجہ سے ہی

نا کہ تم اسے پانچ روپیہ تنخواہ دیتے ہو یا کچھ اور وجہ بھی ہے کیا تم نے اس کو پیدا کیا ہے اس کے ہاتھ پیر آنکھ کان ناک وغیرہ کچھ بنایا ہے، اس کی زندگی اور موت تمہارے قبضہ میں ہے، تم اس کا حکم تو پورا کرتے نہیں نہ نماز پڑھتے ہو نہ روزہ رکھتے ہو بے تکے غیر متعلق سوالات کرتے ہو، کہ شیطان کو کس نے بہکایا، اس پر اللہ تعالیٰ کو کتنا غصہ آتا ہوگا، جب ہی اس نے دونوں کان ہاتھ سے پکڑے کہ جی واقعی غلطی ہوگئی، میں نے کہا صرف اتنا تو کافی نہیں کہ نماز روزہ کا وعدہ کرو، اس نے کہا آج منگل ہے بدھ، جمعرات کی تو مجھے معافی دیدو؟ گھر جا کر نہا دھو کر جمعہ سے نماز شروع کرونگا، میں نے کہا نماز کس کے لئے پڑھو گے؟ اللہ کے واسطے پڑھو گے؟ یا میرے واسطے سے پڑھو گے؟ نماز تو اللہ کا حکم ہے، اس کو معاف کرنے والا میں کون میرے معاف کرنے سے معاف تھوڑا ہی ہو جائے گا، اب وہ پریشان ہوا، میں نے کہا اچھا ایک بات طے کرلو، کہ جب تک نہا دھو کر نماز نہیں پڑھ لونگا کھانا نہیں کھاؤنگا، اس پر کہا آج تو ہم برے پھنسے میں نے کہا کہ یہ پھنسنے کیلئے بھی شیطان نے ہی بہکایا، اس نے ہم سے نماز کا وعدہ تو کرلیا یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس نے وعدہ پورا کیا یا نہیں۔

افریقہ میں ایک عالم سے شہر کے قریب بستی میں جمعہ سے متعلق گفتگو ہوئی:۔

حضرت قدس سرہٗ کے الفاظ ہی میں سنئے:۔

شہر کے قریب بستی میں جمعہ

ارشاد فرمایا کہ افریقہ کے ایک بڑے مفتی صاحب کے ساتھ میں ایک گاؤں میں گیا جو شہر سے قریب ہے اس بستی میں ایک عالم امام ہیں، ان کی مفتی صاحب سے اس بستی میں جمعہ پڑھنے کے متعلق گفتگو ہوئی وہ کہتے تھے کہ یہ بستی شہر سے اتنی قریب

ہے کہ اگر کوئی شخص اس بستی سے آکر شہر میں جمعہ پڑھ کر گھر جانا چاہے تو آرام سے شام تک گھر جا سکتا ہے، لہٰذا اس بستی والوں پر جمعہ فرض ہے، نیز کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے میں نے عرض کیا کہ آپ عالم ہیں، جو کچھ نقل کر رہے ہیں وہ صحیح ہے، اس نقل میں تردد نہیں میں اس کی تشریح چاہتا ہوں اس چھوٹی بستی والوں پر شہر کے قریب ہونے کی وجہ سے جمعہ فرض ہوگا تو اسی بستی میں جمعہ پڑھیں گے، یا شہر میں آویں گے، یعنی ہر شخص اپنی بستی سے شہر میں جمعہ پڑھنے کے لئے جایا کرے، یہ ضروری ہے یا اسی چھوٹی بستی میں جمعہ پڑھا کریں یہ ضروری ہے، حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ کے اردگرد رہنے والے حضرات صحابہ کرامؓ باری باری مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ (کذا فی البخاری ج۱، ص۱۲۳) جو نہیں آتے تھے، انہوں نے اپنی بستیوں میں جمعہ نہیں پڑھا نہ ان کو اسکا حکم کیا گیا کہ اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھا کریں نہ اس کا حکم کیا گیا کہ سب مدینہ طیبہ حاضر ہو کر جمعہ پڑھا کریں، اس پر وہ خاموش ہو گئے کچھ نہیں بولے۔

عبارت پڑھنے والے طلبہ کا امتحان

ایک جگہ حضرت والا کو ختم بخاری شریف کے لئے مدعو کیا گیا طلباء نے عبارت بہت تیز رواں عمدہ پڑھنا شروع کی، حضرت والا کو تعجب ہوا اور ان کا امتحان لیا۔

حضرت والا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا، ملاحظہ ہو:۔

ایک جگہ ختم بخاری شریف کے لئے مدعو کیا گیا پہنچا تو معلوم ہوا کہ جتنے طلبہ شریک دورۂ حدیث ہیں سب ایک ایک حدیث پڑھینگے، چنانچہ وہ سب بالترتیب بیٹھ گئے اور پڑھنا شروع کیا میں نے سنا تو حیرت ہوئی، کہ ایسی صحیح عبارت تیز رفتاری کے

ساتھ پڑھنے والے تو ہمارے دارالعلوم میں بھی نہیں، میرے جی میں شیطان نے ڈالا کہ امتحان لوں چنانچہ میں نے عبارت پڑھنے والے طالب علم کے برابر والے طالب علم سے (جس کا نمبر ۳۱) کے بعد عبارت پڑھنے کا تھا) کہا کہ ایک گلاس میں پانی لے آؤ، وہ چلا گیا ادھر اس کی حدیث پوری ہوگئی، اب سب خاموش میں نے اس طالب علم سے جس کا نمبر پانی کے لئے جانے والے طالب علم کے بعد تھا، عبارت پڑھنے کیلئے کہا تو وہ خاموش اس کے بعد والے سے کہا تو وہ بھی خاموش غرض کوئی بھی نہ پڑھ سکا، یہاں تک کہ پانی والا آ گیا، اس نے صحیح پڑھ دیا، اس کے بعد سب صحیح پڑھتے چلے گئے، اس کی وجہ معلوم ہوئی کہ ایک ماہ سے ہر طالب علم کو ایک ایک حدیث کی باقاعدہ مشق کرائی گئی ہے، تب جا کر اس طرح عبارت پڑھ رہے ہیں پھر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے کیوں پانی منگایا اور انکار از فاش کیا۔

قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے پر اشکال وجواب

ارشاد:۔ ایٹہ میں ایک جگہ وعظ تجویز تھا، وعظ میں مردوں عورتوں کا مجمع تھا وعظ کے بعد ایک شخص نے کہا میری عورت سوالات کرنا چاہتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس وقت میں موجود نہ ہوں میں نے کہا آپ کو اختیار ہے کہ آپ موجود نہ رہیں، باقی میرے ساتھ میرے احباب ہوں گے، ان کی موجودگی میں پردے کے پیچھے سے وہ سوالات کرلیں، اس کو انہوں نے منظور کرلیا، وقت تجویز ہوگیا، چند احباب میرے ساتھ رہے ان کی اہلیہ نے پس پردہ سے سوالات کئے، اول سوال، میں نے یہ سوال فلاں فلاں عالم سے کیا کوئی مجھے مطمئن نہیں کرسکا، قرآن پاک میں باتیں تو سب صحیح ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں ہے، بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے

جن چیزوں کو امت کیلئے مفید جانا ان کو جمع کر دیا، اور چوں کہ لوگوں کا ماننا اس کے بغیر دشوار تھا، اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے کہہ دیا کہ قرآن آسمانی کتاب ہے اللہ نے نازل فرمائی ہے میں نے کہا بس کیجئے، میں پہنچ گیا جہاں پر آپ ہیں، اب میری بات کا جواب دیجئے، آپ نے سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں کیا، کہا خوب مطالعہ کیا ہے اردو میں بھی، انگلش میں بھی، میں نے کہا یہ آفت وہیں سے آئی ہے، میں نے پوچھا سیرت میں دو وصف حضور علیہ السلام کے آپ نے پائے، ایک دیانت اعلیٰ درجہ کی، ایک ذہانت اعلیٰ درجہ کی، کہاں ہاں تھے دونوں وصف، میں نے کہا بس جواب ہو گیا، اس نے کہا کہ اس کو واضح کیجئے، میں سمجھی نہیں، میں نے کہا جو کتاب آسمان سے نازل نہیں ہوئی اس کو یہ کہنا آسمان سے نازل ہوئی خدا نے اتاری یہ دیانت کے خلاف ہے، دیانت دار آدمی کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا، پھر قوم کو غلط بات کہہ کر کسی وقت مطمئن کر دیا جائے، تو آئندہ چل کر اس کی غلطی واضح ہوگی، جھوٹ کا پردہ چاک ہوگا، جس قدر اطمینان دلایا تھا، وہ سب ختم ہو کر بے اعتماد ہو جائے گا، جتنا فائدہ ہوا سب ختم ہو جائیگا، اس انجام کو نہ سوچنا خلاف ذہانت ہے، ذہین آدمی کبھی ایسا کام نہیں کرتا، وہ ذہین بھی ایسا جو بے نظیر ہو سارے عالم کا مقتدا ہو، اس نے کہا کہ اب آپ خاموش ہو جاویں میں پہنچ گئی، جہاں آپ مجھے پہنچانا چاہ رہے ہیں، اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں کیا، بلکہ کہا مجھے پورا اطمینان ہو گیا۔

ایسے مذبح کے ذبیحہ کا حکم
جہاں ذابح صرف پہلے جانور پر بسم اللہ پڑھتا ہے

ارشاد:۔ ایک صاحب نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں گوشت حلال ملے اور ہماری نماز صحیح ہو میں سمجھ گیا، ان کی مراد کیا ہے، وہ مجھے مذبح و کمیلہ میں لے گئے، معلوم ہوا کہ یہاں جانور کو مشین سے ذبح نہیں کیا جاتا، بلکہ آدمی اپنے ہاتھ ہی سے ذبح کرتا ہے، وہاں میں نے ایک ذابح (ذبح کرنے والے) سے پوچھا کہ ذبح کرتے وقت ہر جانور پر بسم اللہ پڑھتے ہو، اس کو تو غصہ آگیا، تیور بدل گئے کہنے لگا، ایک مرتبہ نہیں سات مرتبہ پڑھتا ہوں، دوسرے سے معلوم کیا اس نے بتلایا کہ بس پہلے جانور پر بسم اللہ پڑھتا ہوں باقی پر نہیں میں نے ان لوگوں (فضلاء مصر) سے کہا کہ نص قطعی ہے "**ولاتاکلو امالم یذکر اسم اللّٰہ علیہ وانہ لفسق**" کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ، اس کا کھانا گناہ ہے، اس صاف نص قطعی کے ہوتے ہوئے، کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت
بیداری کی زیارت سے زیادہ قوی ہے

ارشاد:۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بہت جگہ خطوط لکھے، بہت سے علماء

سے دریافت کیا کہ ایک بات بتایئے ایک شخص وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کی زیارت خواب میں کرتا ہے، ایک شخص وہ ہے جو بیداری میں زیارت کرتا ان میں سے کونسی زیارت قوی ہے۔

اپنے اپنے ذوق کے مطابق سب نے جوابات دئے، میں حاضر ہوا مجھ سے فرمایا میں نے کہا حضرت خواب کی زیارت قوی ہے، بہ نسبت بیداری کے فرمایا کیوں میں نے کہا اسکی ذمہ داری لی گئی ہے، "ان الشیطٰن لایتمثل بی من رانی فقد رانی" یہ ذمہ داری لی گئی ہے، ضمانت ہے کہ جس نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا اس نے حضور اکرم ﷺ کو ہی دیکھا اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کیا بیداری کی حالت میں شیطان کو قدرت ہے حضور اکرم ﷺ کی صورت بنا لینے کی۔

میں نے کہا شیطان کو تو اس پر بھی قدرت نہیں البتہ قوت متخیلہ ایک صورت گھڑ سکتی ہے، یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے، اور خواب میں اس احتمال کو قطع کر دیا گیا۔

ایک طالب علم امام کا قول کہ میں مسلمان نہیں تھا اپنی نمازیں لوٹا لو

ارشاد:۔ دیوبند میں ایک طالب علم محلّہ کی ایک مسجد میں رہتا تھا، فارغ ہو کر چلا گیا جانے کے بعد اس نے وہاں سے محلّہ والوں کو خط لکھا کہ میں مسلمان نہیں تھا، تم لوگوں نے میرے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ کر لیں، اس بیچارے نے یہاں تک لحاظ کیا کہ مقتدیوں کی نماز خراب نہ ہو جائے۔

محلّہ کے لوگ مسئلہ پوچھنے کیلئے آئے ہم نے کہا کسی نماز کا اعادہ نہیں اس بدبخت کا قول معتبر نہیں اسلئے کہ کافر کا قول معتبر نہیں کہ میں مسلمان نہیں تھا، اس لئے کسی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس نے جو کیا خود بھگتے گا۔

جو شخص انگریز کی خاطر داڑھی منڈا سکتا ہے وہ ہندو کی خاطر چوٹی بھی رکھ سکتا ہے

فقیہ الامت قدس سرہٗ کا ایک دلچسپ ملفوظ ملاحظہ ہو:۔

ارشاد:۔ ۱۹۴۷ء میں جب حکومت کا انتخاب ہوا، ایک صاحب نے آکر مجھ سے کہا مولوی صاحب اب ہندوؤں کی حکومت ہوگئی اسلئے سر پر چوٹی رکھنی ہوگی، اور دھوتی بھی باندھنی پڑے گی، میں نے کہا یہ بات کہ ہندوؤں کی حکومت ہوگئی، یا کسی اور کی ان سے کہو جنہوں نے حکومت حاصل کی میں نے تو حاصل نہیں کی اور میں ہندوؤں کی خاطر سر پر چوٹی کیوں رکھوں، ان کی خاطر سر پر چوٹی وہ رکھے گا، جس نے انگریز کی خاطر داڑھی منڈائی اور انگریزی بال رکھے، اس واسطے کہ جو شخص انگریز کی خاطر حضور ﷺ کی سنت منڈا سکتا ہے، سر پر انگریزی بال رکھ سکتا ہے، وہ ہندوؤں کی خاطر چوٹی بھی رکھ سکتا ہے، اور دھوتی بھی باندھ سکتا ہے، ہم تو انگریز کی حکومت میں بھی ایسے رہے اور انشاء اللہ ہندوؤں کی حکومت میں بھی ایسے ہی رہیں گے۔

جماعت اسلامی اور اسلامی جماعت میں فرق

ایک شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا میرا تعلق جماعت اسلامی سے ہے حضرت والا نے فرمایا میرا تعلق اسلامی جماعت سے ہے اس نے کہا اسمیں کیا فرق ہے؟ حضرت والا نے فرمایا آپ لوگوں پر جماعت غالب ہے، اسلام تابع ہے، ہم پر اسلام غالب ہے جماعت تابع ہے۔

فتویٰ نویسی سے متعلق چند عادات مبارکہ

(۱) حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں جب ڈاک پیش کیجاتی تو اولا اسکو سرسری نظر سے ملاحظہ فرماتے اور دیکھتے کون استفتاء ہے، کون ذاتی خط ہے، ہر ایک کو الگ الگ فرماتے اور نشان کے لئے استفتاء پر 'ف' بنا دیتے اور جواب لکھ کر 'ف' کے نیچے 'م' بنا دیتے، ف ''ف'' سے اشارہ فتاویٰ کی طرف اور ''م'' سے محمود کی طرف اشارہ ہے پلاسٹک کے دو تھیلے حضرت کے پاس ہوتے، ایک میں ذاتی خطوط رکھتے، ایک میں فتاویٰ اور چمڑہ کا ایک تھیلا رہتا، اس میں یہ دونوں تھیلے ہوتے، جہاں موقع ملا تھیلے سے ڈاک نکالی اور جوابات لکھنا شروع فرما دیتے، سفر میں بھی یہ تھیلا ساتھ رہتا، بس میں، ریل میں، قیام گاہ پر جہاں موقع ملتا ڈاک شروع ہو جاتی جن کے جوابات لکھے جا چکے ہوتے ان خطوط کو بے جواب لکھے ہوؤں سے الگ رکھتے۔

(۲) اولاً استفتاء کے جوابات لکھتے بعد میں ذاتی ڈاک البتہ اگر کوئی استفتاء تفصیل طلب ہوتا اور اس کیلئے مراجعت کتب کی ضرورت ہوتی اور اس وقت اس کا موقع نہ ہوتا یا انشراح نہ ہوتا تو ذاتی ڈاک پہلے لکھ دیتے۔

(۳) جب تک مکمل انشراح نہ ہوتا استفتاء کا جواب نہ لکھتے خواہ کتنی ہی مراجعت کتب کرنی پڑے۔

(۴) عموماً جوابات مختصر لکھتے مگر تحقیقی اور ''خیر الکلام ماقل ودل'' کے مطابق البتہ کسی مسئلہ میں تفصیل مطلوب ہوتی تو پھر تفصیل سے بھی گریز نہ فرماتے، حتی کے بعض فتاویٰ نے مستقل رسالہ کی شکل اختیار کرلی۔

(۵) عبارت صاف اور عام فہم لکھتے جس سے سائل کو الجھن اور پریشانی نہ ہو، خود خط بھی حضرت والا کا بہت صاف تھا۔

(۶) جوابات لکھنے میں ترتیب کا لحاظ فرماتے جس ترتیب سے خطوط آتے اسی ترتیب سے جواب تحریر فرماتے، الا یہ کہ کسی کا فوری تقاضا ہوتا تو اس کی ضرورت اور اہمیت کی بنا پر اس کا جواب پہلے تحریر فرمادیتے۔

(۷) عموماً یہ کوشش فرماتے کہ ہر روز کی ڈاک ہر روز نمٹ جائے جب تک ڈاک پوری نہ ہوتی برابر فکر مند رہتے، حتی کے ایک دفعہ مظاہر علوم میں حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کل سفر میں جانا ہے ڈاک کافی جمع تھی پوری رات لکھ کر اسکو نمٹایا پھر علی الصباح سفر میں تشریف لے گئے۔

(۸) محض قواعد واصول کو سامنے رکھ کر حضرت والا جواب لکھنے کو کافی نہ سمجھتے بلکہ ہر مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارات میں جزئیہ صریحہ تلاش فرماتے خواہ کتنی بھی محنت کرنا پڑے، بعض دفعہ کسی جزئیہ کی تلاش میں بیسوں بلکہ بعض دفعہ پچاسوں کتب کی ورق گردانی کرنی پڑتی اور اسکے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا مگر کبھی ہمت نہ ہارتے اور جزئیہ مل جانے پر وہ مسرت محسوس فرماتے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت کی لذت ومسرت بھی اس کے سامنے ہیچ ہے، اور جب تک جزئیہ نہ ملتا برابر فکرمند رہتے، حتی کے ایک مرتبہ ایک جزئیہ کی تلاش میں کئی روز ہو گئے، برابر کتابیں دیکھتے رہے، مگر کامیابی نہ ہوسکی، اسی فکر اور بے چینی میں دوپہر کو سو گئے سو کر اٹھے تو دیکھا کہ ایک آنکھ کا پردہ پھٹ گیا اس سے کہا گیا بوجھ تو کوئی نہیں پڑا ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بوجھ کسی فکر اور سوچ کا بھی ہوتا ہے، وہی بوجھ پڑا ہے، جس سے پردہ پھٹ گیا ہے، یہی وہ محنت اور جفاکشی تھی کہ جب آنکھیں جاتی رہیں، ایک آنکھ کا پردہ پھٹ گیا، ایک میں موتیا اتر آیا (گو بعد میں موتیا کا آپریشن ہوکر کامیابی ہوگئی)

ارشاد فرمایا **الحمدللہ** یہ حسرت نہیں رہی کہ آنکھوں سے کام نہیں لیا، **الحمدللہ** کام خوب لیا۔

(۹) کسی استفتاء کا جواب لکھتے ہوئے کسی دوسری جانب متوجہ ہونا ناپسند فرماتے اس حالت میں کوئی اپنی جانب سلام، مصافحہ میں مشغول کرنا چاہتا وہ بھی ناگوار خاطر ہوتا۔

(۱۰) آپ کو فتاویٰ سے عشق کے درجہ تعلق تھا، کہ اس کو زندگی کا بڑا مقصد تصور فرماتے، اور اسی انہماک ومشغولی میں خوش ہوتے، اور اسمیں جان تک چلے جانے کی پروانہ کرتے چنانچہ ایک دفعہ زلزلہ آیا، حضرت والا ایک فتویٰ لکھنے میں مشغول تھے، زلزلہ کے سہم

سے سب حضرات دارالافتاء سے باہر نکل آئے کہیں یہ عمارت نہ گر جائے، مگر حضرت والاؒ کو دیکھا گیا کہ برابر بیٹھے ہوئے اطمینان سے جواب لکھنے میں مشغول ہیں، بعد میں حضرت والا سے پوچھا گیا کہ آپ باہر کیوں نہیں نکلے؟ فرمایا کہ مجھے فکر ہوا کہ کہیں فتویٰ درمیان میں نہ رہ جائے، اس لئے سوچا کہ فتویٰ تو پورا کرلو۔

(۱۱) حضرت والاؒ اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ حضرت والا کا تحریر فرمودہ جواب دوسرے حضرات بھی ملاحظہ فرمالیں، حتی کہ اپنے تلامذہ بھی حاضر ہوتے، تو ان کو بھی بتاکید دیکھنے کو فرماتے، اور اگر کوئی کچھ مشورہ دیتا تو اس کو بہت غور سے خوش ہوکر سنتے اگر معقول بات ہوتی تو تسلیم فرمالیتے، ورنہ خوبصورتی کے ساتھ اس کو سمجھا دیتے۔

(۱۲) آپ اسکا بھی اہتمام فرماتے کہ فتاویٰ رجسٹر میں لکھنے کے بعد روانہ کئے جائیں، اسلئے محرر کو تاکید فرماتے کہ رجسٹر میں جلد نقل کرکے ڈاک میں ڈالدے، اگر نقل ہونے میں تاخیر ہوتی، یا سستی کی بنا پر ڈاک میں ڈالنے میں تاخیر ہوجاتی، تو حضرت والا کو سخت ناگوار گزرتا، اور خوبصورتی کے ساتھ مناسب طریقہ پر اس پر تنبیہ فرماتے۔

ایک دفعہ ایک طالب علم ایک خط کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا، اور کئی روز بعد وہ خط ملا حضرت کی ناراضگی کے خیال سے چپکے سے وہ خط حضرت کے خطوط میں رکھ کر آگیا حضرت نے جب اس کو دیکھا تو سخت ناراض ہوئے، یہ حرکت کس نے کی ہے؟ کس نے یہ خط چھپائے رکھا، اور سب طلبہ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، کہ خط لکھنے والا کیا معلوم کیا ضروری بات لکھتا ہے، اور اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے، یہ سخت غلط حرکت ہے، آئندہ پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی، کہ اس سلسلہ میں کوتاہی کریں، ایسے

ہی ایک دفعہ کسی طالب علم سے کوئی استفتاء گم ہوگیا، حضرت نے تلاش کرایا نہیں ملا، حضرت کو بہت فکر ہوا ڈاک رجسٹر بھی منگایا اور اس میں تمام ڈاک کو دیکھا اور اس کی مدد سے معلوم کیا کہ فلاں خط کا جواب نہیں دیا گیا، رجسٹر سے مستفتی کا پتہ دیکھ کر خط لکھا کہ آپ کا استفتاء گم ہوگیا، لہٰذا دوبارہ استفتاء بھیج دیں، اس کے بعد جواب لکھ کر ارسال فرمایا تب حضرت کو اطمینان ہوا۔

(۱۳) آپ محرر کو بھی تاکید فرماتے کہ رجسٹر میں صاف ومکمل نقل کریں، بعض صاحبان رجسٹر میں صرف خلاصہ نقل کردیتے، حضرت والا قدس سرہٗ کو اس سے سخت تکلیف ہوتی۔

(۱۴) حضرت والا کی خواہش ہوتی کہ دارالافتاء سے کسی مفتی کا جواب دوسرے مفتی کے خلاف نہ چلا جائے، اسلئے کوشش فرماتے کہ ہر مفتی کا جواب ہر مفتی کی نظر سے گزر جائے اور کسی کو کوئی اشکال ہو تو اس کو سمجھ لیا جائے، یا اسکی اصلاح کردی جائے۔

(۱۵) حضرت اس کی بھی کوشش فرماتے کہ پورے عملہ میں اتفاق باہم قلبی تعلق ہو اس کے لئے آپ روزانہ چائے منگواتے اور سب کو بلوا کر چائے پلاتے تاکہ اس بہانہ سب جمع ہوجائیں، اور باہم گفتگو ہوجائے کسی کو کسی سے رنجش ہو وہ بھی دور ہوجائے تھوڑی دیر ہنسی خوشی گفتگو ہوکر مجلس ختم ہوجاتی اور اسکے اچھے اثرات قائم ہوتے۔

(۱۶) ایک خصوصی کمال یہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت والاؒ کے تحریر فرمودہ فتاویٰ بڑے جامع اور استدلالی ہوتی ہیں، کہ کہیں کوئی کیسا ہی نازک جزئیہ یا اہم مسئلہ پیش آجائے اس کا اتنی شائستگی وعمدگی کے ساتھ مختصر اور جچے تلے الفاظ میں جواب تحریر فرماتے، کہ پڑھنے والا اور دیکھنے والا آپ کے تبحر علمی، فقہی دسترس اور علم ومطالعہ کی کثرت

ووسعت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتا، مگر اس کے باوجود وصف تواضع وفروتنی اور اپنی شرعی ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم ہے کہ جس مسئلہ کی پوری تحقیق مستحضر نہیں ہوتی اس کے متعلق برملا مجمع میں کہہ دیتے کہ مجھے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق نہیں مجھے اس کا علم نہیں اور اس میں آپ کو ذرہ برابر حجاب نہ ہوتا اور اہل علم حضرات کی شان یہی ہوتی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک نقل کیا گیا ہے

اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَقُوْلَ لِمَالَایَعْلَمُ لَااَعْلَمُ. (اَلْحَدِیْث)

بے شک علم (کی نشانی میں) سے یہ ہے کہ نہ جانی ہوئی چیز کے بارے میں کہہ دے میں نہیں جانتا۔

دوسرے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق

(۱۷) کسی دوسرے مفتی صاحب کا تحریر فرمودہ فتویٰ برائے تصدیق لایا جاتا جب تک اس پر پورا اطمینان نہ ہوجاتا ہرگز دستخط نہ فرماتے، اطمینان ہونے پر تصدیق فرمانے سے کوئی اعراض بھی نہ فرماتے، حضرت اقدس نظام الدین صاحبؒ ناظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند نے ایک دفعہ ایک استفتاء کا جواب تحریر فرما کر حضرت والا قدس سرہٗ کے پاس تصدیق کے لئے ارسال فرمایا، حضرت والا کو اطمینان نہ ہوا، تو نہایت ہی ادب کے ساتھ عاجزانہ طریقہ پر معذرت فرمائی جو دوسرے مفتیان کرام کے لئے بہترین نمونہ ہے، ایسی صورتیں کتنی مرتبہ پیش آئی ہوں گی، مگر ایک تحریر محفوظ رہ گئی، حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مکتوب گرامی جو فتویٰ کے ساتھ ارسال فرمایا تھا:۔

حضرت والا قدس سرہٗ کا معذرت نامہ ہر دو ہدیۂ ناظرین ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حضرت المخدوم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب استفتاء اپنی بساط کے مطابق لکھ کر مرسل ہے اگر اس میں سقم ہو تو نشاندہی فرمادیں احقر کے لئے باعث خوش نصیبی ہوگی۔فقط والسلام

بندہ نظام الدین ۲۴/۵/۱۴۰۶ھ

جواب حضرت اقدس قدس سرہٗ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

شمس برج سماء تحقیق حضرت اقدس لازالت السمٰوات والارض مستنیرۃ بضیاء علومکم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تحقیقی فتویٰ کا مطالعہ کیا یہ ناکارہ سماویات سے مناسبت نہیں رکھتا، ان علوم میں دسترس نہیں ہے، لہٰذا سمجھنے سے قاصر رہا بے سمجھے دستخط کرنے کو جناب والا بھی ناسمجھی ہی قرار دینگے، جو کہ فتاویٰ کیلئے باعث زین نہیں بلکہ موجب شین ہے۔فقط والسلام

خاکی نژاد تراب الاقدام احقر محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

تمرین فتاویٰ

دارلافتاء دارالعلوم دیوبند میں جو طلباء شعبۂ افتاء میں داخل ہوتے ان کو مشق وتمرین فتاویٰ کے لئے مفتیان کرام میں تقسیم کردیا جاتا، اوران کی مختلف جماعتیں بنادی جاتیں، ان کے اسباق مختلف مفتیان کرام کے پاس رکھے جاتے ہر سبق میں تمام طلباء شریک ہوتے، مگر فتویٰ نویسی کی مشق ہر جماعت الگ الگ مفتی صاحب کے پاس کرتی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس عموماً ''رسم المفتی'' الاشباہ والنظائر'' ہوتی اور کبھی قواعد الفقہ بھی ہوتی، حضرت والا سبق میں مختصر تقریر فرماتے مگر اس طرح کہ کتاب کا مطلب پورے طور پر سمجھ آجائے، ہر مسئلہ کو کچھ مثالوں سے ضرور سمجھاتے جن سے طلبہ کو فن سے پوری مناسبت ہوجاتی، درمیان میں کوئی لطیفہ بھی سنادیتے جس سے طلبہ اکتاویں نہیں اور موقع کی مناسبت سے اشعار بھی سناتے، تمرین فتاویٰ کے لئے طلبہ کو سوالات لکھوادیتے اوران کو تاکید فرماتے، کہ ان کے جوابات لکھ کر لائیں، طلبہ کو ان سوالات کے جوابات کے لئے کتابوں کی رہنمائی بھی فرمادیتے کہ فلاں فلاں کتاب دیکھیں، پھر ان کے جوابات بغور ملاحظہ فرماتے، ضروری مشورہ دیتے، اصلاح فرماتے، حوصلہ افزائی فرماتے، جس سے خوب محنت کرنے کا جذبہ وشوق پیدا ہوتا، کتابیں مطالعہ کے لئے عنایت فرماتے، جن طلبہ کو ہونہار دیکھتے ان کے لئے فتاویٰ سے متعلق کتب ''شامی'' وغیرہ خرید کر عنایت فرماتے، اور درمیانی سال میں بھی کچھ ضروری کتابیں سب طلبہ کو تقسیم فرماتے، اس تقسیم کتب کی سال کے اندر

کئی کئی بار نوبت آتی ان کی ضروریات کا بھی پورا خیال فرماتے، کسی کا کھانا نہ ہوتا اس کے کھانے کا انتظام فرماتے، رہائش کا انتظام نہ ہوتا اس کی رہائش کا انتظام فرماتے (خاص طور پر ان طلبہ کے لئے جو مدرسہ میں باقاعدہ داخل نہ ہوتے اور حضرت والا قدس سرہٗ سے فتویٰ نویسی کی مشق کے لئے حاضر ہوتے) ایک دو کمرہ کرایہ پر لے لیتے اور اس قسم کے طلبہ کو ان میں رکھتے، کوئی غریب طالب علم بیمار ہوتا اس کو علاج کے لئے پیسے عنایت فرما دیتے، خود طلبہ بھی حضرت والا کی ان شفقتوں عنایتوں کی بنا پر حضرت والا سے ایسے بے تکلف اور مانوس ہوجاتے کہ جب دل چاہتا حضرت والا سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے، اور حضرت والا ان کا مطالبہ پورا فرماتے، اور مٹھائی منگوا کر کھلاتے اور بے تکلف جو پوچھنا چاہتے پوچھتے، کچھ حجاب محسوس نہ کرتے، اور اپنے ذاتی معاملات میں بھی بے تکلف مشورہ کرتے بلکہ اپنی پوشیدہ باتیں جن کو بے تکلف دوستوں سے بتاتے بھی شرماتے ہیں، حضرت والا قدس سرہٗ سے ایسے مانوس ہوجاتے اور حضرت والا قدس سرہٗ کو اپنا ایسا مخلص و مشفق اور مہربان سمجھتے کہ بے تکلف اپنی راز کی باتیں بھی بتا کر مشورہ کرتے اور حضرت والا قدس سرہٗ پوری خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دیتے، اور ان کی پوری رہنمائی فرماتے۔

تمرین و مشق کے ساتھ ساتھ تربیت و اصلاح کی بھی پوری فکر فرماتے کسی بزرگ سے بیعت ہونے کی طرف متوجہ فرماتے جو حضرت سے بیعت کی درخواست کرتے استخارہ مسنونہ کا حکم فرماتے پھر بھی ان کا اصرار ہوتا تو بیعت فرما لیتے اور ان کے لئے اذکار و اشغال ان کے حسب حال تجویز فرما دیتے، اس طرح ان کو ذکر و شغل سے بھی مناسبت پیدا ہوجاتی کہ پھر بعد فراغت اس کو مزید بڑھاتے۔

سال کے اخیر میں طلبہ کا امتحان ہوتا ہے، حضرت والا کی خواہش تھی کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں امتحان ہوتا کہ رمضان اور رویت ہلال سے متعلق مسائل سے بھی

مناسبت اور واقفیت ہو جائے، اس کو تجویز بھی کر دیا گیا تھا، مگر اس پر عمل کی نوبت بھی نہیں آئی تھی، کہ پھر شعبان ہی میں امتحان کا سلسلہ شروع ہو گیا، مگر اب ایک سال کے بجائے دو سال تمرین فتاویٰ کے لئے تجویز کر دئے گے۔

امتحان سے فراغت پر دار العلوم کی طرف سے طلبہ کو افتاء کی سند بھی دیجاتی، حضرت قدس سرہٗ بھی اس پر دستخط فرماتے اپنی خصوصی سند دینے کا حضرت والا قدس سرہٗ کا دستور نہیں رہا، اور سند کا زیادہ شوق بھی حضرت کو پسند نہیں تھا، جس طالب علم میں سند کا شوق دیکھتے اس کو حضرت تھانویؒ کا قصہ سناتے کہ جب مدرسہ والوں نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو سند دینے اور دستار بندی کا ارادہ فرمایا تو ان حضرات نے درخواست دی کہ ہم نے سنا ہے کہ ارباب مدرسہ ہم کو سند دینا اور دستار بندی کرنا چاہتے ہیں، ایسا ہرگز نہ کیا جائے، چوں کہ اس سے دار العلوم بدنام ہو جائے گا، کہ ایسے نااہلوں کو سند دی اور ان کی دستار بندی کی ہم ہرگز اس کے اہل نہیں۔

کوئی حضرت والا قدس سرہٗ سے سے سند کی درخواست کرتا تو اس کو بھی یہی ارشاد فرماتے میرے پاس سند کا کوئی پرزہ نہیں کسی نے آج تک پوچھا بھی نہیں کہ تیرے پاس سند ہے یا نہیں، پوری زندگی بلا سند ہی گزر گئی۔

فراغت کے بعد جب طلبہ اپنے وطن واپس جاتے ان کو معمولات کی پابندی اور درس وتدریس شروع کرنے کی تاکید فرماتے، بعض خواص کے لئے خود سے جگہ تجویز فرما کر وہاں بھیج دیتے بقیہ کے لئے بھی برابر فکر فرماتے، اور آنے جانے والوں سے حالات دریافت فرماتے رہتے، بعض مدرسہ والوں کو از خود بھی متوجہ فرماتے، کہ فلاں کو اپنے یہاں رکھ لو، اگر مدرس کی جگہ خالی نہ ہوتی تو فرماتے کہ بلا تنخواہ ہی فلاں کو رکھ لو اور دو چار کتابیں، اس کو دے دو تا کہ ابتدائی کتابیں نکل جائیں، اور کتابوں سے کچھ مناسبت ہو جائے، ان کو دوسری جگہ بھیجنا ہے، اس کے بعد پھر کسی

دوسری جگہ کے لئے تجویز فرما کر بھیج دیتے، جوطلبہ کسی جگہ کام شروع کرتے ان کی بھی پوری خبر گیری رکھتے مفید مشوروں سے نوازتے رہتے اور کتابوں کی ضرورت ہوتی تو بڑی بڑی قیمتی کتب خرید کر عنایت فرماتے۔

جوطلباء فارغ ہوکر یکسوئی اور بے تعلق ہوجاتے ان کے احوال بھی جاننے والوں سے دریافت فرماتے اوران کیلئے بھی برابر فکر مند رہتے اور رابطہ قائم کرنے کی تدبیر وکوشش فرماتے، کوئی اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوتا تو بہت خوش ہوتے گویا گم شدہ متاع عزیز ہاتھ آ گئی، اور بہت شفقت ونرمی کے ساتھ اس کی اصلاح وتربیت فرماتے کہ شفیق ومہربان والدین بھی اپنے بچوں کی خیر خواہی واصلاح کے لئے وہ شفقت ومہربانی نہیں کرسکتے۔

ایک طالب علم جوحضرت قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق رکھتا تھا، فراغت کے بعد بالکل بے تعلق ہوگیا، ایک عرصہ بعد اس کو خیال آیا اور ایک کارڈ اپنی خیریت کا حضرت قدس سرہٗ کو لکھا، حضرت قدس سرہٗ نے اس کا جواب عنایت فرمایا اور ایک شعر بھی شروع میں تحریر فرمایا۔

بہت مدت میں لائے ہو تشریف
خوش تو ہیں آپ کے مزاج شریف

بس یہ خط ہی اس کے لئے کشش کا ذریعہ بن گیا اس کے بعد اس نے آنا جانا شروع کیا اور اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کی بالآخر اس کے ذریعہ بہت سی دینی خدمات انجام پائیں، اور انجام پارہی ہیں، اس نوع کی کتنی مثالیں ہیں۔

فقہ وفتاویٰ میں مناسبت پیدا ہونے کی تدبیر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی پوری کوشش ہوتی تھی، کہ فتویٰ کی مشق کرنے والے طلبہ میں فقہ وفتاویٰ سے کمال مناسبت پیدا ہو جائے، ان کو ترغیب دیتے رہنمائی فرماتے، ترغیب کے لئے کوئی مسئلہ بیان فرماتے ہوئے کتابیں کھول کر دکھاتے اور ضعف کے باوجود کوئی سستی نہ کرتے فوراً کتاب اٹھا کر لاتے اور مسئلہ نکال کر دکھاتے، بعض مرتبہ متعدد بار اس کی نوبت آتی۔

فقہ میں مناسبت اور مہارت پیدا ہونے کیلئے ''بدائع الصنائع'' شامی'' فتح القدیر'' زیلعی شرح کنز'' کے مطالعہ کی تاکید فرماتے اور فرمایا کرتے۔

اصول اور لِمُ کے لئے ''بدائع الصنائع'' جزئیات کے لئے شامی تعارض ادلہ کے لئے فتح القدیر، اور استدلال بالحدیث کیلئے زیلعی کا مطالعہ بہت مفید ہے، تفسیر میں مہارت ومناسبت کیلئے تفسیر مظہری، تفسیر عزیزی، تفسیر روح المعانی، احکام القرآن للجصاص، اور تفسیر کبیر للامام رازی کی تاکید فرماتے۔

فرق باطلہ کی تردید کے لئے طلباء کی تیاری

فرق باطلہ کی تردید وبیخ کنی حضرت والا قدس سرہٗ کی زندگی کا اہم مشغلہ رہا ہے، جس کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت آئے گی، انشاء اللہ، حضرت والا طلباء کو بھی اس کی طرف توجہ دلاتے اور انکی ذہن سازی فرماتے، فرق باطلہ کے ساتھ اپنی گفتگو

اور مکالمات بڑی دلچسپی کے ساتھ تفصیل سے سناتے، اپنے اور دیگر اکابر علماء حق کے مناظروں کے واقعات وحالات بھی تفصیل سے سناتے، متعلقہ کتب کی طرف رہنمائی بھی فرماتے، جو طلباء باذوق اور ذہین ہوتے ہیں، ان پر خاص توجہ فرماتے جسکی وجہ سے طلبہ میں فرق باطلہ کی تردید وبیخ کنی کا خاص ذوق ومزاج پیدا ہوجاتا اور اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ کر دیگر مشاغل کے ساتھ اس نوع کے فتنوں کی سرکوبی سے بھی غفلت نہ کرتے، چنانچہ آج کثیر تعداد اصحاب افتاء کی ملک وبیرون ملک میں موجود ہے، جنہوں نے حضرت قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، اور حضرت سے فتویٰ نویسی کی تمرین ومشق کی اور اب وہ فقہ وفتاویٰ کے بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں، بلکہ خود دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، شاہی مرادآباد، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ رحمانیہ ہتھورہ باندہ اور ملک کے دیگر بڑے مدارس میں اور غیر ممالک میں بھی متعدد مدارس میں سند افتاء کو زینت بخشنے والے عموماً حضرت والاؒ کے تلامیذ ومسترشدین ہی نظر آتے ہیں، ان اصحاب افتاء کی بھی خاصی تعداد ہے، جنہوں نے افتاء کی تمرین ومشق تو حضرت قدس سرہٗ سے نہیں کی البتہ استفادہ کیا اور حضرت والا قدس سرہٗ نے ان کی سرپرستی اور رہنمائی فرمائی، مشوروں سے نوازا اور انہوں نے فقہ وفتاویٰ کی عظیم خدمات انجام دیں یا انجام دے رہے ہیں۔

وفات

۱۸/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲/دسمبر ۱۹۹۶ء کو جبکہ ہندوستان میں ۱۷/ربیع الثانی تھی بروز دوشنبہ سورج غروب ہونے کے بعد تقریباً ساڑھے سات بجے، اپنے وطن سے ہزاروں میل دور جنوبی افریقہ میں اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو دین کے لئے قربان کرتا ہوا، رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو کر علمی دنیا کو اندھیر کر گیا۔ انا للّٰہ الخ .

جان دے دی ہے جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

تاریخ وفات

متعدد حضرات نے تاریخ وفات نکالی ہیں ان میں سے بعض کو نقل کیا جاتا ہے۔

از مولانا محمد شاہ گنگوہی زید مجدہم

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند ودارالعلوم دیوبند ۱۴۱۷ھ

فقیہ الامت فی محل العزیز ۱۴۱۷ھ

محمود فی مقعد مجد عند ملیک مقتدر ۱۴۱۷ھ

مات قطب الوقت حامد امن کان ولی اللہ ۱۴۱۷ھ

محمود حسن عاش حمیداً ومات شہیداً ۱۴۱۷ھ

مفتی محمود حسن الشہید فی سبیل اللہ ۱۴۱۷ھ

مفتی محمود حسن قدس اللہ الودود سرہٗ العزیز ۱۴۱۷ھ

جناب ضمان اللہ ندیم صاحب امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ نے سن وفات اس آیت سے نکالی ہے جو بہت خوب ہے:۔

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ۱۹۹۶ء (سورہ ہود آیت ۷۳)

از مولانا ظفر احمد جنکپوری صاحب زید مجدہم

بزد مضجعہ الحی العزیز الحکیم ۱۴۱۷ھ
نوراللہ مرقدہٗ الہادی العظیم الرحیم ۱۹۹۶ء

آج اُٹھ کے سوئے عقبیٰ دار فانی سے گئے
تھے جو مفتی ،اک فقیہ امت وشیخ زمن

آہ وہ شیخ طریقت، عارف کامل ولی
چل دئے رخ موڑکر دنیا سے محمود حسن

جنکے فیض بیکراں سے اک جہاں تھا فیضیاب
ہوگئے دنیا سے رخصت آہ وہ شیخ زمن

ہجر میں ان کے ہیں ابنائے چمن گریہ کناں
اب کہاں پھولوں میں وہ شوخی کلی کا بانکپن

ہوگئے وہ آج داخل جنت الفردوس میں
بن گئے محمود حسن مطلوب رب ذوالمنن

اس نگہبان چمن کے یک بیک اٹھنے سے آج
سونا سونا سا مکاں ہے اجڑا اجڑا سا چمن

درحقیقت اہل عالم کے دلوں پر اے ظفر
کوہ غم ہے ،ارتحال مفتی محمود حسن

۲۱ + ۱۳۸۶ = ۱۴۱۷ھ

ہوکے غم آغوش داعی اجل سے دفعۃً
عالم فانی سے اُٹھے آج محمودحسن

آج ابنائے چمن کو آہ وہ کرکے یتیم!
جانب ملک عدم، رخصت ہوئے زیب چمن

کوچۂ فانی سے اٹھ کر ہوگئے، خلد آشیاں
وہ مسیحا مظہر الاخلاق محمود حسن

۱۹۹۶ء

تأثرات

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ

بر وفات

فقیہ الامت حضرت اقدس محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

تاثرات حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب زید مجدہم بر وفات فقیہ الامت محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی مولانا ابراہیم صاحب پانڈور ''رزقکم اللّٰہ صبراً جمیلا واجراً جزیلاً''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

مزاج گرامی: فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی وفات حسرتِ آیات کی اطلاع سے بے حد صدمہ ہوا، طبیعت بہت متأثر ہوئی، **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ماشاء اللّٰہ کان ومالا یشاء لایکون غفر اللّٰہ لہٗ واسکنہ جنۃ الفردوس وافاض الیہ شآبیب غفرانہ وادعوا اللّٰہ تعالیٰ ان یفرغ علیٰ قلوبکم صبراً جمیلا وعلیٰ من فقد تم اجراً جزیلا بلطفہ ورحمتہ اٰمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم.**

بھائی:۔ حضرت کی علالت کی اطلاع اور آپ کا سلام اور حضرت کی صحت کے لئے دعا کی درخواست پہنچی تھی، برابر دل سے حضرت کیلئے دعا کا اہتمام کررہا تھا، اور فکر دامن گیر تھی احباب سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے احوال معلوم کرتا رہتا تھا کہ اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع موصول ہوئی، **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.**

حضرت مفتی صاحبؒ کا وجود اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت تھی، ہم اور آپ حضرت کے متوسلین اور پوری امت اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوگئی، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے، دنیا میں

ہر آنے والے کو اپنے رب کے پاس ایک دن جانا ہے، زندگی کے سانس معدود اور اجل کا وقت مقرر ہے، ہر شئی فانی ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات باقی ہے، ''**کل من علیھا فان ،انک میت وانھم میتون، کل نفس ذائقة الموت ،وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد وغیر ذلک.**

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ علیل رہے آپ نے اور دیگر خدام نے علاج، دعاء اور دوا میں کوئی کسر نہیں رکھی، مگر حضرتؒ کا وقت موعود آ چکا تھا، آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے، وہ گھڑی آ گئی جس کا حضرت کو انتظار ہوگا، اہل اللہ تو اپنے رب کے لقا کی تمنا ہی میں زندگی کے لمحات گزارتے ہیں، جو ہوا وہ قضا وقدر کا فیصلہ ہے، اللہ پاک ہم سب کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

لاتقل فیما جری کیف جری..... کل شئی بقضاء و قدر

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:۔

واذالمنیة انشبت اظفارھا.....القیت کل تمیمة لاتنفع

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی، تو ایک بدوی نے آپ کے صاحبزادے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعزیت کی اور یہ اشعار کہے:۔

اصبرنکن بک صابر بن فانما..... صبرالرعیة بعدصبر الراس

خیرمن العباس اجرک بعده.....واللّٰہ خیر منک للعباس

منقول ہیکہ حضرت عبداللہ کو ان اشعار سے بڑا سکون اور تسلی ہوئی خدا کرے کہ آپکے حق میں اور ہمارے حق میں اور حضرت کے تمام متوسلین کے حق میں بھی نفع بخش ثابت ہوں۔

ایک زمانہ تک آپ کو حضرت کے ساتھ قلبی تعلق اور حضرت کی خدمت کا موقع ملا جس کی وجہ سے فراق پر غم ہونا فطری چیز ہے، مگر یہی موقع صبر کا ہے'' **الصبر عندصدمة الاولٰی**'' پیش نظر رہے، انشاء اللہ اس صبر پر اللہ پاک اجر عظیم عطا فرمائیں گے، اور یہ

جدائیگی اور فراق بھی وقتی چیز ہے، ایک نہ ایک دن انشاء اللہ ملاقات ہوگی، اور ہم سب کو بھی اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے "ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی و کل عندہ باجل مسمّٰی فلتصبر و لتحسب"

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لئے اسوہ ہے آپ نے خود کو دین متین اور خدمت خلق کے لئے، وقف کر رکھا تھا، دنیوی راحت و آرام کی کبھی فکر نہیں فرمائی، خود بھی عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، اور نہ معلوم کتنوں کے قلوب میں عشق کی چنگاری سلگا دی دنیا کی چیزوں سے یکلخت خود کو الگ کر لیا تھا، اور ہر قسم کے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھا اور ہر وقت موت اور آخرت کی فکر کا استحضار رہا، دنیا کے فتنوں کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سمجھ کر اعمال صالحہ کو سفینہ بنالیا تھا، کہ ان خطرناک موجوں سے بذریعہ اعمال نجات حاصل کرلیں، آپ پر بلاشبہ یہ اشعار صادق آتے ہیں۔

ان للّٰہ عباد افطنا
طلقو االدنیا و خافوا الفتنا

نظروا فیھا فلما علموا
انھا لیست لحی وطنا

جعلوھا لجۃ واتخذوا
صالح الاعمال فیھا سفنا

حضرت مفتی صاحب مرحوم اس دار فانی سے تشریف لے گئے، مگر حضرت کی علمی یادگاریں اور حضرت کے تلامذہ و متوسلین کی ایک بڑی جماعت الحمدللہ موجود ہے جو انشاء اللہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے لئے ذخیرۂ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے اور بلاشبہ حضرت اپنے ان علمی کارناموں کے سبب اس شعر کے مصداق ہیں:۔

موت التقی حیاۃ لانفادلھا

قدمات قوم وھم فی الناس احیاء

اہل اللہ کا وجود مسعود بہت ہی غنیمت اور اللہ ﷻ کی بہت عظیم نعمت ہوتی ہے، ان کے قلوب ایمان ومحبت اور تقویٰ کا مرکز ہوتے ہیں، عشق ومحبت کی آگ انکے دل کو جلائے ہوئے ہوتی ہے، جو دل مرا ان کی خدمت میں طلب صادق لے کر پہنچ جاتا ہے، اللہ جل جلالہ ان کی صحبت کی برکت سے اس کی کایا پلٹ دیتے ہیں، اور اسے اپنی محبت اپنا تعلق اور اپنی معرفت کا کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمادیتے ہیں، دین سے تعلق اور دین کی محبت اور اتباع سنت کا جذبہ نصیب ہوجاتا ہے، ذکر وفکر حاصل ہوجاتا ہے، اور ان کا صحبت یافتہ انشاء اللہ محروم نہیں رہتا، ان کی ایک نظر، ایک توجہ دل سے نکلا ہوا ایک جملہ زندگی بھر کی تمام عادتیں چھوڑنے اور ان سے سچی توبہ کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے، جگر مرادآبادی کی کیا حالت تھی نشہ میں چور رہتے تھے، اور جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ لت کس قدر مشکل سے چھوٹتی ہے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں پہنچے اللہ ﷻ نے حضرت کی صحبت کی برکت سے اس بری لت سے توبۂ نصوح کی توفیق عطا فرمائی، اور وہی جگر مرادآبادی جو شراب کے نشہ میں مست رہتے تھے، عشق الٰہی کے نشہ میں چور چور ہیں کسی نے سچ کہا ہے:۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ....بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ کسی صاحب نسبت سے اصلاحی تعلق قائم کریں، اور ان کی خدمت میں رہ کر اپنے قلب کی اصلاح کریں، اصلاحی تعلق ضروری ہے، چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

خواجہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں:۔

جو آگ کی خاصیت ہے وہ عشق کی خاصیت ہے

ایک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بخانہ ہے

آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے اور اللہ کی محبت کی آگ دلوں سے دلوں میں لگتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ان دلوں کے ساتھ اپنے دل کا تعلق قائم کرلیا جائے، جو خدا کے عشق میں جل رہے ہیں، ہر ایک اس تعلق کا محتاج ہے، تعلق کے بعد مجاہدہ اور شیخ کا اتباع کیا جائے، تو انشاء اللہ یہ تعلق دنیا اور آخرت کی زندگی کو کامیاب بنادے گا، لوگوں کو اہل اللہ کی صحیح قدر کرنی چاہئے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ جہاں ایک طرف محدث جلیل، فقیہ بے نظیر عالم بے مثل تھے، وہیں آپ شیخ کامل اور مرشد وہادی بھی تھے، شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نورِ نظر اور آپ کی یادگار تھے، جامع الشریعۃ والطریقۃ تھے، اللہ تعالیٰ نے قسمہا قسم کے کمالات سے نوازا تھا، ایسی جامع شخصیت کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا، بہت عظیم سانحہ ہے، **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ برحمتک یاارحم الراحمین.**

لکھنے کو تو بہت ہے ان چند کلماتِ خیر سے اپنے کچھ تاثرات حوالہ قرطاس کردئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے اور پوری امت کی طرف سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، مغفرت فرمائے، اعلیٰ سے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے۔

بفردوس اعلیٰ بود جائے او .... بہشت بریں بود ماوائے او

اللہ جل جلالہ ہم سب کو اپنے فضل سے صالح بندوں میں شامل فرمائے، اور ایمان

واعمال پر استقامت اور وقت موعود پر حسن خاتمہ کی دولت لایزال نصیب فرمائے۔

فاطر السموٰت والارض انت ولینا فی الدنیا والاخرة توفنا مسلمین والحقنا بالشهداء والصالحین ، ربنا اٰمنا فاکتبنا مع الشٰهدین،ربنا امنا فاغفرلنا ذنوبنا وتوفنا مع الابرار،ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولاتخزنا یوم القیٰمة انک لاتخلف المیعاد.

اللّٰهم اناعبادک العصاة المجرمون مقرون بذنوبنا معترفون بعیوبنا ، اٰمنا بنبیک ولم نره فاغفرلنا ذنوبنا وخطایانا واستعملنا علی سنته وارزقنا زیارة قبره والوفاة ببلده ودخول دار السرورو القرار بحرمة سیدالابرار صلی اللّٰه علیه واله وصحبه وسلّم تسلیماً کثیراً کثیراً.

الهی تبت من کل المعاصی
بجاه المصطفیٰ مولی الجمیع
وهب لی فی مدینته قرارا
بایمان و دفن للبقیع.

اللّٰهم امین بحرمة النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم واله وصحبه وسلّم

حضرت مفتی صاحب مرحوم کے متعلق حضرت کی بھانجی زادمجدہا (جو مدینہ منورہ زادہا اللہ عزاوشرفاً وکرامۃ میں مقیم ہیں) کا مکاشفہ مفتی احمد خانپوری زادمجدہٗ کے خط کے ذریعہ معلوم ہوا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حق میں عظیم بشارت ہے، اہل اللہ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ پیش آنا امر مستبعد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ علام الغیوب اور دلوں کا حال خوب جاننے والے ہیں، اہل اللہ اپنے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آگ جلائے ہیں اس سے بھی

خوب واقف ہیں، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو تو کوئی بعید نہیں ہے " ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآ " اس سلسلہ میں احقر کا ایک بہت تفصیلی فتویٰ بعنوان "اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی" فتاویٰ رحیمیہ جلد ہفتم ص ۱۰۸ رتا ۱۲۵ پر چھپا ہوا ہے، وہ ضرور ملاحظہ فرمالیں:۔

حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام ودعا کی درخواست۔

فقط والسلام

احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہٗ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ بہت ہی خوش طبع، بے حد متواضع اور ملنسار تھے، جب بھی حضرت کی سورت تشریف آوری ہوتی حق تو یہ تھا کہ ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر حضرت والا قدس سرہٗ از راہ شفقت خود احقر کے پاس ہمیشہ تشریف لاتے یہ حضرت کی ذرہ نوازی تھی، احقر سے بہت محبت فرماتے تھے، آنے جانیوالوں سے احقر کی طبیعت اور حال معلوم کرتے اور خوب دعائیں دیتے اللہ جل جلالہ اس للہ فی اللہ تعلق کا حضرت کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

بحرمته سیدالمرسلین صلّی

اللّٰہ علیه وآله وصحبه

وسلّم تسلیماً

کثیراً کثیرا.

ترتیب فتاویٰ محمودیہ

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے پاس اپنا ایک رجسٹر تھا جس میں اپنے اہم فتاویٰ طلبائے دارالافتاء سے نقل کرالیا کرتے تھے، بعض فتاویٰ نقل کرنے کیلئے احقر سے بھی فرمایا جس سے اس رجسٹر میں درج شدہ فتاویٰ دیکھنے کا موقع ملا اوران فتاویٰ کی اہمیت کے پیش نظران کی اشاعت کا دلی تقاضہ پیدا ہوا، اس کا اظہار حضرت اقدس قدس سرہٗ سے کیا، حضرت اقدس قدس سرہٗ نے فرمایا۔

کیا اکابر کے فتاویٰ چھپے ہوئے نہیں ہیں، فتاویٰ امدادیہ، فتاویٰ دارالعلوم، کفایت المفتی وغیرہ کیا وہ کافی نہیں۔

کبھی فرماتے میرے فتاویٰ ہرگز اس لائق نہیں کہ انکو شائع کیا جائے، اور حقیقت یہ ہے کہ غلبۂ عبدیت وفنائیت اور غایت تواضع کیوجہ سے حضرت والا قدس سرہٗ اپنے فتاویٰ کو قابل اشاعت نہیں سمجھتے تھے، اسلئے جب بھی درخواست کی جاتی حضرت والاؒ کا جواب یہی ہوتا تھا۔

ایک دفعہ بندہ نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا:۔

مولانا عبدالقیوم صاحب قدس سرہٗ (استاد جامع العلوم کانپور) نے شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا، کچھ کتابت بھی کرائی تھی، وہ کتابت شدہ ہی غائب ہوگیا، آج تک اسکا پتہ ہی نہیں چلا منشا یہ تھا کہ اوپر سے ہی منظور نہیں تب ہی تو غائب ہوگیا) احقر نے عرض کیا ہم بھی کوشش کرکے دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ہوجائے گا، منظور نہیں ہوگا نہیں ہوگا۔ یہی اصرار وانکار چلتا رہا۔ ادھر سے اصرار ادھر سے انکار

آخر مسلسل اصرار کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ نے منظور فرمایا۔

"اِنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَح" حضرت والا قدس سرہٗ کا یہی مزاج اپنے مواعظ اور ملفوظات کے بارے میں بھی تھا، بعض احباب نے بعض مرتبہ ٹیپ ریکارڈ لگالیا، ملفوظات کو محفوظ کرنے کیلئے تو حضرت والا قدس سرہٗ سخت ناراض ہوئے۔

کبھی فرماتے، میرے مواعظ ملفوظات ہرگز قابل اشاعت نہیں، بلکہ قابل اضاعت ہیں۔ کبھی فرماتے میری بکواس کیا چھاپتے ہو، میں تو اسی طرح جھک کرتا رہتا ہوں۔ یہی وہ عبدیت کاملہ تھی جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو بلند سے بلندتر مقامات پر پہونچایا سچ ہے "من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ" (الحدیث) جو بندہ اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو بلند درجات عطا فرماتے ہیں۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

معلوم ہوگیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ اپنے فتاویٰ، مواعظ، ملفوظات کسی چیز کی اشاعت کے حق میں نہیں تھے، بمشکل اور انتہائی اصرار کے بعد اجازت حاصل ہوئی۔

اسی سلسلہ میں حضرت والا قدس سرہٗ کے ایک مسترشد خاص نے خواب دیکھا، جس کو انہوں نے حضرت والا قدس سرہٗ سے بیان کیا:۔

خواب: "میں نے خواب میں دیکھا کہ آپکی اور مفتی محمد فاروق کی دونوں کی کُشتی ہوئی، اور مفتی محمد فاروق نے آپ کو پچھاڑ دیا"

میں سخت پریشان ہوں، کہ یہ کیا ماجرا ہے، اس کی تعبیر کیا ہے؟

تعبیر: حضرت والا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کوئی پریشانی کی بات نہیں، میں نہیں چاہتا تھا میرے فتاویٰ وغیرہ شائع ہوں، مفتی محمد فاروق صاحب کا اصرار اور تقاضہ رہتا کہ شائع ہوں، وہ اس میں مجھ پر غالب آگئے۔

یہی خواب کی تعبیر ہے!

اجازت کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ کے رجسٹر سے خصوصی فتاویٰ کو نقل کیا، پھر بعض کاپیاں زمانۂ قیام کانپور کی دستیاب ہوگئیں، ان کو نقل کیا، ان کو نقل کرنے کے بعد تقاضہ ہوا کہ ان خصوصی فتاویٰ ہی پر کیوں اکتفاء کیا جائے، جبکہ حضرت والا قدس سرہٗ کے تمام فتاویٰ ہی انتہائی اہم اور عوام وخواص سب کیلئے بے حد مفید ہیں، اور سند کا درجہ رکھتے ہیں، اسلئے تمام فتاویٰ کی ترتیب واشاعت ہی کا توکلاً علی اللہ ارادہ کرلیا گیا، تمام فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کا کام کوئی آسان کام نہیں تھا۔

مگر اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو مشکل سے مشکل کام کو آسان فرمادیتے ہیں، اللہ پاک کا خصوصی فضل وکرم اور حضرت والا قدس سرہٗ کی کرامت کہ ہر مشکل آسان ہوتی چلی گئی۔

سب سے پہلے تو فتاویٰ کی نقل کا مسئلہ تھا، دارالافتاء میں نقول فتاویٰ کے رجسٹروں سے فتاویٰ کو نقل کرنا اور رجسٹروں میں سب فتاویٰ بلاترتیب اسی طرح نقل کئے جاتے ہیں، اور پھر ایک ایک استفتاء میں متعدد اور مختلف مسائل ہوتے ہیں، ایک مسئلہ طہارت سے متعلق ہے، تو ایک رضاعت سے متعلق ہے، ایک رویت ہلال سے متعلق ہے، تو ایک مضاربت سے متعلق ہے، اس طرح ایک ہی استفتاء میں متعدد اور مختلف ابواب سے متعلق مسائل گڈمڈ ہوتے ہیں، ان میں سے ایک ایک کا مطالعہ کرنا پھر ہر مسئلہ کو سوال وجواب کیساتھ اس کے متعلق باب میں نقل کرنا، پھر عربی عبارات نقل میں کچھ سے کچھ ہوجاتی ہیں، بالخصوص جبکہ بعض ناقلین فتاویٰ غیر عالم ہوتے ہیں، اس لئے عربی عبارات کو اصل کتابوں سے ملاکر ان کی تصحیح کرنا، بعض مرتبہ ناقلین فتاویٰ سہولت پسندی کی وجہ سے سوال وجواب کا خلاصہ لکھدینے پر اکتفاء کرلیتے ہیں، جس سے بعض مسئلہ کا مقصود غیر واضح ہوجاتا ہے، اس صورت میں صاحب

فتاویٰ سے اسکی وضاحت حاصل کرنا پھر ہر ہر مسئلہ کو صاحب فتاویٰ حضرت قدس سرہٗ کو سنا کر اطمینان حاصل کرنا یہ سب چیزیں کوئی آسان کام نہیں، کتابت، پھر اس کی تصحیح اور پھر اس کی طباعت اور اشاعت یہ اس کے بعد کے مرحلے ہیں۔

ان سب کیلئے تو مستقل ایک جماعت کی ضرورت تھی، مگر حضرت والا قدس سرہٗ کی دعا اور توجہ خاص کی برکت اللہ پاک کا فضل وکرم کہ اللہ پاک نے اس اہم اور مشکل کام کو کتنا آسان فرمادیا کام کی اہمیت کی وجہ سے بندہ نے عرض کیا کہ میں اپنے مدرسہ دارالعلوم میرٹھ سے رخصت لے لوں اور اطمینان کے ساتھ نقل فتاویٰ کا کام کروں؟ ارشاد فرمایا کہ نہیں! اسکی ضرورت نہیں وہیں رہتے ہوئے، جو کچھ ہو سکے کرتے رہو اب مشکل یہ پیش آئی کہ میرٹھ رہتے ہوئے نقل فتاویٰ کی کیا شکل ہو کہ حضرت والا قدس سرہٗ کے خصوصی رجسٹروں سے اور بعض کاپیوں سے تو فتاویٰ نقل کر لئے گئے مگر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے نقول فتاویٰ کے رجسٹروں سے نقل کی کیا صورت ہو کہ ان رجسٹروں کو دارالافتاء سے باہر لانا اور وہ بھی دارالافتاء اور دارالعلوم دیوبند سے غیر متعلق شخص کیلئے ضابطہ کے خلاف ہے، اپنی اس پریشانی کا ذکر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے ناظم استاذ

محترم حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے کیا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی اس ناکارہ پر بے انتہاء شفقتیں تھیں، انہیں بے انتہاء شفقتوں اور احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے اللہ پاک حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو بے انتہاء بدلہ نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں بہت بہت درجات عالیہ نصیب فرمائے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا دارالافتاء کے رجسٹروں کو دارالافتاء سے باہر غیر متعلق شخص کو دینا تو ضابطہ کے خلاف ہے، مگر میں اپنے نام پر تو لے سکتا ہوں اور اپنے اعتماد پر تم کو دے سکتا ہوں، میرٹھ لے جا کر نقل کرنا، نقل کے بعد واپس جمع

کردیا کرنا، میں دارالافتاء میں جمع کردیا کروں گا۔

حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ کی اس عظیم شفقت واحسان کی وجہ سے یہ مشکل آسان ہوگئی۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ایک یادو رجسٹر دارالافتاء سے اپنے نام نکلوالیتے اوراس ناکارہ کے حوالہ فرمادیا کرتے، یہ ناکارہ اس کواپنے ساتھ میرٹھ لاتا، اوراس کونقل کرتا، اورنقل کرکے واپس کردیتا، اور پھر دوسرا رجسٹر اسی طرح حاصل کرلیتا اورنقل شدہ حصہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو دیوبند جاکر سناتا برسوں اسی طرح سلسلہ چلتا رہا، اورفتاویٰ کی ترتیب واشاعت کا کام آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے متعلق تمام فتاویٰ مکررات کوچھوڑکرنقل کرلئے گئے۔

مظاہرعلوم کے فتاویٰ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا تدریس وافتاء کا ابتدائی دور چونکہ مظاہرعلوم میں گذرا ہے، اورطویل عرصہ تک دارالافتاء مظاہرعلوم سہارنپور میں خدمات انجام دیں ہیں، اس لئے دارالعلوم کے فتاویٰ نقل کرنے کے بعد قیام مظاہرعلوم کے فتاویٰ نقل کرنے کا مسئلہ سامنے آیا، وہاں بھی یہی دشواری درپیش ہوئی کہ دارالافتاء کے رجسٹروں سے نقل فتاویٰ کی کیا شکل ہو۔

حضرت اقدس مفتی مظفرحسین صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہرعلوم سے اپنی اس ضرورت اور پریشانی کا ذکرکیا، اللہ پاک حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کوبھی بہت بہت جزائے خیرعطافرمائے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بھی اس ناکارہ پربے انتہاء احسانات ہیں، ان احسان میں سے ایک عظیم احسان یہی ہے کہ اس

مشکل کو آسان فرمادیا۔

حضرت مولانا وقار علی صاحب زید مجدہم استاذ مظاہر علوم کو بلوایا اور فرمایا:۔ دارالافتاء سے رجسٹر تم اپنے نام نکلوا کر انکو دیدیا کرو، چنانچہ حضرت مولانا وقار علی صاحب زید مجدہم حسب حکم حضرت ناظم صاحب زید مجدہم اپنے نام سے رجسٹر نکلواتے اور احقر کو عنایت فرمادیتے، احقر رجسٹر میرٹھ لاتا، اور نقل کر کے اس کو واپس کر کے، دوسرا رجسٹر اسی طرح آگے کو لے آتا۔ نقل کے سلسلہ میں اپنے احباب سے تعاون بھی حاصل کرنا اور بعض احباب سے اجرت پر بھی نقل کرانا۔

اسی مدت میں دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نامرضیہ کے بعد مظاہر علوم میں بھی قضیہ نامرضیہ پیش آیا، اور دارالعلوم کی طرح مظاہر علوم میں بھی مظاہر علوم (وقف) قدیم مظاہر علوم جدید کی تقسیم ہوگئی، حضرت اقدس مفتی محمود حسن قدس سرہٗ جو دارالعلوم کے خلفشار کے بعد مظاہر علوم تشریف لے آئے تھے، مظاہر علوم کے اس سانحہ کے بعد دوبارہ دارالعلوم تشریف لے گئے، اور کیا کیا ناگفتہ بہ حالات پیش آئے، مگر اس سب کے باوجود حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ حسب معمول رجسٹر دیتے رہے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اسکا افسوس رہا کہ زمانۂ قیام جامع العلوم کانپور کے فتاویٰ دستیاب نہ ہوسکے سوائے ان فتاویٰ کے جو حضرت والا قدس سرہٗ بعض خاص فتاویٰ اپنے خاص رجسٹروں میں نقل کرالیا کرتے تھے، حالانکہ طویل عرصہ تک تقریباً ۱۴؍برس وہاں قیام رہا، اور وہاں نقل فتاویٰ کا معمول بھی تھا، مگر وہ رجسٹر کہاں غائب ہوگئے، کچھ سراغ تک نہیں لگ سکا۔ ”فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ“ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں، اور کیا کر سکتے ہیں۔

فتاویٰ کی اصلاح وتصحیح

احقر ہفتہ بھر اپنی فرصت کے اوقات میں فتاویٰ نقل کرتا اور جمعرات کو دیوبند حاضر ہوتا، عام طور پر عصر تک چھتہ مسجد پہونچنا ہوتا تھا، حضرت اقدس قدس سرہٗ اپنے تمام مشاغل مؤخر کر کے اپنا وقت فتاویٰ سننے کیلئے فارغ رکھتے، اور عصر بعد تا مغرب مغرب بعد تا عشاء اور پھر بعد عشاء اور پھر صبح فجر بعد، بعد ذکر و ناشتہ قبل جمعہ تک بہت ہی ضروری مشاغل جیسے آنے والے حضرات سے ملاقات کسی کو کوئی مشورہ کرنا ہے، کچھ دریافت کرنا ہے وغیرہ کے علاوہ تمام وقت فتاویٰ سننے میں صرف ہوتا حضرت والا انتہائی غور وفکر کیساتھ فتاویٰ سنتے اور حسب ضرورت اصلاح وتصحیح فرماتے، بعض فتاویٰ میں کافی وقت صرف ہوتا، کہ ناقلین نے کہیں اختصار سے کام لیا یا کچھ چھوٹ گیا جس سے مطلب بدل جاتا، اس کی تصحیح میں بعض دفعہ کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔

عناوین

حضرت والاقدس سرہٗ ہر مسئلہ کومع سوال وجواب بغور سنتے اوراس کا عنوان قائم فرماتے اسطرح تمام عناوین بھی حضرت والاقدس سرہٗ کے قائم فرمودہ ہیں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ

احقر کا معمول

جمعرات کوعصر کے قریب حاضر ہوکر اگلے روز بعد جمعہ کھانا کھا کر واپسی ہوتی اور بعض مرتبہ ہفتہ کوعلی الصبح ۴/۵ بجے کے قریب واپسی ہوتی، مستقل یہ نظام بنا ہوا تھا، اس کے علاوہ سہ ماہی ششماہی، سالانہ یا اور کوئی تعطیل درمیان سال ہوتی تو اس میں حضرت والاقدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں ہی حاضری ہوتی۔

سفر میں معمول

کبھی سفر میں ہمرکابی میسر آتی تو تمام سفر میں بھی ضروری اوراہم مشاغل کے علاوہ فرصت کے اوقات میں فتاویٰ سننے سنانے کا سلسلہ رہتا، یہاں تک کہ کار میں، بس میں، ٹرین میں، جہاز میں، اسٹینڈ پر، ایرپورٹ پر جہاں موقع ملتا فتاویٰ سننے سنانے کا سلسلہ جاری رہتا۔

ہسپتال میں معمول

انتہا یہ ہے کہ ہسپتال میں بھی یہ سلسلہ جاری رہتا، ایک کولہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے جب حضرت والا قدس سرہٗ دہلی ہسپتال میں تھے اور بار بار بیہوشی ہو جاتی تھی، تو جب ہوش آتا بندہ فتاویٰ لے کر حاضر ہو جاتا۔

کبھی حضرت والا قدس سرہٗ کی اس حالت پر رحم آتا، اور بندہ نہ سنانا چاہتا تو محترم مولانا محمد ابراہیم دامت برکاتہم کا تقاضہ ہوتا کہ کچھ سنا لو، تو پھر بندہ بعض دفعہ ایسی حالت میں بادل نخواستہ فتاویٰ سنانا شروع کر دیتا، محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم کو چونکہ معلوم تھا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کی طبیعت فتاویٰ سے کتنی مانوس ہے اس لئے موصوف کا منشاء یہ بھی ہوتا تھا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کی طبیعت کچھ بہل جائے اور کچھ سکون حاصل ہو جائے۔

ایک مرتبہ جب انتہائی تکلیف کی حالت تھی اور بار بار بیہوشی ہو ہو جاتی تھی، اور احقر فتاویٰ لئے بیٹھا تھا، جب ذرا سا موقع ملتا سنانا شروع کرتا۔

ایک مرتبہ حضرت والا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا آپ اس حالت میں بھی مجھ کو معاف نہیں کرتے، ایسی حالت میں بھی مجھ سے کام لیتے ہیں۔

یہ سن کر احقر کو اپنی حماقت پر افسوس بھی ہوا اور حضرت والا قدس سرہٗ کی تکلیف کا بھی اندازہ ہوا کہ حضرت قدس سرہٗ کو اس وقت کتنی سخت تکلیف ہے۔

بے ہوشی کے باوجود استحضار

باقی حضرت والا قدس سرہٗ کی خواہ کتنی مرتبہ بیہوشی ہو جاتی مگر پہلا سنا ہوا ہوش آنے پر مستحضر رہتا، اور بالکل مسئلہ کے مطابق ہی اس حالت میں بھی عنوان قائم فرماتے۔

ایک عجیب کیفیت

ایک مرتبہ عجیب حالت پیش آئی، حضرت والا قدس سرہٗ کا کوئی آپریشن ہوا، بیہوشی کی حالت تھی اس بے ہوشی کی حالت میں محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم نے بتایا کہ بہت دیر تک یہ کیفیت رہی کہ بار بار احقر کا نام لیتے اور فرماتے..... مفتی محمد فاروق صاحب آرہے ہیں، یا مفتی فاروق صاحب آگئے ہیں، یا اس کے مثل کوئی جملہ زبان پر ہوتا، کبھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے، خدا کرے آخرت میں بھی حضرت والا قدس سرہٗ کی یہ شفقت ہو اور اپنی نجات کا ذریعہ بنجائے۔

حضرت والا قدس سرہٗ کا ترتیب فتاویٰ سے غایت اشتیاق

ابتداءً گو حضرت والا قدس سرہٗ غایت تواضع، عبدیت کیوجہ سے اپنے فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کو پسند نہ فرماتے تھے، مگر جب اس کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور کچھ جلدیں شائع ہو کر سامنے آئیں اور انکی افادیت کا اندازہ ہوا، اور علمائے کرام ومفتیان عظام

میں اس کی مقبولیت کو دیکھا تو خود حضرت والا قدس سرہٗ کو اس کی ترتیب واشاعت کا انتہائی اشتیاق پیدا ہوگیا، حضرت والا قدس سرہٗ کے اشتیاق وفکر مندی کا اندازتو دو واقعات سے ہوسکتا ہے۔

واقعہ نمبر-۱

اوپر معلوم ہو چکا کہ احقر جمعرات کو عصر کے قریب پہونچکر جمعہ بعد واپس ہوتا، اور یہ تمام وقت ضروری اور انتہائی مشاغل کے علاوہ فتاویٰ سننے سنانے کے لئے ہی وقف ہوتا تھا، اور حضرت والا قدس سرہٗ اپنا اکثر وقت اسی کیلئے فارغ رکھتے تھے، اور کسی انتہائی اہم کام کے علاوہ کسی چیز کی مشغولی جو فتاویٰ سننے سنانے میں مخل ہو، حضرت والا قدس سرہٗ کو ناگوار گذرتی تھی۔

ایک مرتبہ احقر حسب معمول حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا ایک بڑے عالم جو ایک بڑے ادارہ میں شیخ الحدیث تھے، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے احقر سے فرمایا کہ کل جمعہ کو ہماری دس بجے واپسی ہے، اور میرٹھ کو گزرنا ہے، ہمارے ساتھ گاڑی ہے اور گاڑی میں گنجائش بھی ہے، اور راستہ میں پھلت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت بھی کرنی ہے، احقر کو بھی خیال ہوا کہ جمعہ بعد واپسی ہوتی ہی ہے، آج دس بجے رخصت ہوجائیں تو کیا حرج ہے، سفر کی سہولت بھی رہے گی، راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت بھی ہوجائیگی، جو بڑی سعادت ہے۔

اور ایک عالم دین بزرگ شیخ الحدیث کے حکم کی تعمیل بھی ہوجائے گی، یہ سب سوچتے

ہوئے احقر نے صورت حال ذکر کر کے دس بجے واپسی کی اجازت طلب کی حضرت والا قدس سرہٗ کو سخت ناگوار گذرا، اور چہرہ مبارک پر سخت غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے اور اسی غصہ کے لہجے میں مصافحہ کیلئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:۔
مفت کی سواری تو جہنم میں جانے والی بھی مل جائے، تو اس میں بھی چلے جائینگے
یہ جملہ سننے کے بعد احقر کی حالت تو یہ ہوگئی، کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن حضرت قدس سرہٗ تو رخصتی کا مصافحہ فرما کر دوسرے کام میں مشغول ہو گئے، اُدھر ان حضرات کا تقاضا اس لئے بہ مجبوری اسی حالت میں واپسی ہوئی اور حضرت کی ناگواری کا برابر احساس رہا۔
البتہ یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کو اس کام سے کتنا تعلق ہے اور کتنی فکر ہے، اور اس میں تھوڑا سا خلل بھی حضرت والا قدس سرہٗ کو سخت ناگوار ہے۔

دوسرا واقعہ

ایک دفعہ ایک کاتب نے فتاویٰ کی کتابت میں غیر معمولی تاخیر کی حضرت والا قدس سرہٗ بار بار دریافت فرماتے کہ کتابت کا کیا ہوا، احقر عرض کر دیتا کہ ابھی کتابت مکمل نہیں ہوئی، حضرت خاموش ہو جاتے، اور چہرہ سے رنج کے آثار ظاہر ہوتے، ادھر کاتب نے اپنا پریس لگایا تھا جس کی وجہ سے ان کی مشغولی بڑھ گئی تھی، اور اپنے پریس کی طرف توجہ زیادہ ہوگئی تھی، اس لئے فتاویٰ کی کتابت میں دیر میں دیر ہو رہی تھی، اسی موقعہ پر حضرت والا قدس سرہٗ کا جامعہ محمودیہ میرٹھ کا سفر ہوا، جامعہ محمودیہ میں کاتب صاحب بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، ملاقات پر حضرت والا قدس سرہٗ نے فتاویٰ کی کتابت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کتابت کا کیا ہوا؟ کاتب نے بتایا

کہ ابھی نہیں ہوسکی، کچھ باقی ہے، کاتب کا جواب سن کر حضرت والا قدس سرہٗ کو سخت ناراضگی ہوئی اور کوہ حلم ووقار ہونے کے باوجود معلوم ہوتا تھا کہ پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور بے اختیار حضرت والا قدس سرہٗ کی زبان سے نکلا ''جس طرح تو نے مجھے پریشان کیا خدا تجھ کو اسی طرح پریشان کرے''۔

یہ سخت جملہ سن کر کاتب صاحب بھی لرز گئے، اور کانپ گئے اور روتے ہوئے معافی طلب کی، حضرت والا قدس سرہٗ نے معاف فرمادیا۔

احقر نے اتنا سخت جملہ پوری زندگی میں حضرت والا قدس سرہٗ کی زبان سے کسی کے بارے میں کبھی بھی نہیں سنا اسلئے احقر بھی تھرّا گیا، اس کے بعد حسب معمول جب دیوبند حاضر ہوا، حضرت والا قدس سرہٗ نے ملاقات ہوتے ہی ارشاد فرمایا:۔

اس ایک جملہ کی تلافی میں میرٹھ سے دیوبند تک برابر کاتب صاحب کے لئے دعا کرتا آیا ہوں۔

یہ بھی اتباع سنت ہے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ میں نے اگر کسی کو گالی دی ہو بُرا کہا ہو مارا ہو تو اس کو اس کے حق میں رحمت اور اپنے قرب کا ذریعہ اور اس کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بنادے۔ اَوْ کَمَاقَالَ..

بہرحال اس سے یہ اندازہ ہوگیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کو فتاویٰ کی اشاعت کا کتنا اہتمام واشتیاق تھا کہ اس میں تاخیر کتنی ناگوار تھی۔

ایک اور واقعہ بھی ضمناً ذکر کردوں جو فتاویٰ سے متعلق تو نہیں ڈاک سے متعلق ہے، ایک دفعہ احقر حضرت والا قدس سرہٗ کی ڈاک لکھ رہا تھا، احقر اور حضرت والا قدس سرہٗ دونوں ہی تھے، ایک صاحب حاضر ہوئے، اور غیر ضروری باتیں کرنے لگے حضرت والا قدس سرہٗ کچھ دیر برداشت فرماتے رہے، پھر لطائف الحیل سے ٹالنا چاہا، مگر وہ اس پر بھی نہ مانے پھر حضرت والا قدس سرہٗ کو سخت ناراضگی ہوئی، اور فرمایا اچھا آپ

تشریف لیجایئے، کئی مرتبہ حضرت نے ان سے فرمایا مگر اس پر بھی وہ نہ اٹھے اور باتیں کرتے رہے، حضرت والا قدس سرہٗ نے اپنا تھیلا (جس میں ڈاک ہوتی تھی) اُٹھایا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ آپ نہیں جاتے تو میں چلا جاتا ہوں، آپ تشریف رکھیئے، پھر وہ صاحب گئے، اور باہر جا کر سخت ناراض ہوئے، کہ یہ کیا اخلاق ہیں، اسلئے کہ اپنی کوتاہی اور بداخلاقی پر تو نظر نہیں ہوتی اس سے اندازہ ہو گیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کو اپنے کام کا کتنا اہتمام تھا اور اس میں خلل اندازی کتنی ناگوار تھی۔

فتاویٰ کی تصحیح کا مزید اہتمام

فتاویٰ حضرت والا قدس سرہٗ کو سنانے کے بعد ہر چند کہ تصحیح کی ضرورت نہیں رہتی اس کے باوجود محترم مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدہم اور محترم مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب زید مجدہم ہر دو حضرات کو بالخصوص دکھانے کا معمول رہا ہے، رمضان المبارک میں اہل علم حضرات کا بڑا مجمع حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں رمضان گزارنے کا ہوتا تھا اسلئے کوشش ہوتی تھی کہ جتنے حضرات ارباب فتاویٰ بھی فتاویٰ پر نظر ثانی کر سکیں اچھا ہے، اسلئے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ہر طرح قابل اعتماد و اطمینان ہے **الحمدللہ. ثم الحمد للہ**

فتاویٰ محمودیہ، خصوصیات، امتیازات

حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ میں بہت ساری خصوصیات[1] کے علاوہ سب سے نمایاں اور واضح خصوصیت اعتدال پسندی اور میانہ روی ہے، اور یہی حضرات علمائے دیوبند کی شان اور طرۂ امتیاز ہے۔

حضرات علمائے دیوبند

حضرات علمائے دیوبند کی اعتدال پسندی کے بارے میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج سیاست اور اجتماعیات کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے، اس کے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے حضرات علمائے دیوبند کی اعتدال پسندی پر روشنی پڑتی ہے۔

''غرض مسلک علمائے دیوبند محض نظری مسلک نہیں، بلکہ عملی طور پر ایک مستقل دعوت بھی ہے، جو آج سے سو برس پہلے دی گئی اور آج سوا سو برس کے بعد بھی دی جارہی ہے، اور وہ جس طرح اس وقت کارآمد تھی، اسی طرح آج بھی کار آمد ہے، البتہ رنگ اس کا تعلیمی ہے، پھیلاؤ تبلیغی ہے، جماؤ معاشرتی ہے، بچاؤ افتائی وقضائی ہے، چڑھاؤ ریاضت وسپہ گری ہے، ضبطِ نفس تربیتی ہے، مدافعت مجاہداتی ہے، اور دعوت بین الاقوامی ہے۔

علمائے دیوبند کا یہی وہ جامع مسلک اور طریق عمل ہے جس سے اس جماعت

---

[1] محبّ مکرم حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب زید مجدہم شیخ الحدیث ومفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر نے خصوصیات وامتیازات پر مبنی یہ وقیع مضمون تحریر فرمایا تھا، جو ماہنامہ النور ''فقیہ الامت نمبر جلد دوم'' میں شائع ہوا تھا، فتاویٰ محمودیہ مطبوعہ دارالعلوم فاروقیہ کراچی کے مقدمہ میں بھی اس کو نقل کیا گیا ہے، اس سے ملخصاً نقل کیا جارہا ہے۔

کا مزاج جامع بنا اور اس میں جامعیت کے ساتھ اعتدال قائم ہوا، اس لئے چند بندھے جڑے مسائل یا خاص فنون یا عملی گوشوں کو لے کر ان میں جمود اختیار کر لینا اور اسی میں اسلام کو منحصر کر دینا یا اسی کو پورا اسلام سمجھ لینا ان کا مسلک نہیں۔

بہر حال! علمائے دیوبند اپنے جامع ظاہر و باطن مسلک کے لحاظ سے نہ تو منقولات اور احکام ظاہر سے بے قیدی اور آزادی کا شکار ہیں اور نہ اس کی باطنی اور عمومی گنجائشوں کے ہوتے ہوئے قومی نفسیات اور مقتضیات وقت سے قطع نظر کر لینے کی بیماری اور ضیق النفس میں گرفتار ہیں۔ ان کا یہی وہ جامع اور معتدل مشرب ہے جو ان کو اس آخری دور میں اہل سنت والجماعت کے مسلوک طریقہ پر ان کے علمی مورثِ اعلیٰ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے بعد اس کے سرپرست اعظم قطبِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور اس کے اولین صدر تدریس مولانا یعقوب صاحب نانوتوی قدس اللہ اسرارہم سے پہنچا، جس پر وہ خود بھی رواں دواں ہیں اور اپنے مستفیدوں کو بھی سو برس سے اسی پر تعلیم و تربیت دے کر رواں دواں کر رہے ہیں۔

اس لئے یہ مسلک جامع عقل و عشق، جامع علم و معرفت، جامع عمل و اخلاق، جامع مجاہدہ و جہاد، جامع دیانت و سیاست، جامع روایت و درایت، جامع خلوت و جلوت، جامع عبادت و مدنیت، جامع حکم و حکمت، جامع ظاہر و باطن اور جامع حال و قال مسلک ہے۔

نقل کو عقل کے لباس میں پیش کرنے کا مکتب فکر اسے حکمت شاہ ولی اللہ سے ملا، اصولِ دین کو معقول سے محسوس بنا کر دکھلانے کا فکر اسے حکمتِ قاسمیہ سے ملا، فروغِ دین میں رسوخ و استحکام پیدا کرنے کا جذبہ اسے قطب گنگوہی سے ملا، سلوک میں عاشقانہ جذبات و اخلاق کا والہانہ جوش و خروش اسے قطب عالم حضرت حاجی

امداد اللہ قدس سرہٗ سے ملا اور تصوف کے ساتھ اتباع سنت کا شوق وذوق اسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید الشہداء رائے بریلی قدس سرہ سے ملا۔

اس لئے علمائے دیوبند قرآن وحدیث کے معانی اور گہرے مطالب وحقائق واسرار کو بھی مضبوط پکڑے ہوئے ہیں جن کا ذوق انہیں شیوخِ علم کی صحبت وفیضان سے میسر ہے، جن سے وہ نصوص کے ظواہر بواطن دونوں ہی سے استدلال کی راہ پر ہیں، نہ وہ اصحابِ ظواہر میں سے ہیں جو الفاظِ نصوص پر جامد ہوکر رہ جائیں اور بواطنِ نصوص یا ان کے حقائق سے بے نیاز ہوجائیں۔ اور نہ وہ باطنیہ میں سے ہیں کہ ظواہر کو محض لفظی نقوش کہہ کر ان سے بے توجہی برتیں یا شرعی تعبیرات کی ان کے یہاں کوئی قدر وقیمت اور محض ذہنی گھمیر میں گم ہوکر رہ جائیں۔

پس ان کے مسلک پر شرعی تعبیرات قطع نظر ان کے معانی ومدلولات کے خود اپنے نظم وعبارت کے لحاظ سے بھی ہزار ہا علوم واحکام کا سرچشمہ ہیں اور ان کی عبارت، دلالت، اشارت اور اقتضاء سے ہزار ہا مسائل وجود پذیر ہوئے ہیں جن سے دین باغ وبہار بنا ہوا ہے اور دوسری طرف ان تعبیرات کے ماضی کے پردوں میں اور بھی ہزار ہا معانی اور حقائق مستور ہیں جو قواعدِ شرعیہ اور قواعدِ حربیت کے ساتھ، عملِ صالح کی ممارست، صلحاء کی صحبت ومعیت اور مجاہدہ وریاضت ہی سے قلوب پر وارد ہوتے ہیں۔''

(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، سیاست اور اجتماعیات، ص ۱۷۷-۱۷۹، ادارہ اسلامیات، لاہور)

''یہی مسلکِ اہلِ سنت والجماعت کہلاتا ہے اور یہی وہ مسلک ہے جس کے علم بردار علمائے دیوبند ہیں، اسی لئے وہ اس جامع مسلک پر چلنے اور اس کے عناصرِ ترکیبیہ کو جمع رکھنے سے بیک وقت مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور متکلم بھی، صوفی بھی ہیں اور مجاہد بھی، مقلد بھی اور مفکر بھی۔

اور پھر ان تمام علوم اور عناصرِ دین کے امتزاج سے ان کا جماعتی مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، جس میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ اور اس توسط اور وسعتِ نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی، نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سب وشتم اور تبرا ہے، نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اور طیش ہے، نہ غلبہ جاہ وجلال سے افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ اور حقائق بیانی یا احقاق حق اور ابطال باطل ہے اور بالفاظ مختصر اصلاحِ امت اور اتحاد بین المسلمین ہے، جس میں نہ متخالف شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی کا دخل ہے، نہ ان پر مغرورانہ طعن واستہزاء کا، نہ ان کے بیانات وخطابت کا موضوع مخالف مسلک طبقات سے خواہ مخواہ الجھنا اور عوام کو ان سے نفرتیں دلاتے رہنا اور ان کے خلاف ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنا ہے، جب کہ ان کی زبانیں بیانِ مسائل سے فارغ نہیں تو ان خرافات کے لئے وہ فرصت کہاں سے پاتے؟

تکفیر بازی تو بجائے خود ہے ان کے یہاں سرے سے ان اشخاص کا ذکر وتذکرہ تک بھی زبانوں پر نہیں ہوتا جو ہمہ وقت ان کی بدگوئی میں لگے رہتے ہیں، پس انہیں اوصاف واحوال کے مجموعہ کا نام ''دارالعلوم دیوبند'' ہے اور اسی علمی وعملی اور عقلی واخلاقی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

علمائے دیوبند کے اس دینی رخ اور مسلکی مزاج کی نسبتوں سے اگر انہیں پہچنوایا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دیناً مسلم ہیں، فرقۃً اہل سنت والجماعت ہیں، مذہباً حنفی ہیں، کلاماً ماتریدی اشعری ہیں، مشرباً صوفی ہیں، سلوکاً چشتی بلکہ جامعِ سلاسل ہیں، فکراً ولی اللّٰہی ہیں، اصولاً قاسمی ہیں، فروعاً رشیدی ہیں، بیاناً یعقوبی ہیں اور نسبتاً دیوبندی ہی۔ والحمد للّٰہ علی ھذہ الجامعیۃ۔

اس طرح دین کے مختلف شعبوں کی ظاہری اور باطنی نسبتیں مختلف اربابِ نسبت اہل اللہ کی توجہات وتصرفات سے انہیں حاصل ہوئی ہیں، جنہوں نے مل کر

اور یکجا ہوکر ایک مجموعی اور معتدل مزاج پیدا کرلیا جسے دارالعلوم دیوبند نے سنبھال رکھا ہے۔''

(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج:۱۹۲،۱۹۳،ادارہ اسلامیات)

حضرت فقیہ الامتؒ اور فتویٰ نویسی

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو فقہ اور فتاویٰ نویسی کے باب میں جو عظیم مقام عطا فرمایا، لاکھوں میں کسی خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے۔

وہ عہد جس میں فتاویٰ کی زمام عمل آپ کے ہاتھ میں آئی اس وقت علم وعمل کا ہر میدان شدید تغیرات سے دوچار تھا، عظیم علمائے راسخین ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے تھے، خود علماء میں روز افزوں رسوخِ علمی میں کمی اور ذوقِ سلف سے دوری تھی، تدین کا فقدان ہر طرف سے عوام سے لے کر خواص تک پھیلا ہوا تھا، طرح طرح کی فکری، سیاسی، نظریاتی کجرویاں جنم لے رہی تھیں، خود مسلمانوں میں نوع بنوع کی نئی نئی جماعتیں اور نئے نئے فرقے وجود میں آرہے تھے، علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ مغربی علوم وتہذیب کے سامنے سپر انداختی کی کیفیت میں مبتلا تھا، نجی زندگی سے لے کر عمومی طرزِ معاشرت، معاملات، نظامِ قانون، تجارت، اخلاق وآداب تک میں نت نئی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔

کچھ لوگ کھلم کھلا اجتہاد کا دروازہ کھول کر ہر کس وناکس کو امور دین میں دخل اندازی کا میدان فراہم کرنے کی انتھک کوشش کر رہے تھے، ایک طرف متجددین، روحِ شریعت کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے تھے اور مغرب سے درآمد ہر نظریہ وہر فیشن کو جائز ودرست ثابت کرنے کے لئے اباحت پسندی کا بھرپور مظاہرہ کرنے لگے تھے اور ایک طبقہ عمل بالسنہ کے نام پر فقہ وتفقہ سے آزادی اور بزعم خود فقہی جمود کو توڑ کر غیر مقلدیت کے وسیع میدان میں قدم رکھنے اور کسی ایک فقیہ کا مقلد رہنے کو شرک کہہ کر رد کرنے اور امت کو آزاد خیالی کی ایک نئی ڈگر مہیا کرنے لگا تھا۔

ایسے حالات میں تصلّب کے ساتھ تحقیق ویسر کے پہلو کو شامل رکھنا، ہر نئی لہر میں

ضرورتِ واقعیہ کو الگ کرنا اور محض سہولت کی خاطر اور صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی امت کو مزاجِ شریعت سے دور ہونے سے بچانے کے لئے شدت برتنا، اہل حدیث اور سلفیت کے نام پر غیر مقلدیت کے پرچار سے متعلق امت کی رہنمائی اور اس کے مضر اثرات کی نشاندہی، بدعات کے شیوع میں طرح طرح کے غیر شرعی اعمال میں امت کے تزکیہ کے لئے واضح اور قطعی حکم لکھنا اور ان تمام احوال میں احکام شریعت کو بیان کرنے والا؟ مستند شخص چونکہ یہی کہلاتا ہے، اس لئے اس پر یہ لازم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی حقیقی ضروریات ومصالح کو بھی ملحوظ رکھے اور زیادہ سے زیادہ یسر کے پہلو کو اپنائے اور ناقابلِ برداشت تنگی سے امت کی مشکلات کم سے کم ترک کرنے کی سعی کرے، دوسری طرف اس کی رعایت کرنا بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ آزاد طرزِ فکر نہ اپنائے جو امت کو ہر طرح کی سہولت دینے کے عنوان پر اور تحقیق کے نام سے من مانی تشریحات کو سندِ جواز عطا کرنے کے نتیجے میں روحِ شریعت ہی کہیں مسخ نہ ہو جائے۔

حضرت فقیہ الامتؒ کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، کہ آپ نے تصلب (اور وہ بھی شدت کی حد تک) کو بھی اپنایا اور امت کی واقعی ضروریات میں یسر کے پہلو پر بھی نظر رکھی، تجدد واباحت ہو یا آزاد خیالی وکج فکری، یا نئے نظریات، جس عنوان سے بھی سامنے آئے ان سب کے مقابلے میں یا بدعات ورسوم اور غیر مقلدیت ان کے مقابلے میں آپ کا تصلب واضح ہے، جب کہ اخلاق، آداب، حظر واباحت میں آپ کا انداز نہایت ہی یسر اور حاجت کی حدود کا پوری طرح رمز شناس۔

معاشرت وتمدن کے سلسلے میں وہ مسائل جن میں امت دوسری اقوام کی نقالی کرنے لگی ہے چاہے وہ لباس ہو، رہن سہن ہو، رسوم وعادات ہوں، کھانے پینے کے طور طریقے ہوں ان میں آپ کا انداز عموماً یہ ہوتا کہ اگر وہ امور غیر مسلم اقوام کے شعار کی حیثیت رکھتے تو بر بنائے تشبہ ان کے ممنوع ہونے کا فتویٰ دیتے لیکن علت تشبہ پر کامل غور

وفکر کو ہاتھ سے نہ چھوڑتے، لیکن اگر وہ امور غیر مسلم اقوام کا شعار نہ ہوتے اور اصلاً وہ اسلامی بھی نہ ہوتے، ان کے مباح ہونے کا فتویٰ دیتے لیکن اجتناب کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔

حظر واباحت کے مسائل کے سلسلے میں عرف کو مدار بنایا جانا اس لئے ناگزیر ہوتا ہے کہ عموماً یہ مسائل عرف پر ہی مبنی ہوتے ہیں، اس لئے اس سلسلے میں عرف کی بناء پر جواز وعدمِ جواز کا فیصلہ فرمایا کرتے اور اس کیلئے صرف بیانِ حکم پر اکتفا فرمایا کرتے تھے۔

معاملات کے سلسلے میں وہ مسائل جن کا تعلق ایسے امور سے ہوتا جن کے متعلق قطعی تحقیق نہ ہوئی ہوتی تو آپ بھی قطعی حکم نہ لگاتے، مثلاً کوکا کولا، سینٹ، صابون، ڈالڈا گھی، بسکٹ، برش، ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کے متعلق جائز وناجائز کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ نے ان اشیاء کے متعلق یہی لکھا کہ بلاقطعی تحقیق کے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء میں نجس اشیاء پائی جاتی ہیں اور جب تک اس کی پوری تحقیق نہ ہوجائے ان کے متعلق حرمت کا فتویٰ نہیں لکھا جاسکتا۔

وہ مسائل جو جدید ایجادات کی بناء پر سامنے آتے ان کی تحقیق نہ ہوتی تو صاف فرمادیتے کہ مجھے تحقیق نہیں، ایسے مسائل جن میں کسی مستفتی کے متعلق آپ کو محسوس ہوتا کہ محض کسی کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کرنے کے لئے فتویٰ طلب کیا جارہا ہے تو عموماً آپ ناصحانہ جملے لکھا کرتے اور ایسے مسائل جن سے کسی عمل کی امید نہ ہوتی محض علمی مشغلہ کے طور پر دریافت کئے جاتے ان کے متعلق بھی عموماً نہایت اجمال برتتے تھے۔

حضرت فقیہ الامتؒ کے فتاویٰ میں وہ فتاویٰ جو ابتدائی عہد کے ہیں یعنی جو مظاہر علوم اور کانپور کے زمانے میں لکھے گئے ان میں تحقیق، بیانِ حوالہ اور جوش وصراحت کا عنصر غالب ہے جب کہ اخیر عہد میں اصلاح وارشاد اور تزکیہ ونصیحت کا رنگ غالب رہا۔

بدعات، رسوم، روایات اور امت میں پھیلے ہوئے مختلف علاقوں کے مختلف

اختراع شدہ امور کے متعلق حضرت کا انداز یہ تھا کہ ہر امر کے متعلق پہلے یہ طے فرماتے کہ کیا اس کو بر بنائے عبادت انجام دیا جارہا ہے، اور التزام کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے یا نہیں، اگر دین سمجھ کر التزام کے ساتھ کسی کام کو کیا جانے لگے اور تارک کو ملامت کی جائے تو اب اس کے بدعت ہونے میں شبہ نہیں، چنانچہ تیجہ، چہارم، دسواں، پندرہواں، چالیسواں، عرس، مجالس میلاد میں طرح طرح کے غیر ثابت شدہ امور کی پابندی وغیرہ کو بدعت اور اصولِ شریعت سے غیر ثابت شدہ ہو کر غیر مشروع ہونے کی صراحت فرماتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی اگر کسی امر کا التزام بر بنائے انتظام ہو، نہ کہ بر بنائے حکم شریعت، اور تارک کو مطعون بھی نہ کیا جائے تو اس کو بدعت نہ کہہ کر امت کے لئے سہولت پیدا فرماتے تھے، چنانچہ مختلف تسبیحات کی تعداد کو یاد رکھنے اور گننے کے لئے تسبیح کا استعمال درست قرار دیا، اگر چہ کچھ لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کیا اس میں ابتداع کے تمام لازمی امور پیدا ہوئے بھی یا نہیں؟ غرض کہ حکم بدعت کے سلسلے میں نہ سخت گیر موقف اپناتے تھے اور نہ سہل انگاری۔

حضرت فقیہ الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فقہ وفتاویٰ کی چند خصوصیات جو انتہائی سرسری طور پر سامنے آئیں وہ پیش کرنے کے بعد یہ امر واضح کرنا لازم ہے کہ یہ خصوصیات حضرت کا امتیازِ خاص اور وہ انفرادیت نہیں کہ جس سے دوسرے بزرگوں سے اس کی کلی نفی مقصود ہو لیکن اس عہد میں حضرت ان اوصاف وامتیازات کی بناء پر بلاشبہ سب سے فائق تھے۔

وسعتِ نظر اور استحضارِ جزئیات

وسعتِ نظر اور استحضار جزئیات میں بھی آپ اس عہد میں بے نظیر تھے، بے شمار مسائل ایسے کہ جن کے متعلق عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اس کے متعلق کہیں کوئی صراحت شاید نہ مل سکے لیکن حضرت نہایت بے تکلفی سے اس کے لئے کوئی صریح جزئیہ بیان فرمایا

کرتے تھے۔ اسی وسعتِ نظر کی بناء پر آپ کے فتاویٰ میں ان کتابوں کے حوالے بھی ہیں جن کی زیارت تو کجا ان کے نام سے بھی ہم جیسے ناآشنا تھے اور حضرت کے فتاویٰ کے ذریعہ ہی پہلی مرتبہ نام سننے میں آئے، چنانچہ "نهاية الامل، روضة القضاء، نور العين، تلقيح فهوم اهل الاثر، نور الضحیٰ" اور بہت سی فتاویٰ کی دوسری کتابیں ہیں جن کا پہلے پہلے نام سے تعارف حضرت کے فتاویٰ ہی کے ذریعہ ہوا۔

فقہ وفتاویٰ کی کتابوں کا وسیع ترین مطالعہ اور پھر اس کا استحضار اور بوقتِ ضرورت اس کا بیان کرنا یہ وہ وصف ہے جو بلاشبہ اس عہد میں آپ کا وصف امتیازی تھا، چنانچہ وسعت نظر کا شاہکار دیکھئے کہ سوال کیا گیا مسجد میں دو ستونوں کے درمیان نماز مکروہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

> "کہ مبسوط میں جزئیہ موجود ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دو مقتدیوں کے درمیان کوئی صندوق رکھ دیا جائے"۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول العرف الشذی: ۶۰/۱، میں نقل کیا گیا ہے کہ احناف کی کتب میں عدم کراہت کا قول مجھے نہیں ملا، حالانکہ مبسوط سرخسی میں صراحۃً مذکور ہے۔" (ملفوظات: ۲)

اسی وسعتِ نظر کی بناء پر مستند وغیر مستند کتابوں کے متعلق آپ نہایت قطعیت سے حکم لگاتے تھے، چنانچہ بعض دفعہ ایک ہی استفتاء میں دس دس کتابوں کے متعلق رائے طلب کی جاتی تو نہایت بے تکلفی کے ساتھ مستند ہونے، مشکوک ہونے، غیر مستند ہونے وغیرہ کی تصریح فرماتے۔[1]

فقہ کی امہاتِ کتب پر نہایت تحقیقی اور عمیق نظر تھی اور اس کے نتیجے میں بعض دفعہ آپ کی زبان وقلم سے ایسے جواہر کا ظہور ہوتا کہ جن کے لئے برسوں کے علم ومطالعہ کے بعد بھی امید نہیں کی جاسکتی کہ حاصل ہو جائیں۔

---

[1] راجع محمودیه کتاب العلم مایتعلق بالکتب المعتمدة وغیرها، عنوان "چند معتبر اور غیر معتبر کتب۔

حضرت فقیہ الامت اور اعتدال پسندی

حضرت فقیہ الامت کے فتاویٰ، مواعظ، ملفوظات، تدریس، اصلاح وتصوف، مسلکِ علماء دیوبند کی مدلل، مفصل، عام فہم، تبیین اور تشریح ہے۔اس معتدل مسلک کی تشریح وتوضیح میں آپ کا منہاج کیا تھا، یہ ذیل کی چند مثالوں سے واضح ہوگا:

حُبِّ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور راہ اعتدال

اس کائنات میں سب سے مقدس، سب سے افضل اور تمام کمالاتِ انسانی کی جامع جماعت حضرات انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے، جن کی محبت، عقیدت اور ان کی حقانیت وصداقت پر مکمل اطمینان اصلِ ایمان ہے، پھر جماعت انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل حضرت سید المرسلین خاتم النبیین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ کمالات کی بناء پر امت کے بہت سے طبقات طرح طرح کی افراط وتفریط میں مبتلا ہوگئے، کسی نے آپ کے ارشادات کی تشریحی حیثیت کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کیا، کسی نے آپ کے ارشادات کو صرف الفاظ کی حد تک محدود کر کے ان ارشادات سے مزید استنباط کرنے، ان میں تخریجِ علت اور پھر علت کے تعدیہ کو غلط قرار دے کر صرف الفاظِ حدیث کی سندی حیثیت اور ظاہرِ مفہوم تک محدود رہنا منتہائے دین قرار دیا، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو عام انسانوں کی ذات کے ہم مثل قرار دے کر آپ کے آثار بالخصوص مادی آثار کو غیر متبرک قرار دیا حتی کہ آپ کے جسمِ اطہر کے مٹی میں مل کر دوسرے انسانی اجسام کی طرح مخلوط ہوجانے کا عقیدہ اپنایا، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت محض پیغام رساں ہونے تک محدود سمجھی، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں غلو کر کے آپ کو عالم

الغیب، مشکل کشا، مختار کل، ہر جگہ حاضر و ناظر قرار دیا، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ مطلق اور صفاتِ الٰہی کا جزو قرار دیا، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف منسوب تبرکات کو معبود تک بنانے کی روش اپنائی، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر، آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تنقید کرنے کو اپنا اصول قرار دیا۔

اس صورت حال میں اعتدال کیا ہے یہ نہایت اہم مسئلہ ہے، چنانچہ اس اہم مسئلہ میں علمائے دیوبند نے جو معتدل منہاج اپنایا اس کی نہایت جامع مثال حضرت فقیہ الامت کے فتاویٰ میں ملے گی، حضرت جہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی و عملی، اخلاقی، جسمانی، روحانی کمالات کو تسلیم کرنے اور ان پر مکمل ایمان رکھنے کی نہایت بصیرت افروز اور محبت خیز تشریح فرماتے ہیں وہیں آپ کے عالم الغیب ہونے، مختار کل ہونے، نورِ مطلق ہونے کی بھی نفی کرتے ہیں اور یہ نفی قرآن، حدیث، آثارِ صحابہ، ارشاداتِ عارفین اور عقلی استدلالات اور بصیرت افروز بیانات و مثالوں پر مبنی ہوتی ہے۔

آپ ایک طرف حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو افضل الکائنات، اعلم الکائنات اور اطہر الکائنات قرار دے کر ان پر ایمان رکھنے کو لازم قرار دیتے ہیں لیکن دوسری طرف جب یہ حدیث پیش کر کے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے کہ ''انا احمد بلا میم، وانا عرب بلا عین'' [میں بلا میم کے احمد (احد) اور بلا عین کے عرب (رب) ہوں]۔ تو اس کو موضوع اور باطل کہہ کر رد کر دیتے ہیں[1]۔

آپ ایک طرف محبتِ رسول کو جزوِ ایمان اور لازمۂ ایمان قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی مجرد لسانی دعوائے عشق کو ناقص قرار دے کر حقوقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی

[1] راجع کتاب العلم، مایتعلق بالحدیث، عنوان: ''انا احمد'' الخ، کیا حدیث ھے؟

کی تلقین فرماتے ہیں اور یہ حقوق عشق ومحبت، عقیدت وعظمت، اتباع وانقیاد اور ایک ایک سنت کو اپنانے کی تلقین تک وسیع کرتے ہیں، صاف فرماتے ہیں کہ:

''اصول عشقِ رسول تو اتباع سنت کا نام ہے۔''

آپ ایک طرف ''شفایا رسول اللہ'' کہنا غیر درست قرار دیتے ہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جسمانی امراض سے سابقہ پیش آیا تو آپ سے ہی شفاء طلب کرنا کیسے درست ہوگا، لیکن دوسری طرف آپ کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ سے حاجات طلب کرنا درست قرار دیتے ہیں[1]۔ آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ کائنات میں سب سے افضل پانی کون سا ہے اور یہ سوال کرنے والا بجا طور پر یہی سمجھتا ہے کہ جواب میں حضرت یہی فرمائیں گے کہ سب سے افضل پانی زمزم ہے، اس لئے احادیث میں سب سے زیادہ فضیلت اسی پانی کی بیان کی گئی لیکن حضرت کے تعمق نظر کا عالم دیکھئے فرماتے ہیں کہ:

''اس کائنات میں سب سے افضل پانی وہ تھا جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا تھا، س کے بعد سب سے افضل زمزم کا پانی۔''

لیکن اس کے ساتھ وہ تمام بے سند روایات جو سیرت کے نام پر بیان کی جائیں ان کی تردید وتغلیط میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے، چنانچہ ''اول ما خلق اللہ نوری'' کے متعلق فرمایا کہ ''یہ درجہ صحت کو نہیں پہنچتی ہے[2]۔''

حقوقِ رسول علیہ السلام کے لئے مجرد سیرت نگاری اور صرف اظہارِ فن کے لئے نعتیہ شاعری کو ناکافی سمجھتے ہیں بلکہ اتباعِ رسول کو اور پھر اشاعتِ دین کی لگن کو بھی حقوق میں شمار کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ نعتیہ شاعری جو حدودِ شریعت میں ہو (جس میں نہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مافوق النبی قرار دیا جائے اور نہ غیر مستند باتیں آپ کی طرف

---

[1] راجع کتاب الایمان، مایتعلق بالتوسل فی الدعاء.

[2] راجع کتاب العلم، مایتعلق بالحدیث، عنوان: اول ماخلق اللہ نوری الخ''

منسوب کی جائیں) کی اہمیت کے نہ صرت قائل ہیں بلکہ خود بھی ایسی نعتیہ شاعری کرتے ہیں جو بلاغت، تلمیحات، استعارات اور قرآن وسنت وسیرت کے ان دفاتر کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو ذاتِ اقدس کے متعلق وارد ہیں۔

غرض یہ کہ اس کائنات میں سب سے مقدس جماعت حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اوران سرداران میں سب سے افضل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، جن کی محبت وعظمت، عقیدت واتباع ہی اصلِ ایمان ہے، لیکن یہ محبت وعظمت اگر غلو کا شکار ہوجائے تو یہی شرک بن سکتی ہے، چنانچہ حضرات علمائے دیوبند کے عمومی مسلک کے مطابق حضرت فقیہ الامت اس سلسلے میں نہایت محتاط اور محکم عقیدہ اپناتے ہیں اوراسی کی تصریح بھی فرماتے ہیں، یعنی نہ تو انبیاء کو خدا سے ملا دیتے ہیں، نہ نوعِ بشری سے الگ کسی اور مافوق الانسانی نوع کے ساتھ ان کی مماثلت تلاش کرتے ہیں، نہ ان میں خدا کے حلول کرنے، خدائی اختیارات کے ان میں موجود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، نہ ان کو مقامِ عبدیت سے اٹھا کر مقام معبودیت تک پہنچاتے ہیں اور نہ اس طرح کی عقیدت کو درست سمجھتے ہیں۔

اسکے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی توہین، تنقیص یا تنقید یا انکی طرف گناہ کی نسبت کرنیکا تصور بھی نہیں کرتے ہیں اور نہ اس تصور کو درست سمجھتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیثیت محض خدا کا پیغام رساں ہونیکی ہے، گویا معاذ اللہ ڈاک کے کسی امانت دار کارندے کی حیثیت دینے کو سراسر توہین قرار دیتے ہیں۔

ایک طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بشریت کے سب سے بلند مقام ومرتبہ پر فائز ہیں اور دوسری طرف انسانیت کی سب سے زیادہ محسن ومحبوب جماعت اور تیسری طرف خدائی حدود واختیارات میں دخیل نہیں ہیں، پھر اس مقدس جماعت کی آخری اور سب سے باعظمت ہستی حضرت سید المرسلین ہیں، آپ افضل الکائنات وافضل الانبیاء ہیں لیکن ساتھ ہی آپ کی عبدیت وبشریت بھی یقینی ہے، غلوِ عقیدت میں بشریت کی نفی اور ادعائے بشریت میں

مقام نبوت کی تنقیص دونوں پر خطر ہیں اور دونوں حدود شریعت سے خارج ہیں۔

آپ کی ذاتِ اقدس کو خدائی اختیار کا حامل قرار دے کر مختارِ کل اور تمام علوم الٰہی پر محیط قرار دے کر عالم الغیب قرار دینا یا دوسری طرف آپ کی بشریت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی طرف نعوذ باللہ بشری کمزوریوں کا انتساب کرنا یا آپ کے جسد اطہر کے مٹی میں مل جانے کا عقیدہ اپنانا دونوں انتہائیں، حضرت فقیہ الامت کی تشریحات کے مطابق غلط ہیں۔

اگر ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام رسالت کے سب سے فائق مقام پر تسلیم کرنے کے ساتھ الوہیت، رزاقیت، علم محیط، قدرتِ کاملہ اور اختیاراتِ الٰہی کا انتساب کیا جائے تو حضرت فقیہ الامت اس کو بلا تامل شرک کہہ دیتے ہیں اور یہ آپ کے فتاویٰ میں جابجا موجود ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی کسی کو توہین رسول کی خفیف سے خفیف روِش پر بھی حرف گیری سے نہیں چوکتے ہیں اور نہ اس میں کوئی رواداری گوارہ ہے۔

حضرت فقیہ الامت یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اور وہ صلوٰۃ وسلام جو ان کی قبر پر حاضر ہو کر پیش کیا جائے خود سماعت فرماتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ اس کائنات میں ہر جگہ حاضر وناظر ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے، وہ طبقہ جو یہ کہے کہ نبی حیات او ہر جگہ موجود ہیں اس کو بھی غلط کہتے ہیں اور وہ طبقہ جو یہ کہے کہ نبی نہ ہر جگہ موجود ہے اور نہ اپنی قبر میں حیات، ان کی بھی تردید کرتے ہیں اور خود اس میں راہِ اعتدال اپناتے ہیں[1]۔

میلاد کی مجالس میں قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں حالانکہ قرآن، حدیث، صحابہ کے ارشادات اور فقہائے امت اس بے بنیاد فاسد عقیدے سے مبریٰ ہیں اور عقل وتجربہ بھی اس کے منکر ہیں، چنانچہ اس قیام کے غیر شرعی ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

---

[1] راجع کتاب الایمان، مایتعلق بحیات الانبیاء، ومایتعلق بالحاضر والناظر.

''حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس اور ذاتِ عالی کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے درود وسلام آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، نہ یہ کہ آپ خود عالم کے چپہ چپہ میں گھوم کر مجالس میں پہنچ کر درود وسلام وصول کریں، یہ تو عقیدت کے نام پر انتہائی توہین ہے۔ عام محبوب کو اپنی چیز دینے کے لئے اپنے گھر طلب کرنا اور پھر شئ مطلوب پیش کرنا توہینِ عشق ہے تو پھر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر کی مجالس میں آنے کا یقین رکھنا اور چند نعتیہ اشعار کھڑے ہوکر اور جھوم کر پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ تشریف اجلال متوقع ہے سراسر غیر شرعی بھی ہے، توہین رسول بھی ہے اور خلافِ عشق نبوی بھی۔

اس عقیدے کے کھوکھلے پن کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مجلس میلاد والے جب چاہتے ہیں کوئی مخصوص نعت پڑھنے کھڑے ہوجاتے ہیں اور اسی پر فیصلہ کرتے ہیں کہ ذاتِ اقدس وارد ہوچکی ہے، اس مخصوص نعت کے بجائے اور جو جو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور جس جس انداز میں بھی ہو وہ جامد وساکن ہی رہتے ہیں گویا تشریف آوری کو اپنی چاہت پر موقوف کیا گیا ہے[1]۔ یاللعجب۔''

غرض کہ ذاتِ اقدس کے متعلق خصوصاً اور دیگر انبیاء کے متعلق عموماً، علماء دیوبند کا جو نہایت ہی اعتدالی عقیدہ ہے اس کی مکمل تشریح فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ حضرت فقیہ الامت کے یہاں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام اور راہِ اعتدال

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت مقدسہ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعتِ صالحہ کا معاملہ بھی ایسا ہی نازک ہے۔ ایک طرف سے حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق ''رضی اللہ عنھم''[2] کا مژدہ ہے اور ''الصحابة کلھم

[1] راجع باب البدعات، فصل: میلاد اور سیرت کے محافل اور عرس کا بیان.

[2] البینة: ۸.

عدول'' کا اعلانِ نبوی ہے اور دوسری طرف سے وہ نہ تو حدودِ رسالت میں شامل ہیں اور نہ فوق البشری کمالات سے متصف۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق بھی طرح طرح کی افراط وتفریط کا پایا جانا امر واقعہ ہے، چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرات صحابہؓ پر تبری کرنا اور کچھ نے تنقید کے نام پر ان کی مقدس زندگیوں پر حملے کرنا اپنا وطیرہ بنایا۔ پھر حضرات صحابہ کے درمیان پائے جانے والے مشاجرات کا مسئلہ اور بھی زیادہ نازک معاملہ ہے کہ تنقید کرنے والے مشاجرات کو ہی موضوع بناتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت فقیہ الامت کا مسلک جو مسلک علمائے دیوبند کی مکمل تشریح کا حامل ہے یہ ہے کہ:

''حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس روئے زمین پر سب سے مقدس جماعت ہے۔''

لیکن ان کی تقدیس اس طرح بیان نہیں کرتے کہ وہ حدودِ رسالت میں شامل ہو جائیں وہ بلاشبہ انسان تھے، لیکن محض اس بناء (انسان ہونے کے ناطے) پر ان پر تنقید کو گوارہ نہیں فرماتے بلکہ وہ تمام معاملات جو مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ضمن میں آتے ہیں، ان کا محملِ حسن نکالنے کی سخت تلقین فرماتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت علی وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان پیش آنے والے محاربہ کی ایسی توجیہ وتشریح فرماتے ہیں کہ نہ تو کسی ایک صحابی کی شان میں تنقیص ہوتی ہے۔ نہ کسی کے ارادے ونیت پر کوئی شک ہوتا ہے، نہ کسی کی ذات پر گستاخانہ حملہ ہوتا ہے اور نہ اس کو جائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والوں پر سخت تنقید فرماتے ہیں[1]۔

حضرات صحابہؓ کی عظمت وتقدس اور ان کی علوِ شان کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کو مقام

---

[1] راجع کتاب الایمان، باب الفرق الباطلة، مایتعلق بالروافض، مشاجرات الصحابة، عنوان ''محاربۂ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما''

تشریع بھی نہیں دیتے اور نہ ان کے ارشادات کو بعد کے لوگوں سے چاہے وہ فقہاء ومحدثین ہوں یا اولیاء وعارفین، فروتر قرار دیتے ہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امت کے بعد کے تمام طبقات سے افضل قرار دینے اور ان پر ہر قسم کی تنقید کے غیر درست ہونے اور صحابہؓ کے درمیان پائے جانے والے مشاجرات کے سلسلے میں حضرت فقیہ الامت کا انداز کیا تھا، اس کی پوری تفصیل مجموعہ فتاویٰ میں درج مختلف فتاویٰ سے معلوم ہوسکتی ہے۔

تمام مشاجرات صحابہؓ کے متعلق اسی طرح کی تسلی بخش ودلنشیں اور نہایت ہی بصیرت افروز توجیہات ومحملِ حسن مقرر کرنے میں حضرت فقیہ الامتؒ خود بھی کامیاب سعی فرماتے ہیں اور اسی کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

غرض کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پوری امت کے لئے حق وباطل کا معیار قرار دے کر ان کے تنقید سے بالاتر ہونے کی تصریح کے ساتھ ان کے معصوم عن الخطاء ہونے کا اعلان نہیں کرتے کہ اس سے وہ حدودِ رسالت میں داخل ہوں گے اور ان کے اختلافات کو اچھالنے، موضوعِ بحث بنانے اور ان کی بنیاد پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مطعون کرنے کی روش جیسا کہ بعض مصنفین کا وطیرہ رہا ہے سے خود بھی اجتناب کرتے ہیں اور جو اس سے اجتناب نہ کریں ان پر زورِ تغلیط وتردید کرنے کے لئے ہر دم بے باک رہتے ہیں، اور یہ بھی آپ کے فتاویٰ سے عیاں ہے۔

پھر صحابہ کرام کے آپسی اختلافات کو حق وباطل کا اختلاف قرار دینے کے بجائے اور ان اختلافات میں ان کی نیتوں پر حملے کرنے کے بجائے صرف اجتہادی اختلافِ رائے کہہ کر اور پھر ہر طرف کی نیت کے خالص ہونے اور اختلاف کو اختلاف دینی کہہ کر صحابہؓ کی صفتِ عدالت کے محفوظ ہونے کی صراحت فرماتے ہیں اور پھر ان کو امت کے بعد کے تمام طبقات سے ہر اعتبار سے افضل ہی نہیں، بعد کی امت کے لئے نمونہ اور کسوٹی

قرار دیتے ہیں۔

پھر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اسی محبت وعظمت اور اسی عقیدت ومعیار کا مستحق قرار دیتے ہیں، ایسا نہیں کہ بعض کی زندگیوں میں نقائص کے پہلو نکال کر تبرائی بن جائیں یا سب وشتم کرنا اپنا طرز بنائیں جیسا کہ بعض اہل قلم وجماعتوں کی یہ نمایاں علامت رہی ہے اور نہ ہی بعض کے حق میں غلو کر کے حدود عقیدت میں بڑھ جائیں۔ مدح میں ایسا رطب اللسان ہونا کہ ان کو ان کے مقام سے آگے پہنچادے یہ بھی غلط اور ان کے متعلق بدگمانی، بدزبانی اور بے ادبی بھی حق سے بعید ہے، اس نکتۂ اعتدال پر علمائے دیوبند ہیں اور اس کی مثال اپنی پوری شان کے ساتھ حضرت فقیہ الامتؒ کی ذات گرامی تھی بلکہ آج کے عہد میں وہ اس نکتۂ اعتدال کے سب سے بڑے شارح وترجمان اور اس کے سب سے مستند مرجع تھے۔

تصوف اور اعتدال پسندی

تصوف اور سلاسل اولیاء کے متعلق بھی طرح طرح کی افراط وتفریط پائی جاتی ہے، ایک طرف ایک طبقہ جو تصوف کو اس کی اصلی حیثیت سے زائد درجہ دیتا ہے اور اس میں بھی شرعی اصولوں کی رعایت لازم نہیں سمجھتا، تعلیمِ قرآن، تعلیم حدیث وفقہ، مسائلِ شریعت، اعمال ظاہرہ، عباداتِ مخصوصہ، دعوت وارشاد کی یا تو سرے سے ان کے یہاں اہمیت ہی نہیں یا کم ہے۔ ان کے یہاں تصوف اور وہ بھی مطلوب شرعی کی حدود سے بے نیاز ہو کر اس طرح مستولی ہے کہ وہ ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جو شریعت کے سراسر خلاف ہے اور تصوف وروحانیت کے نام پر، یا اولیاء کے متعلق ایسے فاسد عقیدے رکھتے ہیں کہ جن کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

چنانچہ تصوف کے نام پر غیر شرعی اعمال اور وظائف، اولیاء کی طرف منسوب آثار

کے ساتھ تبرک کے نام پر شرعی حدود و قیود کے خلاف رویہ اور غلو عقیدت کے ایسے ایسے مظاہرے کہ جن کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں رواج پائے گئے، یا اولیاء کو مختار ومشکل کشا، ہر جگہ سے ہر ندا کو سننا اور بعد الموت بھی ایسی حیات ابدی سے متصف ماننا جس سے وہ امورِ دنیا میں بھی متصرف ہوں، یا استمداد بالقبور یا اولیاء کو صرف ضروریات دنیوی کی تکمیل کا ذریعہ بنانا، مشکلاتِ حیات میں ان سے طلب امداد کرنا اور اس جیسے بہت سے مزعومات پھیلے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف تصوف کو سراسر غیر شرعی قرار دینا، اولیا کو معبودانِ باطلہ سے تشبیہ دینا تصوف کو افیون اور اہل تصوف کو نشہ پلانے اور سلا دینے والے قرار دینا اور اس ضمن میں پوری جماعت صوفیاء کی تنقیص کرنا اور پورے تصوف کو ''چنیا بیگم'' تک کہنا اور پورے سلسلہ تصوف کو مجروح کرنے کو ایک مہم کے طور پر اپنانا بھی ایک طبقہ کا وظیفۂ حیات ہے[1]۔

اس سلسلے میں راہِ اعتدال اور مسلکِ حق کیا ہے، یہ علمائے دیوبند کی طرح تفصیل سے حضرت فقیہ الامتؒ کے یہاں ملتا ہے، آپ تصوف کی حقیقت اور اس کی ضروریات، اس کی افادیت واہمیت کو یہ کہہ کر واضح فرماتے ہیں: ''تزکیہ نفوس، اعمالِ ظاہرہ اور اخلاقِ فاضلہ کے حصول کے لئے ہے، اسی کا نام تصوف ہے۔'' اسی کے ساتھ مرشد کے اوصاف وشرائط کی پوری تفصیل بیان فرماتے ہیں جو اس کے لازم ہیں اور ایسا شخص جو عقائدِ فاسدہ رکھتا ہو جو خود متبع سنت نہ ہو جس سے اصلاح کی وہ ضرورت پوری نہ ہوتی ہو جس کے لئے یہ سلسلۂ راہ سلوک مطلوب ہے اور وہ ارشاد وتزکیہ کی مقرر شرائط پر پورا نہ اترتا ہو اس سے بیعت نہ ہوں، اور اگر ہوئے ہوں تو اس بیعت کو توڑ دینے کا فتویٰ دیتے ہیں[2]۔

پھر تصوف میں اعمالِ مقصودہ اور اعمالِ غیر مقصودہ کی وضاحت کرتے ہیں اور اعمالِ

---

[1] راجع باب الفرق، مایتعلق بالمودودیة، عنوان ''تصوف، یوگ، کوکین، افیون''

[2] راجع کتاب السلوک، مایتعلق بصفات الشیخ.

غیر مقصودہ جو صرف بغرضِ علاج شرعی حدود میں رہ کر انجام دیئے جائیں ان کی اباحت کی صراحت بھی فرماتے ہیں اور وہ اعمال جو نہ مطلوبِ شرعی ہیں، نہ وہ بطور علاج کے مفید ہیں اور ان کا شیوع یا تو صرف رسوم کی بناء پر ہوا ہے یا تصوف و بزرگانِ دین کی طرف غلط انتساب کا نتیجہ ہے، محض رسوم کی بناء پر کئے جانیوالے اعمال جو بعد میں تصوف کے خانے میں ڈال دیئے گئے، مثلاً تیجہ، چوتھا، دسواں، گیارہواں، چہلم، برسی، عرس، رسم قل اور ختم کی مجالس میں غیر شرعی کلام اور وظائف کا ورد مثلاً "**المستغاث المستعان الخلاص یارسول اللہ یا فلان مشکل کشا بالخیر المدد**" وغیرہ یہ تمام اپنی اصل کے اعتبار سے غیر شرعی بھی ہیں اور تصوف کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں، اسلئے حضرت فقیہ الامتؒ انکو بدعت قرار دیتے ہیں، انکے غیر شرعی ہونے کو دلائل نقلیہ وعقلیہ سے مبرہن فرماتے ہیں اور اسکی سب سے واضح دلیل مستند صوفیاء سے ان کا عدمِ ثبوت ہے، اسی کے ساتھ اولیاء کو مقام الوہیت تک پہنچانے کی روش کی سختی سے تردید فرماتے ہیں، چنانچہ سوال کیا گیا کہ:

ایک صاحب نے بیان فرمایا، کہا کہ:

"کسی بڑھیا کا خاندان غرق ہوگیا تو پیرانِ پیر نے دعا کی وہ سب زندہ ہوگئے، کیا یہ واقعہ درست ہے؟ اس پر جواب فرمایا: "یہ واقعہ من گھڑت اور بالکل جھوٹ ہے، اور اتنے بڑے بزرگ پر جھوٹ باندھنا تو بہت بڑی بدبختی ہے[1]"

اولیاء پرستی کی اس روش کی نفی کے ساتھ ان کے احترام کو برقرار رکھنے اور اس سلسلے میں شرعی حدود قائم فرمانے کا انداز دیکھئے کہ پوچھا گیا:

"کیا اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے؟ اس پر ارشاد فرمایا: "حضرات اولیاء اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا درست ہے، خود براہِ راست اولیاء اللہ سے کوئی چیز نہ مانگی جائے، جیسا کہ بعض جگہ کہتے ہیں، "یا غوث المدد"

---

[1] راجع کتاب الایمان، مایتعلق بالمعجزۃ، والکرامۃ والالھام.

شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے[۱]۔''

تصوف کے سلسلے میں بیعت سے لے کر شرائطِ مرشد، آدابِ مسترشد، اعمالِ ثابتہ کو مدلل کرنے، مقصودِ بیعت کا عملی بیان، راہِ سلوک میں پیش آنے والے تمام احوال ومقامات کی تشریح اوران میں ہر ہر جز کی علمی تائید کے سلسلے میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ تمام صلحائے عارفین کی طرح انتہائی وسعتِ نظر اور ژرف نگاہی کا مظاہرہ فرماتے ہیں، بزرگانِ دین سے منسوب شطیات کی نہایت دل نشیں توجیہ فرمایا کرتے اور وہ اعمال جو شرعاً اگرچہ مطلوب نہیں، لیکن صدیوں کے تجربات کے بعد صوفیہ نے اعمالِ صالحہ پر دوام، اخلاقِ فاضلہ کے حصول اور نسبتِ احسانی کے احیاء میں مفید قرار دیا، ان کا علمی اثبات ایک صاحبِ علم متصوف کی طرح نہایت بصیرت سے فرماتے ہیں۔

وہ اعمال جو اپنی اصل کے اعتبار سے فرض واجب نہیں، صرف سنت ومستحب کے درجہ میں ہیں، ان کو تصوف میں لے جا کر اس طرح لازم کر دیا کہ عملاً وہ فرض کے مقام پر پہنچ گئے اور فرض وواجب کی حیثیت گھٹا دی گئی.....اس سلسلے میں حضرت کا ارشاد یہ ہے کہ:

''جس چیز کا استحباب شرعی دلائل سے ثابت ہو اس پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے سے اس کا استحباب ختم ہو جاتا ہے اور اس میں کراہت آجاتی ہے۔ التزام مالا یلزم وملامت علی التارک موجب کراہت ہے[۲]۔''

---

[۱] راجع کتاب الایمان، مایتعلق بالاستمداد.

[۲] ان مواقع پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر طیبی شرح مشکوٰۃ کی عبارت ذکر کرتے ہیں، جو مرقاۃ میں ملا علی قاریؒ نے ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے: ''من اصر علی امر مندوب، وجعله عزما، ولم یعمل بالرخصة، فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال، فکیف من اصر علی بدعة او منکر''. (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوٰة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول: ۳/۳۱، رقم الحدیث: ۹۴۶، رشیدیه)

اور سعایہ شرحِ وقایہ کی یہ عبارت ذکر فرماتے ہیں: ''الاصرار علی مندوب یبلغه الی حد الکراهة'' (السعایة شرح الوقایة، کتاب الصلوة باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة ص: ۲/۳۶۵، امجد اکیڈمی لاهور)

اور اس کا اندازہ بدعات کے اکثر مسائل سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

لیکن دوسری طرف ان معمولات کو جو اصلا ثابت شدہ ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ طبقات نے ان کو بھی محض تعداد و ہیئت کی تعیین کی بناء پر بدعات کے زمرے میں شامل کر دیا جیسے کہ نفی و اثبات کی تسبیحات، اسم ذات کے ذکر اور سہ ضربی یا چہار ضربی ذکر کے سلسلے میں یہی صورت حال پیش آتی ہے اس سلسلے میں حضرت فرماتے ہیں کہ:

''وہ معمولات جو یا تو مستحب ہوں یا مباح اور جن کی فضیلت ثابت ہے، مشائخ بطور علاج کے تجویز فرماتے ہیں اور کبھی یہ معمولات ترک بھی کراتے ہیں کہ جب اس کی ضرورت پڑے اس لئے یہ نہ ممنوع و حرام ہیں اور نہ فرض و واجب[1]۔''

خلاصہ یہ کہ حضرت فقیہ الامت نے مسلکِ حق کی ایسی اعتدالی تشریح کی اور اعتدال بھی ایسا واضح، مصرح، مدلل اختیار فرمایا کہ عوام ہی نہیں علماء کے لئے بھی آپ کے فتاویٰ ایک کامل رہبر کا کام دے سکیں گے اور اس کا مشاہدہ ہر طالبِ صادق کو یقینی طور پر ہو سکتا ہے۔

مدارس اور راہِ اعتدال

برصغیر میں مغل دورِ حکومت کے خاتمہ کے بعد اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کو اسلام پر ثابت رکھنے کی جو سب سے کامیاب اور مفید سعی ظہور پذیر ہوئی وہ دیوبند کے طرز پر قائم ہونے والے مدارس کا قیام ہے۔ بلاشبہ آج برصغیر اسلام کی حفاظت و اشاعت اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں اور مسلمانوں کو دین سے منسلک رکھنے میں جس محرک نے کلیدی کردار ادا کیا وہ یہی مدارسِ اسلامیہ ہیں۔ اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو نہ علماء کی یہ کثرت ہوتی، نہ اسلامی علوم کے پڑھنے و پڑھانے کے یہ مواقع ہوتے، نہ اسلامی علوم کی اس طرح نشر و اشاعت ہوتی اور نہ آج برصغیر میں اسلام اس طرح محفوظ ہوتا۔

مدارس کا یہ نہج اپنے اکثر معاملات میں چند بزرگوں کے نہایت قیمتی اصولوں جن کو

---

[1] راجع باب البدعات، فصل: ''فاتحہ مروجہ کا بیان'' عنوان ''ختم میں سوا لاکھ کی تعداد''

الہامی اصولِ ہشتگانہ کہا جاتا ہے پر استوار کیا گیا۔ تاہم یہ اپنے نظام تعلیم، نظام مالیات، اصولِ تشکیل اور اندازِ تنظیم میں اس اعتبار سے ایک نیا تجربہ اس سے پہلے اس طرح نہیں ہوا تھا جو حکومتوں کی سرپرستی اور مالیات کے کسی متعین ومحکم ذریعۂ آمدنی کے بغیر کھڑا کیا گیا ہو۔

اسی بناء پر فقہ واحکام کی کتابوں میں باقاعدہ کوئی ایسا باب نہیں جو متعین طور پر اس قسم کے مدارس کے تمام مسائل پر مشتمل ہو، چنانچہ یہ مدارس اپنے ذوق اور مزاج سے لے کر چھوٹے چھوٹے مسائل تک اپنے بزرگوں اور بانیوں کی صوابدید اور فیصلوں پر موقوف تھے اور ہیں۔

اس باب میں حضرت فقیہ الامت سب سے ممتاز ہیں کہ "**مایتعلق بالمدارس**" کا باب قائم فرما کر سب سے زیادہ فتوے دیئے، اسلئے اگر اہل مدارس اپنے تمام معاملات کی فقہی رہنمائی کے لئے کوئی کتاب سامنے رکھنا چاہیں تو فتاویٰ محمودیہ کے مجموعے میں "**مایتعلق بالمدارس**" میں سے مسائل کو منتخب کر کے اپنے سامنے ایک رہنما کتاب کے طور پر رکھ سکتے ہیں، جس میں مدارس میں پیش آنے والے چھوٹے بڑے، عمومی ونادرالوقوع مسائل کا شرعی حکم موجود ہے۔

ان مسائل میں حضرت مفتی صاحب کی فقہی بصیرت، مدارس کے ذوق ومزاج کا عرفانِ کامل، مدارس کے نہج کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں عمیق بصیرت، اصل مقصود سے ہٹ جانے کی خفیف سے خفیف روش پر گہری نظر، حدودِ شریعت میں رہ کر مدارس کو ہر نئی سہولت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت، مسلکِ حق پر استقامت کی مکمل رہنمائی، اربابِ انتظام، اصحابِ تدریس، طلباء محصلین اور معاونین میں سے ہر ہر طبقہ کی صحیح اور کامل رہبری، نئی تہذیب کے دھارے پر بہنے اور تجدد کی ہر نئی لہر کو قبول کرنے کے نقصان دہ نتائج اور مضر اثرات کی نشاندہی، اساتذہ کے فریضے کی صراحت، اخلاص، جدوجہد،

استقامت اور تعمیر وتطہیر، اصلاح وتزکیہ کی تذکیر، محض کسبِ مال کو مطمحِ نظر نہ بنا کر خدمت دین کے تصور کو زندہ رکھنے کی ہدایت وغیرہ کے متعلق حضرت کے فتاویٰ، ملفوظات اور ارشادات جواہر خالصہ ہیں۔

جمہوریت اور راہِ اعتدال

پچھلے سوسالہ (کم وبیش) عرصہ میں پورے عالم کی طرح برصغیر میں بھی سیاسی تحریکات کا شیوع عام ہوا، دنیا میں مختلف نظام ہائے سیاست طرح طرح کی شکست وریخت سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو بھی اس دلدل سے گزرنا پڑا، بلکہ ان کے مضر اثرات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہی پڑے، اس بناء پر علمائے اسلام بھی ان سیاسی مسائل سے آنکھیں بند نہ کر سکے۔ اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے عمومی تصور کی طرح حضرت فقیہ الامت کا تصور بھی یہی رہا کہ سیاست نہ تو مطلوبِ اسلام ومقصودِ مومن ہے اور نہ ہی شجرۂ ممنوعہ، اس کی وہ تفصیل (جو اس کی وجوہات، دلائل اور نتائج کی حامل ہو) کی تو ان صفحات میں وسعت نہیں۔ تاہم حضرت فقیہ الامت کے چند وہ فتاویٰ جو سیاسیات کے متعلق ہیں پیش کرنے سے علمائے دیوبند کے مزاج کے اجمالی تعارف کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔

یہ دور جمہوریت کا دور کہلاتا ہے اس لئے کہ جمہوری طرزِ حکومت کے قیام، اس کی افادیت اور اس کو بہتر نظام قرار دیئے جانے کے متعلق لٹریچر سے لے کر تشکیل حکومت تک جمہوریت کے عملاً زندہ ہونے کا اور عالم کے اکثر حصہ پر اس کے نافذ ہونے کا دور ہے اور اس سلسلے میں کتابوں کا انبار موجود ہے، جو جمہوریت کے حق میں بھی ہیں اور اس پر تنقید بھی۔ اسلامی اصولوں کی روشنی میں یہ نظام حکومت مکمل طور پر قابلِ قبول ہے یا قابل رد، اس سلسلے میں علمائے امت مفصل ومدلل تحقیقات فرما چکے ہیں۔ حضرت فقیہ الامت نے نہایت جامع اور مختصر جملوں میں اس کی پوری حقیقت اور اس کا حکم یوں بیان فرمایا کہ:

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے، (اس

لئے کہ) وہاں قوانین کا مدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے یعنی کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پس اگر کثرتِ رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسی پر فیصلہ ہوگا اور قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجبِ ضلالت قرار دیا ہے:

''وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ''

اہل علم، اہلِ دیانت واہل فہم کم ہی ہوتے ہیں[1]۔''

ایک موقع پر مختصر فتویٰ لکھا کہ:

''جمہوریت اسلامی طرز حکومت نہیں ہے۔''

ایک شخص جو سیاسی میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور حضرت فقیہ الامت سے استفسار کرتا ہے تو جواب میں فرمایا کہ:

''اگر حصہ لینے میں آپ کو احکامِ اسلام پر عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو اور آپ حصہ لے کر اہلِ اسلام کی خدمت کرسکیں اور ان کو ظلم سے بچا کر حقوق دلا سکیں تو حصہ لے سکتے ہیں[2]۔'' (فتاویٰ محمودیہ)

حدود وقیود اور مقصد کی تصریح اور نیت کی درستگی غرض مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر رکھ کر ایک ہی جملہ میں آپ نے واضح اور قطعی حکم بیان فرمادیا گویا کہ دلیل اور علت بیان نہیں فرمائی۔

سوال کیا گیا کہ کیا ووٹ دینا درست ہے؟ فرمایا کہ:

''اگر نفع ہو یعنی دین کی، قوم کی، ملک کی صحیح خدمت مظنون ہوتو درست ہے[3]۔'' (فتاویٰ محمودیہ)

---

[1] راجع فتاویٰ محمودیہ، کتاب السیاسۃ، فصل: ''جمہوریت اور سیاسی تنظیموں کا بیان'' عنوان ''جمہوریت''

[2] راجع کتاب السیاسۃ والھجرۃ، عنوان: سیاست میں حصہ لینا۔

[3] راجع کتاب السیاسۃ والھجرۃ، فصل: انتخابات کی شرعی حیثیت، عنوان ''ووٹ کا حکم''

اور جب مختلف جماعتیں ووٹ طلب کریں تو ایسی صورت میں ایک مخلص بے لوث اور بے غرض مسلمان کو کیا کرنا چاہئے اور پارٹی کے جانچنے اور اس کے حق میں رائے دینے کا معیار کیا ہو، اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتویٰ لکھا کہ:

''اپنے اہلِ علم و دیانت کے تجربہ سے جو جماعت اسلام کے زیادہ قریب یا پابند ہو اور حقوق دلانے میں زیادہ کوشاں اور قربانی دینے والی ثابت ہو اس میں شرکت کر سکتے ہیں[1]۔'' (فتاویٰ محمودیہ)

خود حضرت کس پارٹی کو پسند فرماتے تھے؟ تقریباً اسی قسم کا سوال پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

''جماعتوں کے قواعد وضوابط میں ترمیم ہوتی رہتی ہے، مجھے زیادہ واقفیت بھی نہیں ہے[2]۔''

جمہوری ملکوں میں چونکہ انتخاب میں شرکت کرنے کا حق ہر اس پارٹی کو حاصل ہوتا ہے جو پارٹی تسلیم شدہ ہو اور اس کے لئے مذہب، اخلاق اور دیانت کی کوئی شرط نہیں اس لئے منکرینِ خدا، مذہب واخلاق سے بیزار اور انسانوں کو معاشی حیوان بنا دینے والے بھی اگر انتخاب میں شرکت کرنا چاہیں تو جمہوری ملکوں میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تو کیا کمیونسٹ پارٹی میں شرکت کر کے اس کی طرف سے انتخاب لڑنا یا اس کو ووٹ دینا درست ہے؟ اس سلسلے میں حضرت نے فرمایا:

''کمیونزم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان کو مذہب سے لڑایا جائے، کمیونزم کا ممبر اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا جو صدقِ دل سے صاف صاف اعلان نہ کرے کہ وہ دہریہ ہے، یعنی منکر خدا ہے۔

اینجلز لکھتا ہے:

---

[1] راجع کتاب السیاسة، فصل: جمہوریت اور سیاسی تنظیموں کا بیان، عنوان: ''کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے؟

[2] راجع المصدر السابق آنفاً.

''ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مذہبی فریب خوردگی کو دور کیا جائے۔''

مارکس نے مذہب کے انفرادی معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہمیں قدم آگے بڑھا کر انسانیت کو مذہب کے اقتدار سے آزاد کرنا ہے، مذہب عوام کے حق میں افیون کا درجہ رکھتا ہے۔''

کمیونزم ایک تحریک نہیں بلکہ ایک جدید مذہب ہے جس کے بانی مارکس ولینن وغیرہ یہودی تھے، یہ صرف معاشی تحریک بھی نہیں بلکہ ایک جدید مذہب ہے جو تمام ادیان ومذاہب سابقہ اور الٰہی تعلیمات اور اخلاق واقدار ودین حق یعنی ذات خداوندی کے خلاف ہے اور کامریڈوں کی درندگی کی راہ میں ہر رکاوٹ کو دور کرنا اس دینِ جدید یا دین یہود کا مسلک ومقصد ہے۔''

آگے تحریر فرمایا:

''یہ کمیونزم کا اجمالی خاکہ ہے کہ جس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اعتقاد کے اعتبار سے وہ صراحۃً اسلام کے خلاف ہے، سیاسی حیثیت سے اس میں شرکت وقتی طور پر اگر مفید بھی نظر آئے تو بھی اس کا دینی حیثیت سے ضرر واضح ہے[1]۔'' (فتاوی محمودیہ)

حضرت فقیہ الامت نے اشتراکیت کے متعلق جو قطعی اور واضح حکم لکھا اس کے بعد یقیناً یہ سوال پیدا ہوگا کہ جو لوگ اس تحریک اشتراکیت میں شریک ہوئے، کیا وہ اسلام سے خارج ہیں؟ چنانچہ پوچھا گیا لیکن تکفیر (کسی کو کافر قرار دینا) انتہائی اہم اور پرخطر معاملہ ہے اور علمائے دیوبند کی اس سلسلے میں احتیاط رتو شعار وامتیاز ہے، مزاجِ احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ نے فتویٰ لکھا کہ:

''کسی مسلم فرد یا مسلم جماعت کو کافر یا مرتد قرار دینا بڑی ذمہ داری کی بات

---

[1] راجع کتاب الایمان، باب الفرق، مایتعلق بالشیوعة والشتراکیة، عنوان: ''کمیونزم''

ہے، جب تک نصوصِ قطعیہ سے اس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اقدام نہیں کیا جاسکتا، بلاقطعی دلائل کے اگر ایسا کیا جائے تو اندیشہ قوی ہے کہ یہ کفر اقدام کرنے والے پر عود کر آئے، جو علماء حدودِ شرع سے واقف ہیں اور کفر واسلام کی سرحد کو پہچانتے ہیں وہ کبھی ایسا اقدام نہیں کیا کرتے[1]۔'' (فتاویٰ محمودیہ)

اسی حزم واحتیاط کا مزید مظاہرہ آپ نے اس وقت فرمایا جب ایسے مسلمانوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو کمیونزم کے بنیادی نظریات سے ناواقف ہو کر محض سیاسی بہتر خدمات کی توقع پر کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دیں، کیا وہ اسلام سے خارج ہو کر کمیونسٹ قرار پائیں گے؟ آپ نے فتویٰ لکھا کہ:

''اس ملک (ہندوستان) میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے، نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑائے جاتے ہیں، جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا، نفع پہنچائے گا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جو لوگ خود مسلمان اور دین ومذہب کے پابند ہیں وہ اگر نافع سمجھ کر کسی پارٹی کو ووٹ دیں یا کسی فرد کو ووٹ دیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس پارٹی کے نظریات وعقائد سے بھی متفق ہیں[2]۔'' (فتاویٰ محمودیہ)

اختلافی مسائل اور راہِ اعتدال

اختلافی مسائل چاہے وہ عقائد سے متعلق ہوں یا معاشرت، معاملات، اخلاق، سیاسیات یا مختلف فرقوں کے عقائد ونظریات اور یا پھر یہ اختلافات قدیم ہوں یا نئے ہوں ان تمام مسائل میں حضرت فقیہ الامت کا طرز محققانہ، حفظِ مراتب میں محتاط اور بوقت ضرورت سخت ہوا کرتا تھا۔ اس سلسلے میں کبھی آپ انتہائی بسط وتفصیل کی روش اپناتے اور کبھی اجمال اختیار کر کے صرف بیان حکم تک محدود رہتے۔

---

[1] راجع کتاب الایمان، باب الفرق، مایتعلق بالشیوعیة، والاشتراکیة، عنوان: اسلامی سوشلزم''

[2] راجع کتاب السیاسة والهجرة، فصل: انتخابات کی شرعی حیثیت، عنوان: ''ووٹ کس کو دیا جائے؟''

ان اختلافی مسائل میں استدلال کی قوت، بیان میں حفظِ درجات، اپنے موقف پر شدت وصلابت اور مخالف نظریہ کے دلائل پر شدید گرفت اور نقلی وعقلی دلائل سے اس کی تردید، یہ سب کچھ ہوا کرتا۔

اختلافی مسائل میں تکفیر کا سلسلہ جو برصغیر میں ایک طبقہ کا نشان اور علامت بن گیا تھا اور اس کے لئے ذاتیات پر انتہائی رکیک اور اخلاق سوز حملے بھی کئے اور دوسری طرف تقلید کو شرک اور ہر نئے عمل کو بے دھڑک بدعت وگمراہی اور اسلاف کا ذوق وتعامل اپنانے کو اتباعِ آباء، یہودیت، نصرانیت اور مشرکین کا طرز اپنانے کا حکم لگایا گیا جیسا کہ دوسرے طبقہ کا شعار ہے، اس سلسلے میں حضرت فقیہ الامت بحیثیت مفتی اس روش پر قائم رہے جو علمائے دیوبند کا امتیاز ہے یعنی صراحۃً کبھی کسی کی تکفیر کا حکم لکھنے کی اگر نوبت آئی تو عموماً حضرت کا جواب اس طرح ہوا کرتا۔

''ایسے عقائد اپنانے سے ایمان سلامت نہیں رہتا۔''

یا یہ لکھا کرتے:

''یہ خیالات خلافِ شریعت ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔ وغیرہ''

اس سلسلے میں عموماً فرمایا کرتے کہ:

''سب سے زیادہ احتیاط کی ضرورت تکفیر میں کرنے کی..... ہے۔''

ان اختلافی مسائل میں اگر مسئلہ کسی جماعت کے متعلق ہوتا اور وہ مسئلہ اس جماعت نے بطور عقیدہ وشعار کے اپنایا ہوتا تو پھر حضرت کا رویہ نہایت سخت اور قطعی ہوتا۔ ایسے مسائل میں دوسرے فریق پر مفصل ومدلل جرح، اس کے دلائل کی دلنشیں تغلیط، دوسرے فریق کے دلائل نقل کرنے اور پھر ان کے سقم کو بیان کر کے اس کے نتیجے میں پھیلنے والی گمراہی کی واضح نشاندہی فرمایا کرتے، چنانچہ مختلف فرقوں کے متعلق آپ کے فتاویٰ میں یہ انداز واضح ہے لیکن اس شدت وقطعیت کے ساتھ کسی کی ذات پر یا کسی کی نیت پر حملہ نہ کرتے یا اخلاق وکردار کو موضوعِ بحث نہ بتانے، نہ طعن وتشنیع والزام تراشی کرتے، نہ غلط

بات منسوب کرتے، نہ کسی کے نظریہ کے غلط معنی نکال کر ''توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل'' کا ارتکاب کرتے، بلکہ اگر دوسرے فریق کی طرف سے کوئی درست بات سامنے آتی تو اس کی نہایت فراخ دلی اور حقیقت پسندی سے تحسین فرمایا کرتے، چنانچہ ایک مشہور شخصیت جن کے خیالات ونظریات سے حضرت کو نہایت اختلاف ہے، کے متعلق ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

''اس موقع پر.....صاحب نے ایک بات ایسی لکھی ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مجھے.....صاحب سے بنیادی اختلاف ہے اس اختلاف کے باوجود یہ بات بعید ہے کہ اگر ان کے قلم سے کوئی بات صحیح نکل جائے تو میں اسے غلط کہنے لگوں، ایسا نہیں ہوسکتا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''لایجرمنکم شنانٰ قوم علی ان لا تعدلوا''[1]

فروعی اختلافی مسائل اور راہِ اعتدال

ان اختلافی مسائل میں دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن میں کسی جزوی اور فروعی مسئلہ میں کسی سے آپ کا اختلاف ہوجائے اور یہ اختلاف بر بنائے دلائل ہو اور وہ کسی تحریف یا تلبیس کے فروغ کا سبب نہ بنے، محض موقف اور اسکے مستدلات کا اختلاف ہو، ایسے موقعوں پر آپ حفظِ مراتب کے نہایت اعلیٰ مقام پر رہتے۔ چنانچہ فقہ کے فروعی مسائل میں بہت سے مفتیانِ وقت سے آپ کا اختلاف ہوتا رہا لیکن آپ عموماً صرف اپنا موقف، اس کے دلائل اور بزرگانِ سلف میں سے کسی کی رائے نقل کرنے پر اکتفا فرمایا کرتے اور اگر کبھی دوسرے کی رائے نقل کرنے کی نوبت آتی تو نہایت احترام سے وہ رائے اور اس کے دلائل بھی نقل فرماتے، ایسے موقعوں پر کبھی صرف یہ کہہ کر بات ختم کردیتے کہ ''اس مسئلہ میں فلاں کی رائے یہ ہے۔''

---

[1] المائدۃ: ۸.

دعوت وتبلیغ اور راہِ اعتدال

دین کی اشاعت اور اس کی حفاظت اور امت میں دین کو زندہ رکھنے اور احکامِ دین کے احیاء کے سلسلے میں دعوت وتبلیغ کا کیا مقام ہے، یہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ امت کی داعیانہ صفت ہی درحقیقت اس کی بقاء کی ضامن ہے، اسلامی تاریخ کے ہر عہد اور اسلامی دنیا کے ہر مقام پر جب جب بھی یہ داعیانہ کردار کمزور ہوا اس کے طرح طرح کے سنگین نتائج سامنے آئے، اسی بناء پر امت سے خلافت وحکومت جاتی رہی، اسی وجہ سے امت اپنی معاشرت ومعاملات میں دوسری اقوام کی نقالی کرنے اور اپنے دین کو چھوڑنے کی روش پر چل پڑی، اس کے نتیجے میں امت میں اعمال وعبادات اور اخلاق وآداب غرض پورے اسلام اور پھر ایمانیات تک میں شدید ترین ضعف پیدا ہوا۔

غرض کہ امت کی ہر خرابی کی جڑ دین کی کمزوری اور اس کا سبب دعوت سے غفلت ہے جب کہ دعوت وتبلیغ کا یہ فریضہ قرآن مجید، ارشاداتِ نبویہ، سیرت طیبہ، تاریخِ اسلام اور عقل وتجربہ سے واضح اور اس کی اہمیت، فرضیت اور امت کے لئے اس کے لازم ہونے کی صراحت قطعی اور غیر محتاجِ دلیل ہے، بلکہ ختم نبوت کے نتیجے میں امت کو کارِ نبوت کے فریضہ کی ادائیگی اسی دعوت کے نتیجے میں عطا ہوئی ہے اور یہ فریضہ کسی بھی حال میں امت سے ساقط نہیں ہوسکتا۔

برصغیر میں سینکڑوں سال تک مسلمان حکمرانی کرتے رہے، لیکن امت کی غالب اکثریت اس فریضہ دعوت کی ادئیگی سے غافل رہی، اس لئے علمائے امت کی محنت کے نتیجے میں دین گو محفوظ رہا لیکن امت کے عام افراد کی زندگی سے لے کر حکومتِ وقت تک جو خرابیاں پیدا ہوئیں وہ بھی ناقابلِ انکار ہیں، بلاشبہ اگر امت کا غالب طبقہ اس فریضہ کی ادائیگی میں منہمک رہا ہوتا تو امید کی جاسکتی تھی کہ آج برصغیر کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

مسلمانوں سے اقتدار چھن جانے کے بعد جب دین کو مٹانے کے نہایت سنگین حالات پیدا کئے گئے اور پوری امت کا عوامی طبقہ دین سے بیگانہ ہوتا گیا تو اللہ جل شانہ نے

خصوصی فضل فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس فریضہ کی ادئیگی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آج عالم کے کونے کونے میں دعوت وتبلیغ کی یہ محنت جاری ہے اور اس کے ثمرات کا ظہور اس طرح ہو رہا ہے کہ عالمِ اسلام کی مسلم حکومتوں کی کسی بھی محنت کے نتیجے میں ایسا ثمرہ سامنے نہیں آ رہا ہے اور اس کے اعتراف سے بجز عناد وکج فہمی کے اور کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی۔

دعوت وتبلیغ کا یہ نہج بے شمار لوگوں کے لئے اجنبی اور قابل اعتراض ہے حالانکہ شرعاً اس کے کسی بھی جز پر کوئی واقعی اعتراض کیا ہی نہیں جا سکتا، تاہم کچھ لوگ اس کے چار ماہ، چالیس دن، تین دن، گشت اور دوسرے امور پر یہ سطحی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعیین غیر ثابت شدہ ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دین کے تمام احکام کی دعوت کو اپنا مقصد نہیں بناتے بلکہ صرف چند احکام تک ہی محدود رہتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ وقت کے سیاسی مسائل سے اِغماض کرتے ہیں وغیرہ۔

درحقیقت یہ تمام اعتراضات انتہائی سطح پر، غلط فہمی یا حقیقتِ دعوت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اس لئے علمی طور پر دعوت وتبلیغ کی فرضیت ثابت کرنا، اس کے اصول ومنہاج کو مدلل کرنا، اس پر کئے جانے والے اعتراضات کا دفاع کرنا علمائے امت کا فریضہ ہے۔

برصغیر کے مفتیانِ کرام میں سے حضرت فقیہ الامت کی ذات اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ آپ نے ازخود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں وقت گزارا، دعوت وتبلیغ کے کام میں عملاً شرکت کی، اس کے پورے نظام کو ازخود ملاحظہ فرمایا، اس کے فوائد وثمرات کا مشاہدہ فرمایا اور پھر بعد کی پوری زندگی میں اس کے ساتھ مکمل انتساب رکھا۔ اور معترضین کے اعتراضات کے مدلل ومفصل جوابات دئے۔ اس لئے اگر علمی طور پر دعوت وتبلیغ کو سمجھنا کسی طالب صادق کا مطلوب ہو تو فتاویٰ محمودیہ میں شائع شدہ فتاویٰ جو دعوت وتبلیغ سے متعلق ہیں بلاشبہ چشم کشا ثابت ہوں گے۔[1]

---

[1] راجع فتاویٰ محمودیہ، کتاب العلم، باب التبلیغ.

فتاویٰ محمودیہ کی خصوصیات

اعتدال پسندی کے علاوہ چند دیگر خصوصیات بھی حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کے فتاویٰ میں پائی جاتی ہے، اجمالی طور پر جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

◉ .....عام طور پر جوابات مختصر ہوتے مگر **خیر الکلام ماقل و دل** کے مصداق تاہم ضرورت کی وجہ سے تفصیلی فتاویٰ بھی تحریر فرماتے، حتی کہ بعض فتاویٰ تو رسائل کی شکل اختیار کر گئے۔

◉ .....سلیس اور عام فہم اردو میں جواب تحریر فرماتے تاکہ مستفتی جواب کی حقیقت سے واقف ہو جائے اور سائل کی الجھن اور پریشانی باقی نہ رہے۔

◉ .....مقصدِ سائل (نکتۃ الغور) کا جواب دینے کا بھرپور اہتمام کیا جاتا۔

◉ .....مقصد سائل کا لحاظ کرتے ہوئے تربیتی پہلو کو بھی سامنے رکھتے ہیں، مثلاً: اگر سائل کا مقصد کچھ اور تھا لیکن اس کے لئے مفید کوئی دوسری بات تھی تو اس کی بھی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

◉ .....تکفیر کے بارے میں احتیاط کا پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے، حتی کہ صراحۃً کسی کی تکفیر کی نوبت آ بھی جائے تو عموماً حضرت مفتی صاحبؒ کے جواب کے الفاظ ہوتے ہیں: ''ایسے عقائد اپنانے سے ایمان سلامت نہیں رہتا۔''

◉ .....''**أنزلوا الناس منازلهم**''[1] کے پیش نظر ہر سائل کو اس کی حیثیت کے مطابق جواب دیا جاتا مثلاً:

---

[1] "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: "انزلوا الناس منازلهم" رواه ابوداؤد. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی:۴۶۴، قدیمی. وسنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التنزیل ناس منازلهم:۲/۳۱۷، امدادیه ملتان)

(الف) سائل عام آدمی ہو اور احکام شرعیہ کے بارے میں سوال کرے تو آسان عبارت میں اسے حکم سے مطلع فرمادیتے ہیں۔

(ب) اگر کوئی احکام شرعیہ سے ہٹ کر سوال کرے تو اس کا جواب حتماً نہیں دیتے[1]۔

(ج) اگر سائل کا مقصد فتنہ پردازی ہو تو جواب سے معذرت فرمادیتے ہیں۔

(د) بسا اوقات خود سائل کو پابند فرماتے ہیں کہ اپنی لکھی ہوئی بات جس کی تحقیق چاہتا ہے، مثلاً: کوئی حدیث یا تاریخی واقعہ کا حوالہ دے تب جواب دیا جائے گا۔

(ھ) معاند سائل کو حتی الامکان سمجھانے کی کوشش فرماتے ہیں، اگر پھر بھی نہ سمجھے تو جواب سے معذرت کی جاتی ہے۔

(۲) کبھی سائل کو دیکھتے ہوئے "**لایخافون فی اللہ لومۃ لائم**[2]" کا مظاہرہ کرتے ہوئے سائل کی خوب خبر لیتے ہیں۔

(س) اہل علم کے سوالات کے ٹھوس و مدلل جوابات دئے جاتے ہیں۔

(ز) اہل علم میں سے وہ حضرات جو اپنی ہی تحقیق کو حرفِ آخر سمجھیں اور کسی کی بات نہ مانیں، ان کو جواب دیتے وقت اولاً تو جواب کو خوب مدلل ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں اس کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ یہ تحقیق آپ جیسوں کو مطمئن نہ کرسکے گی، اس کا کوئی علاج نہیں۔

(ر) جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو "**لاادری**" کہنے میں جھجھک محسوس نہیں فرماتے۔

---

[1] اس کا اندازہ فتاویٰ محمودیہ، **کتاب العلم، باب الفلکیات**، سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

[2] **المائدۃ**: ۵۴.

◉ .....مبہم سوالات کا جواب دینے سے کبھی حضرت مفتی صاحب معذرت فرماتے ہیں اور کبھی جواب لکھ کر تحریر فرماتے ہیں: ''مبہم سوالات کر کے جوابات کو کسی شخص پر منطبق کرنا بسا اوقات غلط اور موجبِ فتنہ بھی ہوتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔''

◉ .....کبھی مستفتی بلاضرورت سوال میں مختلف باتیں تحریر کرتا ہے جن کی وجہ سے سوال طویل ہو جاتا ہے، عام طور پر حضرت مفتی صاحبؒ ایسے سوالات کا مختصر الفاظ میں خلاصہ نکالنے کے بعد یہ لکھ کر کہ: ''اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے۔'' جواب تحریر فرماتے۔

◉ .....سائل کسی بڑی شخصیت کی رائے اور تحقیق کا ذکر کرتا حضرت قدس سرہ کبھی اس سے مرعوب نہ ہوتے بلکہ جس چیز کو دلائل کی روشنی میں حق سمجھتے اس کو اختیار فرماتے۔

◉ .....حضرت قدس سرہ اپنے تحریر فرمودہ جوابات دیگر موجود حضرات اہل علم کو دکھانے کا بھی اہتمام فرماتے۔

◉ .....کوئی صاحب اگر کوئی مشورہ دیتا اور وہ درست ہوتا تو اس کو قبول فرما لیتے۔

◉ .....حضرت والا قدس سرہٗ کی اپنی رائے انتہائی تحقیقی اور پختہ ہوتی تھی مگر اس کے باوجود دلائل کی روشنی میں اپنی رائے کا مرجوح ہونا معلوم ہو جاتا تو بلاتکلف اپنی تحقیق سے رجوع فرما کر راجح کو اختیار فرما لیتے اور اس کا اظہار واعلان بھی فرما دیتے۔

◉ .....حضرت والا قدس سرہ کو اصول وفروع بہت مستحضر تھے کہ کتب اصول فقہ، رسم المفتی، الاشباہ والنظائر، اور قواعد الفقہ کا درس حضرت والا قدس سرہٗ کے پاس ہوتا

تھا، اور کتب فقہ وفتاویٰ کی اکثر اہم کتب کی حضرت والا قدس سرہٗ نے فہرست تیار فرمائی تھی، مثلاً الطحطاوی علی المراقی الفلاح، الجوہرۃ النیرۃ، شامی اور بہت سی کتبِ حدیث وفقہ وفتاویٰ وغیرہ کی فہرست تیار فرمائی تھی، اور حضرت والا قدس سرہ نے ان جزئیات کی فہرست میں نشاندہی فرمائی تھی، جن سے خود صاحب کتاب نے تعرض نہیں کیا تھا، اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ کو اصول وکلیات کے ساتھ جزئیات بھی مستحضر تھیں اس لئے جواب میں عموماً خاص جزئیہ ہی نقل فرماتے۔

◉ .....حضرت والا قدس سرہٗ کی اپنے اکابر کی کتب پر نظر کے ساتھ مخالفین اور فرق باطلہ کے ہمنواؤں کی کتب پر بھی خاص نظر تھی، اس لئے سائل اگر ایک صاحب کی عبارت دوسرے کی طرف منسوب کر کے فتویٰ حاصل کرنا چاہتا، حضرت والا قدس سرہٗ اس کو فوراً سمجھ جاتے اور پھر اس کے مطابق جواب عنایت فرماتے۔

◉ .....حضرت والا قدس سرہٗ کو حضرات متقدمین کی کتب فقہ وفتاویٰ کے ساتھ متأخرین کی کتب فتاویٰ پر بھی گہری نظر تھی اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ کا جواب انتہائی تحقیقی اور مدلل ہوتا تھا۔

◉ .....حضرت والا قدس سرہٗ صرف مفتی ہی نہ تھے، کتب فقہ وفتاویٰ ہی پر آپ کی خاص گہری نظر نہ تھی بلکہ درس نظامی کی از اول تا آخر تمام کتب کا آپ نے درس دیا تھا۔ اسی طرح کتب حدیث صحاح ستہ کا بار بار درس دیا تھا، اس طرح تفسیر وحدیث کا تمام تر ذخیرہ حضرت والا قدس سرہٗ کے پیش نظر تھا۔ ایسی حالت میں حضرت والا قدس سرہٗ کے فتاویٰ کس شان تحقیق کے حامل ہوں گے، وہ ظاہر ہے۔

◉ .....تمام علوم وفنون میں حضرت والا کو وہ کامل دسترس اور مہارت تامہ حاصل تھی کہ

حضرت والا سے جس فن کے بارے میں دریافت کیا جاتا حضرت والا اس کے بارے میں وہ تحقیقی نکات بیان فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کا یہی خاص فن ہے، اور حضرت والا نے تمام زندگی اسی کی تحصیل میں صرف کی ہے۔

◉ ..... اس خداداد صلاحیت وقابلیت کے ساتھ حضرت والا کو حق تعالیٰ شانہ نے تحقیق وتدقیق کا وہ ذوق وشوق عطا فرمایا تھا کہ جب تک کسی چیز کی تہہ تک نہ پہونچ جائیں حضرت والا قدس سرہٗ کو اس وقت تک چین نہ آتا تھا اس کے لئے خواہ کتنی ہی مشقت اٹھانا پڑے اور خواہ کتنی ہی راتوں کو جاگنا پڑے، ایسی حالت میں حضرت والا کی تحقیق میں نرالی شان ہونا ظاہر ہے۔

◉ ..... قارئین کرام حضرت والا کے فتاویٰ میں بعض میں سیکڑوں کتابوں کے حوالے پائیں گے، گویا وہ سب کتب حضرت والا کے سامنے کھلی رکھی ہیں اور بے تکلف ان کے حوالے نقل فرماتے جارہے ہیں۔

◉ ..... کتب احادیث کی مختلف اقسام ہیں اور انمیں سب سے اونچی قسم جامع ہے۔ اور

جامع: اس کو کہتے ہیں جو علم حدیث کے ابواب ثمانیہ کو جامع ہو۔ یعنی عقائد، احکام، تفسیر، تاریخ، آداب، رقاق، مناقب، فتن۔

سنن: وہ کتب کہلاتی ہیں جو ابواب فقہی کی ترتیب پر ہوں۔

اسی طرح اور دیگر اقسام ہیں اور ان سب میں اعلیٰ جامع ہے، بخاری وترمذی جامع ہے، صحیح مسلم بھی راجح قول پر جامع ہے، اسی طرح فتاویٰ میں فتاویٰ محمودیہ کی شان جامع کی نظر آتی ہے کہ ابواب فقہی کے علاوہ ابواب ثمانیہ: ''عقائد، احکام، تفسیر، تاریخ، آداب، رقاق، مناقب، فتن'' میں سے ہر ہر باب سے متعلق کافی ذخیرہ موجود ہے، اور اس کے علاوہ فرق باطلہ قادیانیت، شیعیت، رضاخانیت، غیر مقلدیت، مودودیت، اور ان کے علاوہ دیگر متعدد ونومولود

فرقے ہر ایک فرقہ کے رد سے متعلق اتنا مواد اور ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے جو بجا طور پر ایک جامع کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اور دلائل کا ایسا انبار ہے جو اس فرقہ کو کما حقہ سمجھنے اور اس کی تردید کے لئے کافی ووافی ہے۔

اسی طرح تبلیغی جماعت سے متعلق دعوت وتبلیغ کی اہمیت اس کے اصول وضوابط اور اس کے آداب اور اس میں پیش آمدہ جزئیات اور اس پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا جو مستقل جامع کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح سلوک واحسان کے متعلق اس کی ضرورت واہمیت، اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات اور جاہل پیروں کا تعاقب اور ان کی خرافات وبدعات کا ابطال انتہائی تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے کہ وہ بجائے خود ایک جامع کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسی طرح احکام مسجد، احکام اوقاف، احکام مدارس، ما یتعلق بالمدارس کا عنوان قائم فرما کر مدارس میں پیش آنے والی جزئیات اور ان کے احکام اتنی تفصیل سے بیان فرمائے ہیں کہ احکام مساجد، احکام اوقاف، احکام مدارس، یہ سب الگ الگ ایک مستقل جامع کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غرض ہر نوع سے متعلق اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، جسکی وجہ سے ''فتاویٰ محمودیہ'' کی حیثیت مستقل ایک کتب خانہ کی حیثیت ہے کہ جہاں ''فتاویٰ محمودیہ'' موجود ہے گویا پورا کتب خانہ موجود ہے۔ اور جہاں ''فتاویٰ محمودیہ'' موجود ہے گویا وہاں ایک مستند مفتی موجود ہے جو عوام وخواص سب کے سوالات کے جوابات کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔

اس لئے بجا طور پر اس عظیم کارنامہ کو فقہ حنفی کا تجدیدی کارنامہ اور اس صدی کا

انتہائی عظیم اور اہم اور بے مثال کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ جس سے انشاء اللہ العزیز صدیوں تک رہنمائی حاصل کی جاتی رہے گی، اور عوام وخواص استفادہ کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

واللہ ذوالفضل العظیم

فالحمد للہ علی

ذٰلک

ولہ الشکر والمنۃ اولاً وآخراً

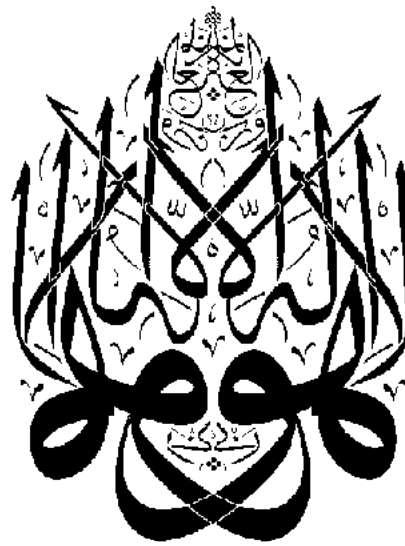

ترتیب جدید

ابتدائی چار جلدیں توفقہی ترتیب کے مطابق ہی شائع ہوئیں، لیکن بعد میں جتنا جتنا مسودہ تیار ہوتا گیا، اسکو شائع کیا جاتا رہا، اور فقہی ترتیب محفوظ نہیں رہ سکی، اس طرح مختلف جلدوں میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل آ گئے، ایک باب سے متعلق کے مسائل مختلف جلدوں میں آنا ناگزیر تھا چونکہ فتاویٰ کا تمام مسودہ یکجا طور پر موجود نہیں تھا، کہ ترتیب آسان ہوتی بلکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا مختلف رجسٹروں سے ان کو نقل کیا جاتا تھا، اس لئے اسکے لئے یہی شکل آسان تھی کہ جتنا جتنا نقل ہو جائے، اسی کو شائع کر دیا جائے، سوالحمد للہ فہرست کی جلد سمیت ۲۴ رجلدوں میں اس کی تکمیل ہوئی۔

مگر ایک ہی باب سے متعلق مسائل واحکام مختلف جلدوں میں آنے کیوجہ سے سائل کو تلاش کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہوتا تھا، کہ ایک مسئلہ کی تلاش کرنے کیلئے تمام جلدوں کی ورق گردانی ضروری تھی، اس دشواری کو آسان اور سہل کرنے کیلئے محترم مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کاٹھیاواڑی زید مجدہم مسترشد وتلمیذ خاص محبّ مکرم حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب زید مجدہم مفتی جامعہ اسلامیہ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات نے ہمت فرمائی، اور شبانہ روز کی محنت وسعی فرما کر ۱۷ رجلدوں کی فہرست تیار فرمادی چونکہ اس وقت سترہ ہی جلدیں شائع ہوئی تھیں، موصوف نے یہ کام بہت عمدگی سے انجام دیا، چونکہ موصوف کو ماشاء اللہ اس کا تجربہ پہلے سے تھا کہ اس سے قبل فتاویٰ رحیمیہ کی فہرست بھی تیار فرما چکے تھے، اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بہت بہت ترقیات سے نوازے آمین، کہ ان کی اس محنت و وکاوش سے مسائل کی تلاش میں بہت سہولت ہوگئی۔

موصوف نے فتاویٰ کی فہرست کی طرح حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی دیگر تصانیف کی بھی فقہی مسائل کی فہرست مرتب فرمادی، جس سے حضرت والا قدس سرہٗ کی تمام کتابوں اور رسالوں سے فقہی مسائل کا تلاش کرنا آسان ہوگیا۔

مگر اس سب کے باوجود اصل ضرورت اس کی تھی کہ تمام فتاویٰ کی از سرے نو ترتیب ہوتا کہ ایک باب سے متعلق تمام مسائل ایک جگہ جمع ہو جائیں، تاکہ مسئلہ تلاش کرنا بھی آسان ہوجائے، اور تمام مسائل پر بیک وقت نظر ڈالنا بھی آسان ہوجائے، کہیں کسی مسئلہ میں تکرار ہوتو وہ حذف ہوجائے۔

جن مسائل کے دلائل میں عربی عبارات نہیں ہیں وہاں حاشیہ میں عربی عبارات کا اضافہ کردیا جائے، اس کے لئے محبّ محترم حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب زیدمجدہم نے مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب زیدمجدہم کو متعین فرمایا کہ وہ ان مسائل کے لئے جن کے حوالجات نہیں ہیں، عربی عبارات تلاش کرکے ان کو جمع کریں، اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، کہ اس کے لئے بھی انہوں نے دوسال برابر محنت کی اور بہت سی جلدوں کے حوالجات جمع فرماکر کاپی میں نقل فرمالئے، اللہ پاک حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری زیدمجدہم کو بھی بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان کو آمادہ فرمایا، اور پوری نگرانی فرمائی، اور محبّ مکرم ومحترم مولانا محمد گارڈی افریقی زیدمجدہم تلمیذ رشید حضرت فقیہ الامتؒ خلیفہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو بھی بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ موصوف نے مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب زیدمجدہم کے دوسال کے مشاہرہ کا انتظام فرمایا۔

دوسال محنت وجانفشانی کے بعد موصوف کا جامعہ اسلامیہ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مفتی کے عہدہ پر تقرر کرلیا گیا، اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داری موصوف کے اوپر آپڑی اور اسکی مشغولی کی وجہ سے یہ کام التواء میں پڑ گیا پھر بنام خدا توکلاعلی اللہ ترتیب جدید کا کام

بھی ''جامعہ محمودیہ'' ہی میں شروع کردیا گیا اس کی شکل یہ اختیار کی گئی، کہ اولاً تمام جلدوں میں سے تمام مسائل کو ایک ایک مسئلہ کی شکل میں الگ الگ کرلیا گیا، اس طرح تمام جلدوں میں پھیلے ہوئے مسائل ہر باب سے متعلق یکجا ہوگئے، اولاً ہر ہر مسئلہ کو بغور دیکھا اور وہ مسئلہ جس باب سے متعلق تھا اس پر نشان لگادیا، اور متعلقہ باب لکھدیا، پھر اس مسئلہ سوال وجواب کو الگ کرلیا، اور ہر مسئلہ کے ساتھ ایک کاغذ چسپاں کردیا گیا، تاکہ اس سے متعلق حاشیہ میں عربی عبارات کی اگر ضرورت ہو تو اس کا اضافہ کیا جاسکے۔

اس کام میں محترم مولانا محمد ازہر القمر بدایونی سلمہٗ نے کافی تعاون کیا کہ انکو اسی کام کیلئے متعین کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور ترقیات سے نوازے آمین، حواشی میں حوالجات اور دلائل نقل کرنے کیلئے اس سلسلہ میں چونکہ مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کاٹھیاواڑی زید مجدہم کام کرچکے تھے، ان سے درخواست کی گئی کہ کچھ وقت کیلئے رخصت لے کر میرٹھ تشریف لے آئیں، مگر انہوں نے وہاں کے مشاغل کیوجہ سے معذرت کی البتہ وہ کاپیاں جن میں عربی عبارات تحریر فرمائی تھیں، ارسال فرمادیں۔

اسلئے حوالجات اور عربی عبارات کی تلاش اور نقل کیلئے مستعد مفتیان کرام کی ایک جماعت کو مقرر کیا گیا جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾.....مولانا مفتی مستفیض الرحمٰن صاحب فاضل جامعہ ہذا

﴿۲﴾.....مولانا مفتی وسیم احمد صاحب پورنوی // //

﴿۳﴾.....مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظفرنگری // //

﴿۴﴾.....مولانا مفتی مصیب الرحمٰن مہاراشٹری // //

﴿۵﴾.....مولانا مفتی نوید صاحب مہاراشٹری // //

﴿۶﴾.....مولانا مفتی محمد مسعود صاحب ایم پی // //

﴿۷﴾.....مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب ادروی فاضل مدرسہ شاہی مرادآباد

﴿۸﴾.....مولانا مفتی توحید عالم صاحب سمریا، چترا، جھارکھنڈ // //

محترم مولانا مفتی کوکب عالم صاحب زیدمجدہم استاذ حدیث جامعہ ہٰذا کی خدمات حاصل کیں، موصوف نے بہت جانفشانی کیساتھ اس سلسلہ میں بہت تعاون فرمایا اور دیگر کام کرنے والوں کی نگرانی بھی فرمائی۔

فتاویٰ کی نظر ثانی اور کتابت شدہ حصہ کی تصحیح اور تلاش حوالجات وغیرہ کے سلسلہ میں گاہے گاہے مولانا مفتی معراج الدین صاحب زیدمجدہم استاذ حدیث جامعہ ہٰذا، مولانا مفتی معروف صاحب زیدمجدہم سابق استاذ جامعہ ہٰذا حال مدرس دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی رضوان احمد موانوی سلمہٗ استاذ مظاہر علوم سہارنپور نے بھی تعاون فرمایا حق تعالیٰ شانہ تمام حضرات کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اور اعلیٰ ترقیات سے نوازے۔

تمام کام پر نظر ثانی اور کام کے دوران پوری نگرانی احقر نے کی **فالحمد للہ علی ذلک.**

❁❁❁

ترتیب جدید میں

مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱).....☆ ایک کتاب یا ایک باب سے متعلق تمام مسائل یکجا کر دئے گئے۔

(۲).....☆ ایک کتاب یا ایک باب میں کیف ما اتفق جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس میں بھی فقہی ترتیب کا لحاظ کیا گیا، اور فقہی ترتیب کے مطابق ہی ابواب وفصول میں انکو رکھا گیا۔ مثلاً کتاب الطہارت سے متعلق مسائل وضو، غسل کو الگ الگ کیا گیا، پھر وضو میں بھی وضو کے فرائض، سنن ومستحبات، نواقض وضو سب کو الگ الگ کیا گیا۔ اسی طرح غسل میں اس کے فرائض وسنن کو الگ الگ کیا گیا۔ اور واجبات غسل، جنابت، حیض ونفاس وغیرہ کی الگ الگ فصلیں قائم کی گئیں۔

(۳)..... ☆ ایک استفتاء میں متعدد سوالات ہوتے ہیں بعض دفعہ پندرہ بیس سوالات ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی سب کے جوابات نقل کئے جاتے ہیں اور وہ سب الگ الگ ابواب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں ہر سوال کو مع جواب الگ الگ نقل کیا گیا اور پھر ان کے متعلقہ ابواب میں ان کو ملحق کیا گیا۔ ایسا نہیں کیا گیا کہ ان میں بعض کی مناسبت سے سب کو اس کے تابع کر کے ایک جگہ میں نقل کر دیا جائے مگر بہت کم کسی جگہ بمجبوری۔

(۴).....☆ ترتیب سابق میں ایک مسئلہ کسی باب میں مذکور تھا مگر اس کو زیادہ مناسبت کسی دوسرے باب سے تھی تو اس کو اس دوسرے باب میں ذکر کر دیا گیا ہے، جس سے زیادہ مناسبت تھی۔

(۵).....☆ جن مسائل کے لئے عربی عبارات کے حوالے نہیں تھے وہاں حتی الامکان عربی عبارات کے حوالے حاشیہ میں ذکر کر دئے گئے ہیں۔

(۶).....☆ بعض مسائل میں حوالہ میں صرف کتاب کا نام ذکر کیا گیا تھا مثلاً کذا فی الدر یا کذا فی البخاری وغیرہ وہاں کتاب کی اصل عبارت نقل کر دی گئی۔

(۷).....☆ جن مسائل میں ان کتابوں کی عبارتیں موجود تھیں کہ اب وہ کتب اس مطبع کی موجود نہیں دوسرے مطبع کی مطبوعہ دستیاب ہیں تو موجودہ مطبوعہ کے مطابق ان کو کر دیا گیا۔

(۸).....☆ ہر کتاب کے حوالہ میں صرف صفحہ اور کتاب ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے باب، فصل، اور مطلب وغیرہ نیز مطبع وغیرہ ذکر کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا۔

(۹)..... ☆ اصل جواب میں ضمناً جن امور کا ذکر آیا ان سب کے حوالے بھی نقل کر دئے گئے۔

(۱۰).....☆ جہاں تک ممکن ہوا اصل جزئیہ نقل کیا گیا اصل جزئیہ نہ ملنے کی شکل میں قریب ترین عبارت نقل کی گئی ہے۔

(۱۱).....☆ طویل عبارت نقل کرنے سے حتی الامکان گریز کیا گیا۔

(۱۲).....☆ ہر مسئلہ کی دلیل کیلئے تین کتب کے حوالجات نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا الا نادراً۔

(۱۳).....☆ قرآنی آیات یا احادیث مبارکہ جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا حاشیہ میں ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

(۱۴).....☆ جو سوال و جواب فارسی، یا عربی میں تھے حاشیہ میں ان کا ترجمہ بھی کر دیا گیا۔

(۱۵).....☆ کسی مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت تھی تو اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، مگر اس طرح کہ وہ وضاحت اصل سے ممتاز رہے۔

(۱۶).....☆ کہیں اگر تکرار نظر آیا اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور یہ اس وقت میں کیا گیا ہے جب کہ تکرار محض ہو لیکن اگر نوعیت بدلی ہوئی تھی یا تفصیل و اختصار کا فرق تھا یا کوئی اور افادیت تھی تو اس کو برقرار رکھا گیا۔

(۱۷).....☆ بعض سوال طویل تھے ان کا ضرورت سے زائد حصہ ختم کر کے اس کو مختصر کر دیا گیا ہے، مگر اس طرح کہ سائل کا منشاء سوال فوت نہ ہو۔

(۱۸).....☆ بعض عنوان طویل تھے ان کو مختصر کر دیا گیا بعض کی تسہیل کی گئی بعض کو ضرورۃ بدلا بھی گیا مگر ایسا بہت کم ہوا۔

(۱۹).....☆ ہر سوال پر نمبر ڈال دیا گیا ہے۔

(۲۰).....☆ سائل کے نام کو حذف کر دیا گیا ہے، کہ اسکی ضرورت نہ تھی الا ماشاء اللہ۔

(۲۱).....☆ جو حواشی اور عربی عبارات دوسرے حضرات سے نقل کرائی ہیں، ان سب کو احقر نے خود بغور دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ اصل مسئلہ کے مطابق ہیں یا نہیں۔ تاہم کسی جگہ کا نظر سے رہجانا مستبعد نہیں اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ کسی جگہ کوئی سقم وغیرہ محسوس فرمائیں تو مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو درست کر دیا جائے۔

اسطرح اب یہ فتاویٰ محمودیہ ماشاء اللہ الحمد للہ اردو فتاویٰ میں انتہائی معتمد و مستند اور مفید ترین ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ صدیوں ان سے استفادہ کیا جاتا رہیگا۔ "**ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم**" اللہ پاک کا لاکھ لاکھ بلکہ کروڑ ہا کروڑ شکر و احسان ہے کہ اس نے اس عظیم خدمت کی سعادت نصیب فرمائی۔ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
میرے مولیٰ تیری مہربانی

جو ہوا ہوا کرم سے تیرے، جو ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔

دعا و اظہار تشکر

بندہ اپنے ان تمام اکابر اور احباب کا شکر گذار اور احسان مند ہے جن حضرات نے کسی درجہ میں بھی اس عظیم کام میں معاونت فرمائی۔

بالخصوص:

۱).....محبّ مکرم حضرت مولانا محمد ابراہیم پانڈور صاحب زید مجدہم جن کی توجہات وعنایات برابر شامل حال رہیں۔

۲).....حضرت اقدس مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب زید مجدہم جنہوں نے اس ترتیب کی فکر فرمائی اور مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب زید مجدہم کو اس کام کے لئے آمادہ فرمایا اوران کی برابر سرپرستی فرمائی۔

۳).....مولانا مفتی عبدالقیوم کاٹھیاواڑی زید مجدہم جنہوں نے دوسال برابر شبانہ روز محنت وجانفشانی سے فہرست تیار کی نیز حوالجات جمع فرمائے۔

۴).....مولانا محمد گارڈی صاحب زید مجدہم جنہوں نے بڑی معاونت فرمائی۔

۵).....حضرت اقدس مولانا مفتی احمد میاں صاحب زید مجدہم اور انکے برادر محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں صاحب زید مجدہم جن کی معاونت برابر شامل حال رہی۔

۶)..... بندہ کے وہ احباب ومعاونین جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے کہ مفتیان کرام کی ایک جماعت نے جامعہ ہذا میں کئی سال رہکر شبانہ روز محنت وجانفشانی کے ساتھ ترتیب فتاویٰ میں تعاون فرمایا اور تمام مسائل کے دلائل وحوالجات کو جمع فرمایا اور تکمیل تک برابر شریک کار رہے۔

۷).....وہ مفتیان کرام جو وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

۸).....وہ حضرات مشائخ اور احباب مخلصین جو اس کام کی تکمیل کے لئے اپنی دعاؤں سے

معاونت فرماتے رہے۔

۹).....(۱).....مولانا محمد سلیم القاسمی غازی آبادی
(۲) .....مولانا شکیل احمد بارہ بنکوی
(۳).....مولانا محمد ارشاد قاسمی سیتامڑھی
(۴).....مولانا محمد منصر دیوبندی
(۵).....مولانا شاہد اختر قاسمی پلاموی
(۶).....مولانا محمد افضال قاسمی پلاموی
(۷).....مولانا محمد اختر میرٹھی
(۸).....مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ھٰذا
جنہوں نے کتابت وکمپوزنگ کا کام انتہائی مستعدی سے انجام دیا۔

۱۰).....الحاج بھائی ناصر صاحب مالک مکتبہ فرید بکڈپو دہلی، جنہوں نے خاص اہتمام کے ساتھ بہت عمدہ اور خوبصورت طریقہ پر اس کے شایان شان طباعت کی کوشش فرمائی۔

۱۱).....محبّ مکرم الحاج بھائی شاہد اخلاق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے موصوف نے انتہائی خوشدلی اور اپنی سعادتمندی سمجھ کر طباعت کے مصارف برداشت فرمائے، جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان کام تکمیل کو پہونچا۔

حق تعالیٰ شانہ موصوف کو اور تمام حضرات معاونین کو اپنی شایان شان اسکا صلہ عطا فرمائے اور اپنی رضا وخوشنودی اور اپنی محبت ومعرفت کی دولت کے ساتھ ساتھ زندگی کے

آخر لمحہ تک اپنے دین کی خدمات کی توفیقات سے نوازے۔ اور ہم سب کو آخرت کی سب منزلیں آسان فرمائے اور اپنے دین کے خادموں میں حشر فرمائے۔ آمین یارب العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم
وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم
بِحُرْمَةِ حَبِیْبِکَ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْن
صَلَّی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ
آلِہٖ واصحابہ اَجْمَعِیْنَ
اِلیٰ یَوْم الدِّیْن

محمد فاروق غفرلہٗ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

بروز دوشنبہ ۱۵/۱۰/۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ کے مراجع

فتاویٰ محمودیہ کے اس مقدمہ کی ترتیب میں مندرجہ ذیل کتابوں سے بطور خاص مدد لی گئی ہے۔

۱	فتاویٰ محمودیہ	فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ
۲	ملفوظات فقیہ الامت	// // // // //
۳	مقدمہ فتاویٰ امداد الاحکام	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم
۴	مقدمہ فتاویٰ دار العلوم	مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم
۵	آثار الحدیث	مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہم
۶	تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان	مولانا محمد عبداللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
۷	مقدمہ انوار الباری شرح بخاری	مولانا سید احمد رضا صاحب قدس سرہٗ
۸	مناقب النعمان	از احقر محمد فاروق غفرلہٗ
۹	مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمریؒ
۰	بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
۱۱	معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

تم الجزء

الاول بحمد اللّٰہ واحسانہ

وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ وکرمہ ویلیہ

الجزء الثانی اولہ کتاب الایمان والکفر

انشاء اللّٰہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم بحرمۃ حبیبک

سید المرسلین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ

وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

E:\URDU2000\INPAGE24\A025.TIF not found.

باب اوّل

اسلام اور ایمان کا بیان

اسلام کیا ہے؟

سوال: ۔اسلام کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے رسول بنا کر بھیجا اور آپ کی اطاعت کو لازم قرار دیکر نجات کو اسی میں منحصر کر دیا[1] یہ تو ہر انسان کو حق ہے کہ اللہ پاک کا واجب الاطاعت ہونا اور اللہ پاک کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا واجب الاطاعت ہونا پہلے خوب تحقیق کرلے، لیکن جب اسکا قلب توحید و رسالت کو قبول کرلے تو پھر اللہ اور اسکے رسول کا کوئی حکم ثابت ہوجانے کے بعد اس کی علت معلوم ہونے پر تعمیل ارشاد کو معلق رکھنے کا حق نہیں رہتا،

---

[1] قال اللہ تعالیٰ ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم'' سورۂ آل عمران آیت: ۳۱، **ترجمہ**:-آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے، اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے۔

وقال تعالیٰ ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' سورۂ نساء آیت: ۸۰.

ترجمہ:-جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (از بیان القرآن)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

جیسے ایک شخص فوج میں بھرتی ہوجائے، اور ایک افسر کے ماتحت اس کو کردیا جائے تو ہر نقل وحرکت کے متعلق حکم کی تعمیل کرنا اس کا فرض ہے، ہر ہر جزئی کی وجہ دریافت کرنے پر حکم کی تعمیل کو موقوف رکھنے کا حق نہیں، فوج میں بھرتی ہونے سے پہلے جس جس طرح اپنا اطمینان کرنا چاہے کرسکتا ہے، اس تمہید کے بعد جواب عرض ہے:۔

حضرت نبی اکرم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تھا کہ اسلام کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ توحید ورسالت کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان شریف کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا جبکہ استطاعت ہو، یہ چیزیں اسلام کے ارکان ہیں[۱]، لغت[۲] میں اسلام کے معنی ہیں، گردن نہادن برطاعت، یعنی خداپاک کے ہر حکم کی اطاعت کرنا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کیا اپنے ایمان واسلام کا اعتقاد لازم ہے

سوال:۔ کیا شریعت نے مسلمان پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا مدعی نہ

---

[۱] قال (جبرئیل) یا محمد اخبر نی عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لااله الا اللّٰه وان محمداً رسول اللّٰه وتقیم الصلوٰة وتؤتی الزکوٰة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا الحدیث متفق علیه عن عمرؓ. مشکوة شریف ص ۱۱، کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷/۱، کتاب الایمان، طبع سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ:۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اے محمد (ﷺ) مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے ارشاد فرمایا اسلام یہ ہے کہ یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر وہاں پہنچنے کی طاقت ہو۔

[۲] غیاث اللغات ص ۱۲. مطبوعه نول کشور لکهنئو، مرقات الفاتیح ص۴۵/۱، کتاب الایمان، مطبوعه بمبئی، شرح فقه اکبر ص۱۰۸، الفرق بین الایمان والاسلام، کتبخانه رحیمیه دیوبند.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ہو کیا ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے جو اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تو لازم نہیں کہ بلا ضرورت اور بلا وجہ ہر جگہ ہر شخص سے کہتا اور اعلان کرتا پھرے کہ میں مسلمان ہوں البتہ جہاں ضرورت پیش آئے تو اس کا اظہار واعلان لازم ہے اپنے دل[1] میں اپنے ایمان واسلام کا اعتقاد ہر حال میں لازم ہے[2]، اور کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو اسلام کے خلاف ہو یا ایسا عمل کرنا جو شعار کفر ہو ہرگز جائز نہیں اس سے ایمان جاتا رہتا ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

مسلمان آپس کے اختلاف کے بعد بھی مسلمان ہیں

سوال:۔ ہندوستان یا کسی بھی ملک میں کافی تعداد میں مسلمان آباد ہیں اور آپس میں بوجہ پارٹی بندی سب مختلف الخیال ہیں جس کی وجہ سے آئے دن ان پر حملہ ہوتا رہتا ہے، اور ان کی جان ومال، عزت وعصمت سب غیر محفوظ ہیں، ایسی صورت میں وہ مسلمان ہیں، یا نہیں؟ اگر ہیں تو اس کی کیا صورت ہے اور کس طرح ہے؟

---

[1] فیہ دلیل علی ان الرکن اللازم ھو التصدیق بالقلب ،تفسیر مظھری ، ج۵/ص ۳۷۷/ سورۃ النحل آیت ۱۰۶/ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

[2] من اعتقدان الایمان والکفر واحد فھو کافر الخ عالمگیری کوئٹہ ، ج۲/ص ۲۵۷/ الباب التاسع فی احکام المرتدین منھا مایتعلق بالایمان والاسلام .

[3] یکفر بوضع قلنسوۃ المجوس علی الصحیح الی قولہ وبشدالزنار فی وسطہ الخ عالمگیری کوئٹہ ، ج۲/ص ۲۷۶/الباب التاسع فی احکام المرتدین ،منھا مایتعلق بتلقین الکفر الخ .

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الجواب حامداً ومصلیاً

نفسانی اغراض اور ذاتی اقتدار کی بناء پر اختلاف اور پارٹی بندی سخت مذموم ہے، اس کے نتائج نہایت خراب ہیں، جیسا کہ مشاہدہ ہے لیکن پھر بھی ان کو کافر نہیں کہا جائیگا وہ مسلمان ہی ہیں ان کو اپنی حرکتوں سے باز آنا اور توبہ کرنا لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایمان کی بنیاد

سوال:۔ کیا مکمل مسلمان بننے کے لئے صرف کلمہ طیبہ کا زبان سے پڑھ لینا کافی ہے؟ یا پھر ساتوں کلموں کا پڑھنا ہوگا؟ جو بھی صورت ہو اس پر جسمانی اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں، دل ودماغ آنکھ، کان سے عمل کرنا ہوگا یا نہیں؟

نیز ساتوں کلمے میں یہی ساتوں کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت، کلمہ تمجید، کلمۂ توحید، کلمہ رد کفر ایمان مفصل ہیں یا کوئی اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ان میں سے ایک توحید ورسالت کی شہادت صرف زبان سے پڑھ لینا کافی نہیں، جب تک دل میں تصدیق نہ ہو، دوسری چیز نماز کا قائم کرنا ہے، تیسری چیز زکوٰۃ دینا ہے، چوتھی چیز رمضان کے روزے رکھنا

---

[1] ان البغی لایزیل اسم الایمان (تفسیر مظهری ص ۴۹/ ج ۹، سورة حجرات، ان الکبیرة لاتسلب اسم الایمان (عمدة القاری ص ۸/ ج ۲۲، کتاب اللباس، کرمانی ص ۷۸/ ج ۲۱، ان اهل الکبائر لایسلب عنهم اسم الایمان (مرقاة، ص ۸۶/ ج ۱، کتاب الایمان) شرح فقه اکبر، ص ۸۶/ شرح عقائد نسفی ص ۱۱۶/

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ہے، پانچویں چیز حج کرنا ہے۔[۱]

ان پانچوں میں جس قدر استحکام ومضبوطی ہوگی، اسی قدر بنیاد اسلام کامل ہوگی، اس کے علاوہ بہت سی چیزیں تکمیل ایمان کے لئے بیان کی گئی ہیں مثلاً[۲]۔ **المسلمون من سلم المسلمون (الحدیث)**

نظام اسلام انسان کے تمام اعضاء کان، آنکھ، دل، وغیرہ کے لئے احکام رکھتا ہے، اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے "**اِن السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُوَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْؤلاً**"[۳] (القرآن)

اگر کسی میں کوتاہی ہو تو اس کو تکمیل کے لئے آمادہ کیا جائے، اس کا رشتہ اسلام سے

---

[۱] **وَعَن ابن عُمَر رَضِی اللّٰہ عنہٗ قَالَ قَالَ رَسول اللّٰہ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰہ اِلااللّٰہ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلاة وَاِیْتَاءِ الزَّکوٰةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. متفق علیه . (مشکوٰة المصابیح حدیث نمبر ۴، ص ۱۲، کتاب الایمان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۲/۱، باب بیان ارکان الاسلام، مطبوعه رشیدیه دهلی، بخاری شریف ص ۶/۱، اول کتاب الایمان، مطبوعه اشرفی دیوبند)**

ترجمہ: . حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

[۲] **عَنْ اَبِی هُریرةؓ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ. اَلْحَدِیْث وَالتِّرْمِذِیُ وَالنَّسَائی. (مشکوٰة المصابیح حدیث نمبر ۲۳ ص ۱۵، کتاب الایمان، بخاری شریف ص ۶/۱، باب المسلم من سلم المسلمون الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند)**

ترجمہ: -حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (کامل) مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

[۳] **سورة اسراء الایة ۳۶/**

ترجمہ: . کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

منقطع نہ کر دیا جائے، ساتوں کلمے یا اس کے علاوہ آیات وروایات میں اس قسم کی جو چیزیں موجود ہیں وہ یقین کی پختگی کے لئے بطور اقرار کے ہیں، تاکہ وقتاً فوقتاً اس کا تکرار ہوتا رہے اور انکے مقتضی پر عمل سے غفلت نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایمان میں کمی زیادتی

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ ایمان اور تصدیق ویقین سب کا ایک ہی مطلب ہے، بکر کہتا ہے کہ ایمان وتصدیق ویقین میں فرق ہے، ایمان جزوعمل ہے، گھٹتا بڑھتا ہے، نبی علیہ السلام کے مقدار ایمان اور آج معمولی مسلمان تارک صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ وغیرہ کے ایمان میں مساوات نہیں، ارکان اسلام کی پابندی سے ایمان بڑھتا ہے، نہ کرنے سے گھٹتا ہے، کم از کم قرآن مجید کی ایک درجن آیتوں سے زیادتی ایمان ثابت ہے حدیث میں کچھ اوپر ستر ایمان کی شاخ آئی ہیں متعدد مقام پر ہے کہ ایمان کم وبیش ہوتا ہے، بڑی شاخ ''لَااِلٰہَ اِلا اللّٰہ'' ہے، چھوٹی شاخ راستہ سے نقصان دہ چیز کو دور کرنا ہے، اگر ایمان کم نہ ہو تو کوئی ایماندار دوزخ میں ہرگز نہ جائیگا، اس لئے کہ ایماندار کے لئے تو بہشت ہے، وہ کیا چیز ہے، جو آدمی دوزخ میں جائیگا، کیا آدمی ایماندار دوزخ میں جل سکتا ہے؟

زید کہتا ہے کہ ایمان نہیں گھٹتا بڑھتا، نور گھٹتا بڑھتا ہے، بکر کہتا ہے کہ اپنے اس قول کی دلیل کسی غیر معصوم کے کلام (رائے وقیاس سے نہیں) بلکہ قرآن شریف یا نبی معصوم کے کلام سے پیش کرو، اسلئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسی صاف اور روشن شریعت چھوڑ چلا ہوں جس میں کوئی الجھن یا مشکل نہیں، اور اپنے استدلال میں سورۂ مائدہ کی آیت اور یہ قول پیش کرتا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکل جائے گا، جس سے ثابت ہوا

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

کہ ایمان اعمال سے گھٹتا بڑھتا ہے، اور ایمان عمل کا جز ہے، زید کہتا ہے، کہ اگر ایمان عمل کا جز ہے تو تارک صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ وغیرہ مسلمان ہی نہیں، حالانکہ وہ سب باتوں پر یقین رکھتا ہے گو بوجہ غفلت وسستی عمل نہیں کرتا۔

بکر کہتا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے خداوند کریم خود فیصلہ کرے گا ہم تو اس کا ظاہر دیکھ کر فتویٰ دیں گے، مہربانی فرما کر قرآن مجید سنت نبی معصوم سے فیصلہ ارسال فرمائیں حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیا

مقلد کے ذمہ ضروری ہے کہ امام نے جو کچھ قرآن وحدیث کا مطلب سمجھا ہے اور اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے اسکو مانے اور ان مسائل پر عمل کرے اور اسکے خلاف قیاس آرائی کرنا اور اٹکل کے تیر چلانا منصب مقلد کے خلاف ہے، خصوصاً جبکہ جمیع علوم شرعیہ میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اپنے امام کے بیان کردہ مسائل میں تردد اور رائے زنی کرے، اسی طرح دلائل دریافت کرنے کا بھی اس کو حق نہیں بلکہ صرف مسائل معلوم کر کے ان پر عمل کرنا ضروری ہے، نیز مجیب کے ذمہ صرف نقل مسائل ضروری ہے دلائل بیان کرنے کا مکلّف نہیں[1] اس کے ذمہ دار امام اعظمؒ ہیں کہ انہوں نے یہ مسائل کہاں سے استنباط کئے ہیں، اور ہر شخص اس بات کی اہلیت بھی نہیں رکھتا کہ قرآن وحدیث کے جملہ طرق بیان اور طرز استنباط اور استدلال سمجھ سکے، اس تمہید کے بعد جوابات سنئے:۔

---

[1] وینبغی للعامی ان لا یطالب المفتی بالدلیل ولایقل لم قلت (شرح مهذب فصل فی آداب المستفتی، ص ۹۱، ج ۱) کل من لم یبلغ درجة المفتی فهو فیما یسئل عنه من الاحکام الشرعیة مستفت مقلد من یفتیه والمختار فی التقلید انه قبول قول من یجوز علیه الاصرار علی الخطاء بغیر حجة علی عین ماقبل قوله فیه. (شرح مهذب ص ۸۶/ ج ۱) ولم تجر العادة ان یذکر فی فتواه طریق الاجتهاد وجهة القیا س والا ستدلال (شرح مهذب ص ۸۵/ ج ۱)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

۞ ایمان کی تعریف میں تقریباً ایک درجن اقوال ہیں[1]، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی، کا اور اقرار باللسان، بھی ایمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ ''قلبی تصدیق'' کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتا لہٰذا اجراء احکام دنیویہ کے لئے اقرار بھی ضروری ہے اور اعمال ایمان کا جز نہیں بلکہ حقیقت ایمان سے اعمال خارج ہیں اور ایمان میں مومن بہ کے اعتبار سے کمی زیادتی نہیں بلکہ نفس ایمان میں انسان، جن، ملائکہ سب مساوی ہیں، کیونکہ جس نے توحید ورسالت اور خدا کے جمیع احکام کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا وہ مومن ہے اس تصدیق اور اقرار میں سب مومن برابر ہیں کوئی فرق نہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہے اس انکار میں بھی سب مساوی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے ایمان میں اسی وجہ سے فرق ہوتا رہتا تھا، کہ جس قدر آیات کلام اللہ نازل ہوئیں ان پر ایمان لائے اسکے بعد اور آیات نازل ہوئیں ان پر ایمان لائے پہلے ایمان میں کمی تھی، بعد کو زیادتی ہوگئی، قرآن کریم میں زیادتی اور کمی جو ایمان کے متعلق مذکور ہے اس کا یہی مطلب ہے اور تمام کلام اللہ نازل ہونے کے بعد کمی زیادتی کا احتمال نہیں رہا، البتہ اعمال میں کمی زیادتی ضرور ہوتی ہے، اور اس سے ایمان کے ثمرات میں کمی روشن اور واضح ہے، مگر میں پوچھتا ہوں کہ آفتاب اس قدر روشن اور واضح ہے، آپ نے کبھی اس کی طرف دیکھ کر اس کی ماہیت کا ادراک بالبصر کیا ہے؟ ایسے مسائل میں گفتگو کرنا ہر شخص کو مناسب نہیں، پہلے اعلیٰ درجہ کا کمال علوم میں حاصل کرے اس کے بعد مضائقہ نہیں۔

''والایمان هو التصدیق بما جاء به من عنداللّٰه تعالیٰ والاقرار به فاماالاعمال فهی تتزاید والایمان لایزید ولاینقص اھ (عقائد نسفی[2] ص ۸۹)

---

[1] ملاحظه هو عمدة القاری ص ۱۰۲/۱، جزء: ۱، باب الایمان وقول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمسٍ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] شرح عقائد ص ۱۲۳-۱۱۹، مبحث الایمان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالجنان والعمل بالشرائع لامن الایمان قالت الشافعیة العمل من الایمان وعن هذا قالت بزیادة الایمان ونقصانه واحتجت بقوله تعالیٰ فاماالذین اٰمنوافزادتهم ایماناً الاانا نقول معنی الایمان هٰهنا هوالتصدیق ایماناً ای تصدیقا اذ الایمان بجمیع القرآن واجبٌ والقرآن کان ینزل علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم اٰیة فایة وسورة فسورةً وکلما نزلت آیة وجب التصدیق بها فمن لم یصدق بایٰة من القرآن فقد کفر کمالولم یصدق بجمیع القرآن فهٰذا تاویل الاٰیة علی مابیناه شرح فقه اکبر[1] ص۱۰. للامام ابی المنصور الماتریدی، ایمان الملائکة وایمان الانس والجن لایزیدولاینقص فی الدنیا والاٰخرة من جهة المومن به الخ شرح فقه اکبر[2] ص۲۴ للشیخ ابی المنتهیٰ وشرح فقه اکبر[3]، ص۱۶۶/لعلی القاری وجوهرة[4] منیفة، ص۴ ومسامرة[5]، ص۱۵۳ وغیرذٰلک من کتب الکلام من شاء التفصیل فلیرجع الیها.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز

سوال: ۔(۱) مسلمانوں کو سب سے پہلے عقیدہ کی ضرورت ہے، یا پہلے نماز کی اور

---

[1] شرح فقه اکبر للامام ابو منصور الماتریدی ص۱۶، مسألة الخلاف فی ان العمل من الایمان الخ، مطبوعه مجلس دائرة المعارف النظامیه.

[2] شرح فقه اکبر للشیخ ابی المنتهیٰ ص۳۰، الایمان لا یزید ولا ینقص، مطبوعه دائرة المعارف النظامیه.

[3] شرح فقه اکبر لملا علی القاری ص۱۶۶، طبع رحیمیه دیوبند، حدیث الایمان یزید وینقص.

[4] جوهرة المنیفة ص۵۵، فصل المؤمنون مسئول فی درجة الایمان، طبع دائرة المعارف النظامیة.

[5] المسامرة شرح المسایرة ص۳۷۱، مطبوعه المحمودیه بیروت.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

بعد میں عقیدے کی؟ اور مسلمانوں کو عقیدہ میں کن کن باتوں کی ضرورت ہے، اگر ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہے، اور ہم نماز پر یقین رکھتے ہیں، کہ اللہ ہمیں اس نماز سے جنت نصیب فرمائیگا، تو ایسا ہوسکتا ہے، مثال کے طور پر اہل تشیع، اہل حدیث، اہل رفض جنت کے حقدار ہیں، یا نہیں اگر نہیں تو کیسے؟

ہمارے گاؤں موضع سافی ضلع بھاگلپور میں اسلام میں چلنے والے دو طرح کے لوگ ہیں اور یہاں کی مسجد میں شروع سے اہل سنت والجماعت کے امام ہیں اب وہ اپنی ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دینا چاہتے ہیں، لفظ استعفیٰ سنکر اہل دیوبند (تبلیغی جماعت والے) کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا امام ہوگا، اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ امام بنوگے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، کیونکہ ہماری نماز تم لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی، ایسی صورت میں امام کس کو بنایا جائے، اور یہ بھی لکھیں کہ انکی نماز ہمارے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کی شہادت سب سے مقدم ہے، پھر نماز، روزہ زکوٰۃ حج کا نمبر ہے، جیسا کہ حدیث شریف[1] میں صاف مذکور ہے عقائد میں "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ

---

[1] عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لااله الا اللّٰہ وان محمدا عبده ورسوله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان ،مشکوٰة شریف، ۱۲/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند، کتاب الایمان الفصل الاول. مسلم شریف ص ۳۲/۱، باب بیان ارکان الاسلام، مطبوعه رشیدیه دهلی، بخاری شریف ص ۶/۱، اول کتاب الایمان، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الآخر وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰه تعالیٰ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ[1]، کو اہمیت حاصل ہے، یہی مدار نجات ہے اسی کسوٹی پر سب کو پرکھا جائیگا۔

کچھ غلط باتیں علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کیا گیا، اور ان کی عبارتوں کا ایسا غلط اور کفریہ مطلب بیان کیا گیا، جس سے عوام میں ان کے خلاف غیظ وغضب کے جذبات پیدا ہوں، اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور دشمن سمجھیں اور ان سے پوری نفرت کریں، یہ سب انگریز نے اپنی حکومت کے وقت کرایا تھا، تاکہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اور علماء دیوبند کا ساتھ نہ دیں، اور جہاد میں زیادہ مسلمان مجاہد نہ ملیں، کیونکہ علماء دیوبند نے ۱۸۵۷ء میں انگریز سے جہاد کیا اور بہت سے حضرات شہید ہوئے، بہت سے گرفتار ہوئے، اور بھی مختلف قسم کی سزائیں ان کو دی گئیں، اس اسکیم کے تحت بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب نے ایک رسالہ تصنیف کیا، جس میں ہندوستان کو دارالاسلام ثابت کیا، علماء دیوبند کی جن عبارتوں کا کفریہ مطلب بیان کر کے عوام کو بھڑکایا گیا تھا، ان عبارتوں کا صحیح مطلب علماء دیوبند نے بیان کر کے کفریہ مطلب سے اپنی پوری براءت کردی، اور چھاپ کر شائع کر دیا، مگر اعلیٰ حضرت اور ان کے متبعین برابر وہی غلط کفریہ مطلب بتا کر گمراہ کرتے رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، ان کا ایسا سمجھنا اور کہنا غلط ہے، علماء دیوبند کا مسلک بالکل قرآن کریم وحدیث شریف اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مطابق ہے ان کی امامت درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرح فقه اكبر ص ۱۳-۱۵ / مكتبه مجتبائی دهلی، ترمذی شریف ص ۲/۵۰، ابواب الفتن، باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد، مطبوعه بلال دیوبند)

[2] المهند علی المفند ص ۲۶-۲۸ / مطبوعه جمال دهلی.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

قرآن پر ایمان کا مطلب

سوال:۔ جب قرآن شریف پر میرا ایمان ہے، تو پھر پورے قرآن مجید کو مکمل یا جزوی طور سے انکار کرنے سے یا قرآن شریف کے جزوی حصے کو مکمل طور پر یا جزوی طور سے انکار کرنے پر کیا فتویٰ ہوگا، خواہ وہ انکار زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کی مکمل طور پر تصدیق لازم ہے، اگر پورے قرآن یا اس کے کسی جزء (آیت) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے تو ایمان باقی نہیں رہے گا[1] اور اگر عملی کوتاہی ہوگی تو اس سے کفر کا حکم نہیں ہوگا، نفس ایمان اس سے مضمحل اور کمزور تو ہو جاتا ہے مگر تصدیق قلبی جب تک باقی ہے، ختم نہیں ہوتا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صرف کلمہ پڑھنے سے دخول جنت

سوال:۔ زید کہتا ہے اگرچہ مسلمان لوگ دنیا میں گناہ کھلم کھلا کرتے ہیں اور فسق وفجور کے کام بھی کرتے ہیں ایسے لوگ نماز بھی چند وقت کی پڑھتے ہیں اور رمضان شریف کے چند

---

[1] ومن جحد القرآن ای کله اوسورة منه اواٰية قلت وكذا كلمة اوقراءةً متواترة اوزعم انها ليست من كلام الله تعالىٰ كفر. (شرح فقه اكبر، ص ۲۰۵، كتبخانه رحيميه ديوبند)

[2] وينقص (ای الايمان) بارتكاب اعماله السيئة (وفيه) ثم الطاعة والعبادة ثمرة الايمان ونتيجة الايقان وتنور القلب بنور العرفان بخلاف المعصية فانها تسود القلب وتضعف محبة الرب وربما يجرهٗ مداومة العصيان الىٰ ظلمات الكفران (شرح فقه اكبر، ص ۱۰۶، كتبخانيه رحيميه ديوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

روزے بھی رکھتے ہیں وعظ ونصیحت بھی سنتے ہیں اور حقوق العباد سے غافل رہتے ہیں وراثت کے حق بھی ادا نہیں کرتے اللہ اور رسول کے حکم کو ٹالتے ہیں تو کیا ایسے لوگ موت کے وقت کلمہ پڑھ کر یا کلمہ نصیب ہو تو فوراً بغیر عذاب پائے جنت میں چلے جائیں گے کیونکہ زید کہتا ہے کہ کلمہ نصیب ہونے سے تمام گناہ معاف ہو کر وہ فوراً جنت میں داخل ہو جاتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ کہنا کلیۃً صحیح نہیں ورنہ بے شمار نصوص کا انکار لازم آئیگا، البتہ جو شخص ابھی ایمان لایا ہو اور کسی عبادت کا وقت اس پر نہیں آیا کوئی گناہ ایمان لانے کے بعد اس نے نہیں کیا تو اس کے حق میں زید کا یہ قول صحیح ہے قرآن پاک میں ہے ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ''[1]، یعنی جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے وہ اس کو دیکھے گا، اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے وہ اس کو دیکھے گا، اگر کسی نے دنیا کی زندگی میں گناہ کئے ہوں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اس کے ذمہ واجب ہوں تو محض مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے سے وہ حقوق ختم نہیں ہو جاتے ہیں، زید کو اپنے اس قول سے توبہ لازم ہے کیونکہ اس کا یہ قول قرآن پاک اور حدیث شریف اور اجماع امت کے خلاف ہے[2]، باقی اتنی بات ضرور ثابت ہے کہ جس نے اخیر وقت میں کلمہ طیبہ پڑھا یعنی ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا اس کیلئے جنت کا وعدہ ہے[3]، وہ

---

[1] سورة الزلزال آیت ،۷-۸/.

[2] وهذه الآية حجة لاهل السنة على المرجيئة فى قولهم ان الله لايعذب المؤمن وان كان فاسقاً وان المؤمن لايضره سيئة وقد ورد فى تعذيب المؤمنين على الصغائر والكبائر آيات واحاديث كثيرة لايحصٰى الخ، تفسير مظهرى ج ۱۰/ ص ۳۲۵/ سورة الزلزال تحت آيت: ۸/ (مطبوعه رشيديه كوئٹه)

[3] قال رسول الله ﷺ من كان آخر كلامه لااله الا الله دخل الجنة، مشكوة شريف ص ۱۴۰، باب مايقال عند من حضره الموت، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۲/۴۴۴، كتاب الجنائز، باب فى التلقين، مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:- جس شخص کا آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ضرور جنت میں جائیگا، لیکن فوراً بلاحساب ہر شخص جنت میں چلا جائے تو نہ اسکا وعدہ ہے نہ کسی جگہ سے ثابت ہے، بلکہ بعض آدمی بلاحساب بھی جنت میں جائیں گے، بعض آدمی اپنے گناہوں کی سزا پوری کر کے جائیں گے، بعض آدمی شفاعت کے ذریعہ سے جائیں گے، بعض کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کی اجازت سے جہنم سے نکالیں گے، بعض کو اللہ تعالیٰ خود نکالیں گے بعض کو اسی حالت میں جہنم سے نکالا جائیگا کہ وہ جل کر بالکل سیاہ کوئلہ بن چکے ہونگے، اور یہ سب وہی ہونگے جنکا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، بخاری شریف[1] اور حدیث شریف کی دوسری بہت سی کتابوں میں یہ سب مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۶ھ

کیا محض ایمان پر جنت کی بشارت ہے

سوال:۔ آیت ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ الخ'' میں ایک عالم نے اکثر مفسرین کا یہ مذہب بتلایا ہے کہ محض ایماندار بغیر اعمالِ صالحہ نماز، روزہ وغیرہ کے

---

[1] یقولون ربنا اخواننا کانوا یصلون معنا ویصومون معنا و یعملون معنا فیقول اللّٰہ اذھبوا فمن وجدتم فی قلبہٖ مثقال دینار من ایمان فاخرجوہ ویحرم اللّٰہ صورھم علی النار وبعضھم قدغاب فی النار الی قدمیہ والی انصاف ساقیہ فیخرجون من عرفوا الی قولہ فیقول الجبار بقیت شفاعتی فیقبض قبضۃ من النار فیخرج اقواماً قد امتحشوا فیلقون فی نھر بافواہ الجنۃ الحدیث وفی روایۃ اخری قال قتادۃ وقدسمعتہ یقول واخرج فاخرجھم من النار وادخلھم الجنۃ حتی مایبقی فی النار الا من حبسہ القرآن ای وجب علیہ الخلود، بخاری شریف ج۲/ ص۱۱۰۷-۱۱۰۸/ کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ، حدیث نمبر: ۷۱۳۹-۷۱۴۰/ (مطبوعہ اشرفی دیوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

بھی اس بشارت کے مستحق ہیں کیونکہ شی نہیں عطف کی جاتی ہے اپنے نفس پر یہ کیونکر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص ایمان لاتے ہی مرجاوے اور اعمال صالحہ کی اس کو نوبت نہ آئی ہو تو وہ بھی قانونِ خداوندی میں مذہب حق کی بنا پر اس بشارت میں داخل ہے اور جس کو ایمان لانے کے بعد وقت ملا لیکن اس نے اعمال صالحہ نہیں کئے بلکہ معاصی میں مبتلا رہا اسکے لئے قانوناً دخول اوّلی نہیں البتہ سزا کے بعد مستحق جنت ہوگا[1] ان عالم کے استدلال کا حاصل ہوا کہ ایمان اور اعمال صالحہ جدا جدا ہیں، لہٰذا دونوں کے مجموعہ پر بشارت ہوگی، نہ صرف ایمان پر تو پھر محض ایمان دار ہونے پر استحقاق بشارت کیلئے یہ دلیل پیش کرنا غلط ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱/۵۲ھ

احکام پر عمل کرنا اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کا کام ہے

سوال:۔ کچھ مسلمانوں کا یہ کہنا ہے کہ نماز نہ پڑھنا، زکوٰۃ نہ دینا، روزہ نہ رکھنا، جھوٹ بولنا، سینما دیکھنا، رشوت لینے سے معمولی مسلمان کو کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ سب عمل تو اول درجہ کے مسلمانوں کے کرنے کے ہیں، ہمارے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم تو معمولی مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ تو غفور الرحیم ہے، ہمیں تو پورا یقین ہے کہ ہمیں ضرور بخش دے گا، اور ہم ضرور جنت میں جائینگے، کیا یہ صحیح ہے؟ اور ایسا کہنے والوں کیلئے کیا حکم ہے؟

---

[1] من مات وهو يعلم انه لااله الا الله دخل الجنة رواه مسلم امادخولا اولياً ان لم يصدرعنه ذنب بعد الايمان او اذنب وتاب اوعفا الله عنه اودخولا اخروياً (مرقاة المفاتيح ص ۹۴، ج ۱) كتاب الايمان. مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

ترجمہ:۔ جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ جانتا ہیکہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں جنت میں داخل ہوگا۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الجواب حامداً ومصلیاً

حق تعالیٰ غفور رحیم بھی ہے[۱]، اور قہار و منتقم بھی ہے، جنت بھی اسی نے بنائی ہے، دوزخ بھی اسی نے بنائی[۲]، احکام بھی اس نے نازل کئے، اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت تجویز کی[۳]، اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو ماننا اور کسی صفت کو نہ ماننا ایمان کی بات نہیں ہے، جن چیزوں کو منع فرمادیا ہے، ان سے باز رہنا لازم ہے، جس طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ احکام تو اول درجہ کے مسلمانوں کے کرنے کے ہیں، اور ہم تو معمولی مسلمان ہیں، تو ان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ جنت بھی اول درجہ کے مسلمانوں کیلئے ہو اور جو لوگ عمل نہ کریں، ان کیلئے دوزخ ہو، اس لئے ایسی بات اور ایسے عقیدہ اور ایسے عمل سے پورا پرہیز لازم ہے، ورنہ آہستہ آہستہ ایمان و اسلام سب ہی چیزیں ختم ہو جاتی ہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انکار قرآن وحدیث کے ساتھ ایمان نہیں

سوال: ۔قرآن پاک کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ نیز احادیث نبویہ کا منکر کافر ہے یا نہیں؟

---

۱ واللّٰہ غفور رحیم سورہ آل عمران، آیت ۱۲۹/.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔ (از بیان القرآن)

۲ اللّٰہ خالق کل شی وھو علی کل شئی وکیل. سورہ زمر آیت ۶۲/.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (از بیان القرآن)

۳ وجنۃٍ عرضھا السمٰوات والارض اعدت للمتقین. سورہ آل عمران آیت ۱۳۳/

ترجمہ:- اور طرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی خدا سے ڈرنے والوں کے واسطے۔ (از بیان القرآن)

۴ یکفر اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لایلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ ووعیدہ او نسبہ الیٰ الجھل او العجز او النقص الخ عالمگیری کوئٹہ، ج ۲/ص ۲۵۸/ الباب التاسع احکام المرتدین، ومنھا مایتعلق بذات اللّٰہ تعالیٰ وصفاتہ.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

قرآن پاک میں ہے ”مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ وَمَانَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا“ تو کیا اگر احادیث کا انکار کر دیا تو اس آیت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ پھر قرآن کریم میں ہے ”وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی“ کا مصداق کہا جائیگا، نیز کیسے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہے، جب کہ احادیث کا انکار کر دیا ہے، حالانکہ حدیث میں ہے ”عَنْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاالْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئاً عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّااَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْل لَااَدْرِیْ مَاوَجَدْنَافِی کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ رَوَاہُ اَحْمَد وَغَیْرہ نیزعَنِ الْمِقْدَامِ عَنْ مَعْدِی کَرَبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّی اُوْتِیْتُ الْقُرآن ومِثْلَہُ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذا الْقُرْآنِ فَمَاوَجَدْتُمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَاوَجَدْتُمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَمَاحَرَّمَ اللّٰہُ اَلَا لَایَحِلُّ لَکُمْ اَلْحِمَارُ الْاَھْلِی وَلَاکُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِبَاعِ الخ“ لہٰذا اس کا مطلب کیا ہوگا؟ مشکوٰۃ، ص ۲۹۔

اور مالا بدمنہ کے اندر موجود ہے کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را عیب کرد یا موئے مبارکش را مویک گفت کافر شود، ص ۱۳۴ ر نیز علاّمہ نور الہدیٰ در بحر المحیط گفتہ کہ ہر ملعون کہ در جناب پاک سرور کائنات ﷺ دشنام وہد یا اہانت کند یا در امرے از امور دین او یا صورت مبارک او یا در وصف از اوصافِ شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگرچہ از راہ ہزل کردہ باشد آں کافر است واجب القتل توبہ او مقبول نیست واجماع امت بران ست کے بے ادبی واستخفاف ہر کس از انبیاء کفر است خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ۔

اگر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر عیب لگایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو ”مویک“ کہا (جو کہ تحقیر کا لفظ ہے) کافر ہو گیا، نیز علاّمہ نور الہدیٰ نے ”بحر محیط“ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہر وہ ملعون شخص جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارکہ میں گالی گلوچ کی یا آپ کی توہین کی، یا آپ کے دینی امور میں سے کسی امر میں، یا آپ

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

کی صورت مبارکہ میں، یا آپ کے اوصاف عالیہ میں سے کسی وصف میں عیب نکالا وہ شخص چاہے مسلمان ہو، یا ذمّی ہو یا، حربی ہو اگرچہ اس نے مذاق کے طور پر کیا ہو، وہ کافر ہے واجب القتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔

اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ کسی بھی نبی کی بے ادبی اور استخفاف کفر ہے چاہے اس کے کرنے والے نے حلال سمجھ کر کیا ہو حرام۔ (ص ۱۴۳ ر)

پھر یہ کہ نماز کی رکعتیں قرآن کریم سے ثابت نہیں، اسی طرح سے زکوٰۃ کی تفصیل نہیں ہے، اور بہت سے احکام ہیں جن کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے، تو اس کا منکر گویا کافر نہیں ہے، اور کمالین میں ہے چونکہ بیت المقدس تک آنحضرت ﷺ کا تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے اس کا منکر کافر ہے، اور اس میں تاویل کرنا بدعت ہے، اور مؤوّل مبتدع ہوگا، البتہ آسمانوں پر جانے کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا کفر تو نہیں ہے، مگر ایسا شخص مبتدع سمجھا جائیگا، کیونکہ سورۂ نجم کے الفاظ "عند سدر ۃ المنتھی" آپ ﷺ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے میں نص نہیں ہے، بلکہ دونوں معنی کا احتمال ہے، اگر آنحضرت ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہونا مراد ہو تب تو جسمانی معراج کا ثبوت نص قرآنی سے ہو جائیگا، لیکن اگر جبرئیل علیہ السلام کا سدرہ کے پاس ہونا مراد ہو تو مدعا ثابت نہیں ہوگا، غرضیکہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک جانے کا انکار تو کفر ہوگا، لیکن مسجد اقصیٰ سے آسمان تک جانے کا انکار بدعت ہے اور وہاں سے اوپر دوزخ و جنت کی سیر کا انکار فسق ہوگا (کمالین ج ۱۵ ر ص ۱۷ ر) بعض نے کہا ہے کہ حدیث کے انکار سے نہ گناہ گار ہوگا اور نہ ہی کافر، جواب مفصل و مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں، فعل اور تقریر پر بھی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے[1]

[1] ان الحدیث فی اصطلاح جمھور المحدثین ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں میرے پاس فرشتہ وحی لیکر آیا قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے، نماز قائم کرنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اسلام کے ارکان ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں حدیث کہلاتی ہیں، جو شخص مطلق حدیث کو تسلیم نہیں کرتا وہ ان میں سے کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتا، قرآن پاک میں اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے "یایھاالذین اٰمنوااطیعو اللّٰہ واطیعو االرسول "اس کے بعد "واولی الامر منکم"[1] بھی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے "ومارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ"[2] رسول کی اطاعت اللہ جل شانہٗ کی ہی اطاعت ہے "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ"[3] جو شخص اطاعت سے پیٹھ پھیرے اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

"قل اطیعوا اللّٰہ والرسول فان تولّوا فان اللّٰہ لایحب الکافرین"[4]

ایمان کی بنیادیں ذات وصفات اور عالم آخرت، حشر ونشر، وزنِ اعمال، جنت ودوزخ جو کچھ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ سب کا سب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....یطلق علی قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفعلہ وتقریرہ (مقدمہ شیخ عبدالحق، ص ۳، رسالہ فی فن اصول الحدیث للجرجانی علی الترمذی ص ۱، مقدمہ نخب الافکار ص ۱/۲، مطبوعہ خیری دیوبند، فواتح الرحموت ص ۱۱۷/۱، الاصل الثانی السنۃ، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] سورہ نساء آیت: ۵۹ **ترجمہ**:-اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو، اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی (بیان القرآن)

[2] سورہ نساء آیت: ۶۴ **ترجمہ**:-اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔

[3] سورۂ نساء آیت: ۸۰ **ترجمہ**:-جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خداتعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن)

[4] سورۂ ال عمران آیت: ۳۲ (**ترجمہ**) آپ فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ (بیان القرآن)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

معلوم ہوا، اور آپ کا فرمانا حدیث ہے تو جو شخص حدیث کو نہیں مانتا وہ آپ کی فرمائی ہوئی کسی بات کو بھی نہیں مانتا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ احادیث بیان فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہا کہ آپ یہ احادیث بیان نہ کریں، ہمارے سامنے قرآن کریم بیان کریں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ تم قریب کو آجاؤ اور بتلاؤ کہ تم کو اور جو تمہارے ہم خیال ہوں، ان کو قرآن کریم دیدیا جائے کیا اس میں صاف صاف پانچ وقت کی نماز کا تذکرہ پاؤ گے، یہ کہ فجر کی، ظہر کی، عصر کی، مغرب کی، عشاء کی، کتنی کتنی رکعتیں ہیں، اور ان کے اوقات کیا ہیں، اور یہ کہ زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی مقدار پر واجب ہوتی ہے، چاندی کا نصاب کیا ہے، سونے کا کیا ہے، گائے کا کیا، بکری کا کیا، اونٹ کا کیا ہے، اور یہ کہ حج میں طواف کے کتنے اشواط ہیں، صفا اور مروہ کے درمیان کتنے چکر ہیں، اور یہ کہ چور کا ہاتھ گٹے سے کاٹا جائے، یا کہنی سے یا کندھے سے وغیرہ وغیرہ، اللہ کے رسول ﷺ پر قرآن کریم نازل ہوا، اور انہوں نے اس کی تشریح وتفصیل ہمارے سامنے بیان کی اور ہم کو اس کی اشاعت وتبلیغ کا حکم دیا، تم اس کو تسلیم کرو تو صحیح راستہ پر رہو گے، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، کفایہ میں خطیب نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے[1] پہلے ایک دو آدمی

---

[1] عن الحسن ان عمران بن حصين كان جالساً ومعه اصحابه فقال رجل من القوم لاتحدثونا الابالقرآن قال فقال له ادنه فدنافقال ارأيت لووكلت انت واصحابك الى القرآن اكنت تجدفيه صلاة الظهر اربعاً وصلاة العصر اربعاً والمغرب ثلاثا تقرأفي اثنتين ارأيت لووكلت انت واصحابك الى القرآن اكنت تجد الطواف بالبيت سبعاً والطواف بالصفاوالمروة ثم قال اى قوم خذوا عنا فإنكم والله ان لاتفعلوالتضلن. (كفاية للخطيب، ص ۳۱، ابوداؤد ص۲۱۷/۱، باب ماتجب فيه الزكوة، مطبوعه سعد ديوبند)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی تھے، قوم میں سے ایک شخص نے کہا قرآن کے علاوہ ہم سے کچھ اور نہ بیان کرو، اس سے فرمایا قریب آؤ! وہ قریب آیا، فرمایا اگر تیرے اور تیرے ساتھیوں کے قرآن حوالہ کر دیا جائے تو کیا تم اس میں ظہر کی چار رکعات، عصر کی چار رکعات، مغرب کی تین رکعات پاؤ گے، اور یہ کہ دو رکعت میں قراءت کی جائیگی، اور اگر قرآن تمہارے حوالہ کر دیا جائے، کیا تم اس میں طواف کے سات چکر اور صفا، مروہ کے درمیان طواف (سعی) کے سات چکر) پاؤ گے، پھر فرمایا لوگو ہم سے (احادیث کو) لیلو قسم بخدا اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

اس خیال کے پیدا ہوئے جس کی تسلی وتشفی کردی گئی اوراس کا فتنہ نہیں پھیلا، کچھ مدت سے چکڑالوی نے اس کی فرقہ کی حیثیت اختیار کی، مناظرے ہوئے کتابیں لکھی گئیں، گاہے گاہے، اس قسم کے لوگ اپنے خیالات کو مجلس گفتگو اور تحریرات میں پھیلاتے رہے ہیں، کفر کا فتویٰ ان پر لگادینے سے ان کی اصلاح نہیں ہوگی، بلکہ دلائل کی روشنی میں ان کی تفہیم اور تردید کی ضرورت ہے، کہ تمہارے اس نظریہ (انکارِ حدیث) کا انجام انکارِ قرآن، انکار خدا، انکار رسول ﷺ کو مستلزم ہے اور کسی ایک آیت کا انکار بھی درست نہیں، اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا، کیونکہ ایمان تو پورے قرآن پر ضروری ہے، جب انکارِ حدیث کیا تو جن آیات میں اطاعت واتباع رسول کا حکم ہے ان کا بھی انکار ہوگیا، تو پھر قرآن پر ایمان کہاں رہا، قرآن کا قرآن ہونا بھی تو رسول کے فرمانے سے معلوم ہوا، انکارِ رسول اور انکار قرآن کے ساتھ ساتھ ایمان کیسے جمع ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۳۹۹ھ

کیا غیر مسلم نیکی کرکے جنتی ہے؟

سوال:۔ ایک مسلمان جس کا نام ظہور خاں ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذہب کا اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ بھی جنتی ہے، اور قرآن پاک کا حوالہ دیتا ہے برائے مہربانی تحریر فرماویں کہ اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص شرک وکفر کی حالت میں مرا ہو اس کی نجات نہیں ہوگی، وہ ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہے گا "**من یشرک باللّٰہ فقدحرم اللّٰہ علیہ الجنۃ ومأوٰہ النار**"[1] قرآن کریم میں

[1] سورہ مائدہ آیت ۷۲/ **ترجمہ**:- بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردیگا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (بیان القرآن) **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء**، سورۃ النساء آیت: ۴۸، ۱۱۶.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

صریح آیات اس کے متعلق موجود ہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۴ھ

شہر بانو بنت یزدجرد کا ایمان

سوال:۔ نوشیرواں عادل بادشاہ کے لڑکے کا کیا نام تھا، لڑکے کا حضور ﷺ پر ایمان لانا ثابت ہے یا نہیں؟ نوشیرواں کی پوتی شہر بانو کے والدین کا ایمان لانا ثابت ہے یا نہیں، جو حضرت امام حسینؓ کی زوجہ تھیں اور شہر بانو کے والدین یعنی حضرت امام حسینؓ کے خسر وساس کس مذہب پر تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنگ قادسیہ میں شاہ فارس یزدجرد کی تین بیٹیاں گرفتار ہوکر آئی تھیں ایک حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے کو ملی جس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے دوسری حضرت عمرؓ کے بیٹے کو ملی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے، تیسری حضرت علیؓ کے بیٹے، حضرت حسینؓ کو ملی جس سے حضرت زین العابدین پیدا ہوئے، نکاح کہاں ثابت ہے، اور کیا ضرورت تھی اسلئے کہ وہ تو باندی تھیں، یزدجرد یا اس کی بیوی کا ایمان لانا کسی کتاب میں نہیں دیکھا، ان تینوں لڑکیوں کا حال حیات الحیوان اور تاریخ الخمیس میں درج ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ذکر الزمخشری فی ربیع الابرار ان یزدجرد کان له ثلاث بنات سبین فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فحصلت واحدة منهن لعبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالی عنهما فاولدها سالماً والاخریٰ لمحمد بن ابی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما فاولدها قاسماً والاخری للحسین بن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

وسوسہ شیطانی سے ایمان ضائع نہیں ہوتا

سوال:- ایک شخص پابند شرع ہے، ایک روز ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اسکے دل میں شیطانی وسوسہ آیا کہ میں مسلمان نہیں ہوں اور یہ کہ میں مرتد ہوگیا ہوں، لیکن نہ اس سے کوئی انکار اور نہ ہی کوئی گناہ پایا گیا جو دال علی الکفر ہو، اور اسکو بے حد پریشانی ہوئی اور ڈر کی وجہ سے بہت پریشان ہوا کہ میں قیامت کے روز اللہ پاک اور اسکے رسول ﷺ کو کیا منہ دکھلاؤنگا، اسکے بعد اس نے کلمہ طیبہ اور لاحول اور استغفار کا ورد کرنا شروع کردیا، اور اپنے دل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....فاولد علیاً زین العابدین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم فکلهم بنو خالة.

(حیاۃ الحیوان ص ۱۳۹/ ج ۱، تاریخ الخمیس ص ۳۱۹/ ج ۲، ذکر الائمة الاثنی عشر)

فوائد:- (الف) نوشیروان عادل (متوفی ۵۷۹ء) کے بیٹے کا نام ہرمز ہے جو ولی عہد بنا (المنتظم)

(ب) ہرمز بن نوشیروان (مقتول ۵۹۱ء) بعثت نبوی ۶۱۱ء سے پہلے قتل کیا گیا اور زمانہ اسلام سے پہلے رخصت ہوا (ایضاً)

(ج) نوشیرواں کا پوتا پرویز بن ہرمز بن نوشیروان (مقتول ۶۲۱ء مطابق ۷ھ) ہے اس نے نامہ مبارک چاک کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰهم مزق ملکهٗ اور ایسا ہی ہوا (فتح، زاد)

(د) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی عصمت میں جو شہزادی تھی وہ سلافہ (غزالہ) بنت یزدجرد بن شہر یار بن شیرین ہے نوشیروان عادل، یزدجرد (مقتول ۳۱ھ) کے اجداد میں ہے (کامل) یزدجرد مذہباً آتش پرست تھا اس کا ایمان لانا کتب تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ جواب میں مذکور ہے بلکہ عہد فاروقی میں اہل اسلام سے برسرپیکار رہنا اور ۳۱ھ میں ناکام ہوکر فرار ہونا پھر قتل کیا جانا مذکور ہے۔

مذکورہ تفصیل کیلئے دیکھیں المنتظم ص ۱۴/ ج ۵، الکامل فی التاریخ ص ۱۱۹ ج ۳، وفیات الاعیان، ص ۲۶۷/ ج ۳، زاد المعاد، ص ۱۱۸/ ج ۱، فتح الباری، ص ۹۶/ ج ۸ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۴۹۸/ ۳، تاریخ اسلام، ص ۳۹۴/ ج ۱، وکان ملک یزدجرد عشرین سنة منها اربع سنین فی رعة وباقی ذٰلک هارباً من بلد الی بلدٍ خوفاً من الاسلام واهله وهو اٰخر ملوک الفرس فی الدنیا علی الاطلاق (البدایة والنهایة ص ۱۵۰/ ج ۷، سنة احدی وثلاثین، مطبوعه تجاریة مکة المکرمه، مرقاة المفاتیح ص ۲۲۴/ ج ۴، کتاب الجهاد، مطبوعه بمبئی)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

میں اس وسوسہ کو دور کرنے کیلئے اسنے یہ کہا کہ اے شیطان ابتک ہم مسلمان تھے یا نہیں؟ لیکن اب ہم مسلمان ہوگئے ہیں، چاہے تو کتنے ہی وسوسہ ڈال اور وہ یہ سمجھ گیا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہیکہ اسمیں کوئی خطرناک بات تو نہیں ہے، جو کہ ایمان کے منافی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شیطانی وسوسہ سے اسکا ایمان زائل نہیں ہوا، الحمدللہ ایمان موجود ہے[1] کلمہ طیبہ اور لاحول کثرت سے پڑھا کرے اور ہر روز اپنے مومن ہونے پر خدائے پاک کا شکر ادا کیا کرے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۹ھ

ایمان میں وسوسہ کا علاج

سوال:۔ قریب تین ماہ ہوئے ہیں، میرے دل ودماغ میں ایک شبہ پڑ گیا ہے، مجھے ہر وقت یہ خیالات پریشان کرتے ہیں، کہ حضور ﷺ نبی تھے یا نہیں تھے؟ قرآن پاک آسمانی کتاب ہے یا نہیں؟ اسلام سچا مذہب ہے یا نہیں؟ ان خیالات کی وجہ سے مجھے بڑی بے چینی رہتی ہے، اور کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے، میں اس سوال کو سلجھانے کی ہر چند کوشش کرتا رہتا ہوں مگر میرے دل ودماغ سے یہ خیال جاتا ہی نہیں ہے، اگر قرآن پاک پڑھوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ سب یوں ہی تو نہیں ہے، اور اگر حدیث شریف پڑھوں تو بھی یہی خیال

---

[1] قالوا انا نجد فی انفسنا مایتعاظم احد نا ان یتکلم به قال اوقد وجدتموه قالوانعم قال ذالک صریح الایمان ان الو سوسة امارة الایمان لان اللص لایدخل البیت الخالی (مرقاة ص ۱۱۴/ ج ۱، باب الوسوسة، مطبوعه بمبئی، اذا خطر بباله اشیاء توجب الکفر به لکنه لا یتکلم به فذالک محض الایمان الخ، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

آتا ہے، اب بتائیں کہ میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ رات کو عشاء کے بعد تازہ غسل کر کے دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھیں،[1] پھر درود شریف ۵۰۰/دفعہ، پھر **استغفر اللّٰہ ربی مِن کل ذنب واتوب الیہ** ۵۰۰/دفعہ پڑھ کر خدائے پاک کے سامنے دعا کریں، یا اللہ میرے ہر گناہ کو معاف کر اور اپنی ذات پر اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے قرآن پاک پر یقین نصیب فرما، جیسا کہ یقین کا حق ہے، اور میرے گناہوں کی نحوست سے اس دولت کو ضائع نہ فرما، یہ عمل سات روز تک کریں،[2] اور چلتے پھرتے درود شریف کثرت سے پڑھا کریں،[3] کسی صاحب نسبت متبع سنت بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیں، خدائے پاک آپ کی مدد فرمائے سورہ حٰم سجدہ روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگنا بھی دفع وسوسہ وشبہ کے لئے اکسیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۲ھ

---

[1] **ما من رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطهر والغسل افضل ثم یصلی رکعتین ثم یستغفر اللّٰہ الاغفر اللّٰہ له الحدیث** (ترمذی عن ابی بکر) (مرقاۃ، ص۱۸۷/ ج۲، باب التطوع)

ترجمہ:- جس شخص سے کوئی گناہ ہوجائے پھر وہ کھڑا ہوکر پاکی حاصل کرے اور غسل کرنا افضل ہے، پھر دو رکعت پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

[2] **وخص السبع تبرکا بهذاالعدد لان له دخولا فی کثیر من امور الشریعة واصل الخلقة.** (فتح الباری ص۲۶۲/ ج۱/ باب الوضو والغسل فی المخضب، مکتبه یوسفی دیوبند، فیض الباری، ص۲۹۷/ ج۱، مطبوعه خضر راه دیوبند)

ترجمہ:- میرے اوپر درود شریف کثرت سے پڑھا کرو اسلئے کہ وہ بلاشبہ پاکیزگی کا وظیفہ ہے۔

[3] **اکثر وامن الصلوٰة علی فانها زکاة** (کتاب الترغیب والترهیب ص: ۶۸۲/ ج: ۲، باب الترغیب فی الصلوة علی النبی ﷺ، مطبوعه بیروت لبنان)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

تجدید ایمان کا طریقہ

سوال:۔ احقر کے عریضہ کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کسی قول یا فعل کی وجہ سے اگر آدمی اسلام سے خارج ہو جائے تو ایسے شخص کو تجدید ایمان کیساتھ موجبات کفر سے براءت بھی ضروری ہے، اسکی تشریح مطلوب ہے

(۱) تجدید ایمان کا کیا مطلب ہے اور کیا طریقہ ہے؟

(۲) موجبات کفر سے کیا مراد ہے اور وہ کیا کیا ہیں؟

(۳) اگر زکوٰۃ ادا کر چکا ہے تو کیا دوبارہ ادا کرنا ہوگا، جبکہ استطاعت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کلمۂ شہادت زبان سے ادا کرے اور دل سے اس کی تصدیق کرے جس چیز سے انکار کی بناء پر ایمان سے خارج ہو گیا تھا اس کا اقرار کرے اگر اسلام سے خارج ہو کر مثلاً عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا تو اس سے بیزاری اور براءت کرے[۱]

(۲) وہ بہت ہیں، خدائے پاک کی ذات وصفات کا انکار اس کی شان میں گستاخی، کسی رسول کا انکار اور اس کی شان میں گستاخی، خدائی کتاب کا انکار اسکی شان میں گستاخی، عقیدۂ آخرت اور ملائکہ کا انکار وغیرہ وغیرہ ''کتاب مالا بدمنہ'' میں بھی ایسی بہت سی چیزیں لکھی ہیں[۲]۔

---

[۱] واسلامه ان يتبرأ عن الاديان سوى الاسلام اوعما انتقل اليه بعد نطقه بالشهادتين (الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص:۲۸۶، ج:۳، باب المرتد، قبيل فى ان الكفار خمسة اصناف)

[۲] راجع لموجبات الكفر، كتاب السير عالمگيرى ۲۵۷/ج۲/ باب كلمات الكفر، مالابدمنه ص ۱۲۹. مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

(۳) تجدید ایمان کے بعد سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ دوبارہ دینا لازم نہیں[۱]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // ۲۳/۵/۸۷ھ

تجدید ایمان کا طریقہ

سوال:۔ میں ۳۶ رسالہ غیر شادی شدہ مسلم ہوں، بار بار یہ خیال آتا ہے کہ تجدید ایمان کرلیا جائے، تو بہتر ہے کیونکہ ایمان بہت ہی بڑی دولت ہے، پہلے مجھے دین سے اتنا لگاؤ نہیں تھا، اور ہمارے گھر میں پہلے سے بدعتی رسمیں چلی آرہی ہیں، شافعی مسلک کے مطابق تجدید ایمان کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں تجدید ایمان کی تاکید آئی ہے، ہر شخص کو اس پر عمل کرنا چاہئے، ''لَااِلٰہ اِلا اللّٰہ'' کثرت سے پڑھنا چاہئے[۲] اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے:۔ ''اٰمنت باللّٰہ

---

[۱] ولایقضی من العبادات الاالحج لانه بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهوغنی فعلیه الحج. فقط (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۳۰۳/ ج۳/ باب المرتد، مطلب لو تاب المرتد هل تعود حسناته)

[۲] ''عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ جددوا ایمانکم قیل یارسول اللّٰه ﷺ وکیف نجدد ایماننا قال اکثروا من قول لااله الا اللّٰه'' مسند احمد ص ۲/۳۵۹، مطبوعه دارالفکر بیروت، الفتح الربانی ص ۱۴/۲۱۴، کتاب الاذکار والدعوات، باب الاصل فی الاجتماع علی الذکر الخ، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، کنز العمال ص ۱/۴۱۶، الباب الاول فی الذکر وفضیلته، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو عرض کیا کیا یارسول اللہ ﷺ اپنے ایمان کی تجدید کس طرح کیا کریں ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کریں۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت[1]''، کا قلب میں استحضار اور زبان سے اقرار بھی تجدیدِ ایمان کے لئے مفید ہے، پانچ وقت مسجد میں جا کر خدائے پاک کی عظمت کے تصور کے ساتھ نماز کا ادا کرنا بھی مقوی ایمان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۴ھ

ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا

سوال:۔ ایک مسلم عورت نے ایک ہندو مرد سے ناجائز تعلقات قائم کرے اور اسی کے پاس چند سال زندگی گزاری، مسلمانوں نے اس کو اس بُرے فعل سے روکا مگر اس نے ایک بات نہ سنی اور صاف صاف انکار کر دیا اور اسی ہندو کے پاس رہنے لگی، اب چند روز سے سخت بیمار ہے، اور اس وقت توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتی ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ اب اسلام لانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ چند احباب اس پر اعتراض کرتے ہیں، کیونکہ اگر یہ غلط طریقہ کی رسم پڑے کہ پہلے اسلام سے نکل کر غیر مذہب اختیار کرے، اور پھر مسلمان ہو جاوے اس کا دوسروں پر بُرا اثر پڑے گا، اس لئے اس عورت مرتدہ کو اسلام لانے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ اور روکنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو ہرگز اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے، کسی کو

---

[1] قال الامام الاعظم یجب ان یقول اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعدالموت (شرح فقہ اکبر ص ۱۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، وراجع حدیث جبرئیل فی صحیح مسلم، ص ۲۷/ج ۱، کتاب الایمان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

حق نہیں کہ اسلام لانے سے روکے جو لوگ اس کو اسلام لانے سے منع کرتے ہیں وہ نہایت خطرہ میں ہیں، ان کے اسلام کی خیر نہیں، کسی کے کفر اور ارتداد سے راضی رہنا خود کفر اور ارتداد ہے[1] (العیاذ باللہ) معترضین کو اپنے اس خیال اور اعتراض سے فوراً توبہ لازم ہے، اس عورت کو عزت کے ساتھ لیا جائے، اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے، کہ اس نے دوبارہ اسلام کی توفیق دیکر ہمیشہ ہمیش کے لئے عذاب جہنم سے اس کو بچالیا ہے، دوسرے مسلمانوں پر اس کا اثر انشاء اللہ اچھا پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

مسلمان ہونے والے کو فوراً مسلمان کرنا چاہئے

سوال:۔ چند احباب امام مسجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ایک نوجوان مسلمان ہونا چاہتا ہے، آپ کلمہ پڑھادیں، یعنی مسلمان بنائیں، امام صاحب نے جواباً کہا کہ اس وقت ضروری کام میں لگا ہوا ہوں، فلاں صاحب اثر ورسوخ حاجی صاحب بھی تشریف فرما ہیں، اسلئے آپ حضرات کسی اور امام کے پاس جائیں، اس بات پر ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اگر یہ شخص ایمان لانے سے قبل راستے میں مرجاتا تو امام صاحب ذمہ دار ہوتے، امام صاحب سے بہت بڑا گناہ صادر ہوا کہ ایک غیر مسلم کو ایمان سے مشرف نہ کیا ایسی زبردست غلطی نہ کرنا چاہئے تھا، امام صاحب کو توبہ کرنا چاہئے، کیا ان صاحب کا کہنا درست ہے؟

---

[1] وفیہ (ای فی الظهیریة) ان الرضاء بکفر غیرہ ایضاً کفر (شرح فقه اکبر ص ۲۱۸، مطبوعه مجتبائی دهلی) (وکذایستفاد بمافی الخلاصة) وفی الخلاصة کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم. (شرح فقه اکبر ص ۲۱۸، فصل فی الکفر صریحا وکنایة، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک شخص کفر چھوڑ کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہے واقعی اس کو فوراً مسلمان کرنا چاہئے، اور کفر سے توبہ کرادی جائے، اس میں تاخیر کرنا یا کسی اور کے پاس بھیجنا نہایت غلط طریقہ ہے، فقہاء نے ایسے شخص پر بہت سخت حکم لگایا ہے[1] مگر جس طرح اس جرم کے مرتکب امام صاحب ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی مرتکب ہیں جو اس شخص کو امام صاحب کے پاس لائے، اور انہوں نے خود مسلمان نہیں کیا، چونکہ امام صاحب کے پاس لانے تک درمیان میں وہ شخص مرجاتا تو ذمہ دار کون ہوتا، ظاہر ہے کہ وہی لوگ ہوتے جنہوں نے خود مسلمان نہیں کیا، بلکہ امام صاحب کے پاس لارہے تھے، اس لئے تنہا امام صاحب کو مجرم قرار دینا غلط ہے، پس امام صاحب بھی توبہ کریں، اور وہ لوگ بھی توبہ کریں، جو امام صاحب کے پاس لارہے تھے اور انہوں نے خود مسلمان نہیں کیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۱۳۹۹ھ

غیر مسلم کس طرح مسلمان ہوتا ہے؟

سوال:۔ عرض ہے کہ آج سے ۱۱/۲ سال قبل مجھے کچھ عجیب سا جلوہ ونور دکھائی دیا یعنی میں ایک غیر اسلامی گھرانہ سے تعلق رکھتا ہوں، لیکن میرے جتنے بھی دوست ہیں، وہ سب مسلم

---

[1] نصرانی اتی مسلماً فقال اعرض علی الاسلام حتی اسلم عندک فقال اذهب الی فلان العالم حتی یعرض علیک الاسلام فتسلم عنده اختلفوا فیه قیل یکفر لانه رضی بکفره بعض الاوقات وقال الفقیه ابوجعفر رحمه اللّٰه تعالیٰ لایصیر کافراً لان العالم یهتدی الی مالایهتدی غیر العالم (خانیة ص:۵۷۶/ ج:۳) باب مایکون کفرامن المسلم ومالایکون، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الهندیة ص:۲۵۸/ ج:۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعه کوئٹه، شرح فقه اکبر ص۲۱۸، فصل فی الکفر صریحا وکنایة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ہیں، میرے ان لوگوں کے ساتھ رہنے اور ان لوگوں کو وقت پر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر دل میں بھی ایک خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اگر میں بھی مسلمان ہوتا تو آج اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرتا، پس مولوی صاحب اس ہی رات میں مجھے خواب میں ایک نور سا نظر آیا خدا کا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں بھی مسلم ہوں، اذان کا وقت ہو رہا ہے، میں بھی اوروں کی طرح وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوں، اور سجدہ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں، پس اسکے بعد ہی میری آنکھ کھل گئی، پھر بس مولوی صاحب اسی دن سے یعنی وہ جمعہ کا دن تھا میں نے پائی وغیرہ تھا پور درگاہ یوسفین نام تو آپ نے سنے ہوں گے، گیا اور وہاں دوسرے مسلم بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی، پس جب سے ہی میں نماز کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہوں، اور خدا کے فضل سے میری نمازِ جمعہ بہت کم ناغہ ہوتی ہے، وہ ناغہ مجبوری کے تحت ہوتی ہے، اور وہ مجبوری یہ ہے جس کی بناء پر میں نماز سے محروم رہتا ہوں، میں اسی درگاہِ یوسفین میں نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں میرے کالج کے دوست بھی وہاں نماز پڑھنے آئے اور بعد نماز میرا مذاق اُڑانا شروع کیا، بعض نے تو مبارکباد دی، اور کہا کہ اگر اتنا ہی نماز کا شوق ہے تو اشتہار کیوں نہیں چھپوائے، خیر میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن مولوی صاحب میں ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے بھائی و بہن ہیں جو شادی کے قریب ہیں، میرے ایسا کرنے سے ان سب کی بدنامی ہوگی، اور ان لوگوں کی شادی نہیں ہوگی، اور دوسری مجبوری یہ ہے کہ میں ابھی پڑھ رہا ہوں، اگر میں نے دوستوں کے کہنے سے ایسا عمل کیا یعنی مسلمان ہو گیا تو میں بے گھر ہو جاؤں گا، اور اور میری تعلیم ادھوری رہ جائیگی، آج کل کا کیا حال ہے، بس ایک بار ایسے ہی میرے گھر والوں کو معلوم ہو گیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں، تو ان لوگوں نے مجھے بہت ڈانٹا اور اب بہت سختی کرتے ہیں، لیکن مولوی صاحب میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں خدا کے راستہ سے نہیں ہٹونگا، میں نے گھر بھی چھوڑنے کی ٹھان لی ہے، لیکن یہ میرا آخری سال ہے تعلیم کے اعتبار

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

سے اس لئے گزار رہا ہوں، بس اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے فتویٰ عطا فرمائیں، کہ میں آپ کی سرپرستی میں مسلمان ہوگیا ہوں، بلکہ میں آپ پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دونگا، بس آپ مجھ پر بھروسہ کر کے فتویٰ دیجئے جو کہ مجھ کو گھر چھوڑنے کے بعد بہت کام آئے گا، اس فتویٰ مانگنے کے چند وجوہات یہ ہیں، میں اکثر جب کبھی نماز پڑھنے مسجد میں جاتا ہوں، تو میرے دوست ملتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہوگئے ہو تو کسی بڑے عالم کے پاس سے فتویٰ کیوں نہیں لیتے جو تمہیں بہت کام آئے گا، بعض لوگ جب میں نماز کو گیا یہاں تک کہے کہ نہ جانے کہاں سے گندے گندے لوگ آکر ہماری مسجد کو ناپاک کردیتے ہیں، جاؤ یہاں سے اس لئے میں آپ سے فتویٰ مانگتا ہوں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں، مجھے اسلام میں شامل کر لیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی مسلمان کسی کے کرنے سے نہیں ہوا کرتا بلکہ جب وہ اپنے خیالات (عقائد) اللہ ورسول کے حکم کے مطابق وموافق کرلے اور غلط خیالات وعقائد کو دل سے نکال دے تو وہ مسلمان ہوجاتا ہے۔

پھر آہستہ آہستہ دین سیکھتا رہے، ''دین اسلام'' کوئی ایسی برادری نہیں کہ جب برادری والے چاہیں اس کو داخل کرلیں، جب چاہیں خارج کردیں، اگر آپ نے خدا کو ایک مان لیا، ہر قسم کے شرک سے توبہ کرلی اور اس کے بھیجے ہوئے، رسولوں کو مان لیا اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں کو مان لیا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کو تسلیم کرلیا، اور تقدیر پر یقین کرلیا، تو آپ یقیناً مسلمان ہیں۔[1]

---

[1] والمشرک فی الربوبیة والمنکر للوحدانیة کالثنویة اذا قال الواحد منهم لااله الااللّٰه یحکم باسلامه وکذا لوقال اشهد ان محمدا رسول اللّٰه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

کسی اشتہار کی ضرورت نہیں نہ آپ کے ذمہ لازم ہے کہ کسی کو یقین دلانے کیلئے اشتہار شائع کریں، اللہ پاک کیلئے آپ نے اسلام قبول کیا ہے، تو اس کو خود ہی معلوم ہے، اور یہی ذریعہ نجات ہے، جو لوگ کسی مسلمان کو خواہ وہ قدیم ہو یا جدید نماز کیلئے مسجد میں آنے سے روکتے ہیں اور اس پر نازیبا فقرے کستے ہیں وہ بہت غلط کام کرتے ہیں[1]، اسکا انجام خراب ہے، ان کو باز آنا چاہئے، جب آپ نے اللہ کی خاطر اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ کے عذاب سے بچانے کیلئے دین اسلام قبول کیا ہے تو اس کے نتیجہ میں قوم میں رسوائی یا گھر چھوٹنا یا خاندان کے آدمیوں کی آپ کی وجہ سے شادی میں رُکاوٹ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ معمولی چیزیں ہیں، ہرگز قابل توجہ نہیں، تعلیم ادھوری رہ جانے کی فکر بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اگر آپ نے اپنے خاندان والوں کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع نہ کی اور آپ کا انتقال ہو گیا تو وہ آپ کو اس دنیا ہی میں نذرِ آتش کر دیں گے، انتقال کی تاریخ کسی کو معلوم نہیں کب ہوگا، تعلیم پوری ہونے پر ہوگا یا بھائی بہن کی شادی ہونے پر ہوگا یا اس سے پہلے بھی ہو جائے گا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اوقال اسلمنا اوامنا باللّٰہ اھ. (شامی نعمائیہ ص۲۸۷/ ج۳، مطبوعہ کراچی ص۲۲۷/ج۴/ باب المرتد، مطلب فی ان الکفار خمسۃ اصناف، مشکوۃ شریف ص ۱۱، کتاب الایمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ثم قال (ای سعد) لھما(لمصعب واسعد) کیف تصنعون اذا انتم اسلمتم ودخلتم فی ھذا الدین؟ قالا! تغتسل فتطھر وتطھر ثوبیک ثم تشھد شھادۃ الحق ثم تصلی رکعتین.

(حیاۃ الصحابۃ ص۱۷۰/۱، دعوۃ مصعب بن عمیرؓ، ادارہ اشاعت دینیات دلی، تفسیر مظھری ص۱۱۰/ج۲، سورۃ آل عمران تحت آیت:۱۰۳، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، قال الامام الاعظم یجب ان یقول اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت الخ، شرح فقہ اکبر ص ۱۵۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیہ وسعی فی خرابھا الآیۃ، سورۃ البقرۃ آیت:۱۱۴.

ترجمہ:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (از بیان القرآن)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

خدائے پاک آپ کی پوری حفاظت کرے، اور آپ کو صراطِ مستقیم پر چلائے، اور حق پر قائم رکھے اور ہر قسم کے شر وفتنہ سے بچائے آمین۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حنفی مسلک قبول اسلام سے مانع ہے؟

سوال:۔ مولوی سراج احمد فیروز آبادی نے اپنا نام فرضی مہاشے رام نرائن سکسینہ مناظر آریہ سماج کہا، اور امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض کئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوجاتا مگر امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا، اور لکھا ہے کہ امام صاحبؒ کہتے ہیں، کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے، مردہ یا چوپایہ سے جو بدکاری کرے تو روزہ کا کفارہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شخص کو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں خرابی اور برائی نظر آئی، امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ کے مذہب میں تو کوئی خرابی نظر نہیں آئی، تو سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ جس مذہب میں خرابی اور برائی نظر نہ آئے اس کو قبول کرلے، امام بخاری، امام مسلم، ابن تیمیہ وغیرہ جن کا مذہب پسند ہو اسی کو اختیار کرلے، جب وہ اسلام میں داخل ہوجائے گا اور کسی بھی امام کے مسلک کو اختیار کریگا، تو انشاء اللہ نجات کا مستحق ہوجائے گا، ہم ہرگز اس کو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر مجبور نہیں کریں گے، یہ جواب اس وقت ہے کہ سائل کے دل میں قبول اسلام کا داعیہ اور جذبہ ہو، اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو خراب سمجھ کر اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ ہورہی ہو، جب سائل اسلام قبول کرے گا تو اس کے لکھے ہوئے اعتراضات بہت سہولت سے حل ہوجائیں گے، اگر سائل کا مقصود اسلام قبول کرنا نہیں بلکہ صرف اعتراض کرکے دل کی بھڑاس نکالنا مقصود

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ہے تو جب اس کے نزدیک اسلام ہی صحیح نہیں، تو مذہب حنفی پر اعتراض کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے، کیونکہ یہ تو شجرۂ اسلام کی شاخ ہے، اس اعتراض کو اخبارات میں شائع کرنا ہے، تو جس طرح اور جس نام سے چاہے شائع کردے۔ ''**واللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم**[1]'' فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ

شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ

سوال:۔ میں بنام ذہانت رضا ایک مسلم شیعہ گھرانے کا ہوں میری عمر قریب ۲۲/ سال ہے، اور میں بغیر کسی ڈر وخوف یا دباؤ کے اپنی مرضی سے سنی ہونا چاہتا ہوں، کیونکہ سنی مذہب ہی صحیح مذہب ہے، اور شیعہ مذہب اور اس کے طور طریق صحیح نہیں ہیں، میرا اپنا پکا عقیدہ ایمان خداوند کریم اور ان کے بھیجے ہوئے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابی حضرت عمر فاروق اعظمؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قرآن، پانچوں وقت کی نماز، روزے، زکوٰۃ، حج پر پورا پختہ ایمان ہے، اور اللہ تعالیٰ ایک ہے، اور اللہ کی بنائی ہوئی زمین آسمان روز اول سے آخر تک اور نبی کریم اور انکے چار اصحاب ہر ایک پر مفصل ایمان کامل ہے، لہٰذا بزرگان دین سے التماس ہے کہ اس حالت میں سنی ہوا یا نہیں؟ اور اگر میں سنی نہ ہوا تو مجھے سنی بنالیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعوں کے جو غلط عقائد ہیں، ان سے براءت اور توبہ کرکے اہل سنت

---

[1] سورۂ بقرہ آیت: ۱۴۲، **ترجمہ**:- اور اللہ جس کو چاہتے ہیں راہ راست بتلا دیتے ہیں۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

والجماعت کے عقائد کو اختیار کر لینے سے اور انکے مطابق عمل کرنے سے آدمی سنی ہو جاتا ہے[۱]، آپ نے جو عقائد سوال میں تحریر کئے ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۱۴۰۰ھ

کیا یہود و نصاریٰ مسلم ہیں؟

سوال:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کی امت کو مسلمان کہتے تھے، یا کیا کہتے تھے جیسا کہ بانئ اسلام حضور ﷺ کی امت کو مسلمان کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ احکامِ خداوندی پہونچائے ان کو ماننے والے اور ان پر ایمان لانے والے سب مسلم ہیں[۲] ''**سماکم المسلمین**[۳]''، جن میں اصلی یہودی اور نصاریٰ بھی تھے، مگر موجودہ یہودی و نصاریٰ کا حال وہ نہیں، اس لئے وہ مسلم نہیں، اب صرف حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے لوگ مسلم ہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] ان من کان کفرہ بانکار امر ضروری کحرمة الخمر مثلاً انه لابدمن تبرئه کان یعتقد لانه کان یقر بالشهادتین معه فلا بدمن تبرئه، شامی زکریا ج۶/ص ۳۶۵/ ومطبوعه کراچی ج۴/ ص۲۲۸/ کتاب الجهاد، باب المرتد، مبحث فی اشتراط التبری مع الاتیان بالشهادتین.

[۲] چنانچہ بنی اسرائل کیلئے ارشاد ہے ''فلاتموتن الاوانتم مسلمون سورۂ بقرہ آیت: ۳۲، اور نصاریٰ کا قول ہے: ''واشهد بانا مسلمون (سورۂ آل عمران آیت: ۵۲)

[۳] سورہ حج الایة ۷۸، اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا (بیان القرآن)

[۴] ''ان التسمیة بالمسلمین مخصوص بهذه الامة'' (روح المعانی ص ۲۱۰/ ج۱۷، سورۂ حج تحت آیت ۷۸، مطبوعه مصطفائی دیوبند، تفسیر کبیر ص ۱۸۲/ج۶، مطبوعه دارالفکر بیروت)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ہندو، یہود، نصاریٰ، جنات کس کی امت میں ہیں؟

سوال:۔ تمام عالم میں انسان اور جنات کس کی امت میں کہلائیں گے، یعنی یہودی، عیسائی، اور ہندو لوگ کس کی امت میں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ قیامت تک پیدا ہونے والے جنات اور انسانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں،[1] یہود، نصاریٰ، ہندو سب کے ذمہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے جو ایمان لائیں گے ان کو امت اجابت کہا جائے گا،[2] پس ہیں تو سب آپ ﷺ کی امت میں، کیونکہ آپ سب کے نبی ہیں، مگر جو ایمان نہیں لائے انہوں نے سرکشی اور کفر اختیار کر کے خدا کے غضب کو سر رکھا، اور جو ایمان لائے، انہوں نے رحمت ونعمت کو لیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

امت دعوت واجابت

سوال:۔ ہندو، پارسی، یہود، نصاریٰ وغیرہ بھی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کہلانے کے مستحق ہیں، اگر مشرک بھی حضور ﷺ کے امتی ہیں تو مسلم اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے؟ اگر آپ مشرکین کو حضور ﷺ کا امتی شمار کرتے ہیں تو اس دعا کا ان سے تعلق نہیں ہو

---

[1] فان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان مبعوثا الی الناس کافۃً بل الی الجن والانس عامۃً. (تفسیر مظہری ص ۴۱۹/ج۳. تحت سورۂ اعراف آیت: ۱۵۸، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، تفسیر کبیر، ص ۳۰۳/ج۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] ویطلق علی کل من بعث الیھم ویسمونہ امۃ الدعوۃ وعلی المومنین ویسمونہ امۃ الاجابۃ (حاشیہ مجمع بحار الانوار ص ۱۰۹/۱، تحقیق امم، مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

جاتا ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' جس کے معنی ہیں کہ اے اللہ امت محمد ﷺ کی مغفرت فرمادے آمین، پھر اس کے خلاف اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ مشرک ابدی جہنمی ہیں اور ان کی مغفرت نہیں ہوگی، کیا ہم اللہ رب العزت کی مرضی کے خلاف ان کی مغفرت کی دعا کررہے ہیں، اس کا جواب مدلل طریقے پر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور ﷺ کی امت ہونے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ جن کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، اور آپ نے دعوت دی، اس اعتبار سے ہر ملک کے رہنے والے اور ہر مذہب پر چلنے والے آپ کے امتی ہیں، کیونکہ آپ کی نبوت عام ہے کسی قوم اور کسی ملک کے ساتھ خاص نہیں جیسے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا حال تھا ''قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا[1] وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ[2]، یہ امت دعوت ہے، اور امت کے دوسرے معنی ہیں وہ لوگ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا ہے، اور آپ پر ایمان لائے اور کسی دوسرے دین پر قائم نہیں رہے، یہ امت اجابت ہے[3] اس کے لئے مغفرت کا وعدہ ہے، اور اسی کے لئے فضائل ہیں، جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لئے فضائل ومغفرت کا وعدہ نہیں نہ ان کیلئے دعاء مغفرت کی جاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، یکم محرم الحرام ۸۹ھ

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۱۵۸ / اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (از بیان القرآن)

[2] سورہ سبا آیت ۲۸ / اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ (از بیان القرآن)

[3] ویطلق علی کل من بعث الیھم ویسمونه امة الدعوة وعلیٰ المومنین ویسمونه امة الا جابة. (حاشیہ مجمع بحار الانوار ص ۱۰۹/۱، تحقیق امم، مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ، فیض القدیر ص ۱۸۵/۲، رقم الحدیث: ۱۶۲۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۲۲۹/۱۳، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، مکتبہ مکة المکرمة)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

ضروریات دین کی تفصیل

سوال: ۔ضروریات دین کتنی چیزوں کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور یقینی ہو، اور حدِ تواتر وشہرت عام تک پہونچ چکا ہو، حتی کہ عوام بھی جانتے ہوں کہ یہ چیزیں نبی اکرم ﷺ کے دین سے ہیں جیسے توحید، رسالت ختم نبوت، حیات بعد الموت، سزا وجزاءِ اعمال، نماز، زکوٰۃ کی فرضیت، شراب اور سود کی حرمت (کذا فی اکفار الملحدین[1])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فطرت کی تشریح

سوال: ۔فطرت دین کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان کی پیدائشی صلاحیت واہلیت کہ وہ بغیر کسی ماحول کے اثر کے دین اسلام کی چیزوں کو قبول کرلے[2] فقط والسلام واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] والمراد بالضروريات على ما اشتهر فى الكتب، ما علم كونه من دين محمد صلى الله عليه وسلّم بالضرورة بان تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة كالواحدانية والنبوة وختمها بخاتم الانبياء وانقطاعها بعدهٗ. (كذا فى اكفار الملحدين، ص ۲، ضروريات الدين، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، شامى كراچى ص ۲۲۱/۴، باب المرتد) (حاشیہ:۲/اگلے صفحہ پر)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ شہادت کی ضرورت

سوال:-الف:- کلمہ پڑھنا تو مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے، تو پھر شہادتین ہی کافی ہے یا شش کلمہ؟ شش کلمہ پڑھنا کیسا ہے؟

ب:- اس وقت مسلمان نسلی ہیں، کتنے ہی ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے کبھی کلمہ نہیں پڑھا ہے، بقیہ ارکان میں قصور نہیں کرتے، تو کیا عدم کلمہ خوانی کی وجہ سے انکے بقیہ اعمال پر کوئی اثر پڑیگا؟ اور کچھ ایسے ہیں کہ مسلمان تو ہیں لیکن نہ تو انہوں نے کلمہ پڑھا نہ ارکان خمسہ میں سے کسی کی ادائیگی کرتے ہیں، تو کیا ان کے مسلمان ہونے میں کوئی نقص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الف: نفس ایمان تو کلمۂ شہادت کی تصدیق واقرار سے حاصل وثابت ہو ہی جائے گا[1] البتہ اس کے درجات بہت ہیں، ایک درجہ شش کلمات سے حاصل ہوتا ہے، ان کو نہ پڑھنا نہ سیکھنا بڑی محرومی ہے۔

ب:- شہادتین کی تصدیق حاصل ہونے کے بعد ارکان کی ادائیگی جب صحیح طور پر ہو تو اس کو غلط یا ناقص نہیں کہا جائے گا، البتہ ایمان کی پختگی وتجدید کے لئے کلمہ پڑھتے رہنا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] تحت قولہ (یولدعلی الفطرة) المراد تمکن الناس من الهدی فی اصل الجبلة والتهیؤ لقبول الدین (وبعده) وانمایعدل عنه لآفة من الآفات البشریة کالتقلید انتهی. (فتح الباری ص۱۹۸/ ج۳. کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، مطبوعه مصر، نووی علی المسلم ص۲/۳۳۷، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرة الخ، مطبوعه بلال دیوبند، مرقاة المفاتیح، ص:۱۳۵/ ج:۱، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالجنان والاقرار وحده لایکون ایماناً. (شرح فقه اکبر ص۱۰۳، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

لازم ہے، اور یہ افضل الذکر ہے، کماورد فی الحدیث[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

نجات کس ایمان پر ہے؟

سوال:۔ دنیاوی زندگی میں کتنے درجہ کا ایمان فرضِ عین یا واجب ہے، آخرت میں عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کتنے درجہ کے ایمان کا مطالبہ فرمائینگے؟ اس کی شرعی حدود کیا ہیں؟ ایمان کا قیام علی الفرائض کے درجہ تک کا نہ ہونا یقینی ہو اور صاحب حیثیت بھی نہ ہوں تو کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بخشنے پر آئے تو ذرہ برابر ایمان پر بخشدے بلکہ ایسے ایمان پر بھی بخش دے جس کا کوئی اثر کسی پر بظاہر نہ ہو۔[2]

---

[1] اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ (رواہ الترمذی ابن ماجۃ عن جابر، مشکوٰۃ ص ۲۰۱، باب ثواب التسبیح والتحمید الخ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

تنبیہ: جو مسلمان ایسے ہیں کہ کبھی انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اور نہ ہی دیگر ارکان ادا کرتے ہیں، تو یقیناً ایسے لوگ نہایت ناقص درجہ کے مسلمان ہیں بشرطیکہ انکے دل میں تصدیق ہو اور منافی ایمان کوئی عقیدہ نہ ہو۔ وینقص (الایمان) بارتکاب اعمالہٖ السیئۃ حتی یدخل صاحبہ النار. (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۶، استعمالات لفظ النظر، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، ولاشک ان ترک الفرائض من سیئی الاعمال ۱۲.

[2] دیکھئے حدیث بطاقہ عن عبداللہ بن عمر ومشکوٰۃ باب الحساب ص ۴۸۶/ مرقاۃ، ص ۲۴۹/ ج۵. اور حدیث شفاعت عن ابی سعید الخدریؓ، مشکوٰۃ ص ۴۹۰/ باب الشفاعۃ، مرقاۃ ص ۲۶۲/ ج۵. مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، جس میں ذکر ہے کہ ذرہ برابر ایمان پر بھی مغفرت ہو جائیگی، اور ایسے لوگوں کی بھی نجات ہو جائیگی جن کا ایمان کسی پر بھی ظاہر نہ ہوگا۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

گرفت کرنے پر آئے تو بڑے پختہ ایمان والوں کی گرفت کرلے[1] کوشش اسکی لازم ہے کہ ایمان زیادہ سے زیادہ قوی ہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۵ھ

ایمان بالرسول اجمالاً کافی ہے یا اوصاف کیساتھ؟

سوال:۔ ایمان بالرسول ضروریات دین میں شامل ہے یا نہیں؟ اور صرف اتنا ایمان لانا کافی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں یا ان اوصاف کے ساتھ جن کے کہ حضور ﷺ مستحق ہیں ایمان رکھنا ضروریات میں سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان بالرسول ایسا ضروریاتِ دین میں سے ہیکہ بغیر اسکے آدمی مومن کہلانے کا مستحق نہیں، ساتھ ہی خصوصیاتِ قطعیہ مثلاً خاتم النبین وغیرہ کا ماننا بھی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] دیکھئے حدیث ابی ہریرۃ۔ ابوداؤد ص ۶۷۱/ج۲. کتاب الادب، باب النهی عن البغی، بذل المجهود ص ۲۵۹/ج۵. مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

اس میں عبادت گذار پر گرفت اور گنہگار کی نجات کا ذکر ہے اور احیاء العلوم ص ۱۳۲/ج۴/ کتاب الخوف والرجاء، بیان دواء الرجاء الخ، مطبوعه مصر، اتحاف ص۱۸۷/ج۹، کتاب الرجاء والخوف، الفن الثانی استقراء الآیات، مطبوعه دارالفکر بیروت) جس میں حواری کی گرفت اور چور کی مغفرت مذکور ہے اور دیکھئے ذکر بایزید، ص ۱۱۶. لیلة اللبن، جس واقعہ میں بایزیدؒ نے درد شکم کی نسبت دودھ کی طرف کی تھی اس کو شرک قرار دیا گیا تھا۔۱۲

[2] ماعلم کونه من دین محمد ﷺ بالضرورة بان تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة کالوحدانیة والنبوة وختمها بخاتم الانبیاء وانقطاعها. (اکفار الملحدین ص ۲، ضروریات الدین، طبع المجلس العلمی ڈابھیل، شرح فقه اکبر ص ۱۰۴، کتبخانه رحیمیه دیوبند، الایمان الاجمالی کاف، شرح عقائد نسفی ص ۱۱۹، مبحث الایمان، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

مجبوراً خنزیر کا گوشت کھانے سے ایمان نہیں جاتا!

سوال:۔ کوئی مسلمان ایسی جگہ پھنس جائے کہ کافر اسے شراب یا سور کا گوشت زبردستی کھلادیں اور وہ جان بچانے کے لئے کھائے تو وہ ایمان سے خارج ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی مجبوری کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا، انتہائی ندامت کے ساتھ خدا سے دعا کرے کہ وہ آئندہ محفوظ رکھے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۹۳ھ

اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت

سوال:۔ کیا محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزو ایمان ہے اگر جزو ایمان ہے تو نص صریح فرمایئے اور اگر نہیں ہے تو آیت کریمہ " **لا اسئلکم فی القربی** "کے کیا

---

[1] فمن اضطر غیر باغ ولا عادٍ فلا اثم علیه ان اللّٰه غفور رحیم. سورۂ بقرہ آیت: ۱۷۳.

ترجمہ:۔ پھر جو شخص بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا، واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور الرحیم۔ (بیان القرآن)

تیسرے یہ کہ کوئی ظالم قدرت ہلاک اور تکلیف سخت پہنچانے کی رکھتا ہو اور وہ ان چیزوں پر جبر کرے الخ اس بیچارے نے تو حالت لاچاری میں کھایا ہے پھر کیوں نہ بخشا جاوے۔ (تفسیر عزیزی اردو. ص ۳۳۱/ فارسی ص ۷۸۲/ سورۂ بقرہ آیت: ۱۷۳، وعلی اکل لحم خنزیر ومیتة الخ، یعنی لو اکرهو علی هذه الاشیاء الی قوله وبما یخاف یسعه ذالک لان حرمة هذه الاشیاء مقیدة بحالة الاختیار وفی حالة الضرورة مبقاه علی اصل الحل الخ، البحر الرائق ص ۸/۷۲، کتاب الاکراه، مطبوعه کوئٹه)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

معنی اور محبت کا اظہار کس طرح سے کیا جاوے اور اہل بیت میں کون کون شامل ہیں؟

اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دشمنی

سوال:۔ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو اس کی تائید میں کوئی آیت کریمہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور جانثار امتی کی شان یہ ہے کہ آپ سے تعلق رکھنے والی ہر شئ کے ساتھ علیٰ حسب المراتب محبت رکھے آپ کی مسجد آپ کا مزار آپ کا وطن، آپ کا لایا ہوا قرآن شریف، اور اس کے احکام آپ کی حدیث اور اس کے احکام، آپ کا کھانا، آپ کا پینا، آپ کا لباس، آپ کی سواری، اونٹ وغیرہ آپ کے ہتھیار تلوار وغیرہ آپ کا طرز زندگی، طرز عبادت، طرز معاملات، ازواج مطہرات عترت پاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غرض آپ سے تعلق رکھنے والی ہر شئ محبوب ہونی چاہئے، اور جو شے آپ کو مرغوب و پسندیدہ نہ تھی، یا مبغوض تھی اس سے اسی قدر بعد ہونا چاہئے، حاصل یہ کہ اپنی محبت ونفرت کو من کل الوجوہ آپ کی محبت ونفرت کے تابع کردے، جو شخص اعتقاد وقول وفعل سے اس چیز میں جس قدر راسخ اور کامل ہوگا، اسی قدر اس کا ایمان پختہ ہوگا، جس قدر کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں ضعف ہوگا، اس کی دلیل وہ بیشمار آیتیں ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور باعث فلاح اور آپ کی نافرمانی کو حرام، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور باعث ہلاکت فرمایا گیا ہے، آپ کی محبت کا ہر شئ کی محبت سے زیادہ ہونا ضروری ہے ''عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ

D:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن،[1] متفق علیه وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ ثَلٰثٌ مَنْ کُنْ فِیْهِ وَجَدَبِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّاسِوَاهُمَا.[2] الخ (مشکوٰۃ شریف، ص۱۴)

لیکن شریعت مطہرہ نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی ہے جیسا کہ حدیث[3] شریف میں صراحۃً مذکور ہے اور ایمان کا مدار توحید و رسالت وغیرہ عقائد کو قرار دیا ہے، پس اس بنیاد اور مدار کے عدم سے ایمان معدوم ہوگا، جو کفر کو ملتزم ہے، باقی عقائد واجبہ کے عدم سے کفر نہیں لازم آتا البتہ ضعف ایمان کی دلیل ضرور ہے، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا اظہار اس طرح کرنا چاہئے کہ ان حضرات کا نام عظمت و احترام سے لے اور رضی اللہ عنہ کہے ان کے واقعات پڑھے دوسروں کو سنائے اور ان سے عبرت حاصل کرے، کہ کس طرح سرفروشی سے دین کی تبلیغ و اشاعت فرمائی ہے، اور حسب مقدور اس امر میں خود بھی ان کا اتباع کرے اہل بیت پاک ازواج مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہم اجمعین سے بغض رکھنا سخت حرام ہے، کیونکہ ان سے بغض رکھنا درحقیقت حضور ﷺ سے بغض رکھنا ہے، اور یہ فی الحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ سے بغض رکھنا ہے، جو شخص گستاخی کے کلمات ان کی شان

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۲، کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا اس وقت تک کہ میں اس کو اسکے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔

[2] ملاحظه هو حوالۂ بالا حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس میں تین چیزیں ہونگیں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا، ایک وہ شخص کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کو ان کے ماسواء سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

[3] عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان، مشکوة شریف ص ۱۲، کتاب الایمان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمه:- یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں عنوان ''ایمان کی بنیاد'' کے ذیل میں جو حاشیہ ہے اس میں۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

میں کہتا ہے اس کے اوپر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور علماء کرام کی ایک جماعت نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بْنِ مُغَفَّلؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اللّٰہ اللّٰہ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضاً مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللّٰہُ وَمنْ اٰذَی اللّٰہ فَیُوْشِکُ اَنْ یَاخُذَہٗ[1] رواہ الترمذی وقَالَ ھَذَا حَدِیْثٌ غَرِیْب. عَنْ اِبْن عُمرؓ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہ ﷺ اِذَا رَائیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسبونَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلیٰ شَرِّکُمْ[2] رواہُ الترمذی ،مشکوٰۃ شریف ،ص ۵۵۴.

"لَااَسْئَلُکَ فِی الْقُرْبیٰ" مجھے معلوم نہیں کہ کونسی آیت ہے، کس سورت میں آئی ہے ممکن ہے کہ سائل کی مراد اس سے "قل لااسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ[2]" ہو اگر ایسا ہو تو اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں ایک یہ کہ اے نبی ﷺ فرما دیجئے ان مشرکین کو کہ میں اپنی اس تبلیغ اور نصیحت پر تم سے کوئی اجر اور مال نہیں مانگتا صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم لوگ مجھ سے شر کو روک لو اور مجھے رسالت کی تبلیغ کرنے دو اور میرے تمہارے

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابۃؓ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا اس لئے کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے (گویا) اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے (ہلاک فرمادے)

(۲) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو اللہ کی لعنت تمہارے شر پر۔

[2] سورۂ شوریٰ آیت: ۲۳.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

جو درمیان قرابت ہے اس کا خیال کرو[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۴/ص ۱۱۱۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قربیٰ سے مراد تقرب الی اللہ ہے یعنی صرف یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کر کے اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ سے تقرب الی اللہ حاصل کرو[2] تفسیر مدارک، ص ۸۱/ج ۴۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو تنگی کا زمانہ تھا، اور ضرورتیں درپیش تھیں، تو انصار نے کہا کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے اور آپ ہمارے اس شہر میں ہمسایہ ہیں، لہٰذا آپؐ کے لئے کچھ مال جمع کرنا چاہئے سو جمع کر کے آپ ﷺ کے پاس لائے آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا، اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، کہ آپ کہہ دیجئے کہ تم سے ہدایت اور ایمان کا عوض نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو[3] تفسیر کبیر، ص ۲۷۳/ج ۷۔

---

[1] ای قل یامحمد لهؤ لاء المشرکین من کفار قریش لااسألکم علی هذاالبلاغ والنصح لکم مالا تعطونیه وانما اطلب منکم ان تکفواشرکم عنی وتذرونی ابلغ رسالات ربی ان لم تنصرونی فلا تؤ ذونی بما بینی وبینکم من القرابة (تفسیرابن کثیر ، ص ۱۶۸/ج ۴/سورۂ شوریٰ الایة ۲۳، مطبوعه مکتبه تجاریه مکه مکرمه، روح المعانی ص ۱۴/۴۸، مطبوعه دارالفکر بیروت، احکام القرآن للقطبی ص ۸/۲۳، جزء ۱۵، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] وقیل القربی التقرب الی اللّٰه تعالیٰ ای الا ان تحبوا اللّٰه ورسوله فی تقربکم الیه بالطاعة والعمل الصالح (تفسیر مدارک ،ص ۴/۹۵، احکام القرآن للقرطبی ص ۸/۲۳، جزء ۱۵، تفسیر ابن کثیر ص ۴/۱۶۹، مطبوعه مکة المکرمة)

[3] ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم لماقدم المدینة کانت تعروه نوائب وحقوق ولیس فی یده سعة فقال الانصار ان هذا الرجل قدهداکم اللّٰه علی یده وهوابن اختکم وجارکم فی بلدکم فاجمعوا له طائفة من اموالکم ففعلواثم اتوه فرده علیهم فنزل قوله تعالیٰ قل لااسئلکم علیه اجرا ای علی الایمان الا ان تودوا اقاربی فحثهم علی مودة اقاربه. (تفسیر کبیر ص ۳۸۹/ج ۷، سورۂ شوریٰ آیت: ۲۳، طبع دارالفکر بیروت، احکام القرآن للقرطبی ص ۸/۲۴، جزء ۱۵، طبع دارالفکر بیروت، ابن کثیر ص ۴/۱۶۹، طبع مکة المکرمة)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں قرابت سے مراد حضرت علیؓ وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں[1] تفسیر ابوسعود، ص ۳۵/ج ۸۔

محدثانہ حیثیت سے ان میں سے بعض روایات پر کلام بھی ہے جس کو ابن کثیر علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان

سوال: حضور ﷺ کے والدین کے ایماندار ہونے کی روایت کتب سیر میں یا احادیث میں آئی ہے، یا نہیں، اگر آئی ہے تو کیسی ہے، اور ان کے ایماندار ہونے پر اعتقاد ویقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایماندار ہونے میں اکابر کے مختلف اقوال ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ ''ماتا علی الکفر''[3] ایک روایت میں ہے ''استاذنت ربی ان

---

[1] لما نزلت قیل یارسول اللّٰہ من قرابتک ھؤ لاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمة وابناھما (تفسیر ابوسعود، ص ۳۰/ج ۸، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، احکام القرآن للقرطبی ص ۸/۲۱، جزء ۱۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ابن کثیر ص ۴/۱۷۰، مطبوعہ مکة المکرمة، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ)

[2] راجع التفسیر لابن کثیر، ص ۱۶۹/ج ۴.

[3] قال القاری ثم الجمھور علی ان والدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا کافرین وھذا الحدیث اصح ماروی فی حقھما، بذل المجھود ص ۴/۲۱۴، کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور، مرقات ص ۲/۴۰۶، باب زیارة القبور، مطبوعہ بمبئی.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

استغفر لامی فلم یاذن لی"[۱]

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے[۲]: "**ان رجلا قال یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم این ابی قال فی النار فلما قفادعاہ فقال ان ابی واباک فی النار**(شامی ص ۶۳۳/ج ۲)[۳]

آیت "**ولاتسئل عن اصحاب الجحیم بصیغہ نہی**" حضور ﷺ کے سوال **لیت شعری مافعل ابوای** کے جواب میں نازل ہوئی، تفسیر مظہری، ص[۴] ۶۷/ج ۱/ میں لکھا ہیکہ یہ قوی نہیں، بعض روایت سے معلوم ہوتا ہیکہ حضور ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے[۵]، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انسؓ سے اور ابن نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماافترق الناس فرقتین الاجعلنی اللّٰہ

ترجمہ:-(الف) دونوں کی کفر پر موت ہوئی۔(ب) میں نے اپنی والدہ کیلئے استغفار کی اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی۔(ج) ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا میرے والد اور تیرے والد (دونوں) جہنم میں ہیں۔

[۱] مسلم شریف ص ۳۱۴/۱، جنائز، فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور.

[۲] مسلم شریف ص ۱۱۴/۱، کتاب الایمان، باب ان من مات علی الکفر.

[۳] شامی کراچی ص ۱۸۴/۳، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، مطلب فی الکلام علی ابوی ﷺ، وراجع شامی کراچی ص ۲۳۱/۴، مطلب فی احیاء ابوی ﷺ بعد موتھا، باب المرتد کتاب الجھاد)

[۴] ان النبی ﷺ قال ذات یوم لیت شعری ما فعل ابوای فنزلت ھذہ الآیۃ الی ماقال فلیس بمرضی عندی ولیس بقوی الخ، تفسیر مظھری ص ۱۲۰/۱، سورۂ بقرہ آیت: ۱۱۹. مطبوعہ دھلی،

[۵] عن عائشۃؓ أخبرت ان رسول اللّٰہ ﷺ سأل ربہ ایحیی ابویہ فاحیاھما لہ وآمنا بہ ثم اماتھما (الروض الآنف ص ۱۹۴/۱، زیارۃ الرسول ﷺ بقبر امہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ:-حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے رب درخواست کی کہ آپ کے والدین کو زندہ فرمادے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو والدین کو زندہ فرمادیا اور وہ دونوں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو موت دے دی۔

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی ولم یصبنی شئی من الجاھلیة خرجت من نکاح لم اخرج من سفاحٍ من لدن آدمؑ حتی انتھیت الیٰ ابی وامی فاناخیرکم نفساً وخیرکم اباً[1]

(تفسیر مظہری ج ۱/ص ۶۷/) جلال الدین سیوطیؒ، ملاعلی قاریؒ، قاضی عیاض، قاضی ثناء اللہ وغیرہم نے مستقل تصانیف اس بارے میں کی ہیں، اور روایات جمع کی ہیں۔

حق مذہب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نیز اس قسم کے دوسرے مسائل میں کنج وکاؤ کرنا مفید نہیں، بلکہ کسی حد تک مضر ہے، لہٰذا توقف وسکوت بہتر ہے[2]

البتہ عمل سے شب وروز پیش آنے والے مسائل صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی تحقیق مفید بلکہ ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱/۵۸ھ

ہذا صحیح عبداللطیف، بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱/۸۲ھ

---

[1] رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ من حدیث انس وابونعیم فی دلائل النبوۃ من حدیث ابن عباسؓ نحوہ وقد صنف الشیخ الاجل جلال الدین السیوطی رضی اللّٰہ عنہ فی اثبات اسلام اباء النبی ﷺ رسائل واخذت من تلک الرسائل رسالة فذکرت فیھا مایثبت اسلامھم (تفسیر مظھری، ص ۱۲۱/ج ۱/ندوۃ المصنفین دھلی، دلائل لانبوۃ ص ۱۷۴/۱، ذکر شرف اصل رسول اللہ ﷺ، مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ المکرمہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ دو فرقوں میں نہیں بٹے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دونوں میں سے سب سے بہتر فرقہ میں رکھا، پس میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا کہ میرے اندر زمانہ جاہلیت کا کوئی اثر نہیں آیا، میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں زنا سے پیدا نہیں ہوا، آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے ماں باپ تک پس میں تم میں سب سے بہتر ہوں ذات کے اعتبار سے اور سب سے بہتر ہوں باپ کے اعتبار سے۔

[2] ولیست من المسائل التی یضر جھلھا اویسأل عنھا فی القبر اوفی الموقف فحفظ اللسان عن التکلم فیھا الابخیر اولی واسلم (شامی کراچی ص ۱۸۵/۳، باب نکاح الکافر، مطلب فی الکلام علی ابوی النبی ﷺ وراجع فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۱۸/ج ۱/ فیہ "فالاولی فی ھذہ المسائل السکوت" الروض الانف ص ۱۹۴/۱، زیارۃ الرسول بقبر امہ، طبع دارالفکر بیروت.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی نجات سے بحث

سوال: ۔کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں راوی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کا جواب سنکر وہ شخص واپس ہوا تو حضور ﷺ نے اس کو واپس بلا کر فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں، کچھ لوگ اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں، کہ حضور ﷺ کے باپ کس طرح دوزخ میں ہونگے، آیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، امید کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث معتبر ہے[1] علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس مسئلہ پر متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں اور بتایا ہے کہ اس گفتگو کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے نجات پانے کی اطلاع آپ کو کی گئی ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے والد ماجد کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔[2]

---

[1] وعن انس ان رجلا قال :یارسول اللّٰہ !این ابی ؟قال''فی النار''فلما قفی دعاہ فقال''ان ابی واباک فی النار'' رواہ احمد (ج۳/ ص ۱۱۹/۱۷۷/۲۶۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت) وابوداؤد (۴۷۱) المفھم شرح مسلم للقرطبی (۱/۴۵۹) ابوداؤد ص ۴۶۱/ ج۲/ کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور)

[2] وقد صنف السیوطی الرسائل ثلثۃ فی نجاۃ والدیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وذکر الادلۃ من الجانبین (وقبلہ)وقد بالغ السیوطی فی اثبات ایمان ابوی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (بذل المجھود ،ص۲۱۴/ ج۴/باب زیارۃ القبور)قلت ذکر الحسینی ان للسیوطی ست رسائل ..... (۱) الدرج المنیفۃ (۲) مسالک الحنفا (۳) نشر العلمین (۴) المقامۃ السندسیۃ (۵) السبل الجلیۃ (۶) التعظیم والمنۃ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

علاّمہ سیوطیؒ کے خلاف بھی بعض علماء کے رسائل ہیں[1]

احتیاط اور سلامتی کا راستہ ہمارے اور آپ کے لئے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کریں[2] آپ خود غور کریں کہ آپ کے والد کے متعلق بحث کیجائے کہ دوزخ میں ہیں یا نجات پا گئے، تو آپ کو کس قدر یہ بحث گراں گذرے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بعد وفات زندہ ہونا اور کلمہ پڑھنا

سوال: ۔ایک شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان جا کر اپنے والدین کو زندہ کیا اور انکو مسلمان کیا، یہ کونسی حدیث کا مضمون ہے، اگر یہ بات غلط ہے تو کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان رکھتا ہے یا نہیں؟ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کلمہ پڑھتا ہے، یہ کیسا مسلمان ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(۷) وتلاه العلامة الشهاب احمدبن حجر فالف فيه ثلاث رسائل فى الاثر وهى النعمة الكبرى ،الفتاوىٰ،شرح الهمزية (سدادالدين وسداد الدين فى اثبات النجاة والدرجات للوالدين للشيخ محمدبن الرسول البرز نجى المدنى) وقدالف السيد محمد مرتضى الزبيدى رسالة سماها الانتصار لوالدى النبى صلى الله عليه وسلم المختار والف الملاعلى القارى رد اعلى السيوطى رسالة سماها ادلة معتقد ابى حنيفة الاعظم فى ابوى رسول الله صلى الله عليه وسلم .۱۲.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وقدبسط الكلام فى عدم نجاة الوالدين العلامة ابراهيم الحلبى فى رسالة مستقلة والعلامة على القارى فى شرح الفقه الاكبروفى رسالة مستقلة (عون المعبود ص:۳۶۷/ ج:۴، باب فى ذرارى المشركين، مكتبه نشر السنة ملتان. شرح فقه اكبر ص: ۱۳۱، مطبوعه مجتبائى دهلى)

[2] شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے نجات ابوین کے متعلق تین مسلک بیان کئے ہیں، پھر فرمایا:"فالاولى فى هذه المسائل السكوت" (فتاوى عزيزى ص۱۱۸/ج۱/ مطبوعه رحيميه ديوبند، وراجع فتاوىٰ عبد الحى ص۷۷، مطبوعه رحيميه ديوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے والدین کا اللہ کے حکم سے زندہ ہونا اور کلمہ پڑھ کر انتقال کر جانا صحاح میں تو موجود نہیں، البتہ سیوطیؒ نے ایسی بھی روایت نقل کی ہے[1]۔ اس لئے اس پر تشدد نہ کیا جائے، بلکہ خاموشی اختیار کی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ

مرثیہ شیخ الہندؒ کے ایک شعر کا مفہوم

سوال:۔ بانیٔ اسلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا ''جو مرثیہ رشید احمد گنگوہیؒ'' کے نام سے مشہور ہے، اس کے ایک شعر میں موصوف نے اعتراف کیا ہے، کہ بانیٔ اسلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ شعر یہ ہے

زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُعُلُ ہبل
شاید اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

---

[1] اما قول ابن حجر وحديث احيائهما حتى اٰمنا به ثم توفيا حديث صحيح وممن صححه الامام القرطبي والحافظ ابن ناصر الدين فعلى تقدير صحته لايصلح ان يكون معارضاً لحديث مسلم مع ان الحفاظ طعنوا فيه ومنعوا جوازه وصنف السيوطي الرسائل ثلثة في نجاة والديه وذكر الادلة من الجانبين (بذل المجهود ص ۲۱۴/ ج۴/ باب زيارة القبور، مكتبه رشيديه سهارنپور،

[2] شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نجات ابوین کے متعلق تین مسلک بیان کئے ہیں، پھر فرمایا ہے۔ ''فالاولیٰ في هذه المسائل السكوت (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۸/ ج ۱، مطبوعه رحيميه ديوبند) وفتاویٰ عبدالحی ص ۷۷/ مطبوعه رحيميه ديوبند)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مشرکین عرب اپنے سب سے بڑے بت ہبل کو مخاطب کر کے اُعلُ ہبل کا نعرہ لگاتے تھے، یعنی اے ہبل اب تو سر بلند ہو جا، ٹھیک کوئی اسی طرح کا نعرہ مولانا گنگوہیؒ کی وفات پر اہل باطل نے بھی لگایا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ بانیٔ اسلام ثانی دنیا سے اٹھ گیا ہے، اسی شعر میں بانیٔ اسلام سے خدا کی ذات مراد نہیں لی جاسکتی، کیونکہ خدا کی ذات حی وقیوم ہے اس کے متعلق وفات پانے کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اشعار میں بسا اوقات استعارات ہوتے ہیں، مجاز کا بھی استعمال بکثرت ہوتا ہے، جو شخص ہر شعر کو حقیقی معنی پر ہی حمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ فن شعر سے ناآشنا ہے، ایک بادشاہ نے ایک قلعہ بنانے کا حکم دیا اپنے مخصوص معتمد کو اسکی تعمیر کا ذمہ دار بنایا، جس نے بادشاہ کی پوری ہدایت کے مطابق قلعہ تعمیر کرادیا، جو کچھ مصارف ہوئے، وہ خزانۂ شاہی سے اس کو ملے، تکمیل پر بہت کچھ اعزاز بھی عطا ہوا، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں قلعہ فلاں بادشاہ نے تعمیر کیا تو یہ بھی صحیح ہے، اس لئے کہ بادشاہ ہی کے حکم سے اور اس کی ہی ہدایت کے مطابق اس کے ہی مصارف سے تعمیر ہوا ہے، اصالۃً وہی بانی ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بادشاہ کے فلاں معتمد نے یہ قلعہ تعمیر کیا ہے، تو ایک معنی کے اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ اسکے انتظام اور جدوجہد سے اس کی تعمیر ہوئی ہے، اس حیثیت سے وہ بھی بانی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ مراد لے کہ اسلام کی بنیاد محض اپنے ذہن سے بغیر وحی الٰہی اور بغیر حکم خداوندی کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھی ہے تو یہ غلط ہے، اس معنی کے اعتبار سے بانیٔ اسلام کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۱۳۹۹ھ

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

جملہ خبریہ کی تعریف اور کلمۂ توحید

سوال:۔ جملہ اسمیہ خبریہ وفعلیہ وہ ہوتا ہے کہ جس کے قائل کو صادق وکاذب کہہ سکیں، تو لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی یہ گمان ہوسکتا ہے اور غیر مسلم کہہ سکتا ہے کہ کہ لاالہ الا اللّٰہ تا آخر کو بھی صادق وکاذب کہہ سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں یہ تعریف کی جاتی ہے وہاں یہ قید بھی شراح بیان کرتے ہیں کہ وہ خصوصیت طرفین اور دلائل خارجیہ سے خالی ہو، اگر دلائل سے ایک جانب متعین ہوجائے جیسے "السماء فوقنا والارض تحتنا" یہ جملے خبریہ صادقہ ہیں، کیونکہ کہ دلائل کے ساتھ ایک جانب صدق متعین ہوگئی، دوسری جانب کا احتمال نہیں رہا۔[1]

جملہ خبریہ کی تعریف درحقیقت انشاء سے ممتاز کرنے کے لئے ہے کہ اس میں صدق کا احتمال ہے اور نہ کذب کا، کیونکہ وہاں حکایت نہیں ہوتی اور یہاں حکایت ہوتی ہے، اور حکایت میں دونوں احتمال ہوتے ہیں، محکی عنہ کے ساتھ مطابق ہو یا غیر مطابق اول صادق ہے ثانی کاذب، جس طرح دلائل سے کذب متعین ہوتا ہے، اسی طرح صدق بھی دلائل سے متعین ہوتا ہے، اور کذب کا احتمال نہیں رہتا، لیکن اس سے جملہ خبریہ ہونے سے نہیں نکلتا، کیونکہ خبر کا مدار حکایت پر ہے اور اس میں دو احتمال ہیں اور کسی ایک احتمال کی تعیین سے حکایت

---

[1] والحق فی الجواب ان المراد احتمال الصدق والکذب بمجرد النظر الی مفهوم الخبر (قطبی ۳۲، قبیل الفصل الثانی فی المعانی المفردة، مطبوعه احمدیه جسر) وبقطع النظر عن خصوصیة المتکلم بل عن خصوصیة ذلک المفهوم وینظر الی محصل مفهومه وماهیته کان عندالعقل محتملاً للصد ق والکذب فلایردان خبر اللّٰه تعالیٰ و کذاخبر رسوله علیه السلام لایحتمل الکذب (میرقطبی ص۵۸، مطبوعه کانپور)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

باطل نہیں ہوتی، بس خبر برقرار رہے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۸/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۴/رمضان ۵۶ھ

یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ

سوال:۔ کیا جو عیسائی اور یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت موجود تھے اور وہ ایمان نہیں لائے، اور جو ابتک ایمان نہیں لائے کافر ہیں یا نہیں؟ اور وہ اہل کتاب کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا ان کے ساتھ بیاہ شادی کھانا پینا اب بھی ان کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وصح نکاح کتابیة وان کرہ تنزیھا مومنة بنبی مرسلٍ مقرة بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الھاً وکذا حل ذبیحتھم علیٰ المذھب بحرا ھ درمختار قلت علل ذٰلک فی البحر بان التحریمیة لابدلھا من نھی اومافی معناہ لانھا فی رتبہ الواجب اھ وفیہ ان اطلاقھم الکراھة فی الحربیة یفید انھا تحریمیة والدلیل عند المجتھد علیٰ ان التعلیل یفید ذٰلک ففی الفتح ویجوز تزوج الکتابیات والاولیٰ ان لایفعل ولایاکل ذبیحتھم الاللضرورة وتکرہ الکتابیة

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

الحربية اجماعاً لافتتاح باب الفتنة من امكان التعلق المستدعى للمقامِ معها فى دارالحرب وتعريض الولد علىٰ التخلق باخلاق اهل الكفروعلى الرق بان تسبى وهى حبلى فيولدرقيقاوان كان مسلماًاھ فقوله والاولىٰ ان لايفعل يفيد كراهة التنزيه فى غير الحربية ومابعده يفيد كراهة التحريم فى الحربية تامل قوله على المذهب اى خلافالما فى المستصفى من تقييد الحل بان لايعتقدوا ذلک ويوافقه مافى مبسوط شيخ الاسلام يجب ان لاياكلو اذبائح اهل الكتاب اذااعتقدواان المسيح الٰه وان عزيراً اِلٰهٌ ولايتزوجوا نسائهم قيل وعليه الفتوىٰ اھ[1]

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جوفرقے کتابی ہیں کسی نبی رسول پر ایمان رکھتے ہیں، کسی آسمانی کتاب کے مقراور معتقد ہیں ایسے فرقوں کی عورتوں سے نکاح کرنا صحیح ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، پھر بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ کتابیہ ذمیہ سے تو مکروہ تنزیہی ہے اور حربیہ سے مکروہ تحریمی ہے، ذمیہ وہ ہے جو اسلامی حکومت میں مسلمان بادشاہ کی رعیت بن کر رہے، حربیہ وہ ہے جو ایسی نہو، بعض علماء فرماتے ہیں، کہ کتابیہ سے اس وقت نکاح جائز ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق یہ اعتقاد نہ رکھتی ہو کہ وہ معبود ہیں، یعنی اس کا عقیدہ مشرکانہ نہو ورنہ جائز نہیں، اور ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، یہی حکم ذبیحہ کا بھی ہے آج کل کے عیسائی عامۃً مذہب کے منکر ہیں کسی کتاب اور دین کے قائل نہیں، نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، لہٰذا اس کا حکم اہل کتاب کا نہیں، اور جو کتاب انجیل مقدس کو مانتے ہیں، تو اس میں ہمیشہ تغیر و ترمیم کر کے پرانے احکام کو

---

[1] ردالمحتار کراچی ج۳/ص۴۵/ مطلب مهم فى وطى السرارى الخ، فصل فى المحرمات، كتاب النكاح. تبيين الحقائق مع شلبى ص ۱۰۹/۲، فصل فى المحرمات، مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص ۱۰۳/۳، مكتبه ماجديه كوئٹه.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

خارج اور نئے احکام کو جو زمانہ کی رفتار کے مطابق ہوں داخل کرتے رہتے ہیں، جس سے ہر نئی طبع ہونے والی انجیل پرانی انجیل کیلئے ناسخ بنتی رہتی ہے، پس اگرچہ انکا دین کوئی آسمانی دین نہیں نہ انکی کتاب آسمانی کتاب رہی، تاہم انکا حکم اہل کتاب کا حکم ہوگا یہی حکم یہود کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

مسلمان بھنگی کا حکم

سوال: ۔زید ایک مسلمان بھنگی کی عورت کو لیکر بلا نکاح کئے ہوئے فرار ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد واپس آیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا، اب اس حالت میں زید کے ساتھ کھانا کھانا اور اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ اور کیا اس حرکت حرام سے اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ زید کا مسجد میں جانا اور وضو کا برتن چھونا کیسا ہے؟

(ب) زید اب اپنی اس حرکت سے مسجد میں تائب ہوتا ہے، اور بستی کے مسلمان اس کو روا نہیں سمجھتے اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، یہ کیسا ہے، زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے، اس کو الگ کردیتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ زید کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں، وہ کیسے ہیں وہ معذب عنداللہ ہونگے یا نہیں؟

(ج) مسلمان بھنگی کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں جو لوگ اس کو برا جانتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ یہاں اکثر مسلمان بھنگی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے ہیں، جواب مفصل مع احادیث صحیحہ تحریر فرمائیں، بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ گناہ کبیرہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

نہیں ہوتا پس زید مسلمان ہے "ولانکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذالم یستحلها ولانزیل عنه الایمان"(شرح فقہ اکبر،ص[1] ۸۶)

(ب) زید نے جب صدق دل سے توبہ کرلی تو وہ توبہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اب سابقہ گناہ کی وجہ سے اس پر طعن اور اس سے پرہیز کرنا جائز نہیں ہے، اور اسلام سے خارج جاننا تو کسی طرح بھی درست نہیں سخت خطرناک گناہ ہے مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے، ورنہ ایمان کا خطرہ ہے، کیونکہ مسلمانوں کو کافر سمجھنا کفر ہے، "ثم کون التوبة سبباً لغفران الذنوب وعدم المواخذة بها ممالاخلاف فیه بین الامة ولیس شیئاً یکون سبباً لغفر ان جمیع الذنوب الا التوبة ثم اذاتاب توبةً صحیحة صارت مقبولة غیر مردودة قطعاً من غیر شک وشبهة"(شرح فقہ اکبر،ص[2] ۱۹۳-۱۹۶)

(ج) اگر وہ پاکی کا اہتمام کرتا ہے اور کھانے وغیرہ کو نجاست سے پاک رکھتا ہے تو وہ پاک ہے بلا دلیل اس کو ناپاک کہنا درست نہیں، البتہ اس میں نجاست کا تیقن ہو تو اس کو ناپاک کہا جائے شک کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا "شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة"(اشباہ، ص ۵۵[3]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۸/۵۷ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۸۶/ قبیل سب الشیخین، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] شرح فقه اکبر ص ۱۹۳-۱۹۶، بیان اقسام التوبة مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] الاشباه والنظائر ص ۱۰۳، القاعدة الثالثة الیقین لا یزول بالشک وبیان مایتفرع علیها من الطهارات، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

دین اسلام ملائکہ کے ذریعہ کیوں نہیں پھیلایا جاتا؟

سوال:۔ دنیا میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ موجود ہیں، اور ہر ایک اپنے مذہب کو صحیح قرار دیتا ہے اور اپنے ہی مذہب کے بتلائے گئے اصولوں پر رہتا ہے، مذاہب اسلام کو تقریباً اسّی فیصد لوگ مذہب حق نہیں مانتے، اور ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کسی فرشتے کے ذریعہ یا کسی ولی اللہ کے ذریعہ مذہب اسلام کیوں نہیں پھیلاتا، اور شیطان کے دھوکہ سے معصوم لوگوں کو کیوں نہیں بچاتا، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ صرف کفار میں فرمایا کرتے تھے، مگر آج کل مسلمان ایسا نہیں کرتے، کیا ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، براہِ کرم بوضاحت جواب سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین اسلام کی تبلیغ مسلمانوں کے ذمہ ہے، فرشتوں کے ذمہ نہیں، اولیاء اللہ نے ہمیشہ دین اسلام کو پھیلایا ہے، اور ایک ولی اللہ کے ہاتھ پر ہزاروں آدمی مسلمان ہوئے، اور اب بھی اولیاء اللہ ہمیشہ کوشش میں لگے رہتے ہیں، شیطان کے دھوکہ سے بچانے کے لئے قرآن پاک اور حدیث شریف میں طریقے بتادیئے گئے، انکے ترجمے ہر زبان میں کردیئے گئے، جگہ جگہ مدارس قائم کردیئے گئے، کہ لوگ پڑھ کر شیطان کے دھوکہ سے بچنے کے طریقے معلوم کریں، چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کردی گئی ہیں، خانقاہیں قائم کردی گئی ہیں، جن میں اولیاء اللہ بیٹھ کر یہ سب کچھ کرتے ہیں، اگر کوئی شخص ان سب سے نفع نہ اٹھائے تو یہ خود انکا قصور ہے، دنیوی کاموں کے لئے محنت کرتے ہیں، مثلاً ایک سیر غلّہ پیدا کرنے کیلئے کھیتی کرتے ہیں، کتنی محنت کی جاتی ہے، وہاں یہ سوال نہیں ہوتا کہ فرشتے ہی آکر یہ سب کام کردیا کریں، اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ کا حال ہے، نہ کبھی مکان بنانے کے متعلق خیال ہوتا ہے کہ کوئی فرشتہ آکر تعمیر کردیا

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

کرے، پھر دین کی تبلیغ کے لئے یہ خیال کیوں ہوتا ہے؟ جس چیز کو آدمی پھیلانا چاہتا ہے اس کے لئے جماعت بناتا ہے، اس کا مرکز قائم کرتا ہے، اخبار نکالتا ہے، یا دوسرے اخبارات میں مضمون دیتا ہے، ہر جگہ اس کا پرچار کرتا ہے، اس پر محنت بھی کرتا ہے، روپیہ بھی خرچ کرتا ہے، اپنے دل ودماغ، زبان، عزت، اقتدار غرض ہر قوت کو خرچ کرتا ہے، یہ کبھی کوئی نہیں کہتا کہ فرشتہ آکر یہ کام کر جایا کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۹۰ھ

اخیر وقت کا اسلام

سوال:۔ مسلمان کے علاوہ جتنے انسان ہیں ان کے مرنے کے وقت فرشتے اس کے سامنے توحید وایمان کی باتیں سناتے ہیں، اگر وہ مان لے تو ایمان دار ہو کر مرتا ہے، اور اگر نہیں مانتا ہے تو کافر، یہ بات حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ بات حدیث کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، بلکہ اسکے خلاف دوسری چیز ثابت ہے، وہ یہ کہ مرتے وقت کا جب کہ برزخ کے احوال منکشف ہونے لگیں تو ایمان مقبول نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فلم یک ینفعهم ایمانهم لماراؤ بأ سنا (سوره مومن الاية/۸۵)

ترجمه:-سوان کو انکا یہ ایمان لانا نافع نہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا (بیان القرآن)

فی الحدیث ان اللّٰه یقبل توبة العبد مالم یغرغر ای فاذا غرغر وبلغت الروح الحنجرة وعایَنَ الملک فلاتوبة حینئذٍ. (تفسیر ابن کثیر ص۱۳۵/ج۴) واما ایمان الیأس فذهب اهل الحق انه لاینفع عند الغرغرة ولاعند معاینة عذاب الاستئصال. (شامی نعمانیه ص ۲۸۹/ج۳، باب المرتد، مطلب اجمعوا علی کفر فرعون)

:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

خاتمہ بالخیر

سوال:۔مرنے کے پہلے کسی نے گناہوں سے توبہ کرلی اور کلمہ پڑھ لیا اس کے بعد سے کوئی گناہ کا کام نہیں ہوا، بعد اس کے مرگیا، تو خاتمہ بالخیر ہوا یا نہیں؟ وہی کلمہ وغیرہ پڑھنا اخیر کا پڑھنا سمجھا جائے گا یا پھر کلمہ پڑھنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر ہے، اگر اس کلمہ کے بعد کوئی بات کرلی ہو تو پھر کلمہ پڑھ لے، غرض دنیا سے رخصت ہوتے وقت آخری بات کلمہ ہو تو بڑی فضیلت وسعادت کی چیز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایمان کے شکر میں ختم

سوال:۔اپنے ایمان کو تازہ اور مسلمان ہونے کے شکر پر اگر کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر یٰسین شریف یا قرآن شریف پڑھیں تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان کے شکریہ میں جمع ہو کر یٰسین شریف یا قرآن شریف کا ختم کرنا ثابت نہیں ایمان

---

[1] عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لاالہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۱۴۱/۱/ کتاب الجنائز، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کا آخری کلام ''لاالہ الا اللہ'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

D:\f.m.3\Kitabul Eman & Aqaid\ Islam Aor Eman

کا شکریہ تو یہ ہے کہ ایمان کے تقاضوں پر پختگی سے عمل کیا جائے، اور جو چیزیں ناجائز ہیں ان سے پورا پرہیز کیا جائے[1]، فی نفسہٖ قرآن پاک کی تلاوت یا سورۂ یٰسین کی تلاوت میں دینی ودُنیاوی منافع بہت ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۳/۶/۹۰ھ

---

[1] عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی قال قلت یارسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا اسأل عنه احدا بعدک قال قل امنت باللہ ثم استقم، مسلم شریف ص ۱۲ / ۱، باب جامع اوصاف الاسلام، مطبوعه دیوبند.

ترجمہ:- حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے لئے اسلام سے متعلق ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد کسی سے کچھ سوال کی ضرورت نہ پیش آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہو کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر اسی پر جم جاؤ۔ (یعنی اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو)

[2] ملاحظه هو مشکوة شریف ص ۱۸۳، فضائل قرآن. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

Final\A025.TIF not found.

فصل اوّل

کفرواعمال کفر

کفر کی تعریف

سوال:- امام شافعی رحمۃ اللہ کا تارکِ صلوٰۃ عمداً کے بارے میں کیا مذہب ہے؟ اگر کسی جگہ مطالعہ میں آیا ہو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا فتویٰ کفر پر ہے تو وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ کفر کی اصطلاحی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ کیا کفر میں دخول وعدم دخول کے بارے میں مراتب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شوافع کے نزدیک جو شخص عمداً بلا کسی عذر کے نماز ترک کردے اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور ان کے نزدیک وہ شخص کافر نہیں ہوتا۔

''من اخرج من المکلفین مکتوبة کسلاًولو جمعة وان قال اُصَلِّیُهَا ظهراً عن اوقاتها کلها قتل حداً لا کفرا(شرح منهج الطلاب علیٰ هامش شرحه

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

للجیری، ص ۴۹۳ ج ۱) اقول وَالجنة لایدخلها کافر فیه رَ دٌّعلیٰ من قال "اِنَّ تَرْکَ الصَّلٰوۃِ کفرٌ" وھو مذھب الامام احمد(شرح الجیری ص ۴۹۳ ج ۱)

حضور اکرم ﷺ جن ضروریات کے ساتھ مبعوث ہوئے اس کے انکار کو اصطلاحِ شرع میں کفر کہتے ہیں۔

الکفر لغة ستر النعمة واصله الکفر بالفتح وھو الستر ومنه قیل للزارع واللیل کافرو لکمام الثمرة کافورو فی الشرع انکار ما علم بالضرورة مجئ الرسول به وانما عد منه لبس الغیار وشد الزنار ونحوھما کفراً لانها تدل علی التکذیب فان من صدق رسول اللّٰه ﷺ لایجترئ علیها ظاھراً إلا إنها کفر فی انفسها (بیضاوی[1] سورہ بقرہ ص ۲۳) نفسِ کفر موجبِ دخولِ جہنم ہے۔اِنَّ اللّٰهَ لاَ یغفرُاَن یشرکَ بهٖ ویغفر مَا دون ذٰلکَ لِمن یشاءُ[2]... فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۸۸ھ

منافق کی تعریف

سوال:۔(۱) نصوصِ قرآنیہ (جو منافقین کی شان میں ہیں) کے متعلق کہنے والا کہ وہ منافقین جن کی شان میں یہ نصوص ہیں اب موجود نہیں۔اسلئے یہ متروک العمل والاستدلال

---

[1]..... بیضاوی شریف ص: ۲۳، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۶، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2]..... سورۂ نسا آیت: ۴۸.

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخشدینگے۔(بیان القرآن)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

ہیں۔شرعاً کہاں تک حق بجانب ہے؟

(۲) منافق کی شرعاً کیا تعریف ہے؟ اگر آج کل منافق موجد ہیں تو ان کے لئے کن نصوص سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایسے منافق اب بھی موجود ہیں[۱]، لیکن انقطاعِ وحی کے بعد منافق ہونے کا حکم لگانا دشوار ہے۔

(۲) جس کے باطن میں کفر ہو ظاہر میں اسلام وہ منافق ہے[۲]۔ مگر اس کی تعیین بس میں نہیں کہ ایسا کون ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

التزامِ کفر اور لزومِ کفر کی تعریف

سوال:- التزامِ کفر ولزومِ کفر کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لزومِ کفر کا حاصل تو یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا عقیدہ رکھے یا ایسا عمل اختیار کرے یا ایسی

---

[۱]..... عن حذیفة قال انما کان النفاق علی عهد النبی ﷺ فاما الیوم فانما هو الکفر بعد الایمان قال الحافظ والذی یظهر ان حذیفة لم یرد نفی الوقوع وانما اراد نفی النفاق الحکمی لان النفاق اظهار الایمان واخفاء الکفر وجود ذلک ممکن فی کل عصر (فتح الباری ص ۱۳/۷۴، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة ص ۱۴/۵۸۱، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافه، ارشاد الساری ص ۱۵/۶۱، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئا ثم اخرج فقال بخلافه، دارالکتب العلمیة بیروت)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

بات کہے جس سے کوئی کفر لازم آجائے (لیکن جب اس سے کہا جائے کہ یہ کفر لازم آگیا تو وہ اس کفر کو تسلیم نہ کرے بلکہ اس سے براءت کردے) التزامِ کفر یہ ہے کہ خود اس کفر کو تسلیم کرلے اس سے براءت نہ کرے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موجبات کفر اور تجدید ایمان

سوال:۔ احقر کے عریضہ (منسلک ہذا) ایک سوال کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کسی قول یا فعل کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہوجائے تو ایسے شخص کو تجدید ایمان کے ساتھ موجبات کفر سے براءت بھی ضروری ہے اس کی تصریح مطلوب ہے:

(۱) تجدید ایمان کا کیا مطلب ہے اور کیا طریقہ ہے؟

(۲) موجبات کفر سے کیا مراد ہے، اور وہ کیا کیا ہیں؟

(۳) اگر زکوٰۃ ادا کرچکا ہو تو کیا دوبارہ ادا کرنا ہوگا جب کہ استطاعت ہو؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ (النفاق الاعتقادی) الذی هو ابطان الکفر واظهار الاسلام (مرقاة ص۱۲۷/۱، باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعه نوریه دیوبند، بحر کوئٹه ص۲۱۲/۵، کتاب السیر، احکام المرتدین، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، شامی کراچی ص۲۴۱/۴، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی الفرق بین الزندیق والمنافق)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ والحاصل فی مسألة اللزوم والالتزام ان من لزم من رایه کفر لم یشعر به واذا وقف علیه انکر اللزوم وکان فی غیر الضروریات وکان اللزوم غیر بین فهو لیس بکافر وان سلّمَ اللزوم وقال ان اللازم لیس بکفر وکان عند التحقیق کفراً فهو اذن کافر (اکفار الملحدین ص۷۳، تحقیق ان لازم المذهب الصریح البین الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، راجع فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۲۲، کتبخانه رحیمیه دیوبند)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کلمہ شہادت زبان سے ادا کرے اور دل سے اس کی تصدیق کرے، جس چیز سے انکار کی بنا پر ایمان سے خارج ہو اس کا اقرار کرے، اگر اسلام سے خارج ہو کر مثلاً عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا تو اس سے بیزاری اور برأت کرے۔[۱]

(۲) وہ بہت ہیں، خدائے پاک کی ذات وصفات کا انکار، اسکی شان میں گستاخی کسی رسول کا انکار، اسکی شان میں گستاخی، خدائی کتاب کا انکار، اسکی شان میں گستاخی، عقیدۂ آخرت اور ملائکہ کا انکار وغیرہ وغیرہ، کتاب مالا بدمنہ میں ایسی بہت سی چیزیں لکھی ہیں۔[۲]

(۳) تجدید ایمان کے بعد سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ دوبارہ دینا لازم نہیں۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۷ھ

---

[۱] واسلامه یاتی بکلمات الشهادة ویتبرأ عن الادیان کلها سوی الاسلام وان تبرأ عما انتقل الیه کفی (عالمگیری، ج۲/ص۲۵۳/ کتاب السیر، الباب التاسع، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی، ج۷/ص۴۴۳/ قبیل نوع آخر فی تصرفات المرتد والمرتدة، مطبوعه ڈابهیل، الدرالمختار، علی الشامی زکریا، ج۶/ص ۳۶۱/ باب المرتد، مطلب مایشک انه ردة الخ)

[۲] ملاحظه هو مالابدمنه، ص ۱۲۹/ تا۱۴۳/ همه رنک کتاب گهردهلی.

"من استهزأ باللّٰه اوبملک من الملائکة اوبنبی من الانبیاء علیهم السلام اوبآیة من القرآن اوبفریضة من فرائض الدین .....فهو کافر (اکفار الملحدین ملخصاً، ص۶۴/مطبوعه سملک ڈابهیل، المحیط البرهانی، ص۴۱۷/ ج۷/ نوع آخر فیما یتعلق بامور الآخرة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، کتاب الشفاء، ج۲/ص۲۴۸/ فصل فی من سب سائر انبیاء اللّٰه تعالیٰ، مطبوعه بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کفرِ ابی جہل وکفر منافقین میں فرق

سوال:- کفر ابی جہل، کفر اہلِ کتاب، کفر منافقین اور کفرِ روافض کے درجات مختلف ہونے کی صورت میں ہر ایک کی تشریح اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کفر ابی جہل تو اصلی کفر ہے کہ ایمان کی اس کو ہوا بھی نہیں لگی نہ ایمان کا دعویٰ کیا، اخیر تک اپنے کفر کا مقر اور اس پر مُصِر رہا اور اسلام کے مقابلہ میں پوری طاقت صرف کر کے غزوۂ بدر میں قتل ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پہنچ گیا۔[1]

کفر اہلِ کتاب یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب پر ایمان کے مدعی ہیں اور اپنے دین کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ ان کی کتاب محرّف، اور انکا دین منسوخ ہے،[2] نیز اپنے پیغمبر کے لئے بھی ایسی باتیں مانتے ہیں جنکا ماننا درست نہیں (مثلاً پیغمبر کو خدا[3] یا خدا کا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ من ارتدثم اسلم وهو قد حج مرة فعليه ان يحج ثانياً وليس عليه اعادة الصلواة والزكوة والصيامات البحر الرائق، ج۵/ص۱۲۷/ كتاب السير، باب احكام المرتدين، مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان، الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۶/ص۳۹۷/ باب المرتد، مطلب لوتاب المرتد هل تعود حسناته، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... راجع لقتل ابى جهل حديث عبد الرحمن بن عوف (مشكوٰة شريف ص: ۳۵۱، ۳۵۲، باب قسمة الغنائم والغلول فيها، مكتبه ياسر نديم، بخارى شريف ص۵۶۵ ج۲، كتاب المغازى، باب قتل ابى جهل، مكتبه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص۱۱۰ ج۲، كتاب الجهاد، باب قتل ابى جهل، مكتبه رشيديه دهلى)

۲..... وان كان متدينا ببعض الاديان والكتب المنسوخة فهو الكتابى (اكفار الملحدين ص ۷۱، تحقيق التاويل فى الضروريات الدين لا يقبل، مطبوعه مجلس علمى سملک ڈابهيل الهند)

۳..... لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (سورۂ مائده آيت: ۷۲)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

بیٹا کہا[1])

پس ان کا کفر باوجود دعویٰ ایمان کے ایک تو اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے متعلق کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں دوسرے اس وجہ سے کہ وہ نبی آخر الزماں[2] ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ کفر کرتے ہیں[3] ان کا حکم بھی ابوجہل کے مثل آخرت کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ[4] (پارہ ۳۰)

منافقین ایمان کا دعویٰ کرتے اور کفر سے بالکل براءت ظاہر کرتے تھے۔ اِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ الآیۃ[5] رسالت، یوم آخرت سب ہی چیزوں پر ایمان کا اظہار کرتے تھے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْآخِرِ الآیۃ[6]. مگر انکا یہ صرف زبانی

---

[1]..... وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن ذلک قولھم بافواھھم، (سورۃ التوبۃ الآیۃ: ۳۰)

[2]..... فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَاعَرَفُوْیعنی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم کفروا بہ (ملخصاً تفسیر مظھری ص ۹۵، ج ۱، سورۂ بقرہ تحت ایت: ۸۹، طبع فی مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[3]..... ولما جاء ھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لایعلمون (البقرۃ الآیۃ: ۱۰۱)

[4]..... سورۃ البینۃ الآیۃ: ۶، **ترجمہ**:- بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

[5]..... سورۃ المنافقون الآیۃ: ۱،

ترجمہ:- جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔

[6]..... سورۃ البقرۃ الآیۃ: ۸،

ترجمہ:- اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

دعویٰ تھا دل میں ایمان نہیں تھا دھوکہ دینے کیلئے دعویٰ کرتے تھے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الآيَةَ[1]. يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ الآيَةَ[2]. ان کا حکم قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ الآيَةَ[3].

روافض کے متعدد فرقے ہیں بعض کہتے ہیں نبی آخر الزماں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی سے وحی حضور ﷺ کے پاس پہنچادی تھی[4]،

بعض قرآن کریم میں تحریف کا عقیدہ رکھتے ہیں[5]، بعض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان[6] لگاتے ہیں بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں[7] بعض ان کی تفسیق

---

[1]..... سورة البقرة الآية: ۹، **ترجمہ**:- حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں بلکہ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔

[2]..... سورۂ آل عمران الآية:۱۶۷،

ترجمہ:- یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔

[3]..... سورۂ نساء الآية:۱۴۵، **ترجمہ**:- بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائینگے۔

[4]..... وقولهم ..... ان اللّٰه عزوجل بعث جبريل عليه السلام بالوحى الى على فغلط جبريل بمحمدٍ (الملل والنحل ص۱۸۳ ج۴، مطبوعه دارالمعرفة بيروت. عالمگيرى ص۲۶۴، ج۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها مايتعلق بالانبياء الخ، مطبوعه كوئٹه پاكستان، شامى كراچى ص۲۳۷/۴و۲۶۳/۴، باب البغاة.

[5]..... ومن قول الامامية كلها قديماً وحديثا ان القرآن مبدل زيد فيه ماليس منه ونقص منه كثير وبدل منه كثير (الملل والنحل ص۱۸۲ ج۴، ذكر شنع الشيعة، دارا المعرفة بيروت)

[6]..... ونسب للشيعة قذف عائشة رضى اللّٰه عنها بما برأها اللّٰهُ تعالى منه (روح المعانى ص ۱۸۰، ج۱۰، مطبوعه دار الفكر، بيروت سورة النور تحت الآية:۱۶، (شرح فقه اكبر ص۱۳۴، مكتبه مجتبائى دهلى. شامى كراچى ص:۲۳۷/۴، باب المرتد، مطلب فى سب الشيخين، شامى كراچى ص:۲۶۳، باب البغاة، مطلب لاعبرة بغير الفقهاء.

[7]..... تحفة اثنا عشريه ص ۳۸۹ ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلى وطلحة وزبير وعائشة رضى الله عنهم (عالمگيرى ص۲۶۴ ج۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بالانبياء الخ، مطبوعه كوئٹه)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ[۱]، ان میں سے جو فرقے نصوصِ قطعیہ کے منکر ہیں انکا حکم فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے[۲]۔ **احکامھم احکام المرتدین** ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں اور جو فرقے نصوصِ قطعیہ کے منکر نہیں ان پر کفر کا حکم لگانے سے کفِ لسان کا حکم ہے[۳]۔ **کذا فی ردالمحتار**[۴]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حکم شرع کا انکار

سوال:- زید سے کہا گیا کہ طلاق کی عدت کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے تمہاری مطلقہ کا اگر تم نے طلاق دی، تو کہا میں نہیں دینے کا، اسکے ماں باپ جنہوں نے روک رکھا ہے وہی عدت میں کھلاوینگے پھر زید سے کہا اگر ایسا موقعہ طلاق کا آیا تو وہ عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے معاف کردے مگر لڑکی تمہاری دختر ہے آٹھ نو ماہ کی ہے اسکا حق حضانت اسکا نفقہ تو شرعاً تمہارے ذمہ واجب ہے اسکے جواب میں زید نے کہا میں نہیں دوں گا پھر اس سے کہا گیا شرع شریف کا حکم ہے اسنے کہا میں نہیں دینے کا، اس سے کہا گیا کہ اسطرح شرع شریف کے حکم کو ٹھکرانا اور توہین کرنا ہے اس سے ایمان جاتا رہتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے علماء

۱..... من انتخب للخلافة قبله ای علی فهو ظالم او کافر ومن خالفه فی الرأی فهو ظالم او کافر اوفاسق (الخطوط العریفه ص ۵۰)

۲..... (عالمگیری ص ۲۶۴ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، کوئٹه پاکستان.

۳..... اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لاَ تُکَفِّرُهُ بِذَنْبٍ وَلاَ تُخْرِجُهُ عَنِ الْاِسْلَامِ الحدیث(مشکوة ص ۱۷.۱۸، ج، ۱ باب الکبائر، مکتبه یاسر ندیم)

۴..... فی المحیط ان بعض الفقهاء لا یکفر احداً من اهل البدع (شامی ص ۲۶۲، ج۴، باب البغاة، ایچ ایم سعید کراچی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

سے اسکے بارے میں فتویٰ لیا جائے، تو کہا مجھے فتویٰ کی پرواہ نہیں، زید کے متعلق حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنا سخت گناہ اور بہت خطرناک ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے پر تکفیر فرمائی ہے اسلئے زید کو اس سے توبہ واجب ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینی چاہئے" واذاقال الرجل لغیره حکم الشرع فی هٰذه الحادثة کذا فقال ذٰلک الغیر " من برسم کار کنم نه بشرع" یکفر عند بعض المشایخ رجل عرض علیه خصمه فتویٰ الائمة فردهاو قال چه بارنامه فتویٰ آوردهٔ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع وکذا لولم یقل شیئاً لکن القیٰ الفتویٰ علی الارض وقال ایں چه شرع است کفر اذا جاء احد الخصَمین الیٰ صاحبه بفتو یٰ الائمة فقال صاحبه لیس کما افتوا او قال لا نعمل بهٰذا کان علیه التعزیر[1] ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط[2] اور محض اس کہنے سے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح درست نہیں حکم مذکور احتیاطی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/ربیع الثانی ۵۷ھ

---

[1]..... (عالمگیری ص ۲۷۲ ج ۲، مطبوعه کوئٹه پاکستان، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ما یتعلق بالعلم و العلماء، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۱، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۳۸، کتاب الفاظ تکون اسلاماً او کفراً، الثامن فی الاستخفاف بالعلم. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

جو شخص نماز کے لئے اٹھنے سے انکار کرے اس کا حکم

سوال:- زید کو نماز کیلئے اٹھایا گیا کہ وقت ہو گیا نماز کو نہیں جاؤ گے تو اس کو ناگوار معلوم ہوا چونکہ وہ سو رہا تھا اس حالت میں اس نے کہہ دیا کہ نہیں جاؤں گا، تو اس صورت میں تجدیدِ ایمان کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یا تجدیدِ نکاح کی بھی ضرورت پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی صورت میں تجدیدِ ایمان ونکاح کی ضرورت نہیں[1] توبہ واستغفار کرتا رہے کیونکہ اس کا مقصد فرضیتِ نماز سے انکار نہیں بلکہ اس وقت اٹھنے سے انکار ہے یعنی کچھ دیر میں نیند پوری ہونے پر پڑھوں گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، قبیل الباب العاشر فی البغاۃ، مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملۃ من لا یقتل اذا ارتد.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم (عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاۃ. تاتارخانیہ کراچی ص: ۵/۴۵۸، فصل فی اجراء کلمۃ الکفر.

۲ قول الرجل لا اصلی یحتمل اربعۃ اوجہ احدھا لا اصلی لانی صلیت والثانی لااصلی بامرک فقد امرنی بھا ھو خیر منک والثالث لا اصلی فسقا مجانۃ فھٰذہ الثلاث لیست بکفر الخ، عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بالصلوۃ والصوم الخ، مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، المحیط البرھانی ص: ۷/۴۱۴، الفصل الثانی والاربعون، فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوۃ الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل. مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۸، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

تارکِ صلوٰۃ کا حکم

سوال: -تارک الصلوٰۃ عمداً یا استخفافاً کی عورت مطلقہ ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً

تارک الصلوٰۃ عمداً فاسق وفاجر ہے[1]، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کافر نہیں اور تارک الصلوٰۃ استخفافاً کافر ہے[2] نماز تو فرض عین اور ام العبادات ہے اگر کسی فعل مسنون کی بھی من حیث السنۃ اہانت کرے تو کافر ہوجاتا ہے اور اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور تجدید نکاح اور تجدید ایمان نہ کرے تو آئندہ کو اولاد حرامی ہوگی۔[3]

لوقال لا خراقلم الاظفار فانه سنة النبی علیه الصلوٰة والسلام فقال الرجل لا افعل ذٰلک وان کان سنة یکفر الی ان قال لانه استخف بالسنة

---

[1] وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلاً فاسق. درمختار برحاشیه شامی نعمانیه، ج ۱/ ص ۲۳۵/ کتاب الصلوٰة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص: ۱۰۳/۱، کتاب الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۱۳۹، کتاب الصلاة.

[2] من قال لا اصلی جحودا او استخفافا او علی انه لم یومر او لیس بواجب فلا شک انه کفر فی الکل، (شرح فقه اکبر ص: ۲۰۹، یقول صاحب الطعام لمن حضر بسم الله، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[3] ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا، (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل اذا ارتد، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

خلاصۃ[1] ص ۳۸۶ ج ۴، وارتد اداحدھما (ای الزوجین) فسخ عاجل در مختار[2] ص ۲/۶۴۳.. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ عفی عنہ

منکر نماز کا حکم

سوال:- زید اس شخص کے جواب میں جو اسکو کہتا ہے کہ نماز پڑھ کیوں کہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے ہم نہیں جانتے کہ کون خدا کون رسول دنیا تو ایک سائنس ہے جس میں چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور جاتی رہتی ہیں نماز نہیں پڑھتا اور نہ روزہ رکھتا، داڑھی منڈاتا ہے شراب پیتا ہے ہندہ (اس کی زوجہ) جو مسلمان صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے الفاظ کہنا سخت گناہ ہے فقہاء نے ایسے الفاظ کہنے والے کی تکفیر کی ہے نیز یہ عقیدہ مسلمانوں کا نہیں بلکہ کفار ودہریوں کا عقیدہ ہے لہٰذا زید کو بہت جلد صدق دل سے توبہ کرنا ضروری اور فرض ہے اور تجدید نکاح بھی کرنی چاہئے۔ فی[3] البحر ص ۱۲۲ ج ۵، ویکون

---

[1] خلاصة الفتاوى ص: ۴/۳۸۶، كتاب الفاظ الكفر، الجنس الثالث فيما يقال فى الانبياء، مطبوعه نول كشور لكهنئو، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص: ۷/۴۱۰، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

[2] الدرالمختار على الشامى زكريا ص: ۴/۳۶۶، باب نكاح الكافر، مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۶، باب نكاح الكافر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3] البحر الرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۲، باب احكام المرتدين، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۸، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. تاتارخانيه كراچى ص: ۵/۴۹۳، فصل فيما يتعلق بالصلوة والزكوة الخ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الکفر بقول المریض لا اصلی ابداً جواباً لمن قال له صل وقیل لا و کذا قوله لا اصلی حین امربها وقیل انما یکفر اذا قصد نفی الوجوب وفیه وبترک الصلوٰة متعمداً غیرناو للقضاء وغیر خائف من العقاب وفی العالمگیریة[1] ما کان فی کونه کفرااختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح و بالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط. فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۸/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۵۲ھ

کیا نماز دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنا ہے

سوال:- خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک مرشد صاحب رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز کیا ہے؟ جو آدمی دن رات محنت مزدوری کرتا ہے اور دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرتا ہے کیا یہ نماز نہیں ہے ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے قبر پر سجدہ کرایا میں قسم کھاتا ہوں کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اندر ہی اندر اللہ سے ڈرتا رہا اپنی غلطی سے بے حد نادم ہوں یہ شخص کوئی عالم و فاضل نہیں ہیں بلکہ پہلے زندگی ایک فلمی ہیرو کی طرح گزاری اور اب پیر بن گئے ہیں حضرت والا مجھے سچی توبہ کا راستہ بتلا دیجئے تاکہ گمراہی سے بچوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مرشد کے آپ نے حالات لکھے ہیں وہ ہدایت کے مرشد نہیں بلکہ ضلالت کے

---

[1] (عالمگیری ص:۲۸۳، ج:۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

مرشد ہیں، یعنی ہدایت کے راستہ سے ہٹا کر گمراہ کرنے والے ہیں، ان کا کام جنت کے راستہ پر چلانا نہیں، بلکہ دوزخ کے راستہ پر چلانا ہے، آپ کے استاذ نے قبر پر سجدہ وطواف وغیرہ کیا تو وہ بھی غلط طریقہ اختیار کیا، تعلیماتِ اسلام کے خلاف کیا[1] ان کی نیت کا حال ہم نہیں جانتے، صراحۃً یہ ضرور شرک ہے[2]، دوسرے دیکھنے والے بھی اس سے گمراہ ہوں گے، آپ نے بھی سخت غلطی کی، معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق**[3]. آپ اپنی نیت کی وجہ سے شرکِ حقیقی سے اگرچہ بچ گئے، لیکن قبر کو سجدہ کرنا بھی صورۃً شرک ہوا، دیکھنے والوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ نے قبر کو سجدہ کیا ہے، مٹی پر مصلّٰی بچھا کر خدا کو سجدہ نہیں کیا، نہ اس مقصد کیلئے ان گمراہ مرشد نے آپ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا تھا، بہر حال سخت معصیت کا صدور ہوا، سچے دل سے توبہ کیجئے، استغفار پڑھئے، اور صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں نے قبر کو سجدہ نہیں کیا نہ قبر کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا ہوں، بلکہ قبر کو سجدہ کرنا معصیت اور شرک سمجھتا ہوں گمراہ مرشد کے کہنے سے جو صورت پیش آئی اس سے توبہ کرتا ہوں توبہ کی تکمیل کیلئے کچھ صدقہ بھی دیجئے کچھ روزے بھی رکھ لیجئے تاکہ آئندہ ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو سچی توبہ سے اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ معاف فرما دیتے ہیں' **لقوله تعالیٰ**

---

[1] **لایجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها الخ (التفسیر المظهری ص ۶۵ ج ۲، سورۂ آل عمران تحت آیت: ۶۴، مکتبه رشیدیه کوئٹه پاکستان.**

[2] **العوام والجهلة من اهل الزمان ..... یذهبون الی القبور والآثار ویرتکبون انواعاً من الشرک (الفوز الکبیر ملخصاً ص ۲۴، نموذج المشرکین، مکتبه حجاز دیوبند.**

[3] **عن النواس بن سمعان مرفوعاً.....رواه فی شرح السُنَّةِ (مشکوٰة المصابیح ص ۳۲۱ ج ۲، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، مطبع یاسر ندیم دیوبند)**

ترجمہ:.....اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

اِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ الآیۃ[1] امید ہے کہ اسکو بھی معاف فرمائینگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۰ھ

منکر نماز جنازہ

سوال:- ایک شخص نے اپنی تمام زندگی سرنگوں نہیں کیا یعنی لڑکپن سے لیکر حالت پیری تک نماز نہیں پڑھی اس کی موت آنے کے ایک سال قبل کسی شخص نے اس کو برائے نماز تلقین کی اسکے جواب میں شخص مذکور نے یہ کہا تھا کہ ہمیں نماز کیلئے ہدایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ ہم نہیں پڑھتے اور نماز (عیاذاً باللہ) کوئی چیز نہیں ہے تو آیا یہ کفر حکمی ہے یا حقیقی؟ اگر اس کے کفر کی بناء پر کسی نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی تو آیا اس کے اوپر شریعت کیا کہتی ہے؟ اگر یہ کفر حکمی ہے تو ''مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّداً فَجَزَاءُہٗ جَھَنَّمَ، مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ'' ان دونوں حدیثوں کی کیا مراد ہے؟ اور تیسری حدیث اَلصَّلوٰۃُ عِمَادُ الدِّیْن الخ اسکی کیا مراد ہے؟ اس شخص نے ایک سال پورا ہونے پر انتقال کیا مگر نہ اس نے توبہ کی اور نہ نماز پڑھی تو اس قسم کے آدمی کو مسلمان کہلوانا کیسا ہے؟ اور اگر کسی نے ضداً اسکی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟ مرض وغیرہ کچھ نہیں صحیح سالم بالکل تندرست تھا عمر تقریباً سو سال کی ہوئی تھی اور کوئی وجہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور تارک فاسق ہے اگر مقتدا شخص مذکور کی نماز جنازہ نہ پڑھے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو تو شرعاً وہ قابل ملامت نہیں لیکن تکفیر مسلم میں جلدی نہیں کرنا چاہئے جب تک اس کے کلام کیلئے صحیح محمل نکل سکے

---

[1] سورۃ طٰہٰ الآیۃ ۸۲.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

جانبِ کفر کو اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

''ھی فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحدھا لثبوتھا بدلیل قطعی وتارکھا عمداً مجانۃ ای تکاسلاً فاسق اھ در مختار[۱]۔

لو قال لمریض صل فقال واللّٰہ لا اصلی ابداً ولم یصل حتی مات یکفر وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعۃ اوجہ احدھا لا اصلی لانی صلیت والثانی لا اصلی بامرک فقد امرنی بھا من ھو خیر منک والثالث لا اصلی فسقاً مجانۃً فھٰذہ الثلاثۃ لیست بکفر والرابع لا اصلی اذ لیس یجب علی الصلوٰۃ ولم او مر بھا یکفر ولو اطلق وقال لا اصلی لا یکفر لاحتمال ھٰذہ الوجوہ اھ عالمگیری[۲]۔ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجہ کذا فی الخلاصۃ وفی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ کذا فی البحر الرائق ثم ان کان نیۃ القائل الوجہ الذی یوجب التکفیر لا تنفعہ فتوی المفتی ویؤمر بالتوبۃ والرجوع عن ذالک وبتجدید النکاح بینہ و بین امرأتہ کذا فی المحیطاھ ھندیہ[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۶۷ھ

---

[۱] (درمختار علی ھامش الشامی ص ۳۵۱-۳۵۲/۱، کراچی پاکستان، اول کتاب الصلاۃ، عنایۃ علی فتح القدیر ص:۲۱۷/۱، کتاب الصلوۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲] (عالمگیری ص۲۶۸ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بالصلوۃ والصوم الخ، مکتبہ کوئٹہ پاکستان، مجمع الانھر ص:۵۰۸/۲، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. المحیط البرھانی ص:۴۱۳، ۴۱۴/۷، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوۃ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم

سوال:- مولانا بی اے منشی فاضل صاحب فرماتے ہیں نماز عبادت نہیں اگر نماز عبادت نہیں تو آپ صاحبان تحریر فرماویں تو کیا عبادت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز بہت بڑی عبادت بلکہ ام العبادات ہے، اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے ان میں سے نماز بہت بڑا رکن ہے۔

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. مشکوٰة شریف ص ۱۲[۱]"

وفی حدیث طویل عن معاذ رضی الله عنه ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ برأس الاَمْرِ وَعَمودِهٖ وَذُروَةِ سِنَامِه قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰه قَالَ رَأسُ الْاَمْرِ الاِسْلَامُ وَعَمُودُهُ اَلصَّلٰوةُ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مکتبه کوئٹه پاکستان، تاتارخانیه کراچی ص: ۴۵۸، ۵/۴۶۱، کتاب احکام المرتدین، فصل فی اجراء کلمة الکفر، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۷، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

(حاشیہ صفحہ هذا) [۱] مشکوة شریف ص: ۱۲، کتاب الایمان، الفصل الاول، بخاری شریف ص: ۱/۶، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس، مسلم شریف ص: ۱/۳۲، کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی...

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

وَذُروۃُ سِنَامِہِ اَلْجِھَاد. الخ مشکوٰۃ شریف ص ۱۴[1]

نماز کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اسکے ساتھ استہزا کفر ہے اس کا تارک فاسق ہے[2] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۶ رمحرم ۵۶ھ

غیبت کے غیبت ہونے سے انکار

سوال: - ایک نائی غیبت کر رہا تھا اس کو منع کیا گیا اس نے کہا یہ غیبت نہیں ہے یہ باتیں اس میں موجود ہیں اس کو سمجھایا گیا کہ موجود ہے تو غیبت ہے نہ ہوتی تو تہمت ہے آیا یہ شخص توبہ کرلے اور پھر سے اپنی بیوی سے نکاح پڑھوائے یا ضرورت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ردالمحتار میں علامہ شامی نے ایسے شخص پر بہت سخت حکم لکھا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ

---

[1] مشکوۃ شریف ص: ۱۴، کتاب الایمان، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ :- حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں دین کی بنیاد اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی پر تیری رہنمائی نہ کروں میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا دین کی بنیاد اسلام اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

[2] هی فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحدها لثبوتها بدلیل قطعی وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق (درمختار علی هامش الشامی ص ۳۵۱-۳۵۲ ج ۱، اول کتاب الصلاۃ، مطبوعه کراچی پاکستان، مجمع الانهر ص: ۱۰۳/۱، کتاب الصلوۃ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. عنایه علی فتح القدیر ص: ۲۱۷/۱، کتاب الصلوۃ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا امر کیا جائے[1]، بہتر یہ ہے کہ اس نائی کو بزرگ عالم کی طرف متوجہ کیا جائے[2] کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرے ان کی صحبت ونصیحت سے امید ہے کہ اصلاح ہوگی محض فتوی سے اصلاح کی توقع اس وقت ہے جبکہ قلب میں تقویٰ اور خشیت ہو اور تقویٰ بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے جب احکامِ شرع کا احترام دل میں پیدا ہو جائے تو فتویٰ کا بھی اثر ہوتا ہے غیبت کا مرض تو بہت عام ہے نائی کی کیا خصوصیت ہے اسمیں تو پڑھے لکھے اونچے لوگ بھی بکثرت مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ بھی رحم فرمائے آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۴ھ

کسی پر الزام لگا کر انکار کرنا

سوال:- ایک قاضی جو سرکاری مدرس بھی ہے، چند آدمیوں کی موجودگی میں شہر کے ذمہ دار حضرات پر اپنا اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقت صفائی انہیں آدمیوں کی موجودگی میں جن سے اس نے یہ بات کہی تھی، حلف کی رو سے انکار کر دیتا ہے، دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے

---

[1] الغيبة على اربعة اوجه فى وجه هى كفر بان قيل له لا تغتب فيقول ليس هذا غيبةً لانى صادق فيه فقد استحل ما حرم بالادلة القطعية وهو كفر (شامى ص ۴۰۹ ج ۶، باب البيع، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه كراچى، تنبيه الغافلين للفقيه ابى الليث ص: ۹۳، باب الغيبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] خالطوهم اى مع الصادقين لتكونوا مثلهم فكل قرين بالمقارن يقتدى (روح المعانى ص ۵۶ ج ۱۱، مطبوعه مصطفائيه ديوبند، معارف القرآن ص ۴۸۵ ج ۴، پاره گياره سورۂ توبه ركوع ۳/

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

ہیں کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں یہ بات ایسے کہی ہے، اس صورت میں شرعی نقطۂ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلا تحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اسکی صفائی اور تحقیق لازم ہے، جسکے متعلق غلط بات کہی ہو، اس سے صفائی کر لی جائے، کہ فلاں وجہ سے اسکی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی، اسلئے معذرت خواہ ہوں جھوٹ بولنا، جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اسکو شرک کے قریب کہا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۱ھ

احیاء موتی معجزۂ عیسیٰ علیہ السلام ہے اس کا انکار کفر ہے

سوال:- ایک امام صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک مردہ کو زندہ فرماتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں فرماتے تھے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الکَبَائِرُ الاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الغَمُوس (مشکوۃ شریف، ص۱۷/باب الکبائر، بخاری شریف س:۸۸۴، ج۲، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسند احمد ص: ۲/۲۰۱، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

ترجمہ :- کبیرہ گناہوں میں سے خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً!

احیاءِ موتیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے جو کہ باذنہٖ تعالیٰ تھا اور قرآن کریم میں موجود ہے اگر علم کے باوجود کوئی شخص اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے انکار کیا ہے تو وہ ایمان سے خارج ہے ہرگز امامت کا اہل نہیں جب تک توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح نہ کرلے کیوں کہ قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے[1]، اُحْیِ الْمَوْتیٰ بِاِذْنِ اللّٰہِ (الآیۃ[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۴ھ

سید ہونے کی وجہ سے حرام کو حلال سمجھنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک سید ہے، اس نے ایک دن کہا کہ میں سید ہوں ہم شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں حرام بھی ہمارے لئے جائز ہے اور ہمارے نانا یعنی حضور ﷺ ہماری شفاعت کردیں گے لہٰذا آپ کو میرے حق میں کوئی بات کہنے کی گنجائش نہیں تو کیا اس قسم کے الفاظ بولنے سے یہ آدمی کافر ہوگیا یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا اور شراب کی حرمت ضروریاتِ دین میں سے ہے اسکا انکار کرنے سے ایمان

---

[1] اذا انکر الرجل آیة من القرآن ..... کفر (عالمگیری ص ۲۶۶ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالقرآن الخ، مطبوعه کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۱۱، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یتعلق بالقرآن، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] سورة آل عمران الآیة: ۴۹.

ترجمہ:- اور اللہ کی اجازت سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں،

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

سلامت نہیں رہتا کذا فی اکفار الملحدین[1] اس لئے ان سید صاحب کو ایسا کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنا ہے سید ہونے کی حیثیت سے تو ان کو زیادہ طاعت لازم ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرمایا ہے کہ مجھ سے کچھ روپیہ پیسہ لینا ہو تو لے لو مگر اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ نبی کی بیٹی ہوں[2] آخرت میں اپنا عمل ہی کام آئیگا پھر کسی اور کی کیا مجال ہے کہ سید ہونے پر گھمنڈ کر کے بے مہار ہو جائے، اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے لگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حرام کو حلال سمجھنا

سوال:- ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فعلِ حرام کو حرام سمجھ کر کرے تو کافر نہیں ہوتا اس گناہِ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ضرور ہو جاتا ہے مگر کسی فعلِ حرام کو حلال سمجھ کر مرتکب ہو تو وہ مرتکب کافر ہے کیا ہمارا یہ عقیدہ صحیح ہے۔

---

[1] فیکفر اذا قال الخمر لیس بحرام (اکفار الملحدین ص ۵۰، تحقیق تحریم الحلال وتحلیل الحرام، مطبع سملک ڈابھیل، المحیط البرھانی ص: ۷/۴۱۹، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین واحکامھم، نوع آخر فیما یتعلق بالحلال والحرام، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل شرح فقہ اکبر ص: ۱۸۶، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[2] ..... عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ مرفوعاً یَافَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِی مَا شِئْتِ مِن مَالِی لاَ اُغْنِی عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۰، باب الانذار والتحذیر، الفصل الاول، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص: ۲/۷۰۲، کتاب التفسیر سورۃ الشعراء، باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین.

ترجمہ:- اے فاطمہ بنت محمد ﷺ مانگ لے مجھ سے میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہتی ہے میں تجھکو اللہ کی طرف سے کسی چیز کا فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً:

فعلِ حرام کو حرام سمجھ کر غلبۂ شہوت یا سستی وغیرہ کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان کرے تو وہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک حکم شریعت کا استخفاف نہ پایا جائے، **والکبیرة لا تخرج العبد المومن من الایمان ولا تدخله فی الکفر شرح عقائد**[1] ۸۲، اگر حرام لعینہ کو جس کی حرمت قطعی ہو حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائیگا، **والاصل ان من اعتقد الحرام حلالاً فان کان حراماً لغیره کمال الغیر لا یکفر، وان کان لعینه فان کان دلیله قطعیا کفر والا فلا، بحر**[2] ص۱۲۲ ج۵/۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ صحیح: سعید احمد مدرس مظاہر علوم ۱۶ ج ۲ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ج ۲ ۵۲ھ

حرام کو حلال سمجھنا

سوال:- سائل کی منکوحہ کو زید نے اپنی خواہشات وحرام کاری کیلئے اغوا کرلیا اور سائل کے حقِ نکاح کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا نکاح باطل کر کے اپنے آپ کو مسلمان خیال کرتا ہے اور میری عورت کو جو اس پر حرام ہے حلال سمجھتا ہے، کیا ایسے شخص کی امامت، ذبح، شہادت، وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوا کہ نہیں؟ مسلمان ایسے شخص سے ترکِ موالات کریں یا نہیں اور جو شخص ایسے شخص سے ترکِ تعلق نہ کرے اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

[1] شرح عقائد ص: ۱۰۶، ۱۰۸، مبحث الکبیرة، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

[2] البحر الرائق ص: ۱۲۲/۵، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانتے بوجھتے منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے[۱]، اوراس سے مباشرت کرنا زنا ہے اگر سزائے زنا کی شرائط موجود ہوں تو اس پر حد زنا جاری کی جائے[۲]، فوراً دونوں میں جدائی لازم ہے جب تک جدائی کر کے سچی توبہ نہ کرے ایسے شخص کو امام ہرگز نہ بنایا جائے[۳] ایسے شخص کی شہادت بھی قبول نہیں[۳] مگر اسپر کفر کا حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے، ارتکاب حرام سے مطلقاً آدمی کافر نہیں[۵] ہوتا بلکہ حرام لعینہٖ کو حلال اعتقاد کرنے سے کافر ہوتا ہے جبکہ حرمت نص قطعی سے ثابت ہو کذافی شرح العقائد[۶] وشرح الفقہ الاکبر[۷] والطحطاوی علی مراقی الفلاح[۸]

---

۱ لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره (عالمگیری ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص: ۳۶۶/۱، کتاب النکاح، باب فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص: ۳/۴، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة الخ.

۲ ورکنه ای الحداقامة الامام او نائبه فی الاقامة (عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲، کتاب الحدود، مطبوعه کوئٹه پاکستان)

۳ لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق وکراهة تقدیمه کراهة تحریم (شامی ملخصاً ص ۵۶۰ ج ۱، باب الامامة، طبع کراچی)

۴ لا تقبل شهادة من یاتی باباً من الکبائر التی یتعلق بها الحد (عالمگیری ص ۴۶۶، ج ۳، الفصل الثانی لاتقبل شهادته لفسقه)

۵ والکبیرة لا تخرج العبد المومن من الایمان ولا تدخله فی الکفر (شرح عقائد ص ۸۲، مبحث الکبیرة، مکتبه امدادیه دیوبند)

۶ والاستحلال ای استحلال المعصیة کفر (شرح عقائد ص ۸۳، الاستحلال کفر، مکتبه امدادیه دیوبند)

۷ (شرح فقه اکبر ص ۱۹۹، مکتبه مجتبائی دهلی)

۸ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۰، باب الحیض والنفاس الخ، مطبوعه مصر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

اگر بغیر قطعِ تعلق کے اصلاح نہ ہو سکے تو قطعِ تعلق کرایا جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۳/۵/۸۸ھ

حلال کو حرام سمجھنا

سوال:- ایک امام صاحب حلال کو حرام کہتے ہیں اور حرام کو بھی حلال کہتے ہیں، تو اس کی اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شئ حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص سے ثابت ہو اس کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے اسی طرح اس کے عکس کا حکم ہے اگر اس شئ کی حرمت لعینہ نہیں یا قطعی الثبوت نہیں یا قطعی الدلالت نہیں تو اس کا حلال سمجھنا کفر نہیں بلکہ فسق ہے بہر دوصورت جس امام کی یہ حالت ہو وہ امامت کے لائق نہیں[۲] اس کا امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے پابندِ شرع اور اہلِ حق کو امام مقرر کرنا چاہئے۔[۳]

---

[۱] نهى رسول الله ﷺ ايها الثلاثه) هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم ص۹۸ ج۷، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير دمشق بيروت)

[۲] لا ينبغى ان يقتدى بالفاسق ..... وكراهة تقديمه كراهة تحريم (شامى ملخصاً ص۵۶۰ ج ۱، باب الامامة، مطبوعه كراچى)

[۳] والاحق بالامامة الا علم باحكام الصلوٰة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (درمختار على هامش الشامى ص۵۵۷ ج ۱، باب الامامة، كراچى پاكستا ن)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

''من اعتقد الحلال حراما او علی القلب یکفر اذا کان حراماً لعینه وثبت حرمته بدلیل قطعی اما اذا کان حراماً لغیره بدلیل قطعی او حراما لعینه بخبر الآحاد لا یکفر اذا اعتقده حلالاً اھ طحطاوی[1] ص ۷۴/''

''من اعتقد الحرام حلالاً او علی القلب یکفر اما لو قال لحرام هذا حلال لترویج السلعة او بحکم الجهل لا یکون کفراً وفی الاعتقاد هذا اذا کان حراماً لعینه وهو یعتقده حلالاً حتی یکون کفراً اما اذا کان حراماً لغیره فلا وفیما اذا کان حراما لعینه انما یکفر اذا کانت الحرمة ثابتة بدلیل مقطوع به اما اذا کانت باخبار الآحاد فلا یکفر اھ'' (کذا فی الخلاصة فتاویٰ[2] عالمگیری ص ۲۷۲ ج ۲)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۶۱ھ

ابلیس کا انکار سجدہ کرنے سے

سوال: - خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص کہتا ہے کہ ابلیس نے جو سجدہ نہ کیا بہت اچھا کیا، خدا نے سجدہ کا حکم دیکر غلطی کی، ایسے لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۰، باب الحیض والنفاس والاستحاضة، مطبوعه مصر)

[2] عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالحلال والحرام، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۱، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، خلاصة الفتاوی ص: ۴/۳۸۴، کتاب الفاظ الکفر، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدم علیہ السلام اور سجدہ اور ابلیس کا یہ واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے[۱] یہاں مقصود یہ نہیں تھا کہ آدم علیہ السلام کو معبود قرار دیا جائے[۲] کیوں کہ یہ تو شرک ہے اور شرک کی مخالفت خود اللہ پاک نے فرمائی ہے[۳] پھر اللہ پاک اس کا حکم کیوں دیتے، ابلیس کا انکار اللہ کے حکم کا انکار تھا جس کی وجہ سے وہ ملعون اور جہنمی ہوا، اللہ پاک کے متعلق غلط حکم دینے کا قول انتہائی خطرناک ہے اس سے ایمان درست نہیں[۴] رہتا عوام کو ایسے مسائل میں گفتگو کرنے کا حق ہرگز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ واذ قلنا للملئكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين، سورۂ بقر الآية: ۳۴.

ترجمہ:- اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔ (از بیان القرآن)

۲ فالمسجود له يكون بالحقيقة هو الله تعالىٰ وجعل آدم قبلة تفخيماً لشانه (تفسير مظهرى ص ۵۵ ج ۱، مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان، روح المعانى ص: ۱/۳۶۳، مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير ابن كثير ص: ۱/۱۱۸، سورۂ بقره تحت آيت ۳۴، مطبوعه نزار مصطفى احمد الباز مكه مكرمه)

۳ لا تشركوا به شيئاً (سورۂ نساء الآية ۳۶)

ترجمہ:- اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو! (بیان القرآن)

۴ يكفر اذوصف الله بمالا يليق به ..... اونسبه الى الجهل اوالعجز اوالنقص (عالمگيرى ملخصاً ص ۲/۲۵۸، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منهامايتعلق بذات الله تعالىٰ الخ، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچى ص: ۵/۴۶۳، فصل فيما يقال فى ذات الله تعالىٰ)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

جو شخص قرآن وحدیث کو غلط بتائے اس کا حکم

سوال: - ہم لوگ تین آدمی مسجد بنانے کیلئے چندہ کی اسکیم کر رہے تھے کہ ایک آدمی شراب پی کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر تک بات ہوتی رہی مگر نشہ میں اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ مسلمانوں کا قرآن وحدیث یہ سب غلط ہے۔ یہ ہندو مذہب کی توہین کرتے ہیں اس پر ہمارے یہاں ہندو مسلم جھگڑے کی نوبت بہت آگے تک پہنچ چکی، اب بتائیں کہ ہم لوگ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بات معمولی تھی حسنِ تدبیر سے ختم کی جاسکتی تھی مگر بڑھ گئی اب بہت نرمی شفقت سے اسکے ساتھ معاملہ کیا جائے کسی عالم بزرگ کے پاس کسی تدبیر سے اس کو لے جا کر فہمائش کرائی جائے کہ تمہاری زبان سے بہت سخت لفظ نکل گئے ہیں[1]، ابھی توبہ کا وقت ہے توبہ کرلو ورنہ انجام بہت سخت ہے اسکے ساتھ سختی کرنے کا نتیجہ بھی بظاہر بہت خراب ہے اسلئے کہ دوسرے لوگ اسکے ساتھ فتنہ کرنے والے موجود ہیں خدا جانے اسکا اثر کہاں تک پہنچے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا انکر آیة من القرآن او استخف بالقرآن او عاب شیئامن القرآن کفر (مجمع الانهر ص:۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص:۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین، کتاب الشفاء ص:۲/۲۵۰، فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

جو شخص قرآن وحدیث کو نا قابل عمل بتائے اس کا حکم

سوال: -ایک مسلمان کے سامنے جب خدا اور رسول اور قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ آپ تو ان سب پرانی باتوں کو لاتے ہیں یہ دور دوسرا ہے اس دور کے لئے اس دور کے لحاظ سے باتیں لائیے ایسا مسلمان قانونِ خداوند اور احادیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کا مقصد خدانخواستہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس دور میں کارآمد نہیں ان کے اصول واحکام قابل عمل نہیں رہے اس سے زندگی کی اصلاح نہیں ہوسکتی تو ایسا شخص مسلمان نہیں معاذ اللہ۔ **کذا فی الفتاوی عالمگیری**[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حفظ قرآن کو مکروہ کہنا

سوال: -انگریز کی بادشاہی میں اگر کوئی کہہ دے کہ قرآن کا حفظ یاد کرنا مکروہ ہے شریعت کا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مقدار نماز میں فرض ہے اس کا یاد کرنا فرض عین ہے اور تمام کا یاد کرنا فرضِ کفایہ اور سنتِ عین ہے لہٰذا جو شخص مکروہ کہتا ہے وہ جہالت اور حماقت بلکہ ضلالت میں مبتلا

---

[1] لو قیل لم لا تقرءُ القرآن فقال بیزار شدم از قرآن یکفر (عالمگیری ص۲۶۷ ج۲، مایتعلق بالقرآن، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، کوئٹہ پاکستان)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

ہے[1]، اس کو مسئلہ صحیح طور پر سمجھا دیا جائے، و فرض القراءة آية على المذهب وحفظها فرض عين وحفظ جميع القرآن فرض كفاية وسنة عين[2] (درمختار ص ۵۶ ج ۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۴/۶۰ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ربیع الثانی ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۷/ربیع الثانی ۶۰ھ

ماں کو گالی اور اس کی قبر پر پیشاب

سوال:- (۱) مسمّٰی ایوب نے اپنی ماں اور بہن کو گالیاں دیں اور کہا کہ میں نہیں مانتا وہ تو میرا جوتا ہے، اور قرآن پاک اٹھا کر پھینک دیا برائے مہربانی شرعاً اس کا کوئی جرمانہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

(۲) مسمّٰی ایوب نے اپنی والدہ کی قبر پر پیشاب کیا گالیاں دیں اور کہا کہ تو یہاں سے بہت دور چلی جا ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

---

[1] فرض کفایہ کو مکروہ کہنا جہالت اور افترا علی اللہ ہے، ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلٰل وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لايفلحون سورة النحل آيت: ۱۱۶، ويدخل فى هذا كل من ابتدع بدعة ليس فيها مستند شرعى او حلل شيئا مما حرم الله او حرم شيئا مما اباح الله بمجرد رأيه وتشهيه، (تفسير ابن كثير ص: ۲/۹۱۵، مطبوعه نزار مصطفى احمد الباز مكه مكرمه)

[2] (در مختار على هامش الشامى ص ۵۳۸ ج ۱، كتاب الصلوة، فصل فى القراءة، مطلب فى الفرق بين فرض العين وفرض الكفاية، مطبوعه كراچى پاكستان، تاتارخانيه كراچى ص: ۵۰۰، ج: ۱، كتاب الصلوة، فصل آخر فى الاحكام المتعلقة بالقرآن وقرائته خارج الصلوة)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلیاً!:

(۱) یہ واقعہ اگر اسی طرح ہے تو نہایت افسوس کی بات ہے، اس سے ایمان[۱] سلامت نہیں رہا شخص مذکور کو تجدید ایمان اور علی الاعلان توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید نکاح بھی لازم ہے[۲]، ورنہ اس کے ساتھ سب لوگ سلام وکلام بیاہ وشادی کا تعلق ختم کر کے اس کی اصلاح کر دیں۔

(۲) یہ نہایت ہی کمینہ حرکت ہے والدہ کی شان میں کوئی شریف النسب ایسا نہیں کہہ سکتا والدہ کے انتقال کے بعد قبر پر جا کر اس طرح کہنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ دماغی توازن بھی صحیح نہیں اور غصہ سے عقل مغلوب ہو چکی ہے، تاہم اس کے غصہ کے فرو ہونے پر سمجھایا جائے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے[۳]، ایمان والا ایسا نہیں کرتا ہے اس سے عاقبت برباد ہوتی ہے[۴]،

---

[۱] من استخف بالقرآن ..... کفر (شرح فقه اکبر ص ۲۰۵، ملخصاً، مکتبه مجتبائی دهلی، مجمع الانهر ص:۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالقرآن)

[۲] مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا، کذا فی فصول العمادی لکن ذکر فی نور العین ویجدد بینهما النکاح ان رضیت زوجته بالعود الیه، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة لا یقتل اذا ارتد)

[۳] عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ من الکبائر شتم الرجل والدیه الحدیث (مشکوة شریف ص: ۴۱۹، باب البر والصلة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی شخص کا اپنے والدین کو گالیاں دینا کبائر میں سے ہے۔

(شرح عقائد ص:۱۰۷، مبحث الکبیرة، مطبوعه امدادیه دیوبند)

[۴] عن عبدالله عمر رضی الله عنه مرفوعاً لا یدخل الجنة منان ولا عاق (رواه النسائی والدارمی مشکوٰة شریف ص ۴۲۰ ج ۲، باب البر والصلة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:-(اول وہلہ میں) جنت میں داخل نہیں ہوگا احسان جتانے والا اور والدین کا نافرمان۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

دنیا میں بھی تباہی آتی ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۹ھ

دعا قبول نہ ہونے سے خدا کے وجود کے انکار کا حکم

سوال: -ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے اپنے کسی کام کی بہت دعا مانگی، لیکن قبولیت کا ظہور نہ دیکھ کر خدا کے وجود کا انکار کر بیٹھا نماز بھی چھوڑ دی، پھر تائب ہو کر نماز شروع کر دی تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص نے قبولیت کے معنی صحیح نہ سمجھنے کی بنا پر ناواقفیت سے جو اقدام کیا وہ نہایت غلط کیا[۲] اس کو لازم ہے کہ توبہ واستغفار کیساتھ ساتھ تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح بھی کرے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۰ھ

---

[۱] عن ابی بکرة مرفوعاً کل الذنوب یغفر اللّٰہ منها ماشاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیٰوة قبل الممات (مشکوٰة ص ۴۲۱، باب البر والصلة)

ترجمہ:-تمام گناہوں کو جنکو اللہ تعالیٰ چاہے گا بخشدیگا مگر والدین کی نافرمانی کہ اللہ تعالیٰ موت سے پہلے زندگی ہی میں اسکی سزا دیگا۔

[۲] المستکبر الذی لا یقر باللّٰہ فی الظاهر کفرعون اعظم کفرا (فتاوی ابن تیمیه ص:۷/۶۳۳، کتاب الایمان الاوسط، فصل قد ذکرت فیما تقدم من القواعد.

[۳] وان کانت نیته الوجه الذی بوجب التکفیر ..... یومر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه و بین امرأته. (فتاوی عالمگیری ص:۲/۲۸۳، مطلب موجبات الکفر، قبیل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص:۷/۳۹۷، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

حلال حرام مخلوط مال پر بسم اللہ

سوال:- اگر کھانے میں کم مال حرام ہو اور زیادہ حلال ہو تو بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے یا اس کا برعکس ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مخلوط پر بسم اللہ پڑھنے میں مضائقہ نہیں حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھنے کو فقہاء نے کفر لکھا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حرام مال سے دعوت اور اس پر بسم اللہ

سوال:- زید کو بینک کے ملازم کی دعوت پر جب یہ کہا گیا کہ بعض اہل علم ہمارے کھانے کو حرام قرار دیتے ہیں تو زید جو کہ صوفی مشہور ہے اس نے فوراً **بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم** پڑھ کر کھانا شروع کر دیا اور اہل علم پر جو ایسی دعوت کو ناجائز قرار دیتے ہیں غلطی کا حکم جاری کر دیا، تو زید کا یہ قول شرعاً کیسا ہے؟ اور کیا اس کی تکفیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] قال بسم اللّٰہ ..... عند اکل الحرام المقطوع بحرمتہ ..... کفر (بزازیہ علی ھامش عالمگیری ص ۳۳۹ ج۳، مع تغیر کثیر، الفصل التاسع فیما یقال فی القرآن الخ، کوئٹہ پاکستان، مجمع الانھر ص:۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص:۲/۲۷۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بالحلال، البحر الرائق کوئٹہ ص:۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداًومصلیاً!

جو چیز حرام محض ہواس کی حرمت پر اجماع ہواوراسکی حرمت ضروریات دین سے ہو اس کوحلال اعتقاد کرنا کفر ہےاوراس چیز پر بسم اللہ پڑھنے سے بھی فقہاء نے تکفیر کی ہے:من قال عند ابتداء شرب الخمر او الزنا او اکل الحرام بسم الله کفر فیه انه ینبغی ان یکون محمولاً علی الحرام المحض المتفق علیه وان یکون عالماً بنسبة التحریم الیه بان یکون حرمته مما علم من الدین بالضرورة الخ شرح فقه اکبر[1] ص:۲۰۸.

صورت مسئولہ میں ممکن ہے کہ داعی نے زید کے سامنے حلال پیش کیا ہومثلاقرض لے کر، یااس کو وراثت میں ملا ہوعموماً مقتدا کی دعوت میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ حلال مال سےان کی دعوت کی جاتی ہے،اگر چہ داعی کے پاس حرام مال موجود ہو یہ بھی ممکن ہے کہ داعی کے پاس حلال وحرام دونوں قسم کامخلوط مال ہو،اور جب زید سے کہا گیا تو اس نے اس نیت سے کہ اگراسمیں کچھ حرام بھی ہواللہ پاک اس کے مضراثرات سے محفوظ رکھے۔بسم الله الذی لا یضر الخ پڑھ کرکھانا شروع کردیا ہو۔

اس لئے کہ اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ یہ مال حرام لنفسہ تھا اوراس کی ایسی حرکت کا زیدکوعلم تھااوراسنے اس پرایسی ہی بسم اللہ پڑھی جیسے کہ کوئی زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے نعوذ باللہ منھا جس سے استخفاف بالدین ہو،اس لئے تکفیر مسلم سے مهما امکن کف اللسان والقلم ضروری ہے،الکفر شیء عظیم فلا اجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة انه لا یکفر وفی الخلاصة وغیره اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیرووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی

[1] شرح فقه اکبر ص:۲۰۸، مطبوعه رحیمیه دیوبند، قبیل یقول صاحب الطعام لمن حضر بسم الله (عالمگیری کوئٹه ص:۲/۲۷۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم وفی التاتارخانیة لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لا نهایة الخ

بحر[1] ص: ۱۲۴، ۱۲۵/۵، مدعو کو بھی لازم ہے کہ ایسے قول فعل سے اجتناب کرے جس سے استخفاف بالدین کا شبہ پیدا ہو کر موجب تشویش ہو[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انکارِ مذہب

سوال:- ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو معمولی اردو لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ مذہب ایک ڈھونگ ہے اور کوئی چیز نہیں اچھے اعمال پر جنت کی بشارت اور برے اعمال پر جہنم کی وعیدیں بیکار اور دل بہلانے کی باتیں ہیں غضب کی بات یہ ہے کہ جاہل مسلمان اس کے معتقد ہوتے جارہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا عقیدہ قرآن پاک حدیث شریف اور اجماع امت سب کے خلاف ہے[3]، ایسے

---

[1]..... البحر الرائق ملخصاً ص: ۱۲۴، ۱۲۵/۵، باب احکام المرتدین، مکتبہ کوئٹہ پاکستان.

[2]..... فی هذه الآیة (لا تقولوا راعنا) دلیلان احدهما علی تجنب الالفاظ المحتملة التی فیها التعریض للتنقیص والغض (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص: ۵۶/۱، جزء: ۲، سورة البقرة آیت: ۱۰۴، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[3]..... یکفر اذا ..... انکر وعده ووعیده (عالمگیری ملخصاً ص ۲۵۸ ج ۲، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه پاکستان، مجمع الانهر ص: ۵۰۴/۲، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص: ۳۹۹/۷، نوع فیما یقال فی ذات الله تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

شخص کو کسی صاحبِ نسبت جامع عالم کے پاس لے جائیں کہ وہ عالم اسکو دین واسلام کی بنیاد بتا کر مسلمان کریں اور اس کے شکوک وشبہات کا جواب دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دین کو ماننے سے انکار

سوال:-مسلمانوں کی جماعت نے متفق ہوکر کہا کہ ہم شریعت، مذہب اور دین کو نہیں مانتے اور اس جماعت میں مسلمانوں کا امامِ مسجد اور خاص و عام سب شریک ہیں تو مفتیانِ کرام دین وشرع میں اسکو کیا فرماتے ہیں جو کہ کھلم کھلا دین اور مذہب کو نہ ماننے کا اعلان کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

رجل قال لخصمه اذهب معی الی الشرع او قال بالفارسية بامن بشرع رو وقال خصمه پیادہ بیارتا بروم بے جبر نروم **یکفر لانه عاند الشرع او قال بامن شریعت** واین حیلہا سودندارد **او قال** پیش نہ رود **او قال** مرادبوس ہست شریعت چہ کنم **فهٰذا کله کفر واذا قال الرجل لغيره حكم الشرع فی هٰذه الحادثة كذا فقال ذٰلک الغير من برسم** کارمیکنم نہ بشرع **تكفر عند بعض المشائخ اهـ** فتاویٰ[2] عالمگیری ص۲۸۵ ج۲۔جن

---

[1]..... اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة ابداها كشفت، عالمگیری کوئٹہ ص:۲/۲۵۳، الباب التاسع فی احكام المرتدين، مجمع الانهر ص:۲/۴۸۷، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص:۵/۱۲۵، باب احكام المرتدين)

[2]..... عالمگیری ص ۲۷۱-۲۷۲ ج۲، مطبوعه كوئٹه كتاب السير، باب احكام المرتدين، المحيط البرهانی ص: ۴۲۱، ۴۲۲/۷، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدين واحكامه، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل، بزازية علی الهندية كوئٹه ص:۶/۳۳۸، الثامن فی الاستخفاف بالعلم.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

لوگوں نے یہ کہا کہ ہم شریعت، مذہب اور دین کو نہیں مانتے ان کو توبہ واستغفار، تجدیدِ ایمان، تجدیدِ نکاح کرنا چاہئے، ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یومر بتجدیدالنکاح و بالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاطاه عالمگیری[1] ص ۲۸۰ ج ۲ آئندہ خیال رکھیں ایسی خطرناک بات نہ کہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص ہندو ہونے کا اقرار کرے اس کیلئے فتویٰ

سوال: - زید جس کی عمر ستر اسی سال ہے۔ ایک معمولی سی بات پر جو کہ مابین تکرار تھی وہ یہ کہ کرایہ برابر درگاہ میں رہنے والے دیتے ہیں اور اس نے دو آدمیوں پر نوٹس دیا ہے کہ مجھ کو ان دونوں نے چار سال سے کرایہ نہیں دیا ہے اس پر محمد علی نے کہا کہ کرایہ دار کہتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کی قسم کھلائیں گے تو وہ کہنے لگا کہ قسم نہیں میں تو قرآن پر چوتڑ رکھ کر بیٹھ جاؤں گا لیٹ جاؤں گا اور جوتوں کے ساتھ قرآن پاک پر کھڑا ہو کر قسم کھاؤں گا کہ کرایہ مجھے آج تک نہیں دیا اس موقعہ پر جو مسلمان تھے انہوں نے کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے قرآن شریف کے بارے میں اس نے کہا کہ میں کیا جانوں ایمان کو اسلام کو میں تو ہندو ہوں پھر دورانِ تکرار اس نے خدا کا نام لیا تو سامعین میں سے جن کا نام محمد علی ہے کہا کہ آپکے منہ سے خدا کا نام اچھا نہیں لگتا آپ نہ لیں خدا کا نام کہا تمہارا خدا خدا ہے میرا خدا تو بت ہے میں اسی کو پوجتا ہوں پھر بارہ دن کے بعد اسی طرح قرآن شریف کے بارے میں پھر کہا اور

---

[1]..... عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، مکتبہ زکریا دیوبند، باب احکام المرتدین، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

مزار شریف پر سجدہ کرتا ہے دونوں وقت، اس لئے آپ حضرات کی خدمت اقدس میں یہ مضمون حاملِ رقعہ ہٰذا محمد علی کے ہاتھ ارسالِ خدمت ہے اور جن آدمیوں کے سامنے اس نے یہ کہا وہ خدا پاک کو حاضر وناظر جان کر دستخط کر رہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ لینا کیا کارآمد ہوگا جس کا یہ حال ہو فتویٰ اس کیلئے ہے جو اسلام اور قرآن کے احکام ماننے کیلئے آمادہ ہو اور جو شخص خود ہی اسلام اور قرآن کی شان میں ایسے الفاظ کہہ کر اسلام سے مستغنی ہو کر ہندو اور بت پرست ہونے کا اقرار کرتا ہو اس کیلئے کسی فتوے کی ضرورت نہیں وہ تو خود ہی اپنا موقف بیان کر چکا ہے، کہ وہ ہندو ہے[1]، بت کو پوجتا ہے اللہ پاک ہدایت دے اور راہِ راست پر لائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۰ھ

جان بچانے کے لئے کفر کا اقرار

سوال:- زید کہتا ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ کوئی مسلمان بیچ کُفّار ومشرکین کے پھنس جائے اور جان چھڑانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو بجز اس کے کہ وہ جھوٹ کہدے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، جب امان کی جگہ پہونچ جائے تو اس جھوٹ سے وہ توبہ کرلے، ایسا وقتی طور پر صرف زبان سے کہدینے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا، البتہ ایسا کہنا جان کے خوف

---

[1] مسلم قال انا ملحد یکفر (عالمگیری ص ۲۷۹ ج ۲/ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مجمع الانہر ص: ۲/۵۱۱، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۳، باب احکام المرتدین)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کے وقت ہی بہتر ہے، بکر کا کہنا ہے کہ ہر حالت میں خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جاتی ہو ایسا کہنا بالکل گناہ بلکہ کفر ہے، اس میں زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

زید کا قول صحیح ہے حضرت عمار ابن یاسرؓ کا واقعہ اسکا ماخذ ہے[۱]، جس پر آیت اِلَّا مَنْ اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان،[۲] نازل ہوئی تھی، ردالمحتار[۳] وغیرہ کتبِ فقہ میں بھی صراحت مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱..... قال البغوی قال ابن عباس رضی اللہ عنهما: نزلت هذه الآية فی عمار بن یاسر وذلک ان المشرکین اخذوه واباه وامه الی قوله واما عمار بن یاسرؓ فانه اعطاهم ماارادوا بلسانه مکرها علی ذلک اجمع العلماء علی انه من اکره علی الکفر اکراها ملجیًا یجوز له ان یتلفظ بمااکره علیه مطمئنا قلبه بالایمان بهذه الآية، (تفسیر مظهری ص:۳۷۶،۳۷۷/۵، تحت آیت:۱۰۶، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص:۱۶۳، تا ص:۱۶۵/۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر جامع البیان ص:۱۸۱،۱۸۲/۸، الجزء الرابع عشر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۲..... سورۂ نحل آیت:۱۰۶، **ترجمہ** :-مگر جس شخص پر (کافروں کی طرف سے) زبردستی کیجائے (اگر تو کفر کا فلاں کام یا فلاں قول نہیں کریگا تو ہم تجھ کو قتل کردیں گے مثلاً اور حالات سے اس کا اندازہ بھی ہو کہ وہ ایسا کرسکتے ہیں) بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو۔

۳..... ان خبیباً وعماراً ابتلیا بذالک فصبر خبیب حتی قتل فسماه النبیﷺ سید الشهداء واظهر عمار وکان قلبه مطمئناً بالایمان فقال النبیﷺ "فان عادوا فعد" ای ان عادا لکفار الی الاکراه فعد انت الی مثل ما اتیت به اولا من اجراء کلمة الکفر علی اللسان وقلبک مُطْمئن بالایمان (شامی کراچی ص۱۳۵ ج۶، کتاب الاکراه. مطلب بیع المکره فاسد وزوائده مضمونة بالتعدی، المحیط البرهانی ص:۴۳۲/۷، نوع آخر فی الاکراه علی التلفظ بلفظ الکفر، مطبوعه المجلس علمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص:۲۷۶/۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، شرح فقه اکبر ص:۲۳۹، من تواضع الخ، منها ما یتعلق بتلقین الکفر، مطبوعه مجتبائی دهلی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کسی غرض کے لئے ظاہراً کفر اختیار کرنا

سوال: ۔ایک شخص نے کسی دنیاوی لالچ اور یہ سوچ کر کہ میں شادی کرنے کے بعد مسلمان ہوجاؤں گا، بظاہر اسلام چھوڑ دیا، اور پھر مہینہ دومہینہ کے بعد مع عورت کے مسلمان ہوگیا، یا ارادہ رکھتا ہے کہ اسلام چھوڑ دوں، اور مہینہ دومہینہ کے بعد مسلمان ہوجاؤں گا، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ ارادہ پختہ ہے کہ پھر میں اپنے دین میں مل جاؤں گا، دلی اسلام نہیں چھوڑتا ظاہراً کفر قبول کرتا ہے، اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا جرم عظیم اور کفر ہے، کیا خبر ہے کہ دوبارہ اسلام قبول کرنے سے پہلے موت آجائے، اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے، اور توبہ کی توفیق ہی نہ ہو، اور جو شخص ایک یوم یا ایک ساعت کے لئے کفر کا قصد کرے وہ تمام عمر کے لئے کافر ہوجاتا ہے، اور تمام عبادات باطل ہوجاتی ہیں، "**ومن قصد الکفر ساعة اویوماً فهو کافرفی جمیع العمر**" بحر، ج ۱/ص ۱۲۳/[1]

جو شخص دوسرے کو کلمہ کفریہ کی تلقین کرے وہ بھی کافر ہوجاتا ہے، "**ویکفر بتلقین کلمة الکفر یتکلم بها ولو علیٰ وجه اللعب وبامره امرأة بالارتداد لتبین من زوجها بالافتاء بذٰلک وان لم تکفر المرأة**" بحر[2] ج ۵/ص ۱۲۴/ **وکذالوامر**

---

[1] البحرالرائق، مطبوعه کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۳/ باب احکام المرتدین.

[2] البحرالرائق، مطبوعه کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۴/باب احکام المرتدین. مجمع الانهر ص ۲/۵۰۳، باب المرتد، مطبوعه دارالکت العلمیة بیروت، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۶/۳۳۰، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفا او خطأ، الخامس فی الاقرار بالکفر.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

رجلا ان یکفر باللہ اوعزم علیٰ ان یامرہ یکفر ،شرح فقہ[1] اکبر ،۱۸۸/"
زبان سے قصداً کلمہ کفر کا نکالنا بھی کفر ہے، اگر چہ دل میں اسلام ہو چہ جائے کہ مہینہ دو مہینہ تک کفر میں داخل رہنا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/۵۷ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ
صحیح عبد اللطیف ۱۵/شعبان ۵۷ھ

کیا ہر دین حق ہے

سوال:- زید صوفی افسر پیشتر پاکستان نے تصویر کھینچنے کا آلہ کیمرہ رکھا ہے جس سے بہت سے لوگوں کا گھر اور اپنا فوٹو اور تصویروں سے بھر دیا ہے اور اپنے اختراعی ادلّہ ووساوس سے تصویروں کو مباح بنا کر مسلمانوں کو گمراہ بھی کرتا ہے اور نیز گراموفون باجہ اس کے یہاں موجود ہے جس سے عشقیہ غزلیں اور واہیات ابیات بمع اہلِ خانہ خود بھی سنتا ہے اور دوسروں کو بھی سماع کی ترغیب دیتا ہے جو زکوٰۃ کے معاملہ میں ابخل الناس ہے، ہزاروں روپئے جو کہ اس کے بنک میں جمع ہیں ان کا سود بھی کھاتا ہے اسکی بہو بیٹیاں لیڈی فیشن کی قمیص پہنتی ہیں جس سے قدمین سے اوپر کا نصف ستر غیر مستور رہتا ہے اور یہ خود ظاہر ہے کہ امراء کے اثر سے غرباء جہلاء کا متاثر ہونا لازمی ہے الا ماشاء اللہ اور اسکے بیٹے پوتے نصف سر مونڈاتے ہیں اور نیم رکھتے ہیں اور ہیٹ پتلون وغیرہ لباس مشابہ نصاریٰ پہنتے ہیں اور ایک زید کا بیٹا جس نے بی اے تعلیم انگلش کی ڈگری حاصل کی ہے وہ کہتا ہیکہ میں اسلام پر بیسیوں نکتہ چینیاں

---

[1] شرح فقہ اکبر ،ص ۱۸۸/ قبیل المراد بعدم تکفیر من اهل القبلة .(مطبوعه مجتبائی دهلی، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۳، باب المرتد، مطبوعه دار الکت العلمیة بیروت)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کرسکتا ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ تمام مذاہب حق ہیں صرف کوئی قریب کوئی بعید راہ سے خدا تک پہونچتے ہیں زید اس فرزند کی قابلیت پر انتہائی نازاں ہے اور خود زید ساٹھ سال سے بھی زائد کا بوڑھا ہو کر اپنی سفید ڈاڑھی ہر صبح جڑ سے مونڈتا ہے، ہفتہ عشرہ میں نمازیں صرف ایک دو ہی پڑھتا ہے مگر مسلمانوں کا رہنما بننا چاہتا ہے اپنی پارٹی الگ بنانے کے واسطے مسلمانوں میں تشتت وافتراق پیدا کرتا ہے، امامِ مسجد سے اپنی حمد چاہتا ہے بغیر اس کے کوئی امام مسجد میں رہنے نہیں پاتا، اسلئے اس گستاخ کو ہر استاذ امام مسجد کی بددعا ہی نصیب ہوتی ہے، وعدہ خلافی اور جھوٹی شہادتیں اور تکبر اس کا خاصہ ہے، اور بے انصافی کا یہ عالم ہے کہ اپنی پہلی بیوی کو بے گناہ جس سے اس کا ایک پسر بھی ہے اپنے گھر سے نکال دیا نہ خرچ دیا اور نہ طلاق، تیس سال کے بعد وہ بیچاری معلقہ اپنے والدین کے یہاں سے فوت ہوگئی اور جو مبلغ شرک وبدعت کو مٹانے کی درخواست کرتے ہیں اس کا پہلا دشمن یہی ہوتا ہے، جب کسی مسئلہ کا حوالہ کتب فقہ سے دیا جائے تو فقہائے کرام کو جھوٹا کہتا ہے اور جب قرآن مجید اور حدیث شریف کا ترجمہ کر کے مطلب بتایا جائے تو اپنی ہی بات منواتا ہے تو کیا شریعتِ مطہرہ میں زید سے ترک موالات مسلمانوں کو ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا شخص نہایت خطرناک ہے، اہلِ اسلام کو اس سے دور رہنا لازم ہے،[1] ورنہ اس کے زہریلے اثرات سے ایمان کا خطرہ ہے، دینِ اسلام کے علاوہ آج کوئی دین حق موجود نہیں۔ نجات صرف اسلام میں منحصر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

[1]..... مجالسة اهل الكبائر لا تحل ..... من خاض فی آیات اللّٰه تُرِكَتْ مجالستهٗ وهُجِرَ (تفسير الجامع لاحكام القرآن للقرطبی ص ۱۴ ج ۴، الجزء السابع، سورة الانعام، تحت آیت: ۶۸، دارالفكر)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخاسرین[1] اھ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الثانی ۶۱ھ

بھگوان سے مدد مانگنا

سوال:- ایک شخص ہیں جو صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، ایک حلف نامہ میں انہوں نے تحریر کیا کہ بھگوان میری مدد کرے، ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنے سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے صرف خدا سے مدد مانگی جائے، بھگوان کا وہ مفہوم نہیں ہے جو خدا کا مفہوم ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

---

[1]..... **سورۂ آل عمران آیت: ۸۵، ترجمہ:-** جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ دین اس شخص سے خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومنظور نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ یعنی نجات نہ پاوے گا۔

[2]..... **تنبیہ:-** بھگوان کا مفہوم خدا کے مفہوم سے عام تر اور فروتر ہے، بھگوان کا اطلاق کسی طرح بھی قابل تعظیم ذات پر کیا جاتا ہے، جبکہ خدا تعالیٰ کا اطلاق صرف اس ذات کے لئے خاص ہے جو تمام کمالات کو جامع ہو، اس لئے خدا تعالیٰ کے لئے بھگوان بولنا تشبہ بالمشرکین ہے جو درست نہیں۔

من تشبه بقوم فهو منهم مشکوٰة المصابیح ص ۳۷۵ ج ۲ کتاب اللباس یا سر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- جو شخص کسی قوم کیساتھ مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے شمار ہوتا ہے۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

تناسخ کے قائل کا حکم

سوال:- میرا ایک دوست جو اپنا کاروبار نہایت خوش اسلوبی سے چلا رہا ہے جس کی وجہ سے اسکی دماغی حالت غیر اطمینان بخش بھی نہیں کہی جاسکتی وہ اس خبط میں مبتلا ہے کہ وہ اس سے پہلے بھی پیدا ہو چکا ہے اور اس دور کے کچھ حالات بھی من گھڑت طور پر بتلاتا ہے غرض یہ کہ وہ کافی حد تک تناسخ کا قائل تھا اور ہے اور کہتا ہے کہ میری آئندہ پیدائش کتے کی شکل میں ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکا یا نہیں؟ نیز اس کے ساتھ نشست و برخاست، خلط ملط مناسب ہے یا نہیں؟ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور مسلمان ہونے کا دعویدار بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلط صحبت اور غلط کتابوں کے مطالعہ سے ایسا اثر پیدا ہو جاتا ہے[1]، بہتر صورت یہ ہے کہ اس سے نرمی ومحبت کا معاملہ کیا جائے حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ نیز بزرگانِ دین کے حالات وملفوظات کا مطالعہ مفید ہوگا، کسی صاحبِ نسبت بزرگ کی خدمت میں چندروز رہنے کا موقع مل جائے تو زیادہ نفع کی توقع ہے مثلاً حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ (جلال آباد ضلع مظفرنگر) ان سے اجازت لیکر وہاں کچھ وقت انکی ہدایت کے موافق

---

[1] نظرت فی الکتب التی صنفها المتقدمون فی علم التوحید فوجدت بعضها للفلاسفة مثل اسحق الکندی والاستقراری وامثالهما وذلک کله خارج عن الدین المستقیم زائغ عن الطریق القویم فلا یجوز النظر فی تلک الکتب ولا یجوز امساکها فانها مشحونة من الشرک والضلال قال ووجدت ایضا تصانیف کثیرة فی هذا الفن للمعتزلة الی قوله فلا یجوز امساک تلک الکتب والنظر فیها کی لا تحدث الشکوک ولا یتمکن الوهن فی العقائد، (عالمگیری کوئٹہ ص:۵/۳۷۷، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

گزاریں، انشاء اللہ یہ پریشانی کی کیفیت دور ہوکر سکون نصیب ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۵ھ

عیسائی کتابیں فروخت کرنا کیا کفر ہے؟

سوال:- زید ایک معزز سید خاندان کا فرد ہے، بہت دنوں سے کانگریسی لیڈر اور واعظ بھی ہے، زید کا لڑکا عمر مختلف مدارس میں قدرے عربی تعلیم حاصل کر کے عیسائی مشنری سے مشنری کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لے کر عوام میں تقسیم کرتا رہا، کچھ دنوں بعد باضابطہ عیسائی مذہب قبول کرلیا، اس کا اعلان مستند اخباروں میں شائع ہوا، بستی کے لوگوں نے زید سے باز پُرس کی تو اس نے انکار کیا، اور کچھ دنوں بعد خود جا کر عمر کو اپنے ساتھ مکان لے آیا، عمر ایک ہفتہ کے قریب گھر پر رہا اور دو ایک دن کی نماز بھی مسجد میں پڑھی، مشنری میں داخل ہونے کی یہ تاویل کی کہ وہاں ملازمت کرتا ہے، اس کے بعد پھر واپس چلا گیا، عمر کو مشنری سے کافی ماہوار مشاہرہ ملتا ہے اور زید کو بھی اس روپیہ سے مدد ملتی ہے، باپ بیٹے میں خط وکتابت اور ترسیلِ نقد بھی جاری ہے، زید کا ذریعۂ معاش وعظ بیان کر کے نذرانہ پانا، عمر کی کمائی پادری بنکر مشنری سے مشاہرہ پانا حالتِ مذکورہ میں عام مسلمان زید کے خاندان والے زید کو مسلمان حنفی المذہب مانیں یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ کیسا سلوک ورویّہ کریں؟ دونوں باپ بیٹے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی کو مسلمان یا غیر مسلم قرار دینے کا مدار اصالۃً عقائد پر ہے جس میں اسلام کے

---

[1] تحت قوله وكونوا مع الصادقين خالطوهم لتكونوا مثلهم فكل قرين بالمقارن يقتدى (روح المعانی ص:۵۶، ج:۱۱، مكتبه مصطفائيه ديوبند، معارف القرآن ص:۴۷، ج:۴، تفسير سورۂ توبه)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

بنیادی اصول موجود ہوں اس پر غیر مسلم ہونے کا حکم لگانا آسان نہیں[1]، وعظ کہہ کر نذرانہ لینا کفر نہیں، نہ اس کی وجہ سے اسلام سے خارج ہوتا ہے عیسائیوں کے مذہب کی کتابیں فروخت کرنا جن میں اسلام کی تردید ہو نہایت قبیح اور شرعاً مذموم ہے لیکن کفر کا فتویٰ اس پر نہیں ہوسکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اسلام کو ترک کر دیا، اس کو غلط اور باطل سمجھ کر عیسائیت کو صحیح دین سمجھ کر قبول کر لیا ہے کسی کام کے جائز، ناجائز ہونے کا حکم اور ہے اور اس کے کفر ہونے کا حکم جداگانہ ہے، آپ نے یہاں اس کے اسلام ہی کو دریافت کیا ہے، لہٰذا آپ زید وعمر سے ان کے عقائد دریافت کر کے لکھئے، البتہ عیسائی مشنری کی کتابیں فروخت کرنا اس کو ذریعۂ معاش بنانا شرعاً درست نہیں[1]، اس کو بند کر کے جائز ذریعۂ معاش اختیار کرنا ضروری ہے، وعظ کیلئے مستقل ملازمت کر لی جائے مثلاً ہر ہفتہ ایک یا دو مرتبہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا اور اتنی تنخواہ ملے گی تو شرعاً درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

---

[1]..... والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة الخ (شامی زکریا ص:۶/۳۵۸، باب المرتد، مطلب مایشک انه ردة لا یحکم بها، مجمع الانهر ص:۶/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص:۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین)

[1]..... ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والا فتنزیهاً (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۹۱ ج۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مطبوعه کراچی)

[2]..... وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامور الدینیة.....وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ (شامی ملخصاً ص ۵۵ ج۶، کتاب الاجارة، مطبوعه کراچی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

غیر مذہب کی کتابیں دیکھنا اور اپنے کفر کا اقرار کرنا

سوال:- زید کسی غیر مذہب کی کتاب بوجہ استدلال یا باعتبار اعتراض کے دیکھتا ہے مگر زید کی قوم زید کو اس کتاب کے دیکھتے ہوئے دیکھتی ہے تو قوم زید سے دریافت کرتی ہے کہ تم کتاب کیوں دیکھتے ہو، زید نے وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا، مگر قوم نہیں مانتی بلکہ زید کو لعن طعن کرنا اور برا کہنا شروع کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو کافر ہو جائیگا، خدانخواستہ، اس وجہ سے زید کو غصہ آجاتا ہے اور یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے غصہ کی حالت میں کہ میں تو کافر ہوں گا جو تم سے ہو کرو مگر قوم باوجود ان کلمات کے سننے کے چپ نہیں ہوئی بلکہ بار بار کہتی ہے اس پر زید کو غصہ بڑھ جاتا ہے اور اپنے کو انکے سامنے کہتا ہے کہ ''میں کافر ہوں'' تو اس صورت میں زید پر کیا حکم ہے اور قوم کا ان کلمات کے سننے کے باوجود تنگ کرنا جائز ہے یا ناجائز، لیکن زید یہ کتاب نعوذ باللہ کفر کی نیت سے ہرگز نہیں دیکھتا، صحیح صحیح جواب درج فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عالم فہیم شخص کو مناظرہ کیلئے غیر مذہب کی کتب کا مطالعہ جائز ہے[1]، اگر اپنے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور ایسے شخص کو قوم کا بار بار ایسے سخت الفاظ کہنا بہت برا اور ناجائز ہے نیز زید کا ایسا جواب دینا جو سوال میں مذکور ہے سخت خطرناک اور گناہ ہے حتی کہ بعض

---

[1]..... قراءة الكتب السابقة من التوراة والانجيل وامثالها يجوز للعالم لا لغيره ومثله الكتب اللتى تجمع الرطب اواليابس فى الاسلاميات، (احكام القرآن لمفتى شفيعؒ ص: ۱۰۱/۳، مطبوعه ادارة القرآن، روح المعانى ص: ۱۲۶/۱۱، الجزء التاسع عشر سورة قصص تحت آيت: ۴۳، مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص: ۳۷۸/۵، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فى المتفرقات)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

فقہاء نے ایسے الفاظ بولنے والے کی تکفیر کی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کو احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدید نکاح کرنا مناسب ہے اور آئندہ ان الفاظ کے بولنے سے پختہ توبہ کرنا ضروری اور فرض ہے۔

اذا اطلق الرجل کلمة الکفر عمداً لکنه لم یعتقدالکفر قال بعض اصحابنا لا یکفر لان الکفر یتعلق بالضمیر ولم یعقد الضمیر علی الکفر وقال بعضهم یکفر وهو الصحیح عندی لانه استخف بدینه بحر[1]،ص ۱۲۵ ج۵ عالمگیری[2]ص ۸۹۴ ج۲ .ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط عالمگیری[3] ص ۸۹۹ ج۲ .. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفی عنہٗ ۲۶/۶/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رجب ۱۳۵۲ھ

اپنی بیوی کو بغیر کپڑے کے نچوانا

سوال:- ایک مجلس میں دو عالم نے وعظ کہا، پہلے عالم صاحب پردہ کے متعلق وعظ فرما کر چلے آئے، اسکے پیچھے دو شخصوں نے ان عالم صاحب کو برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ وہی پڑھ کر آیا ہے اور کوئی عالم نہیں، ہم اپنی بیوی لوگوں کے سامنے بغیر کپڑے کے نچوائیں گے، اس بات کو دوسرے عالم صاحب نے سن کر قرآن وحدیث پڑھ کر بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں

---

[1]..... البحر الرائق کوئٹه ص: ۱۲۵/۵، باب احکام المرتدین.

[2]..... (عالمگیری ص ۲۷۶ ج ۲، کوئٹه پاکستان، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر الخ)

[3]..... (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، کوئٹه پاکستان، قبیل باب البغاة)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

مانے، اس پر اس عالم صاحب نے کفر کا حکم فرمایا یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟ اگر حکم صحیح نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم ہونا چاہئے؟ مدلل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت کا حکم معلوم ہونے پر اس طرح اس کا انکار کرنا یہ شریعت کا مقابلہ کرنا ہے، جو کہ مسلمان کا کام نہیں کافروں جیسا کام ہے، اس لئے اس معنیٰ کر اس کو کفر بھی کہنا درست ہے، کیوں کہ اس کا انجام عامۃً یہ ہوتا ہے کہ آدمی قرآن وحدیث کی بھی بے ادبی اور گستاخی کر بیٹھتا ہے اس لئے تجدیدِ ایمان اور توبہ کرالی جائے، عالمگیری[۱]، بحر[۲]، خانیہ[۳] باب المرتد میں ایسا ہی مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

خود کو غیر مسلم کہہ کر غیر مسلم لڑکی سے بطریقۂ غیر مسلم نکاح کرنا

سوال:- کسی مسلمان شخص نے کسی غیر مسلم لڑکی سے اپنے آپ کو غیر مسلم کہہ کر بطریقۂ غیر مسلم شادی کر لی سال بھر بعد اپنے آپ کو مسلمان کہا اور اس لڑکی کو بھی مسلمان بنالیا اس آدمی کی پہلی بیوی جو مسلمان ہے کو عرصہ تین سال سے کوئی نان، نفقہ یا حقوقِ

۱..... اذا قال الرجل لغیرہٖ حکم الشرع فی ھٰذہ الحادثۃ کذا فقال ذالک الغیر من برسم کارمیکنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ (عالمگیری ص ۲۷۲ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ)

۲..... (البحر الرائق ص ۱۲۳ ج ۵، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، باب احکام المرتدین)

۳..... (خانیہ علی ھامش عالمگیری ص ۵۷۲ ج ۳، کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم ومالا یکون)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

زوجیت ادا نہیں کیا اس صورت میں زوجۂ اول کو جو مسلمان ہے طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ وہ عدالت سے طلاق لیکر دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جب اسنے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہندو ہوں تو اسکا نکاح سابقہ بیوی[1] سے ختم ہو گیا قانونی تحفظ کیلئے عدالت سے بھی فعل مختار کا فیصلہ لیلے پھر اپنا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۹۹ھ

افتتاحِ دوکان پرست نارائن کی پوجا

سوال:- ایک مسلمان نے اپنی دوکان کا افتتاح کیا۔ اس نے ایک پنڈت سے دوکان کے اندر و باہر ست نارائن کی پوجا کرائی، پوجا کا پرشاد بھی بانٹا گیا، اس طریقہ سے اس نے ہزاروں روپیہ خرچ کیا چند مسلمانوں نے دیکھا تو اعتراض کیا۔ تو مالکِ دوکان نے کہا کہ ہمارے یہاں جو ملازم غیر مسلم ہیں ان کی خواہش تھی کہ اس رسم افتتاح کے موقع پر ہم بھی پوجا کریں گے۔ اب اس فعل کے کرانے یا کرنے میں گناہ کبیرہ ہوا یا شرک ہوا؟

نوٹ:- پوجا کے ختم پر رنڈیوں کا ناچ گانا بھی ہوا۔

---

[1]..... مسلم قال انا ملحد یکفر (عالمگیری ص ۲۷۹ ج ۲، مایتعلق بتلقین الکفر الخ، مکتبہ کوئٹہ پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۵، نوع آخر فی الرجل یقول لغیرہ یاکافر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، البحرالرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۳، باب احکام المرتدین) از مرتد شدن احد الزوجین نکاح فی الحال باطل شود (مالابد منہ ص ۱۳۸، باب کلمات الکفر ازفتاوائے برہانی، مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۶، باب نکاح الکافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴/۳۶۶، باب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل الخ)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

رسومِ شرکیہ کی اعانت بھی سخت گناہ ہے،[۱] جو کہ شرک کے قریب ہے رنڈیوں کا ناچ گانا بھی حرام ہے[۲]۔ ایسی چیزیں حق تعالیٰ کے غضب اور لعنت کو کھینچنے والی ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۶ھ

اسکول میں پوجا کیلئے چندہ دینا اور پوجا کا کھانا کھانا

سوال:- ہم لوگ ایسی جگہ کے باشندے ہیں کہ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے، جس کے قریب تین ہائی اسکول ہیں مگر اردو کی تعلیم کسی میں نہ تھی، ہمارے جیسے جو کامیاب ہوتے ہیں ان کی ملازمت میں کچھ دشواری ہوتی ہے، اس لئے ہم لوگوں کو بہت کوشش کے بعد ایک ہائی اسکول اردو گرانٹ پرائیویٹ طریقہ سے امسال رکھا گیا ہے جس میں احقر کو اسکول کے مینیجنگ کمیٹی نے منتخب کیا ہے اور تنخواہ بھی اس وقت اس کمیٹی سے دی جاتی ہے، یہاں مسلمان بچوں کی تعداد بیس ہے اور ہندو بچوں کی تعداد تین سو تک ہے، یہاں تمام قوانین ہندوانی ہیں، جس میں تمام پوجا بھی شامل ہے، مثلاً گنیش پوجا، سرسوتی پوجا،

---

[۱]..... لا تعاونوا علی ارتکاب المنهیات (التفسیر المظهری ص ۱۹ ج۳، سورۂ مائدہ تحت آیت: ۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[۲]..... الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القضب، (هدایه ص ۴۵۵ ج۴، کتاب الکراهیة. قبیل فصل فی اللبس، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۳۴۸، ۶/۳۴۹، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص: ۴/۲۲۳، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۵/۳۵۱، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

لکھی پوجا وغیرہ کیا جاتا ہے، ہر ماسٹر مسلمان بچوں سے جبراً کہتا ہے کہ تم لوگ اس پوجا میں چندہ دو اور دینا ہوگا، جب کہ تم اس اسکول میں تعلیم پاتے ہو، تو بچے مجبور ہو کر اپنے سرپرست سے کہہ کر چندہ لاتے ہیں، ان پوجاؤں میں کچھ کھانے کی چیزیں بھی ہوتی ہیں وہ کھایا کرتے ہیں، احقر نے جب امسال یہاں ملازمت کی تو ہیڈ ماسٹر سے کہا ایسا چندہ ہمارے دھرم میں نہیں ہے، آپ کیوں بچوں سے یہ چندہ لیتے ہیں؟ تو وہ بولے کہ ہم لوگ اسکول کے قانون سے تمام سے لیتے ہیں انسے بھی لیں گے، اب جو کھانا وغیرہ ہوتا ہے اس بارے میں ان سے پوچھا تو بولے ہم لوگ یہ جو روپیہ لیتے ہیں پوجا کے نام سے، حقیقت میں یہ پوجا نہیں ہے، بلکہ ایک فشٹ کھانا مقصد ہے، اس میں پوجا سے کوئی نقص نہیں ہے اور ہم تو آپ کے بچوں کو پوجا کی ہوئی چیز نہیں دیتے ہیں، کھانے کی جو چیز پوجا نہیں ہوتی ہے اسکو دیتے ہیں، تو اس کھانے میں آپکا کیا حرج ہے؟ احقر نے کہا جب ایسا ہے تو آپ یہ فشٹ پوجا کے دوسرے دن کریں جب اس پوجا سے کوئی تعلق نہیں، وہ بولے اس میں اسکول کا نقصان ہے چھٹی زیادہ ہو جاتی ہے، پڑھائی نہیں ہو سکتی ہے اور ہم کو ضروری ہے کہ ہر پوجا میں اس دن اسکول کی چھٹی کریں تو اسی چھٹی میں یہ فشٹ کر لیتے ہیں، تاکہ اور چھٹی کی نوبت نہ آسکے، اس کے علاوہ تمام استاذوں سے ایک مدعونوٹس لی جاتی ہے جس پر تمام اساتذہ دستخط کرتے ہیں، اگر کوئی نہ آئے تو باز پرس ہوتی ہے، نیز لڑکوں سے بھی معمولی۔ خاص کر اگر احقر نہ آئے تو زیادہ تر دُشمنی کا باعث ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے ملازمت اور گرانٹ پر نقصان آسکتا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ کیا بچے اس حال میں چندہ دیکر کھا سکتے ہیں؟ اور احقر حتی الامکان یہ کوشش کرتا ہے کہ اس پوجا میں نہ کھائے یا نہ شریک ہو، اگر بالکل مجبور ہو کر وہ کھانا کھا لیا تو امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اگر اس چیز اور کھانے کا پوجا سے کوئی تعلق نہیں تو موجودہ حالت میں کھانے کیلئے چندہ دینے اور اس کھانے کی وجہ سے کفر وشرک کا حکم نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۲ھ

مشرکانہ طریقہ پر کنویں کے افتتاح میں شرکت

سوال:- ایک مسلم شخص نے کنواں کھدوانا شروع کیا، افتتاح تو دو مولوی صاحب اور ایک قاضی امام صاحب کے ہاتھوں ہوا، لیکن اس طرح چوں کہ کھودنے والے غیر مسلم تھے انہوں نے ایک پتھر کو بھیروں کے نامزد کر کے سیندور لگایا، پتھر کی پوجا کی گڑ اور چنے کا بھوگ لگایا بھیروں کی جے بولی تب پجاری نے زمین پر سات پھاوڑے مارے اس کے بعد مولویوں نے سات سات پھاوڑے مار کر کھلا شرک کیا، اب ان لوگوں کے پیچھے نماز وغیرہ کا کیا ہوگا؟ نیز ان لوگوں نے اس کی اجرت گیارہ گیارہ روپئے بھی لئے ہیں۔

---

[1]..... لکن الاولی للمسلمین ان لا یوافقوا اهل الذمة علی مثل هذه الاحوال باظهار الفرح والمسرة فیکره للمسلم ان یهدی الیهم فی مثل هذه الدعوة لکن لا یکفر به بخلاف اهداء البیضة الی المجوس یوم النیروز حیث یکفر ومایهدی المجوس یوم النیروز من اطعمتهم الی الاشراف ومن کان لهم معرفة لایحل اخذ ذلک علی وجه الموافقة معهم وان اخذه لا علی ذلک لا بأس به والاحتراز عنه اسلم، (بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۳۳، السادس فی التشبیه، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۹، نوع آخر فی الخروج الی الشدة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، شرح فقه اکبر ص: ۲۲۹، لایحرم کل التشبیه، مطبوعه مجتبائی دهلی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

شرک کی قباحت و مذمت تو کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں بلکہ سب کو ہی معلوم ہے[۱]، مگر صورتِ مسئولہ میں جسنے شرک کیا ہے وہ تو ہے ہی مشرک مسلمانوں نے تو یہ کام نہیں کیا، لیکن جس مسلمان نے شرک کی اجازت دی یا اس کو پسند کیا یا ساتھ دیا اس نے بھی گناہ کا کام کیا، اگر معلوم تھا کہ یہ شرک ہے تو زیادہ خطرناک ہے[۲]، اگر یہ سمجھا کہ یہ کوئی خاص طریقہ ہے جو کنواں کھودنے کے وقت کیا جاتا ہے اور عدم واقفیت کی وجہ سے اس کو یہ دیکھتے رہے تو پھر زیادہ تشدد کی ضرورت نہیں، تاہم توبہ واستغفار پھر بھی کریں، خاص کر امام وقاضی کا بڑا منصب ہے جو جو اس میں شریک رہے سب ہی دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر توبہ کرلیں، امام صاحب خود بھی توبہ کریں اور مقتدیوں کو بھی توبہ کرادیں[۳]، آئندہ ہرگز ایسے کام میں شریک نہ ہوں، نہ امام نہ مقتدی، نیز امام صاحب، مؤذن صاحب، قاضی صاحب کے حق میں یا کسی بھی مسلم کے حق میں شرک وغیرہ کا لفظ استعمال نہ کریں، اب اس قصّہ کو ہوا نہ دیں بلکہ ختم کر دیں، حق تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

۱..... انه من يشرك بالله فقد حرم عليه الجنة وماواه النار وما للظالمين من انصار (سورۂ مائدہ آیت:۷. **ترجمہ**:- بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دیگا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردیگا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۲..... كذا (يكفر) من حسن رسوم الكفرة (البحر الرائق ص ۱۲۴ ج۵، مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان، كتب السير، باب احكام المرتدين، عالمگيرى كوئٹه ص:۲/۲۷۷، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر، شرح فقه اكبر ص: ۲۲۹، لايحرم كل التشبيه، مطبوعه مجتبائى دهلى)

۳..... مافيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبه وتجديد النكاح وظاهره انه امر احتياط، (شامى زكريا ص:۶/۳۶۷، باب المرتد، مطلب الاسلام يكون بالفعل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

غیر اللہ کے نام پر ذبح مشرکانہ عمل ہے

سوال:- (۱) زید نے ایسے بُت اور مورتی کی منت مانی جس کو ہندو لوگ پوجتے ہیں اور ان پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ پھر چند سال کے بعد وہ اپنے لڑکے کے سر پر سے چوٹی اتروانے کیلئے ایک یا دو بکرے اسی بُت اور مورتی کے نام سے مانے پھر وہاں ایک یا دو بکرے اسی بُت کے نام ذبح کئے۔

(۲) بکرا اس بُت یا مورتی کا مانا ہوا تھا اور جہاں پر بُت اور مورتی ہے وہاں لے جا کر اپنے لڑکے کے سر پر سے چوٹی اتروا کر بغیر کسی کا نام لئے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت نہ اللہ کا نام لیا اور نہ کسی بُت و مورتی کا نام لیا۔

(۳) زید نے بکرا جو اسی بت اور مورتی کے نام کا مانا ہوا تھا مورتی اور بُت گاہ پر پہونچ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا تو کیا ان تینوں صورتوں میں بُت کے نام کی منّت ماننے سے توبہ کرنا ضروری ہے؟

(۴) اگر کسی شخص نے منّت مذکورہ بالا طریقے پر مانی اور وہ اپنے گھر پر منّت پوری کرتا ہے تو کیا اس کو توبہ کرنے کی ضرورت ہوگی؟

(۵) اگر کسی نے غیر اللہ کے نام کی منت مانی اور بے خبری کی وجہ سے کھا لیا تو کیا گنہگار ہوگا؟

(۶) اگر کسی نے یہ سمجھ کر کھا لیا کہ بھائی ناراض ہو جائے گا تو کیا فتویٰ ہے؟

(۷) زید کو معلوم ہے کہ غیر اللہ کے نام کی نذر ماننا شرک ہے اور کھانا حرام ہے، پھر وہ اپنی منت پوری کرتا ہے، تو اس کے متعلق کیا حکم ہوگا؟

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اس طرح نذر ماننا مشرکانہ طریقہ ہے جو کہ سخت معصیت ہے اور ایسا بکرا حلال نہیں، تینوں صورتوں میں حرام اور مردار ہے[۱]، قرآن شریف وحدیث شریف کا جو فیصلہ ہے وہ بالکل حق ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، کسی کو اسکے خلاف فیصلہ دینے کا حق نہیں، مہمان کو اگر علم ہو کہ یہ کھانا غیر اللہ کے نام کا اور بُت کی نذر کا ہے تو اس کو بھی کھانا حرام ہے[۲]، جو شخص بُت کی پوجا کرے وہ اسلام سے خارج ہے[۳]، نہ اس کا ایمان باقی رہا نہ اس کا نکاح باقی رہا، تجدید ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے[۴]، شوہر نے اگر ایسا کیا ہے تو جب تک وہ تجدیدِ ایمان

---

[۱]..... وكذلك حرم عليهم ما اهل به لغير الله وهو ماذبح على غير اسمه تعالىٰ من الانصاب والانداد والازلام ونحو ذلك مما كانت الجاهلية ينحرون له، (تفسير ابن كثير ص: ۱/۳۰۶، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكه مكرمه، تفسير مدارك التنزيل ص: ۱/۸۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، سورۂ بقره تحت آيت: ۱۷۳، تفسير مظهرى ص: ۳/۲۰، سورۂ مائده تحت آيت: ۳، مطبوعه رشيديه كوئٹه)

[۲]..... رجل اهدى الى انسان او اضافه ان كان غالب ماله من الحرام فلا ينبغى ان يقبل ويا كل من طعامه مالم يخبر ان ذلك المال حلال الخ، (المحيط البرهانى ص: ۸/۷۳، كتاب الكراهية، جئنا الى فصل الدعوة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى فى الهدايا والضيافات)

[۳]..... عبادة الصنم كفر (الاشباه والنظائر ص: ۱۰۲، الفن الثانى، قبيل كتاب اللقيط، مطبوعه مكتبه اشاعت الاسلام دهلى)

[۴]..... مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا كفرا فى فصول العمادى لكن ذكر فى نور العين ويجدد بينهما النكاح ان رضيت زوجته بالعود اليه الخ، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل الخ، المحيط البرهانى ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل گجرات)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

وتجدیدِ نکاح نہ کرلے بیوی اس کو پاس نہ آنے دے، جب یہ نذر ماننا ہی حرام ہے شرک ہے، تو اپنے گھر پر بھی اس کو پورا کرنا ناجائز ہے، لہٰذا صورت نمبر:۴/ کی صورت بھی پہلی صورتوں میں داخل ہے، غیر اللہ کی منّت ماننے کا مستقل گناہ ہے اور جس نے بے خبری میں ایسا کھانا کھالیا تو اس کو توبہ واستغفار لازم ہے، کھلانے والے کو بھی سرزنش کرے اور آئندہ کو پوری احتیاط کرے، بھائی کی ناراضگی کے اندیشہ سے بھی حرام ومُردار کھانا جائز نہیں، اللہ اور رسول کو ناراض کرکے بھائی کو راضی کرنے کا انجام خطرناک ہے[1]، غیر اللہ کی منت ماننے پر جو وعید ہے اس کا علم نہیں تھا جہالت میں منت مان لی ہے اور اب یہ علم ہوا کہ یہ حرام اور شرک ہے، ہرگز وہ منت پوری نہ کرے بلکہ اس سے توبہ کرے۔ غیر اللہ کی منت ماننا بالکل حرام ہے خواہ وہ بُت ہو یا کوئی بزرگ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۲ھ

سحر سیکھنا دفعِ سحر کے لئے

سوال: -عمر نے سحر اور سفلیات کے ذریعہ زید کی جان اور مال کو ہلاکت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے، ایسی صورت میں زید اپنی جان ومال کی حفاظت میں سحر سیکھ کر مدافعت

---

[1]..... لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق، (مشكوة ص: ۳۲۱، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسند احمد ص: ۱۳۱/۱، مسند علی بن طالبؓ، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2]..... اعلم ان النذر الذی يقع للاموات من اكثر العوام الی قوله فهو بالا جماع باطل وحرام (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار نعمانيه ص۱۲۸/۲، آخر كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کرے یا کوئی دوسرا شخص سحر کے ذریعہ مدافعت کرے، مدافعت کے لئے سحر سیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جس سحر میں ایسا کوئی عمل یا اعتقاد اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے ایمان باقی نہیں رہتا اس کا سیکھنا اور کرنا یا دوسرے سے کرانا کچھ بھی جائز نہیں۔ قَالَ الشیخ ابو منصور الماتریدی القول بان السحر کفر علی الاطلاق خطأبل یجب البحث عنه فان کان فی ذٰلک رد ما لزمه فی شرط الایمان فهو کفر وَاِلَّا فلا فلو فعل ما فیه هلاک انسان او مرضه او تفریق بینه وبین امرأته وهو غیر منکر لشئ من شرائط الایمان لایکفر لکنه یکون فاسقاًساعیاًفی الارض بالفساداه شرح فقه اکبر[1] ص۱۷۸، یکفر الساحر بتعلّمه وفعله اعتقد تحریمه اولا۱ھ در مختار..[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۵ھ

---

[1]..... شرح فقه اکبر ص:۱۷۸، السحر والعین حق عندنا، مطبوعه رحیمیه دیوبند، سل الحسام الهندی در مجموعه رسائل ابن عابدین ص:۲/۳۰۲، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مرقاة شرح مشکوة ص:۴/۵۶، باب قتل اهل الردة الخ، مطبوعه ممبئی.

[2]..... الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۲۴۴ ج۴، باب المرتد، مطلب جملة من لا تقبل توبته، مطبوعه کراچی پاکستان، سل الحسام الهندی در مجموعه رسائل ابن عابدین ص:۳۰۳، ج:۲، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان، اعلاء السنن ص:۵۹۹، ج:۱۲، حد الساحر ضربة بالسیف الخ، مطبوعه ادارة القرآن کراچی پاکستان، مرقاة ص:۵۶، ج:۴، باب قتل الردة الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، طیبی ص:۱۳۸، ج۷، باب قتل اهل الردة، مطبوعه زکریا دیوبند)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

سحر کا حکم

سوال:- (۱) کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے؟ اور جو جادو کا عمل کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کسی شخص کی چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عملی جادو ہو یا قرآن پاک سے ہوا پنی چیز کے ملنے کیلئے کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

(۱) سحر کرنا کبیرہ گناہ ہے[۱]۔ **کذا فی شرح الفقه الاکبر.**

(۲) آیاتِ قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے کرانا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے درست ہے، حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے[۲]، لیکن سحر کرنا درست نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... **والمراد بها ای بالکبائر نحو القتل والزنی واللواطة والسرقة وقدف المحصنة والسحر الخ(شرح فقه اکبر ص ۶۸ مکتبه مجتبائی دهلی)**

[۲]..... **عن النبی ﷺ فی الضالة انه یقول اللّٰهم راد الضالة وهادی الضالة تهدی من الضلالة اردد علی ضالتی بقدرتک وسلطانک فانها من عطائک وفضلک مجمع الزوائد ص: ۱۸۹/۱، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا انفلتت دابته الخ مطبوعه دارالفکر بیروت.**

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گم شدہ چیز کے بارے میں مروی ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا کہے اے میرے پروردگار گم شدہ چیز کو لوٹانے والے اور گم شدہ چیز کو رہنمائی عطا کرنے والے گمراہی سے ہدایت عطا کر میری گم شدہ چیز کو اپنے قبضہ اور قدرت سے مجھے واپس لوٹا دے اس لئے کہ وہ تیرے فضل وکرم سے ہی تھی۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

قرآن پاک میں تحریف کرنے کا اقرار

سوال:- ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۸ء کو شہر کٹک میں مناظرہ ہوا جس میں بریلی کے علماء نے ایک اشتہار نکالا جس میں قرآن پاک کی ایک آیت لکھی ہوئی تھی وہ غلط تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے، تو کہا کہ یہ اضافہ قرآنی ہے تحریف نہیں ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

''وھو الھادی الیٰ سواء السبیل ان ارید الّا الاصلاح وَمَاتوفیقی الَّا باللّٰہ''

اب سوال یہ ہے کہ صاف تحریف کا اقرار کرنا شریعتِ مطہرہ میں کیسا ہے؟ ایسے آدمی کا ایمان رہا یا نہیں؟ جو لوگ سُن کر چُپ رہے اور اس کی تائید کی ان کا ایمان رہا یا نہیں؟ ان سے جو اولاد ہوگی وہ حلال ہوگی یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

ایمان اور کفر دونوں اصالۃً قلبی چیزیں ہیں جن کا علم خود صاحبِ معاملہ ہی کو ہوسکتا ہے کچھ اور ایسے بھی ہیں کہ جن کو امارات قرار دیا گیا ہے کہ ان امارات پر حکم لگایا جا سکتا ہے کفر کا حکم لگانا انتہائی چیز ہے اس لئے قوی دلیل کی ضرورت ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ حقیقتاً (بدلائل شرعیہ) کافر نہ ہو تو اس کافر کہنے کا وبال اسی کی طرف لوٹتا ہے،[1] جس نے کافر کہا ہے اس لئے بہت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے آپ وہ اشتہار ارسال کریں اور جس چیز کو انہوں نے اضافہ قرار دیا ہے اس کی بھی پوری نشاندہی کریں مضمون بطور تشریح وتفصیل بھی ہوسکتا ہے جیسے کہ جلالین وغیرہ میں قرآن کریم

---

[1]..... لا یرمی رجل رَجُلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک رواہ البخاری (مشکوٰۃ المصابیح ص: ۴۱۱، ج: ۲، باب حفظ اللسان، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص: ۸۹۳، ج: ۲، کتاب الادب، باب ماینھی عن السباب واللعن)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

کی آیت کے ساتھ ساتھ تفسیر کا اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کو الفاظِ قرآن سے تمیز کر دیتے ہیں تا کہ اس کے متنِ قرآن ہونے کا اندیشہ نہ ہو اگر اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کو متنِ قرآن قرار دیدیا تو یہ نہایت خطرناک ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا کسی بات کا یقین نہ کرنا کفر ہے

سوال:- چند آدمی جمع تھے ان میں سے ایک شخص حاجی نذیر احمد عرف چھوٹک زید کی شکایت وغیبت کر رہے تھے جن باتوں کا دین سے کوئی تعلق بھی نہیں اس پر میں نے کہا کہ جب آپ کے اور زید کے درمیان کشمکش اور نزاع کے بعد صفائی ہوگئی تو اس کے خلاف غیبت اور پروپیگنڈہ کیا کرتے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے اس پر حاجی نذیر احمد صاحب نے کہا کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں میں نے کہا کہ میں جھوٹ سچ نہیں جانتا جو سن رہا ہوں اس کی بنا پر کہہ رہا ہوں اس پر حاجی نذیر احمد صاحب نے کہا کہ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم کافر ہو، واضح رہے کہ ان کے جملے کو وہاں موجود پانچ لوگوں نے سنا میں اس سخت جملے پر صبر کر کے خاموش ہوگیا اور علمائے دین سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی شخص کا یہ درجہ ہے کہ جو شخص اس کی بات کا یقین نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے از روئے شرع ایسا کہنے والے کا کیا درجہ ہے؟

---

[1]..... وان من نقص منه حرفاً قاصداً لذالک او بدله بحرف آخر مکانه او زاد فیه حرفاً مما لم یشتمل علیه المصحف الذی وقع الاجماع علیه واجمع علی انه لیس من القرآن عامداً لکل هٰذا. انه کافر (کتاب الشفاء ص ۲۵۱ ج ۲، فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر کبیر ص: ۱۰۰، سورة الفاتحة، المسائل الفقهیة، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۲۴/۵، باب احکام المرتدین)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اس مجلس کی یہ گفتگو نہایت خطرناک ہے فقہاء نے لکھا ہے[۱]، اگر کسی شخص نے کسی کا تذکرہ برائی کے ساتھ بطور غیبت کیا اس پر کسی نے منع کیا کہ غیبت نہیں کرنا چاہئے اس کے جواب میں اس برائی کرنے والے نے کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تو سچی بات ہے جھوٹ نہیں ہے یعنی گویا کہ اس برائی کرنے کو وہ شخص جائز قرار دے رہا ہے کیوں کہ سچی بات ہے جھوٹ نہیں ہے حالانکہ برائی کی جو سچی بات کہی جائے اسی کا نام غیبت ہے قرآن کریم میں اس کو منع فرمایا گیا ہے۔ **ولا یغتب بعضکم بعضاً** (الآیة)[۲]

تو قرآنِ کریم میں جس چیز کو منع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے، اس کلام میں اس کا انکار ہے یعنی کہنے والا اس کو جائز سمجھ کر کہہ رہا ہے[۳]، اور پھر یہ کہنا کہ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم کافر ہو یہ بھی نہایت سخت کلمہ ہے مسلمان کے حق میں ایسی بات کہنے سے پورا پرہیز لازم ہے حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً ایسا نہ ہو

۱..... الغیبة علی اربعة اوجه فی وجه هی کفر بان قیل له لا تغتب فیقول لیس هذا غیبة لانی صادق فیه فقد استحل ما حرم بالادلة القطعیة وهو کفر (ردالمحتار ص ۴۰۹ ج ۶، مطبوعه کراچی، شامی زکریا ص ۵۸۶ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة. فصل فی البیع، تنبیه الغافلین ص: ۹۳، باب الغیبة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

۲..... سورۂ حجرات آیت: ۱۲،

ترجمہ:- اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔

۳..... ذکر فی الفتاوی من انه اذا اعتقد الحرام حلالا فان کانت حرمته لعینه وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا الخ، (شرح عقائد ص: ۱۶۷، مبحث رد النصوص کفر الخ، مطبوعه امدادیه دیوبند. البحرالرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها مایتعلق بالحلال والحرام)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

تو یہ کلمہ اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے[۱] آپ نے صبر کیا اور خاموش رہے بہت اچھا کیا اب آئندہ بھی خاموش رہیں اور صبر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

مخالف اجماع کا حکم

سوال:- اجماع امت اور علماء اور ائمہ کی مخالفت کرنے والے کون لوگ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

وہ گمراہ ہے جو کفر کی سرحد پر پہونچ چکا ہے[۲] کذا فی شرح العقائد[۳] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... من دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله وليس كذالك الاحار عليه متفق عليه (مشكوٰة المصابيح ص ۴۱۱ ج۲، باب حفظ اللسان، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص:۱/۵۷، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم يا كافر، مطبوعه رشيديه دهلى)

ترجمہ:- جو شخص کسی کو کافر کہکر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

[۲]..... وقد صرح فى التحرير فى باب الاجماع بان منكر حكم الاجماع القطعى يكفر عند الحنيفية، (شامى كراچى ص:۲/۵، باب الوتر، نامى ص:۲/۲، التفسيرات الاحمدية ص ۲۱۰، مطبوعه رحيميه ديوبند، التفسير الكبير ص:۳/۳۰۲، مطبوعه دارالفكر بيروت، روح المعانى ص۵/۱۴۷، سورة النساء تحت آيت:۱۱۵، مطبوعه مصطفائى ديوبند، بيضاوى ص۲/۲۵۳)

[۳]..... واما فى شرح العقائد فلم اجد فيه صريحا ولكن نقله شارحه فى النبراس واما الاجماع ففيه خلاف وتفصيل والمذكور فى الاصول الحنفية ان الاجماع على مراتب فالاقوى اجماع الصحابة مع تصريحهم بالحكم المجمع عليه وهو قطعى كالآية والخبر المتواتر ويكفر منكره الخ، نبراس ص:۳۳۸، رد النصوص والاستهزا بالشريعة كفر، مطبوعه امداديه ديوبند (ابوالقاسم ادروى)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

پیر کو حاجت رَوا سمجھنا

سوال:- ایک پیر صاحب کے انتقال کے بعد انکے ایک مرید نے یہ الفاظ کہے ہیں، اے اللہ ہم دین ودنیا کی حاجت کس سے طلب کریں جس سے ہم روحانی اور جسمانی حاجتیں طلب کرتے تھے وہ دنیا سے کوچ کر گئے، یہ الفاظ اس کی زبان پر لانا کہاں تک درست ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصالۃً حاجت روا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، کسی اور کو حاجت روا سمجھنا تعلیمات اسلام کے خلاف ہے[۱]، اللہ پاک کے علاوہ پیر وغیرہ سے حاجت طلب کرنا جائز نہیں اس مرید نے اپنے پیر کے بارے میں جو مذکورہ الفاظ کہے ہیں، ان سے ایہامِ شرک ہوتا ہے[۲]، لیکن کسی مسلمان کے قول پر شرک وکفر کا حکم لگانا شریعت میں بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے، جب تک اس کے کلام کا صحیح محمل ذرا بھی نکل سکتا ہے (گویا تاویل سے ہی ہو) سخت حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے۔

۱..... واللہ تعالیٰ یستجیب الدعوات ویقضی الحاجات ویملک کل شیء ولا یملکه شیء ولاغنی عن اللہ طرفة عین ومن استغنی عن اللہ طرفة عین فقد کفر، (عقیدة الطحاوی ص:۱۳۴، اللہ غنی من کل شیء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

۲..... ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللہ من الاولیاء الا حیاء منهم والاموات وغیرهم مثل یاسیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک وان لایحوم حول حماه وقد عده اناس من العلماء شرکا، (روح المعانی ص:۶/۱۲۸، سورۂ مائده تحت آیت:۳۵، مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

لایجوز الاستعانة باهل القبور (تنبیه المرام بحواله الجنه لاهل السنة ص۲۸)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

''وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال وَاحد فی نفیه فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطافی ابقاء الف کافر اهون من الخطاء فی افتاء مسلم وَاحدٍ شرح فقه اکبر ص ۱۹۹ ر''[۱]

یہاں اس کے کلام کا محمل یہ ہے کہ وہ خدا کو حاجت رَوا سمجھتے ہوئے اپنے پیر صاحب کو سفارشی سمجھتا تھا یعنی پیر صاحب کی سفارش اور دعا سے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) حاجتیں پوری ہوا کرتی تھیں اب پیر صاحب نہیں رہے تو کس کی سفارش سے پوری ہوگی، کوئی سفارشی ہی نہیں رہا، اس لئے نہ اس پر شرک کا حکم لگایا جائے نہ اس کو اس قسم کا عقیدہ رکھنے اور بات کہنے کی اجازت دی جائے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۸۹ھ

جو شخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے اسکا حال

سوال:- جو شخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے اس کا

---

[۱]..... شرح فقه اکبر ص: ۱۹۹، باب المسئلة المتعلقة بالکفر الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۶۸، باب المرتد، قبیل مطلب توبة الیاس مقبولة، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۷، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی سملک ڈابهیل.

[۲]..... تحت قولة بدرویش درویشاں کفر بعضهم وصحح ان لاکفروهو المحرر غایة الامران لایرخص فی التکلم بامثال هذه المقالة اهـ (شامی کراچی ص ۴/۲۵۹، مطلب فی معنی درویش درویشاں، باب المرتد، کتاب الجهاد)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Kufr Aamale-e-Kufr

حال اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟ جو جانتے تو سب کچھ ہیں مگر کرتے کچھ نہیں، اور نہ ہی دوسروں کو منع کرتے ہیں، ہندو تو پیروں کو پوجتے ہیں مگر مسلمان کو معلوم ہے کہ خالق کون ہے، پھر بھی وہ دور بھاگتا ہے، خدا کے بجائے اوروں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

خطاوار اور گنہگار ہیں[۱]، انکو توبہ کر کے اپنا عقیدہ اور عمل درست کرنا ضروری ہے[۲]، خدائے پاک سب کو توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۶ھ

۱..... السجدة حرام لغيره سبحانه (شرح فقه اكبر ص: ۲۳۰، مطبوعه رحيميه ديوبند، المحيط البرهانى ص:۸/۱۱۷، كتاب الكراهية، الفصل الثلاثون فى علاقات الملوك الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص:۵/۳۶۸، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون فى ملاقات الملوك الخ، عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۲۸۱، الباب التاسع فى احكام المرتدين)

۲..... قال تعالىٰ والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم، سورۂ آل عمران آیت:۱۳۵،

ترجمہ:- اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جسمیں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں، تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

فصل دوم

کلمات کفر

یہ لفظ کہنا کہ ''ہم نہیں جانتے مسئلہ کیا ہے؟''

سوال:- زید کے لڑکے کی بارات گئی عمر کے یہاں جیسا کہ رواج ہے زیورات کپڑے لڑکی کے دکھانے کا، جب دکھانے کا وقت آیا تو ایک حافظ صاحب نے منع کیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے، اس کے بعد ایک شخص نے یوں کہا کہ ''ارے ہم نہیں جانتے مسئلہ کیا ہے ہمیں تو کپڑا دکھاؤ'' اس پر کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مسئلہ کا انکار کرنے سے خارج از اسلام ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا جملہ کہنا بہت سخت بات ہے، اگر خدانخواستہ یہ مطلب ہو کہ ہم شرعی احکام پر ایمان ویقین نہیں رکھتے تو ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے[1]، اگر یہ مطلب نہ ہو تب بھی بڑی جہالت ہے، بہر حال ایسی بات کہنے والے کو توبہ واستغفار لازم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۴ھ

---

[1]..... قال من شریعت چه دانم یکفر (بزازیه علی هامش عالمگیری ص ۳۳۸، ج ۶، مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب الفاظ تکون اسلاماً او کفراً او خطأً، الباب الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۰، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمیگری کوئٹه ص: ۲/۲۵۸، الباب التاسع فی احکام المرتدین.

[2]..... سئل والدی عن قائل یقول لا اقول بفتوی الائمة ولا اعمل بفتواهم ما حاله یلزمه التوبة والاستغفار (فتاوی تاتارخانیه ص ۵۰۹ ج۵، مطبع ادارة القرآن کراچی)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

استنجے کے لئے ''کلوخ لینا'' اس کو سینما فلم کہنا

سوال:- اسطرح ایک شخص نے کہا، مثال کے طور پر کلوخ لینا حدیث کا حکم ہے لیکن آدھا من ایک من کا ڈھیلا مت لو اس مقدار سے زیادہ مت لیجئے، عالم صاحب نے اس طرح بولا تھا، عرض یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی طرف مائل کرنے کیلئے بولا، سامعین میں سے ایک سامع بولا کہ سنیما ہے کہ فلم ہے۔ علماءِ کرام کو سینما فلم کہہ کر بولا، ایسے شخص کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کلوخ کا مسئلہ اس طرح بیان کرنا درست ہے اور سینما یا فلم کہنا غلط ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، کہنے والے نے قرآن وحدیث کو سینما وفلم نہیں کہا بلکہ کلوخ کے مسئلہ کا جو عنوان اختیار کیا گیا ہے اسکو کہا ہے، اسلئے اس کہنے والے پر کوئی ایسا سخت حکم نہیں ہوگا، جو قرآن وحدیث کی توہین کرنے والے پر ہوتا ہے[۱]، البتہ اسکو ایسا کہنے سے بھی منع کیا جائیگا[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ،، ،،

---

[۱]..... وقد قال الامام رحمه الله تعالیٰ لا یخرج احد من الایمان الامن الباب الذی دخل فیه والدخول بالاقرار والتصدیق وهما قائمان (بزازیه علی هامش عالمگیری ص ۳۳۲ ج ۶، الباب السادس فی التشبیه، کوئٹه پاکستان)

[۲]..... فی هذه الآیة (ای لا تقولوا راعنا) دلیلان: احدهما علی تجنب الالفاظ المحتملة التی فیها التعریض للتنقیص والغض (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۵۶ ج ۲، الجزء الثانی، سورة البقرة تحت آیت: ۱۰۴، دارالفکر بیروت)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

امام اور استاد کو خنزیر و منافق کہنا

سوال:- ایک شخص نے ایک عالم فاضل کو امام مسجد رکھا اور اس کے پیچھے چند سال تک نماز پڑھی ہے، نماز کے علاوہ کچھ اور وظائف کی تعلیم بھی اس سے حاصل کرتا ہے، اس شخص نے اپنے استاد کو ایک معمولی بات پر خنزیر و منافق وغیرہ کہہ ڈالا، اور امامت سے بر طرف کر دیا پس ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے استاد کو ذلیل کرتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور باقی مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے[۱]، اور منافق وغیرہ کہنا ہرگز جائز نہیں[۲] خاص کر اپنے امام اور استاد کو ایسے الفاظ کہنا حد درجہ بے غیرتی اور محرومی کی دلیل ہے[۳]، اس لئے واجب ہے کہ امام سے ان الفاظ کی معافی طلب کرے اور آئندہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے گا، خاص کر اپنے استاد کی شان میں اور سب کو چاہئے کہ اسے سمجھاویں کہ تم

---

[۱]..... عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ سباب المسلم فسوق الحدیث مسلم شریف ص:۵۸، ج:۱، کتاب الایمان، بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، بخاری ص:۱۲، ج:۱، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن الخ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، (مشکوٰۃ ص ۴۱۱، ج۲، باب حفظ اللسان والغیبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،)

[۲]..... (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ) قال عکرمۃ: ھو قول الرجل للرجل یا فاسق یا منافق (تفسیر مظھری ص ۵۲، ج۹، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، تفسیر جامع البیان ص:۱۳۳/۱۳، الجزء السادس والعشرون، مطبوعہ دارالفکر، الدرالمنثور ص:۵۶۴/۷، سورۂ حجرات، تحت آیۃ:۱۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[۳]..... ان طالب العلم لا ینال العلم ولا ینتفع بہ الابتعظیم العلم واھلہ وتعظیم الاستاد وتوقیرہ (تعلیم المتعلم ص ۱۹، مطبع الرحمانیہ بمصر)

اپنے استاد سے معافی مانگ لو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، جامع العلوم کانپور

آلم کے شعر میں لفظ حریف کی تحقیق

سوال:- مندرجہ ذیل اشعار اور اسکا مضمون خلاف شریعت ہے یا کہ نہیں؟ جب کہ اس کے ظاہری ترجمہ سے قرآن وحدیث کی صریح مخالفت ثابت ہوتی ہے اور شعر کہنے والے کو شرعی اصطلاح میں کیا کہا جائے گا؟ چونکہ مندرجہ ذیل شعر میں آلم مظفر نگری نے خود کو روح الامین کا حریف ظاہر کیا ہے، اور وہ بھی نغمات میں، کیا روح الامین بھی ایسے نغمے پڑھتے ہیں؟ جیسے آلم مظفر نگری فرماتے ہیں۔ شعر یہ ہے: ؎

تیری شہرت الم پہونچی ہوئی ہے بام سدرہ تک
تیرے نغمے حریف روح الامیں نکلے

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک استاد کے دو شاگرد ایک ساقی کے دو مئے نوش ایک افسر کے دو ماتحت یعنی شریک کار بھی حریف کہلاتے ہیں، اور مقابل بھی آپس میں حریف کہلاتے ہیں جیسے کہ ؎

چو با حبیب نشینی وبادہ پیمائی
بیاد آر حریفان بادہ پیمارا

اور جیسے

حریفان بادہ خوردند رفتند
تہی خمخانہ کردند ورفتند

---

[1]..... واما ان کانت المظالم فی الاعراض..... فیجب فی التوبة. ان یتحلل منهم (شرح فقه اکبر ملخصاً ص ۱۹۵، بیان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی، شرح نووی علی هامش مسلم ص ۳۴۶، ۲/۳۵۴، باب التوبة، کتاب الذکر والدعاء، مطبوعه رشیدیه دهلی، روح المعانی ص ۱۵/۲۳۵، الجزء الثامن والعشرون، سورۂ تحریم تحت آیت:۸، مطبوعه دارالفکر بیروت)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اور جیسے صد شکر ہے کہ ان سے ملاقات تو ہوئی
یہ اور بات ہے کہ حریفانہ ہوگئی

معنی اول کے اعتبار سے روح القدس کے سب حریف ہو سکتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ روح القدس بھی اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کے نغمۂ تسبیح میں رطب اللسان ہیں اور الم بھی نغمۂ تسبیح میں مصروف ومشغول ہیں، بام سدرہ تک تسبیح کا پہونچنا کچھ مشکل نہیں ہے، قَالَ اللہ تَعَالیٰ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ الآیۃ[1] باقی شعرا کو ایسے کلام سے احتیاط کی ضرورت ہے جس سے دوسرے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں[2] اور دوسرے لوگوں کو بھی کسی کلام پر کوئی سخت حکم لگانے میں جلدی نہیں ہونی چاہئے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۵ھ

نور نامہ کا ایک شعر

سوال: ۔نور نامہ جمعرات کو پڑھا کرتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ:۔

---

[1]..... سورۂ فاطر آیت: ۱۰، **ترجمہ**:-اچھا کلام اسی تک پہونچتا ہے۔(از بیان القرآن)

[2]..... الثانیة: فی هذه الآیة دلیلان: احدهما: علی تجنب الالفاظ المحتملة التی فیها التعریض الخ، الجامع لاحکام القرآن ص۱/۵۶، الجزء الثانی، سورة البقرة تحت آیت:۱۰۴، مطبوعه دارر الفکر بیروت،

[3]..... لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن آو کان فی کفره خلاف الخ (درمختار علی الشامی زکریا ص۶/۳۶۷، کتاب الجهاد، باب المرتد. مطلب الاسلام یکون بالفعل کالصلوة بجماعة، مجمع الانهر ص:۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. البحرالرائق کوئٹه ص:۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین) ینبغی للعالم اذا رفع الیه هذا ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام، (البحر الرائق کوئٹه ص:۲/۱۲۴، باب احکام المرتدین، تاتارخانیه کراچی ص:۵/۴۵۹، فصل فی اجراء کلمة الکفر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

ع : مگراس کی اپنی سی صورت بنا.....رکھا اس میں وہ جو کہ قندیل تھا

سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بجائے اس کے قرآن پاک کی تلاوت کریں، درود شریف اور استغفار پڑھا کریں، اگر سب کو سنانا مقصود ہو تو حکایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضائل نماز، فضائل صدقات، حیات المسلمین پڑھا کریں، اور اللہ پاک جسم سے پاک ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شاعر امام کے بعض اشعار

سوال:- ایسے شاعر امام کے بارے میں شرع وقرآن وحدیث کی طرف سے کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟ شاعر امام کی پوری نظم درج ذیل ہیں۔

کون آئے گا ثانی میرا میرے بعد — کون پہونچائے گا پیغامِ وفا میرے بعد
پھول کی طرح جس ایک شاخ پہ بیٹھا برسوں — کیوں نہ ترسے گی گلستاں کی فضا میرے بعد
ہر طرف ذکر میرا یاد میری بات میری — آج پھر زندہ ہوا نام وفا میرے بعد
ہائے وہ زینتِ محراب ومصلیٰ نہ رہا — بند منبر سے ہوئی حق کی صدا میرے بعد
آپ کے بعد تو ایک بزم سجائی میں نے — آپ کی بزم میں پھر کیسے لگا میرے بعد
اہلِ دل اپنا مقام آپ بنا لیتے ہیں — اہلِ دل ہے تو مقام اپنا بنا میرے بعد

---

[1] ولا جسم لانه متركب ومتحيز وذلك امارة الحدوث، شرح عقائد ص۳۷، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شرح فقه اكبر، ص۴۲/ مطبوعه ديوبند، فتح الباری ج۱۵/ ص۲۹۱/ كتاب التوحيد، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة.

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

میرا اندازِ خطابت تمہیں یاد ہے کہ نہیں سچ کہو لطف تمہیں کچھ تو ملا میرے بعد
کوئی رہزن نہ کرے راہبری کا دعویٰ قافلے والے ہوں ہوشیار ذرا میرے بعد
میری موجودگی سے وہ جو سدا جلتے ہیں حال اب ان کا کچھ تو بتا میرے بعد
چہرۂ دوست ہے اترا ہوا ایک بات بھی ہے کیوں پشیمان ہوئے اہلِ جفا میرے بعد
ان کی محفل سے بہت دور چلا آیا ہوں پھر بھی ہوگا سنا میرا گلہ میرے بعد
میں تھا موجود تو چپ سادھ لیا تھا تم نے واہ واہ بن گئے اب شعلہ نوا میرے بعد
یاد آجاؤں اگر میں تو دعا یہ دینا ساتھ آپ کے اب جاؤ خدا میرے بعد
کوئی شیخی نہیں بس یہ ہے مقامِ شاعر نہ ملے گا تمہیں پھر مثل مرا میرے بعد

الجواب حامداً ومصلیاً!

شاعری کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنی تعریف کی جائے، اسلئے صلحاء نے شاعری کو اختیار نہیں فرمایا[1] تاہم منقولہ اشعار میں کہیں نبوت کا دعویٰ نہیں صرف زورِ شاعری ہے جو کہ مناسب نہیں لیکن اس پر کوئی سخت حکم (کفر وغیرہ) کا نہیں لگ سکتا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۶ھ

---

[1]..... قول الشافعی لولاالشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعرمن لبید (روح المعانی ص ۱۵۲ ج ۱۹، سورہ شعراء تحت آیت: ۲۲۶، مکتبہ مصطفائی)

ترجمہ:- اگر شعر علماء کے لے باعث عیب نہ ہوتا تو میں لبید سے بڑا شاعر ہوتا۔

[2]..... لا یخرج احد من الایمان الا من الباب الذی دخل فیہ (بزازیہ علی ہامش عالمگیری ص ۳۳۲ ج ۶، الباب الربع فی المرتد، السادس ف التشبیہ، مکتبہ کوئٹہ پاکستان. ینبغی للعالم اذا رفع الیہ ھذا ان لایبادر بتکفیر اھل الاسلام، بحرالرائق کوئٹہ ص ۱۲۴/۵، باب احکام المرتدین، تاتارخانیۃ ص ۴۵۹/۵، فصل فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی،

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

دعوۃ الحق کو دعوۃ الکفر کہنا

سوال: -مجلس دعوۃ الحق جو کہ مولانا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور اس وقت ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب زید مجدہ دعوۃ الحق کے کاموں کو کر رہے ہیں اور اشاعتِ تعلیم وغیرہ اور جو مقاصد دعوۃ الحق کے ہیں انہیں انجام دے رہے ہیں مولانا موصوف کے کاموں سے اہلِ علم ناواقف نہیں ہیں اور مجلس دعوۃ الحق کا اہلِ علم کو علم ہے، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ ایک عالم دعوۃ الحق کو سمجھتا ہے کہ یہ دعوۃ الحق نہیں بلکہ دعوۃ الکفر ہے اور دار الکفر ہے کیا ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، اور کیا ایسے عالم سے اعتقاد رکھنا درست ہے؟ اور اس کا وعظ سننا اور اس کی صحبت میں بیٹھنا درست ہے؟ یا ایسے عالم کا عوام وخواص مسلمین کو بائیکاٹ کرنا چاہئے؟ نیز کیا ایسے عالم کی تکفیر کی جائیگی؟ اور شرعاً کیا اسے حکم دیا جائیگا کہ وہ تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بھی کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان عالم صاحب سے اسکی شرعی وجہ دریافت کی جائے یہ معمولی چیز نہیں جو فرعی مسئلہ کی حیثیت سے ہو بلکہ بنیادی چیز ہے[1]، جب تک وہ اس کو مدلل طور پر بیان نہ کریں ان کی یہ بات قابلِ اتباع نہیں اور خود ان پر حکمِ کفر عائد کرنے میں بھی جلدی نہ کی جائے[2]، البتہ ان کا اس قسم کا وعظ نہ سنا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

---

[1]..... من ذکر عندہ الشرع فتجشا ای عمداً او تکلفاً او صوت صوتا کریھا ای تقذراً او تکرھا او قال ھذا الشرع؟ کفر ای حیث شبہ الشرع بالامر المکروہ فی الطبع، (شرح فقہ اکبر ص: ۲۱۶، فصل فی العلم والعلماء مطبوعہ مجتبائی دھلی) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اللہ میاں کا اپنی تعریف کرنا

سوال:-ایک عالم صاحب الٓم ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ پڑھ کر فرماتے ہیں کہ اللہ میاں اپنے مونہہ میاں مٹھو بن رہا ہے۔ازروئے شرع یہ الفاظ کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ظاہر ہے کہ الفاظ تو اللہ میاں کی عظمت کے خلاف اور نہایت استہزاء واستخفاف پر دلالت کرتے ہیں، جن سے ایمان سلب ہوکر ارتداد کا حکم ہوتا ہے[1]، وہ عالم صاحب ہی اپنے الفاظ کی تشریح کر سکتے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کسی کو یہ کہنا کہ اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے

سوال:-کوئی شخص ذاتی غضب کی بنا پر اگر کسی کو کہے کہ اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)[۲]..... ینبغی للعالم اذا رفع الیه هذا ان لایبادر الی تکفیر اهل الاسلام ..... الکفر شئ عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لا یکفر (البحر الرائق ص ۱۲۴-۱۲۵ ج۵، باب احکام المرتدین، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان)

[1]..... یکفر اذا وصف اللّٰه تعالیٰ بما لا یلیق به (عالمگیری ص۲۵۸ ج۲، کوئٹه پاکستان، الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، نوع آخر فیما یقال فی ذات اللّٰه تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الکفر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی کے متعلق یہ کہنا کہ اسکے دل میں کفر بھرا ہوا ہے بہت سخت اور خطرناک بات ہے، ہرگز ایسا نہ کہا جائے[1]، دل کا حال اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم، حضرت نبی اکرم ﷺ پر وحی آتی تھی بعض کے متعلق بتایا جاتا تھا اس لئے کبھی آپ اسکو ظاہر بھی فرمادیتے[2]، اب کسی کو یہ حق نہیں، جو اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کے متعلق جائز وناجائز کا حکم بتایا جاسکتا ہے، اسلامی اور غیر اسلامی اخلاق کی تعیین کی جاسکتی ہے مگر یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں شخص کے دل میں کفر ہے جبکہ وہ شخص مسلمان ہو، غیر اسلامی اخلاق واعمال سے بچنا سب کو ضروری اور لازم ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/۸۹ھ

بے دین فقیروں کا حال اور دعویٰ

سوال:- حضرت نبی اکرم ﷺ جب شبِ معراج میں دیدارِ خداوند عالم سے مشرف ہوئے تو اس وقت خدائے عزوجل اپنے حبیب ﷺ سے کتنے کلام کئے تھے اور ان میں سے کتنے ظاہر میں ہیں اور کتنے باطن میں اور اس کی کوئی مقدار متعین اور ظاہری و باطنی میں تقسیم ہونا کسی حدیث یا مرشد کامل یا کتب تصوف سے ثابت ہے یا نہیں؟

---

[1]..... لا یرمی رجلٌ رَجُلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک رواه البخاری (مشکوٰة المصابیح ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2]..... عن ابی مسعود الانصاری قال خطبنا رسول اللهﷺ خطبة فحمدالله واثنیٰ علیه قال ان فیکم منافقین فمن سمیت فلیقم ثم قال قم یا فلان قم یا فلان قم یا فلان حتی سمی ستة وثلاثین رجُلاً ثم قال ان فیکم او منکم منافقین فاتقوا الله (مسند احمد بن حنبل ص ۲۷۳، ج ۵، حدیث ابی مسعود عقبة بن عمرو الانصاری رضی الله عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

چونکہ ہمارے اس دیار میں بعض لوگ اپنے کو فقیر کہلاتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ جب حضور ﷺ نے شبِ معراج میں خداوند عالم سے ملاقات کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے (۹۰۰۰۰) نوے ہزار کلام کئے، من جملہ تیس ہزار ظاہری یعنی شریعت میں اور ساٹھ ہزار باطن میں جس کو معرفت کہتے ہیں، بناء علیہ وہ ظاہری یعنی شریعت کو چھوڑ کر باطنی کی طرف راغب ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن شریف کوئی چیز نہیں، دلی قرآن اصل ہے اور ظاہری قرآن محض کاغذ ہے، نیز علماءِ دین کو اندھا کہتے ہیں، نماز کوئی چیز نہیں وہ کچھ ضروری نہیں اور حدیث تفسیر کو نہیں مانتے، یہ سب بکواس کرتے پھرتے ہیں اور گانجا، افیون، بھنگ، حقہ نوشی، اور ایک دوسرے کی بیوی سے خدمت لینا، خلوت میں اور عورتوں کو مرید بنا کر رات میں خلوت میں فیض رسانی کرنا، وغیرہ وغیرہ بے غیرتی ان کا طریقہ ہے اور چشتیہ کے نام سے شب و روز سماع، قوالی، بھنگ نوشی میں مشغول رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کلام اللہ و کلام الرسول میں کیا حکم ہے، اور یہ بھی گزارش ہے کہ کسی طریقہ میں یعنی چشتیہ وغیرہ میں اس کا جائز ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے فقیروں سے گفتگو اور بحث بے سود بلکہ مضر ہے، دین میں ایسے لوگوں کا کوئی حصّہ نہیں[۱]، اسلامی حکومت ہو تو ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے[۲]، جو قرآن کریم[۳]

---

[۱]..... السماع والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه هو والغناء والمزامیر سواء (عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۱، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، سکب الانهر علی هامش المجمع ص ۴/۲۳۰، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲]..... ومن موجبات التعزیر الزهد البارد (عالمگیری ص ۱۶۹ ج ۲، فصل فی التعزیر)

[۳]..... اذا انکر آیة من القرآن الی قوله کفر (عالمگیری ملخصاً ص ۲۶۶ ج ۲، مطبوعه کوئٹه، باب احکام المرتدین، کتاب الشفاء ص: ۲/۲۵۱، فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه مؤسسة الثقافیة بیروت،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

حدیث شریف، تفسیر کونہیں مانتا وہ اسلام سے خارج اور مستحقِ نار ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الثانی ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۶۷ھ

یہ دعویٰ کہ میں جب چاہوں بارش کرادوں

سوال:- ایک شخص نہایت عبادت کرنے والا ہے اور وہ بارش کے بارے میں خدائی دعویٰ کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ میں جب چاہوں بارش کرادوں اور جب چاہوں بند کرادوں اس شخص کے بارے میں علماء کیا خیال کرتے ہیں اور نماز اس شخص کے پیچھے کیسی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ خدائی کا دعویٰ نہیں اگر وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں جب چاہوں بارش کردوں اور جب چاہوں بند کردوں اس میں فقط میرا حکم چلتا ہے خدا کا حکم نہیں چلتا تو البتہ خدا کی خدائی کا اس خاص معاملہ میں انکار ہوتا، اور اپنی طرف خدا کے اس فعل کی نسبت ہوتی، صورت مسئولہ میں تو وہ یہ کہتا ہے کہ جب چاہوں بارش کرادوں، جب چاہوں بند کرادوں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرا اتنا تعلق ہے کہ وہ میری دعا قبول فرمالیتے ہیں، لہٰذا ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے[1]، اگرچہ اسکو ایسا دعویٰ کرنا ہرگز زیبا نہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) مجمع الانهر ص:۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

[1]..... اختلف العلماء فی کفر من قال مطرنا بنوء کذا علی قولین احدهما هو کفر بالله تعالیٰ سالب لاصل الایمان مخرج من ملة الاسلام قالوا وهٰذا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

لقولہٖ علیہ السلام: ومن یتالّ علی اللّٰہ یکذبہٗ[1]، اس کومناسب طریقہ سے سمجھا دینا چاہئے، یہ الفاظ مذکورہ کہنے کا حکم ہے اگر اسکے علاوہ کچھ اور لفظ کہتا ہوتو اس کو علیحدہ دریافت کرلیا جائے اور یہ کلمہ لوگوں کو نفرت دلانے والا ضرور ہے، جس میں تقلیل جماعت کا اندیشہ ہے، لہٰذا اگر اس سے بہتر امامت کا اہل مل جائے تو اس کو امام بنالیا جائے، ورنہ پھر یہی سہی۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ دارالعلوم دیوبند

خدائی کا دعویٰ

سوال:- ایک حافظ خدائی کا دعوی کرتا ہے کہ یہاں کے لڑکے ہرگز پڑھ نہیں سکتے، اگر پڑھ لیں تو مجھے زندہ گاڑ دینا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص غیب کی باتیں جانتا ہے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

فیمن قال ذلک معتقداً ان الکوکب فاعل مدبر منشیء للمطر کماکان بعض اهل الجاهلیة یزعم من اعتقد هذا فلا شک فی کفره ولو قال مطرنا بنوء کذا معتقدا انه من اللّٰہ وبرحمته وان النوع میقات له وعلامة اعتبارا بالعادة فکأنه قال مطرنا فی وقت کذا فهذا لایکفر، (نووی علی مسلم ص: ۱/۵۹، کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بنوء کذا، مطبوعه ریشدیه دهلی، عمدة القاری ص: ۳/۱۳۷، ص: ۳/۱۳۷، الجزء السادس، باب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص: ۳/۲۱۹، کتاب الاستسقاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ تجعلون رزقکم الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة مکرمة، بذل المجهود ص: ۵/۱۳، کتاب الطب، باب فی النجوم، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

[1]..... دلائل النبوة، ص ۵/۲۴۲، باب ما روی فی خطبته ﷺ بتبوک، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ:- جو شخص اللہ تعالیٰ پر قسم کھاتا ہے اللہ اسکو جھوٹا کردیتے ہیں۔

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

جب کہ سوائے خدا کے کسی کو غیب کا علم نہیں، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب لڑکے بدشوق ہوں اور والدین کو پڑھانے کا شوق نہ ہو تو استاذ کی سب محنت بیکار جاتی ہے، اس سے پریشان ہو کر استاذ کہہ دیں کہ یہاں کے لڑکے ہرگز نہیں پڑھ سکتے تو یہ خدائی کا دعویٰ نہیں، نہ یہ علمِ غیب کا دعویٰ ہے بلکہ حالت کا اندازہ عموماً کر کے رائے قائم کی جاتی ہے[1]، اس لئے اس بات کی وجہ سے حافظ کو برا نہ کہا جائے، نہ کوئی اور غلط معاملہ کیا جائے، بلکہ ان کا ادب واحترام کیا جائے اور بچوں کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، حافظ صاحب کو چاہئے کہ ایسی باتیں کہہ کر ان کو مایوس اور بددل نہ کریں[2]، خود محنت کریں اور خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ ان کی محنت کو کامیاب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۰ھ

کسی پیر کا اپنے آپ کو اللہ کہنا اور کچھ لغویات

سوال:- ایک انسان جو بظاہر مسلمان ہے مگر اپنے آپ کو اللہ کہلواتا ہے، اور کہتا ہے کہ خنزیر کا گوشت حلال ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے استعمال کیا ہے، اور کہتا ہے کہ

---

[1]..... وبالجملة فالعلم بالغيب امر تفرد به سبحانه ولا سبيل اليه للعباد الا باعلام منه والهام بطريق المعجزة او الكرامة اوارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يمكن فيه ذلک، (شرح فقه اكبر ص:۱۸۵، الناس فی حق رجال الغيب ثلاثة احزاب، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2]..... فی حديث انس يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا، متفق عليه (مشكوٰة المصابيح ص۲/۳۲۳) كتاب الاماره، باب ما على الولاة من التيسير، الفصل الاول، طبع ياسر نديم.

ترجمہ:- سہولت پیدا کرو تنگی میں مت ڈالو اور تسلی دو نفرت مت دلاؤ۔

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

شراب بھی جائز ہے، ایسے شخص سے مرید ہونا اور اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ ایسے آدمی کی نماز جنازہ تجہیز وتکفین شریعت کی رو سے عمل میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعہ صحیح ہے تو شخص مذکور کافر ہے[۱]، اس سے مرید ہونا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے، اسکے پاس جانا اس کی مجلسوں میں بیٹھنا بھی قطعاً جائز نہیں ہے[۲]، ہر مسلمان کو اسکا بائیکاٹ کر دینا بالکل مناسب ہے[۳]، اسکی تجہیز وتکفین اور صلوۃ جنازہ مسلمانوں کیلئے ہرگز جائز نہیں[۴]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... اذا وصف الله تعالىٰ بما لايليق به الى قوله او اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقيوم والرحمن وغيرها يكفر (مجمع الانهر ص:۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۲]..... وكذالک منع اصحابنا الدخول الى ارض العدو ودخول كنائسهم والبيع ومجالسة الكفار واهل البدع والا تعتقد مودتهم ولايسمع كلامهم ولامناظرتهم، (الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ص:۴/۱۴، الجزء السابع سورة الانعام آيت:۶۸، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۳]..... قوله: نهى رسول الله ﷺ عن كلامن ايها الثلاثة، هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته، فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبه، المفهم شرح تلخيص مسلم ص۷/۹۸، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دارابن كثير دمشق بيروت،

[۴]..... وشرطها اى شرط جواز الصلوة عليه اسلام الميت فلا تصح على الكافر لقوله تعالىٰ ولاتصل على احد منهم مات ابدا، التوبة آيت:۸۴ الخ، (مجمع الانهر، ص:۱/۲۶۸، باب صلوة الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۳/۱۳۴، باب صلاة الجنازة، قبيل مطلب فى حمل الميت، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص:۴۹۶، قبيل فصل فى حملها ودفنها)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اگر میں نے فلاں کام کیا تو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو

سوال:- زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے وہ حافظِ قرآن بھی ہے، لیکن اس کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کوئی غلط کام کرلے اور لوگ اس سے اس کی وجہ پوچھتے ہیں تو فوراً کہتا ہے کہ حاشا وکلاّ مجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو اگر میں نے ایسا کیا ہو، کیا ان الفاظ کے استعمال کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ ان الفاظ کے بارے میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ شرک ہے، نیز ہم لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنا تو شرک نہیں ہے نہ ایسا کہنے سے آدمی مشرک ہوتا ہے[1]، لیکن بات بات پر ایسا کہنا نہایت مذموم وقبیح فعل ہے، لوگ بھی ایسے آدمی کو جھوٹا سمجھتے ہیں، اگر خدانخواستہ وہ بات غلط ہو تو یہ مرتے وقت اپنے حق میں کلمہ نصیب نہ ہونے کی بددعا ہے، اگر قبول ہوجائے تو خاتمہ کتنا خطرناک ہے، امام صاحب کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ ایسا نہ کیا کریں، بغیر اسکے بھی ان کی بات کا یقین کرلیا جائے گا، لیکن اگر ثابت ہوگیا کہ ان کی بات غلط ہے تو لوگوں کی نظر میں ان کی کیا عزّت رہے گی؟ پھر کس طرح لوگ ان کو امام بنانے

---

[1]..... ولو قال ان فعل كذا فهو يهودي او نصراني او بري من الاسلام او كافر .....فهو يمين .....والمختار للفتوىٰ انه ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهٰذاالشرط ومع هذا اتى يصير كافراً لرضاه بالكفر وكفارته ان يقول لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول الله وان كان عنده انه اذا اتى بهٰذاالشرط لا يصير كافراً لا يكفر (عالمگيری ص ۵۴ ج ۲، كتاب الايمان الباب الثانی فيما يكون يميناً و مالا يكون يميناً. مطبوعه كوئٹه پاكستان، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص: ۳/۵۷۳، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون، شرح فقه اكبر ص: ۲۳۶، من قال احسنت لما هو قبيح، مطبوعه مجتبائی دهلی)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

کیلئے راضی ہوں گے اور واقعۃً بھی مسئلہ کی رو سے جھوٹ بولنے والا اور اپنی جھوٹی بات پر ایسی قسمیں کھانے والا امامت کا اہل نہیں ہوتا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

اگر فلاں کام کروں تو اُمّت سے خارج

سوال:- زید اور بکر چچازاد بھائی ہیں اور دونوں کو حقیقی بہنیں منسوب ہیں اور زید عمر میں بکر سے بڑا ہے، زید نے گاہے بگاہے کچھ معاملات میں بکر کی بے عزّتی بھی کی ہے، لیکن اس کے باوجود بکر نے کوشش کی کہ دونوں میں میل ملاپ باقی رہنا چاہئے، تو زید کی عورت نے کہا کہ تم دونوں میں میل ملاپ کس طرح رہ سکتا ہے اس کی کوئی صورت ہے؟ تو زید نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا، اس پر بکر نے جواب دیا کہ میل ملاپ کی یہ صورت ہے کہ اگر ہم تمہاری طرف سے کوئی اپنے خلاف بات سنیں تو ہم تم سے تصدیق کریں گے کہ کیا تم نے ایسی بات کہی ہے اور اگر تم ہماری طرف سے کوئی اپنے خلاف بات سنو تو اس کی تصدیق کرلو۔ اگر ہماری طرف سے بات سچ ثابت ہوجائے تو تم ہمارے پچاس جوتے مار سکتے ہو، اگر ہم اس پر ذرا بھی اف کریں اور تم سے خلاف ہو جائیں تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی ملت میں نہیں ہیں، ان مشروط باتوں کا زید نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ باتیں دوپہر کو ہوئیں اور رات کو نو بجے کے قریب زید نے یہ جواب دیا کہ ہم کو مذکورہ مشروط باتیں تسلیم ہیں، اس کے کچھ دن بعد ایک صاحب کے یہاں شادی تھی اس سے اور زید سے کچھ تنازع چل رہا تھا اور بکر سے میل ملاپ تھا۔ اس نے بکر کو شرکت شادی کی

---

[1]..... یکره امامة عبد واعرابی وفاسق (درمختار) قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر (شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱، باب الامامة)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

دعوت دی، تو اس میں شرکت کے لئے بکر نے زید سے پوچھا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے، جس سے تم سے تنازع تھا اس نے ہم کو شرکتِ شادی کی دعوت دی ہے تو زید نے کہا کہ فلاں بھی چلا گیا ہے اور اس کیلئے میں کیا بتاؤں، تمہارا جی چاہے جاؤ تمہارا جی نہ چاہے نہ جاؤ میں کچھ نہیں جانتا اس کے بعد بکر نے شادی میں شرکت کی، اب زید کہتا ہے کہ بکر نے قسم مذکورہ کھائی تھی کہ ہم زید کے خلاف نہیں جاویں گے اور اس نے شادی میں شرکت کر کے خلاف ورزی کی، لہٰذا وہ قسم کا حانث ہو گیا اس لئے وہ کافر ہو گیا اور اس کا نکاح ختم ہو گیا، اب بکر کو لازم ہے کہ بعد تجدیدِ ایمان اپنا دوبارہ نکاح کر لے، کیا مذکورہ باتوں پر بکر دائرۂ کفر میں داخل ہو گیا یا زید محض بے عزتی کر رہا ہے، اگر ایسی بے عزتی کر رہا ہے تو زید کے لئے از روئے شرع کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکر نے شادی میں شرکت زید کے خلاف ہو کر نہیں کی، لہٰذا زید اور بکر کی منقولہ گفتگو کے ماتحت بکر پر کفّارۂ قسم لازم نہیں ہوا، نہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہوا نہ تجدیدِ ایمان لازم ہے نہ تجدیدِ نکاح ضروری ہے[1]، آئندہ اُمت سے خارج ہونے اور اس قسم کے دیگر کلمات سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

---

[1]..... واذا قال هو يهودى او نصرانى او مجوسى او برىء من الاسلام وما اشبه ذلك ان فعل كذا على امر فى المستقبل فهو يمين عندنا والمسئلة معروفة فان اتى بالشرط وعنده انه يكفر وان كان عنده انه لايكفر متى اتى بالشرط لايكفر متى اتى به، (شرح فقه اكبر ص: ۲۳۶، من قال احسنت لما هو قبيح شرعا، مطبوعه مجتبائى دهلى، عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۵۴، الباب الثانى فيما يكون يمينا الخ، قاضيخان على الهندية كوئٹه ۲/۵۷۳، باب مايكون كفرا من المسلم)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

بت خانہ کی قسم کھانا

سوال:- زید اور عمر میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، جسکے فیصلے کیلئے دو چار ہندو بھائی اور کچھ مسلمان بھائی کسی مزار سے کچھ فاصلے پر بیٹھے، جب زید سے زبان بندی لی گئی تو زید کو جو کچھ کہنا تھا کہا اور عمر سے زبان بندی لی گئی تو اسنے اس بُت خانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے اس بُت خانہ کی قسم، التجا یہ ہیکہ عمر نے ایک مسلمان ہوتے ہوئے ایسی قسم کھائی ہے اس سے اسکے اسلام وایمان میں کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ یا ہوا تو کیا کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

ضرورت پیش آنے پر اگر قسم کھائی جائے تو اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات کی قسم کھائی جائے[۱]، کسی غیر اللہ کی قسم کھانا اور وہ بھی بت خانہ کی قسم کھانا ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے، مذکورہ صورت میں زیادہ خطرہ ہے[۲]، اس لے تجدیدِ نکاح کرادیا جائے، ندامت کے ساتھ توبہ کر کے آئندہ پوری احتیاط واجتناب کا وعدہ کرنا چاہئے[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

۱..... والقسم باللّٰہ تعالیٰ وباسم من اسماءہ کالرحمٰن الرحیم او بصفة من صفاته کعزة اللّٰہ وجلاله وکبریاءہ وعظمته وقدرته ولا یقسم بغیر اللّٰہ (درمختار علی هامش الشامی کراچی ص ۷۱۰/۳، کتاب الایمان، مطلب فی الفرق بین السهو والنسیان، مرقاة شرح مشکوة ص ۵۵۴/۳، باب الایمان والنذور، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، مشکوة شریف ص ۲۹۶، باب الایمان والنذور، الفصل الثانی)

۲..... واما الحلف بالصنم ونحوه فان قصد به نوع تعظیم له کفر والا فلا فلحکم علیه بالکبیرة غیر بعید لما فی الحدیث من الوعید الشدید (کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۸۶۷/۴، الکبیرة الثانیة والثانیة والثالثة والرابعة عشرة بعد الاربعمائة الحلف بالامانة او بالصنم الخ، کتاب الایمان، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

یہ کہنا کہ ''رزق ہم دیں گے''

سوال:- قاری فخر الدین صاحب نے ایک آدمی کو کہا کہ روزی ہم دیں گے کیا ایسا کہنا شریعت کے نزدیک جائز اور درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

قاری فخر الدین صاحب حیات ہوں تو خود ان سے ہی اس کا مطلب دریافت کیا جائے ممکن ہے کہ ان کی تشریح سے اشکال ختم ہو جائے، حقیقتاً رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اہلِ عرب مجازاً بولتے ہیں ''رزق الامیر الجند'' امیر نے لشکر کو رزق دیا یعنی تقسیم کیا[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

''ایمانداری کوئی چیز نہیں'' کا مفہوم اور حکم

سوال:- زید نے مریم سے اس کی غلط فہمی دور کرنے کیلئے کہا کہ آخر ایمانداری تو کوئی چیز ہے۔ مریم نے بیساختہ غصہ کی حالت میں کہا ''ایمانداری کوئی چیز نہیں'' اس بات سے ایمان میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے کہ نہیں؟ اور نکاح دوہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

ایمانداری کا مفہوم عامۃً سچ بولنا اور سیاسی غرض کو مدنظر نہ رکھنا ہوتا ہے، خدا پر ایمان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... ماکان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائله بتجدید النکاح، وبالتوبة والرجوع عن ذلک احتیاطا، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۱، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۸۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین، قبیل باب البغاة،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱]..... (لسان العرب ص ۱۱۵ ج ۱۰) (ق ک) دار صادر..

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

رکھنا مراد نہیں ہوتا، مریم نے جب کہا کہ ایمانداری کوئی چیز نہیں، تو اسی مفہوم کی نفی کرنا مقصود ہے نہ کہ خدا پر ایمان کی نفی لہٰذا اس پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا، البتہ ایسے الفاظ بولنے سے منع کیا جائے گا جن سے کفر کا شبہ بھی ہوتا ہو[1]، لہٰذا توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۵ھ

زوجہ کا ایک کفریہ خط زوج کے نام

سوال:- زید اور ہندہ میں زوجیت کا رشتہ ہے، لہٰذا ہندہ زید کو یہ خط تحریر کر رہی ہے، خط کی عبارت اور مضمون یہ ہے:

جناب زید صاحب!..... السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام کے عرض کرتی ہوں آپ کہتے ہیں کہ میں گھر جاتا ہوں تو مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا، آپ سے جب تک کوئی بات نہیں کریگا جب تک کہ آپ کام نہیں سیکھ لیتے، پورا کام سیکھ لو اور ڈاڑھی کم کرو اور قمیص اونچی کرو کیوں کہ بالکل بوڑھے لگتے ہو اور اچھے نہیں لگتے، اس وجہ سے آپ سے سب گھبراتے ہیں، سادھو سے ہو، مولوی بھی بہت دیکھے لیکن ایسے نہیں دیکھے جیسے تم۔

خدا ایسے مولویوں سے بچائے، زیادہ کپڑے ایسے پہنتے ہو جیسے کپڑے کبھی ہم نے دیکھے ہی نہ ہوں، آپکو دیکھ کر مجھے غصہ آتا ہے، اگر آپکو میری بات پسند نہ ہو تو میرے گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے انسان سے میں راضی نہیں ہوں جو میرا مذاق اُڑائے،

---

[1]..... فالحق ان یکفر القائل ان کان من تلک الفئۃ او اراد ما ارادوہ وان قالہ غیر عالم فھو مخطئی یلزمہ ان یستغفر وغایۃ الامر ان لایرخص فی التکلم بامثال ھذہ المقالۃ، (شامی کراچی ملخصا ص: ۲۵۹/۴، کتاب الجھاد، باب المرتد، مطلب فی معنی درویش درویشاں)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

(داڑھی رکھنے کی بناء پر) خدا ایسے مولویوں سے بچائے، بالکل گاؤں والے بن کر آجاتے ہو اور مجھے روپئے بھیج دو اور اپنی خیریت سے جلد مطلع کرو اور میری ان باتوں کا جواب دو۔ تنگ ہو کر خط لکھا ہے آپ مانو یا نہ مانو آپ کو خدا ہی سمجھائے گا اگر سمجھ میں نہ آئے تو۔

اس خط سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہندہ کو ڈاڑھی اور نیچے کرتے سے بہت زیادہ نفرت ہے اور تحقیر دین ہے، لہٰذا اس خط کی بناء پر ہندہ پر کفر کا حکم ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہو تو زید کا نکاح ہندہ سے باقی رہا یا نہیں؟ یا بین بین کا درجہ ہے کہ نہ باطل ہے نہ ثابت؟ پھر نکاحِ ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بقایا مہر کی ادائیگی زید پر واجب ہے یا نہیں؟ آیا زید کو قصرِ داڑھی جائز ہے؟ جب کہ زید کی عمر اس وقت ۲۸ رسال کی ہے اور ہندہ کی عمر ۱۸ رسال کی ہے اور ہندہ یہ خط اپنے میکہ سے لکھ رہی ہے اور زید اس وقت ٹیلر ماسٹر کا کام سیکھ رہا ہے، مشاہدہ کیلئے زید کا فوٹو بھی بھیجا جا رہا ہے، لہٰذا آپ حضرات اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

ہندہ کی اس تحریر کی بناء پر نکاح ختم ہو کر ہندہ زید کی زوجیت سے خارج نہیں ہوئی، دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں، پہلا نکاح باقی ہے[1]، اس نے جو خط لکھا وہ جہالت اور ماحول کا اثر ہے اس کو تعلیم و تفہیم کی ضرورت ہے، زید کو داڑھی کٹانے کی ضرورت نہیں، نہ اس کی اجازت ہے[2]، اس داڑھی سے نہ وہ سادھو معلوم ہوتا ہے نہ گاؤں والا،

---

[1]..... قال بعض مشائخ بلخ ردة المرأة لا تعتبر ردة ولا تبين من زوجها (فتاوی خانیہ ص ۵۷۹، ج۳، قبیل باب الردة واحکام اهلها، کوئٹہ پاکستان، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴/۳۶۷، باب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل الخ، البحرالرائق کوئٹہ ص: ۳/۲۱۴، باب نکاح الکافر)

[2]..... واما الاخذ منها دون ذالک ای دون القبضة فلم یبحه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

ہندہ کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے، مہر اس تحریر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوا اور زید کے ذمہ باقی ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بدری صحابی کو وہابی اور منافق کہنا

سوال:- ایک صحابی جو اصحابِ بدریین میں سے ہیں جن کا اسم گرامی حاطب ابن ابی بلتعہ ہے ان کو وہابی اور منافق کہا گیا، حالانکہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمادیا ہے کہ اصحابِ بدریین جنتی ہیں، حالانکہ بریلی کے علماء نے کہا کہ یہ صحابی نہیں بلکہ وہابی اور منافق ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو شخص کسی صحابی کو وہابی اور منافق کہے اس کا ایمان رہا یا نہیں؟ نیز جو اس کہنے والے کے ساتھ تھے انہوں نے نکیر نہیں کی بلکہ خاموش رہے انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

(**بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا**) احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۴۱۸ ج۲، مطبوعه کراچی، قبیل فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم، طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۵۶۱، فصل فی مایکره للصائم، البحرالرائق کوئٹه ص: ۲/۱۸۰، قبیل فصل فی العوارض)

[۱]..... والمهر یتأکد باحدمعان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین سواء کان مسمیٰ اومهرالمثل حتی لا یسقط منه شئ بعد ذالک الابالابراء من صاحب الحق (عالمگیری ص۳۰۳،۳۰۴ ج۱، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، مطبوعه کوئٹه پاکستان، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴/۲۳۳، باب المهر، البحرالرائق کوئٹه ص: ۳/۱۴۳، باب المهر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

الجواب حامداً ومصلّیاً!

کیا اس کے متعلق بھی کوئی تحریر موجود ہے کہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو وہابی کہا ہے اور وہابی کا یہی مطلب لیا ہے جس کے عقائد کی تشریح فتاویٰ رضویہ میں کی ہے اور کفر کا حکم لگایا ہے اور مولانا محمد اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ کو ابوالوہابیہ کہہ کر بے شمار دلائل ان کے کفر کے بیان کئے ہیں اور یہ لکھا ہے جو کہ ان کے کفر اور عتاب میں شک کرے وہ خود بھی کافر ہے پھر آخر میں لکھا ہے کہ محتاط علماء ان کو کافر نہیں کہتے یہی مفتی بہ ہے، خانصاحب بریلوی کی کتاب ''الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات الوہابیہ'' ہے اسمیں تفصیل ہے مذکورہ خانصاحب کی تحریر کی بناء پر ان کے ایمان کا سلامت رہنا اور ان کے نکاح کا باقی رہنا اور کل اولاد کا حلال ہونا دشوار ہو گیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۱۳۹۹ھ

---

[1]..... لو قال لمسلم اجنبی یاکافر او لا جنبیة یاکافرة ولم یقل المخاطب شیئا الٰی قوله کان الفقیه ابو بکر الاعمش البلخی رحمه الله تعالیٰ یقول: یکفر هذا القائل وقال غیره من مشائخ بلخ: لایکفر والمختار للفتوی لجنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولایعتقده کافرا لایکفر وان کان یعتقده کافرا فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر الخ (المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۴، نوع آخر فی الرجل یقول لغیره یاکافر الخ، مطبوعه المجلس العلمی دابهیل، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۸، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۳۱، الخامس فی الاقرار بالکفر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

مجھ کو جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منظور ہے
اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی (نعوذ باللہ)

سوال:- زید اور عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں زید بڑا ہے عمر چھوٹا ہے دونوں میں ایک رات جھگڑا ہو رہا تھا تو بڑے بھائی کی بدعنوانیوں کی بنا پر چھوٹے بھائی نے کہا کہ تمہارے یہ اعمال ہیں اللہ کے یہاں تمہارا کیا حشر ہوگا۔ تو بڑے بھائی نے کہا کہ ''مجھ کو جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منظور ہے'' پھر دوسری رات میں بھی جھگڑا ہوا اور زیادہ خطرناک صورت ہوگئی، تو بیچ بچاؤ کرنے والوں نے بڑے بھائی زید سے کہا کہ خدا کے لئے چُپ رہو۔ تو زید نے برملا کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی (نعوذ باللہ) کیا زید کے یہ دونوں جُملے کلمۂ کفر ہیں؟ اگر ہیں تو ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور کیا اس سے نکاح پر بھی اثر پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

یہ کلمات نہایت سخت ہیں ان سے ایمان کا باقی رہنا دشوار ہے[1]۔

---

[1]..... یکفر اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ.....او نسبہ الی الجھل او العجز اوالنقص (عالمگیری ملخصاً ص ۲۵۸ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بذات اللہ الخ، مطبوعہ کوئٹہ، المحیط البرھانی ص: ۷/۳۹۹، نوع آخر فی ما یقال فی ذات اللہ، مجمع الانھر ص: ۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الکفر انواع، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اگر خدای مرا در بھشت کند غارت کنم او قیل لا تعص اللہ فان اللہ تعالیٰ یدخلک النار فقال من از دوزخ نمی اندیشم کفر بھٰذا کلہ، (عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۲۶۰، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بذات اللہ تعالیٰ، تاتارخانیہ کراچی ص: ۵/۴۸۶، فصل رد الا وامر الشرعیۃ)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

مگر ایسے شخص کے واسطے فتویٰ کیا کارآمد ہوگا کسی عالم صالح بزرگ کے پاس اس کو لے جائیں وہ نرمی اور شفقت سے اس کو سمجھا دیں اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرا دیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۹۹ھ

نیند کو نماز سے بہتر کہنے پر کیا حکم ہے؟

سوال:- بعد نماز عشاء ایک آدمی نے اپنی لیٹی ہوئی بیوی سے کہا نماز پڑھ لو بیوی نے کہا مجھے نیند آرہی ہے اس کے جواب میں مرد نے کہا کہ نیند یعنی سونا بہتر ہے یا نماز بہتر ہے؟ تو بیوی نے جواب دیا کہ نیند بہتر ہے اس صورت میں عورت پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟ نیند کو نماز سے اچھا بتانے والا آدمی کیسا ہے؟ اسلام میں داخل رہے گا یا خارج از اسلام ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

نیند کا نماز سے بہتر ہونا جو کہ بیوی نے جواب میں کہا ہے وہ باعتبار تقاضۂ طبیعت کے ہے یعنی اس وقت سونے کو طبیعت چاہتی ہے نیند کا غلبہ ہے نیند ہی اچھی لگتی ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ خدائے پاک کے نزدیک نیند کا مقام نمازِ عشاء سے بلند ہے کہ اگر کوئی عشاء کی نماز نہ پڑھے بلکہ مرجائے تو وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک پیارا ہے اس سے جو نماز پڑھے

---

[1]..... وان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته، (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبيل الباب العاشر فى البغاة، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانى ص: ۷/۳۹۷، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، شامى زكريا ص: ۶/۳۶۸، باب المرتد، مطلب فى حكم من شتم دين مسلم)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اس لئے بیوی پر کوئی سخت حکم نہیں لگایا جائے گا[۱]، البتہ اس قسم کا لفظ بولنے سے اس کو منع کیا جائے گا، وہ توبہ کرے آئندہ ایسا نہ کہے نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۶ھ

مناظرہ سکھانے کیلئے کفریات بولنا کیسا ہے؟

سوال:- ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ میں تعلیماً طلبہ کو مناظرہ کی تمرین کرائی جاتی ہے۔ ایک طالب علم اپنے آپ کو کبھی کافر کبھی بدعتی کبھی مرزائی کبھی مودودی ظاہر کرتا ہے جب اپنے کو کافر ظاہر کرتا ہے تو خدا کا انکار اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتا ہے۔ دوسرا طالب علم اس کو کافر وغیرہ الفاظ سے مخاطب کر کے اس کا جواب دیتا ہے، اور جب بدعتی ظاہر کرتا ہے تو علماءِ دیوبند کو گالیاں دیتا ہے اور ان کو کافر بتلاتا ہے۔ دوسرا طالب علم اس کو جواب دیتے ہوئے گمراہ خاں وغیرہ کہتا ہے۔ یہی صورت تب بھی ہوتی ہے جب مرزائی یا مودودی اپنے کو ظاہر کرتا ہے۔ غرض جب کسی فرقہ کی وکالت کرتا ہے تو فِرَقِ باطلہ کے عقائد تو نہیں رکھتا لیکن ان کے وہ کلمات جو شرعاً ناجائز ہیں استعمال کرتا ہے۔ مذکورہ صورت کبھی کبھی مدرسہ کے جلسہ میں ہوتی ہے اس میں بعض مرتبہ جلسہ کو دلچسپ بنانا بھی مقصد ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں وہ طالب علم گنہگار تو نہیں ہوتا،

---

[۱]..... لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو کان روایة ضعیفة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۳۰ - ۲۳۱ ج ۴، مطبوعه کراچی، باب المرتد، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہاں مدرسے کے اساتذہ میں اختلاف ہے کوئی درست کہتا ہے کوئی غلط۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اگر فرقہ باطلہ ہالکہ سے مناظرہ سکھایا جائے تو کسی طالب علم کا اپنے آپ کو ان فرقوں میں شمار کرنا اور اہلِ حق کی تضلیل وتکفیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں سخت معصیت ہے بلکہ اپنے ایمان کا خطرہ ہے، اقرارِ کفر اور اجرائے کلمہ کفر اگرچہ اعتقاداً نہ ہو استہزاء ہو تو اس کو بھی فقہاء نے موجبِ کفر لکھا ہے جیسا کہ مجمع الانہر[1]، عالمگیری[2]، شامی[3]، شرح فقہِ اکبر[4]، وغیرہ میں مذکور ہے، اس لئے مناظرہ کا طریقہ اختیار کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان باطل فرقوں کی طرف سے ایک کہے کہ مثلاً اگر قادیانی یہ کہے تو آپکے پاس کیا جواب ہے۔ اگر رضاخانی یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ فلاں جماعت نے آپ کے اکابر پر اعتراض کیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟ کفریات کو کبھی بھی اپنا مقولہ بنا کر نہ پیش کرے اگرچہ جعلی وکیل کی نیت سے ہو ویسے بھی کلمہ کفر کو زبان پر لانا موجبِ ظلمت ہے جب تک اس کی تردید نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[1]..... والحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلا او لاعباً كفر عند الكل لا اعتبار باعتقاده (مجمع الانهر ص ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2]..... الهازل او المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافاً واستهزاءً ومزاحاً يكون كفرا عند الكل (عالمگيرى ص ۲۷۶ ج ۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر الخ، مطبوعه كوئٹه)

[3]..... شامی کراچی ص ۴/۲۲۴، مطلب ما يشك فى انه ردة لايحكم بها، باب المرتد)

[4]..... شرح فقه اكبر ص ۱۸۸، قبيل المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة، مطبوعه رحيميه ديوبند)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا

سوال:- زید نے بکر کو کہا کہ داڑھی رکھ لو بکر نے جواب دیا کہ ناف کے نیچے کے بال رکھ لوں ایسی صورت میں بکر کی شرعی کیا سزا تجویز کی جاسکتی ہے اور اہل برادری کیا سزا کفارہ مقرر کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

بکر کا جواب بہت سخت ہے،[1] یعنی ڈاڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دیتا ہے اور منہ کو شرمگاہ سے تشبیہ دے رہا ہے پس جس طرح زیر ناف کے بالوں کو رکھا نہیں جاتا بلکہ صاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ڈاڑھی کو نہیں رکھا جائے بلکہ صاف کر دینا چاہئے ڈاڑھی رکھنا ایسا قبیح و ناپسند ہے۔ حالانکہ ڈاڑھی رکھنے بلکہ بڑھانے کا حکم حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔[2]

---

[1]..... رجل قال لآخر احلق رأسک وقلم اظفارک فان هذه سنة فقال لا افعل وان كان سنة فهذا كفر لانه قال على سبيل الانكار والرد وكذا فى سائر السنن خصوصا فى سنة هى معروفة وثبوتها بالتواتر كالسواک ونحوه الخ، (مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، خلاصة الفتاوى ص: ۴/۳۸۶، الجنس الثالث فيما يقال فى الانبياء، مطبوعه نول كشور لكهنئو، المحيط البرهانى ص: ۷/۴۱۰، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

[2]..... قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين اوفروا اللحى واحفوا الشوارب وفى رواية: انهكوا الشوارب واعفوا اللحىٰ. مشكوٰة شريف ص ۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مطبوعه رشيديه دهلى، بخارى شريف ص: ۲/۸۷۵، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار، مطبوعه اشرفى ديوبند)(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اور زیر ناف کے بالوں کو صاف کرنے کا حکم ہے[۱]، دونوں چیزوں کا حکم الگ الگ تھا۔ بکر نے دونوں کا حکم ایک کر دیا جو کہ بڑی جسارت ہے ممکن ہے کہ بکر نے اس تفصیل پر غور نہیں کیا ہو ایسے ہی بے پرواہی سے جواب دے دیا ہو تاہم اس کو اپنے اس جواب پر نادم ہو کر توبہ کرنا لازم ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۱۴۰۱ھ

اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا

سوال: - خالد اور حامد دونوں کے جھگڑے کے درمیان ماجد پہونچا اور اس سے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) ترجمہ: -حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو۔ ڈاڑھی بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ۔

۱..... قال رسول اللّٰہ ﷺ عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة الحديث (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴، باب السواک الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص: ۱۲۹/۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مطبوعہ رشیدیہ دهلی، ابو داؤد ص: ۸/۱، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ: -دس چیزیں فطرت میں سے ہیں (۱) مونچھ کاٹنا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) کلی کرنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) میل کی جگہوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) موئے زیر ناف کاٹنا۔

۲..... ما کان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ۲۸۳ ج ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعہ کوئٹہ پاکستان. مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت. المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈاهبیل)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

کہا کہ صلح کرلو تو حامد بولا کہ اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی آکر منع کریں گے تو بھی نہیں مانوں گا اب ایسے شخص کو گنہگار کہا جائے یا کافر؟ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلّیاً!

یہ جملہ نہایت سخت ہے[1]، حسب تصریح فقہاء ایسے شخص کا اسلام سلامت رہنا دشوار ہے تجدید ایمان ونکاح کیا جائے توبہ کرکے خدا سے پختہ عہد کیا جائے کہ اس قسم کا کوئی لفظ بلکہ کوئی بھی حرکت خدائے پاک کے نبی کے خلاف سرزد نہ ہونے پائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ

جو شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا

سوال:- عمداً تارک صلوٰۃ کے حق میں اور حق میں اس شخص کے جس کو نماز پڑھنے کیلئے بلایا جائے اور وہ شخص نماز پڑھنے سے صاف انکار کردے یا اس سے اعراض ظاہر کرے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ جلد اول میں ص۵۳۴/ پر جو ادارہ اشرف العلوم کراچی میں چھپا ہے، تارک صلوٰۃ عمداً کے سلسلہ میں مختلف اقوال ثلثہ ذکر کرنے

---

[1]..... ویکفر بقوله ان کان ماقال الانبیاء حقاً او صدقا الی قوله وبقولها نعم حین قال لها لو شهد عندک الانبیاء والملائکة لا تصدقیهم حین قالت له لا تکذب (البحر الرائق ص ۱۲۱، ج۵، باب احکام المرتدین، المکتبة الماجدیه پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۱، نوع آخر فیما یعود الی الانبیاء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۲۷، الثالث فی الانبیاء)

[2]..... ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص۲۸۳ ج۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، کوئٹه پاکستان)

کے بعد یوں تحریر فرمایا ہے اور اگر نماز سے تنفر یا اعراض ظاہر کیا یا تحقیر واستہزاء سے پیش آیا تو کافر ہو جائے گا کیوں کہ اہانت حکم شرعی کی کفر ہے اس پر مختلف علماء کرام کے دستخط موجود ہیں دریافت طلب بات یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس تحریر کے لحاظ سے سینکڑوں ہزاروں کافر ہو جائیں گے آپ اس سلسلہ میں حدیث وقرآن اور فقہ کی روشنی میں وضاحت کیجئے آیا یہ شخص ایسی ہی زجر وتوبیخ کا مستحق ہے یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جو شخص قصداً بلا کسی عذر کے نماز فرض کو ترک کرتا ہے اور قضا کرنے کی بھی نیت نہیں رکھتا اور اپنی اس بات پر خدا کے عقاب کا بھی خوف نہیں کرتا اسکے متعلق فقہاء کرام نے لکھا ہے۔

(یکفر) بترک الصلوٰۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب (بحر[1] ص ۱۲۲ ج۵) جو شخص نماز پڑھنے سے انکار کرے اس کے متعلق یہ تفصیل ہے:

وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه احدها لا اصلی لانی صلیت والثانی لا اصلی بامرک فقد امرنی بهامن هو خیر منک والثالث لا اصلی فسقا ومجانة فهٰذه الثلٰثة لیست بکفر والرابع لا اصلی اذ لیس بواجب علی الصلوٰۃ ولم اومر بها.[2]

---

[1]..... البحر الرائق ص ۱۲۲ ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. مجمع الانهر ص:۲/۵۰۸، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... عالمگیری ص ۲۶۸ ج۲، منها مایتعلق بالصلوٰۃ والصوم والزکوٰۃ، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص:۷/۴۱۴، کتاب السیر، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوۃ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص:۲/۵۰۸، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

فقہاء کے تحریر کردہ احکام کو حالات پر منطبق کیجئے پھر جو اشکال ہو اُسے دریافت کرلیا جائے جو شخص خود ہی کفر کی راہ اختیار کرلے اسکے متعلق جو حکم ہوگا وہ خود ہی اس پر جاری ہوگا۔ اگر وہ اس حکم کو برداشت نہیں کرسکتا تو دوسری راہ اختیار کرے یعنی جو شخص جہنم کی راہ پر جارہا ہے وہ اگر جہنم نہیں جانتا ہے تو اس راہ پر نہ چلے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ریل کی لائن پر چل رہا ہے کسی نے اسکو منع بھی کیا اسپر مت چلو ریل آئی تو کچلے جاؤ گے، اس نے استہزاء و مذاق کرکے اسکی بات نہیں مانی پھر ریل آ بھی گئی اور وہ لائن سے نہیں ہٹتا تو اسکا انجام معلوم ہے جس نے لائن پر چلنے سے منع کیا تھا اور کچل جانے سے ڈرایا تھا اسپر کیا الزام ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

انکارِ نماز کی ایک توجیہ

سوال:- زید سے نماز پڑھنے کے لئے کہا اس نے جواب دیا مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں اور نہ اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے تو اس قول سے اس کے ایمان کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی جاوے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

یہ قول تو نہایت خطرناک ہے ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ مجھے نماز پڑھنی نہیں آتی اس لئے اس کی تکفیر سے احتیاط کی جائے جب کہ اس کا شمار مسلمانوں میں[1] تھا تو اس کی

---

[1] ولو اطلق وقال لااصلی لایکفر منها عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۲ ما، یتعلق بالصلوة الخ، کوئٹہ پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۱۴، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص: ۳/۵۷۳، باب مایکون کفرا من المسلم، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۴۱، التاسع فی مایقال فی القرآن الخ)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ صلوا علی کل بر و فاجر[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ

سخت کلمہ اور اس کا جواب

سوال:- ایک گاؤں میں دو پارٹی ہیں دونوں مسلم حنفی المسلک ہیں ایک پارٹی کا ایک شخص اپنی اکثریت دولت اور نفسانیت کی بنا پر اگر یہ جملہ کہے کہ ''ہم بے شرع ہی رہیں گے'' اور ایک نے اسی بنیاد پر یہ جملہ کہا کہ ''ہم فتویٰ نہیں مانتے''۔

اور ایک شخص نے یہ جملہ کہا کہ ''ہم دس حرام سور کھا چکے ہیں ایک اور کھائیں گے'' دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ تینوں اشخاص کے اس جملہ پر شریعت کا کیا حکم ہے کیا یہ لوگ اسلام سے خارج ہو جائیں گے؟ پھر سے تجدید ایمان ونکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جہالت اور نفسانیت کی بنا پر یہ جملے کہے گئے ہیں اگر ان کو شرعی حکم معلوم ہوتا اور نفس پر قابو ہوتا تو ہرگز اسکی نوبت نہ آتی اب ایسا کہنے والوں کو حکم شرعی بتایا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ پھر جہالت اور نفسانیت جوش میں نہ آجائے اور زیادہ خطرناک جملے نہ زبان سے نکل جائیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان کا کوئی خیر خواہ قابل اعتماد ان کو سمجھائے کہ وہ خود ہی حکم دریافت کرلیں تاکہ ان کو بتادیا جائے کہ پہلے دو جملے ایسے ہیں کہ ان سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے[2]۔ تیسرا جملہ بھی جرأت کا ہے، ان سے اللہ سے نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرلیں

---

[1]..... کنز العمال ص ۵۴ ج ۶، مؤسسته الرسالة بيروت، كشف الخفاء ص: ۲/۲۹، حرف الصاد المهملة، مطبوعه دار احياء التراث العربيبيروت.

ترجمہ:- ہر نیک اور فاسق شخص پر نماز پڑھو!

[2]..... اذا قال الرجل لغيره حكم الشرع فى هٰذه الحادثة كذا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

اور کلمہ پڑھ کر دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول دوبارہ کرلیں، فتاویٰ عالمگیری[1] البحر الرائق[2] وغیرہ کتب فقہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۸/۳/۱۴۰۱ھ

نحن عباد محمد ﷺ کا مطلب

سوال:- رضا خانیوں کا کلمہ کون ہے اور یہ عبارت کیا ہے؟ اللہ رب محمد ﷺ نحن عباد محمد ﷺ یہ کلمہ ہے یا درود شریف ہے اس کو پڑھنے سے آدمی گنہ گار ہوگا یا اس کو ثواب ملے گا اور اس کو پڑھنے والا مومن رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

یہ عبارت حدیث شریف یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی جن کی یہ عبارت ہے ان سے ہی دریافت کرنا چاہئے کہ یہ کلمہ ہے یا درود شریف؟ البتہ اس میں نحن عباد محمد ﷺ جو کہا گیا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) فقال ذالک الغیر من برسم کارمیکنم نه بشرع یکفرالیٰ ماقال رجل عرض علیه خصمه فتویٰ الائمة فردها وقال چه بارنامه فتویٰ آوردهٔ قیل یکفرالخ (عالمگیری ص۲۷۴ ج۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه. المحیط البرهانی ص: ۴۲۱/۴۲۲/۷، نوع آخر فی العلم والعلماء الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص:۳۳۷،۳۳۸/۶، الثامن فی الاستنخفاف بالعلم)

[1]..... فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط، (عالمگیری ص۲۸۳ ج۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

[2]..... البحر الرائق ص۱۲۳، ج۵، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب السیر، باب احکام المرتدین.

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ (نعوذ باللہ) ہم محمد ﷺ کے بندے ہیں جو شخص حضرت محمد ﷺ کو معبود مانے وہ اسلام سے خارج ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ

غصہ میں کلمہ کفر

سوال:- زید نے عمر سے ایک جھگڑے میں پوچھا کہ کیا تم بندوں کو مسبب الاسباب سمجھتے ہو کہ اگر رسوم میں شرکت نہ کرے تو وہ نوکری سے علیحدہ کر دیں گے عمر نے ایک دم کہہ دیا ہاں ایسا ہی سمجھتا ہوں اب عمر پچھتاتا ہے کلمہ کفر ہو گیا توبہ تو اسی وقت کر لی اس کو ندامت بھی بہت ہے اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

توبہ واستغفار اور آئندہ کیلئے احتیاط کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... یکفر اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ (الی قولہ) او جعل لہ شریکا الخ عالم گیری ص ۲۵۸ ج ۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعہ کوئٹہ. مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۰، باب احکام المرتدین)

[2]..... وما خطاء من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائلہ یقر علی حالہ ولایومر بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک، شامی زکریا ص: ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب من لا یقتل اذا ارتد، (مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، المحیط البرہانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

کیا رکوع میں سبحان ربی الاجیم پڑھنا کفر ہے

سوال:- نماز کے اندر رکوع میں سبحان ربی العظیم کے بجائے سبحان ربی الکریم پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص العظیم کے بجائے اجیم پڑھتا ہو تو وہ دائرۂ اسلام میں رہتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا ایمان کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث پاک میں سبحان ربی العظیم ہے[1]، سبحان ربی الکریم پڑھنا حدیث شریف کے خلاف ہے جو شخص عین وظاء ادا نہیں کرتا وہ اجیم پڑھتا ہوگا اس طرح پڑھنا غلط ہے لیکن اس سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص عین وظا ادا نہیں کر پاتا وہ مجبور ہے اس کو صحیح ادا کرنے کی کوشش لازم ہے جب تک صحیح ادا نہ کر سکے اس کو سبحان ربی الکریم پڑھنا چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه وذالک ادناه الحدیث (مشکوة شریف ص:۸۳، باب الرکوع، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص:۶۰/۱، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود، مطبوعه بلال دیوبند، ابن ماجه ص:۶۳، باب التسبیح فی الرکوع والسجود، مطبوعه اشرفی دیوبند)

[2]..... السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لا یحسن الظاء فیبدل الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلوٰة (شامی کراچی ص۴۹۴ ج ۱ فصل فی بیان تالیف الصلاة الی انتهائها، تاتارخانیه کراچی ص:۴۷۶/۱، الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

''کَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُوْن'' کوکلا صاف کرنے کی تائید میں پڑھنا کفر ہے

سوال:- داڑھی منڈوانے والے داڑھی منڈانے کی تائید میں ''کلا سوف تعلمون'' پیش کرتے ہیں کیا یہ کفر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

داڑھی منڈانے والے کی تائید میں اس کو پڑھنا اور مطلب یہ لینا کہ کلا صاف کرو یہ تحریف اور کفر ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

وندے ماترم

سوال:- دفتروں اور مدرسوں میں وندے ماترم پڑھنے پر اگر اصرار کیا جائے تو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلِّیاً!

اس کے معنی کیا ہیں اگر یہ شعار کفار ہے تو اس سے بچنا لازم ہے اور اس کیلئے

---

[1]..... المراد بالتحريف القاء الشبه الباطلة والتاويلات الفاسدة وصرف اللفظ عن معناه الحق الى معنى باطل بوجوه الحيل اللفظية كما يفعله اهل البدعة (تفسير كبير ص: ۲۳۰، ج۳، سورة النساء، مطبوعه دار الفكر بيروت، كتاب الشفا ص: ۲/۲۵۱، فصل فى حكم من استخف بالقرآن طبع بيروت، شرح فقه اكبر ص: ۲۰۶، من قراء الظاء مقام الضاد، مطبوعه مجتبائى دهلى)

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

درخواست دے کر قانونی طور پر استثناء کرالیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اسکول میں ترانہ

سوال:- اسکولوں میں آج کل شرعی لباس نہیں ہے اور صبح کو پرارتھنا میں ''رگھوپتی راگھو راجہ رام'' ترانہ مسلمان، ہندو، سکھ سب مل کر گاتے ہیں، اگر مسلمان بچّے اور استاذ شریک نہ ہوں تو ان پر ناحق ظلم کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں مسلمان بچوں اور استاذوں کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرک اور معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ''**لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق**''الحدیث[2] ایسی چیزوں سے بچنے کیلئے آئینی تدابیر اختیار کی جائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... من تشبه بقوم فهو منهم (مشكوٰة ص ۳۷۵ كتاب اللباس) قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار (مرقاة ص ۴۳۱ ج۴، كتاب اللباس، مطبوعه بمبئى)

تنبیہ:- وندے ماترم میں سراسر شرکیہ وکفریہ کلمات ہیں اس کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کفایۃ المفتی ص،۹/۔

[2]..... (مشكوٰة المصابيح ص ۳۲۱ ج۲ كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانى مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۱۲۵/۲، كتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء فى غير معصية، مطبوعه رشيديه دهلى. مسند احمد ص: ۱۳۱/۱، مسند على بن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنه، مطبوعه دار الفكر بيروت.

:\ F.M. Fainal\ Jild-2\ Kalimat-e-kufr

جو مسئلہ پیش آئے اس کا جواب دریافت کیا جائے مثلاً مثلاً سے نہیں

سوال:- اگر کوئی مسلمان مرد خدانخواستہ زبان سے کوئی کلمہ کفر کہہ دے جس سے کہ وہ کافر ہو جائے۔ مثلاً خدا کو گالی دے دے یا کسی شرعی بات کا منکر ہو جائے اور وہ اپنی عورت سے صحبت کرے اور حمل پڑ جائے اور مثلاً لڑکی پیدا ہو جائے تو میرے بزرگان دین وہ لڑکی حرام ہے یا حلال کیوں کہ وہ مرد کافر ہو گیا تھا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا تھا اور اس نے عورت سے صحبت کی تو وہ زنا ہو گیا وہ حمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جو بات واقعتہً پیش آئی ہو صحیح صحیح لکھ کر اس کا حکم دریافت کرنا چاہئے فرضی باتیں مثلاً مثلاً کہہ کر ایسے امور میں پوچھنا ٹھیک نہیں[۱]، کافر ہو جانا بہت سخت ہے اللہ پاک محفوظ رکھے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... ولو سأل عامی عما لم یقع لم یجب جوابه، المجموع شرح المهذب ص ۷۵/ ۱، فصل فی احکام المفتیین، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲]..... لان الکفر نهایة فی العقوبة (البحر الرائق ص ۱۲۵ ج۵، باب احکام المرتدین. المکتبة الماجدیه کوئٹه پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

تکفیر مسلم

تکفیر مسلم

سوال: -کسی نے فتوی دیا کہ یہ مسلمان کافر ہے، تو حقیقت میں وہ کافر نہ ہوتو کہنے والے کا شرع کی رو سے کیا حکم ہے؟ عندالحنفیہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر جاننا کفر ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایمارجل قال لاخیہ کافرفقد باء بھااحدھما متفق علیہ وعن ابی ذرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک رواہ البخاری وعنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من دعا رجلاً بالکفر او قال عدواللّٰہ ولیس کذالک الاحار علیہ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ ج ۲)[1] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... مشکوۃ شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم،

کسی مسلمان کو سردار جی کہنا

سوال:- ایک شخص کبھی کبھی نماز کی پابندی کرتا ہے، وحدانیت اور رسالت کا اقرار بھی کرتا ہے، البتہ کبائر اور صغائر گناہ کے بارے میں اس کا رویہ تشفی بخش نہیں ہے، ایسی حالت میں اس کو ''سردار جی'' کے لقب سے یاد کرنا کیسا ہے جبکہ قرآن پاک میں صراحتاً ''وَلاَ تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ'' وارد ہے، سردار جی کہنے والے کو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمان سخت گنہگار ہونے کے باوجود مسلمان ہے[1]، صغائر و کبائر سے توبہ کرنا بھی لازم ہے، ہمارے عرف میں ''سردار جی'' سکھ کو بولتے ہیں، اگر وہاں بھی یہی عرف ہے اور عمر کی مراد بھی یہی ہے تو مسلمان کو ''سردار جی'' کہنا جائز نہیں[2] عمر کو لازم ہے کہ ایسا کہنے سے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے ورنہ اس کے ذمہ گناہ باقی رہے گا[3] زید کو بھی چاہئے کہ

---

[1]..... والکبیرة لا تخرج العبد المؤمن من الایمان (شرح عقائد ص۱۰۷،۱۰۶، مبحث الکبیرة، مکتبه امدادیه دیوبند، عقیدة الطحاوی ص:۸۸،۸۹، لانکفر اهل القبلة بذنب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شرح فقه اکبر ص:۸۶، قبیل سب الشیخین الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2]..... قال عکرمة فی تفسیر ولا تنابزوا بالالقاب هو قول الرجل للرجل یا فاسق یا منافق یا کافر (تفسیر مظهری ص۵۲ ج۹، سورۂ حجرات تحت آیت: ۱۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص:۷/۴۲۴، نوع آخر فی الرجل یقول لغیره یا کافر الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص:۲/۲۷۸، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر)

[3]..... اما ان کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبة فیجب فی التوبة ..... ویتحلل منهم بیان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی، نووی علی هامش مسلم ص۲/۳۴۶، کتاب الذکر والدعاء، باب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی،

اپنی وضع قطع، روش سب اسلام کے مطابق رکھے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/۸۹ھ

اپنے سوا سب کو کافر کہنا

سوال:- مولوی حشمت علی صاحب نے بے شمار ایسی عورتوں کا نکاح پڑھوایا ہے جنکے چار چار چھ چھ لڑکے پیدا ہو چکے ہیں یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ ان عورتوں کا نکاح نہیں ہوا تھا یہ لڑکے جو پیدا ہوئے ہیں حرامی ہیں، اگر نکاح ہوا تھا تو وہ ناجائز ہے وہ اب تک حرام کاری تھی، اب نکاح ہوا پہلے کا غلط تھا، سابقین اکابرین علماء کو گالیاں دیتے ہیں میں نے بچشم خود دیکھا ہے تحریر کہ ائمہ اربعہ تک انکے حملہ سے محفوظ نہیں ہیں، اب سوال یہ ہے کہ مولانا حشمت علی صاحب کو کس طرح سے یاد کیا جائے، اور انکے متبعین جو انکے پیروکار ہیں انکے متعلق کیا حکم ہے؟ مولوی حشمت علی صاحب کے نزدیک دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہے نہ ناجی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے جو شخص اپنے سوا کسی کو بھی مومن نہ سمجھے، اکابر اہل اللہ پر کفر کا فتویٰ لگا دے اس کا ٹھکانہ معلوم، حشر معلوم[۱] اعاذنا اللّٰہ منہ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[۴]..... راجع: تفسیر، ادخلوا فی السلم کافۃ (معارف القرآن ص ۴۹۷ ج ۱، معراج بک ڈپو دیوبند)

[۱]..... حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی شخص کو کافر سمجھے اور وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر اس کہنے والے پر لوٹ آتا ہے لہٰذا حدیث شریف کی روشنی میں اس قائل کا ٹھکانہ وحشر کافروں کے ساتھ جہنم میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان کو کافر کہنا

سوال:- (۱) بکر نے بلاسبب ایک شخص مسلمان کو اہانۃً وحقارۃً مرتد کہہ کر گالی دی کہ تو مرتد ہے، کافر ہے، بلاتجدیدِ نکاح اپنی بیوی کو ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ شخص مرتد نہ ہو اور اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو تو بکر مرتد ہوا یا نہیں؟ اور اس کی عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(۲) ایک عالم غیر مجتہد نے اپنے قیاس سے زید کو بھول کر ایک فتویٰ دیا جس پر عمل کرنے سے زید کو نقصان پہنچا، بعدہٗ زید نے ایک محقق عالم سے اس کی تحقیق آزمائش کی، معلوم ہوا کہ وہ غلط ہے، زید نے اس عالم غیر مجتہد کو گالی کے طور پر کہا، بیہودہ کھانا کھا کر سو رہتے ہیں، کتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں، پھر مسئلہ جھوٹ بولتے ہیں بیلوں کے مانند، ایسے بیلوں کو کیا کرنا چاہئے؟

اس عالم نے زید سے کہا کہ تم نے عالم کو بیل کہہ کر گالی دی جس سے تمہاری بیوی کو طلاقِ بائنہ واقع ہوگئی۔ **من ابغض عالماً من غیر سبب خیف علیه الکفر.** یہ عبارت عالمگیری سے مخزن الفتاویٰ ص ۱۰۴، میں ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی اور زید مرتد یا فاسق ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بلاوجہِ شرعی کسی مسلم کو کافر و مرتد کہنا کفر ہے[۱]، اسلئے بکر سے وجہ دریافت کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... عن ابن عمر مرفوعاً قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما. مشکوة ص: ۴۱۱.

وعن ابی ذر مرفوعاً قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یرمی رجل رجُلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک (مشکوٰة المصابیح ص ۴۱۱ ج ۲) باب حفظ اللسان والغیبة والشتم. الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم، **(حاشیہ صفحہ ھذا اگلے صفحہ پر)**

جائے کہ اسنے کس وجہ سے ایسا کہا، جب تک اس کی تحقیق نہ ہو جائے کسی پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة اھ تنویر، ص۳۹۹ ج۳ر[1]

(۲) وہ فتویٰ سامنے ہو تو اس کو دیکھ کر رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح ہے یا غلط، نیز وہ فتویٰ بھی ساتھ ہونا چاہئے جس کے ذریعہ سے آزمائش کی گئی ہے۔ فقط واللہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ر محرم ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸ر محرم ۶۷ھ

کلمہ گو کو کافر کہنا

سوال: - کسی کلمہ گو کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسلام کے لئے صرف کلمہ گو ہونا کافی نہیں بلکہ دل سے تصدیق اور عقائدِ حقہ کا اختیار کرنا ضروری ہے[2]، کیوں کہ کلمہ بہت سے غیر مسلم بھی پڑھ لیتے ہیں اور وہ غیر مسلم ہونے کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1]..... وعن ابی ذر مرفوعاً قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یرمی رجل رجُلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ ج۲، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، عالمگیری ص۲۷۸ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر الخ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... (تنویر الابصار علی الشامی کراچی ص ۲۲۹-۲۳۰/۴، مطلب فی حکم من شتم دین الخ، باب المرتد، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین)

[2]..... الایمان فی الشرع هو التصدیق بما جاء به الرسول ﷺ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مقر بھی ہیں، لیکن تصدیقِ قلبی اور عقائدِ حقہ پر دوسروں کو مطلع ہونا آسان نہیں، اس لئے اتنا ضروری ہے کہ تصدیقِ قلبی اور عقائدِ حقہ کے منافی کوئی چیز صادر نہ ہو[۱]، مثلاً ایک شخص کلمہ گو بھی ہے اور بُت کے سامنے سجدہ کرتا ہے[۲]، یا ختمِ نبوت کا منکر ہے[۳]، یا قرآن کریم کو خدا کی کتاب نہیں، مانتا وغیرہ وغیرہ، تو محض کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اس کو مسلم و مومن نہیں کہا جائے گا[۴]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) من عند الله تعالیٰ وتصدیق النبی ﷺ بالقلب فی جمیع ماعلم بالضرورة والاقرار به ای باللسان، (شرح عقائد ص: ۱۲۰، مطبوعه امدادیه دیوبند، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۶/۳۵۴، باب المرتد) لاجل ان الایمان فعل القلب لا الاقرار فقط صح نفی الایمان عن بعض المقرین باللسان، (نبراس ص: ۲۵۲، ان الایمان فی الشرع هو التصدیق، مطبوعه امدادیه ملتان) لا یکفی فی الایمان فعل اللسان (روح المعانی ص: ۱/۱۸۸، الجزء الاول، سورۂ بقره تحت آیت: ۳، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۱]..... لایخرج العبد من الایمان الا بجحود ما ادخله فیه (عقیدة الطحاوی ص: ۹۳، لایکفر العبد الا بالجحود، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۴، باب احکام المرتدین)

[۲]..... ولا نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة للتکذیب وعلم کونه کذلک بالادلة الشرعیة کسجود الصنم الی قوله ونحو ذالک مما ثبت بالادلة انه کفر (شرح عقائد ص: ۱۰۸، مبحث الکبیرة، مطبوعه امدادیه دیوبند. شامی زکریا ص: ۶/۳۵۶، باب المرتد، شرح فقه اکبر ص: ۹۳، والصلوة خلف کل بر وفاجر الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[۳]..... والایمان بسیدنا محمد علیه الصلوة والسلام فیجب بانه رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذا آمن بانه رسول ولم یؤمن بانه خاتم الانبیاء لا یکون مومنا، (مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۶، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شرح فقه اکبر ص: ۲۰۲، المسئلة المتعلقة بالکفر الخ مطبوعه مجتبائی دهلی، عقیدة الطحاوی ص: ۴۹، رسالة خاتم النبیین، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، اکفار الملحدین ص: ۵۷، بیان کفر من ادعی النبوة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل)

[۴]..... من جحد القرآن کله او سورة منه او آیة قلت وکذا کلمة او قراءة متواترة او زعم انها لیست من کلام الله کفر، (شرح فقه اکبر ص: ۲۰۵، من قراء الظاء مقام الضاد الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی، کتاب الشفاء ص: ۲/۲۵۱. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور کسی مسلم کو بغیر دلیل کے کافر کہنا بھی نہایت خطرناک ہے، اس کو بھی کھیل نہ بنالیا جائے، اس سے اپنا ایمان بھی مجروح ہوتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۳ھ

ایک دوسرے کو کافر کہنا

سوال:- زید اور عمر دو بھائی ہیں، آپس میں دونوں میں شدید اختلاف تھا پنچایت ہوئی اور دونوں میں میل ملاپ کرادیا گیا، اس میں عمر نمازی ہے، مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، ملاپ کے باوجود زید نے مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی اور عیدین دوسری جگہ پڑھی اس پر عمر نے ایک فتویٰ نکالا کہ زید وعدہ خلاف ہے اور میرے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کافر ہوگیا، یہ یوم جمعہ میں سنایا گیا، پھر معاملہ ایسے ہی چلتا رہا، زید سے کہا گیا کہ چلو نماز پڑھو، اس پر زید نے کہا کہ جب مجھے کافر کہا گیا ہے تو میں کافر ہوں، ویسے زید کا دل صاف ہے تو اب زید کا اس جملہ کے کہنے سے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عداوت اور وہ بھی دو بھائیوں میں شرعاً اخلاقاً عرفاً سخت مذموم اور منحوس چیز ہے،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) فصل فی حکم من استخف بالقرآن الخ، مطبوعہ مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت، عقیدة الطحاوی ص:۸۷، القرآن کلام اللہ لا یساویه کلام، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[1]..... عن ابی ذر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یرمی رجُلٌ رجُلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک رواه البخاری (مشکوٰة المصابیح ص ۴۴۱ ج ۲)باب حفظ اللسان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم.

اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے اور دنیا بھی تباہ ہوتی ہے[۱]، زید نے غلطی کی جو جماعت ترک کی اور گھر پر تنہا نماز پڑھنے لگا، اور بہت بڑی نعمت سے محروم ہو گیا[۲]، اس کو لازم ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت کی نماز پڑھا کرے اور اپنی غلطی سے توبہ کرے، عمر نے اس سے بڑھ کر غلطی کی زید پر کفر کا حکم لگایا، مسلمان پر کفر کا حکم لگانا نہایت ہی خطرناک ہے، اس سے دین و ایمان سلامت نہیں رہتا[۳]، عمر کے اس کہنے سے اور اعلان کرنے سے زید کافر نہیں ہوا، عمر کے ذمّہ لازم ہے کہ اپنی غلطی کا علی الاعلان اقرار کرے اور زید سے سب کے سامنے معافی[۴] مانگے کہ

---

[۱]..... عن ابی بکرة قال قال رسول اللهﷺ ما من ذنب احری ان یعجل الله لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخر له فی الاخرة من البغی وقطیعة الرحم، (مشکوة شریف ص: ۴۲۰، باب البر والصلة، الفصل الثانی)

[۲]..... عن عبد الله انه کان یقول من سره ان یلقی الله عزو جل غدا مسلما فلیحافظ علی هولاء الصلوات الخمس حیث ینادی بهن فان الله عزوجل شرع لنبیهﷺ سنن الهدیٰ فانهن من سنن الهدیٰ وانی لا احسب منکم احدا الا له مسجد یصلی فیه فی بیته فلو صلیتم فی بیوتکم وترکتم مساجدکم لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم ومامن عبد مسلم یتوضا فیحسن الوضوء ثم یمشی الی صلاة الاکتب الله عزوجل له بکل خطوة یخطوها حسنة او یرفع له بها درجة او یکفر عنه بها خطیئة ..... ولقد رأیتنا ومایتخلف عنها الا منافق معلوم نفاقه، (نسائی شریف ص:۹۷، ۹۸/۱، المحافظة علی الصلوات حیث ینادی بهن، دارالکتاب دیوبند، مشکوة شریف ص: ۹۶، ۹۷، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، طبع یاسر ندیم)

[۳]..... لایرمی رجل رجُلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک رواه البخاری (مشکوٰة شریف ص ۴۱۱ ج۲، باب حفظ السان الخ، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۴]..... ولو انه قال بهتانا لم یکن ذلک فیه فانه یحتاج الی التوبة فی ثلاثة مواضع: احدها ان یرجع الی القوم الذین تکلم بالبهتان عندهم، ویقول انی قد ذکرت عندکم فلانا بکذا وکذا فاعلموا انی کاذب فی ذلک والثانی ان یذهب الی الذی قال علیه البهتان، ویطلب منه ان یجعله فی حل، تنبیه الغافلین للسمرقندی ص ۹۲، باب الغیبة، طبع عباس احمد الباز مکة المکرمة،

اس نے یومِ جمعہ میں اعلان کر کے زید کو ذلیل کرنے کی انتہائی مذموم کوشش کی، یہ معمولی بات نہیں، منصبِ امامت کے بھی خلاف ہے، اس کے اعلان کی وجہ سے زید کا اپنے آپ کو کافر کہنا ہی غلط ہے، دونوں اپنی اپنی غلطی کا احساس کر کے مکافات کریں انشاء اللہ فتنہ ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۱ھ

دیوبندی علماء کو کافر کہنا

سوال:- بریلوی عقائد کے لوگوں کا کہنا ہے کہ دیوبندی عقائد کے لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کرنا، کسی قسم کا رابطہ وتعلقات رکھنا ناجائز ہے اور اگر دیوبندی (وہابی) سلام کرے تو اس کا جواب دینا بھی ناجائز ہے اور دیوبندیوں کو کافر بھی کہتے ہیں، ایسی صورت میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کیلئے یہ حالات پریشان کن ہیں، اس لئے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماءِ دیوبند کا مسلک صحیح ہے، قرآن کریم، حدیث شریف، صحابۂ کرام، فقہاءِ مجتہدین کے بالکل مطابق ہے جو شخص اس کو غلط کہتا ہے وہ ان سب کی مخالفت کرتا ہے اور جو شخص ایسے دیوبندی علماء کو یا ان کے متعلقین کو کافر کہتا ہے وہ اہلِ ایمان کو اہلِ کفر سمجھتا ہے، اس کو ضروری ہے کہ اپنے ایمان کی خبر لے[1] اور اصلاح کرائے، ورنہ وہ ہمیشہ ایمان سے

---

[1]..... عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک رواه البخاری (مشکوٰۃ ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- آپ ﷺ نے فرمایا کوئی آدمی کسی کو فسق کے ساتھ منسوب نہیں کرتا ہے اور نہ کفر کے ساتھ مگر وہ کفر اس پر لوٹ آتا ہے اگر وہ شخص ایسا نہ ہو۔

نا آشنا رہے گا اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی واولیاء کاملین کو کافر کہنے کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مستحق[1] رہے گا اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۵ھ

علماءِ دیوبند کو کافر کہنے والا کیا حکم رکھتا ہے؟

سوال:- جلال آباد میں جو کہ ایک پرانی بستی ہے قدیم زمانے سے بستی کی جو سب سے بڑی جامع مسجد ہے اس میں ہمیشہ جمعہ ہوتا چلا آیا اور برابر ہو رہا ہے، کچھ عرصہ سے جامع مسجد کے قریب ہی ایک چھوٹی سی محلّہ کی مسجد ہے اس میں دو چار آدمیوں نے جو بدعتی عقیدے کے ہیں اور اپنے اکابر کو کافر کہتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ علماءِ دیوبند کو کافر نہ کہنے والا کافر یقینی ہے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صرف ہم یہ عقیدہ رکھنے والے ہی مسلمان ہیں اور مسلمان کی نماز کافر کے پیچھے درست نہیں ہے جس کی وجہ سے ان بدعتی عقیدے کے چار آدمیوں نے جمعہ کی نماز علیحدہ سے شروع کر دی، چوں کہ جامع مسجد میں جمعہ ڈیڑھ بجے ہوتا ہے اور یہ لوگ چھوٹی مسجد میں ڈھائی بجے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، اسلئے کثرت سے لوگ ان بدعتی حضرات کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے پیش امام جو کہ دیندار صحیح العقیدہ متمول ہیں، ان سے اگر کسی وجہ سے (جامع مسجد میں) جمعہ چھوٹ جاتا ہے تو وہ بھی چھوٹی مسجد میں ان کے پیچھے نمازِ جمعہ ادا کر دیتے ہیں اب سوال یہ ہیکہ نیک صحیح العقیدہ شخص جسکا اتباع پوری بستی ہی نہیں مضافاتی بھی کرتے ہیں ان کو جمعہ کی نماز بدعتی کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے یا ظہر کی نماز؟

---

[1]..... مَنْ عَادیٰ لِی وَلِیًّا فقد آذَنْتُه بالحَرْب (الحدیث) بخاری شریف ص ۹۶۳ ج ۲، کتاب الرقاق، باب التواضع، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:- جو میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوشخص علماءِ دیوبند کو کافر کہتا ہو اور اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تو وہ شخص خود ہی خطرناک حالت میں ہے، اس لئے کہ حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اگر ایک آدمی کسی کو کافر کہے اور واقعۃً وہ شخص کافر نہ ہو تو وہ کفر خود اس پولوٹ کر آتا ہے[1]، پس ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں[2]، نہ اس کو کافر کہا جائے نہ اس کا اقتداء کیا جائے، پھر وہ لوگ کسی دیوبندی عقیدے والے کے مسجد میں آجانے سے مسجد کو دھلوا کر پاک کراتے ہیں، دیوبندی کے سلام کا جواب دینے ہی سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، دیوبندی کو سلام کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ ان کے نزدیک مرتد ہوجاتا ہے۔ العیاذ باللہ

جامع مسجد میں نماز کا اہتمام لازم ہے، خاص کر امام صاحب کو، دوسرے لوگ بھی جامع مسجد میں سویرے جایا کریں تاکہ اس کی نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۲ھ

شاگردوں کو کافر کہنے والے کا حکم

سوال:- اگر استاد اپنے شاگرد کو کہے کہ یہ شاگرد استاد پر عاق ہے استاد لوگوں سے

---

[1]..... عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یرمی رجُلٌ رجُلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الاارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک رواہ البخاری (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ ج۲، باب حفظ اللسان والغیبۃ، الفصل الاول، یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص:۲/۸۹۳، کتاب الادب، باب ما ینھی عن السباب واللعن، طبع رشیدیہ دھلی، مسلم شریف ص:۱/۵۷، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر، طبع رشیدیہ دھلی)

[2]..... کراھۃ تقدیمہ ای الفاسق کراھۃ تحریم (شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱، باب الامامۃ)

کہتا ہے کہ یہ شاگرد کافر ہوگیا نماز اس کے پیچھے جائز نہیں شاگرد توبہ نکالتا ہے کئی دفعہ توبہ نکالا ہے لیکن شاگرد پر کسی قسم کا ثبوت بے ادبی کا نہیں اور استاد لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ یہ بالکل کافر ہے، شریعت ایسے استاذ پر کیا حکم کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاً شاگرد کے کافر ہونے کی وجہ استاد سے دریافت کی جائے جو کچھ وجہ وہ بتائے اسپر شرعی حیثیت سے غور کیا جائے گا بلا وجہ کسی مسلم کو کافر کہنا خود کفر کے درجہ کا گناہ ہے[1]، اور جب آدمی شریعت کے مطابق سچی توبہ کرتا ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے۔

ثم اذا تاب توبة صحيحة صارت مقبولةً غير مردودة قطعاً من غير شک و شبهة بحكم الوعد بالنصاه شرح فقه اكبر ص ۱۹۶ /[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اپنے مسلمان ہونے کا انکار

سوال: - اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، حالانکہ وہ صوم وصلوٰۃ

---

[1]..... عن ابی ذر مرفوعاً قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يرمى رجل رَجُلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذالک (مشكوٰة المصابيح ص ۴۱۱ ج۲، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص:۲/۸۹۳، كتاب الادب، باب ماينهى عن السباب واللعن، مسلم شريف ص:۱/۵۷، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم يا كافر)

[2]..... شرح فقه اكبر ص:۱۹۶، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی. تفسير المنار ص:۱۱/۳۳، سورۂ توبه تحت آيت:۱۰۴، مطبوعه دارالفكر بيروت، تنبيه الغافلين ص:۵۳، باب التوبة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کا پابند ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنا نہایت خطرناک ہے[۱]، اس کو توبہ واستغفار اور کلمہ پڑھنا لازم ہے، احتیاطاً تجدید نکاح کرے[۲]، اگر وہ اپنے ایمان کو کمزور سمجھتے ہوئے ایسا کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو جیسا کہ اللہ کے وعدوں پر یقین ہونا چاہئے اور اس کے احکام کا پابند ہو جانا چاہئے وہ بات مجھ میں نہیں اور بطور رنج وافسوس کے کہتا ہے گویا اللہ پاک سے قوی ایمان کی تمنا رکھتا ہے تو اس پر تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کا حکم نہیں[۳] لگایا جائے گا، اور اس کے احساس وافسوس کی تعریف کی جائے گی، مگر ایسا کہنے سے پھر بھی روکا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

علامہ فضلِ حق خیرآبادی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ

سوال: - زید کہتا ہے کہ علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ حضرت شیخ عبدالوہاب دہلویؒ

---

[۱]..... لو قیل لمن کان له شهر من اسلامه الست بمسلم فقال لا کفر (شرح فقه اکبر ص ۲۲۳، مکتبه مجتبائی دهلی، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر، البحرالرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۳، باب احکام المرتدین، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۳۰، الخامس فی الاقرار بالکفر)

[۲]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف یؤمر قائله بتجدید النکاح وبالتوبة، وارجوع عن ذلک احتیاطا، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۱، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، دارالکتب العلمیة بیروت، عالگیری ص ۲/۲۸۳، الباب التاسع، قبیل الباب العاشر، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

[۳]..... یستفادمن شرح فقه الاکبر: قد صح عن بعض السلف انهم کانوا یستثنون فی ایمانهم والعذر عنهم انهم ماکانوایستثنون لشکهم فی ایمانهم الی قوله حاصله ان الاستثناء راجع الی کمال ایمانه وجمال احسانه لا الی تصدیقه فی جنانه او اقراره بلسانه (شرح فقه اکبر ص ۲۱۷-۲۱۸، مکتبه مجتبائی دهلی)

کے خاص شاگرد تھے انہوں نے صاحبِ تقویۃ الایمان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے کہ ''قائل ایں کلام لا طائل از رُوئے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے ایمان است ہر گز مومن و مسلمان نیست'' فضلِ حق خیر آبادی (تحقیق الفتویٰ، ص ۷-۸)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی علامہ موصوف نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ زید کا حوالہ صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مستحکم مدلّل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اس کے جواب کے لئے ارواحِ ثلاثہ، ص[1] ۳۷۰ر سے حکایت ۴۰۰ نقل کرتا ہوں، امید ہے کہ رہنمائی میسر ہوگی۔

خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازی پوری رام پور میں مولوی فضل حق سے پڑھتے تھے۔ یہ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے اتفاق سے ان کے ایک دوست مل گئے۔ ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضلِ حق کے یہاں چلیں تم ان کے (مولانا اسماعیل صاحب کے) معتمد ہو، آج تمہیں تمہارے استاذ سے تبرے سنوائیں گے انہوں نے کہا چلو، جب دونوں وہاں جا کر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہہ کر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسماعیل پر تبرے سنواؤں گا۔ مولوی فضلِ حق صاحب نے کہا ''اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہہ کر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسماعیل پر تبرا کروں یہ نہیں ہوسکتا''۔

''جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے وہ بھی بہکانے اور سکھانے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہہ کر ان کو اپنی مجلس سے اٹھوا دیا اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔ اھ

---

[1]..... ارواح ثلاث ص: ۳۹۷، جناب مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کی حکایات، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند.

خط کشیدہ عبارت کو بغور پڑھئے تو مولانا فضلِ حق صاحبؒ کا نظریہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلوم ہوگا حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کی تصانیف عبقات منصب امامت، ایضاح الحق وغیرہ مطالعہ کرنے سے ان کی جلالتِ قدر معلوم ہوتی ہے۔ ان کے جہاد کے کارنامے بھی بہت بلند ہیں، ارواحِ ثلاثہ میں ص ۵۷ سے لے کر ص ۱۰۲ تک ان کے واقعات مذکور ہیں ''تقویۃ الایمان'' کی تصنیف اور اس کی اشاعت وافادیت کا تذکرہ بھی اس میں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

کیا عبدالوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے

سوال:- (۱) عبدالوہاب نجدی کے عقائد جن کو حضرت شیخ الاسلامؒ نے ''الشہاب الثاقب'' میں بیان فرمایا ہے ان عقائد کی وجہ سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

(۲) شاہ ابن سعود اور شاہ فیصل کے عقائد وہی تھے جو عبدالوہاب نجدی کے تھے کیا حکم ہے اس کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟

(۳) اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟

قال النبی ﷺ یوم فتح مکة ان هذا لا کفر بعد الیوم الی یوم القیامة.

حدیث بالا میں لفظ مکہ آیا ہے اس کے تحت مدینہ طیبہ داخل ہے یا کہ نہیں؟

(۴) حرمین شریفین پر کافر کی حکومت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟

(۵) کافر اصلی اور غیر اصلی مجاہر اور غیر مجاہر کسے کہتے ہیں؟

---

[1]..... ارواح ثلاثة ص: ۹۸، ۹۹، مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ کی حکایات، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند.

الجواب حامداً ومصلّیاً!

(۱) ان عقائد کیوجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا کسی چیز کا غلط ہونا اور ہے اور اس کا کفر ہونا اور ہے ہر غلط چیز کفر نہیں ہوتی ہے اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور شرعی دلائل کی وجہ سے وہ کافر نہ ہو تو یہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹتا ہے اس لئے کسی کو کافر کہنا معمولی بات نہیں۔

عن ابی ذرّ رضی اللّٰہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الاارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک بخاری شریف[۱] ص ۸۹۳

نیز کسی مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کر دینے کے مانند ہے۔

من قذف مومناً بکفر فھو کقتلہ(بخاری[۲] شریف ص ۸۹۳) باب ماینھی عن السباب.

(۲) میں نے ان کے عقائد نہ کسی کتاب میں دیکھے نہ کبھی زبانی تحقیق کی نوبت آئی

(۳) اس حدیث کا حوالہ دیا جائے کہ کس کتاب اور کس باب میں ہے۔

(۴) حق تعالیٰ حرمین شریفین کو کفار کے تسلّط سے محفوظ رکھ لیں گے حتی کہ آخری دور میں دجّال کو بھی وہاں داخلہ کی جرأت نہیں ہوگی اور ایک وقت ایسا آئیگا کہ دین سب جگہ سے سمٹ کر حجاز میں آجائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔

ان الشیطان قدایس من ان یعبدہٗ المصلون فی جزیرۃ العرب الحدیث،

---

[۱]..... بخاری شریف ص ۸۹۳ ج ۱، کتاب الادب، باب ینھی عن السباب، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مشکوۃ شریف ص: ۴۱۱، باب حفظ اللسان. الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[۲]..... بخاری شریف ص: ۸۹۳، کتاب الادب، باب ما ینھی عن السباب، طبع رشیدیہ دھلی، ترمذی شریف ص: ۲/۹۲، کتاب الایمان، باب ماجاء فی من رما اخاہ بکفر، مطبوعہ بلال دیوبند.

مشکوٰۃ شریف، ص ۱۹ ر[1]

قال لا یدخل المدینة رعب المسیح الدجال لها یومئذسبعة ابواب علیٰ کل باب ملکان رواہ البخاری(مشکوٰۃ شریف[2]ص ۴۷۵ ج ۲) فلا ادع قریة الاهبطتها فی اربعین لیلة غیر مکة وطیبة هما محرمتان علی کلتاهما کلما اردت ان ادخل واحدامنهما استقبلنی ملک بیده السیف صُلتا یصدنی عنها (مشکوٰۃ[3] شریف ص ۴۷۶ ج ۲، عن عمروبن عوف ان الدین لیارز الی الحجاز

---

[1]..... مشکوٰۃ، ص: ۱۹، باب فی الوسوسة، الفصل الاول، ترمذی شریف ص: ۲/۱۴، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی التباغض، مطبوعه بلال دیوبند، مسند احمد ص: ۳/۳۱۳،مسند جابر بن عبدالله رضی الله عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

ترجمہ:-شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ نمازی اس کی جزیرۃ العرب میں عبادت کریں۔

[2]..... مشکوٰۃ ص ۴۷۵ باب العلامات بین یدی الساعة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم بخاری شریف ص: ۱۰۵۵/ ج/ ۲، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسند احمد ص ۵/۴۳، حدیث ابی بکرةؓ نفیع ابن حرث بن کلدة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ترجمہ:-مسیح دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا مدینہ کے اس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دوفرشتے مامور ہوں گے۔

[3]..... مشکوۃ شریف ص: ۴۷۶، باب العلامات بین یدی الساعة، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم، مسلم شریف ص ۲/۴۰۵، کتاب الفتن، باب قصة الجساسة، طبع رشیدیه دهلی،

ترجمہ:-میں کسی بستی کو نہیں چھوڑ سکتا مگر ہر بستی میں چالیس رات کے اندر اندر گھوم لوں گا البتہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نہیں گھس سکتا وہ دونوں میرے اوپر حرام ہیں جب بھی میں ان دونوں میں سے کسی میں داخل ہونا چاہوں گا تو فرشتہ میرے مقابلہ پر آجائے گا اس کے ہاتھ میں تلوار ہوگی وہ اس کو سونتے ہوئے ہوگا۔ وہ مجھے مکہ مدینہ میں داخل ہونے سے روکے گا۔

کما تارز الحیة الی جحرھا الحدیث (مشکوٰۃ شریف[1] ص ۳۰ ج ۱/)

(۵) کافر کی تقسیم (اصلی اور غیر اصلی) اور دونوں کے درمیان فرق اور ہر ایک کی تعریف مجھے محفوظ نہیں کافر مجاہر جو کھلا کافر ہو اپنے کو مسلمان نہ کہتا ہو۔ غیر مجاہر جو کہ اسلام کا مدعی مگر اس میں کفر مخفی موجود ہو جیسے منافقین کا حال تھا'' **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْآخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ[2] یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ الآیۃ**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

سخت گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا

سوال:- جو شخص شراب پیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور انکی شان میں گستاخانہ لفظ استعمال کرتا ہے اور دین کی معلومات سے ناآشنا ہے اور دینی باتوں کو ٹھٹھا اور کھیل سمجھتا ہے نمازی آدمی کو بے ایمان خیال کرتا ہے اور یہ کہتا ہے ایسے لوگ ہمیشہ پریشان حال رہتے ہیں گھریلو اختلافات اور روپیہ کی لالچ کی وجہ سے اپنی بیوی کو ایک سال سے نہیں بلاتا ہے اور باپ کو چاقو دکھا کر قتل کی دھمکی دیتا ہے اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟

---

[1]..... **مشکوۃ شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندی، دیوبند، ترمذی شریف ص: ۲/۹۱، ابواب الایمان، باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریبا الخ، مطبوعه بکتبه بلال دیوبند.**

ترجمہ:- عمرو بن عوفؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دین سمٹ آئیگا حجاز کی طرف جسطرح سانپ سمٹ آتا ہے اپنے بل کی جانب۔

[2]..... **سورۃ البقرۃ آیت: ۸،**

ترجمہ:- بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

[3]..... **سورۃ آل عمران آیت: ۱۶۷،**

ترجمہ:- اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

ایسا شخص سخت گنہ گار ہے اور سوئے خاتمہ کا قوی اندیشہ ہے اللہ پاک رحم فرماوے کافر اس کو بھی نہ کہا جائے کہ کفر کا حکم آخری حکم ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

خدا اور رسول کو منظور ہو تو، کہنا کیسا ہے

سوال:- اگر یہ کام خدا اور رسول کو منظور ہو تو ہو جائے گا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرک ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۸ھ

---

[1]..... قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک. (مشکوۃ شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ینبغی للعالم ان لایبادر بتکفیر اهل الاسلام ..... الکفر شیء عظیم فلا اجعل المؤمن کافرا متی وجدت روایة انه لایکفر، بحرالرائق کوئٹه ص ۱۲۴، ۱۲۵/۵، باب احکام المرتدین)

[2]..... ان رجلا قال للنبی ﷺ ماشاء اللّٰہ وشئت فقال له اجعلتنی واللّٰہ للّٰہ عَدْلاً لابل ماشاء اللّٰہ وحده (فتح الباری ص ۳۹۰ ج ۱۳، طبع مصطفی احمد الباز مکة المکرمة، کتاب الایمان والندور، باب لایقول ماشاء اللّٰہ وشئت.

ترجمہ :-ایک آدمی نے نبی ﷺ سے فرمایا ماشاء الخ (جو اللہ نے چاہا اور آپ نے چاہا نبیؐ نے اس سے فرمایا بخدا تو نے مجھے خدا کے برابر ٹھہرایا ایسے نہیں کہنا چاہئے بلکہ صرف ماشاء اللہ کہنا چاہئے۔

جاہل بدعقیدہ کی اصلاح کا طریقہ

سوال:- ایک شخص اعتقاد باطل رکھتا ہے، مثلاً کسی کام کی ابتداء میں چونگڑیاں دیکھتا ہے کہ یہ وقت اچھا ہے یا برا جس طریقہ پر غیر مسلم دیکھتے ہیں اور کنواں کھدواتے وقت ناریل کا غیروں کے پاس پھوڑنا اور اس پر اعتقاد رکھنا اور جب تحقیق کی گئی تو جواب میں کہتا ہے کہ میں تو مانتا ہوں چاہے تم مانو یا نہ مانو۔ حتیٰ کہ لڑکیوں کی رخصتی میں بھی خصوصی طور پر اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اب ایسے شخص سے تعلقات رکھنا اور اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ اور ایسا شخص جو اعتقادِ باطل رکھتا ہو تو اسے دین کے کسی کام میں بڑا بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

بدنصیبی ہے کہ نہ علمِ دین حاصل ہے نہ اہلِ حق علماء کی صحبت میسر ہے جس کی وجہ سے ایسی غلط چیزوں میں مبتلا ہے۔ ایسے آدمی پر فتویٰ لگا کر تعلق منقطع کر دینا عامۃً مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا[1] ہے کہ ضد قائم ہو جاتی ہے۔ پھر حق کے ماننے اور سُننے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، اس لئے نرمی اور شفقت سے اس کو سمجھایا جائے[2] اور کسی تدبیر سے بھی اس کو تبلیغی جماعت میں بھیج دیا جائے، ماحول بدلنے سے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد فى نفيه فالاولىٰ للمفتى والقاضى ان يعمل بالاحتمال النافى لان الخطأفى ابقاء الف كافر اهون من الخطاء فى افناء مسلم واحد (شرح فقه اكبر ۱۹۹، المسئلة بالكفر الخ، مكتبه مجتبائى دهلى، المحيط البرهانى ص:۷/۳۹۷، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، شامى زكريا ص:۶/۳۵۸، باب المرتد، مطلب ما يشك انه ردة الخ)

[2] ..... قال الفقيه: فالذى يأمر بالمعروف يحتاج الى خمسة اشياء ..... والثالث: الشفقة على من يأمر باللين والتودد ولايكون فظا غليظا، تنبيه الغافلين ص ۵۰، باب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر، مطبوعه عباس احمد الباز مكة المكرمة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

خدااور رسول کی توہین

اللہ کی شان میں گستاخی

سوال: -ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ میاں بہت محتاج ہیں نعوذ باللہ بڑے غریب ہیں ان کے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں جب اس کا مطلب پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس نہ ہاتھ ہے نہ پیر ہیں نہ آنکھ ہے نہ منھ ہے تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ شرعاً اس قسم کے کلمات کہنے کیسے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنا بھی سخت گستاخی ہے[1] ''یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ''[2] وغیرہ نصوص کے مخالف ہے لہٰذا اس کو بھی توبہ نیز تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے[3] لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ

---

[1] اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بمالایلیق به اوسخرباسم من اسمائه الیٰ قوله اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص یکفر مجمع الانهر، ج۲/ص۵۰۴/ ثم ان الفاظ الکفر انواع مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ، ج۲/ص۲۵۸/ الباب التاسع فی احکام المرتدین ،تاتارخانیه کراچی ، ج۵/ص۴۶۳/ فصل فیما یقال فی ذات الله تعالیٰ.

[2]..... سورۂ فتح الآیة ۱۰ ، **ترجمہ**: -خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاءُ الآیۃ[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۹/۵/۵۶ھ

اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی

سوال:- دو چار آدمی مسجد میں وضو کر رہے تھے، زید غصہ میں کہنے لگا، ''اللہ واللہ کچھ نہیں ہے'' ایسے جملہ سے زید کو روکا گیا تو زید کہنے لگا کہ میرے دل میں تو اللہ ہے، یہ جملہ کفریہ ہوا کہ نہیں؟ اور نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غصہ میں کہے ہوئے لفظ سے توبہ واستغفار کرلے بہتر یہ ہے کہ کلمہ پڑھ کر نکاح بھی دوبارہ پڑھ والے اور آئندہ زبان کو قابو میں رکھے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۳/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... وان کانت نیتہ الوجہ الذی یوجب التکفیر ..... یؤمر بالتوبۃ والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینہ وبین امرتہ، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۲۸۳، الباب التاسع، قبیل الباب العاشر فی البغاۃ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... سورۂ آلِ عمران الآیۃ: ۱۸۱، **ترجمہ**:- بیشک اللہ نے سن لیا ہے ان (گستاخ) لوگوں کا قول جنہوں نے (استہزاءً) یوں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں)

[۲]..... اذا قالت المرأۃ لابنہا لماذا فعلت کذا فقال الابن : واللّٰہ ما فعلت فقالت المرأۃ مغضبۃ: مہ واللہ؟ اختلف المشائخ فی کفرھا ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا اور رمضان کے روزہ کی توہین کرنا

سوال:-موضع پنجو چک پٹھان کوٹ میں بروز جمعہ شریف مسلمان روزہ داروں کی ایک مجلس ہورہی تھی یعنی جمعہ کی نماز وغیرہ نیک کاموں کیلئے جانا تھا، دن کے پورے دو بجے کا ٹائم تھا، کہ ایک صاحب داماد حسین بخش پورہ گوجر بیڑی تمبا کو پیتا ہوا دھواں نکالتا ہے، حاضرین مجلس نے بلکہ خود فقیر نے کہا کہ دیکھو تم کو اوّل بروئے شرع مطہرہ روزہ رکھنا چاہئے تھا کیوں کہ تم وطنی ہو یعنی اپنے گھر میں مقیم ہو، اس بنا پر تم پر روزۂ رمضان شریف رکھنا واجب العین ہے تو داماد حسین بخش پورہ مسلمانوں کے سامنے وہ الفاظ بکتا ہے جو حسبِ ذیل تحریر ہیں۔

(۱) اللہ کیا کرسکتا ہے؟ اللہ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور اللہ کو گالیاں دیں، نعوذ باللہ۔

(۲) رمضان شریف اور روزہ کے نام پر ماں کا نام لے کر گالیاں دی ہیں، جب گالیاں دے کر رمضان شریف اور روزوں کے نام سرد ہوا تو کہنے لگا کہ ہم کو رمضان کا روزہ رکھ کر کیا ملے گا؟ یوں تو اپنا کام کاج کر کے اپنا گھر اور اہلیہ اور بچوں کا پیٹ پالوں گا، رمضان اور روزوں میں کیا رکھا ہے؟ یہ بے وقوفوں نے غلط ڈھانچہ بنا رکھا ہے، اس لئے التجا ہے کہ ایسے شخص کیلئے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے، دوم جو عورت اس شخص کے نکاح میں ہے وہ نکاح سے خارج ہے یا تجدیدِ نکاح کرنا پڑے گا، اور دوسرے مسلمانوں کو ایسے شخص فاسد

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(تاتار خانیہ ص ۴۶۸ ج۵، کتاب احکام المرتدین، مطبوعہ کراچی پاکستان، عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۶۱، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بذات الله تعالیٰ، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۲، الفصل الثانی والاربعون، فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی المتفرقات من جنس المسائل المتقدمة، المجلس العلمی ڈابهیل.

وماکان فی کونه کفراًاختلاف فان قائله یؤمر بتجدیدالنکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (تاتارخانیه ص ۴۶۱ ج۵، کتاب احکام المرتدین، مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

اعتقاد والے کے ساتھ کیا سلوک برتنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شخصِ مذکور نے الفاظ بہت سخت کہے ہیں ایسا کہنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا اس کو ضروری ہے کہ فوراً توبہ استغفار کرے تجدیدِ ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ کرے[1]، اگر وہ اس کیلئے آمادہ نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے تعلق قطع کر دیں تاکہ اس کے خراب عقائد سے متاثر نہ ہوں اور وہ تنگ آکر اپنی اصلاح پر آمادہ ہو جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

اللہ پاک کو گالی دینا

سوال:- نادانستگی میں زید نے اللہ میاں کو چند ناشائستہ کلمات کہہ دیئے، اللہ پاک کو ماں بہن کی گالی دی، دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عبادت وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا ہے، جتنی نماز پڑھو اور دعا مانگو اتنا ہی الٹا ہوتا ہے سفر میں بالوریت کا راستہ تھا سائیکل بگڑ گئی تھی، پریشان تھے، اس وقت یہ مندرجہ بالا الفاظ منہ سے نکلے تو اسکے بعد ایمان رہا یا کفر لازم ہو گیا؟

اگر زید شادی شدہ ہے تو اس کا نکاح قائم رہا یا تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے؟ یا حلالہ کے بعد طلاق دینے پر عدّت گزارنے سے نکاح ضروری ہوگا؟ جب کہ اس کے بعد بھی زید دو تین سال بیوی کے ساتھ اسی طرح رہا اس کے بعد طلاقِ مغلظہ دیدی۔

---

[1]..... ولو اطلق كلمة الكفر الا انه لا يعتقد اختلف جواب المشائخ والاصح انه يكفر لانه يستخف بدينه (تاتارخانية ص ۴۵۹ ج۵، كتاب احكام المرتدين، كراچی پاكستان، عالمگيری كوئٹه ۲/۲۷۶، الباب التاسع فی احكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر، البحر الرائق كوئٹه ص:۵/۱۲۵، باب احكام المرتدين، وان كانت نيته الجه الزی يوجب التكفير ..... يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجديد النكاح الخ، عالمگيری كوئٹه ص۲۸۳، ج۲، الباب التاسع، قبيل الباب العاشر، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو لازم ہے کہ تجدیدِ ایمان کرے اس کا نکاح بھی ختم ہو گیا[۱] اب دو تین سال بعد جب بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی تو وہ بغیر حلالہ کے جائز نہیں رہی، قطعاً حرام ہوگئی،[۲] تو اس سے تجدیدِ نکاح کرنے کے لئے بغیر حلالہ کے اس مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور کلماتِ کفریہ کہنے کے بعد بغیر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کے اسکے ساتھ رہا اسکو دریافت کیوں نہیں کیا؟ کیا اس کو حرام کاری نہیں سمجھا؟ اگر اس نے کلماتِ کفریہ کہنے کے بعد بھی نکاح قائم رکھا اور اس کے ساتھ سب کچھ حلال کیا ہے، تو طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے تجدیدِ نکاح کا سوال بھی بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم شرح تلخيص مسلم ص۹۸ ج۷، باب يهجر من ظهرت معصيته حتى تتحقق توبته الخ، كتاب الرقاق، مطبوعه دارابن كثير دمشق بيروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... يكفر اذا وصف اللّٰه بما لا يليق به (عالمگیری کوئٹہ ص۲۵۸ ج۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بذات الله وصفاته الخ، مجمع الانهر ص۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الكفر انواع، دارالكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچى ص۵/۲۶۳، فصل فيما يقال فى ذات الله تعالىٰ. وان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير ..... يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح، عالمگیری کوئٹہ ص۲/۲۸۳، آخر الباب التاسع،

۲..... وان كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها (عالمگیری ص۴۷۳ ج۱، الباب السادس فى الرجعة وفيما تحل به المطلقة الخ، مطبوعه کوئٹہ پاکستان، هدايه ص: ۲/۳۷۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه مجتبائى دهلى، الدرالمختار مع الشامى كراچى ص: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة.

کیا خدا ظالم ہے نعوذ باللہ

سوال:- ایک صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ظالم ہونا ممکن بلکہ واقع ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ مثلاً زید نے عمر کو قتل کیا یا کوئی بھی کبیرہ گناہ کیا اور وہ آج سے سوسال پہلے انتقال کر گیا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم رسید کرے گا اس کے بعد بکر کا انتقال ہوتا ہے اور بکر کا انتقال زید سے ایک سوسال بعد ہوتا ہے اور کوئی کبیرہ گناہ کیا تو توبہ دونوں میں سے کسی نے نہیں کی تو یہ بھی جہنم میں جائیگا، اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب گناہ میں دونوں برابر ہیں تو پھر زید کو سوسال تک عذاب کیوں دیا گیا اور اس کو سوسال کم عذاب دیا گیا؟ لہٰذا نعوذ باللہ خدا ظالم ہے؟ استغفر اللہ استغفر اللہ یہ بات تحریر کریں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جب کہ وہ اس قول پر مصر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ظلم کے معنی ہیں ملکِ غیر میں ناحق تصرف کرنا، تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے لہٰذا خالق مالک اپنی مخلوق مملوک میں جو بھی تصرف کرے گا وہ ظلم نہیں ہوگا،[1] اس کو ظلم کہنا ناواقفیت کی بنا پر ہے، ایسا شخص نہ الفاظ کے مفہوم کو سمجھتا ہے نہ آدابِ خداوندی سے واقف ہے اس کو لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرکے زبان ایسے ناشائستہ کلمات سے بند رکھے ورنہ ایمان سلامت نہیں[2] رہے گا سیدھی بات ہے کہ جس نے سوسال پہلے جُرم کیا اسکی سزا سوسال

---

[1]..... قال تعالیٰ (مالک یوم الدین) ..... والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص ۵۶/۱، سورة الفاتحة آیت:۳، طبع دار الفکر بیروت،

[2]..... من نسب اللّٰه الیٰ الجور فقد کفر (عالمگیری ص ۲۵۹ ج ۲، کوئٹه پاکستان، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۴۰۱/۷، نوع آخر فیما یقال فی ذات اللّٰه تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص:۵۷۸/۳، باب مایکون کفرا من المسلم)

زائد ہے اس سے جس نے سوسال بعد جُرم کیا، یہ تجویز کہ کسی گناہ کی بناء پر یقینی طور سے وہ جہنم میں ضرور جائے گا نہ صدقۂ جاریہ سے اس کا بچاؤ ہو سکے گا نہ علم نافع سے، نہ ولدِ صالح سے جو کہ دعا کرتا ہو نہ حضرت رسولِ مقبول ﷺ کی شفاعت سے، یہ تجویز خود ہی بڑی جرأت ہے، گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور رحمت سے مایوس ہونے کی بھی اجازت نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۹ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۹/۱۰/۸۹ھ

خدا کو بے انصاف کہنا، خود کو کافر کہنا

سوال:- زید کی بیماری کی حالت میں اس کی بیوی نے کہا کہ آپ کلمہ استغفار پڑھیں اور بیماری بھی ایسی شدید نہیں تھی اور گاہ بگاہ تندرستی کی حالت میں بھی کلمہ استغفار پڑھنے کیلئے کہا اس نے دونوں حالتوں میں انکار کر دیا زید کی نرینہ اولاد مر جانے کے بعد زید کہتا رہا کہ اس نے تو میری پیڑ پیٹ دی اور اس کی پیڑ پیٹ دی جو اس سے اوپر ہوگا کچھ عرصہ تک جب زید یہ کلمات کہتا رہا آخر اس کی بیوی نے کہا کہ ایسے کلمات خدائے عزّ وجل کی شان میں مت بول کافر ہو جائے گا، نیز زید نے یہ بھی کہا کہ خدا کے یہاں انصاف نہیں خدا بے انصاف ہے، اور میں تو کافر ہوں تم کبھی مجھ کو کلمۂ استغفار کو نہ کہنا عورت بولی میں تو

---

[1]..... واعلم ان الیاس من رحمة الله تعالیٰ لا یحصل الا اذا اعتقد الانسان ان الاله غیر قادر علی الکمال او غیر عالم بجمیع المعلومات او لیس بکریم بل هو بخیل وکل واحد من هذه الثلاثة یوجب الکفر فاذا کان الیاس لا یحصل الا عند حصول احد هذه الثلاثة وکل واحد منها کفر ثبت ان الیاس لا یحصل الا لمن کان کافراً تفسیر کبیر ص: ۵/۱۶۰، سورۂ یوسف تحت آیت: ۸۷، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح البیان ص: ۴/۳۱۰، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح المعانی ص: ۱۳/۴۵، مطبوعه مصطفائی دیوبند)

اپنی زبان سے کافرنہیں کہتی زید نے کہا میں کہتا ہوں کہ میں کافر ہوں، مجھے جنت میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں تم ہی چلی جائیو میں تو دوزخ میں چلا جاؤں گا، دوزخ بھی تو اس کو مجھ جیسوں سے بھرنا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اور اسکی بیوی اسکے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

من نسب اللّٰہ الی الجور فقد کفر[1] الرجل اذاابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی واخذت ولدی واخذت کذا وکذا فماذ اتفعل وماذا بقی لم تفعله وما اشبه هٰذا من الالفاظ فقد کفر کذافی[2] المحیط، مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انه کفر لایعذر بهٰذا اهـ هندیة.[3]

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ الفاظِ مذکورہ کا کہنا کفر ہے لہٰذا زید کو تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح فرض ہے، جب تک وہ ایمان اور نکاح کی تجدید نہ کرے اس وقت تک اسکی عورت کو اس سے علیحدہ رہنا ضروری ہے اور اپنے اوپر جماع وغیرہ کیلئے قابو دینا جائز نہیں۔[4]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الثانی ۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/ربیع الثانی ۵۷ھ

---

[1]..... (عالمگیری ص ۲۵۹ ج ۲، کوئٹہ پاکستان، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۱، نوع آخر فیما یضاف الی فعل اللّٰہ تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۴۶۶، فصل فیما یضاف اللّٰہ تعالیٰ)

[2]..... (عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۵ ج ۲، الباب السابع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۲، نوع آخر فیما یقال عند التعزیة والمرض، قاضیخان علی الهندیة ص: ۳/۵۷۴، باب مایکون کفراً من المسلم، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۲، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے'' کہنا

سوال: -عورتوں میں آپس میں اولاد کی بابت گفتگو تھی، ایک عورت نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ بہت بے انصاف ہے کسی کو اولاد دیتا ہے کسی کو اولاد نہیں دیتا ہے'' کیا یہ کلمہ کفر ہے؟ کیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ توبہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کلمہ کہ ''اللہ تعالیٰ بہت بے انصاف ہے کسی کو اولاد دیتا ہے کسی کو اولاد نہیں دیتا'' کلمۂ کفر ہے[1] نعوذ باللّٰہ منہ استغفر اللّٰہ.

اس کے ذمہ ضروری ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ پڑھوائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)

۳..... (عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۹ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۵، نوع آخر فی الرجل یقول لغیره یا کافر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

۴..... وان کانت نیته الوجه الذی یوجب التکفیر ..... یؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه وبین امرته، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۸۳، آخر الباب التاسع فی احکام المرتدین، والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه، شامی زکریا ص ۴/۴۶۳، کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر: ان الصریح یحتاج الخ، مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا، لکن ذکر فی نو العین ویجدد بینهما النکاح الخ، شامی کراچی ص ۴/۲۴۷، باب المرتد، مطلب جملة من لایقتل اذا ارتد،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... فقیر قال فی شدة فقره فلاں هم بنده است باچندیں نعمت ومن هم بنده درچندیں رنج باری این چنیں عدل باشد کفر، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۶۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خدائے پاک کو بے انصاف کہنا

سوال:- زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن زید کی شکل لڑکے پر نہ پڑی بلکہ ماموں پر پڑی، زید نے مذاق میں کہہ دیا دیکھو اللہ میاں نے بے انصافی کی ہم کو نہیں پڑا اپنے ماموں کو پڑ گیا۔ زید کیلئے اب شرعاً کیا حکم ہے کیا تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محل ایمان قلب ہے، قلب سے اس کا نکل جانا کفر ہے مگر جس طرح ظہورِ ایمان کیلئے زبان ترجمانِ قلب ہے، اسی طرح بعض کلمات کے صدور کو امارتِ کفر قرار دیا گیا ہے، بے انصافی، ظلم کی نسبت خدائے پاک کی جانب اعتقاداً بھی کفر ہے اور قولاً بھی اگر چہ دل میں کفر نہ ہو، اگر کلماتِ کفر سے استہزاء کیا جائے تب بھی حکمِ کفر عائد ہوتا ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں تجدیدِ ایمان، تجدید نکاح توبہ کرادی جائے۔

ولو قال ان قضی اللّٰہ تعالیٰ یوم القیامة بالحق والعدل اخذتک بحقی فھٰذا کفر کذا فی[1] المحیط: رجل قال :

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2]..... مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا، کذا فی فصول العمادی لکن ذکر فی نور العین ویجدد بینھما النکاح ان رضیت زوجتہ بالعود الیہ، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل اذا ارتد، المحیط البرھانی ص ۷/۳۹۹، الفصل الثانی والاربعون، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۲۸۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... (عالمگیری ص ۲۵۹ ج ۲، کوئٹہ پاکستان، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، المحیط البرھانی ص: ۷/۴۰۱، نوع آخر فیما یضاف الی فعل اللّٰہ تعالیٰ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل)

یا خدا روزی بر من فراخ کن ☆ یابازارگانی من رونده کن یا برمن جورمکن

قال ابو نصرالدبوسی یصیر کافراً باللّٰه. کذا فی فتاویٰ قاضی خاں[1] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمربتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط[2] قال ابو حفص من نسب اللّٰه تعالیٰ الی الجور فقد کفر کذا فی الفصول العمادیة. فتاویٰ عالمگیری[3] کتاب السیر ص ۹ ج ۲.

فقط واللہ تعالیٰ علم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

''میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا'' کہنے کا حکم مع فتویٰ سنبھل

سوال:- زید اور بکر کے درمیان کسی امر پر بحث چل رہی تھی، تو زید نے کہا بھائی جو بات یا گفتگو کرو وہ اللہ ورسول کے ساتھ ہونی چاہئے، اور اللہ ورسول کو درمیان میں ڈال کر کہو، بکر نے اس پر یہ کہا کہ ''میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا'' ایسے شخص کے بارے میں کیا

---

[1]..... (عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۰ ج ۲، الباب التاسع، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص: ۳/۵۷۴، باب ما یکون کفراً من المسلم، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۱، نوع آخر فیما یضاف الی فعل اللّٰه تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

[2]..... (عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۳ ج ۲، الباب التاسع، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3]..... عالمگیری کوئٹه ص ۲۵۹ ج ۲، الباب التاسع، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص: ۳/۵۷۴، باب ما یکون کفراً من المسلم، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۱، نوع آخر فیما یضاف الی فعل اللّٰه تعالیٰ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل،

حکم ہے؟اور پھر جب بکر سے کہا گیا کہ تو ابھی یہاں سے اٹھ جا،تو ہمارے درمیان بیٹھنے کے قابل نہیں ہے جب تک توبہ نہ کرے یا حکم شرع کے مطابق عمل نہ کرے،تو اس نے کہا یہ الفاظ میرے منھ سے نکل گئے،اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور زید کے مخالف ہو گئے اور بکر کی طرفداری کرنے لگے،اب امر ضروری یہ ہے کہ بکر کے ساتھ جو اس کی ہمدردی یا حکم شرع میں پابندی نہ کرنے والے اور زید پر ناراض ہونے والوں کا کیا حکم ہے؟

از مدرسہ خلیل العلوم!

جواب از مدرسہ خلیل العلوم!

الجواب :- بکر کے اوپر توبہ واجب ہے اور نکاح دوبارہ ہونا چاہئے اور وہ اشخاص جو بکر کے ساتھ ہیں اور اس کے اس کہنے کو کہ ''میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا'' برا نہیں سمجھ رہے ہیں اور اس کی تائید کر رہے ہیں ان پر بھی توبہ واجب اور نکاح دوبارہ لازم ہے، حکم شرع میں برادری کا لحاظ لازم نہیں جن اشخاص نے اور زید نے بکر کو اٹھ جانے کو کہا اس پر ان کو اجر وثواب ملے گا اور جنت کے مستحق ہوں گے۔

خلیل احمد

مدرسہ اہل سنت خلیل العلوم سنبھل ۱۰/اپریل ۱۹۷۴ء

(جواب از فقیہ الامت قدس سرہ)

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمان کے کلام کیلئے جہاں تک ہو سکے ایسا محمل نکالا جائے کہ وہ مسلمان اسلام سے خارج نہ ہو پھر خاص کر جب کہ وہ معذرت بھی کرتا ہو کہ ''یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے'' اس کے الفاظ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اللہ اور رسول کے احکام کو نہیں جانتا ناواقف ہوں بے علم ہوں اس کو کفر سے بچانے کیلئے یہ محل بھی کافی ہے البتہ اس کو تنبیہ کی

جائے کہ ان الفاظ کا ظاہری مطلب خطرناک ہے جس کی وجہ سے سخت حکم بھی لگ سکتا ہے لہٰذا آئندہ کیلئے پوری احتیاط رکھے اور جو الفاظ زبان سے نکل گئے ان پر نادم ہو کر توبہ کرے اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ والذی تحررانه لا یفتی بتکفیر مسلم ما امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هٰذافاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها (البحر الرائق ص ۱۲۵ ج ۵ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۴ھ

ذات وصفاتِ رسول ﷺ پر تنقید

سوال:- آقاءِ دوعالم ﷺ کی ذات وصفات، علم اور شان میں ادنیٰ ترین نقص کے معتقد اور تنقیص کرنے اور کہنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آقائے دوعالم سید الاولین والآخرین امام المرسلین ﷺ اپنی ذاتِ مقدسہ، صفاتِ مبارکہ علم اعلیٰ کے اعتبار سے خدائے پاک کے نزدیک ہر مخلوق سے بلند، محبوب، مقرب ہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور انکے علاوہ سب آپکے جھنڈے کے نیچے ہونگے[2]۔ دست مبارک

---

[1]..... البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، کتاب السیر، باب فی احکام المرتدین، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص: ۶/۳۵۸، باب المرتد، مطلب ما یشک انه ردة لا یحکم بها.

[2]..... آدم فمن دونه تحت لوائه (الخصائص الکبریٰ ص ۲/۲۱۸، اختصاصه ﷺ بالمقام المحمود الخ)

میں لواء الحمد ہوگا[1] لیلۃ المعراج میں مقامی دنی و قاب قوسین آپکے ساتھ مخصوص ہے[2] ''الوسیلۃ'' شفاعتِ کبریٰ[3] آپ کا حق ہے وغیرہ وغیرہ، فداہ ابی وامی ﷺ صلوٰۃ دائمۃ ابداً)

ذات، صفات، علم، شان میں تنقیص کو ایمان برداشت نہیں کرسکتا[4] مسئلہ چونکہ ایمانیات سے متعلق ہے اس لئے کسی خاص شخص پر خاص بات کی وجہ سے حکم لگانا بھی آسان نہیں جب تک شرعی دلائل سے تنقیح تام نہ ہوجائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

---

[1]..... بیدہ لواء الحمد (الخصائص الکبریٰ ص۲/۲۱۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ترمذی شریف ص:۲/۲۰۲، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ، ابن ماجہ شریف ص:۳۱۹، ابواب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، شرح فقہ اکبر ص:۱۳۸، تعریف علم الکلام، مطبوعہ مجتبائی دھلی، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص:۵/۲۶۰، باب الحوض والشفاعۃ، مطبوعہ بمبئی)

[2]..... واختصاصہ بالاسراء وماتضمنہ من اختراق السموات السبع والعلو الی قاب قوسین ووطئہ مکانا ما وطئہ نبی مرسل ولاملک مقرب، (الخصائص الکبری ص:۲/۱۸۵، باب اختصاصہ ﷺ بانہ اول النبیین خلقا الخ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، شرح کتاب الشفاء ص:۱/۴۳۴، فصل واما ما ورد فی حدیث الاسراء الخ، مطبوعہ مصر)

[3]..... اختصاصہ ﷺ بالمقام المحمود.....وبالشفاعۃ العظمیٰ فی فصل القضاء (الخصائص الکبریٰ ص۲/۲۱۸، اخصاصہ صلی اللہ علہ وسلم بالمقام المحمود، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، شرح کتاب الشفاء ص:۱/۴۵۷، فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ، مطبوعہ مصر، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ومنھا انہ یعطی شفاعۃ العظمی، ص:۵/۳۴۳، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

[4]..... ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ فان تاب والا قُتِلَ (شامی کراچی ص۲۳۴ ج۴، باب المرتد، مطلب مھم فی حکم ساب الانبیاء، کتاب الشفا ص:۲/۱۸۸، فی بیان ما ھو فی حقہ سب او نقص، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت، کتاب تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام، ملحقۃ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص:۱/۳۲۴، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کا حکم

سوال:- اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی نسبت ناجائز دشنام (گالی) دیدیگا، بصورتِ شرعِ محمدی ﷺ کے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ لائقِ توبہ واستغفار ہے یا کہ لائق قتل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوشخص شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں (نعوذ باللہ) گالی بکے وہ مُرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کو توبہ اور تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے، درمختار[1] ص۴۰۱ ج۳/ میں اس پر مفصل بحث مذکور ہے، علامہ شامیؒ نے ایک رسالہ مستقل لکھا ہے[2]، دیگر اکابر علماء کے بھی رسائل ہیں، **الصارم المسلول فی شاتم الرسول** وغیرہ، لیکن اس حکم پر عمل کیلئے شرائط ہیں ان کا بھی لحاظ چاہئے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۱/۳/۹۰ھ

---

[1]..... **ولفظ النتف: من سب الرسول ﷺ فانه مرتد، وحكمه حكم المرتد ويفعل به مايفعل بالمرتد، وفي الشامي (تحت قوله: وصرح في النتف الخ) وبانت منه امرأته، تاب والا قتل الخ، (الدرالمختار مع ردالمحتار كراچي ص۴/۲۳۴، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الانبياء شرح كتاب الشفاء ص: ۲/۴۷۵، الباب الثاني في حكم سابه صلّى الله عليه وسلم الخ، مطبوعه مصر، البحر الرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۶، باب احكام المرتدين)**

[2]..... **كتاب تنبيه الولاة و الحكام على احكام شاتم خير الانام او احداصحابه الكرام، ملحقة: مجموعه رسائل ابن عابدين، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور)**

[3]..... **وركنه اقامة الامام او نائبه في الاقامة الخ (عالمگيري ص۱۴۳ ج۲، مطبوعه زكريا ديوبند، اول كتاب الحدود)**

حضرت نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہنا

سوال:- جبکہ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ اکرم ﷺ کو جس طرح چاہیں ارشاد فرمائیں، لیکن اُمّت کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ کہے جس سے گستاخی ٹپکتی ہو مثلاً یہ لفظ استعمال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ رسولِ اکرم ﷺ کو ڈانٹا یا یہ لفظ استعمال کرے کہ قیامت کے دن امت میں سے بعض لوگ نبیوں کو چُھڑائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے یا نبیوں کے درمیان معاذ اللہ منصف یا جج ہوں گے، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات بالکل مسلم ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں کسی بھی قسم کی گستاخی کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا[1] البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصنف نے کوئی بات لکھی انتہائی احترام کو ملحوظ رکھ کر، گستاخی اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں، مگر اس کی تحریر پڑھنے والا کچھ تصورات اپنے ذہن میں لئے ہوئے ہے جس کی وجہ سے کبھی دانستہ کبھی نادانستہ ایسا مطلب تجویز کرتا ہے، جس سے گستاخی ٹپکتی یا ٹپکائی جاسکتی ہے پھر ایسی گستاخی کو مصنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اس پر حکم لگایا جاتا ہے کہ اس کی یہی مراد ہے، یہ طریقہ غلط ہے، جو فقرے آپ نے سوال میں نقل کئے ہیں اگر ان کا قائل یا مصنف زندہ ہو

---

[1] ایما رجل مسلم سب رسول اللّٰہ ﷺ او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر باللّٰہ تعالیٰ وبانت منه امرأته الخ (شامی کراچی ص ۲۳۴ ج ۴، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الانبیاء، کتاب الشفاء ص: ۲/۱۸۹، فی بیان ما هو فی حقه سب، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت، مجمع الانهر ص: ۲/۴۸۲، قبیل باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

تو خود اس سے دریافت کیا جائے بغیر دریافت کئے کوئی سخت حکم نہ لگایا جائے، اگر وہ زندہ نہیں ہے، اس کی کتاب میں یہ موجود ہے تو اس کی کتاب روانہ کردی جائے، اس کو دیکھ کر بتایا جاسکتا ہے کہ کیا حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۴ھ

شانِ انبیاءؑ میں گستاخی

سوال:- ایک مسلمان جس کے ہوش وحواس صحیح ہیں، وہ یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت یوسفؑ نبی نہیں تھے اور داستانِ یوسف کتاب جھوٹی کتاب ہے اور حضور ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور لُگائی باز تھے، شہوت پرست تھے، ان کی گیارہ بیویاں تھیں، تو یہ شخص مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ یہ شخص اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کے دل میں ایمان ہے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا، اس لئے کہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے[1]، نکاح ختم ہوجاتا ہے[2]، اس کی تجہیز وتکفین بھی اسلامی طریقہ پر نہیں کی جاتی،

---

[1]..... من لم یقر ببعض الانبیاء علیهم السلام الی قوله فقد کفر ..... سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزنیٰ ونحوه الذی یقوله الحشویة فی یوسف علیه السلام قال یکفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم (عالمگیری ص۲۶۳ ج۲، ما یتعلق بالانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص:۵۰۶، ج۲، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص:۷/۴۷، نوع آخر فیما یعود الی الانبیاء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

[2]..... ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی[1] جب تک پوری طرح یقین کے ساتھ کسی کا ایسا کہنا ثابت نہ ہوجائے کوئی سخت حکم لگانے میں پوری احتیاط لازم ہے[2]، مبادا یہ حکم کہیں حکم لگانے والے پر نہ لوٹ جائے[3] اگر خدانخواستہ کسی مسلمان سے غلبۂ جہالت وضلالت کی بناء پر ایسی بات نکلے تو فوراً اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح اور توبہ کرادی جائے[4]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۹ھ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) بغیر طلاق فی الحال، عالمگیری کوئٹہ ص: ۱/۳۳۹، الباب العاشر فی نکاح الکافر، مجمع الانہر ص: ۱/۵۴۶، باب نکاح الکافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴/۳۶۶، باب نکاح الکافر..

[1]..... اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب وفی الشامیة ای لا یغسل ولایکفن، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۱۳۴، باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی حمل المیت، سکب الانہر علی مجمع الانہر ص: ۱/۲۷۴، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص: ۴۹۶، احکام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته)

[2]..... لا یفتی بتکفیر مسلم مهما امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة الخ (مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص: ۶/۳۶۷، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفعل الخ البحرالرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین)

[3]..... لایرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک رواه البخاری (مشکوٰة ص: ۴۱۱، باب حفظ اللسان الخ، عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۷۸، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر)

[4]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف یومر قائله بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک احتیاطا (مجمع الانہر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل)

حضور اکرم ﷺ کے لئے لفظ ملاّ

سوال:- ۱۶؍فروری ۱۹۸۰ء کوسورج گرہن ہوا تھا۔ایک صاحب مسجد میں کھڑے ہوکرسورج گرہن کے متعلق تقریر کرنے لگےاور دوران تقریر میں یہ کہاملا کی دوڑ مسجد تک اور بڑا ملا رسول اللہ ہمارے بڑے ملا نے نماز پڑھی ہے ہم لوگوں کو بھی نماز پڑھنی چاہئے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بڑا ملاّ رسول اللہ کا لفظ حضور ﷺ کی شان میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ایسے شخص پر اور سامعین پر توبہ واستغفار وتجدید ایمان لازم ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت کریں۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

مُلاّ (منلا) بہت بڑا تعظیمی لفظ ہے جید عالم اور مقتدیٰ کیلئے یہ لفظ وضع کیا گیا تھا[۱] چنانچہ افغانستان،فرات، بخاریٰ، وغیرہ کے اونچے علماء کیلئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔اور کتابوں میں بھی موجود ہے جیسے ملاعلی قاریؒ[۲] وغیرہ اور ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ تمام عالموں سے بڑے عالم اور تمام مقتداؤں سے بڑے مقتدی اگر اسی مقصد کے تحت یہ لفظ کہا گیا ہے تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی اور مقصد تھا تو کہنے والے سے دریافت کر کے حکم معلوم کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸؍۵؍۱۴۰۰ھ

---

[۱]..... اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۸۶ ج ۲۱، لفظ ملاکی بحث، مکتبہ دانش گاہ پنجاب، مأثر ومعاررف قاضی اطهر مبارکپوری ص: ۱۷۰، ملا منلا، مطبوعه ندوة المصنفين دهلی، غياث اللغات ص: ۴۴۱، فصل ميم مع لام، مطبوعه نول كشور لكهنؤ، لغات كشوری ص: ۷۳۴، فصل ميم مع لام، مطبوعه نول كشور لكهنؤ.

[۲]..... ولدالملا علی القاری بهراة الخ البضاعة المزجاة لمن يطالع (المرقاة فی شرح المشكوة ص: ۲/۱، كنية علی القاری مطبوعه المكتبة النورية ديوبند)

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساز پر سننا

سوال:- نبی پاک ﷺ کی شان میں نعت شریف مع ساز کے سننا کیسا ہے؟ جب کہ نعت کے الفاظ پر غور کرتا ہو قطع نظر کرتے ہوئے ساز کے بالکل دھیان ہی نہ دیتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ساز کے ساتھ نعت شریف کو پڑھنا نہایت خطرناک ہے فقہاء نے اس پر بہت سخت حکم لگایا ہے، سننے والا ایسی خطرناک چیز کو سن کر خود بھی خطرہ مول لیتا ہے اگر چہ اس کا دھیان ساز کی طرف نہ ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ

اُمّی کی تشریح

سوال:- زید نے اپنی تقریر سیرت رسول مقدس ﷺ کے دوران ''امی'' کے معنی بیان کئے اور ''اَن پڑھ'' جاہل اور جاہلِ مطلق کہا اور کہا میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اُمّی کے معنی جاہل مطلق کے ہیں، کیا ان معنوں سے توہینِ رسول کریم ﷺ نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو زید کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

''اُمّی'' اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو، نہ کسی مدرسہ میں داخل ہو، نہ کسی اتالیق کے پاس پڑھا ہو، حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے اس دُنیا میں کسی

---

[1]..... فی الخلاصة من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر قلت ویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر الله تعالیٰ ونعت المصطفی ﷺ الخ شرح فقه اکبر، ص ۲۰۵ (مطبوعه رحیمیه دیوبند) من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر.

سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا،[1] یہاں کوئی آپ کا استاذ نہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ کو اتنا علم عطا فرمایا کہ اوّلین وآخرین میں سے کسی کو اتنا نہیں ملا، نہ کوئی فرشتہ آپ کے برابر ہوسکتا ہے نہ کوئی پیغمبر، شانِ نبوت کے لائق آنحضرت ﷺ کا علمِ مبارک سارے عالَم کے علم سے بڑھا ہوا ہے،[2] اُمّی کی جو تشریح زید کی تقریر سے نقل کی گئی ہے، اگر واقعۃً زید نے یہی تشریح کی ہے تو اس کو فوراً توبہ لازم ہے، اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ کرے، ظاہر یہ ہیکہ اسنے ناشائستہ الفاظ سید عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں استعمال نہیں کئے ہوں گے، کیوں کہ اس کی جُرأت کوئی مسلمان نہیں کرسکتا، اس لئے صرف لفظ ''اُمّی'' کی یہ تشریح کی ہے۔ جو کہ بے شمار مخلوق پر صادق بھی آتی ہے، اور شانِ اقدس ﷺ میں اس کا وہم بھی نہیں ہوسکتا، اگر کوئی شخص سید الکونین امام المرسلین ﷺ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے تو وہ ایمان سے خارج ہوجائیگا،[3] اس پر تجدید ایمان وتجدید

---

[1]..... الا مي يعني محمداً ﷺ منسوب الى الام يعني هو على ما ولدته لم يكتب ولم يقرء (تفسير مظهري ص ۴۱۶ ج۳، مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان، الجامع لاحكام القرآن للقرطبي ص: ۴/۲۶۸، الجزء السابع، مطبوعه دارالفكر بيروت، الدرالمنثور ص: ۳/۴۷۵، سورۂ اعراف تحت آيت: ۱۵۸، مطبوعه دالفكر بيروت، الوسيط في تفسير القرآن المجيد ص: ۲/۴۱۶، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2]..... رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم الخلق قاطبة بالعلوم.....مالم يصل الى سرادقات ساحته احد من الخلائق لا ملك مقرب ولا نبي مرسل ولقد اعطى علم الاولين والآخرين الخ (المهند على المفند ص ۲۴-۲۵، الخصائص الكبرى ص: ۱۹۳، ۱۹۵/۲، باب اختصاصه ﷺ بالنصر وبالرعب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3]..... ايما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذب او عابه او تنقصه فقد كفر بالله وبانت منه امرأته فان تاب والا قتل (شامي كراچي ص ۲۳۴ ج۴، باب المرتد، مطلب مهم في حكم ساب الانبياء، مجمع الانهر ص: ۲/۴۸۲، قبيل باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الشفاء ص: ۲/۱۸۸، الباب الاول في بيان ما هو في حقه سب او نقص) مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت،

نکاح لازم ہوگی[1]، مگر ایسا حکم کرنے میں خود زید سے استفسار کی ضرورت ہوگی، اس لئے اسمیں جلدی نہ کی جائے، جب تک زید سے دریافت نہ کرلیا جائے کہ اس نے جو تشریح لفظ اُمّی کی کی ہے، کیا وہ حضور ﷺ کو نعوذ باللہ ایسا ہی سمجھتا ہے، اگر وہ کہے نہیں، میں نے لفظ اُمّی کے اصل معنی بتائے ہیں، یہ نہیں کہا کہ حضورِ اکرم ﷺ بھی ایسے ہی تھے تو پھر تکفیر نہ کی جائے ہاں سیرتِ پاک کے بیان میں صرف اس تشریح پر کفایت کرنے سے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے توبہ کی ضرورت ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۵ھ

نماز قضا ہونے پر یہ کہنا کہ نماز تو حضور ﷺ کی بھی قضا ہوئی ہے

سوال:- ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی، جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب آپ نے نماز قضا کردی تو ہم جیسے لوگوں کا کیا حال ہوگا، تو برجستہ انہوں نے فرمایا کہ نماز تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قضا ہوئی، جس سے لوگوں پر غلط اثر پڑا.....

---

[1]..... مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا کذا فی فصول العمادی لکن ذکر فی نور العین ویجدد بینھما النکاح ان رضیت زوجتہ بالعود الیہ، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب جملہ من لا یقتل اذا ارتد)

[2]..... وماکان خطأ من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائلہ مومن علی حالہ ولا یومر بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک المحیط البرھانی ص: ۶/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل شامی زکریا ص: ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب جملۃ من لا یقتل الخ، عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۸۳، قبیل باب البغاۃ)

ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی[1]، نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ہی نہیں ملی اس وقت نماز قضا ہوئی، جس کا حضور اکرم ﷺ کو بے حد افسوس اور قلق ہوا، حتیٰ کہ آپ نے بددعا بھی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو نماز بھی نہیں پڑھنے دی[2]، لیکن اگر آج کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنی اس نماز کے قضا ہونے پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگے، نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور اکرم ﷺ کی بھی تو نماز قضا ہوئی تھی، ایسے کہنے سے پورا اجتناب لازم ہے ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ بھی اس میں مبتلا ہوئے یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضا کر دینا بھی سنت ہے استغفر اللہ العظیم، نبی اکرم ﷺ کی نماز قضا ہو جانے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۴ھ

---

[1]..... ان رسول اللّٰہ ﷺ حین قفل من غزوۃ خیبر فلم یستیقظ النبی ﷺ ولا بلال ولا احد من اصحابہ ثم توضأ النبی ﷺ وامر بلالاً فاقام لھم الصلوٰۃ وصلی لھم الصبح الخ (مسلم ملخصا ص ۲۳۸ ج ۱، کتاب الصلوۃ، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ الخ، مطوعہ بلال دیوبند، ابو داؤد ملخصاً ص ۶۲ ج ۱، کتاب الصلوۃ باب فی من نام عن صلوۃ او نسیھا، مطبوعہ سعد دیوبند)

[2]..... عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال یوم الخندق ملأاللہ علیھم بیوتھم وقبورھم ناراً کما شغلونا عن صلوٰۃ الوسطیٰ حتیٰ غابت الشمس (صحیح البخاری ص ۵۹۰ ج ۲، کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

''اگر نبی اس زمانہ میں ہوتا وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا'' کہنا

سوال:- مولوی صاحب سے ایک روز ایک شخص نے کہا کہ ٹیری کاٹ تم کیوں پہنتے ہو؟ تو فوراً جواب دیا کہ اگر نبی اس زمانے میں ہوتا تو وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ جواب بھی اہل علم حضرات کے لائق نہیں پست جواب ہے[1]، بہت سے بہت یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرعاً اس کی ممانعت نہیں (اگر واقعتاً ممانعت نہ ہو) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۴ھ

ایک امام کی گمراہی خدااور رسول کے متعلق

سوال:- ایک آدمی کہتا ہے جو کہ امامت بھی کرتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانیٔ دارالعلوم دیوبند کو بچشمِ خود تقریر کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حاضرین سے یوں کہتا ہے کہ تم نے اللہ کو دیکھا ہے، میں نے کہا کہ حضرت ہم نے تو نہیں دیکھا ہے، تو حضرت رومال اپنی جیب سے نکال کر اور بغیر بادل کے کڑک اور گرج شروع ہوئے کافی دیر کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دیکھو رومال میں خداوند قدوس کا بت اور پُتلہ مع اعضاءِ بشریت موجود ہے نعوذ باللہ منہا اور یوں کہتا ہے کہ میں نے بھی

---

[1]..... فی هذه الآية (لا تقولو راعنا) دليلان احدهما على تجنب الالفاظ المحتملة التى فيها التعرض للتنقيص والغض (الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ص ۵۶/۱، الجزء الثانى سورة البقرة آيت: ۱۰۴، مطبوعه دارالفكر بيروت)

دیکھا ہے جب کہ اس شخص کی عمر ۵۵ رسال کی ہے نعوذ باللہ منہا ایسے بزرگ کی شان میں اس قسم کے الفاظ کہنا دوسرے سرورِ عالم ﷺ کو جب معراج ہوئی تو اسکے بارے میں نعوذ باللہ یہ کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر گئے ہیں اور اللہ کے قریب جا کر کہا کہ یا اللہ تمہارے حبیب حاضر ہوگئے ہیں، اللہ نے کہا کہ بہت اچھا حضور ﷺ نے جوتے اتارنے کا قصد کیا ہے فوراً جوابِ صمدی آیا کہ آؤ اور میرے سینہ پر چڑھ جاؤ نعوذ باللہ خدا کے سینہ پر حضور مع جوتے کے چڑھ گئے اور یوں کہا کہ حدیث میں ہے، یہ شخص حافظ ہے اور ایک مسجد کا امام ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس کا نکاح قائم رہا یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص اللہ تعالیٰ کا پتلہ مع اعضاءِ بشری رومال سے نکال کر حاضرین کو دکھلائے (نعوذ باللہ) وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو امام بنایا جاوے ایسے شخص کی صحبت سے دور رہیں نہ جانے کیا کیا شعبدے دکھلا کر گمراہ کرے گا جس سے ایمان بھی سلامت نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ ایسی چیز نہیں جس کو رومال میں بند کیا جاوے یا اس کیلئے پتلہ بنایا جاسکے یا اس کے اعضاءِ بشری موجود ہوں، خداوند تعالیٰ ایسی باتوں سے منزہ اور پاک ہے[1]، اس کیلئے جسم اور اعضاءِ بشری رومال میں بند کرنا کفر ہے[2]، ایسے آدمی کو واجب ہے کہ اس قسم کی خرافات

---

[1]..... الله هو الحى القادر العليم السميع البصير الشائ المريد ليس بعرض ولا جسم ولا جوهر ولامصور اى ذى صورة وشكل مثل صورة انسان الخ، (شرح عقائد ص: ۳۶، ۳۹، الدليل على كونه تعالىٰ حيا وقادرا الخ، مطبوعه امداديه ديوبند، شرح فقه اكبر ص: ۴۲، مطبوعه مجتبائى دهلى)

[2]..... يكفر اذا وصف الله بما لا يليق به (عالمگيرى ص ۲۵۸ ج ۲، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه پاكستان، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۴، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بزازية على الهندية كوئٹه ص: ۶/۳۲۳، الثانى فى ما يتعلق بالله تعالىٰ)

اور کفریات سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔[1]

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے انتقال کو ۹۳/ برس گزر چکے ہیں ۵۵/ سال کا آدمی ان کو خواب میں تو دیکھ سکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کشف ہو جاوے یا تمثیل ہو جاوے مگر واقعاتی دنیا میں ان کو اس وقت تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی کوئی صورت نہیں ہے، معراج کے متعلق جوتے پہنے ہوئے جا کر اللہ تعالیٰ کے سینہ پر چڑھنا نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث میں بلکہ نہایت لغو اور کفریہ شیطانی خیال ہے، حضرت مولانا قاسم صاحب یا کوئی بھی بزرگ ایسی بات نہیں فرما سکتے ان کی طرف نسبت کرنا بے اصل ہے اور غلط ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خدااور رسول کے حکم کے خلاف کرنے کا کسی کو حق نہیں

سوال:- کسی شخص کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے سے دین میں کچھ کہے اور حکم لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حکم شرعی کے خلاف اپنی رائے سے دین میں حکم لگانے کا کسی کو حق نہیں، اور اس کا

---

[1]..... تثبت ای الردۃ بالشھادۃ ویحکم بھا حتی تبین زوجتہ منہ ویجب تجدید النکاح (البحرالرائق ص ۱۲۶ ج۵، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان)

[2]..... وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ الحدیث (مشکوٰۃ ص ۴۱۲ ج۲، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) ای قلت علیہ البھتان (مرقات شرح مشکوٰۃ ۲۶۷ ج۴، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی)

ایسا حکم بالکل قابل قبول نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

جوشخص خدااور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرے وہ کیسا ہے؟

سوال:- جوکوئی شریعت کے خلاف کوئی حکم کرے اور خدااور رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرے وہ شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ نافرمان ہے [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیه (شرح طیبی ص: ۱/۲۹۴، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، مرقاة ص: ۱/۱۷۷، مطبوعه ممبئی)

[۲]..... کل امة یدخل الجنة الا من ابی قالوا ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی، (بخاری ص ۱۰۸۱ ج۲ کتاب اعتصام. باب الاقتداء بالسنن، اشرفی بکڈپو دیوبند)

ترجمہ:- ہر امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا صحابہ نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائیگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم

علماءِ دین کی توہین

توہین علماء

سوال:- ما حکم توهين العلماء المتقين المتدينين ايخرج من الايمان ويقع به الطلاق ام لا؟[1]

الجواب حامداً ومصلياً!

ان كان توهين العلماء المتدينين لاجل الاستخفاف بالدين وعلم الدين فهو كفر لان العلم صفة الله تعالىٰ[2] **قال الكردرى والاستخفاف بالعلماء لكونهم عُلَمَاء استخفاف بالعلم والعلم صفة الله تعالىٰ منحه فضلاً علىٰ خيار عباده ليدلوا خلقه علىٰ شريعته نيابة عن رسله فاستخفافه بهٰذا**

---

[1]..... **ترجمہ سوال**:- کیا علماء کی توہین کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے نیز آیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے، یا نہیں۔

[2]..... **ترجمہ الجواب**:- حامداً ومصلیاً۔ دین اور علمِ دین کے استخفاف کی وجہ سے اگر علماء کی توہین وتذلیل کرتا ہے، تو یہ کفر ہے اس لئے کہ علم اللہ کی صفت ہے۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

یعلم انه الیٰ من یعود اهـ (فتاویٰ بزازیه علی هامش عالمگیری[1] ص ۳۳۶ ج ۶) وفی الخلاصة من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر قلت الظاهر انه یکفر لانه اذا ابغض العالم من غیر سبب دنیوی او اخروی فیکون بغضه لعلم الشریعة ولا شک فی کفر من انکره فضلا عمن ابغضه وفی الظهیریة من قال لفقیه اخذ شاربه ما اعجب قبحا او اشد قبحا قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن یکفر لانه استخفاف بالعلماء یعنی وهو مستلزم لاستخفاف الانبیاء لان العلماء ورثة الانبیاء وقص الشارب من سنن الانبیاء فتقبیحه کفر بلا اختلاف بین العلماء اهـ (شرح الفقه الاکبر، ص ۲۱۳)[2] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقرر عالم کی توہین

سوال:- ایک مولانا صاحب ایک جلسہ میں تقریر فرمارہے تھے کہ آنحضور ﷺ نور ہیں، اس جملہ کو زید نے سن کر برجستہ کہا کہ نور، نور، نور کہتے ہو نور نہیں، موئے زیرِ ناف ہیں، معلوم ہوا کہ زید کا یہ جملہ حضور ﷺ کی جانب نہیں بلکہ طنزاً مقرر کی جانب ہے جبکہ زید عالمِ دین بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں ایسا نہیں کہا بلکہ تقریر کرنے والے مولانا

---

[1]..... بزازیة علی هامش الهندیة ص: ۶/۳۳۶، کتاب الفاظ تکون اسلاماً الخ، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مطبوعه کوئٹه. مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... شرح فقه اکبر ص: ۲۱۳، فصل فی العلم والعلماء، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

صاحب کو بطور تشبیہ ایسا کہا ہے تب بھی یہ بات سخت ہے کسی بھی اشرف المخلوقات کو ایسی چیز سے تشبیہ دینا درست نہیں ہے جو کہ عوام کے نزدیک نہایت حقیر چیز ہو، اور خاص کر مجمعِ عام میں کثرت عوام کی ہوتی ہے اور پھر مولانا صاحب جو کہ مزید واجب الاحترام ہیں اور تشبیہ دینا بھی ایسے موقع پر جب کہ وہ تقریر کر رہے ہیں اور تقریر میں بھی ذاتِ مقدسہ ﷺ کا ذکر مبارک ہے جس سے سننے والوں کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید تشبیہ کا رخ دوسری طرف ہو اور اس کا ایہام ہر ایک کو ہوتا ہے، اس لئے زید کو معذرت کرنا چاہئے اور اپنی مراد واضح کر کے ایہام و شبہ دور کر دینا چاہئے اور آئندہ پورے طور سے محتاط رہنا چاہئے جب کہ زید کی تشبیہ کا رخ وہ بھی نہیں ہے جس کا ایہام ہوتا ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے زید معذرت کر دے دوسرے لوگ خاموشی اختیار کریں بات کو زیادہ نہ بڑھایا جائے کہ اس میں فتنہ شدید ہے خدا جانے کہاں تک نوبت پہونچے [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲۵/۹۱ھ

علماءِ دین کی توہین

سوال:- میرے پاس فتویٰ بوسیدہ حالت میں ہے، ابتدائی حصہ نہیں ہے، اسمیں تحریر ہے کہ جو شخص کسی عالم کی ادنیٰ توہین یا تحقیر کرے وہ کافر ہے اور حوالہ میں فقہِ اکبر کی یہ عبارت نقل کی ہے، **ومن قال للعالم عویلم ای بصیغة التصغیر للتحقیر کما قیده بقوله قاصداً به الاستخفاف کفر.** اسکو دیکھ کر تعجب میں ہوں اور اسپر مختلف علماء کے دستخط ہیں۔

---

[1]..... مستفاد من التاتارخانية: رجل قال لرجل مصلح ديداروى نزد من چنانست چوں ديدارخوک قيل يخاف عليه الكفر (الفتاوى التاتارخانية ص ۵۰۶، ج۵، مطبوعه ادارة القرآن كراچى پاكستان، كتاب احكام المرتدين، فصل فى العلم والعلماء، عالمگيرى ص ۲۷۰ ج ۲، كوئٹه پاكستان، الباب التاسع فى احكام المرتدين)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی عالمِ دین کی کوئی شخص اہانت کرتا ہے، بلا کسی سببِ ظاہری اور عداوتِ دنیوی سے تو یہ درحقیقت علمِ دین کی اہانت ہے، جس کو کفر قرار دیا گیا ہے، اگر اسلئے اہانت کرتا ہیکہ اسکا عمل خلافِ شرع ہے یا وہ علم کا مطلب غلط بتا کر گمراہ کرتا ہے یا اسپر کوئی حق واجبُ الاداء ہے، جسکو وہ ادا نہیں کرتا بلکہ ظلم کرتا ہے، وہ علمِ دین کی اہانت نہیں اسلئے کفر نہیں۔

وفی البزازیة الاستخفاف بالعُلمَاء لکونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة اللّٰه تعالیٰ منحه فضلاً علیٰ خیار عباده لیدلوا خلقه علیٰ شریعته نیابة عن رسله فاستخفافه بهٰذایعلم انه الیٰ من یعود ومن ابغض عالماً من غیرسبب ظاهر خیف علیه الکفر)اھ مجمع الانهر[1] ص ۷۰۳ ج ۱، بزازیه[2] علی العالمگیر یه ص ۳۳۶ ج ۶/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

اہانت علماء

سوال:- کوئی شخص علماء کی شان میں گستاخی کرے اور علماء سے بدعقیدہ ہو تو عند الشرع ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔

---

[1]..... مجمع الانهر ص ۵۰۹ ج ۲، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، الفاظ الکفر انواع، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... بزازیه علی الهندیة ص: ۶/۳۳۶، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۰، الفصل الثانی والاربعون، فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

الجواب حامداً ومصلیاً!

علم دین کی وجہ سے اگر علماء کی توہین وتذلیل کرتا ہے تو یہ کفر ہے تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے ورنہ فسق ہے توبہ ضروری ہے، فی الشامی اهانة اهل العلم كفر علىٰ المختار فتاویٰ بدیعیہ[1] سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ[2] الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رصفر ۵۳ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۶ رصفر ۵۳ھ

کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا

سوال:- ایک مسئلہ کے بارے میں جھگڑا ہوا تھا مولویوں کا آپس میں ایک دن بستیوں کے مولویوں اور مفتی کے سامنے فیصلہ کرلیا گیا تھا وہ فیصلہ شرعی اعتبار سے کیا گیا تھا پھر کچھ دن کے بعد کچھ مولویوں نے دوبارہ فیصلہ کرنے کا پروگرام بنایا اور کچھ لوگوں کے سامنے بے عزتی کرنے کے ارادہ سے ایک فیصلہ کردہ مسئلہ کو پھر دوبارہ کروانا اور بے عزتی کی نیت سے ایسا کرنا کیسا ہے؟

---

[1]..... شامی کراچی ص ۷۲ ج ۴، باب التعزیر. مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بزازيه على هامش الهندية ص: ۶/۳۳۶، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا، الثامن فى الاستخفاف بالعلم.

[2]..... عن عبد اللّٰه بن مسعود مرفوعاً (مشكوٰة شريف ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخارى شريف ص ۱۲، ج ۱، كتاب الايمان، باب خوف المؤمن، مسلم شريف ص ۵۸ ج ۱، كتاب الايمان، باب قول النبى ﷺ، سباب المسلم فسوق الخ، مطبوعه رشيديه دهلى)

ترجمہ:- مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور ہے۔

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر پہلا فیصلہ شریعت کے مطابق تھا تو اس کو توڑنے کا کسی کو حق نہیں خاص کر ان کی توہین کی غرض سے کسی مسلمان کی توہین درست نہیں خاص کر اہل علم کی توہین بہت خطرناک ہے[1]، خدا نفسانیت کے شر سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۱۴۰۱ھ

استخفاف علماء

سوال:- علماء دین سے استہزاء کرنے اور تحقیر کرنے سے کیا حکم شرعی لازم آتا ہے اور مستہزی حد تکفیر تک پہونچ جائے گا یا فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء دین سے استہزاء وتحقیر اگر ان کے علم دین کی وجہ سے ہے تو کفر ہے اور اگر کسی اور وجہ سے بغیر حق شرعی ہے تو سخت گناہ اور فسق ہے اور ایسی صورت میں تعزیر شرعی لازم ہوتی ہے۔

ولو قال للفقیه دانشمندک ان لم یکن قصده الاستخفاف بالدین لا یکفر وان کان یکفر خلاصة[2] الفتاویٰ ص ۳۸۸ ج ۴، سباب المسلم فسوق

---

[1]..... یخاف علیه الکفر اذا شتم عالما او فقیها من غیر سبب، (عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۰، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2]..... خلاصة الفتاوی ص: ۴/۳۸۸، کتاب الفاظ الکفر، الجنس الثامن فی استخفاف العلم والعلماء، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

رواہ مسلم ص ۵۸ ج ۱[1]، وکل من ارتکب منکراً او اذیٰ مسلما بغیر حق بقول او فعل أو اشارةٍ یلزمه التعزیر کذا فی الشامی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سعید احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۵۲ھ

علماء کو برا کہنا

سوال: - علماء کرام کو برا بھلا کہنا، ان کی شان میں گستاخیاں کرنا، ان کی تضحیک وتذلیل کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عالم دین ہونے کی وجہ سے ان کو برا کہنا، گستاخی کرنا نہایت خطرناک ہے[3]

---

[1]..... مسلم شریف ص: ۵۸/۱، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی ﷺ، سباب المسلم فسوق الخ، بخاری شریف ص: ۱۲/۱، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن الخ، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان والغیبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2]..... شامی ص ۷۱ ج ۴، باب التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد، مطبوعه کراچی پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص: ۱۶۸/۲، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، البحر الرائق کوئٹه ص: ۴۳/۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر

[3]..... یخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیهاً من غیر سبب (عالمگیری ص ۲۷۰ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه پاکستان، تاتارخانیه ص ۵۰۸ ج ۵، فصل فی العلم والعلماء، مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

سخت قسم کا جرم ہے اگر کوئی بدمعاملگی ہوئی یا ذاتی نفسانی دشمنی سے یا کسی عالم دین کو گمراہی اور فسق وفجور میں مبتلا دیکھا اس کی وجہ سے اس کو برا کہتا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں اگر چہ برا کہنا کسی کو بھی نہیں چاہئے، سخت گنہ گار کو بھی برا کہنے سے کیا فائدہ؟ اسکی اصلاح، نصیحت، خیر خواہی سے کی جائے تو فائدہ بھی ہو[1] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

کسی مستند عالم کو برا کہنا

سوال: -کسی مستند عالم پر لعن طعن کرنا اور اس سے بغض رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک بغض کی وجہ مدلل سامنے نہ ہو تو اس کے متعلق کیا کہا جائے، اگر بغض کی شرعی وجہ موجود نہیں، تو بغض رکھنا حرام ہے، اگر شرعی وجہ موجود ہو تو بغض رکھنا واجب ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/ ۹۲ھ

---

[1]..... فی حدیث جریر مرفوعاً والنصح لکل مسلم (بخاری شریف ص ۲۸۹/۱، مطبوعہ اشرفی دیوبند، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد رقم الحدیث ۲۱۰۹)

[2]..... ان النھی عن التباغض تاکید للامر بالتحابب مطلقاً الا ما یختل به الدین فانه لا یجوز حینئذٍ التحابب ویجوز التباغض وقیل لا توقعوا العداوة بین المسلمین فیکون نھیا عن النمیمة ..... وھذا اذا لم یکن لمصلحة فاذا دعت فلا منع بل قد یکون واجباً (مرقاة ص: ۷۱۷، ۷۱۸/۴، باب ما ینھی عنه من التقاطع والتھاجر، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

علماء دین کو گالی دینا

سوال:- اگر کوئی مسلمان کسی عالم شریعت کو گالی دے یا دشمنی کے طور پر تمام علماءِ دین کو گالی دے جیسے کہ کہے علماءِ دین کے اندر بہت شر ہے یا یہ کہے کہ علماء بہت بدمعاش ہیں تو ایسے آدمی کو شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ آیا کافر یا فاسق یا منافق کوئی آدمی اگر کسی امام کو ناجائز طور پر گالی دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گالی دینا معمولی مسلم کو بھی درست نہیں بلکہ فسق ہے، **سباب المسلم فسوق** الحدیث[1] علماءِ حق کو اگر کسی ذاتی مخاصمت وغیرہ کی وجہ سے گالی نہیں دیتا بلکہ علماءِ حق ہونے کی وجہ سے گالی دیتا ہے تو ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے سوءِ خاتمہ کا قوی خطرہ ہے اس کو توبہ لازم ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

طالب علم کو گالی دینا

سوال:- اگر کوئی شخص کسی طالب علم کو گالی دے اور بے عزت کرے اس کیلئے

---

[1]..... عن عبداللّٰہ بن مسعود مرفوعاً (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان والغیبۃ الخ، بخاری شریف ص ۱۲ ج ۱، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن الخ، مسلم شریف ص ۵۸ ج ۱، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق الخ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

[2]..... یخاف علیہ الکفر اذا شتم عالماً او فقیھاً من غیر سبب (عالمگیری ص ۲۷۰ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، تاتارخانیہ ص ۵۰۸ ج ۵، کتاب الفاظ الکفر، فصل فی العلم والعلماء، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی علم دین حاصل کرنے والے طالب علم کو گالی دے اور اہانت کرے بغیر کسی قصور کے محض علمِ دین کا طالب علم ہونے کی بنا پر تو نہایت خطرناک ہے اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے، کیونکہ یہ علم دین کی تحقیر وتذلیل ہے[1]، اگر اس طالب علم میں کچھ اخلاق واعمال خلافِ شرع ہیں اور ان کی ناگواری کی بنا پر گالی دے تو اس کا یہ حکم نہیں، اس سے ایمان برباد نہیں ہوگا، لیکن گالی دینا اس وقت بھی درست نہیں[2]، ہاں اصلاح ضروری ہے اور اس کا طریقہ گالی دینا نہیں، بلکہ نرمی وشفقت سے نصیحت کرنا ہے یا اس کے اکابر تک اسکی بداخلاقی اور بداعمالی کو پہونچا دینا ہے، تاکہ وہ مناسب طریق پر اصلاح کرے اور طالبِ علم کو علم دین کے احترام کی خاطر ہر قسم کی بداخلاقی اور بداعمالی سے بچانا نسبۃً زیادہ ضروری ہے کہ اس سے نہ علمِ دین آتا ہے اور نہ دنیا وآخرت میں عزت حاصل ہوتی ہے، بلکہ طبقۂ علماء پر بدنامی آتی ہے، اور لوگ علمِ دین سے بدظن ہوتے ہیں اور اپنی اولاد کو علمِ دین سے محروم رکھتے ہیں، جس کا سبب طالب علم کی بداخلاقی اور بداعمالی بنتی ہے، حق تعالیٰ اخلاقِ فاضلہ واعمالِ صالحہ سے مزین فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... یخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیهاً من غیر سبب (عالمگیری ص ۲۷۰ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه پاکستان، تاتار خانیه ص ۵۰۸ ج ۵، کتاب الفاظ الکفر، فصل فی العلم والعلماء، کراچی پاکستان)

[2]..... عن عبدالله بن مسعود سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الحدیث متفق علیه ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان والغیبة الخ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

عالم سے بغض رکھنا

سوال:- اگر کسی شخص نے بسببِ عداوت دینی یا دنیاوی کسی عالم متدین کو اہانۃً وحقارۃً گالی دی اور خوب نالائق کہا تو گالی دینے والے پر کفر لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اسکی زوجہ مطلقہ بائنہ ہوگی یا نہیں، چونکہ فتویٰ نور الہدیٰ ص ۱۴۵/ میں لکھا ہے کہ:۔

من شنع لعلماء الحنفية او لاهل العلم او لطلبته او اطلق فيه كلمة كناية من شنع والاحتقار صار كافراً ايضا فيه من رفع صوته علىٰ صوت العالم او طالب العلم بوجه الاحتقار والاستخفاف طلقت امرأته بائنة. تو اس کا کیا حکم ہے؟ **فبينوا بالتفصيل عند علماء الحنفية.**

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی عالم کو اگر گالی دی ہے تو وہ یا تو کسی ذاتی مخاصمت کی وجہ سے دی ہے یا علمِ دین سے عداوت کی بناء پر، اول صورت میں گالی دینا فسق ہے حدیث شریف میں آتا ہے:۔

عن عبداللّٰه بن مسعود رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ متفق عليه. اھ (مشکوٰۃ شریف[1] ص ۴۱۱ ج ۲)

یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے جب عام مسلمانوں کو دینا فسق ہے تو علماء کو دینا کچھ اس سے زیادہ ہی ہوگا ایک دوسری حدیث میں گالی دینا نفاق کی علامت بتلایا ہے:

''عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ من كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى

---

[1]..... مشكوة شريف ص: ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة، الفصل الاول، بخارى شريف ص: ۱۲/۱، كتاب الايمان، باب خوف المؤمن الخ، مسلم شريف ص: ۵۸/۱، كتاب الايمان، باب بيان قول النبى ﷺ سباب المؤمن فسوق الخ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

يَدَعُهَا اِذَا اُوتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اھ" (مشکوٰۃ شریف[1] ص ۱۷ ج ۱)

اگر علم دین سے عداوت کی بنیاد پر گالی دی ہے تو یہ نہایت خطرناک ہے اس سے ایمان جاتا رہتا ہے اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان صفت ہے جب علم سے عداوت ہوئی تو خدا تعالیٰ کی اس صفت سے عداوت ہوئی۔

وفی البزازیۃ[2] ص ۳۳۶ ج ۳، فالاستخفاف بالعلماء لکونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة اللّٰه تعالیٰ منحه فضلاً علی خیار عباده لیدلوا خلقه علیٰ شریعته نیابة عن رسله فاستخفافه بهٰذا یعلم انه الیٰ من یعود مجمع الانهر[3] ص ۷۰۳ ج ۱/..

اگر بلاوجہ گالی دیتا ہے اور عالم سے بغض رکھتا ہے تو اسمیں خوف کفر ہے، من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر ویخاف علیه الکفر اذا شتم عالما او فقیهاً من غیر سبب اھ عالمگیری ص ۲۷۰ ج ۲/[4]

اگر عالم سے بلاوجہ اذیت پہونچی ہے تو اس عالم کے ذمہ معافی چاہنا واجب ہے[5]،

---

[1]..... مشکوۃ شریف ص ۱۷، کتاب الایمان، باب الکبائر وعلامات النفاق، بخاری شریف ص ۱۰/۱، کتاب الایمان، باب علامة النفاق، مسلم شریف ص ۵۶/۱، کتاب الایمان، باب خصال المنافق.

[2]..... بزازیه علی الهندیه ص: ۳۳۶/۶، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مطبوعه کوئٹه.

[3]..... مجمع الانهر ص: ۵۰۹/۲، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[4]..... عالمگیری کوئٹه ص: ۲۷۰/۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین.

[5]..... واما ان کانت المظالم فی الاعراض ..... فیجب فی التوبة ..... ان یتحلل منهم (شرح فقه اکبر ص ۱۹۵ مکتبه مجتبائی دهلی، نووی علی مسلم ص ۳۴۶/۲، کتاب الذکر والدعاء، باب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، روح المعانی ص ۲۳۵/۱۵، الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم آیت: ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

اور اگر اس عالم میں کچھ اوصافِ قبیحہ ہیں ان کی وجہ سے بغض ہے تو ایسی حالت میں ان اوصاف سے بغض رکھنا چاہئے اور جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے اس کو خیر خواہی سے نصیحت کی جائے اور دعاء کی جائے کہ اللہ پاک اس کی اصلاح کر دے اور کوئی مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور ذلیل سمجھنا جائز نہیں،[1] البتہ معاصی سے بغض رکھنا اور پرہیز کرنا واجب ہے جب کوئی شخص کسی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور اسکی عورت بائنہ ہو جاتی ہے وارتداد احدهما فسخ فی الحال اهـ زیلعی، ص ۱۷۸ ج ۲.[2] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عالم دین کی گستاخی

سوال:- اگر کوئی شخص کسی عالم پر از روئے عناد و کینہ کسی قسم کا جھوٹ یا تہمت لگائے اور عالم صاحب کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرے مثلاً فاسق یا فاجر تو اس شخص پر مطابق شریعت محمدیہ کیا حکم ہے؟

---

[1]..... عن ابی هريرة رضی الله عنه مرفوعاً بِحَسْبِ امرإٍ مِنَ الشَّرِ اَن يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ الحديث (رواه مسلم مشكوٰة ص ۴۲۲ ج۲ ياسر نديم ديوبند، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ کسی آدمی کی برائی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

[2]..... تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ص: ۱۷۸، ج: ۲، مكتبه امداديه ملتان پاكستان، قبيل باب القسم، مجمع الانهر ص: ۵۴۶، ج: ۱، باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامی زكريا ص: ۳۶۶، ج: ۴، باب نكاح الكافر، مطلب الصبی والمجنون الخ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

الجواب حامداً ومصلیاً!

تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے[۱]، اور کسی دیندار کو فاسق وفاجر کہنا بھی سخت گناہ ہے[۲]، اگر عالم حقانی کی تحقیر اس کے علم دین کی وجہ سے کرتا ہے تو نہایت خطرناک ہے حتی کہ بعض فقہاء نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے پس ایسے شخص کو توبہ کرنا لازم ہے[۳]، جس کی شان میں بلاوجہ گستاخانہ الفاظ کہے ہیں اس سے معاف کرانا ضروری ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا استاذ کی توہین کفر ہے؟

سوال:-اگر کسی نے امام یا والدین یا استاد کی توہین کی تو کیا اس پر تجدیدِ نکاح کا حکم عالم یا قاضی کو لگانا چاہئے جیسا کہ فصول عمادی میں ہے یا کہ نہیں؟

---

[۱]..... عن ابی هريرة مرفوعاً اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ الحديث اى قلت عليه البهتان وهو كذب عظيم (مرقات ص ۶۲۷ ج۴، اصح المطابع بمبئی، باب حفظ اللسان الخ)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے اگر اس میں وہ بات نہیں جس کو کہہ رہا ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

[۲]..... فلايحل لمؤمن ان يقول لاخيه يا فاسق او يا كافر او يا عاهراو يا فاسد الخ (ايسر التفاسير ص ۱۳۰ ج۵، مطبوعه بيروت، سورۂ حجرات تحت آيت: ۱۱،

[۳]..... يخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً او فقيها من غير سبب (عالمگيری ص ۲۷۰ ج۲، الباب التاسع فی احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه پاكستان. تاتارخانيه ص ۵۰۸ ج۵، كتاب الفاظ الكفر، فصل فی العلم والعلماء، ادارة القرآن كراچی)

[۴]..... واما اذا قال بهتانا ..... يذهب الى الذی قال عليه البهتان ويطلب الرضا منه حتى يجعل فی حل منه (شرح فقه اكبر ۱۹۵/۱۹۶، مكتبه مجتبائی دهلی)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

الجواب حامداً ومصلیاً!

والدین یا استاد کی بلا وجہِ شرعی توہین کرنا گناہ ہے مگر کفر نہیں، اس سے نہ ایمان جاتا ہے نہ نکاح ٹوٹتا ہے لہٰذا تجدیدِ نکاح بھی واجب نہیں البتہ اگر کوئی شخص حرام لعینہ کو جس کی حرمت قطعی ہو حلال اعتقاد کرے تو یہ کفر ہے، اس سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

''ولا نکفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مؤمنا حقیقة ویجوز أن یکون مؤمناً فاسقاً غیر کافر لان من استحل معصیة قد ثبتت بدلیل قطعی فهو کافر باللّٰه تعالیٰ لان استحلالها تکذیب باللّٰه ورسوله اھ شرح فقه اکبر[1] یخاف علیه اذا قال لفقیه ای دا نشمندک او قال لعلوی ای علویک لا یکفر إن لم یکن قصده الاستخفاف بالدین اھ (عالمگیری[2] ص ۲۷۱ ج ۲) لہٰذا بلا تفصیل حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۳/۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ربیع الاول ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

---

[1]..... شرح فقه اکبر ص ۸۵ تا ص ۸۹ مطبع مجتبائی دهلی، البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2]..... عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۱، باب احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، بزازیه علی هامش الهندیة ص: ۶/۳۳۷، کتاب الفاظ تکون اسلاماً او کفراً الخ، الشامن فی الاستخفاف بالعلم، تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۵۰۸، کتاب احکام المرتدین، فصل فی العلم والعلماء الخ.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

استاذ کی گستاخی اور توہین

سوال:- اپنے استاذ کو ایک شخص نے کہا کہ استاذ کافر ہے مسلمان نہیں ہے، اُن کی قرآن خوانی اور نماز کی دائیگی کا کوئی اعتبار نہیں، دشنام طرازی کے علاوہ مار پیٹ بھی کی یہ شخص اسکے خاندان کا سات پشتوں سے استاذ رہا ہے، خود یہ شخص تارکِ صلوٰۃ ہے، ایسے شخص کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کیلئے شرعاً کیا تعزیر ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

استاذ کا بہت بڑا حق ہے اس کا احترام لازم ہے، اس کے ساتھ گستاخی کرنا منع ہے[۱] بلا وجہِ شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنے سے اس کہنے والے کا ایمان سلامت نہیں رہتا[۲] بغیر عذر کے جان کر فرض نماز کو ترک کرنا جبکہ قضا پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اور اس پر خوفِ عقاب بھی نہ ہو نہایت خطرناک ہے، حدیث وفقہ میں اس کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے[۳]، ایسے شخص کو توبہ کرنا

---

[۱]..... قال ابن رسلان ان حق الشیخ کحق الوالد بل اولیٰ منه ولذا قالوا ان عقوقه لا یغفر بالتوبة، (حاشیه بذل المجهود ص ٦ ج ١، مطبوعه یحیوی، کتاب الطهارة، باب کراهیة استقبال القبلة)

[۲]..... لاَ یَرْ مِیْ رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوْقِ وَلاَ یَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلاَّ اِرْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذَالِکَ رواه البخاری (مشکوٰة ص ٤١١ ج٢، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، بخاری ص٨٩٣ ج٢، کتاب الادب، باب ماینهیٰ عن السباب واللعن، مکتبه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ (تہمت) اسی پر لوٹ آتی ہے اگر وہ (جسکو تہمت لگائی گئی ہے) ایسا نہ ہو۔

[۳]..... مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ جِهَاراً (مجمع الزوائد ص ٢٦ ج٢، مطبوعه دارالفکر بیروت، باب فی تارک الصلاة،

ترجمہ:- جس شخص نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کر دیا اسنے کفر کیا (کفر کا کام کیا)

ویکفر بترک الصلوٰة متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب، بحر ص ١٢٢ ج٥، ماجدیه پاکستان، باب احکام المرتدین، شرح الطیبی ص:١٧٧/٢، مطبوعه زکریا دیوبند، مرقاة، ص:١١٣/٢، کتاب الصلوة، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان.

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

لازم اور استاذ سے معافی مانگنا ضروری ہے، احتیاطاً تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح بھی کر لی جائے[۱] جہاں اسلامی طریقہ پر حدود وقصاص کی تنفیذ نہ ہوسکتی ہو وہاں شرعی سزا نہیں دی جاسکتی، شرعی سزا کیلئے مسلم بادشاہ اور قوتِ قاہرہ شرط ہے[۲] البتہ اوّلاً ایسے آدمی کو نرمی سے سمجھایا جائے[۳] اس سے کام نہ چلے اور ترکِ تعلّق مفید ہو تو ترکِ تعلق کر دیا جائے[۴]

تنبیہ:- بغیر ثبوتِ شرعی کسی کی طرف کسی جُرم کی نسبت کرنا سخت معصیت ہے[۵]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۶/۳/۸۸ھ

---

[۱]..... ما کان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبیل باب فی البغاة، مکتبه کوئٹه، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۴۵۸، کتاب احکام المرتدین، فصل فی اجراء کلمة الکفر.

[۲]..... ورکنه اقامة الامام او نائبه فی الاقامة (عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲، کتاب الحدود، مطبوعه کوئٹه، بدائع الصنائع زکریا ص: ۵/۵۲۴، کتاب الحدود، شرائط جواز اقامتها)

[۳]..... الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء.....الثالث الشفقة علی المامور فیأمره باللین والشفقة، (عالمگیری ص ۳۵۳ ج ۵، باب فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف، مطبوعه کوئٹه)

[۴]..... انهاای لا ترکنوا الی الذین ظلموا دالة علی هجران اهل الکفر والمعاصی من اهل البدع (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۹۵ ج ۵، الجزء التاسع، سورة هود تحت آیت: ۱۱۳، مطبوعه دارالفکر بیروت، المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج ۷، کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، دارابن کثیر بیروت، مرقاة ص: ۴/۷۱۶، باب ما ینهی عنه من التهاجر الخ، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی)

[۵]..... ان لم یکن فیه ماتقول فقد بهته ای قلت علیه البهتان الحدیث وهو کِذْب عظیم (مرقات ص ۶۲۷ ج ۴، اصح المطابع بمبئی، باب حفظ اللسان والغیبة)

:\F.M.Fainal\Jild-2\Ulma-e-Deen ki Toheen

دینی کتب کے مترجمین کو برا کہنا

سوال:۔بعض لوگ ان علماء کو دشنام اور برا کہتے ہیں جنہوں نے کتب فقہ حدیث وتفسیر کا اردو ترجمہ اور شرح کی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ان اردو کتابوں کو نہیں مانتے عربی زبان میں ہوتیں تو ضرور مان لیتے ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقانی علماء کو محض اس وجہ سے برا کہنا اور دشنام دینا کہ انہوں نے دین کی خدمت کی اور اردو میں عربی کتابوں کے تراجم کئے ہیں کبیرہ گناہ اور سخت خطرناک ہے جو مسائل حق ہیں خواہ وہ اردو میں ہوں یا عربی وغیرہ میں انکو ماننا لازم ہے ایسے شخص کو توبہ لازم ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

---

[1]..... یخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیهاً من غیر سبب (عالمگیری ص ۲۷۰، الباب التاسع فی احکام المرتدین، کوئٹه پاکستان، تاتار خانیه ص ۵۰۸ ج ۵، کتاب الفاظ الکفر، فصل فی العلم والعلماء، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara'wa-Shaair-e-Deen

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

﴿احکام شرع وشعائرِ دین کی توہین﴾

فتوے کی توہین

سوال:- اگر کوئی کہے کہ میں فتویٰ پر پیشاب کرتا ہوں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کہنے والا ناسمجھ بچہ ہے یا مجنون ہے یا بیہوش ومفقود العقل ہے تو ان الفاظ کے کہنے سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوا فتاویٰ عالمگیری[1] ج۴ ص۸۷۶ میں ہے ''**وشرائط صحتها (ای الردة) العقل فلا يصح ردة المجنون ولا الصبی الذی لا يعقل وكذا لا يصح ردة السكران الذاهب العقل**'' ایسے ہی اگر فتویٰ میں خلاف شرع حکم ہے مثلاً تحریم حلال ہے یا تحلیل حرام ہے تب بھی اس لفظ کے کہنے سے کوئی ایمان سے خارج نہیں ہوا اگر کہنے والا سمجھدار ہے اور فتویٰ موافق شرع ہے تو اس لفظ کے کہنے والے کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت ہے کیونکہ اس لفظ کا کہنے والا شرعاً کافر ہو جاتا ہے، رجل

---

[1]..... **عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۵۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۳۹، قبیل باب البغاة، مجمع الانهر ص: ۵۰۰، ج: ۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.**

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

رجع من مجلس العلم فقال له رجل اٰخر از کنشت آمدۂ یکفر وکذا لو قال مرا با مجلس علم چه کار او قال من یقدر علیٰ اداء ما یقولون او القی الفتویٰ علیٰ الارض وقال چه شرع است ایں او چه بار نامه فتوی آوردی یکفر خلاصة[1] الفتاویٰ ج۴ ص ۳۸۸، وارتداد احدهما أی الزوجین فسخ عاجل در مختار[2] هامش شامی ج۲/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

صحیح:۔ بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ، عبداللطیف ۷ محرم الحرام ۵۱ھ

مسئلہ شرعیہ کی توہین

سوال:۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تقریباً بارہ برس ہوئے کہ زید ولد بکر امام مسجد نے کہا کہ میرے باپ میرے اوپر اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ میں نے اپنی بیوی کو پردہ شرعی کرا دیا تھا اور یہ کہا کہ تیرے شرع پر بول کرتا ہوں، مگر بکر کہتا ہے کہ یہ محض بہتان ہے میں نے ہرگز ایسا کلمہ بیہودہ نہیں بکا، اور ایسے ہی اس کا لڑکا زید بھی کہتا ہے کہ میں نے ہرگز کسی سے یہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی میرے باپ نے یہ کہا ہے، محض بہتان ہے اور ہمارا اب بھی پردہ ہے، اور پھر لوگوں کے شور برپا ہونے کی وجہ سے وہ بیچارہ بکر امامِ مسجد کہتا ہے کہ بھائی میں نے ہر چند یہ بکواس کہا تو نہیں مگر اگر بفرضِ محال میں نے یہ کہا ہو تو میری توبہ ہے، اب عرض ہے کہ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں اور اسکے پیچھے ہرگز نماز درست نہیں، جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی وہ بھی کافر ہے، نکاح اس کا ٹوٹ گیا، اور بکر

---

[1]..... خلاصة الفتاوی ص: ۴/۳۸۸، کتاب الفاظ الکفر، الجنس الثامن فی استخفاف العلم والعلماء، کذا فی العالمگیری کوئٹه ص: ۲۷۰، ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص: ۶/۳۳۷، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ، الثامن فی الاستخفاف بالعلم. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

کے خاندان میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں، سب مجرم ہیں، آیا ایسی شہادت معتبر ہے اور بکر واقعی کافر ہو گیا اور اسکی توبہ واقعی قبول نہیں ہوسکتی اور ایسے ہی اسکے خاندان کی بھی، اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والے واقعی کافر ہو گئے یا نہیں اور ایسے مفتی صاحب کا کیا حکم ہے؟ ہمارے گاؤں میں بڑا شور ہے، جلدی جواب دیجئے بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر امام مسجد نے یہ کلمہ نہیں کہا اور نہ اس کے بیٹے نے نقل کیا تو ہر دو پر بہتان ہے جو کہ سخت گناہ ہے[1]، بہتان لگانے والوں کے ذمّہ لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور امام اور اسکے بیٹے سے معافی چاہیں[2]، اگر واقعۃً یہ کلمہ کہا ہے تو خود امام کے ذمہ توبہ لازم ہے اور توبہ کے ساتھ تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بھی کریں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسکی توبہ قبول نہیں وہ غلط کہتا ہے قرآن کریم میں موجود ہے۔

''وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوءاً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْراً رَّحِيماً[3] وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْعَنِ السَّيِّئَاتِ[4]'' اور یہ کہنا کہ اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۹۳ ج۳) مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل لا یقاع طلاق الخ، باب نکاح الکافر، کراچی پاکستان، عالمگیری کوئٹہ ص: ۱/۳۳۹، الباب العاشر فی نکاح الکفار، مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۶، باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱..... رمی البریّ بجنایة ماخطیئة کانت او اثماً بهتان واثم فی نفسه (روح المعانی ص ۱۴۳، ج۵، سورۂ نساء تحت آیت: ۱۱۲، مطبع مصطفائیه دیوبند)

۲..... اما اذا قال بهتانا یذهب الی الذی قال علیه البهتان ویطلب الرضاء منه حتی یجعل فی حل منه (شرح فقه اکبر ص ۱۹۵، ۱۹۶، بیان اقسام التوبة، مکتبه مجتبائی دهلی)

۳..... سورۂ نساء الآیۃ ۱۱۰، **ترجمہ**:- جو شخص کوئی (متعدی) برائی کرے یا (صرف) اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ کو مغفرت والا پائے گا (بیان القرآن)

۴..... سورۂ شوریٰ الآیۃ ۲۵، **ترجمہ**:- اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ (بشرائطہا) قبول کرتا ہے اور وہ (اس توبہ کی برکت سے) تمام (گزشتہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

کے خاندان میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں، سخت ترین جہالت اور حماقت ہے[۱]، ایسے کلمات سے توبہ ضروری ہے اور آئندہ ایسے مفتی کو مسئلہ نہیں بتانا چاہئے تاوقتیکہ اہلِ حق علماء سے اس کی پوری تحقیق نہ کرلی ہو[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور ۵/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم

اذان پر ہنسنا

سوال:- زید اذان کہہ رہا ہے اور ہنس رہا ہے اور عمر سن رہا ہے اور اس کا بھی یہی حال ہے تو کیا شرع میں اس کی جزا ہے یا نہیں مشہور ہے کہ ایسے فعل سے طلاق واقع ہوجاتی ہے کیا یہ امر فی الواقع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اذان کہتے وقت اور سنتے وقت ہنسنا اذان کے آداب واحترام کے خلاف ہے اذان کہتے وقت سلام کا جواب دینا اور بلاضرورت کھانسنا بھی جائز نہیں[۳] اگر ہنسی سے اذان کا استہزاء مقصود ہو تو فقہاء تکفیر کرتے ہیں "ویکفر بالاستهزاء بالاذان لا بالمؤذن بحر[۴] ص ۱۲۲ ج ۵/" اور

---

[۱]..... راجع سورة الشورىٰ الآية ۲۵،

[۲]..... واما غيره اى الماهر فيلزمه اذا تسور هذاالمنصب الشريف التعزير البليغ والزجر الشديد الزاجر ذالک لا مثاله عن هذا الامر القبيح الذى يؤدى الى مفاسد لا تُحصىٰ (شرح عقود رسم المفتى ص۷، مكتبه اسعدى دارالعلوم شاه بهلول سهارنپور)

[۳]..... يكره التنحنح فى الاذان بغير عذر ويكره رد السلام فى الاذان والاقامة (عالمگيرى ص۵۵ ج ۱، الباب الثانى فى الاذان، طحطاوى على المراقى مصرى ص: ۱۶۱، باب الاذان، حلبى كبير ص: ۳۷۶، سنن الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

[۴]..... ان استهزأ بالاذان يكفر وان استهزأ بالمؤذن لا يكفرتاتار خانيه ص ۵/۵۰۰، فصل فيما يتعلق بالاذكار، كتاب احكام المرتدين. البحرالرائق ص ۵/۱۲۲، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa-Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

ایسی حالت میں تجدید ایمان کیساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے اور اگر اذان کا استہزاء مقصود نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہنستا ہے تو اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گدھے کے بولنے کو اذان کہنا

سوال:- عین اذان کے وقت مؤذن اذان دے رہا تھا مسجد کے قریب ہی گدھا چیخنے لگا تو امام صاحب نے فرمایا ''لو اذان ہوگئی اذان کی کیا ضرورت'' لوگوں کے اعتراض کرنے پر بتایا کہ میں نے مذاق کیا تھا امام صاحب نے دانستہ عدالت میں جھوٹی شہادت دی جس امام میں یہ صفات پائی جائیں اس کیلئے شریعت کیا حکم صادر کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جس امام کے یہ حالات ہوں وہ امامت سے الگ کئے جانے کا مستحق ہے جب تک سچی توبہ نہ کرلے، گدھے کی آواز پر یہ کہنا کہ لو اذان ہوگئی نہایت خطرناک ہے یہ اذان کی سخت توہین ہے اس سے ایمان کا برقرار رہنا دشوار ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز وغیرہ کا استہزاء

سوال:- ایک مسلمان شخص جو علم شریعت سے بالکل ناواقف وبے بہرہ ہے بھنگی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....باب احکام المرتدین، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، باب احکام المرتد.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... ویکفر بالاستھزاء بالاذان وبقولہ صوت طرفۃ حین سمع الاذان استھزاء او قال ھٰذا صوت غیر المتعارف او صوت الاجانب او صوت الجرس او قال این بانک باسبان الخ، (مجمع الانھر ص ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، دارالکتب العلمیہ بیروت. عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۶۹، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بالصلاۃ الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

چرسی، افیمی بھی ہے وہ اپنی ضد اور جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو بزرگ گردانتا ہے، قرآن شریف وحدیث شریف کا مذاق اور مسخری کرنے کا عادی ہے، یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں خواہ مخواہ سر نیچا کرتے ہیں، قرآن میں نماز ادا کرنے کا کوئی حکم نہیں، کیا ایسے شخص سے جو اسلام سے اس قدر مذاقیہ پیش آوے تعاون کرنا یا اور کسی قسم کا برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی کا ایک دوست جس کا مکان مسجد سے بالکل پیوستہ ہے اپنی اذان ونماز علیحدہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے اور جماعت اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ کر لیتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے نص قطعی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے، نماز، قرآن شریف، حدیث شریف کا مذاق اڑانا، استہزاء کرنا کفر ہے اگر قدرت ہو تو ایسے شخص کو مناسب تنبیہ کی جاوے ورنہ اس سے ترک تعلق کر دیا جاوے، اور جماعت سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے، جو شخص بلا عذر شرعی دواماً ترک کرے وہ گنہ گار ہے، اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جاوے اور شرعاً اس کی شہادت مردود ہے، اگر کبھی اتفاق سے ترک ہو جائے تو معذوری ہے۔

هی فرض عین علیٰ کل مکلف ویکفر جاحدها لثبوتها بدلیل قطعی وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلاً فاسق یحبس حتی یصلی لانه یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم اھ (درمختار[1] ص: ۳۶۳/۱.

والجماعة سنة مؤکدة للرجال وقیل واجبة وعلیه العامة ای عامة

---

[1]..... الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲/۴، اول کتاب الصلوة، عنایة علی فتح القدیر ص: ۲۱۷/۱، کتاب الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

مشائخنا وبه جزم فی التحفة وغیرها قال فی البحر وهو الراجح عند اهل المذهب اھ درمختار[1]

وقال فی شرح المنیة والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکها بلا عذر یعزرو ترد شهادته ویأثم الجیران بالسکوت عنه اھ شامی[2] ص ۵۷۶ ج، ۱/ اذا انکر آیة من القرآن او استخف بالقرآن او بالمسجد او نحوه مما یعظم فی الشرع او عاب شیئاً من القرآن او خطأ او سخربآیة منه کفر اھ مجمع[3] الانهر ص ۷۰۰ ج ۱... فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۶/۵۹ھ

نماز کے لئے تحقیر کا لفظ بولنا

سوال:- بکر نے خالد سے پوچھا کہ مسجد میں کیوں نہیں جاتے اور نماز نہیں پڑھتے

---

[1]..... شامی زکریا ص: ۲/۲۸۷، باب الامامة، عالمگیری ص: ۱/۸۲، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص: ۱/۳۴۴، باب الامامة.

[2]..... شامی زکریا ص: ۲/۲۸۷، باب الامامة، البحر الرائق ص: ۱/۳۴۵، باب الامامة، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیر ص: ۵۰۹، فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[3]..... مجمع الانهر ص ۵۰۷ ج ۲ کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبع دار الکتب العلمیة بیروت، کتاب الشفاء ص: ۲/۲۵۰، فصل فی حکم من استخف بالقرآن الخ، مطبوعه موسسة الکتب الثقافیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

تو خالد جواب دیتا ہے کہ مجھ کو نماز چھک آتی ہے یہ لفظ حقارت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز کی تحقیر نہایت خطرناک ہے[1]، اس سے پورا پرہیز کیا جائے جو لفظ سوال میں لکھا ہے ''نماز چھک آتی ہے'' اس کا مطلب صاف لکھئے کہ کیا مقصد ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۲۳ھ

ریاکاری کی نماز کو گالی دینا

سوال: - دس سال کا عرصہ ہوا کہ مسماۃ ہندہ زوجہ زید اپنے خاوند کے ساتھ سخت بد گزران رہتی ہے، سخت بے فرمان ہو کر تمام اثاث البیت، زیورات، پارچہ جات سمیٹ کر میکے میں روٹھ بیٹھی، مسماۃ ہندہ کے ورثاء نے زید کو کہا کہ تم ہندہ کو طلاق کر دو، زید نے جواب دیا میرا مال واسباب زیورات وغیرہ مجھے واپس دو، ہندہ کے ورثاء نے کہا کہ تمہارا مال زیورات وغیرہ ہندہ کے نان نفقہ میں مجریٰ ہو گیا ہے کہ سات سال کا عرصہ ہوا وہ کیا کھائے کیا پیئے؟ زید نے کہا اگر عورت ناشزہ ہو تو نان ونفقہ شریعت میں مرد کو دینا ضروری اور لازمی ہو تو مجریٰ کرو، ورنہ مجھے واپس دو، فریقین میں کشمکش ہوتی رہی، اسکے بعد ہندہ کے متعلقین نے زید پر خیار البلوغ کا جھوٹا دعویٰ کر دیا جو شرعاً ثابت نہ ہو سکا، اسکے بعد ہندہ اور اس کے

---

[1].....اذا قیل لہ صل فقال قلتبان بود کہ نماز کند وکار برخویشتن دراز کند او قال دیراست کہ بیکار نہ کردہ ام اگر یکے را گویند بیا تا نماز کنیم برائے آں حاجت پس او گوید من بسیار نماز کردم ہیچ حاجت من روانشد وآں بروجہ استخفاف وطنز گوید کافر گردد، عالمگیری کوئٹہ ص:۲/۲۶۸۔ **الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص:۷/۴۱۴، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل...**

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara Wa Shaair-e-Deen

متعلقین تین سال چپ رہے، اس کے بعد فسخِ نکاح کی بابت یہ دعویٰ کیا کہ زید نے نماز کو سب وشتم کی ہے جو کہ زید نے اپنی گفتگو میں کہا تھا کہ بعض لوگ دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں، اس میں موت کیا جاوے، آگ لگائی جائے، اف میں نے ریا کی نماز جو کہ نامقبول و نامنظور چیز ہے برا کہہ دیا، الٰہی میری توبہ استغفر اللّٰہ نعوذباللّٰہ من ذٰلک اسی جگہ کھڑے کھڑے کہہ دیا، ہندہ کے متعلقین علاقہ کے ایک مشہور مولوی کے پاس گئے اور سارا قصہ زید کی گفتگو کا سنایا جس پر مولوی صاحب نے حکم دیا کہ نماز کو سب وشتم کرنے والا کافر ہے اس کی عورت پر اس سے طلاق ہو جاتی ہے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اس کیلئے تجدیدِ نکاح لازم ہو جاتا ہے چنانچہ ہندہ کے متعلقین زید کی آگاہی کیلئے اسی مولوی صاحب کو زید کے پاس لے گئے، دراں حالیکہ زید اپنی بستی کی مسجد میں نماز پڑھا رہا تھا، مولوی صاحب نے زید کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کے بعد لوگوں سے الگ کر کے حال پوچھا کہ تم نے نماز کو کس طرح سب وشتم کی ہے، تو زید نے جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ بعض لوگ دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں، اسمیں مُوت کیا جاوے آگ لگائی جاوے کہہ کر اسی جگہ کھڑے ہوئے نادم ہو کر استغفار پڑھا نعوذ باللہ پڑھا اور خداوند تعالیٰ سے معافی کا طلبگار رہوا۔

مولوی صاحب نے کہا کہ تو نے نماز کو سب وشتم کیا، ریا کی نماز بھی تو نماز ہوا کرتی ہے، ان الفاظ کے نکلنے سے تمہاری بیوی کو طلاق بائن ہوگئی ہے، اب ہندہ کو تم سے طلاق ہو چکی، طلاقِ بائن میں عورت کی مرضی پر منحصر ہوا کرتا ہے کہ وہ پہلے خاوند سے نکاح کرے یا دوسری جگہ نکاح کرے، حق مہر تم پر لازم نہیں، کیوں کہ جس عورت کا نکاح شرعاً فسخ ہو جائے وہ حق مہر کی مستحق نہیں رہتی مگر نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

کیا ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ اس صورتِ مرقومہ میں فسخ ہو جاتا ہے اور وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب .

.F.M. Fatawa-E-Ahkame-E-Shara Wa Shaair-E-Deen

الجواب حامداً ومصلیاً!

تنقیح:- زید نے جو یہ الفاظ کہے ہیں یا نقل کئے پہلے آپ اس سے اسکی تحقیق دریافت کر لیجئے تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک ہے، باہمی مناقشات اور دنیوی اغراض کی بنا پر کسی کو کافر بنانے کی کوشش کرنا نہایت بُری بات ہے، اگر طلاق لینے کی ضرورت ہو تو اس سے طلاق حاصل کر لی جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ

دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵ر محرم ۶۱ھ

سائل لکھتا ہے کہ استفتاء ہٰذا مدرسہ امینیہ دہلی بھیجا گیا جس کا جواب حسبِ ذیل آیا، ''مولوی صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں، زید اس کلام سے فاسق بھی نہیں ہوا کافر ہو جانے کے حکم کی تو کوئی وجہ نہیں، ریاء کی نماز درحقیقت نماز ہی نہیں، اس کا کلام سعدی علیہ الرحمہ کے اس قول کے حکم میں ہے:۔

کلید در دوزخ است آں نماز
کہ در چشم مردم گزاری دراز

لہٰذا اس کلام کی وجہ سے فسخِ نکاح کا حکم لگانا درست نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

اس کے بعد سائل نے مظاہر علوم کا اس ہی معاملہ کے متعلق ایک جواب وسوال نقل کیا ہے لیکن اس میں سوال کے الفاظ میں اختلاف ہے اس لئے جواب بھی مختلف ہے، اسکے بعد سائل مفتی سعید احمد صاحب کی تنقیحات کا جواب لکھتا ہے۔

جوابِ تنقیح:- زید نے نہ فرض نماز کے متعلق کہا ہے نہ نفل نماز کے بلکہ اس نے ریائیہ نماز کے متعلق کہا ہے۔

.F.M. Fatawa-Id Zvrikame e Shara wa Shaair e Deen

خط کشیدہ الفاظ (۱) مندرجہ استفتاء جس کا جواب سہارنپور دارالافتاء سے آیا ہے اور اسی مولوی علاقہ نے عمل کر کے ہندہ کا نکاحِ ثانی دوسرے شخص سے کر دیا ہے۔ زید اور مولوی کے درمیان کوئی شخص گواہ نہیں ۔ کیونکہ مولوی صاحب نے زید سے تنہائی میں سب وشتم کی بابت پوچھا تھا، زید نے کہا ہے کہ مولوی صاحب کے سامنے میں نے ریائیہ نماز بیان کی ہے، مگر مولوی صاحب نے کہا کہ کوئی شخص کسی کی بابت نہیں کہہ سکتا کہ یہ ریائیہ نماز ہے یا خدائی نماز، کیوں کہ انسان دیکھنے والا فرق نہیں معلوم کر سکتا کہ کون سی نماز ہے لہٰذا سب نمازیں ایک ہیں اور تمہارا سب وشتم نماز کو ہے تمہارا نکاح ہندہ سے فسخ ہے۔

(۲) غلط آپ کو لکھا گیا کہ زید نے اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کیا ہے کیوں کہ اس نے دوسرے علماء سے پوچھ کر اپنی تسلی کر لی ہے کہ ریائیہ نماز کو سب وشتم کرنے سے تجدیدِ نکاح لازم نہیں آیا۔

(۳) بموجب استفتاء خاوند اس کو قائل اور تسلیم نہیں کرتا۔

(۴) نوٹ:- زید نے مفتی مولوی علاقہ کے سامنے ریائیہ نماز تسلیم کی مگر مفتی صاحب نے سب کو ایک نماز بنا کر زید سے تسلیم کرایا اور اس نے کہا کہ واقعی عرصہ تین سال کا گزر چکا ہے کہ میں نے یہ فلاں کی بابت کہا تھا کہ خراب آدمی نماز کو آڑ بنایا ہوا ہے اور بُرے لوگوں سے بھی زیادہ گناہ کرتا ہے اور دکھلاوے کو کہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، ریائیہ نمازیں پڑھتا ہے۔

نوٹ:- واقعات مندرجہ بالا آپ کے سامنے رکھدئے ہیں آپ فتویٰ تحریر فرمائیں کہ ہندہ کا عقدِ ثانی دوسرے شخص سے جائز ہے اور زید کا نکاح فسخ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز وروزہ اسلام کے رکن ہیں ان کو گالی دینا، سب وشتم کرنا، استخفاف کرنا موجبِ

کفر ہے اس میں کوئی تأمل نہیں[1] استفتاء (۳۰۱) میں سائل نے جس قسم کا سوال درج کیا تھا اس کے مطابق جواب میں حکم تحریر کر دیا تھا، دہلی جو سوال بھیجا گیا اس میں خصوصیت سے ریائی نماز کو دریافت کیا گیا ہے اسکا جواب درست ہے کیوں کہ ریائی نماز درحقیقت نماز ہی نہیں اس لئے وہ قابلِ مدح نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ وَیْلٌ لِلْمُصَلِّیْنَ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلاَتِهِمْ سَاهُونَ اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاؤُونَ[2] الآیة، عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَنَا اَغْنیٰ الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِی تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وفی روایةٍ فَاَنَامِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِی عَمِلَهٗ عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ رواه احمد مشکوٰة شریف[3]

---

[1]..... من استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوه مما یعظم فی الشرع کفر (شرح فقه اکبر ص۲۰۵، فصل فی القراءة والصلوٰة، مکتبه مجتبائی دهلی. مجمع الانره ص۲/۵۰۷، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الشفاء، ص۲۵۰، ج۲، فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت،

[2]..... سوره ماعون پاره ۳۰ رکوع ۳۲، **ترجمہ**:-سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں) تو ریاکاری کرتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[3]..... مشکوٰة شریف ۴۵۴-۴۵۵، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب الریاء والسمعة.

ترجمہ حدیث شریف:-ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شرک سے بیزار ہوں جو شخص کوئی (عبادت) کرے جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے میں اس کو اور اس کے شرک کو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، میں اس شخص سے بری ہوں وہ شخص اور اس کا عمل اس کے لئے ہے جس کے لئے وہ عمل اس نے کیا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس شخص نے دکھلانے کو نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کو روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کے لئے خیرات کی اس نے شرک کیا۔

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

جس شئی کی شریعت نے مذمت کی ہو اس کی مذمت موجبِ کفر نہیں، نہ اس سے نکاح فسخ ہوتا ہے، نہ عورت بائنہ ہوتی ہے، ایسی صورت میں عورت کو دوسری جگہ نکاح بھی درست نہیں ہوتا، سوال کی تصحیح سائل کے ذمہ ہے اگر غلط سوال قائم کر کے جواب حاصل کر لیا تو اس سے اُخروی مواخذہ سے نجات حاصل نہ ہوگی، اور جو شئی دراصل حرام ہے وہ حلال نہیں ہوگی اور جو حلال ہے وہ حرام نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

۵/۴/۶۱ھ

ایسے الفاظ کہنا برا ہے مگر چونکہ ان الفاظ میں احتمال ہے اس لئے ان سے تکفیر کرنا جائز نہیں[1] محمد نصر

صحیح: عبد اللطیف ۱۰/ربیع الثانی ۶۱ھ

نمازی کو گالی دینا

سوال: - کوئی شخص یہ کہے کہ زیادہ نماز پڑھنے والے ان کی ماؤں کو ایسا کروں۔ سب سالے بے ایمان ہوتے ہیں۔ یہ کلمہ کیسا ہے اور ایمان میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا مقصود بظاہر یہ ہے کہ بے ایمانی سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے، اور جو لوگ نماز

---

[1]..... الاصل ان لا یکفر احد بلفظ محتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لا نهایة (تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۴۵۹، فصل فی اجراء کلمة الکفر، البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین. شرح فقه اکبر ص: ۱۹۸، المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالا الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی.

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

پڑھتے ہیں ان کو خدا سے اور اس کے دین سے زیادہ تعلق ہے اسکا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگ زیادہ پرہیز کریں مگر افسوس کہ ایسا واقعہ نہیں، بلکہ نماز پڑھنے والے بھی بے ایمانی کرتے ہیں، اس میں نماز کی عظمت کو بتانا چاہتا ہے کہ اس کی تاثیر یہ ہے کہ وہ بے حیائی کے کاموں سے اور گناہوں سے روک دیتی ہے[1] لیکن یہاں ان سنگدلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے وہ اس مقصود کو صاف طور پر ادا نہیں کر سکا، اور غلبۂ جہالت کی وجہ سے گالی بھی دیدی، اس کو اپنی اصلاح کی فکر بھی لازم ہے، اگر خدانخواستہ اس کا مقصود نماز کی توہین کرنا ہے تو یہ نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان محفوظ نہیں رہتا[2]

ایسی حالت میں تجدید ایمان، توبہ، تجدید نکاح لازم ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۲/۸/۹۰ھ

---

[1]..... اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (الآیۃ: ۴۵، سورۃ العنکبوت.

ترجمہ:- بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے (بیان القرآن)

[2]..... من استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ مما یعظم فی الشرع کفر (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۵، مکتبہ مجتبائی دھلی، مجمع الانھر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، بزازیہ علی ھامش الھندیۃ کوئٹہ ص: ۶/۳۴۱، التاسع فیما یقال فی القرآن والاذکار والصلوۃ.

[3]..... ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یوجب التکفیر لاتنفعہ فتوی المفتی ویومر بالتوبۃ والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینہ وبین امرأتہ، تاتارخانیہ کراچی ص: ۵/۴۵۸، فصل فی اجراء کلمۃ الکفر، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۹۰، ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب جملۃ من لا یقتل اذا ارتد.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

نماز پڑھنا کسی کے کہنے پر موقوف نہیں

سوال:- کسی عالم صاحب نے کہا کہ تم کو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہوگا اس پر اس نے جواب دیا کہ میرا جی چاہے تو کرلوں گا تمہاری بات پر کیوں کرنا ہوگا، ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خدا کا حکم سب کو ماننا لازم ہے کسی کے جی چاہے پر موقوف نہیں ایسا جواب نہیں دینا چاہئے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

نماز کے انکار سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:- زید اور زید کی زوجہ دونوں ساتھ میں لیٹے تھے، زید کو احتلام ہوگیا جس سے زوجہ کے بھی کپڑے خراب ہوگئے، صبح کو زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جاؤ نماز پڑھو، اسپر زوجہ خاموش رہی، زید نے پھر کہا تو زوجہ نے غصہ میں کہا کہ نہیں پڑھتے جاؤ، جب دیکھو کپڑے خراب کردیتے ہو، تو کیا اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا، بعد میں دونوں نے توبہ کی، پھر کہا کہ میں نے اتنے مہر کے عوض تم کو دوبارہ نکاح میں قبول کرلیا تو اس طرح نکاح ہو جائیگا یا دوسرے سے ہی پڑھوانا پڑے گا؟

---

[1]..... فیه دلالة علی تجنب الالفاظ المحتملة التی فیها التعرض للتنقیص والغض اھ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ملخصاً ص ۵۶ ج ۱، الجزء الثانی، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۱۰۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان ص ۶۱/۱، مطبوعہ نزار مصطفی الاز مکہ مکرمہ)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaa'e-e-Deen

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی نے نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کیا بلکہ کپڑے خراب کر دینے کی وجہ سے اس وقت غصہ میں آ کر تنبیہ کیلئے کہ آئندہ کپڑے خراب نہ کرے یہ جملہ کہہ دیا اگر چہ ایسا کہنا بھی جائز نہیں[1] اس کو توبہ لازم ہے مگر اسکی وجہ سے نہ وہ اسلام سے خارج ہوئی نہ نکاح ختم ہوا[2]، نکاح مرد اور عورت کم از کم دو گواہوں کے سامنے خود بھی کر سکتے ہیں[3] دوسرے سے پڑھوانا ضروری نہیں صورتِ مسئولہ میں پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۹۱ھ

---

[1]..... "لا تقولوا راعنا" ای وفیه ترک الالفاظ القبیحة اوالتی فیها نوع تشویش واحتمال لامر غیر لائق (تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان ص ۶۱/ج ۱، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۱۰۴، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، الجامع لاحکام القرآن، ص: ۵۶، ج: ۱، الجزء الثانی سورۂ بقرہ تحت آیت: ۱۰۴، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2]..... قول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه احدهما لا اصلی لانی صلیت والثانی لا اصلی بامرک فقد امرنی بها من هو خیر منک والثالث لا اصلی فسقا مجانة فهٰذه الثلاثة لیست بکفر (عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالصلوة والصوم الخ، مطبوعه کوئٹه پاکستان، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۸، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۱۴، نوع آخر فیما یتعلق بالصلوة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[3]..... شرط حضور شاهدین (درمختار علی رد المحتار ص ۲۱-۲۲ ج ۳، کتاب النکاح، مطبوعه کراچی پاکستان، مجمع الانهر ص: ۱/۴۷۲، کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. فتح القدیر ص: ۳/۱۹۹، کتاب النکاح، مطبوعه دارالفکر بیروت.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

روزہ کے منکر کا حکم

سوال:- زید نے بکر سے پوچھا کہ کیا تم روزہ سے ہو؟ جواب میں بکر نے کہا کہ ارے جاؤ مولویو! کیا روزہ ہمارے اوپر فرض ہے؟ اور اس نے یہ بھی کہا کہ روزہ نہیں رکھوں گا، اس پر ایک مولانا صاحب نے کہا کہ روزہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے، اسکے باوجود وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا۔ کیا ہمارے پاس کھانے پینے کی کمی ہے، روزہ تو وہ شخص رکھتا ہے جس کے پاس کھانا وغیرہ نہ ہو تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے؟ کیا ایسے شخص سے تعلق قائم رکھنا درست ہے؟ اور ایسے شخص سے تراویح کا روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

روزہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا انکار کفر ہے[1]، اسی طرح یہ کہنا کہ روزہ وہ شخص رکھتا ہے جسکے پاس کھانا وغیرہ نہ ہو کلماتِ کفر میں سے ہے[2]، اس کو توبہ، استغفار، تجدیدِ ایمان، تجدیدِ نکاح لازم ہے، اس سے سلام کلام بند کر دینا چاہئے، تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے، اس کا پیسہ بھی نہ لیا جائے جب تک وہ توبہ نہ کرلے[3]۔

---

[1]..... وصوم رمضان فريضة وعلى فرضيته انعقد الاجماع ولهذا يكفر جاحده (مجمع الانهر ص: ۳۴۲/۱، كتاب الصوم، مطبوعه بيروت.

[2]..... ملاحظه هو اغلاط العوام ص: ۱۲۵، روزوں کی اغلاط، مطبوعه شمس پبلشرز ديوبند.

[3]..... نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أيها الثلاثه) هو دليل علىٰ وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته، المفهم شرح مسلم ص: ۷/۹۸، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير دمشق بيروت)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

والدليل على فرضية صوم شهر رمضان الكتاب والسنة والاجماع والمعقول اما الكتاب فقوله تعالىٰ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ وَقوله كُتِب عليكم اى فرض وقوله تعالىٰ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ واما الاجماع فان الامة اجمعت على فرضية شهر رمضان لا يجحدها الا الكافر. بدائع[1] ص ۷۵، والبسط فى البحر[2] ومجمع الانهر[3] والهندية[4] والخانية.[5] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ اسلام کا منکر

سوال:- جو لوگ ہندوؤں کو مسلمان کرتے ہیں بہت سے مسلمان ان کے سخت مخالف ہیں جس کی وجہ سے آئندہ اس اطراف میں اوروں کو ہمت نہ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بہت خطرناک ہے اور دین اسلام کی دشمنی کی علامت ہے لہٰذا فوراً اس حرکت سے رکنا وصدق دل سے توبہ کرنا چاہئے[6] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... بدائع الصنائع كراچى ص: ۲/۷۵، اول كتاب الصوم.

[2]..... البحر الرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۲، باب احكام المرتدين

[3]..... مجمع الانهر ص: ۱/۳۴۲، كتاب الصوم، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[4]..... عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۲۷۰، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بالصلاة والصوم الخ.

[5]..... خانية على هامش الهندية ص: ۳/۵۷۴، كتاب السير، مايكون كفراً من المسلم ومالا يكون، مطبوعه كوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

حالت حمل میں نکاح کا منکر

سوال:-ایک شخص حاملہ عورتوں کے نکاح سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک جائز نہیں، اس نے ایک معتبر عالم کے روبرو یہ گفتگو کی تو انہوں نے کچھ روز انتظار کیا کہ یہ رجوع کر کے توبہ کر لے مگر اس نے توبہ نہ کی پھر انہوں نے اعلان کر دیا اور حقہ پانی برادری سے بند کرا دیا مگر بعض لوگ اس کے موافق ہیں ایسی صورت میں ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر حالت حمل میں کسی کا شوہر مر گیا ہو، یا اس کو شوہر نے حالتِ حمل میں طلاق دیدی تو چوں کہ اسکی عدت وضع حمل ہے اس لئے وضعِ حمل سے پہلے عورت کو نکاح کرنا جائز نہیں۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنَ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ هدايه[1] ص ۴۰۳ ج ۲ / ولقوله تعالىٰ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ عينى هامش هدايه ص ۴۰۸ ج ۲ / .[2]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [6]..... ان الرضا بكفر غيره انما يكون كفراً اذا كان يستجيزهٗ ويستحسنه (شرح فقه اكبر ص: ۲۲۱، لا يجوز حيلة وقوع الطلاق، مطبوعه مجتبائى دهلى، المحيط البرهانى ص: ۷/۳۹۸، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل. البحر الرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۴، باب احكام المرتدين.

[1]..... هدايه ص: ۲/۴۲۳، باب العدة، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص: ۱/۵۲۸، الباب الثالث عشر فى العدة. مجمع الانهر ص: ۲/۱۴۵، باب العدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ترجمہ:-اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے (بیان القرآن)

[2]..... عناية على هامش الهداية ص: ۲/۴۲۸، باب العدة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

ترجمہ:-اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ مدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جاوے (بیان القرآن)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

البتہ عورت حامل بالزنا ہے تو اس کو نکاح کرنا درست ہے لیکن وضعِ حمل سے قبل صحبت جائز نہیں۔

"وان تزوج حبلیٰ من زنا جاز النکاح ولا یَطَأها حتی تضع حملها هدایه[1] ص ۲۹۲، ج ۲" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/رجب ۵۲ھ

نکاح بیوہ کا منکر

سوال:-حسب ذیل عقائد رکھنے والا شرعاً مجرم ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا حکم ہے؟ رانڈوں کی شادی کے متعلق جب آیت وانکحوا الایامیٰ منکم الخ اسکے سامنے پیش کی گئی تو آیت مذکورہ کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح آریوں نے ہندوؤں کے مذہب کو خراب کردیا اسی طرح مولویوں نے قرآن وحدیث کو بگاڑ دیا ہم اس آیت کو نہیں مانتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

رانڈ کے نکاح کا جواز واستحسان قرآن[2] وحدیث[3] واجماع سے ثابت ہے اس کا

---

[1]..... هدایه ص: ۲/۳۱۲، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطبوعه تهانوی دیوبند. عالمیگری کوئٹه ص: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، مجمع الانهر ص: ۱/۴۸۵، کتاب النکاح، باب المحرمات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2]..... وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذَالِكُمْ (سورة نساء الآیه ۲۴)

ترجمه:-حلال کی گئیں تمہارے لئے ان مذکورہ محرمات عورتوں کے علاوہ۔

[3]..... عَنْ عَائِشَةَ وَلَقَدْ تَزَوَّجَنِی بِكْراً وَمَا تَزَوَّجَ بِكْراً غَيْرِی الحدیث (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص ۳۸۵ ج ۹، کتاب المناقب، باب جامع فیمابقی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انکار کرنا سخت خطرہ وکفر کی بات ہے[1]، رانڈوں کے نکاح کو ناجائز کہنا مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ کفار کا ہے[2]، ایسے شخص کو جلد از جلد توبہ کرنا چاہئے، بعض امور مندرجہ سوال ایسے ہیں جن کی وجہ سے فقہاء نے تکفیر کی ہے لہٰذا اس شخص کو تجدید ایمان ونکاح کر لینی چاہئے[3]، اور آئندہ ناجائز عقیدوں سے باز رہنا چاہئے اگر وہ ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس سے عام مسلمانوں کو تعلقات ومعاملات ترک کر دینا چاہئے، اسی طرح جو شخص بلاضرورت شرعیہ اس سے میل جول رکھے اس کا بھی بائکاٹ کر دینا چاہئے[4] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/رجب ۵۲ھ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) من فضلها ای عائشة، مطبوعه دارالفکر بیروت، معارف القرآن ص ۲۹۱ ج ۲، سورة النساء، مطبع معراج)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کنواری ہونے کی حالت میں شادی کی اور میرے علاوہ کسی اور سے کنواری ہونے کی حالت میں شادی نہیں کی۔

[1]..... من اعتقد الحرام حَلاَلاً او علی القلب یکفر (عالمگیری ص ۲۷۲ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالحرام والحلال، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۱، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین.

[2]..... (تحفة الهند ص ۹۶-۹۷، مصنفه عبید الله سندهی)

[3]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل.

[4]..... نهی رسول الله ﷺ ..... هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم ص: ۷/۹۸، کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته الخ، مطبوعه دارابن کثیر بیروت.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara-wa-Shaair-e-Deen

حلالہ کے منکر کا حکم

سوال:- اگر کوئی حلالہ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ یہ حکم شریعتِ اسلام کا نہیں ہوسکتا ہے میں اسکو تسلیم نہیں کرتا ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ جاہل ہے ناواقف ہے ضال ہے، **کما صرح بہٖ الکمال ابن ھمام فی فتح القدیر**[1]، اس کو فوراً توبہ لازم ہے ورنہ اس کا ایمان سخت خطرہ میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

پگڑی کی اہانت

سوال:- ایک مولوی صاحب سر پر پگڑی باندھنے سے ایک بڑے سور کی طرح لگتے ہیں، اس کے جواب میں، میں بول اٹھا: پگڑی کی اہانت کرنا بہت بُری بات ہے، اس لئے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی ایک پسندیدہ چیز ہے، آپ اسے استعمال کرتے تھے، ہر مسلمان کو کرنا چاہئے؟ تم اسے استعمال کرنے سے نہیں روک سکتے ہو، اس مولوی صاحب

---

[1]..... **قد وقع فی بعض الکتب ان فی غیر المدخول بھا تحل بلا زوج وھوزلة عظیمة مصادمة للنص والاجماع لا یحل لمسلم رآہ ان ینقلہ فَضْلاً عن ان یعتبرہ لان فی نقلہ اشاعتہ وعند ذالک ینفتح باب للشیطان فی تخفیف الامر فیہ ولا یخفی ان مثلہ مما لا یسوغ الاجتھادفیہ لفوت شرطہ من عدم مخالفة الکتاب اوالاجماع نعوذباللّٰہ من الزیغ والضلال لا یبعد اکفار مخالفہ (فتح القدیر ص۱۷۷-۱۷۸، ج۴، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مطبوعہ دارالفکر بیروت)**

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

کے ساتھ اگر تمہیں شخصی عداوت ہے تو اُسے تم گالی دے سکتے ہو، مار سکتے ہو، پگڑی کی طرف دیکھ کر اہانت مت کرو، گالی مت دو، اسکے جواب میں اور ایک شخص بول اٹھا، پگڑی استعمال نہ کرنے سے ویسا کچھ نفع ضروری نہیں، یہاں تک کہ تم کیا جانتے ہو۔

اس کے کہنے کے بعد میں نے لاَ حَوْلَ وَلَا قُوّۃَ کہا اور پھر کہا کہ تمہارا کلمہ یعنی نکاح دوہرانا ہوگا۔

واضح رہے کہ یہ شخص بے زوجہ ہے عمر ۳۲ رسال سے کم نہیں، انجام کار گفتگو طول کھینچ رہی ہے، دیکھ کر میں نے کہا آپ کو معلوم ہونا چاہئے بغیر عمامہ امامت کرنا بھی مکروہ ہے، مسجد کے وہ مولوی صاحب اس وقت تک ایک دم چپ رہے، میرے اس جملہ بولنے کے بعد از حد غصہ ہو گئے، اس لئے کہ وہ مسجد کے امام صاحب ہیں اور مجھ سے فتویٰ طلب کیا بار بار تاکید کر کے مجھ سے بولا کہ آپ کو اس کا فتویٰ دینا ہوگا، میں نے کہا دوں گا، اب گزارش خدمت میں یہ ہے کہ از روئے بندہ نوازی مخاطب مذکور کا بحیثیت شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سور کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود عمامہ مسنونہ کا استخفاف ہے تو یہ موجب کفر ہے، **کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر کمن استقبح من اٰخر جعل بعض العمامة تحت حلقه اواحفاء شاربه اھ** شامی[1] ص ۲۸۴ ج ۳.

اور اگر ان مولوی صاحب کی تذلیل مولوی اور عالم دین ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ بھی کفر کی بات ہے، **والاستخفاف بالعلماء لکونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة اللّٰه تعالیٰ منحه فضلاً علی خیار عباده لِیَدُلُّوْا خلقه**

---

[1]..... شامی کراچی ۲۲۲ ج ۴، قبیل مطلب فی منکر الاجماع، باب المرتد، البحر الرائق کوئٹہ ص: ۱۱۹، ۱۲۰/۵، باب احکام المرتدین، النهر الفائق ص: ۲۵۲/۳، باب المرتدین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

علیٰ شریعته نیابة عن رسلهٖ . فاستخفافه بهٰذا یعلم انه الیٰ من یعود اھ فتاویٰ[1] بزازیه ص ۳۳۶ ج۳/ واذاقال لرجل مصلح "دیدار وے نزد من چنانست کہ دیدار خوک" یخاف علیه الکفر کذا فی الخلاصة اھ عالمگیری، ص۴۷۰ ج۲/[2]

اگر نہ سنت کی تذلیل مقصود، نہ ان مولوی صاحب کی مولوی ہونے کی وجہ سے تذلیل مقصود ہے بلکہ کسی ذاتی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے ایسا کہا تو یہ موجب کفر نہیں، وشتم العالم او العلوی لامر غیر صالح فی ذاتهٖ وعداوة لخلافهٖ الشرع لا یکون کفرا ولا خطاء اھ بزازیه[3] ص۳۳۷ ج۳، یہ تفصیل تو پہلے خط کشیدہ عبارت کے متعلق ہے، تیسری عبارت یعنی بغیر عمامہ کراہت امامت میں کوئی شئے کفر کی نہیں، عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل ومستحب ہے، اور بلا عمامہ بھی مکروہ نہیں بلا کراہیت درست ہے، البتہ جس جگہ عمامہ کا رواج اس قدر ہو کہ بغیر عمامہ کسی معزز مجلس میں نہ جاتے ہوں تو وہاں بلا عمامہ نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اور اسمیں امام اور مقتدی سب کا ایک حکم ہے۔ کذا فی نفع المفتی[4] والسائل. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ ۱/ذی قعدہ ۵۹ھ

---

[1]..... بزازیة علی هامش الهندیة ص: ۶/۳۳۶، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2]..... عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۰، الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۱، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۵۱۰، کتاب الفاظ الکفر، فصل فی العلم والعلماء.

[3]..... بزازیة علی هامش الهندیة ص: ۶/۳۳۷، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

ڈاڑھی کی توہین

سوال:- ڈاڑھی منڈانا اور ڈاڑھی والوں کی توہین کرنا مثلاً گالوں پر کوڑا ہے جنگل ہے ایسے الفاظ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ڈاڑھی کا منڈانا ناجائز اور اسکا مذاق اڑانا سخت خطرناک امر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کا مذاق ہے، اگر اس نیت سے مذاق اڑایا جاتا ہے تو کفر ہے، **رجل قال لآخر احلق راسک وقلم اظفارک فان هذه سنة فقال لا افعل وان كان سنة فهذا كفر لانه قال على سبيل الانكار والرد وكذا فى سائر السنن خصوصاً فى سنة هى معروفة وثبوتها بالتواتر اهـ** مجمع الانہر[1] ص ۷۰۰ ج ۱، **يحرم على الرجل قطع لحيته اهـ** درمختار[2] **قص اللحية من صنيع الاعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالافرنج والهنود**

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) ۴..... المستحب ان يصلى فى ثلثة ازار وقميص وعمامة وهو لايدل على كراهة الصحة بدونها ..... تكره الصلوٰة بدونها فى البلاد التى عادة سكانها انهم لا يذهبون الى الكبراء بدون العمامة (نفع المفتى والسائل ملخصاً ص ۷۰/ ذكر المكروهات المتفرقة، مكتبه رحيميه ديوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص: ۴۱۰ ج ۷، الفصل الثانى والاربعون فى مسائل المرتدين، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، تاتارخانيه كراچى ص: ۵/۴۸۲، كتاب الفاظ الكفر، فصل فيما يعود الى الانبياء.

۲..... الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۰۷ ج ۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مكتبه سعيديه كراچى پاكستان.

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

ومن لا خلاق فی الدین من الطائفة القلندریة اھ مرقاۃ[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

''داڑھی کے بال اکھاڑ کر پیشاب کرونگی'' کہنے والی عورت کی سزا

سوال: -عبدالغفار کی چچی اہلیہ نظر محمد نے عبدالغفار سے کہا کہ تمہاری ڈاڑھی کے بال اکھاڑ کر میں پیشاب کروں گی ایک مرتبہ اہلیہ عبدالغفار کو کہا کہ خواجہ غریب نواز سے ایسا ویسا کروا کر آغوش بھروانے گئی تھی ایسی عورت کس جرم کی مرتکب ہے اور کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو الفاظ درج سوال ہیں وہ شرعاً نہایت سخت ہیں ان پر سزا دینے کی قوت نہیں شوہر خود ایسی عورت سے تعلق کم کردے، اس کا ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہ کھائے اسکے ساتھ سلام کلام بند کردے ساتھ رہنا سہنا ترک کردے یہاں تک کہ جس کو یہ کہا ہے اس سے معافی مانگے توبہ کرے بس اتنی ہی سزا اصلاح کیلئے کافی ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1]..... (مرقاۃ المفاتیح ملخصاً ص ۳۰۲ ج ۱، مطبع بمبئ، باب السواک، الفصل الاول)

[2]..... راجع حدیث عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِی تَرْکِ التَّعَلُّقِ وَالْاَکْلِ وَالْکَلَامِ (ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹۶، باب الامر والنهی) مکتبہ رشیدیہ دهلی (ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰ تفسیر من سورۃ المائدۃ) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

تعویذ کی توہین

سوال:- زید نے اپنے بچہ کے واسطے ایک چاندی کا تعویذ بنوایا ہے جس پر تسمیہ اور چند دعائیہ کلمات تھے بکر نے زید سے تعویذ کے بارے میں کہا کہ یہ سب فضول ہے اس پر زید نے برجستہ کہا کہ میں تو اس کو موئے زیرِ ناف کے برابر بھی نہیں سمجھتا ہوں ان کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سوال واضح نہیں ہے زید خود ہی تعویذ بنواتا ہے خود ہی اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دیتا ہے اگر وہ واقعی ایسا ہی سمجھتا ہے تو پھر کس لئے بنواتا ہے اس تضاد کی تشریح زید سے طلب کی جائے تو کچھ مطلب نکلے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۱ھ

قرآن کی شان میں گستاخی

سوال:- ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت ایک شخص سے جھگڑنے لگا اور گالیاں دینے لگا ایک دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ دیکھو قرآن شریف کو سامنے رکھ کر فحش باتیں زبان سے نہ نکالو اسکے اندر قرآن کی بے حرمتی ہے اسنے غصہ میں آکر یہ کہدیا کہ اسکے اندر تمہارا کیا بگڑتا ہے ہم اسکی بے حرمتی کریں گے جو چاہو کرلو لیکن کہنے والا یہ بالکل

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) قولہ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّهَا الثَّلَاثَةِ) هُوَ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ هِجْرَانِ مَنْ ظَهَرَتْ مَعْصِيَّتُهٗ فَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ يُقْلِعَ وَتَظْهَرَ تَوْبَتُهٗ (المفهم شرح مسلم ج۷ ص۹۸، کتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، دار ابن كثير دمشق بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص ۷۱۶/۴، باب ماينهى عنه من التهاجر، مطبوعه ممبئی)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

نہیں جانتا کہ یہ کلمہ گستاخی کا ہے سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے اور یہ کلمہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن شریف کی بے حرمتی کرنا کفر ہے[۱]، اور ایسا کلمہ کہنا بھی گستاخی ہے[۲]، لہٰذا شخص مذکور کو توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح اور تجدید ایمان بھی کر لے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم

سوال: -ایک شخص محمد خان نے امام صاحب کو ایک قرآن شریف کشمیری ترجمہ والا

---

[۱]..... من استخف بالقرآن ..... كفر (شرح فقه اكبر ص ۲۰۵، مكتبه مجتبائی دهلی، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احكام المرتدين، منها ما يتعلق بالقرآن، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۲]..... قال بعضهم الجاهل اذا تكلم بكفر ولم يدرانه كفر لا يكون كفراً ويعذر بالجهل (تاتارخانيه ص ۴۵۸ ج۵، باب احكام المرتدين، مطبوعه كراچی پاكستان، خانيه ص ۵۷۷ ج۳، باب مايكون كفرا من المسلم، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۳]..... ماكان فی كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة والرجوع عن ذالک بطريق الا حتياط (تاتارخانيه ص ۴۶۱ ج۵، مطبوعه كراچی، فصل فی اجراء كلمة الكفر، عالمگیری ص ۲۸۳، ج۲، كوئٹه پاكستان، كتاب السير قبيل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

پڑھنے کے لئے دیا تھا ایک سال گزرنے کے بعد مذکور محمد خان کو کسی بات کے لئے قرآن شریف کی ضرورت پڑی اس نے عبدالستار کو کہا کہ امام صاحب کے پاس میرا قرآن شریف ہے وہ مجھے لا کر دے دو عبدالستار کو امام صاحب راستہ میں ملے اس نے امام صاحب سے قرآن شریف مانگا امام صاحب نے پیر محمد یاسین سے کہا کہ محمد خان نے مجھے قرآن شریف بخش دیا ہے اگر وہ مانگتا ہے تو وہ قرآن شریف کو (نعوذ باللہ) اپنے میں بھر لے چند دن کے بعد جب امام صاحب سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا اس کے چند مہینے بعد امام صاحب نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا کہ ہاں میں نے یہ بات کہی ہے حضرت والا اس بارے میں مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن شریف کی توہین کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا آدمی کافر ہو جاتا ہے[1]، لیکن مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانے میں جلدی نہ کی جائے جب تک اس کا مقصد متعین نہ ہو جائے یہاں امام صاحب کا مقصود قرآن پاک کی توہین کرنا نہیں بلکہ اس شخص کی توہین کرنا مقصود ہے، اگر زیور، سونا، چاندی وغیرہ کوئی چیز ہوتی تو اس کے متعلق بھی یہی کہتا ایسے موقع پر یہی مقصود ہوتا ہے کہ تم کو فلاں چیز کی حفاظت کیلئے کوئی جگہ نہیں ملتی ہے تو اس کو فلاں جگہ محفوظ کر لو خواہ وہ چیز قابلِ تعظیم ہو یا نہ ہو اس کی طرف التفات نہیں ہوتا مگر اس کے کلام میں توہین ضرور موجود ہے اسلئے امام صاحب کو اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کرنا ضروری ہے

---

[1]..... من استخف بالقرآن ..... كفر (شرح فقه اكبر ص ۲۰۵، مكتبه مجتبائی دهلی، عالمگیری كوئٹه ص: ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احكام المرتدين، كتاب الشفا ص: ۲/۲۵۰، فصل فی حكم من استخف بالقرآن، مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت)

.M.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

اور احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بھی کرائے[۱]، ورنہ ایسا شخص امامت کے قابل نہیں، شرح فقہ اکبر[۲]، البحر الرائق[۳]، عالمگیری[۴] وغیرہ میں مسئلہ توہین کی تفصیل مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۹۶ھ

قرآن کریم کا احترام اسمیں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود

سوال:- زید ایک مسجد کا امام ہے وہ کہتا ہے کہ کلام اللہ میں مخلوق کی باتیں ہیں، اس لئے وہ قابلِ احترام نہیں، جس طرح اللہ پاک قابلِ احترام ہیں اس کا احترام اللہ پاک کا احترام نہیں ہوسکتا، بکر نے جواب دیا کہ قرآن کریم قابلِ تسلیم اور بزرگ شئ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا احترام اللہ پاک کا احترام ہے، دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

---

[۱]..... لا یفتی بتکفیر مسلم مهما امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هذا فاکثر الفاظ الکفر المذکورة لا یفتی بالتکفیر فیها، (مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین)

[۲]..... ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص۲۸۳ ج۲، مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب السیر قبیل الباب العاشر فی البغاة، تاتارخانیه ص ۴۶۱ ج۵، فصل فی اجراء کلمة الکفر، کراچی پاکستان)

[۳]..... (شرح فقه اکبر ص۲۰۵، مکتبه مجتبائی دهلی)

[۴]..... البحر الرائق ص ۱۲۲ ج۵، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان، کتاب السیر باب احکم المرتدین.

[۵]..... عالمگیری ص۲۶۶ ج۲، کوئٹه پاکستان، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

الجواب حامداً ومصلیاً!

کلام اللہ شریف میں مخلوق کا تذکرہ بھی ہے بلکہ مخلوق میں بہت زیادہ ذلیل اور نجس العین چیزوں کا بھی ذکر ہے[1] اس کے باوجود وہ کلام اللہ ہے، اس کی تعظیم فرض ہے اس کی اہانت کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہے گا امام کو ایسی باتوں سے توبہ لازم ہے ورنہ امامت کے قابل نہ ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۹ھ

باہمی لڑائی میں قرآن کریم کو پیروں سے روندنا

سوال:- ہمارے پڑوس میں ایک موضع مونڈھیرہ ہے جہاں پر ایک مکتب چل رہا ہے پڑوس کے ایک موضع دھورہرہ کے کچھ لوگوں میں مار پیٹ ہوئی جس میں دھورہرہ والوں نے مونڈھیرہ والوں کو مارا اور مار کر چلے گئے گاؤں کے کچھ لوگ مدرسہ میں گھس آئے مارنا پیٹنا شروع کر دیا ایک کلاس میں درسِ قرآن چل رہا تھا وہ ہجوم اس کلاس میں گھس گیا اور مدرس محمد یوسف کو مارنا شروع کر دیا بچے بھاگ گئے قرآن کریم کو پیروں سے روند کر پھاڑ ڈالا گیا اور خون سے بھرے ہوئے نسخوں کو کنویں میں ڈالا گیا تحریر فرمائیں کہ کلام پاک کی توہین کرنے والوں کو مسلمان سمجھا جائے یا نہیں؟

---

[1]..... حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به، سورۂ مائدہ آیت: ۳،
ترجمہ:- تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو۔

[2]..... من استخف بالقرآن..... کفر (شرح فقه اکبر ص ۲۰۵، مکتبه مجتبائی دهلی، کتاب الشفا ص: ۲/۲۵۰، فصل فی حکم من استخف القرآن، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاً تو آپس کی لڑائی ہی نہایت مذموم ہے[1]، پھر مکتب میں داخل ہوکر قرآنِ کریم کو پیروں سے روندنا اور پھاڑنا بالکل ہی وحشیانہ اور کافرانہ حرکت ہے ایسے لوگوں کو توبہ اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرنا چاہئے ورنہ وہ لوگ تعلق رکھنے کے قابل نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۹۴ھ

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم پر پیر رکھا تھا؟

سوال:- ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب تشریف لائے دورانِ تقریر انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کھیلتے ہوئے قرآن پاک پر پاؤں رکھ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزرا تو حضور ﷺ نے فرمایا اسمیں کیا حرج ہے کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو قرآن فرمایا،.....

---

[1]..... عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ يعرض اعمال الناس فی كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مومن الا عبداً بينه وبين اخيه شحناء فيقال اتركوا هذين حتى يفيئا (مشكوة شريف ص:۴۲۸، باب ما ينهى عنه من التهاجر، مجمع الزوائد ص:۱۲۷/۸، كتاب الادب، باب ماجاء فی الشحناء، مطبوعه دارالفكر بيروت. مسلم شريف ص۳۱۷/۲، كتاب البر والصلة، باب النهی عن الشحناء، مطبوعه رشيديه دهلی،

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں کے اعمال ہر جمعہ میں دو مرتبہ پیش کرئے جاتے ہیں، پیر کے دن اور جمعہ کے دن اور ہر مومن بندہ کی مغفرت کردی جاتی ہے، مگر وہ بندہ کہ اسکے اور سکے بھائی کے درمیان لڑائی ہو کہہ دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چوڑ دو یہانتک کہ یہ دونوں رجوع کرلیں۔

[2]..... سئل الحسن بن علی عمن وضع رجله علی المصحف حالفا هل يكفر فقال نعم ان كان علی وجه الاستخفاف (تاتارخانيه ص ۴۹۱ ج۵ فيما يتعلق بالقرآن مطبع كراچی پاكستان)شرح فقه اكبر، ص۲۰۵/من قراء الظا، مع الضاد، مطبوعه مجتبائی عالمگيری كوئٹه، ج۵/ص ۳۲۲/ كتاب الكراهية الباب الخامس فی آداب المسجد.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

اس واقعہ کے کچھ روز بعد ایک اور مولوی صاحب تشریف لائے، انہوں نے پہلے مولوی صاحب کی بات کی تردید کی اور بتلایا کہ یہ صریح کفر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مقرر کا نکاح ٹوٹ گیا اور اسی طرح ان تمام حضرات کا بھی نکاح ٹوٹ گیا جنہوں نے اس بات کو یقین کے ساتھ سنا اور یقین کر لیا، ایسے تمام حضرات کو از سرِ نو نکاح کرنا ضروری ہے ورنہ ازدواجی تعلقات فعلِ حرام ہوں گے، لہٰذا مولانا ثانی کے متبعین میں سے جنہوں نے سنا تھا دوبارہ اپنا نکاح کیا، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ پہلے مولانا کی بات کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا صحیح ہے یا نہیں؟ یہ واقعہ یا اس سے مشابہ کوئی دوسرا واقعہ حضور ﷺ کی زندگی میں پیش آیا ہے یا نہیں؟ اور نکاح کا مسئلہ کہ جن لوگوں نے سنا اور یقین کے ساتھ سنا کیا واقعی ان کا نکاح ٹوٹ گیا اور ان کو تجدیدِ نکاح ضروری ہے؟ ورنہ فعلِ حرام شمار ہوگا؟ مفصل تحریر فرمائیں یہاں لوگوں میں ہر وقت یہی چرچا رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ روایت کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم پر پیر رکھ دیا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناگوار گزرا اس پر حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اس میں حرج کی کیا بات ہے ایسا ہوا کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا درایۃً بھی صحیح نہیں قرآن کریم لکھا ہوا یکجائی طور پر اس وقت کہیں موجود نہیں تھا کوئی حصہ کسی کے پاس تھا کوئی حصہ کسی کے پاس تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سب کو جگہ جگہ سے تلاش کرا کے یکجا جمع فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے[1]، بلا تحقیق کسی بات کو حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے[2]،

---

[1]..... انظر صحیح البخاری ص ۷۴۵/۲، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، مکتبہ اشرفی دیوبند.

[2]..... مَنْ کذب عَلَیَّ متعمداً فلیتبوأ مَقْعَدَهُ مِن النَّارِ (بخاری ص ۲۱ ج ۱ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa-E-Ahkame-E-Shara Wa Shaair-E-Deen

تاہم جن مولانا نے یہ روایت بیان کی ان پر کفر کا حکم لگانا اور جن ناواقفوں نے یقین کرلیا ان کے نکاح ٹوٹنے کا حکم لگا دینا بھی صحیح نہیں یہ بھی حد سے تجاوز ہے کسی چیز کا غلط اور گناہ ہونا اور بات ہے اور ہر ایسی بات کی وجہ سے کفر یا فسخ نکاح کا حکم لگا دینا دوسری بات ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۵ھ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو سخت کلمہ کہنا

سوال:- ایک جاہل شخص اصحابِ رسول اللہ ﷺ مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ پر لعن کرتا ہے اور اس امر کو حلال اور ثواب سمجھتا ہے کیا ایسا اعتقاد والا مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا؟ مدلل بحوالہ کتب بمعہ صفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعن کو حلال اعتقاد کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف قرآن کریم میں متعدد جگہ وارد ہے اور ان پر لعن کو حلال ثواب اعتقاد کرنا آیاتِ قرآنیہ کا انکار کرنا ہے، مُلّا علی قاریؒ نے شرح فقہِ اکبر، ص[2] ۸۶، میں لکھا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ) مکتبہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- جو شخص جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

[1]..... والکبیرۃ لا تخرج العبد المومن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ھو حقیقۃ الایمان، (شرح عقائد ص:۱۰۷، مبحث الکبیرۃ، مطبوعہ امدادیہ دیوبند)

[2]..... شرح فقہ اکبر ص ۸۶، سب الشیخین وقتلھما، مطبوعہ مجتبائی دھلی،

.M.F.M. Fatawa-e-Zvikame e Shara wa Shaair e Deen

نعم لو استحل السب اوالقتل اواللعن فهو كافر لا محالة اهـ اور بغیر حلال سمجھے جو شخص گالی دے اس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔

من سب اصحابی فعلیه لعنة اللّٰه والملائكة والناس اجمعين رواه الطبرانی[۱]. لعن اللّٰه من سب اصحابی رواه الطبرانی[۲] اهـ نبراس[۳] ص ۵۴۸..

صاحب نبراس نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جسکا نام ہے "الناهية عن ذم معاوية وكان السَّلفُ يغضبون من سبه وطعنه وقيل لابن عباس رضى اللّٰه عنه ان معاوية صلى الوتر ركعة واحدة قال دعه فانه فقيه صحب رسول اللهﷺ كما فى صحيح البخارى[۴]. وسبه رجل عند خليفة الراشد عمر بن عبدالعزيز فجلده وقيل للامام الجليل عبدالله بن المبارک ا معاوية افضل ام عمر بن عبدالعزيز قال غبار فرس معاوية اذاغزا مع رسول اللهﷺ افضل من عمر قال القاضى عياض المالكى فى الشفاء[۵] قال مالک من شتم احداً من اصحاب رسول اللهﷺ ابا بكر اوعمر او عثمان او معاوية اوعمرو بن العاص فان قال كانوا على كفر وضلال قتل وان شتمهم بغير هٰذا من مشاتمة الناس نكل نكالاً

---

[۱]..... المعجم الكبير للطبرانى ص: ۱۲/۱۱۱، رقم الحديث: ۱۲۷۰۹، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

[۲]..... المعجم الكبير للطبرانى ص: ۱۲/۳۳۲، رقم الحديث: ۱۳۵۸۸، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

[۳]..... (نبراس ص ۳۲۹، ۳۳۰، مطبوعه ملتان، قبيل محاربات الصحابة واجبات التاويل، مطبوعه امداديه ملتان)

[۴]..... بخارى شريف ص: ۱/۵۳۱، كتاب المناقب، ذكر معاويةؓ. طبع اشرفى ديوبند،

[۵]..... كتاب الشفاء ص: ۲۵۳، /۲، فصل فى حكم ساب آل بيت النبىﷺ، مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت.

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

شدیداً اھ نبراس[1]، ص ۵۵۰"

قولہ بغیر ھٰذا ولکن قصد بہ ایذاء النبی ﷺ فقد کفر فقتل والا نکل نکالا شدیداً قال فی الصواعق والضابطۃ ان کل شتم قصد بہ اذی النبی ﷺ کما وقع من عبداللہ بن ابی طالب کفر ومالا فلا کما وقع من مسطح فی قصۃ الافک اھ نبلس[2] ص ۵۵۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۸/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

حضرت معاویہؓ کی توہین کے بعد توبہ

سوال:- (۱) جو شخص اصحابِ رسول اللہ ﷺ پر لعن کرنے والا ہو مثلاً امیر معاویہؓ کی اہانت ان لفظوں کے ساتھ کرے کہ معاویہؓ کو اپنی ایڑی کے برابر بھی نہیں سمجھتا، تو کیا اہلِ سنت والجماعت اسکے ساتھ برتاؤ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مندرجہ بالا عقیدہ والے کی کوئی صورت توبہ کی ہے یا نہیں، اگر کسی عالم کے سامنے اس عقیدہ سے توبہ کرے تو اس کے ساتھ برتاؤ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مسلمان پر لعن کرنا علی الاطلاق بڑا گناہ ہے" سباب المسلم فسوق"[3]

---

[1]..... نبراس ص: ۳۳۰، مطبوعہ ملتان، محاربات الصحابۃ واجبۃ التاویل.

[2]..... حامشہ نبراس ص ۵۵۱، مطبوعہ ملک محمد عارف پرنٹر پبلشر لاھور.

[3]..... مسلم ص ۵۸/۱، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ سباب المومن فسوق، مطبع رشیدیہ دھلی، بخاری ص ۱۲/۱، کتاب الایمان، باب خوف المومن ان یحبط عملہ الخ، اشرفی بکڈپو دیوبند)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

رواہ مسلم، اور صحابہ کرامؓ کو گالی دینا خود موجبِ لعنت ہے۔

عن ابن عمرؓ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقرلو العنة الله علیٰ شرکم ترمذی[1] ا ھ جمع الفوائد[2] ص ۲۰۱ ج ۲/.

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی دینا اور ان کی توہین کرنا روافض کا شعار ہے[3]، ایسا شخص دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں علامہ ابنِ حجر مکیؒ نے مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے[4]۔

(۲) کافر کا کفر بھی توبہ کے بعد معاف ہو جاتا ہے[5]، لہٰذا اگر شخص مذکور سچی توبہ کرے اور اپنے عقیدۂ فاسدہ سے ہمیشہ کیلئے باز آجائے اور اس سے نادم ہو تو حسبِ وعدہ انی لغفار لمن تاب[6] الآیة معافی ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شعبان ۶۴ھ

---

[1]..... (ترمذی ص ۲۲۵ ج ۲، فی من سب اصحاب النبی ﷺ. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2]..... (جمع الفوائد ص ۱۹۰ ج ۳، من فضائل الصحابة المشترکة الخ.

[3]..... وفی الحدیث المرفوع یکون فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضة یرفضون الاسلام فاقتلوهم فانهم مشرکون وفی روایة ینتحلون حبنا اهل البیت ولیسوا کذالک یسبون ابابکروعمر (مرقاة ص ۵۲۲ ج ۵، باب مناقب الصحابة، مطبع بمبئی.

[4]..... تطهیر الجنان واللسان عن الحظور والتفوه بثلب سیدنا معاویة بن ابی سفیان، طبع مکتبه الحقیقه استانبول ترکیا، یشتمل علی سبعین صفحة.

[5] التوبة عن الکفر حیث یقبل قطعاً عرفناه باجماع الصحابة والسلف فانهم یرغبون الی اللّٰه تعالیٰ فی قبول توبتهم عن الذنوب والمعاصی کمافی قبول صلاتهم وسائر اعمالهم ویقطعون بقبول توبة الکافر (شرح فقه اکبر، ص ۱۹۰/ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[6]..... (سورۂ طه الآیة ۸۲) **ترجمہ**:- میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں جو (کفر ومعصیت سے) توبہ کرلیں۔

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

یزید ابن معاویہؒ کو کافر یا ملعون کہنے والے کا حکم

سوال: - یزید بن معاویہ کو کافر یا ملعون کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یزید کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سکوت اور توقف کرنا چاہئے نہ اس کو کافر کہا جائے نہ اس پر لعنت کی جائے، بلکہ اس کے امر کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دینا چاہئے[1] جن علماء کو تحقیق سے ثابت ہے کہ یزید بن معاویہ میں کفریہ افعال موجود ہیں وہ لعن یزید اور تکفیر کو جائز قرار دیتے ہیں پس حنفی کو اس بارے میں توقف کرنا چاہئے، اور تکفیر منع ہے، تاہم اگر لعنت اور تکفیر کریگا تب بھی دائرۂ اسلام سے خارف نہ ہوگا، کیوں کہ امام احمدؒ[2] بن حنبل اور علامہ کیا ہراسی شافعیؒ سے تکفیر منقول ہے[3] لیکن امام غزالیؒ[4] اور دوسرے علماء شافعیہ اکثر احناف

---

[1]..... در لعن یزید توقف از انجهت است که روایات متعارضه ومتخالفه از ان به پلید در مقدمه شهادت امام علیه السلام وارد شده از بعضے روایات رضا استبشار واهانت اهل بیت وخاندان رسول ﷺ مفهوم میگردد وکسانیکه ایں روایات در نظر آنهامر جح واقع شده حکم بلعن او نمودند الخ (فتاوی عزیزی ص: ۱۰۲، ۱/۱۰۳، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

ترجمہ:- لعن یزید میں توقف اس وجہ سے ہیکہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں اس پلید کی طرف سے روایات متعارض ومتخالف واقع ہوئی ہیں بعض روایات سے رضا وخوشنودی اور اہل بیت وخاندان رسول اللہ ﷺ کی اہانت مفہوم ہوتی ہے۔ جن حضرات کی نظر میں یہ روایات ارجح واقع ہوئی ہیں انہوں نے اسپر لعنت کا حکم فرمایا ہے۔

[2]..... قال الامام احمد بتکفیره (شرح فقه اکبر ص ۸۸ مطبوعه مجتبائی، واختلف فی اکفار یزید)

[3]..... واما الذین لعنوه من العلماء کابی الفرج ابن الجوزی والکیاهراس وغیرهما فلما صدر عنه من الافعال التی تبیح لعنته (فتاوی ابن تیمیه ص ۴/۴۸۵، افترق الناس فی یزید، (مطبوعه سعودیه

[3]..... فقد قال حجة الاسلام فی الاحیاء فان قیل هل یجوز لعن یزید (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

نے تصریح کی ہے کہ اس کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا منع ہے پس سکوت چاہئے، واجب کسی نے نہیں کہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/رجب ۵۷ھ

قانونِ شریعت کو نہ ماننے والے کا حکم

سوال: - جو شخص قانونِ خدا اور رسول کو نہ مانے بلکہ ضد وانکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا شخص گنہگار ہے اس کو اپنی ضد چھوڑ کر حکمِ شرعی پر عمل لازم ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [4]..... لكونه قاتل الحسين أو امراً به قلنا هذا مما لم يثبت اصلاً فلا يجوز أن يقال أنه قتله أو امر به فضلا عن لعنه (شرح فقه اكبر ص ۸۷ مطبوعه مجتبائی دهلی، اختلفوا فی اللعن علی اليزيد) احياء العلوم، ج۳/ص ۱۰۸/ كتاب آفات اللسان الآفة الثامنة اللعن مطبوعه عثمانيه مصر، نبراس، ص ۳۳۱/اللعن علی يزيد خلاف التحقيق، مطبوعه امداديه ملتان.

[1]..... اذا قال الرجل لغيره حكم الشرع فی هٰذه الحادثة كذا فقال ذالک الغير من برسم كارميكنم نه بشرع يكفر عند بعض المشائخ (عالمگيری ص ۲۷۲ ج ۲، فصل فی احكام المرتدين. المحيط البرهانی ص: ۷/۴۲۲، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara' wa Shaair-e-Deen

رسم ورواج کی وجہ سے حکم شریعت کو نہ ماننا

سوال:- جو شخص دنیا کی رسم ورواج کو اللہ اور رسول کے قانون پر ترجیح دے اور دین کی بات کو نہ مانے اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللہ ورسول کے حکم کے مقابلہ میں دنیا کے رسم ورواج کو ترجیح دینا دین اسلام سے حد درجہ بُعد اور طریقۂ جاہلیت ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف

شرع کے پابند نہیں قانون کے پابند ہیں کہنے کا حکم

سوال:- قانونی عدالت میں جو لوگ بیان دیتے ہیں کہ وہ شریعتِ محمدی کے

---

[1]..... وسئل الحاکم عبدالرحمن رحمه الله تعالیٰ عمن قال من بر سم کارکنم بحکم نه هل هو کفر قال ان کان مراده فساد الخلق وترک الشرع واتباع الرسم لاردالحکم لایکفر (المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۲، نوع آخر فی المتفرقات من جنس المسائل المتقدمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۵۸، الباب التاسع فی احکام المرتدین، لایؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به ..... من السنة الزهراء والملة النقیة البیضاء ..... فلا یمیل الا بحکم الدین ولا یهوی الا بامرالشرع فهو المؤمن الفرید الکامل الوحید الذی یقبل منه التوحید ومن اعرض عنه متبعا لما هواه مبتغیا لمرضاه فهو الکافر الخاسر فی دنیاه وعقباه (مرقاة شرح مشکوة ص: ۱/۲۴۴، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه امدادیه ملتان)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

پابند نہیں بلکہ رواج عام زمین دارہ کے پابند ہیں ان کے اس انکار شریعت کیلئے حکم شرعی کیا ہے حالاں کہ عدالت پنجاب میں شریعت محمدی ﷺ کے مطابق بھی جائیداد کے مقدمات کے فیصلے کرتی ہے، جواب کیلئے لفافہ ارسال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ایسا کہنے سے حکم شریعت کی تردید اور اہانت مقصود ہے تو یہ کفر ہے اگر اظہار حال مقصود ہے کہ آج کل کوتاہی عمل کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم سب نے حکم شریعت کی پابندی ترک کردی ہے اور اس کی جگہ قانون کی پابندی اختیار کرلی ہے تو یہ کفر نہیں نیز ایسا کہنا بہت سے معاملات اور مقدمات کے اعتبار سے مطابق واقعہ ہے کیوں کہ اکثر مقدمات خلاف شرع فیصل ہوتے ہیں اگر چہ شاذ ونادر کوئی مقدمہ شرع کے موافق بھی فیصل ہوتا ہے، تاہم ایسا کہنا بھی صورۃً انکار شرع ہے اس سے اجتناب ضروری اور لازم ہے۔

سئل الحاکم عبدالرحمن عمن قال (برسم کارکنم بحکم نه بشرع) هل هو کفر قال ان کان مراده فسادالخلق وترک الشرع واتباع الرسم لا رد الحکم لا یکفر کذا فی المحیط اھ عالمگیری[1] ص ۱۵۹ ج ۳/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۲/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/صفر ۵۷ھ

---

[1]..... (عالمگیری ۲۵۸، ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه، ما یتعلق بذات اللّٰه تعالیٰ، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۰۲، نوع آخر فی المتفرقات من جنس المسائل المتقدمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

حکم عدالت کو حکم شرع پر ترجیح دینا

سوال:- ہندہ نے ثالث مقرر کر کے زید کے پاس بھیجا اور زید کو بہت کچھ سمجھایا لیکن زید پر کچھ اثر نہ ہوا ثالث نے شرع کے مطابق زید سے فیصلہ کرنے کو کہا اور نان ونفقہ طلب کیا زید نے جواب دیا شرعی فیصلہ اس حالت میں ہوتا ہے جب کہ شرع پر عمل کیا جائے اس حالت میں نان ونفقہ ومہر دیا جا سکتا ہے، اب نئی تہذیب میں نفقہ ومہر کہاں؟

ثالث نے زید سے کہا کیا تم اللہ اور رسول اور قرآن پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا کہ ضرور، لیکن جب مجھ کو آرام نہیں ملا لہٰذا میں نفقہ ومہر نہیں دوں گا، اس لئے کہ مجھ پر واجب نہیں ہوتا، بکر نے جو کہ زید کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں، کہا یہاں کیسا شرعی حکم سرکاری عدالت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جائیں چاہے جو کچھ کریں ہم کچھ نہیں دیں گے اب وہ وقت نہیں ہے کہ شرع پر عمل کیا جائے اور شرعی گرفت ہم پر نافذ ہو آپ مہر معاف کر دیں شرعی حکم پر عمل ہو جائے گا، ورنہ ہم کسی طرح سے نان نفقہ ومہر دینے پر تیار نہ ہوں گے جاؤ عدالت کھلی ہوئی ہے جتنا زور لگایا جاوے لگاؤ اور ہم سے جو کچھ ہوگا ہم کریں گے، جب کہ ہندہ مہر میں کچھ کمی نہیں کرتی ہے کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ باوجود ہندہ کے خلع پر راضی نہ ہونے کے مہر میں کمی ہو سکتی ہے یا زید جس طرح فیصلہ کرے وہ شرعی حکم کے مطابق ہوگا، ایسی صورت میں جو لوگ زید کے طرف دار ہوں گے ان پر کیا حکم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو کلمات زید نے کہے ہیں نہایت سخت ہیں اور جو کلمات بکر نے کہے ہیں اور بھی خطرناک ہیں، ایسا کہنے سے ایمان جاتا رہتا ہے لہٰذا زید اور بکر ہر دو کو تجدید ایمان اور تجدید

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

نکاح احتیاطاً لازم ہے[1]

''اذا قال الرجل لغیره حکم الشرع فی هذه الحادثة کذافقال ذالک الغیر من برسم کارمیکنم نه بشرع یکفر عند بعض المشائخ الخ عالمگیری[2] ص ۲۷۲ ج ۲''

شرعاً بغیر زوجہ کی رضامندی کے مہر ساقط نہیں ہوسکتا اور نہ کمی ہوسکتی ہے اگر وہ معاف کردیگی تو معاف ہوجائیگا، تمام معاف کردے یا بعض[3]، بہرحال شوہر کو جبر کا حق نہیں صورتِ مسئولہ میں اگر نباہ دشوار ہوگیا اور زوجین ایک دوسرے سے رضامند نہیں، تو بہتر یہ ہے کہ خلع کرلیں یعنی شوہر اپنے حقوق زوجیت کو ساقط کردے اور بیوی اپنے حقوق کو ساقط کرکے مہر معاف کردے[4]، عدالت میں جانے اور مقدمہ بازی سے فریقین کا روپیہ ضائع ہوتا

---

[1]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف یؤمر قائله بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک احتیاطاً، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص: ۶/۳۶۷، باب المرتد، قبیل مطلب من شتم دین مسلم، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

[2]..... عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، المحیط البرهانی ص: ۷/۲۲۴، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[3]..... ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة ای ما تراضیتم به من حط بعض الصداق او تاخیره او هبة جمیعه (احکام القرآن للجصاص ص ۱۵۵ ج ۲) سورة نساء الآیة ۲۴ دارالکتاب العربی بیروت لبنان، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴/۲۴۸، باب المهر، مطلب فی حط المهر والابراء منه، عالمگیری کوئٹه ص: ۱/۳۱۳، الفصل السابع فی الزیادة فی المهر والحط عنه الخ)

[4]..... اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

ہے اور پھر بھی اکثر خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہوتا بسا اوقات فیصلہ خلاف ہوتا ہے جن پر عمل کرنا بھی ناجائز ہوتا ہے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

''شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں'' کہنے والوں کا حکم

سوال:- یہ کہ جو لوگ علانیہ یہ کہتے ہیں کہ ''شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے'' یا کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ''ہم اس معاملہ میں دین کو نہیں مانتے'' ایسے لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟ برائے کرم بحوالۂ کتب جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنا نہایت خطرناک ہے اس سے ایمان اور نکاح کا سلامت رہنا دشوار ہے فوراً اس سے توبہ کریں اور احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بھی کرلیں آئندہ کبھی ایسا لفظ نہ کہیں۔

اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھٰذہ الحادثۃ کذا فقال ذٰلک الغیر من برسم کارمی کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ.....

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) (عالمگیری کوئٹہ ص: ۱/۴۸۸، الفصل الاول فی شرائط الخلع، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵/۸۷، باب الخلع، ھدایہ ص: ۲/۳۸۴، باب الخلع، مطبوعہ مجتبائی دھلی)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

(عالمگیری[1] ص ۸۹۱ ج ۲، ماکان فی کونہ کفراً اختلاف فان قائلہ یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبۃ والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط اھ عالمگیری[2] ص ۸۹۹ ج ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۱ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نبوت اور وحی کا مذاق بنانا

سوال: -ایک شخص نے جب دوسرے شخص کو نماز کیلئے بلایا اور سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کے پاس تو وحی آتی تھی اگر میرے پاس بھی آنے لگے تو چھ ماہ کیلئے تبلیغ کیلئے چلا جاؤں پھر بعد کو اللہ سے معذرت بھی چاہی بتایئے اس شخص پر کیا لازم ہے؟

۲- پھر تیسرے شخص نے کہا وحی مجھ پر آتی ہے تو اسلام کا دشمن ہے اس شخص پر کیا لازم ہے؟ کیا کفر عائد ہوا اور نکاح بھی ٹوٹ گیا ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

وحی اور نبوت کا مذاق بنانا اور ایسے کلمات کہنا بہت غلط طریقہ ہے،[3] ایسی باتوں سے

---

[1]..... عالمگیری ص ۲۷۲ ج ۲، ما یتعلق بالعلم والعلماء، الباب التاسع فی احکام المرتدین، المحیط البرھانی ص: ۷/۴۲۲، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، بزازیۃ علی الھندیۃ ص: ۶/۳۳۸، الثامن فی الاستخفاف بالعلم.

[2]..... عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاۃ، شامی زکریا ص: ۶/۳۶۷، باب المرتد، قبیل مطلب من شتم دین مسلم، المحیط البرھانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[3]..... والکافر بسب نبی الی قولہ ویجب الحاق الاستھزاء و الاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضاً (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۷۰ ج ۶، کتاب الجھاد، باب المرتد)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

نادم ہوکر توبہ کریں آئندہ کبھی بھی ایسا مذاق نہ کریں، توبہ کی تکمیل کیلئے احتیاطاً کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان بھی کرلیں[1] اور بہتر یہ ہے کہ وہ دو گواہوں کے سامنے اپنے نکاح کا دوبارہ ایجاب وقبول بھی کرلیں تاکہ آئندہ پھر کبھی ایسی نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۰ھ

جو شخص زکوٰۃ کو فرض نہ مانے

سوال: - زید نماز تو پڑھتا ہے لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کا قائل نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ دینے کو حماقت تصور کرتا ہے اور بکر فرضیت کو مانتا ہے لیکن نصاب کے مطابق بیسواں پچیسواں حصہ بھی ادا نہیں کرتا مسلمانوں کو ایسے افراد کے بارے میں کیا رائے رکھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اسلام کی بنیاد جن چیزوں پر قرار دی گئی ہے ان میں زکوٰۃ بھی ہے اسکی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے اس کا انکار نص قطعی کا انکار کرنا ہے جس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے[2] فرضیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو پورا نہ کرنا یہ معصیت کبیرہ ہے جیسے نماز کا

---

[1]..... ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه کوئٹه پاکستان)

[2]..... هی فریضة عادلة لا یسع ترکها و یکفر جاحدها (مجمع الانهر ص ۲۸۴ ج ۱، کتاب الزکوٰة دارالکتب العلمیه، بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۲۶۹/۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها مایتعلق بالصلاة الخ، البحرالرائق کوئٹه ص: ۲۰۲/۲، کتاب الزکوة.)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

قائل ہوتے ہوئے بھی اسکوادا نہ کرنا سخت گناہ ہے[1] جتنی زکوٰۃ فرض ہے اگر وقت پر ادا نہیں کی گئی تو اس کوادا کیا جائے ورنہ اس کا وبال دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۰ھ

منکر زکوٰۃ کی تقریب میں شرکت

سوال:- (الف) ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حدیث شریف کی روشنی میں چند حقوق ہیں مثلاً جنازہ کی شرکت بیمار کی عیادت کیا ایک مسلمان زید وبکر کو مسلمان سمجھ کر یہ حقوق ادا کرسکتا ہے؟

(ب) زید وبکر اپنے بیٹے بیٹیوں کی شادی دوسری رسمی تقریبات بہت طویل اور کروفر سے کرتے ہیں اور مسلمانوں سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ شامل ہوکر ان کی کروفر کو بڑھائیں ایسی صورت میں کیا ان کی امید رکھنا اور ایسی دعوتوں میں شریک ہونا ضروری اور واجب ہے؟

---

[1]..... ویکفر جاحدها وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق، (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص ۳۵۲ ج ۱، اول کتاب الصلوة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص: ۱۰۳/۱، کتاب الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص: ۱۳۹، کتاب الصلاة)

[2]..... قال العلماء الذنب الذی تکون منه التوبة لا یخلو اما ان یکون حقا لله او للآدمیین فان کان حقا لله کترک الصلاة فان التوبة لا تصح منه حتی ینضم الی الندم قضاء مافات منها وهکذا ان کان ترک صوم او تفریطا فی الزکوة الخ، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص: ۱۸۴/۹، تحت آیة: ۸، مطبوعه دارالفکر بیروت، المفهم شرح مسلم ص ۷۱/۷، کتاب الرقاق، باب وجوب التوبة، مطبوعه دارابن کثیر بیروت)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara'wa-Shaair-e-Deen

الجواب حامداً ومصلّیاً!

(الف) زید اپنے جہل کی وجہ سے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرتا ہے تاہم وقت ضرورت اس کی عیادت بھی کی جائے،[1] اور اس کو نصیحت بھی کی جائے زکوٰۃ کی اہمیت بتلائی جائے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے۔

(ب) اگر دعوت میں شرکت سے کلمہ حق کہنے کا موقع ہے اور اصلاح کی توقع ہو تو شرکت کر لینا ٹھیک ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۱۴۰۰ھ

مرتکب منکرات کی تقریب میں شرکت

سوال:- (ج) زید اور بکر کے قریبی عزیز (عمرو) عالم دین ہونے کی حیثیت سے یاددہانی بھی کرتا رہتا ہے مگر عمرو کی بات سنی ان سنی کر دی جاتی ہے اسلئے ناراضگی کے طور پر

---

[1]..... وجاز عيادة الفاسق على الاصح لانه مسلم والعيادة من حقوق المسلمين (الدرالمختار على هامش الشامي زكريا ص۵۵۷ ج۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع. مجمع الانهر ص: ۴/۲۲۴، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، سكب الانهر على مجمع الانهر ص: ۲/۲۲۴، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص: ۵/۳۴۸، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في اهل الذمة الخ)

[2]..... وان علم المقتدى به بذالک قبل الدخول وهو محترم يعلم انه لو دخل يتركون ذالک فعليه ان يدخل والا لم يدخل (عالمگيری ص۳۴۳ ج۵، كتاب الكرهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، كوئٹه پاكستان، الدرالمختار مع الشامي كراچی ص: ۶/۳۴۸، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، المحيط البرهاني ص: ۸/۷۷، كتاب الكراهية، الفصل الثامن عشر في الغناء واللهو، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

ان کی دعوتوں میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتے تو کیا عمرو کو حق ہے کہ وہ ایسا نہ کریں یا عمرو گنہ گار ہوتا ہے؟

(د) زید و بکر کے دوسرے عزیز جو زکوٰۃ کے قائل ہیں انکا طرز عمل زید و بکر کے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

(ج) اگر شرکت سے اصلاح کی توقع ہو تو شرکت کرنا چاہئے اگر عدم شرکت اور ناراضگی کے اظہار سے اصلاح کی توقع ہو تو شریک نہ ہونا اور ناراضگی کا اظہار کرنا ٹھیک ہے۔[1]

(د) وہی جواب پر بیان ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۱۴۰۰ھ

دینی مسائل کا مذاق اڑانا

سوال:- ایک شخص علمائے اکابر کے بتلائے ہوئے مسائل کا مذاق بنائے اور علمائے کرام کو فحش کلامی اور برا بھلا کہتا ہو، حتی کہ گدھا اُلّو اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا ہو۔

---

[1]..... وان علم المقتدی به بذالک قبل الدخول وهو محترم یعلم انه لو دخل یترکون ذالک فعلیه ان یدخل والا لم یدخل (عالم گیری ص ۳۴۳ ج ۵، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کوئٹه پاکستان، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۶/۳۴۸، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، المحیط البرهانی ص: ۸/۷۷، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن عشر فی الغناء واللهو، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جو شخص مسائل حقہ کا مذاق اڑائے اس کا ایمان خطرہ میں ہے[۱]، گالی اور فحش کلامی علمائے حق کی شان میں تباہ کن ہے[۲]، اس کو باز آنا اور توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

خلاف شرع کلمات سے رجوع کرنا

سوال:-(۱) زید اور بکر کی بیوی کے مابین کسی بات پہ جھگڑا ہوا طول کلامی بڑھتی گئی زید کی اہلیہ نے بکر کی بیوی پر ایک جرم عائد کیا ہے زید اور اہلیہ زید کے قول کے مطابق بکر کی بیوی کہتی ہے کہ میں قرآن وحدیث کو نہیں مانتی عورت کا کہنا ہے کہ میں نے یہ کہا کہ ایسی قسم کو نہیں مانتی ہوں مجھ کو دو گواہ چاہئے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن وحدیث کو نہیں مانتی

---

[۱]..... رجل عرض علیه فتوی الائمة فرده وقال چه بارنامه آورده فقد قیل یکفر لانه رد حکم الشرع وکذا لو لم یقل هکذا ولکن القی الفتوی علی الارض وقال این چه شرع است فهذا کفر، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۱، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۰، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲]..... یخاف علیه الکفر اذاشتم عالماً او فقیهاً من غیر سبب (عالمگیری ص ۲۷۰ ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۲۰، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

.F.M. Fatawa-Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

اہلیہ بکر کے ان کلمات کو اپنی برادرانہ پنچائت میں پیش کیا پنچائت نے اس مسئلہ کو قلم بند کر کے اس تحریر پر چار گواہ کے دستخط لیکر ایک مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کیا واضح رہے کہ مذکورہ چاروں گواہان جھگڑے کے وقت موجود نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنے کانوں سے اہلیہ بکر کے نازیبا کلمات سنے ہیں۔

مفتی صاحب نے اہلیہ بکر کے متعلق یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ وہ تجدید کلمہ اور تجدید نکاح کرے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے گواہوں کی شہادت جو بروقت واقعات کے موجود نہ ہوں اور جنہوں نے اپنے کانوں سے نہ کچھ سنا ہو اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو ان کی گواہی شریعت کی نظر میں قابل قبول ہے نیز یہ کہ ایسے گواہوں کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

(۲) زید کی اہلیہ نے بکر پر جو جرم عائد کیا ہے اس جرم سے اہلیہ بکر نفی کرتی ہے اس کا کہنا ہے کہ میں نے ایسے نازیبا کلمات نہیں کہے ہیں حلف لینے کیلئے تیار ہوں دوسری جانب زید اپنے دعوی کے ثبوت میں حلف لینے کیلئے تیار ہے اور مزید اپنی بیوی کو بھی گواہی میں پیش کر رہا ہے ایسی صورت میں مسئلہ کا حل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

(۱) جس معاملہ میں چشم دید گواہوں کی ضرورت ہو وہاں ایسی گواہی پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ وہ گواہی قابل قبول نہیں[۱]

(۲) بات کو طول نہ دیا جائے اہلیہ بکر ان کلمات کو خلاف شرع سمجھ کر ان سے اپنی برأت کرتی ہے تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے زید کو چاہئے کہ وہ درگذر کرے اپنی بات

---

[۱]..... منه ای شرط اداء الشهادة ان یکون التحمل بمعاینة المشهود به بنفسه لا بغیره (عالمگیری ص ۴۵۰ ج۳، اول کتاب الشهادات، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara'wa-Shaair-e-Deen

پر ضد نہ کرے گویا کہ اہلیہ بکر رجوع کر رہی ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جو شخص شرع محمدی کو نہ مانے

سوال:- جو شخص پورا خط رکھتا ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا ہو وہ تین مرتبہ اقرار کرے کہ میں شرع محمدی کو نہیں مانتا اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

وہ شرعی احکام کی پابندی کرتا ہے۔ پنجگانہ نماز جمعہ ادا کرتا ہے پھر اسکا کیا مطلب ہے کہ شرعی محمدی کو نہیں مانتا یہ کلمہ تو بہت سخت ہے[2]، ایمان کے خلاف ہے مگر جب تک کچھ تفصیل معلوم نہ ہو اس پر کیا حکم لگایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... شهدوا على مسلم بالردة وهو منكر لا يتعرض له لا لتكذيب الشهود العدول بل لان انكاره توبة ورجوع (الدرالمختار على هامش الشامي نعمانيه ص ۲۹۹ ج۳، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد، البحرالرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۶، باب احكام المرتدين، فتح القدير ص: ۶/۹۸، قبيل باب البغاة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2]..... وقال بامن شريعت وايں حيلها سود ندارد او قال پيش نرود او قال مرادبوس هست شريعت چه كنم فهذا كله كفر، (عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، منها ما يتعلق بالعلم والعلماء، المحيط البرهانى ص: ۷/۴۲۱، نوع آخر فى العلم والعلماء الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، بزازيه على الهندية كوئٹه ص: ۶/۳۳۸، الثامن فى الاستخفاف بالعلم)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

میں شریعت کونہیں مانتا

سوال:- ایک شخص کسی نکاح کے معاملہ میں پہلے خود کہتا ہے کہ جو شریعت فیصلہ کرے گی میں ماننے کیلئے تیار ہوں لیکن جب اس کی اس بات پر اعتماد کرنے کیلئے کہا گیا کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ جو شرعی فیصلہ ہوگا میں مان لوں گا لیکن اس نے ہاتھ رکھنے سے انکار کر دیا کسی نے کہا کہ جب تو قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا تو شریعت کا انکار ہی بنتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں شریعت کو نہیں مانتا اس کی اس بات پر تین گواہ بھی گواہی دینے پر تیار ہیں ایسے شخص کے متعلق کیا کہا جائے یہ شخص مسلمان باقی ہے اور زوجین کا نکاح باقی ہے یا بوجہ ارتداد نکاح ٹوٹ جائیگا؟ اس آدمی کی عمر تقریباً ۷۰ رسال ہے اسکی عورت کی عمر ۶۹ سال ہے

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جب وہ شریعت کا حکم ماننے کا وعدہ کر چکا تھا، تو پھر قرآن شریف پر ہاتھ رکھنے کیلئے اصرار کرنا غلط اور بے محل تھا جن لوگوں نے اصرار کیا ابتداء غلطی ان لوگوں کی ہے پھر اسکے بعد یہ کہنا کہ جب تو قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا تو شریعت کا انکار لازم آتا ہے یہ زیادتی ہے تو گویا ان لوگوں نے از خود ہی اس کو شریعت کا منکر قرار دے دیا اور اس سے پہلے کہ اس کی زبان سے کوئی غلط لفظ نکلے اس کو اسلام سے خارج اور مرتد تصور کر لیا بلکہ اس پر الزام لگا دیا وہ اسی کے جواب میں اس نے وہ لفظ کہا جس پر اب فتویٰ طلب کیا جا رہا ہے ان لوگوں کو اپنے متعلق بھی فتویٰ طلب کرنا چاہئے کہ کسی مسلمان کو خارج از اسلام کہنا شرعاً کیسا ہے؟[1]

---

[1]..... من دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله وليس كذالك الاحار عليه متفق عليه (مشكوٰة المصابيح ص ۴۱۱ ج ۲، باب حفظ اللسان، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص: ۵۷/ ۱، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم يا كافر، مطبوعه رشيديه دهلى)

.F.M. Fatawa-Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

اور ایسے لوگ مسلمان باقی رہے یا نہیں؟ اور انکا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ غرض ان لوگوں نے بھی سخت غلطی کی کہ اس کو ایسے الفاظ کہے جن سے متأثر ہو کر اس نے بھی سخت لفظ کہا اور اس نے جو لفظ کہا وہ بھی شریعت کے نزدیک بہت سخت ہے[۱]، دونوں کو توبہ لازم ہے اپنی اپنی غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کریں کلمہ پڑھیں احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرلیں،[۲] اور کوئی کسی کو نہ مرتد کہے نہ اسلام سے خارج کہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۹ھ

---

[۱]..... واذا قال الرجل لغيره حكم الشرع فى هذه الحدثة كذا فقال ذلك الغير من برسم كار مى كنم نه بشرع يكفر عند بعض المشائخ رحمهم الله تعالىٰ، (عالمگيرى كوئٹه ص: ۲/۲۷۲، الباب التاسع فى احكام المرتدين، بزازية على الهندية كوئٹه ص: ۶/۳۳۸، الثامن فى الاستخفاف بالعلم، المحيط البرهانى ص: ۷/۴۲۲، نوع آخر فى العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

[۲]..... ماكان فى كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط (عالمگيرى ص ۲۸۳ ج ۲، قبيل الباب العاشر فى البغاة، مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. المحيط البرهانى ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل گجرات)

[۳]..... عن ابى ذر رضى الله عنه انه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول لا يرمى رجل رجُلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر الاارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذالك (مشكوٰة ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، بخارى شريف ص ۸۹۳ ج ۱، كتاب الادب، باب ماينهى عن الساب، مكتبه اشرفيه ديوبند)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

غیر عالم باپ کا عالم بیٹوں کو گالیاں دینا

سوال:- زید حاجی ہے اور اس کے دو لڑکے عالم دین ہیں ایک دن لڑائی میں زید نے اپنے عالم لڑکوں کو خوب گالیاں دیں اور کہا اے کافر عالم تم قرآن وحدیث کا مطلب کیا سمجھو گے تم تو کتا ہو تمہارے عالم ہونے کے لئے کیا ثبوت ہے ایک حرامی چمار اگر علم حدیث پڑھے تو کیا وہ عالم دین ہو جائیگا ہرگز نہیں ارے شیطانوں ہم تو حاجی ہیں اسلئے ہم نائب رسول ہیں اور ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کیا ہے کہ جو مکہ معظّمہ پہونچ گیا وہ جنت میں جائیگا اگر کوئی بھی حرامی چمار مکہ معظّمہ پہونچ گیا تو ضرور وہ حاجی ہو جائیگا اور اس کے بعد یہ جملہ بھی کہا کہ عالم ہی سب سے پہلے جہنم میں جائے گا اور حاجی سب سے پہلے جنت میں جائے گا اس صورت میں زید کو تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں اور زید کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

زید کا ایسا کہنا اگر علم دین کی توہین وتحقیر کیلئے ہے تو یہ کفر ہے کوئی ذلیل قسم کا کافر اگر اسلام قبول کر کے علم دین حاصل کر لے اور علم وعمل اس کا صحیح ہو جائے تو وہ یقیناً عالمِ دین اور مستحق جنت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حج سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اگر حج کے بعد گناہ کرے تو وہ گزشتہ حج کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے[1] ان گناہوں کی وجہ سے وہ حاجی جہنم کا مستحق بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈال کر سزا دی جا سکتی ہے اور توبہ کے ذریعہ سے

---

[1]..... من حج فلم يرفث ولم يفسق غفرله ما تقدم من ذنبه (ترمذی ص۱۶۷ ج ۱، اول ابواب الحج، مكتبه بلال ديوبند، مشكوة شريف ص: ۲۲۱، كتاب المناسک الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص: ۲۰۶/۱، كتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور، مطبوعه رشيديه دهلی، مسلم شريف ص: ۴۳۶/۱، باب فضل الحج والعمرة، مطبوعه رشيديه دهلی)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

یا حق تعالیٰ کے معاف فرمادینے کی وجہ سے دوزخ سے بری بھی ہوسکتا ہے اگر کوئی غیر مسلم مکہ شریف پہونچ جائے تو وہ جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے جہنم ہی میں رہے گا۔

جیسے ابوجہل وابولہب مکہ معظّمہ میں رہتے تھے اور حج بھی کرتے تھے مگر وہ مستحق جنت نہیں ہوئے جو عالم بدعمل ہو وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیگا ان میں وہ عالم بھی ہے، جس میں اخلاص نہیں تھا ریا کاری تھی[1] یہ بھی ممکن ہے کہ زید کے بیٹوں کا عمل زید کی نظر میں خلاف شرع ہو جس کی وجہ سے وہ ان کو اس طرح برا کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اور اس کا مقصود علم دین کی توہین وتحقیر نہ ہو جیسا کہ سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو برا نہیں کہتا بلکہ ان کو برا کہتا ہے کہ تم قرآن وحدیث کا مطلب کیا سمجھو گے تم تو کتا ہو تمہارے عالم ہونے کیلئے کیا ثبوت ہے مطلب صاف ہے کہ تم کو کتا شیطان اس لئے کہا جاتا ہے کہ تم عالم دین نہیں ہو قرآن وحدیث کو نہیں سمجھتے ہو ورنہ تم کو ایسا نہ کہا جاتا بلکہ تمہارا احترام کیا جاتا، عالم دین حقیقت میں وہ ہے جو اس علم پر عمل بھی کرتا ہو اگر کوئی صاحب علم حدیث پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو وہ واقعۃً عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں تاہم زید کو ایسے سخت الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں خاص کر کافر کہنا اور اپنے ہی لئے نائب رسول کا منصب تجویز کرنا اس کی انتہائی ناواقفیت اور جہالت کی دلیل ہے اس کو توبہ لازم ہے،

---

[1]..... ورجل تعلم العلم وعلمه ووقرأ القرآن فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیهاقال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فیک القرآن قال کذبت ولکنک تعلمت العلم لیقال انک عالم وقرأت القرآن، لیقال هو قاری فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی فی النار، مشکوة شریف ص:۳۳، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، نسائی شریف ص:۴۷، ۲/۴۸، کتاب الجهاد، من قاتل لیقال فلان جرئی، مطبوعه بلال دیوبند، مسند احمد ص ۲/۳۲۲، قبیل مسند حدیث ابی مثةؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت، مسلم شریف ص:۲/۱۴۰، کتاب الامارة، من قاتل للریاء والسمعة الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

مگراس کی تکفیر سے بھی احتیاط لازم ہے[1]

ویخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیها من غیر سبب ویخاف علیه الکفر اذا قال لفقیه ای دانشمندک او قال ای علویک لا یکفر ان لم یکن قصده الاستخفاف بالدین (فتاویٰ[2] عالمگیری ص ۲۴۱ ج ۲)

تاہم احتیاطاً اس کو تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۶ھ

علم اور علماء سے متعلق ایک ڈرامہ

سوال: - ہمارے محلّہ میں کچھ مسلمانوں نے ڈرامہ کرایا۔ تماشہ بین کی حیثیت سے

---

[1]..... الکفر شیء عظیم فلا اجعل المومن کافرا متی وجدت روية انه لایکفر وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم، شامی زکریا ص: ۶/۳۵۸، باب المرتد، مطلب مایشک انودة الخ، البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۲۴، ۱۲۶/۵، باب احکام المرتدین.

[2]..... (عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰.۷۱ ج ۲، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، الباب التاسع فی احکام المرتدین، البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۲۳/۵، باب احکام المرتدین)

[3]..... ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

.F.M. Fatawaye Mahmudiya Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

مسلمان مرد وعورت بوڑھے بچے شریک ہوئے ڈرامہ میں سب سے پہلے یہ دکھایا گیا کہ بڑے نواب کے نام سے ایک بچہ کرسی پر بیٹھا تھا تھوڑی دیر میں ایک بچہ عالمانہ وضع قطع بنا کر آیا وہ لڑکا خصی کی دم کی ڈاڑھی لگائے ہوئے تھا۔ عالم نما بچہ کی آمد پر بڑے نواب نے کرسی چھوڑی اور عالم صاحب کو یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ میں چھوٹے نواب کو پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہوں تھوڑی دیر میں چھوٹے نواب بحیثیت متعلم مولوی صاحب کے پاس آئے انہوں نے چھوٹے نواب (شاگرد) کو پڑھنے کے لئے کہا نواب نے کہا کہ آج پڑھنے کا خیال نہیں ہے استاذ نے پڑھنے پر آمادہ کیا لیکن شاگرد نے نہ پڑھنے کا بہانہ بنایا۔ شاگرد نے استاد کو پان وغیرہ پیش کیا اور ناشتہ کے لئے کباب اپنے نوکر کی معرفت منگایا۔ نوکر نے کباب یہ کہہ کر دیا کہ یہ کباب کتے کا جھوٹا ہے۔ شاگرد کو یہ سنکر افسوس ہوا کہ استاذ کے شایان شان ناشتہ سے خاطر نہ کر سکا شاگرد افسوس کرتے ہوئے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نوکر بھی کباب عالم کے سامنے ہی چھوڑ کر چلا گیا عالم نے ادھر ادھر دیکھا جب اپنے آپ کو تنہا پایا تو اس کتے کے جھوٹے کباب کو کھانا شروع کیا اور جو بچا جیب میں رکھ کر جانے لگا اتنے میں نوکر آیا اور عالم صاحب کی جیب دیکھ کر پوچھا جیب میں کیا رکھ لیا۔ کتاب ہے یا وہی کتے کا جھوٹا کباب ہے۔ اسی پر ڈرامہ ختم ہوا۔

مطلق ڈرامہ کی خبر محلّہ کے چند علماء کو ہوئی اپنے ساتھ چند نمازیوں کو لیکر اس بری حرکت سے روکنے کیلئے گئے۔ یہ لوگ عین اس وقت پہونچے جب کہ ڈرامہ ہو رہا تھا علماء اور نمازی حضرات نے دین کا واسطہ دے کر روکنے کی درخواست کی۔ کسی نے بجلی بجھا دی، اس پر ایک عالم نے نعرہ لگایا۔ مجمع میں انتشار پیدا ہو گیا اسی انتشار میں ریکارڈ کی تھالی اور دوسرا سامان ضائع ہو گیا۔ ان بچوں کا امداد واعانت کرنے والے اور جن لوگوں نے ڈرامہ کے لئے سامان دیا تھا، یہ سمجھ کر کہ اپنے علماء کی بدولت سامان ضائع ہوا، انمیں سے ایک عالم کے

پاس ضائع شدہ سامان لہولعب کا تاوان مانگنے آئے عالم صاحب نے اس معاملہ کو پنچایت کے فیصلہ پر معلق کر دیا، کہ اگر محلّہ کی پنچایت فیصلہ کریگی تو مجھے تاوان دینے میں انکار نہ ہوگا۔

اس عالم کو چیلنج کیا کہ ہم لوگ سامان کی قیمت وصول کر کے رہیں گے۔اس کے بعد بچوں نے کالی جھنڈی اور بکرے کی دُم کی ڈاڑھی لگا کر محلّہ میں گشت کیا اس عالم کو رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ان کے گھر میں آگ لگانے کی دھمکی دی، اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا ان بڑے چھوٹوں نے جب عالم صاحب سے تاوان کا غیر معمولی مطالبہ کیا تو عالم نے کہا کہ صرف مجھ سے مطالبہ کیوں کرتے ہو میرے ساتھ تو اور نمازی بھی تھے، اس صورت حال کے بعد دیکھنے والے اور امداد واعانت کرنے والوں میں دو طرح کے لوگ ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اہانت علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا ڈرامہ دیکھ کر نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا اور کچھ لوگوں نے اسکے بعد بھی ان غلط کاموں کی حمایت وپشت پناہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

محلّہ کے علماء حضرات کو جب توہین علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا حال معلوم ہوا تو معاملہ کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے تقریباً ستائیس علماء پر مشتمل ایک میٹنگ مسئلہ پر غور کرنے بیٹھی طے یہ ہوا کہ کسی ذمہ دار دارالافتاء سے جواب منگایا جائے مزید علماء نے اس بات کا بھی احساس کیا کہ معاملہ نازک ہے ہوسکتا ہے کہ کفر کا فتویٰ آجائے اس لئے ان تمام دلچسپی لینے والے حضرات کو پوری جماعت علماء کی طرف سے یہ حکم سنا دیا جائے کہ جواب آنے تک وہ لوگ اپنی اپنی بیویوں سے علاحدہ ہو جائیں۔حسب پروگرام یہ حکم جمعہ کے بعد پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ حکم سن کر ندامت تو کیا ہوتی ان میں بعض حضرات محلّہ کے ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' کے مہتمم کے پاس قربانی کی دی ہوئی کھال کی رقم یہ کہہ کر مانگنے آئے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے اس لئے ہماری دی ہوئی کھال کی رقم واپس کر دی جائے۔ان میں سے بعض آدمی یہ پوچھنے لگے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے ہیں، اسکے بعد بھی ہم لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

بتایئے کیا ان باتوں سے رضا بالکفر مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے پہلے واقعات پر توہین دین کا پہلو مفہوم نہیں ہوتا، ڈرامہ اور اس کے بعد کے حالات آپ کے سامنے ہیں، دیکھنے والے اور سامان وغیرہ سے امداد واعانت کرنے والوں میں حقیقت حال ظاہر ہونے کے بعد کچھ لوگ حامی اور کچھ لوگ متنفر ہوئے، آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہر فریق کے بارے میں شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

کسی عالم کا بے عمل ہونا یقیناً بڑا جرم اور قابلِ مذمت ہے مگر اس کی وجہ سے مطلقاً سب علماء کی اہانت واستخفاف ہرگز مذہبِ اسلام میں برداشت نہیں اور ایسی صورت ڈرامہ وغیرہ کے ذریعہ اختیار کرنا جس سے علم دین اور علماء کی تحقیر واہانت ہوتی ہو اتنا خطرناک ہے کہ اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہو جائے گا۔

ایسی دلیری کرنا جس سے معلوم ہو کہ کفر پر راضی ہے یہ تو اپنے ایمان کی ناقدری بلکہ ایمان سے بیزاری کی کھلی دلیل ہو جائے گا۔ اس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنا لازم ہے۔ شرعی فتوی کا احترام سب کو ضروری ہے۔ اگر کم علمی کی وجہ سے یا نفس وشیطان کے بہکانے سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم عائد ہوتا ہو تو ایسی حرکت پر نادم ہو کر تجدید ایمان وتجدید نکاح کے لئے پوری طرح آمادہ رہنا چاہئے کہ یہی سلامتی، ہدایت اور نجات کا راستہ ہے۔ اور اس کے خلاف چلنے میں تباہی، ضلالت اور ہلاکت ہے''۔

''ویخاف علیه الکفر اذا شتم عالماً او فقیهاً من غیر سببٍ ویکفر بقوله لعالم ذکر الحمار فی است علمک مریداً به علم الدین وبجلوسهٖ علی مکان مرتفع والتشبه بالمذکرین ومعه جماعة یسئلون منه المسائل ویضحکون منه

.F.M. Fatawa-e-Mahmudiya Volume 2 Ahkame e Shara wa Shaair e Deen

ثم یضربون بالمحراق وکذایکفر الجمیع لاستخفافهم بالشرع وکذا لو لم یجلس علی مکان مرتفع ولکن یستهزئ بالمذکرین ویتمشی والقوم یضحکون وبالقاء الفتویٰ علی الارض حین اتی بها خصمه.....وبقوله کفرت حین تکلم بکلمة زعم القوم انها کفر ولیست بکفر فقیل له کفرت وطلقت زوجتک (البحر الرائق[1] ص ۱۲۳ ج۵)"

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بھی اس ڈرامہ میں شریک ہوئے اور اس سے راضی رہے۔ سب کو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا چاہئے[2] مگر علماء کو لازم ہے کہ پہلے عوام کے قلب ودماغ میں دین اور علم دین کو قائم فرمائیں۔ عذاب آخرت اور اس کی تصدیق سے دلوں کو پر کریں، حضرت نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کریں جب ہر چیز کا درجہ ان کے اندر پیدا ہو جائے اس وقت فتویٰ کا بھی ان پر اثر ہوگا ورنہ وہ دیدہ دلیری سے آزاد ہو کر دین سے ہی دست بردار ہو جائیں گے۔ اشتعال انگیز اقدامات سے بھی علماء کو اجتناب لازم ہے۔ ضائع شدہ سامان کا ضمان اس سے لیا جا سکتا ہے، جس نے ضائع کیا ہو جس نے ضائع نہیں کیا اس سے لینا درست نہیں اور یہ کہنا کہ فلاں شخص کی وجہ

---

[1]..... البحر الرائق ص ۱۲۳ ج۵، باب احکام المرتدین. مطبوعه ماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص: ۲۷۰، ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، المحیط البرهانی ص: ۴۲۰، ۷/۴۲۱، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح والتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط، (عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص: ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

سے ضائع ہوا ہے، لہٰذا اسی سے ضمان لیا جائے یہ غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔ **لان الضمان علی المباشر دون المتسبب**"[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۷ھ

قرآن کریم کو جلا دینا

سوال:- ایک مسلمان شرابی، جواری، زنا کار ہے اس کا غلط عورت سے تعلق ہے جس سے وہ حرام کاری کرتا ہے اس کی بیوی نے منع کرنے کے لئے قرآن شریف کا واسطہ دیا تو اس نے (معاذ اللہ) قرآن شریف جلا دیا شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

اس شخص کا حال نہایت خطرناک ہے ایمان پر سلامت رہنا نہایت دشوار ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اصلاح فرمادے قرآن پاک کا جلانا اگر اہانت کیلئے ہو تو کفر ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1]..... الاشباہ والنظائر ص ۲۳۷ القاعدة التاسعة عشر اذا اجتمع المباشر والمتسبب، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص: ۵۶، الرسالة الثالثة، القواعد الفقهية، مطبوعہ اشرفی دیوبند، القواعد الفقهية المحمودة ص ۲۱۱، الفصل الاول، القواعد الكلية، مطبوعہ مظاهر العلوم سیلم)

[2]..... استخف بالقرآن اوبالمسجد اوبنحوه ممايعظم فی الشرع الی قوله اوسخر بآية منه كفر (مجمع الانهر ص ۵۰۷ ج ۲، كتاب السير، والجهاد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعہ دارالكتب العلميه بيروت، كتاب الشفاء ص: ۲/۲۵۰، فصل فی حكم من استخف بالقرآن، مطبوعہ مؤسسة الكتب الثقافية بيروت، شرح فقه اكبر ص: ۲۰۵، فصل فی القراءة والصلوة، مطبوعہ مجتبائی دهلی.

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

متولی کا مؤذن کونمک حرام کہنا

سوال: -ایک شخص جامع مسجد میں مؤذن ہے اس کا کھانا اہل محلّہ اور متولی صاحب مسجد کے گھر پر ہے، متولی مؤذن صاحب سے کسی غلط بات کی تائید کرانا چاہتے تھے مگر جب انہوں نے انکار کیا تو مؤذن صاحب کونمک حرام کہدیا تو اس پر مؤذن ان کے یہاں کھانا نہیں کھاتا تو ان کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جومؤذن مسجد کی خدمت اور فرائض میں کوتاہی نہیں کرتا متولی صاحب کو اس کونمک حرام کہنا محض اس وجہ سے کہ اس نے ان کی غلط بات کی تائید کرنے سے انکار کردیا تھا، بہت غلط اور ناجائز ہے[1]، اگر مؤذن نے ان کے مکان کا کھانا لینا ترک کردیا تو اچھا کیا اس میں وہ حق بجانب ہے تاکہ آئندہ غلط بات کی تائید کرانے کا اندیشہ اور نمک حرام سننے کا خطرہ باقی نہ رہے، ہاں اگر متولی صاحب ان لوگوں کے سامنے معافی مانگ لیں اور واقعۃً ندامت کے ساتھ عہد کریں کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا تو انکا کھانا قبول کرلینا چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... المن من الكبائر تبت ذلک فی صحیح مسلم وغیره وانه احد الثلاثة الذین لایکلمهم الله یوم القیامة ولا ینتظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۲/۲۸۰، الجزء الثالث، سورة البقرة آیت: ۲۶۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، مسلم شریف ص ۱/۷۱، باب بیان غلط تحریم اسبال الازار والحسن بالعطیة، کتاب الایمان، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

[2]..... التائب من الذنب کمن لا ذنب له (مشکوة شریف ص: ۲۰۶، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه شریف ص ۳۱۳، ابواب الزهد، باب ذکر التوبة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara'wa-Shaair-e-Deen

مسجد کے متعلق سخت لفظ

سوال:- زید نے بکر سے کہا کہ آپ مسجد بنانے کا چندہ نہیں جمع کرتے، صرف بک بک کرتے ہیں، اس پر بکر نے غصہ میں آکر کہا کہ مسجد کو جہنّم میں جانے دو، ہم چندہ نہیں جمع کریں گے اور نہ اسمیں مدد کریں گے، بکر پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

بکر نے بہت سخت جملہ کہا[1] اس کو توبہ واستغفار اور ندامت ضروری ہے، تجدید ایمان بھی کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا مذاق اڑانا

سوال:- ایک مسلمان مسجد کو برے الفاظ کہتا ہے اور ہندوؤں میں بیٹھ کر مذاق اڑاتا ہے۔ پارٹی باز آدمی ہے اور اپنے گھر کے کنبے وغیرہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

مسجد کی توہین کرنا، اسکو گالی دینا، اسکا مذاق اڑانا بہت خطرناک ہے، اس سے ایمان

---

[1]..... من استخف بالقرآن او بالمسجد..... کفر (شرح فقه اکبر ملخصاً ص ۲۰۵/ مکتبه مجتبائی دهلی، مجمع الانهر ص:۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع. مطبوعه دراکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص: ۵/۵۲۹، کتاب الفاظ الکفر، فصل فی المتفرقات)

[2]..... ماکان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط، عالمگیری کوئته ص ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص ۷/۳۹۹، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۱، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

.F.M. Fatawa-e-Ahkame-e-Shara wa Shaair-e-Deen

سلامت نہیں رہتا،[1] ایسے شخص کو توبہ لازم ہے، آئندہ ہرگز اس قسم کا کوئی لفظ نہ کہے جس سے مسجد کی توہین ہوتی ہو، وہ شخص بے علم ہے اسکو نرمی سے سمجھایا جائے، سختی کا معاملہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ زیادہ بگڑ جائے، سزا دینے کی قوت نہیں اسلئے نرمی سے ہی سمجھایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۱ھ

غلامی کو ناپسند کرنا

سوال:- اگر کوئی شخص اسلام کے دستور غلامی کو ناپسند کرتا ہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہو تو وہ مسلمان باقی رہ جائے گا یا کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

یہ ناپسندیدگی اصل حقیقت کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ دیگر اقوام آج کل ناپسند کرتی ہیں اور وہ حقیقت سے واقف نہیں، اب بجائے اسکے کہ ایسے شخص کیلئے کوئی سخت حکم حاصل کریں آپ اس کو حقیقت سمجھائیں تاکہ وہ دیگر اقوام کا اتباع چھوڑ کر اسلام کا اتباع کرے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... من استخف بالقرآن او بالمسجد ..... كفر (شرح فقه اكبر ملخصاً ص ۲۰۵ ج مكتبه مجتبائی دهلی، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2]..... لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان فى كفره خلاف ولو رواية ضعيفة (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۲۲۹-۲۳۰ ج۴، مطبوعه كراچى، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب الاسلام يكون بالفعل كالصلاة بجماعة، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص: ۵/۱۲۵، باب احكام المرتدين)

.M. Fatawa-e-Mahmudiya Vol-2 Ahkam-e-Shara wa Shaair-e-Deen

سنتِ مسواک کا منکر

سوال: -سنت سواک کا منکر کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

السواک سنة واعتقاد سنیته فرض وتحصیل علمه سنة وجحوده کفر وجهله حرمان وترکه عتاب اوعقاب اکفارالملحدین[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... (اکفارالملحدین ص ٦، بیان کثرة المتواترات فی الاحکام، مطبوعه المجلس العلمی سملک ڈابھیل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۷، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ:- مسواک کرنا سنت ہے اوراس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اوراس کا علم حاصل کرنا سنت ہے اوراس کا انکار کفر ہے اوراس سے ناواقفیت محرومی ہے اوراس کا ترک کرنا باعث عتاب وعقاب ہے۔

.\F:\M.Fatawa\Vol 2\Mojibat Kufr ke Mutafarriq Masael

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم

موجبات کفر کے متفرق مسائل

آنتیں ”قل ھو اللّٰہ“ پڑھتی ہیں

سوال:- اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھوک کی حالت میں کہہ دیتے ہیں کہ آنتیں قل ہواللہ پڑھ رہی ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خالی پیٹ آنتوں کی آواز قل قل ہوتی ہے اس کو تعبیر کرتے ہیں کہ آیتیں قُلْ ھُوَ اللہ پڑھ رہی ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... چونکہ اسطرح کے الفاظ سے نہ توہین مقصود ہوتی ہے اور نہ اسکی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ جو موجب کفر ہو .لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۲۹-۲۳۰ ج۴، باب المرتد، مطبوعه کراچی، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص ۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

لاعلمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار کرنا

سوال:-عمر غیر معتبر آدمی ہے خالد عمر پر کوئی اعتبار نہیں کرتا عمر نے قرآن کی تلاوت کی، خالد نے خیال کیا کہ یہ صرف برتری ظاہر کرنے کے لئے کہہ رہا ہے اور کہا کہ یہ قرآن پاک کی آیت نہیں ہے، کیوں کہ عمر پر اعتبار ہی نہیں تھا حالانکہ وہ قرآن پاک کی آیت تھی خالد نے استغفار کرلیا ہے، تو کیا خالد کو تجدید ایمان کی ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ خود آیت کو پہچان نہیں سکا تو عمر کو غیر معتبر سمجھ کر اس نے انکار کردیا تو اس سے اسکا ایمان ختم نہیں ہوا احتیاطاً تجدید[1] ایمان کا تو ویسے بھی حکم ہے، وہ کرتے رہنا چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ہندو کو کافر کہنا

سوال:-(۱) ہندو کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

(۲) ایک مسلمان اگر اسلام سے منکر ہوجائے تو اس کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

---

[1]..... فی حدیث ابی ھریرۃ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ (مسند احمد ص ۳۵۹ ج ۲، مسند ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ، دارالفکر بیروت، کنز العمال ص ۱۶ ۴/۱، الکتاب الثانی، الباب الاول فی الذکر وفضیلتہ، رقم الحدیث ص ۱۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ:-اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ہندو کو کافر کہنے سے اگر اذیت ہوتی ہو تو بلا وجہ اس کو اذیت نہ پہنچائے، کیا اندھے کو ہمیشہ اندھا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔[۲]

(۲) جو مسلمان اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے (العیاذ باللہ) تو وہ مرتد ہے[۳]، خنزیر سے بھی بدتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

کسی کافر کو مرنے کے بعد برا کہنا

سوال:- جماعت اسلامی والے کہتے ہیں کہ کافر کے مرنے کے بعد بھی اس کو برا نہ کہنا چاہئے، ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور لوگوں کو خبر نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ کسی مسلم غیر مسلم زندہ مردہ کو برا کہنا برا ہے، حتیٰ کہ بلا ضرورت شیطان پر لعنت کرنا بھی بے محل ہے، جتنی دیر کسی کو برا کہنے میں وقت خرچ ہوا اتنی دیر اللہ کے ذکر میں مشغول

---

[۲]..... والمنهی عنه هو التلقیب بما یتداخل المدعو به کراهة لکونه تقصیرا به وذما له وشینا (روح المعانی ص۱۵۴/۲۶، مصطفائی دیوبند، تحت قوله تعالیٰ ولا تنابزوا بالالقاب الآیه سوره حجرات آیت: ۱۱، ان کل مایکرهه الانسان اذا نودی به فلا یجوز لاجل الاذیة، تفسیر القرطبی ص۲۹۸/۸، الجزء السادس عشر، سورۂ حجرات آیت: ۱۱، دارالفکر بیروت)

[۳]..... المرتد عرفا هوالراجع عن دین الاسلام (عالمگیری کوئٹه ص۲۵۳ ج۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۳۵۴/۶، باب المرتد، مجمع الانهر ص۴۸۷/۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

رہنا بڑے اجر کا ذریعہ ہے، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس کی بحث کی ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مستقلاً تنقید ہی کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں وہ بھی تخریبی تنقید، نہ وہ زندوں کو بخشتے ہیں نہ مردوں کو نہ عوام کو بخشتے ہیں نہ اہل علم و اہلِ تقویٰ کو، حتی کہ ائمہ مجتہدین فقہاء، محدثین، عُرفاء بلکہ صحابہ کرام پر تخریبی تنقید کرتے ہیں اور یہ ان کی زندگی کا شاہکار کہلاتا ہے اس طریق سے بہت دور رہنے کی ضرورت ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

صحاح ستّہ پر اعتماد نہ کرنا

سوال:- ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مرادآباد میں جامعہ قاسمیہ کی صحاحِ ستّہ کی کتابیں سراسر غلط ہیں انہوں نے کچھ حدیثیں اپنی طرف سے بنا کر لکھوادی ہیں اور ان کتابوں میں توحید بھی ہے، تو توحید کو بھی غلط قرار دیتا ہے، کیوں کہ لفظ سراسر میں سب کچھ آ گیا، لیکن وہ شخص کلمہ گو ہے مگر بدعتی خیال کا ہے اس کا اعتبار حدیث کی کتابوں پر نہیں ہے تو وہ شخص کافر ہوا یا مشرک یا مرتد؟ جواب باصواب دے کر جزاءِ دارین حاصل کریں۔ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس شخص سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کچھ حدیثیں جو کہ اپنی طرف سے بنا کر لکھوا دی ہیں وہ کیا ہیں اور کس نے بنا کر لکھوائی ہیں، جامعہ قاسمیہ کی صحاحِ ستّہ کہاں ہیں کیا وہ صرف جامعہ قاسمیہ میں ہیں یا دوسری جگہ بھی موجود ہیں؟ شخص مذکور کا مقولہ مذکورہ بدعت

---

[1]..... ولا خطر فی السکوت عن لعن ابلیس مثلاً فضلاً عن غیرہ الی ماقال فالاشتغال بذکر اللہ اولیٰ فان لم یکن ففی السکوت سلامة الخ، (احیاء العلوم ص:۱۰۸/۳، کتاب آفات اللسان الآفة الثامنة اللعن، مطبوعہ عثمانیہ مصر)

وجہالت کا نتیجہ ہے، جس طرح لفظ سراسر سے سائل کے ذہن میں اسکے کفر، شرک اور ارتداد کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو سائل کو لفظ صحاح اور لفظ کچھ پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کو صحاح تسلیم کرتا ہے اور کچھ کو اپنی طرف سے بتاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ سائل اس کا بھی مدعی ہے کہ وہ کلمہ گو ہے لہٰذا اس کی تکفیر سے اجتناب اور اس کی اصلاح کی سعی حتی الوسع لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد

عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۰/۶۲ھ

تم الجزء الثانی بحمد اللہ واحسانہ تعالیٰ ویلیہ الجزء الثالث

اولہ کتاب العقائد انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ

تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا

وحبیبنا محمد والہ واصحابہ

اجمعین الی

یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الھند

---

[1]..... لا یکفر احد من اھل القبلۃ الا فیما فیہ نفی الصانع.....او شرک او انکار للنبوۃ او ما علم مجیئہ بالضرورۃ.....واما ماعداہ فالقائل بہ مبتدع لا کافر (شرح فقہ اکبر ص ۱۹۹) ملخصاً مکتبہ مجتبائی دھلی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات

عقیدہ کی تعریف

سوال: -عقیدہ کی کیا تعریف ہے اور مسلمان کو کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عقیدہ بنیادی یقین ہے جس پر نجات مرتب ہوتی ہے اور اس کے ترک سے محرومی رہتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اصاب من اجاب ہذا الجواب: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

[1] ان العقیدة ھی معرفة مراد اللہ تعالیٰ من الدیانة ومن بعث الرسول وانزال الکتب وخلق الجن والانس ثم الاستقامة علی ذلک والعمل بمقتضاہ الخ، شرح عقیدة الطحاوی ص ۴۶/۱، فی المقدمة، مطبوعہ دارالھجر بیروت. نبراس ص ۱۷، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

سوال: ۔ باری تعالیٰ کہاں ہے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مدللاً ومفصلاً مع حوالہ کتب تحریر فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے ہر صغیر وکبیر کا عالم ہے کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں، نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے اس کا ثبوت ہے۔

قَالَ تَعَالیٰ لَایعزُبُ عَنهُ مِثقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوتِ وَلَافِی الْاَرْضِ وَلَااَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَااَکْبَرُ اِلَّافِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (سورہ سبا آیت ۳)

اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔ (بیان القرآن)

مگر اللہ تعالیٰ کے لئے دوسری اشیاء کی طرح کوئی مخصوص مکان محیط نہیں کیونکہ وہ مکانی نہیں، بلکہ واجب اور قدیم ہے اور مکان وزمان وغیرہ حادث اور اس کی پیدا کی ہوئی ہیں پھر مکان وغیرہ کیسے محیط ہوسکتا ہے۔ ''ولا محدود ولا معدود ولا متبعض ولا متجزو لامتركب منها ولا متناهٍ ولا يوصف بالماهية ولا بالكيفية ولا يتمكن فی مكان ولا يجری عليه زمان'' شرح عقائد نسفی[1] ص ۳۲.

اور بعض نصوص میں جو خاص مکان کی طرف اشارہ ہے تو وہاں یہ مراد نہیں کہ وہ مکان

---

[1] شرح عقائد نسفی ص ۴۰-۳۹، والخبر الصادق علی نوعین، مطبوعہ دیوبند، شرح فقہ اکبر ص ۴۳، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

اللہ تعالیٰ کو محیط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم یا کسی دوسری صفت کا خاص غلبہ اس جگہ مراد ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

خدا کے لئے جہت کا ماننا

سوال:۔ کیا خدا کے لئے بھی زمان ومکان یا کوئی دیگر قید یا طرف ثابت ہے جو ایسا ظاہر کرے اس کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیًا:۔

خداوند قدوس زمان ومکان اور سمت سے منزہ ہے،[2] جو شخص خدائے پاک کو ان چیزوں کے ساتھ مقید مانتا ہے، وہ ضلالت میں مبتلا ہے،[3] شرح بخاری شریف میں تفصیل مذکور ہے۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وھو اللّٰہ فی السموات وفی الارض (انعام) انه سبحانه وتعالیٰ لکمال علمه بما فیها کانه فیها (بیضاوی ج۲/ص ۳۹۱، مطبوعه دار الفکر بیروت، مظهری ص ۲۱۵/ج۳، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، روح المعانی ص ۸۹/ ج ۷، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

''انّ اللّٰه ینزل فی اللّیل الی سماء الد نیافقال مالک ینزل امرهٗ'' (التمهید، ص۱۱۳/ج۷)

[2] ولایتمکن فی مکان ولایجری علیه زمان (شرح عقائد ص ۳۹. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، نبراس ص۱۱۴، مطبوعه امدادیه ملتان)

[3] من حمله (ای کون اللّٰه فی السماء) علی ظاهره فهو ضال من الضالین (المفهم ص ۱۴۵/ج۲، مطبوعه بیروت، کتاب الصلوة، باب نسخ الکلام فی الصلوة)

[4] ان اللّٰه لیس بجسم فلا یحتاج الی مکان یستقرفیه فقد کان ولامکان (عمدة القاری ص۱۱۷/ ج۱۲/ جزء۲۵، کتاب التوحید، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عرش کس کے رہنے کی جگہ ہے

سوال:۔ جنت الفردوس سے اوپر عرش ہے ایک طالب علم نے سوال کیا کہ ہم کو خدا کی طرح عرش میں بھی رہنا نصیب ہوگا، کیا عرش انسانوں کے رہنے سہنے کا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عرش انسانوں کے لئے رہنے سہنے کے لئے نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۶ھ

اسماء الٰہی دوسری زبانوں میں

سوال:۔ شحنہ شریعت، رسالہ میں ہے کہ اللہ کو صرف انہیں ناموں سے یاد کرنا لازم ہے جو قرآن میں بتلائے گئے ہیں، جیسے رحمٰن، ستار، غفار، وغیرہ اور اللہ پاک کو ایسے اسماء سے موسوم نہ کرنا چاہئے، جو اس میں نہیں بتلائے گئے، معنی خواہ اس کے اچھے ہوں خواہ خراب جیسے گاڈ، ایزد، یزدان، رام، ایشور، پرمیشور، پروردگار وغیرہ اگر فارس کا رہنے والا فارسی زبان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملائکۃ والروح الیہ الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۳۷۲/ج۱۵، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، مطبوعہ مکہ مکرمہ، اللّٰہ تعالیٰ منزہ عن المکان کماھو منزہ عن الزمان (المفھم ص ۱۴۳/ ج۲/ کتاب الصلوۃ، باب نسخ الکلام فی الصلوۃ، کرمانی ص: ۱۳۱/ ج:۲۵. کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، مطبوعہ بیروت، قسطلانی ص ۴۵۱، ج۱۵، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] کمایستفاد قال البغوی اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ اللّٰہ الخ تفسیر خازن، ج۲/ص ۹۵/سورۃ اعراف تحت الایۃ. ۴۵/

میں خدا کہتا ہے جو اسکی مادری زبان ہے، اسی طرح ہندوستان کا رہنے والا جس کی مادری زبان ہندی ہے، ہندی زبان میں رام کہتا ہے، پھر خدا اور رام میں کیا فرق ہے، اگر خدا کہنا جائز ہے تو رام کہنا کیوں ناجائز ہے، اگر ایک فارس کا رہنے والا کافر اپنی فارسی زبان میں اللہ کو خدا، ایزد یزدان کہتا ہے، اور عیسائی اپنی زبان میں گاڈ، یزیدی اپنی زبان میں شیطان کہتا ہے، حبشی اپنی زبان میں ممبو کہتا ہے، آریہ اپنی زبان میں پرچودیات کہتا ہے، پرکھو درا جمبو، بمبو، بھگوان کہتا ہے ان کا یہ کہنا اسلام کے قبول کرنے کے بعد بھی کیونکر درست ہوسکتا ہے، اور اگر اسلام کے بعد بھی اس نام سے اللہ کو پکارتے ہیں تو اسلام اور کفر، مسلمان اور کافر میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

محض اس امتیاز کے واسطے اللہ نے اسماء حسنیٰ سے واقف کردیا اور کوئی حجت باقی نہ رہی، تفصیلی جواب دیجئے، شاید ان کی سمجھ میں آجائے، اور اصلاح ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مراد یہ ہیکہ جواز کا دارومدار صرف ان ناموں پر ہے جو کہ قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں، تو بڑی دقت پیش آجائیگی، اسلئے کہ شاید قرآن شریف میں تمام اسماء حسنی بھی موجود نہ ہوں، نیز کتب سابقہ تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم وموسیٰ کیا سب عربی میں ہیں اور انمیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء مبارکہ مذکور ہیں انکے متعلق صاحب شحنہ کیا کہیں گے۔

بوستاں، سکندر نامہ، مثنوی مولانا رومؒ جن میں بیشتر مواقع میں دعائیں ہیں، اور فارسی کے بہت سے اسماء سے خطاب کیا گیا ہے، کیا ان سب کا پڑھنا ناجائز ہے حالانکہ ان کتب کی تعلیم صدیوں سے بلکہ زمانۂ مجتہدین سے مدارس میں ہوتی چلی آئی ہے اور تصوف، حدیث، فقہ، تفسیر، کا بہت بڑا ذخیرہ فارسی اور اردو وغیرہ میں موجود ہے اور مصنفین نے اس کا اہتمام نہیں کیا، کہ اسماء حسنیٰ مذکور فی القرآن ہی سے تعبیر کریں، شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے ایک ہزار نام

اللہ پاک کے تحریر کئے ہیں۔ (کذافی الطحطاوی، ص۵[1])

کتب عقائد، شرح مواقف، شرح مقاصد، شرح عقائد، مسامرہ، شرح فقہ اکبر میں اسماء حسنیٰ کے علاوہ دوسرے اسماء بھی ذکر کئے ہیں[2]، اگر صاحب شحنہ یہ کہتے کہ نماز میں دوسرے ناموں یا دوسری زبان کے ناموں سے احتراز کرنا چاہئے تب بھی ان کا کہنا ایک حد تک صحیح ہوتا، اگرچہ یہ بھی اجماعی چیز نہیں، کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک فارسی میں تکبیر تحریمہ کہنا اور فارسی میں قراءت کرنا درست ہے، اور بعض کے نزدیک اذکار صلوٰۃ کو مطلقاً ہر زبان میں پڑھنا درست ہے۔ (کذافی ردالمحتار، ص۲۲۵/[3] ج۱)

تفصیل دیکھنی ہو تو ''آکام النفائس'' دیکھئے شیخ عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے، ص۷۸/ پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع اسماء جس زبان میں ہیں سب کے سب قابل تعظیم واحترام ہیں:۔

''فان قلت فهل يعم تعظيم الاسماء جميع الالفاظ الدائرة على السنة الخلق على اختلاف طبقاتهم والسنتهم فالجواب نعم هى معظمةفى كل لغة مرجعها الى

---

[1] قال ابن العربى واسماء ه صلى الله عليه وسلم الف كاسمائه تعالىٰ وهى توقيفية كاسمائه تعالىٰ على المختار (طحطاوى على المراقى ص۵، مطبوعه مصر) فتح البارى ص۵۱۵، ج۱۲/ كتاب الدعوات، باب لله عزوجل مائة اسم الخ، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، شامى كراچى ص۶۹۶، ج۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

[2] شرح فقه اكبر ص۱۷، صفاته تعالىٰ، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[3] صح لو شرع بغير عربية اى لسان كان وخصه البردعى بالفارسية.....وشرطا عجزهٗ وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع اذكار الصلاة (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۱/ص۴۸۳/ باب صفة الصلاة، مطبوعه كراچى، وشامى كراچى ص۱/۵۲۱، كتاب الصلوة، مطلب فى الدعاء بغير العربية، النهر الفائق ص۱/۲۰۶، مطبوعه مكه مكرمه، البحرالرائق ص۱/۳۰۶، مكتبه ماجديه كوئٹه.

ذات واحدة فان اسم اللّٰہ لایعرف العرب غیرہ وھوبلسان فارسی خداو بلسان الحبشة راق وبلسان الفرنجی کریطر دروابحث علیٰ ذالک فی سائر الالسن تجد ذٰلک الاسم الالھی معظماً فی کل لسان من حیث لایدل علیٰہ[1]

امام بخاریؒ نے ایسی احادیث پاک بھی ذکر کی ہیں جن میں دوسرے اسماء استعمال کئے گئے ہیں[2]، اگر مراد یہ ہے کہ دوسرے نام اگرچہ دیگر اقوام کے نزدیک خدا ہی کے نام ہیں لیکن چونکہ وہ دیگر اقوام کے شعار بن چکے ہیں اور مسلم کو غیر مسلم کے شعار سے اجتناب چاہئے[3]، تو یہ مراد بھی خلاف شرع نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے مگر اس صورت میں ان ہی ناموں کو منع کیا جاسکتا ہے، جو غیر اقوام کا شعار ہیں، اور جو شعار نہیں ان کو منع نہیں کیا جاسکتا، جیسے خدا، ایزد، یزدان کہ یہ نام کسی مخصوص غیر مسلم کے شعار نہیں بلکہ بکثرت اہل اسلام کی تصانیف میں موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اللہ کے لئے واحد کا لفظ یا جمع کا

سوال:۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے تو اللہ تعالیٰ کرتا دھرتا دیتا لیتا بولا جاتا ہے، لیکن آج کل تبلیغی نصاب وغیرہ اور تقریروں میں آپ لوگ کرتے دھرتے جمع بولتے اور لکھتے ہیں کیا چکّر ہے؟

---

[1] الیواقیت والجواھر ص۷۸، مطبوعہ مصر،

[2] فی حدیث ابی ھریرة مرفوعاً وھو وتریحب الوتر (بخاری شریف، ج۲/ص ۹۴۹) باب مأة اسمٍ غیر واحدة، کتاب الدعوات.

[3] والاعطاء باسم النیروز والمھرجان لا یجوز اذا اھدی یوم النیروز الی مسلم آخر ولم یرد بہ تعظیم ذالک الیوم ..... ولکن ینبغی لہ ان لا یفعل ذالک الیوم خاصة ویفعلہ قبلہ او بعد کی لا یکون تشبھا بأولئک القوم الھندیة ص۶/۴۴۶، قبیل کتاب الفرائض، شامی کراچی ص۶/۷۵۴، مشائل شتی، کتاب الخنثی، زیلعی ص۶/۲۲۸، مسائل شتی.

الجواب حامداًومصلیاً

تعظیم کے لئے تم اور آپ بولنا بھی درست ہے، اللہ پاک نے بھی فرمایا ''اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ''[1] اور ''اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ''[2]، اور ''نَحْنُ اَقْرَبُ''[3]، وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا گاڈ خدا کا نام ہے

سوال:۔ ایک شخص نے دوران گفتگو اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ گاڈ (انگلش) کہہ کر کوئی بات سمجھانی چاہی جس پر ایک صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا گاڈ، فاڈ، راڈ، ساڈ میں کیا جانوں (حالانکہ وہ انگلش بھی جانتے ہیں) آپ اردو میں سمجھائیے، جب اللہ کے ۹۹/ نام ہیں، انہیں ناموں میں سے کسی نام سے سمجھائیے عربی یا اردو میں کہئے، یہ مسئلہ ہم لوگوں کے درمیان بہت ہی پیچیدہ بن گیا ہے، کیا اس شخص کا لفظ گاڈ کو اٹھلانا بگاڑنا اور بری طرح سے ادا کرنا درست ہے، یا اس لفظ کا احترام کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اپنے محاورات اور بول چال میں اللہ تعالیٰ کا ایسا نام لینا اولیٰ اور مناسب ہے، جو قرآن شریف اور حدیث شریف سے ثابت ہو، تاہم ہر زبان میں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں، ان کا بھی ادب واحترام لازم ہے، یہ بات جانتے ہوئے کہ فلاں لفظ اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اس کی

---

[1] سورۃ الکوثر آیت: ۱/ **ترجمہ**:- بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے (بیان القرآن)

[2] سورۃ القدر آیت: ۱/ **ترجمہ**:- بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا ہے۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ ق آیت: ۱۶/ (پوری آیت کا **ترجمہ**:- اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ۔ (از بیان القرآن)

بے ادبی کرنے کا حق نہیں، اس سے پورا پرہیز لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۹۴ھ

اللہ میاں کہنا

سوال:۔ اللہ میاں کہنا کیسا ہے یعنی جائز ہے کہ ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ میاں کہنا درست ہے اردو میں یہ لفظ اس موقعہ پر تعظیم کے لئے بولا جاتا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

توحید کی تشریح

سوال:۔ توحید ایک ہے یا دو ہے؟ ایک ہے تو کیوں اور دو ہے تو کس لئے؟ اور احمد رضا خاں نے جو توحید بتلائی ہے تو کس طرح بتلایا ہے، مفصل جوابات سے مطلع فرمادیں۔

---

[1] فان قلت فهل يعم تعظيم الاسماء جميع الالفاظ الدائرة على السنة الخلق على اختلاف طبقاتهم والسنتهم فالجواب نعم هى معظمة فى كل لغة مرجعها الى ذات واحدة فان اسم الله لايعرف العرب غيره وهو بلسان فارسى خداى وبلسان الحبشة راق ..... وبلسان الفرنج كريطردر ..... وابحث على ذٰلک سائر الالسن تجدذٰلک الاسم الالٰهى معظماً فى كل لسان من حيث لايدل عليه (اليواقيت والجواهر ص ۷۸، مطبوعه مصر)

[2] میاں (فارسی) امیراں بہ معنی سردار کا مخفف، آقا، والی، وارث، خداوند، مالک، سرکار، حضور، حاکم، سردار۔ (دیکھئے: فیروز اللغات ص ۱۳۲۵، مطوعه دهلى)

الجواب حامداً ومصلیاً

توحید کے معنی ہیں خدائے پاک کو ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے یکتا ماننا اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھنا[1] اور احمد رضا خاں صاحب نے توحید کس لئے بتائی اور کہاں بتائی اس کی تفصیل سامنے ہو تو اس کے متعلق تحریر کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

واجوب الوجود

سوال:۔ شرک فی الوجود اور شرک فی العبادۃ کس کو کہتے ہیں؟ اور شرک کی کل کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح باری تعالیٰ واجب الوجود ہے، ازلی، ابدی، غیر فانی ہے، اسی طرح کسی اور چیز کو تسلیم کرنا شرک فی وجوب الوجود ہے، اور خدائے وحدہٗ کے ساتھ کسی اور شئی کی بھی عبادت کرنا شرک فی العبادۃ ہے، شرک فی الاسماء، شرک فی الصفات، شرک فی الافعال بھی شرک کی قسمیں ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الھکم الہ واحد سورۂ بقرہ آیت ۱۶۳) الواحد ھنا بمعنی لانظیرلہ ولامشبہ فی ذاتہ ولافی صفاتہ ولافی افعالہ (روح المعانی ص ۴۴/ ج ۲/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ارشاد الساری ص ۲۸۳/ ج ۱۱/ کتاب تفسیر القرآن، سورۂ قل ھو اللہ احد، مطبوعہ دالفکر بیروت)

[2] قال العلماء الشرک علی اربعۃ انحاء الشرک فی الالوھیۃ والشرک فی وجوب الوجود والشرک فی التدبیر والشرک فی العبادۃ.(رسالہ نہایۃ الادراک امدادالفتاویٰ ص ۶/۸۶ . مطبوعہ زکریا دیوبند، وھو (ای الشرک الاکبر) شرک فی العبادۃ والتألہ وشرک فی الطاعۃ والانقیاد وشرک فی الایمان والقبول.(فتاویٰ ابن تیمیہ،ص ۹۷/ ۱، انواع الشرک ثلاثۃ، طبع المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

صفت احدیت

سوال:۔ اللّٰہ واحد فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ وسائر حقوق ربوبیتہ.

الجواب حامداًومصلیاً

هذا هو الحق.[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صفت قدرت

سوال:۔ القدرة على الخير والشر فوق الاسباب بمجرد تعلق الارادة به كلها هو للّٰه الواحد والقائل بذٰلک لغيره تعالىٰ نبياً كان اوولیا اوملكا مقرباً مشرک باللّٰه فی صفة القدرة ام لا؟

الجواب حامداًومصلیاً

''هذه الصفة مختصة باللّٰه تعالىٰ لاشريک له فيها احد''[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ (لاشريک له فی الالوهية ولانظيرلهٗ فی الربوبية فاللّٰه تعالىٰ واحد فی افعالهٗ وواحد فی ذاته وواحد فی صفاته) (ملخصاً فتح البيان ص ۳۲۶/ج ۱، سورة البقرة تحت آيت: ۱۶۳، مطبوعه المكتبة العصرية بيروت، روح المعانی ص ۴۴/ج ۲، مطبوعه دارالفكر بيروت)

ترجمہ سوال وجواب:۔سوال کیا اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات وافعال اوراپنے تمام حقوق ربوبیت میں اکیلا ہے۔

الجواب:۔یہی حق ہے۔ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا ہر شئی میں خدا ہے؟

سوال:۔ایک مسلمان کا اگر یہ عقیدہ ہو کہ خدا ہر شئی میں ہے حتی کہ بت بھی خدا کے غیر نہیں ہیں، کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شئی کو خدا کی مخلوق اعتقاد کرنا چاہئے، یہ عقیدہ کہ ہر شئی خدا ہے، حتی کہ بت بھی خدا کے غیر نہیں، یہ اسلامی عقیدہ نہیں، ایسا عقیدہ رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(حواشی صفحہ گذشتہ)

(ترجمہ سوال وجواب) سوال:- خیر وشر پر مافوق الاسباب پوری قدرت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، غیر اللہ کیلئے اسکا قائل اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت میں شریک کرنیوالا ہے یا نہیں؟ خواہ وہ غیر نبی ہو یا ولی یا مقرب فرشتہ؟

جواب:- یہ صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

[2] وصفاته كلها بخلاف المخلوقين يعلم لا كعلمنا ويقدر لا كقدرتنا. (شرح فقه اكبر ص۳۷، مطبوعه رحيميه ديوبند) وذا وصف الله تعالىٰ بها فهى نفى العجز عنه ومحال ان يوصف غير الله بالقدرة المطلقة. (المفردات فى غريب القرآن للامام الراغب، ص۴۰۳، التفسير الكبير ص۱/۲۱۸، سورۂ بقره آيت: ۲۲، مطبوعه دارالفكر بيروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] واذا بان واتضح بطلان الحلول والاتحاد وامتناعها على الذات فكذا على الصفات فرأس القائلين بها النصارى وبعض المنتسبين الى الاسلام كغلاة الشيعة (ملخصاً فتاوىٰ حديثيه ص۳۳۴، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، مطلب ما معنى التوحيد الصوفية الموهم للحلول الخ، فتاوى عزيزى ص۱/۴۱، مسئله وحدة الوجود الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند)

کیا ہر وقت دیدار خداوندی ہوسکتا ہے

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ مجھے ہر وقت ایسا دیدار رہتا ہے کہ بغیر اس کے میرا چلنا اور سکون مشکل ہے، اور یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں۔

در تو پھر ہی دیکھیں گے میں نے تجھ کو دیکھ لیا

اور نماز وغیرہ پڑھتے ہیں، اور لوگ ان کے مرید بھی ہیں، اس قسم کی باتوں سے عوام کے عقیدے خراب ہونے کا ڈر ہے، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً!

یہ تو ممکن ہے کہ کسی شخص کو ایسا استحضار حاصل ہو جائے کہ غفلت نہ ہو لیکن یہ دیکھنا ان آنکھوں سے دیکھنا نہیں ہے بلکہ دل میں یہ ایک تصور ہے، قرآن پاک میں ہے **"لاتدرکہ الابصار"**[1] یہ آنکھیں اس ذات پاک کا ادراک نہیں کرسکتیں، مگر جن کو یہ تصور حاصل ہو جاتا ہے وہ دعویٰ کرتے اور کہتے نہیں پھرا کرتے، اس سے عوام کے عقیدے خراب ہونے کا اندیشہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۱/۷/۸۷ھ

---

[1] سورہ انعام الایۃ ۱۰۳/ (**ترجمہ**) اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی۔ (بیان القرآن)

[2] (قال صاحب التعرف) من قال ذٰلک المقال لم یعرف اللّٰہ الملک المتعال ان صح عن احد دعوی نحوہ فیمکن تاویلہ بان غلبۃ الاحوال یجعل الغائب کالشاھد اذاکثر اشتغال الشئی بشئی واستحضارہ لہ یصیر کانہ حضر بین یدیہ (فتاویٰ مولینا عبدالحیؒ (اردو) ص ۸۲/ باب الشرک والبدعۃ، وبسط النقول فی ذٰلک عن منح الازھر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۵۰، بیان رویۃ اللّٰہ فی الدنیا، طبع بلال دیوبند، فتاوی حدیثیہ ص ۳۳۵، مطلب مامعنی توحید الصوفیۃ الخ، طبع بیروت.

خالق مخلوق بننے پر قادر ہے یا نہیں؟

سوال:۔خالق کسی بھی مخلوق کو جو چاہے بنادے، وہ خود بھی کوئی مخلوق بننے پر قادر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تمام مخلوق خدائے قادر مطلق کی پیدا کی ہوئی ہے[۱]، خالق کے متعلق یہ سوال کہ وہ خود بھی کوئی مخلوق بننے پر قادر ہے یا نہیں؟ بے محل سوال ہے، کیونکہ ہر مخلوق حادث وممکن ہے[۲]، اور خدائے پاک واجب وقدیم ہے[۳]، جس چیز کے تسلیم کرنے سے ذات وصفات خداوندی میں فرق آجائے وہ محال ہے، جیسے خالق کو مخلوق تسلیم کرنا، قدیم کو حادث تسلیم کرنا، واجب کو ممکن تسلیم کرنا، پس اس کا مخلوق بن جانا ممتنع بالذات اور محال ہے، کوئی ممتنع چیز باری تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں، وہ ہر محال سے منزہ وبرتر ہے، ایسی چیزوں کو اس کی طرف منسوب کرنا سخت گستاخی ہے[۴]۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ قال اللہ تعالیٰ "وخلق کل شئ فقدرہ تقدیرا" سورۂ فرقان آیت: ۲. "وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا" سورۂ بقرہ آیت: ۲۹.

۲ بجمیع اجزائہ من السمٰوات وما فیھا والارض وما علیھا محدث ای مخرج من العدم الی الوجود، شرح عقائد ص ۱۹، مطبوعہ دھلی.

۳ والمحالات معلومات لامقدورات اما عدم القدرۃ علی المحال فلیس نقصاً لان تعلق الارادۃ بہ محال (ملخصاً نبراس ص ۱۲۳، قبیل ولہ صفات، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

۴ حقیقۃ الشرک ان یعتقد انسان فی بعض المعظمین من الناس ان الاثار العجیبۃ الصادرۃ منہ انما صدرت لکونہ متصفا بصفۃ من الکمال ممالم یعھد فی جنس الانسان بل یختص بالواجب جل مجدہٗ (حجۃ اللّٰہ البالغہ ص ۶۰/ج ۱، باب اقسام الشرک، مطبوعہ مصر)

محال کے ساتھ ممکن ماننا

سوال:۔محال کے ساتھ ممکن ماننا گویا پھولوں کی خوشبو میں گھاس کو ماننا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ممکنات پر قادر ہونا صفت کمال ہے، عاجز ہونا نقص ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، محالات سے پاک ہونا صفت کمال ہے، محالات سے متصف ہونا نقص ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

امکان کذب

سوال:۔کیا موافق قول مولانا رشید احمد گنگوہیؒ صاحب فتاویٰ رشیدیہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے، آیا درست ہے، اگر درست ہے تو کیا خدا جھوٹ بولتا ہے، جو خدا جھوٹ بولنے کی طاقت رکھتا ہو تو کیا وہ جھوٹ نہیں بولتا، اگر بول سکتا ہے تو اگر خدا کہے کہ تم عبادت کرو، تمہارے لئے جنت ہے، اگر نہ کروگے تو دوزخ، تو کیا اس قول کو دونوں طرف سے ایک طرف محمول نہیں کرسکتے، اگر دونوں طرف یعنی صدق وکذب میں سے کسی پہلو کو لیا جاوے، تو کیا ایک طرف کذب نہیں آسکتا، اگر آسکتا ہے تو نعوذ باللہ خدا پر کذب کی نسبت صادق آتی ہے۔

---

[1] مثل العلم والقدرة فانها صفات كمال تدل المحدثات على ثبوتها واضدادها صفات نقصان لادلالة لها على ثبوتها. (شرح عقائد ص ۴۱/ملخصاً، مطبوعه دهلی)

واما عدم القدرة على المحال فليس نقصاً لان تعلق الارادة به محال فلا عجز (نبراس ص ۱۲۳، قبيل وله صفات، مطبوعه امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً

قدرت مستلزم صدور نہیں، کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے کذب چونکہ قبیح ہے، اس لئے اس کا صدور باری تعالیٰ سے نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوگا، جو شخص صدور کذب کا قائل ہے، وہ کافر ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے[1] لیکن صدور نہ ہونے سے قدرت کا سلب لازم نہیں آتا، اگر قدرت نہ مانی جائے، تو عجز لازم آتا ہے جو کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَئٍ قَدِیْرٌ"[2] کے خلاف ہے، قرآن شریف میں تعریف کے موقعہ پر فرمایا ہے "ومن اصدق من اللّٰہ قیلاً"[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدق کی ضد پر قدرت ضرور ہے، اور وہ کذب ہے کیونکہ اگر قدرت نہ ہوتو وہ صدق پر مجبور ہوگا، لہٰذا ایسی شئی بھی کچھ تعریف کے قابل ہوتی ہے کہ جس پر مجبور ہو اور اس کے خلاف پر قدرت نہ ہو، فعل قبیح تو قبیح ہوتا ہے، اور فعل قبیح پر قدرت قبیح نہیں ہوتی، اور یہ مسئلہ شرح مقاصد،[4] شرح مواقف،[5] تفسیر کبیر[6] شامی،[7] وغیرہ سب میں موجود ہے، جہد المقل[8] المہند[9] وغیرہ میں اس کو خوب بسط سے بیان کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالیٰ یکذب فھو کافر ملعون قطعاً ومخالف الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۰۸، کتاب العقائد، اللہ کی طرف بالفعل جھوٹ کی نسبت، مبوب بطرز جدید، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ سہارنپور)

[2] سورۂ بقرہ الایۃ ۲۰ / **ترجمہ**:- بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں (بیان القرآن)

[3] سورۂ نساء الایۃ ۱۲۲ /

ترجمہ:- اور خدا تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوگی۔ (بیان القرآن)

[4] المنکرون لشمول قدرتہ طوائف (الی قولہٖ) القائلون بانہ لایقدر علی الجھل والکذب والظلم (الی قولہٖ) والجواب لانسلم قبح الشئی بالنسبۃ الیہ (الی قولہٖ) ولوسلم فالقدرۃ علیہ لاتنافی امتناع صدورہ عنہ نظراً الی وجود الصارف وعدم الداعی وان کان ممکنا. (شرح مقاصد، ص ۳/۷۵، الفصل الثالث فی الصفات الوجودیۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مسئلہ امکان کذب اور فتح المبین میں تلبیس

سوال:۔ مارچ ۷۵ء میں مقام کوسیار میں علماء دیوبند وعلماء بریلوی میں مناظرہ ہوا، مخالفین کی طرف سے محمد حسن سنبھلی اور اپنی طرف سے مقامی علماء تھے، ہمارے علماء بوجوہِ چند جواب نہ دے سکے، اہم اعتراض ان کا امکان کذب تھا، حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ وقوعِ کذب ممتنع ہوگیا، حضرت شیخ الہندؒ نے ''جهد المقل''میں امکانِ کذب کو ثابت کیا ہے، براہین قاطعہ میں خلفِ وعد کو خلف وعید کی فرع لکھ کر امکانِ کذب کا اعتراف کیا ہے، دلائل سے قطع نظر مولانا عبدالعلی صاحب آسی مدارسی نے ایک کتاب (فتح المبین مع تنبیه الوهابيين) بجواب ظفر المبین لکھی تھی، مولانا آسی کی کتاب ۱۸۹۲ء میں بار دیگر طبع ہوئی، اس کتاب کا ایک ضخیم ضمیمہ ہے جس میں عقائد غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کو شمار کر کے اس کو رد کیا ہے غیر مقلد وہابیہ نجدیہ کا عقیدہ ہے کہ (خدا جھوٹ بول سکتا ہے) ان عقائد کے رد میں علماء دیوبند میں سے حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۵ ان عدم الوجوب مع الوقوع لايستلزم خلفاً ولا كذباً لايقال انه يستلزم جواز هما وهو ايضاً محال لانا نقول استحالته ممنوعة كيف وهما من الممكنات التى تشتملها قدرته تعالىٰ (شرح المواقف، ص ۸/۷۲، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

۶ راجع التفسير الكبير ج۲/ص۱۷/ ج۳/ص ۴۷۰/ ج۴/ص ۱۱۵/ ج۶/ص ۳۴۹/ تحت سوره مائده، تحت اذقال الحواريون ياعيسىٰ بن مريم هل يستطيع ربک الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۷ هل يجوز الخلف فى الوعيد فظاهر مافى المواقف والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازه شامى كراچى ج ۱/ص ۵۲۲/ والا شبه ترجح جواز الخلف فى الوعيد .....(شامى كراچى ج ۱/ص ۵۲۳/ باب صفة الصلاة، مطلب فى خلف الوعيد)

۸ جهد المقل ج ۱/ص ۴۱/ وراجع للبسط كله اوجله.

۹ المهند على المفند ص ۳۴-۴۳/

صاحبؒ، حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، کے دستخط ہیں، مہریں بھی ثبت ہیں، ان کے علاوہ علماء دہلی، لکھنؤ، کانپور، لدھیانہ، رامپور وغیرہ کے دستخط ہیں اور مہریں بھی ہیں، اس کے باوجود اکابرین دیوبند امکان کذب کے قائل ہیں، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ، جہد المقل، براہین قاطعہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، تو مولانا آسی مدراسی کی کتاب ''ضمیمہ فتح المبین مع تنبیہ الوھابیین'' میں ان حضرات کی تصدیقات اور دستخط ومواہر کیوں ثبت ہیں؟ اس کتاب میں غیر مقلدین وہابیہ کے عقیدے میں یا شیخ عبدالقادر'' شیئاً للّٰہ '' کو شرک کہنا اور اس کے عدم جواز کے قول کو ان ہی حضرات نے رد کر کے دستخط ومواہر ثبت کی ہیں، پھر راہ سنت اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ان چیزوں کو ناجائز کیوں لکھا گیا؟ مذکورہ بالا مناظرہ کے بعد تقریباً تیس میل تک عوام علمائے دیوبند کے عقائد سے متنفر ہو چکے ہیں، اس لئے آپ سے عرض ہے کہ علمائے دیوبند کے اقوال میں جو تعارض بلکہ خود اپنے اپنے قول کا رد ثابت ہو رہا ہے، اس کو نہایت سیر حاصل طور پر حل فرما کر ہمارے عوام کو بچائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

''الفتح المبین'' کو مبتدعین نے طبع کرایا اور ضمیمہ کا اضافہ کیا جو کہ مصنف الفتح المبین کا نہیں اور علماء کرام کے جو دستخط الفتح المبین کے آخر میں تھے، ان کو ضمیمہ کے ختم پر منتقل کر دیئے، تاکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ علمائے کرام اس ضمیمہ کے موافق اور مؤید ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کس قدر بڑی تلبیس اور فریب کاری ہے، جب مصنف الفتح المبین کو اس کی اطلاع ہوئی تو مصنف مرحوم ومغفور نے اطلاعِ عوام کے لئے اشتہار شائع کیا اور فریب کاری کو ظاہر کر کے اس سے اپنی پوری برأت کی چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اہل مطبع نے تمام دنیا کے رطب ویابس بدعات لکھ کر ان مہروں کو آخر میں لکھ دیا اور

اکثر بدعات ورسوماتِ مروجہ کی اباحت ومشروعیت اس میں درج کی ہے، میں بہ ہزار جان اس قسم کے عقائد واعمال سے بیزار ہوں، اور عرض کرتا ہوں کہ کوئی صاحب مواہر کو آخر ضمیمہ میں دیکھ کر یہ خیال نہ فرمائیں، کہ مؤلف کتاب اور علمائے دیوبند مصدقین ومصوبین کتاب موصوف ''الفتح المبین'' کل مندرجہ ضمیمہ کے قائل ہیں، حاشا ثم حاشا اہل مواہر وبندہ نحیف ایسی بدعات ورسومات نامشروع اوران پر مہر کرنے سے بری ہیں، کیونکہ اس ضمیمہ میں بہت سے مسائل بلا دلیل درج ہیں اور نہ قرآن شریف وحدیث شریف اور اقوال ائمہ مجتہدین سے انکا ثبوت ہے فقط رسوم اور بے اصل امور ہیں، ان کو داخل عبادت اور حسنات شرعیہ کرنا بڑی جہالت ہے، یہ صرف اہلِ مطبع کی چالاکی ہے کہ عوام کو دھوکہ دیکر بدعات ورسومات کو اس تدبیر سے رواج دیں ''واللّٰہ یحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون''[1] مجھ بندہ نحیف کو بوساطت جناب تقدس مآب مولانا قاری محمد قاسم صاحبؒ محدث نانوتویؒ وحضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری امطر اللہ علیہم شآبیب رضوانہ خاندان حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے علاقہ استناد ہے، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ، حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہم وارضاہم ان بزرگوں کے جو عقائد واعمال کہ ان کی تصانیف اور فتوؤں سے بخوبی واضح ہیں وہی عقائد واعمال اس بندہ نحیف کے تصور فرمائیں، بالجملہ سب حضرات متنبہ رہیں اور مضامین مندرجہ ضمیمہ سے مجھ نحیف اور جملہ علمائے حقانی کو بری رکھیں، اور خود ان عقائد واعمال سے حذر کریں، ورنہ بجائے نفع آخرت میں نقصان اٹھائیں گے، اور جن حضرات کے پاس کتاب ہٰذا موجود ہو وہ اشتہار ہٰذا اس کے آخر میں منضم کرلیں، اور جہاں کہیں کتاب کی خبر پائیں اشتہار کے پہنچانے میں کوشش بلیغ کریں، اور جو صاحب

---

[1] سورۂ انفال آیت: ۸.

پھر اس کتاب مذکور کے طبع کا قصد فرمائیں، مضامین زوائد مرقومہ ضمیمہ مذکور جو میرے نہیں ہیں خارج کر کے طبع کراویں یا مع اشتہار ہذا کے طبع کراویں تاکہ **عند اللّٰہ مأجور وعند الناس** مشکور ہوں، اور کوئی دھوکہ نہ کھاوے۔

کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں اشتہار اسی کتاب کے ساتھ موجود ہے، امید ہے کہ اہل علم حضرات اور اہل فہم عوام کی الجھنیں بڑی حد تک دور ہو جائیں گی، اور اب وہ الفتح المبین کے ضمیمہ کے مضامین کو نہ الفتح المبین کے مصنف کی طرف منسوب کریں گے، نہ ان اکابر علماء کی طرف منسوب کریں گے، جن کے دستخط کتاب ''الفتح المبین'' کے ختم ہونے کے بجائے ضمیمہ کا اضافہ کر کے ختم پر کر دیئے گئے، خدائے پاک ایسے دجل وفریب کرنے والوں کا انتظام فرمائے، دیانتداری وخوفِ آخرت ان کو عطا فرمائے۔

اب رہ گیا امکان کذب کا مسئلہ، تو یہ درحقیقت سیدھی سادی صاف بات کو بگاڑا گیا ہے جس سے مقصود عوام مسلمانوں کو دھوکا دیکر علماء حق سے بدظن وتنفر کرنا ہے، اصل مسئلہ توسیع قدرت کا ہے جس کا عنوان بگاڑ کر لوگوں کے سامنے وحشت ونفرت پھیلائی جاتی ہے، فتاویٰ رشیدیہ[1] قرآن محل، ص ۹۰ میں ہے ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے، معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے '' **قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اصدق من اللّٰہ قیلاً**''[2] جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماعِ امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں '' **تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً**''[3] البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے، کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون وہامان وابی لہب کو

---

[1] فتاوی رشیدیه ص ۲۰۸، کتاب العقائد، اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت، مکتبہ محمودیہ سہارنپور۔

[2] سورۂ نساء آیت: ۱۲۲، اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔ (بیان القرآن)

[3] یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے۔ (بیان القرآن)

قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے، اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دیدیوے عاجز نہیں ہوگیا، قادر ہے، اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا ''قال اللّٰہ تعالیٰ لو شئنا لاٰتینا کل نفس (الی قولہٖ) من الجنۃ والناس اجمعین''[1] اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو سب کو مومن کردیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں، وہ فاعل مختار ہے، فعّال لمایرید[2] ہے، یہ عقیدہ تمام علماءِ امت کا ہے، چنانچہ بیضاوی شریف[3] میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الخ لکھا ہے کہ:۔

عدم غفران شرک مقتضی وعید کا ہے، ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں، اور یہ ہے عبارت اسکی ''وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہٖ واللّٰہ اعلم بالصواب''[4]

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ

صفحہ ۲۰۴/ پر اس مسئلہ کو لکھ کر آخر میں تحریر فرمایا ہے اس کو اعداء نے دوسری طرح بیان کیا ہوگا۔[5] (براہین قاطعہ[6] اور جہد المقل[7] میں بھی یہی ہے)

---

[1] سورۂ سجدہ آیت: ۱۳، اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے، لیکن میری یہ بات محقق ہوچکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھر دونگا۔ (بیان القرآن)

[2] سورۂ بروج آیت: ۱۶، آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور پر کرسکتا ہے۔ (بیان القرآن)

[3] بیضاوی شریف ج ۲/ص ۳۸۵/ سورہ مائدہ. آیت: ۱۸.

[4] فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴.

[5] فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳.

[6] امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں چنانچہ ''ردالمحتار'' میں ہے ''ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہٖ لانہ لایعد نقصا بل جوداً وکرماً'' ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے (براھین قاطعہ ص ۶)

(حاشیہ نمبر: ۷/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اہل علم حضرات کے لئے اتنا کافی ہے عوام کو ان کے ذہن کی صلاحیت کے اعتبار سے خود سمجھا دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۵ھ

اللہ تعالیٰ حفاظت کرنا چاہیں تو دشمنوں کے بیچ میں حفاظت کریں، نہ چاہیں نہ کریں!

سوال:۔ اولیاء سے مانگنے سے متعلق آپ نے صحیح تحریر فرمایا کہ خدا سے مانگنا چاہئے، کوئی مسلمان اولیاء سے اگر یہ التجا کرے کہ اے حضرت فلاں ہم اللہ کے گنہگار بندے ہیں، ہماری رسائی ویسی نہیں ہے، جیسا کہ آپ کی ہے، چونکہ آپ اللہ کے ولی و برگزیدہ بندے ہیں، دعاء فرمایئے کہ ہمارا فلاں فلاں کام ہوجائے، حیدرآباد میں ایک درگاہ حضرت یوسفؒ کی ہے، مولانا مفتی صاحب یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں بغرضِ حاضری احاطۂ درگاہ میں قدم رکھتا ہوں تو میرے دل ودماغ کو ایک قسم کا سکون ملتا ہے، قلبی سکون حاصل کرنے کے لئے میں حاضر دربار ہوتا ہوں، اس سے میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ وہ ولی اللہ ہیں، اور اللہ کے خاص بندے ہیں، اوران کے دربار میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، جب کوئی انسان بلاقید مذہب وملت احاطۂ رحمت میں قدم رکھتا ہے تو ایک مسلمان کا ایمان یہ ہے کہ اس کے بلیات، بیماری ضرور دور ہوجاتی ہیں، اوراس کو قلبی اور دماغی سکون ملتا ہے، اور یہ کہ صرف

ے افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں۔(جهد المقل ص ۴۱/ ج ۱) "فعل قبيح بالنظر الى قدرة البارى ممکن ہے لیکن بالنظر الى الحكمة البته ممتنع وهو المقصود" اور فعل قبیح مذکور کے کذب کو شامل ہونا ایسا نہیں جسکا کوئی عاقل منصف منکر ہوجائے۔(جهد المقل ص ۷۸/ ج ۱/ طبع بلالی)

خدا تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے، نہ کہ بزرگ محترم کی دین، کوئی مسلمان اگر ایسے برگزیدہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ سے نگاہِ کرم کی بھیک مانگے تو کیا یہ مناسب نہیں؟ اگر پیر میں زخم آ جائے تو ایک ڈاکٹر جو کافر ہوتا ہے، اس کو بلواتے ہیں اور مرہم لگاتے ہیں، تو کیا اپنی مصیبت میں اگر ہم مدد کے لئے (غیر اللہ کا تصور کر کے) اگر ہم حضرت محمد ﷺ یا حضرت غوث پاک کا نام لیں اور ان کا ذکر کر کے حق تعالیٰ سے دعا کریں، تو کیا یہ مناسب نہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں حکم دیتا ہے کہ اے مومنو! تم ایک دوسرے کے مددگار بن جاؤ، جب اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کو مددگار بن جانے کا حکم دے رہا ہے، تو پھر ہم اپنی مدد کے لئے اگر بزرگانِ دین کو پکاریں تو جائز نہیں؟ اور ایک ڈاکٹر جو کافر ہے اس سے مصیبت میں مدد مانگتے ہیں، چونکہ مردہ مرتا نہیں زندہ رہتا ہے، خدائے پاک کی رحمت کا نزول اس بزرگ کے دربار میں ہوتا ہے اور ہم بلا قید مذہب وملت اس سے فیضیاب ہوتے ہیں، تو آیا یہ مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندوں پر بیشمار رحمت کی بارش ہوتی ہے، انکی قبر کے قریب پہنچ کر بے مثال سکون نصیب ہوتا ہے، اور ان کی قبر کے پاس اور انکے وسیلہ سے دعا خدائے پاک سے مانگی جائے، تو جلد قبول ہوتی ہے[1]۔ نیز انکی برکت سے اللہ پاک مصائب کو دور فرماتے ہیں، یہ دوسرے حضرات کا بھی تجربہ ہے، لیکن براہِ راست ان صاحب قبر بزرگ کو خطاب کر کے ان سے مانگنا اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے[2]۔

---

[1] وقد عدمن اٰداب الدعاء التوسل (شامی کراچی ص۳۹۷/ج۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

[2] اذاکان المطلوب منه (الدعاء) میتاً اوغائبا فلایستریب عالم انه غیر جائز وانه من البدع التی لم یفعلها احدمن السلف(روح المعانی ،ص۱۲۵/ج۶، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند، تحت قوله تعالیٰ "وابتغوا الیه الوسیلة" سورۂ مائده آیت:۳۵)

جو بات جس قدر ثابت ہے، اس کو تسلیم کیا جائے، جو ثابت نہ ہو اس سے پرہیز کیا جائے، جب تک آدمی اس دنیا میں زندہ ہے، اسکے احکام اور ہیں، جب اس کی وفات ہوگئی، اس کے احکام بھی اور ہوگئے، برزخ کے احکام کو دنیا کے احکام پر قیاس کرنا صحیح نہیں، بزرگانِ دین کو بھی وفات ہونے پر غسل وکفن دیکر نماز جنازہ پڑھ کر قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔

شریعت کا حکم ہے صحابہ کرام، اولیاء اللہ سب کیلئے یہی حکم ہے (شہید کو غسل نہیں دیا جاتا) وفات کے بعد مال بھی ترکہ میں تقسیم ہو جاتا ہے، بیوی بھی عدت گزار کر نکاحِ ثانی کی مختار ہوتی ہے، وفات سے قبل زندہ پر یہ حکم جاری نہیں ہوتا کسی زندہ ڈاکٹر کو آپ دفن کرنے کا حق نہیں رکھتے، دنیوی معاملے کافر کے ساتھ بھی کئے جاتے ہیں، حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی یہودی سے قرض لیا، اور اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھی ہے[1]۔

اسی طرح اگر آپ کسی کافر ڈاکٹر سے زخم کی دوا لیں شرعاً اجازت ہے، لیکن کسی بزرگ سے آپ ہی انکی قبر کے پاس جا کر زخم پر مرہم نہیں لگواتے، آپ ضرور بزرگانِ دین کے مزارِ مبارک پر جایئے اور موافق سنت ہر غلط کام سے بچ کر زیارت بھی کیجئے، ثواب بھی پہنچایئے، دعاء بھی اللہ تعالیٰ سے کیجئے[2]، اور اس طرح دعا بھی کر سکتے ہیں کہ یا اللہ اپنے مقبول بندوں کے

---

[1] وعن عائشة قالت اشترى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم طعاماً من يهودى الى اجل ورهنه درعاً له من حديد. متفق عليه (مشكوٰة ص ۲۵۰/ج ۱، باب السلم والرهن، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اُدھار غلّہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اسکے پاس رہن رکھی۔

[2] اذا زاره يقرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد ثلاث مرات ثم يدعو له ولا يمسحه ولايقبله فان ذالک من عادة النصارىٰ، المرقات ص:۴۰۷ ج:۲، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، مطبوعه بمبئى.

طفیل مجھ گنہگار کی دعا قبول کر، مصیبت کو[1] دور فرما، مگر براہِ راست ان بزرگ سے نہ مانگئے، یہی طریقہ سنت کے موافق ہے، اس میں ان بزرگ کے ساتھ عقیدت بھی صحیح طریقہ پر ہے، ان کا احترام بھی ہے، اتباع سنت بھی ہے، اس سے زائد طویل بحث میں نہ جائیے، حق تعالیٰ جل شانہٗ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت عجیب وغریب ہے، دشمن سے حفاظت کرنا چاہیں تو مکان کا محاصرہ ہونے کے باوجود پوری احتیاط کے ساتھ دشمن سے بچا کر مکہ معظّمہ سے بچالائیں، اور غارِ ثور میں بھی حفاظت فرمالیں، دشمن موجود ہے مگر دیکھ نہیں سکتا، دوسرا معاملہ فرمانا چاہیں تو غزوۂ احد میں سارا لشکر اور ہتھیار موجود رہتے ہوئے بھی، دندانِ مبارک شہید ہوجائے، سرِ مبارک بھی زخمی ہوجائے، حضرت زکریا علیہ السلام کو قوم نے پکڑنا چاہا مگر حفاظت کی گئی، قوم پکڑ نہیں سکی، ایک درخت میں امن دیدیا گیا، دوسرا معاملہ کرنا چاہا تو درخت کے اندر آرہ سے ذبح کرادیا گیا، غرض کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے کام میں کیا کیا راز ہیں۔

صاحب قبر بزرگ سے دعاء کی درخواست کرنا کہ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کردیجئے ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۹۵ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

قرآن افضل ہے یا سید

سوال:۔ ایک مولوی صاحب سے کسی نے شانِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ نازک ہے عام لوگوں کی

---

[1] ان التوسل بجاه غير النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بأس به ايضا ان كان المتوسل بجاهه مما علم ان له جاها عند الله تعالىٰ كالمقطوع بصلاحه وولايته الخ، روح المعانی ص ۱۲۸/۶، سورة المائدة، تحت قوله تعالىٰ "وابتغوا اليه الوسيلة الآية" مطبوعه مصطفائيه ديوبند.

فہم سے اوپر ہے، لیکن سائل ایک سید تھا جسکا یہ عقیدہ ہے کہ ہم قرآن شریف سے بوجہ اولاد ہونے بی بی فاطمہؓ کے افضل ہیں، لہٰذا ہم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں، مولوی صاحب نے عظمت قرآن شریف میں فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "**لا یمسہ ال االمطھرون**" اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگانا حالت جنابت اور وضو نہ ہونے میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا آنحضور ﷺ کو اتنا احترام تھا، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض جہلاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا مولوی صاحب واجب القتل ہے، والد نے اپنے بیٹے کو تنبیہ کی کہ مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے تم نماز پڑھا کرو، اسنے جواب دیا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور آپکی اس بارے میں میرے اوپر اطاعت کوئی ضروری نہیں اور قیامت میں میری اس نافرمانی کا اجر ملیگا، نہ کہ گناہ، آیا والد صاحب کی اطاعت ضروری ہے یا مرشد بریلوی کی؟ جواب مدلل ہو اور مسئلہ کی پوری تحقیق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جاہل سید کا یہ مقولہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے، شریعت غرّاء کی پابندی خود بی بی فاطمہؓ اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضروری تھی[1]، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرے (**اعاذنا اللّٰہ منھا**) تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔[2]

پھر حضرت بی بی فاطمہؓ کی اولاد پر شریعت کی پابندی کیسے ضروری نہیں ہوگی۔

---

[1] **وأمر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا، سورۂ طه آیت: ۱۳۳ ترجمہ**:-اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

[2] **فی حدیث عائشة وایم اللّٰہ لوان فاطمة بنت محمدسرقت لقطعت یدھا متفق علیه.**
(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱۴/۲، باب الشفاعة فی الحدود، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)
ترجمہ:-حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث شریف میں ہے قسم بخدا اگر فاطمہؓ بنت محمد (اعاذہا اللہ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہوتھ کاٹتا۔

حضور اکرم ﷺ اور قرآن پاک میں تقابل کا مسئلہ واقعۃً نازک ہے ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں، سعایہ شرح وقایہ میں اس پر کلام کیا ہے[1]۔

جو امور موافقِ شرع ہوں انمیں باپ کی اطاعت کرنی چاہئے، خلافِ شرع امور میں اطاعت جائز نہیں "**لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**، الحديث[2]"، مسئلہ مذکورہ میں عظمت قرآن شریف کے متعلق مولوی صاحب کا جواب اور عقیدہ صحیح ہے، اور ایسے شخص کو واجب القتل قرار دینا عناد اور عصبیت ہے، لڑکے کا اپنے والد کو جواب مذکور دینا غلط ہے، اسکو اس معاملہ میں والد کی اطاعت کرنی چاہئے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اقبال کے اشعار پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال:۔ شرعاً ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، جسکے اشعار درج ذیل ہیں:؟

شعر:۔ زمن بر صوفی و ملّا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را (اقبالؔ)

اشعار مذکورہ پر ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ شاعر نے خدا پر جہل ثابت کیا ہے، اور

---

[1] ان القرآن افضل مستنداً بان القرآن قديم والذات المحمدية حادثة والقديم افضل وبان القرآن صفة اللّٰه تعالىٰ واللّٰه تعالىٰ بجميع صفاته افضل مماعداه الخ (السعايه فی كشف مافی شرح الوقاية ص۴۴۳/ج ۱) احكام الأسار، طبع سهيل اكيڈمی لاهور)

[2] راجع حديث النواس بن سمعان مرفوعاً (مشكوٰة ص ۲/۳۲۱/باب الامارة، طبعه ياسر نديم ديوبند، شرح السنة ص۶/۳۵، كتاب الامارة والقضاء، باب الطاعة فی المعروف، مطبوعه مكتبه تجاريه مصطفى احمد الباز) **ترجمہ**:- خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

علمائے امت وصوفیائے عظام حتیٰ کہ صحابۂ کرام پر طنز کیا ہے، تفصیل اسکی مندرجہ ذیل ہے

اوّل تحقیق لفظی معلوم کی جائے، قولہ، صوفی معنی اہل اللہ، ولی اللہ، ملاّ، عالم جید ومتبحر کو کہتے ہیں، حیرت، معنی تعجب خیز اور حیرت اس چیز پر ہوتی ہے جس کا علم قبل از وجود اس چیز کے نہ ہو، مثلاً ''مارکونی'' نے ریڈیو ایجاد کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈالدیا تھا، چونکہ قبل از وجود ایجاد اس کے لوگ بے خبر تھے، اور اب ریڈیو کا علم لوگوں کو ہوگیا ہے، لہٰذا اب کسی کو بھی اس کا نام سن کر یا اسے دیکھ کر حیرت نہیں ہوتی۔

قولہ :- درحیرت انداخت مارا الخ۔ اور اللہ جل شانہ کی صفت علاّم الغیوب ہے ،قرآن وحدیث شاہد بیّن ہیں، اس کا کل علم ازلی وابدی ہے، نہ کسبی، جملہ اشیاء اگرچہ خرد ترین ہو اس کے علم محیط میں ہے ''کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ الخ پس خدا کو حیرت میں ڈالنا چہ معنی دارد۔

حاصل کلام :- شاعر نے خدا پر جہل ثابت کیا ہے اور خدا کے علم ازلی وابدی کو کسبی ثابت کیا ہے، ورنہ درحیرت انداخت، کوئی معنی نہیں رکھتا، جو اہل علم پر اظہر من الشّمس ہے، جہل باری تعالیٰ ممتنع بالذات ہے، جہل عیب ہے، اور خداوند قدوس جملہ عیوب سے منزہ ومبرأ ہے، اس کی ذات بے چون وچرا ہے اور عیبی خدا نہیں بن سکتا اور نہ اس کے لائق ہوسکتا ہے، پس وہ خدا خدا نہ رہا جس میں عیب ہو وہ مشابہ مخلوق کے ہوگیا، جو حادث اور ممکن ہے ''وَصِفَاتُہٗ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِنْ کُلِّ عُیُوبٍ'' اور خدا پر جہل کا تھوپنا اسی کا نام دہریت ہے اور ایسی دہریت کی بناء پر حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالحق صاحب دہلویؒ نے سرسید احمد خاں کے اقوال وعقائد وتحریرات کے خلاف ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اور اس میں علماء محققین ہند کا تصدیق شدہ فتویٰ بھی درج کردیا ہے ''اِنْ شِئْتَ فَارْجِعْ اِلَیْہِ وَجَدْتَ کَمَا کَتَبْنَا'' اگر کوئی کہے کہ شاعر نے اس زمانہ کے صوفی وملاّ کو کہا ہے سو یہ غلط ہے'' قولہ گفتند مارا'' اپنے مشائخ جن کے ذریعہ پیغام خدا سنا تھا، ان پر طنز کیا ہے، ان مشائخ نے پیغام خدا یعنی قرآن

مجید میں کوئی ترمیم وتاویل کی ہے، کیاان لوگوں نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی ردوبدل کیا ہے؟ حاشا وکلاّ، ہرگز نہیں کیا اسے بالفرض والمحال تسلیم کرلیا جائے، تو قرآن کلام اللہ، کلام اللہ نہ رہا، بقول روافض ''بیاضِ عثمانی'' ہے اورخدا کا دعویٰ غلط ہوگیا، قولہ تعالیٰ ''اِنَّـانَحْنُ نَزَّلْنَا الذِکْرَ وَاِنَّالَهٗ لَحَافِظُوْن'' (ہم نے قرآن کونازل کیا ہےاورہم اس کے محافظ ہیں) بیان القرآن۔

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، صوفی وملاّ ان کومورد الزام کیونکر گردانا جائے، ان حضرات نے تو بسلسلہ علماء ثقہ ودیندار از صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اخذ کیا ہے، بلاترمیم وتنسیخ اوراس کے مطابق خود عمل کرتے اورعمل کراتے ہیں، مثلاً طلاق ثلاثہ بیک وقت ایک مجلس میں دینے سے وہ طلاق مغلظہ ہوجاتی ہے، حالانکہ درزمانہ خیرالقرون صلی اللہ علیہ وسلم تابدوسال خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک طلاق سمجھی جاتی تھی، بعدازیں حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کے اصرار پر تین طلاق بیک وقت کو طلاق مغلظہ قرار دیا (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۷۷) اوراسی قول عمر رضی اللہ عنہ پر تاایں دم علماء عظام ومفتیان کرام عمل کررہے ہیں، سو یہ الزام تاویل حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہوا یا متبعین ومقلدین مؤخرین پر ہوا۔

(۲) ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی مقام پر بھیجا تھا، چونکہ زمانہ پُرخطر تھا آپ نے فرمادیا تھا کہ فلاں مقام پر جب پہنچو تو وہاں عصر کی نماز نہ پڑھنا تاکہ دن کے اندر اندر مقام مقصود پر پہنچ جاؤ، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مقام پر پہنچے دن کافی باقی تھا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقصد کلام سمجھ کر وہاں عصر کی نماز ادا کی اور بعضوں نے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے وہاں پر عصر کی نماز نہیں ادا کی جب یہ حضرات واپس ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں واقعہ مذکورہ پیش کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بھی اثبات کی دلیل ہے۔

(۳) اذان ثانی بروز جمعہ درزمانہ خیرالقرون تاعہد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہیں تھی، یہ

اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رائج کی ہے، وغیرہ وغیرہ کتب حدیث میں مرقوم ہے، حاصل کلام موردالزام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوئے، نہ کہ ناقلین وعاملین فافہم اب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(الفصل الثالث مشکوٰۃ شریف)

(۱) عَنْ عَبْدِاللّٰہ بْن مُغفلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اللّٰہ اللّٰہ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذانِیْ فَقَدْ اٰذیَ اللّٰہَ وَمَنْ اٰذی اللّٰہ فَیُوْشک اَنْ یَأخُذَہٗ[1] (رواہ الترمذی)

(۲) عَنْ ابْن عُمرؓ قَالَ سَمِعْتُ رسو ل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذَارأیتُم الَّذِیْن یَسبونَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوا لَعْنَۃُ اللّٰہ عَلٰی شَرِّکُمْ[2] (ترمذی)

(۳) عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ اللّٰہ الی یامحمد(صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم)ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقویٰ من بعض ولکل نورمن اخذ بشئی مماھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدیً

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴/ **ترجمہ**:- رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا میرے بعد ان کو نشانہ مت بنالینا، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کے سبب ہی ان سے محبت کی جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کے سبب ہی بغض رکھا، جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی، اور جس نے اللہ کو ایذا پہنچائی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے (ہلاک فرمادے)

[2] ایضاً **ترجمہ**:- رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

وقال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتد یتم اھتدیتم۔[۱] (رواہ رزین)

دوسرا جواب یا شاعر کا طنز ائمہ اربعہ پر ہے، ان کے مسلک میں اختلاف کثیر پائے جاتے ہیں، ان حضرات نے بھی بسند صحیح از صحابہ نقل کیا ہے، سوان پر اعتراض کرنا صحابہ کرامؓ پر اعتراض کرنا ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے "**الذی لایخفی علی اھل العلم، بینوا فجزاکم اللّٰہ اجراً جزیلاً**"۔

الجواب حامداً ومصلیاً

"**بعون الملک الوھاب مبسملا ومحمدا ومصلیا ومسلماً**" شعراء عام طور پر حدود شرع کی رعایت نہیں کرتے، بلکہ تجاوز کر جاتے ہیں، بسا اوقات ان کا کلام جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے، اس کے باوجود مستحق داد قرار دیئے جاتے ہیں۔

شعر:- در شعر مپیچ و در فن او..... چوں اکذب اوست احسن او[۲]

مبالغہ ان کے کلام میں حد غلو وافتراء تک پہنچ جاتا ہے، استعارات بعیدہ استعمال کرتے ہیں، حقیقت کم ہوتی ہے، مجاز زیادہ ہوتا ہے، تخیلات وتوہمات پر کلام کی بناء رکھتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو آسمان سے اوپر تک پہنچا دیتے ہیں، ہجو کرتے ہیں تو تحت

---

[۱] **ترجمہ**:- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی، اے محمد ﷺ تیرے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کے درجہ میں ہیں بعض ان میں سے بعض سے قوی ہیں، اور ہر ایک کیلئے روشنی ہے، جس نے انکے اختلاف میں سے جس طریق کو بھی اختیار کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے، اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرلوگے ہدایت پا جاؤ گے۔

[۲] شعر اور اس کے فن میں مشغول مت ہو، چونکہ جس شعر میں جتنا جھوٹ ہوگا وہ اتنا ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے، (گویا شعر میں حسن ہی جھوٹ سے پیدا ہوتا ہے ۱۲۔

الثریٰ لیجا کر ڈالتے ہیں، طعن وطنز تو ان کا شب وروز کا مشغلہ بلکہ سخن تکیہ ہوتا ہے اس میں کسی بڑی سے بڑی ہستی پر پھبتیاں کسنے میں بھی باک نہیں ہوتا، مخلوق سے گذر کر خالق جل مجدہٗ کو بھی نشانۂ ملامت بنالیتے ہیں۔

الغرض" فِـی کُـلِّ وَادٍ یَّهِیْـمُـوْنَ[1] الا ماشاء اللہ کہ بعض کا کلام حقیقت، حکمت، معرفت ہوتا ہے۔

تـغـیـیـر مـنـکـر (اگر چہ کلام میں ہو) لازم ہے (اگر چہ کلام سے ہو) وقت ضرورت نکیر کے ساتھ تغییر بھی لازم ہوجاتی ہے، لیکن تکفیر مسلم سے "**مهـما امکن کف لسان وقلم**" ضروری ہے ایک کلام میں اگر سو احتمالات ہوں جن میں سے ۹۹ / احتمالات کی بناء پر کفر ثابت ہوتا ہو، اور ایک احتمال کی بناء پر اسلام ثابت ہوتا ہو تو مفتی مامور ہے کہ اسلام باقی رکھنے والے احتمال کو اختیار کرے، کفر کا فتویٰ نہ دے، ہاں اگر قائل کا مقصود ہی کفر ہے تو پھر تاویل مفتی نافع نہ ہوگی۔[2] اور جو شخص ضلالت وغوایت کا داعی ہو اس پر فتویٰ بھی سخت ہے اور اس کی تعزیز بھی شدید ہے، یہ امر بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ ایک چیز تو لزوم کفر ہے، اور دوسری چیز التزام کفر ہے، فتویٰ تکفیر دوسری چیز پر ہوگا پہلی چیز پر نہیں۔[3]

اللہ رب العزت نے اس دین اسلام کو کامل فرمانیکا اظہار واعلان قرآن مبین میں

---

[1] سورہ شعراء آیت: ۲۲۵ / **ترجمہ**:- ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں (بیان القرآن)

[2] وقد ذکرانه ان کان فی المسئلة تسعة وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد لغیر الکفر فعلی المفتی ان یمیل الی عدم الکفر تحسیناً للظن بالمسلم وانه لاترجیح بکثرة الادلة عندنا و لم ینفعه فتوی المفتی عندنیة الوجه الذی یوجب (البریقة المحمودیة فی شرح الطریقة المحمدیة ص ۸۶ / ج ۲ / وشرح الفقه الاکبر ص ۲۳۷ / مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] والحاصل فی مسألة اللزوم والالتزام ان من لزم من رأیه کفر فهولیس بکافر (اکفار الملحدین ص ۷۳ / تحقیق ان لازم المذهب الصریح البین الخ، فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۱۲۲ / ۱، بیان لزوم الکفر والتزام آن. مطبوعه رحیمیه دیوبند.

فرمادیا ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ''[۱] حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ پر اعتماد فرما کر دین ان کے حوالہ فرمادیا، ایک ایک چیز کی تبلیغ کردی، تفہیم کردی پھر اس کو دوسروں تک پہنچانے کا انکو ذمہ دار بنایا ''الافلیبلغ الشاھدمنکم الغائب''[۲] (الحدیث)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے اعتمادی کرنا، ان کی نقل دین اور فہم دین پر تخریبی تنقید کر کے ان سے بے نیاز ہو کر خود دین کی تشریح کرنا بڑے درجہ کی گمراہی اور بددینی ہے، بلکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے کہ جن کے مقدس نفوس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرما کر ان کو دین کا امین قرار دیا ہے، ان سے بے اعتمادی انکی تخریب ہے جس کا انجام دین سے محرومی ہے اور ایسے لوگ خدا اور رسول کے باغی ہیں، کسی مسلم سے سوء ظن قائم کرنے کے لئے دلیل قوی درکار ہے حسن ظن قائم کرنے کے لئے سوء ظن کی دلیل نہ ہونا بھی کافی ہے، کسی مصنف کے مجمل کلام کے لئے بہترین تشریح وہ ہے جو اسی کے کلام سے کی جائے، ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے کلام میں خود اس کی طرف سے تشریح کی گئی ہو، اس کے مجمل کلام کو اس تشریح کے خلاف محمل پر حمل کرنا درست نہیں مصنف کی زندگی کا عمل اس کے کلام کی شرح کے لئے عمدہ مشعل ہے جب کہ خود اس کے کلام سے شرح نہ کی جاسکے۔

یہ چند امور بطور تمہید کے ذہن نشین کرنے کے بعد اصل سوال کا جواب ملاحظہ کریں قرآن کریم میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ وہ

---

[۱] آج کے دن تمہارے لئے دین کو میں نے کامل کردیا، سورہ مائدۃ آیت ۳.

[۲] خبردار پس پہنچادیوے حاضر تم میں سے غائب کو ۱۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۶۲/ج۳. رقم الحدیث: ۳۳۵۱، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، راجع صحیح البخاری ص ۱۶/ج ۱/ باب العلم قبل القول، مطبوعہ اشرفی دیوبند، والصحیح لمسلم ص ۶۰/ج ۲. کتاب القسامۃ الخ، باب تغلیظ تحریم الدماء الخ، مطبوعہ سہانپور، وکنزالعمال ص ۱۲۷/۵، ومشکوٰۃ المصابیح ص ۲۳۳/ باب خطبۃ یوم النحر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، لیس فی احدی الطرق ذکر بھذہ الالفاظ بل بتصرف یسیر ۱۲.

بظاہر صفات انسانیہ میں سے ہیں جیسے نسیان وغیرہ۔

"فالیوم ننساھم کمانسوا[۱] فذوقوا بمانسیتم لقاء یومکم ھذا انانسینکم[۲] انھم یکیدون کیداً واکید کیداً[۳] ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین[۴]. انما نحن مستھزء ون اللّٰہ یستھزئ بھم[۵] یہ بلاغت کلام کا ایک مقام ہے اور فن بدیع کی ایک صنعت ہے جس کو صنعت مشاکلت کہتے ہیں[۶]۔ ایسے مقام پر ان الفاظ کے ظاہری وعمومی متبادر ومتعارف معانی مراد نہیں ہوتے جیسا کہ آیات مذکورہ کی تفسیر سے ظاہر ہے "ولا یخفی علیٰ امثالکم"، معترض صاحب نے حیرت کو تعجب کے معنی میں لے کر اعتراض واشکال کیا ہے کہ یہ خدائے پاک وملائکہ کرام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے، حالانکہ عجب (ع، ج، ب) کی اسناد حدیث پاک میں اللہ جل شانہٗ کی طرف کی گئی ہے، (عجب) ربک من الذین یساقون الیٰ الجنۃ فی السلاسل ای عظم عندہ وکبر لدیہ اعلم اللّٰہ تعالیٰ انہ انما یتعجب الاٰدمی مما عظم عندہ وخفی سببہ علیہ فاخبر ھم

---

۱ سورۃ الاعراف الآیۃ ۵۱/ **ترجمہ**: سو ہم بھی آج کے روز انکا نام نہ لینگے جیسا انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا (بیان القرآن)

۲ سورۃ سجدہ الآیۃ ۱۴/ **ترجمہ**: -تو اب اسکا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے ہم تم کو بھول گئے۔

۳ سورۃ طارق الآیۃ ۱۶/ **ترجمہ**: -یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں، اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں (بیان القرآن)

۴ سورۃ آل عمران آیت ۵۴/ **ترجمہ**: ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنیوالوں سے اچھے ہیں (بیان القرآن)

۵ سورۃ بقرہ آیت: ۱۵/ **ترجمہ**: -ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں، ان کے ساتھ (بیان القرآن)

۶ المشاکلۃ وھی ذکر الشئ بلفظ غیرہ اووقوعہ فی صحبتہ (مختصر المعانی، ص ۴۵۱/ شروح التلخیص ص ۳۰۹/ ج ۴.

بمایعرفون لیعلموا موقعها عنده وقیل معناه رضی واثاب مجازاً ومنه ح، (عجب) ربک من شاب لیست له صبوة وح (عجب) ربکم من الّکم وقنوطکم اھ مجمع بحارالانوار[1]، ج ۳/ص ۵۲۰) اور بھی متعدد مواقع پر لفظ عجب کا تذکرہ آیا ہے جس کی تشریح شراح حدیث نے کی ہے، صاحب مجمع البحار نے بھی ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں لہٰذا اس لفظ کی وجہ سے مسلمان کو ایمان سے خارج کرنیکی کوشش نہ کیجائے، فقط **واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضیٰ**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آستین براوکشیدہ ہمچومکار آمدی کا پڑھنا

سوال:۔ شعر:۔

آستین براوکشیدہ ہمچومکار آمدی
باخودی خود دوتماشا سوئے بازار آمدی

اس طرح کے اشعار کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص اسکا صحیح مطلب سمجھتا ہو اس کو پڑھنا اور سننا درست ہے، ظاہری مطلب لے کر خدائے پاک کو خطاب کر کے پڑھنے کی اجازت نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مجمع بحارالانوار ص: ۵۲۶، ج:۳، باب العین مع الجین، عجب، مطبوعه دارالایمان مدینه منوره.

ترجمہ شعر:- تو اس پر آستین کو پھیلائے ہوئے مکار کی طرح آیا، اپنے خودی کے ساتھ تماشائی بن کر بازار کی جانب آیا۔ (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جو چاہے دکھلا دے عقیدہ پر اشکال مع جواب

سوال:۔اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے اور جہاں چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کردے، یا جو چاہے دکھلا دے، اس کے دلائل قرآن وحدیث میں کیا ہیں؟ ان دونوں سوالوں کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کا قادر مطلق ہونا ہی کافی ہے، مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں، دلیل طلب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا قادر مطلق ہونا تسلیم نہیں یا اس میں شبہ ہے، لیلۃ المعراج کا واقعہ کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت[1] سب آسمانوں پر تشریف لیجانا، وہاں انبیاء سے انکے مقامات پر ملاقات[2] جنت دوزخ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] لاتقولوا راعنا الاية فی هذه الآية دليلان احدهما على تجنب الالفاظ المحتملة فيها التعريض للتنقيص والغض الخ تفسير قرطبی ص ۵۶/۱، جزء۲، (مطبوعه دارالفكر بيروت، سورة البقرة تحت آيت ۱۰۴)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فی حديث ابی هريرة فی الاسراء فحانت الصلوٰة فَاَمَمْتُهُمْ (مشكوٰة شريف ص ۵۳۰، باب فی المعراج، مطبوعه ياسر نديم)

[2] راجع الحديث الطويل عن ابی ذر رضی الله عنه مرفوعاً قلت لجبرئيل من هذا قال آدم الى اخره (مشكوٰة شريف ص ۵۲۹/ باب المعراج، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص: ۱/۴۷۱/ كتاب الانبياء، باب ذكر ادريس الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۹۳/ ج ۱، باب الاسراء، مطبوعه رشيديه دهلی)

کا معائنہ ہی بڑا واقعہ ہے جس سے مسئلہ خوب واضح ہو جاتا ہے[۱]۔ نیز جب واقعہ معراج بیان فرمایا تو مشرکین نے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کے ستون وغیرہ کی تعداد دریافت کی، اس وقت وہ مسجد سامنے کر دی گئی، آپ اسکو دیکھ دیکھ کر جوابات عنایت فرماتے تھے[۲]۔ نیز نجاشی کے انتقال پر جنازہ سامنے کر دیا گیا، حجابات اٹھا دیئے گئے، اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی[۳]۔ نیز غزوۂ موتہ کا میدان سامنے کر دیا گیا، اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ فلاں شخص نے جھنڈا لیا وہ شہید ہو گیا، پھر فلاں نے لیا وہ شہید ہو گیا، پھر فلاں نے لیا وہ شہید ہو گیا، پھر فلاں نے لیا تب فتح ہوئی اور آپکی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے[۴]۔ یہ بھی فرمایا کہ فلاں شخص کو دو باز وعطا ہوئے

---

[۱] مذکورہ بالا متفق علیہ حدیث میں ہے۔ ثم اُدْخِلْتُ الجنة مشکوٰة شریف، ص ۵۲۹) ثم انی رُفِعْتُ الی الجنة ثم عُرِضْتُ علی النار (ملخصاً تفسیر ابن کثیر ص ۲۲/ج۳، سورة الاسراء، روایة ابی سعید بن مالک بن سنان الخدری، مطبوعه تجاریة مصطفی احمد الباز مکه مکرمه)

[۲] فی حدیث جابر مرفوعاً لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللّٰه لی بیت المقدس فطفقت اخبرهم عن اٰیاته وانا انظر الیه متفق علیه (مشکوٰة ص ۵۳۰/ باب فی المعراج، بخاری ص ۵۴۸/۱، باب حدیث الاسراء باب بنیان الکعبة، مسلم ص ۹۶/۱، باب الاسراء، مطبوعه دیوبند)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے جب قریش نے میری تکذیب کر دی میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو ظاہر فرما دیا میں ان کو اس کو دیکھ دیکھ کر خبر دینے لگا۔

[۳] عن ابن عباس قال کشف للنبی صلّی اللّٰه علیه وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰهٗ صلّی اللّٰه علیه وسلّم (مرقاة ص ۲/۳۵۵، باب الجنائز، مطبوعه بمبئی، وکذافی فیض الباری ج۲، ص ۴۷۰/ کتاب الجنائز، باب صفوف الصبیان مع الرجال، مطبوعه خضر دیوبند)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے لئے ظاہر کر دیا گیا حتی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا۔

[۴] عن انس ان النبی ﷺ نعیٰ زیداً وجعفراً وابن رواحة للناس قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناه تذر فان (بخاری ص ۶۱۱/ج۲/باب غزوة موتة، مطبوعه دیوبند)

(حدیث مذکور کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور وہ ملائکہ کے ساتھ اُڑتا ہوا جارہا ہے۔[1]

غرض بے شمار واقعات بطور شواہد موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۲ھ

اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگانا

سوال:۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ میں نے چند مسلمانوں کی زبانوں یہ سنا کہ موسیٰؑ کو طور پر حکم ہوا تھا کہ تم دنیا میں جاؤ، جو سب سے گندی چیز ہے اس کو لاؤ، وہ دنیا میں آئے اور ایک کتا مرا پڑا تھا جس میں زیادہ تیز تعفن آرہا تھا، اسکو اٹھا کر لے گئے، یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی، اب آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب عنایت فرمائیں، اس کے علاوہ مع حوالہ تحریر ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ قرآن شریف یا اور کسی دینی معتبر کتاب میں موجود نہیں، حدیث شریف کی بھی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت کی خبر لوگوں کو دی، ان کی موت کی خبر آنے سے قبل اور فرمایا زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے، پھر جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہؓ نے لیا اور وہ شہید ہو گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت جعفر بن ابی طالب فی الجنة ذاجنا حین یطیر حیث شاء، طبرانی ص:۳۱۳، ج:۱۱، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، رقم الحدیث:۱۲۱۱۲، مجمع الزوائد ص ۹/۴۴۴، مطبوعه دارالفکر بیروت، رقم الحدیث (۱۵۴۹۷)، باب مناقب جعفر بن ابی طالب.**

ترجمہ:۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر بن ابی طالبؓ کو جنت میں دیکھا ان کے دو پر ہیں جن سے جہاں چاہتے ہیں اڑ کر جاتے ہیں۔

کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا، اور عقل سے بھی یہ فیصلہ غلط معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ گندی چیز سے خوش نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو پاک صاف اچھے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں[۱]۔

اگر کسی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے تو شاید یہ اسرائیلیات یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں سے نقل کیا ہوگا، اور ان کی کتابیں جھوٹ سے بھری ہوئی ہیں، جب تک ہماری شریعت ان کی تصدیق نہ کرے وہ قابل اعتماد نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۸/۴/۵۸ھ

not found.

---

[۱] فی حدیث سعید بن المسیب ان اللّٰہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافة رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ۳۸۵/ج۲/ باب الترجل، وراجع مشکوٰۃ ص ۲۴۱/ج ۱/ عن مسلم. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- ابن مسیّب کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے، ستھرا ہے، ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔

[۲] الاحادیث الاسرائیلة تذکر للاستشهاد لاللاعتضاد فانها علی ثلاثة اقسام الثانی ماعلمنا کذبه مماعندنا ممایخالفه (ملخصاً تفسیر ابن کثیر ص۸/ج ۱/ مکتبه التجاریة مصطفی احمد الباز مکة المکرمه)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

﴿شرک وکفر کا بیان﴾

شرک کی تفصیل

سوال:۔شرک کے معنی کیا ہیں؟ خدا کے بیٹا پوتا یا ایک خدا کے بجائے دوخدا ماننا ہے؟ یا اسکے علاوہ اور کچھ باتیں شرک کی ہیں؟ یا پھرکون کون باتیں شرک کی ہیں؟ بالتفصیل تحریرفرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

خدائے پاک اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے،اس کے مثل اورکوئی ذات ماننا یہ شرک ہے اس کی صفات کے مثل کسی میں صفات ماننا یہ شرک ہے جوکام صرف اس کیلئے کئے جائیں، وہ کسی اور کے لئے کرنا شرک ہے، مرادیں صرف اسی سے مانگی جاتی ہیں کسی اور سے مانگنا شرک ہے[1]۔بہشتی زیور میں بہت سی مثالیں اس کی موجود ہیں،خدا کا بیٹا پوتا ماننا، یا ایک خدا

[1] والٰھکم اله واحدروح المعانی میں ھے الواحد ھنا بمعنی لانظیرله ولاشبیه فی ذاته ولافی صفاته ولا فی افعاله. (روح المعانی ص۲/۴۴، سورة البقرة تحت آیت:۱۶۳، مطبوعه دارالفکر بیروت، د قائق التفسیر ص۱/۵۵، مذهبه فی التوحید، مطبوعه مؤسسة علوم القرآن دمشق)

کے بجائے دو یا زیادہ خدا ماننا یہ بھی شرک ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۹ھ

کفریہ عقائد واعمال

سوال:۔ ہمارے رشتہ دار یعنی خاص میرے خسر ساس کافروں اور مشرکوں کی رسم کرتے ہیں، یہ تیوہار کرتے ہیں۔

دوج، تیج، اٹھم، نومی، ہولی، دیوالی وغیرہ ان کو بھی پوجتے ہیں، بھوائی سیلہ اور ماموں علی بخش گنگوالا یہ ان کے خدا ہیں، اور کافروں کی طرح خدا کو گالیاں دیتے ہیں، رسول کو وہ جانتے بھی نہیں، اور جو کوستے ہیں اپنے بچوں کو یا کسی کو یوں کہتے ہیں: کہ تیرے ماں میں دیوی بڑ جا، تجھے دیوی توڑے، اور جو ان کے یہاں بیمار ہو جاتا ہے، تو جنگل میں شکرانی صنہک دے کر آتے ہیں، بیمار اچھا ہونے کے واسطے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے، اس سے میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگوں کو اول نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ یہ عقائد اسلام کے خلاف ہیں، ان عقائد سے آدمی مسلمان نہیں رہتا، بلکہ مشرک اور کافر ہو جاتا ہے[2]، اور جس طرح بھی ممکن ہو ان عقائد

---

[1] بهشتی زیور ص ۳۴/ ج ۱/ فصل کفر اور شرک کی با توں کا بیان.

[2] من تقلنس بقلنسوة المجوس ای لبسها وتشبه بهم فيها او خاط خرقة صفراء على العاتق ای وهو من شعارهم او شد فی الوسط خيطا كفر اذا كان متشابها بخيطهم او شماه زنارا الى قوله ولو شبه نفسه باليهود والنصارى ای صورة او سيرة على طريق المزاح والهزل ولو على هذا المنوال كفر الخ، شرح فقه اكبر ص۲۲۷-۲۲۸، قبيل لا يحرم كل التشبيه الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی.

کی برائی اور خرابی کو انکے دل میں بٹھائے، اور انکو صحیح عقائد کی تعلیم دیکر مسلمان بنائے[1]، اگر توقع نہ ہو کہ وہ ان عقائد کو چھوڑ کر اسلامی عقائد اختیار کریں گے، اور اپنے عقائد کی خرابی کا اندیشہ ہو تو ان سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، میل جول بالکل چھوڑ دینا چاہئے، اور اپنے بیوی بچوں کو ان سے قطعاً علیحدہ رکھے، ایسا نہ ہو کہ انکے عقائد پر برا اثر پڑے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۴/۵/۶۰ھ

اوصاف خاصۂ الٰہی میں کسی کو شریک کرنا

سوال:۔ خالق اپنی صفت خاصہ کی وجہ سے قادر مطلق ہے اور یکتا بھی، اس کا مخلوق میں ہونا محال ہے، اس کو ممکن اور متنفس کے ساتھ تشبیہ دینا توحید میں عیب لگانا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قادر مطلق جل شانہٗ کے اوصافِ خاصہ میں کسی مخلوق کو شریک کرنا غلط ہے شرک فی الصفات ہے، اس کی توحید میں عیب لگانا ہے، معاذ اللہ[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وینبغی ان یکون التعریف (ای الامر بالمعروف) اولا باللطف والرفق لیکون ابلغ فی الموعظة والنصیحة (هندیه ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشرفی الغناء واللهووسائر المعاصی الخ.

[2] ان هجرة اهل الاهواء والبدعة دائمة علی مرالاوقات والازمان مالم یظهر منه التوبة والرجوع الی الحق. (بذل المجهود ص ۵/۱۸۹، کتاب السنة، باب مجانبة اهل الاهواء، رشیدیه سهارنپور)

[3] حقیقة الشرک ان یعتقد انسان فی بعض المعظمین من الناس ان الاثار العجیبة الصادرة منه انما صدرت لکونه متصفا بصفة من الکمال ممالم یعهد فی جنس الانسان بل یختص بالواجب جل مجدهٗ (حجة اللّٰه البالغه ص ۱/۶۰، باب اقسام الشرک، الفوز الکبیر فارسی ص ۴، درباب اول ذکر المشرکین)

مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا، حضور اچھڑا سکتے ہیں

سوال:۔ بریلوی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن معصیت کے بارے میں جس شخص کو حضور ﷺ سزا دینے کیلئے پکڑیں گے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا، اور خدا جس کو سزا دینے کیلئے پکڑیں گے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں، آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جن صاحبان کا یہ عقیدہ ہے، ان سے ہی اس کی دلیل قرآن وحدیث سے دریافت کی جائے، میں نے کسی آیت اور کسی حدیث میں ایسا نہیں پڑھا، نہ علم عقائد کے کتابوں میں، بریلوی مکتبۂ فکر کے بہت سے عقائد ایسے نرالے ہیں کہ قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ، ائمہ مجتہدین کے فقہ میں ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے، شاعرانہ مضمون کو عقیدہ قرار دینا بھی مشکل ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک شعر

سوال:۔ وعلی الغالب علی کل غالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب

---

[1] لاتطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم (بخاری شریف ص ۴۹۰/۱، کتاب الانبیاء، رقم الحدیث (۳۳۲۹) مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۷، ج ۲، باب المفاخرۃ والعصبیۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) الا طراء ھو المبالغۃ فی المدح والغلو فی الثناء (مرقاۃ ص ۶۵۶/۴، وفی النھایۃ الاطراء مجاوزۃ الحد فی المدح والکذب فیہ ص ۱۲۳/۳، باب الطاء مع الراء، مجمع بحار الانوار ص ۴۴۱/۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد،

یہ عبارت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عبارت میں تاویل کرکے مطلب بنالینا اگرچہ ممکن ہے، لیکن ظاہری لفظ کے اعتبار سے اس میں ایک فرقۂ ضالّہ باطلہ کے ساتھ تشبہ ہے اوراس کے عقیدۂ فاسدہ کی اس سے تائید ہوتی ہے[1] لہٰذا اس سے پرہیز لازم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریفیں حدیث شریف میں موجود ہیں جو کہ واقعی اور صحیح ہیں وہ بیان کی جائیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

چند اشعار اور علی مشکل کشا

سوال:۔ شب براءت کی محفل میلاد میں ایک شخص نے یہ اشعار کہے جو نیچے درج ہیں، اس پر آپس میں بحث ومباحثہ ہوا کہ ایسے اشعار کہنا بالکل غلط ہے وغیرہ تو ایسے اشعار محفل میلاد اوراس کے علاوہ میں کہنے درست ہیں یا نہیں؟

خدا تک میں رسائی چاہتا ہوں
وسیلہ ہے وہ شیخ اعظم
شفیع الوریٰ تک پہونچ جاؤنگا میں
پکڑ لوں گا جب حشر میں تیرا دامن

---

[1] قال ای علیؓ یھلک فی رجلان محب مفرط یفرطنی بمالیس فی ای بتفضیلی علی جمیع الصحابة اوعلی الانبیاء او بأثبات الالوھیة کطائفة النصیریة ومبغض (مرقاة ص ۵۷۳ ج ۵، باب مناقب علیؓ، مطبوعہ ممبئی)

[2] دیکھئے باب مناقب علیؓ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۳/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، اس باب میں اکیس احادیث مذکور ہیں، اور دیکھئے باب مذکور مجمع الزوائد ص ۱۲۰/ ج ۹/ اس میں ۲۱۷/ روایات وآثار مذکور ہیں۔

علی سے ملی تجھ کو مشکل کشائی
نہ کیوں مشکلیں پھر ہماری ہوں آساں

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ محقق کامل کی تربیت اور توسل سے طالب صادق کو اللہ پاک کے ساتھ نسبت حاصل ہوجاتی ہے، یہی خدا تک پہونچنا ہے، شفیع الوریٰ کی بارگاہ تک بھی اتباع شیخ کی بدولت پہونچا جاسکتا ہے، لہٰذا ان دونوں شعروں میں تو کوئی اشکال نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت مشکل مقدمات اور معاملات کو آسانی سے حل فرمادیا کرتے تھے، اس لئے ان کو حلّال المعضلات کہتے تھے، جس کا فارسی میں ترجمہ مشکل کشا ہے۔[1]

لیکن ان کی محبت وعقیدت میں غلو کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہر مشکل کو خواہ کسی زمانے میں پیش آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حل کرتے ہیں، اور نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ پریشانی اور مصیبت کے وقت یا علی پکارتے ہیں، حتی کہ اللہ پاک سے بھی وہ لوگ بے نیاز ہوگئے، اور جملہ امور میں کارساز حقیقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی قرار دے لیا، یہ عقیدہ اور طریقہ اسلام کے خلاف اور شرک ہے، اس سے بچنا لازم ہے[2] یہ مروجہ محفل میلاد بھی ممنوع ہے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

---

[1] کان عمر یتعوذ باللّٰہ من معضلة لیس لها ابو حسن (ازالة الخفا ص ۴۷۵/ج ۴، حضرت علیؓ کے قضایا اور فیصلے الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، مترجم تاریخ الخلفاء ص ۳۷/ج ۲. حضرت علیؓ کی فضیلت، مطبوعہ ادارہ درس قرآن دیوبند،

[2] اگر آں ولی را حلال مشکلات یا شفیع غالب اعتقاد میکنند ایں عقیدہ او منجر بشرک وفساد میگردد۔

ترجمہ:- اگر ولی کو مشکلات کا حل کرنے..... **(باقی ترجمہ وحاشیہ اگلے صفحہ پر)**

کیا اولیاء کو ذاتی قدرت ہے؟

سوال:۔ماقولکم دام فضلکم اندریں مسئلہ یکے از پیش امام مسجد در وعظ خود ایں می گوید کہ قدرتے کہ مرخدا راہست اولیاء راہم باشد بایں الفاظ ہم می گوید کہ بعضے از انبیاء واولیاء مردگاں را بالفاظ ''قم باذنی'' ونگفت ''قم باذن اللّٰہ'' حیات بخشیدہ اند، پس بعضے از مقتدیان کہ در پس او در نماز اقتداء کردہ بودند اقتداء کردن در پس آں امام ترک کردہ اند دریں باب از روئے اعتقاد وفقہ چہ می گویند، ترک اقتداء از روئے فقہ وعقائد اولیٰ است یا ناجائز یا اقتداء در پس او جائز؟ دلیل وبرہان از فقہ وعقائد فرمودہ مستحق اجر شوند۔[۱]

الجواب حامداً ومصلیا

امام را نشاید کہ ایں چنیں سخن بر زبان راند کہ موجب فتنہ وفساد عقیدہ شود قدرتے کہ

(**بابقیہ گذشتہ صفحہ**) .... والا یا شفیع غالب اعتقاد کرتا ہے، تو اس کا یہ عقیدہ شرک وفساد کی طرف پہنچانے والا ہوجائیگا۔(فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۱/ج ۱، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کفر (شامی ص ۴۳۹/ج ۲/ مطلب فی النذر، روح المعانی ص ۱۲۸/ج ۶، آیت: ۳۵،

[۳] وقد احتوی (ای المولد) علی بدعٍ ومحرمات جملۃ (فصل فی المولد، المدخل لابن الحاج ص ۲/ج ۲. مطبوعہ مصر.

(**حاشیہ صفحہ ھذا**) [۱] **ترجمہ سوال** :-آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسجد کے امام صاحب اپنے وعظ میں کہتے ہیں کہ جو قدرت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہ اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہے یہ الفاظ بھی کہتا ہیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ میں سے بعض نے ''قُمْ بِاِذْنِیْ'' (میرے حکم سے کھڑا ہو) کہکر نہ کہ ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ'' (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو) مردوں کو زندہ کردیا، بعض مقتدیوں نے جو نماز میں اس کی اقتداء کرتے تھے (یہ سننے کے بعد) اس امام کے پیچھے اقتداء کرنا ترک کردیا عقائد وفقہ کے اعتبار سے اس باب میں کیا فرماتے ہیں اقتداء ترک کرنا اولیٰ ہے یا ناجائز یا اسکے پیچھے اقتداء کرنا جائز ہے، فقہ وعقائد سے دلیل بیان فرما کر مستحق اجر ہوں۔

درمردم ظاہر می شود ذاتی وخانہ زادنیست بلکہ پرتو قدرت قادر مطلق است جل شانہٗ کسے نمی تو اند کہ بغیر مدد خدا ذرہ وبرگ کاہے راازجائے بجنباند واز بعض اولیاء کہ این جملہ منقول است درحقیقت حکایت جملہ است کہ از سروش درگوش ایشاں گفتہ شدنہ کہ ازنفس خود گفتہ بودند، چنانچہ درگوش منصور آواز آمد ''اناالحق'' اومست شدہ ہماں آواز رامی گفت، شنیدگان فہمیدند کہ اودعویٰ می کند پس بگذشت بروآنچہ گذشتہ، اگرمرادِ امام ہمیں است، درپس اونماز جائز است مگر اوراا حتیاط لازم است واگر انبیاء واولیاء راقدرتے مستقل مثل قدرت حق تعالیٰ مسلم می دارد ایں شرک است[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۳ھ

خدااوررسول کومنظور ہوتو کہنا کیسا ہے

سوال:۔اگر یہ کام خدااوراسکے رسول کومنظور ہوتو ہوجاوے گاایسا کہنا کیسا ہے؟

ترجمہ جواب:-امام کونہیں چاہئے کہ زبان پراس قسم کی بات لائے جوموجب فتنہ اورموجب فساد عقیدہ ہو، جوقدرت آدمی میں ظاہر ہوتی ہے وہ اس کی ذاتی اورخانہ زادنہیں ہے بلکہ قادر مطلق جل شانہٗ کی قدرت کا پرتو ہے کوئی شخص خدا کی مدد کے بغیر ایک ذرہ اورایک گھاس کے پتہ کواس کی جگہ سے ہلانہیں سکتا اوربعض اولیاء سے جواس طرح کے جملے منقول ہیں درحقیقت وہ اس جملہ کی حکایت ہے جوغیب سے ان کے کان میں کہا گیا ہے، اپنی طرف سے انہوں نے اس کونہیں کہا، جب کہ منصور کے حق میں ''اناالحق'' کی آواز آئی وہ مست ہوکراسی آواز کو بار بار کہہ رہے تھے سننے والوں نے سمجھا کہ دعویٰ کررہے ہیں، جس کی وجہ سے گذرا ان پر جوکچھ گزرا، اگرامام صاحب کی مراد وہی ہے تواس کے پیچھے نماز جائز ہے، مگراس کواحتیاط لازم ہے، اوراگرانبیاء علیہم السلام اوراولیاء کیلئے مسلم سمجھتا ہے تو یہ شرک ہے (جس سے توبہ لازم ہے اوراس صورت میں اس کے پیچھے نماز بھی جائز نہیں)

[1] واذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بھا فھی نفی العجز ومحال ان یوصف غیراللّٰہ بالقدرۃ المطلقۃ (المفردات فی غریب القرآن ص۴۰۳، باب القاف وما یتصل بھا، القاف مع الدال، قدر، مطبوعہ مصر) فانما یقدر (سبحانہ وتعالیٰ) علیہ بقدرتہ القدیمۃ لابالقدرۃ الحادثۃ کما توجد للاشیاء الممکنۃ. (شرح فقہ اکبر ص۱۸، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً

شرک ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۸ھ

اللہ تعالیٰ کے ہر شئی میں حلول کرنیکا عقیدہ

سوال:۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے علم اسکا ہر جگہ ہے حاضر، ناظر ہے "**سمیع بصیر علی کل شیئی قدیر واللّٰہ غالب علیٰ امرہ**" جولوگ اس مسئلہ کے منکر ہیں، دلیل پیش کریں ورنہ تو وہ جھوٹے برخلاف اسلام کے لوگوں کو چلاتے ہیں اور برے عقیدے میں ڈالتے ہیں، پھر کیوں لوگوں کو خراب وبرباد کرتے ہیں علم شریعت کا سیکھنا فرض ہے، جولوگ اس مسئلہ کو غلط کرتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں محض وہ لوگ جاہل ہیں، دیکھو ذرا غور کرو جاہل لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان میں ہے، یعنی مسلمان، ہندو چوڑھا، چمار سب کے بیچ میں توبہ استغفار یا اللہ ان لوگوں کو ہدایت فرما "**ورب العرش فوق العرش لکن بلاوصف التمکن والاتصال**" اللہ تعالیٰ بذاتہ اپنے عرش مجید پر ہے، اور وہ ایسے مکان میں ہے جسکا علم اسی کو ہے جولوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں ہے، ہندو ہو یا مسلم یا چوپایوں کے حتی کہ تمام اشیاء پاک وپلید میں ہے، یہ عقیدہ بالکل غلط ہے، اور جھوٹا ہے العیاذ باللہ اور یہ کفر قبیح ہے (کتاب الابانۃ) ۳۸۰ھ یہ مذہب پیدا ہوا ہے کتاب العرش والعلو (کتاب حمویہ)

---

[1] ان رجلاً قال للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماشاء اللّٰہ وشئت فقال لہ اجعلتنی واللّٰہ للّٰہ عدلاً لابل ماشاء اللّٰہ وحدہٗ قولہ ماشاء اللّٰہ وشئت تشریک فی مشیۃ اللّٰہ تعالیٰ (فتح الباری ص ۳۹۰/ ج ۱۳/ کتاب الایمان والنذور، باب لا یقول ماشاء اللّٰہ وشئت، طبع بیروت، وراجع تقویۃ الایمان ص ۷۵)

قاضی ابن الحسن نے ایک شخص مذہب جہمیہ کو قید کیا پس اس نے توبہ کی رہا کرنے کیلئے لایا گیا، تو ہشام نے امتحان لیا تو ناقص نکلا پھر قید کر دیا گیا، کیونکہ توبہ نہیں کی ہے "نعوذ باللّٰہ من ذٰلک توبوا الی اللّٰہ توبة نصوحاً" جو شخص کہتا ہے کہ خداوند کریم لامکان ہے، امام ابوحنیفہؒ جواب دیتے ہیں کہ یکفر بہ کفر کیا اس نے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خداوند کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر شے میں حلول کئے ہوئے ہیں، کفر ہے[1] اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر یا کسی اور مکان میں ہے جس طرح کہ بادشاہ لندن میں ہے یہ بھی کفر ہے، ان دونوں عقیدوں سے توبہ اور اجتناب واجب ہے خداوند تعالیٰ کسی مکان میں محدود نہیں، وہ مکان سے منزہ اور بالاتر ہے۔ "و (یکفر) باثبات المکان للّٰہ تعالیٰ فان قال اللّٰہ فی السماء فان قصدبه حکایة ماجاء فی ظاهر الاخبار لایکفر واذا ارادبه المکان کفروان لم یکن له نیة یکفر عند اکثر هم وعلیه الفتویٰ اھ مجمع الانهر[2] ج ۲/ ص ۶۹۸/ یکفر باثبات المکان للّٰہ تعالیٰ فلو قال ازخدا ہیچ مکان خالی نیست یکفر عالمگیری[3] ص ۸۸۱/ ج ۲/۔ ولایتمکن فی مکان اھ شرح عقائد[4] ص ۳۴/ البتہ عرش پر اس کا خاص تسلط اور استیلاء ہے کہ اس کی کیفیت کو وہی خوب جانتا

---

[1] واتضح بطلان الحلول والاتحاد وامتناعها علی الذات فکذاعلی الصفات لاستحالة انتقال صفة الذات المختصة بهاالی غیرها فرأس القائلین بها النصاری وبعض المنتسبین الی الاسلام کغلاة الشیعة (فتاویٰ حدیثیه ص ۳۳۴/ مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مطلب ما معنی التوحید، الصوفیة الموهم للحلول الخ، راجع کشاف اصطلاحات الفنون ص ۳۴۹/ بذیل مادة حلول، ومعارف اسلامیه ص ۵۵۳/ ج ۸. بذیل مادة حلول، مطبوعه لاهور.

[2] مجمع الانهر ج ۲/ ص ۵۰۴/ کتاب السیر والجهاد ،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۵۹، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها مایتعلق بذات اللّٰہ تعالیٰ.

[4] شرح عقائد ص ۳۹، الدلیل علی کونه تعالیٰ لایوصف بالماهیة الخ، یاسرندیم دیوبند.

ہے[۱]، اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر شئی کو محیط ہے۔ ''وان اللّٰہ قداحاط بکل شئی علماً''[۲]

ثم استویٰ علی العرش[۳] ای استولیٰ فقد یقدس الدیان عن المکان والمعبود عن الحدود اھ مدارک[۴] ص ۱۱۷/ ۱ھ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ ذی الحجہ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذی الحجہ ۵۷ھ

فاسق وزندیق کی تعریف

سوال:۔ فاسق کس کو کہتے ہیں اور زندیق کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فاسق وہ ہے جو کبیرہ گناہ کرے[۵]۔ زندیق وہ ہے جو کفر کے کام کرے اور پھر جب اس پر گرفت کی جائے تو یا تو تاویل کرے، یا توبہ کرے مگر پھر ویسے ہی کام کرتا رہے، اسلئے کہ اسکے دل میں کفر ہے[۶]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۸ھ

---

۱ ملاحظہ ھو جلالین شریف ص ۱۷۰، حاشیہ: ۱۱/ سورۂ یونس آیت: ۳/ رشیدیہ دھلی،

۲ سورۃ طلاق الایۃ ۱۲. **(ترجمہ)** اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔ (بیان القرآن)

۳ سورۂ یونس الایۃ ۳، **(ترجمہ)** پھر عرش پر قائم ہوا۔ (بیان القرآن)

۴ تفسیر مدارک ص ۲۸۴/ ج ۲/ علی ھامش لباب التاویل للخازن.

۵ ان مرتکب الکبیرۃ فاسق (النبراس ۲۲۸) و(الفسق) شرعاً خروج عن طاعۃ اللّٰہ تعالیٰ بارتکاب کبیرۃ (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۵، باب الاحق بالامامۃ، مطبوعہ مصر) وراجع الشامی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الامامۃ. **(حاشیہ نمبر: ۶/ اگلے صفحہ پر)**

کافر ومشرک میں فرق

سوال:۔ کافر ومشرک میں کیا فرق ہے؟ کیا جس طرح گنہگار مؤمن کو اللہ پاک چاہے بخشے یا نہ بخشے اسی طرح مشرکوں کو بھی چاہے بخشے چاہے نہ بخشے؟ اللہ پاک میں اتنی قدرت ضرور ہے، کہ مشرکوں کافروں کو بھی بلاحساب کتاب جنت اعلیٰ میں داخل کردے، ''اِنَّ اللّٰہَ علٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر'' لیکن اللہ پاک کافروں ومشرکوں کو نہیں بخشے گا، کیونکہ وہ قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے ''ان اللّٰہ لایغفران یشرک به ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء''

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر مشرک تو کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں[۱]، کافر تو وہ بھی ہوتا ہے جو ضروریات دین نص قطعی وغیرہ کا انکار کرے[۲]، مگر اسے مشرک نہیں کہتے بلکہ مشرک اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرے[۳]، خواہ ذات میں خواہ صفات وافعال وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۶ وان کان مع اعترافه بنبوة النبی صلی الله علیه وسلم واظهار شعائر الاسلام یبطن عقائد هی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق، اکفار الملحدین ص۱۳/ مجلس علمی ڈابهیل، شرح المقاصد ص۲۶۸/۲، الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجهافی الصورة الصحیحة هذا معنیٰ ابطان الکفر، شامی کراچی ص۲۴۲/۴، باب المرتد، مطلب فی الفرق بین الزندیق والمنافق.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ان کل مشرک کافر ولیس کل کافر مشرکا (الیواقیت والجواهر ص۳۳/۱، مصری) وراجع الفتوحات المکیة ص۵۹۲/۲، اکفار الملحدین ص۱۲/ مجلس علمی ڈابهیل.

۲ لاخلاف فی تکفیر المخالف فی ضروریات الاسلام (شرح التحریر ج۳/ص۳۱۸/ مطبوعه مصر، اکفارالملحدین ص۱۹/ مطبوعه مجلس علمی ڈبهیل)

۳ وان قال بإلٰهین اواکثر خص باسم المشرک (اکفار الملحدین ۱۲/ تفسیر الزندقة والالحاد، مطبوعه ڈابهیل، شرح مقاصد ج۲/ص ۲۶۸/.

کو نہ بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ[1] ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک باللخ[2]" لیکن باوجود اس کے قدرت سلب نہیں ہوئی، بلکہ مغفرت پر قدرت باقی ہے[3]، کمافی کتب العقائد[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

مشرک اور کافر میں فرق

سوال: ۔مشرک اور کافر میں کیا فرق ہے، اور مشرک اور کافر کی کیا تعریف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر مشرک کافر ہے، لیکن ہر کافر مشرک نہیں، بلکہ بعض کافر غیر مشرک بھی ہوتا ہے، مشرک وہ شخص ہے جو توحید کا منکر ہو یعنی خدا کو ایک نہیں مانتا، بلکہ اس کے ساتھ شریک مانتا ہے، اور خدا کا بھی منکر نہیں، اور جو کافر مشرک کا مقابل ہے وہ ہے جو خدا کو تو ایک مانتا ہے، لیکن خدا کے تعین میں غلطی کرتا ہے، مثلاً حضرت مسیح کو خدا اور معبود مانتا ہے، تو یہ شخص کافر ہے،

---

[1] والذین کفر و الخ سورۂ بقرہ الایۃ ۳۹/ .

ترجمہ:- اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی، یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے (بیان القرآن)

[2] سورۂ نساء الایۃ ۱۱۶/ .

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کیساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے۔ (بیان القرآن)

[3] وعدم غفران الشرک بمقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ. (بیضاوی شریف ج۲/ ص۳۸۵/ سورۂ مائدہ)

[4] فذھب بعضھم (ای اھل السنۃ) الی انہ ای المغفرۃ من الشرک) لایمتنع عقلاً. وانما عدمہ بدلیل السمع، شرح عقائد ص ۱۱۱/ مطبوعہ دیوبند، نبراس ص ۲۳۱/ بحث الکبیرۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

مشرک نہیں، شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب ،ص ۲۷۵/ میں ایسا ہی بیان کیا ہے، اور الیواقیت والجواہر کے،ص ۳۳/ میں بھی ہے[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈاکٹر فضل الرحمٰن پاکستان کے اقتباسات ضلالت آمیز

سوال:۔ایک شخص اپنی تحریر میں اس قسم کے جملے استعمال کرتا ہے:۔

(۱) معراج کا واقعہ ایک افسانہ ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے مقابلہ میں گھڑا گیا ہے۔(اسلام،ص ۱۴/ مصنفہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صدر ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ اسلام آباد پاکستان)

(۲) قرآن مجید میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات ماضی سے متعلق جتنے قصے اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں، وہ بے بنیاد واقعات ہیں، جو یہود اور نصاریٰ کے مقابلہ میں گھڑے گئے ہیں۔(ایضاً،ص ۱۶)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف انسان کے اخلاق کی اصلاح کرنے والے تھے (ایضاً،ص ۱۷)

(۴) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب قوموں کی تنظیم میں مصروف رہنے کی وجہ سے انہیں حکومت بنانے کے قوانین مرتب کرنے کی فرصت نہیں ملی۔(ایضاً،ص ۲۸)

---

[1] واعلم ان کل مشرک کافر فان المشرک باتباع هواه فیمن اشرک واتخذه الها وعدوله عن احدیة الا له یسترها عن النظر فی الادلة والایات المودیة الی توحید الا له فسمی کافراً لذٰلک الستر ظاهراً وباطناً وسمی مشرکا لکونه نسب الا لوهیة الی غیر الله مع الله فجعل لها نسبتین فاشرک فهذاالفرق بین المشرک والکافر واما الکافر الذی لیس بمشرک فهو موحد غیرانه کافر بالرسول وببعض کتابه. (الفتوحات المکیة ج۲/ص ۵۹۲/) "ان کل مشرک کافر ولیس کل کافر مشرکا" الیواقیت والجواهر ص۳۳/ ۱، مطبوعه مصر.

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام جاہلیت کی رسوم کے مطابق متعدد شادیاں کیں تھیں، یہ کوئی شانِ نبوت نہیں ہے۔ (ایضاً، ص ۲۹)

(۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی، یہ بات یہود اور نصرانیوں کو قائل کرنے کیلئے ان کے عقائد کے مطابق بنائی گئی ہے۔ (ایضاً، ص ۳۱)

(۷) حضرت جبرائیلؑ کی کسی جسمانی صورت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (ایضا، ص ۳۱)

(۸) قرآن کریم اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ دونوں کے الفاظ سے عبارت ہے، اس میں صرف اللہ ہی کے الفاظ نہیں۔ (ایضا، ص ۳۱)

(۹) وحی حضور ﷺ کے دل کی آواز ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں (ایضاً، ص ۲۳)

(۱۰) قرآن کریم میں صرف تین وقت کی نماز کا ذکر ہے، باقی دو وقت کی نمازیں بعد میں شامل کی گئی ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۳)

(۱۱) قرآن شریف کوئی قطعی دلیل نہیں۔ (ایضاً، ص ۳۷)

(۱۲) زکوٰۃ عوام کی بہبود کے لئے ایک قسم کا ٹیکس ہے، یہ کوئی عبادت نہیں، اور حکومت وقت ضرورت کے مطابق اس میں کمی بیشی کرسکتی ہے۔ (ایضاً، ص ۳۷)

(۱۳) قرآن شریف میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ (ایضاً، ص ۳۹)

(۱۴) نامکمل اسلام کی تکمیل صرف مغربیت کی رہنمائی سے ہوسکتی ہے۔ (ایضاً، ۱۱۶)

(نقل مطابق اصل از روز نامہ نوائے وقت ۲۶/ اگست ۶۸ء، ص ۶/)

(۱۵) جانور ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور تکبیر پڑھنا ضروری نہیں۔

(ادارہ تحقیقات اسلامیہ کا فتویٰ)

مذکورہ بالا تحریریں آپ نے پڑھ لیں، اب آپ فرمائیں، کہ جس شخص کی ایسی تحریریں ہوں وہ اس لائق ہے، کہ اسے مسلمان سمجھا جائے، اور کیا ایسا شخص تحقیقات اسلامی جیسے ادارہ کا

ڈائریکٹر ہوسکتا ہے؟ اور جوحکومت ایسے شخص کواس عہدے پر مقرر کرے کیا وہ حکومت بھی مجرم ہے یانہیں؟ اور کیا ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے شخص کی اسلام کے بارے میں نظر بالغ ہے یانہیں؟

قرآن وسنت کے عین مطابق جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی مذکورہ کتاب اورنوائے وقت ہمارے پاس نہیں، کہیں سے حاصل کرکے بھی مطالعہ کا موقع نہیں ملا، جواقتباسات آپ نے نقل کئے ہیں، اگران کا یہی مطلب ہے، سیاق وسباق سے دوسرا مطلب نہیں ہوجاتا اور مصنف کی مراد بھی وہی ہے جوالفاظ سے ظاہر ہے، تو یہ نہایت گمراہ کن عبارات ہیں، اسلام کے مسلّمہ ومتفقہ اصول کے خلاف ہیں، ان کا پڑھنا اوران پر یقین رکھنا تصدیقِ اسلام کے منافی ہے، بعض عبارات پر یقین رکھنے سے بالکل ہی ایمان جاتا رہیگا[1]، اور بعض سے ایمان خراب ہوجائیگا[2]، ایسی باتوں کا معتقد ہرگز اس لائق نہیں کہ اس کواسلام کے بارے میں بالغ نظر کہا جائے، اس کوتو دائرہ اسلام میں رکھنا بھی دشوار ہے، وہ تو ایسے باطل عقائد کی بناء پر اسلام سے خارج ہوگیا، تاویلات سے بھی روکنا آسان نہیں، اس کوکسی دینی ادارہ کا رہنما رہبر بنانا اس ادارہ کوتباہ کرنا ہے۔ فقط واللّٰہ یَھْدِیْ مَنْ یَشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

---

[1] (الف) قرآن مجید میں انبیاء سابقین کے مذکورہ واقعات کو بے بنیاد گھڑے ہوئے واقعات قرار دینا کفریہ عقیدہ ہے۔ لقوله تعالیٰ "یقول الذین کفروا ان هذا الا اساطیر الاولین" الآیة، سورۂ انعام آیت: ۲۵،

(ب) قرآن شریف کوقطعی دلیل تسلیم نہ کرنا کتاب وسنت کے معارض ہے۔ فی حدیث ابی هریرة: ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما کتاب الله وسنتی الحدیث، کنز العمال ص ۱/۱۷۳، رقم الحدیث (۸۷۶) مطبوعه بیروت، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خدا اور رسول کے خلاف کہنے کا کسی کو حق نہیں

سوال:۔ کسی بھی شخص کو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کسی بات کا حکم

(حواشی صفحہ گذشتہ)

(ج) نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آنے کا انکار کفر ہے۔ لقوله تعالیٰ انا اوحینا الی نوح والنبیین من بعده الآیة، سورۂ نساء آیت: ۱۶۳،

(د) اسلام کو نامکمل قرار دینا قرآن کریم کے صریح منافی ہے، ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا الآیة، سورۂ مائدہ آیت: ۳.

۲ (الف) معراج کے واقعہ کو افسانہ قرار دینا گمراہی ہے، المعراج لرسول الله ﷺ فی الیقظة بشخصه الی السماء ثم الی ماشاء الله من العلیٰ حتی ان منکره یکون مبتدعا الخ، شرح عقائد ص ۱۴۳، مبحث المعراج، ونبراس ص ۲۹۲، مطبوعه ادمدادیه پاکستان،

(ب) آپ ﷺ کے تعدد ازواج کو رسوم جاہلیت میں شمار کرنا صریح گمراہی ہے: وحکمت در تکثیر نساء آنحضرت را آن بود کہ تا احکام درونی کہ مردان را بعلم آں راہ نبود بامت نقل کنند وزیادت تکلیف بقیام حقوق وحسن معاشرت وصبر برصحبت ایشاں وتحمل اعبای رسالت واقامت مشاق عبادت نیز از فوائد آں بود، مدارج النبوۃ ص ۲/۴۶۳، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وذکر نکاح، مطبوعہ نوریہ پاکستان۔

(ج) قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ دونوں کے الفاظ سے عبارت قرار دینا مزید گمراہی ہے: قد اجمع اهل السنة وغیرهم علی انه لا یصح نفی کلام الله تعالیٰ عن ذالک اللفظ المؤلف. کیف والاعجاز والتحدی المشتمل هو علیها انما یکونان فی کلام الله دون کلام غیره فنفی ذالک القائل عنه کلام الله جهل قبیح وخطأ صریح فلیؤدب علی ذالک ان لم یرجع الخ، فتاوی حدیثیه ص ۲۱۰، مطلب ان شخصا انکر ان القرآن الذی بالمصاحف کلام الله، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

(د) زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا نزول عذاب کا سبب ہے: وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزکوة مغرما الی قوله فارتقبوا عند ذالک ریحا حمراء وزلزلة وخسفا ومسخا وقذفا، الحدیث، مشکوة شریف ص ۴۷۰، باب اشراط الساعة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۳ سورۂ نور آیت: ۴۶، **ترجمہ**:- اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیدیتا ہے۔

کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ہرگز حق نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صاحب مزار کے متعلق عقیدہ

سوال:۔کیا اولیائے کرام کے نام سے نیاز ونذر اورمنتیں مرادیں مانگنا جائز ہے یاصریح شرک ہےاورانکے مزارات پر پھول چڑھانااورریشمی زری کی چادریں چڑھانادرست ہے یاصریح شرک ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اولیائے کرام کے لئے نذر ماننااوران کے مزارات پر چڑھاوے چڑھانا حرام ہے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنة الامن ابی قالوا ومن یابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی(بخاری شریف، ج۲/ص ۱۰۸۱)کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بالسنن.

ترجمہ:۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میرے سارے امتی جنت میں داخل ہونگے،مگر جوشخص انکار کرے!صحابہؓ نے کہا کہ کون انکارکرتا ہے،توحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاجومیری اطاعت کرے گاوہ جنت میں داخل ہوگا،اورجومیری نافرمانی کرتاہے،وہ انکارکرتاہے۔

''ماکان لمومن ولامومنة اذاقضی اللّٰہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا''سورہ احزاب آیت ۳۵/

ترجمہ:-اورکسی ایماندارمرداورکسی ایماندارعورت کوگنجائش نہیں جبکہ اللہ اوراس کارسول کسی کام کاحکم دیں کہ ان کو ان کےاس کام میں اختیار ہے،اورجوشخص اللہ اوراس کے رسول کا کہنا نہ مانے گاوہ صریح گمراہی میں پڑا۔

اگر یہ عقیدہ بھی ہو کہ وہ صاحب مزار ہماری مرادیں پوری کرتے ہیں، اور دنیا کی سب چیزیں ان کے تصرفات سے ہوتی ہیں تو شرک ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحو هاالی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو باطل وحرام قال فی البحر بوجوه منها انه نذر لمخلوق ولایجوزلانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق وفیها ان المنذورله میت والمیت لایملک وفیها انه ان ظن اَنَّ المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ کفر اھ[1] (طحطاوی علی المراقی، ص۳۳۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر کی مٹی سے شفاء

سوال:۔ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی، تو جو شخص قبر سے مٹی لیجا کر باندھ لیتا ہے اسے آرام ہو جاتا ہے، بس لوگ اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر میں مٹی ڈالو تو ہی ختم کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک مرتبہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت، یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالینگے، لوگ جوتے پہن کر تمہارے اوپر چلیں گے، بس اسی دن سے آرام نہ ہوا، پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا، کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے اور شریعت کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں خواہ کسی حکیم، ڈاکٹر کی دوا کے ذریعہ سے ہو یا کسی

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱/ کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء، کذا فی ردالمحتار کراچی ص ۴۳۹/ ج۲/ قبیل باب الاعتکاف، البحر الرائق ص۲۹۸/ ج۲، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه.

عامل کے تعویذ اور پھونک سے دیں، خواہ کسی بزرگ کی کرامت (خاکِ قبر وغیرہ) سے دیں خواہ بغیر کسی ظاہری سبب کے دیں، ایک ہی چیز سے جب وہ چاہیں شفا دیدیں، جب چاہیں نہ دیں، یہ عقیدہ صحیح اور درست ہے، شفا کو کسی غیر کے قبضۂ قدرت میں تجویز کرنا درست نہیں، خواہ وہ غیر کوئی زندہ ولی وغیرہ ہو یا مردہ[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

ایک درخت سے شفاء حاصل کرنا

سوال:۔ یہاں تحصیل جانسٹھ مظفرنگر کے ایک گاؤں میں پندرہ بیس یوم سے ایک ببول کے درخت کے نیچے مسلم وغیر مسلم، مرد، عورت، جوان، بوڑھے تقریباً ہر قسم کے لوگ اپنی حاجات مثلاً شفائے امراض وغیرہ کے لئے آتے ہیں، تمام دن اس درخت کے نیچے بھیڑ

---

[1] فی حدیث انسؓ مرفوعاً، اللّٰھم رب الناس مذھب البأس اشف انت الشافی لاشافی الا انت شفاءً لایغادرسقما. (بخاری شریف، ۸۵۵/ج۲/راجع کتاب الطب. مطبوعہ اشرفی دیوبند، ومسلم ج۲/ص ۲۲۲/ کتاب السلام، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مشکوٰۃ ج ۱/ ص ۱۳۴/ کتاب الجنائز، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

وفی حدیث عائشۃ مرفوعاً بسم اللّٰہ تربۃ ارضناوریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا (بخاری ص ۸۵۵/ ج۲/ مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم ص ۲۲۳/ج۲، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۴/ج ۱/ کتاب الجنائز، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے اے اللہ لوگوں کے رب تکلیف کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما شفا دینے والا تو ہی ہے، تیرے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں ایسی شفا عطا فرما کہ جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع میں ہے، اللہ کے نام کی برکت سے ہماری زمین کی مٹی اور بعض کا تھوک ہمارے رب کی اجازت سے ہمارے بیمار کو شفا دیتا ہے۔

رہتی ہے، دور دراز سے لوگ کثرت سے آتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کوئی پیر صاحب ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہاں کوئی جن ہے، اور سنا ہے کہ اب وہاں مزار بھی بنانے کی اسکیم ہے، لوگوں کا یہ عقیدہ بن رہا ہے کہ اس درخت کے نیچے بیٹھنے سے شفاء ہوتی ہے، جانے والے بتاتے ہیں کہ ضرورت منداس درخت کے نیچے مٹھی بند کر کے بیٹھتے ہیں اور نظر درخت کی طرف رہتی ہے، مٹھی خود بخود کھل جاتی ہے، اور مرض وغیرہ سے شفاء مل جاتی ہے، ممکن ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ باتیں ہوتی ہوں، جو لوگ وہاں جاتے ہیں انکی نیت سے تو اللہ ہی واقف ہے، بظاہر تو استعانت من غیر اللہ ہے اور بظاہر شرک وبدعت معلوم ہوتی ہے، اور یہ وہی شکل ہے جیسے قبورِ اولیاء اللہ پر لوگ جاتے ہیں اور اپنی حاجات مانگتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا وہاں اپنی ضرورت کیلئے جانا شرک ہے، ایسے لوگوں کیلئے کیا وہی وعید ہے جو مشرکین کیلئے خلود فی النار کی آئی ہے، اگر جانے والے مسلمان ہوں تو ان کے نکاح باقی رہتے ہیں، یا ٹوٹ جاتے ہیں، جیسے کفر کے بارے میں لکھا ہے کہ ایمان سے خارج ہو جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہوسکتا ہے کہ وہاں جناتی شیطانی کوئی اثر ہو جس سے لوگ متأثر ہوتے ہوں، اور عقائد فاسد کرنے کی غرض سے یہ اثرات مرتب ہوتے ہوں کہ مٹھی خود بخود کھل جاتی ہے اور مرض سے شفاء مل جاتی ہے[1]۔

مگر جب تک ان لوگوں کے عقائد کی تحقیق نہ ہو ان کے اس عمل کی وجہ سے **خلود فی النار** کا حکم نہیں[2] ہوگا، البتہ اس عمل سے شدت کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔

---

[1] راجع حدیث زینب فقال عبد اللّٰہ انما ذٰلک عمل الشیطان مشکوٰۃ، ص ۳۸۹/ کتاب الطب والرقی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو صرف شیطان کا کام ہے۔

[2] ولا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق الخ شرح فقہ اکبر ص ۸۷، اختلفوا فی اللعن علی الیزید، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

اوّل شفقت سے تفہیم کیا جائے، پھر وعید سنائی جائے اور عقائد باطلہ اختیار کرنے کی صورت میں وعید شدید، خلود فی النار بتلائی جائے، اور یہ کہ اس سے نکاح کا باقی رہنا بھی دشوار ہوگا، استفتاء اور فتویٰ مشتہر کرنا مناسب نہیں، بسا اوقات اس سے طبائع میں ضد اور عناد پیدا ہوکر زیادہ خرابی پیدا ہوتی ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ کسی صاحب نسبت بزرگ عالم کا وعظ کرایا جائے، جس میں وہ حکمت وموعظت سے لوگوں کو سمجھائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۹۳ھ

کامیابی کیلئے ایک درخت کے نیچے خاص ہیئت اختیار کرنا

سوال:۔ ایک درخت ہے اس کے نیچے جاکر بہت سے آدمی اوکڑو بیٹھ جاتے ہیں اور ہاتھ زمین پر ٹیک لیتے ہیں، اور نظر پیر پر رکھتے ہیں، کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر مقصد میں کامیابی ہے تو ہاتھ آگے کو سرک جاتے ہیں، اور پھر اوندھا زمین پر گر جاتا ہے، اگر مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی تو ویسے ہی بیٹھا رہتا ہے کچھ نہیں ہوتا، اس طرح کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ سجدے میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس درخت کے نیچے جاکر ایسا کرے اس پر شرک لازم آئے گا یا نہیں؟ نیز انسان کی تقدیر خاص پوری عمر کی اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ لکھتا ہے یا کہ ہر سال ایک ایک سال لکھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماں کے پیٹ میں جب بچہ میں روح ڈالی جاتی ہے، اسی وقت اس کی ساری زندگی

کا رزق اور عمل وہیں لکھ دیا جاتا ہے۔[1]

اس کی تفصیل کا علم اللہ کو ہے اور کسی کو نہیں کہ کیا کیا لکھا ہے، کسی درخت کے نیچے جا کر اوکڑ و بیٹھ کر زمین پر ہاتھ ٹیکنا اور یہ سمجھنا کہ اگر مقصود میں کامیابی ہوگی تو ہاتھ آگے کو سرک کر زمین پر گر جائے گا، ورنہ اسی طرح بیٹھا رہے گا، یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے، شرعی چیز نہیں، زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگوں نے کامیابی اور ناکامی کی کچھ علامتیں تجویز کر رکھی تھیں، جن کی کوئی واقعی بنیاد نہیں تھی، شریعت نے ایسی چیزوں کو استسقام قرار دیکر منع فرمایا ہے، تاہم اگر زمین پر سر گر گیا تب بھی اس کو شرک نہیں کہا جائیگا، مگر اس سے منع کیا جائیگا۔[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۳ھ

سفر برائے زیارت قبور

سوال:۔ کیا سوائے مسجد اقصیٰ، مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ کے ثواب کی نیت سے کسی بزرگ کے مزار کی طرف سفر کرنا مسنون یا جائز ہے، کیا حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر خلفائے

---

[1] فی حدیث ابن مسعود مرفوعاً فیکتب عمله واجله ورزقه الحدیث متفق علیه، مشکوة شریف ص ۲۰، باب الایمان بالقدر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے، پھر اسکا عمل، اسکی عمر، اسکا رزق لکھدیا جاتا ہے۔

[2] وانما کان الاستسقام بالازلام فسقاً لان ذلک دخول فی علم الغیب وهو ضلال (تفسیرات احمدیه ص ۲۲۰، مطبوعه رحیمیه دیوبند، سورۂ مائده تحت آیت:۳) فحظر الله تعالیٰ ذلک وکان من فعل الجاهلیة وجعله فسقاً. (احکام القرآن للجصاص ص ۳۱۱/ج۲، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، سورۂ مائده تحت آیت:۳، تحت فصل، روح المعانی ص ۶/۵۹، مطبوعه مصطفائی دیوبند)

راشدین نے یا کسی بھی صحابیؓ یا تابعیؒ، یا تبع تابعی نے پھولوں کی چادر چڑھائی ہے، یا عطر وغیرہ کی شیشیاں چڑھائی ہیں، جیسا کہ آجکل اجمیر وکلیر ودہلی کے اکثر مزارات پر لوگ چڑھاتے ہیں، کیا حضور ﷺ کے نام سے تینوں زمانوں میں کسی بھی صحابیؓ یا تابعی یا تبع تابعی نے نذر، نیاز، منت مانی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبور کی زیارت کرنے کیلئے سفر کرنے میں اختلاف ہے امام غزالیؒ کے کلام سے جواز کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، "وهكذا يفهم من عبارة الشامي، في ردالمحتار"[1]

روضۂ اطہر پر صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ سے پھول وغیرہ چڑھانا جیسا کہ کلیر، اجمیر وغیرہ میں رواج ہے ہرگز ثابت نہیں[2] حضور ﷺ کیلئے نذر ماننا ثابت نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طواف قبور

سوال: ۔ دیگر طواف قبور اور ان کو چومنا اور بوسہ دینا اس طرح سے کہ غیروں کو یہ

---

[1] وهل تندب الرحلة لهالم ارمن صرح به من ائمتنا ومنع بعض ائمة الشافعية الالزيارته صلى الله عليه وسلّم .....ورده الغزالیؒ لوضوح الفرق فان ماعدا تلك المساجد الثلاثة مستوية في الفضل فلافائدة في الرحلة اليها واما الاولياء فانهم متفاوتون في القرب من الله ونفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم (ردالمحتار كراچی ص ۲۴۲/ج۲/ مطلب في زيارة القبور)

[2] راجع امدادالفتاویٰ ص ۳۳۹/ج۵/ وكفايت المفتي ص ۲۲۹/ج۱)

[3] النذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق (البحرالرائق ص۲۹۸/ ج۲. كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه، (ردالمحتار كراچی ص ۴۳۹/ ج۲/ كتاب الصوم، مطلب في النذر الذي يقع للاموات، طحطاوی على المراقی ص ۵۷۱، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، مطبوعه مصر)

معلوم ہو کہ یہ سجدہ کرتا ہے اس کے دل میں مقصود سمجھ کر نہیں ہے یہ فعل کیسا ہے؟ اور قبر پر ہاتھ رکھ کر پھر اپنے سینہ پر ہاتھ رکھنا اور نیز ہاتھ کو دہلیز پر رکھ کر ماتھے پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

یہ حرام ہے صورت شرک ہے، اس سے توبہ کرنا فرض ہے (فتاویٰ عزیزیہ[1])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۵ھ

چن بسویشور اور صدیق دیندار کے عقائد

سوال:۔(۱) جنوبی ہند میں ایک جماعت ہے جسے لوگ عام طور سے چن بسویشور کہتے ہیں، کیا یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ کیا انکے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں؟

(۲) صدیق دیندار کون تھا؟ کیا اس نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

(۳) کیا مرزا غلام احمد قادیانی اور صدیق دیندار دونوں کے معتقدات ایک ہی جیسے ہیں یا کچھ فرق ہے؟

(۴) صدیق دیندار کی تحریر کردہ ملفوظات یا کوئی کتاب ہو تو تحریر فرمائیں، صدیق دیندار کے معتقدین کا دعویٰ ہے کہ علماء کا ہمارے اوپر الزام اور تہمت ہے ہم صدیق دیندار کو

---

[1] طواف کردن قبور صلحاء واولیاء بلاشبہ بدعت است (فتاوی عزیزی ص ۱۰۵/۲، مسائل متفرقہ، طواف القبور الخ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

ترجمہ:۔صلحاء اور اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا بدعت ہے۔

صرف پیر مانتے ہیں، نہ کہ نبی ایسے لوگوں کا بیان اوران کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یانہیں؟ اور نماز سے انہیں روکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) چن بسویشوراوران کے عقائد سے میں بالکل واقف نہیں۔

(۲) میں صدیق دیندارکونہیں جانتا، نہ اس کے عقائد کا مجھے کچھ علم ہے۔

(۳) غلام احمد قادیانی کی کتابیں دیکھی ہیں، مگر صدیق دیندار کی کوئی کتاب نہیں دیکھی

(۴) مجھے ایسی کتابوں اور ایسے ملفوظات کا کوئی علم نہیں، بلاتحقیق کے کوئی حکم نہیں لگاسکتا اس لئے مقامی علماء سے تحقیق کی جائے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر کے نام کا بکرا ذبح کرنے سے حلال نہیں

سوال:۔ پیر کے نام کا بکرا جبکہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے، حرام ہے، یا حلال ہے، یا مکروہ، جبکہ تفسیر میں حرام ہونے کا ثبوت نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

حرام ہے، ''صرح به فی تفسیر الاکلیل[۲] حاشیة مدارک التنزیل واکثر فیه

---

[۱] بانی دیندار انجمن کا نام صدیق لقب دیندار نام کے ساتھ چن بسویشور لگالیا تھا، پیدائش ۴/رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ دکھن میں ہوئی، اپنے مشن کیلئے ۱۹۲۴ء میں ''دیندار انجمن'' قائم کی (احسن الفتاویٰ، ج ۱/ص ۲۲۰/)
یہ جماعت قادیانیوں کی ایک شاخ ہے، اور خود صدیق دیندار چن بسویشور نبوت بلکہ خدائی کا مدعی تھا، یہ جماعت مرتد اور خارج از اسلام ہے، یہ لوگ قادیانی عقائد کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے تناسخ کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں، دیندار انجمن کے حالات وعقائد کیلئے ملاحظہ ہو ''قادیانی مذہب'' مؤلفہ پروفیسر الیاس برنی، احسن الفتاویٰ ج ۱/ص ۲۷۹/ بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا۔ مطبوعہ زکریا دیوبند، (حاشیہ: ۲/ اگلے صفحہ پر)

من النقول وایضاً صرح به فی تفسیر عزیزی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۳۰/۱۱/۸۵ھ

اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقے میں بعض ہنود کے پاس ایسے بکرے ملتے ہیں جو کن کٹے ہوتے ہیں، اوران کے کانوں میں بالی بھی ڈالی ہوئی ہوتی ہے، ایسے بکرے کا مسلمانوں کیلئے خریدنا اوراس کی بیع کرنا نیز اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] وما اهل به یعنی دیگر آں جانور کہ آواز برآوردہ شد وشہرت دادہ شد درحق آں جانور کہ لغیر اللہ یعنی برائے غیر خدا است خواہ آں غیر بت یا روحے خبیث کہ بطریق بھوگ کہ بنام او بدہند وخواہ پیرے وپیغمبرے را بایں وضع جانور زندہ مقرر کردہ دہند کہ ایں ہمہ حرام است ودرحدیث صحیح وارد است، ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ دروقت ذبح نام خدا بگیرد یا نے زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلانے است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبث درو پیدا گشت وہرگاہ ایں خبث دروے سرایت کردہ دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شدند حلال نمی گردند، الاکلیل علی مدارک التنزیل ص۲/۸۶، سورۃ البقرۃ تحت آیت:۱۷۳، مطبوعہ اکلیل رسٹرا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] تفسیر عزیزی فارسی ص ۷۷۹، ۷۸۰، تحت قوله وما اهل به لغیر الله، تفسیر عزیزی اردو، ص ۳۳۰، ج ۱، مکتبه رحیمیه دیوبند، تحت قوله تعالیٰ وما اهل به لغیر الله، فتاویٰ عزیزی ص ۶۴، مطبوعه رحیمیه دیوبند، سوال معنی آیة وما اهل به لغیر الله، بیان القرآن ص ۹۷/ج ۱/ تحت الآیة المذکورة.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بکرے غیر اللہ کے نام پر چڑھائے گئے تو انکو خریدنا اور گوشت کھانا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۶ھ

بھینٹ کا مرغا

سوال:۔کسی جانور مثلاً مرغا وغیرہ کو جانوروں کے اوپر سے پھیر کر یا کسی انسان کے سر پر سے پھیر کر رکھا جائے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مشرکانہ طریقہ ہے، اس کو بھینٹ چڑھانا کہتے ہیں، غیر اللہ کیلئے نذر ہوتی ہے، جو کہ مردار کے حکم میں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۱۳۹۵ھ

---

[1] سوال اگر کسے جاندار رامنت بکسے سازد آن جانور حرام گردد یانہ؟ جواب جانور دریں صورت حرام میشود الخ فتاویٰ عزیزی، ص ۹۵/ج ۱/ (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، ذبح بنام غیر اللہ، الاکلیل علی مدارک التنزیل ص ۲/۸۶، سورۃ البقرۃ تحت آیت: ۱۷۳، مطبوعل اکلیل رسڑا۔

[2] واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء العظام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها الی فقراء الانام، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳/۴۲۷، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

﴿تقدیر وقضا﴾

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب

سوال: ۔تقدیر پر ایمان لانے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ آیا یہ کہ جملہ امور پیدائش سے پہلے ہی لکھے جا چکے ہیں، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اگر ایسا ہے تو مشکوٰۃ شریف کی حدیث ص ۹۵ ر کا کیا مطلب ہے؟ جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہیکہ میری امت کے دو فرقے ایسے ہیں کہ انکا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے، ایک انمیں سے مرجیہ ہے جو کہتا ہیکہ سب کچھ خدا کی تقدیر سے ہے، اور بندہ مثل پتھر کے ہے، اور دوسرا قدریہ ہے جو تقدیر کا منکر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تقدیر پر ایمان لانے کا مفہوم یہی ہے کہ خدائے پاک نے اس عالم کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی تجویز فرما دیا تھا کہ فلاں شخص فلاں کام کریگا، اور فلاں چیز اس طرح ہوگی[1] لیکن

---

[1] واعلم ان مذهب اهل الحق اثبات القدر ومعناه ان الله تبارک وتعالیٰ قدر الاشياء فی القدم وعلم سبحانه انها ستقع فی اوقات معلومة عنده سبحانه وعلی صفات مخصوصة فهی تقع علی حسب ماقدرها سبحانه وتعالیٰ الخ، نووی علی المسلم ص۱/۲۷، اول کتاب الایمان، طبع سعد دیوبند، فتح الباری ص ۱/۱۶۲، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان، طبع مکة المکرمه.

اس کے باوجود حق تعالیٰ نے انسان کو مکلّف بنایا اس کے لئے قانون نازل فرمایا، اگر انسان دیدہ ودانستہ اس قانون پر عمل نہ کرے، اور تقدیر کا سہارا لیکر اپنے کو مجبور محض پتھر کی طرح تصور کرے، درانحالیکہ دنیا کے کاموں میں رات دن جدوجہد کرتا ہے، اور خدا کی دی ہوئی ساری قوتوں کو صرف کرتا ہے، وہ تقدیر پر صابر رہ کر عملی جدوجہد سے کنارہ کشی نہیں کرتا، تو ایسا شخص یقیناً گمراہ ہے، سعی وعمل کا صریح حکم موجود ہے، پتھر کو سعی وعمل کا حکم نہیں دیا جاتا، نہ وہ پتھر کی طرح ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ نظام الدین // ۶۱۹/۹۲ھ

مسئلۂ تقدیر

سوال:۔ بعض لوگوں نے یوں سوال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر مقرر کی ہے، اسکے مطابق دنیا میں آنے کے بعد عمل کریگا، یعنی چاہے نیک ہو یا بد، اسی کے حکم کے ماتحت ہوگا، کیونکہ خداوند قدوس نے قرآن شریف میں فرمادیا کہ میرے حکم کے بغیر پتہ بھی ہل نہیں سکتا، لہٰذا انسان دنیا میں آنے کے بعد جو گناہ کررہا ہے، اس کو آخرت میں کیوں سزا دے گا کسی عالم کا دماغ کتنا ہی عقلمند کیوں نہ ہو وہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر سے کم وبیش نہیں کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے کی اجازت نہیں[2]۔

---

[1] قالوا یارسول اللّٰہ افلا نتکل علی کتابنا وندع العمل فلم یرخص علیہ السلام فی ذٰلک الاتکال وترک الاعمال حیث قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ بل امرھم بالتزام مایجب علی العبد من امتثال امر مولاہ من العبودیۃ الخ ونظیرہ الرزق المقسوم مع الامر بالکسب (مرقاۃ ص ۱۳۰ / ج ۱) باب الایمان بالقدر. مطبوعہ بمبئی.

[2] لایجوز الخوض فیہ والبحث عنہ بطریق العقل (مرقاۃ ص ۱۲۲ / ج ۱ / باب الایمان بالقدر)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دفعہ کسی گفتگو میں مشغول تھے، حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف لائے، فرمایا کہ کیا گفتگو کر رہے تھے، عرض کیا کہ تقدیر کے مسئلہ میں بات تھی چہرۂ مبارک غصّہ سے سُرخ ہوگیا، اور فرمایا کہ کیا اس کیلئے تم پیدا کئے گئے ہو یا میں اس کے لئے بھیجا گیا ہوں، ہلاک ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے اس میں گفتگو کی۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱/۱۱/۹۰ھ

تقدیر کے مسئلہ پر اشکال

سوال:۔قابل غور بات یہ ہے کہ تقدیر کا مسئلہ جو پروردگار نے روز اول میں لکھ دیا ہے، وہ ضرور پورا ہوگا، چاہے جو کچھ بھی ہو تو پھر انسان کی اس میں کیا خطا ہے، کہ کسی آدمی کی زندگی عبادت میں گذری آخری وقت خاتمہ خراب ہوا تو اس کے لئے دوزخ اتنی زندگی بھر

---

[1] عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال خرج علينا رسول الله صلی الله عليه وسلم ونحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجهه حتی كانما فُقِئَی فی وجنتيه حب الرمان فقال ابهذا امر تم ام بهذا ارسلت اليكم انماهلك من كان قبلكم حين تنازعوا فی هذا الامر عزمتُ عليكم عزمتُ عليكم ان لاتنازعوافيه. رواه الترمذی، مشكوة شريف ص ۲۲، باب الايمان بالقدر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ترمذی شريف ص:۳۵، ج:۲، باب ماجاء من التشديد فی الخوض، مطبوعه دهلی)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہم تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑ رہے تھے، آپ ﷺ ناراض ہوگئے، یہاں تک کہ چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا، گویا انار کے دانے رخسار مبارک پر نچوڑ دئے گئے ہوں، اور ارشاد فرمایا کیا تم کو اسی چیز کا حکم کیا گیا ہے، کیا میں تمہارے پاس اسی لئے بھیجا گیا ہوں، بس تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوگئے، جب انہوں نے اس مسئلہ میں جھگڑا کیا، میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم اس میں جھگڑا نہ کرو۔

کی عبادت غارت ہوگئی، زندگی میں کبھی نہ کبھی رمضان کا مہینہ ضرور آیا ہوگا، اوراس میں چوبیس گھنٹہ میں کوئی نہ کوئی دعا ضرور بندے کی قبول ہوتی ہے، کبھی کبھی وقتاً فوقتاً علماء نے دعا ضرور مانگی، تو پھر اللہ نے کیوں پورا نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ بندہ کے دشمن ہیں، ایک زندگی بھر کی فاسق وفاجر عورت ایک کتّے کے پانی پلا دینے سے جنت میں گئی زندگی بھر کی کسی خطا سے سزا کی مستحق نہیں ہوئی، ایک صاحب نے بتایا کہ انسان کو صرف ارادہ کرنے کا گناہ ملے گا، عمل کا گناہ نہیں، اس کا عذاب ہوگا، تو میں کہتا ہوں کہ ارادہ بھی خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہے، غلط ارادہ نہ کریں، اور نہ روکیں، تو پھر عذاب کا مستحق نہ رکھیں، عقائد اسلام قاسمی میں پڑھا ہے، انسان نہ محدود ہے نہ بالکل آزاد ہے، کہ چاہے جو کرے۔

تو میں کہتا ہوں کہ محدود نہیں رکھا، تو جہاں غلط ارادہ کرے وہ محدود کرے، جب اچھا ارادہ کرے تو چھوڑ دے، عذاب کا مستحق نہ رکھے تو شاید آپ کہیں کہ دوزخ بنانے کی ضرورت ہی نہیں، تو میں کہونگا بالکل ضرورت نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ آپ کی سمجھ سے اونچا ہے، جیسے کوئی میزان پڑھنے والا کہے کہ مجھے مسئلۃ الکحل کیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سأل رجل علی بن ابی طالبؓ فقال اخبرنی عن القدر قال طریق مظلم لاتسلکه واعاد السوال فقال بحرعمیق لاتلجه فاعاد السوال فقال سر اللّٰه قد خفی علیک فلاتفتشه. (مرقاة ص ۱۲۲ / ج ۱، باب الایمان بالقدر) مطبوعه بمبئی،

ترجمہ:- ایک شخص نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے سوال کیا اور کہا مجھ کو تقدیر کے بارے میں خبر دیجئے فرمایا اندھیرا راستہ ہے، اس میں مت چلو اور اسنے پھر سوال کا اعادہ کیا فرمایا گہرا دریا ہے، اس میں داخل مت ہو اس نے پھر سوال کا اعادہ کیا فرمایا اللہ کا ایک راز جو تم پر پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کی کھود کرید مت کرو۔

تقدیر کی قسم مبرم و معلق ہے

سوال:۔تقدیر کا فیصلہ اٹل ہے قلم لکھ چکے صحیفے سوکھ چکے، قلم اٹھ گیا، اب معترض اعتراض کرتا ہے، کہ جب فیصلہ ہو چکا تو پھر بندہ پر سزا اور جزا کیوں؟ مثلاً کسی نے خودکشی کی تو اس پر سزا کیوں؟ اور تقدیر کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تقدیر کا فیصلہ اٹل ہے، سزا جزا کو بھی تقدیر ہی کا فیصلہ مان لیا جائے تو کیا اشکال ہے؟ تقدیر حقیقۃً ایک ہی قسم کی ہے جو کہ اٹل ہے، جسکو عربی میں مبرم کہتے ہیں، اور دوسری جو قسم بعض عبارات میں ملتی ہے، وہ بندوں کے اعتبار سے ہے جس کو معلق کہتے ہیں، نہ کہ علم الٰہی کے اعتبار سے[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۵ھ

ہر ایک کا ارادہ خدا کے ارادہ کے تابع ہے

سوال:۔بموجب آیت کریمہ "وَمَاتَشَاؤُونَ اِلَّااَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ" ہر کام کے لئے

---

[1] المعلق والمبرم کل منهما مثبت فی اللوح غیر قابل للمحو، نعم المعلق، فی الحقیقة مبرم بالنسبة الی علمه تعالیٰ (مرقاة المفاتیح ص ۱۲۲/۱/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب الایمان بالقدر، تفسیر مظهری ص ۷۲/ج ۱۰، سورۂ نوح تحت قوله تعالیٰ ویؤخرکم الی اجل مسمی، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، روح المعانی ص ۷۱-۱۷۰/۱۳، سورۂ رعد آیت: ۳۹، مطبوعه مصطفائی دیوبند، فتح الباری ص ۳۲۵/۱۳، کتاب القدر، قبیل باب جف القلم الخ، مطبوعه مکة المکرمة)

پہلے مشیت الٰہی ہوتی ہے، اس کے بعد بندہ کا ارادہ ہوتا ہے، اور ارادہ کی عملی صورت کا نام اہتمام ہے، چنانچہ اہتمام کا انکار ارادہ کا انکار ہے، اور ارادہ کا انکار مشیت الٰہی کا انکار ہے، یعنی اہتمام کو ضلالت بتانا یہ اہتمام کی اصل مشیت الٰہی کو ضلالت بتانا ہے، جو اصولاً غلط ہے، لہٰذا اہتمام کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے، ورنہ یہ تحریر فرمایئے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اشکال بعینہ اسی تقریر کے ساتھ معاصی میں بھی جاری ہے تو جس طرح طاعات وقربات مستحبہ غیر واجبہ کے اہتمام کا انکار ارادہ کا انکار ہے، اور ارادہ کا انکار مشیت الٰہی کا انکار ہے، اسی طرح معاصی کے اہتمام کا انکار ارادہ کا انکار ہے، اور ارادہ کا انکار مشیت الٰہی کا انکار ہے[1]۔ فما قولکم رحمکم اللّٰہ.. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/شعبان ۶۶ھ

تنبیہ:۔ طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں اسکے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا:

"فی الجواب کفایة لمن اراد الهدایة واما المجادل فلا یقنع الا بالمجادلة"

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/شبعان ۶۶ھ

انسان سے برے کام کیا اللہ تعالیٰ کرواتا ہے

سوال:۔ انسان جو اچھے اور برے کام انجام دیتا ہے، کیا وہ خود کرتا ہے، یا اللہ تعالیٰ

---

[1] ان العباد لهم مشیئة وقدرة یفعلون بمشیئتهم وقدرتهم ما اقدر هم الله علیه مع قولهم ان العباد لا یشاؤن الا ان یشاء الله الخ، فتاوی ابن تیمیه ص ۸/۴۵۹، کتاب القدر، ان العباد لهم مشیئة وقدرة وفعل،

کراتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اللہ تعالیٰ برے کام کرنے کیلئے کسی کو حکم نہیں کرتا، بلکہ وہ تو برے کام سے منع کرتا ہے[1]، انسان نفس وشیطان کے بہکانے سے خود برے کام کرتا ہے، اور سزا کا مستحق ہوتا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے؟

سوال:۔تقدیر کسے کہتے ہیں؟ کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے؟

الف:۔اثبات کی شکل میں ان احادیث وآیات سے تعارض ہوتا ہے جن میں تقدیر کا نہ بدلنا وارد ہے، جیسے ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ کچھ صحابہؓ نے اپنی جنسی چیزوں کو ختم کرانے کے ارادے کئے ،اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز مقدر ہوچکی ہے، وہ ہر حالت میں ملے گی ،اسی طرح قرآن کا اعلان ''مایبدل القول لدی ،پ ۲۶''

ب:۔نفی کی شکل میں ان احادیث سے تعارض ہوتا ہے ،جن میں وارد ہے کہ تقدیر بدل سکتی ہے، جیسے **لایرد القضاء الا الدعاء** وغیرہ۔

ج :۔کیا اولیاء اللہ اس کے مجاز ہیں کہ تقدیر میں کسی قسم کی تبدیلی کردیں، مثلاً موت کے وقت کو بدل دیں یا تقدیم وتاخیر کردیں ،یا مرنے کے بعد زندہ کردیں، حالانکہ قرآن اعلان کرتا ہے ''**لایستاخرون ساعة ولایستقدمون**،پ۷''

---

[1] وینھی عن الفحشاءِ، الآیة، سورة الاعراف ،الایة ۲۸/ سورة النحل الایة ۹۰/.

[2] ان النفس لامارة بالسوء، سورۂ یوسف الایة ۵۳/ سورۂ بقرہ الایة ۲۶۸/.

الجواب حامداً ومصلیاً

علم الٰہی میں ہر شئے کے لئے ایک نقشہ ہے کہ اسکا اس طرح ظہور ہوگا، اس کو تقدیر کہتے ہیں[۱]۔ اس نقشہ میں تبدیلی نہیں ہوتی[۲]۔ مگر کوئی چیز مطلق ہوتی ہے، جس کا اظہار پہلے سے کارکنانِ قضاء وقدر پر بھی بسا اوقات نہیں ہوتا، اور قلوب قدسیہ پر بھی انکشاف نہیں ہوتا، اور وہ عدم ظہور تعلیق کی وجہ سے اس کو مبدل سمجھ جاتے ہیں۔

تعلیق کبھی دعا کی ہوتی ہے، کبھی کسی اور چیز کی، امید ہے اس گذارش سے (الف، ب، ج) کا جواب واضح ہوجائے گا۔

مسئلہ تقدیر کی دلیل شروحِ حدیث، فتح الباری، عمدۃ القاری، مرقاۃ وغیرہ میں مذکور ہیں[۳]۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو مفاتح الغیب اور روح المعانی میں دیکھیں[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۹۳ھ

غریب کی غریب سے شادی تقدیری ہے یا کوشش سے؟

سوال:۔ (۱) انسان کا جو عقد ہوتا ہے، وہ منجانب اللہ ہوتا ہے، یا انسان کی تجویز

---

[۱] هو علمه تعالیٰ بماینبغی ان یکون الموجودات علیه من النظام الاکمل (النبراس، ص ۱۷۴، مطبوعه امدادیه ملتان، مسئلة القدر والقضاء)

[۲] واما مافی علم اللّٰه تعالیٰ فلایتغیر (فتح الباری، ص ۳۲۵/ج ۱۳، مطبوعه نزار مصطفیٰ مکه مکرمه، کتاب القدر)

[۳] راجع فتح الباری ص ۱۳/۳۱۱/ کتاب القدر، عمدة القاری ص ۱۴۵/ج ۲۳، مطبوعه درالفکر بیروت، ومرقاة المفاتیح ص ۱۲۲/ج ۱، باب الایمان بالقدر، مطبوعه بمبئی)

[۴] راجع مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر ص ۲۱۰/ج ۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت، سرة الرعد المسئلة الثالثه فی بیان استدلال المعتزلة الخ، وروح المعانی ص ۱۱۷/ج ۷)

سے؟ یہاں اختلاف ہوگیا ہے۔

(۲) مالدار کی قسمت میں مالدار ہی بننا ہے، اور غریب کی قسمت میں غریب ہی بننا ہے، مالدار اپنی بیٹی غریب کو نہیں دیتا ہے، یہ سب منجانب اللہ ہوتا ہے، یا انسان کی سعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے اللہ پاک کی طرف سے اس کی ہر چیز مقرر ہو چکی ہے، انسان اس کے خلاف ہزار کوشش کرے یا چاہے کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، یہ ایمان ہے، یہی ہر مسلم کا عقیدہ ہونا چاہئے، قرآن پاک اور حدیث شریف کی تعلیم بھی یہی ہے[۱]۔

(۲) جس کی جیسی قسمت تجویز کردی گئی ہے، وہی چیز سامنے آتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ ہر مالدار کو رشتہ دار مالدار ہی ملے، نہ یہ ضروری ہے کہ ہر غریب کو رشتہ دار غریب ہی ملے، بسا اوقات اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے، مالدار کی مالداری بھی اکثر ختم ہوکر غربت آجاتی ہے، اور غریب کی غربت ختم ہوکر بھی اکثر مالداری آجاتی ہے، نہ مالداری کو دوام ہے، نہ غربت کو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ولارطب ولایابس الافی کتٰب مبین(سورۃ انعام الآیۃ ۵۹) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتب اللّٰہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموٰت والارض بخمسین الف سنۃ (رواہ مسلم عن ابن عمر مشکوٰۃ ،ص ۹ / ج ۱ ، باب الایمان بالقدر)

ترجمہ :-اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے (بیان القرآن) حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیروں کو آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھدیا تھا۔

''امر اللّٰہ القلم ان یثبت فی اللوح ماسیوجد من الخلائق ذاتا وصفۃ وفعلا خیراً وشراً علی ماتعلقت بہ ارادتہ ''(مرقاۃ ص ۱۲۲ / ج ۱ ، مطبوعہ بمبئی، باب الایمان بالقدر)

وقت سے پہلے موت نہیں آتی

سوال:۔ وقت سے پہلے موت آتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خدائے پاک نے جس کیلئے موت کا جو وقت مقرر فرمادیا ہے، اس سے پہلے موت نہیں آتی، ہر ایک اپنے وقت پر ہی مرتا ہے "كُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّى"[1] (الحدیث) فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۹۲ھ

خودکشی کرنیوالے کی موت خود اس کے قبضہ میں نہیں

سوال:۔ موت کے متعلق ایک شخص کا قول ہے، کہ میرے بس میں ہے کہ اگر میں ابھی خودکشی کرلوں تو مجھے کون روک سکتا ہے، اسکے خیالات کو کس طرح باطل کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر ایک کی موت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہے اور اس کا سبب بھی مقرر ہے،

---

[1] فی حدیث اسامة بن زید مرفوعاً ان للّٰہ مااخذ ولہ مااعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب. (مشکوٰۃ ص ۱۵۰/ باب البکاء علی المیت، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری ص ۱۷۱/ باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ الخ، کتاب الجنائز، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم ص ۳۰۱/ ج ۱ کتاب الجنائز، مطبوعہ بلال دیوبند)

ترجمہ: -حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے بیشک اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو اس نے لیا اور وہ جو اس نے دیا، اور ہر ایک کا اس کے یہاں وقت مقرر ہے، بس صبر کریں اور ثواب سمجھیں۔

"ان کل من مات قدانقضی اجلہ فمحال تقدمہ اوتاخرہ عنہ" (شرح نووی مسلم ص ۳۰۱/۱، کتاب الجنائز، مطبوعہ بلال دیوبند)

بعض دفعہ آدمی ڈوبتا ہے، زہر کھالیتا ہے، مختلف اسباب کو اختیار کرتا ہے، مگر وقت نہیں آتا تو نہیں مرتا، جب وقت آجاتا ہے تب مرجاتا ہے، کوئی پہرہ کوئی حفاظت موت سے روکنے کے لئے کارگر نہیں "اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ[1] اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوْجٍ مُشَيَّدَةٍ"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۲ھ

کیا تقدیر پر ایمان لانے سے جبر لازم نہیں آتا؟

سوال: ۔لا یرد القضاء الا الدعاء اس حدیث شریف کا مطلب وتشریح تفصیل سے بیان فرمائیں، احقر اپنے ناقص خیال میں اس کا مطلب یہ سمجھا کہ تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز رد نہیں کرسکتی، تو کیا تقدیر میں جو لکھا ہوا ہے اس کے خلاف ہوسکتا ہے، ایک صاحب کیلئے یوں لکھا ہوا ہو کہ میں فلاں شخص کو قتل کروں گا، تو میں قتل پر مجبور ہوں، کیونکہ میری تقدیر میں یوں ہی لکھا ہوا ہے، تو اس صورت میں میں گنہگار کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل تحقیق کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ قضا بدلتی نہیں، اگر بدلتی تو دعا سے بدل جاتی، یعنی قضا کی پختگی کو بتانا ہے، نیز دعا کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے، شروحِ حدیث

---

[1] الآیة ۴۹ سورة یونس **ترجمہ**:- جب ان کا وہ وقت معین آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں، (بیان القرآن)

[2] الآیة ۷۸/سورۂ نساء **ترجمہ**:-تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آجاوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔ (بیان القرآن)

مشکوٰۃ کی شرح مرقات وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے[1]۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ ہوکر رہتا ہے، مگر کسی کو نہیں معلوم کہ کیا لکھا ہوا ہے، اسلئے خواہش طبعی کے موافق گناہوں پر قصداً اقدام کرنا اور یہ کہنا کہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے، اس لئے میں ضرور کرونگا، اور میں مجبور ہوں یہ طریقہ غلط، ناجائز اور گمراہی ہے، یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک نہیں بلکہ جبریہ کا مذہب ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/ ۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

مشیت ایزدی تقدیر ہے

سوال:- "وَمَاتَشَاؤُونَ اِلَّااَنْ يَشَاءَ اللّٰه" کا کیا مطلب ہے، اور پھر یہ بھی ارشاد ہے: "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُر اِنَّااَعْتَدْنَالِلظّٰلِمِيْنَ ناراً" الاٰية، پھر جزا اور سزا کیوں۔ مرتب ہوتی ہے، جب کہ سب کچھ مشیت ایزدی ہی سے ہوتا ہے؟

---

[1] لايرد القضاء الا الدعاء كانه مبالغة فى اثر الدعاء فى دفع البلاء حتى لوامكن ردالقضاء لحصل بالدعاء (لمعات،حاشيه مشكوٰة ص ۱۹۵/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، وراجع المرقاة ص۶۳۷/ ج۲. مطبوعه اصح المطابع ممبئى، التعليق الصبيح ص ۴۹/ ج۳. كتاب الدعوات، الفصل الثانى، مطبوعه المكتبة الفخرية ديوبند، وتحفة الاحوذى ص۳۴۷/۶، ابواب القدر، باب ماجاء لا يرد القدر الا الدعاء، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2] مذهب اهل الجبر اثبات التقدير للّٰه تعالىٰ ونفى القدرة عن العبد اصلاً والطريق المستقيم القصد بين الامرين كماهو مذهب اهل السنة اذلايجوز اسقاط الاصل الذى هوالقدر ولاابطال الكسب الذى هوالسبب (مرقاة ص۱۲۵/ ج/۱. باب الايمان بالقدر. مطبوعه اصح المطابع بمبئى، شرح عقائد نسفى ص ۸۱، مبحث الافعال كلها بخلق الله تعالىٰ. مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلۂ تقدیر ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے، بحث وتفتیش کی اجازت نہیں[1]۔ کہ دامن ترمکن ہشیار باش۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انسان مختار ہے یا مجبور؟

سوال:۔(۱) زید معتقد ہے کہ دنیا میں جب میری پیدائش نہیں تھی، قبل پیدائش نہ میں فرشتہ تھا نہ جنات، نہ کوئی جانور، نہ پتھر، غرض یہ کہ کچھ بھی نہیں تھا، گویا میرا وجود ہی نہیں تھا، جبکہ لاشئ محض ہوا تو نہ مسلمان ہونے سے مطلب نہ کافر ہونے سے مطلب، نہ دوزخ سے کوئی غرض نہ جنت سے۔

اب جبکہ اللہ ﷻ نے دنیا میں میرا وجود بخشا اور میں آدمی بن گیا تو مجھ کو مسلمان رہنا فرض ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع، قرآن وحدیث کو ماننا، جنت اور دوزخ پر ایمان لانا وغیرہ سب ضروری ہوگا، زید کا دل تصدیق کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں، پھر جبکہ جنت کی باتیں اور دوزخ کی ہزارہا دردناک سزائیں زید کے کانوں میں پڑتی ہیں، تو زید کو بیماری پیدا ہوجاتی ہے، کہ میں دنیا میں نہیں آتا وہی ٹھیک تھا، اللہ تعالیٰ نے میری روح پیدا کرکے یہ سب ظلم کیا (نعوذ باللہ) کہ مجھ کو دنیا میں پیدا کیا، ورنہ مجھ کو دوزخ جنت سے کیا مطلب تھا، زید کو بہت سمجھایا جاتا ہے، اب یہ بھی کہنا شروع کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی لکھتا ہے، کہ فلاں دوزخی اور فلاں جنتی، اللہ کو سب علم پہلے سے ہے کہ

---

[1] فی شرح السنة الایمان بالقدر فرض لازم ولایجوز الخوض فیه والبحث عنه بطریق العقل (مرقاة ص ۱۲۲/ج ۱/ باب الایمان بالقدر، شرح السنه ص ۱۴۱/۱، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

فلاں آگے چل کر گمراہ ہوگا، فلاں مسلمان ہو جائیگا، تو اب انسان کو کوئی اختیار اور کسب ہی نہیں مجبور محض ہوا، سب کچھ تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی لکھ دیتا ہے، اب دنیا میں انسان وہی کر رہا ہے جو لکھا ہوا ہے، تو کسی کو اللہ تعالیٰ جنت دے اور کسی کو دوزخ دے، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کسی شئی کا محتاج نہیں ہے، اور اس کی عبادت کے لئے فرشتے ہی کافی ہیں، اب انسان کو پیدا کیا، بناء بریں جب اللہ تعالیٰ دوزخی کو جنت میں داخل کرے گا تو گناہ معاف فرمادے، تو احسان کیسا بلکہ ظلم سے باز آنا ہے، (نعوذ باللہ) مذکورہ بالا تحریر کا کیا جواب ہوگا؟

انسان مجبور محض نہیں

سوال:۔ (۲) آدمی مجبور محض ہے، یا کہ نہیں؟ واضح دلیل پیش کریں، زید کی بیماری کا علاج ضروری ہے؟

خلقت انسان کی غایت

سوال:۔ (۳) انسان کو اللہ تعالیٰ نے کس واسطے پیدا کیا ہے، پیدا کرنے میں جو غرض رکھی ہے، کیا اس غرض کا محتاج تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید از خود بے علم ہے، اس کو خبر نہیں کہ دنیا میں آنے سے کیا فائدہ، اس کا مقصد حیات تو وہ جانتا ہے، جس نے اس کو پیدا کیا ہے، اور اس نے اس مقصد کو بتا بھی دیا ہے[۱]، اگر زید اپنے اختیار سے پیدا ہوتا، تو وہ خود مقصد تجویز کرتا، جب ایسا نہیں ہے تو اس کو خود تجویز کرنے کا حق ہی نہیں ہے، جو حکم زید کو دیا گیا ہے، اس پر پابندی سے عمل کرتا رہے، اس کی تقدیر

---

[۱] وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون، سورۂ ذاریات آیت: ۵۶. **ترجمہ**:-اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

میں کیا لکھا ہے، اس کا وہ ذمہ دار نہیں ہے، نہ اس کو بتلایا گیا ہے کہ تقدیر میں یہی ہے، اس سے زائد اس مسئلہ میں بحث نہ کرے، ورنہ زائد فتنہ میں مبتلا ہو کر ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔[1]

(۲) انسان کو اختیار وارادہ دیا گیا ہے، چنانچہ اپنے اختیار وارادے سے کھاتا ہے، پیتا ہے، سنتا ہے، چلتا پھرتا ہے، یہ سب ظاہر ہے، اور ہر ایک کا مشاہدہ ہے، کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے۔[2]

(۳) انسان اس دنیا میں اس لئے پیدا کیا گیا کہ وہ یہاں آکر محنت کرے، اور آخرت کی زندگی کو سُدھارے، آخرت کی زندگی یہاں کی زندگی سے سدھر جاتی ہے، اس طرح کہ اللہ پاک نے جن چیزوں کا حکم دیا ان پر عمل کرے، اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے باز رہے،[3] زید کو ضرورت ہے کہ کسی بزرگ صاحب نسبت کی خدمت میں جا کر رہے اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کر کے ان کی ہدایات پر عمل کرے، انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] انما هلک من کان قبلکم حین تنازعوا فی هذا الامر (مشکوٰۃ، ص ۲۲) ولا یجوز الخوض فیه والبحث عنه. (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۲۲/ج ۱، باب الایمان بالقدر، مطبوعه بمبئی)

ترجمہ:- بس تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوگئے جب انہوں نے اس معاملہ میں جھگڑا کیا۔

[2] وللعباد افعال اختیاریة یثابون بها ویعاقبون علیها لا کما زعمت الجبریة انه لا فعل للعبد اصلا (ملخصا شرح عقائد، ص ۸۱، مبحث الافعال کلها بخلق الله تعالیٰ، مطبوعه امدادیه دیوبند، تکمله فتح الملهم ص ۵/۴۶۸، کتاب القدر، مطبوعه کراچی، شرح مواقف ص ۸/۱۶۳، المرصد السادس فی افعال الله تعالیٰ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] ان الدنیا مزرعة الآخرة وفیها التجارة التی یظهر ربحها فی الآخرة فمن استعمل فراغه وصحته فی طاعة الله فهو المغبوط ومن استعملهما فی معصیة الله فهو المغبون الخ، فتح الباری ص ۴، ج ۱۳، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق، مطبوعه مکه مکرمه،

دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار

سوال:۔ ہماری یہ بحث ہے کہ کیا انسانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے یا نہیں؟ .....مثلاً انسان جو بھی کام دل سے کرے وہ اچھے ہوں یا برے، کیا دل پر خدا کا اختیار ہے یا نہیں؟ کیا وہ خدا کے حکم سے کرتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے جس دل میں جو چاہے ڈال دے، اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ، سب امت کو یہ دعا کرنی چاہئے[1] مگر خدائے پاک نے اچھے کاموں کا حکم دیا ہے اور برے کاموں سے منع کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

not found.

[1] کان اکثر دعائہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک الحدیث ترمذی شریف ج۲، ص۱۹۰، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابواب الدعوات،

ترجمہ:۔ آنحضرتؐ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی ''اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جمادے۔

Final\As Pic. FM Final\Jild-03\00
A025.TIF not found.

باب چہارم

﴿غیر اللہ سے مدد مانگنا اور دعا میں توسل﴾

الاستغاثۃ

سوال:۔الاستغاثة الی المخلوق والاستغاثة فوق الاسباب ودعائه دعاء غیباً حیاکان المدعوا ومیتاً اشراک باللّٰه تعالیٰ.

الجواب حامداًومصلیاً

یکفر بقولہٖ ارواح المشائخ حاضرة تعلم.[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترجمہ سوال و جواب

ترجمہ سوال:-مخلوق سے استغاثہ کرنا اور استغاثہ فوق الاسباب اور مخلوق کو غائبانہ پکارنا (جس کو پکارا جائے) زندہ ہو یا مردہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔(یا نہیں)

ترجمہ جواب:-مشائخ کی ارواح کو حاضر اعتقاد رکھنے سے کہ ان کو سب خبر ہے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

[1] کذا فی مجمع الانهر ص ۲/۵۰۴، بزازیة علی الهندیة ص ۳۲۶/ج۶ . البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۴/ج۵، باب احکام المرتدین،

نداء اموات

سوال: ۔اذادعااحد یاشیخ محی الدین یا ابابکر رضی اللہ عنہ یاعثمان رضی اللہ عنہ وغیرھم من الاولیاء الکرام بعض العلماء یقولون ھوشرک محض والبعض یقولون لیس بشرک واذاکان شرکاً فما الجواب لماوردفی التحیات ایھاالنبی فان الناس یقولون ان الاولیاء یستمعون بعدالموت اذاسئلوا شیئاً یجیبون وھکذا عقیدۃ الناس وفی اکثر البلادیقرأ الناس محی الدین شیئاً لِلّٰہ وفیہ یدعوالعامۃ یامحی الدین فانھم یقولون ان محی الدین یحضرفی ذالک المجلس ویجیب دعائھم وھذا مجرب لاکثرالناس ان الناس لایفھم ان محی الدین ھواللّٰہ ولکن یقولون ولہ مرتبۃ لیس ذالک لعامۃ العلماء والناس ماالجواب؟

الجواب حامداًومصلیا!

من اعتقد ان الاولیاء والصلحاء بعد مفارقۃ ارواحھم من الابدان یتصرفون فی الکون ولھم قدرۃ علیٰ ان یغیثوا من استغاثھم ویسمعون ویصلون للاعانۃ من ای مکانٍ ینادون فھذا الاعتقاد لااصل لہٗ فی الدین من الکتاب والسنۃ وصرح الفقھاء بخلافہ حیث قالوافی باب المرتد ویکفربقولہ ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم اھ مجمع الانھر[1] ص ۶۹۹/ج ۱، والبحرالرائق[2] ص ۱۲۴/ ج۵/ وقال فی ردالمحتار ان ظن ان المیت متصرف فی الامورد ون اللّٰہ تعالیٰ کفر ص[3] ۱۲۸/ ج۲، وکذا

---

[1] مجمع الانھر ص ۲/۵۰۴، کتاب السیر، ثم ان الفاظ الکفر انواع. مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۲۴/۵، باب احکام المرتدین.

[3] شامی زکریا ص ۴۲۷/۳، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ.

فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح[1] ص ۳۷۸، اماماور دفی التشهد من صيغة النداء والخطاب فهويقرأ على سبيل النقل لالاصل الخطاب وحضور الروح الكريمة عندكل متشهد كما يقرافي القرآن الكريم ياجبال اوبی وغيره من الآيات الكثيرة ليس المقصود منهاسوى النقل. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به.

خلاصہ سوال و جواب

سوال :- کوئی شخص یا شیخ محی الدین یا ابوبکر رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ اولیاء کرام کو پکارتا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ شرک محض ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ شرک نہیں اور اگر شرک ہو تو اس کا کیا جواب ہوگا، جو التحیات میں ''ایھاالنبی'' وارد ہوا ہے، پس بیشک لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء موت کے بعد بھی سنتے ہیں، اور جب ان سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا ہے، اس کا جواب دیتے ہیں، لوگوں کا عقیدہ یہی ہے، اور اکثر بلاد میں لوگ ''محی الدین شیئاً للہ'' کہتے ہیں اور عوام یا محی الدین پس بلاشبہ وہ اس کے قائل ہیں، کہ محی الدین اس مجلس میں موجود ہیں، اور ان کی پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ اکثر لوگوں کا مجرب ہے، لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ محی الدین ہی اللہ ہے، البتہ اس کے قائل ہیں کہ ان کا ایسا مرتبہ ہے جو عامۃً علماء اور عام لوگوں کا نہیں ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب :- جو شخص اس کا معتقد ہے، کہ اولیاء وصلحاء اپنی ارواح کے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد بھی عالم میں تصرف کرتے ہیں، اور ان کو اس کی قدرت ہے کہ اپنے سے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کریں، اور جس جگہ سے بھی ان کو پکارا جائے، ان کی سنیں اور ان کی مدد کو پہنچیں، تو اس اعتقاد کی دین میں کتاب وسنت سے کوئی اصل نہیں اور فقہاء نے اس کے خلاف کی صراحت کی ہے اس طرح کہ مرتد کے باب میں بیان کیا ہے، کہ ارواح مشائخ کو حاضر وناظر اعتقاد کرنے سے انسان کا فر ہوجاتا ہے، مجمع الانہر ص ۶۹۹ ج ۱ر والبحرالرائق ج ۵ ص ۱۲۴۔ اور ردالمحتار میں کہا ہے کہ اگر کوئی یہ گمان کرلے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ تو وہ کافر ہوجائیگا، ص ۱۲۸/۲۔ اسی طرح طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ تشہد میں جو ندا اور خطاب کا صیغہ وارد ہوا ہے، تو وہ نقل کے طور پر پڑھا جاتا ہے، اصل خطاب اور ہر تشہد پڑھنے والے کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ موجود ہونے کی بنا پر نہیں جیسا کہ ''یاجبال اَوِّبِی'' وغیرہ بہت سی آیات قرآن کریم میں پڑھی جاتی ہیں اور سوائے نقل کے ان سے کچھ اور مقصد نہیں۔

انبیاء کرام کو پکارنا

سوال: بعض لوگ مصیبت اور حاجت کے وقت انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام کو دور سے بطور استمداد پکارتے ہیں، اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ سنتے ہیں اس صورت سے کہنا جائز ہے یا نہیں اور اس اعتقاد والے کا کیا حکم ہے، دور سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا یا نماز میں ایہا النبی پڑھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری پکار سن رہے ہیں، اور خبردار ہوتے ہیں، ایسے اعتقاد والے پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے جب ایسا عقیدہ حضور ﷺ کے متعلق رکھنا کفر ہے تو کسی اور نبی یا ولی کے متعلق کیسے درست ہوگا، یارسول اللہ اس عقیدہ سے کہنا کہ ہر جگہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آواز کو خود سنتے ہیں ناجائز ہے۔[1]

اور اس عقیدہ سے کہنا کہ ملائکہ آپ کو اس کی اطلاع کرتے ہیں درست ہے۔

لیکن عوام کے عقائد میں ضرور اس سے فساد آتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔[2]

ایہا النبی نماز میں پڑھنا شرعاً ثابت ہے[3] لہٰذا اس کو پڑھنا جائز ہے اور عقیدہ یہ رکھنا

---

[1] ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذالک من التوسل المباح فی شیء، روح المعانی ص۱۲۸/۶، آیت: ۳۵، مطبوعہ ادارہ مصطفائی دیوبند، راجع فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲. کتاب العقائد، مطبوعہ لاھور.

[2] مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں، لہٰذا مکروہ ہونگے۔(رشیدیہ ص ۱۰۳، کتاب العقائد، مطبوعہ لاھور)

[3] راجع حدیث ابن مسعود "اخرجہ الائمۃ الستۃ عنہ واللفظ للمسلم فقال اذاقعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات لِلّٰہ والصلوات والطیبات السلام ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاہئے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

پیر کوندا

سوال:۔ کھیلنا کے پیر شان عزیز اللہ صاحب کو یا کھیلنا کہنا کہاں تک درست ہے؟ اس پیر صاحب کے خلیفہ پیر علیم الدین صاحب حضور کہنا کہاں تک درست ہے؟ سوتے وقت اٹھتے بیٹھتے وقت خوشی وغم میں ہر حالت میں حضور کہنا یا غوث وغیرہ کہاں تک درست ہے؟ جب کہ کسی بھی وقت اللہ اور رسول کا نام نہیں لیا جاتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منع ہے شرک کے مشابہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ (ملخصاً نصب الرایۃ ص ۴۱۹/ج ۱، کتاب الصلوۃ، حدیث تشھد ابن مسعود الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل) ارشاد فرمایا تم میں کوئی جب نماز میں بیٹھے تو چاہئے کہ یہ پڑھے التحیات للہ تمام قولی عبادتیں، تمام بدنی عبادتیں، تمام مالی عبادتیں، اللہ کے لئے ہیں، آپ پر سلام ہوا ے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ، مشکوۃ شریف ص ۸۷، باب الدعا فی التشھد.

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہونچا دیا جاتا ہے۔

۲ مجموع الفتاوی ج ۱/ص ۳۳۷/ کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ یو سفی لکھنؤ)

یاغوث کہنا

سوال: ۔محفل میلاد شریف میں شریک ہوکر یاغوث کہہ کر چیخنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ ناجائز ہے[1]،ایک قسم کا شرک ہے[2] ایسی محفل میں شرکت نہ کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

یاغوث الاعظم المدد پکارنا

سوال: ۔کیا اولیائے کرام کواُٹھتے بیٹھتے پکارنا یاغوث الاعظم المدد یا بڑا پیر جائز ہے یا کھلا ہوا شرک ہے، یاان کے مزارات پر جاکر دعائیں کرانا کہ یہ دعائیں کرسکتے ہیں،انہی کی خدا سنتا ہے،یہیں سے دعائیں قبول ہوتی ہیں،اورمرادیں ملتی ہیں، بے اولادکواولادیں ملتی ہیں، بے روزگاروں کو روزگار ملتا ہے،فرمایئے ایسے اعتقادات رکھنے والا باوجودکلمہ پڑھنے کے مسلم رہتا ہے یامشرک ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

ان اعتقادات اوراعمال سے ایمان سلامت نہیں رہتا ہے،اس عقیدہ کوفقہاء نے کفر

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان ،ص ۱۱/ اشرفیه.

[2] ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم (مجمع الانهر ص ۲/۵۰۴، کتاب السیر، ثم ان الفاظ الکفر انواع، الاول فیما یتعلق بالله، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ بزازیه ج۶/ص ۳۶۶، کتاب السیر، الثانی فیما یتعلق بالله، مطبوعه کوئٹه.

لکھا ہے، ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم اھ۔ (مجمع الانہر[1]، ج ۱ ص ۶۹۹)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا وظیفہ

سوال: ۔وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ''شیئاً للّٰہ'' پڑھنا از روئے عقائد اہل سنت والجماعت اور بالخصوص عقائد حنفیہ جائز ہے یا نہیں و نیز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حاضر وناظر، عالم الغیب وحاجت روا، فریادرس، مشکل کشا، متصرف اور ہر شخص کی ہر مقام سے بروقت ندا اور پکار کا سننے والا سمجھ کر وظیفۂ مذکورہ پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

اگر کوئی شخص اس کتبہ کو مسجد کی پیشانی سے اُسے قرآن پاک اور سنت رسول اللہ ﷺ اور عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف بلکہ مسجد کی غرض وغایت کے خلاف سمجھتے ہوئے محو کردے، تو شریعت محمدیہؐ کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟ جواب از روئے قرآن پاک وحدیث نبوی وفقہ حنفیہ اور محققین علمائے سلف کے اقوال سے دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وظیفۂ مذکورہ پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہر جگہ حاضر وناظر عالم الغیب وغیرہ وغیرہ ہیں، شرعاً کسی طرح جائز نہیں، ایسا عقیدہ حرام بلکہ شرک ہے، کیونکہ یہ صفات خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ''وعندهٗ مفاتح الغيب لايعلمها الاهو الآية''[2]

---

[1] مجمع الانهر ص ۲/۵۰۴، كتاب السير، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، وكذافي البزازية على الهندية ص ۶/۳۲۶، كتاب السير، الثاني فيما يتعلق بالله، مطبوعه كوئٹه، وكذافي البحر ص ۵/۱۲۴، باب احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه.

[2] سورہ انعام آیت: ۵۹/ (**ترجمہ**) اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

جو شخص کسی اور میں ان صفات کا عقیدہ رکھتا ہو فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے، ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم الخ (مجمع الانہر[1] ج۱/ص۶۹۹)

بس ایسے وظیفہ کا کتبہ مسجد میں آویزاں کرنا بھی جائز نہیں اور مسجد کی پیشانی پر کندہ کرنا بھی منع ہے، اور اس کا محو کرنا باعث اجر ہے۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ یا ارحم الرحمٰن پڑھنا چاہئے، جس کے قبضہ وقدرت میں شیخ عبدالقادرؒ بلکہ تمام عالم ہے، خلاف شرع عقیدہ رکھنے والوں کو کسی بہتر تدبیر شرعی اور تفہیم سے راہ راست پر لانا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۲/۹/۹۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/رمضان المبارک ۵۶ھ

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا

سوال: ۔اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور وہابی کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرات اولیاء اللہ کو اللہ پاک کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا درست ہے، مثلاً یا اللہ اپنے اولیاء کے طفیل یا فلاں بزرگ کے طفیل مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔[2]

---

[1] مجمع الانهر ص ۲/۵۰۴، كتاب السير، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البزازية على الهندية ص ۶/۳۲۶، باب احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه،

[2] ان التوسل بجاه غير النبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم لابأس به ايضاً ان كان المتوسل بجاهه مماعلم ان له جاهاً عنداللّٰه تعالىٰ كالمقطوع بصلاحه وولايته. (روح المعانى ص ۶/۱۲۸، ادارة الطباعة المصطفائيه ديوبند، المهند على المفند ص ۳۲، الجواب عن السوال الرابع)

خود براہِ راست اولیاء اللہ سے یہ چیز نہ مانگی جائے کہ اے فلاں بزرگ آپ مجھے بیٹا دیدیجئے، اسی طرح کسی مصیبت یا بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو تو بزرگ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے براہِ راست بزرگ سے نہیں، جیسے کہ بعض جگہ دستور ہے، کہ بڑے پیر صاحب یا کسی اور بزرگ سے مدد مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں یا غوث المدد، شرعاً اس کی اجازت نہیں[1]۔

جو شخص متبع سنت اور نیک آدمی ہو ہمارے اطراف میں اس کو وہابی کہتے ہیں، اگر چہ وہ کچھ بھی مراد لیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۷ھ

پیرانِ پیر سے مدد مانگنے سے متعلق شعر کا حکم

سوال:۔ اللہ میرے بادشاہ ہیں محمد وزیر
توڑ دو میری مصیبتیں کھول دو میری زنجیر

مدد کر پیرانِ پیر آیا اس قسم کے کلمات شرک ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت پیران پیر قدس سرہ یا اور کسی بزرگ مرحوم سے مدد مانگنا جائز نہیں اگر اعتقاد یہ ہو کہ وہ مدد کرنے آتے ہیں اور میری آواز کو سنتے ہیں تو یہ شرک ہے، اس لئے ہرگز اس طرح

---

[1] ان الناس قد اکثر وامن دعاء غیر اللّٰہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یاسیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئیٍ. (روح المعانی ص۱۲۸/ج۶، سورۂ مائدہ آیت: ۳۵، مطبوعہ مصطفائی دیوبند، فتاوی عزیزی ص۴۵-۴۶، بیان در شبھات بت پرستاں، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

دعاء نہ کی جائے،[1] دعاء صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے کہ وہ واجب وخالق ہے، حاضر وناظر ہے، معین ومددگار ہے، سمیع وبصیر ہے، اور کسی کی یہ شان نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۴ھ

پیرانِ پیر سے مدد مانگنا

سوال:۔ ایک عورت دردزہ کی تکلیف میں کسی ولی سے استغاثہ کا کلمہ مثلاً ''یا محی الدین'' بے اختیار زبان سے کہتی رہے، تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ نیز اس علاقہ میں استغاثہ کرنا عوام میں رائج ہے مثلاً یا غوث الاعظم، لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے کہنے والوں کے پیش نظر واقعۃً ان اولیاء سے استغاثہ ہی مقصود ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بلکہ صراحۃً جب پوچھا جائے تو وہ بھی استغاثہ کی نفی ہی کرتے ہیں، گویا محض عادۃً یہ کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حضرت محی الدین قدس سرہٗ کو حاضر وناظر فریادرس اعتقاد نہ کرتے ہوئے بھی یہ صورت اختیار کی جاتی ہے، تب بھی یہ صورۃً شرک ہے، اسلئے اس سے توبہ واجتناب ضروری

---

[1] من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر (البحر الرائق ص ۱۲۴ / ج۵. كتاب السير باب احكام المرتدين، مطبوعه مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان، بزازية على هامش الهندية ص ۳۲۶ ج۳. كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا او خطأً، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر مطبع دار الكتب العلمية بيروت ص ۲/۵۰۵، كتاب السير، باب المرتد، روح المعانى ص ۶/۱۲۸، سورۂ مائده آيت: ۳)

ہے، اگر اعتقاد بھی ہو تو پھر شرک ظاہر ہے، جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۴ھ

پیر فقیر وغیرہ سے حاجتیں مانگنا

سوال:۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں بلکہ نور ہیں یعنی خدا کے نور سے جدا ہیں یا ان کو خدا نے نوری ذات سے پیدا کیا ہے، اور تمام انبیاء علیہم السلام **عالم الغیب ماکان ومایکون** اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، اسی طرح تمام پیغمبر علیہم السلام پیر فقیر خدائی طاقتوں کے مالک ہیں، اب ہمیں پیروں فقیروں سے حاجت مانگنی چاہئے، کیونکہ یہ ہمارے خدا کے وکیل ہیں، ہماری سفارش کر کے کام کروادیں گے، ایسے عقیدہ والا آدمی شریعت محمدی میں مسلمان ہے، یا کافر اسکے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنا چاہئے یعنی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے عقیدے رکھنا درست نہیں، ایسے شخص کو توبہ لازم ہے، اگر ایسے عقیدہ والے آدمی کو ان عقیدوں کے اعتبار سے دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے اور تاویل بعید کر کے اسکو نہ بچایا جائے تو اسکو مؤمن موحد نہیں کہا جائیگا، بلکہ اس کے اوپر مشرک ہونے کا حکم لگایا جائے گا[۲]۔

---

[۱] یکفر بقولہٖ ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم (مجمع الانہر ص ۵۰۵/۲، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) بزازیۃ علی الھندیۃ ص ۳۲۶/ ج۶، الباب الرابع فی المرتد، الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ، مطبوعہ کوئٹہ، البحر الرائق ص ۱۲۴/ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کراچی)

[۲] منھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجھل صریح (التوشیح بحوالہ الجنۃ لاھل السنۃ ص ۳۰. بحث ندائے استمدادی، مطبوعہ دھلی)

مگر چونکہ شریعت کا حکم یہ بھی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے اور اس کے کلام کی ایسی تاویل کر لی جائے، کہ وہ مسلمان رہ سکے اور کفر سے بچ سکے خواہ وہ تاویل کتنی ہی بعید ہو اس لئے ایسے آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس کو اسلام سے خارج نہیں کیا جاتا، اور مسلمانوں کی طرح تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کو منع نہیں کیا جاتا، پس اسی سے سمجھ لیجئے کہ ایسے عقیدے کتنے غلط اور خطرناک ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۸ھ

''یا علی مشکل کشا'' کہنے کا حکم

سوال:۔ میں نے عام طور سے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے ''یا علی مشکل کُشا'' میرے خیال میں مشکل کشا، مشکل کو حل کرنے والے کو کہتے ہیں، اور مشکلات کا حل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہنا جائز ہے، کسی شاعر نے حضرت علیؓ کی شان میں ایک شعر اس طرح کہا ہے، کیا وہ درست ہے؟ وہ یہ ہے:۔

دور ہوگی اس کی بلا میں نے عقیدت سے کہا
مشکل میں ہوں آ جاؤ یا مولا علی مشکل کشا

الجواب حامداً ومصلیاً

مشکلات حل کرنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز دینا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس سے مشکلات

---

[1] لایفتی بتکفیر مسلم مهما امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة (البحر الرائق ص ۱۲۵ / ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۲۳۰ / ۴، باب المرتد)

حل ہوتی ہیں غلط اور مشابہ شرک ہے[1] اس سے توبہ اور احتیاط لازم ہے، اس مقصد کے لئے جو شعر لکھا ہے وہ بھی غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۲ھ

طلب الحاجة من اهل القبور

سوال:۔ قصد قبور العباد الصالحين لغرض الحاجات اليهم وطلب الشفاعة منهم ليس امراً مشروعاً بل هو شرک باللّٰه اوبدعة محرمة.

الجواب حامداً ومصلياً

قصدا لقبور وزيارتها لتذكر الآخرة والموت مندوب كماورد فى الحديث[2] وطلب الحاجة من اللّٰه تعالىٰ متوسلاً ومتشفعاً باوليائه مباح[3] وطلب الحاجة من اهل القبور بدعة لانه قريب من الشرک[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۸ھ

---

[1] ان الناس قد اكثر وامن دعاء غير اللّٰه تعالىٰ من الاولياء الاحياء منهم والاموات وغيرهم مثل ياسيدى فلان اغثنى وليس ذلک من التوسل المباح فى شئى وقد عده اناس من العلماء شركاً وان لايكنه فهو قريب منه (ملخصاروح المعانى ص۱۲۸/ج۶، تحت قوله تعالىٰ "وابتغوا اليه الوسيلة" ادارة الطباعة المصطفائيه ديوبند)

ترجمہ سوال:- بزرگوں کی قبروں کے پاس حاجات ان کے سامنے پیش کرنے کے لئے جانا جائز نہیں ہے بلکہ شرک یا بدعت ہے؟

ترجمہ جواب:- آخرت اور موت کی یاد کیلئے قبروں پر جانا اور ان کی زیارت کرنا مستحب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، بزرگوں کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کرنا مباح ہے، اور اہل قبور سے حاجت طلب کرنا بدعت ہے، اس لئے کہ یہ شرک سے قریب ہے۔

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

اہل قبور سے استمداد

سوال: ۔اولیاء اللہ (مرحوم) سے مراد مانگنا جائز ہے یا نہیں، اور دور سے مدد کے لئے پکارنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مراد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے، کسی مرحوم ولی کو مدد کے لئے پکارنا منع ہے اگر یہ عقیدہ ہو کہ ہم جہاں سے پکاریں ولی مرحوم ہماری پکار سنتے اور ہماری مدد کے لئے آتے ہیں، تو یہ عقیدہ قطعاً غلط اور تعلیمات اسلام کے خلاف ہے، سخت خطرناک ہے۔

''ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۲ روی الحاکم بسند صحیح عن انس کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھافانھا ترقق القلب وتد مع العین وتذکر الاخرۃ (مرقاۃ، ص۲/۴۰۵) الامر للرخصۃ اوللاستحباب وعلیہ الجمھور (مرقاۃ ص۲/۴۰۴، باب زیارۃ القبور، الفصل الاول، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی) یستحب زیارۃ القبور (البحرالرائق ص۸/۲۰۶، قبیل کتاب احیاء الموات، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، شامی زکریا ص۳/۱۵۰، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور.

۳ وقد عد من آداب الدعاء التوسل علی مافی الحصن (ردالمحتار کراچی ص۳۹۷/ج۶، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، وراجع للبسط روح المعانی ص۱۲۸/ج۶/ سورۂ مائدہ تحت آیت: ۳۵، مطبوعہ مصطفائی دیوبند، المدخل ص۲۵۵/ج۱، التوسل بالنبی ﷺ، مطبوعہ مصر)

۴ منھم من قصد بزیارۃ قبورالانبیاء والصلحاء ان یصلی عندقبورھم ویدعوعندھا ویسألھم الحوائج، وھذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق للّٰہ وحدہ (مجمع بحارالانوار ص۲/۴۴۸، تحقیق زور، مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ، فتاویٰ عزیزیہ ص۱/۱۲۱، کیفیت استعانت از ارواح، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

کفر"اھ(ردمحتار[1]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

استمداد

سوال:۔ (۱) زید کہتا ہے کہ استمداد بغیر اللہ حرام ہے، خواہ حالت حیات میں ہو یا بعد از موت خواہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا صلحاء واولیاء وغیرہ اور زید اپنے استدلال میں آیت کریمہ پیش کرتا ہے "ایاک نعبد وایاک نستعین" حدیث بھی پیش کرتا ہے "اذا استعنت فاستعن باللّٰہ"

اور عمر کہتا ہے کہ تمہارا یہ قول استمداد بغیر اللہ خواہ حالت حیات میں ہو یا ممات میں ہو حرام ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کس وناکس حالت حیات میں امداد طلب کرتا ہے، بقول تمہارے حرام ہے اور نیز انبیاء واولیاء وغیرہ کے توسل سے استمداد کرنا، تمہارا یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث کے خلاف ہے "اِذَا اَرَادَ عَوْناً فَلْیُنَادِ عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِی یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِی"

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آج کل عوام میں جو طریقہ استمداد باہل القبور کا جاری ہے وہ حرام بلکہ شرک ہے کیونکہ عوام اعتقاد کرتے ہیں کہ اہل قبور ہماری آواز کو ہر جگہ سے سنتے ہیں، اور مستقل علم وقدرت رکھتے ہیں کہ ہر جگہ سے ہماری ہر طرح کی امداد کر سکتے ہیں، یہ عقیدہ شرک ہے

---

[1] ردالمحتار ص ۴۳۹/ج ۲/ کتاب الصوم، مطلب فی النذر، قبیل باب الاعتکاف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱/ باب مایلزم الوفاء به الخ، مطبوعه مصر، البحر الرائق ص ۲۹۸/ج ۲، باب الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه.

"ویکفر بقولہٖ ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم اھ (مجمع الانہر[1] ص۶۹۹ ج۱ / بزازیہ[2]، ص۳۲۶/۳، البحر الرائق، ص۱۲۴ / ج۵[3]) وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لایعلم من فی السموٰات والارض الغیب الا اللّٰہ کذافی المسائرۃ" شرح فقہ اکبر[4] ص۱۸۵) اھل الھند لھم الیدالطولیٰ فی ذلک قاتلھم اللّٰہ فانھم یطوفون بقبر الولی الذی یعتقدون فیہ ویظنون انہ ھوالمتصرف فی الکون وان الانسان اذاتمسک بھٰذا فلاحاجۃ لہ بالصلوٰۃ والصیام واکثر ماغلوافی ذلک اتباع سیدناعبدالقادر الجیلانی رضی اللّٰہ عنہ ونفعنابرکاتہ فانہ معاذ اللّٰہ انی یرضیٰ بتلک الکفریات التی یعتقدونھا، تبلیغ الحق والبسط فی الفتاویٰ العزیزی[5]

اورحدیث "اذا ارادعوناً" الخ کہاں ہے حوالہ دیا جائے[6]، البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اے اللہ اپنے انبیاء اولیاء صلحاء کی برکت سے مجھے بھی صلاحیت دے

---

[1] مجمع الانہر ص۲/۵۰۵، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] بزازیہ علی ھامش الھندیۃ کوئٹہ ص۶/۳۲۶، الباب الرابع فی المرتد، الثانی فیما یتعلق باللّٰہ تعالیٰ.

[3] البحرالرائق ص۵/۱۲۴، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کراچی.

[4] شرح فقہ اکبر ص۱۸۵، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعہ مجتبائی دھلی، مسایرہ مع مسامرہ مصری ص۲/۸۸،

[5] فتاوی عزیزی ص۲/۱۰۵، مسائل متفرقہ، طواف قبور اولیا، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[6] عن عتبۃ بن غزوان عن نبی اللّٰہ ﷺ "اذا اضل احدکم شیئًااوارادعونا بارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباد اللّٰہ اغیثونی یاعباد اللّٰہ اغیثونی فان للّٰہ عباداً لانراھم وقد جرب ذلک (رواہ الطبرانی فی الکبیر ج۱۷/ ص۱۱۷/ ج۱۷/۱۱۸، ما اسند عتبۃ بن غزوان، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت) ورجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم الا ان زید بن علی لم یدرک عتبۃ" (مجمع الزوائد، ص۱۰/۱۸۸ / ج۱۰، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا انفلتت دابتہ الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یا میرا فلاں کام کردے تو اس طرح دعا کرنا درست ہے[۱]۔

نیز بزرگان دین کو ایصال ثواب کر کے بطریق مذکور دعا کرنا موجب برکت ہے، احیاء سے اپنے روز وشب کے کاروبار میں امداد لینا جائز ہے، کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے، بلا ایک دوسرے کی اعانت کے اسکو زندگی بسر کرنا دشوار ہے، نیز اس میں کوئی امر غیر مشروع لازم نہیں آتا[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۵ھ

(مابقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بندگان خدا سے مراد اولیاء یا اموات مراد نہیں ہے بلکہ مراد فرشتے ہیں، چنانچہ عبداللہ ابن عباسؓ کی حدیث میں تصریح ہے۔

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال "ان للّٰہ ملائکة فی الارض سوی الحفظة یکتبون مایسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجة فی رجله بارض فلاة فلیناد: اعینونی عباد اللّٰہ" رواہ البزاز ورجالہ ثقات، حدیث: ۱۳۲۸، (مجمع الزوائد ص۱۸۸/ج۱۰، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا انفلتت دابته الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، فضل مبین ص۲۶۳)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ یبدأ بالتوسل الی اللّٰہ تعالیٰ بالنبی ﷺ اذ ھو العمدة فی التوسل ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ثم یدعو (المدخل ص۲۵۵/ج۱، التوسل بالنبی ﷺ، مطبوعہ مصر)

۲ فی حدیث ابی ھریرةؓ واللّٰہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیه، ترمذی ص۱۵/ج۲، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی الستر علی المسلمین، مطبوعہ رشیدیہ دھلی) واخرجه مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة (تحفة الاحوذی، ص۵۷/ج۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

ابلیس نمرود وغیرہ سے مدد طلب کرنا

سوال:۔ایک شخص بنگالی موضع ہذا میں آیا اوراس نے گاؤں کے لوگوں میں یہ کہنا شروع کیا کہ میرے جنات تابع ہیں،اورگرکسی شخص کوکوئی مشکلات ہوں وہ مجھ سے دور کی جاسکتی ہیں، چنانچہ گاؤں ہٰذا میں ایک نہیں بلکہ چالیس گھروں میں اس کا تسلط جمنے لگا اوروہ ایسے ایسے حربے استعمال میں لانے لگا جس سے گاؤں میں ایک دولڑکیوں کی بھی شادی اس کے ذریعہ عمل میں آئیں،اب بنگالی نے ختمات بھی پڑھنے شروع کئے،جس ختمات میں یہ جادو گر بنگالی یہ کلمات پڑھتا ہے بلکہ کل مورخہ تقریباً ۷/۱۰/۴۶ھ کواس بنگالی جادوگر نے معہ کچھ افرادساتھ لے کرختم میں یہ پڑھا:''وَاتَبَعُوا مَاتَتْلُوا الشَيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَسُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ'' یاابلیس،ابوجہل،ہامان،لعین شداد ونمرود لعین۔ ہر بلا سے نجات خواہم اے سلیمان بادشاہ بن داؤد علیہم السلام المدد اس ختم میں صرف تین اشخاص تھے،اوربعد میں دوسراامام آیا اوراس نے اس معاملہ کوآشکارا کیا، برائے کرم جواب جوبروئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہومطلع فرمایا جائے؟

الجواب حامداًمصلیاً

اسطرح ختم پڑھنا اوراسمیں شریک ہونا جائزنہیں،اگرعقیدہ یہ ہوکہ جنکو پکارا گیا ہے، یہ مدد کیلئے پہنچتے ہیں تویہ شرک ہے،اس سے ایمان سلامت نہیں رہیگا[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان یمسسک اللّٰہ بضر فلاکاشف لہ الاھو (انعام الآیۃ ،ص۱۷) ''وفی ھذہ الایۃ الکریمۃ ردعلی من رجاکشف الضر من غیر سبحانہ وامل احداً سواہ''(روح المعانی ص۱۱۳/ج۷، مطبوعہ مصطفائی دیوبند) ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کفر (شامی کراچی ص ۲/۴۳۹، کتاب الصوم، مطلب فی النذر، وراجع فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۱/ج۱، کیفیت استعانت از ارواح، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نعت پر اعتراض

سوال:۔(۱) سلیم کہتا ہے غیر خدا سے مدد مانگنا ناجائز ہے، کلیم کہتا ہے کہ ہمارے پیشوا مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے اپنے قصائد قاسمی میں لکھا ہے: ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

اگر جائز نہ ہوتا تو کرم احمدی کے طالب کیوں ہوئے، سلیم کا قول درست ہے یا کلیم کا؟

(۲) جمیل نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع نہیں کہنا چاہئے، جلیل نے کہا اگر شفیع کہنا درست نہ ہوتا تو ہمارے پیشوا اپنی کتاب قصائد قاسمی میں اس طرح نہ لکھتے: ؎

گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون اگر نہ ہوں بدکار

ان دونوں میں سے کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں تشریف فرما ہیں حی ہیں[۱]۔ امت کی طرف سے صلوٰۃ وسلام بذریعۂ ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، اور جو کچھ روضۂ

---

[۱] فی حدیث ابی الدرداء مرفوعاً ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق رواہ ابن ماجة (مشکوٰۃ، ص۱۲۱/ ج ۱، آخر باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث مرفوع میں ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

اقدس کے پاس عرض کیا جائے، اس کو خود سنتے ہیں[۱]، اس لئے دوسروں کو یعنی غیر نبی کو نبی پر قیاس کرنا صحیح نہیں، استمداد کی تفصیل کے لئے سبیل السداد دیکھیں۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً شفیع ہیں، شفاعت فرمائیں گے، اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے، صحیح بخاری شریف[۲]۔ اور کتب عقائد میں یہ مذکور ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۱۳۹۵ھ

اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب

سوال:۔ اگر کوئی شخص رباعی ذیل کو اس عقیدے سے پڑھے کہ جو فرشتے درود شریف

---

[۱] وعن ابی هريرة رضی الله عنه قا ل قال رسول الله صلی الله عليه وسلّم من صلّی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائياً ابلغته .رواه البيهقی فی شعب الايمان (مشكوٰة ص۸۷/ج ۱، باب الصلوة علی النبی ﷺ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوا اور جو شخص دور سے مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

[۲] حدثنا عمران بن حصين رضی الله عنه عن النبی صلّی الله عليه وسلم قال يخرج قوم من النار بشفاعة محمد صلی الله عليه وسلم فيدخلون الجنة يسمون الجهنميين (بخاری، ص ۹۷۱/ج۲/ كتاب الرقاق، مشكوٰة ص ۴۹۲/ج۲/ باب الحوض والشفاعة، وراجع بخاری ص ۲۰/ج ۱/ كتاب العلم، مطبوعه اشرفی ديوبند)

ترجمہ:۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری شفاعت سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائیگا، اور وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان کا نام جہنمی رکھا جائیگا۔

[۳] والشفاعة ثابتة للرسل والا خيار فی حق اهل الكبائر (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۴، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شرح فقه اكبر ص ۱۱۴، مطبوعه مجتبائی دهلی)

دربارِ رسالت میں لے جا کر پیش کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، میری طرف سے اس رباعی کو دربارِ رسالت میں پیش کریں گے، پڑھے تو کسی قسم کا شرک و گناہ تو نہیں جبکہ کسی کے سامنے بھی نہ پڑھتا ہو بلکہ علیحدہ پڑھتا ہوتا کہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہو، یہ بھی سنا ہے کہ یہ رباعی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی کی ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ رباعی حسب ذیل ہے۔ یارسول اللّٰہ انظر حالنا، تا آخر بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

ساتھ ساتھ یہ عقیدہ ہونا بھی ضروری ہے کہ حضور اقدس ﷺ خود بذاتہ (بلا حکم خداوندی) کسی کی کوئی مشکل حل نہیں کر سکتے، بلکہ وہ بھی ہر بات میں خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں[1] البتہ ان کی برکت اور طفیل سے اللہ پاک اپنے بندوں کے بہت سے کام درست اور موافق مقصود بنا دیتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے[2]، اس رباعی کا حال مجھے معلوم نہیں کہ کس کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد ۲۵/ربیع الثانی ۶۱ھ صحیح عبداللطیف ۲۷/ربیع الثانی ۶۱ھ

دریا کے نام پر ذبح اور تصدق

سوال: ۔ایک قریہ کے لوگ برلب دریا بکرا ذبح کریں بایں غرض کہ دریا زمین کو نقصان نہ کرے اور اسی جگہ ختم قرآن شریف کرنا مذبوح مذکور کا گوشت یہیں پکانا اور کھانا پکا کر

---

[1] قل لا املک لنفسی نفعاً وّلا ضراً الا ماشاء اللّٰہ وفیہ علیٰ ھذا من اظھار العجز مالایخفی (روح المعانی ص ۱۳۶/ ج ۹، سورۂ اعراف آیت: ۱۸۸، مطبوعہ مصطفائی دیوبند)

[2] واول شافع واول مشفع، مسلم شریف ص ۲/۲۴۵، کتاب الفضائل، باب تفضیل النبی ﷺ، شرح فقہ اکبر ص ۱۱۴، مطبوعہ دھلی.

ختم کرنے والوں کو کھانا کھلانا بایں غرض کہ حضرت خضر علیہ السلام فعل مذکورہ پر خوش ہوں اور آئندہ زمین میں نقصان نہ ہونے پاوے اور فعل کرنیوالے مسلمان بھی رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کوئی شئی بغیر حکم خداوندی کے نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، دریا کا زمین کو نفع یا نقصان پہنچانا بھی حکم خداوندی کے ماتحت ہے[1]، پس دریا کے نام پر یا دریا کیلئے بکرا ذبح کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ دریا بکرا لے کر خوش ہو جائے گا، اور ہمیں نقصان نہ پہنچائے گا یا حضرت خضر علیہ السلام کے لئے بکرا ذبح کرنا کہ اگر ہم نے بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت یہاں پکا کر قرآن شریف ختم کرنیوالوں کو نہ کھلایا تو حضرت خضر علیہ السلام ناراض ہو جائیں گے، اور آئندہ زمین کو نقصان پہنچائینگے اور ایسا کرنے سے وہ خوش ہو جائیں گے، اور زمین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، ناجائز ہے اور ایسا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں[2]، اس فعل سے بچنا چاہئے اور اس عقیدہ سے توبہ واجب ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور التجا کرنا کہ وہ دریا کے نیز ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رکھیں ضرور نافع اور مستحسن ہے، اس طرح نقصان سے بچنے کیلئے حسب

---

[1] فی حدیث ابن عباس واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئ لم ینفعوک الا بشئ قد کتبه الله لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشئ لم یضروک الا بشئ قد کتبه الله علیک، مشکوة شریف ص ۲/۴۵۳، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، الفصل الثانی، یاسر ندیم دیوبند، مرقاة ص ۵/۹۱، مطبوعه بمبئی.

ترجمہ: ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے اور جان لے کہ اگر پوری امت جمع ہو کر تجھ کو کچھ نفع پہونچانا چاہے تو تجھ کو کچھ بھی نفع نہیں پہونچا سکتی مگر وہ جو خدا تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سب جمع ہو کر تجھ کو کچھ نقصان پہونچانا چاہیں تو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے مگر جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔

[2] هر که ذبح کند بنام بتاں یابر چایها یابر دریاها یا بر نهرها وخانه ها، وچشمه هاوما نندآں پس ذبح کنند ه مشرک است. (مالابد منه ص ۱۴۱، مطبوعه دیوبند، قبیل وصیت نامه الخ، فتاوی عزیزی ص ۱/۵۰، مسئل ذبح جانور بنام غیرالله، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

ترجمہ:- جو شخص بتوں کے نام پر، یا دریا کے نام، یا نہروں، یا مکانوں، یا چشموں، یا ان کے مثل کے نام پر ذبح کرے پس وہ ذبح کرنے والا مشرک ہے۔

قدرت خدا کے نام پر خیرات کرنا بھی مفید اور موجب ثواب ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۵/۵۶ھ

دیوان وطن کے شرکیہ اشعار

سوال:۔اشعار ذیل کے بارے میں کیا حکم ہے؟

کسی کو گر رب کی طلب ہے — وہ دیکھے آپ میں مرأتِ رب ہے
کریں گر ذکر شغل اور فکر تو کیا — خدا کو دیکھنے کا اور ڈھب ہے
خودی ہے آئینہ شانِ خدا کا — خود ہی ہے معنی اور اثبات رب ہے
گزر کر آپ سے اپنے کو دیکھو — نظر آجائے گا حق کیا عجب ہے
خلاصہ ہے یہی علم لدن کا — کہ سب میں رب ہے اور عین عرب ہے
نہیں ہے فرق کچھ احمد احد میں — احد ہے اسم اور احمد لقب ہے
محمد کو خدا کہنا روا ہے — نہیں کہتا ہے وہ جو بے ادب ہے
خدائی ان کا سایہ ہے سراپا — نہ تھا سایہ جو ان کا یہ سبب ہے
وہ خود ہی حاضر و ناظر جہاں میں — اُسے کہتے ہیں عالم غیب کا ہے
طلب دنیا کی ہے نہ آخرت کی — خداوندا مجھے تیری طلب ہے
یہی ارشاد ہے حضرت وطن کا — نظر کو حق نما ہر شئی میں رب ہے

اشعار مندرجہ بالا مصنفہ کتاب دیوان وطن مولوی سید افتخار شاہ صاحب۔

---

[1] وعن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفى غضب الرب وتدفع ميتة السوء، مشكوة شريف ص ۱۶۸، باب فضل الصدقة، الفصل الثانى. مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ترجمہ:۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے، اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان میں سے بعض اشعار شرکیہ مضامین پر مشتمل ہیں جن کا کہنا پڑھنا سننا جائز نہیں اور اس کا اعتقاد رکھنا شرک ہے[1]۔ اعاذنا اللّٰہ منہ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

ایصال ثواب اور توسل کی صورتیں

سوال:۔ اولیاء کرام کے بارے میں نذر و نیاز و منت و مراد کے بارے میں میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان ایک قسم کا جھگڑا پیدا ہو گیا ہے، آپ اسے رفع فرمائیں، اور اگر آپ لوگوں نے کوئی کتاب اس بارے میں لکھی ہو تو اس کا نام اور قیمت تحریر فرمائیں، تا کہ اسے منگایا جا سکے، میرے والد کہتے ہیں کہ چونکہ اولیاء کرام اللہ کے دوست، برگزیدہ، نیک بندے ہیں، اس لئے ہم ان کو اپنا وکیل اور سفارشی اللہ کے یہاں بناتے ہیں، اور ان کے وسیلہ اور توسل سے دعا مانگتے ہیں، درگاہوں پر جانا چاہئے، اولیائے کرام کے نام صدقہ وخیرات کرنا اور کسی چیز پر فاتحہ دلوا کر پھر ان کا نام لے کر دعا کرنا کہ اے اللہ جو کچھ صدقہ وخیرات اور تسبیح وتہلیل وکلام پاک پڑھا ہے، اسے تیری نذر کرتا ہوں، قبول فرما، پھر اس کا ثواب بطور تحفہ وہدیہ حضور ﷺ کی خدمت میں اور ان کے وسیلہ سے پھر تمام انبیاء، صحابہ، شہداء اولیاء اور تمام بزرگانِ دین کو اس کا ثواب پہونچاتا ہوں، پھر ولی سے کہتے ہیں کہ اے ولی اللہ

---

[1] (لاتطرونی کمااطرت النصاری عیسی ابن مریم) فی ادعائهم الالٰهیة وغیرها (ارشاد الساری ص ۷/۴۵۵) بخاری ص ۱/۴۹۰. کتاب الانبیاء، رقم الحدیث: ۳۳۲۹، مطبوعه اشرفی دیوبند، وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه الصلوٰة والسلام یعلم الغیب (شرح فقه اکبر ص ۱۸۵، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

آپ ہمارے لئے دعاء کیجئے ہماری حاجت کو پوری کروائیں، اگر دعا قبول ہوگی تو آپ کے نام سے فاتحہ دیں گے، غریبوں کو کھانا کھلائیں گے اور آپ کے نام سے نفل روزہ رکھیں گے، کیا ایسی باتیں شرک نہیں ہیں؟ ہمارا کہنا ہے کہ زیارت قبور کریں، اور کلام پاک پڑھ کر اور صدقہ خیرات کر کے اس کا جو ثواب ہمیں ملتا ہے ان کو بخش دیں اور پھر اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کریں، اور حاجت بیان کریں، پھر بھی ہمیں صحیح طریقہ پر نہیں معلوم ہے کہ زیارت کس طرح کریں؟ آداب کیا ہیں؟ اور وہاں جا کر کس طرح ثواب بخشنا چاہئے؟ لہٰذا آپ مطلع فرمائیں، میں نے ''تقویۃ الایمان'' پڑھی جس میں شرک کے خلاف لکھا ہے، اور آج کل میں حقّانی صاحب کی ''شریعت یا جہالت'' پڑھتا ہوں، انہوں نے اس کا مختصر بیان کیا ہے، ان کا وعظ بھی سنتا ہوں، براہِ کرم جواب سے جلد آگاہ فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اولیائے کرام کا درجہ تو بہت بلند ہے، ہر مسلمان کی عزت وحرمت لازم ہے[۱]۔ ایصال ثواب شرعی طریقے پر بلا کسی غیر ثابت شدہ پابندی کے درست اور نافع ہے[۲]۔ زیارت قبور کی بھی ترغیب آئی ہے، اس سے دنیا کی محبت کم اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے[۳]۔

---

[۱] فی حدیث عبداللّٰہ بن عمرو مرفوعاً لحرمة المومن اعظم عنداللّٰہ. (ابن ماجة ص ۲۸۲/ ج ۲، ابواب الفتن، حرمة دم المومن وماله، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مرفوعاً روایت ہے البتہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک بہت عظیم ہے۔

[۲] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره (شامی کراچی ص ۲/۲۴۳، کتاب الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۲۵۷، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

[۳] فی حدیث ابن مسعود مرفوعاً کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الاخرة ابن ماجة، مشکوٰة شریف ص ۱۵۴، باب زیارة القبور، الفصل الثالث)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب تم قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ دنیا میں بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کی یاد تازہ کرتی ہے۔

اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ اپنے نیک بندوں کے طفیل ہماری دعا قبول فرمالے، اور ہماری حاجتیں پوری کردے درست ہے[۱] براہِ راست کسی صاحب قبر ولی سے کوئی حاجت ومراد طلب کرنا جائز نہیں[۲] ان سے دعاء کرنے کیلئے درخواست کرنا بھی ثابت نہیں[۳] غیر اللہ کے نام پر خیرات کرنا اور صدقہ دینا بھی جائز نہیں[۴] ہاں اللہ کے نام پر دے کر ثواب جس کو چاہے پہنچادے، یہ بھی اختیار ہے کہ ایک کو پہنچادے یا متعدد کو یا سب کو، نماز روزہ وغیرہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں، کسی اور کے نام کی نہ نماز جائز ہے، نہ روزہ، البتہ اللہ کیلئے نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر اس کا ثواب جس کو دل چاہے پہنچادے، یہ درست ہے[۵]

قبروں پر چادر چڑھانا، چراغ جلانا، ان کو سجدہ کرنا، ان کا طواف کرنا، قوالی کرنا، ان سے مرادیں مانگنا جائز نہیں[۶]، بلکہ مکروہ حرام، شرک کی باتیں ہیں، ثواب پہنچانے کا طریقہ

---

۱ ان التوسل بجاه غير النبى صلى الله عليه وسلم لابأس به ايضاً كالمقطوع بصلاحه وولايته (روح المعانى، ص۱۲۸/ج۶، سورۂ مائدہ تحت آیت: ۳۵، مطبوعہ مصطفائی دیوبند)

۲ منهم من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعوعند هاويسألهم الحوائج، وهذا لايجوز عند احدٍ من علماء المسلمين (مجمع بحارالانوار ص۲۴۸/ج۲، تحقيق زور، مطبوعه دار الايمان مدينه منوره. فتاویٰ عزیزیه ص ۱۲۱/ج۱)

۳ انه (اى طلب الدعاء من الميت) من البدع التى لم يفعلها احد من السلف. (روح المعانى ص۱۲۵/ج۶، سورۂ مائدہ تحت آیت: ۳۵، مطبوعہ مصطفائی دیوبند)

۴ انه نذر لمخلوق ولايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق (البحرالرائق ص۲۹۸/ج۲، قبيل باب الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه)

۵ وفى البحر من صام اوصلّى اوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابهااليهم عنداهل السنة والجماعة كذافى البدائع (شامى كراچى ص۲۴۳/ج۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فى القرأة للميت)

۶ مسئلہ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر می رساند۔ (مالابدمنه، ص۷۶/) كتاب الجنائز، فصل زيارة قبور، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔ (باقی ترجمہ وحاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھ کر یا نفل نماز پڑھ کر یا نفل روزہ رکھ کر یا صدقہ دیکر یا نفلی حج کر کے غرض کوئی بھی نیک کام کر کے دعاء کرے کہ یا اللہ اسکا ثواب فلاں کو پہنچادے، بس اس طرح ثواب پہنچ جاتا ہے۔ (ردالمحتار میں یہ موجود ہے[۱]) جو چیز غیر اللہ کے نام پر دی جاتی ہے، اسکا لینا اور کھانا جائز نہیں[۲]

تفصیل کے ساتھ البحر الرائق، شامی، طحطاوی وغیرہ میں مذکور ہے[۳]

قبور کو سجدہ اور طواف ناجائز وحرام ہے، بلکہ ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے، یہ مسئلہ شرح فقہ اکبر، ارشاد الساری، وغیرہ میں ہے[۴]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:- انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں کی طرف سجدہ کرنا اور قبروں کے گرد طواف کرنا ان سے دعا چاہنا ان کے لئے نذر قبول کرنا حرام ہے، بلکہ ان میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔

تکرہ الستور علی القبور، (شامی کراچی ص ۲/۲۳۸، کتاب الجنائز، مطلب فی دفن المیت)

وفی التفسیر المظهری لایجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرسا (مظهری ص ۲/۶۵، سورۂ آل عمران تحت آیت ۶۴، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ماتیسر من الفاتحة ثم یقول اللّٰهم اوصل ثواب ماقرأناه الی فلان اوالیهم (شامی کراچی ص ۲/۲۴۳، زیارة القبور، کتاب الجنائز)

۲ کھانے پینے کی چیزیں اور مال بھی تقرب لغیر اللہ کے لئے دینا حرام اور شرک ہے، فتح العزیز ص ۳۳۰، بیان احکام ان جانوروں کا جو بغیر اللہ حلال کئے گئے، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

۳ ومایوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام (البحرالرائق ص ۲/۲۹۸، کتاب الصوم، ردالمحتار کراچی ص ۲/۴۳۹، مطلب فی النذر، قبیل باب الاعتکاف، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۰، باب مایلزم الوفاء)

۴ والسجدة حرام لغیره سبحانه (شرح فقه اکبر ص ۲۳۰، والسجدة حرام الخ، رحیمیه دیوبند)

''قال البیضاوی لما کانت الیهود والنصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لشانهم ویجعلونها قبلة یتوجهون فی الصلاة نحوها واتخذوها اوثاناً لعنهم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومنع المسلمین عن مثل ذلک ''(ارشاد الساری، ص ۴۷۹/ج ۳/کتاب الجنائز، باب بناء المسجد علی القبر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ایصال ثواب کا طریقہ تفصیل سے اردو میں دیکھنا چاہیں تو ''غم رفتگان'' ایک رسالہ ہے اس میں بھی مسئلہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اس کے ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

مولانا ظہیر الاسلام صاحب بنی گنج ضلع ہردوئی، یوپی، دارالافتاء میں کتابیں فروخت نہیں ہوتیں، والد صاحب کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی خدمت میں شرعی حکم پیش کیا جائے، اور دعا کی جائے کہ حق تعالیٰ صحیح حکم شرعی قبول کرنے کیلئے ان کے دل کو آمادہ فرمادے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۴ھ

حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا

سوال:۔ ایک صاحب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے دعا مانگنے کے قطعی متفق نہیں دعا کا طلب کرنا کیسا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ جو کچھ طلب کرنا ہے بس خدا سے طلب کریں، حتی کہ جوتے کا تسمہ وغیرہ، خیر اس سے انکار نہیں، لیکن یہ وسیلہ ضروری نہیں، بغیر وسیلہ کے بھی کام چل جاتا ہے، تو گویا ہم شرک کر رہے ہیں، جو وسیلہ سے طلب کرتے ہیں، یہ ہمیں قطعی پسند نہیں کہ شرک کر کے نعوذ باللہ جہنم خریدیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص حق تعالیٰ سے بغیر وسیلہ کے دعا مانگتا ہے، تو یہ بھی درست ہے، اگر کوئی شخص حق تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ میری فلاں حاجت حضرت محمد ﷺ کے طفیل میں پوری فرمادے، تو یہ بھی جائز ہے، اسکو شرک کہنا غلط ہے، اس طرح خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنْ رَجُلاً ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النبىَ صلى الله عليه وسلم

فقالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيْنِي قَالَ اِنْ شِئْتَ دعوتُ وَاِن شئتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ قال فَادْعُه قال فامره ان يتوضأ فَيُحْسِنَ وضُوئَه ويدعو بهذا الدعاء اللّٰهم انی اسئلکَ وَاَتَوَجّهُ اليک بنبيک محمد نبی الرحمة انی وجهتُ بک الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللّٰهم فشَفِّعْهُ فِيّ۔[1] (ترمذی شریف، ص ۱۹۷/ج ۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

توسل بالأحياء والاموات

سوال:- دعاء میں انبیاء، اولیاء اور سلف صالحین کا وسیلہ کن دلائل سے ثابت ہے آں حضرت ﷺ کے صریح قول یا آثار صحابہؓ سے اس کو ثابت کریں کہ دعاؤں میں مردوں کا وسیلہ لینا درست معلوم ہو جائے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پیش کیا جاتا ہے کہ ایک جگہ آپ نے حضرت عباسؓ کے واسطے سے دعا مانگی لیکن اس وقت حضرت

---

[1] قال الترمذی هذاحديث حسن صحيح غريب (ترمذی ص ۱۹۷/ج ۲/ ابواب الدعوت، باب فی انتظار الفرج الخ، مطبوعه رشيديه دهلی، واخرجه النسائی واخرجه ايضاً ابن ماجه وابن خزيمة فی صحيحه والحاكم وقال صحيح علی شرط الشيخين واخرجه الطبرانی.(ملخصاً تحفة الاحوذی ،ص ۳۳/ج ۱۰، مطبوعه دارالفكر بيروت، حجة الله البالغة ص ٦، ج ۲، مطبوعه مصری)

ترجمہ:- حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دیدے، ارشاد فرمایا اگر تم چاہو میں دعا کردوں اور اگر چاہو صبر کرو، وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اس نے عرض کیا دعاء فرما دیجئے، راوی نے کہا تو آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے اور اس دعا کے ساتھ دعا کرے، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی رحمت ﷺ کے واسطہ سے توجہ کرتا ہوں میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں اپنی اس ضرورت میں تاکہ میری یہ ضرورت پوری کردی جائے، اے اللہ ان (محمد ﷺ) کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔

عباسؓ موجود تھے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شخصیت تمام خلائق سے بہتر اور بزرگ تر ہے، حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کا وسیلہ چھوڑ کر آپ کے چچا حضرت عباسؓ کا وسیلہ کیوں لیا محض یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ علماء کا عمل اس پر ہے اور جو اس کے خلاف ہیں وہ شاذ ہیں مثلاً علامہ حافظ ابن تیمیہؒ بلکہ تعامل صحابہ اور ارشاد رسول سے اس کا ثبوت ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت وھو خیر لک قال فادعہ فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعوا بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فی ترمذی شریف[1] ص ۱۹۷ ج ۲ اس کے بعد وہ نابینا صحیح البصر ہو گئے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے[2]۔ اور بیہقیؒ[3] نے بھی اس کی تصحیح کی ہے طبرانی نے اس کو عمدہ سند کے ساتھ لکھا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے **بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی ھکذا فی الاصل والظاھر من قبلہ**، حاکم نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے[4]۔ ابن حجر مکی

---

[1]..... ترمذی شریف ص ۱۹۹ ج ۲، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند،

[2]..... وقد کشف اللہ عن بصرہ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب، الترغیب والترھیب ص ۴۳۸ ج ۱، کتاب النوافل، الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائھا.

[3]..... وصححہ البیھقی وزاد (فاقام وقدابصر) وروی الطبرانی بسند جید (انہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فی دعائہ، بحق نبیک والا نبیاء الذین من قبلی (حاشیہ العلامۃ ابن حجر الھیثمی علی شرح الایضاح فی مناسک الحج ص ۴۵۲)

[4]..... قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (المستدرک ص ۷۰۰ ج ۱، کتاب الدعاء والتکبیر الخ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ زرقانی علامہ خلیل علامہ قسطلانی قاضی عیاض سب نے ہی اپنی اپنی کتابوں میں توسل کی اجازت دی ہے۔ اوراس کو جمہور سلف صالحین کا مسلک قرار دیا ہے[1]۔ شیخ المحققین علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر ص ۳۳۷ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔ **ویسئل اللہ حاجتہ متوسلاً الیٰ اللہ تعالیٰ بحضرۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم.**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سوال برجواب بالا

سوال:۔ حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ کی جو روایت آپ نے توسّل کے جواز میں پیش فرمائی ہے، یہ تو آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا واقعہ ہے، اس سے یہ بات تو ثابت ہوسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں توسّل سے دعا کی اجازت دی تھی، سوال آپ کی وفات کے بعد کا ہے، بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل وفاتِ نبوی کے بعد نبی کے توسّل کے بجائے اس وقت کے زندوں سے لینے کا رہا ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ صحابہ میں وصال نبوی کے بعد آپ ﷺ کے توسّل کا ذریعہ نہیں رہا، اس سلسلہ میں دو جلیل القدر صحابہ کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عام الرماد کے ہولناک قحط میں مہاجرین وانصار کے

---

[1]..... وینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء والتضرع والاستغاثۃ والتشفع والتوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم فجدیر الخ (المواھب اللدنیہ ص ۳۱۷ ج ۸) کتاب الشفاء ص ۳۵ ج ۲ (فصل فی تعظیم النبیؐ) مما یدل مطلب التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم وان ذلک ھو سیرۃ السلف الصالح الانبیاء والاولیاء وغیرھم مااخرجہ الحاکم وصححہ الخ (حاشیہ العلامۃ ابن حجر علی شرح الایضاح فی مناسک الحج الخ ص ۴۵۱، المھند علی المفند ص ۸)

[2]..... فتح القدیر ص ۱۸۱ ج ۳ کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی ﷺ، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

روبرو دعا مانگی تھی، اس کے الفاظ یہ تھے ''انا کنا اذا اجد بنا نتوسل الیک بنبینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا'' اے رب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تھے، تو اپنے نبی کا وسیلہ تیرے سامنے پیش کرتے تھے، تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اب اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ تیرے حضور میں لائے ہیں، پس تو ہم کو سیراب فرما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عم رسول عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا اور اس پر تمام صحابہؓ ومہاجرینؓ، وانصارؓ کا سکوت وتسلیم ورضا اس بات کی کھلی علامت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی توسّل کو صحیح ودرست سمجھا۔

(۲) حضرت معاویہ ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ہے، جب ملک شام میں قحط پڑا تو معاویہؓ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے یزید الاسود کو دعا میں وسیلہ بنایا، انہوں نے کہا ''اللّٰھم انا نستشفع (او نتوسّل) یایزید ارفع یدیک فرفع ودعا الناس حتی سقوا'' الٰہی ہم نیکوکاروں کی سفارش لاتے ہیں، اے یزید اپنے ہاتھ اٹھا، چنانچہ یزید نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی، نیز تمام مسلمانوں نے دعا کی اور پانی برسنے لگا، ان دو جلیل القدر صحابی کے عمل نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں میں مردوں کے توسّل کا رواج نہیں تھا بلکہ زندہ نیکوکاروں کے توسّل کا تھا، محقق ابن ہمامؒ اور قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے آپ نے جس توسّل کو جائز قرار دیا ہے، اور جنکو جمہور سلف صالحین کا مسلک ٹھہرایا ہے، اس سے کونسا توسل مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں واقعے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ زندہ سے توسل درست ہے، مردہ کے توسل سے ساکت ہیں، سابق فتویٰ میں بحوالہ طبرانی جو عبارت نقل کی گئی تھی، اس میں انبیاءِ سابقین سے توسل کے بھی الفاظ تھے[۱]۔ نیز فتح القدیر کی جو عبارت نقل کی گئی تھی، اسمیں زائرین

---

[۱] فقال له (ای لابی بکر) رسو ل اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قل اللّٰهم انی اسألک بمحمد نبیک وبابراهیم خلیلک وبموسیٰ نجیک وعیسیٰ روحک وکلمتک الی اٰخر الحدیث والحدیث مروی عن عبدالملک بن هارون بن عنترة عن ابیه عن جده، ..... (باقی حاشیہ صفحہ اگلے صفحہ پر)

کو ہدایت تھی وہ بھی حضرت رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی کیلئے ہے[۱] عثمان بن حنیفؓ کی روایت جو کہ ترمذی شریف سے نقل کی تھی وہ واقعہ تو حیات طیبہ کا تھا[۲] مگر انہوں نے بعد وفات بھی ایک شخص کو یہی ترکیب اور دعا بتائی تھی، جس کی ایک ضرورت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے متعلق تھی اور وہ توجہ نہ فرماتے تھے، اس شخص نے اس پر عمل کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ ضرورت پوری فرمادی پھر اس شخص نے عثمان بن حنیفؓ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری سفارش کردی اس پر انہوں نے وہی ترمذی والی روایت سنائی[۳] علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب، ص ۳۱۸/ج ۸/ میں لکھا ہے "**واما التوسل به صلى الله عليه وسلم بعدموته في البرزخ فهو اكثر من ان يحصى او يدرك باستقصاء وفي كتابمصباح الظلام**

(بابقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ).....رواه رزين في جامعه وابن الاثير في جامع الاصول وابن السني وابونعيم وابوالشيخ وابوموسىٰ المديني. (التوسل والوسيلة ص ۸۳/ حديث اني اسئلك بمحمد الخ، مطبوعه المكتب الاسلامي بيروت، الا تحاف ص ۵/۶۶، كتاب الاذكار والدعوات، دعاء ابي بكر الصديق، مطبوعه دارالفكر بيروت) قلت لم اجده في المعجم الكبير للطبراني وراجع لتمام الدعاء، الحزب الاعظم للملا على القاري ص ۹۱/منزل۵.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱ ويسأل الله تعالىٰ حاجته متوسلا الى الله بحضرة نبيه عليه الصلوٰة والسلام .....يارسول الله اسألك الشفاعة واتوسل بك الى الله في ان اموت مسلماً على ملتك وسنتك. (فتح القدير ص ۳/۱۸۱، كتاب الحج، المقصد الثالث في زيارة قبر النبي ﷺ، مطبوعه دارالفكر بيروت)

۲ ترمذی شریف حدیث: ۳۵۹۵/ ص ۱۹۷/ ج ۲/ ابواب الدعوات، وابن ماجة حديث: ۱۳۸۵/ ص ۹۹/ مستدرک للحاكم حديث: ۱۱۸۰/ص ۴۵۸/ج ۱)

۳ ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه في حاجة له فكان عثمان لايلتفت له ولا ينظر في حاجته فلقى ابن حنيف فشكى ذٰلك اليه فقال عثمان بن حنيف ايت الميضاة الى اخر الحديث (المعجم الكبير للطبراني مااسند عثمان بن حنيف حديث: ۸۳۱۱، ص ۳۱، ج۹، دارالفكر بيروت، الخصائص الكبرىٰ ص ۲/۲۰۱، دعاء رد البصر للاعمى، دارالكتب العلمية بيروت، الترغيب والترهيب ص ۱/۴۳۸، كتاب النوافل، الترغيب في صلوة الحاجة ودعائها)

فی المستغیثین بخیر الانام للشیخ ابی عبداللّٰہ ابن النعمان طرف من ذٰلک[1] کے بعد اپنے واقعات اور تجربات لکھے ہیں، کہ بیماری اور مصیبت کے دفع کرنے میں کیسی تاثیر پائی، علّامہ آلوسیؒ نے روح[2] المعانی، ص۲۹۹ر میں توسّل کرنے والوں کے اغلاط پر متنبہ کرنے کے بعد لکھا ہے "وبعد ھذا کلہ انا لاارٰی بأساً فی التوسل الی اللّٰہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ عنداللّٰہ تعالیٰ حیاً ومیتاً اھ (نیز ص۳۰۰ر میں لکھا ہے:۔

"التوسل بجاہ غیر النبی ﷺ لابأس بہٖ ایضاً ان کان المتوسل بجاھہ مماعلم ان لہٗ جاھاعنداللّٰہ تعالیٰ کالمقطوع بصلاحہ وولایتہ" اعمال صالحہ کا توسّل حدیث الغار میں موجود ہے[3]۔

شخصیت کا توسل آپ کے تحریر کردہ واقعہ نیز عبارت روح المعانی میں ہے[4]۔

دعاء وشفاعت کا توسّل بھی احادیث میں مصرح ہے[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولقد کان حصل لی داء اعیادواؤہ الاطباء واقمت بہ سنین فاستغثت بہ ﷺ لیلۃ الثامن والعشرین من جمادی الاولیٰ سنۃ ثلاث وتسعین وثمان مائۃ بمکۃ زادھا اللّٰہ شرفا ومن علی بالعود الیھا، المواھب اللدنیۃ ص۸/۳۱۸.

[2] (روح المعانی ص۱۲۸ر ج۶ر سورۂ مائدہ تحت آیت:۳۵، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)

[3] بینما ثلاثۃ نفرٍ یَتَمَاشَوْنَ اخذھم المطر فمالوا الی غار فی الجبل فقال بعضھم لبعض، انظروا اعمالا عملتموھا للّٰہ صالحۃ فادعواللّٰہ بھا لعلہ یفرجھا(بخاری شریف ج۲ر ص۸۸۳ر کتاب الادب باب اجابۃ دعاء من بر والدیہ)

[4] ان لفظ التوسل بالشخص والتوجہ الیہ وبہ فیہ اجمال واشتراک بحسب الاصطلاح فمعناہ فی لغۃ الصحابۃ ان یطلب منہ الدعا والشفاعۃ وامافی لغۃ کثیر من الناس فمعناہ ان یسأل اللّٰہ تعالیٰ بذلک ویقسم علیہ ھذا ھومحل النزاع.(روح المعانی،ص۱۲۷ر ج۶، سورۂ مائدہ تحت آیت:۳۵، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)

[5] وجعلہ وسیلۃ بمعنی طلب الدعاء منہ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

توسل میں ابن تیمیہ کا قول

سوال: ۔جیسا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت دعا کرتے وقت، حضور ﷺ کے صدقہ وطفیل سے دعا کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں، امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب الوسیلہ میں خدا کے صفاتی نام کے سوا وسیلہ کو ناجائز قرار دیا ہے، اور دلیل میں حضرت عمرؓ والی حدیث جو کہ حضرت نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے استسقا کی دعا کی تھی، حضور ﷺ کی وفات کے بعد پیش کرتے ہیں، اس دلیل سے دعا کرنا حضور ﷺ کے طفیل سے جائز ہے یا ناجائز، ہم نے سنا ہے کہ ابن تیمیہؒ پر کسی صاحب نے تنقید کی ہے وہ کون صاحب ہیں اور کس مسئلہ پر تنقید کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح دعا کرنا کہ یا اللہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے ہمارا فلاں کام کردے، ہمیں گناہوں سے بچالے، ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے، اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک شرعاً درست ہے[1]، جب کہ حضور اقدس ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرنا امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک درست ہے، تو اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک براہ راست حضور اقدس ﷺ کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لاشک فی جوازہ ان کان المطلوب منہ حیاً فقد صح انہا قال لعمر رضی اللّٰہ عنہ لما استأذنہ فی العمرۃ لاتنسانایااخی من دعائک وامرہ ایضاً ان یطلب من اویس القرنیؒ ان یستغفرلہ وامر امتہ بطلب الوسیلۃ لہ. (روح المعانی ص۱۲۵/ج۶، سورۂ مائدہ تحت آیت:۳۵، مطبوعہ مصطفائی دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] لاری بأسافی التوسل الی اللّٰہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ عنداللہ تعالیٰ حیاً ومیتاً (روح المعانی ج۶/ ص۱۲۸/ سورۃ المائدۃ تحت آیت۳۵/ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، وراجع ردالمحتار کراچی ج۶/ص۳۹۷/کتاب الحظروالاباحۃ.

وسیلہ سے بھی درست ہے، اس مسئلہ پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں[۱]۔

امام ابن تیمیہؒ پر ان کے معاصرین امام تقی الدین سبکیؒ وغیرہ نے کافی رد کیا ہے، طبقات سبکیؒ میں ایک مستقل رسالہ رد میں ہے[۲]، علامہ یافعیؒ نے مرأۃ الجنان میں متعدد علماء سے سخت تنقید نقل کی ہے[۳]، علامہ ابن مکیؒ نے فتاویٰ حدیثیہ میں رد بلیغ کیا ہے[۴]، ذیل تذکرۃ الحفاظ میں بھی رد شدید مذکور ہے[۵]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعا کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے توسل سے دعا درست نہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے لئے امام ابن تیمیہؒ حرام قرار دیتے ہیں[۶]، اس پر امام سبکیؒ نے رسالہ ''شفاء السقام'' لکھا ہے جس میں اس کو مستحسن اور موجب ثواب قرار دیا ہے[۷]، اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں امام ابن

---

۱ الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق (صفحات ۱۲۱) التوسل بالنبی وجهلة الوهابیین ملحقة التوسل بالنبی صفحات/۳۲۶/)

۲ راجع طبقات الشافعیة الکبری، ج۹/ص ۳۵/ الی /ج۹/ص ۹۱/ تشتمل الرسالة علی ست وخمسین صفحة)تحت احمدبن یحیٰ بن اسماعیل(مطبوعه داراحیاء الکتب العربیة بیروت، طبقات سبکی ص ۱۳۹/۱۰)

۳ راجع مرأة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفة مایعتبر من حوادث الزمان، للیافعی ص۲۷۸، ج۴)

۴ " راجع فتاویٰ حدیثیه،ص۱۱۴/ مطلب اعتراض ابن تیمیه'' مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

۵ ''راجع'' ذیل تذکرة الحفاظ ص ۳۱۶، سبط ابن العجمی'' داراحیاء التراث العربی بیروت.

۶ والقول بتحریم السفرالی غیر المساجد الثلاثة وان کان قبرنبینا محمد ﷺ هوقول مالک وجمهوراصحابه وکذالک اکثر اصحاب احمد (فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج۲۷/ ص۲۲۵/ قبیل ماخذ من یقول لم یدخل قبر نبینا فی العموم، ج۲۷/ ص۱۸۷/ ج۲۶/ص۱۵۳/

۷ ان الزیارة اذاکانت مندوبة فی حق البعید والسفر شرط لها کان مندوباهذا لم یحصل فیه نزاع بین العلماء (شفاء السقام فی زیارة خیرالانام ص ۹۱/ الباب السادس فی کون السفر الیها قربة ،طبع استنبول.

تیمیہؒ جمہور کے مخالف ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وسیلہ کی تشریح

سوال:۔ (۱) لفظ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ تفسیر ابن کثیر و دیگر تفاسیر میں ہے کہ وسیلہ ایک منزل ہے، جنت میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور اس منزل کے حصول کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مؤذن اذان ختم کردے تو دعا پڑھنے کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو۔

(۲) ایضاً دوسری حدیث کی تشریح درج ہے کہ وسیلہ زندہ سے تو طلب ہوسکتا ہے مرنے کے بعد مرحوم سے وسیلہ طلب نہیں کیا جاسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الوسیلہ ایک بہت بڑا بلند درجہ ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حق تعالیٰ نے متعین فرمایا ہے جس کے متعلق اذان کے بعد دعا کی ترغیب حدیث میں آئی ہے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف[۲] اور دیگر کتب صحاح میں موجود ہے[۳]۔

---

[۱] راجع ذیل تذکرۃ الحفاظ ص ۳۱۶، سبط بن العجمی، داراحیاء التراث العربی بیروت، ومرأۃ الجنان ص ۴/۲۷۸، مثل الجھۃ وحلول الحوادث باللّٰہ تعالیٰ والقدم النوعی فی العالم وتحریم السفر الی الروضۃ الشریفۃ وعدم وقوع الطلقات الثلاث فی مجلس، وماالی ذٰلک ،

[۲] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سمعتم الموذن فقولوامثل مایقول ثم صلواعلی فانہ من صلی علی صلاۃ صلی اللّٰہ علیہ بھا عشراثم سلوا اللّٰہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لاینبغی الا لعبد من عباد اللّٰہ وارجو ان اکون انا ھوفمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ شفاعی. (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۶۵/ باب فضل الاذان) (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

(۲) وہ حدیث کہاں ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ وسیلہ زندہ سے تو طلب ہوسکتا ہے مرنے کے بعد مرحوم سے وسیلہ طلب نہیں کیا جاسکتا اس کے الفاظ اور حوالہ تحریر کریں تو غور کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۹۶ھ

التوسّل فی الدعاء

سوال:۔ التوسّل فی الدعاء باسماء الصالحین مثل ان یقال اللّٰھم اغفرلی ببرکۃ فلان اوبحرمتہٖ اوبوسیلتہ اوبطفیلہ اوبخاطرہ وغیرھا وان اختلف فی جوازہ بل صرح بعضھم باستحبابہ وندبہ لکنہ لم یکن معروفاً فی زمن السلف ولم یدل علیہ قرآن ولاحدیث ثابت السنۃ تام الدلالۃ علیہ ومایستدل بہ من الاحادیث فبعضہ ساقط البتۃ لیس قابلاً للاحتجاج وبعضہٗ لاتتم دلالتہ علی ذٰلک المعنی فاللازم ان یحترزعنہ فی الدعاء۳

(حواشی صفحہ گذشتہ)

ترجمہ :۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن کو سنو تو کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو اس لئے کہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو بلاشبہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہونگا جس کسی نے میرے لئے وسیلہ مانگا میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی۔

۳ مسلم شریف ج ۱/ص ۱۶۶/ باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ. ابوداؤد شریف ص۷۷/۱، کتاب الصلوۃ، نسائی شریف ص۷۸/۱، کتاب الاذان، ترمذی شریف ص۲۰۲/۲، ابواب المناقب، مکتبہ اشرفیہ دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

هـذه الـطريقة ماكانت رائجة فى القرون المشهودلهابالخير رواجاً عاماً[1]. ولـكـن يـمـكـن ان يـقـال ان الاصـل لهـا لان التـرمذىؒ خرج لها بسنده حديثاً وصححه والطبرانى ايضاً وثقه وايضاً مروى فى البعض والنسائى والحاكم[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] راجع روح الـمـعـانـى ص۱۲۵/ج۶/ سورۂ مائدہ تحت آیت: ۳۵، مطبوعه مـصـطفائيه ديوبند، وفتاوى عزيزى ص ۹۲/ج ۱، مطبوعه رحيميه ديوبند)

[2] رواه التـرمـذى (۳۵۹۵) ص۱۹۷/ج۲/ ابـواب الـدعوات، باب فى انتظار الفرج وغير ذالک، مـطـبـوعـه رشـيـديـه دهلى، والطبرانى (۸۳۱۱) ص۳۰/ج۹/ وابن ماجة (۱۳۸۵) ص ۹۹/ بـاب مـاجاء فى صـلوة الـحـاجة. وابـن خـزيمة (۱۲۱۹) والنسائى فى عمل اليوم والـلـيـلة ص۲۰۴ (۶۶۳) والـحـاكـم (۱۱۸۰) ص۴۵۸/ج۱/ كـتـاب صـلوة التطوع، مـطـبـوعـه دارالـكتب العلمية بيروت، راجع المعجم الكبير للطبرانى ص۳۰/ج۹، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ترجمہ سوال وجواب

سوال:- دعاء میں بزرگوں کے نام سے وسیلہ کرنا مثلاً اس طرح کہنا کہ اے اللہ فلاں کی برکت یا عزت یا وسیلہ یا اس کے طفیل سے یا اس کی خاطر میری مغفرت فرما وغیرہ اگرچہ اس طرح دعا کے جواز میں اختلاف ہے، بلکہ بعض نے اسکے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن یہ سلف کے زمانہ میں معروف ومشہور نہیں تھا اور نہ ہی اس پر قرآن وحدیث کی دلالت ہے جو احادیث استدلال میں پیش کی جاتی ہیں، ان میں سے بعض درجہ اعتبار سے گری ہوئی ہیں اور بعض کی دلالت تام نہیں ہے پس دعا میں اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔؟

جـــواب:- یہ طریقہ قرون مشہود لہا بالخیر میں (جن زمانوں کے متعلق خیر کی گواہی دی گئی یعنی زمانہ رسالت وزمانہ صحابہ وتابعین) عمومی طور پر رائج نہیں تھا، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی اصل موجود ہے، اسلئے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی سند سے حدیث کی تخریج کی ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور طبرانی نے بھی اس کی توثیق کی ہے، اور بعض دیگر کتب حدیث میں مروی ہے اور امام نسائیؒ امام حاکمؒ نے بھی روایت کی ہے۔

وسیلہ سے دعا

سوال: ۔حقانی صاحب نے اپنے وعظ میں کہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے یا کسی بھی پیغمبر کے وسیلہ سے دعاء نہ مانگنی چاہئے ، بلکہ صرف خدا ہی سے مانگے یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء کرام ﷺ اور اولیاء کرام کے وسیلے سے اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ فلاں بزرگ یا فلاں نبی کے طفیل ہماری حاجت پوری فرمادے، شرعاً درست ہے۔[۱]

حقانی صاحب نے ہدایہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ مسئلہ بتایا ہے وہاں دراصل معتزلہ کا رد مقصود ہے۔[۲]

جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے[۳]۔ اس کا اس مسئلہ سے تعلق نہیں، یہاں وہ صورت نہیں جس کو منع کیا گیا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۵ھ

---

[۱] لاارى بأسا فى التوسل الى اللّٰه بجاه النبى صلى اللّٰه عليه وسلّم (روح المعانى ص۱۲۸/ج۶) "ان التوسل بجاه غير النبى صلى اللّٰه عليه وسلّم لابأس به ايضاً (مختصر اً روح المعانى ص۱۲۸/ج۶، سورۂ مائده تحت آيت:۳۵، مطبوعه مصطفائى ديوبند) عين الهدايه نقلا عن الخلاصة ص۳۷۲/ج۷) وقد عدمن آداب الدعا التوسل" (شامى نعمانيه ۳۹۷/ج۵، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

[۲] ويكره ان يقول فى دعائه بحق فلان اوبحق انبيائک ورسلک لانه لاحق للمخلوق على الخالق (هدايه ص۴۷۵/ج۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع) (حاشیہ:۳/اگلے صفحہ پر)

خاص بزرگ کے توسل سے دعاء

سوال:۔ادھر میں نے تین حسب ذیل اقوال پڑھے ہیں۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ قبروں کو بوسہ دینے سے منع فرماتے ہیں، لیکن اہل قبور سے مدد طلب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

(مجدد اعظم، مصنفہ محمد حلیم صاحب، مکتبہ دینیات دہلی، ص ۱۱۱)

(۲) توسّل جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ فلاں مقبول بندے کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما۔

(اصلاح الرسوم، مصنفہ حکیم الامت، ص ۱۳۵)

(۳) قبر پر فاتحہ کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے۔(نظام، کانپور، ماہ جنوری ۶۴ء، ص ۳۸)

سوال یہ ہے کہ اگر زید کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہوکر کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے اے اللہ میری یہ دعا اپنے اس خاص بندے کے توسّل یا طفیل سے قبول فرما (زید کو یہ یقین ہے کہ اس قبر میں سونے والے بزرگ کی برکت سے دعا ضرور قبول ہوتی ہے) کیا یہ زید کا فعل معہ اعتقاد از روئے شریعت درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بزرگ ایسے ہیں کہ جن کی بزرگی (ولایت) پر دلیل قائم ہے تو اس طرح دعا کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳؎ راجع ردالمحتار کراچی کتاب الکراهية ص ۶/۳۹۷، والبحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۷، کتاب الکراهية، فصل فی البیع، وبدائع الصنائع ص ۳۰۲/ ج ۴/ کتاب الاستحسان، ما یکره من الدعاء، مطبوعه زکریا دیوبند، وعین الهدایه ص ۳۵۷/ ج ۴. مطبوعه زکریا دیوبند، اور دیکھئے شریعت یا جہالت ص ۴۷۰، وسیله، مطبوعه ربانی بکڈپو دهلی)

بھی گنجائش ہے کہ اے اللہ اپنے اس خاص بندے کے طفیل یا توسل سے میری دعا قبول فرما، لیکن مناسب واحوط یہ ہے کہ تخصیص نہ کرے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک نعت میں توسل

سوال:۔ ایک نعت جس کے شعر میں حضور ﷺ کی مدح ہے بعدہٗ اپنے اپنے بھائیوں کے لئے کچھ عرض ہے، اس قسم کے اشعار پڑھنا خلافِ سنت ہے، یا کسی کو لکھ کر بھیجنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

اشعار

نور سے تیرے سب ہوئے پیدا..... .....آپ ہیں فخر شاہ و گدا
یا رسول اللہ ﷺ وقت نزع آنا..... .....وقت کٹھن ہے وقت نزع آنا
پھر سن لے سیّاں ہماری..... .....اتنا رہے خیال رہے اتنی بھرم شرم
دل تھرتھرائے وقت نزع آنا..... محشر کے روز دوڑ کے دامن تھام لینا
کیوں نہ چھوڑوں سیّاں ہماری..... ..... کیجئے سب کی دعا قبول سب ملکر کہیں آمین

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ کے توسل سے دعا کرنا تو ثابت ہے[2]۔ اس کے علاوہ اس قسم کے

---

[1] ان التوسل بجاہ غیر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لابأس بہ ایضاً ان کان المتوسل بجاھہ مماعلم ان لہٗ جاھاً عنداللّٰہ تعالیٰ کالمقطوع بصلاحہ وولایتہ واما من لاقطع فی حقہ بذلک فلایتوسل بجاھہ. (روح المعانی ص ۱۲۹ / ج ۶ / سورۂ مائدہ تحت آیت: ۳۵، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، المدخل ص ۲۵۴ / ج ۱، التوسل بالنبی ﷺ، مطبوعہ مصر)

[2] فی حدیث انس بن مالک فقال ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اشعار قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صاحب نے پڑھے ہوں میری نظر سے نہیں گذرے اور یہ اشعار تو اشعار نہیں، نہ قافیہ صحیح نہ ردیف درست نہ وزن، خدا جانے ان کو اشعار کیسے کہہ دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۱۰/۸۸ھ

not found.

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(یعنی عمر رضی اللّٰہ عنہ) اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فتسقینا (بخاری شریف ص۱۳۷/ج۱، باب سوال الناس الامام الاستسقاء الخ، ابواب الاستسقاء، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

''فی حدیث عثمان بن حنیف''اللّٰھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمدنبی الرحمۃ (ترمذی ص۱۹۷/ج۲، کتاب الدعوات، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند)

ترجمہ:-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (دعا کرتے ہوئے) کہا اے اللہ بیشک ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لاتے تھے اور تو ہم کو سیراب کر دیا کرتا تھا (بارش برسا دیا کرتا تھا)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وسیلہ لاتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر

کیا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ معراج شریف میں حضرت نبی کریم ﷺ نو بار تشریف لے گئے اور ہر بار پانچ وقت کی نماز معاف ہوئی، اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب تھا تو پہلی ہی بار میں سب معاف کر دیتا، اس معنی کر کے اگر رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب نہیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معراج کا واقعہ ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے[1]، اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے بار بار جا کر درخواست کرنے، اور ہر درخواست پر معاف کرنے کی نوبت آئی

[1] والصواب الذی علیه ائمة النقل ان الاسراء کان مرة واحدة (زاد المعاد ص ۳۸/ ج ۳. باب الاسرء والمعراج، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، تفسیر ابن کثیر، ص ۳۸/ ۳. سورة الاسراء، مطبوعه تجاریه مکه مکرمه.

ہے[۱]، اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے[۲]، اس کا انکار نص قطعی کا انکار ہے، جو کہ موجب کفر ہے[۳]۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے عالم الغیب ہونے کی خود نفی فرمائی ہے[۴] اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے علم غیب کی نفی کر دیں "**قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ و لا اعلم الغیب**[۵]"، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

عقیدۂ علم غیب

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کل علم غیب آنحضرت ﷺ کو عطا

---

۱ بخاری ص ۱/۵۱، کتاب الصلوۃ، باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء، مکتبہ اشرفی دیوبند، مسلم ۱/۹۱، مطبوعہ سعد دیوبند.

۲ ھوا اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ. سورۃ حشر آیت ۲۲.

ترجمہ:۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا۔

۳ اذا انکر الرجل اٰیۃ من القرآن اوتسخر باٰیۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب کفر (عالمگیری، ج۲/ص ۲۶۶/ کتاب السیر، احکام المرتدین.

۴ فی حدیث ربیع بنت معوذ وفینا نبی یعلم مافی غدٍ فقال دعی ھذا (بخاری شریف ج۲، ص۷۷۳، باب ضرب الدف فی النکاح، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱/ انما انکر علیھا ماذکر من الاطراء حیث اطلق علم الغیب لہٗ وھو صفۃ تختص باللّٰہ تعالیٰ، (فتح الباری ص:۱۷۵، ج:۹، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، مطبوعہ یوسفی دیوبند)

۵ سورۂ انعام الآیۃ:۵/ آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (بیان القرآن)

فرمادیا تھا، اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر حال ظاہر وباطن، خیر وشر سے بخوبی واقف ہیں، یہاں تک کہ مچھر کے پر ہلانے تک کا بھی آپ کو علم ہو جاتا ہے، اور تیز بارش کے قطرے اور ریت کے دانے درختوں کے پتے وغیرہ کا علم رسول اللہ ﷺ کو بالتفصیل عطا ہوا ہے، قیامت تک رسول اللہ ﷺ کو خبر ہے فلاں فلاں چیزیں پیدا ہوں گی۔

اور ہر ایک کی آواز وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں خود سن لیتے ہیں، پس یہ عقیدہ کیسا ہے؟ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر ومشرک ہو گیا؟ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کافر ہو گیا تو اسکے نکاح کی تجدید کی جائے، یا وہی نکاح بحال رہے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیا

یہ عقیدہ مشرکانہ ہے، جمیع جزئیات کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

''بالجملة فالعلم بالغيب امر تفرد به سبحانه وتعالىٰ ولهٰذا ذكر في الفتاوىٰ ان قول القائل عند روية هالة القمر اى دائرته يكون مطرا فادعىٰ علم الغيب لا بعلامته كفر وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى صلى الله عليه وسلّم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لا يعلم من فى السمٰوٰت والارض الغيب الا الله كذا في المسايرة انتهىٰ ملخصا شرح فقه اكبر[1] من تزوج بشهادة الله ورسولهٗ يكفر لانه يظن ان رسول الله صلى الله عليه وسلّم يعلم الغيب انتهىٰ[2]''

---

[1] ملخصاً شرح فقه اكبر ص ۱۸۵ . مطبوعه رحيميه ديوبند.

[2] (تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب (ردالمحتار ص ۳/۲۷، كتاب النكاح، مطبوعه كراچى، فتاوىٰ خانيه على الهنديه ص ۳/۵۷۶، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم الخ، فتاوىٰ هندية ص ۳/۲۶۶، الباب التاسع فى احكام المرتدين)

لہذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے[۱]، اور اس سے قبل اس کی امامت درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

علم غیب

سوال:۔ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل علم غیب آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا تھا، اور اب بھی آپ حاضر وناظر وعالم **بجمیع الاشیاء** ہیں، اور وہ برسرِ اجلاس اپنے خطبۂ جمعہ ووعظ وتقریر میں بیان کرتا ہے کہ یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے، اس کے خلاف جس کا عقیدہ ہے وہ گمراہ ہے، اس کے پیچھے نماز درست نہیں، اور کہتا ہے کہ جن آیات قرآن مجید سے علم غیب کی نفی کی ہے وہ منسوخ ہیں، اور جو آیت سورۂ قل اوحی میں ہے:۔ **عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول الاٰیة**[۳] یہ سب کی ناسخ ہے، اب عرض یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کو غیب داں نہ جانے، ہر وقت حاضر وعالم **بجمیع الاشیاء** نہ مانے، کیونکہ یہ مخصوص ہے رب العزت کیساتھ اسکو وہ شخص وہابی کہتا ہو اور نماز اسکے پیچھے ناجائز کہتا ہو، اور جن آیات قرآن مجید سے علم غیب لغیر اللہ کی نفی کی گئی ہے ان سب کو منسوخ کہتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے عقائد رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان ہے یا کافر ومشرک ہوگیا؟

---

[۱] ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وتجدید النکاح بینه وبین امرأته الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۸۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین، قبیل باب البغاة، شامی کراچی ص ۴/۲۳۰، کتاب المرتد، قبیل مطلب فی حکم من شتم دین مسلم.

[۲] وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة: الاسلام فلا تصح امامة منکر البعث الخ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۳۳، باب الامامة، مطبوعه مصری.

[۳] سورة الجن آیت: ۲۷.

الجواب حامداً ومصلیاً

علم غیب کلی طریق پر کہ کوئی ذرہ مخفی نہ رہے بلکہ ہر شئی ہر وقت سامنے ہو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، ہر جگہ حاضر و ناظر اور ہر شی سے باخبر ہونا اسی کی صفت خاصہ ہے، کوئی ولی یا نبی یا فرشتہ اس صفت میں شریک نہیں، لہٰذا کسی اور کو اس صفت میں شریک اعتقاد رکھنا شرک ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ کا علم تمام مخلوقات میں حضور ﷺ کو سب سے زیادہ عطا ہوا ہے[1]، انبیاء کرام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی کبھی بعض اشیاء مغیبہ کا علم وحی کے ذریعہ سے عطا فرما دیتے ہیں، مگر وہ جزئی ہے کلی نہیں، حنفیہ کی معتبر و مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:۔ **ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم اللّٰه تعالیٰ احیاناً و ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللّٰه، کذافی المسایره اھ** شرح فقه اکبر، ص ۱۸۵[2]، یہ استدلال کہ سورۂ جن کی آیت ناسخ ہے، تو یہ بات ایسا شخص کہہ سکتا ہے، جس کو فہم قرآن شریف اور علم ناسخ و منسوخ سے کوئی دور کا تعلق نہ ہو، اس وجہ سے کہ سورۂ جن مکی ہے اور بعض مدنی سورتوں میں حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے، مثلاً سورہ احزاب مدنی ہے اس میں ارشاد ہے:۔

"یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَایُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْباً"[3]

---

[1] قول النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم انا اعلمکم باللّٰه. آنحضرت کا ارشاد عالی ہے میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ (بخاری شریف ص ۷/ ج ۱، کتاب الایمان، مطبوعه اشرفی دیوبند)

[2] شرح فقه اکبر ص ۱۸۵، کتبخانه رحیمیه دیوبند، الانبیاء لا یعلمون الغیب، شرح عقائد ص ۱۷۰، مبحث تصدیق الکاهن الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] سورۂ احزاب آیت: ۶۳.

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اسکی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپکو اسکی کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہوجائے۔ (بیان القرآن)

مستدل کے نزدیک آیت ناسخہ تو پہلے نازل ہوئی اور منسوخہ بعد میں۔

دوسری یہ کہ نسخ عقائد میں نہیں ہوتا، احکام میں ہوتا ہے، اور یہ مسئلہ باب عقائد سے ہے، پھر یہاں نسخ کا کیا محل ہے[۱]، نیز علم ''بجمیع الاشیاء'' کے متعلق مستدل تاریخ اور وقت کی تعیین کرے کہ کب عطا ہوا ہے، جو بھی تاریخ بتائے گا، ہم اسکے بعد کے واقعات بتلائیں گے، کہ جن میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے، یہاں تک کہ مرض وفات[۲] بلکہ میدان حشر، حوض کوثر[۳]، شفاعت[۴] کے واقعات میں بھی علم بجمیع الاشیاء کی نفی ہے۔

---

[۱] والنسخ انما یعترض الاوامر والنواهی دون الاخبار (تفسیر مظهری ص ۱۰۴/ج ۱، مطبوعه رشیدیه کوئٹه) ولایقع النسخ الافی الامر والنهی (اتقان ص ۲۱ ج ۲)

[۲] فی حدیث عائشة'' ثقل رسول اللّٰه ﷺ فقال اصلی الناس قلنا لا فاغمی علیه ثم افاق فقال اصلی الناس فقلنا لافاغمی ثم افاق فقال اصلی الناس فقلنا لاهم ینتظرونک. (سنن دارمی ص ۱/۲۸۷، مسند احمد ص ۶/۲۵۱، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں ہے (مرض الوفات کے بیان میں) رسول اللہ ﷺ کی بیماری سخت ہوگئی ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں! پھر آنحضرت ﷺ پر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا، پھر ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں! پھر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوگیا، پھر ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں! وہ آپ کے منتظر ہیں۔ بار بار دریافت کرنا علم غیب کلی کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے۔

[۳] فی حدیث سهل بن سعد مرفوعاً لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال انک لاتدری مااحدثوابعدک فاقول سحقاً سحقا لمن غیربعدی متفق علیه. (اس کا ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے) (مشکوٰة شریف ص ۴۸۸/ ج ۲، باب الحوض، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۴] وعنه (عن انس) قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذاکان یوم القیامة ماج الناس بعضهم فی بعض فاستأذن علی ربی فیوذن لی ویلهمنی ..... (باقی حاشیہ وترجمہ اگلے صفحہ پر)

جب عقیدہ مسئولہ کا حال معلوم ہو گیا کہ یہ شرک ہے تو اسکا بطلان خود بخود واضح ہو گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۶۱ھ

جواب صحیح ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور

صحیح عبداللطیف ۲۵/شوال ۶۱ھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

علم غیب

سوال: ۔ ایک شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم کلی عطا کیا تھا، حتی کہ اس کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ تمام امور جو کہ دنیا میں ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے حتی کہ دوزخی جو دوزخ میں داخل ہونگے، بہشتی جو بہشت میں داخل ہونگے اور یہ بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ درختوں کے پتے اور ریت کے ذرے ان تمام کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ اپنی کفِ مبارک کو دیکھتے ہیں، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

(۲) ایک اور شخص عقیدہ رکھتا ہے، کہ حضور ﷺ نعوذ باللہ کچھ نہیں جانتے تھے، اور بکمال درشتی دعوی کرتا ہے، کہ حضور ﷺ کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں تھی، اسکا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر یہ دونوں ایک دوسرے کو کافر کہیں تو کیا حکم ہے؟ آیا ان کے پیچھے نماز جائز

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....محامد احمده بها لاتحضرنی الأن فاحمده بتلک المحامد الخ متفق علیه، مشکوٰة شریف ج ۲/ص ۴۸۹/ باب الحوض والشفاعة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ بعض بعض میں گُتھ مُتھ ہونگیں، پس میں اپنے رب سے اجازت طلب کرونگا، مجھ کو اجازت دیدی جائیگی، اور مجھ کو حمد کے کلمات کا الہام کیا جائیگا، جن کے ذریعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرونگا، وہ کلمات مجھ کو اس وقت مستحضر نہیں، پس میں ان کلمات کے ساتھ حمد کرونگا۔

ہے یا نہیں؟

(۴) صاف عقیدہ جو کہ افراط وتفریط سے مبرا ہو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایجاب کلی کا دعویٰ یعنی حضور ﷺ کو جمیع مغیبات کا علم تھا، باری تعالیٰ کے اور آپ کے علوم کماً مساوی تھے، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا تھا غلط اور خلاف نصوص ہے، سلبِ کلی کا دعویٰ یعنی یہ کہ آپ ﷺ کو کسی غیب کا علم عطا نہیں ہوا، یہ بھی غلط ہے اور خلاف نصوص ہے، اول کی تردید کے لئے سلبِ جزئی کافی ہے[۱] ثانی کی تردید کیلئے ایجاب جزئی کافی ہے[۲] چنانچہ دونوں سلبِ جزئی وایجاب جزئی کے شواہد کثیرہ نصوص قرآنیہ وروایات حدیثیہ میں موجود ہیں، کتب عقائد میں بھی ہر دو کی تصریح کی گئی ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ[۳]، قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ[۴]. قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ[۵] وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ[۶].

---

[۱] موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوگی۔ (تیسرا لمنطق ص ۳۰ قطبی ۱۳۲)

[۲] سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوگی۔ (تیسیر المنطق ص ۳۱، قطبی ۱۳۲)

[۳] (سورۃ انعام آیت ۵۹) **ترجمہ**:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (بیان القرآن)

[۴] سورۃ نمل الآیۃ ۶۵، (**ترجمہ**) آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

[۵] سورۃ انعام الآیۃ ۵۰، (**ترجمہ**) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (بیان القرآن)

[۶] سورۃ اعراف الآیۃ ۱۸۸، (**ترجمہ**) اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا (بیان القرآن)

ان آیات میں علم غیب کی صراحۃً وقصداً نفی کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی الاطلاق (بلاتصریح جزئی علم غیب کو ثابت کرنا شرک یا موہم شرک ہے، اور علم غیب کو ثابت کرنا تو صریح شرک وکفر ہے، واقعۂ افک[۱]، بیر معونہ[۲]، عقد[۳]، تابیر نخل[۴] سے بھی علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

وفینانبی یعلم مافی غد[۵] کو منع فرمانا، حدیث جبرئیل[۶] اور حوض کوثر جب آپ بعض کی

---

۱ فی حدیث عائشة الطویل فدعا رسول اللّٰہ ﷺ علی بن ابی طالب و اسامة بن زید حین استلبث الوحی یستامرهما فی فراق اهله. (بخاری شریف ۲/۶۹۷. کتاب التفسیر، باب ان الذین جاؤا بالافک الآیة. مطبوعه اشرفی دیوبند،

۲ عن انس قال بعث النبی ﷺ اقواماً من بنی سلیم الی بنی عامر فی سبعین رجلاً اذا اومَؤا الی رجل منهم فطعنه فانفذهٗ ثم مالوا علی بقیة اصحابه فقتلوهم الارجلا اعرج فاخبر جبرئیل النبی ﷺ انهم قد لقوا ربهم فرضی عنهم وارضاهم الحدیث (بخاری ۳۹۳/۱ کتاب الجهاد، مطبوعه اشرفی دیوبند)

۳ فی حدیث القاسم عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم قالت فخرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی بعض اسفاره حتی اذاکنا بالبیداء اوبذات الجیش انقطع عقد لی فاقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم علیٰ التماسه واقام الناس معه قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیه فاصبنا العقد تحته (بخاری شریف ۴۸/۱ کتاب التیمم، مطبوعه اشرفی دیوبند)

واقعہ عقد سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر علم غیب ہوتا تو پھر ہار کے گم ہونے کا یہ واقعہ پیش نہ آتا، آپ فوراً بتادیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے موجود ہے ۱۲۔

۴ عن انس ان النبی ﷺ مر بقوم یلقحون (وفی روایة هم یابرون النخل) فقال لولم تفعلوا لصلح قال فخرج شیصاً فمر بهم فقال مالنخلکم قالوا قلت کذا کذا قال انتم اعلم بامر دنیاکم (مسلم شریف ۲۶۴/ ج ۲، مطبوعه مکتبه مکتبه بلال دیوبند، کتاب الفضائل، باب فضل النظر الیه ﷺ الخ)

۵ فی حدیث الربیع بنت معوذ بن عفراء اذقالت احداهُن وفینا نبی یعلم مافی غدٍ، فقال دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین (رواهٗ البخاری ص ۷۷۳ ج ۲. کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح، مشکوٰة، ص ۲۷۱ ج ۲، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) (حاشیہ: ۶/۱ اگلے صفحہ پر)

سفارش فرمائیں گے، اور جواب ملے گا ''انک لاتدری ماا حدثوا بعدک[1] اور سجدۂ شفاعت میں ایسی حمد فرمائیں گے، جس کا علم ابھی عطا نہیں ہوا[2] وغیرہ وغیرہ سب شواہد ہیں، اور جزئی علم غیب کا ثبوت (جو کہ نقیض ہے سلب کلی کی) اتنا کثرت سے ہے کہ شاید کوئی علم حدیث اور آپ کی سیرت سے ادنیٰ سی مناسبت رکھنے والا بھی انکار نہیں کریگا حتی کہ انہیں جزئیات کثیرہ کی وجہ سے ایک فریق کو ایجاب کلی کے دعویٰ کا سہارا مل گیا۔

''اعلم ان الا نبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاماعلمهم اللّٰه احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الااللّٰه۔ شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۵[3]

صحیح عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ خدائے قدوس کی ذات وصفات ومرضیات کا علم جس قدر آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا اس قدر کسی مخلوق کو عطا نہیں[4] ہوا، اور یہی علم موجب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۶ وفی حدیث عمر بن الخطاب قال فاخبرنی عن الساعة قال ماالمسئول عنها باعلم من السائل الحدیث متفق علیه .(مشکوٰة ص ۱۱، کتاب الایمان، یاسر ندیم دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ فی حدیث سهل بن سعد فاقول انهم منی فیقال انک لاتدری ماا حدثوا بعدک الحدیث متفق علیه) مشکوٰة شریف، ص ۴۸۸ ج ۲، باب الحوض والشفاعة)

ترجمہ:- بے شک آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ایجاد کیا۔

۲ وفی حدیث انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذاکان یوم القیامة ماج الناس بعضهم فی بعض فاستأذن علی ربی فیوذن لی ویلهمنی محامد لاتحضرنی الاٰن فاحمده بتلک المحامد متفق علیه (مشکوٰة شریف، ص ۴۸۹ ج ۲، باب الحوض والشفاعة)

۳ شرح فقه اکبر ص ۱۸۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند، الانبیاء لا یعلمون الغیب.

۴ (قول النبی ﷺ اناا علمکم باللّٰه) ان النبی ﷺ منه فی اعلی الدرجات والعلم باللّٰه یتناول مابصفاته وما باحکامه ومایتعلق بذالک (فتح الباری، ص ۱۰۰ ج ۱، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اعلم الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمه)

قرب وکمال ہے تاہم باری تعالیٰ کا علم آپ کے علم سے بہت زیادہ اور غیر متناہی ہے رہا درختوں کے پتوں اور ریت کے ذروں اور پانی کے قطروں کا علم نہ آپ کو عطا ہوا، اور نہ یہ موجب کمال وقرب ہے کہ جس سے آپ کے کمال میں کوئی نقص پیدا ہو، ابتداءً آپ کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا، جس پر "**وماادری مایفعل بی ولابکم**"[1] فرمایا گیا اور پھر **لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر**[2] کے ذریعہ اس کا آپ کو علم عطا کر دیا گیا، بعض مفسرین نے کہا کہ عدم علم دنیا کے اعتبار سے ہے کہ کس شی کا حکم ہو کس شئی سے ممانعت ہو اور وفات کس صورت سے ہو بطور شہادت ہو یا اور طرح اور لوگ اتباع کریں یا نہ کریں وغیرہ وغیرہ، باقی آخرت کے متعلق آپ کو جنتی ہونے کا علم قطعی حاصل تھا اسی کو ابن جریر وغیرہ نے قابل اعتماد قرار دیا ہے[3] اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف ہوئے ہیں۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳؍رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۴؍رمضان المبارک ۶۶ھ

---

[1] سورۂ احقاف آیت ۹، (**ترجمہ**) اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا، اور نہ تمہارے ساتھ۔ (بیان القرآن)

[2] سورۂ فتح آیت ۲، (**ترجمہ**) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے (بیان القرآن)

[3] قولہ تعالیٰ "وماادری مایفعل بی ولابکم" قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما فی ھذہ الایۃ نزل بعدھا" لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر وھکذا قال عکرمۃ والحسن وقتادۃ انھا منسوخۃ بقولہ تعالیٰ لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر (تفسیر ابن کثیر ص۲۳۷ ج۴، مطبوعہ مکہ مکرمہ) وقال الضحاک وماادری مایفعل بی ولابکم ای ماادری بماذااومرو بما ذا انھی بعد ھذا وقال ابوبکر الھذلی عن الحسن البصری فی قولہ تعالیٰ وماادری مایفعل بی ولابکم قال امافی الآخرۃ فمعاذ اللّٰہ وقد علم انہ فی الجنۃ ولکن قال ما ادری مایفعل بی ولابکم فی ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علم غیب

سوال: ۔علم الغیب صفة مختصة باللّٰه تعالیٰ لیس لاحد من المخلوق نبیاً کان اوولیاً اوملکاً مقرباً ذاتیا کان ذٰلک العلم اوعطائیا کلیاً اوجزئیا فالقائل به لغیرہٖ تعالیٰ مشرک باللّٰه تعالیٰ فی صفة العلم خارج عن دائرة الاسلام ام لا؟

الجواب حامداًومصلیاً

العلم بالغیب امرتفردبه سبحانه تعالیٰ ولاسبیل الیه للعباد الاباعلام منه اوالهام بطریق المعجزة اوالکرامة اوارشاد الی الاستدلال بالا مارات فیما یمکن فیه ذٰلک[1] والانبیاء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاماعلمهم اللّٰه تعالیٰ احیاناً ذکرالحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقادان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الااللّٰه وقوله تعالیٰ قل لااقول لکم عندی خزائن اللّٰه ولااعلم الغیب .کذا فی المسایرة، شرح الفقه الاکبر[2]۔فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الدنیا اخرج کما اخرجت الانبیاء علیهم الصلاة والسلام من قبلی؟ ام اقتل کما قتلت الانبیاء من قبلی وماادری ایخسف بکم اوترمون بالحجارة ؟ وهذا القول هوالذی عول علیه ابن جریر وانه لایجوز غیرہٗ ولاشک ان هذا هو اللائق به صلی ﷺ فانه بالنسبة الی الاٰخرة جازم انه یصیر الی الجنة هوومن اتبعہٗ (تفسیرابن کثیر ص۲۳۸ ج۴، مطبوعه مکة المکرمه، روح المعانی ص۷ج۲۶، سورة احقاف، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] شرح عقائد ص۱۷۰، مبحث تصدیق الکاهن الخ. طبع یاسر ندیم دیوبند،

[2] شرح فقه اکبر ص۱۸۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند. (ترجمہ سوال وجواب اگلے صفحہ پر)

علم غیب

سوال: ۔بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مفاتیح غیبیہ کا جو سورہ لقمان کے آخر میں ہیں علم دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے عمل جانتے ہیں نرہے یا مادہ ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قول بالکل غلط ہے بہت سی روایات اور آیات اس کی تکذیب کرتی ہیں، **وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب خمس وتلاھذہ الاٰیۃ وعن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ من ادعیٰ علم ھٰذہ الخمسۃ فقد کذب الیٰ قولہ ھٰذہ العلوم الخمسۃ لایعلمھا الا اللّٰہ.تفسیر مدارکؒ وقال فی تفسیر تلک الاٰیۃ، فاراد**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ سوال :- علم غیب ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، مخلوق میں سے کسی کیلئے وہ نبی ہو یا ولی ہو یا مقرب فرشتہ ہو ثابت نہیں وہ علم ذاتی ہو یا عطائی، کلی ہو یا جزئی غیر اللہ کے لئے اس کا قائل اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفت علم میں شریک کرنے والا ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب :-علم غیب ایسی صفت ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے بندوں کیلئے اس تک کوئی سبیل نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے یا الہام فرمانے کے ذریعہ بطریق معجزہ یا کرامت، یا ان نشانات کے ساتھ استدلال کی طرف رہنمائی کر کے جن چیزوں میں یہ ممکن ہے، انبیاء علیہم السلام بھی مغیبات میں سے کچھ نہیں جانتے، مگر وہ چیزیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ان کو احیاناً خبر دیدی، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کے اعتقاد رکھنے سے حنفیہ نے تکفیر کی صراحت کی ہے، اللہ تعالیٰ کے قول "**قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اورقل لااقول لکم عندی خزائن اللہ ولااعلم الغیب**" کے معارض ہونے کی وجہ سے۔(**کذافی المسایرۃ شرح فقہ اکبر**)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] **تفسیر مدارک للنسفی ص ۲/۲۸۶، الجزء الثالث، دارالفکر بیروت، سورۃ لقمان، قرطبی ص ۷/۷۶، الجزء الرابع عشر، سورۃ لقمان تحت آیت:۳۴، دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۱۲/۱۶۱، الجزء الحادی والعشرون، دارالفکر بیروت.**

انہ ھو المتوصل الیٰ المغیبات وحدہ لایتوصل الیھاغیرہ[1] وقال تعالیٰ قل لااقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولااعلم الغیب[2]. الآیۃ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

علم غیب

سوال: ۔ نبی اکرم ﷺ کو کائنات کے علم غیب کا قائل ہونا یا مولوی احمد رضا خاں کا یہ اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص علم غیب کلی نبی اکرم ﷺ کے لئے ثابت مانتا ہے وہ شخص مشرک ہے، فقہاء اور علماء عقائد نے اس کی تکفیر کی ہے۔

اس کا ایسا عقیدہ نصوص صریحہ کے معارض ہے "وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہَ کذافی المسایرۃ[3]" (شرح فقہ اکبر ص[4] ۱۸۵)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل ص ۵ ۱۱/ الجزء الثانی، سورۃ الانعام، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[2] سورۃ الانعام آیت: ۵۰، **ترجمہ**:- اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں (بیان القرآن)

[3] مسایرۃ ص ۱۲۹ (طبع مصر)

[4] شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعہ دھلی، شرح عقائد ص ۱۷۰، مبحث فی تصدیق الکاھن. مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند،

علم غیب کلی عطائی

سوال: ۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں نفی علم غیب کی ہے وہ ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں، خدا تعالیٰ کا علم غیب ذاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم غیب ہے اور عطاء بھی تمام ذرّہ ذرّہ کا ہے جو آپ ہماری حرکات وسکنات کو دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں ایسے معتقد کا کیا حکم ہے اسکے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ قول بلا سند ہے[1]، نصوص میں کہیں اس کی تصریح نہیں[2] من ادعیٰ فعلیه البیان

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب جاننا

سوال: ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیب کی بہت چیزوں کا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے عطا فرمایا ہے مثلاً

---

[1] ثبوت فعلی اسکا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہیکہ اسپر عقیدہ کیا جاوئے؟ بدون ثبوت شرعی کے اسپر عقیدہ درست بھی نہیں (براهين قاطعه ص ۵۶، ۵۷، طبع امداديه ديوبند، الجنة لاهل السنة ص ۱۲۵، مطبوعه دهلی)

[2] **تنبیہ**:- ایسا معتقد مبتدع ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ مستفاد (شامی ج ۱/ ۵۶۰/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، مطبوعه نعمانيه)

احوال قبر، احوال حشر، جنت دوزخ وغیرہ، لیکن ان چیزوں کے علم کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہا جائیگا، یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور ﷺ کے علم غیب کے سلسلہ میں دیوبندی بریلوی کا اختلاف

سوال:۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا تھا، حضور ﷺ علم غیب کو جانتے تھے، حضور ﷺ کو علم غیب ذاتی ہے یا عطائی؟ بریلوی اور دیوبندی میں اس کے متعلق کیا اختلاف ہے اور کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو خالق کائنات جل شانہٗ نے شان نبوت کے لائق اپنی ذات وصفات اور امور اخروی سے متعلق اتنے علوم عطا فرمائے کہ دیگر تمام انبیاء وملائکہ اور تمام جن وبشر کے علوم کی حیثیت ان کے سامنے ایسی ہے جیسے بحر ناپیدا کنار کے سامنے ایک قطرہ کی ہوتی ہے[2]۔

---

[1] فالعلم بالغیب امرتفرد به سبحانه (شرح فقه اکبر، ص ۱۸۵، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2] ان سیدنا رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اعلم الخلق قاطبة بالعلوم المتعلقة بالذات والصفات والتشریعات من الاحکام العملیة والحکم النظریة والحقائق الحقة والاسرار الخفیة وغیرها من العلوم مالم یصل الی سرادقات ساحته احد من الخلائق لاملک مقرب ولانبی مرسل (المهند علی المفند ۲۵/ طبع دیوبند، راجع الخصائص الکبریٰ ص ۱۸۵/ ج ۲، باب اختصاصه ﷺ بانه اول النبیین الخ، مطبوعه بیروت لبنان، ۱۹۳/ ج ۲، باب اختصاصه ﷺ بالنصر بالرعب الخ)

اور یہ حق تعالیٰ کے عطا فرمانے سے ہے، حق تعالیٰ کا علم ذاتی ہے، اور اسکے علم کے سامنے تمام مخلوقات کے علوم ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے[۱] کیونکہ حق تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے، اور سب کے علوم کثرت کے باوجود متناہی ہیں، حضرات اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے، بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی ایسا ہی لکھا ہے[۲] حضرت نبی اکرم ﷺ کو حضراتِ علماءِ دیوبند بھی عالم الغیب کہنے سے روکتے ہیں، مولانا احمد رضا خانصاحب نے بھی لکھا ہے کہ کسی مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے[۳] کیونکہ کتب شرعیہ میں عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی ہو اور وہ صرف اللہ پاک ہے، اور کوئی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عالم الغیب اور افضل البشر کی تشریح

سوال: ۔موریشش کے بدعتی ماحول سے تو آپ واقف ہیں، دیوبندیت کے خلاف بدعتی عالم ہمیشہ ابھارتے رہتے ہیں، ہم ناچیز اس کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں، کہ ہمارے بزرگوں کے خلاف زبان نہ کھولیں، اس میں کسی حد تک کامیابی ہے اور انشاءاللہ زیادہ کی امید بھی ہے، دعا سے مدد فرمائیں۔

۱۹۶۸ء میں نصاریٰ اور مسلمانوں میں فساد ہوا تھا، حالات نازک تھے، ہم سب مولوی

---

[۱] راجع حديث ابن عباس فی قصة موسى وخضر مرفوعاً: قال السيوطی: اخرج البخاری ومسلم والترمذی والنسائی فقال والله ماعلمی وعلمک فی جنب علم الله الا كمااخذ الطير منقاره من البحر (الدرالمنثور ص ۵/۴۱۲، الجزء الخامس عشر، سورة كهف، دارالفكر بيروت، ابن كثير ص ۳/۱۵۸، سورة الكهف، مكتبه تجاريه مصطفى الباز مكه)

[۲] خالص الاعتقاد ص ۲۳، بحوالہ مطالعۂ بریلویت ص ۱/۳۵۵، عالم الغیب کا اطلاق، دارالمعارف لاہور، محاضرات در رد رضا خانیت ص ۵، جز ۳، مغیباب کے جاننے کی چار قسمیں، مکتبہ دارالعلوم دیوبند،

[۳] الامن والعلى ص ۱/۳۵۵، بحواله مطالعۂ بريلويت ص ۱/۳۵۵، عالم الغيب كا اطلاق، مطبوعه دارالمعارف لاهور،

جمع ہوئے تھے کہ ہم اپنے اختلاف کو ایک طرف رکھیں اور اتفاق کے ساتھ رہیں، جو اختلافی مسائل ہیں ان پر دستخط کر کے لوگوں کو خبردار کیا جائے، کہ آپ لوگ بھی اتفاق کرلیں، اور اتحاد سے رہیں تاکہ دوسری قوموں پر اچھا اثر ہو، اور ایسا ہوا بھی، اس میں عجلت میں ایک مبہم عبارت پر ہم نے دستخط کردیئے اور اس پر اتفاق کیا کہ جب تک اس مبہم عبارت کو صاف نہ کیا جائے عوام کے قابل نہ بنایا جائے، اور شائع نہ کیا جائے، اختلافی مسائل میں تین مسائل سامنے تھے۔

❁ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں یا نہیں؟ تو سب نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ عالم الغیب تو اللہ پاک ہی ہے، ہاں بذریعۂ وحی بہت سی غیب کی باتوں کا علم حضور ﷺ کو اللہ پاک نے دیا تھا۔

❁ اسی طرح حاضر وناظر تو اللہ پاک ہی ہے ہاں اللہ پاک اپنے حکم اور قدرت سے رسولِ پاک ﷺ کو جب اور جہاں پہونچانا چاہے اور جو دکھلانا چاہے اپنی قدرت سے پہونچا اور دکھلا سکتا ہے۔

❁ اسی طرح حضور ﷺ سید البشر ہمارے جیسے نہیں یعنی شرف وکمالات میں ہمارے جیسے نہیں آپ نبی اور رسول خاتم النبیینؐ ہیں۔

بدعتی عالم نے کہا کہ ہم ایک مختصر عبارت لکھ کر دستخط کرلیں، چنانچہ اس نے جو عبارت لکھی وہ یہ ہے "**عالم الغیب باعلام اللّٰہ**" حاضر وناظر بقدرۃ اللہ" سید البشر افضل البشر ہمارے جیسے نہیں، پھر جو عبارت لکھی وہ مبہم تھی، تو میں نے دستخط کرنے سے انکار کردیا کہ اب تک جو زبانی تشریحات ہوئی ہیں، وہ عوام کے سمجھنے کے قابل چونکہ نہیں ہیں اس لئے میں دستخط بھی نہیں کرتا ہوں۔

۷۲ء میں بدعتی جامع مسجد میں امام کو مستعفی کردیا، وہ پاکستان چلا گیا، ۱۹۶۸ء کی یہ عبارت جسے شائع نہ کرنے پر اتفاق تھا، چند دن ہوئے کسی غیر ذمہ دار نے شائع کردیا۔

عالم الغیب باعلام اللہ ماننا

سوال:۔ عالم الغیب تو ذات باری تعالیٰ ہی ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، ہر جگہ حاضر وناظر اللہ پاک ہی ہے، بنص قرآن وحدیث حضور ﷺ بشر ہیں مگر آپ ﷺ نبی اور رسول اللہ وخاتم النبین ہیں، کمالات میں آپ جیسا کوئی بشر نہیں، عالم الغیب، حاضر وناظر اور رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق یہی ہمارے عقیدے ہیں، ہم نے اس پرچہ میں عالم الغیب حضور ﷺ کو نہیں کہا ہے، بلکہ عالم الغیب باعلام اللہ کہا ہے، اور ہمارا مطلب اس وقت یہی تھا کہ بذریعۂ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے بہت سی غیب کی باتوں کا علم دیا حاضر وناظر نہیں کہا، بلکہ حاضر وناظر بقدرۃ اللہ، ہمارا مطلب یہ تھا کہ اللہ پاک اپنی قدرتِ کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں پہونچانا چاہے وہاں پہونچا دے اور جو دکھلانا چاہے دکھلا دے اللہ پاک اس پر قادر ہے، اس پرچہ میں ہے کہ سید البشر افضل البشر ہمارے جیسے نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور خاتم النبین کمالات میں آپ ﷺ جیسا کوئی بشر نہیں، ہم پرچہ بازی سے دور رہنا چاہتے ہیں، اور اس وقت تک نہیں نکالیں گے جب تک ہمیں مجبور نہ کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وروح ابی وامی) تمام عالم سے افضل ہیں[1]، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے کمالات تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تقسیم فرمائے ہیں، وہ تمام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں[2]۔ اپنی ذات وصفات

---

[1] ان افضل المخلوقات فی الدنیا والآخرۃ ھو سیدنا محمد ﷺ، الکوکب الازھر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۲۲. (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

کاعلم جو کہ شانِ نبوت کے لائق ہے، جتنا نبی ﷺ کو عطا فرمایا کسی کو نہیں[۱] دیا۔ غیب کی بہت سی چیزیں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، لوحِ محفوظ، میزان، صراط، حشر، نشر، برزخ وغیرہ آپ نے امت کے سامنے بیان فرمائی ہیں[۲]، اس کے باوجود اللہ پاک کا علم اس سے بھی زیادہ ہے کہ کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔

"**لایعزب عنه مثقال ذرة الایة**[۳]"، پس کلی علم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس اعتبار سے اسی کو عالم غیب فرمایا گیا، اور حاضر وناظر بھی اسی کی شان ہے، اس کے علاوہ نہ کسی کو

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ۲ قال العلماء مااوتی نبی معجزة ولا فضیلة الاولنبینا صلی اللّٰه علیه وسلم نظیرها واعظم منها. (الخصائص الکبریٰ ص ۲/۱۷۹. ذکر موازاة الانبیاء بفضائلهم بفضائل نبینا ﷺ، مطبوعه بیروت لبنان، تفسیر مظهری ص ۱/۳۵۴، تحت قوله تعالیٰ: ورفع بعضهم درجٰت الآیة، سورة البقرة آیت: ۲۵۳، مطبوعه نعمانیه دیوبند)

(**حاشیہ صفحہ ھذا**) ۱ (قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انااعلمکم باللّٰه) ان النبی ﷺ منه فی اعلی الدرجات والعلم باللّٰه یتناول مابصفاته ومابأحکامه ومایتعلق بذالک، (فتح الباری ص ۱۰۰، ج ۱، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللّٰه، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

۲ راجع باب صفة الجنة ص ۲/۴۹۵، مشکوٰة المصابیح، طبع یاسر ندیم، (ومجمع الزوائد ص ۷۳۱، ج ۱۰/ طبع دارالفکر بیروت) باب صفة النار، مشکوٰة ص ۲/۵۰۲، مجمع الزوائد، ص ۷۰۵، ج ۱۰، وراجع لبیان العرش باب بدء الخلق وذکر الانبیاعلیهم السلام (مشکوٰة ص ۵۰۹، ج ۲) وراجع لبیان الکرسی باب الحوض والشفاعة ص ۲/۴۹۳ مشکوٰة وتفسیر ابن کثیر ص ۲۳۱، ج ۱، مظهری ص ۳۵۹، ج ۱، وراجع للوح المحفوظ باب بدء الخلق، ص ۲/۵۰۶، مشکوٰة، وراجع للمیزان باب الحوض ص ۲/۴۹۰ مشکوٰة، ومجمع الزوائد ص ۱۰/۶۵۰، کتاب البعث وراجع للحشر والنشرباب الحشر ص ۲/۴۸۲، مشکوٰة ومجمع الزوائد ۱۰/۶۰۹ کتاب البعث وراجع لاحوالِ البرزخ باب اثبات عذاب القبر ۱/۲۵ مشکوٰة شریف، ومجمع الزوائد ص ۳/۱۶۸، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۳ سورۂ سبا الایة ۳/ (**ترجمہ**) اس سے ذرہ برابر بھی غائب نہیں (بیان القرآن)

علم غیب ہے نہ کوئی حاضر وناظر ہے، اسی لئے کسی کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، قرآن کریم میں ہے "**عندہٗ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو الایۃ**"[1]

نیز ارشاد ہے **قل لااقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولااعلم الغیب**[2] نیز ارشاد ہے **وقل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ**[3] نیز ارشاد ہے: **لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر**[4] ان آیات میں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص فرمایا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے علم غیب حاصل نہیں، مطلب یہ ہے کہ جس طرح دیکھنے کی قوت دی گئی ہے کہ جب چاہا اس سے کام لے لیا، اور بولنے چلنے کی قوت دی گئی ہے، اسی طرح کوئی قوت غیب پر مطلع ہونے کی نہیں دی گئی کہ جب اور جس چیز کو دل چاہے معلوم کرلیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہے کہ اس نے جب چاہا اور جس چیز کے متعلق چاہا، علم عطا فرمادیا، نہ چاہا نہ عطا فرمایا، چنانچہ بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں، مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی جس کی وجہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اذیت اور پریشانی ہوئی، اس سلسلہ میں آپ دوسروں سے مشورہ بھی فرماتے رہے، اور بہت رنجیدہ اور غمگین رہے، اس سلسلہ میں کافی عرصہ گذر گیا مگر آپ کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا، حتی کہ جب وحی نازل ہوئی تب اصل حقیقت کھلی اور اطمینان ہوا اگر کلی علم غیب حاصل تھا اور آپ ہر جگہ حاضر وناظر تھے، تو اتنی پریشانی کیوں ہوئی شروع ہی میں فرمادیتے یہ

---

[1] سورۂ انعام الایۃ ۵۹/ (**ترجمہ**) اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

[2] سورۂ انعام الایۃ ۵۰ (**ترجمہ**) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔

[3] سورۂ نمل الایۃ ۶۵ (**ترجمہ**) آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (بیان القرآن)

[4] سورۂ اعراف الایۃ ۱۸۸ (**ترجمہ**) اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا۔

سب غلط ہے[1]، اور مثلاً سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہار تھا وہ گم ہوگیا، اس کو تلاش کیا گیا سب قافلہ اس کی وجہ سے پریشان ہوا، پھر دیر بعد جب اونٹ کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ملا، اگر علم غیب کلی تھا اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو شروع میں کیوں نہ فرمادیا کہ وہ اونٹ کے نیچے ہے[2] اور مثلاً کسی نے آکر کہا کہ تبلیغ کے لئے کچھ آدمی ہمارے یہاں بھیج دیجئے ان کی ذمہ داری بھی لی گئی اور ۷۰ رصحابہؓ کو آپ نے بھیجدیا، ان کو وہاں لیجا کر شہید کردیا گیا، کیونکہ ان کو تبلیغ کے نام پر قتل کیلئے بلایا گیا تھا، جس کا آپ کو صدمہ ہوا تھا، اگر علم غیب کلی تھا تو آپ نے ان کے ساتھ کیوں بھیجا تھا جس پر بعد میں صدمہ ہوا[3]، اور مثلاً اخیر مرض

---

[1] فی حدیث عائشة الطویل "فدعا رسول اللّٰہ ﷺ علی ابن ابی طالب و اسامة بن زید حین استلبث الوحی یستامرهما فی فراق اهله (بخاری ص ۶۹۶/۲ رکتاب التفسیر، طبع اشرفی دیوبند)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طویل حدیث میں ہے، رسول ﷺ اللہ نے حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا جب وحی میں تاخیر ہوئی تاکہ ان سے اپنی اہل کی جدائی کے سلسلہ میں مشورہ کریں۔

[2] فی حدیث القاسم عن عائشة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قالت فخر جنامع رسول اللّٰہ ﷺ فی بعض اسفاره حتی اذا کنابالبیداء اوبذات الجیش انقطع عقد لی فاقام رسول اللّٰہ ﷺ علی التماسه واقام الناس معه..... قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیه فاصبنا العقد تحته (بخاری ۴۸/۱ کتاب التیمم، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت قاسمؒ نقل کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم کسی سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم ذات الجیش میں پہنچے میرا ہار گر گیا، پس رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش کیلئے ٹھہر گئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار ہوتی تھی، تو ہم کو اسکے نیچے وہ ہار مل گیا۔

[3] عن انس قال بعث النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اقواماً من بنی سلیم الی بنی عامر فی سبعین رجلا اذا اومؤا الی رجل منهم فطعنه فانفذهٗ ثم مالوا علی بقیة اصحابه فقتلوهم الارجلااعرج فاخبر جبریل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انهم قد لقوا ربهم فرضی عنهم وارضاهم الحدیث (بخاری ۳۹۳، ج ۱ کتاب الجهاد، باب من ینکب او یطعن فی سبیل اللّٰہ، طبع اشرفی دیوبند) (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

الوفات میں دریافت فرمایا کیا لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھ لی؟ عرض کیا گیا آپ کا انتظار کررہے ہیں، ابھی جماعت نہیں ہوئی، ارشاد فرمایا مجھے وضو کراؤ، اس سے کمزوری ہوکر غشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ پانے پر دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا گیا انتظار کررہے ہیں! دو تین دفعہ ایسا ہی ہوا، پھر فرمایا کہ اچھا ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھادیں، اگر علم غیب کلّی تھا تو بار بار کیوں دریافت فرمایا[1]؟ اور مثلاً حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ حوضِ کوثر پر ہوں گے، کچھ لوگ اس طرف آئیں گے، مگر پھر ان کا رخ دوزخ کی طرف کردیا جائیگا، ان کو دیکھ کر آپ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ تو میرے آدمی ہیں انہیں کہاں لیجاتے ہو، جواب دیا جائے گا کہ آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے کیا بدعتیں ایجاد کی ہیں۔ تب ارشاد فرمائیں گے کہ لیجاؤ انہیں ذلیل کرکے پھر ان کو جہنم میں ڈھکیل دیا جائیگا، اگر آپ ﷺ کو علم غیب کلی تھا اور آپ ﷺ ہر جگہ

(ترجمہ صفحہ گذشتہ)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بنوسلیم کی طرف ستر آدمیوں کو بھیجا جب وہ ان میں سے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے نیزہ مارا پس وہ اس کو پار کرگیا، پھر وہ ان کے بقیہ ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک لنگڑے شخص کے علاوہ سب کو قتل کردیا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو خبر دی کہ وہ سب شہید ہوگئے، اور اللہ ان سب سے راضی ہوگیا، اور ان سب کو خوش کردیا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وفی حدیث عائشة "ثقل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال اصلی الناس قلنا لا فاغمی علیه ثم افاق فقال اصلی الناس فقلنا لا..... فاغمی علیه ثم افاق فقال اصلی الناس فقلنا لاھم ینتظرونک الخ، (سنن دارمی ۱/۲۸۷، طبع دارالکتب العلمیة، مسند احمد ۶/۲۵۱ ملخصاً. مطبوعه دارالفکر بیروت.

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مرض زیادہ سخت ہوگیا، ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں! پھر بیہوشی ہوگئی، پھر جب افاقہ ہوا، ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا نہیں! پھر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر جب افاقہ ہوا ارشاد فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں، وہ آپ کے منتظر ہیں!

حاضر و ناظر تھے تو آپ کو کیوں خبر نہ ہوئی[1] غرض بے شمار واقعات ہیں۔

الحاصل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب مان کر ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے، حدیث شریف کے بھی خلاف ہے، اجماع سلف صالحین کے بھی خلاف ہے اسلئے اس عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

تنبیہ:۔ مندرجہ بالا جواب لکھا جا چکا تھا، اس کے بعد دارالعلوم میں بعض ان حضرات کا خط پہنچا، جنہوں نے اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ علم غیب کلی اور ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق کو نہ عالم الغیب کہا

---

[1] فی حدیث سهل بن سعد مرفوعاً لتردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال انک لاتدری مااحدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی متفق علیه (مشکوٰة ۲/۴۸۸، باب الحوض والشفاعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے میرے پاس کچھ لوگ آئینگے میں ان کو پہچانونگا وہ مجھے پہچانیں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کردی جائیگی، میں کہونگا یہ تو میرے اصحاب ہیں کہا جائیگا آپ نہیں جانتے، آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا (بدعات) ایجاد کیں پس میں کہونگا دوری ہو دوری ہو ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے میرے بعد (دین میں) تبدیلی کرلی۔

[2] اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاما اعلمهم الله احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه وسلّم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا الله. کذافی المسایرة (شرح فقه اکبر ص ۱۸۵، مطبوعه مجتبائی دهلی)

جاسکتا ہے نہ حاضر وناظر، معاہدہ پر دستخط کر کے ہم نے صرف اتنی بات سے اتفاق کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مغیباتِ کثیرہ پر مطلع فرمایا ہے، اور اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ آپ کی روحِ پاک کو جہاں اور جس وقت چاہے پہونچادے، اور یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صفات وکمالات کے لحاظ سے ہم جیسے بشر نہیں ہیں بلکہ سید البشر اور افضل البشر ہیں، اور ہم نے معاہدہ کی مجلس میں بھی یہ وضاحت کردی تھی، اور اس کے بعد ہماری طرف سے بار بار یہ وضاحت کی جاچکی ہے، ان دستخط کرنیوالے حضرات کی اس وضاحت کے بعد یہ تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان حضرات کا عقیدہ فاسد نہیں ہے، بلکہ وہی عقیدہ ہے جو جماعتِ حقہ اہل سنت والجماعت کا ہے، لیکن ان حضرات نے ایسی مبہم تحریر پر دستخط کرنے میں غلطی کی ہے، اللہ پاک معاف فرمائے، اسکی وجہ بھی یہ تھی، کہ اس وقت مسلمانوں پر جو یورش تھی اس سے تحفظ اس میں ملحوظ تھا، جس کا وہاں کے سب حضرات کو علم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حضور ﷺ نائب مطلق مالک ومختار ہیں؟

سوال:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نائب مطلق ہیں، تمام جہان حضور ﷺ کے تحت تصرف کردیا گیا، جو چاہیں کریں، جس سے جو چاہیں لیں، جسے چاہیں دیں، تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہاں ان کا محکوم ہے، اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم ہے تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السمٰوات والارض حضور ﷺ کے زیر فرمان ہیں جنات ونار کی کنجیاں دست اقدس ﷺ میں دیدی گئیں، رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ﷺ کے دربار سے تقسیم ہوتی ہے، دنیا آخرت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکام شرعیہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیئے گئے، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس پر جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔

(بہارِ شریعت حصہ اول، ص۲۲)

(۲) جتنے فضائل وکمالات خزانۂ قدرت میں ہیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔ (ملفوظات خانصاحب حصہ دوم، ص۳۹)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عرب کہہ کر ندا کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات خانصاحب حصہ اول، ص۱۸۸)

(۴) انبیاء علیہم السلام کو معجزات وادراک مغیبات ظاہری جوارح سماع، بصر کیطرح باطنی بخشے ہیں، جب چاہیں خرقِ عادت فرمالیں، مغیبات کو معلوم فرمالیں، چاہیں نہ فرمائیں۔ (الامن والعلی مصنفۂ خانصاحب بریلوی، ص۲۰۹)

مذکورہ بالا چار نمبروں کی تحریر جو مع حوالہ کتب لکھی گئی ہے، معلوم کرنے پر بریلوی حضرات ان عبارات کی تفصیل کرتے ہیں کہ "اطاع اللّٰہ، اطاع الرسول" کے تحت یہ نظریہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت کو ملا ہے، آپ ﷺ کے کل فرمان باذن اللہ ہیں، آپ نے ذاتی کوئی حکم نافذ نہیں فرمایا، بلکہ خالصتاً ہر حکم ربی امت کو دیا بایں ہمہ عشق ومحبت رسول میں یہ تحریر کیا ہے، ورنہ ہر چیز کا رب ہی مالک ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارات سے جو ظاہر ہے اور جو تفصیل ان کی نقل کی گئی، زید امام اسی گروپ کی تائید میں ہے، اور نظریہ دیوبند سے مناسبت بھی نہیں رکھتا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نماز پڑھ لی تو اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقل کردہ عبارات کے خلاف بھی خانصاحب بریلوی کی کتابوں میں موجود ہے "الامن

والعلیٰ" میں غیر اللہ کو عالم الغیب کہنا منع لکھا ہے، ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ یا خدائے پاک کے سوا کسی کیلئے بھی علم غیب ذاتی کا ایک ذرہ بھی تسلیم کرے وہ ایمان سے خارج ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ علم محیط (یعنی علم کلی) صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، غیر خدا کیلئے علم غیب ماننا درست نہیں، بہر حال آپ کے تحریر کردہ عقائد جو شخص اپنائے ہوئے ہو، اس کو امام بنانا جائز نہیں[1]، آپ صحیح العقیدہ شخص کے پیچھے نماز پڑھیں، اگر کچھ عملی غلطیاں ہوں تو اس کی وجہ سے آپ اعادہ کرتے ہوں تو آپ نفس جماعت کی فضیلت حاصل کرلیں گے، خانصاحب بریلوی کا تو اہم عقیدہ یہ ہے کہ علماء حق جن کے نام بھی تحریر کئے ہیں وہ کافر ہیں، جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے، جس کی وجہ سے اس شخص کا نکاح بھی باقی نہیں رہا، اولاد ولدالزنا ہے، ایسے عقائد والے کی امامت کی کیا گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۸/۱۳۹۹ھ

حضرت پیران پیرؒ کے متعلق علم غیب

سوال: ۔حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منہ کرکے ہاتھ باندھنا اور چند قدم پیر صاحب کی طرف چلنا اور اعتقاد رکھنا کہ پیر صاحب دیکھ رہے ہیں ایسے اعتقاد والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عقیدہ کفر و شرک ہے۔ ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم .....

---

[1] اما اذا ادی الیه (الکفر) فلا کلام فی عدم جواز الصلوة خلفه، شرح عقائد ص ۱۶۰، مبحث تجویز الصلاة، خلف کل بر وفاجر الخ، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، حلبی کبیری ص ۵۱۴، فصل فی الامامة، سهیل اکیڈمی لاهور.

مجمع الانہر[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

ایک شخص کا بعض مغیبات کی خبر دینا

سوال:۔ایک شخص نے ایک بچہ کے متعلق کہا کہ صرف دو ماہ زندہ رہے گا اور وہ واقعی دو ماہ کے بعد ختم ہوگیا، ایک لڑکی کے متعلق کہا کہ تو اپنے بیٹے کا آرام نہیں دیکھ سکتی، اور پانچ ماہ کے بعد تم ختم ہوجاؤ گی، وہ بھی پانچ ماہ کے بعد ختم ہوگئی، میری عورت کے بارے میں کہا کہ تمہارے اوپر سات جھٹکے آئیں گے، یا تم پہلے جھٹکے میں ختم ہوجاؤ گی، یا پانچویں میں اب میری عورت پر پانچ جھٹکے آچکے ہیں، ہم پریشان ہیں، شریعت مطہرہ میں اس مسئلے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قسم کی باتیں بتا کر مخلوق کو پریشانی میں ڈالنا بہت ہی غلط طریقہ ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے کسی کے متعلق ایسا نہیں فرمایا کسی کی موت کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں[2]۔ قرائن یا کسی کشف سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ شرعی حجت نہیں، آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے،

---

[1] مجمع الانہر ص ۵۰۴/ ج ۲/ کتاب السیر، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، وفی البزازیۃ من قال ارواح المشائخ حاضرۃ یکفر (بزازیہ علی الھندیۃ ص ۳۲۶/ ج ۳/ کتاب السیر، الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ، البحر الرائق ص ۱۲۴/ ج ۵. باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ ولاسبیل الیہ للعباد الاباعلام منہ .(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، روح المعانی ص ۱۶۸/ ۱۲، الجزء الحادی والعشرون، سورۃ لقمان تحت آیت: ۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ کو جھٹکا ہی نہ آئے یہ بھی ممکن ہے کہ مدت دراز کے بعد بالکل اخیر میں آئے، جتنی عمر اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمادی ہے، اس میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی، بس یہی ایمان اطمینان بخش ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۴ھ

کیا شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے؟

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ شیطان کا علم زیادہ ہے حضور اکرم ﷺ کے علم سے، اور بکر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ ہے، ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شیطان ملعون کی کیا حیثیت ہے کہ اس کے علم کو زیادہ کہا جائے، جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وہ شان ہے جو کہ پہلے گزر چکی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنتری کی پیشین گوئیاں

سوال:۔ یہ تاریخوں کی چھوٹی چھوٹی جنتریاں جس میں پیشین گوئیاں لکھی رہتی ہیں،

---

[1] وکل شئی عندہ باجل مسمی الحدیث ان کل من مات قدانقضی اجلہ المسمی فمحال تقدمہ اوتاخرہ عنہ فاذا علمتم ھذاکلہ فاصبر واواحتسبوا امانزل بکم . (شرح نووی علی صحیح مسلم، ص ۳۰۱/ج ۱، کتاب الجنائز، مطبوعہ بلال دیوبند)

[2] ان النبی علیہ السلام اعلم الخلق علی الاطلاق وقد افتی مشائخنا بتکفیر من قال ان ابلیس اللعین اعلم من النبی علیہ السلام (المھند ص ۲۵/ ملخصاً، السوال التاسع عشر، مطبوعہ دھلی)

اس کا دیکھنا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟ اور بنانے والا کیسا ہے؟ اور یہ کس بزرگ نے کیا؟ اور جو کرتے رہتے ہیں ان پر یہ حکم عائد نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان میں بعض چیزیں حساب سے متعلق ہیں (شرعی نہیں) جیسے ریلوے کے ٹائم ٹیبل کو دیکھ کر کوئی بتائے کہ فلاں گاڑی فلاں اسٹیشن پر اتنے بجے پہنچے گی بعض چیزیں صرف عوام کو مائل کرنے کے لئے ہیں، غرض شرعی طریقہ سے ان پر اعتماد و یقین نہیں کیا جا سکتا نہ اس مقصد کے لئے دیکھا جاتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۱ھ

حفظ الایمان کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ

سوال:۔ مرسلہ استفتاء ارسالِ خدمت ہے، یہ قدیم سوالات واعتراضات ہیں، بہترین اور مدلل جوابات دیئے جا چکے ہیں، آپ مہربانی فرما کر خوشخط اور بہترین مدلل تحریر کر دیں اور جواب اطمینان بخش رہے، تاکہ موقعہ پر اس کے ذریعہ سے لوگوں کو مطمئن کیا جا سکے، مکمل کر کے دفتر مرکز میں ارسال کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بارہا سوال آیا اور جواب لکھا گیا، بلکہ حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں، بسط البنان،

---

[1] ان الغیب ماغاب عن الحواس والعلم الضروری والعلم الاستدلالی الی ان قال واما ما علم بحاسة او ضرورة او دلیل فلیس بغیب ولا کفر فی دعواه الخ، نبراس ص ۳۴۳، مبحث تصدیق الکاهن الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

توضیح البیان، تکمیل العرفان، الجنة لاهل السنة، اور السحاب المدرار وغیرہ میں بڑی تفصیل سے اس پر کلام کیا گیا ہے[1]، مگر ایک خاص شق کے تحت بریلوی طبقہ کی طرف سے آئے دن اشتہارات ورسائل کی بھرمار رہی ہے جیسے تقریر کی بھرمار رہتی ہے، اب چونکہ عوام کا بڑا طبقہ ان کے قابو سے باہر جارہا ہے، اور اصل مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کررہا ہے اسلئے انکے بڑے لوگوں کو بہت فکر اور تشویش لاحق ہورہی ہے، دارالعلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے تازہ کتاب شائع کی ہے، جس میں پانچ کتابوں کے متعلق اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا ہے اس کے نمبر۴: پر حفظ الایمان سے متعلق بھی غلط فہمی کو واضح کرکے صاف کیا گیا ہے، آپ چاہیں تو اسکے اس حصہ کو اخبار یا اشتہار کی شکل میں شائع فرمادیں اسکے چھپنے کے انتظار میں آپکے جوابات میں تاخیر ہوگئی، دیگر مقامات سے بھی بعینہٖ یہی سوال آیا تھا، اسکا جواب فوراً تحریر کردیا گیا تھا۔ اس کتاب کا نام ''مسلک علماءِ دیوبند سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور مخلصانہ دعوت'' ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت تھانویؒ پر الزام تراشی

سوال:۔ زید متقی وپرہیزگار عابد وزاہد ہے صوم وصلوٰۃ کا سختی سے پابند ہے، حنفی اور قادری ہے، علماءِ دین کا احترام کرتا ہے، اسے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے گہری عقیدت ہے، وہ ان کے اسم گرامی کو حکیم الامت کے لقب سے شروع کرتا ہے، اور بعد میں رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] بسط البنان مولفه حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تهانویؒ، توضیح البیان فی حفظ الایمان مولفه مولانا مرتضی حسن چاندپوریؒ، الجنة لاهل السنة مولفه مولانامفتی عبدالغنی خاں صاحب پٹیالوی، ''السحاب المدرار فی توضیح اقوا ل الاخیار مولفه مولانا سید مرتضی حسن چاندپوری، مطبع قاسمی دیوبند، تکمیل العرفان.

کہتا ہے، ایک مقامی مولوی صاحب جو اپنے نام کے ساتھ خود کو مفتیٔ اعظم مدھیہ پردیش لکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضوان اللہ تعالیٰ عنہ نے اشرف علی پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے، لہٰذا وہ کافر ہے اور اسکے نام کیساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے والا بھی کافر ہے، اس لئے کہ اشرف علی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں اور جانوروں کے مثل کہا ہے'' انتہی بلفظہ براہِ کرم جواب مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز بہت بڑے عالم متبع سنت، شیخ طریقت بزرگ تھے، انہوں نے ہرگز ہرگز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں اور جانوروں کے مثل نہیں فرمایا ہے۔

چنانچہ اس کتاب میں جس پر بریلوی حضرات نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، یہ عبارت موجود ہے، نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے[1] غور کا مقام ہے کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم نبوت کو حاصل مانا، اور صراحۃً تحریر فرمادیا مگر یہ بریلوی حضرات ایسے بہتان تراش رہے ہیں، اس مسئلہ اور عبارت پر متعدد کتابیں تفصیل کیساتھ لکھی گئیں، بسط البنان، توضیح البیان، تکمیل العرفان، وغیرہ چونکہ بریلوی حضرات نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب تسلیم کیا اور لکھا ہے انکے مذہب پر دو شقیں پیدا ہوتی ہیں، ایک شق پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ شانہٗ کے علم کے برابر قرار پاتا تھا جو کہ شرک ہے، دوسری شق پر حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی تنقیص وتوہین ہوتی تھی، اسلئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

---

[1] حفظ الایمان مع بسط البنان ۹/اشرفیہ،

نے ارشاد فرمایا کہ عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر جائز نہیں، کیونکہ نہ شرک کی گنجائش ہے نہ حضرت رسول مقبول سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی توہین وتنقیص کی گنجائش ہے، یہ دونوں چیزیں اسلام کے خلاف ہیں، لہٰذا حضرت امام المرسلین سید الاولین والآخرین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے، بریلوی حضرات علم اور دلائل کی روشنی میں اسکا رد نہیں کر سکے، اور بات کو بگاڑ کر عوام کو مشتعل کرنے کیلئے یہ عنوان اختیار کیا اور کفر کا فتویٰ دیا ہے، **هداهم الله تعالیٰ الیٰ صراط مستقیم.** واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۱ھ

الجوابُ صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

حضرت پیران پیر کے ایک مصرعہ کا مطلب

سوال:۔ قصیدۂ غوثیہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مشہور ہے اس میں ایک شعر کے معنی تقریباً یہ ہیں:۔

کہ جو دنیا کے اوپر مہینے اور دن آتے ہیں وہ اول میرے پاس آتے ہیں، اور اپنی برائی بھلائی سے مطلع کرتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے کیا قصیدہ واقعی حضرت کا کلام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قصیدۂ غوثیہ میں یہ شعر ضرور موجود ہے، اگر اس قصیدہ کا انتساب شیخؒ کی طرف صحیح ہو تو بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شیخ اپنے کشف کو بیان فرمارہے ہیں، کہ جس زمانہ میں خیر اور برکت ہے، اللہ تعالیٰ اس کا علم مجھے کرادیتے ہیں، اور جس زمانہ میں شر اور فساد ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ بتادیتے ہیں، یعنی جب لوگ اعمال صالحہ کرتے ہیں، تو اس کا بھی علم ہوتا ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، اور جب لوگ معصیت زیادہ کرتے ہیں تو

اس کا بھی علم ہوجاتا ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں بسا اوقات بزرگوں کو منکشف ہوجاتی ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

ہاتھ دکھلا کر مستقبل معلوم کرنا ناجائز ہے

سوال: ۔کیا مستقبل کا حال جاننے کے لئے اس فن کے کسی ماہر کو ہاتھ دکھلانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، جس کا عقیدہ پہلے سے خراب ہو اس کو عقیدہ صحیح کرکے توبہ کرنا لازم ہے، جس کا عقیدہ پہلے سے خراب نہ ہو بلکہ تجربہ کے لئے دکھلاتا ہو اس کے لئے بھی اجازت نہیں، کیونکہ خود اس کے عقیدہ کے خراب ہونے کا خطرہ ہے، اور فاسد العقیدہ لوگوں کے لئے فسادِ عقیدہ کی اس سے تائید ہوگی[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الفراسة مكاشفة النفس ومعاينة الغيب وهى من مقامات اصل الايمان (شرح فقه اكبر ص۹۷، مطبوعه رحيميه ديوبند) هو(اى الكشف) الا طلاع على ماوراء الحجاب من المعانى الغيبية والامور الحقيقية وجوداً وشهوداً (كتاب التعريفات للجرجانى ص ۱۸۰/ مطبوعه مكتبه فقيه الامت، وهو (اى معنى الفراسة) ما يوقعه الله فى قلوب اوليائه فيعلمون احوال بعضٍ بنوع من الكرامات واصابة الظن والحدس (مجمع بحارالانوار للشيخ الفتنى ص ۱۲۱/۴، مطبوعه دارالايمان مدينه منوره)

[۲] عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من اتى عرافافسأله عن شئى لم تقبل له صلوٰة اربعين ليلة (مسلم ص۲۳۳/ج۲/، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة واتيان الكهان، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، مشكوٰة ص۳۹۳/ج۲، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زمانہ کو بُرا کہنا

سوال: ۔لوگوں کی زبان زد ہے کہ زمانہ ایسا آ گیا، ویسا آ گیا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمانہ میں ہوں، گو کہنے والے زمانہ سے مراد وقت لیتے ہیں، اس کے معاملہ میں فرمایئے کہ کیا لفظ استعمال کریں؟ اور ان کی نیت میں خرابی نہیں ہے، مذکورہ سوال میں وعید ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمانہ کو خود مؤثر بالذات اعتقاد کرنا غلط ہے[1] اگر وقت کو ظرف تصور کرتے ہوئے مثلاً اس طرح کہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں خیر غالب تھی، رفتہ رفتہ بعد میں خیر کم ہوتی گئی، اور شر بڑھتا گیا، تو صحیح ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....باب الکهانة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) ان اتیان العرافین کبیرة (المفهم ص ۶۳۵/ج۵، باب الرقیٰ والطب، باب النهی عن الکهانة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت)

''من کان یزعم انه یعرف الامور بمقد مات اسباب یستد ل بها علیٰ مواقعها من کلام من یسأله اوفعله اوحاله وهذا یخصونه باسم العراف'' (مرقاة ص۵۲۷/ج۴، کتاب الآداب، باب الکهانة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، شامی کراچی ص۴۵/۱، مطلب فی الکهانة)

ترجمہ :۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کاہن و نجومی وغیرہ کے پاس آئے، اور اس سے کسی چیز کا سوال کرے اس کی چالیس یوم کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] من سبه بکونه فاعلها عادسبّه الیّ لانی اناالفاعل لها. (مرقاة ص۸۳/ج۱، کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

[2] انماالدهر زمان جعل ظرفاً لمواقع الامور. (مرقاة ص۸۳/ج۱ کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، تفسیر روح المعانی ص۱۵۳/۲۵، سورة الجاثیة آیت: ۲۵، مطبوعه مصطفائی دیوبند)

حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ

سوال: ۔زید کا اعتقاد ہے کہ اللہ نے سیدنا رسول اللہ ﷺ کو وہ تصرف عطا فرمایا ہے کہ عالم میں جہاں چاہیں اور جس وقت چاہیں باذن اللہ تشریف فرما ہو جائیں، اس بنیاد پر زید نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ میں حضور اقدس ﷺ کو حاضر وناظر مانتا ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید کے پیچھے نماز جائز نہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک حضرت رسول مقبول ﷺ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے جو کسی کو نہیں ملا، اللہ پاک جہاں چاہے، اور جب چاہے آنحضرت ﷺ کو پہنچا دے، اور جس چیز پر چاہے مطلع فرما دے[1]

اس اعتبار سے حاضر وناظر آپ ﷺ کی صفت نہیں بنے گی، حاضر وناظر وہ ہے جو ہر جگہ ہر وقت ہر شئے کے حق میں حاضر وناظر ہو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے[2]۔

زید نے جو تاویل کی ہے اس تاویل کے اعتبار سے خدائے پاک کی دوسری صفات بھی دوسروں کے لئے ثابت کی جاسکتی ہیں، جس میں عقائد کے فساد کا قوی خدشہ ہے، تاویل

---

[1] ووطئه مكانا ما وطئه نبي مرسل ولا ملك مقرب (الخصائص الكبرىٰ ص ۱۸۵/۲، باب اختصاصه ﷺ بانه اول النبيين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

[2] ان اللّٰه كان على كل شئى شهيدا (سوره نساء آيت ۳۳) **ترجمه**:- بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہے۔ (از بیان القرآن)

انه بكل شئٍ بصير (سورۂ ملک الاية ۱۹ **ترجمه**:- بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

صراح میں ہے شہید حاضر وگواہ ص ۱۳۴/ بصیر بینا، دیکھنے والا یعنی ناظر ص ۱۶۰۔ ہمچو اعتقاد کہ حضرات انبیاء واولیاء ہر وقت حاضر وناظر اند وبہمہ حال بر نداء ما مطلع میشوند، اگر چہ از بعید باشد شرک است چہ ایں صفت از مخلصات حق جل جلالہ است کسے را در آں شرکت نیست الخ، مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۲۸/ ۱، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ۔

مذکور کے اعتبار سے زید پر کفر وارتداد کا حکم نہ لگایا جائے، مگر اس اطلاق کو موجب ضلال کہا جائیگا، زید کو اس سے باز آنا لازم ہے[1] جب تک وہ باز نہ آئے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

عقیدہ حاضر وناظر

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر نہ جانے اس کو قتل کردو، اس کے گھر میں آگ لگادو، اور اس کے بال بچوں کو بھی قتل کردو اگر تم مارے گئے تو شہید ہوگے، کیا ایسا کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کس دلیل پر مبنی ہے، حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے ''سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ''[2] اور قرآن کریم میں ہے۔

---

[1] یہ اعتقاد فاسد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا) منجر بکفر ہے اور اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ (ملخصا فتاویٰ خلیلیہ ص ۲۶۴/ج ۱، طبع سہارنپور) استشہاد میں مذکور ہے

''لوتزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لاينعقد النكاح ويكفر لاعتقاده ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يعلم الغيب. (البحرالرائق ص ۸۸/ج ۳/ كتاب النكاح، مطبوعه كوئٹه)

[2] وعن عبداللّٰه بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر متفق عليه (مشكوٰة ص ۴۱۱، ياسر نديم ديوبند، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ترمذى شريف ص ۲/۹۲، باب ماجاء سباب المسلم فسوق الخ، مسلم شريف ص ۵۸/۱، باب بيان قول النبى ﷺ سباب المسلم فسوق، مطبوعه بلال ديوبند)

(ترجمہ) مسلمان کو گالی دینا فسق وگناہ ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔۱۲

''وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّم''۔[1]

قتل مؤمن کی سزا جہنم ہے اور بچوں کا قتل تو جہاد میں بھی منع کیا گیا ہے، اگرچہ وہ بڑے سے بڑے کافر کا بچہ ہو[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے؟

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اس کا عقیدہ بھی رکھتا ہے، اور قرآن شریف میں جو آیت کے معنی بتائے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جواب میں بکر کہتا ہے کہ یہ جو عقیدہ عوام میں رائج ہے، معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے، موجود ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ علیم وخبیر ہے، زید اور بکر دونوں میں سے کون صحیح عقیدہ پر ہے؟ اور صحیح عقیدہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی جسم ہے جو ہر جگہ موجود ہے جیسے مثلاً کوئی آدمی ہو مکان کے مختلف کمروں میں آئے جائے، ایک کمرے میں تو دوسرے کمرے میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایک جسم ہے پاک ناپاک ہر جگہ موجود ہے، یہ عقیدہ غلط ہے وہ جسم وجسمیات سے بالاتر ہے، البتہ اپنے علم وقدرت کے اعتبار

---

[1] سورۂ نساء الایۃ ۹۳/ (**ترجمہ**) اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ (بیان القرآن)

[2] وعن عبد اللّٰہ بن عمر قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن قتل النساء والصبیان. (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۲/ باب القتال فی الجھاد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

سے وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے، کوئی شئی کوئی جگہ اسکے علم وقدرت سے باہر نہیں، شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح موجود ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

حاضر وناظر اور مقلب القلوب وغیرہ

سوال: ۔زید کہتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور مقلب القلوب ہیں اور ملک اور ملکوت کا مشاہدہ فرمارہے ہیں، اور امت کے احوال وافعال، حرکات وسکنات دلوں کے خطرات سے آگاہ ہیں، اپنی امت کو دیکھتے ہیں، ان کی نیت ارادے اور دل کی باتوں سے واقف ہیں، دین پر چلنے والے کے رتبہ سے، اچھے برے کاموں، اخلاص ونفاق سے واقف ہیں، اس کا دین اور ایمان کس درجہ کا ہے؟ (کیا یہ قول صحیح ہے؟)

زید اپنے قول کی تائید میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ نیز معتبر علماء ومشاہیر کے اقوال معہ حوالہ کتب ذیل پیش کرتا ہے۔

الف: ۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ از کتاب اقرب السبل عبارت فارسی ”باچندیں اختلاف وکثرتِ مذاہب کہ درعلمائے امت ہست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست“ کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبراعمال

---

[1] فاللّٰہ تعالیٰ اعلم بجمیع الموجودات لایعزب عن علمہ ..... مثقال ذرۃ فی العلویات والسفلیات وانہ تعالیٰ یعلم الجھر والسر ومایکون اخفی منہ من المغیبات الخ شرح فقہ اکبر ص ۱۸ / (وفی موضع آخر) ولایکون فی الدنیا ولافی الآخرۃ شئی جمیعھا الا بمشیتہ وعلمہ وقضائہ الخ، شرح فقہ اکبر ص ۴۹ / (مطبوعہ مجتبائی دھلی)

امت حاضر وناظر است وطالبانِ حقیقت راومتوجہان آنحضرت رامفیض ومربی[1]

ب:۔آیت شریفہ یایھاالنبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً.

ترجمہ:-اے غیب کی خبر دینے والے نبی ہم نے تم کو حاضر وناظر خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا شاہد کے تین معنی حاضر وناظر گواہ اور یہ کہ ہر تقدیر پر حضور حاضر وناظر ہیں

ج: آیت کریمہ قرآنیہ "وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شھیداً ویکون الرسول علیکم شھیدا" اس سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں۔

د:۔تفسیر روح البیان مصری جلد دوم، ص ۲۴۸ رمیں اسی آیت کریمہ کے تحت درج ہے کہ "شھادۃ الرسول علیھم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین بدینہ وحقیقتہ التی ھوعلیھا من دینہ وحجابہ الذی ھوبہ محجوب عن کمال دینہ فھویعرف ذنوبھم وحقیقۃ ایمانھم واعمالھم وحسناتھم وسیآتھم واخلاصھم ونفاقھم وغیرذٰلک بنور الحق"[2]

ہ:۔تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ کے تحت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بالکل یہی تفسیر کی ہے "ویکون الرسول علیکم شھیداً وباشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت برمرتبہ متدین بدین خود کہ درکدام درجہ از دین من رسیدہ است وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبدشمارا واخلاص ونفاق شمارا ولہٰذا شہادت او

---

[1] **ترجمہ**:-اتنے اختلاف اور کثرت مذاہب کے باوجود جو کہ علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حیات کے ساتھ بے شائبہ مجاز وتوہم، تاویل، دائم وباقی ہیں، اور طالبان حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچانے والے اور تربیت کرنیوالے ہیں۔

[2] روح البیان ج ۱ رص ۲۴۸ ر الجزء الثانی، سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ ر طبع دارالفکر بیروت.

در دنیا و آخرت بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔[1]

ق:۔ امام ابن الحاج مدخل میں[2] اور امام قسطلانی مواہب لدنیہ جلد دوم، ص ۳۸۷ ر میں فرماتے ہیں ''وقدقال علماء نالافرق بین موته وحیاته علیه السلام وفی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیَّاتِهِمْ وعزائمهم وخواطرهم وذٰلک جلی لاخفاء'' یعنی ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں، اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات و نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں، اور یہ بالکل ظاہر ہے، ان تصریحات اور انکے علاوہ بہت سی کتابوں کی تصریحات سے حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا واضح و روشن ہے، اور مقلب القلوب ہونے کی قدرت اللہ عزوجل نے بخشی ہے۔

ل:۔ جو حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، ایسا امام ضرور امامت سے معزول کرنے کے قابل ہے۔

ح:۔ صحیح عقائد کے لئے بہارِ شریعت جلد اول یا کتاب العقائد مصنفہ مولانا نعیم الدین صدر الافاضلؒ کی ملاحظہ کی جائے۔

کیا زید کا پیش کردہ ثبوت مندرجہ بالا اس کے قول کی تائید اور تصدیق کے لئے کافی ہے، اور قابل تسلیم و صحیح ہے، اور آخری آئٹم میں جو کتاب بہارِ شریعت وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ

---

[1] ملاحظه هو تفسیر عزیزی، ص ۲۹۶ ر سورۂ بقره، مطبوعه حیدری،
اور ہوں گے تمہارے رسول گواہ اسلئے کہ وہ نور نبوت کے ذریعہ اپنے دین کو اختیار کرنے والے کے مرتبہ پر مطلع ہیں کہ میرے دین کے کونسے مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے، اور کونسا حجاب ہے کہ اس کی وجہ سے وہ ترقی محجوب بنا ہوا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور تمہارے ایمان کے درجات اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں اس لئے ان کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکم شریعت امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

[2] المدخل لابن الحاج، ج ۱ ر ص ۲۵۹ ر زیارة سیدالمرسلین، مطبوعه مصر،

حنفی عقیدہ کے مطابق صحیح ہے یا نہیں؟

۞ بکر ایک مسجد میں امام ہے، اور حنفی المسلک ہے، وہ زید کے قول اور پیش کردہ ثبوت کو صحیح تسلیم نہیں کرتا، اور کہتا ہے کہ جو صفات باری تعالیٰ عزاسمہٗ جل جلالہٗ کی ذات کے لئے خاص ہیں، مثلاً ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہونا، حاضر و ناظر اور مقلب القلوب ہونا، ارادے اور نیتوں کا جاننا وغیرہ اگر بعینہٖ یہی صفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مانی جائیں، پھر معبود اور عبد، خالق و مخلوق میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اگر پیغمبر علیہ السلام کو مقلب القلوب یعنی قلب بدلنے کی قدرت ثابت کی جاتی ہے تو کفار و مشرکین مکہ مثلاً ابوجہل، ابولہب، اُبی ابن خلف وغیرہ دشمنانِ اسلام اور خصوصاً خواجہ ابوطالب جیسے شفیق و مہربان چچا کے دل کو پھیرنے میں کیا امر مانع رہا ہے۔

بہر حال اس عقیدے کی بناء پر امام صاحب کو زید کے ہم خیال لوگوں نے امامت سے الگ کر دیا کہ وہ حضور کو حاضر و ناظر مقلب القلوب نہیں جانتا ہے۔

۞ عقیدے کی کیا تعریف ہے؟ اور مسلمان کو کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

الجواب حامداً مصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے خود ہی دعا کیا کرتے تھے "یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک الحدیث۔"[1]

امت کے جو احوال حضور اقدس ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتا دیئے وہ معلوم ہو گئے،

---

[1] عن انسؓ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یکثران یقول یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک، رواہ احمد والترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲، باب الایمان بالقدر، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے فرمایا کرتے تھے، اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔

جو نہیں بتائے نہیں معلوم ہوئے[۱]۔

قرآن کریم میں بہت سی چیزیں ایسی مذکور ہیں جن کے متعلق بتایا گیا کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، حضور اکرم ﷺ کو ان کا علم نہیں تھا، اور بھی کسی کو علم نہیں۔

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَرَبِّی لَایُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ[۲]. وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَیْبُ لَایَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ[۳]. اَلْاٰیَةُ،

قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ[۴]. وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ[۵] وَمَا کُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ[۶].

صحاح کی حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ تم لوگ اپنا مقدمہ میرے پاس لاتے ہو بعض لوگ اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں بہت ماہر لسان ہوتے ہیں، یاد رکھو کہ اگر اس کی باتوں سے متأثر ہو کر اس کے دعویٰ کو سچا سمجھ کر میں نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا اور واقعۃً اس کا حق

---

۱ ان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام لم یعلمو المغیبات من الاشیاء الاما اعلمهم اللّٰه تعالیٰ احیاناً. (شرح فقه اکبر، ص ۱۸۵، مطبوعه مجتبائی دهلی)

۲ سورة الاعراف آیت: ۱۸۷، **ترجمه**:- آپ سے یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کریگا (بیان القرآن)

۳ سورة انعام الایة، ۵۹ (**ترجمه**) اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)۔

۴ سورة انعام الایة ۵۰، (**ترجمه**) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (بیان القرآن)

۵ سورة الاعراف الایة ۱۸۸، (**ترجمه**) اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا۔ (بیان القرآن)

۶ سورة الاحقاف الایة ۹/ (**ترجمه**) میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا اور نہ تمہارے ساتھ (بیان القرآن)

نہیں تھا، تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، جو اس کو دے رہا ہوں[۱] غرض بے شمار احادیث و واقعات سے علم کلی کی نفی ہوتی ہے۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے ''من اعتقد تسوية علم اللّٰه تعالىٰ ورسوله يكفر اجماعاً''[۲] اھ موضوعات کبیر، ص ۹۹۔

صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے قرآن سنانے کے لئے ارشاد فرمایا انہوں نے سورۂ نساء شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے ''فَكَيْفَ اِذَاجِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَابِكَ عَلىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا''[۳] تو ارشاد فرمایا بس کرو، اور مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس پر شروح حدیث میں لکھا ہے کہ جس چیز کو نہیں دیکھا اس پر شہادت دینے کی دشواری کی بناء پر آنسو جاری ہو گئے۔[۴]

---

۱ ''عن ام سلمة ان رسول اللّٰه ﷺ قال انما انابشر وانكم تختصمون الى ولعل بعضكم يكون الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحو مااسمع منه فمن قضيت له بشئى من حق اخيه فلاياخذنه فانما اقطع له قطعة من النار متفق عليه'' (مشکوٰۃ ص ۳۲۷، باب الاقضية والشهادات، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخاری شریف ص ۳۳۲/۱، كتاب المظالم والقصاص، باب اثم من خاصم فى باطل الخ، مطبوعه اشرفى ديوبند)

۲ موضوعات كبير ص ۱۶۲/ كراچى، فصل ومنها مخالفة الحديث،

۳ فى حديث عبداللّٰه قال قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم اقرأ على فقرأت عليه سورة النساء حتى بلغت فكيف اذاجئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هولاء شهيداً قال امسك فاذا عيناه تذرفان (بخارى شريف ص ۶۵۹/ج۲/ كتاب التفسير، باب فكيف اذا جئنا الخ، مطبوعه اشرفى ديوبند، سورۂ نساء آيت: ۴۱)

۴ فبكى حتى ضرب لحياه ووجنتاه فقال يارب هذا شهدت على من انابين ظهريه فكيف على من لم ارهٗ (عمدة القارى ص ۱۰/۶۰، جزء ۲۰، دارالفكر بيروت، فتح البارى ص ۱۲۲/ ج ۱۰، كتاب فضائل القرآن، باب البكاء عند قراءة القرآن، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه)

تابیر نخل کی حدیث میں صاف صاف مذکور ہے "انتم اعلم بامورِ دنیاکم"[1]

"واقعہ افک" "بیر معونہ" "فقد عقد"[2]

حدیث حوض "لاتدری مااحدثوا بعدک"[3] حدیث شفاعت وغیرہ وغیرہ صحاح میں مذکور ہیں، شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۵ / میں[4] "وبالجملة فالعلم بالغيب امر تفرد به سبحانهٗ تعالىٰ ولا سبيل اليه للعباد الا باعلام منه والهام بطريق المعجزة او الكرامة او الارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يمكن فيه ذلک ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم اللّٰه تعالىٰ احياناً وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه الصلوٰة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السمٰوٰت والارض الغيب الا اللّٰه كذافى المسايرة.

جو چیز قرآن کریم، صحیح احادیث، اجماع، علم الکلام والعقائد سے صاف صاف ثابت ہو وہ اصل ہے، پھر اگر کسی مسلمہ بزرگ کے کلام میں کوئی چیز اس کے خلاف منقول ہو اور نقل کی سند بھی معتبر ہو تو اس میں تاویل کر کے اس کے لئے ایسا محمل تجویز کیا جائیگا، جو قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، تصریحات متکلمین کے خلاف نہیں، نہ یہ کہ اس کی وجہ سے قرآن کریم وحدیث

---

[1] مسلم شريف ص ۲۶۴/۲، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا الخ. مطبوعه رشيديه دهلى، **ترجمه**:- تم اپنے دنیوی امور کو زیادہ جانتے ہو۔

[2] "واقعۂ افک، بخاری شریف ج ۲ / ص ۶۹۶ / حدیث افک" (بخاری شریف ۲ ج ص ۵۸۷ / كتاب المغازى، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونة، (بخاری شریف ج ۱ / ص ۴۸ / كتاب التيمم، واقعه فقد عقد. مطبوعه اشرفى ديوبند،

[3] مشكوة شريف ص ۴۸۸، باب الحوض والشفاعة، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، **ترجمه**:- آپ کو ان باتوں کا علم نہیں ہے جو انہوں نے آپ کے بعد دین میں پیدا کر لی تھیں۔

[4] شرح فقه اكبر ص ۱۸۵، مطبوعه مجتبائى دهلى.

شریف میں تاویل کی جائے، یا ترک کیا جائے، اگر کسی مسلمہ بزرگ کا کلام نہ ہو یا نقل کی سند ہی معتبر نہ ہو تو تاویل کی بھی حاجت نہیں، ویسے ہی وہ نا قابل التفات ہے، (از الف تاح) میں کوئی ایسی شئی نہیں جو قطعیات کے معارض ہو سکے، جس کی وجہ سے قطعیات میں تاویل کی جائے، بلکہ ان (الف تاح) میں سے بعض چیزیں غلط ہیں، بعض چیزیں بالکل ہی پایۂ اعتبار سے ساقط و نا قابل التفات ہیں، بعض محل تاویل ہیں۔

۞ بکر کا عقیدہ صحیح ہے، قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، تصریحات متکلمین کے موافق ہے، اس کو امامت سے علیحدہ کرنا ظلم اور نا جائز ہے، اس کے بالمقابل زید کا عقیدہ غلط ہے، اس کو خود اپنی ہی فکر لازم ہے، چاہئے کہ اپنا عقیدہ صحیح کرے۔

۞ عقیدہ وہ بنیادی یقین ہے جس پر نجات مرتب ہوتی ہے، اور اس کے ترک سے نجات سے محرومی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اصاب من اجاب ہذا الجواب، بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا

سوال:۔ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کا ادب سکھایا ہے کہ دیوار کے باہر سے مت پکارو نہ ان سے سلام وکلام میں آواز بلند کرو جب باہر تشریف لائیں تب سلام وکلام کرو وغیرہ وغیرہ یہ سب دنیا کی زندگی کے واسطے بتایا اور اب بھی وہی حکم ہے، کیونکہ میلاد میں زور سے سلام پڑھتے ہیں، اور سینکڑوں کوس سے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب ادب ہمیشہ کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں

ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس آکر صلوٰۃ وسلام مجھ پر بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے[1]، آواز بلند کر کے پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ خود حضور ﷺ یہاں حاضر وناظر ہیں اور بلا واسطہ سنتے ہیں یہ عقیدہ غلط ہے اور اس سے توبہ لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

شاہد کا ترجمہ حاضر ناظر

سوال:۔ زید کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں، اور دلیل میں آیت ''وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَّنَذِيْراً'' پیش کرتے ہوئے شاہد کا ترجمہ ''حاضر وناظر بنا کر بھیجا'' کرتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا اس لفظ کا اطلاق آپ ﷺ پر درست ہے، حاضر وناظر اگر باری تعالیٰ کی صفت مختصہ ہو تو براہِ کرم کتب حدیث وفقہ وعقائد میں صفحہ کے حوالہ سے اس کی نشاندہی فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حاضر کا ترجمہ ہر جگہ موجود اور ناظر کا ترجمہ ہر ایک کو دیکھنے والا، اس معنی کے اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے، یعنی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، وہ سب کو دیکھتا اور جانتا ہے

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علىَّ عند قبرى سمعته ومن صلى علىَّ نائيا ابلغته. مشكوة شريف ص۸۷، باب الصلوة على النبى ﷺ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عالم الغيب والشهادة وهوالحكيم الخبير (سورۂ انعام الاية ۷۳، **ترجمه**:- وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔ (بیان القرآن)

"لَایَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِیْ السَّمٰوَاتِ وَلَافِی الْاَرْضِ[۱]. یَعْلَمُ السِرَّ وَاَخْفٰی[۲]. عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ[۳]. بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ[۴]. بِکُلِّ شَیْئٍ مُحِیْطٌ[۵] وغیرہ بکثرت نصوص قرآنیہ موجود ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض آیات میں صاف حکم ہے، کہ آپ اپنے متعلق علم غیب کی نفی کا اعلان کردیں "قُلْ لَااَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِی خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَااَعْلَمُ الْغَیْبَ[۶]"، بعض آیات میں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔

بطریق حصر "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ[۷]" بعض آیات میں بعض چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص قرار دیا گیا ہے۔

"لَایُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّاهُوَ"[۸] بعض آیات میں بعض خاص چیزوں کے علم کی حضرت رسول اکرم ﷺ سے نفی کی گئی ہے "وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ"[۹] وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ

---

۱ سورۂ سبا الآیۃ۳/ **ترجمہ**:-اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں (بیان القرآن)

۲ سورۂ طه الآیۃ۷/

ترجمہ:-وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے (بیان القرآن)

۳ سورۂ آل عمران الآیۃ۱۵۴/ **ترجمہ**:-(اللہ تعالیٰ) باطن کی باتوں کو جانتے ہیں۔

۴ سورۂ بقرہ الآیۃ: ۲۸۲/ **ترجمہ**:-(اللہ تعالیٰ) چیزوں کو جاننے والے ہیں۔

۵ سورہ حم سجدہ الآیۃ: ۵۴/ **ترجمہ**:-(وہ) ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

۶ سورۂ انعام الآیۃ: ۵۹/

ترجمہ:-آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔

۷ سورۂ انعام الآیۃ: ۵۹/ **ترجمہ**:-اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

۸ سورۂ اعراف الآیۃ: ۱۷۲/ **ترجمہ**:-اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کریگا۔

۹ سورۂ یس الآیۃ: ۶۹/ **ترجمہ**:-اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا۔

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَاتَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ[۱] رُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ[۲] قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعاً مِنَ الرُّسُلِ وَمَاادْرِىْ مَايُفْعَلُ بِىْ وَلَابِكُمْ[۳] بعض آیات میں علم غیب سے ناواقف ہونے پر بعض امور بطور شرط و جزاء مذکور ہیں "وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَامَسَّنِىَ السُّوْءُ"[۴] پھر بطور ایجاب جمیع علوم غیبیہ کا حاوی تسلیم کرنا ان نصوص کے خلاف ہے، احادیث تو بے شمار ہیں جن سے ایجاب کلی کی نفی ہوتی ہے، بلکہ حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر ہونگا اور کچھ لوگوں کو لایا جائیگا، مگر پھر وہ میری نظر سے اوجھل ہوجائیں گے، میں کہونگا کہ یہ تو میرے آدمی ہیں، جواب ملے گا "لاتدری مااحدثوا بعدک" آپ کو معلوم نہیں کہ یہ کن بدعات میں مبتلا ہوگئے تھے، تو میں کہونگا کہ ایسے لوگوں کو آگ میں ڈھکیل دو کہ جنہوں نے دین میں تبدیلی کردی[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] سورۂ توبہ الآیۃ: ۱۰۱/

ترجمہ: اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں۔

[۲] سورۂ نساء الآیۃ: ۱۶۴/ **ترجمہ**: اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اسکے قبل ہم آپ سے بیان کرچکے ہیں اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

[۳] سورۂ احقاف الآیۃ: ۹/ **ترجمہ**: آپ کہدیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا اور نہ تمہارے ساتھ۔

[۴] سورۂ اعراف الآیۃ: ۱۸۸/ **ترجمہ**: اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا، اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوئی۔ (بیان القرآن)

[۵] فی حدیث سهل بن سعد مرفوعاً ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفوننى ثم يحال بينى وبينهم فاقول انهم منى فيقال انک لاتدرى مااحدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غيربعدى متفق عليه (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۸۸/ باب الحوض، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

ایک شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب

سوال:۔ ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ[۱]

یہ شعر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو شعر لکھا ہے وہ اس طرح نہیں پڑھنا چاہئے، اس سے بچنا بھی لازم ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

یارسول اللہ کہنا

سوال:۔ یارسول اللہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عقیدہ ہو کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو شرک ہے[۳] البتہ روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر یارسول اللہ کہنا درست ہے[۴]۔ واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] کلیات امدادیہ میں رسالہ گلزار معرفت صفحہ ۶.

[۲] "بعقیدۂ عالم الغیب" شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں، لہٰذا مکروہ ہوویں گے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۳ / دھلی)

[۳] وفی التوشیح منهم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں نور بھی ہیں

سوال: ۔کلام پاک کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشر کا لفظ بھی آیا ہے، اور نور کا لفظ بھی آیا ہے ''قُلْ اِنَّمَا اَنَابَشَرٌ مِثْلُکُمْ اَلْایَۃ قَدْجَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُّبِیْن ؟ ان دونوں آیتوں کا مطلب کیا ہے، واضح طور پر لکھیں، اگر ہم حضور ﷺ کو صرف نور مان لیں اور بشر نہ مانیں یا بشر مانیں نور نہ مانیں اور خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھنا اور حضور کو سمجھنا کیسا ہے، اور نور سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے بشر قرار دیا، اور بشریت کے اعلان کا حکم فرمایا[1]، تو پھر آپ کو بشر نہ ماننا خدائے قہار کا مقابلہ کرنا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے، جب کہ قرآن کریم کو بھی نور فرمایا گیا اس کا مطلب خود قرآن شریف میں موجود ہے:۔

قدجاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الیٰ النور باذنہ ویھدیھم الیٰ صراط مستقیم[2] ای ینجیھم من المھالک ویوضح لھم ابین المسالک فیصرف عنھم المحذور ویحصل لھم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الحوائج وذلک شرک قبیح وجھل صریح. (الجنۃ لاھل السنۃ، ص ۳۰، مطبوعہ دھلی)

[4] یقول فی موقفہ السلام علیک یارسول اللّٰہ (فتح القدیر ص ۱۸۱ / ج۳/ کتاب الحج، باب التمتع، کراچی، فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیَّ الآیۃ، سورۃ الکھف آیت: ۱۱۰، سورۃ حم السجدۃ آیت: ۶،

[2] سورۃ مائدہ آیت: ۶۱،

الامور وینفی عنهم الضلالة ویرشدهم الی اقوم حالة. (تفسیر ابن کثیر[1] ص ۳۴ ج ۲)

یعنی آپ کی ہدایت پر عمل کرنے سے آدمی بادیۂ ضلالت کی تاریکیوں سے نکل کر سبیل الرشاد اور صراط مستقیم کی روشنی میں آجاتا ہے، پھر نافرمانی کی مہلکات سے بچ کر اطاعت کے جادۂ مستقیم پر گامزن ہو کر سخط وغضب کے مظہر جہنم سے نجات پاتا اور رحمت ورضوان کے مظہر جنت میں دخول کی سعادت حاصل کرتا ہے، حضور اکرم ﷺ کے نور ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ صفات بشری، کھانے، پینے، سونے، جاگنے، بیٹھنے، لیٹنے، خرید وفروخت، جنگ وصلح، نکاح وطلاق، بیماری وصحت وغیرہ امور سے بے نیاز اور بری تھے، کفار کہا کرتے تھے:۔

''مالهذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق الآیة''[2]

یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں، اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، البتہ بشر ہونے کے باوجود اللہ پاک نے آپ کو بہت سی خصوصیات سے نوازا، اپنا حبیب وخلیل بنایا تمام پیغمبروں کا سید بنایا، قرآن کریم آپ پر نازل فرمایا، ہر قسم کے گناہوں سے آپ کو معصوم رکھا، آپ کے صحابہ اور اہل بیت کو وہ درجہ دیا کہ پیغمبروں کے بعد کسی کو نہیں ملا، اپنی رضا اور نجات کو آپ کے اتباع میں منحصر کر دیا[3]، حتی کہ:۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۲/۵۵، سورۂ مائدہ آیت: ۱۵، طبع مکه مکرمه، مدارک التنزیل ص ۱/۲۷۶، الجزء الاول، دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۶/۹۷، سورة المائدة، طبع مصطفائی دیوبند،

ترجمہ:۔تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی اور ایک کتاب واضح کہ اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضاء حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

[2] سورۂ فرقان الآیة۷

(**ترجمہ**) اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔(بیان القرآن)

[3] **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله الآیة سورۂ آل عمران آیت ۳۱،**

ترجمہ:۔آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو لوگ میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔(از بیان القرآن)

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خداوند تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے **عالم الغیب و الشهادة**[1] صرف وہی ایک ذات ہے اور یہ صفت اس کی ذاتی صفت ہے، جس کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ جو شخص اس کی اس صفت کی نفی کرتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتا ہے وہ غلطی پر ہے، اور اس کا یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے[2]۔

"**قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ و لا اعلم الغیب الآیة**"[3] آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن اللہ ہیں اور نہ میں عالم الغیب ہوں، صحیح بخاری شریف میں بھی اس پر انکار فرمایا گیا ہے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

بشریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:۔ حسب ذیل آیتوں کا شانِ نزول کیا ہے "**قل انما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ الی**"

---

[1] سورۂ حشر آیت: ۳۲.

[2] الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجهل صریح (الجنة لاهل السنة ۳۰، بحث نداء استمدادی، مطبوعه دهلی)

[3] سورۂ انعام الآیة ۵۰/ **ترجمہ**:- آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (بیان القرآن)

[4] وفی حدیث الربیع بنت مُعَوِّذ مرفوعاً اذ قالت احدیٰهن "وفینا نبی یعلم مافی غدٍ" فقال دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین(رواه البخاری ص ۲/۷۷۳/ باب ضرب الدف فی النکاح، طبع اشرفی دیوبند، مشکوٰة ص ۲۷۱، طبع یاسرندیم) "وانما انکر علیها ماذکر من الاطراء حیث اطلق علم الغیب لهٗ وهی صفة تختص باللّٰه تعالیٰ"(فتح الباری ص ۱۰/۲۵۵، طبع نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

الجواب حامداً ومصلیاً

منکرین کہتے تھے کہ جو شخص بشر ہو وہ رسول کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ بشر تو حوائج ضروریہ میں مبتلا رہتا ہے، رسول کو ان سے پاک ہونا چاہئے، اس کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلیَّ''[1]

کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں بشر ہوں میرے ساتھ بھی حوائج ہیں، کسی اور نوع کا فرد نہیں ہوں (نہ جن ہوں نہ فرشتہ) بات اتنی ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور اکرم ﷺ کو نور بھی دیا گیا

سوال:۔ ''قدجاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین'' کا شانِ نزول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہودی لوگ اپنی کتاب کی کچھ باتیں چھپاتے تھے، اور کچھ ظاہر کرتے تھے، اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور آپ ﷺ کو نورِ نبوت کے ذریعہ وہ چیز خوب ظاہر ہوگئی، اسی کو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو کتاب (قرآن مجید) عطا ہوئی اور نورِ نبوت بھی عطا ہوا، جس سے یہود کی دسیسہ کاریاں آپ

---

[1] سورۂ کھف الآیۃ ۱۱۰/

ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس (یہ) وحی آتی ہے (بیان القرآن)

[2] تنبیہ یتوسع فی مفھوم سبب النزول حسب ماذکر الشاہ ولی اللّٰہ فی الفوز الکبیر ص ۱۸/ ثم لیراجع اضواء البیان ص ۳۵۶/ ج ۳/ فقد ذکر الشنقیطی فیہ مایقرب مماذکر فی الجواب ۱۲. مطبوعہ دارالفکر بیرت،

پر ظاہر ہو گئیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور اکرم ﷺ کے اختیارات از بہارِ شریعت

سوال:۔ بہارِ شریعت حصہ اول، ص ۲۲ رحضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں، تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے وہ چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام ان کی ملک ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السمٰوات والارض حضور ﷺ کے زیر فرمان رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ﷺ کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور ﷺ کے عطا کا ایک حصہ ہے، احکام تشریعیہ حضور ﷺ کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں، اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کریں، اور جو قرض چاہیں معاف کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عظیم الشان عقیدہ بلا نص کیسے تسلیم کیا جاوے خاص کر جب کہ نصوص اس کے بالکل خلاف موجود ہوں۔ ملاحظہ ہو:۔

---

[1] هذاالنبی قد یبین لکم کثیراً من الاحکام والآیات التی کنتم تخفونها عن العوام فقد روی ان هذه نزلت حینما کتموا حکم الزانی المحصن واقسم النبی ﷺ علی حبرهم ابن صوریا وناشده اللّٰه ابن صوریا حتی اعترف به وقدانکر واغیر ذلک من بشارة النبی ووصفه فبینه القرآن لهم. (التفسیر الواضح ص ۴۱/ج ۶، القرآن ومایخفیه اهل الکتاب، مطبوعه بیروت، روح المعانی ص ۶/۹۷، مطبوعه مصطفائی دیوبند، سورۂ مائده آیت: ۱۵، احکام القرآن للقرطبی ص ۳/۷۸، الجز ۶، مطبوعه دارالفکر بیروت)

"قل لااملک الخ[1] الایة عن ابی هریرةؓ قال لما نزلت انذرعشیر تک الخ دعا النبی علیه السلام قریشاً الیٰ اٰخر الحدیث[2] مشکوٰة، ص ۴۶۰/ لیس لک من الامرشیٌٔ الاٰیة[3] قل لااقول لکم عندی الاٰیة[4]"

عقائدِ مذکورہ کے ثبوت میں مصنف نے کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں، یانہیں میں نے بہارِ شریعت کا کبھی مطالعہ نہیں کیا، کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوئی، بریلی سے منگائی تھی وہاں سے جواب نہیں آیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ
مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

---

[1] سورۂ اعراف الآیة: ۱۸۸

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو (بیان القرآن)

وراجع سورة الجن الآیة: ۲۱

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا (بیان القرآن)

[2] راجع الفصل الاول من باب الانذار والتحذیر فیه " فانی لااملک لکم من اللّٰه شیئاً ولااغنی عنکم من اللّٰه شیئاً (مشکوٰة شریف ص: ۴۶۰/ ج: ۲، باب الانذار والتحذیر، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

[3] سورة ال عمران الآیة: ۱۲۸

(ترجمہ) تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے۔ (ترجمہ شیخ الہند) آپ کو کوئی دخل نہیں الخ (بیان القرآن)

[4] سورۂ انعام الآیة: ۵۰

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔ (بیان القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

﴿رسالت، نبوت، ختم نبوت، تجدید دین﴾

نبوت تشریعی وغیر تشریعی

سوال:- (۱) صاحب شریعت کس نبی کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟
(۲) غیر تشریعی نبی کس کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کی شریعت مستقل ہو۔
(۲) جو دوسرے نبی کے تابع ہو[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یستفاد من فصوص الحکم ص ۱۴۰/ فلانبی بعدہ مشرعاً اومشرعاً لہ ولارسول وھوالمشرع (ھدایۃ الممتری ص۸۷/ تقابلی مطالعہ)

ختم نبوت ذاتی

سوال:۔حضرت مولانا مدنیؒ کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' ص ۷۸/ میں یہ عبارت ہے ''پس بنظر اس کے وصف اصلی اور کمال ذاتی کے ممکن ہوگا، کہ کوئی نبی اس کے بعد آوے اگرچہ یہ ممکن کسی وجہ خارجی سے ممتنع ہوگیا ہو'' یہ وہی مطلب اس عبارت کا ہے جو، ص ۱۴/ میں مجدد بریلوی نے نقل کی ہے، کہ اگر فرض کیا جائے، وجود کسی نبی کا بعد آپ کے ہو تو آپ کی خاتمیت پر خلل نہ ہوگا الیٰ آخرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک اثر کی تشریح کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ایک معنی تو وہی ہیں، جو سب کے ذہنوں میں موجود ہیں، یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے، یہ مطلب بھی درست ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ ہے جیسا کہ خود حضرت نانوتویؒ نے اپنی کتاب جوابات محذورات عشر میں جگہ جگہ تحریر فرمایا ہے، کہ ختم نبوت اپنا دین وایمان ہے، لیکن اس کے علاوہ ایک اور معنی بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں، اور آپ کی ذات تمام انبیاء کیلئے خاتم ہے، اور مطلب اس وقت میں بھی صادق ہے، جب کہ آپ جملہ انبیاء کے آخر میں تشریف لائے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اب اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ باطل ہے، اور اگر بالفرض آپ سے پہلے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تشریف لاتے تب بھی آپ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی ہو کر تشریف لاتے، اور اگر چند انبیاء کے بعد چند

انبیاء سے پہلے تشریف لاتے جب بھی آپ مرتبہ کے اعتبار سے خاتم النبیین ہی ہوتے۔[1]

الحاصل آپ کا یہ عہدہ اور مقام ہر حال میں آپ کیلئے حاصل ہے، یہی مطلب الشہاب الثاقب کی عبارت کا ہے[2]، اب اگر کوئی اپنی باطن کی خرابی اور کج فہمی سے مطلب بگاڑ کر بیان کرے تو خود اس کا مطلب ہوگا، حضرت نانوتویؒ یا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ہرگز مطلب نہیں، اس بگڑے ہوئے مطلب کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کرنا افتراء اور بہتان ہے، اور اس بگڑے ہوئے مطلب پر جو شرعی حکم عائد ہوگا، وہ خود اس بگاڑنے والے پر ہوگا، نہ کہ ان بزرگوں پر۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۸ھ

حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اشکال اور اسکا جواب

سوال: ۔ بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی، آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، لہٰذا اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، لیکن اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس نے جس طرح پہلے انبیاء بھیجے اب بھی انکے بھیجنے پر قادر ہے، پھر اب وہ نبی کیوں نہیں بھیجے گا، براہِ کرم اس اشکال کو دور فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ قادر مطلق ہے تو اس کو کون مجبور کرسکتا ہے کہ وہ ضرور نبی بھیجے کسی کو مطالبہ کا حق نہیں اس نے اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور خاتم النبیین قرار دیا ہے، اسلئے وہ

---

[1] دیکھئے: تحذیر الناس ص ۳/ مطبوعہ خیر خواہ پریس سہارنپور)

[2] چونکہ یہ (خاتم النبیین) صفت مدح کی ہے، اسلئے ایسے معنی لینے چاہئیں کہ جس سے فضیلت اعلیٰ درجہ کی ثابت ہو اور خاتمیت زمانی بھی قائم رہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۵۶/ مطبوعہ ارشاد المسلمین لاہور)

قادر مطلق ہونے کے باوجود اب کسی نبی کو پیدا نہیں فرمائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعداد انبیاء علیہم السلام

سوال:۔ کتنے انبیاء کل اس دنیا میں آئے، صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی، اگر صحیح تعداد کی تصدیق کسی کتاب سے ثابت ہے تو اس کتاب کا نام وحوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی آیت قرآنیہ میں تعداد مذکور نہیں بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سوا لاکھ کے قریب آئے، قطعیت کے ساتھ عدد کو متعین نہیں کیا جاسکتا، شرح فقہ اکبر[2] شرح مقاصد[3]، شرح عقائد[4]، مرقاۃ[5] شرح مشکوٰۃ، وغیرہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۸۹ھ

---

[1] لان اخبارہ تعالیٰ بوقوع الشئ او عدم وقوعہ لا ینفی القدرۃ علیہ ولا یخرجہ من الامکان الذاتی لامتناع الانقلاب وانما ینفی عدم وقوعہ او وقوعہ فیصیر ممتنعا بالغیر واللازم للممکن ان لا یلزم من فرض وقوعہ نظرا الی ذاتہ محال واما بالنظر الی امتناعہ بالغیر فقد یستلزم الممتنع بالذات کاستلزام عدم المعلول الاول عدم الجواب الخ، روح المعانی ص ۲۱۴/۱، سورۂ بقرہ آیت: ۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] سئل عن عدد الانبیاء فقال مائۃ الف واربعۃ وعشرون الفاً وفی روایۃ مائتا الف واربعۃ وعشرون الفا الا ان الاولیٰ ان لا یقتصر علی عدد فیھم، شرح فقہ اکبر ص ۶۸، مطبوعہ دیوبند، عدد الانبیاء، ومرقات ص ۵/۳۵۶، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء الخ، الفصل الثالث.

[3] شرح مقاصد ص ۳/۳۱۴، المقصد السادس فی السمعیات، فصل فی النبوۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

نبیوں کی تعداد کتنی ہے؟

سوال:۔ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک کتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں ان کا شمار قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چند انبیاء کے نام قرآن وحدیث میں آئے ہیں، بعض روایات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا عدد بتلایا گیا ہے، جیسا کہ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے[۱]۔ بغیر گنتی کی تعیین کے جسکو بھی اللہ پاک نے نبی بنا کر بھیجا ہے، اسپر ایمان لانا ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۴ شرح عقائد ص ۱۳۸، اول الانبیاء آدم علیه السلام الخ وراجع شرح المواقف ص ۱۹۸/۲،

۵ عن ابی امامة قال ابوذر قلت یارسول اللّٰه کم وفاء عدة الانبیاء؟ قال مائة الف واربعة وعشرون الفاً الرسل من ذٰلک ثلاث مائة وخمسة عشر، جمّا غفیراً (مرقاة ج ۱/ص ۵۷/ کتاب الایمان، مطبوعه اصح المطابع)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وعن الامام احمدعن ابی امامة قال ابوذر قلت یارسول اللّٰه کم وفاء عدة الانبیاء؟ قال مائة الف واربعة وعشرون الفاً (مرقاة ص ۵۰/ج ۱، کتاب الایمان، شرح عقائد ص ۱۳۸/ اول الانبیاء آدم علیه السلام، مطبوعه تهانوی دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۶۸، عدد الانبیاء، مطبوعه دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی تعداد کیا ہے، ارشاد فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

۲ فیجب الایمان بالانبیاء والرسل مجملاً من غیر حصر فی عدد لئلا یخرج احد منهم ولا یدخل احد من غیرهم فیهم الخ، مرقات ص ۵/۳۵۶، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء، الفصل الثالث، مطبوعه بمبئی.

کیا گرونانک کوکوئی کتاب ملی ہے؟

سوال:۔ پنڈت گرونانک کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آیا اس کوکوئی مرتبہ اسلام کی رو سے حاصل ہے یانہیں؟ اوراس کوکوئی کتاب بھی ملی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

خدائے پاک کی طرف سے کتاب رسول کوملتی ہے، گرونانک کا وجود ایسے وقت میں ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہوچکا تھا[1] لہٰذا وہاں کتاب کا سوال بے محل ہے، سکھ لوگ اس کو اپنا مقتدا مانتے ہیں، اوراس کی تعلیمات سے توحید کوبھی ثابت کرتے ہیں اوربھی بعض ایسی چیزیں بتلاتے ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے، بعض کتابوں میں اس کا مسلمان ہونا بھی لکھا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۲ھ

---

[1] فی حدیث جابر مرفوعاً قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء علیھم السلام (مسلم شریف ص ۲۴۸/ج ۲/ کتاب الفضائل، بخاری شریف ص ۱/۵۰۱، کتاب المناقب، باب المناقب، باب ختم النبیین، مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس میں وہ اینٹ کی جگہ ہوں کہ میں نے آکر انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کوختم کردیا۔

[2] ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جنکوسکھ لوگ بہت مانتے ہیں حضرت بابا فریدالدین شکرگنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں چونکہ اہل جذب سے تھے اس وجہ سے انکی حالت مشتبہ ہوگئی (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۲/ ج ۲) تفصیل کیلئے دیکھئے۔(اردو دائرۃ معارف اسلامیہ ص ۷۸/ ج ۲۲، مطبوعہ لاھور) باباجی موحد تھے بت پرستی کے خلاف تھے، اورانسانی مساوات پریقین رکھتے تھے (ایضاً)

ہندوستان میں کون پیغمبر آئے؟ اور مردوں کو جلانے کا کس نے حکم دیا؟

سوال: ۔ ہندوؤں میں مردہ جلانے کی رسم کب سے شروع ہوئی ہے؟ اللہ کے حکم کے مطابق اس قوم وملت میں پیغمبر آئے یا نہیں؟ کسی پیغمبر نے مردہ جلانے کی ہدایت نہیں کی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہندوستان میں سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے "**سبحة المرجان**" میں اس کا ذکر موجود ہے۔[1] انہوں نے مردہ جلانے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ان کے بیٹے کو دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا جیسا کہ قرآن پاک پارہ ۶ رسورۂ مائدہ میں ہے۔[2] اور کسی پیغمبر نے جلانے کا حکم دیا ہو، یہ بھی کسی کتاب میں نہیں دیکھا، احادیث میں ایک آدمی کا ذکر ملتا

---

[1] اول ما اهبط اللّٰه اٰدم الی ارض الهند (سبحة المرجان فی اٰثار هندوستان ص۷) وعن الحسن قال اهبط اٰدم بالهند وقال السدی نزل اٰدم بالهند ونزل معه بالحجر الاسود وبقبضة من ورق الجنة فبثهٗ فی الهند فنبتت شجرة الطیب هناک (البدایة والنهایة ص ۸۱/ج ۱) باب خلق آدم علیه السلام، الجز الاول، مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه. تاریخ ابن جریر للطبری ص ۸۰/ ۱، القول فی موضع الذی الخ، مطبوعه مؤسسة العلمی، تاریخ طبری اردو ص ۱۰۸/ ۱، مطبوعه کراچی)

[2] فبعث اللّٰه غراباً یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوأة اخیه الی اخرها سوره مائدة الآیة: ۳۱.

ترجمہ:- پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا کہ وہ زمین کھودتا تھا تا کہ وہ اس کو تعلیم کردے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپاوے۔ (بیان القرآن)

ہے جس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو جلا کر راکھ کو پانی میں بہا دیا جائے، یا ہوا میں اڑا دیا جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے سکے، اسکی وصیت کو پورا کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب راکھ جمع ہوگئی، اور پھر وہ آدمی بنا کر سامنے لایا گیا، اور اس سے باز پُرس کی گئی کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ تیرے عذاب سے ڈر کر کیا، تو ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مردوں کو جلاتے ہیں وہ بھی اسی نظریہ سے جلاتے ہوں[1]۔ حدیث پاک میں ہے کہ آگ کا عذاب دینا تو آگ کے خالق ہی کا حق ہے، اور کسی کا حق نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۸۸ھ

---

[1] عن ابی سعید عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان رجلاً کان قبلکم رغسہ اللّٰہ مالا فقال لبنیہ لماحضر ای اب کنت لکم قالوا خیراب قال انی لم اعمل خیراً قط فاذامت فاحرقونی ثم اسحقونی ثم ذرونی فی یوم عاصف ففعلوافجمعہٗ اللّٰہ عزوجل فقال ماحملک؟ قال مخافتک فتلقاہ رحمۃ (بخاری ص ۴۹۵/ ج ۱/ کتاب الانبیاء، باب، بعد باب قول اللہ عزو جل: ام حسبت ان اصحاب الکھف الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مال عطا فرمایا تھا، جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میں تمہارا کیسا باپ ہوں؟ انہوں نے جواب دیا آپ بہترین باپ ہیں! اس نے کہا میں نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا، جب میرا انتقال ہوجائے تو مجھ کو جلا دینا، پھر ہڈیوں کو پیس دینا، پھر سخت ہوا چلنے کے دن میں میری راکھ کو اڑا دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع کیا اور اس سے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کردیا، اور اس پر رحم کردیا گیا۔

[2] فی حدیث حمزۃ الاسلمی مرفوعاً فقال ان وجدتم فلاناً فاقتلوہٗ ولاتحرقوہ فانہ لایعذب بالنار الارب النار (ابوداؤد ص ۳۶۲، باب فی کراھیۃ حرق العد وبالنار، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو قتل کردینا، اور اس کو جلانا نہیں اس لئے آگ کے مالک کے علاوہ اور کسی کو آگ کا عذاب دینے کا حق نہیں۔

رام لچھمن وغیرہ

سوال: ۔زید کہتا ہے کہ رام لچھمن ہوسکتا ہے کہ اپنے زمانہ میں پیغمبر ہوں، لوگوں نے ان کی تعلیم کو خراب کر کے بدنام کر دیا ہے، اس لئے ان کو برا نہیں کہنا چاہئے، زید اپنے قول کی تصدیق اللہ کے فرمان سے پکڑتا ہے کہ (اللہ نے دنیا کے ہر گوشہ میں اپنا پیغمبر بھیجا ہے) ہوسکتا ہے کہ یہ ہی رام لچھمن ہندوستان میں پیغمبر بن کر آئے ہوں، دریافت طلب امر یہ ہیکہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے، اور شخص مذکور پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہونا چاہئے؟

نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ کسی کافر کو کافر مت کہو، ہوسکتا ہے کہ وہ کسی وقت ایمان لے آوے، تو کیا تقویٰ اس میں ہے، کہ جس کی زندگی کفر میں گزر رہی ہو اور تمام افعال کفریہ ہو رہے ہوں، تو ان کو کافر نہ کہا جائے، کیا یہ اللہ ورسول کی مخالفت ہوئی یا نہیں؟ جسے اللہ ورسول نے کافر کہدیا تو اسے کافر کہنے میں کیا حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک دلیل شرعی سے ثبوت نہ ہو کسی کی پیغمبری کا یقین کرنا درست نہیں[1]، بلا وجہ کسی کو برا کہنا بھی درست نہیں، لہٰذا سکوت ہی احوط ہے، جسکا کفر دلیل شرعی سے ثابت ہو وہ کافر ہی ہے اس کو کافر ہی کہا جائے گا، مسلمان نہیں کہا جا سکتا، اگر حق تعالیٰ اسلام کی توفیق دیدے تو اس کو مسلمان کہا جائیگا، اس کی مثالیں دور اول میں بھی موجود ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] پس کسانے کہ شری کرشن را نبی می دانند خاطی ہستند، چہ بر نبوت شری کرشن دلیلے در ادلۂ شرعیہ موجود نیست، و ہمچنیں حال دیگر پیشوایان واوتار ھنود ہست۔ (کفایت المفتی ص ۹۹ / ج ۱ / کتاب العقائد، انبیاء علیھم السلام، تعلیم الاسلام ص ۱۲ / ج ۴، مطبوعہ دھلی)

ترجمہ :- پس جو لوگ شری کرشن کو نبی جانتے ہیں خطا کار ہیں اس لئے کہ شری کرشن کی نبوت پر کوئی دلیل ادلۂ شرعیہ میں موجود نہیں، یہی حال ہنود کے دیگر اوتار اور پیشواؤں کا بھی ہے۔ (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

کرشن جی کے متعلق عقیدہ

سوال: ۔کرشن جی کو نبی بتلانا اور مسلمانوں کا ان پر ایمان ہے لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح کسی نبی ثابت النبوۃ کی نبوت کا انکار جائز نہیں اسی طرح کسی غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار بھی جائز نہیں، بعض انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن کریم وحدیث شریف میں آئے ہیں، (ان میں کرشن جی کا نام نہیں) ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر ایمان کی تعلیم اسلام نے نہیں دی، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے[1]، اس طرح کہ جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے، کرشن جی کی نبوت اور بزرگی کا کوئی پختہ ثبوت موجود نہیں، کرشن جی کو نبی کہنا بے دلیل اور بے ثبوت ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کرشن جی کی تعلیم صحیح تھی اور ان کے افعال انبیاء علیہم السلام کے افعال کی طرح جادۂ نبوت کے موافق تھے تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی تھے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا علی النبی ﷺ فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاھرا، مشکوۃ شریف ص۵۵۷، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ :-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ اسلام کو عزت عطا فرما ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطابؓ کے زریعہ پس عمرؓ صبح اٹھے اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا پھر مسجد میں علی الاعلان نماز ادا فرمائی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱ فیجب الایمان بالانبیاء والرسل مجملا من غیر حصر لئلا یخرج احد منھم ولا یدخل احد من غیرھم فیھم الخ، مرقات ص۵/۳۵۶، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء، الفصل الثالث، شرح فقہ اکبر ص۶۸، عدد الانبیاء، مطبوعہ دیوبند، شرح عقائد ص۱۳۸، اول الانبیاء آدم علیہ السلام.

۲ کفایت المفتی ج۱/ص۷۸/ کتاب العقائد، انبیاء علیھم السلام، ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

رام کرشن کے متعلق کیا عقیدہ رکھے

سوال:۔ رام کرشن اپنے وقت کے کیا تھے؟ اور اب مسلمانوں کو ان پر کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۶ھ

رام کرشن کو برا کہنا

سوال:۔ رام کرشن کو برا کہنا یا برا سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اور ان کو برا سمجھنے والے اور برا نہ سمجھنے والے کا عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیامت کے دن ان کے متعلق سوال نہیں ہوگا، بلا وجہ کسی کو بھی برا کہنا برا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....تعلیم الاسلام ص ۱۲/۴، مطبوعہ دھلی، ولاتعین عدداً لئلا یدخل فیھم من لیس منھم اویخرج منھم من ھو منھم، شرح فقہ اکبر ص ۱۴، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مطلب یہ ہے کہ سکوت کریں۔

[2] لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولاالفاحش ولا البذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ باب حفظ اللسان، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا، نہ زبان دراز۔

مہاتما بدھ اور رام چندر جی کیا نبی تھے؟

لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے استدلال

سوال: ۔خدا تعالیٰ نے تمام روئے زمین کے لئے مختلف اوقات واز منہ میں ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجد یئے ہیں جو "لِکُلِّ قَومٍ هَادٍ" سے ثابت ہے، اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ ایک لاکھ ۲۴ ر ہزار پیغمبر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آئے ہیں، جو سب مسلمان اور اسلام کی تعلیم سے آراستہ تھے، اور سبھوں نے خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی ہے، قرآن میں صرف عرب کی زمین کے چند پیغمبروں کے نام ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد یا عبرانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، باقی ان عظیم ہستیوں کے نام نہیں ہیں، مہاتما گوتم بدھ کو ہندوستان، چین، اور جاپان کے کروڑوں لوگ پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح کرشن جی، اور رام چندر جی کو بھی کروڑوں لوگ اپنی زندگی کے پیرو یا پیغمبر مانتے ہیں، کیا ایک مسلمان "لکل قوم هاد" کے فصیح و بلیغ اور معنی خیز جملے کے تحت شک کی بناء پر کرشن جی یا مہاتما گوتم بدھ کو پیغمبر کہہ سکتا ہے؟ اور ان کی تعظیم وتکریم کے لئے حضرت مہاتما بدھ یا حضرت کرشن جی کہتے ہیں، ایک مسلمان کے لئے کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ جبکہ ایک دوسرے عالم نے ان دونوں ہستیوں کے ساتھ حضرت کا لفظ لگانا مکروہ اور خلاف شریعت قرار دیا ہے، ہم آپ سے ملتجی ہیں کہ اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن انبیاء علیہم السلام کے نام نصوص میں آ گئے ہیں ان پر علی التعیین ایمان لانا لازم ہے[1]، اور

---

[1] واما المبعوثون فالایمان بهم واجب ومن ثبت شرعا تعیینه منهم وجب الایمان بعینه ومن لم یثبت تعیینه کفی الایمان به اجمالا، مسامره ص ۲۲۵، الایمان بالمبعوثین واجب، مکتبة تجاریه مصر.

کسی ایسے شخص کے متعلق نبوت کا اعتراف کرنا جس کا نام نصوص میں نہیں ہے۔ نہ لازم ہے نہ درست، البتہ کسی کو برا کہنا بھی بغیر دلیل کے درست نہیں "لکل قوم هادٍ" سے استدلال تام نہیں، کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ خبر ثانی ہے، مبتدا کی پوری آیت ہے "انما انت منذر ولکل قوم هاد" حضرت نبی اکرم ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں، اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں[1]۔

علاوہ ازیں ہادی کا لفظ نبی کے ساتھ مخصوص نہیں، غیر نبی پر بھی اس کا اطلاق آیا ہے اور نبی سے بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی بھی کی گئی ہے "انک لاتهدی من احببت"[2] (آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے) (بیان القرآن) انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو جو لوگ پہونچاتے ہیں، وہ بھی ایک قسم کی ہدایت دیتے ہیں، کرشن اور گوتم بدھ اور رام چندر وغیرہ کے صحیح حالات ہمارے علم میں نہیں، تاریخ میں رطب ویابس سب کچھ ہے جو کہ مفید یقین نہیں، اس لئے کف اللسان چاہئے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۱۳۹۹ھ

---

[1] ان (هاد) عطف علی (منذر) و(لکل قوم) متعلق له قدم علیه للفاصلة وفی ذلک دلیل علی عموم رسالته وشمول دعوته (روح المعانی ص۱۰۸/ج۱۳/ سورۂ رعد تحت آیت:۸، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، البحر المحیط ص۳۶۷/ج۵/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، مظهری ص۲۱۷/ج۵، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

[2] سورۂ قصص آیت:۵۶.

[3] اوتاران ورشیان کہ در ہندوستان آمدند حالات ایشاں باسانید معتبرہ مایان رانرسیدہ وحالات کہ در کتب ہنود یافتہ می شود قابل اعتماد نیست (کفایت المفتی ص۹۸/ج۱، کتاب العقائد، انبیاء علیهم السلام، مطبوعه دهلی)

ترجمہ:- اوتار اور رشیان جو کہ ہندوستان آئے ہیں ان کے حالات معتبر اسانید سے ہم کو نہیں پہنچے اور ہنود کی کتابوں میں جو حالات پائے جاتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

معصوم کون لوگ ہیں؟

سوال: ۔معصوم کی تعریف میں کون کون آتے ہیں، ان سے برے فعل کا ہونا ممکن ہے یا محال؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ملائکہ اور معصوم بچے سب معصوم میں داخل ہیں[1]۔ ان سے برے فعل کا صدور جو موجب عذاب ہو ممتنع بالغیر ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم

کوئی غیر نبی بھی معصوم ہے؟

سوال: ۔معصوم کا لفظ سوائے انبیاء علیہم السلام کی ذات پاک کے اور کسی کے لئے بولنا

---

[1] (الف) اجمع المسلمون علی عصمة الانبیاء من الفواحش والکبائر الموبقات (کتاب الشفا للقاضی عیاض ص ۱۲۶/ ج۲/ القسم الثالث، فصل فی عصمة الانبیاء من الفواحش الخ، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت، شرح عقائد ص ۱۳۹/ اول الانبیاء آدم علیه السلام، مطبوعه تهانوی دیوبند، تفسیر کبیر ص ۳۰۲/ج ۱، مطبوعه تهانوی دیوبند)

(ب) والصواب عصمة جمیعهم (ای الملائکة) وتنزیه نصابهم الرفیع (شفا، ص ۱۵۵/ ج۲، فصل فی القول فی عصمة الملائکة، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت)

(ج) وراجع حدیث علی ان القلم رفع عن ثلاثة عن المجنون حتی یفیق وعن الصبی حتی یدرک وعن النائم حتی یستیقظ. (بخاری شریف ص ۷۹۴/۲/ کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الاغلاق، مشکوة شریف ص ۲۸۴/۲، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند)

[2] والمسأله تصورها کالممتنع (شفا ص ۱۲۹/ ج۲، فصل فی عصمتهم قبل النبوة، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت)

وکہنا جائز ہے یا نہیں؟ یا معصوم کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے عام طور پر لوگ چھوٹے بچوں کو معصوم کہتے ہیں، کتنی عمر تک کے بچے معصوم کہلانے کے مستحق ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کو بھی معصوم کہنا درست ہے جب تک وہ بالغ نہ ہوں۔ (فقط واللہ اعلم)

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی عیب نہیں

سوال: ۔جس طرح اللہ پاک اور بے عیب ہے ایسے ہی ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پاک اور بے عیب ہیں، یا ان کے اندر کوئی عیب ہے؟ یعنی حضور ﷺ کے اندر کوئی عیب ہے یا نہیں؟ اور روز حشر میں ان کا حساب لیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر صفات مؤدت کسی محبوب ومقبول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں، وہ سب ہی حضرت اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے، اور کوئی عیب آپ میں

---

[1] (فی سورة الکهف) نفسا زکیة ای طاهرة من الذنوب فان البالغ قلما یزکو من الذنوب (روح المعانی ص ۳۳۸/ج ۱۵/ سورۂ کهف تحت آیت: ۷۴، مطبوعه مصطفائی دیوبند، وراجع تفسیر الرازی ص ۵۰۴/ج ۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت، وحدیث علی فی المشکوٰة ص ۲۸۴/ باب الخلع والطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

موجود نہیں تھا۔[1]

آپ ﷺ سے کیا حساب لیا جاتا آپ ﷺ کی شفاعت سے دوسروں کا حساب معاف ہوگا اور مختلف قسم کی سہولتیں ملیں گی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۵ھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان

سوال: ۔بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نسیان نہیں ہوا جو شخص رسول اللہ ﷺ کو نسیان ثابت کردے، اس نے رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین کی، گویا کہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتا اور نیز کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم سحر (جادو) تمام کا تمام دیا گیا تھا، مگر آپ نے عمل سحر نہیں کیا، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم بھولتے ہو میں

---

[1] راجع کتاب الشفاء ۵۳/ج ۱/شرح الشفا ص ۱۵۰/۱، فصل ان قلت اکرمک اللہ تعالیٰ لا خفاء علی القطع بالجملة، مطبوعه مصر، وقال حسان یمدح النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم خلقت مبرأ من کل عیب کانک خلقت کماتشاء. (نفحة العرب، ص ۲۴۳)

[2] راجع الحدیث الطویل عن انس "فیقال یامحمد ارفع رأسک وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع الحدیث متفق علیه. (مشکوٰة شریف ص ۴۸۸، باب الحوض والشفاعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے، پس کہا جائیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اُٹھایئے اور کہئے آپ کی بات سنی جائیگی، اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائیگا، اور شفاعت (شفارش) کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

بھی بھولتا ہوں[1] اتنی بات ضرور ہے کہ دینی امور میں آپ سے بھول نہیں ہوتی تھی، اگر کبھی اتفاقیہ بھول ہوئی ہے تو فوراً آپ کو متنبہ کر دیا گیا[2]

سحر سے بچنا واجب ہے، اور ساحر کے متعلق فقہاء نے کلام کیا ہے کہ اگر اس کے سحر میں کفر ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے[3]

اور حضور ﷺ کو علم قرآن دیا گیا تھا، کہ اس کے ذریعہ سے سحر کو بھی دفع فرمایا تھا[4] علم سحر نہیں دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۴/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۴/۵۵ھ

---

[1] فی حدیث عبداللّٰہ بن مسعود مرفوعاً انسی کما تنسون. متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۹۲/ ج ۱/ باب السهو، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۵۸/ ۱، کتاب الصلوۃ، باب التوجه نحو القبلة حیث کان، مطبوعه دیوبند)

[2] واما السهو فی الاقوال البلاغیة فاجمعوا علی منعه کما اجمعوا علی امتناع تعمده ومنها ان فیه جواز النسیان فی الافعال علی الانبیاء علیهم الصلاة والسلام. واتفقوا علی انهم لایقرون علیه بل یعلمهم اللّٰه تعالیٰ به وقال الاکثر ون شرطه تنبیهه (ﷺ) علی الفورای متصلا بالحادثة (عمدة القاری، ص ۱۳۹/ ج ۴/ باب التوجه نحو القبلة، مطبوعه دار الفکر بیروت) وشذت طائفة فقالت لایجوز علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم السهو وهذا الحدیث یرد علیهم (عمدة القاری ص ۱۳۸/ ج ۴/ فتح الباری ص ۶۳/ ج ۲، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

[3] تعلمه وتعلیمه حرام (شامی کراچی ص ۴۴/ ۱، مطلب فی التنجیم والرمل) ثم السحر الذی هو کفر یقتل علیه الذکور لاالاناث (روح المعانی ص ۳۳۹/ ۱، اداراۃ الطباعة المصطفائیه دیوبند، مظهری ص ۹۹/ ۱، ص ۱۰۵/ ۱، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی، تحت قوله تعالیٰ ولکن الشیطان کفروا یعلمون الناس السحر) وراجع رد المحتار ص ۲۴۰/ ۴، مطلب فی الساحر، باب المرتد)

[4] ان الذی تولی السحر لبید بن الاعصم وبناته فمرض النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فنزل جبریل بالمعوذتین فقام کانما نشط من عقال. (تفسیر روح المعانی ص ۲۸۳/ ج ۳۰، ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند)

تمام امت مسلمہ کو حضور اکرم ﷺ کے برابر سمجھنا

سوال: ۔ایک شخص جو کہ اپنے کو تمام امت مسلمہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برابر تو سبھی لوگ ہو سکتے ہیں، اور پیشاب کرنے کے بعد صرف پانی سے طہارت کر لیتا ہے، تو ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ نفس مخلوق خدا اور بشر ہونے میں برابر سمجھتا ہے تو یہ عقیدہ درست ہے اور قرآن پاک، حدیث پاک سے ثابت ہے[1] اگر وہ درجۂ قرب وفضیلت میں برابر سمجھتا ہے، تو اس کو توبہ لازم ہے، پیغمبر کے برابر کوئی امتی نہیں ہوسکتا اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے برابر تو کوئی پیغمبر بھی نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ کوئی امتی برابری کا دعوی کرے[2] استغفر اللہ اگر کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں۔

جو شخص پیشاب کے بعد ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء نہیں کرتا بلکہ فوراً پانی سے دھو لیتا ہے، تو ظن غالب یہ ہے کہ اس کا کپڑا ناپاک رہتا ہے، آج کل ڈاکٹروں اور طبیبوں کا تجربہ

---

[1] انما انا بشر مثلکم، سورۂ کھف الآیة: ۱۱۰.

ترجمہ:- میں تو تمہیں جیسا ایک بشر ہوں، (بیان القرآن) الا ایھا الناس انما انا بشر الحدیث رواہ مسلم، (مشکوٰۃ ص ۵۶۸/ باب مناقب اھل البیت، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] لا یبلغ ولی درجة الانبیاء (شرح عقائد ص ۱۶۴، مکتبہ تھانوی دیوبند) "فی القرب الی اللّٰہ سبحانہ تعالیٰ (نبراس ص ۳۳۵/ مکتبہ امدادیہ ملتان، وافضل الانبیاء محمد علیہ السلام (شرح عقائد ص ۱۴۰/ مکتبہ تھانوی دیوبند، قولہ علیہ السلام ان اللّٰہ فضلنی علی الانبیاء رواہ الترمذی (النبراس، ص ۲۸۶، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

یہ ہے کہ پیشاب کے بعد عامۃً قطرہ ضرور آتا ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے، وہ کس طرح سے ممکن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں ارشاد ہے ''انا سید ولد آدم ولا فخر''[2]، حضرت نبی اکرم ﷺ کا مرتبہ اللہ پاک کے نزدیک اتنا بلند ہے کہ نہ کوئی فرشتہ اس کو پا سکتا ہے، نہ کوئی پیغمبر[3]، پھر بڑے بھائی کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ البتہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلند مرتبہ کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھائی فرمایا ہے[4]، اور امت کو بھی بھائی فرمایا ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مدار تجربہ پر ہے کہ آج کل عام طور پر ضعف مثانہ کی شکایت ہے اور پیشاب کے بعد قطرہ ضرور آتا ہے، جس کا جب چاہے تجربہ کر کے دیکھے، اسی بناء پر غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لئے میں کہا کرتا ہوں کہ نماز لوٹائے کیونکہ غیر مقلد ڈھیلے سے استنجاء نہیں سکھاتے پس جب قطرہ سے پاجامہ کا رومال نجس ہو گیا تو امام کی ہی نماز نہیں ہوئی تو مقتدی کی کیا ہوگی۔ (ملخصاً تذکرۃ الرشید ص ۱۷۵/ ج ۱)

[2] انا سید ولد آدم ولا فخر (عن جابر) کنز العمال ج ۱۱/ص ۴۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ:۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بڑے بھائی کا ہے؟

سوال:۔انسان آپس میں بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے، اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اسی کی ہونی چاہئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام، امام زادہ، پیر، یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں، اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں، سو ان کی تعظیم ان کی سی کرنی چاہئے، نہ کہ خدا کی سی، تمام انسان اللہ کے بندے بے شک ہیں، لیکن سب کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ ووطئه مكاناً ماوطئه نبی مرسل ولاملک مقرب (الخصائص الکبری ص ۱۸۵، ج ۲، باب اختصاص النبی ﷺ بانه اول النبیین خلقا وتقدم نبوته، دارالکتب العلمیة بیروت)

۴ عن عمر بن الخطاب قال استأذنت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی العمرة فاذن لی وقال اشرکنا یااخی فی دعائک ولاتنسنا .....رواه ابوداؤد ج ۱/ص ۲۱۰/ کتاب الصلاة باب الدعاء، والترمذی ج ۲/ ص ۱۹۵/ ابواب الدعوات، احادیث شتی من ابواب الدعوات، مطبوعه رشیدیه دهلی، (مشکوٰة شریف ص ۱۹۵/ باب الدعوات) وکذافی حدیث البراء مرفوعاً "وقال لزیدانت اخونا ومولانا متفق علیه (مشکوٰة شریف ،ص ۲۹۳/ باب بلوغ الصغیر وحضانته فی الصغر)

ترجمہ:۔حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت دیدی اور فرمایا اے میرے بھائی اپنی دعا میں مجھے بھی شامل کر لینا بھول نہ جانا۔
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا تو میرا بھائی ہے اور میرا مولیٰ ہے)

۵ فی حدیث ابی هریرة مرفوعاً قال انتم اصحابی واخواننا الذین لم یأتو بعد رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص ۴۰/ باب الطهارة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند) وراجع للبسط الجنة لاهل السنة ص ۸۸، مطبوعه دهلی)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی (دنیا میں) نہیں آئے۔

سب بڑے بھائی کی طرح ہیں، حتی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اور مقیس علیہ حدیث ہے۔

"عن عائشةؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لهٗ فقال اصحابه یارسول اللّٰه تسجدلک البهائم والشجر فنحن احق ان نسجدلک فقال اعبد واربکم واکرموا اخاکم" المسند للامام احمد بن حنبل ج۶/ص ۷۶/ اورعقائدعلماء دیوبند (مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ،ص۱۴/) میں ہے جواس کا قائل ہوکہ نبی کریم ﷺ کوہم پراتنی ہی فضیلت ہے، جتنی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پرہوتی ہے، تواس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرایمان سے خارج ہے، ان میں کون ٹھیک ہے، خلاصہ واضح مع الدلائل شافی جواب فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپنے عقائدعلماء دیوبند کا تو حوالہ دیا مگراس سے پہلے جوعبارت نقل کی اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب سے نقل کی ہے، یاتووہ کتاب یہاں بھیج دیجئے تاکہ پوری کتاب دیکھ کر معلوم ہوسکے کہ اسمیں اتنی ہی بات مذکور ہے، یااس سے زائد بھی ہے، جس سے یہ بات بھی صاف ہوجائے اگروہ کتاب آپکے پاس نہ ہویا بھیجنا مناسب نہ سمجھیں تواس کا حوالہ مع صفحہ دیجئے، اوراگرآپ "تقویۃ الایمان" پوری دیکھ لیں تو امید ہے انشاءاللہ آپ کا خلجان رفع ہوجائیگا، نفس مخلوق ہونے میں اگر برابر کا درجہ ہواورفضائل وصفات میں تفاوت ہوتو یہ بھی کوئی خلجان کی بات نہیں، اللہ پاک نے حضرت نبی اکرم ﷺ کواتنے علوم اورفضائل عطافرمائے کہ کسی مخلوق کووہ نہیں ملے، اسکے باوجودان کوعبدہی کہا جائیگا، معبودنہیں قراردیا جائیگا[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تقویة الایمان ،ص۴۶۳/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند باب نصیحة المسلمین.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بھائی کا درجہ دینا

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اگر محنت کریں تو اولیاء انبیاء کے درجہ کو پہنچ سکتے ہیں، بعض صاحبان نے تو پیغمبران صاحبان علیہم السلام کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، اس سے زائد اور کوئی فضیلت نہیں، خصوصاً سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں، کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو مولانا فرماتے ہیں:۔

ہمسری با انبیاء پرداختند.....اولیاء راہمچوخود پند اشتند

جب انبیاء صاحبانؑ کی شان بعید از قیاس ہے تو ان کا مقابلہ کرنے والا گمراہ ہے یا کافر وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے حضرت محمد ﷺ کے پرتو عکس سے دوزخ، جنت، حور وغلماں، آسمان وزمین اور کل کائنات پیدا کی گئی ہے، کوئی نماز یا اوراد بغیر درود شریف کے مقبول نہیں، پھر ان کا مقابلہ کرنا یا مثل انکے اپنے کو سمجھنا درست ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

کوئی امتی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا[1] ولایت کے اونچے مقامات پر پہنچنا بعید نہیں، مگر جو حضرات پہنچتے ہیں وہ دعویٰ نہیں کرتے، اور تکبر نہیں کرتے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ صرف بھائی کے درجہ میں ہیں، اس سے زیادہ ان کی کوئی فضیلت نہیں یہ غلط ہے، انبیاء علیہم السلام کی شان میں توہین اور گستاخی کرنا کفر ہے[2]

بلا تحقیق کسی کی طرف کوئی غلط عقیدہ منسوب کرنا درست نہیں تہمت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایبلغ ولی درجة الانبیاء (شرح عقائد ص ۱۶۴، مکتبہ تھانوی دیوبند) (حاشیہ:۲/اگلے صفحہ پر)

حضور ﷺ کو ابا جان اور حضرت عائشہؓ کو امی جان کہنا

سوال:۔ایک خطیب صاحب اپنی تقریر میں یا اپنی گفتگو کے اندر جب بھی حضورؐ وحضرت عائشہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں تو از راہ غلبۂ محبت حضور ﷺ کا نام ''اباجان محمد ﷺ'' اور ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں، تمام امتِ مسلمہ کے روحانی باپ وماں ہیں، اس لئے ہم ان کو ماں باپ کے لفظوں سے صراحۃً تعبیر بھی کر سکتے ہیں، پوچھنا یہ ہے، ایسا کرنا بدعت میں شامل ہوگا یا نہیں؟ عام لوگ اگر اس عمل پر اصرار کریں تو کیا حکم ہے؟

بظاہر ایک دو کے ایسا کرنے سے کوئی خرابی نظر نہیں آتی، ہاں کلام اس صورت میں ہے، جب عام لوگ اصرار کریں، ہر ایک کا تفصیلی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالی اباجان اور امی جان نہیں کہنا چاہئے، حضرت عائشہؓ کو ام المومنین کہنا سلف سے منقول ہے ''وازواجه امهاتهم[1] الخ امی جان اور اباجان ہر دو کی شانِ اقدس سے بہت کم درجہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] ایما رجل مسلم سب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر باللّٰہ تعالیٰ (کتاب الخراج ص ۲۹، اکفار الملحدین ص ۵۴/ مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، مالابدمنه ص ۱۳۴/ شامی ص ۲۳۲/ ج۴/ مطبوعه دارالفکر بیروت، کتاب الجهاد، فصل فی الجزیة، مطلب مهم فی حکم ساب الانبیاء)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] سورة الاحزاب الایة: ۶ **(ترجمه)** اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں (بیان القرآن)

عن ام سلمةؓ انها قالت انا ام الرجال منکم والنساء (روح المعانی ص ۱۵۱/ ج ۲۱، تحت قوله تعالیٰ وازوجه امهاتهم، مکتبه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند)

کا لفظ ہے، ابا جان کہنے میں بظاہر نص قرآنی "ماکان محمدابا احد من رجالکم[1] الایة" سے بھی تعارض ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور

سوال: ۔التحیات میں ''السلام علیک ایھا النبی'' سے صوفیاء حضرات استدلال کرتے ہیں، کہ نماز پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ضروری ہے کیا یہ صحیح ہے، ان الفاظ کی وجہ اور شان نزول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز کے معنی پر دھیان رکھ کر اور سمجھ کر پڑھنا چاہئے اس لئے تصور بھی آئے گا[2] معراج میں تین چیزیں التحیات، الصلوات، الطیبات بارگاہِ خداوندی میں پیش کئے، تو وہاں سے جواب

---

[1] سورة الاحزاب الآية: ۴۰

(ترجمہ) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (بیان القرآن)

''واستدل بعض الشافعية بهذه الآية على انه لايجوز ان يقال للنبى عليه الصلوٰة والسلام ابو المومنين حكاه صاحب الروضة ثم قال ونص الشافعى عليه الرحمة على انه يجوز ان يقال له صلى الله عليه وسلّم ابو المومنين اى فى الحرمة ونحوها(روح المعانى ص ۳۱/ج ۲۲، مكتبه ادارة الطباعة المصطفائيه ديوبند، تحت قوله تعالىٰ ما كان محمد الخ)

[2] وقيل الخشوع فى الصلوة هو جمع الهمة لها والاعراض عما سواه والتدبر فيما يجرى على لسان من القراءة والذكر الخ، التفسير المظهرى ص ۶/۳۶۲، سورۂ مومنون آيت: ۲، مكتبه رشيديه كوئٹه.

واحضر فى قلبك النبى ﷺ وشخصه الكريم فقل سلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته الخ، احياء العلوم الدين ص ۱۵۱/۱، كتاب الصلوة، بيان الدواء النافع فى حضور القلب، مطبوعه بمصر.

میں تین چیزیں سلام، رحمۃ، برکات، عطا ہوئیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا ایہام شرک ہے

سوال:۔ جو شخص حضور ﷺ کو انسان نہ سمجھے وہ کون ہے کیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے تو وہ کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالقصد حضور اکرم ﷺ کا تصور نماز میں اس طرح جمانا کہ بالکل آپ ہی کی طرف دھیان رہے کسی دوسری چیز کا خیال دل میں نہ آئے، قطعاً منع ہے، بلکہ ایہام شرک ہے، کیونکہ اس صورت میں نماز اللہ تعالیٰ کی نہ رہے گی کیونکہ سجدہ وغیرہ سب کچھ حضرت نبی اکرم ﷺ کیلئے ہوگا، اور اس کا موہم شرک ہونا ظاہر ہے۔

اور اگر خنزیر وغیرہ کا تصور آئے گا تو حقیر وذلیل ہوکر آئے گا، اس کی کوئی تعظیم دل میں نہ ہوگی، لہٰذا شرک کا شائبہ نہیں، بخلاف حضور اقدس ﷺ کے تصور کے کہ وہاں تعظیم ملحوظ ہوتی

---

[1] "ليلة المعراج" لما اثنى على الله بثلاثة اشياء رد الله عليه فى مقابلها ثلاثة اشياء السلام بمقابلة التحيات والرحمة بمقابلة الصلوات والبركة بمقابلة الطيبات (عناية شرح هداية على الفتح ص ۳۱۴/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه دارالفكر بيروت، طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۳۰، قبيل باب الامامة، مطبوعه مصرى)

ہے، جس میں شرک کا قوی اندیشہ ہے۔[1]

اور جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان نہیں مانتا وہ نص قطعی "انما انا بشر مثلکم" کا منکر ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۸/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۴/رمضان ۵۶ھ

کیا نماز میں حضرت رسول ﷺ اکرم کا خیال آنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے؟

سوال:۔ ہمارے یہاں دیوبندی مولویوں کو بدنام کر رکھا ہے انکا کہنا ہے کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معمولی انسان تھے، ان کا خیال نماز کے اندر آجاوے تو نماز بالکل نہیں ہوتی، اس وجہ سے بدنام کر رکھا ہے آپ اس کا ضرور فتویٰ بھیجیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ اللہ پاک کے سب سے زیادہ اور سب سے مقرب رسول ہیں، جو کمالات اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں، وہ مجموعی طور پر

---

[1] وصرف ہمت بسوئی شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خرخوداست کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آنقدر چسپیدگی می بود نہ وتعظیم بلکہ مہان ومحقر می بود وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد الخ۔ (راجع للبسط الجنه لاهل السنة، ص ۹۳، مطبوعه دهلی)

[2] سورۂ کهف الآية: ۱۱۰/ **(ترجمه)** آپ کہہ دیجئے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں (بیان القرآن)

کسی نبی یا فرشتہ کو نہیں ملے[۱] آپ ﷺ سب پیغمبروں کے سید ہیں[۲]، سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہیں[۳] ذات اور صفات سے متعلق شانِ نبوت کے موافق جس قدر علوم آپ کو عطا ہوئے کسی کو بھی نہیں ملے، نہ کوئی آپ کے درجہ کو پہنچا نہ پہنچ سکتا ہے[۴] جو شخص اس کے خلاف علماء دیوبند کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے، وہ غلط کہتا اور بہتان باندھتا ہے، نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے، جب نماز میں قرآن پاک کی وہ آیات پڑھے گا، جن میں نامِ مبارک موجود ہے، جیسے محمد رسول اللہ الآیۃ تو معنی پر دھیان کرنے کیلئے تصور مبارک ضرور آئے گا، اور جب تشہد پڑھے گا تب بھی تصور آئے گا[۵] پھر کہنا کہ خیال آنے سے نماز نہیں ہوتی اور اس کو علماءِ دیوبند کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے، جس سے علماءِ دیوبند بری ہیں[۶]۔ واللہ علی مانقول وکیل[۷]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

---

۱ ووطئه مكاناً ماوطئه نبی مرسل ولاملک مقرب (خصائص کبریٰ، ص ۱۸۵/ ج ۲، باب اختصاصه ﷺ بانه اول النبيين خلقا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

۲ انا سيدالمرسلين اذابعثوا (عن ام كرز ومامن الناس من احدٍ الا وهوتحت لوائی يوم القيامة ينتظر الفرج وانا بيدی لواء الحمد (عن عبادة بن الصامت) (كنزالعمال ص ۴۳۴/ ۱۱ مطبوعه بيروت)

۳ وفی حديث ابی سعيد مرفوعاً بيدی لواء ولافخر ومامن نبی يومئذ اٰدم فمن سواه الا تحت لوائی (ترمذی ۲۰۲/ ج ۲/ ابواب المناقب) مشکوٰۃ ص ۵۱۳/ ج ۲/ مسند احمد طبرانی وابويعلی (مجمع الزوائد ص ۶۷۵/ ج ۱۰، مطبوعه دارالفكر بيروت)

۴ قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم انااعلمكم باللّٰه (بخاری ص ۷/ ۱، كتاب الايمان، والعلم باللّٰه يتناول مابصفاته ومابأحكامه ومايتعلق بذٰلک (فتح الباری ص ۱۰۰/ ۱، مطبوعه بيروت)

۵ واحضر فی قلبک النبی ﷺ وشخصه الكريم فقل سلام عليک ايها النبی ورحمة اللّٰه وبركاته الخ، احياء علوم الدين ص ۱۵۱/ ۱، كتاب الصلوة، بيان الدواء النافع فی حضور القلب، مطبوعه مصر.

۶ مذکورہ بہتان کی مفصل تردید کیلئے مراجعت کی جائے، (الجنة لاهل السنة ص ۹۲، مطبوعه دهلی)

۷ اور ہم جو بات کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے۔

کیا حضور ﷺ کا نماز میں خیال آنا باعث فضیلت ہے

سوال: ۔محبوب دوعالم ﷺ کا خیال اقدس نماز میں آجانے سے نماز کی افضلیت میں اضافہ ہوتا ہے یا کہ نقص پیدا ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے، جو نماز سمجھ کر پڑھی جائے وہ بہت افضل ہے، اس نماز سے جو بغیر سمجھے پڑھی جائے، جب نماز میں نام مبارک آئیگا جیسے محمد رسول اللہ وغیرہ تو معنی سمجھنے کیلئے خیال بھی آئیگا، اسی طرح جب تشہد پڑھا جائیگا اسپر **السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته** پڑھتے وقت بھی خیال آئیگا،[1] اسی طرح درود شریف میں بھی خیال آئیگا تو ایسی نماز یقیناً افضل ہے، اس نماز سے جس میں نہ مطلب سمجھا جائے نہ خیال ہی آئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۷ھ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

سوال: ۔حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا نہیں، آیت پاک ''**لقد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین**'' میں نور سے کیا مراد ہے، نیز حدیث میں ہے ''کل نبی مستجاب'' اور حضور نے دعا فرمائی تھی، ''**اللھم اجعل فی قلبی نورا الخ**''، جس سے

---

[1] **واحضر فی قلبک النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیک أیھاالنبی ورحمة اللّٰه وبرکاته الخ احیاء علوم الدین، ج ۱/ص ۱۵۱/ کتاب اسرار الصلوٰة، بیان تفصیل ماینبغی ان یحضر فی القب الخ. مطبوعه مصر،**

معلوم ہوتا ہے، کہ حضور کی دعا قبول ہوئی اور آپ سراپا نور ہوئے، جب آپ نور ہوئے تو نور کا سایہ بھی نہ ہونا چاہئے، لہٰذا حضور کا سایہ نہ تھا کیا ایسا ہی ہے اگر نہیں تو مسئلہ کی وضاحت فرمایئے اور مدلل فرما کر مشکور فرمایئے، نیز مکمل حوالہ بھی، و الا جر عند اللّٰہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ایک نام نور بھی ہے، صرح بہ ابن القیمؒ وغیرہ[1] نبی اکرم ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی تصریح شفائے[2]، قاضی عیاض، خصائص کبریٰ[3]، فتح العزیز[4]، مدارج النبوۃ[5] وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے، ان حضرات نے وہی استدلال کیا ہے، جو کہ سائل نے لکھا ہے، مگر کوئی روایت مرفوع پیش نہیں کر سکے جیسا کہ دیگر معجزات کے متعلق مرفوع روایات موجود ہیں، البتہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ام المومنین حضرت زینبؓ کا

---

[1] وقد جاءت من القابه صلی اللّٰہ علیه وسلم وسماته فی القرآن عدة کثیرة سوی ماذکرناه کالنور والسراج المنیر (کتاب الشفا للقاضی عیاض ص ۱۷۹/۱، فصل فی اسمائه ﷺ، بیروت) ونور از اسماء شریف اوست (مدارج النبوة ص ۱۱۰/۱، للشیخ عبدالحق دهلوی، باب پنجم در ذکر فضائل، مکتبه نوریه رضویه سکهر پاکستان)

[2] وماذکر من انه کان لاظل لشخصه فی شمس ولاقمر لانه کان نوراً (کتاب الشفاء ج ۱/ص ۲۷۳/ فصل، ۳۶۶/ الآیات عندمولده)

[3] اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لم یکن یری لهٗ ظل فی شمس ولا قمرقال ابن سبع من خصائصه ان ظلهٗ کان لایقع علی الارض (الخصائص الکبری ص ۶۸/۱، باب الآیة فی انه ﷺ لم یکن یری له ظل، دارالکتب العلمیة بیروت.

[4] ”وسایه ایشان برزمین نمی افتاد (فتح العزیز ص ۲۲۱/ جزء عم سوره والضحی)

ترجمہ:-حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

[5] ”ونبود مر آنحضرت را سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول، وعجب است ازیں بزرگاں کہ ذکر نکردند چراغ را ونور یکے از اسماء آنحضرت است ونور را سایہ نمی باشد (مدارج النبوة ص ۲۱/۱، بیان سایه، مکتبه نوریه رضویه سکهر پاکستان)

ایک واقعہ نقل کیا ہے، اس میں حضور ﷺ کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کا سایۂ مبارک ہونا صاف صاف مذکور ہے "قالت بینما انا یوماً بنصف النهار اذ انابظل رسول اللّٰہ ﷺ مقبل الخ مسند احمد ج۵/ ص ۲۳۱/"[1]

نیز حضرت انسؓ[2] ابن مالکؓ کی ایک روایت حادی الارواح الیٰ بلاد الافراح جلد اول باب اول ص۴۲/ میں ہے جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے، "لقد رأیت ظلی" یہ دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] "عن عائشة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان فی سفر له فاعتل بعیر لصفیة وفی ابل زینب فضل فقال لها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان بعیرا لصفیة اعتل فلو انک اعطیتها بعیراً من ابلک فقالت انااعطی تلک الیهودیة قال فترکها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذاالحجة والمحرم شهرین اوثلاثة لایاتیها قالت حتی یئست منه وحولت سریری قالت فبینما انا یوماً بنصف النهار اذا انابظل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مقبل (مسند احمد ج۶/ ص ۱۳۲) وفی طریق اٰخرله "حتی رفعت سریرها وظنت انه لایرضی عنها قالت فاذا انابظله یوماً بنصف النهار فدخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاعادت سریرها" (مسند احمد ج۶/ ص ۲۶۱/ بیروت)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں تھے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب کے پاس ایک سے زائد اونٹ تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے کہا کہ صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا ہے، اگر تم اپنا ایک اونٹ صفیہ کو دیدو تو (کتنا اچھا ہے) حضرت زینب نے کہا کہ میں دونگی اس یہودیہ کو اونٹ! راوی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (اس کہنے کی بنا پر) دو یا تین مہینے چھوڑے رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہیں آتے تھے، زینبؓ کہتی ہیں کہ میں حضورؐ سے مایوس ہوگئی، اور اپنی چارپائی الگ کردی، حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن دوپہر کی بات ہے کہ میں اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کو آتے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔

[2] عن انس بن مالک قال صلی اللّٰہ بنارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذات یوم صلاة الصبح فمد یده ثم اخرها فلما سلم قیل له ..... (باقی حاشیہ وترجمہ اگلے صفحہ پر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے

سوال:۔ایک عالم نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پیشاب کیا اور صحابیؓ کو پھینک دینے کیلئے دیا، وہ دوسری جگہ پر جا کر اس کو پی گئے، جب واپس آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ پھینک دیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ پی گیا، میرے پیٹ میں درد تھا وہ ٹھیک ہوگیا، اس پر آپ ﷺ مسکرائے اور کہا کہ اب درد نہیں ہوگا، اس بناء پر چند سامعین نے رقعہ دیا کہ آپ نے روایت غلط بیان کی، اگر اس قسم کی روایت

(حاشیہ گذشتہ صفحہ).....یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقد صنعت فی صلاتک شیئاً لم تصنعہ فی غیرھا قال انی رایت الجنۃ. فرایت فیھا دالیۃ قطوفھا دانیۃ حبھا کالدباء فاردت ان اتناول منھا فاوحی الی ان استاخر فاستأخرت ثم رایت النارفیما بینی وبینکم حتی لقد رایت ظلی وظلکم فاومات الیکم ان استاخروا فاوحی الیّ اقرھم فانک اسلمت واسلموا وھاجرت وھاجروا وجاھدت وجاھدوا فلم ارلی علیکم فضلا الابالنبوۃ (حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۱/۴۲، مع اعلام الموقعین طبع مصر، حادی الارواح ص ۲۲/ الباب الاول فی بیان وجود الجنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

ترجمہ:-حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی (نماز کے دوران) اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے (آج نماز) میں ایسا کام کیا جو کبھی کسی اور نماز میں نہیں کیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور جنت میں میں نے انگور کی بیل دیکھی جس کے میوے جھکے ہوئے تھے، جن کا دانہ کدو کی طرح تھا، میں نے چاہا کہ ان میوؤں میں سے کچھ میوے لے لوں تو میرے پاس یہ وحی آئی کہ پیچھے ہوجاؤ، پس میں پیچھے ہوگیا، میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہوجاؤ، پھر میں نے تمہارے اور اپنے درمیان جہنم دیکھی یہاں تک کہ میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا، تو میرے پاس وحی آئی کہ ان کو برقرار رکھو، اس لئے کہ آپ بھی اسلام لے آئے اور یہ بھی اسلام لے آئے، آپ نے بھی ہجرت کی، اور انہوں نے بھی ہجرت کی، آپ نے بھی جہاد کیا، انہوں نے بھی جہاد کیا، میں نے نبوت کے سوا کوئی فضیلت تم پر نہیں دیکھی۔

غیر مسلم کو مل جائے، تو وہ اسلام پر سخت اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہم کو گائے کا پیشاب پینے پر کیوں برا کہا جائے، اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ روایت شفا شریف میں ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ شفاء شریف کس کی تصنیف ہے؟ اس روایت کا درجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی کریم ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ طاہر اطہر مزکی تھے، آپ ﷺ کی کوئی چیز نجس نہیں[1] نہ دوسرے آدمیوں کو آپ ﷺ پر قیاس کیا جا سکتا ہے، جو روایت آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ شفاء میں موجود ہے[2] یہ کتاب قاضی عیاضؒ کی تصنیف ہے اور معتبر ہے

---

[1] انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يكن منه شئى يكره ولاغير طيب اى فان النجاسة للاستقذار وكراهة القلوب ولم يكن منه صلى الله عليه وسلم شئى مكروه عند الطباع السليمة (نسيم الرياض شرح شفاء ،ص ۳۵۵ / ج ۱ /طبع مصر)

[2] وقد روى نحو من هذا عنه فى امرأة شربت بوله فقال لها لن تشتكى وجع بطنك ابداً وحديث هذه المرأة التى شربت بوله صحيح الزم الدارقطنى مسلماً والبخارى اخرجه فى الصحيح وقيل هى ام ايمن وكانت تخدم النبى صلى الله عليه وسلم، قالت وكان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قدح من عيد ان يوضع تحت سريره يبول فيه من الليل فبال فيه ليلة ثم افتقده فلم يجد فيه شئياً سأل بركة عنه فقالت قمت وانا عطشانة فشربته وانا لااعلم (كتاب الشفاء ص:۵۸ ، ج: ۱ / فصل فى نظافة جسمه، موسسة الكتب بيروت) وراجع للرواية مستدرك الحاكم ص:۶۳ ج:۴، ومجمع الزوائد ص: ۲۷۱ / ج:۸/ والمعجم الكبير للطبرانى ص: ۸۹ / ج:۲۵ / مااسندت ام ايمن، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت، كتاب الشفاء ص ۵۹ /ج ۱ ، فصل فى نظافة جسمه، اقول راجع مافى الشفاء ومافى الاستفتاء فانه مختلف، ۱۲ ،

(فى هذه الاحاديث دلالة على طهارة بوله ودمه صلى الله عليه وسلّم) لانه لم يامر واحدا منهم بغسل ولانهاه عن عوده قاله عياض(قال النووى فى شرح المهذب واستدل من قال بطهارتها بالحديثين المعروفين (شرح الزرقانى على المواهب اللدنية ، ص۲۳۳/۴، مطبوعه دارالمعرفة بيروت) وراجع نسيم الرياض شرح الشفا ص ۳۵۵/۱ ، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح زرقانی شرح مواہب لدنیہ اردو شرح شفاء اور شامی درمختار وغیرہ میں بھی ہے، البتہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود اس کی اجازت کسی کو مرحمت نہیں فرمائی، کسی نے غلبۂ محبت وعقیدت کی بناء پر ایسا کرلیا تو اس کو مجرم ومستحق سزا قرار نہیں دیا بلکہ درد سے شفاء کی بشارت دی، جو اعتراض غیر مسلموں سے آپ نقل کررہے ہیں، ذرا غور کریں تو اس کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۹۰ھ

"ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کا مطلب

سوال:۔ گذارش یہ ہے کہ آج ایک قادیانی نے میرے ایمان میں شک ڈالدیا انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق کئی آیتوں سے استدلال کرکے وفات ثابت کرنے کی کوشش کی، دیگر آیتوں پر تو میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی، مگر ایک آیت ایسی پیش کرنے کی وجہ سے میں شک میں پڑ گیا ہوں اور وہ آیت یہ ہے "وَمُبَشِّراً بِرَسُول یَاتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَدُ" اس کا استدلال یہ ہے کہ اس میں بعدی سے مراد میری وفات کے بعد ہے، اگر بعدی سے مراد لیا جائے کہ میرے آسمان پر جانے کے بعد تو اس میں آسمان کا لفظ موجود نہیں ہے، اور اگر یہ مراد لیا جاوے کہ میرے پیچھے آئے گا، تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ حضرت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابوحنيفة كمانقله فى المواهب اللدنية عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلة على ذلك وعدالائمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلّم (شامى كراچى ص ۳۱۸/۱، باب الانجاس، مطلب فى طهارة بولة صلى الله عليه وسلم، وراجع امدادالفتاوىٰ ص ۱۲۹/۱، كتاب الطهارة.

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر چلے گئے ہیں، لہٰذا مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ ان کے ضمیر کے مطابق اس کے کیا معنی ہوں گے، جواب تحریر کرتے وقت لا نبی بعدی میں جو بعدی کا لفظ آیا ہے، اسکے معنی بھی سامنے رکھ کر جواب دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''من بعدی'' کا ہمیشہ یہی مطلب نہیں ہوتا کہ میرے مرجانے کے بعد، باپ کہیں سفر میں جاتا ہے، تو نصیحت کر جاتا ہے کہ میرے بعد ایسا کرنا ہے، یہ مطلب نہیں کہ مرے مرنے کے بعد، استاذ کچھ دیر کے لئے مدرسہ سے باہر جاتا ہے، تو طلباء سے کہتا ہے کہ میرے بعد شرارت نہ کرنا، ایک ضلع میں ایک کلکٹر ہے، اس کا تبادلہ تجویز ہے، اس کو بتایا نہیں گیا کہ تبادلہ کہاں ہوگا، وہ اپنے ماتحتوں سے کہتا ہے کہ میرے بعد کلکٹر فلاں شخص ہوگا، اس کے ساتھ معاملہ کرنا (یہ اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ فلاں شخص آئے گا) تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا کہ موجودہ کلکٹر کے مرنے کے بعد دوسرا کلکٹر آئے گا، اگر بالفرض اس کو یہ معلوم بھی ہو کہ اس کا تبادلہ کہاں ہوگا، تو یہ ضروری نہیں کہ ماتحتوں کو اپنے تبادلہ کا مقام بتادے، مقصد اس کلکٹر کا یہ ہے کہ میں اس وقت اس ضلع میں تعینات ہوں، میری تعیناتی یہاں سے ختم ہونے پر دوسرا کلکٹر آئے گا، اس کی تعیناتی ختم خواہ دوسرے ضلع میں منتقل ہو کر ہو، خواہ ریٹائر ہو کر ہو، خواہ کسی اور طرح ہو، کوئی معمولی سمجھ والا بھی یہ نہیں سمجھتا ہے کہ کلکٹر صاحب اپنے مرنے کے بعد کیلئے یہ ہدایت دے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت میری لائی ہوئی کتاب انجیل پر عمل ہے، اور اس پر عمل کرانے کے لئے میں بحیثیت رسول متعین ہوں، لیکن میں خاتم النبیین نہیں ہوں، میرے لائے ہوئے احکام ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے علم میں ایک حیات مقرر ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسرے رسول آئیں گے، جن کا نام مبارک احمد ہے، ان پر ایمان لانا

ضروری ہے، ان کی تشریف آوری پر ان کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہی ذریعۂ نجات ہوگا، اس وقت میرے لائے ہوئے احکام پر عمل نہیں ہوگا، بلکہ وہ منسوخ ہوجائیں گے،[1] ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا ہی نہ گیا ہو کہ ان کو آسمان پر اٹھایا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو تو علم ہو لیکن اپنے ماتحتوں پر اظہار نہ فرمایا ہو، پھر جبکہ قرآن پاک میں صاف صاف موجود ہے ''وماقتلوہ یقینابل رفعه اللّٰه الیه''[2] یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے، یہاں سے رفع سے مراد رفع جسمانی ہے نہ کہ رفع درجات،[3] اس لئے کہ یہود جس چیز کو قتل کرنا چاہتے تھے، وہ جسم ہی تھا اس کی نفی کی گئی ہے، اس کا رفع بتلایا گیا ہے، اس لئے لفظ بل لایا گیا ہے، درجات کا قتل کرنا نہ یہود کے ذہن میں تھا، نہ بس میں پھر ''وماقتلوہ یقیناً'' کے بعد ''رفعه اللّٰه الیه'' فرمانے سے ان کی تردید اور ان کے غلط عقیدہ کا ابطال کیسے ممکن ہے، نیز احادیث صحیحہ سے رفع جسمانی ثابت ہے،[4] اور تمام امت کا اس پر.....

---

[1] ملاحظہ ہو بیان القرآن ج ۱۲/ص ۲/ سورہ صف تحت قوله تعالیٰ انی رسول اللّٰه الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمه احمد، سورہ صف آیت: ۶،

[2] سورة النساء آیت: ۱۵۷-۱۵۸/ **ترجمہ:**- اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ (بیان القرآن)

[3] وهذا الشقی ذهب فی کتابه ازالة الاوهام وغیره ان المرادبه رفع روحه علیه السلام الیٰ مقعد الصدق وآواه الی السماء فالقمه علماء الاسلام حجراً فی فیه بأن الذی أراد الیهود قتله وصلبه هوشخصه وجسده علیه السلام فهو الذی رفع الخ عقیدة الاسلام ص ۱۷۴/ (مصنفه علامه انورشاه کشمیری) مطبع ڈابھیل، فصل فی قوله تعالیٰ ورافعک الی.

[4] اخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رأی عیسی قلة من اتبعه وکثرة من کذبه شکاذٰلک الی اللّٰه فاوحی اللّٰه الیه انی متوفیک ورافعک الی وانی سأبعثک علی الاعور الدجال فتقتله ثم تعیش بعد ذٰلک اربعا وعشرین سنة ثم امیتک میتة الحی، الحدیث، درمنثور، ج ۲/ص ۲۲۵/ (مطبع دار الفکر بیروت) سورۂ آل عمران تحت آیت: ۵۵/.

اجماع ہے[1]، جس کے مقابلہ میں قادیانی کی تاویلات رکیکہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں، حدیث پاک میں "لانبی بعدی[2]" ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم خاتم الرسل ﷺ پر وحی آجانے کے بعد جبکہ آپ کی تعیناتی ہوگئی تو کوئی نبی نہیں آئیگا، آپ ﷺ کی تعیناتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی، مستقل تعیناتی ہونے کی حیثیت سے اپنے لائے ہوئے احکام انجیل پر عمل کرانے کے لئے تشریف نہیں لائیں گے[3] اس تشریح کے ذریعہ اس شخص کی نبوت بھی باطل ہوگئی جس نے حضور اکرم ﷺ کی حیات میں وفات سے قبل ہی دعویٰ نبوت کیا جیسے اسود عنسی "من بعدی" کی ایک نظیر قرآن کریم سے اور پیش کرتا ہوں "بئسما خلفتمونی من بعدی[4]" یہاں موت کے معنی کا امکان ہی نہیں، اس کے بعد غور طلب امر یہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق اجتماعی عقیدہ[5]، کو غلط قرار دینے پر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا مدار ہے، اس دعویٰ اور دلیل میں ربط کیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہر حال بشر ہیں، ایک روز ان کو بھی موت آئے گی، تو کیا ان کی موت سے اس وقت کے تمام لوگ نبی ہو جائیں گے، یا جس وقت مرزا کے نزدیک موت آئی تھی، اس وقت کے سب لوگ نبی بن گئے تھے،

---

[1] قال ابن عطية واجمعت الامة على ماتضمنه الحديث المتواتر أن عيسىٰ في السماء حي وانه ينزل في آخر الزمان الخ البحر المحيط ج۲/ص۴۷۳/ (مطبوعه بيروت لبنان) تحت قوله تعالىٰ اذقال الله ياعيسىٰ اني متوفيك الآية، سوره آل عمران تحت آيت: ۵۵/

[2] ابوداؤد شريف، ج۲/ص ۵۸۴/ مطبوعه رشيديه دهلي، اول كتاب الفتن.

ترجمہ:- میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

[3] ومحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مبعوث الىٰ جميع الثقلين فرسالته عامة للجن والانس في كل زمان الىٰ قوله واذا نزل عيسىٰ ابن مريم عليه السلام فانما يحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم عقيدة الاسلام، ص۱۹۸/ (مطبوعه ڈابهيل)

[4] سورۂ اعراف آیت ۱۵۰/ **ترجمہ**:- تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی (از بیان القرآن)

[5] كمامر البحر المحيط ج۲/ص۴۷۳/ مطبوعه بيروت لبنان، سورۂ آل عمران تحت آيت: ۵۵/

مرزا کی نبوت کو ان کی وفات سے تعلق کیا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو فوراً مرزا کی نبوت تسلیم کر لی جاوے، ایک اصولی چیز بھی ذہن میں رکھیں وہ یہ کہ قرآن پاک کا صحیح مطلب وہ ہے جو کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے سمجھا اور صحابہ نے سمجھا اور جس مطلب کو نہ نبی اکرم ﷺ نے سمجھا نہ صحابہ کرامؓ نے سمجھا، نہ انہوں نے کسی کو سمجھایا بلکہ سب کے خلاف ہے تو وہ درحقیقت قرآن پاک کا مطلب نہیں ہے، بلکہ خود اس کے نفس کا تراشیدہ مطلب ہے، جو شیطان مضل کے مشورہ سے تجویز کیا گیا ہے، اس کو خدائے پاک اور قرآن کی طرف منسوب کرنا غلط ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۸۶ھ

ذات وصفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید

سوال: ۔آقاء دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات علم اور شان میں ادنیٰ ترین نقص کے معتقد اور تنقیص کرنے اور کہنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آقاء دوعالم سید الاولین والآخرین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مقدسہ، صفات مبارکہ علم اعلیٰ کے اعتبار سے خدائے پاک کے نزدیک ہر مخلوق سے بلند، محبوب، مقرب

---

[1] والغرض انک تطلب تفسیر القرآن من القرآن فان لم تجده فمن السنة واذا لم تجد التفسیر فی القرآن ولافی السنة رجعنا ذٰلک الیٰ اقوال الصحابة فانهم ادریٰ بذٰلک الیٰ قوله فاما تفسیر القرآن بمجرد الرأی فحرام الخ ،مقدمه مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۱/ ص ۱۲-۱۳/ (مطبوعه دارالفکر بیروت)

ہیں۔[1]

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہونگے دستِ مبارک میں لواء الحمد ہوگا۔[2]

لیلۃ المعراج میں مقام ادنیٰ وقاب قوسین آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔[3]

''الوسیلہ'' شفاعت کبریٰ آپ کا حق ہے۔[4] (وغیرہ وغیرہ) فداہ امی وابی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوٰۃ دائمۃ ابداً ذات، صفات، علم، شان میں تنقیص کو ایمان برداشت نہیں کرسکتا، مسئلہ چونکہ ایمانیات سے متعلق ہے اس لئے کسی خاص شخص پر خاص وجہ سے حکم لگانا بھی آسان نہیں[5] جب تک شرعی دلائل سے تنقیح تام نہ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

---

[1] ووطئه مكانا ماوطئه نبى مرسل ولاملك مقرب (الخصائص الكبرى، ص ۱۸۵/ج۲، باب اختصاصه ﷺ بانه اول النبيين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] بيدى لواء الحمد ولافخر آدم فمن دونه تحت لوائى ولافخر (مسند احمد ص ۲۸۱/۱/ مسند عبد الله ابن عباس، مطبوعه دارالفكر بيروت، الخصائص الكبرىٰ ص ۲۲۴، ج۲، باب اختصاصه ﷺ بالمقام المحمود الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3] اختصاصه صلى اللّٰه عليه وسلّم بانه اوّل النبيين وبالاسراء والعلوالى قاب قوسين (الخصائص الكبرىٰ ص ۱۸۵/۲/ باب اختصاصه ﷺ بانه اول النبيين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، وراجع روح المعانى ص ۲۷/۵۲، سورۂ نجم، مطبوعه مصطفائيه ديوبند)

[4] اختصاصه صلى اللّٰه عليه وسلم بالمقام المحمود وبالشفاعة العظمى فى فصل القضاء (الخصائص الكبرىٰ ص ۲۱۸/ج۲، باب اختصاصه ﷺ بالمقام المحمود، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[5] الكفر شئى عظيم فلااجعل المومن كافراً متى وجدت رواية انه لايكفره (البحرالرائق ص ۱۲۵/ج۵، باب احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغی جماعت میں شامل ہونگے

سوال: ۔تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں اکابر علماء کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا، امت محمدیہ کی فضیلت میں انہوں نے بیان کیا کہ انبیاء سابقین میں سے بعض نے امت محمدیہ میں شامل ہونے کی تمنا کی تھی، چنانچہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوکر تشریف لائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ نے بھی اپنی تصنیف کتاب ''داڑھی کا وجوب'' ص ۲۹ ر (مطبوعہ ۱۳۹۶ھ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، مدعیان اسلام بتلائیں کہ وہ کیا قدر کررہے ہیں، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جن کے امتی بن کر قبل قیامت یہی حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے، اور اسی طرح پورے برما کے تبلیغی بیانات میں کہا جاتا ہے، لہٰذا کہنا کہ قبل قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوکر تشریف لائیں گے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں کے ارادۂ بد سے بچانے کے لئے زندہ آسمان پر اٹھالیا، اور پھر صدیوں بعد حضرت سید الانبیاء محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور اپنی دعوت قوم کے سامنے پیش کی، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں موجود نہیں تھے، آسمان پر تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کیلئے حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، اس اعتبار سے ان کو حضور اکرم ﷺ کا امتی نہیں کہا جاتا، البتہ حضرت عیسیٰ نے دعا کی تھی امت محمدیہ میں شامل ہونے کی، ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا گیا کہ وہ اخیر زمانہ میں جب کہ ان کی نبوت اور تشریع کا زمانہ نہیں ہوگا، بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی

نبوت اور تشریع کا زمانہ ہوگا، آسمان سے نازل ہوں گے اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے آپ کی شریعت کے مطابق حکم فرمائیں گے، اور عمل کریں گے، اس اعتبار سے گویا وہ حضور اکرم ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے، مگر ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، وہ محفوظ ہوگی، اور حکم شرع محمدی پر کرینگے، حضرت مولانا اقدس محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا مقصد یہ نہیں کہ انکی نبوت سلب ہوجائے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۱۴۰۰ھ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی ہونگے یا امتی

سوال:۔ (۱) کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کی تصدیق کرنے والا مومن ہے یا کافر؟

(۲) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا، اگر اٹھایا گیا ہے تو آپ قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے، اگر ہاں تو بحیثیت امتی کے یا نبی کے؟

نوٹ:۔ جوابات قرآنی دلائل سے دیئے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین الایۃ[2]"، لہٰذا جو شخص آپکے

---

[1] والحاصل ان امامکم منکم دون عیسیٰ فانه بمنزلة الخليفة وقيل فيه دليل على ان عيسى عليه الصلاة والسلام لايكون من امة محمد صلى الله عليه وسلم بل مقررا لملته ومعيناً لامته عليهما الصلاة والسلام مرقاة شرح مشكوٰة ج۵/ص ۲۲۲/ باب نزول عيسىٰ عليه الصلاة والسلام، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[2] سورة احزاب الآية: ۴۰/ **ترجمہ:** -محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ شخص نص قرآنی کا منکر ہے، اور قرآن شریف کی کسی آیت کا انکار بھی کفر ہے[1] یہی حال اس شخص کا ہے جو ایسے مدعیٔ نبوت پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کرے[2]

(۲) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے ''وماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ الآیۃ[3]'' اور قرب قیامت آپ نزول فرمائیں گے، احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے، اور آپ اس وقت اپنی نبوت کی دعوت نہیں دیں گے، بلکہ حضور ﷺ کی ملت کی دعوت دیں گے، اور خود ان کی نبوت بھی مسلوب نہیں ہوگی، بلکہ وہ محفوظ رہے گی، ''اخرج الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی البعث بسند جید عن عبداللّٰہ بن مغفلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبث الدجال فیکم ماشاء اللّٰہ ثم ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقاً بمحمد وعلیٰ ملتہ اماماً مھدیا وحکماً عدلاً فیقتل الدجال اھ''

''ان عیسیٰ علیہ السلام مع بقائہ علیٰ نبوتہ معدود فی امۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وداخل فی زمرۃ الصحابۃؓ فانہ اجتمع بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو حی مومنابہ ومصدقاو کان اجتماعہ بہ مرات فی غیر لیلۃ الاسراء من جملتھا بمکۃ روی ابن عدی فی الکامل عن انسؓ قا ل بینا نحن مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ رأینا برداً ویداوقلنا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماھذا البرد الذی رأینا والیدقال قد رأیتموہ قلنا نعم قال ذٰلک عیسیٰ ابن مریم سلّم عَلَیَّ.

---

[1] ودعویٰ النبوۃ بعدنبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[2] وکذٰلک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا ،ای فی زمنہ اوادعی نبوۃ احد بعدہ اومن ادعی النبوۃ لنفسہ بعد نبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلم (اکفار الملحدین ص۵۷، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل)

[3] نساء الآیۃ:۱۵۷/ **ترجمہ**:- اورانہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ (بیان القرآن)

”انمایحکم عیسیٰ بشریعة نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم بالقرآن والسنة، عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا ان ابن مریم لیس بینی وبینه نبی ولارسول الا انه خلیفتی فی امتی من بعدی“

”قال الذهبی فی تجرید الصحابة عیسیٰ ابن مریم علیه السلام نبی وصحابی فانه رأی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فهو اٰخر الصحابةؓ موتاھ“ (الحاوی[1] للفتاویٰ)

اس مسئلہ پر علماء حق کے مستقل رسائل شائع شدہ ہیں، علامہ سیوطیؒ کا ایک رسالہ ہے ”کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیه السلام“ علامہ سبکیؒ کا ایک رسالہ ہے مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا بھی ایک رسالہ ہے، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، نیز شروح حدیث بذل المجہود[2]، فتح الباری[3]، عینی[4] وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۳/ج ۱/۱۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴/ج ۱/۱۷ھ

---

[1] الحاوی للفتاویٰ ج۲/ ص ۱۶۱/ مطبوعه دارالفکر بیروت ص۱۸۸، ۱۹۵، ج۲، کتاب البعث، کتاب الاعلام بحکم عیسی علیه السلام.

[2] عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لیس بینی وبینه یعنی عیسیٰ علیه السلام نبی وانه نازل ای من السماء الی الارض لقتل الدجال (بذل المجهود ج۵/ص۱۱۳/ کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، مطبوعه رشیدیه سهارنپور)

[3] ”والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا والمعنی انه ینزل حاکماً بهذه الشریعة فان هذه الشریعة باقیة لاتنسخ بل یکون عیسی حاکمامن حکام هذه الامة“ (فتح الباری ص ۶/۳۵۶، کتاب احادیث الانبیاء، نزول عیسیٰ علیه السلام، طبع یوسفی دیوبند)

[4] لاینزل بشریعة متجددة بل ینزل علی شریعة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم ویکون من اتباعه (عمدة القاری للعینی ج۱۶ ص ۴۰/ کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ علیه السلام، مطبوعه دارالفکر بیروت)

بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حیثیت

سوال: ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے، تو کیا وہ اس وقت بھی نبی رہیں گے، اوران پر وحی آئے گی، یا وہ نبوت سے معزول ہوکر آئینگے؟

ایضاً

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ تابع شریعت محمدیہ ہونگے، یا صاحب شریعت نبی ہونگے؟ اگر وہ تابع شریعت محمدیہ ہونگے، تو شرعی احکام یعنی قرآن کریم میں درج شدہ اوامر ونواہی اور سنت رسولِ کریم ﷺ کا علم انہیں کیونکر حاصل ہوگا اگر زبان عربی اور شریعت کے احکام کسی مولوی صاحب سے پڑھیں تو یہ امر ایک نبی کی شان کے خلاف نظر آتا ہے، اور پڑھیں بھی تو کس فرقہ کے مولوی سے؟

تمام اسلامی فرقوں کا آپس میں اختلاف ہے، حتی کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے سے دریغ نہیں کرتے، اگر اس دنیا میں وہ وحی کے ذریعہ شریعت اسلامی کے احکام حاصل کریں، جس طرح ہمارے حضور اکرم ﷺ حاصل کیا کرتے تھے، یعنی وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا فرشتہ کی وساطت سے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے، "**ما کان لبشر ان یکلمه اللّٰه الا وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشاء انه علی حکیم وکذٰلک اوحینا الیک روحاً من امر**(نائورۂ شوریٰ پ۲۵ رکوع ۵) تو اس صورت میں وہ بھی ایک صاحب شریعت نبی بن جائیں گے، یا اگر آسمان پر بھی شریعت کے احکام کا علم حاصل کریں، تو بھی بشر ہونے کے لحاظ سے مندرجہ بالا انہی تین صورتوں سے حاصل کریں گے، پس شریعت کے احکام یعنی اوامر ونواہی براہِ راست بذریعہ وحی حاصل کرنے کی وجہ سے صاحب شریعت نبی بن جائیں گے، حالانکہ ہمارے نبی ﷺ آخری شریعت والے نبی

ہیں، اس اشکال کا تفصیلی جواب دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، بلکہ وہ محفوظ رہے گی، اور وہ احکام اپنی سابقہ محفوظ نبوت کے تحت جاری نہیں فرمائیں گے، جو ان کی امت کے ساتھ مخصوص تھے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق جاری فرمائیں گے۔[1]

ممکن ہے کہ عین وقت پر شریعت محمدیہ کے متعلق ان کو بذریعہ وحی علم ہوجائے، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت اقدس ﷺ سے علم حاصل کریں، کیونکہ قبر اطہر میں ہی ہیں، یا روح عیسوی روحِ محمدی سے مستفیض ہوجائے، یہ بھی ممکن ہے کہ خود انجیل میں اس شریعت کے احکام کا علم ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کی ملاقات جب ہوئی اس وقت علم حاصل کرلیا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ براہِ راست قرآن کریم سے ان کو علم حاصل ہوجائے:۔

"ثم علمه باحكام شرعنا امابعلمها من القرآن فقط اذلم يفرط فيه من شئى انما احتجنا الى غيرنا لقصورنا وقدكانت احكام نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم كلها ماخوذة من القرآن ومن ثم قال الشافعيؒ كل ماحكم به النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، فهو ممافهمه من القرآن فلايبعد ان عيسى صلى اللّٰه عليه وسلم يكون كذٰلک اوبرواية السنة عن نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم اخرج ابن عدى عن انس بيننا نحن مع رسول اللّٰهﷺاذرأينا برداً ويداً فقلنا يارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ماهذالبرد الذى رأينا واليدقال قدرأيتموه قلنا نعم قال ذٰلک عيسى بن مريم سلم علىّ وفى رواية ابن عساكر عنه كنت اطوف مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم حول الكعبة اذرأيته

[1] لكنه يتابع محمدا عليه السلام لان شريعته قد نسخت فلا يكون اليه وحى ونصب الاحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام، شرح عقائد ص۱۳۸، قبيل افضل الانبياء الخ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، نبراس ص ۱۸۰، مطبوعه امداديه ملتان.

صافح شیئاً ولم اره قلنا یارسول اللّٰہ رأیناک صافحت شیئا ولانراه قال ذٰلک اخی عیسی بن مریم انتظرته حتی قضیٰ طوافه فسلمت علیه وحینئذ فلامانع انه حینئذ تلقی عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم احکام شریعته المخالفة لشریعة الانجیل لعلمه انه سینزل وانه یحتاج لذلک فاخذ ها منه بلا واسطة وفی حدیث ابن عساکر الا ان ابن مریم لیس بینی وبینه نبی ولارسول الا انه خلیفة فی امتی من بعدی وقد صرح السبکی بانه یحکم بشریعة نبینا ﷺ بالقرآن والسنة امابکونه یتلقاها من نبینا ﷺ شفاها بعد نزوله من قبره ویؤیدهٗ حدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدی لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یامحمدلاجیبنه اما بکونه تعالیٰ اوحاهاالیه فی کتابه الانجیل اوغیره الی قوله،یوحی الیه وحی حقیقی کمافی حدیث مسلم وغیره عن النواس بن سمعان وفی روایة صحیحة فبینماهو کذٰلک اذاوحی الیه یاعیسی انی قداخرجت عبادًا لی لایدلاحد بقتالهم حول عبادی الی الطور وذلک الوحی علیٰ لسان جبریل (الیٰ قوله) وعیسی نبی کریم باق علی نبوته ورسالته (الیٰ آخر ماقال[1]) (فتاویٰ حدیثیہ، ص۱۲۸/مصری)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت تواتر سے

سوال: ۔نزول عیسیٰ علیہ السلام بوقت قیامت کیا آیت قرآنیہ سے ثابت ہے، اگر ثابت

---

[1] (ملخصاً فتاویٰ حدیثیه ص ۱۸۰/ مطلب فی حکم عیسیٰ بشرعِ نبینا، طبع دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۵۰-۱۲/۵۷، جزء۲۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، سورۂ احزاب تحت آیت: ۴۱، ۴۳)

ہے تو کس آیت سے؟ اگر نہیں ثابت ہے اس پر تواتر ہے یا اجماع ہے یا نہیں، اس کا انکار باعث کفر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اکثر مفسرین نے آیت قرآنی" وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً" میں ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع قرار دے کر اس سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام مراد لیا ہے[1]، چنانچہ بخاری شریف کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے:۔

"عن ابن شهاب ان سعيد بن المسيب سمع اباهريرة رضی قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لايقبله احدحتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا ومافيها ثم يقول ابوهريرة واقرؤاان شئتم وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً"[2]

---

[1] والظاهر ان الضميرين فی به وموته عائدان علی عيسی وهو سياق الكلام الخ، البحر المحيط ص ۳/۳۹۲، سورۃ النساء آیت: ۱۵۹، مطبوعه داراحياء التراث العربی، احكام القرآن للقرطبی ص ۳/۳۷۴، جزء۵، مطبوعه دارالفكر بيروت، طيبی ص ۱۰/۱۴۹، باب نزول عيسی عليه السلام، مطبوعه زكريا ديوبند.

[2] (بخاری ص ۴۹۰/ج ۱/ باب نزول عيسی بن مريم كتاب الانبياء، **ترجمه**:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، عنقریب ابن مریم حاکم عادل بنکر تم میں نازل ہوں گے، صلیب کو توڑینگے، لڑائی ختم کر دینگے، اور مال اتنا بہائینگے کہ کوئی اس کو قبول نہ کریگا، حتی کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے زیادہ بہتر ہوگا، پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اور پڑھ لو اگر چاہو "وان من اہل الکتاب الایۃ" اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہ رہیگا، مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کریگا، اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دینگے۔

اور آیت قرآنی "وَاِنَّهُ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَاتَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِی هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْم"[1] کی ایک قراءت لَعَلَمٌ لِلسَّاعَةِ (بفتح اللام) ہے یعنی نزول عیسیٰ علیہ السلام کی علاماتِ قیامت میں سے ہے "قال مجاهد وَاِنَّهُ لَعَلَمٌ لِلسَاعَةِ اَیُّ اَیة لِلسَاعة خُرُوج عیسیٰ بن مریم علیهما السلام قبل یوم القیامة وهکذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیة وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة وضحاک وغیر(هم)عقیدة الاسلام[2]

نیز احادیثِ متواترہ سے بھی نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس کی صراحت کی ہے "وانه سینزل قبل یوم القیامة کمادلت علیه الاحادیث المتواتوة التی سنوردها ان شاء اللّٰه قریباً"[3] (تفسیر ابن کثیر مع البغوی، ص۱۴/ج۲)

اس مسئلہ سے متعلق بہت سے رسائل چھپ چکے ہیں، مثلاً التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کا مطالعہ کرلیا جائے۔

عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کا انکار کفر ہے، اور اس کی تاویل کرنا زیغ وضلال اور کفر والحاد ہے "فالایمان بها واجب والانکار عنها کفر والتاویل فیها زیغ وضلال والحاد (نزل اهل الاسلام فی نزولِ عیسیٰ علیه السلام، مقدمہ عقیدۃ الاسلام، ص۳۳)[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] سورۂ زخرف الآیة: ۶۱ (ترجمہ) وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں، تو تم لوگ اس میں شک مت کرو، اور تم لوگ میری اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ (بیان القرآن)

[2] عقیدة الاسلام ص ۴۶، فصل فی انعقاد المشیئة الازلیة بنزوله، طبع المجلس العلمی ڈابھیل)

[3] تفسیر ابن کثیر ص ۸۷۸/ج ۱/، سورۂ نساء آیت: ۱۵۹، طبع بیروت.

[4] مقدمه عقیدة الاسلام ص ۳۳، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل،

رفع عیسیٰ علیہ السلام

سوال:۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک مسلمان کا عقیدہ کیا یہ ہونا چاہئے کہ وہ زندہ مع جسم وروح آسمان پر اٹھالئے گئے یا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ان کی روح اٹھائی گئی؟ یا وہ مع جسم وروح اُٹھالئے گئے ہم کہہ نہیں سکتے اس لئے کہ قرآن میں اس کی صراحت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کو قتل کیا گیا ہے، سولی پر چڑھا دیا گیا ہے، ان کی صرف روح اٹھائی گئی، نصاریٰ کا بھی بڑا فرقہ یہی کہتا ہے، قرآن کریم نے اس کی تردید کی ہے "**وماقتلوه يقينا بل رفعه الله اليه الاٰية**"[1]

روح مع جسم کے اٹھانے کے عقیدہ کو مودودی صاحب نے عقیدہ باطل (الوہیت مسیح) کا موجب لکھا ہے[2]، قادیانی نے بھی رفع جسمانی کا انکار کیا ہے، علمائے حق نے قادیانی کی تردید میں کتابیں لکھیں ہیں، چنانچہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی کتاب "**التصريح بما تواتر فی نزول المسيح**" میں تفصیلی دلائل موجود ہیں[3]۔

قرآن کریم میں اس کی بھی صراحت نہیں کہ نمازِ فجر کی دو رکعت ہیں، ظہر، عصر، عشاء کی

---

[1] سورۂ نساء الآیة:۱۵۷/ **ترجمہ**:-اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔(بیان القرآن)

[2] عیسائیوں میں مسیح علیہ السلام کے جسم وروح کے سمیت اٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے سے موجود تھا اور ان اسباب میں سے تھا کہ جنکی بناء پر ایک بہت بڑا گروہ الوہیت مسیح کا قائل ہوا ہے (تفہیم القرآن) سورۂ نسا، ص۴۲۰/ج۱، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی۔

[3] **وهذاالشقی ذهب فی كتابه "ازالة الاوهام" وغيره ان المراد به رفع روحه عليه السلام الى مقعد الصدق واٰواه الى السماء كماذهب اليه فی حمامة البشرى (عقيدة الاسلام ص۱۷۴/ ج۲/ رسائل كشميرى)**

چار رکعت ہیں، مغرب کی تین رکعت ہیں، ان رکعات کا انکار وہی کرسکتا ہے، جو قرآن کریم کو بلا واسطہ احادیث سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، مودودی صاحب کا رجحان یہی ہے، پھر جو کچھ سمجھتے ہیں اسکی تائید میں کبھی حدیث کو پیش کرتے ہیں، اور کبھی حدیث کی تردید کردیتے ہیں، غرض اپنا فہم انکے نزدیک اصل ہے، اسی کی تلقین اپنی کتب میں متفرق جگہ کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۹۴ء

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں

سوال:۔ کیا قرآن کریم سے حضرت عیسی علیہ السلام کا چوتھے آسمان پر مجسم اٹھایا جانا ثابت ہے، اور پھر زمین پر اترنا، اگر یہ صحیح ہے تو پھر وہ آیت نقل فرمادیں۔

ہمارے یہاں مسلمانوں میں یہ جھگڑا چل رہا ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام وفات شدہ ہیں یا باحیات از روئے قرآن، درست کیا ہے؟

زید کہتا ہے کہ توفی باب تفعل سے ہے اور اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام ذی روح ہیں اور مفعول ہیں ایسی صورت میں توفی کے معنی سوائے قبض روح کے اور کچھ نہیں ہوتے اس کے خلاف قرآن سے کوئی مثال دیجئے؟

زید کہتا ہے کہ قرآن مجید، احادیث، تفاسیر اور محاورۂ عرب کی رو سے لفظ رفع جب بھی اللہ کی طرف یا کسی انسان کی نسبت بولا جائے گا، تو اس کے معنی ہمیشہ بلندی درجات اور قرب روحانی کے ہوتے ہیں۔

گزارش یہ ہے کہ کلام عرب سے کوئی ایسی مثال دیں کہ لفظ رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ مذکور ہو اور کوئی ذی روح اسکا مفعول ہو اور رفع کے معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھا لینے کے ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جواب سے پہلے اولاً بطور تمہید ایک بات ذہن نشین کرلیں، اس کے بعد سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن کریم ہے "ھدیً للناس"[1] لیکن اس میں عموماً بنیادی اصول دینی امور کو بطور ضابطہ کلیہ مختصراً بیان کیا گیا ہے، تفصیلات وتشریحات کا بیان کرنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے "لتبین للناس مانزل الیھم"[2]

مثال:-(۱) قرآن پاک میں ہے، "اقیموا الصلوۃ"[3] (نماز قائم کرو) اس کی پوری تفصیل کہ کس نماز میں کتنی رکعات ہیں، یا کس رکعت کے بعد قعدہ ہے، یا کس رکعت میں صرف الحمدُ پڑھی جاتی ہے، کس میں آہستہ سے قراءت کی جاتی ہے، اور کس میں آواز سے اور کس میں سورۃ ملائی جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ حتی کہ کس نماز کے وقت کی ابتدا کب سے ہے انتہا کہاں پر ہے، اس سب کا براہ راست قرآن کریم سے بغیر حدیث کی مدد کے سمجھنا دشوار ہے، اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

مثال:-(۲) "وَآتُوا الزَّکوٰۃ"[4] (اور زکوٰۃ ادا کرو) اس کی تفصیل کہ چاندی کی کتنی مقدار میں زکوٰۃ لازم ہے، سونے کی کتنی مقدار میں، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ کی کس حساب سے، زمین کی پیداوار میں کس حساب سے، یہ سب احادیث سے معلوم ہوئی، قرآن کریم میں اسکا ذکر نہیں۔

---

[1] سورۂ بقرہ الآیۃ: ۱۸۵) (قرآن پاک) لوگوں کیلئے ہدایت ہے۔

[2] سورۂ نحل الآیۃ: ۴۴، **ترجمہ**:-تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں انکو آپ ان سے ظاہر کردیں۔(بیان القرآن)

[3] سورۂ بقرہ آیت: ۴۳.

[4] ایضاً

مثال:- (۳) "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ"[۱] (اور لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج کرنا لازم ہے) اس کی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے، کتنے چکر ہیں، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، رمیٔ جمار وغیرہ کے مسائل کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے حدیث شریف کی روشنی حاصل کرنا ضروری ہے، حدیث سے بے نیاز ہو کر قرآن شریف کو صحیح طور پر سمجھنا ناممکن ہے، امت کو حکم ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیان فرمودہ تفصیلات کے تحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کریں، اسی سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی اطاعت ہے "وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"[۲] (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی) اس لئے کہ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"[۳] قرآن کریم عربی میں نازل ہوا، تفصیل وتشریح بھی وحی ہی کے ذریعہ ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان اور محاورات کو خوب سمجھتے تھے، ان کی مادری زبان تھی، مگر یہ نہیں فرمایا کہ جس طرح تمہاری سمجھ میں قرآن آئے، اس طرح نماز پڑھا کرو، بلکہ ارشاد ہے "صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِي اُصَلِّي" بخاری شریف[۴] ص ۸۸، یعنی جس طرح تم مجھ کو (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو) نماز پڑھتا دیکھو اسی طرح نماز پڑھو۔

الحاصل یہ سمجھنا غلط ہے، کہ ہر چیز کی پوری تفصیل وتشریح قرآن پاک میں ہے، حدیث کی ضرورت نہیں، اور یہ مطالبہ قابل تسلیم نہیں کہ ہر چیز کو صرف قرآن کریم سے ثابت کیا

---

[۱] سورۂ آل عمران آیت ۹۷.

[۲] سورۂ نساء آیت: ۸۰.

[۳] سورۂ نجم آیت: ۳، ۴، **ترجمہ**:- اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد نری وحی ہے، جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ (بیان القرآن)

[۴] بخاری شریف ص ۸۸/۱، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة، مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند.

جائے، اور حدیث کی طرف التفات نہ کیا جائے، اور یہ بات کہ جو چیز پوری تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور نہ ہو اور احادیث سے ثابت ہو، وہ قابل تسلیم نہیں، صحیح نہیں بالکل غلط ہے، ورنہ صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، اور اس طرح بے شمار دینی امور کا بھی انکار کرنا پڑیگا، اس بنیادی تمہید کے بعد آپ کے سوالات کا جواب عرض ہے۔

(۱) قرآن کریم میں رفع مسیح علیہ السلام کا مختصراً تذکرہ ہے[۱]، جیسے کہ ''آتوا الزکوٰۃ'' میں زکوٰۃ کا تذکرہ ہے، باقی تفصیلات احادیث کے سپرد ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر اترنا بڑی تفصیل کے ساتھ احادیث میں مذکور ہے اور یہ احادیث درجۂ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں اسکی تشریح فرمائی ہے[۲]۔

نیز حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں تصریح کی ہے[۳]۔

نیز حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں لکھا ہے[۴]۔ ''**امارفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علیٰ انه رفع ببدنه**'' حافظ ابن کثیر نے دس صفحات میں وہ احادیث جمع کی ہیں، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ مع جسم عنصری آسمان پر موجود ہونا اور قرب

---

[۱] وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الآیة، سورۂ نساء آیت: ۱۵۷.

[۲] تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسی یصلی خلفه. (فتح الباری ص۳۵۸/ ج۶/ مکتبه یوسفی دیوبند، مطبوعه نزار مصطفی احمد الباز مکه مکرمه، ص۱۶۹/۷، کتاب احادیث الانبیاء، نزول عیسیٰ ابن مریم)

[۳] ثم انه رفعه الیه وانه باق حی وانه سینزل قبل یوم القیامة کمادلت علیه الاحادیث المتواترة التی سنوردها ان شاء الله قریباً (تفسیر ابن کثیر ص۸۷۸/ ج۱، سورۂ نساء آیت: ۱۵۵، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

[۴] وقال فی تلخیص الحبیر من کتاب الطلاق: وامارفع عیسی الی اخره (عقیدة الاسلام ص۴۶/ مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تلخیص الحبیر ص۳۱۹/ ج۲، ص۱۲۴۶/۴، حدیث ص۱۶۰۷، کتاب الطلاق، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

قیامت میں ان کا اترنا مذکور ہے[1]۔

دونوں چیزیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسم عنصری کے زندہ اٹھایا جانا اور قرب قیامت کے زمین پر اترنا، اجماعی، اتفاقی قطعی، ہیں ان میں اختلاف نہیں، گذشتہ صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اجماعی عقیدہ کی مخالفت کی ہے، اور تیرہ سو سال کے اجماعی عقیدہ کو غلط کہا ہے جس کی تردید میں مستقل کتابیں تصنیف کر کے دلائل جمع کر دیئے گئے۔

(۲) ان کا اٹھایا جانا قرآن کریم میں ہے تشریح احادیث میں ہے، جیسا کہ جواب نمبر ا میں گزرا، اس کے خلاف عقیدہ رکھنا غلط ہے۔

(۳) زید کا لفظ توفی کے متعلق یہ دعویٰ کہاں سے ماخوذ ہے، اسکے بالمقابل یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں جہاں لفظ توفی باب تفعل سے آئے اور اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور معین شخص (عیسیٰ) مفعول ہیں تو اسکے معنی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لینے کے ہوں گے، اسکے خلاف کوئی ثابت ہی نہیں کر سکتا تو کیا زید کے پاس اسکے خلاف کا ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں جب کہ زندہ جسم عنصری کے ساتھ خاص طریقہ سے آسمان پر اٹھا لینے کا واقعہ بطور معجزہ وخرق عادت صرف ایک دفعہ ایک شخص کے ساتھ پیش آیا ہے، تو پھر اس کی نظیریں تلاش کرنا یا نظیروں کا مطالبہ کرنا بے محل ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج جسمانی ہوئی ہے اس کی شان جداگانہ ہے۔

قرآن کریم میں ہے ''**اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا**''[2] آیت پاک میں اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور ذی روح مفعول ہے۔

---

[1] راجع التفسیر لابن کثیر ج ۱/ص ۸۷۹/ الی..... ج ۱/ص، ۸۸۷/ سورۂ نساء آیت: ۱۵۵، طبع بیروت.

[2] سورۂ زمر آیت: ۴۲، اللہ ہی قبض کرتا ہے، جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی کہ جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت ۱۲ (بیان القرآن)

کیا یہاں بھی یتوفی موت کے معنی میں ہے، اورنوم کی حالت میں روح قبض ہوجاتی ہے، اورکیا سونے والے پرمیت کے احکام، نماز جنازہ، تدفین، عدت زوجہ، تقسیم میراث وغیرہ سب جاری ہوں گے، یہاں تک لفظ توفی کے متعلق زید کے مخصوص نظریہ کا جواب تھا، اب اصل وضع ''محاورات عرب'' استعمال کی روشنی میں اس کی حقیقت عرض ہے، (و،ف،ی،) وفی، یفی، وفاء، ثلاثی مجرد، اوفی، یوفی، ایفاء، باب افعال سے، توفی، یتوفی، توفیاً، تفعل سے استوفیٰ، استیفاءً، استفعال سے ''وفّی یوفی، توفیۃً'' تفعیل سے، سب طرح یہ لفظ مستعمل ہے، اس کے معنی ہیں پورا کرنا، پورا لینا، پورا وصول کرنا، پورا دینا، اسی سے ہے ''وفی بعھدہ یفی وفاء'' وعدہ پورا کرنا عرب بولتے ہیں، جیسے ''کیل واف'' (پورا پیمانہ) ''اوفیت الکیل والوزن'' میں نے ناپ تول پورا کردیا، یعنی کچھ کمی نہیں کی، قرآن پاک میں ہے ''وَاَوْفُوْاالْکَیْلَ اِذَاکِلْتُمْ''[1] یعنی جب تم کسی کے لئے تول کرو تو پورا پورا کیل کرکے دو ''اَوْفُوْابِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ''[2] تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ،[3] نذر پوری کرتے ہیں ''وُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَاکَسَبَتْ''[4] ہرایک نے جو کچھ (دنیا میں) کیا یا عمل کیا اس کو پورا دے دیا جائیگا ''اِنَّمَاتُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ''[5] تم کو بلاشبہ تمہارا اجر پورا کردیا جائیگا، ''وَمَاتُنْفِقُوْامِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ''[6] جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو تم کو (اس کا پورا اجر دیا جائیگا) ''فَوَفَّاہُ حِسَابَہٗ''[7] اس کا حساب پورا پورا کیا ''اِنِّی

---

[1] سورۃ الاسراء آیت: ۳۵.

[2] سورۃ البقرۃ آیت: ۴۰.

[3] سورۂ دھر آیت: ۷.

[4] سورۂ آل عمران آیت: ۲۵.

[5] سورۂ آل عمران آیت: ۱۸۵.

[6] سورۂ انفال آیت: ۶۰.

[7] سورۂ النور آیت: ۳۹.

مُتَوَفِّیْکَ[1] میں تجھ کو پورا پورا لے لونگا۔[2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن قتل کے درپے تھے اور منصوبہ بنا رہے تھے، تو اللہ پاک نے فرمایا کہ میں تجھ کو پورا پورا لے لونگا، ان دشمنوں کو تجھ پر قتل کے لئے قابو نہیں دونگا، یہ چیز بطور تسلی کے فرمائی گئی ہے، اور تسلی کی صورت یہی ہے کہ دشمن قتل کرنے یا سولی دینے میں ناکام رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور دشمن اشتباہ میں رہے، اس کو فرمایا ہے ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰه''[3] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں نے بالیقین قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا، اگر توفی سے مراد یہاں موت لی جائے تو اس میں تسلی کی کونسی بات ہے اس وقت تو مطلب یہ ہوجائیگا، کہ یہ لوگ آپ کو قتل نہیں کریں گے، بلکہ میں آپ کو موت دوں گا، موت سے تسلی کیا ہوسکتی ہے، علاوہ ازیں اگر وہ دشمنی میں قتل کردیتے تو یہ چیز باعث ترقیٔ درجات ہوتی، شہید کا درجہ بہت بلند ہے، حضور اکرم ﷺ نے شہادت کی تمنّا کا ذکر خاص انداز میں فرمایا ہے، درجہ بلند سے بچا کر عام موت کا وعدہ خاص اہمیت نہیں رکھتا، پھر یہ کہ لفظ موت یا اماتت سے کیوں تعبیر نہیں کیا، توفی میں کیا نکتہ ہے، ''تُوفِّیَ'' کے اصل معنی موت کے نہیں، ہاں کبھی موت کا مفہوم اس میں پیدا ہوجاتا ہے، وہ اس طرح بولتے ہیں (فلان توفی عمرہ) ''فلاں شخص نے اپنی عمر پوری کرلی، جب عمر پوری کرلی تو موت آ ہی جائے گی آیت

---

[1] سورۂ آل عمران آیت: ۵۵.

[2] هذاالتفصيل مذكور فى المفردات فى غريب القرآن للامام راغب الاصفهانى (مفردات ص ۵۵۰/ سورة النساء الآية: ۱۸۵/)

[3] سورۂ نساء آیت: ۱۵۷، ۱۵۸، ومعنى قوله تعالىٰ انى متوفيك، اى متمم عمرك فحينئذٍ اتوفاك فلا اترك حتى يقتلوك بل انا رافعك الى سمائى ومقربك بملائكتى واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك الخ، تفسير كبير ص ۲/۴۵۷، سورۂ آل عمران آیت: ۵۵، مطبوعه دارالفكر بيروت، روح المعانى ص ۳/۲۸۵، سورۂ آل عمران آیت: ۵۵، مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير مدارك ص ۱/۱۶۰. سورۂ آل عمران آیت: ۵۵، مطبوعه دارالفكر بيروت،

"انی متوفیک" کا مفہوم یہ بھی ہے کہ تیری عمر پوری کرونگا، اوران کی اسکیم فیل ہوجائے گی، اس کی صورت یہ ہے کہ جتنی عمر ہے پوری ہوگی جیسا کہ احادیث میں تفصیل مذکور ہے، یہاں تک کہ جب اس وقت انتقال ہوگا، توقبر کی جگہ بھی بتادی گئی ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کی قبرمبارک کے قریب ایک قبر کی جگہ باقی ہے، وہاں دفن ہوں گے، حضرت عیسیٰ کے مجموعی حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے، کہ نزول کے بعد شادی کریں گے۔[1]

اگرکوئی شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام پرموت طاری ہوچکی ہے وہ آسمان پرزندہ موجودنہیں اورقریب قیامت زمین پرنہیں اتریں گے، تووہ اجماعی عقیدہ کا منکر ہے، قرآن پاک کی آیات کا منکر ہے، اوراحادیث متواتر کا منکر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقام محمود

سوال: ۔مقام محمود کے بارے میں مختصر تشریح فرمادیں، کیاوہ جنت میں ہے یامیدان

---

[1] عن عبد اللّٰہ بن عمروقال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریمؑ الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فید فن معی فی قبری. الحدیث (مشکوٰۃ ص ۴۸۰/ ج۲/ باب نزول عیسی علیہ السّلام، تفسیر ابن کثیر ص ۸۸۹/ ج ۱، سورۂ نساء آیت: ۱۵۵، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

ترجمہ :-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشادفرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین کی طرف اترینگے، شادی کرینگے اوران کے اولاد ہوگی، اور۴۵/برس زمین میں ٹھہرینگے، پھروفات پائینگے، اورمیرے ساتھ میری قبرمیں دفن ہوں گے۔

"وسیأتی فی فضائل سید المرسلین عن عبداللّٰہ بن سلام بروایۃ الترمذی عنہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسی بن مریم یدفن معہ قال ابوداؤد وقدبقی فی البیت موضع قبر" (مرقاۃ ص ۲۲۳/ ج۵، قبیل باب قرب الساعۃ، مطبوعہ بمبئی)

حشر میں؟ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میدان حشر میں پیشی کے لئے شفاعت کی اجازت خاص طور پر دی جائیگی وہ مقام محمود ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۸ھ

قرآن پاک میں نبیوں کیلئے جو الفاظ آئے ہیں، انکا مفہوم

سوال:۔ (۱) کیا ان آیات مقدسہ میں اللہ عزوجل نے جو الفاظ فرمائے ہیں کیا وہ واقعی عظمت رسالت کی سبکساری، عصمت نبوت کی درماندگی، یا انبیاء علیہم السلام کی کفار ومشرکین کے سامنے اہانت، پامالی اور بے وزنی ظاہر کرنے کے لئے فرمائے گئے ہیں، یا پھر ان ہی لفظوں کو بطور اظہار عظمت رسالت ونبوت فرما کر مرسلین کے صادق المصدوق ومقام محمود کے مکیں ہونے کی شہادت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے:۔

(۱) "ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون" (۲) ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین الخ (اسی طرح دیگر آیات مقدسہ)

(۲) کیا ان دعاؤں میں ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ ادا فرمائے ہیں اور

---

[1] والمراد بذلک المقام الشفاعة العظمیٰ فی فصل القضاء. (روح المعانی ص ۱۴۰/ج ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل تحت آیت: ۷۹، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، احکام القرآن للقرطبی ص ۲۰۱/۱۰، سورۂ بنی اسرائیل آیت: ۷۹، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیر ابن کثیر ص ۹۰/۳، مکتبه التجاریه مکة المکرمة)

جن جن باتوں سے بچنے اور جس جس نیکی کی زیادتی کے لئے فرمایا ہے، کیا نعوذ باللہ ذات رسالت مآب ﷺ میں حقیقتاً ان باتوں کی کمی بیشی تھی، پھر جیسے ''انی ذلیل''وغیرہ فرمایا ہے، تو کیا حقیقی طور پر حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذاتِ مقدسہ کو کما حقہ ان الفاظ سے متصف تصور فرما کر بطور شہادت ان کا اظہار فرمایا ہے، یا ہم گنہگاروں کو دعا کرنے کے طور پر طریقے اور سلیقے سکھلائے۔

(۱) ''اللّٰھم انی اعوذبک من عذاب الکفر والفقر ومن عذاب القبر''

(۲) ''اللھم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزنی وانی فقیر فارزقنی''

(۳) ''فذللنی فی اعین الناس فعظمنی ومن سئی الاخلاق فجنبنی''

(۴) ''اللّٰھم اجعلنی صبوراً واجعلنی شکوراً واجعلنی فی عینی صغیراً وفی اعین الناس کبیراً''اسی قبیل کی دیگر دعائیں؟

ہم نے بامعنی قرآن مجید سے اس آیت مقدمہ کا مطلب ومفہوم یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین کے اعتراض اور شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لئے اور اپنے مرسلین کی عظمت ورفعت کی شہادت کے طور پر فرماتے ہیں، کہ ہمارے یہ نبی من وعن تمہارے رب کی باتیں تمہیں سناتے ہیں، اس میں ذرہ برابر ہیر پھیر نہیں کرتے، نہ وہ غبی ہیں نہ خائن کہ کمی بیشی کرتے، اس لئے تم ان کی ہر بات کو وحی سمجھو، یقین رکھو کہ یہ تمہارے رب ہی کی طرف سے ہے وہ اس لئے کہ ہمارا خیال ہے کہ اس میں لفظ اگر شرط ہے، اگر ایسا کرتے تو ہم ایسا کرتے مگر نہ نبی نے ایسا کیا نہ کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے قریب ان کا وہ مقام ہے، جس کو ہم ہی جانتے ہیں، اور اس لفظ شرط ''اگر'' نے ہمارے نفس خیال کے تحت اس آیت کی بڑی وضاحت کے ہمراہ تشریح وتفصیل ظاہر کر دی ہے، کیونکہ شرط کے ٹوٹنے پر مشروط کا مقام بھی بدل جاتا ہے، جیسے جرم ثابت ہو تو سزا واجب ہے، ورنہ باعزت بری ہے یا پھر جیسے ''اِنَّہٗ کَانَ ظلوماً جھولاً'' میں ظلوم وجھول ہی تحسین وتعریف کے مظہر وضامن بن کر رہ گئے ہیں، یعنی بارِ امانت

اٹھانے پر بطور سرزنش، تادیب واظہار ناراضگی کے ظلوم وجہول نہیں فرمایا گیا، بلکہ بڑائی اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اس کی نادانی وناسمجھی نے بھی اتنا بڑا کام کیا کہ جس بارِ امانت کو زمین وآسمان نہ اٹھا سکے، اس نادان وکمزور نے اٹھالیا۔

مزید دعائیں ان دعاؤں کے سلسلہ میں ہم آج بھی اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرک، کفر، فسق، فجور، گناہ، بڑائی، کبر، نخوت، غرور، خودرائی، بے صبری، ناشکری وغیرہم قسم کی مقہورانہ خصلتیں، معتوبانہ عادتیں ایسی ہیں، جن کے ملعونانہ مردودانہ جراثیم ہم ہی میں پیدا ہوسکتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ ان معذوبانہ مغضوبانہ خبائث سے ہمیشہ منزہ ومبرہ رہی ہے، اور ایسی کہ سہواً بھی اس کا سایہ اُسوۂ مرسلین پر نہ پڑسکا، نہ پڑسکتا تھا، اس لئے ہمیں اس بات پر یقین ہے نہ صرف یہ کہ نبی معصوم ہوتا ہے، بلکہ معصوم صرف نبی ہی ہوتا ہے، پھر یہ کہ حالات ہمارے ہی مؤید نظر آرہے ہیں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اس قدر اور بے اندازہ عطا فرمایا تھا، کہ پوری دنیا بھی اس کا اندازہ نہیں لگاسکتی، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کے سامنے ہی بعض امتیوں کو جنت کی بشارت دیدی گئی، فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے، تخت وتاج قدموں پر آکر گرے، پھر اس صورت حال کے پیش نظر عذاب قبر، کفر، فقر، ذلت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا ان دعاؤں کے الفاظ صحیح رخ پر براہِ راست رسالت ونبوت کے منصب ومقام کی طرف کس طرح ہوسکتا ہے، اس لئے بالیقین رب ارحم الراحمین نے ہمیں اپنے نبی کے ذریعہ دعا مانگنے کے طریقے سکھلائے، تاکہ ہماری تمام تر ذلتوں اور روسیاہیوں کے بعد بھی ہم پر فضل وکرم، عطاء وبخشش عفو ودرگذر کے باب کھل سکیں، لیکن ہمارے بعض بزرگ ہمارے خیال کی قطعی نفی کررہے ہیں، اور اس امر پر بضد ہیں، کہ ان آیات کا رخ براہِ راست مقام رسالت کی طرف اس انداز واحوال سے ہے جس سے اہانت سبکی کا اظہار واضح اور ظاہر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خدائے جل وعلا نے جس مادے سے انسان کے اعضاء کو پیدا کیا، اس کے قلب کو اس سے لطیف مادے سے پیدا کیا، اس وجہ سے قلب میں لطافت زیادہ ہوتی ہے، اور جس مادے سے عامۂ مومنین کے قلوب بنائے جاتے ہیں، خواص واولیاء کے اجسام اس مادے سے بنتے ہیں، تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف مادے سے بنتے ہیں، جن میں الہامات ومعارف کے برداشت کی قابلیت ہوتی ہے، اور جس مادے سے خواص واولیاء کے قلوب بنتے ہیں، اس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ بنتے ہیں، تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں، جن میں وحیِ الٰہی اور نزولِ ملائکہ کی برداشت ہوتی ہے، اور جس مادے سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب بنے اس مادے سے سید الانبیاء مرکز نبوت امام المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر تیار ہوا، تو آپ ﷺ کا جسد اطہر اور زیادہ لطیف مادے سے بنا جس میں معراج ''او ادنی و قاب قوسین'' اور رویت کے برداشت کی طاقت تھی، وہاں حیات طیبہ نور ہی نور ہے، شک وہم معصیت کی ظلمت کی مجال نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا پڑھی ''یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْب ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ[1]'' وغیرہ تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو ہم پر کچھ ڈر ہے بدل جانے کا جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی ان دعاؤں کا محمل یہی قرار دیا کہ تعلیمات

---

[1] عن انس قال کان رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یکثر ان یقول یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک فقلت یانبی اللّٰہ امنابک وبماجئت بہ فھل تخاف علینا قال نعم الحدیث رواہ الترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃشریف، ج ۱/ص ۲۲/الایمان بالقدر)

ترجمہ:- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات بہت فرمایا کرتے تھے، اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ، میں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم آپ کے ساتھ اور اس چیز کے ساتھ جسے آپ لائے ہیں ایمان لائے، کیا آپؐ ہم پر ڈرتے ہیں؟ فرمایا ہاں!

امت کے لئے ہیں جہاں "لَئِنْ اَشْرَکْتَ" وغیرہ ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دوسرے آدمیوں کو خطاب ہے، نیز نہ ماننے والوں کو تہدید ہے[1] کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ آیاتِ قرآنیہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں، یہ بات نہیں کیونکہ جو شخص ایسا کرے گا، "لَاَخَذْنَامِنْهُ بِالْيَمِيْنِ"[2] نیز منطقی قاعدہ سے مقدم اور تالی کے درمیان تالی کا تحقق لازم نہیں، صرف علامت بتانا مقصود ہوتا ہے، کہ اگر فلاں چیز ہو تو اس پر فلاں چیز مرتب ہوگی، جیسے "لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَ تاکہ اگر تعدد الٰہ ہوگا تو اس پر فساد مرتب ہوگا، حالانکہ نفس الامر میں تعداد الٰہۃ محال ہے[3] نیز تنبیہ کرنا مقصود ہے، کہ کوئی شخص اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو، بلکہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ جل جلالہٗ کے سامنے حقیر اور ذلیل سمجھے حدیث قدسی میں ہے "الکبریاء ردائی[4]"، دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، اس کو جہنم کی آگ میں جلا کر جب تک سارا تکبر ختم نہیں کر دیا جائیگا،

---

[1] (لئن اشرکت) کلام علی سبیل الفرض والمراد به تهییج الرسل واقناط الکفرة والاشعار علی حکم الامة (بیضاوی ج۵/ ص۷۶/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مظهری اردو ج۱۰/ص۱۹۲/ سورۂ زمر تحت آیت: ۶۵، مطبوعه کراچی.

[2] سوره الحاقة آیت ۴۶/

ترجمه:-تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے۔

[3] ان قوله لئن اشرکت قضیة شرطیة والقضیة الشرطیة لایلزم من صدقها صدق جزأیها .... قال اللّٰه تعالیٰ لوکان فیهما اٰلهة الا اللّٰه لفسدتا ولم یلزم من هذا صدق القول بان فیهما اٰلهة وبانهما قد فسدتا (تفسیر کبیر ج۷/ ص۲۶۹/ ملخصاً، مطبوعه دارالفکر بیروت، سورۂ انبیاء آیت: ۲۲)

[4] وفی حدیث ابی هریرة مرفوعاً رواه مسلم (مشکوٰة شریف ج۲/ ص۴۳۳/ باب الغضب والکبر. **ترجمه**:-بڑائی میری چادر ہے۔

وہ جنت میں جانے کا اہل نہیں ہوگا،[1] امید ہے کہ آپ کے اشکالات کی تشفی کے لئے یہ مضمون کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۱۳۹۹ھ

کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنیکا عقیدہ

سوال:۔ جوانگشتری کے دیو کے پاس چلے جانے کا اور نبی اللہ کی شکل وصورت کو دیو وغیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عقیدہ لغو اور غلط ہے، اس کو اپنے اس عقیدہ سے توبہ لازم ہے، علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ کوئی شیطان کسی نبی کی شکل میں نہیں آسکتا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا۔[3]

---

[1] فی حدیث ابن مسعود مرفوعاً لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر رواه مسلم (مشکوٰة ج۲/ص۴۳۳) باب الغضب والکبر، الفصل الاوّل.

ترجمہ:۔ جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔

[2] ولاینبغی لعاقل ان یعتقد صحة مافیها وکیف یجوز تمثل الشیطان بصورة نبی حتی یلتبس امره عند الناس ویعتقدوا ان ذٰلک المتصور هوالنبی (روح المعانی ص۱۹۹/ج۲۳/ مطبوعه مصطفائیه دیوبند، سورۂ ص تحت آیت: ۳۴.

تفسیر کبیر ص۱۹۵/ ج۷/ مطبوعه درالفکر بیروت، ویستحیل عقلا وجودبعض ماذکر وه کتمثل الشیطان بصورة نبی. (البحرالمحیط ص۳۹۷/ج۷، دار احیاء التراث العربی لبنان)

[3] فی حدیث ابی هریرةمرفوعا ولایتمثل الشیطان بی متفق علیه (مشکوٰة ص۳۹۴/ج۲، کتاب الرؤیا، کمااستحال ان یتصور الشیطان فی صورته فی الیقظة (مرقاة ص۵۳۹/ج۴، کتاب الرؤیا، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

اور محققین ومفسرین نے جمیع انبیاء کے متعلق تحریر کیا ہے کہ شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آسکے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غالب کا ایک شعر

سوال:۔زید نے ایک شادی کی تقریب میں اپنے دوست کو تأثرات پیش کئے جو نثر میں اس نے لکھے تھے، اوران تأثرات میں تمثیلی طور پر غالب کا یہ شعر:۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بڑے بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

لکھدیا ہے بکر کو یہ اعتراض ہوا کہ اس شعر کو پڑھ کر نعوذ باللہ زید نے حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کی ہے، یہ بات بکر نے بھری محفل میں کہی، نتیجہ یہ ہوا کہ محفل کے بہت سے افراد زید کی طرف سے مشکوک ہوگئے، وہ بھی یہ سمجھنے لگے کہ زید نے نعوذ باللہ توہین کی ہے، جب کہ زید برابر ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ میرے خیال وگمان میں بھی ان کی توہین کرنا مقصود نہ تھی، یہ برسوں کا پٹا ہوا شعر ہے صرف تمثیل کے طور پر لکھ دیا ہے، آپ مہربانی فرما کر شرعی پوزیشن سے آگاہ کریں کہ کیا اس شعر کے پڑھنے سے نعوذ باللہ آدم علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے، یا نہیں؟

کیا اس شعر غالب

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بڑے بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

---

[1] ولایتمثل الشیطان بہ وکذلک جمیع الانبیاء والملائکۃ علیھم السلام. (شرح السنۃ، ص ۱۶۶/۷، کتاب الرؤیا، باب تأویل رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام، مطبوعہ مصطفی احمد الباز مکہ مکرمہ، راجع الزرقانی علی المواھب ص ۲۸۸/۵، ومنھا من رآہ فی المنام فقد رآہ حقاً، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

کا پڑھنا نعوذ باللہ ان کی توہین کے برابر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنا خلیفہ اور ابوالبشر (تمام انسانوں کے باپ) بنایا اور جنت کی نعمتوں میں رکھا، پھر ایک واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے زمین پر ان کو بھیجا یا بظاہر یہ واقعہ بہت ہی عبرت کا ہے شاعر کا مقصد یہ ہے کہ ہم محبوب کے نزدیک خاص عزت کے مستحق تھے، جس طرح آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاص عزت کے مستحق تھے، مگر وہ عزت سے بیگانہ ہوکر (نعوذ باللہ) جنت سے نکلے ہم اس سے زیادہ بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے نکلے، یہ انتہائی گستاخی اور حضرت آدم علیہ السلام کی بے ادبی ہے[1]، بسا اوقات شعراء اس قسم کی گستاخی کر جاتے ہیں، خدائے پاک ان کو ہدایت دے ایسے شعر کو پڑھنا بھی بہت برا ہے، ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے، اگرچہ اپنا عقیدہ صاف ہو[2]۔ فقط والسلام واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تخلیق بنی آدم علیہ السلام پر اشکالات

سوال: ۔کٹنگ اخبار منسلک ہے، مجھے اتنی قرآن پاک کی معلومات نہیں، اسلئے آپ کی عنایت کی ضرورت ہے، پورے عالم اسلام کے علماء کو چیلنج کیا ہے، ایک انسان نے اور ہر عالم اور مفتی اور مولانا مولوی جو بھی ہوں سب کو اس پرچہ کا جواب دینا بہت ضروری ہے۔

---

[1] وقتل نبی والاستخفاف به ..... قلت: ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف، ویکره به وان لم یقصد الاستخفاف ..... لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق (درمختار ص ۲۲۲/۴، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطبوعه کراچی.

[2] فی هذه الآیة (لاتقولوا راعنا) دلیلان احدهما علی تجنب الالفاظ المحتملة التی فیها التعریض للتنقیص والغض (قرطبی، ص ۵۶/ج ۲، مطبوعه دارالفکر بیروت)

مذہب کو اگر موجودہ زمانہ کی روشنی میں پیش نہیں کیا گیا تو اس کے نتائج کیا ہوں گے ایک صاحب نے کہا کہ مذہب کی بنیاد ہی خوف پر ہے، ساری چیزیں اس خوف کے گرد گھومتی رہتی ہیں، اللہ بھی اپنی توحید کا اقرار خوف ہی کے ذریعہ کراتا ہے، یعنی اگر تم مجھے نہیں مانو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈالدونگا، اللہ نے قیامت کا دن رکھا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس دن سب اعمال تولے جائیں گے، لیکن اس دن کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت خوفناک ہے، اللہ کہتا ہے کہ میں تمہاری عبادتوں کا محتاج نہیں ہوں، اگر وہ انسانوں سے بے نیاز ہے، تو پھر انسانوں کو بنایا کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو چاہتا ہوں ہدایت دیتا ہوں، اور جس کو چاہتا ہوں گمراہ کرتا ہوں، اگر اللہ کو ان کی ضرورت نہیں تو پھر لاکھوں رسولوں کو بھیجا کیوں؟ انہوں نے بار بار کیوں ڈرایا؟ فرشتوں کی طرح ان کو غلام بنالیتا، تو اس قسم کے ڈروں کی کیا ضرورت تھی؟ سزا کیلئے دوزخ کیوں بنائی؟ اللہ میاں کہتے ہیں کہ میں بڑا رحیم وکریم ہوں، پھر لاکھوں انسانوں کو دوزخ میں ڈالنا کیا رحیمی اور کریمی ہے (نعوذ باللہ) اور اس قسم کے سیکڑوں اعتراضات ہیں، مثلاً انسان کو پیدا کیوں کیا؟ فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ انسان پیدا ہوگا، اللہ اس کو جنت میں رکھے گا، وہاں شیطان بہکائے گا، پھر اللہ سزا کے طور پر آدم علیہ السلام وحوّا کو زمین پر پھینک دیگا، آدم علیہ السلام کی اولاد ہوگی، یہ قتل وخوں ریزی کرے گی، کیا یہ انصاف ہے کہ شیطان کے دام میں پھنسادے اور قیامت کے دن دوزخ میں ڈالدے، غرض ایسے ہی سوالات کئے گئے، میں سنتا رہا اور آپ کو سنا رہا ہوں، کیا ان سوالات کا مولوی صاحب کے پاس جواب ہے جس کو نوجوان قبول کرسکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سوالات آج ان نوجوانوں کے دماغ میں نئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ بہت پرانے ہیں اور ان پر صدیاں گزر چکی ہیں، تفسیر کبیر، بیضاوی وغیرہ میں موجود ہیں۔

علماء اسلام نے اردو میں بھی ان کو تفصیل سے لکھ کر جوابات دیئے ہیں، تفسیر حقانی، تفسیر بیان القرآن[1]، وغیرہ میں مذکور ہیں۔

اکسیر فی اثبات التقدیر، شفاء المرتاب، اشرف الجواب، اسلام اور سائنس وغیرہ مستقل کتابیں بھی اس قسم کے شبہات واعتراضات کیلئے عرصہ ہوا شائع ہوچکی ہیں، اگر یہ نوجوان طبقہ نہ ان کتابوں کو دیکھے نہ علماءِ محققین کے پاس جا کر جوابات حاصل کرے نہ علومِ اسلامیہ کو پڑھے نہ اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھے نہ اہل تحقیق کے وعظ سنے نہ انکے جلسوں میں جائے، بلکہ ان اعتراضات کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنالے اور ان سے تفریح لیتا رہے، تو پھر وہ خود ہی ذمہ دار ہے، آپ نے چونکہ پہلے کبھی یہ سوالات نہیں سنے تھے، اور آپکو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ گہرا تعلق عطا فرمایا ہے، اسلئے آپ کو یہ سوالات اجنبی معلوم ہوئے اور قلب میں کلفت محسوس ہوئی، اللہ پاک آپکے تعلق اسلام اور جذبۂ خیر میں ترقی وپختگی عطا فرمائے، آمین۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ایک عقیدہ

سوال:۔ایک شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان دراصل اس بات میں تھا کہ ایک دن عبادت کے لئے انہوں نے اس طرح خاص کرلیا تھا کہ اس دن وہ مخلوق سے بے تعلق ہوجاتے تھے، ایک صوفی مرتاض کی ایسی گوشہ نشینی اور ترک علائق کو تو پسندیدہ کہا جاسکتا ہے، لیکن ایک خلیفۂ وقت اور مسلمانوں کے سیاسی امیر کے لئے گوشہ نشینی اور وہ پورے ایک دن کے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہی جاسکتی، تو

---

[1] تفسیر کبیر ص ۲۵۴/ج ۱/، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر بیضاوی ص ۶۰/ج ۱/ تفسیر حقانی ص ۹۲/ پارہ الم، تفسیر بیان القرآن ص ۱۸/ج ۱)

ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے اگر وہ زندہ ہے تو خود اس سے دریافت کیا جائے، اگر زندہ نہیں تو اس نے جس کتاب میں اپنا یہ عقیدہ لکھا ہے وہ کتاب یہاں بھیجدی جائے، یا اس کتاب کا نام مطبع صفحہ لکھ دیں، تاکہ اس کو دیکھ کر جواب لکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ

اخوان حضرت یوسف علیہ السلام پر طعن

سوال: ۔حضرت یوسف علیہ السلام کے اخوان پر طعن زنی کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کی توبہ نص قطعی سے ثابت ہے[1]۔ اور توبہ کے بعد خطائے سابق کیوجہ سے عار دلانا یا طعن کرنا جائز نہیں[2]۔ خاص کر جب کہ ایک جماعت.....

---

[1] قالوا یابانا استغفر لناذنوبناانا کنا خٰطئین. قال سوف استغفرلکم ربی انه هوالغفورالرحیم. سورۂ یوسف الآیة:۹۸. فاوحی اللّٰه الیه قدغفرت لک ولهم اجمعین (تفسیر کبیر ص ۱۶۵/۵، مطبوعه دارالفکر بیروت) **ترجمہ**:-سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے، ہم بیشک خطاوار تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کرونگا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن)

[2] عن معاذ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم من عیر اخاه بذنب لم یمت حتی یعمله یعنی من ذنب قدتاب منه رواه الترمذی (مشکوٰة، ص ۴۱۴، باب حفظ اللسان والغیبة الخ)

ترجمہ:-حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے وہ اس کو کئے بغیر نہیں رہے گا، مراد ایسا گناہ ہے جس سے وہ شخص توبہ کر چکا ہے۔

.....انکی نبوت کی بھی قائل ہے[۱]۔ والبسط فی مفاتیح الغیب۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۹/۱/۵۹ھ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں

سوال:۔ایک شخص تاریخی واقعات پر نظر کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان حق اور ناحق کا فیصلہ کرتا ہو تو یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟ اگر ایک کو حق دوسرے کو ناحق کہتا ہو تو ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناحق کہنے کا حق ہے تو پھر اس حدیث کا کیا جواب ہوگا "مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ"

الجواب حامداً ومصلیاً

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سب واجب الاحترام ہیں، کسی کی شان میں گستاخی وتوہین جائز نہیں ان کے مشاجرات میں کف لسان کا حکم ہے[۲]۔ گو اتنی بات صحیح ہے کہ انمیں بعض افضل ہیں بعض سے، لیکن کسی کے متعلق بھی یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ضلالت پر تھے[۳]، جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ

---

[۱] وقد اختلف الناس فی نبوتهم وهو مشهور (تفسیر کبیر ص ۱۶۵/۵/ سورۂ یوسف آیت: ۹۸، دارالفکر بیروت، وذلک یقتضی ان یکون جملة اولاد یعقوب انبیاء ورسلاً (مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر ص ۱۰۵/۵، دارالفکر بیروت، تفسیر قرطبی ص ۸۹/۵، جزء ۹، سورۂ یوسف آیت: ۱۰)

[۲] ویکف عن ذکر الصحابة الابخیر (شرح عقائد ص ۱۶۱، قبیل مبحث یجب الکف عن الطعن فی الصحابة، مطبوعه دیوبند) ولانذکر الصحابة الابخیر ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة کلهم عدول (شرح فقه اکبر ص ۸۵، قبیل سب الشیخین، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[۳] قال ابو منصور البغدادی: اصحابنا مجمعون علی ان افضلهم الخلفاء الاربعة علی الترتیب المذکور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بیعة الرضوان ومن له مزیة من اهل العقبتین من الانصار الخ، مرقاة ص ۵۱۷/۵، باب مناقب الصحابة، مطبوعه بمبئی.

تعالیٰ علیہم اجمعین کو سب وشتم کرے اسپر لعنت وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۲ھ

مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سوال: ۔مدح صحابہ شرعی حیثیت سے فرض ہے، واجب ہے، یا سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن وحدیث میں کثرت سے موجود ہے، اور ہر جمعہ کو منبر پر چڑھ کر خطیب مدح صحابہ کرتا ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ شعار اہل سنت والجماعت میں سے ہے[۲] اگر اس کی رکاوٹ کی جاوے گی تو اس کا کرنا ضروری ہوگا[۳]

لیکن موقعہ اور محل اور نوعیت کی رعایت بہر حال ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[۱] والا حادیث فی هذه الباب کثیرة ففی الحدیث من سب اصحابی فعلیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس اجمعین رواه الطبرانی وقال ان شرار امتی اجرؤهم علیٰ اصحابی رواه ابن عدی وقال اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللّٰه علیٰ شرکم رواه الخطیب وقال لعن اللّٰه من سب اصحابی رواه الطبرانی (النبراس شرح عقائد ،ص ۳۲۹، مکتبه امدادیه ملتان)

[۲] ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اگر چہ از شرائط خطبہ نیست ولیکن از شعائر اہل سنت است شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ترک نکند، (مکتوبات امام ربانی ص ۲/۲۷، مکتوب ۱۵، دهلی)

[۳] واذا کان ذکر الخلفاء الراشدین هوالذی یحصل به المقاصد المأ موربها عند مثل هذه الاحوال کان هذا ممایومربه فی مثل هذه الاحوال ..... (الی قوله) کماان عسکر المسلمین والکفار اذاکان لهولاء شعار ولهولاء شعار وجب اظهار شعار الاسلام دون شعار الکفر فی مثل تلک الحالة هذا واجب فی کل زمان ومکان (منهاج السنة ص ۲/۱۵۰، مطبعه کبری امیریه مصر)

انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کا احترام

سوال: ۔انبیاء سابقین کے اصحاب کا احترام واکرام ہمارے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے احترام واکرام کے مثل ہم پر ضروری ہے یا کوئی کمی بیشی کا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرق ہے "**والحاصل ان افضل الناس بعد الانبیاء علیهم السلام ابوبکر الصدیقؓ ثم عمر ابن الخطابؓ ثم عثمان ابن عفانؓ ثم علی ابن ابی طالبؓ اھ (شرح فقه اکبر[1] ص ۷۴/)** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

D:\INPAGE24\A010.TIF not found.

---

[1] **شرح فقه اکبر ص ۷۴، بیان خلافة ابی بکر، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شرح عقائد ص ۱۴۸، مبحث افضل البشر بعد نبینا ابو بکر الخ،**

ترجمہ:- حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

معجزہ وکرامات

کرامت

سوال: ۔کرامت کسے کہتے ہیں کیا ہر ولی کامل سے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوامر خارق عادت کسی صالح متبع سنت امتی سے صادر ہو وہ کرامت ہے، ہر ولی کامل سے حسی کرامت کا صادر ہونا ضروری نہیں، البتہ اس میں استقامت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، جس کو عرفاء نے فوق الکرامۃ فرمایا ہے[1] بعض اولیاء کاملین سے یہ تمنا منقول ہے کہ کاش ان سے کوئی کرامت صادر نہ ہوتی، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی بلند مقام صوفی سے کرامت ظاہر

---

[1] الکرامة خارق للعادة الاانها غیر مقرونة بالتحدی وهو کرامة للولی (شرح فقه اکبر ص ۹۵) وقد قالوا الاستقامة خیر من الف کرامة. (شرح فقه اکبر، ص ۱۹۸، مطبوعه مجتبائی دهلی)

نہیں ہوتی اور ایسے شخص سے کرامت ظاہر ہوتی ہے جس کا مقام فروتر ہوتا ہے ارشاد الطالبین[1]، ص۱۲/ پر یہ بحث تفصیل سے مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند

شعبدہ، کرامت، معجزہ، میں فرق

سوال:۔ایک شخص شعبدہ بازیاں کرتا ہے اس کو کرامات اور معجزات کہتا ہے اور تمام شعبدوں کو شریعت اسلامیہ میں منسوب کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ جو حالات رات کو ہوتے ہیں وہ تمام اور آئندہ ہونیوالے تمام واقعات مجھ پر ظاہر اور روشن ہیں، میرے قبضہ میں جن یا مؤکل ہیں یہ مجھے سب خبریں پہنچا دیتے ہیں، اور جس کو ٹخنوں یا گھٹنوں میں درد ہو وہ اس کے پاس جاتے ہیں، اور وہ شخص کہتا کہ تم کو گنڈے ہیں میں ابھی نکالتا ہوں، چنانچہ سوا گیارہ روپے فیس لیکر تختہ دیوار کو لیکر یا صحن کو کھدوا کر ایک ٹکڑا ٹین کا نکالتا اور کہتا ہے کہ اس میں جو بت کاغذ پر لپٹا ہوا ہے اس کو دریا میں پھینکدو اور تم اچھے ہو جاؤ گے، اور بعضے پوچھتے ہیں کہ میرا لڑکا بیمار ہے، سر کو نہیں اٹھاتا آنکھیں نہیں کھولتا اس کی نسبت پختہ خبر دیویں کہ اس کو کیا ہو گیا ہے تو ان کو یا تو کتاب کھول کر اس کی بیماری کیوجہ بتائی جاتی ہے، اور اس کے صحت پانے کا دن بتایا جاتا ہے، یا ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا دیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ اس کو آگ کے اوپر رکھدیں جو واقعات ہوں گے جنات اس پر لکھ جائیں گے، جس کو آگ پر رکھنے سے مضمون واضح ہو جاتا ہے، کہ یہ

---

[1] شیخ ابن عربی بعضے جا نوشتہ است کہ بعضے اولیاء کہ از آنہا کرامات بسیار ظاہر شدہ وقت رحلت آرزو کردہ اند کہ کاش کہ از ما اینقدر کرامت ظاہر نمی شد وصاحب عوارفِ گفتہ کہ حق تعالیٰ بعضے مردم را خوارق میدہد و دیگر آزاں خوارق نمی دہد وآنہا افضل باشند از صاحب خوارق (ارشاد الطالبین ص ۱۳ / مطبوعہ مجتبائی)

ترجمہ:۔شیخ ابن عربیؒ نے بعض جگہ لکھا ہے کہ بعض اولیاء سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں، انہوں نے وقت رحلت آرزو کی کہ ہم سے کاش اسقدر کرامات ظاہر نہ ہوتیں، صاحب عوارف نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے بعض لوگوں کو کرامات عطا فرمائیں بعض کو عطا نہیں فرمائیں اور وہ صاحب کرامات سے افضل ہیں۔

فلاں دن مرجائے گا یا اچھا ہوجائے گا، وہ چوتھے حصہ سر کا مسح بھی اس وجہ سے کہ اس کے سر پر بال نہیں گنجا ہے چھوڑ دے اور نماز خود بھی پڑھے، اور امامت بھی کرے، اور اپنے اردگرد لکیر کھینچ کر کچھ افسوں پڑھتے پڑھتے خود کو مانند بیہوش کے کردیتا ہے، اور مخاطب کو کہتا ہے کہ دیکھ اور پوچھ کیا پوچھتا ہے اور اس حالت میں بے تیل چراغ جلانا اور کچھ چیزوں کا چھت سے گرانا اور گم شدہ چیزوں اور پیٹ کے حمل سے مطلع کرنا اور خلاف مرضی حاکم کے فیصلہ کرانے کا مدعی ہونا اور کیا حکم ہے ان لوگوں کے حق میں جو اس کے بھائی ہوں، ان باتوں پر یقین وعمل کریں اور اس کو اولیاء اللہ سمجھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیب کا تمام علم خدا کے سوا کسی کو نہیں جو اس کا مدعی ہے وہ نص قطعی کا منکر ہے، نہ ایسا دعویٰ کرنا جائز ہے نہ خدا کے سواء کسی کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے[1]۔ سوال میں جو مذکور ہے وہ بہت معمولی بات ہے، بہت چھوٹے چھوٹے آدمی بلکہ غیر مسلم ایسا کرلیتے ہیں، ان چیزوں کو کرامات یا معجزات سے کوئی تعلق نہیں[2]، کرامات! اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہیں، اور

---

[1] وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر لمن اعتقد ان النبی علیه الصلوٰة والسلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللّٰه کذافی المسایرة (شرح فقه اکبر ص ۱۸۵، الانبیاء لا یعلمون الغیب، مطبوعه مجتبائی دهلی، شامی کراچی ص ۴/۳۴۳، باب المرتد، مطلب فی دعوی علم الغیب)

[2] من اظهر اللّٰه علی یدیه ممن لیس بنبی کرامات وخوارق للعادات فلیس ذالک دالا علی ولایته، تفسیر ابن کثیر ص ۱/۱۱۹، سورۂ بقره تحت آیت: ۳۴، مطبوعه مکتبه التجاریة مصطفی احمد الباز مکة المکرمة، ومما یجب ان یعلم ان من واظب علی الریاضات الشاقة ظهرت عنه الخوارق ولو کان کافرا وهذا امتحان شدید لضعفاء المسلمین وسبب لضلالهم الخ، نبراس شرح شرح عقائد ص ۲۹۵، کرمات الاولیاء حق، مطبوعه ملتان، شرح فقه اکبر ص ۹۷، الفراسة ثلثة انواع. مطبوعه مجتبائی دهلی.

معجزہ، انبیاء علیہم السلام سے[1]۔ نبوت ختم ہوچکی ہے، اب قیامت تک کوئی بھی نبی نہیں آئیگا، اور جوشخص نبوت کا دعویٰ کریگا، وہ کافر[2] ہوگا۔ کرامات اولیاء سے صادر ہوتی ہے، اور کوئی شخص بلا اتباع شریعت ولی نہیں بن سکتا۔[3]

لہٰذا شخص مذکور کے افعال نہ معجزہ ہیں نہ کرامت، ممکن ہے محنت مشقت کے بعد بعض جنات کو تابع کرلیا ہو سو یہ کوئی مقبولیت کی علامت نہیں ہے، بسا اوقات جنات تابع کرنے کیلئے ناجائز افعال کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، اگر کوئی ناجائز فعل نہ بھی کیا ہو تب بھی خود جنات کا تابع کرنا محل کلام ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شخص شعبدات کرتا ہو، جیسا کہ عام بازاری آدمی تماشہ دکھانے کیلئے شعبدات کرتے اور اپنا پیٹ پالتے ہیں[4]۔

چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے[5]، خواہ بال ہوں یا نہ ہوں، جوشخص مسح نہیں کرتا وہ بلا وضو نماز پڑھتا ہے، لہٰذا ایسے شخص کی امامت قطعاً ناجائز ہے، جوشخص اس کے پیچھے نماز پڑھیگا اس کی

---

[1] ان الامر الخارق للعادة بالنسبة الی النبی ﷺ معجزة سواء ظهر من قبله او من قبل آحاد امته وبالنسبة الی الولی کرامة لخلوه لمن دعوی النبوة شامی کراچی ص ۳/۵۵۱، فصل فی ثبوت النسب، مطلب کرامات الاولیاء، شرح فقه اکبر ص ۹۵، مطبوعه دهلی، شرح عقائد ص ۱۴۷، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] دعوی النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالاجماع، (شرح فقه اکبر ص: ۲۰۲، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[3] الولی هو العارف المواظب علی الطاعات المجتنب من السیئات. (شرح فقه اکبر، ص ۹۵، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[4] سحر، شعبدہ بازی ودست چالاکی ست..... وجہ قبیح سحر ہمین است کہ منجر بکفر وشرک واعتقاد تاثیر کواکب وارواح مدبرہ یا ارواح خبیثہ شیاطین میگردد وموقوف بر التجا الی غیر اللہ وانہماک در دیدن اسباب (تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ ص ۱/۵۰۴، مطبوعه حیدری)

[5] والمفروض فی مسح الرأس مقدار الناصیة وهو ربع الرأس (هدایة ص ۱۷/ج ۱، کتاب الطهارة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

نماز نہیں ہوگی۔[1]

الحاصل :۔احوال مذکورہ نہ نبی کے احوال ہیں کہ ان کو معجزہ کہا جائے نہ ولی کے احوال ہیں کہ ان کو کرامت کہا جائے، بلکہ ایک بازاری شعبدہ باز کے احوال ہیں جو شرعاً بالکل ناقابل اعتبار ہیں، اس شخص کو عالم غیب جان کر اس سے علاج کرانا ہرگز درست نہیں، البتہ جیسا کہ دوسرے اطباء یا ڈاکٹروں سے علاج کرایا جاتا ہے اسی طرح علاج وغیرہ کرانا درست ہے، بشرطیکہ اس علاج میں کوئی خلاف شرع فعل نہ کرنا پڑے اور کوئی عقیدہ بھی خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲/۵۴ھ

صحیح :۔عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/صفر ۱۳۵۴ھ

غیر پابند شریعت سے اگر خرق عادت صادر ہو تو بھی پرہیز چاہئے

سوال:۔کیا اس طریقہ پر مجمع لگانا کہ جو نہ تو کبھی ہوا ہو اور نہ اس کا ثبوت قرون اولیٰ سے ملتا ہو، اور ایسا آدمی جو کہ شریعت کا پابند بھی نہ ہو، وضع قطع بھی اس کی خلافِ سنت ہو، اور دین کی اس کو کوئی معلومات بھی نہیں ہے، مگر اس نے ایسے طریقہ پر لوگوں کو جمع کرنا اور پھونکنا شروع کر دیا ہے جس سے بہت سے مسلمانوں کے عقائد بھی خراب ہو رہے ہیں، اور پھر اس بات کی بھی تعیین نہیں ہے، کہ وہ کیا پڑھتا ہے؟ اب ایسی صورت میں ایسے لوگوں کے پاس جانا ان سے عقائد سیکھنا کیسا ہے؟ کیا ایسے لوگوں سے احتراز کرنا چاہئے؟ اور مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟ کیا کسی فاسق کو دینی چیز میں بڑھنا یا اس کی کسی طرح تائید کرنا ٹھیک ہے اس کا کوئی ایسا معقول جواب دیں تاکہ ہم مسلمانوں کو سکون ہو۔

---

[1] واما اذا علم قبل الاقتداء ان الامام جنب او محدث فلا یجوز الاقتداء الخ، تاتارخانیه ص ۴۳۸/۱، الفصل السادس من احق بالامامة، مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

کلام اللہ شریف اور حدیث پاک کی دعا پڑھ کر دم کرنا دفع مرض اور حفاظت کے لئے شرعاً درست اور قرون اولیٰ سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں تاثیر بھی رکھی ہے[1]، لیکن خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کا یہاں تیقن کے ساتھ کچھ پتہ نہیں، ہاں جو شخص جس قدر زیادہ عقائد حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ اور اخلاق واتباع سنت کے ساتھ متصف ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ اسی قدر عظیم المرتبت ہوگا، اس لحاظ سے آدمی کو دیکھنے کی ضرورت ہے، جو شخص متبع سنت اور پابند شریعت نہ ہو اگر خرق عادت چیز ظاہر بھی ہو جائے، تب بھی اس سے دور رہنے کی ضرورت ہے، خاص کر جب عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو بہت احتیاط لازم ہے، خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۲ھ

معارف قرآن کا الہام

سوال: ۔کسی مسلمان بزرگ پر قرآنِ کریم میں بیان شدہ کسی امر ونہی کا بذریعہ الہام یا

---

[1] وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين وعن القشيرى انه مرض له ولد ايس من حياته فرأى الله تعالىٰ فى منامه فشكى له سبحانه ذلك فقال له اجمع آيات الشفاء واقرأ ها عليه او اكتبها فى اناء واسقه فيه مامحيت به ففعل فشفا الله تعالىٰ، روح المعانى ص ۹/۲۱۰، الجزء الخامس عشر، سورۂ اسراء، آیت: ۸۱. مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمه،

[2] فمالايكون مقروناً بالايمان والعمل الصالح يكون استدراجاً وهذا امتحان شديد لضعفاء المسلمين وسبب لضلالهم وسوء اعتقادهم بالشرائع فليحفظ المومن ايمانه عن هذه الآفة (النبراس شرح شرح عقائد ص ۲۹۵، مطبوعه امداديه ملتان، كرامات الاولياء حق، شرح فقه اكبر ص ۹۷، ۹۸، الفراسة ثلثة انواع، مطبوعه رحيميه ديوبند)

کشف اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیداً دوبارہ ظاہر فرمانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اس کے معارف کا کسی بزرگ کے قلب پر بغیر استاذ سے پڑھے منکشف ہوجانا، آج بھی ممکن بلکہ واقع ہے[1] لیکن قرآن پاک کی کسی آیت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ یہ وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے، اس کا حق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں پہنچتا، جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے وہ غلط دعویٰ کرتا ہے، اس کے لئے شریعت میں بہت سخت حکم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ
مظاہر علوم سہارنپور

شق صدر اور معراج

سوال:۔ جو شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کے شق صدر کو باطل کہتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی معراج جسمانی کو خواب وخیال سمجھتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] سئل بعض العارفين عن الفراسة ما هي فقال ارواح تتقلب في الملكوت فتشرف على معاني الغيوب فتنطق عن اسرار الحق نطق شاهدة وعيان وقال ابو عثمان المغربي العارف تضئ له انوار العلم فيصير بها عجائب الغيب الخ، فيض القدير ص۱۴۳/۱، رقم الحديث (۱۵۱) مطبوعه دارالفكر بيروت، شرح عقائد ص ۲۲، الهام ليس من اسباب المعرفة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] ومن هذاالنمط من اعرض عن الفقه والسنن فيقول وقع في خاطري كذا اواخبر ني قلبي كذا وهذا القول زندقة وكفر (ملخصا قرطبي ،ص ۳۶/ ج۴/الجزء السابع،سورة الانعام) تحت آيت ۹۳/مطبوعه دارالفكر بيروت.

الجواب حامداً مصلیاً!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر روایات صحیحہ سے ثابت ہے تفسیر فتح العزیز[1]، تفسیر الم نشرح، ص ۲۷۵/ج ۲/ میں ہے کہ چار مرتبہ شق صدر ہوا ہے، ابن حبان، حاکم، ابونعیم، ابن عساکر، عبداللہ بن احمد وغیرہم کی روایات صحیحہ کو استدلال میں پیش کیا ہے لہٰذا اس کا انکار ناواقفیت یا عناد پر مبنی ہے۔

معراج جسمانی مسجد اقصیٰ تک بحالت یقظہ نص قطعی سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے، اور سماء دنیا تک خبر مشہور سے ثابت ہے، اس کا منکر مضل اور مبتدع ہے اور سماء دنیا سے آگے جنت وعرش وغیرہ تک خبر واحد سے ثابت ہے اس کا منکر فاسق ہے۔ فی عقائد[2] النسفی والمعراج لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الیقظۃ بشخصہ الیٰ السماء ثم الیٰ ما شاء اللّٰہ تعالیٰ من العلیٰ حق قال التفتازانی تحت قولہ حق ای ثابت بالخبر المشھور حتی ان منکرہ یکون مبتدعاً الی ان قال فقولہ فی الیقظۃ اشارۃ الی الردعلی من زعم ان المعراج کان فی المنام الی ان قال وقولہ بشخصہ اشارۃ الی الردعلی من زعم انہ کان للروح فقط الیٰ ان قال وقولہ الیٰ السماء اشارۃ الی الردعلیٰ من زعم ان المعراج فی الیقظۃ لم یکن الا الیٰ بیت المقدس علیٰ مانطق بہ الکتاب وقولہ ثم الیٰ ماشاء اللّٰہ اشارۃ الیٰ اختلاف اقوال السلف فقیل الیٰ الجنۃ وقیل الیٰ العرش وقیل فوق العرش الیٰ طرف العالم فالاسراء وھومن المسجد الحرام الیٰ بیت المقدس قطعی ثبت بالکتاب والمعراج من الارض الیٰ

---

[1] شرح صدر معنوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درعالم غیب قرار یافت درعالمِ حس بچہار مرتبہ صورت گرفت۔ (تفسیر عزیزی ص ۲۳۲/ کتب خانہ رحیمیہ)

[2] شرح عقائد نسفی ص ۱۴۳-۱۴۴، مبحث المعراج لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

السماء مشهور ومن السماء الیٰ الجنة او الیٰ العرش او غیر ذلک احاد شرح عقائد نسفی ص ۱۰۴ . قال اهل السنة باجمعهم ان المعراج الی المسجد الاقصیٰ قطعی ثابت بالکتاب والی سماء الدنیا ثابت بالخبر المشهور والیٰ مافوقه من السمٰوات ثابت بالاٰحاد فمنکر الاوّل کافر البتة ومنکر الثانی مبتدع ومنکر الثالث فاسق۔(تفسیرات احمدیہ[1]،ص۵۰۳)فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ // ۴/صفر ۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا تالاب خشک کرادینا

سوال:۔ایک دفعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند مریدوں کے ساتھ ایک بڑے تالاب ''اناساگر'' کے کنارے تشریف فرما تھے، وہاں کے مسلمان اپنے جانوروں اور حوائج ضروریہ میں اس تالاب کا پانی استعمال کرتے تھے، مسلمانوں کا یہ فعل مشرکان اجمیر کو ناپسندیدہ تھا، انہوں نے مسلمانوں کو اس پانی کے استعمال سے روکا، اوران پر سختیاں شروع کیں، حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے ایک مرید کو ایک لوٹا دیا، اور حکم دیا کہ جاؤ اور ''اناساگر'' سے بسم اللہ پڑھ کر اس لوٹے میں پانی بھرو؟ مرید نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لوٹے کو پانی سے بھرلیا، تالاب کا تمام پانی لوٹے میں آگیا، اور تالاب خشک ہوگیا؟

---

[1] تفسیرات احمدیه ص ۳۲۸/ تحت سبحان الذی اسریٰ، کتب خانه رحیمیه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ واقعہ کسی کتاب میں نہیں پڑھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا چور کو قطب بنا دینا

سوال:۔ حضرت غوث پاکؒ کے دربار میں ایک چور چوری کے ارادہ سے داخل ہوا، مگر وہ چوری کرتے ہوئے گرفتار ہوگیا، جب اسے حضرت غوث پاک کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے دربار سے کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں گیا ہے، اس لئے جا تجھے شہر قطب کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے، یہ سن کر تمام حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے، یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بزرگ حضرات اکثر اپنے ستانے والوں پر احسان کیا کرتے ہیں، کسی عامی چور کا دم کا دم میں توبہ کرکے اصلاح پذیر ہوجانا بعید نہیں، حق تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، جب چاہیں کسی ذلیل کو عزت کا تاج پہنا دیں، اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے، اس قسم کے واقعات دنیا میں بکثرت پیش آتے ہیں ممکن ہے کہ واقعہ مسئولہ بھی پیش آیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو سوانح حضرت خواجہ غریب نواز ص ۵۶، مولفہ محمد اجمل خان ایم اے، مطبوعہ دائرہ بہادر گنج الہ آباد، ۱۹۳۵ء اگر یہ واقعہ نفس الامر میں پیش آیا تو کرامات اولیاء کے باب سے ہے اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں، کرامات الاولیاء حق، شرح عقائد نسفی ص ۱۴۴، مبحث کرامات الاولیاء حق، مطبوعہ دیوبند.

کیا عبدالقادر جیلانیؒ کا نام لینے سے بال گھٹ جاتے ہیں

سوال:۔ مسلمان کہتے ہیں کہ عبدالقادر جیلانی کا نام لینے سے اُلّم بال گھٹ جاتے ہیں، اگر لاکھ مرتبہ نام لیا جائے، تو بال ترشوانے کی ضرورت نہیں پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارا یہ عقیدہ نہیں، اگر کسی نے ہماری طرف اسکو منسوب کیا ہے تو غلط منسوب کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا بڑے پیر صاحبؒ اور شمس تبریزؒ نے مردوں کو زندہ کیا

سوال:۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ بڑے پیر صاحب اور شمس تبریزؒ نے مردے زندہ کئے ہیں؟ کیا بزرگوں سے ایسی کرامات ثابت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے کسی مستند کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شمس تبریزؒ نے مردوں کو زندہ کیا ہے، اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا[1] اور بھی کسی کے ذریعہ کسی مردہ کو زندہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں، لیکن کوئی شخص خود کسی مردہ کو زندہ نہیں کرسکتا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۱ھ

---

[1] واحی الموتی باذن اللّٰہ (سورۂ ال عمران الآیۃ: ۴۹)

ترجمہ:- اور زندہ کردیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے۔ (بیان القرآن) (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

حضرت پیران پیر کی طرف جھوٹ کی نسبت

سوال:۔ایک بریلوی مولوی صاحب نے بیان کیا کہ ایک بڑھیا کا خاندان دریا میں غرق ہوگیا تھا، پیران پیر نے دعا کی وہ سب زندہ ہوگئے، اور کشتی صحیح سلامت کنارے آلگی، یہ واقعہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ من گھڑت اور بالکل جھوٹ غلط ہے، اور اتنے بڑے بزرگ پر جھوٹ بہتان باندھنا تو بہت ہی بدبختی ہے، اللہ پاک ہدایت دے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بڑے پیر صاحب کا ملک الموت سے ارواح کو چھین کر زندہ کر دینا

سوال:۔ایک عورت کا شوہر مرگیا وہ عورت رو رہی تھی اتنے میں بڑے پیر صاحب نے دریافت کیا؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر مرگیا، اس کو تسلی دے کر وہ چوتھے آسمان پر گئے، ملک الموت کو پکڑا اور ایک روح مانگی اس فرشتے نے نہیں دیا، تو ملک الموت سے وہ زنبیل بڑے پیر صاحب نے چھین لی اور تمام روحیں زمین پر چھوڑ دیں، تو سب کے سب زندہ ہوگئے، یہ کہاں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ان الاحیاء لیس من جنس الافعال البشریة (مظهری ص ۵۲/ج ۲، سورۂ آل عمران تحت آیت: ۴۹، مکتبه رشیه کوئٹه پاکستان)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] یہ کرامت بھی افتراء کی ہوئی ہے کہ بارہ برس کے بعد کشتی مع برأت ڈوبی ہوئی نکالی سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔(فتاویٰ رشیدیه ص ۱۲/ج ۳، مطبوعه قدیم)

تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ بھی سراسر جھوٹ ہے جس طرح دوسرے مذہب کے لوگ اپنے بزرگوں کی طرف جھوٹے قصے منسوب کرتے ہیں، تو مسلمانوں نے بھی ایسی ہی صورت اختیار کرلی ہے[1] انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

حضرت غوث اعظمؒ کی مجلس میں حضور ﷺ کی تشریف آوری

سوال: ۔''الفتح الربانی'' کتاب سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظِ حسنہ ہیں، لیکن دیباچہ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی مرحوم لکھتے ہیں، ان کی مجلس وعظ میں صلحاء وملائکہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبات کی روحانی شرکت ہوتی تھی، اور کبھی کبھی روح پر فتوحِ سید ولد آدم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نزول اجلال بھی تربیت وتائید کی غرض سے ہوا کرتا تھا، ایسا ہی مضمون بریلوی علماء کی کتاب ''حدائق بخشش، ص ۷۷'' پر یہ شعر تحریر ہے۔ ؎

ولی کیا رسل آئیں خود حضور ﷺ آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یاغوث

ان دونوں عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

---

[1] جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں، مگر عوام کالانعام جہلاء لوگوں نے ہزار ہا حکایات اکاذیب گھڑ رکھی ہیں، منجملہ ان کے جو سوال میں درج ہیں ایسے عقیدۂ شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ملخصاً ص ۱۲ ج ۳، مطبوعہ قدیم)

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں عبارت میں فرق بالکل صاف وظاہر ہے، حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ یہ تشریف آوری تائید وتربیت کیلئے ہے[1]، حدائق بخشش کا حاصل یہ ہے کہ تشریف آوری استفادہ کیلئے ہے، حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم عالیہ وحی الٰہی سے حاصل ہیں، اوراولین آخرین سب مجموعہ کے علوم بھی ذات مقدسہ ﷺ کے برابر نہیں، تو پھر استفادہ کیلئے حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی مجلس میں آنے کا مطلب تو یہ ہوگا، جوعلوم اس مجلس میں حاصل ہوتے ہیں، وہ حضور اکرم ﷺ کو حاصل نہیں تھے، یہ تنقیص ہے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فوقیت ہے حضرت قطب جیلانی قدس سرہٗ کی، اس کوکب حضرت جیلانی نوراللہ مرقدہٗ برداشت کرسکتے ہیں، نہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وروح ابی وامی) کا کوئی ادنیٰ خادم برداشت کرسکتا ہے؟ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۲ھ

بزرگ کی پھونک کا اثر

سوال:۔ یہاں پر ٹھیرالو نامی ایک گاؤں ہے یہاں پر بیلم بابو نامی ایک شخص کوکسی کامل بزرگ نے کچھ آیاتِ قرآنی عطافرمائی ہے، اوردریافت کرنے پروہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے ساتویں پارے کی وہ آیتیں ہیں جسے پڑھ کر وہ ہوا میں پھونک مارتے ہیں جس کا اثر ایک میل تک اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے پانی بھرے ہوئے برتنوں میں پہنچ جاتا ہے، اوران کی بتائی ہوئی ترکیب کے موافق اس پانی کواستعمال کرنے سے ہزاروں خلقِ خدانے

---

[1] هل يمكن الآن الاجتماع بالنبي ﷺ في اليقظة والتلقي منه؟ فاجاب بقوله: نعم يمكن ذلك فقد صرح بان ذالك من كرامات الاولياء الخ، الفتاوى الحديثية ص۲۹۷، مطلب يمكن الاجتماع بالنبي ﷺ الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

فائدہ اٹھایا ہے، اور بیماریوں سے نجات حاصل کی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایک شخص داڑھی نہ رکھتا ہو مگر نمازی ہو یا بے نمازی ہو اور اسے کسی کامل بزرگ کی طرف سے کوئی آیات قرآنی یا اسماءِ حسنیٰ میں سے کوئی اسم عطا کیا گیا ہو، اور وہ ان آیات یا اسماءِ حسنیٰ کو پڑھ کر پانی پر پھونک مار دیتا ہو تو ایسا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے پانی سے فائدہ ہوسکتا ہے یا نہیں اور پھونک کا اثر اتنی دور پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آیات قرآنی اور اسماءِ حسنیٰ کا اثر یقیناً حق ہے[1]، بسا اوقات پڑھنے والے کی زبان کی وجہ سے ان کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، بسا اوقات ایسے شخص کے پڑھنے سے بھی اثر ظاہر ہوجاتا ہے جو بظاہر بزرگ معلوم نہیں ہوتا، پھونک کا اثر اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہت دور تک پہنچ سکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفا اللہ عنہٗ // //

پیر بزرگ کی سواری کا آنا

سوال: ۔بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بڑے پیر غازی میاں ہٹھیلے بابا کی سواری

---

[1] عن ابی لهيعة عن قيس بن الحجاج قال قال: شيطانی دخلت فيک وانا مثل الجزور وانا فيک اليوم مثل العصفور قال قلت: ولم ذالک قال تذيبنی بكتاب الله عزوجل ..... وعن ابی خالد الوالبی قال: خرجت وفدا الی عمر رحمه الله ومعی اهلی فنزلنا منزلا واهلی خلفی فسمعت اصوات الغلمان وجلبتهم فرفعت صوتی بالقرآن فسمعت وجبة شئ طرح فسألتهم فقالوا اخذتنا الشياطين فلعبت بنا فلما رفعت صوتک بالقرآن القونا وذهبوا، آكام المرجان ص ۹۸، بيان تاثير القرآن، مكتبه خير كثير.

آ گئی، اس کی کوئی اصل ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بزرگ حضرات انتقال کے بعد کسی پر سوار ہو کر اس کو نہیں ستاتے، سواری آنے کے متعلق لوگوں میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ شرعاً بے اصل ہیں[1] البتہ جنات اور شیاطین آ سکتے ہیں، اور جس کا نام چاہیں بتلا دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۹ھ

کیا بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پر حضرت جبرئیلؑ آتے ہیں

سوال: ۔سوال حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ جن کا مزار پانی پت میں ہے، ان کے مزار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قلیل وقت میں کثیر عبادات ایک روایت پر اشکال کا جواب

سوال: ۔''فضائل نماز'' ص ۸۱/ پر ایک روایت نزہۃ البساتین کے حوالہ سے حضرت

---

[1] مردوں کی روح کا دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے، کیونکہ جو نیک ہیں وہ تو دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی۔ (اغلاط العوام، ص ۱۷/ اضافہ شدہ) وراجع اشرف الجواب ص ۱۹۹/ ج ۲/ وفتاویٰ عبدالحی اردو ص ۷۷، مطبوعہ دیوبند)

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق درج ہے، جس میں منقول ہے، کہ موصوف روزانہ ایک ہزار رکعات نفل نماز پڑھا کرتے تھے، اس روایت پر ایک ریاضی داں صاحب کا اعتراض ہے، جبکہ وہ اپنے آپ کو اہل علم حضرات کی صف میں شامل سمجھتے ہیں، اعتراض ان کا یہ ہے کہ حضرت شیخ مدظلہٗ نے یہ روایت بلاسوچے سمجھے نقل کردی، کیونکہ اگر دو رکعت نماز کیلئے دس منٹ صرف ہوں تو ۴۲ رگھنٹہ میں صرف ایک ہزار رکعت پوری ہوسکیں گی، اور اگر اس سے نصف وقت بھی مان لو تو ۲۴ رگھنٹہ میں سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اوقات ممنوعہ اور کچھ ضروریات کا لگا کر پھر بھی اس تعداد کو پورا کرنا قیاس سے باہر ہے، اور ان کا یہ بھی یقین ہے کہ اگر شیخ کو اس طرف توجہ دلائی جائے تو انہیں خود احساس ہوکر وہ اس کو کتاب سے خارج کرادیتے، اس مسئلہ کی توجیہ حضور والا پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں، جو ریاضی کے حساب سے بالاتر ہے[1]، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ بعض حضرات کا معمول رہا ہے کہ وہ ۲۴ رگھنٹہ میں آٹھ مرتبہ پورا قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے[2]، عصر کی نماز کے بعد جمنا کے کنارے دہلی

---

[1] وختم بعضهم فی اليوم والليلة ثمانی ختمات اربعاً فی الليل واربعاً فی النهار وممن ختم اربعاً فی الليل واربعاً فی النهار السيد الجليل ابن الكاتب الصوفی رضی الله عنه وهذا اكثر مابلغنا فی اليوم والليلة (كتاب الاذكار للنووی ص ۹۵ / كتاب تلاوة القرآن، طبع دارالكتاب العربی بيروت، الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۶ / ۱، النوع الخامس والثلاثون، طبع دارالفكر بيروت.

[2] فان قلت بعض المجاهدات ممالايعقل وقوعها كثمان ختمات فی يوم وليلة وكأداء ألف ركعة فی ليلة ونحوذٰلک ،قلت وقوع مثل هذا وان استبعد من العوام لكن ذٰلک من اهل الله تعالیٰ فانهم اعطوامن ربهم قوة ملكية وصلوا بها الیٰ هذه الصفات الخ اقامة الحجة مجموعه رسائل لكهنؤ، ج ۲ / ص ۱۸۴ / مطبوعه كراچی .

میں کھڑے ہوکر شروع سے آخیر تک پڑھ کر مغرب سے پہلے پہلے ختم کرنا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کے حالات میں بھی درج ہے، شیخ عبدالوہاب شعرانی کا فتوحاتِ مکیہ کی دس جلدوں کو روزانہ ڈھائی مرتبہ یعنی ۲۵/جلدوں کا مطالعہ کرنا ''الیواقیت والجواہر'' میں مذکور ہے[1]، اور بے شمار اکابر کے کارنامے تصنیف اور مسافت طے کرنے سے متعلق مشہور ومعروف ہیں، ریاضی داں صاحب کو اگر اس طرف توجہ ہوجائے تو وہ اپنا اعتراض واپس لے لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

[1] وحکی عبدالوهاب الشعرانی فی الیواقیت والجواهر عن نفسه انه طالع الفتوحات وهی عشر مجلدات ضخمة کل یوم مرتین (مجموعه رسائل لکهنوی، اقامة الحجة ج۲/ ص ۱۸۹/ مطبوعه کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

حیات انبیاء وسماع موتی

حیات انبیاء علیہم السلام

سوال:۔ (۱) حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں احادیث صحیحہ نے کیا فرمایا ہے؟ کیا اسی قبر میں جہاں انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ دفن کئے گئے ہیں، اسی دنیوی جسد مبارکہ کے ساتھ اسی قبر میں زندہ ہیں؟ روح مبارک رفیق اعلیٰ کے مقام میں ہے یا اسی جسد مبارک میں احادیث میں انبیاء علیہم السلام کا قبور میں نماز پڑھنے کا ذکر آیا کیا وہ نماز اسی جسد اطہر مبارک کے ساتھ پڑھتے ہیں یا کسی اور صورت میں تمثیلی ارواح سے، نیز انبیاء علیہم السلام کی حیات روح مع الجسد کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) شب معراج میں آنحضور ﷺ کی حضرت موسیٰؑ سے تخفیف نماز کے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی وہ حضرت موسیٰؑ کے جسد مع الروح سے ہوئی یا صرف روح مبارک سے؟

(۳) شب معراج میں مسجد اقصیٰ میں آنحضور ﷺ سے جملہ انبیاء علیہم السلام کی امامت کا ذکر آیا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ مقتدی ہوئے یا صرف ارواح انبیاء علیہم السلام؟

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بقید حیات ہیں اسی وقت مسجد اقصیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع الجسد مقتدی ہوئے یا صرف ان کی روح مبارکہ؟

(۵) عام مسلمان مرنے کے بعد جو کہ اپنی قبر میں دفن کئے جاتے ہیں، بعد از تدفین ان کیلئے جو کلام اللہ پڑھا جائے کیا وہ سنتے ہیں؟ نفی کی صورت میں حضور ﷺ کی اس حدیث کا کہ مردے جوتیوں کی آواز سنتے ہیں کیا مطلب ہے؟

(۶) قبر سے مراد قبر ہے، جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے، یا کوئی اور؟ عذاب قبر اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے، یا کسی اور جگہ؟ سوالات کے وقت منکر نکیر فرشتوں کا جو ذکر احادیث میں آیا ہے اسی قبر میں سوالات اسی جسد عنصری متعلق روح سے کئے جاتے ہیں، یا صرف روح سے؟

(۷) سماعِ موتیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے، کیا جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اثبات یا نفی میں ہے؟ امام ابوحنیفہؒ کی رائے سماعِ موتیٰ کے حق میں ہے یا نفی میں؟

(۸) عام مسلمان کے مرنے کے بعد اسکی قبر پر قرآن خوانی فاتحہ خوانی بلا معاوضہ جائز ہے، یا نہیں؟ جائز کی صورت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کا جن احادیث میں ذکر آیا ہے، وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو مٹی نہیں کھا سکتی وہ محفوظ ہیں، اور بیہقی میں ہے۔

”وعن انس عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم الانبیاء لایترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللّٰہ تعالیٰ حتی ینفخ فی الصور الیٰ قولہ

قال البیهقی فعلیٰ هذا یصیرون کسائر الاحیاء یکونون حیث ینزلهم اللّٰه تعالیٰ"[1].

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا جسم بھی ان کی قبر میں چالیس روز سے زائد نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو اٹھالیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں ان کو رکھتے ہیں، جب ان کا اصلی جسم موجود ہے تو جسم مثالی کی ضرورت نہیں، بلکہ یہی جسم ان کے ساتھ رہتا ہے، حضور ﷺ کو دیگر خصوصیات بھی حاصل ہیں۔

(۲) روح مع الجسد سے ملاقات وگفتگو ہوئی[2]

(۳) روح مع الجسد سب نے اقتداء کیا[3]

(۴) روح مع الجسد، الحاوی للفتاویٰ جلد ثانی میں مستقل ایک رسالہ ہے جس کا نام

---

[1] راجع کنز العمال ص ۴۷۴/ج ۱۱/ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، الحاکم فی تاریخه والبیهقی فی حیاة الانبیاء عن انس، **ترجمہ**:-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء علیہم السلام کو چالیس رات کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں یہاں تک کہ صور پھونکا جائے، بیہقی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام زندوں کے مثل ہوجاتے ہیں وہ اس مقام پر رہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ ان کو اُتارتا ہے۔

[2] ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کیف رأی الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی السموات ومقرهم فی الارض؟ واجیب بان اللّٰه تعالیٰ شکل ارواحهم علیٰ هیئة صور اجسادهم قلت الانبیاء احیاء فقد رأهم النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم حقیقة وقد مرعلی موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام وهو قائم یصلی فی قبره ورأه فی السماء السادسة. (عمدة القاری ص ۴۸/۴، الجزء الرابع، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلوة فی الاسراء، الاسئلة والاجوبة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح الصدور ص ۲۰۲، باب زیارة القبور)

[3] واما الذین صلوامعه فی بیت المقدس فیحتمل الارواح ویحتمل الاجساد بارواحها قلت قد سبق انهم احیاء عند ربهم وانه حرم علی الارض ان تاکل لحومهم ثم اجسادهم کارواحهم لطیفة غیر کثیفة فلا مانع لظهورهم فی عالم الملک والملکوت علی وجه الکمال بقدرة ذی الجلال (مرقاة ص ۱۵۷/ج ۱۱/ باب فی المعراج، طبع اشرفی)

ہے ''انباء الاذکیاء بحیاتِ الانبیاء''اس میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں[۱]

(۵)اس حدیث سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سنتے ہیں[۲]

(۶)قبر میں فرشتے آکر روح کو جسم میں داخل کرتے ہیں،تب سوال وجواب کیا جاتا ہے، عامۃً یہ اسی قبر میں ہوتا ہے[۳]

(۷)امام ابوحنیفہؒ کا کوئی قول اس مسئلے میں مستقلاً کتب فقہ میں نہیں[۴] ملا،صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہے[۵]، پھر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے کا سوال بے محل ہے[۶]۔

---

[۱] راجع الحاوی للفتاویٰ، ص ۲۶۴/ج ۲/رسالة انباء الاذکیاء بحیاة الانبیاء تشتمل علیٰ اربعة عشر صفحة.

[۲] فی حدیث انس مرفوعاً انه لیسمع قرع نعالهم (مشکوٰة ص ۲۴/ج ۱/ باب اثبات عذاب القبر، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم، بخاری ص ۱۷۸/۱، طبع اشرفی دیوبند، مسلم ص ۲/۳۸۶، کتاب الجنة، باب عرض مقعد الموت من الجنة، مطبوعه رشیدیه دهلی) ثبت بالاحادیث ان المیت یعلم من یکفنه ومن یصلی علیه ومن یحمله ومن یدفنه (مرقاة ص ۱۶۴/۱/ طبع اصح المطابع بمبئی، مسند احمد ص ۵/۳۶۴، حدیث براء ابن عازب، دارالفکر بیروت)

[۳] عن البراء مطولامبیناً اخرجه اصحاب السنن وفیه "فتردروحه فی جسده وفیه ان الکافر تعادروحه فی جسده (فتح الباری ص ۶۰۲/ج۳/کتاب الجنائز، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

[۴] واشتهر علی السنة الناس ان الموتی لیس لهم سماع عند ابی حنیفة وصنف ملا علی قاری رسالة وذکر فیها ان المشهور لیس له اصل من الائمة اصلا بل اخذ هذا من مسئلة فی باب الایمان انه اذا حلف انه لا یتکلم مع فلان فمات الرجل فتکلم معه علی قبره میتا لا یحنث ..... والمحقق ان اباحنیفة لا ینکر سمع الاموات وان خالف ابن الهمام الخ، العرف الشذی ص ۳۵۳، باب ماجاء ما یقول الرجل اذا دخل علی المقابر، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۵] فاعلم ان مسئلة سماع الموتی وعدمه من المسائل التی وقع الخلاف فیه بین الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین الخ، احکام القرآن للمفتی محمد شفیعؒ ص ۱۶۳/۳، مطبوعه کراچی.

[۶] ومذهبها (ای مذهب عائشة) ان اهل القبور یعلمون ماسمعوا قبل الموت ولایسمعون بعد الموت انتهی قلت هذا من عائشة یدل علی انها ردت روایة ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۸) بلاکسی غیر ثابت پابندی کے جائز ہے "عن علی رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من مرالمقابر فقرأ قل ھو اللّٰہ احد احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطیٰ من الاجر بعد دالاموات رواہ الدارقطنی"(مراقی الفلاح ،ص ۳۷۷)[۱]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:۔ بہار شریعت،ص ۱۶۷/حصہ ششم میں ہے امام محمد بن حاج مکی مدخل میں اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں "لافرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک عندہ جلی لاخفاء بہ .

ترجمہ :۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اوران کی حالتوں ان کی نیتوں ،دلوں کے ارادوں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ابن عمر المذکور ولکن الجمھور(یعنی جمھور العلماء) خالفوھا فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ لموافقۃ من رواہ غیرہ علیہ (عمدۃ القاری ص ۲۰۲/۴، کتاب الجنائز، الجزء الثامن، باب ماجاء فی عذاب القبر) ھذا مصیر من عائشۃ الی رد روایۃ ابن عمر المذکورۃ وقدخالفھا الجمھور فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر (فتح الباری ص ۶۰۲/۳/ کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۱۴/ طبع مصر، فصل فی زیارۃ القبور،

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جوشخص قبرستان سے گذرے اور "قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" گیارہ مرتبہ پڑھے پھراس کا اجر مردوں کو بخش دے تو اس کو مردوں کی تعداد کے بقدر اجر دیا جائیگا۔

اور دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں، امام رحمہ اللہ کے تلمیذ امام محقق ابن ہمام مسلک متوسط اور علی قاری اس کی شرح متقسط میں فرماتے ہیں (انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عالم بحضورک وقیامک وسلامک)ای بل بجمیع افعالک واحوالک وارتحالک ومقامک "

ترجمہ :- بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری حاضری اور ترے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال وکوچ ومقام سے آگاہ ہیں، فقط اصل عبارت مع ترجمہ ختم ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حیات برزخی ثابت ہے، شہداء کے متعلق بھی قرآن کریم میں وارد ہے "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربھم الایۃ"[1]، اور انبیاء کی حیات شہدا کی حیات سے اقویٰ ہے[2]، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام امت کے جمیع احوال کا آپ کو بطور مشاہدہ علم ہوتا ہے، ایسا علم تو آپ کو حیات دنیوی میں بھی نہیں تھا، ایسا عقیدہ رکھنا درست نہیں[3]، روایات سے اس قدر ثابت ہے کہ

---

[1] سورہ ال عمران الآیۃ: ۱۶۹ / **ترجمہ** :- اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ (بیان القرآن)

[2] "فذھب جماعۃ من العلماء الی ان ھذہ الحیوۃ مختص بالشھداء والحق عندی عدم اختصاصھا بھم بل حیوۃ الانبیاء اقوی منھم واشد ظھوراً اثار ھا فی الخارج" (تفسیر مظھری ج ۱ / ص ۱۵۲ / سورۂ بقرہ آیت: ۱۵۴، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دھلی)

[3] ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاما اعلمھم اللہ تعالیٰ احیاناً وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ، شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ / مطبوعہ مجتبائی دھلی، الانبیاء لایعلمون الغیب.

جو شخص مزار مبارک کے پاس کھڑا ہوکر درود وسلام پڑھتا ہے، وہ آپ خود سنتے ہیں، اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ خدمت اقدس میں بواسطۂ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے[1] چنانچہ اس کی تفصیل علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ جلد خامس میں کی ہے[2]۔

ملا علی قاری نے شرح شفا میں اس پر کلام کیا ہے[3]، مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے کتاب ''آب حیات'' اس مضمون پر تحریر فرمائی ہے، متقسط متوسط ومسلک کی پوری عبارت نقل نہیں کی گئی، اور نہ اس سے مسئلہ مسئولہ کی تائید ہوتی ہے، آداب زیارت کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے،

''محترزاً عن اشتغاله النظر بما هناک من الزينة اى الظاهر ة المانعة من شهود الزينة الباطنة الباهرة التى ظهورهافى الاٰخر ة متمثلاً صورته الكريمة فى خيالک بفتح الخاء اى فى تخيلات بالک لتحسيحالک مستشعراً بانه عليه الصلوٰة

---

[1] وعن ابى هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من صلى على عند قبرى سمعته ومن صلى على نائياً ابلغته رواه البيهقى فى شعب الايمان (مشكوٰة، ج ۱/ص ۸۷/ باب الصلوٰة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے اس کو پہنچایا جاتا ہے۔

[2] (ومنها انه حى فى قبره)قال البيهقى لان الانبياء بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء وقد رأى نبينا صلى الله عليه وسلم جماعة منهم وامهم فى الصلاة واخبر وخبره صدق ان صلاتنا معروضة عليه وان سلامنا يبلغه وان اللّٰه حرم على الارض ان تاكل اجسادالانبياء (شرح مواهب لدنية للزرقانى ج۵/ص ۳۳۲/ ومنها انه حى فى قبره، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

[3] فمن المعتقد المعتمد انه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم حى فى قبره كسائر الانبياء فى قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوى والسفلى كماكانوافى الحال الدنيوى.....من صلى على عند قبرى سمعته اى من غير واسطة الى اٰخره (شرح الشفاء ج۲/ ص ۱۴۲/ للملاعلى القارىؒ، فصل فى تخصيصه عليه الصلوة والسلام بتبليغ صلاة من صلى عليه، مطبوعه مصر)

والسلام عالم بحضورک وقیامک وسلامک ای بل بجمیع افعالک واحوالک وارتحالک ومقامک وکانه حاضر جالس باز ائک مستحضر اعظمته وجلالته ای هیبته وشرفه وقدره ای رفعة لرتبته صلی اللّٰه علیه وسلم مسلک متقسط[1] ص ۲۸۶ / یہی مضمون غنیۃ الناسک، ص ۲۰۳ / میں بھی ہے[2]۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر اس طرح حاضر ہونا چاہئے کہ گویا اس مجلس میں تشریف فرما ہیں، اور ہر حرکت وسکون کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، متمثلاً **فی خیالک مستشعراً کانه حاضر** وغیرہ الفاظ کو حذف کر دیا گیا، اگر پورے الفاظ ذکر کئے جاتے تو یہ شبہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر یا آپ کے علم کے متعلق بحث نہیں ہے، کہ جس میں عقیدہ مسئولہ مذکورہ ہو بلکہ آداب زیارت کا ذکر ہے۔ **فقط واللّٰه اعلم وعلمه اتم واحکم**

حررہ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۴/۵۵ھ

جوابات صحیح ہیں:۔ سعید احمد غفرلہٗ خادم دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ربیع الثانی ۵۵ھ

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ص ۲۷۱/ باب زیارة سید المرسلین مطبوعه مکه مکرمه.

[2] ویکون فی موقفه ناظرا الیٰ الارض اوالیٰ اسفل مایستقبله من جدار القبرفارغ القلب من علائق الدنیا مستحضراً منزلة من هو بحضرته فی قلبه متمثلاً صورته الکریمة فی خیاله بانه فی لحده الشریف مضطجع علی شقه الایمن مستقبل القبلة عالم بحضوره وقیامه وسلامه ناظر الیه (غنیة الناسک فی بغیة المناسک، ۲۰۳/ طبع ادارة القرآن کراچی، خاتمه، فصل واذا توجه الی الزیارة) "المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ص ۳۳۸/) مصری علی لباب المناسک"

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:۔حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مطلب ہے؟ کیا قرآن کریم یا حدیث نبوی ﷺ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ مع ادلّہ تحریر فرمایا جائے، اگر اس مسئلہ میں کوئی کتاب مؤلف ہو تو اس کا نام مع پتہ خریداری تحریر فرمایا جائے، جس میں احقر کو یہ عقیدہ پوری تشریح کے ساتھ مل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی متعدد تصانیف میں موجود ہے ایک کتاب ''آبِ حیات'' مستقلاً اسی موضوع پر تصنیف فرمائی ہے، جمالِ قاسمی میں بھی ایک مکتوب میں نہایت واضح طور پر مثال دے کر ادلّہ نقلیہ وعقلیہ سے اس کو ثابت فرمایا ہے۔[۱]

''المہند علی المفند'' میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے اس کو لکھا ہے۔[۲]

یہ کتاب دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں موجود ہیں، اور دونوں جگہوں کے تاجروں سے بھی مل سکتی ہیں (فتاویٰ کبریٰ، ص ۱۲۵-۱۳۵/ج ۲) میں علاّمہ ابن حجر مکی نے اس پر کلام کیا ہے۔[۳]

---

[۱] دیکھئے جمال قاسمی ص ۱۰-۱۵/مطبع بلالی)

[۲] حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حى فى قبره الشريف وحيوته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف وهى مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم. (المهند على المفند ص ۱۳، مطبوعه دهلى)

[۳] وانما المراد بها (بحياة الانبياء) انها كحياة الملائكة فى عدم احتياجها الى ذلك. (راجع الفتاوىٰ الكبرى الفقهية، ص ۱۲۵/ج ۱، فتاوى كبرىٰ ص ۱۸۳/۱، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة، مطبوعه بيروت) "فمراد الحديث الاخبار بان الله تعالىٰ يرد اليه روحه بعد الموت فيصير حيا على الدوام حتى لوسلّم عليه احد ردعليه لوجود الحياة فيه دائمًا (الفتاوىٰ الكبرى الفقهية ص ۱۱۳/ج ۲/ طبع بيروت. آخر كتاب الحج.

علاّمہ سیوطیؒ کا ایک رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاءؑ''اس مسئلہ میں نہایت مفصل ہے، یہ رسالہ مجموعہ فتاویٰ سیوطی (الحاوی للفتاویٰ، ج ۲) میں موجود ہے، دمشق میں طبع ہوا ہے۔

''حیاۃ النبی ﷺ''وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً کماقام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتوترت بہ الاخبار وقد الف البیھقی جزءً فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم[1]۔

قال المتکلمون المحققون النبی ﷺ حیٌ بعدوفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ ویحزن بمعاصی العصاۃ منھم وانہ تبلغہ صلوٰۃ من یصلی علیہ من امتہ وان الانبیاء لایبلون ولاتاکل الارض منھم شیئاً وقدمات موسیٰ فی زمانہ واخبر نبینا ﷺ انہ راٰہ فی قبرہ مصلیاً .وذکر فی حدیث المعراج انہ راٰہٗ فی السماء الرابعۃ وانہ رأی اٰدم فی سماء الدنیا ورأی ابراھیمؑ وقال لہٗ مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح. واذاصح لنا ھذا الاصل.قلنا نبینا ﷺ قد صارحیاً بعد وفاتہ وھوعلیٰ نبوتہ[2]۔ الحاوی للفتاویٰ،

مختصر تذکرۃ القرطبی میں علاّمہ شعرانی نے اسکو بیان کیا ہے[3]۔سیوطیؒ کے رسالہ شرح الصدور[4] اورابن قیم کی کتاب الروح[5] اورتفسیر ابن کثیر[6] وتفسیر مظہری[7] میں بھی اوراحادیث جمع کی گئی ہیں،جن سے اس مسئلہ پر استدلال کیا گیا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱/۶۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم ۶۶ھ

---

[1] انباء الاذکیاء ،ص ۲/الحاوی للفتاویٰ ص ۲۶۴/ ج ۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ص ۱۷۸/۲، کتاب البعث، انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء)

[2] انباء الاذکیاء ،ص ۸/الحاوی للفتاویٰ ،ص ۲۶۸/ ج ۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ص ۱۷۸/۲، کتاب البعث، انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء) (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مسئلہ حیات النبی ﷺ

سوال:۔(۱) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علماء اہل سنت کا کیا نقطۂ نظر ہے، اگر اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں، تو اس حیات کی کیا نوعیت ہے؟

(۲) منکرین حیات النبی ﷺ کا مستدل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا "**من کان یعبد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان یعبد الله فان الله حی لایموت**" اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ زندہ نہیں ہیں، وفات پا چکے ہیں، اب حیات کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

(۳) علماء دیوبند نے مسئلہ مبحوثہ میں کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۳ ففی هذاالحدیث ان رسول الله صلی الله علیه وسلّم حی فی قبره یرزق (مختصر تذکرة الامام ابی عبد الله القرطبی ص۳۵/ وهی التذکرة باحوال الموتی وامور الاخرة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

۴ واخرج ابویعلی والبیهقی وابن منده عن انس رضی الله عنه ان النبی صلّی الله علیه وسلّم قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون. (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للسیوطی، ص۷۸)

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

۵ راجع کتاب الروح ص۶۸/ طبع دکن.

۶ راجع التفسیر لابن کثیر ص۲/ج۳، سورة اسراء، طبع المکتبة التجاریه مکة المکرمة.

۷ راجع التفسیر المظهری ص۲۲۵/ج۱۰، سورة التطفیف. مکتبه رشیدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ پر موت کا طاری ہونا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے، ارشاد باری ہے "انک میت وانهم میتون الایة"[1]، اگر موت طاری نہ ہوتی تو آپ ﷺ کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جاتا جو میت کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی غسل، کفن، صلوٰۃ جنازہ، دفن اور پھر خلیفہ کی تجویز وغیرہ لیکن آپ ﷺ کی موت دوسروں کی موت سے خاص امتیاز رکھتی ہے[2]، آپ ﷺ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح درست نہیں، بعض اس کے قائل ہیں کہ محض کچھ وقفہ کے لئے روح اطہر جسم مبارک سے جدا ہوئی، پھر وہیں لوٹا دی گئی، جو احساسات سمع، بصر وغیرہ کے قبل از موت حاصل تھے، وہ اب قوی تر ہو گئے، بعض اس کے قائل ہیں کہ روح مبارک جسم اطہر سے جدا نہیں کی گئی، بلکہ پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کے اوقات کو محدود کر دیا گیا، اور کیفیت کے اعتبار سے اس میں بہت اضافہ ہو گیا ہے ،جیسے ایک چراغ ہو کہ اس کی روشنی بہت دور تک پھیلتی ہے، مگر جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے، روشنی دھیمی اور ہلکی ہوتی جاتی ہے، اگر اس چراغ پر ایک طشت ڈھانک دیا جائے تو روشنی طشت سے باہر نہیں نکلتی، دور تک نہیں پہنچتی صرف طشت کے اندر رہتی ہے، لیکن کیفیت کے اعتبار سے بہت قوی ہو جاتی ہے، کچھ ایسی حالت یہاں بھی ہے، مگر برزخ کے حالات کو عالم مشاہدہ کے حالات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز ہے، کم از کم دو سو جگہ

---

[1] سورۂ زمر آیت ۳۰/

ترجمہ:- آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے (بیان القرآن)

[2] ان الانبیاء احیاء فی قبورهم ونقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک انه علیه السلام حی فی قبره رسول الله ابدا لآبادأی فی جمیع الازمنة الصادق بمابعد موته الیٰ قیام الساعة علی الحقیقة الخ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ج۶/ص ۱۶۹/ مطبوعه دارالفکر لبنان، النوع الثالث فی وصفه تعالیٰ له بالشهادة وشهادته له بالرسالة.

اس کو امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے[1]، جس کے ذریعہ سے برزخ، جنت، دوزخ، لوح، عرش وغیرہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کو رد کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال حضرت نانوتویؒ کی کتاب ''آب حیات'' میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

کیا حضور ﷺ مٹی میں مل گئے؟ (استغفر اللہ)

سوال: ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر مٹی ہی میں مل گئے تو قرآن سے ثابت کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد قبر شریف میں دفن کیا گیا ہے، اور جو مٹی جسم اطہر کے ساتھ متصل ہے اس کا مرتبہ خانہ کعبہ اور عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، جیسا کہ براہین قاطعہ میں بصراحت مذکور ہے[2]، حضرت نبی اکرم ﷺ کا جسم مبارک قبر شریف میں بالکل محفوظ

---

[1] ان اجراء حکم الشاهد علی الغائب فاسد قطعا الخ، تفسیر کبیر ص ۱۶۹/۷، سورۂ ص آیت:۷، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] المهند علی المفند میں بصراحت مذکور ہے ''فان البقعة الشریفة والرحبة المنیفة التی ضم اعضاء ه صلی الله علیه وسلم افضل مطلقاً حتی من الکعبة ومن العرش والکرسی کماصرح به فقهاء نا رضی الله عنهم (فتاویٰ خلیلیة ص ۳۳۵/۱، طبع سهارنپور، المهند علی المفند ص ۱۲، طبع دهلی، عقائد علماء دیوبند ص۷) اما البراهین القاطعة فلم اجد فیه.

'' ما ضم اعضائه علیه الصلوٰة والسلام فانه افضل مطلقاً حتی من الکعبة والعرش والکرسی (الدرالمختار علی ردالمحتار. کراچی ج۲، ص ۶۲۶/ کتاب الحج، مطلب فی تفضیل قبره المکرم صلی الله علیه وسلم، شرح الشفاء للملا علی القاری ص ۱۶۳/۲، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی حکم الصلوة علیه ﷺ. مطبوعه مصر،

ہے، مٹی اس میں کوئی تغیر نہیں کرسکتی، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں

سوال: ۔ ہمارے یہاں ایک عالم دین نے تقریر میں فرمایا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ زندہ ہیں، مگر میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں، قبر شریف سے جواب آیا کہ زندہ ہوں ، انہوں نے پھر کہا کہ میں نہیں مانونگا، آپ میرے سامنے آیئے تو مانوں گا، چنانچہ پھر قبر شریف شق ہوئی، اوراس میں سے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک نکالا، مصافحہ کیا اور فرمایا کہ میں زندہ ہوں، دریافت طلب بات یہ ہے کہ یہ روایت کسی مستند حدیث یا کتب فقہ میں منقول ہے، اوراس کی سند کیسی ہے یا من گھڑت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی قبر اطہر میں زندہ تشریف فرما ہونے کی بحث مستقل ہے، علماء حق کی تحقیق یہی ہیکہ زندہ تشریف فرما ہیں، اس پر دلائل بھی موجود ہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] دوسرے (معنی) مٹی سے ملاقی ومتصل ہوجانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد یہی دوسرے معنی ہیں، اور اجساد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاک نہ ہونے کے مولینا مرحوم بھی قائل ہیں، (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۱۲/، کتاب العقائد، حضورؐ کا جسم مبارک مٹی میں ملنے کا مطلب)

[2] فی حدیث اوس بن اوس مرفوعاً ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجسامنا. رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مٹی کس کے جسم کو نہیں کھاتی؟

سوال: ۔انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علماء دین شہداء وحفاظ قرآن، عامل بالقرآن اور جو منصب محبت پر فائق ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی، اور وہ جو اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھاسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور[1]، ص۱۳۲/اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے مختصر تذکرہ قرطبی، ص ۳۸/ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ اور بھی حضرات کو شمار کیا ہے، جن کے اجسام قبر میں محفوظ رہتے ہیں، اور مٹی ان کو نہیں کھاتی۔

ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء انما لم تأکل الارض اجساد الشھداء لکونھم احیاء عندربھم یرزقون الموذن المحتسب لاتأکلہ الارض ایضاً اذامات حامل القرآن اوحی اللّٰہ الی الارض ا ن لاتأکل لحمہ فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمہ و کلامک فی جوفہ الارض لاتسلط

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ (الترغیب والترھیب للحافظ المنذری ص: ۴۹۱، ج: ۱/ صلاۃ الجمعۃ، طبع دارالفکر بیروت، ابوداؤد شریف ص: ۱۵۰/۱، کتاب الصلوۃ، باب تفریع ابواب الجمعۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، وراجع الحاوی للفتاویٰ ص۲/۴۴۷، متعلقہ فتاوی صوفیہ، تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک.

ترجمہ :-حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ ہمارے جسموں کو کھائے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] شرح الصدور ص۱۲۵، باب فتن المیت وبلاء جسدہ الا الانبیاء ومن الحق بھم، طبع مصر.

علی جسدالذی لم یعمل خطیئة.[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجوب صحیح عبداللطیف

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ // ۱۱/رجب ۶۳ھ

روضۂ اقدس سے دست مبارک کا نکلنا

سوال:۔ سرورکائنات احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک سے کسی کے مصافحہ کے واسطے نکلنا صحیح ہے؟ اور از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سرورکائنات حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک مزارِ اقدس سے نکلنا بعض اولیاء کیلئے شرعاً ممکن ہے، محال نہیں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الحاوی[2] للفتاویٰ

---

[1] مختصر تذکرہ ،ص ۳۸/ التذکرة فی احوال الموتی، ص۱۳۳/ باب لاتاکل الارض اجساد الانبیاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] حج سیدی احمد الرفاعی فلما وقف تجاه الحجرة الشریفة انشد:.

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامد دیمینک کی تخطی بها شفتی

فخرجت الید الشریفة من القبر الشریف فقبلها (الحاوی للفتاوی ج۲/ص۴۴۷/ متعلقه فتاویٰ صوفیه تنویر الحلک فی امکان رؤیة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والملک، مطبوعه مصری)

میں ایسا واقعہ بھی نقل کیا ہے، قبر اطہر میں حیات بھی احادیث سے ثابت ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سماع موتیٰ

سوال:- اگر زید حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اعتقاد کے مطابق "انک لا تسمع الموتیٰ" کی دلیل کے ساتھ سوائے نعلین والی حدیث کے مردوں کیلئے صرف وقتی سننا مانتے ہوئے باقی تمام اوقات میں موتیٰ کیلئے سننے کیلئے انکار کرے تو کافر ہے، یا موحد؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے کفر نہیں ہوتا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعض ائمہ مجتہدین کا مذہب بھی یہی ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی مفہوم ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سماع موتیٰ سے متعلق دس سوال

(۱) آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے عدم سماع اموات ثابت ہے یا نہیں؟

---

[1] راجع حدیث اوس بن اوس وحدیث ابی الدرداء مرفوعاً ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق (ابن ماجة ص۱۱۸/ ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه، ص۷۶/ باب فضل الجمعة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

[2] لان المیت لایسمع بنفسه. شرح فقه اکبر ص: ۱۵۹، بحث الدعاء مخ العبادة، مطبوعه مجتبائی دهلی. العرف الشذی ص۳۵۳، باب ماجاء مایقول اذا دخل المقابر، مطبوعه رحیمیه دیوبند، فیض الباری ص۲/۴۶۷، باب قول المیت وهو علی الجنازة قدمونی، مطبوعه ربانی بکڈپو دهلی

(۲) صحابۂ کرام کا مسلک دربارۂ سماع اموات کیا تھا؟

(۳) امام اعظمؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے ارشادات عالیہ دربارۂ سماع اموات کیا ہیں؟

(۴) اگر حنفیہ کا مسلک عدم سماع اموات ہے تو احادیث صحیحہ کے موافق ہے یا مخالف؟

(۵) مسئلہ سماع اموات میں روایات کتب فقہ متعارض کیوں ہیں مثلاً باب الیمین فی الضرب سے عدم اور کتاب الجنائز سے ثبوت مستفاد ہوتا ہے یہ کیوں دیکھئے فتح القدیر وغیرہ۔

(۶) قائلین عدم سماع اموات حنفی ہین کہ شافعی یا معتزلی؟

(۷) نواب قطب الدین خاںؒ جامع التفاسیر میں مولانا سعید احمد حاشیہ مأتہ مسائل میں۔ مولانا اشرف علی بیان القرآن میں۔ مولوی شکر اللہ العجالۃ میں اور تفہیم المسائل، سراج الایمان، انوار المسلمین وغیرہ بہت سی کتابوں میں بہت سے علماء کرام نے یہ روایت نقل فرمائی ہے: **وهو هذا رأى امام ابو حنيفة من ياتى القبور لاهل الصلاح فيسلم ويخاطب ويقول يا اهل القبورهل لكم خبرو هل عندكم من اثر انى اتيتكم من شهور وليس سوال منكم الا الدعاء هل دريتم ام غفلتم فسمع ابو حنيفة يقول مخاطب بهم فقال هل اجابوالک قال فقال سحقا لک وتربت يداک كيف تكلم اجساداً لايستطيعون جوابا ولا يملكون شيئا ولا يسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فى القبور الخ.** اور حوالہ دیا ہے کتاب غرائب فی تحقیق المذاہب کا۔ اب سوال یہ ہے کہ روایت مذکورہ صحیح ہے یا غلط؟

(۸) روایت مذکورہ صرف غرائب ہی میں ہے یا اور بھی کسی مستند معتبر کتاب میں ہے؟

(۹) مولوی احمد رضا خانصاحب حیات الموات میں لکھتے ہیں کہ غرائب ایک فرضی

کتاب ہے اسکا دنیا میں کہیں وجود نہیں تو یہ قول انکا صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو غرائب کا پتہ دیجئے۔

(۱۰) اگر واقعی دنیا میں کوئی کتاب ہی نہیں تو علماء کرام نے کیوں ایسی فاحش غلطی کی ہے اور یہ روایت کہاں سے اور کس طرح نقل فرمائی مدلل مفصل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تلک عشرة کامله.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہر دو قسم کی دلیلیں موجود ہیں[۱]۔

(۲) کوئی اجماعی چیز نہیں بلکہ اختلافی ہے صحابہ کے دونوں قول ہیں[۲]۔

(۳) اگر ان حضرات سے کوئی واضح اور قطعی نص منقول ہوتی تو آپکو اختلاف کی شکایت نہ ہوتی۔

(۴) اس کا جواب اوپر کے جوابات سے ظاہر ہے۔

(۵) فتح القدیر[۳] وغیرہ میں اس کی وجہ بھی موجود ہے۔ (جو کہ جواب (۱) میں تحریر ہے)

---

[۱] عدم سماع کے دلائل: انک لا یسمع الموتی الآیة سورۂ نمل آیت: ۸۰، وسورۂ روم آیت: ۵۲، اور ثبوت سماع کے دلائل: فی حدیث ابن عمرؓ فقیل له تدعوا امواتا قال ماانتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون الحدیث، بخاری شریف ص ۱۸۳/۱، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، مطبوعه اشرفی دیوبند، وبخاری شریف ص ۱۷۸/۱، باب المیت، یسمع خفق النعال.

[۲] فاعلم ان مسئلة سماع الموتیٰ وعدمه من المسائل التی وقع الخلاف فیه بین الصحابة رضوان اللّٰه علیهم اجمعین. فهٰذا عبداللّٰه بن عمرؓ یثبت السماع للموتی وهٰذه ام المؤمنین عائشة الصدیقةؓ عنها تنفیه والی کل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعین الخ. احکام القرآن للتهانوی ص: ۱۶۳، ج: ۳، تکمیل الحبور بسماع اهل القبور، مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی. سورۂ روم آیت: ۵۲،

[۳] فتح القدیر ص: ۱۰۴، ج: ۲، باب الجنائز، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(۶) یہ بھی فتح القدیر[1] وغیرہ میں لکھا ہے۔

(۷) نواب قطب الدین صاحب کا انتقال ہوگیا۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے دریافت کیجئے۔ بقیہ حضرات کو میں جانتا نہیں۔

(۸) میں نے نہیں دیکھی۔

(۹) میں نے حیات الموات نہیں دیکھی ان کو استقراء تام حاصل ہوگا جس سے وہ سلب کررہے ہیں۔

(۱۰) ایسی بات وہ کہے جس کو تمام دنیا کا احاطہ اور علم حاصل ہو۔ فتاویٰ عالمگیری جو کہ پانچسو علماء کی تصنیف ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے والد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب کی زیرنگرانی تصنیف ہوئی اس میں کم ازکم بھی ایک ہزار مسائل کتاب الغرائب کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ اللہ اعلم کہ کہاں سے نقل کئے ہیں مولانا عبدالحیٔ لکھنوی بھی اپنی تصانیف مین غرائب کا حوالہ دیتے ہیں، یہ روایت جنہوں نے نقل کی ہے صحت اور فاحش غلطی کا جواب ان سے ہی دریافت کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

سماع موتی

سوال: -زید کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل نہیں ہیں، اور اس پر بعض مسائل فقہیہ بھی مبنی ہیں کیا یہ قول زید کا صحیح ہے، یا نہیں اور سماع موتی کا منکر اہل السنّت

[1] فتح القدیر ص:۱۹۵، ج:۵، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

والجماعت میں داخل ہے، یا نہیں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع موتی ثابت ہوتو اسکا صحیح حوالہ تحریر فرمادیں اور اگر ثابت نہیں تو شہداء اور اولیاء بھی مستثنیٰ ہیں یا نہیں، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب صحیح روایت سے منقول شدہ تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: "فَاِنَّکَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتٰی الخ[1] اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اختلاف ہے، بعض حضرات سماع موتی کے قائل ہیں اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور بعض حضرات سماع کے قائل نہیں وہ اس آیت شریفہ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک بھی یہی ہے[2]۔ اور اس کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔ چوں کہ آیت قطعی ہے اور اخبار واحادیث ظنی ہیں اس لئے اپنی حقیقت اور قطعیت پر باقی رہے گی، اور اخبار میں مناسب توجیہہ خصوصیت وقائع وغیرہ کی کرلی جائیگی جس سے تعارض باقی نہ رہے[3]، جو صحابہؓ حدیث[4]: "والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولٰکن لا یجیبون" کو خود سن چکے تھے، ان کے حق میں حدیث بھی قطعی تھی اسلئے ان کو آیت میں تخصیص یا تاویل کی گنجائش تھی کہ وہ قطعی یہ بھی قطعی ہر دو جانب اکابر ہیں اسلئے قطعی طور پر کسی کا ابطال دشوار ہے البتہ حنفی مقلد کے نزدیک اپنے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہوتا ہے، واضح ہو کہ امام اعظم

---

[1] سورۃ الروم پارہ ۲۱ آیت نمبر ۵۲.

[2] ومذھبھا ای عائشۃ ان اھل القبور یعلمون ماسمعوا قبل الموت ولا یسمعون بعد الموت الی قولہ لکن الجمھور خالفوھا وقبلوا حدیث ابن عمر عینی شرح بخاری، ص: ۲۰۲، ج: ۴، الجزء الثامن، باب ماجاء فی عذاب القبر. مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] ملاحظہ ہو مرقات ص ۲۴۷-۲۴۶/۴، کتاب الجھاد، باب حکم الاسارىٰ، الفصل الاول.

[4] بخاری شریف ص: ۵۶۶، ج: ۲، کتاب المغازی، باب فی قتل ابی جھل.

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صراحۃً یہ مسئلہ منقول نہیں نہ ثبوتاً نہ نفیاً، بلکہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو فقہاء کتاب الایمان میں ذکر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے کلام نہیں کروں گا، پھر وہ مرگیا اور اس کی قبر پر جا کر کلام کیا تو اس سے حانث نہیں ہوگا، اس مسئلہ سے بعض علماء نے اخذ کیا ہے، کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل نہیں بلکہ منکر ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے: "العرف الشذی" کے ص:۳۸۶ پر اس رسالہ کا حوالہ بھی موجود ہے[1]۔ سماع موتی کے مسئلہ پر تشدد نہیں چاہئے، فریقین کسی پر طعن وتشنیع نہ کریں، اور محض سماع موتی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوتا، اس طرح سماع موتی کے اقرار کی وجہ سے حنفیت سے نہیں نکلتا فتاویٰ عزیزی[2] ج:۱، ص:۹۲، طحطاوی[3] شرح مراقی الفلاح ص:۳۶۴، تفسیر ابن[4] کثیر ص:۴۳۸، ج:۳، آیت فانک لا تسمع الموتی، سورۂ روم، آیت: ۵۲ میں اسکی تفصیل موجود ہے، اور شہداء کو بہ نسبت عوام مومنین کے بہت کچھ فضائل حاصل ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ۲۲ رشعبان ۵۸ھ

---

[1] ..... واشتهر على السنة الناس ان الموتى ليس لهم سماع عند ابى حنيفة وصنف ملا على القارى رسالة وذكر فيها ان المشهور ليس له اصل من الائمة اصلا بل اخذ هذا من مسئلة فى باب الايمان انه اذا حلف ان لا يتكلم مع فلان فمات الرجل فتكلم معه على قبره ميتا لا يحنث، عرف الشذى على هامش ترمذى ص:۲۰۲ ج:۱، باب ما يقول اذا دخل المقابر. مطبوعه ياسر نديم.

[2] فتاویٰ عزیزی ص ۹۲/۱، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[3] طحطاوى على مراقى الفلاح ص:۵۱۳، فصل فى زيارة القبور. مطبوعه مصر،

[4] تفسير ابن كثير ص:۶۹۷، ج:۳، سورۂ روم تحت آيت:۵۲، مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه.

سماع موتی کی تفصیل

سوال:-سماع موتی صحیح ہے یانہیں۔مردے زندوں کی پکار سنتے ہیں یانہیں،اوراگر سنتے ہیں تو جواب دے سکتے ہیں یانہیں۔مسئلہ کی پوری توضیح فرمائیں،اوراسکے متعلق قرآنی آیات بھی سامنے رکھیں۔**انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء**وسری جگہ فرمایا گیاہے۔**ان اللّٰہ یسمع من یشاء وماانت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر**، سماع موتی کے متعلق ایک روایت حضرت عمرؓ کے متعلق بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر یہ فرمایا!**ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون.** یعنی تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگروہ جواب نہیں دے سکتے۔حضرت عائشہ نے جب اس روایت کوسنا تو فرمایا کہ آنحضورﷺ کا ارشاد یہ نہیں تھا کیونکہ کلام مجید میں اس کے خلاف نص قطعی موجود ہے۔**انک لا تسمع الموتیٰ. وماانت بمسمع من فی القبور**اے رسول تو نہ اپنی بات مردوں کوسنا سکتا ہے،اورنہ قبروں میں مدفون ہونے والوں کو۔

مسئلہ کی تشریح ان دلائل کوسامنے رکھتے ہوئے ایسے دلنشیں انداز میں کریں کہ کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

یہاں تین چیزیں غورطلب ہیں۔ایک اسماع، دوم استماع،سوم سماع،اسماع کی نفی صراحۃً کلام اللہ شریف میں مذکورہے۔**انک لا تسمع الموتیٰ**[1]**وماانت بمسمع من فی القبور**[2] یعنی حضرت نبی اکرمﷺ بذات خودمردوں کونہیں سنا سکتے تابدیگراں چہ رسد۔

---

[1] سورہ نمل آیت:۸۰،

[2] سورہ فاطر آیت:۲۲،

استماع کا حاصل یہ ہے کہ مردے کان لگا کر خود کسی کی بات سنیں۔ جب جسم سے روح جدا ہو جائے، تو یہ جسم کا کان نہیں سن سکتا کیونکہ اصل ادراک کرنے والی چیز روح ہے اور قوت سامعہ اس کے لئے آلۂ ادراک ہے، جب روح نے اس جسم کو اور اس جسم میں لگے ہوئے آلات کو ترک کر دیا، تو اس کے لئے یہ آلات کارآمد نہیں ہیں۔

جس طرح میت قوت باصرہ، لامسہ، باطشہ وغیرہ سے کام نہیں لے سکتی۔ اسی طرح قوت سامعہ سے بھی کام نہیں لے سکتی۔[1] وهذا ظاهر لا يخفىٰ.

سماع کا حاصل یہ ہے کہ کوئی خارجی آواز اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے میت کو ادراک کرا دیں جس میں نہ صاحب صوت کو دخل ہو نہ میت کو تو یہ بالکل ممکن ہے، حق تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں، اس کے لئے شواہد کثیرہ موجود ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر ساتھی لوٹتے ہیں تو: انه ليسمع قرع نعالهم.[2] اس میں نہ میت کے کان لگانے اور اختیار کو دخل ہے، نہ اصحاب نعال کے اسماع اور میت تک آواز پہونچانے کا دخل ہے۔ اس کے باوجود سماع ثابت ہے۔

---

[1] قال ابن القيم وقديقال، نفى اسماع الصم مع نفى اسماع الموتىٰ يدل على ان المراد عدم اهلية كل منهما للسماع وان قلوب هؤلاء لما كانت ميتة صماء كان اسماعها ممتنعاً بمنزلة خطاب الميت والاصم وهذا حق الخ، كتاب الروح ص ٦٣، المسئلة السادسة هل الروح تعاد الى الميت الخ، مطبوعه پشاور پاكستان.

[2] عن انس عن النبى ﷺ انه قال ان العبد اذا وضع فى قبره وتولى عنه اصحابه انه ليسمع قرع نعالهم. ابوداؤد شريف ص: ۴۶۰، ج: ۲، كتاب الجنائز، باب المشى بين القبور فى النعل. مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، بخارى شريف ص ۱۷۸/۱، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع النعال، مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمہ :- حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کے پاس سے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

قبرستان میں پہونچ کر سلام کرنا مسنون ہے[1]۔ اتنی کثیر مٹی کے اندر مدفون میت تک اس معمولی آواز کا پہنچا دینا صاحب آواز کے قابو سے باہر ہے، اس کے باوجود سماع ثابت ہے[2]۔ **الیٰ غیر ذٰلک من الروایات.**

عالم برزخ کو عالم مشاہدہ پر قیاس کر کے محض عقلی طور پر کوئی قطعی بات ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔ **لان قیاس الغائب علی الشاهد لا یجوز کما صرح به الرازی امام المتکلمین فی مواضع لا تحصیٰ**[3]. جن روایات سے نفی معلوم ہوتی ہے وہاں استماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی[4]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سماع موتی کی مزید توضیح

سوال: - یہ بات تو واضح ہوگئی کہ مردہ میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اپنی

---

[1] والسنة زیارتها قائما والدعاء عندها قائما کما یفعل رسول الله ﷺ فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصری، ترمذی شریف ص۱/۲۰۳، کتاب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

[2] والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة ..... ولایمنع من ذالک کونه تحت اطباق الثریٰ الخ، روح المعانی ص۱۲/۸۷، جزء ۲۱، سورۂ روم آیت: ۵۲، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] التفسیر الکبیر للفخر الدین الرازی ص: ۱۶۹، ج:۷، تحت سورۂ ص آیت:۷، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] قال فی التفسیر المنیر: والمراد من نفی الاسماع للموتیٰ الاسماع الذی یمکن ان یعقبه اجابة وتفاعل وتفاهم فلا یعارضه ثبوت السماع من جانبهم دون ان یتمکنوا من الرد او اجابة من یکلمه کما ثبت ان المیت یسمع قرع نعالهم المشیعین له اذا انصرفوا عنه وان النبی ﷺ سلّم علی قبور اهل بدر، التفسیر المنیر ص ۲۰/۳۱، مطبوعه دارالفکر بیروت لبنان،

قدرت کے ذریعہ میت کو صوت کا ادراک کرادیں جس میں نہ میت کو دخل ہو اور نہ صاحبِ صوت کو تو اس میں کوئی استحالہ نہیں، اس کے باوجود آپ نے مردے کے لئے سماع ثابت کیا ہے اور دلیل میں مردے کا سمع قرع نعال اور زائرین کا قبرستان میں سلام ودعاءِ مغفرت کرنا پیش کیا ہے، اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں معمولی آواز کا پہنچادینا صاحب آواز کے قابو سے باہر ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ مردے اسی وقت سماع کرسکتے ہیں، جب خارجی طاقت یعنی اللہ کی ذات اس کو سنانا چاہے سماع مردے کی دائمی صفت نہیں ہوئی بلکہ وقتی اور عارضی ہوئی دریافت طلب امر یہ ہے کہ زائرین کے سلام کو میت تک پہنچانا یا میت کا سماع قرع نعال مشیت ایزدی پر موقوف ہے، یا اس میں کچھ دخل مردے کو بھی ہے اور اس کا امکان اُسی وقت ہے، جب قدرت کو منظور ہو یا اس کے بغیر بھی ممکن ہے، جس پہلو کو اختیار کریں، اس کے استشہاد میں زیادہ سے زیادہ عربی عبارات پیش فرمائیں آپ جس سماع کے قائل ہیں اس کے ثبوت میں کتبِ معتبرہ کا حوالہ درج فرمائیں نیز آپ نے اسماع اور استماع مردے کیلئے منع فرمایا ہے، اس کی تردید میں بھی کشادہ دستی سے کتب معتبرہ کی عبارتیں ارقام فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بخاری شریف[1] کتابُ المغازی غزوۂ بدر کے ذیل میں مذکور ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر تشریف لے گئے جس میں لاشیں تھیں: حتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ يَا فُلَانُ ابْنَ فُلَانٍ وَيَافُلَانُ ابْنَ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا تَكَلَّمَ مِنْ اَجْسَادٍ لَااَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ مَا

[1] بخاری شریف ص: ۵۶۶، ج: ۲، کتاب المغازی، باب قتل ابو جهل حدیث: ۳۸۳۴، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُولُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْراً وَنَقِمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا اھ[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمرؓ کے قول میں جو اختلاف ہے اس کے محمل جداگانہ بھی بیان کر کے تطبیق دی گئی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری[2] ص:۲۳۶، ج:۷، میں فرماتے ہیں: يريد ان يبين مراد عائشة رضى اللّٰه عنها فاشار الىٰ ان اطلاق النفى فى قوله انک لا تسمع الموتىٰ مقيد باستقرارهم فى النار وعلىٰ هٰذا فلا معارضة بين انكار عائشة رضى اللّٰه عنها واثبات ابن عمر رضى اللّٰه عنه لكن الرواية التى بعد هذه تدل علىٰ ان عائشة رضى اللّٰه عنها كانت تنكر ذٰلک مطلقًا وَالجَوابُ عن الاٰية انه لا يسمعهم وهم موتىٰ ولكن اللّٰه احياهم حتّٰى سمعوا كماقال قتادة ولم ينفرد عمر رضى اللّٰه عنه ولا ابنه بحكاية ذٰلک بل وافقهما ابوطلحة روى الطبرانى من حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنه. مثله باسناد صحيح ومن حديث عبد اللّٰه ابن سيد ان نحوه وفيه قالوا يا رسول اللّٰه وهل يسمعون قال يسمعون كما تسمعون ولكن لا يجيبون وفى حديث ابن مسعود رضى اللّٰه عنه لكنهم اليوم لا يجيبون اھ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا تھا: ''ومن الغريب

---

[1] **ترجمہ**:- یہاں تک کہ آپ ایک کنویں کے کنارے پر ٹھہرے اور کفار مقتولین کو نام بنام معہ نام ان کے باپوں کے پکارنے لگے اے فلاں بیٹے فلاں کے اور اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا تمہیں بھی اب اللہ اور رسول کی اطاعت خوش لگتی ہے، ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا، وہ ہم نے سچا پالیا کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا، ابوطلحہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کلام فرماتے ہیں، ایسے جسموں سے جن میں روح نہیں ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، میری بات تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہ ہو قتادہ کہتے ہیں اللہ نے اپنے نبی کا قول ان کو زندہ کر کے واسطے جھڑکنے اور رسوائی حسرت اور بدلہ لینے اور ندامت کے سنایا۔

[2] فتح البارى ص: ۲۳۶، ج:۷. كتاب المغازى، باب قتل ابو جهل، مطبوعه بولاق مصر.

ان فی المغازی لابن اسحاق روایة یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشة رضی اللّٰہ عنها مثل حدیث ابی طلحة وفیه ما انتم باسمع لما اقول منهم واخرجه احمد باسناد حسنٍ فان کان محفوظاً فکانها رجعت عن الانکار لما ثبت عندها من روایة هؤلاء الصَّحَابة لکونها لم تشهد القصّة[1] اھ۔" مگر جن حضرات کو ان کے رجوع سے انکار ہے وہ تعارض رفع کرتے ہیں۔

قال الاسماعیلی کان عند عائشة رضی اللّٰہ عنها من الفهم والذکاء وکثرة الروایة والغوص علیٰ غوامض العلم ما لا مزید علیه لکن لا سبیل الیٰ رد روایة الثقة الابنص مثله یدل علیٰ نسخه اوتخصیصه او استحالته فکیف والجمع بین الذی انکرته واثبته غیرها ممکن لا ن قوله تعالیٰ انک لاَ تسمع الموتیٰ لاینافی قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم انهم الآن یسمعون لان الاسماع هو ابلاغ الصَّوتِ من المسمع فی اذن السَّامع فاللّٰہ تعالیٰ هوَ الذی اسمعهم بان ابلغهم صوت نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم بذٰلک[2] اھ۔ ان عبارات سے میت اور مسمع کا دخیل نہ ہونا اور سماع کا عارضی ہونا معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سماع موتیٰ کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں

سوال: -(الف) (۱) نصوص کتاب اللہ واحادیثِ صحیحہ کے مطابق سماع موتیٰ ہر دو

---

[1] فتح الباری ص:۳۵، ج:۸. کتاب المغازی، قتل ابی جهل، قبیل فضل من شهد بدراً، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

[2] فتح الباری ص:۳۵، ج:۸. کتاب المغازی، قتل ابی جهل، قبیل فضل من شهد بدراً، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

عقیدوں میں سے کون سا عقیدہ صحیح ہے؟ اور مفتی بہ اور راجح ہے، اور کون عقیدہ غیر صحیح وغیر مفتیٰ بہ ومرجوح ہے؟

(۲) اور سماع موتیٰ اور عدم سماع موتیٰ کے بارے میں از روئے ادلّہ صحیحہ یعنی آیات قرآنیہ واحادیث نبوی ﷺ حضرات ائمہ فقہاء واحناف اور مفتیان دیوبند کے نزدیک کونسا عقیدہ صحیح اور مفتیٰ بہ وراجح ہے، اور کونسا غیر مفتیٰ بہ ومرجوح ہے؟

(۳) اور آیت کریمہ **لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین الخ** کا صحیح مطلب اور مراد کیا ہے؟ یہاں تشبیہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وجہ تشبیہ کیا ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس آیت کریمہ اور اس جیسی دوسری آیات مثلاً **وما انت بمسمع من فی القبور** وغیرہ کی کیا تعلیم دی ہے؟ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ احناف اور علماء دیوبند نے ان آیات کریمہ کا کیا مفہوم اور مطلب سمجھا ہے؟ اور ان سب حضرات کے نزدیک سماع موتی اور عدم سماع موتی کے متعلق یہ آیات کس عقیدہ پر نص صریح ہیں؟

(۴) اور کفار مقتولین بدر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ **والذی نفسی محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم.** کیا یہ حدیث آیت کریمہ کے مخالف نہیں ہے اگر مخالف ہے تو پھر اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟ اور حضرت عمرؓ جو کہ موقع پر موجود تھے کیا ان کے مقابلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تاویل شرعاً معتبر ہوسکتی ہے، جو کہ موقع پر خود موجود نہ تھیں۔ نیز قول رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اجتہاد شرعاً معتبر ہوسکتا ہے۔

(۵) مشکوۃ شریف باب زیارۃ القبور فصل ثانی حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ جس میں منقول ہے کہ جب تک حضرت عمر فاروقؓ روضۂ اقدس میں مدفون نہیں ہوئے تھے اس وقت تک حضرت ام المؤمنینؓ بغیر پردہ کے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں **انما ھو زوجی وابی.**

مگر جب حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہوئے تو آپ باپردہ ہوکر جایا کرتی تھیں۔اس حدیث کا کیا مطلب ہے، کیا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تاویل کے ساتھ معارض نہیں ہے۔اگر ہے تو پھر کون سی صحیح اور راجح ہے۔اور حدیث پاک کا کیا مطلب ہے؟

(۶)واخرج ابن عبدالبر بسند صحیح. عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فسلم علیه الا یعرفه ورد علیه السلام. کیا یہ معتبر اور قابل استناد ہے، اگر ہے تو یہ حدیث آیت کریمہ اور حضرت ام المؤمنینؓ کی حدیث کے ساتھ معارض نہیں ہے، اگر ہے تو پھر کونسی دلیل معتبر ہے؟

ب (۱) آیات قرآنی واحادیث اور ائمہ احناف کی تحقیق کی روشنی میں موت کے بعد ارواح کو پھر اس جسم میں داخل کردیا جاتا ہے، یا اس جسم سے بالکل الگ اور غیر متعلق رہتی ہیں، اگر اس جسم سے غیر متعلق رہتی ہیں تو کہاں؟

(۲) قبر کس چیز کا نام ہے؟

(۳) ثواب وعذاب قبر جو کہ اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے، از روئے نصوص قرآن واحادیث اور ائمہ احناف اس کا مصداق کون ہے، فقط ارواح یا ارواح مع اجسام؟

(٤) آیت کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ اور آیت کریمہ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا الخ. میں احادیث صحیحہ اور مفسرین اور ائمہ احناف کے نزدیک شہداء کے لئے ثواب اور يُعرَضُوْنَ کے لئے عذاب کا مصداق یہاں کون ہے، فقط ارواح یا ارواح مع اجسام عنصری؟

(۵) اگر کسی مولوی کا یہ عقیدہ ہو کہ قطع نظر خرق عادت عام قانون شرع کے مطابق مردے یعنی اموات نہیں سنتے اور نیز یہ ان کا عقیدہ ہو کہ عذاب وثواب قبر حق ہے مگر اسی گڈھے میں نہیں ہوتا بلکہ برزخ میں سجین وعلیین میں ہوتا ہے، اور یہ کہ عذاب وثواب صرف

روح پر ہوتا ہے جسم کے ساتھ قبل از حشر اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، کیا یہ مولوی صاحب اہل سنت والجماعت سے خارج اور معتزلی ہیں؟ اور کیا ان کے پیچھے نماز جمعہ ونماز جنازہ ودیگر نمازہائے پنجگانہ جائز ہے یا ناجائز؟

(٦) اگر جائز ہوتو کیا کوئی مولوی اس مولوی کے متعلق یہ فتوی دے سکتا ہے کہ وہ معتزلی اور خارج از اہل سنت والجماعت ہے، اور اگر اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو اس فتوی صادر کرنے والے مولوی کے متعلق کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی مندرجہ بالا سوال کے متعلق فتوی صادر فرما کر ممنون فرمادیں اور تکلیف فرمادیں ہم مجبور ہوکر اتنا لمبا استفتاء خدمت میں پیش کر رہے ہیں معاف فرمائیں۔ خداوند قدوس آپ حضرات کو ثواب واجر دے گا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) یہاں تین چیزیں غور طلب ہیں، اول اسماع دوم استماع سوم سماع، اسماع کی نفی صراحۃً کلام اللہ شریف میں مذکور ہے، **انک لا تسمع الموتیٰ**[1] **وما انت بمسمع من فی القبور**[2]. یعنی حضور اکرم ﷺ اہل قبور کو بذات خود نہیں سنا پاتے، تا بدیگراں چہ رسد، استماع کا حاصل یہ ہیکہ مردے کان لگا کر خود کسی کی بات سنیں، جب روح جسم سے جدا ہو جائے تو جسم کا یہ کان نہیں سن سکتا، اسلئے کہ ادراک کرنیوالی اصل روح ہے اور قوت سامعہ اس کیلئے آلۂ ادراک ہے جب روح نے اس جسم کو اور اس میں لگے ہوئے آلات کو ترک کردیا تو اس کیلئے یہ آلات کارآمد نہیں ہیں، جس طرح قوت باصرہ، ذائقہ، باطشہ، لامسہ وغیرہ سے روح کام نہیں لے سکتی اسی طرح استماع سے بھی قاصر وعاجز ہے، **ھٰذا ظاھر لا یخفیٰ**. سماع کا حاصل یہ ہے کہ کوئی خارجی آواز اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ذریعہ سے میت کو ادراک کرادیں

---

[1] سورۂ نمل آیت: ۸۰.

[2] سورۂ الفاطر آیت: ۲۲.

جس میں نہ صاحب صوت کو دخل ہو، نہ میت کو یہ بالکل ممکن ہے حق تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں اس کے لئے شواہد کثیرہ موجود ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر سب ساتھی لوٹتے ہیں تو انہ یسمع قرع نعالھم[1]. الحدیث. اس میں نہ میت کے کان لگانے اور اختیار کو دخل ہے، نہ اصحاب نعال کے اسماع اور میت تک آواز پہونچانے کو دخل ہے اس کے باوجود سماع ثابت ہے۔ قبرستان میں پہونچ کر سلام کرنا اور دیگر چند کلمات کا کہنا مسنون ہے[2]، اتنی کثیر مٹی کے اندر مدفون میت تک معمولی آواز کا پہنچا دینا صاحب آواز کے قابو سے باہر ہے اس کے باوجود سماع ثابت ہے[3]۔ الی غیر ذٰلک من الروایات.

عالم برزخ کو عالم مشاہدہ پر قیاس کر کے محض عقلی طور پر کوئی قطعی بات ثابت کرنا بھی مشکل ہے، لان قیاس الغائب علی الشاھد لا یجوز صرح بہ الامام الرازی فی موضع لا تحصی[4]. جن روایات سے نفی معلوم ہوتی ہے، وہاں اسماع کی نفی ہے یا استماع کی

---

[1] عن انس عن النبی ﷺ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَبْدُ فِی قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ انہ لیسمع قَرْعَ نِعَالِھِمْ (ابوداؤد شریف ص: ۲/۴۶۰، کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل. مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، بخاری شریف ص: ۱/۲۷۸، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالیی عنہما قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقُبُورِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُورِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ. ترمذی شریف ص: ۱/۳۰۳، کتاب الجنائز، باب مایقول اذا دخل المقابر. مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند، طحطاوی علی المراقی ص: ۵۱۳، فصل فی زیارۃ القبور، مطبوعہ مصری.

[3] والحق ان الموتی یسمعون فی الجملۃ ..... ولا یمنعون من ذالک کونہ تحت اطباق الثریٰ الخ (روح المعانی ص: ۱۲/۸۷، جزء: ۲۱، سورۂ روم آیت: ۵۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[4] تفسیر کبیر ص: ۱۶۹//۷، تحت سورۂ ص آیت: ۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

نہ کہ سماع کی[1]، اس تقریر پر روایات کا محمل متعین ہوکر کوئی تعارض باقی نہیں رہتا، نہ طرفین کی پیش کردہ آیات وروایات کی تفسیر وتشریح کی حاجت رہتی ہے، یہ بحث تحت الفتوی داخل بھی نہیں کہ مفتیٰ بہ قول نقل کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان اگر اختلاف ہوتو ہماری اتنی حیثیت نہیں کہ محاکمہ کرنا شروع کردیں، ان حضرات کا منصب اس سے بلند ہے۔

ب (۱) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ عبدالوہاب شعرانی، حافظ عبدالسلام، علامہ ابن قیم، علامہ سیوطی، شاہ ولی اللہ، قاضی ثناء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر نے بہت تفصیل سے کلام کیا ہے، جسم میت کو قبر میں رکھنے کے بعد روح کا اس میں داخل کیا جانا اور پھر سوال وجواب کا ہونا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے[2]، مگر وہ روح اس جسم میں اسطرح نہیں رہتی جس طرح دنیا میں رہتی تھی البتہ اس جسم سے ایک قسم کا تعلق رہتا ہے، بہرحال روح برزخ میں رہتی ہے[3]۔

(۲) قبر سے مراد برزخ ہے[4]۔

---

[1] والمراد من نفی الاسماع للموتی الاسماع الذی یمکن ان یعقبه اجابة وتفاعل وتفاهم فلا یعارضه ثبوت السماع من جانبهم دون ان یتمکنوا من الرد الخ، تفسیر منیر ص: ۲۰/۳۱، مطبوعه دارالفکر بیروت لبنان.

[2] فی حدیث براء بن عازب فتعاد روحه فی جسده فیأتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له. من ربک الحدیث (مسند احمد ص: ۵/۳۶۴، داراحیاء التراث العربی بیروت. بخاری شریف ص: ۱/۱۷۸، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، مطبوعه اشرفی دیوبند. مشکوة شریف ص: ۲۴، باب اثبات عذاب القبر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] وان لها شأنا غیر شأن البدن وانها مع کونها فی الجنة فهی فی السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فیه الخ. (کتاب الروح ص: ۱۵۲، این مستقر الارواح الخ، مطبوعه پاکستان. شرح الصدور ص: ۲۳۹، باب مقرالارواح، مطبوعه دارالمعرفة بیروت. شرح فقه اکبر ص: ۱۲۱، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[4] وما ینبغی ان یعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ الخ (کتاب الروح ص: ۷۸، المسئلة السادسة، مطبوعه پاکستان.

(۳،٤) اصل وہ عذاب وثواب روح کو ہوتا ہے اور جسم سے بھی اسکا تعلق رہتا ہے[۱]۔

(٥،٦) اس گڈھے سے بھی فی الجملہ تعلق رہتا ہے اور پورا عذاب ثواب اس گڈھے میں عموماً ہوتا نہیں، روح کا جسم سے وہ تعلق بھی نہیں رہتا جو کہ دنیا میں تھا[۲] ان مولوی صاحب کی ان مجمل باتوں کی وجہ سے ان کو معتزلی کہہ کر ان کے پیچھے نماز نہ ہونے کا فتوی نہیں دیا جائیگا جب تک صراحۃً گمراہی کی تحقیق نہ ہوجائے، اور دومولویوں میں جب اختلاف ہو وہ کسی کو ثالث قرار دے کر فیصلہ کرانا چاہیں تو وہ خود اپنے اپنے دلائل قلم بند کرکے پیش کریں، دوسرے آدمیوں سے ان کی ترجمانی کرکے فیصلہ نہیں کرانا چاہئے، خاص کر جب ترجمانی ہی نا تمام ومجمل یعنی گول مول ہو، اس طرح فیصلہ نہیں ہوسکتا، فیصلہ کرنے والے کو ایسی گول مول باتوں سے کوئی شرح صدر نہیں ہوتا، جس سے صاف فیصلہ ہوسکے، علاوہ ازیں ایسے مسائل میں الجھنے کی ضرورت کیا ہے، ان پر کون سا کام اٹکا ہوا ہے، اگر علمی تحقیق مقصود ہو تو اس کے لئے درسگاہ کافی ہے عوام کو پریشان نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۸ھ

---

[۱] واعلم ان اهل الحق اتفقو على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدر ما يتألم او يتلذذ (شرح فقه اكبر ص: ۱۲۲) اختلفوا فى انه هل يعاد الروح اليه (شرح فقه اكبر ص: ۱۰۰، مبحث عذاب القبر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[۲] والرابع تعلقها به فى البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه فانها لم تفارقها فراقاً كلياً بحيث لا يبقى لها اليه التفات البتة الخ (شرح فقه اكبر ص: ۱۵۴، تعلق الروح بالبدن على خمسة انواع، مطبوعه رحيميه ديوبند. كتاب الروح ص: ٦٠، هل الروح تعاد الى الميت فى قبره الخ، مطبوعه پاكستان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم

بدفالی اور نیک فالی

بدشگونی

سوال: ۔گھر والوں کو تاریخ یا دن کا شک ہو تو اس کو بدشگونی سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ چلا جائے یا صحیح طریقہ پر، تاکہ خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو ان کا شک قوی ہو جائے گا، اور یہ ایمان کے خلاف ہوگا، کیونکہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ بدشگونی اور بیماری کا لگنا کوئی چیز نہیں، تو دوسری حدیث کا مفہوم ہے کہ جذامی سے ایسا دور رہو جیسے کہ شیر سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی دن یا تاریخ کو منحوس سمجھیں تو اصلاح لازم ہے[1] جذامی سے احتیاط کا حکم اس لئے بھی ہے کہ اس کے ظاہری اسباب کی وجہ سے اگر کسی کو جذام ہو گیا تو وہ جذام کو بالذات

---

[1] نحوست ایام بولادت رحمت عالمیان علیه و علی اله الصلوٰة والتسلیمات زائل گشته است. (مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر: ۲۵۶/ ص ۴۲۴/ ج ۱/ طبع استنبول)

متعدی نہ سمجھنے لگے جس سے بچنا مقصود ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۱ھ

چند بے اصل بدفالیاں

سوال:۔ بہت سے مسلمان لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں مکان میں دروازہ نہیں لگایا جاتا، دروازہ لگانے سے جان و مال کا خطرہ ہوجاتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ چوکی نہیں بنتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ اچار نہیں رکھا جاتا ہے، اگر رکھا جاتا ہے تو ہم کو نقصان ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ لوگ یہ بھی رواج رکھتے ہیں کہ بعد مغرب کسی کو چونا مانگنے پر بھی نہیں دیتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جملہ امور شرعاً بے اصل اور لغو ہیں ایسا عقیدہ درست نہیں اسکو ترک کرنا لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شوال ۶۷ھ

---

[1] الامر بالفرار من المجذوم مع صحة نفی العدویٰ والمراد بذلک حسم المادة وسدالذریعة لئلایوافق شئی من ذلک القدر فیعتقد من وقع له ان ذلک من العدویٰ اومن الطیرة فیقع فی اعتقاد مانهی عن اعتقادهٖ فاشیر الی اجتناب مثل ذلک . (فتح الباری ، ص ۱۵۱ / ج۶/ کتاب الجهاد، طبع بیروت) مرقاة ص ۴۰۵/ ج۳/ کتاب النکاح. مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا عدویٰ ولا هامة ولا صفر الخ، مشکوة شریف ص ۳۹۱، باب الفال والطیرة. مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

جھاؤ کا استعمال کرنا

سوال:۔ عوام میں مشہور ہے کہ درخت جھاؤ کو مسلمان اپنے استعمال میں لانا بہت برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس درخت سے آگ شروع ہوئی اور اسی درخت نے آگ پکڑی تھی، آیا یہ کسی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھاؤ کے متعلق ایسا خیال اور عقیدہ بے اصل ہے، حضرت تھانویؒ نے ''اغلاط العوام'' میں ص ۵ر میں اس کی تردید فرمائی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

درخت کے پاس بیٹھنے سے شفاء

سوال:۔ یہاں پر ایک مہوا کا درخت ہے بہت سے مریض اس کے پاس جا کر درود شریف پڑھتے ہیں، اس پڑھنے والے پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے، جو مریض اچھا ہونے والا ہے درخت کی طرف سرکنے لگتا ہے اور جو مریض اچھا ہونے والا نہیں ہے، وہ بیٹھا رہتا ہے، بہت سوں نے اس کا تجربہ کیا ہے، تو اس درخت کے پاس جانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص عرصہ سے بیمار ہے، تو اس درخت کے پاس جا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] مشہور ہے کہ جھاؤ کی لکڑی کا استعمال درست نہیں، سو یہ بھی محض غلط بات ہے۔ (اغلاط العوام مکمل متفرق اغلاط ص ۲۱۹ر شمس پبلشرز دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف کی ترغیب وفضیلت قرآن کریم[1] اور حدیث شریف سے ثابت ہے[2]۔ زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے، مکان پر بھی مسجد میں بھی حتی کہ چلتے پھرتے بھی، مگر اس مخصوص درخت کے پاس جا کر بیٹھنا نہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہے نہ یہ کوئی حکمت اور طب کا مسئلہ ہے بلکہ وہاں جا کر بیٹھنے سے لوگ اعتقاد کریں گے کہ اس درخت کو بھی کوئی دخل ہے، یہ درخت واجب التعظیم والتکریم ہے، پھر اس پر چڑھاوے شروع ہو جائیں گے، اس کی پوجا ہونے لگے گی، اس سے عقائد فاسد ہو کر دین تباہ وبرباد ہو جائیگا، اس لئے وہاں ہرگز نہ جائیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۳ھ

وبا کی بستی سے نکلنا

سوال:۔ ایک گاؤں میں طاعون کا سلسلہ جاری ہے اس گاؤں میں سے نکلنا مشروع یا نامشروع، کیونکہ آدھے آدمی نکل گئے آدھے بستی میں ہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے چلا گیا کھیت میں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایسی بستی سے اس خیال سے باہر نکلنا کہ اگر یہاں رہیں گے تو طاعون میں مبتلا

---

[1] ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھاالذین آمنو صلو علیہ وسلموا تسلیما، سورۂ احزاب آیت: ۵۶.

[2] دیکھئے مشکوٰۃ شریف ۱/۸۶، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ورسالہ فضائل درود شریف مولفۂ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ وغیرہ رسائل.

ہوں گے اگر دوسری جگہ چلے جائیں گے، تو بچ جائیں گے، ناجائز اور گناہ ہے فقہ اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے[1] (کذا فی الاشباہ)[2]

(۲) اس کا جواب بھی نمبر (۱) میں آ گیا۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۲/۶۳ھ

مجذوم اور ابرص کے ساتھ اختلاط

سوال: ۔زید مرض جذام میں مبتلا ہے عرصہ ۸/۱۰ سال سے اور عمر برص کے مرض میں ۲۵ سال سے زید کی ظاہری حالت چہرہ پر ورم اور بدن میں کچھ زخم ہو جاتے ہیں، اور عمر کا جسم

---

[1] واذاخرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان كل شئى بقدر الله تعالىٰ فلابأس بان يخرج ويدخل وان كان عنده انه لوخرج نجاولو دخل ابتلى به كرِهَ له ذلك فلايدخل ولايخرج صيانة لاعتقاده وعليه حمل النهى فى الحديث الشريف، مجمع الفتاوىٰ. (درمختار مع الشامى كراچى ص۷۵۷/ج۶/ مسائل شتى)

وفى حديث سعد عن اسامةؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلاتدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلاتخرجوامنها (بخارى ص۸۵۳/ج۲، كتاب الطب، باب مايذكر فى الطاعون، مسلم ص۲۲۸/ج۲/ كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة الخ، مطبوعه بلال ديوبند، مشكوٰة ص۱۳۵/ج۱/عيادة المريض. الفصل الاول.

ترجمہ:۔حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی زمین میں طاعون کو سنو وہاں داخل مت ہو اور جب طاعون اس زمین میں واقع ہو جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

[2] راجع الاشباه ،ص۵۸۵/الفن الثالث قيل الفرار ممالا يطاق من سنن المرسلين انتهى ويفيد جواز الفرارمن الطاعون اذانزل ببلد ة والحديث فى الصحيحين بخلافه الاشباه ص۳۸۵.

سفید ہوگیا ہے، کچھ سیاہی کے داغ ہیں لہٰذا تعلقات کھانے پینے میں، زید وعمر کے ساتھ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اخذ بید مجذوم فوضعھا معہ فی القصعۃ وقال کل ثقۃ باللّٰہ وتوکلاً علیہ۔[1] (رواہ ابن ماجۃ عن عمر وبن الشرید عن ابیہ قال کان فی وفد ثقیف رجل مجذوم فارسل الیہ النبی ﷺ انا قد بایعناک فارجع. رواہ مسلم[2]

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لاعدوی ولاطیرۃ ولاھامۃ ولاصفر وفرمن المجذوم کماتفرمن الاسد[3]. رواہ البخاری، (مشکوٰۃ ص ۳۹۱/۳۹۲)

روایات قولیہ، فعلیہ سے دونوں باتیں ثابت ہیں، اختلاط بھی اور احتیاط بھی لہٰذا اگر عقیدہ خراب ہونیکا اندیشہ ہو کہ فلاں شخص کیساتھ کھانے پینے سے ضرور بیماری لگ جائیگی، تو احتیاط کرنا مناسب ہے اور اگر اللہ پر پورا بھروسہ ہو کہ بیماری وغیرہ جو کچھ ہے سب اللہ کے حکم سے ہے، بغیر اسکے حکم کے کچھ نہیں ہوسکتا تو تعلقات رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، یہ عقیدہ رکھنا کہ بیماری ضرور لگ ہی جاتی ہے، اگرچہ خدا کا حکم نہ ہو بہت برا اور ناجائز ہے البتہ بیماری جس طرح کہ دوسرے اسباب سے ہوتی ہے اور کبھی باوجود اسباب کے نہیں ہوتی اسی طرح

---

[1] حضرت نبی اکرم ﷺ نے مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالہ میں رکھدیا اور فرمایا اللہ پر بھروسہ کر کے کھاؤ۔

[2] وفد ثقیف میں ایک مجذوم شخص تھا نبی اکرم ﷺ نے اس کو کہلا بھیجا ہم نے تجھ کو بیعت کرلیا واپس ہوجا۔

[3] مشکوۃ شریف ص ۳۹۱، ۳۹۲، باب الفال والطیرۃ. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ بیماری کا لگنا ہے نہ بدشگونی نہ اُلّو منحوس ہے، نہ ماہ صفر اور مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

ساتھ کھانے پینے سے کبھی ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی یہ عقیدہ صحیح اور درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چیچک والے کیلئے چند مخصوص چیزیں

سوال:۔مرض چیچک میں مریض کے گلے میں چھاؤ کی وجہ سے سونا باندھنا اور گھر والوں کو اس زمانہ میں کپڑے نہ بدلنے دینا یا کپڑے بدل کر مریض کے گھر میں نہ جانا، یا باہر سے آئے ہوئے کو فوراً مریض کے پاس نہ جانے دینا اور گوشت نہ پکانا وغیرہ یہ سب امور شرعی نقطۂ نظر سے کیسے ہیں؟ نیز جملہ مذکورہ باتوں میں سے باوجود جاننے کے اگر کوئی کسی ایک کا بھی عامل ہو اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تجربہ کار طبیب بتلائے کہ ایسے مریض کو گوشت کی بو یا دھلے ہوئے کپڑے (ماوے وغیرہ) کی بو مضر ہے تو اس سے بنا بر پرہیز علاجاً احتیاط کرنے میں مضائقہ نہیں[2]، اور اس عقیدہ کے ماتحت ان چیزوں سے بچنا کہ چیچک ماتا جی ہے اور ان چیزوں سے ناراض ہوتی ہے، جیسا کہ اسی عقیدہ سے ہندو اسکی بہت خاطر مدارات کرتے ہیں، اور پوجتے ہیں ناجائز اور منع ہے یہ

---

[1] وانما اراد بذلک نفی ماکان یعتقدہٗ اصحاب الطبیعة فانهم کانوا یرون العلل المودیة موثرة لامحالة فاعلمهم بقوله هذا ان لیس الامرعلی مایتوهمون بل هومتعلق بالمشیئة ان شاء کان وان لم یشأ لم یکن (مرقاة ص ۵۱۹/۴، باب الفال والطیرة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

[2] ولهذا یأمر الاطباء بترک مخالطة المجذوم لا علی طریق العدوی بل علی طریق التأثر بالرائحة لانها تسقم من واظب اشتمامها (تکمله فتح الملهم ص ۳۷۱/۴، کتاب الطب، باب لا عدوی الخ)

اہل اسلام کا عقیدہ نہیں خلاف شرع امور سے اجتناب لازم ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح:۔ عبداللطیف ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

کیا عورت، گھر، گھوڑے میں نحوست ہے؟

سوال:۔ حدیثوں میں ہیکہ اگر نحوست ہوتی تو عورت، گھر، گھوڑے میں وہ کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح الباری شرح بخاری، ص ۴۶/ ج ۶/[۲] میں اس حدیث کی بہت طویل تقریر کی ہے اسی طرح ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب النکاح میں بہت سے مطلب بیان کئے ہیں[۳]۔

---

[۱] بعض عورتیں چیچک کو کوئی آسیب، بھوت، کا اثر سمجھتی ہیں اور اس وجہ سے اس گھر میں بہت سے بکھیڑے کرتی ہیں یہ سب واہیات خیال ہیں ان سے توبہ کرنی چاہیے۔ (اغلاط العوام ص ۱۸/ وراجع ص ۲۷/ ضمیمه جدیده، مطبوعه شمس دیوبند)

[۲] فتح الباری ص ۶/۴۶، مکتبه یوسفی باب مایذکر من شوم الفرس، کتاب الجهاد، قال ابن العربی معناه انه کان خلق اللّٰه الشوم فی شئ مماجری من بعض العادة فانما یخلقه فی هذه الاشیاء وقیل ان شوم الدار ضیقها وسوء جوارها وقیل المعنی ماجاء باسناد ضعیف رواه الدمیاطی فی الخیل "اذا کان الفرس ضروباً فهو مشئوم وقیل کان قوله ذلک فی اول الامر ثم نسخ وقیل یحمل الشوم علی قلة الموافقة وسوء الطباع (فتح الباری ملخصاً ص ۶/۱۵۰، حدیث ۲۸۵۹، دارالفکر بیروت)

[۳] الشوم فی (المرأة) بان لم تلد وقیل غلاء مهرها وسوء خلقها (والدار) بضیقها وسوء جیرانها (والفرس) بان لایغزی علیهاوقیل صعوبتها وسوء خلقها وقیل هذا ارشاد منه صلی اللّٰه علیه وسلم لامته قال الطیبی رحمه اللّٰه ومن ثمة جعلها صلی اللّٰه علیه وسلم من باب الطیرة علی سبیل الفرض وقال الخطابی هذه الاشیاء الثلاثة لیس لها بانفسها وطباعها فعل وتاثیر وانما ذلک کله بمشیئة اللّٰه وقضائه. (مرقاة ص ۴۰۵-۴۰۶/ ج۳، مطبوعه اصح المطابع مبمئی)

آپ کی فہم کے اعتبار سے میرے خیال میں سب سے زیادہ اچھا وہ مطلب ہے جس کو حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات، ج ۱ ص ۲۵۷ میں تحریر فرمایا ہے[1]۔ اور وہ یہ ہے:۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ان تینوں چیزوں میں نحوست کے اثرات تھے اور لوگوں کو نقصانات بھی پہنچتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو وہ نحوست کے اثرات بھی آپ کی برکت سے ان اشیاء میں سے اٹھا لئے گئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منگل بدھ کو حجامت بنوانا

سوال:۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حجامت یا ناخن منگل، بدھ کے دن نہ بنوائے جائیں، آقائے نامدار ﷺ نے ان دنوں (منگل، بدھ) میں حجامت بنوانے سے روکا ہے، انہوں نے سیرت حلبیہ جز نمبر ۱۷ کا حوالہ دیا ہے، اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے صحیح کیا فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مولوی صاحب سے سیرت حلبیہ جز نمبر ۱۷ کی عبارت نقل کرا کے بھیجیں[2]۔ حضرت مجدد الفِ ثانی نے لکھا ہے کہ اس امت میں کوئی دن منحوس نہیں، نحوست اٹھالی گئی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۶ھ

---

[1] نحوست ایام بولادت رحمت عالمیان علیہ وعلی الہٖ الصلوٰۃ والتسلیمات زائل گشتہ۔ (مکتوب امام ربانی مکتوب نمبر ۲۵۶/ ص ۴۲۴/ ج ۱/ استنبول)

[2] **تنبیہ**:- حجامت عربی میں پچھنے لگوانے کو کہتے ہیں، بال اور ناخن بنوانے کو نہیں کہتے، **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

توکلاً بد پرہیزی کرنا

سوال:۔ زید کو پورا یقین ہے کہ کسی چیز میں یہ قدرت نہیں کہ نفع یا نقصان پہنچا سکے کسی مرض کی حالت میں اسکا اطباء کے کہنے پر نقصان دہ چیزوں سے اپنے یقین کیوجہ سے پرہیز نہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی چیز میں یہ تو براہِ راست قدرت نہیں کہ وہ نفع یا نقصان پہنچا سکے کیونکہ نافع اور ضار صرف ذات حق تعالیٰ ہے، لیکن یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اللہ پاک نے اپنی مخلوقات میں تاثیرات رکھی ہیں، آگ، پانی، ہوا کی تاثیرات سب جانتے ہیں، سانپ بچھو کے زہر کا بھی انکار نہیں کیا جاتا، کھانے پینے کے اثرات سب ہی جانتے ہیں، ریل کی پٹری پر گردن رکھنے کا نتیجہ بھی ظاہر ہے، دوا کی تاثیرات حدیث شریف سے ثابت ہے[1]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ان الاول (الحجامة) استفراغ خلط الدم اذاهاج (مرقاة، ص ۴۹۴/ ج۴، کتاب الطب والرقی، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی) والحجم المص یقال للحاجم حجام لامتصاصه فم المحجمة (لسان العرب ص۱۱۷/ج۱۲، مطبوعه دارصادر بیروت) واجتنبوا الحجامة یوم الاربعاء مشکوٰة ص ۳۹۱/ وراجع ۳۸۹. کتاب الطب والرقی.

نحوست ایام بولادت رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیمات زائل گشتہ است (مکتوب امام ربانی مکتوب نمبر: ۲۵۶/ ص: ۴۴۲/ ج ۱/ استنبول.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عن اسامة بن شریک قال قالو ایارسول اللّٰه افنتداوی قال نعم یاعباد الله تداووافان اللّٰه لم یضع داءً الا وضع له شفاء غیرداء واحدٍ الهرم رواه احمد والترمذی وابوداؤد (مشکوٰة ص۳۸۸، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی)

(حدیث کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پرہیز کی تاکید آئی ہے۔[1] لیکن ہر شئی کی مخصوص تاثیر کا علم ہونا ہر ایک کے لئے لازم نہیں، اطباء کا تجویز کردہ پرہیز کبھی پختگی کے ساتھ ہوتا ہے، کبھی محض احتیاط اور اعلیٰ درجہ میں ہوتا ہے اس لئے نہ ہر پرہیز کی پابندی کو شرعاً ضروری قرار دیا جاسکتا ہے، نہ ہر بد پرہیزی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۶ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۶ھ

روزآنہ ایک پیسہ رات کو امانت رکھ کر صبح کو واپس لینا

سوال:۔ زید ایک محلّہ میں رہتا تھا بکر نے اسی محلّہ میں دوکان پر چون کی کر رکھی تھی، زید اکثر بکر کی دوکان سے ضروریات کی اشیاء خریدتا ہے ایک روز زید نے بکر کی دوکان سے کچھ سودا ایک پیسہ کا خریدا سودا لیکر یہ کہدیا کہ پیسہ صبح دیدونگا زید جب نماز فجر پڑھ چکا اس وقت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:- اسامہ بن شریک کہتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بیماری میں ہم علاج کریں آپؐ نے فرمایا ہاں خدا کے بندو علاج کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے لئے شفا بھی رکھی ہے مگر ایک بیماری کا علاج نہیں پیدا کیا اور وہ بیماری بڑھاپا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فی حدیث ام المنذر جعل رسول اللّٰہ ا یاکل وعلی معہ یاکل فقال رسول اللّٰہ مہ یاعلی فانک ناقہ (مشکوٰۃ ص ۳۶۶/ ج ۲/ کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، وابوداؤد ص ۵۳۹/ باب فی الحمیۃ. فی الحدیث انہ ینبغی الحمیۃ للمرض (مرقاۃ ص ۳۸۱/ ج ۴/ مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، الحمیۃ رأس الدواء رواہ ابن عدی فی الکامل وابو نعیم فی الطب النبوی اھ (اتحاف السادۃ المتقین ص ۴۰۰/۷، بیان آفات الشبع وفوائد الجوع، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- اُمِ منذرؓ کی حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرمارہے تھے، اور حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا علیؓ تم مت کھاؤ اسلئے کہ تم بیمار ہو۔

بکر کو وہ پیسہ حسب وعدہ دیدیا پھر شام کو بکر نے کہا بھائی زید ایک پیسہ میرا امانت رکھو، جب صبح نماز پڑھ چکو مجھ کو دیدینا زید نے ایسا ہی کیا، پھر بکر روز ایسا کرنے لگا شام کو ایک پیسہ دیدیتا اور صبح کو لے لیتا، زید کے دل میں خیال ہوا کہ شاید بکر کچھ شگون کرتا ہو زید نے پھر اس سے دریافت کیا لیکن اس نے دل کا مدعا ظاہر نہ کیا اسلئے یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے، کہ اس طرح کرنے سے شرعاً گنہگار تو نہ ہوگا اگر گناہ زید پر لازم آیا تو وہ ایسا کرنا چھوڑ دیگا

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قرائن قویہ سے معلوم ہو جائے کہ بکر کوئی شگون کرتا ہے تو زید کو ہرگز اس کا کہنا نہیں ماننا چاہئے، بلکہ انکار کر دینا چاہئے کیونکہ اس میں اعانت علیٰ المعصیت ہے "تعاونوا علیٰ البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان"[1]

اگر کسی طرح بکر کی نیت کا علم نہ ہو تو تب بھی چونکہ احتمال شگون ضرور ہے بلکہ غالب ہے لہٰذا احتراز کرنا چاہئے۔ لقولہ علیہ السلام "دع مایریبک الیٰ مالایریبک"[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ذیقعدہ ۵۲ھ

---

[1] سورۃ المائدۃ الآیۃ: ۲ (ترجمہ) نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[2] عن الحسن بن علی قال حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم دع. الخ، (راجع مظاہر حق ص ۱۱/ج۳، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۲/ج ۱، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی)

ترجمہ:- اس چیز کو چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

کیا رات کو قرض دینا منحوس ہے

سوال: ۔رات میں قرض نہ دینا منحوس سمجھتے ہوئے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھنا جہّال کا عقیدہ ہے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/ جمادی الثانی ۵۶ھ

قطب تارہ کی طرف پیر پھیلانا

سوال: ۔یوں کہتے ہیں کہ شمال کی جانب ایک نور بنتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرا نور تھا، لہٰذا عوام الناس قطب ستارے کی طرف پاؤں پھیلانے کو بہت برا تصور کرتے ہیں اور اس کا احترام قبلہ سے بھی زیادہ کرتے ہیں، تشریح فرمائیں، کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قول اور یہ عمل اور یہ عقیدہ مستند نہیں[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدویٰ ولاطیرۃ ولا ھامۃ ولاصفر الخ، مشکوۃ شریف ص ۳۹۱، باب الفال والطیرۃ، مطبوعہ دیوبند.

[2] ملاحظہ ہو اغلاط العوام ص ۱۶، مطبوعہ زمزم پبلشر دیوبند،

چاند جب عقرب میں ہوتو کام شروع کیا جائے یا نہیں؟

سوال:- میں بزرگوں سے سنا ہے کہ قمر در عقرب کو یا ۱۳/۱۹/۱۸/تاریخ کو یا نماز جمعہ سے پہلے کوئی بھی نیا کام یا کاروبار شروع نہ کرنا چاہئے۔ مذہبی طور پر ایسی کوئی ممانعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً بے اصل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۸ھ

گرہن کے وقت کھانا

سوال:- عوام میں مشہور ہے کہ چاند یا سورج گرہن میں جب تک گرہن رہے اس وقت تک کچھ کھانا نہیں چاہئے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عوام میں غلط مشہور ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو اغلاط العوام ص ۲۶، مطبوعہ شمس پبلشرز دیوبند، من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد، مشکوۃ شریف ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2]..... اغلاط العوام ص ۱۸۹

سفید پیر والی بھینس منحوس نہیں

سوال:- اگر کوئی بھینس سیاہ ہوتی ہے اور اس کے پیر سفید ہوں تو اس کو منحوس جانا جاتا ہے یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بے اصل اور غلط ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟

سوال:- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والے کا درجہ اعلیٰ ہے۔ اور لڑکی والے کا درجہ لڑکے والوں سے کم ہے۔ کیا شرعاً بھی درجہ میں تفاوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان باتوں کی وجہ سے شرعاً درجہ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ یہ درجہ کا فرق عوام کا تجویز کردہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۹۲ھ

---

[1]..... اغلاط العوام ص ۳۱

[2] قال اللہ تعالیٰ "یهب لمن یشاء اناثا و یهب لمن یشاء الذکور (سورۂ شوریٰ آیت: ۴۹) فعل لمحض مشیئته سبحانه لا مدخل لمشیئة العبد فیه فلذا قدمت الاناث وأخرت الذکور کانه قیل یخلق ما یشاء یهب لمن یشاء من الاناثی ما لایهواه ویهب لمن یشاء منهم ما یهواه فقد کانت العرب تعد الاناث بلاء، روح المعانی ص ۱۴/۸۲، سورة الشوریٰ رقم الآیت: ۴۹، مطبوعه درالفکر بیروت.

دائی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا

سوال:- ہمارے یہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ کی ناف کاٹنے والی دائی یا ڈاکٹرنی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پینا حرام ہے۔ حکمِ شریعت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ خیال غلط[1] ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ کے وقت سامعین کا ہاتھ باندھنا، کھولنا

سوال:- جمعہ کے دن مقتدیوں کا خطبہ کے وقت بیٹھے ہوئے تشہد کی ہیئت بنانا اور ہاتھ باندھے رہنا دوسرے خطبہ کے وقت ہاتھوں کو کھول کر گھٹنوں پر رکھنا۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ ثابت نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ

---

[1]..... اس لئے کہ نجاست ان کے ہاتھوں میں ہمہ وقت لگی ہوئی نہیں رہتی ہے لہذا جب ہاتھ کو صاف ستھرا کر کے پکائیں تو پھر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حائضہ اور نفساء کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا جائز ہے۔ ولا یکرہ طبخها ولا استعمال مامسته من عجين اوماء اونحوهما الخ شامی زکریا ص ۴۸۶ ج ۱ کتاب الطهارة ،باب الحيض

[2]..... اغلاط العوام ص ۷۳ جمعه و عيدين اور خطبه کی اغلاط،

مغرب کی اذان کے وقت پانی پینا ممنوع نہیں

سوال:- ہماری مسجد کے امام صاحب کہتے ہیں کہ مغرب کی اذان کے وقت پانی وغیرہ نہ پینا چاہئے یہ کہاں تک صحیح ہے دوسرے لوگ بھی تائید کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً اس وقت پانی پینے کی ممانعت نہیں اغلاط العوام میں بعض مسائل مشہور ہیں یہ بھی ان میں سے ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رات میں جھاڑو دینا، منہ سے چراغ گل کرنا، دوسروں کا کنگھا استعمال کرنا

سوال:- اغلاط العوام ص ۱۸ پر ایک مسئلہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گل کرنے کو یا دوسرے کا کنگھا کرنے کو اگرچہ بااجازت ہو برا سمجھتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رات میں جھاڑو دیجائے تو درست ہے لیکن احقر نے شیخ فریدالدین عطار کی کتاب ''پندنامہ'' ہے اس کا مطالعہ کیا تو اس کے ص ۴۳ پر یہ مصرع دیکھا: شب مزن جاروب ہرگز خانہ در۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں جھاڑو نہ دینی چاہئے کہ احقر کو ان دونوں کا علم نہیں ہے کہ منع کس حیثیت سے ہے اور اجازت کس حیثیت سے ہے بایں وجہ ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے لہٰذا دفع تعارض کیا ہوگا؟

---

[1]..... اغلاط العوام ص ۱۸۹، کھانے پینے کے اغلاط، مطبوعہ زمزم پبلشرز دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

پند نامہ فقہ کی کتاب نہیں نہ فقہی حیثیت سے اس میں ممانعت مذکور ہے بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ مکان صاف کرنے اور جھاڑو دینے کا وقت عرفاً دن ہے رات نہیں ہر کام اپنے وقت پر کرنا چاہئے مگر یہ تعیین فقہی تعیین نہیں کہ اس کے خلاف کرنے سے آدمی گنہ گار ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چراغ پھونک مار کر بجھانا

سوال:- چراغ پھونک مار کر بجھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۸۹ھ

---

[1].....حدیث شریف میں بجھانے کا ذکر مطلق آیا ہے، عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اطفئوا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقة ربما اجترت الفتیلة فاحرقت اهل البیت، مشکوة شریف ص ۳۷۲، کتاب الاطعمة، باب تغطیة الاوانی وغیرها قبیل کتاب اللباس، یہ اغلاط العوام میں سے ہے۔ ملاحظہ ہو اغلاط العوام ص ۲۱۹۔۲۲۱ (مطبوعہ شمس پریبلشرز دیوبند) متفرق اغلاط، البتہ پھونک مار کر بجھانے سے دماغ میں دھواں گھسنے کا اندیشہ ہے اس لئے بعض بزرگوں نے بطور احتیاط منع فرمایا ہے جیسا کہ شیخ فریدالدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، ؎

نیک نبود گر کشی از دم چراغ ..... رہ مدہ دود چراغ اندر دماغ

پند نامہ ص ۴۳، مطبوعہ دھلی.

دانت والے بچے کی پیدائش

سوال:- میرے بچی پیدا ہوئی ہے مگر اس کے دانت ہیں جس روز سے یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے ہر طرح کی مصیبت میں ہوں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحس ہے اس وجہ سے میں اس کا عقیقہ بھی نہیں کر سکا اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کوئی نحوست کی چیز نہیں ایسا خیال ہرگز نہ کریں[1]، عقیقہ مستحب ہے[2]، اگر وسعت ہو تو عقیقہ کر دیں سلف میں بھی بعض دانت والے پیدا ہوئے جیسے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

تیسری رات کا چاند نہ دیکھنا اور اس کی کہانی سننا

سوال:- عورتیں اکثر اوقات تیسری تاریخ کا چاند دیکھنا نہ کہہ کر تیسری تاریخ کے

---

[1] روی عن النبی ﷺ انہ قال ان کان الشوم فی شئ ففی المرأة والدابة والمسکن، ترمذی شریف ص ۲/۱۱۰، ابواب الادب، باب ماجاء فی الشوم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بدفالی کسی چیز میں ہے تو عورت جانور اور گھر میں ہے۔

[2] ویستحب لمن ولد له ولد ان یسمیه (الی ماقال) ثم یعق عند الحلق عقیقة مباحة الخ، شامی زکریا ص ۴۸۵، ج ۹، کتاب الاضحیة، قبیل کتاب الحظر والاباحة،

[3] ضحاک بن مزاحم الهلالی المتوفی ص ۱۰۵ھ لقی جماعة من التابعین ..... وکانت امه حاملا به سنتین وولد وله اسنان (تهذیب الکمال ص ۹/۱۷۶، ضحاک بن مزاحم الهلالی، مطبوعه دارالفکر بیروت،

چاند کی کہانی سنتی ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداومصلیا!

تیسری تاریخ کے چاند دیکھنے کو اچھا نہ کہنا اور اس کی جگہ چاند کی کہانی سننا کوئی شرعی چیز نہیں ہے، بلکہ بدشگونی ہے، اس سے شریعت نے منع فرمایا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

---

[1] وعنه (ابی هريرة) قال قال رسول الله ﷺ لا عدوى ولا هامة ولا نوء ولا صفر رواه مسلم (مشكوة شريف ص ۲/۳۹۲، باب الفال والطيرة، فى النهاية الانواء منازل القمر (مرقاة ص ۴/۵۲۱، باب الفال والطيرة، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دہم

﴿احوال برزخ﴾

مرنے کے بعد روح کا مقام

سوال:- مرنے کے بعد روح جسم سے نکلنے پر کہاں قیام کرتی ہے، اس کا تعلق دنیا والوں کے ساتھ رہتا ہے، یا نہیں، دنیا میں جو اس نے اچھے یا برے اعمال کئے ہیں اس کا بدلہ قیامت سے پہلے ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ارواح کے احوال بہت مختلف ہیں ایک حال نہیں، انبیاء کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں، شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے حواصل یعنی پوٹوں میں ہیں، جنت میں حسب خواہش چلتی پھرتی کھاتی ہیں، مسلمان بچوں کی ارواح جنت میں ہیں، اتنی مقدار تو صاف صاف حدیث سے ثابت ہے کذافی فتاویٰ الحدیثیہ[1] بقیہ مکلفین کی ارواح میں اختلاف کثیر ہے،

---

[1] أن الأنبياء صلوات اللّٰه وسلامه عليهم تكون أرواحهم في اعلى عليين واكثر العلماء ان ارواح الشهداء فى اجواف طيور خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح فى الجنة حيث تشاء وعلى ان من لم يبلغ التكليف منهم فى الجنة حيث شاء والخ الفتاوىٰ الحديثية ص: ٦، مطلب ارواح الانبياء فى اعلى عليين. مطبوعه دار المعرفة بيروت.

بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ قبور میں رہتی ہیں، بعض نے کہا ہے کہ قبور کے اوپر رہتی ہیں، بعض کی رائے ہے کہ مومنین کی ارواح جابیہ یا چاہ زمزم میں ہیں اور کفار کی ارواح حضر موت کے جنگل میں ایک مقام جس کو برہوت کہتے ہیں اس میں رہتی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے، جس کو بیضاء کہتے ہیں اس میں رہتی ہیں، ان میں سے بعض اقوال کو ابن حجرؒ مکی نے نقل کیا ہے[1]۔ اور بعض نے تردید کی ہے اسی طرح ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح[2] میں اکثر اقوال نقل کر کے بعض پر رد کیا ہے۔ شرح الصدور[3] میں جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے کہ مرنے کے بعد دنیا والوں سے اتنا تعلق رہتا ہے، کہ جو ثواب پہنچایا جائے وہ پہنچ جاتا ہے اور زندوں کے اچھے اور برے اعمال جن کا تعلق اس

---

[1] واما اهل التكليف ففيهم خلاف كثير عن وهب انها فى دار يقال لها البيضاء فى السماء السابعة وعن مجاهد انها تكون على القبور الى قوله ورجح ابن عبد البر ان ارواح غير الشهداء فى افنية القبور تسرح حيث شاء الى قوله وعن ابن عمر قال ارواح المومنين تجتمع بالجابية واما ارواح الكفار فتجتمع بسبخة حضر موت يقال لها برهوت الخ الفتاوى الحديثية ص: ٦ مطلب ارواح الانبياء فى اعلى عليين الخ. مطبوعه دار المعرفة بيروت.

[2] فان قيل ذكرتم اقوال الناس فى مستقر الارواح وماخذهم فما هو الراجح من هذة الاقوال حتى نعتقده قيل الارواح متفاوتة فى مستقرها فى البرزخ اعظم تفاوت فمنها ارواح فى اعلى عليين فى الملاء الاعلى وهى ارواح الانبياء ومنها ارواح فى حواصل طير خضر تسرح فى الجنة حيث شاء ت وهى ارواح بعض الشهداء وارواح فى نهر الدم تسبح وتلقم الحجارة فليس للارواح سعيدها وشقيها مستقر واحد الخ. (كتاب الروح ص: ١٤٧، المسئلة الخامسة عشر، اين مستقر الارواح)

[3] عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اعمالكم تعرض على عشائركم واقربائكم فى قبورهم فان خيراً استبشر وا به وان كان غير ذلك قالوا اللهم الهمهم ان يعملوا بطاعتك الخ. شرح الصدور ص: ١٠٤، ص: ١٠٥، باب عرض اعمال الاحياء على الاموات، وشرح الصدور ص: ١٢٢، باب فى قراء ة القرآن للميت الخ.

میت سے ہوان کی بھی میت کو اطلاع کرائی جاتی ہے کذا فی کتاب الروح[1] باقی اس روح کا اپنے دنیا والے مکان پر واپس آنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، پرانی روحیں نئی روح کا استقبال کرتی ہیں اور اس کی آمد سے خوش ہوتی ہیں، اور اہلِ دنیا یعنی اپنے اقارب کے احوال کو دریافت کرتی ہیں۔ کذا فی تذکرۃ الموتیٰ فی القبور[2] اچھے اور برے اعمال کا اصلی بدلہ تو قیامت کو ملے گا، بلکہ آثار ہر دو قسم کے قبر ہی بلکہ موت ہی سے شروع ہو جاتے ہیں۔ کذا فی اشعۃ اللمعات[3]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بعد الموت مقامِ روح

سوال: -قصبہ بڑوت میں جو مولوی صاحب ہیں ان سے دریافت کیا کہ قیامت

---

[1] ان المیت یعلم بعمل الحی من اقاربہ واخوانہ عن ابی ایوب قال تعرض اعمال الاحیاء علی الموتی فاذا رأوا حسنا فرحوا واستبشروا ورأوا سوء قالوا اللھم ارجع بہ. کتاب الروح ص: ۸ المسئلۃ الاولی فی معرفۃ الاموات بزیارۃ الاحیاء الخ.

[2] وکان وھب بن منبہ رضی اللّٰہ عنہ یقول ان للّٰہ داراً فی السماء السابعۃ یقال لھا البیضاء تجتمع فیھا ارواح المومنین فاذا مات المیت من اھل الدنیا تلقت الارواح ویسألونہ عن اخبار الدنیا کما یسأل الغائب اھلہ اذا قدم سفرہ علیھم الخ، التذکرہ فی احوال الموتی والقبور ص: ۱۷، باب ماجاء فی تلاقی الارواح فی السماء والسوال عن اھل الارض الخ. مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[3] وبر ھر تقدیر از اقوال ایشاں ظاھر میشود کہ مردہ از بعد سوال وجواب ونمودن جائے نشست ودوزخ وفتح باب بان می میراند، ودر وقت بعث زندہ می گردانند، واز احادیث کہ مذکورہ شدند معلوم می گردد کہ مردہ تاقیامت در گور در عذاب ونعمت وریح وراحت می باشد الخ، اشعۃ اللمعات ص ۱۲۰/۱، کتاب الایمان، باب اثبات عذاب القبر، مطبوعہ نوریہ پاکستان.

تک روح کس حالت میں اور کس جگہ رہتی ہے، انہوں نے کہا کہ آپ دیوبند کے مدرسہ سے معلوم کریں اس وجہ سے آپ سے اس بارے میں تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرنے کے بعد جسم سے جدا ہو کر روح برزخ میں چلی جاتی ہے، قیامت تک وہیں رہے گی، برزخ کا ایک رخ اس دنیا کی طرف ہے کہ مرتے ہی روح وہاں پہنچ جاتی ہے زندگی میں نہیں جاسکتی، دوسرا رُخ آخرت کی طرف ہے کہ قیامت کو وہاں سے آخرت میں منتقل ہو جائے گی، قرآن پاک اور حدیث شریف سے ایسا ہی ثابت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

روح کا مقام مرنے کے بعد

سوال:- انسان میں ایک روح ہے یا دو، اور مرنے کے بعد کس کس جگہ چلی جاتی ہیں اور ان کا نام کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان میں تین طرح کی روح ہوتی ہے اول روح ہوائی اس کو نسمۃ، روح طبعی، بدن ہوائی بھی کہتے ہیں دوم نفسِ ناطقہ، سوم روح ملکوت۔ کما فی الطاف القدس[2]۔

---

[1] واعلم انه ليس عالم القبر الا من بقايا هذ العالم وانما تترشح هنالک العلوم من وراء حجاب الخ، حجة الله البالغة ص ۳۵/۱، باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ، مطبوعه مصر، رحمة الله الواسعة ص ۳۹۵/۱، مطبوعه حجاز دیوبند،

[2] ایں روح مرکب از سہ جزو است نسیمہ طیب کہ از بخار لطیف عناصر بعد ہضمی چند اپیدا می شود واورا نسمہ وروح طبعی وبدن ہوائے می گوئیم وجزو دیگر نفس ناطقہ است وجز سویم روح ملکوت است، الطاف القدس ص:۶، ۵، فی اول الکتاب مطبوعہ احمدی۔ ملاحظہ ہو حجة الله البالغة ص ۱۸/۱، باب حقيقة الروح، مطبوعه مصری.

مرنے کے بعد نیکوں کی روح علیین میں، بدوں کی سجین میں ہو جاتی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۱/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۴/محرم ۵۳ھ

مقام ارواح

سوال:- کلام مجید کی متعدد آیات مثلاً: ''ونفخ فی الصّور'' الآیۃ، سورۂ یٰسین: ''ونفخ فیه اخری'' الآیۃ سورۂ زمر: ''یوم یخرجون من الاجداث'' سورۂ معارج ونیز حدیث نم کنومة العروس الحدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ روح قبر میں رہتی ہے، پھر یہ کہ علیین یا جنت میں رہتی ہے، اس کا کیا مطلب اور تطبیق ہے، کوئی حدیث بمقابلۂ آیات کس دلیل سے معتبر مانی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ارواح کے مقامات اپنے اعمال وافعال کے اعتبار سے یکساں نہیں، بلکہ متفاوت ہیں نیز تمام ارواح دنیا سے جا کر قیامت تک کیلئے ایک جگہ محبوس نہیں رہتیں، لہٰذا اب کوئی اشکال نہیں تطبیق ظاہر ہے: ''الارواح متفاوتة فی مستقرها فی البرزخ اعظم تفاوت فمنها

---

[1] ان مقر ارواح المومنین فی علیین اوفی السماء السابعة ونحو ذالک کما مرومقر ارواح الکفار فی سجین. (التفسیر المظهری ص: ۲۲۵، ج: ۱۰) تحت قوله تعالیٰ وما ادراک ماعلیون الخ. مکتبه رشیدیه کوئٹه پاکستان. کتاب الروح ص ۱۲۱، الخامسة عشر این مستقر الارواح الخ، مطبوعه پاکستان، التذکرة فی احوال الموتی وامور الآخرة ص ۱۱۵/۱، قبیل باب ماجاء فی بشری المؤمن فی قبره، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ارواح فی اعلٰی علیین فی الملأ الاعلٰی وھی ارواح الانبیاء صلاۃ اللّٰہ وسلامہ علیھم. وھم متفاوتون فی منازلھم کما رأی ھم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ الاسریٰ. ومنھا ارواح فی حواصل طیر خضرتسرح فی الجنۃ حیث شاءت وھی ارواح بعض الشھداء لا جمیعھم بل من الشھداء تحبس روح عن دخول الجنۃ لدین علیہ غیرہ کما فی المسند عن محمد بن عبد اللّٰہ بن جحشؓ ان رجلاً جاء الٰی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللّٰہ مالی ان قتلت فی سبیل اللّٰہ قال الجنۃ فلما ولّٰی قال الاّ الدین سارنی بہ جبریلؑ انفا ومنھم من یکون محبوسا علٰی باب الجنۃ کما فی حدیث اٰخر رأیت صاحبکم محبوسا علٰی باب الجنۃ ومنھم من یکون محبوساً فی قبرہ کحدیث صاحب الشملۃ التی غلّھا ثم استشھد فقال الناس ھنیئًا لہ الجنۃ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی غلّھا لتستعل علیہ ناراً فی قبرہ ومنھم من یکون مقرہ باب الجنۃ کما فی حدیث ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ الشھداء علٰی بارق نھر بباب الجنۃ فی قبۃ خضراء ویخرج علیھم رزقھم من الجنۃ بکرۃ وعشیۃً ومنھم من یکون محبوساً فی الارض لم تعل روحہ الٰی الملاَء الاعلٰی فانھا کانت روحاً سفلیۃ ارضیۃ ومنھا ارواح تکون فی شور الزناۃ والزوانی وارواح فی نھر الدم تسبح فیہ وتلقح الحجارۃ فلیس للارواح سعیدھا وشقیھا مستقر واحد بل روح فی اعلٰی علیین وروح ارضیۃ سفلیۃ لا تصور عن الارض وانت اذا تأملت السنن والاٰثار فی ھذا الباب وکان لک بھا فضل اعتنا عرفتحجۃ ذالک ولا تظن ان بین الاٰثار الصحیحۃ فی ھٰذا الباب تعارضًا فانھا کلھا حق یصدق بعضھا بعضا لکن الشاق فی فھمھا ومعرفۃ النفس احکامھا وان لھا شانا غیر شان البدن وانھا مع کونھا فی الجنۃ فھی فی السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فیہ وھی اسرع شئ حرکۃ وانتقالاً وصعودًا

وهبوطاً وانها تنقسم الٰی مرسلة ومحبوسة وعلوية وسفلية اهـ كتاب[1] الروح مختصراً ص: ۱۸۴. وشرح الصدور[2] ص: ۱۸.

حافظ ابن قیم اور علامہ سیوطی نے اور بھی اقوال نقل کئے ہیں بعض کی تردید اور بعض کی تائید بھی کی ہے، سجین اور علیین کی تفسیریں بھی مختلف ہیں علامہ ابوسعود ارشاد العقل السلیم ص[3]: ۴۲۵، ج: ۸ میں فرماتے ہیں، سجین: علم لكتاب جامع هو ديوان الشر دون الله فيه اعمال الشياطين واعمال الكفرة والفسقة من الثقلين منقول من وصف كخاتم واصله فعيل من السجن هو الحبس والتضييق لانه سبب الحبس والتضييق فى جهنم. اولانه مطروح كما قيل تحت الارض السابعة فى مكان مظلم وحش وهو مسكن ابليس وذريته فالمعنى ان كتاب الفجار الذين من جملتهم المطففون اى مايكتب من اعمالهم وكتابة اعمالهم لفى ذالک الكتاب المدون فيه قبائح اعمال المذكورين اهـ وعليون علم لديوان الخير الذى دون فيه كل ما عملته الملائكة وصلحاء الثقلين الخ هٰكذا فى المدارک[4] والسجين اسم لجهنم بازاء عليّين وقيل هو اسم للارض السابعة وقوله تسعى عليين فقد قيل هو اسم اشرف الجنان كما ان سجينا اسم شر النيران. وقيل بل ذالک فى الحقيقة اسم مكانها اهـ وهٰذا اقرب فى العربية اذا كان هٰذا الجمع يختص بالناطقين ومعناه ان الابرار فى جملة هؤلاء فيكون ذالک كقوله اُولٰئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين الانبياء كذا فى المفرادات[5] السجين، صخرة نجومة تحت جهنم يكون فيها

---

[1] كتاب الروح ص: ۱۸۴، القول الراجح فى مستقر الارواح، مطبوعه حيدرآباد دكن.

[2] شرح الصدور ص: ۹۱، باب مقر الارواح، مطبوعه مصر.

[3] تفسير ابى سعود المسمى بارشاد العقل السليم ص ۱۲۶/۹، سورة المطففين آيت: ۷، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

[4] تفسير مدارک التنزيل ص ۳۴۰، ۳۴۱/۴. مطبوعه دارالفكر بيروت،

[5] المفرادات فى غريب القرن ص ۲۲۳، مادة السين مع الجيم. مطبوعه مصر،

ارواح الکفار وکتب اعمالهم اهـ مجمع[1] البحار ج:۲، ص:۹۹. صریح آیات وروایات میں قبور سے اٹھنے کا ذکر ہے ان کا یہ مطلب نہیں کہ ارواح ان قبور میں محبوس ہیں بلکہ قبر سے فی الجملہ روح کو تعلق واتصال رہتا ہے اور اجسام جو کہ قبور میں مدفون ہیں وہ قبور ہی سے اٹھیں گے، کیونکہ حشر جسم اور روح دونوں کا ہوگا: ثم اذا کان یوم القیامة الکبریٰ اعیدت الارواح الیٰ الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العالمین. ومعاد الابدان متفق علیه بین المسلمین والیهود والنصاریٰ اهـ کتاب[2] الروح ص:۸۲.

قبر میں سونا بھی ہر ایک کیلئے اور ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، بعض کا تلاوت کرنا خود احادیث سے ثابت ہے[3]۔ مسئلہ مذکورہ میں تو قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں جو بوقت تقابل حجت

---

[1] مجمع البحار ص:۴۳، باب السین مع الجیم السجن، مطبوعه حیدر آباد.

[2] کتاب الروح ص:۸۳، فصل فی انما مذهب السلف ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب.

[3] عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خباءه علی قبر وهو لا یحسب انه قبر فاذا قبر انسان یقرء سورة الملک حتی ختمها فاتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه ضربت خبائی علی قبر وانا لا احسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرء سورة الملک حتی ختمها الحدیث. (ترمذی شریف ص: ۱۱۲، ج:۲) ابواب فضائل القرآن مطبوعه رشیدیه. شرح الصدور ص ۸۹-۱۸۸، باب احوال الموتی فی قبورهم الخ، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا ان کا گمان نہیں تھا کہ یہ قبر ہے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ انسان کی قبر ہے وہ انسان سورۂ ملک پڑھ رہا ہے، اس نے وہ سورت پوری پڑھ ڈالی وہ صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر ہے جس میں ایک انسان سورۂ ملک کی تلاوت کر رہا ہے، اس نے وہ سورت پوری پڑھ ڈالی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورت عذاب الٰہی کو روکنے والی ہے، یہ نجات دینے والی سورت ہے یہ اس کو قبر کے عذاب سے نجات دے گی۔

حدیث کو بیان کیا جاوے، فی نفسہ یہ چیز اصول فقہ میں مدلل ومبرہن موجود ہے، کہ آیات کی حدیث کے ذریعہ سے تفسیر، بیان، تقیید، نسخ، درست ہے یا نہیں[1] تفسیر[2] ابن کثیر ص:۶۳، ج:۴، میں ہے کہ نفخ صور تین مرتبہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

کیا مرنیکے ایک مہینہ بعد تک روح مکان کے اردگرد گھومتی ہے

سوال:- کتاب ''صبح کا ستارہ'' کا مصنف روح کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب مومن مرجاتا ہے تو اس کی روح اس کے گھر کے آس پاس مہینہ بھر تک پھرا کرتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کا مال کس طرح بانٹتے ہیں اور اس کا قرض کس طرح ادا کیا جائے پھر ایک مہینہ کے بعد قبر کے گرد سال بھر پھرتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کے لئے کون دعا مانگتا ہے، اور کون غمگین ہوتا ہے، پھر جب سال پورا ہوجاتا ہے تب اس کو جہاں سب روحیں جمع رہتی ہیں لے جاتے ہیں اور نفخ صور تک وہیں رہتی ہے، ص: ۲۸ تا ص:۲۹، کیا یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اہلِ سنت کے عقیدہ کے مطابق ہے؟

---

[1] یجوز نسخ الکتاب بالکتاب والسنة. (نور الانوار ص: ۲۱۴) مبحث اقسام البیان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. نامی شرح حسامی ص۱۸۳/۱، باب بیان التبدیل، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الامن شاء اللّٰه هذه النفخة هی الثانیة وهی نفخة الصعق الی قوله ثم یحیی اول من یحیي اسرافیل ویامره ان ینفخ فی الصور مرة اخری وهی النفخة الثالثه نفخة البعث قال اللّٰه عزوجل ثم نفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون. تفسیر ابن کثیر ص:۹۶، ج:۴. سورۂ زمر تحت آیت:۶۸، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. التذکرة فی احوال الموتی وامورالآخرة ص۱۵۰/۱، قبیل باب منه فی صفة البعث. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت صحاح میں نہیں بلکہ صحاح کی روایات کے خلاف اور نا قابلِ تسلیم ہے، ایسی بے سند روایات اہل بدعت کے لئے سامانِ ضلالت اور فتنہ ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۲ھ

کیا مرنے کے بعد روح گھر پر آتی ہے؟

سوال:۔عمر کہتا ہے کہ اس دنیا میں ارواحِ طیبہ ہوں یا خبیثہ واپس نہیں آسکتی اور یہاں آکر کسی قسم کا تصرف بھی نہیں کرسکتی، وہ دلائل پیش کرتا ہے، کہ مولانا تھانویؒ کی کتاب اشرف الجواب جلد دوم، ص۱۱۹/ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مردہ کی روح دنیا میں واپس نہیں آتی اور بکر کہتا ہے کہ مردہ کی ارواح دنیا میں واپس آسکتی ہیں، اور تصرفات بھی کرسکتی ہیں، دلائل میں فتاویٰ دارالعلوم فقہی ترتیب والا جدید ایڈیشن جلد پنجم وششم کے، ص۱۴۰/ سے یہ احادیث پیش کرتا ہے "**قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا خرج الروح من ابن اٰدم ثلاثۃ ایام یقول الروح یارب ائذن لی حتی اجئ وانظر الیٰ جسدی الذی کنت فیہ فیاذن اللّٰہ لہٗ فیجئ الیٰ قبرہ وینظر الیہ من بعیدالیٰ اٰخر الحدیث**"

دوسری حدیث **قال ابن عباس اذاکان یوم العید ویوم العاشوراء ویوم الجمعۃ الاولیٰ من رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ القدر ولیلۃ الجمعۃ تخرج ارواح الاموات من قبورھم ویقفون علیٰ ابوابھم وعلیٰ ابوابِ بیوتھم۔**

---

[1] اغلاط العوام ص:۱۷، مطبوعہ شمس پبلشرز دیوبند، اشرف الجواب ص:۱۱۹، ج:۲. مطبوعہ دیوبند،

تیسری حدیث روی عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه انه قال اذا مات المؤمن دارت روحه حول دارہٖ شهراً هكذا فی دقائق الاخبار، ص۱۸۱/ للامام الشيخ عبدالرحيم القاضی وبها مشه كتاب الدر الحسان فی الحديث ونعيم الجنان للسيوطیؒ۔

جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ عثمانی دیوبندی مذکورہ بالا فتاویٰ کے صفحہ ۱۴۲/ میں فرماتے ہیں کہ جو دلائل بکر نے پیش کئے ہیں نا کافی ہیں، اب ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بکر نے جو احادیث پیش کی ہیں، کیا یہ سب صحیح ہیں اور مہربانی کر کے اس تعارض کو دور کر کے ہمیں اطمینان عطا فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انتقال کے بعد ارواح کا دنیا میں مکان پر آنا یا نہ آنا نہ تو ان مسائل اعتقادیہ میں سے ہے، جن پر ایمان لانا فرض ہو، اور نہ ہی مسائل فقہیہ جزئیہ میں سے ہے، کہ جس کو حل کئے بغیر عمل ممکن نہ ہو، اس لئے اس اُلجھن میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے[1]

مردوں کی ارواح کا مکان پر آنا نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صریح حدیث سے اس کا ثبوت ہے، جن احادیث کا حوالہ آپ نے دیا ہے، انہیں اصحاب صحاح نے اختیار نہیں کیا ہے، اور وہ اس پائے کی نہیں کہ اس سے کسی ضروری مسئلہ کا اثبات کیا جاسکے، اصولی بات وہی ہے جو حضرت تھانویؒ نے اشرف الجواب[2] صفحہ ۱۱۹/ میں تحریر فرمائی ہے، کہ مردہ اگر منعم علیہ ہے تو اسے یہاں آکر لپٹتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر معذب ہے تو فرشتگانِ عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، باقی اگر اللہ جل شانہٗ کسی روح کو اجازت

---

[1] فی مثل هذه المسئلة ذكر الشامی "وليست من المسائل التی يضر جهلها او يسأل عنها فی القبر او فی الموقف فحفظ اللسان عن التكلم فيها الا بخير اولی واسلم" (ردالمحتار كراچی ص۱۸۵/ ج۳/ باب نكاح الكافر)

[2] اشرف الجواب ص ۱۱۹، حصه دوم، مردہ کی روح دنیا میں واپس نہیں آتی، مطبوعه ديوبند.

دیدیں تو کوئی وجہ رکاوٹ کی بھی نہیں، میت کے انتقال کے بعد اپنے گھر والوں اور متعلقین سے کچھ امیدیں وابستہ ہوتی ہیں، اور وہ متعلقین سے امیدوار رہتی ہیں، ہوتا یہ ہے کہ وہ امید اور تعلق ہی لوگوں کو متمثل ہوکر ظاہر ہوجاتے ہیں، مثلاً یہ کہ روح دروازہ پر کھڑی ہے کھانا مانگتی ہے، اور ضروریات طلب کرتی ہے، یہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ تمثل ہوتا ہے، کیونکہ ارواح کو اس عالم میں دنیاوی ضرورت کی نہ تو حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی یہ چیزیں ان کیلئے وہاں مفید ہوسکتی ہیں، یہی وجہ ہیکہ ایصال ثواب کے طور پر جو چیز میت کی روح کو بخشی جاتی ہیں وہ بھی اس اصل صورت میں نہیں بلکہ اُخروی نعمتوں کی صورت میں متشکل ہوکر پیش ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // ۱۶/۲/۸۸ھ

مرنے کے بعد روح کا مکان سے تعلق

سوال:- مرنے کے بعد روح کا تعلق مکان سے کب تک رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دفن سے پہلے پہلے میت کیساتھ جو کچھ غسل کفن بکاء ثناء کا معاملہ کیا جاتا ہے اس کو روح دیکھتی ہے اور اس وقت تک فرشتہ کے قبضہ میں رہتی ہے، دفن کے وقت قبر میں داخل ہوکر جسم میں داخل ہوجاتی ہے اور سوال وجوابِ قبر شروع ہوجاتا ہے، صرّح بہ السیوطی شرح الصدور[1] ص: ۳۹۔ اس کے بعد مکان سے تعلق رہنا اور مکان پر آنا کسی معتبر روایت سے ثابت

---

[1] عن ابی نجیح قال مامن میت یموت الاوروحه فی ید ملک ینظر الی جسده کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی به الی قبره ثم تعاد الیه روحه فیجلس فی قبره الخ. شرح الصدور ص: ۳۸، باب معرفة المیت فی من یغسله ویجهزه وسماعه الخ. مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روح کا قبر پر یا مکان پر آنا

سوال:- کیا مرنیوالے کی روح ہر پنجشنبہ کو مکان یا قبر پر آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان پر آنے کی کوئی روایت معتبر نہیں[2]۔ البتہ قبر سے تعلق قوی ہوجاتا ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کا تعلق زندوں سے

سوال:- مرنے والے کو مرنے کے بعد اپنے ماں باپ سے کوئی تعلق رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رہتا ہے، اس طرح کہ میت کو ان کے اعمال کی اطلاع دی جاتی ہے، اگر اچھے اعمال

---

[1] اشرف الجواب ص: ۱۱۹، ج: ۲، مطبوعہ دیوبند، اغلاط العوام ص: ۱۷. مطبوعہ شمش پبلشرز دیوبند،

[2] اشرف الجواب ص ۱۱۹/۲، طبع دیوبند، اغلاط العوام ص: ۱۷. شمس پبلشرز دیوبند،

[3] وانها مع كونها فى الجنة فهى فى السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه وهى اسرع شئ حركة وانتقالا وصعودا وهبوطا الخ، كتاب الروح ص ۱۵۲، المسئلة الخامسة اين مستقر الارواح الخ، فتاوىٰ حديثيه ص ٦، مطلب ارواح الانبياء فى اعلى عليين الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

ہیں تو میت کی روح کو خوشی ہوتی ہے، اگر برے اعمال ہیں تو رنج ہوتا ہے، اور وہ روح ان کی اصلاح کی دعا کرتی ہے اور یہ تعلق ماں باپ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جمیع اقرباء ومتعارفین سے رہتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مردہ کا پہلے مردوں سے ملنا

سوال:۔ مرنے کے بعد پہلے مرے ہوئے ملتے ہیں یا نہیں؟ اور دنیا کا خیال آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دنیا کا خیال آتا ہے اگر اعمال اچھے ہیں حساب صاف ہے، تو سب سے ملنے کی اجازت ہوجاتی ہے، ورنہ عذاب میں رہتا ہے[2]۔

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اعما لکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من الاموات فان خیراً استبشروا وان کان غیر ذالک قالوا اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا. مجمع الزوائد ص۳/۷۳، کتاب الجنائز، باب عرض اعمال الاحیاء علی الاموات، دارالفکر بیروت، الرقم للحدیث:۳۹۳۳. شرح الصدور ص۱۰۵-۱۰۴، باب عرض اعمال الاحیاء علی الاموات، مسند احمد ص۳/۶۴۳، رقم الحدیث ص۱۲۲۷۲، دار احیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے مرے ہوئے رشتہ داروں پر پیش ہوتے ہیں اگر وہ اعمال بہتر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اعمال اسکے علاوہ ہیں تو کہتے ہیں تو انکو موت نہ دے یہاں تک کہ تو انکو ہدایت دے جیسا کہ تو نے ہمیں ہدایت دیا۔

[2] ان الارواح قسمان ارواح معذبة وارواح منعمة فالمعذبة فی شغل بماھی فیه من العذاب عن التزاور والتلاقی والارواح المنعمة المرسلة غیر المحبوسة تتلاقی وتتزاور وتتذاکر ماکان منھافی الدنیا ومایکون من اھل الدنیا. (کتاب الروح ص۲۳)

اور دنیا والوں سے ملنا چاہتا ہے[1] مگر فرشتے سوال کے بعد کہہ دیتے ہیں کہ "نم کنومة العروس"[2] یعنی دلہن کی طرح آرام سے سوجا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۴/۱۲/۵۳ھ

صحیح عبداللطیف ۲۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

قبر میں روح ڈالی جائے گی

سوال:۔ "ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنافهل الیٰ خروج من سبیل" (ترجمہ) اے رب تونے ہم کو دوبارہ موت دی، اور دوبارہ زندہ کیا ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ اس آیت کے مطلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف دوبارہ موت اور دوبارہ زندگی انسان کو دی جائے گی، اب رہی یہ بات کہ قبر میں مردے کے جسم میں روح ڈالی جائیگی، یہ تیسری زندگی ہوگی، اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، تیسری زندگی کونسی ہوگی وہ دلیل سے معلوم کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک حدیث شریف میں موجود ہے کہ مردے میں روح قبر میں ڈالی جائے گی۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فیقول دعونی حتی اذهب فابشر اهلی فیقال له اسکن (ابوداؤد ص ۲۵۳/۲، کتاب السنة)

ترجمہ:- وہ (مردہ) کہتا ہے مجھے چھوڑو تاکہ میں جاؤں اور اپنے اہل وعیال کو خوشخبری سناؤں اس سے کہا جاتا ہے (ٹھہر جا آرام کر)

[2] من حدیث ابی هریرة رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۲۵، باب اثبات عذاب القبر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۰۵/۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، طبع اشرفی دیوبند) (حاشیہ نمبر:۳/ اگلے صفحہ پر)

انتقال کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

سوال:۔ ہندو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے سادھو بابا اور مہا پرش لوگ اپنی سادھنا کے زور سے اپنے جسم کو منتقل کر کے اپنی اصل صورت میں دنیا طے کر سکتے، یہاں کے چند مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہمارے اولیاء اور انبیاء بھی اپنے جسموں کو منتقل کر کے جہاں چاہے جا سکتے ہیں خاص کر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کے بعد بھی آپ کی بھی روح پاک دنیا کی تمام جگہ کی سیر کر سکتی ہے، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ونصرت ہو جائے تو انتقال کے بعد بھی روح دنیا میں آ سکتی ہے، محض اپنی خواہش سے بغیر خدائے پاک کی اجازت ونصرت کے نہیں آ سکتی[1] زندہ رہتے ہوئے مختلف مقامات میں کسی کا چلا جانا عملیات سے بھی ہو سکتا ہے، اور مجاہدے سے بھی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۳] فی حدیث البراء بن عازب مرفوعاً "قال فتعاد روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیجلسانه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۲/ ج ۱/ وص ۲۵/ ج ۱/ مسند احمد ص ۲۸۷/ ج ۴/ مطبوعه دارالفکر بیروت، (وابوداؤد شریف ص ۶۵۴/ ج ۲/ مطبوعه اشرفی دیوبند، کتاب السنة فیه "ثم تعاد فیه الروح"

ترجمہ:۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع طویل حدیث میں ہے کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱] امکان مستبعد نہیں وقوع محتاج دلیل ہے۔۱۲

مرنے کے بعد روح کا شیطان کے قالب میں جانا

سوال:۔کیا آدمی مرنے کے بعد شیطان کے قالب میں جاتا ہے، جب شیطان کسی پر غالب ہوجاتا ہے، اوراسکے کان میں روغن قل ہواللہ احد اورسورۂ تعوذ وناس پڑھ کر ڈالا جاتا ہے،اور پوچھا جاتا ہے تووہ اپنانام ومقام بتلاتا ہے،اکثر نام مسلمانوں ہی کے رہتے ہیں یہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مرنے کے بعد آدمی کا شیطان کے قالب میں جانا کسی مستند روایت سے ثابت نہیں، البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی پر آتا ہواوراپنا نام اس مرنے والے کا بتاتا ہو یا کوئی اورجن شیطان آکر اپناوہ نام بتاتا ہو[1]۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندوں کے رونے سے میت کواذیت

سوال:۔مرنے والے کورونے سے کیا کیا اذیتیں ہوتی ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس حدیث میں یہ ہے کہ اہلِ میت کے رونے سے میت کوعذاب ہوتا ہے اس کا

---

[1] ان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم الحدیث، ترمذی شریف، ج ۱/ص ۲۲۲/ قبیل ابواب الطلاق ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند .

ترجمہ :-بلاشبہ شیطان خون کی طرح تمہارے اندرسرایت کرتا ہے۔فتاوی عزیزی ص ۱۱۱/۱، تصرف جن وشیاطین در بدن آدمی، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شرح فقہ اکبر ص ۱۶۲، الشیاطین لھم تصرف، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

مطلب یہ ہے کہ مرنے والے نے نوحہ کی وصیت کی ہو یا نوحہ کرنے سے رضا مند ہو یا اپنے گھر والوں کا حال معلوم تھا، کہ وہ نوحہ کریں گے اور پھر ان کو منع نہیں کیا وغیرہ۔ غرض اس طرح علماء نے اس کا مطلب بیان کیا ہے۔ قلب کا غمگین ہونا اور آنکھ سے آنسو جاری ہونا شرعاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے اس سے میت کو بھی عذاب نہیں[1] ہوتا: اِنَّ المیَّتَ یُعَذَّبُ ببکاء الحی فاختلف العلماء فی ذٰلک علٰی مذاھب احدھا انه علٰی ظاھره مطلقاً وھو رائ عمر بن الخطاب وابنه رضی اللّٰه عنھما الثانی لا مطلقاً الثالث ان الباء للحال ای انه یعذب حال بکائھم علیه والتعذیب بماله من ذنب لا بسبب البکاء الرابع انه خاص بالکافر والقولان عن عائشة رضی اللّٰه عنھا الخامس انه خاص بمن کان النوح من سنته وطریقته وعلیه البخاری السادس انه فیمن اوصٰی به کما قال القائل.

اذا مت فانعینی بما انا اھله وشُقّی علّی الجیب یا ابنة معبد

---

[1] فاعلمه علیه الصلوة والسلام ان مجرد البکاء ودمع العین لیس بحرام ولا مکروه بل ھو رحمة وفضیلة وانما المحرم النوح والندب وشق الجیوب وضرب الخدود الخ، مرقات ص ۲/۳۸۵، کتاب الجنائز، باب البکاء، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی.

عربی عبارت کا ترجمہ:- مردہ کو اس کے زندہ (گھر والوں کے) رونے دھونے سے عذاب ہوتا ہے اس میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے چند مذاہب ہیں (۱) یہ مطلقاً ظاہر پر مبنی ہے، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہی رائے ہیں، (۲) مطلقاً ظاہر پر مبنی نہیں، (۳) یہ کہ باء حال کے لئے ہے، معنی ہوں گے کہ گھر والوں کے رونے کے وقت اس کو عذاب ہوتا ہے تو عذاب گناہ کی وجہ سے ہے، نہ کہ بکاء کی وجہ سے، (۴) یہ خاص ہے کافر کے ساتھ یہ دونوں قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں، (۵) یہ اس شخص کے لئے خاص ہے، جس کی رونے کی عادت ہو امام بخاریؒ کا یہی مذہب ہے، (۶) یہ اس شخص کے لئے ہے، جس نے رونے کی وصیت کی ہو، شعر: ؎

جب میں مرجاؤں میری خوبیوں کی وجہ سے مجھ پر رونا
معبد کی بیٹی میرے لئے گریبان چاک کرنا

السّابع انه فیمن لم یوصِ بترکه فتکون الوصیة بذٰلک واجبة اذا علم من شان اهله ان یفعلوا ذٰلک الثامن ان التعذیب بالصفات التی یقولون بها علیه وهی مذمومة شرعاً کما کان اهل الجاهلیة یقولون یا مرمل النسوان یا میتم الاولاد یامخرب الدور التاسع ان المراد بالتعذیب توبیخ الملائکة لهٗ بما یند به به اهله لحدیث الترمذی والحاکم وابن ماجة مرفوعاً ما من میت یموت فتقوم نادبته تقول واجبلاه واسنداه اوشبه ذٰلک من القول الاوکل به ملکان یلهز انه أهکذا کنت العاشر ان المراد به تألم المیت بما یقع من اهله لحدیث الطبرانی وابن ابی شیبة عن صفیة بنت مخرمة انها ذکرت عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولداً لها مات ثم بکت فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ایغلب احدکم ان یصاحب صویحبه فی الدنیا معروفًا فاذا مات استرجع فوالذی نفس محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بیده ان احدکم لیبکی فیستعبر الیه صویحبه فیا عباد اللّٰه لا تعذبوا موتاکم وهٰذا القول علیه ابن جریر رحمة اللّٰه علیه واختاره جماعة من الائمة آخرهم ابن تیمیة رحمة اللّٰه علیه اهـ شرح الصدور[1] ص: ۱۲۴. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبد اللطیف

---

[1] شرح الصدور ص: ۱۱۸، باب تاذی المیت بالنیاحة علیه، مطبوعه مصر، مرقات ص ۲/۳۸۶، باب البکاء علی المیت، مطبوعه اصح المطابع ممبئی، ونووی شرح المسلم ص ۳/۲۰۳، باب المیت، یعذب ببکاء اهله مطبوعه عباس احمد الباز مکة المکرمة.

عربی عبارت کا ترجمہ: -(۷) یہ اس آدمی کے لئے ہے جس..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

کیا قصاب کو موت کے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے

سوال :- میں ہر روز گائے ذبح کرتا ہوں یعنی قصاب ہوں ہر گائے میں پچاس روپئے منافع کرتا ہوں اور نماز روزہ کے ساتھ کرتا ہوں، ایسی تجارت جائز ہے کہ نہیں؟ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ قصاب ہیں ان کو مرنے کے وقت بہت تکلیف ہوتی ہے، وہ بھی ایسی تکلیف جو دیکھنے میں نہیں آتی یہ گائے ذبح کرنے کی وجہ سے یا گناہوں کی وجہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جانور شریعت کے مطابق ذبح کرنا اور اس کی تجارررت کرنا شرعاً درست ہے، اسکی وجہ

(**ترجمہ صفحہ گذشتہ**).....نے نہ رونے کی وصیت نہ کی ہو، لہٰذا نہ رونے کی وصیت کرنا واجب ہے، جب کہ اسے پتہ ہو کہ گھر والے روویں گے، (۸) یہ کہ عذاب ان صفات کو بیان کرنے کی وجہ سے واجب ہے، جو شریعت میں مذموم ہوں جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کہتے تھے، اے عورتوں کو بیوہ کرنے والے، اے بچوں کو یتیم کرنے والے، اے گھروں کو ویران کرنے والے، (۹) عذاب سے مراد گھر والوں کے رونے کی وجہ سے ملائکہ کا زجر وتوبیخ کرنا ہے، ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ کی مرفوعاً حدیث کی وجہ سے کہ کوئی آدمی نہیں مرتا کہ اس پر رونے والی کھڑی ہو کر کہتی ہے، **واجبلاہ واسنداہ** یا اس جیسے اور الفاظ مگر دو فرشتے اس پر مقرر ہوتے ہیں وہ دونوں فرشتے اس کو مکا مارتے ہوئے کہتے ہیں، کیا تو ایسا ہی تھا، جیسے تجھے یہ بیان کر رہی ہے، (۱۰) اس سے مراد گھر والوں کے رونے سے میت کا تکلیف پانا ہے، طبرانی اور ابن ابی شیبہ کی صفیہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی وجہ سے کہ انہوں نے رسولِ اللہ اکرم صلی اللہ علیہ کے سامنے اپنے بیٹے کا ذکر کیا، جس کا انتقال ہو گیا تھا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات سے مغلوب ہے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ دنیا میں دستور کے موافق معاملہ کرے لہٰذا جب ساتھی کا انتقال ہو جائے تو انا للہ پڑھے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کے انتقال پر روتا ہے، تو اس پر اس کا ساتھی غمگین ہوتا ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو اپنے مردوں کو (روکر) تکلیف مت پہنچاؤ۔ اسی کے قائل ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اسی کو ائمہ کی ایک جماعت نے اختیار فرمایا ہے، ان میں سب سے بعد کے ابن تیمیہ ہیں۔

سے مرنے کے وقت تکلیف کا زیادہ ہونا شرعی دلیل سے ثابت نہیں، ویسے بھی اگر کسی کو مرتے وقت زیادہ تکلیف ہو تو اس کی وجہ سے یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ شخص بڑا گنہگار تھا، اس وقت کی تکلیف کی مصلحت اللہ کے علم میں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

منکر نکیر کے ساتھ کیا شیطان بھی قبر میں جاتا ہے

سوال:۔ میت کو قبر میں رکھ کر جب مٹی دیکر فارغ ہوتے ہیں تو قبر میں پہلے شیطان داخل ہوتا ہے، یا منکر نکیر یا دونوں بیک وقت پہونچتے ہیں، اور پھر پہلے کون اپنا سوال میت سے کرتا ہے؟ یا نکیرین سوالِ حق پوچھتے ہیں، اور شیطان اپنا پھندا فٹ کرنا چاہتا ہے، یعنی میت فرشتوں کو صحیح جواب نہ دے سکے اور شیطان بالغ کی قبر میں جاتا ہے یا نابالغ کی بھی؟ مرد کی قبر میں جاتا ہے، یا عورت کی بھی؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اجی ہاں شیطان قبر میں کہاں جاتا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں بھی جاتا ہے، شریعت کے مطابق حکم صادر فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شیطان کا میت کی قبر میں جا کر نکیرین کے سوال کے وقت اپنا پھندا ڈالنا کسی حدیث میں نہیں دیکھا، بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ میت پر اس قسم کا اثر نہیں ڈالتا کہ میت جواب نہ دے سکے، اس کی کوشش کا وقت ختم ہو گیا، لائسنس بیکار ہو گیا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الشدة عند الموت ليس علامة سوء حال الميت بل يمكن الشدة للصالح لرفعة درجاته، العرف الشذى على جامع ترمذى ص: ۱۹۲، ج ۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فى التشديد عند الموت. مطبوعه مكتبه بلال ديوبند،

[2] البتہ شرح الصدور میں دفن میت کے وقت آپ ﷺ کا شیطان..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی مردہ بزرگ کا کسی انسان میں حلول کرنا

سوال:۔ پیر یا غوث بزرگ عورت میں آ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صفت انسان کی نہیں بلکہ شیطان کی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا قبر میں حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

سوال:۔ یہ کہ من ربک؟ وما دینک کے بعد میت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ''وماتقول فی ھذاالرجل؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم قبر میں تشریف لاتے ہیں ھذا الرجل سے کیا مراد ہے؟ ایک شاعر کہتا ہے:۔

کون آتا ہے لاش پر میری ..... سر سے چادر ہٹائی جاتی ہے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... سے پناہ مانگنا اور بعض سلف سے قبر میں شیطان کا اثر ڈالنا بھی ثابت ہے۔ عن سفیان الثوری قال اذا سئل المیت من ربک تزیاله الشیطان فی صورة فیشیر الی نفسه انی انا ربک قال الحکیم: ویؤیده من الاخبار قوله علیه السلام عند دفن المیت الهم اجره من الشیطان ..... ولولم یکن للشیطان هناک سبیل ما دعا النبی ﷺ بذالک، شرح الصدور ص ۱۴۱، باب فتنة القبر وسوال الملکین، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم الحدیث، ترمذی شریف، ج ۱/ص ۲۲۲/ قبیل ابواب الطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- بلاشبہ شیطان خون کی طرح تمہارے اندر سرایت کرتا ہے۔ فتاوی عزیزی ص ۱/۱۱۱، تصرف جن وشیاطین در بدن آدمی، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۱۶۲، الشیاطین لهم تصرف، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

کیا اسم اشارہ اور مشار الیہ غائب کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس عبارت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شراحِ حدیث نے لکھا ہے اس کی قبر سے روضۂ اقدس تک کے حجابات اٹھا کر اشارہ کیا جاتا ہے، لہٰذا ہذا اشارہ غائب کیلئے نہیں ہوا، بعض کی رائے یہ ہے کہ معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور مردہ خود بخود جانتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نافرمان پر عذاب برزخ سے ہوتا ہے یا قیامت میں؟

سوال:۔ ایمان دار کے فرائض وواجبات کو چھوڑنے سے یا پورے طریقے سے عمل نہ کرنے سے ایسے ایماندار کے انتقال کے بعد اس کو عذاب عالم برزخ میں ہوگا یا قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد؟

---

[1] قیل یکشف للمیت حتی یری النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھی بشری عظیمة للمومن ان صح ذلک ولا اعلم حدیثا مرویاً فی ذلک والقائل به انما استند بمجرد ان الاشارة لاتکون الاللحاضر لکن یحتمل ان یکون الاشارة لمافی الذھن فیکون مجازاً قاله القسطلانی. بذل المجھود ص۲۲۷/ج۵/کتاب السنة، مطبوعه رشیدیه سھارنپور)

وفی تنویر الحوالک انہ اشارة الی المعھود فی الذھن (فیض الباری ص۲/۴۷۵، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، مطبوعه خضر راه بکڈپو دیوبند) قیل یصور صورته علیه الصلاة والسلام فیشار الیه (مرقاة ص ۱/۱۶۹، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی) یہ بسبب شہرت حضرت کے ہے یا حضرت روبرو ہوتے ہوں ساتھ صورت مثالی کے (مظاھر حق ص۶۳/ج۱، اشعة اللمعات ص۳۹۶/ج۱/ مطبوعه لاھور)

الجواب حامداً ومصلیاً

عذاب کا سلسلہ برزخ سے ہی شروع ہوجاتا ہے[1] حساب وکتاب کے بعد بھی ہوتا ہے۔ ''اللّٰھم احفظنا منه'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۷۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

عذابِ قبر سے استثناء

سوال:- فقہاء رحمہم اللہ نے ۸/آدمی ایسے بتلائے ہیں جن سے حساب وعذابِ قبر قیامت تک نہیں ہوتا، کہاں تک درست ہے، اور بقیہ چھ حضرات کون سے ایسے ہیں جو مستثنیٰ ہوسکتے ہیں حساب وعذاب سے جیسا کہ مظاہر حق جلد دوم میں ص:۹، شہداء کے اقسام تحریر ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ردالمحتار ج:۱، ص:۸۹۱[2]، میں شہید، مرابط، مطعون، زمانہ طاعون میں صبر کرکے بلا

---

[1] وعذاب القبر (وهو البرزخ) للكافرين ولبعض عصاة المومنين ثابت بالدلائل السمعية. (شرح عقائد ص ۹۸، مبحث عذاب القبر، مكتبه تهانوى ديوبند، شرح فقه اكبر ص ۱۲۲، مطبوعه رحيميه ديوبند) والمراد به عذاب يكون بعد الموت قبل البعث سواء كان الميت مقبورا ام لا (النبرا س ص ۲۰۵، مطبوعه امداديه ملتان)

[2] أن من لايسأل ثمانية: الشهيد، والمرابط والمطعون والميت زمن الطاعون بغيره اذا كان صابراً محتسبا والصديق والأطفال، شامى نعمانيه ص: ۵۷۲، ج: ۱. باب صلوة الجنائز، مطلب ثمانية لا يسألون فى قبورهم. شرح الصدور ص ۱۴۸، باب من لايسئل فى القبر مطبوعه دارالمعرفة بيروت، كتاب الروح ص ۱۰۴، المسئلة العاشره، الاسباب المنجية من عذاب القبر، مطبوعه پاكستان،

طاعون مرنے والا، صدیق، اطفال کو بھی انہیں میں شمار کیا ہے، جن کا حساب قبر میں نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۱۱/۶۱ھ

صحیح عبداللطیف ۳/ذیقعدہ ۶۱ھ

عذابِ قبر سے حفاظت کا عمل

سوال: -کوئی ایسا عمل تحریر فرمائیں جس سے قبر میں عذاب نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاکی سے بچنا[1]، ہمیشہ پاک رہنا، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنا، سنت کا پورا اتباع کرنا[2]، سونے سے پہلے سورۂ ملک پابندی سے پڑھنا[3]۔ ہر نماز میں درود شریف کے بعد عذابِ قبر

---

[1] عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال ان عذاب القبر من ثلاثة من الغيبة والنميمة والبول فاياكم وذالک الخ، شرح الصدور ص ۱۶۳، باب عذاب القبر، طبع دار المعرفة، بخاری شريف ص ۱۸۴/۱، كتاب الجنائز باب عذاب القبر من الغيبة والبول الخ، طبع اشرفيه ديوبند.

[2] ملاحظہ ہو: شرح الصدور ص ۱۸۲، باب ما ينجی من عذاب القبر، طبع دار المعرفة بيروت.

[3] عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم خبائه علی قبر وهو لايحسب انه قبر فاذا فيه انسان يقرء سورة تبارک الذی بيده الملک حتی ختمها فاتی النبی صلی الله عليه وسلم فقال النبی صلی الله عليه وسلم هی المانعة تنجيه من عذاب القبر رواه الترمذی (مشكوٰة ص: ۱۸۸، ج: ۱) باب فضائل القرآن. ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: -حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور وہ نہیں سمجھ پائے کہ یہ قبر ہے، پس اسمیں ایک انسان سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ اسنے پوری سورت پڑھی پس نبی ﷺ تشریف لائے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ عذاب کو روکنے والی ہے انسان کو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔

سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا جس میں اعوذ بک من عذاب القبر بھی ہے[1]۔ چغل خوری سے پرہیز کرنا[2]۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اہتمام کی برکت سے عذابِ قبر سے حفاظت رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۹/۹۱ھ

عذاب قبر

سوال:- کتابوں میں لکھا ہے کہ مشرکوں کی روح کو قبر کے اندر تا قیامت عذاب ہوتا رہے گا تو اب روح پر عذاب ہوتا ہے یا جسم پر جب کہ روح تو جسم میں قید ہو جاتی ہے، اور بدن یعنی جسم گل سڑ جاتا ہے، تو عذاب قبر کس چیز پر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے جس طرح برزخ ہماری نظروں سے مخفی ہے اسی طرح یہ عذاب بھی مخفی ہے روح کا تعلق جسم سے بھی رہتا ہے، اس وجہ سے جس قبر میں عذاب ہوتا ہے اور مردہ اسی سے چیختا ہے، تو اس کے قریب جانور گھاس نہیں کھاتے، ڈر کر بھاگ جاتے ہیں، جن وانس کے سوا اسکی آواز کو سب سنتے ہیں[3]۔ یہ چیزیں اپنی عقل سے معلوم کرنے کی نہیں، بلکہ

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۲۱۶، ج: ۱، باب الاستعاذۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] ملاحظہ ہو: بخاری شریف ص: ۳۵، ج: ۱، کتاب الوضوء. باب من الکبائر ان لایشتتر من بولہ، نیز ملاحظہ ہو اسی عنوان کا حاشیہ نمبر: ۱، اشرفی بکڈپو دیوبند.

[3] فی حدیث براء ابن عازب فیضرب بھا ضربۃ یسمعھا ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین الحدیث، مشکوۃ شریف ص: ۲۶، مطبوعہ یاسر ندیم، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی. التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ ص ۱۱۶، ..... (باقی حاشیہ وترجمہ اگلے صفحہ پر)

حضرت نبی ﷺ نے جو بات جس طرح فرمایا اسکو اسی طرح مان لینا ضروری ہے، اور احادیث میں عذاب قبر کا تذکرہ موجود ہے[1]، ہمارے لئے وہی کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا عذاب قبر فاسق کو بھی ہوگا

سوال:- "وعن حذیفةؓ قال قال انما النفاق کان علی عهد رسول اللهﷺ فاما الیوم فانما هو الکفر او الایمان" (مشکوۃ شریف ص:۱۸) روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر مین افراد انسانی کی تقسیم تین حصوں میں کی جاسکتی ہے، اگر الوہیت اور رسالت محمد ﷺ کو تصدیق کرنے والا ہو تو مسلمان ہے، اور اگر سب کا انکار کرتا ہو خدا کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہو تو کافر ہے، اور اگر ظاہرا مذکورہ چیزوں پر ایمان رکھنے کا زبانی دعوی کرتا ہو، لیکن باطنی طور پر ان کا منکر ہو تو وہ منافق ہے۔

"عن البراء بن عازبؓ عن رسول اللهﷺ قال یاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان لهٗ من ربک فیقول ربی الله فیقولان لهٗ مادینک فیقول دینی الاسلام فیقول ما هذا الذی بعث فیکم فیقول هو رسول اللهﷺ فیقولان لهٗ مایدریک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....باب ماجاء ان البهائم تسمع عذاب القبر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ:- وہ اسکو گرز کے ساتھ مارتا ہے جن وانس کو سوا مشرق ومغرب کے درمیان جو ہے اسکی آواز سنتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عن ابی سعید قال قال رسول ﷺ لیسلط علی الکافر فی قبره تسعة وتسعون تنینا تنهسه وتلدغه حتی یقوم الساعة لو ان تنینا منها نفخ بالارض ما انبتت خضرا، مشکوة شریف ص: ۲۶، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی.

ترجمہ:- ابوسعید سے روایت ہے کہا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں، جو اسکو کاٹتے اور ڈستے ہیں، یہاں تک کہ قائم ہو قیامت اگر ایک سانپ زمین پر پھونک ماردے نہ اگے سبزہ۔

فیقول قرأت کتاب اللّٰہ فاٰمنت بہ وصدقت فذٰلک قولہ یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت الخ" (مشکوۃ شریف ص:۲۷) روایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان بندہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیدے گا، لیکن کافر منافق جواب نہیں دے سکیں گے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مسلمان دو قسم کے ہیں، فاسق وفاجر، متقی و پرہیزگار، عذاب قبر کے متعلق جو بھی روایت ہے اس میں مطلق مسلمان کا لفظ ہے، اور اس کا جواب ہے کہیں بھی اس کی توضیح نہیں ہے، کہ فاسق مسلمان کا جواب کیا ہوگا؟ اگر فاسق مسلمان کا جواب بھی وہی ہے جو روایات میں مذکور ہے، تو اسکا انجام اچھا ہونا چاہئے، قبر وسیع اور جنت کا ایک ٹکڑا ہونا چاہئے، لیکن روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق مسلمان عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے، خود حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق روایت ہے کہ ان کی موت پر عرش باری ہل گیا تھا ان کے جنازے کی نماز میں ستر ہزار فرشتے شریک تھے، لیکن ان پر قبر تنگ ہوگئی تھی، فراخی قبر کے لئے نبی ﷺ اور اصحابؓ نبی نے دعا واستغفار کیا۔ (مشکوۃ شریف ص:۲۶)

"وفی روایۃ عن النبی ﷺ قال یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت نزلت فی عذاب القبر یقال لہ من ربک فیقول ربی اللّٰہ ونبیی محمد، متفق علیہ" (مشکوۃ شریف ص:۲۴) مذکورہ روایت کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو قول ثابت کے ذریعہ ثابت قدم رکھا جائے گا، یہاں بھی کوئی وضاحت اسکی نہیں کی صرف متقی کو ثابت قدم رکھا جائے گا، یا فاسق ومتقی دونوں کو، فاسق مسلمان کا جواب جب یہ ہوگا، تو انجام اچھا ہونا چاہئے، حاصل کلام یہ ہے کہ فاسق مسلمان کا نکیرین کے سوال پر جواب کیا ہوگا، اگر ربی اللہ ونبی محمد ودینی الاسلام ہوگا تو فاسق کا انجام قبر میں اچھا ہونا چاہئے، اور اگر جواب یہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے، روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں سوال عقیدہ سے متعلق ہوگا، لہٰذا فاسق کو عذاب قبر میں گرفتار نہیں ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عذاب القبر حق سواء کان مؤمنا او کافرا او مطیعا او فاسقا (شرح فقه اکبر[1] ص: ۱۲۳)

مومن خواہ مطیع ہو یا فاسق ہو نکرین کے سوال کے جواب میں اقرار توحید ورسالت ودین کریگا، پھر جن اعمال پر عذاب قبر تجویز ہے، جیسے نمیمہ اور عدم اجتناب عن البول وغیرہ، ان کی وجہ سے ان پر عذاب بھی ہوگا،[2] پھر صدقۂ جاریہ یا ولد صالح کی دعا یا علم نافع کی وجہ سے[3] یا کسی کی شفاعت وثواب رسانی سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا عذاب کم یا ختم ہوجائے گا،[4] اور کافر پر کفر کی وجہ سے جو عذاب ہوگا وہ دائمی ہوگا، **(ولا کن کان کافراً فعذابه یدوم فی القبر الی یوم القیامة) وان کان عاصیا یکون له عذاب القبر ویرتفع عنه**

---

[1] شرح فقه اکبر ص: ۱۲۳، اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال ان عذاب القبر من ثلاثة من الغیبة والنمیمة والبول فایاکم وذلک الخ، شرح الصدور ص ۱۶۳، باب عذاب القبر، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، بخاری شریف ص ۳۵، ج ۱، باب من الکبائر ان لایستتر من بوله، کتاب الوضو، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[3] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوله، مشکوة شریف ص ۳۲، کتاب العلم، الفصل الاول.

[4] وهم (اهل الکبائر) فی مشیته وحکمه ان شاء غفرلهم وعفاعنهم بفضله الیٰ قوله وان شاء عذبهم فی النار بقدر جنایتهم بعد له ثم یخرجهم منها برحمته وشفاعة الشافعین من اهل طاعته، عقیدة الطحاوی ص ۱۰۰، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ولم یتب عنها ای عن السیئات صغیرها وکبیرها حتی مات مؤمنا غیر تائب فانه فی مشیة الله تعالیٰ ان شاء عذبه علی قدر استحقاق عقابه وان شاء عفا عنه ای بفضله ولو وقع شفاعة فی بابه الخ، شرح فقه اکبر ص ۹۴، مطبوعه مجتبائی دهلی.

العذاب یوم الجمعة الخ) شرح فقه اکبر[1] ص: ۱۲۳،

اگر مؤمن مطیع ہے تو اسکو عذاب قبر نہیں ہوگا، صرف ضغطہ ہوگا "المؤمن ان کان مطیعا لا یکون لهٗ عذاب القبر ویکون له ضغطة فیجد هول ذلک" (شرح فقه اکبر[2] ص: ۱۲۳) یہ فائدہ ہر مسلمان مطیع وفاسق کو ہوگا، کہ وہ عذاب دائمی سے محفوظ ہو جائیگا، پھر مؤمن پر انعامات فوراً ہی شروع ہو جائیں گے، اور عاصی کو کچھ دیر لگے گی، یہ بات صحیح ہے کہ قبر میں سوال اعمال سے نہیں ہوگا، لیکن اعمال سیئہ یکسر معدوم نہیں کر دیئے جائیں گے، بلکہ ان کی سزا روایات میں صراحتاً موجود ہے[3]، عقیدہ صحیح ہونے کے باوجود معاصی کی وجہ سے مطیع وعاصی میں فرق ہوگا، کتاب[4] الروح، مرقات[5]، شرح الصدور[6] وغیرہ سے یہی تفصیل ظاہر ہوتی ہے، اور اس سے روایت میں تعارض بھی نہیں رہتا۔

تنبیہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۵ھ میں[7] ہوئی، ان کے جنازہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں تھے، آپ نے جو واقعہ نقل کیا ہے وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف[8] ص: ۲۶، پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرح فقه اکبر ص: ۱۲۳، اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] شرح فقه اکبر ص: ۱۲۳، اختلفوا فی انه هل یعاد الروح الیه، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] فی حدیث جابر رضی اللہ عنہ لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره حتی فرجه الله عنه، رواه احمد، مشکوة شریف ص ۲۶، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] کتاب الروح ص: ۱۲۳ تا ۱۲۷، المسئلة التاسع فی اسباب التی تعذبها اصحاب القبور، مطبوعه حیدرا باد دکن.

[5] مرقاة شرح مشکوة ص: ۲۱۴، ج: ۱، قبیل باب الاعتصام، مطبوعه کراچی.

[6] شرح الصدور ص: ۶۳، باب عذاب القبر، مطبوعه مصر.

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت

سوال:-ایک معتبر کتاب میں بزرگوں کے اقوال اس طرح نقل کئے گئے ہیں۔

بعض اشخاص اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کے بعد قبروں میں نماز کی پابندی کرتے تھے، ایسے واقعات کو بزرگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایسے واقعات اعتبار کرنے کے قابل ہیں یا نہیں، اور بعض لوگ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے تھے، اور ان کا جسم بھی اچھی حالت میں تھا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قسم کے متعدد واقعات شرح الصدور[1] میں مذکور ہیں، اللہ رب العزت کی حفاظت واجازت سے ایسا ہونا بعید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عذابِ قبر یوم جمعہ وغیرہ میں

سوال:-جن لوگوں سے سوال قبر نہیں جیسے شب جمعہ اور رمضان میں مرنے والا تو یہ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۷ وقیل انه مات سنة خمس وخمسين الخ الاصابة فی تمييز الصحابة ص:۳۳، ج:۲، سعد بن مالک، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۸ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله هذا الذی (سعد بن معاذ) تحرک له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفا من الملٰئكة لقد ضم ضمة ثم فرج عنه رواه النسائی، مشكوة ص۲۶، باب اثبات عذاب القبر. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ أن النبی ﷺ مر بقبر موسى صلوات الله عليه وهو قائم يصلی فيه الی قوله كنا اذا مررنا بجنبات قبر ثابت البنانی سمعنا قراء ة القرآن، شرح الصدور ص:۷۴، باب احوال الموتی فی قبورهم وانسهم فيها فهم يصلون فيها الخ، مطبوعه مصر.

سوال تا قیامت نہیں یا محض اسی روز اور اس بشارت میں کفار اور مشرکین بھی داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال منکر نکیر سب سے ہوتا ہے البتہ یوم جمعہ اور رمضان المبارک میں عذاب قبر نہیں ہوتا نہ مومن کو ہوتا ہے نہ کافر کو: فی[1] الاشباہ ویأمن المیت فیه من عذاب القبر ومن مات فیه اوفی لیلته أمن من فتنة القبر وعذابه قال الحموی تحته اقول قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منکر نکیر وضغطة القبر حق سواء کان مومنًا اوکافرًا مطیعًا اوفاسقا لکن اذا کان کافراً فعذابه یدوم الیٰ یوم القیامة ویرفع العذاب عنهم یوم الجمعة وشهر رمضان بحرمة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لانهم ماداموا فی الاحیاء لایعذبهم اللّٰه فی الدنیا بحرمة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فکذالک فیالقبر یرفع عنهم العذاب یوم الجمعة وکل رمضان بحرمته فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلاً بالجسم فتتألم الروح مع الجسد وان کان خارجاً منه ثم المومن علٰی وجهین ان کان مطیعاً لا یکون له عذاب ویکون له ضغطة فیجد هول ذٰلک وخوفه وان کان عاصیاً یکون له عذاب القبر وضغطة القبر لکن ینقطع عنه عذاب القبر یوم الجمعة ولیلة الجمعة ثم لایعود العذاب الیٰ یوم القیٰمة وان

---

[1] الاشباه والنظائر ص:۲۰۳، الفن الثالث، القول فی احکام یوم الجمعة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

ترجمہ:- الاشباہ میں ہے: اور مامون رہتا ہے، مردہ اس میں (یوم جمعہ میں) عذاب قبر سے اور وہ شخص جس کی اس یوم جمعہ میں وفات ہوئی، یا اس کی رات میں قبر کے عذاب وفتنہ سے محفوظ رہتا ہے، حموی نے اس کے تحت فرمایا ہے: میں کہتا ہوں کہ اہلِ سنت والجماعت نے فرمایا ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور منکر نکیر کا سوال اور قبر کا دبوچنا حق ہے، خواہ (میت) مومن ہو یا کافر فرماں بردار ہو یا نافرمان، لیکن اگر کافر ہو تو اس کا عذاب دائمی ہوتا ہے، اور یومِ جمعہ اور شہر رمضان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی بناء پر عذاب انسے اٹھالیا جاتا ہے، اس لئے کہ جب تک وہ زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

مات یوم الجمعة او لیلة الجمعة یکون له العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم ینقطع عنه العذاب کذا فی المعتقدات للشیخ ابی المعین النسفی اھ شرح حموی[1] **ص: ۵۶۴.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۸/محرم الحرام ۵۴ھ

میت کو قبر میں عصر کا وقت محسوس ہوتا ہے

سوال:- (۱) جب مسلمان میت کو دفن کر دیتے ہیں تو سنا ہے میت کے لئے وہ عصر کا وقت ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) غیر مسلم میت سے حساب کا وقت کون سا ہوتا ہے؟ کیا اسکو بھی عصر کا وقت معلوم ہوگا، اور اس غیر مسلم کیلئے قبر کس جگہ ثابت ہوگی، کیا غیر مسلم سے حساب وکتاب ہوتا ہے؟

ترجمہ :- وجہ سے دنیا میں عذاب نہیں فرمایا، پس اسی طرح قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی بناء پر یومِ جمعہ اور رمضان میں ان سے عذاب اٹھالیا جائے گا گوشت کو روح کے ساتھ متصل کر کے اور جسم کو روح کے ساتھ متصل کر کے عذاب دیا جائے گا، تاکہ جسم کے ساتھ روح کو بھی تکلیف ہو اگر چہ روح جسم سے خارج ہوگئی۔ پھر مومن دو قسم کے ہوتے ہیں اگر وہ فرماں بردار ہے تو اسکو عذاب تو نہ ہوگا، البتہ قبر کا دبوچنا ہوگا، وہ اسکا خوف وہول محسوس کریگا اور اگر وہ نافرمان ہے تو عذابِ قبر بھی ہوگا، اور قبر کا دبوچنا بھی، لیکن یوم جمعہ اور لیلۃ جمعہ میں عذاب قبر ختم ہوجائیگا، پھر قیامت تک عذاب نہیں ہوگا اور اگر وہ یوم جمعہ یا لیلۃ جمعہ میں فوت ہوا تو عذاب اور قبر کا دبوچنا ایک ساعت کیلئے ہوگا، پھر عذاب ختم ہوجائیگا۔

[1] حموی ص: ۵۶۴، ۵۶۵، الفن الثالث، القول فی احکام یوم الجمعة، مکتبه نول کشور لکھنؤ. شرح فقه اکبر ص ۱۲۳، اختلفو فی انه هل یعاد الروح الیه، مطبوعه رحیمیه دیوبند، وشامی کراچی ص ۱۶۵/۲، باب الجمعة، مطلب مااختص به یوم الجمعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) میت کو قبر میں رکھنے اور دفن کرنے کے بعد فرشتے آکر اس کی روح اس میں داخل کر کے اس کو بٹھا دیتے ہیں، مردہ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبح سویا تھا اب غروب کے وقت بیدار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ چھوڑ دو میں نماز تو پڑھ لوں[۱]۔ (نماز کا خیال مسلمان ہی کو ہوگا)

(۲) حدیث میں اس وقت کی تفصیل نہیں دیکھی، بظاہر تو غیر مسلم کو بھی یہی وقت محسوس ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ جس وقت بھی میت کو دفن کیا جائے حساب غروب ہی کے وقت ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت ایسا محسوس ہوگا، جیسا غروب کے قریب کا وقت ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۲ھ

مردوں کا اپنے متعارفین کو پہچاننا اور بخشوانا

سوال:- کیا موت کے بعد متوفیٰ قیامت تک یا اس سے پہلے یا اس کے بعد اپنے کسی رشتہ دار مثلاً ماں، باپ، بھائی، بہن، زوجہ، اولاد وغیرہ سے ملے گا یا نہیں، اور ان کو پہچانے گا یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ شیر خوار اولاد جو کسی کی مرجاتی ہے وہ اپنے والدین کو پہچان کر بخشوائے گی یہ کہاں تک صحیح ہے اور اس کے علاوہ مرشد وغیرہ اپنے تابعین ومقلدین کو پہچانیں گے اور ان کی سفارش کریں گے۔

---

[۱] عن أبي سفيان مرفوعاً اذا ادخل الميت القبر مثلث الشمس عند غروبها فيجلس يمسح عينيه ويقول دعوني أصلي، ابن ماجة ص: ۳۱۶، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. مطبوعه رشيديه ص: ۳۲۶، ابواب الزهد، باب ذكر القبر والبلى. مشكوٰة عن جابر ص: ۲۶، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثالث. مطبوعه ياسر نديم ديوبند. وانظر "مرقاة" ص: ۱۷۵، ج: ۱، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثالث. مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

الجواب حامداً ومصلیاً

مرنے کے بعد ارواح کی ملاقات ثابت ہے روایت میں ہے کہ مرنے والے کے رشتہ داروں کو ایسی خوشی ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص کہیں سفر سے واپس آئے تو اس کے رشتہ داروں کو خوشی ہوتی ہے، اور اس روح سے دوسرے زندہ عزیزوں کے حالات کو دریافت کرتے ہیں اور ان کی اچھی حالت سے خوش ہوتے ہیں[۱]۔

چھوٹی اولاد کا والدین کو بخشوانے کی سعی کرنا احادیث سے ثابت ہے[۲]۔ اسی طرح مرشد وغیرہ بھی انشاء اللہ سفارش کریں گے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۳/رجب ۵۸ھ

---

۱ فیأتون به ارواح المؤمنین فلهم اشد فرحا من احدکم بغائبه یقدم علیه فیسألونه الخ، التذکرة ص ۴۸/۱، باب ماجاء فی تلاقی الارواح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شرح الصدور ص ۹۸، باب ملاقات الاروح، مطبوعه دار المعرفة بیروت، کتاب الروح ص ۳۰، هل تتلاقی ارواح الموتی وتتذاکر، مطبوعه پاکستان.

۲ وعن بعض اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول انه یقال لِلْوِلْدَ انِ یوم القیامة ادخلوا الجنة فیقولون یارب حتی تدخل آبائنا وامهاتنا قال فیابون الحدیث مجمع الزوائد ص: ۹۵، ج: ۳، کتاب الجنائز، باب فی من مات له واحد، رقم الحدیث ۴۰۰۰، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ترجمہ :- نبی کریم ﷺ کے بعض اصحاب سے منقول ہے کہ قیامت کے دن بچوں سے کہا جائیگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گے کہ اے پروردگار (ہم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہونگے) جب تک کہ ہمارے ماں باپ کو جنت میں داخل نہ کردیں۔

۳ وکذا شفاعة العلماء والاولیاء والشهداء والفقراء واطفال المؤمنین الصابرین علی البلاء الخ، شرح فقه اکبر ص ۱۱۴، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شرح عقائد ص ۱۱۴، مبحث الشفاعة ثابتة، مطبوعه تهانوی دیوبند.

سکرات کی تکلیف معصوم کو

سوال :- بچوں کو جو سکرات کی تکلیف ہوتی ہے کس وجہ سے حالانکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اور انبیاء علیہم السلام کو جو ہوتی ہے وہ کس وجہ سے حالانکہ وہ بھی معصوم ہیں، عوام میں یہ مشہور ہے کہ جس کو سکرات کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے وہ بہت گنہ گار ہوتا ہے، اور جس کی روح آسانی سے نکل جاتی ہے، اس کے ذمہ گناہ نہیں ہوتے، مگر یہ خیال کلیۃً صحیح نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں پہلے موت کی آسانی پر بہت رشک کیا کرتی تھی، لیکن جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت تکلیف کو دیکھا پھر رشک نہیں کیا: **عن عائشة رضی اللّٰه عنها ما اغبط احداً بهون موت بعد الذی رائیت من شدة موت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رواه الترمذی والنسائی اهـ مشکوٰة شریف[1] ص: ۱۳۶، عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت مارأیت احداً الوجع علیه اشد من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم متفق علیه ومنها قالت مات النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بین حاقنتی وذاقنتی فلا اکره شدة الموت لاحد ابدا بعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رواه البخاری مشکوٰة شریف[2] ص: ۱۳۴، باب عیادة المریض.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مشکوة شریف ص: ۱۳۶، باب عیادة المریض. الفصل الثانی. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمة الحدیث :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں کبھی کسی کی آسان موت کی آرزو نہیں کرتی، اس کے بعد جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موت کی سختی دیکھی۔

[2] مشکوة شریف ص: ۱۳۴، باب عیادة المریض. ..... **(باقی حاشیہ وترجمہ اگلے صفحہ پر)**

بچوں سے سوالِ قبر نہیں

جو مسلمان بچے انتقال کر جاتے ہیں ان سے قبر میں حساب کتاب ہوتا ہے یا نہیں؟ یا ان سے سوالات کئے جاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹے بچوں سے قبر میں سوال و جواب نہیں ہوتا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۸/۸۷ھ

نابالغ سے سوال منکر ونکیر

سوال:- جو مسلمان بچے انتقال کر جاتے ہیں ان سے قبروں میں حساب و کتاب ہوتا ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... الفصل الاول. مطبوعه يسر نديم ديوبند.

ترجمة الحديث :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہا میں نے کسی پر ایسی سخت تکلیف نہیں دیکھی جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے جگنی اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موت کے بعد کسی کی موت کی شدت کو مکروہ نہیں سمجھتی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان مالا يسئل ثمانية الشهيد والمرابط والمطعون والميت زمن الطاعون بغيره اذا كان صابراً محتسبًا والصديق والاطفال والميت يوم الجمعة الخ شامی کراچی ص: ۱۹۲، ج: ۲، مطلب ثمانية لا يسألون فى قبورهم. باب صلاة الجنائز، شرح فقه اكبر ص ۱۲۱، المستثنى من سوال القبر، مطبوعه رحيميه ديوبند، نبراس ص ۲۰۶، سوال منكر نكير، مطبوعه امدايه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹے بچوں سے قبر میں سوال وجواب نہیں ہوتا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

انبیاء واولیاء کا قبروں سے نکلنا

سوال:- انبیاء واولیاؤ شہداء کا قبروں سے نکلنا شرعاً ثابت ہے، یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قیامت کے روز سب کا نکلنا شرعاً ثابت ہے[2]۔ اور قیامت کے پہلے اس جسم کے ساتھ نکلنا دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں، البتہ حیات برزخی علیٰ قدر مراتب ثابت ہے: **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتًا بل احیآء (الآیۃ[3]) وغیرھا من الاٰیات والروایات.**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] قال سید ابوشجاع ان للصبیان سوالا (شرح عقائد) وفی الحاشیة قیل ینبغی ان یکون ھذا مخصوصاً بصبیان المشرکین فان صبیان المؤمنین مغفور، شرح عقائد ص: ۹۹، ج: ۱، بحث سوال منکر نکیر، مطبوعہ یا سرندیم دیوبند. شرح الصدور ص ۱۵۲، باب من لایسأل فی القبر، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت، طحطاوی مع المراقی ص ۵۰۹، قبیل فصل فی زیارة القبور، مطبوعہ مصری.

[2] وان اللّٰہ یبعث من فی القبور (سورة حج الآیة نمبر ۷) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کا مدت دراز کے بعد سامنے آکر ملاقات کرنا

سوال:-ایک مرحوم بزرگ اپنے مرنے کے پانچ سو برس بعد زندہ انسانوں کی طرح ایک شخص کو ملے اور ایک خط کا جواب لکھ کر سنایا، کیا ایسا واقعہ پیش آسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ پاک کی طرف سے کسی کو اگر اس کی اجازت مل جائے تو قدرت حق سے یہ چیز خارج نہیں، لیکن اس قسم کے واقعات مثالی طور پر قرآن پاک اور احادیث شریف میں مذکور نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور معجزہ کے مردوں کو زندہ فرمانا قرآن پاک[1] اور حدیث شریف[2] میں مذکور ہے پانچ سو سال کے بعد کسی بزرگ کا زندہ ہو کر یہاں رونما ہونا جس طرح قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں، اسی طرح اس کا شرعی ثبوت بہم پہنچانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں یہ بھی کچھ آسان کام نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:-اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا، جو قبروں میں ہیں۔

[3] پارہ نمبر:۴، سورۂ آل عمران الآیة: ۱۶۹ . ملاحظه هو شرح الصدور ص۲۳۷، باب مقر الارواح، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، كتاب الروح ص ۱۵۰، اين مستقر الارواح، مطبوعه پاكستان.

ترجمہ:-جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں۔(بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] واحی الموتی باذن الله سورة آل عمران الآية ۴۹، وسورة المائد آيت: ۱۱۰،

[2] ولكن انطلقوا الى عيسى بن مريم فانهٗ يبرى الاكمه والا برص ويحيى الموتىٰ الحديث. المسند للامام احمد بن حنبل ص:۵، ج:۱، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ:-لیکن عیسی ابن مریم کے پاس کے جاؤ اس لئے کہ عیسی ابن مریم مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو شفاء دیتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

حیاتِ شہداء اور وفات

سوال:- میرے ایک دوست ہیں جو مولانا خوش حال صاحب کے پکے مرید ہیں ان کے ساتھ اکثر مختلف مسائل پر باہمی گفتگو ہوتی رہتی ہے، میرا اور ان کا معمول یہ ہے کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ کر ایک بزرگ ابراہیم علی شاہ پیر کچہری بھوپہ اسٹینڈ پر مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں، ان کا معمول ہے کہ وہ اگربتی جلاتے ہیں، اور ان کی قبر پر جو گولک لگی ہوئی ہے اس میں پیسے ڈالتے ہیں اور مزار پر جو شیرینی اکثر لوگ چڑھاتے ہیں اس کو کھالیتے ہیں ہمارا اور اس کا اس مسئلہ پر اختلاف ہے، میں کہتا ہوں جو شیرینی چڑھاوے کی ہے، اس کا کھانا حرام ہے اس لئے آپ نہ کھائیں وہ کہتے ہیں ہم تو ان کو زندہ مانتے ہیں، یہ مردہ نہیں ہیں، میں کہتا ہوں کہ قرآن میں ہے کہ سوائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سب مردہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ اولیاء اللہ اور شہید سب زندہ ہیں، اور تم نے قرآن پاک سے اعراض کیا ہے، تم کو سخت سزا ملنی چاہئے دریافت طلب یہ ہے کہ:

(۱) نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور بزرگ ولی اپنی قبر میں زندہ ہے یا نہیں؟

(۲) ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زندہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہ بھی انتقال کر گئے: "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زندگی تو اوروں کیلئے بھی ثابت ہے مگر سب کی زندگی یکساں نہیں، بڑا فرق ہے نبی کے بعد انکی بیوی سے نکاح جائز نہیں، نیز نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، اولیاء اللہ اور شہداء کا یہ

حال نہیں[1]۔

(۲) ایک قسم کی وفات جو کہ شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب واقع ہوئی ہے: ”اِنَّکَ میّت وانھم میتون[2]“ (الآیۃ) اس کے باوجود حیات نہایت اعلیٰ قسم کی حاصل ہے، آبِ حیات اور شفاء السقام وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۴ھ

حیات برزخیہ کی نوعیت

سوال: - یہاں ایک ہفتہ واری پرچہ نکلتا ہے، جس کے ایڈیٹر صدیق علی قادری

---

[1] حیاۃ الانبیاء اقوی منھم واشد ظھوراً آثارھا فی الخارج حتی لا یجوز النکاح بازواج النبی ﷺ بعد وفاتہ بخلاف الشھید والاولیاء ملحقون بھم (ای بالشھداء) ملخصاً، تفسیر مظھری ص: ۱۵۲، ج: ۱، سورۂ بقرہ آیت: ۱۵۴، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

ومنھا انہ لایورث فی الصحیحین عن ابی بکر رضی اللہ عنہ سمعت النبی ﷺ یقول لانورث ما ترکنا صدقۃ (شرح الزرقانی ص: ۳۳۱، ج: ۵، ومنھا انہ لایورث الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، راجع المرقات ص: ۵۰۶، ج: ۵، قبیل باب مناقب قریش، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، ومنھا انہ حرم نکاح ازواجہ من بعد الخ، شرح الزرقانی ص ۵/۲۸۱، ومنھا انہ حرم نکاح ازواجہ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، تفسیر ابن کثیر ص ۳/۸۰۵، آیت: ۵۳، سورۂ احزاب، مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ.

[2] پ: ۲۳، آیت: ۳۰، سورۃ الزمر.

ترجمہ:- آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (از بیان القرآن)

[3] انظر الباب التاسع فی حیاۃ الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام، ص: ۱۴۹، الی ص: ۱۵۹، (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام للامام تقی الدین السبکی، ”آب حیات“ مؤلفہ مولانا قاسم نانوتویؒ اسی موضوع پر ہے)

ہیں، ان کا مضمون شائع ہوا ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں، اور حسب ذیل آیات کا حوالہ دیا، "وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ" یہ آیت ان لوگوں سے متعلق ہے جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے، کیا اولیاء کرام کا تعلق بھی اس آیت سے ہے، ڈاکٹر حاجی محمد عزیز الرحمٰن صاحب (بریلی) فرماتے ہیں اسی لئے تمام عالم اپنی حسن عقیدت لے کر اس بارگاہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر بارگاہ ہو کر آستانہ سے اپنا دامن گوہر مراد سے بھر لے جاتا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی زبان مبارک نے صاف اعلان کر دیا ہے، کہ زندہ ہیں ان کو مردہ مت کہو، چنانچہ زندوں سے مراد مانگنا جائز ہے، ایک جگہ اور فرماتے ہیں کہ اس لئے عوام الناس انکے مزار اقدس کو مرجع خلائق سمجھتے ہوئے انسے طالب امداد ہوتے ہیں، اور یہ اپنی منگتا کی حاجت روائی فرماتے ہیں، اس لئے ان کے آستانہ پر سر نیاز جھکانے والوں کی تمنا برائی ہے، اور انشاء اللہ ہر نیاز مند کی تمنا انکے در سے پوری ہوتی رہیگی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اولیاء کرام زندہ ہیں اور ان سے مدد طلب کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حضرات اللہ کی راہ میں شہید ہوں انکے متعلق قرآن کریم میں مذکور ہے، انکو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں مگر تمکو انکی زندگی کا شعور نہیں[1] لیکن ان کی اس زندگی کو بالکل دنیاوی زندگی سمجھنا غلط ہے، کیونکہ اسکا شعور تو سب کو ہے، اگر انکی زندگی بھی ایسی ہی ہوتی تو اسکا بھی شعور ہوتا، نیز انکی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی، انکو دفن نہ کیا جاتا، انکی میراث تقسیم نہ ہوتی، انکی عورتوں

---

[1] ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون الآية، سورة البقرة الآية: ۱۵۴،

پر عدت واجب نہ ہوتی[1]، اور دوسرے لوگوں سے انکا نکاح جائز نہ ہوتا، انکی زندگی شعور سے بالا تر ہے، اولیاء اللہ کو بھی ایک قسم کا زندگی عطاء ہوئی ہے وہ بھی شعور سے بالا تر ہے، انکی حیات کو تسلیم کرنا بھی لازم ہے، اور انکی وفات کو تسلیم کرنا بھی لازم ہے[2]، وفات کے بعد جو حیات ہے، اسکے متعلق جتنی بات شرعی دلائل سے ثابت ہے، اس کو تسلیم کیا جائیگا، اور جو بات شرعی دلائل سے ثابت نہیں، اسکو قیاس سے ثابت نہیں کیا جائیگا[3]، زیارت قبور کی ترغیب حدیث پاک میں آئی ہے، ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی ترغیب بھی آئی ہے، وہاں جا کر سلام کی ترغیب بھی موجود ہے[4]، بعض روایات میں انکے توسل سے دعا بھی منقول ہے، اسطرح کہ اے اللہ اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما، میری فلاں حاجت پوری فرما[5]، بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہو کر خود ان سے اپنی مرادیں مانگنا کہ آپ مجھے بیٹا دیدیجئے میرے

---

[1] والشهيد حي في احكام الآخرة كما قال تعالىٰ بل احياء عند ربهم فاما في احكام الدنيا فهو ميت يقسم ميراثه وتتزوج امرأته بعد انقضاء العدة وفريضة الصلوة من احكام الدنيا فكان فيه ميت الخ، مبسوط سرخسي ص ۲/۵۰، باب الشهيد، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، بدائع الصنائع ص ۱/۳۲۵، فصل في حكم الشهادة في الدنيا، مطبوعه كراچي، طحطاوي مع المراقي ص ۵۱۸، باب الشهيد، مطبوعه مصري.

[2] بيان القرآن، ج: ۱، ص: ۸۷، معارف القرآن ج: ۱، ص: ۳۹۵. سورة البقرة آيت: ۱۵۴.

[3] وقياس الغائب على الشاهد فاسد الخ، شرح عقائد ص ۷۴، مبحث رؤية الله الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[4] راجع حديث ابي هريرة وحديث بريدة وحديث ابن عباس في باب زيارة القبور، مشكوة ص: ۱۵۴، ج: ۱، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

[5] راجع حديث عثمان بن حنيف في قصة عثمان بن عفان اللهم اني اسألك واتوجه اليك بنبينا محمد ﷺ نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربي فتقضي لي حاجتي، المعجم الكبير للطبراني ص ۹/۳۱، رقم الحديث: ۸۳۱۰، ما اسند عثمان بن حنيف، طبع داراحياء التراث العربي بيروت. مشكوة شريف ص ۱۳۲، باب الاستسقاء، طبع ياسر نديم ديوبند.

مقدمہ میں کامیاب کردیجئے میں بیمار ہوں صحت دے دیجئے وغیرہ وغیرہ، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ حضرات یہ سب کام کردیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تصرف کے اختیارات دے رکھے ہیں، شرعی دلائل (قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، قیاس ائمہ مجتہدین) سے ثابت نہیں[۱]، اس واسطے بزرگان دین کے لئے نذر ماننے اور ان کے مزارات پر چڑھاوا چڑھانے کی اجازت نہیں، بحرالرائق[۲]، درمختار[۳]، شامی[۴]، طحطاوی[۵] اور دیگر کتب فقہ میں ایسی نذر کو ناجائز اور حرام لکھا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے بھی فتح العزیز[۶] میں حرام تحریر فرمایا ہے، مدارک التنزیل کی شرح الاکلیل[۷] میں بہت سی کتب سے اس کے لئے عبارات نقل کی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

۱ من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عندها ويسألهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين. مجمع البحار ج:۲، ص:۴۴۴، تحت زور، باب الزاء مع الواو، مطبوعه دائرة معارف عثمانيه حيدرآباد دكن.

۲ البحرالرائق كوئٹه ص:۲۹۸، ج:۲، قبيل باب الاعتكاف.

۳ ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام، الدرالمختار مع الشامى ص:۴۳۹، ج:۲، كتاب الصوم، مطلب فى النذر الذى يقع للاموات.

۴ ملاحظه هو حاشيه نمبر:۳،

۵ طحطاوى على المراقى ص:۵۷۱، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به الخ.مطبوعه مصر.

۶ فتح العزيز ص:۴۳۵، تحت سورة الدهر، مطبوعه رحيميه ديوبند.

۷ الاكليل على مدارك التنزيرل ص:۸۶، ج:۲، تحت سورة البقرة آيت:۱۷۳، مطبوعه اكليل رسڑا.

حرمت جسم شہید علی الارض کی تشریح

(بیان القرآن کی ایک عبارت)

سوال:- بیان القرآن میں ایک جگہ یہ عبارت ہے

''حدیث میں 'حرمت جسم شہید علی الارض' وارد ہے غیر ارض سے غیر متأثر ہونا وارد نہیں، چنانچہ دوسرے اجسامِ مرکبہ مثل اسلحہ، ادویہ، اغذیہ واخلاطہ واجسام بسیطہ مثل آب وآتش وباد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کی حیات قبل الممات سے اقویٰ نہیں اور بعض حصہ ارض میں بعض حصہ غیر ارضیہ بھی شامل ہوجاتی ہے، جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مخالف عناصر شامل ہوجاتے ہیں سو اگر ان اجزاءِ غیر ارضیہ سے ان کے اجسام متأثر ہوجائیں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا، جن میں حرمتِ اجسام علی الارض وارد ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہید کیلئے یہ بھی کافی ہے کہ دوسرے اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجسادِ خاک سے متأثر نہ ہوں گو کسی وقت میں ہوجائے اور احادیث سے بھی امر مقصود کہا جائے کہ ان محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرقِ عادت کی دونوں صورتیں ہیں، حفظ مؤبد اور حفظ طویل، اور چونکہ برزخ حواس سے مدرک نہیں ہوتا، اسلئے **لا تشعرون** فرمایا گیا (ص:۸۸، جلد ا پارہ ۲)''

امید ہے کہ آپ اپنی زبان میں وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں گے، مولانا کے الفاظ بہت ہی دقیق ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض روایات میں آیا ہے کہ شہید کا جسم محفوظ رہتا ہے، مٹی اس کو متأثر نہیں کرتی، گلتا

سڑتا نہیں، شہید کو ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے[1]، اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ تلوار سے اگر اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو وہ کٹ جاتا ہے آگ اور پانی سے بھی متأثر ہوتا ہے، جس چیز میں مٹی اور دوسری چیز مخلوط ہو اس سے متأثر ہوتا ہے، یہ متأثر ہونا حدیث کے خلاف ہے، جس میں اس کے محفوظ رہنے کو فرمایا گیا ہے، کیونکہ ان چیزوں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام بھی متاثر ہوتے ہیں اور شہید کی حیات انبیاءؑ کی حیات سے قوی نہیں، اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں[2]، اول یہ کہ برزخ کے حالات حواس سے مدرک نہیں ہوتے، اور قیاس سے ان کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، پس اگر دفن سے پہلے شہید کا جسم تلوار وغیرہ سے کٹ جائے آگ سے جل جائے تو اس پر قیاس کر کے یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ دفن کے بعد وہ مٹی سے بھی متأثر ہو کر گل سڑ جائے محفوظ نہیں رہے گا۔

دوم: یہ کہ اگر وہ گل سڑ بھی جائے تو ہو سکتا ہے کہ مٹی کے ساتھ وہاں دوسرے اجزاء مثلاً پانی مخلوط ہو اس پانی سے گل سڑ گیا ہو نہ کہ محض مٹی سے، حدیث شریف[3] میں اتنا ہی ہے، ارض اسکے جسم کو نہیں کھاتی، یہ نہیں کہ پانی بھی اس کو نہیں گلاتا، ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مقصود یہ ہو مٹی دیر تک نہیں کھاتی نہ یہ کہ کبھی نہیں کھاتی، بس عام موتیٰ کے اعتبار سے اگر شہید کا جسم کچھ دیر تک بطور خرقِ عادت محفوظ رہا تب بھی حدیث شریف کا مضمون صادق آ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ھو التذکرہ فی احوال الموتی ص ۱۳۳/۱، باب لاتأکل الارض اجسادالانبیاء ولا شھداء وانھم احیاء، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] بیان القرآن ص:۸۸، ج:۱، سورہ بقرہ پ:۲. مکتبہ نعمانیہ

[3] ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الأرض اجسام الأنبیاء ابوداؤد شریف ص:۱۵۰، ج:۱، باب تفریع ابواب الجمعہ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو مٹی پر حرام قرار دیا ہے۔

بزرگوں کی ارواح سے ملاقات کا دعویٰ

سوال:- ایک پیر صاحب نے اپنے مرید سے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ڈھونڈ کر لاؤ، وہ مرید پہلے شانتی باغ گئے، اس کے بعد بیت المقدس گئے، پھر مدینہ منورہ گئے، وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت خضر علیہ السلام نے کہا نماز میں حاضر نہیں ہونگا، دعا میں ضرور شامل ہونگا، کچھ جگہ چھوڑ دو، کیونکہ حضور ﷺ کی پاک روح اور بڑے پیر صاحب کی روح حاضر ہوگی، یہ تمام باتیں پیر صاحب نے اعتکاف کے عالم میں کہیں، یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق عامۃً محدثین تو کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، مگر صوفیاء ان کی حیات کے قائل ہیں[1]، کچھ ان کے مکاشفات ومشاہدات ہیں جن کی بناء پر وہ ایسا کہتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے مکاشفہ سے کوئی شخص دیکھ لے اور ان سے بات کرلے اور ان کو دعوت دے کر بلالے، اور وہ تشریف بھی لے آئیں، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ سرکار دوعالم ﷺ کی روح مبارک کسی نیک نصیب کے مکان پر رونق افروز ہو جائے، ممکن ہے کہ جسد اطہر کے ساتھ تشریف لائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بڑے پیر صاحب کی روح آجائے، مگر ان ارواح مبارکہ کے لئے جگہ چھوڑنا بیکار اور بے معنی ہے، جس طرح ان کی

---

[1] ذهب الجمهور من الناس الیٰ أن الخضر مات ﷺ وقالت فرقة حی لانه شرب من عین الحیاة وانه باق فی الارض، ویحج البیت الخ، تفسیر قرطبی ص ۴۱۳/ج۵. الجزء العاشر، دارالفکر بیروت، سورۂ کهف آیت ۸۲، مسلم شریف ص ۲/۲۶۹، باب من فضائل الخضر علیه الصلاة والسلام، مطبوعه رشیدیه دهلی، فتح الباری ص ۷/۹۴، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیهما السلام، مکتبه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه،

تشریف آوری اور یہ لمبی مسافت کا قطع کرنا بغیر سواری کے ہے اور محسوس طریقہ پر نہیں ہے، اسی طرح مجلس میں بیٹھنے کیلئے محسوس جگہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں، بعض آدمیوں کو قوت خیالیہ کے غلبہ سے بھی ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ فلاں شخص آئے اور ان کے لئے جگہ چھوڑتے ہیں[1]، میرے جاننے والے بھی ایک صاحب دماغی مریض تھے، وہ تو ایسی ارواح کے لئے کھانا پکوانے کی بھی تاکید کیا کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] آمدن ارواح دریں شبہا از روی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نہ گشتۂ مائۃ مسائل ص ۱۰۸، الجنۃ لاھل السنۃ ص ۱۷۴-۱۷۷، البراھین القاطعہ ص ۹۱-۹۶، فتاویٰ عزیزی ملاحظہ ہو ص ۱۰۵ ج ۲،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب یازدھم

﴿حشر وحساب، جزاوسزا﴾

قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟

سوال:- کیا قبر یا حشر میں میت کو باپ کے نام سے پکارا جائے گا، سنن[1] ابوداؤد شریف میں ایک حدیث ہے جو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نقل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نام اچھے رکھو کیونکہ حشر میں اپنے باپ داداؤں کے نام سے پکارے جاؤ گے حدیث وقرآن پاک سے ثبوت دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حشر میں ماں کی طرف منسوب کرکے پکارے جانے کے متعلق کوئی قوی حدیث میری نظر سے نہیں گذری، البتہ بذل[2] المجہود شرح ابوداؤد ج:۵، ص:۲۶۷ میں نقل کیا ہے: قد جاء

---

[1] ابوداؤد ص ۲/۶۷۶، کتاب الادب، باب تغییر الاسماء، مطبوعہ سعد دیوبند.

[2] بذل المجهود ص:۲۶۷، ج:۵، مطبوعه يحيوى سهارنپور، كتاب الأدب. باب في تغيير الأسماء، اشعة اللمعات ص ۴/۵۰، باب الاسامی، مطبوعه نوريه پاكستان.

ترجمہ:- بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔

فی بعض الروایات انه یدعی الناس یوم القیامة باسماء امهاتهم فقیل الحکمة فیه ستر حال اولاد الزنا لئلا یفتضحوا وقیل ذٰلک لرعایة حال عیسٰی بن مریم علیه السلام وقیل غیر ذالک فان ثبت هٰذه الروایة حمل الاٰباء علی التغلیب کمافی الابوین او یحمل انهم یدعون تارة بالاٰباء واخریٰ بالامهات او البعض بالاٰباء والبعض بالامهات. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۴/۵ھ

رمضان میں مرنے والے سے حساب

سوال:- اگر کوئی شخص رمضان شریف میں مرجائے تو اس سے حساب ہوگا، یا نہیں، اگر ہوگا تو پورا حساب ہوگا، بعد رمضان یا بعد رمضان کچھ تخفیف کے ساتھ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امید ہے کہ بالکل حساب نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۶ھ

سب سے پہلے کس کا حساب ہوگا

سوال:- میدان حشر میں حساب پہلے کس کا ہوگا؟ آیا انسان کا یا جنات کا؟ پھر ان میں سے کون سے انسان کا پہلے حساب ہوگا یا کون سے جنات کا؟ آیا نبیوں میں سے کس نبی کا

---

[1] یرفع عنه (العذاب) یوم الجمعة وشهر رمضان. شامی نعمانیه ص: ۵۵۴، ج: ۱، شامی کراچی ص: ۱۶۵، ج: ۲، قبیل باب العیدین. شرح فقه اکبر ص ۱۲۳، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شرح الصدور ص ۳۰۶، باب احسن الاوقات للموت، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

ہوگا؟ اولیاء یا عالموں یا شہیدوں کا یا مجرموں کا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں۔ اس پر نہ مدارِ نجات ہے نہ کسی مسئلہ فقہیہ عملیہ کا ترتب ہے اس لئے اس کی تفتیش کی ضرورت نہیں سمجھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۵ھ

کافر غریب مصیبت زدہ کا انجام

سوال:۔ دنیا میں غریب غیر مسلم بہت ہیں، یہاں پر بھی تکلیف میں ہیں اور وہ عاقبت میں بھی ایمان نہ ہونے کیوجہ سے جہنم میں ہیں، اور غیر مسلم بعضے خوش حال اور مالدار ہیں، دنیا میں آرام سے ہیں، اگرچہ عقبیٰ میں ایمان نہ ہونے سے جہنمی ہے، تو اس کا کیا مطلب ہے؟ غریب کو کہیں آرام نہیں ملا۔

الجواب حامداًومصلیاً

جی ہاں وہ غریب غیر مسلم بہت قابل حسرت ہے جو یہاں بھی غربت کی مصیبت میں ہے، اور مرنے کے بعد بھی اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں رہے گا[2] لیکن یہاں ایمان قبول کرنا اور اعمال صالحہ کرنا اس کے لئے ممنوع نہیں ہے، بلکہ ہدایت کا دروازہ اس کیلئے بھی کھلا ہوا

---

[1] وینبغی ان لا یسأل الانسان عمالا حاجة الیه کان یقول کیف هبط جبرئیل وعلی ای صورة راٰه النبی ﷺ الی قوله الی غیر ذالک مما لاتجب معرفته ولم یرد التکلیف به الخ، شامی زکریا ص ۱۰/۴۸۵، کتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ.

[2] راجع الآیة "وان اصابته فتنة محنة وسقم فی نفسه وماله انقلب علی وجهه ای رجع الی الکفر خسر الدنیا بفوات ماامله منها والآخرة بالکفر ذلک هوالخسران المبین. سورۂ حج الایة:۷. (جلالین شریف ص ۲۷۹/ج ۱، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ہے، وہ اس دروازہ میں نہ آئے تو کسی کا کیا قصور ہے؟"افنلزمکموھا وانتم لھا کارھون"[1] (الایة) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیامت میں جانوروں سے حساب

سوال:۔اگر ایک سینگ والی بکری نے بے سینگ والی بکری کو مارا ہوگا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو سینگ دیکر بدلہ دلوائیں گے، مقررین وواعظین اسے بیان کرتے ہیں تو کیا یہ مخلوق بھی حساب کی مکلّف ہوگی، اور عذاب وثواب کی مستحق ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صحیح ہے ترمذی شریف میں بھی ہے[2] اس بدلہ کے متعلق حاشیہ میں لکھا ہے "قالوا ھذا قصاص مقابلة لاقصاص تکلیف یوخذ من الاطفال والمجانین والحیوانات کلھا کذافی الطیبی واللمعات"[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۱۳۹۵ھ

---

[1] سورۂ ھود الآیة: ۲۸/ انجبرکم علی قبولھا (جلالین ص ۱۸۲/۱، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:-تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ (بیان القرآن)

[2] عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لتؤدن الحقوق الیٰ اھلھا حتی تقاد الشاة الجلحاء من الشاة القرناء وحدیث ابی ھریرة حدیث حسن صحیح . (ترمذی ج۲/ ص۶۷/ ابواب صفة القیامة، باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حقوق ان کے اہل کو ادا کئے جائیں گے، حتی کہ بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

[3] ملاحظہ ھو حاشیہ: ۱۲، ترمذی شریف ص۶۷/۲، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند)طیبی ص۳۰۵/۹، باب الظلم، الفصل الاول، مطبوعہ زکریا دیوبند، شرح نووی للمسلم ص۱۱۲/۸، باب تحریم الظلم. مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

معصوم بچے کس قصور کی وجہ سے بیمار ہوتے ہیں؟

سوال:۔ دنیا میں بچے بیمار ہوتے ہیں اور تکلیف میں رہتے ہیں حالانکہ وہ معصوم ہیں، انہوں نے کیا قصور کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کس قصور کی سزا ہے، درحقیقت یہ بنیاد ہی غلط ہے کہ یہاں جس کو بھی بیماری یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ کسی قصور کی سزا ہوتی ہے بلکہ اس میں دوسری مصالح بھی ہوتی ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معصوم بچوں کے بیمار ہونے کا سبب

سوال:۔ نابالغ بچے اور شیر خوار بچے معصوم یعنی بے گناہ ہوتے ہیں، ان سے قبر میں سوال نہیں ہوتا، تو ان کی زندگی میں انہیں ایسی ایسی تکلیفوں میں کیوں مبتلا کرتا ہے، جو ہم سے دیکھی نہیں جاتی؟ زیادہ تر چیچک کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کے درجات بلند کرنا[2] نیز ان کے والدین اور عزیزوں کو جو کچھ پریشانی اور تکلیف

---

[1] مثلاً بچہ کی بیماری وسختی نزع والدین کے گناہوں کی پاکی وصفائی کا ذریعہ ہوتی ہے "تعسیر نزع الصبی تمحیص للوالدین" (الحاکم والدیلمی عن انس) (کنز العمال ص۲۸۷/ج۳/ رقم الحدیث ۵۶۸۷، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت. (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

ہوتی ہے اس سے انکے گناہوں کو دور کرنا[1] اور خدائے پاک کی طرف توجہ دلانا یہ دو فائدے تو بالکل صاف نظر آتے ہیں اور بھی فائدے ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہونگے، اگر چیچک میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں تو اس میں والدین وغیرہ کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ بیماری زیادہ گھناؤنی ہے۔

اصل یہ خیال ہی غلط ہے، کہ یہاں جو بیماری ہوتی ہے وہ بیمار کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی بیماریاں پیش آئی ہیں، حالانکہ وہ بھی معصوم ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۰ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] فی حدیث ابی فاطمة مرفوعاً والذی نفسی بیده ان اللّٰه لیحب ان یبتلی العبد ویحبه وقد کتب له الدرجة من الجنة مایبلغها بشئی من عمله دون ان یبتلیه بالبلاء حتی یبلغه تلک الدرجة. (کتاب الترغیب والترهیب، للأصبهانی ص ۲۴۵/ج ۱) باب فی ثواب البلاء وانه کفارة للذنوب. مطبوعه مؤسسة الخدمات الطباعیة بیروت لبنان،

ترجمہ:- قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ بندے کو کسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کریں، اور وہ بندہ اللہ سے محبت کرے اور اس کے لئے لکھ دیا جائے جنت کا وہ درجہ کہ اس درجہ تک بندہ اپنے کسی عمل سے نہیں پہنچ سکتا، بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آزمائش میں مبتلا کریں، اور وہ آزمائش بندے کو اس درجہ تک پہنچادے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] جیسے کہ وارد ہے "تعسیر نزع الصبی تمحیص للوالدین (کنز العمال ص ۲۸۷/ج ۳، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)

[2] فی حدیث ابی سعید الخدری مرفوعاً "انا کذالک معشر الانبیاء یضاعف علینا الوجع لیضاعف لنا الاجر (کتاب الترغیب والترهیب للأصبهانی، ص ۲۵۲/ج ۱/باب الباء فصل فی ثواب المریض والمبتلیٰ. مطبوعه مؤسسة الخدمات الطباعیة بیروت لبنان،

ترجمہ:- ہم انبیاء کو اسی طرح کئی گنا تکلیف دی جاتی ہے تاکہ ہمیں دوگنا اجر ملے۔

مرتکب قتل عمد کی مغفرت وخودکشی

سوال: ۔(۱) قتل عمد کے مرتکب کی مغفرت ممکن ہے کہ نہیں اگر ہے تو بعد العذاب یا قبل العذاب؟ کوئی ایسی شکل ہے کہ عذاب سے کلیۃً بری ہوجائے اولیاء مقتول کی معافی سے یا مقتول کے ایصال ثواب وغیرہ کرنے سے جو شکل ہو تحریر فرماویں۔

(۲) خودکشی کے متعلق کیا حکم ہے اس میں بھی کوئی شکل ہے کہ عذاب سے بچ جائے جرم کے بعد توبہ کرنے سے امید مغفرت ہے مگر یہاں تو اس کا موقع ہی نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ہر مرتکب کبیرہ کی مغفرت ممکن ہے، اگر شرائط متحقق ہوں[۱] یا قتل عمد کا قصاص دے ورنہ اولیاء سے صلح کرے معافی چاہے[۲]، مقتول کو ایصال ثواب کرے جس قدر بھی ممکن ہو مقتول کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اس کو نفع پہنچائے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو راضی کرکے اس قاتل کی سزا کو بالکل ہی معاف فرمادیں[۳]، ورنہ تخفیف تو ضرور ہی ہوجائیگی، اور پھر بقیہ سزا کے بعد چھٹکارا ہوجائے گا، غرض یہ کہ اگر ایمان پر خاتمہ ہوا ہے تو اس کے لئے کسی کبیرہ

---

۱ توضیحه ما ذکره الامام الغزالی من ان التوبة اذا استجمعت شرائطها فهی مقبولة لامحالة، شرح فقه اکبر ص ۱۹۶، بحث التوبة، مطبوعه دیوبند.

۲ وموجب ذالک المأثم والقود الا ان یعفو الاولیاء او یصالحوا ولا کفارة فیه عندنا، عالمگیری ص ۶/۲، کتاب الجنایات، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۶/۵۲۹، کتاب الجنایات.

۳ والذی علیه الجمهور من سلف الامة وخلفها ان القاتل له توبة فیما بینه وبین الله عزوجل فان تاب واناب وخشع وخضع وعمل عملا صالحا بدل الله سیئاته حسنات وعوض المقتول من ظلامته وارضاه، تفسیر ابن کثیر ص: ۸۱۴، ج: ۱، سورۂ نساء آیت: ۹۳، مطبوعه مکة المکرمة.

کی وجہ سے عذاب دائمی نہ ہوگا، بلکہ انجام کار دخول جنت میسر ہوگا۔ حنفیہ کا مذہب یہی ہے[1]۔

(۲) خودکشی حرام اور کبیرہ گناہ ہے[2]۔ اللہ پاک قادر ہے کہ بغیر توبہ بھی معاف فرمادے، اگرچہ قانون یہی ہے کہ بغیر توبہ کے کبائر کی معافی نہیں ہوتی اگر اس کے حسنات غالب ہوں نیز باقیات صالحات چھوڑ گیا ہو تب بھی عذاب سے بچ جانے کی توقع ہے ورنہ ایمان پر خاتمہ ہونے کی وجہ سے انجام کار رہائی یقینی ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/صفر ۵۸ھ

نافرمانوں کا حشر

سوال: ۔جو لوگ شریعت پر مطلقاً عمل نہیں کرتے ان کا کیا حشر ہوگا؟ بخشش ہوگی یا نہیں؟ جبکہ روز بروز اس کی نافرمانی کرنے سے اسکا قلب سیاہ ہوتا جاتا ہے، تو ایمان کیا باقی

---

[1] واهل الكبائر من المومنين لايخلدون فى النار وان ماتوامن غيرتوبة (شرح عقائد، ص ۱۱۶) ولانكفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذالم يستحلها ولانزيل عنه اسم الايمان كمايقوله المعتزلة (شرح فقه اكبر ص ۸۶، قبيل سب الشيخين الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند)

[2] ان ذالک (اى قتل الرجل نفسه) فى التحريم كقتل سائر النفوس المحرمة (مرقاة ص ۴/۷، كتاب القصاص، الفصل الاول، طبع اصح المطابع بمبئى، قرطبى ص ۳/۱۳۷، سورۂ نساء آيت: ۲۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، روح المعانى ص ۵/۱۶، مطبوعه مصطفائى ديوبند)

[3] واجمع الفقهاء واهل السنة على انه من قتل نفسه انه لايخرج بذلک من الاسلام وانه يصلى عليه واثمه عليه (عمدة القارى للعينى ص ۱۹۱/ج۴، الجزء الثامن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قاتل النفس، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقاة ص ۴/۸، كتاب القصاص، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

رہے گا، نیز جولوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں اور دین کی باتوں کا مذاق بھی اڑاتے ہوں تو ان کا کیا حال ہوگا، اور کبائر میں کھلے عام مبتلا ہوں مگر ان کو اس پر ندامت بھی ہو تو ان کا کیا حال ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سخت سزا کے مستحق ہونے کے باوجود حق تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادے تو کوئی مانع نہیں۔"**یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء**"[1] اور جس کو ندامت ہوجائے جو کہ توبہ کی اصل ہے[2]، توبہ بھی سبب مغفرت ہے۔"**انی لغفار لمن تاب**"[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا کلمہ پڑھ کر مرنے والے کو بداعمالی کی سزا ہے؟

سوال:- جس آدمی کا خاتمہ ایمان پر ہو یعنی کلمہ پڑھ کر مر گیا ہو، آیا اس کو اس کی بداعمالی کی سزا ملے گی؟ یا بلا سزا و بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بداعمالی کی سزا کا وہ بھی مستحق ہے، حق تعالیٰ فضل فرمادے تو بے حساب جنت میں

---

[1] سورۂ ال عمران الآیۃ: ۱۲۹،

(ترجمہ) وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں۔ (بیان القرآن)

[2] معنی الندم توبة انه عمدة اركانها (شرح فقه اكبر ص ۱۹۴ / مطبوعه مجتبائی دهلی.

[3] سورۂ طه آیت: ۸۲،

(ترجمہ) اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں (بیان القرآن)

داخل کردے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۹۳ھ

کافر کی خصومت

سوال:۔ کفار کے مال کا محاسبہ ومواخذہ روزِ محشر ہوگا تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء نے لکھا ہے کہ کافر کی خصومت کا معاملہ اشد ہے اس لئے کہ مسلم کی نیکیاں اس کو نہیں دی جائیں گی، اور اس کا کفر مسلم پر نہیں ڈالا جائے گا، اللہ علیم ہے کہ کیا ہوگا[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۹۴ھ

اہل کتاب ضالین ومضلین دونوں مستحق عذاب ہیں

سوال:۔ علمائے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ وغیرہ جو قرآن پر ایمان نہیں لائے اور عوام کو بھی گمراہ کیا اسی پر ان کا خاتمہ بھی ہوا یہ تمام لوگ جہنمی ہیں، یا صرف علماء ہی جہنم میں جائیں گے عوام پر گناہ نہیں۔

---

[1] (وهم اى اهل الكبائر) فى مشيته وحكمه ان شاء غفرلهم وعفا عنهم بفضله كما ذكر الله عزوجل فى كتابه "ويغفر مادون ذلك لمن يشاء" وان شاء عذبهم فى النار بقدر جنايتهم بعدله، عقيدة الطحاوى ص: ۱۰۰، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شرح فقه اكبر ص: ۹۴، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[2] الذمى لايرجى منه العفو فكانت خصومة الذمى اشد (شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، مطبوعه مجتبائى دهلى، شامى كراچى ص ۶/۴۰۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

فرقہ شیعہ وقادیانی وغیرہ کے علماء نے جولوگوں کو گمراہ کیا، اسکا عذاب بھی صرف ان کے علماء پر ہی ہوگا یا عوام بھی شامل ہوں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جو گمراہ ہوئے ہیں ان کو بھی عذاب ہوگا، اور جنہوں نے گمراہ کیا ہے ان کو بھی عذاب ہوگا، جن لوگوں کو گمراہ کیا گیا ہے، وہ جب عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے تو بہت کچھ معذرت کریں گے، کہ ہمیں دوسرے گمراہوں نے گمراہ کیا ہے، لیکن کوئی سنوائی نہ ہوگی، نیز گمراہ کرنے والوں کو ملامت کریں گے، کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا ہے اگر تم گمراہ نہ کرتے تو ہم ایمان لے آتے وہ جواب دیں گے ہم نے تم پر جبر نہیں کیا تھا، تم اپنے اختیار سے کافر ہوئے تب پھر وہ دعا کریں گے کہ اے اللہ انہیں دوہرا عذاب دے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے یہ سب قرآن شریف میں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۸/ذی قعدہ ۵۶ھ

---

[1] یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مؤمنین. قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددنا کم عن الھدی بعد اذ جاء کم بل کنتم مجرمین. سورۃ سبا آیت: ۳۱، ۳۲.

ترجمہ:- ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے، یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا، بعد اس کے کہ وہ تم کو پہنچ چکی تھی، نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو۔

"کلما دخلت امة لعنت اختھا حتی اذا ادارکوا فیھا جمیعاً قالت اخراھم لاولھم ربنا ھؤلاء اضلونا فاٰتھم عذاباً ضعفا من النار" (سورہ اعراف الآیة ،۲۸) وراجع سورة الاحزاب الآیة:۶۷-۶۸/ وسورة سبا الآیة: ۳۱/ -۳۲/ وسورة اعراف الآیة:۲۸-۲۹/ وسورہ الصافات. (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

کیا چودھویں صدی کے بعد قیامت ہے؟

سوال: ۱۳۷۳ھ کی پوری صدی ہونے کے بعد ۱۴۰۰ھ لکھا جائیگا یا نہیں؟ اور پندرہویں صدی بھی تحریر میں آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب ۱۳۷۳ھ نہیں بلکہ ۱۳۹۳ھ ہے جب سات سال میں ۱۴۰۰ھ ہوجائے تو ۱۴۰۰ھ لکھا جائیگا، یہاں تک کہ ۱۵۰۰ھ تک پہنچنے پر ۱۵۰۰ھ لکھا جائیگا، قیامت آنے کی جو علامت بتائی گئی ہیں [1] ان میں سے ابھی باقی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہویں صدی بھی پوری ہوجائے گی۔ صحیح علم اللہ کو ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترجمہ:- جس وقت کوئی جماعت داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہوجاویں گے، تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، سو ان کو دوزخ کا عذاب دونا دیجئے..... اللہ تعالیٰ فرمادینگے کہ سب ہی کو دوگنا ہے، لیکن تم کو خبر نہیں۔ (بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] کخروج الدجال (ویمکث الدجال فی الارض اربعین سنة. مشکوٰة، ص۴۷۷، باب العلامات بین یدی الساعة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند) وظهور المهدی، وهو یملک سبع سنین (مشکوٰة ص ۴۷۰، باب اشراط الساعة) ونزول عیسی بن مریم علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام (ویمکث فی الارض بعد نزوله سبع سنین رواه مسلم مرقاة ص۲۲۳/ ج۵، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

قال (رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم) انها لن تقوم حتی ترواقبلها عشراٰیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فواحش کی وجہ سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا؟

سوال:۔آج کل ایسا ہورہا ہے، کہ باپ بیٹی سے زنا کررہا ہے، اور بھائی اپنی بہن سے زنا کررہا ہے، اورسوتیلا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ زنا کررہا ہے، ایسی صورت میں خداتعالیٰ ایسے لوگوں کوسخت سے سخت سزااس دنیا میں کیوں نہیں دیتا، تاکہ دوسرے لوگ ان کودیکھ کرعبرت حاصل کریں؟

الجواب حامداًومصلیاً

سزا کے لئے اصالۃً دارِآخرت کوتجویز فرمایا گیا ہے، دنیاعمل کے لئے ہے[1]، البتہ عمل بد کے کچھ اثرات دنیا میں بھی مرتب ہوتے ہیں، کبھی اعمال صالحہ کی برکت سے وہ اثرات کم بھی ہوجاتے ہیں، اور جہاں بھی یہ جاری ہے، وہاں اسکے اثرات بھی ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعافرمائی ہے کہ اس امت پرکوئی ایسادشمن مسلّط نہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۷۲، باب العلامات بین یدی الساعۃ، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:-رسول خداﷺ نے ارشادفرمایاقیامت ہرگز قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لو پھران کا ذکرفرمایا(۱)دخان(۲)دجال(۳)دابہ(۴) مغرب سے سورج نکلنا(۵)عیسی بن مریم کا نزول(۶)یاجوج ماجوج کاخروج(۷) تین خسف (۱)ایک خسف مشرق میں(۲)ایک خسف مغرب میں(۳) ایک خسف جزیرۃ العرب میں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] الدنیا مزرعۃ الآخرۃ، کشف الخفاء ص ۱/۴۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، اتحاف السادۃ ص ۸/۵۳۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

ہو جو اس کو ہلاک کر ڈالے، اور یہ دعا قبول ہوئی ہے[1] ہلاک ہونے سے پہلے پہلے توبہ کا بھی موقعہ ہے[2]، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باپ اگر بدعمل ہو تو اس کی اس سے کوئی صالح اولاد پیدا ہو جائے، جو کہ دین کی خدمت کرے، ہلاک ہونے کے بعد یہ توقع ہی ختم ہو جائے گی، اس لئے بھی مہلت دی جاتی ہے۔

تنبیہ:۔بغیر ثبوت شرعی کے کسی کو زانی کہنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، قرآن پاک نے ایسے شخص کی سزا اسّی کوڑے مقرر کی ہے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کو مردود قرار دیدیا ہے، اسلئے ہرگز ایسی بات نہ کہی جائے[3]۔ جس طرح زنا کرنا جرم ہے کسی کو زانی کہنا بھی جرم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معذبین کی تعداد زیادہ کیوں ہے؟

سوال:۔بعض غیر قوم کے بعض افراد نے قانونِ خداوندی پر اعتراض کیا ہے، کہ

---

[1] فی حدیث معاذ مرفوعاً سألته ان لایبعث علی امتی عدوا من غیرهم فیجتاحهم فاعطانیه (مسند احمد ص۲۴۷/ج۵، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ:-حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے غیر سے کسی ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے، جو ان کو بالکل ہی ختم کردے (ہلاک کردے) اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔

[2] عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ ان الله یقبل توبة العبد ما لم یغرغر رواه الترمذی، مشکوة شریف ص:۲۰۴، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[3] والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمٰنین جلدة ولاتقبلوا لهم شهادة ابداً (سورة النور، آیت ۴)

ترجمہ:-اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو۔ (بیان القرآن)

ابتداء دنیا سے انتہاء دنیا تک جتنے لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور پیدا کریگا، اس کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں غیر اقوام کی تعداد زیادہ پائی جاتی ہے، اور وہ تمام جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، آیا ہم لوگ خدا کے بندے نہیں وہ جو شرک ہم نے کیا ہے وہ ستر ماں کی محبت رکھنے والا کیوں معاف نہیں کرتا؟ اور چند مدت کے لئے سزا دے کر اس کے بعد جنت میں داخل کیوں نہیں کرتا؟ کیا اللہ کے یہاں یہ انصاف نہیں ہے، جس طرح مسلمان گنہگاروں کو چند دن کے لئے دوزخ میں ڈالے گا، اس کے بعد جنت میں بھیج دیگا، یوں دیکھا جائے تو تمام مسلمانوں کی تعداد جو ابتداء دنیا سے ہے اور انتہاء دنیا تک ہے، بہت قلیل ہے، بنسبت غیر اقوام کے، کیا اللہ کو اپنے بندوں کو سزا دینا اور ان کو ہمیشہ تکلیف دینے سے مسرت حاصل ہوتی ہے، یہ کیوں اور اس کی کیا وجہ ہے؟ براہِ راست جنت میں جانیوالوں کی تعداد تو بہت قلیل ہوگی، اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ستّر ماں کی محبت رکھنے والا ہے، ان سے محبت کے باوجود کم تعداد میں پیغمبروں کے ذریعہ اسلام کی ہدایت کیوں دی؟ وہ حقیقت میں ستر ماں کی محبت رکھنے والا ہوتا تو پیغمبروں کی نصائح کو جو ابتداء دنیا سے لے کر انتہاء دنیا تک کے بندوں کے دلوں میں اُتار کر اور شیطان کی طاقت کو روک کر تمام بندوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتا اور ان تمام لوگوں کو جنت کا مستحق بنا دیتا؟ ایسا نہیں کیا ہے، کیا خداوند تعالیٰ ستر ماں کی محبت نہیں رکھتا، ہم لوگ غیر قوم کو اس سوال کا جواب کیسے دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر قوم کے لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، تو اسکے جواب کی ذمہ داری آپ نہ لیں، جب تک آپ کے پاس قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ، عقائد، کا علم باقاعدہ حاصل نہ ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ڈاکٹری نہیں پڑھی، اور وہ دوسرے مریض کو بتانے کے لئے دوا کی تحقیق کرے کہ فلاں مرض میں فلاں مریض کو کیا دوا دی جائے، دنیا میں مریض بے انتہا

اورمرض بھی بے انتہا، ہرمرض کی دوا ہرمریض کے لئے ڈاکٹروں سے دریافت کرتا پھرے گا، تو پریشان ہوجائے گا، پھر بغیر سمجھے مریضوں کو دوا بتائے گا ،تو ہوسکتا ہے کہ اصل مرض کو بغیر سمجھے ہی دوا بتادے ،جس سے مریض کونقصان پہنچ جائے ،اس کے لئے تو باقاعدہ ڈاکٹری کا پڑھنا اورعلاج سیکھنا ضروری ہے، اصولی طور پر آپ خود اس بات کو سمجھ لیں کہ ایک شخص وہ ہے جوایک حکومت کوتسلیم کرتا ہے، رعیت بن کر رہتا ہے، بغاوت نہیں کرتا ہے، کبھی کسی جرم کا بھی ارتکاب کرتا ہے، حکومت اس کو سمجھاتی ہے، کبھی سزا بھی دیتی ہے، پھر چھوڑ دیتی ہے، ایک شخص وہ ہے ، جو حکومت کوتسلیم نہیں کرتا ، رعایا نہیں بنتا ہے ، حکومت کی بغاوت کرتا ہے ، حکومت کوختم کر کے اپنا قانون چلانا چاہتا ہے، ایسے شخص کو حکومت معاف نہیں کرتی ، بلکہ قتل کرادیتی ہے، یا ہمیشہ کے لئے محبوس رکھتی ہے، اس پر رحم کر کے معاف کردینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسی مثال سے مسلم اورغیر مسلم کا فرق سمجھ لیا جائے، کہ مسلم تو ایمان رکھتا ہے ، (حکومت کوتسلیم کرتا ہے) غیر مسلم ایمان نہیں رکھتا (حکومت کوتسلیم نہیں کرتا ہے) یہ آپ کے سمجھنے کیلئے ہے، غیر قوموں کو آپ خود جواب نہ دیں ، بلکہ کہدیں کہ علماء سے دریافت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جنت اوردوزخ کا راستہ دنیا میں بتلادیا[1] اب انسان خود اپنے اختیار سے صحیح راستہ کو اختیار کرے، غلط راستہ سے بچے ، جیسے سورج کے ذریعہ سب جگہ روشنی پھیل گئی ، اب آدمی آنکھ کھول کر اس کی روشنی سے نفع اٹھائے ، آنکھ بند کر کے نقصان اٹھائے گا ،تو خود ذمہ دار ہوگا، سورج کے ذمہ نہیں کہ زبردستی آنکھ کھلوائے ، پھول اور کانٹے دونوں ہی موجود ہیں، جس کا دل چاہے پھول کی کوشش کرے اور جس کا دل چاہے کانٹوں میں پھنسے، نفع دینے والی عمدہ غذا بھی دنیا میں موجود ہے، نقصان دینے والا زہر بھی موجود ہے، انسان اپنے اختیار سے نفع دینے والی عمدہ غذا کو حاصل کرتا ہے، زہر سے بچتا ہے، اسی طرح اعمال کا حال ہے، کسی

---

[1] وهديناه النجدين الآية، سورة البلد آيت: ۸.

کو مجبور نہیں کیا جاتا ہے[1]، اگر کوئی اندھا آدمی نامحرم کو نہ دیکھے تو کیا کمال ہے، آنکھ والا آدمی اگر اپنی نظر کو غلط جگہ سے بچائے تو قابل تعریف ہے، اسی طرح جنت اور دوزخ کے اعمال کو سمجھ لیجئے، یہ بھی آپ کو سمجھانے کے لئے ہے غیر قوموں کو جواب دینے کے لئے نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۷۵ھ

سزا وجزا کا مقام

سوال:۔ روز جزاء میں جب سزا وجزاء دی جائیگی، کس مقام پر ہوگی، مثلاً خانہ کعبہ ومدینہ وشام وغیرہ کہاں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جزا وسزا تو جنت ودوزخ میں ہوگی، اور حشر کا میدان ارضِ شام میں ہے، کذافی تفسیر ابن کثیر سورۃ الحشر ج۴/ص۲۳۲[2]/ومختصر تذکرۃ القرطبی[3] ص۴۳/فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وللعباد افعال اختيارية يثابون بها ان كانت طاعة ويعاقبون عليها ان كانت معصية، شرح عقائد ص ۸۱، مبحث الافعال كلها بخلق الله تعالىٰ، مطبوعه ديوبند، تكملة فتح الملهم ص۵/۴۶۸، كتاب القدر، مطبوعه كراچی.

[2] فكان منهم طائفة ذهبوا الىٰ اذرعات من اعالى الشام وهى ارض المحشر الخ مختصر تفسير ابن كثير، ج۳/ص ۴۶۹/ سورة الحشر، تحت آيت، هوالذى اخرج الذين كفروا من اهل الكتٰب الآية. وتفسير ابن كثير مكمل، ج۴/ص ۵۱۶/ المكتبة التجارية مكة المكرمه، تحت الآية المذكورة.

[3] التذكرة للقرطبى ص۴/۲۲۵، باب الحشر ومعناه، مطبوعه اسامة الاسلامية، احكام القرآن للقرطبى ص۴، ج۹، جز:۱۸، سورة الحشر، مطبوعه دارالفكر بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوازدھم

احوالِ جنت وجہنم

جنت پیدا ہو چکی یا نہیں؟

سوال:۔ایسے شخص کے متعلق جس کا خیال یہ ہے کہ جنت پیدا نہیں کی گئی ہے، یوم آخرت میں پیدا کی جائے گی، پھر معراج کا واقعہ پھر حضرت آدم علیہ السلام کا جنت کے اندر آنا یہ کیسے صحیح ہوگا؟ اور وہ یہ کہتا ہے کہ جنت کے معنی باغ کے ہیں، اور واقعہ معراج اور حضرت آدمؑ کا آنا باغ میں ہوا، لہٰذا ایسے شخص کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟ وضاحت کیساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شخص کا یہ خیال صحیح نہیں اس کو اپنے اس خیال کی اصلاح لازم ہے، اس لئے کہ یہ خیال اکثر معتزلہ کا ہے، جو کہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک غلط ہے، شرح عقائد نسفی ص۸۰ر میں ہے "والجنة حق والنار حق وهما مخلوقتان موجودتان وزعم اكثر

المعتزله انهما مخلوقتان يوم الجزاء''.[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۰ھ

جنت میں دخولِ اولی کے لئے عمل

سوال:- اگر کوئی شخص جنت میں دخولِ اولین کا مشتاق ہوتو کیا کوئی عمل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

احکامِ شرع کی پابندی کرے[2]، کلمہ طیبہ کا ورد رکھے دخولِ اولی کی دعا کرتا رہے[3]، جن اعمال پر دخولِ نار کی وعید ہے ان سے پورا پرہیز کرے جن اعمال پر دخول جنت کی بشارت ہے

---

[1] شرح عقائد ص ۱۰۴/ مطبوعه یاسر ندیم کمپنی، شرح فقه اکبر ص ۱۱۸، این الجنة والنار، مطبوعه مجتبائی دهلی، الجنة والنار مخلوقتان قد خلقتا کما جاء عن رسول ﷺ اطلعت فی الجنة فرأیت اکثر اهلها کذا وکذا واطلعت فی النار فرأیت اکثر اهلها کذا وکذا فمن زعم انهما لم یخلقا فهو مکذب بالقرآن واحادیث رسولؐ، حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۴۴، الباب السابع فی ذکر شبه من زعم ان الجنة لم تخلق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] عن جابرؓ قال اتی النبیﷺ النعمان بن نوفل فقال یا رسول الله ارأیت اذا صلیت المکتوبة وحرمت الحرام وحللت الحلال ادخل الجنة فقال النبیﷺ نعم، مسلم شریف ص ۱/۳۲، باب السوال عن ارکان الاسلام، کتاب الایمان، مطبوعه سعد دیوبند.

[3] من ذکر الله ففاضت عیناه من خشیة الله حتی یصیب الارض من دموعه لم یعذبه الله یوم القیامة، کنز العمال ص ۱/۴۲۵، رقم الحدیث(۱۸۳۰) الدعاء مخ العبادة، ترمذی شریف ص ۲/۱۷۵، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، مطبوعه بلال دیوبند.

ان کا اہتمام کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ دخولِ اولی کا مستحق ہوگا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۱ھ

کیا جنت کی حوریں فنا ہوں گی

سوال: -قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شئے فنا ہوجائے گی سوائے باری تعالیٰ کے تو یہ بتلایئے کہ فرشتے کے اوپر فنا طاری ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی کل کے اندر داخل ہو رہے ہیں جنت میں جو حوریں ہوں گی ان کے جسم ہوگا یا نہیں؟ اگر جسم ہوگا تو فنا ہوں گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فرشتے بھی فنا ہوں گے[۲]۔ جنت میں حوروں کو وہاں کی شان کے لائق جسم ہوگا انسان

---

[۱]..... الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون "الی قولہ تعالیٰ "اولٰئک علی ھدی من ربھم واُولٰئک ھم المفلحون". سورۃ بقرۃ آیت: ۳.۵، واعلم ان من مذھب اھل السنۃ وما علیہ اھل الحق من السلف والخلف ان من مات موحدا دخل الجنۃ قطعا علی کل حال فان کان سالما من المعاصی کا لصغیر والمجنون الذی اتصل جنونہ بالبلوغ والتائب توبۃ صحیحۃ من الشرک او غیرہ من المعاصی اذا لم یحدث معصیۃ بعد توبۃ والموفق الذی لم یبتل بمعصیۃ اصلا فکل ھذا الصنف یدخلون الجنۃ ولا یدخلون النار اصلا الخ، نووی علی مسلم ص ۱/۴۱، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ، مطبوعہ رشیدیہ دیوبند.

[۲]..... وبالنفخ فی الصور یموتون الا حملۃ العرش وجبرئیل واسرافیل ومیکائیل وملک الموت ثم یموتون اثر ذالک الخ، الفتاوی الحدیثیۃ ص ۶۴ مطلب من رأی الملک منفرداً لا بدان یعمی الخ طبع دارالمعرفۃ بیروت، احکام القرآن للقرطبی ص ۹/۱۰۸، جزء ۱۷، سورۂ رحمن آیت: ۲۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ومطبوعہ دارالفکر ص ۹/۱۵۰، جزء ۱۷، روح المعانی ص ۱۱/۱۹۴، جزء ۲۰، سورۂ قصص آیت: ۸۸، طبع مصطفی احمد الباز مکۃ المکرمۃ،

کو بھی ملے گا پھر وہاں کوئی چیز فنا نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۵ھ

جنت دوزخ، حوض کوثر کہاں ہیں؟

سوال:- جنت ودوزخ حوض کوثر آسمان پر ہوں گے یا زمین پر ہوں گے؟ جبکہ جنت دوزخ اب بھی موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جنت اور دوزخ میں اب بھی انسان ہیں جیسا کہ مظاہر حق اور تفسیر موضح القرآن میں ہے تو پھر جنت دوزخ کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جنت کے متعلق وارد ہے عرضها کعرض السماء والارض[2] اور دوسرے مقام پر ہے عرضها السمٰوٰت والارض الایۃ[3] پھر اس کے آسمان پر یا زمین پر ہونے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے کوثر کا جنت میں ہونا احادیث[4] میں بصراحت موجود ہے۔ جہنم کا تعرفی الحال ساتویں زمین کے نیچے ہے کذا فی مجموعۃ[5] الفتاویٰ ص ۳۹۳ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... الحور والولدان لا یموتون وهم ممن دخل فی قوله تعالیٰ الا من شاء الله، الفتاویٰ الحدیثیة ص ۱۶۳ مطلب هل تموت الحور والولدان الخ مطبوعه دارالمعرفة بیروت، شرح فقه اکبر لابی منصور الماتریدی ص ۱۶۰.

[2]..... سوره حدید آیت: ۲۱، جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔

[3]..... سورة آل عمران آیت: ۱۳۳، جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین۔

[4]..... عن انس قال قال رسول الله ﷺ بینا انا اسیر فی الجنة اذا انا بنهر حافتاه قباب الدرالمجوف قلت ماهٰذا یا جبرئیل قال هٰذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینه مسک اذفر، مشکوٰة شریف ص ۴۸۷، باب الحوض والشفاعة الفصل الاول، مشکوة شریف ص ۴۹۸، باب صفة الجنة واهلها، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، (حاشیہ نمبر: ۵/ اگلے صفحہ پر)

علیّین سجّین کہاں ہیں

سوال:- علیین سجین کون سے مقام ہیں علیین کی روحیں آسمان پر جاتی ہیں اور سجین کی روحیں زمین کی طرف لوٹ آتی ہیں تو کس مقام پر روحیں آتی ہیں۔ آسمان پر جو روحیں مقید کر لی جاتی ہیں تو کیا قیامت میں آسمان سے روحیں زمین پر حساب وکتاب کے لئے لائی جائیں گی کیا آسمان سے روحیں وقتاً فوقتاً اپنے گھروں پر آتی ہیں کسی خاص دن یا بلا قید اور زمین کی روحیں کہاں جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علیین اس مقام کا نام ہے جس میں ارواح سعداء بعد الموت پہونچ جاتی ہیں۔ سجین اس مقام کا نام ہے جس میں ارواح اشقیاء (بعد الموت) پہونچ جاتی ہیں کذا فی فتح العزیز[1]۔ ارواح کا باوجود علیین وسجین میں ہونے کے اپنی قبور واجسام کے ساتھ ایک نوع کا اتصال و تعلق رہتا ہے کذا فی فتاویٰ ابن[2] حجر الھیثمی اور یہ تعلق خاص اوقات میں زیادہ بھی ہو جاتا ہے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵..... اور جہنم بھی ایک ہے جسکا مقر فی الحال ساتویں زمین کے نیچے ہے الخ، مجموعة الفتاویٰ ص ۳۷۳، قبیل سوال بحالت غصه اگر زوج زوجه رامادر گفته. مطبوعه یوسفی لکھنؤ فتاویٰ عبدالحئی ص ۶۵، کتاب العقائد، نبراس ص ۳۴۰، مبحث مقام الجنة والنار، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح فقه اکبر ص ۱۱۸، این الجنة والنار، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... ومقام علیین بالائے ہفت آسمان است وارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء دراں مستقر می مانند۔ فتح العزیز ص: ۱۰۲، سورۂ مطففین، مقام ارواح انبیاء وصلحاء، مطبوعه رحیمیه دیوبند، الفتاویٰ الحدیثیة ص ۶، مطلب ارواح الانبیاء فی اعلیٰ علیین الخ طبع دار المعرفة بیروت.

۲..... لکن لها مع ذلک اتصال سریع بالبدن لا یعلم کنهه الا اللّٰه تعالیٰ. فتاویٰ ابن حجر المعروف بالفتاوی الحدیثیة ص ۶، مطلب ارواح الانبیاء فی اعلی علیین الخ، طبع دار المعرفة بیروت.

کذافی شرح الصدور[1] لیکن اپنے گھروں میں آنا کسی معتمد روایت حدیث سے ثابت نہیں بغرض حساب سب ارواح مقام حساب میں جمع کی جائیں گی کذافی تذکرۃ الموتی فی القبور[2]. ارواح کے احوال ومقامات یکساں نہیں۔ بلکہ بہت مختلف ہیں کذافی کتاب الروح[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۱/۶/۴۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۶۱/۲/۲۴ھ

حورِ جنت کی خاص صفت

سوال:- جنت میں حور عین وغیرہ اور انکا حسن وجمال ولطافت بے انتہاء ہوگی حتی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت تک نظر آنا مرقوم ہے تو کیا اعضائے مخصوصہ بھی نظر آئیں گے یا مستور ہونگے یہ کیسی لطافت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کی حور ہوگی وہ اگر چاہے گا کہ اس کا فلاں عضو بھی نظر آجائے تو اس کا وہ عضو بھی

---

[1] ولکل روح بجسدھا اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شئ بہ حال النائم وان کان ھو اشد من حال النائم اتصالا الخ، شرح الصدور ص ۲۳۹، باب مقر الارواح، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت.

[2] ثم یؤمر بحشر الجمیع الی الموقف للحساب الخ، التذکرۃ فی احوال الموتی ص ۱۴۵، باب ذکر النفخ الثانی للبعث الخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[3]..... الارواح متفاوتۃ فی مستقرھا فی البرزخ اعظم تفاوت فمنھا ارواح فی اعلیٰ علیین ومنھا ارواح فی حواصل طیر خضر تسرح فی الجنۃ ومنھم من یکون محبوساً علی باب الجنۃ ومنھم من یکون محبوسا فی قبرہ (کتاب الروح مختصراً ص ۱۸۵، ۱۸۶، المسئلۃ الخامسۃ عشر فی ان این مستقرا لارواح؟ القول الراجح فی مستقر الارواح،

نظر آجائے گا جیسے اپنی بیوی کے جس عضو کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے ممانعت نہیں۔ **فیھا ماتشتھیہ الانفس وتلذالاعین**[1]۔ بے حیائی کا وہاں کوئی کام نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے

سوال:- کیا حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جی ہاں حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا مور جنت میں تھا

سوال:- کیا مور جنت میں تھا اب باہر دنیا میں نکالدیا گیا ہے کیا یہ شریعت سے ثابت ہے؟

---

[1]..... سورہ زخرف آیت: ۷۱، **ترجمہ**:- اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا۔ اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ (از بیان القرآن)

[2]..... الحجر الاسود من حجارة الجنة، تفسیر الدرالمنثور ص۳۲۳ ج۱، سورة بقره تحت آیت: ۱۲۷، مطبوعه دارالفکر بیروت. فتح الباری ص۲۶۰ ج۴، باب ماذکرفی الحجر الاسود، کتاب الحج، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، مشکوة شریف ص۲۲۷، باب دخول مکة والطواف، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مور کے متعلق بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ جنت میں تھا پھر وہاں سے نکالدیا گیا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

کچھ جانور بھی جنت میں جائیں گے

سوال:- اصحاب کہف کا کتا بھی جنت میں داخل ہوگا بعض کتابوں میں تحریر ہے ''حالانکہ کتا اس قدر نجس قرار دیا گیا کہ فرشتے تک انبیاء کے گھروں میں داخل نہ ہوسکیں پھر یہ کتا جنت میں کس طرح داخل ہوگا۔ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ یہ کتے کی شکل میں نہ جائے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ پھر کس شکل میں جنت میں داخل ہوگا؟ یا یہ بالکل غلط ہے کہ جنت میں داخل ہوگا۔ تفسیر موضح القرآن میں ہے کہ کتا بھی زندہ ہے لاکھوں اچھوں میں ایک برا بھی آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تفسیر خازن[2] میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ لیکن کوئی کیفیت تحریر نہیں کہ کس صورت میں جائے گا۔ جس خدا کو قدرت ہے کہ وہ مردے کو زندہ کرے بلکہ

---

[1]..... ولما هبطوا وقع آدم بارض الهند على جبل سرنديب الى قوله والطاووس بمرج الهند. تفسير روح البيان ص ۱۱۱ ج ۱، سورة بقره آيت:۳۷ مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير ابن عباسؓ ص ۱/۶، مطبوعه مصرى.

[2]..... قيل ليس فى الجنة دواب سوى كلب اصحاب الكهف وحماربلعم، تفسير خازن ص ۱۹۳، ج۳، سورة كهف تحت آيت وكلبهم باسط ذراعيه الخ، آيت:۱۸، وتفسير مظهرى ص ۲۱/۶، روح المعانى ص ۳۲۷/۹، جزء ۱۵، مطبوعه دارالفكر بيروت.

عدم سے وجود عطا فرمائے۔ وہ اگر نجاست کو طہارت سے بدلدے تو کیا اشکال ہے۔

دنیا میں انسان قسم قسم کی نجاستوں کا مخزن ہے۔ مگر جنت میں اس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں رہے گی۔ سب سے پاک وصاف کردیا جائے گا۔ اس کتے کے علاوہ اور بھی بعض جانور ممکن ہے کہ جنت میں جائیں چنانچہ سید احمد حموی[1] نے شرح الاشباہ والنظائر ص ۳۹۵ میں بحوالہ شرح شرعۃ الاسلام حضرت مقاتلؒ سے نقل کیا ہے کہ جانور جنت میں جائیں گے ناقہ محمدؐ ناقہ صالحؑ، عجل ابراہیمؑ، کبش اسماعیلؑ، بقرہ موسیٰؑ، حوت یونسؑ، حمار عزیر، نملہ سلیمانؑ، ہدہد بلقیس، کلب اہل الکہف، مشکوٰۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ان سب کا بھی حشر ہوگا۔ جہاں حدیث میں لکھا ہے کہ جس گھر میں کتے ہوں اس میں فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ وہاں حدیث میں شکار اور حفاظت کے لئے کتا پالنے کی اجازت بھی موجود ہے۔ کذافی مشکوٰۃ[2] باب ذکر الکلب حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر[3] میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بھی شکار کے لئے تھا۔ جس کا نام قطمیر تھا۔ بعض نے حمران کہا ہے۔ لباب التاویل[4] میں اس کے رنگ وغیرہ کی بھی

---

[1]..... قال فی شرح شرعة الاسلام قال مقاتل رحمه الله عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة محمد عليه الصلاة والسلام وناقة صالحؑ عجل ابراهيمؑ وكبش اسماعيلؑ وبقرة موسىؑ وحوت يونسؑ وحمار عزيرؑ ونملة سليمانؑ وهدهد بلقيس وكلب اهل الكهف كلهم يحشرون كذافی مشكوٰة الانوار انتهى (الاشباه مع حموی ص ۵۸۳، قواعد وفوائد شتی قبيل الفن الرابع، مطبوعه كشمير)

[2]..... من اتخذ كلبا الا كلب ماشية اوصيدا اوزرع اتنقص من اجره كل يوم قيراط. مشكوٰة شريف ص ۳۵۹ باب ذكر الكلب، مطبوعه ياسر نديم ديوبند

[3]..... وقد قيل انه كان كلب صيد لاحدهم الى قوله واسم كلب اصحاب الكهف قطمير وقد تقدم عن شعيب الجبائی انه سماه حمران. واختلفوا فی لونه على اقوال لا حاصل له ولا طائل تحتها ولا دليل عليها ولا حاجة اليها بل هی مماينهى عنه الخ، تفسير ابن كثير ص ۱۲۵ ج ۳ سوره كهف تحت آيت: ۱۸ مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه،

[4]..... قال ابن عباس كان كلبا انمرو عنه انه كان ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تفصیل ہے لیکن کوئی معتبر روایت نقل نہیں کی۔ اس لئے ابن کثیرؒ نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا جنت میں بھی جماع ہوگا؟ اور غلمان کا مطلب

سوال:- بہشت میں بہشتی لوگ داخل ہونے کے بعد جو دنیا کی عورتیں ہوں گی وہ سولہ سال کی عمر والی بن جائیں گی اور بہشتی مرد سے ان کی شادی ہوگی اور حور وغلماں ان کی خدمت کے لئے ہوں گے۔ لیکن بہشت میں ان سے مجامعت ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ بہشت پاک جگہ ہے اور جماع کرنے سے آدمی ناپاک ہوجاتا ہے، تو ناپاک لوگوں کی جگہ بہشت کیسے ہوسکتی ہے؟ حور وغلماں دو لفظ ہیں۔ حور سے مراد بہشتی عورت ہے لیکن غلماں سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہاں مجامعت کرنے سے نہ منی خارج ہوگی نہ غسل لازم ہوگا نہ ناپاکی ہوگی۔ غلمان خدمت کیلئے ہوں گے جماع کیلئے نہیں۔ ''فتوحات مکیہ'' میں پوری تفصیل مذکور ہے، احادیث بھی اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....فوق القلطی ودون الکرزی والقلطی کلب صینی وقیل کان اصفر وقیل کان شدید الصفر یضرب الی حمرۃ وقال ابن عباس کان اسمہ قطمیرؔ وقیل ریان وقیل صہبان الخ، لباب التأویل المعروف بالخازن ص ۱۹۲/۳، سورۃ الکھف آیت:۱۸، روح المعانی ص ۳۲۶/۹، جزء ۱۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... کما تقدم فی حاشیۃ:۳.

[۲]..... ولیست الجنۃ دار تکلیف فلا یجب فیھا غسل ولا غیر بخلاف الدنیا فلا تقاس تلک الدار بھٰذہ الدار الی قولہ من ابی الدرداء قال لیس فی الجنۃ لا منی ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا جنت میں اولاد ہوگی

سوال:- جو شخص جنت میں جائیں گے اور ان کو حوریں ملیں گی ان کے اولاد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اولاد کی خواہش کریں گے تو ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ

(حاشیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ولامنية وعن ابی هريرة عن البنی صلی اللّٰه عليه وسلم انه قال له انطأفی الجنة قال نعم قال والذی نفسی بيده دحماً دحماً فاذا قام عنها رجعت مطهرة بكراً. الفتاویٰ الحديثية ص ۹ مطلب فی ان كل من يدخل الجنة علی صورة آدم الخ مطبوعه دارالمعرفة بيروت، حادی الارواح ص ۱۸۲، الباب الخامس والخمسون فی ذكر نكاح اهل الجنة الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، ان هؤلاء الولدان مخلوقون من الجنة كالحور العين خدما لهم وغلمانا الخ، حادی الارواح ص ۱۶۶، الباب الثانی والخمسون فی ذكر خدمهم وغلمانهم، تفسير ابن كثير ص ۴/۷۱۶، سورة الانسان آيت: ۱۹، طبع تجاريه مكة المكرمة، مشكوة شريف ص ۴۹۹، باب صفة الجنة واهلها، طبع ياسر نديم ديوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه انه ﷺ قال المومن اذا اشتهی الولد فی الجنة كان حمله ووضعه فی ساعته الی قوله وقال جمع بل فيها الولد اذا اشتهاه الانسان الخ الفتاویٰ الحديثيةص ۹ مطلب اختلفوا هل يكون لا هل الجنة ولدام لا. مطبوعه دارالمعرفة بيروت. التذكرة فی احوال الموتی والامور الآخرة ص۲/۱۴۷، باب المؤمن اذا اشتهیٰ الولد فی الجنة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، حادی الارواح ص ۱۸۴، الباب السادس والخمسون، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کیا جنت میں توالد وتناسل ہوگا

سوال: ۔حدیث کے مضمون سے پتہ چلتا ہے جنتی کو عورتیں ملیں گی اور وہ جنسی خواہشات کو پورا کریں گے، اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ہمبستری کے نتیجہ میں توالد وتناسل کا بھی سلسلہ شروع ہوگا پھر انکے اس میں شادی بیاہ کا معاملہ بھی طے پائیگا پوری تحقیق فرمائیں جنت میں جنتی کو اپنی منکوحہ بیوی بھی ملے گی اگر ایسی صورت ہو کہ میاں بیوی میں سے ایک دوزخی ہیں تو پھر ملاقات کی کیا صورت ہوگی یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جنتی کی ہر خواہش پوری کی جائیگی "فِيهَا مَاتَشْتَهِي الْاَنْفُسُ" اگر ایک عورت دو خاوند یا اس سے زیادہ کی منکوحہ رہی ہے تو پھر جنت میں کس شوہر کو ملے گی؟ کیا دونوں پر ضروری ہے کہ اپنی منکوحہ بیوی کو جنت میں ساتھ ہی رکھے علیٰ دارالسلام کا صحیح فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے جنت وجود میں آچکی ہے یا ابھی پردہ خفا میں ہے جنت کا قیام کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عَنْ ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَهُ أَنطَأُ فِي الْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ دَحْمًادَحْمًا فَاِذَا قَامَ عَنْهَا رَجَعت مُطَهرة بَكراً وَفِیْ رِوَية اَنَّ رجُلاًسألَ النَّبِیَّ صَلّی اللّٰه عليه وسلّم هَلْ يَتَنَاكَحُ اَهْل الْجَنَّة فَقَالَ دَحَاماً دَحَاماً عَنْ ابی سعيدِالخدریؓ انه صَلی اللّٰه عليه وسلّم قَالَ اَلْمُؤمِنُ اِذَااِشْتَهٰی الْوَلَدَ فِی الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهِ فِیْ سَاعَةٍ يَشْتَهِیْ اھ فتاویٰ حديثيه ابن حجر مكی ص ۹ ر[1]

---

[1] فتاویٰ حديثية مطبوعه دارالمعرفة بيروت مطلب فی أن كل من يدخل الجنة علی صورة آدم الخ. حادی الارواح ص ۱۸۲، الباب الخامس والخمسون فی ذكر نكاح اهل الجنة الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

”فقال ابو الليث اختلف الناس فی المرأة اذاکان لهازوجان فی الدنيا لايهما تكون“ فی الآخرة قال بعضهم تكون لآخرهما وقال بعضهم تخير فتختار ايهما شاء ت وقدجاء فی الاثر مايؤيد قول كلا الفريقين اما من قال هی لآخرهما فقد ذهب الی ماروی عن معاويةؓ ابن ابی سفيان انه خطب ام الدرداء فابت وقالت سمعت ابا الدرداء يحدث انه قال المرأة لآخر زوجيها فی الآخرة وقال انی اردت ان تكونی زوجتی فی الآخرة فلاتزوجی بعد ی واما من قال بانها تخير فذهب الی ماروی عن ام حبيبة زوج النبی صلی اللّٰه عليه وسلّم انها سألت النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقالت يارسول اللّٰه المرأة منا ربمايكون لهازوجان لايهما تكون فی الآخرة قال تخير فتختار احسنهما خلقاً معهاثم قال عليه السلام ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرةاھ بستان العارفين“[1] جب کسی پر انعام ہوگا تو اس کے جوڑے کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائیگا، ایسا نہیں ہوگا کہ زوجہ کو دوزخ میں بھیج کر اس کو حسرت وافسوس میں مبتلا کیا جاوے اور وہ ہجر کا وقت تڑپ تڑپ کر پورا کرے جنت وجود میں آچکی ہے پردہ خفا میں ہی نہیں ہے کذا فی شرح العقائد۔[2]

کفار کے بچے اہل جنت کے خدّام ہونگے

سوال:۔ کفار کے بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے تو یہ بچے کس عمر تک کے شمار

---

[1] بستان العارفين ص۲۴۸، باب اذا كان لها زوجان مكتبه فاروقی دهلی، فتاوی حديثيه ص۴۸، مطلب لمن تكون الزوجة فی الجنة اذا كان لها الازواج، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، التذكرة فی احوال الموتی وامور الآخرة ص۱۴۵/۲، باب اذا اتبكر الرجل امرأة فی الدنيا كانت زوجته فی الآخرة، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وهما أی الجنة والنار مخلوقتان الآن موجودتان (شرح عقائد ،ص۱۰۵/ ياسرنديم ديوبند، شرح فقه اكبر ص۱۱۸، اين الجنة والنار، مطبوعه رحيميه ديوبند)

ہوں گے شیر خوارگی تک یا بلوغ تک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک احکام شرع کے مکلّف نہوں بچے ہی کہلاتے ہیں، یہی اعتبار آخرت میں بھی ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولادِ مشرکین کا حکم

سوال: ۔مشرک وکفار، یہود ونصاریٰ وبت پرست وغیرہ کی جو معصوم اولادیں مرجاتی ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہونگی، جیسے کہ مظاہر حق جلد سوم میں ہے کہ بچے معصوم حضرت ابراہیمؑ کے پاس جنت میں جمع رہتے ہیں، اور تفسیر موضح القرآن میں ہے کہ مشرکوں کے بچے جنت میں داخل تو ہوں گے، مگر بطور خدام کے، اور کیا معصوم بچے اپنے والدین کو قیامت کے دن پہنچانیں گے اور جنکے باپ سفر کی حالت میں مرے وہ بچے کیسے پہچانیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کے متعلق تعارض دلائل کی وجہ سے امام اعظمؒ نے توقف کیا ہے، بعض کے نزدیک بعض جنت میں جائیں گے، بعض دوزخ میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ سے بھی ایسا ہی منقول

---

[1] سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن ذراری المشرکین والمراد عن حکم اولادھم اذا ماتوا قبل البلوغ (مرقاۃ المفاتیح ص۱۳۸/ج ۱، باب الایمان بالقدر، ارشاد الساری ص ۳/۵۴۶، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، مطبوعہ دارالفکر بیروت) ھذا باب فی بیان ماقیل فی اولاد المشرکین الی قولہ انہ اختار من قال انھم یصیرون الی الجنۃ وارد بالاولاد غیر البالغین (عمدۃ القاری ص ۴/۲۱۱، الجزء الثامن، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ہے، امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے، دوسری روایت میں ہے کہ سب کی نجات ہو جائے گی[1] (کذافی فیض الباری، ص۶۹۲/ج۲)

والدین کو پہچاننے کی ضرورت شفاعت، ونجات کے لئے ہوگی، اور جب مشرکین وکفار کیلئے نجات ہی نہیں تو ان کو پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں[2]، حضرت آدم علیہ السلام کے پاس وہ ارواح حضور ﷺ نے معراج میں دیکھی تھیں، جو اس وقت تک دنیا میں نہیں آئی تھیں[3] (کذافی شرح البخاری) فقط والسلام واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اما اولاد المشرکین فتوقف فیهم ابوحنیفةؒ وصرح النسفی فی الکافی ان المراد منه نجاة بعضهم وهلاک بعضهم لاعدم العلم وهو مذهب مالک کماصرح به ابوعمر وفی التمهید وهو مذهب الشافعیؒ کماصرح به الحافظ وعن احمد رحمه الله تعالیٰ روایتان احداهما بالتوقف علی وفق الاخرین وفی الاخری بالنجاة واختار الثانیة الحافظ ابن القیمؒ فی شفاء العلیل. (فیض الباری ص ۴۹۲/ج۲/ کتاب الجنائز، ارشاد الساری ص ۵۴۶/۳، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، مطبوعه دارالفکر بیروت)

اور فتح الباری میں دس اقوال اس سلسلے میں نقل کئے گئے ہیں، فتح الباری ص۶۱۷/۳، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[2] البتہ مسلمانوں کی معصوم اولاد اپنے والدین کو پہچانے گی اور ان کی نجات کی کوشش ومطالبہ کرے گی، چنانچہ مسند احمد وسنن بیہقی میں روایت ہے "مامن مسلمین یموت لهما ثلثة اولادلم یبلغوا الحنث الا ادخلهما اللّٰه بفضل رحمته ایاهم الجنة ویکونون علی باب من ابواب الجنة فیقال لهم ادخلوا الجنة فیقولون حتی یدخل ابوانا فیقال لهم ادخلوا الجنة انتم وابواکم بفضل رحمة اللّٰه (مسند احمد، ص۵۱۰/ج۲/بیهقی، ص۶۸/ج۴/کتاب الجنائز من حدیث ابی هریرة)

جن بچوں کے باپ سفر کی حالت میں مرے وہ بچے اپنے آباء کو اسیطرح پہچان لیں گے، جیسے نا تمام بچے پہچانیں گے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو پہچان کرادیں گے روایت میں ہے "ان السقط لیراغم ربه اذا دخل ابواه النار فیقال ایها السقط المراغم ربه ادخل ابویک الجنة فیجرهما بسرره حتی یدخلهما الجنة" (ابن ماجه، کتاب الجنائز ص ۱۱۶، مطبوعه اشرفی دیوبند) (حاشیہ:۳/اگلے صفحہ پر)

ایک مکالمہ

(دخول جنت اعمالِ صالحہ سے ہوگا یا فضل سے؟)

سوال:۔ زید اور بکر دو طالب علم آپس میں بحث کرتے ہیں، ان میں کس کی دلیل قوی ہے؟

زید:۔ اعمال صالحہ سے جنت ہرگز نہیں ملتی، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے ورنہ نہیں (سننے والے کہتے ہیں کہ بس تو نیکی، بدی کا کوئی اعتبار نہیں)

بکر:۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم عام ہے، فضل تو کافر، مشرک پر بھی کرسکتا ہے مگر قرآن پاک میں تو صالحین وشہداء کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اور کافر، مشرک کو جہنمی فرمایا ہے، دیکھو آیت شریفہ سورۂ توبہ رکوع ۹/ ''وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ'' دوسرے سورۂ بینہ ''اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. اُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ ان النسم المرئية هي التي لم تدخل الاجساد بعد وهي مخلوقة قبل الاجساد ومستقرها عن يمين اٰدم وشماله (فتح الباري، ص ۳۹۰/ ج ۱، كتاب الصلوٰة، باب كيف فرضت الصلوة، مكتبه يوسفي ديوبند)

تنبیہ:۔ حضرت مجیب علام رحمہ اللہ نے جس حدیث معراج کی طرف اشارہ فرمایا وہ متفق علیہ روایت ہے جسکو امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ ص۵۰، اور کتاب الانبیاء ص۴۷۱، میں اور امام مسلمؒ نے کتاب الایمان ص۹۲ میں ذکر کیا ہے، سائل اور سوال سے متعلق یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ معصوم بچے ایک خواب میں دیکھے تھے ''والشيخ في اصل الشجرة ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام والصبيان حوله اولاد الناس (بخاري شريف ص۱۸۷/ ۱، مطبوعه اشرفي ديوبند)

وَعَمِلُوْاالصَّالِحَاتِ اُوْلٰئِکَ هُمْ خَيْرُالْبَرِيَّة،جَزَا ئُهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُخَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَداً رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمْ وَرَضُوْاعَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّه'' پھر تیسرے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عليه وسلّم مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة۔

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) نفس دخول جنت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے[۱] ہوگا، فضل کے مستحق باعتبار قانونِ خداوندی وہ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کریں اور معاصی سے مجتنب رہیں[۲]، اور قانون سے بالاتر یہ امر بھی ہے کہ وہ بغیر اعمالِ صالحہ کے بھی جس مومن پر چاہیں اپنا لطف وفضل فرماویں، نصوص واحادیث اس پر بھی شاہد ہیں اور قدرت اس امر کی بھی ہے کہ اگر چاہیں تو بے ایمان کو بھی بخشدیں، مگر چونکہ اس کے نہ بخشنے کا وعدہ فرما چکے ہیں اور وعدہ خلافی کرنے کی باری تعالیٰ کی عادت نہیں، اس لئے وہ ایسا کریں گے نہیں۔[۳]

پھر جنت میں فرق درجات اعمالِ صالحہ کی حیثیت سے ہوگا۔[۴] الکوکب الدری میں

---

[۱] واما نفس الدخول فبالفضل المجرد حيث لا يجب عليه شئ، شرح فقه اكبر ص ۱۹۲، مطبوعه ديوبند،

[۲] ان الذين آمنوا وعملوا الصلحات كانت لهم جنات الفردوس نزلا، سورة الكهف آيت:۱۰۷.

[۳] ان اللّٰه لايخلف الميعادسورۂ ال عمران الآية ،۹ /وراجع لسبب دخول الجنة الفوائد العثمانيه ، ص۲۰۷)

ترجمہ:- بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو (بیان القرآن)

[۴] الجنان على ماذكره ابن عباس رضى اللّٰه عنهما سبع وفى كل واحدة منها مراتب ودرجات متفاوتة على حسب تفاوت الاعمال والعمال (بيضاوى ص۴۸/ج ۱، سورۂ بقره تحت آيت:۲۵، كارزونى ص۲۴۵/ج ۱/ ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

احادیث ونصوص کی تائید سے اس کو ثابت کیا ہے[1] لہٰذا نیکی، بدی کو بیکار کہنا بھی جہالت ہے "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه. وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه[2] اور محض اپنے اعمال صالحہ پر مغرور ہو کر فضل خداوندی سے مستغنی و بے نیاز ہونا بھی حماقت ہے "الاان يتغمد نی اللّٰه بغفرانه"[3] (الحدیث) یہ دونوں طالب علم اگر سامنے موجود ہوں تو دلائل سے بسہولت سمجھایا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....شرح فقه اكبر ص ۹۱، مطبوعه رحيميه ديوبند) فی حديث ابی هريرة مرفوعاً ان اهل الجنة اذادخلوها نزلوافيها بفضل اعمالهم (ترمذی ص۷۸/ ج۲/ ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی سوق الجنة، مطبوعه رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص ۴۹۹/۲، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الثانی) النجاة من النار بعفوالله ودخول الجنة برحمته واقتسام المنازل والدرجات بالاعمال ويدل عليه .حديث ابی هريرة هذا ان اهل الجنة اذا دخلوها نزلو افيها بفضل اعما لهم رواهٗ الترمذی التعليق الصبيح ص۴۰۸ / ج۶. مطبوعه المكتبة الفخرية ديوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] محصله ان تحمل الآية على ان الجنة تنال المنازل فيها بالاعمال فان درجات الجنة متفاوتة بحيث تفاوت الاعمال وان يحمل الحديث على دخول الجنة والخلود فيها (الكوكب الدری ص۲۶۳، ابواب التفسير، سورۂ زخرف آيت: ۷۲، طبع مكتبه يحيويه سهارنپور)

[2] (سورۂ زلزال الآية:۷-۸) **ترجمہ**:-سو جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لیگا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کریگا وہ اس کو دیکھ لیگا۔ (بیان القرآن)

[3] وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن ينجی احدامنكم عمله قالوا ولا انت يارسول اللّٰه قال ولاانا الا ان يتغمدنی اللّٰه منه برحمته. متفق عليه (مشكوٰة ص۲۰۷، قبيل مايقول عند الصباح، الفصل الاول)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی کو اسکا عمل ہرگز نجات نہیں دے سکتا لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ کو یا رسول اللہ ﷺ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ مجھ کو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔

اصحاب کہف کا کتا جنت میں کیوں جائے گا؟

سوال:- اصحابِ کہف کا کتا جنت میں کیوں جائے گا؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور مستند حدیث سے ثابت ہے کہ انسانی شکل پا کر جائے گا؟ اور حور وقصور سے متمتع ہوگا؟ اور اگر حدیث شریف میں ہے تو اس حدیث کی سند اور صحت اور کتاب کا حوالہ درکار ہے۔ محبت اور خدمت رفاقت کا اگر یہ انعام ہے تو اسی طرح بے شمار جانوروں نے انبیاء وصلحاء کی محبت کی ہے۔ اس صورت میں بے شمار جانور بہشت میں جانے چاہئیں۔ حضورؐ کا گدھا یافور، اونٹنی قصویٰ، استوانۂ حنانہ، یہ بھی انسانی شکل میں جنت میں جانے چاہئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرح الاشباہ والنظائر ص۳۹۹[1] میں چند جانوروں کا ذکر ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے ان کی خصوصیات کی وجہ فضلِ خداوندی ہے، وہ جس طرح چاہے کرے علت تخریج کر کے ہر چیز کے متعلق قیاس کا یہ محل نہیں ہے۔ استوانہ حنانہ کے متعلق حدیث شریف میں جنت جانے کا تذکرہ صاف صاف ہے۔ اس کی تفصیل پوری سند کے ساتھ مسند دارمی[2] میں موجود ہے۔ دیگر

---

[1]..... قال فی شرح شرعة الاسلام قال مقاتلؒ عشرة من الحیوانات تدخل الجنة ناقة محمد علیه الصلوة والسلام وناقة صالح علیه السلام، عجل ابراهیم علیه السلام وکبش اسماعیلؑ وبقرة موسیٰؑ وحوت یونسؑ وحمار عزیرؑ ونملة سلیمانؑ وهدهد بلقیس، وکلب اهل الکهف الخ، الاشباه مع حموی ص۵۸۳، قواعد وفوائد شتیٰ قبیل الفن الرابع، مطبوعه کشمیر.

[2]..... اخبرنا محمدبن حمید ثنا تمیم بن عبدالمومن ثناصالح بن حیان حدثنی ابن بریدة عن ابیه قال کان النبیﷺ اذا خطب قام فاطال القیام فکان یشق علیه قیامه فاتی بجذع نخلة فحفرله واقیم الی جنبه قائماً للنبیﷺ فکان النبیﷺ إذا خطب فطال القیام علیه استندالیه الی قوله فامران یصنع له هٰذه المراقی الثلاث اوالاربع فوجد النبیﷺ فی ذٰلک راحة فلما فارق النبیﷺ الجذع وعمد ..... (باقی حاشیہ وترجمہ اگلے صفحہ پر)

کتبِ حدیث میں بھی ہے۔ باقی ان جانوروں کا انسانی شکل میں ہونا اور حور وقصور سے انسانوں کی طرح متمتع ہونا میرے علم میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس نے کئی شوہر کئے وہ جنت میں کس کو ملے گی؟

سوال:- مومن مردوں کو جنت میں حوریں ملیں گی مومنہ عورتوں کو جنت میں کیا ملے گا اگر خاوند ملے گے تو دنیا والے یا کوئی دوسرے اور جس کی دنیا میں کئی بیویاں تھیں تو پھر سب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الی هٰذه التی صنعت له جزع الجزع فحن کما تحن الناقة حین فارقه النبی ﷺ الی قوله ان النبی ﷺ حین سمع حنین الجذع رجع الیه فوضع یده علیه وقال اختران اغرسک فی المکان الذی کنت فیه فتکون کما کنت وان شئت ان اغرسک فی الجنة فتشرب من انهارها وعیونها فیحسن نبتک وتثمر فیاکل اولیاء اللّٰه من ثمرتک ونخلک فعلت فزعم انه سمع من النبی ﷺ وهویقول له نعم قدفعلت مرتین فسأل النبی ﷺ فقال اختار ان اغرسه فی الجنة. مسند دارمی ص ۲۹،۳۰ ج ۱ حدیث: ۳۲ باب ما اکرم اللّٰه النبی ﷺ بحنین المنبر، مطبوعه دار الریان قاهره.

ترجمہ:- ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نبیؐ جب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور قیام لمبا ہو جاتا تو آپؐ پر شاق گذرتا تھا اس لئے کھجور کا ایک تنہ لایا گیا اس کے لئے زمین کھودی گئی اور اس کو سیدھا کھڑا کر دیا گیا، نبیؐ کے لئے چنانچہ نبیؐ خطبہ دیتے اور قیام لمبا ہو جاتا تو آپؐ اس تنا کا سہارا لے لیا کرتے تھے (راوی کے قول تک) آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ یہ تین یا چار سیڑھیاں بنائے تو آپؐ نے اس میں راحت محسوس کی جب حضورؐ تنہ سے الگ ہوئے اور ان سیڑھیوں پر ٹیک لگائی جو آپ کے لئے تیار کی گئی تھیں تو کھجور کا تنہ گھبرا گیا اور اونٹنی کی طرح آواز نکالنے لگا جب نبیؐ اس سے جدا ہوئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ تجھ کو اختیار ہے اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اسی جگہ لگا دوں جہاں تو تھا پس تو رہے پہلے کی طرح یا میں تجھ کو جنت میں لگا دوں تو اس کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہو تو خوب تر وتازہ ہو جائے اور پھل دینے لگے پھر اولیاء اللہ ترے پھل کھائیں راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے نبیؐ کو دو مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہاں میں ایسا کر دونگا الخ۔

ملیں گی یا ایک دو اور اگر کسی عورت نے دنیا میں پانچ چھ شوہر کئے تو وہ کون سے شوہر کو ملے گی اور اپنی بیویاں اپنے ہی شوہر کو ملیں گے یا دوسروں کو؟

الجواب حامداًومصلیاً!

مومنہ عورتوں کو ان کے شوہر ملیں گے اگر کسی نے دنیا میں شادی نہ کی ہو تو اس کو اختیار دیا جائے گا۔ کہ جس آدمی کو پسند کرے اس سے ہی اس کا نکاح ہو جائے۔ اگر وہ کسی کو پسند نہ کرے تو حور عین میں سے ایک مرد پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نکاح کر دے گا۔ اور جس نے دنیا میں کئی شوہر کئے تھے تو بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کو پسند کر لے اسی کو ملے گی اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر والے شوہر کو ملے گی۔ **فی الغرائب ولو ماتت قبل ان تتزوج تخیر ایضا ان رضیت بآدمی زوجت منه وان لم ترض فاللّٰه یخلق من الحور العین فیزوجها منه واختلف الناس فی المرأة التی یکون لها زوجان فی الدنیا لا یهما تکون فی الآخرة قیل تکون لآخر هما وقیل تخیر فتختار ایهاشاء انتهیٰ**۔ مجموعہ[1] فتاویٰ ج۳ ص۱۰۔ اور جس مرد نے کئی عورتیں دنیا میں کی ہیں وہ سب اس کو ملیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

شوہر دوزخی اور بیوی جنتی کیسے ملیں گے؟

سوال:- جو مسلمان کلمہ گو اپنے بدعمل کے تحت دوزخ میں گیا اور اس کی عورت نیک عمل کے تحت جنت میں گئی، اس کا شوہر جنت میں کیونکر اور کیسے ملے گا؟

---

[1]..... مجموعة الفتاویٰ ص:۱۵، ج:۳، کتاب الجنة، زن دوشوهر بجنت بکدام شوهر میرسد، مطبوعه یوسفی لکهنؤ. بستان العارفین ص:۲۴۷، باب اذا کان لها زوجان، مطبوعه فاروقی دهلی.

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر سزا بھگت کر آجائے تو کیا اشکال ہے کیونکہ کوئی مسلمان ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۵ھ

جس عورت نے متعدد شوہر کئے وہ کس کو ملے گی؟

سوال:- زید یہ کہتا ہے کہ ہم نے سنا ہے کل قیامت میں جبکہ نیک روحیں جنت میں داخل ہوجائیں گی تو دنیا میں جس طرح خاوند اور عورت کا جوڑ اتھا ایسے ہی وہاں وہ عورت خاوند کے لئے حوریں بن جاویں گی نیز اگر اس نے دنیا میں تین یا چار نکاح کئے ہوں تو وہ عورت کس کس کے لئے حور بنے گی۔ یا اس صورت میں جبکہ خاوند نے بیوہ کے ساتھ نکاح کیا ہو تو اب یہ عورت کس کے لئے حور بنے گی۔ چونکہ اس نے ایک مرتبہ پہلے ہی نکاح کیا تھا۔ پہلے خاوند کے لئے یا ثانی کے لئے۔ فقط بینوا توجروا

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ دنیا کی عورتیں حور نہیں بنیں گی۔ حوریں مستقل ہونگی اور یہ عورتیں مستقل ملیں گی۔ جس عورت نے دنیا میں متعدد شوہر کئے ہیں اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ

---

[1]..... واهل الكبائر من المومنين لا يخلدون فى النار وان ماتوا من غير توبة لقوله تعالىٰ فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره الخ شرح عقائد ص ۱۱۶ مبحث اهل الكبائر من المومنين الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، نووى على المسلم ص ۱/۴۱، كتاب الايمان، باب الدليل على من مات على التوحيد دخل الجنة، مطبوعه سعد ديوبند.

اخیر شوہر کو ملے گی۔ دوسرا یہ کہ اس کو اختیار دیا جائے گا جس کو وہ پسند کریگی اس کو ملے گی۔ **اختلف الناس فی المرأة اذاکان لهازوجان فی الدنیا لا یهما تکون فی الاٰخرة قال بعضهم تکون لاٰخرهما وقال بعضهم تخیر فتختار ایهما شائت وقدجاء فی الاثرما یؤید قول کلا الفریقین اما من قال هی لاٰخرهما فقد ذهب الی ماروی عن معاویة ابن ابی سفیان انه خطب ام الدرداء فأتت وقالت سمعت اباالدرداء یحدث عن النبی ﷺ انه قال المرأة لاٰخر زوجهافی الاٰخرة وقال انی اردت ان تکون زوجتی فی الاٰخرة فلا تتزوجی بعدی وامامن قال بانها تخیر فذهب الی ماروی عن ام حبیبة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ انها سألت النبی ﷺ فقالت یارسول اللّٰہ ﷺ المرأة منار بمایکون لها زوجان لایها تکون فی الاٰخرة قال تخیر فتختار احسنها خلقامعها ثم قال علیه السلام ذهب حسن الخلق بخیری الدنیا والاٰخرة اھ۔ بستان فقیه ابی اللیث[1] سمرقندی ص ۱۵۱.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۶/رجب ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

کیا جنات کو سردی کا عذاب ہوگا؟

سوال: - کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جنات کو آگ کا عذاب نہیں پہنچتا لہٰذا ان کو سردی کا

---

[1]..... بستان فقیه ابی اللیث ص ۲۴۸، باب اذا کان لها زوجان، مطبوعه دهلی، التذکرة ص ۱۴۵/۲، باب اذا ابتکر الرجل امرأة فی الدنیا کانت زوجته فی الآخرة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الفتاویٰ الحدیثیة ص ۴۹،۴۸ مطلب ممن تکون الزوجة فی الجنة اذا کان لها الازواج، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

عذاب دیا جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

آگ کے عذاب سے بھی ان کو تکلیف ہوگی[1] اگر چہ وہ آگ سے بنے ہیں جیسے آدمی مٹی سے بنے ہیں مگر مٹی کی اینٹ مارنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا سب شاعر دوزخ میں جائیں گے

سوال:۔ دوران گفتگو ایک صاحب نے کہا کہ اکثر شاعر جو غلط گوئی کرتے ہیں دوزخ میں جائیں گے، اس پر حکیم شکیل صاحب نے برجستہ فرمایا کہ اگر اکثر شاعر دوزخ میں جائینگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دوزخ میں جائیں گے، کیوں کہ وہ بھی شاعر تھے، علماء دین کی اس میں کیا رائے ہے اور اس شخص پر کفر عائد ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیا

شعر تو کلامِ موزون ہے[2] صحیح ہو تو صحیح ہے، غلط ہو تو غلط ہے[3] محض وزن کیوجہ سے اس پر جنت، دوزخ کا حکم مرتب نہیں ہوتا، جو شخص عقائد حقہ کے خلاف بات کہے، دین کا اور اہل

---

[1]..... قال اللّٰہ تعالیٰ یرسل علیکما شواظ من نار. سورۃ رحمن الآیۃ ۳۵،

ترجمہ:- چھوڑے جائیں تم پر شعلے آگ کے صاف، ان الجنی الکافر یعذب بالنار اتفاقا الخ شرح فقہ اکبر ص ۱۶۱، الجنی الکافر یعذب بالنار، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] انہ الکلام المقفی الموزون علی سبیل القصد (روح المعانی ص ۴۸/ج ۲۳، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، سورۂ یٰسین تحت آیت: ۷۹)

[3] کلام حسنہ حسن وقبیحۂ قبیح ومعناہ ان الشعر کالنثر یحمد حین یحمد ویذم حین یذم (شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۶۰/مطلب فی انشاد الشعر)

دین کا مذاق اڑائے، زمین وآسمان کے قلابے ملائے وہ مجرم ہے[1] (اور شعر بکثرت ایسے ہی ہوتے ہیں) جو لوگ دین کی تعلیم اور اخلاق کی ہدایات اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے اوصاف عالیہ اور اللہ پاک کی حمد کو اشعار میں پیش کرے وہ مجرم نہیں[2] (صحابہ کرامؓ ایسے ہی تھے) صحابہ کرامؓ کو آجکل کے شعراء پر قیاس کرنا غلط ہے، حکیم شکیل احمد صاحب کے سامنے یہ تفصیل پیش کردی جائے، امید کہ وہ اپنی بات سے رجوع کرکے توبہ واستغفار کریں گے، اور فتویٰ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۹۰ھ

قیامت کا ایک دن دنیا کے اعتبار سے کتنے دنوں کا ہے؟

سوال:- قیامت کا ایک دن دنیا کے دنوں کے حساب سے کتنے برس کا ہوگا ایک ہزار برس کا یا پچاس ہزار برس کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعضوں کے حق میں وہ دن ایک ہزار برس کا ہوگا اور بعضوں کے حق میں پچاس ہزار

---

[1] واما الشعر المذموم الذی لایحل سماعه وصاحبه ملوم فهو المتکلم بالباطل حتی یفضلوا، وان یبهتوا البرئ ویفسقوا التقی وان یفرطوا فی القول بمالم یفعله المرء (احکام القرآن للقرطبی ص۱۳۷/ج۷، الجزء الثالث عشر، مطبوعه دارالفکر بیروت، سورۂ شعراء، تحت آیت: ۲۲۷.

[2] فاما ماتضمن ذکر اللّٰه وحمده والثناء علیه فذلک مندوب الیه اوذکر رسول اللّٰه اومدحه (قرطبی ص۱۳۴/ ج۷/ الجزء الثالث عشر، مطبوعه دارالفکر بیروت، سورۂ شعراء تحت آیت: ۲۲۷، وراجع لانشاد الشعر (شامی کراچی مطلب فی انشاد الشعر ص۶۶۰/ج۱)

برس کا ہوگا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۹۲ھ

کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی

الاستفتاء:- جو کوئی فاسق جہنم میں داخل ہوگا اپنے کئے کی سزا پا کر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے خلاصی پا کر جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں داخل ہوگا تو یہاں یہ پوچھنا مقصود ہے کہ تمام گنہگار ایک ہی وقت میں جہنم سے شفاعت کے ذریعہ نکلیں گے مثلاً کسی نے پچیس سال گناہ میں گذارے ہوں گے کسی نے چالیس سال گناہ میں گذارے ہوں گے تو دونوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی یا دونوں کی سزا کی مدت جب بھی پوری ہوگی تب ہی رہائی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب کی خلاصی ایک ساتھ نہیں ہوگی یہاں تک کہ جس شخص کو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا اس کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۹ھ

---

[1]..... وقیل المراد من الآیتین (فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة و سورة المعراج، یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره الف سنة، سورة تنزیل السجده) یوم القیمة یکون علی بعضهم اطول وعلی بعضهم اقصر (التفسیر المظهری ص ۶۲ ج ۱۰) سورة المعراج. مطبوعه کوئٹه.

[2]..... عن ابن مسعود ان رسول اللّٰه ﷺ قال آخر من یدخل الجنة رجل فهو یمشی مرة ویکبو مرة وتستفعه النار مرة فاذ جاوزها التفت الیها الحدیث (مشکوٰة شریف ص ۴۹۱، ج ۲، باب الحوض و الشفاعة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

شادی سے قبل مرجانے والوں کا نکاح کیسے ہوگا؟

سوال:۔مسلم بالغ لڑکیاں جن کی شادی نہ ہوسکی اور قضا کرگئیں جنت میں ان کے واسطے کیا نکاح کا بندوبست ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جومسلم لڑکے بغیر شادی کے گزر گئے ان کے ساتھ نکاح ہونا سہل ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجدوں کا جنت میں جانا

سوال:۔تمام مسجد اپنی پوری ہیئت کے ساتھ خانہ کعبہ میں مل کر جنت میں جائیگی یا صرف زمین؟

الجواب حامداًومصلیاً

مجھے اس کی تحقیق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... الطفل یکون فی الحشر علی خلقته ثم عنددخوله الجنة یزاد فیها حتی یکون کا لبالغ ثم یتزوج من نساء الدنیا ومن الحورالخ الفتاویٰ الحدیثیة ص۱۸۳ مطلب فی ان الطفل یتنعم فی الاخرة ویتزوج ،مطبوعه دارالمعرفة بیروت. ولوماتت قبل ان تتزوج تخیر ایضا ان رضیت بآدمی زوجت منه وان لم ترض فاللّٰه یخلق ذکرا من الحور العین فیزوجها منه الخ، مجموعة الفتاویٰ ص۱۵/۳، کتاب الجنة، مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سیزدھم

متفرقات عقائد

امام مہدی علیہ السلام

سوال: ۔ کیا امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا عقیدہ از روئے قرآن وحدیث ضروریات دین میں سے ہے؟ اگر کوئی امام مہدی کے ظہور کا قائل نہ ہوتو اس کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلیفۃ اللہ المہدی کے متعلق ابوداؤد شریف میں تفصیل مذکور ہے[1] ان کی علامات ان کے ہاتھ پر بیعت ان کے کارنامے ذکر کئے ہیں، جوشخص ان امام مہدی کے ظہور کا قائل نہیں

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم المھدی منی اجلی الجبھۃ، ابوداؤد ،ص۵۸۸/ج۲ . کتاب المھدی، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

وہ ان احادیث کا قائل نہیں اس کی اصلاح کی جائے، تاکہ وہ صراط مستقیم پر آجائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوشت خوری کا ثبوت

سوال: ۔گذارش ہے کہ گوشت کے اوپر فتویٰ دینے کی مہربانی کریں، مسلمان بھائی بڑے بڑے نمازی پاک خیالات والے کہتے ہیں کہ قرآن میں گوشت بکری، گائے، بھینس، پرندو مرغ کا جائز ہے، بڑے بڑے مولوی صاحب بھی یہی فرماتے ہیں، قرآن کی ہر بات ہندو دھرم کی کتابوں سے مثلاً گیتا وغیرہ سے ملتی ہیں، شراب، جوا، چوری، وغیرہ، جتنی صفائی قرآن کے اندر ہے اتنی ہی ہندو دھرم کی کتابوں میں گیتا گرنتھوں میں ہے، جس طرح اسلام کے اندر پیغمبر، اولیاء مخلوقات کو صحیح راستہ دکھانے آئے اور چلے گئے، اسی طرح ہندو دھرم کے اندر گرونانک، گروگوند سنگھ، رام چندر آئے، اور چلے گئے، اللہ ایشور ایک ہے، مسلمان، ہندو سکھ، عیسائی سب کا اللہ جب ایک ہے تو پھر کیا بات ہے کہ ہندو دھرم کے جتنے اولیاء آئے گوشت کھانا، انسان کے لئے سخت منع کر گئے، اسلام کے اندر قرآن کے اندر انسان کے لئے گوشت کھانا منع کیا ہے، یا نہیں؟ اس پر اپنا فتویٰ دیں، حضور ﷺ نے کھایا کہ نہیں اور وہ برابر کھاتے تھے یا نہیں؟ مخلوقات کھاتی ہے کھانے دو، قرآن یا شریعت جو لکھے جو اسلام پیغمبر اولیاء کہتے ہیں، اس کا جواب دیں، اللہ جب ایک ہے تو اس کا حکم مخلوقات کے لئے مسلم و ہندو کے لئے ایک ہی ہے، اس کا قانون سب کے لئے ایک ہی ہے؟

---

[1] راجع بذل المجهود ص ۱۰۱/ج۵/ مطبوعه رشيديه سهارنپور، وللبسط عون المعبود ص ۱۷۰/ج۴. مطبوعه نشر السنة ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً

اسلام نے چند مخصوص جانوروں کے گوشت کوحلال قرار دیا ہے، جس کو مسلمان کھاسکتے ہیں[1]، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "والانعام خلقها لكم فيها دفءٌ ومنافع ومنها تأكلون"۔ (سورۂ نحل آیت ۵) "اوراسی نے چوپایوں کو بنایا، اس میں تمہارے لئے جاڑے کا سامان ہے،" اور بہت سے فائدے ہیں اوران میں سے تم کھاتے بھی ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

"اَوَلَمْ يَرَوْا انَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّاعَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَاماً فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ" (سورۂ یٰس آیت ۷۱-۷۲)

"کیاان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے، پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور ہم نے ان مویشیوں کوان کا تابع بنادیا، سوان میں سے بعضے توان کی سواریاں ہیں، اور بعض کووہ کھاتے ہیں"

اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی گوشت تناول فرمایا ہے، "واكل لحم الجزور والضان والدجاج ولحم الحباريٰ ولحم حمار الوحش والارنب وطعام البحر" (زادالمعاد، ص[2] ۸۳۷/ج ۲)

رہی یہ بات کہ ہندوؤں کے رشیوں اور مہاتماؤں نے بھی گوشت کھایا ہے، یا نہیں؟ توانکی کتابوں اور شاستروں میں بھی لکھا ہے کہ ان میں گوشت کھانے کا رواج تھا اور مہمان کی آمد پر ان کے استقبال و تواضع کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے۔

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تحفہ لحمیہ مولفہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ (مطبوعہ "درهفت رسائل" شيخ الهند اكيڈمی ديوبند.

[2] زادالمعاد ج: ۱/ ص: ۱۴۲/ هديه صلى الله عليه وسلم فى الطعام، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

چنانچہ ڈاکٹر رام چندر لال مترا (جو ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) نے اپنی کتاب ''انڈو آرین'' کے ایک باب میں لکھا ہے، اور جس کو سوامی بھونا نند جی، نے مع مقدمہ شائع کیا ہے، جس کا نام (قدیم ہندوؤں میں گاؤ خوری ہے) اس میں لکھا ہے منو جی جانداروں کو غذا کے طور پر ہر موسم میں استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں، منو جی کا ارشاد ہے: گوشت خرید کر یا اسے دوسرے کی مدد سے حاصل کر کے جو شخص دیوتاؤں اور اموں کی پرستش کرنے کے بعد اسے کھاتا ہے کوئی گناہ نہیں کرتا۔ (شستر، ص ۳۲ / رسالہ مذکور)

ہندوؤں کے مقدس اور بزرگ شاعر والمیکی جب اپنے بھائی (ریشی دششنا) کے استقبال کی تیاری کرتے ہیں، تو کئی بچھڑوں کو اپنے مہمانوں کی تواضع کے لئے ذبح کرتے ہیں (رسالہ مذکور) ''دششنا'' کی یہ باری بھی جب آئی تو ''شواتر'' جنک اسنا نند، جو یگنا اور دوسرے رشیوں اور دوستوں کی ضیافت کے لئے، موٹا بچھڑا ذبح کیا (رسالہ[1] مذکور)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۴۸ھ

عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟

سوال:۔ بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ خداوند پاک نے ان سے اپنے فرائض اور نبی ﷺ نے ان سے سنتیں ان کی تکالیف اور ضعیفی کی بناء پر معاف کر دی

---

[1] ہندو مذہب میں ذبح و گوشت خوری کے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو۔ (الف) رگ وید منڈل ارسولت ص ۱۶۱، منتر: ۱۰ (ب) یجر وید ادھیا ص ۲۴، (ج) سام ویدک باب: ۱ر فصل: ۲ر پریاٹھک ۵ر منتر: ۳ر (د) سیتارتھ پرکاش، ص ۳۰۳، ۳۹۹، ۱۴۹ر (ہ) مختصر تاریخ اہل ہند ص ۵۵ر (و) انڈو آریہ مصنفہ ڈاکٹر راجندر لال منترا بحوالہ فیصلہ ''کیا قربانی فعل جدید ہے'' مولفہ الکبیر خاں کبیر جلال پوری ان مذکورہ مأخذ میں گائے، بیل، ہرن، گھوڑے، بٹیر وغیرہ جانوروں کے ذبح و قربانی اور گوشت خوری کا ذکر ہے۔

تھیں، اگر جناب والا کی نظر سے کسی کتاب میں یہ واقعہ گذرا ہو تو تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خصوصیت سے یہ تو مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں لیکن مسئلہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بیمار اور ضعیف ہے کہ نہ وضو کرسکتا ہے نہ تیمّم، نہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے نہ بیٹھ کر، نہ لیٹ کر، نہ رکوع کرسکتا ہے، نہ اشارہ، نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ حج کرسکتا ہے، اور اسی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہ کر مرجائے تو یہ سب عبادتیں اس سے معاف ہیں، کوئی فدیہ یا وصیت بھی واجب نہیں، کتب فقہ ''نورالایضاح وغیرہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی // //

نومسلم کو طعنہ دینا

سوال:۔ ایک شخص اپنا مذہب چھوڑ کر جو اسلام کے اندر داخل ہوا اس کا کیا درجہ ہے جو شخص اس شخص پر طعنہ زنی کرتا ہے، کہ تیرے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور یہ بھی لفظ کہا جاتا ہے، کہ

---

[1] واذامات المریض ولم یقدر علی الصلوٰۃ بالایماء لایلزمہٗ الایصاء بھا وان قلت وکذا الصوم (نورالایضاح ص: ۱۰۴، مطبوعہ دیوبند) فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم وراجع الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۵۵/ مطبوعہ مصری، ان کان یقدر علی ادائھا ولوبالایماء فیلزمہ الایصاء بھا والا فلایلزمہ وان قلت. (ردالمحتار ص: ۷۲/ ج۲/ مطبوعہ کراچی، قبیل مطلب اسقاط الصلوٰۃ، اعلاء السنن ص: ۱۷۴، ج:۷، ابواب صلاۃ المریض، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

تو چمار ہے اور کہیں چمار کے پیچھے بھی نماز ہوتی ہے، یہ بھی زبان سے کہہ گذرے ہیں کہ اگر سور کو پاک کرنا چاہیں تو وہ پاک نہیں ہوسکتا ہے اس لئے تو بھی پاک نہیں ہوا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی چند جھوٹے الزام دیئے جاتے ہیں، اور یہ شخص مع جوتیوں کے مسجد پر چڑھ جاتا ہے، کہ مجھ کو میانجی منع کریگا اور ہم اس کو مار پیٹ کر کے نکال دیں گے۔

اب عرض خدمت یہ ہے کہ بمطابق قرآن اور حدیث کے اس کا فیصلہ کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص نومسلم کو طعنے دیتا ہے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اس کو اس نومسلم سے معافی مانگنی چاہئے، اور توبہ کرنا واجب ہے[1] اگر توبہ نہیں کریگا اور معافی نہیں چاہے گا تو قیامت کو سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔ چمار ہو یا اور کوئی جب وہ مسلمان ہوگیا تو اس کے پہلے گناہ شرک وغیرہ سب چیزیں معاف ہوجاتی ہیں[2]

مسلم کو سور سے تشبیہ دینا حرام ہے[3]، جب اس نے نماز سیکھی اور قرآن شریف سیکھ لیا تو

---

[1] لیس المومن بالطعّان (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ عن ابن مسعود مرفوعاً، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الثانی)

ترجمہ:- مومن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

ان کانت المظالم فی الاعراض فیجب فی التوبة ان یتحلل منهم (ملخصاً شرح فقه اکبر ص ۱۹۵، بیان اقسام التوبة، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

[2] فی حدیث عمرو بن العاص مرفوعاً ان الاسلام یهدم ما کان قبله متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۱۴، کتاب الایمان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

[3] ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال سباب المسلم فسوق (بخاری ص ۱۲/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب خوف المومن ان یحبط عمله، عن عبداللّٰه) وهو ان یقول الرجل مافیه ومالیس فیه یرید بذلک عیبهٗ (فتح الباری ص ۱۵۴/ ج ۱ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، عمدة القاری ص ۲۷۸/ ۱، الجزء الاول، مطبوعه دار الفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق کا کام ہے۔

اس کے پیچھے نماز جائز ہوگئی، مسجد کے اوپر جوتے لیکر چڑھنا منع ہے[1]۔ ایسے شخص کو نرمی سے اولاً سمجھایا جائے، اگر مان جائے اور اپنی حرکتوں سے باز آجائے تو خیر ورنہ اس سے تعلق قطع کردیا جاوے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے اور نومسلم کو ستانا چھوڑ دے بلکہ برادری کے ذریعہ سے اس پر زور ڈالا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۵/شعبان ۵۷ھ

اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا

سوال:۔ خداوند کریم نے قرآن پاک میں تمام مخلوق کے لئے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے، ایسی صورت میں کیا ہم لوگ اپنے بیوی بچوں کے لئے کچھ دولت جمع کرسکتے ہیں؟ اور ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں ہے کہ اپنے وارثوں کو ایسی حالت میں چھوڑنا بہتر ہے کہ وہ دستِ سوال دراز نہ کریں[2] لہٰذا اس کا اعتماد ہوجائے، (تو کوئی حرج نہیں مگر) ایسا بھی نہ ہو کہ اولاد

---

[1] دخول المسجد متنعلا مکروہ کذافی السراجیة(ھندیه ،ص ۳۲۱/ج۵/الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ (ھندیه ص ۳۲۲/ج۵، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ، مطبوعه کوئٹه)

[2] فی حدیث سعدبن ابی وقاص مرفوعاً انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیرمن ان تذرھم عالةً یتکففون الناس. متفق علیه (مشکوٰة ص ۲۶۵/۱، باب الوصایا، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے اگر تو اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑے یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تو ان کو فقیر بنا کر چھوڑے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

کی خاطر حرام، حلال کی تمیز ختم کردی جائے، اور خدائے پاک کے حکم کو توڑ دیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے؟

سوال:۔ بعض عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حالت حیض یا جنابت میں جو بال سر کے گر جائیں یا ٹوٹ جائیں، اس کو جمع کیا جائے، پھر جب جنابت سے پاک ہونے کا غسل کرتی ہے، اس وقت ان بالوں کو اپنے انگوٹھے میں باندھ کر غسل کرتی ہے، پھر غسل کے بعد ان کو دفنا دیتی ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے یا محض واہیات؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بات بے اصل اور لغو ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

حرمت کے حکم سے پہلے صحابہ مکلّف نہیں تھے

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم مسلمان بنے تو سارا مال چھوڑا تھا اسی طرح جب ہم نے توبہ کی تو کیا ہم مال چھوڑیں گے چاہے کسی ناجائز طریقہ سے ہی کیوں نہ آیا ہو، کیا یہ صحیح ہے اگر صحیح نہیں ہے تو صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام لانے اور حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ مکلّف نہیں تھے، آج جو

مسلمان ہیں وہ مکلّف ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احادیث میں جن باتوں پر شہادت کا وعدہ ہے وہ اگر فاسق میں ہوں تو؟

سوال:۔ بہت سی احادیث میں ہے کہ اس بیماری سے مرنے والا یا فعل کا کرنے والا شہید کا اجر پاتا ہے:۔

(۱) پانی میں ڈوب کر مرنے والا، حادثہ میں ہلاک ہونے والا، یا جل کر مرنے والا۔

(۲) وضو کی حالت میں مرنے والا، ان دو گروہوں میں مرنے والا اگر فاسق ہے یعنی کہ نماز روزہ اور گناہ کبیرہ کو کرنے والا، تو وہ قبر کے عذاب سے رہائی پائیگا؟ اور جنت میں شہیدوں کی جگہ میں جگہ پائے گا؟ آیا اگر وہ گروہوں میں مرنے والا صالح اور نیک ہے تو محض اسی کو یہ تین سعادتیں ملیں گی؟ یا فاسق کو بھی تین سعادتیں نصیب ہوں گی؟ اوّل گروہ میں مرنے والا یہ سعادتیں پائے گا، دوسرے گروہ والا اس سے محروم رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ جس بندہ پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے وہ کسی قانون کا پابند نہیں[2]، وہ چاہے تو بڑے سے بڑے فاسق کے سارے گناہ معاف کردے، بے تردد جنت میں

---

[1] مستفاد نورالانوار ص ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷/ فصل فی بیان الاهلیة، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] امره وحکمه من العفو والعقاب مفوض الیه فلا تجب علیه سبحانه عقاب عاص کما لا یجب علیه ثواب مطیع علی المذهب الحق الخ، مرقات ص ۸۰/ ۱، کتاب الایمان، الفصل الاول، رقم الحدیث(۱۷) مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

بھیجدے، اور چاہے تو بہت چھوٹے سے عمل پر بہت بڑا اجر دیدے اور چاہے تو چھوٹی سی بات پر بھی گرفت کرے، اس کے یہاں دو قسم کی کچہری ہے ایک عدل کی ایک فضل کی[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

مثنوی کے چند اشعار

سوال:۔ براہ لطف وکرم جواب سے مطلع فرمایا جائے، یہ کہ مثنوی میں جو اشعار لکھے ہیں، اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

چونکہ بے رنگے اسیر رنگ شد ..... موسیٰ با فرعون اسیر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی تو داشتن ..... موسیٰ و فرعون کردا نداشتن
تا بہ بحر نور خود راجع شدیم ..... از رہائی اصل مترصع شدیم

قرآن عظیم میں "وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ" کا لفظ موجود ہے، حدیث پاک میں صراحۃً یہ عبارت موجود ہیکہ جب بندہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے، تو روح اس کے جسم سے نکل کر سر پر سایہ کرتی ہے، یعنی اس کے اس کبیرہ جرم سے بیزار ہو کر اس سے بری ہو جاتی ہے، اور ہمیشہ معمولی جرم ہو یا کبیرہ فاعل کو اسکے جرم سے متنبہ کرتی رہتی ہے، گوشائین مصنفہ رامائن نے البشر اسن جوابیناسی سے روح کی تاویل کیا ہے، مولانا نے۔

خاک شد صورت ولے معنی نہ شد ..... ہر کہ گوید شہ تو گویش نے نہ شد

مطلب یہ کہ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ روح مرنے کے بعد عالم ارواح میں جہاں

---

[1] وهم (اى اهل الكبائر) فى مشيته وحكمه ان شاء غفرلهم وعفاعنهم بفضله وان شاء عذبهم فى النار بقدر جنايتهم بعدله. (عقيدة الطحاوى ص ۱۰۱/ملخصاً، ليس المخلوق فى النار للمؤمنين بالكبائر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

سے واپس آتی ہے وہیں واپس چلی جاتی ہے "وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُوْحِهٖ" کا ترجمہ مترجم نے یہ کیا ہے ڈالدی اسمیں جان اپنی جان سے یعنی اللہ برتر نے اسمیں جان اپنی جان سے ڈالدی، سوال یہ ہیکہ جب روح خدا کا امر ہے اور اسپر نہ عقاب ہے نہ عتاب اور وہ اپنے اصلی مقام پر واپس جاتی ہے، عالم ارواح میں پہنچنے کے ساتھ ہی ساتھ موسیٰ وفرعون ایک ہوجاتے ہیں، خدا اپنی جان سے اسمیں جان ڈالتا ہے، اسکا کیا مطلب ہے؟ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح خدا کی روح ہے، اگر صحیح ہے تو وہ کون روح ہے، جس پر جسم کے ساتھ عذاب ہوتا ہے؟ کیا یہی روح ہے، وہ روح کونسی ہے، جو جسم سے بوقت زنا نکل جاتی ہے، اور آدمی کا معمولی جرم ہو یا کبیرہ ہو ہر دم ملامت کرتی رہتی ہے، یا کوئی مادی روح ہے، جس پر عذاب ہوتا ہے، براہِ کرم اسکی صاف تشریح سے مطلع کیا جائے، قبر میں نکیرین میت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "وماتقول فی هذا الرجل" یہ کون روح ہے؟ صحیح جواب نہ ہونے پر سخت سزا دی جاتی ہے، اور قبر جہنم کا حصہ ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ کو کسی روشن ضمیر عارف سے حل کیا جائے، وہ بھی بذریعۂ تحریر نہیں بلکہ خود حاضر ہوکر، اس عاجز کو اتنی طاقت نہیں کہ ان اشعار کو حل کر سکے، میں نے وہ حدیث نہیں دیکھی جس میں یہ مذکور ہو کہ ارتکابِ زنا کے وقت روح جسم سے نکل کر سر پر سایہ کرتی ہو، آپ اس کے الفاظ مع حوالہ لکھئے، ایمان کے نکلنے کا ذکر تو احادیث میں موجود ہے۔[1]

---

[1] وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذازنی العبد خرج منه الايمان فكان فوق رأسه كالظلة فاذاخرج من ذلک العمل رجع اليه الايمان، رواه الترمذی ص ۲/۹۰، ابواب الايمان، باب لايزنی الزانی وهو مؤمن، مطبوعه بلال ديوبند، وابوداؤد ص ۲/۶۴۴، كتاب السنة، مطبوعه سعد ديوبند، مشكوٰة شريف ص ۱/۱۸، باب الكبائر كتاب الايمان)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندہ زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر کے اوپر مثل سائبان کے ہوجاتا ہے جب وہ شخص اس عمل (زنا) سے نکل جاتا ہے ایمان اس کی طرف لوٹ جاتا ہے (واپس ہوجاتا ہے)

اس سوال کے بقیہ اجزاء اس حدیث کی تحقیق پر موقوف ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موت وحیات سے متعلق ایک شاعرانہ تحقیق

سوال:۔ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب

موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشان ہونا

کیا مذکورہ شعر کمیونسٹ نظریہ کی تائید نہیں کرتا، اگر کرتا ہے تو پھر اس شعر کو ایک پڑھے لکھے مسلم کو یہ سمجھ کر پڑھنا کہ جو چیز مذکورہ شعر میں بیان کی گئی ہے، عین حقیقت ہے۔

خلاصۂ کلام: کیا مذکورہ شعر مسلم عقیدہ میں ضرب کاری نہیں لگاتا ہے، اگر یہ شعر مسلم عقیدہ پر غلط اثر ڈالتا ہے، تو اس صورت میں صحیح کہنے والے مسلم کو کیا سزا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شعر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ کوئی شرعی تحقیق نہیں، نہ شاعر نے اس کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ شریعت کا مکلّف ہے، پس اس کو حکم شرعی سمجھتے ہوئے بحث کرنا بے محل ہے، اس میں جو کچھ کہا گیا ہے، نظریہ اسلام کے تحت نہیں بلکہ یہ تو ان لوگوں کا نظریہ ہے، جو واجب الوجود کے لئے امہات الصفات تین جز میں مانتے ہیں، ایشور، وشنو، شیو، مرکب، محافظ، مخرب یا محلل، ان کے نزدیک نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی اور ہستی سے نیستی نہیں ہوسکتی، اسلام نے واجب الوجود کو خالق معطیٰ وجود اور مفنی وجود تسلیم کیا ہے، وہ عدم محض سے منصۂ وجود پر جلوہ گر کرتا ہے، اور موجود کو کتم عدم میں مستور وفنا کرتا ہے ''خلق الموت والحیوۃ''(الایۃ[1])

---

[1] سورۂ ملک آیت ۱/

ترجمہ:۔جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا (بیان القرآن)

جواہل اسلام اس شعر کو پڑھتے یا اس سے استدلال کرتے ہیں، وہ شاعرانہ ندرت کے گرویدہ ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۱۴۰۱ھ

حضرت نانوتویؒ کا ایک شعر

سوال:۔اسی طرح ایک شعر پر اور اعتراض ہوا ہے، ایک میلاد میں یہ شعر پڑھا گیا

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس پر یہ اعتراض کیا جارہا ہے، کہ ابلیس کا کفر پر مرنا یقینی ہے، اور کفر پر مرنے والے کو کسی چیز کی شفاعت یا برکت جہنم سے نجات نہیں دے سکتی، جیسے وہ منافق جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن مبارک دیا، یہ چونکہ کفر پر مرا تھا، اس لئے کچھ نفع نہ ہوا، پھر ابلیس کی نعش کو جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہے سگِ مدینہ کا چھونا مفید نہ ہوگا، نیز جنت میں موت نہیں پھر اس کی قبر اور مزار جنت میں کیسے ہوسکتی ہے، اس کا کوئی جواب شعر پڑھنے والا نہ دے سکا۔

ایک نے کہا کہ یہاں بھی ''جو'' حرفِ شرط ہے لیکن اس کا رد کردیا گیا کہ شرط اور جزا میں تعلق شرط درست نہیں ہے، اور جگہ ہوتا ہے کہ شرط کے پائے جانے کے بعد جزا کا پایا جانا لازمی ہوتا ہے، یہاں ایسا نہیں کافر ہوکر مرنے والے کو سگِ مدینہ کچھ نفع نہیں دے سکتا، یہ شعر کیسا ہے؟ اس کا کہنے والا، اس کو صحیح سمجھنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شعر بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے، جس شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت

کہی ہے، وہ سارا قصیدہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا ہے[۱]، اور اس عشق کا نتیجہ ہے کہ آپ کے دار الہجرت مدینہ منورہ سے بھی بڑی محبت ہے، اور مدینہ طیبہ کے جانوروں سے بھی محبت ہے، حتی کہ وہاں کے کتوں کے مناقب میں بیان کیا ہے، کہ اگر ابلیس کو وہ چھودے یعنی ابلیس اس کی صحبت سے متأثر ہوجائے، (ایمان لے آئے) مخلوق کیلئے زیارت گاہ بن جائے (کہ یہ ابلیس جس نے ہزاروں برس تک نافرمانی کی اور جنت سے ملعون ہوکر نکلا، سگِ مدینہ کی صحبت سے متأثر ہوکر کفر چھوڑ کر ایمان اختیار کرکے، جنت میں پہنچ جائے، ابلیس کا جہنمی ہونا اس کے کفر کی وجہ سے ہے لیکن اس کو ایمان کی توفیق دیدینا قدرت خداوندی سے خارج اور محال نہیں بلکہ تحت القدرت داخل ہے[۲]، اس کے بعد دخولِ جنت میں کوئی اشکال نہیں مگر چونکہ اس کا جہنمی ہونا اور کفر پر مرنے اور ایمان قبول نہ کرنے کی تصریح آچکی ہے[۳]، اس لئے اللہ پاک اس کے خلاف کرے گا نہیں، ایمان قبول کرکے جنت میں جانا یقینی ہے، لہٰذا شرط وجزا میں علاقہ تو موجود ہے جو کہ قرآن پاک میں منصوص ہے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

فاضل بریلوی سے متعلق چند اشعار

سوال:۔ بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے کسی مرید نے لکھا:۔

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا ..... تیرا اور سب کا خدا احمد رضا

---

۱ قصائد قاسمی ص۷/ بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ.

۲ ان اللہ علی کل شئ قدیر، سورۂ بقرہ آیت: ۲۰،

۳ ملاحظہ ہو سورۂ ص آیت: ۷۳، تا ۷۵،

۴ ان الذین آمنوا وعملوا الصٰلحات اولئک ھم خیر البریة جزاء ھم عند ربھم جنّٰت عدن تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا ابداً الآیة، سورۂ البینة آیت: ۷-۸.

تری نسل پاک سے پیدا کرے ..... کوئی ہم رتبہ تیرا، احمد رضا
جو مدد فرمائے دین پاک کی .....جیسی تو نے کی ہے اے احمد رضا

اس پر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شاعر مولانا کو خدا مان کر مشرک ہو گیا۔

بریلوی لوگ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان اشعار میں ''تیرا'' کا مخاطب احمد رضا خانصاحب ہے، اور پہلے شعر میں اے شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے محذوف جیسے روزمرہ کی بولی میں محذوف ہوتا ہے، جیسے غالب نے کہا ہے:۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے .....آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہماری یہ دعاء ہے کہ تیرا اور سب کا خدا تیری نسل پاک سے بچہ پیدا کرے، جو تیرے ہی دین پاک کی مدد کرے، ان دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے، کیا یہ شاعر اس شعر کی وجہ سے مشرک اور کافر ہو گیا یا بریلوی کا بیان کیا ہوا مطلب درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میرے پاس وہ اصل کتاب نہیں ہے، جس میں یہ تینوں اشعار درج ہیں نہ ہی یہ معلوم ہے کہ یہ کس کے اشعار ہیں، کلام کا مطلب متکلم کے حالات کے خلاف مراد لینا اور اس پر حکم شرعی لگا دینا خاص کر شرک وکفر کا فتویٰ دیدینا منصبِ افتاء کے لائق نہیں ہے اس لئے بہت حزم واحتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں، اگر ان اشعار ثلاثہ میں خدا سے دعا کی ہے، اس نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو خدا نہیں کہا تو محض اس دعا سے وہ مشرک نہیں ہوا، اگر شاعر کے حالات ایسے ہوں کہ وہ واقعۃً مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ شرک کا معاملہ کرتا ہو، ان کو ''متصرف فی الکون'' تسلیم کرتا ہو، ان کی قبر کو سجدہ کرتا ہو، ان کی نذر مانتا ہو، ان سے رزق واولاد وغیرہ مانگتا ہو، جیسا کہ بعض جاہل لوگ کرتے

ہیں، تو پھر معاملہ خطرناک ہے، کیونکہ جو آدمی اپنے عقائد واعمال کی وجہ سے مشرک ہوجائے، اس کو مفتی کا فتویٰ بچا نہیں سکتا، الحاصل ان اشعار کی وجہ سے اس شاعر پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کشمیری زبان میں نعت

سوال:۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کشمیری زبان میں نعت بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کے احوال مقدسہ اور اوصاف عالیہ کو نظم کر کے نعت بنالینا اور اس کا پڑھنا بھی درست[2] ہے، کشمیری زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں مگر مضمون صحیح حدیث شریف کے موافق ہونا چاہئے، کوئی غلط بات نہ ہو، نیز پورا ادب ملحوظ رہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۸۸۲ھ

---

[1] فی المسئلة اذاکان وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم ثم ان کان فی القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهومسلم وان کان نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لاینفعه فتوی المفتی(شرح فقه اکبر ۲۳۷/ وفی الفتاوی الصغری الکفر شئی عظیم فلااجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر .....(البحر الرائق، ص ۱۲۴/ ج ۵، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه پاکستان)

[2] ماتضمن ذکر الله وحمده والثناء علیه فذالک مندوب الیه او ذکر رسول الله او مدحه، احکام القرآن للقرطبی ص:۱۳۴، ج:۷، سورة الشعراء آیت:۲۲۷، جزء۱۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.

کیا صحابیؓ کی نعش کو دیکھنے والا بھی تابعی ہے؟

سوال: ۔تابعی کی کیا تعریف ہے؟ کیا اگر آج کسی صحابیؓ کی نعش برآمد ہو تو اس کا دیکھنے والا تابعی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیا

محض نعش برآمدہ کو دیکھ کر آج چودھویں صدی میں کوئی تابعی نہیں کہلائیگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا نافرمان بھی بندہ ہے

سوال: ۔میں نے ایک شخص سے یہ کہا تھا کہ جو شخص اللہ اور رسول کو نہیں مانتا وہ بندہ نہیں ہے، بلکہ مخلوق ہے، اور سراج الدین یہ کہتا ہے کہ میں اس بات کو نہیں مانتا۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خدا کے سب بندے ہیں جو حکم مانتے ہیں وہ بھی اور جو نہیں مانتے ہیں وہ بھی، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ جو حکم مانتے ہیں وہ فرمانبردار ہیں جو حکم نہیں مانتے وہ نافرمان ہیں، بندہ

---

[1] قال الخطیب التابعی من صحب الصحابی (ارشاد طلاب الحقائق للنووی ص ۶۰۶/ج ۲، النوع الاربعون معرفة التابعینؒ، مطبوعه الایمان مدینة المنورة، الکفایة ص ۳۸/ للخطیب البغدادی، معرفة مایستعمل اصحاب الحدیث الخ، مطبوعه دارالکتاب العربی دیوبند. شرح نخبة الفکر ص ۸۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ہونے سے کوئی نہیں نکلتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف

صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تم

الجزء الثالث

بحمد اللہ واحسانہ تعالیٰ وبمنہ

وکرمہ ویتلوہ الجزء الرابع اولہ کتاب الفرق

انشاء اللہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک انت السمیع

العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ

علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد واٰلہ

واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الھند

---

[1] والناس کلھم عباداللہ بل الاشیاء کلھا کذلک لکن بعضھا بالتسخیر وبعضھا بالاختیار.
(المفردات فی غریب القرآن،ص ۳۲۱، باب العین (عبد) مطبوعہ مصری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

﴿ردِّ شیعیت﴾

فرقۂ شیعہ امامیہ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء وعلیٰ اٰلِہٖ الطاھرین واصحابہٖ الطیبین اجمعین الیٰ یومِ الدین. امابعد!

جب سے فرقۂ شیعہ امامیہ اثناعشریہ نے جنم لیا اسی وقت سے علماءِ حق نے اس کی تردید کی اس کے زیغ وضلال کو واضح کیا کسی نے اس پر مختصر لکھا، کسی نے تفصیل سے بیان کیا شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السُّنۃ میں اس پر بسط سے کلام کیا۔

بادشاہ ہمایوں کے دور میں یہ فرقہ منظّم شکل میں جماعتی حیثیت سے ہندوستان آیا اور اپنے مخصوص نظریات (بغضِ صحابہ اوران پر لعن، طعن) کی اشاعت کرنے لگا۔ ہمایوں نے علامہ ابن حجر مکی کو خط لکھا، جس پر ''تطہیر الجنان واللسان'' تصنیف کی گئی[1] نیز دوسری کتاب ''الصواعق المحرقہ'' تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد اکبر کا دور آیا تو یہ فرقہ ترقی کرنے لگا یہاں تک کہ جو دین حضور اکرم ﷺ پر

---

[1] دعانی الی تالیفھا الطلب الحثیث من السلطان ھمایون اکبر سلاطین الھند وسبب طلبہ ذلک انہ نبغ فی بلادہ قوم ینتقصون معاویۃ رضی اللہ وینالون منہ وینسبون الیہ العظائم مماھو بریٔ منہ (تطھیر الجنان مع الصواعق استنبول ص۴، السبب الداعی الی تالیف ھٰذا الکتاب)

نازل ہوا اس کے مقابلہ میں دوسرا دین مستقل بنایا گیا۔

اسی زمانہ میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کو قتل کرنے کی تجویز کی گئی۔ مگر وہ تجویز کامیاب نہیں ہوئی یہاں تک کہ اکبر کا انتقال ہوگیا۔

پھر جہانگیر تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اجین ریاست گوالیار میں قید کروادیا اور برسوں قید میں رکھا۔ پھر ایک خواب کی بنا پر متنبہ ہوکر اپنی غلطی کا اقرار کیا[1] اور ان کو جیل سے نکال کر معافی مانگی۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرق ضالہ میں اس فرقہ کو سب سے زیادہ خطرناک بتایا ہے[2]۔ تحریر فرمایا ہے کہ قرآنی اسلام کے مقابلہ میں اس فرقہ نے دوسرا اسلام تیار کیا ہے۔ اس کے عقائد کو شمار کرایا ہے کہ یہ عقائد قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہیں[3]۔ جن اکابر نے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا انہوں نے اس احتیاط کی بنا پر کف اللسان والقلم کیا ہے کہ ممکن ہے مرنے سے پہلے توبہ نصیب ہوجائے۔ بغیر توبہ کے مرنے پر یہ احتیاطی پہلو بھی ختم ہوگیا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''جس کو پانچ سو علماء کی جماعت کے ذریعہ اورنگ زیب عالمگیر نے تصنیف کرائی۔

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر ولو قذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنا کفر باللّٰه ومن انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فهو کافر وعلیٰ قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذالک

---

[1] فغضب علیه السلطان وحبسه فی قلعة کوالیار..... ثم اخرجه السلطان من السجن (نزهة الخواطر ص: ۵/۴۴، الشیخ احمد بن عبدالاحد السرهندی، مطبوعه دائرۂ معارف عثمانیه حیدراباد. دائره معارف ص۱۲۷/۲، مطبوعه لاهور. مکتوبات امام ربانی مترجم ص۴۰، طبع لاهور)

[2] بدترین جمیع فرق مبتدعان جماعت اند که باصحاب پیغمبر علیه وعلیهم الصلوة والسلام بغض دارند، (مکتوبات امام ربانی ۵۳ ص ۱۳۲/ج ۱، کراچی)

[3] رساله در رد روافض ص ۱۶، مطبع مرتضوی دهلی

من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال کذا فی الظهیریة. ویجب اکفار هم باکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللّٰه عنهم ویجب اکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمد ﷺ کذا فی الوجیز للکردری ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰه الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الیٰ ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی الیٰ محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی الله عنهم وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة[1] فتاوی عالمگیری مختصراً ص: ۲۸۳، ج: ۲.

مشہور مفسّر ومحدّث حافظ ابن کثیرؒ نے سورۂ فتح کی آیت لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت کو روافض کے کفر کی ایک قرآنی دلیل قرار دیا ہے[2]۔ تفسیر خازن[3] اور معالم التنزیل[4] میں بھی امام مالکؒ کے استدلال کی طرف اجمالی اشارہ موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء[5] میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب

---

[1] فتاوی عالمگیری ص ۲۶۴/ ج ۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] (لیغیظ بهم الکفار) ومن هٰذه الاٰیة انتزع الامام مالک رحمة الله علیه فی روایة عنه بتکفیر الروافض الذین یبغضون الصحابة رضی الله عنهم قال لانهم یغیظونهم ومن غاظ الصحابة رضی الله عنه فهو کافر لهٰذه الاٰیة (تفسیر ابن کثیر ص ۳۱۴/۴، مکتبه تجاریه مکه، سورۂ فتح تحت آیت: ۲۹)

[3] قال مالک بن انس من اصبح وفی قلبه غیظ علی اصحاب رسول اللّٰه ﷺ فقد اصابته هٰذه الاٰیة (تفسیر خازن ص ۱۶۲/۴، المطبعة المیمنیة بمصر، سورۂ فتح تحت آیت: ۲۹)

[4] معالم التنزیل ص: ۲۰۷/۴، سورۂ فتح تحت آیت: ۲۹، مطبوعه ادارۂ تالیفات اشرفیه.

[5] ازالة الخفاء ص: ۱۶/ ج ۲، فضیلت خلفاء برترتیب خلافت، مطبوعه دهلی. ازالة الخفاء مترجم ص: ۳۷۶/۲، فصل هفتم، مطبوعه کراچی.

اور دینی کارنامے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور اس فرقہ امامیہ پر شدومد سے رد فرمایا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس فرقۂ باطلہ کے عقائد شنیعہ لکھ کر ان کو خوب رد فرمایا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرقہ کی تردید میں ہدایۃ الشیعہ تصنیف فرمائی۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہدیۃ الشیعہ'' میں بڑے دلائل سے اس فرقہ کے معتقدات کا رد کیا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ الرشید میں تفصیل سے اس فرقہ کا رد فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:۔

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیقؓ او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن[1] شامی ج۳ص ۲۹۴.

الغرض اپنے اپنے دور میں اہلِ سنت والجماعت (**هم ما انا علیه و اصحابی**[2]) اس فرقہ پر رد کرتے چلے آئے ہیں۔ اس فرقہ کی کتابیں کمیاب یا نایاب تھیں۔ مگر اب چھپ چکی ہیں۔ جو شخص ان کا مطالعہ کرے گا وہ خود بھی دیکھ لے گا کہ وہ کس قدر کفریات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً کافی، منہج الصادقین، البرہان فی تفسیر القرآن، فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب، حیات القلوب، کشف الاسرار وغیرہ وغیرہ[3]۔ فقط واللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شامی طبع بیروت و کراچی ص۲۳۷/۴، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، باب المرتد، کتاب الجهاد.

[2] مشکوة شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. **(حاشیه نمبر: ۳/ اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

شیعوں کے عقائد وافعال اوران کے متعلق شرعی فیصلہ

(نکاح، نماز جنازہ، ذبیحہ، کھانے پینے میں تھوکنا)

سوال:- اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟ کیا وہ آدمی بھی سنی ہوسکتا ہے؟ جو یہ کہے کہ میری والدہ سنی تھیں اور میرے باپ شیعہ، اور شخص مذکور نے جس عورت سے نکاح کیا ہے، وہ کٹر قسم کی شیعہ ہے، اور حتی کہ ان صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح شیعہ مجتہد کے لڑکے سے کیا ہے، یہ صاحب شیعوں کے ماتمی جلسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں اور سنی ہونے کا بھی دم بھرتے ہیں، موجودہ امام صاحب سے پہلے امام مسجد کا فیصلہ تھا کہ یہ شخص

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ **فائدہ:**- کافی، شیعہ اثنا عشریہ کی کتب حدیث میں سب سے زیادہ مستند اور معتبر ومعتمد ابوجعفر یعقوب کلینی رازی (متوفی ۳۲۸ھ) کی الجامع الکافی ہے ان کے نزدیک اس کا درجہ صحیح بخاری سے بھی زیادہ ہے اس کی چار جلدیں ہیں ڈھائی ہزار کے قریب صفحات ہیں سولہ ہزار سے زیادہ روایات ہیں پہلی جلد میں احکام ومسائل کا بیان ہے ان کا نام فروع کافی ہے۔

فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب:- ابوعلی حسین بن محمد تقی نوری طبرس (متوفی ۱۳۲۰ھ) کی ضخیم کتاب جو حضرت علی مرتضی کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیر المومنین میں بیٹھ کر ۱۲۹۲ھ اپنے دعویٰ تحریف قرآن پر دلائل کے انبار لگادئے ہیں۔

کشف الاسرار:- قائد ایران روح اللہ خمینی کی فارسی زبان میں تقریباً ساڑھے تین سو صفحات کی ضخیم کتاب ہے۔ جس میں ادعائی انداز میں خلفائے ثلاثہ اوران کے رفقاء تمام اکابر صحابہ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ وہ انتہائی درجہ کے بدکردار طالب دنیا ظاہر میں مسلمان باطن میں کافر وزندیق تھے۔

منہج الصادقین:- فتح اللہ کاشانی مجتہد شیعہ کی تالیف ہے

البرہان فی تفسیر القرآن:- مولفہ ہاشم البہرانی (متوفی ۱۱۰۸ھ) مطبوعہ ایران

حیات القلوب:- مولفہ علامہ باقر مجلسی

(ملاحظہ ہو ''الشیعۃ والقرآن'' مولفہ احسان الٰہی ظہیر، ''ایرانی انقلاب'' مولفہ مولانا منظور صاحب نعمانی)

فائدہ:- عقائد الشیعہ، بھی اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب ہے جو دوسری کتابوں سے بے نیاز کردیتی ہے۔ (مولفہ مفتی محمد فاروق صاحب زید مجدہم مطبوعہ جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ)

شیعہ ہے، اور اگر یہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے تو اس کا نکاح شیعہ عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اور موجودہ امام صاحب کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے، اور تقیہ باز ہے اور اس کی بات نا قابل اعتماد ہے، کیا شیعہ سنی کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص جو خود ساختہ سنی ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہیکہ یہ شخص شیعہ ہے اور امام صاحب شیعوں اور رافضیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرتے ہیں اور امام صاحب نے مسلمانوں کی کثیر جماعت کی موجودگی میں جمعۃ المبارک کے دن اعلان کیا کہ میں کسی شیعہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا اور نہ کسی سنی کو جنازۂ شیعہ ورافضی میں کھڑا ہونے دونگا، ورنہ وہ سنی اسلام سے خارج ہوجائیگا، اور تجدید اسلام اور قبول نکاح دوبارہ کرنا ہوگا، کیا سنی مسلمان شیعہ رافضی کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہیکہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والوں کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

(۳) کوئی سنی ہونے کا دعویدار کسی ذاتی مخالفت کی بنا پر شیعہ سنی مسئلہ پر کسی امام مسجد کے بارے میں یہ کہے کہ میں فلاں مسلمان کے جنازہ کی نماز امام مسجد کے پیچھے نہیں شیعہ کی اقتداء میں پڑھی ہے تو ایک دوسرے مسلمان نے سوال کیا کہ سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہو تو اس نے کہا ہاں، بلکہ فرض عین کی اقتداء بھی شیعہ کے پیچھے کی ہے اور میں نماز فرض اور دیگر نماز اس امام کے بجائے شیعہ کی اقتداء میں پڑھتا ہوں، اس فعل سے تین توہین کے پہلو نکلے۔

(الف) فرض نماز

(ب) نماز جنازہ

(ج) میت کی توہین

امام مسجد جس کے پیچھے خلق کثیر نماز پڑھتی ہے ایسے شخص کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ مسلمانان ورکنگ نے تو اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا ہے، اور میل جول ختم کر دیا ہے، شرعی طور پر اس کا حل فرمایا جاوے۔

(۴) کیا شیعہ کے پیچھے نماز جنازہ شیعہ میت کی ہوسکتی ہے نہیں؟ اگر اہل سنت کے امام

کے انکار کی وجہ سے دوستی ہونے کے سبب شیعہ کی نماز جنازہ میں شریک ہوجائیں تو ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(۵) شیعہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا نہیں؟ اور ان سے لین دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جبکہ ایک سنی مسلمان کی دوکان موجود ہو تو کون سی بہتر ہے؟

(۶) کیا یہ ثابت ہے کہ شیعہ سنی کو چائے پانی وغیرہ میں تھوک کر پینے کو دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نبی کریم ﷺ نے جو عقائد، اعمال واخلاق تعلیم فرمائے ان کو اختیار کرنے والے حضرات اہل سنت کہلاتے ہیں، اولاً صحابہ کرامؓ نے ان کو اختیار کیا پھر اس کے بعد دوسروں نے اس کی پیروی کی ھم ما انا علیہ واصحابی[1] مذہب شیعہ کا بانی ابن سبا (یہودی) تھا اس نے انتہائی تلبیس سے اس کا پرچار کیا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھسا اور اعتقادی وعملی بددینی پھیلائی[2] شیعوں کی کتاب اصول میں لکھا ہے کہ

---

[1] عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ..... ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلھم فی النار الاّ ملة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی، رواہ الترمذی (مشکوة ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حقیقت یہ ہیکہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائیگی ان میں سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے صحابہ نے عرض کیا وہ کون ہے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

[2] السبائیة اصحاب عبداللہ ابن سبا الذی قال لعلی علیہ السلام انت انت یعنی انت الا لٰہ فنفاہ الی المداین وزعموا انہ کان یھودیا فاسلم وکان فی الیھودیة یقول فی یوشع بن نون وصی موسی مثل مال قال فی علی علیہ السلام وھو اول من اظھر القول بالغرض بامامة علی ومنہ انشعبت اصناف الغلاة الملل والنحل ص: ۱۱، السبائیة، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت، تحفۂ اثنا عشریہ مترجم ص: ۴، باب اول، اس امر کے بیان میں کہ کس طرح مذہب شیعہ پیدا ہوا،

حضورﷺ کے تین صحابہ اسلام پر باقی رہے تھے اور سب مرتد ہوگئے تھے[۱]، (نعوذ باللہ) نیز قرآن کریم کو یہ لوگ محرف مانتے ہیں، فصل الخطاب[۲] میں تصریح ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا اس کو لیکر امام مہدی غار سرمن رائے میں روپوش ہوگئے، اس کے بعد قرآن کریم کے نام سے جو موجود ہے، وہ بیاض عثمانی (حضرت عثمان کی نوٹ بک) ہے،[۳] نیز حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زنا کی تہمت لگانا ان لوگوں میں عام ہے،[۴] ان کے بنیادی مسلک میں ہے جہاں تک ہوسکے اہل سنت والجماعت کو اذیت پہونچاؤ، نجاست میں ملوث کرو، نجاست کھلاؤ پلاؤ، ان کی نمازیں خراب کرو وغیرہ وغیرہ، ایک شیعہ مسجد میں سنی بن کر نماز کیلئے آتا تھا، صف اول میں کھڑا ہوتا اور اقامت کی حالت میں اپنی داڑھی کو ہاتھ سے حرکت دیتا تھا جو بھیگی ہوئی رہتی تھی اس میں سے قطرات داہنے اور بائیں نمازیوں پر اور مسجد کی

---

۱ وروی العیاشی عن الباقر علیه الصلاة والسلام قال کان الناس اهل ردة الا ثلاثة (اصول کافی ص: ۳/۳۴۴، بحواله عقائد الشیعه ص: ۵۵، مطبوعه فیض محمدی دیوبند)

۲ عن الائمة علیهم السلام فی زیارة جامعة طویلة معروفة وفیها فی ذکر ماحدث بعد النبیﷺ وعقت سلمانها وطردت مقدادها ونفت جندبها وفتقت بطن عمارها وحرفت القرآن وبدلت الاحکام، (فصل الخطاب الشیعه والقرآن ص: ۱۵۶، مطبوعه اداره ترجمان السنة لاهور)

۳ الخامس انه قد استفاض فی الاخبار ان القرآن کما انزل لم یولفه الا امیر المومنین علیه السلام بوصیة من النبیﷺ فبقی بعد موته ستة اشهر مشتغلا بجمعه فلما جمعه کما انزل اتی به الی المتخلفین بعد رسول اللهﷺ فقال لهم هذا کتاب الله کما انزل فقال له عمر بن الخطاب لا حاجة بنا الیک ولا الی قرآنک عندنا قرآن کتبه عثمان فقال لهم علی علیه السلام لن تروه بعد هذا الیوم ولا یراه احد حتی یظهر ولدی المهدی علیه السلام (الانوار النعمانیة ص: ۲/۳۶۰، نور فی الصلاة، مطبوعه موسسة العلمی بیروت) لایری القرآن الاصلی بعد الیوم حتی یظهر المهدی، (تاریخی دستاویز ص: ۲۲۴، شیعه اور عقیده تحریف القرآن الکریم، مطبوعه سپاه صحابه پاکستان، نبراس ص: ۳۱۴، المنتظر المهدی، مطبوعه امدادیه ملتان.

۴ عائشة وهی ام المومنین مطهرة من الزنا وبریة مما قال الروافض الخ (شرح فقه اکبر ص: ۱۳۴، تعداد ازاواج النبیﷺ، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

صف پر پڑتے تھے، وہ قطرات پانی کے نہیں تھے، بلکہ داڑھی کو پیشاب میں بھگو کر لاتا تھا، تحقیق ہونے پر اس کی مرمت کی گئی، یہ شیعہ اسلام سے بالکل خارج ہیں[1] ان کا نکاح کسی سنی مرد وعورت سے جائز نہیں[2] یہ مرجائیں تو ان کے جنازہ کی نماز بھی نہیں[3] ایسے شخص کو امام بنانا بھی اپنی نماز کو برباد کرنا ہے[4] ان کے مذہب میں تقیہ ایسی چیز[5] ہے کہ جب چاہیں اپنے آپکو کافر

---

[1] الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر ولوقذف عائشة رضی الله عنها بالزنا کفر بالله ویجب اکفار الرافض فی قولهم برجعه الاموات الی الدنیا وبقولهم ان جبریل غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی ابن ابی طالب رضی الله عنه وهولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین (عالمگیری مختصراً ص: ۲/۲۶۴، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالانبیاء علیهم السلام، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص: ۶/۳۷۸، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین)

[2] ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد، عالمگیری کوئٹه، ص: ۱/۲۸۳، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرک، (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴/۳۷۶، باب نکاح الکافر، مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۷، باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] وشرطها ای شرط جواز الصلاة علیه اسلام المیت فلا تصح علی الکافر لقوله تعالیٰ ولا تصل علی احد منهم مات ابداً التوبة: ۸۴/الخ، مجمع الانهر ص: ۱/۲۶۸، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص: ۱/۲۳۹، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۱۶۱، القسم الثالث، فی بیان من یصلی علیه ومن لا یصلی علیه.

[4] ولا یجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبه الخ (تبیین الحقائق ص: ۱/۱۳۴، باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ص: ۲/۳۰۰، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، حاشیة الشلبی س: ۱/۱۳۴، باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان)

[5] عن ابی جعفر علیه السلام التقیة فی کل ضرورة وصاحبها اعلم بها حین تنزل به، (اصول کافی ص: ۲/۲۱۹، کتاب الایمان والکفر، مطبوعه دارالکتب الاسلامیة تهران، منهاج السنة ص: ۱/۱۵۹، مطلب ان التقیة من اصول دین الرافضة، مطبوعه المکتبة السلفیة لاهور)

کہدیں، جب چاہیں مسلمان، اپنے آپکو شیطان بھی کہہ سکتے ہیں، اور ایسے ہی صحابہ کرامؓ کو بھی شیطان سے تعبیر کرتے ہیں جنکے ایمان پر حضرت نبی اکرم ﷺ نے پورا اطمینان ظاہر فرمایا، ایسے لوگوں کا ذبیحہ بھی درست نہیں[1]، امید ہے کہ آپکے سب سوالات کا جواب آ گیا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۹/۹۹ھ

بارہ امام

سوال:- علماءِ تشیع کا بیان ہے کہ بارہ امام خدا کے مقرر کردہ ہیں اور دوسروں کے امام ہیں جن کا نام امام بندوں نے انتخاب کیا ہے۔ لیکن صرف تین سے کام نہ چل سکنے کی بنا پر ایک اور کو شامل کرلیا۔ اس طرح اماموں کی تعداد چار ہوگئی۔ ہر زمانہ میں امام کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اس لئے تین کو رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں، اور چوتھے کو کرّم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بارہ امام جن کا انتخاب خدا نے کیا ہے وہ صحیح ہیں اور دوسرے غلط ہیں من گڑھت ہیں۔ کربلا کے جنگ کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ یزید نے حسینؓ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ اپنی فہرست سے ۱۲ میں ایک کم کر کے میرا نام درج کرلیں۔ بعد شہادت حسینؓ سکینہ سے بھی یہی مطالبہ کیا گیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا بیان کیا واقعی صداقت پر مبنی ہے۔ اگر نہیں ہے تو قرآن وحدیث سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان علماءِ تشیع سے پوچھ کر قرآن پاک کی وہ آیت لکھیں جس میں بارہ اماموں کو نام بنام

---

[1] ومنها ان يكون مسلما او كتابيا فلا توكل ذبيحة اهل الشرك والمجوسى والوثنى وذبيحة المرتد (بدائع الصنائع زكريا ص: ۴/۱۶۴، كتاب الذبائح والصيود، قبيل ذبائح النصارى، تبيين الحقائق ص: ۶/۲۸۶، كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان)

متعین کیا گیا ہو، اگر حدیث شریف میں ان کے نام حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہوں تو وہ حدیث ان سے دریافت کر کے الفاظِ حدیث مع تعیین کتاب و سندِ حدیث تحریر کریں۔ وہ علماء نہ نصِ قرآنی پیش کرسکیں گے نہ حدیثِ مستند فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ۔[1]

اگر ہم کوئی دعویٰ کریں تو دلیل کا مطالبہ ہم سے کیا جاوے اگر شیعہ دعویٰ کریں تو انسے دلیل کا مطالبہ کیا جاوے، آپکا تحریر کردہ دعویٰ شیعہ کی طرف سے ہے اسکی دلیل کا مطالبہ انسے کیا جائیگا جب وہ دلیل پیش کریں گے تو آگے پھر کسی دوسری بات کا نمبر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

مذہبِ شیعہ اختیار کرنے والے کے ساتھ تعلقات

سوال:- ایک شخص سنی مذہب کا ہے اسنے مذہب شیعہ کا اختیار کیا ہے اور کسی سنی مذہب والے نے اسکے تمام کاروبار آمد و رفت برادرانہ کو قطع نہیں کیا اور ایسی حالت میں دوسرے سنّی مذہب والے کو کیا کرنا چاہئے اور اس شیعہ ہوجانیوالے کے ساتھ کیا برتاؤ برادرانہ کرنا چاہئے۔

(۲) شادی، ختنہ، عقیقہ وغیرہ تقریبات میں اس شیعہ ہونے والے کو بلا سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز اس کے یہاں تقریبات میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱و۲) شیعہ کے مختلف فرقے ہیں۔ جو فرقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا لگاتا ہے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول مانتا ہے یا ان کو نبی آخر الزماں اعتقاد کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق

[1] اقتباس سورۂ بقرہ آیت: ۲۴. **ترجمہ**:- پھر اگر تم یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے۔ (بیان القرآن)

وحی پہنچانے میں غلطی کا معتقد ہے یا قرآن کریم میں تحریف مانتا ہے وہ کافر ہے اس سے تعلقات رکھنا اس کے یہاں کھانا پینا آنا جانا قطعاً ناجائز ہے۔

جو شخص ایسے فرقۂ شیعہ سے تعلق رکھتا ہے اولاً اس کو نرمی سے مسئلہ سمجھا دیا جائے اگر وہ نرمی سے نہ مانے تو اس سے بھی قطع تعلق کر دیا جائے۔ تاکہ وہ تنگ آ کر باز آ جائے۔

لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰہ عنها او انکر صحبة الصدیق رضی اللّٰہ عنه او اعتقد الالوهیة فی علی رضی اللّٰہ عنه او ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی او نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن اھ (شامی[1] ص ۳/۴۵۳) فقط واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف ۹ شعبان ۵۵ھ

شیعہ کے لئے ایصال ثواب

سوال:- زید حافظ قرآن، اور ایک مسجد میں امام ہے اور زید کو ایک شیعہ نے اپنے قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ زید روزمرّہ صبح کو شیعہ قبروں پر ایک پارہ یا کم وبیش پڑھ کر ایصال کرتا ہے۔ چند مسلمانوں نے زید پر اعتراض کیا بوجہ مندرجۂ بالا زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ ابن ابی منافق یہودی کے لئے ایصال ثواب کیا اور شیعہ مذہب پر علماء حنفیہ نے متفقہ فتویٰ کفر نہیں دیا۔ ایسی صورت میں جب کہ وہ مسلمان ہیں یقیناً اس کی مذہب رکاوٹ نہیں کرتا۔ اس تنازعہ میں

---

[1] شامی کراچی ص: ۴/۲۳۷، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۳/۲۹۴، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، باب المرتد، کتاب الجهاد. عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۶۴، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالانبیاء. البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵/۱۲۱، باب احکام المرتدین.

چند مسلمانوں نے زید کے پیچھے نماز جمعہ ادا نہیں کی بلکہ جس مسجد میں آج تک جمعہ نہیں ہوتا تھا اس مسجد میں جدید طریقہ پر جمعہ کرایا حالانکہ شہر میں اور چند مسجدوں میں جمعہ ہوتا تھا اس مسجد کو بھی چھوڑ کر کسی دوسری جامع مسجد میں ادا کر سکتے تھے۔ اندریں حالت دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیعہ پر ایصال ثواب بصورتِ مندرجۂ بالا جائز ہے یا نہیں۔ نیا جمعہ کرانا جب کہ اور مسجدیں موجود تھیں کیسا ہے۔ اگر شیعہ کی قبور پر ایصال ثواب جائز ہے تو اس قسم کا نزاع بین المسلمین پیدا کرنے والے اشخاص کس حکم میں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انکے عقائد دریافت کر لئے جائیں اگر وہ شیعہ عقیدۂ کفریہ رکھتے تھے تو ان کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرنا حرام ہے[1] اس صورت میں اگر باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہو تو اس کو امام بنانا چاہئے۔ زید کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے،[2] اور عبداللہ ابن ابی کے واقعہ سے زید کا استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ جب حضور ﷺ نے اس کیلئے دعا کی اور جنازہ کی نماز پڑھی تو ممانعت کی آیت نازل ہوئی۔ تفسیر مظہری میں پورا واقعہ نقل کر کے لکھا ہے۔

فصلی علیه فانزل اللّٰه تعالیٰ لَا تُصَلِّ المراد بالصلوٰة الدعاء والاستغفار للمیت فیشتمل صلوٰة الجنازة ایضاً لانها مشتملة علی الدعاء والاستغفار عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَداً .(تفسیر مظهری[3] سورۂ توبه ص ۷۱)

---

[1] ولا یجوز الدعاء للمشرکین بالمغفرة طحطاوی مصری ص: ۲۲۰، فصل فی بیان سننها الحق حرمة الدعا بالمغفرة للکافر شامی کراچی ص: ۵۲۲، ج ۱. باب صفة الصلاة. البحرالرائق ص ۳۳۰/۱، طبع کوئٹه، فصل اذا اراد الدخول فی الصلاة الخ.

[2] ویکره امامة عبدواعرابی وفاسق (در مختار) ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (شامی بیروت ص ۵۶۰/۱، باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

[3] تفسیر مظهری ص: ۲۷۶/۴، سورۂ توبه تحت آیت: ۸۴، مطبوعه ندوة المصنفین.

ایک شہر میں جمعہ اگر چہ متعدد جگہ جائز ہے[۱] لیکن تقلیل جمعہ شرعاً مطلوب ہے اسلئے زید کا علیحدہ کرنا دشوار ہو تو کسی دوسری مسجد میں جہاں پہلے سے جمعہ ہوتا ہو پڑھ لیا جائے مستقل جمعہ قائم کرنا مصالح جمعہ کو فوت کرتا ہے۔[۲]

اگر وہ شیعہ عقائد کفریہ نہیں رکھتے تو ان کیلئے ایصال ثواب کرنا درست ہے۔[۳] اس صورت میں زید کو امام بنانا جائز ہے اور جھگڑا کرنا منع ہے اور موجب فتنہ ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اجرت لے کر ایصال ثواب کرنا گناہ ہے،[۴] اس سے بھی رکنا ضروری ہے اگر زید اس کو ترک نہ کرے تب بھی اس کی امامت مکروہ ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۱۹۶۸ء

شیعہ کو ایصال ثواب

سوال:-سنی بیوی کو شیعہ خاوند کے لئے دعاء مغفرت یا ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟ اور سنی کو شیعہ کے لئے عام طور سے ایصال ثواب کا کیا حکم ہے۔

---

۱ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة (الدرالمختار مع ردالمحتار نعمانیه ص ۱/۵۴۱، شامی بیروت و کراچی ص: ۲/۱۴۴، باب الجمعة. مطلب فی جواز استنابة الخطیب.

۲ معارف الحدیث ص ۳/۳۷۶، جمعه وعیدین، الفرقان بکڈپو لکھنؤ مصنفه مولانا منظور نعمانیؒ.

۳ ویجوز الدعاء بالمغفرة لجمیع المومنین جمیع ذنوبهم (طحطاوی ص ۲۲۰، فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصری، البحرالرائق ص ۱/۳۳۰، باب صفة الصلاة، فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ، مکتبه ماجدیه کوئٹه)

۴ ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لا یجوز (شامی نعمانیه ص: ۳۵، ج: ۵، شامی بیروت ص ۶/۵۶، کتاب الاجارة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة الخ)

۵ ویکره امامة .....فاسق (الدر مع الرد کراچی ص ۱/۵۶۰، باب الامامة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کے عقائد کفریہ نہیں جیسا کہ بعض فرقوں کے ہیں[۱] تو دعاء مغفرت درست ہے[۲]۔ اس میں شوہر اور غیر سب برابر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

شیعوں کے سلام کا جواب

سوال:- شیعہ وغیرہ اگر اہل السنّت والجماعت کو السلام علیکم کریں تو جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شیعہ فاسق ہیں کافر نہیں ہیں انکے سلام کا جواب شریعت کے مطابق وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[۳] دینا چاہئے اور جو شیعہ کافر ہیں انکے جواب میں صرف وعلیکم کہدینا چاہئے[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافروان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع (شامی بیروت ص۲۳۷/۴، باب المرتد، مطلب فی حکم سب الشیخینؓ، شامی نعمانیه دیوبند ص۲۹۳/۳،

۲ ولا یجوز الدعاء للمشرکین بالمغفرة ویجوز الدعاء بالمغفرة لجمیع المومنین جمیع ذنوبهم (طحطاوی ص۲۲۰، فصل فی بیان سننها، البحر الرائق ص۳۳۰/۱، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ، مکتبه ماجدیه کوئٹه)

۳ واختلف فی السلام علی الفساق فی الاصح انه لا یبدأ بالسلام الخ، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فاسق سے ابتدا بالسلام مکروہ ہے البتہ اگر وہ سلام کرے تو اس کا جواب دینا چاہئے۔

۴ ولا بأس برد السلام علی اهل الذمة ولکن لا یزاد علی قوله وعلیکم (فتاویٰ عالمگیری ص۳۲۵/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شامی کراچی ص۴۱۳/۶، فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة)

تطہیر اہل بیت

سوال:- آیت تطہیر کے مصداق ومخاطب حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین، ہیں یا نہیں اھ صرف ازواج پاک کو اہل بیت قرآنی کہنا اوران حضرات کو اہل بیت قرآنی نہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً[1] میں اہل بیت کا مصداق ازواج النبی ﷺ ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نزلت فی نساء النبی ﷺ خاصّۃ اھ درمنثور[2] البتہ حدیث سے ان دیگر حضرات کا بھی اہل بیت ہونا ثابت ہے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْراً الحدیث[3]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۃ الاحزاب الآیۃ: ۳۳، **ترجمہ**:- اوراللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والوتم سے آلودگی کو دور رکھے اورتم کو پاک صاف رکھے (بیان القرآن)

[2] تفسیر در منثور ص ۶۰۳/۶، سورۃ احزاب تحت آیت: ۳۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[3] عن عمر بن ابی سلمۃ ربیب النبی ﷺ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ علی النبی ﷺ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فی بیت ام سلمۃ فدعا فاطمۃ وحسنا و حسیناً فجلّلھم بکساءٍ و علی خلف ظھرہ فجللہ بکساء ثم قال اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً قالت ام سلمۃ وانا معھم یا نبی اللہ قال انت علی مکانکِ وانت علی خیر. (ترمذی شریف ص ۱۵۶/ج۲، سورۃ احزاب، ابواب التفسیر، مکتبہ اشرفیہ دیوبند، مسلم شریف ص ۲۸۳/ج۲، کتاب الفضائل، باب فضائل الحسن والحسین، مطبوعہ ادارۃ الرشید دیوبند، الدرالمنثور ص ۶۰۴/ج۶، سورہ احزاب تحت آیت ۳۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

ترجمہ:- اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے آلودگی کو دور فرما اوران کو پاک صاف فرما۔

پنجتن پاک کا مصداق

سوال:-حضور اقدس ﷺ حضرت علی فاطمہ، حسن، حسین کو شامل کر کے پنجتن پاک کہنا صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پنجتن کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان سب کا مقام و درجہ متحد ہے تو یہ غلط ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت حسینؓ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی

سوال:-ایک سنی المذہب نے ایک ایسی مجلس میں جس میں شیعوں کے خواص وعوام شریک وسامع تھے۔اپنی تقریر کے دوران نہایت شد ومد سے کہا کہ ''حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی ورنہ اسلام غیر مکمل رہتا اور یہ بھی کہا کہ جو مسلمان واقعۂ شہادت حضرت امام حسینؓ پر نہ روئے وہ شقیٔ ازلی ہے۔''

تقریر کے بعد اسکو سمجھایا تب بھی اسنے یہی کہا کہ میرا عقیدہ یہی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہیکہ اس شخص کا کیا حکم ہے اور اگر وہ علمائے اسلام کے فتویٰ کی پرواہ نہ کرے تو ایسے شخص

---

[1] ولا یبلغ ولی درجة الانبیاء لان الانبیاء معصومون مأمون عن خوف الخاتمة مکرمون بالوحی ومشاهدة الملک مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء فما نقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلال الخ، شرح عقائد ص:۱۶۴، مبحث لایبلغ ولی درجة الانبیاء، مطبوعه تهانوی دیوبند، شرح فقه اکبر ص:۱۴۸، الولی لایبلغ درجة النبیؐ، مطبوعه مجتبائی دهلی. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (دائره معارف اسلامیه ص ۵/۶۹۵، مطبوعه دانش گاه پنجاب.

سے حنفی المذہب اہل سنت والجماعت مسلمانوں کو تعلقات قائم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات دنیوی ہی میں دین اسلام کی تکمیل کردی گئی تھی یعنی ایسی دینی بات کوئی باقی نہیں رہی تھی جسکو خود یا اسکی اصل اور بنیاد کو بیان نہ کردیا گیا ہو۔ جیسا کہ نص قرآن اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ[1] اسپر شاہد ہے اور احادیث کثیرہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے[2]، لہٰذا زید کا یہ عقیدہ اہل حق کے سراسر خلاف ہے اور اگر اس شہادت سے اسلام کی تکمیل ہی ہوئی ہے تو پھر اسپر رونے کی کیا ضرورت ہے یہ تو بڑی مسرت کی بات ہے تمام عالم کو اس پر خوش ہونا چاہئے کیوں کہ اگر شہادت نہ ہوتی تو خدانخواستہ اسلام کی تکمیل نہ ہوتی غیر مکمل رہ جاتا تو یہ شہادت جملہ اہل اسلام کیلئے باعث رحمت ہے۔

ایسے لوگوں سے تعلقات درست نہیں جن کے عقائد اس قدر خطرناک ہوں اگر اپنے عقائد سے ایسا شخص باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات قطع کردئے جائیں۔[3]

رونا اختیاری فعل نہیں۔ اگر قلب میں درد وغم ہے تو رونا آتا ہے ورنہ نہیں اور حضور اکرم ﷺ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے وہ دنیا سے رخصت ہوجائے اسپر نہ رونا تو شقاوت ازلی نہ ہو اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر نہ رونا شقاوت ازلی ہو۔ یہ عجیب بات ہے

---

[1] (سورۃ المائدہ الآیۃ ۳)

ترجمہ:- آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا۔ (بیان القرآن)

[2] اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس قال اخبر الله نبیه والمومنین انه قد اکمل لهم الایمان لا تحتاجون الی زیادة ابداً وقد اتمه فلا ینقص ابداً (الدرالمنثور ص:۳/۱۷، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر ص:۲/۲۰، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، تفسیر طبری ص:۴/۷۹، الجزء السادس، سورۂ مائده تحت آیت:۳، مطبوعه درالفکر بیروت.

[3] وانها دالة علی هجران اهل الکفر والمعاصی من اهل البدع وغیرهم (تفسیر قرطبی ص۵/۹۵، سورۂ هود، تحت آیت:۱۱۳، مطبوعه دارالفکر بیروت، المفهم ص۷/۹۸، کتاب الرقاق)

خود بخود کسی کو اگر رونا آوے اور آنسو جاری ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں[۱]، لیکن بالقصد رونا اور اس طرح کہ گریبان چاک کیا جاوے سینہ اور منہ کو پیٹا جاوے مرثیئے پڑھے جائیں جیسا کہ روافض اور اہل تشیع کا شیوہ ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں سخت گناہ ہے۔[۲] اس پر وعید بھی آئی ہے۔[۳]

بہر حال ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کر لینا چاہئے[۴]، کیوں کہ یہ عقائد روافض کے ہیں۔ اگر علمائے حق کے فتویٰ کو نہیں مانتا تو یہ گنہ گار ہے اور اسکی تکفیر اور توہین کرتا ہے تو کفر ہے۔

رجل عرض علیه خصمه فتویٰ الائمة فردها وقال چه بار نامۂ فتویٰ آوردۂ، قیل یکفر لانه رد حکم الشرع و کذا لو لم یقل شیئاً لکن القی الفتویٰ علی الارض وقال این

---

۱ والبکاء مع رقة القلب لا بأس به (هندیه ۱۶۷ / ۱، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، قبیل الفصل السابع، مطبوعه پاکستان)

۲ واما النوح العالی فلا یجوز.....واما تسوید الخدود والایدی وشق الجیوب وخدش الوجوه ونشر الشعور فمن رسوم الجاهلیة والباطل والغرور کذا فی المضمرات (هندیة ص۱۶۷ / ۱، کتاب الصلا ة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، قبیل الفصل السابع، مطبوعه پاکستان)

۳ فی حدیث ابی مالک الاشعری مَرْفُوعاً اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَاتُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قِطْرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرْبٍ رواه مسلم وفی حدیث عبدالله بن مسعود مرفوعاً لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوبَ وَدَعا بِدَعْویٰ الْجَاهِلِیَةِ متفق علیه (مشکوٰة ص ۱۵۰، کتاب الجنائز، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:-نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے اوپر گندھک اور خارش کا کرتا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو پیٹے، گریباں پھاڑے، اور جاہلیت کی طرح پکار پکار کر روئے۔

۴ ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (عالمگیری ص: ۲/۲۸۳، قبیل الباب العاشر فی البغاة، شامی زکریا ص: ۶/۳۹۰، باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل اذا ارتد، مجمع الانهر ص: ۲/۵۱۰، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

چہ شرع است کفر (عالمگیری[1] ص ۲/۸۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ۔ مدرسہ مظاہر علوم ۲/صفر ۵۳ھ

اگر حضرت حسین کی شہادت نہ ہوتی تو کیا قرآن وحدیث مٹ جاتے؟

سوال:- پیر صاحب ہی کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت نہ ہوتی تو قرآن اور حدیث مٹ جاتے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ غلط ہے کہ ان کی شہادت نہ ہوتی تو قرآن وحدیث مٹ جاتے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر حضرت حسین کی شہادت نہ ہوتی تو کیا اسلام مٹ جاتا

سوال:- کیا یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت نہ ہوتی تو اسلام ہی مٹ جاتا؟ اسلام کو حضرت حسینؓ نے زندہ کیا، گویا وہ توحید کی بنیاد ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

---

[1] (فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۲۷۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین)

[2] انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (سورة الحجر آية: ۹)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی غلط ہے کہ ان کی شہادت نہ ہوتی تو اسلام ہی مٹ جاتا۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت علی کی بیعت حضرت ابوبکرؓ سے

سوال:- حضرت علی نے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکرؓ سے مسجد میں بیعت کی تھی اور فرمایا تھا کہ خلیفہ اول بننے کے مستحق آپ ہیں اور تصدیق کی کہ حضرت ابوبکرؓ حق پر تھے جو فدک کی آمدنی مجھ کو نہ دی اور وراثت نہ دی مجھ کو حضرت ابوبکرؓ سے کوئی رنج نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کچھ عرصہ بعد جو مسجد میں بیعت کی تھی یہ دوبارہ علی الاعلان بیعت کی تھی تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ رہے کہ انہوں نے بیعت نہیں کی[۲] ورنہ اولاً اس سے عرصہ پہلے سے بیعت کر چکے تھے[۳]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لا تقوم الساعة الا وطائفة من امتی ظاهرون علی الناس لا یبالون من خذلهم ولا من نصرهم (ابن ماجه ص: ۳/ ۱، باب اتباع سنة رسول اللهﷺ، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ:- قیامت قائم نہیں ہوگی مگر میری امت میں سے ایک جماعت لوگوں پر غالب رہے گی، وہ نہ ان لوگوں کی پرواہ کریں گے جو ان کو ذلیل کریں نہ ان لوگوں کی جو ان کی مدد کریں۔

[۲] انه بایعه بیعة ثانیة مؤکدة للاولیٰ لازالة ماکان وقع بسبب المیراث (فتح الباری ص ۸/۲۸۰، باب غزوة خیبر، مطبع بیروت، قسطلانی ص ۹/۲۸۷، باب غزوۂ خیبر، مطبوعه دارالفکر بیروت. البدایه والنهایه ص: ۳/۲۹۵، الجزء السادس، خلافة ابی بکر الصدیقؓ، مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه) (حاشیہ نمبر: ۳/ اگلے صفحہ پر)

حضرت عمرؓ کا دخترِ علیؓ سے نکاح

سوال:- ایک اہل تشیع نے کہا تھا کہ حضرت سیدنا عمرؓ نے پانچ سال کی لڑکی سے نکاح کیا تھا، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ لڑکی کون تھی اور صرف نکاح کیا تھا یا ہمبستری بھی جب ہی کر لی تھی تو ثبوت دیا جائے۔ اگر ہمبستری جب نہیں کی تھی بلکہ بعد بلوغ کی تھی تو یہ کونسا جرم ہے جب کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا تو اس وقت انکی عمر چھ سال کی تھی۔ مگر ہمبستری اس وقت نہیں کی بلکہ بعد بلوغ کی ہے۔[۱] اگر حضرت عمرؓ پر اعتراض ہے تو یہ لوگ حضور ﷺ کے متعلق کیا کہیں گے! نیز جس لڑکی سے نکاح کیا تھا وہ خود تو اپنا عقد شرعاً (نابالغہ ہونے کی وجہ سے) کر نہیں سکتی تھی۔ لامحالہ اس کے ولی نے کیا ہوگا تو یہ اعتراض ولی پر ہوگا۔ اس اہل تشیع سے دریافت کیجئے کہ اس لڑکی کا ولی کون تھا۔ تب اسکو معلوم ہوگا کہ اعتراض کہاں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] من حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ ان علیاً بایع ابا بکر فی اول الامر (فتح الباری ص ۸/۲۷۹، غزوہ خیبر مطبع بیروت) قسطلانی ص۹/۲۸۷. باب غزوۂ خیبر، مطبوعہ دارالفکر بیروت. البدایہ والنہایہ ص: ۲۹۴-۲۹۵/۳، الجزء السادس، خلافۃ ابی بکر الصدیقؓ، مطبوعہ مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عَنْ عَائِشَةَ قَالَ تَزَوَّجَنِیْ النَّبِیُّ ﷺ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنِ وَبَنٰی بِیْ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعٍ (مسلم ص ۱/۴۵۶، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرۃ، کتبخانہ رشیدیہ دھلی، بخاری شریف ص: ۲/۷۷۱، کتاب النکاح، باب تزویج الاب ابنتہ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا جب کہ میں چھ برس کی تھی اور مجھ سے رخصتی فرمائی جب کہ میں ۹ رنو برس کی تھی۔

تک پہونچتا ہے اور اس ولی پر اعتراض کرنے کو تیار ہے یا نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

باغ فدک کے مطالبہ پر ناراضگی

سوال:- حضرت بی بی فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے باغ فدک کی آمدنی نہ ملنے سے ناراض ہوجانا اور رحلت سے قبل حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو و میل ملاپ ہوا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تحفۂ اثناعشریہ[۲] اور فتاویٰ عزیزی[۳] میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ پھر آپس کی صفائی ہوگئی تھی اور بی بی فاطمہؓ نے فرمادیا تھا کہ میں اب (اس حدیث کو سن کر جس میں ہے کہ انبیاء کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے) آپ سے ناراض نہیں ہوں۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب ''محجاج السالکین'' میں یہ موجود ہے[۴]۔

---

[۱] فائدہ! راجع "تزویج علی بن ابی طالب ابنته ام کلثوم بعمر ابن الخطاب رضی الله عنهم (حیاة الصحابة ص ۲/۶۷۰، تزویج علی ابن طالب ابنته الخ، مطبوعه ادارۂ اشاعت دینیات نظام الدین دهلی، والاصابة ص ۴/۴۹۲. ام کلثوم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] اور امامیہ میں سے صاحب محجاج السالکین اور دوسرے یوں روایت کرتے ہیں ان ابا بکر لما رأی ان فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عنده فاراد استرضائها فاتاها ..... فقالت اللهم اشهد فرضیت بذلک (ملخصاً تحفۂ اثنا عشریه ص:۸۷، باب نهم در مطا عن خلفاء وغیرهم، طعن سیزدهم، مطبوعه مصطفائی)

[۳] فتاوی عزیزی ص ۱۳۴/ج ۱، رفع شبهات، مقدمه باغ فدک، مطبوعه رحیمیه دیوبند

[۴] صاحب محجاج السالکین وغیر او از علماء ایشاں روایت کردہ اند "ان ابابکر الخ" (محجاج السالکین بحواله فتاویٰ عزیزی ص ۱۳۴/۱، فارسی، رفع شبهات، مقدمه باغ فدک، کتب خانه رحیمیه دیوبند)

بخاری شریف وغیرہ میں جو مذکور ہے کہ پھر کلام نہیں کیا یہاں تک کہ وفات ہوگئی[۱] اسکے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس معاملہ میں کلام نہیں کیا[۲] دوسرا یہ کہ حضرت ابوبکر ان کے محرم نہیں ہیں۔ نیز مکان بھی متصل نہیں تھا (کیوں کہ حضرت ابوبکر عوالی میں رہتے تھے) پھر نامحرم اور غیر پڑوسی سے کلام کرنے کی کیا ضرورت تھی تو کلام نہ کرنا اصل ہوا صرف ایک مرتبہ بضرورت کلام کیا تھا۔ پھر کبھی کلام کی نوبت نہیں آئی۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

باغِ فدک

سوال:- باغِ فدک کیا تھا؟ اس پر کس کا حق تھا؟ اسکو کس نے غصب کیا؟ ذرا انصاف سے بتایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

باغِ فدک کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ یہ باغ تھا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے اہلِ بیت اور

---

۱ راجع حدیث عائشة رضی اللہ عنها "فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ (بخاری شریف ص ۲/۶۰۹، باب غزوة خیبر، اشرفی بکڈپو دیوبند)

۲ معنی قول فاطمة لابی بکر وعمر لا اکلمکما ای فی هذاالمیراث (فتح الباری ص ۶/۳۲۲، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، مطبع بیروت. ارشاد الساری ص ۷/۹، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۳ انما کانت هجرتها انقباضاً عن لقائه والاجتماع به ولیس ذلک من الهجران المحرم (فتح الباری ص ۶/۳۲۳، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، مطبع بیروت. ارشاد الساری ص ۷/۹، مطبوعه دارالفکر بیروت. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرت مصطفیٰ ص ۳/۲۴۲، باغ فدک کی حقیقت، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند۔

ازواجِ مطہّرات کے نفقات اس سے پورے کئے جاتے تھے[1]۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کے متولّی ہوئے اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے نائب اور خلیفہ برحق ہونے کی حیثیت سے آپ کی ہی طرح اس کی آمدنی خرچ کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی یہی عمل کیا۔ البتہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو منتظم تجویز فرمادیا تھا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت فاطمہؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے ناخوشی

سوال:- صحیح بخاری "بابُ فضیلة فاطمة" میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی منکر تھیں۔ جب تک زندہ رہیں ان سے باتیں نہیں کیں اس لئے کہ ان لوگوں نے مجھے بہت اذیت دی ہے۔ وفات کے قریب حضرت سیّدہؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے جنازہ پر نہ آئیں بلکہ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ رات کی تاریکی میں حضرت علیؓ نے جنّۃ البقیع میں دفن کیا۔ اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صحیح بخاری شریف میں اس طرح نہیں ہے۔ جس نے یہ کہا ہے اس نے بہتان باندھا ورنہ وہ صحیح بخاری شریف کی اصل عبارت پیش کرے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند.....الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفْقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَاالْمَالِ (بخاری ص ۴۳۶/۱، باب فرض الخمس، اشرفی بکڈپو دیوبند)

[2] ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ ﷺ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَهَا اَبُوبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .....ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيَّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ.....فَقُلْتُمَا اِدْفَعْهَا اِلَيْنَا فَبِذَالِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا (بخاری ص ۴۳۶/۱، باب فرض الخمس، اشرفی بکڈپو دیوبند، زاد المعاد ص۷۷/۵، طلب فاطمه میراثها، طبع بیروت. **(حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر)**

تعزیہ کی شرکت

سوال: -تعزیہ کے جلوس میں شامل ہوکر باجہ سننا، چڑھاوا چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالکل ناجائز ہے شرک کے قریب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۰ھ

تعزیہ وعلم

سوال: -ماہ محرم میں تعزیہ مع علم کے نکالنا، اوراس کے ساتھ مرثیہ پڑھنا، نیز جلوس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ **تنبیہ**:- بخاری شریف میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انکارِ خلافت، اظہارِ اذیت اور ممانعتِ نماز جنازہ کی کوئی روایت نہیں ہے بلکہ باب فضیلۃ فاطمہ بھی نہیں ہے البتہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ ومنقبۃ فاطمۃ بنت النبی ﷺ ہے اوراس میں مطالبہ فدک وخمس خیبر وغیرہ کی روایت ہے اورابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس کے متعلق وضاحت ہے۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف ص ۵۲۶ ج ۱ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ طبع مکتبہ اشرفی دیوبند

باغ فدک سے متعلق شبہات وجواب کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو منهاج السنة النبوية ص ۳/۱۳۰، وص ۳/۱۳۷،

تحفه اثنا عشريه ص ۴۳۲، طعن دوازدهم، باب دهم مطاعن صحابه، مكتبه مجاهد ملت ديوبند، سيرت المصطفىٰ ص ۳/۲۴۲، باغ فدک کی حقیقت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ تعزیہ داری ہمچو مبتدعان میکنند بدعت است وہمچنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است الی قولہ دران مجلس بہ نیت زیارت وگریہ وزاری حاضری شدن ہم جائز نیست۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۷۵،۷۶، تعزیہ داری درمحرم الخ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، مجالس الابرار، المجلس السابع والثلثون ص ۲۵۳)

کے ساتھ شریک ہونا اور نذر حسین کی سبیل نکالنا، اس کا پینا اور پلانا اور اس کو ثواب سمجھنا یہ سب افعال جائز ہیں، یا ناجائز ہیں، جواب بحوالہ کتاب وسنت تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جملہ امور بدعت وناجائز ہیں اور روافض کا شعار ہیں ان میں شرکت ناجائز ہے[1]۔ البتہ ایصال ثواب بلاتقیید مخترعہ کے درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اورنگ زیب اور تعزیہ داری

سوال:- (۱) کیا حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہی تعزیہ داری ہوئی ہے، اگر ہوئی ہے تو انہوں نے اس کو بند کیوں نہیں کیا، اور تعزیہ داری کہاں سے شروع ہوئی اس کی ایجاد کس نے کی؟

(۲) زید کہتا ہے کہ علماء دیوبند قبروں پر مرقد اور گنبد بنانے کو منع کرتے ہیں، اگر منع ہے تو حضرت رسول مقبول ﷺ کی قبر مبارک پر گنبد کیوں بنا ہوا ہے؟ اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ مثلاً حضرت غوث اعظم، حضرت عبد القادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت نظام الدین رحمہم اللہ وغیرہ کی قبروں پر بھی گنبد بنے ہوئے ہیں، اور یہ شہنشاہان اسلام کے زمانہ میں بنائے گئے ہیں مفصل تحریر کریں؟

---

[1] تعزیہ داری ہمچو مبتدعان میکنند بدعت است وہمچنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است (فتاویٰ عزیزیہ ص ۷۵، تعزیہ داری در محرم الخ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[2] ملاحظہ ہو زیلعی ص ۸۳، ج ۲، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ ملتان، البحر الرائق ص ۳/۵۹، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عالمگیری تصنیف کرائی اوراس کے لئے پانچ سوعلماء کومنتخب کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوبھی ان میں شریک کیا اس کتاب میں روافض کی شدید تردید کی گئی ہے، اوران پرسخت حکم لگایا گیا ہے، جیسا کہ کتاب السیر میں موجود ہے[۱]، جہاں تک یاد پڑتا ہے ساتویں صدی ہجری میں بعض شیعہ بادشاہوں سے تعزیہ داری شروع ہوئی ہے[۲]۔

(۲) قبروں پرتعمیر (روضۂ اقدس ﷺ پراورمزارات اولیاء پرگنبد وغیرہ کوحضرت رسول مقبول ﷺ نے خودہی منع فرمایا ہے، اپنے مزارمبارک پربھی بنانے کاحکم نہیں دیا، جس نے بنایا خلاف حدیث شریف بنایا اس کا ذمہ داروہ ہے حدیث پاک کے خلاف کرنے سے اس کوسراہا نہیں جائیگا، اوراس کے عمل کی وجہ سے حدیث شریف کوترک نہیں کیا جائے گا، (البتہ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی) اتباع کے لئے حدیث شریف ہے نہ کہ عمل، اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قبور پرگنبد بنانے کے لئے نہیں فرمایا اورفرماتے بھی کیسے جبکہ حدیث پاک میں ممانعت ہے بعد والوں نے جوکچھ کیا اس کی ذمہ داری اولیاء کرام پرنہیں

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یجصص القبرو ان یبنی

---

[۱] ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال الالۂ الیٰ الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی أن یخرج الامام الباطن وبقولھم أن جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الیٰ محمد ﷺ دون علی بن ابی طالبؓ وھو لاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین . عالمگیری، ص ۲۶۴/۲/(مطبوعہ کویٹہ) کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین.

[۲] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: اردو دائر معارف اسلامیہ ص ۴۵۵/۶، تعزیہ، مطبوعہ لاھور،

علیہ او یقعد علیہ"[1] الحدیث لمسلم واصحاب السنن الخ، جمع الفوائد ص ۲۰۶/۱، مطبوعہ مکہ مکرمہ.[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۸ھ

کیا تعزیہ نہ بنانے سے رسول اللہ ﷺ کا انکار لازم آتا ہے؟

سوال:- (۱) بستی کے لوگ کہتے ہیں کہ جو تعزیہ نہیں بناتا اور اسے نہیں مانتا وہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتا، کیا تعزیہ کے نہ بنانے سے رسول اللہ ﷺ کا انکار لازم آتا ہے؟

(۲) ایسے حالات میں ہمیں کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ لوگ غلط کہتے ہیں، یہ ان کو شیطان نے سکھایا ہے۔[3]

(۲) پرواہ نہ کیجئے حق پر قائم رہئے، البتہ ان لوگوں کی اصلاح کی فکر ضرور کرتے رہئے علمائے دین کا وعظ کرائیے، انفرادی طور پر ان کو سمجھائیے، دوسری جگہ اہل حق کے پاس وعظ

---

[1] **ترجمہ:-** رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے، یا اسپر تعمیر کی جائے یا اسپر بیٹھا جائے۔

[2] جمع الفوائد ص ۲۰۶/۱، کتاب الجنائز، تشیع الجنائز وحملها ودفنها، رقم الحدیث (۲۶۱۳) مطبوعہ مکہ مکرمہ،

[3] البدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها وفاعلها فیه بصاحب الشریعة واماثلها المتقدمة واصولها المتقنة (المفردات ص۳۷، مطبوعہ مصری وراجع رد المحتار ص۳۷۷، ج ۱، نعمانیه، شامی بیروت ص ۱۶۰/۱، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۹/۱، باب الامامة، تعزیه داری که همچو مبتدعان میکنند بدعت است الخ، (فتاوی عزیزی ص ۷۵/۱)

ترجمہ:- تعزیہ داری کہ جس طرح بدعتی لوگ کرتے ہیں بدعت ہے۔

میں لیجائیے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائیں گے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تعزیہ شعائر اسلام میں سے ہے؟

سوال:- معلوم باید کہ رسم تعزیہ داری اگر چہ حرام است لیکن در ہندوستان ایں رسم شرعی صورت گرفتہ است کہ ہنود ایں را شعائر اسلامیاں فہمیدہ بودند از بغض باطن گاہے عملاً باقناع آں سعی می کنند، وجائیکہ موقع غنیمت می شمرند ومسلمان راضعیف می یابند بنائے فساد پیدا می کنند واگر قدرت نمی یابند در خاطر خود ایں را خاصہ مسلمان دانستہ مبغوض می دارند، پس جائیکہ ایں رسم قبیح بزمانۂ قدیم رائج است برائے تعزیہ او در شرع شریف گنجائش ہست یا نیست؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رسم تعزیہ از شعار اسلام شمردن جہالت وضلالت است، اور اہیچ تعلق با اسلام نیست ہر کہ غور وتدبر را بکار برد ہویدا خواہد شد کہ ایں رسم برائے اسلام وشہدائے اسلام چہ ننگ وعار است وطریقہ دشمنان اہل بیت است کہ بر مصائب ووفات ایشاں طاشہ وطبل در بر گرفتہ وعلم بردست نہادہ وتعزیہ بر دوش گرفتہ کوچہ کوچہ نوحہ کناں گشت می کنند وبرنگ غم شادی می نمایند، از اینہا کدام حرکت است کہ بر آں در حدیث زجر وتوبیخ وارد نہ شدہ[2]، از علمائے اسلام باید پرسید کہ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة قال القرطبی تحت هذه الآیة وامره ان یدعوا الی دین الله وشرعه بتلطف ولین دون مخاشنة وتعنیف الخ، احکام القرآن للقرطبی ص ۵/۱۸۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، سورۂ نحل آیت: ۱۲۵،

[2] عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی اَبِی مُوْسٰی فَاَقْبَلَتْ اِمْرَأَتَهٗ اُمِّ عَبْدِ اللّٰه تَصِیْحُ بِرِنَّةٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِی وَکَانَ یُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰه صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ. متفق علیه، (مشکوة شریف ص ۱/۱۵۰، باب البکاء علی المیت الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، (ترجمہ حدیث ہذا اگلے صفحہ پر)

گر اشعار اسلام گویند دیگر اقوام اگر ایں حرکات را شعار اسلام تصور نمایند ازیں تصور باطل ایں جہالت وضلالت را اسلام گردانیدن کجا رواست، حضرت شاہ ولی اللہ وپسر وجانشین ایشاں حضرت شاہ عبدالعزیز رد بلیغ نمودند فتاویٰ عزیزی[1] وتحفۂ اثنا عشریہ[2] مطالعہ باید نمود، چوں در ہند وستان بادشاہ ہمایوں شکست خوردہ راہ فرار گرفت ودر ایراں رسید وبعد ازاں بمدد اہل ایران باز حملہ آورد وظفر یافت ایرانیاں دخل عظیم یافتند وہمہ مراسم شیعت را رفتہ رفتہ رواج دادند ازاں وقت ایں بلاء اینجا شیوع یافت علماء دراں زماں رد بلیغ نمودند وچوں نوبت باکبر رسید شیعہ سعی نمودند کہ دین اسلام را بکلی مسخ نمایند ودین اکبری نام نہادہ رواج دہند، خدائے پاک حضرت مجدد الف ثانیؒ را پیدا فرمود برائے قلع این شجر خبیث قائم فرمود، مکتوباتِ ایشان از دلائل بر بطلان این حرکات پراند[3] جائیکہ ہیچ از شعار اسلام باقی نباشد ومسلمان آنجا اذان، نماز، جماعت را ترک نمودن واز دیں کلیتًا جاہل اند وبجز تعزیہ ہیچ چیز ندانند، ودیگر ساکنان آنجا نیز در مسلم وغیر مسلم فرق بنا بر تعزیہ نمایند، در آنجا اگر اختلاف وجنگ مابین بر تعزیہ واقع شود وعلماء برآں سکوت کنند وگویند اینجا جنگ کفر واسلام است وتعزیہ را در کار ساختہ شد ممکن کہ گنجائش باشد وبراعانت اہل اسلام عوام را برانگیختہ شدہ باشد، وبس، بیش ازیں نیست خواہ مقابل مہابیری جھنڈا باشد خواہ غیر اگر بر مسلمان وکافر مسئلہ را واضح نمودہ شود کہ این شعار اسلام نیست بلکہ خلاف اسلام است ازیں روز ایں را دور باید کرد، کار آساں شود نیز غور باید کرد کہ چیز ہائے کہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترجمہ:- حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پر بیہوشی طاری ہوگئی، ان کی بیوی ام عبداللہ چلاّ کر رونے لگی، جب ان کو افاقہ ہوا، فرمایا کیا تجھ کو معلوم نہیں اور حدیث بیان کرنے لگے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے میں اس شخص سے بری ہوں جو سر منڈائے، اور چلا کر روئے، اور کپڑے پھاڑے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ص ۷۵/ص ۱۴۴/۱، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند،

[2] پوری کتاب تحفۂ اثنا عشریہ ہی شیعوں کے رد میں ہے، اس لئے مکمل کتاب ہی قابل مطالعہ ہے۔

[3] مکتوبات امام ربانی ص ۵۰/ ج ۲/ مکتوب سی وششم.

واقعتاً شعار اسلام اندیک یک بند کردہ شدند وروزانہ بند می شوند، واین سلسلہ را اختتامے نیست برآن حمیت مسلمانان درجوش نمی آید وخاموش شدہ بہ زبان ہم تذکرہ نمی نمایند کہ مبادا آتش فتنہ سرزند بر باطل چناں سرفروش می شوند[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **ترجمہ سوال**:-معلوم ہونا چاہئے کہ تعزیہ داری اگرچہ حرام ہے لیکن ہندوستان میں اس رسم نے شرعی صورت اختیار کرلی ہے، کہ ہندو اس کو اسلام کا شعار سمجھتے ہیں، باطنی بغض کی وجہ سے کبھی اس کو عملاً ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ جہاں موقع غنیمت دیکھتے ہیں، تو مسلمانوں کو کمزور پاکر فساد پھیلاتے ہیں، اور اگر اس کی قدرت نہیں رکھتے ہیں تو اس کو مسلمانوں کی خصوصیت سمجھ کر دل میں مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں، لہٰذا جس جگہ تعزیہ کی یہ قبیح رسم قدیم زمانہ سے رائج ہے شریعت میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب:-تعزیہ کی رسم کو شعار اسلام سے شمار کرنا جہالت وگمراہی ہے اسلام سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے، جو شخص غور وفکر سے کام لیگا، اس کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوجائے گی کہ اسلام اور شہداء اسلام کیلئے یہ رسم کس قدر عار اور شرم کی چیز ہے، اور اہل بیت کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اہل بیت کی مصیبت ووفات پر ڈھول تاشہ بجاتے ہیں، ہاتھ میں جھنڈا اور کندھے پر تعزیہ رکھ کر گلی گلی ماتم ونوحہ کرتے ہوئے پھرتے ہیں، اور غم کے نام سے خوشی مناتے ہیں، ان میں سے کونسی ایسی حرکت ہے جس پر حدیث میں ڈانٹ پھٹکار نہ آئی ہو۔

علماء سے معلوم کرنا چاہئے کہ شعار اسلام کس کو کہتے ہیں، دوسری قومیں اگر ان بری رسموں کو اسلام کا شعار تصور کریں تو ان کے اس باطل تصور سے اس جہالت وگمراہی کے کام کو اسلام کہنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فتاویٰ عزیزی اور تحفۂ اثناعشر میں تعزیہ کا بہت سخت رد کیا ہے، ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

جب ہمایوں بادشاہ نے ہندوستان میں شکست کھاکر راہ فرار اختیار کی اور ایران پہنچا اس کے بعد اس نے ایران والوں کی مدد سے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا اور کامیاب ہوا، تو ہندوستان کی حکومت میں ایرانیوں کا بہت دخل ہوگیا اور آہستہ آہستہ ہندوستان میں تمام شیعی، رسومات رواج پاگئیں، اسی وقت سے ہندوستان میں یہ مصیبت (تعزیہ) پھیل گئی علماء نے اس زمانہ میں شیعیت کی بہت سخت تردید کی، جب اکبر بادشاہ بنا تو شیعوں نے کوشش کی تھی کہ دین اسلام کو بالکلیہ مسخ کردیں، اور دین اکبری نام رکھ کر شیعت کو پھیلائیں۔ **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

تعزیہ داری چھوڑنے کیلئے نماز چھوڑنے کی شرط

سوال:- زید نماز بھی پڑھتا ہے اور تعزیہ داری بھی کرتا ہے، اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم تعزیہ داری چھوڑ دو تو وہ یہ شرط لگاتا ہے کہ میں تعزیہ داری اس وقت چھوڑ دونگا جبکہ نماز بھی چھوڑ دوں گا، بکر نے اس کو شرط سے بچانے کیلئے کہا کہ ٹھیک ہے تم تعزیہ داری چھوڑ دو اور نماز چھوڑ دو کیا، بکر کا یہ کہنا درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز خدائے پاک کا فریضہ ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے[1] مروجہ

(ترجمہ صفحہ گذشتہ) اللہ تعالیٰ نے اس بد دینی کو ختم کرنے کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا ان حرکات کے بطلان پر دلائل سے ان کے مکتوبات بھرے پڑے ہیں۔

جس جگہ شعار اسلام میں سے کچھ باقی نہ ہو اس جگہ مسلمان اذان نماز جماعت ترک کر کے اسلام سے بالکل ناواقف ہوں، نیز اس جگہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تعزیہ سے فرق ہوتا ہو، اس جگہ مسلمانوں اور غیروں میں باہم لڑائی تعزیہ کی وجہ سے ہوتی ہو اور علماء خاموشی اختیار کریں اور کہیں کہ یہ اسلام وکفر کی لڑائی ہے، اس وقت تعزیہ بنانے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اہل اسلام کی مدد کیلئے عوام کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

بس اتنا ہی کافی ہے، خواہ مقابلہ پر مہابیری جھنڈا ہو یا اس کے علاوہ اگر مسلمانوں اور کافروں کے سامنے واضح کر دیا جائے کہ تعزیہ اسلام کا شعار نہیں ہے تو بات بالکل نکھر کر سامنے آجائے گی، اور معاملہ بالکل آسان ہو جائیگا۔

نیز غور کرنا چاہئے کہ جو چیزیں حقیقۃً اسلام کا شعار ہیں ان کو ایک ایک کر کے بالکل بند کیا جارہا ہے، اور اس پر مسلمانوں کی حمیت ایمانی جوش میں نہیں آرہی ہے اور ایسے خاموش ہو جاتے ہیں کہ زبان سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتے کہ مبادا فتنہ کی آگ نہ بھڑک جائے، اور باطل پر ایسے سرفروش ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] هی (ای الصلاة فرض عین علیٰ کل مکلف بالاجماع الخ، الدر المختار علی الشامی ص ۴/ ج ۲/ مطبوعه زکریا کراچی ص ۳۵۱/ ج ۱/ اول کتاب الصلوٰة.

تعزیہ شیطان کی اطاعت ہے[1]، شیطان کی اطاعت سے روکنے کیلئے یہ شرط لگانا کہ خدا کا فریضہ بھی ترک کردے گا، یہ غلط ہے، اسکا کسی کو بھی حق نہیں، لہٰذا زید کا شرلگانا بھی غلط ہے، اور بکر کا اس شرط کو منظور کرنا بھی غلط ہے[2]، بکر کو اس کا کوئی حق نہیں اس کو بھی توبہ لازم ہے زید بھی شیطان کی اطاعت چھوڑ دے اور خدائے پاک کے فریضہ پر قائم رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۹۶ھ

تعزیہ کے سامنے لاٹھی چلانے کی مشق اور اس کا وظیفہ

سوال:- محرم منانے اور پنجہ بٹھانے والے (پانچ اہلِ بیت کے نام پر کپڑے اوڑھنا مزین کرنا) بارہ امام منانے والے کو شاہی زمانے سے لیکر اب تک وظیفہ ملتا رہا ہے یا زمین ملی ہوتی ہے اگر چھوڑا جاتا ہے تو زمین اور وظیفہ چھن جائے گا جس سے بہت سے مسلمان پل رہے ہیں اس لئے عالم صاحب کا کہنا ہے کہ کچھ خرافات مثلاً ڈھول بجانا پنجہ وغیرہ چھوڑ کر اعتقاد درست کر کے صرف لاٹھی تلوار چلانا سیکھو اور عود بتی جلاؤ تا کہ حکومت سے وظیفہ بھی ملتا رہے اور خرافات ختم ہو جائے کیا اس کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے کہ عالم صاحب ایسا مشورہ دیں نیز اگر خرافات کرتے رہیں تو یہ وظیفہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وظیفہ کی خاطر عقائد واعمال کو تباہ کرنے کی کب گنجائش ہے ہاں اگر مستقلاً تمام سال تلوار چلانے اور لاٹھی چلانے کی مشق کی جائے اور اس فن میں مہارت پیدا کرلیں اور جہاد کی نیت

---

[1] تعزیہ داری در عشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہا درست نیست الیٰ قولہ ونیز تعزیہ داری کہ ہمچوں مبتدعاں میکنند بدعت است، فتاویٰ عزیزی ص ۷۵/ج ۱/ (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[2] لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، مشکوۃ شریف ص ۳۲۱/ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی، ودرمختار مع الشامی ص ۵۸۳/ مطبوعہ زکریا دیوبند، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع.

رہے تو ٹھیک ہے[1]، خرافات کو بہر حال ختم کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تعزیہ کے سامنے گتکا کھیلنا

سوال:- محرم کے مہینے میں گتکا فری[2] سے کھیل کھیلتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز اس کی کیا اصلیت ہے سنا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جاری کیا ہے جان کی حفاظت کیلئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

محرم میں تعزیہ کے سامنے جو کھیلتے ہیں شرعاً یہ بے اصل اور ناجائز ہے یہ روافض کا طریقہ ہے۔ حضرت علیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہرگز ثابت نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/محرم ۵۷ھ

---

[1] واعدوا لهم مااستطعتم من قوة اى اسباب والآت واعمال يقويكم على حربهم من الخيل والسلاح والمصارعة ونحو ذالک واللهو بالرمى والبندقة وغير ذالک ومنه جمع المال قعد للجهاد، تفسير مظهرى ص: ۱۰۶/۴، سورۂ انفال تحت آيت: ۶۰، مطبوعه ندوة المصنفين دهلى.

[2] گتکا: پٹا کھیلنے کی لکڑی، فیروز اللغات ص: ۱۰۸۲، گ، ت، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

[3] تعزیہ داری در عشرہ محرم یا غیر آں وساختن ضرائح.....ایں ہمہ امور بدعت است (مجموعة الفتاوى ص: ۳۴۴/۴، فتاوى عبدالحى ص: ۹۳، باب الشرک والبدعات، مطبوعه ملک ديوبند، فتاوى عزيزى ص ۷۵/۱، مسئله تعزيه دارى محرم وصورت، مطبوعه كتب خانه رحيميه ديوبند)

ترجمہ:- تعزیہ داری جس طرح بدعتی لوگ (شیعہ) کرتے ہیں بدعت ہے۔

تعزیہ اور ماتم شیعہ

سوال:- ہمارے بزرگوں نے منت مانی تھی کہ ہم تعزیہ بنایا کریں گے اس وقت تک اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے، ہم اور ہمارے بزرگ سُنّی اور حنفی ہیں، اب بعض لوگ منع کرتے ہیں کہ تعزیہ بنانا منع ہے اور اہلِ سنت یہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر اپنے بزرگوں کی رسم کو چھوڑ دیں گے تو ضرر ضرور پہونچے گا۔ سائل ملتمس ہے کہ شرع شریف تعزیہ بنانے کا کیا حکم دیتی ہے؟

۲۔ تعزیہ بنا کر رکھنا اور اسکی پرستش کرنا، ملیدہ وغیرہ چڑھانا، بخورات جلانا وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

۳۔ خالی مقام پر مصنوعی قبر جیسے تعزیہ مدار چلہ بڑے پیر صاحب کا روضہ وغیرہ بنا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

۴۔ ایامِ محرم میں مجالس منعقد کرنا، اماموں کے نام کا کھچڑا پکانا، شربت پلانا، اپنی اولاد کو اماموں کا فقیر وغیرہ بنانا زندگی کی خاطر کیسا ہے اور ایسے شخص کا شرع میں کیا حکم ہے اور بانی تعزیہ کا یہ عقیدہ رکھنا یعنی تعزیہ نہ بنائیں گے تو کوئی نقصان جانی مالی پہنچ جائے گا تو ایسا شخص از روئے قرآن پاک وحدیث رسول اللہ ﷺ کیسا ہے؟

۵۔ کیا رسول اللہ ﷺ وصحابہؓ تابعینؒ وتبع تابعینؒ دیگر سلف صالحینؒ سے کہیں منقول ہے یا نہیں؟ اگر بنانا جائز ہے تو کس طریقہ سے بنایا جائے؟

۶۔ کیوں کہ ہم لوگ اپنے گاؤں کے مولویوں سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس چیز سے جو کچھ صدقہ خیرات کرتے ہیں اس کو بھی بند کردیں گے ویسے کون کرتا ہے۔

۷۔ پھر یہ طریقہ ہندوستان میں از روئے تاریخ کس زمانہ سے رائج ہے اور علماء نے اس وقت کیوں نہیں منع کیا؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) تعزیہ کی منت درست نہیں ہوتی۔ جن بڑوں نے اس کی منت مان کر بنانا شروع کیا

وہ غلطی پر تھے اور اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوئے اور آپکو اس فعل میں ان کا اتباع کرنا جائز نہیں، تعزیہ وغیرہ ہرگز نہ بنائیے قطعاً ترک کر دیجئے، ہرگز کوئی ضرر نہیں ہوگا، تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز چڑھانا، اس سے منت مانگنا حرام وشرک ہے[۱]۔

(۲) حرام وشرک ہے[۲]۔

(۳) یہ بھی سخت گناہ اور شرک ہے[۳]۔

(۴) یہ جملہ افعال تعلیمِ اسلام کے خلاف اور اللہ پاک اور اس کے سچے رسول ﷺ کی ناراضی کا سبب ہیں۔ سب سے توبہ لازم ہے۔ ایسی چیزوں سے ایمان سالم نہیں رہتا۔ کچھ کھانا غرباء کو کھلا کر یا نقد دے کر یا قرآن پاک پڑھ کر یا کوئی عبادت کر کے مُردوں کو ثواب پہونچانا بغیر کسی تاریخ وہیئت کے التزام کے شرعاً درست ہے[۴]۔

---

[۱] والنذر للمخلوق لا يجوز لا نه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق (البحر ص:۲۹۸ /۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه پاكستان، شامی ص: ۴۳۹/۲، كتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی يقع للاموات الخ، مطبوعه كراچی، طحطاوی ص: ۵۷۱ كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به الخ، مطبوعه مصر)

[۲] تعزیہ داری درعشرہ محرم یا غیر آں وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست، فتاویٰ عزیزی ص ۷۵/۱، مسئله تعزيه داری محرم وصورت الخ ص ۱۴۴ /۱، قبيل جواب سوال مولوی زاهد خاں در باب خلافت الخ، مكتبه رحيميه ديوبند، الصواعق المحرقة ص ۱۸۳، الباب الحادی عشر فی فضائل اهل البيت النبوی، الفصل الاول، مطبوعه استنبول.

[۳] حقيقة الشرك ان يعتقد انسان فی بعض المعظمين من الناس ان الاثار العجيبة الصادرة منه انما صدرت لكونه متصفا بصفة من الكمال ممالم يعهد فی جنس الانسان بل يختص بالواجب جل مجدهٗ (حجة الله البالغة ص ۶۰/ج ۱، باب فی بيان حقيقة الشرك، المبحث الخامس مبحث البر والاثم)

[۴] وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة كذا فی البدائع (شامی نعمانيه ص ۶۰۵/۱، باب صلاة الجنائز شامی بيروت ص ۲۴۳/۲، مطلب فی القراءة للميت واهداء ثوابها له.

(۵) تعزیہ بنانا حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے ثابت نہیں[۱]۔

(۶) صدقہ خیرات جو کچھ کرنا ہو شریعت کے موافق محض خدا کے لئے کر دیا جائے تعزیہ پر چڑھانے اور اس سے منت ماننے اور غیر اللہ کے نام پر کھانا کھلانے سے وہ کھانا بھی ناجائز ہو جاتا ہے اس کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ اس سے گناہ ہوتا ہے[۲]۔

(۷) زیارت تابوت تعزیہ و فاتحہ خواندن بر آں و مرثیہ خواندن و گفتن و شنیدن آں و فریاد و نوحہ کردن و سینہ کوبی نمودن و جرح خوردن بماتم امام حسین رضی اللہ عنہ چہ حکم دارد؟

جواب:- ایں چیز ہمہ نارواست در کتاب السراج بروایت خطیب آوردہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ بِلَا مَزَارٍ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ شِبْحاً بِلَارُوْحٍ و مرثیہ گفتن و خواندن و شنیدن آں بشرطیکہ متضمن تحقیر و اہانت اہل بیت یا نسبت ظلم و ستم بجناب الٰہی نباشد بخانۂ خود باکے ندارد، الیٰ قولہ و فریاد و نوحہ کردن و سینہ کوبی نمودن و جرح خوردن ہمہ حرام است و در حدیث است لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ.

(**ترجمہ**:- یعنی نیست از ما شخصے کہ جرح خورد و گریہ بآواز نوحہ کند و گریباں درد) و نیز در حدیث است لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ

---

[۱] تعزیہ داری کہ ہم چو مبتدعان میکنند بدعت است و ہم چنیں ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ایں ہمہ بدعت است۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۷۵/۱، مسئلہ تعزیہ داری محرم الخ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

ترجمہ:- تعزیہ داری جس طرح بدعتی لوگ (شیعہ) کرتے ہیں بدعت ہے۔ اور اسی طرح ضرائح اور قبور و علم کی صورت بنانا بھی بدعت ہے۔)

[۲] بہ سبب بردن طعام پیش تعزیہ ہا و نہادن پیش تعزیہ وغیرہ تمام شب بلکہ پیش قبور حقیقۃ ہم تشبہ بکفار و بت پرستان میشود پس ازیں جہت کراہت پیدا می کند

(فتاویٰ عزیزی ص ۷۸/۱، مسئلہ تعزیہ داری محرم الخ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

ترجمہ:- :تعزیہ کے سامنے کھانے پینے کے سبب اور تمام رات تعزیہ کے سامنے رکھنے کے سبب بلکہ قبور کی پیشی بھی حقیقۃ کفار اور بت پرستوں کیساتھ تشبہ ہو جاتا ہے پس اس وجہ سے بھی کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایں ہر دو حدیث در مشکوٰۃ[1] المصابیح است فقط اھ فتاویٰ عزیزی[2]۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲/محرم ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم یکم محرّم ۶۱ھ

تعزیہ، مسجد، کعبہ میں فرق

سوال:- ایک شخص نے کہا ہے جو تعزیہ بناتے ہیں وہ لکڑیاں اور کاغذ ہے اس میں کوئی ثواب نہیں یعنی فضول ہے اس کے جواب میں دوسرے شخص نے کہا جیسے تعزیہ بدعت ہے اور لکڑی اور کاغذ کا بنا ہوا ہے ایسے ہی مسجد مٹی کی اور کعبہ شریف پتھر کا بنا ہوا ہے وہ بھی بدعت ہے اسکے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

---

[1] مشکوۃ شریف ص: ۱۵۰، باب البکاء علی المیت، کتاب الجنائز، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] فتاوی عزیزی ص: ۱۴۴/۱، زیارت قبر فرضی، قبیل سوال جواب مولوی زاھد علی خان الخ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

ترجمہ:- تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا مرثیہ پڑھنا اور کہنا اور سننا اور اس سے فریاد کرنا اور نوحہ کرنا اور اپنا سینہ کوٹنا اور امام حسین کے نام پر ماتم کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- ان سب چیزوں کو کتاب السراج میں خطیب کی روایت سے ناجائز قرار دیا ہے اللہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں جو بلا مزار کے زیارت کرے اور اس پر لعنت بھیجتے ہیں، جو بلا روح تصویر کی زیارت کرے اور اپنے گھر مرثیہ پڑھنا اور اس کا سننا بشرطیکہ اہلِ بیت کی تحقیر واہانت کو متضمن نہ ہو یا بارگاہ الٰہی کی طرف ظلم وزیادتی کی نسبت نہ ہو جائز ہے اس میں کوئی ڈر نہیں اور فریاد اور نوحہ کرنا سینا کوٹنا اور ماتم کرنا سب حرام ہے حدیث میں ہے کہ جو شخص ماتم کرے اور نوحہ کرے اور گریبان پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں۔ نیز حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چہرے پیٹے گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی پکار پکارے۔ یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح میں موجود ہیں۔

(۲) جوشخص تعزیہ بہ نیت ثواب اور تعظیم بنائے اور اہل السنّت والجماعت سے ہو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(اور۲) جوشخص مسجد اور کعبہ شریف کو بدعت کہتا ہے وہ بدعت کے معنیٰ نہیں سمجھتا وہ جاہل ہے، جس کام کو حضور علیہ السلام اور آپکے اصحابؓ نے ثواب سمجھ کر کیا ہو۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں اسکی فضیلت ہو وہ ہرگز بدعت نہیں ہوسکتا وہ عین ثواب ہے۔ بدعت وہ ہے جو ان اکابر نے نہ کیا ہو نہ اسکے کرنے کا حکم دیا ہو۔ نہ شریعت نے اسکے کرنے کو ثواب کہا ہو[۱] چنانچہ تعزیہ ایسا ہی ہے بلکہ اس کی ممانعت کتب فقہ میں مصرح ہے[۲]، لہٰذا تعزیہ بنانا گناہ اور روافض کا شعار ہے اس سے ہر مسلم کو اجتناب ضروری ہے اور اس کو ثواب سمجھنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ سبحانہٗ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

شیعہ کا رد فتاویٰ عالمگیری میں

سوال:- کیا اورنگ زیبؒ کے دور میں تعزیہ داری ہوتی تھی اگر ہوتی تھی تو انہوں نے

---

۱ البدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها وفاعلها فیه بصاحب الشریعة واماثلها المتقدمة واصولها المتقنة (المفردات ص۳۷، مصری، وراجع ردالمحتار ص۳۷۷/۱، مطبوعه نعمانیه، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، شامی بیروت ص۵۶۰/۱، البحر ص: ۳۴۹/۱، باب الامامة، مطبوعه کوئٹه، والبسط فی البراهین القاطعة ص۳۴.

۲ تعزیہ داری کہ ہم چو مبتدعان میکنند بدعت است وہم چنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است (فتاویٰ عزیزی ص: ۷۵، ج: ۱، مسئله تعزیه داری الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند، امدادالفتاویٰ ص: ۲۸۶/۵، کتاب البدعات، مطبوعه زکریا، وفتاویٰ عبدالحیٔ ص ۱۰۱، باب الشرک والبدعات، ملک پبلشرز دیوبند، فتاویٰ رحیمیه ص ۲۷۴/۲، رد بدعات، مکتبه رحیمیه سورت گجرات،

اس کو بند کیوں نہیں کیا؟ اور تعزیہ داری کہاں سے شروع ہوئی اور اس کی ایجاد کس نے کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے فتاویٰ عالمگیری تصنیف کرائی اور اسکے لئے پانچ سو علماء کو منتخب کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو نگراں مقرر کیا[1] اس کتاب میں روافض کی شدید تردید کی گئی ہے اور ان پر سخت حکم لگایا ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں موجود ہے[2] جہاں تک یاد پڑتا ہے ساتویں صدی ہجری میں بعض شیعہ بادشاہوں سے تعزیہ داری شروع ہوئی ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

مجلسِ حسینی کی شرکت

سوال:- یادگارِ حسینی میں اہلِ سنت کی شرکت کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲) جب کہ شیعہ اسکو

---

[1] ملاحظہ ہو نزھۃ الخواطر ص: ۶/۱۳۰، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۵/۱۴۷، دانش گاہ پنجاب لاھور، نیز دیکھئے انفاس العارفین ص:۲۴، مطبع احمدی دہلی، علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۵۵۶/۱، رود کوثر ص: ۴۷۷، ناہید آفسیٹ پریس دہلی۔

تنبیہ:- مذکورہ کتب میں ہے کہ نگراں وصدر شیخ نظام تھے۔ مرتبین علماء کی تعداد چالیس پچاس تھی۔

[2] یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا.....وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ(فتاویٰ عالمگیری ص ۲/۲۶۴، موجبات الکفر کتاب السیر، بلوچستان، کوئٹہ)

[3] تیرہویں صدی ہجری/ اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہوچکی تھی..... بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ، سیتاپور میں باون ڈنڈوں کا تعزیہ پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں۔(دائرہ معارف اسلامیہ ص ۶/۴۵۸، دانش گاہ پنجاب لاھور.

فائدہ:- عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوسِ تعزیہ کا رواج تھا عالمگیر ہی نے جلوس تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا(دائرۂ معارف اسلامیہ ص ۶/۴۵۸، دانش گاہ پنجاب لاھور.

بین الاقوامی جلسہ کہتے ہیں تو شرعاً اس کی تکذیب وتردید کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) جو اہلِ سنت مقررین اس میں شریک ہوتے ہیں ان کے متعلق عام مسلمانوں کو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۴) اگر شرعاً یادگارِ حسینی کی شرکت جائز نہ ہو تو اسکے خلاف تبلیغ وسعی کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۵) جو سُنّی فتویٰ کے شائع ہو جانے کے بعد فتویٰ کے مطابق نہ کرے تو مسلمانوں کو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس تحریک کا لٹریچر ہم نے خود بھی پڑھا ہے اور کچھ ان کی تقریرات و رسائل کے اقتباسات جناب حکیم ریاض صاحب ناظم مجلسِ حسینی گونڈہ کے مذکورہ بالا استفتاء کے ساتھ پہنچے تھے۔ ان کے لٹریچر سے ہم کو یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ تحریک سُنّی مسلمانوں کو شیعیت کا شکار کرنے کے لئے جاری کی گئی ہے اور اس کا مقصد بجز روافض کی تبلیغ کے کچھ نہیں۔ حکیم صاحب موصوف کا یہ استفتاء تقریباً دو ماہ پہلے دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور میں آیا تھا۔ ہم اسی وقت تفصیل سے ان سوالات کے جوابات لکھ چکے ہیں اور ان میں ان ہی خیالات کا اظہار کر چکے ہیں جو حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہ نے اس تحریک کے متعلق اظہار فرمائے ہیں۔ اس لئے ہم مولانا ممدوح کی تائید ونصرت کرتے ہیں اور اہلِ سُنّت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس تحریک سے خود بھی اجتناب کریں اور دوسروں کو بھی اس کے مفاسد سے بچائیں۔ واللہ اعلم

العبد محمود غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق مدرسہ مظاہر علوم

قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم

سوال:- یہ قرآن کریم فرقانِ حمید کے مکمل تیس پارے ہیں مگر ایک فرقہ کہتا ہے کہ

قرآن کریم کل چالیس پاروں میں اترا ہے ظاہر تیس پارے اور مشائخ کے سینہ میں پوشیدہ دس پارے سینہ بسینہ چلے آرہے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ یہ غلط ہے تو اس جماعت کو کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ فرقہ قرآن کریم کو محرف مانتا ہے اس کا ایمان قرآن پر نہیں جب پورا قرآن بھی اسکے پاس نہیں تو یہ اہل کتاب بھی نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۴/۹/۹۰ھ

کیا قرآن کے چالیس پارے ہیں؟

سوال:- اگر زید کہے کہ قرآن پاک تو مولوی لوگوں کیلئے ۳۰/ پارے ہیں، حالانکہ اصل قرآن پاک ۴۰/ پارہ کا ہے۔ پوچھنے پر پیر نے جواب دیا کہ ۱۰/ پارے پیر کے قلب میں ہیں، تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ عقیدہ رکھنا سخت گمراہی اور بد دینی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن قول الامامية كلها قديما وحديثا ان القرآن مبدل زيد فيه ما ليس منه ونقص منه كثير وبدل منه كثير القول بان بين اللوحين تبديلا كفر صحيح وتكذيب لرسول الله ﷺ (الملل والنحل ص: ۱۸۲/۳، الجزء الرابع، ذكر شنع الشيعة، مطبوعه دارالمعرفة بيروت) وبل للرافضة حيث قالوا قد تطرق الخلل الى القرآن وقالوا ان عثمان وغيره حرفوه والقوا منه عشرة اجزاء، (تفسير مظهری ص: ۲۹۳/۵، سورۂ حجر تحت آیت: ۹، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تحفۂ اثنا عشریه اردو ص: ۵۷، تیرھواں کید، فصل دوم، باب دوم، مطبوعه مجاهد ملت دیوبند، سوط العذاب علی اعداء الکتاب ص: ۲۰، مبحث اول الخ، مطبوعه لکھنؤ، مصنفه مولانا عبدالشکور صاحبؒ. **(حاشیه نمبر ۲/ اگلے صفحة پر ملاحظه فرمائیں)**

صحابہ پر طعن و تشنیع

سوال:- جوشخص صحابہؓ میں سے کسی صحابی کو کافر، مردود، ملعون، یا دوزخی (نعوذ باللہ) بتلائے وہ کافر ہے یا مسلمان؟ اور کیا وہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ شخص اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے جس کا ایمان نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو اسکو کافر کہنے سے خود اسکا ایمان باقی نہ رہیگا[1] شرح فقہ اکبر میں اسکی مفصل بحث مذکور ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق کوئی کلمہ ادب کے خلاف ہرگز نہ کہا جائے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ومن قول الامامیة کلها قدیما وحدیثا ان القرآن مبدل زید فیه ما لیس منه ونقص منه کثیر وبدل منه کثیر ..... القول بان اللوحین تبدیلا کفر صحیح وتکذیب لرسول اللہ ﷺ (الملل والنحل ص: ۱۸۲/۳، الجزء الرابع، ذکر شنع الشیعة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت) وبل للرافضة حیث قالوا قد تطرق الخلل الی القرآن وقالوا ان عثمان وغیره حرفوه والقوا منه عشرة اجزاء، (تفسیر مظهری ص: ۲۹۳/۵، سورۂ حجر تحت آیت: ۹، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تحفۂ اثنا عشریه اردو ص: ۵۷، تیرهواں کید، فصل دوم، باب دوم، مطبوعه مجاهد ملت دیوبند، سوط العذاب علی اعداء الکتاب ص: ۲۰، مبحث اول الخ، مطبوعه لکهنؤ، مصنفه مولانا عبدالشکور صاحبؒ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولایرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک (مشکوة شریف ص: ۲/۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

۲ سب الصحابة والطعن فیهم ان کان مما یخالف الادلة القطعیة فکفر (شرح فقه اکبر ص ۸۶) ولا نذکر الصحابة الّا بخیر راجع بحث اصل الروافض انما احدثه منافق (شرح فقه اکبر ص: ۸۵، مکتبه رحیمیه دیوبند)

حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں صحابۂ کرامؓ کی شرکت

سوال:- رسولِ خداﷺ اور حضرت فاطمہؓ کی تجہیز و تکفین میں بجز امیر المومنین علیؓ وعباسؓ کے کوئی شریک نہ تھا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن انداختند

کیا سیدّہ خاتونِ جنتؓ اور علی مرتضیٰ حضرات شیخین سے ہمیشہ کبیدہ خاطر رہتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تجہیز و تکفین سب کی عادۃً اہل خاندان ہی کیا کرتے ہیں، البتہ جنازہ لیجانے نماز پڑھنے دفن کرنے میں اور سب بھی شریک ہوتے ہیں اس کو کینہ پر محمول کرنا کینہ پرور لوگوں کا کام ہے حضرت علیؓ تو حضراتِ شیخین کے بیحد معتقد تھے،[1] وہاں کینہ کا کیا کام؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

اُنیس سوالات شیعوں سے متعلق

سوال:- (۱) معاویہ کا جنم دیوس کب ہوا؟ انکے باپ کا کیا نام ہے؟ کیا معاویہ صحابیٔ رسول تھا؟ معاویہ کے معنیٰ کیا ہیں؟

۲۔ام المومنین جناب عائشہؓ کی زوجیت سے رسول کو کیا فائدہ پہونچا؟ جناب عائشہؓ کا

---

[1] عن محمد بن الحنفیه (وهو ابن علی بن ابی طالب رضی الله عنه) قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِﷺ قَالَ: اَبُوْ بَکْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ..... الحدیث (بخاری ص:۵۱۸/۱، کتاب المناقب، مکتبه اشرفیه دیوبند، وراجع للبسط ازالة الخفا مترجم ص:۲۵۴/۱، قدیمی کتب خانه کراچی، فصل چهارم، احادیث خلافت، مسند علی بن ابی طالبؓ.

ترجمہ:- محمد ابن حنیفہؒ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے معلوم کیا کہ رسول اللہﷺ کے بعد بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ میں نے کہا اس کے بعد کون ہے؟ آپؓ نے فرمایا عمرؓ۔

مزار کہاں ہے؟

۳۔اجماع آپ لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ذرا معرکۂ کربلا میں بتائیں کہ اجماع کدھر ہے؟

۴۔کیا تینوں خلفاء کو حالاتِ زندگی کے دستور سے صاف سُتھرا ثابت کر سکتے ہیں؟

۵۔مسلمانوں نے جمہوریت کے نام پر سقیفہ کانفرنس کو کامیاب بنا کر لفظِ جمہوریت کو بد نام کر کے ابوبکر، عمر، عثمان کو خلیفہ بنایا کیوں؟ جمہوریت کا بنیادی اصول کیا ہے؟

۶۔وفاتِ رسولؐ کے بعد درِ بنتِ رسول پر آگ اور لکڑیاں جلانے کے لئے کیوں اور کس نے جمع کیا؟ نیز پہلوئے بنتِ رسول کا دروازہ کس نے گرایا؟

۷۔جنگِ جمل میں عائشہ لڑنے کے لئے کیوں آئیں؟

۸۔اہلِ سُنّت کا وجود کب سے ہوا؟ قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔

۹۔رسولؐ کے بعد ابوبکر، عمر، عثمان خلیفہ ہوئے اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔

۱۰۔آپ کے عقائد سے علی چوتھے خلیفہ تھے کیا اس کی بشارت پیغمبر دے گئے تھے؟۔

۱۱۔ابوبکر، عمر، عثمان کے خلیفہ ہونے کی بشارت رسول اپنی زندگی میں دے گئے تھے؟

۱۲۔جب زمانۂ رسول ہی میں ''الیوم اکملت لکم'' کی آیت آچکی تھی یعنی اسلام مکمل ہو گیا تھا۔بعد رسول جب خلافت کا دَور آیا تو خلفاء نے اپنی طرف سے منطق کی اینٹ کیوں جوڑ دی؟ اسلام میں ترمیم کیوں کی؟ کچھ بڑھایا کچھ گھٹایا۔

۱۳۔رسول کو معصوم مانتے ہیں یا نہیں؟ ان کو علم غیب تھا یا نہیں؟

۱۴۔جناب جبرئیل علیہ السلام رسول ﷺ کی خدمت میں آیت وسورت لیکر نازل ہوتے تھے، اسی طرح قرآن اکٹھا کیا گیا۔مگر قرآن کو تیس پاروں میں کب اور کس نے منقسم کیا؟

۱۵۔یزید کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا خدا اس کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور اس کی قسمت میں جنّت ہے یا نہیں؟

۱۶۔غالباً رسولؐ کی بیماری سے نجات پانے کی وجہ سے آپ لوگ آخری چہار شنبہ مناتے ہیں۔شاید اس دن رسول کو بیماری سے چھٹکارا ملا۔حضور رسول اپنی زندگی میں کتنی مرتبہ بیماری سے

تندرستی کے ساحل پر پہونچے آپکو ہر موقعہ پر انکی صحت یابی پر یادگار منانی اور نیاز دلوانی چاہئے؟

۱۷۔ بارہ وفات کے کیا معنیٰ ہیں؟ یومِ ولادتِ رسول کو بارہ وفات کیوں مناتے ہیں؟ اگر رسول کی ولادت اور وفات ایک ہی تاریخ کو ہوئی اس موقعہ پر آپ کو خوشی اور غم دونوں کرنا چاہئے بلکہ آپ لوگ اس روز عید مناتے ہیں۔ کیوں؟

۱۸۔ کفن میں عطر لگانے کی رسم کب سے شروع ہوئی؟

۱۹۔ مسلمانوں کے چار امام (چار مصلّے ہیں) چاروں کے خیالات متفرق کیوں تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہلِ سنت والجماعت کا مسلک قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ امور مندرجہ سوال میں بعض چیزیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں بعض امور کا مسلک کے حق یا ناحق ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر واقعۃً کوئی صاحب تحقیق چاہتے ہیں اور انکا مقصود شبہات کو دور کرنا ہے مناظرہ ومکابرہ مقصود نہیں تو بنیادی امور میں جس چیز پر شبہ ہو اول اسکو دریافت کریں؟ پھر فروعی امور کا نمبر ہے بنیاد کو تسلیم نہ کرتے ہوئے فروع سے بحث کرنا لاحاصل ہے۔ مثلاً.....

سوال نمبر (۱) سے مسلک کے حق یا ناحق ہونے کا کیا تعلق ہے۔

سوال نمبر (۲) بھی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا، تاہم انکے فضائل میں احادیثِ صحیحہ صریحہ موجود ہیں[۱]، قرآن کریم میں ان کی براءت وپاکدامنی کے لئے سورۂ نور میں آیات نازل ہوئی ہیں[۲]۔

---

[۱] عن انسؓ عن النبی ﷺ قال فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام (بخاری شریف ص: ۲/۸۱۵، کتاب المناقب، باب فضل عائشة، مطبوعه اشرفی دیوبند. مشکوٰة المصابیح باب مناقب ازواج النبی ﷺ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ص: ۲/۵۷۳، وراجع مجمع الزوائد، باب فی فضل عائشة ام المومنین رضی الله عنها، کتاب المناقب ص: ۹/۳۶۲، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] راجع قول الله تعالی "اِنَّ الَّذِیْنَ جَاۗءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِنْکُمْ.....الآیات: ۱۱-۲۶ من سورة النور.

سوال نمبر (۳) کے متعلق عرض ہے کہ معرکۂ کربلا میں کس نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

نمبر (٤) بالکل ثابت کر سکتے ہیں۔احادیثِ صحیحہ موجود ہیں[۱]۔

نمبر (٥) جمہوریت کا نام کس نے بدنام کیا؟ سقیفہ بنی ساعدہ میں کونسی بات جمہوری اصول کے خلاف پیش آئی؟ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں تجویز ہوئی؟

نمبر (٦) ایسا کسی نے نہیں کیا، کسی مستند روایت سے ثابت نہیں یہ تو شیعوں کے کذبات و ہفوات ہیں[۲]۔

نمبر (٧) وہ لڑنے نہیں آئی تھیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جائے۔خوارج کی فتنہ پردازی نے جنگ کی صورت اختیار کر لی[۳]۔

نمبر (٨) حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے تہتّر فرقے ہوں گے۔ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ جو فرقہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا وہ نجات پائے

---

[۱] راجع باب فیما ورد من الفضل لابی بکر وعمر وغیرهما من الخلفاء کتاب المناقب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص۹/۳۷، طبع دار الفکر، وراجع مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر رضی الله عنه ص: ۲/۵۵۴، وباب مناقب عمرؓ ص: ۲/۵۵۶، وباب مناقب عثمان ص: ۲/۵۶۰، وباب مناقب هؤلاء الثلاثة ص: ۲/۵۶۳، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] یہ قصہ سراسر بہتان وافتراء ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں۔

(تحفه اثنا عشریه مترجم ص: ۴۵۹، طعن دوم، مطاعن عمر، مکتبه مجاهد ملت دیوبند)

[۳] اور آپ کا نکلنا حضرت امیر کے قتال کے لئے نہ تھا بلکہ صرف آپس کی اصلاح، قاتلین عثمان سے قصاص لینے اور ان کو لشکر امیر سے باہر نکالدینے کی غرض سے تھا۔

(تحفه اثنا عشریه مترجم ص: ۵۱۸ طعن دوم، مطاعن ام المومنین عائشه صدیقهؓ، مکتبه مجاهد ملت دیوبند، تاریخ الخلفاء ص: ۱۲۲، فصل فی بیعة علی وسبب وقعة الجمل، مطبوعه مجتبائی دهلی)

گا۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ میں ہے[۱]۔ یہی فرقہ اہل سنت کا ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے وقت سے موجود ہے اور اپنی سُنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت پر عمل کی حضرت نے تاکید بھی فرمائی ہے[۲]، اور قرآن کریم میں خیرِ اُمّت جس کو فرمایا گیا ہے اس کے طرز پر چلنے والا فرقہ اہلِ سُنّت ہے۔[۳]

نمبر (۹) ان حضرات کا خلیفہ ہونا واقعاتی چیز ہے جو کہ دنیا میں ثابت و مسلّم ہے، نیز قرآن وحدیث سے ان حضرات کا مستحق ہونا نیز حدیث سے ترتیب وتعیین ثابت ہے، ایسی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں، کیا شیعہ تسلیم کریں گے؟ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب "ازالۃ الخفاء" اسی موضوع پر ہے، بڑی تفصیل سے احادیث اس میں مذکور ہیں۔[۴]

نمبر (۱۰) واقعہ اسی طرح پیش آیا اور خلفاءِ راشدین کی ترتیب اسی طرح ہے، احادیث میں اشارات بھی ہیں۔[۵]

نمبر (۱۱) جی ہاں بشارتیں موجود ہیں۔ کیا شیعہ تسلیم کریں گے؟

نمبر (۱۲) منطق کی اینٹ بالکل نہیں جوڑی۔ اسلام کی بنیاد جن امور پر حضور ﷺ نے

---

۱ فی حدیث عبدالله بن عمرو مرفوعاً تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلیٰ ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی رواه الترمذی (مشکوٰة المصابیح ص: ۳۰/۱، باب الاعتصام. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

۲ فی حدیث العرباض بن سارية مرفوعاً فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ..... رواه احمد (مشکوٰة ص ۳۰/۱) **ترجمہ**:- لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کے طریقہ کو، اسکو تھامے رکھو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

۳ ومن صنع مثل صنیعهم (صنیع اصحاب محمد ﷺ) کانو خیر امةٍ اخرجت للناس (تفسیر مظهری ص ۱۱۸/۲، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی، تحت آیت: ۱۱۰، سورۂ آل عمران)

۴ ملاحظه هو ازالة الخفاء مترجم مقصد اول، فصل سوم، تفسیر آیات خلافت ص ۷۵/۱، وفصل چهارم احادیث خلافت ص ۲۱۲/۱، مطبوعه کراچی،

۵ ملاحظه هو ازالة الخفاء مترجم فصل چهارم، مقصد اول ص ۲۱۲/۱، مطبوعه کراچی.

تجویز فرمائی تھی بالکل اسی طرح یہ حضرات اس پر قائم رہے اور دوسروں کو قائم کیا۔[۱]

نمبر (۱۳) رسول ﷺ کو معصوم مانتے ہیں[۲]، بہت سی ایسی باتوں کا آپکو علم دیا گیا جو کہ دوسروں کو نہیں ملا[۳]، جب جب اللہ تعالیٰ چاہتے علم عطا فرمادیتے۔

نمبر (۱٤) یہ تیس پاروں میں پاروں کے ثلث، ربع، نصف، کی تقسیم بھی بنیادی چیزیں نہیں ہیں بنیادی چیز یہ ہے کہ تمام قرآن پاک حق ہے اللہ پاک کا نازل فرمودہ ہے اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔[۴]

نمبر (۱۵) معاف فرمانا قدرت سے خارج ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو یا اس سے بھی بڑے گنہگار کو جنت میں داخل فرمادے[۵]، جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو وہ جنت میں

---

۱ مستفاد "ووصف الراشدين بالمهديين لانه اذا لم يكن مهدياً فى نفسه لم يصلح ان يكون هادياً لغيره (مرقاة ص ۱/۱۹۹، مطبوعه بمبئى، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانى)

۲ والانبياء عليهم السلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح الخ (شرح فقه اكبر ص: ٦٨، قبيل واختلف الناس فى كيفيه العصمة، مطبوعه مجتبائى دهلى، نبراس ص: ۲۸۳، مسئلة عصمة الانبياء عليه السلام، مطبوعه امداديه ملتان. شرح عقائد ص: ۱٦٤، مبحث لا يبلغ ولى درجة الانبياء، مطبوعه ياسر نديم.

۳ فى حديث ابى سعيد الخدرى مرفوعاً وانى قَدْ بُيِّنَ لِىْ عَنْ اَمْرِهٖ مَالَمْ يُبَيَّنْ لِاَحَدٍ (مسند احمد ص ۳/۷۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، ورابع الخصائص الكبرىٰ ص ۲/۱۹۵، مطبوعه بيروت، مشكوة شريف ص: ۵۱۲، باب فضائل سيد المرسلين، الفصل الاول.

ترجمہ:- تحقیق کہ واضح کی گئیں میرے لئے دجال سے متعلق وہ باتیں جو کسی اور کے لئے واضح نہیں کی گئیں۔

۴ اختصاصه ﷺ بان كتابه معجز ومحفوظ من التبديل والتحريف (الخصائص الكبرىٰ ص ۲/۱۸۵، باب اختصاصه ﷺ بان كتابه محفوظ الخ، مطبوعه بيروت، كتاب الشفاء ص ۲/۲۵۱، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فى حكم من استخف بالقرآن، مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت.

۵ ولا يجوز لعنُ يزيد ولا تكفيره فانه من جملة المومنين وامره الى مشية الله ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه الخ الصواعق المحرقة ص ۲۲۳، ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

جائے گا خواہ ابتداءً ہی جائے خواہ سزا بھگت کر جائے۔[۱]

نمبر(۱۶) ہم لوگ آخری چہار شنبہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جیسے اور دن ویسا ہی آخری چہار شنبہ، لہٰذا یہ سوال ہم پر عائد نہیں ہوتا۔

نمبر(۱۷) مشہور یہ ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل کو وفات شریف ہوئی تھی۔[۲] اسلئے عوام اس کو بارہ وفات کہتے ہیں، ہم لوگ اس دن اگر ہو سکے تو روزہ رکھ لیتے ہیں، نہ عید مناتے ہیں نہ غم۔

نمبر(۱۸) حضور ﷺ کے وقت سے ہی یہ سُنّت جاری ہے۔[۳]

نمبر(۱۹) خیالات سے مراد اگر عقائد ہیں تو چاروں اماموں ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے عقائد مختلف نہیں تھے بلکہ متفق تھے اور سب اہلِ حق تھے۔[۴] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... وفی قتال معاویة وعلی الخ، مطبوعه استنبول، شرح عقائد ص: ۱۰۶، مبحث الکبیرة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فتاوی ابن تیمیه ص: ۴/۴۷۵، من حسنات یزید، مطبوعه مسعودیه، وراجع عقیدة الطحاوی ص ۱۰۰، لیس الخلود فی النار للمؤمن بالکبائر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] من مات وهو یعلم انه لا الٰه الا الله دخل الجنة اما دخولاً اولیاً ..... او دخولاً اخرویاً (مرقاة المفاتیح ص ۱/۹۴، کتاب الایمان، مطبوعه ممبئی)

[۲] توفی صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین .....قال اکثرهم فی الثانی عشر من ربیع (الروض الانف ص ۴/۲۷۰، تحدید زمن وفاته ﷺ، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۸/۴۷۳، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته ﷺ، مطبوعه دارالفکر بیروت، دلائل النبوة، ص: ۷/۲۳۵، باب ماجاء فی الوقت والیوم والشهر التی توفی الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۳] وتجمر الاکفان قبل ان یدرج فیها المیت وتراً لانه ﷺ امر باجمار اکفان ابنته وتراً والاجمار هو التطییب (هدایة ص ۱/۱۸۰، کتاب الصلوة، باب الجنائز، فصل فی التکفین، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی ص ۲/۱۹۷، مطبوعه کراچی، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة عند المیت، طبقات ابن سعد ص: ۲/۲۸۸، ذکر حنوط النبی ﷺ، مطبوعه دارالفکر بیروت. (حاشیہ ۱۷ اگلے صفحہ پر)

مفیدالاسلام کی عمارت کا افتتاح شیعہ بوہرہ کے پیشوا کے ہاتھوں

سوال:- ایک رفاہِ عام ادارہ ہے، جسکے ماتحت ایک تعلیم گاہ ہے، جسمیں مسلم بچیوں کیلئے پردہ کے ساتھ پرائمری سے ہائرسکنڈری تک تعلیم کا انتظام ہےاور دو ہزار بچیاں تعلیم حاصل کررہی ہیں، اسکے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ہےاوراس اسکول کواس سال کالج بنادیا گیا ہے، شبینہ مدرسہ بھی ہے، دوسرا شعبہ لاوارث لاش کا، روزانہ پانچ سے دس تک تجہیز وتکفین کرتا ہے، اس کیلئے ۱۳/ایمبولنس گاڑیاں ہیں، دوغسال دوغسالہ ہیں، مساکین جو بالکل بے سہارا ہیں، ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، اس ادارہ کے اخراجات بہت ہیں، بوہرہ کے پیشوا سیدنا برہان الدین کلکتہ سے تشریف لاتے ہیں، انجمن مفیدالاسلام کی عمارت کی نئی تعمیر ہوئی ہے، سیدنا سے اس عمارت کا افتتاح کرایا جائے اورخواص کوجمع کیا جائے اوراسطرح ہمارے مدرسہ ندائے اسلام کا معائنہ کرایا جائے اوراس طریقہ پراعزاز واحترام کیا جائے یا انکی معاونت کولیا جائے، آیا شرعی قباحت تونہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

آپ ہرگز اس کا ارادہ نہ کریں۔ مفیدالاسلام کی عمارت کا افتتاح مضرالاسلام سے کرانا سخت ممنوع ہے[۱]، حق تعالیٰ آپ کی اعانت فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴] یجوز اتباع کل واحدٍ من المجتهدين كالائمة الاربعة وما وقع من الخلاف بين الماتريديه والاشعرية فى مسائل فهى ترجع الى الفروع فى الحقيقة فانها ظنيات فلم تكن من الاعتقاديات المبنية على اليقينيات (مرقاة ص ۲۰۵/۱، باب الاعتصام، مطبوعه بمبئى، طيبى ص ۳۳۹/۱، مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچى)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عن ابراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام مشكوة شريف ص: ۳۱، مرقاة ص: ۲۵۷/۱، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثالث، مطبوعه امداديه ملتان، **فائدہ:-** بوہرہ سے متعلق تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو، دائرہ معارف اسلامیہ ص: ۶۸/۵، بوهره، مطبوعه لاهور.

خلفاء ثلثہ پر ایمان

سوال:-(۱) اس بارے میں شرع کیا ہے کہ جو روافض قرآن پاک کو محرف نہیں سمجھتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے انکار نہیں کرتے اور نہ قائل افک ہو لیکن بعض تاویلات فاسدہ اور روایات کتب شیعہ کی بنا پر خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق سمجھتے ہیں اور نصوص وفضائل خلفاء ثلٰثہ میں تاویل کرتے ہیں تو ایسے رافضی کے متعلق خلفاء ثلٰثہ کو منافق کہنے کی بنا پر محقق علماء اہل سنت کے نزدیک کفر وارتداد کا حکم دیا جائیگا یا نہیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق کہنے والا کافر اور مرتد ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اسلئے کہ محقق اہل سنت کے نزدیک بھی نص قطعی کا منکر کافر مرتد ہے اور خلفائے ثلثہ کا ایمان نص قطعی سے ثابت ہے۔ اسلئے خلفاء ثلثہ کے ایمان کا منکر اور ان کے نفاق کا قائل بالاتفاق کافر ومرتد ہے اس کی زوجہ کو بدون طلاق لئے دوسرے فرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے کیا یہ قول زید کا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابی تسلیم کرنے کے باوجود ان کو منافق سمجھنا یہ صریح تضاد اور انتہائی تلبیس ہے اس قسم کے شیعہ ایمان سے خارج ہیں[۱]۔

(۲) یہ شیعہ ایمان سے خارج ہیں[۲]، اگر اسنے ایمان صحیح اختیار کرنے کے بعد یہ مذہب

---

[۱] الرافضی اذاکان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللّٰه فهو کافر (عالمگیری ص ۲/۲۶۴، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، البحرالرائق کوئٹه ص: ۸/۱۲۶، باب احکام المرتدین، شامی زکریا ص: ۶/۳۷۷، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین)

[۲] ویجب اکفار هم باکفارعثمان وعلی وطلحه وزبیروعائشه رضی الله عنهم (عالمیگری ص ۲/۲۶۴، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مایتعلق بالانبیاء، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان)

اختیار کیا ہے تو اس کی سابقہ بیوی کا نکاح فسخ ہو گیا اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے طلاق کی ضرورت نہیں[1]، اور اس کا ذبیحہ درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۹ھ

کیا شیعہ فرقہ ناجیہ ہے

سوال:- (انجم رومانی دفتر روزنامہ اردو ٹائمز مولانا آزاد روڈ، ممبئی ۱۵/اگست) حضور سرور کائنات ﷺ کا قول ہے کہ میری وفات کے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ایک ناجی ہوگا اور بہتر ناری ہونگے، اس حضور ﷺ کے قول پر تمام برداران اسلام متفق ہیں، اور عام طور پر مسلمانوں میں صرف دو کلمہ چل رہے ہیں، ایک تو وہ ہے جو شیعہ فرقہ پڑھتا ہے اور دوسرا کلمہ وہ ہے جو ہم بہتر فرقے کے لوگ پڑھتے ہیں، حضور ﷺ کے قول کی روشنی میں شیعہ فرقہ ناجی ہو جاتا ہے، اور ہم بہتر فرقے والے حضور ﷺ کے قول کی روشنی میں نجات سے دور ہوئے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں مفتی شرع جلد سے جلد اس مسئلہ کا جواب اوپر لکھے ہوئے پتہ پر ارسال فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو فرقہ ناجی ہے اسکے متعلق سرور کائنات ﷺ سے دریافت کیا گیا ''من ھی'' وہ فرقہ

---

[1] واراتداد احد الزوجین فسخ فی الحال بدون القضاء الخ (مجمع الانهر ص:۱/۵۴۶، باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴/۳۶۶، باب نکاح الکافر، تبیین الحقائق ص:۲/۱۷۸، باب نکاح الکافر، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص:۱/۳۳۹، الباب العاشر فی نکاح الکافر)

[2] لا تحل ذبیحة وثنی ومجوسی وکافر (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۹/۴۳۱، کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص:۴/۱۵۴، کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص:۵/۲۸۵، کتاب الذبائح)

کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا ''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ''[1] جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں یعنی جو فرقہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقے وسنت پر ہے وہ ناجی ہے، جس وقت یہ ارشاد فرمایا شیعہ تو اس وقت موجود ہی نہیں تھے، نہ ان کا کلمہ تھا، اور نہ وہ اب حضور ﷺ کے طریقہ وسنت پر ہیں، نہ حضرات صحابہؓ کے طریقہ وسنت پر ہیں تو وہ اس حدیث پاک کی رو سے ناجی کیسے ہو سکتے ہیں، وہ فرقہ اگر حدیث کی روشنی میں اپنا مقام سمجھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ''کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ'' اور ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' اور ''کُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ''[2] میں غور کرے،

نیز اس حدیث میں غور کریں۔

''عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بن مُغفل رضی اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِی اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ''[3]

نیز اس حدیث میں غور کرے

''عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَأَیْتُمَ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّکُمْ اھ''

---

[1] مشکوۃ شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] نسائی شریف ص: ۱/۱۷۹، کتاب صلاۃ العیدین، کیف الخطبة، **ترجمہ**:- ہر نئی چیز (دین میں) بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ (یعنی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے)

[3] مشکوۃ شریف ص: ۵۵۴، باب مناقب الصحابةؓ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد ان کو نشانہ مت بنالینا، اس لئے کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کے سبب ہی ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کے سبب ہی ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑ لے (ہلاک فرمادے)

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ[1] شریف ص۵۵۴/ میں مذکور ہیں، اور بھی ایسی احادیث موجود ہیں، ان میں غور کرنے سے اس فرقہ کو اپنا مقام معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

روافض کا ذبیحہ بمجبوری

سوال:- علاقہ لداخ کے اندر مسلمانوں کے مقابلے میں روافض کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، اکثر و بیشتر ہوٹل روافض کے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ہوٹلوں پر کھانا پڑتا ہے، اب سوال یہ ہے ان لوگوں کا تیار کردہ گوشت وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی وہ لوگ اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ان کے متعلق یہ تحقیق نہیں کہ ان کے عقائد قرآن کریم کے خلاف ہیں تو ان کے ہوٹل میں ذبیحہ کھانے کی گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

---

[1] مشکوۃ شریف ص:۵۵۴، باب مناقب الصحابةؓ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو گالی دے رہے ہیں تو کہو کے تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

[2] وکل من کان من قبلتنا لایکفر بها حتی الخوارج الذین یستحلو ن دماء نا واموالنا وسب الرسول وینکرون صفاته تعالیٰ وجواز رؤیته لکونه عن تاویل وشبهة قال الشامی تحت قوله حتی الخوارج ارادبهم من خرج عن معتقد اهل الحق لاخصوص الفرقة الذین خرجوا علی الامام علی رضی اللّٰه عنه وکفروه فیشمل المعتزلة والشیعة وغیرهم الخ. (درمختار مع الشامی زکریا. ص ۲/۳۰۰/ کتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

شیعوں کے بعض اعتراضات کے جوابات

سوال:- آج کل ایک بلا مسلط ہے، یہاں کے تھانہ انچارج آج کل ایک شیعہ اقتدار حسین جعفری ہیں، اپنے مذہب کے سلسلہ میں بحث مباحثہ بہت کرتے ہیں، بندہ کو بہت مجبور کیا تو جواب دینا پڑا، بحث کے دو دور ہو چکے ہیں، پہلے دور میں طے ہوا کہ کتابوں کے حوالے صرف قرآن پاک بخاری ومسلم اور تاریخ کے سلسلہ میں تاریخ الخلفاء، اس کے علاوہ کسی کتاب کا اعتبار نہیں، دوسری دفعہ امور ذیل پر بحث ہوئی، انہوں نے بیان کیا،

(۱) حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل تھے، حضرت ابوبکرؓ مستحق خلافت نہ تھے، ان کے ہاتھ پر صرف ۱۸ رنفر بیعت کرنے والے تھے، وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ چچا کے لڑکے، بچپن سے ہی مسلمان، کبھی کفر کا دور نہیں آیا، باقی لوگوں نے کفر کا بھی زمانہ دیکھا، حضرت عمرؓ تو قتل کے ارادہ سے ہی آئے تھے، حضرت علیؓ کے لئے ارشاد ہے علی منی وانا منہ، یہ داماد رسول تھے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا داماد بھی نہیں تھا۔

(۲) فدک حضرت فاطمہ کو نہ دے کر حضرت ابوبکرؓ نے قرابت کا بھی خیال نہ کیا، اور باپ کی جائیداد سے محروم رکھا، اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ چھ مہینے تک حضرت ابوبکرؓ سے نہ بولیں،

(۳) اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی ہے، وہ اگرچہ صحابی رسول ہی کیوں نہ ہو اس کو برا کیوں نہ کہا جائے۔

(۴) حضرت عائشہؓ ام المومنین ہیں اور زوجۂ رسول مگر خلیفہ کے مقابلہ پر آئیں، جنگ کرنا ان کی شان سے بعید تھا۔

حضرت عائشہؓ نے جنگ ہی نہیں کی، نہ ساتھ کے لوگ جنگ کے لئے آئے تھے، کیونکہ کھانا ایک طرف کھاتے اور نماز دوسرے کے پیچھے پڑھتے تھے، دوسرے خون عثمان کے سلسلہ

میں ایک مطالبہ لیکر آنا ہوا، رات کو یہ سنکر قاتلوں نے کہ صبح قتل کر دیئے جائیں گے حملہ کر دیا اور دونوں فوجیں بھڑ گئیں، اس غلط فہمی میں کہ دوسری نے بدعہدی کی، معاملہ صاف ہوا تو کچھ بھی نہ تھا، خون عثمان کا مطالبہ ہر مسلمان کا حق تھا خواہ وہ مسلمان مرد ہو یا عورت۔

اس سلسلہ میں ضروری ہدایات وتوجہ کی درخواست ہے، نیز شیعہ کے کچھ مسائل جو صحیحین کی رو سے خلاف ہے چند نقل کر کے ارشاد فرمائیں۔ ظہیر الاسلام بنی گنج ہردوئی

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر آپ کے حریف نے قرآن کریم بخاری ومسلم، تاریخ الخلفاء کے حوالہ کو تسلیم کرنے کا اقرار کرلیا تو بہتر ہے، معاملہ بہت سہل ہے۔

(۱) عن الحسنؓ قال قال علی لما قبض رسول اللہ ﷺ نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی ﷺ قد قدم ابا بکر فی الصلوۃ فرضینا لدنیانا عمن رضی رسول اللہ ﷺ عنہ لدیننا فقد منا ابا بکر (تاریخ الخلفاء[1] ص: ۵۰/ فصل فی بیان کونہ ﷺ لم یستخلف وسر ذلک.

یہی تفصیل صفحہ نمبر ۱۲۴/[2] **فصل فی نبذ من اخبار علی وقضایاہ وکلماتہ،** میں ہے۔

(۲) بخاری[3] شریف ص: ۹۹۵/ کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ماترکناہ صدقۃ اسی میں ہے، **قال فھجرتہ فاطمۃؓ فلم تکلمہ حتی ماتت** یعنی حدیث پاک سن کر حضرت فاطمہؓ نے اپنا مطالبہ میراث ترک کر دیا، اور اخیر وقت تک اس کو زبان پر نہیں لائیں، یہ حدیث **لا نورث ماترکناہ صدقۃً** شیعہ کی سب سے معتبر کتاب کافی[4] میں

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۹، فصل فی بیان کونہ ﷺ لم یستخلف، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[2] تاریخ الخلفاء ص ۱۲۴، فصل فی نبذ من اخبار علی وقضایاہ وکلماتہ، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[3] بخاری شریف ص ۹۹۵/ ج ۲، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[4] اصول کافی بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۳۴، باب دھم در مطاعن طعن بارھواں، مطبوعہ مجاھد ملت دیوبند.

بھی ہے، نیز محجاج السالکین[1] میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب واپس تشریف لے گئیں تو حضرت ابوبکرؓ ان کی خدمت میں گئے کہ میں آپ سے معافی مانگنے اور راضی کرنے کے لئے آیا ہوں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں راضی ہوں (حدیث کو سن کر ناراض ہونے کا کیا محل ہے)

(۳) جب حضور اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو تو پھر کسی کا کیا منھ ہے[2]

(۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ مطالبہ قصاص عثمانؓ کے لئے آئی تھیں تفصیل تاریخ الخلفاء میں ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۹۵ھ

کیا شیعہ لوگ سنیوں کو نجاست کھلاتے ہیں؟

سوال:- میں نے اکثر سنا ہے کہ شیعہ لوگ کھانے کی چیزیں تھوک کر اہل سنت والجماعت کو کھلاتے ہیں، کیا ان کے گھر کا کھانا کھا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شیعہ لوگ عامۃً اہل سنت والجمات کو نجاست کھانے میں ملا کر کھلانے کے عادی ہوتے ہیں، اگر موقع نہ ملے تو اس میں تھوک دیتے ہیں، اس لئے ان کے کھانے سے پرہیز کرنا

---

[1] محجاج السالکین بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۳۹، طعن تیرھواں، مطبوعہ مجاھد ملت دیوبند، سدیۃ الشیعۃ ص ۱۹، مطبوعہ بلال ساڈھورہ،

[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ لا تسبوا اصحابی (الحدیث) مشکوۃ شریف ص ۵۵۳، باب مناقب الصحابۃ الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۱۰/ج۲، باب تحریم سب الصحابۃ، کتاب الفضائل، مطبوعہ بلال دیوبند.

[3] تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲، فصل فی بیعۃ علی و سبب وقعۃ جمل وصفین، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۹۵ھ

کیا یزید جنتی ہے؟

سوال:-کیا یزید بزبان رسالت جنتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یزید کا نام لیکر اسکو جنتی فرمانا کسی حدیث شریف میں آنا میرے علم میں نہیں[1]۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

یزید کو ظالم کہنا

سوال:-کیا یزید کو برا کہنا شرعاً جرم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کا کوئی غلط اور خلاف شرع کام مثلاً اہل بیتؓ پر ظلم وغیرہ صحیح روایات سے ثابت

---

[1] **فائدہ:**- قسطنطنیہ کی لشکر کشی پر مغفرت کی بشارت حدیث شریف میں وارد ہے اور یزید اس لشکر کا امیر تھا۔ اس لئے اسکی مغفرت کی توقع ہے۔

وقد كان يزيد اول من غزا مدينة قسطنطينية فى سنة تسع واربعين. وقد ثبت فى الحديث ان رسول اللهﷺ قال اول جيش يغزو مدينة قيصر مغفور لهم (البداية والنهاية ص ۲۱۶/ج۸، ترجمه يزيد بن معاوية ۶۴ھ ثبت فى صحيح البخارى عن ابن عمر عن النبیﷺ انه قال اول جيش يغزو قسطنطينيه مغفور له، واول جيش غزاها كان اميرهم يزيد بن معاوية وكان معه فى الغزاة ابو ايوب الانصارى (فتاوى ابن تيميه ص ۴۷۴/ج۴، اسلام معاوية بن ابى سفيان، اردو دائره معارف اسلاميه ص ۲۹۴/ج۲۳، يزيد بن معاويه، مطبوعه دانش گاه پنجاب لاهور.

ہوتو بوقت ضرورت اس کو بیان کردینا اور ظلم سے بیزاری ونفرت کا اظہار کردینا شرعاً درست ہے، مشغلۂ مجلس نہ بنایا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

کیا یزید واجب التعظیم ہے؟

سوال: - کیا یزید واجب التعظیم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلط کام کی وجہ سے کوئی واجب التعظیم نہیں ہوتا، علم، عمل، اخلاق، احسان کی وجہ سے واجب التعظیم ہوتا ہے، اسی ضابطہ پر یزید کا حال ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

---

[1] لا يتعرض لتكفيره ولعنه اصلا وان هذا هو الا حرى والاسلم ومع القطع باسلامه فانه فاسق شرير سكير جائر وقد مال الى التوقف جماعة من العلماء العاملين وقالوا الاشتغال بذكر الله تعالىٰ اولى من الاشتغال بلعنه وهو اشتغال بما لا يعنى، (اتحاف السادة المتقين ص: ۷/۴۸۹، الآفة الثامنة اللعن، مطبوعه دار الفكر بيروت)

[2] وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصالة والشعر والشجاعة وحسن الراى فى الملك وكان ذا جمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض اوقات وامانتها فى غالب الاوقات ..... وقد روى ان يزيد كان قد اشتهر بالمعازف وشرب الخمر والغناء والصيد واتخاذ الغلمان والقيان والكلاب والنطاح بين الكباش والدباب والقرودو ما من يوم الا يصبح فيه مخموراً ..... وذكروا عنه غير ذلك والله اعلم بصحة ذلك (البداية والنهاية ص ۲۱۸/ج۸، ۲۲۳/ج۸، ترجمة يزيد بن معاوية سنة ۶۴ھ، طبع دارالحديث القاهرة، اتحاف السادة المتقين ص ۴۸۹/ج۷، بيروت)

یزید کو ایصال ثواب

سوال: - کیا یزید کی روح کو ایصال ثواب درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہر مسلمان کی روح کو ایصال ثواب درست ہے، گنہگار زیادہ محتاجِ ثواب ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا

سوال: - کیا یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امیر بمعنی حاکم ظالم بھی ہوتا ہے، عادل بھی ہوتا ہے[2]، خلیفہ کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

---

[1] صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها، (شامی زکریا ص: ۱۵۱/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت الخ، هدایه ص: ۲۹۶، ج: ۱، باب الحج عن الغیر، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص: ۵۱۴، فصل فی زیارة القبور)

[2] قال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید فقال قال امیر المومنین یزید بن معاویة فقال تقول امیر المومنین فامر به فضرب عشرین سوطا، (الصواعق المحرقة ص: ۲۲۱، فی بیان الاختلاف فی کفر یزید، مطبوعه استنبول)

کربلا میں حق پر کون تھا؟

سوال:- کربلا میں حضرت امام حسین حق پر تھے یا یزید؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اجتہادی چیز ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیا شہید ہوئے؟

سوال:- کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

واقعہ کربلا اجتہادی چیز ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اس لئے وہ شہید[2] تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

---

[1] حضرت امام حق واجتہاد پر تھے، مقدمہ تاریخ ابن خلدون مترجم ص: ۱/۳۲۱، حصہ اول، کیا امام حسینؓ کو باغی کہا جاسکتا ہے، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

[2] ابی الحسین ان یرجع او یستاسر فقاتلوہ فقتل فضی اللہ سعیداً شہیداً حمیداً (اتحاف السادۃ المتقین ص ۴۸۸/ج۷، الأفۃ الثامنۃ اللعن، کتاب آفات اللسان، والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکرمہ اللہ تعالیٰ بالشہادۃ فی ھذا الیوم، (فتاوی ابن تیمیہ ص: ۴/۵۱۱، اکرم اللہ الحسن والحسین بالشہادۃ، مطبوعہ سعودیہ عربیہ، البدایہ والنہایہ ص: ۴/۱۴۲، الجزء الثامن، قصۃ الحسین بن علی الخ، مطبوعہ نزار مصطفی احمد الباز مکہ مکرمہ، تاریخ ابن خلدون مترجم ص: ۱/۳۲۱، حصہ اول، کیا امام حسین کو باغی کہا جاسکتا ہے، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

واقعۂ کربلا جہاد ہے یا لڑائی؟

سوال:- کربلا میں پیش آنے والے واقعہ کو جہاد کہیں گے یا صرف لڑائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عموماً جہاد کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں کفر واسلام کا مقابلہ ہو اور مقصود بھی اعلاء کلمۃ اللہ ہو[۱]، جہاں یہ چیز نہ ہو وہ محاربہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ ظالم تھے؟ نعوذ باللہ

سوال:- کیا امام حسین علیہ السلام کو ظالم کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ ظالم نہیں تھے ان کے مناقب وفضائل حدیث پاک میں موجود ہیں، ان کو جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

---

[۱] المقاتلة فی سبیل الله هو الجهاد لاعلاء کلمة الله واعزاز الدین. (تفسیر القاسمی المسمی بمحاسن التاویل ص: ۲/۱۳۴، الجزء الثالث، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۱۹۰، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح المعانی ص: ۲/۱۷۴، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۱۹۰، مطبوعه مصطفائی دیوبند، تفسیر قونوی ص: ۵/۶۸، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه،

[۲] مفهومه ان من قاتل لنحو غنیمة او اظهار شجاعة فلیس فی سبیل الله فلا ثواب له، (السراج المنیر ص: ۳/۳۷۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، فیض القدیر ص: ۶/۱۸۸، رقم الحدیث: ۸۸۹۱، مطبوعه دارالفکر بیروت، اعلاء السنن ص: ۱۲/۵۶، کتاب السیر، قبیل باب الجاسوس وحکم الحربی الخ، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه) (حاشیہ ۳/ اگلے صفحہ پر)

کیا کربلا کا واقعہ اسلامی جہاد تھا؟

سوال:- کربلا میں پیش آنے والے واقعات سیاسی نوعیت کے تھے یا اسلامی حیثیت کے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی خاطر کربلا تشریف نہیں لیگئے تھے بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ جانا ضروری سمجھتے تھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

کربلا میں کام آنے والے کیا دین کی حفاظت کیلئے لڑے ہیں؟

سوال:- کیا کربلا میں گلستان نبوت کے نونہالوں کی تمام قربانیاں ہوس اقتدار کی خاطر تھیں یا حفاظت دین کے لئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی نقطۂ نظر سے کربلا گئے تھے نہ کہ حصول اقتدار

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة، (ترمذی شریف ص:۲۱۷/۲، ابواب المناقب، مناقب ابی محمد الحسن الخ، مطبوعه المکتبة الاشرفیة دیوبند، مشکوة شریف ص: ۵۷۰، مناقب اهل البیت، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] خروج حضرت امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوی خلافت راشدہ پیغامبر کہ بمرورسی سال منقضی گذشتہ نبود بلکہ بناء بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود الخ (فتاوی عزیزی ص: ۱/۳۴، کیفیت خروج امام حسین برائے اعانت اہل کوفہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

کیلئے[1]، واقعہ کربلا کے متعلق آپ نے کیا نظریہ قائم رکھا ہے، مجھے علم نہیں، اس تحریر سے آپ کو مدد مل سکے گی یا نہیں، اس کا بھی علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

کسی شیعہ کا حضرت شاہ ولی اللہؒ کو زک پہونچانا

سوال:- کیا کسی شیعہ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کو کوئی زک پہونچائی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شیعوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اذیت پہونچائی ہے جیسا کہ ان کے تذکرہ سوانح میں موجود ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ

کیا شیعہ حافظ قرآن ہوسکتا ہے؟

سوال:- کیا شیعہ حافظ قرآن ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شیعوں کا قرآن پر ایمان نہیں وہ تحریف کے قائل ہیں[3]، نیز صحابہ کرامؓ جو کہ ابتداءً حضرت

---

[1] خروج حضرت امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوی خلافت راشدہ پیغامبر کہ بمرورسی سال منقضی گذشتہ نبود بلکہ بناء بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود الخ (فتاوی عزیزی ص: ۱/۳۴، کیفیت خروج امام حسین برائے اعانت اہل کوفہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[2] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہؒ ص: ۲۹۰، مطبوعہ حیدرآباد.

[3] گویند عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز قرآن را تحریف کردند وآیات وسور بسیار را کہ در احکام وفضائل اہل بیت نزول یافتہ بود اسقاط نمودند الخ (تحفۂ اثنا عشریہ ص: ۳۸، باب در مکائد شیعہ وطریق اضلال الخ، کید سیزدہم، مطبوعہ لاہور، تحفۂ اثنا عشریہ مترجم ص: ۵۷، مطبوعہ مجاہد ملت دیوبند)

رسول اکرم ﷺ سے قرآن پاک کو سیکھنے اور لینے والے ہیں، شیعہ ان کو مومن نہیں مانتے بلکہ ناحق کی تہمت ان پر لگاتے ہیں[1]، اس وجہ سے وہ حافظ قرآن نہیں ہوتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ

دس محرم کو مسجد میں مجلس

سوال:۔ یہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے، ۱۰/محرم کو مجلس یادگار امام حسن وحسینؓ مسجد میں کرسکتے ہیں، جس میں شیعہ وسنی دونوں صاحبان پڑھیں گے؟

الجواب حامداومصلیاً:۔

حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مسجد میں اور خارج مسجد درست ہے اور باعث ثواب ہے[2]، لیکن خاص کر محرم کے موقع پر بطور یادگار مجلسیں کرنا درست نہیں، نہ مسجد میں نہ باہر، اسلئے ایسی مجلسیں مسجد میں نہ کی جائیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اول احکام ایشاں حکم است بتکفیر صحابہ وخلفاء ثلاثہ وچندے از امہات المومنین کہ احب ازواج بسوئے پیغمبر بودند بالاجماع ومخالفت ایں حکم بما انزل اللہ برظاہر روشن است، تحفہ اثنا عشریہ ص:۲۴۶، باب نہم، دراحکام فقہیہ مطبوعہ لاہور، تحفۂ اثنا عشریہ مترجم ص:۳۸۹، نواں باب، احکام فقہیہ، تکفیر صحابہ کا حکم کرنا، مطبوعہ مجاہد ملت دیوبند)

[2] صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰةً اوصوما اوصدقة اوغیرها (شامی کراچی، ص ۲۴۳/ج۲/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها له، عالمگیری کوئٹه ص۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۹/۳، باب الحج عن الغیر)

[3] واما بیان قصة شهادة الحسین وترک بیان قصص شهادات الائمة فتشبه بالروافض قلت تخصیص بیانه بعشرة المحرم الاولی اوبالمحرم وجمع المجلس لبکاء الناس کما تعارف فی بلادنا تشبه بالروافض ومن تشبه بقوم فهومنهم (نفع المفتی والسائل، ص ۱۲۶) مایتعلق بالنوم والقیام وافعال العباد، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، فتاوی عزیزی ص ۷۶/۱، مسئله تعزیه داری محرم، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

محرم کے موقع پر شہادت کا قصہ مسجد میں بیان کرنا

سوال:- اگر کسی مسجد میں تبلیغی نصاب کی تلاوت بھی نہیں کی جاتی تو وہاں مسجد میں بیٹھ کر ذکر شہادت بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تب بھی اس ذکر شہادت کو اختیار نہ کیا جائے، یہ شیعہ کا طریقہ ہے، کہ وہ اس ماہ میں اس کا اہتمام کرتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دس محرم کو مٹھائی مسجد میں لاکر گھر میں تقسیم کرنا

سوال:۔ بعض ملکوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ دس محرم میں مٹھائی وغیرہ کھانے کی چیزیں مسجد میں لاکر یا گھر میں تقسیم کی جاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کوئی شرعی چیز اور قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے[2]، البتہ

---

[1] واما بیان قصة شهادة الحسين وترک بيان قصص شهادات الائمة فتشبه بالروافض قلت تخصيص بيانه بعشرة المحرم الاولیٰ او بالمحرم وجمع المجالس لبكاء الناس كما تعارف فی بلادنا تشبه بالروافض ومن تشبه بقوم فهو منه، نفع المفتی والسائل ص ۱۲۶، مایتعلق بالنوم والقيام وافعال العباد. مكتبه رحيميه ديوبند.، فتاوی عزيزی ص ۱/۷۶، مسئلة تعزيه داری محرم وصورت، مكتبه رحيميه ديوبند.

[2] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. مشكوٰة شريف ص ۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة. (مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- جو شخص ہمارے اس امر دین میں نئی بات ایجاد کرے وہ مردود ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا بہت ثواب ہے اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعث برکت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۰ھ

PAGE24\A0U
not found.

---

[1] عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من وسع علی عیالہ یوم عاشورأ وسع اللّٰہ سائر سنتہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۰/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب فضل الصدقۃ، الفصل الثالث، الجامع الصغیر للسیوطی ص ۲/۱۸۲، تحت الواو، مطبوعہ مکہ مکرمہ،

ترجمہ:- آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے عیال پر عاشورہ کے دن وسعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام سال اس پر وسعت کرتے ہیں۔

عَنْ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ صَامَ یَوْمَ التَّرْوِیَۃِ اَدْرَکَ مَافَاتَہٗ مِنْ صِیَامِ السَّنَۃِ یعنی عاشوراء، ماثبت من السنۃ، ص ۱۳.

ترجمہ:- جس شخص نے ترویہ کا روزہ رکھا اس نے سال کے ان روزوں کو پالیا جو اس سے چھوٹ گئے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

﴿ردِّ قادیانیت﴾

قادیانی کا حکم

سوال:- ایک شخص جو پہلے سے پختہ مسلمان تھا وہ اب قادیانی ہوگیا ہے اور اپنی بہن کو زبردستی کرکے قادیانی بنالیا اور اپنی والدہ کو بھی قادیانی ہوجانے پر مجبور کررہا ہے اور بیوی کو بھی قادیانی کرلیا ہے۔ صرف ایک چھوٹا بھائی قادیانی نہیں ہے۔ گذارش یہ ہے کہ قادیانی کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا وہ مرتد ہوجاتا ہے اور اس کا نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟

اگر کوئی قادیانی ہوجانے کے بعد توبہ کرلے تو اس کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قادیانی کے ساتھ بیع وشراء اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرزا غلام احمد قادیانی نے عقائدِ کفریہ اختیار کئے جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوگیا جو شخص بھی اس کے کفریہ عقائد کی تصدیق کرے گا اس کا بھی حکم یہی[1] ہوگا اگر کوئی

---

[1] من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لاتنقطع فهو زنديق وهذا يليق بذلك الشقى المتنبى فانه قد سلب الايمان ومات شرميتة (ملخصاً اكفار الملحدين ۱۱۵) تحقيق ان من قال ان النبوة مكتسبة الخ. مجلس علمى ڈابهيل، شرح فقه اكبر ص ۲۰۲، المسئلة المتعلقة بالكفر الخ، طبع مجتبائى دهلى، عقيدة الطحاوى ص: ۵۲، اثبات ختم النبوة، ياسر نديم ديوبند. ويكفر من لم يكفره (اكفار ۱۰) بيان شئى من دعاوى القاديانى، طبع مجلس علمى ڈابهيل،

شخص مُرتد ہوجائے تو اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے۔[۱] ایسے شخص سے سلام وکلام بیع وشراء سب ختم کردینا لازم ہے، اس کو مسجد میں آنے سے بھی روک دیا جائے۔[۲] اس سے وہ شخص بات کرے جو اس کے غلط عقائد کی تردید کرسکتا ہو۔ اگر وہ توبہ کرکے اسلام میں دوبارہ داخل ہوچکا ہے تو نکاح دوبارہ کیا جائے۔[۳] فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۸۸ھ

جس کا شوہر قادیانی ہوگیا

سوال:- میری لڑکی شادی شدہ ہے حاملہ ہے مگر بدقسمتی سے میرے داماد اور اس کے سب گھر والے قادیانی ہوگئے ہیں تو اب شرعاً لڑکی کا نکاح باقی ہے یا فسخ ہوگیا۔ اب ہماری لڑکی کے لئے کیا حکم ہے؟

---

[۱] وارتداد احدهما اى الزوجين فسخ عاجل (الدرالمختار على الشامى ص:۳/۱۹۳، باب نكاح الكافر، مطبوعه كراچى، مجمع الانهر ص:۱/۵۴۶، باب نكاح الكافر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كنز مع البحر ص:۳/۲۱۴، باب نكاح الكافر، مطبوعه كوئٹه)

[۲] نهى رسول الله ﷺ عن كلامنا هو دليل على هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته المفهم شرح مسلم ص:۷/۹۸، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقاة ص:۴/۷۱۶، مطبوعه بمبئى، طيبى ص:۹/۲۴۳، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الاول، مطبوعه زكريا ديوبند.

[۳] ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا لكن ذكر فى نور العين ويجدد بينهما النكاح ان رضيت زوجته بالعود اليه الخ، الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۶/۳۹۰، ۶/۳۹۱، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد،

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرزا غلام احمد قادیانی پر علماءِ اسلام کی طرف سے کفر کا فتویٰ ہے۔ اس لئے کہ اس کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف تھے۔ وہ ختمِ نبوت کا منکر تھا۔ اسلئے انبیاء علیہم السلام کی شان میں سخت قسم کی گستاخیاں کی ہیں وہ اپنے لئے نبوت کا مدعی تھا۔ اس کے عقائد کو تفصیل سے لکھ کر اس پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے کہ ایسا شخص مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ جو شخص اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کو اپنا مقتدیٰ تسلیم کرتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے[۱]۔ قادیانی مذہب اختیار کرتے ہی نکاح فسخ ہوگیا۔ ہرگز ہرگز اس کے یہاں اپنی لڑکی کو نہ بھیجیں تین حیض گذرنے پر اس کی شادی دوسری جگہ کردیں[۲]۔

ارتداد احدهما فسخ فی الحال (کنز[۳]) قال فی جامع الفصولین وتعتد بثلاث حیض بحر[۴] ص ۲۱۵ ج ۳. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۸ھ

---

[۱] الاول ان ذلک الملحد ادعاه النبوة بل الرسالة نعم وتشریعا اکثر من نباح العواء فی کلامه فانکاره مکابرة فاضحة لایلتفت الیها ویکفر من لم یکفره الخ. (اکفار الملحدین ص: ۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، شرح فقه اکبر س: ۲۰۲، المسئله المتعلقة بالکفر، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۲] یہ اس وقت جب کہ لڑکی حاملہ نہ ہوئی ہو اگر وہ حاملہ ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے۔ قال فی جامع الفصولتین و تعتد بثلاث حیض لو حرة ممن تحیض وبثلاثة اشهر لو آیة او صغیرة و بوضع الحمل لو حاملاً (البحر الرائق ص ۲۱۵/ج ۳، باب نکاح الکافر، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۸/۱، الباب الثلاث عشر فی العدة، مجعه الانهر ص ۱۴۵/ج ۲، باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] کنز الدقائق ص: ۱۱۱، باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالاشاعت کلکته.

[۴] البحر الرائق ص: ۲۱۵/۳، باب نکاح الکافر، مطبوعه کوئٹه.

قادیانی اوراس کی کتابیں

سوال:- میں تبلیغی جماعت کا ایک خادم ہوں ایک سفر میں میری ملاقات ایک قادیانی سے ہوگئی میں نے اس سے دریافت کیا کہ علماءِ دیوبند تم لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔اس نے کہا کہ ان لوگوں نے ہماری کتابوں کا مطلب غلط سمجھا حالانکہ ان حضرات کو ہم سے مطلب معلوم کرنا چاہئے تھا اور کافر نہیں کہنا چاہئے تھا میں نے کہا کہ ان کتابوں کے نام کیا ہیں۔

انہوں نے ان کتابوں کے نام بتائے (۱) ایک غلطی کا ازالہ (۲) انجام آتھم (۳) حقیقت وحی (۴) ازالۃ الاوہام،سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کیسی ہیں اوران پر عمل کرنا کیسا ہے،اس شخص کا کہنا درست ہے یا غلط؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً!

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا[۱] اور ختمِ نبوت کا انکار کیا ہے حالانکہ حضرت رسولِ مقبول ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ مسئلہ قرآن پاک[۲] اوراحادیثِ مشہورہ[۳] اوراجماع سے[۴] ثابت ہے اس دعویٰ کی وجہ سے مرزا کافر ہے اور جو

---

۱ میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی (ایک غلطی کا ازالہ درروحانی خزائن ص:۲۱۱/ ۱۸،مطبوعہ ربوہ پاکستان)

۲ مَاکَانَ مُحَمّدٌ اَبَا اَحَدٍ مَنْ رِجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سورۂ احزاب آیت: ۴۰،

۳ عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ابوا داؤد شریف ص: ۲/۵۸۴، کتاب الفتن.

۴ ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول الله ابداً وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص فمنکر هٰذا لا یکون الا منکر الاجماع الاقتصاد فی الاعتقاد ص: ۱۱۴.

شخص اس کے اس دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی اس کے حکم میں ہے[۱] مرزا کی زندگی میں اس سے مناظرہ کیا گیا اور اس کے ہر غلط دعویٰ کی تردید قرآن پاک اور احادیث کے ذریعہ سے کی گئی اور اسپر کفر کا فتویٰ لگایا گیا وہ خود اپنی عبارات اور کتابوں کا کوئی صحیح مطلب نہیں بیان کرسکا تو آج اسکے ماننے والے کس شمار میں ہیں اگر وہ کوئی ایسا مطلب بیان بھی کریں جسکے خلاف صراحۃً مرزا نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے تو وہ خود انکا مطلب ہے مرزا کا مطلب نہیں ہوگا اسکی تردید کیلئے ہدایۃ المتری، اکفار الملحدین، رفع الاوہام، عقیدۃ الاسلام فی حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام، ختم نبوۃ، عشرۂ کاملہ، وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف ہوکر عرصہ ہوا شائع ہوچکی ہیں جن میں ان کی کفریات ایک دو نہیں بلکہ بڑی مقدار میں پوری تفصیل کے ساتھ درج ہیں اس لئے اس کی کتابوں کا مطالعہ عوام ہرگز نہ کریں اہلِ علم حضرات تردید کے لئے اس کی کتابوں کا مطالعہ کرکے اس کی اور کفریات کو ظاہر کرتے ہیں مرزا غلام احمد نے ایک شعر کہا ہے۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو.....اس سے بہتر غلام احمد ہے[۲]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ یوسف کے ساتھ سترہ سال کی عمر تک نجاری (بڑھئی) کا کام سیکھا[۳] اور خود ان کی قبر کشمیر میں ہے[۴]، اور ان کی تین دادیاں

---

[۱] ویکفر من لم یکفرہٗ (اکفار الملحدین ص ۱۰) بیان شئ من دعاوی القادیانی الخ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل.

[۲] (دافع البلا در روحانی خزائن ص: ۱۸/۲۴۰، مطبوعہ ربوہ پاکستان)

[۳] حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۱۵۴/، در روحانی خزائن ص ۲۵۴/ ج ۳، طبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

[۴] اور تم یقیناً سمجھ لو کہ عیسی بن مریم فوت ہوگیا ہے اور کشمیر سری نگر محلّہ خان یار میں اسکی قبر ہے (کشتی نوح ص ۱۸، موسوم بہ دعوۃ الایمان وموسوم بہ تقویۃ الایمان در روحانی خزائن ص ۱۶/ ج ۱۹، ضیاء الاسلام، پریس ربوہ۔

اور تین نانیاں زانیہ تھیں[۱] حالاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ[۲] کے پیدا ہوئے اور زندہ آسمان[۳] پر اٹھائے گئے اور ان کی والدہ اور ان کی نانی کا تذکرہ قرآن شریف میں احترام کے ساتھ کیا گیا ہے[۴]، اور فرمایا گیا ہے وَاُمُّـهٗ صِدِّيْقَةٌ[۵] غرض مرزا غلام احمد قادیانی نے کفریات لکھنے میں کچھ کمی نہیں کی اس لئے وہ تمام علماء کے نزدیک کافر ہے[۶]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۷ھ

قادیانی کے تفصیلی احکام

سوال:-۱۔قادیانی مذہب کی لاہوری محمودی دونوں جماعتیں کافر ہیں یا کوئی ایک؟

۲۔مرزا صاحب کی جماعت کیوں کافر ہوئی حالانکہ وہ ایمان مفصل کی تمام باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں؟

---

۱ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷، حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم در روحانی خزائن ص: ۱۱/۲۹۱، مطبوعہ ربوہ پاکستان.

۲ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِى غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِى بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا. سورۂ مریم آیت:۲۸.

۳ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. سورۂ نساء آیت:۱۵۸.

۴ يَا اُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ اِمْرَءَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا. سورۂ مریم آیت:۲۸.

۵ سورۂ مائدۃ ۷۵، (**ترجمہ**) ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں (بیان القرآن)

۶ کفایت المفتی ص۱۵. ۱/۳۱۴، فصل چہارم فرقہ قادیانی، مطبوعہ دھلی. امداد الفتاوی ص۹۵/ج۶، فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۹۶/ج۱۲، فتاوی احیاء العلوم ص۶۸/ج۱، جواھر الفقہ ص۵۹/ج۱، اکفار الملحدین ص۱۰،

۳۔قادیانی کولڑکی دینا لینا ان کو اپنی قوم میں داخل وشامل رکھنا ان کی غمی وشادی میں خود شریک ہونا یا اپنی شادی وغیرہ میں ان کو برادری کی طرف سے شرکت کی دعوت دینا ان کے اموات اپنے قبرستان میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ایک مسلمان کا اگر قادیانی سے کچھ نسبتی رشتہ ہو تو اس کو برقرار رکھنا اور رشتہ داری کے حقوق اپنے اوپر عائد جان کر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۵۔قادیانی سے اپنے تمام نسبتی تعلقات اور برادری وقومیت کے علاقے منقطع کرنا جب تک کہ وہ تائب نہ ہو، از روئے شرع شریف ہر مسلمان کو ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی گئی ہے اور یہ تکفیر اہلِ حق متدین علماء نے کی ہے۔[۱] یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ فی الحال قادیانیوں کی دو پارٹیاں ہیں۔ ایک مرزا غلام احمد کو نبی اعتقاد کرتی ہے۔دوسری مجدد اور بہت بڑے درجہ کا ولی مانتی ہے۔یہ بھی آپ پر شاید مخفی نہیں کہ اسبابِ تکفیر کیا ہیں جگہ جگہ نبوت کا دعویٰ[۲] اپنے اوپر وحی کا نزول[۳]،

---

[۱] اکفار الملحدین ص ۱۰، بیان شئ من دعا وی القادیانی. مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل. کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، فصل چهارم فرقه قادیانی، امدادالفتاویٰ ص: ۶/۹۵، فتاویٰ دارالعلوم ص: ۱۲/۳۹۶، فتاوی احیاء العلوم ص: ۱/۶۸، فتاویٰ رحیمیه ص: ۷/۲۶، جواهر الفقه ص: ۱/۵۹،

[۲] صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰، روحانی خزائن ص۱۵۴/ج۲۲، طبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸، روحانی خزائن، ص۵۰۳/ج۲۲، سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاص ۱۱، روحانی خزائن ص۲۳۱/ج۱۸، نیز ملاحظہ ہو روحانی خزائن ص۴۱۲/ج۲، روحانی خزائن ص۴۵۴/ج۱۷، وغیرہ۔

[۳] تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی (کشتئ نوح ص ۲۲، روحانی خزائن ص ۱۹/۲۰، نیز ملاحظہ ہو مواهب الرحمان ص ۳۱، روحانی خزائن ص۱۹/۲۴۷، واعجاز احمدی و ضمیمه نزول المسیح ص ۲۰، روحانی خزائن ص ۱۲۴/ج۱۹.

کتب سابقہ سماویہ میں اپنی نبوت کی بشارت[۱]، حضرت نوحؑ کے معجزات پر اپنے معجزات کی زیادتی اور فوقیت[۲]، انبیاء سابقین علیہم السلام کی توہین وتحقیر[۳]، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب وسب وشتم[۴] اور آپ کے خاندان پر زنا کا افتراء[۵]، اللہ پاک سے اپنی ہم بستری[۶] وغیرہ وغیرہ

[۱] وبجہت ادائے شہادت من مطابق پیشگوئی ہائے قرآن کریم واحادیث صحیحہ، اناجیل اربعہ وصحف انبیاء در ماہ رمضان المبارک بالائے آسمان آفتاب راکوف وماہتاب راخوف گرفت است (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۶، روحانی خزائن ص ۳۶/ج ۲۰، نیز اربعین ص ۱۳، روحانی خزائن ص ۴۴۲/ج ۱۷.

[۲] خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو لوگ غرق نہ ہوتے۔(تتمہ حقیقہ الوحی ص ۵۷۵ روحانی خزائن ص ۵۷۵/ج ۲۲.

[۳] انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام مرا بتمام

نزول مسیح ص ۱۰۱، روحانی خزائن ص ۴۷۷/ج ۱۸، نیز ملاحظہ ہو اعجاز احمدی ص ۶۶، روحانی خزائن ۱۷۰/ج ۱۹.

[۴] عیسائیوں نے بہت سے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہیکہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرامکار اور حرام کی اولاد ٹھہرا دیا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا.....آپ کے ہاتھ میں سوا مکر وفریب کے کچھ اور نہیں تھا (حاشیہ انجام آتھم ص ۶، ۷، اور روحانی خزائن ص ۱۹۰/ج ۱۱)

مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بیں خدائی کا دعوی کرنے والا (مکتوبات احمدیہ ص ۲۳/ج ۳)

نیز ملاحظہ ہو ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ ص ۲۵۲/تا ۲۶۳، حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸/تا ۱۵۰، دافع البلاء ص ۱۳، ۲۰، ۲۱، ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱/ص ۲۸۹/تا ۲۹۳۔

[۵] آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور ہوا، (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، روحانی خزائن ص ۲۹۱/ج ۱۱)

[۶] مرزا صاحب کے ایک خاص مرید یار محمد بی اے ایل پلیڈر اپنے سٹریکٹ ۳۴ موسوم بہ اسلامی قربانی میں لکھتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانہ طاقت) کا اظہار فرمایا، سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے (عشرہ کاملہ ص ۳۱، ۳۲، مصنفہ مولانا یعقوب صاحب پٹیالوی، مطبوعہ اسلامیہ رامپور)

جیسا کہ اعجاز احمدی، ازالۃ الاوہام، حقیقۃ الوحی، ضمیمہ انجام آتھم، دافع البلاء، حاشیہ کشتیٔ نوح وغیرہ کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اگر ان اشیاء میں سے کوئی شئے فی الحال آپ کے علم میں نہ ہو تو کتبِ بالا کے مطالعہ سے استحضار ہوسکتا ہے۔ آپ کے استفتاء سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر منشاء شبہ دو چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ ایمان مفصل کا قائل ہو کر آدمی کیسے کافر ہوسکتا ہے۔ دوم یہ کہ جو پارٹی مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتی وہ کس بناء پر کافر ہے۔ سو امر اوّل کے متعلق عباراتِ ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

۱. من انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لاالٰہ الا اللہ السیر الکبیر[1] ص ۳۶۵ ج ۴،

۲. اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اٰخر الانبیاء علیھم وعلی نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمیۃ اہ قال ابو حفص الکبیر کل من اراد بقلبہ بغض نبی کفر وکذلک لو قال انا رسول اللہ ﷺ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ولو انہ حین قال ھٰذہ المقالۃ طلب غیرہ منہ المعجزۃ قیل یکفر الطالب والمتاخرون من المشائخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ وافتضاحہ لا یکفر ملخصاً عالمگیری[2] ص: ۲/۲۶۳، وفی البزازیۃ[3] یجب الایمان بالانبیاء بعد معرفۃ معنی النبی وھو المخبر عن اللہ تعالیٰ باوامرہ ونواھیہ وتصدیقہ بکل مااخبر عن اللہ تعالیٰ واما الایمان بسیدنا محمد ﷺ فیجب بانہ

---

[1] السیر الکبیر ص: ۳۶۸/ج۵، باب ما یکون الرجل بہ مسلما یدرأ عنہ القتل الخ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص: ۲/۲۶۳، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا ما یتعلق بالانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام.

[3] بزازیہ علی الھندیۃ ملخصاً، ص: ۶/۳۲۶، کتاب الفاظ تکون اسلاماً او کفرا، الثالث فی الانبیاء.

رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذا اٰمن بانه رسول ولم یومن بانه خاتم الانبیاء لا یکون مومنا. وفی فصول العمادی من لم یقر ببعض الانبیاء بشئی او لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر مجمع الانهر[1] ص: ۱/۶۹۹.

۴. ولوعاب نبیاً کفر[2] بزازیه ص: ۳/۳۲۷.

۵. دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع شرح[3] فقه اکبر ص: ۲۰۲، ثم لا نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة التکذیب وعلم کونه کذلک بالادلة الشرعیة کسجود الصنم والقاء المصحف فی القاذورات والتلفظ بکلمة الکفر ونحو ذٰلک مما ثبت بالادلة انه کفروبهٰذا یندفع مایقال ان الایمان اذا کان عبارةً عن التصدیق والاقرار فینبغی ان لا یصیر المقر باللسان المصدق بالجنان کافراً بشئ من افعال الکفر والفاظه مالم یتحقق منهٗ التکذیب او الشک اه شرح فقه اکبر[4] ص: ۹۳. دیکھئے اسمیں کتنی صورتیں ہیں کہ باوجود ایمان مفصل کی تمام باتوں پر ظاہراً اعتقاد رکھتے ہوئے فقہاء نے اجماعاً تکفیر فرمائی ہے۔ اگر محض آمنتُ باللہ الخ کا اعتراف زبان سے کافی ہوتا اور یہ کفر کے منافی ہوتو فقہاء قاطبۃً کیوں تکفیر فرماتے ہیں۔ اگر دعویٰ نبوت منافی ایمان نہیں تو مسیلمہ کذاب کی تکفیر بھی بے محل ہوگی اور پھر اس کا قتل جو اکابرِ

---

[1] مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۶، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] بزازیه علی الهندیة ص: ۶/۳۲۷، کتاب الفاظ تکون اسلاماً الخ، الثالث فی الانبیاء، شامی کراچی ص: ۴/۲۳۴، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الانبیاء، راجع کتاب الشفاء ص: ۲/۱۸۸، القسم الرابع، الباب الاول، فی بیان ما هو فی حقه سب الخ، مطبوعه موسسة الرسالة بیروت، تاتارخانیه ص: ۵/۵۷۹، مطبوعه کراچی.

[3] شرح فقه اکبر ص: ۲۰۲، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[4] شرح فقه اکبر ص: ۹۳، مطبوعه مجتبائی دهلی.

صحابہ کے ارشاد سے قرونِ اولیٰ میں ہوا ہے محتاجِ تأمل ہوگا حالانکہ وہ اجماعی ہے۔ اس نے چند آیات بنائی تھیں[1] مرزا غلام احمد نے بھی قصیدہ اعجازیہ پیش کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفعِ جسمانی اور بغیر باپ کے پیدا ہونا قطعی اور اجماعی ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر ہر دو کا انکار کیا ہے،[2] ملائکہ کے متعلق بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی بہت سی تحریرات میں خلافِ تصریحاتِ اسلام خرافات موجود ہیں[3]۔ بعض شرائع کو تسلیم بھی کیا ہے اور بعض کا انکار کیا ہے یہ بالکل وہی شان ہے۔ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقّاً وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً الاٰية.[4]

جو شخص ملائکہ اور رُسل کو سب وشتم کرے اور ان سے عداوت رکھے اس کے متعلق کلام پاک میں ارشاد ہے۔

---

[1] راجع المنتظم ص: ۴/۷۹، قصة اهل اليمامة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. الكامل فى التاريخ ص: ۲/۳۶۱، ذكر مسيلمة، مطبوعه دارصادر بيروت.

[2] حاشيه ضميمه انجام آتهم در روحانى خزائن ص: ۱۱/۲۹۱، مطبوعه ربوه پاكستان.

[3] انهم يقولون ان الملائكة ينزلون الى الارض كنزول الانسان من جبل الىٰ حفيض هذه عقيدتهم التى يبينون و انا لا نقبلها ونقول انهم ليسوا فيها على الحق فاشتد غيظهم وقالوا ان هولاء خرجوا عن عقائد اهل السنة والجماعة بل كفروا وارتدوا فقاموا علينا معترضين اما الجواب فاعلم انهم قد اخطأوا ..... بل القرآن الكريم يبين ان الملائكة يشابهون بصفاتهم صفات الله تعالىٰ (حمامة البشرىٰ ص ۱۰۵، روحانى خزائن ص ۲۷۱/ ج ۲، نیز ملاحظہ ہو روحانى خزائن جلد ۷/ ص ۲۸۱، و ص ۲۹۶، طبع ضياء الاسلام پريس ربوه)

[4] سورة النساء آيت: ۱۵۱،

ترجمہ:- اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کیلئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔ (بيان القرآن)

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ الاٰية[1]

امید ہے کہ اب دل میں کوئی شبہ نہیں رہا ہوگا۔ اگر اب بھی کوئی شبہ ہو تو شرح شفا[2]، خفاجی[3]، الصارم المسلول[4]، ردالمحتار[5]، شرح مقاصد[6] کو تفصیل سے دیکھئے کہ جن اشیاء سے ارتداد کا حکم ہوجاتا ہے۔ اور خصوصیت سے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اکفار الملحدین[7] اور فیصلہ مقدمہ بھاولپور[8] میں کافی تفصیل موجود ہے۔ جو جماعت مرزا کی ہم عقیدہ ہے اور اس کو نبی مانتی ہے اس کا حکم عباراتِ مذکورہ سے ظاہر ہوگیا۔

---

[1] سورة البقرة آیت: ۹۸

ترجمہ:- جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا (بیان القرآن)

[2] قال ابو حنيفة واصحابه من كذب باحد من الانبياء او تنقص احدا منه او برىء منه اى تبرأ من احد منهم فهو مرتد وهٰذا كله فيمن تكلم فيهم اى فى الانبياء والملائكة بما قلناه على جملة الملائكة والنبيين اى عموما واجمالا بان شتم نبيا او ملكا غير معين او على معين ممن حققنا كونه من الملائكة والنبيين مما نص الله عليه، شرح الشفا ص: ۲/۵۴۶، فصل واما حكم من سب سائر انبياء الله تعالىٰ، مطبوعه مصر.

[3] حاشية الشهاب المسماة بعناية الخفاجى ص: ۳۴۳، ج۲، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۹۸، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[4] الصارم المسلول ص: ۱، تا آخر المسئلة الاولىٰ، مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

[5] شامى زكريا ص: ۶/۳۵۴، باب المرتد.

[6] شرح مقاصد ص: ۳/۴۵۸، المبحث السادس فى تعريف الكفر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[7] اكفار الملحدين ص: ۸، بيان الحاد القاديانى الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[8] مقدمه بهالپور ص: ۴۸، مطبوعه پاكستان.

امر دوم جس شخص کی تکفیر کے متعلق نصوص بالا ناطق ہوں اس کو مجدد ولی اعتقاد کرنا بھی کفر ہے۔خود خیال کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کے عدو ہوں اس سے محبت اور اعتقاد صراحۃً اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے یا نہیں۔مرزا غلام احمد کی حیثیت صرف کافر اصلی کی نہیں بلکہ مرتد کی تھی اور ارتداد بھی وہ جو کہ زندیق میں ہوتا ہے۔آج بھی جو شخص مرزا کے عقائد کو اختیار کرے گا اس پر بھی شریعت مُرتد کا حکم لگائے گی۔زندیق اور مُرتد کے احکام ردالمحتار[1] ص ۴۵۷، میں دیکھئے۔ اجمالی طور پر آپ کے جُملہ سوالات کا جواب ظاہر ہوگیا۔تاہم تفصیل سے نمبروار سنئے۔

۱۔ہر دو کا حکم ایک ہے۔

۲۔قطعیات اور اجماعیات کے انکار کی وجہ سے۔

۳۔یہ جملہ امور شرعاً ناجائز ہیں۔

ولاالوثنیات وھو بالاجماع والنص ویدخل فی عبدۃ الاوثان عبدۃ الشمس والنجوم والصور التی استحسنوھا والمعطلۃ والزنادقۃ الباطنیۃ والاباحیۃ وفی شرح الوجیز و کل مذھب یکفر بہ معتقدہ اھ فتح[2] القدیر ص:۲/۳۷۳، ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط اھ ھندیہ[3] ص ۱/۲۸۲، موتی المسلمین اذا اختلطوا بموتی الکفار اوقتلی المسلمین بقتلی الکفار ان کان للمسلمین علامۃ یعرفون بھا یمیز بینھم وان لم تکن علامۃ ان کانت الغلبۃ للمشرکین فانہ لا یصلی علی الکل

---

[1] (ردالمحتار کراچی ص: ۲۲۱/ج۲، باب المرتد) ویکفر من لم یکفرہ (اکفار الملحدین ص ۱۰، بیان شئ من دعاوی القادیانی. مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل)

[2] فتح القدیر ص: ۳/۲۳۱، کتاب النکاح. فروع النظر من وراء الزجاج. مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[3] ھندیہ کوئٹہ ص: ۱/۲۸۲، کتاب النکاح. القسم السابع المحرمات بالشرک.

ولٰکن یغسلون ویکفنون ویدفنون فی مقابر المشرکین اه عالمگیری[1] ص ۱۵۹ ج ۱ مختصراً، اما المرتد فیلقی فی حُفرة کالکلب اه در مختار ص[2] ۹۲۔

۴۔مرتد کا رشتہ تو باقی رہتا ہے مگر حقوقِ رشتہ داری منقطع ہوجاتے ہیں حتی کہ اگر کسی کا کوئی رشتہ دار نعوذ باللہ قادیانی ہوتو اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

ولانفقة مع الاختلاف دینا الاللزوجة والاصول والفروع الذمیین اه تنویر قوله مع الاختلاف دیناً ای کالکفر والاسلام فلا یجب علیٰ احدهما الانفاق علی الاٰخر وفیه اشعار بان نفقة السنی علی الموسر الشیعی کما اشیر الیه فی التکمیل قهستانی والمراد الشیعی المفضل بخلاف الساب القاذف فانه مرتد یُقتل ان ثبت علیه ذلک فان لم یقتل تساهلاً فی اقامة الحدود فالظاهر عدم الوجوب لان مدار نفقة الرحم المحرم علی اهلیة الارث ولا توارث بین مسلم ومرتد نعم لو کان یجحد ذلک ولا بینة یعامل بالظاهر وان اشتهر حاله بخلافه والله اعلم ردالمحتار[3] ص ۱۷۵ ج ۲۔

۵۔اگر تعلقات باقی رکھنے سے ان کی اصلاح اور ہدایت کی توقع ہوتو تعلقات کو برقرار رکھنا مناسب ہے اور ایسی حالت میں نرمی وتلطف سے ان کے عقائد کی خرابی کو آہستہ آہستہ ان پر ظاہر کرتے رہنا چاہئے۔اگر تعلقات رکھنے سے اپنے اوپر خراب اثر پڑنے کا اندیشہ ہو یا ان کی اصلاح کی توقع نہ ہو یا دوسرے لوگوں کی بدگمانی کا خطرہ ہو یا ترک تعلق سے ان کی توبہ اور اصلاح کی توقع ہوتو تعلق منقطع کردیا جائے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ ہر شخص کے لئے یکساں نہیں بلکہ ماحول کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہے۔جس صورت میں اُخروی نفع کی توقع

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۵۹/۱۔ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز۔ الفصل الثانی فی الغسل۔

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص: ۲/۲۳۰، قبیل حمل المیت۔ باب صلاة الجنازة۔

[3] الدرالمختار مع ردالمحتار کراچی ص ۳/۶۳۱، باب النفقة۔ مطلب فی نفقة قرابة غیر الولاد الخ،

ہواس کواختیار کرنا چاہئے اوردُنیاوی نفع کواُخروی نفع پرترجیح دینادرست نہیں۔البتہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے دشمن سے قلبی محبت رکھنا حرام ہے۔

قال تبارک وتعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ الاٰیۃ[1] روی انھا نزلت فی حاطب ابن ابی بلتعۃ حین کتب الیٰ کفار قریش یتنصح لھم فیہ فاطلع اللہ نبیہ علیٰ ذلک فدعاہ النبی ﷺ فقال انت کتبت ھٰذاالکتاب قال نعم قال وماحملک علی ذٰلک قال اما واللہ ماارتبت فی اللہ منذ اسلمت ولکنی کنت امرأ غریباً فی قریش وکان لی بمکۃ مال وبنون فاردت ان ادفع بذٰلک عنھم فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائذن لی یارسول اللہ فاضرب عنقہ فقال النبی ﷺ مھلا یا ابن الخطاب انہ قد شھد بدراً وما یدریک لعل اللہ قد اطلع علیٰ اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فانی غافر لکم الخ احکام القرآن[2] ص۵۳۳ ج۳ وفیہ دلیل علی ان الکبیرۃ لا تسلب اسم الایمان الخ مدارک[3] التنزیل ص۱۸۶ ج۴. فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ رصفر ۲۴/۲/۶۱ھ

---

[1] سورۃ الممتحنۃ آیت: ۱،

ترجمہ:- اے ایمان والوتم میرے دشمنوں اوراپنے دشمنوں کودوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو(ازبیان القرآن)

[2] احکام القرآن للجصاص ص:۳/۴۳۵، سورۃ الممتحنۃ. مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.

[3] مدارک التنزیل ص:۴/۲۴۶، سورئہ ممتحنہ. تحت آیت: ۱، مطبوعہ بمبئی.

قادیانی وغیرہ کلمہ گو کیا مسلمان ہیں؟

سوال:- ایک شخص کہتا ہے کہ مسلمانوں میں جتنے بھی فرقے ہیں، قادیانی ہوں یا شیعہ سب کلمہ گو ہیں اور سب قبلہ والے ہیں، سب مسلمان ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عقائد، فقہ اور نصوصِ قطعیہ کے خلاف فرقے اسلام سے خارج ہیں، محض کلمہ گو ہونے یا نماز پڑھنے سے وہ اہلِ قبلہ ہو کر مسلمان نہیں ہوں گے۔ کذا فی اکفار الملحدین[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قادیانیوں سے تعلق

سوال:- بدقسمتی سے ہمارے قصبہ کے دو تین شخص مرتد ہو کر مرزائی فرقۂ ضالہ میں شریک ہو گئے اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح ہمارے قصبہ میں بھی ابتداءً اس فرقہ کے استیصال کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ اور مرتدین کے ساتھ خلط ملط اور اکل وشرب وغیرہ کا سلسلہ بدستور جاری رہا تقریباً دس سال ہوئے مولانا مولوی محمد ایوب صاحب بیگ فاضل دیوبند نے اہلِ قصبہ کو اس فرقہ کے دجل سے آگاہ کرتے ہوئے اہلِ قصبہ کو ان سے انقطاعِ تعلقات کی تلقین فرمائی۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس مردِ حق کی پند ونصیحت کا اچھا اثر ہوا اور اہلِ قصبہ نے

---

[1] من انکر شیئاً من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ سبحانہ بالجزئیات وفرضیة الصوم والصلاة لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهداً بالطاعات (ملخصاً اکفار الملحدین ص:۱۷، تحقیق ان اهل القبلة اتفقوا علی ضروریات الدین. مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل. نبراس ص:۳۴۲، ومن قواعد اهل السنة ان لا یکفر احداً الخ. مطبوعه امدادیه ملتان. شامی کراچی ص:۲/۵، باب الوتر والنوافل، منکر الوتر)

مرتدین سے یہاں تک مقاطعہ کیا کہ قصبہ میں ان کے لئے رہنا دشوار ہوگیا اور کچھ عرصہ کے لئے قصبہ چھوڑ کر مرتدین کے چلے جانے سے قصبہ پاک ہوگیا، عوام ان کے دامِ تزویر سے بچ گئے اور آج تک قصبہ میں مرتدین کو کسی نے رشتہ وغیرہ نہیں دیا۔ اب کچھ عرصہ سے مرتدین کے رشتہ دار اور دیگر ضعیف الایمان لوگ چھپ چھپ کر مرتدین سے ملتے ہیں، اور سوائے تعلقات مناکحت کے جو آشکارا کئے بغیر نہیں ہوسکتے دیگر ہر قسم کے تعلقات رکھتے ہیں بظاہر مقاطعہ کئے ہوئے ہیں۔ چند خدامِ دین جو یہ چاہتے ہیں کہ یہ دجل وضلالت کا پودا اس قصبہ میں نشوونما نہ پائے بلکہ ہر ممکن کوشش سے قصبہ کو اس فتنہ سے پاک کیا جائے عوام کو مرتدین سے مقاطعہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ جو لوگ مرتدین سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں اُن سے بھی مقاطعہ کرنے کو کہتے ہیں۔ براہِ نوازش اپنا قیمتی وقت اس کارِ خیر میں صَرف فرما کر تمام مضمون کو بغور ملاحظہ فرماویں اور مندرجہ ذیل مسائل کا مفصل جواب حوالہ جات کے ساتھ فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

۱۔ وہ لوگ جو مرتدین سے تعلقات اکل وشرب اور ہر قسم کے تعلقات رکھتے ہیں آیا وہ بھی مرتد ہوجاتے ہیں یا صرف گنہگار؟ اگر گنہگار ہوتے ہیں تو کس درجہ میں؟ آیا عام فاسق وفاجر یا بے نمازیوں اور ان لوگوں میں کچھ فرق ہے یا سب یکساں گنہگار ہیں؟ ایسے لوگوں سے جو مرتدین سے میل جول اور اکل وشُرب وغیرہ تعلقات رکھتے ہیں۔ قصبہ کے مسلمان میل ملاپ رکھیں یا اس غرض سے تعلقات منقطع کردیں کہ وہ مرتدین سے میل جول چھوڑنے پر مجبور ہوجائیں۔

۲۔ وہ لوگ جو مرتدین سے تعلقات اکل وشُرب ومناکحت وغیرہ تو نہیں رکھتے لیکن نشست وبرخاست گفت وشنید اور خلط ملط رکھتے ہیں وہ کس درجہ میں گنہگار ہیں۔ عام گنہگاروں اور ان میں کیا فرق ہے اور اس کے ساتھ قصبہ کے دیگر مسلمان تعلق رکھیں یا نہیں؟

۳۔ ایک شخص جس کا داماد مرزائی ہے، برادری کے انقطاعِ تعلقات کی وجہ سے متعدد بار

توبہ کر چکا ہے اور قسم کھا چکا ہے کہ میں اپنی بیٹی اور داماد سے آئندہ کوئی تعلق نہ رکھوں گا۔ لیکن ہر توبہ کے بعد یہ ہوتا ہے کہ داماد اور بیٹی کے پاس آتا جاتا ہے اور ان سے ہر قسم کے تعلقات رکھتا ہے، ایسے شخص کی توبہ پر کب تک اعتماد کیا جائے؟

۴۔ ایک لڑکی جس کا خاوند مُرتد ہو گیا وہ برادری کے شور وغوغا کی وجہ سے اپنے والد اور تایا سے کہتی ہے کہ اگر میرے نان نفقہ کا انتظام کر دو تو میں اپنے خاوند کو جو مرتد ہونے کی وجہ سے خاوند بھی شرعاً نہیں رہا چھوڑ دوں گی۔ لیکن اس کا باپ اور تایا باوجود قدرت رکھنے کے اس کے نان نفقہ کی کفالت سے انکار کرتے ہیں، یہ دونوں کس درجہ کے گنہگار ہیں اور ان سے قصبہ کے عام مسلمان تعلقات رکھیں یا منقطع کر دیں اور اگر رکھیں تو کس قسم کے تعلقات رکھ سکتے ہیں۔ برائے نوازش بغور مطالعہ فرمانے کے بعد تمام سوالات کا مفصل جواب علیحدہ علیحدہ تحریر فرماویں۔ قرآن وحدیث کا حوالہ حتی الامکان دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قال اللّٰہ تعالیٰ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ الاٰیۃ[۱]، والرکون الی الشئ ھو السکون الیہ بالانس والمحبۃ فاقتضیٰ ذالک النھی عن مجالسۃ الظالمین وموانستھم والانصات الیھم ھو مثل قولہٖ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین اھ احکام القرآن[۲] ص ۲۰۵ ج ۳.

وقال تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الَّذِیْنَ اِتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُواً وَلَعِباً[۳] وَقَالَ تَعَالیٰ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّاالْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ

---

[۱] سورۃ ھود آیت: ۱۱۳، **ترجمہ**:- اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔ (بیان القرآن)

[۲] احکام القرآن للجصاص ص: ۱۶۶/۳، قبیل ومن سورۃ یوسف، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت.

[۳] سورۃ مائدہ آیت: ۵۸، **ترجمہ**:- اے ایمان والو! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔

مِنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى[1].

مرزائی لوگ بفتویٰ[2] علماءِ حق کافر ومرتد ہیں ان کے ساتھ رشتۂ مناکحت[3] قطعاً ناجائز ہے اور ایسا نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ وہ زنا کے حکم میں ہے جتنے لوگ ایسے نکاح میں شریک ہوں یا باوجود قدرت کے ایسے نکاح کو نہ روکیں وہ سب حسبِ حیثیت گنہگار ہوں گے۔[4]

مرتد کے ساتھ اکل وشُرب ومجالست وغیرہ بھی ناجائز ہے۔[5] قلبی محبت بھی قطعاً ممنوع ہے۔ جو مسلم عورت کسی مرزائی کے نکاح میں ہے تمام اہلِ قدرت پر حسبِ قدرت اس کو چھڑانا واجب ہے خاص کر جب کہ وہ خود بھی اس سے علیٰحدہ ہونے کی خواہشمند ہو۔ جو شخص جس قدر صاحبِ اختیار ہے اور اس کے چھڑانے میں کوتاہی کرے اسی قدر وہ گنہگار ہے۔ اگر کوئی مُرتد

---

[1] سورة النجم آیت: ۲۹،

ترجمہ :- تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو۔ (بیان القرآن)

[2] اکفار الملحدین ص: ۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، ۱/۳۱۵، فتاوی دار العلوم ص: ۱۲/۳۹۶، ص: ۷/۴۵۴، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۱/۶۸، امداد الفتاویٰ ص: ۶/۵۹، فتاویٰ رحیمیه ص: ۷/۲۶.

[3] ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذلک لا یجوز نکاح المرتد مع احد عالمگیری کوئٹه ص: ۲۸۲، ج ۱، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرک. مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۸، باب نکاح الکافر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. هدایه س: ۲/۳۴۵، باب نکاح اهل الشرک، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشک ان یعمهم الله بعقاب مشکوة شریف ص: ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بذل المجهود ص: ۵/۱۱۷، کتاب الملاحم، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

[5] کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۷، فتاویٰ دار العلوم ص: ۱۲/۳۴۲،

صدقِ دل سے توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی[۱]۔ اگر ترکِ تعلقات کے ذریعہ سے اس کی توقع ہے کہ کوئی مسلمان کسی مرزائی سے تعلق نہیں رکھے گا تو ضرور ایسے شخص سے ترک تعلق کر دیا جائے۔ اگر یہ خیال ہے کہ نرمی سے سمجھانے اور اخلاق کے ساتھ پیش آنے پر اپنی حرکت سے باز آجائے گا اور ترکِ تعلق سے اس کی ضد اور زیادہ ہوگی تو اس سے نرمی کا معاملہ کیا جائے۔ الغرض مرتد خدا کے دشمن ہیں ان سے جس قدر کوئی محبت کا تعلق رکھے گا اسی قدر وہ خدا کی رحمت سے دور ہوگا۔ المرء مع من احب[۲]. کے ماتحت اسی جماعت میں اس کا حشر ہوگا اور دنیا و آخرت میں خدا کے دشمنوں کا شریک اور رفیق سمجھا جائیگا اور یہ گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہے جن کا تعلق محض اپنے نفس سے ہے کیونکہ ایسا شخص خدائی باغیوں کا ہم پلّہ ہے والعیاذ باللہ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۸/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قادیانیوں کے ساتھ تعلقات اور اس پر صلوٰۃ جنازہ وغیرہ

سوال:- اگر کوئی شخص اہل سنت قادیانی ہو جائے تو وہ خارج از اسلام ہو جاتا ہے یا نہیں

---

[۱] وکل مسلم ارتد فتوبته مقبولة (الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۶/۳۷۰، باب المرتد، قبیل مطلب مهم فی حکم ساب الانبیاء، کتاب تنبیه الولاة والحکام، من مجموعة رسائل ابن عابدین ص: ۱/۳۲۱، الفصل الثانی فی توبته، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] وَرَدَ فی حدیث عبدالله بن مسعود مرفوعاً متفق علیه (مشکوٰة ص: ۴۲۶، باب الحب فی الله، بخاری شریف ص: ۲/۹۱۱، کتاب الادب، باب علامة الحب فی الله، مطبوعه مطبوعه المکتبة الاشرفیة دیوبند)

اس شخص سے رسم تعلقات باقی رکھنا اس کی دعوت کھانا اس کے یہاں تقریبات نکاح وغیرہ میں شریک ہونا یا اس کو اپنے یہاں دعوت کھلانا اگر وہ انتقال کر جائے تو اس کی تجہیز وتکفین میں شرکت کرنا یا کسی عالم کو باوجود جملہ حالات معلوم ہونے کے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے مدفن میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ عالم صاحب کے واسطے کیا حکم ہے۔ کیوں کہ عوام الناس کی شرکت کا بھی باعث ہوا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء اسلام کے فتویٰ کے مطابق قادیانی کافر ہیں[۱] جو شخص قادیانی ہو جائے وہ مرتد کے حکم میں ہے اس سے تعلق رکھنا اس کے نکاح وغیرہ میں شریک ہونا یا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا ناجائز ہے[۲]، اس کے جنازہ میں شرکت اور نماز جنازہ بھی منع ہے جو شخص باوجود علم کے قادیانی کے جنازہ کی نماز پڑھے یا پڑھائے وہ گنہگار ہے اسکو توبہ لازم ہے قادیانی کو اہل اسلام کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کرنا چاہیے۔

والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر درمختار[۳] وشرطها (اى صلوٰة الجنازة) اسلام الميت الخ تنوير[۴] اما المرتد فيلقى فى حفرة كالكلب اى لا

---

[۱] كفايت المفتى ص:۱/۳۱۳، امداد الفتاوى ص:۶/۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲/۳۹۶، فتاوى احياء العلوم ص:۱/۶۸، فتاویٰ رحيميه ص:۷/۲۶.

[۲] وكذلك منع اصحابنا الدخول الى ارض العدو ودخول كنائسهم والبيع ومجالسة الكفار واهل البدع والا تعتقد مودتهم ولا يسمع كلامهم ولا مناظرتهم، الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ص:۴/۱۴، الجزء السابع، سورۂ انعام تحت آيت:۶۸، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۳] الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص:۱/۵۲۲، باب صفة الصلاة، مطلب فى الدعاء المحرم، طحطاوى ص:۲۲۰، فصل فى بيان سننها، مطبوعه مصر، البحر الرائق ص:۱/۳۳۰، باب صفة الصلاة، فصل واذا ارادالدخول فى الصلاة، مطبوعه كوئٹه.

[۴] تنوير على الشامى كراچى ص:۲/۲۰۷، مطلب فى صلاة الجنازة. مجمع الانهر ص:۱/۲۶۸، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. حلبى كبيرى ص:۵۸۳، فصل فى الجنائز، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

یغسل ولا یکفن ولا یدفع الیٰ من انتقل الیٰ دینهم بحر عن الفتح اهـ ردالمحتار[1] ص ۹۳۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/۵۵ھ

قادیانی پر نماز جنازہ

سوال:- ایک قادیانی شخص کی لڑکی فوت ہوگئی اس نے اور اس کے باپ نے بیٹی اور پوتی کی نماز جنازہ ادا نہیں کی امام ومقتدی اہل سنت والجماعت تھے کیا قادیانی مذہب کے اولاد یا عورت کی نماز جنازہ اہلِ سنت والجماعت کو پڑھنی چاہئے یا نہیں اگر نہیں تو جنہوں نے بخیال برادری نماز ادا کی ان پر کچھ سزا شرعی عائد ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قادیانی لوگ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں[2] اور نماز مسلمان کے جنازہ کی پڑھی جاتی ہے[3]، کافر کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی جسکے متعلق معلوم ہو کہ یہ قادیانی ہے اس کے جنازہ کی نماز درست نہیں اسکی عورت اگر مسلمان ہے تو اسکی نماز اور اسکے نابالغ بچے کی نماز درست ہے کیوں کہ نابالغ اولاد خیر الابوین کے تابع ہوتی ہے۔[4] البتہ بالغ میں مسلمان ہونے کیلئے ماں باپ کا

---

[1] شامی کراچی ص: ۲/۲۳۰، قبل حمل المیت، فتح القدیر ص: ۲/۱۳۲، قبیل فصل فی حمل الجنازة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] اکفار الملحدین ص: ۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، امدادا لفتاویٰ ص: ۶/۵۹، فتاوی دارالعلوم ص: ۱۲/۳۹۶، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۱/۶۸، فتاویٰ رحیمیه ص: ۷/۲۶.

[3] وشرطها (ای صلوٰة الجنازة) اسلام المیت تنویر مع الشامی کراچی ص: ۲/۲۰۷، صلاة الجنازة،

[4] اسلم هو اوالصبی وهو عاقل صلی علیه لصیرورته مسلمًا قوله فاسلم هوای احد ابویه ح ای فان الصبی یصیر مسلماً لان الولد یتبع خیر الابوین دیناً (شامی کراچی ص: ۲/۲۳۰، قبل حمل المیت.

اعتبار نہ ہوگا[1] بلکہ وہ خود اگر مسلمان ہے تو اسکی نماز جنازہ جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ جن لوگوں نے غیر مسلم کی جنازہ کی نماز پڑھی ہے انکو توبہ کرنا لازم ہے[2] اگر مسئلہ سے ناواقفیت کیوجہ سے انہوں نے ایسا کیا تو ان کیلئے اور کوئی سزا نہیں اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو برادری کو بعد تفہیم کوئی مناسب تدارک مثل ترک تعلقات کرنے میں مضائقہ نہیں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

قادیانی کا مسجد میں نماز کے لئے آنا

سوال:- قادیانی مذہب کے اشخاص بروقت ہونے جماعت مسجد اہل سنت والجماعت علیحدہ کھڑے ہوکر نماز خود ادا کرتے ہیں اور وضو بھی آفتابہ مسجد و پانی مسجد سے کرتے ہیں بوجہ فتویٰ کفر ہونے کے قادیانی فرقہ کے لوگ نماز مسجد اہل سنت والجماعت میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں اور ادا کر سکتے ہیں تو اہل سنت والجماعت پر تو کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قادیانی جب مسلمان نہیں تو ان کی نماز نہیں ان کو مسجد میں آکر نماز ادا کرنے سے روک دینا

---

[1] الحاصل انه تنقطع تبعية الولد فى الاسلام لاحد ابويه ببلوغه عاقلا الخ. شامى زكريا ص: ۶/۲۸۶، كتاب الجهاد، باب المستامن، مطلب مهم الصبى يتبع احد ابويه فى الاسلام.

[2] واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة الخ. نووى على مسلم ص: ۲/۳۵۴، كتاب التوبة. مطبوعه رشيديه دهلى،

[3] رخص للمسلم ان يغضب على اخيه ثلاث ليال لقلته ولا يجوز فوقها الا اذا كان الهجران فى حق من حقوق الله فيجوز فوق ذلك الى قوله فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة على ممر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق مرقاة ص: ۴/۷۱۶، مطبوعه بمبئى، طيبى ص: ۹/۲۴۳، باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه زكريا ديوبند.

چاہئے اگر اندیشہ فساد نہو۔[1]

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۲۳/۳/۵۳ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۶/ربیع الاول ۵۳ھ

قادیانی وشیعہ کوسلام اور جواب

سوال:- شیعہ جوروافض کہلاتے ہیں یا مرزا قادیانی لوگوں کوسلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا شرع شریف میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان لوگوں کوسلام نہیں کرنا چاہئے اگر یہ لوگ سلام کریں تو جواب میں فقط وعلیکم کہہ دیا جائے یا ہداک اللہ کہہ دینا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف ۱۶/رمضان ۵۵ھ

---

[1] **تنبیہ**:- مرتد کیساتھ نشست وبرخاست، خوردونوش، سلام وکلام منع ہے (شامی ص: ۴/۲۵۳، کتاب المرتد، اوراس کومحبوس رکھنے کا حکم ہے (شامی ص: ۴/۲۲۵، باب المرتد) لہٰذا مسجد میں آنے اور علیحدہ نماز پڑھنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی (فتاویٰ دار العلوم ص: ۱۲/۴۲۰) البتہ عام کافر ومشرک کے مسجد میں داخل ہونے کا حکم علیحدہ ہے۔ (شامی ص: ۶/۳۸۷، مطبع کراچی، کتاب الحظر والاباحة)

[2] ویسلم علی اهل الذمة ..... فی بعض نسخ المتن ولا یسلم وهو الاحسن الا سلم فافهم ..... ولا یزید علی قوله وعلیک کما فی الخانیة (الدر المختار مع الشامی ص: ۶/۱۳، مطبوعه کراچی، کتاب الحظر والاباحة. فصل فی البیع، هندیه ص: ۵/۳۲۵، کتاب الکراهیة. الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس. مطبوعه کوئٹه.

قادیانی کے سلام کا جواب اوراس کی دعوت

سوال:- اگرکوئی قادیانی سلام کرے تو جواب دیا جائے گا یانہیں؟ یا ازخود ان کوسلام کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ نیز اگر وہ دعوت دے تو شرکت کرسکتے ہیں یانہیں؟ یا ان کو اپنی کسی دعوت میں بلا سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قادیانی نے نصوصِ قطعیہ کے خلاف اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے، اسلئے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے[1] جومسلمان قادیانی مذہب اختیار کرلے اسکا بھی وہی حکم ہے۔ اسکوسلام کرنا اوراسکے سلام کا جواب دینا اوراس کی دعوت قبول کرنا اوراس کی دعوت کرنا جائز نہیں تمام کفار کے ساتھ جومعاملہ کیا جاتا ہے مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۲ھ

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟

سوال:- ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ یا

---

[1] راجع اکفار الملحدین ص:۱۳۳-۱۵۸، عبارات المرزا غلام احمد قادیانی الموجبة لکفره، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل. کفایت المفتی ص:۱/۳۱۳، فتاویٰ رحیمیه ص:۲۷-۳۵/۷.

[2] من ارتد عرض علیه الاسلام استحبابا وتکشف شبهته ویحبس ثلاثة ایام ان استمهل فان اسلم والا قتل (تنویر الابصار علی الشامی کراچی ص:۴/۲۲۵، باب المرتد. البحرالرائق ص۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین، والمرتدة تحبس ابداً ولا تجالس ولا تواکل حقائق حتی تسلم (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۴/۲۵۳، باب المرتد، مطلب لو تاب المرتد الخ، البحر ص:۵/۱۲۹، باب احکام المرتدین)

چچا نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دو گواہوں کولیکرلڑکی کے پاس جاتا ہے اورلڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہاراوکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں کے روبرونکاح کردوں۔ جب لڑکی ہاں کہدیتی ہے تو یہ وکیل اوردونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں۔ بعدہٗ محلّہ کا پیش امام خطبہ نکاح پڑھتا ہے اوروکیل سے کہتا ہے یوں کہو میں نے اپنی وکالت سے فلاں کی لڑکی کومبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں اورحاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں دیا،تم نے قبول کیا،تو لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔صورتِ بالا پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگرلڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے، وہ وکالت کرتا ہےاوردونوں گواہ مسلمان اہلِ سُنّت والجماعت ہیں وہ قادیانی ایجاب وقبول کرتا ہےتو ایسی صورت میں نکاح ہوگیا یانہیں؟ واضح ہو کہ بہشتی زیور میں ہے کہ کوئی کافرکسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا؟ لہٰذا برائے مہربانی اس صورت پرنظرفرما کرجواب سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

ولی اوروکیل میں فرق ہےنکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے،[1] اصل ایجاب وقبول زوجین کا ہوتا ہے۔ بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، قادیانی کی وکالت بیکارگئی۔ اگرلڑکی کی طرف سے اصالۃً یا وکالۃً یا دلالۃً کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جاوے تب بھی اس نکاح پرلڑکی کا راضی ہونا اوراس کے لوازمات کو بجالانا یہ اجازتِ فعلی ہے جو کہ شرعاً معتبر ہے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان الوکیل فی النکاح سفیر ومعبر (هدایه ص: ۲/۳۲۲، کتاب النکاح، شامی کراچی ص: ۳/۲۴، کتاب النکاح.

[2] ومن الرضاد لالة فی جانبها تمکینه من الوطء وطلب الواجب من النفقة (شامی کراچی ص: ۳/۷۵، کتاب النکاح. باب الولی.

قادیانی کی وکالت سے نکاح

سوال:- ایک شخص اہلِ سنت والجماعت میں سے ہے اسنے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہلِ سنت والجماعت میں کیا لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بصورتِ ثانی نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور مجلسِ عقد میں اسکا باپ موجود ہے اسکی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائیگا اور قادیانی کی وکالت بیکار ہے اور نکاح صحیح ہوگیا۔ اور اگر لڑکی بالغہ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے عقد کرایا تو بھی نکاح ہوگیا[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جو شخص قادیانی ہوجائے اس کا نکاح برقرار نہیں رہتا

سوال:- زید حنفی سُنّی صحیح العقیدہ آدمی تھا۔ خدا جانے کن اثرات کے ماتحت وہ قادیانی بن گیا اور اپنا قدیم مسلک ترک کردیا سوال یہ ہے کہ اس حالت میں اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی رہی اور اس کے ذمہ شوہری حقوق کو ادا کرنا لازم رہا یا نکاح ختم ہوکر تعلق زوجیت ختم ہوگیا اور بیوی اپنے شوہر پر حرام ہوگئی؟

---

[1] امر رجلا ان یتزوج صغیرته فزوجها عند رجل وامرأتین والاب حاضر صح لان یجعل عاقداً حکماً ولو زوج بنته البالغة بمحضر شاهد واحد جاز ان کانت حاضرة لانها تجعل عاقدةً وان لم تکن حاضرة لا یکون العقد نافذاً بل موقوفاً علی اجازتها (ملخصاً شامی ص:۳/۲۵، کتاب النکاح، مطبع کراچی،

الجواب حامداً ومصلیاً!

قادیانی نے ختمِ نبوت اور بہت سے بنیادی عقائدِ اسلام کے خلاف کا ارتکاب کیا اور بار بار متنبہ کرنے پر اپنی بات سے رجوع نہیں کیا۔ اسلئے علماءِ اسلام کے فتویٰ کی رو سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے[1]۔ جو شخص اسکے مسلک کو قبول کرتا ہے اور اسکے عقائد کو اختیار کرتا ہے اسکا حکم بھی وہی ہے کہ شوہر کے مُرتد ہو جانے کی وجہ سے مسلمان بیوی نکاح سے خارج ہو گئی۔ اب اس کے ساتھ رہنا سہنا اور شوہر بیوی جیسا معاملہ کرنا ہرگز جائز نہیں رہا بلکہ پورا پردہ لازم ہے[2]۔ قادیانی سے متعلق بہت تفصیل سے کتابیں موجود ہیں۔[3] فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۰ھ

شوہر کے قادیانی ہونے سے فسخ نکاح

سوال:- زید کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر پانچ سال کی تھی اور جب اس کی شادی کی تو لڑکے کی عمر بھی پانچ سال کی تھی، چونکہ اب دونوں بالغ ہو گئے ہیں جن کی عمر تقریباً اٹھارہ اٹھارہ سال ہے میں نے ہر چند لڑکے والے کو کہا کہ لڑکی بالغ ہے لہٰذا اپنے گھر لے جاؤ مگر وہ

---

[1] کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، امداد الفتاویٰ ص: ۶/۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ص: ۳۹۶، ج ۱۲، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۱/۶۸، فتاویٰ رحیمیہ ص: ۷/۲۶)

[2] وارتداد احدھما ای الزوجین فسخ عاجل (الدرالمختار علی الشامی کراچی. ص: ۳/۱۹۳، باب نکاح الکافر)

[3] اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ: مؤلفہ مولانا عبدالغنی صاحبؒ۔ قادیانی مذہب: مؤلفہ پروفیسر الیاس برنی صاحب
قادیانیت: مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
صحائف رحمانیہ: مؤلفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ۔
مزید دیکھئے ردِ مرزائیت کے زریں اصول ص: ۲۳۰، افادات حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ مرتبہ مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری،
ردقادیانیت: افادات فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔ چونکہ میں بالغ لڑکی کو گھر رکھنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا ہم نے چند لوگوں میں بھی پنچایت کر کے انکو کہا کہ لڑکی لیجاؤ، مگر وہ انکار کر گئے۔ لڑکے والوں کا خاندان مع لڑکے کے مرزائی ہو گئے ہیں۔ چونکہ لڑکی بالغ ہے، لڑکی کہتی ہے کہ میں مرزائی خاوند کے گھر نہیں جاؤں گی۔ نہ لڑکی نے لڑکا دیکھا اور نہ لڑکے نے لڑکی دیکھی۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ شریعت کے حکم کے مطابق میرا کوئی نہ کوئی فیصلہ کیا جائے۔ دوسری جگہ لڑکی کا رشتہ ہونے پر مرزائی خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرزا غلام احمد قادیانی نصوصِ قطعیہ کے انکار اور خلافِ شرع عقائد کی وجہ سے کافر اور مرتد ہے اور جو شخص اسکے عقائد کو اختیار کرے وہ بھی کافر اور مرتد ہے[1] شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں رہتی[2] اور بغیر خلوتِ صحیحہ کے جب شوہر کا ارتداد وغیرہ کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جائے تو عدّت واجب نہیں ہوتی اور صورتِ مسئولہ میں چونکہ مرتد ہوا ہے، لہٰذا نصف مہر ہی واجب ہوگا۔ **ثم ان کان الزوج هو المرتد فلها کل المهر ان دخل بها ونصفها ان لم یدخل بها اه فتاوی[3] عالمگیری ص: ۱/۳۳۹.**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفی اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۶/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ // // // صحیح: عبداللطیف // // //

---

[1] اکفار الملحدین ص: ۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، امداد الفتاویٰ ص: ۶/۵۹، فتاوی دار العلوم ص: ۱۲/۳۹۶، فتاویٰ رحیمیه ص: ۷/۲۶.

[2] وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء (الدر المختار علی رد المحتار ص ۱۹۳ ج ۳ کراچی) باب نکاح الکافر

[3] عالمگیری کوئٹه ص: ۱/۳۳۹، کتاب النکاح. الباب العاشر فی نکاح الکفار. تبیین الحقائق ص: ۲/۱۷۸، باب نکاح الکافر، مطبوعه امدادیه ملتان.

قادیانی سے نکاح اور ثبوتِ نسب

سوال:- بکر قادیانی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ عورت زاہدہ سے درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ثبوتِ نسب کس سے متعلق ہوگا؟

(۲) صحیح العقیدہ زاہدہ اور بکر کا نکاح ہوگیا اس کے بعد بکر قادیانی ہوگیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ ہر دو صورت میں نسب کا تعلق کس سے ہوگا؟

(۳) مندرجہ بالا ہر دو صورت میں جبکہ عورت زاہدہ صحیح العقیدہ ہے نیز اسکا ایک لڑکا زید بھی صحیح العقیدہ ہے۔ ایک صحیح العقیدہ عورت عابدہ کا نکاح اس لڑکے سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(اور۲) اہلِ سنت والجماعت کے فتوؤں کے مطابق قادیانی اسلام سے خارج ہیں[۱]۔ نہ مسلمان صحیح القعیدہ عورت کا نکاح کسی قادیانی سے درست ہوسکتا ہے نہ بعد میں شوہر کے قادیانی ہوجانے سے وہ نکاح باقی رہ سکتا ہے بلکہ قادیانی ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے[۲]۔ اولاد مسلمان شمار ہوگی[۳]۔

۳۔ شرعاً یہ نکاح صحیح ہو[۴] جائیگا مگر اس کا خیال رہے کہ ماحول کے اثر سے کہیں اس لڑکی کے عقائد پر خلافِ شرع قادیانی اثر نہ پڑے اس کا پورا انتظام کرلیا جائے[۵]۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۷ھ

---

[۱] اکفار الملحدین ص: ۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی، مطباوعه المجلس العلمی ڈابھیل، کفایت المفتی ص: ۱/۳۱۳، امدادا لفتاویٰ ص: ۶/۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ص: ۱۲/۳۹۶، فتاوی رحیمیه ص: ۷/۲۶، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۱/۶۸.

[۲] وارتد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء درمختار علی ردالمحتار ص: ۲/۳۹۲، نعمانیه، باب نکاح الکافر.

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیمار قادیانی کی تیمارداری

سوال:- مرزائی مفلوج الجسم اور مفلس، تنگ دست رشتہ دار کی خدمت جسمانی یا امداد مالی (مثلاً ماموں ہے) کرنا اور کوئی اس کا رشتہ دار خدمت کرنے والا نہ ہو محض مخلوق خدا کافر اور پلید سمجھ کر جیسے کتّے وغیرہ کی خدمت ہے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرزائی صرف کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہیں[۱] جو معاملہ دیگر کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مرتد کے ساتھ شرعاً نہیں کیا جاتا اسلئے مرتد کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں چاہئے[۲] البتہ اگر یہ توقع ہو کہ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ..... [۳] والولد یتبع خیر الابوین دینا الخ (درمختار علی ردالمحتار ص:۲/۳۹۴، نعمانیہ، مطبوعہ کراچی ص:۲/۲۳۰، قبیل مطلب فی حمل المیت. مجمع الانہر ص:۱/۵۴۴، باب نکاح الکافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص:۲/۱۷۳، باب نکاح الکافر، عالمگیری کوئٹہ ص:۱/۳۳۹، الباب العاشر فی نکاح الکافر.

[۴] وینعقد ای یحصل ویتحقق النکاح فی الوجود بایجاب وقبول (مجمع الانہر ص:۱/۴۶۸، کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. البحر الرائق کوئٹہ ص:۳/۸۱، کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص:۲/۹۶، کتاب النکاح، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۵] لا تجالسوا الا ھواء ولا تجادلوھم فانی لا آمن ان یغمسوکم فی صلاتھم ویلبسوا علیکم ماکنتم تعرفون الخ. الاعتصام ص:۶۵، فصل الوجہ الثالث من النقل، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الجامع لاحکام القرآن ص:۴/۱۴، الجزء السابع، سورۂ انعام تحت آیت:۶۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اکفار الملحدین ص:۱۰، بیان شیء من دعاوی القادیانی، المجلس العلمی ڈابھیل، کفایت المفتی ص:۱/۳۱۳، امدادا لفتاویٰ ص:۶/۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ص:۱۲/۳۹۶، فتاویٰ احیاء العلوم ص:۱/۶۸. فتاوی رحیمیہ ص:۷/۲۶،

(حاشیہ نمبر۲/۱ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

وہ خوش اخلاقی اور تیمارداری سے متأثر ہوکر ارتداد سے تائب ہوجائیگا اور اسلام قبول کرلے گا تو پھر یہ تیمارداری مستقل تبلیغ کا حکم رکھتی ہے۔ بشرطیکہ نیت یہی ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

قادیانی کا وقف مسجد کے لئے

سوال:- ایک نقشہ میں ایک مسجد کی جائداد ظاہر کی گئی ہے اس میں آٹھ دوکانیں ہیں جو آٹھ نمبروں سے ظاہر کی گئی ہیں۔ درمیان میں مسجد ھٰذا کا دروازہ ہے دوکانوں کے سامنے کچھ زمین ہے جو ایک صاحب کی ہے جو قادیانی مذہب کا بیٹا ہے اور قادیانی مذہب کا پکا پیرو بھی ہے۔ وہ صاحب اسی زمین کو مسجد ہٰذا کو وقف کرتے ہیں۔ قادیانی صاحب کا یہ وقف ہماری مسجد یا جائدادِ مسجد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ صاحب یہ جائداد وقف یا کسی طرح مسجد کو زمین نہ دیں تو مسجد یا دوکانوں کا راستہ بند ہوسکتا ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ زمین مسجد

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] من ارتد عرض علیه الاسلام استحباباً وتکشف شبهته ویحبس ثلاثة ایام ان استمهل فان اسلم والا قتل (تنویر مع الشامی کراچی ص:۴/۲۲۵، باب المرتد، البحرالرائق ص:۵/۱۲۵، باب احکام المرتدین.

والمرتدة تحبس ابداً ولا تجالس ولا تواکل حقائق حتی تسلم (الدرالمختار علی الشامی ص:۴/۲۵۳، کراچی، باب المرتد، البحر ص:۵/۱۲۹، باب احکام المرتدین.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی بخاری شریف ص:۱/۲، باب کیف کان بدء الوحی الخ، مطبوعه المکتبه الاشرفیة دیوبند. مشکوة شریف ص:۱۱، قبیل کتاب الایمان، مطبوعه یسرندیم دیوبند.

میں کس صورت میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جومسلمان اپنا اصلی مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد قرار دیا جاتا ہے[۱]، مرتد کی کوئی عبادت قبول نہیں[۲]۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس فرقہ میں داخل ہوا ہے اس فرقہ کے نزدیک جن امور میں وقف صحیح ہوتا ہے ان امور میں اسکا وقف صحیح ہے[۳]۔ اس طرح مسجد اس کا وقف بھی معتبر ہے۔ علاوہ ازیں جب اس نے اپنے مالکانہ حقوق ختم کر دیئے اور مسجد کے حوالہ زمین کردی وریہ شخص خود قادیانی نہیں ہوا بلکہ اس کا والد قادیانی ہوا تھا اس سے یہ پیدا ہوا ہے تو اس کا وقف بھی معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قادیانی کا دعویٰ نبوت

سوال:- میرے پاس جماعت احمدیہ کی پچاس کتابیں ہیں، میں نے سب کا بغور مطالعہ

---

[۱] وفی الشرع هو الراجع عن دین الاسلام وركن الردة اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان (مجمع الانهر ص:۲/۴۸۷، باب المرتد، الدرالمختار على الشامی زكريا ص:۶/۳۵۴، باب المرتد. اكفار الملحدين ص:۱۰، بيان شيء من دعاوى القاديانی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل، كفايت المفتی ص:۳۱۳، ج:۱، امدادا لفتاویٰ ص:۶/۵۹، فتاویٰ دارالعلوم ص:۱۲/۳۹۶، فتاویٰ احياء العلوم ص:۱/۶۸. فتاوى رحيميه ص:۷/۲۶،

[۲] الردة تبطل القربة (ملخصاً شامی كراچی ص:۴/۴۰۰، كتاب الوقف، قبيل فصل يراعی)

[۳] وعند محمد يجوز منه مايجوز من القوم الذين انتقل الى دينهم شامی كراچی ص:۴/۴۰۰، كتاب الوقف، مطلب وقف المرتد، فتح القدير ص:۶/۲۰۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

کیا ہے، ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ سے (جو اسلام کی بنیاد ہیں) مرزا غلام احمد قادیانی کو کلی طور پر اتفاق ہے، اور مرزا صاحب کا مقصد ومنشاء اسلام کی ترقی اور دنیا والوں میں حضور اکرم ﷺ کی اعلیٰ وارفع شان کو ثابت کرنا ہے، جو حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ظہور ونزول کے بعد) کا کام ہے، رہا شریعت کا سوال تو جہاں تک میں نے اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ تھا، اور ایسی نبوت کے ہم سب خود قائل ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی بھی ہوں گے اور حضور اقدس ﷺ کے امتی بھی ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں، اور ان احادیث نبوی کا مصداق خود کو قرار دیتے ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئی فرمائی ہے، جو بہت حد تک میری عقل وسمجھ کے مطابق معقول معلوم ہوتا ہے، میں نے ملنے جلنے والے علماء کو یہ کتابیں دکھائیں اور ان سے غلط ثابت کرنے کی درخواست کی لیکن یہ کترا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوپر کے علماء کو لکھئے، کچھ اداروں سے درخواست کی لیکن جواب نہیں ملا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے مسرت ہوئی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حق وباطل کی تحقیق وتمیز کا شوق عطا فرمایا اور اس سلسلے میں آپ نے کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے، مہربانی فرما کر وہ کتابیں بھیجدیں جس میں آپنے دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ کیا اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت اسکا مقصد ہے، اگر کتابیں نہ بھیج سکیں تو وہ عبارتیں ان کتابوں سے مع حوالہ صفحہ وطباعت نقل کر کے بھیجدیں تاکہ پھر آپ کو بتایا جاسکے کہ قرآن وحدیث کے خلاف کیا کیا مرزا غلام احمد نے لکھا ہے، کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی

مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا[۱] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زانیہ تھیں[۲] (نعوذ باللہ) کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام سیکھتے تھے[۳] اور پھر کیاں بنا کر اڑا دیتے تھے[۴] غلام احمد کی خرافات اور اباطیل اتنی کثرت سے ہے کہ کوئی سلیم الفطرت صحیح العقیدہ اس کو تسلیم نہیں کرسکتا، بلکہ ایمان کے خلاف سمجھتا ہے، آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ قادیانی کی تردید میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ بھی آپ کے مطالعہ سے گذری ہیں یا نہیں؟

نوٹ:- آئندہ خط بھیجیں اور یہ خط بھی ساتھ بھیجیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ

انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا

سوال:- (الف) بعض لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں کیا یہ قول صحیح ہے؟

(ب) نیز کیا مرنے کے بعد سمع بصر وادراک بڑھ جاتا ہے، عام لوگوں کا حتی کہ کفار کے بھی سمع بصر وادراک بڑھ جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(ج) نیز ''ولایۃ النبی افضل من نبوتہٖ'' جو مقولہ ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) انبیاء علیہم السلام کی حیات ان کی قبور میں برزخی حیات ہے جو کہ اس عالم کی

---

۱ دیکھئے کشتی نوحؑ (درروحانی خزائن ص ۱۶/ ۱۹/ مطبوعہ ربوہ پاکستان، حقیقی اسلام ص ۲۹-۳۰)

۲ دیکھئے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷/ روحانی خزائن ص ۱۱/۲۹۱.

۳ دیکھئے ازالۃ الاوہام ص: ۱۵۴/ حاشیہ روحانی خزائن ص ۳/۲۵۴، مطبوعہ ربوہ پاکستان.

۴ ازالۃ الاوہام میں تحریر ہے کہ ''سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے (ازالہ اوہام ص: ۱۵۴/ ۱، درروحانی خزائن ص: ۳/۲۵۴، مطبوعہ ربوہ پاکستان.

حیات سے قوی ہے، جیسے کہ چراغ سے اس کی روشنی سارے کمرے میں پھیل رہی ہے، لیکن اس کے اوپر جب طشت ڈھانک دیا جائے، جس سے اس کی روشنی محدود ہوجائے، مگر پہلے سے زیادہ قوی ہوجائے گی[۱]، جو چیز احادیث سے ثابت ہو اس کا اعتراف کیا جائے گا، اور جس چیز کی احادیث میں نفی کردی گئی ہو اس کا انکار کردیا جائے گا اور جس چیز سے احادیث ساکت ہو اس میں توقف کیا جائے گا، اپنی قیاس اور رائے سے کوئی بات نہیں کہی جائے گی[۲]، میں نے یہ کہیں احادیث میں نہیں دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں[۳]،

(ب) کفار کو عذاب کا ادراک واحساس بڑھ جاتا ہے، لذائذ اور نعمتوں سے بالکل محروم ہوجاتے ہیں، ادراک باقی نہیں رہتا[۴]،

(ج) اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی دو صفتیں ہیں۔

---

[۱] آب حیات ص ۲۱۵/ للامام النانوتوی، طبع مجتبائی دهلی.

[۲] راجع حدیث ابی هریرة مرفوعا قَالَ ذَرُوْنِی مَاتَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاِخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْ مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ (مسلم شریف، ص ۴۳۲/۱/ کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، مطبوعه اصح المطابع.

وراجع حدیث ابی ثعلبة الخشنی مرفوعا وَتَرَکَ اَشْیَاءَ غَیْرِنِسْیَانٍ وَلٰکِنْ رَحْمَةً مِنْهُ لَکُمْ فَاَقْبِلُوهَا وَلَاتَبْحَثُوْعَنْهَا (تفسیر الدرالمنثور ص:۲۰۸/۳/ مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر ص: ۱۷۱/۲/ سورۂ مائده آیت: ۱۰۱، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

[۳] حضرت والا قدس سرہ نے حدیث شریف سے شب باشی کا ثبوت کا انکار فرمایا ہے، علامہ زرقانی نے ابن عقیل حنبلی کا قول نقل کیا ہے، کوئی حدیث ثبوت میں پیش نہیں کی۔

''انه علیه السلام حی فی قبره رسول اللّٰه ابدا لآباد علی الحقیقة لاالمجاز قال ابن عقیل الحنبلی ویضاجع ازواجه ویستمتع بهن اکمل من الدنیا وحلف علیٰ ذالک وهوظاهر ولامانع منه (شرح زرقانی علی المواهب ص ۱۶۹/۶/ النوع الثالث فی وصفه الخ، المقصد السادس، طبع بیروت. **(حاشیه نمبر ۴ اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

ایک وصف نبوت جسمیں مخلوق کی طرف رخ ہوتا ہے، احکام پہنچانے کیلئے۔

دوسرا وصف ولایت، اسمیں حق تعالیٰ کی طرف رخ ہوتا ہے، کمالات حاصل کرنے کیلئے تو جس حالت میں حق تعالیٰ کیطرف رخ ہو وہ اعلیٰ ہے اس حالت سے جسمیں مخلوق کیطرف رخ ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونگے یا امتی؟
اور
ان پر وحی آئے گی یا نہیں؟

سوال:- (۱) ایک صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آسمان سے نزول فرمائیں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبی کی حیثیت سے رہیں گے، اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس ﷺ کا امتی نہ مانے اس کا ایمان باقی نہیں رہتا، ان کے دلائل کا صرف امتی ہونا تحریر فرمایا ہے، ان صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی نبی کا لقب وعنوان دیا، ایک پمفلٹ میں یہ بھی لکھا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴] ولایجوز ان یقال ذلک الذی یجدہ المیت من النعیم والعذاب مثلھا یجدہ النائم فی منامہ بل ذلک النعیم والعذاب اکمل وابلغ واتم وھو نعیم حقیقی وعذاب حقیقی (فتاویٰ ابن تیمیہ ص: ۲۷۶/۴، النائم یحصل لبدنہ وروحہ الخ، مطبوعہ الملکۃ العربیہ السعودیہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] قد یقع تردد فی ان مرتبۃ النبوۃ افضل ام مرتبۃ الولایۃ بعد القطع بان النبی متصف بالمرتبتین والقطع بانہ افضل من الولی الذی لیس بنبی، فقیل الولایۃ افضل بوجوہ احدھا انھا توجہ العبد الی الحق سبحانہ فقط والنبوۃ توسط بین الحق والعباد (نبراس شرح شرح عقائد ص: ۳۲۶/ لایبلغ ولی درجۃ الانبیاء، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

کہ آج ایک شخص نزول عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اکابر علماء سلف کے اقوال کو پس پشت ڈالدیتا ہے ان کے اقوال اور امت اسلامیہ کے عقیدہ کے خلاف محض اپنی تحقیق کے بل بوتے پر علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت نبی کے ہوگی، اوران پر وحی بھی نازل ہوگی، تو کیا ان کے دعویٰ سے علماء کرام اور عامۃ المسلمین کے عقیدہ ختم نبوت کو ٹھیس نہیں لگتی ہے، انتہیٰ کلامہ، حاصل دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس ﷺ کا امتی ماننا ایمان وعقیدہ کا جزو ہے۔

(۲) دوسرے صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے، تو بیشک شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے شریعت موسویہ کا اتباع بھی کر چکے ہیں، شریعت محمدیہ کا اتباع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضروری ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں جو پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گذر چکے ہیں، ان میں سے بھی جو دنیا میں آتے شریعت محمدیہ پر عمل کرنا ان کے لئے بھی ضروری ہوتا، اتباع اور چیز ہے، امتی ہونا اور چیز ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے۔ اس کے باوجود ملت ابراہیمی پر تھے، حضرت داؤد وحضرت سلیمان علیہ السلام بھی رسول تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے، (کتاب النبوت ص:۱۷۳-۱۷۴/ حافظ ابن تیمیہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام امتی ماننا ضروری نہیں، نہ ایمان وعقیدہ کا جز ہے عوام الناس اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزول کے بعد نبی قرار دینا ضروری نہیں، امتی نبی قادیانیوں کی اصطلاح ہے۔

اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی نبی نبوت سے معزول نہیں کیا جاتا نبوت کا مرتبہ جس نبی کو عطا ہوتا ہے، اس میں ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی، ان کی نبوت کا کسی درجہ میں انکار کفر ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آنے کا ذکر صحاح کی حدیث میں ہے، وہ وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہوگی، اور وحی نبوت ہوگی، بعد نزول بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام معصوم رہیں گے، البتہ حضور

اکرم ﷺ کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت فرمائیں گے (امداد الفتاویٰ مسائل شتی از حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) جامعہ دارالعلوم دیوبند مفتی اعظم حال نے تحریر فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مستقل شرع نبی ہیں اور ان کو آسمان پر زندہ اٹھالینا بھی تواتر سے ثابت ہے، اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ وہ قرب قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، دوسری بات کہ امتی اسے کہتے ہیں کہ جس کی اصلاح وہدایت کیلئے اس کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا ہو اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کیلئے نہیں بھیجا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، امتی نہیں، البتہ انہوں نے ایک دعا کی تھی، اور وہ پوری ہوئی، لہٰذا قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لاکر آپ حضرت نبی اکرم ﷺ کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت کریں گے مگر وہ اپنی جگہ نبی رہیں گے امتی نہ ہونگے۔

نیز ملا علی قاریؒ نے باب نزول عیسیٰ میں بخاری ومسلم کے حوالہ حدیث نقل فرمائی "**قال النبی ﷺ کیف انتم الخ**" اس کے ذیل میں فرماتے ہیں "**والحاصل ان اما مکم واحد منکم دون عیسیٰ علیه السلام فانه بمنزلة الخلیفة وقیل فیه دلیل علیٰ ان عیسیٰ علیه السلام لایکون من امة محمد علیه الصلوٰة والسلام بل مقرراً لملته ومعینا لامته علیهما السلام**" نیز عقائد اہل سنت والجماعت کی مسلمہ کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس ﷺ کا امتی ماننا جزو ایمان وعقیدہ قرار نہیں دیا نہ کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر "**من خلیفتی من امتی من بعدی اوحکما عادلا**" وغیرہ کے الفاظ احادیث میں ہیں۔ **کذا فی الخیر الکثیر ص ۷۷/شاہ ولی اللہؒ.**

مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں حسب ذیل سوالوں کا جواب مطلوب ہے:

(۱) مندرجہ بالا دونوں فریق میں کس کا قول اقرب الی الصواب واحوط ہے؟

(۲) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کا امتی ماننا جزو ایمان ہے، اور جو یہ کہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، مگر امتی نہ ہوں گے، تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

(۳) امتی کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۴) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبی نہ رہیں گے اور نبی ہونے کی حیثیت ان کی ذات سے ختم ہوجائے گی۔

(۵) نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انبیاؑ کے معصوم رہیں گے یا نہیں؟

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی یا نہیں اور وہ وحی نبوت ہوگی یا نہیں، البتہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ وحی مطابق شریعت محمدیہ کے ہوگی؟

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حسب سابق کی حیثیت میں ماننے سے اور ان پر وحی آنے کے قائل ہونے سے ختم نبوت کے مسلمہ مسئلہ پر اثر پڑنے کا اشکال صحیح ہے یا غلط؟

(۸) عوام الناس اور بعض اہل علم کے خیال میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ امتی کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے، تو وہ نہ تو نبی کی حیثیت سے رہیں گے اور نہ ان پر وحی آسکے گی، یہ خیال صحیح ہے یا غلط۔ بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے جلیل القدر رسول ہیں، جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے، فرائض رسالت پوری تندہی کے ساتھ ادا کئے، یہود نے انکو بہت اذیت پہنچائی اور ان کے متعلق سخت ارادہ کیا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قتل وصلب سے بچا کر ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا[1] انہوں نے ایک دعا کی تھی کہ ان کو امت محمدیہ میں شامل کردیا جائے، وہ دعا

[1] خلق عیسیٰ من انثیٰ بلا ذکر (تفسیر ابن کثیر ص ۵۵۰/۱، آل عمران آیت: ۵۹) المقصود من سیاق الأی فی تقریر بطلان ماادعته الیهود من قتل عیسیٰ و صلبه فاخبر الله انه لم یکن الامر کذالک ثم انه رفعه الیه (تفسیر ابن کثیر ص: ۸۷۸/۱، سورۂ نساء آیت: ۱۵۹/ ملخصا، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکه مکرمه)

قبول ہوئی، اخیر زمانہ میں فتنہ دجال کے دفعیہ کیلئے وہ آسمان سے اترینگے[۱] اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے انکی شریعت پر عمل اور حکم کرینگے نہ کہ اپنی شریعت پر اس اعتبار سے انکو حضور اکرم ﷺ کا امتی کہنا درست ہے، ورنہ حقیقی معنی کے لحاظ سے امتی کہنا درست نہیں، انکی نبوت محفوظ رہے گی وہ سلب نہیں ہوگی، لہٰذا حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین اعتقاد کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول مخل اور مانع نہیں وہ کوئی جدید نبی نہیں، جن کی پیدائش خاتم النبیین ﷺ کے بعد ہو،[۲] ان کا آسمان سے نازل ہونا تواتر سے ثابت ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے،[۳] مزید شواہد، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح میں ہیں،[۴] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں ''وعیسیٰ علیہ السلام ھو من اتم

---

۱ انہ علیہ السلام دعا اللّٰہ تعالیٰ لما رای صفۃ محمد ﷺ وامتہ ان یجعلہ منھم فاستجاب اللّٰہ دعاءہ وابقاہ حتی ینزل فی اٰخر الزمان ومجدداً لامر الاسلام فیوافق نزولہ خروج الدجال فیقتلہ علیہ السلام (فتح الباری ص:۱۶۸/۷، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسی ابن مریمؑ الخ، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ. فتح الملھم ص:۳۰۰/۱، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، مطبوعہ ادارۂ شرکت علمیہ دیوبند، التصریح بماتواتر فی نزول المسیح ص:۹۴، وجوہ الحکمۃ فی نزول عیسی دون غیرہ الخ، مطبوعہ المجلس العلمی کراچی)

۲ انہ ینزل حاکما بھذہ الشریعۃ فان ھذہ الشریعۃ باقیۃ لاتنسخ بل یکون عیسیٰ حاکما من حکام ھذہ الامۃ ولایکون نزولہ من حیث انہ نبی مستقل کما کان قد بعث فی نبی اسرائیل وفیہ تنبیہ علی انہ لایاتی علی انہ نبی وان کان نبیا فی الواقع (فتح الملھم، ص:۳۰۰/۱، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ، مطبوعہ ادارۂ شرکت علمیہ دیوبند)

۳ انہ رفعہ الیہ وانہ باق حی وانہ سینزل قبل یوم القیامۃ کما دلت علیہ الاحادیث المتواترۃ (الیٰ اخرہ) (تفسیر ابن کثیر ص:۸۷۸/۱، سورہ نساء آیت:۱۵۹/ طبع المکۃ المکرمۃ، النبراس شرح عقائد ص:۳۵۱/ بیان اشرط الساعۃ الخ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، عون المعبود ص:۲۰۳/۴/ باب خروج الدجال، کتاب الملاحم. مطبوعہ نشر السنۃ ملتان.

۴ راجع التصریح بما تواتر فی نزول المسیح من ص:۹۱/ الی ص ۲۵۹/ فیہ خمس وسبعون حدیثا، ذکر فیھا نزول المسیح. مطبوعہ المجلس العلمی کراچی.

الانبیاء شاناً واجلهم برهانا ومزاجه السبوغ ولذالک کانت معجزاته سبوغية کلها وکان وجوده من طريق السبوغ ولذالک حق له ان ينعکس فيه انوار سيد المرسلين ويزعم العامة انه اذانزل فی الارض کان واحداً من الامة کلا بل هو شرح للاسم الجامع المحمدی ونسخة منسخة منه فشتان بينه وبين احد من الامة الا انه يتبع القرآن ويأتم بخاتم الانبياء وذالک لايقدح فی کماله بل يؤيده متعرف وهو بذاته محاق لشرور اليهود ولذالک نزل بين يدی القيامة وسياتيک تمام الکلام. الخير الکثير[1] ص ۷۲.

(۲) حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ امتی ہی ہونگے اور جو شخص انکے امتی ہونے کا عقیدہ نہ رکھے وہ اسلام سے خارج ہے، یہ کوئی بنیادی عقیدہ نہیں، جس پر مدارِ نجات ہو، اسلئے ایمان کی بنیادوں میں اس کو ذکر نہیں کیا گیا[2] البتہ چونکہ حضرت نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہ چیز نص قطعی سے ثابت ہے اس لئے یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ آپکے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کریگا، وہ نص قطعی کے مخالف عقیدہ کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دیا جائیگا۔[3]

(۳) امتی وہ ہے جو نبی نہ ہو اور اس کی ہدایت کے لئے نبی کو مبعوث کیا جائے گا۔[4]

(۴) ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، بلکہ محفوظ رہے گی، البتہ وہ حکم وعمل شریعت محمدیہ کے

---

[1] الخير الکثير ص ۷۲، الانبياء عليهم السلام وبيان مبادئ تعيناتهم الخ، طبع المجلس العلمی.

[2] ان عيسی عليه السلام لايکون من امة محمد عليه الصلوٰة والسلام بل مقرراً لملته ومعينا لامته عليهما السلام (مرقاة المفاتيح ص: ۵/۲۲۲/ باب نزول عيسیٰ عليه السلام، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

[3] دعویٰ النبوة بعد نبينا ﷺ کفر بالاجماع (شرح فقه اکبر ص: ۲۰۲، مطبوعه رحيميه ديوبند)

[4] الامة تطلق تارة علی کل من بعث اليهم نبی، واخری علی المومنين به (کشاف اصطلاحات الفنون، ص ۹۱/۱/ بحواله دائره معارف اسلاميه اردو، ص: ۳/۲۴۳/ وراجع لسان العرب ص ۲۶/۱۲/ امم، مطبوعه دار صادر بيروت)

مطابق کریں گے۔[۱]

(۵) جب انکی نبوت محفوظ ہے تو لوازم نبوت بھی انکو حاصل رہیں گے اور وہ معصوم رہیں گے۔[۲]

(۶) ان کے لئے جدید وحی کی ضرورت نہ ہوگی۔[۳]

(۷) ان کے لئے نبوت تو پختہ طور پر ثابت ہے اور ان کے اوپر کوئی جدید وحی نہیں آئیگی، اور نہ وہ اپنی شریعت پر حکم وعمل کرینگے، اسلئے سلسلہ ختم نبوت اپنی جگہ پر مستحکم ہے۔[۴]

(۸) وہ جدید وحی بھی نہیں آئے گی، اور اپنی شریعت کو نافذ بھی نہیں کریں گے، بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ پر جو احکام نازل ہوئے انہیں کو جاری ونافذ کریں گے، اور ان احکام کو بھی اس دنیا میں کسی طالب علمانہ حیثیت سے حاصل نہ کریں گے، بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے

---

[۱] وعیسیٰؑ نبی کریم باق علی نبوته ورسالته لاکماز عمه من لایعتد به انه واحد من هذه الامة لان کونه واحدا منهم یحکم بشریعتهم لاینافی بقاء ه علی نبوته ورسالته (فتاویٰ حدیثیه، ص: ۱۸۱، مطلب هل ثبت ان عیسیٰؑ الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] قلت اذا ثبت کونه باقیا علی نبوته ورسالته ثبت کونه معصوماً قال القاری "العصمة ثابتة للانبیاء قبل النبوة وبعدها (شرح فقه اکبر، ص: ۶۹/ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۳] عیسیٰ علیه السلام یتابع محمد ﷺ فیحکم علی شریعته لان شریعته قد نسخت فلایکون الیه الوحی ای لتجدید الشرع ونصب احکام جدیدة (نبراس شرح شرح العقائد ص: ۲۸۰، نزول عیسی علیه السلام، مطبوعه امدادیه ملتان)

[۴] لا یجوز ان یتوهم ان عیسیٰ علیه السلام ینزل نبیا بشریعة متجددة غیر شریعة محمد نبینا ﷺ بل اذا نزل فانه یکون یومئذ من اتباع محمد ﷺ فعیسیٰ علیه السلام انما ینزل مقرراً لهذه الشریعة ومجدداً لهاوقد علم بامر اللّٰه تعالیٰ فی السماء قبل ان ینزل مایحتاج الیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس والعمل به فی نفسه (عون المعبود ملخصا ص: ۴/۲۰۲/ باب خروج الدجال، کتاب الملاحم. مطبوعه نشر السنة ملتان، النبراس ص: ۲۸۰/ نزول عیسیٰ علیه السلام، مطبوعه امدادیه ملتان، حاشیة التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص: ۹۲/ طبع المجلس العلمی کراچی، امداد الفتاویٰ ص ۴/۲۴۰/ مسائل شتی، حیات عیسیٰ.

ان ہی احکام کی طرف ان کو رہنمائی حاصل ہوگی[۱]۔

شیخ محی الدین بن العربی نے بھی فتوحات مکیہ میں اسکو بیان فرمایا ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۱۴۰۰ھ

مرزا کا قول کہ اللہ نے مجھ سے ہمبستری کی اور مجھے حمل قرار پایا

سوال:- ایک دفعہ جناب والا نے قادیانی ملعون کا تذکرہ فرماتے ہوئے اسکا ایک الہام ذکر فرمایا تھا کہ آج رات خدا نے میرے سے قوت رجولیت کا اظہار کیا (ہمبستری کی) جسکے نتیجہ میں مجھے حمل قرار پا گیا، یہ الہام کس کتاب میں ہے؟ جناب والا کو یاد ہو تو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صفحہ تو محفوظ نہیں لیکن مرزا کی کتابوں سے عشرہ کاملہ میں بھی نقل کیا ہے[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ لا یجوز ان یتوهم ان عیسیٰ علیه السلام ینزل نبیا بشریعة متجددة غیر شریعة محمد نبینا ﷺ بل اذا نزل فانه یکون یومئذ من اتباع محمد ﷺ فعیسیٰ علیه السلام انما ینزل مقرراً لهذه الشریعة ومجدداً لها وقد علم بامر اللّٰه تعالیٰ فی السماء قبل ان ینزل مایحتاج الیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس والعمل به فی نفسه (عون المعبود ملخصا ص: ۲۰۲/۴/ باب خروج الدجال، کتاب الملاحم. مطبوعه نشر السنة ملتان، النبراس ص: ۲۸۰/ نزول عیسیٰ علیه السلام، مطبوعه امدادیه ملتان، حاشیة التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص: ۹۲/ طبع المجلس العلمی کراچی، امداد الفتاویٰ ص ۲۴۰/۴/ مسائل شتی، حیات عیسیٰ.

۲ الفتوحات المکیة ص: ۱۲۵/۲.

۳ عشرۂ کامله ص ۳۱، ۳۲، مصنفه مولانا یعقوب صاحب پٹیالویؒ، مطبوعه اسلامیه لاهور عبارت منقولہ یہ ہے: ''مرزا صاحب کے ایک خاص مرید یار محمد بی۔اے۔ایل پلیڈر اپنے سٹریکٹ: ۳۴، موسوم بہ اسلامی قربانی میں لکھتے ہیں' جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانہ طاقت) کا اظہار فرمایا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

﴿ردِّ مودودیت﴾

فصل اول: جماعت اسلامی

مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی

سوال:- بہت سارے علماء کا کہنا ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی فاسق ہیں اور ان کی جماعت اسلامی بھی فاسق ہے وہ جماعت والے اگر ڈاڑھی نہیں رکھتے تو نماز روزہ کے بھی پابند نہیں ہیں اس جماعت میں زیادہ تر سیاسی لوگ ہیں جن کا کردار اچھا نہیں ہے اس لئے اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنا چاہئے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا اور علمائے دیوبند کا نظریہ الگ ہے اس لئے مولانا مودودی کی کتاب نہ پڑھنا چاہئے اور نہ اپنے پاس رکھے اور نہ لائبریری میں منگائی جائے یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

(۲) مولانا محمود الحسن مدنی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی میں کس بات پر نا اتفاقی تھی اور مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی اور ان کے استاد کون تھے لوگوں کا کہنا ہے کہ مولانا محمود الحسن مدنی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک مدرسہ میں ایک ہی استاد کے متعلم ہیں لیکن

دونوں کا نظریہ مختلف اور الگ الگ ہے، مولانا محمود الحسن اور مولانا مودودی صاحب اس بات پر جھڑ پے ہیں کہ مولانا مودودی کہتے ہیں امام مہدی جب ظاہر ہونگے تو پینٹ، کوٹ، سوٹ، کے ساتھ ہونگے جبہ کے ساتھ نہ ہونگے یعنی انگریزی لباس میں ظاہر ہونگے اور کہتے ہیں کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ثابت نہیں، جتنا چاہے رکھے خواہ ایک مشت ہو یا اس سے کم، قلعی ڈاڑھی رکھے سب جائز ہے اور کہتے ہیں کہ شہید لوگ زندہ نہیں رہتے۔ بلکہ لوگ جنگ میں جائیں گے نہیں۔ یہ خدا نے شوق دلانے کے لئے وعدہ کیا کہ شہید لوگ مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں اصل میں وہ زندہ نہیں بلکہ خدا ان کو بہت بڑا اجر دیگا اور ان کا مرتبہ بلند کریگا۔ شہید لوگ مر گئے ہیں کہنے سے لوگوں کا دل چھوٹا ہوگا اور پست ہمت ہو جائیں گے، خدا نے ان کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے ان سے یہ وعدہ کیا کہ شہید لوگ زندہ رہیں گے یہ کہاں تک سچ ہے، مولانا محمود الحسن اور مودودی کی نا اتفاقی کی وجہ سے مولانا محمود الحسن نے جمعیۃ العلماء ہند کی پارٹی بنائی اور مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کی پارٹی بنائی، مولانا محمود الحسن ہندوستان کے حامی اور کانگریس کے بانی تھے مولانا مودودی پاکستان کے حامی اور مسلم لیگ کے طرفدار تھے یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

(۳) دونوں عالموں کی سوانح حیات مختصر سے لکھنا، والد کا نام، کہاں پیدا ہوئے، کس مدرسہ میں تعلیم پائی ان کے استاد کون تھے، دونوں کا نظریہ کیسا ہے؟

(۴) مولانا مودودی جو بات کہتے ہیں وہ کام آج بھی مسلمان کر سکتے ہیں یا نہیں ان کا کہنا غلط ہے یا صحیح؟ مودودی حق پر ہے یا نہیں یا غلط رائے پر، جماعت اسلامی غلط رائے پر ہے یا صحیح؟ مولانا مودودی ہی پاکستان کے بڑے عالم ہیں یا ان سے بھی بڑا کوئی عالم پاکستان میں ہے مولانا مودودی بھی زمانہ کے بڑے عالم ہیں یا نہیں دنیا کے بڑے عالموں میں ان کا شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) جماعت اسلامی والوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ یہاں کے ایک عالم مجھے منع کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جس طرح بدعتیوں کے پیچھے نماز درست نہیں اسی طرح جماعت اسلامی کے علماء کے پیچھے جماعت درست نہیں ہوگی۔ میرے تمام ساتھی جماعت اسلامی والے ہیں نماز ان کے پیچھے پڑھنا پڑتا ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہیں اور اسی جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کروں یا نہیں مولانا مودودی کا مسئلہ اور دیوبندی عالم کا مسئلہ بہت سارا دیکھ چکا ہوں سب ایک ہیں، بدعت، شرک کے بارے میں ایک بیان ہے، دوسرے کے بارے میں نہیں جانتا ہوں اور میرے ساتھی جماعت اسلامی کا ممبر بننے کو کہتے ہیں۔ میں ممبر بنوں، یا نہیں اس لئے کہ بچپن سے میں دیوبندی عقیدہ کا ہوں، اس کے ممبر بننے سے میرے عقیدے پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟

(۶) مولانا ابواللیث جو ہندوستان کی جماعت اسلامی کے عالم ہیں ان کو لوگ فاسق کہتے ہیں وہ فاسق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جو کتابیں لکھ کر شائع کر دی ہیں ان میں بہت سی باتیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔ وہ کلام اور فقہ میں ایک خاص مسلک رکھتے ہیں وہ ائمہ سلف میں سے کسی کے متبع اور پابند نہیں ہیں بعض جگہ معتزلہ اور خوارج کی باتیں ان کی کتابوں میں ملتی ہیں اسلئے ان کی کتابوں کا مطالعہ دینی اعتبار سے مضر ہے، عبارتیں بہت شستہ اور دلفریب انداز میں ہوتی ہیں لیکن ان کے اثرات یہ ہیں کہ آدمی کے مزاج میں آزادی پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنا شروع کر دیتا ہے، اور اس میں اپنی سمجھ پر اعتماد کرتا ہے، نہ یہ دیکھتا ہے کہ مفسرین ومحدثین وفقہاء ومجتہدین اور اکابر اہل اللہ نے اس کا مطلب یہی سمجھا ہے یا کچھ اور سمجھا ہے اس کو نہ

مفسرین پر اعتماد رہتا ہے نہ محدثین پر، نہ فقہاء پر، نہ مجتہدین پر، بلکہ بسا اوقات صحابہ کرامؓ کے علم وفہم پر بھی اعتماد نہیں رہتا اور سب پر نہایت غلط قسم کی تنقید کر گزرتا ہے، جس حدیث کو اس کا دل قبول کرتا ہے اس کو معتبر سمجھتا ہے جس کو اس کا دل قبول نہ کرے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ یہ مزاج نبوت اور مزاج اسلام کے خلاف ہے یہ ذہنیت، اور مزاجی کیفیت (کہ سلف صالحین سے اعتماد ختم ہو جائے) بہت خطرناک، دین کیلئے مضر بلکہ مہلک ہے اور سراسر گمراہی کا دروازہ ہے اسلئے انکی کتابوں کے مطالعہ سے عامۃً روکا جاتا ہے جب ایسی کتابیں لائبریری میں ہوں گی تو وہ مطالعہ میں آئیں گی، نہیں ہوں گی تو مطالعہ میں بھی نہیں آئیں گی۔

(۲) مولانا محمود الحسن مدنی سے میں واقف نہیں، اس سے پہلے کبھی یہ نام بھی نہیں[۱] سنا، سید ابوالاعلیٰ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آپ نے کس استاذ سے اور کس مدرسہ میں تعلیم پائی ہے تو انہوں نے نہ استاذ کا نام بتایا نہ مدرسہ کا بلکہ یہ کہا کہ مجھ سے مت پوچھو بلکہ میرا کام دیکھو حوالہ نمبر۴، میں آرہا ہے کام وہ ہے جو جواب میں مذکور ہے اور کچھ آپ نے نقل کیا ہے، امام مہدی کے متعلق انہوں نے رسائل ومسائل اور تجدید واحیاء دین میں وہ باتیں بھی لکھی ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں اور جو کچھ حدیث میں ہے اس کا انکار بھی کیا ہے بلکہ حدیثوں ہی کو نا قابل اعتبار قرار دے دیا ہے[۲]۔

(۳) سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ایک ایڈیٹر اور مضمون نگار ہیں، باقاعدہ کسی مستند استاد سے انہوں نے علم دین حاصل نہیں کیا، ہاں از خود مطالعہ کیا ہے، وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں، میں ایک بیچ کی راہ کا آدمی ہوں جس

---

[۱]..... اکابر علمائے دیوبند میں جو بزرگ اس نام کے گذرے ہیں وہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی ہیں۔ مولانا محمود الحسن مدنی نہیں۔ اور مدنی نسبت سے جو مشہور ہیں وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔

[۲]..... ملاحظہ ہو رسائل ومسائل ص ۶۷ ج ۱، مطبوعہ لاہور، تجدید واحیاء دین ص ۵۱، ۵۴، مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

نے جدید اور قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے، دونوں کوچوں کو خوب چل پھر کر دیکھا ہے اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو دونوں کی خامیوں پر میں نے آزادی کے ساتھ تنقید کی ہے اھ۔ (ترجمان القرآن[1] ج۱۴/عدد۳/ص۲۲۷)

(۴) مودودی صاحب سے ان کے ہی آدمی نے دریافت کیا تھا کہ اگر آپ نے کسی عالم سے فیض حاصل کیا ہو تو انکا نام بھی تحریر فرمائیں، اسکے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ ایک لاحاصل سوال ہے کہ میں نے کس عالم سے فیض حاصل کیا ہے، یہ سوال تو ان سے کرنا چاہئے جس نے کوئی علمی کام نہ کیا ہو اور جس کے علمی مرتبہ و مقام کو ماننے کیلئے مدرسہ کی سند اور استادوں کے ناموں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہو، میں نے کام کیا ہے اور میرا کام کوئی چھپا ہوا نہیں ہے بلکہ چھپا ہوا ہے سب کے سامنے موجود ہے اس کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ میں نے کیا کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ پڑھا ہے اسے کتنا ہضم کیا ہے۔ (رسائل ومسائل[2] ج۲ص۴۹۹)

(۵) ان کا بڑا مقصد یہ ہی ہے کہ لوگوں کو یقین دلا دیں کہ اب موجودہ وقت میں دین کو نہ پوری طرح کوئی نہیں سمجھا نہ اب سے دو چار صدی پہلے کسی نے سمجھا ہے نہ آٹھ دس صدی پہلے کسی نے سمجھا ہے[3]، نہ بارہ تیرہ صدی پہلے کسی کی پوری زندگی اسلامی زندگی تھی، حتیٰ کہ مودودی صاحب اور ان کے متأثر اہل قلم نے صحابۂ کرامؓ پر بھی سخت قسم کی تنقید کی ہے جن صحابہ کرامؓ کو زندگی ہی میں نام لے کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمادیا تھا کہ یہ اہل جنت ہیں ان کو بھی نہیں بخشا۔ نمونہ دیکھنا ہو تو ''خلافت وملوکیت'' اور ''معرکۂ اسلام وجاہلیت'' کو

---

[1]..... ماهنامه ترجمان القرآن ج۱۴، عدد ۳، ص:۲۲۷، ماه ربیع الاول ۱۳۵۸ھ، مطبوعه لاهور،

[2]..... رسائل ومسائل ص: ۲/۴۹۹، قبیل تشخیص مرض، مطبوعه لاهور.

[3]..... قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص۷،

دیکھنا بھی کافی ہوگا[1] ان امور کے بعد آپ کے ہر سوال کا جواب خود بخود واضح ہے۔

(۶) مولانا ابواللیث صاحب ہندوستان کی جماعت اسلامی کے امیر ہیں جسطرح کہ مودودی صاحب پاکستان کی جماعت اسلامی کے امیر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور ان کے عقیدہ کے متعلق شرعی حکم

سوال:- ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور انکے عقیدہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے جو شخص انکی جماعت میں شریک ہو، ان کے مسلک پر عمل کرے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح و درست ہوگی یا نہیں، جواب بالتشریح وبحوالہ کتب عنایت فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کی جماعت کے لٹریچر میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں کچھ خوارج کی ہیں کچھ روافض کی ہیں کچھ غیر مقلدین کی ہیں کچھ منکرین حدیث کی ہیں، دین، اسلام، ایمان، توحید، رسالت، تقویٰ، عبادت، سنّت، اسوہ، بدعت وغیرہ کی تشریح وہ سب سے الگ کرتے ہیں اور ابتک ان کا جو کچھ مفہوم امت میں شائع ہے اس کو غلط اور دین میں تحریف قرار دیتے ہیں[2]، حاصل یہ

---

[1]..... خلافت و ملوکیت ص ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۷۳-۱۷۸، مطبوعہ لاهور، معرکۂ اسلام وجاهلیت، ص ۸۱، ۸۲، ۴۳، ۶۷، ۴۸، ۷۵، ۸۰

[2]..... ترجمان القرآن ص ۲۷۸ ج ۲۶، رسائل و مسائل ص ۳۰۷ ج ۱، مطبوعه لاهور، قبیل سنت اور عادت کا اصولی فرق.

ہے کہ ان کا پیش کردہ، دین اسلام، گویا ایک جدید قسم کا، دین اسلام، ہے اور وہ اس پر اپنے اجتہاد کے ذریعہ استدلال بھی کرتے ہیں، استدلال میں بھی کسی مجتہد ومحدث وغیرہ کے پابند نہیں جس دلیل کو چاہیں رد کردیں جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔

اس سلسلہ میں بہت کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور اس جماعت میں پرانے کام کرنے والے بڑے بڑے ذمہ دار آہستہ آہستہ جماعت سے الگ ہوچکے ہیں، پھر بعض نے خاموشی سے علیحدگی اختیار کرلی بعض نے علیٰحدگی کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی، بعض نے مستقل کتابیں تردید میں لکھی ہیں، الفرقان[۱]، المنبر[۲]، المیثاق[۳] وغیرہ رسائل واخبارات میں دیر تک بیانات آئے، ''تعبیر کی غلطی[۴]'' میں نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

شریعت کی روشنی میں جماعت اسلامی

سوال:- جماعت مودودی جس کو ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جاری کیا ہے، یہ جماعت کیسی ہے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں قرآن کریم کا حکم اور حدیث وفقہ سے مشرح ومدلل اس کا جواب جلدی عنایت فرما کر دینی احسان فرمائیں۔

اس مذہب یا جماعت کے ماننے والے اور اتباع کرنے والے صحیح مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ ہم اہل سنت والجماعت ہیں، ہم اپنی لڑکی کا نکاح مودودی جماعت کے عقیدہ رکھنے والے فرقہ کے ساتھ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ ایسے نکاح میں اہل سنت والجماعت کی اتباع کرنے

۱..... الفرقان، ماهنامه رساله مولانا منظور احمد صاحب نعمانی.

۲..... المنبر از حکیم عبدالرحیم اشرف.

۳..... المیثاق، از مولانا امین صاحب اصلاحی.

۴..... تعبیر کی غلطی، تصنیف مولانا وحید الدین خاں.

والا مودودی جماعت کے لڑکے کے نکاح میں شرکت کرنے پر شریعت کا کوئی الزام تو نہیں آتا ہے اگر شرکت کر لی تو اس پر شرعاً کس جرم کا ارتکاب ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نئے طرز میں اسلام کی جو تشریحات کی ہیں وہ عامۃً اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہیں چنانچہ ان کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام ہے ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' اسکو سامنے رکھ کر وحیدالدین خانصاحب نے اعتراضات اور شبہات پیش کئے، ہندوستانی جماعت اسلامی کے سربرآوردہ حضرات کو خطوط لکھے مگر کسی نے جواب دے کر تشفی نہیں کی بلکہ ان کے اعتراضات سے سخت ناراضی کا اظہار کیا پھر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی خدمت میں وہ اعتراضات بھیجے اور وعدہ کیا کہ میں سمجھنے کیلئے ان کے جوابات چاہتا ہوں، سمجھ میں آجانے پر ضرور قبول کروں گا اور خدا کا واسطہ دے کر جوابات لکھنے کی درخواست کی، مگر مودودی صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ جماعت سے علیٰحدہ ہو جائیں، حالانکہ یہ چودہ برس جماعت کی طرف سے نشر واشاعت کے ذمہ دار اور بہت سرگرم کارکن تھے، سب طرف سے مایوس ہو کر وہ جماعت سے علیٰحدہ ہو گئے اور انہوں نے ''تعبیر کی غلطی'' کتاب شائع کر دی، پانچ سو سے زائد صفحات پر ہے، اس میں وہ سب خط وکتابت بھی ہے جو کہ جماعت کے ذمہ داروں سے اس سلسلہ میں کی ہے اور اسمیں بتلایا ہے ''اسلام'' کی جو تشریح مودودی نے کی ہے وہ قرآن کے بالکل خلاف ہے اسی طرح سے ''رب'' کا جو مفہوم مودودی صاحب نے بتلایا ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے جو کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

وحیدالدین خانصاحب سے پہلے وہ حضرات جنہوں نے جماعت اسلامی کی تشکیل کی اور دستور بنایا تھا، آہستہ آہستہ علیحدہ ہو چکے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ میں سولہ برس تک اس راہ گم کردہ قافلہ (جماعت اسلامی) کا ساتھ دیکر علیٰحدہ ہوا ہوں،

پرانے سنگ بنیاد رکھنے والوں میں شاید ایک دو آدمی موجود ہوں ورنہ سب علیحدہ ہو چکے ہیں، پھر المیثاق[۱] اور المنبر[۲] وغیرہ میں ان علیحدہ ہونے والے حضرات نے بہت تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ جماعت اپنے دستور و بنیاد کی حیثیت سے کتاب وسنت اور اہل سنت والجماعت سے کتنی کٹی ہوئی ہے۔

جو شخص ان کی پوری باتوں کو تسلیم کرتا ہے وہ امام بنانے کے لائق نہیں[۳]، ایسے شخص سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی جائے گی تو وہ بھی اس سے متأثر ہوگی اور غلط قسم کے خیالات کی اشاعت ہوگی جس سے گمراہی پھیلے گی، خاص کر صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے بارے میں تنقید وتخریب کا مرض پیدا ہوگا جس سے نجات دشوار ہو جائے گی۔

تفصیلات خط میں نہیں آسکتی، ان کیلئے کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ کیجئے، کشف حقیقت، مودودی دستور، مودودی مذہب، جماعت اسلامی کا دینی رخ، مولانا مودودی کی تحریک اسلامی، تعبیر کی غلطی وغیرہ[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۱..... المیثاق، از مولانا امین صاحب اصلاحی.

۲..... المنبر تصنیف از عبدالرحیم اشرف صاحب.

۳..... ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق لانہ لایھتم لامر دینہ ھدایہ ص: ۱۲۲/۱، باب الامامۃ، مطبوعہ تھانوی دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص: ۸۵/۱، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ، خانیہ علی الھندیۃ کوئٹہ ص: ۹۱/۱، فصل فیمن یصح الاقتداء بہ الخ،

۴..... کشف حقیقت! مولفہ مفتی سعید احمد صاحب مفتی مظاھر علوم سھانپور، اداراہ نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند.

مودودی دستور! شیخ الاسلام حیسن احمد مدنی کتب خانہ قصر ادب لاھور.

مودودی مذہب! (دو حصے) مولانا عزیز احمد قاسمی بی اے، ادارہ نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند.

جماعت اسلامی کا دینی رخ! (چار حصے) مولانا عبدالصمد رحمانی، ادارہ نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند.

مولانا مودودی کی تحریک اسلامی! مولفہ پروفیسر محمد سرور، ناشر محمد صدیق سندھ ساگر اکاڈمی لاہور۔

تعبیر کی غلطی! مولفہ مولانا وحید الدین خان، اسلامک پبلشنگ ھاؤس اعظم گڑھ۔

جماعت اسلامی کے عقائد

سوال:- (۱) کیا جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا اس کے خلاف؟ مع الدلائل تحریر کریں۔

(۲) کیا جماعت اسلامی فرقہ ضالۂ میں ہے یا فرقۂ ہدیٰ میں ہے؟ مع دلائل تحریر کریں۔

(۳) کیا جماعت اسلامی کے ارکان و متعلقین کی امامت انکے پیچھے نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا نہیں؟ یعنی کسی کا امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو کیوں کر؟ مع الدلائل تحریر کریں۔

(۴) کیا جماعت اسلامی کے جلسہ میں شرکت اور ان کے ارکان و متعلقین کی تقریر سُننا یا انکی تحریر کا مطالعہ کرنا یا ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنا مناسب ہے؟ مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جماعت اسلامی کے بانی اور اونچے ذمہ داروں کی کتابوں میں ایسی چیزیں بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں وہ اپنی اصطلاحات مستقل رکھتے ہیں، سنت، اسوہ، بدعت کے جو مفہومات اب تک امت میں شائع ہیں یہ لوگ ان کو غلط اور دین میں تحریف کا موجب قرار دیتے ہیں، ایمان، اسلام، توحید، رسالت کا شائع شدہ مفہوم بھی انکے نزدیک قابل تسلیم نہیں، انہوں نے دین کو ماضی اور حال کی شخصیتوں سے نہیں سمجھا، بلکہ براہ راست کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور کتاب اللہ کی تعلیم کیلئے سخت تاکید کی ہے کہ حدیث وتفسیر کے پرانے ذخیرہ سے نہ دی جائے محدثین جس حدیث کو خوب پرکھ کر صحیح قرار دیں ان لوگوں کے نزدیک اس حدیث کو قولِ رسول کہنا جائز نہیں جب تک وہ اسکو اپنے معیار پر خود نہ جانچ لیں، انکے نزدیک نئے اور پرانے متکلمین قرآن پاک سے محروم تھے ان کا

مذاق فاسد تھا وہ دین آباء کی حیثیت سے اسلام کو مانتے تھے انہوں نے اسلام کی غلط وکالت کر کے اسلام کو اتنا سخت نقصان پہنچایا کہ اسلام کے مخالفین نے بھی نہیں پہونچایا انکے نزدیک خلفاء راشدین اور دیگران صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بھی جاہلیت کے اور غیر اسلامی جذبے حملہ کرتے تھے جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضرت نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔

غرض ان کی کتابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ پورے اسلام کو کسی نے بھی نہیں سمجھا نہ موجودہ وقت میں کوئی سمجھتا ہے نہ اب سے چند صدی پیشتر کسی نے سمجھا، محدثین، فقہاء، صوفیاء، مفسرین، متکلمین، تابعین، صحابہ کوئی شخص بھی ان کے نزدیک ایسا نہیں، جس نے پورے اسلام کو اور پورے دین کو سمجھا ہو، ترجمان القرآن جلد ۲۶ رکے چار شمارے ایک ساتھ شائع ہوئے اسمیں یہ اکثر چیزیں موجود ہیں[۱]، رسائل ومسائل[۲]، معرکۂ اسلام و جاہلیت[۳]، تنقیحات[۴]، تفہیمات[۵] اور ترجمان کے دوسرے شماروں میں بھی یہ چیزیں پھیلی ہوئی ہیں ''خلافت وملوکیت'' کے نام سے جو کتاب شائع ہوئی ہے اسمیں بہت تفصیل سے ثابت کیا گیا ہیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہیں تھے[۱]، ان امور میں سے جن میں آپ کو شبہ ہو محولہ کتب میں مطالعہ کرلیں، اگر مطالعہ کے باوجود کوئی چیز نظر سے اوجھل رہ جائے تو لکھیں یہاں سے انشا اللہ تعالیٰ صفحہ کا حوالہ بھی دیدیا جائے گا، عبارتیں انکی بہت طویل ہوتی ہیں اس لئے کتابوں کے نام پر اکتفاء کیا گیا ہے، تاہم بوقت ضرورت نقل بھی کی جاسکتی ہے، امید ہے کہ اب نمبروار ہر سوال کے

۱..... ملاحظہ ہو .....ترجمان القرآن ص ۲۰۹ ج ۲۶ ص ۲۷۳، ج ۲۶، ص ۲۷۹، ج ۲۶، ص ۲۷۸، ج ۲۶

۲..... رسائل و مسائل ص ۱۸۶ ج ۱ ص ۳۱۶ ج ۱، مطبوعہ لاہور،

۳..... معرکۂ اسلام و جاہلیت ص ۶۷، ۸۲، ۴۳، ۱۴۷، مطبوعہ لاہور،

۴..... تنقیحات ص ۱۸۰، ۱۸۹، ۱۹۲، مطبوعہ دھلی،

۵..... تفہیمات ص ۱۶۰ ج ۲، مطبوعہ دھلی،

جواب کی حاجت نہیں رہیگی آپ خود ہی اپنے ہر سوال کا جواب پالیں گے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۸۸ھ

جماعت اسلامی کا مسلک

سوال:- جماعتِ اسلامی والے ایک مسجد میں اپنا ہفتہ واری اجتماع کیا کرتے تھے، اجتماع میں یہ لوگ تفہیم القرآن اس کے بعد احادیث پھر مودودی صاحب کے خطبات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والوں نے مسجد ہی میں ہنگامہ کر کے جماعتِ اسلامی والوں کا یہ اجتماع یہ کہہ کر بند کرادیا کہ یہ لوگ اسلام سے ہٹے ہوئے گمراہ ہیں، کافر ہیں، فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ ان کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کے متعلق ساتھ والے فتویٰ میں تحریر کردیا گیا اس کو دیکھ لیں، اس جماعت کو کافر نہیں کہنا چاہئے[۲]، کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا[۳]، تبلیغی جماعت کو کافر کہنے سے پورا پرہیز کرنا لازم ہے، اس کا یہ کام ہرگز نہیں کہ کفر کا فتویٰ دے، وہ نہ جماعتِ اسلامی کو کافر کہے نہ ان سے بحث ومباحثہ کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۵ھ

---

[۱]..... ملاحظہ ہو خلافت و ملوکیت ص ۹۹، ۱۰۶، ۱۱۶، مطبوعہ لاہور،

[۲]..... لا یفتی بتکفیر مسلم ما امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (البحر الرائق ص ۱۲۵ ج۵، باب المرتد، شرح فقہ اکبر ص ۱۸۹، مطبوعہ مجتبائی دھلی، الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۶/۳۶۷، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفعل)

[۳]..... ملاحظہ ہو مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں، مولفہ حکیم محمد اختر صاحب، ناشر کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور،

کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے

سوال:- کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اسلامی کی تشکیل ۱۹۴۱ء میں ہوئی اور بہت سے اہل قلم واہل فہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے تھے، دستور، دعویٰ، دعوت، طریق کار، نصب العین میں دیر تک تعاون کرتے رہے اور ان حضرات کی شرکت ومعاونت کو امیر جماعت سید صاحب نے اپنے اور اپنی جماعت کے برحق ہونے کی دلیل وسند کے طور پر پیش کیا تھا کہ اگر میں غلطی پر ہوتا تو یہ حضرات میرا ساتھ نہ دیتے، میرے ساتھ تعاون نہ کرتے اور میرے ساتھ ایسے ایسے اہل علم اور اہل قلم موجود ہیں جو کسی طرح غلط بات میں ساتھ نہیں دے سکتے اور آئندہ بھی اگر میرا کوئی قدم غلط رہے گا تو مجھے فوراً روک دیں گے یہ کھلی دلیل ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اور جس چیز کی دعوت دے رہا ہوں وہ حق ہے جن حضرات کے نام گنوائے تھے اور انہوں نے سر جوڑ کر دستور بنایا اور جماعت کی تشکیل کی تھی اور مودودی صاحب کے نزدیک وہ پہلے ہی سے حق کے جویاں تھے اور حق سامنے آتے ہی بغیر کسی تربص کے فوراً ابوبکر صدیقؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی طرح حق کو قبول کر لیا اور یہ سوسائٹی کے مکھن کی حیثیت رکھتے تھے ان حضرات نے بہت نزدیک سے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو دیکھا اور پرکھا، ایک ایک چیز کی جانچ کی، غلطیوں پر سید صاحب کو متنبہ کیا، بار بار مراسلت ومکاتبت کی مگر مودودی صاحب اپنی جگہ پختہ رہے اور ان کے اشکالات کا تشفی بخش جواب دینے کے بجائے ان کو جماعت سے علیحدہ ہو جانے کا مشورہ دیا کہ آپ کا ہمارے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا۔

مولانا امین صاحب اصلاحی سے کسی نے معلوم کیا۔

سوال..... جو اصحاب ۴۱ء میں آپ کے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے ان میں سے اب کتنے جماعت اسلامی میں رہ گئے؟

جواب..... جہاں تک میرا خیال ہے ممکن ہے کہ ان میں سے دو ایک اصحاب بطور تبرک ابھی جماعت اسلامی سے منسلک ہوں، باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے علیٰحدہ ہو چکے ہیں۔

سوال.....آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟

جواب..... میں نے سولہ سال بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے الخ مولانا اصلاحی پر سید صاحب امیر جماعت کو بہت اعتماد تھا ان کو اپنا نائب بھی تجویز فرمایا کرتے تھے ان کو صحیح العلم اور صحیح الفہم بھی فرمایا کرتے تھے ان کی رائے غالبًا سید صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق زیادہ وزنی ہوگی، انہوں نے سولہ سال تک ذمہ دارانہ کام کرنے کے بعد اسی جماعت کو گم کردہ راہ بتایا ہے اور جماعت کے اغلاط اور کتاب وسنت سے انحراف پر ''میثاق'' میں دیر تک مدلل وموثق طریق سے بہت سے امور کی نشان دہی کی ہے۔

اسی طرح حکیم عبدالرؤف صاحب اشرف نے مدت تک جماعت میں رہنے اور پورا تعاون کرنے کے بعد علیٰحدگی اختیار کی اور ''المنبر'' میں ایک ایک چیز کو واشگاف کیا وحید الدین خانصاحب نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ جماعت میں رہ کر نشر واشاعت کی خدمت انجام دی اشکالات پیدا ہوئے ان کو حل کرنے کیلئے اکابر جماعت مولانا صدرالدین اصلاحی، مولانا جلیل احسن صاحب ندوی، مولانا ابواللیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند سے خط و کتابت کی اور ہر ایک کو اشکالات سے رنج ہوا چنانچہ مولانا جلیل احسن صاحب ندوی نے فرمایا کہ ''اس تحریر کو پڑھ کر میں سخت کبیدہ خاطر ہوا''[1] ایک تحریر کے جواب میں لکھا ''جس آدمی

---

[1]..... تعبیر کی غلطی ص ۵۱، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

کو اطمینان نہ رہے جماعتی فکر پر تو اس کیلئے اچھی راہ یہ ہے کہ اس سے خاموشی کے ساتھ الگ ہو جائے اور اپنے پسندیدہ طریق پر دین کا کام کرے، رہی یہ صورت کہ وہ اسکی اشاعت کیلئے قلم سنبھالے قلم کو تیر ونشتر بنائے اور میثاق نکالے یہ راہ اچھی راہ نہیں[1] ہے'' وحید الدین خانصاحب نے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی خدمت میں جو خط لکھا تھا اس میں تحریر ہے ''اکتوبر ۵۶ء میں مجھے یہاں کی جماعت کے شعبۂ تصنیف وتالیف میں معاونت کی غرض سے رام پور بلالیا گیا'' یہاں آنے کے بعد جو مجھے تحریری کام کرنا تھا اس کیلئے ضروری ہوا کہ میں قرآن کا باقاعدہ مطالعہ کروں جس کا موقع اس سے پہلے کی زندگی میں مجھے بہت کم ملا تھا میں نے قرآن کو از سرِ نو پڑھنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک نئے احساس سے دوچار ہو رہا ہوں میں نے محسوس کیا کہ قرآن میرے موجودہ خیالات کی تصدیق نہیں کر رہا ہے۔

قرآن میں مجھے اسلام کی تصویر اس سے مختلف نظر آئی جو میں نے جماعت اسلامی کے لٹریچر میں اب تک دیکھی تھی اس چیز نے مجھے ایک طویل ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا جس کا ہر اگلا دن میری اس کیفیت کو شدید تر کرتا رہا[2]۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جواب سے معذوری ان الفاظ میں دی ''میں نے یہ محسوس کیا کہ مسئلہ چند اعتراضات کا نہیں ہے بلکہ آپکا مطالعہ آپکو بالکل ہی اس سمت کے خلاف سمت میں لے گیا ہے جس سمت میں میرا آج تک کا مطالعہ مجھے لے گیا ہے'' اس حالت میں یہ بات کچھ فضول ہی محسوس ہوتی ہے کہ میں اور آپ کسی بحث میں الجھیں، میں اپنا نقطۂ نظر پوری وضاحت کے ساتھ اپنی کتابوں اور اپنے مضامین میں بیان کر چکا ہوں، انکو پڑھ کر اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ میں نے دین کو سرے سے ٹھیک سمجھا ہی نہیں ہے اس نقطۂ نظر سے براءت کا اعلان کر دیجئے، اور جو کچھ آپ سمجھتے ہیں اس کی تبلیغ مثبت طور پر شروع کر دیجئے تاہم اگر آپ

---

[1]..... تعبیر کی غلطی ص ۵۴، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

[2]..... تعبیر کی غلطی ص ۱۴۷، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

میری تعبیر کی غلطیاں ہی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہوں، تو میں اس سے بھی آپ کو روکتا نہیں ہوں آپ اپنی یہ کتاب شائع کر سکتے ہیں[۱] اس کے بعد خانصاحب نے سید صاحب کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلا کر لکھا کہ اگر آپ کے نزدیک میں ناحق پر ہوں اور آپ حق پر ہیں تو حق ایک امانت ہے اور اسکا مستحق وہ ہے جو اس سے محروم ہے اور آپکے نزدیک میرے پاس حق نہیں ہے اور میں اسکو آپ سے مانگ رہا ہوں آپکے ذمہ لازم ہے کہ مجھے حق عنایت فرمائیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے غور کروں گا اور سمجھ میں آجانے پر اس کے قبول کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوگی۔[۲]

مگر سید صاحب نے وہ حق عنایت نہیں فرمایا، اور جواب میں عتاب کا اظہار فرما کر اعتراضات کو حل کرنے سے انکار فرمادیا[۳] جن پر خانصاحب نے ان اعتراضات کو شائع کر دیا جس کا نام ہے ''تعبیر کی غلطی'' اس میں یہ سب مراسلت بھی مذکور ہے پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، سید صاحب کی کتاب (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں) پر پورا تبصرہ اور اس کا رد ہے، اس میں بتلایا گیا ہے کہ سید صاحب نے اپنی تمام تحریک کی بنیاد اس بات کو قرار دیا ہے کہ، الٰہ، رب، عبادت، دین، یہ چار بنیادیں ہیں جن کا مفہوم عرب تو قرآن کے نزول کے وقت سمجھتے تھے لیکن کچھ روز کے بعد اکثر امت سے ان کا مفہوم اوجھل ہو گیا، تین چوتھائی امت کے ذہن سے صحیح مفہوم رخصت ہو کر محدود اور غیر واقعی مفہوم ذہنوں میں سما گیا پھر ان چاروں کا مفہوم سید صاحب نے بیان فرمایا تو گویا تیرہ صدی تک امت اصل مفہوم سے ناآشنا رہی اور اب مودودی صاحب نے اصل مفہوم سے آشنا کیا، اس پر خانصاحب نے بتایا ہے کہ سید صاحب نے جو کچھ ان چاروں اصطلاحات کی تشریح کی ہے وہ خود ہی غلط ہے اور

۱..... تعبیر کی غلطی ص ۱۴۸، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

۲..... تعبیر کی غلطی ص ۱۴۹، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

۳..... تعبیر کی غلطی ص ۱۵۴، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

قرآن کی رو سے غلط ہے، نہ 'الٰہ' کا صحیح مفہوم بتایا، نہ ''رب'' کا، نہ ''عبادت'' کا، نہ ''دین'' کا یعنی مودودی صاحب جس چیز کو ''الٰہ'' کہتے ہیں وہ قرآن کی روشنی میں ''الٰہ'' نہیں، جس کو ''رب'' کہتے ہیں وہ ''رب'' نہیں، جس کو ''عبادت'' کہتے ہیں وہ ''عبادت'' نہیں، جس کو وہ ''دین'' کہتے ہیں وہ ''دین'' نہیں[1]۔

امید ہے کہ اس کتاب سے کافی بصیرت حاصل ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مختصر الفاظ میں جماعت اسلامی کا تفصیلی جائزہ

(ایک خط کے جواب میں)

محترمی زید احترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال:- جماعت اسلامی تقریباً ۲۵ رسال سے تشکیل یافتہ صورت میں کام کر رہی ہے اسکے پمفلٹ اخبار، رسالے، کتابچے، کثیر تعداد میں شائع ہو چکے ہیں اور شائع ہوتے رہتے ہیں، اس کا دستور بڑی اہمیت کے ساتھ مرتّب کیا گیا، نصب العین اور طریق کار بھی تجویز کیا گیا، جو حضرات مفکّر اور اہل قلم اس میں شریک ہوئے انہوں نے بڑی جد و جہد سے اسکی حمایت کی، دوسرے حضرات اہل علم نے اسکو قبول نہیں فرمایا، کچھ نے اپنی نجی مجلسوں میں اسپر نکیر کی، سوالات پیدا ہوئے، بات زیادہ بڑھی تو جلسوں تک کی نوبت آئی اور بڑے بڑے عام جلسوں میں تقریریں کی گئیں اور جماعت کی جو چیزیں کتاب اور سنت سے ٹکراتی تھیں ان کو پیش کیا گیا، پھر سوالات تحریری شکل میں آنے شروع ہوئے انکے جوابات دئے گئے مستقل رسالے رد میں لکھے گئے، ان رسائل و جوابات کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ ہو گیا، مگر نہ اتنا کہ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے ہم پلہ ہو سکے، جماعتی لٹریچر کے مقابلہ میں یہ رد نہ ہونے کے

[1]..... ملاحظہ ہو تعبیر کی غلطی ص۱۸۷، مطبوعہ طیب اکیڈمی لاہور.

برابر ہے، دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، رام پور، علی گڑھ، اعظم گڑھ، مونگیر وغیرہ مقامات سے بھی جماعت کا رد لکھا گیا اور دلائل قویہ پیش کئے گئے، دونوں طرف کے حضرات کو بار بار غور وخوض کا موقعہ ملا، بعض مقامات پر تبادلۂ خیال کی بھی نوبت آئی، امیر جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے مخالفت کرنے والے حضرات کی کسی تحریر وتقریر کو حق اور نیک نیتی پر محمول نہیں کیا، کبھی فرمایا کہ یہ لوگ الیکشن کی وجہ سے ہماری مخالفت کرتے ہیں، کبھی لکھا کہ یہ جماعتی تعصّب میں مبتلا ہیں کبھی کہا کہ یہ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھتے، ان کا ایمان محض تقلیدی ایمان ہے، انہوں نے اپنا ایمان اکابر کے سپرد کر رکھا ہے خدا کے سپرد نہیں کیا، انکے دلوں میں خوفِ خدا نہیں، یہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ جھوٹ ہے، افتراء ہے، بددیانتی ہے، یہ لوگ نفس پرستی میں مبتلا ہیں، اپنی غلطیوں کو دین وتقویٰ بنا کر پرستش کرتے اور کراتے رہتے ہیں اسکو چھوڑ کر نیا دین قبول کرنا ان کیلئے آسان کام نہیں ہے، یہی تو وہ جہاد اکبر ہے جس کے اہل بہت کم ملتے ہیں، ان لوگوں کیلئے آزمائش کا وقت آ گیا ہے جو حق پرست ہیں وہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور جو اشخاص پرست ہیں وہ ہم سے الگ ہو جائیں گے میں تو سمجھتا ہوں کہ خدا نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کو دین کی خدمت کی توفیق ہی نہیں دے گا بلکہ جن فتنوں کی خدمت کر رہے ہیں انہیں میں مشغول رہیں گے، وغیرہ وغیرہ، غرض کسی کے اختلاف کو حق پر محمول نہیں کیا، لیکن جماعت کے اونچے حضرات نے بہر حال غور کیا کچھ پر اپنی غلطی منکشف ہوگئی وہ جماعت سے علیٰحدہ ہو گئے کچھ کو دیر لگی اور وہ پندرہ بیس سال تک جماعت میں عہدوں پر فائز رہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ نیک نیتی سے خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد ان پر اپنی غلطی منکشف ہوئی اور وہ جماعت سے علیٰحدہ ہو گئے، علیٰحدہ ہونے والوں کو جماعت نے جن خطابات سے نوازا وہ آپ سے مخفی نہیں ہوں گے، یہ دین سے ہٹ گئے، خدا سے منہ موڑ لیا مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ) جماعت سے علیٰحدہ ہونے والوں کی تفصیلی فہرست بھی آپ کے علم میں ہوگی، وہ ایسے بلند پایہ لوگ ہیں جن کے متعلق نام بنام سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے

تحریر فرمایا تھا کہ میرے ساتھ ایسے ایسے اہل علم واہل قلم ہیں کہ اگر میری کوئی بات بھی غلط ہوتی تو یہ لوگ مجھے فوراً روک دیتے اور آئندہ بھی میرا کوئی غلط قدم اٹھے گا تو مجھے فوراً روک دیں گے، یہ کھلی علامت ہے اس بات کی کہ جو کچھ میں نے کہا اور اختیار کیا وہ حق ہے اب تلاش کر کے دیکھئے کہ اس دستور بنانے والوں اور تشکیل کرنے والوں اور جماعت کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں سے مودودی صاحب کے ساتھ کتنے آدمی باقی رہ گئے، مولانا امین احسن صاحب نے لکھا ہے کہ شاید ایک دو تبرّک کے طور پر باقی ہوں ورنہ سب الگ ہو گئے کسی نے خاموشی اختیار کی، کسی نے جماعت کی خامیوں اور گہری غلطیوں اور گمراہیوں کو تفصیل سے بیان کیا، الفرقان لکھنؤ کے وہ فائل دیکھئے جس میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی نے اپنی علیٰحدگی کے اسباب کو بیان کیا ہے اور کس طرح توبہ کی، معلوم ہوتا ہے کہ سخت ترین گمراہی وضلالت میں دیر تک پھنسے رہے جس سے خدا کے سامنے عہدہ برآ ہونے کی صورت نہیں تھی، مولانا امین احسن صاحب کا میثاق ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں کہ میں سولہ سال تک ایک راہ گم کردہ قافلہ کا ساتھ چھوڑ کر آرہا ہوں،'' مولانا عبدالغفار صاحب حکیم شمس الحسن بھی علیٰحدہ ہوئے اور اسباب علیٰحدگی بیان کئے، مولانا مدنیؒ نے دستور مودودی کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تردید بہت زوردار طور پر کی گئی ہے اور جماعت اسلامی کے بہت سے اہل قلم نے کی ہے نیز دستور کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا لے کر بہت سے علماء سے دریافت کیا ہے اور فتوے حاصل کئے ہیں جنمیں سے بعض کے حوالے آپ نے بھی دیئے ہیں، حتی کہ اس کی تردید میں حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب نے مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے ''کیا جماعت اسلامی حق پر ہے'' مگر خدا کی قدرت کہ جیسے ہی وہ کتاب شائع کی ویسے ہی اپنی غلطی ان پر منکشف ہوئی اور جماعت اسلامی سے علیٰحدہ ہو گئے اور اپنے لکھے ہوئے گذشتہ مضامین کے کفارہ میں اب تک مسلسل مشغول ومنہمک ہیں ملاحظہ کیجئے، المنبر، لائل پور، اور جماعت کی گمراہی صرف دستور کی دفعہ:۶ کی وجہ سے تھی جس کو مولانا مدنیؒ نے واضح فرمایا تھا اور اس کی تردید حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب

نے ''کیا جماعت اسلامی حق پر ہے'' کے ذریعہ کر دی تھی اور جماعت کی گمراہی ختم ہوکر حقانیت ثابت ہو چکی تھی تو حکیم عبدالرحیم اشرف کی توبہ اور تحریر سے اس تردید کی تردید ہوکر وہ گمراہی پھر لوٹ آئی، غور طلب ہے کہ مولانا مدنیؒ نے دستور کی دفعہ:۶ ر کی تردید میں حق صریح (آیت قرآنیہ واحادیث نبویہ کو پیش کیا ہے) اور آپ اس کی مخالفت میں اقوال اشخاص کو پیش کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے معیار حق اشخاص کو قرار دیا ہے حق سے اشخاص کو نہیں پرکھا، بات دراصل یہ ہے کہ تنقید سے جو کچھ جماعت اسلامی کا مقصد ہے اور لٹریچر میں پھیلا ہوا ہے، کہ کس بری طرح تخریبی تنقید وتنقیص تجہیل، تحمیق کرتی ہے، اسی کی روشنی میں دفعہ:۶ ر کا سوال کیا جائے تو ہرگز ہرگز وہ جواب نہ ملے جو آپ نے نقل کیا ہے اور جماعت نے اپنی تائید میں شائع کیا ہے، بلکہ صاف اور صریح جواب ہر ذی علم سے یہی ملے گا جو کہ مولانا مدنیؒ نے تحریر فرمایا ہے آپ نے دونوں طرف کی کتابیں دیکھیں جن کی شرکت کو مودودی صاحب نے معیار حق قرار دیا تھا۔

وحید الدین صاحب اعظم گڑھ نے سوا پانچ سو صفحات کی کتاب ''تعبیر کی غلطی'' لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، رب، الٰہ، دین، عبادت، کی تعبیر ہی مودودی صاحب نے غلط کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تحریک جماعت اسلامی کا خلاصہ

سوال:- جماعت اسلامی کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی کتابوں کی خرید وفروخت درست ہے یا نہیں، نیز انکی کتب کا مطالعہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی نے ایک انٹرویو کے دوران ایک

سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری عمر سولہ سال کی تھی جب میں نے کالج چھوڑا پھر آوارہ خوانی شروع کی کہ جو کچھ سامنے آیا پڑھ ڈالا، اس کا بہت برا اثر میرے دل ودماغ پر پڑا (کہ خدا پر سے یقین ہٹ گیا، عقائد بے معنیٰ نظر آتے تھے وغیرہ وغیرہ)

چونکہ عربی زبان پر عبور کافی تھا اس لئے براہ راست کتاب وسنت کا مطالعہ کیا، تشکک اور ارتیاب کے پردے چاک ہوتے گئے اور یقین مستحکم ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔

مودودی صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے کہاں اور کس سے علم حاصل کیا اس کا جواب دیا کہ یہ بات مجھ سے دریافت کرنے کی نہیں، یہ بات تو ان حضرات سے پوچھنے کی ہوتی ہے جن کے علم کیلئے چند ناموں کا گنا دینا کافی ہے (جیسے حدثنا فلان عن فلان عن فلان) آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیئے بلکہ میرا کام دیکھئے میرا کام چھپا ہوا ہے چُھپا ہوا نہیں، اس کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں نے کتنا علم حاصل کیا ہے، اس کو کتنا ہضم کر سکا ہوں[1]۔

کسی نے مودودی صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے صدیاں گذر گئیں ہیں کسی نے وہ بیان نہیں کیا اور بڑے علماء ومشائخ نے آپکے بیان کے بعد بھی اس کو قبول نہیں کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اکابر دین غلطی پر ہیں یا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حق کے نام پر کوئی غلط چیز پیش کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول ﷺ نے کیا کہا۔ (ترجمان القرآن[2])

---

[1]..... رسائل ومسائل ص ۴۹۹ ج ۲، طبع لاهور.

[2]..... ترجمان القرآن جلد ۲۶، عدد ۳/۴/۵/۶، ص ۱۴۱، دار الاسلام پٹھان کوٹ پنجاب،

اس سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب نے خدا کے دین کو نہ زمانۂ حال کے کسی شخص یعنی استاذ سے سمجھا نہ زمانۂ ماضی چودہ سو سال میں کوئی شخصیت ایسی گذری جس سے وہ خدا کے دین کو سمجھ سکتے، قرآن کریم کا مطالعہ بھی خود ہی بغیر استاد کے کیا ہے اور سنت کا بھی، ان کے نزدیک قرآن کریم کا مطلب سمجھنے کیلئے نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ تفسیر کی، چنانچہ لکھتے ہیں۔

''قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے'' مگر تفسیر وحدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں، انکے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں، جو قرآن وسنت کے مغز کو پا چکے ہوں (تنقیحات[۱])

بغیر تفسیر وحدیث کے قرآن کریم کو جو سمجھنے کا طریقہ مودودی صاحب نے تلقین کیا ہے وہ یہ ہے:

قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہوسکتی ہے کہ اس کا خواہش مند پہلے تو یہ سمجھے کہ الہام اسی پر نازل ہو رہا ہے اور پھر وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ وہ خود اس الہام کو نازل کر رہا ہے[۲]۔

چنانچہ اس کا اثر یہ ہے کہ جماعت اسلامی سے وابستہ ایک صاحب اپنے لڑکے کو فہم دین کی دعوت اس طرح دیتے ہیں۔

''بیٹا کہنا یہ تھا کہ جب قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم پر اتر رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔ (دعوت[۳] دہلی)

الحاصل.....مودودی صاحب اور ان کی قائم کردہ جماعت اسلامی کے نزدیک خدا کا دین سمجھنے کیلئے نہ حال وماضی کے کسی شخص کی ضرورت ہے نہ حدیث وتفسیر کی حاجت ہے اور نہ

۱..... تنقیحات ص ۱۸۰، مطبوعہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی دھلی.

۲..... نوائے پاکستان ص ۴۴/ستمبر ۱۹۵۵ء

۳..... دعوت دھلی ج ۱۱، شمارہ ۱۹۲۵ سہ روزہ.

فقہ وکلام کی ضرورت ہے بلکہ دنیا میں اسلام، ایمان، دینداری، توحید، رسالت، اسوہ، سنت، بدعت کا جو مفہوم پھیلا ہوا ہے مودودی صاحب کے نزدیک سب غلط ہے[1]، جیسا کہ ترجمان جلد ۲۶ رمیں ہے ''کوئی شخص ان امور کی اصل حقیقت سے واقف نہیں، اور فقہاء ومتکلمین نے غلط مفہوم عوام کے ذہن میں راسخ کرنے کیلئے فقہ وکلام کی کتابیں تصنیف کی ہیں اور دین میں تحریف کر کے بے دینی کو دین بتایا ہے، جیسا کہ ترجمان[2] جلد ۲۶ رمیں ہے اسی لئے ان کے نزدیک جماعت اسلامی میں داخل ہونے کیلئے تجدید ایمان ضروری ہے اور کوئی بڑے سے بڑا عالم اور شیخ طریقت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، اسی لئے جو شخص ان کی جماعت میں داخل ہونے کے بعد جماعت سے نکل جائے اس پر یہ لوگ ارتداد کا حکم لگاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں یکساں ہو، نہیں یہاں پیچھے ہٹنے کے معنیٰ ارتداد کے ہیں، خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں،'' (جماعت اسلامی کا پہلا[3] اجتماع)

جماعت ہند کے ایک اہم ذمہ دار کی کتاب ''تنقیدات'' میں ہے، یہاں تبلیغ اسی مشنری ڈھنگ کی ہے جیسے عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آئے دن ہوتی رہتی ہے، پس مذاہب چند بے جان عقائد، بے معنی منتر اور بے مقصد حرکات کی معجون سی بنے ہوئے ہیں، پنڈت، پادری، یا گرنتھی اور مولوی اپنے اپنے ذہنی کارخانوں کی معجونیں لئے پھرتے ہیں، ڈگڈگی بجائی لوگوں کو جمع کیا اور اپنی معجون کے حق میں گا، گا کر اور تھرک تھرک کر ایک رنگین تقریر کر ڈالی۔

نیز ایک صاحب نے مودودی صاحب کی خدمت میں رہ کر ایک کتاب تصنیف کی جس کو مودودی صاحب نے بہت پسند کیا ہے اس کا نام ''معرکۂ اسلام وجاہلیت'' ہے اس میں

---

[1]..... ترجمان القرآن جلد ۲۶ رعدد ۳/۴/۵/۶ ص ۲۷۴

[2]..... حوالۂ بالا

[3]..... جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص: ۹،

چن چن کر ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھا ہے جنکے افضل اور جنتی ہونے اور مستحق خلافت ہونے کی بشارتیں صحیح احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے دی ہیں کہ ان پر بار بار جاہلیت کے حملے ہوتے تھے جس کی وجہ سے غیر دینی جذبات بھڑکتے اور وہ ناکردنی، غلط، خلاف اسلام حرکت کر گذرتے تھے۔[1]

اور مودودی صاحب نے ایک مستقل قاعدہ کلیہ کے طور پر ترجمان القرآن میں لکھا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام و جاہلیت کے درمیان کوئی بیچ کی راہ نہیں ہے اب پڑھنے والا سوچتا ہے کہ جن اکابر صحابہؓ کو نبی اکرم ﷺ نے خود براہ راست دین کی تعلیم دی، ایک ایک چیز کو سکھایا اور ان پر اعتماد کر کے دین کی پوری امانت ان کے سپرد فرمائی اور تبلیغ دین کا ان کو ذمہ دار ٹھہرایا اور آئندہ آنے والوں کیلئے ان کو مقتدا بنایا، جماعت اسلامی کے نزدیک انکے پاس بھی پورا صحیح دین نہیں تھا بلکہ ان پر جاہلیت کے حملے ہوتے تھے اور جاہلیت تو بالکل اسلام کی ضد ہے، تو پھر انہوں نے امت کو اسلام پہونچایا، یا اسلام کی ضد پہونچائی، انہیں کے پہونچانے سے امت کے پاس اسلام پہنچا مگر مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک کسی کے پاس بھی صحیح دین اسلام نہیں پہونچا، تقریباً چودہ صدیاں اس گہری گمراہی بے دینی اور ضلالت میں بیت گئیں، کہ لوگ بے دینی کو دین سمجھتے رہے، اور اسلام کی ضد کو اسلام سمجھتے رہے۔

اب مودودی صاحب نے اسلام کو صحیح طور پر پیش کیا ہے تو ظاہر ہیکہ ایسے بانی جماعت اور ایسی جماعت کو اہل سنت والجماعت سے کیا تعلق ہے، ایسی کتابیں جن میں یہ سب کچھ بھرا ہوا ہو خریدنا اور فروخت کرنا کب درست ہوسکتا ہے اور ایسے لوگوں سے دینی تعلق کیسے رکھا جاسکتا ہے۔[2]

---

[1]..... معرکہ اسلام وجاھلیت ازصدرالدین اصلاحی ص ۸۱، ۸۲، ۶۷، ۴۳، ۷۵.

[2]..... واستدل بعضهم بالآية القول بان لهو الحديث الكتب الّتى اشتراها النضر بن الحارث على حرمة مطالعة كتب تواريخ الفرس القديمة وسماع ما فيها وقراء ته وفيه بحث ولا يخفى ان فيها من الكذب ما فيها فالاشتغال بها لغير غرض دينى خوض فى الباطل وعده ابن نجيم فى رسالته فى بيان المعاصى من الصغائر، (روح المعانى ص: ۱۱۹، ۱۲/۱۲۰، الجزء الحادى والعشرون، سورة لقمان تحت آيت: ۶، مطبوعه دالفكر بيروت.

مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کو دیکھئے کہ کس کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کونشانۂ ملامت بنا رکھا ہے[۱]، پھر صحابہ کرامؓ کے بعد کسی اور کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے، مسلمانوں نے جس جس جماعت جس جس فرد کے ساتھ دینی عقیدت قائم کر کے ان کو اپنا رہنما تسلیم کیا ان پر مودودی صاحب نے ایسی تخریبی تنقیدیں کی ہیں کہ جس سے ساری عقیدت ختم ہو کر طبیعتوں میں نفرت بیٹھ جائے جو شخص اپنے زمانہ کا عام طرز خیال بدلنا چاہتا ہو اور لوگوں کی روش میں اصولی تغیر پیدا کرنا چاہنے کا خواہشمند ہو وہ مجبور ہے کہ ابتداء میں تعمیری افکار کو آہستہ آہستہ بتدریج اور باقساط پیش کرے، تخریبی تنقید کے بغیر وہ الفت وشیفتگی دور نہیں کی جاسکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے اور جب تک یہ الفت دور نہ ہو ان کے دماغ کسی نئی بنیاد پر تعمیری نقشہ سوچنے اور سمجھنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے، لہٰذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے۔ (ترجمان[۲] القرآن جلد ۱۴ عدد ۲ ص ۱۳۴)

اس اصول کی بناء پر دستور میں تجویز کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، یہ بنیادی عقیدہ ہے اس کے پیش نظر کسی کو بخشا نہیں جائے گا۔

اسی وجہ سے صحیح بخاری شریف پر بھی تنقید کرتے ہوئے ایک حدیث کے متعلق لکھ دیا ہے ''یہ جھوٹ ہے''، مہمل افسانہ ہے۔ (رسائل[۳] ومسائل ج ۲ ص ۳۶)

اور تفہیم القرآن میں حضرت یونس علیہ السلام پر بھی سخت تخریبی تنقید کی ہے[۴]، مودودی صاحب تخریبی تنقید کے زور میں وہ چیزیں بھی اپنا لیتے ہیں، جن کو اہل باطل نے اختیار کیا ہے۔

---

[۱]..... خلافت و ملوکیت ص ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۷۳، ۱۷۸، مطبوعہ لاھور.

[۲]..... ترجمان القرآن ج ۱۴، عدد ۲، ص: ۱۳۴، مطبوعہ لاھور،

[۳]..... رسائل ومسائل ص: ۲/۳۷، تفسیر آیات تاویل حدیث، مطبوعہ لاھور.

[۴]..... پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس کی قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں (تفھیم القرآن ص: ۲/۳۱۲، ۳۱۳، سورۂ یونس تحت آیت: ۹۸، مطبوعہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ھند دھلی طبع سوم)

کبھی انکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوارج کی محفل میں ہیں اوران کی تائید کررہے ہیں اور جوآیات کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کومسلمانوں پراوران کے مقتداؤں پر چسپاں کررہے ہیں[۱] کبھی خیال آتا ہے کہ روافض کی مجلس میں ہیں اورخلفاء راشدینؓ اوردیگر صحابہ کرامؓ کی ذوات مقدسہ میں کیڑے ڈال رہے ہیں[۲] کہیں تصور ہوتا ہے کہ مرزائیوں کے دربار میں ہیں۔

اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کوعقیدۂ تثلیث سے مربوط کررہے ہیں[۳]، کہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ معتزلہ کی ہنگامہ آرائیوں میں گنہ گار مسلمانوں کوایمان سے عاری ہونے کا نوٹس دے رہے ہیں[۴]، اور جہاں جس مقصد کیلئے مناسب سمجھتے ہیں اپنی فہم کے مطابق کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول کا بھی سہارا لے لیتے ہیں تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ انکوتو حدیث سے بھی تعلق ہےاورکسی قول سے بھی استدلال کرلیتے ہیں، خدائے پاک انکو ہدایت دے اورانکی گمراہیوں کوان پرواضح فرما کرتوبہ کرنے اورصراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور جتنی گمراہی انکے ذریعہ سے پھیلی ہےاسکی اصلاح کی بھی توفیق دے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۱..... ملاحظه هو حقوق الزوجين ص ۹۵، مطبوعه مركزى مكتبه اسلامى دهلى،

۲..... ملاحظه هو خلافت و ملوكيت ص ۹۹، ۱۰۶، ۱۱۶، و معركهٔ اسلام وجاهليت ۶۷، ۸۲، ۴۳، ۱۴۷، و تجديد واحياء دين ص ۳۴، مطبوعه مركزى مكتبه اسلامى دهلى،

۳.....عیسائیوں میں مسیح علیہ السلام کے جسم وروح سمیت اٹھائے جانے کا عقیدہ پہلے سے موجود تھا اوران اسباب میں سے تھا جن کی بناء پرایک بہت بڑا گروہ الوہیت مسیح کا قائل ہوا ہے (تفہیم القرآن ص۴۲۰، جلداول سورہ نساء آیت:۱۵۸۔مطبوعه مركزى مكتبه اسلامى دهلى،

۴.....رہے وہ لوگ جن کوعمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے، دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں.....اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کومسلمان کہتے ہیں اورقرآن سے جاہل ہیں جوانہیں مسلمان سمجھتا ہے (خطبات حصہ چہارم ص۲۸، بعنوان حج کی تاریخ)

ایضاً

سوال:- جماعت اسلامی کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بڑی اچھی جماعت ہے دین کی صحیح سمجھ اس جماعت میں حاصل ہوتی ہے مگر میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ یہ جماعت اچھی نہیں ہے اس سے دور رہنا چاہئے حالانکہ میں نے ان کی کئی کتابیں پڑھی ہیں بظاہر کوئی قابل اعتراض بات نظر نہیں آئی آپ سے گذارش ہے کہ حکم اس جماعت کے متعلق ارشاد فرمائیں تاکہ یہاں کے لوگ ہدایت پائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی نے باقاعدہ معتبر اساتذہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل نہیں کی زیادہ تر ان کی معلومات اپنے مطالعہ سے ہے وہ اپنی رائے کے مقابلہ میں کسی کو معتبر نہیں سمجھتے بلکہ اپنی رائے کے ذریعہ موجودہ علماء اور گزشتہ فقہاء ومحدثین، اولیاء کرام، حتی کہ صحابہؓ کی ذوات مقدسہ پر بھی رکیک حملہ کرتے ہیں اور فہم دین میں ان کو ناقص تصور کرتے ہیں۔

بسا اوقات وہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ مسلک سے ہٹ کر معتزلہ، خوارج، روافض، غیر مقلد، منکرین حدیث، مرزائیوں کی باتوں کو ترجیح دے کر اختیار کر لیتے ہیں، جس سے سخت گمراہی پھیلتی ہے اور ان سے متاثر لوگوں کے ذہن میں آہستہ آہستہ یہ بات قائم ہو جاتی ہے کہ چودہ صدی میں دین کو صحیح سمجھنے والا اور پورے دین کو اختیار کرنے والا کوئی شخص نہیں پیدا ہوا صرف مودودی صاحب نے پورے دین کو صحیح سمجھا ہے اور سب لوگوں کی غلطیوں کا پردہ چاک کیا ہے کیونکہ سب لوگ اپنی ناسمجھی، خودغرضی، ناخدا پرستی کی بناء پر دین کو غلط اور بے دینی کو دین سمجھے ہوئے تھے یہ تصور اتنا خطرناک ہے جس کی حد نہیں، ساری امت کو اور اس

کے دین کو ناقص اور غلط سمجھنا حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمات کو ختم کرنا اور ان سے اعتماد کو ختم کر دینا ہے۔ استغفر اللہ

معلوم نہیں کہ آپنے مودودی صاحب کی کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور آپکے پاس قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، اصول فقہ کے علوم کس قدر ہیں جن کے ذریعہ حق کو باطل سے پرکھا جاسکتا ہے۔

کیا ''خلافت وملوکیت'' کا آپنے مطالعہ نہیں کیا؟ جسمیں اونچے اونچے صحابہ کرامؓ پر کس قدر تخریبی تنقیدیں کی ہیں[۱]، حالانکہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے انکی تعریف فرمائی ان کو جنتی قرار دیا[۲]، ان پر اعتماد کرنے کیلئے حکم فرمایا[۳]، ایسے حضرات مودودی صاحب کے نزدیک قابل اعتماد نہیں۔

ان کی دوسری کتابیں، تنقیحات، تجدید واحیاء دین، تفہیمات، رسائل ومسائل، میں بھی اس قسم کے مضامین بھرے ہوئے ہیں مگر ان کو مضمون نگاری میں مہارت ہے، عبارت آرائی میں عام طور پر لوگ بہک جاتے ہیں، انکے رد میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مثلاً کشف حقیقت، تعبیر کی غلطی، مودودی مذہب، مودودی صاحب کے غلط نظریات، کھلی چٹھی، خدا جانے ایسی بھی کوئی کتاب آپ نے دیکھی ہے یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... خلافت وملوکیت ص ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۷۳، ۱۷۸، مطبوعہ لاهور،

[۲]..... عن عبدالرحمن بن عوفؓ ان النبی ﷺ قال ابو بکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة وعبدالرحمن بن عوف فی الجنة وسعد بن ابی وقاص فی الجنه وسعید بن زید فی الجنة وابو عبیدة بن الجراح فی الجنة رواه الترمذی وابن ماجه (مشکوة ص: ۵۶۶، باب مناقب العشرة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص ۲/۲۱۵، ابواب المناقب، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، مسند احمد ص ۱/۱۹۳، حدیث عبد الرحمن بن عوف الزهریؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تفہیم القرآن کا حکم، ڈاڑھی کی حد شرعی

سوال:-ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبره (سورۂ توبه)

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ فسّاق وفجّار اور مشہور بالفسق کی جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، یہ عبارت بعینہٖ تفہیم القرآن کی تو نہیں ہے لیکن اس کا مفہوم یہی ہے، اس تفسیر کو لے کر کچھ لوگوں نے ہماری بستی میں یہ اعلان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھے گا اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اور قبر کھودنے والوں پر یہ پابندی عائد کی گئی کہ جو قبر کھودیگا اس پر پندرہ روپے جرمانہ ہوگا۔

ہماری بستی میں ایک عالم صاحب بھی ہیں یہ سب باتیں ان کی عدم موجودگی میں ہوئیں کچھ دنوں کے بعد وہ گھر پر آئے تو انہیں ایک نئی بات معلوم ہوئی انہوں نے مودودی صاحب کی تفسیر کو دیکھا اور اپنی تقریر میں بیان کیا کہ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے یہ آیت کفار اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے نہ کہ فساق وفجار کے بارے میں مودودی صاحب نے تفسیر بالرائے کی ہے جو سراسر ناجائز وحرام ہے نیز انہوں نے کہا کہ ان کی تفسیر کے مطابق خود

(حواشی صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:-حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکرؓ جنت میں اور عمرؓ جنت میں اور عثمانؓ جنت میں اور علیؓ جنت میں اور طلحہؓ جنت میں اور زبیرؓ جنت میں اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں اور سعید بن زیدؓ جنت میں اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ جنت میں،

۳..... **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ، (مشکوة شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسنداحمد ص ۱۲۶/۴، حدیث العرباض بن سریةؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت)**

ترجمہ:-میری سنت کو لازم پکڑلو اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑلو اور انکو دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔

مودودی صاحب اس لائق نہیں ہیں کہ انکے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، کیونکہ فاسق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کہتے ہیں تو مودودی صاحب اتنے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کرتے ہوں گے کہ ان کو خود بھی پتہ نہیں ہوگا، نیز مودودی صاحب کی ڈاڑھی حدود شرعیہ سے کم ہے اور وہ کھلم کھلا ڈاڑھی کٹاتے ہیں لہٰذا گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور مشہور بالفسق ہیں لہذا انکی جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔

عالم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے کہ بے نمازی کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا اگرچہ پوری زندگی میں کبھی نماز نہ پڑھی ہو بالکل حرام ہے اور کسی نے نہیں پڑھی اور بلا جنازہ کی نماز کے دفن کر دیا گیا سارے لوگ بستی کے گناہ گار ہوں گے لہٰذا ایسی زیادتی سے آپ لوگ باز آئیں کچھ دنوں تک بات رک گئی پھر عالم صاحب اپنے مدرسہ میں چلے گئے، جب وہ آئے تو بستی کے لوگوں نے جب دیکھا کہ بات تو معقول ہے اب کونسی ترکیب نکالی جائے تو لوگوں نے بہانا شروع کر دیا کہ ہم لوگوں نے صرف لوگوں کو دھمکانے کیلئے ایسا کیا تھا اس پر عالم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس نیت سے ایسا کرنا بھی ناجائز ہے کیوں کہ آپ لوگ ایسی بستی سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ہر معاملہ میں دوسری بستیاں اقتدا کرتی ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ اسکو حقیقت پر محمول کر کے بلا نماز جنازہ کے کسی مسلمان کو دفن کر دیں جو بالکل ناجائز اور حرام ہے اسپر لوگوں نے پوچھا کہ اچھا کونسی شکل تبلیغ کیلئے اختیار کی جائے۔

مولانا نے کہا کہ ہر اولاد والے اپنی اولاد پر کنٹرول کریں، اولادِ بالغ اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اس پر سختی کریں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغی اصول کے مطابق گشت کریں اب اگر لوگ نماز نہیں پڑھتے تو آپ کا قصور نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ سوشل بائیکاٹ کر دیں۔

اب حل طلب یہ ہے کہ (۱) بے نمازی انسان کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں (۲) آیت بالا کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی (۳) مودودی صاحب کی تفسیر صحیح ہے یا نہیں (۴) ڈرانے یا دھمکانے کی غرض سے جب کہ اندیشہ بھی ہو کہ دوسرے لوگ ہوسکتا ہے کہ حقیقت پر محمول کر کے بالکل جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اعلان کرنا کہ جو نماز نہ پڑھے گا اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں (۵) ڈاڑھی کی حد شرعی کیا ہے (۶) لوگوں کو نمازی بنانے کیلئے شریعت کی رو سے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نماز فرض عین ہے، بے نمازی سخت گنہ گار ہے[۱]، نماز جنازہ اس کی بھی ضروری ہے۔

الصلوٰۃ علیه فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانکاره الاجماع کذافی البدائع والقنیة لقوله تعالیٰ وصل علیهم وقوله ﷺ صلو علیٰ کل بر وفاجر اھ طحطاوی[۲] ص ۳۵۰

(۲) **ولا تصل علی احد منهم مات[۳] ابداً** منافقین کے متعلق ہے عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین کا واقعہ کتب حدیث وتفسیر میں بہت مشہور ومعروف ہے کہ اسکے انتقال پر حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی تب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی،

---

[۱]..... **الصلوۃ هی فرض عین علی مکلف بالاجماع وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲/۴، کتاب الصلوۃ، مجمع الانهر ص ۲/۱۰۳، کتاب الصلوۃ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، من ترک الصلوۃ فقد اتی کبیرة عظیمة یعاقب علیها اعقابا شدیدا ان لم یتب، نفع المفتی والسائل ص ۵۶، مطبوعه یوسفی لکهنؤ)**

[۲]..... **(طحطاوی علی المراقی ص ۴۷۷، باب احکام الجنائز، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۱۷۹، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۱۰۲، مطلب فی صلاة الجنازة)**

[۳]..... **سورة التوبه الآیة: ۸۴،**

ترجمہ:- اور ان میں کوئی مر جاوے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے (بیان القرآن)

پھر کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھائی۔[1]

(۳) مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن میں بہت سی چیزیں جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، عامۃ المسلمین کا اس کو پڑھنا یا سننا اعتقادی اور عملی گمراہی وغلطی کا موجب بن سکتا ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے، ہاں جو حضرات اہل علم ہیں کتاب وسنت کا علم باقاعدہ معتمد اساتذہ سے حاصل کر کے اس پر استحکام رکھتے ہیں اور صحیح وغلط میں تمیز کرنے کا ان کو ملکۂ راسخہ حاصل ہے ان کیلئے مضر نہیں، مگر مودودی صاحب نے آیت مسئولہ کے متعلق یہ نہیں لکھا جو ان کے معتقدین نے عمل شروع کر دیا یہ عمل سراسر غلط اور فتنہ ہے اسکو مودودی صاحب کی طرف سے منسوب کرنا بھی غلط ہے، جو معتقدین اپنے اعتقاد میں حد غلو تک پہنچ جاتے ہیں وہ اس قسم کی غلطیوں میں اکثر مبتلا ہوتے ہیں پھر جو لوگ نعمت فہم سے محروم ہیں ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے وہ بے سمجھے ہی تقلید کرتے ہیں۔

مودودی صاحب نے اس آیت سے جو مسئلہ استنباط کر کے لکھا ہے وہ یہ ہے، اس سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ فسّاق وفجّار اور مشہور بفسق لوگوں کی نماز جنازہ مسلمانوں کے امام اور سربرآوردہ لوگوں کو نہ پڑھانی چاہئے، اور نہ پڑھنی چاہئے۔ (تفہیم[2] القرآن ص ۲۲۱)

مودودی صاحب کا ایسا کلیہ استنباط کرنا بھی غلط اور نصوص کے خلاف ہے اور انکے معتقدین کا ایسا سمجھنا کہ بالکل نماز جنازہ ہی نہ پڑھی جائے اور بلا نماز ہی انکو دفن کر دیا جائے نہ سربرآوردہ

---

[1]..... سبب نزول الآية فی عبدالله بن ابی بن سلول رأس المنافقين كما قال البخاری (تفسير ابن كثير ص ۵۸۸ ج ۲، مطبوعه احمد الباز مكه مكرمه، روح المعانی ص ۱۵۳ ج ۱۰، مطبوعه مصطفائی ديوبند، بخاری شريف ص ۶۷۳، ۲۷۴، ج ۲، كتاب التفسير، باب قوله استغفرلهم اولا تستغفر الخ، سورة التوبة آية: ۸۴، مطبوعه اشرفی ديوبند)

[2]..... تفهيم القرآن ص: ۲/۲۲۱، مطبوعه مركزی مكتبه جماعت اسلامی دهلی، سورۂ توبه تحت آية: ۸۴.

پڑھے اور نہ کوئی اور پڑھے یہ بھی غلط اور اسکو مودودی صاحب کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے۔

(۴) جب کہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے تو اس کی دھمکی بھی غلط ہے اور جہاں اس غلطی میں مبتلا ہو کر بے نماز ہی جنازہ دفن کر دینے کا احتمال ومظنہ ہو اور لوگ اقتدا میں ایسا کرنے پر آمادہ ہوں اور قبر کھودنے والے پر جرمانہ تجویز کیا جائے جس سے یہ بھی احتمال ہو کہ مردہ دفن ہی نہ کیا جائے ویسے ہی پڑا ہوا سڑتا رہے جیسے مرا ہوا کتا، گدھا پڑا رہتا ہے تو ہرگز ایسی دھمکی اور اعلان کی بھی اجازت نہیں ہے۔

(۵) ڈاڑھی کی حد شرعی ایک قبضہ ہے امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے[۱]، اور فتح القدیر[۲] اور درمختار[۳] وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کاٹنا یا کاٹ کر ایک مشت سے کم کرا لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں کسی نے اس کو مباح قرار نہیں دیا، یہ اجماع کے درجہ میں ہے۔

(۶) عالم صاحب نے جو تدبیریں بتائی ہیں وہ اختیار کی جائیں اور اہل اللہ کی صحبت

---

[۱]..... قال اخبرنا ابو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابى حنيفة (كتاب الآثار للامام محمد رحمه الله ص ۱۵۱، باب حف الشعر من الوجه، مطبع انوار محمدى لكهنؤ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑتے تھے اور مٹھی سے نیچے حصہ کو کاٹ دیتے تھے، امام محمد نے فرمایا اس کو ہم اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

[۲]..... واما الاخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد، (فتح القدير ص: ۲/۳۴۸، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه درالفكر بيروت)

[۳]..... الدرالمختار على الشامى زكريا ص: ۳/۳۹۸، باب مايفسد الصوم الخ، مطلب فى الاخذ من اللحية، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۹/۵۸۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، عالمگيرى كوئٹه ص: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى الختان الخ، البحر الرائق كوئٹه ص: ۲/۲۸۰، كتاب الصوم، قبيل فصل فى العوارض.

اختیار کی جائے، ہر مکان اور مسجد میں اہل اللہ کی کتابیں سنانے کا انتظام کیا جائے، اکابر اہل اللہ کی خدمت میں جاجا کر کچھ وقت اپنی تربیت کیلئے گذارا جائے، اپنے احوال کی انکو اطلاع کر کے ہدایات حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی فکر کی جائے، انشاء اللہ صحیح ماحول بنے گا دین کا عام چرچا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

تفہیم القرآن کا حال

سوال:۔ تفہیم القرآن میں کس کس جگہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف کس کس قسم کا ہے براہ کرم تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) تفہیم القرآن میرے پاس نہیں ہے بغیر اس کو سامنے رکھے تفصیلی جواب نہیں لکھا جاسکتا، دوسرا سبب جو پہلے سبب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کتاب کہیں سے حاصل بھی کی جائے تو جواب کیلئے ہر چیز کے متعلق پوری بحث کی ضرورت ہوگی کہ یہ تفسیر فلاں حدیث کے خلاف ہے اس حدیث کی سند یہ ہے اس سند میں فلاں فلاں راوی ہیں اس راوی کے متعلق فلاں فلاں محدث نے ایسا ایسا کلام کیا اور یہ کلام فلاں فلاں کتاب میں موجود ہے اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فلاں حدیث سے استدلال کیا ہے اور وہ حدیث محدثین کے نزدیک ایسی ہے کہ وہ فلاں حدیث سے متعارض ہے اور تعارض کے دفعیہ کی یہ صورت ہے کہ وہ راجح اور وہ مرجوح ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے یا فلاں ناسخ ہے اور فلاں منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل فلاں صحابی کی حدیث ہے، اس لئے کہ وہ متاخر الاسلام ہیں یا فلاں آیت کی تفسیر

خود فلاں آیت کے خلاف ہے یا فلاں صحابی کے اثر کے خلاف ہے یا اجماع کے خلاف ہے، یا فلاں آیت کی تفسیر بائبل سے ماخوذ ہے اور بائبل تحریف شدہ ہے پھر یہ کہ اس کی تحریف لفظی و معنوی ہے یا صرف لفظی ہے یا صرف معنوی ہے، غرض یہ بہت بڑا صحرا ہے اگر کوئی شخص علم تفسیر، شرح غریب، استنباط جرح وتعدیل، تطبیق، دفع تعارض، ناسخ ومنسوخ وغیرہ علوم سے واقف ہو تو اس کیلئے مختصر جواب بلکہ اشارہ بھی کافی ہوگا جیسے قانونی دفعات کی بحث کا حال ہوتا ہے کہ وکیل، بیرسٹر، جج وغیرہ کو اس کا سمجھنا سہل ہوتا لیکن اگر کوئی قانون سے ناواقف ہو اگرچہ بہت بڑا ڈاکٹر، انجنیئر، طبیب، قاری، حاجی، ہو مگر قانونی دفعات کا بالتفصیل اس کو سمجھانا دشوار ہوتا ہے، اب تک اس کا کوئی حل سامنے نہیں آیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۸۶ھ

مودودی صاحب کا ایک فتویٰ

سوال:- مولانا مودودی صاحب سے ایک مسئلہ یہ پوچھا گیا، کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ جواب دیا نہیں ٹوٹے گا، سائل نے پھر پوچھا انجکشن لگوانے سے؟ جواب دیا انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، سائل نے پھر پوچھا کہ اگر روزہ دار کے بھڑ ڈنک ماردے تو ڈنک کے مارنے سے سیال مادّہ اس کے جسم میں پہنچ جائے (انجکشن کی طرح) تو کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ میرے خیال میں روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے

---

[1]..... **تنبیہ**:- تفہیم القرآن پر تنقید وتحقیق کے لئے ملاحظہ ہو (۱) تقصیرات تفہیم مولفہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری (۲) تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش مولفہ، مفتی عبدالقدوس صاحب رومی آگرہ (۳) تفہیم القرآن کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، مفتی جمیل الرحمٰن صاحب پرتاپ گڑھ،

کسی نے بھولے سے کھا پی لیا۔

کیا مسائل بالا میں جو حکم مودودی صاحب نے بتایا از روئے شرع درست ہے اور آخری مسئلہ میں جو قیاس کیا ہے وہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مودودی صاحب سے کسی نے فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ فتویٰ کسی مفتی سے پوچھو، یہاں دین کی بات میں بتاتا ہوں[۱]، ان سے کسی نے کہا تھا کہ آپ نے فلاں چیز کا فتویٰ دیا ہے تو جواب میں کہا کہ فتویٰ دینے کی غلطی میں نے کبھی نہیں کی[۲] انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں، میں نے جدید وقدیم دونوں قسم کے علوم کا کچھ کچھ حصہ حاصل کیا ہے، جس کی بنا پر میں نہ جدید گروہ کو پورے طور پر صحیح سمجھتا ہوں اور نہ قدیم کو میں نے دونوں پر پوری تنقید کی ہے[۳]۔

مودودی صاحب کا اصلی کام یہی ہے کہ سب پر تنقید کر کے ان کو نا قابل اعتماد قرار دے دیں اور اپنی رائے کی فوقیت سب پر جتا دیں اور اپنے ذہن سے اس کی ترجیح بھی ظاہر کر دیں، ان حالات میں انکے بیان کئے ہوئے مسائل شرعی فتویٰ کی حیثیت میں نہیں بلکہ مضمون نگاری کی حیثیت میں ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ کان میں سیال دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، آنکھوں میں ڈالنے سے فاسد نہ ہوگا، یہ دونوں مسئلے کتب فقہ شامی[۴]، کنز[۵]، فتاویٰ عالمگیری[۶] وغیرہ میں مذکور ہیں، مگر مودودی صاحب کے نزدیک ان کتابوں کے مسائل پر عمل کرنے والے جہنم میں ڈالے جائیں

---

[۱]..... ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ص ۲۳۴ ج ۳۵، عدد ۳/۴، تفہیمات ص ۳۱۴ ج ۲، طبع اول، نماز اور خطبہ جمعہ کی زبان ص ۴۴۵ ج ۲، طبع سوم، رسائل و مسائل ۱۷۵ ج ۲.

[۲]..... رسائل و مسائل ص ۱۷۵ ج ۲، لاہور

[۳]..... ترجمان القرآن ص ۲۲۷ ج ۱۴ عدد ۳، (حاشیہ ۴/۵/۶/ اگلے صفحہ پر)

گے، تو اس وقت ان کتابوں کے مصنفوں کو لعنت بھیجیں گے اور دعا کریں گے کہ یا اللہ ان کو دوہرا عذاب دے انہوں نے ہم کو گمراہ کیا ہم ان کی اطاعت کیوجہ سے صحیح راستہ پر نہیں چلے بلکہ بھٹک گئے۔[۱] (حقوق الزوجین)

بھڑ وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، منفذ سے کوئی چیز اندر نہیں پہنچتی انجکشن سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اس میں بھی منفذ سے کوئی چیز نہیں پہنچتی الا یہ کہ جوف معدہ میں منفذ سے کوئی چیز پہونچائی جائے تو وہ مفسد صوم ہے، اصل وجہ منفذ سے جوف میں کسی چیز کا نہ پہونچنا ہے اس کو بھول سے کھانے پر قیاس کرنا غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فتاوی کی حیثیت مودودی صاحب کی نظر میں

محترم المقام.....حضرت مفتی محمود الحسن صاحب، زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال:- بعد سلام مسنون عرض ہیکہ مکتبہ نظام کرنیل گنج کانپور سے طبع شدہ آں محترم کا

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۴..... اقطر فی اذنه دهنا.....قضی (الدرالمختار) لانه لا خلاف فی فساد الصوم به (شامی کراچی ص ۴۰۲ ج ۲، ملخصاً ص ۱۰۱ ج ۲ نعمانیه) ادهن اواکتحل اواحتجم وان وجدطعمه فی حلقه (الدرالمختار) لان الموجودفی حلقه اثرداخل من المسام الذی هوخلل البدن والمفطرانما هوالداخل من المنافذ (شامی ص ۳۹۵ ج ۲، کراچی، ص ۹۸ ج ۲، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم، نعمانیه دیوبند)

۵..... راجع کنز الدقائق ص ۶۸، ۶۹ کتاب الصوم. دارالاشاعة الاسلامیة کلکته،

۶..... فتاویٰ عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۴ ج ۱، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد، خانیه علی هامش الهندیه ص ۲۱۰ ج ۱، الفصل السادس فیما یفسد الصوم، بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۹۷، ۹۸، ج ۱، الثالث فیما یفسده ومالایفسده، بدائع ص ۲۴۳ ج ۲، کتاب الصوم مفسداته، طبع زکریادیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... ملاحظہ ہو حقوق الزوجین ص ۹۵، ۹۶، مذکورہ کتب فقہ پر زوردار تنقید ہے۔

جماعت اسلامی کے بارے میں ایک فتویٰ ''تقلید اور جماعت اسلامی'' نظر سے گذرا جسمیں آپنے مودودی صاحب ہی کی عبارتوں سے انکے مسلک اور انکی گمراہی کو واضح فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ

اس طرح دیگر علماء کرام مثلاً حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب، مولانا محمد میاں صاحب، مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی وغیرہ نے بھی خود بانی تحریک کے اقوال اور اقتباسات کے پیش نظر جماعت اسلامی کی تحریک کو خطرناک اور عامۃ المسلمین کیلئے گمراہ کن قرار دے کر اس میں شرکت کو ناجائز بتلایا تھا اور اجتناب کلی کو ضروری قرار دیا تھا۔

(۱) اب سوال یہ ہیکہ ان بزرگوں کی تحریرات شائع ہو کر جماعت اسلامی کے ذمّہ داران تک پہنچنے کے بعد جماعت اسلامی کے ذمہ دار انکا ان اقوال وتحریرات (کہ جن کی بنیاد پر اس تحریک کو مضر، گمراہ کن، واجب الاحتراز قرار دیا گیا تھا) کی اصلاح کرنا اور ان سے رجوع کرنا آپکے علم میں ہے یا نہیں؟ اگر جماعت اسلامی نے اصلاح اور رجوع کرلیا ہو تو براہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں، اور اگر اُن اقوال واقتباسات سے رجوع نہ کیا ہو تو پھر یہ عرض ہے آج کل بہت سے مقامات پر جماعت اسلامی کا لٹریچر اور اسکی کتابیں پہنچ رہی ہیں، اس کا حلقۂ اثر وسیع ہو رہا ہے تو اسکو روکنا اور اسکی گمراہی سے لوگوں کو واقف کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے بارے میں اب علماء دیوبند کا وہ نظریہ نہیں رہا اس میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے، یہ بات کس حد تک صحیح ہے، بالخصوص آں محترم کی رائے گرامی جماعت اسلامی کے بارے میں حسب سابق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ا:- اکابر علماء کی جو تحریرات جماعت اسلامی سے متعلق شائع ہوئی ہیں ان کے سلسلے میں مودودی صاحب کی تحریر یہ ہے۔

''ایک صاحب نے مجھے مفتی سعید احمد صاحب کا مفصل فتویٰ جو ''کشف حقیقت'' کے نام سے چھپا ہے، بھیج دیا ہے اور اسکے ساتھ دو تین اشتہار بھی بھیجے، جن میں مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی، مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی مہدی حسن صاحب کے فتوے درج تھے، اُن تمام فتوؤں کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی، اب یہ حضرات اس مقام سے گذر چکے ہیں، جہاں انکو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو، سب سے زیادہ افسوس مجھے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے کیونکہ میں ۲۳ رسال سے انکا نیاز مند ہوں اور ہمیشہ انکا احترام کرتا رہا ہوں، افسوس کہ انہوں نے بھی جماعتی عصبیت میں آنکھیں بند کر کے یہ فتویٰ تحریر فرمادیا، باقی رہے دوسرے حضرات تو انکے فتوے پڑھ کر میں نے یہ محسوس کیا ہیکہ جس وقت یہ فتوے لکھے جارہے تھے اسوقت خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس شاید اُنکے قریب بھی موجود نہ تھا، خصوصاً مفتی سعید صاحب کے فتوے میں تو صریح بد دیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں، جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ بڑا حسن ظن رکھتا تھا مگر اب اُن کے یہ فتوے دیکھ کر تو میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ بریلوی طبقہ کے فتوے باز وکافر ساز مولویوں سے انکا مقام کچھ اونچا نہیں ہے،'' (رسائل[1] ومسائل)

اور ''رسائل ومسائل'' ص۵۱۳ ج ۲ رکسی نے مشورہ دیا تھا کہ آں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا محمد طیب صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا عبداللطیف صاحبؒ سے خط وکتابت کر کے انہیں مشورہ دیں کہ اگر میرے متعلق یا جماعت کے متعلق کوئی

---

[1]..... رسائل و مسائل ص ۵۱۳ ج ۲، مطبوعہ اچھرہ لاہور،

استفتاء آپکے سامنے آئے تو پہلے جواب دینے سے آپ مجھ سے اصل حقیقت معلوم کر لیا کریں، اس مشورہ کے جواب میں تحریر مذکورہ امیر جماعت نے لکھی ہے۔

(۲) جماعت کے جن خلافِ حق نظریات وافکار کی بناء پر اوّل رائے قائم کی گئی تھی جب وہ نظریات وافکار موجود ہیں، ان کی اصلاح نہیں ہوئی تو وہ رائے بھی قائم ہے، اس میں بھی تغیر نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دیوبند کے ایک فتوے پر اعتراض اور اس کا جواب

بخدمت شریف جناب قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:- یہاں بنگلور میں ایک ملا صاحب، مولوی کے، ایچ، ابراہیم نامی جو بال کی کھال نکالنے میں بڑے ہشیار ہیں اور جو مدتوں سے مولانا مودودی کی کتابوں سے عبارتوں کو نکال کر توڑ مروڑ کر کے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں، شروع شروع میں تو ان کی یہ چالبازی چلنے لگی مگر رفتہ رفتہ مخالفین میں سے ہی بہت سے لوگ خود انہیں کو اب ملامت کرنے لگے ہیں اور انہیں چار و ناچار بنگلور چھوڑنا پڑا، چونکہ ان کی چالبازی کا اثر لوگوں میں سرد پڑ گیا ہے اس لئے انہوں نے اب بنگلور سے کچھ تیس میل دور ''اپی ننگڈی'' نامی شہر میں فتنہ کرنا شروع کر دیا ہے اور پھر سے مسلمانوں کو لڑانے کے درپے ہو گئے ہیں اور اب ایک نیا فتنہ کھڑا کیا ہے وہ یہ کہتے جا رہے ہیں کہ دارالعلوم کا وہ فتویٰ جو مفتی محمود احمد صدیقی صاحب نے جماعت اسلامی کے بارے میں ۱۹۶۵ء میں دیا تھا اسکے بارے میں دارالعلوم میں بہت بڑا جھگڑا ہو گیا اور اس فتویٰ کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

اور مفتی محمود صاحب کو دارالافتاء سے خارج کر دیا گیا ہے اور ایک نئے مفتی کو جو مفتی محمود حسن صاحب کے نام سے ہیں منتخب کیا گیا ہے اور اب انہی مفتی صاحب نے سابقہ فتوے کے خلاف میں ایک نیا فتویٰ صادر کیا ہے جس کی نقل اس استفتاء کے ساتھ ہے جس کا فتویٰ نمبر ۲۵۵۱ / بتایا جاتا ہے، اس فتوے کو جب ہم نے غور سے مطالعہ کیا تو اوّل تو ہمیں فتویٰ ہی ایک مفتی کے شایانِ شان معلوم نہیں ہوتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ کٹر سے کٹر بد دین بھی اس خیر القرون کو جہالت سے تعبیر نہیں کرسکتا، براہِ کرم آپ اس کو ایک اہم دینی خدمت جانتے ہوئے اس کی پوری تحقیق کریں اگر یہ دارالعلوم کی مہر کے ساتھ ایک جعلی فتویٰ ہے تو اس ملاّ صاحب کی انشاء اللہ خوب خبر لی جائیگی کہ انہوں نے ایسی گستاخی اور بدنامی کو ایک بہترین اور خالص دینی ادارہ دارالعلوم دیوبند کے سر کیوں تھوپا اور اگر یہ صحیح ہے تو اس مفتی صاحب کو مولانا مودودی صاحب کی کونسی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے سلف الصالحین کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو اسلام سے کورے اور جاہل بتادیا اور یہ بات کہاں کہی گئی ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں، اور امیر کے بغیر جماعت نہیں اور امیر اعلیٰ وہ ابوالاعلیٰ مودودی ہیں، لہٰذا جو اس جماعت میں شریک ہوں وہ مسلمان، جو خارج ہوں وہ مرتد ہیں، براہِ کرم اس بارے میں خصوصی توجہ دیں اور تحقیق کریں اس لئے کہ ایسی جماعت کے تو ہم بھی سخت مخالف ہیں اور جو خیر القرون کے اسلام کو جہالت کہے تو اس کے کفر میں ذرا بھی شک نہیں، اللہ رب العزت آپ کو دونوں جہان میں جزائے خیر دے۔ بینوا توجروا. آمین، فقط

حکیم محمود

معرفت بدر یا کلاتھ اسٹور، آپی ننگڈ وئی میسور

سائل نے جو فتویٰ استفتاء کے ساتھ ارسال کیا ہے وہ مندرجہ صفحہ آئندہ پر ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

فتویٰ نمبر:۲۵۵۱

الجواب حامداً ومصلیاً!

الفرقة المحدثة المودودية المسمّاة بالجماعة الاسلامية حدثت سنه ۱۳۶۰ھ وتشكلت وهي ليست علىٰ الطريقة السنية بل اخذت بعض الامور من المعتزلة والبعض من الخوارج والروافض والجهمية وادعت ان الحياة الاسلامية لا توجد اليوم في فرد من افراد المسلمين ولا في من سلف وهي من اعيان المسلمين المحمدية من الفقهاء والمحدّثين والمتكلمين والصوفية بل من التابعين والصحابة حتى الخلفاء الراشدين بل كانت حياتهم غير مصون من الجاهلية وكانت الجاهلية تشتعل مرة بعد مرة وكانت تصدر من اكابر الصحابة اعمال الجاهلية وقال رئيس تلك الفرقة لا سبيل بين الاسلام والجاهلية وهٰذه الفرقة لا تعتمد على احد بل تقول نحن نأخذ دينا من الكتاب والسنة ولا ناخذ من الاشخاص الموجودين في الحال ولا ممن سلف في الماضي وتقول من كان صدره خالياً عما ندعي لا يسكن الايمان فيه، وتقول من يريد ان يدخل في جماعتنا لا بد له من تجديد شهادتين ومن خرج عن جماعتنا بعد الدخول فهو مرتد[1]

---

[1].....**ترجمہ الجواب**:- نیا مودودی فرقہ جس کا نام جماعت اسلامی ہے ۱۳۶۰ھ میں ظاہر ہوا اور اسکی جماعت بنی، اور وہ فرقہ اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر نہیں ہے بلکہ اسنے بعض امور معتزلہ سے لئے اور بعض خوارج سے، اور بعض روافض اور جہمیہ سے، اور اس فرقہ نے دعویٰ کیا کہ اسلامی زندگی آج مسلمانوں کے کسی فرد میں نہیں پائی جاتی اور نہ ماضی کے اسلاف میں، حالانکہ وہ امت محمدیہ کے اہم لوگ ہیں یعنی فقہاء، محدثین، متکلمین، صوفیاء، بلکہ تابعین، صحابہ، حتی کہ خلفاء راشدین میں، بلکہ انکی زندگی..... (باقی اگلے صفحہ پر)

فالحاصل: ان الاسلام هو الدخول فی الجماعة والارتداد هو الخروج عنها وتقول لا اسلام بدون الجماعة ولا جماعة الابامیر والامیر هو ابوالاعلیٰ مودودی وطاعة الامیر واجبة وتشمل کتبه علی التلبیسات والاباطیل وقد اشیعت کتب متعددة فی تردید هٰذه الفرقة من دارالعلوم دیوبندوغیرها ولعل صاحب التجلی لم یطلع علیها بل اطلع علی الفتویٰ المذکورة فی السوال. فقط

والحال ان تلک الفتویٰ من زلة القلم وشنع علیها ارباب دارالعلوم مراراً واشیع هٰذه التشییع فی الاخبار والرسائل حتی عزل المفتی الموصوف من دارالافتاء وصاحب التجلی لا یعلم ولا یعرف الفتویٰ الموصوفة وهٰذا ایضا من خزعبلات تلک الفرقة ، والله الموفق لما یحب ویرضیٰ[1].

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۰ھ

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ..... جاہلیت سے محفوظ نہیں تھی، اور جاہلیت ان پر بار بار ابھرتی تھی، اور اکابر صحابہ سے جاہلیت کے اعمال سرزد ہوتے تھے، اور اس جماعت کے امیر نے کہا کہ اسلام اور جاہلیت کے درمیان کوئی راہ نہیں ہے اور اس جماعت کے ماننے والے کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم دین کو براہ راست کتاب وسنت سے اخذ کرتے ہیں اور حال میں موجود کسی شخص سے حاصل نہیں کرتے اور نہ ماضی کے اسلاف سے، اور کہتے ہیں کہ جس کا سینہ ان نظریات وعقائد سے خالی ہے جسکا ہم دعویٰ کرتے ہیں تو اسکے دل میں ایمان باقی نہیں رہ سکتا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص ہماری جماعت میں داخل ہونا چاہے اس کیلئے تجدید شہادتین ضروری ہے، اور جو ہماری جماعت میں داخل ہونیکے بعد نکل جائے تو وہ مرتد ہے۔

(**حاشیہ صفحہ ھذا**) [1]..... **خلاصہ کلام:**- خلاصہ کلام یہ ہیکہ اسلام ان کی جماعت میں داخل ہونے کا نام ہے اور انکی جماعت سے نکلنا ارتداد ہے اور امیر کے بغیر جماعت نہیں، اور امیر جماعت ابوالاعلیٰ مودودی ہیں اور امیر کی اطاعت واجب ہے اور انکے رسائل وکتب تلبیسات..... (**باقی اگلے صفحہ پر**)

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکرم ومحترم، زید احترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دارالعلوم کے صدر مفتی مہدی حسن صاحب اور نائب مفتی مسعود احمد صاحب سخت علیل ہو گئے تھے اس وجہ سے عارضی طور پر مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی کو کچھ عرصہ قیام کیلئے تجویز کیا گیا، دارالافتاء میں سوال سب طرح کے آتے ہیں، چنانچہ جماعت اسلامی اور اسکے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے متعلق بھی سوالات آئے، مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی نے اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے اس جماعت کے بانی اور دوسرے بڑے ذمہ داروں کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور بعض آدمی اسی جماعت سے منسلک بھی گاہے گاہے ملتے اور اس کی تعریف کیا کرتے تھے، کسی مسلمان سے نیک گمان قائم کرنے کیلئے دلیل کی حاجت بھی نہیں اس کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے اور پھر جب کہ بعض آدمیوں نے تعریف بھی کی ہو تو اس نیک گمان کو قوت ہو گئی، اس وجہ سے مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتویؒ نے وہ فتویٰ تحریر کر دیا جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے پھر اس جماعت کے ہمدردان نے اس کو کثیر مقدار میں چھپوا کر شائع کیا اور قوم کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ دارالعلوم دیوبند مودودی صاحب کے موافق اور ہم خیال ہے، پھر جب دارالعلوم کے حضرات کو اس کا علم ہوا تو بہت افسوس ہوا کہ تھوڑی سی غفلت سے دارالعلوم کی طرف غلط بات منسوب کر دی گئی اس لئے اس

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**).....اور باطل نظریات پر مشتمل ہے، اس فرقہ کے رد میں بہت سی کتابیں دارالعلوم وغیرہ سے شائع ہوئیں، اور شاید صاحب ماہنامہ تجلی اس پر مطلع نہ ہوئے بلکہ مذکور فی السوال فتوی پر مطلع ہوئے اور حال یہ ہے کہ وہ فتوی لغزش قلم ہے، ارباب دارالعلوم نے بار بار اس کی تردید کی اور اس تردید کو اخبار ورسائل میں شائع کیا حتی کہ مفتی موصوف کو دارالافتاء سے معزول کر دیا گیا، صاحب تجلی اس مذکورہ فتوی سے بھی واقف نہیں اور یہ بھی اس فرقہ کے دھوکہ بازیوں میں سے ہے۔

اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کی اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کی مکافات میں اس فتویٰ کی تردید بھی شائع کی گئی۔

دارالعلوم کی طرف سے مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتویؒ کے اس فتویٰ سے بہت پہلے ہی سے مودودی صاحب کے متعلق متعدد رسالے شائع ہو چکے تھے جن میں بتلایا گیا تھا کہ یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں ہے، مودودی صاحب کی کتابوں میں کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں کچھ خوارج کی ہیں، کچھ روافض کی، کچھ اہل حدیث غیر مقلدین کی ہیں، کچھ منکرین حدیث کی ہیں، کچھ کمیونسٹوں کی ہیں، اس لئے جو شخص ان سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے وہ صحیح راستہ پر نہیں ہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے متعدد رسالے تصنیف فرمائے جن میں اس جماعت کی گمراہیاں تحریر فرمائیں، مکتوب ہدایت، دستور مودودی کی حقیقت وغیرہ، دارالعلوم کے صدر مفتی سید مہدی حسن صاحب نے رسالہ لکھا، آئینہ تحریک مودودیت جس پر جملہ اساتذۂ دارالعلوم دیوبند کے دستخط ہیں، مولانا اعزاز علی صاحب استاذ دارالعلوم نے مکتوبات کو شائع فرمایا اسی طرح مودودی مذہب، تنبیہات وغیرہ کتابیں یہاں سے شائع ہوئی ہیں، یہ سب مفتی صاحب صدیقی نانوتویؒ کے یہاں تشریف لانے اور فتویٰ لکھنے سے پہلے کی ہی ہیں مگر انکو خبر نہیں تھی، یہ عنوان کہ ان کے فتوے کو منسوخ کر دیا گیا ہے، غلط ہے بلکہ ان کا وہ فتویٰ ہی دارالعلوم کے مسلمہ شائع شدہ مسلک کے خلاف تھا جس کی وجہ سے بات دور تک پہنچی یہ تو اس فتویٰ کی حقیت تھی جسکا آپ نے حوالہ دیا ہے۔

اب وہ عبارتیں نقل کرتا ہوں جو آپ کو بھی اجنبی معلوم ہوتی ہیں، اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھی نفع ہوگا، ۳۲/صفحہ کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے، ''جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع'' دفتر ترجمان القرآن پونچھ روڈ لاہور سے شائع ہوا ہے اس کے صفحہ: ۱۴/ پر ہے'' آخری چیز جو جماعتی زندگی کیلئے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ اسلام بغیر

جماعت کے نہیں ہے اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے اس قاعدہ کلیہ کے مطابق آپ کیلئے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لئے ایک امیر منتخب کرلیں، ص ۱۸/ پر ہے ''اس کے بعد باتفاق کلی لوگوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو اپنا امیر منتخب کیا'' اسی کتاب کے ص ۲۷/ پر ہے ''جماعت میں جب بھی کوئی نیا شخص داخل ہو تو اُسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر از سر نو کلمہ شہادت ادا کرایا جائے اور پھر اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ اپنے آپکو جماعت کے کس طبقہ میں شامل ہونے کیلئے پیش کرتا ہے اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے اور مشہور سے مشہور شخص کیلئے بھی استثناء نہیں ہے، بڑے سے بڑے عالم اور شیخ طریقت کو بھی داخل جماعت ہوتے وقت تجدید ایمان کرنی ہوگی'' اِس کتاب کے ص ۱۰ پر ہے ''اس کے بعد سب سے پہلے ابوالاعلیٰ صاحب اٹھے اور کلمۂ شہادت **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ** کا اعادہ کیا اور کہا، لوگو! گواہ رہو کہ میں آج از سرِ نو ایمان لاتا اور جماعت اسلامی میں شریک ہوتا ہوں،''

اس کتاب کے ص ۱۱/ پر ہے ''جب سب لوگ شہادت ادا کر چکے تو مودودی صاحب نے اعلان کیا کہ اب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوگئی'' اسی کتاب کے ص ۹/ پر ہے ''البتہ یہ بات ہر اس شخص کو جو جماعت اسلامی میں آئے اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے، کہ جو کام اس جماعت کے پیش نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں، اس لئے ہر شخص کو قدم بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کن خارزاروں میں قدم رکھ رہا ہے، یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں، نہیں یہاں پیچھے ہٹنے کے معنیٰ ارتداد کے ہیں، خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں۔

اپنی طرف سے میں ان عبارات کی تشریح نہیں کرنا چاہتا، اصل عبارات نقل کردی ہیں جو کہ ایک ہی کتاب میں ہیں، صفحہ کا حوالہ بھی دے دیا ہے، اکابر محدثینؒ وفقہاءؒ، اولیاءؒ، تابعینؒ،

صحابہؓ پر جو تخریبی تنقید کی ہے وہ بھی سب چھپی ہوئی ہے، مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی نے مودودی صاحب کی خدمت میں رہ کر ان کی ہدایات کے تحت ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے ''معرکۂ اسلام و جاہلیت'' مودودی صاحب نے بھی اس کی بہت تعریف کی ہے، اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہماؓ کو بھی نہیں بخشا، ان کے اور دیگر صحابۂ کرام کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں وقت ان پر غیر اسلامی اور غیر دینی اور جاہلیت کا حملہ ہوا اور اس قسم کے حملے ہوتے رہتے تھے، جاہلیت کے جذبات بار بار ان میں ابھرتے تھے[۱]، ''خلافت وملوکیت'' میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق مودودی صاحب نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ اور باور کرایا ہے کہ وہ خلافت کے اہل نہیں تھے انہوں نے نفسانی جذبات کے تحت بہت مظالم کئے[۲]، یہ تو نہیں لکھا کہ یہ اکابر ''اسلام سے کورے تھے'' نہ یہاں کے فتوے میں ان کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے، البتہ انکی تحریرات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک ان صحابۂ کرامؓ کی مقدس زندگی بھی پوری اسلامی زندگی نہیں تھی جیسی زندگی مودودی صاحب چاہتے ہیں، اس سے یہ اسلاف کرامؒ صحابہؓ عظام محروم تھے ''تجدید واحیائے دین'' میں بھی اسکے کافی نمونے موجود ہیں[۳]، مودودی صاحب سے کہا گیا کہ آپکی تحریک کو علماء اور مشائخ قبول نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں اسکا جواب مودودی صاحب نے جو کچھ دیا ہے وہ سوال وجواب بعینہ نقل کرتا ہوں۔

علماء ومشائخ کی آڑ

ایک اعتراض جو پہلے بھی بار بار سن چکا ہوں اور آج بھی وہ میرے پاس تحریری شکل

۱..... معرکۂ اسلام و جاهلیت ص ۴۳، ۶۷، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۴۳.

۲..... خلافت و ملوکیت ص ۹۹، ۱۰۶، ۱۱۶.

۳..... تجدید واحیاء دین ص ۳۴، مطبوعه مکرزی مکتبه اسلامی دهلی،

میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ایسے بڑے بڑے علماء اور پیشوایان دین (جن کے کچھ نام بھی گنائے گئے ہیں) کیا دین سے اس قدر ناواقف تھے کہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے دین کے ان تقاضوں کو جو تم بیان کرتے ہو، نہیں سمجھا اور پورا کرنے کی طرف توجّہ نہیں کی بلکہ تمہارے بیان کرنے کے بعد بھی انہوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور نہ تمہارے ساتھ تعاون قبول کیا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سب دین سے ناواقف ہیں؟ یا اس بات کا کہ تم نے خود دین کے نام سے ایک ایسی چیز پیش کی ہے جو مقتضیات دین میں سے نہیں ہے؟

اس سوال کا مختصر جواب میرے پاس یہ ہے کہ میں نے دین کو ماضی یا حال کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے قرآن اور سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسولؐ نے کیا کہا اسی ذریعۂ معلومات کی طرف میں آپ لوگوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں،'' (ترجمان القرآن[۱] جلد ۲۶ عدد ۳،۴ ص ۱۴۱)

اس جواب سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب دین کے سمجھنے میں ماضی اور حال کے اشخاص سے بالکل بے نیاز ہیں اس لئے وہ اپنی تحریک کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو علماء ان کے ساتھ شریک نہیں بلکہ ان سے اختلاف رکھتے ہیں یہ لوگ فی الواقع دین کے کسی کام کے نہیں اور یہ کہ ان کا ہمارے قریب آنا ان کے دور رہنے بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے ترجمان القرآن[۲] مذکور ص ۲۷۰ اور جلد ۲۷ میں لکھتے ہیں، ''ان کی اس کیفیت کو دیکھنے کے بعد میں بہت خوش ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ فتنہ پسند گروہ قریب آنے کے بجائے دور جا رہا ہے پھر اسی صفحہ: ۲۷۱/ پر آگے لکھتے ہیں'' مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ

۱..... ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳-۴، ص: ۱۴۱، مطبوعه لاهور.

۲..... ترجمان القرآن ص: ۲۷۰، جلد: ۲۷.

تعالیٰ خود ان لوگوں کو یہ توفیق ہی نہیں دینا چاہتا کہ یہ لوگ اس کے دین کی خدمت کریں جن فتنوں کی یہ خدمت کرتے رہے ہیں اللہ نے بھی غالباً یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ان کو انہیں فتنوں کی توفیق عطا فرماتا رہے،''.....اپنی جماعت کے متعلق ان کا جو کچھ عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کا عمل ہی دستور ہے یعنی قرآن وسنت کے تحت دستور بنانیکی ضرورت نہیں بلکہ جو کچھ یہ جماعت کرتی ہے وہی دستور ہے اس میں ذرہ برابر جاہلیت کا شائبہ نہیں اس کا پورا عمل حجت ہے، چنانچہ لکھتے ہیں''ہمارا پہلا دستور اب سے دس سال پہلے اس وقت بنا تھا جب جماعت قائم ہوئی تھی، اس وقت ہم نے صرف چند اصولی باتیں درج کردی تھیں اور تفصیلات کو قصداً چھوڑ دیا تھا تاکہ تحریک اور نظام کی وسعت وترقی کے ساتھ ساتھ جماعت کا ضابطۂ عمل خود بخود بنتا چلا جائے، چنانچہ اس کے بعد پچھلے دس سال کے دوران میں پوری جماعت اپنی مجموعی عملدرآمد سے بتدریج اپنا ایک دستور بناتی رہی ہے جو کہیں لکھا ہوا موجود نہیں ہے بلکہ صرف جماعتی رواج اور جماعتی روایات کے اندر محفوظ ہے، جماعت کے کام کا جو تعلق ہے وہ اب بھی کسی تحریر دستور کا محتاج نہیں ہے،''

ترجمان[1] القرآن جلد ۳۶/عدد ۶/۲۸۳/اسی شمارے کے صفحہ ۲۸۸/میں لکھتے ہیں''اس جماعت کے اصول ومزاج کو دنیا کی کسی دوسری جماعتوں کے اصول اور مزاج سے کوئی مناسبت نہیں''اسی شمارے کے ص ۲۸۲/پر ہے کہ دیوبندی، بریلوی، احراری، لیگی، پیر، وہابی، تبلیغی جماعت سب مودودی جماعت کی مخالفت پر متحد ومتفق ہیں۔

ان عبارات میں غور کریں اور جذبات کو نکال کر ٹھنڈے دل سے غور کریں، حق تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ وہ راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر چلائے، گمراہی سے محفوظ رکھے کتابوں کے نام لکھ دیئے، ان میں اصل عبارات کو دیکھیں، کبھی یہ خیال گزرے کہ عبارات کو توڑ مروڑ

---

[1]..... ترجمان القرآن جلد: ۳۶، عدد ۶، ص: ۲۸۳، مطبوعہ لاہور.

کر غلط بنائی گئی ہے خدائے پاک تلبیس سے بچائے، فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند

معیارِ حق کی تشریح

سوال:- بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق نہیں ہیں اور نہ کوئی پیغمبر سوائے رسول اللہ ﷺ کے، پس رسول اللہ ﷺ ہی معیار حق ہیں، اسکا مفصل جواب تحریر فرمائیں!

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہر ہر پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کے دین کو صحیح پہونچایا ہے اس میں ذرّہ برابر تصرّف نہیں کیا، کمی، زیادتی نہیں کی، کوئی حکم نہیں چُھپایا، کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہیں کیا، کوئی حکم نہیں بدلا، کوئی بات اللہ پاک کی طرف غلط منسوب نہیں کی، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل معیار حق ہیں، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت نبی کریم ﷺ سے جس قدر دینِ برحق سیکھا وہ دوسروں کو اسی طرح پہنچایا، اس میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کیا، کوئی حکم نہیں بدلا، کوئی بات آنحضرت ﷺ کی طرف غلط منسوب نہیں کی، جس بات کو صحابہ کرامؓ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ حضرت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے وہ بالکل صحیح ہے اس کو صحیح ماننا لازم ہے، صحابہ کرام پر اگر اعتماد نہ ہو اور ان کے نقل دین کے حق کو تسلیم نہ کیا جائے، تو پھر سارے دین سے اعتماد ختم ہو جائے گا اور صحیح دین دوسروں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی جیسا کہ روافض نے صحابۂ کرام پر اعتماد نہیں کیا تو ان کے نزدیک نہ احادیث قابل اعتماد ہیں اور نہ قرآن پر ان کو اعتماد ہے، انکے پاس دین برحق پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے وہ اس نعمتِ الٰہی اور ذریعۂ نجات سے محروم ہیں لہٰذا نقل دین میں صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1]..... شرح فقه اکبر ص ۸۵، اصل الروافض انما (باقی حاشیہ صفحہ اگلے پر)

مسئلہ یزید ومودودیت

سوال:- چند ایک مسائل ہیں جن کو اگر آپ حل کر دیں تو میرے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہوگی اور آج کل یہاں یہ بھی مسائل بڑے زور شور سے دینی پرچوں کا موضوع بنے ہوئے ہیں، ترجمان القرآن، البلاغ، بیّنات، ترجمان اسلام خدام الدین وغیرہ

وہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فقہی اعتبار سے یزید کافر ہے یا مؤمن یا فاسق؟

(۲) اگر وہ کافر نہیں اور اسکو فاسق کہا جائے تو اس پر لعنت کرنا اور سب وشتم کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر وہ مومن فاسق تھا تو حضرت معاویہؓ نے اسکو کس بنیاد پر خلافت عنایت فرمائی ہے؟

(۴) حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں یزید کا دخل ہے کہ نہیں، وہ ایسا چاہتا تھا کہ نہیں؟

(۵) اگر اس سلسلہ میں حضرت امام اعظمؒ کا فتویٰ یا روایات کتب فقہ وغیرہ میں مرقوم ہوں تو مستفید فرمائیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... احدثه منافق، الى قوله وله ان الصحابة كلهم عدول، مطبوعه رحيميه ديوبند. عن ابن مسعودؓ من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة اولئک اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فصلهم واتبعوا على اثارهم وتمسكوا بما استطتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم، مشكوة شريف ص ۳۲، باب الاعتصاف بالكتاب والسنة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مرقاة شرح مشكوة ص ۲۱۴، ۱/۲۱۳، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

(۶) کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے گناہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے یا کہ نہیں؟
مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' پر آپکی کیا رائے ہے کیا جن کتب کا مودودی نے حوالہ دیا ہے صفحہ ۳ ر پر وہ واقعی علماء دیوبند کی نظر میں قابل قبول کتابیں ہیں۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً!

یزید کے کفر واسلام سے بحث کرنا نہ تو اعتقادی مسئلہ ہے کہ بغیر اس کے ایمان ہی معتبر نہ ہو، نہ ہی عملی مسئلہ ہے کہ اعمال شرعیہ اس پر موقوف ہوں، اس بحث میں پڑنا اپنے وقت عزیز کو ضائع کرنا ہے[۱]، وقت خدائے پاک کی طرف سے ایک بیش بہا خزانہ ہے اس کی قدر لازمی ہے، اس کو ضائع کر دینا اور لایعنی میں صرف کر دینا انتہائی ناقدری ہے جس کا کوئی بدل نہیں اس ''اضاعت'' کا وبال بہت سخت ہے تاہم آپ کو اصرار ہے تو جواب عرض ہے۔

(۱) حنفیہ نے یزید کی تکفیر نہیں کی، اس کے حالات سے فسق ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کتب تواریخ میں ہے امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ کیا ہراسی شافعیؒ سے اس کی تکفیر منقول ہے[۲]۔

(۲) امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس پر بلکہ شیطان پر بھی لعنت کرنے سے روکا ہے کہ اس میں کیا فائدہ ہے، سبحان اللہ، الحمدللہ پڑھنے میں تو فائدہ بھی ہے لعنت کرنے میں

---

[۱]..... وینبغی ان لا یسأل الانسان عما لا حاجة الیه .....مما لا تجب معرفته ولم یرد التکلیف به (شامی نعمانیه ص: ۴۸۰ ج۵، وشامی کراچی ۷۵۴ ج۶، مسائل شتی، کتاب الخنثی)

[۲]..... کسانیکہ ایں روایات درنظر آنہا مرجح واقع شدہ حکم بلعن اونمودند چنانچہ احمد بن حنبل وکیا ہراسی از فقہائے شافعیہ..... واکثر علمائے حنفیہ وجماعتے از علماء کہ نزد آنہا ہر دو روایت متعارض شدند وترجیح یکطرف بر دیگر حاصل نشد بنابر احتیاط توقف نمودند ہمیں است واجب بر علماء عند التعارض وہو قول ابی حنیفة (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۳ ج ۱، وجہ تکفیر از سب شیخین الخ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۸۸. واختلف فی اکفار یزید، مطبوعه مجتبائی دهلی، فتاوی ابن تیمیه ص: ۴/۴۸۵، افترق هؤلاء ثلاث فرق الخ، مطبوعه سعودیه عربیه)

کوئی فائدہ نہیں[۱]، شرح عقائد نسفی میں اس پر لعنت کی اجازت دی ہے[۲]، لیکن لعنت نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں[۳]۔

(۳) حضرت معاویہؓ نے جس وقت ولی عہد بنایا ہے اس وقت حالات خراب نہیں تھے، بعد میں خراب ہوئے لہٰذا حضرت معاویہ پر الزام نہیں، کمافی روضۃ الصفاء[۴]۔

(۴) مستند روایات سے یزید کا حضرت امام حسین کے قتل کا حکم ثابت نہیں، اس کا مقصود ان پر قابو پانا تھا لیکن ان کو شہید کر دیا گیا[۵]۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انا للہ وانا الیہ راجعون.

(۵) ''حقیقت یزید'' مفتی مہدی حسن صاحب نے تصنیف کی ہے اسکا مطالعہ مفید ہوگا۔

(۶) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے دین

---

[۱]..... ففی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب ولا خطر فی السکوت عن لعن ابلیس مثلاً فضلا عن غیرہ الی قولہ فالاشتغال بذکر اللہ تعالیٰ اولی الخ (احیاء علوم الدین ص۱۰۸ ج۳، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثامنۃ اللعن، مطبوعہ مصر)

[۲]..... فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ (شرح عقائد ص۱۶۳، قبیل مبحث نشھد بالجنۃ الخ، مطبوعہ تھانوی دیوبند)

[۳]..... فالساکت عن لعنہ لا یلزمہ شئ مع ان الاشتغال بہ اشتغال فیما لا فائدۃ فیہ (اتحاف السادۃ المتقین ص۴۸۸ ج۷، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثامنۃ اللعن، طبع دارالفکر بیروت)

[۴]..... روزے معاویہ بر منبر آمدہ بعد از حمد وثنا باری تعالیٰ گفت کہ نمیدانم کہ امروز کسے شائستہ تر از پسرِ من بمسند خلافت وسریر بر ریاست باشد چہ آں فضائل کہ اوراست دیگرے رانیست۔ (روضۃ الصفا، ص۲۶ ج۳، نولکشور ص۳۴ ج۳، طبع بمبئی، ذکر ولی عہد گردانیدن معاویہ ولد ناخلف خود را۔

[۵]..... لا یجوز ان یقال انہ قتلہ او امر بقتلہ ما لم یثبت من طرق صحیحۃ کما نقلہ ابن عبدالبر فی التمھید عن بعضھم ان یزید لم یامرھم بقتلہ وانما امرھم بطلبہ او باخذہ وحملہ الیہ فھم قتلوہ من غیر حکمہ (اتحاف السادۃ المتقین ص۴۸۸ ج۷، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الثامنۃ اللعن، مطبوعہ دارالفکر بیروت، نبراس ص: ۳۳۱، اللعن علی یزید خلاف التحقیق، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

کوحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد فرما کر دین ان کو سکھلایا اور اس کی تبلیغ کا ان کو ذمہ دار بنایا، پھر انہوں نے عمر بھر اس کی اشاعت کی، جہاں جہاں تک پہنچ سکتے تھے وہاں جا کر دین کو پہنچایا، جن مقدس ہستیوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امین قرار دیا، آج انکے متعلق یہ بحث کرنا کہ ان سے گناہ صادر ہوتے تھے اور انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں، جیسا کہ جماعت اسلامی مودودی کی کتابوں میں بے لاگ تنقید کی جاتی ہے، درحقیقت ان کی امانت وذمہ داری کو مجروح کر کے ان سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے جس کی زد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر پڑتی ہے کہ معاذ اللہ آپ نے نا اہلوں پر اعتماد فرمایا اور اتنی بڑی امانت کی ذمہ داری انکے سر ڈالی جسکے وہ اہل نہیں تھے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا دین مخدوش اور نا قابل اعتماد ہو جائے گا اس لئے کہ جب صحابہ کرامؓ پر اعتماد نہیں ہوگا، تو تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاء کاملین، متکلمین کسی پر بھی اعتماد نہیں رہے گا، کیوں کہ ان سب کو جو دین پہونچا ہے، وہ حضرات صحابہ سے ہی پہنچا ہے، اول طبقہ کو بلا واسطہ بعد والوں کو بالواسطہ۔

لہٰذا اخیر میں صحیح دین وہ شمار ہوگا جس کو مودودی صاحب بیان فرمائیں کیوں کہ بغیر ان کے واسطے کے فرمائیں گے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

''میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن اور سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی[1] ہے'' (ترجمان القرآن ۶۴ھ ج ۲۶/عدد ۳،۴، ۵،۶، ص ۱۴۱)

صحابہ کرام کو جو شخص برا کہے ان کے عیوب شمار کرے حدیث شریف میں ایسے کام پر لعنت آئی ہے، حدیث میں صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو برا مت

---

[1]..... ترجمان القرآن ص: ۱۴۱، ۱۹۴۵ء مارچ، اپریل.

کہو لیکن ایک مستقل جماعت ہے جو اس کام میں لگی ہوئی ہے، اللہ پاک ہدایت دے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم۔ رواه الترمذی[1].

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی ﷺ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل اُحد ذهباً ما بلغ مداحدهم ولا نصیفه. متفق علیه.[2]

عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الیّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقویٰ من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علیٰ هدیً قال وقال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم. رواه رزین اھ مشکوٰة شریف[3]

خلافت وملوکیت کی تردید کیلئے متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں اس کی روایات اور حوالجات پر تفصیلی کلام موجود ہے، تجدید سبائیت[4]، شواہد تقدس[5] وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ترمذی ص: ۲/۲۲۵، ابواب المناقب، فی من سب اصحابی، مشکوة شریف ص: ۵۵۴، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، **ترجمہ**:- جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو گالی دیتے ہیں۔ تو کہو، اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

[2]..... مشکوة شریف ص: ۵۵۳، باب مناقب الصحابة، الفصل الاول، بخاری شریف ص: ۱/۵۱۸، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا الخ، باب، مطبوعه اشرفیه دیوبند، مسلم شریف ص: ۲/۳۱۰، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابة، مطبوعه رشیدیه دهلی، **ترجمہ**:- میرے اصحاب کو گالی مت دو اگر تم میں کوئی اُحد برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے ایک یا آدھے مد کے اجر کو نہ پہونچ سکے گا ۱۲۔ **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

مودودی صاحب اور جماعتِ اسلامی

سوال:- کیا جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد اہلِ سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا اس کے خلاف؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

(۲) کیا جماعتِ اسلامی فِرَقِ ضالہ میں سے ہے یا فِرَقِ ہُدیٰ میں سے (یعنی ہدایت یافتہ میں سے ہے؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

(۳) جماعتِ اسلامی کے ارکان و متعلقین کی امامت میں ان کے پیچھے نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا نہیں؟ یعنی کسی مسجد وغیرہ کا امام ہوسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوسکتا تو کیوں کر؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

(۴) جماعتِ اسلامی کے جلسہ میں شرکت اور ان کے ارکان و متعلقین کی تقریریں سُننا یا ان کی تحریر کا مطالعہ کرنا، ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شعبان ۱۳۶۰ھ میں جماعتِ اسلامی کی تشکیل ہوئی، اسی وقت تحریکِ امارت پیش ہوکر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳..... مشکوۃ شریف ص: ۵۵۴، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث،

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے محمد تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کی روشنی ہے پس جس نے ان کے اختلاف میں کسی ایک چیز کو اختیار کیا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

اور حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی تم اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

۴ تجدی سبائیت، مولفہ مولانا اسحاق صاحب سندیلوی۔

۵ شواہد تقدس: مولفہ مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیرِ جماعت تجویز ہوئے اس سے قبل مودودی صاحب کے مضامین ترجمان القرآن میں شائع ہوتے رہے اور ذہنوں کو اس کیلئے ہموار کیا جاتا رہا، حیدرآباد دکن میں دیر تک ترجمان کا دفتر رہا پھر پٹھان کوٹ میں منتقل ہوا، اس سے بھی پہلے دہلی سے طلوعِ اسلام ''پرویز'' سے مودودی صاحب کو کافی ربط تھا حدیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دینے کیلئے دونوں کی متحدہ کوشش رہی، پھر ایک موڑ پر اختلاف ہوا، کچھ مدت فریقین میں خاموشی رہی، اس کے بعد جب فتنہ انکارِ حدیث نے زور پکڑا اور ہر طرف سے اس کی تردید شروع ہوئی تو مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی طرف سے بھی تردیدی مضامین آئے، حتیٰ کہ دونوں میں کافی مراسلت اور مقابلہ کی صورت رہی، منکرینِ حدیث اپنی تائید میں جگہ جگہ مودودی صاحب کی عبارات پیش کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ آپ ہی کے خیالات ہیں، مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی کتابوں میں ایسی چیزیں بھی موجود ہیں جو اہلِ سُنّت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں اور بالکل حق ہیں اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو اسلام کا نام لینے والے گمراہ فرقوں خوارج، نواصب، روافض، منکرینِ حدیث، قادیانی وغیرہ کے مسلک کے مطابق ہیں، جو شخص ان کی ان تمام باتوں کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے ظاہر ہے کہ وہ خالص اہلِ سُنّت والجماعت میں سے نہیں ہے[1]، ایسے شخص کو، جس نے باقاعدہ دین کو حاصل کیا ہو، جس طرح سے اللہ پاک نے دین کو نازل و مکمل فرمایا اور حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا اور عمل کرایا، صحابہؓ نے بعد

---

[1]..... المراد هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي فلا شك ولاريب انهم هم اهل السنه والجماعة وقيل التقدير اهلها من كان على ما انا عليه واصحابي من الاعتقاد والقول والفعل فان ذلك يعرف بالاجماع فما اجمع عليه علماء الاسلام فهو حق وماعداه باطل، (مرقاة شرح مشكوة ص: ۲۰۴/۱، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، مطبوعه بمبئي)

کے لوگوں کو سمجھایا پھر اسی طرح جو مابعد طبقہ نے ماقبل طبقہ سے سیکھا اور یہ توارث وتواتر قائم رہا، ایسا ہی شخص حق و ناحق میں تمیز کر سکے گا ورنہ وہ خود مبتلا ہو جائے گا، مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ فقہ وکلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر حاصل کیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے، یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ خود یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول ﷺ نے کیا کہا، اسی ذریعۂ معلومات کی طرف میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں[1]، آپ ہی غور کریں کہ جس نے نہ باقاعدہ اساتذہ سے قرآن وسنّت کی تعلیم حاصل کی ہو نہ ماضی وحال کے اشخاص سے دین کو سیکھا ہو محض کالج میں ۱۶/۱۷ سال کی عمر تک پڑھ کر براہِ راست کتاب وسُنّت کا مطالعہ عربی زبان پر عبور حاصل کر کے دین کو سیکھا ہو اور پونے چودہ سو سال کے تمام اکابر پر بے لاگ تحقیقی وتنقیدی نگاہ ڈال کر تخریبی تنقید کر ڈالی ہو محض اس کے فہم پر اعتماد کر کے آدمی کہاں پہونچے گا، تازہ شاہکار خلافت وملوکیت بھی ملاحظہ ہو، اس مختصر سے خط میں مزید تفصیل کی گنجائش نہیں، حق تعالیٰ ہوائے نفس سے بچائے اور آخرت کی جواب دہی کے تصور کو مستحکم فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/محرم ۸۸ھ

تبلیغی جماعت، جمعیۃ العلماء اور جماعت اسلامی کا تعارف

سوال:- بندہ اپنے نزدیک جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعت وجمعیۃ العلماء ہر سہ کو

---

[1]..... ترجمان القرآن ص ۱۴۱ ج ۲۶ عدد ۳/۴/۵/۶، ۱۹۴۵ء مارچ، اپریل.

مسلم جماعتیں سمجھتا ہے اور دل سے قدر کرتا ہے اور عملاً حصہ بھی لیتا ہے ان میں سے کسی کو بھی بے دین وگمراہ نہیں سمجھتا، ہمارے یہاں بعض لوگ تبلیغی جماعت کو مسلم لیگی اور اس کے چلہ کو بدعت کہتے ہیں اور جماعتِ اسلامی کو گمراہ اور بے دین جماعت بتلاتے ہیں، میں اپنے بارے میں دریافت کرتا ہوں کہ میرا فیصلہ از روئے شرع کیسا ہے؟ بعض لوگ میرے اس فیصلہ سے برہم ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی اور جمعیۃ العلماء سب جماعتیں قابلِ ترک ہیں اور جوان جماعتوں کو مسلم جماعت سمجھتا ہے وہ گمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تبلیغی جماعت تو مروّجہ طریقہ پر کوئی باقاعدہ جماعت نہیں ہے نہ اس کا کوئی ممبر سازی کا فارم ہے نہ فیس ہے نہ سکریٹری نہ رجسٹر میں اندراج بلکہ اپنے دین کی پختگی اور مشق کیلئے چھ باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کو یاد کرنے ان کو پھیلانے اور اپنی عملی زندگی میں جاری کرنے کیلئے حسبِ توفیق وقت لگا کر باہر جاتے ہیں، ۳/دن، ایک ہفتہ، دس دن، ایک چلّہ، دو چلّہ، تین چلّہ، سات چلّہ حتی کہ بعض آدمیوں نے اپنی پوری زندگی اسی کام میں لگا دی ہے، دوسری کسی جماعت سے لڑائی اکھاڑ پچھاڑ سے بچتے ہیں، جو چھ باتیں ان لوگوں نے اختیار کی ہیں وہ سب قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہیں، ان میں کسی کا اختلاف نہیں، اگر کوئی شخص کم علمی اور ناتجربہ کاری کی بنا پر کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ اسکی ذاتی غلطی ہے اسکو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، ایسے شخص کو دوسرے لوگ تنبیہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔

جمعیۃ العلماء ایک مستقل جماعت ہے، صدر، سکریٹری، دفتر، رجسٹر ممبر سب کچھ موجود ہے، جگہ جگہ اس کی شاخیں ہیں، اس کا اپنا اخبار ہے، ممبری فارم مطبوعہ ہے، دستور چھپا ہوا ہے، وقتاً فوقتاً انتخاب بھی ہوتا ہے، اس جماعت نے سیاسی کام بھی کیا ہے اور اب بھی کرتی

رہتی ہے، دوسری جماعتوں سے مقابلہ بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے، اس کا کام زیادہ تر ملک اور قوم کی خدمت ہے، اس میں ہر قسم کے مسلمان شامل ہیں۔

جماعتِ اسلامی موجودہ جماعتوں میں سب سے زیادہ منظّم اور باوضع ہے اس کی رکنیت کی شرطیں بھی سخت ہیں، یہ جماعت الیکشنوں میں حصّہ باضابطہ نہیں لیتی، حکومت کی ہر قسم کی ملازمت کو ناجائز کہتی اور ہر قسم کی آمدنی کو حرام کہتی ہے[۱] موجودہ وقت میں جب تک حکومت حاصل نہ کرے اس کے نزدیک کوئی عبادت بھی کارآمد نہیں[۲]۔ اس کا مقصد سارے عالَم کی اصلاح کرنا ہے[۳]، اس کے نزدیک ایمان، اسلام، توحید، رسالت، اُسوہ، سُنّت، بدعت کا مفہوم سب سے جداگانہ ہے[۴]، اس کا دعویٰ ہے کہ کسی نے بھی اسلام کو صحیح نہیں سمجھا، نہ اب نہ گذشتہ زمانوں میں حتی کہ صحابہؓ میں عامۃً اور خلفائے راشدین میں خاصۃً غیر اسلامی اور غیر دینی چیزیں موجود تھیں اور ان پر بار بار جاہلیت کے حملے ہوتے تھے جس کی وجہ سے وہ ناکردنی حرکات کر جاتے تھے[۵]، اس کے نزدیک قرآن پاک کا مطلب سمجھانے کیلئے تفسیر وحدیث کا ذخیرہ کارآمد نہیں اور ضروری نہیں[۶] وہ ایسی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے جس کے تصور سے دُنیا ہمیشہ ناآشنا رہی ہے اور آج تک ناآشنا ہے۔

امید ہے کہ اس مختصر سے تعارف کے بعد ہر سہ کے مقاصد اور نظریات کے متعلق رائے

۱..... رسائل و مسائل ص ۴۵۶ ج ۱، ص ۴۵۹ ج ۱، سیاسی مسائل، غیر اسلام اسمبلیوں کی رکنیت الخ، مطبوعہ لاهور.

۲..... ترجمان القرآن ص ۲۳۷ ج ۱۷، جهاد، ۱۳۵۹ھ رجب، شعبان.

۳..... ترجمان القرآن ۱۲۰ ج ۲۶، روداد اجتماع، ۱۳۶۴ھ ربیع الاول، ربیع الثانی.

۴..... ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ ص ۲۷۴، تأثرات اجتماع الخ، ۱۳۶۴ھ، ربیع الاول، ربیع الثانی.

۵..... معرکۂ اسلام وجاهلیت ص ۴۳، ۶۷، ۸۲، ۱۴۷،

۶..... تنقیحات ص ۱۸۰، همارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص، مطبوعه مکتبه اسلامی دهلی.

قائم کرنے میں سہولت ہوگی اور سب کا فرق بھی سمجھ میں آجائے گا، طویل بحث کو آپ خود بھی پسند نہیں کرتے اور کچھ اس کی ضرورت بھی نہیں فقط۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

مسلک علماء دیوبند اور جماعت اسلامی

سوال:- مسلک علماء دیوبند وغیرہ اور اس میں نقائص نکالنا اور ان کو سب وشتم کرنا، اور طریقۂ جماعت اسلامی پر عمل کرنا کیسا ہے؟ مسلمانوں سے کدورت رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلک علماء دیوبند عین کتاب وسنت اور طریقۂ اسلاف عظام کے مطابق ہے[1]، اس میں نقص نکالنا غلط ہے، افراد میں کوتاہی ہوسکتی ہے اور اپنی کوتاہی کی اصلاح سے کسی کو بھی غافل نہیں رہنا چاہئے، اور جو عام مسلمان عملی کوتاہی میں مبتلا ہیں وہ قابل رحم ہیں، ان سے کدورت رکھ کر ان کو حقیر سمجھنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۸۹ھ

---

[1]..... المهند على المفند، ص ۵۷ ر میں علماء دیوبند کے متعلق علماء حرمین شریفین مصر، شام، دمشق کی تصدیقات ملاحظہ ہوں۔

[2]..... المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره الحديث مسلم شريف ص: ۲/۳۱۷، كتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم الخ، مطبوعه رشيديه دهلى، مشكوة شريف ص: ۴۲۲، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ولا يحتقره بذكر المعايب وتنابز الالقاب والاستهزاء والسخرية اذا راه رث الحال او ذاعاهة فى بدنه او غير لائق فى محادثته الخ، (مرقاة شرح مشكوة ص: ۴/۶۸۳، مطبوعه بمبئى، تفسير ابن كثير ص: ۳۲۵، ۳۲۶، ج: ۴، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكة المكرمة، الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ص: ۸/۲۹۴، الجزء السادس عشر، سورۂ حجرات تحت آيت: ۱۱، مطبوعه دارالفكر بيروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم: جماعت اسلامی اور تنقید

حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ پر تنقید مع جواب

سوال:- گذارش یہ ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت و ملوکیت'' چھٹا ایڈیشن ص ۱۰۶/ ''لیکن ان کے بعد حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے، رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے گئے انہوں نے رشتہ داروں کو پے در پے بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراضات بن کر رہیں'' الخ۔

مثال کے طور پر انہوں نے فلاں جگہ کا مال غنیمت کا پورا خمس لاکھ دینار مروان کو بخش دیا جب ملوکیت کا دور آیا تو مختصر یہ کہ ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی اس کے تقاضے ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اس معاملہ میں حلال وحرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے، ص ۱۷۳

''خلافت وملوکیت ص ۳۴۳'' اجتہادی غلطی کیا ہے، اور کیا نہیں، اوپر میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن حضرات نے بھی قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کیلئے خلیفۂ وقت کے خلاف تلوار اٹھائی ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے بھی درست نہیں تھا اور تدبیر کے اعتبار سے بھی غلط تھا مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے کہ انہوں نے یہ غلطی نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی تھی، مگر میں اسے محض غلطی

سمجھتا ہوں، اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت تأمل ہے، ص ۱۷۳/ خلافت وملوکیت، حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانۂ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا، حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے آکر اس بدعت کو موقوف کیا۔

ص ۱۷۴ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی تھی۔

۱:- کیا مندرجہ بالا عقائد والے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۲:- کیا اس عقیدہ رکھنے والی جماعت کو چندہ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

۳:- اس قسم کے عقیدت مندوں کی مخالفت جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کتاب میں خاص طور سے ہدف تنقید اور تختۂ مشق بنایا گیا ہے، حالانکہ یہ دونوں بالیقین صحابی ہیں دونوں کے مناقب میں احادیث موجود ہیں[۱]۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس وقت یہ (حضرت عثمانؓ) ہدایت پر ہوں گے[۲]، لیکن افسوس کہ اس وثیقۂ نبویہ کے بعد بھی آج کل کے اہل قلم ان کو جاہلیت کا شکار قرار دے رہے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ ان کو ہدایت کرنے والا بنا ہدایت

---

[۱]..... راجع لمناقب عثمان مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۰، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الزوائد ص ۸۶ ج ۹ وراجع لمناقب معاویة، مجمع الزوائد ص ۵۹۱ ج ۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، مشکوٰۃ ص ۵۷۹، باب جامع المناقب.

[۲]..... عن مرة بن كعب رضى الله عنه قال سمعت من رسول الله ﷺ وذكر الفتن فقرَّبها فمرَّ رجل مقنع فى ثوب فقال هٰذا يومئذ على الهدى فقمت اليه فاذا هو عثمان بن عفان رضى الله عنه، (مشکوٰۃ ص ۵۶۲، مناقب عثمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

یافتہ بنا ان کے ذریعہ ہدایت پھیلا[۱]، مگر آج ان کو غیر ہدایت یافتہ کہا جاتا ہے غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیوں میں سے عیوب تلاش کئے جاتے ہیں اور ان کو منظر عام پر لا کر فخر کیا جاتا ہے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب کو بُرا مت کہو اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے تو اس کا اللہ کے یہاں وہ درجہ نہیں جو سیر آدھ سیر جَو یا گندم کا درجہ ہے جو کہ صحابہ کرامؓ نے خرچ کیا ہے[۲]۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو انکو نشانۂ ملامت نہ بناؤ، ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے، ان سے بغض رکھنا مجھ سے بغض رکھنا ہے جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، قریب ہے کہ اللہ پاک اس کو پکڑے گا[۳]۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ پاک کی لعنت تمہارے شر پر[۴]، یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

---

[۱]..... عن عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة عن النبی ﷺ انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیاً واهد به. رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۵۷۹، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲]..... عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم ولا نصیفهٗ متفق علیه (مشکوٰة ۵۵۳، باب مناقب الصحابة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۳]..... عن عبدالله بن مغفلؓ قال قال رسول الله ﷺ الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضاً من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اٰذاهم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله ومن اٰذی الله فیوشک ان یاخذهٗ. رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۵۵۴، باب مناق الصحابة)

[۴]..... عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علیٰ شرکم رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

رطب و یابس روایات، تاریخ کی بناء پر ان مقدس ہستیوں کو بُرا کہنا اپنے لئے ایسی راہ تیار کرنا ہے، جس کی آخری منزل نہایت خطرناک ہے[1]۔

اس کتاب ''خلافت وملوکیت'' پر تفصیلی رد بھی شائع ہو چکا ہے جسکا نام ہے، ''تجدید سبائیت'' گذارش بالا کے بعد آپ کے ہر سوال کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۰ھ

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال:- میرا صرف خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ موجودہ دور میں تبلیغی جماعت اہم دینی خدمت انجام دے رہی ہے اور یہ جدوجہد بڑی حد تک امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بن رہی ہے اور آئندہ غیر مسلموں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس جماعت کا مقصد بہت ہی مقدس اور اعلیٰ ہے، صرف کلمہ اور نماز کی تبلیغ نہیں، نیز اسکے طریق کار کو کتاب وسنت کے مزاج کے مطابق سمجھتا تھا مگر تبلیغی جماعت کے بارے میں جماعت اسلامی کے ارکان کی نجی مجلسوں کے تبصرے اور اس کے لیڈروں کی تقریروں اور تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا طریقہ کار انبیاء کی پیروی نہیں، بلکہ شیطان کا ایک زبردست دھوکہ ہے اور یہ تبلیغی جماعت والے تبلیغ کے دوسرے بہتر طریقہ کار سے محرومی کے باعث اپنے طریقہ کار کو محترم ومقدس بتاتے ہیں اور یہ کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص یورپ وغیرہ

---

[1]..... اعلم ان سب الصحابة حرام من اكابر الفواحش ومذهبنا وذهب الجهور انه يعزر الى قوله وقال ﷺ اذا ظهرت الفتن او قال البدع وسب اصحابى فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين، ولا يقبل الله منه يوم القيامة صرفاً ولا عدلا (مرقاة شرح مشكوة ص:۵۱۸، باب مناقب الصحابة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى)

میں جا کر تبلیغی جماعت کے اصول کے مطابق کام کرے گا تو وہ اپنے بے ڈھنگے پن سے اپنی محنت بھی ضائع کرے گا اور کلمہ اور نماز کی عزت بھی خاک میں ملائے گا۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن جلد ۳ عدد ۵، زیر عنوان دعوت کے طریقے'' از ص ۲۷۳ تا ص ۲۸۳)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق جماعت اسلامی کے مفکرین کی یہ رائے کہ تبلیغی جماعت کا مقصد صرف ان پڑھ مسلمانوں میں کلمہ اور نماز کی تبلیغ ہے کہاں تک درست ہے، جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں، مگر اپنی طرف سے نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے بانی اور اس کے ذمہ دار حضرات کے کلام سے تاکہ مزید اطمینان کا باعث ہو۔

ظہیر الاسلام، بنی گنج، ہردوئی

الجواب حامداً ومصلیاً!

جماعت اسلامی اپنے تجویز کردہ اصول کے مطابق، (جنکی قربانی ان کیلئے غالباً ناممکن ہے) دوسری جماعتوں اور افراد پر تخریبی تنقید کرتی ہے اور وہ اپنے نزدیک تقریباً اس پر مجبور ہے اور یہ تنقید بسا اوقات اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ان جماعتوں اور افراد کے متعلق یہ تصور قائم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اصل دین کو سمجھا ہی نہیں بلکہ اصل دین کو تحریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بد دینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں جماعت اسلامی کی اس قسم کی تنقیدات سے موجودہ تبلیغی جماعتیں تو کیا بچتیں گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتداء بھی نہیں بچے تاہم آپ کو نفس واقعہ کی تحقیق کیلئے جماعت اسلامی یا کسی اور معترض کا نام لینے کی ضرورت نہیں آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس قسم کی وسوسہ انداز تحریر یا تقریر سے جو شبہ پیدا ہو اس کو تو ٹھنڈے دل سے غور کریں اگر حقیقۃً وہ کوئی اصلاح طلب چیز ہے تو قرآن پاک، حدیث شریف، کلام، اصول فقہ کی روشنی میں اصلاح

کرلیں اور معترض کا شکریہ ادا کریں کہ اس کی تنقید کی وجہ سے اصلاح کا موقعہ ملا، اگر آپکے پاس یہ علوم موجود نہیں تو بلا تکلّف دریافت کرلیا کریں۔

شبۂ مسئولہ کے جواب کیلئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ایک ملفوظ نقل کرتا ہوں اس کو دیکھئے یہ ملفوظات کا مجموعہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے تیار کیا تھا جب کہ انہوں نے ایک مقصد عظیم کے لئے سفر کیا تھا اور دیر تک دہلی نظام الدین میں قیام کر کے تبلیغی کام کو بہت نزدیک سے دیکھا اور اپنایا تھا، کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا، ملفوظ یہ ہے:

''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ ونماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے[1]''

ایک چھوٹا سا رسالہ ''چھ باتیں'' نامی ہے اس کے اخیر میں تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات کا عنوان ہے اس کے ذیل میں (۳) پر بھی یہ ملفوظ منقول[2] ہے اگر اس رسالہ ہی کو بغور دیکھ لیا جائے تو یہ شبہ اور اس قسم کے دیگر شبہات خود بخود ختم ہو جائیں، ایسے غلط شبہات و وساوس کی وجہ سے نہ کام سے بددل ہوں نہ معترض سے الجھیں خاص کر جب کہ معترض کا مزاج بھی معلوم ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ص ۳۲، ملفوظ نمبر: ۴۲، مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور.

[2]..... چھ باتیں ص: ۴۶، تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات، مطبوعہ تبلیغی کتاب گھر نئی دہلی۔

جماعت اسلامی اور تنقید

سوال:- نہایت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح رضا خانی جماعت نے علماء دیوبند کے خلاف ایک محاذ قائم کیا اور علماء دیوبند پر افتراء پردازی کر کے انھیں بدنام کیا اور ان کی کتابوں میں کتر بیونت کر کے سیاق وسباق سے صرف نظر کر کے کفریہ عبارت تیار کر لی ٹھیک وہی طریقہ علمائے دیوبند جماعت اسلامی کے ساتھ برت رہے ہیں اس وقت مثال کے طور پر آپکی تحریر پیش کرنا چاہتا ہوں جو آپنے ماہنامہ نظام کانپور ج ۱، ۸ ص ۲۰، ۲۱ ر میں، ''تبلیغی جماعت پر اعتراض'' کے جواب میں تحریر کیا ہے کہ:

''جماعت اسلامی اپنے تجویز کردہ اصول کے مطابق (جنکی قربانی اس کیلئے غالبًا ناممکن ہے) دوسری جماعتوں اور افراد پر تخریبی تنقید کرتی ہے اور وہ اپنے نزدیک اس پر مجبور ہے اور یہ تنقید بسا اوقات اس حد تک پہونچ جاتی ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ان جماعتوں اور افراد کے متعلق یہ تصور قائم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اصل دین کو سمجھا ہی نہیں بلکہ اصل دین کو تحریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بددینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں! جماعت اسلامی کی اس قسم کی تنقیدات سے موجودہ تبلیغی جماعتیں تو کیا بچتیں گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتداء بھی نہیں بچے۔''

خط کشیدہ عبارت کو غور سے پڑھئے، اس تحریر میں آپ نے جماعت اسلامی پر تین الزام لگائے، (۱) جماعت اسلامی تخریبی تنقید کرتی ہے، (۲) اور یہ اس کے اہم اصول میں داخل ہے، (۳) جماعت اسلامی کی تنقید سے گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتداء بھی نہیں بچے آپ

کے بلا دلیل یہ الزامات افتراء نہیں تو اور کیا ہیں؟ کیا صراحت کے ساتھ ذمہ داران جماعت اسلامی کی کسی تحریر یا تقریر سے اپنی باتوں کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ عبارت میں کتر بیونت کرنا یا سیاق وسباق سے صرف نظر کر لینا یا کسی عبارت کو مصنف کے مقصد کے خلاف معنیٰ پر محمول کرنا ایک عام مومن کے بھی شایان شان نہیں۔ محمد یحییٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی زید احترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ باعث یادآوری ہوا، نظام مئی ۶۰ء میں ''تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب'' شائع ہوا تھا اسکے متعلق آپ نے جس بے تکلفی سے اپنے جذبات اور تأثرات کا اظہار کیا اس سے مسرت ہوئی کیوں کہ یہ احساس زندہ ہونے کی دلیل ہے ورنہ جن افراد یا جماعتوں کے احساسات مر چکے ہوں ان کو کب خیال آتا ہے کہ وہ اس قسم کی تردید کریں، انکا تو حال یہ ہوتا ہے کہ کہنے والے کچھ کہتے رہیں اور لکھنے والے کچھ لکھتے رہیں وہ سب طرف سے کان اور آنکھ بند کر کے اپنے مقصد کی تحصیل میں شب وروز منہمک رہتے ہیں، یہ شان تو با مقصد، منظّم، تنقیدی جماعت کی ہے وہ ہر طرف سے چوکنا رہتی ہے جہاں ان کی طرف کسی نے، نصب العین، مقصد، طریقۂ کار کے متعلق زبان ہلائی یا قلم اٹھایا کہ فلاں چیز کتاب اللہ کے خلاف ہے، سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے، فقہ وکلام کی رو سے غلط ہے بس پھر کیا تھا اس کی تردید کیلئے آناً فاناً اخبار، رسالے، پمفلٹ منظر عام پر آ گئے اور بانی جماعت کی ساختہ پرداختہ ذہنیت سے نکال نکال کر جوابات دینے شروع کر دیئے۔

آپ ٹھنڈے دل سے ترجمان القرآن ج ۳ عدد ۵ میں سائل کا پیش کردہ حوالہ دیکھ لیتے اگر وہ حوالہ صحیح ہوتا تو اس عتاب نامہ کی زحمت نہ کرتے اگر غلط ہوتا تو تحریر فرماتے اور آپ کا یہ طریقہ حکیمانہ طریقہ ہوتا لیکن آپ حضرات کو تو شروع سے تعلیم ہی یہ دی گئی ہے کہ ہم پر جو

اعتراض کیا گیا ہے وہ افتراء ہے الزام ہے کتر بیونت ہے سیاق وسباق سے صرف نظر ہے مقصد مصنف کے خلاف معنی پر حمل کرنا ہے جس طرح رضا خانیت کے علمبرداروں نے علماء حق کی عبارتوں کو مسخ کر کے بدنام کیا ہے اسی طرح جماعت اسلامی کو بدنام کیا جارہا ہے۔

کانپور میں ہمارے ایک رفیق تبلیغ ہیں جن کو جماعت اسلامی کے ساتھ خاص دلبستگی تھی انکے سامنے ایک کتاب آئی جس میں جماعت اسلامی کی بعض عبارات نقل کر کے بتایا گیا تھا کہ یہ فلاں فلاں روایات کے خلاف ہیں تو اسکو دیکھ کر یکدم مشتعل ہوگئے کہ یہ تو وہی کتر بیونت ہے جو رضا خانی کرتے ہیں نہایت غلط طریقہ ہے، مجھے اس سے سخت تکلیف پہونچی، پھر کچھ مدت بعد انکے سامنے ایک اور مسئلہ کا تذکرہ آیا کہ ترجمان القرآن میں ایسا ایسا لکھا ہے اس پر وہ پھر چیں بجبیں بلکہ بہت برہم ہوئے کہ بالکل غلط ہے اس میں ایسا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ تو نص قطعی کے خلاف ہے میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا جب تک بچشم خود نہ دیکھ لوں چنانچہ ان کو وہ رسالہ دیدیا گیا بہت گہرے مطالعہ کے بعد (کہ کہیں سیاق وسباق سے صرف نظر تو نہیں) انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ اللہ اکبر ہمارے علماء بھی کس قدر محتاط ہیں کہ اس جماعت کی تکفیر نہیں کرتے حالانکہ اس میں صاف صاف نصوص قطعیہ کا انکار ہے۔

مجرّب حربہ

بریلوی طبقے نے اکابر علماء حق حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ وغیرہ کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر مسخ کیا ان سے ایسے مطالب نکالے جو ان اکابر کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہوں گے جس سے فتنہ عظیم پھیلا، بہت بڑی جماعت بدعقیدہ ہوگئی علماء دیوبند نے اس فتنہ کا سد باب اس طرح کیا کہ اصل عبارتیں قوم کے سامنے پیش کیں، ان کے اصلی مطالب کو بیان کیا، ان پر دلائل قائم کئے جو کتر بیونت کی گئی تھی ایک ایک چیز کو کھول کر رکھ دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بریلوی طبقہ سنجیدہ انصاف پسند مسلمانوں کی نظروں میں اس قابل

نہیں رہا کہ اسکی تحریر یا تقریر کی طرف توجہ کی جائے، یہی مجرب حربہ اب جماعت اسلامی نے شروع کر دیا اور جو لوگ مودودی صاحب کی آواز کو حق کی آواز قرار دیتے ہیں انہوں نے اشخاص پرستی سے انتہائی بیزاری، ناقدانہ بالغ نظری، خالص حق پرستی کے بلند آہنگ دعوؤں کے باوجود اسی آواز کی پیروی شروع کر دی اور ذرا اسکی زحمت گوارا نہ کی کہ اصل کو تو دیکھ لیا جاتا۔

لیکن دنیا میں بسنے والے سب ہی تو بے وقوف، جذبات سے مغلوب، دین کی قتل گاہوں کے سند یافتہ، کتاب وسنت سے نا آشنا، جہل مرکب میں مبتلا نہیں، ایسے نفوس بھی موجود ہیں جو محض مودودی صاحب کی آواز پر ایمان نہیں لائے بلکہ اکابر کے فتاویٰ کو دیکھ کر نقل کردہ عبارات کو بھی اصل کتابوں سے ملاتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ واقعۃً جماعت کی اصل کتابوں میں وہ عبارتیں موجود ہیں جو فتاویٰ میں نقل کی گئی ہیں اور ان کا مطلب بھی وہی ہے جو فتاویٰ میں بتا دیا گیا ہے، سیاق وسباق پڑھ کر بھی دوسرا مطلب نہیں بنتا اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی طرف سے ان فتاویٰ کے جواب میں ڈنکے کی چوٹ کہا جا رہا ہے کہ یہ ہم پر افتراء ہے، دناءت ہے، بد دیانتی ہے جھوٹ ہے، بہتان ہے، ہم نے کہیں ایسا نہیں لکھا تو وہ انتہائی حیرت واستعجاب سے سوچتے ہیں کہ یا اللہ یہی ہے جماعت اسلامی کا موقف؟

اور اسی کا نام ہے دیانت، راست بازی، خدا ترسی، آخرت کی جواب دہی کا احساس جس کا اس جماعت کو قدم قدم پر دعویٰ ہے، پھر اس کی جوزد جماعت کے امیر اور دیگر اہل قلم پر فطری طور پر پڑنی چاہئے وہ پڑتی ہے اور اس سے کسی طرح گریز ممکن نہیں''

اے کاش اہل شعور اس کو سمجھیں اور اپنی غلطیوں کی طرف متوجہ ہوں، جب یہ حضرات چودہ سو سال تک کے بزرگانِ دین اور اسلاف کے کارناموں پر بے لاگ تنقید کرتے اور ان کی غلطیاں پکڑتے ہیں تو اگر کسی نے ان کے کارنامہ پر تنقید کر دی اور وہ تنقید واقعۃً بالکل صحیح اور حق بجانب ہے تو اس پر ناک بھوں کیوں چڑھاتے ہیں ان کو تو چاہئے تھا کہ شکریہ کے

ساتھ قبول کر کے اصلاح کر لیتے جیسا کہ جگہ جگہ اپنی تحریرات میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر معاملہ بالکل برعکس ہے۔

شعوری یا غیر شعوری طور پر آپ کی یہ تحریر بھی اسی ذہنیت کی آئینہ دار ہے، اپنی اس تحریر کو پھر ایک نظر دیکھئے اور مودودی صاحب کے اس جواب کو ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ، مفتی مہدی حسن صاحبؒ دیوبند، مفتی سعید احمد صاحب سہارنپور، مفتی جمیل احمد صاحب تھانہ بھون، مولانا اعزاز علی صاحبؒ دیوبند کے فتاویٰ کی تردید میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔''

ا:۔''جس وقت یہ فتوے لکھے جارہے تھے اس وقت خدا کا خوف، اور آخرت کی جواب دہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہیں تھا خصوصاً مفتی سعید احمد صاحبؒ کے فتوؤں میں صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ بڑا حسن ظن رکھتا تھا مگر اب انکے یہ فتوے دیکھ کر تو میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ بریلوی طبقہ کے فتوے باز و کافر ساز مولویوں سے انکا مقام کچھ اونچا نہیں اھ (رسائل[1] ومسائل ج ۲ ص ۵۱۳)

مودودی صاحب کا یہ پورا جواب رسائل و مسائل میں پڑھ جایئے کسی ایک لفظ کے متعلق بھی تو متعین طور سے نشاندہی نہیں کر سکے کہ فلاں لفظ غلط لکھا ہے، فلاں حوالہ غلط دیا ہے، فلاں عبارت میں کتر بیونت کی ہے، فلاں عبارت کی سیاق وسباق سے صرف نظر کیا ہے مفتی سعید احمد صاحبؒ نے تقریباً دو درجن عبارتیں اس کتاب کی کتابوں سے نقل کی ہیں اور ہر ایک کا پورا حوالہ دیا ہے مگر مودودی صاحب کیسے شریفانہ لہجہ میں فرماتے ہیں۔

---

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۲/۵۱۳، جماعت اسلامی اور اسکی تحریک سے متعلق، ایک ہمدرد بزرگ کا مشورہ، مطبوعہ لاہور.

۲:- یہ لوگ اگر دیانت اور سچائی کا ہتھیار لے کر حملہ آور ہوتے اور مجھ میں یا جماعت اسلامی کی تحریک و نظام میں کوئی ایسی خرابی بتاتے جو فی الواقع انکے دلائل سے ثابت ہوتی تو میں یقیناً انکے آگے جھکتا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی اصلاح کرتا لیکن انہوں نے ہتھیار جھوٹ کا استعمال کیا ہے۔ دناءۃ کی راہ اختیار کی ہے۔ اس لئے میں ان کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کروں گا جو ایک شریف آدمی کو کرنا چاہئے، یعنی **اذا مروا باللغو مروا کراماً اھ** رسائل[1] ومسائل ج۲ص۵۱۴،

کرامت وشرافت کا معیار

ان اکابر علماء کرام کا مودودی صاحب کی غلطیوں پر متنبہ کرنا اور عامۂ مومنین کو فتنوں کی راہ سے بچا کر حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جادۂ مستقیم کی دعوت دینا مودودی صاحب کے نزدیک کیا قرار پایا؟ اللغو، اور خوف خدا، اور آخرت کی جواب دہی سے بے حسی، بددیانتی کی بدترین گھنونی مثالیں، بریلوی طبقہ کی فتوے بازی، کافر سازی، دناءۃ کی راہ، جھوٹ کا ہتھیار جیسی گالیوں کا استعمال کرنا کیا قرار پایا؟ کرامت وشرافت، واقعی ان حضرات کی کرامت وشرافت کا یہی معیار ہے، مودودی صاحب نے اپنی اس تحریر میں ایک اور کرامت کا اظہار فرمایا ہے۔

آزمائش کا وقت آگیا ہے

۳:- اس میں شک نہیں کہ دیوبند، سہارنپور کے ان فتوؤں کا ان لوگوں پر بُرا اثر پڑے گا جو ان دونوں مراکز علمی سے وابستہ ہیں، لیکن سنت اللہ کے مطابق آزمائش ضروری ہے اور اب اس پورے دیوبندی اور مظاہری گروہ کیلئے آزمائش کا وقت آگیا ہے

---

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۲/۵۱۴، قبیل اعتراضات بے تحقیق، مطبوعہ لاھور.

دیکھنا ہے کہ اس میں کتنے حق پرست ہیں اور کتنے اشخاص پرست، جو حق پرست ہیں وہ انشاء اللہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور آئندہ بھی ہمارے ساتھ آتے رہیں گے اور جو اشخاص پرست ہیں اور جماعتی عصبیت میں مبتلا ہیں وہ ہم سے الگ ہو جائیں گے اور آئندہ بھی ہمارے ساتھ نہ چلیں گے، ہمیں صرف پہلے گروہ کی ضرورت ہے، دوسرے گروہ سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، وہ ہٹ جائے گا، تو ہم خدا کا شکر ادا کریں گے اور آئندہ ہم سے بے تعلق رہے گا تو مزید شکر کریں گے۔

اھ رسائل[1] ومسائل ج ۲ ص ۵۱۴ طبع لاہور

اس عبارت میں مودودی صاحب نے آزمائش میں کامیابی کی یہی صورت تجویز کی ہے کہ لوگ ان کی بات مان لیں اور ان کے ساتھ آجائیں جو لوگ ان کے ارشاد پر عمل نہ کریں اور ان کی جماعت میں داخل نہ ہوں وہ ناکام ہیں۔

حق کی تشخیص

مودودی صاحب نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ جو لوگ انکے ساتھ آجائیں گے وہ حق پرست ہیں اور جو لوگ سہارنپور و دیوبند کے فتوے پر عمل کرینگے وہ اشخاص پرست ہیں، دوسرا شخص خواہ کتنا ہی دیانتداری سے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی طرف بلائے مگر اسپر عمل کرنیوالے مودودی صاحب کے نزدیک اشخاص پرست ہیں اور مودودی صاحب کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو ماننے والے حق پرست ہیں، یہ دو چیزیں بالکل مقابل ہوئیں، اشخاص اور حق، اشخاص کون ہیں؟ دیوبند اور سہارنپور کے مفتی، حق کون ہیں؟ مودودی صاحب۔

یہ ان کا عام طرز نگارش ہے کہ وہ صاف صاف انا الحق تو نہیں کہتے (کہ اس کے لئے

---

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۲/۵۱۴، قبیل اعتراضات بے تحقیق، مطبوعہ لاھور.

شیداء دار روح منصور در کار ہے) لیکن اپنے مقصد کو مقصد حق اور اپنی دعوت کو دعوتِ حق، اپنے طریق کو طریق حق ضرور کہتے ہیں اور اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جب ان کی کسی بات سے کوئی اختلاف کرتا ہے تو خواہ وہ کتنے ہی قوی اور صریح دلائل حقہ کی روشنی میں کرتا ہو مگر اس کے حق میں وہ سب روایات وآیات لا کر پیش کر دیتے ہیں جو مخالف حق جلّ جلالہ کے بارے میں وارد اور نازل ہوئی ہیں (خارجیوں کا طریقہ بھی یہی تھا کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انکو مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے، ملاحظہ ہو، (بخاری شریف[1] ج ۲ ص ۱۰۲۴)

مودودی صاحب کی جماعت سے الگ ہونیوالوں کی تفصیلی فہرست آپکے علم میں ہے کہ جن حضرات نے جماعت کی تشکیل وتاسیس کی اور نہایت مستحکم دستور حق تیار کیا تھا وہ ایک ایک کر کے تقریباً سب ہی الگ ہو گئے سب نے ہی اس خود ساختہ حق سے منہ موڑ لیا بلکہ جماعت اسلامی تو یہاں تک کہتی ہے کہ انہوں نے ارتداد اختیار کر لیا، **انا لله و انا اليه راجعون.**

حق سے الگ ہونے پر شکریہ

یہ بھی غور کا مقام ہے کہ جو لوگ حق سے الگ ہو جائیں اور ان کے ساتھ نہ آئیں، تو ان کی علیٰحدگی پر مودودی صاحب شکر ادا کرتے ہیں حالانکہ **الخلق عيال الله** الحدیث[2] کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے، اور ہر انسان کی ہدایت کیلئے آخری سانس تک پوری کوشش کی جائے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے طرز عمل سے واضح ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

---

[1]..... **وكان ابن عمر رضى الله عنه يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الى اٰيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المومنين، (بخارى شريف ص ۱۰۲۴ ج ۲، كتاب استتابة المعاندين الخ، باب قتال الخوارج، مطبوعه اشرفى ديوبند)**

[2]..... **راجع حديث انس رضى الله عنه وعبدالله رضى الله عنه مرفوعاً رواه البيهقى (مشكوٰة ص ۴۲۵، باب الشفقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)**

فلعلّک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اَسفاً.[1]

شاید آپ انکے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں تو غم سے اپنی جان دیدیں گے۔

کسی کے حق سے کٹنے اور ہٹنے پر شکر ادا کرنا اور خوش ہونا نہیں معلوم کس نص سے ثابت ہے، اگر آپکی نظر سے اس مضمون کی کوئی نص گذری ہو تو براہ کرم مطلع فرمائیں ممنون ہوں گا۔

ایک اور مقام پر مودودی صاحب نے بہت ہی مسرت کا اظہار کیا ہے۔

فرماتے ہیں!

۴:- میں بہت خوش ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ فتنہ پسند گروہ قریب آنے کے بجائے دور جارہا ہے۔ ترجمان القرآن[2] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۲۷۱،

مودودی صاحب کا یہ اظہار مسرت اور کجا رسول اللہ ﷺ کا وہ غم جس سے جان دینے کا خطرہ لاحق ہو جائے جس کا تذکرہ آیت بالا میں ہے، غور فرمائیے کہ مودودی صاحب کا اپنے طریق کو پیغمبرانہ طریق قرار دینا جس کا متعدد مقامات پر دعویٰ کیا گیا ہے کہاں تک برمحل ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے: **عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاء ت ما حولھا جعل الفراش وھٰذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا وجعل یحجزھن ویغلبنہ فیتقحمن فیھا فانا اٰخذ بحجزکم عن النار وانتم تقحمون فیھا ھٰذہٖ روایۃ البخاری والمسلم نحوھا وقال فی اٰخرھا قال فذٰلک مثلی ومثلکم انا اٰخذ بحجز کم عن النار ھلُمّ عن النار ھَلُّمّ عن النار فتغلبونی تقحمون فیھا متفق علیہ اھ مشکوٰۃ شریف[3] ص ۲۸ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ.**

---

[1]..... سورۃ الکھف الاٰیۃ: ۶

[2]..... ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد ۳، ۴، ص: ۲۷۱، ربیع الاول ۱۳۶۴ھ، تاثرات اجتماع (دارالاسلام) کے تحت کچھ سوالات، مطبوعہ لاہور۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترجمہ:- رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری مثال اس شخص کے مثل ہے جس نے آگ روشن کی جب اس کے آس پاس روشنی پھیل گئی تو پروانے اور تتلی وغیرہ جانور جو آگ میں گرا کرتے ہیں گرنے لگے وہ شخص ان کو پکڑ پکڑ کر نکالنے اور روکنے لگا مگر وہ پروانے وغیرہ اس پر غالب آ گئے اور آگ میں گر گئے، (یہی حال میرا ہے) کہ تمہاری پشت پکڑ پکڑ کر آگ سے نکال رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گھسے جاتے ہو۔

اس میں حضور اکرم ﷺ نے بطور تمثیل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے مثلاً آگ جلائی اس کے گرداگرد سے پتنگے اور دوسرے جانور آ آ کر آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص انتہائی کوشش سے ان کو آگ سے بچاتا ہے مگر وہ اس کے قابو سے باہر ہو کر آگ میں گرتے اور ہلاک ہوتے ہیں، اسی طرح میں تم کو آگ سے بچانے اور پکڑنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں مگر افسوس کہ تم لوگ قابو میں نہیں آتے اور آگ میں گھسے چلے جاتے ہو جس کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہے۔

حضور اکرم ﷺ چاہتے تو اظہار مسرت فرما کر سبکدوش ہو جاتے مگر وہاں تو قلب مبارک میں امت کے درد وغم کی آگ شعلہ زن تھی جس نے مجبور کیا کہ پتھر کھا کر بھی دعا ہی دیں[۱]، ایک دو واقعات نہیں بے شمار واقعات اس کے شاہد ہیں، حق تعالیٰ سے الگ رہنے والوں پر رحم وشفقت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے انتہائی حزن وغم کو دیکھئے اور مودودی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... مشکوۃ شریف ص:۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص:۲/۹۶۰، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی، مطبوعہ اشرفی دیوبند. مسلم شریف ص:۲/۲۴۸، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ عن امته الخ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... حیاۃ الصحابة ص:۱/۲۵۴، تحمل النبی ﷺ الشدائد والاذیٰ فی الدعوۃ الی اللہ، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دھلی.

صاحب کی مسرت اور خوشی کو دیکھئے پھر مودودی صاحب کے اس بلند آہنگ دعویٰ کا جائزہ لیجئے جسارت کے ساتھ اپنے طریقِ کار کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سر تھوپا جارہا ہے۔

۵:- اس دعوت کو عملاً لے کر اٹھنے، اسے اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچانے اور اس سے متاثر حضرات کو سمیٹنے اور جذب کرنے کا صحیح اور بہترین طریقہ یقیناً وہی ہوسکتا ہے جو ابتداء سے آخر تک اس دعوت کے اصل علمبردار یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں اختیار کرتے رہے، قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ وہ طریقہ ایک ہی ہے اور وہ ہی ایک طریقہ بلا استثناء ہر زمانہ میں اختیار کیا جاتا رہا ہے، چنانچہ اسی طریق کار کو ہم نے اختیار کیا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور طریقہائے کار سراسر باطل ہیں۔ (ترجمان القرآن[1] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۱۱)

اب میں آپکے سامنے وہ تینوں چیزیں پیش کرتا ہوں جن کو آپنے بیک جنبش قلم، الزام، اور افتراء پردازی قرار دے کر اپنے نزدیک جماعت اور امیر جماعت کو بھاری بوجھ سے ہلکا کر کے حق کی بہت بڑی خدمت وحمایت کی ہے آپ اصل کتابوں سے ملا کر دیکھیں کہ یہ چیزیں الزام ہیں یا واقعہ اور ہر قسم کی عصبیت سے علیحدہ ہو کر غور کریں کہ ان حالات میں آپ کی ذمہ داری کیا ہے:

جماعت اسلامی تخریبی تنقید پر مجبور ہے

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

۶:- جو شخص اپنے زمانہ کے عام طرز خیال اور طرز عمل کو بدلنا چاہتا ہو اور لوگوں کی روش میں اصولی تغیر پیدا کرنے کا خواہشمند ہو وہ مجبور ہے کہ ابتداء میں تخریبی تنقید پر زیادہ قوت صرف کرے اور تعمیری افکار کو آہستہ آہستہ بتدریج اور باقساط پیش کرے، تخریبی تنقید

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ۴، ص: ۱۱۱، روداد جماعت اسلامی الخ، مطبوعہ لاہور

کے بغیر وہ الفت اور شیفتگی دور نہیں کی جاسکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے اور جب تک یہ الفت دور نہ ہو ان کے دماغ کسی نئی بنیاد پر تعمیر کا نقشہ سوچنے اور سمجھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے لہٰذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے اھ۔ (ذیل۔ ترجمان القرآن[1] ج ۱۴ عدد ۲ ص ۱۳۴)

اس عبارت میں مودودی صاحب نے لوگوں کی روش میں اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے تخریبی تنقید کو ضروری اور اس پر زیادہ قوت صرف کرنے کو لازم اور بغیر تخریب کے تنقید کو بلکہ ناکافی تخریب کو بھی ناکافی قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اصولاً عام طور پر اپنے اندر اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اسکے اختیار کردہ اصول، تخیلات، طریقہائے عمل کو کافی تخریبی تنقید کے ذریعہ سے بیکار، غلط، ناقابل التفات بلکہ مضر اور مہلک نہ ثابت کر دیا جائے، کیونکہ جن اصول کے ساتھ ساری قوم کی معاشی، معاشرتی عدالتی، جنگی، مالی، بین الاقوامی پالیسی کا ہر ہر پہلو وابستہ ہے وہ اصول اس کے قلب و دماغ پر پوری طرح حاوی ہیں اور ہر چھوٹا بڑا عمل ان ہی اصول کی بنیاد پر برگ و بار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ایسے اصول کو ساری قوم کے دل و دماغ اور قوائے عمل سے نکال پھینکنا ہنسی کھیل نہیں ہے اس کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنا ہوگا اور یہ کام کسی ایک ایڈیٹر، اخبار، رسالہ کا نہیں بلکہ اس کیلئے بڑی مضبوط جماعت کی ضرورت ہوگی جو اپنی زبان، اپنے قلم، اپنے کردار، اپنے عزم، اپنے یقین غرض ہر اعتبار سے ساری قوم میں صالح ترین اور ممتاز ہو کہ اس کے ہر فرد کو دور سے دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ یہ فلاں جماعت کا آدمی ہے۔

امیر جماعت کے صفات

اس جماعت کیلئے امیر بھی ایسا ضروری ہے جو بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر رہو، وقت

---

[1]..... حاشیہ ترجمان القرآن ج ۱۴، عدد ۲، ص: ۱۳۴، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش۔ مطبوعہ لاہور

کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو، زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو خوب حل کرسکتا ہو، عقلی وذہنی ریاست، سیاسی تدبّر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جمادے تب عالمگیر انقلاب رونما اور دنیا کا انتظام درست ہوسکتا ہے۔

جماعت اسلامی کا کام

مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

۷:- جو کام ہم نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے یعنی اخلاقی اصولوں پر دنیا کی اصلاح کرنا اور دنیا کے نظم کو درست کرنا، اس کا تقاضہ ہے کہ اخلاقی حیثیت سے ہم اپنے آپ کو دنیا کا صالح ترین گروہ ثابت کر دکھائیں اھ۔ (ترجمان[1] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۰۹)

اس سے جماعت اسلامی کے کام کی تشخیص ہوگئی یعنی دنیا کی اصلاح کرنا اور دنیا کے نظم کو درست کرنا اور اس کام کا تقاضہ ہے کہ جماعت اسلامی اپنے آپ کو دنیا کا صالح ترین گروہ ثابت کر دکھائے، امید تو یہ رکھنی چاہئے کہ یہ جماعت واقع میں بھی صالح ترین ہونیکی کوشش کرے گی صرف ثابت کر دکھانے تک اپنی کوشش کو محدود نہیں رکھے گی آگے چند مثبت ومنفی ہدایات کے بعد فرماتے ہیں (اگر ان پر عمل نہ ہوا)

۸:- تو دنیا ہم سے اور ہمارے ہاتھوں ہونے والی ''اصلاح'' سے خدا کی پناہ مانگے گی اور یہ محسوس کریگی کہ اگر کہیں زمین کا انتظام ان لوگوں کے ہاتھ میں آگیا تو یہ ساری زمین کو ایسا ہی کر کے چھوڑیں گے جیسے یہ خود ہیں اھ۔ (ترجمان[2] ج ۲۶، عدد ۳، ص ۱۰۹)

اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کیلئے پروگرام کیا ہے۔ سنئے!

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ۴، ص: ۱۰۹، امیر جماعت کی افتتاحی تقریر، لاهور.

[2]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ۴، ص: ۱۰۹، امیر جماعت کی افتتاحی تقریر، لاهور.

جماعت اسلامی کا پروگرام

۹:- ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہم پہلے اس نظام فکر کو درہم برہم کر دینا چاہتے ہیں جس پر دنیا کا موجودہ غلط نظام زندگی قائم ہے اور اسکی جگہ اس نظام فکر کو دلوں کے اندر راسخ کرنا چاہتے ہیں جس پر صحیح نظام زندگی کی بنیادیں قائم کی جاسکتی ہیں اھ۔ (ترجمان[1] جلد ۳۰/عدد ۵ ص ۲۹۷)

دنیا بھر کے نظام فکر کو درہم برہم کرنے کیلئے ظاہر ہے کہ کس قدر سخت تخریبی تنقید کی ضرورت ہوگی، اسی عالمگیر انقلاب کیلئے یہ جماعت عمل میں آئی اور مودودی صاحب اس کے امیر مقرر ہوئے، اس لئے کہ وہی صفات بالا کے حامل ہونے کی وجہ سے اس مجمع میں سب سے اہل تر اور طریق انقلاب کے ماہر ترین تھے پھر ایسی زبردست تخریبی تنقید کی مہم شروع کی گئی کہ موجودہ اور گذشتہ سیاسی اور مذہبی، افراد اور جماعتوں، انجمنوں اور اداروں سب ہی کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔

مگر مودودی صاحب اور ان کے پیروحضرات کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ جب ان کے قلم سے نکلی ہوئی کسی بات پر گرفت کی جاتی ہے اور اس کو دلائل کی روشنی میں غلط ثابت کر کے سب طرف سے راستہ بند کر دیا جائے اور وہ جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس بات کا رخ بدل دیتے ہیں کہ ہمارا مدعا یہ نہیں حالانکہ ان کی تاویل کے خلاف خود ان کے کلام میں صراحت موجود ہوتی ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنی غلطی واضح ہونے پر اعتراف کرتے اور اصلاح کر لیتے جیسا کہ اپنی تحریرات میں بار بار اعلان کیا جاچکا ہے لیکن وقت آنے پر ہوتا کچھ اور ہے، چنانچہ تخریبی تنقید کے رویہ پر جب گرفت کی گئی اور اس کے جواز کا پہلو نہ مل سکا تو فرماتے ہیں:

۱۰:- درحقیقت مسلم لیگ ہو یا مسلمانوں کی بڑی جماعتوں میں سے کوئی اور جماعت ہو اس

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۳۰، عدد ۵، ص ۲۹۷، مطبوعہ لاہور.

کے مسلک یا طریق کار پر تنقید کرنے سے میرا مدعا یہ کبھی نہیں رہا کہ ان جماعتوں کی تخریب کروں اھ۔ (ذیلی ترجمان[1] ج۱۴ عدد۲ ص۱۴۰)

جن لوگوں کو مسلم لیگ سے ''الفت اور شیفتگی'' تھی انکے تخیلات اور طریقہائے عمل میں اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے'' ص۱۳۴ پر تو مودودی صاحب تخریبی تنقید'' کو ایسا ضروری سمجھتے تھے، کہ اس پر ''زیادہ قوت صرف کرنے پر مجبور تھے اور ناکافی تخریب کو ناکافی قرار دیتے تھے'' لیکن ص۱۴۰ پر پہونچ کر رُخ بدلا، یہ ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس قسم کا تضاد اس جماعت کے لٹریچر میں بکثرت موجود ہے کہ دفع الوقتی کے لئے دوسرا رُخ بھی پیش کیا جا سکے۔

ایک شبہ کا ازالہ

مسلم لیگ یا مسلمانوں کی کسی اور جماعت پر تنقید کو یہ تصور نہ کیا جائے کہ مودودی صاحب کی طرف سے یہ سیاسی تنقید ہے جو کہ عامۃً سیاسی جماعتوں میں ایک دوسرے پر ہوتی رہتی ہے، نہیں، بلکہ یہ خالص اسلام کی روشنی میں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

۱۱:- اس سلسلہ میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں معاملات کو جماعتوں کے نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ محض اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں اس لئے میں نے اب تک سیاسی مسائل پر جو کچھ لکھا ہے اس میں کسی مسئلہ پر بھی اس حیثیت سے بحث نہیں کی ہے کہ کسی خاص جماعت کی نسبت سے اس مسئلہ کی کیا نوعیت ہے میں صرف یہ دیکھتا ہوں اور یہی دکھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اسلام کی نسبت سے صحیح یا غلط اور مناسب یا نامناسب کیا ہے اھ۔ (ذیل ترجمان[2] ج۱۴ عدد۲، ص۱۴۰)

اب تک کی نقل کردہ عبارتوں سے سوال کے دو نمبروں کا جواب بخوبی روشن ہو گیا۔

---

[1]..... حاشیہ ترجمان القرآن ج۱۴، عدد۲، ص: ۱۴۰، مطبوعہ لاھور.

[2]..... حاشیہ ترجمان القران ج۱۴، عدد۲، ص ۱۴۰، مطبوعہ لاھور،

(۱) جماعت اسلامی تخریبی تنقید کرتی ہے۔

(۲) اور یہ اس کے اہم اصول میں داخل ہے اور امیر جماعت اس روش پر بہت خوش ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

۱۲:- میں یہ دیکھ کر اکثر اپنی جگہ خوش ہوتا ہوں کہ ہماری اس جماعت میں شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی موجود نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے اندر اچھی خاصی نقادانہ نظر موجود ہے اھ۔

(ترجمان[1] ج۲۶، عدد۳ ص۱۰۹)

اب اپنے سوال کے تیسرے نمبر کو دلائل کی روشنی میں دیکھئے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ضمیر خود جواب دے گا کہ ''نظام'' مئی ۶۰ء میں جو کچھ جماعت سے متعلق لکھا گیا ہے وہ افتراء نہیں بلکہ روشن حقیقت ہے۔

تاہم آپ کی تشفی کیلئے جماعت اسلامی کی تخریبی تنقید کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں جن کی طرف میں نے ''نظام'' مئی ۶۰ء میں اشارہ کیا ہے۔

تبلیغ کرنے والوں پر تنقید

۱۳:- یہاں تبلیغ بالکل اسی مشنری ڈھنگ کی ہے جیسی عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آئے دن ہوتی رہتی ہے پس مذاہب چند بے جان عقائد، بے معنیٰ منتر، اور بے مقصد حرکات کی معجون سی بنے ہوئے ہیں، پنڈت، پادری، یا گرنتھی، اور مولوی اپنے اپنے کارخانوں کی ذہنی معجونیں لئے پھرتے ہیں، ڈگڈگی بجائی، لوگوں کو جمع کیا اور اپنی معجون کے حق میں گا گا کر اور تھرک تھرک کر ایک رنگین تقریر کر ڈالی اھ۔

(تنقیدات ص۳۳)

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، ۴، ۵، ۶، ص ۱۰۹، امیر جماعت کی افتتاحی تقریر، لاہور۔

ترجمان[1] ج ۳۰ ص ۲۷۵/۱۹ عدد ۵/ میں تبلیغی جماعت کے طریقۂ کار کے متعلق بتایا گیا تھا ''کہ یہ انبیاء کے طریقے کی پیروی نہیں بلکہ شیطان کا ایک بہت بڑا دھوکا ہے'' عبارت منقولہ ۱۳/ میں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کا طریقہ ہے،''

تبلیغ کا کام بفضلہٖ تعالیٰ آج نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام عالم انسانی میں پھیلا ہوا ہے اور اسکی مساعی کی برکات سے تمام دنیا فیضیاب ہو رہی ہے کتنی بڑی تعداد اسی کی برکت سے ہر سال صحیح طریق پر ارکان حج ادا کرتی ہے، بمبئی، کراچی، جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، منیٰ، عرفات، اور تقریباً ہر جہاز میں اس جماعت کے افراد بے نظیر دینی خدمات انجام دیتے ہیں، کتنے غیر مسلم اس جماعت کے طفیل حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے اور ہوتے رہتے ہیں، اسکی خدمات کی تفصیل بہت طویل ہے اس کو یہاں بتانا مقصود نہیں، البتہ اسکے طریق کار اور اصول کار کو مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ ایسے مفکر صاحب قلم کے الفاظ میں جس نے مودودی صاحب کو دیر تک بہت قریب سے دیکھا اور انکی جماعت کیلئے دستور تیار کیا اور انکی ہر بے راہی پر چشم پوشی کی اور انکے کام کی ظاہری شکل وصورت کو بھی بہت سراہا اور ان کی خاطر اپنے مربی اکابر کی ہر کبیدگی کو تنگ نظری قرار دے کر بطوع ورغبت برداشت کیا، اس امید پر کہ جماعت اسلامی کے اچھی صلاحیتیں رکھنے والے اہل قلم کے افکار ونظریات کا رُخ صحیح ہو جائے اور اسلام اور اہل اسلام کے حق میں ان کی مساعی مثمر خیر ہوں اور غلط رُخ پر چل کر اسلام واہلِ اسلام کی بربادی اور تباہی کا ذریعہ بننے سے محفوظ ہو جائیں، لیکن یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونا تھا نہ ہوا، مولانا ابوالحسن علی ندوی ''دینی دعوت'' ص ۱۲/ میں لکھتے ہیں۔

طریق کار

بس آج یہ امت کی بڑی ضرورت ہے کہ دین کے سیکھنے کا نبوی اور فطری طریقہ دوبارہ

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۳۰، عدد ۵ – ۹، ص ۲۷۵، مطبوعہ لاہور،

زندہ کیا جائے'' کتابی نقوش کیساتھ زندہ نفوس سے استفادہ کو (جو کہیں زیادہ آسان اور عمومی طریق تعلیم ہے) ضم کیا جائے متمکن دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت کچھ چلتی پھرتی درسگاہیں جیتی جاگتی خانقاہیں، اور بولتے چالتے صحیفے ہوں جو علوم نبویہ کے ان سمندروں سے (دینی مدارس) مشکیں بھر بھر کر عام زندگی کی کشت زاروں میں تاجروں کی تجارتوں، مزارعین کی زراعتوں اور اہل صنعت کی صنعتوں میں دین کا آب حیات پہونچائیں۔''

(۲) دین کیلئے عملی جدوجہد، علم کیلئے نقل وحرکت اور سعی وعمل کو جس کا رواج مدت دراز سے جاتا رہا پھر فروغ دیا جائے کہ اسلام کی فطری ساخت اور علم دین کی وضع وفطرت یہی ہے اور اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے۔

(۳) دین کی تعلیم وتعلم اور دین کی خدمت وسعی کو مسلمانوں کی زندگی کا جزء لاینفک بنانے کی کوشش کی جائے اور اس کی دعوت دی جائے کہ مسلمان اپنے مشاغل وفکر معاش کو اس کے ماتحت کردیں کہ:

''**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**[۱] کے ارشاد کے مطابق اصل زندگی یہی ہے، اور **کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون**[۲] **باللہ** کی تصریح کے مطابق مسلمان اسی لئے پیدا ہوا ہے، البتہ اس سے جو وقت بچے وہ راحت اور بیکاری کے بجائے حصول معاش میں صرف کیا جائے، کہ **ان اللہ یحب المؤمن المحترف**[۳] اللہ کمانے والے مؤمن کو دوست رکھتا ہے۔

---

[۱]..... **سورۂ ذاریات آیت: ۵۶، ترجمہ**:-اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں (بیان القرآن)

[۲]..... **سورۂ آل عمران آیت: ۱۱۰، ترجمہ**:-تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو (بیان القرآن)

[۳]..... **راجع حدیث ابن عمرؓ (مجمع الزوائد ص ۱۰۶ ج ۴ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.**

(۴) لوگ عموماً اپنے ماحول میں گھرے رہ کر اور اپنے مشاغل و معمولات میں پھنس کر دین حاصل کرنے کیلئے وقت نہیں نکال سکتے'' نہ اس کی طرف پوری توجہ کر سکتے ہیں اور نہ ان کے پورے اثرات قبول کر سکتے ہیں، اس لئے ان کو عارضی مدت کے اور غربت کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے، جس میں وہ کچھ مدت کیلئے یک سو، اور فارغ البال ہو کر دین حاصل کر سکیں اور اہل دین کی صحبت و خدمت سے استفادہ کر سکیں، ایک شرعی نظام، اور ایک دینی زندگی میں رہنے کی ان کو عادت پڑ سکے ان کیلئے اور انکے رفقاء کے ذریعہ ایک بہتر دینی ماحول بنایا جائے جو ان کو اپنے وطن اور مشاغل میں میسر نہیں آ سکتا ان کا یہ نکلنا خود ان کیلئے اور دوسروں کیلئے مفید و مبارک سبق آموز اور انقلاب انگیز ہو۔

یہ وہ اصول و مقاصد ہیں جن کے ماتحت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مسلمانوں کے ہر طبقہ کو دین کی تعلیم و تعلم کیلئے گھر سے باہر نکلنے، ترک وطن کرنے اور ایک خاص نظام کے ماتحت سفر اور نقل و حرکت کرنے کی دعوت و ترغیب دیتے ہیں اپنے ایک گرامی نامہ میں اسی مقصد کی وضاحت فرماتے ہیں۔

''ہم نے جماعتیں بنا کر دین کی باتوں کے لئے نکلنا چھوڑ دیا، حالانکہ یہی بنیادی اصل تھی، حضور ﷺ خود پھرا کرتے تھے اور جس نے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ بھی مجنونانہ پھرا کرتا تھا، مکہ کے زمانہ میں مسلمین کی تعداد افراد کے درجہ میں تھی تو ہر فرد مسلم ہونے کے بعد بطور فردیت و شخصیت کے منفرداً دوسرے پر حق پیش کرنے کیلئے کوشش کرتا رہا، مدینہ میں اجتماعی اور متمدن زندگی تھی، وہاں پہنچتے ہی آپ نے چہار طرف جماعتیں روانہ کرنی شروع کر دیں اور جو بڑھتے گئے وہ عسکریت کی طرف بڑھتے گئے، سکونی زندگی صرف انہیں کو حاصل تھی، جو پھرنے والوں کیلئے (فئتہ) اور پھراتے رہنے کا ذریعہ بن سکیں، غرض پھرنا اور دین کیلئے جد و جہد اور نقل و حرکت میں رہنا اصل تھا۔ جب یہ چھوٹ گیا

جب ہی خلافت ختم ہوگئی۔'' اس نکلنے کی حالت میں کیا ہوگا، کیا دعوت دی جائے گی، اس کا جواب مولانا ہی کے الفاظ میں سنئے۔

اصل تبلیغ صرف امر کی ہے کہ باقی اسکی صورت گری اور تشکیل ہے ان دو چیزوں میں ایک مادّی ہے اور ایک روحانی، مادی سے مراد جوارح سے تعلق رکھنے والی سو وہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو پھیلانے کیلئے ملک بہ ملک اور اقلیم بہ اقلیم جماعتیں بنا کر پھرنے کی سنت کو زندہ کر کے فروغ دینا اور پائدار کرنا ہے، روحانی سے مراد جذبات کی تبلیغ یعنی حق تعالیٰ کے حکم پر جان دینے کا رواج ڈالنا جس کو اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مماقضیت ویسلموا تسلیماً[1] وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون[2].

یعنی اللہ کی باتوں اور اوامر خداوندی میں جان کا بے قیمت اور نفس کا ذلیل ہونا۔

چھ اصول

نکلنے کے وقت حضور ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں میں جو چیز زیادہ سے زیادہ اہم ہے اس میں اس کی حیثیت سے کوشش کرنا چاہئے۔

(۱) کلمہ کی تصحیح وتبلیغ

اس وقت بدقسمتی سے ہم کلمہ تک سے ناآشنا ہو رہے ہیں اسلئے سب سے پہلے اسی کلمہ کی

---

[1]..... سورۃ النساء آیت: ۶۵، **ترجمہ**:- پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے پاس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔ (بیان القرآن)

[2]..... سورۃ الذاریات آیت: ۵۶، **ترجمہ**:- اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ (بیان القرآن)

تبلیغ ہے جو کہ خدا کی خدائی کا اقرار نامہ ہے، یعنی اللہ کے حکم پر جان دینے کے علاوہ در حقیقت ہمارا کوئی بھی مشغلہ نہ ہوگا۔

(۲) نماز کی تصحیح وترقی

کلمہ کے لفظوں کی تصحیح کرنے کے بعد نماز کے اندر کی چیزوں کی تصحیح کرنے اور نمازوں کو حضور علیہ السلام جیسی نماز بنانے کی کوشش میں لگے رہنا۔[۱]

(۳) تحصیل علم وذکر

تین وقتوں کو (صبح وشام اور کچھ حصہ شب کا) اپنی حیثیت کے مناسب علم وذکر میں مشغول رکھنا۔[۲]

(۴) تفریغ وقت

ان چیزوں کو پھیلانے کیلئے فریضۂ محمدی سمجھ کر نکلنا۔ یعنی ملک بملک رواج دینا۔[۳]

(۵) خلق

اس پھرنے میں خلق کی مشق کرنے کی نیت رکھنا اپنے فرائض کی ادائیگی کی سرگرمی خواہ خالق کے ساتھ متعلق ہوں یا خلائق کے ساتھ کیوں کہ ہر شخص سے اپنے ہی متعلق سوال ہوگا۔[۴]

۱..... وعن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ قال رسول ﷺ صلوا کما رأیتمونی اصلی الحدیث (مشکوۃ شریف ص: ۶۶، باب فیہ فصلان، الفصل الاول، یاسر ندیم دیوبند.

۲..... عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الفرائض والقرآن وعلموھا الناس فانی مقبوض (مشکوۃ شریف ص: ۳۵، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

۳..... کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰)

۴..... ولا تزر وازرۃ وزر اخری، سورۂ فاطر آیت: ۱۸.

(۶) تصحیح نیت

ہر عمل کے بارے میں اللہ نے جو وعدے وعید فرمائے ہیں ان کے موافق اس امر کی تعمیل کے ذریعہ اللہ کی رضا اور موت کے بعد والی زندگی کی درستی کی کوشش کرنا[۱]۔''

دین سیکھنے کیلئے اللہ و رسول کی باتیں دوسروں تک پہونچانے اور پھیلانے کیلئے یہ نقل و حرکت، یہ سفر اور عارضی غربت، چند مرغوبات و مالوفات کی یہ عارضی مفارقت، معمولات وعادات کی خفیف سی تبدیلی دین کیلئے جدوجہد وقربانی کا ادنیٰ درجہ ہے جس کے بغیر دین کے برکات وثمرات کا حصول مشکل ہے اور جو اس نعمتِ عظمیٰ (اسلام) کی شکر گذاری کا سہل ترین طریق ہے۔

''جس مذہب کیلئے ہزار ہا جانوں کا طیب خاطر سے پیش کر دینا اس کی قیمت کیلئے کافی نہیں ہوسکتا اور جس مذہب کی اصلی قیمت، سوزش جگر، اور خون دیدہ بہانا تھی اس کیلئے ہمارا یہ برائے نام قدموں کا اٹھانا اور اس قدر ضعیف اور کم مقدار اپنی محنتوں کا وابستہ رکھنا اصل فریضہ سے کچھ نسبت نہیں رکھتا لیکن خدائے پاک کی ذرہ نوازی اور مراحم خسروانہ اور اخیر زمانہ والوں کیلئے ان کی مساعی پر صحابہ کے پچاس کے برابر اجر وثواب ملنے کی خوشخبریاں اور سچے وعدے اور لا یکلّف الله نفساً الّا وُسعها[۲] کی جیسی بشارتیں ہماری ان مساعی کے بارے میں بڑی امیدیں دلا رہی ہیں۔''

---

[۱]..... عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نویٰ فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه مشکوة شریف ص: ۱۱، قبیل کتاب الایمان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲]..... سورة البقرة آیت: ۲۸۶، (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو (بیان القرآن)

اس عبارت میں تبلیغی کام کا جو مختصر طریقہ پیش کیا گیا ہے اسکو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کیا یہ طریق کار انبیاء علیہم السلام کی پیروی نہیں بلکہ شیطان کا زبردست دھوکہ ہے اور کیا اس سے کلمہ اور نماز کی عزت خاک میں ملتی ہے، جیسا کہ ترجمان ج ۳۰ عدد ۵ میں دعویٰ کیا گیا ہے اور کیا یہ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کا طریق تبلیغ ہے جیسا کہ عبارت نمبر ۱۳ر میں کہا گیا ہے۔

نیز تبلیغی مقصد اور چھ اصول کا گہرا مطالعہ کیجئے اور جماعت اسلامی کی طرف سے شائع شدہ تنقیدات کی داد دیجئے، کہ کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ کی پیروی میں مر مٹنے والوں کو کس جسارت کے ساتھ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا گیا اور یک قلم سب پر حکم لگا دیا گیا کہ ان سب کے مذاہب بے جان عقائد، بے معنی منتر، بے مقصد حرکات کی معجون سی بنے ہوئے ہیں، اس عبارت میں غور کرنے سے آپ کا ضمیر یہ بھی متعین کر دے گا کہ جماعت اسلامی نے بے جان عقائد بے معنیٰ منتر بے مقصد حرکات کن امور کو قرار دیا ہے اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں ان کا کیا مقام ہے۔

کیا ایسی تنقیدات کو پڑھ کر ذہنوں میں یہ تصور قائم نہیں ہوگا کہ تبلیغی کام کرنے والے علماء نے اصل دین کو تحریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بد دینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کچھ تعلق نہیں، نہ خدائی سند، ان کے پاس ہے، نہ وحی الٰہی سے ان کا کوئی تعلق ہے، نہ کسی پیغمبر کی ہدایت ورہنمائی ان کو حاصل ہے بلکہ مناسب وقت جو کچھ ان کے ذہنوں میں آیا تیار کر لیا، اگر کسی کے پاس وحی الٰہی کی کوئی روشنی تھی بھی تو وہ اب بالکل مفقود ہے اور یہ لوگ سراسر اس سے محروم ہیں!

آپ مکرر نظام مئی ۶۰ء کو دیکھئے اور جماعت اسلامی کی تنقیدات کو ملاحظہ کیجئے نظام کا ایک ایک حرف صحیح پائیں گے۔

تنقید کا اثر

جماعت اسلامی عموماً حق و باطل کو ایک ہی صف میں پیش کرتی ہے اور تنقید میں حق پر ایسا باطل کا ملمع چڑھاتی ہے کہ دیکھنے والوں کو ان کی تنقید کے آئینہ میں دونوں کی صورت یکساں نظر آتی ہے، اس کا ایک ادنیٰ اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک حقیقت ناشناس کے دل میں حق کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی بلکہ حق کی طرف سے انتہائی غیظ پیدا ہو جاتا ہے، جماعت اسلامی کے اس طرز تنقید سے اہل حق مجددین، محدثین، فقہاء، مفسرین متکلمین، صوفیا، تابعین، صحابہؓ اور خلفائے راشدین بھی نہیں بچ سکے، جس کے نمونے انشاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا اور طرفہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ حق (اسلام) و باطل (جاہلیت) میں خط امتیاز قائم کرنے کے نام پر کیا جاتا ہے۔

جماعت اسلامی کا یہ زور قلم بڑھتے بڑھتے شعوری یا غیر شعوری طور پر بعض دفعہ انبیاء علیہم السلام پر بھی ایسے ناروا حملے کر جاتا ہے کہ دل کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور کمال یہ ہے کہ افراد جماعت کی طرف سے بھی اس پر آفرین اور شاباش کے تحسینی کلمات کہے جاتے ہیں، حق کو باطل کے ساتھ ملا کر پیش کرنے کی سعی کی مثال ملاحظہ کیجئے۔

وفات پیغمبر ﷺ کی تصویر

۱۴:- جس قانون بے اختیاری کے تحت ایک بھکاری مرتا ہے اور زمین و آسمان اس کا ماتم نہیں کرتے اسی کے مطابق سلطان وقت بلکہ پیغمبر بھی مرتا ہے اور نہ زمین اس سے متأثر ہوتی ہے نہ آسمان آنسو بہاتا ہے نہ چاند سورج گرہن کا ماتمی لباس پہنتے ہیں اھ۔

(ترجمان[1] ج ۱۲ عدد ۴ ص ۲۸۷/۴۷)

اس عبارت میں ایک باطل پر کاری ضرب لگائی گئی ہے اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو ٹھیک

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۱۲، عدد ۴، ص ۲۸۷/۴۷، مطبوعہ لاہور،

تھا اور ضرور اس کو خدمت حق کہا جاتا لیکن زور تنقید میں بات آگے بڑھی اور اس باطل کے ساتھ ساتھ ایک حق کو بھی پاش پاش کر دیا گیا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے دو چیزیں ارشاد فرمائیں، ایک منفی، دوسری مثبت، منفی یہ ہے کہ چاند سورج کو کسی کی موت سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ دونوں اللہ پاک کی نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کو (گناہوں سے بچانے کیلئے) ڈراتے ہیں لہٰذا جب گرہن دیکھو تو دعاء و استغفار میں مشغول ہو کر اللہ کی پناہ حاصل کرو، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۰ پر بحوالہ بخاری و مسلم یہ روایت موجود ہے[1]

مثبت یہ ہے کہ عبادت گزار بندہ جب مرجاتا ہے تو اس پر آسمان کا وہ حصہ آنسو بہاتا ہے جہاں سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور اس کا رزق اترتا تھا اسی طرح زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر وہ عبادت کرتا تھا[2] دوسری روایت میں ہے جب مؤمن پردیس میں مرتا ہے جہاں اس کے رونے والے موجود نہیں تو اس پر آسمان وزمین روتے ہیں، اس مضمون کی متعدد احادیث محدث کبیر حافظ عماد بن کثیر نے سند کیساتھ نقل کی ہیں، ایک روایت نقل کرتا ہوں، جس میں سند کے بعد لکھا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریباً کما بدأ الا لاغربة علیٰ مؤمن مامات مؤمن فی غربة غابت عنه فیها بواکیه الابکتُ علیه السمآء

---

[1]..... فی حدیث عائشة مرفوعاً ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله لا یخسفان لموت احد ولا لحیٰوته فاذا رأیتم ذٰلک فادعوا الله وکبروا وصلوا وتصدقوا..... متفق علیه (مشکوٰة ص ۱۳۰، باب صلوٰة الخسوف، بخاری شریف ص: ۱۴۵/۱، کتاب الکسوف، باب الذکر فی الکسوف، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم ص: ۲۹۹/۱، کتاب الکسوف، مطبوعه بلال دیوبند)

[2]..... فی حدیث انس رضی الله عنه مرفوعاً ما من عبد الا وله فی السماء بابان باب یخرج منه رزقه وباب یدخل منه عمله وکلامه فاذا مات فقداه وبکیا علیه (تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۶ ج ۴، سورة الدخان تحت آیت: ۲۹، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

والارض ثم قرأ رسول اللهﷺ فما بكت عليهم السماء والارض ثم قال انهما لايبكيان على الكافر اهـ (ابن کثیر[1] ج۴ص ۱۴۲)

رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اسلام ابتدائی زمانہ میں غریب اور اجنبی تھا اور عنقریب اسی حالت غربت کی طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ ابتداء میں تھا اچھی طرح سن لو کہ مؤمن کبھی غریب اور اجنبی نہیں ہوتا جو مؤمن پردیس کی حالت میں مرتا ہے جہاں اس کے رونے والے نہ ہوں تو آسمان اور زمین اس پر آنسو بہاتے ہیں پھر حضورﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، **فما بكت عليهم السماء والارض** اور فرمایا کہ آسمان اور زمین کافر پر نہیں روتے۔

اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ آسمان وزمین کافر پر نہیں روتے بندۂ مومن پر آسمان وزمین کا رونا ثابت ہے مگر تنقیدی زور قلم نے اس مثبت کی بھی نفی کردی جو کہ سراسر حق اور شان رسالت کا فرمودہ ہے، اگر مطلقاً بھکاری اور سلطان وقت کے مرنے پر نہ رونے تک بات رہتی تب بھی تاویل بعید کر کے کلام کو صحیح کرنا ممکن ہوتا جیسا کہ اب تک جماعت اسلامی کی عبارات کی بعید سے بعید تاویلات کر کے قرآن وحدیث کی مخالفت سے بچانے کی ہم لوگ کوشش کرتے رہے ہیں تاویل یہ کر لیتے کہ حدیث میں آسمان وزمین کا رونا بندۂ مؤمن پر ثابت ہے اور اس عبارت میں بھکاری اور سلطان وقت سے مراد کافر ہیں، مگر یہاں تو تاویل کا دروازہ بند کرنے کیلئے شیشے کی دیوار قائم کردی گئی اس طرح پر کہ پیغمبر کو بھی اسی صف میں لا کر کھڑا کر دیا گیا، جس میں باغی سرکش مستحق لعنت دشمن کھڑے ہیں اور جو آیت شریفہ ان ملعونوں کی انتہائی تحقیر وتذلیل کو بیان کرنے کیلئے نازل ہوئی تھی، **فما بكت عليهم السماء والارض** اسی کا مضمون پیغمبر پر بھی بے دھڑک چسپاں کر دیا گیا، حالانکہ پیغمبر کا معزز مقرب عنداللہ ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے[2]، اب تاویل کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے، حق

---

[1]..... (تفسير ابن كثير ص۲۱۷ ج۴، سورة الدخان، تحت آيت: ۲۹، طبع مكة المكرمه)

[2]..... واسماعيل وادريس وذالكفل كل من الصابرين وادخلناهم فى رحمتنا انهم من الصالحين، سورة الانبياء آيت: ۸۵، ۸۶.

اور باطل کو اس طرح مخلوط پیش کرنے میں اور دونوں کی تردید کرنے میں کس قدر فتنۂ عظیم ہے کہ جس طرح باطل سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے اسی طرح پڑھنے والوں کے ذہن میں حق سے بھی نفرت پیدا ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو شعور دے کہ وہ مضامین لکھتے وقت قلم کا رُخ صحیح رکھیں۔

اب رہی یہ بات کہ اتنی صاف اور واضح حدیث کے خلاف لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی تو اس کے اسباب تین ہوسکتے ہیں، اول یہ کہ حدیث مطالعہ میں نہ آئی ہو، دوم یہ کہ مطالعہ میں تو آئی ہو مگر مضمون لکھتے وقت ذہول ہوگیا ہو، ان دونوں صورتوں میں تو معاملہ سہل ہے کہ معلوم ہوجانے اور ذہن میں آجانے کے بعد اصلاح کی توقع ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ایک دیندار حق پرست اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں کوئی ادنیٰ جھجک محسوس کرے، حدیث شریف میں ہے۔

کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون[1] کیونکہ یہ غلطی کا اقرار نہ کرنا تو جماعت اسلامی کے نزدیک علماء کا حصہ ہے چنانچہ علماء پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

۱۵:- جس طرح ہمارے عوام کا پندار دینداری ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ تجدید نکاح کے ننگ کو گوارہ کریں اسی طرح ہمارے خواص کا غرور سیادت ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ سے خود اپنی غلط رہبری کا اقرار کریں، وہ ایک غلط سمت میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ ان کیلئے وہاں سے پلٹنا آسان نہیں رہا اھ۔

(ترجمان[2] ج ۲۶، عدد ۳، ص ۱۸۵/۸۹)

---

[1]..... مرقاۃ المفاتیح ص ۸۵ ج ۱، کذا فی احیاء العلوم ص ۴/۳۹، کتاب التوبۃ، بیان اقسام العباد فی دوام التوبۃ، مطبوعہ مصر، وورد فی حدیث انس مرفوعاً کل بنی اٰدم خطاء وخیر الخطائین التوابون رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴، باب الاستغفار)

ترجمہ:- تم سب ہی خطا کار ہو اور خطا کاروں میں بہتر توبہ کرنے والے ہیں

[2]..... ترجمان القرآن ج: ۲۶، عدد ۳، ص: ۱۸۵، علماء کی بے پروائی. مطبوعہ لاھور.

جماعت اسلامی کی تو یہ شان ہرگز نہیں ہوگی اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں جماعت اسلامی کے اعلیٰ کارکنوں میں سے جب بھی جس پر اپنی اور جماعت اسلامی کی غلط روی کھلتی گئی وہ پورے غور وخوض کے بعد جماعت سے علیٰحدہ ہوتا گیا مصلحت بینی اور حکمت عملی کا زیادہ دیر تک سہارا نہیں لیا، پھر کسی نے خاموشی سے علیٰحدگی اختیار کر لی اور اپنے ہم نوا رفقاء کو تاریکی میں چھوڑ دیا اور کسی نے خوب کھل کر علیٰحدگی کے اسباب وعلل پر بھی طویل بحث کی انکی تفصیل اگر مطلوب ہو تو المنبر، میثاق، نوائے پاکستان، الفرقان کے شمارے دیکھیں جن میں اس پر مستقل مقالے تحریر کئے گئے ہیں، حکیم شمس الحسن صدیقی نے ''آپ بیتی'' لکھی، حکیم عبدالرؤف اشرف نے بہت دیر تک اس پر بحث کی اور بہت سے مخفی علل کو واشگاف کیا، مولانا امین احسن اصلاحی کا ''میثاق تو گویا جاری ہی اس مقصد کیلئے ہوا، مولانا اصلاحی جس وقت جماعت سے علیحدہ ہوئے ان سے کچھ سوالات کئے گئے۔

سوال .....جو اصحاب ۴۱ء میں آپ کے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے تھے ان میں اب کتنے جماعت اسلامی میں رہ گئے؟

جواب .....جہاں تک میرا خیال ہے ممکن ہے ان میں سے دو ایک اصحاب بطور تبرک ابھی تک جماعت اسلامی سے منسلک ہوں باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے علیحدہ ہو چکے ہیں۔

سوال.....آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟

جواب.....میں نے سولہ سال کے بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا ہے الخ

یعنی سولہ سال کی طویل مدت تک ایک راہ پر چل کر اس کی غلطی اور گمراہی معلوم ہونے کے بعد بھی علیٰحدہ ہونے اور اس راہ کی غلطی کا اعتراف واقرار کرنے میں ننگ وعار نہیں تو پھر کیوں نہ یہی توقع کی جائے ایسے صاحب قلم سے جو کہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے فارغ

التحصیل ہیں اور بانی جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی کی صحبت میں رہ کر حقیقت نفاق'' تصنیف فرما چکے ہیں اور جن کی زندگی کا شاہکار ''معرکۂ اسلام و جاہلیت'' ہے جس پر جماعت اسلامی کو بڑا فخر حاصل ہو۔ امید ہے کہ وہاں تو غرور سیادت اپنی غلطی کے اعتراف کرنے سے مانع نہیں ہوگا۔

اس قدر صاف اور صریح حدیث کی مخالفت اور تردید کا تیسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ فاضل مضمون نگار کو اس حدیث میں ہی کلام ہو، پھر اس کلام کی چند جہات ہیں ایک جہت یہ ہے کہ عقل سلیم کی کسوٹی پر کسنے سے ان کو اس میں کھوٹ نظر آیا ہو جیسا کہ ایک دوسری زبان زد روایت کے متعلق حق تحقیق ادا کرنے کیلئے خود ایک جگہ لکھا ہے۔

حدیث پرکھنے کا طریقہ

۱۶:- مادہ پرستی کے ائمہ نے جب مسلمانوں میں وطنیت کے مہلک جراثیم کو پھیلانا چاہا تو نہایت بے باکی سے حب الوطن من الایمان کی ''حدیث'' گھڑ لائے۔

اور اس سنت غرب کو سنت رسول کی حیثیت سے مسلمانوں میں براڈ کاسٹ کرنے لگے۔

اصول روایت کو چھوڑیئے کہ اس دور تجدید میں ''اگلے وقتوں'' کی ''بکواس'' کون سنتا ہے۔ عقل سلیم اور اصول درایت کی کسوٹی پر کس کر دیکھئے کہ آیا اس چمکتی ہوئی چیز میں سو فیصد کھوٹ کے علاوہ کوئی اور شئ بھی ہے اھ۔ (ترجمان[1] ج ۱۴ عدد ۲ ص ۱۱۱)

محدثین نے بھی سند ''اصول روایت'' کے اعتبار سے اسکو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے چنانچہ علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں اور ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے[2] اور اصول درایت کے پیش نظر اس کے بعض معانی کو صحیح بھی قرار دیا ہے مجھے اس وقت ان

---

[1]..... ترجمان ج: ۲۶، عدد ۲، ص: ۱۱۱، حب الوطن من الایمان کی حقیقت، لاھور.

[2]..... حب الوطن من الایمان قال الزرکشی لم اقف علیه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معانی سے بحث مقصود نہیں صرف طرز تنقید کا نمونہ پیش کرنا ہے کہ ممکن ہے اسی جہت سے اس حدیث کو بھی عقل سلیم کی کسوٹی پر کس کر دیکھا ہو اور اصول روایت کو نا قابل التفات سمجھا ہو۔

دوسری جہت یہ ہے کہ اصول روایت ''سند'' سے بحث کرنے کے باوجود حدیث سے گمان صحت ہی حاصل ہوتا ہو اور علم یقین حاصل نہ ہوتا ہو جیسا کہ بانئ جماعت مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

احادیث مفید یقین نہیں

۱۷:-احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہونچتی ہوئی آئی ہیں، جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین اھ (ترجمان[۱] ج ۲۶، عدد ۳، ص ۲۶۷)

جو چیز مفید یقین نہ ہو اس کی طرف توجہ کرنا یا معرض بحث میں لانا غالباً بے سود سمجھا ہوگا لیکن اس کو رد کرنا تو کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا جب تک اس کے خلاف اس سے قوی دلیل موجود نہ ہو۔

تیسری جہت یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک اس کی سند تو صحیح ہو لیکن جماعت اسلامی اپنے اصول کے ماتحت اس کو حدیث رسول قرار دینے کے لئے تیار نہ ہو جیسا کہ بانی جماعت مودودی صاحب نے لکھا ہے:

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وقال السید معین الدین الصفوی لیس بثابت وقیل انه من کلام بعض السلف وقال السخاوی لم اقف علیه ومعناه صحیح قال المنوفی ما ادعاهٗ من صحة معناه عجیب..... (الموضوعات الکبیر لملا علی قاری ص: ۶۱، المقاصد الحسنة ص: ۱۸۳، حرف الحاء المهملة، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ص: ۲۶۷، قبیل خدا کے حضور دعا کرتے ہوئے ہاتھ اٹھانا، مطبوعه لاهور.

کیا ہر صحیح حدیث کو حدیث رسول مان لیا جائے

۱۸:- اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے، آپکے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں، ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے، اسکے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے، قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے، اسکا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملہ میں قوی تر ذرائع سے جو سنت ثابتہ ہم کو معلوم ہو اس پر بھی نظر ڈالی جائے، علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جنکا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے۔ (رسائل[1] و مسائل ج ۱ ص ۲۹۰) لاہور

حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی طرف درست ہونے کے لئے جو متعدد پہلو مبہم رہ گئے ہیں ان میں بہت وسعت ہے۔

مودودی صاحب کا موقف

اس عبارت میں مودودی صاحب نے اپنا موقف متعین کر لیا ہے کہ وہ محدثین کے مقابلہ میں اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں کہ جس حدیث کو ان محدثین نے صحیح کہا ہو جن کو

---

[1].....رسائل و مسائل ص: ۲۹۰/۱، احدیث کی تحقیق میں اسناد الخ، مطبوعہ لاہور،

ہر ہر راوی کی جرح وتعدیل کے متعلق پوری تفصیلی معلومات حاصل ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگیاں روایات کی چھان بین کیلئے وقف کردی ہیں ان سب کے مقابلہ کے لئے مودودی صاحب خم ٹھونک کر میدان میں حاضر ہیں اس حدیث کو صحیح کہنا کیا معنیٰ جب تک اپنے فہم کی میزان میں وزن نہ کرلیں اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنا ہی درست نہیں سمجھتے۔

اس کی زد محدثین پر کیا پڑتی ہے اور پڑھنے والے کے ذہن میں ان کی حیثیت کیا قائم ہوتی ہے یا باقی رہتی ہے وہ ظاہر ہے لیکن شاید زور تنقید میں اس مقام پر مودودی صاحب کو اپنا اصول فراموش ہوگیا، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۹:- احادیث کی صحت کے باب میں محدثین ہی سند ہوسکتے ہیں نہ کہ غیر محدثین خواہ وہ بجائے خود کتنی ہی بڑی شخصیت کے بزرگ ہوں اھ۔ (جماعت[1] اسلامی کا پہلا اجتماع ص۲۹)

یہ اصول جماعت کی ابتدائی تشکیل کے وقت شعبان ۶۰ھ میں تجویز فرمایا گیا تھا اور متعدد تصانیف میں اس اصول کے پیش نظر مختلف روایات پر جرح بھی کی ہے مثلاً روایات ظہور مہدی وغیرہ اور اعتماد بھی کیا ہے مگر اس مقام پر اس کے خلاف زور لگا کر محض محدثین کی تصحیح پر اعتماد کرکے حدیث کو حدیث رسول ہی کہنے کیلئے آمادہ نہیں، اگر اپنا اصول فراموش نہیں ہوا تو شاید تجربہ سے اپنا اصول ہی غلط ثابت ہوا اسلئے اس کے خلاف قلم اٹھایا یعنی تجربہ سے معلوم ہوا کہ فن حدیث اور محدثین میں اتنی کمزوریاں ہیں کہ محدثین کی وقعت کے باوجود ان پر پورا اعتماد ہی درست نہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

۲۰:- فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بناء پر جنکا میں نے ذکر کیا ہے ہم اس امر کا التزام نہیں کرسکتے کہ محض علم روایت کی بہم پہونچائی ہوئی معلومات پر پورا اعتماد کرکے ہر اس حدیث کو حدیث رسول تسلیم کرلیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔ اھ (رسائل[2] ومسائل ج۱، ص۲۹۲)

---

[1]..... مصنفه قمر الدين خان ناظم شعبۂ تنظيم جماعت.

[2]..... رسائل ومسائل ص:۲۹۲/۱، احادیث کی تحقیق میں اسناد الخ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان۔

جب فن حدیث اور محدثین کی کمزوریوں کا جائزہ لیا گیا تو بڑے سے بڑے محدث کو نہیں بخشا گیا حتی کہ بخاری شریف کی ایک مرفوع متصل صحیح حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا کہ۔

۲۱:- یہ جھوٹ ہے، مہمل افسانہ ہے اھ ملاحظہ ہو (رسائل[1] ومسائل ج۲ص ۳۵)

حالانکہ بخاری شریف کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے۔

اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتران الی مصنفیهما وان کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین حجۃ[2] اللہ البالغه ج ۱ ص ۱۳۳ .

یعنی بخاری ومسلم کے متعلق محدثین کا اتفاق ہے کہ ان کی تمام متصل مرفوع حدیثیں بالیقین صحیح ہیں اور ان کی سند ان کے مصنفوں تک متواتر ہے اور جو شخص ان کو کمزور اور ہلکا قرار دے وہ مبتدع اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر ان کے خلاف راستہ پر چلنے والا ہے۔

جب اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مودودی صاحب کے نزدیک یہ حال ہے کہ اسمیں بھی حضور اکرم ﷺ کی طرف سند متصل کے ساتھ جھوٹ اور مہمل افسانہ منسوب کر دیا گیا ہے تو پھر مودودی صاحب کیسے اس پر کلی اعتماد کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں مودودی صاحب کیوں نہ اپنے لئے ایسا مَوقف تجویز کر لیں کہ سارے محدثین ایک طرف اور مودودی صاحب ایک طرف، اب جس حدیث کو ان کا فہم صحیح بتائیگا وہ اس کی سند پر اعتماد بھی کر لیں گے اور اس حدیث کو حدیث رسول بھی فرمائیں گے اور جو حدیث ان کے فہم کی میزان میں پوری نہیں اترے گی اس کو بے دھڑک رد کر دیں گے، فن حدیث کی طرح فقہ اور کلام میں بھی انکا مستقل مسلک ہے وہ کسی کے پابند نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

---

[1]..... رسائل ومسائل ص:۲/۳۷، تفسیر آیات وتاویل حدیث، مطبوعه لاهور.

[2]..... حجة الله البالغة ص۱۳۳/۱، المبحث السابع، باب طبقات کتب الحدیث، مطبوعه لاهور.

مودودی صاحب کا موقف فقہ اور کلام میں

۲۲:- فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر اختیار کیا ہے اور پچھلے آٹھ سال کے دوران میں جو اصحاب ترجمان القرآن کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں۔اھ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص۲۰)

مودودی صاحب کو علم حدیث میں محدثین پر اعتماد نہیں اسلئے اسمیں مستقل موقف رکھتے ہیں، علم فقہ میں فقہاء پر اعتماد نہیں اسلئے اسمیں مستقل مسلک رکھتے ہیں علم کلام میں متکلمین پر اعتماد نہیں اسلئے اس میں خاص ذاتی مسلک رکھتے ہیں، فقہاء و متکلمین پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ انشاء اللہ قریب ہی مذکور ہوگی، غرض ان کی ہر چیز جمہور اہل علم وفن سے الگ ہے، خواہ وہ ایمانیات سے متعلق ہو خواہ فروعی اعمال سے خواہ نقل حدیث سے خواہ تفسیر قرآن اور فہم قرآن سے کسی چیز میں وہ کسی کے متبع اور پابند نہیں، ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اسوہ، سنت، بدعت بھی سب سے الگ

۲۳:- میں اسوہ، سنت، بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے یہاں رائج ہیں۔اھ (ترجمان ج۲۶، عدد۳، ص۲۷۴[1])

بات ذرا طویل ہوگئی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ صاف اور صریح حدیث پر ہمارے فاضل مضمون نگار کا اعتماد نہ کرنا کس جہت سے ہے۔ چوتھی جہت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ حدیث پرانی کتابوں کے ذخیرہ میں سے ہے اس لئے قابل التفات نہیں۔

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، :۲۷۴، تاثرات اجتماع (دارالاسلام) کے تحت کچھ سوالات، مطبوعہ لاھور.

تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے قرآن وسنت کی تعلیم نہ دی جائے

۲۴:-قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وسنت کے پرانے ذخیروں سے نہیں انکے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئے جو قرآن وسنّت کے مغز کو پاچکے ہوں۔ اھ تنقیحات[1] ص ۱۲۶

مگر نہیں معلوم کہ حدیث کا پرانا ذخیرہ چھوڑ کر مودودی صاحب اور ان کے متبعین نئی حدیثیں کہاں سے اور کیسے پیدا کریں گے اور ان کو حدیث کہنا کس بناء پر درست ہوگا، کیوں کہ نئے رسول پیدا ہونے بند ہوگئے کہ ان کے ارشادات کو حدیث رسول قرار دیا جائے (آج تو ہر حدیث پر تیرہ چودہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ عجیب معمہ ہے قرآن وسنت کی تعلیم تو ضروری مگر تفسیر وحدیث سے سخت بیزاری۔

محدثین نے کس قدر جانکاہ محنتیں برداشت کر کے ان ذخیروں کو جمع کیا ہے مگر آج وہ مودودی صاحب کے نزدیک اس قابل نہیں کہ تفسیر قرآن اور تشریح سنت میں ان سے مدد لی جاسکے۔

اسی قسم کی تحریرات سے مجبور ہو کر اہل حدیث حضرات کو لکھنا پڑا کہ یہ نظریات تمام ائمہ اہل حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں آج کے جدید اعتزال وتجہم کے جراثیم مخفی ہیں اھ (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ص ۱۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو یہ تدبیر کی تھی کہ براہ راست خود نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے اقوال کو حدیث قرار دیا اس کے متبعین نے حدیث کے پرانے ذخیروں کو پس پشت پھینک کر نیا ذخیرہ جمع کرلیا۔

مسٹر عنایت اللہ خاں مشرقی نے اتباع سنّت پر بہت زور دیا مگر اتباع سنّت کی تشریح

---

[1]..... تنقیحات ص: ۱۸۰، ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص، مطبوعہ دھلی.

کچھ اس طرح کی کہ علماء نے دنیا کو بہکا رکھا ہے، سنّت اور اتباع سنت کا مفہوم لوگوں کے دلوں میں غلط بٹھا کر ان کو گمراہ کر رکھا ہے اتباع سنت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جو بات تیرہ سو سال پہلے فرمادی گئی بس اسی پر ہمیشہ عمل کیا جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ اپنے زمانہ میں امیر اور ڈکٹیٹر تھے، جس طرح آپ کی بات آپ کے زمانہ میں بحیثیت امیر مانی جاتی تھی اسی طرح ہر زمانہ میں اس زمانہ کے امیر کی بات بے چون و چرا مانی جائے، یہ ہے اتباع سنت کا مفہوم۔

اسی تشریح کے ماتحت اپنی بات کا وہ وزن قائم کرلیا جو نبی اکرم علیہ کی حدیث کا تھا نہ صاف لفظوں میں نبوت کا دعویٰ کیا کہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے قرآن وسنت سے انحراف ہو کر کفر عائد ہو، نہ سنت کو ناقابل اعتماد کہا کہ منکر سنت کہلائے، نہ اپنے اقوال کو حدیث قرار دیا، غرض اپنے نزدیک ہر قسم کے خرخشوں سے دامن بچا کر اپنے اقوال کی وہ حیثیت ضرور قائم کرلی کہ پرانے ذخیرہ حدیث کی طرف توجہ کی ضرورت نہ پیش آئے، بلکہ وہ سب کالعدم ہو کر ہر قسم کی روشنی خود مشرقی صاحب کے اقوال سے حاصل کی جائے۔

پانچویں جہت حدیث پر اعتماد نہ کرنے کی یہ ہوسکتی ہے کہ یہ حدیث حافظ ابن کثیر نے نقل کی ہے تفسیر ابن کثیر اور ابن جریر کے متعلق جماعت اسلامی کی طرف سے سخت تنقید کی گئی ہے کہ الامان الحفیظ جس کا حاصل یہ ہے کہ انکار حدیث کا جو فتنہ آج ابھر رہا ہے وہ ان کی جمع کردہ احادیث کا لازمی نتیجہ ہے، خود مودودی صاحب کے ارشادات سے اس فتنۂ انکار حدیث کو کس قدر شے ملتی ہے۔

فرماتے ہیں!

ترکی علماء ومشائخ پر تنقید

۲۵:- وہ اب بھی اپنے وعظوں میں قرآن کی وہی تفسیریں اور وہی ضعیف حدیثیں سنا رہے

تھے جن کو سن کر سو برس پہلے تک کے لوگ تو سر دھنتے تھے مگر آج کل کے دماغ ان کو سن کر صرف ان مفسرین ومحدثین ہی سے نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے بھی منحرف ہو جاتے ہیں[۱]۔ اھ تنقیحات ص ۷۶

چھٹی جہت یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے نزدیک آیت فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ[۲] کا مفہوم بیان کرنے کے لئے۔ مودودی صاحب کی ہدایت کے مطابق نفس تفسیر ہی کی ضرورت نہ ہو پھر اس سے متعلق حدیث کی طرف کیوں التفات کیا جائے۔

فرماتے ہیں!

قرآن کے لئے تفسیر کی حاجت نہیں

۲۶:-قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے بنظر غائر قرآن کا مطالعہ کیا ہو اور جو بطرز جدید قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو[۳]۔ اھ تنقیحات ص ۲۱۲۔

ان پروفیسر صاحب نے اگر قرآن کا مطالعہ حدیث سے علیٰحدہ ہو کر کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ انہوں نے قرآن کا مطلب وہی سمجھا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے سمجھا اور صحابۂ کرام کو سمجھایا ہے، کیوں کہ حدیث کی روشنی ان کے پاس نہیں پھر یہ فہم وتفہیم محض اپنی ذاتی رائے سے ہوگی، حدیث شریف میں ارشاد ہے **من فسر القرآن برأيه فليتبوّأ مقعده من**

۱..... **تنقیحات ص: ۱۰۸، ترکی میں مشرق ومغرب کی کشمکش (دھلی)**

۲..... **سورۃ الدخان آیت: ۲۹، ترجمہ**:-سو نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا اور نہ انکو مہلت دی گئی (بیان القرآن)

۳..... **تنقیحات ص: ۲۹۹، مسلمانوں کے لئے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل (دھلی)**

النار. اھ[1] کنوز الحقائق ص ۱۵۶، بحواله مسند احمد

ترجمہ:- جو شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حدیث وتفسیر سے علیٰحدہ ہوکر قرآن کو سمجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ حکیم شمس الحسن صاحب صدیقی نے بڑی قوی شہادت کے ساتھ مودودی صاحب سے نقل کیا ہے۔

قرآن فہمی کا نیا طریقہ

۲۷:- قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہوسکتی ہے کہ اسکا خواہشمند پہلے تو یہ سمجھے کہ یہ الہام اس پر نازل ہورہا ہے اور وہ پھر یہ سمجھ کر پڑھے کہ وہ خود اس کلام کو نازل کر رہا ہے اور میں نے قرآن کو سمجھنے کیلئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ اھ نوائے پاکستان ص۴ کالم ۶، ۴ر ستمبر ۱۹۵۵ء

اسی طرز پر قرآن فہمی کی تلقین ترجمان اخبار دعوت دہلی ج ۱۱ شمارہ ۱۹۲۵ء سہ روزہ ایڈیشن میں اقبال کے والد محترم کی طرف سے کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

۲۸:- بیٹا کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم پر اترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہوا۔ اھ

---

[1]..... اخرجه بهذا اللفظ المناوی فی کنوز الحقائق وعزاه الی مسند احمد وکذاذکره الغزالی فی الاحیاء وعزاه العراقی الی الترمذی وابی داؤد والنسائی قال الزبیدی اخرجه الترمذی والطبرانی والبهیقی فی الشعب بلفظ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار قلت وکذا اخرجه احمد. (کنوزالحقائق ۲۰۱ ج۲، دارالکتب العلمیة بیروت، احیاء العلوم ص۳۳ ج۱، کتاب العلم، بیان مایدل من الفاظ العموم، مطبوعه عثمانیه مصر، ترمذی ص۱۲۳ ج۲، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه. مکتبه بلال دیوبند. طبرانی۲۸ ج۱۲. دارالاحیاء التراث العربی، مسند احمد ص ۲۶۹ ج۱، دارالفکر بیروت، اتحاف ص۲۵۷ ج۱، ۵۲۶، ج۴، کتاب آداب تلاوة القرآن، مطبوعه دارالفکر بیروت، (کوکب)

غرض قرآن پاک کو سمجھنے کیلئے حدیث وتفسیر سے استغناء تام ہو، بلکہ یہاں تو رسول کا واسطہ بھی ختم کردیا گیا پھر حدیث کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، جب حدیث کی حیثیت کو اسطرح فنا کردیا گیا تو پھر اگر جماعت اسلامی کسی جگہ اپنے مقاصد کیلئے حدیث نقل کرتی اور دعوت بھی دیتی ہے تو پڑھنے والوں کے اذہان میں اس کا وزن قائم ہونا دشوار ہوگا اور فطری طور پر اذہان یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ محض تحصیل مقصد کیلئے مسلمانوں کو حدیث رسول کا واسطہ دے کر مرعوب کیا جارہا ہے۔

جماعت اسلامی کے اس فکر سیال کو شیر مادر کی طرح پی کر پرویز صاحب نے پرورش پائی، پروان چڑھے اور حدیث کے مقابلہ میں علم بغاوت لے کر اودھم مچاتے پھر رہے ہیں حتیٰ کہ جماعت اسلامی کو بھی ان کا سنبھالنا دشوار ہوگیا اگر آپ کو طلوع اسلام کے اجراء کی کیفیت اور چودھری پرویز صاحب اور سید مودودی صاحب کے روابط سابقہ کی تاریخ معلوم ہوگی تو آپ میری اس بات کی پوری تصدیق اور تائید کریں گے، اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جب جماعت اسلامی ان کو کسی بات پر ٹوکتی ہے تو وہ فوراً جماعت اسلامی کی عبارت پیش کردیتے ہیں کہ عالیجاہا: ناراض نہ ہوں ہم جو کچھ حدیث پر اعتماد نہ کرنے کے سلسلہ میں کہتے اور لکھتے ہیں وہ سب کچھ آپ کا ہی عطا فرمودہ اور آپ ہی کی تعلیم کا ثمرہ ہے، دیکھئے فلاں کتاب میں آپنے یہ لکھا ہے اب اپنے لکھے ہوئے کو کیوں ہضم نہیں کرپاتے آپنے تو دوسری جماعتوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

۲۹:- میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں سے کسی میں یہ صلاحیت نہیں دیکھتا کہ وہ ہماری بنائی ہوئی گولیوں کو ہضم کرسکے اھ (ترجمان[1] ج۲۶ عدد۳ ص۱۸۷)

کیا ان کی اپنی بنائی ہوئی گولیوں کو ہضم کرنے کی صلاحیت سے آپ حضرات خود بھی

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، ۴، ۵، ۶، ص:۱۸۷، اجلاس ہفتم، سیاسی جماعتوں کی طرف سے مشکلات، ربیع الاول ص: ۱۳۶۴ھ، مطبوعہ لاہور،

محروم ہو گئے، جماعت اسلامی اپنی عبارات میں نئی نئی تاویلات کرتی اور نئے نئے مطالب ڈالتی ہے مگر ناکام رہتی ہے اور بات بنائے نہیں بنتی ان حالات کو دیکھ کر ہمارا دل اندر سے کڑھتا ہے اے کاش کھلے دل سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی عبارات اور اپنے خیالات کی اصلاح کر لی جاتی تو نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور جماعت اسلامی صحیح معنیٰ میں حق کی خادم اور اقامت دین کی علمبردار قرار پاتی مگر جماعت اسلامی کا مزاج ہی کچھ ایسا واقع ہوا ہے اور اس کے اصول ہی کچھ ایسے تجویز ہوئے ہیں، کہ اعتراف تقصیر جماعت کے اندر رہتے ہوئے دشوار معلوم ہوتا ہے، جس کو اعتراف تقصیر کرنا ہو وہ جماعت سے باہر جائے۔

دین کا مفہوم

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے اس نے کوئی گوشۂ حیات اور لمحۂ زندگی اپنے احکام اور ہدایات سے خالی اور آزاد نہیں چھوڑا، ہر مکلّف کو ہر حرکت وسکون کا جواب دینا ہوگا کہ اس کے احکام و ہدایات کی پابندی کی ہے یا نہیں، پھر اسکا فیصلہ ہوگا اسی مقصد عظیم کیلئے خدائے پاک کی دی ہوئی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو خرچ کرنے کی لگن ہو جانا دین پر عمل کرنا ہے، دین اپنی تفصیلات اور پھیلاؤ کے اعتبار سے بیشمار امور پر مشتمل ہیں، اصولی اور بنیادی حیثیت سے ان تفصیلات کو پانچ قسموں میں سمویا جا سکتا ہے۔

(۱) اعتقادات (۲) آداب (۳) عبادات

(۴) معاملات (۵) عقوبات۔

علم کلام

اعتقادات سے جس علم میں بحث کی جاتی ہے اس کو علم الکلام، علم العقائد، علم اصول

الدین کہتے ہیں، زمانہ خیر القرون میں قلوب کی سلامتی اور فیض نبوت کی بناء پر اس علم کے مدوّن کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن بعد میں جس وقت یونانی علوم (فلسفہ، منطق) عربی زبان میں منتقل ہوئے اور حکومت کی پشت پناہی اور تعاون سے ان کو فروغ ہوا تو ان کی زَد اسلامی عقائد پر براہ راست پڑی جس سے ایمان، اسلام، خدا کی ذات وصفات، رسولوں کی رسالت، ملائکہ کی حقیقت، کتب سماویہ کی حیثیت وصداقت، متشابہات کی تاویل وتشریح، حدوث عالم، تقدیر، حیات بعد الموت، سوال وجواب قبر، حشر ونشر، وزن اعمال، جنت، جہنم وغیرہ سے متعلق رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اعتقادات میں گوناگوں شبہات وساوس پیدا ہونے شروع ہوئے، تجہم، تجسم، تعطل، تشبہ، اعتزال وغیرہ کی بنیادیں پڑنے لگیں۔

اول اول محتاط علماء نے عوام کو ان کے دین کے تحفّظ کی خاطر یونانی علوم پڑھنے سے منع کیا جس طرح ہر باطل تحریک، قادیانیت وغیرہ کی کتابیں پڑھنے سے عوام کو آج بھی روکا جاتا ہے مگر الانسان حریص فیما منع اور حکومت کے ترقی منصوبہ کے پیش نظر ان کا رواج بڑھتا گیا، جیسے کہ آج بھی باطل تحریکات کا لٹریچر اور جبریہ تعلیم کا نصاب باوجود ہر طرح کی مساعی واحتجاج کے بڑھتا جا رہا ہے اور الحاد وزندقہ کا بے پناہ سیلاب اٹھا جس سے بنیادی عقائد متزلزل ہونے لگے تو اہل حق علماء اسلام نے علم کلام کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب فرمایا اور مسائل مذکورہ پر نقلی براہین قاطعہ کے ساتھ عقلی دلائل ہی پیش کئے اور فلاسفہ کے پیدا کردہ مغالطات ووساوس کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے نیز ان کے مفروضہ اصول کے ماتحت خود ان پر بے شمار اعتراضات کر کے ان اصولوں کو بے معنیٰ اور مہمل ثابت کر دیا کہیں کہیں ان کے اعتراضات کا جواب ان ہی کے اصولوں سے ٹکراؤ کی صورت میں دیا اس راہ میں ان علماء کو ایسی قربانیاں پیش کرنے کی نوبت آئی جو کہ قرن اول کے سرفروشانِ اسلام سے ملتی جلتی ہیں، مشکیں باندھی گئیں جس سے شانوں کے جوڑ الگ ہو گئے سو سو کوڑے روزانہ لگائے گئے،

جیلوں میں بے دردی اور سفا کی کی بھیانک صورت اختیار کی گئی حضرت امام احمد ابن حنبلؒ، شیخ احمد ابن نصرؒ، شیخ نعیم ابن حمادؒ وغیرہ اسی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے گئے۔

امام طحاویؒ، شیخ ابومنصور ماتریدیؒ، شیخ ابوالحسن اشعریؒ، امام الحرمین، امام غزالیؒ، قاضی بیضاویؒ، صدرالدین شیرازیؒ، شیخ ابن ہمامؒ، سعد الدین تفتازانیؒ، میر سید شریف جرجانیؒ، جلال الدین دوانیؒ، شیخ آمدیؒ، ملا علی قاریؒ وغیرہ علماء نے اپنے اپنے دور میں اس سیلاب عظیم کا بڑی جدوجہد سے مقابلہ کیا اور چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں تصنیف فرما کر ایک ایک مسئلہ کی پوری تنقیح کی اور مسلمانوں کے سامنے فرقہ ناجیہ ما انا علیہ واصحابی کے عقائد کو اس طرح نکھار کر پیش کیا کہ کسی راہزن کو ایوان اسلام میں نقب زنی کا موقع نہ مل سکے، ان حضرات کی مساعی جمیلہ اس وقت کا اتنا زبردست جہاد تھا کہ فرق باطلہ کی ریشہ دوانیوں سے اللہ پاک نے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ فرمایا پھر صدیوں تک پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات اسی علم کلام کی روشنی میں دیئے جاتے رہے بعد میں بھی جو کتابیں عموماً اس علم میں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں وہ بھی ان اکابر کی مرہون منت ہیں نمونہ دیکھنا ہو تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا رشید احمدؒ، مولانا محمد قاسمؒ، مولانا خلیل احمدؒ، مولانا انور شاہؒ، مولانا اشرف علیؒ، مولانا شبیر احمد وغیرہ کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔

اصولی اور بنیادی طریق پر صراط مستقیم کے ایسے واضح اعلام نصب کر دئے گئے کہ راہرو اُن کو دیکھ کر ٹھیک منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کے مدارج عالیہ کو بلند تر فرمائے ان کا تمام مسلمانوں پر احسان عظیم ہے، یہ ہے علم کلام کا مختصر خاکہ اب ملاحظہ فرمایئے کہ جماعت اسلامی کی نظروں میں علم کلام اور متکلمین کی حیثیت کیا ہے جس کی وجہ سے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے مسلک کلامی پر تنقید مقصود نہیں کہ ان کا مسلک جمہور متکلمین سے کس قدر ہم آہنگ اور کس قدر متضاد اور کتنا کتاب وسنت

سے قریب اور کتنا بعید ہے۔

متکلمین پر تنقید

۳۰:- ہمارے متکلمین نے بالعموم یہ غلطی کی ہے کہ اسلام کے کسی اصول کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے جب انہیں اپنے گھر کی کوئی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے دوسروں کے کسی نظریہ اور واہمہ کو اساس بنا کر اپنے مزعومات کی عمارت کھڑی کر دی اس طرح کی غلط وکالت سے اسلام کو جو نقصان پہنچا وہ اسلام کے مخالفین کی مخالفتوں سے اس کو نہیں پہنچا ظاہر ہے کہ اسلام کے کسی اصول کو صحیح عقلی وفطری دلائل سے نہ ثابت کر سکنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ خدانخواستہ اسلام اپنے اصولوں کی سچائی کے عقلی وفطری دلائل نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات غیر فطری عقلیات سے اپنا مذاق اس قدر بگاڑ چکے تھے کہ اسلام کی عقلیت اور قدر و قیمت کو پہچان نہیں سکتے تھے ایسی صورت میں ان کیلئے صحیح راہ یہ تھی کہ خواہ مخواہ اسلام کی وکالت کا ذمہ نہ لیتے بلکہ اپنے جن مشغلوں میں مشغول تھے ان میں مشغول رہتے، لیکن دین آباء کی حیثیت سے اسلام کیلئے ان کے دلوں میں جو عصبیت تھی وہ انہیں مجبور کرتی تھی کہ وہ جس دین کا نام لیتے ہیں عقلی اصولوں پر اس کی سچائی ثابت کریں، اسلام کی عقلیت ان کے فساد مزاج اور قرآن سے محرومی کی وجہ سے ان کے دل کو اپیل نہیں کرتی تھی اس وجہ سے وہ مجبور ہوئے کہ اسلام کو اس عقلیت کے معیار پر پورا ثابت کریں جو ان کے زمانہ میں مقبول عام وخاص ہے ان کی اس غلط کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی محکم اور سچی تعلیمات کی ساری عمارت اس کی اپنی چٹان سے زیادہ مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر دوسروں کی بالکل کمزور اور پھس پھسی بنیادوں پر کھڑی کر دی گئی ان حضرات نے یہ کوشش کتنی ہی نیک نیتی سے کی ہو لیکن اسکے نتائج نہایت ہی خطرناک نکلے زمانہ کے امتداد، افکار اور حالات نے جب وہ نظریات بے

حقیقت ثابت کر دیئے جو کل تک مقبول عام تھے تو اس کی زَد لازماً اسلام کے ان اصولوں پر بھی پڑی جن کو ان غلط نظریات پر ڈھالنے کی کوشش کی گئی تھی، اس طرح ہمارے متکلمین کی بدولت اسلام کے متعلق بہتوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس طرح وہ نظریات پرانے ہو گئے اسی طرح اسلام بھی پرانا ہو گیا یہ سوءظن پیدا کرنے میں جس طرح ہمارے پرانے متکلمین نے حصہ لیا ہے اسی طرح ہمارے نئے متکلمین نے بھی حصہ لیا ہے اور اس میں بنیادی غلطی جو چھپی ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ حق کی حمایت کیلئے ان لوگوں نے حق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کیلئے باطل کا تعاون ضروری سمجھا، حالانکہ حق کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ثابت اور محکم ہوتا ہے اور عقل وفطرت کے اندر اسکی جڑیں نہایت دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، لیکن ہمارے متکلمین یونانیوں کے بتائے ہوئے طریقۂ فکر واستدلال کے اتنے خوگر ہو چکے تھے کہ وہ قرآن کے طرز استدلال کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے حالانکہ اگر وہ استدلال کی ان خلاف فطرت روشوں کو چھوڑ کر قرآن اور پیغمبر ﷺ کے حکیمانہ طرز استدلال کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ قرآن کے ہر دعویٰ کی بنیاد ایسے محکم دلائل پر قائم ہے جو زمان ومکان کی تمام قیود وحدود اور انقلاب آراء وافکار کے تمام اثرات سے بالکل آزاد ہیں۔ (ترجمان[1] ج ۲۹ عدد ا ص ۹، ۲۰)

کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ ایسی تنقیدوں کو پڑھنے کے بعد بیچارے سادہ لوح وناواقف مسلمانوں کے دلوں میں ان اکابر اسلاف ائمہ ہدیٰ کے خلاف کس قدر حقارت نفرت، غیظ وغضب کے جذبات پیدا ہوں گے۔

جب کہ جماعت اسلامی کے نزدیک پرانے اور نئے علماء متکلمین سب کا یہ حال ہے کہ وہ

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۲۹، عدد ۱، ص – ۲۰، مطبوعہ لاہور،

اسلام کی عقلیت کی قدر و قیمت کو پہچان نہیں سکتے تھے ان کا مذاق بگڑ چکا تھا ان کا مذاق فاسد تھا وہ قرآن سے محروم تھے وہ اسلام کو محض اس عصبیت پر مانتے تھے کہ یہ ان کے باپ دادا کا دین ہے جس طرح مشرکین کہا کرتے تھے علیه وجدنا ابائنا، کہ ہم بت پرستی اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے باپ دادا کا دین ہے یعنی وہ محض نسلی مسلمان تھے انہوں نے اسلام کی غلط وکالت کر کے اسلام کو ایسا سخت نقصان پہونچایا کہ اسلام کے مخالفین نے بھی ایسا نقصان نہیں پہنچایا جس سے بہتوں کو یہ خیال ہوگیا کہ اسلام پرانا ہوگیا یعنی اب قابل عمل نہیں رہا ان کو اسلام کی وکالت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا تو ان متکلمین کی تصنیفات کا جو حال ہوگا وہ ظاہر ہے۔ جماعت اسلامی نے متقدمین ومتأخرین متکلمین سے براہ راست دین کو نہیں سمجھا بلکہ ان کی کتابوں ہی سے جو کچھ سمجھا ہے اسی پر یہ حسن ظن قائم کیا اور ان کی خدمات جلیلہ کی داد دی ہے، آپ خود ہی غور کر لیں کہ ایسی کتابوں کے متعلق جماعت اسلامی کی رائے کیا ہوگی جن سے اسلام کو اس قدر نقصان پہنچا ہے اور کس مقصد کیلئے ایسی کتابیں تصنیف کی گئی ہوں گی، عام مسلمان جماعت اسلامی کو قبول کرنے میں کیوں دیر لگا رہے ہیں، اس سوال کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔

فقہی اور کلامی تصنیفات کا مقصد

۳۱:- ہم نے جہاں تک غور کیا ہے اس خالص دینی دعوت سے مسلمانوں کی بے پرواہی کے اسباب نہایت گہرے ہیں مسلمان اپنی موجودہ حالت تک ایک دو دن میں نہیں پہنچے ہیں ان کو درجہ بدرجہ اس حالت تک لایا گیا ہے اور ہر منزل میں ان کو از روئے کتاب وسنت یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہی حالت آج اسلام وایمان کا تقاضہ ہے ان کے حق سے انحراف پر ایک زمانہ گذر چکا ہے اور اس غلط راہ کے ہر موڑ پر انہوں نے مدتوں یہ سمجھ کر قیام کیا ہے کہ یہ عین دین وشریعت کی صراط مستقیم ہے اور ان کی اس

غلط فہمی کے راسخ کرنے میں ارباب دین نے حصہ لیا ہے اور اس بے راہ روی کے نہ صرف جواز بلکہ استحسان پر ضخیم فقہی اور کلامی تصنیفات مرتب کر دی گئی ہیں، یہاں تک کہ ان کو یقین ہے کہ ان کا جو قدم بھی اٹھا ہے وہ شریعت کے دائرہ کے اندر اٹھا ہے اور آج بھی جہاں وہ ہیں شریعت ہی کا ایک مقام ہے اس سے الگ نہیں، ظاہر ہے کہ جس جماعت کو اس طرح درجہ بدرجہ گرایا گیا ہو جس کا گرنا ایک طرف مخفی ہو جس کے زوال کی تاریخ اتنی لمبی ہو جس کو یقین دلایا گیا ہو کہ اس کا یہ گرنا گرنا نہیں بلکہ اچھلنا ہے جو اس غلط فہمی میں ہو کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں بھی شریعت سے الگ نہیں بلکہ عین شریعت کے مطابق ہے وہ آپ کی دعوت کو کس طرح آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے جو ان سے کسی جزئی ترمیم واصلاح کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ ان سے سچی توبہ اور کامل اصلاح کا مطالبہ کرتی ہے جب آپ ان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ یَـا اَیُّھَـا الَّذِیْنَ اٰمَـنُوْا، اٰمِنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان کے مدعی ہو حقیقی ایمان لاؤ اور ان کے اعمال سے لے کر ان کے عقائد تک میں رخنہ بتاتے ہیں، تو قدرتی طور پر ان کو اس بات سے چوٹ لگتی ہے اور ان کی دینداری کا دیرینہ پندار مجروح ہوتا ہے وہ یہ بات آسانی کے ساتھ ماننے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے کہ وہ آج تک ایک بالکل غلط راہ پر بھاگ رہے تھے۔اھ (ترجمان[1] ج۲۶ عدد ۳ ص۱۸۴)

اس عبارت میں عام مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ فقہی اور کلامی تصنیفات ان کو بے راہ اور دین سے منحرف کرنے کیلئے مرتب کی گئی ہیں اور ان کو مرتب کرنیوالے ارباب دین ہیں، جب عوام کو ارباب دین کے ان مظالم کا شعور ہوگا جن کی وجہ سے وہ آج تک حق کو قبول کرنے سے محروم رہے اور جب وہ سمجھیں گے کہ فقہ اور کلام کی کتابیں ان مظالم سے پُر ہیں تو انکی دینی غیرت کیسے اجازت دیگی کہ وہ فقہ اور کلام کی طرف متوجہ ہوں، بلکہ ان کتابوں کا دنیا میں رہنا

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، ۴، ۵، ۶، ص:۱۸۴، اجلاس ھفتم، ایک سوال کا جواب، مطبوعہ لاھور.

کیسے گوارا کریں گے اور متکلمین وفقہاء سے کوئی اعتقادی یا عملی مسئلہ پوچھنے کے کب روادار ہوں گے، اب رہ گیا یہ سوال کہ خود علماء اس دعوت کو کیوں قبول نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

علماء کی بے پرواہی

۳۲:- ہماری دعوت سے عام مسلمانوں کی بے پرواہی کیوجہ یہ ہے، رہے علماء تو ان کی نسبت ہر شخص جانتا ہے کہ یہی حضرات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ان کی موجودہ حالت تک رہنمائی کی ہے یہ بہار ان ہی کی لائی ہوئی ہے دینداری اور تقویٰ اسلام اور ایمان توحید اور رسالت کا موجودہ مفہوم جو عوام کے ذہنوں میں راسخ ہے انہی کا پیدا کیا ہوا ہے یہ لوگ نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں یہ انہی کا کام تھا کہ آفات ومصائب کے اندر سے وہ اسلام کو بچالائے اور آج بھی اس کو بچائے ہوئے ہیں ایسے لوگوں سے، جو اتنی پیچ در پیچ خوش گمانیوں میں مبتلا ہوں آپ یہ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ آج وہ کھلے دل سے اس بات کا اقرار کریں گے کہ آج تک انہوں نے جو رہنمائی کی ہے وہ غلط ہے اور صحیح راہ وہ ہے جس کی دعوت فلاں جماعت دے رہی ہے۔اھ (ترجمان[1] ج۲۶ عدد۳ ص۱۸۵)

معلوم ہوا ہے کہ جس طرح جماعت اسلامی کے نزدیک عام مسلمانوں کا دین دین نہیں بلکہ حق سے انحراف ہے اور ان کی راہ شریعت کی صراط مستقیم نہیں بلکہ غلط راہ ہے اسی طرح علماء کا اسلام اسلام نہیں ہے، ان کا ایمان ایمان نہیں ہے، ان کی دینداری دینداری نہیں، ان کا تقویٰ تقویٰ نہیں، ان کی توحید، توحید نہیں ان کی تسلیم رسالت تسلیم رسالت نہیں، غرض جن امور پر مدار نجات ہے وہ سب غیر معتبر ہیں۔

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، ۴، ۵، ۶، ص۱۸۵، اجلاس ھفتم، ایک سوال کا جواب، مطبوعہ لاھور.

جماعت اسلامی کا خاص کمال

بریلوی اور قادیانی جماعتوں نے اپنے سے باہر تمام مسلمانوں پر کفر کے بم برسائے تھے اس کے نتائج نہایت ناخوشگوار برآمد ہوئے جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

جماعت اسلامی نے تکفیر کے معاملہ میں بہت ہی حزم واحتیاط کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور بڑی حد تک صاف لفظوں میں کفر کا حکم نہیں لگایا ہے یہاں تک کہ جو شخص عالَم کو حادث نہ مانے اور مادہ کو قدیم کہے اس کو بھی کافر نہیں کہا بلکہ کفر کا حکم لگانے سے دوسروں کو بھی روکا ہے۔

۳۳:- اگر ایک شخص عالَم کو حادث نہیں مانتا اور مادہ کو قدیم کہتا ہے تو آپ محض اس قول کی بناء پر اسے کافر کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ اھ (ترجمان[1] ج ۸ عدد ۴۲۴)

لیکن اپنی فنّی مہارت اور دلکش عبارت سے یہ چیز ذہنوں میں ضرور پیدا کر دیتی ہے کہ پڑھنے والا خود بخود تجویز کرنے پر مجبور ہو جائے کہ جبکہ علماء کا ایمان ایمان نہیں ہے تو ایمان کی ضد آخر ہے کیا چیز اور اسلام کی ضد کیا ہے، توحید کی ضد کیا ہے، رسالت کی ضد کیا ہے، جب یہ سوال بار بار پیدا ہوگا تو ک، ف، ر، کی زحمت برداشت کئے بغیر وہ خود ہی وہاں تک پہونچ جائیگا پھر عام مسلمان نہ متکلمین نہ متقدمین ومتاخرین کی طرف رُخ کرینگے نہ فقہاء کی طرف بلکہ سب طرف سے کٹ کر جماعت اسلامی ہی کو ایمان واسلام کا حقیقی علمبردار، توحید و رسالت کا واقعی رمز شناس، دیندار وتقویٰ کا اصلی مخزن تصوّر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جب تک جماعت اسلامی کی پیش کردہ راہ پر کوئی شخص گامزن نہیں ہوگا اسکے ایمان واسلام کا کوئی وزن تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی کم فہم ایک چیز کو دیکھ کر اسکی ضد کو معلوم نہ کر سکے اور استعارات کی حدود تک نہ پہنچ سکے اور وہ جانتا ہی نہ ہو کہ ایمان کی ضد کیا ہے تو اس کی خاطر اس سے زیادہ واضح کلمات کا لکھنے کا تلخ فریضہ بھی ادا کرنے سے انکار نہیں، قبول حق کے سلسلہ میں عوام اور علماء کے درمیان نفسیاتی فرق کس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

---

[1]..... ترجمان القرآن ج:۸، عدد۵، ص ۴۲۴، مطبوعہ لاھور،

دنیاداروں کی نفسیات

۳۴:- آپ کو یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ احساس دینداری کا فتنہ دنیاداری کے فتنہ سے زیادہ سخت ہے جو لوگ کسی نفس پرستی میں دنیاداری کی راہ سے مطلع ہوئے ہیں، جونہی ان کے دل پر حق کی تجلی پرتو افگن ہوتی ہے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور صحیح راہ ان پر آشکار ہو جاتی ہے ان کی رکاوٹیں زیادہ تر سستی اور پست ہمتی کی قسم کی ہوتی ہیں، جو دل کی معمولی تبدیلی سے بھی دور ہو جاتی ہیں۔ (ترجمان[1] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۸۵)

یہاں تک تو عوام پر شفقت اور ہمدردی کا اظہار ہے کہ بہت جلد جماعت اسلامی کی بنائی ہوئی حق کی تجلی ان کی آنکھیں کھول سکتی ہے جس سے وہ صحیح راہ اختیار کر سکتے ہیں اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس حق کو حق نما سے جدا کرنے کی کوئی کسوٹی نہیں، آگے علماء کے متعلق ارشاد ہے کہ۔

علماء کی نفسیات

۳۵:- لیکن جو حضرات اپنی غلطیوں کو دین وتقویٰ بنا کر پرستش کرتے اور کراتے رہتے ہیں ان کیلئے اپنے محبوب بتوں کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں یہی تو وہ جہاد اکبر ہے جس کے اہل بہت کم نکلتے ہیں اور اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ اس کمزوری میں ہمارے علماء بھی مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کیلئے آزمائشیں رکھی ہیں اور جن کی نگاہیں جتنی تیز ہیں ان کیلئے فتنہ کا جال اتنا ہی باریک اور مخفی ہے اھ (ترجمان[2] ج ۲۶، عدد ۳، ص ۱۸۵)

---

[1]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ص: ۱۸۵، اجلاس ھفتم، ایک سوال کا جواب، مطبوعہ لاھور.

[2]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ص ۱۸۵، اجلاس ھفتم، ایک سوال کا جواب، مطبوعہ لاھور.

اس عبارت میں صاف صاف کہدیا کہ علماء نے اپنی غلطیوں کو دین وتقویٰ بنا رکھا ہے اور یہی ان کے مخفی بُت ہیں جن کی وہ خود بھی پرستش کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی پرستش کراتے ہیں یعنی اصلی دین جس کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[1] ان کے پاس نہیں ہے۔

ایک نیا دین

یہ بھی بتادیا گیا کہ جماعت اسلامی کا پیش کردہ دین ایک نیا دین ہے جس سے عوام اور علماء سب ناواقف ہیں، اسلئے جماعت اسلامی میں داخلہ کیلئے از سرنو کلمہ شہادت ادا کرنا ضروری ہے اور اس شرط سے کسی بڑے عالم اور شیخ طریقت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

۳۶:- جماعت میں جب کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر از سرنو کلمہ شہادت ادا کرنا چاہئے اور پھر اس سے دریافت کرایا جائے کہ وہ اپنے آپکو جماعت کے کس طبقہ میں شامل ہونے کیلئے پیش کرتا ہے، اس معاملہ میں کسی مشہور شخص اور بڑے سے بڑے کیلئے بھی استثنا نہیں ہے بڑے سے بڑے عالم اور شیخ طریقت کو بھی داخل جماعت ہوتے وقت تجدید ایمان کرنی ہوگی اھ۔ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص ۲۷)

جو عوام اور علماء جماعت اسلامی میں شریک نہیں ان کے ایمان واسلام کی حقیقت اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو جماعت سے علیٰحدہ ہوجانے والوں کا حکم پڑھ لے۔ ارشاد ہوتا ہے:

جماعت اسلامی سے نکلنا ارتداد ہے

۳۷:- یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں یکساں ہوں، نہیں یہاں پیچھے

---

[1]..... سورۂ آل عمران آیت: ۱۹،

ترجمہ:- بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ (بیان القرآن)

ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں لہٰذا جو قدم بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ اب یہ قدم پیچھے نہیں پڑیگا، جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہے بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رک جائے اھ (جماعت[1] اسلامی کا پہلا اجتماع)

ارتداد کا لفظ بہت ہی واضح ہو گیا تھا جس کا مطلب سب ہی سمجھ جاتے ہیں اور ایسا لکھنا حزم واحتیاط کے خلاف تھا اس لئے اس جدید ایڈیشن میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جماعت سے نکلنا ارتداد کا ہم معنیٰ ہے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں پیش قدمی کرنے کے بعد مشکلات، مصائب، نقصانات اور خطرات کو سامنے دیکھ کر پیچھے ہٹ جانا اپنی روح اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے ارتداد ہے۔

وَمَنْ يُوَلِّهِم يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰهُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اھ[2]

محض لفظوں کے اعتبار سے اس کو ارتداد کے ہم معنیٰ قرار نہ دیا جائے، بلکہ یہ اپنی اصل حقیقت اور روح کے اعتبار سے ارتداد ہے جس کا انجام اللہ کا غضب اور جہنم ہے کفر کا صریح حکم تو یہاں بھی نہیں لگایا لیکن اس کی روح اور حقیقت ضرور ذہن نشین کرادی۔

دین جن امور پر مشتمل ہے ان میں سے پہلی قسم (اعتقادات) اور علماء متکلمین کے متعلق جماعت اسلامی کی طرف سے تخریبی تنقید کا نمونہ آپنے دیکھ لیا اب دوسری قسم (آداب) کے متعلق جماعت کی آراء پر غور کریں۔

تصوّف اور سلوک

سلوک کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل حق تعالیٰ کی مرضیات کا ایسا طالب ہو جائے جیسا کہ

---

[1]..... جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص: ۹.

[2]..... سورۂ انفال آیت: ۱۶، **ترجمہ**:-اور جو ان سے اس موقع پر پشت پھیریگا مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (بیان القرآن)

جسم غذا کا طالب ہے اور اس کو عبادت کی ایسی خواہش ہو جائے جیسے صحت مند جسم کو غذا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ دل حق تعالیٰ کی محبت وعظمت سے پر ہو جائے اور ماسویٰ اللہ کی محبت وعظمت سے خالی ہو جائے جب تک کہ اغیار کی محبت وعظمت اس درجہ میں قائم ہے کہ اللہ پاک کی محبت وعظمت سے مزاحمت کرتی ہے اس وقت تک وہ مرضیات حق کا طالب نہیں ہوسکتا اور نہ معاصی سے پوری طرح بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت کا دل میں پوری طرح قائم ہو جانا تجلیہ ہے اور اغیار کی محبت وعظمت کا قلب سے نکل جانا تخلیہ ہے ان دونوں چیزوں تجلیہ وتخلیہ پر رضاء الٰہی کا شوق بڑھتا اور اس کی طلب مستحکم اور معاصی سے نفرت قوی ہوتی ہے پھر اگر ایسا شخص کسی معصیت کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اس کے دل میں وحشت، ضیق، ظلمت اور ایسی بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ وہ معصیت کے اقدام سے رُک جاتا ہے، اور اگر اتفاقاً معصیت کا صدور ہو جائے تو وحشت اور تنگ دلی ترقی پکڑ کر اس کو بہت جلد توبہ کی طرف مضطر کرتی ہے کہ بدوں سچی توبہ کے اس کو چین نہیں پڑتا۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ سلوک نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی اعضاء ظاہر اور قلب کا اپنے مالک جلّ شانہ کی طاعت وخدمت میں مشغول رکھنا اس طرح پر کہ ہادیٔ عالم رسول مقبول ﷺ کے بتائے ہوئے طریق اور تعلیم فرمائی ہوئی شریعت کے اتباع کی طرف اس طرح عادت ہو جائے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بن جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے حضرت نبی اکرم ﷺ ظاہر وباطن دونوں اعتبار سے اعدل الخلق ہیں، اسی وجہ سے آپکے جملہ حرکات وسکنات جن کو عادات کہا جاتا ہے کامل اعتدال پر تھے جن کا اتباع ہر شخص کو معتدل بنا سکتا ہے اور چونکہ اعضاء کے ساتھ قلب کو خاص تعلق عطا کیا ہے اس لئے مسلمان جب کوشش کرتا کہ عبادات کے علاوہ عادات میں بھی سرور کائنات ﷺ کا اتباع ہمیشہ ملحوظ رکھے تو اسکے اعضاء میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور کجی دور ہو جاتی ہے جس کا اثر قلب پر پڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ قلب اخلاق رذیلہ سے متنفر اور خصائص حمیدہ سے متصف

ہو کر معتدل بن جاتا ہے، اسی اعتدال کا نام نسبت ہے جس سے قلب کی حکومت اعضاء پر دوسرے نہج سے قائم ہوتی ہے دل میں ایک روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو طاعت ومعصیت کے فرق وامتیاز کو کسی وقت بھی مشتبہ نہیں ہونے دیتی، قلب کو مغیبات کے اعتقاد میں وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جس کو دنیا کی کسی لذت اور نعمت سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے اس درجہ انس حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک لمحہ اس کا چھوٹنا جس کو غفلت کہتے ہیں ہفت اقلیم کے لٹنے اور عزت وآبرو کے ضائع ہونے سے زیادہ ناگوار اور باعث کوفت ہوتا ہے۔

الحاصل: یہی شریعت جو رسول مقبول ﷺ نے سکھائی ہے اصل شئ اور طریقت ہے مگر اس وقت جب کہ اعضاء سے متعدی ہو کر قلب تک پہنچ جائے اور عمل واکتساب قلبی انس وتعلق کا ثمرہ بن جائے۔

اعمال، غایات، ثمرات کے لحاظ سے اس کی بہت سی تعبیریں ہیں تصوّف، سلوک، طریقت، معرفت، تصحیح الاخلاق، اصلاح نفس، تزکیۂ باطن، علم الآداب وغیرہ۔

اس فن کا اصلی سرچشمہ حضرت نبی اکرم ﷺ ہیں جن کی شان میں **یزکیھم**[1] اور **انک لعلیٰ خلق عظیم**[2] نازل ہوا ہے اور خود ارشاد فرماتے ہیں **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق الحدیث**[3] چنانچہ آپ کی تربیت وتزکیہ کی بدولت آپ کے خدّام کو حسب استعداد مناصب جلیلہ عطا ہوئے کہ یہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ ہیں[4]، ان کی زبان پر حق بولتا ہے[5] شیطان اس

---

[1]..... سورة البقرة آیت: ۱۲۹، **ترجمہ**:- اور ان کو پاک کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[2]..... سورة القلم الآیة ۴، **ترجمہ**:- اور بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ (بیان القرآن)

[3]..... فی حدیث ابی هریرة مرفوعاً انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (بیهقی ص ۱۹۲، ج ۱۰، شهادات، باب بیان مکارم الاخلاق، طبع دار المعرفة بیروت)

ترجمہ:- میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ۱۲

[4]..... فی حدیث ابی الدرداء وفیکم الذی اجاره الله من الشیطان علی لسان نبیه یعنی عماراً الحدیث رواه البخاری (مشکوٰة ص ۵۷۴، مناقب، طبع یاسر ندیم دیوبند)

[5]..... فی حدیث ابن عمر مرفوعاً ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه، رواه الترمذی (مشکوٰة ص ۵۵۷، مناقب عمر، طبع یاسر ندیم دیوبند)

راستہ پر نہیں چلتا جس راستہ پر یہ چلتے ہیں[۱]، ان سے ملائکہ حیاء کرتے ہیں[۲]، یہ اللہ کی تلوار ہیں[۳]، یہ اللہ کے شیر ہیں[۴] ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے زیادہ وزنی ہے[۵] ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں[۶] ان کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا[۷]، یہ علم کا دروازہ ہیں[۸]، ان سے قرآن سیکھو[۹] ان کا اتباع تمہارے ذمہ لازم ہے[۱۰] ان سے اللہ راضی ہے اور یہ اللہ سے

۱..... فی حدیث سعدؓ بن ابی وقاص فقال رسول اللہ ﷺ ایہ یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجّا قط الاسلک فجاً غیر فجک، متفق علیہ (مشکوٰۃ ۵۵۷، مناقب عمر، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۲..... فی حدیث عائشۃ ثم دخل عثمان..... فقال الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ. رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۶۱، مناقب عثمان، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۳..... فی حدیث ابی عبیدۃ مرفوعاً خالد سیف من سیوف اللہ عز وجلّ .....رواہ احمد (مشکوٰۃ ص ۵۸۰، جامع المناقب، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۴..... فی حدیث ابی لبیبۃ مرفوعاً حمزۃ بن عبدالمطلب اسد اللہ واسد رسولہٖ (المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۴۹ ج۳، داراحیاء التراث العربی)

۵..... لو وزن ایمان ابی بکر بایمان الناس لرجح ایمان ابی بکر (للبیہقی فی الشعب عن عمر المقاصد الحسنۃ ص ۲۴۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۶..... فی حدیث عائشۃ قلت یا رسول اللہ ھل یکون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء قال نعم عمر (رواہ رزین مشکوٰۃ ص ۵۶۰، مناقب عمر، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۷..... فی حدیث ابی ھریرۃ قال (ابوبکر) ھل یدعی منھا کلھا احد یا رسول اللّٰہ فقال نعم وارجوان تکون منھم (بخاری شریف ۱/۵۱۷، کتاب المناقب، باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ، اشرفی بکڈپو دیوبند)

۸..... فی حدیث ابن عباس مرفوعاً انا مدینۃ العلم وعلی بابھا (المعجم الکبیر للطبرانی ص۵۵ ج ۱۱، دار احیاء التراث العربی)

۹..... فی حدیث عبداللہ بن عمرو مرفوعاً استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۷۴، جامع مناقب، طبع یاسر ندیم دیوبند)

۱۰..... فی حدیث حذیفۃ مرفوعاً انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوابالذین من بعدی ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ ص ۵۶۰ ج۲، مناقب عمر، طبع یاسر ندیم دیوبند)

راضی ہیں[۱]، جنت ان کی مشتاق ہے[۲] یہ جنت میں میرے رفیق ہیں[۳]، جو بات دین کی بتائیں میں اس سے راضی ہوں[۴] جسنے انکو دُکھ پہنچایا اس نے مجھے دُکھ پہنچایا[۵]، ان کو بُرا مت کہو[۶] اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کا تذکرہ مت کرو[۷]، ان کی دو رکعت دوسروں کی دو لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہے[۸] جو شخص ان کو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت بھیجو[۹]، الغرض عجیب عجیب طریق پر اس تزکیہ کا ظہور ہوا۔

۱..... فی سورة التوبة الآية ۱۰۰ والسٰبقون الاولون من المهٰجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه الاٰية، عن ابن عمر كنا نقول ورسول الله ﷺ حیٌّ ابوبكر وعمر وعثمان رضی الله عنهم رواه الترمذی (مشكوٰة ص ۵۶۳، مناقب هؤلاء الثلاثة، طبع ياسر نديم ديوبند)

۲..... عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الجنة تشتاق الی ثلٰثة علی وعمار وسلمان رواه الترمذی(مشكوٰة ۵۷۸، جامع مناقب، طبع ياسر نديم ديوبند)

۳..... فی حديث طلحة بن عبيدالله مرفوعاً رفيقی يعنی فی الجنة عثمان رواه الترمذی (مشكوٰة ۵۶۱، مناقب عثمان، طبع ياسر نديم ديوبند)

۴..... فی حديث القاسم بن عبيد الرحمٰن ان رسول الله ﷺ قال "رضيت لامتی بما رضی لها ابن ام عبد (المعجم الكبير للطبرانی ۸۰ ج ۹، دار احياء التراث العربی)

۵..... فی حديث عبدالله بن مغفل مرفوعاً ومن اٰذاهم فقد اٰذانی رواه الترمذی (مشكوٰة ص ۵۵۴، مناقب صحابهؓ، طبع ياسر نديم ديوبند)

۶..... فی حديث ابی سعيد الخدری مرفوعاً لا تسبوا اصحابی متفق عليه (مشكوٰة ص ۵۵۳، مناقب صحابهؓ، طبع ياسر نديم ديوبند)

۷..... فی حديث ابی سعيد مرفوعاً عفوا عن مسئيهم رواه الترمذی (مشكوٰة ص ۵۷۹، مناقب صحابهؓ، طبع ياسر نديم ديوبند)

۸..... ورد "سبق درهم مائة الف درهم ..... وكذلک سائر طاعاتهم وعياداتهم وغزواتهم وخدماتهم (مرقاة ص: ۲۷۳/۱۱، باب مناقب الصحابة، الفصل الاول، مطبوعه مكتبه امداديه ملتان.

۹..... فی حديث ابن عمر مرفوعاً اذا رأيتم الذين يسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شركم رواه الترمذی (مشكوٰة شريف ص ۵۵۴، مناقب صحابهؓ، طبع ياسر نديم ديوبند)

اکبر مرحوم نے خوب کہا ہے: ؎

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی دیگر امانت تلاوت تعلیم کتاب، تعلیم حکمت کی طرح اس امانت ''تزکیہ'' کو بھی بعد والوں کے سپرد کیا، پر جیسے جیسے خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا اور مادّیات کے اختلاط کا غلبہ ہوتا گیا۔ تزکیہ کیلئے مجاہدات و ریاضات کی ضرورت زیادہ پیش آتی گئی، لہٰذا اس علم نے مستقل فن کی صورت اختیار کر لی، اخلاق فاضِلہ، توکل، صبر، شکر، قناعت، سخاوت، شجاعت، ایثار، حلم، عفو، تواضع، احسان، شفقت، رضا، تسلیم، زہد، ورع، امانت، خوف، رجاء، صدق، اخلاص وغیرہ کی تفصیلات اور ان کی تحصیل کے طرق کو جمع کیا گیا اور اخلاق رذیلہ بخل، حسد، غضب، حقد، حرص، کذب، ریا، جدال، عجب، تکبر، لعن، غیبت، نمیمہ، حب جاہ وغیرہ اور ان کے معالجات کو مرتب کیا گیا بہت سی کتابیں قوت القلوب، عوارف المعارف، احیاء العلوم، قشیریہ، منہاج العابدین وغیرہ تصنیف کی گئیں، اور یہ سب کچھ قرآن پاک احادیث و آثار کی روشنی میں ہوا، اس فن کے چار امام زیادہ مشہور ہوئے جن کے سلسلے مستقل چلے اور اب تک جاری ہیں، حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ ان سے پہلے اور ان کے بعد بھی بہت سے اکابر نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں۔

شیخ معروف کرخیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، فضیل ابن عیاضؒ سری سقطیؒ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ، امام غزالیؒ، شیخ عبد القدوسؒ، سلطان نظام الدینؒ، خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدّد الف ثانیؒ خواجہ محمد معصومؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ

عبدالعزیزؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت محمد اسماعیل شہید وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ان حضرات کی مساعی جمیلہ کی بدولت اکناف عالم میں اسلام پھیلا، گروہ در گروہ مسلمان تزکیۂ باطن کر کے صفت احسان "ان تعبدالله کانّک تراہ"[1] کی دولت سے مالا مال ہوئے، علوم نبوی کے ساتھ اخلاق نبوی کی اشاعت ہوئی بے شمار مواقع پر اہل باطل کے ساتھ باطنی تزاحم وتصادم کی نوبت بھی آئی اور اللہ پاک نے اسلام کو غالب فرمایا بعض اکابر کے ہاتھ پر لاکھوں آدمی مشرف بہ اسلام ہو کر ابدی جہنم سے نجات پا کر مستحق جنّت قرار پائے، ہزاروں کی جماعتیں ایک ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اخلاق نبویہ کے ساتھ متصف ہوئیں اور نسبت یادداشت سے نوازی گئیں، اگر یہ کہا جائے کہ آج جہاں بھی اسلام واخلاق کی روشنی نظر آتی ہے اس میں ان حضرات کی جد وجہد کا بڑا حصہ ہے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا، یہ ہے علم تصوف کا مختصر خاکہ اب ملاحظہ فرمایئے کہ جماعت اسلامی کی نظروں میں تصوّف اور اصحاب تصوف کی کیا حیثیت ہے۔

مودودی صاحب جاہلیت راہبانہ کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں۔

یوگ، تصوّف، کوکین، افیون

۳۸:- یہ نظریہ بجائے خود غیر تمدنی نظریہ ہے مگر تمدن پر یہ متعدد طریقوں سے اثر انداز ہوتا ہے اس کی بنیاد پر ایک خاص قسم کا نظام فلسفہ بنتا ہے جس کی مختلف شکلیں ویدانتزم، اشراقیت، یوگ، تصوّف، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں، اس فلسفہ کے ساتھ ایک ایسا نظام اخلاق وجود میں آتا ہے جو بہت کم ایجابی اور بہت زیادہ سلبی بلکہ تمام تر سلبی نوعیت کا ہے یہ دونوں چیزیں مل جل کر لٹریچر، عقائد، اخلاقیات، اور عملی زندگی میں نفوذ کرتی ہیں اور جہاں جہاں انکے اثرات پہونچتے ہیں وہاں افیون

---

[1]..... مشکوۃ شریف ص: ۱۱، اول کتاب الایمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو

اور کوکین کا کام کرتے ہیں۔اھ (تجدید واحیاءِ دین[1] ص۱۴)

یہ وہی افتادِ مزاج ہے کہ جماعت اسلامی تخریبی تنقید کے پیشِ نظر حق و باطل کو ایک ہی صف میں پیش کرتی ہے جس طرح تبلیغ کرنے والوں کے پیش کردہ، مذہب اسلام کو بے جان عقائد بے معنی منتر، بے مقصد حرکات کی خانہ ساز ذہنی معجون بنا کر پنڈتوں، پادریوں، گرنتھیوں کا ہمدوش، ہمنوا، ہمرنگ قرار دیا ہے

اور وفات پیغمبر کا نقشہ اس طرح کھینچا کہ بھکاری اور پیغمبر کے مرنے پر آسمان وزمین یکساں طور پر متأثر نہیں ہوے، ملاحظہ ہو عبارت ۱۳،۱۴۔

اسی طرح یہاں تصوف کو ویدانتزم، اشراقیت، یوگ، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام عالم کی صفوں کا نظم ونسق اور یہ تشخیص کہ کس کو کس صف کا ٹکٹ دیا جائے اور کس صف میں بٹھایا جائے انہی حضرات کے سپرد ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

۳۹:- میں حیران رہ جاتا ہوں جب سنتا ہوں کہ شاہ (ولی اللہ) صاحب نے ویدانتی فلسفہ اور اسلامی فلسفہ کا جوڑ لگا کر نئی ہندی قومیّت کیلئے فکری اساس فراہم کرنے کی کوشش کی تھی مجھے ان کی کتابوں میں اس کوشش کا کہیں سُراغ نہ ملا اور اگر مل جاتا تو باللہ العظیم میں شاہ صاحب کو مجددین کی فہرست سے خارج کر کے متجددین کی صف میں لاکر بٹھاتا۔اھ (تجدید واحیاءِ دین[2] ص۶۸)

امام غزالیؒ کے تجدیدی کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی تعریف وتوصیف کے بعد ''جب تخریبی تنقید'' اور ''بے لاگ تحقیقی نگاہ'' کی باری آئی تو جن امور کو ان کے کمالات میں شمار کیا تھا ان کو بھی نقائص کی فہرست میں داخل فرما دیا گیا، چنانچہ فرماتے ہیں۔

---

[1]..... تجدید واحیاء دین ص: ۲۱، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی دھلی.

[2]..... تجدید واحیاء دین ص: ۱۱۱، مرکزی مکتبہ اسلامی دھلی.

امامِ غزالیؒ کے نقائص

۴۰:- امام غزالیؒ کے تجدیدی کام میں علمی وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے، دوسری قسم ان نقائص کی جو انکے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اھ (تجدید واحیاء دین[1] ص ۴۵)

حالانکہ خود اس سے قبل ان کی عقلیات کے تجدیدی کارنامے لکھ چکے ہیں کہ: ''انہوں نے (امام غزالیؒ نے) اسلام کے عقائد اور اساسیات کی ایسی معقول تعبیر پیش کی جس پر کم از کم اس زمانہ کے اور بعد کی کئی صدیاں تک کے معقولات کی بناء پر کوئی اعتراض نہ ہوسکتا تھا اسی کے ساتھ انہوں نے احکام شریعت اور عبادات ومناسک، اسرار ونصائح بھی بیان کئے اور دین کا ایک ایسا تصور لوگوں کے سامنے رکھا جس سے وہ غلط فہمیاں دور ہوگئیں جن کی بناء پر یہ گمان ہونے لگا تھا کہ اسلام عقلی امتحان کا بوجھ نہیں سہہ سکتا'' (تجدید) انہوں نے فلسفہ کا گہرا مطالعہ کرکے اس پر تنقید کی اور اتنی زبردست تنقید کی کہ اس کا وہ رُعب جو مسلمانوں پر چھا گیا تھا کم ہوگیا۔ اھ[2]

امام کی اس تنقید کا اثر مسلم ممالک تک ہی محدود نہ رہا بلکہ یورپ تک پہنچا اور وہاں بھی اس نے فلسفۂ یونان کے تسلّط کو مٹانے اور جدید دور تنقید وتحقیق کا فتح یاب کرنے میں حصہ لیا۔ اھ

امام غزالیؒ نے بروقت اسکی اصلاح کی اور مسلمانوں کو بتایا کہ تمہارے عقائد دین کا اثبات ان غیر معقولات کے التزام پر منحصر نہیں بلکہ اس کیلئے معقول دلائل موجود ہیں اھ تجدید ص ۴۲ وص ۴۳ / یہ سب کچھ امام غزالیؒ نے عقلیات کی مدد سے کیا مگر برا ہو جذبۂ تخریب کا کہ امام موصوف کی یہ ساری محنتیں، کاوشیں، دینی خدمتیں نقائص یا باعث نقائص بن رہی ہیں۔

نوٹ:- افسوس کہ اس مضمون کی تکمیل نہ ہوسکی۔ **لعل الله يحدث بعد ذلك امراً.**

---

[1]..... تجديد واحياء دين ص: ۷۳، مركزى مكتبه اسلامى دهلى.

[2]..... تجديد احياء دين ص: ۶۸، مركزى مكتبه اسلامى دهلى.

کیا صحابہ کرام سے گناہ کا صدور ہوسکتا ہے؟

سوال:-صحابہ کرامؓ سے گناہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مودودی صاحب کیا کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے دین کو حضرت رسول مقبول ﷺ سے حاصل کیا اور آنحضرت ﷺ نے ان پر اعتماد فرما کر دین ان کو سکھلا دیا اور اس کی تبلیغ کا ذریعہ بنا دیا، پھر انہوں نے عمر بھر اس کی اشاعت کی جہاں جہاں تک پہونچ سکتے تھے وہاں جا کر دین کو پہونچایا جن مقدس ہستیوں کو رسول اکرم ﷺ نے امین قرار[1] دیا، آج ان کے متعلق یہ بحث کرنا کہ ان سے گناہ صادر ہوئے تھے اور انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں جیسا کہ جماعتِ اسلامی اور مودودی صاحب کی کتابوں میں بے لاگ تنقید کی جاتی ہے، درحقیقت ان کی امانت وذمہ داری کو مجروح کر کے ان سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے جس کی زد حضرت رسول مقبول ﷺ پر جا کر پڑتی ہے کہ معاذ اللہ آپ نے نااہلوں پر اعتماد فرمایا اور اتنی بڑی امانت کی ذمہ داری ان کے سر ڈالی جس کے وہ اہل نہیں تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا دین مخدوش اور ناقابلِ اعتماد ہو جائے گا، اس لئے کہ جب صحابہ کرام پر اعتماد نہیں ہوگا تو تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاءِ کاملین، متکلمین کسی پر بھی اعتماد نہیں رہے گا، کیوں کہ ان سب کو جو کچھ دین پہونچا ہے وہ حضراتِ صحابہ کرامؓ سے ہی پہونچا

---

[1]..... عن ابی بردة عن ابیهؓ قال صلینا المغرب مع رسول اللهﷺ الی قوله فرفع رأسه الی السماء وکان کثیرا ما یرفع رأسه الی السماء فقال النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ماتوعد وانا امنة لاصحابی فاذا ذهبت انا اتی اصحابی مایوعدون واصحابی امنة لامتی (مسلم شریف ص:۲/۳۰۸، کتاب الفضائل، باب بیان ان بقاء النبیﷺ امان لاصحابه، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

ہے، اوّل طبقہ کو بلا واسطہ، بعد والوں کو بالواسطہ لہٰذا اخیر میں صحیح دین وہ شمار ہوگا جس کو مودودی صاحب بیان فرمائیں کیوں کہ بغیر ان کے واسطہ کے فرمائیں گے، جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسُنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ (ترجمان[1] القرآن)

صحابہ کرامؓ کو جو شخص بُرا کہے ان کے عیوب شمار کرے، حدیث شریف میں ایسے لوگوں پر لعنت آئی ہے، حدیث شریف میں صاف فرمایا گیا ہے کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو، بُرا مت کہو، لیکن ایک مستقل جماعت ہے جو اسی کام میں لگی ہوئی ہے اللہ پاک ہدایت دے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللهﷺ اذا رأيتم الذين يسبُّونَ اصحابی فقولوا لعنة الله علیٰ شركم. رواه الترمذی.[2]

عن ابی سعيد الخدریؓ قال قال النبیﷺ لا تسبُّوا اصحابی فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مداحدهم ولا نصيفه (متفق[3] عليه)

عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول سألت ربّی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الیّؓ يا محمدا ن اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقویٰ من بعض ولكل نور فمن اخذ بشئ ممّا هم عليه من اختلافهم فهو عندی علیٰ هدی قال وقال رسول اللهﷺ اصحابی كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم رواه رزين مشكوٰة شريف[4] ص ۵۵۴ ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶ عدد۳،۴ ص ۱۴۱ علماء ومشائخ کی آڑ، طبع لاهور.

[2]..... ترمذی ص: ۲/۲۲۵، ابواب المناقب، فی من يسب اصحابی، مطبوعه بلال ديوبند.

[3]..... بخاری شريف ص: ۱/۵۱۸، كتاب المناقب، باب قول النبیﷺ لو كنت متخذا الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند. مسلم شريف ص: ۲/۳۱۰، كتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة، مطبوعه بلال ديوبند، ترمذی شريف ص: ۲/۲۲۵، ابواب المناقب، فی من يسب اصحابی، مطبوعه بلال ديوبند.

[4]..... مشكوة شريف ص: ۲/۵۵۴، باب مناقب الصحابة، طبع ياسر نديم ديوبند.

کیا اقوال صحابہؓ فرقہ بندی کا سبب بنے؟

سوال:- آپ کا مختصر سا جواب مجھ جیسے کم علم انسان کی ہدایت کیلئے ناکافی ہے خاص طور سے وہ حدیث جو جناب نے وضاحت کے طور پر تحریر فرمائی ہے یعنی جس طریقہ پر (اعتقادی عملی اخلاقی حیثیت سے) میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں جو فرقہ اس طریقہ پر رہے گا نجات پائے گا، جہاں تک مجھ کمترین کا علم ہے کہ فرقِ اسلام میں کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے جو اس کا مدعی نہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے طریقہ پر قائم ہیں اور صرف ایک فرقہ کو چھوڑ کر جتنے فرقے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں خواہ حقیقۃً مسلمان نہ ہوں یہاں تک کہ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کے عقائد پر قائم ہیں سوال یہ ہے کہ کیسے سمجھا جائے کہ ان میں سے کون سا فرقہ واقعی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقہ پر قائم ہے اور باقی نہیں ہیں، جب کہ اکثر فرقوں کی بنیاد صحاح ستہ کی احادیث اور کلام پاک کی تفسیریں ہیں مزید برآں یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور ﷺ نے اپنے طریقہ کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقوں کی شرط کیوں لگائی کیا صحابہؓ کے طریقہ اور رسول کے طریقہ میں فرق تھا اگر نہیں تھا تو اس قید کی کیا ضرورت تھی، صحابہؓ کے اعمال واقوال میں نمایاں تضاد کتبِ احادیث میں قدم قدم پر نظر آتا ہے، کوئی بھی مسئلہ خواہ اعتقادی ہو عملی یا اخلاقی مابین فرقہائے مسلمین ایسا نظر نہیں آتا جس میں کوئی بھی فرقہ تمام صحابہ کو ہم خیال سمجھتا ہو اور ہر مسئلہ کیلئے بالکل مخالف سمت میں لے جانیوالے صحابہؓ کے اقوال کتبِ احادیث میں ملتے ہیں اور سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔

اور یہی اختلافِ اقوال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے، اس لئے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ہستیاں جن کے اقوال اور اعمال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب ہیں انہیں کے طریقہ پر عمل درآمد نجات کا باعث ہوسکتا ہے جب کہ مذکورہ اور مصدقہ حدیث

شریف میں (۷۲) بہتر کی ہلاکت اور صرف ایک کی نجات کی خبر دی گئی ہے، جواب سے ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ اقوالِ صحابہ میں تضاد ہے یہ تضاد ہی امت میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے حتیٰ کی امت کے تہتر فرقے ہوگئے، صرف ایک فرقہ ناجی ہے بہتر فرقے جہنمی ہیں، ان میں سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے، لہٰذا فرقۂ ناجیہ تو وہ ہوگا جو کہ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر ہوگا نہ کہ وہ جو کہ صحابۂ کرامؓ کے طریقہ پر ہوگا، بہر حال حضور ﷺ نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں اس طریق کی پیروی کرنے والا فرقہ ناجی ہے[1]، یعنی اپنے ساتھ صحابۂ کرامؓ کو کیوں شامل کیا، جبکہ وہ خود ہی اپنے اختلاف کے ذریعہ ۷۲ر فرقوں کو دوزخی بنا رہے ہیں، ان کے اتباع سے تو آدمی دوزخی بنے گا نجات نہیں پا سکتا، اگر واقعی آپکے سوال کا حاصل یہی ہے تو جذبات سے یکسو ہو کر ذرا غور کریں کہ اس سوال کی بنیاد کیا ہے، اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے جو اقوال کتبِ حدیث میں بسند منقول ہیں جن کی وجہ سے امت کے اتنے فرقے بن گئے اور ان اقوال کی نسبت حضرت رسول اکرم ﷺ کی طرف کی گئی ہے، دو حال سے خالی نہیں، یہ نسبت صحیح کی گئی ہے یا غلط کی گئی ہے اگر صحیح کی گئی تو اس میں صحابۂ کرامؓ کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے تو جو کچھ حضور ﷺ سے سنا یا عمل کرتے دیکھا اس کو نقل کر دیا کیوں کہ وہ اس کیلئے مامور تھے[2]، اس لحاظ سے ان کو اس میں نقل کے سوا کچھ بھی دخل نہیں اور نقل صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے خود ہی

---

[1]..... وفی حدیث عبداللہ بن عمروؓ قال وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ قال ما انا علیه واصحابی (مشکوة شریف ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم) **(حاشیه ۲/ اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

۷۳/قسم کی متضاد باتیں ارشاد فرمائیں جن میں سے ۷۲/کو اختیار کرنے والوں کیلئے جہنم کا ٹکٹ تجویز فرما کر دوزخی ہونے کی سند دی اور صرف ایک کو اختیار کرنیوالوں کیلئے جنّت کی بشارت مرحمت فرمائی، اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایسے متضاد قولوں کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف غلط اور جھوٹ کی ہے (معاذ اللہ) تو پھر خود بھی اعتماد کے قابل نہیں رہتے، لہٰذا جو چیز بھی وہ نقل فرمائیں کوئی بھی قابل اعتماد نہیں پس قرآن کریم، حدیث، توحید، رسالت، ایمان، اسلام، اسوہ، سُنّت، عبادات، معاملات، اخلاق واحکام یہ سب چیزیں جو کہ حضراتِ صحابہ ہی کے نفوسِ قدسیہ کے ذریعہ بعد والوں کے پاس پہونچی ہیں، ان پر کیسے اعتماد کیا جائے گا، جبکہ ان پاکیزہ ہستیوں ہی کو نقل میں کاذب تصور کرلیا جائے گا، استغفر اللہ العظیم پھر اس حدیثِ مسئولہ پر کب اعتماد ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں تو حضرت سیّد الرسل ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اعتماد ختم ہوجاتا ہے، اس حیثیت سے کہ وہ تو ۷۳/متضاد باتیں فرما کر ۷۲/کو تسلیم کرنے والوں کو خود ہی جہنم میں بھیج رہے ہیں، حالانکہ اللہ پاک نے ان کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے بچا کر جنّت کی طرف لائیں، تو جس آدمی کو اپنے رسول پر اعتماد نہ رہے خود ہی غور کرلیا جائے کہ اس کا مقام رسول پاک ﷺ کے نزدیک کہاں ہے؟ اور اللہ کے نزدیک کہاں ہے؟

دوسری صورت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہ کرکے سارا دین ہی ناقابلِ اعتماد قرار دیا جاتا ہے۔

غرض دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی کسی سینہ میں ہوگی اس سینہ میں نہ ایمان ہوگا نہ توحید ورسالت نہ قرآن وحدیث نہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ یہ سب چیزیں رخصت ہوکر اس سینہ میں شیطان کا گھونسلہ ہوگا اور اس کے لوازمات۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ذکر النبی ﷺ قال فان دمائکم واموالکم قال محمد واحسبه قال اعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هٰذا فی شهرکم هٰذا الا لیبلغ الشاهد منکم الغائب، (بخاری شریف ص: ۱/۲۱، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، مطبوعه اشرفی دیوبند)

اس لئے کوئی مومن تو اپنے سینہ میں اس سوال کو جگہ دے ہی نہیں سکتا ہاں کوئی غیر مومن اس کو جگہ دیکر مومنوں کے دل میں وسوسہ اندازی کرے تو یہ ممکن ہے اس کے جواب کی صورت اس کے مسلمان ہونے پر پیش کی جاسکتی ہے کہ آیا وہ قرآن وحدیث سے آزاد ہوکر صرف اپنی عقل کی روشنی میں جواب کا طالب ہے یا کوئی اور صورت ہے اور جن اصول کے پیشِ نظر وہ جواب کا خواہشمند ہے وہ اصول خود بھی صحیح ہیں یا مجروح ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں محترم نے بھی یہ سوال کسی ایسے ہی شخص سے سنا ہے خود آپکے قلب میں پیدا نہیں ہوا ہے اور خدا کرے پیدا بھی نہ ہو اگر بطور وسوسہ آئے بھی تو اسکی تباہ کن خطرناکی کے تصور سے (جن کی تفصیل احقر نے عرض کی ہے) فوراً ختم ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۱ھ

صحابہ پر تنقید بطریقِ مودودی صاحب

سوال:- ابوالاعلیٰ مودودی کے خودساختہ اصول پر عمل کرنا اور بزرگانِ ملّت وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوپر تنقید کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً اکابر مہاجرین وانصار سے خوشنودیٔ حق تعالیٰ نصوص میں مذکور ہے ان کے اتباع کا حکم ہے[1]، جو شخص ان اکابر کی شان میں ناشائستہ کلمات کہے اس پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے[2] اور بعد والے جو اکابر واسلاف انکے طریق پر چلے اور انکا اتباع

---

[1]..... والسابقون الاولون من المهٰجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه الاٰية سورة التوبة الاٰية ۱۰۰،

ترجمہ:- اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم میں ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ انکے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے (بیان القرآن) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا وہ بھی سب قابلِ احترام ہیں، اگر ان حضرات پر تنقید کر کے انکو مجروح کر دیا جائے تو پھر صحیح طور پر دین کے ہم تک پہونچنے اور آگے چلنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی، کیونکہ ابتداءً دین برحق کو حضرت نبی اکرم ﷺ سے ان حضرات نے سیکھا اور حاصل کیا ہے، اگر ان پر اعتماد نہ رہے تو دینِ برحق کی کوئی صورت اور کوئی چیز قابلِ اعتماد نہیں رہے گی جس تحریک اور جن کتابوں کا نتیجہ یہ ہو، نہ اس تحریک میں شرکت درست ہے نہ ایسی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت ہے، الاّ یہ کہ کوئی اسکی تردید کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس مقصد سے مطالعہ کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنگ جمل اور جنگ صفین کو عوام کے سامنے بیان کرنا

سوال:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی نزاع و اختلاف لوگوں میں بیان کرنا اور اس پر تنقید کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انکے معاملات کیلئے محملِ حَسَن تجویز کرنا لازم ہے[2]، اس کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1]..... فی حدیث ابن عمر مرفوعاً اذا رأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم (رواه الترمذی، مشکوٰة ۵۵۴، باب مناقب الصحابة) یاسر ندیم دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... دلت الاٰیة علی حرمة کل ما یلهی.....ومثلهٗ مطالعة الکتب المشتملة علی المخترعات والاباطیل (احکام القرآن ص ۱۸۵ ج۳ للشیخ محمد شفیعؒ ص: ۱۱۶، الحزب الخامس، تحت آیت: ۶، سورۂ لقمان، مطبوعه اداره اسلامیات لاهور)

ولا یخفی ان فیها من الکذب ما فیها فالاشتغال بها لغیر غرض دینی خوض فی الباطل (روح المعانی ص ۷۹ ج ۲۱ مطبع نعمانیه دیوبند، تحت آیت: ۶، سورۂ لقمان)

[2]..... ولانذکر الصحابة الا بخیر وان صدر من بعضهم بعض ما فی صورة شر فانه اماکان عن اجتهاد او لم یکن علی وجه فساد من اصرار وعناد بل کان رجوعهم عنه الی خیر معاد بناء علی حسن الظن بهم الی قوله وماکان صحیحا اولناه تاویلا حسنا لان الثناء علیهم من الله سابق، شرح فقه اکبر ص: ۸۵، ۸۶، اصل الروافض انما احدثه منافق، مطبوعه مجتبائی دهلی.

کی کتاب ''ازالۃ الخفاء''[1] وغیرہ بہت مفید ہیں ہرگز ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی نہ کی جائے کہ یہ ایمان کیلئے خطرناک ہے ایسے واقعات کوعوام کے سامنے بیان نہ کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی

مکرم ومحترم جناب مفتی صاحب.....سلام مسنون

آپکی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے تھے سب کے جوابات تو آپنے دیدیئے مگر مودودی جماعت کے متعلق سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ٹلا دیا کہ فلاں جگہ سے دریافت کرلو، اب مکرر گذارش ہے کہ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ مودودی صاحب کا عقیدہ کیا ہے؟ اور وہ مسائل میں کس امام کے پابند ومقلد ہیں، حنفی ہیں، یا شافعی ہیں، یا اہل حدیث ہیں، براہ کرم صاف صاف بتایا جائے اور دلیل کیساتھ مع حوالہ ونقل عبارت مفصل جواب تحریر کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

محترمی! زیداحترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے پہلے آپکے جواب میں لکھ دیا تھا کہ اس جماعت کے عقائد واعمال کو خاص کر یہ چیز کہ وہ کس کے مقلد ہیں خود ان سے ہی دریافت کیا جائے صاحب عقیدہ اور صاحب عمل کے ہوتے ہوئے کسی اور سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے، عقیدہ ایک قلبی چیز ہے جس کو صاحب عقیدہ خود ہی بہتر بیان کرسکتا ہے، عمل کی بناء عقیدے پر ہوتی ہے، اس کیلئے

---

[1]..... حضرت عائشه وطلحه وزبير رضى الله عنهم مجتهد مخطى معذور بودند، ازالة الخفا ص ۵۲۱ ج۴مترجم، طبع قديمى كتب خانه كراچى)

واماانكه معاويه مجتهد مخطى معذور بودالخ (ازالة الخفا ص ۵۲۶ ج۴، مكتبه قديمى كراچى)

ہندوستان اور پاکستان کے دو پتے بھی تحریر کر دیئے تھے جہاں اس جماعت کا مرکز ہے، چند کتب کے نام بھی بتادئے تھے جن میں اس جماعت کے عقائد وافکار سے علمی اور استدلالی بحث کی گئی ہے، مختصر کارڈ میں تو مسائل کے جائز یا ناجائز کا مختصر حکم ہی لکھا جاسکتا ہے تفصیلی بحثیں اس میں نہیں آسکتیں مگر آپکا پھر اصرار ہے کہ بتاؤ ''وہ مسائل میں کس امام کے پابند و مقلد ہیں، حنفی ہیں، یا شافعی ہیں، یا اہل حدیث ہیں'' آپکے جواب کی اب دوصورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ اس سوال کا جواب میں اپنے الفاظ میں تحریر کردوں، دوسری صورت یہ ہے کہ تحریک اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے جو اس سوال کا جواب خود دیا ہے، بعینہٖ وہی نقل کردوں، غالباً دوسری بات آپکو اور ہر ہوش مند آدمی کو زیادہ پسند ہوگی، اور وہی درحقیت انکے صحیح مسلک کی حیثیت سے پیش کرنے کے قابل ہوگی، اچھا تو سنئے وہ لکھتے ہیں۔

مودودی صاحب کا مسلک

۱:- نہ میں مسلک اہل حدیث کو اسکی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں اھ۔ رسائل[1] ومسائل ج ا ص ۲۳۵

یہ تو خود بانی جماعت کا مسلک ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جماعت میں جتنے آدمی داخل ہوں ان سب کا یہی مسلک ہو کیونکہ انہوں نے امیر ہونے کی حیثیت سے پوری جماعت پر اس مسلک کو لازم نہیں کیا، صرف اپنا ذاتی مسلک بتایا ہے، اور سب کو آزادی دی ہے کہ وہ جماعت میں داخل ہونے کے بعد بھی حنفی، شافعی، اہل حدیث جس مسلک پر چاہیں عمل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں!

پوری جماعت اپنے مسلک میں آزاد ہے

۲:- لیکن کوئی وجہ نہیں کہ جماعت اسلامی میں جو لوگ شریک ہوں ان کا فقہی مسلک لازماً

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۲۳۵/ ۱، خلافیات، تقلید وعدم تقلید، مطبوعہ لاھور.

میرے فقہی مسلک کے مطابق یا اس کے تابع ہو، وہ اگر فرقہ بندی کے تعصّبات سے پاک رہیں اور حق کو اپنے ہی گروہ میں محدود نہ سمجھیں تو وہ اس جماعت میں رہتے ہوئے اپنے اطمینان کی حد تک حنفی، شافعی، اہل حدیث یا کسی دوسرے فقہی مسلک پر عمل کرنے میں آزاد ہیں۔اھ حوالہ[1] سابق۔

اس میں صاف صاف آزادی دی گئی ہے لیکن اس آزادی پر عمل کرنے کیلئے لٹریچر کی روشنی میں غور کرنے سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

اول: امیر کا اس قدر کھلا ہوا ذاتی مسلک جماعت پر لازماً اثر انداز ہوگا، خاص کر جبکہ اس مسلک پر دلائل قائم کرنے اور اس کو حق ثابت کرنے کیلئے، اور اس کے خلاف کو باطل کرنے کیلئے لٹریچر میں مختلف مقامات پر متعدد طرق سے زور قلم صرف کیا گیا ہے اور جماعت کو اس کے مطالعہ، تفکر، تدبر، اور اشاعت کی تاکید کی گئی ہے، جب تک کوئی دیکھنے اور اطاعت کرنے کے باوجود متأثر نہیں ہوگا اس کے مقابلہ میں لفظی آزادی محض زینت قرطاس بن کر رہ جائے گی، یا خود ان کے الفاظ میں یوں کہئے کہ اس پروانۂ آزادی کی حیثیت محتاط طریقہ پر مرتب کئے ہوئے ریزولیوشن اور دفتری اعلان سے زیادہ نہ ہوگی۔اس کی تائید خود امیر جماعت کے قلم سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں۔

مودودی صاحب کی آزادی مسلک عطا کرنے کی حقیت

۳:- جماعتوں کے نفس کا حقیقی اظہار ان کے محتاط طریقہ پر مرتب کئے ہوئے ریزولیوشن اور دفتری اعلانات میں نہیں ہوا کرتا بلکہ ان اشخاص کے انتخاب میں ہوتا ہے جنہیں وہ اپنا لیڈر اور کارفرما اور کارکن بتاتی ہیں، اور جن کے کام کو وہ ایک طویل مدت تک نظر استحسان سے دیکھتی رہتی ہیں اھ ترجمان ج ۱۱ عدد ۳ ص ۱۲۰

---

[1]..... رسائل ومسائل ص:۲۳۵-۲۳۶/۱، تقلید وعدم تقلید، مطبوعہ مرکزی جماعت اسلامی لاھور.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری جماعت کے نفس کا حقیقی مظہر بانی جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی ہیں اور وہ اپنا مسلک صاف لکھ چکے ہیں جیسا کہ عبارت نمبر ا/ میں موجود ہے۔

دوم: اس آزادی کا فائدہ جماعت کے ''بے علم'' افراد کو تو شاید کچھ حاصل ہو جائے مگر جماعت کے ''اہل علم'' اس سے فائدہ حاصل کرنے کے کسی طرح مجاز نہیں، جیسا کہ امیر جماعت کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے۔

تقلید اہل علم کے لئے درست نہیں

۴:- جو لوگ دینی علوم کیلئے باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کیلئے عقلاً ونقلاً کسی طرح بھی درست نہیں کہ اپنے اوپر تقلید کو لازم کرلیں اھ (ترجمان ج ۱۳ عدد ۶ ص ۲۲)

لہٰذا جماعت کے بے علم افراد تو حنفی، شافعی (مقلد) رہ سکتے ہیں، لیکن اگر جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جنہوں نے علوم دین کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، اور وہ امیر کی عطا کردہ آزادی کے ماتحت اب تک بھی حنفی، شافعی (مقلد) ہیں یا اہل حدیث ہیں، تو نہیں معلوم ان کے پاس اپنے مسلک پر قائم رہنے کیلئے سند جواز کیا ہے اور وہ سند عقل ونقل کی کسوٹی پر کیسے پوری اترتی ہے، یا پھر ان کا حنفیت یا شافعیت پر قائم رہنا بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے، اگر ایسا ہے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ امیر جماعت ایسے لوگوں کو کس دلیل وسند کے ماتحت برداشت کرتے اور اعتماد فرماتے ہیں جن کا مسلک ہی عقل ونقل کے خلاف ہے، یا وہ اہل علم جماعت میں داخل ہوتے ہی حنفیت وشافعیت کو خیر آباد کہہ چکے ہیں کہ وہ نہ حنفی رہے نہ شافعی نہ اہل حدیث اگر وہ اس سب سے بیزار ودست بردار ہو کر بھی اپنے آپ کو حنفی، شافعی، اہل حدیث کہتے ہیں تو ان کو صادق قرار دینے کیلئے کیا تاویل اختیار کی جاتی ہے، نیز اگر وہ حنفی نہ رہے نہ شافعی (مقلد) نہ اہل حدیث بلکہ سب سے خارج ہو گئے تو آخر کیا بن گئے، وہ ایسا فرقہ بن گئے جس کے وجود سے اب تک غالباً اسلام کا دامن خالی رہا ہے۔

تنبیہ :-واضح رہے کہ مودودی صاحب اہل حدیث کو بھی مقلد ہی قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اہل حدیث بھی مقلد ہیں

۵:-یہ عام اہل حدیث جو ان مسائل پر بحث کرتے پھرتے ہیں ان کا حال عام حنفیوں سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے ان کا علم بھی ویسا ہی تقلیدی ہے جیسا حنفیوں کا ہے، یہ اپنے ائمہ وعلماء پر اعتماد کرتے ہیں اور حنفی اپنے ائمہ وعلماء پر، ان میں خود اجتہادی قابلیت نہیں نہ یہ حدیث کا اتنا علم اور نہ اصول میں اتنی بصیرت رکھتے ہیں کہ احکام کی تحقیق کر سکیں، ان کا یہ کہنا کہ فاتحہ خلف الامام یا رفع یدین، یا آمین بالجہر حدیث سے ثابت ہے اور اسکا خلاف ثابت نہیں ہے، در اصل تقلید کی بنیاد پر ہے نہ کہ اجتہاد کی بنیاد پر، لہٰذا انکے جواب میں خاموشی بہتر ہے اھ رسائل[1] ومسائل ج ا ص ۲۴۰۔

یہاں پہونچ کر تو اہل حدیث حضرات بھی انگشت بدنداں ہوں گے کہ یا اللہ تقلید سے بیزاری کا اعلان کرتے کرتے صدیاں گذر گئیں مگر وہ ابتک گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔

تقلید کا مفہوم اور عدم تقلید کا اثر

اس عبارت میں جناب امیر نے تقلید کا خلاصہ بھی بتا دیا کہ ''تقلید نام ہے ائمہ وعلماء پر اعتماد کرنے کا'' مودودی صاحب نہ خود حنفیت کے پابند ہیں، نہ شافعیت کے نہ مسلک اہل حدیث کے، جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ مودودی صاحب کو نہ امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد ہے نہ امام شافعی پر اعتماد ہے نہ ائمۂ حدیث امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ پر اعتماد ہے، یہ حضرات ائمہ اعلام مودودی صاحب کے نزدیک اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کر کے ان کی تقلید کر سکیں۔

---

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۲۴۰/۱، مذهب حنفی اور حدیث، تقلید وعدم تقلید، مطبوعه مکتبه مرکزی جماعت اسلامی لاهور.

اہل حدیث حضرات کس جرم میں مقلد قرار پائے؟

محض اس جرم میں کہ ان غریبوں نے حضرت امام بخاریؒ کی جلالت قدر، مہارت فن، خدمت حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ ان کی بیان فرمودہ حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ہے، اور انہوں نے بھی براہ راست حضرت امام بخاریؒ کی زیارت نہیں کی، بلکہ امت مسلمہ نے ان کی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہوئے ان پر اعتماد کیا، یہ اعتماد کرنا اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کی پاداش میں یہ لوگ مقلد گردانے جارہے ہیں۔

سوم:- امیر جماعت سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی صاحب علم وفضل چار معروف مذاہب فقہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کا حقدار ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس دلیل سے؟ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں۔

تقلید کرنا گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے

۶:- میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ، بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے اھ (رسائل ومسائل[1] ج۱ص۲۴۴)

یہاں صاحب علم سے مراد غالباً وہی لوگ ہوں گے جو دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے ہیں جیسا کہ عبارت:۴/ میں مذکور ہے، خیال ہوتا ہے کہ بانی جماعت مودودی صاحب بھی خود ان ہی لوگوں میں سے ہوں گے، انہوں نے بھی باقاعدہ دینی علوم کی تعلیم حاصل کی ہوگی، ان میں خود بھی اجتہادی قابلیت ہوگی، حدیث میں اتنا علم اور اصول میں اتنی بصیرت رکھتے ہوں گے کہ احکام کی تحقیق کرسکیں، اسی وجہ سے ائمہ وعلماء پر اعتماد کرکے کسی خاص مذہب کے پابند نہیں ہیں اور تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اتنا بلند دعویٰ کرتے ہیں کہ

---

[1]..... رسائل ومسائل ص: ۱/۲۴۴، کیا ایک فقہی مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا گناہ ہے، مطبوعہ مکتبہ مرکزی دعوت اسلامی لاہور.

''میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے'' آخر یہ دعویٰ بغیر علم دین حاصل کئے اور بغیر اجتہادی بصیرت تامہ بہم پہونچائے تو نہیں کیا ہوگا، لیکن مودودی صاحب کی تحریر سے اس سب کی تردید ہو جاتی ہے وہ لکھتے ہیں:

مودودی صاحب کا مبلغ علم

۷:- مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے، میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں، جس نے جدید اور قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے دونوں کوچوں کو خوب چل پھر کر دیکھا ہے، (ترجمان[1] ج ۱۴ عدد ۳ ص ۲۲۷)

خود اقرار ہے کہ دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی، اس لئے عالم نہیں بلکہ کچھ کچھ تعلیم کا حصہ پایا ہے، اس کچھ کچھ (ناقص وناتمام) حصۂ تعلیم پر آزادی کا یہ عالم ہے فرماتے ہیں۔

۸:- اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو دونوں کی خامیوں پر میں نے آزادی کے ساتھ تنقید کی ہے۔ حوالۂ سابق

کچھ کچھ حصہ تعلیم حاصل کر کے کچھ لوگ مطب شروع کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ دینی اصول کے ماہر اور مزاج شناس نبوت کہلانے لگتے ہیں جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ''نیم ملا'' اور ''نیم حکیم'' کے اقدام کا ہوتا ہے کہ جان کا بھی خطرہ اور ایمان کا بھی۔

چہارم: امیر صاحب کی طرف سے تقلید کی اجازت وآزادی کے ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ان کو کیسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

دوسرا رُخ

۹:- سب سے پہلی اور بڑی رکاوٹ کسی موزوں آدمی کا نہ ملنا ہے جو ہماری تعمیری اسکیم کو اپنے

---

[1]..... ترجمان القرآن ص: ۲۲۷/۱۴، عدد ۳، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ۱۳۵۸ھ ماہ ربیع الاول.

ہاتھ میں لے سکے، اس کیلئے ہمیں ایسا آدمی درکار ہے، جو تعمیری کام کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو، ہم سے اور جماعت سے ہمدردی رکھتا ہو، تجربہ کار، منتظم اور دیانت دار ہو، اور اس کام کو عملاً سرانجام دینے کی قابلیت صلاحیت رکھتا ہو تا کہ ہم اسپر اس معاملہ میں آنکھیں بند کر کے اعتماد کر سکیں اور وہ اپنی ذمہ داری پر اسکو سنبھال سکے (ترجمان[1] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۲۶)

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنا کسی بے علم آدمی کا کام تو ہے نہیں، نہ ہی بے علم آدمی کے حوالہ کرنا دانشمندی کا تقاضہ ہے لامحالہ ایسے آدمی کیلئے جس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جا سکے باعلم ہونا ضروری ہے، پھر اگر وہ باقاعدہ علم دین کی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہے تب تو وہ مقلد رہ کر جناب امیر کے نزدیک گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز میں گرفتار ہے اس پر مودودی صاحب کیسے اعتماد کر سکتے ہیں اگر وہ اعتماد کرتے ہیں تو سمجھ لیا جائے کہ ان کے نزدیک کیسے لوگ قابل اعتماد ہیں؟ وہ لوگ جو تقلید جیسی ناجائز گناہ اور اس سے بھی شدید تر چیز میں مستقلاً دائمی طور پر مبتلا اور اس پر مصر ہیں (گناہ سے شدید تر چیز سب جانتے ہیں کیا ہے) اگر وہ باقاعدہ علم دین کی تعلیم حاصل کئے ہوئے نہیں'' بلکہ کچھ کچھ حصۂ تعلیم حاصل کی ہے'' اور وہ نیم ملا ہے تو پھر اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے کا انجام معلوم۔

لہٰذا اہل علم حضرات کیلئے جماعت میں رہ کر مودودی صاحب کا اعتماد حاصل کرنے کی اسکے سوا کوئی صورت نہیں کہ وہ حنفیت، شافعیت وغیرہ (تقلید) کی پابندی سے بالکل تائب ہو جائیں اور تقلید کو گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید چیز تصور کرنے لگیں۔

پنجم: جماعت میں رہنے والوں کو امیر کی اطاعت لازم اور نافرمانی گناہ ہے

چنانچہ لکھتے ہیں:

---

[1]..... ترجمان القرآن ص: ۲۲۷/۱۴، عدد ۳، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ۱۳۵۸ھ ماہ ربیع الاول.

۱۰:- یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ بعض مقامی جماعتوں کے ارکان مقامی امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اہل تر سمجھ کر صاحب امر منتخب کیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کریں، اور اس کی نافرمانی کو گناہ جانیں اھ (ترجمان[1] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۲۵)

غور کا مقام ہے کہ اگر جماعت کے کچھ باعلم افراد مقلد ہوں گے تو جناب امیر کا فرض کیا ہوگا جب کہ تقلید ان کے نزدیک گناہ ہے۔

یہ صاحب امر ان افراد کو اس منکر عظیم سے منع کریں گے یا نہیں، اگر منع نہیں کرتے تو ایسے موقع پر سکوت کی شرعاً کب اجازت ہے؟ حدیث پاک میں ہے السّاکت عن الحق شیطان اخرس[2] اگر منع کرتے ہیں تو پھر یہ لوگ نافرمانی کر کے اگر مقلد ہی رہے تو ایک گناہ (تقلید) میں پہلے سے مبتلا تھے، دوسرا گناہ امیر کی نافرمانی کا سر چڑھا اور یہ گناہ امیر سے بغاوت کے ہم معنیٰ ہو کر ایسے نافرمان افراد کیلئے جماعت اسلامی سے اخراج کا موجب ہوگا، اور جو شخص جماعت اسلامی سے خارج کر دیا جائے اس کا ٹھکانہ پھر کہاں؟

ششم: بعض لوگ تقلید ائمہ سے ناخوش تھے اور اس کو شرک فی الرسالۃ تصور کرتے اور اخبارات ورسائل میں اس کی مذمت کیا کرتے تھے وہ بہت مسرور ہونگے کہ ہماری ہم نوا ایک نئی جماعت وجود میں آگئی جو کہ تقلید کو بالکل ہماری طرح ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز سمجھتی ہے (اگر چہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے عرصہ ہوا اس جماعت کے نقیب اخبار اہل حدیث میں شدومد کے ساتھ اس کی تردید کر دی تھی) اور بعض آزادی پسند مقلدین بھی اپنی غذا پا کر خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں جماعت اسلامی کی رکنیت کا فارم

---

[1]..... ترجمان القرآن ج: ۲۶ عدد ۳، ص: ۱۲۵، جماعت اسلامی کے پہلے کل ہند اجتماع کی روداد، ۱۳۶۴ھ ماہ ربیع الاول.

[2]..... وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الساکت عن الحق شیطان اخرس (نورالانوار ص ۲۲۳، بحث الاجماع، وبہامشہ کذا اور دہ علی القاری.

پُر کر چکے ہوں گے کہ اب تو تقلید کا بار گراں ہماری گردن سے بالکل اتر گیا اور ہم کلیۃً آزاد ہوگئے، اور اس حد تک ان کا خیال صحیح بھی ہے کہ تحریک جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب نے ان کو تقلید ائمہ سے آزادی دیدی بشرطیکہ انہوں نے دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہو لیکن شاید ان کو شعور نہیں کہ وہ اب بھی آزاد نہیں ہوئے، بلکہ تقلید سے بھی بھاری طوق ان کی گردن میں ڈالدیا گیا۔

فرماتے ہیں!

امارت کا منصب لیڈرشپ کا منصب ہے

۱۱:- مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض مقامی جماعتوں میں امارت کے انتخاب میں کچھ انجمن کی صدارت کا سا رنگ اختیار کرلیا گیا، یہ منصب دراصل مقامی لیڈرشپ کا منصب ہے۔اھ (ترجمان[۱] ج ۲۶ عدد ۳ ص ۱۵۱)

کسی امام کیلئے خواہ وہ مقلدین کا امام ہو جیسے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ یا اہل حدیث کا امام ہو جیسے امام بخاری وغیرہ لیڈرشپ کا منصب تجویز نہیں کیا گیا، نہ ہی ان ائمہ نے خود اپنے لئے یہ منصب تجویز کیا ہے، البتہ شیعہ صاحبان کے مذہب میں ضرور امام کا یہی منصب ہے۔

ہفتم: یہ لیڈرشپ کا منصب تو مقامی جماعت کے امیر کیلئے حاصل ہے اب رہے بانی تحریک جو کہ امیر الامراء ہیں جن کے قبضہ میں زمام کار ہے اور جو تحریک اسلامی کی گاڑی کے لئے ڈرائیور کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کا منصب کیا ہے؟ تو جماعت ان کی تقلید کرنے اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے پر قدرتاً مجبور ہے، اور ان کے ہاتھ میں پروانۂ آزادی کی وہی حقیت ہوگی جو کلکتہ کے ٹکٹ کی ہوتی ہے اس مسافر کے ہاتھ میں جو پنجاب جانے والی گاڑی میں سوار ہوگیا ہو اور دوسرے لوگوں کو ٹکٹ دکھا کر کہتا ہو کہ میرے پاس یہ کلکتہ کا ٹکٹ ہے میں کلکتہ

---

[۱]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ۴، ۵، ۶، ص: ۱۵۱، اجلاس سوم، روداد اجتماع، ۱۳۶۴ھ ماہ ربیع الاول،

جارہاہوں، ظاہر ہے کہ وہ اس ٹکٹ کے ذریعہ سے اس گاڑی سے کلکتہ نہیں پہونچ سکتا بلکہ وہ ہر اسٹیشن پر بجائے کلکتہ سے نزدیک ہونے کے دور ہوتا جائے گا اور دیکھنے والے کچھ اس پر ترس کھائیں گے اور کچھ اس کا مذاق اڑائیں گے، ٹکٹ کی جانچ کرنے والا کوئی آگیا تو وہ جرمانہ کردے گا۔ خود مودودی صاحب کے قلم سے اس کا ثبوت لیجئے، وہ فرماتے ہیں:

۱۲:- انسانی زندگی کے مسائل میں جس کو تھوڑی سی بھی بصیرت حاصل ہوگی وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوسکتا کہ انسانی معاملات کے بناؤ اور بگاڑ کا آخری فیصلہ جس مسئلہ پر منحصر ہے وہ یہ سوال ہے کہ معاملات انسانی کی زمام کار کس کے ہاتھ میں ہے، جس طرح گاڑی ہمیشہ اسی سمت چلا کرتی ہے جس سمت پر ڈرائیور اسکو لیجانا چاہتا ہو اور دوسرے لوگ جو گاڑی میں بیٹھے ہوں خواستہ وناخواستہ اسی سمت پر سفر کرنے کیلئے مجبور ہوتے ہیں، اسی طرح انسانی تمدن کی گاڑی بھی اسی سمت پر سفر کیا کرتی ہے جس سمت پر وہ لوگ جانا چاہتے ہیں جن کے ہاتھ میں تمدن کی باگیں ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ زمین کے سارے ذرائع جن کے قابو میں ہوں قوت واقتدار جن کے ہاتھ میں ہو، عام انسانوں کی زندگی جن کے دامن سے وابستہ ہو، خیالات وافکار اور نظریات کو بنانے اور ڈھالنے کے وسائل جن کے قبضہ میں ہوں، انفرادی سیرتوں کی تعمیر، اجتماعی نظام کی تشکیل اور اخلاقی قدروں کی تعیین جن کے اختیار میں ہو، ان کی رہنمائی اور فرماں روائی کے تحت رہتے ہوئے انسانیت بحیثیت مجموعی اس راہ پر چلنے سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتی جس پر وہ اسے چلانا چاہتے ہوں۔ اھ (ترجمان[۱] ج ۲۶، عدد ۳ ص ۱۹۵)

جو لوگ سید ابوالاعلیٰ صاحب کی رہنمائی وفرماں روائی کے تحت رہتے ہیں انکے خیالات وافکار اور نظریات بانیٔ تحریک کے لٹریچر کے ذریعہ ڈھالے گئے ہیں، ان کی باگیں کلیۃً

---

[۱]..... ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد ۳، ص: ۱۵۱، اجلاس سوم، روداد اجتماع، ۱۳۶۴ھ ماہ ربیع الاول،

مودودی صاحب (امیر الامراء) کے ہاتھ میں ہیں، وہ بحیثیت مجموعی اس راہ پر چلنے سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتے جس راہ پر مودودی صاحب چلانا چاہتے ہیں، جب کہ مودودی صاحب تقلید کو ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ تقلید کی طرف نہیں چلائیں گے، بلکہ جماعت کو اس سے نکالنے اور بچانے کی پوری کوشش کریں گے، اگر وہ لوگ تقلید پر قائم رہنا بھی چاہیں گے تو کسی طرح قائم نہیں رہ سکیں گے کیوں کہ وہ ایسی گاڑی میں سوار ہو چکے ہیں جس کو ڈرائیور ان کے منشأ کے موافق نہیں بلکہ ان کے منشأ کے خلاف اور اپنے منشأ کے موافق چلا رہا ہے لہٰذا وہ اسی سمت چلنے پر مجبور ہیں جس پر مودودی صاحب چلا رہے ہیں، اگر چہ وہ لوگ اس سے ناخوش ہوں گے مگر کچھ نہیں کر سکتے الا یہ کہ احساس ہونے پر کسی قریبی اسٹیشن پر اُتر جائیں، یا چلتی گاڑی سے کود جائیں جس طرح کہ گاڑی کی غلط سمت کا احساس وشعور ہونے پر جماعت کے چوٹی کے لوگ ہمت کر کے کود پڑے۔ جو بقول مودودی صاحب سوسائٹی کے مکھن تھے اور ابوبکر صدیقؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کے قلوب پہلے ہی سے ''حق'' کے خواہاں اور جویاں تھے، جیسے ہی مودودی صاحب کی زبان سے ''حق'' کو سُنا فوراً ایمان لے آئے اور انہی کے ہاتھ سے جماعت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور انہیں کے قلم سے دستور جماعت تیار ہوا تھا اور ان کے علم، تدبر، تجربہ، تقویٰ دیانت پر مودودی صاحب کو اس قدر اعتماد تھا کہ ان کی شرکت اور تعاون کو تحریک اسلامی کے حق ہونے کی دلیل پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ ایسے ایسے اہلِ علم، اہلِ بصیرت، اہلِ تجربہ موجود ہیں کہ اگر میرا کوئی غلط قدم بھی ہوتا تو فوراً مجھے روک دیتے اور آئندہ بھی اگر کوئی غلط قدم اٹھاؤں گا تو فوراً روک دیں گے، یہ کھلی دلیل ہے کہ میں نے جو راہ اختیار کی ہے وہی حق ہے۔

مگر قدرت کی مدد سے کسی پر سمت کی غلطی جلد منکشف ہوگئی، کسی کو دیر لگی، پھر جماعت نے ان کے متعلق جو کچھ کہا اور لکھا اور ان کو ناکارہ ہونا ثابت کیا اس سے ان کی وہ خدمات بھی

اکارت ہوگئیں جن پر انہوں نے بہت محنت کی اور سر کھپایا تھا، اور بہت برے برے القاب سے ان کو نوازا گیا ''دین سے پھر گئے'' ''خدا سے منہہ موڑ لیا، ارتداد اختیار کیا'' حالانکہ وہ لوگ اس دین سے نہیں پھرے جس کے متعلق قرآن پاک میں وارد ہوا ہے: **ان الدین عند اللہ الاسلام**[1]

بلکہ مودودی صاحب کی ڈھالی ہوئی تحریک سے پھرے ہیں، اور انہوں نے خدا سے منہ نہیں موڑا بلکہ مودودی صاحب سے منہ موڑا ہے، اور انہوں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار نہیں کیا بلکہ مودودی صاحب کے حلقۂ معاونین سے باہر ہوئے ہیں۔

ہشتم: کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ جماعت سے علیٰحدہ اور امیر کی قیادت سے آزاد ہو کر اسلامی زندگی گزارے تو اس کے متعلق سنئے فرماتے ہیں۔

جماعت سے علیٰحدگی اور امیر جماعت سے انحراف کا مطلب

۱۳:- آخری چیز جو جماعتی زندگی کیلئے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ ''اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں ہے'' اس قاعدۂ کلیہ کے مطابق آپ کیلئے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لئے ایک امیر منتخب کر لیں اھ جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص ۱۴

چنانچہ اسی اجتماع میں ابتداءً جماعت کی تشکیل ہوئی اور سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو امیر منتخب کیا گیا، کیونکہ ان سب لوگوں میں اہل تر یہی تھے اور جملہ شرکاء نے فرداً فرداً کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور از سر نو اسلام میں داخل ہوئے اور جملہ حاضرین کو اپنے اس نئے

---

[1]..... (سورہ ال عمران الآیۃ: ۱۹) **ترجمہ**:- بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے (بیان القرآن)

ایمان پر ہر ایک کو گواہ بنایا، اب جس کو اسلام مطلوب ومحبوب ہے وہ جماعت میں داخل ہونے پر مجبور ہے کیونکہ ''اسلام بغیر جماعت کے نہیں'' اور جب جماعت میں داخل ہو تو امیر کی نافرمانی کی مجال نہیں اس لئے کہ یہ منصب لیڈر شپ کا منصب ہے اور امیر سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ہیں تو ان کی نافرمانی کرنے سے اسلام جیسی محبوب مطاع پر کیا زد پڑیگی (اگر گویم زباں سوزد۔)

نہم: امیرالامراء بانی تحریک اسلامی جماعت سے کس نوع کی اطاعت چاہتے ہیں (ایسی ہی جیسی مقلدین اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں یا اس سے مختلف) وہ ایسی اطاعت چاہتے ہیں جیسی شکاری بندوق کی اطاعت چاہتا ہے کہ فائر کرنے میں بندوق کے لئے حق وناحق سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، فرماتے ہیں:

۱۴:- آپ سے امیر کی اطاعت اور ضابطے کی پابندی اور رضا کارانہ خدمت کی ادائیگی میں جتنی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اتنا ہی میں اپنے آپکو بے بس پاتا ہوں اور مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ میں ایسی بندوقوں سے کام لے رہا ہوں جو لبلبی دبانے پر بھی فائر نہیں کرتیں، اور ظاہر ہے کہ ایسے ہتھیاروں کو لیکر کون ایسا نادان ہوگا جو کسی بڑے اقدام کا ارادہ کر بیٹھے، برعکس اسکے جب میں آپکے اندر اطاعت اور تطوع اور باضابطگی کے اوصاف پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ایک آواز پر آپ جمع کئے جاسکتے ہیں، ایک اشارے پر آپ حرکت کر سکتے ہیں، اور خود اپنے دل کی لگن سے اس کام کو کرتے رہتے ہیں جو آپکے سپرد کیا جائے تو میرا دل قوی اور میری ہمت بلند ہونے لگتی ہے اور میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اب مجھے وہ طاقت حاصل ہو رہی ہے جس سے میں اس مقصد عظیم کیلئے کچھ زیادہ کام کرسکوں اھ (ترجمان[1] ج۲۶، عدد۳ ص۱۰۹)

---

[1]..... ترجمان القرآن ج۲۶، عدد۳، ص: ۱۰۹، جماعت اسلامی کے پہلے کل ہند اجتماع کی روداد، امیر جماعت کی افتتاحی تقریر، ۱۳۶۴ھ ماہ ربیع الاول، ربیع الثانی.

عجیب تضاد

دہم: لٹریچر میں جگہ جگہ ذہنی غلامی، شخصیت پرستی، اشخاص سے مرعوبیت اور تقلید کی مذمت اور اس سے اپنی اور اپنی جماعت کی برأت کی گئی ہے اور آزادیٔ رائے نقادانہ نظر، جمہوریت، شورائیت کو سراہا اور اپنا طرۂ امتیاز بتایا گیا ہے، امیر کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ تنقید سے بالاتر نہ ہوگا، ہر عامی شخص کو اس کی پبلک زندگی ہی پر نہیں بلکہ پرائیویٹ زندگی پر بھی تنقید کا حق حاصل ہوگا۔

مگر اس ہدایت (عبارت منقولہ ۱۴) سے معلوم ہوا کہ اس آزادیٔ رائے، جمہوریت، شورائیت کی آخری منزل جہاں اس کا سفر ختم ہوتا ہے آمریت اور لیڈرشپ ہے جس میں ادنیٰ سرتابی، اختلاف رائے اور مشورہ دینے کی گنجائش نہیں، تمام جماعت بے بس، بے شعور ہو کر بندوق کی طرح اطاعت کرنے پر مجبور ہے، فرق اتنا ہے کہ بندوق سوچنے والے دماغ اور دیکھنے والی آنکھ سے قدرۃً محروم ہے، اور جماعت سے مطالبہ ہے کہ وہ سوچنے والے دماغ اور دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہوئے اپنے اختیار سے بے اختیار و بے شعور ہو کر ایک اشارہ میں حرکت میں آجائے اس کے بالمقابل تقلید میں جس کو گناہ سے بھی کچھ شدید تر کہا گیا ہے یہاں تک توسع ہے کہ کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، دلائل کی قوت وضعف سے بھی بحث کی جاسکتی ہے، کیوں کہ وہاں لیڈرشپ نہیں ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

امید ہے کہ ان چند سطور سے جماعت اسلامی کے مقلد یا غیر مقلد ہونے پر غور کرنے کا موقع مل سکے گا۔

آپکے یہاں جماعت اسلامی کا دفتر ہے جس میں جماعت کی کتابیں موجود ہیں میں نے

جن کتابوں کے حوالے دیکر عبارتیں نقل کی ہیں اصل کتابوں سے ان عبارات کو ملا لیجئے اور ان کا اول وآخر بھی اطمینان سے پڑھ کر دیکھئے نہ کسی جگہ نقل میں کتر بیونت پائیں گے نہ ایسا ہے کہ درمیانی جملہ لے کر اصل مقصد کو خبط کر دیا گیا ہو، یہ اسلئے لکھا ہے کہ جماعت کا طرز یہ ہے کہ جب کوئی مضمون یا رسالہ دیکھا جس میں ان کی کسی غلطی پر فقہ، حدیث، قرآن سے ان کے انحراف کی نشاندہی کی گئی ہو، فوراً امیر اور جماعت نے کہا اور لکھنا شروع کر دیا کہ یہ ہم پر افتراء ہے، جھوٹ ہے، بہتان ہے، دناءت ہے، ہماری عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے یا ان کے اعتراض کا جواب دیا جائے، **واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم**. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جماعت اسلامی سے متعلق قاری محمد طیب صاحبؒ کی ایک تحریر اور اس کا جواب قولِ فیصل سے

سوال:- حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے جو غالباً ۶۹ھ کے کسی مہینہ کے دارالعلوم میں کوائفِ دارالعلوم کے زیرِ عنوان موجود ہے اور یہ مضمون رسالۂ زندگی رامپور ۶۹ھ سے لیا گیا ہے جہاں تک احقر کی رائے کا تعلق ہے، یہ صحیح نہیں ہے کہ مودودی صاحب کا لٹریچر دیکھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے، ممدوح نے اسلامی اجتماعیات کے بارے میں نہایت مفید اور قابلِ قدر ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ اس دور خلط واختلاط اور تلبیس والتباس میں جس بے جگری سے انہوں نے اسلامی اجتماعیات کا تجزیہ اور تنقیح کر کے اجتماعی مسائل صاف کئے ہیں وہ انھیں کا حصہ ہے، میں انہیں اسلامی اجتماعیات کا ایک بہترین سیاسی مفکر سمجھتا ہوں۔

البتہ فقیہ اور مفتی نہیں مانتا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس جماعت میں داخل ہونے سے ایمان چلا جاتا ہے آخر میں لکھا ہے کہ اس جماعت کے اصول اجتماعی میں کوئی بات خلافِ شریعت نظر نہیں آتی، مولانا محمد طیّب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے رسالۂ دارالعلوم بابت ماہ مئی ۵۷ء ص ۲۰ ر میں اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ ان عبارتوں یعنی جماعتِ اسلامی کے دستور کے واضعین کی عبارتوں میں صحابہ کرامؓ کو معیار، مینار روشنی، چراغ راہ، جامع ومکمل نمونہ، مدارِ نجات اور انکے اُسوہ کو واجبُ الاتباع تسلیم کیا گیا ہے، نقل رسالہ جماعتِ اسلامی علماء عرب وعجم ۱۹۶۰ء مندرجہ بالا مضامین سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا جماعتِ اسلامی کا لٹریچر اور تفہیم القرآن کا پڑھنا اور سُنانا شرعی نقطۂ نظر سے اہل سنت والجماعت کیلئے جائز ہے؟ ہر ایک سوال کا الگ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں شک نہیں کہ مودودی صاحب کو مضمون نگاری کا بہت سلیقہ ہے، انگریزی داں طبقہ کی نفسیات سے خوب واقف ہیں، اس لئے کہ خود بھی ایک حصہ عمر کا اس میں گذارا ہے اور گردوپیش میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں مگر ساتھ ہی کلام (عقائد) اور فقہ میں خاص مسلک رکھتے ہیں، جیسا کہ خود بھی فرماتے ہیں ''اخیر میں ایک بات کی اور توضیح کردینا چاہتا ہوں، فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر اختیار کیا ہے۔''

اور پچھلے آٹھ سال کے دوران میں جو اصحاب ترجمان القرآن کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص ۲۰) ان کا یہ مسلک اتنا خاص ہے کہ وہ اس میں نہ حنفیت کے پابند ہیں نہ شافعیت کے نہ اہلِ حدیث کے، نہ ائمہ کلام میں سے کسی کے پابند ہیں بلکہ ان کو صرف اپنی ذاتی تحقیق پر اعتماد ہے اسلئے جگہ جگہ وہ اپنی تصانیف میں ان سب سے متضاد نظر آتے ہیں اور ان کا یہ مجموعی مسلک سابقین میں سے کسی کے مسلک

سے ہم آہنگ نہیں بلکہ ایک جدید چیز ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جو کچھ اس کے متعلق بطور قولِ فیصل تحریر فرمایا ہے اور اس سے اکابر علماء نے اتفاق کیا ہے، وہ یہ ہے:۔

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتّب ہوئے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام میں مُہلک اور گمراہی کا باعث ہیں اور دین سے صحیح وابستگی قائم رکھنے کیلئے صحابہ کرام اور اسلافِ عظام سے جو تعلق رہنا چاہئے اس میں کمی آجاتی ہے، نیز مودودی صاحب کی جو بہت سی تحقیقات غلط ہیں لوگ ان سے متأثر ہو کر مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر ان امور سے ایک جدید فقہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور ایک نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے دین میں مضر ہے، اس لئے ہم ان امور پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کیلئے مُضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں (اصلی قولِ فیصل) کسی چیز کا کفر ہونا اور قطعی طور پر اس کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا ایک الگ مستقل چیز ہے، اور اس چیز کا غلط ہونا اور گمراہی کا سبب بننا جُداگانہ چیز ہے، اس لئے مودودی صاحب کو کافر نہیں کہا جاتا اور نہ ان کی جماعت پر کفر کا حکم کیا جاتا ہے اور اس سے اکابر علماء نے اتفاق کیا ہے نہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی کتابوں میں تو کفر صریح ہے، نہ یہ بات ہے کہ ان کی لکھی ہوئی ہر بات غلط ہے۔

بلکہ اصل حقیقت کو اس قول فیصل میں بتا دیا گیا ہے، جن حضرات نے دستورِ جماعت بنایا تھا تقریباً ایک ایک کر کے سب ہی اس سے الگ ہو گئے، پھر کسی نے خاموشی اختیار کی اور کسی نے اس کی گمراہی کو پوری وضاحت سے بیان کیا۔

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، مولانا عبدالغفار حسن صاحب، کوثر نیازی صاحب، مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، وحید الدین خان صاحب، عبدالرحیم اشرف، مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری یہ سب جماعت کے اونچے اونچے اور

بہت ہی قابلِ اعتماد کارکن تھے، وہ سب علیٰحدہ ہو چکے ہیں اور نوائے پاکستان، تعبیر کی غلطی، میں اس جماعت کی غلطیاں اور گمراہیاں تفصیل سے شائع ہو چکی ہیں۔ فقط واللہ ہادی الی صراطٍ مستقیم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۰ھ

اسلامی حکومت کہیں نہیں، اس کی وجہ

سوال:- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب حقوق الزوجین ص ۹۷ سے ص ۱۰۸ تک میں ارتداد احد الزوجین، خیارِ بلوغ، ولایتِ اجبار کی شرائط اور مہر کے متعلق اپنی جن فقہی آراء کا اظہار فرمایا ہے کیا وہ صحیح ہیں؟ اگر نہیں تو رہنمائی فرمائی جائے۔

(۲) جب کہ اسلام مکمل نظامِ حیات ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج دنیا کے کسی بھی ملک میں صحیح نظام نہیں، اسلامی حکومت قائم نہیں کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کے قوانین انسان کے مزاج کے مطابق امورِ خیر وفلاح کے حامل نہیں، کیونکہ اگر ان میں کچھ بھی افادیت ہوتی تو کہیں نہ کہیں ضرور اسلامی حکومت قائم ہوتی، آخر دنیا کے سب لوگ تو خراب نہیں ہیں، پھر جب تک دُنیا کی حکومت کا صحیح نظام نہیں دیکھا تھا تو وہ معذور تھی، لیکن جب اسلام آیا تو صحیح نظامِ حکومت سامنے آیا، تو کیا وجہ ہے کہ خلفائے اربعہ کے بعد سے آج تک کوئی بھی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوا اسلامی ہدایات کے مطابق خلیفہ منتخب نہ ہوا اور نہ مستقبل ہی میں اس کا امکان نظر آرہا ہے کہ ایسا ہوگا، کیا اس میں دُنیا کا قصور ہے یا اسلام کے نظام کا نقص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بیس سال سے زائد عرصہ ہوا جب وہ کتاب جماعتِ اسلامی کے ایک مبلغ نے دی تھی، اس وقت مطالعہ کر کے جو باتیں اسمیں فقہِ حنفی کے خلاف تھیں وہ لکھ کر ان کو دیدی تھیں

کتاب بھی واپس کر دی تھی اب نہ کتاب پاس ہے نہ وہ ان کے تفردات موجود ہیں، ایک حقوق الزوجین ہی کیا مودودی صاحب تو فقہ اور کلام میں ایک خاص مسلک رکھتے ہیں، جیسا کہ خود انہوں نے تصریح کی ہے[1]، وہ اپنے اس مسلک میں کسی مجتہد کے تابع نہیں، کیوں کہ تقلید ان کے نزدیک گناہ سے بھی شدید تر چیز ہے، جیسا کہ رسائل ومسائل میں موجود ہے[2]، لہٰذا انکے متعلق یہ فکر کہ ان کی فقہی آراء کہاں تک دیگر فقہائے کرام کے موافق ہیں اور کہاں تک ان کی دی ہوئی دلیلوں کے مطابق ہیں، ایسی ہی ہے جیسے کسی دوسرے نئے مدعی اجتہاد کے دعوؤں اور دلیلوں کے متعلق ہو، جو شخص ان کو امّت کا بہترین فرد تصور کرتا ہے، وہ ان کے ہر سیاہ وسفید کو مانتا ہے، جس کو اختلاف ہوتا ہے وہ جماعت سے علیٰحدہ ہو کر ان کی بنیاد ہی کو غلط کہتا ہے، جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب، حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب، وحید الدین خاں صاحب وغیرہ کی تحریرات وتصنیفات میں تفصیل مذکور ہے۔

(۲) یہ اسلام کا نقص نہیں بلکہ جو لوگ احکام اسلام کو قبول نہیں کرتے ان کا قصور ہے تسلیم کرنے والوں کی تعداد نہ تسلیم کرنے والوں کے مقابلہ میں قلیل ہے، زمانۂ خیر القرون میں حضرت نبی کریم ﷺ کی تربیت کی بدولت ایسے حضرات کثیر تعداد میں تھے، انکے مقابلہ میں نہ ماننے والے (منافقین) اقلیت میں تھے پھر وہ نزولِ وحی کا دَور تھا اس کے بعد رفتہ رفتہ اسکی خیر میں قلت پیدا ہوتی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، خیر القرونِ قرنی ثُمَّ الذین یَلُونهم الخ ثم یفشو الکذب[3] (الحدیث) جو کچھ تغیر روز بروز ہو رہا ہے وہ حدیث شریف کی

---

[1].....فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر اختیار کیا ہے۔ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص ۲۰)

[2].....میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ (رسائل ومسائل ص ۲۴۴ ج ۱، خلافیات طبع دوم، کیا ایک فقہی مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا گناہ ہے، مطبوعہ لاہور) **(حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)**

پیش گوئیوں کے مطابق ہورہا ہے مگر اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ سعی بھی نہ کی جائے سعی بہرحال تادمِ آخر لازم ہے، درمیان میں اور بھی صالح افراد کا انتخاب ہوا، انہوں نے بھی اپنے حوصلہ کے مطابق اصلاحی کام کئے ہیں مگر ظاہر ہے کہ بعد کے لوگ خلفائے اربعہؓ کے درجہ کو ہرگز نہیں پہونچ سکتے، بلکہ کسی صحابیؓ کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتے، بعض آدمی ان اکابر پر بھی تخریبی تنقید کر ڈالتے ہیں۔ کہ ان میں یہ خرابیاں تھیں، یہ کمزوریاں تھیں، ایسی تنقیدوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات سے سوءِ ظن پیدا ہوکر خیال قائم ہوتا ہے کہ اسلام کو پورے طور پر کسی نے نہیں سمجھا اور کسی کی زندگی اسلامی زندگی نہیں تھی بلکہ اسلام آج تک غیر واضح ہے، غور کیجئے کہ سچ بولنا، امانتدار ہونا، کسی پر ظلم نہ کرنا، ہمدردی کرنا یہ ایسے اخلاق ہیں کہ سب کے ہی نزدیک مطابقِ فطرت اور پسندیدہ ہیں اور ان کے خلاف کرنا سب کے ہی نزدیک قبیح ہے، مگر کتنے لوگ ان کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ ان کیلئے کسی شوکت وقوت کی ضرورت نہیں ہر شخص بلا تأمل اختیار کر سکتا ہے، لیکن پھر بھی ان کو اختیار نہیں کیا جاتا، روئے زمین پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی بستی بھی ایسی نہ ہوگی جہاں کے لوگ ان کو اختیار کئے ہوئے ہوں تو یہ اختیار نہ کرنے والے کا قصور ہے ان اخلاق کا نقص نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳..... فی حدیث عمران مرفوعاً خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (بخاری ص ۵۱۵ ج ۱، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، مسلم ص ۳۰۹ ج ۲، باب فضل الصحابة، مشکوٰة ص ۵۵۳، کشف الخفاء ص ۳۹۶ ج ۱، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، خیر القرون قرنی (فتح الباری ص ۳۵۲ ج ۷، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

فی حدیث ابن عمر مرفوعاً اوصیکم باصحابی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب (ترمذی ص ۳۹ ج ۲ ابواب الفتن، باب فی لزوم الجماعة، مطبوعه رشیدیه دهلی)

مودودی صاحب کی ایک کتاب سے متعلق مشورہ

سوال:-مولانا مودودی کی ایک کتاب کے بارے میں مشورہ طلب کیا، جس کا حسبِ ذیل جواب دیا گیا۔

جواب:-مکرم ومحترم زیدت مکارمکم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکی مرسلہ کتاب پہونچی جس کے متعلق آپنے داخلِ نصاب کرنے کا مشورہ طلب کیا ہے، اولاً معذرت پیش کرتا ہوں کہ جواب میں تاخیر ہوگئی۔ زحمتِ انتظار کو معاف فرمائیں، صورت یہ پیش آئی کہ کتاب الماری میں دوسری کتابوں کے ساتھ رکھ دی تھی، جب ہی باہر جانا ہوگیا، تو طلباء نے دیمک کے ڈر سے سب کتابوں کو دھوپ دی، واپسی پر دیکھا تو کتاب وہاں نہیں تھی، معلوم ہوا کہ غیر مجلد کتابیں مخلوط ہوگئیں، ترتیب قائم نہیں ہوسکی، اس اثناء میں آپکا خط بصورتِ تقاضا پہونچا جو کہ بالکل برمحل تھا، بڑی تفتیش کے بعد مل گئی۔ فالحمدللہ.

کتاب کو دیکھنا شروع کیا طرزِ تحریر اور بچوں کی زبان میں عام فہم بیان سے دل مسرور ہوا اور خیال پیدا ہوا کہ جماعتِ اسلامی اگر اسی طرح جمہور اہلِ سُنّت والجماعت کے موافق دین (عقائد واعمال) کو پیش کرے اور سلف صالحین کے خلاف اپنے خصوصی تفردات کو ان میں داخل نہ کرے تو ان سے اختلاف کی کوئی وجہ نہ ہو بلکہ ایسی کتابیں سب جگہ داخلِ نصاب کر لی جائیں اور مصنفین کیلئے صمیمِ قلب سے دعائیں نکلیں، ابتدائی حصہ میں کچھ مسامحات بھی معلوم ہوئیں ان کو کوتاہی پر محمول کیا کہ اس قسم کی فروگذاشت کا ہوجانا بعید نہیں۔ مگر آہستہ آہستہ کتاب میں اس جماعت کی خصوصی چیزیں بھی آنا شروع ہوئیں اور کافی مقدار میں آگئیں افسوس صد افسوس کہ یہ کتاب بھی جماعت کے جراثیم سے محفوظ اور پاک نہ رہ سکی، اِنَّالِلہ وَاِنَّاالیہ راجعون

جماعت اسلامی کے بانی سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فقہ اور کلام میں اپنا ایک خاص مسلک تجویز کیا ہے[1] اور اسکا اعلان کر دیا ہے جو کہ سب سے جداگانہ ہے، اس کا اثر اس کتاب میں کافی موجود ہے، امیر جماعت کے مسلک کا اثر جماعت اور جماعتی لٹریچر پر پڑنا فطرتاً ضروری ہے، اس لئے اس کتاب کو داخلِ نصاب نہ کیا جائے ورنہ معصوم بچوں کے قلب ودماغ پر ایسے ہی نقوش قائم ہوں گے جیسے مودودی صاحب قائم کرنا چاہتے ہیں، آپنے بطور مشورہ دریافت کیا تھا اس لئے ''المستشار مؤتمن[2]'' کے تحت بغیر کسی بحث، جدل، تفصیل کے مخلصانہ مشورہ یہی ہے، کتاب حسبِ ہدایت کتب خانہ دارالعلوم میں داخل کر دی ہے، جس کی رسید ارسال ہے، امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

طالبِ دُعاء: احقر محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۵ھ

عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی مسلک

سوال:- ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں، کیا یہ فرمانا اصولاً صحیح ہے؟ اب تک انبیاء کے متعلق علماء سے یہی سُنا ہے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں، کیا اس طرح ان کی عصمت پر دھبّہ نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انبیاء علیہم السلام کو بشر ہی سمجھا جائے خدا نہ سمجھا جائے اس مقصد کیلئے ان سے لغزشوں کا

---

[1].....فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر اختیار کیا ہے۔ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص۲۰)

[2]..... (ترمذی ص ۱۰۹ ج ۲، ابواب الادب، باب ماجاء ان المستشار مؤتمن، مطبوعہ اشرفی دیوبند) **ترجمہ**:- جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔

صادر کرانا اور اپنی حفاظت کا اٹھالینا یہ ایک ایسی بات ہے کہ ان عالم صاحب سے پہلے شاید کسی نے نہ کہی ہو، نہ لکھی ہو، نہ کسی کے خیال میں آئی ہو، نہ حضور اکرم ﷺ کے وقت میں یہ وجہ بیان کی گئی، خدا اور بشر میں فرق کرنے کیلئے عوارضِ بشریت اتنے ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اس کیلئے لغزشوں کا صدور ضروری ہے، کھانا پینا، اونٹ پر سوار ہونا، بکری کا دودھ دوہنا، عمامہ باندھنا سر پر تیل لگانا، عمرہ سے حلال ہوتے وقت سر منڈانا، تلوار لے کر میدانِ جہاد میں جانا، پتھر لگنے سے مجروح ہونا، دندانِ مبارک شہید ہونا، بخار آنا، غسل فرمانا، نکاح کرنا، وفات پانا وغیر وغیرہ، یہ سب بہت کافی وافی ہیں فرق کے لئے، اس فرق کے واسطے لغزش کو تجویز کرنا بے نظیر لغزش ہے جس کی ذمہ داری خود لکھنے والے پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۵ھ

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

سوال:- عصمتِ انبیاء کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ عبارتوں اور نصِ حدیث سے مدلل فرمائیں، مودودی صاحب کس کتاب میں کس عبارت سے عصمتِ انبیاء کے خلاف ہیں؟ جواب تفصیلی مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ کُتبِ عقائد وتفسیر میں مفصل موجود ہے، شرح فقہِ اکبر میں چار پانچ صفحات میں اسکو بیان کیا ہے[1]، اسی طرح شرح عقائد نسفی[2] اور اسکے حواشی کافی

---

[1]..... واختلف الناس فی کیفیة العصمة. (شرحِ فقه اکبر ۶۸تا۷۲، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2]..... شرح عقائد نسفی ۱۳۹، اول الانبیاء، مطبوعه تهانوی دیوبند.

ونبراس وغیرہ[۱] میں نیز شرح مقاصد[۲] الیواقیت والجواہر[۳] تفسیر کبیر[۴] بیضاوی[۵] اور اسکے حواشی شیخ زادہ وغیرہ میں ہے[۶] فرقۂ باطلہ حشویہ منکر عصمت ہے اسکے اوہام کو بیضاوی میں لکھ کر خوب رد کیا ہے، جو حصہ بیضاوی کا موقوف علیہ میں داخلِ درس ہے اسمیں موجود ہے اہلِ علم فاضل دارالعلوم کیلئے حوالہ کافی ہے، مودودی صاحب نے متعدّد انبیاء علیہم السلام پر اپنی کتابوں میں اسطرح کلام کیا ہے جو کہ اہلِ سُنت والجماعت کے مسلک کیخلاف ہے، حضرت آدم[۷] علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام[۸] اور حضرت یونس علیہ السلام[۹] پر انکا تبصرہ ایسا ہی ہے، دیکھئے تفہیم القرآن، تفہیمات،

۱..... (نبراس: ۲۸۳، مطبوعه امدادیه ملتان. مسئلة عصمة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام)

۲..... شرح المقاصد ص: ۳۰۸، المبحث السادس، فصل فی النبوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۳..... الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر للامام الشعرانی ص ۱۵۶ ج ۲ الی ص ۱۷۰ ج ۲، المبحث الحادی والثلاثون فی بیان عصمة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام

۴..... تفسیر کبیر ص ۳۰۱ ج ۱، سورۂ بقره آیت ۳۹، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۵..... بیضاوی ص ۶۷، سورۂ بقره آیت: ۳۹، مطبوعه رشیدیه دهلی.

۶..... حاشیة الشهاب علی البیضاوی ص ۲۲۲ ج ۲، سورة البقرة آیت: ۳۹، طبع مکة المکرمة. حاشیة الکارزونی ص ۳۰۴ ج ۱، مطبوعه دارالفکر بیروت. حاشیة القونوی ص ۲۰۸ ج ۳، مطبوعه عباس احمد الباز مکة المکرمه.

۷..... یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی بس ایک فوری جذبہ نے جو شیطانی تحریض کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔(تفهیم القرآن ص: ۳/۱۳۳، سورۂ طه آیت: ۱۲۱، مطبوعه مرکزی مکتبه جماعت اسلامی دهلی)

۸..... موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔(ترجمان القرآن ج ۲۹، عدد ۴، ص ۵)

۹..... حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔(تفهیم القرآن ص: ۲/۳۱۲، سورۂ یونس آیت: ۹۸، مطبوعه مرکزی لاهور)

ترجمان القرآن، آپ قاسمی ہیں اجنبی نہیں اسلئے عرض کروں گا کہ اپنی دینی کتب میں مطالعہ کر کے اہلِ سُنّت والجماعت کے مسلک کی خوب تحقیق کرلیں بے خبر نہ رہیں پھر دیکھیں کہ مودودی صاحب نے کیا لکھا ہے، مجمل ومختصر بات آپ کیلئے کافی نہیں، ایک دوعبارت نقل کردینا بھی آپ کیلئے کافی نہیں، اگر وقت مل جائے اور یہاں تشریف لاسکیں تو یہاں آکر کتب خانہ میں مطالعہ کرلیں، امید ہیکہ اس مطالعہ کی ترغیب پر ناخوش نہیں ہونگے۔ فقط والسلام

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۵ھ

جماعت اسلامی پر غور کرنے کیلئے بنیادی امور جن سے اس کا حکم واضح ہوجاتا ہے

سوال:- (۱) جماعتِ اسلامی برسرِ حق ہے یا گمراہ ہے؟ اوراس کے بنیادی عقیدہ کے بارے میں آپ کی کیارائے ہے؟

(۲) اس جماعت کے افراد کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟

(۳) اس جماعت کی مخالفت کرنا ہمارے لئے درست ہے یاغلط؟

(۴) مدارسِ دینیہ میں اس جماعت کے افراد کی خدمت قبول کی جاسکتی ہے یانہیں؟

(۵) اِس جماعت کے اجتماعات میں شرکت کرنا اوراسکا لٹریچر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چندامور عرض ہیں ان پر غور فرمائیں۔

(۱) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے پہلا طبقہ ہے جن کو حضورِ اکرم ﷺ نے دینِ اسلام کی تعلیم دی، ان کے قلوب میں اس کا یقین راسخ فرمایا اوران سے عمل کرا کے ان کی زندگی میں راسخ کیا، تمام امت کیلئے ان پر نقل دین میں اعتماد لازم ہے کسی صحابی نے

کوئی بات حضور اکرم ﷺ کی طرف غلط اور جھوٹ منسوب نہیں کی، تمام صحابہ کرام کا دامن اس سے پاک صاف ہے۔

(۲) صحابہ کرام میں نفس صحابیت میں شرکت کے باوجود فرقِ مراتب بھی ہے ان میں سے بعضے باپ ہیں، بعضے بیٹے، بعضے دادا ہیں، بعضے پوتے، بعضے استاذ ہیں، بعض شاگرد، بعض بڑے ہیں، بعض چھوٹے، بعض زیادہ حاضر باش ہیں بعض کم، بعض کی زندگی اسلام میں زیادہ گذری بعض کی کم، بعض کو فہم نصوص زیادہ حاصل ہوا بعض کو کم، پس اگر کسی استنباط اور اجتہاد میں اختلاف ہو وہاں استاذ کے قول کو شاگرد کے قول پر ترجیح دی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ یہ چیز نہ احترامِ صحابہ کے خلاف ہے نہ اس پر کوئی اعتراض ہے، لیکن محض اپنی رائے سے بغیر دلیلِ شرعی کے صحابہ کرام کے قول کو رد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں[۱]۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت کسی باپ نے اپنے بیٹے کو یا استاذ نے اپنے شاگرد کو کوئی سخت کلمہ کہدیا ہو یا چپت بھی ماردیا ہو تو آج اس کی حرص کرتے ہوئے کسی کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ ان صحابی کی شان میں وہ بھی وہ سخت کلمہ استعمال کرے اور استدلال کرے ان کے باپ اور ان کے اُستاذ نے بھی تو یہ لفظ کہا تھا میں نے کہدیا تو کیا قصور کیا، جیسے کہ کسی شخص کے والد کو اس کے دادا نے کبھی سخت کلمہ کہا ہو بلکہ کبھی چپت بھی ماردیا ہو تو اب یہ پوتا اپنے باپ کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہے جو اسکے دادا نے کیا تھا تو کوئی ادنیٰ عقل والا بھی اسکی اجازت نہیں دیگا اور اس کو پسند نہیں کریگا۔

(۴) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور فضائلِ قرآن کریم اور مستند احادیث میں موجود ہیں، تاریخ کی رطب ویابس روایت پر بھروسہ کرتے ہوئے ان فضائل ومناقب سے صَرفِ نظر کرنا ہرگز درست نہیں خاص کر جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ ان تاریخوں کے

---

[۱]..... تقلید الصحابی واجب یترک به القیاس ای قیاس التابعین ومن بعدهم، (نور الانوار ص: ۲۲۰، وجوب تقلید الصحابی وعدمه، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

لکھنے والے اس حیثیت کے آدمی نہیں جس حیثیت کے حضراتِ محدثین ہیں۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو درگذر کرو اس کا ذکر مت کرو[۱] حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے کارنامے اتنے بلند ہیں کہ امید ہے کہ وہاں پکڑ نہیں ہوگی، پھر تنقیدِ صحابہ کو مستقل مشغلہ بنانا اور اس میں کتابیں تصنیف کر کے ان کی پاکیزہ زندگیوں میں سے عیوب تلاش کر کے لکھنا ان میں یہ عیب تھا اس سے یہ گناہ صادر ہوا ان سے یہ کوتاہی ہوئی ان سے یہ چوک ہوئی، آخر تھے تو وہ بشر ہی، بشری کمزوریوں سے خالی نہیں تھے ان پر غیر دینی جاہلیت کے رہ رہ کے حملے ہوتے تھے جس کی بناء پر وہ ناکردنی حرکات کر گذرتے تھے، دین کی روح تڑپ اٹھتی تھی، انہوں نے باہمی جنگ وجدال میں جاہلیت میں جان دی، وغیرہ وغیرہ، اس تنقید کی کہاں اجازت ہے جس سے ان کی ساری زندگی ہی عامیانہ زندگی اور مخدوش زندگی بن جاتی ہے جس کی بنا پر ان کا نقل کردہ دین ہی ناقابلِ اعتماد بن جاتا ہے، مودودی صاحب اور جماعتِ اسلامی کی کتابوں میں مثلاً خلافت وملوکیت، تفہیمات، معرکۂ اسلام وجاہلیت وغیرہ میں یہ مضامین بھرے ہوئے ہیں۔

دَورِ صحابہ کے بعد محدثین کا نمبر آتا ہے جب حضور اکرم ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو صحابہ کرام کی ذواتِ مقدسہ کو نشانۂ تنقید بنا کر مجروح کرنے سے نہیں روک سکے تو پھر محدّثین کرام کا درجہ تو صحابہ کرام سے کم ہے ان کا کیا خیال کرتے جو جو نہ کہنا چاہئے وہ وہ ان کو کہا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فہم دین میں صرف اپنے دماغ وفہم پر اصالۃً اعتماد ہو گیا، جو چیز صحابہ کرام اور محدثین وغیرہ حضرات سے اپنے فہم ودماغ کے مطابق مل جاتی وہ علی الراس والعین ہے اور جو چیز خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے اور استدلال یہی ہے کہ ہر ایک کی تنقید درست ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے جو کچھ آپ نے نقل کیا ہے انصاف کے ساتھ غور کریں کیا واقعی ان کا مقصد صحابہ کرامؓ

---

[۱]..... فی حدیث ابی سعید الخدری مرفوعا فاعفوا عن مسیئھم رواہ الترمذی، (مشکوۃ ص ۵۵۳، مناقب صحابہ، طبع یاسر ندیم)

کو اس طرح مجروح کرنا اور نشانۂ ملامت بنانا ہے۔

(۶) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر جو کچھ تنقید کی گئی ہے اس کو بھی شاید آپ نے مودودی صاحب وغیرہ کی کتابوں میں ملاحظہ کیا ہوگا جہاں انہوں نے لکھا ہے کہ اُمّت کو بُت پرستی سے تو بچایا ہے مگر پیر پرستی میں مبتلا کر دیا کہ مرید ہوتے ہی پیر کو رب سمجھا جانے لگا کس قسم کی تنقیدیں ہیں کہ روا نہیں رکھی گئی اور مسلمانوں کو اس مہلک مرض میں مبتلا کر دیا جس شخص کا یہ حال ہو صحابہ پر تنقید کرتے ہیں، اس کے قول سے استدلال کرتے ہیں، تجدید واحیاءِ دین وغیر آپ کی نظر سے گذری ہوگی۔

(۷) قرآن کریم کی آیات اور مستند احادیث صحابہ کرام کے حق میں ذرا ملاحظہ کیجئے۔

السَّابِقُوْنَ الاوَّلُون مِنَ المهاجرين والانصار والَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدَّ لهم جناتٍ تجرى تحتَها الانهٰر خالدين فيها ابداً ذٰلک الفوز العظيم[1] اصحابى كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم[2] رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا[3] تبديلاً ولكن الله حبّب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق

---

[1].....سورة التوبة الاٰية: ۱۰۰،

ترجمہ:- جو مہاجر وانصار سابق ومقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کیساتھ انکے پیرو ہوں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اس سب سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے (بیان القرآن)

[2]..... مشكوٰة باب مناقب الصحابة ص ۵۵۴،

ترجمہ:- میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں پس ان میں سے جس کی تم اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

[3]..... سوره احزاب الآية: ۲۳،

ترجمہ:- ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر وتبدل نہیں کیا۔ (بیان القرآن)

وَالعصیان[1] عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل اُحُدٍ ذهباً ما بلغ مداحدهم ولا نصیفه. مَنْ سَبَّ اصحابی فعلیه لعنة الله وَالملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً[2]

ان الله اختار اصحابی علیٰ العالمین سوی النبیین وَالمرسلین واختار لی منهم اربعة یعنی ابابکر وعمر وعثمان وعلیاً فجعلهم خیر اصحابی وفی اصحابی کلهم خیر[3] ایها الناس ان الله غفر لاهل بدر وَالحدیبیة[4] احفظوا فی اصحابی واصهاری واخنانی لا یطالبنکم احد منهم بمظلمة فانها مظلمة لا توهب فی القیامة[5] غداً

اور چند احادیث کا خلاصہ عرض ہے،

۱- جس نے میرے صحابہ میں میری رعایت کی اللہ اس کی دُنیا وآخرت میں حفاظت فرمائے گا اور جسنے ان میں میری رعایت نہ کی اللہ تعالیٰ اس سے بَری ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ

---

[1]..... سورہ حجرات الآیة ۷،

ترجمہ:- لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا ہے اور کفر وفسق وعصیان سے تم کو نفرت دے دی۔

[2]..... مشکوٰۃ شریف ۵۵۳، باب مناقب الصحابة،

ترجمہ:- میرے صحابہ کو بھلا برا مت کہو پس اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو بھی انکے ایک مد اور نصف مد کو نہیں پہونچ سکتا، متفق علیہ،

[3]..... وفی البزار عن جابر مرفوعا صحیح "ان الله اختار اصحابی الخ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص: ۸/۲۷۰، سورة الفتح، مطبوعه دارالفکر بیروت. مجمع الزوائد ص ۱۰/۱۶.

[4]..... کتاب الشفاء ص ۲/۴۶، من توقیره وبره توقیر اصحابه وبرهم.

[5]..... کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ للقاضی عیاض ص ۲/۴۶، مؤسسة الکتب الثقافیه بیروت، والحدیث رواه الطبرانی فی معجمه الکبیر (شرح الشفا ص ۲/۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۷/۳۶۹.

بَری ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا[1]، (ہلاک فرمادے گا)

۲- جس نے میرے اصحاب میں میرے حق کی حفاظت کی وہ حوضِ کوثر سے سیراب ہوگا اور جس نے حفاظت نہ کی حوضِ کوثر سے سیراب نہ ہوگا اور نہ مجھے دیکھے گا مگر دُور سے[2]۔

اب کچھ اکابر کے اقوال بھی سنئے:

(الف) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ نجات پاجائے گا (۱) حق تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ سچائی اور (۲) حضرت محمد ﷺ کے اصحاب کے ساتھ محبت[3]۔

(ب) حضرت ایوب سختیانیؒ کا قول ہے جس نے حضرت ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے حضرت عمرؓ سے محبت کی اللہ تعالیٰ کے راستے کو واضح کیا، جس نے حضرت عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ مستفیض ہوا، جس نے حضرت علیؓ کے ساتھ محبت کی اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا، جس نے تمام صحابہ کی تعریف کی وہ نفاق سے بَری ہو گیا، جس نے ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھا وہ مبتدع ہے اور سنت وسلف صالحین کی مخالفت کرنے والا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں چڑھ سکتا جب

---

[1] من حفظنی فیهم حفظه الله فی الدنیاء والآخرة ومن لم یحفظنی فیهم تخلی الله منه ومن تخلی الله منه یوشک ان یأخذهٗ (کتاب الشفا ص ۲/۴۶، الباب الثالث من القسم الثانی، رواه ابو نعیم والدیلمی عن عیاض الانصاری وابن منیع عن انسؓ (شرح الشفا ص ۲/۹۶، للملا علی القاری)

[2] قال صلی الله علیه وسلم من حفظنی فی اصحابی ورد علی الحوض ومن لم یحفظنی فی اصحابی لم یرد علی الحوض ولم یرنی الا من بعید (شفا ص ۲/۴۶، فصل من توقیره وبره توقیر اصحابه وبرهم، مطبوعه بیروت) رواه الطبرانی بسند ضعیف (شرح الشفا ص ۲/۹۶، للملا علی القاری، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۲/۳۱۹، دار احیاء التراث العربی)

[3] قال عبد الله بن المبارک خصلتان من کانتا فیه نجا الصدق وحب اصحاب محمد ﷺ (شفا ص ۲/۴۵، الباب الثالث من القسم الثانی)

تک وہ ان تمام سے محبت نہ کرے اور اسکا دل ان سب کیلئے بُغض وکینہ سے صاف نہ ہو۔[۱]

(ج) حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی تعظیم نہ کرے اور ان کے اوامر کا احترام نہ کرے اس کا ایمان ہی حضور اکرم ﷺ پر نہیں ہے۔[۲] شروح بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، طبرانی وغیرہ کتب میں یہ سب چیزیں موجود ہیں۔

(۸) مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے اونچے ذمہ داروں کی تحریرات میں کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں کچھ روافض کی ہیں کچھ خوارج کی ہیں کچھ غیر مقلدین کی ہیں کچھ منکرینِ حدیث کی ہیں کچھ قادیانیوں کی ہیں، جو شخص یا جو فرقہ ان تمام کو تسلیم کرتا ہے ظاہر ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت (ما انا علیہ[۳] واصحابی) سے نہیں۔

(۹) مودوی صاحب کے نزدیک الٰہ، رب، عبادت، دین، اسلام، ایمان، توحید، رسالت، تقویٰ، سنت، اُسوہ، بدعت وغیرہ اصطلاحات کے مفہومات جو اُمت میں شائع ہیں وہ غلط ہیں، پس ان کے نزدیک نہ کسی کا ایمان ایمان ہے، نہ کسی کا اسلام اسلام ہے، نہ کسی کی عبادت عبادت ہے، نہ کسی کا دین دین ہے۔ الغرض ہزار سال سے زیادہ مُدّت گزر چکی کہ ساری اُمّت اس ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہے مودودی صاحب نے ان تمام اصطلاحات کی

---

[۱]..... قال ایوب السختیانی من احب ابابکر فقد اقام الدین ومن احب عمر فقد اوضح السبیل ومن احب عثمان فقد استضاء بنوراللہ ومن احب علیا فقد اخذ بالصروۃ الوثقی ومن احسن الثناء علی اصحاب محمد ﷺ فقد برئ من النفاق ومن انتقص احدا منهم فهو مبتدع مخالف للسنة والسلف الصالح واخاف ان لایصعد له عمل الی السماء حتی یحبهم جمیعاً ویکون قلبه سلیماً (کتاب الشفا ص ۲/۴۶، فصل من توقیره وبره توقیر اصحابه وبرهم.

[۲] قال سهل بن عبد اللہ التستری لم یومن بالرسول من لم یوقر اصحابه ولم یعز اوامرهٗ (کتاب الشفا ص ۲/۴۷، الباب الثالث من القسم الثانی طبع بیروت.

[۳]..... مشکوۃ شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

وہ تشریح کی ہے جس کو اکابر سلفؒ کی تشریح سے کوئی ربط نہیں سب سے جداگانہ ہے قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں دیکھئے تو بات خوب واضح ہو جائے گی، اس وجہ سے اس کے رد میں تعبیر کی غلطی، دورِ حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح وغیرہ کتابیں ایسے لوگوں کے قلم سے نکلی ہیں جو مدت دراز تک زور شور کے ساتھ مودودی صاحب کی حمایت کرتے رہے ہیں اور صدہا صفحات بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پہلے لکھ چکے تھے، امید ہے کہ ان امورِ معدودہ سے آپکے پنجگانہ سوالات کا جواب خود بخود آپ پر واضح ہوگیا ہوگا، مزید توضیح وتشریح کی حاجت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۴۰۱ھ

حکومت الٰہیہ کا قیام

سوال:- میرے کچھ قریبی عزیز جو مجھ سے عمر میں بڑے بھی ہیں، میرے یہ کہنے پر ''بندوں کے اوپر بندوں کی نہیں اللہ کی حکومت ہونی چاہئے اور اسی کا حکم ہونا چاہئے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے تمام دستور حیات ہم کو دیا ہے، اور آخرت میں اس کا جواب دینا ہے'' مجھے کوتاہ فہم'' اور بے عقل قرار دیتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ مذاق بھی اڑاتے ہیں، مزید یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں، کہ وقت کے حاکم کا حکم ماننا چاہئے، خواہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اور اسی وجہ سے ہم ''ڈاکٹر امبیڈکر'' کے دستور کو بھی مانتے ہیں، یہاں جائز اور ناجائز پیش نظر نہیں ہے، یہ لوگ مزید کہتے ہیں کہ اللہ کی حکومت تو جاری ہے، اور کیسی حکومت لیکن میں اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں، وہ یہ کہ ایمان مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دستور اور طریقوں پر ہی رکھنا چاہئے، نہ کہ کسی انسان کے مقرر کردہ دستور پر جو شریعت کے خلاف ہو، اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کیلئے اور حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے عمر ابن عبدالعزیزؒ، مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہؒ

محدث دہلوی، امام غزالیؒ، سید احمد شہیدؒ نے تمام عمر کوشش کی حال ہی میں سید قطب کو اسلام کو مصر میں لانے کی جدوجہد میں پھانسی دی گئی، اور ان کی لاش بھی کسی مسلمان کو نہیں دی گئی، اس لئے ساری مسلم دنیا میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ کون غلطی پر ہے اور کیوں، ساتھ ہی ساتھ حکومت الٰہیہ کا مفہوم بھی سمجھا دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن کریم میں ہے "ان الحکم الا للہ"[1] جن امور میں اللہ پاک کا ارشاد موجود ہے، یا حدیث شریف موجود ہے، یا ائمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث سے استخراج کر کے اتفاق کرلیا ہے، ان میں ان سب کو چھوڑ کر محض خواہشات نفسانی کے ماتحت از خود عمل کرنا یا کسی کو مستقلاً تسلیم کرنا جائز نہیں[2]، جن مسائل میں قرآن کریم یا حدیث شریف یا ائمہ مجتہدین سے دونوں طرح گنجائش ملتی ہے، ان میں زیادہ تنگی نہیں، مگر اتباع نفس سے وہاں بھی اجتناب ضروری ہے، اگر ہم اپنے اختیار سے کوئی قانون بنالیں، اور عملاً اس کی پابندی کرلیں تو یہ خدائی قانون کا مقابلہ نہ ہوگا۔

مثلاً ہمارے پاس زمین کے متعدد قطعات ہیں کسی میں ہم مکان بنائیں، کسی میں دوکان اور کسی میں گندم کی کاشت کریں، کسی میں چنے کی، کسی میں باغ لگائیں، تو یہ چیز قابل اعتراض نہیں، اسی طرح جائز اور اختیاری امور میں ہمارا کوئی بڑا ہم کو حکم کرے خواہ وہ حکومت ہو یا والد یا استاذ یا قیم اور امیر جماعت ہو تو اس کا تسلیم کرنا غیر اللہ کو معبود تسلیم کرنا نہیں ہے، نہ اس

---

[1]..... سورۂ یوسف آیت: ۴۰، ترجمہ:- حکم خدا کا ھی ھے. (از بیان القرآن)

[2]..... لایحل لھما الحکم والافتاء بغیر الراجح لانه اتباع للھوی وھو حرام اجماعاً الیٰ قوله نعم اتباع الھوی حرام، شرح عقود رسم المفتی، ص۳/الافتاء بغیر الراجح، مطبوعه اسعدی شاہ بھلول، سھارنپور

کو طاغوت یا کوئی اور دوسرا لقب دیا جائے گا، حضرت نبی اکرم ﷺ نے حدیث شریف میں والدین کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے[1]، نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ جس نے میرے تجویز کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی[2]، جائز امور میں حاکم کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

مسلمانوں کے ایمان کو پختہ کرنا بہت ضروری ہے، اور اس میں پختگی یقین اور عمل صالح سے آتی ہے، اور اخلاق کی اصلاح سے جذبات عالیہ پیدا ہوتے ہیں اور تقویٰ ان سب کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے کہ ہر چیز کیلئے معدن (کان) ہوتا ہے، اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں[3]، لہٰذا صلحاء وعرفاء واتقیاء کی صحبت اور ان کے ارشادات پر غور وفکر کے ساتھ کاربند ہونے کی ضرورت ہے، ہر شخص محض لٹریچر کے مطالعہ سے متقی نہیں بن جاتا، ورنہ قرآن پاک جو سب سے اعلیٰ کتاب ہے اور اصول دین پر حاوی ہے، اس کو نازل کر دیا جاتا، رسول اللہ ﷺ کو مبعوث نہ فرمایا جاتا، کیونکہ صحابہ کرامؓ سب اہل زبان

---

[1]..... اطع اباک، کنز العمال، ج۱۶/ص۴۷۳/حدیث۴۵۵۰۸/برالاب من الاکمال، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت.

[2]..... عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعصِ الامیر فقد عصانی الحدیث مشکوٰۃ شریف،ص ۳۱۸/کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند

[3]..... عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لکل شیء معدن و معدن التقویٰ قلوب العارفین، مجمع الزوائد، ج۱۰/ص۴۸۴/حدیث ۱۷۹۴۴/ باب معادن التقویٰ قلوب العارفین، کتاب الزھد، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

"کنز العمال، ج۳/ص۹۰/حدیث۵۶۳۸/التقوی، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۲/ص۲۳۴/حدیث ۱۳۱۸۵/داراحیاء التراث العربی بیروت."

تھے، اسکو دیکھ کر سب کے سب متقی ہو جاتے، رسول پاک ﷺ کی تعریف میں ہے، "ویزکیھم" تزکیہ باطن صحبت مبارکہ سے ہوتا تھا، قرآن کریم میں دو چیزیں ہیں، ''الفاظ'' اور ''نور'' الفاظ زبان مبارک سے تلاوت فرما کر صحابہ کرامؓ کو سکھائے، اور نور سینۂ مبارک سے صحابہ کرامؓ کے سینوں میں منتقل ہوا، پھر صحابہ کرامؓ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا، اس نور کے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے، اور ایمان قوی ہو کر آدمی کی تکمیل ہوتی ہے، ورنہ اگر وہ نور نہ ہو تو خالی الفاظ تو یہود و نصاریٰ بھی پڑھتے ہیں، بلکہ ترجمہ و تفسیر بھی لکھ دیتے ہیں، حکومت الٰہیہ کی آپ کوشش کر رہے ہیں، یہ تو مبارک چیز ہے آپ نے خود ہی اس کا کچھ مفہوم سمجھا ہوگا، اور اس کا کچھ ماخذ آپ کے پاس ہوگا، آپ ہی فرمائیں کہ اس کا مفہوم کیا ہے، اور وہ کہاں سے ثابت ہے، اور کیا وہ کبھی دنیا میں کبھی قائم ہوئی بھی ہے، یا یہ لفظ ایسا ہے کہ اس کا مصداق کبھی دنیا میں قائم نہیں ہوا، اور دنیا اس سے ناآشنا ہے، جیسا کہ موجودہ دور کے حکومت الٰہیہ کے سب سے بڑے داعی اور لیڈر نے لکھا ہے ''اصول حکومت'' وہ چیز ہے جس سے دنیا ہمیشہ ناآشنا رہی ہے، اور آج تک ناآشنا ہے۔

تنبیہ:- غائبانہ نماز جنازہ کی اجازت نہیں، میت کا سامنے ہونا ضروری ہے[1]، اگر کوئی بغیر نماز جنازہ پڑھے میت کو دفن کر دیا گیا ہو، تو مجبوراً قبر پر نماز جنازہ پڑھ لی جائے، وہ بھی اتنی مدت کے اندر کہ میت کے پھٹ جانے کا ظن غالب نہ ہو، اس کے بعد قبر پر بھی نہ پڑھی جائے، جیسا کہ کتب فقہ، ردالمحتار[2]، بحرالرائق[3] وغیرہ میں ہے، جو شخص غلط بات کہے اور ناواقف

---

[1]..... ووضعه امام المصلی فلاتصح علی غائب، الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار زکریا، ج۳/ص۱۰۴/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی.

[2]..... وان دفن بغیر صلاة صلی علی قبره مالم یغلب علی الظن تفسخه، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۳/ص۱۲۵/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب تعظیم اولی الامر واجب

[3]..... البحرالرائق کوئٹه ص۱۸۲ ج۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

ہوتو اس کو صحیح راہ بتادی جائے، مذاق نہ اڑایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۸ھ

خلافت الٰہی کا قیام

سوال:-عرض ہے کہ:

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(۱) خلقت آدم علیہ السلام کی غایت، نسل آدم علیہ السلام کو اپنے داعی آدمؑ **لا الہ الا اللّٰہ، آدم صفی اللّٰہ** سے **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**، تک کے ذریعہ سے زمین پر ''خلافت الٰہی'' کا قیام مقصود تھا، تو پھر کیا اس وقت کسی بھی مملکت میں عملی خلافت ابھی قائم ہے؟

(۲) خلافت الٰہی کا مطلب امامت اور امارت یا کچھ اور جیسا کہ مرکز میں تبلیغی جماعت کے امیر ہیں یا امام اور دونوں کی بنیادی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟

(۳) ہمارے کون سے علماء کا گروہ بصورت جماعت خلافت الٰہی کے سلسلے میں خدائی قانون اور حکومت کے نفاذ میں سعی کر رہا ہے؟

(۴) کلام پاک میں صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے، صلوٰۃ کی نسبت سے زکوٰۃ کے بارے میں ہمارا کیا عمل ہے، جبکہ صلوٰۃ کا ایک باقاعدہ جماعتی نظام ہند اور بیرون ہند میں کام کر رہا ہے؟

(۵) مدارس دینیہ مروجہ طریقہ سے چندہ کے ذریعہ چلانا، مہمانانِ رسول کو صدقہ، خیرات، زکوٰۃ کا مال کھلا کر علم پڑھانا، کیا آپ کو حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خیالات عالی بسلسلہ چندہ و تعلیم دین سے اتفاق ہے، جب کہ آپ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
پھر کہاں سے آئے صدائے لا الہ الا اللہ
یہ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرود
تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ

منتظر نظارے ہیں چشم خمار آلود کھول
اٹھ کلید فتح بن قفل درمقصود کھول

(۱) مقصود تخلیق عبدیت ہے، **ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**[۱] الخ'' خلافت موعود ہے، ''**وعد اللّٰہ الذین آمنو امنکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض**[۲]'' مقصود سے صرف نظر کر کے اس مقصود پر جو چیز موعود ہو، اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا۔

(۲) انسان خدا کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنے خالق کی رضا کیلئے وقف کردے، اور اس کو نصب العین بنالے تو پھر قدرتی طور سے اس کو اسکی حیثیت کے موافق منصب عطا ہوتا ہے، اور وہ صفات خداوندی کو زیادہ سے زیادہ جلوہ گر دیکھتا ہے، اور مخلوق اس سے اثر لے کر اطاعت کا ثبوت دیتی ہے، یعنی جتنا مطیع احکام خداوندی ہوتا جاتا ہے، اس کا اثر دوسروں پر پڑ کر دوسرے احکام خداوندی میں اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس میں جعل

---

[۱]..... سورہ الذاریات، آیت: ۵۶/
ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں (بیان القرآن)
[۲]..... سورہ نور، آیت: ۵۵/
ترجمہ:- تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمادیگا۔ (بیان القرآن)

اور تکلف کو دخل نہیں ہوتا۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ[1]

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ[2] جو امامت یا امارت دوسروں کے دینے سے ملے اسکی بنیاد تو عطاء غیر پر ہے، جب چاہے واپس لے لے، مرکز تبلیغ میں جو کچھ ہے وہ نقل ہے، تمرین مقصود ہے، دوسری جماعتوں میں بھی کم یا زیادہ، اسی بناء پر استعفاء اور انتخاب، چناؤ الیکشن کی نوبت زیادہ آتی ہے۔

(۳) "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته"[3] کے تحت ہر باعمل عالم سعی میں ہے، اور سعی کے موافق خدائی قانون بھی جاری ہوتا ہے، محض نعرہ لگا کر اور قرارداد، دستاویز پاس کر کے اور منشور شائع کر کے جو نتائج اور اثرات ظاہر ہوئے وہ بھی سامنے ہیں۔

(۴) صلوٰۃ کے ساتھ نہ صرف زکوٰۃ بلکہ پورے دین کیلئے اجتماعی جدوجہد جاری ہے، اور کامیابی ہو رہی ہے بحمد اللہ۔

(۵) سب سے پہلا مدرسہ اصحاب صفہ کی جماعت تھی[4] اس کا نظام تو سامنے ہوگا حضرت مولانا تھانویؒ دارالعلوم کے سرپرست تھے[5] ان کی رائے آخری فیصلہ کی حیثیت رکھتی تھی، مدرسہ چلانے کا طریقہ بھی ان کے سامنے تھا، میری رائے ان کے خلاف نہیں۔

---

[1].....تو بھی مالک کے حکم سے گردن مت پھیر، تاکہ تیرے حکم سے بھی کوئی گردن نہ پھیرے۔

[2]..... مشکوۃ شریف ص: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، الفصل الثالث، کنز العمال ص: ۳/۱۱۳، حدیث: ۵۷۳۵، التواضع، الاکمال، مطبوعه موسسة الرسالة بیروت. جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائیں گے۔

[3]..... مشکوۃ شریف ص: ۳۲۰، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، کنز العمال، ج۶/ ص ۳۰/ حدیث، ۱۴۷۱۰/ فی الترهیب عن الامارة، الاکمال، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت. تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

این جوانانِ تشنہ لب، خالی دماغ ..... شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ
کم نگاہ و بے یقین، و ناامید ..... چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید

فقط والسلام احقر محمود غفرلہٗ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۴..... فتح الباری ج۱۳/ص۷۳/ باب کیف کان عیش النبی ﷺ الخ، کتاب الرقاق، مطبوعة نزار مصطفی الباز مکة المکرمه.

۵..... تاریخ دارالعلوم ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعه دارالعلوم دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

تقلید کی شرعی حیثیت

تقلید

سوال:- زید کہتا ہے کہ مسلمان جب تک تقلید کا قائل رہتا ہے اس وقت تک اس میں ایمان ہی نہیں آسکتا کیا زید کا یہ کہنا درست ہے کیا واقعی مقلدین بے دین ہوتے ہیں جب کہ ان لوگوں کے اندر بڑے بڑے عابد زاہد صوفی متقی پرہیز گار عالم محدث مفسر مبلغ دین کے داعی سبھی کچھ پائے جاتے ہیں مختلف خطابوں سے کروڑوں مسلمان مؤدبانہ طریق پر کسی صاحب کو شیخ الاسلام، کسی کو امام ربانی کسی کو شیخ الحدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دوسرے ان لوگوں کے ہزاروں مدارس اسلامیہ جاری ہیں جن کے اندر لاکھوں مسلمان علم حدیث وعلم دین حاصل کرتے ہیں کیا یہ سب پڑھنے پڑھانے والے بے دینی ہی سیکھتے سکھاتے ہیں؟ مثال کے طور پر صحیح سند سے بتایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دفع لاہور کی طرف سفر کیا لاکھوں انسانوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ کیا وہ دعوت آپ کی بے دینی سے تعلق رکھتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تقلید کے معنیٰ ہیں کہ جوشخص مجتہد نہ ہو وہ حکم دین کے بارے میں مجتہد کے قول کو تسلیم کرلے اس اعتماد پر کہ اس نے یہ حکم دلیلِ شرعی (کتاب، سنت، واجماع قیاس شرعی) سے بتایا ہے اسکے پاس اس حکم کی دلیل موجود ہے اور خود اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرے[1] یہ تقلید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھی کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے دینی مسئلہ پوچھتے تھے[2]۔ اور دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے تھے صحابہ کے بعد برابر یہ سلسلہ چلتا رہا ہے اگر زید خدانخواستہ ان سب کو ایمان سے خالی اور بے دین کہتا ہے تو اسکو اپنے ایمان کی فکر لازم ہے[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۹۵ھ

تقلید کی شرعی حیثیت

سوال: -تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے نیز اگر تقلید ضروری ہے تو شخصی تقلید کیوں ضروری

---

[1]..... التقليد هو الأخذ بقول الغير بغير معرفة دليله الىٰ ماقال غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد. رسم المفتى ص ۷۴، مطبوعه سعيديه سهارنپور)

[2]..... ثم انهم تفرقوا فى البلاد وصار كل واحد مقتدى ناحية من النواحى فكثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فيها فاجاب كل واحد حسب ماحفظه او استنبط وان لم يجد فيما حفظه او استنبط ما يصلح للجواب اجتهد الخ، (حجة الله البالغة ص ۱۴۰ ج ۱، باب اسباب اختلاف الصحابه والتابعين فى الفروع، مطبوعه مصر،

[3]..... قال رسول الله ﷺ لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذالك. مشكوٰة شريف ص ۴۱۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، بخارى شريف ص ۲/۸۹۳، كتاب الادب، باب ماينهى عن السباب واللعن، مطبوعه اشرفى ديوبند،

سمجھی جاتی ہے۔اگر کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کی جائے کسی میں کسی یعنی غیر معین امام کی تقلید کی جائے تو اس میں کیا حرج ہے علماء اسے کیوں منع کرتے ہیں جب کہ چاروں ائمہ کا مسلک درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

الجواب:-نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔هُـدىً لِـلـنَّـاس[1] لیکن اس میں عموماً بنیادی اصول اور مسائل بطور ضابطہ کلیہ بیان کئے گئے ہیں تفصیلات اور فروع کا بیان کرنا حضرت نبی کریم ﷺ کے سپرد ہے۔لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ[2] تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں۔(بیان القرآن)

مثال ۱:۔قرآن پاک میں ہے۔اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ[3] نماز قائم کرو۔

اسکی پوری تفصیل کہ کس نماز میں کتنی رکعت ہیں کس رکعت کے بعد قعدہ ہے کونسی رکعت میں صرف الحمد پڑھی جاتی ہے کونسی میں سورت بھی ملائی جاتی ہے کس نماز میں قراءت آواز سے پڑھی جاتی ہے کس میں آہستہ وغیرہ وغیرہ حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔قرآن شریف سے براہ راست اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

مثال ۲:۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ[4] زکوٰۃ ادا کرو۔

---

[1]..... سورۂ بقرہ آیت:۱۸۵، **ترجمہ**:-لوگوں کی ہدایت کے واسطے

[2]..... سورۂ نحل آیت:۴۴، لتبین للناس مانزل الیهم فی هٰذا الکتاب من الاحکام والوعد والوعید بقولک وفعلک فالرسول مبین عن الله عزو جل مراده مما اجمله فی کتابه من احکام الصلاة والزکوة وغیر ذلک مما لم یفصله (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص:۹۸، ج:۵، الجزء التاسع، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر مظهری ص:۵/۳۴۲، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تفسیر ابن کثیر ص:۲/۸۸۵، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکه مکرمه)

[3]..... سوره بقره آیت:۱۱۰

[4]..... سوره بقره آیت:۱۱۰

اسکی تفصیل کہ چاندی کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے سونے کی کس حساب سے، بکری، گائے، اونٹ کی کس حساب سے احادیث سے معلوم ہوئی، جسکا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔

مثال۳:۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ[1] لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج لازم ہے اسکی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے کتنے چکر ہیں۔ عرفات، منیٰ، مزدلفہ، رمی جمار وغیرہ کے مسائل کو حضور ﷺ نے بیان فرمایا۔

قرآن پاک کو سمجھنے کیلئے حدیث شریف کی روشنی کا حاصل کرنا ضروری ہے حدیث سے بے نیاز ہو کر قرآن شریف کو سمجھنا ناممکن ہے۔ امت کو حکم ہے کہ حضور ﷺ کی بیان فرمودہ تفصیلات کے ماتحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کرے اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ پاک ہی کی اطاعت ہے۔ من يطع الرسول فقد اَطَاعَ اللّٰهَ[2]

اس لئے حدیث میں ارشاد ہے۔ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ بخاری شریف ص ۱۰۷۶ ج ۱،[3] جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم بھی اسی طرح پڑھو۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جس طرح قرآن شریف سے تمہاری سمجھ میں آئے اس طرح پڑھو۔

حدیث کی قسمیں

بعض چیزیں خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ہیں ان کو حدیث قولی کہتے ہیں بعض

---

[1]..... سورہ آل عمران آیت: ۹۷

[2]..... سورہ نساء آیت: ۸۰، **ترجمہ**:۔ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن)

[3]..... بخاری شریف ص: ۱۰۷۶/۲، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق الخ، بخاری شریف ص ۸۸ ج ۱، کتاب الاذان، باب اذان المسافر، الدارمی ص: ۳۱۸، ج ۱، کتاب الصلاة، باب من احق بالامامة، مطبوعه دار الریان بیروت، المسند للامام احمد ص ۵۳ ج ۵، بقية حديث مالک بن الحويرث، مطبوعه دار الفكر بيروت.

چیزیں عملاً کی ہیں ان کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ آپ کے سامنے کی گئی ہیں یا آپ کے علم میں لائی گئی ہیں اور ان پر آپ نے تردیدی انکار نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہے جو کہ تائید وتصدیق کے حکم میں ہے اس کو تقریر کہتے ہیں یہ تینوں قسم کی حدیثیں امت کے لئے ذریعۂ ہدایت ہیں[1]

قیاس

بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کی گئیں اور آپ نے اسکا جواب دیا اور سائل سے خود بھی ایک مسئلہ دریافت فرمالیا جس کا حکم ظاہر اور سائل کو معلوم تھا جب سائل نے بتادیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چیز تم نے دریافت کی ہے اسکا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔

مثال:- کسی نے دریافت کیا کہ میری والدہ کے ذمّہ حج ہے میں اس کو اسکی طرف سے ادا کرلوں تو ادا ہو جائے گا، آپ نے فرمایا ہاں ادا ہو جائے گا۔ اگر اس کے ذمہ قرض ہو اور تم ادا کردو تو ادا ہو جائے گا اس نے کہا ہاں ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا قرض بطور اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف[2] ج ۲ رص ۱۰۸۸ رمیں یہ حدیث مذکور ہے۔

---

[1]..... السنة فی الاصطلاح الشرعی هی ماصدر عن رسول الله ﷺ من قول او فعل او تقریر فالسنن القولیة فی احادیثه التی قالها فی مختلف الاغراض والمناسبات الخ ..... یکون حجة علی المسلمین الخ (علم اصول الفقه ۳۶تا۳۷، مقدمه مشکوٰة شیخ عبدالحق ص۳، نخبة الفکر ص:۷۶، مطبوعه الرحیم اکیڈمی کراچی.

[2]..... بخاری شریف ص۱۰۸۸ /۲ حدیث نمبر ۷۰۲۲ باب من شبه اصلا معلوماًالخ. کتاب الاعتصام. والقیاس الصحیح لا مذمة فیه بل هو مامور به وفی الباب دلیل علی وقوع القیاس منه ﷺ وقد احتج المزنی بهذین الحدیثین علی من انکر القیاس وما اتفق علیه الجمهور هو الحجة فقد قاس الصحابة فمن بعدهم من التابعین وفقهاء الامصار، (ارشاد الساری ص:۱۵/۳۲۰، دارالفکر بیروت، عمدة القاری ص:۱۲/۵۰، الجزء الرابع والعشرون، دارالفکر بیروت، فتح الباری ص:۱۵/۲۳۱، طبع نزار مصطفی احمد الباز مکه مکرمه)

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان امرأةً جاء ت الیٰ النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افاحجّ عنها قال نعم حُجی عنها ارأیت لو کان علیٰ امّک دین اکنت قاضیة قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہیکہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی (اورعرض کیا) میری اماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج کرنے سے قبل مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کردوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کردے، بتا اگر تیری اماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی اس نے کہاں ہاں۔ ارشاد فرمایا جو اس کیلئے ہے ادا کرو بیشک اللہ کا حق پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

اسکو شریعت میں قیاس، اجتہاد، استنباط، اعتبار کہتے ہیں[1]۔ اسکی تعلیم بھی حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے اسکے شرائط اور تفصیلات کتب اصول میں[2] مذکور ہیں اس کی ضرورت اس وقت

---

[1]..... الله امرنا بالاعتبار وهو التامل فی المثلات المذکورة والقیاس نظیره بعینه لان الشرع شرع احکامه بمعان اشار الیها کما انزل مثلات باسباب قصها وحینئذ یکون اثبات حجة القیاس عقلیا ای ثابتا بدلالة النص او نقول ان الله تعالیٰ امرنا بالاعتبار والاعتبار ردالشیء الی نظیره وهو عام شامل للقیاس والمثلات وحیئذ یکون اثبات حجة القیاس بعبارة النص، (التفسیرات الاحمدیة ص:۴۶۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند، روح البیان ص: ۹/۴۲۱، مطبوعه دارالفکر بیروت، حاشیة الشهاب ص:۹/۱۳۵، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، حاشیة القونوی ص: ۱۰/۹، سورۂ حشر تحت آیت: ۲، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... فشرطه ان لایکون الاصل مخصوصا بحکمه بنص آخر کشهادة خزیمة وحده وان لا یکون معدولا به عن القیاس ای لا یکون الاصل مخالفا للقیاس کبقاء الصوم مع الاکل والشرب ناسیا وان یتعدی الحکم الشرعی بالنص بعینه الی فرع هو نظیره ولا نص فیه والشرط الرابع ان یبقی حکم النص بعد التعلیل علی ماکان قبله الخ، (نورالانوار ص: ۲۳۲، ۲۳۵، بحث شرط القیاس، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، اصول الشاشی ص: ۸۵، بحث شرط القیاس، مطبوعه شاهد بکڈپو دیوبند، حسامی مع النامی ص: ۲۰۲، ۲۰۸، باب القیاس، مطبوعه رحیمیه دیوبند، فواتح الرحموت ص: ۲/۳۰۰، فصل فی شرائط القیاس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث سے مسئلہ صاف صاف سمجھ میں نہ آتا ہو، حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو بہت سی ہدایتیں دیں اور دور تک رخصت کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی دریافت فرمایا کہ تم کس قانون کے ماتحت فیصلے کروگے تو انہوں نے عرض کیا قرآن پاک کے ماتحت ارشاد فرمایا کہ اگر اس میں تم کو نہ ملے عرض کیا سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلے کروں گا۔ فرمایا کہ اگر تمہیں اس میں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کہ اجتہاد کروں گا اس پر مسرت کا اظہار کرکے پوری تائید فرمائی اور اس انتخاب پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ابوداؤد شریف[1] ج ۲ ص ۱۴۹ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

ان رسول الله ﷺ لما اراد ان يبعث معاذا الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لک قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله ﷺ ولا فى كتاب الله قال اجتهد برأيى ولا الوفضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لِلّٰه الذى وفق رسول رسول الله ﷺ لما يرضى رسول اللّٰه،

اجتہاد

جو مسئلہ قرآن وحدیث میں صاف صاف نہ ملتا ہو اس کا حکم نظائر و دلائل میں غور کرکے

---

[1]..... **ابوداؤد شريف ص ۵۰۵ ج ۲، كتاب القضاء، باب اجتهاد الراى فى القضاء،**

ترجمہ:- حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو جب یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے یہ دریافت فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئیگا تو کس طرح فیصلہ کروگے انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو انہوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ذریعہ آپ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ میں نہ ملے حضرت معاذ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر نبی علیہ السلام نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش ہے۔

نکالنا اجتہاد ہے اسی کو قیاس بھی کہتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اگر اس پر اتفاق ہو جائے تو وہ اجماع کہلاتا ہے[۱] اسی لئے علمائے اصول نے لکھا ہے کہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے[۲]۔ جو حکم قرآن یا حدیث میں موجود تو تھا لیکن مخفی تھا عامۃً لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے مجتہد نے اس کو اس کے نظائر پر قیاس کر کے یا دلالۃً، اشارۃً، اقتضاءً وغیرہ سے استنباط کر کے ظاہر کر دیا امام بخاری نے اس کے لئے مستقل باب منعقد کیا ہے[۳]۔

تقلید

جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اس کو مجتہد کا اتباع لازم ہے اسی کا نام تقلید ہے[۴]۔

حضرت معاذؓ کو اسی لئے قاضی بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے بتائے ہوئے مسائل واحکام پر عمل کیا جائے جن کے ماخذ تین ہیں۔ قرآن پاک، حدیث شریف، اجتہاد اور تینوں کو تسلیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع الله ومن

۱..... هو لغة العزم والاتفاق واصطلاحا اتفاق المجتهدين من هذه الامة المرحومة المكرمة فی عصر علی امر شرعی الخ، (فواتح الرحموت ص: ۲/۲۶۰، الاصل الثالث الاجماع، نورالانوار ص۲۲۳، باب الاجماع، نامی ص۱۹۳، باب الاجماع، طبع رحیمیه دیوبند)

۲..... ولذا قيل هو (ای القياس) ابانة مثل حكم احد المذكورين بمثل علته فی الاخر فاختير لفظ الابانة لان القياس مظهر لا مثبت (نورالانوار ص۲۲۸) مطبوعه دیوبند، اول مبحث القياس، نامی ص: ۲۰۳، باب القياس، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

۳..... باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين قد بين الله حكمها ليفهم السائل، كتاب الاعتصام (بخاری شریف ص۱۰۸۸ ج ۲ مطبع اشرفی دیوبند)

۴..... التقليد هو الاخذ بقول الغير بغير معرفة دليله (الی ان قال) غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد (شرح عقود رسم المفتی ص۷۴، مطبوعه سعيديه سهارنپور)

عصانی فقد عصی الله ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی الحدیث متفق علیه (مشکوٰۃ[1] شریف)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

مسائل کی قسمیں

مسائل دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کا تذکرہ نص (قرآن یا حدیث) میں موجود ہے۔ دوسرے وہ جن کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں۔ قسم اول (جنکا تذکرہ نص میں موجود ہے) کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ نص ایک ہی طرح کی ہے جس سے ایک ہی طرح کا مثبت یا منفی حکم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص دو طرح کی ہے کسی سے مثبت حکم معلوم ہوتا ہے کسی سے منفی مثلاً کسی سے آمین بالجہر معلوم ہوتا ہے کسی سے آمین بالسر، کسی سے رفع یدین معلوم ہوتا ہے کسی سے ترک رفع۔ پھر ایسے مسائل میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تاریخی شواہد یا دیگر قرائن سے نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم ہو کہ فلاں نص مقدم ہے اور فلاں مؤخر دوسری صورت یہ ہے کہ نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم نہ ہو یہ پتہ نہ چلے کہ کونسی نص پہلے کی ہے کونسی بعد کی یہ کل چار قسمیں ہوئیں۔

---

[1]..... مشکوٰۃ شریف ص: ۳۱۸، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص: ۱/۴۱۵، کتاب الجهاد، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص: ۲/۱۲۴، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء، مطبوعہ رشیدیہ دهلی)

پہلی قسم

وہ مسائل جن میں نص ایک ہی طرح کی ہے ایسے مسائل میں قیاس واجتہاد نہیں کیا جاتا نہ کسی کی تقلید کی جاتی ہے بلکہ نص پر عمل کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم

وہ مسائل جن میں نص دوطرح کی ہے اور مقدم ومؤخر کا بھی علم ہے ایسے مسائل میں عموماً مقدم کو منسوخ مان کر مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے، انمیں بھی نہ قیاس واجتہاد کی حاجت ہے نہ تقلید کی۔[1]

تیسری قسم

وہ مسائل جن میں نص دوطرح کی ہے اور مقدم ومؤخر کا علم نہیں۔

چوتھی قسم

وہ مسائل جن میں نصوص موجود نہیں۔

ان اخیر کی دونوں قسم کے مسائل دو حال سے خالی نہیں آدمی کچھ عمل کرتا ہے یا نہیں اگر عمل نہیں کرتا اور آزاد پھرتا ہے تو اسکی اجازت نہیں۔ اَیَحْسَبُ الاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی[2] کیا انسان سمجھتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا[3] کیا تمہارا گمان ہے

---

[1].....ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اوّل وہ جنمیں نصوص متعارض ہیں، دوم وہ جنمیں نصوص وجوہ ومعانی متعددہ کو محتمل ہوں گو اختلاف نظر سے کوئی معنیٰ قریب بعید معلوم ہوتے ہوں، سوم وہ جنمیں تعارض بھی نہ ہو اور انمیں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں پس قسم اول میں دفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی۔

قسم الثانی:۔ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعیین احوال احتمالات کیلئے اجتہاد وتقلید کی حاجت ہوگی قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو (الاقتصاد ص ۳۴) مطبوعہ دہلی۔

[2]..... سورہ القیامۃ آیت ۳۶

[3]..... سورۃ المومنون آیت ۱۱۵

کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا یعنی ایسا نہیں بلکہ تمہیں ہر موقعہ پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنی ہے اور اگر کچھ عمل کرنا ہے تو کیا عمل کرے۔ تیسری قسم کے مسائل میں کونسی نص کو اختیار کرے؟ ایک نص کو اختیار کرنے سے دوسری نص چھوٹتی ہے اپنی طرف سے عمل کے لئے کسی نص کی تعیین کر نہیں سکتا۔ تقدیم وتاخیر کا علم نہیں کہ ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دے کر ناسخ پر عمل کر لے اور چوتھی قسم کے مسائل میں نص موجود ہی نہیں تو بلا علم کے عمل کس چیز پر کرے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ بلا تحقیق وعلم کے کسی بات پر عمل مت کرو۔ تو لامحالہ ان دونوں قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی تیسری قسم میں تو اس لئے کہ عمل کے واسطے نص کو متعین کیا جائے۔ چوتھی قسم میں اس لئے کہ حکم معلوم کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں اجتہاد واستنباط کی قوت واہلیت نہیں ہوتی یہ آیت بھی اسی بات کو واضح کر رہی ہے۔

وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.[2]

یوں تو ہر شخص کوئی نہ کوئی صحیح یا غلط رائے قائم کرنے کا دعویٰ کر ہی سکتا ہے لیکن جس کا استنباط شرعاً معتبر ہو اس کو مستنبط اور مجتہد کہتے ہیں[3] جس کا معتبر نہ ہو تو اس کو مقلد کہتے ہیں پس ان دونوں قسم کے مسائل میں مجتہد کو اجتہاد ضروری ہے اور مقلد کو اس کی تقلید ضروری ہے

---

[1]..... سورہ بنی اسرائیل آیت: ۳۶

[2]..... سورۃ النساء آیت: ۸۳،

ترجمہ:- اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں (بیان القرآن)

[3]..... ان المجتهد من عرف الاحكام الشرعية من قواعدها فى الكتاب والسنة والاجماع والقياس وهو الفقيه العارف بعلوم القرآن والحديث والناسخ والمنسوخ واللغة والنحو والصرف واتفاق العلماء واختلافهم وهو الضابط لامهات المسائل الفقهية، (المجموع شرح المهذب ص ۴۳/ ۱ ، مقدمه، فئات الاصحاب المجتهدين، مطبوعه دار الفكر بيروت)

اجتہاد میں اگر خطا ہو جائے تب بھی مجتہد اجر سے محروم نہیں۔ اگر اجتہاد صحیح ہو تو دوہرے اجر کا مستحق ہے جیسا کہ بخاری شریف[1] ج ۲ ص ۱۰۹۲ میں ہے۔

ایک شبہ

اب یہاں یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مجتہد تو بہت سے ہوئے صحابہ میں بھی تابعین میں بھی تبع تابعین میں بھی پھر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) ہی کی تقلید کیوں کی جاتی ہے کسی اور کی تقلید میں کیا مضائقہ ہے خاص کر وہ صحابہ کرامؓ جن کے فضائل احادیث میں کثرت سے آئے ہیں۔ ان کی تقلید کیوں نہ کر لی جائے۔!

جواب:- اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام یقیناً ائمہ اربعہ سے بدرجہا افضل ہیں، ائمہ اربعہ کی تقلید کی وجہ یہ نہیں کہ انکو صحابہ کرامؓ سے افضل تصور کیا جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقلید کیلئے ان مسائل کا معلوم ہونا ضروری ہے جنمیں تقلید کی جاتی ہے اور آج جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں، یہاں تک کہ کتاب الطہارت سے لیکر کتاب الفرائض تک عبادات، معاملات، مزاج غرض ہر شعبہ کے ایک ایک مسئلہ کو جمع کر دیا گیا ہے[2] اس طرح تفصیل کے ساتھ نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا مذہب مدون ملتا ہے نہ تابعین میں سے نہ تبع تابعین وغیرہ سے پھر ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور

---

[1]..... عن عمرو بن العاص انه سمع رسول اللهﷺ يقول اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر (بخاری شریف ص ۱۰۹۲ ج ۲، باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ، كتاب الاعتصام، حديث نمبر ۷۰۵۵، مطبوعه اشرفی ديوبند

[2]..... ملاحظہ ہو الاقتصاد ص ۳۴، مطبوعہ دھلی، تکملة نقل الامام، فی البرهان اجماع المحققين على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة بل من بعدهم ای بل قال عليهم ان يتبعوا مذاهب الائمة الذين سيروا ووضعوا ودوّنوا، لانهم اوضحوا طرق النظر الخ، التقرير والتحبير ص ۳۵۳ ج ۳)

کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے؟ اس لئے ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے ان چاروں کو قرآن وحدیث کا تفصیلی علم اور درایت واستنباط کی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ حتی کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی جس قدر احادیث صحابہ کرامؓ کے ذریعہ عالم میں پھیلی ہیں وہ سب ان چاروں کے پاس موجود ہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک روایت ان میں سے ایک کے علم میں ہو اور دوسرے کے علم میں نہ ہو۔ مگر ایسا نہیں کہ کوئی روایت ان میں سے کسی کے پاس نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے شرح مؤطا[1] ص ۶ ر میں احادیث کے نشر واشاعت اور مدینہ طیبہ کی علمی مرکزیت کا حال تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

بالجملہ ایں چہار اماما نند کہ عالم را علم ایشان احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ الخ

یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمدؒ ہیں

ایک سوال

یہ کیوں ضروری ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی مسئلہ کسی امام کا لے لیا جائے کوئی کسی کا جیسا کہ دور صحابہؓ وتابعین میں یہی طریق رائج تھا کسی ایک پر سارے مذہب کا انحصار نہیں تھا۔

جواب

قرون اولیٰ میں خیر کا غلبہ تھا نفسانی خواہشوں کا عامۃً دین میں دخل نہیں[2] تھا اس لئے جو

---

[1]..... شرح موطا امام مالک ص: ۶، مقدمہ، مطبوعہ رحیمیہ دھلی.

[2]..... اعلم ان فی الاخذ بھٰذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ نحن نبین ذٰلک بوجوہ الخ عقد الجید ص ۳۹)

شخص بھی اپنے جس بڑے سے مسئلہ دریافت کرتا نیک نیتی سے دریافت کرتا اور اس پر عمل کر لیتا تھا۔ چاہے نفس کے موافق ہو یا خلاف ہو مگر بعد کے دور میں یہ بات نہیں رہی بلکہ لوگوں میں ایسا داعیہ پیدا ہونے لگا کہ ایک مسئلہ ایک عالم سے معلوم کیا اس میں نفس کو تنگی محسوس ہوئی تو دوسرے سے اسی پر قناعت نہیں کی گئی سہولت معلوم ہوئی تو بس اسی کو اختیار کر لیا پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی فکر لگی کہاں سے سہولت کا جواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طلب حق کا داعیہ نہیں۔ اس میں بعض دفعہ بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے مثلاً کسی باوضو آدمی نے بیوی کو ہاتھ لگایا اس سے کسی شافعی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کہ یہ ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے تو یہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے پھر اس نے قے کی اس پر ایک حنفی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں امام شافعیؒ کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے اب یہ شخص اگر اسی وضو سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہوگی نہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درست ہوگی اسی کا نام تلفیق ہے جو کہ بالاجماع باطل اور ناجائز ہے[1]۔ درحقیقت یہ طریقہ اختیار کرنا امام شافعیؒ کی تقلید ہے نہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ہے بلکہ یہ تو خواہش نفسانی کا اتباع ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے اس کا نتیجہ

---

[1]..... وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وقوله وان الحكم الملفق) المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة مثلا متوضى سال من بدنه دم ولمس امرأة ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي والتلفيق باطل فصحته منتفية الخ (الشامي نعمانيه ص ۵۱ ج ۱، المقدمة، لايجوز العمل بالضعيف الخ، شامی کراچی ص ۷۵ ج ۱، طحطاوی علی مراقی ص ۱۴۳، مصری، کتاب الصلاة، مقدمه اعلاء السنن ص: ۲/۲۲۷، ذکر الشروط الثلاثة لجواز الانتقال الخ، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

خدا کے راستہ سے ہٹنا اور بھٹکنا ہے۔ ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ[1] اسلئے ضروری ہوا کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے چونکہ قرآن پاک نے اتباع کو انابت کے ساتھ مربوط کیا ہے واتبع سبیل من اناب[2] الیّ اس بناء پر مجموعی حالات سے کسی کو امام ابوحنیفہ کے متعلق ظن غالب حاصل ہوا کہ منیب ومصیب ہیں یعنی ان کا اجتہاد قرآن وحدیث کے زیادہ موافق ہے اس نے ان کی تقلید اختیار کی کسی کو امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ میں سے کسی کے متعلق یہ ظن حاصل ہوا اس نے ان کی تقلید کی اب یہ درست نہیں کہ اپنے امام کو چھوڑ کر جب دل چاہا کسی دوسرے کے مذہب پر عمل کرلیا کیوں کہ بغیر اجازت شرعیہ کے اس میں تلفیق بھی ہوجاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہے جس کا نتیجہ حق سے بُعد اور گمراہی ہے چنانچہ مولانا محمد حسین صاحب نے زمانۂ دراز تک تقلید کی مخالفت کرتے رہنے کے بعد تقلید نہ کرنے کے تلخ تجربات سے متأثر ہوکر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ عدد ۲ ص ۵۳ میں لکھا ہے۔

''پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین ومذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے اھ'' (سبیل[3] الرشاد ص ۱۲)

اسی وجہ سے صدیوں سے بڑے بڑے بے شمار متبحر علماء جن کو قرآن پاک میں گہری بصیرت ہے اور علم حدیث وآثار صحابہؓ کا بے شمار خزانہ جنکی نظروں کے سامنے ہے اور خشیت

---

[1]..... سورہ ص آیت ۲۶،

ترجمہ:- اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دیگی۔ (از بیان القرآن)

[2]..... سورہ لقمان آیت ۱۵،

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (از بیان القرآن)

[3]..... سبیل الرشاد ص ۱۲، مطبوعہ ساڈھورہ.

وتقوی سے جن کے قلوب مالا مال ہیں اور جو اپنی زندگی کا ہر گوشہ حضور ﷺ کی سنت کے چراغ سے روشن کرتے ہیں وہ ان سب فضائل وکمالات کے باوجود تقلید ہی کو اختیار کرتے آئے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو یہ کمالات اپنے رسول پاک ﷺ کے اتباع اور اپنے دین کے خدام اولیاء کرام، مجتہدین عظام کی تقلید واحترام کے طفیل میں عطا فرمائے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی مقلد تھے؟

سوال:- حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مقلد تھے یا غیر مقلد، اگر مقلد تھے تو انکا مسلک کیا تھا؟ یہاں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے، حوالہ کتب معتبرہ سے مدلل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ علوم واسعہ افکار عمیقہ اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ، تزکیۂ نفس، طہارت باطن، نسبت قویہ، مکاشفۂ صحیحہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ جہاں کسی چیز میں کوئی اشکال ہوا فوراً روحانیت نبویہ سے حل کرلیا۔ آثار صحابہ گویا سب کے سب نظروں کے سامنے تھے۔ ان کے مذاہب سے واقفیت حاصل تھی ائمہ مجتہدین کے اصول استنباط اور ماخذ مسائل پر پورا عبور تھا۔ تطبیق بین الروایات میں ملکۂ تامہ تھا ناسخ ومنسوخ کے حافظ تھے وغیرہ وغیرہ۔ ان اسباب کی بناء پر آپ تقلید کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے طبیعت کو اس سے انکار تھا لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ نے تقلید پر مجبور فرمایا۔ تقلید کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ تقاضائے طبعی کے خلاف ان پر مامور کئے گئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ **وثانیها الوصاة بالتقید بهٰذه المذاهب الاربعة لااخرج منها والتوفیق مااستطعت وجبلتی تابی**

التقید وتأنف منه راساً ولکن شئ طلب منی التعبد به بخلاف نفسی اه فیوض الحرمین[1] ص ۶۵ اس سے مطلق تقلید کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہوا۔ نیز وہ تقلید مذاہب اربعہ میں محصور ہے۔

مذہب حنفی کی ترجیح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابه وذٰلک ان یؤخذ من اقوال الثلٰثة قول اقربهم بها فی المسئلة ثم بعد ذٰلک یتبع اختیارات الفقهاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فرب شیء سکت عنه الثلاثة فی الاصول وما تعرضوا لنفیه ودلت الاحادیث علیه فلیس بدمن اثباتِه والکل مذهب حنفی اه فیوض الحرمین[2] ص ۴۸/

۱۱۷۶ھ میں وفات ہے اسی ۱۱۷۶ھ میں اخیر مرتبہ بخاری شریف پڑھائی ہے اور مولوی چراغ صاحب کیلئے سند اپنے قلم سے لکھی ہے جو کہ بخاری شریف کے ساتھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہے اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصدیق ہے کہ یہ میرے والد کی تحریر فرمودہ ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی اس تصدیق پر موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر تک حنفی رہے کسی کو یہ کہنے کی مجال نہیں کہ بعد میں غیر مقلد ہو گئے تھے۔ نعوذ باللہ عنہ، البتہ حسب وسعت جمع فرماتے تھے ادلہ کی قوت وضعف سے بھی بحث فرمایا کرتے تھے جس سے بعض کو شبہ ہو جایا کرتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... فیوض الحرمین ص ۶۵، مکتبه احمدی دهلی،

[2]..... فیوض الحرمین ص ۴۸، مکتبه احمدی دهلی،

بعض مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کیا مقلد تھے؟

سوال:- جوشخص حنفی کہلا کر بعض مسائل اختلافیہ میں مسائلِ شافعیہ وحنابلہ پر اپنی تحقیق کی بنا پر عمل کرے تو وہ حنفیت سے نکل جائے گا یا نہیں؟ حالانکہ امام ولی اللہ صاحب انفاس العارفین ص۷۰ میں لکھتے ہیں۔

''مخفی نماند کہ حضرت ایشاں ای عبدالرحیم صاحب دہلوی در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل می کردند الا بعض چیز ہا کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند ازاں جملہ آنست کہ در اقتداء سورۂ فاتحہ می خواندند و در جنازہ نیز'' (دیکھو کتاب حزب امام ولی اللہ صاحب دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ ص۱۶۰) مؤلفہ مولانا مولوی عبیداللہ صاحب سندھی حنفی دیوبندی۔

نیز مکتوبات شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی کے ص۵/ میں لکھا ہے۔

''گفتم بقدر امکان جمع می کنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم وصلوٰۃ ووضو وغسل وحج بوضعے کہ واقعے می شود کہ ہمہ اہلِ مذاہب صحیح دانند وعند تعذر الجمع باقویٰ مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیثِ عمل می نمایم۔''

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے مسلک مذکورہ کی بنا پر مقلد تھے یا غیر مقلد؟ اوران کو باوجود حنفی مذہب کے ایسا کرنا درست تھا یا نہیں؟ غور فرما کر اس مسئلہ پر لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی حنفی اپنی وسعتِ نظر، جَودتِ فہم، صفائی باطن یا کسی اور داعیۂ قویہ کی بناء پر کسی

دوسرے امام کی دلیل کو قوی سمجھ کر اس پر عمل کرے تو وہ شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوگا اور قوتِ داعیہ کے موافق وہ شخص معذور[1] ہوگا اور دوسروں کو اس کا اتباع جائز نہیں[2] ہوگا اور اس کی نظیریں مذاہبِ اربعہ میں موجود ہیں۔ شیخ ابن ہمامؒ کی ابحاث کو ان کے تلمیذِ خاص قاسم بن قطلو بغا نے نا قابلِ اعتناء قرار دیا ہے۔ کذا فی رسم المفتی[3]۔ ابن حجر مکی شافعیؒ نے فتاویٰ کبریٰ[4] میں لکھا ہے کہ فقہِ شافعی میں زکوٰۃ کے متعلق تین مسائل ایسے ہیں جن میں فقہِ حنفی کے موافق فتویٰ دیا جاتا ہے۔ نقل الزکوٰۃ ودفع الزکوٰۃ الیٰ واحد. ودفعها الیٰ احد الاصناف اھ.

---

[1]..... والحاصل ان ما خالف فيه الاصحاب امامهم الاعظم لايخرج عن مذهبه اذا رجحه المشائخ المعتبرون وكذا ما بناه المشائخ على العرف الحادث لتغير الزمان او للضرورة ونحو ذلك لايخرج عن مذهبه ايضا لان مارجحوه لترجح دليله عندهم ماذون به من جهة الامام، (رسم المفتى ص:٦٨، مطبوعه المكتبة السعيدية سهارنپور، شامی زکریا ص:١٦٧/١، المقدمة، مطلب صح عن الامام انه قال الخ.

[2]..... قال فى خزانة الروايات العالم الذى يعرف معنى النصوص والاخبار وهو من اهل الدراية يجوز له ان يعمل عليها وان كان مخالفا لمذهبه وتقييده به اى المجتهد فى المذهب مخرج للعامى كما قال فانه يلزمه اتباع ماصححوا الخ، (رسم المفتى ص:١٠٢، مطبوعه المكتبة السعيدية سهارنپور)

[3]..... قال العلامة قاسم فى حق شيخه خاتمة المحققين الكمال ابن الهمام لا يعمل بابحاث شيخنا التى تخالف المذهب، شرح عقود رسم المفتى ص:٦٨، مطبوعه المكتبة السعيدية سهارنپور)

[4]..... (سئل)نفع الله به عن شافعى قلد الحنفى فى مسئلة فى الزكاة وهى جواز اعطاء البضاعة عن النقد وجواز الاقتصار على صنف اوصنفين مع وجودالاصناف فهل يجوز له ذٰلک ام لا وفى اى كتاب هوفاجاب بقوله نعم يجوز له ذلک كما صرحوا به فى المختصرات فضلا عن المطولات الخ (الفتاوى الكبرىٰ ص۴۷ج۲، ص۴۵۳ج۱) مكتبه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الزكاة)

امام غزالیؒ نے احیاء[1] العلوم میں امام مالکؒ کے مذہب کو طہارت ماء کے متعلق پسند کیا ہے۔ فقہاءِ احناف نے مسئلہ مفقود میں امام مالکؒ کا مسلک اختیار کیا ہے[2] وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالرحیم صاحبؒ حنفی تھے[3] چنانچہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں وہ بھی شریک تھے اور جگہ جگہ اصلاحات بھی فرمائی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی مقلد اور حنفی تھے[4] بعض حضرات کو ان کی مختلف عبارات سے اس کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے مگر اسی کتاب ص ۴۸، ۶۲، ۱۰۵/ میں حنفی مذہب کو ترجیح دی ہے۔ اصل یہ ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ طبعی چیز تھی۔ لیکن حضور اقدس ﷺ کی طرف سے کسی مشاہدہ میں ان کو اس پر مجبور کیا گیا جیسا کہ اور بھی بعض اشیاء پر خلافِ طبع مجبور کیا گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وجبلتی تابی التقید وتانف منه رأساً ولکن شئ طلب منی التعبدبه بخلاف

---

[1]..... واذا اجتمع قلتان من ماء نجس طهرو لایعود نجسابالتفریق هٰذا هو مذهب الشافعی رضی اللّٰه عنه وکنت اودّان یکون مذهبه کمذهب مالک رضی اللّٰه عنه فی ان الماء وان قل لا ینجس الا بالتغیر اذا الحاجة ماسة الیه الخ (احیاء العلوم ص ۱۱۴ ج ۱، کتاب اسرار الطهارة، الطرف الثانی فی المزال به، مطبوعه مصر،

[2]..... ملاحظه هو الحیلة الناجزة ص ۶۸، حکم زوجۂ مفقود، مطبوعه دارالاشاعت دیوبند،

[3]..... مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل می کردند الا بعض چیز ہا کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند (انفاس العارفین ص ۶۹، مطبوعه احمدی دهلی، انفاس العارفین مترجم ص: ۱۵۷، فاتحہ خلف الامام میں شاہ عبدالرحیم صاحب کا مسلک، مطبوعہ الفلاح دہلی۔

[4]..... اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں جو کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہیں، یہ تحریر خدا بخش لائبریری پٹنہ میں صحیح بخاری کے نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے، حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھوں سے اپنی سند امام بخاری تک لکھکر اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے ہیں، العمری نسبا الدهلوی وطنا الاشعری عقیدة الصوفی طریقة الحنفی عملا الحنفی والشافعی تدریسا الخ، ظفر المحصلین ص: ۶۳، صاحب الفوز الکبیر، مطبوعه حنیف بکڈپو دیوبند، رحمة اللّٰه الواسعه ص: ۱/۵۱، فروعات میں حنفی تھے، مطبوعه حجاز دیوبند)

نفسی اھ فیوض[1] الحرمین ص ۶۴/ اس میں مذاہب اربعہ میں سے کسی کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ دائر رکھا گیا ہے لیکن ص ۴۸، ۶۲، ۱۰۵/ میں ترجیح موجود ہے۔

جن مسائل میں دیگر مذاہب کی رعایت موجود ہو اس میں خروج عن الخلاف کو فقہاء نے مستحب لکھا ہے[2]۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا عام طریقہ یہی ہے۔ الّا فی بعض المسائل فانه عمل بتحقیقه. ایک کتاب پر اپنے دستخط کے ساتھ انہوں نے حنفی خود بھی تحریر فرمایا ہے جس پر بادشاہِ وقت کے بھی دستخط ہیں اور وہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ، بہار میں محفوظ ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱۱/۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ ذی قعدہ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ ذی قعدہ ۶۴ھ

قول امام کے خلاف اگر حدیث موجود ہو تو مقلد کیا کرے

سوال:- امام صاحب کے قول کے مقابل میں حدیث صحیح ہو۔ راوی حدیث بیان کرنے والے تقریباً چار سے زائد ہوں اور راوی ثقہ ہیں۔ راویوں کی بالکل ایک ہی دلیل رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث بیان کرتے ہیں اور صحیح حدیث بخاری کی موجود ہے تو ایک شخص امام کا قول ترک کر کے احادیث پر عمل کرتا ہے تو اب آپ سے فتویٰ چاہتا ہے۔ برائے

---

[1]..... فیوض الحرمین ص ۶۵ مطبوعه احمدی دهلی

[2]..... صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف (الشامی نعمانیه ص ۳۴۰ ج ۱) کتاب الصلاة. مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، الفوائد المخصصة باحکام کی الحمصة فی رسائل ابن عابدین ص: ۱/۶۱، الفائدة التاسعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

مہربانی فتویٰ ارسال فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات تو ممکن ہے کہ امام اعظمؒ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے بخاری شریف کی کوئی حدیث اسکے خلاف ہو لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ امام اعظمؒ کا مسئلہ بلا دلیل ہو اتنا تو غور کیجئے کہ صحیح حدیث جب کسی مسئلہ میں موجود ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رائے (قیاس) جائز نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ ان کا قول (رائے) یعنی قیاس محض رائے اور قیاس ہے جو کہ حدیث کے خلاف ہے غلط اور امام صاحب کے اصول کے خلاف ہے جو کہ تہمت ہے[1]۔ رائے کا حاصل تو یہ ہیکہ جو مسئلہ نص (آیت یا حدیث) میں موجود ہو امام اعظمؒ اس کیلئے علّت تلاش کرتے ہیں تاکہ جن مسائل سے نص ساکت ہے اور انمیں وہ علت موجود ہے تو حکم نص کو وہاں متعدی کردیا جائے، اسکا فائدہ یہ ہیکہ حکم نص زیادہ سے زیادہ عام ہوجائے، امام بخاریؒ نے بھی اسکو اپنی صحیح میں ثابت کیا ہے[2]۔ لہٰذا جس مسئلہ میں خود نص موجود ہوگی وہاں امام اعظمؒ رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں دیں گے بلکہ نص پر عمل کریں گے بعض کوتاہ نظر کسی ایک حدیث کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ امام اعظمؒ کا فلاں قول مطلقاً حدیث کے خلاف اور محض رائے پر مبنی ہے۔ یہ انکی کوتاہ نظری ہے یا عناد ہے۔

---

[1]..... واما اتباعه للاحاديث والاثار خلاف ما يظن الظانون انه يقيس على خلاف الحديث فيدل عليه على ما اورده السيوطى عن الخطيب انه اخرج عن ابى حمزة اليشكرى قال سمعت ابا حنيفة يقول اذا جاء الحديث عن النبى ﷺ لم نذهب عنه الى غيره واخذنا به واذا جاء عن الصحابة تخيرنا واذا جاء عن التابعين زاحمناهم الخ (النافع الكبير ص ۱۳۴، مكتبه لكهنؤ، قبيل الفصل الرابع، الفتوحات المكية ص: ۵۲، بحواله مقدمه اعلاء السنن ص: ۳/۴۹، اقوال الحنفية كلها مسندة الى دليل شرعى، مطبوعه امداديه مكه مكرمه)

[2]..... باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين قد بين الله حكمها ليفهم السائل، كتاب الاعتصام (بخارى شريف ص ۱۰۸۸/۲) وبهٰذاالباب استدل من قال ان الامام البخارى قائل بالقياس والاجتهاد وهو الاوجه عند هٰذاالعبد الضعيف، الابواب والتراجم للبخارى ص ۳۲۱ ج۶)

صحیح بخاری شریف مجموعی حیثیت سے اعلیٰ کتاب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کی ہر ہر حدیث دیگر کتب کی ہر ہر حدیث سے اعلیٰ ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ دوسری کتاب کی حدیث مثلاً جس پر امام اعظمؒ کا قول مبنی ہے وہ بخاری شریف کی حدیث سے اعلیٰ ہو۔ شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر[1] میں اس پر بحث کی ہے۔ نیز عمدۃ[2] القاری شرح بخاری ص ۵۱ ج ۸ر میں ہے۔

ودعویٰ الحکم بتصحیح جمیع ما اورده البخاری فی کتابه غیر موجهة لان دعویٰ الکلیة تحتاج الیٰ دلیل قاطع اهـ

لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ امام اعظمؒ کا قول حدیث کے خلاف اور محض رائے پر مبنی ہے یہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے جو اپنے علم ناقص یا عناد سے ناشی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹ر۵ر۹۱ھ

عالم محقق کیلئے تقلید

اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال

سوال: -فقہاء کی اصطلاح میں تقلید کے کیا معنیٰ ہیں؟

---

[1]..... وکون معارضه فی البخاری لا یستلزم تقدیمه بعد اشتراکهما فی الصحة بل یطلب الترجیح من خارج وقول من قال اصح الاحادیث مافی الصحیحین ثم ماانفردبه البخاری ثم ماانفرد به مسلم ثم مااشتمل علی شرطهما من غیرهما ثم ما اشتمل علی شرط احدهما تحکم لا یجوز التقلید فیه الخ، (فتح القدیر ص ۳۸۸ ج ۱، مطبوعه رشیدیه پاکستان، مطبوعه دارالفکر بیروت، ص ۴۴۵ ج ۱ باب النوافل. فتح الملهم ص: ۳۰۰/ ۱، مقدمه، احادیث الصحیحین هل تفید القطع)

[2]..... عمدة القاری ص: ۳۰۰، ج ۸، الجزء السادس عشر، کتاب المناقب، باب القسامة فی الجاهلیة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۲۔حقیقۃً یہ امر علماء کے یہاں مسلم ہے کہ جو شخص بجائے خود مجتہد ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی تقلید کرے بایں معنیٰ کہ **التقلید بانه العمل بقول من لا یعرف دلیلهٗ.**

۳۔کوئی شخص اگر خود اجتہاد کے مرتبہ پر فائز نہ ہو مگر عالم بالکتاب والسّنۃ ہو اور نہ صرف عالم ہو بلکہ سنن نبویہ میں نظر بالغ رکھتا ہو۔اس کے ساتھ وہ مختلف مذاہب فقہیہ کے فروعی مسائل میں تحقیق اور ترجیح کی بھی قابلیت رکھتا ہو ایسے عالم کیلئے ائمہ مذاہب کی تقلید کی کیا صورت ہوگی؟ آیا وہ لازمی طور پر ہر حالت میں کسی معین مذہب کے ساتھ وابستہ رہے گا اور کسی حالت میں بھی اس کیلئے دوسرے مذہب کی پیروی جائز نہ ہوگی۔اگر چہ وہ ایک ہی مسئلہ میں ہو یا اس کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ مختلف مذاہب کے فروعیات پر تحقیقی نظر ڈال کر سب کا علمی جائزہ لے پھر ان مختلف فروعیات میں بھی جو مسئلہ اس کو اوفق بالکتاب والسنۃ معلوم ہو اس پر عمل کرے۔

۴۔بالفرض اگر وہ پہلے سے کسی معین مذہب کا التزام کر چکا ہو تو آیا وہ التزام کے بعد دوسرے مذہب فقہی میں کلی یا جزوی طور پر انتقال کر سکتا ہے یا نہیں۔یا ہمیشہ کیلئے اس مذہب سے وابستہ رہے گا جس کا اس نے پہلے التزام کیا ہے۔

۵۔پھر جو شخص عالم بالکتاب والسنۃ نہ ہو بلکہ عامی ہو ایسے عامی شخص کیلئے تقلید اور ایک مذہب فقہی سے دوسرے مذہب فقہی میں انتقال کرنے کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس شخص پر اعتماد ہو کہ دلیل کے موافق حکم بتائے گا اس کے قول کو تسلیم کر لینا اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا تقلید ہے کذا فی عقد الجید[1]

---

[1]..... **تقلید العالم اذا کان یعتمد علیٰ فتواه (عقد الجید ص ۵۱) وقد یعبر عنه کما فی جمع الجوامع باخذ القول بغیر معرفة دلیله (شرح عقود رسم المفتی ص ۷۴، مطبوعه سعیدیه سهارنپور)**

۲۔راجح قول یہی ہے کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید کا حق حاصل ہے اس لئے کہ اجتہاد متجزی ہے۔کما صرح بہ الشامی[۱]

۳۔جب اس کا دامن اجتہاد سے خالی ہے تو اس کو وسعت نظر وعلم کے باوجود تقلید شخصی لازم ہے محض اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر دوسرے مذہب کی پیروی کا حق نہیں۔تلفیق بالاجماع باطل ہے کذا فی الدر المختار[۲] اس کا اجتہاد سے محروم ہونے کے باوجود کسی مسئلہ کو اوفق بالکتاب والسنہ قرار دینا اپنے منصب سے بڑھ کر بات ہے۔

۴۔جس اعتماد کی بناء پر ایک امام کی تقلید کی تھی اگر وہ اعتماد وسعت نظر وعلم کی بناء پر وہاں سے ختم ہو کر دوسرے امام کے ساتھ قائم ہو گیا ہے تو کلیۃً انتقال مذہب کی اجازت ہے جزوی انتقال میں تلفیق کا مفسدہ ہے۔کذا فی الحموی[۳]

---

[۱]..... قال فی التحریر مسئلة غیر المجتهد المطلق یلزمه التقلید وان کان مجتهداً فی بعض مسائل الفقه اوبعض العلوم کالفرائض علی القول بتجزئ الاجتهاد وهو الحق (شرح عقود رسم المفتی ص۷۴) مطبوعه اسعدی سهارنپور ص۲۳، غیر المجتهد المطلق یلزمه التقلید، الشامی نعمانیه ص ۵۱ ج ۱، التقریر والتحبیر ص۳۴۴، ج۳، تیسیر التحریر ص۲۴۶ ج۴، عقد الجید ص۴۶تا۴۷)

[۲]..... ولا باس بالتقلید کما فی البحر والنهر لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبه ذلک الامام لان الحکم الملفق باطل بالاجماع کما فی دیباجة الدر (طحطاوی مصری ص۱۴۳ کتاب الصلاة، تحت قول المصنف ولا یجمع بین فرضین فی وقت فی بیان الاوقات، الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۱ ج ۱، مقدمه، مطلب لایجوز العمل بالضعیف.

[۳]..... الاشباه والنظائر میں فن ثانی کتاب الحدود والتعزیر جس کی ابتداء اذا صار الشافعی حنفیا سے ہے اس کے تحت میں حموی ملاحظہ ہو ص۲۸۴، مطبوعه کراچی. مقدمه، اعلاء السنن ص:۲/۲۲۷، ذکر الشروط الثلاثة الخ، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

قوله ارتحل الی مذهب الشافعی یعزر ای اذا کان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً (الی ان قال) لو ان رجلا یری من مذهبه باجتهاد ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۵۔اس کی اجازت نہیں۔یہ اتباع ہوا اور تلعّب ہے۔عقد الجید[۱]، انصاف[۲]، سبیل الرشاد[۳]، الاقتصاد[۴]، انتصار الحق[۵]، تیسیر[۶]، التقریر والتحبیر[۷] میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حنفی کو کسی اور کے قول پر عمل کرنا کیا تقلید کے خلاف ہے

سوال:-تقلید کی تعریف کیا ہے اگر امام ابو یوسفؒ وزفرؒ کے قول پر عمل کرے تو کیا اس صورت میں بھی حنفی رہے گا بوقت ضرورت شوافع و مالکیہ کے قول پر (مثلاً مسئلہ مفقود پر عمل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وضح له كان محمودا ماجوراً (الشامی نعمانیه ص ۱۹۰ ج۳، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فیما اذا ارتحل الیٰ غیر مذهبه)

مسئلہ جمع بین الصلوٰتین کے ذیل میں علامہ طحطاویؒ رقمطراز ہیں۔وكثيراً مايبتلى المسافر بمثله لاسيما الحاج ولا باس بالتقليد كما فى البحر والنهر لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الامام لان الحكم الملفق باطل بالاجماع كما فى ديباجة الدر (طحطاوی ص ۱۴۳، مطبع مصری. كتاب الصلاة فى بيان الاوقات)

(حواشی صفحہ ھذا) ۱..... وقالوا المنتقل من مذهب الى مذهب باجتهاد وبرهان اثم يستوجب التعزير فقبل اجتهاد وبرهان اولیٰ (عقد الجيد ص ۵۵)

۲..... ان القياس وجوب التقليد لامام بعينه فانه قد يكون واجبا مثلاً اذا كان انسان جاهل وجب عليه ان يقلد بمذهب ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه ملخصا (الانصاف ص ۲۲)

۳..... سبيل الرشاد ص ۳۴-۳۵، ملاحظه هو. (مطبوعه ساڈھوره)

۴..... الاقتصاد فى بحث التقليد والاجتهاد ص ۲۸ / پر ملاحظہ ہو۔

۵..... انتصار الحق ص ۲۲۹، ملاحظہ ہو،

۶..... تيسير التحرير ص ۲۵۳ ج ۴، میں ملاحظہ ہو،

۷..... التقرير والتحبير ص ۴۵۰ ج۳. ليس للعامى ان يتحول من مذهب الى مذهب ويستوى فيه الحنفى والشافعى الخ (الشامی نعمانیه ص ۱۹۱ ج۳، باب التعزیر، مطلب فیما اذا ارتحل الى غير مذهبه، العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۳۲۷ ج ۲ / ملاحظہ ہو،

کرنے سے حنفی رہے گا یا نہیں جب کہ وہ دوسرے امام کے قول پر عمل کر رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر مجتہد کا قول مجتہد کو اختیار کرنا اس اعتماد پر کہ اس کے پاس اسکی دلیل ہے اور اس سے دلیل نہ طلب کرنا یہی تقلید ہے[1]۔

امام اعظمؒ کے اصول جن کو ان کے تلامذہ نے مفصلاً بیان کیا اور ان پر مسائل متفرع ہوئے خواہ وہ مسائل امام اعظم سے بالتصریح منقول ہوں یا نہ ہوں ان کو ماننے والا اور ان پر عمل کرنے والا حنفی ہے امام صاحب کے تلامذہ کے اقوال بھی امام صاحب ہی کے اقوال ہیں خواہ وہ صراحۃً ہوں خواہ التزاماً۔ لہٰذا مواقع مخصوصہ میں ان پر عمل کرنے سے حنفیت سے خروج نہ ہوگا[2]۔ بعض دفعہ واقعات اور حوادث کے تغیر سے حکم بدل جاتا ہے۔ جیسے متأخرین نے دیکھا کہ اگر آج امام صاحب ہوتے تو فلاں مسئلہ میں یہ حکم دیتے لہٰذا متاخرین نے وہی حکم دیا۔ خواہ وہ امام شافعیؒ کا قول ہو یا کسی دوسرے کا اس قسم کا تغیر حج نفل وصدقہ کی افضلیت وغیرہ کا خود امام صاحب کے زمانہ میں بھی ہوا ہے لہٰذا اس سے حنفیت میں فرق نہیں

---

[1]..... التقليد اتباع الغير علىٰ ظن انه محق بلا نظر فى الدليل. نامى شرح حسامى ص ۱۹۰ ج ۱، قبيل باب الاجماع، (مختار اينڈ كمپنى ديوبند)

[2]..... وفى آخر حاوى القدسى واذا اخذ بقول واحد منهم يعلم قطعاً انه يكون به آخذابقول ابى حنيفة فانه روى عن جميع اصحابه الكبار كابى يوسف ومحمد وزفر والحسن انهم قالوا ماقلنا فى مسئلة قولا الاوهو روايتنا عن ابى حنيفة واقسموا عليه ايماناغلاظا فلم يتحقق اذن فى الفقه جواب ولا مذهب الا له كيف ماكان ومانسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة انتهىٰ (الى قوله) ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به (شرح عقودرسم المفتى ص: ۱۱۴-۱۱۶، مطبوعه زكريا ديوبند، ص: ۶۵-۶۶، مطبع رشيديه سهارنپور)

آتا۔ والبسط فی عقود رسم المفتی لابن عابدین۔[1]

حررہ العبد محمود گنگوہی ۸/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۵/صفر ۵۳ھ

عامل بالحدیث کا حکم

سوال:- عامل بالحدیث حق پر ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص اہلیت اجتہاد کی رکھتا ہے۔ اس کو تمام احادیث سامنے رکھ کر ان سے مسائل استنباط کرنے کا حق حاصل ہے مگر اس زمانہ میں اتنی اہلیت تمام عالم سے مفقود ہے[2] جیسا کہ صدیوں سے تجربہ ہو رہا ہے لہٰذا بجز تقلید چارہ نہیں جو شخص تقلید چھوڑ کر اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہے اور مسائل کا استنباط کرنے کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے معمولی مسائل کے دلائل سے اس کی تکذیب کی جاسکتی ہے نیز اگر ائمہ دین مجتہدین کو سب وشتم بھی کوئی شخص کرے تو وہ فاسق بالیقین اور فقہاء

---

[1]..... قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال وکل ذٰلک غیر خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو کان فی هٰذا الزمان لقال بها ولو حدث هٰذا التغیر فی زمانه لم ینص علی خلافها وهذ الذی جرأ المجتهدین فی المذهب الخ (شرح عقود ورسم المفتی ص۱۷۸ مطبوعه زکریا، مطبوعه اسعدی سهارنپور ص ۳۹، مطبوعه رشیدیه سهارنپور ص: ۹۶، بحث العرف)

ولهذارجع ابوحنیفة عن القول بان الصدقة افضل من حج التطوع (رسم المفتی ص ۸۰، مطبوعه رشیدیه سهارنپور)

[2]..... لیس فی قوة احد بعد الائمة الاربعة ان یبتکر الاحکام ویستخرجها من الکتاب والسنة فی ما نعلم ابدا (النافع الکبیر ص۱۵، مطبوعه لکهنؤ ص۱۰۶)

کی بڑی جماعت ایسے شخص کی تکفیر بھی کرتی ہے[۱] اور یہ مرض عام غیر مقلدین میں پھیلا ہوا ہے الا ماشاء اللہ پھر ایسی جماعت کو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ حق پر ہے رہا نفس عمل بالحدیث یہ کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا الآیۃ[۲] ہر شخص کو اتنی اہلیت نہیں کہ مقدم ومؤخر، ناسخ ومنسوخ وغیرہ کو معلوم کرسکے اسلئے تقلید کا حکم دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اہلِ حدیث کا حکم

سوال:- اہل حدیث کی جماعت کب سے نکلی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عمل بالحدیث تمام عمر سے تھا جب سے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تمام ائمہ کا عمل حدیث پر رہا ہے اور ائمہ مجتہدین کے مسائل قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہیں لیکن وہ حضرات مجتہد ہونے کی وجہ سے ناسخ ومنسوخ سے واقف تھے اور چند صدیوں سے ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو کہ خود علم نہیں رکھتا کہ مسائل کا استنباط کرسکے اور تقلید کو شرک کہتا ہے درحقیقت یہ فرقہ گمراہ ہے[۳]،

---

[۱]..... یخاف علیه الکفر اذا شتم عالما او فقیها من غیر سبب (عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۷۰، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء، البحرالرائق کوئٹه ص: ۵/۱۲۳، باب احکام المرتدین، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۹، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲]..... سوره حشر آیت: ۷، **ترجمه**:- رسول جو تم کو دیں اسکو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

[۳]..... فیا لله للعجب من این یسمون انفسهم الموحدین المخلصین وغیرهم بالمشرکین المبتدعین وهم اشد الناس تعصباً وغلواً فی الدین ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اپنے کو عامل بالحدیث بتاتا ہے وجوب تقلید کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ الاقتصاد، سبیل الرشاد، وغیرہ رسائل بھی اسی مضمون کی تفصیل میں ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۱۶/ذی قعدہ ۵۳ھ

غیر مقلد کی کیا حیثیت ہے؟ اور اسکے ساتھ شادی بیاہ

سوال:- ہمارا ایک بھائی اہلِ حدیث کہلاتا ہے، سورۂ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہے، آمین بالجہر کہتا ہے، رفعِ یدین کرتا ہے۔ کیا وہ مسلمان ہے؟ اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہے اور حق پر ہے اور ان کے ساتھ بیاہ شادی جائز ہے یہ لوگ اہلِ حدیث گمراہ ہیں یا نہیں میرا بھائی کسی کی توہین نہیں کرتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل حدیث کے بعض مسائل میں حنفیہ کا اختلاف معمولی ہے[1]، اور بعض میں شدید (حلّت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(الحطة فی ذکر الصحاح الستة ص ۱۵۴، ملاحظه هو، الاقتصاد ص ۲، فاما هٰذه الطبقة الذین هم اهل الحدیث والاثر فان الاکثرین انما کدهم الروایات وجمع الطرق وطلب الغریب والشاذ من الحدیث الذی اکثره موضوع او مغلوب لا یراعون المتون ولا یتفهمون المعانی ولا یستنبطون سرها الخ (عقد الجید ص ۱۷)

هذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعه وهم الحنفیون المالکیون والشافیون والحنبلیون رحمهم الله ومن کان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البعدة والنار (الطحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۵۳/۴، کتاب الذبائح)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1].....جیسا کہ مسئلہ رفع یدین میں رفع اور عدم رفع میں افضلیت کا اختلاف ہے، وانما الخلاف بین الفقهاء فی الافضل منها، (احکام القرآن للجصاص ص: ۲۰۴/۱، باب کیفیة شهود الشهر، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، معارف السنن ص: ۴۵۹/۲، کتاب الصلاة، الاختلاف فی الرفع وعدمه من الاختلاف المباح، مطبوعه المکتبة النوریة دیوبند)

وحرمت کا) ہے اور بعض مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف اور وہ بہت شدید ہے[۱]۔ ایسے مسائل میں یہ لوگ قرآنِ کریم کے بھی خلاف کرتے ہیں ان سب کے خلاف کرنے کی وجہ سے وہ لوگ حق پر نہیں ہیں۔ رہا نفس عمل بالحدیث تو یہ کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ عین مطلوب ہے مگر ہر شخص میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ مقدم ومؤخر، ناسخ ومنسوخ وغیرہ کو معلوم کر سکے اسلئے تقلید کا حکم دیا جاتا ہے[۲]۔

ان سے شادی بیاہ کرنے میں ایسے مسائل سے بھی واسطہ پڑنے کا امکان ہے مثلاً اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک تسلسل میں تین طلاق دیدے تو قرآن[۳] کریم اور احادیثِ مشہورہ[۴]،

۱..... جیسا کہ یکبارگی تین طلاق دینے سے تین طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کے بارے میں غیر مقلدین اور ائمہ اربعہ کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ قال الزرقانی والجمهور علی وقوع الثلث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلا ان خلافه شذوذ ولا یلتفت الیه، (اوجزالمسالک ص:۴/۴۲۵، کتاب الطلاق، الاجماع فی وقوع الطلاقات الثلثة، مطبوعه المکتبة الیحیویة سهارنپور، مرقاة ص:۲۹۵، ج:۶، قبیل باب المطلقة ثلاثا، مطبوعه امدادیه ملتان، بذل المجهود ص:۳/۲۸۰، باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عمدة القاری ص:۹/ ۲۳۳، الجزء العشرون، باب من اجاز طلاق الثلاث، طبع دارالفکر بیروت، فتح الباری ص:۴۵۹، ج:۱۰، مطبوعه نزار مصطفی احمد الباز مکه مکرمه)

۲..... قال الشافعی فیما رواه الخطیب فی کتاب الفقیه له لا یحل لا حد ان یفتی فی دین الله الا رجلا عارفا بکتاب الله بناسخه ومنسوخه ومحمکمه ومتشابهه وتاویله وتنزیله ومکیه ومدنیه وما اریدبه ویکون بعد ذلک بصیرا بحدیث رسول الله ﷺ وبالناسخ والمنسوخ الی قوله وهذا یرد علی هٰولاء الذین تسموا باهل الحدیث ابلغ رد ویکذبهم فیها اقبح تکذیب الی قوله واما غیر اهل الاجتهاد فلیس له الا تقلید اهل العلم فثبت ان امر الاجتهاد والتقلید امر متوارث من خیر القرون الخ، (مقدمه اعلاء السنن ص:۲/۵۰۶،۵۰۴، شرائط الافتاء، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

۳..... الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ..... فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره، سورۂ بقره آیت: ۲۲۹، ۲۳۰، فان طلقها ثلاثا لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره الخ ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

ائمہ مجتہدین، سلف[1] صالحین کی تصریحات کے پیشِ نظر بیوی پر حُرمتِ مغلظہ ثابت ہوجاتی ہے اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی جائز نہیں ہوتا۔ مگر یہ لوگ ایسی تین طلاق کو ایک ہی طلاق اور وہ بھی رجعی طلاق قرار دے کر حقِ رجعت دیتے ہیں[2]۔ یا بہت سے بہت دوبارہ نکاح کر لینے کیلئے کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت غلط اور فحش کام ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ رجعت شرعی رجعت نہیں ہوتی بلکہ ناجائز چیز ہوتی ہے۔ ایسے مسائل پر مستقل کتابیں اور رسائل موجود ہیں جنمیں پورے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ انسے بیاہ شادی کرنے میں مفسدۂ عظیم ہے اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۰ھ

(حواشی صفحہ گذشتہ).....الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص: ۲/۱۱۹، الجزء الثالث، مطبوعہ دارالفکر بیروت، جامع البیان ص: ۲/۴۷۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، روح المعانی ص: ۲/۲۱۲، الجزء الثانی، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

۴..... عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقها فسئل النبی ﷺ اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول، (بخاری شریف ص: ۲/۷۹۱، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، مسلم شریف ص: ۱/۴۶۳، کتاب النکاح، باب لاتحل المطلقة)

(حواشی صفحہ ھذا) ۱..... فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلث معاوان کانت معصیة. احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۸ ج ۱ باب ذکر الحجاج لایقاع الطلاق الثلاث معاً. مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.

۲..... هذه الآیة الکریمة دافعة لما کان علیه الامر فی ابتداء الاسلام من ان الرجل کان احق برجعة امرأته وان طلقها مائة مرة مادامت فی العدة فلما کان هٰذا فیه ضرر علی الزوجات قصرهم الله الی ثلاث طلقات واباح الرجعة فی المرة والثنتین وابانها بالکلیة فی الثالثة الخ، (تفسیر ابن کثیر ص: ۱/۴۰۶، مطبوعہ مصطفی احمد الباز مکه مکرمه، جامع البیان ص: ۲/۴۵۶، سورة البقرة آیت: ۲۲۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فقہی جزئیات کا مقام بحیثیت ادلّہ

سوال:- کتب فقہ میں ادلّہ شرعیہ چار بتلائے ہیں، (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس مجتہد، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ عملیہ کس دلیل شرعی کی حیثیت رکھتے ہیں ان مسائل کو قرآنی درجہ دیا جائے یا حدیثِ نبویؐ کے درجہ میں رکھا جائے یا اجماعی کہا جائے یا قیاسی سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس طرح ادلّہ شرعیہ کی ایک حیثیت نہیں اسی طرح سے انسے ثابت شدہ مسائل کی بھی ایک حیثیت نہیں۔ پھر طرق ثبوت میں بھی بہت تفاوت ہے۔ اس لئے ان ادلّہ کی تقسیمات متعددہ کر کے ہر تقسیم کے اقسام اوران کے احکام کی تفصیلات کو اصولِ فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض مسائل فقہیہ درجۂ قرآن کریم میں ہیں۔ بعض درجۂ حدیث شریف میں ہیں، بعض درجۂ اجماع میں ہیں، بعض درجۂ قیاس میں ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو

سوال:- فقہ حنفی کی جتنی درسی کتب ہیں انمیں تقریباً سب میں احناف کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے، آیا اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ ہر عمل جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کس بات پر عمل

---

[۱]..... فان اصول الشرع ثلثة الكتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القياس المستنبط من هٰذه الاصول. نامی ص۳، مطبوعه رحيميه ديوبند، نورالانوار ص۷،۸، ادلة الشرع واصوله، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، اصول الشاشی ص۵، مطبوعه معراج بكڈپو ديوبند،

ہو، امام صاحب کے مسلک یا امام ابو یوسف اور امام محمد کے مسلک پر ہم فیصلہ کس طرح کریں؟

احناف کی وہ کونسی کتاب ہے جس کے تمام مسائل بطور فیصلہ اور فتوے کے ہوں، تا کہ وہ خرید کر ہر وقت مسئلہ دیکھ لیں اور وہ کتاب اوروں سے جامع ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کیف ما اتفق کسی قول پر عمل کرنا درست نہیں بلکہ اس کیلئے کچھ قواعد وضوابط ہیں جنکی پابندی ضروری ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں چند اقوال ہوں اور اصحاب ترجیح نے کسی قول کی ترجیح صراحۃً بیان کی ہے تو راجح پر عمل کیا جائیگا[1] اور اگر صراحۃً ترجیح بیان نہیں کی تو ضمنی ترجیح کو تلاش کیا جائے۔ مثلاً ایک قول متون میں ہے۔ دوسرا شروح میں تو قول اول کو ترجیح ہوگی۔ یا ایک قول قیاس ہے دوسرا استحسان تو ثانی کو ترجیح ہوگی۔ الا فی مسائل معدودۃ[2] اور اگر ترجیح ضمنی بھی حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لئے ابواب کی تفصیل اس طرح کی ہے۔ **قد جعل العلماء الفتویٰ علیٰ قول الامام الاعظم فی العبادات مطلقاً وقد صرحوا بان الفتویٰ علیٰ قول محمد فی جمیع مسائل ذوی الارحام وفی قضاء الاشباہ والنظائر الفتویٰ علیٰ قول ابی یوسف فی ما یتعلق بالقضاء کما فی القنیة والبزازیة.** رد المحتار[3] ص ۵۰ ج ۱،

---

[1]..... ان الواجب علی من اراد ان یعمل بنفسه او یفتیٰ غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه الخ (رسم المفتی ص ۱۲۵، مطبع رشیدیه سهارنپور)

[2]..... اذا کان فی مسئلة قیاس واستحسان ترجح الاستحسان علی القیاس الا فی مسائل وهی احدی عشرة مسئلة علی مافی اجناس الناطفی وذکرها العلامة ابن نجیم فی شرحه علی المنار ثم ذکر ان نجم الدین النسفی او صلها الی اثنتین وعشرین وذکر قبله عن التلویح ان الصحیح ان معنیٰ الرجحان هناتعین العمل بالراجح وترک العمل بالمرجوح الخ (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۸ تا ۱۴۹، زکریا، الفتویٰ علی الاستحسان دون القیاس)

[3]..... ردالمحتار علی الشامی نعمانیه ص ۴۹ ج ۱، مقدمه،

اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہوتو علامہ شامی کا رسالہ شرح عقود رسم المفتی دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اختلافی مسائل میں کیا مقلد کو ترجیح کا حق ہے؟

سوال:- مسائلِ فقہیہ پر ادلّہ اربعہ کی بنا پر متأخرین علماء کو تنقید وترجیح کا حق ہے یا نہیں؟ حالانکہ مولانا مولوی معین الدین صاحب حنفی اجمیری صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اپنی کتاب ''**القول الاظهر فيما يتعلق بالاذان عند المنبر**'' کے ص ۱۵/ پر لکھتے ہیں کہ حدیث سے استنباط کرنا مجتہد کا کام ہے۔ مقلد کی یہ شان نہیں کہ کسی حدیث سے تمسک کر کے کوئی حکم مستنبط کرے۔ پھر آپ اسی کتاب کے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں ''اگر کوئی مقلدّ استنباط کے درپے ہو جائے تو پھر فرمایئے کہ اس میں اور غیر مقلد میں کیا فرق ہے؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولانا موصوف کا یہ فرمانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسائل فقہیہ کی بہت کافی تنقیح ہو چکی، ادلّہ قائم کر دی گئیں، راجح مرجوح کو بیان کر دیا گیا، اب براہِ راست استدلال واستنباط کی ضرورت نہیں رہی، صرف تتبع کر کے راجح اور مفتیٰ بہ کو نقل کرنا مقلد کا منصب ہے، خواہ وہ راجح قولِ امام ہو خواہ وہ قولِ صاحبین وغیرہ۔

ان المشائخ اطلعوا علیٰ دليل الامام وعرفوا من اين قال واطلعوا علیٰ دليل اصحابه فيرجحون دليل اصحابه علیٰ دليله فيفتون به ولا يظن بهم انهم عدلوا عن قوله لجهلهم بدليله فانا نراهم قد شحنوا كتبهم بنصب الادلة ثم يقولون الفتویٰ علیٰ قول ابی یوسفؒ مثلاً وحيث لم نكن نحن اهلاً للنظر فی الدليل ولم نصل الیٰ

رتبتهم فی حصول شرائط التفريع والتاصيل فعلينا حكاية ما يقولونه لانهم هم اتباع المذهب الذين نصبوا انفسهم لتقريره وتحريره باجتهادهم وانظر الى ماقدمناه من قول العلامة قاسم ان المجتهدين لم يفقدوا حتىٰ نظروا فى المختلف ورجحوا وصححوا الىٰ ان قال فعلينا اتباع الراجح والعمل به كمالو افتوا فى حياتهم اهـ رسم المفتى[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اختلافِ ائمہ

سوال:- جب چاروں امام صحیح ہیں تو اختلاف کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اختلاف استنباط کے اعتبار سے ہے جو کہ امت کیلئے رحمت ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند

ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ

سوال:- ہم لوگوں کو بتلایئے کہ رسول اکرم ﷺ اور انکے اصحاب کا سچا دین یا مذہب پکا تھا اور ہم لوگ کا کیا ہونا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔

---

[1]..... رسم المفتی ص ۱۳۱، مطبوعہ زکریا دبوبند،

[2]..... الاختلاف من آثار الرحمة (الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۴۶ ج ۱، مطبوعه زكرياص ۱۶۷ ج ۱، مطلب اختلاف امتى رحمة، حجة الله البالغة ص: ۱۴۴، ۱۴۵/۱، باب اسباب اختلاف مذاهب الفقهاء، مطبوعه امداديه مكه مكرمه،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سچے لوگوں سے مراد محمد ﷺ اور اصحابِ محمد ﷺ ہیں۔ لہٰذا ہم لوگوں کو جب تک ان لوگوں کا طریقہ یا مذہب نہیں معلوم ہوگا تو ہم کیسے شامل ہو سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یا جتنے نبی دنیا میں آئے وہ ایک ہی دین و مذہب کو جاری کرنے آئے اور ہمارے علماء نے وارث انبیاء ہو کر کعبہ شریف میں جہاں سے توحید ایک راستہ یا ایک مذہب نکلا وہیں سے چار مذہب کے چار مصلیٰ بچھا دیئے اور اس کے بعد ابھی تک مذہب کی زیادتی ہوتی چلی جارہی ہے اور معلوم ہوتا ہے رسول اللہ کی پیشین گوئی کے مطابق تہتر فرقے ہو کر رہیں گے۔ مگر امام لوگوں کا کیا مذہب تھا اور ان لوگوں کے امام کون تھے اور کس کے مقلد تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت رسول مقبول ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ وشافعی و مالک واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا دین اسلام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ دین کامل ہے اور اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1] چاروں اماموں کا مذہب بھی یہی دین اسلام ہے اس سے باہر نہیں ان میں جو کچھ تصرف ہے وہ فروعی ہے حق و باطل کا اختلاف نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو نعوذ باللہ اسلام سے خارج یا جہنمی قرار دیا ہو۔ یہ چاروں مذہب حضرت نبی اکرم ﷺ کی احادیث کے تابع ہیں مخالف نہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث میں مختلف حدیثیں ہیں اور ایک محدث کا مذہب دوسرے

---

[1]..... سورۃ المائدہ آیت: ۳،

ترجمہ:- آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کیلئے پسند کر لیا۔ (از بیان القرآن)

محدث کے خلاف ہے لیکن اسلام سے باہر کوئی نہیں اور جیسا کہ صحابہ کرام کے آثار مختلف ہیں جو کہ ان کے مذاہب ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں مگر اسلام سے کوئی خارج نہیں نہ ان پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل ہے حدیث شریف میں ہے۔ **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**[1]

یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کا بھی اقتداء یعنی تقلید کرلوگے ہدایت پاجاؤگے اور جیسے احادیث مختلف ہیں مثلاً کسی میں آمین بالجہر کسی میں آمین بالسر ہے کسی میں رفع یدین ہے کسی میں ترک رفع ہے جن کی وجہ سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہوئے کسی کو اسلام کا مخالف یا اسلام سے خارج یا حدیث کا مخالف کہنے کا کوئی حق نہیں، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے دین و مذہب کو جس طرح ائمہ مجتہدین اور محدثین جانتے اور دلائل کی روشنی میں سمجھتے اور دلائل کی قوت وضعف کو پرکھتے تھے آج کل کے لوگ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے اور جلیل القدر محدثین سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ائمہ مجتہدین کے شاگرد ہیں۔

لہٰذا ان حضرات کے اختلاف کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے جیسا کہ کفر واسلام کا اختلاف ہے، یہ سب ناجی ہیں کوئی جہنمی نہیں بنیادی مسائل جن پر مدار نجات ہے ان سے ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب کے سب خدا کو ایک مانتے ہیں کوئی مشرک نہیں سب رسول پر ایمان رکھتے ہیں کوئی منکر رسالت نہیں سب خدا کی کتابوں، فرشتوں، جنت، دوزخ، تقدیر کو برحق سمجھتے ہیں اور ارکان اسلام کو بہتر فرقوں میں شامل کرکے اسلام سے خارج قرار دینا در حقیقت اپنے لئے اسلام سے خارج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔ ان حضرات کا اختلاف در حقیقت بڑی رحمت ہے کہ دین میں[2] اس سے بہت وسعت حاصل ہے جو کہ احادیث سے

---

[1]..... کشف الخفاء ص ۱۳۲/۱، رقم الحدیث ص ۳۸۱، طبع داراحیاء التراث العربی بیروت)

[2]..... ان اختلاف العلماء رحمة من الله تعالیٰ علی هٰذه الامة کل یتبع ماصح عنده وکلهم علی هدیٰ. شامی ص ۱۶۸ ج ۱، مطبوعه زکریا دیوبند، مقدمه، مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمة

ثابت[۱] ہے، ان ھذہٖ امتکم امة واحدة[۲]، اگر غور کرلیا جائے تو صاف صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے اختلاف کی ہرگز اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ سب خدا ہی کو رب مانتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ جو فرقے خدا کے سوا کسی اور کو رب مانتے اور کسی دوسرے کی عبادت کرتے ہیں ان پر ضرور اس سے رد ہوتا ہے، یہ حضرات اپنے اس فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی امت ہیں، ایسا نہیں، جیسا کہ یہودی ونصاریٰ میں اختلاف تھا کہ قالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیٔ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علی شیٔ الآیة[۳]. جو شخص خود مجتہد نہ ہو اس کو تقلید لازم ہے[۴] ائمہ اربعہ خود مجتہد تھے ان کو کسی کی تقلید لازم نہیں[۵] تھی مسئلہ تقلید پر چھوٹی بڑی کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[۶]

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۱..... اختلاف اصحابی لکم رحمة. کشف الخفاء ص ۶۴ ج ۱ ،رقم الحدیث: ۱۵۳، (مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:- صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

۲..... سورۂ انبیاء آیت ۹۳،

ترجمہ:- یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (از بیان القرآن)

۳..... سورة البقرہ آیت ۱۱۳، **ترجمہ**:- یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں (از بیان القرآن)

۴..... غیر المجتھد المطلق یلزمہ التقلید، رسم المفتی ص ۷۴، مطبوعہ سعیدیہ سہارنپور،

۵..... وصحح ھو وغیرہ امتناع التقلید علی المجتھد مطلقا الخ روح المعانی ص: ۱۴/۱۴۸، سورة النحل تحت آیت: ۴۳، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

۶..... سورۂ النور آیت: ۴۶،

ترجمہ:- اور جس کو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے (از بیان القرآن)

مذاہبِ اربعہ کا ماخذ

سوال:- کیا اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہونے کیلئے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان چار مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کا اتباع ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کتاب وسُنّت سے ثابت کیا جائے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کس کا اتباع کرے؟ اسلام میں ان چاروں مذاہب کیلئے کیا دلیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضور اکرم ﷺ نے "ماانا علیه واصحابی[1]" کے طریق کو صحیح وصواب فرمایا ہے۔ یہ تو حکم اجمالی ہے پھر جو مذاہب تفصیل سے مدوّن ہوئے ان میں ائمہ اربعہ کے مذاہب "ماانا علیه واصحابی" کیساتھ اوفق ہیں۔ یہ استقراء مسائل اور تتبع دلائل سے ثابت ہے۔ ان چاروں میں سے جس محقق عالم نے تفتیش کر کے جس کے مذہب کو اقرب واوفق پایا اس کا اتباع کرلیا۔[2] اس مسئلہ پر مستقل رسائل عربی، فارسی، اردو میں موجود ہیں جن میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ الاقتصاد[3]، سبیل الرشاد، عقد الجید، خیر التنقید وغیرہ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۲ھ

---

[1]..... مشکوٰۃ شریف ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- فرقۂ ناجی: وہ ہے جس دین پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

[2]..... ان اختلاف العلماء رحمة من الله تعالیٰ علی هذه الامة کل یتبع ما صح عنده وکلهم علی هدی کل یرید الله تعالیٰ، (شامی زکریا ص: ۱۴۸/۱، مقدمه، قبیل مطلب فی رسم المفتی)

[3]..... ان کتابوں کے متعلق تفصیل، عنوان عالم محقق کے لئے تقلید کے تحت گذر چکی۔

متعدد ائمہ کی پیروی

سوال:- ایک امام پر قائم نہ رہ کر سبھی اماموں کی پیروی یکے بعد دیگرے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ غلط ہے اس میں بڑے مفاسد ہیں[1]۔

ثبوت تقلید اور غیر مقلد کی امامت

سوال:- ۱۔ اگر کوئی مسلمان قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مذہب کی تقلید نہیں کرتا ہے۔ کیا وہ شخص بہشتی ہے یا دوزخی، یا گمراہ؟

۲۔ کیا حضرت رسول مقبول ﷺ کے انتقال کے چار سو سال تک مسلمان مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک مذہب کی تقلید کرتا تھا یا نہیں؟

۳۔ کیا غیر مقلد ولا مذہبی اشخاص کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں، یا گنہگار رہوگا؟

۴۔ حضرت رسولِ مقبول ﷺ کے کتنے روز کے بعد مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا؟ اور کس نے اظہار کیا، اور ان ائمہ اربعہ کی سنِ ولادت، وفات کی کیا تاریخ ہے تحریر

---

[1]..... والثانی یلزمه وبه قطع ابوالحسن الکیاوهو جار فی کل من لم یبلغ رتبة الاجتهاد من الفقهاء واصحاب سائر العلوم ووجهه انه لو جاز اتباع ای مذهب شاء لافضیٰ الی ان یلتقط رخص المذاهب متبعاً هواه ویتخیر بین التحلیل والتحریم والوجوب والجواز وذالک یؤدی الیٰ انحلال ربقة التکلیف الخ، (المجموع شرح المهذب ص۸۸ ج ۱، مطبوعه دارالفکر، فصل فی آداب المستفتی، مقدمه اعلاء السنن ص:۲/۲۲۳، تحقیق فی الالتزام مذهب معین، مطبوعه مدادیه مکه مکرمه)

فرمایئے؟

۵۔ چاروں امام کی پیدائش سے پہلے اسلام مکمل تھا یا نہیں، اگر مکمل تھا تو ان کی تقلید واجب کیوں ہے؟

۶۔ جو لا مذہبی، واہلِ حدیث، بانیانِ مذاہب اربعہ کو دشنام وطعن وتشنیع کرتے ہیں ان کی اقتداء نماز میں درست ہے یا نہیں؟

تقلید شخصی کے وجوب کی مفصل دلیل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ[۱] الآیة. وقال "واتّبع سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ" الآیة.[۲]

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ ضروریہ کا علم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرنا ضروری ہے اور جو شخص خداوند تعالیٰ کی طرف انابت کرتا ہو اس کا اتباع ضروری ہے۔[۳]

قرآن کریم میں نہ تو مسئلہ دریافت کرنے کیلئے کسی عالم کا نام مذکور ہے اور نہ اتباع کرنے کیلئے کسی متبوع کا نام مذکور ہے، جس شخص کو مجموعہ احوال سے کسی عالم کا منیب الی اللہ ہونا متحقق ہو جائے اسی سے مسئلہ دریافت کرنا ضروری ہے اور اسی کا اتباع لازم ہے اسی کا نام تقلید ہے۔[۴]

---

[۱]..... سورۃ النحل آیت ۴۳،

[۲]..... سورۃ اللقمان آیت ۱۵،

[۳]..... وفی الآیة دلیل علی وجوب المراجعة الی العلماء للجهال فیما لا یعلمون (تفسیر مظهری ص: ۳۴۲، ج۵، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، روح المعانی ص: ۱۴۸/۱۴، سورۃ نحل تحت آیت: ۴۳، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

[۴]..... التقلید اتباع الغیر علی ظن انه محق بلا نظر فی الدلیل (نامی شرح حسامی ص ۱۹۰ ج ۱، مختار اینڈ کمپنی دیوبند، قبیل باب الاجماع، فواتح الرحموت ص: ۲/۴۳۳، العمل بقول الغیر الخ، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه،

اتباع کے لئے مسلک کا معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ اتباع کیسے کریگا اور ائمہ اربعہ کا مسلک ومذہب معلوم ومُدوّن ہے کسی اور کا مسلک ومذہب اس تفصیل کے ساتھ معلوم ومدوّن نہیں[۱]۔

لہٰذا ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی کی تقلید لازم اور ضروری[۲] ہوئی نماز، روزہ، قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہیں، اور تقلید ائمہ اربعہ کی یہ شان نہیں کیونکہ ان کے نام ہی مطلوب نہیں، پس تقلید واجب کے درجہ میں رہ گئی۔

اگر وہ مسلمان خاص، عام، مطلق، مقید، مشترک، مؤول، ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلول، شاذ، منکر، ناسخ، منسوخ وغیرہ اقسام کتاب وحدیث پر پوری طرح حاوی ہیں اور ائمہ اربعہ کی طرح روایت ودرایت میں کامل ہیں تو تقلید نہ کرنے میں اس پر کوئی اعتراض نہیں[۳]۔

اور خوب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ایسے آدمی کا روئے زمین پر موجود ہونا عنقا سے کچھ

---

[۱]..... وممن اشتهر مذهبهم ودونت الكتب على مسلكهم الائمة الاربعة ابوحنيفة والشافعى ومالك واحمد ومذاهب باقى المجتهدين قد اندرست لا يوجد لها اثر الخ (النافع الكبير ص ۹۵، الفصل الاول فى ذكر طبقات الفقهاء)

[۲]..... أن هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة أو من يعتد به منها علىٰ جواز تقليدها الىٰ يومنا هذا وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لا سيما فى هٰذهٖ الايام التى قصرت فيها الهمم جداً واشربت النفوس الهوى الخ (حجة الله البالغة ص ۱۵۳، فصل فى عدة امور مشكلة من التقليد الخ، مطبوعه مصر)

[۳]..... ان المجتهد من عرف الاحكام الشرعية من قواعدها فى الكتاب والسنة والاجماع والقياس وهو الفقيه العارف بعلوم القرآن والحديث والناسخ والمنسوخ واللغة والنحو والصرف واتفاق العلماء واختلافهم وهو الضابط لامهات المسائل الفقهية (مقدمه مجموع شرح المهذب ص ۴۳ ج ۱، فئات الاصحاب المجتهدين، مكتبه دار الفكر بيروت،

کم نہیں۔[1]

۲۔اس مدت میں جو حضرات صفاتِ مذکورہ کے ساتھ متصف تھے وہ تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ خود مجتہد تھے اور جو متصف نہیں تھے وہ کسی کی تقلید کرتے تھے۔بعض تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرتے تھے اور بعض دوسرے ایسے اکابر کی تقلید کرتے تھے جن کو عالم اور منیب الی اللہ سمجھتے تھے اور ان کے مسلک سے واقف تھے۔[2] جیسا کہ حدیث کے طلباء پر مخفی نہیں اور آنحضرت ﷺ نے خود حکم فرمایا۔ عن حذیفةؓ قال قال رسول اللهﷺ انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمرؓ (رواہ الترمذی) مشکوٰۃ[3] ص ۵۶۰

۳۔لا مذهب. تو بددین اور دہریہ کو کہتے ہیں جب وہ کسی مذہب کا قائل ہی نہیں تو وہ نماز کیا پڑھے اور کیا پڑھائیگا۔غیر مقلد کے متعلق تفصیل ہے،اگر وہ ائمہ دین کو سب وشتم ولعن طعن کرتا ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے وہ فاسق ہے۔[4]

---

[1]..... وقد ذکروا ان المجتهد المطلق قد فقد (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۷۷ ج ۱، شامی نعمانیه ص ۵۲ ج ۱، مطلب فی طبقات الفقهاء)

غیر المجتهد المطلق یلزمه التقلید الخ (رسم المفتی ص ۷۴، مکتبه سعیدیه سهارنپور)

[2]..... فهذه النصوص یدلک علی طریق التقلید کان شائعا فی الصحابة والتابعین حتی کان بعض المجتهدین یقلد بعضا منهم فضلا عن غیر اهل الاجتهاد بل ارشدهم النبیﷺ الی التقلید حیث امرهم باتباع سنه الخلفاء الراشدین بل ارشدهم الله الی التقلید حیث قال فاسئالوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون، (مقدمه اعلا السنن ص:۲/۷، شیوع التقلید فی عهد الصحابة، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

[3]..... مشکوٰة شریف ص ۵۶۰،باب مناقب ابی بکر وعمر رضی الله عنهما. مکتبه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص:۲/۲۰۷، مناقب ابی بکر الصدیقؓ)

ترجمہ:-حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے درمیان رہوں پس تم میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء ومتابعت کرو۔

[4]..... واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر دیکھنا چاہئے کہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کر کے پڑھتا ہے؟ یعنی فرائض وواجبات سب کی رعایت کرتا ہے تب تو اس کی امامت مکروہ نہیں، اگر ان سب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں، اور اگر رعایت وعدمِ رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

اگر فرائض میں تو رعایت کرتا ہے اور واجبات اور سنن کو ترک کرتا ہے یا واجبات میں رعایت کرتا ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں بھی امامت مکروہ ہے۔ پہلی صورت میں زیادہ، دوسری میں کم۔

ان علم تركها في الثلاثة لم يصح وان لم يدر شيئاً كره لان بعض ما يجب تركه عندنا يسن فعله عنده فالظاهر انه يفعله وان علم تركها في الاخيرين فقط ينبغي ان يكره لانه اذا كره عند احتمال ترك الواجب فعند تحققه بالاولىٰ وان علم تركها في الثالث فقط ينبغي ان يقتدىٰ بهٖ لان الجماعة واجبة فتقدم علىٰ كراهة التنزيه: (ردالمحتار[1] ص ۵۸۸ ج ۱)

جب اپنا ہم عقیدہ وہم مذہب صالح امام موجود ہو تو کسی غیر کو امام بنانے کی کیا ضرورت ہے۔

۴۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ولادت کے متعلق علماء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ ۶۰ھ میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لايهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم، (شامی زکریا ص: ۲/۳۹۹، باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص ۵۱۳، فصل في الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی على المراقی مصری ص ۲۴۴، فصل في بيان الاحق بالامامة)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... شامی کراچی ۵۶۳ ج ۱، شامی زکریا ص ۳۰۳ ج ۲، باب الامامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه يكره ام لا،

ولادت ہوئی۔ دوم یہ کہ ۶۱ھ میں سوم یہ کہ ۸۰ھ میں یہی راجح ہے[۱]۔

وفات ایک سو پچاس ۱۵۰ھ میں ہوئی[۲]۔

حضرت امام مالکؒ کی ولادت میں چند قول ہیں۔ ۹۰ھ ۹۳ھ ۹۴ھ ۹۵ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی[۳]۔

حضرت امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی[۴]۔

۱..... وكانت ولادة أبي حنيفة سنة ثمانين من الهجرة وقيل سنة احدى وستين والاول اصح تبييض الصحيفة في مناقب الامام ابي حنيفة ص ۱۱۲، سنة ولادة ابي حنيفة ووفاته، مطبوعه الرشيد مدينه منوره، عقود الجمان ص ۴۳، مكتبه الايمان السمانية المدينة المنورة. تذكرة النعمان ص ۷۲، تاريخ پيدائش، مكتبه شيخ الهند ديوبند، حيات حضرت امام ابو حنيفه ص ۴۷، مكتبه اعتقاد نئى دهلى، تاريخ بغداد ص ۳۳۰ ج ۱۳، النعمان بن ثابت، صفة ابي حنيفة وذكر السنة التي ولد فيها، مطبوعه دارالفكر بيروت،

۲..... اتفقوا على انه رضى الله عنه مات سنة مأة وخمسين عقود الجمان ص ۳۵۹، الباب الرابع والعشرون في سبب مرضه ووفاته، مكتبه الايمان السمانية المدينة المنورة، تبييض الصحيفة ص ۱۱۲، سنة ولادة ابي حنيفة ووفاته، مطبوعه مطابع الرشيد مدينه منوره، تذكرة النعمان ص ۳۲۸، مكتبه شيخ الهند اكيڈمى ديوبند. حيات امام ابو حنيفه ص ۱۰۲، مكتبه اعتقاد دهلى،

۳..... ثم ولادته فمختلف عنداهل النقل وذكر اليافعي في طبقات الفقهاء انه ولدسنة اربع وتسعين وذكر ابن خلكان وغيره انه ولد سنة خمس و تسعين قيل سنة تسعين قال الذهبي في التذكرة اما يحى بن بكير فقال يقول ولدت سنة ثلاث وتسعين الى ماقال ابن فرحون اختلف في تاريخ وفاته والصحيح انها كانت يوم الاحد لتمام اثنين وعشرين يومامن مرضه في ربيع الاول سنة تسع وسبعين مائة الخ (مقدمة اوجز المسالك ص ۱۹، الفصل الاول في تذكرة المؤلف. مطبوعه امداديه)

۴..... والشافعي ولد سنة ۱۵۰. ومات سنة ۲۰۴ مقدمه شامى ص ۱۶۵ ج ۱، مطبوعه زكريا ديوبند، شامى كراچى ص ۶۶ ج ۱، مطلب في مولد الائمة الاربعة ووفاتهم.

حضرت امام احمدؒ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی[۱]۔

ان ائمہ اربعہ کے تلامذہ نے ان کے مذاہب کو شائع کیا۔

۵۔ اسلام مکمل تھا اور اب بھی مکمل ہے[۲] اور انکی تقلید واجب ہونے کی وجہ ۱، ۲، ۳ میں بیان کی گئی۔

۶۔ ایسے لوگوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے لوگ فاسق ہیں[۳]۔ لقولہٖ علیہ السلام سِبابُ المؤمن فسوق وقتاله كفرٌ (راوہ الشیخان والترمذی والنسائی)[۴]

یہ دشنام اور طعن سب کچھ ان غیر مقلدین ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ کیوں کہ ائمہ اربعہ کی شان بہت بلند ہے۔ وہ ہرگز اس کے مستحق نہیں[۵] جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے

۱..... واحمد ولد سنة ۱۶۴. ومات ۲۴۱. شامی ص ۶۵ ج ۱، مطبوعه زکریا دیوبند، شامی کراچی ص ۶۶ ج ۱، مطلب فی مولد الائمة الاربعة ووفاتهم ومدة حياتهم.

۲..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً، سورة المائدة آيت: ۳.

۳..... واما الفاسق فان كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامی زکریا ص: ۲/۳۹۹، باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی كبير ص ۵۱۳، فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۴۴، فصل فی بيان الاحق بالامامة)

۴..... مشكوة شريف ص: ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم. مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص: ۱/۱۲، كتاب الايمان، باب خوف المومن ان يحبط عمله، مسلم ص: ۲/۵۸، كتاب الايمان، باب بيان قول النبیﷺ سباب المسلم فسوق، ترمذی شريف ص: ۲/۹۲، ابواب الايمان، باب ماجاء سباب المسلم فسوق)

۵..... قال رسول اللهﷺ لا يرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذالک. (مشكوٰة شريف ص: ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مكتبه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص ۲/۸۹۳، كتاب الادب، باب ماينهی عن السباب واللعن، مطبوعه اشرفی ديوبند)

اللہ پاک اس سے عداوت رکھتے ہیں[1]۔ نفسِ تقلید کا وجوب اوپر ثابت ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج اس بسط اور تفصیل سے کسی کا مذہب مدون نہیں جس تفصیل سے ائمہ اربعہ کا مذہب مدون ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی کی تقلید واجب ہوگی۔ تقلید شخصی کی دلیل یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں۔ اول متفقہ، دوم مختلفہ، اول میں سب کی تقلید ہوئی، دوم میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا بعض کا ہوگا بعض کا نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو، سو اللہ تعالیٰ نے اتباع کو انابت پر معلق فرمایا ہے[2]۔ جس کی انابت الی اللہ زیادہ متحقق ہوگی اس کا اتباع کیا جائے گا۔

اب زیادہ انابت کی تحقیق یا اجمالاً کی جائے یا تفصیلاً، تفصیلاً تو یہ ہیکہ ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے اسمیں حرج اور تکلیف مالا یطاق کے علاوہ مقلد، مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کے سبیل کا وھو خلاف المفروض، اجمالاً یہ ہے کہ ہر امام کی مجموعی حالت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہوگا اور کس کی انابت زائد ہے پس یہ یہی صورت متعین ہے۔

اب جس کو ائمہ اربعہ میں سے جس کے مجموعی احوال پر نظرِ غائر ڈالنے سے معلوم ہو جائے کہ یہ زائد منیب ہے وہ انہیں کی تقلید کریگا یہی تقلید شخصی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۵۹ھ

---

[1]..... عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب، بخاری شریف ص: ۹۶۳، ج: ۲، کتاب الرقاق، باب التواضع، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

[2]..... واتبع سبیل من اناب الی سورۂ لقمان آیت: ۱۵،

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (از بیان القرآن)

تقلید کا ثبوت حدیث سے

سوال:- رسالہ اہلِ حدیث دہلی سے شائع ہوتا ہے اس رسالہ میں ۲۱/جون ۱۹۷۳ء کو مولانا آزاد رحمانی نے تقلید کے بارے میں دو حدیث اور ایک آیتِ قرآنی درج کی ہے اور مذہبِ احناف پر طعن کیا ہے۔ آیت یہ ہے "اِنَّ ھٰذا صِراطی مُسْتقِیماً" اور آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بلاشبہ دین میں سیدھا راستہ ہے۔ تو اسی راستہ کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔ کیوں کہ وہ تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ احمد، نسائی، دارمی سے مشکوٰۃ نے اس آیت کے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال خط لنا رسول اللہ ﷺ خطا قال ھٰذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینہٖ وعن شمالہٖ قال ھٰذہ السبل وعلیٰ کل سبیل منھا شیطان یدعوا الیہ وقرأ ان ھٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ.

ترجمہ:- کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لکیر کھینچی، پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں لکیر کھینچی پھر فرمایا یہ وہ راستہ ہے جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو لوگوں کو انہیں راستوں کی طرف بُلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ ھٰذا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فاتبعوہ، غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے اپنے راستہ کو صراط مستقیم فرمایا اور اس کے دائیں اور بائیں راستوں یعنی بلند پایہ فقہائے احناف وغیرہ کے راستوں کو مردود کا راستہ قرار دیا ہے اور کہہ دیا کہ یہ شیطان سیدھے راستہ سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے بہتر تمثیل باطل کی نشاندہی کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ آنحضرت ﷺ کی یہ تمثیل چاروں تقلیدی مذاہب پر کس طرح فٹ ہو سکتی ہے جب کہ اس حدیث میں صرف خطوط کا ذکر ہے اور چار کا ذکر نہیں ہے تو اس شخص کو دُرِ منثور کی

یہ روایت ملاحظہ کرنا چاہئے۔

عَن جابر بن عبدالله قال کُنَّا جُلُوساً عند النبیﷺ فخط خطا هٰکذا امامه فقال هٰذا سبیل الله وخطین عن یمینه وخطین عن شماله وقالَ هٰذا سبیل الشیطٰن ثم وضع یدهٗ فی الخط الاوسط وتلا اِنَّ هٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوه. درمنثور ص ۵۱ ج۳ (ایضاً ابوداؤد شریف)

جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم نبیﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس طرح ایک خط اپنے سامنے کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور دو خط اس کے داہنے اور دو خط اس کے بائیں کھینچے یعنی چار خط اور فرمایا یہ شیطان کا راستہ ہے اور پھر اپنا دستِ مبارک بیچ کے خط پر رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی کہ بلاشبہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کا اتباع کرو۔

اوپر کی حدیث اور آیت کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟ اور یہ ترجمہ ومطلب درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چاروں امام بھی حضور اکرمﷺ ہی کے صراطِ مستقیم پر ہیں کوئی غلط راستہ پر نہیں، گمراہ نہیں۔ جیسے آمین بالجہر کہنا بھی حضورﷺ کا راستہ ہے[۱] اور آمین بالسر کہنا بھی حضور اکرمﷺ کا راستہ ہے[۲] محدثین نے دونوں قسم کی حدیثیں اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھی ہیں۔ اسی طرح رفع یدین[۳] اور ترکِ[۴] رفع یدین کا حال ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی

---

[۱]..... **عن وائل بن حجر قال سمعت النبیﷺ قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین وقال آمین ومد بها صوته، ترمذی شریف ص:۵۷/۱، ابواب الصلوة، باب ماجاء فی التامین، مطبوعه بلال دیوبند، ابن ماجه ص ۶۱، باب الجهر بآمین، مطبوعه اشرفی دیوبند، سنن دارقطنی ص:۲۶۳/۱، باب التامین فی الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت.** (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

اللہ عنہ نے ایک صحابی کو نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا اس طریقہ پر جس طریقہ پر حضور اکرم ﷺ سے نہیں سنا تھا تو بہت غصہ آیا۔ لیکن ان کی نماز کے ختم ہونے کا انتظار کیا۔ پھر ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور شکایت کی، جس پر ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو اور ان سے سنا کہ کس طرح پڑھتے ہو۔ جب انہوں نے اس طرح سُنایا جس طرح وہ پڑھتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سُنا انہوں نے اُس طرح پڑھا جس طرح پڑھتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا ہے[1] حالانکہ دونوں کے پڑھنے

(حواشی صفحہ گذشتہ) [۲]..... عن ابیه ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین وخفض بها صوته، ترمذی شریف ص: ۵۸/۱، ابواب الصلوة، باب ماجاء فی التامین، سنن الدار قطنی ص: ۲۶۳، ج: ۱، باب التامین فی الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت، اعلاء السنن ص: ۲/۲۱۶، باب ماجاء فی سنیة التامین، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[۳]..... عن ابن عمرؓ قال کان رسول الله ﷺ اذا قام للصلاة رفع یدیه حتی تکون بحذو منکبیه ثم کبر فاذا اراد ان یرکع فعل مثل ذلک واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذلک الحدیث، (مسلم شریف ص: ۱۶۸/۱، باب استحباب رفع الیدین الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، بخاری شریف ص: ۱۰۲/۱، کتاب الاذان، باب رفع الیدین الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند)

[۴]..... عن عبدالله مسعود قال الا اصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة، ترمذی شریف ص: ۵۹ ج ۱، ابواب الصلوة، باب رفع الیدین عندالرکوع، مسلم شریف ص: ۱۸۱/۱، باب الامر بالسکون فی الصلوة، نسائی شریف ص ۱۲۰/۱، الرخصة فی ترک ذلک، مطبوعه فیصل دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... عن عمر بن الخطاب یقول سمعت هشام ابن حکیم یقرأ سورة الفرقان فی حیوٰة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراء ته فاذا هو یقرأ علی حروف کثیرةلم یقر ئنیها رسول الله ﷺ فکدت اساوره فی الصلوٰة فتصبرت الی قوله فقال رسول الله ﷺ ارسله اقرأ یاهشام فقرأ علیه القراء ة التی سمعته یقرأ فقال رسول الله ﷺ کذلک انزلت ثم قال اقرأ یا عمر فقرأت القرأة التی اقرأنی فقال رسول الله ﷺ کذالک انزلت (بخاری شریف ص۷۴۷ ج۲، باب انزل القرآن علیٰ سبعة احرف، مکتبه اصح المطابع کتب خانه رشیدیه.

میں اختلاف تھا۔ مگر اس اختلاف کے باوجود کسی کو غلط اور گمراہ قرار نہیں دیا۔ جو حدیث خط کھینچنے کی آپ نے نقل کی ہے وہ صحیح ہے معتبر ہے۔ داہنے اور بائیں کے خطوط یقیناً گمراہی ہیں، اور وہ وہ ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ چاروں امام قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ عین موافق ہیں[1] جو شخص ان چار کا مصداق چاروں اماموں کو قرار دیتا ہے وہ شیطان کی تقلید میں ایسا کہتا ہے، اسکو ایسی تقلید سے توبہ لازم ہے۔ امام احمدؒ امام بخاریؒ کے اُستاذ ہیں[2] امام شافعیؒ امام احمدؒ کے استاذ ہیں[3] امام مالکؒ امام شافعیؒ کے استاذ ہیں[4] امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد مکی بن ابراہیم ہیں[5] جن سے بخاری شریف میں ثلاثیات مروی ہیں۔ امام ترمذیؒ جگہ جگہ امام مالک وامام شافعی وامام احمد کا نام لے کر ان کا مذہب بڑے احترام کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ کیا معاذ اللہ وہ شیطان کے راستہ کی تائید واحترام کرتے ہیں۔ اہل حدیث کے اس کلام نے تو محدثین کو ہی گمراہ قرار دیا۔ اور یہ جُرأت بجز شیطان کی تقلید کے اور کون کرسکتا ہے۔ مسئلہ

---

[1]..... کلهم علی هدی وکل یرید الله تعالیٰ (شامی نعمانیة ص۴۷ ج ۱، شامی زکریا ص۱۶۸ ج ۱، شامی کراچی ص:۱/۶۸، مطلب اختلاف امتی رحمة)

[2]..... الطبقة الثالثة هی الوسطی من مشایخه (ای البخاری) احمد بن حنبل الخ هدی الساری مقدمه فتح الباری ص:۸/۶۶۵، ذکر مراتب مشایخه الذی کتب عنهم الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

[3]..... نبغ علی الشافعی کثیر من الناس فی مقدمهم ابو عبد الله احمد بن حنبل الخ، الام ص:۷، ج ۱، تلامیذه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4]..... وتلقی العلم بالسنة فی المدینة علی الامام مالک بن انس الخ الام ص۷/۱، مقدمه، شیوخه بالمدینه، دارالفکر بیروت.

[5]..... وحکی الموفق عن مکی ابن ابراهیم البلخی امام بلخ وشیخ البخاری انه دخل الکوفة ولزم اباحنیفة وسمع منه الحدیث والفقه الخ اوجز المسالک ص:۱/۹۵، المقدمة، الباب الرابع، الفائدة الرابعة فی علو مرتبته فی الحدیث، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

تقلید پر بہت سے رسالے موجود ہیں۔ الاقتصاد، سبیل الرشاد، عقد الجید، التقلید، ان میں تفصیل سے تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۳ھ

تقلید شخصی کا ثبوت

سوال: -تقلید شخصی واجب ہے یا فرض، نیز تقلید کرنے کیلئے اقوال نبوی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تقلید شخصی واجب ہے، کیونکہ احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں اول منصوص دوم غیر منصوص، پھر منصوص دو نوع پر ہیں، اول متعارض دوم غیر متعارض، پھر تعارض کی دو صورتیں ہیں، اول معلوم التقدیم والتاخیر دوم غیر معلوم التقدیم والتاخیر۔

پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ معلوم التقدیم والتاخیر میں تو کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی ان میں تقلید کی ضرورت، لیکن احکام غیر منصوصہ اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تقلید کی ضرورت ہے، اور بجز تقلید کوئی چارۂ کار نہیں، کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں، یا ان پر کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کریگا، اگر کچھ نہ کیا تو نص "اَیَحْسَبُ الاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی"[1] اور "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا"[2] کی مخالفت لازم آئے گی، اگر کچھ عمل کیا تو احکام غیر منصوصہ میں بلا علم اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں بلا تعین کسی جانب کے

---

[1]..... سورۃ القیامۃ آیت ۳۶،

ترجمہ: -کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔ (از بیان القرآن)

[2]..... سورۃ المومنون آیت: ۱۱۵،

ترجمہ: -ہاں کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل پیدا کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

ممکن نہیں، پس علم تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ غیر منصوصہ میں نص موجود نہیں اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تعارض ہوا، اور تقدیم وتاخیر کا علم نہیں تعین ہو تو کیسے ہو، لہٰذا ان دونوں میں قیاس کی ضرورت پیش آئی، اول یعنی غیر منصوص میں نفس علم کے لئے اور ثانی یعنی منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تعین کے لئے پس قیاس یا ہر شخص کا شرعاً معتبر ہو کہ جو کچھ کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہو، بعض کا نہیں کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا، لقولہ تعالیٰ "وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ"[1] لہٰذا بعض کا معتبر ہوگا، جس کا قیاس شرعاً معتبر ہے اس کو مجتہد ومستنبط کہتے ہیں اور جس کا قیاس شرعاً معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں، اور مقلد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے "لقولہ تعالیٰ واتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ"[2] اب جاننا چاہئے، ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالیقین معلوم ہوا کہ وہ من اناب الی کے عموم میں داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا، رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے گذرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اتباع کیلئے علم سبیل ضروری ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی مجتہد کا سبیل بہ تفصیل جزئیات وفروع معلوم نہیں کیونکہ کسی کا مذہب اس طرح مدون موجود نہیں، کسی کا اتباع کیونکر ممکن ہے، لہٰذا ائمہ اربعہ میں سے ہی[3] اتباع کرنا ہوگا، ایک بات اور باقی رہی وہ

---

[1]..... سورة النساء آیت ۸۳،

ترجمہ:- اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے، جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[2]..... سورة لقمن آیت ۱۵،

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو۔ (از بیان القرآن)

[3]..... ومن اشتهر مذهبهم ودونت الكتب على مسلكهم الائمة الاربعة ابو حنيفة والشافعي ومالك واحمد ومذاهب باقي المجتهدين قداندرست لايوجد لها اثر الخ النافع الكبير ص: ۹۵، الفصل الاول فی ذکر طبقات الفقهاء، مطبوعه، احمدی لکهنؤ.

یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ضروری ہے، یعنی تقلید شخصی کیوں واجب ہے، بلاتعین ائمہ اربعہ کے مذہب کا اتباع کیوں کافی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں، اول مختلف فیہا دوم متفق علیہا مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہوگا، اور مختلف فیہا میں تو سب کا اتباع نہیں ہوسکتا، بعض کا ہوگا بعض کا نہ ہوگا، لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح ہو، سو اللہ نے اتباع کو انابت الی اللہ پر معلق فرمایا، جس امام کی انابت الی اللہ زائد معلوم ہوگی، اس کا اتباع کیا جائے گا، اب تحقیق زیادہ انابت کی بالتفصیل کی جائے گی، یا اجمالاً، تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے، اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیات پر نظر کی جاوے کہ غالبا کوئی حق پر ہوگا، اور کسی کی انابت زائد ہے، صورت اولیٰ میں حرج اور تکلیف مالایطاق کے باوجود مقلد مقلد نہ ہوا، بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا، نہ دوسرے کے سبیل کا وہو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوگئی کہ کسی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ پر ان کے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں، کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمد بن حنبلؒ پر اس لئے ہر ایک نے اسی کا اتباع اختیار کیا، اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا تو اب بعض جزئیات کا بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ کے اس کی مخالفت سے شق اول عود کرے گی، وقد ثبت بطلانہ پس اس تقریر سے چند مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) وجوب تقلید مطلقاً (۲) تقلید ائمہ اربعہ خصوصا فی المذاہب الاربعہ، (۳) وجوب تقلید شخصی (۴) مقلد اپنے امام کے اقوال کی تقلید کرے گا (۵) اور ان مسائل پر عمل کرے گا، جو اس کے امام نے قرآن کریم اور احادیث سے استنباط کئے ہیں (۶) اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اقوال نبوی ﷺ سے خود مسائل کا استنباط کرے کیونکہ اس میں استنباط کی قوت نہیں، جیسا کہ مقلد کی تعریف سے معلوم ہو چکا، البتہ مسائل منصوصہ ظاہر الدلالۃ غیر متعارضہ معلومۃ التقدیم

والتاخیر میں نص کے موافق عمل کرے گا۔ کما مر سابقا، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جو شخص فقہ کو نہ مانے اس کا حکم

سوال:- ایک شخص اپنے کو عالم اور حافظ کہتے ہیں ایک فتویٰ کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ فقہ کی کتابوں سے جواب دیا گیا ہے اس لئے جواب درست نہیں ہے اس لئے کہ فقہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو میں نہیں مانتا کیا انکا قول درست ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فقہ کا انکار کرنا غیر مقلدین کا کام ہے ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہئے فقہ بھی قرآن پاک اور حدیث شریف اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے فقہ کے انکار سے ان سب چیزوں کا انکار لازم آئیگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۹ھ

عورتوں کا نماز کے لئے مسجد جانا

سوال:- ایک صاحب حنفی المسلک ہیں لیکن غیر مقلدین کے دلائل سے متاثر ہوکر اپنی عورتوں کو ان کی مسجد میں نماز کیلئے بھیجتے ہیں بندہ کے پاس چند چیزیں لے کر آئے تھے جواب

---

[1]..... الفقه شرعاً هو العلم بالاحكام الشريعة العملية والمستمدة من الادلة المجمع عليها من الكتاب والسنة والاجماع والقياس، (مقدمة المجموع شرح المهذب ص ۳۶ ج ۱، مكتبه دارالفكر بيروت)

دیا لیکن شرح صدر نہ ہوا اس لئے مختصر لفظوں میں ان کے دلائل نقل کرتا ہوں۔

۱۔ مسند امام اعظمؒ میں موجود ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو عیدگاہ میں آنے کا حکم دیا ہے پھر حنفیہ پیغمبر کی بات اور اپنے امام کی بات سے کیوں منحرف ہو جاتے ہیں؟

۲۔ جس چیز کی رسول اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے اس کو روکنے اور منع کرنے کا حق کس کو ہو سکتا ہے؟

۳۔ خود ایک صحابیؓ نے فرمایا ہے کہ جسکی اجازت حضور اکرم ﷺ نے دی ہے اسکو روکنے اور منع کرنے کا حق کس کو ہو سکتا ہے میں اس کو منع نہیں کر سکتا پھر حنفیہ کس بناء پر منع کرتے ہیں؟

۴۔ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کو مسجد میں جانے سے روکنا نہیں۔

۵۔ عورتیں تعلیم میں اور عقل میں ناقص ہیں کم از کم جمعہ اور عیدین میں جانے کا حکم دینا چاہئے کہ کم از کم تعلیم سے ہر ہفتہ آشنا ہو جائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدیؓ انها جاء ت الی النبی ﷺ فقالت یا رسول الله انی احب الصلوٰة معک فقال قد علمت انک تحبین الصلوٰة معی وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی، قال فامرت فبنی لها مسجد فی أقصیٰ شئ من بیتها واظلمه وکانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل: رواه احمد[۱] وابن خزیمة وابن حبان[۲] فی صحیحهما (الترغیب[۳] والترهیب)

---

[۱]..... مسند احمد ص: ۶/۳۷۱، حدیث ام حمیدؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲]..... صحیح ابن حبان ص: ۳/۳۱۸، باب فرض متابعة الامام، ذکر البیان بان صلاة المرأة کلما کانت استر کان اعظم لاجرها، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وفی مجمع[1] الزوائد بعد عزوہ الی احمد مالفظہ رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن سوید الانصاری ووثقہ ابن حبان اھـ وفی فتح[2] الباری بعد عزوہ الی احمد والطبرانی واسناد احمد حسن اھـ"

۲. عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا: قالت قال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلوتھافی حجرتھا وصلوتھا فی حجرتھا خیر من صلوتھا فی دارھا وصلوتھا فی دارھا خیر من صلوتھا فی مسجد قومھا: رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید (الترغیب[3] والترھیب)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3]..... (الترغیب والترھیب ص ۲۲۵ ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب ترغیب النساء فی الصلاۃ فی بیوتھن الخ، مکتبہ دارالقران)

ترجمہ:- ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہو اور تمہارا نماز پڑھنا اپنی کوٹھری میں بہتر ہے تمہارے نماز پڑھنے سے اپنے کمرہ میں اور تمہارا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا بہتر ہے تمہارے نماز پڑھنے سے اپنے گھر میں اور تمہارا نماز پڑھنا اپنے گھر میں بہتر ہے تمہارے نماز پڑھنے سے مسجد میں اور تمہارا نماز پڑھنا اپنی قوم کی مسجد میں بہتر ہے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ راوی نے فرمایا کہ ام حمیدؓ نے حکم دیا تو ان کیلئے مسجد بنائی گئی گھر کے بالکل اندر اور تاریک ترین حصہ میں۔ اور وہ اسی میں نماز پڑھتی تھیں یہاں تک کہ انکی وفات ہوگئی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... مجمع الزوائد ص ۱۵۴ ج ۲، باب خروج النساء الی المساجد الخ (رقم الحدیث ۲۱۰۶، مکتبہ دارالفکر)

[2]..... فتح الباری ص ۶۲۴ ج ۲، کتاب الصلاۃ، باب انتظار الناس قیام الامام العالم. (مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز الریاض)

[3]..... الترغیب والترھیب ص ۲۲۶ ج ۱، کتاب الصلاۃ، باب ترغیب النساء فی الصلاۃ فی بیوتھن (مکتبہ دارالفکر، مجمع الزوائد ص: ۱۵۵/۲، باب خروج النساء الی المساجد الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت) (اس حاشیہ کا ترجمہ اگلے صفحہ پر)

۳. عن عائشة رضی الله عنها: لو ان رسول الله ﷺ رأی ما احدث النساء بعده لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل، رواه مسلم[۱]

۴. عن ابی عمر والشیبانی انه رأی عبدالله رضی الله انه یخرج النساء من المسجد یوم الجمعة ویقول اخرجن الی بیوتکن خیر لکن رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع[۲] الزوائد)

احادیث بالا سے حضرت رسول مقبول ﷺ کا منشاء معلوم ہوگیا خاص کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بات بالکل واضح فرمادی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے منشاء پر عمل کیا جو امر تعبدی اور صاف ہو اس کے تبدیل کا کسی کو اختیار نہیں جو امر عارضی کسی مصلحت کے لئے ہو وہ عارض کے رفع ہوجانے پر اور مصلحت کے فوت ہوجانے سے یا بمقابلہ مصلحت کسی مفسدہ کے تحقق یا مظنہ سے تبدیل بھی ہوسکتا ہے خاص کر جب کہ اس کا ماخذ بھی موجود ہو' کیا، المرأة

(بقیہ صفحہ گذشتہ کا)

ترجمہ:- ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا نماز پڑھنا اپنی کوٹھری میں بہتر ہے اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے اور اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا بہتر ہے اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے اور اسکا اپنے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے اپنی قوم کی مسجد یعنی محلّہ کی مسجد میں پڑھنے سے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... مسلم شریف ص: ۸۳، ج: ۱، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الیٰ المساجد. مکتبه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ ان حالات کو دیکھ لیتے جن کو عورتوں نے آپؐ کے بعد پیدا کیا ہے تو یقیناً آپ ﷺ ان کو مسجد سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔

[۲]..... مجمع الزوائد ص ۱۵۷ ج ۲، باب خروج النساء الیٰ المساجد الخ رقم الحدیث ۲۱۱۹، (مطبوعه دارالفکر)

ترجمہ:- ابوعمرو شیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد سے عورتوں کو روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کی جانب نکلو وہ گھر تمہارے لئے بہتر ہے۔

عورة فاذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان[1] النساء حبالة الشيطان،[2]

وغیرہ ماخذ بھی صاف صاف موجود نہیں ہے اجلۂ صحابہؓ سے اپنی عورتوں کو منع کرنا بھی ثابت ہے[3]، یہ منع کرنا درحقیقت منشاء نبوی ﷺ کے عین موافق ہے اس کو مخالفت پر محمول کرنا علم روایت اور فن روایت سے بے بصری ہے تعلیم کا انتظام مستقلاً مکان پر بھی ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۶ھ

امام ابوحنیفہؒ مجتہد تھے

سوال:-۱۔امام ابوحنیفہؒ مجتہد تھے یا مقلد؟

۲۔امام ابوحنیفہؒ کسی کی تقلید کرتے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے مجتہد تھے اور بہت بڑے محدث بھی تھے، مجتہد کیلئے قرآن، حدیث، آثار، تاریخ، لغت، قیاس میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

---

[1]..... الترغيب و الترهيب ص ۲۲۶/۱، كتاب الصلاة، باب ترغيب النساء فى الصلاة فى بيوتهن. (مكتبه دارالفكر)

ترجمہ:-عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو اس پر شیطان جھانکتا ہے۔

[2]..... كشف الخفاء ص ۴ ج ۲، (مكتبه داراحياء التراث بيروت)رقم الحديث ۱۵۳۰،

ترجمہ:-عورتیں شیطان کے پھندے ہیں۔

[3]..... ثم شرطت ذلك على الزبير فتحيل عليها بان كمن لها لما خرجت لصلاة العشاء فلما مرت به ضرب على عجيزتها فلما رجعت قالت انا لله فسد الناس فلم تخرج بعد، ذكره فى التمهيد، شرح الزرقانى ص ۲/۹، كتاب الصلوة، ماجاء فى خروج النساء الى المساجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، اوجز المسالك ص: ۲/۳۴۳، مطبوعه يحيوى سهارنپور،

الامام (ابوحنیفة) مجتهد اجماعاً بل من اکابر المجتهدین لم ینکر ذٰلک احدسلفاً ولا خلفاً والرجل لا یکون مجتهدا الابعد ان یکون ماهراً بالقراٰن الکریم والحدیث الشریف والاٰثار والتاریخ واللغة والقیاس کما صرح به ائمة الاصول مقدمه اوجز ص ۶۰،[1]

ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار مشائخ وتابعین وغیرہم سے علم حاصل کیا ہے[2]۔ علامہ ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کو محدثین کے طبقات حفاظ میں شمار کیا ہے[3]۔

(۲) خود مجتہد مطلق تھے قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر خود ان سے مسائل کا استنباط کرتے تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔ کذا فی النافع الکبیر[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... اوجز المسالک ص ۹۲ مقدمة، الفائدة الرابعة فی علو مرتبته فی الحدیث، المکتبة الامدادیة مکه مکرمه.

[2]..... قال ابن حجر أنه أخذ عن أربعة آلاف شیخ من أئمة التابعین وغیرهم وثمه ذکره الذهبی وغیره فی طبقات الحفاظ من المحدثین (مقدمة اوجز المسالک ص ۹۶ ج ۱، الفائدة الخامسة فی قلة روایته للحدیث علی الوجه المتعارف، مکتبه امدادیه مکة المکرمة. مقدمه اعلاء السنن ص ۱۵/۳، الفصل الثالث فی درجة الامام، مطبوعه امدادیه مکة الکرمة.

[3]..... فقیه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی وحدث عن عطاء ونافع وعبدالرحمن ابن هرمز الاعرج الی قوله وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لایقبل جوائز السلطان بل یتجر و یکتسب، تذکرة الحفاظ ص:۱۶۸/۱، الطبقة الخامسة، ابو حنیفة الامام الاعظم، مطبوعه دارااحیاء التراث العربی بیروت، مقدمه اعلاء السنن ص: ۱۱/۳، الفصل الثالث فی درجة الامام فی علم الحدیث، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة)

[4]..... الأولیٰ طبقة المجتهدین فی الشرع کالائمه الاربعة ومن سلک مسلکهم فی تاسیس قواعد الأصول واستنباط الأحکام والفروع عن الأدلة الأربعة من غیر تقلید لأحد. النافع الکبیر علی مجموعة الرسائل لمولانا عبدالحی ص ۹۷، مطبوعه احمدی لکهنؤ،

دیوبندی کس امام کے پیرو ہیں؟

سوال:- ایک شخص امام شافعیؒ کا پیرو ہے وہ سُنّی ہے یا نہیں؟

۲۔ سُنّی ہونے کیلئے چاروں اماموں میں سے کسی امام کا پیرو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا ان میں سے کسی خاص امام کی پیروی کرنا لازم ہے؟

۳۔ علماء دیوبند ان چاروں ائمہ میں سے کس کی پیروی کرتے ہیں یا کسی کی بھی نہیں کرتے، یا کس کے مسلک پر چلتے ہیں کتاب کا نام، مصنّف کا نام مع پتہ کے اور کہاں سے مل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱۔ وہ بھی سُنّی ہے۔

۲۔ چاروں اماموں کے پیرو سُنّی ہیں۔ کذا فی الدر المختار[1]

۳۔ علماء دیوبند حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیرو ہیں اور ان کی نصرت کے سلسلہ میں ان کی کتابیں موجود ہیں۔ اوثق العریٰ، سبیل الرشاد، الرای النجیح، القطوف الدانیہ، ہدایۃ المعتدی، مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی، نیز حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ وحضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت علاّمہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں شائع شدہ ہیں، جن میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید وتقویت کی گئی ہے۔ دیوبند کے کسی کتب خانہ سے فہرست طلب کریں تو اس میں کتابیں تفصیل سے ملیں گی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة ..... وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة (طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۵۳ ج۴، کتاب الذبائح، شامی زکریا ص:۱۶۸/۱، مقدمه، مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

﴿ردِّ رضاخانیت﴾

سنی، حنفی، وہابی کی تعریف

سوال:- (۱) سنی، حنفی کسے کہتے ہیں، مستند کتب سے وضاحت فرمائیں۔

(۲) وہابی مذہب کیا ہے، لفظ وہابی کے معنٰی کیا ہیں، بریلوی علماء اوراَن پڑھ لوگ اپنی اصطلاح میں وہابی کے معنی کافر ومشرک سے زیادہ بدترین سمجھتے ہیں، جس کی بناء پر وہ جسے بھی اپنے اصول کے خلاف سمجھتے ہیں وہابی کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کردیتے ہیں اوراس کا بائیکاٹ کرکے اس سے سلام وکلام بند کردیتے ہیں۔ بقول ان کے کسی وہابی سے جو مسلمان سلام وکلام کرے وہ وہابیوں کی طرح خارج از اسلام ہے ان حالات کے پیش نظر شریعت محمدیہؐ کے آئین وقوانین سے مطلع فرماتے ہوئے احکام صادر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقت کے اعتبار سے سنی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

کے طریق کا متبع ہو، عقائد میں بھی، اخلاق میں بھی، اعمال میں بھی "ھم ما انا علیہ واصحابی" الحدیث[۱]۔

حنفی وہ ہے جو مسائل فقہیہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مقلد ہو،[۲]

(۲) گذشتہ صدی میں عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی نے ایک جماعت بنائی تھی اور دعویٰ یہ کیا تھا کہ ہم سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے ساتھ بہت لوگ ہو گئے تھے مگر اسکے مسائل بہت سے خلاف سنت تھے۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو ان مسائل کا علم ہوا مثلاً وہ توسل کے قائل نہیں تھے، زیارت قبور کیلئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے تھے حتیٰ کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کیلئے سفر کو ناجائز کہتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جوں جوں لوگوں کو معلوم ہوتا گیا لوگ اس جماعت سے ہٹتے گئے پھر معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مقصود حکومت پر قبضہ کرنا ہے اور یہ سیاسی جماعت ہے اور احیائے سنت کا نام محض لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنے کیلئے ہے تو حکومت نے مقابلہ کر کے اس جماعت کو شکست دی، چنانچہ ردالمحتار کی تیسری[۳] جلد میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور یہ جماعت وہابی کہلاتی ہے

---

[۱]..... مشکوۃ شریف ص ۳۰ ج ۱، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص: ۲/۹۳، باب افتراق ھذہ الآیۃ کتاب الایمان،

[۲]..... والحنفی انما قلد ابا حنیفۃ ولذا نسب الیہ دون غیرہ رسم المفتی ص: ۱۱۵، الآخذ بقول واحد من اصحاب الامام الخ، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۳]..... رد المحتار زکریا ص ۴۱۳ ج ۶، مطبوعہ نعمانیہ ص ۳۰۹ ج ۳، باب البغاۃ، مطلب فی اتباع عبدالوھاب الخوارج فی زماننا الخ،

اعلم ان سلطان سلیم الثالث حدث فی مدۃ سلطنتہ فتن کثیرۃ منھا فتنۃ الوھابیۃ التی کانت فی الحجاز حتیٰ استولوا علی الحرمین ومنعوا وصول الحج الشامی والمصری الخ امافتنۃ الوھابیۃ فکان ابتداء القتال فیھا بینھم وبین امیر مکۃ مولانا الشریف غالب بن مساعد وھونائب من جھۃ السلطنۃ العلیۃ علی الاقطار ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جوکہ پورے عرب میں بدنام ہوئی اور ذلت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، جب اس جماعت کو شکست ہوئی تو اسی وقت کی بات ہے کہ ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کی تجویز کے ماتحت جہاد شروع کیا گیا، حضرت سید احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحبؒ اسی جہاد میں شہید ہوئے اور ان کی جماعت نے بہت بلند کام کیا، انگریز ان کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے، بہت سخت سزائیں دیں۔ مگر اس جماعت کو جو کچھ مقبولیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں کمی نہیں ہوئی۔ تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریز نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو عرب میں پٹ چکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں اور ان حضرات کی کتابوں میں سے چھانٹ چھانٹ کر ایسے غلط عنوان سے مسلمانوں میں باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہو جائے، اسلئے لفظ وہابی کا لقب ابتداءً اس جماعت کیلئے انگریز نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں، ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر نے اس کو بڑی تفصیل سے لکھا کہ بدعتی علماء کے فتووں نے جو کام دیا ہے وہ سخت سے سخت سزاؤں نے نہیں دیا، اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے، اس کا نام ہے ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' اب جو شخص بھی پابند شریعت اور متبع

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....الحجازية وابتداء القتال بينهم وبينه من سنةخمس بعد المائتين والالف وكان ذلك فى مدة سلطنة مولانا السلطان سليم الثالث بن السلطان مصطفى الثالث ابن احمد (واماابتداء اول ظهورالوهابية) فكان قبل ذلك بسننكثيرة وكانت قوتهم وشوكتهم فى بلادهم اولاثم كثرشرهم وتزايدضررهم واتسع ملكهم وقتلوامن الخلائف مالايحصون واستباحواامواله وسبوانساء هم وكان مؤسس مذهبهم الخبيث محمدبن عبدالوهاب واهله من المشرق من بنى تميم وكان من المعمرين ويعد من المنظرين لانه عاش قريب مائة سنة حتى انتشرعنه ضلالهم فزعم (ابن عبدالوهاب) ان زيارة قبرالنبىؐ والتوسل به وبالانبياء والاولياء والصالحين وزيارة قبورهم شرك (فتنة الوهابية ص ٦٦)

سنت دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں[1]، اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں خوف یہ ہے کہ اگر لوگ ان کے وعظ کو سنیں گے، ان کی کتابوں کو پڑھیں گے، انکی مجلس میں بیٹھیں گے تو بدعت سے متنفر ہو جائیں گے اور ان بدعتی علماء سے کٹ جائیں گے تاہم اب لوگ اتنے بے خبر نہیں رہے کہ انکو اندھیرے میں رکھا جائے، بلکہ اب ان پر حقیقت روشن ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بدعتی علماء پریشان ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۰ھ

وھابی کی تعریف

سوال:- من الوهابی وما اعتقادهم واعمالهم ويقولون اصحاب الهواء الذين عبيد الدنيا ولا يجتنبون عن البدعات والشبهات ويطلبون الجواز ولا يتميزون بين الحلال والحرام والصدق والكذب ولا يبالون علىٰ افتراء المشائخ الذين يعملون بالسنة والكتاب والمذهب واختتموا اعمارهم لصفوة الدين، والمذهب: ان الوهابی من المعتقد اعتقاد عبدالوهاب النجدی وعلىٰ ای اعتقاد مضىٰ وبای صفة يذم بل نرىٰ ان من يعمل بالقرآن والحديث والمذهب ويجتنب عن البدعات والشبهات يامر بالمعروف وينهىٰ عن المنكرات والاختراعات ويتخالف المبتدعين بالرد والقدح اوسكت من الكل ولا يوافقهم بالعمل والقول يقولون ان هذا هو الوهابی وهو خارج من اهل السنة

---

[1]..... وثالثا ان فی اصل اصطلاح بلاد الهند كان اطلاق الوهابی علی من ترک تقليد الائمة رضی اللّٰه تعالىٰ عنهم ثم اتسع فيه وغلب استعماله علی من عمل بالسنة السنية وترک الامور المستحدثة الشنيعة والرسوم القبيحة. المهند علی المفند ص ۹، مطبوعہ امدادیہ گوڑگانوہ۔

والجماعة ولاتجوز خلفه الصلوٰة وهكذايضلون العوام بالوساوس والخداع ويفتون على الفور بالوهابيات وماالحكم لمثل هذالمفتى هل هومن اهل السنة والجماعة ام كيف بينوابالتحقيق هذامرض لاعلاج يزداديومافيوماً

باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب حامداًومصلیاً!

محمدبن عبدالوهاب النجدى كان متبعاللسنة ولكنه كان متشددا فى الاعتقاد والقول والعمل وكان قليل البضاعة من العلم والفهم والعقل فصدرمنه بعض الافعال والاقوال وصار سببالهيجان الفتن واماالیوم فى ديارنافالاصطلاح ماقلتم من يستن بسنن النبى صلى الله عليه وسلم ويمنع عن البدع فهويسمىٰ فى افواه اهل الهوىٰ وهابيافالى الله المشتكى[1]. فقط واللہ واعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ

مظاہرعلوم سہارنپور، ۷ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

---

[1]..... وثالثا ان فى اصل اصطلاح بلادالهند كان اطلاق الوهابى على من ترک تقليد الائمة رضى الله عنهم ثم اتسع فيه وغلب استعماله على من عمل بالسنة السنية وترک الامور المستحدثة الشنيعة والرسوم القبيحة. المهند على المفند ص ۹، مطبوعه امداديه گوڑگانوه،

ترجمہ سوال وجواب

سوال:- وہابی کون ہیں ان کے عقائد واعمال کیا ہیں اہل ہوادنیاپرست بدعات وشبہات سے اجتناب نہ کرنے والے ہر چیز میں جواز کو تلاش کرنے والے حلال وحرام صدق وکذب میں تمیز نہ کرنے والے اوران مشائخ پر جوکتاب وسنت پرعامل ہیں جن کی عمریں خالص دین ومذہب کی اشاعت میں صرف ہوگئیں افترا کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ وہابی وہ شخص ہے جوعبدالوہاب نجدی جیسے عقائد رکھتا ہے اس کے اعتقادات کیا تھے اورکس بناپراس کی مذمت کی جاتی ہے بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جوشخص قرآن..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

وھابی کون ہے

سوال:- فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑنے والوں پر درجہ بدرجہ الگ الگ کیا شرعی سزائیں اور وعیدیں آئی ہیں۔ نیز فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑ کر مستحبات پر عمل کرایا جانا کیسا ہے؟ اور کیا یہ اعمال قابل قبول ہوں گے؟ نیز مستحبات نہ کرنے والوں کو وہابی کہنا کیسا ہے؟ وہابی کی تعریف بھی بتادیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فرض کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔ اس کا منکر کافر ہوتا ہے[1]۔ اس کے بعد واجب کا درجہ

(ترجمہ صفحہ گذشتہ) ..... وحدیث پر مذہب پر عامل ہو بدعات وشبہات سے اجتناب کرتا ہو امر بالمعروف کرتا ہو منکرات ومخترعات سے روکتا ہو مبتدعین کی ردوقدح کے ساتھ مخالفت کرتا ہو خاموش نہ رہتا ہو قول وعمل میں ان کی موافقت نہ کرتا ہو اس کے بارے میں یہ مبتدعین کہتے ہیں یہ وہابی ہیں اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اسی طرح عوام کو وساوس اور دھوکہ دیکر گمراہ کرتے ہیں اور فوراً وہابی ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں، ایسے مفتی کے بارے میں کیا فتویٰ ہے کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے تحقیق کے ساتھ بیان فرمائیں۔ یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جو دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

الجواب:- محمد بن عبدالوہاب نجدی متبع سنت تھے لیکن اعتقاد، قول اور عمل میں متشدد تھے علم اور فہم اور عقل کم تھی اس لئے ان سے بعض افعال واقوال ایسے صادر ہوگئے جو فتنوں کے رونما ہونے کا سبب بن گئے۔ لیکن آج ہمارے علاقہ میں وہابی وہی ہے جس کو سائل نے بیان کیا ہے یعنی جو شخص حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کا متبع ہو بدعات سے روکتا ہو وہی شخص اہل ہوا کی اصطلاح میں وہابی ہے۔ پیش شکوہ اللہ ہی سے ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... الفرض اعم منهما وهو ماقطع بلزومه حتى يكفر جاحده (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۶۴ ج ۱، شامى زكريا ص ۲۰۷ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب قد يطلق الفرض على ماليس بركن الخ،

ہے[۱] سنتیں اور مستحبات یہ دونوں۔ (فرض وواجب) کی تکمیل کیلئے ہیں[۲] فرائض کوترک کر کے مستحبات پرعمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رمضان المبارک میں فرض روزے کوترک کرے اورسحری اہتمام سے کھائے حالانکہ سحری توروزہ پرقوت حاصل کرنے کیلئے ہے۔ فرض وواجب کے ترک پرعقاب ہےاورسنت کے ترک پرعتاب[۳] اورمستحب کے ترک پرکوئی وعید نہیں[۴] ڈیڑھ[۵] سو پونے دوسال پہلے عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے۔اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پرقبضہ کرنا چاہا تھا۔حکومت نے مقابلہ کرکے ۱۲۳۳ھ میں اس کوشکست دے کر جماعت کوختم کر دیا تھا۔ وہ جماعت بہت بدنام ہوچکی اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلے کے حضرات نے جہاد کانظم قائم کیااورجگہ جگہ دشمن اسلام سے مقابلہ کیا۔انگریز نے ان کوبدنام کرنے کیلئے یہ لفظ وہابی ان کے واسطے ایجاد کیااور

۱..... اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض وواجب ان ثبت بدليل قطعي ففرض اوبظني فواجب (شامي نعمانيه ص ۷۰ ج ۱، شامي زكريا، ص ۲۱۸ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها، طحطاوي على المراقي ص: ۴۴، فصل في احكام الوضوء، كتاب الطهارة، مطبوعه مصر)

۲..... ان السنة اكمال الفرض في محله (هدايه ص ۱۹ ج ۱، اول كتاب الطهارة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۳..... قال القهستاني حكمها كالواجب في المطالبة في الدنياالاان تاركه (الواجب) يعاقب وتاركها (السنة) يعاتب (طحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۵۱، مطبوعه مصري) مطلب في سنن الوضوء،

۴..... المندوب يثاب فاعله ولايسئ تاركه (شامي زكريا ص ۲۱۸ ج ۱، الشامي نعمانيه ص ۷۰ ج ۱) مطلب في السنة وتعريفها.

۵..... شامي زكريا ص ۴۱۳ ج ۶. مطبوعه نعمانيه ص ۳۰۹ ج ۳، باب البغاة مطلب في اتباع عبد الوهاب الخواج في زماننا، فتنه وهابيه ص ۶۶.

کہا ان کا تعلق محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہے اور بدعتی علماء سے انکے خلاف فتوے حاصل کئے۔اب کیفیت یہ ہے کہ جوشخص حضرت نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر اسکے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے اور سنت کا اتباع کرتا ہے اور بدعات سے پرہیز کرتا ہے اسکو وہابی کہا جاتا ہے[1] اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ آقاء نامدار سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ سے محبت نہیں کرتا بلکہ شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا تارک فرائض سُنّی کہلانے کا حقدار ہے؟

سوال:- زید اپنے آپ کو پکا سُنّی مسلمان کہتا ہے، زید نہ تو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے اور نہ استنجاء پاک کرتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھتا ہے زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتا۔ اس کے باوجود زید اپنے آپ کو قوم کا سردار بھی کہتا ہے اور قوم کے آدمی بھی اس کے حکم کو مانتے ہیں۔اس حالت میں زید اور ایسی قوم کیلئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو زید تارک فرائض ہے اور سخت گنہگار ہے، جس کی ساری زندگی خلافِ سنت ہو وہ سنی کیسے کہلائے گا، وہ سردار بننے کا بھی حقدار نہیں، ایسے آدمی کو سردار بنانا

---

[1]..... وثالثا ان فی اصل اصطلاح بلاد الهند كان اطلاق الوهابی علی من ترک تقلید الائمة رضی اللّٰه عنهم ثم اتسع فيه وغلب استعماله علی من عمل بالسنة السنية وترک الامور المستحدثة الشنيعة والرسوم القبيحة الخ (المهند علی المفند ص ۹، مطبوعه امداديه گوڑگانوه،

بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

علمائے دیوبند کے متعلق فتویٰ

سوال:- ایک شخص کا کہنا ہے کہ مولوی حشمت علی حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم اور مفتی ہیں اور اگر کسی شخص کا اعتقاد ایسا ہو (ایک دیوبندی عقیدہ والے آدمی کی طرف اشارہ کرکے) وہ کافر ہے اور جتنے بھی ایسے عقیدے والے ہیں وہ سب کافر ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دراصل سب دیوبندی عقیدے والے کافر ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ حشمت علی کون ہے اس سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دیوبند میں ایک مدرسہ دارالعلوم ہے، جو اکابر اہل اللہ عرفاء واہل علم نے قائم فرمایا ہے۔ اس میں قرآن پاک، حدیث شریف، تفسیر، فقہ وغیرہ دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ جس کو ایک سو سال سے زائد مدت گذر چکی ہے۔ یہاں سے پڑھ کر بے شمار علماء دنیا بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں اکابر صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ مجتہدین کے مذاہب پڑھائے جاتے ہیں اور یہ سب خود حنفی ہیں اور حضرات صوفیاء اولیائے کرام چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کے طرز پر سلوک طے کرکے نسبت حاصل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور اپنی پوری زندگی کو حضرت نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے موافق اتباع سنت میں گذارنا اور حضور اقدس ﷺ کے ارشادات وتعلیمات کو عام کرنا اس مدرسہ کا اصل مقصد ہے، انکے عقائد بالکل

---

[1]..... کمایستفادمن هذه العبارة: یکره تقلید الفاسق الخ (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۲ ج ۲، اول باب الامة.

وہی ہیں جوقرآن پاک اورحدیث شریف سے ثابت ہیں جن پرقائم رہنے کی آنحضرت ﷺ نے تاکیدفرمائی ہے۔اورفرمایاہے کہ وہی لوگ نجات پائینگے جواس طریق پررہیں گے۔ایسے لوگوں کوجولوگ کافرکہتے ہیں وہ خوداپنے ایمان کی خیرمنائیں۔کیونکہ حدیث[1] میں ہے۔کہ جو شخص کسی کوکافرکہے حالانکہ وہ کافرنہ ہوتووہ کفرخوداس کافرکہنے والے پرلوٹ کرآتاہے،اس تفصیل وتشریح کے بعداب آپ خودہی فیصلہ کیجئے کہ علماءدیوبنداورانکے ہم عقیدہ حضرات جب اللہ تعالیٰ اوررسول مقبول ﷺ کی عین مرضی کے موافق ہیں توان کوکافرکہنے والاکون ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دالعلوم دیوبند۲۳/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۴/۱۰/۸۷ھ

بریلی اوردیوبندکے علماءمیں امتیازکی صورت

سوال:-عمریہ کہتاہے یہ علماءبریلی اورعلماءدیوبنددونوں طرف کے علماءدین ہیں اوردونوں فرقوں میں کشمکش ہے ہرفرقہ یہ کہتاہے کہ ہم حق پرہیں اورہرطرف سے کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور ہرکتاب میں دونوں طرف سے کلام اللہ شریف پیش کیاگیاہے آیات وحدیث شریف کا ترجمہ ومستندمعتبرکتابوں کے حوالے درج فرمائے ہیں اورجب تقریرکرتے ہیں جب بھی دونوں طرف سے کتابوں کے نام اورحدیث شریف سے بیان فرماتے ہیں اب عوام کیاکریں؟

---

[1]..... قال رسول اللہ ﷺ لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولایرمیه بالکفرالاارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذالک رواه البخاری،مشکوۃص ۴۱۱ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول.

ترجمہ:-حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایاکوئی شخص کسی شخص کوفسق یاکفرکی تہمت نہیں لگاتامگروہ (فسق یاکفر)اسی پرلوٹ جاتاہےاگراس کاصاحب (جس کوتہمت لگائی ہے)ایسانہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سب تفصیل کے معلوم کرنیکے بعد آپ خود ہی غور کیجئے جواب خود بخود سامنے آجائیگا۔ وہ یہ کہ جب آپ علماء دیوبند سے دریافت کررہے ہیں اور وہ اپنے طریق کو حق سمجھتے ہیں تو وہ یہی جواب دینگے کہ آپ بھی اسی طریق کو اختیار کیجئے یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں کہ غیر حق کو اختیار کریں اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کسوٹی موجود نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ ایک جماعت کے بڑے مقتداء کے پاس جا کر رہے اور بہت غور سے اسکی عبادات معاملات معاشرات اپنوں سے تعلق غیروں سے تعلق تنہائی کے اوقات لوگوں کے سامنے کے اوقات کو دیکھے پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدا کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اللہ پاک اسکو ہدایت دیں گے اور اسکے دل میں بات آجائیگی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے خدمت دین کا جذبہ ہے، صبر وتحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے وغیرہ وغیرہ غرض خوف خدا اور رسول مقبول ﷺ کے اخلاق فاضلہ ہیں اور فلاں شخص میں ریاکاری ہے نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوف خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمت دین کے جاہ اور مال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے، وغیرہ وغیرہ جسمیں پہلی قسم کی صفات عالیہ ہوں وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے اور اس کی بتائی ہوئی بات پر عمل کیا جائے جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں اس سے دوری اختیار کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوبندیت اور بریلویت

سوال:- اختلافات علماء کی برکت سے آج کل مذہب حنفی میں دو فرقہ ہوگئے ہیں اور

دونوں فرقوں کا دعویٰ نجات ہے، ایک فرقہ بریلوی اور دوسرا دیوبندی، ان دونوں میں کونسا فرقہ قابل عمل ہے۔ بصورت ناقابل عمل اس کے وجوہ،

الجواب حامداً ومصلیاً!

اختلاف روایات، تعارض نصوص، تنسیخ احکام وترتیب احکام اور تصادم ادلہ کی وجہ سے علماء حقانی میں اختلاف ہوا جس کی برکات اہل علم محققین ومتبعین مذہب پر مخفی نہیں علماء دیوبند اور فرقہ بریلویہ میں چند مسائل میں اختلاف ہے نصوص قرآنیہ احادیث نبویہ (علی صاحبہا الف تحیۃ) اصول کلامیہ، فروع فقہیہ کے لحاظ سے ان مسائل مختلفہ میں علماء دیوبند حق پر معلوم ہوتے ہیں جس مسئلہ کے متعلق دریافت کرنا ہو اس کو کہئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی اور تسکین بخش دلائل سے اس کو ثابت اور واضح کر دیا جائیگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

اعلیٰ حضرت لقب کا حکم

سوال:- احمد رضا خانصاب مجدد بھی ہیں اور ان کا لقب اعلیٰ حضرت بھی ہے میں نے تو کسی کتاب میں کسی پیغمبر کیلئے سوائے حضرت، اعلیٰ حضرت خطاب نہیں دیکھا جو لقب حضرت سے بڑھ جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی انسان کی تعریف نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نہیں، آپ کے مرتبہ کو نہ فرشتہ پہونچا نہ

پیغمبر نہ کوئی پہونچ سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اعلیٰ حضرت بریلوی کا ایک ملفوظ، کیا خانصاحب مسلمان ہیں؟

سوال:- مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب الملفوظ حصہ سوم ص ۳۰۰/ پر یہ عبارت لکھی ہے (ازواج مطہرات انبیاء علیہم السلام کے قبور میں پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں) کیا یہ عبارت حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے ایسا لکھنے والے اور ایسا کہنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے کیا یہ عبارت علامہ زرقانیؒ کی شرح مواہب لدنیہ میں چھٹی جلد ص ۱۶۹/ پر لکھی ہے کیا علماء دیوبند نے مولانا احمد رضا خاں کو بھی گستاخ رسول اور کافر یا بددین ہونے کا فتویٰ دیا ہے یہ رضا خانی کونسا فرقہ ہے) کیا حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے مذہب اسلام میں رضا خانی فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے؟۔ فقط

باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً!

بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے ملفوظ میں یہ بات اس طرح موجود ہے[2] زرقانیؒ

---

[1]..... والمعتقد المعتمد ان افضل الخلق نبينا حبيب الحق وقد ادعى بعضهم الاجماع على ذلک فقد قال ابن عباسؓ ان الله فضل محمداً على اهل السماء وعلى الانبياء (شرح فقه اكبر ص ۱۳۸، مطبوعه رحيميه ديوبند، تعريف علم الكلام)

[2]..... الملفوظ كامل ص: ۲۴۵، حصه سوم، مطبوعه نورانى كانپور.

مواہب لدنیہ میں لفظ یبیت ہے[1] خاں صاحب نے لفظ شب باشی لکھا ہے۔ جس کا مطلب عرف عام میں شوہر بیوی کے تعلقات خصوصی کو انجام دینا ہوتا ہے اس وجہ سے ان پر اعتراض ہے خاں صاحب نے وصیت کی ہے کہ میرے دین و مذہب پر عمل کرنے کو جو کہ میری کتابوں میں موجود ہے ہر ایک فرض سے اہم فرض سمجھیں اور اتباع شریعت کو حتی الامکان لازم کہتے ہیں خود اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ایک چیز ہے، احمد رضا خاں صاحب کا دین و مذہب ایک مستقل چیز ہے جو کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکابر اولیاء اللہ کی تکفیر کرتے ہیں جو شخص تکفیر نہ کرے یا کفر میں شک کرے اس کو بھی کافر جانتے ہیں اور آگے کو اس کی اولاد کو ثابت النسب تسلیم نہیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار علماء اتقیاء اور ان کے متبعین خاں صاحب کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں[2] العیاذ باللہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ (دلیل شرعی) کی روشنی میں کافر نہ ہو تو یہ کلمۂ کفر اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے[3]۔ تو انکے فتویٰ سے اولیاء اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل شانہٗ وعم نوالہٗ کیا کافر ہوتے۔ خود خاں صاحب کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۴۰۱ھ

---

[1]..... مواہب لدنیہ میں یبیت کے بجائے یضاجع ویستمتع بھن کے الفاظ ہیں ملاحظہ ہو۔ ونقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک انه علیه السلام حیٌّ فی قبره رسول الله ابد الآباد علی الحقیقة لحیاته فی قبره یصلی فیه باذان واقامة قال ابن عقیل الحنبلی ویضاجع ازواجه ویتمتع بهن اکمل من الدنیا وحلف علی ذلک وهو ظاهر ولامانع (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ص ۶/۱۶۹، النوع الثالث فی بیان ما یدل علی وصفه تعالیٰ ﷺ، بالشهادة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

[2]..... (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲۰۱، ۲۰۲ ج ۲، مطبوعه کانپور)

[3]..... عن ابی ذرؓ انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولایرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک (بخاری شریف ص ۸۹۳ ج ۲، باب ماینهٰی عن السباب واللعن، مطبوعه اشرفی دیوبند)

اعلیٰ حضرت کی فصاحت

سوال:- بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ نے لفظ ''آہو'' جو گوجروں کی زبان کا لفظ ہے استعمال فرمایا ہے اور یہ فصیح نہیں اور اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے کبھی کوئی اس قسم کا لفظ استعمال نہیں کیا تو مولانا احمد رضا خاں صاحب زیادہ فصیح ہوئے، حضرت والا سے درخواست ہے کہ کیا لفظ ''آہو'' استعمال کرنا فصاحت کے خلاف ہے اور عوام کی دلجوئی کے خیال سے انکی زبان میں انکے انداز پر ان سے گفتگو کرنا کیا فصاحت کے خلاف ہے؟ نیز کیا واقعی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کبھی کوئی لفظ فصاحت کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ بینوا توجروا۔ فقط

محمد فاروق غفرلہٗ ۷/۱/۱۴۱۰ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

مخاطب کی زبان اور اس کے محاورہ میں اگر کوئی لفظ بول دیا جائے تو اس پر اعتراض بے کار ہے۔ نیز اگر ایک دو لفظ غیر زبان کا بول دیا جائے تو اس پر بھی اعتراض بے کار ہے۔ بستان العارفین[1] میں فقیہ ابواللیث سمرقندی نے بعض ایسے الفاظ لکھے ہیں جو عربی زبان کے نہیں مگر حدیث شریف میں موجود ہیں تمریک یک عنب دودو، اور اشکم درد۔ اور **کلموا الناس علی قدر عقولھم**[2] تو بہت مشہور ومعروف ہے۔ آپکے سوال کے نقطۂ نظر سے اگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تحریرات کا جائزہ لیا جائے تو آپ سخت تعجب اور حیرت میں پڑ جائیں

---

[1]..... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اشتکیٰ بطنہ یااباھریرۃ اشکم دردالخ، (بستان العارفین ص ۳۵۸)

[2]..... حدیث میں بھی ہے۔ أمرنا ان نکلم الناس علی قدرعقولھم (المقاصد الحسنۃ ص ۹۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

گے۔ خالص الاعتقاد اور فتاویٰ رضویہ، الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ میں کیسے کیسے گندے غیر مہذب گرے پڑے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ بطور نمونہ چند اشعار نقل کرتا ہوں جو کہ علماء دیوبند سے متعلق لکھے ہیں۔

مجتہد العصران کاہے جس کو ❁ بن سے پکڑ کرلاتے یہ ہیں
ترجمی مِسکاۃ اور بُکھارِی ❁ گھول کراس کو پلاتے یہ ہیں
ساپھی حنپھی کے سکھے کھوٹے ❁ جھنجنی اپنی بھناتے یہ ہیں
سارے سرک بدت پئے بیٹھے ❁ اب کیادیدالچاتے یہ ہیں
الحاصل قرآن کوہردم ❁ جھٹلاتے مکراتے یہ ہیں

پڑھئے اور فصاحت کی داد دیجئے، حدیث شریف کی کتابونکو کس طرح بگاڑا ہے، ترمذی، مشکوٰۃ، بخاری، شافعی، حنفی ان الفاظ کی کیسی گت بنائی، اعلیٰ حضرت خانصاحب کا یہ قصیدہ تین سوساٹھ ۳۶۰ راشعار کا ہے جو اپنے انتقال سے تین سال پہلے انھوں نے لکھا جب کہ سارے علوم کی منزلیں طے کر چکے تھے اس کا نام ہے ''الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد'' ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی ہے جس کا نام ہے کشف ضلال دیوبند اور یہ دونوں تاریخی نام ہیں ۱۳۳۷ھ اور اس قصیدے کے متعلق ٹائیٹل پر درج ہے۔ یہ تین سوساٹھ شعر کا مبارک قصیدہ اردو زبان سلیس بیان میں ہے آپ بھی اس زبان کی داد دیں گے۔ فقط واللہ الہادی الی صراط مستقیم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۱۴۱۰ھ

بریلوی کی نماز دیوبندیوں کے پیچھے کیوں نہیں

سوال:- (۱) جب چاروں امام صحیح ہیں تو دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز کیوں نہیں

ہوتی؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) یہ اختلاف ایسا نہیں جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے بلکہ بریلوی لوگ حضرات علماء دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام ہی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں انھوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے[۱]۔ پھر وہ کسی کے پیچھے کیوں نماز پڑھیں گے۔ اسی وجہ سے وہ علماء حرمین کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے تو اس کی جماعت اس سے مطالبہ اور باز پرس کرتی ہے اس سال مولانا حبیب الرحمٰن کٹکی (بریلوی) نے مدینہ طیبہ میں اپنی جماعت الگ کی اور امام مسجد نبوی کو مسلمان قرار نہیں دیا جس کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور انکو بغیر حج کے ہندوستان واپس بھیجدیا گیا۔ یہاں پہونچ کر انھوں نے بڑے پوسٹر شائع کئے اور حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاج کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خاں صاحب کی شفاعت کون کریگا

سوال:۔ مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب اور دیگر علماء کرام حامیان دارالعلوم دیوبند، دام ظلکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد عرض حال خدمت میں یہ ہے کہ ہم اہل مغربی بنگال ہیں ہمارے علاقوں اور اطراف میں زیادہ تر اور اکثر لوگ ہمیشہ سے علماء دیوبند کے معتقد معتمد مقتدی ہیں، اس بنا پر ہمارے جملہ مسئلہ ومسائل اور فرائض اور فتاویٰ کو بلاچوں وچرا مانتے اور بسر وچشم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان دنوں میں چند مہینوں سے ہمارے اندر اختلاف

---

[۱]..... حسام الحرمین ص ۲۵، بحوالہ رد التکفیر علی الفحاش الشنظیر ص ۴، مطبع اصح المطابع لکھنؤ،

شدید پیدا اور رونما ہوگیا ہے، اس کی وجہ یہ ہوئی کے ہمارے اندر پہلے سے دوگروہ تھے ایک محض پیر پرست جن کو بس پیر پرستی ہی کافی ہے اور موجب نجات ہے ان کو شریعت سے کوئی سروکار نہیں صرف پیر صاحب ہی پر توکل اور بھروسہ ہے اور ان کو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے یاغوث پاک، یاخواجہ پیا، یامولیٰ، یاعلی مشکل کشا وغیرہ وغیرہ، دوسرا گروہ صوم صلوٰۃ کا پابند اور حتی الامکان رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار، ایک صاحب یہاں آکر چند لوگوں کو مرید کر گئے ہیں اور وہ صاحب خاص کر بریلوی عقیدے کے پیر ہیں۔ ان کے یہاں بدعت کفر وشرک کی کئی باتیں ہیں۔ بلکہ بدعت کفر وشرک ہی درحقیقت اپنے لئے دین حق اور شرع متین سمجھتے ہیں بقول حالی۔ ؎

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے اور نہ ایمان جائے

مختصر یہ ہے کہ ہمارے اطراف کے قرب وجوار میں جتنے پیر پرست اور نفس پرست گمراہ لوگ تھے ان کو موقع غنیمت مل گیا ہے، لہذا وہ سب لوگ مل جل کر یہ فتویٰ جاری کردیئے ہیں جتنے علماء دیوبندی ہیں اور ان کے کل معتقدین کافر مرتد مشرک ہیں ان کے ساتھ سلام کلام کرنا۔ لین دین کرنا بیاہ شادی کرنا ان کا ولیمہ کھانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے اس صورت میں ہم کو کیا کرنا چاہئے اور کونسا طرز وطریقہ اختیار کرنا چاہئے ہم آپ لوگوں سے مشورہ چاہتے ہیں بایں ہمہ اس کی تردید میں کوئی کتاب لکھی گئی ہو تو برائے مہربانی میرے پتہ پر ضرور بالضرور بھیجدیں تاکہ ان لوگوں کا صحیح طور سے مقابلہ کیا جائے اور دندان شکن جواب دیا جائے نیز اگر ممکن ہو تو اپنے کسی عالم فاضل صاحب کو حسب ذیل مقاموں میں بھیج کر گمراہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کیلئے حتی الامکان جدوجہد کی ضرور بالضرور کوشش فرمائیں کم ازکم برائے مہربانی اس مغربی بنگال میں جو علماء دیوبندی ہیں ان

علماء کو بھی آپ حضرات ایماء واشارہ کردیں تاکہ وہ مذکورہ حسب ذیل پتوں پر آکر خالص دینی اور مذہبی خدمات اور صحیح تبلیغ اسلام سے لوگوں کو آگاہ وآشنا اور ہوشیار وخبردار کردیں بندہ بھی ان کے ساتھ ہوکر اسلامی خدمات کیلئے ہردم تیار ہے۔

تدبیر سبھالنے کی نہیں ہماری کوئی ..... ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا
دیر کیا ہے مہدی آخرزماں کو بھیجئے ..... تاکہ ان کے ساتھ ہم زندہ کریں اسلام کو

اس بریلوی عقیدہ کا ایک آدمی ایک اشتہار چھپا کر ہمارے اطراف میں عوام کو تقسیم کررہا ہے ملاحظہ کیلئے ایک اشتہار اور مع اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے آپکو جو مناسب وموضوع کارروائی اور اقدام کرنا ضروری ہو اس کا بندوبست فرما کر ہمیں نہایت ممنون ومشکور فرمائیں عین نوازش ہوگی ہم اس کے عملی جواب اور عملی اقدام کے منتظر ہیں عملی کارروائی اور اس کے اقدام کے مواضع اور اس کے پتے، شہر کلکتہ خاص کر (۲) بولپور شانتی نیکیتن کی بڑی مسجد ضلع بیربھوم (۳) موضع سنکھی ضلع نزد بولپور وایا بولپور ضلع بیربھوم (۴) موضع خوانجی ضلع بردوان بولیو انداز (۱۵) میل بجانب شرق ان مقاموں میں بس اور ٹرین کی آمدورفت ہے۔ جواب کیلئے اس درخواست کے ہمراہ ڈاک ٹکٹ بھی ارسال کیا جاتا ہا۔ فقط والسلام

العارض الحقیر: غلام موسیٰ ندوی نقوی امام متولی چتیا باڑا مسجد

پتہ مراسلات: -۲۵/ا بلک برنی لین کلکتہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۷۶ء

بریلوی فرماتے ہیں (کہ ایک اشتہار کا بنگلہ سے اردو میں ترجمہ) وہابی نجدی سے ہوشیار خبردار نظم میں اس اشتہار کو چھپا کر بانٹ دو تم کو جہاد کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ انگریزوں کے دوران حکومت میں دیوبند انگریز کا ایجنٹ تھا اور اس زمانے میں بھی مسلمان کے درمیان فتنے وفساد کا کام کررہا ہے، ہندوستان میں وہابی اور نجدی فرقوں کا مرکز دیوبند

ہے۔ یہ لوگ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد اور اسلام سے خارج ہوگئے ہیں اوراس فرقے کی مختلف کتابوں میں سے چندمردود اور مفسد عقائد کی نظیر ملتی ہیں اور مثال حسب ذیل ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ جیسا علم غیب ہر ایک بچہ اور پاگل یہاں تک کہ چار پائے جانوروں کو بھی ہے۔حفظ الایمان (از اشرف علی تھانویؒ)

(۲) رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت عوام الناس کیلئے ہے مگر عقلمندوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے (تحذیر الناس از قاسم نانوتویؒ)

(۳) عملیات امت، نبی ﷺ کے عملیات کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ کبھی نبی کریم ﷺ سے بھی بڑھ جاتے ہیں (تحذیر الناس)

(۴) کوا کھانا حلال ہے اور ثواب بھی ہے (فتاویٰ رشیدیہ از رشید احمد گنگوہیؒ)

(۵) نبی ﷺ سے شیطان کا علم زیادہ ہے (خلیل احمد انبیٹھوی)

(۶) رسول اللہ ﷺ نے دیوبند مدرسہ میں اردو تعلیم حاصل کی (براہین قاطعہ)

(۷) رسول اللہ ﷺ دیوبندی علماء کیلئے کھانا پکانے آتے تھے (تذکرۃ الرشید جلد اول)

(۸) کسی کو دھائی دینا شرک اور کفر ہے (بہشتی زیور از اشرف علی تھانویؒ)

(۹) علی بخش حسین بخش عبدالنبی نام رکھنا کفر اور شرک ہے (بہشتی زیور)

(۱۰) مخلوقات کے بڑے چھوٹے یہاں تک کے نبی اور ولی بھی اللہ پاک کی شان کے مقابلہ میں چمار سے بدتر ہیں (تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلویؒ) وغیرہا دیوبندیوں کے کل بدعقائد کی تفصیل اور توضیح کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے لہذا ہم اس مختصر اشتہار میں صرف دس ۱۰ نمونہ پر اکتفا کرتے ہیں، وہابی فرقہ کی تردید میں بہت سی کتابیں شائع ہوچکی ہیں سنی اور حنفی علماء کی چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں، جاء الحق، ظفر الاسلام، المصباح الحدید، التحقیقات،

جراثیم وہابیہ، سنی علماء صاحبان، غلام احمد قادیانی، قاسم صاحب نانوتویؒ، اشرف علی تھانویؒ، رشید احمد گنگوہیؒ، خلیل احمد انبیٹھوی ان پانچ شخصوں کو کافر مرتد اور خارج از اسلام کہہ چکے ہیں جو شخص انکے کافر ہونے میں شک وشبہ کریگا وہ بھی کافر ہوجائیگا (حسام الحرمین ملاحظہ فرمائیں)

وہابی نجدی دیوبندی فرقے کے لوگ ان مولویوں کو وہابی جانتے ہیں۔ لہٰذا تمام وہابی دیوبندی تبلیغی لامذہبی اور کافر ہیں انکے پیچھے نماز پڑھنا اوران سے شادی بیاہ کرنا کروانا حرام ہے وہابی دیوبندی سے اپنا ایمان بچایئے۔ فقط

خادم اہلسنت محمد مستقیم

نیمگرامی ڈاکخانہ نیمگرام بلوری ضلع مرشدآباد

نوٹ:- ایک اصلی اشتہار بھی اس کے ساتھ منسلک ہے، مورخہ ۲۶ رفروری ۱۹۷۶ء

الجواب حامداً ومصلیاً!

محترمی زیداحترامہٗ ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا پڑھ کر آپ کی پریشانی کا علم ہوا ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ ہی یہ ہے کہ وہ اہل حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اوراس سلسلہ میں جس قسم کے اعتراضات اس کے امکان میں ہوں شائع کرتا رہتا ہے تقریباً ایک صدی بیت گئی ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں سو۱۰۰ اشتہارات کے جوابات دئے گئے ہزاروں اشتہارات شائع کئے گئے۔ لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تجدید کرتا رہتا ہے دین حق کی جس قدر خدمات دارالعلوم دیوبند نے کی ہیں وہ روز روشن کی طرح واضح ہیں قرآن کریم کی تفسیر وتراجم، حدیث پاک کی شروح وحواشی، فقہ کے مسائل وفتاویٰ، تزکیۂ باطن، اصلاح قلب، وعظ وتذکیر غرض کہ دین اسلام کے ہر شعبہ میں اس کی خدمات نہایت نمایاں ہیں۔ جن کا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا اورآسمان پر تھوکنا ہے۔ آج برّاعظم کا کونسا خطہ ہے جہاں دارالعلوم

دیوبند کے فیض یافتہ اور فاضل موجود نہیں جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہوکر حق اور علم کی روشنی پھیل رہی ہے بدعت کے بادل چھٹ کر سنت کا سورج طلوع ہورہا ہے مشرکانہ رسوم ختم ہوکر ایمانی اعمال جاری ہورہے ہیں۔ قبر پرستی سے طبائع متنفر ہوکر مساجد آباد کرنے کی طرف توجہ ہورہی ہے دارالعلوم کا یہ فیض بحمد اللہ بڑھتا جارہا ہے اور جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہوکر قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول ﷺ کی صدائیں گونج رہی ہیں حلال وحرام کی تمیز قائم ہورہی ہے قدیم مدارس سے فارغ ہوکر فضلاء قوم کی ہدایت میں مشغول ہیں اہل باطل ان سب دینی احسانات کی بیداری کو دیکھ کر پریشان ہیں اور بوکھلاہٹ میں جو جو نہ کرتا تھا وہ کررہے ہیں۔ لیکن بحمد اللہ ان کے جھوٹ کا پردہ خود قوم چاک کررہی ہے بعض سادہ لوح پڑھے لکھے صحیح جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آجاتے ہیں اور اکابر اہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، لیکن حقیقت حال پر جب انکو اطلاع ہوتی ہے تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کرلیتے ہیں اور تحریر کردہ اعتراض کی تردید اور جواب میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں بسط البنان تفسیر العنوان، خلاصۃ البیان، توضیح البیان، تسہیل الفرقان یہ سب حفظ الایمان کی شرح اور توضیح کے سلسلہ میں شائع کی جاچکی ہیں۔

(۱) حفظ الایمان[۱] میں یہ عبارت اس طرح نہیں ہے متن عبارت کو بگاڑا گیا ہے۔ جی چاہے تو اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

(۲) تحذیر الناس کے مصنف حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ نے ختم نبوت کی تین صورتیں لکھی ہیں اور ہر طرح کی، ختم نبوت حضور ﷺ کیلئے ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ زمان کے اعتبار سے بھی خاتم النبیین ہیں کہ آپکے بعد کوئی اور نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مکان کے اعتبار سے خاتم النبیین ہونے کے معنیٰ یہ ہے کہ کسی زمین میں آپکے

---

[۱]..... حفظ الایمان ص ۸ مطبوعہ اشرفیہ دیوبند

بعد کوئی نبی نہیں اپنی ذات مقدسہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم النبیین ہیں ختم نبوت کے جتنے طریقہ تھے سب کو آپکی ذات والا پر اس طرح منحصر کر دیا گیا کہ کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی اس کیلئے جوابات محذورات عشر[1] دیکھئے تو حقیقت معلوم ہو۔

(۳) مصنف[2] علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آدمی میں دو قسم کی قوتیں ہیں ایک قوت علمی دوسری قوت عملی پھر ہر ایک کی دو، دو صورتیں ہیں ایک من حیث التاثیر ایک من حیث التأثر۔ جس میں قوت علمیہ من حیث التاثیر اعلیٰ درجہ کی ہوئی دوسرا کوئی اس کے مقابل نہ ہو سکے وہ نبی ہے اور جس میں قوت علمیہ من حیث التاثر اعلیٰ درجہ کی ہو۔ وہ صدیق ہے جس میں قوت عملیہ من حیث التاثیر اعلی درجہ کہ ہو وہ شہد ہے اور جس میں قوت عملیہ من حیث التاثیر اعلی درجہ کی ہے وہ صالح ہے، ان چار قسم کے طبقات کو قرآن کریم کی آیت۔ **فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا**[3] میں بیان کیا گیا ہے یہ مضمون بہت علمی اور دقیق ہے امت میں بعض حضرات ایسے گذرے ہیں کہ دیکھنے میں ان کا عمل بہت تھا جیسے حضرت عثمان غنیؓ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کیا ہے[4]۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ نے روزے بہت کثرت

---

[1]..... یہ کتاب دس سوال و جواب پر مشتمل ہے جس میں مصنف نے سائل کے اعتراض کا رد فرما کر آپ کو ہر اعتبار سے خاتم النبیین ثابت فرمایا ہے مطبوعہ بلاس پریس ساڈھول۔

[2]..... **تحذیر الناس ص ۵،**

[3]..... **سورہ نساء آیت: ۶۹،**

ترجمہ:- تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔ (از بیان القرآن)

[4]..... **عن عطاء بن ابی رباح ان عثمان بن عفان صلی بالناس ثم قام خلف المقام فجمع کتاب الله فی رکعة کانت وترة فسمیت البتیراء، طبقات ابن سعد ص ۷۶ ج ۳ عثمان بن عفان ذکرانه کان یقرأ القرآن فی رکعة. مطبوعه درالفکر بیروت.** (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

سے[1] رکھے ایسے حضرات بھی گذرے ہیں ایک دن رات میں آٹھ مرتبہ قرآن ختم کیا[2] ایک ہزار نفلیں روزانہ پڑھیں اپنی عمر میں ساٹھ حج کئے عمل کی یہ کثرت حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں مگر اسکے باوجود کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کے درجہ کو نہیں پہونچ سکا ہے اور نہ پہونچ سکتا ہے ان حضرات کا یہ عمل بھی حضرت نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی ہدایت پر مرمٹنے کے نتیجہ میں تھا اس میں کون سی اعتراض کی بات ہے جو لوگوں کو گمراہ اور مشتعل کیا جارہا ہے۔

(۴) فقہاء نے کوے کی تین قسمیں لکھی ہیں ایک وہ جس کی غذا ہی مردار اور غلاظت ہے وہ کرگس اور گدھ کی طرح حرام ہے ایک وہ جس کی غذا صرف غلہ اور دانہ ہے وہ کبوتر کی طرح حلال ہے ایک وہ جو دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور غلاظت بھی کھالیتا ہے امام ابو یوسفؒ اس کو مکروہ کہتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ وہ مرغی کی طرح حلال ہے کہ وہ بھی دونوں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:-حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور تمام کتاب اللہ (قرآن پاک) کو ایک رکعت میں جمع کیا جو ان کی وتر تھی جس کا نام بتیرا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... **ان عبد اللہ عمرو بن العاص صائم نہارہ قائم لیلہ لایعرف لسانہ حدیثامن احادیث الدنیا مہما یکن حلالا انما ھو رطب دائما یذکر اللہ تالیا قرآنہ الخ رجال حول الرسول ص ۵۶۱. عبداللہ بن عمروبن العاص. دارثابت بیروت**

طبقات ابن سعدص ۲۶۴ ج۴. عبداللہ بن عمروبن العاص. مطبوعہ دارالفکربیروت.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے رات کو قیام کرتے ان کی زبان دینا کی باتوں میں سے کوئی بات نہیں پہنچاتی تھی جب کہ وہ حلال ہو (یعنی دنیوی حلال گفتگو بھی نہیں کرتے تھے) لیکن ہمیشہ ذکر اللہ میں رطب اللسان رہتے قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے۔

[2]..... **وقدکان للسلف فی قدر القراءۃ عادات فاکثر ماورد فی کثرۃ القراءۃ من کان یختم فی الیوم واللیلۃ ثمان ختمات اربعاً فی اللیل واربعافی النہار، الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۴ ج ۱، النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ (مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور)**

چیزیں کھالیتی ہے[۱]۔ یہی قول راجح ہے عنایہ شرح ہدایہ[۲] فتاویٰ عالمگیری[۳] فتاویٰ قاضی خان[۴] فتاویٰ شامی وغیرہ میں کوے کی قسمیں اوراحکام درج ہیں ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر شائع شدہ ہے۔ جسمیں ہندوستان کے بہت اونچے اہل علم اہل فقہ اہل فتاویٰ کے فتاویٰ مع دلائل منقول ہیں اس کا نام ہے، ''فصل[۵] الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب'' ایک جائز چیز کولوگ اگر حرام وناجائز سمجھتے ہوں تو اس کی حرمت کی تردید کیلئے اس کو استعمال کرنا اور کھانا تاکہ لوگوں کے عقیدے کی اصلاح ہوجائے اور وہ حلال کو حرام نہ سمجھیں باعث اجر وثواب بھی ہے[۶]۔

(۵) یہ محض جھوٹ ہے براہین قاطعہ میں کہیں ایسا نہیں لکھا ہے۔

۱..... اما الغراب الاسود والابقع فهوانواع ثلاثة نوع يلتقط الحب ولايأكل الجيف وليس بمكروه ونوع منه لايأكل الاالجيف وهوالذى سماه المصنف الابقع الذى يأكل الجيف وانه مكروه ونوع يخلط بأكل الحب مرة والجيف اخرى وهوغيرمكروه عندابى حنيفة مكروه عندابى يوسف قوله وكذالغداف وهوغراب القيظ لايؤكل واصل ذلك ان مايأكل الجيف فلحمه نبت من الحرام فيكون خبيثاعادة ومايأكل الحب عادة لم يوجدذلك فيه وماخلط كالدجاج والعقعق فلابأس بأكله عندابى حنيفة وهوالاصح عناية على هامش فتح القدير ص ۵۰۰ ج۹، كتاب الذبائح فصل فيمايحل اكله ومالايحل، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۲..... عالمگيرى ص ۲۰۹ ج۵، كتاب الذبائح، الباب الثانى فى بيان مايؤكل من الحيوان ولايؤكل. (مطبوعه كوئٹه)

۳..... قاضى خان على الهندية ص۳۵۷ ج۳، كتاب الصيد والذبائح، مطبوعه كوئٹه.

۴..... شامى زكريا ص۴۴۳ ج۹، مطبوعه كراچى ص۳۰۵ ج۶، كتاب الذبائح.

۵..... مصنفه مولانا نصير الدين صاحب ميرٹھى، مطبوعه انجمن ارشاد المسلمين لاهور

۶..... من احياسنة اى من اظهرها واشاعها بالقول اوالعمل من سنتى قدامیتت بعدى اى تركت تلك السنة عن العمل بهايعنى من احياها من بعدى بالعمل بها اوحث الغير على العمل بها فان له من الاجراى الثواب الكامل. مرقاة شرح مشكوة ص ۲۰۲ ج ۱، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى،

(۶) یہ بھی جھوٹ ہے براہین قاطعہ میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا ہے۔ براہین قاطعہ بارہا چھپی اور چھپتی رہتی ہے اس کو منگا کر دیکھ لیا جاوے۔

(۷) تذکرۃ الرشید میں کہیں نہیں لکھا کہ رسول اکرم ﷺ دیوبندی علماء کیلئے کھانا پکانے آئے تھے۔

(۸) جو شخص دوہائی کا مفہوم سمجھتا ہے اور شریعت کے اصول سے بھی واقف ہے اسکو منع ہی کریگا[۱] مثلاً کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جاوے خدائے پاک سے دعا کرنیکے بجائے کسی کو پکارے کہ اے فلانے جن یا شیطان یا فلانے مرد مجھے اس مصیبت سے بچا تو اس کی کہاں اجازت ہے[۲]۔

(۹) خدائے پاک کی جو صفت خاصہ ہے اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنا یہ شرک فی الصفات ہے۔ مثلاً سب اللہ کے بندے ہیں کسی کو غیر اللہ کا بندہ کہنا یا مثلاً سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی کو علیؓ کا یا حسینؓ کا پیدا کیا ہوا کہنا یا مثلاً سب کے گناہوں کو معاف کرنا اور بخش دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر یہ کہنا کہ فلاں گناہ کو علیؓ بخش دیں گے فلاں کے گناہوں کو حسین معاف کر دیں گے۔ کتنا غلط تصور اور غلط عقیدہ ہے[۳]۔

---

[۱]..... بهشتی زیور ص ۴۰ ج ۱ کفراور شرک کی باتوں کا بیان. مطبوعه تهانوی دیوبند

[۲]..... الثانی ان الناس قداکثروامن دعاء غیرالله تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منهم والاموات وغیرهم مثل یاسیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شی واللائق بحال المومن عدم التفوه بذلک وان لا یحوم حول حماه وقد عده اناس من العلماء شرکا الخ روح المعانی ص ۱۲۸ ج ۶ سوره مائده تحت آیت ۳۵ مطبوعه مصطفائی دیوبند.

[۳]..... ویؤخذ من قوله ولا عبد فلان منع التسمیة بعبد النبی الی قوله والاکثر علی المنع خشیة اعتقاد العبودیة کمالایجوز عبدالدار الخ، شامی زکریا ص: ۵۹۹، ج: ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مرقاة شرح مشکوة ص: ۵۹۹، ج ۴، باب الاسامی، الفصل الاول مطبوعه بمبئی.

(۱۰) اگر یہ چیز اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہے اوراس کا مطلب یہی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب بریلوی نے اسکے مصنف پر کیوں کفر کا فتویٰ نہیں دیا کیوں بار بار کفر کے فتوے سے انکار کرتے ہیں جب کہ وہ ۷۰ ستر وجوہ کفر کی مصنف میں ثابت کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو شخص ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے، تو اپنے اس فتوے کی رو سے کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ خود کافر ہوئے یا نہیں۔ یہ سوال بار بار مولانا احمد رضا خاں صاحب سے بھی کیا گیا۔ بذریعہ خط بھی اور بذریعہ اشتہار اوراس پر رسائل بھی لکھے گئے اور آج تک ان کے متبعین سے سوال کیا جارہا ہے۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا اس مسئلہ پر مستقلاً تین چار کتابیں لکھی گئی ہیں (شائع ہوچکی ہیں) نیز رضا خانیت کی تردید میں حسام الحرمین وغیرہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے بھی کتابیں شائع کی جاچکی ہیں۔ مطالعہ کیجئے (۱) الشہاب الثاقب (۲) رجوم المدنیین (۳) قاطع الورید (۴) غلط فہمیوں کا ازالہ (۵) اعلیٰ حضرت کا حقہ شریف (۶) اعلیٰ حضرت کا دین ومذہب (۷) رضا خانی مذہب (۸) بدعات وممنوعات رضا خانی مذہب کے آئینہ میں (۹) ابن الوقت کی خانہ تلاشی (۱۰) معرکۃ القلم (۱۱) السہیل علی الجعیل (۱۲) السحاب المدرار (۱۳) الجنۃ لاہل السنۃ (۱۴) انتصاف البری۔ (۱۵) دافع البہتان (۱۶) شفاء الصدور (۱۷) الکوکب الیمانی علیٰ اولاد الزانی (۱۸) الطین اللاذب علیٰ الاسود الکاذب (۱۹) عقائد علماء دیوبند وغیرہ وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں انگریزی ایجنٹ ہونا دیکھنا ہو تو۔ (۱) منادی ملا (کتاب کا نام) کا مطالعہ کریں نیز وہ رسالہ دیکھیں جس میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض تسلیم کیا، اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا موقف معلوم کرنا ہو تو حیات شیخ الہند (۲) سفرنامہ اسیر مالٹا (۳) نقش حیات (۴) علماء ہند کا شاندار ماضی (۵) ریشمی خطوط کی تحریک مطالعہ

کریں جس سے حقیقت روشن ہوگی کہ میدان شاملی میں علماء دیوبند نے کس طرح جہاد کیا اور مالٹا میں علماء دیوبند پر کیا کیا مظالم توڑے گئے نینی جیل، کراچی جیل وغیرہ میں کس طرح یہ حضرات نظر بند رہے اور محبوس کئے گئے آج بریلوی طبقہ کے کچھ لوگ تاریخ کو اس طرح مسخ کرنا چاہتے ہیں جس طرح علماء دیوبند کی صاف اور صحیح باتوں کو مسخ کر کے قوم میں اشتعال پیدا کرتے ہیں یہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ ہے کہ علماء حق کی تکفیر کریں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو ان کے خلاف مشتعل کر کے بھڑکائیں اسکے علاوہ انکے پاس زندہ رہنے کا کوئی سامان نہیں ہے کوئی علمی کام نہیں ایک کتاب جسکا نام ہے ''تکفیری[1] افسانے'' اسمیں ایک بڑی طویل فہرست ہے اس کو دیکھ کر پتہ چلے گا کتنی بڑی مخلوق کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کافر لکھا ہے اور اتنا بڑا بوجھ کفر کا تیار کیا ہے کہ میدان حشر میں اس کو سر پر لے کر حاضر ہونگے اور علماء حق ان پر دعویٰ کریں گے کہ اس شخص نے ہم کو کافر کہا ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت خانصاحب کا کیا حال ہوگا علماء حق کی سفارش اور شفاعت کرنیوالے آقاء دوجہاں سیدالاولین والاخرین امام المرسلین (فداہ روحی وارواح آبائی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ اصحابہ وذریاتہ واہل بیتہ وبارک وسلم ہوں گے اس وقت خانصاحب کے متبعین بھی دیکھیں گے کہ خانصاحب کس طرح اتنے بڑے بوجھ کا تحمل کریں گے جس کے نتیجہ میں کفر وعذاب کے سوا کچھ نہیں۔ فقط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۹۶ھ

---

[1].....حسام الحرمین میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے لکھا ہے، خلاصۃ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب کافر اور مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔ تکفیری افسانے ص ۴۶.۴۷، مصنفہ مولانا نور محمد صاحب۔ مطبوعہ نورانی فیض آباد

اشتہار مناظرہ مع اہل بدعت کی ایک عبارت کیا انکو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہئے

سوال:- آکولہ میں رضاخانیوں نے علماء دیوبند پر کافی کیچڑ اچھالا اور انکو بدنام کرنے کیلئے تقریباً پانچ اشتہار نکالے ہم نے صبر سے کام لیا جب شہر کی فضا خراب ہونے لگی تو ہم نے بھی اشتہار نکالا اس اشتہار کی ایک عبارت محل اعتراض بنی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ (ہر دو فریق دس دس ہزار روپئے پیشگی رقم بطور ضمانت گورنمنٹ کے پاس جمع کردے اس رقم سے صرف ججوں کے اخراجات ادا کئے جائیں گے اور بقیہ رقم غالب فریق اپنی صوابدید پر دینی امور میں خرچ کریگا) قوسین کی عبارت میں شرط کی شکل ہے یا نہیں یہ جائز ہے یا نہیں (پوسٹر مطبوعہ سوال کے ساتھ ہے) مناظرہ کی آمادگی کیلئے رضاخانیوں کو ایک ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کا تو سرمایۂ زندگی ہی اکابر دیوبند کو گالیاں دے کر اپنا ایمان تباہ کرنا اور مخلوق کو گمراہ کرنا ہے ابتداءً مناظرہ کا چیلنج روپیہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہے پھر جلسہ اسٹیج اشتہار۔ مناظرین کے مصارف، کتابوں کی فراہمی وغیرہ وغیرہ غرض بہت بڑا بل بن جاتا ہے اور اچھے خاصے وقت کیلئے گذارہ کا بلکہ عیش وعشرت کا انتظام ہوجاتا ہے اگر مناسب طریقہ پر مناظرہ کو ٹلا دیا جائے تو درحقیقت یہی ان کی بڑی شکست ہے ورنہ مناظرہ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی فتح کے اشتہارات چھپوالیتے ہیں اور مناظرہ کے بعد ہی مختلف مقامات پر ان کی خوب اشاعت کرتے ہیں جو لوگ اصل حقیقت سے واقف نہیں ہوتے وہ متاثر ہوجاتے ہیں[1]۔ بقیہ رقم کا جو مصرف

---

[1]..... المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة ولاحد ثلاثة حرام لقهر مسلم واظهار علم ونیل دنیا اومال اوقبول. الدرالمختار علیٰ الشامی ص ۶۰۴ ج ۹، مطبع زکریا دیوبند، ومطبوعه کراچی ص ۴۲۱ ج ۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

تجویز کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ بقیہ رقم ہر فریق کو واپس دی جائے یعنی اخراجات اگر مشترک ہوں تو بقیہ رقم نصف نصف ہر فریق کو مل جائے[1] ججوں کے متعلق کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ کیسے ہیں مثلاً قادیانی شیعہ رضاخانی عیسائی ہندو کیا ان کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا[2] ایک ماہ بعد کی حد نہیں بیان کی گئی اگر ججوں کی تعیین پر اتفاق نہ ہوسکا تو کیا ہوگا مطلوبہ رقم کے متعلق کوئی تصریح نہیں کہ وہ کہاں جمع کی جائیگی۔ یعنی بینک میں ڈاکخانہ میں یا تھانہ میں یا کچہری میں۔ فقط والسلام

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

مُباہلہ

سوال:- آج کل اہل بدعت کی طرف سے گجرات بھر میں ایک بہت بڑا شور ہے اور جاہلوں کو بہکا پھسلا کر سر توڑ پھوڑ کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ سوال کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کا اعلان کر کے ان کو زیر کیا، اسی طرح اہل حق میں کوئی خدا کا بندہ تیار ہو کر مباہلہ کرنا چاہے تو آیا شریعت اس بارے میں اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت دیتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ چونکہ نومبر میں بڑودہ میں اجتماع ہونے والا ہے اس کو ناکام بنانے کیلئے اہل بدعت نے ایک قسم کا شور اور ہنگامہ برپا کیا ہے اور نت نئے جھگڑے کر رہے ہیں اور خاص کر بڑودہ میں جھگڑے بھی ہو گئے، جس

---

[1]..... لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی الخ، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵، مکتبہ الماجدیہ کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص: ۱۰۶/۶، مطلب فی التعزیر بأخذ المال کتاب الحدود.

[2]..... لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً. سورۃ النساء آیت ۱۴۱

ترجمہ:- اور ہرگز اللہ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرمائیں گے (از بیان القرآن)

میں جماعت والوں کو بدنام کیا اور دفعہ ۱۴۴ بھی لگوانے کی کوشش جاری ہے، لہذا مناسب جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مباہلہ کرنے کی اب نہ ضرورت ہے نہ اجازت ہے[1]، دین مکمل ہو چکا ہے، ہر چیز کے دلائل تفصیل سے موجود ہیں جو گفتگو کی جائے دلائل کی روشنی میں کی جائے اور ان لوگوں سے تعرض کی ضرورت نہیں، ان کے اتہامات اور بہتانوں کی طرف کوئی توجہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اتباع سنت میں مشغول رہیں، اسی کی اشاعت کریں، جس قدر حضرت نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک ہر مجلس میں ہوگا اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا بیان ہوگا اور آپ کے حقوق کے ادائیگی کی سعی ہوگی۔ اس قدر فتنے ختم ہوں گے، باطل مضمحل ہوگا، حق بلند ہوگا۔ بڑے اجتماع سے پہلے اہل اللہ کے وعظ ہوں، جگہ جگہ گشت کئے جائیں اور مخالفین کی مخالفتوں کا تذکرہ نہ اجتماعات میں ہو نہ اپنی نجی مجلسوں میں ہو بلکہ زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہو اسی سے دعاء کریں، ہر معاملہ میں اسی کی طرف التجا ہو، اسی کو فریادرس یقین کریں، اس کے قبضہ وقدرت میں سب کے دلوں کو سمجھیں، انشاء اللہ تعالیٰ پوری نصرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۸۸ھ

یا شیخ عبدالقادر شیاً للہ کہنا یا پڑھنا

سوال: -یاشیخ عبدالقادر شیئًا للہ کا ترجمہ ومطلب کیا ہے؟ اسے لکھنا اور بطور وظیفہ

---

[1]..... لاتجوز المباهلة فی الظنیات من المسائل (احکام القرآن للشیخ ظفراحمد عثمانی ص ۲۴ ج ۲، مطبوعه کراچی، تحت قوله تعالیٰ فمن حاجک فیه من بعد الآیة سورۂ آل عمران)

پڑھنا کیسا ہے؟ یہ کلمہ کب اور کیوں جاری ہوا؟ اس کے محرک اول کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسمیں حضرت سید عبدالقادر صاحبؒ سے کچھ اللہ کے واسطے مانگا گیا، سوال خود ان ہی سے ہے اور اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کو وسیلہ بنایا گیا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، برعکس ہو گیا مانگنا چاہیے تھا خدائے پاک مالک الملک سے اور وسیلہ بنالیا جاتا ہے اسکے مقبول بندے کو مگر یہاں معاملہ الٹا ہو گیا، یہ معلوم نہیں اس کا موجد کون ہے، اس کا وظیفہ ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مودودیت ورضاخانیت میں کون زیادہ مضر ہے

سوال:- امت مسلمہ کیلئے فتنۂ مودودیت زیادہ مضر ہے یا فتنۂ رضاخانیت؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فتنہ کی نوعیت مختلف ہے، ایک نوع کے دو فرد ہوں تو انمیں توازن وتقابل دیکھا جاتا ہے، جب نوع جداگانہ ہو تو اس میں مقابلہ وموازنہ کیسا؟ ہر فتنہ اپنی نوع میں مستقل ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... الثانی إن الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منهم والا موات وغیرهم مثل یاسیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی (روح المعانی مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند ص ۱۲۸ ج ۶، تحت قوله تعالیٰ یاایها الذین امنوا اتقوا اللہ وا بتغوا إلیه الوسیلة الخ، سورۂ مائدہ، پارہ ۶، آیت ۳۵.

حضرت تھانویؒ پر اعتراض کا جواب

سوال:- (۱) زید کا یہ کہنا ہیکہ امریکہ کے لوگ راکٹ کے ذریعہ چاند پر پہونچ گئے۔

(۲) نئی تعلیم کے دو ایک شخص جو شریعت کے احکام سے ناواقف ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مولانا حکیم الامت کو علم شریعت بعض علم شریعت تھا جس میں مولانا حکیم الامت کی کیا خصوصیت کوئی تخصیص نہیں ہے، مولانا اشرفعلی صاحب کو اتنا علم بھی نہ تھا جتنا حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حاصل تھا اور اتنا علم شریعت جتنا حکیم الامت کو تھا اتنا اور ایسا علم شریعت مولانا گنگوہی کے محلّہ وگلی کوچوں میں پڑے رہنے والے جانوروں، گائے، بیل، بھینس اور کتوں کو بھی حاصل ہے، کوئی خصوصیت نہیں، جب اسپر اعتراض کیا گیا تو وہ شخص کہتا ہے، اگر یہ توہین اور کفر ہے تو ہم توبہ کرنے کو تیار ہیں، فتویٰ منگوالیجئے۔

اب سوال یہ ہیکہ اس بکواس میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور علم شریعت مطہرہ کی توہین اور کفر ہے یا نہیں اور ان پر کفر لازم آتا ہے کہ نہیں۔

(۳) اور اس صورت میں ان کو توبہ کرنا چاہیئے یا نہیں، خدا اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ بات فی نفسہ محال نہیں۔

(۲-۳) اگر ان دونوں کی یہ گفتگو واقعی ہے بناوٹی نہیں ہے تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہے اس سے اس کی دلیل دریافت کر کے اطلاع دیں، کیونکہ کفر کا فتویٰ لگانا بہت بڑی ذمہ داری ہے، اگر کسی شخص کو کافر کہہ دیا جائے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کفر لوٹ کر اس پر آتا ہے۔ جس

نے کافر کہا ہے[1] (العیاذ باللہ)

اس کا ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا[2] زید کا عقیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ عالم الغیب تھے اور اسکی مراد یہ ہے کہ عالم الغیب بواسطہ تھے (بلاواسطہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں) اس کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ حضرت مولانا تھانویؒ نے جواب دیا کہ کتب شریعت (قرآن وحدیث) میں جہاں لفظ علم غیب آتا ہے اس سے مراد وہی غیب ہے جو بلاواسطہ ہو پس عالم الغیب خدائے پاک کے سوا کسی اور کو کہنا اور اس سے غیب بواسطہ مراد لینا اطلاقات شرع کے خلاف ہے اور شرک ہے اسلئے حضور سرور عالم ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا ورنہ اس تاویل سے (یعنی بواسطہ) خالق ورازق وغیرہ کہنا بھی درست ہوگا، کیونکہ آپ ایجاد عالم اور بقاء عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بھی ایک تاویل سے اور معبود بھی ایک تاویل سے کہنا درست ہوگا اور جب معنیٰ کے اعتبار سے آپ کو عالم الغیب، خالق، رازق، خدا، معبود کہنا درست ہوگا اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے اس کی نفی بھی درست ہوگی یعنی یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں، یعنی بواسطہ عالم الغیب نہیں غرض ایسی تاویلات کی بناء پر دین ایک کھلونا بن جائے گا۔

آگے فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کو زید عالم الغیب کس بنا پر کہتا ہے اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا علم اور اللہ تعالیٰ کا علم بالکل برابر مانتا ہے کہ جس طرح

---

[1]..... ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کماقال والارجعت علیه (مسلم شریف ص۵۷ ج ۱، کتاب الایمان. من قال لاخیه المسلم یا کافر. مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوة شریف ص: ۴۴۱، باب حفظ اللسان مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص: ۲/۸۹۳، باب ما ینهی عن السباب، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[2]..... حفظ الایمان مع بسط البنان ص۸ جواب سوال سوم

کوئی چیز عالم الغیب والشہادہ سے مخفی نہیں، اسی طرح ذات مقدسہ ﷺ سے مخفی نہیں، اگر زید کی مراد یہ ہے تو نصوص قطعیہ کے اور واقعات کے خلاف ہے۔ مثلاً اللہ پاک نے فرمایا ''وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الا هو ''الآیہ[۱]، اور مثلاً حضرت رسول اکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ فرمادیجئے اور اعلان کردیجئے کہ میں عالم الغیب نہیں قل لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب. الآیۃ۔[۲]

تعیین قیامت وغیرہ کی نفی قرآن کریم میں موجود ہے[۳]، تابیر نخل[۴]، واقعہ افک[۵]، بیر معونہ[۶] وغیرہ کا ذکر احادیث میں موجود ہے غرض حضور اکرم ﷺ کو زید کا اس معنیٰ کے لحاظ سے عالم

۱..... سورۂ انعام آیت: ۵۹، **ترجمہ**:-اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

۲..... سورہ انعام آیت: ۵۰، **ترجمہ**:-اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں (بیان القرآن)

۳..... يسئلونک عن الساعة ايان مرساها فيم انت من ذكراها الى ربک منتهاها، سورۂ النزعت آیت: ۴۴،

۴..... عن انس ان النبی ﷺ مر بقوم يلقحون وفى رواية هم يابرون النخل فقال لو لم تفعلوا لصلح قال فخرج شيئا فمر بهم فقال ما لنخلكم قالوا قلت كذا وكذا قال انتم اعلم بامر دنياكم (مسلم شريف ص ۲/۲۶۴، باب وجوب امتثال ماقاله شرعا دون ماذكره ﷺ الخ، مطبوعه بلال ديوبند)

۵..... فى حديث عائشة الطويل فدعا رسول الله ﷺ على بن ابى طالب واسامة بن زيد حين استلبت الوحى يستامرهما فى فراق اهله، (بخارى شريف ص: ۲/۶۹۶، باب قوله عزو وجل الخ، كتاب التفسير،

۶..... عن النبی ﷺ قال بعث النبی ﷺ اقواما من بنى سليم الى بنى عامر فى سبعين رجلا ..... اذا او مؤا الى رجل منهم فطعنه فانفذه ..... ثم مالو على بقية اصحابه فقتلوهم الا رجلا اعرج ..... فاخبر جبرئيل النبی ﷺ انهم قد رضى عنهم وارضاهم الحديث، بخارى شريف ص ۱/۳۹۳، كتاب الجهاد، باب من ينكب او يطعن فى سبيل الله، مطبوعه اشرفى ديوبند،

الغیب کہنا اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے اوراس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرورعالم ﷺ کی برابری ہوتی ہے۔

اگرزید کی مراد عالم الغیب کہنے سے یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اورحضرت نبی اکرم ﷺ کاعلم برابرنہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کوتو پورا پورا ہرشے کاعلم ہے اورحضرت رسول مقبول ﷺ کاعلم کم ہے یعنی غیب کی بعض چیزوں کاعلم ہے بعض کانہیں تو یہ چیز کمالات نبوت میں سے نہیں کیونکہ ہرایک کوکسی ایسی چیز کاعلم ہوتا ہے کہ دوسروں کواس کاعلم نہیں۔

زید ایک خاص نصاب ڈاکٹری پڑھا ہوا ہے محکمۂ ڈاکخانہ کی اصطلاحات نہیں پڑھا ہوا ہے، ڈاکخانہ کے محکمہ کی اصطلاحات اورقواعد کاعلم معمولی ڈاکیہ کوحاصل ہے اور بہت بڑے ڈاکٹر کونہیں، اسی طرح بہت سے جانوروں کوکسی بات کاعلم حاصل ہوجاتا ہے جوکہ بڑے عالم انسان کونہیں ہوتا، مثلاً خنزیر کو پاخانہ کاذائقہ جس قدر معلوم ہے اس قدر کسی تعلیم یافتہ کونہیں معلوم، توتعلیم یافتہ کے حق میں یہ غیب ہے جس کاعلم خنزیر کوحاصل ہے تعلیم یافتہ کو نہیں جب کسی غیب کی چیز کاعلم جوکہ بواسطہ ہوکمالات نبوت سے نہیں توزید کاحضرت رسول مقبول ﷺ کیلئے اس کوثابت مان کرآپ کوعالم الغیب کہنا غلط ہے اوروجہ غلطی کی یہی ہے کہ زیدایسی بات ثابت کررہا ہے جوکہ سیدالرسل فخرعالم ﷺ کیلئے کمالات میں سے نہیں، اس صورت میں زیدشان اقدس ﷺ کی توہین کررہا ہے۔

یہ دواحتمال ہیں زید کے عقیدہ اورکلام میں کہ ایک صورت میں وہ جب کہ کل علم غیب ذات مقدسہ ﷺ کیلئے ثابت کررہا ہے وہ ایک شرک ثابت کررہا ہے دوسری صورت میں جبکہ وہ علم غیب جزئی ثابت کررہا ہے، توکمالات نبوت سے بہت کم درجہ کی چیز ثابت کررہا ہے، جس سے شان اقدس ﷺ کی توہین کررہا ہے لہذا زیدکواپنے عقیدہ اورقول کی اصلاح لازم ہے۔

اس پر بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب کوخدا جانے کیا شبہ پیدا ہوا کہ انہوں

نے حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کیا کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضرت رسول مقبول ﷺ کو تھا ایسا علم تو زید، عمر، بکر، بچوں اور چوپایوں کو بھی تھا اس وجہ سے اسپر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور بہت علماء کو دھوکہ دے کر ان کے دستخط کرائے، حالانکہ حضرت تھانویؒ نے نہ یہ لکھا اور نہ یہ ان کی مراد ہے، بلکہ یہ تو جو کچھ لازم آیا وہ زید کے عقیدہ پر لازم آیا جو کہ علم غیب کا معتقد ہے، اگر اعلیٰ حضرت نے دیدہ ودانستہ ایسا کیا ہے جیسا کہ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کو شریک کرنا بھی انکے عقیدہ پر لازم آتا ہے اور جانوروں اور پاگلوں کے ساتھ تشبیہہ دینا بھی انکے عقیدہ پر لازم آتا ہے جو کہ علم غیب کے قائل ومعتقد ہیں اور جو کفر کا فتویٰ انہوں نے مرتب کیا ہے وہ ان کی طرف لوٹتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک خواب جس میں لا الٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ پڑھا

سوال:- اگر کوئی شخص بجائے کلمہ لاالٰہ الااللّٰہ محمدرسول اللہ کے لاالٰہ الااللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ پڑھے کیا وہ مسلمان رہے گا یا کافر ہوجائے گا، نیز مسلمانوں کو ورغلانے کیلئے اس کلمہ کو پڑھنے والا کس قسم کا گنہ گار ہوگا اور بہتان لگانے کا کیا کفارہ ہے اور کیا یہ کلمہ جناب مولانا اشرف علی صاحبؒ نے کسی سے پڑھوایا ہے یا پڑھنے کی اجازت دی ہے اور امدادالفتاویٰ کے بارے میں تفصیل سے اگر تحریر فرمائیں گے تو عین نوازش ہوگی کہ حقیقت حال کیا ہے، بار بار غلط کلمہ پڑھنے والا مسلمان رہے گا یا نہیں چاہے ورغلانے کیلئے پڑھا جائے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضور اقدس رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل ہیں۔ جو شخص آپ کے بعد کسی

کوبھی رسول جانے وہ کافر ہے[1]۔ یہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا بلکہ تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ پس جوشخص حالتِ بیداری واختیاری میں قصداً یہ کلمہ پڑھے وہ کافر ہے، اسلام سے خارج ہے۔حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اورتمام اکابر کا بھی فتویٰ ہے۔ حضرت مولانا نے کبھی کسی سے یہ کلمہ نہیں پڑھوایا اوروہ کیسے پڑھواتے جب کہ وہ خود ہی اس کو کلمہ کفر قرار دے کر ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

جوشخص حضرت مولانا اشرف علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی طرف اس کلمہ کومنسوب کر کے ان کو کافر کہتا ہے وہ بہت بڑا بہتان باندھتا ہے اوراس کی وجہ سے وہ خود ہی اسکی زد میں آجاتا ہے۔ جوشخص کافر نہ ہواس کو کافر کہنے سے وہ کفر بحکم خداوندی اس کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے[2]، نیز جب کفر کی بات کسی کی طرف سے نقل کی جائے حالانکہ اس نے وہ بات نہیں کہی تھی تو وہ درحقیقت اس کا اپنے سینہ کا کفر کہلائیگا جس کو وہ دوسروں کی طرف سے نقل کررہا ہے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ **لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ** پڑھنا چاہتا ہے مگراس کی زبان سے بجائے اس کے وہ کلمہ نکلا جوآپ نے نقل کیا ہے پھرخواب ہی میں وہ

---

[1]..... ومن قال بعد نبيينا نبي يكفر لانه انكر النص وكذلك لوشك فيه الخ فتح البيان ص ۱۸۸ ج۷، سوره احزاب تحت أيت: ۴۰، مطبوعه دارالفكر بيروت. عقيدة الاسلام ص ۳۸۲، خاتمة الرسالة فى آية ختم النبوة. مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل،

[2]..... عن ابن عمر يقول قال رسول اللهﷺ ايماامرئٍ قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه (مسلم شريف ص۵۷ ج ۱ ، مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب الايمان باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم ياكافر، بخارى شريف ص ۲/۸۹۳، باب ماينهى عن السباب، مطبوعه اشرفى ديوبند،

ترجمہ:-ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے ارشاد فرمایا جوشخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک اس کا مستحق ہوجاتا ہے اگر وہ شخص جس کو اس نے پکارا کافر ہے تو (خیر اس کفر پر رہے گا) ورنہ وہ (کفر) اس شخص پر لوٹ جاتا ہے۔

اس کی وجہ سے پریشان ہوا کہ یہ تو غلط ہے اور اسلام کے خلاف ہے گھبرا کر بیدار ہو گیا قلب پر خوف طاری تھا چاہا کہ کلمہ صحیح طور پر پڑھ لے مگر زبان قابو میں نہیں تھی۔ بے اختیار پھر وہی زبان سے نکلا جس کو خواب میں دیکھا تھا پھر افسوس ہوا اور دل پر انتہائی ہیبت طاری ہوئی۔ غرض اس خواب میں دیکھی ہوئی بات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور پھر بے اختیار زبان سے غلط ہی بات نکلتی ہے جس سے وہ سخت پریشان ہوا اور یہ سب واقعہ اس نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو لکھا حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے اس کو جواب لکھا کہ تم جس کی طرف رجوع ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر علماء سے بھی استفتاء کیا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا اور دیگر اکابر نے اس کو بے اختیار اور مضطر قرار دے کر سخت فتویٰ سے اجتناب کیا ہے، یہ ہے اصل حقیقت جو کہ امداد الفتاویٰ[1] اور دوسری متعدد کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مدت دراز سے شائع شدہ ہے، مدت العمر میں کسی سے بھی ثابت نہیں کہ اس کلمہ کو جو آپ نے نقل کیا ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے کسی سے پڑھوایا ہو یا کوئی پڑھتا اور اس کو صحیح سمجھتا ہو جو لوگ اتنا زبردست بہتان باندھتے ہیں اور کفر کا فتویٰ دیتے ہیں تو ان کا کفر لوٹ کر خود ان پر ہی آتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۸۷ھ

---

[1]..... امدادالفتاویٰ ص ۳۹۵ ج ۴، تحقیق حکم بعض مغلوبین، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[2]..... عن ابی ذرؓ انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولایرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک (بخاری شریف ص ۸۹۳ ج ۲، مطبوعه اشرفی دیوبند، کتاب الادب باب ماینهٰی عن السباب واللعن، رقم الحدیث ۵۸۱۰،

کیا حضرت تھانویؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا

سوال:-حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا، یعنی آپکے ایک مرید خاص نے خط لکھا کہ میں سویا ہوا ہوں خواب میں کلمہ پڑھ رہا ہوں، جسمیں بجائے محمد رسول اللہ کے حضور کا نام یعنی اشرفعلی رسول اللہ، ادا کر رہا ہوں بعدہٗ پھر مرید خاص نے تحریر فرمایا کہ اب بیدار ہوں اور کلمہ کی صحت کی کوشش کر رہا ہوں مگر پھر حضور کا نام آتا ہے اور پھر دورد شریف کی طرف رخ کیا تو اللھم صلی علیٰ سیدنا مولانا اشرف علی ہی پڑھ رہا ہوں۔

یہ رسالہ ''الامداد'' کے مضمون کا نچوڑ ہے جو کہ تھانہ بھون سے جاری ہوتا تھا، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ رمیں چھپا، حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ جس کے تم پیرو ہو وہ متبع سنت ہے۔

نوٹ:-میرا خیال فاسد ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے اس پردہ میں دعویٰ نبوت کر دیا، ورنہ کفر کا حکم لگا کر توبہ کرنے کو فرماتے، بریلویوں کی تقریر سننے کے بعد یہ ساری کتابیں تلاش کرنی پڑیں اور آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ امید کہ ہماری بے چینی کو دور فرما کر مشکور فرمائیں گے، جوابات مدلل ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت مولانا تھانویؒ نے تو یہ فرمایا اور آپ نے خود بھی نقل کیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم جس کے پیرو ہو وہ متبع سنت ہے آپ اس جواب پر غور کر لیں کہ جو شخص متبع سنت ہو کیا وہ دعویٰ نبوت کر سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ بغض وعناد انسان کی باطنی آنکھیں بند کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے دماغ خراب ہو کر سیدھے اور صاف کلام کا مطلب بھی الٹا سمجھتا ہے، مولانا اشرفعلی تھانویؒ تو متبع

سنت ہونے کا دعویٰ اور ذکر کریں اور بریلوی فضلاء اس کا مطلب یہ لیں کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے، یاللعجب، صدق الله تعالیٰ، لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (الآیہ)[1]

اپنے نام کے ساتھ آپ نے قاسمی لکھا ہے ہمارے عرف میں ''قاسمی'' وہ لکھتا ہے جس نے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کی تکمیل کی ہو، اگر آپنے بھی تکمیل کی ہے تو تعجب ہے کہ یہاں رہ کر بھی اپنے اکابر دارالعلوم اوران کے مسلک کونہیں پہچانا، بہتر یہ ہے کہ آپ کچھ وقت فارغ کر کے تشریف لائیں اور جن مسائل میں الجھن ہے ان کو بالتفصیل سمجھ لیں، اگر قاسمی کا کچھ اور مطلب ہے تو واضح کیجئے اور اپنی علمی استعداد بتا دیجئے تا کہ اس کے مطابق مکاتبت کی جائے، مثلاً اگر آپ درس نظامی کے فارغ نہیں اور علمی استعداد کمزور ہے جیسا کہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر آیات واحادیث کا بغیر ترجمہ کے لکھنا یا علمی اصطلاحات کا لکھنا آپکے حق میں مفید نہ ہوگا، آئندہ خط بھیجیں تو اس خط کو ہمراہ بھیجیں، تا کہ پوری بات سامنے رہے اور جواب تفصیل سے دیا جائے، فتویٰ پر مفتی حضرات کے دستخط ہوتے ہیں، سب علماء کے دستخط نہیں ہوتے، ہاں اگر کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اگر طبع کرنا ہو تو دوسرے حضرات کے بھی دستخط کرا دیئے جاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- ہمارے یہاں حیدرآباد میں مولانا پالن پوری کے بیانات کے بعد ایک مختصر

---

[1]..... سورۂ حج آیت ۴۶،

ترجمہ:- بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۷۶ ج ۲)

رسالہ ''پالن حقانی کی حقیقت اور تبلیغی جماعت کی حقیقت'' ۱۵ر صفحات پر مشتمل شائع ہوا جس میں بہت اعتراضات ہیں (دیوبند تبلیغ وہابیت وغیرہ پر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۷،۸ر کی عبارت ہے کہ آپ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا گر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبی مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید عمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔ گویا حضور اقدس ﷺ کا مقابلہ نعوذ باللہ جانوروں سے کیا جارہا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(ب) مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی کا نکاح خواب میں مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند سے ہوا جس طرح زن وشوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اس طرح ان دو صاحبوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۰۹)

(د) مولانا خلیل احمدؒ صاحب اپنی کتاب براہین قاطعہ ص ۵۱ میں بحث کرتے ہیں کہ شیطان ملعون کو حضور اکرم ﷺ سے زیادہ علم ہے اور جو یہ عقیدہ شیطان کیلئے رکھے وہ مسلمان اور جو حضور ﷺ کیلئے اللہ کی طرف سے دیا ہوا بھی مانے تو وہ مشرک اور جہنمی ہے۔

(ج) ایک مرید نے خواب میں کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پریشان ہو کر پیر کے پاس آیا تو حضرت اس پر خفا نہ ہوئے اور نہ اس سے تجدید ایمان کرایا نہ تجدید بیعت کرائی اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے (رسالہ امداد، تھانہ بھون ص ۲۵)

(۲) اس اشکال کا پیچھے اشکالوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر مرشد دور ہو اور خط وکتابت بھی نہ ہو تو کیا کسی دوسرے بزرگ سے رجوع کر سکتے ہیں اگر مرشد زندہ ہو تو کسی دوسرے بزرگ

سے بیعت کر سکتے ہیں اوراس کے ذکروعقیدہ پرعمل کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً ومسلماً!

محترمی زیداحترامہٗ .....وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا پڑھ کرآپ کی پریشانی کا حال معلوم ہوا ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ یہی ہے کہ وہ اہل حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اوراس سلسلہ میں جس جس قسم کے اعتراضات اسکے امکان میں ہوتے ہیں شائع کرتا ہے تقریباً ایک صدی بیت گئی ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں۔صدہا اخبارات میں جوابات دئے گئے ہزاروں اشتہارات شائع کئے گئے۔لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تجدید کرتا رہتا ہے دین حق کی خدمت جس طرح دارالعلوم دیوبند نے کی ہے وہ روز روشن کی طرح واضح ہے قرآن کریم کی تفسیر وتراجم ،حدیث پاک کی شروح، حواشی فقہ پرمسائل فتاویٰ، تزکیۂ باطن ،اصلاح قلب، وعظ وتذکیرغرض دین اسلام کے ہرشعبہ میں اس کی خدمات نہایت ہی نمایاں ہیں جن کا انکار آفتاب پرخاک ڈالنایا آسمان پرتھوکنا ہے آج براعظم کا کونسا خطہ ہے جہاں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اورفاضل موجودنہیں ہیں جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہوکرحق اورعلم کی روشنی پھیل رہی ہے بدعت کے بادل چھٹ کرسنت کا سورج طلوع ہورہا ہے مشرکانہ رسوم ختم ہوکرایمانی اعمال جاری ہورہے ہیں قبرپرستی سے طبائع متنفر ہوکرمساجدآباد کرنے کی طرف متوجہ ہورہی ہیں دارالعلوم کا یہ فیض بحمداللہ بڑھتا جارہا ہے۔جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہوکرقال اللہ اورقال الرسول ﷺ کی صدائیں گونج رہی ہیں حلال وحرام کی تمیز قائم ہورہی ہے۔قدیم مدارس سے فارغ ہوکرفضلاءقوم کی ہدایت میں مشغول ہیں اہل باطل ان سب دینی احساسات کی بیداری کودیکھ کرپریشان ہیں۔بوکھلاہٹ میں جوجونہ کرنا تھا وہ کررہے ہیں لیکن بحمداللہ ان کے جھوٹ کا پردہ خودقوم چاک کررہی ہے۔سادہ لوح پڑھے لکھے صحیح دینی

جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آجاتے ہیں اوراکابراہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں لیکن جب حقیقت حال پران کواطلاع ہوتی ہے تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کرلیتے ہیں آپ وہ رسالہ یہاں بھیج دیتے تو بہتر تھا جس سے آپ کوشبہات پیدا ہوئے تاہم آپ کے تحریر کردہ اعتراضات کا جواب نمبروار تحریر کیا جاتا ہے حق تعالیٰ تشفی دیں!

(الف) اصل سوال یہ تھا کہ زید علم غیب کی دوقسمیں مانتا ہے ایک بالذات، اس سے تو عالم الغیب خدا کے سوا کوئی متصف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم بواسطہ، عالم الغیب سے مراد اصطلاحات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اوراس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الااللہ[1] لو کنت اعلم الغیب[2] وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلاقرینہ مخلوق پر غیب کا اطلاق توہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہوگا[3] قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت[4] اور حدیث مسلم میں[5] عبدی وأمتی وربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اسلئے حضور سرورعالم ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا[6] پھر آگے چل کر دو

---

[1]..... سورۂ نمل آیت: ۶۵، **ترجمہ**:-جتنی مخلوقات آسمانوں اورزمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، (از بیان القرآن)

[2]..... سورۂ اعراف آیت: ۱۸۸، **ترجمہ**:-اوراگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا۔(از بیان القرآن)

[3]..... ذکر الحنفیة تصریحابالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه الصلاة والسلام یعلم الغیب الخ، شرح فقه اکبر ص ۱۸۵،الانبیاء لایعلمون الغیب مطبوعه مجتبائی دهلی،

[4]..... یاایهاالذین آمنوالاتقولوا راعنا وقولوا انظرناواسمعواوللکافرین عذاب الیم. سورة البقرة آیت: ۱۰۴،

[5]..... لایقل احدکم ربی ولیقل سیدی ومولای ولایقل احدکم عبدی وامتی ولیقل فتای فتاتی غلامی الحدیث (مسلم شریف ص ۲۳۸ ج ۲، باب حکم اطلاق لفظة العبد والامة الخ. مطبوعه رشیدیه دهلی)

[6]..... حاشیه ۳ ملاحظه هو.

قسمیں بیان فرمائی ہیں کہ زید حضورﷺ کو عالم الغیب کس بناء پر کہتا ہے آیا آپکو ہر غیب کا عالم مانتا ہے کہ کوئی چیز آپ کے علم سے خارج نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور آپکا علم برابر ہے اسکی کیا دلیل ہے۔اس کے خلاف بے شمار نصوص[۱] (آیات) احادیث[۲] موجود ہیں اگر ہر غیب کا عالم نہیں مانتا بلکہ بعض غیب کا عالم مانتا ہے کہ کسی چیز کا علم تھا کسی کا نہیں تھا تو ایسی حالت میں یہ لفظ عالم الغیب حضورﷺ کیلئے ہی کیوں خاص قرار دیا جاتا ہے جب کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے کو نہیں ہوتا اس کے اعتبار سے وہ غیب ہے کیا زید سب کو عالم الغیب کہے گا پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبوی شمار کیوں کیا جاتا ہے۔کیونکہ بعض غیب کے لئے تو مرد ہونا بھی شرط نہیں بلکہ انسان ہونا بھی شرط نہیں لہذا زید کے قول پر دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آتی ہے! ایک صورت میں خرابی یہ ہے کہ حضور اکرمﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیدیا جو کہ شرک ہے۔دوسری صورت میں آپؐ میں ایسی صفت کو کمال قرار دیا جس کیلئے مومن وانسان ہونا بھی ضروری نہیں ہے ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے زید کے قول کو غلط قرار دیا ہے کہ جو کچھ خرابی لازم آتی ہے وہ زید کے قول پر لازم آئی تھی ،مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو وہ قول نہیں جو زید کا قول ہے پھر زید کے قول پر جو خرابی لازم آئی ہے اس کو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر کے تردید کی ہے اس کو مولانا تھانویؒ کا قول اور اعتقاد قرار دینا صریح ظلم ہے بہتان ہے[۳]۔مولانا تھانویؒ نے اس حفظ الایمان کی ایک شرح بھی لکھی ہے جس کا نام ہے بسط البنان[۴] اس میں دریافت کیا گیا تھا۔

---

[۱]..... وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو الاية سورة الانعام آيت: ۵۹،

[۲]..... من حدثک انه يعلم مافی غدفقد كذب ثم قرأت وماتدری نفس ماذاتكسب غداً (بخاری شريف ص ۷۲۰ ج ۲، حديث نمبر ۴۶۶۷، مطبوعه اشرفی ديوبند.

[۳]..... اصل البهت ان يقال له الباطل فی وجهه وهما حرامان نووی علی مسلم ص ۳۲۲ ج ۲، باب تحريم الغيبة، مطبوعه رشيديه دهلی.

[۴]..... بسط البنان ص ۱۰

مولانا احمد رضا بریلوی یہ بیان فرماتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپنے حفظ الایمان میں اسکی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چار پائے کو حاصل ہے اسلئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریقہ لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے اور نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے آپ اسے مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر اس کا جواب حضرت تھانویؒ نے نمبروار دیا ہے۔

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔ چنانچہ آخر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں اسلئے کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور اکرم سرور عالم فخر بنی آدم محمد رسول اللہ ﷺ کی اور تفصیل سے دلائل اور نقل عبارات کے ساتھ زید کے اعتقاد کی تردید کی ہے اسی حفظ الایمان[۱] میں موجود ہے کہ نبوت کیلئے جو علوم لازم اور

---

[۱]..... حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۱۲،

ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، بسط البنان[1] میں ہے انصاف شرط ہے جو شخص آپ ﷺ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمر وصبی ومجنون وحیوانات کے علم کو مماثل آپکے علم کے بتلائے گا؟ کیا زید وعمر وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں؟ یہ علوم تو آپکے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں، البتہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی کتاب خالص الاعتقاد ص ۱ر میں حضور ﷺ کے علم کا مقابلہ شیطان کے علم سے کیا گیا ہے؟ شیطان کا علم رسول اللہ ﷺ سے وسیع تر نہیں حفظ الایمان بار بار چھپی اور چھپتی رہے گی چند صفحات کی کتاب ہے مکتبہ نعمانیہ دیوبند سہارنپور یوپی میں بسط البنان چھپی ہے اس کو منگا کر ملاحظہ کریں۔

(ب) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا اور خود ہی تعبیر بھی فرمائی کہ حضرت نانوتویؒ کی اولاد کی پرورش کرتا ہوں یعنی حضرت نانوتویؒ کے متوسلین حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع ہو گئے تھے ان کی تربیت اور سلوک حضرت گنگوہیؒ ہی نے فرمائی جو لوگ فن تعبیر رؤیا سے ناواقف ہیں ان لوگوں کا خیال خواب کے ظاہر پر جاتا ہے اور اصل حقیقت سے وہ لوگ بے بہرہ، ہیں اگر خواب کا وہی مطلب ہو جو ظاہر ہے تو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی امامت کی ہے۔ جیسا کہ خاں صاحب کے ملفوظ حصہ[2] دوم ص ۲۲ر میں ہے۔

(د) اس عبارت کی ایک سطر بلکہ ایک جملہ بھی براہین قاطعہ میں موجود نہیں نہ یہ مفہوم موجود ہے یہ سراسر بہتان ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1]..... بسط البنان ص ۱۲،

[2]..... الملفوظ لاحمد رضا خاں ص ۱۲۶ ج ۲، مطبوعہ نورانی کانپور.

لکھا ہے خانصاحب نے مجھ پر یہ بہتان لگایا ہے اسکا حساب روز جزاء میں[1] ہوگا۔

(ج) اصل تو یہ غلط ہے کہ خواب دیکھنے والا حضرت مولانا حکیم الامت اشرفعلی تھانویؒ کا مرید تھا بلکہ وہ تو خواب دیکھنے اور سارا قصہ پیش آنیکے بعد مرید ہوا۔ مولانا تھانویؒ نے نہ اس خواب کی تائید کی نہ خود رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ غیر اختیاری طور پر اسکی زبان سے خواب میں جو کچھ نکلا جسکی وجہ سے بیداری میں وہ پریشان ہوکر جان سے تنگ آ گیا اور ایک ایک سانس لینا اسکو دشوار ہوگیا تھا۔ اسکو بچانے اور تسلی دینے کیلئے یہ بتلایا تھا جسکی طرف تم رجوع کرتے ہو بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ایسی حالت میں اس پر خفگی کا کیا محل تھا اس کے متعلق تو اندیشہ تھا کہ وہ ہلاک ہوجائے اس کے بعد وہ مرید ہوا اور اس کی اعتقادی اور عملی اصلاح ہوئی[2]

(۲) جس کا شیخ مرشد دور ہو اس کی خدمت میں حاضر ہونے اور صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ہو وہ خط کے ذریعہ اپنے حالات لکھ کر ہدایات حاصل کرتا رہے نیز اس مرشد کے کوئی تربیت یافتہ مجاز یا مرید قریب ہو تو اپنے مرشد سے اجازت لے کر انکی خدمت میں حاضر ہوجایا کرے مرشد جب کہ اہل حق میں سے ہو خود بھی متبع سنت ہو اور اتباع سنت کی تاکید بھی کرتا ہو اس سے بیعت کا تعلق منقطع نہ کرے بلکہ اگر وہ اجازت دے تو اس سے استفادہ کرنا اور اس کے بتائے ہوئے وظائف پر عمل کرنا بھی درست ومفید ہوگا۔ ہاں اگر مرشد متبع سنت نہ ہو بدعات میں مبتلا ہو یا معاصی کا عادی ہو یا جاہ کا طالب ہو اور مال کا محبّ ہو وہ خود ہی اس قابل نہیں کہ اسے مرشد بنایا جائے اور ہدایت حاصل کی جائے بلکہ وہ خود محتاج ہے کہ کسی مرشد برحق سے اپنی اصلاح کرائے[3]۔ فقط والسلام

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... السحاب المدرار ص ۴۹

[2]..... تحفة الجنة لاهل السنة ص ۳۶

[3]..... امامن الشخصين فان كان بظهور خلل فى من بايعه فلابأس و كذلك بعدموته اوغيبته المنقطعة و امابلاعذرفانه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة ويصرف قلوب الشيوخ عن تعهده. (القول الجميل مع شفاء العليل ص ۱۸، مطبوعه راشدكمپنى ديوبند)

کیا علماء دیوبند کے نزدیک نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا موجب شرک ہے؟

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راقم الحروف (عبدالغفور مکینک) سے قادر صاحب نے کہا کہ ایک دیوبندی کی کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ اگر نماز میں سرکار دوعالم ﷺ کا خیال آئے تو نماز نہ ہوگی اور اگر گدھے کا خیال آجائے تو نماز ہوجائیگی، اسکے جواب میں راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ بات تو عالم کے سمجھانے کی ہے مگر اصرار کرنے پر میں نے عرض کیا کہ چونکہ سرکار دوعالم ﷺ کا خیال شریف کوئی وسوسہ نہیں بلکہ ایک عالی مقام ہے ممکن ہے شرک ہوجائے اور وسوسہ معاف ہے جس سے نماز ہوجائے گی۔ اسکے کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر محمد یوسف نے مجھ سے فرمایا کہ سرکار دوعالم ﷺ کو علم غیب تھا میں نے عرض کیا کہ قرآن سے ثابت نہیں۔ دیکھئے پارہ سات رکوع تیرہ اور پارہ سولہ رکوع تین میں۔ اس پر ڈاکٹر یوسف صاحب نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید دیوبندی قرآن مجید ہوگا۔ تب میں نے عرض کیا کہ توبہ کیجئے قرآن نہ بدلا ہے اور نہ بدلے گا اور اس کے بعد ڈاکٹر یوسف نے نماز میں تصور سرکار دوعالم ﷺ والی بات دریافت کی تو میں نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ حضرت علامہ مجدد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے ایسا مجھے معلوم ہوا ہے مگر میں نے پڑھا نہیں، چند لوگوں کی ضد پر میں نے کہا کہ علامہ شہید دہلویؒ کی اس بات پر مجھے ایمان ہے۔

مفتیان دین سے گذارش ہے کہ کتاب وسنت سے واضح فرماویں کہ۔

(۱) حالت نماز میں محمد رسول اللہ ﷺ کا خیال یا تصور کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

اورنماز میں سرکاردوعالم ﷺ کا خیال یا تصورنہ کرنے والے کوکافرومشرک اوروہابی کہنا شریعت محمدیہؐ کی روسے کیساہے؟

(۲) قرآن مجیدکودیوبندی قرآن کہناقرآن وسنت کی روسے کیساہے؟

(۳) بریلی شریف کے ایک مولوی صاحب کے فتویٰ پرراقم الحروف کامسلمانوں سے سوشل بائیکاٹ کرنا، تجدیدایمان اورتجدیدنکاح کاحکم لگانا اورراقم الحروف سے سلام وکلام کرنے والے مسلمان کوکافراوروہابی کہہ کرنکاح سے خارج کرنا، انھیں ذلیل کرنا اورمولوی صاحب بریلوی کے تحریرکردہ احکام پربالجبرتمام مسلمانوں سے عمل کرانااورعمل نہ کرنے پریا مولوی صاحب بریلوی کے احکام کونہ ماننے پرکافر، وہابی اورخارج ازاسلام کاحکم صادرکرنا شریعت محمدیہؐ کی روسے کیساہے؟

برائے کرم جواب سے جلدمطلع فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپکواجرعظیم عطافرمائے، ۲۲؍جون ۱۹۷۰ء

الجواب حامداًومصلیاً!

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذرچکاہے منظّم سوچی سمجھی اسکیم کے تحت علماء دیوبندکوبدنام کرنے اوران سے عوام کومتنفرکرنے کے لئے ان کی طرف بے بنیادغلط باتیں منسوب کی جاری ہی ہیں اوران کی عبارتوں کوتوڑمروڑکران کے غلط اورمکروہ معنیٰ عوام کوبتلائے جارہے ہیں جن کی صفائی بارہا کی جاچکی ہے، بریلی کے اعلیٰ حضرت احمدرضاخاں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاکروہاں کے علماء کوبتلایاکہ علماء دیوبند نے اپنی کتابوں میں ایساایسالکھاہے (جس کوعلماء دیوبندنہ زبان پرلاسکتے ہیں نہ قلم سے لکھ سکتے ہیں نہ ان کے قلب ودماغ میں وہ موجودہے نہ انکاعقیدہ ہے نہ انکی مراد ہے) لہٰذایہ حضرات اسلام سے خارج اورکافرہیں، اس پرعلماء حرمین شریفین نے کہاکہ یہ علماء دیوبندکی کتابیں جس زبان میں ہیں (یعنی اردویا فارسی میں) ہم اس زبان کونہیں جانتے اورنہیں سمجھتے ہم کوکیاخبرہے کہ ان کتابوں میں کیالکھا

ہے۔اعلیٰ حضرت بریلوی نے کہا کہ میں انکا ترجمہ آپکو عربی میں بتلاتا ہوں، پھر جو چاہا ترجمہ عربی میں بتلایا، اور وہاں کے علماء سے اس پر دستخط کرائے، اس کتاب کا نام ''حسام الحرمین'' رکھا۔ پھر مدینہ منورہ سے ان مسائل وعبارات کے متعلق عربی میں سوالات ہندوستان آئے جنکے جوابات یہاں سے عربی میں بھیجے گئے اور بہت سے علماء نے اس پر دستخط کردیئے ان کو بہت صدمہ ہوا کہ افسوس ہم کو دھوکہ دیا گیا انہوں نے رجوع کیا اور اعلان کیا کہ یہ علماء دیوبند کافر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے سچے مسلمان اور قرآن وحدیث کے سچے متبع اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہیں، اس سوال وجواب کے مجموعہ کا نام ''**التصدیقات لدفع التلبیسات**'' ہے، پھر اسکو خالص اردو میں شائع کردیا گیا، اسکا نام ''عقائد علماء دیوبند'' ہے اسکو منگوا کر ملاحظہ کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ جب مصنف خود براءت کررہے ہیں کہ ہماری یہ مراد نہیں اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں تو پھر اس پر زبردستی کفر کا فتویٰ لگانا کون سی دیانت ہے۔ ''حسام الحرمین'' میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے متعلق ''الشہاب الثاقب'' کا مطالعہ کیا جائے اسمیں تفصیل مذکور ہے،

(۱) نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حدیث شریف[۱] میں حکم آیا ہے، یعنی جو کچھ پڑھا جائے اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ جب نماز میں حضرت رسول مقبول ﷺ کا نام مبارک آئے گا مثلاً **محمد رسول الله والذین معه الآیة**[۲] ''**وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن**

---

[۱]..... (یعقل مایجری علی لسانه من ذکروقران) ذکرفی شرح المصابیح ان النبی علیه الصلوة والسلام صلی صلاة وقرأفیها فلما سلم. قال لمن خلفه من الصحابة هل تدرون ما قرأت فلم یقدر احدعلی الجواب غیرابی بن کعب فانه قال قرأت سورة کذایارسول الله صلی الله علیه وسلم فاستحسنه النبی صلی الله علیه وسلم غایة التحسین ووعدله وهدد لباقیه علی ذلک (شرح شرعة الاسلام ص ۱۲۱)

[۲]..... سورہ فتح آیت ۲۹،

رسول اللہ و خاتم[1] النبیین ''وغیرہ پڑھے گا تو حضور پرنور ﷺ کا ضرور تصور آئے گا اسی طرح جب التحیات میں پڑھے گا۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جب دورد شریف میں پڑھے گا اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد''تب بھی تصور آئے گا اس سے تو نماز کا درجہ بہت بلند ہو جائے گا نہ اس سے نماز فاسد ہوگی نہ اس سے آدمی کافر و مشرک ہوگا یہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے جو شخص اس کے خلاف علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بہتان لگاتا ہے، اس کو میدان حشر میں خدائے قہار کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

(۲) قرآن کریم تو اللہ پاک نے نبی آخرالزماں سرورعالم ﷺ پر نازل فرمایا ہے دیوبندیوں کا تصنیف کردہ نہیں ہے یہ کہنا کہ قرآن کریم دیوبندی ہے، نہایت خطرناک ہے، مسلمان کے کلام میں جہاں تک ہو سکے تاویل کر کے کفر سے بچانے کا حکم ہے[2] ورنہ اس مقولہ کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ دیوبندی قرآن سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ دیوبندی علماء نے جو ترجمہ کیا ہے وہ قرآن مراد ہوگا۔ حالانکہ علم غیب کے متعلق تو خود قرآن کریم میں اعلان کا حکم ہے کہ آپ فرمادیں ''قل لااقول لکم عندی خزائن اللہ ولااعلم الغیب[3]''میں غیب نہیں جانتا یہ ارشاد خداوندی ہے، دیوبندیوں کی تصنیف نہیں ہے۔

(۳) ان حضرات بریلوی، رضاخانی صاحبان کا شب و روز کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ ان کی

---

[1]..... سورہ احزاب آیت: ۴۰.

ترجمہ: -محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں (از بیان القران)

[2]..... والذی تحرر انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل اوکان فی کفرہ اختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ الخ (البحرالرائق ص ۱۲۵ ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ.

[3]..... سورہ انعام آیت: ۵۰،

ترجمہ :-آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (از بیان القرآن)

کتابیں ان کی تقریریں، ان کے فتوے، کفر سے بھرے پڑے ہیں ''تکفیری[1] افسانے'' دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح کفر تقسیم کیا ہے، جو چیز جسکے پاس ہوتی ہے، وہی تقسیم کیا کرتا ہے، ان کا اس طرح کفر کا فتویٰ دینا اتنا خطرناک ہے کہ آخری منزل جہنم ہے، اسلئے کہ بلا دلیل شرعی کفر کا فتویٰ دینے سے وہ کفر اسی فتویٰ دینے والے پر لوٹ کر آتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں تصریح فرمائی گئی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بریلوی فتنہ کا علاج

سوال:- بریلویوں کی طرف سے اشتہار شائع ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے عوام میں سخت بے چینی اور پریشانی ہوجاتی ہے۔ براہِ کرم عوام کی اصلاح کیلئے جو مناسب صورتِ حال ہو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ بدعات وخرافات کا دروازہ بند ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس فرقہ رضاخانیہ کی تردید میں ''عقائد علماء دیوبند'' چھوٹا سا رسالہ ہے جو کہ اصل عربی میں تھا اس کو اردو میں شائع کیا گیا ہے جس پر ہندوستان اور عرب کے علماء کے دستخط ہیں اس کو آپ چھپوا کر شائع کردیں۔ اصل کتاب کا نام ''التصدیقات[3] لدفع التلبیسات'' (المہنّد)

---

[1]..... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تکفیری افسانے۔ مطبوعہ نوارنی فیض آباد مرتبہ مولانا نور محمد صاحب

[2]..... عن ابن عمر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرئٍ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ (مسلم شریف ص۵۷ ج ۱، کتاب الایمان. باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر. مطبوعہ رشیدیہ دھلی، بخاری شریف ص: ۲/۸۹۳، باب ما ینھی عن السباب، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

[3]..... المھند علی المفند مطبوعہ امدادیہ تھانہ بھون.

ہے۔اس میں اصل عبارت عربی میں ہے اور ساتھ ہی ترجمہ بھی ہے نیز ''الشہاب[1] الثاقب'' میں پوری تفصیل مذکور ہے۔عوام کو سدھارنے کیلئے ضرورت ہے کہ ہر مسجد میں دینی کتاب سنانے کا انتظام کیا جائے، انکے بچوں کو علم دین پڑھایا جائے، تبلیغی جماعت میں منسلک کرادیا جائے، صاحب سنت متبع سنت بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کرادیا جائے، اہل قلب علماء حق کے وعظ کرائے جائیں۔ واللہ الھادی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۸۹ھ

صلی اللہ علیک یارسول اللہ

سوال:۔بعض علماء صلوٰۃ یعنی (صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یاحبیب اللہ) کو پڑھنا ناجائز وبدعت کہتے ہیں بجائے اس کے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو ثواب اور زیادہ فضیلت سمجھتے ہیں اسلئے یہ بتائیں کہ صلوٰۃ مذکورہ اور درود پڑھنا کیسا ہے؟ اگر صلوٰۃ کا کسی کتاب میں ذکر ہے تو مہربانی کرکے اس کتاب کا حوالہ دیا جائے۔تاکہ ہم بھی اس گمراہی سے دور رہیں۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

درود ابرہیمی کا پڑھنا ہر جگہ سے درست اور موجب ثواب ہے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو مدینہ پاک حاضر ہوکر روضۂ اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے[2]،

---

[1]..... الشهاب الثاقب. مطبوعه رحيميه ديوبند. مصنفه شيخ الاسلام مولانا سيد حسين احمد مدنیؒ.

[2]..... ثم ياتى قبر النبى ﷺ الى قوله ويقول السلام عليك يارسول الله السلام عليك يا نبى الله الخ احياء العلوم ص ۲۶۶ ج ۱ كتاب الحج. الجملة العاشرة فى زيارة المدينة وآدابها. مطبوعه مصطفى البابى الحلبى مصر. طحطاوى على مراقى الفلاح ص: ۶۱۴، فصل فى زيارة النبى ﷺ، مطبوعه مصرى.

دور سے اسطرح پڑھنے سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کو حاضر وناظر سمجھ کر اسطرح پڑھا جارہا ہے، دل کا حال کسی کو معلوم نہیں اسلئے اس سے احتیاط چاہیے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۹۰ھ

بشریت نبی ﷺ

سوال:-حسب ذیل آیتوں کا شانِ نزول کیا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ الخ

الجواب حامداً ومصلیاً!

منکرین کہتے تھے کہ جو شخص بشر ہو وہ رسول کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ بشر تو حوائج ضروریہ میں مبتلا رہتا ہے۔ رسول کو ان سے پاک ہونا چاہیے، اس کی تردید کیلئے یہ آیت نازل ہوئی قل انما انابشر مثلکم یوحیٰ الی[2] کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں بشر ہوں میرے ساتھ بھی حوائج ہیں کسی اور نوع کا فرد نہیں ہوں (نہ جن ہوں نہ فرشتہ[3]) بات اتنی ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... وما کان سببا لمحظور فهو محظور، شامی زکریا ص: ۹/۵۰۴، قبیل فصل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحة،

[2]..... سوره کهف آیت ۱۱۰،

[3] لست بملک ولا جنی لا یمکنکم التلقی منه ولا ادعو کم الی ما یابیٰ عنه العقول بل ادعو کم الی التوحید الذی یدل علیه العقل والنقل، تفسیر مظهری ص: ۸/۲۸۱، سورۂ حم سجده آیت ۶، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

تشہد میں بوقت سلام حضور ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنا، چندہ کر کے نیاز و فاتحہ کرانی

سوال :۔التحیات میں سلام کے وقت یہ خیال کرنا کہ رسول اللہ ﷺ حاضر اور ناظر ہیں اور سلام سن رہے ہیں۔

(۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی یا ولی کے نام سے چندہ کر کے نماز فاتحہ کرائی جائے، اور اللہ تعالیٰ کا نام شامل نہ کیا جائے، تو اس جنس کا کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

از دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد

مفتیان کرام نے تصریح فرمائی کہ التحیات مبارکہ بقصد انشاء پڑھے اخبار کے ارادے سے نہیں، درمختار ۳۴۲/ میں ہے،" **بالفاظ التشهد الانشاء لاالاخبار**"(ملخصاً) مراقی الفلاح مصری، ص ۲۲۱/ میں ہے۔

"**يقصد المصلى انشاء هذه الالفاظ مرادة لهٗ قاصدًا معناها الموضوعة لهٗ من عنده كانه يحى اللّٰه تعالىٰ سبحانه ويسلم علىٰ النبى صلّى اللّٰه عليه وسلم**"(ملخصاً)

اور حضرات عرفاء محدثین نے کتنے پیارے کلمات لکھے جن سے اہل ایمان کے ذوق عرفان میں نکھار پیدا ہوا اور مخالفین کے حلقوم پر نشتر چلے حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم[1] میں تحریر فرماتے ہیں "**واحضر فى قلبك النبى ﷺ وشخصه الكريم**" حضرت شیخ محدث دہلویؒ

---

[1] احیاء العلوم، ص ۱۵۱/ ج ۱/ مکتبہ مصر، فی اسرار الصلوٰۃ، بیان الدواء النافع فی حضور القلب،

مکتوبات[1] میں تحریر فرماتے ہیں ''وبعضے عرفاء ازارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت ﷺ باعتبار سریان حقیقت وی صلی اللہ علیہ وسلم درذرایر موجودات واحاطہ ذات بابرکات وی بسائر ممکنات درذات مصلی حاضر وشاہد است ودرود بصیغہ خطاب درحقیقت بملاحظہ آن حضور وشہود است صلی اللہ علیک یارسول اللہ عبارت مذکورہ مسئلہ حاضر وناظر پر مصرح ہے۔

(۲) بلاشبہ کھانا محبوب ومندوب بہت خوب ہے کہ ان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر بارگاہ اہل اللہ میں نذر عقیدت پیش کرنا اس کو تبرک بنادیتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں ''طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت مابین نمایند وبرآں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک می شود خوردن بیار خوب است''۔

الجواب

(ازدارالعلوم دیوبند)

التحیات میں لفظ السلام پر پہنچ کر صرف نقل واخبار پر کفایت نہ کرے بلکہ بقصد انشاء ان کلمات کو ادا کریں[2] جب کوئی شخص کسی اپنے محترم مکرم شیخ استاذ والد وغیرہ کو خط لکھتا ہے یا اپنے عزیز مرید شاگرد بیٹے وغیرہ کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغۂ خطاب استعمال کرتا ہے وہاں مقصود نقل واخبار نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات مکتوب الیہ کی صورت کو ذہن میں حاضر کر کے وہی محاورات استعمال کرتا ہے، جو اس کے سامنے کرتا اور جانتا ہے، کہ یہ خط وہاں پہنچے گا یہ عقیدہ نہیں ہوگا کہ مکتوب الیہ ہر جگہ ہر وقت حاضر اور ناظر ہے، حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اللہ عزوجل نے اپنی ذات وصفات سے متعلق شان نبوت کے لائق

---

[1] مکتوبات شیخ علیٰ اخبار الاخیار، ص ۳۲۲/(مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)تحصیل البرکات ببیان معنی التحیات.

[2] فیقصد المصلی انشاء ھذہ الالفاظ مرادقلہ قاصداً معناھا الموضوعۃ لہ. مراقی الفلاح ص ۴۴/ مصری) قبیل باب الامامۃ.

اتنا علم عطا فرمایا ہے کہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وملائکہ عظام کا مجموعی علم ایک قطرہ کے برابر ہے، ناپیدا کنار سمندر کے مقابلہ میں، اور خدائے قادر مطلق علیم وخبیر کے علم کے مقابلہ میں سب کے علوم کو وہ نسبت نہیں جو سمندر اور قطرہ میں ہوتی ہے، متناہی اور غیر متناہی کے درمیان کیا نسبت[1] جو شخص اللہ پاک اور حضور اکرم ﷺ کا علم برابر مانے ملا علی قاریؒ نے اس کی تکفیر کی ہے[2]، ہر جگہ پر حاضر وناظر ہونا کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں، مسئلہ عقیدہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے، پھر اگر کوئی خبر واحد یا کسی بزرگ کا مقولہ بظاہر دلیل قطعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو حسن ظن کے تحت اس کے ایسے معنی کئے جائیں گے، جو دلیل قطعی کے خلاف نہ ہوں، نہ یہ کہ اسکو اصل دلیل قرار دیکر دلیل قطعی کو ترک کر دیا جائے، ایسا کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں **عالم الغیب والشہادۃ** اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں علم الغیب پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی حضور اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ منع کیا ہے، جیسا کہ صمصام[3] میں تصریح ہے۔

---

[1] فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلیٰ حَرْفِ السَّفِیْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْنَقْرَتَیْنِ فِی الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِر یَامُوْسیٰ مَانَقَصَ عِلْمِی وَعِلْمُکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالیٰ اِلاَّ کَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُورِ فِی الْبَحْرِ، الحدیث، بخاری شریف ص ۲۳/۱، مکتبہ اشرفی دیوبند، رقم الحدیث: ۱۲۲/ باب العلم، باب مایستحب للعالم اذاسئل ای الناس اعلم فیکل العلم الیٰ اللّٰه.

ترجمہ:- اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی پھر اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں حضرت خضرؑ نے فرمایا اے موسیٰ نہیں کم کیا میرے علم اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے مگر جتنا کہ اس چڑیا کی چونچ میں سمندر میں سے۔

[2] موضوعات کبیر ص ۹۹، مکتبہ مجتبائی،

[3] اس قسم کے کروڑوں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے ہیں اور قرآن کریم خود غیر خدا کے لئے انہیں ثابت فرماتا ہے، (الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام ص ۱۲، مولفه اعلیحضرت بریلوی، مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے۔ الامن والعلی ص ۳،۲، مولفه اعلیحضرت بریلوی،

ملفوظات[1] میں بھی یہ بحث موجود ہے، خدائے پاک نے حکم فرمایا "قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیۃ[2] قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرسلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ الآیۃ[3] وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ الایۃ[4]

"قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ الایۃ[5]، عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الایۃ[6]، غیب کی باتوں کا جس قدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا عطا ہوگیا یہ بات نہیں ہے کہ غیب کی بات پر جب چاہیں مطلع ہوجائیں، " ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا مااعلمھم اللّٰہ تعالیٰ احیاناً. ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لایعلم من فی

---

[1] ملفوظات ص ۲۲/ ج ۱، مطبوعہ نورانی کانپور)

[2] سورۃ الانعام آیت ۵۰.

ترجمہ:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانہ ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔ (از بیان القرآن)

[3] سورہ احقاف آیت ۹،

ترجمہ:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا، اور نہ تمہارے ساتھ الخ۔ (از بیان القرآن)

[4] سورہ الانعام رقم الآیۃ، ص ۵۹،

ترجمہ:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام اشیاء کے انکو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے الخ۔ (زبیان القرآن)

[5] سورۃ النمل آیت ۶۵،

ترجمہ:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (از بیان القرآن)

[6] سورۃ الانعام آیت ۷۳/

ترجمہ:- اور جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا۔ (از بیان القرآن)

السمٰوات والارض الغیب الااللّٰہ ،کذافی المسامرۃ شرح فقہ اکبر ص[1] ۱۸۵،

"ومن اعتقد تسویۃ علم اللّٰہ ورسولہ یکفر اجماعا، ملاعلی قاری فی الموضوعات" ص۱۶۲[2] ملفوظ حصہ اول میں حضرات اکابر دیوبند کی طرف غلط باتیں حسب عادت منسوب کرنے کے بعد خاں صاحب نے جو کچھ اپنا مسلک لکھا ہے وہ یہ ہے برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم وحی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑ وے حصہ کو سمندر سے ہے، کہ نسبت متناہی کی متناہی سے ہے، اور وہ غیر متناہی ہے، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے، ملفوظ حصہ اول ص[3] ۳۱/

(۲) اس مقصد کیلئے چندہ مانگنا اور سوال کرنا غلط طریقہ ہے[4] حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے حسب توفیق غربا کو اللہ کیلئے دیکر ثواب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح اقدس کو پہنچا دینا درست ہے، قرآن کریم جس قدر پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے وہ بھی درست ہے نوافل پڑھ کر نیز دیگر حسنات کرکے بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ[5] وغیرہ میں ہے کھانے کی اشیا سامنے رکھ کر مخصوص آیات پڑھ کر مروجہ فاتحہ ثابت نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا

---

[1] شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵، مطبوعہ مجتبائی دھلی، باب الانبیاء لایعلمون الغیب،

[2] موضوعات کبیر لملاعلی قاری ص ۹۹/ مکتبہ مجتبائی دھلی، فصل ومنھا مخالفۃ الحدیث لصریح القرآن،

[3] ملفوظات ص ۳۵/ (مکتبہ نورانی کانپور)

[4] ولاتعاونوا علیٰ الاثم والعدوان .سورہ المائدہ آیت ،۲ .

ترجمہ:- گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[5] الاصل فی ھذاالباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوماً اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ الخ، ھدایۃ ص ۲۹۶/ ج ۱/ مطبوعہ یاسرندیم، کتاب الحج، اوّل باب الحج عن الغیر، شامی ص ۱۵۱/ ج۳/ مطبوعہ زکریا دیوبند، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت الخ،

اعتقادی مفسدہ ہے[1]، غیر اللہ کے نام پر دینا ہرگز درست نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز[2] میں اس کی پرزور تردید فرمائی ہے، اور اکلیل[3] میں بہت عبارت اس مسئلہ کیلئے جمع کی ہیں، اور اسکو بالکل ناجائز تحریر فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/۹۷ھ

حضور ﷺ کو حاضر وناظر جاننا

سوال: -حضور اکرم ﷺ حاضر وناظر ہیں یا نہیں کہنے والا کہتا ہے کہ تشہد میں بھی حاضر کا صیغہ ہے۔ یہ مجہول ہے کیا حضور دوران نماز حاضر ہیں اگر نہیں تو غائب کا صیغہ کیوں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ شب معراج کی یادگار کے طور پر ہے اس میں یاء حرف نداء محذوف بھی ہے یاایھا النبی تھا یہ اللہ کا کلام ہے جسے ہم لوگ صرف دہراتے ہیں اس کے جواب میں حضور ﷺ نے السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین کہا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کے علم میں معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ اس کے بعد والے پڑھیں گے اور اتنا ماننے میں کیا حرج ہے کہ حضور ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے میں بڑا فرق ہے مگر میری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ آپ کو حاضر وناظر کیسے مانا جائے میرا خیال ہے کہ روح کو حسی اشارہ سے متعین نہیں کیا جاسکتا حقائق محمدیہ وہ روح اعظم ہے جس کا تعلق اور کنکشن ساری ارواح سے ہے لہٰذا ہو

---

[1] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاهَذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ، مشکوٰۃ شریف ص۲۷/ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] تفسیر فتح العزیز اردو ص: ۳۳۰/ ج: ۱/ سورۃ البقرہ تحت آیۃ وماھل بہ لغیر اللّٰہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

[3] الاکلیل علی مدارک التنزیل ص ۲/۸۶، تحت آیت: ۱۷۳، سورۂ بقرہ، مطبوعہ اکلیل رسٹرا،

سکتا ہے کہ اس بناء پر حضور ﷺ حاضر وناظر ہوں۔ مگر بقول حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ صاحب نماز میں آپ ﷺ کا تصور کرنا یا خیال آجانا گدھے کے خیال آنے سے بدتر ہے کیوں کہ گدھے کی تحقیر دل میں ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر دل میں ہوتی ہے لہٰذا وہ مشرک ہوجاتا ہے مگر پھر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تشہد میں حاضر کا صیغہ ذہن کو آپؐ کی طرف مائل کردیتا ہے اور حاضر ہونے کا ہر کوئی دعویٰ کرسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن کریم میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو بحیثیت نقل پڑھا جاتا ہے جیسے وانا اول المسلمین[1] اس کو کوئی شخص بھی یہ سمجھ کر نہیں پڑھتا کہ وہ سب سے پہلا مسلمان ہے لیکن قرآن پاک میں یہ لفظ جس طرح وارد ہوا ہے اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا اپنے والد سے مکالمہ[2] اور حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے مکالمہ[3] وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بطور نقل ہی پڑھی جاتی ہیں التحیات کے متعلق امام غزالیؒ نے تحریر کیا ہے[4]، کہ روح مبارک ﷺ کو اپنے قلب وذہن میں تصور کرکے بحیثیت خطاب پڑھا جائے، درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور کیا جائے کہ ملائکہ کے ذریعہ یہ خدمت اقدس میں پیش کیا جائے گا کسی کو ذہن میں تصور کرنا اور چیز ہے، مثلاً میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں اس وقت آپ کا تصور میرے ذہن میں ہے آپ ہی کو خطاب کررہا ہوں مگر آپ میرے پاس خارج میں موجود نہیں آپ حاضر وناظر نہیں۔

---

[1]..... سورۃ الانعام آیت ۱۶۳، **ترجمہ**:- اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں، (از بیان القرآن)

[2]..... ملاحظہ ہو سورۂ مریم آیت: ۴۱ تا ۴۷،

[3]..... سورہ طٰہٰ آیت: ۴۷ تا ۴۶.

[4]..... واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولیصدق أملک فی انہ یبلغہ ویرد علیک ماھو اوفیٰ منہ الخ احیاء العلوم ص ۱۵۱ ج ۱، مطبوعہ مصر، کتاب اسرار الصلوٰۃ. بیان الدواء النافع فی حضور القلب،

مسئلہ بہت صاف ہے مگر یارلوگوں نے اسے الجھادیا ہے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعبیر بھی غلط کی ہے صرف ہمت ایک اصطلاحی لفظ ہے اس کا ترجمہ خیال سے کر کے عوام کو حد درجہ متوحش کر دیا گیا ہے حالاں کہ صرف ہمت صرف خیال کا نام نہیں اور محض خیالات آنے سے مشرک نہیں ہوجاتا البتہ صرف ہمت سے مشرک ہوجاتا ہے۔ صرف ہمت کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں کسی تصور کو اس طرح قائم کر لینا اور جمالینا کہ وہ تمام قلب کا احاطہ کر لے کسی اور تصور کی گنجائش نہ رہے جیسے کسی آئینہ پر سیاہ کپڑا ڈال دیا جائے کہ اس کپڑے کے عکس نے تمام آئینہ کو گھیر لیا اب کسی اور کے عکس کی اس میں گنجائش نہیں رہی تو یہ صرف ہمت انتہائی محبت وعظمت کے ساتھ ہوگا اور کسی اور کی گنجائش نہیں رہے گی یہ آدمی جب نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین[1] پڑھے گا تو اس کا خطاب بھی اس کو ہوگا جس کی طرف یہ صرف ہمت ہے رکوع سجدہ بھی اسی کو، غرض تمام نماز اسی کیلئے ہوجائے گی۔ حالاں کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کیلئے ہے حاضر وناظر کیلئے تمام اشیاء کا علم لازم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ فرمادیں اور اعلان کردیں "قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب[2]" نیز ارشاد ہے۔ وعندہ مفتاح الغیب[3] اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی اور کلی حق تعالیٰ کا خاصہ ہے اور پرتو ہے اور بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایک ذرہ بھی علم ذاتی اللہ کے سوا کسی

---

[1]..... سورہ الفاتحہ آیت ۵، **ترجمہ**:- ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں، (از بیان القرآن)

[2]..... سورۃ الانعام آیت ۵۰، **ترجمہ**:- آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔ (از بیان القرآن)

[3]..... سورۃ الانعام آیت ۵۹، **ترجمہ**:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے۔ ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (از بیان القرآن)

کے لئے مانے وہ اسلام سے خارج ہے نیز لکھا ہے کہ علم محیط حق تعالیٰ کا خاصہ ہے نیز لکھا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا منع ہے[1]۔ تو پھر جو لوگ حاضر وناظر مانتے ہیں وہ کس بنیاد پر مانتے ہیں احادیث میں تو بے شمار واقعات ہیں جن سے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے[2]، اور اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ حقائق علمیہ کی بحث یہ عقول عامہ کے سمجھنے سے بالاتر ہے یہ تو عرفاء کا حق ہے ان کی ہی اصطلاح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۱۴۰۶ھ

فاضل بریلوی کا ایک ملفوظ

سوال:- مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ملفوظات حصۂ چہارم میں یہ سوال و جواب مرقوم ہے، **عرض**: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ختم اللہ لاغلبنّ انا ورسلی تو بعض رسول کیوں شہید ہوئے، **ارشاد**: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا، انبیاء البتہ شہید کئے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا، یقتلون النبیین فرمایا گیا نہ کہ یقتلون الرسل، اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن کریم میں ختم اللہ نہیں کتبَ اللہ ہے یہ قرآن کریم کی تحریف ہے نیز قرآن کریم کی متعدّد آیتوں سے رسولوں کا شہید ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ ان آیتوں کا انکار ہے، اب سوال یہ ہے کہ مولانا رضا

---

[1]..... خالص الاعتقاد ص ۲۲، ۲۳ بحواله بوارق الغيب وبريلوى فتنه كانياروپ .

[2]..... زہر دی ہوئی بکری کا گوشت تناول فرمانا حاضر وناظر ہونے کے منافی ہے۔ ان يهودية أتت النبى صلى الله عليه وسلم بشاةمسمومة فاكل منها، الحديث. بخارى شريف ص ۳۵۶ ج ۱ (مطبوعه اشرفى ديوبند) رقم الحديث ۲۵۴۳ كتاب الهبة باب قبول الهدية من المشركين.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے پڑھنے والے کے درود کو پہونچایا جانا حاضر وناظر ہونے کے منافی ہے، قال رسول الله ﷺ من صلى على عندقبرى سمعته ومن صلى على نائياً ابلغته. مشكوٰة شريف ص ۴۷، مكتبه ياسر نديم ديوبند، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم ،

خاں بریلوی اس تحریف اور انکارِ قرآن کی وجہ سے کافر ہوئے کہ نہیں اور گمراہ ہوئے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوئے تو کیا یہ دونوں غلطیاں تحریفِ قرآن وانکار نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پورے قرآن کریم پر ایمان لانا فرض ہے کسی جُز کا انکار کرنا کفر ہے[1]، ایک لفظ یا ایک حکم کی جگہ دوسرا لفظ یا دوسرا حکم بدلنے کا حق ان کو بھی نہیں تھا جن پر یہ نازل ہوا **قل ما یکون لی ان ابدّلہٗ من تلقاء نفسی الآیہ.**[2] جو چیز اللہ پاک نے نہیں فرمائی اس کو اللہ پاک کی طرف منسوب کرنا نہایت خطرناک ہے **ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین الاٰیه.**[3]

یہ تو اصولی چیز ہے میرے پاس اس وقت ملفوظاتِ مسئولہ موجود نہیں[4]، آپ نے جو کچھ لکھا

---

[1]..... **اعلم ان من استخف بالقرآن او المصحف او بشیء منه او سبهما او جحده او حرفا منه او آیة او کذب به او بشیء منه الی قوله او شک فی شیء من ذلک فهو کافر عند اهل العلم باجماع، (کتاب الشفاء ص: ۲/۲۵۰، فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه موسسة الکتب الثقافیة بیروت، المحیط البرهانی ص: ۷/۴۱۱، نوع آخر فیما یتعلق بالقرآن، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص: ۲/۲۶۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالقرآن)**

[2]..... **سورۂ یونس آیت: ۱۵/پ ۱۱،**

ترجمہ:- آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں۔ (از بیان القرآن)

[3]..... **پارہ ۲۹ سورۂ الحاقة آیت ۴۶،**

ترجمہ:- اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگادیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگِ دل کاٹ ڈالتے۔ (از بیان القرآن)

[4]..... **الملفوظ ص ۳۲۳ ج ۴، مطبوعه نورانی پریس ناله روڈ کانپور.**

ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ''عرض'' کے تحت جو کچھ مذکور ہے وہ سائل کا سوال ہے اس میں کتب کی جگہ ختم ہے، اگر سائل حافظ نہیں اس کو غلط یاد رہا یا سبقتِ لسانی سے بلاقصد ختم نکل گیا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں، اگر کوئی شخص قصداً کتب کی جگہ ختم پڑھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے فتویٰ اس[1] پر ہوگا، سائل سے اگر آیتِ قرآنی غلط ادا ہوئی تو اصل سوال کے جواب سے پہلے مجیب کی ذمہ داری ہے کہ اس کو متنبہ کرے کہ آیت اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے، غلط سننے کے باوجود اس پر متنبہ کر کے اس کو صحیح نہ کرنا بلکہ اسی طرح جواب دینا ہرگز جائز نہیں، کیوں کہ سائل کی غلطی یا تحریف کی ایک قسم کی تائید ہے، اگر مجیب نے غلطی کو سنا ہی نہیں کہ سائل نے کس طرح آیت کو پڑھا ہے ایسے ہی جواب دیدیا یا مجیب کو بھی یاد نہیں تھا وہ یہ سمجھے کہ آیت اسی طرح ہے تو مجیب پر بھی تحریف یا تبدیل کا فتویٰ نہیں لگے گا بلکہ اس کو غلطی اور نسیان پر محمول کیا جائے گا۔

اگر دیدۂ ودانستہ غلط پڑھنے پر اصلاح سے سکوت کر کے سوال کا جواب دیا جائے تو گویا کہ سائل کی تصدیق وتائید کردی ہے تو اس صورت میں حکم بہت سخت ہوگا، اِلّا یہ کہ قولاً یا تحریراً رجوع کرلیا ہو، یہاں تک تو کتب کی جگہ ختم پڑھنے اور لکھنے کا حکم ہوا، اب رہی دوسری بات تو مجیب نے جو کچھ جواب دیا ہے وہ ضرور ان آیات کے خلاف ہے جن میں رسولوں کے مقتول ہونے کا تذکرہ ہے اس کے حکم سے مفر کی کوئی صورت نہیں[2]، یہاں دو چیزیں ہیں، ایک

---

[1]..... سئل عمن یقرأ الظاء مکان الضاد ویقرأ کیف شاء یقراء اصحاب الجنة مکان اصحاب النار قال لا یجوز امامته ولو تعمد یکفر، (المحیط البرهانی ص: ۴۳۵/۷، کتاب احکام المرتدین، نوع آخر فی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، شرح فقه اکبر ص: ۲۰۵، من قراء الظاء مقام الضاد، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2]..... قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبیّنٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموهم ان کنتم صٰدقین (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۸۳ پارہ ۴) **ترجمہ**:- آپ فرمادیجئے کہ بالیقین بہت سے رسول مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود وہ معجزہ جسکو تم کہہ رہے ہو، سو تم نے انکو کیوں قتل کردیا اگر تم سچے ہو (بیان القرآن)

لزومِ کفر دوسرے التزامِ کفر، دوسری صورت بالاتفاق کفر ہے، پہلی صورت میں اگر باوجود لزومِ کفر کے صاحب عبارت التزامِ کفر سے انکار کردے اور وہ انکار موجّہ مدلل بھی ہو تو فتویٰ کفر نہیں ہوگا۔

الحاصل: لزومِ کفر سے کفر تو عائد ہوجاتا ہے لیکن فتویٰ التزام پر ہوتا ہے لہٰذا عائد شدہ کفر کے بعد دفاع کیلئے انکار التزام موجہ و مدلل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگر موجود ہو تو کفر مرتفع ہوجائے گا ورنہ نفسِ کفر تو لزوم سے بلا التزام کے عائد ہوجائیگا، ایسے مسائل کے اصول تفصیل کے ساتھ اکفار الملحدین میں مذکور ہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

رضاخانیوں کے ساتھ معاملہ

سوال:۔ یہاں پر جو اپنے کو سنی کہتے ہیں وہ لوگ پیروں کے مزار پر جاکر پوجا پاٹ کرتے ہیں، اور علماء حق کو گالی دیتے ہیں، مولانا قاسم صاحبؒ، مولانا مدنیؒ، مولانا تھانویؒ کو گالیاں دیتے ہیں، اور بہشتی زیور کو غلط بتاتے ہیں، ایسے موقع پر اگر کسی کو غیر معمولی جوش آجائے، اس قسم کی بدتہذیبی اور توہین کرنے والے کو قتل کردے اور خود بھی اس کے ہاتھ سے مرجائے، یا پھانسی آجائے تو شہادت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قتل کرنا اور سزا میں پھانسی چڑھ جانا اصل علاج نہیں ہے، (ان کو صحیح راہ دکھلانا حسن

---

[1]..... والحاصل فی مسالة اللزوم والالتزام ان من لزم من رایه کفر لم یشعر به واذا وقف علیه انکر اللزوم وکان فی غیر الضروریات وکان اللزوم غیر بین فهو لیس بکافر وان سلم اللزوم وقال ان اللازم لیس بکفر وکان عند التحقیق کفراً فهو اذن کافر (اکفار الملحدین ص ۷۳، التاویل فی ضروریات الدین لایقبل، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

تدبیر سے، بزرگوں سے ان کی ملاقات کرائی جائے[1] ان کے صحیح حالات بتائے جائیں، ان کی دینی خدمات دکھلائی جائیں، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کی جائے، کہ وہی مقلب القلوب ہے، کوئی ایسا اقدام کہ جس سے آدمی خود بھی فتنہ میں مبتلا ہو اور اس سے دوسری جگہ بھی فتنہ پیدا ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال:- حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم۔ گذارش یہ ہے کہ بریلی سے تبلیغی جماعت اور اکابر علماء دیوبند پر کچھ اعتراضات اور اس سلسلہ میں سوالات آئے ہوئے ہیں جن کا ترجمہ عربی میں پیش خدمت ہے۔ براہ کرم مولانا ارشاد احمد صاحب کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند سے ان کے جوابات لکھوا دیجئے۔ وھو ھذا.

(۱) قال تعالیٰ. وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً فنظر فی ھذہٖ الآیة الشریفة. ان مات کفار العالم فی العصر الراھن علی کفر ھم ھل یعذبون ام لا. فان قیل انھم غیر معذبین لعدم التبلیغ الیھم فیکون المعذبون عصاة المؤمنین فحسب ویکون خلاف الحدیث الشریفة (ای کثرة اھل الجنة وقلة اھل جھنم) وان قیل ھم معذبون فقد وجدوا مبلغین نظراً الی الایة السابقة. فیکون ھذا التبلیغ تحصیل

---

[1] ملاحظہ ہو نصاب الاحتساب مترجم ص ۱۶، احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی ص ۱۵-۱۶/ج ۲،

الحاصل وهو محالٌ. وان قيل ليس المقصود من هذا التبليغ دعوة الكفار الى الاسلام بل المقصود تقريب المسلمين الذين يعيشون بعيداً عن الاسلام وتقريب من وجه من الكفار الى الملة الحنيفية جمعهم على مسلك واحد مع قطع النظر عن الاختلافات الفروعية فيقال لهذه الافعال (اى دعوة الملة اى الصلوٰة وغيرها) سمىّ تبليغا اوما كلم تسمية شخص اوجماعة باسماء غير لائقة بهم وان جاز تسمية الوعظ والتذكير ونحوهما تبليغا. لجاز تسمية ذالك المبلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم.[1]

(۲) قدعرف من تعريف النبى انه لم يرد بالتبليغ وجوباً فنظراً فى قول رسول الله صلى الله عليه وسلم علماء امتى كانبياء نبى اسرائيل والعلماء ورثة الانبياء كيف يسوغ تسمية هذهِ الافعال تبليغا الذى هو من ميراث المرسلين. وان كان هذاالاسم مشتقامن قولهِ صلى الله عليه وسلم فليبلغ الشاهد الغائب. فما المراد بالشاهد والغائب؟ فان كان المراد بهما الذين حضروافى حجة الوادع، والذين غابواعنهافقد انقرض زمانهم وافعالهم وان كان المراد بهما.

---

[1] **ترجمہ سوال:** (۱) اللہ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً اس آیت کے پیش نظر یہ بتلائیے کہ موجودہ زمانہ میں اگر دنیا بھر کے کفار اپنے کفر پر انتقال کر گئے آیا ان کو عذاب ہوگا یا نہیں اگر یہ جواب دیا جائے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا اس لئے کہ ان میں تبلیغ نہیں کی گئی تو ایسی صورت میں صرف گناہ گار مسلمانوں کو عذاب ہوگا یہ تو حدیث شریف کے خلاف ہو جائیگا کہ اہل جنت کی کثرت اور اہل جہنم کی قلت، اور اگر یہ جواب دیا جائے کہ کافروں کو عذاب ہوگا اس لئے کہ کافروں میں تبلیغ ہوئی ہے لہذا موجودہ دور کی تبلیغ (تبلیغی جماعت) تحصیل حاصل ہے اور تحصیل حاصل محال ہے اور اگر یہ جواب دیا جائے کہ اس تبلیغ (تبلیغی جماعت) سے کفار کو تبلیغ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اسلام سے دور لوگوں کو اسلام اور ملت حنفی کے قریب کرنا ہے تا کہ سارے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اس سے قطع نظر ان میں فروعی اختلاف برقرار رہیں۔ اسی نماز روزہ وغیرہ کی دعوت دینے کا نام تبلیغ ہو جائے پھر تو العیاذ باللہ تبلیغی جماعت کا مبلغ بھی رسول ہو جائے گا۔

العالم والجاهل. فقد انقلب الامر فی مبلغی زماننا اعنی مبلغون الیوم اکثرهم الجاهلون والمبلَّغُوْن العالمون[1].

(۳) قد شاع وانتشر فی ربوع کیرله الوعظ والتعلیم فی المساجد والمدارس وغیرهما. هذهٖ الافعال دینیة ام لا. لاخلاص من التسلیم انهادینیة فما سبب قول هذهٖ الجماعة لمن لایستطیع ان یخرج معهم لاتخرجون فی سبیل الله بعد دعوة الی سبیله؟

مریدین تذمیمهم. مع انهم یفعلون مثل هذهٖ الافعال الدینیة[2]

(۴) لمادعا الرسل الناس الیٰ توحید اللّٰه سبحانه وتعالیٰ فالضعفاء والفقراء قدموا الیٰ اجابتهم اوّلاً وانکراکثر الاغنیاء والامراء هذهٖ هی العادة فی الانبیاء والمرسلین وذالک یدل علیٰ حقیقة افعالهم ودعوتهم. بخلاف هؤ لاء الجماعة یقدم الیهم اکثر الاغنیاء اوالامراءواکثر المؤظفین الذین اقعدوامن العمل

---

[1] **ترجمہ**:-(۲) حضورﷺ کی سیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تبلیغ ضروری نہیں ہے، حضرت نبی کریمﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل، الحدیث'' اس ارشاد کے پیش نظران افعال کو جو جماعت تبلیغ والے کرتے ہیں (تبلیغ کیسے کہہ سکتے ہیں جو کہ رسولوں کی میراث ہے) اور اگر یہ تبلیغ حضورﷺ کے قول ''فلیبلغ الشاہد الغائب'' سے ماخوذ ہے تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ شاہد اور غائب سے کیا مراد ہے اگر ان دونوں سے مراد وہ صحابہ ہوں جو حجۃ الوداع میں موجود اور غائب تھے تو ان کا زمانہ تو ختم ہو چکا ان کے افعال بھی ختم ہو چکے (اب فلیبلغ الشاہد الغائب کا مصداق ہی باقی نہ رہا) اور اگر ان دونوں سے مراد عالم اور جاہل ہیں تو موجودہ زمانے میں معاملہ الٹ گیا جاہل مبلغ بن گئے اور علماء کو تبلیغ کی جانے لگی۔

[2] **ترجمہ**:-(۳) کیرالہ کے اندر مساجد اور مدارس وغیرہ میں تعلیم اور تبلیغ کا کام بہت تیزی سے جاری ہے، یہ بتلائیے کہ یہ دینی کام ہے یا نہیں۔ آپ کو یہ ماننا پڑیگا کہ یہ دینی کام ہے تو یہ جماعت والے ان لوگوں سے جو ان کے ساتھ جماعت میں نہیں نکلتے ہیں، یہ کیوں کہتے ہیں کہ تم جماعت میں کیوں نہیں جاتے ہو حالانکہ وہ بھی دینی کام کر رہے ہیں۔

وسائرا المؤظفين فی عطلاتهم واكثر اولئک الاغنياء لايؤدون الزكوٰة والصدقة ولا ينفقون على اليتامىٰ والفقراء والضعفاء لايقبلون الىٰ دعوتهم. هذهٖ خلاف عادة الاسلام والامر الحق. فان قيل انهم يدعون بالحكمة والموعظة الحسنة كما قال القرآن فيجدون الاعضاء كثيراً ويحصلون علىٰ كثير الفائده ففی هذا القول نسبة الى دعوة المرسلين والانبياء وهو باطل نقلاً وعقلاً[1].

(۵) الاعتماد على الاعمال الحسنة وعدم الخوف بسببهاوالياس من رحمة الله لتراكم المعاصی كلاهما كفر كما جاء فی الحديث وهذهٖ الجماعة يتلقون الامن من عذاب اللّٰه الىٰ من خرج معهم اربعين يوما او اربعة اشهرويقولون لهم فزت ونجيت فی الآخرة وقدسمعت اذنای هذاالقول كراراً ومراراً منهم[2].

(۶) يفهم من قولهٖ صلى اللّٰه عليه وسلم لقد هممت ان امر الحديث ان المتاخرين عن الجمعة والجماعة موجود فی عهد الرسالة كالعصر الراهن وان النبی الكريم والصحابة الكرام لم يذهبوا الىٰ ديارهم للدعوة الىٰ الجمعة

---

[1] **ترجمہ**:-(۴) جب رسولوں نے لوگوں کو اللہ کے وحدانیت کی دعوت دی تو سب سے پہلے کمزور اور فقراء نے انکی دعوت پر لبیک کہا اور اکثر مالداروں اور رئیسوں نے انکار کر دیا انبیاء اور رسولوں میں یہی سنت جاری تھی یہ اس بات کی دلیل ہیکہ انکے افعال اور دعوت حقیقی دعوت تھی اور بخلاف جماعت تبلیغ کے اسمیں اکثر مالدار اور بڑے بڑے تنخواہ دار جاتے ہیں اور ان مالداروں میں اکثر لوگ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ صدقہ دیتے ہیں اور فقراء ویتیموں پر خرچ نہیں کرتے ہیں اور غریب لوگ دعوت وتبلیغ کے کام میں نہیں لگتے یہ اسلام اور امر حق کے خلاف ہے۔

[2] **ترجمہ**:-(۵) اچھے عمل پر اعتماد کرنا اور اچھے عمل کی وجہ سے عذاب الٰہی کا خوف نہ کرنا اور زیادہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا یہ دونوں کفر ہیں جیسا کہ حدیث میں منقول ہے۔لیکن یہ جماعت والے ان لوگوں کو جو جماعت میں ان کے ساتھ چار مہینے یا چالیس دن نکل گئے عذاب الٰہی سے مامون ہونے کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں تو آخرت میں کامیاب وکامران ہوگیا، میں نے یہ بات اپنے کانوں سے بارہا سنی ہے۔

والجماعة واكتفوا بالدعوة العامة فاى شئ يمنع عن اتباع النبى والصحابة فى الاكتفاء بالدعوة العامة.[۱]

(۷) ليس بين الانبياء والمرسلين والاصحاب والاتباع فى الاصول خلاف هكذا. يقول اولئك الجماعة يجوز الاستلحاق فى جماعتنا لكل من تقلد مذهباً من المذاهب الاربعة المعتبرة التى ليس لهم اختلاف فى الاصول ولكن اسفاً فوق الاسف المرئى خلاف ذالك وهم يلحقون فى جماعتهم من لايعتبر بالسلف الصالحين ومن لايومن بالقدر.[۲]

(۸) فى هذهٖ الجماعة يخرج قوم فاتت لهم الفرائض كثيراً وعليهم قضاء ها لاربعة اشهر واربعين يوما ومع ذالك لايأمرهم امراء هذا الجماعة بقضاء الفرائض ولايتركونهم يقضونها ولايأمرونهم بسائر الواجبات كنفقة العيال والاهل ولايعلمونهم العلوم الواجبة ولايتركونهم متعلموها. بل يشوقونهم فى تعليم فضائل الاعمال ويحثونهم الى الاعمال المسنونة فماحكم هذهٖ الافعال فى الشرع؟[۳]

---

[۱] **ترجمہ**:-(۶) حضورﷺ کا ارشادگرامی ''لقدہممت ان امرالحدیث'' سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جمعہ اور جماعت سے پیچھے رہ جانے والے عہدرسالت میں بھی موجود تھے جیسا کہ موجودہ زمانے میں جمعہ اور جماعت کو چھوڑنے والے لوگ موجود ہیں، لیکن نبی کریمﷺ اور صحابہ جمعہ اور جماعت کی دعوت دینے کے لئے لوگوں کے گھروں پر نہیں گئے اور دعوت عامہ پر اکتفا کیا۔ تو ان جماعت والوں کو حضورؐ اور صحابہؓ کی اتباع سے کیا چیز مانع ہے کہ عام دعوت پر اکتفا کریں؟

[۲] **ترجمہ**:-(۷) تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں ایسا شخص شریک ہوسکتا ہے کہ جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا پیرو ہو اور اس کا اصول میں اختلاف نہ ہو لیکن افسوس صد افسوس ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں ایسے لوگ بھی جاتے ہیں جو نہ تو سلف صالحین کو مانتے ہیں اور نہ تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔

[۳] **ترجمہ**:-(۸) تبلیغی جماعت میں چلے چار مہینہ کے لئے ایسے لوگ نکلتے ہیں جن کے ذمہ بہت سارے فرائض ہوتے ہیں لیکن جماعت کے امیر صاحب ان لوگوں سے..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

(۹) وماهو رأی اولئک فی مشیة اللّٰه تعالیٰ وقدرته؟[۱]

(۱۰) هذا التبلیغ الذی بدأهٗ مولانا الیاسؒ مع الشرائط الجدیدة اهو خیر من تبلیغ العلماء الذین مضو قبلهٗ؟ هذابدعة حسنة ام سنة ام واجبة؟[۲]

(۱۱) لایامر اولئک اصحاب التبلیغ فی بلادنالمن یخرج معهم من الاغنیاء بالزکوٰة بل یمنعون هؤلاء الناس عن الامر بالزکوٰة.[۳]

(۱۲) یقول المعترض سمعنا هم یقولون ان هذهٖ الجماعة من مستحق الزکوٰة وهم قسم من الثمانیة التی ذکرت فی القرآن وهم قسم فی سبیل الله وهم یاخذون الروبیات زکوٰة من الاغنیاء الاالمومنین بهذهٖ الدعویٰ اهذهٖ صحیحة ام لا.[۴]

(۱۳) امراء الجماعة یمنعون من یخرج معهم فی الجماعة عن ان یتکلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....نہ تو فرائض کی ادائیگی کو کہتے ہیں اور نہ ان کو فرائض کی ادائیگی کا وقت دیتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرے واجبات مثلاً بیوی بچوں اہل وعیال کی ادائیگی کو بھی نہیں کہتے وغیرہ وغیرہ۔ صرف فضائل اعمال کی تعلیم پر زور دیتے ہیں لہذا یہ بتلایئے کہ شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ **ترجمہ**:-(۹) اللہ کی مشیت اور اس کی قدرت کے بارے میں ان تبلیغیوں کی کیا رائے ہے؟

۲ **ترجمہ**:-(۱۰) تبلیغی جماعت جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نئی شرطوں کے ساتھ شروع فرمایا ہے کیا یہ تبلیغی جماعت بہتر ہے یا گذشتہ سلف صالحین کی تبلیغ بہتر ہے۔ اس تبلیغی جماعت کو بدعت حسنہ کہیں گے یا سنت یا واجب کہیں گے؟

۳ **ترجمہ**:-(۱۱) یہ تبلیغی حضرات جماعت میں نکلنے والے مالداروں کو زکوٰۃ دینے کو نہیں کہتے بلکہ یہ حضرات لوگوں کو زکوٰۃ کا حکم دینے سے منع کرتے ہیں۔

۴ **ترجمہ**:-(۱۲) ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جماعت والے زکوٰۃ کے مستحق ہیں قرآن کریم میں جو مستحق زکوٰۃ کی آٹھ قسم مذکور ہیں ان میں سے ایک قسم ہیں اور وہ ہے فی سبیل اللہ اس لئے یہ لوگ مالداروں سے زکوٰۃ لیتے ہیں۔

غیرہ بغیر اذنھم ولو کان ھو صدیقہٗ الصحیح وماھی ادلۃ ھذہ الشرائط؟فطلب الاجوبۃ تحقیقا لاالزاماً ناقلاً اقوال الائمۃ المتقدمین ومستنبطاً من ا لآیات والاحادیث بنفسہٖ[1]

مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے چند دعوے

(۱) بس یہ تسلیم نہیں کروں گا کہ خدائے تعالیٰ کو جھوٹ بولنا محال ہے۔ ایک روزہ ص ۱۴۵

(۲) ایسا کہنا بدعت ہے کہ خدا کو مکان و جہات سے پرہیز ہے۔ اور مؤمن لوگ خدا کو بہشت میں بلا مکان و جہات دیکھیں گے (ارضاء الحق ص ۳۵)

(۳) آنحضور ﷺ کا یا اولیاء کرام کا نماز میں خیال آنا ممنوع و بدتر ہے۔ اگرچہ اپنی بیوی یا دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنے کا خیال آنا ممانعت میں کچھ درجہ کم ہے۔

(۴) خدا کو غیب کا علم صرف مشیت کے وقت ہوتا ہے یعنی جب ارادہ کرتا ہے تب ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۶)

(۵) خدا کا ثقل برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے عرش میں چڑ چڑاہٹ ہوتی ہے۔ ص ۴۱

(۶) انبیاء کے معجزات سے جادو اور ساحروں کے اعمال غریب کو اہمیت ہے۔ ص ۲۴

(۷) رسول اللہ ﷺ کو اس خیال سے یا محمد پکارنا شرک ہے کہ وہ ہماری دعا سنیں گے۔ یا دیکھیں گے۔

---

[1] **ترجمہ**:- (۱۳) امیر صاحبان جو لوگ انکے ساتھ جماعت میں نکلتے ہیں، انکو بغیر اجازت کے بات کرنے سے منع کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر جگری دوست بھی ہوتا ہے تو اس سے بات نہیں کرنے دیتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے قرآن حدیث کی روشنی میں جوابات مع حوالہ مطلوب ہیں۔ لیکن اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جوابات تحقیقی ہوں الزامی نہ ہوں۔

(۸) جوکسی انبیاء یااولیاء کودور سے پکارتا ہووہ مشرک ہے جوان کی تعظیم کرے وہاں جھاڑودے پیاسے کو پانی پلاوے وہ بھی مشرک ہے۔(تقویۃ الایمان)

رشیداحمد گنگوہی

(۱) رشیداحمد گنگوہی نے اسمٰعیل شہید دہلوی کے سب دعووں کوتسلیم کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ رشیدیہ ص۴۱ رمیں (ان اولیاء ہ الاالمتقون) کی روشنی میں اسماعیل دہلوی کوولی اوراہل جنت فرمایاہے اورتقویۃ الایمان کے بارے میں کہاہے کہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ شرک وبدعت سب کھول کر رکھ دیاہے۔ لاجواب کتاب ہے ۔ اس کا استدلال قرآن وحدیث سے ہے لہذا اس کواپنے پاس رکھنا پڑھنااس پرعمل کرنا عین اسلام ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۱)

(۲) خدائے تعالیٰ کوجھوٹ بولنا جائز ہے۔فتاویٰ رشیدیہ ص۸۴

(۳) انبیاء واولیاء سے جوغیرمعمولی کام ہوتاہے اس کولوگ حیرت سے دیکھتے ہیں۔ لیکن ساحروں اورجادوگروں سے اس سے بھی زیادہ عجیب کام دیکھ سکتے ہیں۔رشیدیہ ص۲۲

(۴) محمدابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کووہابی کہتے ہیں ان کاعقیدہ اچھاتھاوہ متبع سنت تھے بدعت کومٹانے والے تھے ان کے مقتدی بھی اچھے لوگ تھے۔ص ۲۳۵

(۵) نبی کریم ﷺ کوعلم غیب نہیں تھااورنہ نبی نے علم غیب کادعویٰ کیا نبی کے علم غیب نہ ہونے پردلالت کرنے والی احادیث وآیات زیادہ وارد ہیں اوررسول خدا کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا کفر ہے۔رشیدیہ ص۹۶

(۶) علم غیب خدا کی خصوصیت ہے اسے کسی اورکی طرف منسوب کرنا توہم کفر سے خالی نہیں ہے۔خواہ کسی تاویل کے ساتھ ہو۔رشیدیہ ص۱۳

(۷) اولیاء اللہ کو اس عقیدہ سے خیال رکھنا مظنۃ الکفر ہے کہ وہ یہ خیال رکھنے پر واقف ہیں۔ رشیدیہ ص ۴۹

(۸) یا شیخ عبدالقادر کہنا موردالشرک ہے خواہ کسی تاویل سے ہو۔ رشیدیہ ص ۵۲

(۹) اس خیال سے نبی کو دور سے پکارنا کہ وہ سن لیتا ہے کفر ہے۔ ص ۶۶

(۱۰) یااکرم الخلق قال من الوذبه. سواک عندحلول الحاد الیهم

اس بیت کو دور سے اس خیال سے کہنا شرک ہے کہ وہ سن لیتے ہیں ص ۶۸

(۱۱) رحمۃ اللعالمین یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہیں۔ ص ۹۶

(۱۲) اولیاء کا عرس کرنا ناجائز ہے۔ ص ۶۱

(۱۳) مولود بدعت ہے، ص ۱۰۳، اگرچہ شرع کے خلاف نہ ہو ص ۱۰۵

(۱۴) اس زمانہ میں جس نے میری اتباع کی ہے اس کو ہی بشارت بالجنۃ ہے ورنہ اہل جہنم ہیں۔ تذکرۃ الرشید ص ۱۷

خلیل احمد انبیٹھوی

(۱) خدا کو جھوٹ بولنا جائز ہونے کے بارے میں جو دعویٰ ہے وہ کوئی نیا دعویٰ نہیں کیونکہ قدماء اس کے قائل ہیں۔ براہین قاطعہ ص ۲

(۲) کذب، شرب، خیانت، سفاہت اور ظلم یہ سب صفات خدا کے بارے میں محال کہنا جہالت ہے۔ تذکرۃ الخلیل ص ۸۶

(۳) شیطان اور ملک الموت کا علم جتنا وسیع ہے اتنے علم کی وسعت نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا یا اعتقاد رکھنا شرک ہے براہین قاطعہ ص ۵۱

(۴) مولود رسول اور ہندو و نصاریٰ کے مولود و عرس دونوں برابر ہیں بلکہ اس سے

بدتر ہیں کیونکہ وہ لوگ پورے سال میں ایک مرتبہ کرتے ہیں۔لیکن مسلمان جب چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ یہ عمل ناجائز ہے، براہین قاطعہ ص ۱۴۸

اشرف علی تھانوی

(۱) نبی خدا کوعلم غیب نہیں اگرخدا نے بعض علوم کو بتادیااس سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ کیونکہ علم غیب جیسے رسول کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ ہر جانوراور چوپائے کوحاصل ہے۔حفظ الایمان ص ۷،۸

(۲) کسی کے پاس حاجت مانگنا یوم التفاؤل و یوم التشاءوم تلاش کرنا نذر کرتے ہوئے پیسے متعین کرنا۔کسی دن کومنحوس خیال کرنا بزرگوں کے نام ذکر کرنا یہ سب بدعت ہے اور شرک بھی ہے۔(بہشتی زیور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں

(۱) مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادرشیداحمد گنگوہی کے بارے میں فرمایاہے کہ وہ اس زمانہ کے مجدد تھے اورقطب تھے اوران سے مجدد کا کوئی عمل ظاہرنہیں ہوالیکن ان کے متبعین معتقدین سے ہونا کافی ہے۔ملفوظات ص ۱۲۳

(۲)اس خیال سے کہ محمد ﷺ حاضر وناظر ہیں۔الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ. پکارنا صحیح نہیں اگر یہ خیال نہ ہوتو پکارسکتا ہےلیکن اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہاں شرک خفی ہے۔مکتوب الیاس ص ۹۰

(۳) دوسری جگہ فرمایااے لوگو میرے اس تبلیغی کام کو برکت سمجھ کرکرتے رہو برکت الگ رہتی ہےاورعمل دوسرا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش جب ہوئی تو اس کے

ساتھ یہ برکت بھی شروع ہوئی لیکن عمل اس کے بعد ہی شروع ہوا اسی طرح مجھے بھی سمجھو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا جو حقیقی کام ہے وہ اب تک شروع بھی نہیں ہوا اور جس دن ہمارا یہ حقیقی کام شروع ہو جائیگا لوگ اس سے سات ۷۰۰ سو صدی پہلے جیسے مسلمان تھے ویسا زمانہ لوٹ کر آئیگا۔ ملفوظات ص ۳۲

(۴) مجھے نیند میں بھی بہت نصیحت حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے مجھے نیند زیادہ ملنے کے لئے کوشش کرنا ہے۔ حکیموں کے کہنے کی وجہ سے میں سر میں تیل لگا کر مالش کرا دیتا ہوں اس وجہ سے مجھے اچھی نیند آتی ہے اور خواب میں مجھے خبر ہوئی کہ (کنتم خیر امة) کا مامور بالشخصیت تم ہو اور تم انبیاء جیسے ہو اور لوگوں کیلئے ہم نے بھیجا ہے۔ ملفوظات ص ۴۰۔

شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں

(۱) یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ کسی اخیار کا خدا کیلئے ملائکہ یا پیغمبروں پر اتارنا محال ہے۔ جہد المقل ص ۳

(۲) اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان قرآن شریف جیسی اہم کتاب ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ سے چند لوگ ہدایت پاتے ہیں اور چند لوگ ضلالت، یہ ہی حال تقویۃ الایمان کا بھی ہے کیونکہ جس کے دل میں پہلے سے ہدایت ہے وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جس کے دل میں نفاق اور تعصب ہے وہ اس سے ضلالت حاصل کریں گے۔ جہد المقل ص ۵۔

حضرت نانوتوی کے بارے میں

(۱) اگر نبی کی کوئی خصوصیت ہے تو وہ صرف علم کے بارے میں ہے اور عمل میں سب امت برابر ہیں اور نبی سے غالب بھی آجاتے ہیں (تحذیر الناس ص ۵)

(۲) لفظ خاتم النبیین کو آخری نبی کے معنیٰ جاننا جاہلوں کا خیال ہے۔ کیونکہ قبلیت زمان یا بعدیت زمان سے کوئی خصوصیت نہیں ہے اگر حضور ﷺ کے بعد دوسرا نبی آئے تو خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ تحذیر الناس ص ۲، ۳، ۱۲، ۱۳۔

مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۱) نبی کریم ﷺ کے نام پر آج کل مولود جو کرتے ہیں اس کو قرآن وحدیث یا عمل صحابی یا تبع تابعین کے عمل سے بھی دلیل نہیں ملے گی۔ بلکہ یہ عادت ہندوؤں کے پاس سے مسلمانوں نے لی کیا عجیب وغریب عادت ہے؟ الجمیعۃ دسمبر ۱۹۹۲ء

الجواب حامداً ومصلیاً!

سوال نامہ میں عربی واردو ہر دو قسم کی عبارتیں بصورت اعتراض برائے جواب موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور دونوں کو سمجھتے ہیں۔ نیز جن کتب پر اعتراضات ہیں وہ اردو میں ہیں۔ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ جوابات اردو میں تحریر کئے جائیں۔ فاقول وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق.

(۱) تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میوات کا بہت بڑا علاقہ دینی اعتبار سے نہایت پسماندہ علاقہ تھا۔ جرائم، چوری، ڈاکہ، زنا، قتل وغیرہ میں جاہلیت عرب کے مشابہ تھا۔ نام بھی اسلامی نہیں تھے۔ لباس اور وضع قطع بھی اسلامی نہیں تھی سروں پر چوٹی موجود تھی گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے۔ علم اور اخلاق سے بالکل بیگانہ تھے۔ اس علاقہ کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے بہت ہی قلق محسوس کیا، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد واشارہ سے وہاں کام شروع کیا۔ سب سے پہلے بنیادی چیز (۱) کلمہ طیبہ ان کو سکھایا۔ الفاظ صحیح کروائے

ترجمہ بتایا تشریح کی اس کا مطلب سمجھایا۔ پھر (۲) نماز کی فرضیت بتائی اس کا طریقہ سکھایا۔ پابندی کی تاکید کی۔ (۳) علم سیکھنے کی ترغیب دی۔ (۴) ذکر الٰہی کی تلقین کی (۵) ہر مسلمان کے اکرام واعزاز کی اہمیت بتائی۔ (۶) ہر کام میں اخلاص کا طریقہ سمجھایا۔ لایعنی بیکار باتوں سے پرہیز کا حکم دیا دین کی ان اہم باتوں کو سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلنے کی ترغیب دی شروع شروع میں سخت دشواریاں پیش آئیں لیکن حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی۔ اس کام کا نفع ان لوگوں کی سمجھ میں آیا اور وہ جان گئے خالق و مالک اللہ ہے جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے کئے سے ہوتا ہے۔ ظاہری اسباب معمولی حیثیت رکھتے ہیں بغیر خدا کے چاہے ان میں تاثیر نہیں۔ ہر شئی اپنی تاثیر میں خدائے پاک کا محتاج ہے۔ اور خدائے پاک کسی شئی کا محتاج نہیں لہذا خدائے پاک سے تعلق کے بغیر یعنی اس کو پہنچانے اور اس کے حکموں پر عمل کئے بغیر زندگی بیکار ہے وبال جان ہے۔ اس کے عذاب کو لانے والی ہے۔ یہ بات ذہنوں میں جب آ گئی تو دین سیکھنے اور مذکورہ باتوں کو حاصل کرنے کے لئے جماعت بنا کر نکلنے کا رواج ڈالا۔ ہر شخص اپنا خرچ اپنے ساتھ لے کر اپنے مشاغل سے نکل کر باہر جائے جماعت کا ایک امیر مقرر کرلیا جائے چنانچہ جماعتیں نکلنی شروع ہوئیں کسی کے پاس جھولے میں چنے ہیں اور کسی کے پاس سوکھی روٹی ہے۔ کسی کے پاس آٹا ہے۔ وغیر وغیرہ دس آدمیوں کا ایک امیر ہے جو کہ پارۂ عم پڑھا ہوا ہے وہ ہر ایک کو کلمہ سکھاتا ہے وضو سکھاتا ہے۔ الحمد یاد کرواتا ہے۔ اور قل ھو اللّٰہ احد یاد کرواتا ہے۔ اور التحیات و درود شریف یاد کرواتا ہے پانچ وقت کی نماز کے ساتھ اشراق تہجد وغیرہ بھی پڑھواتا ہے۔ ہر ایک کو دوسرے کی عزت وخدمت کی تاکید کرتا ہے یہ چیزیں تو اس جماعت کی آپس کا مشغلہ ہے۔ پھر جس بستی میں یہ لوگ جاتے ہیں وہاں مسجد میں قیام کرتے ہیں اعتکاف کی نیت کرتے ہیں اپنا مشغلہ جاری رکھتے ہیں۔ اہل بستی کے پاس جا کر ان کو خوشامد کر کے مسجد میں لاتے ہیں۔ نماز کی اہمیت

بتاتے ہیں سبق ان کو سناتے ہیں وہ ان سے دعاء کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ باہر چلیں۔ ان میں سے حسب توفیق کچھ لوگ وقت نکال کر ساتھ جاتے ہیں جو کچھ دین کی مذکورہ باتیں یہ لوگ جانتے ہیں۔ وہ اس جماعت کو سکھاتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں وہ سیکھتے ہیں۔ غرض مثلاً ایک چلہ گزار کر یہ جماعت واپس آتی ہے تو دین کی مذکورہ بہت سی باتیں سیکھ کر آئی اس مدت میں شراب زنا چوری ڈاکہ گالی وغیرہ رذائل سے محفوظ رہی اپنے مقام پر پہونچ کر بھی اس مشغلے کو حسب حیثیت باقی رکھا۔ جس قدر ان کی اصلاح ہوئی ان کو خود بھی اس کی قدر ہوئی اور دوسروں کو بھی احساس ہوا کہ فلاں شخص کس قدر جرائم کا مرتکب تھا اہل بستی اس سے خائف تھے، لیکن ایک چلہ جماعت کے ساتھ گزارنے کے بعد آیا تو دیکھا کہ اب سب کی عزت کرتا ہے خدمت کرتا ہے۔ راحت پہونچاتا ہے دین کی ترغیب دیتا ہے چوری اور ڈاکہ چھوڑ چکا ہے۔ زکوٰۃ وصدقہ دینے کی نیت کر چکا ہے اور کچھ شروع بھی کر دیا ہے۔ لہذا کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ جماعت اور دوسرے لوگوں کی نکلی۔ غرض اسی طرح تمام علاقہ میوات میں دین سیکھنے کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ان کی محنت سے دوسرے علاقے کے لوگ بھی متأثر ہوئے اور خدائے پاک کے فضل سے ایسی دینی جدوجہد کی بدولت جگہ جگہ ایسے مدارس بھی قائم ہو گئے جن میں حدیث وتفسیر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، بے شمار لوگ حافظ وعالم بھی ہو گئے تاجروں، ملازموں، عہدہ داروں، کاشتکاروں، مزدوروں غرض ہر طبقہ کے بے شمار لوگ اس محنت میں لگے ہوئے ہیں یہ جماعتیں اپنی غربت وافلاس کی وجہ سے پیدل بھی طویل طویل سفر کرتی ہیں اور باحیثیت لوگ بس ریل ہوائی جہاز سے بھی سفر کرتے ہیں بندرگاہوں پر اور جہازوں میں بھی کام کرتے ہیں۔ جدہ مکہ مکرمہ منیٰ عرفات مزدلفہ مدینہ منورہ میں بھی کام کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے بہت لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہوتا ہے۔ حرم شریف اور احرام کے حقوق بھی بجالاتے ہیں زندگی کے ہر شعبے میں اس کی

برکات نمایاں ہیں اس جماعت کے اصول کو اختیار کرنے سے تمام دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ اب یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑے سے دین کو حاصل کرتا ہے اور ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اس کی حیثیت کے موافق سکھاتا ہے اسی جماعت کا نام تبلیغی جماعت ہوگیا کیونکہ یہ جماعت حضور ﷺ کا لایا ہوا دین اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس پہونچاتی ہیں، پھر پہونچانے والے کو تبلیغی کہتے ہیں۔ تبلیغ کے معنیٰ پہونچانے ہی کے ہیں۔ یہاں دارالعلوم میں بھی ایک مستقل شعبہ ہے جس کا نام شعبۂ تبلیغ ہے اس میں متعدد حضرات مامور ہیں۔ جن کو مبلغ ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کو کبھی کسی نے رسول اللہ نہیں کہا نہ کہنے کی اجازت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مختلف احکام پہونچانے کی لئے مختلف صحابہ کرام کو مامور فرمایا۔ اور وہ مبلغ قرار پائے مگر ان کو رسول اللہ قرار نہیں دیا[1] رسول اللہ اور مبلغ کے درمیان تساوی کی نسبت نہیں کہ ہر مبلغ کو رسول اللہ کہنا جائز ہو جن کفار کو تبلیغ کی گئی حجت تام ہوگئی جن کو نہیں کی گئی ان کو خبر ہی نہیں کہ کوئی رسول دنیا میں آئے اور احکام خدا کو پہونچائے ان کا حال خود امام اعظمؒ کی کتب عقائد واصول میں منقول ہے[2] غیر مسلموں میں آج بھی رسائل اخبارات تقاریر کے ذریعہ تبلیغ جاری ہے اس سے نفع بھی ہو رہا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ تبلیغ پر مامور تھے۔ یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من

---

[1]..... عن عاصم ابن عمران ناساً من عضل وقارة وهماحيان من جديلة اتوالنبى صلى الله عليه وسلم بعداحدفقالوا ان بارضنا اسلاماً فابعث معنا نفراً من اصحابک يقرؤننا القرآن ويفقهوننافى الاسلام فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم معهم ستة نفرٍ منهم مرثد بن ابى مرثدرضى الله عنه حليف حمزة بن عبد المطلب رضى الله عنه وهواميرهم والبسط فى حياة الصحابة ص:۱۹۸، ج:۳، الترغيب فى العلم، ارسال الصحابة الى البلدان للتعليم، مطبوعه اداره اشاعت دينيات نظام الدين دهلى،

[2] وعن ابى حنيفة انه لا عذر لا حد فى الجهل بخالقه لما يرى من خلق السمٰوٰت والارض وخلق نفسه الخ شرح فقه اكبر ص۱۲۸ لا عذر لا حدفى الجهل بخالقه. مطبوعه مجتبائى دهلى.

ربک وان لم تفعل فمابلغت رسالتہ[1] آیۂ اسلام وایمان کی تبلیغ کفار کو کی احکام کی تبلیغ اہل اسلام کو کی۔ پھر یہ کہنا۔ انہ لم یؤمر بالتبلیغ وجوباً. کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ تو نص قطعی کے خلاف ہے، تبلیغ کا حکم دور صحابہؓ کے انقراض سے ختم نہیں ہوا بلکہ یہ تو قیامت تک چلے گا۔ دین ایسا نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ فرمائی ہو اور حاضرین حجۃ الوداع کو تبلیغ کیلئے مامور فرما کر سلسلہ ختم فرمادیا ہو۔ ورنہ آپ تک دین کیسے پہونچتا دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء[2] میں بے شمار صحابہ وتابعین ومن بعدہمؒ کی مساعیٔ جمیلہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ کہنا کہ جاہل تبلیغ کرتے ہیں علماء کو یہ غلط بات ہے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اس کی تفصیل جواب نمبر ا میں مذکور ہے۔ جاہل لوگ علماء کو سبق سناتے ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

---

[1]..... سورة المائده الآية ٦٧.

ترجمہ:- اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہونچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہونچایا۔ (از بیان القرآن)

[2]..... عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت خرج ابوبکر رضی الله عنه یرید رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان له صدیقا فی الجاهلیة فلقیه فقال یاابالقاسم فقدت من مجالس قومک واتهموک بالعیب لآبائها وأمهاتها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إنی رسول الله ادعوک إلی الله الخ حیاة الصحابه ص۳۷ ج ۱ دعوة النبی صلی الله علیه وسلم لابی بکرؓ، مطبوعه اداره اشاعت دینیات نظام الدین دهلی،

سوم آنکه علماء صحابه رادر آفاق فرستند وایشاں را امر نمایند بروایت حدیث ومردمانرا حمل کنند براخذاز ایشاں چنانکه فاروق اعظم عبدالله بن مسعود راباجمعی بکوفه فرستاد ومعقل بن یساروعبدالله بن مغفل وعمران بن حصین راببصره. عبادة بن صامت وابودرداء رابشام وبمعاویه بن ابی سفیان که امیرشام بود قدغن بلیغ نوشت که ازحدیث ایشاں تجاوز نکنند (ازالة الخفاء ص ٦، مقصد دوم، قبیل امامأثر جمیله صدیق اکبر الخ مطبوعه بریلی)

(۳) دین کیلئے مساجد میں وعظ کہنا اور مدارس میں تعلیم دینا بھی دینی افعال واعمال ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں تبلیغ کیلئے نکلنا بھی دینی عمل ہے جو شخص ایک عمل میں مشغول ہے اس کو دوسرے عمل کی مذمت کا حق نہیں یہ بھی مسلم ہے کہ ایک عمل کو پورا کرنے سے اس کا ثمرہ ملتا ہے۔ جو عمل نہیں کیا اس کا ثمرہ نہیں ملتا مثلاً نماز پڑھنے سے نماز کا ثمرہ ملے گا۔ روزہ نہیں رکھا تھا روزہ کا ثمرہ نہیں ملے گا۔ یہی حال تمام اعمال وافعال کا ہے۔ فی سبیل اللہ کا اطلاق ہر دینی کام کے واسطے نکلنے پر آتا ہے۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے جہاد[۱] کے موقع پر بھی اور نماز جمعہ[۲] کیلئے نکلنے کے موقع پر بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ جس میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے رہنمائی کریں مشغول علماء شوق و صدق دل سے تعاون کریں انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ثمرات مرتب ہونگے۔

(۴) میوات کا علاقہ جہاں سے اس کام کی ابتدا کی گئی۔ نہایت مفلوک الحال علاقہ ہیکہ لوگ ان میں اہل ثروت نہیں۔ غریب لوگ ہیں اولاً اس دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں ہمارے علاقہ میں عموماً عامۃً غرباء وضعفاء ہی دربدر پھرتے ہیں مالدار طبقہ بہت بعد میں متوجہ ہوا وہ بھی بہت کم ہے۔ صحابہ کرام میں حضرت عثمان غنی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہم معمولی اور ضعیف درجہ کے حضرات نہیں تھے۔ ہاں اکثریت ابتداء میں ضعفاء وغرباء کی تھی[۳]۔

---

[۱]..... عبدالرحمن بن جبیران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مااغبرت قدما عبدفی سبیل الله فتمسه النار (بخاری شریف ص ۳۹۴ ج ۱ باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله. کتاب الجهاد، مکتبه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بندہ کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود نہیں ہوتے کہ پھر آگ ان کو چھووے۔

[۲]..... بخاری شریف ص ۱۲۴ ج ۱ باب المشی إلی الجمعة، مکتبه اشرفی دیوبند،

[۳]..... سالتک اشراف الناس اتبعوه ام ضعفاء هم فذکرت ان ضعفاء هم اتبعوه وهم اتباع الرسل (بخاری شریف ص ۴ ج ۱ ، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نیز اولاً ضعفاء کا قبول کرنا دلیل قطعی نہیں صرف قرینہ ہے۔ دلیل قطعی اور قرینہ میں فرق ہے۔

(۵) کسی عمل حسن پر جو بشارت ہو اس کو سنا دینے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ معاصی پر عذاب سے مامون و بے خوف کر دیا گیا۔ آخر احادیث کثیرہ میں بشارتیں وارد ہیں۔ مثلاً چالیس روز جماعت سے تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے پر نار سے برأت اور نفاق سے برأت وارد ہیں[۱] اس کو سنا دینا بھی کیا عذاب خداوندی سے مامون کر دینا ہے۔ نیز من قال لااله الا الله دخل الجنة بھی وارد ہے[۲]۔ نیز یہ تو غور کریں کہ تبلیغی نصاب میں فضائل نماز وغیرہ کتب ہیں جو جماعت میں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں ان میں ترک جماعت اور دیگر معاصی پر سخت وعیدیں ہیں[۳] وہ بھی یہ جماعت سناتی اور بیان کرتی ہے۔ پھر خوف سے مامون ہو جانے کا شبہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....باب کیف کان بدء الوحی الخ، مکتبه اشرفی دیوبند) وفی حاشیته وهم اتباع الرسل وذالک لان الاشراف یانفون من تقدم مثلهم والضعفاء لایانفون فیسرعون الی الانقیادواتباع الحق وهذابحسب الغالب والافقد کان فیهم الاشراف کالصدیق

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی لله اربعین یوماً فی جماعة یدرک التکبیرالاولیٰ کتب له براءتان برأة من النار وبراءة من النفاق، (ترمذی شریف ص ۳۳ ج ۱، مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الصلوٰة باب فضل التکبیرة الاولیٰ)

ترجمہ:- حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس یوم با جماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرے اس کیلئے دو برأتیں لکھدی جاتی ہیں (۱) جہنم سے براءت (۲) نفاق سے براءت،

۲..... کنزالعمال ص ۶۱ ج ۱ رقم الحدیث ۲۰۸، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت،

۳..... عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سمع النداء ولم یمنعه من اتباعه عذرقالواماالعذرقال خوف اومرض لم تقبل منه الصلوٰة التی صلی، رواه ابوداؤد ص ۸۱ ج ۱، کتاب الصلاة، باب التشدید فی ترک الجماعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، وابن ماجه والدار قطنی (فضائل اعمال ص ۲۳۳) (فضائل نماز)مشکوٰة ص ۹۶ باب الجماعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، (ترجمہ حدیث ہذا اگلے صفحہ پر)

(۶) جوشخص جماعت میں نہ آتا اسکے پاس آدمی بھیجا جانا کتب حدیث میں مذکور ہے۔ نیز مذکورہ فی السوال میں تہدید بہت کافی ہے۔آج یہ کافی نہیں اس کی قدرت بھی نہیں۔

(۷) کیااہل زیغ کی اصلاح واجب نہیں اگران کوساتھ لے کرعقائد کودرست کیا جائے اوراعمال صالحہ کی تلقین کی جائے تو کیا یہ کام معصیت ہے یا اگر وہ خود آئیں تو ان کومنع کردیا جائے کیا منافقین جماعت میں نہیں آتے تھے[۱] اور کیا حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان کی اصلاح کی سعی نہیں فرمائی۔

(۸) فضائل نماز میں ترک نماز اور وجوب قضا کومستقلاً پڑھایا اور سنایا جاتا ہے کہ ترک پرکیسی سخت وعید ہے اور قضا کس قدر ضروری ہے۔فضائل صدقات میں اہل وعیال کے نفقہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے وہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔تحصیل علم کا مستقل نمبر ہے جوکہ اصول میں داخل ہے۔

(۹) ایمان علیٰ مشیة الله تعالیٰ و قدرته لازم ہے۔

(۱۰) جس طرح آٹھ دس سال دینی تعلیم کا نصاب ہے مختلف فنون کی کتابیں کچھ علوم

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:-حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اذان سنی اوراس کواس کے اتباع سے کسی عذر نے نہیں روکا،لوگوں نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا خوف یا مرض،تواس کی نماز جواس نے پڑھی ہے مقبول نہیں ہوئی (گوفرض ادا ہوجاتا ہے)

[۱]..... **عن عبدالله بن مسعودؓ قال لقدرأيتنا ومايتخلف عن الصلوٰة إلامنافق قدعلم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى ياتي الصلوٰة،الحديث مشكوٰة شريف ص ۹۶ ج ۱ باب الجماعة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،**

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں ہم میں کوئی نماز (باجماعت) سے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر ایسا منافق جس کا نفاق معلوم ہو یا مریض (جو بالکل عاجز ہو) ورنہ تو مریض بھی دو آدمیوں کے درمیان (سہارے سے) چل کر نماز میں آتا تھا۔

آلیہ ہیں کچھ مقصودہ ہیں ۔ مدارس میں ان کیلئے گھنٹے مقرر ہیں۔ سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات ہوتے ہیں غرض مستقل ایک نظام ہے۔ یہ نظام دور صحابہؓ وتابعینؒ میں نہ تھا کیا اس کو بدعت کہہ کر ترک کردیا جائے ۔یا اس کے منافع سامنے ہیں اور کوئی چیز اس میں اصول شرع کے خلاف نہیں ذرا وسعت نظر سے کام لیں تو تبلیغی جماعت کے کام کی حیثیت واضح ہو جائے گی۔

(۱۱) فضائل صدقات میں زکوٰۃ نہ دینے پر جو وعیدیں ہیں ان کو سن کر بے شمار لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے جس کا ہم کو براہ راست علم ہے۔

(۱۲) جو شخص صاحب نصاب ہے وہ مستحق زکوٰۃ نہیں[۱] اس جماعت کے غیر اہل علم کو مسائل بتانے اور فتویٰ دینے کی اجازت نہیں اس کے نصاب میں جو کتابیں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں ان میں لکھے ہوئے مسائل کو اہل علم واہل فتویٰ سے سمجھ کر عمل کرنے کی تاکید ہے جو مسئلہ نصاب میں نہ ہو اس کو اہل علم اور اہل فتویٰ سے پوچھ کر عمل کریں۔

(۱۳) یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی طالب علم اپنے مدرسہ میں رہتا ہے۔ اس کی تربیت کیلئے قانون بنادیا گیا ہے کہ دوسرے کمرہ میں نہ جائے۔ دوسری جماعت کے طالب علم سے بات نہ کرے۔ مدرسہ سے باہر کوئی رشتہ دار آیا ہو بلا اجازت اس سے ملاقات کیلئے نہ جائے۔ اس قسم کی پابندی کے منافع پر غور کریں کہ کس قدر اوقات کا تحفظ ہے۔ فتنوں سے امن ہے جمعیت قلب ہے اپنے علم اور مقصد کے ساتھ لگن ہے یہ پابندی ایسی نہیں جیسی زنا اور سرقہ پر پابندی ہے کہ خلاف کرنے سے سنگسار کردیا جائے گا یا قطع ید کردیا جائے گا۔ جس کیلئے دلیل کی ضرورت ہو۔ اطباء وڈاکٹر بھی زیر علاج مریض کو بہت سی مباح چیزوں سے پرہیز بتاتے ہیں

---

[۱]..... وان کان لایحتاج الیہ وھو یساوی مأتی درھم لایجوز صرف الزکوٰۃ الیہ ولایجوز لہ اخذھا (عالمگیری ص ۱۸۹ ج ۱) الباب السابع فی المصارف کتاب الزکوۃ، طبع کوئٹہ.

ان سے بھی شرعی دلیل نہیں دریافت کی جاتی بلکہ مریض کی مصلحت اوراس کیلئے ان کے تجربہ پر قناعت کی جاتی ہے۔

یہاں تک عربی عبارت میں تحریر کردہ شبہات واعتراضات کے جوابات ذکر کئے گئے اب اردوعبارات میں لکھے ہوئے اعتراضات کے جوابات تحریر ہوتے ہیں۔

مولانا اسماعیل شہید صاحبؒ

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ پر جواعتراضات آپ نے لکھے ہیں یہ نئے نہیں ہیں۔ بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضاخاں صاحب نے ایک عورت کو پس پردہ بٹھا کراس کی گود میں بچہ دیکر دردزہ کی نقل کرائی اوراس کے بچے کے رونے کی آواز پر سب لوگوں کا کھڑے ہوکر یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک پڑھنا ان چیزوں کو حضرت مولانا نے بدعت وناجائز لکھاہے کیونکہ قرآن کریم اورحدیث شریف آثارصحابہؓ، اجماع، فقہ مجتہدین نیز دیگر اولیاء کرام جیسے حضرت سیدعبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ سے ثابت نہیں۔ نیز اس میں سخت توہین ہے ایک عورت کو حضوراکرم ﷺ کی والدہ بنانا ہے اوراس کے بچے کو حضوراکرم ﷺ بنانا ہے اورگویا کہ اس مجلس میں ولادت ہورہی ہے۔ (استغفراللہ العظیم) اگرمعترض کے والد کی ولادت کا اس طرح میلاد کیا جائے تو وہ خود بھی اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ کوئی غلط اورغیرثابت چیز نہ ہوتو حضوراکرم ﷺ کا ذکر مبارک خواہ ولادت شریف کا ذکر ہوخواہ بچپن کی تربیت کا خواہ عبادات معاملات غزوات کا ذکر ہوحتیٰ کہ حضوراکرم ﷺ سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا ذکر ہومثلاً بکری، اونٹنی، تلوار، لباس وغیرہ ہرایسی چیز کا ذکر

موجب سعادت اور باعث خیر و برکت ہے[1] حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ محدث ساری عمر ذکر مبارک میں مشغول رہے۔ حدیث شریف پڑھاتے رہے اتباع سنت کی تلقین کرتے رہے۔ درود شریف کی ہدایت کرتے رہے بدعات کو مٹاتے رہے۔

(۱۴) تذکرۃ الرشید ص ۱۷ میں یہ الفاظ موجود نہیں۔ البتہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خاص وصیت فرمائی ہے کہ میرے دین و مذہب پر جو میری کتب سے ظاہر ہے۔ عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ حالانکہ ان کی کتب مدت دراز سے چھاپ کر شائع کر دی گئی ہیں۔ ان کے جوابات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ مگر مبتدعین رضا خانیوں کا طبقہ ان اعتراضات کو بار بار چھاپتا رہتا ہے اور ملک میں پھیلاتا رہتا ہے۔ بیرون ملک بھی پہونچاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ اور دیگر اکابر دیوبند پر جو اعتراضات لکھے ہیں ان کے جوابات بھی بارہا دئے جا چکے ہیں۔ الجنۃ لاہل السنہ، السحاب المدرار، توضیح البیان، الشہاب الثاقب، سبیل السداد، تسہیل العرفان، تغیر العنوان، کشف حقیقت، انکشاف حقیقۃ البدعت، صاعقۂ آسمانی، رضاخانی مذہب، اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ مدت سے شائع شدہ ہیں ان کو دیکھئے تو حقیقت معلوم ہوگی اور کس طرح اکابر دیوبند کی عبارتوں کو مسخ کیا ہے کس قدر جھوٹ ان کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش اب بھی برابر جاری ہے اگر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ نے خدائے پاک کی شان میں اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی ہے تو ان پر صاف صاف فتویٰ خود بریلی سے ہی دریافت کریں اور اگر ان سے کفر کا فتویٰ ملتا ہے تو جو ان کو کافر نہ کہے

[1]..... والاحتفال بذكر الولادة ان كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم (امداد الفتاویٰ ص ۳۲۷ ج ۶، كتاب العقائد والكلام، عنوان "استفتاء بعض علماء مصر متعلق بعض مسائل اختلافيه از حضرات ديوبند" مطبوعه زكريا ديوبند،

حالانکہ وہ ان کی کفریات سے خوب واقف ہے تو اس پر کیا فتویٰ ہے، اگر مولانا مرحوم پر کفر کا فتویٰ نہیں تو کیوں نہیں مہربانی فرما کر ان باتوں کا جواب بریلی سے منگا کر ہمارے پاس بھیجدیں۔

اب ان کے متعلق نمبروار جوابات مختصراً عرض ہیں۔

(۱) یہی حاصل ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحریر کا بھی دیکھو، حیات الموات[۱]۔ ص ۶۔

(۲) مولانا اسماعیل صاحب کی یہ عبارت نہیں۔

(۳) یہ بھی مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ پر بہتان ہے انہوں نے یہ عبارت نہیں لکھی

(۴) یہ بھی غلط ہے انھوں نے ایسا نہیں لکھا۔

(۵) سنن ابوداؤد شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے[۲]۔ بریلوی لوگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کیا فتویٰ لگائیں گے اور جو صحابہ کرام اس کو روایت کرتے ہیں اور محدثین لکھتے ہیں اور تمام دینی بڑے مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، صحاح ستہ میں داخل ہے ان سب پر کیا فتویٰ لگائیں گے اگر حدیث کے معنی کسی کو معلوم نہ ہوں تو وہ اہل علم سے دریافت کرے فتویٰ لگانے کا اس کو کیا حق ہے۔

(۶) نبی پر وحی آتی ہے[۳]۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرت ہوتی ہے۔ معجزات کا

---

[۱] ھر محال عادی ممکن عقلی ھے، حیات الموات فی بیان سماع الاموات ص ۶، مطبوعہ اھل سنت والجماعت بریلی،

[۲] ..... وانہ لیئط بہ اطیط الرحل بالراکب (ابوداؤد شریف ص ۶۵۰ ج ۲، کتاب السنۃ، باب فی الجھمیۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

[۳] ..... قال اللہ تعالیٰ انااوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ، (سورۃ نساء آیۃ ۱۶۳)

ظہور ہوتا ہے[1]۔ ساحر و جادوگر جو کچھ اعمال غریبہ کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے مستقل محنت وریاضت کرتے ہیں۔ شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں[2]۔ جس کی وجہ سے سیدھے سادھے آدمی چکر میں پڑ جاتے ہیں اس لئے ایسی چیزوں کو دیکھ کر اپنا ایمان کمزور نہ کریں۔ ان کو مقرب نہ سمجھیں اہمیت کا یہ مطلب نہیں کہ جادوگر مقرب الٰہی ہوتے ہیں بلکہ جادو نقصان پہونچانے والی چیز ہے اس سے بچنے کی اہمیت ہے۔

(۷) یہ تو فقہ کی کتابوں مجمع الانہر وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ ہماری ہر پکار کو اللہ تعالیٰ کی طرح ہر جگہ سے براہ راست سنتے ہیں شرک ہے[3]، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے قریب صلوٰۃ وسلام پڑھے میں اس کو خود سنتا ہوں جو شخص دور سے پڑھے وہ ملائکہ کے ذریعہ میرے پاس پہونچایا جاتا ہے[4]۔

(۸) جو عقیدہ نمبر ۷ میں لکھا ہے اس عقیدے کے ساتھ پکارنے کا حکم تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام کی تعظیم تو لازم ہے[5] اس کی تعظیم کو شرک نہیں لکھا یہ ان پر

---

[1]..... خبر الرسول المؤید بالمعجزة (شرح عقائد ص ۱۶) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند

[2]..... والسحر علم بالفاظ واعمال یتقرب بها الانسان الی الشیاطین تصیر بها الشیاطین مسخرات فیعینونه علی مایرید (التفسیر المظهری ص ۱۰۶ ج ۱) تحت قوله وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا، سورۂ بقره آیت: ۱۰۲، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی،

[3]..... ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم (مجمع الانهر ص ۵۰۵، ج ۲) کتاب السیر والجهاد ثم ان الفاظ الکفر انواع .مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. البحر الرائق ص: ۵/۱۲۴، باب احکام المرتدین، مکتبه ماجدیه کوئٹه.

[4]..... عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته. مشکوٰة شریف ص ۸۷ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الصلوٰة باب الصلوٰة علی النبی

[5]..... وقدفرض الله توقیره وبره الی النبی ﷺ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بہتان ہے ان کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ اس کی ہرگز اجازت نہیں وہاں نفس جھاڑ و دینا اور نفس پیاسے کو پانی پلانا بھی شرک نہیں جو کام اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے وہ غیر اللہ کے ساتھ خاص کرنا ضرور شرک ہے مثلاً یہ کہنا کہ مجھے بیٹا دیدیجئے یا ان کی قبر پر سجدہ کرنا وغیرہ اس کو حضرت مولاناؒ نے شرک لکھا ہے۔ جس سے بچنا ضروری ہے[1]۔

حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ کے متعلق اعتراضات کے جوابات

(۱) واقعتاً حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب محدث دہلویؒ بہت بڑے عالم محدث بزرگ صاحب نسبت تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے بھتیجے اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے پوتے تھے، خدا اور رسول کے دشمنوں سے جہاد کیا بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ جہاد ہی میں شہید ہوئے ''سیرت سید شہید'' میں ان کے حالات دیکھئے جن کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان میں انھوں نے اپنے دور کی بدعات وشرکیہ رسوم وعقائد کی خوب تردید کی ہے۔ جس طرح کسی کے پیٹ میں مادہ فاسدہ جگہ پکڑ چکا ہو جس کی وجہ سے صحت برباد ہو رہی ہو اس کو مسہل دوا دیجاتی ہے اور مادۂ فاسدہ نکالا جاتا ہے اور صحت کو بحال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تقویۃ الایمان کے ذریعہ عقائدہ فاسدہ وشرکیہ رسوم کو انھوں نے ختم کیا ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پیش کیا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(کتاب الشفاء ص ۱۸۹ ج ۲ مطبوعہ مؤسسۃ الثقافیۃ بیروت) القسم الرابع الباب الاول فی بیان ماھو فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم سب اونقص .

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... والسجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ الخ، شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰، (مطبوعہ مجتائی دھلی) والسجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ،

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے مسہل کی وجہ سے مریض کے پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے اور بار بار بیت الخلا بھی اس کو جانا پڑتا ہے۔ ذائقہ بھی خراب ہوجاتا ہے۔ مگر مادۂ فاسدہ کے نکل جانے پر اس کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ کتنی بڑی تباہی کی بلاء سے نجات مل گئی۔ اس لئے تقویۃ الایمان میں بعض تعبیرات مسہل کی طرح تیز اور سخت بھی ہیں مگر مضمون ان کا مفید ہے اسی لئے حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے اس کی تعریف فرمائی۔

(۲) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے یہ عبارت کہیں نہیں لکھی یہ تو ان پر بہتان ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں۔

الجواب

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی پاک ومنزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جائے، معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اصدق من اللّٰہ قیلا[۱] جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ کذب بولتا ہے۔ وہ قطعاً کافر ہے معلون ہے اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مؤمن نہیں تعالیٰ اللّٰہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۶ ج۱)[۲] وہ تو ایسے شخص کو کافر اور ملعون کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کے کلام میں جھوٹ بتائے یا یہ کہے کہ حق تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے ان کے نزدیک تو اللہ پاک کے کلام میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔

(۳) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔

(۴) پوری عبارت نقل نہیں کی گئی میں نقل کرتا ہوں۔

---

[۱]..... سورۃ النساء پارہ ۵. ترجمہ: خدائے تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا.

[۲]..... فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۶ ج ۱ . کتاب العقائد کتب خانہ رحیمیہ اردو بازار دھلی

الجواب

محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب انکا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اوران کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا سا ہے۔فتاویٰ رشیدیہ[1] ص ۱۱۱ ج ۱۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

الجواب

محمد ابن عبدالوہاب کولوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا۔بدعت وشرک سے روکتا تھا۔مگر تشدد اس کے مزاج میں تھا۔واللہ اعلم۔فتاویٰ رشیدیہ[2] ص ۸۸ ج ۳۔

پھر جب دوسری قسم کے حالات معلوم ہوئے تو حضرت گنگوہی نے تعریف نہیں کی بلکہ سکوت فرمایا کسی مسلمان سے نیک گمان قائم کرنے کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ بدگمانی کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے یہی ضابطہ ہے جس کی وجہ سے دلیل کسی مسلمان کے حق میں برا لفظ کہنے سے مانع ہے دلیل ہونے پر بھی بلاضرورت کسی کو برا کہنے کا مشغلہ اختیار کر لینا نہیں چاہیے نیز حضرت گنگوہی کی تحریر میں بھی اس کی رعایت ہے۔جیسا کہ فرماتے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے۔

---

[1]..... فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۱ ج ۱ . کتاب التقلیدوالاجتهاد کتب خانه رحیمیه اردو بازار دهلی،

[2]..... (فتاویٰ رشیدیه ص ۸۸ ج ۳) کتاب الاجتهاد والتقلید قبیل کتاب البدعات کتب خانه رحیمیه اردوبازاردهلی

(۵) اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سید المرسلین ﷺ کو شان نبوت کے لائق اپنی ذات وصفات اور عالم آخرت سے متعلق اتنا علم عطا فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور سب مخلوقات کا علم ایک قطرہ کے مانند ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا علم سمندر کے مانند ہے[۱] لیکن اللہ پاک کا علم اس سے بھی زائد ہے[۲]۔ کیونکہ وہ غیر متناہی ہے۔ نیز وہ ذاتی علم ہے

اوران کا علم عطائی ہے اور جب شریعت میں علم الغیب بولا جاتا ہے تو اس سے علم ذاتی ہی مراد ہوتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس کی تصریح کی ہے قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ سے علم الغیب کی نفی کی گئی ہے اور علم الغیب کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص مانا گیا ہے۔ **قل لایعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الاالله.**[۳] **وعندهٗ مفاتح الغیب لایعلمها الاهو**[۴]. **فقل انماالغیب لله**[۵]۔ **قل لااقول لکم عندی خزائن الله ولااعلم الغیب**[۶]. وغیرہ وغیرہ

۱..... ان اتقاکم واعلمکم بالله انا. باب قول النبی صلی الله علیه وسلم، کتاب الایمان، (بخاری شریف ص۷ ج ۱، مطبوعه اشرفی دیوبند)

۲..... قال الربیع ابن انس ان مثل علم العباد کلهم فی علم الله کقطرة من ماء البحور کلها (تفسیر ابن کثیر ص۱۷۵ ج۳) تحت قوله تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً لکلمٰت ربی، سورۂ کهف آیت: ۱۰۹، مطبوعه مکتبه تجاریه مکه مکرمه،

۳..... سوره نمل آیت: ۶۵، **ترجمه**:- آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (از بیان القرآن)

۴..... سوره انعام آیت: ۵۹، **ترجمه**:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا (از بیان القرآن)

۵..... سوره یونس آیت: ۲۰، **ترجمه**:- آپ فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ ہی کے لئے ہے۔

۶..... سوره انعام آیت: ۵۰ **ترجمه**:- آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں (از بیان القرآن)

احادیث میں۔ تابیر نخل[۱]، بیر معونہ[۲]، حدیبیہ[۳]، افک[۴] امامت[۵] شفاعت[۶] وغیرہ بے شمار امور ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اگر حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے وہی بات تحریر فرمادی جو کہ قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہے، مولانا احمد رضا خاںؒ نے بھی عالم الغیب کہنے کو ''الامن والعلی'' میں منع لکھا ہے۔ اسی طرح ملفوظات[۷] میں بھی منع لکھا ہے۔

(۶) ۵ سے اس کا بھی جواب ہوگیا۔

(۷) ۵ سے یہ بھی واضح ہوگیا نیز حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ پر اعتراضات کے جوابات: ۷ میں بھی اس کا جواب آ گیا۔

(۸) اس کا جواب بھی ۵ میں آ گیا۔

(۹) اس کا جواب بھی ۵ میں آ گیا۔

(۱۰) اس خیال سے دور سے کہنے کا یہی حکم ہے جیسا کہ ۵ میں ہے۔

(۱۱) اولیاء کرام کے طفیل میں بھی رحمت نازل ہوتی ہے اگرچہ رحمت کاملہ حضور اقدس ﷺ کے ہی طفیل میں ہے اور رحمت کاملہ کا مظہر اتم ذات مقدس ﷺ ہے۔

۱..... عن رافع بن خديج قال قدم نبی اللّٰہ ﷺ المدينة وهم يأبرون النخلة فقال ما تصنعون قالو كنا نصنعه قال لعلكم لو لم تفعلوا كان خيراً فتركوه فنقصت قال فذكروا ذلک له فقال انما انا بشر اذا امرتكم بشئ من امر دينكم فخذوا به واذا امرتكم بشئ من رأيی فانما انا بشر مشكوٰة شريف ص ۲۸ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

۲..... البدايةوالنهايةص ۷۳ ج ۲ الجزء الرابع سرية بيرمعونه مطبوعه مصطفے البازمكه مكرمه

۳..... بخاری شريف ص ۵۹۷ ج ۲، باب غزوة الحديبية. كتاب المغازی، مكتبه اشرفی ديوبند،

۴..... بخاری شريف ص ۵۹۳ ج ۲ باب حديث الافک، مكتبه اشرفی ديوبند،

۵..... مشكوٰة شريف ص ۸۱ باب القرأة فی الصلوٰة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند

۵..... مشكوٰة شريف ص ۴۸۸ باب الحوض والشفاعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

۷..... ملفوظات ص ۲۲۴ ج ۳ (مطبوعه نورانی كانپور)

(۱۲) عرس مروج ثابت نہیں۔[۱]

(۱۳) مجلس مولود مقرر کرنا جس میں روایات بھی غلط بیان کی جائیں اور اس میں کفریات بھی ہوں جائز نہیں۔[۲]

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سے متعلق اعتراضات کے جوابات

(۱) یہ عبارت براہین قاطعہ میں نہیں جو کچھ اس میں ہے اس کی نقل فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار سے پیش کردی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ پر بھی یہ اعتراض تھا جو کہ بہتان ہے۔

(۲) یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ پر بھی بہتان ہے تذکرۃ الخلیل میں صاف صاف موجود ہے کہ ظلم کا تحقق خدائے تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا (تذکرۃ الخلیل[۳] ص ۸۶)

(۳) یہ عبارت بھی براہین قاطعہ میں نہیں۔

(۴) اس کا جواب حضرت گنگوہیؒ پر کئے گئے اعتراضات ۱۳ کے جوابات میں آ گیا۔

---

[۱]..... لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیادویسمونه عرساً (التفسیر المظهری ص ۶۵ ج ۲) تحت قوله لایتخذبعضنا بعضاًارباباً من دون الله، (سورة آل عمران آیت: ۶۴، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی)

[۲]..... ومن جملة ماأحدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذالک من اکبرالعبادات واظهارالشعائر مایفعلونه فی شهرربیع الاول من المولد وقداحتویٰ علی بدع ومحرمات جملةً (المدخل ص ۲ ج ۲) فصل فی المولد، مطبوعه مصر.

[۳] تذکرة الخلیل ص ۱۴۷، قیام بهاولپور اور مناظره، مکتبه خلیلیه سهارنپور،

حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی سے متعلق اعتراضات کے جوابات

(۱) یہ عبارت ان الفاظ کے ساتھ حفظ الایمان میں نہیں اس میں اپنی طرف سے معترض نے کچھ بڑھا کر مطلب بگاڑا ہے۔ جو کہ صریح بہتان ہے۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ خبیث مضمون کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا میں اس کو کفر سمجھتا ہوں دیکھو۔ بسط البنان اور السحاب المدرار وغیرہ، ظالموں نے بہتان لگا کر پھیلایا ہے۔ نفس مسئلہ کی تشریح حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ پر کئے گئے اعتراضات کے جواب ۵ میں ہے۔

(۲) بزرگوں کا تذکرہ کرنا اور دینی کارنامے بیان کرنا درست اور ذریعہ اصلاح ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے نام کی طرح بطور وظیفہ ان کا نام پڑھنا غلط ہے اور موہم ہے۔ بقیہ مذکورہ چیزیں بے اصل ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں اعتراضات کے جوابات

(۱) اس میں اعتراض کیا ہے تشریح کریں؟

(۲) اس کا جواب گزر چکا۔

(۳) جب سے آدمی بدعت سے تائب ہو کر سنت پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اس وقت سے سنت کی رحمت و برکت شروع ہو جاتی ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت و برکت ہیں۔ جب سے اس دنیا میں تشریف لائے رحمت و برکت کا ظہور شروع ہو گیا۔ پھر کار نبوت شروع کیا اور وحی آئی اس وقت کی رحمت و برکت کا حساب لگانا دشوار ہے

بد دینی، بدعملی، بدعت کومٹانے، اور دینداری، اعمال صالحہ، سنت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جب سے اجتماعی اور غیر اجتماعی شکل اختیار کی گئی اسی وقت سے اس کی برکت ظاہر ہونا شروع ہوگئی اور جس قدر کام بڑھتا گیا اسی قدر خیر و برکت میں اضافہ ہوتا گیا اور ہو رہا ہے۔

(۴) کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر[۱] میں ہر وہ شخص داخل ہے۔ جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے حق تعالیٰ قبول فرمالے۔ یہی انبیاء کا طریقہ ہے۔ جو شخص اس طریقہ کو جس قدر اختیار کرے گا انبیاء علیہم السلام سے اسی قدر اس کو قرب کی نسبت حاصل ہوگی۔ یہ نسبت شخص واحد کو بھی حاصل ہوسکتی ہے اور جس شخص کے ذریعہ لاکھوں آدمی اس مبارک کام میں لگ جائیں ہر ایک کی محنت میں اس شخص کا حصہ ہوگا اور اس کی نسبت زیادہ سے زیادہ قوی ہوگی۔ چنانچہ اللہ پاک نے یہ مقام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو عطا فرمایا۔

حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند دیوبندیؒ سے متعلق اعتراضات کے جوابات

(۱) یہی مضمون مجملاً احمد رضا خاں صاحب نے بھی لکھا ہے جیسا کہ حیات[۲] الموات ص ۶ میں ہے۔

(۲) ہر صحیح دینی کتاب کے متعلق یہی کہا جائیگا کہ جس نے اس کو مانا اس کو ہدایت ہوئی جس نے نہیں مانا وہ غلط راہ پر چلا۔

۱..... سورہ آل عمران: آیت: ۱۱۰

۲ حیات الموات فی بیان سماع الاموات ص ۶، مطبوعہ اهل سنت والجماعت بریلی،

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے متعلق اعتراضات کے جوابات

ذہن کو غصہ سے خالی کر کے غور کریں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کی دو رکعت بعد والوں کی ۲ لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہیں[1] اور جو کچھ انھوں نے ایک مد یا اس کا نصف صدقہ دیا ہے دوسرے لوگ اگر پہاڑ برابر سونا صدقہ دیں تب بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے[2] یہ اسی وجہ سے ہے کہ ان کا ایمان نہایت قوی تھا جس کا تعلق قوت عملیہ سے ہے بعد والوں کو یہ نصیب نہیں۔ حضرت نبی پاکؐ سے ثابت نہیں کہ کسی دن بھی ہزار یا پانچ سو نفلیں پڑھی ہوں حالانکہ امت کے بعض حضرات سے یہ ثابت ہے[3]۔ نیز وتر کی ایک رکعت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورا قرآن کریم پڑھا ہے[4]۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے دو رکعت نفل میں پورا قرآن شریف ختم کیا ہے، رمضان المبارک

---

[1] ورد سبق درهم مائة الف درهم (مرقاة المفاتيح ص: ۵/۵۱۸، باب مناقب الصحابة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

[2] عن ابی سعیدن الخدریؓ قال قال رسول الله ﷺ لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیده لو انفق احد کم مثل احدذهبا مابلغ مداحدهم ولانصیفه ابو داؤد شریف ص ۶۴۰ ج ۲ کتاب السنة

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کو برا مت کہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھا مد جو کے برابر نہیں ہو سکتا۔

[3] قال الزبیر وحدثنی یحیی بن مسکین مارأیت احدا قط اکثر رکوعا وسجودا من مصعب بن ثابت کان یصلی فی کل یوم ولیلة الف رکعة ویصوم الدهر (صفة الصفوة ص ۱۱۹/۲، مکتب عباس احمد الباز مکه مکرمه)

[4]..... اخبرنا هشام عن محمد بن سیرین أن عثمان کان یحیی اللیل فیختم القرآن فی رکعة (الطبقات الکبریٰ لإبن سعد ص ۷۵ ج ۳، مطبوعه دار الفکر)

میں ہر روز ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے[1] حضرت نبی کریمؐ سے یہ چیزیں ثابت نہیں مگر جو مقام کیفیت ایمانیہ اور شان نبوت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو اللہ پاک نے عطا فرمایا اس کا کروڑواں حصہ بھی ان اعمال کثیرہ کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں یہ بات بالکل حق اور صحیح ہے۔

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے تحذیر الناس میں ہرگز ایسا نہیں لکھا خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کو جاہلوں کا خیال قرار نہیں دیا ان پر بہتان ہے۔ جس کی براءت وہ جوابات ''محذورات عشر''[2] میں فرما چکے ہیں جس کو چھپے ہوئے ۱۰۰ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ انھوں نے ختم نبوت کے تین معنی بتا کر ہر طرح حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین ثابت کیا ہے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ پر اعتراضات کے جوابات

اگر مجلس میلاد قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہؓ، فقہ ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو تو پیش کریں بات یہ ہے کہ چھ صدیاں امت پر اس طرح گذر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں ملتا تاریخ ابن خلکان[3] میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے شاہ اربل نے یہ مجلس منعقد کی اور شاہانہ

---

[1]..... وكان يجمع القرآن فى ركعتين فى ليلة عن ابى يوسف قال كان ابوحنيفةؒ يختم القرآن كل يوم وليلة ختمة حتى إذاكان شهر رمضان ختم فيه مع ليلة الفطر ويوم الفطر اثنتين وستين ختمة الخ (عقود الجمان فى مناقب الامام الاعظم ص ۲۱۳ الباب الحادى عشر فى شدة اجتهاده فى العبادة)

[2]..... محذورات عشر مطبوعه بلاس پريس ساڈھوره.

[3]..... وقدم مدينة اربل فى سنة اربع وستمائة وهومتوجه الىٰ خراسان. فرأى صاحبها الملك المعظم مظفر الدين بن زين الدين رحمه الله تعالىٰ مولعاً بعمل مولدالنبى صلى الله عليه وسلم عظيم الاحتفال به (تاريخ ابن خلكان ص ۴۴۹ ج ۳، الحافظ بن دحية رقم الاسم ۴۹۷، حرف العين)

شان وشوکت کے ساتھ کی پھر اس کی نقل اس کے وزیروں اور امراء نے کی یہ واقعہ ۶۰۴ھ کا ہے۔ اس وقت سے علماء حق نے اس پر نکیر کی ہے۔ علامہ ابن الحاج نے ''المدخل[1] میں ۳۲ صفحات اس کی تردید میں لکھے ہیں ۷۰۰ھ کے کچھ بعد ان کی وفات ہے۔ اعتراضات کے اندر جان پیدا ہو جاتی۔ اگر ادلۂ اربعہ میں کسی دلیل سے مجلس میلاد کا ثبوت پیش کر دیا جاتا افسوس یہ ہے کہ جس چیز کو اعلیٰ درجہ کی قربت کہا جا رہا ہے۔ وہ بے دلیل ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۰/۹۷ھ

[1]..... المدخل ص ۲ ج ۲ فصل فی المولد. مطبوعه مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

مختلف فرق باطلہ

فرقۂ ذگریان

سوال:- ایک گروہ جس کو ذگری کہتے ہیں۔ یہ فرقۂ باطلہ ذگریان صراط مستقیم سے منحرف ہے۔ مثلاً ان ذگری گروہ کے عقائد میں سے ایک شخص مسمیٰ بہ محمدی جو اس فرقہ کا مقتدا گذرا ہے۔ یہ لوگ اس کو اپنا پیغمبر ورسول تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ضروریات دین مثلاً نماز پنجگانہ روزہ ماہ رمضان المبارک۔ وحج بیت اللہ کے کلی طور پر منکر ہیں۔ لہٰذا کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ اور انکے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبین ہیں۔ جو شخص آپ کو خاتم النبیین نہ مانے بلکہ آپ کے بعد کسی اور کی نبوت پر ایمان لائے۔ وہ شخص کافر ہے[1] اس کے ساتھ مسلمانوں کو تعلق نکاح

---

[1]..... ودعوی النبوة بعدنبینا ﷺ کفر بالاجماع (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲، مطبوعه مجتبائی دهلی، والبسط فی اکفار الملحدین، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

وغیرہ جائز نہیں[۱]۔ نماز، روزہ، حج ارکان دین اسلام ہیں نصوص قطعیہ سے ان کی فرضیت ثابت ہے جو شخص ان کی فرضیت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ دائرۂ اسلام سے خارج ہے[۲]۔

قال اللہ تعالیٰ وما کان محمد ابااحد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ[۳] وقال اللہ تعالیٰ واقیموا الصلوٰۃ الآیۃ[۴] وقال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام الآیۃ[۵] وقال اللہ تعالیٰ وللہ علی الناس حج البیت الآیۃ[۶]۔

مسلمانوں کو ایسے عقیدوں سے اور ایسے عقیدے والوں سے انتہائی پرہیز کرنا چاہئے، اور

۱..... ولا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ احد، (عالمگیری کوئٹہ ص: ۱/۲۸۲، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرک. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴/۳۷۶، باب نکاح الکافر، قبیل باب القسم، مجمع الانھر ص: ۱/۵۴۷، باب نکاح الکافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۲..... من انکر شیئاً من الضروریات کحدوث العالم وفرضیۃ الصلاۃ والصوم لم یکن من اھل القبلۃ (النبراس ملخصاً ص ۳۴۲، ومن قواعد اھل السنۃ ان لا یکفر احداً من اھل القبلۃ. مطبوعہ امدادیہ ملتان، اکفار الملحدین ص ۱۷، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، تحقیق ان اھل القبلۃ اتفقوا علی ضروریات الدین الخ)

۳..... سورۃ الاحزاب آیت: ۴۰،

ترجمہ:- محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں (بیان القرآن)

۴..... سورۃ البقرۃ آیت: ۴۳،

ترجمہ:- اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (بیان القرآن)

۵..... سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۳،

ترجمہ:- اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا۔

۶..... سورۃ آل عمران آیت: ۹۷،

ترجمہ:- اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے (بیان القرآن)

بالکل علیحدہ رہنا چاہئے، اللہ پاک سب کو صراط مستقیم کی ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶ رشوال ۷۰ھ

دین بہائی

سوال:- زید نے دین بہائی قبول کرلیا یعنی بہاؤ اللہ موعود کل ادیان، ناسخِ قرآن تسلیم کرتے ہوئے اس نئی شریعت پر ایمان لایا جسکے مدعی بہاؤ اللہ ہیں۔ اس کتاب کا نام اقدس ہے جسکی تعلیمات کی رو سے تمام انبیاء ورسل اور آسمانی کتب برطرف ہیں اور سلسلۂ رسالت کبھی ختم نہیں ہوتا یعنی رسول اکرم ﷺ کو خاتم الرسل تسلیم نہیں کرتے کیا اب زید دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا حالانکہ وہ **لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتا ہے کیونکہ اس سے مندرجہ بالا عقائد پر ضرب نہیں پڑتی اگر زید دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا تو کیا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اگر نکاح فسخ ہوجائے گا تو زوجہ دَینِ مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے جب کہ وہ مسلمان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان عقائد کے اختیار کرنے کے بعد زید ایمان سے خارج ہوگیا[1] اس کا نکاح فسخ ہوگیا[2]

---

[1]..... دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲، مطبوعه مجتبائی دهلی، اکفار الملحدین ص ۵۶، مجلس علمی ڈابهیل، بیان وجوه تکفیر اهل القبلة)

[2]..... وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل (الدر علی الرد ص ۱۹۳ ج۳ کراچی) شامی زکریا ص ۳۶۶ ج۴، باب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل لایقاع الطلاق، مجمع الانهر ص: ۵۴۶/۱، باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۳۹۹/۱، الباب العاشر فی نکاح الکفار.

جب شوہر کے ساتھ وہ رہ چکی ہے تو پورا مہر لازم ہو گیا[1] اب اپنا مہر وصول کر سکتی ہے اور اس سے بالکل الگ رہے کوئی تعلقِ زوجیت نہ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند یکم ربیع الثانی ۹۵ھ

فرقۂ مہدوی کے عقائد

سوال:- مہدیوں سے تعلقاتِ نکاح درست ہے یا نہیں جو مولوی محمد جون پوری کو مہدی مانتے ہیں ان کے چند عقائد جو بمشکل معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

۱۔ نقل ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہم السلام نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کا وجود کُفر ہے۔ تقویمِ مہدیہ ص ۴، ۱۹۶۸ء

۲۔ حضرت مہدی کی تصدیق محبت کے ساتھ کرنا منکر مہدی کو کافر جاننا حدیث شریف ''من انکر المهدی فقد کفر''

۳۔ تو یہ خاتمین کا حق جاننا، رسول مہدی کو برابر جاننا جو حدیث، کتاب اللہ، اور احوالِ مہدی کے موافق ہو اس کو صحیح جاننا مہدی کے حضور میں مردود اور مقبول کی تصحیح کو حق جاننا جو حکم مجتہدین و بیان مفسرین وغیرہ جو کہ بیانِ مہدی کے مخالف ہو اس کو صحیح نہ جاننا۔ مذاہبِ اربعہ میں تقلید کو ناروا جاننا۔ خصوصیتِ بعثت مہدی کے احکام ولایتِ محمدی کے ظاہر کرنے کے لئے سمجھنا۔ آیتِ کریمہ ثم ان علینا بیانه یہ بیان مہدی موعود کی زبانِ مبارک سے ثابت ہے اس کو جاننا، دنیا میں خدا کے دیدار کو جائز و ممکن ماننا، یہ جاننا کہ ایمان ذاتِ خدا ہے۔ اب آپ

---

[1]..... ثم ان كان الزوج هو المرتد فلها كل المهران دخل بها، عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۳۹/۱، الباب العاشر فی نکاح الکفار، یتاکدلزوم تمامه بالوطء ونحوه (شامی ص ۱۰۲ ج ۳ مطبوعه کراچی، شامی زکریا ص ۲۳۳ ج ۴، باب المهر

فرمائیں کہ شرعاً ان مہدیوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں اور مہدیوں کی لڑکی سے اہلِ سنت والجماعت کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا اپنی لڑکی دے سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں پر ان کی لڑکیوں سے نکاح کرلینا کیسا ہے؟ اور اہلِ سنت والجماعت کی لڑکی کا نکاح وہاں کردیا گیا ہے۔ براہِ کرم شرعاً جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائیں اور ان لوگوں کو قربانی کے جانور میں شریک کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میں نے اس فرقہ کی یہ کتاب نہیں دیکھی جو چیزیں آپ نے درج کی ہیں وہ مسلک اہلِ سُنت والجماعت کی رو سے صحیح نہیں بعض انتہائی زیغ اور ضلالت کی چیزیں ہیں۔ اگر ان کی طرف ان امور کی نسبت صحیح ہے اور یہ ان کے عقائد ہیں تو ان کا خلاف اسلام ہونا ظاہر ہے[1]۔ اہل سنت والجماعت کو ان سے مناکحت نہیں کرنا چاہئے[2] کلی پرہیز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۸ھ

---

[1]..... وقد ظهر فی البلاد الهندية جماعة تسمی المهدوية ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية الی قوله ..... وقد افتوا بوجوب قتلهم علی من قدر من ولاة الامر عليهم (ملخصاً مرقات ص۱۸۳ ج۵، باب اشراط الساعة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی) كفايت المفتی ۱/۳۲۱، مطبوعه كوه نور پريس دهلی، كتاب العقائد، نوان باب بدعات اور اقسام شرک، فصل ششم فرقۂ مهدويه، والبسط فی "دائرۂ معارف اسلاميه ۸۵۹ ج ۲۱، مهدويه، مطبوعه لاهور

[2]..... قال الله تعالیٰ ولاتنكحوا المشركات حتی يومن (البقرة: ۲۲۱) والنص عام يدخل تحته جميع المشركات حتی المعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقدهٗ الخ، مجمع الانهر ص:۱/۴۸۷، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص: ۱/۲۸۱، القسم السابع المحرمات بالشرک، شامی زكريا ص: ۴/۱۲۵، كتاب النكاح، مطلب مهم فی وطء السراری الخ)

فرقۂ مہدویہ واحمدیہ

سوال:- کیا مہدویہ فرقہ جونپوری اوراحمدیہ فرقہ سرسید احمد خاں کے پیرو ہیں؟ مختصر طور پران کے حالات بیان فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

دونوں الگ الگ ہیں ان میں کوئی کسی کا پیرونہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

چن بسویشور صدیق دیندار کے عقائد

سوال:- ۱۔جنوبی ہند میں ایک جماعت ہے جسے لوگ عام طور سے چن بسویشور کہتے

---

[1]..... **فائدہ "مهدویه" سید محمد مهدی جونپوری (متوفی ۱۵۰۴ء) مدعی مهدویت موعوده کے پیرو (تفصیل کیلئے (اردو دائره معارف اسلامیه ۸۵۹ج ۲۱) مهدویه، مطبوعه لاهور، "احمدیه" غلام احمد قادیانی متنبی (متوفی۱۹۰۸ء) بانی جماعت احمدیه کا متبع فرقه (دائره معارف اسلامیه ص ۵۵۱ ج۱۴/ ۲، غلام احمد، مطبوعه لاهور،**

فائدہ :-فرقہ مہدویہ سید محمد جون پوری کومہدی موعود سمجھتا ہے جس طرح کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کومہدی سمجھتے ہیں شیخ علی متقی، شیخ محمد طاہر پٹنی اورامام ربانی مجدد الف ثانی نے مہدویہ کی تردید میں رسائل لکھے تھے جن سے معلوم ہوتاہیکہ ان کے عقائد ونظریات اسلام سے ہٹے ہوئے ہیں اور یہ فرقہ غیرمسلم ہے۔ انکے عقائد پرمفصل کتاب مولانا عین القضاۃ نے ہدیہ مہدویہ کے نام سے لکھی ہے(آپ کے مسائل ص۱۹۲ج۱) غلط عقائد رکھنے والے فرقے ،فرقہ مہدویہ کے عقائد، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند،

ہیں کیا یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، کیا انکے عقائد اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہیں؟

۲۔صدیق دیندار کون تھا؟ کیا اس نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

۳۔کیا مرزا غلام احمد قادیانی اور صدیق دیندار دونوں کے معتقدات ایک ہی جیسے ہیں یا کچھ فرق ہے؟

۴۔صدیق دیندار کے تحریر کردہ ملفوظات یا اور کوئی کتاب ہو تو تحریر فرمائیں صدیق دیندار کے معتقدین کا دعویٰ ہے کہ علماء کا ہمارے اوپر الزام اور تہمت ہے ہم صدیق دیندار کو صرف پیر مانتے ہیں نہ کہ نبی ایسے لوگوں کا بیان اور ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور نماز سے انہیں روکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱۔چن بسویشور اور ان کے عقائد سے میں بالکل واقف نہیں۔

۲۔میں صدیق دیندار کو نہیں جانتا نہ اس کے عقائد کا مجھے علم ہے۔

۳۔غلام احمد قادیانی کی کتابیں دیکھی ہیں مگر صدیق دیندار کی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

۴۔مجھے ایسی کتابوں اور ایسے ملفوظات کا کوئی علم نہیں بلا تحقیق کے کوئی حکم نہیں لگا سکتا وہیں کے مقامی علماء سے تحقیق کر لی جائے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... بانی دیندار انجمن کا نام صدیق لقب دیندار تھا اور اپنے نام کے ساتھ چن بسویشور لکھتا تھا ۴/رمضان ۱۳۰۳ھ میں دکن میں پیدا ہوا آصف نگر حیدر آباد میں ''خانقاہ سرور عالم'' (جگت گرو آشرم) قائم کی۔ ۱۹۲۴ء میں اپنے مشن کیلئے ''دیندار انجمن'' قائم کی چن بسویشور کی تصانیف میں مہر نبوت، خادم خاتم النبیین جامع البحرین، معراج المؤمنین، اور دعوت الی اللہ کے حوالے ملتے ہیں۔مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے اخذ واستفادہ کیا اور پھر اس پر اسرار نبوت کھل گئے۔ مامور وقت، یوسف موعود مہدی آخر الزماں، مثیل موسیٰ ہونے کے دعاوی کئے۔قادیانیوں کی طرح یہ جماعت مرتد اور خارج از اسلام ہے۔صدیق دیندار چن بسویشور نے خود نبی بلکہ خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔(احسن الفتاویٰ ۲۱۶ ج ۱، رسالہ بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا۔مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند، آپکے مسائل ص ۲۳۵ ج ۱) قادیانی فتنہ، دیندار انجمن الخ، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند۔

ایک گمراہ فرقہ کے عقائد

سوال:- ایک جماعت قرآن پاک کے متعلق اعتقاد رکھتی ہے کہ قرآن پاک کے چالیس پارے ہیں۔ تیس پاروں کا تو علم سب پر ظاہر ہے اور دس پاروں کا علم صرف ہماری جماعت کو ہے اور کسی کو نہیں۔ کیا اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا فرقہ مسلمان ہے؟

۲۔ یہی فرقہ کہتا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے ہیں، ایسے فرقہ کے متعلق شرع میں کیا حکم ہے؟

۳۔ یہی فرقہ پانچ وقت کی نمازوں کو فرض اور ضروری نہیں کہتا ہے بلکہ صرف رات میں نماز پڑھنے کو ضروری سمجھتا ہے۔ بلکہ اگر نماز کو کہا جاتا ہے کہ بھائی تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کیا مر گیا ہے جو ہم اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھیں۔ العیاذ باللہ، اور بعض مرتبہ کہتے ہیں کہ ہم کیا دکھا کر نماز پڑھتے ہیں ہم تو صرف رات میں نماز پڑھتے ہیں بلکہ مراقبہ نماز کو کہتے ہیں کہ نماز تو ذکر کا نام ہے وہ دل سے کرتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں کیا حکم ہے؟ کیا رات میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور پانچوں وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں؟ اور ایسے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کیا مر گیا ہے جو اس کی نماز پڑھیں گے۔ کہتے ہیں کہ ہم دکھا کر نماز نہیں پڑھتے۔ نماز اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اللہ کا ذکر کرنا ہے وہ دکھا کر نہیں کرنا چاہئے صرف دل سے کر لینا کافی ہے۔ اللہ کوئی بہرہ تھوڑا ہی ہے۔ نعوذ باللہ۔

۴۔ قبر یا مزار پر سجدۂ تعظیمی معیوب نہیں بلکہ ضروری تصوّر کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں کو اچھا خیال نہیں کرتے۔ ایسے ہی زندہ پیروں کے قدموں پر سر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں خاص طور سے عورتوں کے لئے ان دونوں صورتوں میں شرع کا کیا حکم ہے؟ نیز ان سے اپنی رشتہ داری کے تعلقات رکھنا روا ہے یا نہیں؟

۵۔ ہر ہفتہ مزار پر اپنے اپنے کھانے لے جاتے ہیں اور سال بھر میں ۶ ربیع الثانی کو سالانہ عرس کرتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور خصوصی طور پر کھانے تیار کرتے ہیں اور وہیں کھاتے پیتے ہیں، ان کا ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟

ہر ایک مسئلہ کا الگ الگ حکم تحریر فرمائیں۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کون سی صورت میں رشتہ داری یا تعلقاتِ شرعی ان کے ساتھ جائز ہو سکتے ہیں؟ تسلّی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱۔ جو قرآن شریف حضور اکرم ﷺ کے وقت سے امّت میں برابر شائع ہے تلاوت کیا جاتا ہے مصاحف میں لکھا ہوا وہ سب متواتر اور قطعی ہے۔ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ اس میں سے دس پارے غائب ہیں ان کا کسی کو علم نہیں وہ صرف نیا ایک فرقہ پیدا ہونے والے کے پاس ہے یہ عقیدہ غلط ہے اس کے ماننے والے لوگ تواتر قطعی کے منکر اور اسلام سے خارج ہیں[۱] ان سے مناکحت اہلِ اسلام کیلئے حرام ہے[۲]۔

---

[۱]..... وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلو فی جمیع اقطار الارض المکتوب فی المصاحف بایدی المسلمین انه کلام الله وان جمیع مافیه حق وان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلک اوبدلهٗ بحرف اٰخر مکانهٗ اوزاد فیه حرفاً الی قوله .....انه کافر (ملخصاً کتاب الشفاء ص ۲/۲۵۱، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فی حکم من استحف بالقرآن الخ، مطبوعه مؤسسه بیروت، مجمع الانهر ص۲/۵۰۷، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲]..... وحرم نکاح الوثنیة (الدرالمختار) ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم وفی شرح الوجیز و کل مذهب یکفر به معتقدهٗ (شامی ملخصاً ص۴۵ ج۳، مطبوعه کراچی) شامی زکریا ص۱۲۵ ج۴، فصل فی المحرمات، مطلب مهم فی وطء السراری اللاتی یؤخذن غنیمة فی زماننا. البحرالرائق کوئٹه ص۳/۱۰۲، باب المحرمات، النهرالفائق ص۲/۱۹۴، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۲۔اس فرقہ کی بنیاد ہی غلط ہے خلافِ اسلام ہے تو اسکی ہر ہر بات کو دریافت کرنا بیکار ہے، یہ فرقہ اگر بیداری کی حالت میں اپنے چہرے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دعویٰ باطل ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھ سکے تو اس فرقے کی مجال کیا ہے[۱]؟

۳۔پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے اس کا انکار کفر ہے[۲]۔حضرت نبی کریم ﷺ نے اخیر حیات تک اسکی پابندی کی اور اُمت کو پابندی کی ہدایت فرمائی، اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا لفظ کہنا انتہائی بددینی ہے۔اللہ تعالیٰ تو موت کا خالق ہے قدیم ہے اس پر مَوت طاری نہیں ہوسکتی[۳]۔

۴۔قبروں کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے؟ زندہ پیر کو بھی سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے[۴]،عورتوں کو

---

[۱]..... فی حدیث عمربن ثابت مرفوعاً انہ لن یری احدمنکم ربہ حتی یموت (مسلم ص ۳۹۹ ج ۲، کتاب الفتن، باب ذکرابن صیاد، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مسنداحمد ص ۴۳۳ ج ۵، حدیث عمر بن ثابت الانصاری. مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ:-تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے پروردگار کا ہرگز دیدار نہیں کرسکتا۔

ان ائمة السنة و الجماعة متفقون من انّ الله لا یراہٗ احد بعینیه فی الدنیا(فتاویٰ ابن تیمیه ص ۴۹۰ ج ۵ مذهب اهل السنة ان الله لا یراه احدالخ فتاویٰ حدیثیه ص ۱۴۸ مطلب فی روية الله فی الدنیا. مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

[۲]..... الصلاة فریضة واعتقاد فرضیتها فرض وتحصیل علمها فرض وجحدها کفر(اکفار الملحدین ص ۶، بیان کثرة المتواترات فی الاحکام الخ، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، مجمع الانهر ص:۱۰۳، ج:۱، کتاب الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲/۵، کتاب الصلوة)

[۳]..... ولا یجوز السجود الا للّٰه تعالیٰ (هندیه کوئٹه ص ۳۶۹ ج ۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاة الملوک الخ (البحرالرائق ص ۱۹۸ ج ۸، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی البیع، مطبوعه کوئٹه، الشامی ص ۳۸۳ ج ۶، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، مطبوعه کراچی، مرقاة ص:۴۶۷، ج:۳، باب عشرة النساء وما لکل واحد من الحقوق، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی)

[۴]..... ان الله تعالیٰ واحد قدیم بلا ابتداء لا یفنی ولا یبید حی لا یموت (العقیدة الطحاویة ص:۳۲،۳۶، توحید الاله، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

پیروں کے قدموں پر سر رکھنا دوہرا گناہ ہے، بیعت ہونے سے پیر محرم نہیں بن جاتا ہے، ایسے فرقے سے پورا پرہیز لازم ہے۔

۵۔ان کا ایسا کرنا جہالت ہے ضلالت ہے ہرگز ان کا ساتھ نہ دیا جائے[۱] اہل علم اور متبع سنت حضرات کے ذریعہ ان کو فہمائش کی جائے حق تعالیٰ ہدایت دے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۱۴۰۱ھ

خاکساری فتنہ کا حکم

سوال:- خاکساری فتنہ جو موجودہ زمانہ میں چل رہا ہے آیا اس لائن میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں خاکسار کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔خاکساروں کے ساتھ اسلامی تعلق رکھنا برت برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان کا عقد مسلمان لڑکی سے جائز ہے یا نہیں۔عنایت اللہ کا تذکرہ درست ہے یا اسلامی طریقے کے خلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عنایت اللہ مشرقی بانیِ تحریک خاکسار نے جو کتاب تذکرہ لکھی ہے اس میں بہت چیزیں جو بالکل اسلام کے خلاف ہیں تحریر کی ہیں۔وہ کفریہ عقائد ہیں[۲] اسی طرح اور بھی بہت سی

---

[۱]..... یامر تعالیٰ عباده المومنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر وترک المنكرات، وهو التقوى وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم، تفسير ابن كثير ص: ۲/۹، سورۂ مائده تحت آيت ۲، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكه مكرمه، تفسير مظهرى ص ۳/۱۹، مطبوعه رشيديه كوئٹه، الجامع لاحكام القرآن ص: ۳/۱۸، الجزء السادس، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲]..... وہ (عنایت اللہ خان المعروف بہ علامہ مشرقی) صرف عمل اور مادی ترقی کو اصل ایمان کہتے ہیں نماز روزے حج کی یہ صورتیں ان کے نزدیک فضول ہیں نماز ان کے نزدیک اطاعت امیر کا نام ہے وہ ڈارون تھیوری کے قائل ہیں وہ تمام نصاریٰ کو جنتی اور پکا مومن قرار دیتے ہیں ان وجوہات سے مشرقی..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

تحریرات ہیں۔ کفریہ عقائد لکھ کر شائع کئے ہیں پس جس شخص کے عقائد تحقیق سے معلوم ہو جائیں کہ کفریہ ہیں اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور اس سے اسلامی تعلق رکھنا ناجائز ہے[۱] اسی طرح اس کا مسلمانوں کے ساتھ عقد نکاح کرنا بھی ناجائز ہے[۲] مگر پہلے اس کی خوب تحقیق کر لی جائے کہ اس کے عقائد کیا ہیں کیوں کہ محض شبہ کی بناء پر کسی کو کافر کہنا جائز نہیں[۳]۔

تحریک خاکسار میں داخل ہونا ناجائز ہے مسلمانوں کو اس فتنہ سے احتراز ضروری ہے ہر شخص پر حسب استطاعت مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانا اور اس کی خرابیوں سے آگاہ کرنا نیز اس کی مدافعت کر کے اہل اسلام کو تحفظ اسلام پر آمادہ کرنا لازم اور ضروری ہے جو شخص باوجود قدرت کے اس فتنہ سے مدافعت نہیں کرے گا وہ گنہ گار ہوگا[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید غفرلہ

صحیح: عبداللطیف ۲۴/محرم ۵۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اور ان کے تمام معتقد جو ان عقائد کو حق سمجھتے ہیں سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں (کفایت المفتی ۳۰۶ ج ۱، فصل سوم فرقہ خاکساراں، مطبوعہ کوہ نور پریس دھلی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... وشرطها اسلام الميت فلا تصح على الكافر لقوله تعالى ولاتصل على احد منهم مات ابدا، التوبة: ۸۴، مجمع الانهر ص: ۲۶۸، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص: ۱۱۷، ج: ۲، فصل فى الصلوة على الميت، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲]..... ولا تصح ان تنكح المرتدة احدا من الناس مطلقا اى مسلما او كافرا او مرتدا، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۴/۳۷۶، باب نكاح الكافر، قبيل باب القسم، مجمع الانهر ص: ۱/۵۴۷، باب نكاح الكافر، دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص: ۱/۲۸۲، القسم السابع المحرمات، بالشرك، كتاب النكاح. (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

فرقۂ خاکسار کے ساتھ سلام وطعام

سوال:- ایک شخص کے عقائد ہیں کہ خاکسار کافر ہیں پھر زید ان کافروں کے ساتھ کھانا کھاتا ہے تو کیا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں اور قابل معاملات دنیاوی ہے یا نہیں۔

(۲) خاکسار کافر ہیں یا نہیں اور قابل معاملات ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱۔ عنایت اللہ مشرقی بانیِ خاکسار نے اپنی تحریرات تذکرہ قول فیصل وغیرہ میں عقائد اسلام کا استہزاء کیا ہے اور سخت ترین توہین کر کے بنیادی چیزوں کا انکار کر دیا ہے اسلئے وہ علماء اسلام کے فتویٰ کے مطابق کافر ہے ایسے لوگوں کے ساتھ بلاضرورت میل جول سلام کلام محبت کا تعلق رکھنا ناجائز ہے اس لئے کہ ان کے عقائد دوسروں میں بھی سرایت کریں گے لہٰذا ان سے بالکل علیٰحدہ رہنا چاہئے[۱] جو شخص بلاضرورت شرعیہ ان سے تعلقات رکھے گا وہ گنہگار ہوگا اس کا اسلام خطرے میں ہے تاہم اس کو کافر کہنا درست نہیں بعض ناواقف سیدھے

(حواشی صفحہ گذشتہ) [۳]..... ولا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق، شرح فقه اکبر ص:۸۷، اختلفوا فی اللعن علی یزید، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۴]..... مامن قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیر واثم لا یغیرون الا یوشک ان یعمهم الله بعقاب، مشکوة ص:۴۳۶، باب الامر بالمعروف، الفصل الثانی. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... وکذلک منع اصحابنا الدخول الی ارض العدو ودخول کنائسهم والبیع ومجالسة الکفار واهل البدع والا تعتقد مودتهم ولا یسمع کلامهم ولا مناظرتهم، الجامع لاحکام القرآن ص:۴/۱۴، الجزء السابع، سورۂ انعام تحت آیت ص:۶۸، مطبوعه دارالفکر بیروت، الاعتصام للشاطبی ص۱/۶۵، باب فی ذم البدع، مطبوعه دارالفکر بیروت، مرقاة ص:۴/۷۱۶، باب ما ینهی عنه من التهاجر الخ الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

سادھے مسلمان مشرقی کے عقائد سے واقف نہیں مگر اس کی ظاہری تنظیم کو دیکھ کر اس کی تحریک میں شریک ہوگئے ان کو مشرقی کی خرابیاں دکھلا کر اس تحریک سے بچانا چاہئے اور کسی شخص کے متعلق جب تک پوری تحقیق نہ کرلی جاوے اس وقت تک اس کے کفر کا حکم لگانا درست نہیں اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے[1]۔

(۲) علماء اسلام کے فتویٰ کے مطابق عنایت اللہ مشرقی اور اس کے ہم عقیدہ لوگ کافر ہیں اس کے رد میں بہت سے حضرات نے کتابیں لکھی ہیں جن میں اسکے عقائد کفریہ کو خود اس کی کتابوں سے نقل کر کے قرآن وحدیث اجماع وغیرہ اصولِ دین کے ماتحت اس کی تکفیر کی ہے[2] مشرقی کا اسلام نامی کتاب سہارنپور سے مشرقی اور اسلام نامی کتاب دیوبند سے بھی اس کے رد میں شائع ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۲/۵۹ھ
صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،
صحیح: عبداللطیف ۹/صفر ۵۹ھ

بوہرہ کی اصل

سوال:- بواہیر کون لوگ ہیں، ان کی بنیاد کس نے ڈالی اور کہاں ڈالی؟ ان کے بنیادی

---

[1]..... ولا یجوز ان یرمی مسلم بفسق و کفر بلا تحقیق، شرح فقه اکبر ص:۸۷، اختلفوا فی اللعن علی یزید، مطبوعه مجتبائی دهلی، کذا فی کفایت المفتی ص۳۰۷ ج ۱، فصل سوم فرقه خاکساران، مطبوعه کوه نور پریس دهلی.

[2]..... کذا فی کفایت المفتی ص۳۰۷ ج ۱، فصل سوم فرقه خاکساران، مطبوعه کوه نور پریس دهلی.

عقائد مختصراً بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بواہیر عربی قاعدہ سے بوہرہ کی جمع بنائی گئی ہے جو کہ بہوار سے ہے جس کے معنیٰ ''تاجر'' ہیں یہ تو لغت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ صاحبِ مجمع البحار[1] کے تذکرہ میں ہے لیکن یہ مستقل خاندان یا قوم ہے کچھ سنی ہیں اکثر شیعہ ہیں غالباً یہ سنی بھی پہلے شیعہ تھے پھر سنی ہو گئے ان کی نسل بوہرہ سنی ہے[2] بوہرہ کے عقائد کی تفصیلات ان سے ہی دریافت کیجئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کمیونزم کیسی جماعت ہے؟

سوال:- ہندوستان میں کمیونزم جماعت آپکے اسلامی نقطۂ نظر سے کیسی جماعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابتداء تو اس کی خدا اور دین سے بغاوت پر ہے، مگر اس کے اصول میں ترمیم بھی ہوتی رہتی ہے، اگر کوئی شخص اصولِ اسلام کا پابند رہ کر اس میں شرکت کرے تو اس کو اسلام سے

---

[1]..... البوهرة وهي مشتقة من بيوهار في لغة اهل الهند معناه التجارة وهم في العقائد على مذهب الشيعة الاسماعيلية وبعضهم سنهون الخ، (مجمع بحار الانوار ص: ۲۰/۱، ترجمة المصنف، مطبوعه مكتبه دار الايمان مدينه منوره)

[2]..... المستعلی ۱۱۰۱ھ کے دعویٰ خلافت کے حامی اسماعیلیوں سے متعلق دو جماعتوں سلیمانیوں اور داؤدیوں میں منقسم ایک تجارت پیشہ شیعی فرقہ اس میں ایک جماعت سنیوں کی ہے جس میں زیادہ تر کسان وکاشتکار ہیں۔ اور ۱۹۰۱ھ کی مردم شماری کے کاغذات میں چھ ہزار چھ سو باون ہندوؤں اور پچیس جین مت کے پیروں نے اپنے آپ کو بوہرہ لکھوایا اور مسلم بوہروں کی تعداد ایک لاکھ چھیالیس ہزار دو سو پچپن ہوئی۔ (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ص ۶۸ ج ۵ ملخصاً) بوہرہ۔ مطبوعہ لاہور،

خارج نہیں قرار دیا جائے گا، جماعت کے تمام افراد پر ایک حکم نہیں لگایا جائیگا اور اس جماعت کو اسلامی جماعت بھی نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمیونزم

سوال:- ہم لوگ کمیونسٹ پارٹی ہیں۔ جو چین اور روس میں ہے اور جس کا موجد ''لینن'' اور ''مارکس'' ہیں اس کے موجدین کے کیا کیا اصول وضوابط ہیں؟ کس مذہب کے ماننے والے ہیں؟ اس پارٹی میں قرآنی حکم اور حدیث کی عظمت یا وقار باقی رہ سکتی ہے یا نہیں، اور ہم مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کو تسلیم کر کے اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ غرض اس کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر سے اس میں فتویٰ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کمیونزم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان کو مذہب سے لڑایا جائے، چنانچہ واٹ کمیونزم از دیب میں ہے۔ ص ۸۱۲/ کہ کمیونزم کا ممبر اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا جو صدق دل سے صاف صاف اس کا اعلان نہ کردے کہ وہ دہریہ ہے یعنی منکر خدا ہے۔

اینجلز لکھتا ہے کہ ہماری پارٹی طبقہ وار شعور رکھتی ہے اور مزدوروں کی آزادی کیلئے جد وجہد کرتی ہے۔ ایسی پارٹی مذہبی اعتقادات سے پیدا کردہ جہالت سے غفلت نہیں برت سکتی ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد ہے کہ مذہبی فریب خوردگی کو دور کیا جائے (اینجلز ص ۱۵)

مارکس نے مذہب کے انفرادی معاملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں قدم آگے بڑھا کر انسانیت کو مذہب کے اقتدار سے آزاد کرنا ہے، مذہب پر تنقید علم تنقید کا مبدأ ہے، (مارکس سوشلزم ص ۱۹۲)

مذہب عوام کے حق میں افیون کا اثر رکھتا ہے (بحوالۂ سابق) مذہب آواز قدیم کی نظامی غلامی کی بازگشت ہے۔ (کمیونسٹ مینوفیسٹو کی تشریح دفعہ ۵۵ از ریز نیوف) بحوالہ الحق ص ۱۰۰۹ ر جمادی الاولیٰ ۸۹ھ کمیونزم پر بحث کرتے ہوئے۔

''حکم الاسلام[1] فی الاشتراکیۃ'' کے مصنف لکھتے ہیں۔

ان العقیدۃالاساسیۃ للنظام الاشتراکی ھی العقیدیۃ المادۃ التی''تقول ان المادۃ ھی اصل الاشیاء ولا شئ لغیر المادۃ وھٰذا یعنی انکار وجود الخالق العظیم سبحانہ وتعالیٰ وبالثانی انکار کل دین سماوی واعتبارھا الایمان بذٰلک افیونا یحذر الشعوب کما یعتقد بذٰلک المارکسیون والتیتویون وامثالھم.

یعنی کمیونزم کی بنیاد یہی عقیدہ مادیہ ہے جو کہتا ہے کہ مادہ ہی اصل چیز ہے اور مادہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں اور یہ یعنی باری تعالیٰ کا انکار اور انجام کار ہر دین سماوی کا انکار اور ایمان کے حق میں نشہ آور افیون سمجھنا ہے جیسا کہ مارکس اور ٹیٹو کے ماننے والے سمجھتے ہیں۔ (حکم الاسلام فی الاشتراکیۃ ص ۱۹۹)

اور کمیونزم بھی ایک تحریک ہی نہیں بلکہ ایک جدید مذہب ہے جسکے بانی ''مارکس''، ''لینن'' وغیرہ یہودی تھے، چنانچہ علامہ طنطاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے، ان مختصر جوابات سے آپنے اندازہ لگالیا ہوگا کہ کمیونزم صرف ایک معاشی تحریک نہیں بلکہ ایک جدید مذہب ہے جو تمام ادیانِ سابقہ اور الٰہی تعلیمات اور اخلاقی اقدار اور دین حق یعنی ذات خداوندی کے خلاف ہے اور کامریڈوں کی درندگی کی راہ میں سے ہر رکاوٹ کو دور کرنا اس دینِ جدید یا دین یہود کا مسلک ومقصد ہے، دین سوشلزم جو دشمن انسانیت ہے، اسکے بانی شیونن ہار، مارکس، ولینن، جو یہودی تھے اور جن کا قول تھا کہ ہم نے بے زبان حیوانات پر تو سواری کی اب ہم نے اس

[1]..... حکم الاسلام فی الاشتراکیۃ ص: ۱۱۹، مطبوعہ المکتبۃ العلمیۃ مدینۃ المنورۃ.

زمانے میں انسانوں کو سواری بنا دیا جن کو جانوروں کی طرح استعمال کریں گے۔ (جواہر ج ۲ ص ۱۲۸ بحوالہ الحق) یہ کمیونزم کا اجمالی خاکہ ہے جس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اعتقاد کے اعتبار سے بھی وہ صراحۃً اسلام کے خلاف ہے، سیاسی حیثیت سے اسمیں شرکت وقتی طور پر اگر مفید بھی نظر آتی ہو پھر بھی دینی حیثیت سے اس کا ضرر واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کانگریس اور کمیونزم کی تفصیل

سوال:- زید ایک مسلمان معتقدِ خدا ورسول اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے لیکن وہ سیاسی حیثیت سے کمیونسٹ پارٹی کو پسند کرتا ہے۔ اس کا ممبر اور اس پارٹی کو ووٹ دینا چاہتا ہے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ زید گنہگار ہے۔ کیونکہ کمیونزم کا اصل الاصول انکارِ خدا ومذہب ہے۔ کیا مولوی صاحب مذکور کا فتویٰ صحیح ہے؟

۲۔ عمر ایک عالمِ دین ہے جو موجودہ دور میں فرقہ پرستی کی بلائے عظیم کا مشاہدہ کر کے اور کانگریسی حکومت کو جن سنگھ سے مغلوب وبے حس سمجھ کر اور کانگریس کی اصلاح سے مایوس ہو کر کہتا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو کر فرقہ پرستی کو ختم کرنا چاہئے اور شرعی نقطۂ نظر سے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونا چاہئے کیونکہ گاندھی کے گاندھی ازم کے باوجود سیاسی حد تک علماءِ کرام کانگریس میں شامل ہوئے۔ کیا عمر کا خیال صحیح ہے؟

۳۔ بکر بھی ایک عالمِ دین ہے اس کا کہنا ہے کہ کانگریس کے اصول میں گاندھی جی کے فلسفہ کو لازم نہیں قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح خدا پرستی یا دہریت کو بھی لازم نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن کمیونسٹ پارٹی میں انکار خدا ومذہب کو لازم ٹھرایا گیا ہے۔ کیونکہ کمیونزم کا اصل الاصول انکارِ خدا ومذہب ہے اس لئے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونا ناجائز وحرام ہے۔ اور کانگریس

میں شامل ہونا جائز ومباح ہے۔کیا بکر کا یہ خیال صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کمیونزم کی بنیاد خدا اور مذہب کے انکار پر ہے۔اعتقاداً اس کے مسلک کو تسلیم کرنا دینِ اسلام سے خروج کے مُرادف ہے مگر بعض مسلمان جن کو اس حقیقت اور بُنیاد کی خبر بھی نہیں وہ محض ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت سے شریک ہو جاتے ہیں ان کو اصل حقیقت سے باخبر کر کے روکنا بہت ضروری ہے ورنہ انجام کار ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ اعتقاداً بھی وہ اس مسلک کو اختیار کرلیں۔جیسا کہ عامۃً ہر شخص پارٹی کے اثرات سے متاثر ہو ہی جاتا ہے اِلّا نادراً۔اور جو شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند پکا مسلمان ہے اس کی شرکت سے دوسروں پر نہایت خطرناک اثر پڑتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس پارٹی میں خرابی ہوتی تو فلاں پکا دیندار آدمی اس میں کیوں شریک ہوتا۔اس لئے پوری کوشش کر کے روکا جائے مگر کفر کا فتویٰ لگانے میں جلدی نہ کی جائے کہ اس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے[1]۔

۲۔گاندھی اور نہرو مذہبی نقطۂ نظر سے جو بھی حیثیت رکھتے ہوں مگر کانگریس کی بنیاد خدا اور مذہب کے انکار پر نہیں۔اس وجہ سے کہ اس میں شریک ہونے والے ہر مکتب فکر کے لوگ ہیں۔ وہ بھی ہیں جو خدا کے منکر ہیں وہ بھی ہیں جو خدا کو تسلیم کرتے ہیں اشخاص کے اثرات سے کچھ لوگ متاثر ہوئے ان کے تأثر کو دیکھ کر ایک طبقہ بالکل کانگریس سے علیٰحدہ رہا۔ کچھ لوگ اتنے پختہ تھے کہ شرکت کے باوجود متأثر نہیں ہوئے انہوں نے متأثر ہونے والے کے تأثر کو خود ان کی کمزوری قرار دیا کہ علیٰحدہ رہ کر بھی کچھ پختہ نہیں تھے۔اسلئے کمیونزم کو کانگریس

---

[1]..... الکفر شئ عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لا یکفر (البحر الرائق ص۱۲۵ ج۵) باب احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۶/۳۶۷، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفعل،

پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

۳۔ یہ تفریق و تقسیم اصولاً صحیح ہے مگر اتنا اضافہ ضروری ہے کہ ضروریاتِ دین کی تعلیم کو مقدم کرنا اور دینی استحکام کا انتظام کرنا ضروری ہے تب شرکت کی اجازت دیجائے ورنہ اکثریت کے ساتھ مل کر بالکل ان کے افکار و خیالات منضم ہو جائیں گے، جس کی نظیریں کچھ کم نہیں۔

وَاللہ یَھْدِیْ مَن یَّشَاءُ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[1]۔

نوٹ:- سائل کو جواب ارسال کیا گیا پہلے جواب کی نوعیت مشورہ کی ہے اسلام کے بنیادی اصول تو جیسے بذریعہ وحی نازل کئے گئے تھے ویسے ہی بدستور قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گے ان میں ترمیم کا کسی کو حق نہیں، جو شخص ان میں ترمیم کریگا وہ خود ہی اسلام سے بعید ہو جائے گا۔ دوسری پارٹیوں کے اصول خود ان کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان میں آئے دن ترمیم ہوتی رہتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ کانگریس اور کمیونسٹ کے موجودہ اصول جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور فارم کے دفعات کی تفاصیل جن پر پابندی سے عمل کرنا ضروری ہے ہمارے پاس ارسال کیجئے ان سب کو بغور دیکھ کر جواب تحریر کیا جائے گا کہ ان کے تسلیم کرنے سے اسلام روکتا ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۸ھ

کمیونزم اور سوشلزم

سوال:- کمیونزم اور اس کی دوسری شاخ سوشلزم کفر ہے یا نہیں؟

---

[1]..... سورۂ نور آیت: ۴۶،

ترجمہ:- اور جسکو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے (بیان القرآن)

۲۔سوشلزم جو کہ ایک یہودی کا خودساختہ ازم ہے، ایک مستقل ضابطۂ جماعت ہے یا محض اقتصادی نظام ہے؟

۳۔کمیونزم اور سوشلزم پسند جماعتوں سے اشتراک کرنا کیسا ہے؟

۴۔کمیونزم اور سوشلزم پسند جماعتوں سے اگر چند علماء اشتراک وتعاون کریں اور تقریری وتحریری طور پر ان کی حمایت کریں، تو وہ علماء شرعاً کس حکم میں ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کمیونزم کی جب ابتداء ہوئی اس کا حال جو کچھ تھا (خدا اور مذہب سے بغاوت) وہ حال بعد میں باقی نہیں رہا۔ دفعوں میں رفتہ رفتہ ترمیم کی گئی، حتی کہ مذہب کے اعتبار سے بالکل پابندی ہٹا کر ہر ایک کو عام آزادی دیدی گئی، کہ ہر مذہب کا آدمی اپنے دینی نظریات کو برقرار رکھتے ہوئے اسمیں شرکت کرسکتا ہے۔ اس لئے کمیونزم اور سوشلزم کے موجودہ نظریات جن کی پابندی لازم ہے ان کی تشریح اور تفصیل معلوم ہونی ضروری ہے، اسکے جو اصول اسلام سے ٹکرائیں گے ان کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر اسلام کے بنیادی عقائد پر ضرب لگے گی تو اسلام کا باقی رہنا مشکل ہوجائے گا، اگر بنیادی عقائد برقرار رہیں گے تو اسلام باقی رہے گا۔ پھر جو امور شرعاً ناجائز ہوں گے شرعاً ان کی اعانت ناجائز ہوگی۔[1]

کفر کا فتویٰ بغیر پوری تفصیل معلوم ہوئے دینا دشوار ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان. سورة المائدة آیت: ۲،

ترجمہ:- اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

اسلامی سوشلزم

سوال:- زید ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات چاہتا ہے۔ مساوات سے مراد یہ ہے کہ غریب انسان اور عوام کو روٹی وغیرہ اور اپنا اپنا حق اسلام کی روشنی میں ملے اور جماعت کا ہر فرد اور زید بھی خدا، رسول، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، علماء کرام میں سے کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات کو اسلام کی روشنی میں چاہنے والوں کو کافر، مرتد قرار دیا ہے کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات کو جائز قرار دیا ہے، اور کچھ علماء دین نے اس اسلامی مساوات کی مخالفت کی ہے ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہیں، میں کس کی بات تسلیم کروں، ان دونوں علماء دین کی باتوں سے میرا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ برائے کرم صحیح بات کی وضاحت فرما کر میرے ایمان کو تقویت بخشیں، میں کس کی بات پر عمل کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی مسلم فرقہ یا مسلم جماعت کو کافر یا مرتد قرار دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے جب تک نصوصِ قطعیہ سے اس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اقدام نہیں[1] کیا جا سکتا بلا قطعی دلائل کے اگر ایسا کیا جائے تو اندیشہ قوی ہے کہ یہ کفر اقدام کرنے والے پر عود کر آئیگا[2] جو علماء حدودِ شرع

---

[1]..... الکفر شئ عظیم فلا اجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة انه لا یکفر (البحر الرائق ص ۱۲۵ ج۵، باب احکام المرتدین. مکتبه ماجدیه کوئٹه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۶/۳۶۷، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفعل، مجمع الانهر ص: ۲/۵۰۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2]..... وعن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے واقف ہیں اور کفر واسلام کی سرحد کو پہچانتے ہیں وہ کبھی ایسا اقدام نہیں کریں گے اگر کسی غلط بیانی سے یا فریب دیکر ان سے کوئی تحریر حاصل کر لی جائے اور اس طرح تحریر پر دستخط لے لئے جائیں اور پھر تشہیر کر دی جائے کہ کفر کا فتویٰ فلاں عالم یا فلاں فلاں علماء نے دے دیا ہے، تو یہ نہایت مکروہ اور مذموم طریقہ ہے۔

آپنے دریافت کیا ہے کہ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ دونوں علماء دین کی وہ مکمل تحریرات یہاں بھیجیں ان کو دیکھ کر معلوم ہو سکے گا کہ کس کے دلائل کس درجے کے ہیں۔ اس قسم کے شدید اختلافات میں یقیناً عوام کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور یہ ان کیلئے زبردست فتنہ ہے، سیاسی مقاصد کے تحت کسی کو بلا دلیل کافر بنا دینے والوں کے حق میں یہ فتنہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے جس قدر عوام کے حق میں ہے کیونکہ اس کا ایمان بالکل ہی رخصت ہو کر اس جگہ پر کفر قبضہ کر لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

وہاں کے ایسے سیاسی پیچیدہ مسائل کو بہتر یہ ہے کہ وہیں حل کر لیا جائے، ہم لوگ وہاں کی سیاست پر بصیرت نہیں رکھتے کیوں کہ ہم کو وہاں کا مشاہدہ حاصل نہیں۔ یہاں کے ایڈیٹر صاحبان جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی کسی خاص نظریہ سے متأثر ہو کر کسی نظریہ کی تردید، یا تائید کرتے ہیں، محض اسلامی نقطۂ نظر سے نہیں کرتے اس لئے ان پر کوئی فقہی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ وہاں کے اخبارات ورسائل کی آمد یہاں بند ہے وہاں کی موجودہ جماعتوں کا موجودہ دستور اور نصب العین بھی ہمارے پاس نہیں، امید کہ ہم کو معذور قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص ۴۴۱ ج ۲، باب حفظ اللسان والغیبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص: ۲/۸۹۳، کتاب الادب، باب ما ینھی عن الساب واللعن، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی کسی پر فسق کی تہمت نہیں لگاتا اور نہ کفر کی مگر یہ کہ وہ اسی پر لوٹ آتی ہے اگر اسکا صاحب ایسا نہیں۔

کمیونسٹ کے جنازے کی نماز

سوال:-عبدالحکیم نام کا ایک شخص مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور مسلمان کے طریقہ پر چلتا تھا اور کمیونزم سیاسی میں داخل ہو کر اسلام کا قانون چھوڑ دیا اور گھر والوں کو بھی چھوڑ دیا اور لوگوں میں یوں کہا کرتا تھا کہ اللہ کوئی ہے نہیں، انسان نے جھوٹ موٹ ایسا کہہ دیا انسان ایسا ہی پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی مرتا ہے، پیدا کرنے والا خدا کیوں ہوگا، وہ ایک فطری چیز ہے اور ہر چیز ایسی ہوتی ہے، بننے میں اور بگڑنے میں انسان کی محنت پر دارومدار ہے محمد ﷺ اس زمانہ میں ایک شاعر تھے، قرآن ان کا بنایا ہوا شعر ہے، نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں، صرف علماء نے اپنے پیٹ پالنے کیلئے اسلام اور ایک دھرم نام رکھ دیا ہے اور اپنے کو پورا ناستک ظاہر کرتا ہے اور پولیس کی گولی میں اس کا انتقال ہوا، اور پوسٹ مارٹم کے بعد ان کو گھر لے آئے اور ان کا حقیقی بھائی نجیب الملک نے کچھ لوگوں کو لیکر جنازہ پڑھایا، جب ان سے سوال کیا کہ کیوں جنازہ کی نماز پڑھایا تو اسنے جواب دیا کہ وہ عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے اور قربانی کیا کرتے تھے، اب درخواست ہے کہ آیا ایسے آدمی کے جنازہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس شخص کے واقعی وہ حالات تھے جو سوال میں درج ہیں اور اس نے اخیر وقت تک رجوع نہیں کیا تو اسکے جنازہ کی نماز درست نہیں تھی[1]، اگر واقعات حالات معلوم ہونیکے باوجود

---

[1]..... وشرطها ای شرط جواز الصلوة علیه اسلام المیت فلا تصح علی الکافر لقوله تعالیٰ ولا تصل علی احد منهم مات ابدا، التوبة: ۸۴، مجمع الانهر ص: ۱/۲۶۸، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص: ۱/۲۳۹، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان. شامی ص۲/۲۰۷، باب صلوة الجنازة، مطبوعه کراچی.

نماز جنازہ اسکی پڑھی گئی تو یہ غلط اور گناہ کا کام ہوا، توبہ واستغفار لازم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۰ھ

تہتر فرقے

سوال:- یہود اکہتر فرقے ہوئے اور نصاریٰ بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہونگے اور سب کے سب گمراہ ہوں گے لیکن ایک، سند کے اعتبار سے یہ حدیث کیسی ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ بینوا بالدلیل.

مولوی محمد یٰسین

مدرس مدرسہ احیاء العلوم اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ حدیث مشکوٰۃ[2] شریف ''باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی فصلِ ثانی میں ہے سیوطیؒ نے سنن اربعہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ علقمی نے سند کے اعتبار سے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

قال العلقمی قال شیخنا الف الامام ابومنصور عبدالقاهر بن طاهر التمیمی فی شرح هٰذا الحدیث کتاباً قال فیه قد علم اصحاب المقالات انه ﷺ لم یرد بالفرق المذمومة المختلفین فی فروع الفقه من ابواب الحلال والحرام وانما قصد بالذم من خالف اهل الحق فی اصول التوحید وفی تقدیر الخیر والشر وفی شروط النبوة والرسالة وفی موالاة الصحابة وماجری مجریٰ هٰذه الابواب لان المختلفین فیها قد

---

[1]..... واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة، (نووی علی مسلم ص: ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

[2]..... مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند

کفر بعضهم بعضاً بخلاف النوع الاول فانهم اختلفوا فيه من غير تكفير و لاتفسيق للمخالف فيه فيرجع تاويل الحديث فى افتراق الامة الىٰ هٰذا النوع الاول من الاختلاف وقد حدث فى آخر ايام الصحابة خلاف القدرية من معبد الجهنى واتباعه وتبرأ منهم المتأخرون من الصحابة كعبدالله بن عمرؓ وجابرؓ وانسؓ ونحوهم ثم حدث الخلاف بعد ذٰلک شيئاً فشيئاً الخ، السراج المنير[1] ص ۲۴۰ ج ۱

ان فرقِ ضالہ کو نام بنام بھی شراحِ حدیث نے شمار کیا ہے[2] شروحِ ترمذی وابوداؤد میں تفصیل مذکور ہے[3]۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۶۶ھ

J\INPAGE2
not found.

---

[1]..... السراج المنير شرح الجامع الصغير ص ۲۵۶ ج ۱، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2]..... فيض القدير ص ۲۰ ج ۲، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقاة المفاتيح ص ۲۰۴ ج ۱، باب الاعتصام، مطبوعه بمبئى، السراج المنير ص ۲۵۶ ج ۱، مطبوعه دارالفكر بيروت، كتاب الملل والنحل ص ۱۱۱ ج ۲، الكلام فى بيان النحل، وذكر فرق اهل الاسلام، دارالفكر بيروت، تلبيس ابليس ص ۲۰، مترجم ص: ۴۸، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[3]..... العرف الشذى مع الترمذى ص ۹۲ ج ۲، ابواب الايمان، باب افتراق هذه الامة، مكتبه بلال ديوبند، الكوكب الدرى ص ۱۲۸ ج ۲، مكتبه يحيوى سهارنپور، تحفة الاحوذى ص ۴۰۱ ج ۷، طبع دارالفكر بيروت، بذل المجهود ص ۱۸۹ ج ۵، كتاب السنة، باب شرح السنة، مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، عون المعبود ص ۳۲۳ ج ۴، طبع نشر السنة ملتان، تفصیل وتحقیق کیلئے دیکھیں ترجمان السنة ص ۲۱ ج ۱، للشيخ بدر عالم الميرتى رحمه الله، مطبوعه ندوة المصنفين دهلى)

تم الجزء الرابع بحمد الله واحسانه وتوفيقه تعالىٰ وبمنه وكرمه ويليه الجزء الخامس مطلعه كتاب التبليغ انشاء الله تعالىٰ ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم وتب علينا انک انت التواب الرحيم بحرمة حبيبک سيد المرسلين وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى اٰله واصحابه اجمعين الى يوم الدين.

محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبلیغی جماعت

تعلیم وتبلیغ کی ضرورت

سوال:- (۱) دُنیا میں ایک لاکھ چوبیس یا پچیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام آئے اور سب نے دین حق کی دعوت دی اور گشت کیا۔ یہ گشت کرنا سنت ہے یا نہیں؟ مبلغین حضرات اکثر اپنے گشت کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گشت کرنا تمام انبیاء کی سنت ہے اور اس گشت کو کرنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی اس کی فضیلت سات لاکھ ہوجائے گی۔ لفظ گشت کرنا سنت ہے۔ یہ کیسے ثابت کیا جائے؟ حوالہ حدیث سے دیں۔

(۲) اللہ کے راستے میں نکل کر ہر نیک عمل سات لاکھ بن جاتا ہے۔ نماز، ذکر، قرآن اور ہر نیکی سات لاکھ بن جاتی ہے۔ نظام الدین مرکز کے اکابرین کہتے ہیں کہ یہ چودہ روایتوں سے منقول ہے۔ مسند احمد، مشکوٰۃ شریف، ترغیب وترہیب کا حوالہ دیتے ہیں۔

(۳) کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضور ﷺ نے کلمہ، نماز کی دعوت ودین حق کی دعوت مسلمانوں کو دی تھی یا کفار کو اور یہ تبلیغی مسلمانوں کو کلمہ اور نماز پڑھاتے پھرتے ہیں۔ کیا مبلغین اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے یہ شک کرتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان

سمجھتے ہیں، تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲،۳) اللہ کے رسول ﷺ کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَابَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ[۱] (الآیۃ سورہ مائدہ) لَقَدْمَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْبَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْعَلَیْھِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ[۲] (الآیۃ سورہ آل عمران) آپؐ نے دونوں ہی کام کئے ہیں تبلیغ کیلئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور تعلیم کے لئے دوسرے لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ تبلیغ کے معنی ہیں پہونچانا۔ اس کے لئے مبلغ کو جانا بھی ہوتا ہے۔ تعلیم کے معنی ہیں علم سکھانا۔ اس کے لئے سیکھنے والے کو معلم کے پاس آنا ہوتا ہے۔ یہ دونوں کام امت کے سپرد بھی فرمائے بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ اٰیَۃً[۳] اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ[۴] (الحدیث) یعنی جو شخص حاضر ہے، جس نے براہِ راست مجھ سے دین سیکھا ہے وہ غائب تک پہونچادے۔ دین کے

---

[۱] سورہ مائدہ آیت ۶۷.

ترجمہ:- اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ (بیان القرآن ص ۴۷ ج ۳)

[۲] (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴، **ترجمہ**:- حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں (از بیان القرآن)

[۳] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، **ترجمہ**:- میری طرف سے اگر چہ ایک ہی آیت ہو پہنچادو۔

[۴] بخاری شریف ص ۲۹ ج ۱، باب یبلغ الشاھد الغائب، مطبوعہ دار السلام بیروت، حدیث: ۱۰۵)

ہر ہر جزء اور حکم کی تبلیغ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ اس لئے کہ دین کا ہر حکم امانت ہے اس کا پہونچانا ضروری ہے۔ بعض چیزیں ایسی بھی تھیں کہ بعض صحابۂ کرامؓ نے بالکل اپنی اخیر حیات میں بیان فرمائی ہیں کہ کہیں یہ امانت ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے۔[1] حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر جس نے ایک دفعہ صدقِ دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ مومن کامل ہوگیا، اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ بعد والوں کو میسر نہیں۔[2] پھر اس کے دل میں ایسی لگن پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ سارا دین سیکھنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور بے چین رہتا تھا اور خود حاضر ہوکر یا جس طرح سے بھی اس کو ممکن ہو دین سیکھتا تھا۔ ایک ایک حکم بتانے اور پہنچانے کیلئے اس کے پاس جانے کی نوبت نہیں آتی تھی، تاہم بعض احکام دوسروں تک پہنچانے کے

---

[1] عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ یَامُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی قَوْلِہٖ اَلَااُخْبِرُبِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَبِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا متفق علیہ. (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴ / کتاب الایمان الفصل الاول طبع یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۲۴۸ / ج ۱ / کتاب العلم، باب من خصّ بالعلم قومادون قوم، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ معاذؓ سواری پر آپؐ کے ردیف تھے فرمایا کہ اے معاذ! حضرت معاذؓ نے جواب دیا حاضر ہوں اے اللہ کے رسولؐ (یہاں تک کہ حضرت معاذؓ نے کہا) کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں کہ بشارت حاصل کریں۔ آپؐ نے فرمایا تب تو وہ اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔ پھر حضرت معاذؓ نے اس کی خبر دی موت کے وقت گناہ سے بچتے ہوئے۔

[2] عن ابی سعید الخدری قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَانَصِیْفَہٗ متفق علیہ، (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳ / باب مناقب الصحابۃ، الفصل الاول یاسر ندیم دیوبند، بھشتی زیور ص ۳۵ / ج ۱ / عقیدوں کا بیان)

ترجمہ:- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو گالی مت دینا اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا تو وہ ان میں سے کسی کے ایک مد یا نصف مد کو نہیں پہنچ سکتا۔

انتظامات بھی کئے کبھی کسی کو متعین کیا کہ گشت کر کے فلاں حکم پہنچادو[۱] کبھی لوگوں کو بلا کر جمع کرلیا گیا پھر حکم سنادیا گیا[۲] کبھی حج کے موقعہ پر آدمی بھیجے گئے کہ فلاں حکم کا اعلان کردو[۳] وغیرہ

۱ عَنْ اَنَس بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَاءَہٗ جَاءٍ فَقَالَ اُکِلَتِ الْحُمُرُ فَسَکَتَ ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَۃُ فَقَالَ اُکِلَتِ الْحُمُرُ فَسَکَتَ ثُمَّ اَتَاہُ الثَّالِثَۃُ فَقَالَ اُفْنِیَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی فِی النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یَنْھَیَانِکُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحَمَرِ الْاَھْلِیَّۃِ الخ. (بخاری شریف ص ۶۰۴ ج ۲ حدیث ۴۰۴۶ باب غزوۃ خیبر مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آنے والا آیا اور کہا کہ گدھے کھالئے گئے، آپؐ خاموش رہے، پھر دوسرا آیا اور کہا گدھے کھالئے گئے، پھر تیسرا آیا اور کہا گدھے ختم کردیے گئے، آپؐ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ تم کو پالتو گدھوں کے گوشت سے روکتے ہیں۔

۲ عن کعب بن عجرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوْا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا اَنْ اِرْتَقٰی دَرَجَۃً قَالَ آمِیْنَ فَلَمَّا فَرَغَ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ قُلْنَا لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْکَ الْیَوْمَ شَیْئاً مَا کُنَّا نَسْمَعُہٗ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَائِیْلَ عَرَضَ لِیْ الخ، (الترغیب الترھیب ص ۸۹۱ ج ۲، حدیث ۲۱۸۲، باب فی الترھیب من عقوق الوالدین. مکتبہ النھضۃ الحدیثیہ بیروت، القول البدیع ص ۱۴۱)

ترجمہ: -کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منبر کے قریب ہوجاؤ چنانچہ ہم منبر کے قریب ہوگئے جب آپؐ ایک سیڑھی پر چڑھے تو آپؐ نے فرمایا آمین (یہانتک کہ) جب آپؐ فارغ ہوئے اور منبر سے اترے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ہم نے آج آپ سے ایسی چیز سنی جو ہم نہیں سنتے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے سامنے آئے۔

۳ اَنَّ ابی ھریرۃ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ تِلْکَ الْحَجَّۃِ فِیْ مُؤَذِّنِیْنَ بَعَثَھُمْ یَوْمَ النَّحْرِ یُؤَذِّنُوْنَ بِمِنٰی اَنْ لَّایَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِکٌ وَلَایَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ قَالَ حُمَیْدٌ ثُمَّ اَرْدَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَمَرَہٗ اَنْ یُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَۃٍ الخ. (بخاری شریف ص ۶۷۱ ج ۲، کتاب التفسیر، باب قولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر، مطبوعہ اشرفی شرفی دیوبند)

ترجمہ: -حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکرؓ نے اس حج میں کچھ مؤذنین کے ساتھ بھیجا جن کو آپؓ نے یوم النحر میں منیٰ کے اندر یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے گا، حمید کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت علیؓ کو سوار کیا اور حکم دیا کہ براءۃ کا اعلان کردیں۔

وغیرہ اس کے علاوہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم سب ہی صحابہ کرامؓ کو دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔ لا الہ الا اللہ پڑھ[1] کر اس کا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) ان حضرات میں ایمان موجود نہیں تھا۔ یہاں دار العلوم میں بھی بعض حضرات معلم ہیں، ان کی درسگاہ میں علم سیکھنے کے لئے طلبہ حاضر ہوتے ہیں اور بعض حضرات مبلغ ہیں کہ وہ مختلف مقامات پر خود سفر کر کے جاتے ہیں اور دین پہونچاتے ہیں۔ آج یہ بات نہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اس میں دین سیکھنے کی لگن پیدا ہو جائے یا وہ خود اپنی جگہ ایمان کی تجدید میں لگا رہے۔ عربی مدارس جگہ جگہ خدا کے فضل سے قائم ہیں تعلیم کا انتظام ہے مگر دین کی لگن نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم آدمی اپنے بچوں کو علم سیکھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ مسجدیں ویران ہیں۔ مسلمانوں کا محلّہ ہونے کے باوجود کتنی مساجد ایسی ہیں جن میں اذان و جماعت کا اہتمام نہیں کسی مسجد میں تنہا ایک شخص اذان کہتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے۔ کسی میں دو تین نمازی ہو جاتے ہیں۔ ضلع کے ضلع ایسے ملیں گے جن میں کوئی عالم نہیں، حافظ نہیں۔ بہت علاقے ایسے ہیں جن میں بسنے والے مسلمانوں کو دین کی بنیادی چیزیں کلمہ وغیرہ بھی معلوم نہیں، صورت شکل، چال چلن، رسم و رواج کسی چیز سے بھی اسلام ظاہر نہیں ہوتا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور وہاں خبر تک نہیں ہوتی۔ پانچ وقت کی نماز ہی غائب ہے تو پھر تراویح کا کیا ذکر ہے۔ ہوٹل کھلے ہوئے ہیں اور خدا کے قانون روزہ کو علی الاعلان توڑا جا رہا ہے۔ ان سب حالات کے پیش نظر دین حاصل کرنے کی لگن کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس تبلیغ کا حاصل یہی ہے کہ دین

---

[1] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانِکُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ. (مسند احمد ص ۳۵۹ ج ۲، طبع دار الفکر)

ترجمہ:- رسول خداؐ نے فرمایا اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، کہا گیا اے اللہ کے رسولؐ کیسے تجدید کریں، آپؐ نے فرمایا کثرت سے کلمۂ طیبہ پڑھا کرو۔

سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ کلمہ پڑھنے اور پڑھانے سے یہ ہرگز تصور نہ کریں کہ مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ کلمہ پڑھ کر اور پڑھا کر اس کا مطلب اور مطالبہ سمجھایا جاتا ہے اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کا کلمہ صحیح کرایا جاتا ہے، جن کو نماز یاد نہیں ان کو نماز یاد کرائی جاتی ہے۔ جن کو مطلب یاد نہیں ان کو مطلب سمجھایا جاتا ہے۔ اس کی بدولت بے شمار آدمی کلمہ سیکھ گئے، نمازیں سیکھ گئے، نمازیں پڑھنے لگے، حج میں کام کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگا۔ لوگوں میں دین کا عام چرچا ہو گیا۔ جگہ جگہ دینی مکتب و مدرسے قائم ہو گئے۔ بڑی عمر کے لوگوں میں دین سیکھنے کے لئے سفر کرنے کا رواج ہو گیا۔ بکثرت لوگ زکوٰۃ دینے لگے، حرام معاملات سے پرہیز کرنے لگے، خدا کے راستے میں جد و جہد کے لئے جو شخص نکلے اس کے واسطے ہر نیکی کا ثواب سات لاکھ والی حدیث حضرت علی، ابوالدرداء، ابو ہریرہ، ابوامامہ، ابن عمر جابر، عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ وَمَنْ اَرْسَلَ بِنَفَقَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِہٖ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْھَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْھِہٖ ذٰلِکَ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْھَمٍ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَةَ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ[1] اس مضمون کی اور حدیثیں بھی ہیں۔ جمع الفوائد ص ۳ ج ۲[2] مجمع الزوائد و منبع الفوائد ص ۲۸۲ ج ۵[3] میں ملاحظہ فرمائیں یہ روایات

---

[1] (جمع الفوئد ص ۲۶۹/ ج ۲/ کتاب الجهاد، حدیث ۶۱۰۷/ باب فضل الرباط والجهادفی سبیل الله)

ترجمہ:- جو شخص اپنے گھر میں رہتے ہوئے اللہ کے راستہ میں خرچ بھیجے تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلہ سات سو (۷۰۰) درہم ہیں اور جو شخص خود راہِ خدا میں جہاد میں نکلے اور اس کی رضا کے لئے خرچ کرے تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلہ سات لاکھ (۷۰۰۰۰۰) درہم ہیں پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

[2] جمع الفوائد ص ۲۶۴/ ج ۲/ کتاب الجهاد، فضل الرباط والجهاد فی سبیل الله)

[3] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ص ۵۱۹/ ج ۵/ باب فضل الغبار فی سبیل الله، مطبوعه دارالفکر بیروت.

اصالۃً غزوہ اور جہاد سے متعلق ہیں مگر جہاد کا مفہوم قتال سے عام ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۱۲/۸۹ھ

کیا تبلیغ تعلیم سے افضل ہے؟

سوال:- یہاں ایک مسئلہ بہت عام ہوگیا ہے۔ وہ یہ کہ تبلیغی کام تعلیم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) زیادہ اہم اور افضل (فرض) ہے۔ گذارش یہ ہے کہ تبلیغی کام تعلیم علم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) کیا افضل ہے؟ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیال اصولِ تبلیغ کے بھی خلاف ہے۔ یعنی علم چھوڑ کر تبلیغ میں جانا غلط ہے۔ البتہ تعطیل اور فارغ اوقات میں جانا بہتر ہے۔ نیز کسی مدرس کو مجاہدہ کی مشق کیلئے یا کسی اور مصلحت کے تحت اگر کسی تبلیغ کیلئے بھیجا جائے اس طرح کہ اس کے متعلق تعلیم میں بھی حرج نہ ہو تو یہ دوسری بات ہے۔[2] فقط تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۱ھ

---

[1] فالجهاد اربع مراتب جهاد النفس ،وجهاد الشيطان ،وجهاد الكفار ،وجهاد المنافقين (الىٰ قوله) وأما جهاد الكفار والمنافقين فاربع مراتب بالقلب، واللسان، والمال، والنفس (زادالمعاد ص ۹ / ج۳/ فصلى فى هديه صلى الله عليه وسلم فى الجهاد، مراتب الجهاد، مطبوعه بيروت، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تبلیغی جماعت پر اعتراضات اوران کے جوابات" مؤلفه حضرت شيخ الحديث مولانا زكريا صاحب كاندهلوى نورالله مرقدهٗ.

[2] ملاحظه هو آداب المبلغين ص۷ (مطبوعه مرادباد)

تبلیغ کب سے فرض ہے؟

سوال: -تبلیغ کس زمانہ تک فرض تھی اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے کتنے دنوں پر فرضیت جاتی رہی اور اب تبلیغ کا شرع شریف میں کیا درجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امر بالمعروف ونہی المنکر کا حکم قرآن شریف میں ہے[1] اور وہ منسوخ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔اس کے شروط وآداب اتحاف[2] نہایۃ الامل وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۸۹ھ

کیا تبلیغ فرض ہے

سوال: -تبلیغ دین اس زمانہ میں واجب ہے یا کچھ اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ دین ہر زمانہ میں فرض ہے، اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایہ ہے۔ جہاں جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہلیت ہو اس کے حق میں اسی قدر ذمہ داری ہوگی۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صراحت قرآن کریم

---

[1] وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الایه سورة آل عمران آیت ۱۰۴ (**ترجمه**) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔(از بیان القرآن)

[2] اعلم ان الركن فى الحسبة التى هى عبارة شاملة للامر بالمعروف والنهى عن المنكر اربعة الخ (الاتحاف ص ۱۴ ج ۷ انظر كتاب الامر بالمعروف، دار الفكر بيروت)

میں ہے[1] سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، ہر مومن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلّف ہے کہ خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق پہونچاتا رہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ مستحب ہے یا فرض

سوال:- ایک صاحب تبلیغی جماعت میں جانے کو فرض عین فرماتے ہیں؟ اور حضرت تھانویؒ تبلیغ عام کو مندوب فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ دین سیکھنا فرض عین ہے[3] اس کی ایک صورت مدارس میں پڑھنا ہے اور ایک صورت تبلیغ میں جانا ہے اور بھی صورتیں ہیں میوات کے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ دین سیکھنا فرض ہے۔ اس لئے یا مدارس قائم کرو۔ یا دوسری صورتیں اختیار کرو۔ اگر تم کوئی دوسری صورت اختیار نہ کرسکو تو متعین طور پر تبلیغ ہی میں نکلو اس لئے وہاں یہی کہہ کر لوگ نکلتے ہیں کہ

---

[1] وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. آلاية سوره آل عمران آيت: ۱۰۴.

[2] وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآية، سورة آل عمران آيت: ۱۰۴، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم(بلغوا عنى ولو آية)اى انقلوا الى الناس وافيدوهم ماامكنكم اوماستطعتم الخ، (مرقاة ص۲۱۷ ج ۱، مكتبه اصح المطابع بمبئى، اول كتاب العلم)

[3] طلب العلم فريضة على كل مسلم الحديث مشكوٰة شريف ص۳۴/ كتاب العلم، الفصل الثانى، واعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج اليه فى دينه الخ شامى كراچى ص۴۲/ ج ۱/ فى المقدمة.

دین سیکھنے کے لئے چلو۔ اتنی بات میں کسی کو اختلاف نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے جس چیز کو مندوب فرمایا ہے اس تبلیغ کے یہ معنی نہیں۔ بلکہ وہاں تبلیغ سے مراد دوسروں کو دین سکھانے کے لئے نکلنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام عوام کا نہیں بلکہ خواص اہل علم کا کام ہے[1] پھر اس کو فرض عین کیسے کہا جا سکتا ہے لہٰذا دونوں کا محمل الگ الگ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تبلیغ ہر شخص کے ذمہ واجب ہے

سوال:-(۱) قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں موجودہ ''تبلیغی جماعت'' کی حیثیت کیا ہے؟

(۲) جو مسلمان ''تبلیغی جماعت'' میں داخل نہیں ہوتا اور نہ گشت و چلہ کشی کرتا ہے اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) جو اصطلاحی عالم کسی دینی مدرسہ یا حکومت سے منظور شدہ مدارس میں درس نظامی کی تعلیم و تعلم یا خطابت یا قرآن وحدیث خیر الانام کی نشر و اشاعت کرتا ہو یا عالم باعمل مجاز یا خلیفہ سلاسل ہر چہار میں منسلک ہو کر خانقاہ میں متوسلین و مسترشدین کی تعلیم و تربیت کرتا ہو اور موجودہ تبلیغی جماعت سے کوئی واسطہ نہ رکھتا ہو ایسے اشخاص و افراد کیا آنحضرت ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں یا دین اسلام کے مخالف شمار ہو سکتے ہیں؟

---

[1] تبلیغ کی دو قسمیں ہیں خاص و عام تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کر سکتا ہے، (انفاس عیسی ص ۲۸۴ ج ۱، مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند) جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں کیونکہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد کرے گا (انفاس عیسی ص ۲۸۰ ج ۱)

(۴) تبلیغی جماعت میں شامل ہوکرامریکہ، انگلینڈ۔ایشیا، یورپ وغیرہ ممالک کی سیر وسیاحت کے مقصد کوگشت میں پنہاں کرکے اور ''انفروا خفافاً وثقالاً'' الایۃ کے تحت نکلنا کیسا ہے۔ یہ گشت از روئے شرع واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

(۵) جوشخص عربی زبان سے واقف نہ ہواور کسی مستند درسگاہ یا درس نظامی کا فارغ التحصیل بھی نہ ہوایسے شخص کا مذہبی مجامع ومجالس میں عالمانہ، فقیہانہ، قائدانہ، ومصلحانہ حیثیت سے قرآن وحدیث بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایسا شخص یا ایسے افراد جوعام طور پر تبلیغی جماعت میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر علماء اصطلاحی کی شان میں گستاخانہ، حاکمانہ، پیرایہ میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ مولویوں کے لئے ''سات چلے'' ہیں اور عوام کے لئے صرف تین چلے ہیں۔عوام کے سامنے ایسا بیان کرنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ دین سیکھنے، پختہ کرنے، اشاعت کا ایک ذریعہ ہے۔اصول کے ساتھ کیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بے حد مفید ہے[۱]

(۲) اس کا جو فائدہ ہے اس کو حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) نہ وہ مخالف سنت ہیں نہ مخالف اسلام ہیں[۲]

---

[۱] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الاية سورۂ ال عمران آیت ۱۱۱.

ترجمہ:-تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کئی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔(از بیان القرآن)

[۲] اس لئے کہ اشاعت دین کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے مدارس وخانقاہ بھی ہیں، ملاحظہ ہو: آداب المبلغین ص ۶، ۷ مطبوعہ مرادآباد)

(۴) اگر نیت سیر وسیاحت کی ہے اور تبلیغ کو پردہ بنایا ہے تو یہ بنیادی غلطی ہے تبلیغ کے نمبروں میں سے ایک بہت اہم نمبر تصحیح نیت ہے[۱] اس سیر وسیاحت کے سفر پر اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا الایۃ[۲] پڑھ کر آمادہ کرنا غلط ہے۔ آیت کا محمل دوسرا ہے[۳]

(۵) اگر وہ صحیح مضامین بیان کرتا ہے حدود سے تجاوز نہیں کرتا تو مضائقہ نہیں، اہل علم حضرات ایسے شخص کی تقریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور اس مقرر کو لازم ہے شکریہ کے ساتھ اصلاح کو قبول فرمالے۔ لیکن ایسا کم ہوتا ہے کہ ایسا شخص پورے حدود کی رعایت کر سکے اس لئے عامۃً تبلیغی جماعت کو چھ نمبروں میں مقید کر دیا جاتا ہے اور جو شخص جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے مضمون میں اضافہ کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض آدمی عربی سے ناواقف ہونے کے باوجود کئی کئی گھنٹہ تقریر کر لیتا ہے اور آیات واحادیث کے مطالب کو بھی پورے طور پر صحیح صحیح بیان کر دیتا ہے اور کبھی ہمارے درس نظامی کے بعض فارغ شدہ پرانے مقررین جن کا کام ہی شب وروز سفر کرنا اور تقریر کرنا ہے۔ اپنی تقریر میں موضوع روایات اور غلط حکایات بیان کر جاتے ہیں وقت ضرورت ان کی نشاندہی بھی کیجاتی ہے اور ان کے لئے سوالات بھی آتے رہتے ہیں کہ فلاں واعظ صاحب نے فلاں آیت یا فلاں روایت کا یہ مطلب بیان کیا اور فلاں بات کو حدیث کہہ کر بیان کیا ہے۔ اور فلاں مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے، مگر اس کی وجہ سے تمام فارغ شدہ مقررین سے کلیۃً اعتماد ختم نہیں کیا جا سکتا ہے اور ہر ناواقف تبلیغی آدمی کی تقریر پر کلیۃً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۶) گستاخانہ، حاکمانہ پیرایہ اختیار کرنا تبلیغ کے بنیادی اصول ''اکرام مسلم'' کے بھی

---

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک کام کرتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ اسکے بارے میں جو اللہ نے حکم دیا ہے مجھے اس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا ہے اور اس عمل کے ذریعے کوئی دنیا کا نفع مقصود نہیں، ملاحظہ ہو: چھ باتیں ص ۸،

[۲] سورۃ توبہ آیت ۴۱: نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے، بیان القرآن۔

[۳] آیت کا محمل جہاد ہے (بیان القرآن ص ۱۱۳ ج ۴، سورۃ توبہ آیت ۴۱)

خلاف ہے جو ایسا کرتے ہیں وہ تبلیغ کی روح کو نقصان پہنچاتے ہیں[1]

عوام کے لئے تین چلے اور مولوی کے لئے سات چلے، یہ تو گستاخی نہیں بلکہ بلندی مقام کے لئے ہے۔ عوام کے لئے معمولی مسائل ضروریات دینی کا سیکھ لینا کافی ہے مگر مولوی کو دس سال درس نظامی میں صرف کرنیکی ضرورت ہوتی ہے عوام کے لئے بہشتی زیور کا پڑھنا کافی ہے اور مولوی کے لئے ہدایہ اور بخاری کا پڑھنا بھی ضروری ہے اور عمر بھر کتابوں میں لگا رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ مولوی کی ذمہ داری بڑی ہے اس کے لئے مدت بھی زیادہ چاہیے، اس قسم کی چیزیں مشائخ کی خانقاہوں میں بھی سنی ہیں کہ مولوی کے لئے معمولی مجاہدہ کافی نہیں بہ نسبت عوام کے اس کو بہت زیادہ مجاہدہ کرنا ہوتا ہے اس فقرہ کو بلاوجہ ہمیشہ گستاخی پر حمل کرنا بھی نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۹۰ھ

امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا

سوال:- یہاں کی جامع مسجد کا امام نیم ملا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے بغیر تبلیغ کریگا تو امام صاحب کو ناگوار گذرتا ہے۔ حالانکہ خود تبلیغ کرنے کا طریقہ نہیں رکھتا ہے۔ کیا یہ طریقہ جو امام صاحب نے اختیار کر رکھا ہے قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس میں تبلیغ کی اہلیت ہو امام صاحب کو چاہیے کہ خود ہی اس کو تبلیغ کے لئے

---

[1] وینبغی ان یکون التعریف اولاً باللطف والرفق لیکون ابلغ فی الموعظة والنصیحة ثم التعنیف بالقول لابالسب والفحش (عالمگیری ص ۳۵۲ ج۵، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو وسائر المعاصی والامر بالمعروف. کتاب الکراھیة، طبع کوئٹہ.

فرمادیں،[1] وقت ضرورت ہرگز اس کو منع نہ کریں۔ان کا منع کرنا غلط ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدارس اور تبلیغی کام

سوال:- گزارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ایک استفتاء بسلسلہ موجودہ تبلیغی جماعت آیا ہے، دو کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہے تیسرے کے جواب میں تردد ہے۔ حضرت والا تینوں کی بابت اپنی تحقیق تحریر فرمائیں، کیونکہ وقتی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے ہم لوگوں سے لوگ مشورہ بھی کرتے ہیں، اس کی شرعی حد اگر معلوم ہوجائے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے۔

(۱) بعض فارغ شدہ مولوی موجودہ صورت تبلیغ میں شریک ہونا فرض کہتے ہیں ان کا کہنا درست ہے یا نہیں۔اس کی کوئی فقہی اصل تحریر فرمائیں۔

(۲) خانقاہ اور مدارس سے موجودہ صورت تبلیغ افضل ومندوب ہے یا نہیں اس کو بھی مدلل تحریر فرمائیں۔

(۳) اہل علم حضرات کا تبلیغ میں لگنا وقتی اعتبار سے زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں لگنا، دینی رجحانات پامال ہوچکے ہیں۔ مدارس جو چل رہے تھے وہ ٹوٹ رہے ہیں، خانقاہیں ویران ہو رہی ہیں، دینی رجحانات اگر عام ہوجائیں تو سب زندہ ہوجائیں گے۔اس اعتبار سے وقتی طور پر اہل حضرات کا تبلیغ میں لگ کر دینی رجحان پیدا کرنا ہزاروں مدارس اور خانقاہوں کو آباد کرنا زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں لگنا۔

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسة أشیاء الاول العلم لان الجاهل لایحسن الأمر بالمعروف الخ، عالمگیری ص ۳۵۳/ ج۵/ کتاب الکراهیه، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل فرض ہے[۱] اور حسب حیثیت ان کی تبلیغ واشاعت بھی لازم ہے[۲]۔ مگر تحصیل وتبلیغ کی کوئی معین ومشخص صورت علی الاطلاق لازم نہیں کہ سب کو اس کا مکلّف قرار دیا جائے مدارس، خانقاہوں، انجمنوں، کتابوں، رسالوں، اخباروں، مواعظ، مذاکرات، تقاریر، مجالس، تعلیمات، توجہات اوران کے علاوہ بھی جو جو صورتیں معین و مفید ہوں ان کو اختیار کیا جاسکتا ہے جب تک ان میں کوئی قبح ومفسدہ نہ ہو، مختلف استعداد رکھنے والوں کے لئے کوئی خاص صورت اسہل[۳] وانفع ہو اس کا انکار بھی مکابرہ ہے اور اس خاص صورت کو سب کے لئے لازم کردینا بھی تضییق وتحجیر ہے، اگر کسی فریاد یا جماعت کے لئے اسباب خاصہ کی بناء پر دیگر طرق مسدود یا متعذر رہوں، اور کوئی ایک طریقہ ہی متعین ہو تو ظاہر ہے کہ اس واجب کی ادائیگی کے لئے اس طریق کو مشخص تصور کیا جائے گا واجب مخیّر کی ادائیگی اگر ایک ہی صورت میں منحصر ہوجائے تو ظاہر ہے کہ اسی صورت کو لازم کہا جائے گا اور تخییر میں تحجیر ہوگی۔

---

۱ الفرض العین هوالعلم بالعقائد الصحیحة (الی قوله) واماالعلم اللدنی الذی یسمون اهلها بالصوفیة الکرام فهو فرض عین ،ولاشک ان هذه الامور محرمات وفرائض علی کل بشر (تفسیر مظهری ص ۳۲۳/تا۳۲۴/ج۴/) مکتبه ندوة المصنفین دهلی، تحت قوله تعالیٰ ولینذر قومهم اذاجعلوا، سورۂ توبه آیت ۱۲۱/ شامی کراچی ص ۱/۴۲، مقدمه)

۲ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بلغواعنی) ای انقلوا الی الناس وافیدوهم ما امکنکم او ما استطعتم الخ (مرقاة ص۲۱۷/ج۱، مطبوعه بمبئی، اول کتاب العلم، بخاری شریف ص ۱/۴۰۱، کتاب الانبیاء، باب ماذکر بنواسرائیل، مطبوعه اشرفی دیوبند،

۳ وفرض علی الکفایة کتحصین الحصون واقامة الحدود والفصل بین الخصوم ونحوه اذ لایصلح ان یتعلمه جمیع الناس فتضیع احوالهم واحوال سراياهم وتنقص او تبطل معایشهم فتعین بین الحالین ان یقوم به البعض من غیرتعیین وذلک بحسب مایسره اللّٰه لعباده وقسمه بینهم من رحمته وحکمته الخ (قرطبی ص ۴/۲۱۱، سورۂ توبه آیت ۱۲۱، دارالفکر بیروت)

مثلاً کفارہ یمین میں اشیاء ثلٰثہ، تحریر رقبہ، اطعام عشرۃ مساکین اوکسوتہم میں تخییر ہے، لیکن اگر کسی پر ان میں سے دو کا راستہ مسدود ہو تو ایک کی تعیین خود بخود لازم ہو جائے گی، اور جیسے اضحیہ میں اشیاء ثلٰثہ، شاۃ، بقر، ابل میں تخییر ہے مگر دو کے مفقود ہونے سے ایک کی تعیین خود بخود ہو جائے گی۔ التقریر والتحبیر[1]، میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

تبلیغی جماعت کا اصل مقصد دین کی طلب کا عام کرنا ہے جس سے مدارس کو طلبہ بھی کثرت سے ملتے رہیں اور خانقاہوں کو ذاکرین بھی کثرت سے ملیں[2] اور مسلمان کے دل میں دین کی اہمیت پیدا ہو۔ اہل مدارس اور اہل خانقاہ حضرات کو حسب موقعہ تبلیغی جماعتوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ اگر ان میں کوتاہی اور خلاف اصول چیزیں دیکھیں تو خیر خواہی اور ہمدردی سے ان کو نصیحت کریں، اصلاح فرمائیں، اور جماعتوں کے ذمّہ ضروری ہے کہ خانقاہوں اور مدارس کا پورا احترام کریں اور اپنی اصلاح کے لئے ان حضرات سے مشورہ لیں اور ان کی ہدایات کو دل وجان سے قبول کریں، ان کو ہرگز ہرگز یہ دعوت نہ دیں کہ یہ حضرات اپنے دینی مشاغل کو ترک کر دیں[3]، مدارس اور خانقاہوں کو بند کر کے تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں، دینی مدارس کا قیام از حد ضروری ہے ورنہ صحیح علماء پیدا ہونے بند ہو جائیں گے، اور دین جاہلوں کے ہاتھ میں جا کر کھلونا بن جائے گا خانقاہوں کا قیام بھی ضروری ہے اس لئے کہ محض کتابیں پڑھنے سے عامۃً تزکیۂ باطن نہیں ہوتا اور بغیر اخلاق رذیلہ کی اصلاح کے اخلاص پیدا نہیں ہوتا جو کہ روح ہے جمیع اعمال صالحہ کی تمام اعمال بغیر اخلاص کے ایسے ہیں جیسے بے جان

---

[1] (مسئلة الامر بواحد) ای ایجاب واحد منهم (من امور معلومة صحيح)عند جمهور الفقهاء والاشاعرة واختاره الامدی فكفارته اطعام عشرة مساكين فی قوة الامر بالاطعام فيفيد ايجابه وقد عطف الكسوة التحرير عليه الخ (التقرير والتحبير ص ۲/۱۳۴، مطبوعه كبری مصر)

[2] ملاحظہ ہو: خطبات حكيم الاسلام ص ۴۳۰/ ج ۴/ جماعتی تبلیغ، تعلیم وتبلیغ کا باہمی تقابل نہیں ہے، مطبوعه فصل ديوبند،

[3] ملاحظه هو ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص ۳۵/

ڈھانچہ ہوتا ہے۔ اخلاص اکابر اہل اللہ کی صحبت اور ان کی ہدایات پر عمل کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے ''لکل شیء معدن ومعدن التقویٰ قلوب العارفین'' اھ جمع الفوائد[1] امید ہے کہ تحریر مذکور سے ہر سہ سوال کا جواب نکل آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۸ھ

علماء پر تبلیغ نہ کرنے کا اعتراض

سوال:- مسلمان نہ صرف علومِ دینی سے بے بہرہ ہیں، بلکہ ان کے دنیوی اور دینی لیڈر بھی مسلمانوں کا علوم دین سے مستفید ہونا پسند نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے دینی لیڈر تو علماءِ کرام ہیں اور دنیوی غیر متقی مسلمان ہیں۔ تو کیا یہ دونوں رہبران دینی علوم حاصل کرنا پسند نہیں کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء نے تو مدارس قائم کئے، کتابیں جمع کیں، اساتذہ کو مقرر کیا، طلبہ کو اکٹھا کر کے تعلیم کا انتظام کیا، جگہ جگہ وعظ کہتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، کتابیں تصنیف کرتے ہیں، پھر اس کا مشاہدہ کر لیا جائے، پھر ان کے متعلق یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ یہ مسلمانوں کا دینی علوم سے مستفیض ہونا پسند نہیں کرتے۔ اس بات کا غلط ہونا تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۹ھ

---

[1] جمع الفوائد ص ۲۸۱/ ج ۲/ قبیل کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه، مجمع الزوائد ص ۴۷۴/ ج ۱۰/ مطبوعه دار الفکر، باب معادن التقوی قلوب العارفین، کتاب الزهد، رقم الحدیث ص ۱۷۹۴۴/

ترجمہ:- ہر چیز کی کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے قلوب ہیں۔

کیا نصرت مدینہ طیبہ سے ہوئی وہیں سے دین پھیلا مکہ سے نہیں

سوال:- ہمارے گاؤں میں بروز جمعرات تبلیغی جماعت آئی اور بعد نماز مغرب ان میں سے ایک صاحب نے تقریر کی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک تھے ان میں میں بھی موجود تھا، لائق مقرر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مکہ معظّمہ میں نصرت نہیں ہوئی۔ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، دین دراصل مدینہ منورہ ہی سے پھیلا ہے لائق مقرر کی اس بات کو سنکر مجھ کو بہت رنج ہوا کیونکہ میرے ذہن میں حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ واقعات ہیں، مثلاً جناب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمزور مسلمانوں کو اپنے روپے سے آزاد کرانا یا خانہ کعبہ میں حضور اقدس ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر بیٹھنے والے کو ہٹاتے ہوئے بری طرح مار کھانا اور بوقت ہجرت سردار دو جہاں کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلنا اور پشت مبارک پر جناب نبی کریم ﷺ کو بٹھلا کر پنجوں سے چلنا وغیرہ، جناب سیدنا حضرت حمزہؓ و جناب سیدنا حضرت عمرؓ کا مسلمانوں کو لے کر خانۂ کعبہ میں نماز پڑھنا اور دوسرے حضرات سے بھی اس قسم کے افعال سرزد ہوئے ہوں گے، میں تو ان واقعات کو نصرت ہی سمجھتا ہوں۔ درخواست یہ ہے کہ میری رہبری فرمائی جائے کہ کیا میں غلط سمجھتا ہوں ایسے بھی واقعات میرے ذہن میں ہیں کہ مکہ معظّمہ میں ان لوگوں نے بھی مسلمانوں کی اور جناب رسول خدا ﷺ کی امداد کی ہے جو اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے مثلاً طائف سے لوٹتے وقت مطعم ابن عدی نے کی، یا ترک تعلقات کے وقت وہ پانچ اشخاص۔ یہ ضرور ہے کہ وہ امداد حمایت اسلام نہ سہی رشتہ داری یا اور کسی بناء پر مبنی ہوگی حالانکہ مدینہ منورہ میں تو شاید ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ دل میں اسلام کا داعیہ نہ ہو اور امداد کی ہو،

رہا دین کا پھیلنا۔ لائق مقرر نے فرمایا دین مکہ سے نہیں پھیلا بلکہ مدینہ سے پھیلا تو میں یہ سمجھتا ہوں واقعی دینی امداد اور گنتی کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے پھیلا اور جناب انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت امداد کی اور تن من دھن سے ساتھ دیا۔ لیکن ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ جناب مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رشتہ دار لڑائیوں میں سامنے ہوتے تھے اور وہ حضرات ان سے لڑتے تھے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور دوسرے حضرات نے بھی بہت کچھ کیا ہوگا اس سے میرا مطلب جناب مہاجرین حضرات کی فضیلت ہے اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جگہ بہت بڑے ہیں اور ان کے کارنامے رہتی دنیا تک بے مثال ہیں دین کی اشاعت بھی مکہ معظّمہ میں رہتے ہوئے بھی جناب سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی کوشش سے ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی اور دوسرے حضرات نے بھی کوشش کی ہوگی یہ ضرور ہے کہ مکہ معظّمہ میں مخالفوں کا بہت زور تھا اور وہ ان کے عزیز ورشتہ دار تھے حالانکہ مدینہ منورہ میں شاید کوئی ایسی مثال نہ ہو کہ کوئی مشرف باسلام ہوا ہو اور عزیز رشتہ داروں نے اس پر سختی کی ہو ہاں باہر کے دشمنوں کا بہت زور تھا اندر منافقوں وغیرہ سے ہر وقت بے اطمینانی تھی، مجھے اس بات کا بہت رنج ہے کہ عام مجمع میں کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ مکہ معظّمہ میں نصرت نہیں ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نصرت نہیں کی اور دین بھی مکہ معظّمہ سے نہیں پھیلا۔ لہٰذا درخواست یہ ہے کہ میری وجہ سے تکلیف کو گوارا فرما کر میری رہبری فرمائی جائے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ ذرا وسعت حوصلہ سے کام لیں اور ان مقرر صاحب کے کلام کا وہ محمل تجویز کرلیں جو آپ کے نظریہ کا بھی خلاف نہ ہو تو آپ کا رنج سب ختم ہو جائے۔ مقامی حضرات جو کچھ جدوجہد اور دینی خدمت کرتے ہیں وہ ایسا ہے جیسا کہ ان کا اپنا اصلی کام۔

فرض منصبی، ڈیوٹی، ان کی محنت بہت وزنی اور قیمتی ہوگی اگر ایسے لوگ باہر جائیں اور وہاں کے آدمی انکا استقبال کریں، اوران کے کام میں نصرت کریں تو وہ تھوڑی نصرت بھی کام کو بہت جلد آگے بڑھائے گی مہاجرینؓ نے دین کی خاطر وہ مشقتیں برداشت کی ہیں جو دوسروں کے بس کی نہیں ان کو درجات بھی وہ ملے جہاں تک دوسرے نہیں پہونچ سکتے ان حضرات کے مدینہ منورہ پہنچنے پر وہاں کے حضرات نے جوان کا ساتھ دیا اس کا نام نصرت ہے اس اصطلاح کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہے کہ نصرت مدینہ پاک سے ہوئی[1] یعنی ان حضرات کی خدمت دین واعانت کا نام نصرت ہے اور دین کی جس قدر اشاعت بصورت وفود وبصورت غزوات وسرایا مدینہ طیبہ سے ہوئی ہے وہ مکہ مکرمہ سے نہیں ہوئی۔ حتّٰی کہ اسی نصرت کی بدولت مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ان نصرتوں میں بھی مہاجرین کی ہدایات کے ماتحت اور بکثرت ان کی سرکردگی وامارت میں خدمات انجام دی گئی ہیں یعنی مدینہ پاک میں جو دین کی خدمات ہوئی ہیں۔ وہ تنہا انصارؓ کی نہیں ہیں ان میں بھی مہاجرینؓ پیش پیش تھے ہاں مہاجرین کو قوت اور کام میں سہولت زیادہ تر انصارؓ کی نصرت واعانت سے حاصل ہوئی، مکہ مکرمہ میں ۱۳/ سال کی مدت میں چند حضرات ایمان لائے۔ اگرچہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ دوسرے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر دس سال کی مدت میں سارا جزیرہ عرب اسلام سے مالا مال ہوگیا اور مکہ شریف کے وہ ازلی دشمن جو سدراہ بنے ہوئے

---

[1] وهو جمع ناصر او نصير والمراد انصار رسول الله صلى الله عليه وسلم من الاوس والخزرج الىٰ ماقال فسماهم النبى صلى الله عليه وسلم الانصار فصار علماً لهم ونزل القرآن بمدحهم وانما فازوا بهٰذه المنقبة لاجل ابوائهم النبى صلى الله عليه وسلم ونصرته حيث تبووا الدار والايمان وجعلو مستقراً ومتوطناً لهم لتمكنهم منه واستقامتهم عليه كما جعلوا المدينة الخ، مرقات ص ۶۲۵/ ج۵/ باب جامع المناقب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى،

تھے وہ مختلف غزوات میں مغلوب وختم ہوگئے اور جن کے لئے ہدایت مقدر تھی انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور جزیرۂ عرب ہمیشہ کے لئے کفر سے محفوظ ہوگیا اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود مہاجرین، مہاجرین ہیں، رضی اللہ عنہم، اور انصار انصار ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ علاوہ اس اصطلاحی مفہوم نصرت کے دوسری بات یہ ہے کہ مقرر صاحب کے کلام کا مطلب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اکابر صحابہ ومہاجرینؓ نے دین کی خدمت اور نصرت نہیں کی، معاذ اللہ، ان کی خدمت ونصرت کا تو قرآن پاک میں اعتراف ہے[1] احادیث میں صراحۃً ذکر ہے تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی ادنیٰ مسلم بھی ان کی خدمت و نصرت کا انکار کرے بلکہ کوئی غیر مسلم تاریخ داں بھی انکار نہیں کرسکتا۔ پھر آپ ایسا مطلب کیوں مراد لیتے ہیں کم ازکم اتنا تو دیکھیں، مقرر جب ان کی ہجرت کا معترف ہے تو یہ ہجرت خود اتنی بڑی خدمت ونصرت ہے کہ جس کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے[2] اور مقرر بھی یہی کہتا ہے کہ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا لامحالہ اس کی یہ مراد نہیں جو آپ کے لئے رنج دہ ہے آپ یہ مطلب مراد لیجئے کہ مکہ مکرمہ کے عام باشندوں نے نصرت نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں ڈالیں، چند مخصوص مقبول صحابہ کرامؓ خدمت کرنے والے تھے اور دشمن ان کو ہر طرح ستاتے اور اذیت دیتے تھے مدینہ پاک کا یہ ماحول نہیں تھا وہاں پہنچ کر یہ روکاٹیں نہیں رہیں اور آزادی کیساتھ دین پھیلا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ میں نصرت نہ کرنے والوں کے مصداق مشرکین اور اعداء دین ہیں نہ کہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ نصرت حقیقی اللہ پاک کی طرف

---

[1] والذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللّٰه باموالهم وانفسهم اعظم درجة عنداللّٰه وأولئک هم الفائزون، سورۂ توبه آیت ۲۰، ۲۱/.

[2] والسابقون الاولون من المهاجرون والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه، سورۂ توبه آیت ۱۰۰/

سے ہوتی ہے اوراس عالم اسباب میں اشاعت دین کے لئے یہ تدبیر تجربہ سے بہت مفید ومؤثر ثابت ہوئی ہے کہ لوگ اپنے مقام سے دین کی خاطر سفر کریں جیسے مہاجرینؓ نے سفر کیا اور مدینہ طیبہ گئے اور جہاں جائیں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس کام میں پورا تعاون کریں جیسے کہ انصارؓ نے کیا تھا اس سے انشاء اللہ تعالیٰ اپنا دین بھی پختہ ہوگا اور اشاعت بھی زیادہ ہوگی مگر اصول کی پابندی بہرحال ضروری ہے اصول چھوڑنے میں منفعت کم اور مفسدہ زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود، عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

تبلیغی جماعت کی حقیقت

سوال: ۔تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور تبلیغ کن لوگوں کو کرنی چاہئے اور کن لوگوں کو تبلیغ کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دہلی نظام الدین میں مدت دراز تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ کا قیام رہا جو کہ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور ان کے پاس تربیت پائی تھی[1] پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے بھی سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت پائی[2] دہلی کے قریب علاقہ میوات ہے وہاں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ لاکھوں مسلمانوں کی تعداد تھی مگر ان کے سروں پر چوٹے تھے نام ہندوانہ، رسوم مشرکانہ، نماز سے ناواقف، کلمہ سے بھی ناآشنا تھے

---

[1] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۴۶ رمطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی۔

[2] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۴۹، ۵۰ رمطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی۔

ان[1] میں ابتداءً مولانا الیاسؒ نے تبلیغ شروع کی اور لوگوں میں شوق پیدا کیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو چنانچہ جھولے میں چنے لیکر ایک چلہ کیلئے ایک ایک جماعت دس دس بارہ بارہ آدمیوں کی نکلی جن میں ایک شخص ایسا ساتھ کر دیا جو وضو نماز ایک دو پارہ قرآن شریف پڑھا ہوا ہے اور وہ اس جماعت کو تعلیم دیتا اور وضو نماز سکھاتا اور جگہ جگہ جا کر وہاں کے لوگوں کی خوشامد کر کے اپنے ساتھ کام میں شامل کرنے کی دعوت دیکر جماعت کو بڑھاتا چالیس روز تک خراب اخلاق واعمال سے یہ لوگ بچے رہے کہ شراب نہیں پی زنا نہیں کیا چوری نہیں کی لڑائی نہیں کی گالی نہیں دی وغیرہ وغیرہ اور استعداد کے موافق کسی نے پوری نماز سیکھ لی کسی نے کچھ سورتیں یاد کرلیں جب یہ جماعت واپس آئی تو اپنی بستی سے دوسری جماعت کو تیار کیا غرض دین سیکھنے کے واسطے نکلنے کا شوق عام ہوگیا اس سے بہت بڑا فائدہ مسلمانوں کو ہوا اور ہو رہا ہے۔ اس کا نام تبلیغی کام ہے اور اس کے کرنے والوں کا نام تبلیغی جماعت ہوگیا[2] چھ ۶ / اصول یا چھ ۶ / نمبر اس لئے مقرر کر دیئے گئے جن کے سمجھنے یاد کرنے سے پورے دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ تقریر بھی انہیں چھ باتوں کی ہوتی ہے جو اہل علم ہوں وہ تفصیل سے تبلیغ و تقریر کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ

سوال: - ہمارے شہر مظفر نگر میں تبلیغی جماعت کا کام بڑے زوروں پر ہے اس جماعت میں جو حضرات کام کرتے ہیں وہ ہم کو مندرجہ ذیل کام کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔

(۱) یہ کہ اپنی زندگی میں چار مہینے اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

---

[1] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۶۹ / مطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی۔

[2] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۹۴ / مطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی،

(۲) ایک سال میں چالیس روز اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

(۳) مہینہ میں تین دن اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

(۴) ایک وقت مقرر کر کے گھر میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

(۵) ایک وقت مقرر کر کے مسجد میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

(۶) ایک ہفتہ میں ایک روز اپنی قریبی مسجد میں جو اجتماع ہوتا ہے اس میں بھی ضرور شریک ہوں اور ایک ہفتہ میں مرکز والی مسجد میں اجتماع ہوتا ہے اس میں بھی ضرور شریک ہوں۔

(۷) صبح کے وقت نماز فجر پڑھنے کے فوراً بعد اپنے محلّہ میں گشت کرو جس میں لوگوں کو اس بات کی دعوت دو کہ ہر ایک آدمی ان تمام مندرجہ بالا باتوں میں کام کرنے والا بن جائے جس وقت یہ جماعت مسجد سے روانہ ہوتی ہے تو اس وقت یہ جماعت عاجزانہ دعا مانگ کر روانہ ہوتی ہے یہ تمام پروگرام جو کسی کی ملازمت کرتا ہے وہ بھی کرے اور جو خود اپنا کام کرتا ہے وہ بھی کرے یہ ہدایت کرتے ہیں جس جگہ ملازمت کرتے ہیں چاہے وہ منع بھی کرے جب بھی جانا چاہئے ان تمام باتوں سے ہم لوگوں کو آپ احادیث کی روشنی میں بتلانے کی تکلیف گوارہ کریں تاکہ ہم ٹھیک طرح سے کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[1] تمام دنیا کو ہمارے لئے پیدا کیا اور ہم کو آخرت کیلئے پیدا کیا۔ اِنَّمَا الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ[2] اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہماری زندگی کا ہر سانس اللہ کی عبادت

---

[1] سورہ والذاریات آیت ۵۶/

ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں، (از بیان القرآن)

[2] تنبیہ الغافلین ص ۱۳۵/باب رفض الدنیا ،طبع دار الکتب العلمیہ بیروت.

میں لگا رہے اور کل کائنات کو اللہ کی عبادت کے لئے استعمال کیا جائے جس چیز کے استعمال سے منع کر دیا گیا ہے اس سے پورا پرہیز کیا جائے[1]۔ مگر افسوس کہ ہماری موجودہ زندگی اس کے بالکل برعکس ہے ہمارے سامنے دنیا ہی دنیا رہ گئی ساری زندگی دنیا کمانے میں اور دنیا کی چیزوں کے حاصل کرنے میں صرف ہو رہی ہے آخرت کی طرف سے پوری غفلت ہے زندگی کے اس رخ کو بدلنے کیلئے تبلیغی جماعت نے یہ نظام تجویز کیا ہے کہ جس قدر محنت اس فانی دنیا پر ہو رہی ہے آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ کر محنت آخرت پر ہونے لگے اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا مبارک دین زندہ ہو کر مسلمانوں کی پوری زندگی میں سرایت کر جائے تجربہ یہ ہے کہ تحریر کردہ نظام پر عمل کرنے سے زندگی کا رخ بڑی حد تک بدل جاتا ہے۔ مگر چھ اصولوں کی پابندی بے حد ضروری ہے۔ ورنہ حدود پر قائم رہنا دشوار ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۱ھ

دین کا سیکھنا سب پر فرض ہے

سوال:- (۱) کیا پرفتن پرآشوب زمانے میں عورتوں کو تبلیغ کے لئے محلّہ محلّہ شہر شہر و قصبات وغیرہ میں جانا درست ہے؟

(۲) کیا محلّہ یا غیر محلّہ میں پنج وقتہ نماز باجماعت ترجمۂ قرآن پاک سننے کے لئے عورتیں شریک ہو سکتی ہیں؟

(۳) کیا عورتوں کو علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ براہِ مہربانی یہ بھی بتلائیں کہ وہ کونسے

---

[1] وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. سورة الحشر آیت ۷/.

ترجمہ:- اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روکیں تم رک جایا کرو۔ (از بیان القرآن)

علوم ہیں جن کا سیکھنا ضروری ہے؟ کیا اس کا ذریعہ مروجہ تبلیغ ہے؟ اور کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے؟ اور اس کے لئے وہ باہر نکل سکتی ہیں یا نہیں؟ علماء سے معلوم ہوا کہ بغیر محرم کے حج تک کی بھی عورتوں کے لئے اجازت نہیں ہے۔

(۴) مبلغین عورتوں میں کہتے ہیں کہ اگر تبلیغ کے لئے تمہارے مرد منع کریں تو ان کا کہنا مت مانو کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں والدین وخاوند سب غیر ہیں کیا اس قسم کے الفاظ کہنا درست ہے۔

(۵) اکثر مبلغین تبلیغ کی فضیلت اور اجر وثواب میں وہ آیات واحادیث پڑھ کر سناتے ہیں جو جہاد اکبر کے لئے آئی ہیں کیا ان مروجہ تبلیغ میں ان احادیث وآیات کا پڑھنا درست ہے؟ مثلاً اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّثِقَالاً الایة. اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے سات لاکھ نیکیوں کا ثواب آیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ضروریات دین کا علم حاصل کرنا مرد وعورت سب پر فرض ہے[۱]

جو والدین اولاد کو علم دین نہیں سکھائیں وہ بڑی حق تلفی اور ظلم کرتے ہیں جس کا بھگتان دنیا میں بھی کرنا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کرنا ہوتا ہے اس تعلیم نہ ہونے کے مفاسد عالمگیر ہیں۔ اگر والدین اپنے اپنے گھروں میں ضروری دینی تعلیم کا انتظام کرلیں تو معاملہ بہت آسان

---

[۱] طلب العلم ای الشرعی فریضةای مفروض فرض عین علی کل مسلم ای ومسلمة الخ (مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۳۳ ج ۱، کتاب العلم، الفصل الثانی تحت حدیث طلب العلم فریضة الخ، مطبوعه بمبئی) وتعلم مالابدمنه من الفقه فرض عین قال فی الخزانة وجمیع الفقه لابدمنه الخ (شامی زکریا ص۵۸۴ ج۹، مطبوعه کراچی ص۴۰۷، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

ہو جائے اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم ہر محلّہ میں دینی تعلیم کے لئے مدارس ومکاتب کا قیام عمل میں لایا جائے۔

اگر یہ بھی نہیں تو جہاں مدارس قائم ہیں وہاں بچوں کو بھیجا جائے۔لیکن اس میں بھی عمل دشوار سمجھا جاتا ہے اور بے علمی کے سبب بے عملی عام ہے۔اعتقادات اخلاق اعمال، اقوال معاشرت میں عمومی خرابی کے دروازے کھل رہے ہیں اور مسلمان ذلت ورسوائی میں گرفتار ہیں اس عمومی بگاڑ کی اصلاح کے لئے دینی تعلیم کو عام کرنے اور دینی فضا بنانے کے لئے تبلیغی جماعت کا کام اس وقت مناسب اور مفید ہے۔لیکن یہ بھی اسی وقت مفید ہے جب کہ اس میں احکام شرعیہ کی پابندی کی جائے اگر حدود شرع سے تجاوز ہوگا تو یہ کام بھی فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔اس لئے اب مقررین کو انتہائی احتیاط اور حدود کے ماتحت تقریر کرنا لازم ہے۔کوئی بات خلاف سنت زبان سے نہ نکلے کوئی عمل احکام فقہ کے خلاف نہ ہو ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے۔عورتوں کے لئے پردہ کی سخت تاکید ہے بلاضرورت اپنے مکان سے نہ نکلیں نامحرموں کے سامنے نہ ہوں یہ بات نہ ہو کہ سینما جانے سے تو ان کو روکا جائے اور تبلیغی اجتماع میں بے پردہ زیب وزینت کے ساتھ خوشبو لگا کر اجازت دی جائے بلکہ دونوں جگہ بے پردہ جانے سے روکنا ضروری ہے سینما بہر حال معصیت گاہ ہے جس کو سب ہی ناجائز جانتے ہیں۔وہاں کسی طرح بھی جانا کسی کیلئے بھی درست نہیں تبلیغی اجتماع میں اگر ان کے بے پردہ جانے سے فتنہ پیدا ہو جائے تو اور زیادہ معصیت کا سامنا ہوگا۔وہاں پردہ کے ساتھ اپنے محرم کے ساتھ جانے سے ان کی اصلاح محلّہ والوں کے لئے مفید اور درست ہے۔بغیر محرم کے سفر کرنا درست نہیں[1] اگر شوہر ایسا حکم دے جس سے خدا کا حکم ٹوٹتا ہو تو پھر اس کی اطاعت

---

[1] وفیہ اشارۃ الی ان الحرۃ لاتسافر ثلاثۃ ایام بلامحرم الخ، شامی زکریا ص ۵۵۹ ج ۹، مطبوعہ کراچی ص ۳۹۰ ج ۶، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۳۱۴، کتاب الحج، النہر الفائق ص ۲/۵۹، کتاب الحج، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جائز نہیں[1] لیکن اگر وہ احکام شرعیہ کے مطابق حکم دے تو اطاعت لازم ہے۔ جہاد کا مفہوم بہت عام ہے۔ دین کی خاطر پر جدوجہد کو جہاد کہا گیا ہے۔ امام نوویؒ اور دوسرے بہت سے شراح حدیث نے جہاد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں۔ قلم کے ذریعہ دین کے احکام کو لکھنا بھی جہاد ہے، دینی کتابیں پڑھنا بھی جہاد ہے مدارس ومکاتب قائم کرنا بھی جہاد ہے، تبلیغ کے لئے جانا بھی جہاد ہے، وعظ ونصیحت کرنا بھی جہاد ہے اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب دینا ان سے مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے[2] امام بخاریؒ نے حدیث۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ بخاری[3] ص ۱۲۴ کو جمعہ کی نماز کے لئے بیان کیا ہے اور جہاد کے لئے بھی یعنی جس کے قدم خدا کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں۔ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ خدا کے راستہ سے مراد بظاہر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مگر جو شخص جمعہ کے لئے جائے اس کے راستہ کا بھی یہی اجر ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے کتاب الجمعہ میں[4] ص ۱۲۴ پر اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔

---

[1] عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، مشکوٰۃ ص ۳۲۱/ طبع یاسر ندیم دیوبند، وفی المرقات انماالطاعة فی المعروف، مرقاۃ ص ۱۳۲ ج ۴، کتاب الامارۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی،

[2] الجهادمكسورالجيم اصله لغة المشقة وشرعابذل الجهد فی قتال الكفارويطلق ايضا على مجاهدة النفس والشيطان والفساق فامامجاهدة النفس فعلى تعلم امورالدين ثم على العمل بهاثم على تعليمهاالخ، فتح الباری ص ۷۷ ج ۶، کتاب الجهاد والسير، مطبوعه نزارمصطفیٰ الباز مكه مكرمه، ليس الجهادفی الاية قتال الكفارفقط بل هونصرالدين والردعلى المبطلين وقمع الظالمين وعظمه الامربالمعروف والنهی عن المنكرالخ، الجامع لاحكام القرآن ص ۳۳۶ ج ۷، سوره عنكبوت آيت ۶۹، مطبوعه دارالفكربيروت، نووی على مسلم شريف ص ۱۳۴ ج ۲، باب فضل الجهاد والخروج فی سبيل اللّٰه، مطبوعه رشيديه دهلی، زاد المعاد ص ۹/ ج ۳/ فصل فی هديه فی الجهاد، طبع بيروت،

[3] / [4] بخاری شريف ص ۱۲۴ ج ۱، حديث ۸۹۷، باب المشی الی الجمعة، مطبوعه مكتبه اشرفی ديوبند،

پھر اس کو کتاب الجہاد[1] میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا مفہوم ان کے نزدیک بھی عام ہے لیکن خدا کے راستہ میں قتل ہونے کا ثواب جو مخصوص ہے وہ قتل ہونے ہی میں ملے گا۔ وہ دوسری طرف جہاد سے نہیں ملیگا۔ لہٰذا جہاد کو قتل کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں امید ہے کہ جملہ اعتراضات کا جواب اس تحریر سے حاصل ہو جائیگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۵ھ

تبلیغ پہلے گھر میں پھر باہر

سوال:- زید پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے گاہ بگاہ تبلیغی جماعت میں چلہ لگاتا ہے مسجد کے امام جو مستند عالم ہیں اس سے کہتے ہیں تمہارے لئے ضروری ہے کہ پہلے تبلیغ اپنی بستی و گھرانہ کی کرو جب کہ گھرانہ میں بے نمازی ہوں اور بستی میں کس قدر بے نمازی ہیں۔ گھر گھر تبلیغ کرو اس کے بعد باہر دوسری جگہ تبلیغ کے لئے جاؤ اور استدلال میں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا الآیۃ بیان کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور کس کا قول انسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے گھر اور بستی کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔[3] لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گھر بستی

---

[1] بخاری شریف ص ۳۹۴ ج ۱، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله، حدیث ۲۷۲۷، مطبوعه مکتبه اشرفی دیوبند،

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات" مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ،

[3] وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. الآیه سورة طٰهٰ آیت ۱۳۲ **ترجمه**:- اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے بعد پابند رہئے۔ (از بیان القرآن) **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

والے جب تک پورے پابند نہ ہوجائیں دوسروں تک پیغام نہ پہونچانا چاہئے۔ مثلاً کسی جگہ دینی مدرسہ جیسے دارالعلوم دیوبند ہی ہے یہاں اس کی پابندی نہیں کی گئی کہ دیوبند کے ایک ایک آدمی کو پورا عالم دین بنایا جائے تب دوسری جگہ کے طالب علم کو داخلہ کی ترغیب دی جائے نہ کسی بزرگ کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ اپنے گھر اور بستی والوں کی اصلاح تام کئے بغیر باہر کے آدمیوں کی بیعت نہ کی ہو، نہ کسی حافظ عالم نے باہر کے لڑکوں کو پڑھانے کے لئے اس کا اہتمام کیا بلکہ بکثرت یہی دیکھا جاتا ہے کہ گھر اور بستی والے فیض حاصل نہیں کرتے باہر والے کر لیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے طائف وغیرہ تشریف لے جانے سے پہلے کیا مکہ کے سب لوگوں کو مسلمان کرلیا تھا۔ یہ جواب اس وقت ہے جب کہ تبلیغ کا مقصد بھی یہی ہو۔ لیکن اگر تبلیغ کا مقصد محنت اور مجاہدہ کر کے اپنے دین کو پختہ کرنا ہو[1] تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تبلیغ میں نکلنا فرض ہے؟

سوال: ۔تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں کہ گھر بار بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً الآیۃ سورۂ تحریم آیت ۶.

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (از بیان القرآن)

وانذر عشیرتک الأقربین الایة ووجه تخصیص عشیرته صلی اللّٰه علیه وسلم الاقربین بالذکر مع عموم رسالته علیه الصلاة والسلام دفع توهم المحابات وأن الاهتمام بشأنهم اهم وان البداء ة تکون بمن یلی ثم من بعده الخ روح المعانی ص ۲۰۳/ج ۱۱/ الجزء التاسع عشر، سورة الشعراء آیت ۲۱۴/ مطبوعه دارالفکر.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ملاحظہ ہو چھ نمبر ص ۵۱ (مکتبہ نئی دھلی دیوبند)

جماعت کے ساتھ چلو اور اس تبلیغی کام کو ہر خاص و عام کے لئے فرض بتلاتے ہیں۔ آیا ان کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ یہ تبلیغ والے میلادِ مروجہ اور قیام وسلام بھی کرلیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے جوڑ پیدا ہوتا ہے اور جوڑ بہت ضروری ہے۔ ایسا کہنا اور کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عقائد، اخلاق، اعمال کی اصلاح ضروری ہے[1] خواہ وہ تبلیغی جماعت کی صورت سے ہو یا کسی دوسری صورت سے۔ تبلیغی جماعت میں یہ چیز سہولت سے حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ جماعت خود غلط طریقہ اختیار نہ کرے۔ جوڑ پیدا کرنے کے لئے غلط کام کرنا یا غلط کام میں شرکت کرنا خود ہی غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۹۳ھ

تبلیغ کا طریقہ

سوال: -تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو لوگ براہِ راست تبلیغ کا طریقہ نہیں جانتے ہیں، ان کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ دہلی نظام الدین میں تبلیغ کا مرکز ہے وہاں چلے جائیں اور وہاں کی ہدایت کے موافق کام میں لگ جائیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۲/۸۸ھ

---

[1] فالفرض هو العلم بالعقائد الصحيحة ومن الفروع مايحتاج اليه الخ، (تفسير مظهرى ص ۳۲۳ تا ۴/۳۲۴، مطبوعه ندوة المصنفين دهلى، تحت قوله تعالىٰ ولينذروا قومهم اذا رجعوا الآية سورة توبه آيت: ۱۲۱،

مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت

سوال:- رسول اللہ ﷺ کفار کے پاس تبلیغ کیلئے جاتے تھے اور آج کل لوگ مسلمانوں کو تبلیغ کرتے ہیں کیا حدیث سے یہ ثابت ہے حضور نے مسلمانوں میں اس طرح چل کر تبلیغ کی ہے جیسے کہ آج کل تبلیغ کرتے ہیں۔ اس قسم کی روایتیں اگر مشکوٰۃ شریف یا بخاری شریف میں ہوں تو مع باب وصفحہ مطلع فرمائیں!

الجواب حامداً ومصلیاً

کوفہ اور قرقیسیہ میں جماعت صحابہ کا تبلیغ کے لئے جانا[1] فتح القدیر میں مذکور ہے[2]۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا اور حضرت معقل بن یسارؓ، عبداللہ بن مغفلؓ، عمران بن حصینؓ کی جماعت کو بصرہ اور عبادہ ابن الصامتؓ و ابو درداءؓ کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں جیسا کہ ازالۃ الخفاء میں

---

[1] ان اهل الكوفة تعلموه من ابن مسعود وعلى رضى الله عنهما وكانت الكوفة معسكراً فى زمن عمرؓ فلعله وردفيها الوف من الصحابةؓ الخ، (فيض البارى ص ۲۵۵ ج ۲، مكتبه خضر راه ديوبند، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين)

ترجمہ:- اہل کوفہ نے ابن مسعود وعلی رضی اللہ عنہما سے علم سیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ چھاؤنی تھا شاید کہ ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں تشریف لائے ہیں۔

[2] قال العجلى فى تاريخه نزل الكوفة الف وخمسمائه من الصحابة ونزل قرقيسا ستمائة الخ. (فتح القدير ص ۱۰۴ ج ۱ مكتبه دار الفكر، فصل فى البئر، فيض البارى ص ۲/۲۵۵، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين، مطبوعه خضر راه بكڈپو ديوبند)

ترجمہ:- عجلیؒ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ کوفہ میں ایک ہزار پانچسو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیام فرمایا ہے اور قرقیسیہ میں چھ سو نے۔

مذکور ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے

سوال:- آنجناب کو بخوبی علم ہوگا کہ مدت مدید سے تبلیغی جماعت کے نام سے ایک جماعت ہندوستان وبیرون ہندوستان میں تبلیغ کا کام کررہی ہے اوراب تو اس کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے بفضلہٖ، غالباً شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا گوشہ ہوگا جہاں یہ کام نہ ہورہا ہو بفضلہٖ تعالیٰ احقر کا بھی بارہا اس سلسلہ میں کئی مقامات پر جانا ہوا ہے مگر عینی مشاہدہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کو تبلیغی جماعت سے وابستگی کو ۲۰/ ۲۰/ ۲۵/ ۲۵/ سال ہوگئے ان کے اندر نماز جیسی اہم ترین عبادت کے آداب ولوازمات خشوع وخضوع کی بات ذرا نہیں پائی گئی ان کا محور صرف چھ نمبر ہیں جو کہ زبانی سنادیئے جاتے ہیں اور لوگوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ تم بھی زبانی یاد کرو اور عملی طور پر بس۔

اور ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ نبیوں والا کام ہے کیا اس طریقہ پر حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کا کام کیا ہے اگر ایسا ہے جیسا کہ یہ لوگ فرماتے ہیں تو ہمارے اسلاف کرام، علماء سابقین رحمہم اللہ علیہم اجمعین اس طریقہ تبلیغ کے تارک رہے ہیں اور تارک سنت محمدیہ ﷺ بھی رہے اور ایسا ہونا بعید از فہم اور ناممکن ہے۔ براہ کرم جواب بالتفصیل دیجئے۔ کہ کیا واقعی یہ نبیوں والا کام ہے۔

---

[1] چنانکہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد ومعقل بن یسار وعبداللہ بن مغفل وعمران بن حصین را ببصرہ وعبادہ بن صامت وابودرداء را بشام الخ (ازالۃ الخفاء ص ۶ ج ۲، مطبوعہ بریلی، مقصد دوم) نکتہ سوم درمیان توسط خلفاء راشدین درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وامت او الخ، اس کا ترجمہ جواب کے تحت اوپر گذر چکا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چھ نمبروں کو زبانی سنا دینے اور دوسروں کو یاد کرا دینے پر کفایت کر لینا اور بقیہ اعمال و افعال سے صرف نظر کرنا بڑی کوتاہی ہے تبلیغ کا مقصد یہیں تک محدود نہیں ہر عمل صالح میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ تمام اعمال صالحہ کی جان ہے۔ اعمال صالحہ کا سیکھنا بھی ضروری ہے ان پر پابندی بھی ضروری ہے ان میں اخلاص کی کوشش بھی ضروری ہے بہت سے اللہ کے بندوں کو یہ دولت بھی نصیب ہو جاتی ہے جو محروم رہتے ہیں وہ اپنی کوتاہی کی بناء پر محروم رہتے ہیں ان کو اس طرف توجہ اور اس میں محنت کی ضرورت ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی محروم نہیں رہیں گے۔ ان چھ نمبروں کی کوشش کے ساتھ دیگر امور ضروریہ کی طرف بھی ان کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ تشریف لیجاتے ہی ہیں آپ ان کو متوجہ کیا کریں اس طرح دیگر اخلاص والے جائیں تو وہ بھی متوجہ کیا کریں۔ جو شخص شریک کار ہوتا ہے اس کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے خدا نے چاہا تو آپ کا اجر بہت زیادہ ہو جائے گا۔ جتنے آدمیوں میں آپ کی کوشش سے اخلاص، خشوع، خضوع پیدا ہوگا وہ آپ کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائیگا۔[1] ہر جماعت کے امیر کو اگر توجہ دلائی جائے

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَنَّ فِیْ الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَامِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِاَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ، مشکوٰة شریف ص ۳۳، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسند احمد ص ۳۵۷/۴، حدیث جریر بن عبد الله، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے اس کو اس کا اجر اور اس کے بعد ان پر عمل کرنے والوں کا اجر ملیگا ان کے اجر میں کمی کئے بغیر۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ(مسلم شریف ص ۱۳۷ ج ۲ باب فضل اعانة الغازی مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی علم خیر پر دلالت کرے اسکو اس پر عمل کرنیوالے کے مثل اجر ملیگا۔

کہ وہ بار بار تنبیہ کرتے رہا کریں تو جلد نفع کی توقع ہے۔

انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے آقائے نامدار حضرت رسول اکرم ﷺ خصوصاً معلم بنا کر بھیجے گئے[1] اور دین سیکھنے اور سکھلانے کی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی[2] پھر اس کے طریقے مختلف رہے شروع میں نہ آج کل کی طرح مدارس تھے نہ خانقاہیں تھیں، نہ کتابیں تصنیف کرنے کا سلسلہ تھا نہ وعظ وتقریر کے جلسے ہوتے تھے۔ نہ انجمنیں بنانے کا دستور تھا بلکہ زبانی ہی سیکھنے اور سکھانے کا عموماً معمول تھا اصحاب صفہ نے بھی اسی طرح سیکھا[3] اور جہاں جہاں آدمی بھیجے گئے مثلاً حضرت ابودرداء حضرت عبادۃ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سب اسی طرح سکھاتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ

---

[1] عن عبداللہ بن عمرو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدِہ فَقَالَ کِلَاھُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَاحِدُھُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِہٖ اَمَّا ھٰؤُلَاءِ فَیَدْعُوْنَ اللّٰہَ وَیَرْغَبُوْنَ اِلَیْہِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاھُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَھُمْ وَاَمَّا ھٰؤُلَاءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْہَ اَوِ الْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاھِلَ فَھُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِیْھِمْ .مشکوۃ شریف ص ۳۶ کتاب العلم الفصل الثالث، سنن الدارمی ص ۱۱۱/۱، کتاب العلم، باب فی فصل العلم والعالم، مطبوعہ دار الریان،

ترجمہ :-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا دونوں خیر پر ہیں اور ان میں ایک دوسری سے افضل ہے۔ بہرحال یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں اور اس کی طرف رغبت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ چاہے ان کو عطا کرے چاہے منع فرمادے اور بہرحال یہ لوگ فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں یہ لوگ افضل ہیں اور بس مجھ کو تو معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے (یہ ارشاد فرما کر) ان میں تشریف فرما ہو گئے۔

[2] عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا العلم وعلموہ الناس تعلموا الفرائض وعلموھا الناس الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۳۸/ کتاب العلم الفصل الثالث.

[3] عن عبادۃ ابن صامت قال علمت نأ سامن اھل الصفۃ الکتابۃ والفراق والحدیث، مسند احمد ص ۴۳۰/ ج ۶/ رقم الحدیث ص ۲۲۱۸۱/ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

ابن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا وہ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی بڑی جماعت کو ساتھ لے کر گئے[1] اور تمام علاقہ کوفہ میں دین سکھانے کا انتظام فرمایا[2] پھر احادیث جمع کرنے اور سیکھنے کا رواج ہو گیا تو انکے ذریعہ سے دین لکھا گیا، پھر مدارس قائم کئے گئے انکے ذریعہ سے سیکھا گیا اور اس جیسے طریقے سب جائز ہیں اور مفید ثابت ہوئے لیکن اول اول جو طریقہ تھا وہ بلا کتاب کے ہی تھا اور ہر زمانہ میں بلا کتاب ہی سیکھنے اور سکھانے کا دستور باقی رہا اگرچہ قرن اولیٰ کی طرح نہیں تھا مگر فنا کبھی نہیں ہوا، اب تبلیغی جماعت کی مساعی سے اللہ پاک نے پھر اس طریقہ کو رواج عام دیدیا[3]

لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے یعنی بغیر مدرسہ و کتاب کے زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے لئے وقف کر دینا طریقۂ انبیاء ہے مگر دین سیکھنے کے جو دوسرے طریق ہیں ان کو ناجائز کہنا جائز نہیں، اور اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے اس سے پورا پرہیز لازم ہے اور ہر مسلم کا اکرام اور علمی اور دینی خدمت کرنے والوں کا اکرام بھی لازم ہے[4] **فقط واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضیٰ**

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۹۰ھ

---

[1] قال العجلی فی تاریخه نزل الکوفة الف وخمسمائة من الصحابة الخ، فتح القدیر ص ۱۰۴/ ج ۱/ فصل فی البئر، مطبوعه دارالفکر، فیض الباری ص ۲۵۵/۲، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند،

[2] چناں کہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد وعبادة بن صامت وابودرداء را بشام الخ (ازالة الخفاء ص ۶ ج ۲، نکته سوم دربیان کیفیت توسط خلفاء راشدین، مطبوعه بریلی.

ترجمہ: جیسا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں بھیجا اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کو شام میں بھیجا۔

[3] دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا جو طریقه هم اپنی اس تحریک کے ذریعه رائج کرنا چاهتے هیں صرف وهی طریقه حضور ﷺ کے زمانه میں رائج تھا. الخ. ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص ۷۴، مطبوعه اشاعت العلوم سهارنپور.

[4] آداب المبلغین ص ۶،

تبلیغ کا ثواب

سوال:- کہا جاتا ہے کہ تبلیغ میں نکل کر عمل کرنے سے ایک کو سات لاکھ نیکیاں ملیں گی اور ایک ساعت تبلیغ میں نکلنا ۷۰ ستر سال گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی افضل ہے اور ان کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں جیسی قبول ہوتی ہیں اور ایک روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے کی مقدار ثواب ملتا ہے۔ آیا یہ مفہوم بعینہ حدیث سے ثابت ہے یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ اگر حدیث میں ہے تو کیا وہ حدیث صحیح بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خروج فی سبیل اللہ میں ہر نیکی سات لاکھ نیکی کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ حدیث شریف الترغیب والترہیب[1] میں حافظ عبد العظیم منذری نے بیان کی ہے اور اس کو معتبر و معتمد قرار دیا ہے۔ خروج فی سبیل اللہ سے عامۃً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے مراد فنا فی سبیل اللہ ہے۔ لیکن یہ لفظ خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے دین کی ہر جدوجہد کے لئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے۔ مثلاً علم دین سیکھنے کیلئے، وعظ کہنے کے لئے، اصلاح نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کے لئے، تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے کے لئے، کہیں فساد ہو گیا ہو تو مظلوموں

---

[1] عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰی لِمَنْ اَکْثَرَ فِیْ الْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ لَہٗ بِکُلِّ کَلِمَۃٍ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ کُلُّ حَسَنَۃٍ مِنْھَا عَشَرَۃُ اَضْعَافٍ مَعَ الَّذِیْ لَہٗ عِنْدَاللّٰہِ مِنَ الْمَزِیْدِالْحَدِیْث (الترغیب والترھیب ص ۳۵۴، ج ۲ مطبوعہ مصطفی البابی مصر) الترغیب فی النفقۃ فی سبیل اللّٰہ.

ترجمہ :- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا جو شخص جہاد فی سبیل اللہ میں ذکر اللہ کی کثرت کرے اس کے لئے مبارکباد ہے اس لئے کے اس کیلئے ہر کلمہ کے بدلہ میں ستر ہزار نیکی اور ہر نیکی دس گنا زیادہ ہے اس کے جو اس کے لئے اللہ کے پاس مزید نعمت ہے۔

کی امداد کے لئے، اہل باطل کے فتنہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کے لئے یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے[1] حتیٰ کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جمعہ کے واسطے جانے کو بھی خروج فی سبیل اللہ تجویز فرمایا ہے جیسا کہ[2] ص ۱۲۴ ج ۱ میں ہے اپنے گھر بیٹھ کر دعا اور عبادت کرنے[3] اور خدا کی راہ میں نکل کر دعا اور عبادت کرنے میں بھی بڑا فرق ہے

---

[1] ویؤیدہ ماذکرت فی ا لترغیب والترھیب کمافیہ انواع الجھادفی سبیل اللّٰہ وعدت فیھا محاربۃ الکفار لاجل نصر دین اللّٰہ ومحاربۃ السارقین ومخاصمۃ الملحدین واقناعھم بالحجۃ الدامغۃ حتی یبوء وابالخزی المبین ودعوۃ الناس الی الحق وحثھم علی العمل بکتاب اللّٰہ وسنۃ حبیبہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومجاھدۃ النفس بالتحلی بالمکارم والتخلی عن الرذائل وتعلم امور الدین الخ (الترغیب والترھیب ص۲۵۷ ج۲) مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر،

[2] عن عبایۃ ابن رفاعۃ قَالَ اَدْرَکَنِیْ اَبُوْعَبْسٍ وَاَنَااَذْھَبَ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ (بخاری شریف ص ۱۲۴ ج ۱، کتاب الجمعۃ، باب المشی الی الجمعۃ، مکتبہ اشرفی دیوبند، رقم الحدیث: ۸۹۷)

ترجمہ:- عبایہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوعبس رضی اللہ عنہ مجھ کو ملے میں نماز جمعہ کیلئے جارہا تھا فرمایا، رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ارشاد فرمایا جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوجائیں اللہ تعالیٰ اسکو آگ پر حرام کردیتا ہے۔

[3] وَعَنْ عَلِیٍّ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبِی ھُرَیْرَۃَ کُلُّھُمْ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِہٖ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ وَمَنْ غَزَابِنَفْسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْھِہٖ ذٰلِکَ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ اَلْفِ دِرْھَمٍ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الآیۃ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۵ مکتبہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الجھادالفصل الثالث)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستہ میں خرچ بھیجا اور خود اپنے گھر مقیم رہا اس کو ہر درہم کے بدلہ سات سو درہم کا اجر ملے گا اور جو خود جہاد کرے اور اس میں خرچ کرے اس کو ہر درہم کے بدلہ سات لاکھ درہم کا اجر ملے گا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاءؑ کی بعثت کا مقصود اسی دین حق کی تبلیغ واشاعت ہے لہٰذا جس کی زندگی اس راہ سے زیادہ قریب ہوگی اس کو اسی قدر انبیاءؑ سے دعا وعبادت میں زیادہ قرب ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۲۴/۵/۸۹ھ

تبلیغ میں ہر نماز کا ثواب سات لاکھ

سوال:-موجودہ تبلیغی جماعت میں بار ہا سنا گیا ہے کہ اس جماعت میں نکلنے سے جو عمل کیا جاتا ہے وہ سات لاکھ گناہ زیادہ ہوتا ہے یعنی ایک عمل گھر پر کیا گیا مثلاً ایک نماز گھر پر ادا کی گئی تو ایک ہی نماز کے اجر کا استحقاق ہے اور اگر وہی نماز تبلیغی جماعت میں نکل کر ادا کی جائے تو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے اور اس کی کیا اصل ہے اور جو فضائل احادیث شریف میں مجاہدین کے سلسلہ میں وارد ہیں، کیا تبلیغی جماعت میں کام کرنے والوں کو وہ فضائل حاصل ہوں گے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ بھی ایک قسم کا جہاد ہے اور جہاد کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ کوئی شخص اس راہ میں نکل کر ایک روپیہ صرف کریگا تو اس کو سات لاکھ روپے کا ثواب ملے گا بلکہ ہر نیکی کا ثواب اسی طرح ہے اور خدا کی راہ میں جو جان دے گا اس کا ثواب الگ مستقل ہے۔

وعن علی وابی الدرداء وابی ہریرۃ وابی امامۃ وعن عبداللہ بن عُمَرو عبداللّٰہ بن عَمرو وجابر بن عبداللّٰہ وعمران بن حصین رضی اللّٰہ عنہم اجمعین کُلُّھُمْ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِہٖ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْھِہٖ

ذٰلِکَ فَلَہُ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ اَلْفُ دِرْھَمٍ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیۃ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ. مشکوٰۃ شریف[1] ص ۳۳۵ ج ۲. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۸ھ

تبلیغ میں ایک قدم پر سات لاکھ کا ثواب

سوال:- تبلیغی لوگ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ساتھ چل کر مسلمانوں کو نماز کی دعوت دینے سے اللہ پاک ایک ایک قدم پر سات سات لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ یہ بات قرآن پاک یا حدیث پاک سے کہیں ثابت ہو تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مضمون کی حدیث ''الترغیب والترہیب''[2] میں حافظ عبدالعظیم بن عبدالمنذر نے روایت کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (مشکوٰۃ شریف ص: ۳۳۵، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الجهاد، الفصل الثالث، الترغیب والترهیب للمنذری ص ۲۵۳/ ج ۲/ کتاب الجهاد، الترغیب فی النفقة فی سبیل اللّٰه، مطبوعه داراحیاء التراثی العربی بیروت، ابن ماجه ص ۱۹۸، کتاب الجهاد، باب فضل النفقة فی سبیل الله، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- حضرت علی ابودرداء ابوہریرہ ابوامامہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمر جابر بن عبداللہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سب کے سب نبی ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی راہ (یعنی جہاد) میں خرچ کرنے کیلئے مال بھیجے اور خود گھر میں رہے اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ملیں گے اور جو شخص خود خدا کی راہ میں لڑا اور جہاد میں اپنا مال بھی خرچ کیا اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ملیں گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی واللہ یضاعف لمن یشاء الایۃ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تبلیغ میں ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ

سوال:- تبلیغی جماعت والوں کا کہنا ہے کہ اگر عید کی نماز اپنے گاؤں اور بستی سے باہر جماعت کے ساتھ کسی دوسری جگہ عیدگاہ میں نماز پڑھیں تو اس کا ثواب سات لاکھ عید کا ثواب ملے گا۔ کیا واقعی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو مجھے حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الترغیب والترہیب[1] میں حافظ عبدالعظیم منذری نے حدیث نقل کی ہے کہ راہِ خدا میں نکل کر ایک حسنہ کا ثواب سات لاکھ ہوجاتا ہے جب آدمی خدا کے راستے میں نکلتا ہے تو جتنا بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیں تو اس کے خزانہ میں کمی تو نہیں آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] عن معاذبن جبل رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال طوبی لمن اکثر فی الجهاد فی سبیل اللّٰہ من ذکراللّٰہ فان له بکل کلمة سبعین الف حسنة کل حسنة منهاعشرة اضعاف مع الذی له عنداللّٰہ من المزید (الترغیب و الترهیب ص ۲۵۴، ج۲، (مکتبه مصطفی البابی مصر، کتاب الجهاد، الترغیب فی النفقة فی سبیل اللّٰہ الخ)

ترجمہ :- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کیلئے بہت مبارکبادی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں ذکر اللہ کی کثرت کرے پس بیشک اس کیلئے ہر کلمہ کے بدلہ ستر ہزار نیکیاں ہیں ان میں سے ہر نیکی دس گنی ہے؟ اس مزید اجر کے ساتھ جو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عن معاذبن جبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنمهاان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال طوبی لمن اکثرفی الجهادفی سبیل الله من ذکراللّٰہ فان له بکل کلمة سبعین الف حسنة کل حسنة منها عشرة اضعاف مع الذی له عنداللّٰہ من المزید (الترغیب والترهیب للمنذری ص ۲۵۴ ج۲، کتاب الجهاد، الترغیب فی النفقة فی سبیل اللّٰہ، مکتبه مصطفی البابی الحلبی مصر)

(نوٹ) ستر ہزار کو دس سے ضرب دینے سے سات لاکھ بن جاتے ہیں۔ حدیث پاک کا ترجمہ اوپر گذر چکا۔

موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت

سوال:- آج کل جو تبلیغی جماعت کام کررہی ہے اس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت، متکلم اور رہبر مقرر کئے جاتے ہیں امیر کے ماتحت جماعت قریہ بقریہ، شہر بشہر کام کررہی ہے، یہ طریقہ پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں یا صحابہؓ کے زمانہ میں تھا یا نہیں اگر اس زمانہ میں یہ طریقۂ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے۔ یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ ہے؟ معلوم کریں، آیا ہم لوگوں کو صرف امت مسلمہ ہی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہیئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت[1] میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے رہے ہیں حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے مسائل بتایا کرتے تھے[2]

---

[1] یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَیْکَ (سورہ مائدہ آیت ۶۷/ تفسیر مظھری ص ۱۴۳/ ج ۳/ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، عن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیۃ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم، الفصل الاول، مرقاۃ ص ۲۶۴/ ج ۱/ کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی)

[2] عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عَبْدُاللّٰہِ یُذَکِّرُالنَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ، الحدیث (بخاری شریف ص ۱۶/ ج ۱) کتاب العلم، باب من جعل لا ھل العلم ایاماً معلوماً، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

حضرت ابو ہریرہؓ[1] ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبویؐ میں منبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت تمیم داریؓ[2] ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت عبادہؓ، ابودرداءؓ، بھی مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے[3]، حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ سے حضرت عمرؓ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو یہاں بھیجد یجئے تبلیغ کیلئے، اس پر حضرت عمرؓ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لیکر تشریف لے گئے۔[4] پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا، اور کتابی شکل دی گئی۔ جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقہ میں ایک لاکھ یا اس سے بھی[5] زائد آدمی موجود رہتے تھے (یہ سب

---

[1] عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَقُوْمُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اِلٰى جَانِبِ الْمِنْبَرِ فَيَطْرَحُ اَعْقَابَ نَعْلَيْهِ فِيْ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ يَقْبِضُ عَلٰى رِمَانَةِ الْمِنْبَرِيَقُوْلُ قَالَ اَبُوْالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ (المستدرک ص ۱۹۰ / ۱، کتاب العلم حدیث ۳۶۷، دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُقَصُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَااَبِيْ بَكْرٍوَكَانَ اَوَّلُ مَنْ قَصَّ تَمِيْمَاالدَّارِيْ اِسْتَاْذَنَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ اَنْ يَّقُصَّ عَلَى النَّاسِ قَائِماً فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ، مسند احمد ص ۴۴۹ / ج ۳ / مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] وَكَانَ عُبَادَةُ يُعَلِّمُ اَهْلِ الصُّفَّةِ الْقُرْآنَ وَلَمَّافَتَحَ الْمُسْلِمُوْنَ الشَّامَ اَرْسَلَهُ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَاَرْسَلَ مَعَهُ مُعَاذَبْنِ جَبَلٍ وَاَبَاالدَّرْدَاءِ لِيُعَلِّمُوْاالنَّاسَ الْقُرْآنَ بِالشَّامِ وَيُفَقِّهُوْهُمْ فِي الدِّيْنِ الخ، اسدالغابة ص ۵۶ / ج ۳ / عبادةبن الصامت، مطبوعه دارالفکر بیروت، قال العجلی فی تاریخه نزل الکوفة الف، خمسمائة من الصحابة الخ فتح القدیر ص ۱۰۴ / ج ۱ / فصل فی البئر، مطبوعه دارالفکربیروت، فیض الباری ص ۲۵۵ / ۲، کتاب الصلاة، باب رفع الیدین، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند)

[4] شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ چنانکہ فاروق اعظمؓ عبداللہ بن مسعودؓ را با جمعے بکوفہ فرستاد الخ، (ازالة الخفاء ص ۶ / ج ۲ / نکته سوم دربیان توسط خلفاء راشدین، مطبوعه بریلی،

[5] کان البخاری یجلس ببغداد ویجتمع فی مجلسه اکثرمن عشرین الف وکنت استملی له ببغداد فبلغ من حضرالمجلس عشرین الفاً الخ، (مقدمه فتح الباری ص ۶۷۲ / ذکرطرف من ثناء اقرانه، مطبوعه نزار مصطفٰی الباز مکه مکرمه، تاریخ بغداد ص ۲۰ / ج ۲ / عقدالبخاری مجلس الحدیث، مطبوعه دارالفکربیروت،

مخاطبین مسلمان ہی تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی ،علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین نے وعظ کہے، غرض یہ امت کسی وقت بھی مجموعی حیثیت سے نفس تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی اور ہر ہر طریقۂ تبلیغ نہایت مؤثر ومفید ثابت ہوا۔ ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں، آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت موثر ومفید ہے، جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا[1] اسی طرح تبلیغ کے اس طریقہ کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود ہی اس طرف مائل ہوجائے۔ موجودہ جملہ طرق تبلیغ سے غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے اور مستقلاً بھی ان میں تبلیغ کی ضرورت ہے اور اس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تبلیغ کرنا

سوال: -صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو اس قسم کی تبلیغ کو کیا کہیں گے؟

---

[1] البدعة اما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله وكتدوين اصول الفقه والكلام فى الجرح والتعديل واما مندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد فى الصدر الاول قال الشافعى رحمه الله ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخير مما لا يخالف شيأ من ذلك فليس بمذموم الخ (مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص: ۱۷۹، ۱/۱۷۸ / باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، تحت حديث فان خير الحديث كتاب الله . مطبوعه بمبئى، شامى زكريا ص ۲/۲۹۹، باب الامامة، البدعة خمسة اقسام)

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حضرات نے بھی دین سیکھنے اوراس کو پھیلانے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ وہ بڑے انہماک سے یہ کام کرتے تھے۔ جماعتیں بھی نکلتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انتظام فرمایا کرتے تھے۔ ازالۃ الخفاء[۱] اور حیات الصحابہ[۲] میں تفصیلات مذکور ہیں۔ فتح القدیر[۳] میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ڈیڑھ ہزار کی جماعت لے کر کوفہ تشریف لے گئے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۹۲ھ

تبلیغی جماعت کی حیثیت

سوال: -موجودہ تبلیغ جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے، اس تبلیغ کا کیا درجہ ہے؟

---

۱ چناں کہ حضرت فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقل بن یسار و عبداللہ ابن مغفل و عمران بن حصین را ببصرہ و عبادہ بن صامت و ابودرداء را بشام الخ (ازلۃ الخفاء ص ۶ ج ۲ مطبوعہ بریلی) (مقصد دوم) نکتہ سوم در بیان توسط خلفاء راشدین در بیان آنحضرت ﷺ و امت او الخ۔

ترجمہ: -جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا اور معقل بن یسار، عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کو بصرہ میں اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کو شام میں بھیجا۔

۲ اخرجه ابن سعد عن حارثة المضرب قال قرأت كتاب عمربن الخطاب رضى الله عنه الىٰ اهل كوفة، امابعد فانى بعثت اليكم عماراً اميراً وعبدالله معلما ووزيرا وهمامن النجباء من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ حياة الصحابة ص ۱۹۵ / ج ۳ / الباب الثالث فى رغبة الصحابة فى العلم الخ ارسال عمر عماراً وابن مسعودؓ الى الكوفة ،مطبوعه دمشق.

۳ وقال العجلى فى تاريخه نزل الكوفة الف خمسمائه من الصحابة الخ، فتح القدير، باب المياه، فصل فى البئر ص ۱۰۴ / ج ۱ / مطبوعه دارالفكر، فيض البارى ص ۲۵۵ / ج ۲ / (مكتبه خضرراه ديوبند، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين)

فرض، واجب، سنت یا مستحب؟ جولوگ اس میں نہیں جاتے ان سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور جو لوگ مدرسہ میں پڑھاتے ہیں ان کو مدرسہ چھوڑ کر تبلیغ میں جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جولوگ اس میں نہیں لگتے ہیں ان کو لعن اور طعن کرنا کیسا ہے؟ اس کو فرض، واجب قرار دینا کیسا ہے؟ اور اگر فرض یا واجب اور سنت ہے تو اس سے پہلے علماء وصلحاء ومشائخ حضرات سے ضرور واجب اور سنت ترک ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین سیکھنا، اس پر یقین کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کو دوسروں تک پہونچانا نہایت اہم اور ضروری ہے۔[1] امت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا ہے البتہ طریقہ اس کا یکساں اختیار نہیں کیا۔ کسی ایک طریقہ کو سب کے لئے لازم قرار نہیں دیا۔ وعظ وتقریر، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ارشاد وتلقین حسب استعداد مناسب طرق سے کام لیا گیا۔ جس طرح سے مدارس کا نصاب ونظم ہے کہ وہ نہایت مفید ہے اور اس کو برقرار رکھنا ضروری ہے، مگر قرون اولیٰ میں یہ طریقہ موجود نہیں تھا۔ محض اس بناء پر اس کو غلط نہیں کہا جائے گا اور متقدمین پر یہ الزام نہیں ہوگا کہ انھوں نے اس کو کیوں نہیں اختیار کیا۔ اس نصاب ونظم کی ترغیب دی جائے گی اس کی افادیت کو ثابت کیا جائے گا۔ لیکن جو شخص مدرسہ میں داخل نہ ہو اس کو مطعون وملعون نہیں قرار دیا جائے گا۔ بہت سے بہت کہا جائے گا کہ وہ اس نصاب کے

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْا النَّاسَ فَاِنِّي مَقْبُوْضٌ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب العلم، الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۲/۲۹، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تلیم الفرائض، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فرائض اور قرآن کو سیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ اسلئے کہ میں وفات دیا جانے والا ہوں۔

وقال رسول اللّٰه ﷺ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً، الحديث مشكوٰة شريف ۳۲، كتاب العلم، الفصل الاول.

فوائد سے بے بہرہ ہے۔اس دور میں بے علمی، بے عملی عام ہے، مدارس میں اگر پڑھنے والوں کی تعداد قلیل ہے تو عوام تک دین پہونچانے اوران کے دین کو پختہ کرنے کا ذریعہ موجودہ تبلیغی کام ہے جو کہ بیحد مفید ہے اوراس کا مشاہدہ ہے۔لیکن جو شخص دوسرے طریقہ سے دین حاصل کرے اوردوسروں تک پہونچائے اس کو مطعون اورملعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ جو حضرات تدریس میں مشغول ہیں وہ ہرگز اپنا مبارک مشغلہ ترک نہ کریں۔البتہ فارغ اوقات میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون کرتے رہیں اورمقامی کام میں حصہ لیتے رہیں،طلباء کواس سے باخبر کرتے رہیں۔ہاں جواہل علم حضرات تدریس کے مشاغل میں نہیں لگے ہوئے ہیں بلکہ فارغ ہیں ان کی ذمہ داری زیادہ ہے وہ اس میں شرکت کریں۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۹۱ھ

تبلیغی چلہ وغیرہ کا ماخذ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء ماقول العلماء من اهل السنة والجماعة فی المسائل الاٰتیة؟

(الف) الجماعة التبلیغیة المتعارفة کیف ذاک علیٰ اصول الشریعة الغراء والملة البیضاء.؟

(ب) الاربعینة التی فی الجماعة هل لهااصل ثابت فی الدین المتین؟[2]

---

[1] ملاحظه هو آداب المبلغین ص ۸(مطبوعه مرادآباد)

[2] **ترجمه سوال**:-علماءاہل سنت والجماعت مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں

(الف)متعارف تبلیغی جماعت کااصول شریعت کے مطابق کیا حکم ہے۔

(ب)جماعت میں جو چلہ ہوتا ہے دین میں اس کی کوئی اصل ہے؟

(ج) جرت عادة اولٰئک المبلغین البیتوتة فی المساجدوالماٰکل والمشارب فیها وهم یقولون نحن معتکفون نفلاً،هل لهم فیه سعة؟ ام حرام؟

(د)ماحکم من یکفرالجماعة المذکورة باسرهاحتی حماتهاومؤسسها؟

نرجومن جنابکم .الجواب مع غراء الادلة والکتاب کی تیسرلناارسال الفتویٰ الیٰ الممالک العربیة للتصدیقات فلیکتب خلاصة الاجوبة البالغة مختصراً ولیزین کلا العبارتین بالامضاء والمهرالخاص. فقط توجرواعنداللّٰه[1]

باسمه سبحانه وتعالیٰ

الجواب وبیده ازمة الحق والصواب

دین کا سیکھنا سکھانا اوراس پرعمل کرنا فرض ہے۔[2] دین سیکھنے کے لئے کسی کوسہولت ہے کہ مدارس دینی میں داخل ہوکر باقاعدہ پورانصاب پڑھے تو وہ یہی صورت اختیار کرلے جس کے پاس اتناوقت نہیں یااتنی مالی وسعت نہیں یاعمر زائد ہوچکی یاحافظہ وذہن ایسانہیں تو خواہ وہ خودآہستہ آہستہ اہل دین سے زبانی سیکھے یاکتاب کے ذریعے سیکھے یااہل دین کی تقریر سے سیکھے غرض جوصورت اس کے قابوکی ہواس کواختیارکرے۔ اس مقصد کے لئے تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں، دہلی نظام الدین بڑامرکز ہے،ان جماعتوں میں ان پڑھ، کاشتکار،مزدور، تاجر، ملازمت پیشہ،اہل صنعت، کارخانہ دار، اہل علم، گریجویٹ، ہرطبقہ کےلوگ ہوتے ہیں، اپنے مصارف سے سفرکرتے ہیں،کوئی ایک دن کے لئے نکلا،کوئی دودن، تین دن، دس دن،

---

[1] **ترجمہ سوال**:-(ج)ان مبغلین کی عادت نفلی اعتکاف کرکے مساجد میں رات گذارنے،کھانے پینے کی ہے کیااس کی گنجائش ہے یاحرام ہے(د)جوجماعت مذکورہ کی بالکلیہ تکفیرکرے حتیٰ کہ اس کے معاونین اور بانیین کی بھی اس کا کیاحکم ہے۔فقط

[2] طلب العلم أی الشرعی فریضة أی مفروض فرض عین علی کل مسلم الخ، (مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۳۳/۱، مطبوعه بمبئی، کتاب العلم، الفصل الثانی، تحت حدیث طلب العلم فریضة)

بیس دن، چالیس دن، چار مہینے، سال بھر تین سال کے لئے جس کو جتنا وقت ملا وہ نکلا، ہر فرد اپنے سے بڑے سے سیکھتا ہے اور چھوٹے کو سکھاتا ہے کسی نے کلمہ سیکھا، کسی نے نماز سیکھی، کسی نے قرآن کریم کی سورتیں سیکھیں کسی نے ترجمہ ومطلب سیکھا کسی نے حدیثیں سیکھیں پھر یہ لوگ گشت کے لئے نکلتے ہیں، اور اپنے بھائیوں کے پاس جا کر نہایت ہمدردی ودلسوزی سے ان کی خوشامد کر کے ان کو مسجد لاتے ہیں، دین کی اہمیت بتلاتے ہیں نماز کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کوئی وضو کراتا ہے کوئی **الحمد** یاد کراتا ہے کوئی **قل ھو اللہ احد**، یاد کراتا ہے کوئی تشہد یاد کراتا ہے، مسجد میں عموماً رات گذارتے ہیں، اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، تہجد کا سب کو عادی بناتے ہیں، دعا میں روتے ہیں، پیدل سفر کرتے ہیں، گاؤں درگاؤں پھرتے ہیں، بس اور ٹرین سے بھی سفر کرتے ہیں، ہر جگہ اپنا مشغلہ (سیکھنا سکھانا) جاری رکھتے ہیں، جہازوں میں بھی، حجاج میں بھی کام کرتے ہیں بندرگاہ پر، جدّہ میں، مکہ مکرمہ میں، منٰی میں، عرفات میں، مدینہ منورہ میں سب جگہ یہ جماعتیں کام کرتی ہیں، بیرون ہند، دیگر ممالک، اسلامیہ وغیر اسلامیہ میں بھی جاتی ہیں، ان جماعتوں کی مساعی سے بہت بڑی تعداد نے پورا علم دین حاصل کیا، بہت بڑی تعداد نمازی بن گئی، روزہ رکھنے لگی، باقاعدہ زکوٰۃ دینے لگی، صحیح طریقہ پر حج ادا کرنے لگی، اس جماعت کی بدولت بہت سی بدعات ختم ہوگئیں، سنت پر لوگوں نے عمل شروع کر دیا، بہت سے ان پڑھوں کو دیکھا کہ ہزاروں حدیثوں کے مطالب ان کو یاد ہوگئے، عالم نہ ہونے کے باوجود ان کی طویل طویل تقریر وگفتگو میں حدیث شریف کے مضامین ہوتے ہیں، صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ نطفہ رحم میں چالیس روز گذرنے پر علقہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر مضغہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر اس کی روزی، عمر، وغیرہ لکھدی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبدیل طبیعت میں چلہ کو بڑا دخل ہے، نیز چالیس روز نماز میں جماعت کے ساتھ مکمل طور پر ادا کرنے سے نار ونفاق سے برأت

کی بشارت بھی وارد ہوئی ہے۔اور چالیس روز تک مسلسل عمل صالح کرنے پر علم عطاء ہونے کی بھی بشارت ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ شادی سے قبل مسجد میں سویا کرتے تھے، معتکف کے لئے کھانے پینے اور سونے کی فقہاء نے اجازت دی ہے،اس جماعت کو چھ نمبر یاد کرائے جاتے ہیں،(۱) کلمہ طیبہ ''لاالٰہ الاّ اللہ محمدرسول اللہ'' اس کے الفاظ کو صحیح یاد کریں،اس کا ترجمہ سیکھیں،اس کا مطلب وضاحت سے سمجھیں،اس کے مطالبہ کو پورا کریں،(۲) نماز،(۳) علم وذکر،(۴) اکرام مسلم،(۵) تصحیح نیت،(۷) ترک مالا یعنی ان جملہ امور کو سمجھنے ذہن نشین کرنے،عملی مشق کرنے اور دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کے لئے جماعتیں نکلتی ہیں کیونکہ اپنی جگہ اور اپنے مشاغل زراعت وحرفت وغیرہ میں رہتے ہوئے ان امور کی تکمیل دشوار ہوتی ہے،اس طرح جماعت بنا کر نکلنے میں ناموافق لوگوں کے اخلاق و افعال پر صبر وتحمل،رفقاء کے لئے ایثار و ہمدردی،عامۂ مخلوق کے لئے خیر خواہی واحسان،بڑوں کا اعزاز واحترام چھوٹوں پر شفقت ومہربانی،امیر کی اطاعت وفرمانبرداری،ماتحتوں کی نگرانی و غمگساری باہمی مشورہ کی اہمیت وعادت وغیرہ وغیرہ بے شمار اخلاق وتعلیمات نبویہ کی آہستہ آہستہ مشق ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ تمام دین کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے اور دین کی خاطر سر کھپانے،محنت کرنے کا جذبہ مستحکم ہوتا ہے ایسی جماعتوں اور ان کے بانیوں کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے جو لوگ ان کو کافر کہتے ہیں وہ اپنے ایمان کی فکر کریں،کیونکہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے حالانکہ وہ کافر نہیں ہے تو ان کو کافر کہنے کا وبال اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

(۱)عَنْ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اَنَّ اَحَدَکُمْ یَجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْماً ثُمَّ عَلَقَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ مَلَکًافَیُؤْمَرُبِاَرْبَعِ بِرِزْقِہٖ وَاَجَلِہٖ وَشَقِیٌّ

اَوْسَعِیْدٍ. (الحدیث البخاری ص ۹۷۶/)[1]

(۲)انس رضی اللہ عنہ رَفَعَهُ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعِیْنَ یَوْماً فِیْ جَمَاعَةٍ لَمْ تَفُتْهُ التَّکْبِیْرَةُ الْاُوْلٰی کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بَرَأَتَیْنِ، بَرَاءَ ةٌ مِّنَ النَّارِ،وَبَرَاءَ ةٌ مِّنَ الْنِّفَاقِ (للترمذی جمع الفوائد ص ۲۳۴)[2]

(۳)مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ یَوْماً ظَهَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةَ مَنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ (رواه ابونعیم بسند ضعیف عن ابی ایوب کشف الخفاء[3]

(۴) وقال ابوقلابة عن انس ابن مالک قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُکْلٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْافِی الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اِبْنِ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ اَصْحَابُ

---

[1] بخاری شریف ص ۹۷۶/ ج ۲/ رقم الحدیث ۶۳۴۲/ کتاب القدر، باب فی القدر، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم ص ۳۳۲/ ج۲/ کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی، مطبوعه سعد دیوبند،

ترجمہ:-حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں، کہ تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس روز تک علقہ کی صورت میں رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس روز تک مضغہ کی صورت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کو چار چیزوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے رزق کا اور موت کا اور اس بات کا کہ وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت الحدیث۔

[2] (ترمذی جمع الفوائد ص ۲۴۳/ ج ۱/ حدیث ۱۶۶۷، فضل صلاة الجماعة والمشی الی المساجد، ترمذی ص ۵۶/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، باب فضل تکبیرة الاولیٰ)

ترجمہ:-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے چالیس روز تک نماز باجماعت اسطرح ادا کی کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی ہو تو اللہ اس کیلئے دو برأتیں لکھدیتے ہیں۔ایک براءۃ آگ سے ایک نفاق سے،

[3] (کشف الخفاء ص ۲۲۴/ ج۲/ حدیث ۲۳۶۱/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:-جس شخص نے چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کا معاملہ کیا تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ[1] اخبرنی عبداللّٰہ بن عمرؓ اَنَّہٗ کَانَ یَنَامُ وَھُوَشَابٌّ اَعْزَبُ لَااَھْلَ لَہٗ فِیْ مَسْجِدِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[2] بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِی الْمَسْجِد.

(۵) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْتَ فَاطِمَۃَؓ فَلَمْ یَجِدْعَلِیاً فِی الْبَیْتِ فَقَالَ اَیْنَ ابْنُ عَمِّکَ قَالَتْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ شَیْ ءٌ فَغَاضَبَنِیْ فَخَرَجَ فَلَمْ یَقِلْ عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْاَیْنَ ھُوَفَجَاءَ فَقَالَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَفِی الْمَسْجِدِ رَاقِدٌفَجَاءَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْسَقَطَ رِدَائُہٗ عَنْ شَقِّہٖ وَاَصَابَہٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُہٗ عَنْہُ وَیَقُوْلُ قُمْ یَااَبَاتُرَاب قُمْ یَااَبَاتُرَابٍ.[3]

---

[1] بخاری شریف ص ۶۳/ ۱، باب نوم الرجال فی المسجد، کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ دیوبند.
ترجمہ:-حضرت ابوقلابہ نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ عکل کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور وہ اصحاب صفہ میں سے تھے اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے فرمایا کہ اصحاب صفہ فقراء میں سے تھے۔

[2] (بخاری شریف ص ۶۳/ ج ۱/ حدیث ۴۳۵/ کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، مطبوعہ اشرفی دیوبند) **ترجمہ**:-خبر دی مجھ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سویا کرتے تھے اور وہ بے شادی شدہ جوان تھے ان کے اہل وعیال نہ تھے۔

[3] (بخاری شریف ص ۶۳/ ج ۱/ حدیث ۴۳۶) کتاب الصلوٰۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، مطبوعہ اشرفی دیوبند. **ترجمہ**:-حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہیں پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ابن عم کہاں ہیں حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ میری انکی کچھ بات ہوگئی وہ مجھ پر غصہ ہوئے اور یہاں سے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے فرمایا کہ دیکھنا وہ کہاں ہیں۔ وہ صاحب آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ لیٹے ہوئے تھے ان کی ایک طرف سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور اس حصہ کو مٹی لگ گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوپر سے مٹی صاف کرنے لگے اور آپ یہ فرمارہے تھے کہ اے ابوتراب اُٹھ اے ابوتراب اٹھ۔

(۶)عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ لَقَدْرَأَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ اَمَّااِزَارٌ وَاَمَّاکِسَاءٌقَدْرَبِطُوَافِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَامَایَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقِیْنَ وَمِنْهَامَایَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهُ بِیَدِهٖ کَرَاهَةَ اَنْ تریٰ عَوْرَتُهُ (بخاری شریف ص ۶۳)[۱]

(۷) وخص المعتکف باکلٍ وشرب ونوم اه درمختار[۷] ای فی المسجد یکره النوم والاکل فی المسجدلغیرالمعتکف واذاارادذٰلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکراللّٰه بقدرمانویٰ اویصلی ثم یفعل ماشاء رد المحتار ص ۱۳۴/ج ۲/.[۲]

(۸) عَنْ اَبِیْ ذرؓ انه سمع النبی ﷺ یَقُوْلُ لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوْقُ وَلَایَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِاِلَّاارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذَالِکَ (بخاری شریف ص ۸۹۳)[۳]

---

[۱] (بخاری شریف ص ۶۳/ ۱/ حدیث ۴۳۷) باب نوم الرجال فی المسجد، کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ان میں سے کسی آدمی کے پاس چادر نہیں تھی یا تو ازار ہوتا تھا یا اور کوئی کپڑا۔ وہ اپنی گردنوں میں اس کو باندھ لیا کرتے تھے، بعض کپڑا ان کی آدھی پنڈلیوں تک اور بعض ٹخنوں تک پہونچتا تھا تو پھر ستر کھل جانے کے اندیشہ سے اس کو اپنے ہاتھ سے روکے رہا کرتے تھے۔

[۲] (الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ص ۱۳۴ ج ۲، مطبوعه زکریا ص ۴۴۰، مطبوعه کراچی ص ۴۴۸ ج ۲، باب الاعتکاف،

الشامی نعمانیه ص ۱۳۴ ج ۲، مطبوعه زکریا ص ۴۴۰ ج ۳، مطبوعه کراچی ص ۴۴۸ ج ۲، باب الاعتکاف)

ترجمہ:-معتکف کیلئے کھانا پینا سونا خاص ہے یعنی مسجد میں۔ غیر معتکف کیلئے مسجد میں سونا اور کھانا مکروہ ہے اور کوئی ایسا کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اعتکاف کی نیت کرلے پھر مسجد میں داخل ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے کرے۔ **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

تنبیہ :- ایک دفعہ ایک صاحب نے عربی میں سوالات کئے اور جوابات بھی عربی میں لکھے گئے وہ خط مخدوش سمجھ کر مصر بھیجا گیا۔ خدا جانے اس میں کیا سیاسی باتیں ہونگیں حالانکہ صرف مذہبی مسائل کے متعلق وہ خط تھا اس لئے جوابات اردو میں لکھے گئے ہیں آپ چاہیں تو ان کو عربی میں لکھ کر حسب صوابدید بھیجدیں نیز اگر کوئی فرد اس کے خلاف تقریر کرے تو اس کی اطلاع مرکز کو کیجائے تا کہ اس کو تنبیہہ کی جا سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چلہ کے فوائد

سوال :- تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ جماعت لوگوں کو باہر نکلنے پر کیوں مجبور کرتی ہے۔ کیا باہر نکلنا اور چلہ دینا ضروری چیز ہے اس جماعت کے بانی کیا اس تحریک کے ذریعہ کوئی نئی قوم تیار کرنا چاہتے تھے۔ اس سے ان کی مراد کیا تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دہلی نظام الدین مرکز تبلیغ مسجد بنگلہ سے جو جماعتیں تبلیغ کے لئے جاتی ہیں۔ ان کے لئے ایک دستور العمل موجود ہے ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپا ہوا ہے جس کا نام ہے۔ ''چھ باتیں'' ان چھ باتوں کو سیکھنے، سمجھنے صحیح کرنے، دل میں جمانے، زندگی میں جاری کرنے کیلئے لوگ نکلتے ہیں، اپنے اپنے خرچ کا ہر شخص خود ذمہ دار ہوتا ہے، کوئی ایک روز کے لئے، کوئی تین دن کیلئے، کوئی دس دن کیلئے، کوئی ایک چلہ کیلئے، کوئی تین چلوں کے لئے، کوئی سال بھر کیلئے، نکلتا ہے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ (بخاری شریف ص ۸۹۳ ج ۲ حدیث ۵۸۱۰ کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن. مطبوعہ اشرفی دیوبند. **ترجمہ**:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی کسی کو فسق کی تہمت نہیں لگاتا اور نہ کفر کی تہمت لگاتا مگر وہ تہمت اسی پر واپس لوٹ آتی ہے،

بعضوں نے پوری زندگی ہی اسی مقصد کے لئے دیدی، اس طریقہ پر نکلنے سے عقائد بھی درست ہوتے ہیں، اخلاق واعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہے جس سے دین پختہ ہوتا ہے غلط چیزیں چھوٹتی ہیں، مثلاً جو شخص ایک چلہ کے لئے نکلا وہ اس مدت میں نماز باجماعت کا پابند ہوجائیگا قرآن کریم کا بھی حسب حیثیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کرلے گا، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، شراب نوشی، جھوٹ، غیبت، بہتان، بدخواہی، حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا، چلہ سے واپسی پر بھی امید ہے کہ دیر تک اثرات باقی رہیں گے۔ پھر کچھ مدت بعد دوبارہ چلہ کے لئے نکلا تو پہلے چلہ کی باتوں میں پختگی آئے گی۔ تبلیغی نصاب سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرنے کا اچھا خاصا جذبہ پیدا ہوگا۔ غرض اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ وقت دے گا اسی قدر زیادہ اصلاح ہوگی، دین قائم ہوگا۔ غلط باتوں سے بچے گا جو لوگ مالدار تاجر وغیرہ زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے وہ اس تبلیغ کی بدولت باقاعدہ پورا حساب کرکے زکوٰۃ ادا کرنے لگے ہیں۔ جن پر حج فرض تھا مگر ارادہ نہیں کرتے تھے وہ فضائل حج سن کر حج کے لئے آمادہ ہوگئے۔ بلکہ عمرہ کرنے کے لئے بھی مستقل سفر کرنے لگے، جگہ جگہ مکاتب ومدارس قائم ہوگئے۔ جن سے قرآن کریم اور دینی تعلیم کو فروغ ہوا ہے۔

اچھی خاصی بڑی عمر والوں کو بھی جب تعلیمی حلقوں میں نماز سننے اور سنانیکی نوبت آئی اور اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی تو وہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے، نمازیں درست کرنے لگے، جو صرف الفاظ جانتے تھے انھوں نے معانی ومطالب کو بھی سیکھنا شروع کردیا۔ جن لوگوں نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اس تبلیغ کی بدولت بہت سی احادیث کا مطلب یاد کرلیا الغرض اس کے بیشمار منافع ہیں ریلوں میں، بسوں میں، جہازوں میں جماعتیں جاتی ہیں۔ ہر بندرگاہ پر حاجیوں میں کام کرتی ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں کام کرتی ہیں۔ بے شمار لوگوں کا حج اس تبلیغی کام کی بدولت صحیح اور شریعت کے مطابق ہونے لگا۔ مختلف ممالک کے

لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں عرب میں بھی اجتماعات ہوتے ہیں، ترکی، سوڈانی، یمنی، فلسطینی، شامی، عراقی، ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں اور جماعتیں بنا کر نکلتے ہیں، الغرض کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ پہونچا ہو اس کی بدولت بہت بڑی مخلوق کی اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔

جو لوگ جماعت کے مخالف ہیں انہوں نے مستقل گروہ بنا کر بڑے بڑے اجتماعات میں مخالفت اور فتنہ پردازی کے لئے بھیجے اس گروہ نے جب دین حق کی باتیں سنیں اور عملی زندگی کو دیکھا تو وہ گروہ رو پڑا اور بہت ندامت کے ساتھ اپنے غلط ارادوں سے توبہ کی اور جن لوگوں نے اس گروہ کو بھیجا تھا ان پر بہت زیادہ اظہار افسوس کیا کہ ہمیں ان لوگوں نے اندھیرے میں رکھا اور غلط باتیں بتائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

اگر یہی چیز وہابیت، دیوبندیت ہے تو اس پر کیا اعتراض ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ العزیز ایک بے نفس بزرگ تھے جن کو حضرت رسول اکرم ﷺ سے عشق تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا[1] اور چاہتے تھے کہ ایک مستقل جماعت ہر علاقہ میں ایسی ہونی چاہیے جن کا مقصد زندگی ہی دین اسلام اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ واشاعت ہو صرف کلمہ ونماز پر کفایت نہ کرے بلکہ تمام دین کو لے کر دنیا میں پھیلے یہی وہ چیز ہے جس کو فرمایا تھا ''ایک نئی قوم پیدا کرنا ہے'' جو سارے دین کو لے کر پوری دنیا میں پھیلے، اور اس کی زندگی اسی مقصد کے لئے وقف ہو، چنانچہ کتابچہ ''چھ باتیں'' کے آخیر میں جو ہدایات دی ہیں ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا پورا دین مسلمانوں تک پہونچا دیں اور ان کو سکھا دیں اور یہ کلمہ ونماز اس کی الف، ب، ت، ہے[2] اس پر کیا اعتراض

---

[1] مولانا کو اتباع سنت کا جیسا اہتمام تھا اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے ان کے اس اہتمام والتزام سے ائمہ سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تلاش اور تتبع پھر ان کی پابندی اور اشاعت کا شوق الخ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت ص ۲۳۴ (مطبوعہ نئی دہلی)

[2] ملاحظہ ہو چھ نمبر ص ۴۶ (مکتبہ نئی دہلی)

ہے کیونکہ صرف نماز کے لئے تو وعظ بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یہاں صرف نماز پر کفایت کرنا نہیں ہے بلکہ پورے دین کو لے کر مستقلاً مقصد بنانا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

تبلیغی چلہ کا حکم

سوال:- مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہیں لوگوں کو چلہ یعنی چالیس ۴۰ رد نوں کا انتظام کر کے تربیت دیتی ہے، آیا یہ چلہ کی رسم بدعت ہے یا مستحسن؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اسپر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں اور اسکام سے خاصی قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے[1]

---

[1] (انس) رفعه من صلی اربعین یوماً فی جماعة لم تفته التکبیرة الاولیٰ کتب اللّٰه له براء تین براء ة من النار وبراء ة من النفاق (جمع الفوائد ص ۲۴۳/۱/ رقم الحدیث: ۱۶۶۷/ فضل صلاة الجماعة والمشی الی المسجد، ترمذی ص ۵۶/۱، کتاب الصلوٰة، باب فی فضل التکبیرة الاولیٰ، مطبوعه بلال دیوبند) من اخلص للّٰه اربعین یوماً ظهرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه (رواه ابونعیم بسند ضعیف عن ابی ایوب (کشف الخفاء ص ۲۲۴ ج ۲) رقم الحدیث ۲۳۶۱/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

[2] میقات ربه اربعین لیلة. اصل للاربعین المعتادعندالمشائخ الذی یشاهدون البرکات فیها (بیان القرآن ص ۵۶۵ ج ۱، مسائل السلوک) قال ابو الطیب وفی عدد الاربعین سرمکین للسالکین نطق به کتاب من رب العالمین فی کل شان کماکملت له الاطوار فی هذا المقدار (حاشیة الکوکب الدری ملخصاً ص ۱۲۴/ج ۱/ باب فضل التکبیرة الاولیٰ)

اور بہت سے اکابر ومشائخ کا تجربہ بھی ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۸ھ

کیا تبلیغی گشت کرنا ثابت ہے

سوال:- تبلیغی جماعت میں ایک امیر ہوتا ہے ان کے لئے کن کن باتوں کا ہونا شرط ہے اگر اتنی باتیں نہ ہوں تو اس کو امیر بنانا کیسا ہے جس طرح ابھی تبلیغ کا کام مسلمانوں کی ٹولی میں چلہ لکھا کر جاہل وعالم سب مل کر گھومتے ہیں ایسا گھومنا حضور اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا چاروں امام میں سے کسی کا ایسا طریقہ رہا ہے کہ مسلمانوں میں جا کر تبلیغ کریں اور وہ بھی چلہ لکھا کر پہلے کی تاریخ دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بزرگان دین چلہ ۴۰ روز یا اس سے بھی زائد ایک جگہ بیٹھ کر عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسے امام نماز کے لئے اعلیٰ صفات کی ضرورت ہے مگر جب ان صفات کا امام نہ ملے تو مجبوراً کم درجے کے آدمی کو امام بنالیا جاتا ہے اسی طرح تبلیغی جماعت کے امیر کا حال ہے جو شخص نماز کے لئے مسجد میں نہ آتا حضور اکرم ﷺ ان کے متعلق تحقیق فرماتے[۱] مکان پر آدمی

---

[۱] عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الصُّبْحِ فَلَمَّاسَلَّمَ قَالَ اَشَاھِدٌفُلَانٌ قَالُوْالَاقَالَ اَشَاھِدٌفَلَانٌ قَالُوْالَاالخ مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعۃ الفصل الثانی، مسند احمد ص ۱۴۰/۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، **ترجمہ**:- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد ارشاد فرمایا، کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے کہا نہیں، ارشاد فرمایا۔ کیا فلاں حاضر ہے، لوگوں نے کہا نہیں الخ۔

بھیجتے تھے یہاں تک کہ ارشاد فرمایا کہ جولوگ صبح کی نماز میں نہیں آتے جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگادوں[1] یہ بھی روایات میں موجود ہے کہ ترک جماعت کی ہمت منافق کو بھی نہیں ہوتی تھی[2] ایسی حالت میں جماعت بنا کر لوگوں کے مکانوں پر جانے اور گھومنے کی ضرورت نہیں تھی اب آپ خود دیکھ لیں کہ کتنے لوگ ہیں جو مسجد میں نہیں آتے اور کتنے لوگ ہیں جن کو نماز نہیں آتی اور کتنے لوگ ہیں جن کو کلمہ بھی نہیں آتا۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کا مطلب سمجھنے والے تو بہت ہی کم ہیں اس لئے اب ضرورت ہے۔

جیسے کہ دینی مدارس اور اساتذہ وطلبہ کیلئے کتابیں درسگاہیں کمرے مطبخ امتحان وغیرہ کتنی چیزیں ہیں جنکا انتظام کیا جاتا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے وقت نہیں تھیں یہ سب دین سیکھنے اور

---

[1] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْهَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤْذَنُ لَهَاثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًافَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَایُشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ الخ، مشکوٰة شریف ص ۹۵، باب الجماعة وفضلها. مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند. بخاری شریف ص ۸۹ ج ۱، حدیث ۶۳۵، باب وجوب صلاة الجماعة، مطبوعه اشرفی دیوبند. مسند احمد ص ۲/۲۴۴، مطبوعه دار الفکر بیروت،

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کیلئے اذان دینے کا حکم دوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے گھروں میں آگ لگادوں۔

[2] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْرَاَیْتُنَاوَمَایَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّامُنَافِقٌ قَدْعُلِمَ نِفَاقُهٗ الخ مشکوٰة شریف ص ۹۶/ باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، ابوداؤد ص ۸۱/ ج ۱/ باب التشدید فی ترک الجماعة، مسند احمد ص ۱/۳۸۲، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ ہم میں کوئی نماز (باجماعت) سے پیچھے نہیں رہتا تھا بجز اس منافق کے جس کا نفاق معلوم ہو۔

اس پر عمل کرنے اور اسکی اشاعت کیلئے ہے جو سراسر خیر ہی خیر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

تبلیغی گشت والوں کے سامنے عذر بیان کرنا

سوال:- جیسا کہ آج کل تبلیغی جماعت اپنے کام تبلیغ دین میں گاؤں درگاؤں لگی ہوئی ہے اور سنت رسول ؐ کو زندہ کر رہی ہے۔ لیکن وہ حضرات اپنی تقریر کے بعد جماعت میں شامل ہونے کے لئے بہت ہی زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں اور چلہ میں جانے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور مقامی جماعت گاؤں میں گشت کرتے وقت لوگوں کو اپنے پاس بلانے میں مجبور کرتے ہیں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ میں اس وقت کھانا کھا رہا ہوں، یا کوئی بیماری کی وجہ سے دوا لگا کر آرام کر رہا ہوں اور اپنے یہ اعذار بیان کرنے پر کیا وہ آدمی جو حقیقت میں ان کاموں میں مشغول نہیں ہے گنہگار ہوگا؟ خلاصہ یہ ہے کہ دینی کاموں میں مجبور کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص واقعی کسی قوی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے وہ اللہ کے نزدیک مجرم اور گنہگار نہیں۔ لیکن معمولی عذر کو بہانا نہیں بنانا چاہیئے۔ چونکہ لوگوں کے ذہن میں آج کل دنیا کے کاموں کی عموماً جو اہمیت ہے اس کے مقابلہ میں دین کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی

---

[1] البدعة اما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله وكتدوين اصول الفقه وامامندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهدفي الصدرالاول الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۱۷۹، ۱۷۸/ج ۱/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، تحت حديث فان خير الحديث كتاب الله، مطبوعه بمبئی، شامی زكريا ص ۲/۲۹۹، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام،

لئے تبلیغی کام کرنے والے زیادہ زور دیتے ہیں اور بعض ناواقف جوشیلے مبلغ حدود کو پہچانتے بھی نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی گشت میں ناپاک ومشتبہ کپڑے والوں کو نماز کیلئے کہنا

سوال:- ہم لوگ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کو کلمہ یاد کراتے ہیں اور بعض اوقات ان کا مطلب بھی بتلاتے ہیں اس پر چند امور معلوم کرنے ہیں، ہر نمبر کا جواب مختصر وعام فہم عنایت ہو، اللہ تعالیٰ اجر عنایت فرمائے۔

(۱) بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو کپڑے پاک ہونے میں شبہ ہے یا کچھ معمولی ناپاک چھینٹ کپڑوں پر آ گئیں ہیں تو ایسے آدمیوں سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت انھیں کپڑوں میں نماز پڑھو آئندہ احتیاط کرو۔

(۲) بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے کپڑے بالکل ناپاک ہیں ان سے ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت جماعت میں برابر مل کر کھڑے ہو جاؤ آئندہ کپڑے پاک کرو اور نماز پڑھو۔

(۳) جو نماز جماعت سے نہ پڑھے ان پر رسول اللہ ﷺ نے کیا حکم فرمایا ہے۔

(۴) کوئی کہہ دیتا ہے کہ میں ناپاک ہوں اس کو ہم غسل کرا دیتے ہیں۔

(۵) بے نمازیوں کی بعض اوقات ہم بہت خوشامد کرتے ہیں۔

(۶) بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تم کو کلمہ نہیں سناتے اس پر ہم کہتے ہیں کہ تم ہمارا سنو اور ہم تمہارا سنیں تاکہ ایمان تازہ ہو اور جو غلطی ہو وہ نکل جائے۔

---

[1] آداب المبلغین ص ۵ (مطبوعہ مرادآباد) مصنفہ احمد حسینؒ مرادآبادی.

(۷) اگر ہماری جماعت کا کوئی آدمی اتفاقیہ کسی بے نمازی پر کسی وقت سختی کرتا ہے اور زبان سے برا کہتا ہے تو ہم اپنے آدمی کو تنبیہ کرتے ہیں اور توبہ کراتے ہیں اور اگر وہ پھر بھی سختی کرتا ہے۔ تو اس کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔

(۸) بعض لوگ ہماری اس تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں تو آیا اس میں ہمارا قصور ہے یا مخالفین کا قصور ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا[۱] البتہ اگر صحیح علم یا ظن غالب ہو تو پھر اس کی مقدار معلوم کی جائے اگر نجاست غلیظہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ ایک درہم سے کم معاف ہے اس کا دھونا افضل ہے نہ دھونے سے بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور ایک درہم مقدار کا دھونا واجب ہے نہ دھونے سے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایک درہم سے زائد کا دھونا فرض ہے بغیر دھوئے نماز صحیح نہیں ہوتی اور پیشاب وغیرہ کی بہت چھوٹی چھوٹی سوئی کے سرے کے برابر چھینٹیں معاف ہیں۔ بغیر دھوئے نماز درست ہے۔

اور اگر نجاست خفیفہ ہو تو جب تک ایک چوتھائی کپڑے سے کم پر لگی ہو تو اس کا دھونا فرض نہیں۔ بغیر دھوئے ہوئے بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے تاہم دھو لینا بہتر ہے اور جب ایک چوتھائی پر یا اس سے زائد پر لگی ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے۔[۲] یہ تو نفس مسئلہ کا حکم ہے لیکن آپ حضرات

---

[۱] وقع الشک فی قیام النجاسة لاحتمال کون المغسول محلهافلایقضی بالنجاسة بالشک (الاشباه ص ۱۰۰، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، تحت القاعده الثالثة)

[۲] وعفی قدرالدرهم ای عفا الشارع عن ذلک والمرادعفاعن الفسادبه والافکراهة التحریم باقیة اجماعاان بلغت الدرهم وتنزیهاان لم تبلغ الخ(من)النجاسة (المغلظة)فلایعفی عنها اذازادت علی الدرهم مع القدرة علی الازالة (و) عفی قدر مادون ربع الثوب الکامل من الخفیفة (وعفی رشاش بول) ولومغلظا (کرؤس الإبر) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۲۴ تا ۱۲۵، مصری باب الانجاس والطهارة عنها، شامی کراچی ص ۳۱۶/۱/ کتاب الطهارة، باب الانجاس،

اگر لنگیوں کا انتظام کرلیں تو اچھا ہو کیونکہ زیادہ تر لوگ پائجامہ کی ناپاکی کا عذر کرتے ہیں۔

(۳) حضور ﷺ کے زمانہ میں ترک جماعت منافق کی علامت تھی[۱] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایسے لوگ کے گھروں میں آگ لگادوں[۲] فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اہل شہر ترک جماعت کے عادی ہوجائیں اور باوجود کہنے سننے کے نہ مانیں تو حاکم وقت کو ان سے قتال کرنا چاہئے اور جو شخص بلا عذر جماعت ترک کرے تعزیراً اس پر واجب ہے[۳]

(۴) ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

(۵) اس کا اثر اچھا ہوتا ہے۔ اول ایسا ہی چاہیئے۔

(۶) کلمہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے، ثواب ملتا ہے۔ الفاظ کا صحیح کرنا مطلب سمجھ کر دل سے صحیح یقین کرنا ضروری ہے۔

(۷) بے محل سختی کرنے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے اول نرمی سے سمجھانا چاہئے اگر کوئی نہ مانے اور نماز کا یا اس کی فرضیت کا انکار کرنے لگے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو تبلیغ کرنا چاہئے۔ البتہ اگر کسی پر اپنا اثر اور قدرت ہو اور اس پر سختی کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو پھر شریعت نے

---

[۱] عن عبداللّٰہ لقد رایتنا ومایتخلف عن الصلوٰۃ الامنافق قدعلم نفاقه (مسلم شریف ص ۲۳۲، ج ۱) مطبوعه رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ص ۸۱/۲، باب التشدید فی ترک الجماعة، مشکوة ص ۹۶، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، دارالکتاب دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی نماز با جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا بجز اس منافق کے جس کا نفاق معلوم ہو۔

[۲] عن ابی هریرة قال قال رسول الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لقد هممت ان اٰمر بحطب فیحطب الٰی ماقال لایشهدون الصلوٰة فاحرق علیهم بیوتهم الحدیث مشکوٰة شریف ص ۹۵/ باب الجماعة وفضلها،

[۳] لوترکها اهل مصریؤمرون بهافان ائتمروا والایحل مقاتلتهم وفی القنیة وغیرها بانه یجب التعزیر علی تارکها بغیر عذر الخ (البحر الرائق ص ۳۴۵/ ج ۱) باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی ص ۵۵۲/ ج ۱/ باب الامامة،

قابل برداشت سختی کا بھی حکم فرمایا ہے[1] تاہم زبان سے برا کہنے اور لڑنے سے اجتناب کیا جائے کیوں کہ مقصود کام ہے۔ لڑائی اور برا کہنا نہیں۔

(۸) طریق مذکورہ بالا پر تبلیغ کرنا ہرگز اسلام کے مخالف نہیں بلکہ مامور بہ ہے اس کی مخالفت کرنے والا ناواقف ہے یا مخالف ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح عبد اللطیف ۱۵/ربیع الاول ۵۷ھ

تبلیغی جماعت کی کوتاہی اور اس کا علاج

سوال: - تبلیغی جماعت کے امیر نیز شرکت کرنے والے افراد اپنی چندروزہ کلمہ ونماز کی تحریکی گشت پر اتنے نازاں ہیں کہ علماء حقہ کی قدر تو درکنار بلکہ ان کی توہین وتذلیل کرتے ہیں اور سر بازار عوام میں کہتے ہیں، یہ لوگ مدارس سے تنخواہ لیتے ہیں نذرانے وصول کرتے ہیں لیکن عوام کو صحیح معنی میں دین سکھانا تو درکنار کلمہ ونماز کی تحریک میں بھی شامل نہیں ہوتے علماء کی مجبوریوں سے آپ اچھی طرح واقف ہونگے علماء کثیر تعداد میں مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں اور مساجد کی امامت کی ذمہ داری بھی انکا خاص مشغلہ ہے مدارس اور مساجد تعلیم وتبلیغ کے اہم مراکز ہیں جنھیں چندروزہ نمازی دین کی کوئی خدمت ہی تصور نہیں کرتے علماء پر آوازیں کستے ہیں۔

---

[1] وينبغي أن يكون التعريف اولاً باللطف والرفق ليكون ابلغ في الموعظة والنصيحة ثم التعنيف بالقول ثم باليدالخ، عالمگيری ص ۳۵۲/ ج۵/ كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء الخ، مطبوعه كوئٹه.

تبلیغی جماعت کے امراء دینی تعلیم سے ناواقف اکثر وبیشتر قرآن کو بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، بلکہ جہلاء کی تعداد زیادہ رہتی ہے انہیں میں سے کسی معمولی اردوخواں کو امیر بنادیا جاتا ہے وہ عوام کے سامنے نیابت رسول کے فرائض **قال اللہ وقال الرسول** کے ذریعہ دو دو گھنٹے تین تین گھنٹے جھوم جھوم کر تقریریں کرتے رہتے ہیں لیکن کوئی خوف نہیں ہوتا، اللہ پر افتراء ہوگا، یارسول پر، مسائل تو قیاسی بھی ہیں، اجماعی بھی، لیکن عوام کو دین کی طرف مائل کرنے کے لئے اللہ فرماتے ہیں، رسول فرماتے ہیں، کونہیں چھوڑ سکتے حالانکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ مدارس کے طلبہ کی جب انجمنیں ہوتی ہیں اور ہمارے علماء کی جماعت ان کی نگرانی کرتی ہے، تو مبتدی اور متوسط تو درکنار، دورۂ حدیث کے طلبہ بھی ایک آدھ گھنٹہ صحیح نہیں بول پاتے، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین پر ایسا ناروا حملہ محض مخالفت کیوجہ سے کرتے ہیں عام طور پر علماء کی حجامت بنائی جارہی ہے، ہندوستان کے کونے کونے سے آپ حضرات کے کان تک یہ صدائیں پہونچی ہونگی، ایک میری بات ہوتو ضرور شکایت ہے، لیکن جب اس کا ہیضہ ہی شروع ہوجائے تو ٹیکہ لگانا اور انجکشن دلانا لازمی ہے، لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ علماء کی تذلیل وتوہین وطعن وتشنیع شرعاً جائز ہے؟ جب کہ وہ اپنے فرائض کو انجام دینے کی وجہ سے ان کی جماعت میں شریک ہونے سے مجبور ہیں اور ہمارے اکابرین میں سے کون کون حضرات کتنے دنوں کا چلہ کرچکے ہیں، اس سے بھی باخبر کیا جائے تاکہ تبلیغی جماعت کو عبرت ہو، اور آوازیں بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیں، ورنہ آپ حضرات تک بھی یہ وبا پہونچ سکتی ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

کلمہ نماز وغیرہ کو اللہ پاک کی نعمت عظیمہ تصور کرتے ہوئے شکر حق ادا کرنا تو واجب ہے کہ اس سے مزید توفیق ہوگی۔ **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ** .الآیۃ[1] لیکن اس پر ناز کرکے دوسروں کو حقیر

---

[1] سورۂ ابراھیم آیت ۷، **ترجمہ**:-اور اگر تم شکر گذاری کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دونگا، (بیان القرآن)

وذلیل سمجھنا سخت معصیت ہے کہ یہ تکبر ہے، جس کی سزا جہنم ہے[1] اللہ پاک حفاظت فرمائے اس تبلیغی کام کے اہم نمبروں میں ایک اہم نمبر ''اکرام مسلم'' کا بھی ہے مذکورہ روش اس نمبر کے بھی خلاف ہے۔ اس غلط طریقہ کو تبلیغی کام کی طرف منسوب کرنا اصل کام کو بدنام کرنا ہے ان کی پوری نگرانی کی ضرورت ہے۔ کام چونکہ زیادہ پھیل چکا ہے۔ اس لئے ہر جماعت کو عالم اس میں میسر بھی نہیں آ سکتا، جو واقعی علماء حق ہیں وہ جن مشاغل کو اختیار کئے ہوئے ہیں (تدریس، تذکیر، تصنیف وغیرہ) ان کے اوقات میں اتنی گنجائش نہیں کہ جماعتوں کے ساتھ جائیں اور ہر جماعت کی امارت کے فرائض انجام دیں۔

اور علماء نام کے علماء ہیں کہ محض فارغ ہو گئے۔ نہ ان کو صحیح تذکیر و وعظ کا سلیقہ ہے نہ تصنیف و تالیف کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نہ تدریس کے اہل ہیں ان سے توقع ہی کیا کی جا سکتی ہے کہ وہ اصلاح کرینگے۔ کتابوں کی عبارتیں بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ آیات و روایات و مسائل کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اس مجبوری کیوجہ سے جماعت ہی میں سے کسی کو امیر بنا دیا جاتا ہے پھر جماعتوں کو مقید کیا جاتا ہے۔ کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، جو مستقل وعظ کی شکل میں ہو جائے۔ اگر کچھ کہنا ہے تو زبانی نہ کہیں بلکہ کتاب سنا دیں تا کہ ان کی اپنی ذمہ داری کچھ نہ رہے پھر جو شخص اس میں زیادہ محنت کرتا ہے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو ملتا بھی ہے چنانچہ بعض ایسے آدمی ہیں، جو جماعت میں کام کرنے اور اصول کی پابندی کی وجہ سے کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے ہیں اور ان کی تقریر صحیح ہوتی ہے مگر جماعتوں کے تناسب سے ایسے آدمی خال

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ الحديث، (مشكوٰة شريف ص: ۴۳۳، باب الغضب والكبر، مبطوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ: -حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (جب تک سزا نہ پالے یا اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادے)

خال ہیں، جولوگ آیات واحادیث بکثرت بیان کرتے ہیں ،اگرانکامقصودفقہی اجتہادی مسائل کااستخفاف ہے (معاذ اللہ) تونہایت خطرناک پہلو ہے اسکا پوری طرح سدباب ضروری ہےاگران کامقصود یہ ہے کہ فقہی اجتہادی مسائل میں ائمہ علماء کااختلاف بھی ہوتاہے، مفتی بہ اورغیر مفتی بہ راجح ومرجوح اقوال بھی ہوتے ہیں،اورصورت مسئلہ کچھ بھی بدل جائے توحکم بدل جاتاہے، نیز مسائل میں قیودوشروط بھی ہوتے ہیں جو پورے طور پرمستحضرنہیں ہوتے اس لئے ایسے مسائل کابیان فرمانا علماءحق ہی کامنصب ہےاس لئے تبلیغی جماعت کے عام لوگ ان مسائل کوبیان نہیں کرتے۔تو یہ پہلوقابل قدراورلائق تحسین ہے،تبلیغی جماعت کے اصول میں سے ہے کہ جوحضرات علماء ومشائخ دینی مشاغل ہی میں لگے ہوئے ہیں ان کوباہرنکلنے کی دعوت ہرگزنہ دیجائے۔جیساکہ چھ باتیں میں تصریح ہے۔[1] البتہ اس کو پسند کرنے والےاوربغیر چلہ ہی کے وقتاًفوقتاًاس میں شرکت کرنے والے بہت علماء ہیں،حضرت مولانامحمد یوسف صاحبؒ کی سوانح حیات میں بہت تفصیل ملے گی۔

خود یہاں دارالعلوم دیوبند کے صدرمہتمم حضرت مولانامحمدطیب صاحب مدظلہٗ نے میرے سامنےفرمایا،کہ میں بھی چلہ میں جاتامگروقت میں گنجائش نہیں۔

اوراپنے سامنےطلباءکی زمانۂ تعطیل میں جانے کے لئے کوشش فرمائی اورچلہ کوبہت اہمیت دی،جہاں جہاں جماعت جائے وہاں کے علماءکرام نگرانی فرماکرغلطیوں پرتنبیہ[2]فرمائیں انشاءاللہ

---

[1] چھ باتیں ص ۴۸/ (مطبوعہ نئی دھلی)

[2] مَنْ رَأیٰ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مشکوٰۃ شریف ص: ۴۳۶/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الامر بالمعروف الخ، مسلم شریف ص ۱/۵۱، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ:-تم میں سے جوشخص کسی منکرکودیکھےاسکواپنے ہاتھ سے بدلدے اگراسکی طاقت نہ ہوتواپنی زبان سے (اسپرنکیرکرے)اگراسکی بھی طاقت نہ ہوتواپنے دل سے (اسکوبراجانے)اوریہ ایمان کاکمزورترین درجہ ہے۔

تعالیٰ نفع ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی جماعت کے نقائص

سوال: -موجودہ فسادِ دین کے زمانہ میں عمومی تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہونا چاہیے۔ آج کل جو تبلیغی نہج پر کام ہو رہا ہے وہ بظاہر بہت نافع نظر آ رہا ہے لیکن اکثر و بیشتر جگہ یہ دیکھا گیا کہ جو تبلیغی کارکن ہیں اسی نہج پر کام کرتے ہوئے جن کو عرصہ گذر رہا ہے اور اس کام میں جڑنے کی برکت سے بہت سے فرائض سے آشنا ہوئے اور عملی حیثیت سے حج وزکوٰۃ وغیرہ جیسے فرائض کو انجام دے چکے ہیں، آج برسوں کے بعد ان کو دیکھا جا رہا ہے کہ وہ اعلانیہ جن شادیوں میں منکرات ہیں شرکت کرتے ہیں مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں، چھوٹے چھوٹے قریوں میں جہاں شرائط جمعہ نہیں پائے جاتے جمعہ ادا کرتے ہیں اور بوقت عیدین بعد نماز مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں اور جن تبلیغی کارکن حضرات کو دینی مدارس میں چندہ دینے کا شرف بھی حاصل ہے وہاں باوجود بتلانے کے پردہ سے طالبات کی تعلیم کا نظم نہیں کرتے ہیں اور یومیہ مروجہ فاتحہ وغیرہ جیسی رسومات میں شریک ہوتے ہیں، بعض کارکن حضرات کی خدمت میں یہ بھی گذارش کی جاتی ہے کہ بھائی دیکھو فلاں محقق بزرگ خلیفۂ تھانوی وغیرہ ہمارے مقام پر ہماری طلب پر آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس سلسلہ میں کوشش کریں گے، مگر باوجود اطلاع ہونے کے شریک نہیں ہوتے۔

برخلاف اس کے اگر کوئی بزرگ یا عالم ان کی موجودہ جماعت کا حامی ساعی وداعی آنا چاہے وہ ان بزرگ سے مرتبہ میں اور علم میں کتنا ہی گھٹیا کیوں نہ ہو مگر اس کے لئے بڑے اہتمام سے اسٹیشن میں آدمی بھیجے جائیں گے اور ان کا ادب واحترام کر کے ان کے آدمی کو اطلاع بھی

کی جاویگی اور جگہ جگہ بیانات بھی ہونگے ۔مگر اس کے برخلاف ایک محقق عالم اور مصلح زمانہ کی آمد کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس وقت منہ غم سے سکڑ جاتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا اور بعضوں کی یہ حالت ہے کہ روزمرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں جو کوئی تبلیغی لگاؤ کا آدمی ہو وہ کتاب سناتا ہے اور وہ نہ ہو تو ان میں ایک آدمی جو لگاؤ رکھتا ہے مگر کتاب وغیرہ پڑھنے سے معذور ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو کتاب پڑھنے کے لئے دیگا جس کو دیکھ کر اردو صحیح نہیں پڑھنا آتا مگر ایسا شخص یا بعض اوقات علماء حضرات بھی موجود ہوتے ہیں جو زیادہ اچھے طریقہ سے انشاء اللہ کتاب پڑھ سکتے ہیں ،مگر بدقسمتی سے ان کا حال یہاں یہ ہے کہ وہ اس کام سے والہانہ لگاؤ نہیں رکھتے ان کا طریقہ ایسا ہے کہ وہ بوقت ضرورت مسائل کے خلاف ہونے پر بعض وقت ان لوگوں کو مسئلہ بتلانے پر نہیں مانتے ، بلکہ خود اپنی عملی علیٰحدگی اختیار کرتے ہیں ایسے عالم کو بھی کتاب نہیں دیتے ہیں۔

اس کو چھوڑ کر دوسرے اناڑی کو کتاب سنانے کے لئے دیتے ہیں جس کی بنیاد اردو کے جملہ غلط ہونے کی بناء پر جہلاء میں ہنسی مذاق کا ذریعہ بن رہا ہے اور بعض اہل علم نے بھی اس کمی کو دیکھ کر ٹوکا ۔مگر پھر بھی اس کے باوجود جاہلوں کو کتاب سنانے کا موقعہ دیتے ہیں ۔غرض مندرجہ بالا منکرات کا جو درجہ ہے اسکو بتلا کر منکر سے اجتناب کرنے کی گذارش عمومی اور خصوصی طور سے کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ایسا کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ آج وہ زمانہ کہاں رہا کہ لوگوں سے ہم چھوٹی چھوٹی منکرات کی خاطر علیٰحدگی اور ناراضگی کا اظہار کرسکیں۔ اس لئے کہ لوگ آج فرائض سے بھی ناآشنا ہیں ایمان ان کا بہت کمزور ہوگیا ہے ، کیا ان حضرات کا ایسا کہنا بجا اور درست ہے ۔کیا اس زمانہ کے فساد کی خاطر عوام وخواص کے اتحاد و اجتماعی کام کی انجام دہی کی خاطر ،مکروہ تحریمی اور بعض بدعات والے اعمال کو اختیار کرلیا جائے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی دل شکنی نہ ہو، اور وہ کہیں اتنے سخت احکامات دیکھیں تو

بھاگ نہ جائیں۔ اس لئے ہم سابق اور پرانے کارکن حضرات کوان کی اصلاح کی خاطر خصوصاً غیر عالم یا عالم کوتھوڑی دیر کے لئے ان کی تالیف قلوب کی خاطر منکرات میں مبتلا ہو جانا درست ہے؟ اس سے کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر جو منکر کو دل سے بُرا سمجھ کر کیا ہے تو وہ عندالشرع معصیت کے عذاب و پرسش سے بری ہوتا ہے یا کیا حکم ہے؟

(۲) آج کل کے تبلیغی کارکن حضرات میں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ آج عمومی لوگوں میں دین کی احیاء کا صرف یہی ایک واحد ذریعہ ہے اور یہ کام منہاجِ نبوت ہے، اس کے سوا دوسرے طریقۂ تبلیغ کو جس میں مشائخ حضرات وغیرہ لگے ہوئے ہیں کم نافع بلکہ بے سود ہونے کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔ یہ خیالات واقوال ان حضرات کے کہاں تک صحیح ہیں؟

(۳) جب کوئی شخص ہر منکر سے بچنے کی سعی کرتا ہے اور ہمارے امی نبی ﷺ کا بھی کار منصبی عمومی تبلیغ ہے، سمجھ کر ان جماعتوں کے ساتھ باوجود معصیت نکل جائے تو کیا عمومی اور جماعتی مصلحت کی خاطر دل سے بُرا سمجھتے ہوئے جماعت کا ساتھ دے، یا اس وقت بھی ادباً عرض کر کے معصیت سے اجتناب کیا جائے۔ جب ان میں رہ کر ایسا کرتے ہیں تو کہتے ہیں بہت متشدد ہے اور اس کی وجہ سے جماعتی کام متأثر ہوتا ہے۔ تو اب ایسا خیال ہے تو پھر ایسے شخص کو صرف مقامی اجتماعات اور گشت کی حد تک ساتھ دیکر پھر خاموش رہنا یا بالکل شرکت ہی نہ کرنا چاہیے۔ یا کیا کرے؟ رہبری چاہتا ہوں جملہ مقاصد کے لئے چاہتا ہوں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو چیزیں شرعی منکرات ہیں ان کو منکر سمجھنا اور حسب حیثیت ان پر نکیر کرنا ضروری ہے ان میں شرکت جائز نہیں۔ اگر تبلیغی کارکن منکرات میں شرکت کرتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ منکر پر نکیر سے پہلے ذہن کو کچھ ہموار کیا جائے تا کہ وہ نکیر کو قبول کرلے اور اس سے باز آجائے۔ نیز ذہن کو ہموار کئے بغیر نکیر بے تاثیر ہوتی ہے۔ بعض لوگ

ایسے بھی ہیں ان کا ایمان بہت ضعیف ہے علم بھی ان کو حاصل نہیں، ان کے لئے پہلے ایمان کی چیزوں کو پیش کرنا ضروری ہے ان پر نکیر منکرات متعلقہ اعمال کا وقت دیر میں آتا ہے[1] حضرت اقدس تھانویؒ اور ان کے خلفاء کے اقوال واحوال سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کسی محقق عالم مصلح کی تشریف آوری پر منہ چڑھانا اور ان سے استفادہ نہ کرنا بڑی محرومی ہے تبلیغی جماعت کو اس کی ہدایت نہیں بلکہ ان کو تاکید کی جاتی ہے کہ جس بستی میں جانا ہو وہاں کے اہل علم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں اور ان سے دعا کی درخواست کرو خواہ تبلیغی کام سے ان کو والہانہ تعلق ہو یا نہ ہو[2] بعض اہل علم اور تعلیم یافتہ حضرات کے متعلق اس کا بھی تجربہ ہوا کہ ان کے اعزاز کی خاطر ان سے تقریر یا کتاب سنانے کی درخواست کی گئی تو انھوں نے پھر تبلیغ اور تبلیغی جماعت کی اصلاح کے نام پر بہت کچھ نازیبا الفاظ فرمائے یا موضوع سے ہٹ کر مروجہ پیشہ ور واعظوں کی طرح قصے اور چٹکلے سنا کر سامعین کا وقت ضائع کیا، مگر سب ایسے نہیں، جن کے متعلق اطمینان ہو یہ کام سے والہانہ تعلق نہ رکھنے کے باوجود کام اور جماعت کے متعلق مفید باتیں بتائیں گے ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔ لیکن مقدر سے یہ چیز مرض کے درجہ تک پہونچ گئی ہے۔ دیگر جماعتیں اور ادارے بھی اس مرض سے خالی نہیں۔ حضرت تھانویؒ کے بعض مجازین کے مریدوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر کے علاوہ دوسرے مجاز سے نہ عقیدت رکھتے ہیں نہ استفادہ کرتے ہیں، نہ کشادہ روئی سے ملاقات کرتے ہیں، کہیں موقعہ ہوتا ہے تو کترا جاتے ہیں، بعض مرتبہ زبانی یا تحریری الفاظ بھی ناشائستہ کہتے اور لکھ دیتے ہیں مگر یہ خود

---

[1] عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ. (مسلم شریف ص ۵۱/ج ۱، مطبوعہ بلال دیوبند، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، مشکوۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

[2] ملاحظہ ہو چھ باتیں ص ۴۷، ۴۸، مطبوعہ نئی دھلی،

ان کی غلطی ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضرت تھانویؒ کی تعلیم ہے یا ان کے خلفاء کی تعلیم ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ.

(۲) خانقاہوں اور مدارس کا کام بہت اہم ہے اس کو بے سود کہنا گمراہی ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ مدارس وخانقاہوں میں وہ آتے ہیں جن کے دل میں طلب ہو، جن کے دل میں طلب نہیں وہ نہیں آتے اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔ تبلیغی جماعت بے طلب لوگوں کے پاس جاتی ہے۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ بے طلب لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا کام زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا نفع بھی ظاہر ہے۔ لیکن یہ تقابل کا طریقہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے، اس میں فتنہ ہے، اپنی اپنی جگہ پر سب حضرات کا کام بہت اہم ضروری ہے کسی سے استغناء نہیں ہر ایک کو دوسرے کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے، تخریبی تنقید سے بچنا چاہیئے ورنہ اس تخریبی تنقید کا عمومی دروازہ کھل گیا تو بس تنقید، تحمیق، تجہیل، تفسیق، تضلیل کا بازار گرم ہو کر تکفیر تک نہ پہونچ جائے۔ کوتاہیوں سے کون خالی ہے۔[۱]

(۳) منکر ومعصیت میں شرکت نہ کرے، اگر جماعت میں نکلے اور وہاں شرکت معصیت پر مجبور کیا جائے تو ان سے کہدے کہ میں معذور ہوں۔ اس پر وہ مجبور کریں تو ان سے رخصت ہو کر چلا آئے۔ آئندہ اگر وہ جانے کے لئے کہیں تو شرط کر لے کہ میں معصیت میں شریک نہ ہوں گا۔ یہ شرط منظور ہو تو میں چلتا ہوں ورنہ مجھے معاف کیا جائے۔[۲] ہر جماعت میں تو شاید یہ بات نہ ہو کہ معصیت میں ضرور شرکت کرتی ہو، ایسی جماعت کے ساتھ چلا جایا

---

[۱] ملاحظہ ہو آداب المبلغین ص ۶، (مکتبہ مرادآباد) مصنفہ احمد حسین مرادآبادی،

[۲] وَاِذَارَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَافَاَعْرِضْ عَنْھُمْ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَاتَقْعُدْبَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ سورۃ الانعام آیت ۶۸،

ترجمہ :- اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (از بیان القرآن)

کرے جس میں معصیت میں شرکت نہ ہوتی ہو، ورنہ مقامی گشت واجتماع پر کفایت کرلیا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور جوابات

سوال:- (۱) دورِ حاضر میں دعوت وتبلیغ یا تبلیغی جماعت کے نام سے جو محنت چل رہی ہے اور گشتوں، ذکر واذکار وغیرہ اعمال کی دعوت دیتی ہے۔ یہ جماعت قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ جماعت ایمان کو مردہ بناتی ہے اور جذبۂ جہاد کو ختم کرتی ہے اور اسلام کے خلاف کام کرتی ہے یا غیر مسلموں کی اسلام کے خلاف سازش ہے؟

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی جمع کردہ کتاب فضائل تبلیغی نصاب یا فضائل اعمال کے بارے میں حضرات علماء کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نظام الدین دہلی سے تبلیغی جماعت کا جو کام شروع فرمایا، جس کے چھ نمبر ہیں اور وہ کام اللہ کے فضل سے بڑھتے بڑھتے آج تمام عرب وعجم میں پھیل چکا ہے جس کی بدولت بے شمار بددین، فاسق اب متبع سنت اور پابندِ شریعت ہوگئے، بے نمازی بڑی تعداد میں نمازی بن گئے، جو لوگ کبھی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوٰۃ دینے لگے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ مالدار ہونے کے باوجود ان کو حج کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ انھوں نے حج کیا اور بار بار حج کرتے ہیں۔ کتنی مسجدیں ویران پڑی ہوئی

تھیں وہ نمازیوں سے آباد ہوگئیں۔ کتنی بستیوں میں دینی مدارس قائم ہوگئے۔ جن میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے، کتنے ان پڑھ اور جاہل آدمی عالم ہوگئے اور تمام دنیا میں دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے پھر رہے ہیں۔ کتنے لوگوں کے ایمان نہایت پختہ ہوگئے جب کہ وہ پہلے سے مشرکانہ عقائد میں مبتلا تھے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر بھی کیا اس کے دینی کام ہونے میں شبہ ہوسکتا ہے قرآن کریم اور حدیث شریف کا بھی تو یہی حکم ہے[1]۔ اور سلف صالحین نے اپنی زندگیاں اسی کام کے لئے تو وقف کی ہیں۔

(۲) اس جماعت کے نصاب میں ایک کتاب ''حکایات صحابہؓ'' بھی ہے جس میں جذبۂ جہاد اور صحابہ کرامؓ کی بہادری اور شجاعت اور دین کی خاطر جان کی قربانی اور صحابی بچوں اور صحابی عورتوں کے واقعات بھی اس سلسلہ میں ترغیب اور اتباع کے لئے مذکور ہیں۔ کم سے کم اسی کا مطالعہ کرلیا جائے تو معترض کے اعتراضات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ اگر کوئی شخص ایمان کے زندہ ہونے کا نام ہی ایمان کا مردہ ہونا رکھ دے اور قرآن کریم اور حدیث شریف کے امر کو جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے دشمنانِ اسلام کی سازش قرار دینے لگے وہ اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے یا اس کی اصطلاح ہی کچھ اور ہو کہ وہ ایمان واسلام کے ایسے معنی بیان کرتا ہو جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور سلف صالحین نے بھی کبھی ایسے معنی بیان نہ کئے ہوں تو وہ اپنی جداگانہ اصطلاح میں مسلم ومومن ہے۔

(۳) بہت مفید ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الاٰیه سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰/ عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ، مشکوۃ شریف ۴۳۶/ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

تبلیغی جماعت پر اعتراض

سوال:- تبلیغی جماعت کیسی ہے؟ کیا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کی ہر بات کو مان کر عمل کریں، حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ و دیگر ضروری امور کلیہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ جب کہ غالباً حضرت علیؓ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کر رہے تھے، ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ و منسوخ کا علم ہے تو انھوں نے انکار کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے ان کو مسجد سے باہر کر دیا۔ تو یہ تبلیغی جماعت والے کس طرح وعظ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا سیکھنے کے لئے دارالعلوم ناکافی ہے؟ بہرصورت اس بارے میں تشفی بخش جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے۔ اس جماعت میں جو معتمد اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں۔ جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبر سے زائد کوئی بات بیان نہ کریں، یا تو چھ نمبروں کو بیان کریں تاکہ وہ پختہ ہو جائیں یا کتاب پڑھ کر سنائیں اور کتابیں بھی قابل اعتماد تجویز ہیں۔ اس کے علاوہ غیر اہل علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ کے خلاف نہیں ہے[1] ان کو بیان کرنے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ نفع ہی نفع ہے۔ علم دین سیکھنے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر سیکھا جائے مگر یہ ظاہر ہے کہ

---

[1] ملاحظہ ہو چھ نمبر (مطبوعہ نئی دھلی)

کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کے لئے آسکتے ہیں، نہ سما سکتے ہیں نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدرسہ ان سب کا صرفہ برداشت کرسکتا ہے۔ اس لئے جگہ جگہ مدارس و مکاتب قائم کئے جاتے ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی جاتی ہیں، رسالے اور اخبار شائع کئے جاتے ہیں، فتاویٰ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمن بھی بنائی جاتی ہے، وعظ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے وہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔ جس شخص کو نماز، کلمہ، وضو کچھ نہیں آتا وہ چالیس روز کے لئے جماعت کے ساتھ نکل جاتا ہے تو اسی مدت میں اچھا خاصا وہ سیکھ لیتا ہے اور پابند ہو جاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے۔ تجربہ اس کا شاہد ہے۔ جو شخص براہِ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کرکے بیان کرے اس کے لئے ناسخ منسوخ کا علم ہونا ضروری ہے اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے[1] اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل کو نقل کرے اس کے لئے علم ناسخ منسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ اور تقریر سے روکنا غلط اور بے محل ہے۔ البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ غلط بیان کریں اس پر ضرور تنبیہ کی جائے

---

[1] ولیس لکل انسان أن یجتهدویحکم علیٰ الامور مالم یتصف باربع صفات احداها العلم بکتاب اللّٰه ناسخه ومنسوخه وماجاء فیه مفروضااو للأدب أو للارشاداو للاباحة الثانیة السنة النبویة والصفة الثالثة الاجماع والصفة الرابعة القیاس الیٰ قوله ان المجتهدمن عرف الاحکام الشرعیة من قواعدهافی الکتاب والسنة والاجماع والقیاس وهوالفقیه العارف بعلوم القرآن والحدیث والناسخ والمنسوخ واللغة والنحووالصرف الخ المجموع شرح المهذب مقدمه ص ۴۱، ۴۳ (مکتبه دارالفکر،فی بیان الاجتهاد والتقلید)مرقات ص ۲۳۹/ ج ۱/ کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، روح المعانی ص ۵۰۶/ ج ۱/ الفائدة الثانیة، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت،

اور غلطی کو واضح کر دیا جائے۔ اس میں بھی شفقت اور اصلاح کا جذبہ ہونا چاہیے[1] تحقیر اور تذلیل کا جذبہ ہرگز نہ ہو یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے یہی دوسرے دینی خدمت کرنے والوں کے ساتھ کیا جائے، خواہ تقریر و عمل سے خدمت کی جائے، یا تحریر و تصنیف سے یا افتاء و تدریس سے یا گشت و اجتماع وغیرہ سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۷ھ

تبلیغی جماعتوں اور تبلیغی کتابوں پر کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال:- (۱) آج کل تبلیغی جماعت کا رویہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں تبلیغی نصاب کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ لوگوں کو زبردستی روکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نہ بیٹھے تو اس پر نکیر کرتے ہیں۔ یہ التزام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تبلیغی نصاب میں صرف عبادات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے مسائل ضروریہ کا حصہ نہیں اور اگر کوئی عالم سمجھائے کہ مسائل کی کتاب بھی پڑھو تو ہرگز نہیں پڑھتے۔ اگر کوئی شخص پڑھے تو پڑھنے نہیں دیتے، ان کا یہ فعل جائز ہے۔ یا نہیں؟

(۳) ان فضائل کی کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع ہیں، مگر مرتب

---

[1] من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان قال النووى تحت هذاالحديث ينبغى للآمربالمعروف والناهى عن المنكرأن يرفق ليكون اقرب الىٰ تحصيل المطلوب الخ، مسلم شريف مع نووى ص ۵۱/ ج ۱/ مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكرمن الايمان الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۲/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء)

کتاب نے عربی عبارت میں تو ان کا موضوع ہونا واضح کر دیا لیکن اردو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا۔ اب وہ احادیث موضوعہ اردو میں پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ایسی حدیثوں کا پڑھنا جائز ہے؟

(ب) کیا مصنف کو ایسی حدیثیں جن کا وضع ہونا خود ان پر واضح تھا درج کرنا اور بطورِ نصاب ان کی اشاعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اصل یہ ہے کہ دین کا سیکھنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے[۱] اس مقصد کے لئے کتابیں تصنیف اور شائع کی جاتی ہیں، مدارس قائم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے مستقل نصاب تجویز کیا جاتا ہے۔ جماعتوں اور درجوں کا نظام بنایا جاتا ہے، خانقاہیں قائم کی جاتی ہیں، مبلغ واعظ رکھے جاتے ہیں، ان کی تقریریں ہوتی ہیں، انجمنیں بنائی جاتی ہیں، کتب خانے بنائے جاتے ہیں غرض جس جس طریقہ پر دین حاصل کرنا آسان ہو جائے وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ شرعاً ممنوع نہ ہو۔ اسی طریقے پر تبلیغی جماعت کا حال ہے۔ مدارس میں نہ سب دین حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں، نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے کہ پورا نصاب پڑھیں، نہ مدارس میں اتنی گنجائش ہے، نہ سب میں نصاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ یہی حال خانقاہوں کا ہے۔ خود کتابیں دیکھ کر بھی دین حاصل کرنے کی صلاحیت عموماً نہیں۔ واقعہ تو یہ ہے کہ عمومی طور پر دین کی طلب ہی اس قدر قلیل ہے کہ جس کو شمار میں لانا ہی محل تأمل ہے۔ کتنے کروڑ کی مسلم آبادی ہے اور کتنے مدارس وخانقاہوں سے استفادہ کرنے والے ہیں، انجمنوں اور واعظوں سے استفادہ اس سے بھی کماً وکیفاً کم ہے، بے دینی جس قدر عام ہے اس کو دور کرنے کے لئے بھی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جو عام اور سہل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تبلیغی جماعت کا طریقہ جاری فرمایا۔ خدائے پاک کے

---

[۱] طلب العلم ای الشرعی فریضة ای مفروض عین علیٰ کل مسلم ای ومسلمة کما فی روایة الخ، مرقات ج ۱، ۲۳۳، مکتبه اصح المطابع بمبئی، کتاب العلم، الفصل الثانی،

فضل وکرم سے اس کا نفع بہت ہی عام ہوا۔ کتنے لوگوں کا کلمہ درست ہوا۔نماز درست ہوئی۔بے نمازیوں نے نماز کی پابندی کی۔کتنے تاجرز کوٰۃ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے،سودی معاملہ کرتے تھے، انہوں نے باقاعدہ دینی شروع کی،سودی معاملات سے پرہیز کرنے لگے۔ کتنے لوگوں نے حج کیا۔ یہ جماعت بندگارہ پر، جہازوں میں، جدہ میں، مکہ مکرمہ میں، منیٰ میں، عرفات میں، مدینہ طیبہ میں غرض سب جگہ کام کرتی ہے جس کی بدولت بہت سے لوگوں کا حج صحیح طور پرادا ہوتا ہے۔انگریزی ممالک میں مساجد کی تعمیر ہوئی۔قرآن پاک تراویح میں پڑھا جانے لگا۔مکاتب قائم ہوئے۔ چونکہ یہ جماعت کوئی منظّم جماعت نہیں بلکہ دین سیکھنے والے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کے لوگ ہیں۔ اس لئے بے عنوانیاں بھی ہوتی ہیں۔بعض جوش میں تقریر کرتے ہوئے اپنی حد سے بڑھ کر بھی باتیں کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں۔شکایات معلوم ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے،کبھی تقریر سے ہی بالکل روک دیا جاتا ہے۔[1] مقامی علماء اگر سرپرستی فرمائیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں تو اس جماعت کو قدردانی کرنی چاہیے۔ان مخلص علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا غلطی اور سخت غلطی ہے۔اس جماعت کو ان کی شفقت اور خیرخواہی کا تجربہ نہیں۔اس لئے اہل علم حضرات اگر ان کے حلقوں میں تھوڑی سی شرکت بطور نگرانی فرمالیں تو ان کی غلطی کی اصلاح بھی ہوجائے اور قلوب میں ہمدردی اور شفقت کا احساس بھی ہوجائے۔ بعد نماز جو شخص اپنی ضرورت کی خاطر جانا چاہتا ہے اس کو زبردستی روکنا بھی نہیں چاہیئے۔غالباً اس سے بھی آپ کو انکار نہ ہوگا کہ قلوب میں دین کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بکثرت ضرورت کا حیلہ کرکے بھی چلے جاتے ہیں۔اہل مدارس غیر حاضر طلباء، ناکام طلباء کا کھانا وظیفہ بند کردیتے ہیں، اور دوسری سزائیں بھی دیتے ہیں۔ یہ جماعت اس قسم کا کوئی کام نہیں کرسکتی بلکہ خوشامد کا طریقہ استعمال کرتی ہے۔تاہم خوشامد سے آگے بڑھ کر کسی

---

[1] ملاحظہ ہو چھ باتیں ص ۲۵، (مکتبہ تبلیغی کتاب گھر نئی دھلی)

کو مجبور کرنا غلط ہے[۱]۔ اس سے پرہیز لازم ہے، چہ جائیکہ اس پر نکیر کی جائے۔

(۲) اس جماعت کے اصول میں علم کی تحصیل بھی ہے[۲]۔ لیکن جس طرح مدارس میں کتابیں ہدایہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں، اس طرح یہاں تعلیم نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہدایہ، شرح وقایہ وغیرہ پڑھانے کے لئے پہلے کتنی کتابوں کا پڑھانا ضروری ہے۔ مدارس میں میزان سے جماعت پڑھنا شروع کرتی ہے شروح، حواشی، تراجم دیکھتی ہے، مطالعہ کرتی ہے، استاذ کی تقریر سنتی ہے۔ پھر ہدایہ وغیرہ میں کیا پوری جماعت ایسی ہوتی ہے کہ اس کی عبارت کو حل کرے، اور مسائل صحیح سمجھ جائے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر تبلیغی جماعت میں کوئی تین دن کے لئے نکلا، کوئی دس بیس چالیس دن کے لئے نکلا۔ نہ امیر ایک رہتا ہے نہ جماعت ایک رہتی ہے، ایسی حالت میں اگر مسائل کی کتابیں ان کو سنائی جائیں تو غلطی کا احتمال کس قدر غالب ہوگا۔ البتہ ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنی استعداد اور حالت کے مطابق ضرور دین کا علم حاصل کریں اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں، کوئی مسائل پوچھ کر، کوئی اہل علم کی صحبت میں جا کر، کوئی مطالعہ کتب سے، کوئی مدارس میں داخل ہو کر۔ جو شخص حاصل نہیں کرتا وہ کوتاہی کرتا ہے۔ اصول کا پابند نہیں۔ امام عالم اگر مسائل کی کتاب سنانا چاہیں تو ضرور سنائیں جماعت نہ روکے۔ البتہ باہمی مصالحت سے وقت متعین کرلیا جائے کہ فلاں وقت مسائل کی کتاب ہوگی۔

(۳) ایسی حدیث تو شاید کوئی نہ ہو جسکے موضوع ہونے پر اتفاق ہو ہاں یہ کہ بعض حدیثیں ضعیف ہیں اور ایسی بھی ہیں کہ بعض محدثین نے ان کو موضوع کہا ہے اس کو مصنف

---

[۱] لا اکراہ فی الدین. الآیۃ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۶/.

ترجمہ:- دین میں زبردستی نہیں ہے (از بیان القرآن)

[۲] ملاحظہ ہو: چھ باتیں ص ۲۵ (مکتبہ تبلیغی کتاب گھر نئی دھلی) ملاحظہ ہو: آداب المبلغین ص ۶ (مطبوعہ مرادآباد)

مدظلہٗ نے بیان بھی کردیا۔ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا بیان کرنا تدریب الراوی[1] وغیرہ کتب میں جائز لکھا ہے۔ آخر ابن ماجہ کے متعلق آپ کیا کہیں گے جس کی نصف سے زائد احادیث کو ابن جوزیؒ نے موضوع قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ داخل درس ہے بلکہ صحاح ستہ میں شمار ہے اور مصنف قدس سرہٗ نے کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ بلانکیر اس کا درس دیا جاتا ہے۔

(ب) مصنف مدظلہٗ نے تو بہت احتیاط سے کام لیا کہ جس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع قرار دیا ہے اس کو واضح کردیا[2] اگر وہ حدیث بالاتفاق موضوع ہوتی تو ہرگز اس کو لکھ کر اس سے استدلال نہ کرتے اب رہ گیا عوام کا حال تو ان کے لئے حدیث کی قوت و ضعف کا بیان کرنا ہی کچھ مفید نہیں۔ اس لئے ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ اہل علم حضرات کے لئے عربی عبارت میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ

کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں

سوال:- ہمارے مقام کے کچھ احباب موجودہ تبلیغی کام پر جس کی سرپرستی مولانا

---

[1] قالوا اذا روينا فى الحلال والحرام شددنا وأذا روينا فى الفضائل تساهلنا الخ تدريب الراوى ص ۲۹۸/ ج ۱/ قبيل النوع الثالث والعشرون صفة من تقبل روايته، مطبوعه العلمية المدينة. ان الحديث الضعيف معتبر فى فضائل الاعمال الخ مقدمه شيخ عبدالحق على المشكوٰة ص ٦، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

[2] اما ما أورده ابن الجوزى فى الموضوعات من احاديث ابن ماجه فنحو اربع وثلاثين حديثاً الخ، ماتمس اليه الحاجة لمن يطالع، سنن ابن ماجه ص ۳۸/ ما اورده ابن الجوز فى الموضوعات من احاديث ابن ماجه، مطبوعه اشرفى ديوبند،

الیاس صاحب فرماتے ہیں اعتراض کرتے ہیں مسجد میں ایک اشتہار لگایا گیا ہے کہ دیوبند کے چند علماء جن کے کچھ نام بھی لکھے گئے ہیں اس کام کو غلط سمجھتے ہیں اور یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے میں تو بالکل مطمئن ہوں کہ یہ ان حضرات کا اعتراض بالکل غلط ہے اور اشتہار بھی غلط ہے۔ پھر بھی اس بات کی یہاں ضرورت ہے کہ اس کی تصدیق ہو جائے براہ کرم تبلیغی کام کے تعلق سے علماء دیوبند کا کیا خیال ہے معلوم فرمائیے تاکہ سند رہے یہ اشتہار بریلوی عقائد کے اشخاص میں سے ایک شخص کی طرف سے لگایا گیا ہے۔ جوابات اسی کاغذ پر ہوں تو بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء دیوبند تبلیغی جماعت میں برابر شرکت کرتے رہتے ہیں دیوبند میں مدرسہ میں بھی یہ جماعت کام کرتی ہے، اور یہاں سے مرکز نظام الدین دہلی جماعتیں جاتی رہتی ہیں بریلوی تو اپنے سوا سب ہی کو کافر کہتے ہیں[1] اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۱۴ھ

تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں؟

سوال:- ہم لوگ ہندوستان سے بہت دور ساؤتھ افریقہ کے ایک مُلک سُرِ یتام میں رہتے ہیں ہمارے یہاں ۱۹۵۰ء سے پاکستان وغیرہ سے بریلوی حضرات آتے رہتے تھے۔ ۱۹۶۸ء کے بعد سے تبلیغی جماعت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ہمارے قریب ملک باربادوس سے پھر لندن اور افریقہ سے جماعتیں آتی رہیں۔ اس کے بعد گذشتہ سال امریکہ کے اجتماع

---

[1] حسام الحرمین ص ۱۱۳، پر بریلویوں کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے یہ طائفے سب کے سب کافر اور مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں بحوالہ تکفیری افسانے ص ۴۶، ۴۷، مطبوعہ نورانی فیض آباد،

سے پہلے ہندوستان میں سورت اور بمبئی سے وہاں کے سات حضرات جماعت میں آئے تھے، کافی ووافی کام کیا تھا جس سے ہم لوگ متأثر ہوکر اجتماع میں شریک ہوئے تھے اور ہمارا پورا یقین ہے۔ لیکن پاکستان سے بریلوی اشرف القادری آکے یہاں رہتا ہے جس کے پاس ایک بڑی مسجد اور بڑی جماعت ہے۔ وہی زیادہ شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مولوی الیاس وہابی ہے۔ وہابی مدرسہ کا پڑھا ہوا ہے، وہابی کا شاگرد ہے، وہابی عقیدہ پھیلاتا ہے اور مولانا اشرف علی کی تعلیم کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہے۔ ایسا ایک پرچہ بمبئی سے منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا ہے اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ سب دیوبندی اور تبلیغی جماعت والے وہابی اور کافر ہیں، لہٰذا زبردستی مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا اسماعیل دہلوی وغیرہ کو کافر کہلواتا ہے اور مجھ کو کہتا ہے کہ تم لوگ تبلیغی جماعت والوں کا ساتھ چھوڑ دو، ان کو مسجدوں میں گھسنے نہ دو، لات مار کے نکالو، یہ لوگ پہلے پہلے نماز کلمہ کی دعوت دیتے ہیں پھر اپنا رسوخ ہونے کے بعد اپنا وہابی عقیدہ ظاہر کریں گے۔

لہٰذا مفتی صاحب آپ تفصیل سے نقل شدہ پرچہ کا جواب دیں تاکہ ہم دوسرے حضرات کو دکھا سکیں اور مفتیان کرام کے دستخط اور مدرسہ کی مہر کے ساتھ جواب جلدی سے روانہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت والے چاہے پُرانے ہوں یا نئے ہوں یا عالم ہوں یا عامی ہوں۔ اسی طرح سے دیوبند سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہم اللہ سے عقیدت اور تعلق والے (ان کے شاگرد، مرید اور معتقد) لاکھوں موجود ہیں جنھوں نے ہزاروں دینی مدارس قائم کئے جن میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور تبلیغی

جماعت تو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں دینی کام کر رہی ہے۔ اس کام کی برکت سے فرائض زندہ ہو رہے ہیں، سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، مسلمانوں کی زندگی سنتِ رسول ﷺ کے مطابق درست ہو رہی ہیں، جو لوگ کبھی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوٰۃ دے رہے ہیں۔ جن کے ذمہ حج فرض تھا اور ان کو حج کرنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا وہ حج کر رہے ہیں، بے نمازی نماز کے پابند ہو رہے ہیں، غلط رسوم میں جو لوگ مبتلا تھے وہ ان کو چھوڑ رہے ہیں، بدعات سے توبہ کر رہے ہیں، پکے پکے پُرانے بدعتیوں اور بریلویوں کے عزیز بھی تبلیغی جماعت میں آ رہے اس عملی انقلاب کو دیکھ دیکھ کر بریلوی رہنما پریشان ہیں ان کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بے نمازیوں کو مسجد میں لائیں جس کی تاکید قرآن[1] وحدیث[2] سے ثابت ہے اور جس کے لئے اللہ پاک نے ایک لاکھ[3] سے زیادہ پیغمبر بھیجے اور حضور ﷺ اور انکے صحابہ کرام اور امت کے اکابر نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ ہاں ان بریلویوں کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ نماز کے لئے مسلمانوں کو مسجد میں بلانے والوں کو گالیاں دے کر کافر بنا کر سیدھے سادے[4] مسلمانوں کو ان سے دور رکھیں تاکہ وہ اصل دین سے بے خبر رہیں اور بریلویوں کے معتقد بنے رہیں اور نذرانہ

---

[1] وَأْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا الآية (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۲)

ترجمہ:- اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے (از بیان القرآن)

[2] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ عَنِّ النَّبِی صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوة يَوْماً فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْراً وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُوْراً وَلَا بُرْهَاناً وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ .مشكوٰة شريف ص ۵۹ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الصلوٰة.

[3] سئل عن عدد الانبياء فقال مائة الف واربعة وعشرون الفاً الخ شرح فقه اكبر ص ۶۸/ عدد الانبياء ،مطبوعه رحيميه ديوبند.

[4] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذَالِکَ، مشكوٰة شريف ص ۴۱۱، باب الغيبة والشتم (طبع ياسر نديم ديوبند)

ان سے لیتے رہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس وقت سب کچھ سامنے آجائے گا اور اپنے اعمال وعقائد کی حقیقت کھل جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ

کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے

سوال:- مسلک دیوبند سے وابستہ ایک عالم نے ابھی حال میں ایک رسالہ تحریر کیا جس کا نام ہے ''مروجہ تبلیغی جماعت'' کتاب ملنے کا پتہ مدرسہ فاروقیہ اتراؤں ضلع الہ آباد۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت منجملہ فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے اس میں شرکت بدعت وگمراہی ہے ان عالم صاحب کا کہنا یہ ہے کہ مروجہ تبلیغی جماعت اپنی موجودہ ہیئت کذائیہ مثلاً چلہ دعا بالجہر بیداری شب جمعہ وغیرہ وغیرہ بدعت ہے اس کا قرآن وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے تو کیا حضرات علماء حق کا اس میں شریک ہونا اعانت کرنا حرام ہے۔ بعض حضرات کا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ خود ایک زبردست فتنہ ہے اس سے عوام میں گمراہی کے شیوع کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس رسالہ کے مصنف کے شیخ حضرت مولانا وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مروجہ تبلیغی جماعت'' اور اس کے کام کو پسند فرمایا اور تائید کی ہے[1] نیز مصنف رسالہ کے استاد ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخیر حیات تک تائید فرماتے رہے[2] نیز دیگر اکابر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ رحمہ

---

[1] (چشمۂ آفتاب ص ۱۳ / مرتبہ قمر الدین مظاہری ،مکتبہ نظام کانپور)

[2] (چشمۂ آفتاب ص ۱۵ / مرتبہ قمر الدین مظاہری ،مکتبہ نظام کانپور)

اللہ علیہم نے تائید فرمائی ہے[1] ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' اس میں اکابر مرحومین اور موجودین کی تحریرات ایک صاحب نے شائع کردی ہیں اصل یہ ہے کہ قریب سے کام میں حصہ لے کر دیکھا جائے تو صحیح رائے قائم کی جائے اور جو اشکالات لکھے ہیں وہ خود ہی حل ہوجائیں میرے خیال میں اس کا جواب لکھنے کی ضرورت نہیں کہ قلمی لڑائی کا دروازہ کھلتا ہے جس کو اشکال ہو وہ حل کرے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعتراضات کے جوابات شائع کردیئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانویؒ کے خلاف ہے

سوال: ۔تبلیغی جماعت جو دہلی سے نکلتی ہے وہ حضرت تھانویؒ کے بالکل خلاف ہے ان کی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں ہے نہ حق اللہ کا خیال نہ حق العباد کا نہ قرضہ سے نفرت نہ بزرگوں سے عبرت نہ مسائل سے محبت یہ کیا دین ہے جب حضرت تھانویؒ نے مکمل کر دکھایا تو ان کا طریقہ کیوں نہ اپنایا اس جماعت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دہلی نظام الدین کی تبلیغی جماعت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نور اللہ مرقدہٗ کے مخالف ہے بالکل غلط ہے۔ میں نے جماعت کے اکابر کے پاس حضرت تھانوی کی کتابیں دیکھی ہیں جو ان کے مطالعہ میں رہتی ہیں۔ بدعتیوں کا تو بڑا اعتراض ہی اس جماعت پر یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی جماعت

---

[1] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۱۴۴ مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی۔

ہے اور انکے بیان کئے ہوئے مسائل پھیلاتی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک ملفوظ ہیکہ میری تمنا یہ ہے کہ علوم حضرت تھانویؒ کے ہوں اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو[1] لہٰذا یہ جماعت تو ان کے علوم کو سب دنیا میں ہدایت کیلئے پھیلانے والی ہے۔ حق اللہ اور حق العباد کی فکر سب کو ضروری ہے جو شخص اسمیں کوتاہی کرتا ہے اسکو اپنی اصلاح ضروری ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۴ھ

تبلیغی جماعت کا تعلق اساتذۂ دارالعلوم دیوبند سے اور مظاہر علوم سے

سوال:- (۱) تبلیغی جماعت جس کا مرکز بستی نظام الدین دہلی ہے۔ از رُوئے شرع شریف کیسی ہے؟

(۲) دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا علماء دیوبند بھی اس کے خلاف ہیں؟

(۳) کیا متذکرہ بالا تبلیغی جماعت اصول اسلام وقوانین تبلیغ کے خلاف کام کر رہی ہے؟

(۴) کیا مندرجہ بالا تبلیغی جماعت دیوبندی مسلک اور حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ

---

[1] ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحب ص ۵۷.

[2] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ کَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ اَلْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّایَکُوْنَ دِیْنَارٌوَلَادِرْهَمٌ الخ بخاری شریف ص ۳۳۱ ج ۱ حدیث (۲۳۸۵) کتاب المظالم، باب من کانت مظلمة عند الرجل الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس اس کے بھائی کا کوئی حق ہو اسکی عزت یا اور کسی چیز سے متعلق وہ اسکو آج حلال کرالے (معافی وغیرہ چاہ لے) اس سے پہلے پہلے کہ اسکے پاس نہ دینار ہوگا نہ درہم۔

ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علماء حق کے مسلک کے خلاف ہے؟

(۵) یہاں پر عوام الناس میں مشہور ہو رہا ہے کہ ذیل کے علماء دیوبند (۱) مولانا فخر الحسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند (۲) مولانا عبدالاحد صاحب محدث دار العلوم دیوبند (۳) مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند (۴) مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری استاذ دار العلوم دیوبند (۵) مولانا ابوالکلام صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند (۶) مولانا عبدالرحیم صاحب اور (۸) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی اور دیگر علماء دیوبند نے اس تبلیغی جماعت کے خلاف اپنی اپنی رائے دی ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس جماعت کے اصول شریعت کے مطابق اور بہت اہم ہیں۔ ''چھ باتیں'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں، ان پر عمل کرنے سے اعتقادی، اخلاقی، عملی اصلاح ہوتی ہے[۱]۔

(۲) اس جماعت کے پہلے بزرگ اور بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تھے جو کہ دیوبند کے پڑھے ہوئے اور حضرت شیخ الہندؒ کے بہت قابلِ اعتماد شاگرد تھے[۲]۔ دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ اہتمام سے تبلیغی اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں۔ سہارن پور کے اجتماع میں ان چھ نمبروں پر ہی تقریر فرمائی اور ہر نمبر کو قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت کر کے فرمایا کہ اس دور میں یہ طریقہ نہایت جامع ہے، ہمہ گیر ہے، انتہائی مفید ہے۔ متعدد تقریریں ان کی طبع بھی ہو چکی ہیں۔ دہلی نظام الدین خط لکھ کر خود بھی اجتماعات میں شرکت کی خواہش کی، اور دار العلوم میں جماعتیں بھیجنے کی فرمائش کی۔ اب بھی جماعتیں آتی ہیں۔ آج

---

[۱] ملاحظہ ہو چھ باتیں (مطبوعہ نئی دھلی)

[۲] حضرت مولانا الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت مولفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ص ۴۹،

بھی ایک جماعت آئی اوراس نے ایک مسجد میں قیام کیا۔خبر ملنے پراس جماعت کودارالعلوم کے مہمان خانہ میں بلاکرقیام کرایااورتمام طلبہ میں اس جماعت نے کام کیا۔ بقرعید کی تعطیل میں یہاں سے طلبہ کی جماعت نکلنے کاانتظام کیا جارہاہے حضرت مولانافخرالحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبندبھی شرکت فرمارہے ہیں مستقل سفرکرکے مدراس کے اجتماع میں بھی تشریف لے گئے تھے۔حضرت مولانامحمدالیاس صاحبؒ کے ہمراہ بارہامیوات وغیرہ کے علاقہ میں تشریف لے گئے،حضرت مولانا عبدالاحدصاحب مدظلہٗ اس جماعت سے محبت کرتے ہیں اور جماعت کواپنے مکان پرلے جاکردعوت کااہتمام فرماتے ہیں،حضرت مولانا ارشاد صاحب نے مستقل جماعت کی مدافعت کیلئے مناظرہ کئے اوربارہااس مقصدکیلئے طویل طویل سفرکیا۔سہ ماہی،ششماہی،سالانہ امتحان کے موقع پریہاں طلبہ کوجمع کرکے باہرنکلنے پرآمادہ کیاجاتاہےاوراجتماع کے موقع پرعامۃً حضرت مولانا انظرشاہ صاحب تقریرفرماتے ہیں اور ترغیب دیتے ہیں۔

مدرسہ مظاہرعلوم توپورے طورپرہمیشہ ہی اس جماعت کی نصرت کے لئے اپنے آدمی بھیجتا اورسعی کرتارہتاہے۔مولانا محمدیعقوب صاحب مدرس مظاہرعلوم بھی اجتماعات میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔مولانا عبدالرحیم صاحب نہ دارالعلوم کے مدرس ہیں نہ مظاہرعلوم کے۔ممکن ہے کہ اس نام کے کوئی صاحب مخالف جماعت ہوں۔مگران کی مخالفت کی وجہ سے نہ یہ کہناصحیح ہے کہ علماءدارالعلوم دیوبنداس جماعت کے مخالف ہیں،نہ یہ کہناصحیح ہے کہ علماء مظاہرعلوم سہارنپوراس کے مخالف ہیں، بلکہ یہ کہاجائے گا کہ مولانا صاحب موصوف خودہی علماءدارالعلوم دیوبندومظاہرعلوم کی رائے سے اختلاف یامخالفت رکھتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے کچھ تنبیہ کی ہوجس سے ان کومخالف تصورکیاگیاہو[1]

---

[1] ملاحظہ ہوحضرت مولانا الیاسؒ اوران کی دینی دعوت ص۱۴۳ تا۱۷۷/ طبع ادارہ اشاعت دینیات نظام الدین دھلی، وانوارھدایت ص ۳۸۰، الخ باب تبلیغی جدوجھد میں اکابر علماء کی شرکت،

(۳) اس کا جواب (۱) و (۲) سے واضح ہے۔

(۴) جو کام قرآن وحدیث کے موافق ہو ان حضرات کے مسلک کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ اکابر قرآن وحدیث سے جداگانہ کوئی مسلک نہیں رکھتے تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے متبع تھے۔

(۵) اس کا جواب اوپر آ گیا۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ کی تقریر مطبوعہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' اور ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات'' مطالعہ فرمائیں۔ کوئی ایک فرد یا چند افراد کوئی غلطی اور کوتاہی کریں اور اس پر اہلِ علم حضرات تنبیہ فرمائیں تو یہ اصلاح کے لئے ہے اور اس کی ہمیشہ ہر جگہ ضرورت رہتی ہے، کیونکہ کوتاہی سے کوئی خالی نہیں۔ ہر جماعت اور ہر ادارہ میں ہوتی ہے اور اکابر اصلاح وتنبیہ فرماتے رہتے ہیں اس کو مخالفت سمجھنا اور کہنا قصور فہم ہے یا عناد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۲ھ

تبلیغی جماعت کے متعلق اہلِ بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ

سوال:- چند دن پہلے ملک وہشتام سائیگون شہر میں ہندوستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی اور چند دن یہاں قیام کر کے تبلیغ واشاعتِ دین کا اہم فریضہ انجام دیتی رہی۔ کچھ دن بعد یہ جماعت یہاں سے چلی گئی۔ اس کے بعد شہر کی جامع مسجد کے امام وخطیب نے لوگوں میں یہ بات پھیلانا شروع کردی کہ تبلیغ والے وہابی ہیں، اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ اس سے اہل شہر میں ایک قسم کا اضطراب اور بے چینی پھیل گئی ہے اور امام صاحب

نے سیلون سے چند پمفلٹ منگوا کر لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا جس میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یہ تاثر پیش کیا گیا ہے کہ یہ لوگ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اہلِ سنت کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں پر ان تمام واقعات نے بہت برا اثر پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا مدلل جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

نیز مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں، ان کی کتابوں میں بہت سی غلط باتیں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ علمائے کرام کی حقانیت کے بارے میں مدلل جواب دیں۔ اگر دارالعلوم دیوبند سے یا کسی اور جگہ سے تبلیغی جماعت اور ان اکابر کی براءت میں کتابیں شائع ہوئی ہوں تو اس کی نشاندہی فرمادیں۔ تاکہ ان پر یہ کتاب بطور حجت پیش کرسکیں۔

نیز ان حالات میں تبلیغی جماعت کا کام یہاں سائیگون میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حقانی علماء کرام کی ایک کانفرنس ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ہونا طے پائی ہے جس میں اس بارے میں مشورہ ہوگا۔ آپ براہِ کرم ممکن حد تک جواب جلد عنایت فرمادیں، تاکہ ہم اس کو جماعت کے سامنے پیش کرسکیں۔

مختصراً یہ کہ ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کے خلاف لوگ ایک محاذ بنا چکے ہیں جس سے آئندہ کے لئے رُکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ مدلل جواب عنایت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت کا مقصد دین برحق کی اشاعت ہے یعنی حضرت رسولِ مقبول سید عالم ﷺ کو اللہ رب العزت نے جو دین عطا فرمایا اور اس کے کامل فرمان کی بشارت اس

آیت شریفہ میں دی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ. الآیہ[1] اس دین کو دنیا کے تمام لوگوں کو پہونچا دیں اوران کو سکھا دیں۔ اس مقصد کے لئے حدیث شریف کی روشنی میں جو جو ہدایات ملتی ہیں ان کے تحت اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو جو صورتیں تبلیغ دین کی اختیار فرمائی ہیں ان کے تحت اپنے اپنے مکان سے نکلیں، جماعتیں بنا کر بستی بستی میں گشت کریں، اور اپنے بھائیوں کو انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ مسجد میں لائیں، دین کی اہمیت سمجھائیں، حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے حقوق بتائیں اور یہ ذہن نشین کرائیں کہ نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی کو حضرت رسولِ مقبول ﷺ کی سنت اور ہدایات کے موافق بنایا جائے، کوئی کام خلافِ سنت نہ کیا جائے۔ جس قدر اس میں پختگی حاصل ہوگی اسی قدر دُنیا میں بھی فتنوں سے حفاظت رہے گی اور آخرت میں بھی حضرت فخر عالم ﷺ کا قرب نصیب ہوگا۔ جس قدر سنت سے بعد ہوگا اسی قدر دُنیا میں بھی فتنے بڑھیں گے اور آخرت میں بھی دوری رہے گی اس کے اصول ایسے مضبوط اور پختہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام ''چھ باتیں''[2] ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ اس جماعت کا کام صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ بے شمار آدمیوں کا حج اس کی وجہ سے سنت کے موافق ادا ہو رہا ہے۔ ہر جہاز میں جماعت کے آدمی کام کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً، منیٰ، عرفات، بندرگاہ سب جگہ کام کرنے والے موجود ہیں۔ انگریزی ممالک لندن، امریکہ وغیرہ میں بھی بحمد اللہ تعالیٰ کام ہو رہا ہے۔ کروڑوں آدمی اس جماعت کی کوشش کی بدولت نمازی ہوگئے، روزہ رکھنے لگے، حرام کمائی سے تائب ہوگئے،

---

[1] سورۃ المائدہ آیت ۳،

ترجمہ:- آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ (از بیان القرآن)

[2] مصنفہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ علیہ بلند شہر،

شراب پینے سے، زنا کرنے سے توبہ کر چکے، زکوٰۃ ادا کرنے لگے۔ جہاں دینی مدارس نہیں تھے وہاں دینی مدارس کھل گئے، عام دینی بیداری پیدا ہوگئی۔ اس جماعت کا عمومی کام زبانی ہے، تحریری لٹریچر زیادہ نہیں۔ ایک چلہ ساتھ رہ کر اصول کی پابندی سے آدمی کام کرے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کے حالات میں کافی تغیر ہوگا اور سنت نبوی ﷺ کی رغبت اور محبت میں اضافہ ہوگا۔ بدعات اور معاصی سے نفرت ہوگی۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور خطوط اور حالات بھی کسی حد تک شائع ہو چکے ہیں، ان کے پڑھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ و مع الرسول ﷺ میں ترقی ہوتی ہے مخالفین ان سب چیزوں کو برداشت نہیں کر پاتے تو مخالفت کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور صراطِ مستقیم پر چلائے۔ افسوس کہ وہ مخالفت کی وجہ سے بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مختصر رسالہ ''غلط فہمیوں کا ازالہ'' ہے جس میں اکابر دیوبند کی پوری عبارتیں نقل کرنے کے بعد ان پر جو اعتراضات کر کے قوم کو بدظن کیا جاتا ہے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اس کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ اس سے بڑی بھی یہ کتاب ہے جس کا نام ''الجُنۃ لاھل السنۃ''[1] ہے۔ اس میں تفصیل سے اعتراضات کو نقل کر کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۹۱ھ

---

[1] للشیخ محمد عبدالغنی خان پاکستان،

تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسن صاحبؒ کا اختلاف جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح

مکرمی محترمی جناب حضرت قبلہ مفتی صاحب..... مدظلہٗ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال:- واضح ہو کہ جناب کا تحریر کردہ ملفوف بنام جناب اشفاق الرحمٰن موصول ہوا، اور احقر نے بھی اس کا مطالعہ کیا بڑی مسرت ہوئی۔ مگر احقر کو کچھ اشکال تھا اس لئے یہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا۔ آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ تبلیغ والوں کا یہ کہنا بھی بجا اور درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے اور اس کی وجہ بھی جناب والا نے تحریر کی ہے اول تو وہ حضرات اس توجیہہ سے خالی ہیں بلکہ وہ حضرات اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں لیکن آپ نے حسن ظن رکھتے ہوئے توجیہہ فرمائی ہے۔ تو آپ ہی فرمائیں۔ کیا ادنیٰ مناسبت سے کلی پر حکم لگایا جاسکتا ہے، اگر زید گوشت آگ پر سینک کر کھائے اور کہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے تو آیا یہ درست ہوگا اگرچہ یہ ایک بعید مثال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عقیدہ کی غلطی اور دوسری عمل کی غلطی، میں سمجھتا ہوں عملی غلطی بہتر ہے عقیدہ کی غلطی سے یہ حضرات بے شک عملی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں۔ مگر اس میں عقیدہ کی غلطی ضرور پیدا ہو جاتی ہے جو زیادہ مضر ہے، اول یہ کہ مستحب کو فرض

سمجھتے ہیں، فضائل جہاد کو محمول کرتے ہیں فضائل تبلیغ پر۔ آپ کی توجیہہ سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ دیا جاسکتا ہے مگر وہ حضرات اس کو سنت مؤکدہ کا درجہ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ تارک تبلیغ کو مبغوض اور تارک سنت کہتے ہیں اگر یہ سنت ہے تو کیا تمام علماء کرام خود زیادہ گنہ گار ہیں اور کیا انہوں نے کتمانِ علم کیا اور قیامت میں جواب دہ ہوں گے احقر نے جمعہ ایڈیشن

میں پڑھا تھا کہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگ تبلیغ کے نام پر کچھ دین کا کام کر رہے ہیں مگر وہ تبلیغ نہیں۔ تحریف ہے اور حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے فرمایا (جو حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ہیں) نظام الدین کی موجودہ تبلیغ نہ قرآن وحدیث کے موافق اور نہ علماء حق اور حضرت مجدد الف ثانی کے مسلک کے مطابق بلکہ آگے فرماتے ہیں۔ بے انتہا اصولوں کے بعد جو کام حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے سامنے بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اب بے انتہا بے اصولیوں کے باوجود اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے نام کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم''

امید کہ جناب بلا رورعایت کے جواب قرآن وحدیث کے موافق عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ قل الحق ولو کان مُراً.

الجواب حامداً ومصلیاً

محترمی زید مجدکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے جس بے تکلفی سے اپنا اشکال تحریر فرمایا اس سے بہت مسرت ہوئی دین کے جس کام یا جس مسئلہ میں بھی شبہ پیدا ہو اس کو ضرور حل کر لینا چاہیئے۔ دل میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ اگر نفس الامر میں وہ مسئلہ غلط چل رہا ہے تو اصلاح کی جائے گی اگر اپنے سمجھنے میں غلطی ہے تو اس کی اصلاح ہو جائے گی یعنی غلط روی اور غلط فہمی دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے۔

احقر نے اس کام کو نبیوں والا کام قرار دینے کی جو توجیہہ کی ہے اس پر آپ کا اشکال ہے (گوشت آگ پر سینک کر کھانا بھی نبیوں والا کام ہے) اس کا جواب بغیر رورعایت کے یہ ہے کہ نبیوں نے دو قسم کے کام کئے ہیں ایک وہ جو طبعی بشری تقاضہ کے تحت ہیں، جیسے کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا، بیٹھنا، خریدنا، فروخت کرنا وغیرہ کہ چاہے وحی آئے یا نہ آئے نبی غیر نبی اپنی اپنی ضرورت کے موافق یہ سب کام کرتے ہیں ایسے کاموں کے متعلق تو نبیوں نے ان

کے طریقوں کی اصلاح کی ہے۔ مثلاً فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست ہے اور فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست نہیں، نیز کھانے پینے کا طریقہ یہ ہے۔ فلاں فلاں چیز کی خرید وفروخت درست ہے اور فلاں فلاں چیز کی خرید وفروخت درست نہیں، نیز خرید وفروخت کا طریقہ یہ ہے۔ ایسے کاموں کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی ان کاموں کے لئے بھیجے گئے ہیں کیونکہ یہ کام تو دنیا میں پہلے ہی سے ہو رہے ہیں اور سب لوگ کر رہے تھے خواہ نبی پر ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ ہاں نبیوں نے ایسے کاموں کے طرق وحدود کو متعین فرما دیا۔

دوسرے کام نبیوں نے وہ کئے جن کے لئے نبی اصالۃً مبعوث ہوئے۔ انکا خلاصہ اجمالی اور کلی طور پر یہی ہے کہ بندوں کو بندگی کی زندگی سکھائی جائے جس کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے یعنی کلمہ طیبہ اس کے الفاظ سکھائے جائیں، مطلب بتایا جائے مطالبہ سمجھایا جائے، مطالبہ میں نماز، ذکر، علم، اکرام مسلم، تصحیح نیت، تفریغ وقت سب چیزیں آ جائیں گی ان پر پابندی اصول کے ساتھ محنت کی جائے تو دین کا ہر ہر دروازہ کھلتا چلا جائے گا اور عملی مشق ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ پورے دین کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے گا اور جس قدر بھی دنیا میں یہ جماعتیں دین کو لے کر نکلیں گی ان کا دین پختہ ہوگا اور دوسروں تک دین کی اشاعت ہو کر کار نبوت پورا ہوگا درحقیقت اسی کام کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور یہی نبیوں والا کام ہے، باقی کام ضمناً وطبعاً عمل میں آئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس مقصد کی خود ہی وضاحت فرما دی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے۔ رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے، اور کلمہ، نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت، ہے''[1]

---

[1] ملاحظہ ہو ملفوظات مولانا الیاس صاحبؒ ص ۳۲، طبع اشاعت العلوم سہارنپور،

مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک طالب علم مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو کہا جائیگا اس کا مقصد تحصیل علم ہے، اگر چہ وہ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، سب ہی کام کرتا ہے مگر اس کا سفر اور مدرسہ میں قیام ان کاموں کے لئے نہیں یہ کام تو وہ پہلے بھی کرتا تھا اور ہر جگہ کرتا تھا اور جو لوگ مدرسہ میں داخل نہیں وہ بھی یہ کام کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا اصل کام جس کے لئے مدرسہ میں آیا ہے۔ پڑھنا ہے۔

تنبیہ :- اس مقصد عظیم (تبلیغ) نبیوں والے کام کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے اوصاف جلیلہ کی ضرورت ہے ورنہ اہلیت اور پست اوصاف کی وجہ سے یہ کام نظروں سے گر جائیگا۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جب اس کام کی ابتداء میوات کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے کی تو ان کو یہ ذہن نشین کرایا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو، اپنے اپنے مکانات پر رہتے ہوئے شب و روز کے مسائل، کھیتی، لڑائی، چوری اور دیگر جرائم کی وجہ سے نہ ذہنوں میں دین سیکھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے نہ اس کے اسباب موجود ہیں۔ لہٰذا وقت کو فارغ کر کے اپنے کھانے کے سامان لے کر چلّوں کے لئے نکلو۔ ایک چلّہ گذار کر واپسی پر ان میں اتنا تغیر ہو گیا کہ کسی کا ایک پارہ ہو گیا۔ کسی نے نماز سیکھ لی کسی کو استنجا وضو کا صحیح طریقہ آ گیا کسی کو ستر ڈھانکنے کا اہتمام ہو گیا، کسی کو مسجد میں داخل ہونے نکلنے اور دیگر اوقات کی کچھ دعائیں یاد ہو گئیں، کسی نے گالی دینا چھوڑ دیا، کسی نے شراب اور کسی نے دوسری برائیوں سے توبہ کر لی۔ الیٰ غیر ذٰلک.

پھر دوسرے چلّہ میں اور تغیر ہوا۔ غرض حسب استعداد وطلب دین سیکھتے گئے اور اصلاح ہوتی گئی اور کار نبوت انجام پاتا گیا۔ اس اعتبار سے یہ تمرین بھی ہے۔

اصول کی پابندی نہ کرنے اور اپنی حد سے بڑھ کر تقریر کرنے سے خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور بعضوں کے ذہن میں یہ بھی آ جاتا ہے کہ اصل کام تو ہمارا ہی ہے باقی دوسرے

طریقوں پر، مدارس، خانقاہوں، وعظ وتذکیر، تصنیف وغیرہ کے ذریعہ جو دینی کام کیا جاتا ہے اس کو وہ لوگ معمولی کام بلکہ نااہل تو حقیر کام سمجھنے لگتے ہیں، یہ ان کی غلطی اور فتنہ کی چیز ہے۔ اہل علم ودانش کو ان کی نگرانی اور اصلاح ضروری ہے ورنہ یہ فتنہ متعدی ہو جائے گا۔

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق اتنا عرض ہے۔ کہ یہ تبلیغ کے چھ نمبران کے ہی قلم سے لکھے گئے ہیں اور دیر تک وہ خود بھی اس کام کو بہت جدوجہد سے کرتے رہے انھوں نے ایک کتاب لکھی ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' اس پر اکابر کے دستخط کرائے اس میں بھی اس کام کو بہت سراہا اور اس پر لوگوں کو ابھارا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال کے بعد جو ان کی سوانح لکھی گئی اس پر مولانا نے مقدمہ لکھا اور اس کام کی تعریف لکھی۔ مولانا نے ''بندگی کی صراط مستقیم'' لکھی اور چھپنے سے پہلے مجھے بھی دکھلائی، پھر میرے دیکھنے کے بعد جب وہ چھپ کر آئی تو اس کے اخیر میں ''نہایت ضروری انتباہ'' کو لوگوں نے پڑھا اور میرے پاس خطوط آئے کہ میرے نزدیک کیا یہ تبلیغ ملت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے اور کیا یہ قرآن وحدیث اور طریقۂ سلف کے موافق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تب میں نے بھی ایک نسخہ منگا کر اس کو پڑھا اور حیرت میں پڑ گیا کہ یا اللہ اس خطرناک بات کو میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چالیس بیالیس سال کے بعد مولانا موصوف کی رائے بدل گئی ہو اور جس چیز کو انہوں نے مسلمانوں کے حق میں علاج تجویز کیا تھا اور اس پر قرآن کریم اور حدیث شریف اور عمل اسلاف سے قوی دلائل پیش کئے تھے اور اس کو وہ اپنے لئے بہت مایۂ ناز فخر تصور کرتے تھے آج وہ چیز تباہی وبربادی بن گئی ہو یا انھوں نے اپنی پہلی رائے کو غلط سمجھا ہو اور آج محسوس ہوا ہو کہ جس چیز کو علاج بنا کر پیش کیا تھا اور اس پر اکابر کی تصدیق بھی تھی وہ تباہی اور بربادی تھی اور جن آیات اور احادیث کو بطور دلیل پیش کیا تھا ان کے متعلق آج ان کو محسوس ہوا ہو کہ انکا مطلب وہ غلط سمجھتے تھے اور اب صحیح سمجھتے ہیں۔ غرض اللہ

ہی کے علم میں ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ تاہم میں نے ان کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ برائے خدا دو لفظ لکھکر مجھے دیدیجئے یا خود شائع کردیجئے کہ محمود کی رائے اصل کتاب کے بارے میں تو موافق ہے مگر ''نہایت ضروری انتباہ'' کے ذیل میں جو تبلیغی کام کو ملت کی تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ یہ مضمون محمود نے نہیں دیکھا بلکہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے اس کی رائے اس سے متفق نہیں، مگر مولانا اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے کئی بار خط لکھا، مگر مولانا نے درخواست منظور نہیں فرمائی اور آخیر میں میں نے اپنا وہ خط شائع کردیا جو ان کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں قدرے تفصیل بھی تھی۔

ادھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کی خدمت میں مدرسہ کے مبلغ مولانا ارشاد احمد صاحب کو بھیجا کہ اس غلط نسبت سے عوام میں غلط فہمی پھیلے گی۔ میری طرف اس کی نسبت نہیں ہونی چاہیے۔ مگر مولانا احتشام الحسن صاحب نے اس غلط فہمی کے زائل کرنے کے لئے کوئی تحریر شائع نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس وقت جہاں جہاں وہ کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم'' پہونچی اور خوب پہونچی اس کی وجہ سے بہت فتنے پیدا ہوئے بعض جگہ کشیدگی کی نوبت بھی آئی۔ مولانا کے پاس بھی ان کے قدیم احباب متعارفین مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا جمیل احمد حیدرآبادی، مولانا عامر انصاری وغیرہ کے خطوط آئے۔ حتیٰ کہ حجاز مقدس سے مولانا کے خاندانی عزیز مولانا سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کے پاس سے تو بہت سخت قسم کا خط آیا جس نے مولانا کے نفسیات کو بہت کھول کر رکھدیا (وہ خاندانی عزیز اور بے تکلف ہیں ان کو حق ہوگا) سب نے ہی مولانا کی اس تحریر کو نامناسب، مضر، غلط قرار دیا اور مشورہ دیا کہ آپ اس سے رجوع کرلیں، میں نے اپنا خط شائع کرنے کے لئے کانپور بھیجا وہاں اس کے ساتھ چند اکابر کے خطوط بھی شائع کردیئے گئے جس سے تبلیغ کے متعلق ان کا نظریہ معلوم ہوتا ہے اور ان سب کو ایک رسالہ کتابچہ

کی شکل میں دے کر ایک پیش لفظ بھی ناشر نے لکھدیا اوران میں مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق بعض ایسے لفظ بھی آ گئے جن سے مجھے دُکھ ہوا میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف ایسے گرے پڑے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ان کی رائے اگر بدل گئی اور مجھے اس سے اتفاق نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے یا ان کا احترام نہ کیا جائے۔وہ کتابچہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال ہے آئندہ بھی جو اصلاحی مشورہ دیں گے شکر گذار ہوں گا۔

ہاں ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ فضائل جہاد کی حدیثوں کو تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے تو یہ بات صحیح ہے اوراس کی وجہ جو عام فہم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک تو ہے خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا عامۃً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے۔اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت اعلیٰ ہیں۔دوسری چیز ہے خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا اگر چہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے۔قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری[1] شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امور دین کا علم حاصل کرنا (پڑھنا) تعلیم دین (پڑھانا) امر بالمعروف نہی عن المنکر سب جہاد ہے۔اسی طرح دینی کتابیں تصنیف

---

[1] والجهاد بكسر الجيم اصله لغة المشقة يقال جهدت جهاداً بلغت المشقة وشرعاً بذل الجهد فى قتال الكفار ويطلق ايضا على مجاهدة النفس والشيطان والفساق فامامجاهدة النفس فعلى تعلم امور الدين ثم على العمل بهاثم على تعليمهاالخ (فتح البارى ص۷۷ ج/۶/ اول كتاب الجهاد والسير، مكتبه نزار المصطفىٰ البازمكه مكرمه، مسلم مع شرحه للنووى ص ۱۳۴/ ج۲/ باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله، مطبوعه رشيديه دهلى،

ليس الجهاد فى الآية قتال الكفارفقط بل هونصرالدين والردعلى المبطلين وقمع الظالمين وعظمه الامربالمعروف والنهى عن المنكرومنه مجاهدة النفوس فى طاعة الله وهو الجهاد الاكبر الخ، الجامع لاحكام القرآن ص ۳۳۶ ج۷، سوره عنكبوت تحت آيت ۶۹، مطبوعه دارالفكر بيروت،

کرنا۔ مسائل بتانا مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، ان سے مناظرہ کرنا بھی سب جہاد ہے حتیٰ کہ امام نوویؒ نے غالباً تیرہ قسمیں[۱] جہاد کی لکھی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِالْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ[۲] اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم یا گیا ہے مگر منافقین سے جہاد بالسیف کی نوبت نہیں آئی۔[۳] دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا[۴] الآیہ یہاں بھی قتال بالسیف مراد نہیں[۵] نیز خروج فی سبیل اللہ[۶] کا لفظ بھی

---

۱ الجهاد له اربع مراتب (۱) جهاد النفس (۲) جهاد الشيطان (۳) وجهادالكفار (۴) وجهاد المنافقين وجهادالنفس اربع مراتب ايضاً واماجهاد الشيطان فمرتبتان واما جهاد الكفار والمنافقين فاربع مراتب بالقلب واللسان والمال والنفس واما جهاد ارباب الظلم والبدع والمنكرات فثلاث مراتب فهذه ثلاثة عشر مرتبة من الجهاد (ملخصاً زادالمعاد ص ۹ ج۳، فصل فی هديه صلى الله عليه وسلم فی الجهاد، طبع مؤ سة الرسالة بيروت، شروح البخاری للنووی وغيره ص ۱۹۹، ۲۰۰، فتح الباری ص۷۷ ج۶، كتاب الجهاد، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه،

۲ سورۂ توبہ آیت ۷۳،

ترجمہ:- اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے۔ (بیان القرآن)

۳ قال ابن عباس فی تفسيرهذاالاٰية امره اللّٰه تعالىٰ بجهاد الكفاربالسيف والمنافقين باللسان واذهاب الرفق عنهم الخ (تفسير ابن كثير ص ۳۷۱ ج۲) سوره توبه تحت آيت ۷۳، مكتبه نزارمصطفى الباز مكه مكرمه،

۴ سورۂ عنکبوت آیت ۶۹،

ترجمہ:- اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنا راستہ ضرور دکھادیں گے (بیان القرآن)

۵ والذين جاهدوافينااى جاهدوا الكفارفينا اى فی طلب مرضاتناوقال السدی وغيره ان هذه الايه نزلت قبل فرض القتال قال ابن عطية فهی قبل الجهاد العرفی وانما هوجهادعام فی دين الله وطلب مرضاته الخ الجامع لاحكام القرآن ص ۳۳۶ ج۷ سوره عنكبوت آيت ۶۹ مطبوعه دارالفكر بيروت

۶ **ترجمہ**:- اللہ کے راستہ میں نکلنا۔

قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص نہیں حضرت امام بخاری نے کتاب الجہاد[1] ص ۳۹۴ میں حدیث نقل کی ہے۔ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ الخ[2] اور اسی مضمون کی حدیث کتاب الجمعہ[3] میں بیان کی ہے مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ اھ[4] اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کو قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرے غور کیا جائے کہ قتال سے مقصود اصلی خوں ریزی نہیں بلکہ دین کا فروغ مقصود ہے اور قتال بالسیف کی وہاں نوبت پیش آتی ہے جہاں دین کے فروغ میں ایسی رکاوٹ پیش آجائے۔ جو بغیر قتال بالسیف کے دور نہ ہو سکے اسی لئے ابتداء دین کی دعوت دیجائے اگر وہ قبول ہو جائے تو سیف کی ضرورت نہیں اگر دعوت قبول نہ ہو تو پھر جزیہ کا حکم ہے اگر اس کو منظور کر لیا جائے تب بھی سیف کی ضرورت نہیں ورنہ مجبوراً اتنی مقدار میں سیف کی ضرورت ہے[5] کہ رکاوٹ دور ہو اور اصل مقصود (فروغ دین) حاصل ہو جائے۔ جو اجرو

---

[1] بخاری شریف ص ۳۹۴ ج ۱، حدیث ۲۷۲۷، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[2] **ترجمہ**:- کسی بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود نہیں ہوئے کہ پھر آگ اس کو چھو سکے۔

[3] بخاری شریف ص ۱۲۴، حدیث ۸۹۷، باب المشی الی الجمعة، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[4] **ترجمہ**:- جس بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ نے اسکو آگ پر حرام فرما دیا،

[5] عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا اَمَّرَ اَمِیْراً عَلٰی جَیْشٍ اَوْ سَرِیَّةً اَوْصَاہُ فِیْ خَاصَّتِہٖ بِتَقْوَی اللّٰہِ إِلٰی قَوْلِہٖ وَإِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّکَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُھُمْ إِلٰی ثَلٰثِ خِصَالٍ فَاَیَّتَھُنَّ مَا اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ إِلَی الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ فَاِنْ ھُمْ اَبَوْا فَسَلْھُمُ الْجِزْیَةَ فَاِنْ ھُمْ اَجَابُوْکَ فَاقْبَلْ مِنْھُمْ وَکُفَّ عَنْھُمْ فَاِنْ ھُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَقَاتِلْھُمْ الخ، مسلم شریف ص ۸۲ ج ۲، نووی علی مسلم ص ۸۲ ج ۲، باب تامیر الإمام الأمراء علی البعوث (مکتبه رشیدیه دهلی) شامی کراچی ص ۱۲۸ / ج ۴ / کتاب الجهاد. (اس حدیث کا ترجمہ اگلے صفحہ پر)

ثواب وسیلہ پر ہے[1] اس سے زیادہ اجر وثواب اصل مقصود پر ہونا بالکل ظاہر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

تبلیغی جماعت کے متعلق

سیدی ومولائی حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہٗ کا مکتوب گرامی، مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کے نام

مکرم ومحترم ..... زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ باعث تحریر آنکہ آپ کا رسالہ ''بندگی کی صراط

(بقیہ اگلے صفحہ پر) **ترجمہ**:- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر پر کسی کو امیر بناتے تو اس کو تقویٰ کی خاص وصیت فرماتے اور فرماتے کہ جب دشمن مشرکین سے تمہارا سابقہ پڑے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دو جس کو بھی وہ مان لیں تم منظور کرلو اور لڑائی سے باز آجاو۔ اسلام کی دعوت دو اگر مان لیں تو منظور کر کے ان سے الگ ہو جاؤ اگر انکار کریں تو جزیہ کا مطالبہ کرو اگر مان لیں؟ تو منظور کرلو اور ان سے ہاتھ اٹھالو اگر اس کا بھی انکار کریں تو خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے ان سے قتال کرو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الجهاد وسيلة الى اعلان الدين ونشره واخماد الكفر ودحضه الخ (فتح الباری ص ۸۰ ج ۶ باب فضل الجهاد والسير، مطبوعه نزار مصطفى البازمكه مكرمه، ولاترددفى ان المواظبة على اداء فرائض الصلوٰة فى اوقاتها افضل من الجهاد ولانها فرض عين وتتكرر ولان الجهاد ليس الا للايمان واقامة الصلوة فكان حسنا لغيره والصلوة حسنة لعينها وهى المقصود منه (الشامى نعمانيه ص ۲۱۷ ج ۳، مطبوعه زكريا ص ۱۹۵ ج ۶، كتاب الجهاد، مطلب فى فضل الجهاد)

بحیثیت مجموعی نافع سمجھا تھا، اختتامی دستخط کے بعد جہاں تک میں نے دیکھا تھا۔اب بطور ضمیمہ بعنوان ''نہایت ضروری انتباہ'' اضافہ کر کے اس کو شائع کیا گیا ہے۔اس میں میرا نام بطور گواہ تصدیق پیش کیا گیا ہے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ مجھے اس ضمیمہ سے بھی اتفاق ہے۔ حالانکہ نہ میں نے اس کو دیکھا تھا نہ اس وقت تک اس کو لکھا گیا تھا نہ مجھے اس سے اتفاق ہے۔اس لئے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ نے جس نہج پر نظام الدین سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا اس سے تو آپ کو پورا اتفاق ہے، کیونکہ بقول خود آپ اس کے روح رواں تھے اور آپ کے خیال میں آپ کے اب تک کے رسائل سے موجودہ تبلیغ کی حمایت مقصود نہیں، اور آپ کے نزدیک حضرت کے وقت میں وہ تبلیغ بدعت حسنہ کے درجہ میں تھی اور اب اس میں منکرات شامل ہیں اور یہ ایک غلط چیز ہے جو دین کے نام پر پھیل رہی ہے اور اس کی وجہ سے ملت تباہی و بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے اس لئے اب یہ بدعت حسنہ بھی نہیں (جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ بدعت سیۂ اور بدعت ضلالہ ہے اب جو علماء تبلیغ میں شریک ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کو قرآن وحدیث، ائمہ سلف وعلماء حق کے مطابق کریں (جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تبلیغ نہ قرآن کے مطابق ہے نہ حدیث کے نہ ائمہ سلف کے نہ علماء حق کے)

آپ نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے کہ ان کو یہ رسالہ دیکھنے اور تصدیق کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے ان سے بھی اس کی صحت کا اطمینان کرلیا، حالانکہ مولانا موصوف نے سہارنپور کے بڑے تبلیغی اجتماع میں کئی گھنٹے تقریر فرمائی اور اس موجودہ تبلیغ کے جملہ اُصول کو قرآن پاک اور حدیث شریف سے مؤید ومؤکد فرمایا۔ اب قریب ہی مظفر نگر کے اجتماع میں انہوں نے شرکت کی اور تقریر فرمائی اور یہاں دیوبند کے مقامی اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں اور نظام الدین جانے کی ترغیب بھی دیتے

ہیں اور خود اپنی خواہش بھی ظاہر فرمائی۔ جن لوگوں نے حضرت مہتمم صاحب کی براہِ راست تقریر سنی اور سنتے رہتے ہیں وہ آپ کے رسالہ کا یہ ضمیمہ دیکھ کر کیا رائے قائم کریں گے۔[1]

آپ اس تبلیغ کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف فرما کر اس کو ملت کی تباہی کا ذریعہ تحریر فرما رہے ہیں اور حضرت مہتمم صاحب سے اپنے رسالہ کی صحت کا اطمینان بھی کر چکے ہیں۔ اگر حضرت مہتمم صاحب اس کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے موافق۔ بیشمار رحمتوں کے نزول کا باعث اور آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں تو پھر اس کی جوز دفطرۃً پڑنی چاہیئے وہ پڑیگی آپ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کی وفات کے کتنے عرصہ بعد یہ تبلیغ بدعت حسنہ کی حد سے خارج ہو کر بدعت ضلالت اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی۔ کیا متصلاً ہی ایسا ہوا۔

خدانکردہ یہ ایسی بات نہ ہو جیسی ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے[2] بعد ہی چند اہل بیت کے سوا سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے (نعوذ باللہ) لیکن وہاں تو منشاء یہ تھا کہ وہ گروہ خلافت کو بزعم خود حق اہلبیت تصور کرتا تھا اور جن کو بمشورۂ ارباب حل وعقد خلیفہ بنایا گیا اور باجماع خلیفہ تسلیم کیا گیا ان کو معاذ اللہ غاصب کہتا[3] تھا مگر یہاں کا تو معاملہ برعکس ہے۔

میں ابتک یہی سمجھتا رہا کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا، اور نظام الدین کا قیام ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے۔ مگر

---

[1] حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی شرکت تبلیغی اجتماعات میں اور اس کام سے وابستگی اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات از ص ۹۱ تا ۹۵)

[2] الروافض حیث یقولون فی حق الثلاثة انهم تغیروا عما کانوا علیه فی زمنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰله وسلم الخ، (شرح فقه اکبر ص ۸۵ اصل الرفض انما احدثه منافق، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[3] تحفه اثنا عشریه مترجم ص ۲۸۳ / مکتبه مجاهد ملت دیوبند،

اس ضمیمہ سے معلوم ہوا ہے حصہ نہ لینے کیوجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرب دین ہے مگر تعجب ہے کہ جس کام سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور جس پر آپ نے محنت بھی کی تھی اس کو خراب ہوتے اور اجڑتے ہوئے بیسیوں برس صبر وسکون سے کیسے دیکھتے رہے اور کوئی تحریر اس کے خلاف شائع نہیں کی اور لطف یہ کہ قوم آپ کے رسائل کو اس کا مؤید سمجھتی رہی۔

کام میں اگر خرابی آئی تھی تو اس کی اصلاح کچھ دشوار نہیں تھی حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہٗ، حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے متحدہ مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس کام کا ذمہ دار بنایا گیا تھا یہ سب حضرات ان پر مطمئن تھے اور ان کی فطری صلاحیتوں سے واقف تھے اور وہ مرحوم اپنے علو مرتبت کے باوجود عمر ورشتہ کے اعتبار سے آپ کے خورد بلکہ آپ کے پروردہ تھے ان پر آپکا حق تھا، فہمائش سے کام نہ چلتا تو آپ قوت کیساتھ بھی کہہ سکتے تھے اور وہ اپنی غایت سعادت اور مرتبہ کی رعایت کے پیش نظر آپ کی بات کو ہرگز ناقابل التفات نہ قرار دیتے بلکہ اس پر غور فرماتے اور دلائل کی روشنی میں جو چیز قابل اصلاح سمجھتے وہ ضرور اصلاح فرمالیتے۔ وہ تو مشورہ کے بہت عادی تھے معمولی معمولی آدمیوں کے مشورہ کی بھی بہت قدر فرمایا کرتے تھے کام سے تعلق رکھنے والے خاص کر نظام الدین کے حاضر باش سب ہی اس چیز سے واقف ہیں کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ[1] پر کس مضبوطی سے عامل تھے؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے برابر یہ طرز چلا آرہا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے مشورہ ہوتا ہے اور اسی سابق طرز پر اجتماعات، تعلیمی حلقے، علمی مذاکرے، تشکیلیں، شب گزاری، جماعتوں کی چلت پھرت وغیرہ سب اجزاء اسی

---

[1] سورۂ شوریٰ آیت ۳۸/

ترجمہ:- ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے (بیان القرآن)

طرح جاری ہیں، اصل کام کرنے والے بڑی تعداد میں وہی ہیں۔ جن اکابر کے مشورہ سے ان کے سر ذمہ داری عائد ہوئی تھی، ان کے علاوہ حضرت مدنیؒ[1] مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ وغیرہم بھی برابر تائید ونصرت فرماتے رہے کسی کو خیال نہ آیا کہ دین کے نام پر غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہ و برباد ہو رہی ہے کیا یہ سارے حضرات قرآن وحدیث اور سارے دین سے ناآشنا اور بے خبر تھے، پھر بھی آپ نے کبھی ان کو متنبہ نہیں کیا حالانکہ یہ خود آپ کے بھی اکابر تھے۔ آپ کی بڑی ذمہ داری تھی کہ اگر یہ سب اکابر غلط چیز کی تائید فرما رہے تھے تو آپ ان کو متنبہ فرماتے۔ آپ کے دو بھائی اس میں پوری قوت سے لگے ہوئے ہیں ان کا بھی آپکے ذمہ حق تھا۔

غرض آپ کا علمی خاندان، نسبتی خاندان، جن میں آپ کے بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی یہ سب ہی آپ کے نزدیک غلط راستہ پر چلتے رہے اور غلط چیز کو دین کے نام پر پھیلاتے اور اس کی تائید ونصرت کرتے رہے مگر آپ نے ان کو توجہ نہ دلائی۔ اگر آپ ان کو توجہ دلاتے اور اپنی بات کو دلائل کے ساتھ پیش کرتے اور وہ بات ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ قادیانیت، خاکساریت، مودودیت، رضاخانیت کی طرح اس کی بھی تردید نہ فرماتے ان سب حضرات کے ایک طرف ہونے اور آپ کے دوسری طرف ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ کبھی معاملہ برعکس ہو۔

غرض آپ کی تحریر سے سخت حیرت ہے کہ اساتذہ متحد، مشائخ متحد، مشرب متحد، مذہب متحد، تربیت متحد، پھر بھی آپ ان سب سے بعید۔

تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیا اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرۂ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے

---

[1] نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق حضرت مدنی اور دیگر اکابر کی آراء وارشادات کے لئے ملاحظہ ہو، (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص ۷۳تا۸۳/ طبع ادارۂ تھانوی دیوبند)

اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کیوجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے اس لئے بے علم اور باعلم۔ ذہین اور غبی، نئے اور پُرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں۔ بلکہ اصولاً غلط ہے کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہو جانے کا اندیشہ تو نہیں کیونکہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں آپ کی مجمل تحریر سے انکے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں۔

لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس کام کی خاطر زندگی قربان کردی اور اپنے زمانہ کے اکابر، عرفاء، اہل نسبت، اہل علم حضرات سے اس کی صحت وحقانیت اور مقبولیت کو تسلیم کرالیا، اور اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سپرد فرمایا۔ اس کے متعلق جب یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ دین کے نام پر ایک غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے تو ان کی روح کو کتنا زبردست صدمہ پہونچے گا اور جو روحانی رابطہ ان کے ساتھ تھا وہ کیسے قائم رہ سکے گا؟ میرے

کہنے کی بات نہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ مگر آپ کی تحریر نے مجبور کیا۔ آپ کا ایک مضمون رسالہ ''تذکرہ'' میں بھی دیکھا۔ جس میں جماعت اسلامی کی ابتدائی داستان آپ نے بیان کی ہے، اوراس کے دستور واصول کا ماخذ اپنی ہی تحریرات کو قرار دیا ہے اوراس میں اپنی مودودی صاحب کی ملاقات اور ملاقات کی محویت میں ہر دو کا نماز سے بے ہوش ہوجانا بھی مذکور ہے اور یہ مقام مدح میں ہے یاللعجب۔

بہرحال اس کے متعلق اس خط میں کچھ عرض کرنا نہیں۔ ضرورت ہوئی تو پھر سہی جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے

سوال:- تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خیالات کیا تھے؟ اگر وہ خیالات کسی کتاب میں شائع ہوئے ہوں تو اس کتاب کا نام کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً کسی کتاب میں ان کی رائے میں نے نہیں دیکھی، البتہ دوسرے حضرات نے خود ان سے سن کر جو نقل کیا ہے وہ متعدد جگہ دیکھی ہے۔ ایک چھوٹا سا رسالہ ''چشمۂ آفتاب[2]'' ہے اس میں متعدد اکابر کے خطوط تبلیغی کام سے متعلق شائع ہوئے ہیں۔ اس میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کی رائے بھی منقول ہے۔ یہ رسالہ دفتر ماہنامہ نظام الدین کرنیل گنج

---

[1] چشمۂ آفتاب ص ۵، مرتبہ قمرالدین مظاہری، مکتبہ نظام کانپور،

[2] (چشمۂ آفتاب ص ۱۱ / مکتبہ نظام کرنیل گنج کانپور)

کانپور یوپی سے شائع ہوا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے؟

سوال:- کیا تبلیغی جماعت کے ہمراہ جا کر لوگوں کو صرف نماز کی دعوت دینا جہاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاد کہتے ہیں خدا کے دین کی خاطر محنت ومشقت جدوجہد کرنے کو۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت کرتی ہے۔[1] اور خدا کے راستہ میں جان دیدینا۔ یعنی دشمنوں سے لڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے مقتول ہو جانا یہ جہاد کا بڑا درجہ ہے جو کہ قتال سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مولانا علی میاں کی عبارت سے

مولانا الیاس صاحب پر اعتراضات

سوال:- ''مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، باب ہفتم ص ۲۰۵ پر ہے۔

---

[1] والجهاد بكسر الجيم اصله لغةً المشقة وشرعًا بذل الجهد فى قتال الكفار ويطلق ايضاً علىٰ مجاهدة النفس والشيطان والفساق فامامجاهدة النفس فعلىٰ تعلم امور الدين ثم العمل بهاثم على تعليمها الخ. فتح البارى ص ۷۷/ج ۶/ (مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه، اول كتاب الجهاد) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنے عزیز مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم، اے، علیگ سے فرمایا۔ جو ایک وسیع النظر عالم ہیں۔

''ظہیر اس میں میرا مدعا کوئی پاتا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں''

ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا۔ کہ

''میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔ ص ۲۰۶ / پر ہے، منشی نصر اللہ راوی ہیں کہ ایک روز میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ مجدد وقت ہیں۔ فرمایا تم سے کون کہتا تھا، میں نے کہا، لوگوں میں چرچا ہے۔ فرمایا۔ نہیں! میری جماعت مجدد ہے''

ص ۲۰۹ / اور ص ۲۱۰ / پر ہے ''اگر کوئی شخص ان جگہوں سے غیر مسلم اہل شوکت کے مقامات و مرکزوں سے قنوت نازلہ پڑھے بغیر گذرے تو سلب ایمان کا خطرہ ہے۔''

ص ۱۸۵ / پر ہے ''فرمایا، میں مشغول بہت ہوں، میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کو اذیت ہے، میں کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، (نعوذ باللہ)

دریافت طلب یہ امور ہیں۔

(۱) بانی تبلیغ کا اعلان کھلا اور صاف ہے کہ تحریک نماز نہیں اور پھر اس بات کو وہ قسم سے کہتے ہیں تو یہ کیا دھوکا نہیں ہے؟

(۲) مجدد کی کیا تعریف ہے۔ مجدد کتنے عرصہ بعد پیدا ہوتا ہے۔ کیا پوری جماعت مجدد ہو سکتی ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ اَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُهُ وَاُهْرِيْقَ دَمُهُ، فتح الباری ص ۱۲۹ / ۶ / (نزار مصطفی مکه مکرمه) کتاب الجهاد، باب الشهادة سبع سوی القتل،

ترجمہ:- حضرت نبی کریم ﷺ سوال کیا گیا کونسا جہاد افضل ہے ارشاد فرمایا جسکا گھوڑا ذبح کر دیا گیا اور اس کا خون بہا دیا گیا۔

(۳) کیا یہ صحیح ہے کہ اگر بغیر قنوت نازلہ پڑھے غیر مسلم کے مقامات سے کوئی گذر گیا تو ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے؟

(۴) کیا یہ صحیح ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو اذیت ہوئی۔ نعوذ باللہ کیا یہ ہوسکتی ہے، ایسے سننے والے اور سوچنے والے اور لکھنے والے کے متعلق از روئے شریعت کیا حکم ہے، مسلمان ہے یا نہیں۔ توبہ وتجدید ایمان لازم ہے یا نہیں؟

(۵) مجدد ایک وقت میں ایک ہوتا ہے۔ کیا ایک وقت میں پوری جماعت کے افراد جو ذمہ دار ہیں اور کل شریک تبلیغ مجدد وقت کہلائیں گے۔ برائے کرم مفصل حکم شرع مع حوالہ ودلیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت اور اس کی خدمت دین، نقل وحرکت اس قدر پھیل چکی ہے کہ محتاج تعارف نہیں، تبلیغی جماعت کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے کچھ ہدایات دی ہیں ان میں ایک نمبر یہ بھی ہے۔

''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ ونماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی (الف)۔(ب)۔(ت) ہے[۱]۔''

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے نظام الدین دہلی میں کچھ مدت قیام کر کے ملفوظات کو جمع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں یہ ملفوظ بھی ہے اور ایک چھوٹی سی کتاب ''چھ باتیں'' ہے اس کے اخیر میں بھی (۳) پر یہ ملفوظ ہے[۲] اس میں غور کرنے سے یہ اشکال خود رفع ہو جائیگا۔ مثلاً ایک

---

[۱] ''چھ باتیں'' ص ۴۶/ تبلیغی کتاب گھر دھلی،

[۲] ملاحظہ ہو چھ باتیں ص ۴۶/ ملفوظ ۳/ (مطبوعہ نئی دھلی) ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحب ص ۳۲،

استاد ایک ایک جماعت کو قاعدہ بغدادی شروع کراتا ہے۔ جس کی ابتداء میں ہے الف، ب، ت، اور سب کو تاکید کرتا ہے کہ اس کو پڑھو، دوسری طرف سے توجہ ہٹالو، جو وقت سبق یاد کرنے کا ہے اسی میں خرچ کرو اس کے بعد پھر وہ پارہ عم اور قرآن کریم پڑھاتا ہے۔ پھر فارسی، عربی، حدیث، تفسیر، ایک طویل نصاب پڑھاتا ہے اور اس جماعت کو ترتیب دے کر ہمہ تن علم دین کی خدمت واشاعت کے لئے مشغول کر دیتا ہے اس جماعت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جس طرح خود الف، ب، ت، سے ابتداء کر کے تمام علوم دینیہ کو پڑھا اور اس کا یقین دل میں قائم کیا۔ اپنے ظاہر و باطن کو دین کے تابع کیا اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ، غرض حضرت نبی اکرم ﷺ کی لائی ہوئی ہر بات کو اختیار کیا اسی طرح تمام دنیا میں یہ جماعت اسی کو لے کر پھرتی ہے اور اپنا مقصد حیات بتاتی ہے کیونکہ اس مقصد عظیم پر حضور اکرم ﷺ کی بھی خوشنودی مرتب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بھی اب اگر وہ شخص معلم یہ کہے۔ کہ میرا مقصد صرف قاعدہ بغدادی پڑھانا نہیں۔ حالانکہ ابتداء اسی سے کی ہے بلکہ یہ تو میرے مقصد کیلئے الف، ب، ت، ہے میرا مقصد ایسی جماعت کو تیار کرنا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پوری طرح پڑھے، سمجھے، اس پر یقین کرے، عمل کرے، اسکو پڑھائے، پھیلائے تو کوئی دانشور اس کی اس بات کو دھوکہ نہیں کہے گا، تاہم نمبروار جوابات بھی عرض ہیں۔

(۱) یہ بالکل دھوکہ نہیں، ایسی جماعت میں شریک ہونا عین سعادت اور اکمال دین کا ذریعہ ہے اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے عین مطابق ہے۔

(۲) ابوداؤد شریف[۱] کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر راس مائۃ سنۃ

---

[۱] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَهَا دِیْنَهَا (ابوداؤد الباب الاول من کتاب الملاحم ص ۵۸۹/ ج ۲/ سعد بک ڈپو دیوبند، المقاصد الحسنة ص ۱۲۱/ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، کشف الخفاء ص ۲۴۳/ ج ۱/ حدیث: ۷۴۰، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(صدی کے سرے) پر ایسے شخص کو بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید کرتا ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے[1] کہ ایک جماعت بھی مجدد ہو سکتی ہے۔

(۳) کفر کی شوکت اور اہل کفر کی وجاہت کو دیکھ کر قلب کے اندر ضرور خدشہ ہونا چاہیے اس کا تقاضہ وہی ہے جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حدیث پاک[2] میں ایک مضمون ہے کہ ایک بستی پر عذاب نازل کرنے کا ملائکہ کو حکم ہوا، ملائکہ نے عرض کیا بہت اچھا۔ ہم تعمیل ارشاد کیلئے جا رہے ہیں مگر وہاں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا ہے، کبھی نافرمانی نہیں کرتا۔ کیا اس کو بھی تباہ کر دیں۔ حکم ہوا کہ ہاں اس کو بھی تباہ کر دو، اس لئے کہ وہ ہماری نافرمانی کو دیکھتا رہا اور اس کے چہرہ پر تغیر تک نہیں آیا۔ کفر کے برابر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....حرف الهمزه مع النون، مطبوعه داراحياء التراث العربی بيروت، بذل المجهود ص ۳۰۱/ج۱۷/ مطبوعه سهارنپور، ص ۱۰۳/ج۵/ كتاب الملاحم،

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال پر ایسے شخص کو پیدا فرمائینگے جو اس کے دین کی تجدید کریگا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] والاظهر عندی واللّٰه اعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً بل المراد به جماعة الخ. (مرقات ص ۲۴۸ ج ۱ كتاب العلم مكتبه اصح المطابع بمبئی، شرح الطيبی ص ۴۰۰/۱، بيان من يجدد لها دينها والاولیٰ الحمل علی العموم، كتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه ادارة القرآن كراچی)

[2] عَنْ جَابِر بن عبداللّٰه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْحَی اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ الیٰ جِبْرِیْلَ اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَةَ کَذَا وَکَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ یَارَبِّ اِنَّ فِیْهِمْ عَبْدَکَ فَلَانًا لَمْ یَعْصِکَ طَرْفَةَ عَیْنٍ قَالَ اِقْلِبْهَا عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ فَاِنَّ وَجْهِهٖ لَمْ یَتَمَعَّرْ فِیَّ سَاعَةً قَطُّ (مشکوٰة شريف ص ۴۳۹ مطبوعه ياسر نديم ديوبند باب الامر بالمعروف الخ احياء العلوم ص ۲۷۲/ ج۲/ (مطبوعه مصر) كتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنكر الخ)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کا پاک ارشاد نقل فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں فلاں شہر کو ان کے رہنے والوں پر پلٹ دو اس نے عرض کیا اے پروردگار ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی ارشاد ہوا اس سمیت پلٹ دو اسلئے کہ (لوگوں کی نافرمانیوں کو دیکھ کر) اسکے چہرہ پر کبھی سلوٹ نہیں پڑی۔

کیا نافرمانی ہوگی۔اس کی مثال ایسے سمجھئے جیسے کوئی لطیف الطبع آدمی کسی مکان میں جائے اور وہاں غلاظت پڑی ہو۔کیا اسے ناگواری نہیں ہوگی اور ناگواری کا اثر چہرہ پر ظاہر نہیں ہوگا۔کیا اس کا طبعی تقاضہ نہ ہوگا کہ یہ غلاظت یہاں نہ ہوتی۔کیا وہ اس کی کوشش نہیں کریگا کہ یہ غلاظت یہاں نہ رہے اگر یہ اس کے قابو میں نہ ہوتو کیا وہ اسکی فکر نہ کرے گا کہ وہ وہاں سے دور ہٹ جائے قنوت نازلہ اسی فکر عظیم کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے۔

(۴) امت کے اعمال حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کئے[۱] جاتے ہیں بد اعمالیوں سے اذیت بھی ہوتی ہے روایات حدیث میں موجود ہیں کہ ظاہر حیات طیبہ میں بھی اذیت کی چیزوں سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت ہوتی تھی خود حدیث پاک[۲] میں ارشاد ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے اسکو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔نیز قرآن کریم میں ہے۔اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَاباً مُّھِیْنًا[۳]

---

[۱] اخرج الحارث بسنده وابن سعدو القاضی اسمعیل عن بکربن عبداللّٰه المزنی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَیَاتِیْ خَیْرٌلَّکُمْ وَمَوْتِیْ خَیْرٌلَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ الخ .الحدیث الخصائص الکبری ص ۲۸۱ /ج۲/ بیروت باب حیاته فی قبره نوادرالاصول ص ۲۱۳/ از کتب خانه دیوبند .

ترجمہ :-رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر۔تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

[۲] عن مسور بن مخرمة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّی یُوْذِیْنِی مَا اٰذَا ھَا، مسلم شریف ص ۲۹۰ ج ۲، فضائل فاطمة، مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوٰة شریف ص ۵۶۸، مناقب اهل بیت النبیؐ.

ترجمہ :-حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو ایذا ہو اس سے مجھکو ایذاء ہوتی ہے۔

[۳] سورہ احزاب آیت ۵۷، **ترجمہ**:-بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(بیان القرآن)

اور حیات برزخی تو زیادہ قوی ہے اس کے احساسات بھی زیادہ ہیں۔اس کی وجہ سے ایمان میں شک کرنا اور توبہ وتجدید ایمان کا سوال کرنا یا آیات واحادیث سے عدم واقفیت یا عدم استحضار کی بناء پر ہے۔

(۵) اس کا جواب (۲) میں آچکا ہے۔لیکن کسی شخص کے متعین طور پر مجدد ہونے کے لئے کوئی نص نہیں ہوتی ہے۔ یہاں قرائن واحوال سے ہر زمانہ کے اصحاب علم واصحاب عرفان سمجھتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اگر یہ براہ راست ان سے دریافت کریں تو ممکن ہے وہ کوئی اور جواب تشفی بخش تحریر فرمادیں۔میرا یہ جواب ان کے پاس بھیجنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ ان کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے یا غلط اور اگر مجھ کو بھی اطلاع کردیں تو مزید احسان ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک تبلیغی کی تقریر

سوال:- یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

نبوت ختم، کارِ نبوت باقی

(الف) نبوت ختم ہوچکی لیکن کارِ نبوت باقی ہے اس کی تکمیل سارے مسلمانوں پر ضروری ہے۔

مولانا الیاس صاحبؒ الہامی نبی نہیں تھے۔

(ب) حضرت مولانا الیاس صاحبؒ دراصل الہامی نبی تھے۔انبیاء پر وحی آتی تھی

لیکن مولانا الیاس صاحبؒ ایسے نبی تھے جن کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا گویا الہامی نبی تھے۔

مشورہ وحی کا بدل نہیں

(ج) مشورہ دراصل وحی کا بدل ہے جس طرح انبیاء کے مسائل وحی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ حل فرمادیتے تھے اسی طرح مشورہ بمنزلہ وحی کے ہے یعنی وحی کا بدل ہے۔ آپ ان باتوں کی تشریح فرمادیں تاکہ مغالطے دور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) اتنی بات تو صحیح ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش نہیں[1] اور جس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا گیا تھا وہ مقصد باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اس کو پورا کرنا حسب استعداد وصلاحیت اُمت کے ذمہ لازم ہے جس کے لئے آیات[2] واحادیث[3] بکثرت شاہد ہیں۔

---

[1] عن ثوبان قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ. (ابوداؤد ص ۵۸۴/ ج ۲/ کتاب الفتن باب ذکر الفتن و دلائلها، مطبوعه رشیدیه دهلی، حدیث: ۴۵۵۲)

ترجمہ:- رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں تین جھوٹے ہوں گے سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

[2] وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، (سوره آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ:- اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں، اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہیں، (بیان القرآن)

[3] عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

(ب) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو نبی کہنا درست نہیں نہ الہامی نبی نہ کسی اور قسم کا نبی ۔ایسے عنوانات سے بہت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس لئے کلی احتراز واجب ہے۔[1] اس پر بھی کوئی دلیل شرعی قائم نہیں کہ حضرت مولانا مرحوم کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا۔ اگر حضرت مولانا مرحوم حیات ہوتے تو ہرگز ہرگز ایسی ایسی باتوں کی اجازت نہ دیتے۔ بلکہ سختی سے روک دیتے۔

(ج) مشورہ شریعت اسلامیہ میں بہت مفید اور اہم ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔[2] حضرت نبی اکرم ﷺ پر وحی آتی تھی لیکن مشورہ کا وہاں بھی حکم[3] تھا مشورہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیة. (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/) کتاب العلم، الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، بخاری شریف ص ۱/۴۹۱، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی عن الاغلوطات ،مشکوٰۃ شریف ص ۳۵/ کتاب العلم ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، مسند احمد ص ۵/۴۳۵، حدیث رجل من بنی غفار رضی اللہ عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[2] وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران) آیت ۱۵۹/

ترجمہ:- اوران سے خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

عن ابن عباس مَنْ اَرَادَ اَمْراً فَشَاوَرَ فِيْهِ اِمْرأً مُسْلِماً وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِاَرْشَدِ اُمُوْرِهٖ.

ترجمہ:- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی امر کا ارادہ کرے پھر اس سلسلہ میں کسی مسلمان سے مشورہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سب سے بہتر امر کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

کنز العمال ص ۴۰۹/ ج۳/ باب المشورۃ حدیث ۷۱۷۹/ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت، والشوری برکۃ وقال علیہ السلام مَانَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، (تفسیر قرطبی ص ۲۳۶/ ج۲، سورہ آل عمران تحت آیت ۱۵۹/ دارالفکر، کشف الخفاء ص ۲۴۲/ ج۲/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، المقاصد الحسنۃ ص ۳۶۶/ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

ترجمہ:- جس نے مشورہ کیا وہ شرمندہ نہیں ہوا اور جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگر کوئی بات طے ہو جائے تو اس میں خیر و برکت ہے۔ اگر مشورہ میں کچھ کوتاہی رہی تو اس کی اصلاح وحی سے ہو جاتی تھی۔ اب وحی بند ہے۔ اشاعت وحفاظتِ دین کے لئے کسی ایک شخص کی رائے پر اعتماد نہیں ہوتا۔ اس لئے مشورہ کرنا بہتر ہے[1] وحی قطعی چیز ہے جس میں شبہ اور غلطی کا احتمال نہیں۔ مشورہ میں غلطی اور شبہ کا احتمال رہتا ہے اس لئے مشورہ وحی کا پورا بدل نہیں۔ ہاں خدائے پاک کی رحمت ضرور مشورہ میں شامل رہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۰/۳۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا

سوال:- (۱) عورتوں کو تبلیغ کے لئے سفر کرنا کیسا ہے؟ کیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں تبلیغ کیا کریں اور ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو تبلیغ کے لئے بھیجا ہے؟

(۲) کچھ عورتوں کا تنہا دنیاوی یا دینی کسی کام کی وجہ سے ایک ساتھ مل کر سفر کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ عورتیں عموماً اجتماع میں باہر جاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ اس سفر میں کسی گناہ کو جیسا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ اَمَرَاللّٰہُ تَعَالیٰ نَبِیَّہُ ﷺ اَنْ یُّشَاوِرَاَصْحَابَہٗ فِی الْاُمُوْرِ وَھُوَیَاْتِیْہِ وَحْیُ السَّمَاءِ لِاَنَّہُ اَطْیَبُ لِاَنْفُسِ الْقَوْمِ الخ. روح المعانی ص ۱۶۶ ج ۳/ جز ۴/ طبع دارالفکر، ص ۱۰۶ / ج ۴/ طبع ادارۃ الطباعۃ المصطفائیہ دیوبند، سورہ آل عمران تحت آیت ص ۱۵۹ ، تفسیر القرطبی ص ۲/۲۳۵ ، الجزء الرابع، مطبوعہ دارالفکر بیروت، حاشیۃ القونوی ص ۶/۳۸۲ ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ لان بناء المشاورۃ استخراج ماعندھم من العلم بالاصلح بتلاحق الافکار بناء علی جری العادۃ ولایعلم مافی الواقع من الغیب الا اللہ تعالیٰ وقدیتخبط العقول فی النظر وقد یفعل اللّٰہ تعالیٰ علی خرق العادۃ فلا وجہ للاعتماد علی الاراء (تفسیر مظھری ص ۱۶۲ ج ۲، سورہ آل عمران تحت آیت ص ۱۵۹ ، طبع ندوۃ المصنفین دھلی)

کہ غیر محرم پر نظر پڑنا وغیرہ مرتکب ہوتی ہیں، پھر اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

(۳) کچھ عورتیں اپنے مردوں کی ناراضگی کی وجہ سے منع کرنے کے باوجود تبلیغ میں جاتی ہیں ان کو کس طرح روکا جائے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ یا کسی بھی مقصد کے لئے عورت کو شرعی سفر کی اجازت نہیں جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو[۱] بلا سفر کے ان کا اجتماع ثابت ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے خود ان کو کسی مکان میں اجتماع کے لئے فرمایا ہے[۲]

(۲) مسافتِ سفر ۴۸ میل سے کم میں جانے کی گنجائش ہے[۳] لیکن پوری احتیاط کے

---

[۱] عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لَاتُسَافِرُ اِمْرَاَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِلَّاوَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ متفق عليه، مشكوٰة شريف ص ۲۲۱، كتاب الحج، طبع ياسر نديم ديوبند، استفيد من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوجها اومحرم الخ، (الشامی نعمانيه ص ۱۴۵ ج ۲، كتاب الحج) شامی كراچی ص ۴۶۴ ج ۲/ مجمع الانهر ص ۳۷۸، ج ۲، كتاب الحج، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت ایک دن رات کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

[۲] عن ابی سعيد الخدری قال قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَايَوْماً مِنْ نَفْسِکَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْماً لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ(بخاری شريف ص ۲۰ ج ۱ مطبوعه اشرفی ديوبند كتاب العلم)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ عورتوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ مرد آپؐ کے بارے میں ہم پر غالب آ گئے ہیں آپ اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے مقرر فرما دیجئے آنحضرت ﷺ نے ان کیلئے ایک دن کا وعدہ فرمالیا اس میں ان کے پاس تشریف لیجاتے ملاقات فرماتے اور ان کو وعظ فرماتے۔

[۳] يباح لها الخروج الى مادون السفر بغير محرم (هدايه ص ۲۳۳/ ج ۱/ كتاب الحج، مكتبه ياسر نديم ديوبند، شامی كراچی ص ۴۶۴/ ج ۲/ كتاب الحج)

ساتھ، کوئی قبیح واقعہ پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو، نظر کی حفاظت لازم ہے مکان میں بھی باہر بھی۔ چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بھائی، دیور، بہنوئی وغیرہ بھی سب نامحرم ہیں، ان سے بھی پردہ لازم ہے، جو عموماً مکانات میں نہیں ہوتا اور اہل خاندان اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ ان سے پردہ کو معیوب اور تنگ نظری سمجھتے ہیں اور نظر سے آگے بڑھ کر ان سے ہنسی مذاق، بے تکلفی تنہائی کی باتیں ہو کر خراب نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بقولِ اکبر مرحوم۔

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے، بھتیجا نکلا

(۳) عورتوں میں تبلیغ کی بے حد ضرورت ہے۔ اگر اپنے مکان پر ان کو دین سکھانے اور کتاب سنانے کا انتظام کر دیں تو بہتر ہے۔ یا پھر اپنے ہی شہر میں ہفتہ میں ایک دن ان کے اجتماع کا مقرر کر دیا جائے، یہاں سب پردہ کے ساتھ جمع ہو جایا کریں۔ اگر کہیں سفر ہی کرنا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جانے کا انتظام کیا جائے تاکہ دینی نقصان بھی نہ ہو، فتنہ سے بھی امن رہے، عورتوں کی تربیت کا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۸۹ھ

عورتوں کے لئے تبلیغی سفر

سوال: - زید کی والدہ تبلیغی جماعت میں بمبئی میں کام کرتی ہیں۔ اب تبلیغی جماعت کے اکابرین نے چند مستورات کی جماعت محرموں کے ساتھ لندن بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس مذکورہ جماعت میں زید کی والدہ کا نام بھی ہے۔ زید کی والدہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن جائیں گی۔ مگر گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ ایک پندرہ سالہ لڑکی بھی ہے۔ والدین

کی عدم موجودگی میں بچوں کی نانی بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے تیار ہے۔ تو ان حالات میں یہ سفر جائز ہے یا نہیں؟ اور مستورات کا جماعت کی شکل میں دور دراز کا سفر بغرض تبلیغ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے پر پختہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کے لئے طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں عورتیں بھی محتاج ہیں۔ اور گھروں میں عامۃً اس کا انتظام نہیں ہے۔ اس لئے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدودِ شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے[1] بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔ اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کرلیں گی تو پھر اجازت ہے۔ خدائے پاک اس سفر میں برکت دے، نصرت فرمائے اور کامیاب واپس لائے۔ بچوں کو عافیت سے رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۱۲/۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لَاتُسَافِرُ اِمْرَأَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ متفق عليه، (مشكوٰة شريف ص ۲۲۱/ كتاب الحج، طبع ياسر نديم ديوبند، شامی نعمانيه ص ۱۴۶/۱، كتاب الحج) ملاحظہ ہو: بخاری شریف ص ۲۰/ ج ۱، مطبوعه اشرفی ديوبند، هداية ص ۲۳۳/۱/ كتاب الحج، مكتبه ياسر نديم ديوبند، استفيد من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابز وجها اومحرم (شامی نعمانيه ص ۱۴۵/ج ۱/ كتاب الحج) شامی کراچی ص ۴۶۴/ج ۲/ (**حدیث پاک کا ترجمہ اوپر صفحہ پر گزر چکا**)

مستورات کا اجتماع

سوال:- گزارش یہ ہے کہ ٹانڈے میں عورتیں بھی ہفتہ میں دو تین بار تبلیغی اجتماع کرتی ہیں ایک عورت کتاب پڑھتی ہے یہ اجتماع متفرق محلوں میں جگہ جگہ ہوتا رہتا ہے کہیں کہیں تو بازاروں میں بھی ہوکر مستورات کو جانا پڑتا ہے اور دن میں ہی یہ چلنا پھرنا ہوتا ہے ایسے اجتماعات کیسے ہیں کیا مستورات شریک ہوسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین سیکھنا مردوں عورتوں سب کو ضروری ہے[1] عورتوں کے لئے زیادہ اسلم طریقہ یہ ہے کہ مکان پر رہ کر اپنے والد، بھائی، چچا، شوہر وغیرہ محرموں سے سیکھے اگر یہ ممکن نہ ہو تو دیگر مستورات سے پورے پردہ کے ساتھ جا کر سیکھے مستورات نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درخواست کی تھی تو ان کے لئے مخصوص دن اور مخصوص جگہ کیلئے اجتماع تجویز فرمادیا تھا وہاں پہونچ کر جمع ہونا حدیث شریف میں مذکور ہے[2] حدود شرع کے اندر رہنا اور فتنوں سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وفی روایة ومسلمة الحدیث، مشکوة شریف ص ۳۴/ کتاب العلم الفصل الاول (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَ هُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ أَمَرَهُنَّ الحدیث بخاری شریف ص ۲۰/ج ۱/ (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء یوما علیحدة فی العلم، رقم الحدیث ۱۰۱/

عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع

سوال: -تبلیغی اجتماع جوعورتوں کا ہوتا ہے اس میں عورت کا اپنے شوہر کی اجازت سے شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین سیکھنا مردوں اورعورتوں سب کے ذمہ ضروری ہے[1] عورت کے لئے اگر ہر مکان میں ان کے شوہر باپ بھائی وغیرہ دین سیکھنے کا انتظام کردیں تو پھر کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔لیکن جب اس کا انتظام نہ ہوتو ان کے اجتماع کو منع نہ کیا جائے۔البتہ اس کا اہتمام کیا جائے کہ پردہ کا پورا انتظام ہو۔ بلامحرم کے عورتیں سفر نہ کریں[2] تقریر میں ان کی آواز نامحرموں تک نہ پہونچے۔حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی عورتوں کا اجتماع فرمایا اوراس میں خود تشریف لے جاکر دین سکھایا ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۱ھ

---

[1] طلب العلم ای الشرعی فریضة ای مفروض فرض عین علی کل مسلم او کفایة ومسلمة کما فی روایة الخ، مرقاة شرح مشکوة ص ۲۳۳/۱، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه ممبئی (انڈیا)

[2] استفیدمن المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوجها اومحرم الخ(الشامی نعمانیه ص ۱۴۵ ج ۲/شامی کراچی ص ۴۶۴/ ج ۲/ کتاب الحج ،هدایة ص ۲۳۳ ج ۱ مشکوٰة شریف ص ۲۲۱)کتاب المناسک الفصل الاول ،مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] عن ابی سعید الخدری قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ فَوَعَدَ هُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُن (بخاری شریف ص ۲۰/ ج ۱) کتاب العلم، مطبوعه اشرفی دیوبند،

عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر نکلنا

سوال:- (۳) ہماری عورتوں میں عورتوں کی جماعتیں محلّہ اور بیرون محلّہ میں تبلیغی گشت کرتی ہیں اور مردوں کے اجتماعات کی طرح عورتوں کے اجتماعات ہوتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی محفوظ جگہ میں آس پاس کی بہت سی عورتیں جمع ہو جاتی ہیں جماعت نسواں کی امیر یا اس کی اجازت سے کوئی ایک عورت عورتوں کے مجمع کو خطاب کرتی ہے۔ کبھی کتاب پڑھ کر اور کبھی دوسرے طریقہ سے دین و اسلام کی باتیں۔ یہ رفتار دن بدن تیز تر ہوتی جاتی ہے ابھی حال ہی میں بمبئی سے کچھ عورتیں اپنے لڑکے کے ساتھ بہار کے بعض مقامات پر عورتوں کو تبلیغ کرنے کے لئے سفر کر کے آئیں مختلف محلوں میں عورتوں کے اجتماعات ہوئے اس کی وجہ سے عورتوں میں تبلیغ کا جذبہ بڑھتا جا رہا ہے بمبئی سے عورتوں کی آمد سے ہمارے علاقہ میں ہلچل مچ گئی موافق و مخالف سوالات کرنے لگے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کی جماعتیں مرکز نظام الدین دہلی کے ذمہ داروں کے مشورہ سے بھیجی جاتی ہیں غرض یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے عہد مبارک میں مردوں کی طرح عورتوں کی جماعت ایک نیک مقصد کی خاطر بھیجا کرتے تھے؟ خلفائے راشدین تابعین تبع تابعین کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے؟ فقہی رو سے اس کی گنجائش ہے؟ اگر نہیں ہے تو عورتوں کی اصلاح کا جائز طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ عورتیں جماعت کا کام کس طرح کر سکتی ہیں مندرجہ بالا امور کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۳) مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی سے عورتوں کے جماعت نکلنے کی کوئی ہدایت کی گئی ہو تو میرے علم میں نہیں البتہ اگر کسی مقام پر عورتیں جمع ہو جائیں تو وہاں پر کوئی مرد صالح

جا کر اس طرح تقریر کر دیں کہ یہ خود کسی عورت کو نہ دیکھے اور نہ عورتیں اس کو دیکھیں اس کی شرعاً اجازت ہے[۱]۔ رسول اکرم کی خدمت میں بعض عورتوں نے درخواست کی تھی کہ مرد تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں عورتیں کیا کریں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں مکان میں فلاں روز عورتیں جمع ہو جائیں میں وہاں آؤنگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا[۲]۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ کسی موقعہ پر عورتیں جمع ہوئیں اور بعض امہات المومنین نے وہاں جا کر ان کو دینی احکام کی تبلیغ کی اس طرح آج بھی کوئی اجتماع عورتوں کا ہو جائے پردے کا پورا لحاظ کرتے ہوئے تو مناسب ہے لیکن کوئی عورت مائیک پر تقریر نہ کرے جس سے باہر تک آواز جائے[۳] اور پھر تقریر بھی عورتوں کے مناسب نہیں اگر چہ بغیر مائیک ہو ہاں کتاب پڑھ کر سنا دینا بغیر مائیک درست ہے تقریر میں حدود کی رعایت مشکل ہو جاتی ہے۔ مردوں کو بھی جو عالم نہ ہو تاکید ہے کہ وہ چھ اصول پر قناعت کریں عورتیں گلی کوچوں میں مردوں کی طرح ہر گز گشت نہ کریں۔

---

[۱] قال النووی فیه استحباب وعظ النساء وتذکیرهن الأخرة واحکام الاسلام وحثهن علی الصدقة وهٰذا اذالم یترتب علی ذلک مفسدة اوخوف فتنة علی الواعظ اوالموعوظ ونحو ذلک عمدة القاری ص ۱۲۴، ۱۲۳/ ج ۱/ الجزء الثانی، کتاب العلم، باب عظة الامام النساء وتعلیمهن، مطبوعه دارالفکر بیروت۔

[۲] عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ فَوَعَدَ هُنَّ یَوْمًا لَقِیَهُنَّ فِیهِ فَوَعَظَهُنَّ أَمَرَهُنَّ الخ بخاری شریف ص ۲۰ ج ۱ حدیث ۱۰۱ باب هل یجعل للنساء یوم علیحدة فی العلم مطبوعه اشرفی دیوبند .وفی فتح الباری ووقع فی روایة سهل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة بنحوهذه القصة فَقَالَ مَوْعِدُکُنَّ بَیْتُ فُلَانَة فَأَتَاهُنَّ فَحَدَّثَهُنَّ الخ فتح الباری ص ۲۶۵ ج ۱ باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة الخ مطبوعه نزار مصطفیٰ البازمکه مکرمه.

[۳] ولانجیزلهن رفع اصواتهن وتمطیطها ولاتلیینها ولاتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم، شامی زکریا ص ۷۹/ ج ۲/ مطبوعه کراچی ص ۴۰۶/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطلب فی سترالعورة،

ہاں اپنے محرم اور شوہر کے ساتھ پردے کے ساتھ جائیں اور عورتوں کے اجتماع میں شرکت کریں تو درست ہے[1] ان کے محرم اگر سفر کر کے کہیں جائیں اور عورتیں ان کے ساتھ ہیں اس میں کیا اشکال ہے۔ سفر حج وعمرہ کے لئے بھی تو سفر کرتی ہیں اس طرح اس کو بھی سمجھ لیا جائے اصل تو یہ ہے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ بچوں کو گھروں میں تعلیم دیں اور دین سکھلائیں شوہر کے ذمہ بھی ضروری ہے بیوی کو دینی تعلیم دے اور ضروری مسائل سکھلائے[2] مگر اس ذمہ داری کو آج نظر انداز کیا جا رہا ہے اگر اس ذمہ داری کا احساس ہو جائے تو پھر مشکلات پیش نہ آئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

عورتوں کے لئے تبلیغی سفر

سوال:- مستورات بغیر اپنے محرم کے تبلیغ کرنے کی غرض سے سفر کرتی ہیں تو کیا ایسی عالم اور غیر عالم عورتوں کا سفر کرنا مذکورہ صورت میں جائز ہوگا نہیں

(۲) عورتیں تبلیغ کرنے کی مجاز ہیں؟

---

[1] وفیه اشارة الی ان الحرة لاتسافر ثلاثة ایام بلامحرم الخ، شامی کراچی ص ۳۹۰/ ج۶/ شامی زکریا ص ۹/۵۵۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، کذا فی الهدایة ص ۲۳۳، ج ۱، کتاب الحج، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عن علی بن ابی طالبؓ فی قوله عزوجل قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً التحریم آیت ۶/قال عَلِّمُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمَ الْخَيْرَ، المستدرک للحاکم ص ۵۳۶/ ج۲/ حدیث ۳۸۲۶/ تفسیر سورة التحریم، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،

ترجمہ:- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد قوا انفسکم واہلیکم ناراً الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو۔

(۳) اگر عورتوں کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں ہے تو پھر مستورات دین کے مسائل کس طرح سیکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً اس کی اجازت نہیں کہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے خواہ کسی مقصد کیلئے ہو[۱]

(۲) عورتیں بھی عورتوں کو حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے تبلیغ کرسکتی ہیں بلکہ کرنی چاہئے کسی مکان میں جمع ہوجائیں اور کوئی عورت ان کو کتاب پڑھ کر سنادیا کرے کلمہ نماز درست کرادے حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے عقائد اخلاق واعمال سکھادیا کرے[۲]

(۳) اس کا جواب (۲) سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کا تبلیغی اجتماع میں نامحرم مردوں تک آواز جائے اس طرح مائک پر وعظ کرنا

سوال: -عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے محلّہ دین بازار حیدرآباد میں ہر ماہ ۱۰/ تاریخ کو ایک زنانہ اجتماع میں ایک خاتون صاحبہ بیان کرتی ہے باضابطہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ جس میں عورتوں اور مردوں کا انتظام رہتا ہے کیا یہ صحیح ہے کہ ایک عورت اپنا وعظ مردوں کو سنا سکتی

---

[۱] ان الحرة لاتسافر ثلاثه ايام بلا محرم الخ. شامی زکریا ص ۵۵۹/ ج۹/ مطبوعه کراچی ص ۳۹۰/ ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، هدایه ص ۲۳۳/ ۱، کتاب الحج، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۲] واماالمومنون والمومنات وهم المصدقون بالله ورسوله وآیات کتابه فان صفتهم ان بعضهم انصار بعض واعوانهم یأمرون الناس بالایمان بالله ورسوله وبماجاء به من عند الله الخ، جامع البیان ص ۱۷۸/ ج۶/ سورة توبه تحت آیت ۷۱/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

ہے اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیجئے اور خاتون صاحبہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنا وعظ مردوں کو برابر سنا سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کا تبلیغی اجتماع میں لاؤڈ اسپیکر پر تقریر وعظ کرنا جس سے نامحرم مردوں تک آواز جائے صحیح نہیں غلط طریقہ ہے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے لئے تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین دہلی سے دریافت کریں وہاں سے بھی اس کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۹ھ

عورتوں کی تبلیغ

سوال: - ہمارے یہاں عورتوں کی جماعت تبلیغ بھی شروع ہوگئی ہے۔ کیا اس پُرفتن زمانہ میں شرعاً اس کی اجازت ہے؟ کیا حدیث شریف یا آثار صحابہ میں اس کی اجازت ہے؟ کیا اس میں شرکت کرنے والی عورتیں گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی کریم ﷺ نے مستورات کی درخواست پر ان کے لئے اجتماع کا دن اور مکان مقرر فرمایا[2] پھر ازواجِ مطہرات کے پاس کثرت سے مستورات دین سیکھنے اور مسائل

---

[1] ولا نجیزلهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلیینها وتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم الخ، شامی زکریا ص ۷۹/ ج ۲/ مطبوعه کراچی ص ۴۰۶/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة،

[2] عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ فَوَعَدَ هُنَّ یَوْمًا لَقِیَهُنَّ فِیْهِ فَوَعَظَهُن الحدیث بخاری شریف ص ۲۰/ ج ۱/ (مطبوعه اشرفی دیوبند) رقم الحدیث ۱۰۱/ باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة فی العلم، کتاب العلم،

معلوم کرنے کے لئے آیا کرتی تھیں۔ یہ تو حدیث شریف میں موجود ہے۔[۱] اب جبکہ دین سے بے خبری بلکہ بے حیائی غالب آ چکی ہے اور مستورات کے باپ دادا بھائی شوہر وغیرہ ان کو دین نہیں سکھلاتے اور نہ مردوں کی طرف سے دین سیکھنے کا کوئی انتظام ہے، تو اس حالت میں ضروری ہے کہ مستورات کے لئے دین سکھلانے کا انتظام کیا جائے مگر اس میں بھی حدودِ شرعیہ کی پابندی لازم ہے مثلاً یہ کہ اپنے محلّہ یا اپنی بستی میں پردہ کے ساتھ جائے نامحرم کے ساتھ نہ جائے۔[۲] اگر کوئی عورت کتاب سنائے یا تقریر کرے تو اس کی آواز نامحرم تک نہ پہونچے۔ لاؤڈ اسپیکر نہ ہو اور بے ضرورت جمع نہ ہو۔ اگر دوسری بستی میں جانا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جائے۔ اگر حدود شرعیہ کی رعایت نہ کی گئی تو فتنے پیدا ہوں گے۔[۳] اللہ پاک محفوظ رکھے آمین! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۸ھ

عورتوں کی اجتماعات میں شرکت

سوال:- مروجہ طریقہ پر جو دینی اور تبلیغی جلسے ہوتے ہیں اس میں وعظ وتقریریں اور نصائح بیان کئے جاتے ہیں، ایسی مجلسیں یقیناً بابرکت ہیں۔

---

[۱] كَانَ النِّسَاءُ يَبْعَثْنَ اِلىٰ عَائِشَةَ بِالدَّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ يَسْئَلْنَهَا عَنِ الصَّلوٰة الحديث، موطاامام مالک ص ۲۰/ (مكتبه اشرفی بکڈپو دیوبند) طهر الحائض،

[۲] يباح لها الخروج الىٰ مادون السفر بغير محرم واذا وجدت محرماً لم يكن للزوج منعها هدايه ص ۲۳۳/ج ۲/(مكتبه ياسر نديم ديوبند) كتاب الحج، مجمع الانهر ص ۲/۳۸۷، كتاب الحج، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[۳] استفيد من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوج اومحرم (الشامی نعمانیه ص ۱۴۵/ج ۲/ شامی زکریا ص ۴۶۴/ج ۳) كتاب الحج،

مگر سوال یہ ہے کہ ایسے جلسوں میں عورتوں کا شریک ہونا عندالشرع کیا حکم ہے؟ جب کہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ اور ضروری مسائل وفضائل سے واقف ہوں اور بہشتی زیور یا اس جیسی دینی کتابیں پڑھ کر سمجھ بھی لیتی ہوں، اور دوسرے کو سمجھا بھی سکتی ہوں اور کسی قدر عمل بھی ہو، اگر مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پڑوسی سے سمجھ سکتی ہوں۔ مختصر یہ کہ ضروری علم ان کو حاصل ہو، تو ایسی صورت میں جلسوں کی مجلس میں آمدورفت کیسا ہے جبکہ جلسہ زیادہ تر رات ہی میں ہوتا ہے اور جلسہ میں کم از کم چار پانچ سو مرد ہو جاتے ہیں اور عورتوں کا یہ کہنا کہ نیک کام میں جارہی ہوں صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یہ طریقہ عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کے لئے اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر میں رہے دینی مسائل کی ضرورت ہو تو شوہر باپ بھائی وغیرہ سے معلوم کرے۔ کتاب سمجھ سکے تو کتاب میں دیکھ لے۔ جو مسئلہ شوہر وغیرہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے اور کتاب بھی نہ ملے یا سمجھ میں نہ آوے تو وہ شوہر باپ وغیرہ کے ذریعہ سے کسی عالم سے دریافت کرے، نہ خود باہر جائے نہ کسی کے پاس خط لکھے جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی کی فضا عام ہے۔ ہزاروں میں ایک آدھ ہی مشکل سے ملے گا جو علم اور عمل میں پختہ ہو یا اس کو علم وعمل کی لگن ہو۔ اس لئے علم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور عمل کو بھی، دین سیکھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہیے، پھر یہ کہ چند مسائل میں دین محدود نہیں۔ اجتماعات میں شرکت کرنے سے دینی جذبہ قوی ہوتا ہے۔ اس جذبہ کے اثر سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے، گھر کے ماحول کو درست کرنے کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے، علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے، ایمان میں پختگی آتی ہے، حضور اکرم ﷺ کے طریقۂ زندگی کو سن کر قلب میں اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ان فوائد کے پیشِ نظر پورے پردہ کے ساتھ جانا ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تو بلا مجبوری کے ان کو شرکت سے روکنا نہیں چاہیئے، بلکہ شوہر یا کوئی محرم

اپنے ساتھ لے کر جائے وہاں خود بھی منتفع ہو اور ان کو بھی محروم نہ رکھے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۲ھ

عورتوں کا اجتماع اور تقریر

سوال: -عورتوں کا اجتماع کرنا اور عورتوں کا عورتوں میں تقریر کرنا، ممالک وغیر ممالک، محلّہ وغیر محلّہ کا سفر کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا اسلاف میں اس کی نظیر ملتی ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو ان امور پر عیاناً وحقیقۃً تنقید وتبصرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین سیکھنا اور سکھانا حسبِ حیثیت سب کے ذمہ ضروری ہے[۲] گھر کے آدمی باپ دادا نانا چچا ماموں بھائی اگر وہ نہ سکھائیں یا انکے پاس خود ہی دین نہ ہو تو ضروری مسائل اعتقادیہ وعملیہ سیکھنے کیلئے انکو دوسری مستورات کے پاس جانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ وہ اپنے مردوں سے دریافت کر کے بتلائیں، لیکن پردہ کا لحاظ ضروری ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مستورات دین سیکھنے کیلئے آیا کرتی تھیں[۳] نیز حضورِ اکرم ﷺ نے بھی

---

[۱] یباح لها الخروج الی مادون السفر بغیر محرم واذا وجدت محرماً لم یکن للزوج منعها (هداية ص ۲۳۳ ج ۱، مطبع یاسر ندیم دیوبند) کتاب الحج، استفید من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوج اومحرم، شامی نعمانیه ص ۱۴۵ ج ۲ (شامی زکریا ص ۴۶۴ ج ۳) کتاب الحج،

[۲] طلب العلم ای الشرعی فریضة ای مفروض فرض عین علیٰ کل مسلم او کفایة ومسلمة کمافی روایة الخ، مرقات ص ۲۳۳/۱، طبع اصح المطابع بمبئی) کتاب العلم، الفصل الثانی،

[۳] كَانَ النِّسَاءُ يَبْعَثْنَ اِلىٰ عَائِشَةَ بِالدَّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ يَسْئَلْنَهَا عَنِ الصَّلوٰةِ الحديث، مؤطاامام مالک ص ۲۰، (مطبوعه اشرفی دیوبند) طهر الحائض،

مستورات کا اجتماع فرمایا۔ اور خود تشریف لے جا کر ان کو دین سکھایا[۱]۔ اگر اپنے محرم یا شوہر کے ساتھ جائیں اور مستورات میں تقریر کریں اسطرح کہ نامحرم آواز نہ سنیں اور پردہ کا پورا لحاظ رکھیں، نیز اور کسی فتنہ کا بھی مظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔ بغیر شوہر یا بغیر محرم کے شرعی سفر کرنا یا بے پردہ جانا یا اسطرح تقریر کرنا غیر محرم بھی آواز سنیں مثلاً لاؤڈ اسپیکر پر یا کوئی اور فتنہ ہو تو پھر اجازت نہیں (عموماً عورتوں کے اجتماع میں فتنہ پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لئے اس سے بچنے کی از حد ضرورت ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۴/۹۵ھ

صرف عورتوں کی مجلس میں وعظ کے بجائے کتابی تعلیم مناسب ہے

سوال:- جب صرف عورتوں کی مجلس ہو اور عورتیں ہی وعظ کرنے والی ہوں تو ان کے وعظ کا کیا طریقہ ہونا چاہیے؟ معتبر کتاب پڑھ کر سنائیں یا مقررین کی طرح لچھے دار اشعار وغیرہ پڑھ کر تقریریں کریں یا مذاکرہ کریں؟ کونسی صورت میں عورتیں وعظ و نصیحت کریں؟

---

[۱] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ فَوَعَدَ هُنَّ یَوْمًا لَقِیَهُنَّ فِیْهِ فَوَعَظَهُن الحدیث بخاری شریف ص ۲۰/ ج ۱/ (مطبوعہ اشرفی دیوبند) رقم الحدیث ۱۰۱/ باب هل یجعل للنساء یوم علیٰحدة الخ، کتاب العلم،

[۲] استفید من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوج اومحرم .الشامی نعمانیه ص ۱۴۵/ ج ۲/ شامی زکریا ص ۴۶۴/ ج ۳/ کتا ب الحج، لأن صوتها عورة الخ، شامی زکریا ص ۷۲/ ج ۲/ باب شروط الصلاة،

الجواب حامداً ومصلیاً

مذاکرہ کرلیں، کتاب سنادیں حسب موقع دونوں صورتیں مناسب اور مفید ہیں۔ تقریر سے احتراز مناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۶ھ

عورتوں کی تبلیغ اور نظم ترنم سے پڑھنا

سوال:- (۱) عورتوں کا کسی کے گھر جا کر تبلیغ کا ذکر کرنا اور ایسا معمول بنانا کہ روزانہ تبلیغ کا کام ہو سکے کہاں تک مناسب ہے اور اس میں کیا کوئی حرج ہے؟

(۲) اگر ذکر کے دوران نظم آجائے تو اس کو ترنم کیساتھ پڑھنا کیا عورتوں کے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پردہ کے ساتھ کسی ایک مکان میں جمع ہو کر دین کی باتیں کریں، سیکھیں سکھائیں، کتاب پڑھیں سنیں جس سے دینی معلومات حاصل ہوں، عمل پر پابندی ہو، ایمان تازہ ہو شرعاً درست ہے، مفید ہے۔ لیکن کوئی تقریر کسی عورت کی ایسی نہ ہو جس کی آواز نامحرموں تک پہنچے۔ لاؤڈ اسپیکر اس میں استعمال نہ کیا جائے۔ ترنم اور گانا ہرگز نہ ہو،[1] اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ ایسا نہ

---

[1] ولا نجیزلهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلیینها وتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم، شامی زکریا ص ۷۹ ج ۲، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة،

ہو کہ دین کی خاطر کام کیا جائے اور اس میں شیطان کا بھی حصہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۳۹۶ھ

بغیر انتظام اہل وعیال تبلیغی چلہ میں نکلنا

سوال:- مجھ ناچیز کو ناگپور میں ہونے والے اجتماع میں تبلیغی جماعت بمبئی کے حضرات دس ۱۰/روز کیلئے ناگپور لے گئے، گذشتہ ماہ کی ۲۶/۲۷/۲۸/تاریخ کو وہاں اجتماع شروع ہوا اور ان تاریخوں میں تقریروں کے بعد مقرر صاحب یہ کہتے تھے کہ اس اجتماع کے بعد تین چلے یا کم از کم ایک چلہ کیلئے آپ لوگ ضرور نکلیں اور نام لکھوائیں۔ بہت مجبور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیوی بچوں کو چھوڑو، کاروبار بند کرو اور ضرور تبلیغ کے لئے نکلو اور چلو، کوئی اگر معذرت چاہے کہ اس کی ایسی مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ نہیں آسکتا، تو وہ بیان کرتے تھے کہ بس تم سب چھوڑ دو ضرور نکلو سب اللہ پر چھوڑ دو۔ اب یہاں مجھے حقوق العباد کے بارے میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم سب چھوڑ دیں اور ان کے ساتھ نکل جائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص بیوی بچوں کے لئے روزانہ کماتا ہے اور ان کے حقوقِ واجبہ ادا کرتا ہے تو وہ تبلیغی جماعت کے لئے اس وقت جائے جب نفقۂ واجبہ کے ادا کرنے کا انتظام کردے۔ ان کو بھوکا روتا چھوڑ کر نہ جائے تبلیغی جماعت کے لوگ جس قدر اصرار کریں ان کے اصرار کی وجہ سے بغیر انتظام کئے ہرگز نہ جائے[1] نہ ان سے بحث کرے بلکہ یہ کہدے کہ میں مقامی کام

---

[1] مذاکرة العلم ساعة خیرمن احیاء لیلة وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلااذن والدیه ای ان لم یخف علیٰ والدیه الضیعة بان کانا مؤسرین ولم یکن نفقتهما علیه وفی الخانیة ولو اراد الخروج الی الحج وکرها ذالک ..... (باقی حاشیہ صفحہ ھذا)

میں بھی حصہ لیتا ہوں۔ چلہ کیلئے نکلنے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انتظام کر دے تو نکلوں گا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انتظام کر ہی دے گا، پھر نکلوں گا، آپ بھی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور کوشش میں لگا رہے۔ چلوں کا موقع نہ ہو تو تین روز ایک روز کے لئے انتظام کر کے نکل جایا کرے۔ اس کا بھی موقع نہ ہو تو ہفتہ میں جس جگہ کام ہوتا ہو وہاں شرکت کر لیا کرے۔ اس سے وہ لوگ بھی اصرار نہیں کریں گے اور کام سے بھی تعلق رہے گا۔ اس کا فائدہ بھی معلوم ہوگا اور بحث کرنے کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ تبلیغی جماعت کے جو لوگ اس طرح مجبور کرتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے، ان کے متعلق مرکز نظام الدین دہلی میں اطلاع کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۸۹ھ

بچوں کے خرچ کا انتظام کئے بغیر تبلیغ میں نکل جانا

سوال:- ایک شخص تبلیغ میں رہتا ہے۔ گھر پر اس کے چھوٹے چھوٹے بچے کھانا وغیرہ سے پریشان رہتے ہیں، کیا اس کے لئے اس طریقہ کی تبلیغ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کا خرچ نہ دینا جس سے وہ پریشان رہیں اور ان سے بے فکر ہو کر تبلیغ میں نکل جانا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....قالوا ان استغنی الاب عن خدمته فلابأس والافلایسعه الخروج الخ الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۶۱ ج۵ وزکریا ص ۵۸۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، ونفقة الغیر تجب علی الغیر بأسباب ثلثه زوجیة وقرابة وملک، فتجب للزوجة علی زوجها الخ شامی کراچی ص ۵۷۲/ ج۳، باب النفقة، وتجب النفقة بانواعها علی الحر لطفله الفقیر الحر الخ، شامی کراچی ص ۶۱۲/ ج۳/ باب النفقة،

جائز نہیں[1] اس کو لازم ہے کہ بچوں کے خرچ کا انتظام پہلے کر لے۔ پھر اگر موقع ملے تب تبلیغ میں جائے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

قرض لے کر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا

سوال: - ہمارا علاقہ پہاڑی ہے یہاں پر زیادہ تر جولائی کے مہینہ میں تبلیغی جماعتیں آتی ہیں۔ کیا یہ طریقۂ تبلیغ درست ہے جب کہ بہت سے تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ تم بچوں کے نفقہ کا فکر نہ کرو۔ اللہ مالک ہے۔ بس ہمارے ساتھ چلو اور بہت مجبور کرتے ہیں۔ حضرت والا اس سلسلہ میں وضاحت تحریر فرماویں کہ قرضہ لے کر تبلیغ کریں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین سیکھنا فرض ہے[3] خواہ مدرسہ میں رہ کر ہو، خواہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے ہو، خواہ

---

[1] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله الفقير الحر (شامی کراچی ص ۶۱۲/ ج۳/ باب النفقة مطلب الصغير والمكتسب نفقة فی كسبه لا على ابيه) بحر الرائق ص۱۷۳، ۱۹۶، ج۴/ كتاب الطلاق، باب النفقة ،مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[2] مذاكرة العلم ساعة خيرمن احياء ليلة وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلااذن والديه ای ان لم يخف علىٰ والديه الضيعة بان كانا مؤسرين ولم تكن نفقتهما عليه وفی الخانية ولواراد الخروج الى الحج وكرها ذالک قالوان استغنى الاب عن خدمته فلابأس والافلايسعه الخروج الخ الدرالمختار على الشامی نعمانيه ص ۲۶۱ ج۵ شامی زكريا ص ۵۸۴ ج۹ كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع .

[3] واعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج اليه الخ شامی كراچی ص ۴۲/ ج۱/ مقدمه.

اہل دین کی صحبت میں رہ کر ہو[1] آج کل دین سے جس قدرت غفلت و جہالت اور بے پرواہی ہے وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں۔ اگر علاقہ ایسا ہے کہ نہ وہاں مدارس ہیں، نہ وہاں اہل علم علماء ہیں، نہ دینی کتابوں کے دیکھنے کا شوق ہے، نہ قابلیت ہے۔ اس کے لئے تبلیغی کام کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کچھ وقت نکال کر ہر قسم کے فکر سے خالی ہو کر دین سیکھنے کے لئے نکل جائیں۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کتنے آدمی اس طرح نماز وغیرہ کے پابند ہو گئے۔ کتنوں نے بہت سے ضروری مسائل سیکھ لئے۔ ان جماعتوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔ لیکن بعض آدمی جوش میں آ کر واقعۃً حدود کی رعایت نہیں کرتے، اس سے نقصان پہونچتا ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ ان کو تبلیغی علماء کے ذریعہ سے تنبیہ کرائی جائے اور ان کے اصرار کی وجہ سے ہرگز حقوقِ واجبہ کو ضائع نہ کیا جائے[2] بیوی بچوں کے نفقہ کا ادا کرنا ضروری ہے[3] بلا نفقہ کے ان کو بھوکا چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں[4] اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہو تو ان کے

---

[1] طلب علم دین کے دو درجے ہیں ایک فرض عین ایک فرض کفایہ فرض عین کا درجہ یہ ہے کہ پاکی ناپاکی وضوء نماز روزہ کے احکام معلوم کرلے عقائد ضروریہ وفرائض اسلام کا علم حاصل کرلے خواہ اردو میں یا عربی میں یا صحبت اہل علم کے ذریعہ سے الخ۔ (امدادالاحکام ص ۲۱۷/ ج ۱) مطبوعہ زکریا دیوبند کتاب العلم.

[2] لقوله عليه الصلوة والسلام لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق الحديث، (مشكوٰة شريف ص ۳۲۱، كتاب الامارة والقضاء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

[3] فتجب (النفقة) للزوجة على زوجها لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته، شامى كراچى ص ۵۷۲/ ج۳/ كتاب النكاح، باب النفقة، وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله الفقير الحر شامى كراچى ص ۶۱۲/ ج ۳/ باب النفقة.

[4] وله الخروج لطلب العلم الشرعى بلاذان والديه اى ان لم يخف على والديه الضيعة فان كانامؤسرين ولم تكن نفقتهما عليه وفى الخانيه ولواراد الخروج الى الحج وكرها ذالک الخ. (الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص: ۲۶۱، ج:۵) كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

کہنے کی وجہ سے قرض نہ لیں۔ اگر جلدی ادا کرنے کی صورت ہو تو پھر حسبِ حیثیت قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے وقت میں باقاعدہ مدارس نہیں تھے۔ ایسے ہی لوگ دین سیکھا کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جانا

سوال:- زید نے تبلیغی جماعت میں جانے کے لئے چار ماہ لکھوار کھے ہیں۔ زید کے باپ نے معلوم ہونے پر زید کو جماعت میں جانے سے منع کیا کہ میرے اوپر خرچ کا بار پڑے گا اور زید کچھ رقم اپنے باپ کو ماہانہ دیتا ہے۔ جب وہ جماعت میں جائے گا تو وہ رقم باپ کو نہیں ملے گی۔ زید یہ کہتا ہے کہ میں نے وعدہ کرلیا ہے۔ مجھے جھوٹا ہونا پڑے گا۔ دوسرے یہ بھی کہتا ہے کہ تبلیغی جماعت میں جانا چونکہ فرضِ عین ہے۔ لہٰذا باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

(۲) اگر باپ کے اوپر خرچ کا بار نہ پڑے یعنی زید خرچہ دیدے اور باپ پھر بھی اجازت نہ دے تو کیا بلا اجازت جماعت میں جاسکتے ہیں؟

(۳) کیا باپ کو ناراض کرکے جماعت میں جاسکتے ہیں اور قرض لے کر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

(۴) تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تبلیغی جماعت میں جانا تو فرض عین نہیں البتہ دین سیکھنا فرضِ عین ہے، خواہ مدرسہ

میں داخل ہوکر ہو یا خارج مدرسہ پڑھ کر ہو خواہ اہل علم اور اہل دین کی خدمت میں جا کر ہو[۱] خواہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو، بلا وجہ قوی کے وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[۲] جہاں تک ہو سکے وعدہ پورا کرنا چاہیے۔ جس وعدہ کے لئے وقت مقرر نہیں کیا اس کے پورا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو یہ وعدہ خلافی اور جھوٹ نہیں۔

(۲) اگر باپ بلا وجہ تبلیغی جماعت میں جانے سے روکے تو اس کی اطاعت لازم نہیں، جیسے کہ علم دین حاصل کرنے سے روکنے میں اس کی اطاعت لازم نہیں[۳] اگر قرض کے ادا کرنے کا بھی انتظام ہو جائے تو جس طرح دیگر ضروریات کے لئے قرض لینے کی اجازت ہے، اسی طرح تبلیغ میں جانے کے لئے بھی قرض لینے کی اجازت ہے۔

(۳) حقوقِ واجبہ کو تلف کر کے تبلیغ میں جانے کی اجازت نہیں۔ بیوی بچوں اور ماں باپ کا نفقہ بھی اگر اس کے ذمہ لازم ہو تو اس کا انتظام کرنا واجب ہے۔ اس کو ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اسی طرح اگر ماں باپ ضعیف یا بیمار ہوں یا جسمانی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی جسمانی خدمت بھی لازم ہے۔ اس کو ترک کر کے بھی تبلیغی جماعت میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگر حقوق واجبہ کا بھی انتظام ہو اور جسمانی خدمت کی بھی ان کو حاجت نہ ہو تو پھر ان کو

---

[۱] طلب العلم الشرعی فریضة ای مفروض فرض عین علیٰ کل مسلم الخ، مرقات ص ۲۳۳ ج ۱، (مکتبه بمبئی کتاب العلم) نیز ملاحظہ کیجئے: شامی کراچی ص ۴۲/ ج ۱/ مقدمة،

[۲] أن من وعد ولیس من نیته أن یفیء فعلیه الأثم الخ، مرقاة شرح مشکوة ص ۶۴۷/ ج ۴/ باب الوعد، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، وَاِذَا وَعَدَاَخْلَفَ (مشکوٰة شریف ص ۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- منافق جب وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف کرتا ہے۔

[۳] لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ، الحدیث مشکوٰة شریف ص ۳۲۱ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الامارة الفصل الثانی. (ترجمه:) مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے خالق کی نافرمانی میں.

خود ہی منع کرنے کا حق نہیں۔ منع کرنے پر بھی اگر تبلیغ میں چلا گیا تو گنہگار نہیں ہوگا۔[۱]

(۴) اس کا جواب اوپر آ چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے انکا حکم

تبلیغی اجتماع میں والد کی اجازت کے بغیر جانا

تبلیغی اجتماع کیلئے جو رقم جمع کی گئی اسمیں سے کچھ بچ گئی اسکا مصرف

سوال:- (۱) یہاں کچھ عرصہ قبل تبلیغی اجتماع ہوا تھا جس میں لوگ کثرت سے اپنے دستی رومال چھڑیاں جوتے اجتماع گاہ میں بھول گئے ہیں چنانچہ اجتماع کے موقع پر بھی بار بار مکبر الصوت پر اعلان کیا گیا تھا مگر اس وقت سے لے کر اب تک انکا کوئی مالک آیا نہیں خصوصاً دستی رومال کو تو عام طور پر کوئی لینے آتا بھی نہیں تو کیا ہم ان سب چیزوں کو فروخت کر کے کسی غریب کو صدقہ کر سکتے ہیں یا پھر بعینہٖ یہ چیزیں صدقہ کرنی ہونگی۔

(۲) ایک دینی کام مثلاً تبلیغی اجتماع کے لئے چند احباب نے مل کر کچھ رقم جمع کی اب وہ کام پورا ہو گیا اور نصف سے بھی کم رقم خرچ ہوئی تو اگر باقی روپئے دینے والوں کو واپس کر دیئے جائیں تو وہ اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں واپسی کی صورت یہ رکھی جائے کہ کل رقم کا چالیس فی صدی حصہ خرچ ہوا ہے تو اب ہر ایک کی رقم میں سے چالیس فی صدی وضع کر

---

[۱] وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلااذن والديه اى ان لم يخف علىٰ والديه الضيعة بان كانامؤسرين ولم تكن نفقتهما عليه وفى الخانيه وارادالخروج الىٰ الحج وكرها ذالك قالواان استغنى الاب عن خدمته فلابأس والافلايسعه الخروج .درمختار علىٰ الشامى نعمانيه ص ۲۶۱ ج ۵ وشامى زكريا ص ۵۸۴ ج ۹ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع،

کے باقی رقم واپس کردی جائے چندہ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس کام کے لئے یہ رقم نکالی تھی اب ہم خود کیسے استعمال کریں تو کیا یہ احباب خود استعمال کر سکتے ہیں اگر نہ کر سکتے ہوں تو اس کے علاوہ کسی اور دینی کام میں یہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے

(۳) ایک صاحب اپنے بھائی اور والد صاحب کے ساتھ تجارت شرکت میں کرتے ہیں ہر سال کے آخیر میں منافع اور سال کا پورا خرچ دیکھ لیا جاتا ہے منافع سب بھائیوں اور والد صاحب میں تقسیم ہوکر انکے نام جمع رہتا ہے اور گھر کا پورا خرچ تین بڑے بھائیوں کے منافع میں سے لیکر وضع کیا جاتا ہے چھوٹے بھائی اور والد صاحب بھی کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہیں، الحمدللہ والد صاحب کسی بھائی کی خدمت کے محتاج نہیں چلتے پھرتے ہیں اب اگر بڑے بھائیوں میں سے ایک بھائی تبلیغی جماعت کے ساتھ تین چار مہینے کے لئے باہر جانا چاہتا ہے تاکہ اپنی اصلاح ایمان ویقین درست ہو تو کیا والد صاحب کے لئے اس بھائی کو روکنا درست ہے نیز لڑکا والد صاحب کی اجازت کے بغیر جاسکتا ہے یا نہیں، جیسا کہ چار آٹھ دن گھومنے جانا ہو تو بغیر اجازت بھی جاتے ہیں اور والد صاحب کو کوئی ناگواری بھی نہیں ہوتی نیز اگر تبلیغ میں جانے والا بھائی تین چار ماہ کا اپنا منافع چھوڑ دے اور تبلیغ میں جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعینہ ان کو خیرات کردے اس نیت سے کہ ان کے مالک کو ثواب ملے مگر یہ اس وقت ہے کہ مالک کے ملنے سے مایوس ہوجائے[۱]

(۲) اس طرح یہ رقم وہ لوگ بھی خود خرچ کر سکتے ہیں[۲] بہتر ہے کہ ان کی اجازت سے

---

[۱] وعرف الی ان علم ان ربها لایطلبها ثم تصدق ای ان لم یجئی صاحبها فله ان یتصدق بهاعلی الفقراء الخ. البحرالرائق مکتبه کوئٹه ص۱۵۳ ج۲ کتاب اللقطة .

[۲] حصیر المسجد وحشیشه اذا استغنی عنهما یرجع الیٰ مالکه عندمحمدؒ وعندابی یوسف ینقل الیٰ مسجد آخروصرح فی الخانیة بأن الفتویٰ علی قول محمدؒ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرے دینی کام تبلیغی اجتماع یا دینی مدرسہ میں خرچ کرالے۔

(۳) اگر والد صاحب اس کی خدمت کے حاجت مند نہیں ہیں اور اس کے جانے سے کام میں نقصان نہیں ہوتا دوسرے بھائی بخوشی اجازت دیتے ہیں اور حقوق واجبہ بیوی بچوں کے تلف نہیں ہوتے تو والد صاحب کو منع نہیں کرنا چاہیے[۱] اس حالت میں وہ اگر جا کر اپنا ایمان اور عمل پختہ کرے تو اس سے والد صاحب کو اجر ملے گا جہاں تک فرض کا درجہ ہے اس میں تو والد صاحب کی اجازت کی ضرورت نہیں[۲] اور جو درجہ استحباب ہے اس میں والد صاحب کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہ جائے والد صاحب گھومنے اور سیر کرنے کیلئے جانے کی اجازت دیتے ہیں اور تبلیغی سفر سے روکتے ہیں تو اس کا یہ حل ہے کہ کوشش اور خوشامد کر کے والد صاحب کو بھی تبلغی سفر میں لے جائے جب ان کو اس کا نفع معلوم ہوگا تو پھر خود جائینگے اور دوسروں کو بھی بھیجنے کی کوشش کرینگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۶ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... قال فی البحر وبه علم ان الفتویٰ علی قول محمد فی آلات المسجد الخ شامی زکریا ص ۶/۵۴۹، کتاب الوقف احکام المسجد مطلب فیما لو خرب المسجد وغیره.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیه ای ان لم یخف علیٰ والدیه الضیعة بان کانا مؤسرین ولم تکن نفقتهما علیه وفی الخانیه ولو اراد الخروج الیٰ الحج قالوا ان استغنی الاب عن خدمته فلا بأس والا فلا یسعه الخروج. درمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۵۸۴ ج ۹ نعمانیه ص ۲۶۱ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع.

[۲] لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. مشکوٰة شریف ص ۳۲۱/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الامارة والقضاء. ترجمه: جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں. قواعد الفقه ص ۱۰۶/ رقم القاعده ۲۵۳/ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

اجتماع سے سامان بچ گیا اس کا کیا کیا جائے؟

سوال: -۱۶/شعبان ۱۳۹۲ھ کو ہمارے یہاں ایک تبلیغی اجتماع ہوا تھا، جس میں گاؤں والوں نے اجتماع کے اخراجات کا ذمہ لیا تھا۔ باہر کے آنے والے مہمانوں کے کھانے کا انتظام وغیرہ کا ذمہ گاؤں والوں نے ہی لیا تھا۔ الحمدللہ اجتماع خوب کامیاب رہا۔ لیکن گاؤں والوں نے اجتماع کے لئے جو غلہ وغیرہ جمع کیا تھا اس میں سے کچھ تو اجتماع میں خرچ ہو گیا اور کچھ بچ گیا۔ اب کچھ لوگوں کے رائے تو یہ ہے کہ جو کچھ بچا ہوا ہے اس کو مسجد میں دیدیا جائے اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ سب کچھ عیدگاہ میں دیدیا جائے۔ لوگوں میں اختلاف چل رہا ہے۔ لہٰذا آپ بتائیں کہ وہ غلہ کہاں دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے اختلاف کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ دوسرا جلسہ (اجتماع) کر لیا جائے اس میں یہ غلہ خرچ ہو جائے۔[1] اگر عیدگاہ یا مسجد میں دینے پر سب کا اتفاق ہو جائے تو وہاں دیدیا جائے۔ اس طرح اعلان کیا جائے کہ سب کو خبر ہو جائے اور جو چاہے اپنی رائے دے سکے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ، شامی زکریا ص: ۶۶۵، ج: ۶، کتاب الوقف مطلب مراعاة غرض الوقفين واجبة

[2] (كمايستفاد من هذه العبارة) حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذاالرباط والبئر اذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الىٰ اقرب مسجد الخ. وقال الشامی تحته وعلىٰ هذا حصير المسجد وحشيشه اذااستغنى عنهما يرجع الىٰ مالكه عندمحمدؒ وعندابی يوسفؒ الىٰ مسجد آخروصرح فی الخانية بأن الفتوىٰ علىٰ قول محمدقال فی البحروبه علم أن الفتوىٰ علىٰ قول محمد فی آلات المسجد الخ. شامی زکریاص ۵۴۹ ج۶ کتاب الوقف مطلب فيما لوخرب المسجد وغيره .

حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں جائے

سوال:- امریکہ میں تبلیغی اجتماع ہونے والا ہے اور وہاں کا صرفہ تقریباً ۱۵/ ہزار روپے ہے تو کیا اجتماع میں جانا ضروری ہے یا وہ شخص اجتماع میں نہ جائے حج بیت اللہ کرے اور نہ جانے کی صورت میں وہ عنداللہ گنہ گار تو نہیں ہوگا

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے ذمہ حج فرض ہے تو اس فرض کو ادا کریں[1]۔ تبلیغی جماعت حج میں بھی جاتی ہیں ان کے ساتھ رہ کر تبلیغی کام بھی کرتا رہے اگر اس کے ذمہ حج فرض نہیں تبلیغی اجتماع ایام حج سے بہت پہلے ہے تو وہ اجتماع میں شرکت کرلیں پھر اگر حج کے موقعہ پر اللہ وسعت دے تو حج بھی کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۱۴۰۰ھ

سنن ونوافل کے وقت تبلیغی پروگرام

سوال:- عموماً ظہر ومغرب کے بعد جماعت کی طرف سے تقریری اعلان ہوتا ہے ابھی لوگ سنتیں نوافل ہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ادھر مسجد میں تقریر شروع ہوجاتی ہے۔ عوام تو درکنار خواص کو بھی نماز میں الجھن ہونے لگتی ہے قرأت وتسبیحات بسا اوقات تعداد رکعات

---

[1] الحج فرض مرة على الفور في العام الاول عند الشافعي واصح الروايتين عن الامام مالك واحمد فيفسق وترد شهادته بتاخيره .الدرالمختار مع ردالمحتار زكريا مختصراً (ص ۴۵،۵۴ ج ۳) مطبوعه كراچی ص ۴۵۶،۴۵۵ ج ۲، اول كتاب الحج، مجمع الانهر ص ۳۸۳/ ۱، كتاب الحج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

میں بھی بھول ہو جاتی ہے اگر پروگرام مسجد سے باہر رکھا جاتا ہے۔تو سامعین کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہوگی۔

کیا دینی تبلیغ کے لئے نماز کے اوقات میں تقریر و تعلیم وغیرہ کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اگر فقہی رو سے گنجائش نہیں نکل سکتی تو جماعت والے کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرائض وسنن مؤکدہ کی رعایت رکھتے ہوئے تبلیغی پروگرام شروع کیا جائے کتنے لوگ ایسے ہیں جو نماز کے ارکان واجبات شرائط سنن سے واقف نہیں التحیات وغیرہ کو بھی صحیح طور پر نہیں جانتے ان کی نمازوں کو صحیح کرانا اور نماز کی اہمیت ذہن نشین کرانا دین کی طرف راغب کرنا بہرحال نوافل سے اہم اور قابل ترجیح ہے[1] نوافل کو خواص حضرات بعد میں مسجد ہی میں یا مکان پر بھی ادا کرلیں گے۔لیکن گشت کر کے اور خوشامد کر کے جن لوگوں کو مسجد میں لا گیا ہے ان کا پھر ہاتھ لگنا اور جمع ہونا مشکل ہوگا اور فرائض تو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں اس کے بعد بھی سنن مؤکدہ مختصر کی رعایت کرلیں تو جماعت والے حضرات کو تو انشاء اللہ خلجان نہیں ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی پروگرام کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا

سوال:۔مغرب کی نماز کے بعد وہ حضرات اپنی تقریروں کا پروگرام رکھتے ہیں۔اور

---

[1] طلب العلم والفقه اذاصحت النية افضل من جميع اعمال البر وكذاالاشتغال بزيادة العلم الخ. شامی زکریا ص ۵۸۴ ج ۹، مطبوعه کراچی ص ۴۰۷ ج ۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

عشاء کی نماز کو اپنے مقررہ وقت سے ۱۱ر بجے تک مؤخر کرتے ہیں اور اس میں وہ حضرات جو کہ گیارہ بجے تک کا ٹائم نہیں دے سکتے ، وہ بغیر عشاء کی جماعت میں شرکت کئے گھر واپس آجاتے ہیں کیا تقریر کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا یہاں تک کہ دوسرے لوگ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جائیں شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی جماعت اپنے وقت پر کی جائے۔ اپنے تقریری پروگرام کی وجہ سے جماعت کو زیادہ مؤخر نہ کیا جائے،[1] جس سے وہاں پابند جماعت نمازی بلا جماعت نماز پڑھیں (جماعت سے محروم رہ جائیں) یا کسی دوسری مسجد میں جائیں۔ ہاں اگر وہاں کے سبھی آدمی اس دینی کام کی قدر کرتے ہوں اور ایک دو آدمی شریک نہ ہوتا ہو تو پھر ۱۱ر بجے تک تاخیر کرنے میں مضائقہ نہیں۔[2] ایک دو آدمی کو خود بھی ایثار سے کام لینا چاہیے یعنی یہ سمجھے کہ میری وجہ سے اس سب بڑے مجمع کے پروگرام میں تغیر ہونا مناسب نہیں۔ مخالفت کر کے یا شکوہ شکایت کر کے نہ اپنا وقار کھوئیں نہ اجر ضائع کریں۔ معمولی بات کی وجہ سے زیادہ اثر نہ لینا چاہیے۔ تبلیغی جماعت کو بھی اکرام مسلم کے تحت کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے مسلم کے وقار کو صدمہ پہونچے، اس سے ان کے کام میں کھنڈت پڑتی ہے جو کہ دینی نقصان ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۴/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۰ھ

---

[1] فالحاصل ان التاخیر القلیل لاعانة اهل الخیر غیر مکروه الخ شامی زکریا ص ۱۹۹ / ج ۲ / باب صفة الصلوٰة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی،

[2] (والمستحب) تاخیر العشاء الیٰ ثلث اللیل الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۶ / ج ۲ / اول کتاب الصلاة،

مسجد میں کیا کیا کام جائز ہیں

سوال: -عوام میں دینی بیداری اور مسائل کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت مولانا الیاسؒ نے انتھک جدوجہد کر کے ہندوستان میں تبلیغ کے نام پر جو جماعت تیار کی ہے بحمد اللہ ملک کے باہر بھی اس کے اثرات پھیل رہے ہیں اور یہ جماعت ملکی پیمانے پر ترقی کر کے آج عالمگیر جماعت بن چکی ہے لوگوں میں دینی شعور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کا نیک جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ چونکہ اس جماعت سے وابستہ ہونے والے زیادہ تر کم پڑھے لکھے مسلمان ہیں اس لئے ان لوگوں کے ہاتھوں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں اور ان لوگوں کے ان رویوں کو دیکھ کر پڑھے لکھے لوگوں کے اندر ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو رہی ہے اس لئے مندرجہ ذیل جواب کو حاصل کرنے کے لئے استفتاء آپ کی خدمت میں ارسال ہے امید ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہی حوالے کے ساتھ مدلل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ اس کی روشنی میں جماعت میں لائی ہوئی خرابی کی نشان دہی کی جائے اور ذمہ داران تبلیغ کے تعاون سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

(۱) مساجد کو جماعت والوں نے طعام وقیام ونوم واستراحت کی جگہ بنالی ہے مسجد کے آس پاس جگہیں رہتے ہوئے کھانا پینا مسجد میں ہوتا ہے ہانڈی پلیٹ اور ضروریات کے دوسرے سامان مسجد میں رکھے جاتے ہیں۔ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جماعت کے رویہ سے عوام کے دلوں میں سے مسجد کا احترام نکلتا جارہا ہے۔ جماعت والوں کے ساتھ مقامی حضرات بھی کافی مقدار میں مسجد میں سوتے ہیں بالخصوص مسجد میں سونے والوں کی زمانۂ گرمی میں تعداد کثیر ہو جاتی ہے۔ مسجد کو اس حالت میں دیکھ کر مسافر خانہ کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔ کیا باہر سے آنے والی جماعت کے لئے طعام وقیام ونوم استراحت فقہی رو سے جائز ہے اگر جواب نفی میں ہے تو باہر سے آنے

والے حضرات کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد میں کھانا سونا مکروہ ہے البتہ اگر کوئی مسافر ہو اور اس کا کہیں ٹھکانا نہو یا معتکف ہو تو فقہاء نے اجازت دی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے **واکل ونوم الا لمعتکف وغریب اھ** درمختار۔

واذا اراد ذالک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر اللہ تعالیٰ بقدرمانوی اویصلی ثم یفعل ماشاءَ فتاوی ھندیہ اہ شامی ص ۱۹ ج ۱/.[1]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کے علاوہ بھی نفلی اعتکاف کی نیت کرے اور مسجد میں جا کر نماز ذکر اللہ کچھ کرے تو اس کے لئے بھی کھانے سونے وغیرہ اعمال کی اجازت ہے مگر مسجد کو ہوٹل اور باورچی خانہ نہ بنایا جائے۔ مسجد کے آس پاس اگر کوئی جگہ ہو تو کھانے پکانے کا انتظام وہاں مناسب ہے آج کل بیشمار مساجد ملک کے مختلف حصوں میں غیر آباد پڑی ہوئی ہیں کسی جگہ ان پر بالکل ہی غیروں کا قبضہ ہے جن میں وہ رہتے ہیں اور ان کے جانور بھی وہاں پلتے ہیں گوبر پیشاب وہیں ہوتا ہے کتنی ہی مساجد مقفل ہیں بعض صرف جمعہ کے لئے کھلتی ہیں اور بعض میں مؤذن کبھی ایک دو ۲/ آدمی کے ساتھ کبھی تنہا نماز پڑھ لیتا ہے، بعض مساجد مقفل بھی نہیں کبھی کوئی آ گیا اس نے نماز پڑھ لی۔ بعض مساجد سے متعلق جائیداد (زمین دوکانیں) وقف ہیں دوسرے لوگوں نے ان پر قبضے کر لئے ہیں۔ ان سے مقدمہ کی نوبت آئی ہے اور بعض جگہ مقدمہ کی بھی طاقت نہیں ان حالات کو دیکھتے ہوئے اگر تبلیغی جماعت مساجد میں جا کر وہاں اعتکاف کی نیت کر کے ذکر وتلاوت تعلیم میں مشغول رہے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۵ ج ۲، باب مایفسدالصلاۃ ومایکرہ فیھا، مطلب فی الغرس فی المسجد (مطبوعہ کراچی ص ۶۶۱ ج ۱)

وہاں کھانا بھی کھائیں اور سو بھی جائیں تو اس سے لوگوں کو زیادہ متوحش ہونا نہیں چاہئے کیونکہ وہاں دین کا ہی کام ہوتا ہے۔ بے نمازی بھی ان کی بدولت مسجدوں میں آتے اور نمازی بن جاتے ہیں مسجدیں آباد رہتی ہیں اذان جماعت پابندی سے ہوتی ہے غیروں کے قبضہ سے حفاظت ہوجاتی ہے اس لئے بخاری شریف باب نوم الرجال فی المسجد .اوراس کے ذیل کی احادیث[۱] نیز اور دوسرے ابواب مثلاً باب یاخذ[۲] بنصول النبل اذامرفی المسجد باب المرورفی المسجد[۳] باب اصحاب الحراب فی المسجد[۴] اور باب التقاضی[۵] والملازمة فی المسجد. باب الاسیر[۶] والغریم یربط فی المسجد،باب الخیمة[۷] فی المسجدللمرضیٰ وغیرهم ،باب الاستلقاء فی المسجد[۸] وغیرہ ملاحظہ کرنے سے بہت سے مسائل واضح ہوں گے نیز۔الاشباہ والنظائر[۹] میں القول فی احکام المساجد میں بہت سے جزئیات موجود ہیں کتب احادیث میں بھی موجود ہیں

---

۱ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنه اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ وَهُوَشَابٌّ اَعْزَبُ لَااَهْلَ لَهٗ فِيْ مَسْجِدِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بخاری شریف ص ۶۳ ج ۱ حدیث ۴۳۵باب نوم الرجال فی المسجد مطبوعه اشرفی دیوبند.

۲ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّرَجُلٌ فِيْ الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا .بخاری شریف ص ۶۴ ج ۱ حدیث ۴۴۶باب یاخذبنصول النبل اذامرفی المسجد مطبوعه اشرفی دیوبند.

۳ بخاری شریف ص ۶۴ ج ۱ باب المرورفی المسجد،کتاب الصلوٰة،مطبوعه اشرفی دیوبند

۴ بخاری شریف ص ۶۵ ج ۱ ، باب اصحاب الحراب فی المسجد ،مطبوعه اشرفی دیوبند،

۵ بخاری شریف ص ۶۵ ج ۱ باب التقاضی والملازمة فی المسجد،مطبوعه اشرفی دیوبند.

۶ بخاری شریف ص ۶۶ ج ۱ باب الاسیر والغریم یربط فی المسجد،مطبوعه اشرفی دیوبند.

۷ بخاری شریف ص ۶۶ ج ۱ باب الخیمة فی المسجد للمرضیٰ وغیرهم، مطبوعه اشرفی دیوبند.

۸ بخاری شریف ص ۶۸ ج ۱ باب الاستلقاء فی المسجد،مطبوعه اشرفی دیوبند.

۹ الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

مال صدقہ مسجد میں جمع کیا جاتا تھا وہیں سے تقسیم ہوتا تھا[1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب حکومت فارس کو فتح کیا گیا تو مال غنیمت مسجد ہی میں لا کر ڈالا گیا[2] شاید آج کل کے کوئی تاجر صاحب دیکھیں تو وہ یہ رائے قائم کرلیں۔ کہ یہ مسجد نہیں بلکہ کسی فیکٹری کا گودام ہے تاہم احترام مسجد کا لحاظ سب کو لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں اوّابین پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں

سوال: -مسجد میں جماعت تبلیغ بعد نماز مغرب تعلیم کرتی ہے جو حضرات صلوٰۃ اوّابین

---

[1] عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَیْنِ فَقَالَ اُنْثُرُوْهُ فِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ اَکْثَرَ مَالٍ اُتِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الصَّلَاةِ وَلَمْ یَلْتَفِتْ اِلَیْهِ فَلَمَّا قَضَی الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَیْهِ فَمَا کَانَ یَرٰی اَحَداً اِلَّا اَعْطَاهُ الخ بخاری شریف ص ۶۰ حدیث ۴۱۷ کتاب الصلاة باب القسمة وتعلیق القنو فی المسجد مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ :-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو مسجد میں ڈالدو اور یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو مال آتا اس میں سب سے زیادہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا نماز سے فارغ ہوکر آپ تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ گئے اور جس کو دیکھتے (اس میں سے) اس کو عطا فرماتے۔

[2] ثم بعث سعد بالاخماس من المال والرقیق والدواب الی قوله ثم حلف عمر بن الخطاب ان لا یجن هذاالمال الذی جاء وابه سقف حتی یقسمه فبات عبداللّٰه بن ارقم وعبدالرحمان بن عوف یحرسانه فی المسجد فلما اصبح جاء عمر فی الناس. ثم قسمه کما قسم اموال القادسیة (البدایة والنهایه ص۶۷/۴، جز۷/ وقعة جلولاء، مطبوعه مصطفٰی الباز مکه مکرمه، تاریخ ابن خلدون ص ۲/۳۲۹، المنتظم ص ۴/۲۱۴، مطبوعه دارالباز مکة المکرمه، الکامل فی التاریخ ص ۲/۵۲۲/ مطبوعه دار صادربیروت، ذکروقعة جلو لاء الخ)

پڑھتے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں ہماری نمازوں میں خلل پڑتا ہے اگر بعد میں تعلیم کرتے ہیں تو لوگ رکتے نہیں تو کیا تعلیم ترک کردیں کیا صورت ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوافل کے لئے افضل اور احسن طریقہ یہ ہے کہ مکان پر پڑھے گو مسجد میں بھی منع نہیں ہے کبیری[1] شرح منیۃ میں اس کی روایت بھی ذکر کی گئی ہے خصوصاً بعد مغرب کی نوافل کے لئے لیکن جو لوگ تعلیم کے مقابلہ میں نوافل کو اختیار کرتے ہیں ان کو زبردستی نوافل سے ہرگز نہ روکا جائے بلکہ نرمی سے سمجھایا جائے کہ نوافل بعد میں بھی ہوسکتی ہے اور مکان پر بھی ادا ہوسکتی ہے لیکن جو لوگ دین سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے کہ ان کو نہ توجہ ہے نہ فرصت اور وہ صرف نماز کے لئے مسجد میں آجاتے ہیں اگر ان کے کان میں دین کی کچھ باتیں پڑ جائیں تو بہتر ہے لیکن نمازوں میں خلل پڑتا ہو تو رک جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازیوں کی فراغت سے پہلے جہراً کتاب پڑھنا

سوال:- جماعتیں مرکز وغیرہ سے آتی جاتی رہتی ہیں۔ اکثر وبیشتر یہ دیکھا گیا ہے

---

[1] اماالسنن التی بعدالفریضة ان تطوع فی المسجد فحسن وتطوعه بهافی البیت افضل. لماروی عن النبی ﷺ انه کان یصلی جمیع السنن والوترفی البیت الخ. حلبی ص ۴۰۰ فروع لوترک (سهیل اکیڈمی لاهور.) عن ابن عمرقال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین بعدالمغرب فی بیته حلبی کبیر ص ۳۸۴ فصل فی النوافل (سهیل اکیڈمی لاهور)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب کے بعد کی دو رکعت آنحضرت ﷺ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے گھر میں پڑھی۔

کہ امیر جماعت وغیرہ رکوع وسجود وقیام خلافِ سنت ادا کر کے اس خیال سے کہ کہیں نمازی چلے نہ جائیں فارغ ہوجاتے ہیں۔نمازی ابھی سنن ونوافل وتر ہی پڑھ رہے ہیں اور امیر جماعت وغیرہ اپنی تقریر یا کتاب کا پڑھنا جہراً شروع کردیتے ہیں جس سے غریب نمازیوں کو باطمینانِ قلب نماز پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے۔آیات قرآنیہ میں منازعت ہونے لگتی ہے۔کیا یہ فعل اور طریقۂ اصلاح عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو تاکید کی جائے کہ نماز سُنّت کے مطابق ادا کریں۔ نیز نمازیوں کی فراغت کا انتظار کریں۔لیکن اگر سب کی فراغت کا انتظار کرنے تک نمازی چلے جائیں اور جو شخص سب سے اخیر میں فارغ ہو بس وہی رہ جائے تو پھر کام کرنے کیا صورت ہوگی۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ فرض کے بعد سُنّتِ مؤکدہ تو سب باطمینان ادا کرلیں پھر بیٹھ جائیں اور کتاب وتقریر کو سنیں اس کے بعد وتر ونوافل پڑھ لیں تاکہ سب کا کام ہوجائے اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۶ھ

تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت

سوال:-قرآن وحدیث کی روشنی میں بات کرنے کے لئے صرف تبلیغی جماعت والوں ہی کو حق ہے یا اور کسی کو بھی؟ مثلاً کوئی عالم حافظ یا اور کسی بھی مسلک کا جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ان لوگوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں تبلیغی مرکز کے اندر وقتاً فوقتاً بیان کرنا جائز

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة فالاسرار (ای بالذکر والدعاء) افضل حیث خیف الریاء اوتأذی المصلین الخ، شامی کراچی ص۳۹۸/ج۶/ زکریا ص ۵۷۰/ ج۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض تبلیغی جماعت والے یہ کہتے ہیں کہ یہاں مرکز میں اور کوئی بیان نہیں کرسکتا تبلیغی جماعت کے علاوہ، اگر وہ کوئی قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنا چاہتا ہے تو اسے روکنا کیسا ہے؟ روکنے والے کو گناہ ہوگا یا ثواب؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہر مسلک کے آدمی کام کرتے ہیں، کتاب بھی سناتے ہیں، گشت بھی کرتے ہیں یہ تبلیغ کسی ایک مسلک کے لئے مخصوص نہیں، جس کو بھی دین سیکھنا اور دین پھیلانا مقصود ہو وہ اس جماعت میں کام کرتا ہے۔ جس مقصد کے لئے کوئی اجتماع کیا جائے اس میں اس مقصد کی بات کی جاتی ہے۔ دوسرا مقصد اگرچہ وہ درست اور شرعی مقصد ہو اس کو وہاں بیان کرنا مناسب نہیں۔ مثلاً ایک جگہ بخاری شریف کا درس ہو اور اس کے لئے طلباء اور اساتذہ جمع ہوئے ہوں اور احادیث کا بیان ہو رہا ہو تو کوئی شخص وہاں آکر قرآن شریف کی تفسیر بیان کرنا شروع کردے یا تبلیغی تقریر کرنے لگے تو اس کو روکا جائے گا کہ یہاں اس وقت یہ مجمع بخاری شریف کے درس کے لئے جمع ہوا ہے آپ تفسیر یا تبلیغ دوسرے وقت کریں اسی طرح اگر تبلیغ کے لئے مجمع ہے تو وہاں تبلیغ ہی کی بات کی جائے۔ کوئی اگر تفسیر یا بخاری کا درس دینے لگے تو اس سے کہا جائے گا کہ اس وقت یہ مجمع تبلیغ کی بات کے لئے جمع ہوا ہے۔ آپ اپنا کام دوسرے وقت کریں اور یہ بات نہایت نرمی اور شفقت سے کی جائے جس سے کہ سمجھ میں بھی آجائے اور کوئی فتنہ بھی نہ ہو[1] یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں عام تقریر تجربہ کار علماء ہی کو کرنی چاہیے، جو ایسے نہ ہوں ان کو

---

[1] ینبغی للآمر بالمعروف والناهی عن المنکر أن یرفق لیکون اقرب الیٰ تحصیل المطلوب الخ. نووی علی مسلم ص ۵۱/ج ۱/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الأیمان الخ، والثالث الشفقة علی المأمور فیأمره بالین والشفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۳، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء، الخ،

چھ نمبر یا کوئی اور تبلیغی نصاب کی کتاب پڑھ کر سنانی چاہیے۔ وہ عام تقریر نہ کریں[۱]۔

فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۱۴۰۶ھ

جماعت سے پہلے حدیث کی کتاب سنانا

سوال:- ہم طلبہ کی جماعت نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی معلومات سکھانے کے لئے قبل نمازِ فجر (رمضان المبارک) فجر کی اذان کے بعد سے اور جماعت کھڑی ہونے سے ۱۰/منٹ پہلے تک حدیث کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جائے۔ ہم طلبہ کے لئے وقت کی کمی ہے۔ ہم نے نمازِ فجر سے پہلے اور اذان کے بعد اس لئے وقت رکھا ہے تاکہ زیادہ لوگ شرکت کرسکیں۔ کیا یہ وقت تبلیغ کے لئے مناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا نظام مناسب اور بابرکت ہے[۲] اللہ تعالیٰ مزید اخلاص واستقامت عطا فرمائے۔ آمین! فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۸۸ھ

---

[۱] جاهل كوامر بالمعروف جائز نهيں كيونكه وه اصلاح سے زياده فساد كرے گا. انفاس عيسى ص ۲۸۰ ج ۱.

[۲] عن ابى مسعود رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال "الدّال على الخير كفاعله" المعجم الكبير للطبرانى ص ۲۲۷/ ج ۱۷/ رقم الحديث ۶۲۸/ و ۱۸۷/ ج ۶/ رقم الحديث ص ۵۹۵۰/ مطبوعه داراحياء التراث العربى، كنزالعمال ص ۳۵۹/ ج ۶/ رقم الحديث ۱۶۰۵۲/ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

نماز فجر کے بعد روزانہ کتاب سُنانا

سوال:- بعد نمازِ صبح دعا سے قبل یا بعد مصلّٰی پر بیٹھ کر روزانہ کوئی دینی کتاب نمازیوں کو سُنانا جب کہ تلاوت کرنے والوں اور وظیفہ والوں اور مسبوق ولاحق کو پریشانی ہو شرعاً کیسا ہے؟ یہاں دونوں خیال کے آدمی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں میں عامۃً دین سے بے رغبتی اور بے عملی ہے اس کے دور کرنے کے لئے دینی معتبر کتاب کا سُنانا بہت مفید ہے، اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی شخص مسبوق یا لاحق ہو جاوے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اس کے بعد کتاب سُنائی جائے۔ جن کو قرآن پاک کی تلاوت کرنا ہو وہ دوسرے وقت بھی کر سکتے ہیں، لیکن نمازیوں کا مجمع پھر بغیر نماز کے جمع نہیں ہوگا، اگر دوسرے وقت تلاوت نہ کر سکتا ہو تو دوسری جگہ یا ایک طرف کو آہستہ بھی تلاوت کر سکتے ہیں۔ اس طرح سب کے اتفاق کے ساتھ مشورہ سے کام ہو جائے گا اور انشاء اللہ خیر و برکت بھی ہوگی[1]۔ اتنی بات صحیح ہے کہ پابندی کے ساتھ کتاب سُنانا یا روزانہ وعظ فرمانا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کو سنت مستمرہ تصور نہ کیا جائے بلکہ یہ ایسا ہے جیسے مدارس میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے کہ وہاں روزانہ تعلیم کی جاتی ہے۔ یا اسپتال میں داخل شدہ آدمی کو روزانہ دوا دی جاتی ہے کہ یہ ضرورت کی بناء پر ہے، محض امر تعبدی نفل روزہ کی طرح نہیں، جس قدر ضرورت ہو اس قدر کو اختیار کیا جائے۔

---

[1] والشوریٰ برکة وقال علیه السلام ماندم من استشار ولاخاب من استخار الخ تفسیر قرطبی ص ۳۳۶ ج ۲ تحت قوله تعالیٰ وشاورهم فی الامر الآیه سورة ال عمران آیت نمبر: ۱۵۹، شرح فقه اکبر ص ۱۸۳، مطبوعه مجتبائی دهلی، ودار الکتاب واشرفی دیوبند،

اگراس طرح نمازی متفق نہ ہوں اور وہ ضد میں آ کر کتاب سنانے کے وقت زور سے تلاوت شروع کردیں (گو مخلصین سے اس کی توقع نہیں) تو پھر مجبوراً مسجد کے کسی الگ کونے میں ہلکی آواز سے کتاب سنائی جاوے تاکہ دونوں آوازوں میں تصادم پیدا نہ ہو یا اگر اس پر متفق ہوجائیں کہ ہفتہ میں ایک دن یا دو دن کتاب سنائی جایا کرے تو اسی کو اختیار کرلیں غرض نزاع نہ کریں۔ قرآن پاک میں ہے وَلَاتَنَازَعُوْا الآیہ[1] حضرت نبی اکرم ﷺ بعد الفجر مصلّٰی پر تشریف فرما رہتے کبھی لوگوں سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے کبھی اپنا خواب بیان فرماتے،[2] کبھی مختلف قسم کی گفتگو فرما رہتے یہاں تک زمانۂ جاہلیت کا ذکر شروع ہوگیا۔ اور کسی نے اس دور کے اشعار سنائے تو ایک مجلس میں سوسو اشعار کی نوبت آئی۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال

سوال:- (۱) ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں روزانہ تبلیغی جماعت کے افراد صبح کی

---

[1] سورۃ انفال آیت ص ۴۶، **ترجمہ**:- اور نزاع مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاصَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأىٰ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَاً فَاِنْ رَأى اَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْماً فَقَالَ هَلْ رَأىٰ مِنْكُمْ اَحَدٌرُؤْيَا قُلْنَا لَاقَالَ لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ الحديث. مشكوٰة شريف ص ۳۹۵ (مكتبه ياسر نديم ديوبند) كتاب الرويا.

[3] عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلُ اللّٰهُ ﷺ يَوْماًفَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِي الصَّلْتَ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيْهِ فَاَنْشَدْتُهُ فَقَالَ هِيْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهُ بَيْتاً فَقَالَ هِيْهِ حَتّٰى اَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ مشكوٰة شريف ص ۴۰۹ باب البيان والشعر، الفصل الاول.

فرض نماز کے فوراً بعد مصلّے پر بیٹھ کر کتابی تعلیم کے نام پر احادیث شریف پڑھ کر سُناتے ہیں۔ فرض نماز کی آخری رکعت میں شامل نمازیوں اور دیگر فرض ادا کرنے والوں کا خیال تک نہیں کرتے، اوران کی تعلیم سے دوسروں کی نمازوں میں خلل واقع ہورہا ہے۔ باوجود انھیں ٹوکنے کے وہ برابر اپنی ضد پوری کئے بغیر اس تعلیم کو ختم نہیں کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

(۲) یہی تبلیغی حضرات دیگر مساجد میں بعد نمازِ عصر مصلےٰ پر بیٹھ کر حدیث شریف پڑھتے ہیں اوراہل جماعت کو تاکیداً کہدیا گیا ہے کہ وہ ان کی آواز میں آواز ملا کر بلند آواز میں چلایا کریں۔ پوچھنے پر جواب ملتا ہے کہ وہ حدیث شریف سکھا رہے ہیں۔ ان کی آواز سے نمازیوں میں خلل ہوتا جارہا ہے۔ یہ حرکات بدعت ہیں، فتنہ ہیں یا مستحب ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شرکت کا اہتمام شرعاً مطلوب ہے[۱] اس کی پابندی کی جائے۔ جماعت سے کچھ دیر پہلے آیا کریں تاکہ کوئی رکعت فوت نہ ہو۔ اگر اتفاق سے کوئی شخص کچھ دیر میں آیا اوراس کی رکعت رہ گئی جوکہ وہ سلام امام کے بعد پوری کرے گا۔ تبلیغ والوں کو چاہیے کہ وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ اس کی رہی ہوئی نماز میں خلل نہ آئے[۲] اس کو تشویش لاحق نہ ہو۔ اگر کسی کی پوری نماز رہ گئی وہ علیٰحدہ فاصلہ پر اپنی نماز ادا کرلے۔ غرض طرفین ایک دوسرے کا خیال رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر وبرکت ہے۔ تبلیغ کا کام بھی بہت اہم ہے

---

[۱] ومقارنة تكبير المؤتم سراً تكبير الامام جهراً افضل الخ. الدر المنتقى على مجمع الانهر ص ۱۳۹/۱/ كتاب الصلاة فى باب صفة الصلاة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، ترمزى شريف ص ۵۷/ ج ۱/ كتاب الصلوٰة، باب فى فضل التكبيرة الاولىٰ، مطبوعه بلال ديوبند،

[۲] (كمايستفادمن هذه العبارة) فالاسرار (اى بالذكر والدعا) افضل حيث خيف الرياا وتأذى المسلمين اوالنيام الخ. شامى زكرياص ۵۷۰/ج ۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

اور نماز کو خلل سے بچانا بھی بہت اہم ہے اہل علم حضرات حدود کو پہچانتے ہیں۔ کوئی حرکت دوسروں کو اذیت پہونچانے کے لئے نہیں کی جاتی۔ نہ نمازی قصداً رکعت چھوڑتا ہے تاکہ بعد میں پوری کرے اور تبلیغ والوں سے لڑے نہ تبلیغ والے اس لئے تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں کہ کسی کی نماز خراب کریں، سوءِ ظن سے سب کو احتراز لازم ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۶ھ

کتابی تعلیم شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کی پریشانی کا حل

سوال: -تبلیغی جماعت کی کوشش سے ہماری مسجد میں بعد نمازِ عشاء تعلیم ہوتی ہے۔ ایک دو آدمی تو نمازیں لمبی پڑھتے ہیں، اور کسی کی تو جماعت کام کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہے۔ کچھ حضرات حقہ اور ریڈیو کی مجلس میں بیٹھ کر جماعت ترک کردیتے ہیں بعد میں آنے والے حضرات پریشان ہوتے ہیں۔ کتاب پڑھنے سے منع کرتے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی بغل میں ایک کمرہ ہے جس میں بچے پڑھتے ہیں دوسری منزل پر ہے۔ اگر بعد میں آنے والے حضرات وہاں اپنی نمازیں ادا کریں تو کچھ حرج تو نہیں

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ، الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷/ مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب ماینھٰی عنہ من التھاجر الخ، الفصل الاول،

ترجمہ:-حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گمان سے بچو اس لئے کہ گمان بدترین جھوٹ ہے۔

ملاحظہ ہو: سورۃ الحجرات آیت ۱۲/ بخاری شریف ص ۸۹۶/ ج۲/ کتاب الادب، باب قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

(۳) بعد میں آنے والے حضرات تعلیم ہوتے وقت تعلیم میں شرکت فرمالیں اور بعد میں اپنی نماز پڑھ لیں، اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعتی کام کرنے سے جماعتی فائدہ ہے یعنی اس سے دینی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک دو آدمی لمبی نماز پڑھتے ہیں اس میں ان کا شخصی فائدہ ہے۔ اگر وہ ایثار کریں کہ شخصی فائدے پر جماعتی فائدے کو مقدم رکھیں تو یہ اعلیٰ مقام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت پڑھ کر وہ تعلیم میں شریک ہو جائیں ان کو بھی تعلیم سے فائدہ پہونچے گا۔ پھر تعلیم کے بعد اپنی لمبی لمبی نماز جب تک دل لگے پڑھتے رہیں۔ مسجد کے بغل میں جو کمرہ ہے وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جن حضرات کی جماعت چھوٹ جاتی ہے اور وہ بعد میں آتے ہیں تو ان کے لئے بھی دونوں صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اول تعلیم میں شرکت کرلیں پھر اپنی نماز پڑھیں۔ دوسرے یہ کہ بغل والے کمرہ میں اپنی نماز پڑھ لیں۔ غرض معاملہ صلح اور سمجھوتہ سے کرلیا جائے خلفشار پیدا نہ ہو۔ تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شرکت کا سب کو اہتمام کرنا چاہیے۔ اپنے کسی کام میں مشغول رہنا یا حقہ پیتے رہنا اور جماعت ترک کر دینا بڑے نقصان کی بات ہے[۱]۔

(۲) وہاں ادا کرلیں بلکہ وہاں جماعت کرنے کا بھی موقع مل جائے گا لیکن مسجد کی جماعت ترک نہ کریں اور اس کی عادت نہ ڈالیں کہ بعد میں آکر جماعت بغل والے کمرہ میں

---

[۱] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهُ بَرَأَتَانِ بَرَأَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ. ترمذی شریف ص ۳۳ ج ۱ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الصلوٰة، باب فی فضل التکبیرة الاولیٰ، نیز ص ۵۷/ ج ۱/ مطبوعه بلال دیوبند،

ترجمہ:- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس روز اللہ کیلئے نماز با جماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرے اس کے لئے دو برائتیں لکھدی جاتی ہیں۔ (۱) جہنم سے برأت (۲) نفاق سے برأت۔

کرلیا کریں گے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجوب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۹/۸/۹۱ھ

تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا

سوال:- اگر کسی شخص کو نماز جنازہ بھی پڑھنا نہ آتی ہو، اور قرآن پاک کی کسی آیت کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ہو تو کیا ایسا شخص بھی تبلیغی کام کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی کام اور جماعت کا مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے۔ بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دین سے بالکل ناواقف تھے تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک دو چلے کے لئے نکل گئے۔ وہاں وضو، غسل، نماز، قرآن پاک، نمازِ جنازہ بہت کچھ انھوں نے سیکھا مکان پر رہتے تو اپنے دھندوں میں لگے رہنے کی وجہ سے برسوں بلکہ شاید عمر بھر بھی اس کی نوبت نہ آتی بعضوں کو بہت سی حدیث یاد ہوگئیں کہ اہل علم کی طرح دین کی معلومات کو بہت سلجھا کر تقریر کرلیتے ہیں۔ تبلیغی جماعت دین سیکھنے کے لئے مدرسہ کا کام بھی دیتی ہے۔ جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ مدرسہ میں داخل ہوکر باقاعدہ پڑھیں ان کے لئے تبلیغی جماعت میں رہ کر دین سیکھنا بہت آسان ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

---

[1] ویکرہ تکرار الجماعة بأذان واقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طریق الخ شامی زکریا ص ۲۸۸/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد.

[2] ملاحظہ فرمائیں چھ باتیں ص ۲۰، (مکتبہ نئی دھلی)

جماعت میں نکل کر دوسرے کام میں مشغول ہونا

سوال:- (۱) راقم الحروف تبلیغی جماعت مرکز دہلی میں حاضر ہوا۔ جماعت میں کام کرنے کے واسطے مرکز سے ایک جماعت ناگپور روانہ ہوئی۔ بندہ کو اس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ناگپور آنے کے بعد ناگپور کے ایک صاحب نے جماعت کے نمبر اس جماعت کو تعلیم کئے۔ آخر میں پرہیز بتلایا کہ لایعنی باتوں سے بچنا ایسی باتیں جن میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ البتہ دُنیا کا فائدہ ہو تو جماعت کے خالی اوقات میں کر لینا کچھ حرج نہیں ہے۔ بندہ نے اپنی جماعت کے امیر صاحب سے مسئلہ معلوم کیا کہ میں کپڑے کا تاجر ہوں۔ ناگپوری لنگیاں ہمارے یہاں پر فروخت ہوتی ہیں۔ کیا خالی اوقات میں میرے لئے ان کا خریدنا جائز ہے؟ امیر صاحب نے فرمایا کہ جائز ہے۔ لہٰذا میں نے مال خرید لیا۔ بعدہٗ ناگپور سے جماعت کامٹی آ گئی۔ اتفاق سے کامٹی کی لنگیاں بھی ہمارے یہاں بکتی ہیں۔ چنانچہ بندہ نے کامٹی سے بھی مال خرید لیا۔ لہٰذا از رُوئے شریعت مطہرہ جواب دیں کہ میرا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر یہ عمل ناجائز ہے تو بندہ کو معافی کے لئے طریقہ تحریر فرمائیں۔

(۳) اگر کسی شخص نے جماعت میں کام کرنے کا وعدہ کیا کہ اتنے روز کروں گا۔ اگر یہ شخص پورے روز کام نہ کرے بلکہ پختہ ارادہ کر لے کہ اب اپنے مشاغل میں لگ جاؤں۔ بقیہ دن انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو پورے کر لوں گا۔ لہٰذا یہ عمل جائز ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) فی نفسہ لنگیاں خریدنا اور تجارت کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جماعتی نظام کے تحت جب آپ نے امیر جماعت سے اجازت لے لی تو اس حیثیت سے بھی آپ پر گرفت نہیں[۱]۔

---

[۱] وتجريد السفر من التجارة احسن ولو اتجر لاينقص ثوابه الخ، عالمگيری كوئٹه ص ۲۲۰/ج ۱/ كتاب المناسک، الباب الاول،

(۲) ناجائز تو بالکل نہیں، لیکن جب آپ جماعت میں نکلے ہیں تو ذہن کو ہر طرف سے فارغ کر کے جماعتی کام میں لگنے سے زیادہ فائدہ ہوگا اور ذہن جس قدر تجارت وغیرہ میں رہے گا اسی قدر جماعتی کام میں کم متوجہ ہوگا، اور وقت بھی کم رہ جائے گا۔[۱]

(۳) جب وعدہ کیا ہے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ جلد از جلد بلکہ فوراً ہی وعدہ پورا کرنے میں لگ جائے مؤخر نہ کرے خدا جانے کیا بات پیش آ جائے اور وعدہ پورا نہ ہو سکے۔ لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے فوراً نہ لگ سکے اور امیر بھی اجازت دے دے تو بعد میں وعدہ پورا کرنے سے بھی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ و تعلیم کیا ہفتہ میں ایک روز ہی

سوال: - تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں ہر دن تعلیم وعظ وتذکیر یا کتاب پڑھنا ہونا چاہیئے جب کہ مشکوٰۃ شریف میں ایک ہفتہ میں ایک بار کی تعلیم بھی شبہ کی ہے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زمانۂ خیر القرون میں اتنا علم تھا کہ آج اس کا ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں حضور اقدس نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھتے ہی قلوب پر علوم الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ صحابہ کرام

---

[۱] وتجريد السفر من التجارة احسن ولو اتجر لاينقص ثوابه الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۲۰/ ج ۱/ کتاب المناسک، الباب الاول.

[۲] ذم الاخلاف انما هو من حيث تضمينه الكذب المذموم ان عزم على الاخلاف حال الوعد لان طرء له (مرقاة ص ۱۰۶/ ج ۱/ باب الكبائر وعلامات النفاق) مطبوعه اصح المطابع بمبئی، نیز ملاحظہ ہو: سورۂ اسراء آیت ۳۴/

رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی پر تو تھے اس کے باوجود بعض حضرات نے اپنے آپ کو تعلیم کے لئے متعین اور وقف فرمادیا تھا۔

حضرت جعفرؓ روزانہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ حضرت عبادۃ بن صامتؓ وغیرہ حضرات بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ کے حلقہ درس میں ایک وقت میں سولہ سو پڑھنے والے تھے[1] ان سب کو دین سکھلایا جاتا تھا یہ کام روزانہ ہوتا تھا[2] آج بھی بڑے بڑے مدارس موجود ہیں کیا وہاں بھی ہفتہ میں دو روز کی تعلیم کا مشورہ دینگے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس قدر دین سے ناواقفیت ہو اس کے موافق واقف کرنے کے ذرائع حاصل کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۲ھ

امام اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو

سوال: ۔تبلیغی جماعت بعض مساجد میں جاتی ہیں تو وہاں کے امام صاحب کہتے ہیں کہ بلا اجازت امام کے تقریر نہیں کر سکتے ہماری طرف سے اجازت نہیں ہے اور امام ہذا بریلوی عقائد کے علمبردار عالم ہیں ان کا یہ قول درست ہے یا نہیں اگر کوئی دلیل منصوصات میں سے

---

[1] وروی اللیث بن سعد عن فلان قال رأیت اباالدرداء دخل المسجد ومعه من الاتباع مثل مایکون مع السلطان وهم یسألونه عن العلم .تذکرة الحفاظ ص ۲۵ ج ۱ ابوالدرداء عویمربن زید الخ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، سیر الصحابه ص ۱۷۶ / ج ۳/ (اردو) مطبوعه نعیمیه دیوبند.

[2] وکان عبادة یعلم اهل الصفة القرآن ولمافتح المسلمون الشام ارسله عمربن الخطاب وارسل معه معاذبن جبل واباالدرداء لیعلموالناس القرآن بالشام ویفقهوهم فی الدین الخ اسدالغابة ص ۵۶ ج ۳ تذکره عباده بن الصامت، مطبوعه دارالفکر بیروت.

ہوتو زیادہ بہتر ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عام تقریر نہ کی جائے اپنا حلقہ تعلیمی اور کتاب سنانے کا کام کرلیں تاکہ کام بھی ہوجائے اور فتنہ برپا نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی چٹائی تبلیغی اجتماع میں لے جانا

سوال:۔ تبلیغی اجتماع کے موقع پر مسجد یا عیدگاہ کی جانماز یا دری یا چٹائی وغیرہ بچھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد کی جانماز، دری یا چٹائی نماز کے لئے مسجد میں استعمال کی جائے۔ وہاں تبلیغی اجتماع بھی درست ہے۔ وہ سب لوگ اس پر نماز پڑھیں گے۔ مسجد سے باہر اجتماع کے واسطے لے جانے کی اجازت نہیں، عیدگاہ میں بھی نہ لے جائیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] وَلَاتَنَازَعُوَا. الآیة سورة انفال آیت ۴۶، (**ترجمه**) اورنزاع مت کرو(از بیان القرآن)

[2] وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لایجوزله ذلک ای الصرف المذکورالخ. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰/ ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فی انقاض المسجد ونحوه،شرط الواقف کنص الشاع فیجب اتباعه الخ شامی کراچی ص ۴۹۵/ ج ۴/ کتا ب الوقف، مطلب ماخالف شرط الواقف الخ.

تبلیغی اجتماع میں کھانے کی قیمت بغیر وزن کئے مقرر کرنا

سوال:- ہمارے یہاں اکثر تبلیغی اجتماعات میں کھانے خوارک پر کچھ پیسے رکھ دیئے جاتے ہیں اس کا وزن کچھ نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانے کی قیمت متعین کرنا بغیر وزن کئے ہوئے بھی درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۳ھ

امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت دینا

سوال:- ایک شخص نے دعا کی کہ اگر میں امتحان میں پاس ہو جاؤں تو پندرہ دن تبلیغی جماعت میں وقت دوں گا۔ وہ پاس ہو گیا اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت میں پندرہ دن دینے کی امتحان میں کامیاب ہونے پر جو نذر مانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرما دیا ہے تو اگرچہ یہ شرعی نذر نہیں ہے[2] لیکن حق تعالیٰ سے ایک وعدہ

---

[1] واجمعوا علیٰ جواز الشرب من السقاء بالعوض مع جهالة قدر المشروب واختلاف الشاربين وعكس هذا. نووی علی مسلم ص ۲/۲، مكتبه رشيديه دهلی، كتاب البيوع، باب ابطال بيع الملامسة والمنابذة، شرح عقود رسم المفتی ص ۹۶/ (مكتبه سعيديه سهارنپور)

[2] النذر ايجاب عين الفعل المباح علیٰ نفسه بالقول تعظيما لله تعالیٰ بشرط كونه من جنس الواجب وهی عبادة مقصودة الخ التعريفات الفقهيه علیٰ القواعد الفقه ص ۵۲۴/ دارالكتاب ديوبند، شامی كراچی ص ۷۳۶/ ج۳/ كتاب الايمان، بعد مطلب فی احكام النذر،

ہے اس کو پورا کرنا چاہیے وعدہ خلافی نہ کی جائے کہ یہ شرعاً مذموم ہے اور بعض صورتوں میں منافق کی علامت بھی ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

مسجد سے باہر تبلیغی تقریر

سوال:- دہرہ دون میں تبلیغی جماعت آتی رہتی ہے جو مساجد میں تقریر کر کے دیہات کا دورہ کرتی ہے۔ ایسی تقاریر محض نمازی ہی سن پاتے ہیں۔ بے نمازی جن کے لئے تبلیغ ضروری ہے نہیں سن پاتے، حالانکہ گشت کر کے بے نمازی کو ہی لایا جاتا ہے۔ کیا ایسی تقاریر مجمع عام میں نہیں کی جاسکتی ہے جس سے ہر ایک پر اثر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جلسہ عام کے لئے اجتماعات کئے جاتے ہیں جن میں ہر قسم کے آدمی شریک ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر ہفتہ وار بھی مسجد کے علاوہ دوسری جگہ انتظام کیا جاتا ہے۔ مسجد میں اجتماع کرنے پر کچھ ایسے فوائد بھی ہیں جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتے۔ مثلاً شریک ہونے والوں کو ایک دو نماز کا تو موقع مل ہی جاتا ہے۔ نیز نماز کا مذاکرہ اور اس کی عملی مشق کے لئے بھی مسجد ہی موزوں ہے ویسے بھی وضو وغسل وطہارت کی سہولت مسجد میں ہوتی ہیں جس کا عامۃً نمازی عذر کر دیا کرتے ہیں۔ قرآن پاک بھی مسجد میں بہ آسانی مل جاتا ہے۔ الغرض تبلیغ ہی

---

[1] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ الخ، ای جعل الوعد خلافاً بان لم یف بوعده، (مشکوٰة شریف ص۱۷/ باب الکبائر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مرقاة ص۱۰۶/ج۱/ مکتبه اصح المطابع بمبئی)

ترجمہ:- منافق کی تین علامتیں ہیں جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

نہیں بلکہ عملی نظام مستقل ہے جس کے لئے مسجد کو تجویز کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شب گذاری کی بھی دعوت ہوتی ہے تاکہ رات میں اٹھ کر خدا کے سامنے رونے اور دعا کرنے، استغفار و توبہ کرنے کا موقع بھی نصیب ہو جائے۔ علاوہ ازیں مسجدوں کی طرف سے جس طرح بے توجہی ہے وہ ظاہر ہے نہ اس کی ضروریات کا احساس ہے نہ ان کے آباد کرنے کی فکر ہے ویسے اگر ترغیب دی جائے یا تحریک کی جائے تو کچھ زیادہ مؤثر نہیں ہوتی جب اجتماعات اور شب گذاری کا مسجد میں انتظام ہوتا ہے تو پھر توجہ خود بخود ہو جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۹/۱۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

طلباء کو تبلیغی جماعت میں جانا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دینی مدارس کے طلباء اگر کبھی کبھی زمانہ تعلیم میں کچھ روز کے لئے ہفتہ عشرہ یا دو۲/ چار یوم کے لئے تبلیغی جماعت کے ہمراہ چلے جائیں تو کیا مناسب نہ ہوگا اول تو طلباء کو توفیق شرکت کی کم ہوتی ہے اور پھر استادوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ جاہلوں کی جماعت ہے یہ کیسا ہے مفصل احکام لکھو۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

طلباء کو اپنی تعلیم کا حرج کر کے تبلیغی سفر میں نہیں جانا چاہیئے جمعہ کی تعطیل میں جانا بہتر ہے اگر استاد سفر میں جائیں یا دیگر ضرورت کی وجہ سے رخصت پر ہوں جس سے سبق کا حرج نہ ہو تب بھی طلباء کو جانے میں مضائقہ نہیں الحاصل سبق کا حرج نہ کریں اگر کسی طالب علم کی

اصلاح ہی کے لئے اکابر واساتذہ اسکا نام تجویز کریں یا ارباب مدرسہ جس طرح تقریر وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور اس کے لئے سبق بند کرتے ہیں اور طلباء کے حق میں اس کو نافع سمجھتے ہیں اسی طرح ایک دوروز کے لئے تبلیغی سفر بھی تجویز کریں تو ان کی تجویز پر عمل کرنا چاہیے[1] اس طرف رخ رکھنے سے تعلیم کا بڑا مقصد پورا ہوتا ہے اور غلط رخ سے حفاظت ہوتی ہے۔ تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے متعلق اکابر کی تحریرات بشکل خطوط متعدد بار مختلف ذرائع سے شائع ہو چکے ہیں[2] لکھنؤ میں بڑا اجتماع ہوتا ہے تمام اساتذہ وطلباء اسباق بند کر دیتے ہیں اور اجتماع میں شرکت کرتے ہیں یہ بات کہ جاہلوں کی جماعت ہے بڑی حد تک صحیح ہے اس اعتبار سے کہ جاہلوں کو یہ کہہ کر سفر میں نکالا گیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو چنانچہ لاکھوں کی تعداد جاہلوں کی ایسی ہوگئی کہ تبلیغی سفر سے انکا ایمان درست ہوگیا۔ کفر شرک رسومات بدعات جرائم سے انھوں نے توبہ کر لی اخلاق بصدق واعمال درست کر لئے۔ نماز وقرآن سیکھ کر پابند ہو گئے حج کیا دین کی باتیں بیان کرنے کا سلیقہ سیکھ گئے[3] بعض جاہلوں کو کئی کئی گھنٹہ بیان کرتے ہوئے میں نے خود سنا ہے اس میں کئی کئی سو حدیثیں بیان کیں اور ان کے مطلب کو بہت سمجھا کر بیان کیا ایسے بیان کو سنکر مدارس کے بہت سے اہل علم حضرات بھی حیران رہ گئے کہ بغیر مدرسہ میں پڑھے ان میں اتنا عظیم الشان تغیر کیسے پیدا ہو گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۶/۶/۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] آداب المبلغین ص ۶،۷، مطبوعہ نیاسنسار پریس گلشہید مرادآباد.

[2] ملاحظہ ہو چشمہ آفتاب ص ۵.

[3] مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت ص ۹۴، مطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات دھلی.

کیا تبلیغ میں جانا محبت شیخ کے قائم مقام ہے

سوال: -تبلیغی جماعت گاؤں گاؤں شہر شہر گھر گھر جا کر لوگوں کو کلمہ اسلام ایمان مجمل ومفصل۔ وضونماز، روزہ، زکوٰۃ اور مسنون دعائیں وغیرہ سکھاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایمان کو قلب میں راسخ کرنا۔ اطمینان دلی حاصل کرنا۔

الاحسان حدیث جبرئیلؑ والی کیفیت پیدا کرنے کے لئے حسب تحریر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تصوف کا راستہ اختیار کر کے کسی کامل بزرگ کو مرشد کی حقیقت سے پکڑنا ضروری ہے یا تبلیغ میں چلہ دے کر ہر کس وناکس کے ساتھ تبلیغ میں جانے سے یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

ولاتحصل هذه السعادة العظيمة بغير تصوف جذبة الالهية ولاسبب فى طريق الجذبة اقوى من صحبة الشيخ الذى سلوكه بطريق الجذبة الخ .

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصود اتباع سنت ہے زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ابتداء اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سے ہے[۱]۔ اور انتہا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ہے[۲]۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ **طرق الوصول الى الله تعالىٰ بعدد انفاس الخلائق**[۳]۔

---

[۱] مشكوٰة شريف ص ۱۱/ قبيل كتاب الايمان، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:- اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

[۲] مشكوٰة شريف ص ۱۱/ كتاب الايمان، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ترجمہ:- تو اللہ کی اس طرح بندگی کر گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔

[۳] الفتاوى الحديثية ص۷۷/ مطلب قيل يتعدد الطريق الى الله بعدد انفاس الخلائق، مطبوعه دارالمعرفة بيروت،

مگر عام طور پر وصول شیخ محقق کی تربیت سے ہوتا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریر سے آپ نے بھی نقل کیا ہے پھر تربیت اگر تبلیغی جماعت کی جدوجہد کے طرز پر ہو تو اس کے ذریعہ نسبت قویہ حاصل ہوگی اور خطرات کم ہونگے۔ جن کا تعلق کسی شیخ محقق سے نہیں اور وہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد صحیح طریقہ پر کریں تو وہ بھی مقامات قرب پر فائز ہونگے اور یہ کام ان پر واضح کر دیگا کہ تعلق مع الشیخ کی کسقدر ضرورت ہے پھر تعلق کر کے بہت جلد وہ کامیاب ہونگے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۴ھ

تبلیغی جماعت کو دُرّہ رکھنا

سوال: -تبلیغی جماعت کو دُرہ رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دُرہ سے پٹائی کرنا تبلیغ کے وقت تبلیغی جماعت کے اصول کے خلاف اور غلط ہے[2]

---

[1] ثم الصادقون هم المرشدون الى طريق الوصول فاذاكان السالك فى جملة احبابهم ومن زمرة الخدام فى عتبة بابهم فقد بلغ بمحبتهم وتربيتهم وقوة ولايتهم الى مراتب فى السيرالى اللّٰه وترك ماسواه الخ روح البيان ص ۵۳۲/ج۳/ سوره توبه آيت ۱۱۹/مطبوعه دارالفكربيروت

[2] ينبغى للآمربالمعروف والناهى عن المنكرأن يرفق ليكون اقرب الىٰ تحصيل المطلوب الخ. نووى على مسلم ص ۵۱/ج ۱/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان. عالمگيرى ص ۳۵۳/ج۵/. كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء والهو الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

لاٹھی ہاتھ میں رکھنا درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۴ھ

مرتکب منہیات کو تبلیغ کرنا

سوال:- زید نہ داڑھی رکھتا ہے نہ سر کے انگریزی بال کٹواتا ہے نماز بھی نہیں پڑھتا لیکن کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور قوم کی تبلیغ بھی کرتا ہے لیکن پھر وہی حال ہو جاتا ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ کے اجر کا مستحق ہے ترک واجبات اور ارتکاب منہیات کی وجہ سے گنہ گار ہے۔ اپنی حالت کو شریعت کے مطابق بنانا فرض ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] امساک العصاسنة للانبیاء وعلامة للمؤمن الخ تفسیر قرطبی ص۱۰۷/ج۶/الجزء الحادی عشر (مطبوعه دارالفکر) تحت قوله تعالیٰ قال هی عصای اتوکأعلیها الآیة سورۂ طٰهٰ آیت ۱۸/ فتاویٰ حدیثیه ص ۱۶۹/ مطلب التوکؤ علی العصا من اخلاق الانبیاء. مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[۲] قال العلماء ولایشترط فی الآمروالناهی أن یکون کامل الحال ممتثلاً مایأ مربه مجتنباماینهیٰ عنه بل علیه الامروان کان مخلابمایأمربه والنهی وان کان متلبسابماینهیٰ عنه فانه یجب علیه شیأن أن یأمر نفسه وینهاها ویأمرغیره وینهاه الخ. نووی علی مسلم ص ۵۱، ج ۱، (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکرمن الایمان الخ، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۳/۵/ الباب السابع عشرفی الغناء الخ، بل الواجب متابعة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم ظاهراً وباطناً الخ مهذب شرح العقیدة الطحاوی ص۴۲۶/ تحت قول الماتن ولاتصدق من یدعی شیئاً یخالف الکتاب الخ، مطبوعه کراچی،

تغییر منکر بڑا منصب ہے

سوال:- پختہ قبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر چاروں طرف پختہ ہو اور بیچ میں مٹی ہو تو کیا حکم ہے؟ فتویٰ اور احتیاط دونوں صورتوں میں تحریر فرمائیں۔

میرے ایک رشتہ دار کا انتقال ہوا۔ باوجود بہت منع کرنے کے ان کے لڑکے نے قبر پختہ بنادی۔ چاروں طرف اینٹ اور درمیان میں مٹی ہے اب تک ہمارے یہاں کچی ہی قبر کا رواج تھا، لیکن اس سے پختہ کرنے کا عام رواج پڑنے کا خوف ہے۔ آگے یہ فتنہ کی صورت بن سکتی ہے۔ اگر اسے ڈھادوں تو کوئی لڑائی جھگڑے کی صورت نہیں بنے گی۔ ایسی حالت میں کیا کروں۔ غیر کی ملک میں تصرف کرنے سے گنہگار تو نہیں ہوں گا؟ اس فتنہ کے روکنے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''باوجود بہت منع کرنے کے'' بھی جب قبر پختہ بنادی گئی تو آپ خود غور کرلیں کہ اگر اسے آپ ڈھادیں گے تو جھگڑا ہوگا یا نہیں۔ ''تغییر منکر'' بڑا منصب ہے مگر اس کے لئے بڑی اہلیت کی ضرورت ہے اور شرائط بھی سخت ہیں۔ بسا اوقات ایسی صورت میں بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا ہے جس کو دینی اور دنیوی حیثیت سے برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے۔ میت کے ورثاء کو اگر مسئلہ سمجھا کر صاف کیا جائے اور وہ اپنی غلطی کا خود ہی تدارک کریں۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ اچھا اثر پڑے گا اور عام رواج ہوگا بلکہ دوسرے لوگ سمجھ جائیں گے کہ یہ طریقہ غلط ہے اور کوئی فتنہ بھی نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۹۰ھ

---

[1] وینبغی للآمر بالمعروف والناھی عن المنکر ان یرفق ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منکرات پر نکیر

سوال: – جو علماء اس زمانے میں بلڈنگ کھڑی کرنے میں لگے ہیں یا لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ان کا کیا حال ہوگا، صحابہ کرامؓ کے زمانے میں جس طرح سختی تھی، اس زمانے میں کی جائے تو کیا وجہ ہے، جیسے حضرت عمرؓ دعوت کھائے بغیر مکان سے واپس آ گئے تھے، کیونکہ داعی کے مکان میں تصویر تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کی خاطر معصیت کا ارتکاب، مجلس معصیت میں شرکت، امور دین میں مداہنت درست نہیں، منکرات پر نکیر حسب موقع وحسب حیثیت لازم ہے، البتہ طریقۂ نکیر وہ اختیار کیا جائے جس میں اصلاح مظنون ہو اور تذلیل وتحقیر کسی کی مقصود نہ ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرکز تبلیغ میں آمدنی کا ذریعہ

سوال: – دہلی نظام الدین اولیاء میں جو تبلیغی مرکز ہے وہاں پر روزانہ سیکڑوں آدمی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لیکون اقرب الی تحصیل المطلوب الخ نووی علیٰ مسلم ص ۵۱ ج ۱، (مکتبہ رشیدیہ دھلی) کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکرمن الایمان الخ. عالمگیری ص ۳۵۲ ج۵ کتاب الکراھیة،الباب السابع عشرفی الغناء واللھو الخ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فان قدرعلی المنع فعل والا صبر ان لم یکن ممن یقتدی به فان کا ن مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیه شین الدین (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۸/۶/ کتاب الحظر والاباحة، ھدایه ص۴۵۵/۴/ وزاد "وفتح باب المعصیة علی المسلمین، کتاب الکراھیة، قبیل فصل فی اللبس، مطبوعه تھانوی دیوبند، وکذا فی الھندیه ص۳۴۳/ ج۵، کتاب الکراھیة، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه)

کھانا کھاتے ہیں اس کے لئے چندہ ہوتا ہے یا مخصوص لوگ اس کام کو چلاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چندہ کرنے کا ہم کو علم نہیں اگر اس کی تحقیق مطلوب ہو تو ان سے ہی تحقیق کی جائے یہ چیز فتویٰ کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ و مدرسہ کی رقم کا مصرف

سوال:- ہم نے تبلیغی اجتماع کے لئے چندہ کیا تھا۔ کچھ چندہ بچ گیا تو وہ مدرسہ میں دے دیا۔ اب جو دوسرا اجتماع ہوا تو مدرسہ میں سے وہ چندہ نکال کر پھر اجتماع میں لگا دیا۔ از رُوئے شرع ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چندہ جس کام کے لئے لیا جائے اس کا اسی کام میں خرچ کرنا لازم ہے، دوسرے کام میں از خود خرچ کرنا درست نہیں۔ اگر تبلیغی اجتماع کے نام سے لیا گیا ہے تو اس کو تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا جائے[1] جو کچھ بچ گیا اس کو مدرسہ میں خرچ نہ کریں بلکہ چندہ دینے والوں کو واپس کردیں یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے تبلیغی اجتماع میں خرچ کردیں یا اپنے ہی دوسرے اجتماع کے لئے محفوظ رکھیں، ہاں اگر وہ بخوشی مدرسہ میں دیدیں تو مدرسہ میں صرف کرنا بھی درست ہوگا۔ لیکن مدرسہ میں اگر بطور حفاظت رکھا ہو تو جب وہ مدرسہ سے طلب کیا جائے تو مدرسہ والوں کو چاہئے کہ وہ دیدیں۔ مدرسہ کا پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ نہ کریں۔ اگر مدرسہ کا

---

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة الخشامي زكريا ص:٦٦٥/ ج:٦/ كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة الخ.

پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا ہوتو اس کا ضمان لازم ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۸ھ

اہل علم کے لئے غلط رائے پر اڑ جانا

سوال:- کیا آج کل علمائے دین حق اپنی بات کو اوپر کرنے کے لئے غلط مسئلہ پر بھی اڑ جاتے ہیں کیا ان میں اپنی غلطی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر طبقہ میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا علم کمزور ہوتا ہے اور اسی علم پر وہ رائے قائم کر لیتا ہے جو کہ غلط ہوتی ہے اللہ تعالیٰ پختہ علم اور صحیح رائے عطا فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

مستقل قوم کا مطلب

سوال:- عرصہ ہوا تبلیغی جماعت کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے نہایت اطمینان بخش جواب دیا تھا پھر میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوا۔ بریلویوں کی

---

[1] والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولاترهن وان فعل شيًا منها ضمن الخ، عالمگیری ص ۳۳۸، ج ۴، (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الوديعة، الباب الاول، والواقف لوعين انساناً للصرف تعين حتى لو صرف الناظر لغيره كان ضامناً الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۸۱/ ج ۵/ كتاب الوقف،

ضد سامنے آئی اور یہی خیال کرتا رہا کہ یہ لوگ ضدی ہوتے ہیں مگر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ارشاد کتاب مسمی ''دینی دعوت'' نظر کے سامنے ہے جس کے ص ۲۲۶ پر یہ تحریر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موصوف نے اپنے عزیز مولوی ظہیر الحسن ایم، اے، علیگ سے فرمایا جو ایک وسیع النظر عالم بھی ہیں۔

''ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک تحریک صلوٰۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں، کہ یہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں۔''

ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا۔

''میاں ظہیر الحسن، ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔''

دو سال پیشتر جو استفسار کیا گیا تھا اور موجودہ تحریر کردہ عبارت میں بہت بڑا فرق ہے دماغ پریشانیوں سے دوچار ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب مسمی ''اصول دعوت تبلیغ'' بھی سامنے ہے جو حضرت مولانا عبد الرحیم شاہ قبلہ کی تقریر کا مجموعہ ہے۔

''وہ آیات واحادیث جو جہاد سے متعلق ہیں ان کو موجودہ تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے، اس عبارت پر مولانا موصوف نے تبلیغی جماعت کے لوگوں سے دلیل بھی طلب کی ہے کہ جہاد کی آیتوں اور احادیث کو موجودہ تبلیغ پر چسپاں کرنے سے پہلے دلیل دیں۔''

دیکھئے کس قدر تضاد ہے۔ امید کہ شافی جواب دے کر بے چینی کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس خط کشیدہ عبارت اور گذشتہ فتوی کی جس کی عبارت میں بڑا فرق آپ کو محسوس ہوتا ہے بہتر یہ تھا کہ اس فتویٰ کو بھی ساتھ بھیجدیتے تاکہ دونوں کو دیکھ کر فرق سمجھ لیا جاتا اور جواب دیا جاتا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اس فتویٰ کا نمبر لکھا نہ تاریخ تاکہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں اس کو تلاش کر لیا جاتا۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس تبلیغی کام کا مقصد تحریک صلوٰۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ مقصد کی توضیح وتشریح خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جو کچھ فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

''ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور اقدس ﷺ کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیا جائے۔ یہ تو ہمارا اصل مقصود ہے رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ ونماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت، ہے[1]۔''

یہ عبارت کتاب ''چھ باتیں'' کے آخر میں تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایت کے تحت، ۳/ پر منقول ہے اس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھئے۔

شاید نئی قوم پر آپ کو اشکال ہو تو سنیے۔ کہ دنیا میں ایک قوم شب وروز تجارت کی جدو جہد میں لگی ہوئی ہے۔ اس کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اس میں خرچ ہوتی ہیں۔ مکان میں ہے تو یہی تذکرہ ہے مسجد میں ہے تب بھی ذہن اس فکر سے خالی نہیں سفر ہے تو اسی لئے ہے، غرض مقصد حیات خواہ عملی طور پر ہی یہی قرار دے رکھی ہے، ایک قوم زراعت میں مشغول ہے اس کا بھی یہی حال ہے کہ ہر وقت اسی کی فکر دامن گیر ہے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا مقصد حیات دینی جدوجہد، اس کی ہر قوت اور ہر صلاحیت اسی لئے ہو، ایک روز، تین روز، چلے برس، عمر، اس کے لئے وہ طلب فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ تمام دنیا میں اسی مقصد کو اصل قرار دیکر دوسرے مقاصد ضمنی ہو جائیں۔ اس پر کیا اعتراض ہے۔

کتاب ''اصول دعوت تبلیغ'' میرے پاس نہیں، میں نے نہیں پڑھی، اس کا اعتراض آپ نے نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں ایک خدا کے راستہ میں قتل ہو جانا۔ اس کا جو

---

[1] ملاحظہ ہو ملفوظات مولانا الیاسؒ ص ۳۲/ چھ باتیں ص ۳۲/ مطبوعہ سہارنپور.

اجروثواب ہے وہ تو اسی سے حاصل ہوگا اور دوسری چیز ہے جہاد تو اس کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت عام ہے۔ دین کے لئے جو کچھ جدوجہد ہو وہ جہاد ہے حتیٰ کہ دین کی تعلیم دینا، کتاب تصنیف کرنا، وعظ کہنا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا، سب ہی جہاد ہے وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اسی لیئے امام نوویؒ[1] نے جہاد کی تیرہ قسمیں لکھی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[2] اور يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ[3] اور حدیث شریف میں ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ[4]، آپ چونکہ عالم ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی، آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہاں جہاد سے کیا مراد ہے۔

لہٰذا جہاد کو تلوار کے ساتھ خاص کر دینا قرآن وحدیث کی رو سے غلط ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ جہاد کی آیات واحادیث عام ہیں، سب قسموں کو شامل ہیں۔ اسی طرح خروج فی سبیل

---

[1] الجهاد له اربع مراتب جهاد النفس وجهاد الشيطان وجهاد الكفار وجهاد المنافقين وجهاد النفس اربع مراتب الخ، (شروح البخاری للنووی وغیره ص ۱۹۹، ۲۰۰) فتح الباری ص۷۷/ ج۶/ کتاب الجهاد والسیر، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، زادالمعاد ص ۱۰/ ج۳، فصل مراتب الجهاد، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)

[2] (سورة عنکبوت آیت ص ۶۹)

ترجمہ:- اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنا راستہ ضرور دکھا دینگے۔

[3] (بیان القرآن ص ۲۱ ج۳ سوره التحریم آیت ۹)

ترجمہ:- اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے۔

[4] کشف الخفاء ص۱۲۴/ ج۱/ حدیث نمبر ۱۳۶۲/ داراحیاء التراث العربی بیروت، الموضوعات الکبیر ص ۶۹/ حرف الراء، کراچی، تذکرة الموضوعات ص ۱۹۱/ باب خرقة الصوفیة والاربعینات والمجاهدة، ادارة الطباعة المنیریة مصر، الاتحاف ص ۳۷۹/ ج۶/ کتاب آداب العزلة وفیه بابان، الفائدة السابعة التجارب، قبیل فصل، مطبوعه دارالفکر بیروت،

اللہ کا مفہوم بھی عام ہے۔ حدیث مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ کو حضرت امام بخاریؒ نے[1] کتاب الجہاد میں بھی بیان کیا ہے اور جمعہ[2] کی نماز کے بیان میں بھی کیا ہے۔ یعنی جمعہ کی نماز کے لئے جانے پر وہی اجر ہے جو کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے جانے پر ہے۔ کیا آپ امام بخاریؒ پر بھی اعتراض فرمائیں گے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند

ایک واقعہ کی تحقیق

سوال:- سائل کا بیان ہے کہ ایک مبلغ صاحب نے اپنی تقریر میں یوں بیان کیا کہ کچھ عرب یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اشاعت اسلام کے لئے ملک چین گئے اور وہاں غلہ کی تجارت شروع کی اور اس طرح سے کہ غلہ کے نقائص دور کرنے کے بعد غلہ کو وہاں کی قیمت سے کم قیمت پر یہ دعا کر کے بیچا کہ اے اللہ کاشتکار مٹی میں دانہ ملاتا ہے تو تو اس کے دانے کو ضائع نہیں کرتا ہے اور ہم تو تیری مخلوق پر صرف کر رہے ہیں کیا ہمارے دانوں کا بدلہ تو نہیں دے گا اس دعا کے بعد یہ لوگ اپنا غلہ کم قیمت پر لوگوں کو دیتے رہے وہ دیتے رہے جو غلہ ان لوگوں کے پاس تھا اس میں اللہ پاک نے ایسی برکت دی کہ پھر وہ ختم نہ ہوا اور یہ اپنی تجارت میں عام دوسرے تاجروں پر غالب ہو گئے اور پھر وہاں ان کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کون سے صحابہ تھے ان کے کیا نام تھے ان کا یہ واقعہ کس کتاب میں ہے؟

---

[1] بخاری شریف ص ۳۹۴/ ج ۱/ کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[2] کتاب الجمعة، باب المشی الی الجمعة حدیث نمبر ۸۹۷/ بخاری شریف ص ۱۲۴/ ج ۱/ مطبوعه اشرفی دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مقرر تبلیغ صاحب سے دریافت کرلیں تو پھر کتاب میں تلاش کیا جائے۔

فقط اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۱۳۸۹ھ

ایک امام اور امیر کے حالات

سوال:- ایک شخص دینی جماعت کا امیر ہوکر مندرجہ ذیل امور کا مرتکب ہے:

(۱) حکام کو رشوت پہنچانے میں اپنے لڑکے کے ذریعہ سے معاون ہے اور رشوت کی رقم کو اپنے پاس رکھا اور سب کچھ ان کے علم وایما سے ہوا۔

(۲) ایک شخص کی رقم ان کی وجہ سے ان کے لڑکے کو دی گئی، مگر عدالت نے کسی قانونی نکتہ کی وجہ سے ان کو بری کردیا، اور لڑکے پر رقم کی ڈگری ہوگئی، اب اس کا پروانہ گرفتاری جاری ہے، تو اس نے عدالت سے دیوالیہ ہوکر وہ رقم بچالی لڑکا اور وہ ساتھ رہتے ہیں اور اس رقم سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہنوز وہ رقم ان کے ذمے ہے اور دینے کی کوئی نیت نہیں ہے۔

(۳) راشن کارڈ میں جعلی یونٹ بڑھوائے ہیں جس کی وجہ سے حکومت سے دھوکہ دے کر غلہ حاصل کیا گیا۔

(۴) جماعت کے احباب میں اگر اختلاف ہو تو بجائے اس کو رفع کرانے کے اس کو خوب ہوا دیتے ہیں، اور وہ گروہ بناتے ہیں جن سے وہ ذاتی مالی نفع حاصل کرتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، دوسرے مسلمانوں کی تذلیل تحقیر کرتے ہیں، اور عام مجمعوں میں ذلیل کرتے ہیں۔

(۵) غیبت بھی کرتے ہیں اور بعض مرتبہ جھوٹ بولنا بھی ان سے ثابت ہو چکا ہے جس کی وجہ سے نوبت فساد تک پہنچ جاتی ہے، جو لوگ فساد کو رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔

(۶) مدرسوں اور خانقاہوں کی عام تقریروں میں مذمت کرتے اور کہتے ہیں کہ مولویوں اور جھولی والوں میں کیا فرق ہے، مسئلہ تملیک کا بارہا استہزا اڑاتے دیکھا گیا ہے، ایک عالم دین کو جب اپنی خواہشات میں ساتھ دیتے، نہ دیکھا تو ان کو بھی غلط کار قرار دیا، اور اس کا خوب پروپیگنڈہ کیا خانقاہوں اور مدارس دینیہ کے خلاف ان کی تقریریں اور صوفیاء کے طریقہ ذکر کے استخفاف کے بڑے بڑے علماء شاہد ہیں، اور ابھی تک اس عمل فسق پر توبہ کا کوئی اعلان نہیں ہے۔

(۷) اور جماعتی بھائی کاروبار کرنا چاہتے تھے، ایک ان میں سے کہتے تھے کہ میں اتنے ہزار روپیہ لگادوں گا، اور اس پر کچھ فیصدی نفع لونگا، نقصان کا ہرگز ذمہ دار نہیں، جناب امیر صاحب نے اس کی اجازت دیدی، اور فرمایا کوئی حرج نہیں، جب کہ آپ علم دین سے بالکل نابلد ہیں ویسے دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے بی، اے، ہیں، کیا اس قسم کی امیر کی اطاعت جائز ہے یا نہیں، یا ایسے امیر کو بدل کر کسی ایسے امیر کو جو کہ عالم ہو حرام وحلال سے واقف ہو اس کو منتخب کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس دینی جماعت کے ان امیر صاحب کے متعلق جو سوال میں درج ہیں ان میں کوئی امر بھی ایسا نہیں جس کا جواب اور حکم کسی کو معلوم نہیں، تھوڑے علم والا بلکہ بے علم سادہ لوح بھی اس کی قباحت کو جانتا ہے، معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں[۱]۔

---

[۱] قال رسول اللہ ﷺ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوٰة شریف ج۲/ص ۳۲۱/ کتاب الامارة (الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

(۱) کیا اس جماعت کا کوئی دستور اساسی ہے، جس میں امیر کی شرائط مذکور ہیں، کہ جس میں یہ شرائط موجود ہونگی وہ امیر ہو سکے گا اور کیا امارت کے لئے انتخاب عام ہوتا ہے، یا کچھ اہل خصوصی اہل الرائے حضرات چن لیتے ہیں۔

(۳) مدت کا تعین ہے مثلاً تین سال یا پانچ سال نیز امیر کو معزول کرنے کے لئے دستور میں کیا شرائط ہیں۔

(۵) معزول کرنے کا حق کس کو دیا گیا ہے، مجلس مشاورت کو یا عوام کو الحاصل دستور اساسی میں دفعات مذکورہ بالا کا جواب دیکھ کر مسئلہ بہت سہولت سے حل ہو سکتا ہے۔

فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۱۳۸۹ھ

not found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

﴿بدعات ورسوم﴾

بدعت کی تعریف

سوال:- بدعت کے کیا معنی ہیں، بدعت حسنہ اور بدعتِ ضلالہ کی تعریف بحوالہ حدیث ودلائل چند مثالیں دے کر جوابات مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے، چاہے وہ چیز کوئی فعل ہو یا کسی فعل کی ہیئت ہو یا زمان، مکان یا عدد وغیرہ کی کوئی قید ہو[1] مثلاً میت کو قبر میں رکھ کر اس پر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا،[2] نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی حیثیت سے سب کو

---

[1] البدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها وفاعلها فیه بصاحب الشریعة واماثلها. (المفردات لمراغب، ص ۳۶) مطبوعه میمنه مصر، لسان العرب ص ۶/ ج ۲/ دار صادر بیروت.

[2] وذکر ابن الحاج فی المدخل أن یجتنب ماأحدثه بعضهم من أنهم یاتون بماء الورد فیجعلونه علی المیت فی قبره فان ذالک لم یر وعن السلف رضی اللّٰه عنهم فهو بدعة، طحطاوی علی المراقی ص ۵۰۱/ فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصری عمدة القاری ص ۱۲۱/ ج ۲/ جزو ۳، مطبوعه دارالفکر، کتاب الوضو، باب من الکبائر أن لایستتر من البول.

روک کر دعا کرنا[1] نماز کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا[2] کھانا سامنے رکھ کر ثواب پہنچانے کے لئے مخصوص سورۃ یا آیتوں کی تعیین کرنا، میلاد شریف کے نام پر مخصوص تاریخ میں مجلس منعقد کرنا، اس میں صلوٰۃ وسلام کے لئے قیام کرنا وغیرہ وغیرہ[3] حدیث شریف میں ہے "من احدث فی امرنا هذامالیس منه فهورد"[4] الخ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۰ھ

فرض وواجب وغیرہ کی تعریف

سوال:- فرض، واجب سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، بدعت کی تعریف بتلائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض، جس کے کرنے کا حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو، واجب جس کے کرنے کا حکم

---

[1] لایقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۵/ ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ الجنس الآخر فی الجنائز، امجداکیڈمی لاهور،

[2] وآنکہ بعضے مرد مصافحہ بعد از نماز می کنند یا بعد از نماز جمعہ کنند چیزے نیست وبدعت است از جہت تخصیص وقت۔ **ترجمہ**:- اور جو نماز کے بعد یا نماز جمعہ کے بعد لوگ مصافحہ کرتے ہیں کوئی چیز نہیں اور تخصیص وقت کی وجہ سے بدعت ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۲/ ج ۴) شامی کراچی ص ۳۸۱/ ج ۶/ فصل فی الاستبراء، کتاب الحظر و الاباحۃ.

[3] الجنۃ لاهل السنۃ ص ۲۰۱، المدخل ص ۲/۲، فصل فی مولد النبیﷺ، مطبوعہ مصری،

[4] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الاول، یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:- جس نے نئی بات نکالی ہمارے اس دین میں جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے۔

دلیل ظنی سے ثابت ہو، سنت مؤکدہ، جس پر مواظبت ثابت ہو[۱]

مکروہ تحریمی، جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، مکروہ تنزیہی، جو مستحب کے مقابلہ میں ہو، یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو[۲] بدعت، جو چیز دین نہ ہو اس کو دین سمجھنا[۳] تفصیل کتب اصول فقہ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنت و بدعت کی تعریف و تقسیم

سوال نمبر:- (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سنت کے صحیح معنیٰ کیا ہیں اور سنت کس کو کہتے ہیں، شرعی حیثیت سے سنت کی تعریف کیا ہے، سنت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

---

[۱] اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض وواجب وسنة ونفل فما كان فعله اولىٰ من تركه مع منع الترك ان ثبت بدليل قطعي ففرض اوبظني فواجب وبلامنع الترك ان كان مما واظب عليه رسول صلى الله عليه وسلم والخلفاء الراشدون من بعده فسنة والافمندوب ونفل، شامی زکریا، ص ۲۱۸/ ج ۱/ کتاب الطهارة قبيل مطلب فی السنة وتعريفها، كتاب غاية التحقيق شرح حسامی ص ۱۳۴/ (مطبوعه کراچی)

[۲] والمكروه عند الفقهاء نوعان مكروهاًتحريماً وهوالمحمل عند اطلاقهم والكراهة وهو ماتركه واجب ويثبت مايثبت به والواجب ومكروهاً تنزيهاًوهوماتركه اولىٰ من فعله الخ. طحطاوی علىٰ مراقی الفلاح، ص ۶۳/ (مطبوعه مصری) كتاب الطهارة فصل فی المكروهات وشامی زكريا، ص ۲۵۷/ ج ۱/ كتاب الطهارة مطلب فی تعريف المكروه.

[۳] مااحدث على خلاف الحق المتلقىٰ عن رسول الله صلّى الله عليه وسلم من علم اوعمل اوحال بنوع شبهة واستحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماًالخ (شامی زکریا ص ۲۹۹/ ج ۲/ باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام) طحطاوی علىٰ مراقی الفلاح ص ۲۴/ (مطبوعه مصری) باب الامامة.

(۲) ''بدعت'' کے صحیح معنی کیا ہیں اور بدعت کس کو کہتے ہیں، شرعی حیثیت سے بدعت کی تعریف کیا ہے، بدعت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتب فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ''سنت'' کے معنی لغت میں طریقے کے ہیں خواہ اچھا ہو، خواہ خراب ہو،[۱] چنانچہ حدیث شریف میں سنت حسنہ اور سیئہ دونوں وارد ہیں۔[۲]

اصطلاحی تعریف یہ ہے ''طریقة مسلوکة فی الدین بقول اوفعل من غیر لزوم ولا انکار علیٰ تارکها ولیست خصوصیة اھ فوائد قیود یہ ہیں، فقولنا طریقة الخ کالجنس یشمل السنة وغیرها وقولنا من غیر لزوم فصل خرج به الفرض وبلاانکار اخرج الواجب وقولناولیست خصوصیة خرج به ما هو من خصائصه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کصوم الوصال اھ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۳۵.[۳]

علاّمہ شامی نے لکھا ہے ''اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض، وواجب وسنة ونفل فماکان فعله اولیٰ من ترکه مع منع الترک ان ثبت بدلیل قطعی ففرض اوبظنی فواجب وبلامنع الترک ان کان مماواظب علیه الرسول صلّی اللّٰه علیه وسلّم

---

[۱] والسنة لغة الطریقة ولو سیئة الخ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۵۰/مطبوعه مصر، فصل فی سنن الوضوء. شامی کراچی ص ۱۰۴/ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها،

[۲] مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا مَاعَمَلَ بِهٖ فِیْ حَیَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَیِّئَةً فَعَلَیْهِ اثمها الحدیث، المعجم الکبیر للطبرانی ص۷۵/ج۲۲، رقم الحدیث: ص۱۸۴، نسائی شریف ص۲۸۴/ ج ۱/ التحریض علی الصدقه کتاب الزکٰوة، مطبوعه دیوبند.

[۳] طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۰/ فصل فی سنن الوضوء(مطبوعه مصری)

اوالخلفاء الراشدون من بعده فسنة والا فمندوب ونفل[1] ص ۷۰/ ج ۱)

سنت کی دو قسمیں ہیں، "والسنة نوعان سنة الهدى وتركها يوجب اساءة وكراهة كالجماعة والاذان والاقامة ونحوهاوسنة الزوائد وتركها لايوجب ذٰلک كسير النبى عليه الصلوٰة والسلام فى لباسه وقيامه وقعوده[2] شامی۔

سنت کا حکم یہ ہے "قال القهتانى حكمها كالواجب فى المطالبة فى الدنيا الا ان تاركه يعاقب وتاركها يعاتب اھ وفى الجوهرة عن القنية ،تاركها فاسق وجاحدها مبتدع وفى التلويح ترک السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق به حرمان الشفاعة لقوله صلى الله عليه وسلم من ترک سنتى لم ينل شفاعتى[3] اھ طحطاوى على مراقى الفلاح[4] میں سنن وضو کی بحث میں لکھا ہے السنة لغة الطريقة ولو سيئة واصطلاحاً، الطريقة المسلوكة فى الدين من غير لزوم علىٰ سبيل المواظبة وهى المؤكدة ان كان النبى صلّى الله عليه وسلّم تركها احيانا واما التى لم يواظب عليها فهى المندوبة اھ۔

مؤکدہ کی مثال میں طحطاوی فرماتے ہیں " كالاذان والاقامة والجماعة والسنن الرواتب والمضمضة والانستنشاق ويلقبونها بسنة الهدىٰ اى اخذها هدى وتركها ضلالة اى اخذ ها من تكميل الهدىٰ اى الدين ويتعلق بتركها كراهة واساءة"[5]

---

[1] ردالمحتار ص ۱۰۲/۱، بيروت وشامى زكريا ص ۲۱۸/۱، كتاب الطهارة، قبيل مطلب فى السنة وتعريفها، طحطاوى على المراقى مصرى ص ۵۱/ فصل فى سنن الوضوء،

[2] ردالمحتار ص ۱۰۳/۱، بيروت مطلب فى السنة وتعريفها، شا مى زكريا ص ۲۱۸/ ج ۱،

[3] طحطاوى على مراقى الفلاح ،ص ۵۱/ج ۱/ فصل فى سنن الوضوء (مطبوعه مصرى)

[4] مراقى الفلاح ،ص ۵۰/ج ۱/ فصل فى سنن الوضوء (مطبوعه مصرى)

[5] مراقى الفلاح ص ۵۰/ج ۱/ فصل فى سنن الوضوء (مطبوعه مصرى)

پھر غیر مؤکدہ کی مثال ہے "کااذان المنفرد وتطویل القراءۃ فی الصلوٰۃ فوق الواجب ومسح الرقبۃ فی الوضو،والتیامن وصلوٰۃ وصوم وصدقۃ تطوعٍ ویلقبونھا بالسنۃ الزائدۃ وھی المستحب والمندوب والادب من غیرفرق بینھا عند الاصولیین اھ"

اس کے بعد اصطلاح فقہاء کے اعتبار سے مندوب ومستحب کا کچھ فرق بیان کر کے لکھا ہے "والاولیٰ ماعلیہ الاصولیون اھ"[1]

مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ کا ایک مستقل رسالہ سنت کی تحقیق میں ہے، جس کا نام ہے۔" تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سیدالابرار"[2] اس میں بہت سی تعریفات سنت کی نقل کی ہیں۔

(۲) بدعت کے معنی نئی چیز جو پہلے سے نہیں تھی لغۃً ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے "مااحدث علیٰ خلاف الحق المتلقیٰ عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من علم اوعمل اوحال بنوع شبھۃ واستحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما اھ"[3] (شامی ج۱ص ۳۷۷)

اس تعریف کے اعتبار سے بدعت ہمیشہ سیئہ اور ضلالہ ہی ہوتی ہے، البتہ معنی لغوی کے اعتبار سے کبھی حسنہ بھی ہوتی ہے، "فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علیٰ اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفھم للکتاب والنسۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاوّل ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ الماکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۵۱/ج ۱/ فصل فی سنن الوضوء (مطبوعہ مصری)

[2] تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سیدالابرار ص ۸۴/مطبوعہ حلب.

[3] شامی زکریا ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامۃ، مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام،

للمناوی عن تهذیب النووی ومثله فی الطریقة المحمدیة للبرکلی اھ شامی[1]

اس باب میں طریقہ محمدیہ[2] اوراس کی شروح الحدیقة الندیة[3] والدرر البریقه اور المدخل[4] اورالاعتصام[5] مبسوط کتابیں ہیں جن میں بدعات پر تفصیلی بحث کی ہے، اور بدعات پر کافی رد کیا ہے، اور محققانہ دلائل پیش کئے ہیں، نیز اردو میں براہین قاطعہ لاجواب ہے، جس میں بدعات کا قلع قمع کیا ہے، اور ایسے زریں اصول وضوابط بیان کئے ہیں کہ جن پر امور محدثہ کو بسہولت منطبق کیا جاسکتا ہے، کہ یہ بدعات محرمہ ضالہ کی حدود میں داخل ہیں یا نہیں اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو بدعت حسنہ وسیئہ کے امتیاز میں بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

سعید احمد غفرلہ یکم ذی قعدہ ۷۹ھ مظاہر علوم سہارنپور

بدعت کی تقسیم

سوال: - بدعت کی تقسیم جو بعض کتابوں میں نظر آتی ہے، اس تقسیم کا موجد کون ہے؟

---

[1] شامی زکریا، ص ۲۹۹/ج ۲/ باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام المدخل ص ۲۵۷/ ج ۲، اقسام البدع، براهین قاطعة ص ۱۱۴/ حاشیه الاعتصام ص ۲۴۶/ ج ۱/ ربما یورد فی هذه المواضع ان العلماء قسموا البدع باقسام احکام الشریعة الخمسة (الاعتصام ص ۲۴۶)

[2] الطریقة المحمدیة، ص ۱۱/ الفصل الثانی فی البدع (مطبوعه مصری)

[3] الحدیقة الندیة، ج ۱/ص ۹۰/الفصل الثانی من الفصول الثلاثة من الباب الاول فی بیان اقسام البدع.

[4] المدخل، ج ۲/ص ۲۰۷/(مطبوعه مصر)اقسام البدع.

[5] الاعتصام ج ۱/ص ۲۴۶/

اگر بالفرض بدعتِ حسنہ وسیئہ وغیرہ سے تقسیم ثابت ہو تو ''کل بدعۃٍ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار'' قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداومصلیاً

شامی باب الامامۃ میں بدعت کی قسمیں بیان کی ہیں[1]

علاّمہ عز بن عبدالسلام سے منقول ہے[2] تراویح کی یکجائی جماعت کے متعلق حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے نعمت البدعۃ اس وجہ سے سیئہ وحسنہ کی تقسیم کی گئی، ورنہ بدعتِ حسنہ درحقیقت معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہے، نہ معنی شرعی کے اعتبار سے اس لئے ''کل بدعۃ ضلالۃ'' میں بدعت شرعیہ وسیئہ مراد ہے[3]

اور جس چیز کو بدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے، وہ ضلالہ نہیں بلکہ مسلوکہ فی الدین ہے اور معین فی الدین ہے، یعنی وہ احداث فی الدین نہیں ہے، بلکہ احداث للدین ہے، تفصیل دیکھنا چاہیں تو براہین قاطعہ[4]، الاعتصام[5] المدخل[6] ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] بدعة محرم والا فقدتكون واجبة ومندوبة ومكروهة ومباحة الخ ،شامی کراچی، ص ۵۶۰/ ج ۱/ وشامی زکریا،ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام.

[2] قال الشيخ عزالدين بن عبدالسلام (الى قوله)وقال عمرؓ فی قيام رمضان نعمت البدعة (مرقاة ،ج ۱/ص ۱۷۹/باب الاعتصام ،مطبوعه ممبئی)

[3] كل بدعة ضلالة قال فی الازهار ای كل بدعة سيئة ضلالة الخ(مرقاة المفاتيح ص ۱۷۸/ باب الاعتصام مطبع اصح المطابع بمبئی)

[4] براهين قاطعه ۱۱۴/

[5] الاعتصام ج ۱/۲۴۶/

[6] المدخل ج۲/ ص۲۹۰/ مطبوعه مصری.

بدعت کی تقسیم

سوال:- بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

شرعاً بدعت کی صرف ایک قسم ہے یعنی سیئہ وہ کسی طرح جائز نہیں، جن لوگوں نے کوئی تقسیم کی ہے وہ لغت کے اعتبار سے وہ تقسیم شامی[1] اور فتاویٰ حدیثیہ[2] وغیرہ میں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بدعت کی اقسام

سوال:- بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں تحریر فرمائیں؟

فجر کی نماز میں جو ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں، یہ بھی

---

[1] ردالمحتار ص ۵۶۰/ج ۱/ وشامی زکریا ص ۲۹۹/ج ۲/ باب الامامة، مطلب البدعة اقسام (قوله ای صاحب بدعة) الی محرمة، والافقد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للکتاب والسنة ومندوبة کاحداث نحو رباط ومدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروهة کزخرفة المساجد، مباحة کالتوسع بلذیذ المآ کل والمشارب والثیاب،فان البدعة الشرعیة ضلالة کما قال صلی اللّٰه علیه وسلم قال ومن قسمهامن العلماء الیٰ حسن وغیر حسن فانما قسم البدعة اللغویة ومن قال کل بدعة ضلالة فمعناه البدعة الشرعیه، روح المعانی ص ۱۹۲/ ج۲۷/ تحت آیت:۲۷، مطبوعه دیوبند،

[2] قال کل بدعة ضلالة فمعناه البدعة الشرعیة الخ فتاویٰ حدیثیه ص ۲۸۱/ مطبوعه دارالفکر بیروت،مطلب فی ان البدعة الشرعیة لاتکون الّاضلالة.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے، اور یہ بھی بدعت ہے، اور کلام اللہ شریف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، زید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بدعت کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے، وہ صرف ایک ہی قسم ہے "کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار"[1] الصلوٰة خیر من النوم" اذان فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے[2] یہ بدعت نہیں ہے، تراویح بھی حدیث سے ثابت ہے[3] یہ بھی بدعت نہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع واقتداء کا حکم فرمایا ہے[4] پس جو دین کا کام ان حضرات سے ثابت ہو وہ بدعت نہیں، قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ورد فی حدیث العرباض بن سارية مرفوعاً رواه احمدو ابو دائود والترمذی و ابن ماجة، مشکوٰة شریف ص ۳۰/ باب الاعتصام، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عند ابن خزیمة والدارقطنی والبیهقی عن انس قال من السنة اذا قال الموذن فی اذان الجر حی علی الفلاح قال الصلاة خیر من النوم ومحجه ابن السکن فی التلخیص ص ۷۵، وفیه حدیث ابن عمر عند ابن ماجه والسراج والطبرانی والبیهقی بطرق متعدده وثبت فی حدیث ابی محذورة فی بعض طرقه عند ابی دؤد وغیره انظر التلخیص، (معارف السنن ص ۲۰۳/۱، التثویب فی الفجر، مطبوعه اشرفیه دیوبند) ترمذی شریف ص ۲۸/۱، کتب خانه رشیدیه دهلی، باب التثویب فی الفجر، سنن ابی داؤد ص ۷۲/۱، باب کیف الاذان.

[3] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَانَ یُصَلِّی فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً سِوِیَ الْوِتْرِ نصب الرایة، ج۲/ ص ۱۵۳/، فصل فی قیام رمضان،

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسم پر عمل

سوال: -رسوم کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب ہے یا سنت یا مستحب ہیں، لہٰذا جب تک کسی رسم کے متعلق یہ نہ معلوم ہو جائے کہ از روئے شرع ممنوع ہے اسے حرام نہیں کہا جا سکتا، کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رسم پر کوئی ثواب موعود نہیں، نہ ترک پر عقاب کی وعید بشرطیکہ وہ کفار وفساق کیساتھ مخصوص نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ایسا التزام کرنا جیسا کہ فرائض اور واجبات کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور اس کے ترک سے ایسا بچنا جیسا کہ ترک فرائض وواجبات سے بچنا لازم ہے، (گو اعتقاداً نہ سہی عملاً ہی سہی) تجاوز عن الحدود ہے یا نہیں، تارک فرض پر نکیر نہیں کی جاتی، تارک رسم پر طعن وتشنیع کی نوبت آتی ہے، جن اعمال پر ثواب کا وعدہ ہے اور وہ مندوب ہیں ان پر اصرار کرنا بھی حد کراہت تک پہنچا دیتا ہے، (**الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حد الکراهة**[1] جب مندوب کا یہ حال ہے تو محض مباح کا التزام اور اصرار کیسے درست ہوگا "**کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم مکروهاً**" **سباحة الفکر**[2]"

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [4] اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ، (ترمذی شریف ص۲۰۷/ج۲/ مشکوٰۃ ص۵۲۰) باب مناقب ابی بکر وعمرؓ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه ص۱۰/ باب فضائل اصحاب رسول الله ﷺ، فصل ابی بکر الصدیقؓ، مطبوعه رشدیه دهلی، المستدرک ص۷۵/ج۳، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

ترجمه:-میرے بعد ابوبکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتداء کرنا،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] السعایة ص ۲۶۵/ج۲/ باب صفة الصلوٰة قبیل فصل فی القراءة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[2] سباحة الفکر، ص۷۲/(مطبوعه لکهنؤ)

طیبی[1] شرح مشکوٰۃ میں تصریح ہے کہ جو شخص عزیمت کا حد درجہ پابند ہو اور کسی رخصت پر عمل نہ کرے فقد اصاب الاضلال من الشیطان، تنقیح فتاویٰ حامدیہ[2] میں ہے کہ جس مباح مندوب پر عمل کرنے سے عوام کو اس کے وجوب کا اعتقاد ہوتا ہے، اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح بندہ عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک مخصوص مشرکانہ رسم

سوال:- ایسی حرکت بعض رسم کے اندر کی جاتی ہے، کہ سات ماہ کی حاملہ عورت کو سنہرے سُرخ کپڑوں سے آراستہ کر کے اس کے سامنے کونڈے میں چاول اُبال کر رکھتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں، اور عورت کو کعبہ کی طرف منہ کر کے چوکی پر بٹھا کر گود میں پھل وغیرہ رکھ دیتے ہیں، احباب دوستوں کی دعوت کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رسم اسلامی طریقہ نہیں، اس میں بعض چیزیں مشرکانہ ہیں[3] مثلاً اس وقت خاص طور پر

---

[1] ان من اصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال (طیبی شرح مشکوة زکریا، ج۲/ص ۴۴۶/ کراچی ج۲/ص ۳۷۴/ کتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشهد،

[2] کل مباح یودّی الی زعم الجهال سنیة امر اووجوبه فهو مکروه (تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۲/۳۵۳، فیه ترک بعض الامور المختاره والصبر علی بعض المفاسد خوفاً من ان یترتب علی ذالک مفسدة اعظم منه، نووی علی مسلم ص ۲/۳۲۱، کتاب الفضائل، باب نصر الاخ ظالماً اومظلوماً، طبع رشیدیه دهلی، والفعل الجائز یجوز ان یکون غیر جائز لغرض یلحقه، سباحة الفکر ص ۵۱،

[3] ملاحظه هو کفایت المفتی ص۶۳/ج۹.

(ضرورت ہو یا نہ ہو) چراغ روشن کرنا جیسا کہ مشرکوں کا طریقہ ہے وہ اپنے دھرم میں معتقدانہ روشن کرتے ہیں، اوراس کی تعظیم بجالاتے ہیں، اور دیگر مذکورہ اشیاء کی جاتی ہیں، ایسی رسم سے توبہ واستغفار لازم ہے، اس کو بالکل ترک کردیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۹ھ

کالی بکری کو مخصوص طور پر ذبح کرنا

سوال:- ایک شخص رمضان کی ۲۷ رتاریخ کو ایک سیاہ رنگ کی بکری ذبح کرتا ہے، اور تمام گھر کے آدمی ہلدی میں ہاتھ رنگ کر اس پر لگاتے ہیں، پھر امام صاحب سے ذبح کراتے ہیں، اوراس کے سری وپائے چوراہے راستہ میں دفن کرتے ہیں، اور گوشت کی پلاؤ پکوا کر کھلاتے ہیں اور وہ بکری کالی کے نام سے کرتے ہیں، اور امام صاحب سے قل پڑھواتے ہیں، اگر امام یہ کام نہ کرے تو مسجد میں نہیں رہ سکتا، اس بکری کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل سخت گناہ قریب شرک ہے اوراس بکری کا کھانا حرام ہے، وہ بالکل مردار ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ یکم رمضان المبارک ۶۶ھ

---

[1] وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِاللّٰهَ غَفُوْراً رَّحِيْمًا. سورة النساء آیت: ۱۱۰،

ترجمہ:- اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاویگا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں

سوال:- کوئی ایسا امر جو بظاہر بہت اچھا ہے مگر وہ سنت یا صحابہؓ، تابعینؒ سے ثابت نہیں، مگر عوام میں برسہا برس سے چل رہا ہے، اوراس کے ذریعہ لوگوں میں ایک طرح کی اجتماعیت پائی جاتی ہے، یعنی وہ چیز ان میں جوڑ پیدا کرتی ہے، کیا اس کو بدعت ہونے کے باوجود مٹانا چاہئے یا نہیں، جیسے میلاد دعا ثانیہ، فاتحہ بعد صلوٰۃ وغیرہ۔

نوٹ:- عوام عام طور پر جاہل ہیں، وہ حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتے، وہ سنت وبدعت کا فرق بھی نہیں جانتے بلکہ ان بدعات کو حصولِ خیر کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اوران کو بدعت اور خلاف شرع یا گناہ کہنے پر تعجب کرتے ہیں، بلکہ برافروختہ ہوتے ہیں اور عام طور پر ان کے خلاف جدوجہد سے پھوٹ اور دو پارٹیاں بنتی ہیں، نمازیں ترک کردیتے ہیں، علماء کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں، اس صورت میں کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اجتماع عنداللہ مطلوب ومقصود نہیں، بلکہ خیر وسنت پر اجتماع مطلوب ومقصود ہے، اس لئے حسن تدبیر، شفقت ودلسوزی سے ان کو راہِ راست پر لانے کی ضرورت ہے، ان کو سمجھایا جائے، کہ جس کام سے اللہ پاک اوراس کے رسول مقبول ﷺ راضی ہوں وہ کام مسلمان کو کرنا چاہئے، وہی دین وہی ذریعہ نجات ہے، وہی وفاداری کا ثبوت ہے، اور حضرت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ چون شہرت داد کے این جانور برای فلان است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدۃ نکرد چہ آں جانور منسوب بان غیر گشت وخبثے درو پیدا گشت کے زیادہ از خبث مردار است الخ (تفسیر عزیزی فارسی سورہ بقرہ ص ۷۷۹-۷۸۰/ ج ۱/

ترجمہ:- یہ شہرت ہوجائے کہ یہ جانور فلاں کیلئے ہے ذبح کے وقت اس پر خدا کا نام ذکر کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا اسلئے کہ وہ جانور غیر کے ساتھ منسوب ہوگیا اوراسمیں خباثت پیدا ہوگئی، جو مردار کی خباثت سے بھی زیادہ ہے الخ۔

رسول اکرم ﷺ نے جس کام کو دین نہ فرمایا ہو اور اس پر ثواب نہ بتایا ہو، اور اپنی خوشنودی کا تحفہ اس پر نہ دیا ہو، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو اختیار کیا ہو، نہ ائمہ مجتہدین نے اس کو استنباط کیا ہو تو ایسا کام دین نہیں، اور وفاداری کا ثبوت نہیں، ذریعۂ نجات نہیں، اس سے نہ اللہ تعالیٰ خوش اور نہ اس کے رسول اکرم ﷺ خوش، ایسا کام ترک کر دینے کے قابل ہے، اور دعا بھی کی جائے کہ حق تعالیٰ نفسانی جذبات سے محفوظ رکھے اور قلوب میں قبولِ حق کی صلاحیت پیدا فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم میں کوئی شخص مومن نہیں جب تک اس کی خواہش میرے بتائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائے[1]

پھر اگر پھوٹ پڑ جائے اور علماء کی مخالفت پیدا ہو جائے تو اسکو صبر وتحمل سے برداشت کیا جائے، ورنہ عوام کی خواہش کے مطابق علماء بھی چلنے لگیں تو دین اور غیر دین میں فرق نہ رہے گا، دین آہستہ آہستہ ختم ہو کر اس کی جگہ غیر دین آ جائے گا، جو کہ دنیا میں بھی تباہی وہلاکت کا موجب ہے، اور آخرت میں بھی، اعاذنا اللہ منہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

کسی کام کو کسی کی سنت کہنا

سوال:- کیا یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب کی سنت ہے غلط ہے؟

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاصی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لماجئت بہ .(شرح السنۃ،ص ۲۱۲-۲۱۳/ج ۱)

ترجمہ :-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہس اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لیکر آیا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہنا یہ کام فلاں صاحب، مثلاً ابوبکرؓ کی سنت ہے غلط نہیں، جب کہ وہ کام واقعۃً ان کی سنت ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مستحب پر اصرار

سوال:- اگر کوئی شخص پھول، مالا اور دعاءِ ثانیہ وغیرہ کرنے والا نہ کرنے والے کو ملامت کرے تو کیا ایسی صورتوں میں ان امور مستحبہ کو کرسکتا ہے اور بدعت میں داخل نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز کا استحباب شرعی دلائل سے ثابت ہو اس پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے سے اس کا استحباب ختم ہو کر اس میں کراہیت آجاتی ہے، **الاصرار علی المندوب یبلغه**

---

[1] (والسنة) بضم الاول وتشديد الثانی فی اللغة الطريقه مرضية اوغير مرضية وفی الشرع هی الطريقة المسلوكة الجارية فی الدين من غير افتراض ولاوجوب سواء سلكها الرسول عليه السلام والسلام اوغيره ممن هوعلم فی الدين ولابدمن الاتباع بالسنة لانه قد ثبت بالدليل ان الرسول عليه الصلوٰة والسلام متبع فيما سلک من طريقة الدين وكذاالصحابة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم بعده عليه الصلوٰة والسلام لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ الخ . (جامع العلوم الملقب بدستور العلماء، ص ۱۸۴/ج ۲) مرقاة شرح مشكوٰة، ص ۱۱۹/ج ۱/ كتاب الاعتصام والسنة حديث عليكم بسنتی مطبوعه بمبئی. شامی زكريا، ص ۲۱۸/ج ۱/ كتاب الطهارة. مطلب فی السنة وتعريفها.

الیٰ حدالکراھۃ ۔(سباحۃ الفکر[1]) اگر یہ شان نہ ہوتو استحباب باقی رہتا ہے، اور جس چیز کے استحباب کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اس کے متعلق یہ بحث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مستحب پر اصرار

سوال:- التزام کی کراہت کے متعلق جو علامہ طیبی کی عبارت من اصر علی امرٍ مندوب وجعل عزماً ولم یعمل بالرخصۃ کا حوالہ دیا گیا ہے تو اس عبارت میں جو عزماً کا لفظ ہے اس کی تشریح منتہی الارب میں یہ مرقوم ہے عزیمۃ بالفتح واجب وثابت وعزمۃ من عزمات اللہ تعالیٰ ای حق من حقوق اوواجب یعنی مستحب کو واجب جانکر اصرار ہوگا، مذموم ہوگا، اور مستحب کو مستحب جان کر اصرار ہوگا تو یہ محمود ہوگا، چنانچہ اس کا فیصلہ خود حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے "انما الاعمال بالنیات" مداومت کا ہونا یہ التزام میں داخل نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے "احب الامور الی اللّٰہ ادومھا" لہٰذا التزام کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے ورنہ یہ تحریر فرمایئے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحب پر (یعنی مباح الترک اعتقاد کرتے ہوئے) مداومت موجب کراہت نہیں بلکہ

---

[1] بسیار تلاش کے باوجود بعینہ مذکورہ عبارت سباحۃ الفکر میں نہیں ملی البتہ درج ذیل عبارت جو اسی کے قریب ہے موجود ہے، "کم من مباح یصبر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروھاً" سباحۃ الفکر ص ۷۲/ (مطبوعہ لکھنؤ)

بعینہ مذکورہ عبارت ان ہی مصنفؒ کی کتاب السعایہ میں موجود ہے، السعایہ ص ۲۶۵/ ج ۲/ باب صفۃ الصلوٰۃ قبیل الفصل فی القراءۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور،

اصرار موجب کراہت ہے،[1] (والفرق بین المداومة والاصرار لایخفیٰ علیٰ من له ادنیٰ ممارسة بالفقه) جن سورتوں کا مخصوص نمازوں میں پڑھنا ماثور ومنقول ہے ان پر بھی مداومت اس طرح کہ ان کے علاوہ اور سورتیں نہ پڑھیں اگر چہ اعتقاد جائز سمجھتا ہو مکروہ ہے۔

"ویکره ان یوقت لشیئٍ من القرآن شی من الصلوٰة کالسجدة والانسان لفجر الجمعة والجمعة والمنافقین للجمعة، قال الطحطاوی والاسبیجابی هذا اذاراه حتماً یکره غیره امالوقرأ للتیسیر علیه اوتبر کاً بقراء ته صلی اللّٰه علیه وسلم فلاکراهة لکن بشرط ان یقرأ غیرهما احیاناً لئلا یظن الجاهل ان غیر هما لایجوز ولاتحریر فی هذه العبارة بعدالعلم بان الکلام فی المداومة والحق ان المداومة مطلقاً مکروهة سواء راه حتما یکره غیره اولا اھ فتح القدیر[2] ص ۲۳۸/ج ۲/ المسئلة مذکورة فی شرح النقایة[3] ص ۸۳/ج ۱/ وتبیین الحقائق[4] ص ۱۳۱/ج ۱/ وغیرهما".

اس کراہت کا ماخذ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے جس کو مسند احمد میں روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد حسن ہے "من لم یقبل رخصة اللّٰه (ای لم یعمل بها) کان علیه من الاثم مثل جبال عرفة (فی عظمها)[5] السراج المنیر، ص ۳۴۹/ج ۳/ جب کسی شئی کی ایک

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة اھ (السعایة، ص ۲۶۵/ج ۲/باب صفة الصلوٰة قبیل فی القرآن. (سهیل اکیڈمی لاهور)

[2] فتح القدیر ص: ۲۳۷/ ج: ۱/ کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، فصل فی القرآن، (مطبوعه دارالفکر)

[3] المسئلة مذکوره فی شرح النقایه لملا علی قاری ص ۲۳۸/ ج ۱/ (مکتبه اعزازیه دیوبند)

[4] تبیین الحقائق للزیلعی ص: ۸۳/ ج: ۱/ قبیل باب الامامة والحدث فی الصلوة، مکتبه امدادیه ملتان،

[5] جو شخص اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل نہ کرے اس پر عرفہ کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوگا۔

جانب مستحب ہے تو دوسری جانب کے ترک کی یقیناً رخصت ہوگی، اب اگر جانب مستحب پر اس طرح عمل کیا جائے، کہ جانب رخصت بالکلیہ متروک ہو جائے، تو اس مستحب کو درجۂ وجوب حاصل ہو جائیگا، اعتقاداً ہو یا عملاً خود عامل کے حق میں ہو یا دوسرے دیکھنے والوں کے حق میں یہ ایک مفسدہ ہے جس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جانب رخصت پر بھی کبھی عمل کیا جائے، لان اللّٰہ یحب ان توتِیَ رُخَصَہٗ کما یحب ان توتٰی عزائمہ[1]. الحدیث[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/شعبان ۶۶ھ

تنبیہ :-طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں اس کے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا فی الجواب کفایۃ لمن ارادالھدایۃ و اما المجادل فلایقنع الابالمجادلۃ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/شعبان ۶۶ھ

تاریخ ۳/۱۳/۲۳/ کی تعیین

سوال:-عام رواج ہے کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر لوگ تاریخ رکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہینہ کی ۳/۱۳/۲۳/ تاریخ نہ ہونا چاہئے اور باقی تاریخیں کوئی بھی رکھی جائیں، اگر کبھی ۲/ تاریخ وغیرہ مقرر ہوگئی تو یہ ہوتا ہے، کہ نکاح دن میں ہو جائے، ۳/ نہ ہونے پائے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[1] اللہ تعالیٰ کو اپنی رخصتوں پر عمل کیا جانا ایسا ہی پسند ہے جیسا اپنی عزیمتوں پر عمل کیا جانا پسند ہے۔

[2] کنزالعمال ص ۳۴/ج ۳/ رقم الحدیث ص ۵۳۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رواج شرعاً بے اصل ہے[1]، اس کی پابندی لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چندہ کا مخصوص طریقہ

سوال:- مسجد یا مدرسہ کے چندہ کے لئے مجمع کے ساتھ مع جھنڈے کے لوگوں کے گھروں پر جانا اور چند اشخاص کا باہم آواز ملا کر اشعار نعتیہ وترغیبیہ پڑھنا اور اس طرح نظم خوانی کے ساتھ چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس چندہ کی رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چندہ کا یہ طریقہ سلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے، اس سے پرہیز کیا جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۶ھ

اصلاح کی خاطر بدعات میں شرکت

سوال:- بعض مقامات پر دیوبندی بریلوی سے قطع نظر ہوکر صرف آبائی تقلید کی وجہ سے بعض بدعات اس طرح گھٹی میں پڑی ہیں کہ اگر منع کریں تو مانع کو خارج از محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں، تو ان کی اصلاح کی خاطر بہ نیت اصلاح داخل ہوجائیں، اور

---

[1] نظیرہ وما یتخیلہ بعض العوام الیوم من کراھۃ التزویج والدخول فی الشوال وھذاباطل لااصل لہ وھو من آثار الجاھلیہ کانوایتطیرون بذٰلک لمافی اسم شوال من الاشالۃ والرفع (شرح مسلم للنووی، ص ۴۵۶/ ج ۱/ شرح استحباب التزوج والتزویج فی شوال.

بدعات کو اختیار کرلیں، اور شدہ شدہ سنت کے طریق پر لانے کی کوشش کریں، تو یہ مستحسن ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدعات میں کسی کی خاطر شرکت کرنے کے بعد شدہ شدہ اصلاح کرنا دشوار ہوجاتا ہے، بلکہ بدعات کا بدعات ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے، پھر اصلاح کا خیال بھی نہیں رہتا، اگر رہا بھی تو جس چیز کو اپنے عمل سے پختہ کردیا گیا ہے، اس سے عوام کو منع کرنے کی ہمت باقی نہیں رہتی اگر منع کیا جائے، تو لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ایسے مقتدا کو غیظ کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اس کی نظائر بھی موجود ہیں، غور سے سنئے دو چیزیں ہیں ایک حفاظت دین دوسری اشاعت دین اول مقدم ثانی مؤخر ثانی کی خاطر اول کو ضائع کرنا تو دین ودانشمندی نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اس طرح چندہ کرنے سے عوام چونکہ محض شرماشرمی اور بلاطیب نفس کے چندہ دیتے ہیں، اور حدیث شریف میں بلاطیب نفس کسی کا مال لینے سے ممانعت وارد ہوتی ہے، اس لئے یہ طریقہ قابل ترک ہے۔

''عَنْ اَبِیْ حُرَّةَ الرَّقَاشِی عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا لَا یَحِلُّ مَالُ اِمْرِءٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ .مشکوٰة شریف ،ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲] قاعدہ پنجم اگر کسی امر خلاف شرع کرنے سے کچھ فائدہ اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو یا اس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں، اور ایسے فائدوں سے حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جائے، یا ان فائدوں کو مرتب دیکھ کر عوام کو اس سے نہ روکا جائے یہ بھی جائز نہیں، نیک نیت سے مباح تو عبادت بھی بن جاتا ہے، اور معصیت مباح نہیں کوئی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں الخ،(اصلاح الرسوم ص ۶۹/ باب سوم، فصل اول، طبع امدادیه دیوبند،

اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت

سوال:- ایک شخص جو کہ عالم بھی ہیں، اور جائز ناجائز سے بھی اچھی طرح واقف ہیں، وہ ایک جگہ پر امامت کرتے ہیں، مقتدی ان کے اکثر بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور مروجہ تیجہ، چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، یہ عالم صاحب بجائے ان کو منع کرنے اور سمجھانے کے خود بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ان کے جملہ مبتدعہ رسومات میں شریک ہوتے ہیں، اور دعوت وغیرہ کا کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں، جب ان سے دوسرے لوگوں نے سمجھانے کے طور سے کہا تو جواباً فرمایا کہ آپ بھی تو بے نمازی داڑھی منڈوں کے ساتھ کھاتے ہیں، پس جس طریقہ سے وہ ناجائز یا حرام ہے، اسی طریقہ سے تیجہ چالیسواں بھی سمجھ لیجئے، اور پھر فرمایا کہ اگر ہم آپ کی بات کو تسلیم کرلیں اور ان کی رسومات میں شریک نہ ہوں، اور نہ ہی ان کے رسمی کھانے کو کھایا جائے، تو ہمیں اپنی امامت کے چلے جانے کا خطرہ ہے، ایک موقع پر جب ایک دوسرے عالم صاحب سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا موقع ملا تو عالم صاحب نے فرمایا کہ اگر تم ان کی اصلاح کی غرض سے جاتے ہو، تو اس میں گنجائش ہے ورنہ نہیں، اس کے بعد انہوں نے عالم صاحب کے سامنے عذر رکھا کہ میں تو صرف ان کی اصلاح کی غرض سے شرکت کرتا ہوں، اور پھر اپنے ہم نوالوگوں سے یہی فرمایا کہ میں تو فلاں عالم سے بھی کہہ آیا ہوں کہ میں تو برابر اسی طریقہ سے شرکت کرتا رہوں گا۔

(۱) عالم صاحب کا ان کے ساتھ شریک ہو کر دعوت کھانا، تیجہ اور چالیسواں وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عالم صاحب کی یہ مثال پیش کرنا کہ بے نمازی اور داڑھی منڈوں کے ساتھ

کھانا پینا بھی ایسا ہی ہے، جیسا کہ تیجہ، چالیسواں کا کھانا، آیا عالم صاحب کی یہ تمثیل صحیح ہے، یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟ تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

(۳) محض امامت کے چلے جانے کے خطرہ سے ایسی رسومات میں شرکت کرنے کی گنجائش ہے؟ واضح طور پر مدلل بیان فرمائیں؟

(۴) امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے امام سے میل جول رکھنا از روئے شرع روا ہے یا ممنوع؟

(۶) عالم ثانی کا قول کہ اصلاح کی غرض سے جانے کی گنجائش ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز رسوم وبدعات میں شرکت کرنا مداہنت اور ممنوع ہے، "ولاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین الایة"[1] اس سے ان بدعات کو فروغ ہوتا ہے، حالانکہ ان کی اصلاح لازم ہے،

(۲) داڑھی منڈانا حرام ہے[2] لیکن جو شخص داڑھی منڈے کے ساتھ کھانا کھاتا ہے وہ کھانا کسی رسم قبیح اور بدعت کا کھانا نہیں، بلکہ اگر اصلاح کی نیت ہو اور نرمی سے سمجھا جایائے، تو اخلاق سے متأثر ہو کر اصلاح کی توقع ہے، اس لئے یہ مثال صحیح نہیں، یہ مثال اس وقت صحیح

---

[1] "من وقّر، صاحب بدعةٍ فقد امان علٰی هَدْمِ الاِسلام" فبطل بهٰذا كلِّهٖ قول من زعم أن مجالستهم جائزة اذا صانوا أسماعهم، الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ص ۱۴/ ج۴/ سورة الانعام آیت ۶۸/

ترجمہ:- تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو (از بیان القرآن)

[2] یحرم علی الرجل قطع لحیته، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ۵۸۳/ ج۹/ کتاب الخطر والاباحة، فصل فی البیع،

ہوتی کہ اس کی خاطر داڑھی منڈا دی جاتی، نعوذ باللہ منہ۔

(۳) امامت تو دین کو قائم کرنے کے لئے ہے، محض روپیہ کی خاطر بدعات کو فروغ دینا اور مقتدیوں کی ہاں میں ہاں ملانا منصب امامت کے خلاف ہے، اور اس منصب جلیل کو ذلیل کرنا ہے۔

(۴) جو مقتدی ان بدعات میں مبتلا ہیں، وہ تو بہت خوش ہونگے، اور جو مقتدی متبع سنت اور بدعات سے متنفر ہیں ان کو پریشانی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ بدعات سے پرہیز کریں، اور امام صاحب نہ مانیں بلکہ بدعات پر مصر رہیں، تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔"**ویکرہ امامة عبدوفاسق ومبتدع الخ کذافی الدرالمختار**، ص ۳۷۶/ج ۱/[1]

(۵) ان کے ساتھ بدعات میں شریک ہونا تو جائز نہیں[2]، معاملات کی اجازت ہے۔

(۶) اصلاح کرنا لازم ہے، مگر انکے ساتھ بدعات میں شرکت کرنے سے امام صاحب دوسروں کی تو کیا اصلاح کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں، ہاں اگر انکی بات میں اثر ہے، اور وہاں جا کر بدعات کو روک دیں اور لوگ توبہ کرلیں تو یقیناً اعلیٰ مقام ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱/ البحرالرائق ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۸/ج ۲/ باب الامامة قبیل، مطلب البدعة خمسة اقسام)

[2] " من وقّر، صاحب بدعةٍ فقد امان علٰی هَدْمِ الاِسلام" فبطل بهٰذا کلِّهٖ قول من زعم أن مجالستهم جائزة اذا صانوا أسماعهم، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ص ۱۴/ ج ۴/ سورة الانعام آیت ۶۸/

ترجمہ:- تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو (از بیان القرآن) **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

بدعتی سے میل جول

سوال:- اگر کوئی شخص عبادت گذار پابند صوم وصلوٰۃ ہو لیکن بدعات میں مبتلا ہو اس کے یہاں کھانا کھانا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس کی اصلاح کی امید ہو تو میل جول رکھنا بہتر ہے[1] اگر اس سے خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول نہیں رکھنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ من دعی الی ولیمة فوجد ثمه اولعبا او اغناء فلابأس ان یقعد ویأکل فان قدرعلی المنع یمنعهم وان لم یقدریصبر وهذا اذا لم یکن مقتدی به اماذا کان ولم یقدرعلی منعهم فامایخرج ویقعد (الی قوله) وهذا کله بعد الحضور الخ (الهندیه، ص ۳۴۳/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشره فی الهدایة والضیافات، مطبوعه کوئٹه) تبیین الحقائق للزیلعی ص ۱۳/ج۷/ باب الکراهیة، مطبوعه امدادیه ملتان، (۳) البحرالرائق ص ۱۸۸/ج۸/ باب الکراهیة، مطبوعه کوئٹه،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ نصاب الاحتساب مترجم ملا حظه هو ص ۶۱،

واماالمداراة فتجوز فی مواضع ثلاثة الاول موضع الضرر والثانی لمصلحة الکافر فی دینه ای اذا رجاهدایته للاسلام بالمداراة والثالث لاکرامه او کان ضیفا ولاتجوز لمصلحة نفسه من جلب مال اوجاه ونحوهما لاسیمااذا احتملت الافضاء الی ضرر فی الدین (الٰی قوله) وهذا هوحکم المداراة واهل الاهواء ونحوهم (احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی ص ۱۰، ۱۶/ج۲)

۲ منع اصحابنا الدخول الی ارض العدو ودخول کنائسهم والبیع ومجالسة الکفار واهل البدع والا تعتقد مودتهم ولا یسمع کلامهم ولامناظرتهم (ابی مع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۴/۴، جز سابع، مطبوعه دارالفکر بیروت)

پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت

سوال:- شیخ نے جو وظائف مرید کو بتلائے ہیں ان کا پورا کرنا مرید پر فرض ہے واجب ہے، سنت ہے یا نفل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خدا تعالیٰ کی طرف سے نماز، روزہ وغیرہ کی طرح تو فرض نہیں البتہ حکیم اور ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے نسخہ کی طرح ازالۂ مرض کے لئے فرض ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند //

بدعتی اور متبع سنت عالم کو پرکھنے کا طریقہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ علماء دیوبند، بریلوی دونوں نے قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں کتابیں لکھی ہیں، اور وہ دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حق پر ہیں، تقریر میں بھی دونوں طرف سے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی باتیں سامنے آتی ہیں اب عوام کیا کریں؟ کس کی بات پر عمل کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سب تفصیل کے معلوم کرنے کے بعد آپ خود ہی غور کریں، جواب خود بخود سامنے آجائے گا، وہ یہ ہے کہ جب آپ علماء دیوبند کو حق پر سمجھتے ہیں، تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اس طریقے کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں، کہ غیر حق کو اختیار کریں، اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کسوٹی نہیں ہے، تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ

فارغ کر کے ایک جماعت کے مقتدیٰ کے پاس رہے اور بہت غور سے اس کی عادات، معاملات، معاشرت اپنوں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے ساتھ معاملات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدیٰ کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے، اور دل میں بات آ جائیگی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمت دین کا جذبہ ہے، صبر وتحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے، غرض حضرت رسول مقبول ﷺ کے اخلاق فاضلہ ہیں، یا ریاکاری ہے، نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوف خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمت دین کے جاہ ومال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بیقراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے، وغیرہ وغیرہ، جس میں پہلی قسم کی صفات عالیہ ہوں، وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے، اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے[1]، جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں اس سے دوری اختیار کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے

سوال:- خانقاہوں میں تعزیہ بنتا ہے اور چادر چڑھائی جاتی ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جو گدی نشین ہو وہ نکاح نہ کرے، اگر نکاح کرے تو گدی سے اتار دیا جائیگا، لیکن اگر زنا کرے تو گدی سے نہ اتارا جائے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

[1] واتبع سبيل من أناب ألي، سورۂ لقمان، آیت ۱۵ /

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ انتہائی جہالت وضلالت کی بات ہے کہ سنت پر عمل کرنا تو جرم قرار پائے، اور حرامکاری جرم نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی بزرگ کی دہائی

سوال:- دوہائی کے کیا معنی اور غیر اللہ کی دوہائی دینا جیسے کہے کہ سلیمان علیہ السلام اور پیران پیر کی دوہائی سے بولتا ہوں کہ ایسا کام نہ کرو، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوہائی اس طرح ناجائز[2] ہے بلکہ شرک ہے[3] کہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرح متصرف ماننا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۹/۱/۶۷ھ

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (مشکوٰۃ شریف ج ۱/ ص۲۷) کتاب الاعتصام بالسنۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] بھشتی زیور ص ۴۰/ ج ۱/ کفر اور شرک کی باتوں کا بیان،

[3] وان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقادہ ذٰلک کفر الخ البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۸/ قبیل باب الاعتکاف، شامی کراچی ص ۴۳۹/ ج ۲/ کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، النھر الفائق ص ۴۲/ ج ۲/ کتاب الصوم، فصل فی النذر، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعہ مکۃ المکرمہ،

پیران پیر کا کلمہ اور جلوس

سوال:- دونوں عیدوں میں چاندی پنجہ حضرت محی الدین جیلانی علیہ الرحمہ کے علموں پر چڑھانا اور دف سے تال میں "**ھو اللّٰہ لا اللّٰہ ھو اللّٰہ لا اللّٰہ محی الدین جیلانیؒ**" ایک چھوٹی نقاری سرنانی، الوانی، تلوار سیخ سلائی کے ساتھ جلوس نکالنا، جس میں نہ تکبیرات تشریق ہوں نہ ذکر ہو، تو ایسے جلوس میں شامل ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جلوس مشرکانہ ہے[1] اس میں شرکت حرام ہے، ایمان کا خطرہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد ذکر جہراً

سوال:- نماز ختم ہونے پر زور زور سے ذکر کرنا درست ہے یا نہیں جب کہ پیچھے لوگ چھوٹی ہوئی نماز ادا کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ ان کی نماز میں خلل نہ آئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] یہ وظیفہ پڑھنا ناجائز اور موہم شرک ہے۔ ملاحظہ ہو: **کفایت المفتی ص ۲۲۹ / ج ۱ / کتاب العقائد، نواں باب، بدعت اور اقسام شرک،** **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام

سوال:- بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک کر کے تین مرتبہ **لاالٰہ اِلااللّٰہ** بلند آواز کر کے کہنا، پھر **محمدرسول اللّٰہ** کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہے، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے اس کو بہت برا جاننا اور اس کو قابل ملامت جاننا یہاں کا رواج ہے یہ کیسا ہے کیا اس کو ضروری کرنا چاہئے، یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے لیکن اس طرح کرنا چاہئے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا، کذافی **سباحة الفکر فی الجهر بالذکر**[1] نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو کہ اصرار کی حد میں داخل ہے، ناجائز ہے "**الاصرار علیٰ المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة اهـ**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] هل یکره رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم (درمختار) وقال الشامی فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتاذّی المصلین او النیام الخ، شامی ص ۵۷۰/ ج ۹/ (مطبع زکریا دیوبند) مطبوعه کراچی ص ۳۹۸/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، الهندیة مصری ص ۳۱۶/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلوٰة الخ،

[1] لاکراهة فی الجهر بالذکر بل فیها مایدل علیٰ جوازه اواستحبابه کیف لاوالجهر بالذکر له اثرفی ترقیق القلوب مالیس فی السرنعم الجهر المفرط ممنوع شرعاً وکذا الجهر الغیر المفرط اذاکان فیه ایذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فیه نیة ریاء اولوحظت فیه خصوصیات غیر مشروعة الخ، سباحة الفکر ص ۷۲، (مطبوعه لکهنؤ) شامی زکریا ص ۵۷۰/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع.

سعایۃ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر

سوال:- ایک امام صاحب نے نماز کے بعد دعا کرانا شروع کی تمام مقتدیوں میں ایک مقتدی نے بآواز بلند اللّٰھم اٰمین کہا اور آخر دعا میں بآواز بلند "بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" کہا اس پر ایک عالم دین نے کہا کہ یہ بدعت بمبئی والوں کی طرح سے کس نے کی؟ اس طرح بمبئی کے اکثر لوگ کرتے ہیں یہ بدعت ہے۔

جہر سے کہنے والے کو اس سے بڑا دکھ ہوا کیونکہ وہ دعا کرنے والے کی دعا پر احیاناً جہر سے آمین کہہ دینے کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتا رہا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کے منبر پر چڑھتے ہوئے دعائے جبرائیل پر زور سے آمین ثابت ہے، آپ سے درخواست ہے کہ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ یہ بدعت ہے یا سنت؟ اور اس واقعہ میں شرعاً راستہ پر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احیاناً ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ثابت بھی ہے[2] لیکن التزام کرنا اور جو شخص نہ کرے اس پر ملامت کرنا ممنوع ہے[3] عامۃً ابتداً اسی طرح ہوتی ہے، پھر اس پر مداومت اور التزام ہو

---

[1] السعایہ ص ۲۶۵/ ج ۲/ اکیڈمی لاھور، باب صفۃ الصلوٰۃ، قبیل فصل فی القراءۃ، سباحۃ الفکر ص ۷۲/ مطبوعہ لکھنؤ،

[2] فبھذا علمنا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَھَرَ بآمین اَحْیَاناً تَعْلِیْمًا لِلْاُمَّۃِ ثُمَّ اَخْفٰی بِھَا وَالدَّلِیْلُ عَلَیْہِ ان آمین دعاء والاصل فی الدعاء الاخفاء لاالجھر بذل المجھود شرح ابی داؤد ص ۱۰۱/ ج ۲/ باب التامین وراء الامام، (مکتبہ رشیدیہ سھارنپور)

[3] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصصٍ مکروھاً (سباحۃ الفکر ص ۷۲، مطبوعہ لکھنؤ)

کرایک گروہ کیلئے شعار کی صورت بنتی ہے غالباً امام صاحب کا مقصود بھی یہی ہوگا، اسی وجہ سے انہوں نے بمبئی سے تشبیہ دی ہوگی، تاہم اب اگر امام صاحب محبت اور نرمی سے تفہیم کردیں[1] تو امید ہے کہ یہ تفہیم اس دکھ کی دوا بن جائے گی، اور دکھ والے کو شفا ہوجائے گی، خدا کرے دونوں کے دل صاف ہوجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۱ھ

دعاء کا ایک مخصوص طریقہ

سوال:- میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں، لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، حسبنااللّٰہ ونعم الوکیل لااله الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئلولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

دعا میں توسل

سوال:- ادھر میں نے تین حسب ذیل اقوال پڑھے تھے، (۱) حضرت مجدد الف

---

[1] قولہ تعالیٰ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ ،قال القرطبی تحت ھٰذہ الآیۃ وأمرہ أن یدعوا الی دین اللّٰہ وشرعہ بتلطف ولین دون مخاشنۃ وتعنیف الخ ،احکام القرآن للقرطبی ص ۱۸۲/ ج۵/ مطبوعہ دارالفکر،سورۃ النحل الآیۃ ۱۲۵/

ثانی علیہ الرحمہ قبروں کو بوسہ دینے سے منع فرماتے ہیں، لیکن اہل قبور سے مدد طلب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۲) توسل جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ فلاں مقبول بندے کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ (اصلاح الرسوم، مصنفہ حکیم الامت ص ۱۳۵/)

(۳) قبر پر فاتحہ کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے (نظام کانپور ماہ جنوری، ص ۳۸، ۶۴ء

سوال یہ ہے کہ اگر زید کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہوکر کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے اے اللہ میری یہ دعاء اپنے اس خاص بندے کے توسل یا طفیل سے قبول فرما (زید کو یہ یقین ہے کہ اس قبر میں سونے والے بزرگ کی برکت سے دعا ضرور قبول ہوتی ہے) کیا یہ زید کا فعل مع اعتقاد از روئے شریعت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بزرگ ایسے ہیں کہ جن کی بزرگی (ولایت) پر دلیل قائم ہے تو اس طرح دعا کی بھی گنجائش ہے کہ اے اللہ اپنے اس خاص بندے کے طفیل یا توسل سے میری دعا قبول فرما[1]، لیکن مناسب واحوط یہ ہے کہ تخصیص نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فقراء کے رموز کا حکم

سوال: ۔مشہور ہے کہ فقیروں کے رمز کو کوئی کیا جانے اس کی کیا حقیقت ہے؟

---

[1] فان كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل الى الله تعالىٰ به (المدخل ص ۲۵۴/ ج ۱/ باب التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم طبع مصر بالازهر.

الجواب حامداً ومصلیاً

جورمز شریعت کے مطابق ہے اسکا حکم خود شریعت نے بیان کردیا ہے، جوخلاف شرع ہے، وہ ضلالت اور فسق ہے جب تک آدمی اپنے ہوش میں ہے اسکو خلاف شرع کی ہرگز اجازت نہیں، خواہ فقیر ہو خواہ کوئی اور ہو، نہ اسکا اتباع درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حال ووجد

سوال:۔ محفل سماع میں جوان عورتوں کو حال آنا اور اپنے پیر سے لپٹنا اور نامحرم مردوں کا ان کو سنبھالنا ایسے امور کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جملہ امور حرام ہیں، "**واما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الاوتار والصنج والبوق الذى يفعله بعض من يدعى التصوف فانه حرام بالاجماع لانهازى الكفار كمافى سكب الانهر**"۔ طحطاوی، ص ۱۸۵/[2]

جب مردوں کیلئے یہ حکم ہے تو عورتوں کیلئے ممانعت شدید تر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان العبد مادام عاقلاً بالغاً لايصل الىٰ مقام يسقط عنه الامر والنهى الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۴۹/ (مطبوعه رحيميه ديوبند) لايصل العبد الىٰ مقام يسقط الخ .

[2] طحطاوى على المراقى ص ۲۵۸/ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، فصل فى صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض، (مطبوعه مصرى) الهداية ص ۱۶۲/ ج۳/ باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل، كتاب الشهادة.

قبر پر اذان دینا

سوال:- ہمارے یہاں مردے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دیجاتی ہے، یہاں کے امام نے بہشتی زیور، شامی وغیرہ کتب کے حوالہ سے بتایا کہ قبر پر اذان دینا درست نہیں، لیکن بعض لوگوں نے دفتر آستانہ دہلی سے اس بارے میں فتویٰ منگایا اس میں درمختار اور فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے قبر پر اذان دینے کو جائز لکھا ہے، صحیح کیا ہے مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ کتب احناف میں کتب شافعیہ سے نقل کر کے لکھا ہے اور کتب شافعیہ میں اس کی تردید بھی لکھی ہے[1] براہِ راست کتب احناف اس سے ساکت ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس پر مستقل ایک رسالہ[2] لکھا ہے مگر کوئی دلیل صریح اس کے ثبوت میں نقل نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر پر اگربتی جلانا، اذان دینا، تیجہ کرنا

سوال:- بعض جگہ میں عام دستور ہے کہ اگر کوئی مرجاتا ہے تو تین روز تک قبر پر بتیاں جلائی جاتی ہیں، اور اذان پڑھی جاتی ہے، اور تیسرے دن تیجہ کے نام سے قرآن کریم اور

---

[1] وفی حاشیة البحر للخیر الرملی رأیته فی کتب الشافعیة انه قد یسن الاذان لغیر الصلوٰة (الٰی قوله) وعند انزال المیت القبر قیاساً علی اول خروجه للدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب (الشامی نعمانیه، ص ۲۴۸/ج ۱/) شامی زکریا، ص ۵۰/ج ۱/ باب الاذان مطلب فی المواضع التی یندب لها الاذان الخ، البحر الرائق ص ۴۴۵/ج ۱/ باب الاذان.

[2] ایذان الاجر فی اذان القبر (جوبیس صفحات پر مشتمل حسنی پریس بریلی سے طبع ہوا ہے)

آیت کریمہ پڑھنا لازمی اور ضروری سمجھا جاتا ہے، کیا شرعاً یہ صورتیں جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ امور بدعت اور ناجائز ہیں[1]، قرآن کریم پڑھ کر یا نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر یا غرباء کو کھانا کپڑا نقد دیکر بلاتعیین تاریخ ثواب پہنچانا اور جس قدر جلدی ممکن ہو اس میں جلدی کرنا بلکہ دفن سے پہلے پہلے کرنا مستحسن اور باعث ثواب ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۹/۵۹ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ذیقعدہ ۵۹ھ

صحیح سعید احمد غفرلہٗ // // //

---

[1] لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ. مشکوٰۃ شریف ص ۷۱/ باب المساجد.

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر۔

''لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ لماھو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعۃ شامی زکریا ص ۱۴۱/۳/ کتاب الجنائز، باب الجنائز، مطلب فی دفن المیت''

[2] وصول القراءۃ للمیت اذاکانت بحضرتہ او دعی لہ عقبھا ولوغائبا لان محل القراءۃ تنزل الرحمۃ والبرکۃ والدعاء عقبھا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقراءۃ لاحصول ثوابھا لہ ولھذا اختاروافی الدعا اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا قالوا صل الیہ نفس الثواب وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابھا الیھم عنداھل السنۃ والجماعۃ (الشامی نعمانیہ ص ۶۰۵/ ج ۱/ مطلب فی اھداء ثواب القراءۃ) زیلعی ص ۸۳/ج ۲/ باب الحج عن الغیر، مطبوعہ ملتان مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۵۱۴، فصل فی زیارۃ القبور، مطبوعہ مصر، شامی کراچی ص ۲۴۳/۲،

اذان کے بعد کچھ کلماتِ نصیحت

سوال:- ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صلوٰۃ پکاری جاتی ہے، پھر سب لوگ سنت نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، بعد میں مؤذن عصا لے کر اِنَّ اللّٰہَ ،یَالَقَدْ جَاءَ کُمْ یا اردو میں کچھ نصیحت کر کے وہ عصا امام صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتاب حدیث سے معلوم کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ خلفاء راشدین کے حالات میں نہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات میں، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں، لہٰذا ایسی چیز اگر چہ صورۃً اچھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ نہ خدا کا حکم ہے، اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلہ فقہ ہے بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے، جس کو دین سمجھا جارہا ہے، اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے آخر میں یہ لکھا ہے۔"اقول کون ذلک متعارفاً لایقتضی جوازہ عندالامام القائل بحرمة الکلام ولوامراً بمعروف اورد سلام استدلالا بمامر ولاعبرة بالعرف الحادث اذا خالف النص لان التعارف انما یصلح دلیلا علی الحل اذا کان عاماً من عهد الصحابة والمجتهدین کماصرحوابه الخ (الشامی نعمانیه ص ۵۵۱/ج ۱) شامی زکریا، باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب،

دولہا کو پالکی میں لے جانا

سوال:- ہمارے یہاں شادی کے موقعہ پر عرفاً پالکی میں نوشہ کو بیٹھا کر کاندھے پر رکھ کر لیجاتے ہیں، انکا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پالکی پر سوار ہونا جس کو آدمی کاندھوں پر اٹھائیں درست ہے مگر اس کو شادی کے موقع پر ضروری قرار دینا شرعی حکم نہیں بلکہ رسم ہے، جس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال سہاگن کے لئے

سوال:- یہاں پر شادی شدہ عورتیں گلے میں ایک زیور کالے موتیوں کا پہننا ضرور سمجھتی ہیں، بعض کالے موتی دھاگے میں ڈال کر اور بعض سونے کے تار میں جڑوا کر، بہر حال سہاگن کو ضروری سمجھا جاتا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کالے موتیوں کا ہار پہننا سہاگن کے لئے شرعاً لازم نہیں[2]، یہ پابندی غیر ضروری ہے

---

[1] اس لئے کہ غیر لازم کو لازم سمجھنا بدعت ہے، امدادالفتاویٰ ص ۳۲۴/ ج۵/ (مکتبہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند) رسالہ القول الاحکم فی تحقیق التزام مالایلزم وامدادالفتاویٰ ص ۳۴/ ج۵/ دلھن کے ختم قرآن کی رسم،

[2] فقہاء کرام نے بیوہ کو زیورات کی ممانعت لکھی ہے لیکن سہاگن کے لئے زیور کی پابندی خاص طور پر سیاہ موتیوں کے ہار کی پابندی کا ذکر نہیں کیا لھذا اس کو لازم سمجھنا بے اصل ہے۔

اس کو ترک کر دیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۱ھ

جنازہ کتنے قدم لیکر چلے

سوال:- جنازہ لے جاتے وقت یہاں پر ایک عمل ہے کہ چار پائی کو چار آدمی پکڑے ہوئے لے جاتے ہیں، اور دس دس قدم کے بعد گردن بدلتے ہیں، آخر ایک جگہ کے بعد جب پہلا آدمی پہلی جگہ پر آجاتا ہے، یعنی چالیس قدم ہو جائیں، تب قبرستان لے جاتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟

یہاں اس کا کافی زور چل رہا ہے، اور بعض لوگ اتنا تشدد کرتے ہیں کہ اس کے خلاف کرنے والوں سے جھگڑا کرتے ہیں، اس لئے آپ کے فتویٰ کی سخت ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ کو چار آدمی اٹھائیں اور ہر اٹھانے والا چالیس قدم لے کر چلے باقی دس دس قدم پر منزل کرنا شرعی حکم نہیں ہے، رسم محدث ہے، اسکی اصلاح کی جائے، "**ویسن لحملها حمل اربعة رجال وینبغی لکل واحد حملها اربعین خطوة اهـ**" مراقی الفلاح[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة، السعایة، ص ۲۶۵/ ج ۲/ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب صفة الصلوٰة ومن البدع تخصیص المصافحة بعدصلاة الفجر الخ،

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۴۹۷-۴۹۸/ فصل فی حمها ودفنها (مطبوعه مصر) الشامی نعمانیه ص ۴۹۷/ ج ۱/ مطلب فی حمل المیت، وشامی زکریا ص ۱۳۵/ ج ۳/

اہل میت کے گھر کھانا

سوال:- ہمارے علاقہ میں کوئی ضعیف العمر مرد یا عورت مرجائے تو اسی روز یعنی وفات کے دن مرنے والے کے وارث کا کھانا یعنی چاول پکا کر گھی اور شکر کے ساتھ جتنے لوگ بھی نماز جنازہ میں امیر وغریب شریک ہوں سب کو کھلاتے ہیں، بعض لوگوں کو تو سب مہیا ہوتا ہے، اور بعض کو کافی قرض اٹھانا پڑتا ہے، اگر مرنے والے کے وارث غریب ہوں، اور اس رسم کو ادا نہ کریں تو خوب لعن طعن کیا جاتا ہے، اس لئے امیر وغریب کو یہ رسم مجبوراً کرنی پڑتی ہے، شریعت کے حکم سے مطلع فرماویں، کہ فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے مکان میں کوئی میت ہوجائے وہ لوگ میت کی تجہیز وتکفین میں مشغول رہتے ہیں، کھانا پکانے کی ان کو مہلت نہیں ملتی، اس لئے ان کے واسطے دوسرے لوگ کھانا پکا کر بھیجدیں، اہل میت میں سے جو شخص نہ کھلائے اس پر لعنت کرنا حرام ہے، ورثہ میں اگر نابالغ ہوں تو ان کا مال کھانا بھی حرام ہے۔

" قال فی الفتح ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الاباعدتهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله صلّی اللّٰه علیه وسلم اصنعوا الاٰل جعفر طعاماً فقد جاء هم مایشغلهم (حسنه الترمذی) ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرورو هی بدعة مستقبحة روی الامام احمدبن حنبل وابن ماجة باسنادٍ صحیح عن جریر بن عبداللّٰه قا ل کنا نعد الاجتماع الیٰ اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة[1] اھ وفی البزازیة ویکره

[1] شامی زکریا ص ۱۴۸ / ج ۳ / باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی الثواب علی المصیبة، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۰ / کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، (مطبوعه مصری) بزازیه علی هامش الهندیه ص ۸۱ / ج ۴ / کتاب الجنائز (مکتبه کوئٹه پاکستان)

اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الیٰ قوله ،وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه اللّٰه تعالیٰ الیٰ قوله ولاسیما اذاکان فی الورثة صغار الیٰ قوله وماکان کذٰلک فلاشک فی حرمته ردالمحتار ،ص ۶۰۳/ج ۱/نعمانیه[1].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۹ھ

شیرینی کے لئے رقم مقررہ جبراً لینا

سوال:- کیا شیرینی مروجہ جوکہ سادات پیروں کو بطور التزام دیجاتی ہے مثلاً کسی شخص نے ہر سال کے لئے رقم ۸/عہ یا ۴/عہ مقرر کرلی کم وبیش پیر صاحب نہیں لیا کرتے اگر تیار دہندہ منکر ہوجاوے تو اس پر تعزیر مالی کی جاتی ہے، جوکہ چند حافظوں کو طعام کھلا دینا ہے ، یا رقم تعزیر پیر صاحب یا قاضی صاحب لے کر اسے تصرف میں لاتے ہیں، یا کسی اور تصرف میں خرچ کردیتے ہیں، اگر مقرر کنندہ شیرینی کا کوئی لڑکا شادی شدہ ہوتو اس سے رقم مقرر شدہ اس کے باپ کی لیجاتی ہے، یہ سلسلہ پشتہا پشت جاری رہتی ہے جو منکر ہو وہ لائق تعزیر رکھا جاتا ہے، کیا اس الزام سے رقم معینہ کا دینا اور لینا کیسا ہے اور کیا یہ نذر معینہ ہے جواب بالتفصیل مرحمت ہو اور پہاڑ میں پیر صاحبان کا اکثر کوئی ذریعہ معاش سوائے نیازوں کے پیسے کے اور کوئی نہیں ہوتا ہے، اور اگر ہو بھی تو بہت کم ، جواب بالتفصیل وحوالہ کتب اور نقل عبارت دیا جاوے؟

---

[1] ابن ماجه شریف ص ۱۱۶/ باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع الی اهل المیت وضع الطعام، مطبوعه بلال دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شیرینی اور نیاز کی شرعاً کوئی اصل نہیں اس کا دینا بھی ناجائز ہے کیونکہ اعانت علی الاثم ہے ''کَمَا فِی الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''[1] اور پیروں کو اس کا لینا بھی جائز نہیں، کیونکہ دینے والے خوشی سے نہیں دیتے، بلکہ جبراً دیتے ہیں، قرآن کریم میں ہے'' وَلَاتَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ''[2] حدیث شریف میں ہے''لَایَحِلُّ مَالُ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ''[3] جس شخص کے متعلق معلوم ہوجائے کہ اس کا پیشہ ہی سوال ہے حالانکہ وہ کسب پر قادر ہے، تو چونکہ جس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو اس کو سوال کرنا جائز نہیں ''کما فی العنایہ[4] باب الصدقہ'' لہٰذا ایسے شخص کو دینے والا بھی گنہگار ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۲/۵۱ھ

جبراً کسی چیز کا لینا دینا درست نہیں۔

العبد عبد اللطیف

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۲/۵۱ھ

---

[1] سورۂ مائدہ آیت ۲/.

ترجمہ:- گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸/. ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھائو (بیان القرآن)

[3] مشکوٰۃ ص ۲۲۵/ باب الغصب والعاریۃ،

ترجمہ:- کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

[4] نصاب یثبت به حرمة السوال وهو مااذاکان عنده قوت یومه (عنایه علی هامش فتح القدیر ج ۲/ ۲۸۴/ باب صدقة الفطر) مطبوعه دارالفکر بیروت.

عید کارڈ

سوال:- عید کارڈ بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رسم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا کسی مسجد میں ۴ر سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے

سوال:- حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں، اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴ر سال یا ۷ر سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے، کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴ر یا ۷ر سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضۂ حج ادا ہو جائیگا، یا نہیں؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جاسکتا ہے؟

---

[1] والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنكر (الدر المختار) وانما قال كذلك لانه لم يحفظ فيها شيء عن ابى حنيفة واصحابه وذكر فى القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة وعن مالك انه كرهها وعن الاوزاعى انها بدعة وقال المحقق ابن امير حاج بل الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة الخ، (شامى نعمانيه ص۵۵۷/۱، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب)

البتہ اگر اس سے مقصود دوسرے کا دل خوش کرنا ہو تو اس کی اجازت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۴۷ر ج۸)

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد وزن وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں، اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے، تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کے بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے[۱] (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے "**لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد**" الحدیث[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ

ایک کنویں کے پانی میں شفاء ہے

سوال:- ایک کنواں ہے جس میں چشمہ نکل آیا ہے، اس کنویں کے پانی سے سنا گیا ہے کہ کسی کو کسی تکلیف میں فائدہ ہوگیا، اس وجہ سے عامۃ الناس بغرض شفاء اس کنویں کے

---

[۱] فی حدیث انسؓ بن مالک. وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِی مَسْجِدِی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِالْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ. الحدیث مشکوٰة ص ۷۲/ باب المساجد ومواضع الصلوة ،الفصل الثالث.

[۲] عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِی هذا متفق علیه (مشکوٰة شریف ص ۶۸/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،باب المساجد ومواضع الصلوة ،الفصل الاول)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کے واسطے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد اقصیٰ (۳) میری یہ مسجد (مسجد نبویؐ)

پانی کو استعمال کرنے اور حاصل کرنے کیلئے مستقل سفر کرتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض جگہ پانی میں قدرتی طور پر ایسا مادہ ہوتا ہے جس سے جسمانی امراض سے شفاء ہوجاتی ہے، یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے، اگر بات یہیں تک محدود ہے تو کچھ مضائقہ نہیں، جیسے بعض ادویہ کا استعمال ہوتا ہے، یا تبدیلی آب وہوا کیلئے بعض مقامات کا سفر کیا جاتا ہے، اطباء وڈاکٹر تجویز کرتے ہیں، کہ فلاں جگہ کی آب وہوا گرم یا سرد یا تر ہونے کی وجہ سے مریض کے موافق ہے یا بعض امراض میں جاری پانی سے غسل تجویز کیا جاتا ہے، لیکن اگر عقائد فاسد ہونے کا مظنّہ (اندیشہ) ہو کہ اس پانی کی پوجا شروع ہوجائے گی، تو پھر اس فتنے کو روکنے کی ضرورت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کی ملک میں وہ کنواں ہے اس کو سمجھا کر حسن تدبیر سے آمادہ کیا جائے، کہ وہ اس کو بند کرادے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنت سے متعلق عبارت پر اعراب

سوال:- آپ نے ترک سنت کے مسئلہ کے جواب میں دو حدیثیں تحریر فرمائی ہیں، مگر ہم لوگ ناخواندہ ہیں، براہِ کرم ان پر اعراب اور ترجمہ تحریر فرمادیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طحطاوی[2] علی مراقی الفلاح کی عبارت ہے، جس میں سنت کی تعریف کی گئی ہے،

"تَرْکُ السُّنَّةِ لَایُوْجِبُ فَسَاداً وَلَاسَهْواً بَلْ اِسَاءَ ة لَوْعَامِداً غَیْرَ مُسْتَخِفٍّ اِلیٰ قَوْلِهٖ، حُکْمُ

---

[1] قطع شجرۂ مدینہ

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۰۷/ فصل فی بیان سننها (مطبوعه مصری)

السُّنَّةِ اَنَّهٗ يُنْدَبُ اِلٰى تَحْصِيْلِهَا وَيُلَامُ عَلٰى تَرْكِهَا مَعَ لُحُوْقِ اِثْمٍ يَسِيْرٍ" مطلب یہ ہے کہ سنت کا جان بوجھ کر چھوڑنا برا ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، نہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، مگر اس کو بھی ہلکا نہیں سمجھنا چاہئے، سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے، اور جو ترک کرے وہ قابل ملامت ہے، اور اس کا گناہ ہوگا، لیکن ترک فرض سے کم ہوگا "کما فرغ[1] من التکبیر للاحرام بلا ارسال" یعنی تکبیر تحریمہ سے فارغ ہو تو بغیر ہاتھ چھوڑے ہوئے ہاتھ باندھ لے، بعض آدمی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد پہلے لٹکا دیتے ہیں، پھر باندھتے ہیں، ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۸۷ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی کچھ مخصوص کرامات (جو کہ غلط ہیں) بیان کرنا

سوال:- (۱) ہمارے یہاں پر یہ بات عام بحث بنی ہوئی ہے کہ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے وقت میں ایک بارات جس کو دریا میں ڈوبے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے، ایک بوڑھی روزانہ روتی تھی، عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کو ترس آ گیا اور انہوں نے بارہ برس پرانی ڈوبی ہوئی بارات دریا سے زندہ نکال دی اور سب زندہ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

(۲) عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے قبر میں منکر نکیر کے بال پکڑ لئے اور منکر نکیر نے معافی مانگی؟

(۳) عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ دوڑتے ہوئے قبرستان سے گزرے

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۰۸/ فصل فی بیان سننها (مطبوعه مصری)

تھے تو مردوں کو حکم دیا وہ بھی انہیں کے ساتھ دوڑنے لگے، یہ کرامات بتلاتے ہیں، ان کا تعلق کتابوں سے ہے یا غپ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت غلط ہے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ پر بہتان ہے[1]۔

(۲) یہ روایت بھی بہتان ہے اور اللہ کے فرشتوں کی توہین ہے ان کی قبر کا واقعہ کس نے دیکھا اور بیان کیا[2]۔

(۳) یہ بھی بالکل غلط اور مہمل افسانہ ہے، حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اللہ کے عزیز اور مقبول بندے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے انتہائی متبع اور پابند تھے، ان کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ انہوں نے نفس کی خواہش کو حدود شرع میں رکھا اور ساری زندگی اس کی کوشش کی کہ کوئی کام خلاف سنت نہ ہونے پائے ان کو بدعات سے سخت نفرت تھی، اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور اس پر رحمت کی بارش کرے، اور ان کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند فرمائے، اور ان کے طریقے پر چلنے کی توفیق دے، لغو اور بیہودہ حکایات گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرنے سے ان کے کمال میں ترقی نہیں ہوتی، نہ اسلام نے یہ طریقہ سکھایا ہے، بلکہ اس کی ممانعت ہے[3]، یہ طریقہ تو غیروں کا ہے، وہ اپنے بڑوں کی طرف ایسی باتیں گھڑ گھڑ منسوب کیا کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۵/۱/۹۰ھ

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ملاحظہ ہو ص ۱۲/ج۳،

[2] ایسی روایات کے متعلقہ امدادالفتاویٰ، باب العقائد، ج۶/ص ۶۵/تا ۸۰/ میں مستقل رسالہ بنام عبدالقادر اصلاح عقائد متعلقہ حضرت غوث اعظم، مذکور ہے۔

[3] فی حدیث جابر رضی اللّٰہ عنہ .وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھا الحدیث مشکوٰۃ ص۲۷/ باب الاعتصام، بالکتاب والسنۃ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

مروجہ صلاۃ وسلام

سلام پڑھنے کا طریقہ

سوال: -سلام پڑھنے کا حکم ہے تو شرطیں کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسا کہ نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے یا بہت ہی دلجمعی سے درود وسلام تنہائی میں بیٹھ کر پڑھتا رہے، اس نیت کے ساتھ کہ یہ صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جائیگا، جو شخص روضۂ اقدس ﷺ پر حاضر ہو اور وہ اس امید سے پڑھے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں، احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّی عَلَیَّ عِنْدَقَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ. مشکوٰۃشریف ص۸۷/ (مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ الفصل الثالث، (ترجمہ گزر چکا ہے)

آواز سے صلوٰۃ وسلام

سوال:- آج کل اکثر مسجدوں میں پیغمبروں کے نام پکار پکار کر سلام پڑھتے ہیں بعض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے سلام پکار کر پڑھتے ہیں، یہ رواج کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنا ثابت نہیں[1] دور سے تو اس طرح پڑھا جائے جس طرح نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے، اور روضۂ اقدس ﷺ کے پاس حاضر ہوکر ہلکی درمیانی آواز سے انتہائی ادب ومحبت کے ساتھ صیغۂ مخاطب سے پڑھا جائے، بلند آواز سے چلا کر وہاں بھی نہ پڑھا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

نماز کے بعد سلام پڑھنا

سوال:- مسجد میں بعض لوگ نماز فجر کے بعد سلام پڑھتے ہیں، اور تبلیغ کو برا بھلا

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ اَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهَلِّلُوْن وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِى ا جهراً وقا ل لهم ماا راكم الامبتدعين، الشامى نعمانيه ج۵/ص ۲۵۵/ كتاب الحظر والاباحة،فصل فى البيع.

ترجمہ :-حضرت ابن مسعود ص سے منقول ہے کہ انہوں نے مسجد سے ایک جماعت کو نکالا جو بلند آواز سے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' پڑھ رہے تھے، اور حضرت نبی اکرم اپر درود پڑھ رہے تھے، اور فرمایا میں تم کو بدعتی ہی سمجھتا ہوں،

[2] وما يفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المدينة والمشى على أقدامه الى ان يدخلها حسن وكل ماكان ادخل من الادب والا جلال كان حسناً الخ ومن السنة ان تأتى قبر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الى قوله ثم تقول السلام عليك ايها النبى ورحمة اللّٰه وبركاته ،فتح القدير ص۱۸/ ج۳/ كتاب الحج،مسائل منثوره، مطبوعه مصر.

کہتے ہیں، اور ہم کو وہابی کہتے ہیں، تو بعد نماز فجر سلام پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے پاس حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام اس طرح پڑھا جائے، اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْ لَ اللّٰہ دور سے اس طرح پڑھا جائے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الخ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، وہ ملائکہ کے ذریعہ خدمتِ اقدس میں پہنچایا جاتا ہے، اور جو شخص روضۂ اقدس کے قریب حاضر ہوکر پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں،[1] اور صلوٰۃ وسلام دور سے آہستہ پڑھا جائے جیسے نماز میں پڑھا جاتا ہے، نہ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے اور نہ آواز ملانے نہ زور سے پڑھنے کی کہ یہ تو ایک جلوس اور شو ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا

سوال:- نئے چاند کو دیکھ کر اگر سلام کرے تو کیسا ہے؟

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قا ل قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم من صلی علی عندقبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف، ص۸۷ /باب الصلاۃ علی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم الخ الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند .

ترجمہ: -حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے اوپر میری قبر کے پاس آ کر درود شریف پڑھے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا ثابت نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

فجر کی سنت سے قبل صلوٰۃ وسلام

سوال:- فجر میں سنت سے پہلے یا فرض وسنت کے بیچ وقت میں یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ان اوقات میں فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کے فضائل، اسلام کے فضائل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل، دیگر اوراد وظائف، حمد ونعت وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دین کی باتیں، فضائل ومسائل بیان کرنا بھی درست ہے، اس کا خیال رہے کہ لوگوں کی سنتوں میں خلل نہ آئے[۲]، لیکن یہ وقت نہایت سکون کا ہے درود شریف تسبیح، استغفار، تلاوت میں آہستہ مشغول رہنا بہتر ہے[۳] درود شریف اس طرح پڑھنا چاہئے "**اللّٰھم صل علیٰ سیدنا**

---

[۱] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ، مشکوٰۃ شریف ص۲۷/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،

[۲] فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتأذی المصلین اوالنیام والجھر افضل حیث خلا مماذکر الشامی نعمانیہ، ص۲۵۵/ ج۵ (شامی زکریا ص، ۵۷۰/ ج۹/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع،

[۳] قال اللّٰہ تعالیٰ "واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول، الآیۃ سورۃ الاعراف آیت: ۲۰۵/ مسند احمد ص ۱۷۲/ ج ۱/ رقم الحدیث ۱۴۸۰/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیرت،

ومولانا محمدوعلیٰ اله واصحابه وبارک وسلّم، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب

سوال:- نماز جمعہ کے بعد جہراً درود شریف پڑھنا کیسا ہے، اجتماعی ہیئت کے ساتھ جہراً درود شریف، تسبیح وتہلیل اور تکبیر کے متعلق ''المنہاج الواضح یعنی راہِ سنت، ص ۱۱۶/ سے لیکر، ص ۱۲۳/ میں جو فیصلہ مذکور ہے، اس بارے میں ایک دیوبندی شخص جو عقائد وعمل کے لحاظ سے اہل سنت کے مسلک پر ہیں، وہ فاضل دیوبند بھی ہیں مجھے شامی کے حوالہ سے بتاتے ہیں کہ جمعہ کے بعد درود شریف جہراً واجتماعاً بدعت نہیں، چونکہ وہ مولوی صاحب مسافری کی حالت میں میرے یہاں آئے تھے، اس لئے کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہ دکھلا سکے، کیا واقعۃً ایسا ہی ہے، پھر اعتراضاً کہتے ہیں کہ سہارنپور مظاہر علوم میں عصر کے بعد حضرت ناظم صاحب جو ختم پڑھتے ہیں وہ بھی تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کی تعیین ہے، پھر یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ نیز ماضی قریب کے بزرگوں کا اور فی الحال ان کے خلفاء کا عمل ہے کہ اپنے مریدین کو مسجد میں جمع کر کے ذکر اللہ اور وہ بھی ذکر جلی کرنے کا موقع دیتے ہیں، بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور تلقین بھی یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف سرًا وجہراً دونوں طرح درست وثواب باعث ترقیٔ درجات اور موجب قرب ہے، جمعہ کے روز خصوصیت سے اس کی تاکید کی ہے[1] لیکن اجتماعی حیثیت سے جہراً پڑھنا

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ الحديث، ابن ماجه ص ۱۱۹ / مطبوعه دهلی، ابواب الجنائز، قبيل ابواب الصيام،

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو! کیونکہ اس دن پہنچایا جاتا ہے۔

حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے، اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضر وسفر میں جمع ہونے کا موقع ملتا تھا، مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جہراً پڑھنے کا معمول رہا ہو[1] انفراداً بھی جہراً پڑھنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی کو تشویش نہ ہو، مثلاً وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو یا نائم نہ ہو[2] نیز جہراً پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو، مثلاً کسی بڑے کی آمد پر زور سے درود شریف پڑھنے سے اس کی آمد کی اطلاع مقصود ہو یا تاجر اپنا مال خریدار کو دکھا کر زور سے درود شریف پڑھے تاکہ خریدار خریدنے پر آمادہ ہو جائے[3] اس قسم کی لغو چیزوں کی نیت نہ ہو اور ریا وسمعہ بھی مقصود نہ ہو، فسادِ نیت سے بڑی سے بڑی عبادت قابل قبول نہیں رہتی ہے، خطبۂ جمعہ میں آیت درود شریف سنکر سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے، دل میں ہر ایک کو پڑھنا چاہئے[4] واعظ ومقرر اثناء تقریر میں

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ اَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهْلِلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْرًا وَقَالَ لَهُمْ مَارَاكُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِيْن (الشامی نعمانیه ص ۲۵۵/ ج۵) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص ۵۷۰/ ج۹،

تکره الصلاة علیه صلی الله علیه وسلم فی سبعة مواضع الجماع وحاجة الانسان وشهرة البیع الخ (الشامی نعمانیه ص ۳۴۸/ ج ۱)

[2] فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتأذی المصلین اوالنیام والجهر افضل حیث خلا مما ذکر (الشامی نعمانیه ص ۲۵۵/ ج۵) شامی زکریا ص ۵۷۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[3] من جاء الی تاجر یشتری منه ثوباً فلما فتح التاجر الثوب سبح اللّٰه تعالیٰ وصلی علی النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ارادبه اعلام المشتری جودة ثوبه فذلک مکروه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۱۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن الخ، شامی نعمانیه ص ۳۴۸/ ۱، مطلب نص العلماء علی استحباب،

[4] وکذالک اذاذکر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لایجوزان یصلواعلیه بالجهر بل بالقلب وعلیه الفتوی شامی زکریا ص ۳۵/ ۳، باب الجمعة، قبیل مطلب فی حکم المراقی بین یدی الخطیب،

جب کہے صلّوا عَلَی النَّبِی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم تو اس وقت بھی سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے۔ ردالمحتار[1] ج ۵/۔ میں متعدد مقامات پر اس کے جزئیات موجود ہیں۔

اوقات خاصہ میں مقدار معینہ آیات واذکار کا اگر کہیں معمول ہے، تو وہ عمل مشائخ ہے، جو کہ حجتِ شرعیہ نہیں ہے، اس کا اتباع لازم نہیں ہے، البتہ چونکہ وہ مشائخ بھی متبع شریعت ہیں، اسلئے انکے ایسے عمل کی توجیہ کی جائے گی، تاکہ وہ خلاف شرع ہوکر بدعت کی حدود میں داخل نہ ہوجائے، توجیہ یہ ہے کہ کسی وقت یا مقدار کی تعیین کی دوصورتیں ہیں، ایک صورت تو یہ ہیکہ حضرت شارع علیہ السلام نے مثلاً اوقاتِ نماز کی تعیین فرمائی اور رکعات نماز کی مقدار متعین فرمادی، یہ تعیین تو امر تعبدی ہے جو بذریعہ وحی ہے، ایسی تعیین کرنے کا از خود کسی کو حق نہیں، بلکہ ایسی تعیین کیلئے امر شارع ہونا ضروری ہے، جو شخص ایسی (اعتقادی عملی) تعیین اپنی طرف سے کرے وہ قابل قبول نہیں بلکہ قابل رد ہے "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد. متفق علیہ[2] تعیین کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر مریض کیلئے دوا یا غذا کی معین مقدار وقت مخصوص میں تجویز کرتا ہے، یہ امر تعبدی نہیں ہے، بلکہ معالج کے تجربہ پر ہے، اگر کوئی شخص اسکا اتباع نہ کرے تو وہ عنداللہ گنہگار نہیں ہے، اسکی ہدایات پر عمل کریگا تو انشاء اللہ صحت مند ہوکر نفع پائیگا، اسی قبیل سے ہے ذکر کی خاص مقدار خاص ہیئت وضرب کے ساتھ اسی وجہ سے تفاوتِ احوال کے تحت اسمیں تفاوت بھی ہوتا رہتا ہے، بعض دفعہ اس جہر اور ضرب کو بالکل ترک کردیا جاتا ہے، مخصوص ختمات کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (شامی زکریا ص ۶۰۷/ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاوّل (یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- جس نے نئی بات نکالی ہمارے اس دین میں جو اس میں نہ تھی تو وہ مردود ہے۔

بعد نماز جمعہ مروجہ صلوٰۃ وسلام

سوال:- جامع مسجد خانپور میں دو چار ہفتہ سے بعد نماز جمعہ سلام شروع کر دیتے ہیں، جس کی کوئی سند نہ قرآن وسنت سے ملتی ہے، نہ صحابہ اور تابعین سے، سلام وہی مروجہ طریقہ پر باادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوکر بآواز بلند یہ لوگ" **یاشفیع الوریٰ سلام علیک ،یانبی الھدیٰ سلام علیک** "یہی طرح پڑھتے ہیں یا مساجد میں اسی طرح سلام پڑھیں جبکہ لوگ سنتیں ونوافل ادا کر رہے ہوں، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اور بڑی سعادت وخوش نصیبی ہے[1] اور صلوٰۃ وسلام نہ پڑھنا بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے[2]، سلف صالحین نے ہمیشہ صلوٰۃ وسلام کو اپنے معمولات میں رکھا ہے، اور رکھتے ہیں، مگر اس کیلئے کوئی

---

[1] عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَمَ مَنْ صَلَّی عَلَیَّ صَلوٰۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَشَرَ صَلٰواتٍ حُطَّتْ عَنْہُ عَشَرُ خَطِیْأَتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشَرُ دَرَجَاتٍ وَفِی رِوَایَۃِ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمَ اُوْلیٰ النَّاسِ بی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَکْثُرُھُمْ علی صلوٰۃ. مشکوٰۃ شریف ص ۸۶ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الصلوٰۃ علی النبیﷺ)

ترجمہ :-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے اوپر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اوپر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، دس خطائیں مٹاتے ہیں، اور دس درجات بلند کرتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے زیادہ قریب مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والے ہوں گے،

[2] وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من نسی الصلوٰۃ علیّ خطی طریق الجنۃ، ابن ماجہ ص ۶۵ / کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مطبوعہ دیوبند،

ایسی صورت ازخود تجویز کرنا جس کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اور اس سے دوسروں کی نماز میں خلل بھی ہوتا ہو اور پھر اس کو ضروری سمجھ کر اس پر اصرار کرنا تو بدعت اور ممنوع ہے[1]، سوال میں جو صورت درج ہے اس کا دلائل شرعیہ سے ثبوت نہیں اس کو ترک کیا جائے اور روزانہ صبح وشام اگر درود شریف تنہائی میں بیٹھ کر ہر شخص اخلاص کیساتھ پڑھا کرے بڑی ہی خیر وبرکت کی چیز ہے، کم از کم سو سو مرتبہ صبح وشام کا اہتمام کریں۔ ''زاد[2] السعید نشر الطیب[3] فضائل درود شریف[4] القول البدیع[5] وغیرہ میں درود شریف کے فضائل اور آداب تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۰ھ

کسی نماز کے بعد حمد وصلوٰۃ حلقہ بنا کر پڑھنا

سوال:- فجر میں دعا کے بعد کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر یَا نَبِی سَلَام عَلَیْک پڑھنا کیسا ہے؟ یا دعا کے بعد فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فجر کا وقت ختم ہو گیا ہو؟

---

[1] الجهر المفرط ممنوع شرعاً وكذاالجهر الغير المفرط اذاكان فيه ايذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فيه رياء اولوحظت فيه خصوصيات غير شرعيه اوالتزام كالتزام الملتزمات فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها الخ، سباحة الفكر ص ۷۲/ (مطبوعه لكهنؤ) السعاية ص ۲۶۵/ ج ۲/ باب صفة الصلوة، قبيل فصل فى القراء ة، مطبوعه سهيل اكيڈمى،

[2] زاد السعيد ص ۵/ فصل سوم فضائل درود شریف کے بیان میں، (مطبوعه انوار المطابع لكهنؤ)

[3] نشر الطيب، ص ۲۷۸/ (مطبوعه كانپور) ۳۷/ويں فصل آپؐ پر درود بھیجنے کی فضیلت میں.

[4] فضائل درود شریف ،ص ۵/ تا ۱۸/ (مطبوعه منظوردهلى)

[5] للعلامة السخاوى رحمه الله تعالى.

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف کا یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین عظامؒ اور دیگر سلف صالحین سے ثابت نہیں[1] ہر شخص یا جس کو توفیق ہو اپنی اپنی جگہ پر **اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واصحابه وبارک وسلم** پڑھے تو بہت سعادت اور خیر وبرکت کی چیز ہے، یہ کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر پڑھنا اس میں نمائش زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کو اخلاص پسند وقبول ہے، نمائش پسند وقبول نہیں[2] نماز فجر کے بعد جب سب لوگ فارغ ہو چکیں تو دینی ضروریات فضائل ومسائل بیان کرنا اور تعلیم دینا بہت بہتر اور مفید ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً

سوال:- کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ اَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْرًا وَقَالَ لَهُمْ مَاارَاكُمْ اَلْامُبْتَدِعِيْن (الشامی نعمانیه ،ص ۲۵۵/ ج۵) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع ،شامی زکریا ص ۵۷۰/ج ۹،

[2] قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ،من سمّع سمع اللّٰه به ومن یراء یراء اللّٰه به، صحیح بخاری شریف ص ۲/۹۶۲، باب الریاء والسمعه، مسلم شریف ص ۲/۴۱۲، کتاب الزهد، باب تحریم الریاء،

کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے[۱] لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے[۲] ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ہر نماز کے بعد درود شریف

سوال:- نماز ختم کر کے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں درود شریف کا تحفہ بھیجنا بہت بڑے ثواب کی چیز ہے،[۳] ہر مومن کو چاہئے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کرے مگر اخلاص کے ساتھ آہستہ پڑھے، بلند آواز سے اس طرح پڑھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تشویش ہو اور نماز پوری کرنی مشکل ہو جائے، یہ ٹھیک نہیں[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ هكذا فى مشكوة المصابيح ص ۸۶/۱، باب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم،

۲ فالاسرار افضل حيث خيف الرياء اوتأذى المصلين اوالنيام والجهر افضل حيث خلا مما ذكر (الشامى نعمانيه ص ۵/۳۵۵) شامى زكريا ص ۹/۵۷۰، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع)

۳ انظر المشكوة ص ۸۶/ ج ۱/ باب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم، ابن ماجه ص ۶۴/ ج ۱/ باب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم،

۴ لايقرأ جهراً عندالمشتغلين بالاعمال (الهنديه مصرى، ص ۳۱۶/ ج۵/ كتاب الكراهية . الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن الخ، شامى زكريا ص ۵۷۰/ ج ۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

نماز کے بعد کھڑے ہوکر سلام پڑھنا

سوال :- کھڑے ہوکر بیک وقت دس بیس آدمیوں کا سلام پڑھنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ سلف صالحین سے منقول نہیں، نہ کسی شرعی دلیل سے ثابت ہے، یہ بدعتی کا طریقہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صلی اللہ علیک یارسول اللہ

سوال:- بعض علماء صلوٰۃ یعنی (صلی اللہ علیک یارسول اللہ علیک یاحبیب اللہ الخ) کو پڑھانا ناجائز اور بدعت کہتے ہیں بجائے اس کے درودِ ابراہیمی کے پڑھنے کوثواب اورزیادہ فضیلت سمجھتے ہیں اس لئے یہ بتائیں کہ صلوٰۃ مذکورہ درود کیسا ہے؟ اگر صلوٰۃ کا کسی حدیث کی کتاب میں ذکر ہے تو مہربانی کرکے اس کتاب کا حوالہ دیا جائے تاکہ ہم بھی اس گمراہی سے دور رہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

درودِ ابراہیمی کا پڑھنا ہر جگہ سے درست اور موجب ثواب ہے۔ اور الصلوٰۃ والسلام

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ اَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْرًا وَقَالَ لَهُمْ مَاارَاكُمْ إِلَّامُبْتَدِعِيْن (الشامی نعمانیه ص۲۵۵/ ج۵) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص ۵۷۰/ ج۹،

علیک یارسول اللہ کو مدینہ پاک حاضر ہوکر روضۂ اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے[1] دور سے اسی طرح پڑھنے سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اس طرح پڑھا جارہا ہے دل کا حال کسی کو معلوم نہیں اس لئے احتیاط چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۹۰ھ

روضۂ اقدس کے فوٹو پر درود وسلام پڑھنا

سوال:- میں نے عقیدت کی بناء پر حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے روضۂ اقدس کے فوٹو کو فریم کرکے رکھ لیا ہے، جب کبھی اس پر نگاہ پڑتی ہے تو بے اختیار درود شریف پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے، لیکن یہ سوچ کر خاموش ہوجاتا ہوں، کہ معلوم نہیں یہ میرا فعل شرعاً کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روضۂ اقدس کے نقشہ کو احترام کیساتھ رکھنے اور اسکی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں،

---

[1] من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته الی قوله ثم یقول فی موقفه السلام علیک یارسول اللّٰه السلام علیک یاخیر خلق اللّٰه السلام علیک یاخیرة اللّٰه من جمیع خلقه السلام علیک یاحبیب اللّٰه السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک ایهاالنبی ورحمة اللّٰه وبرکاته یارسول اللّٰه الخ فتح القدیر، ص ۱۸۰، ۱۸۱/ ج۳/ کتاب الحج، المقصد الثالث، فی زیارة قبر النبی ﷺ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] الجنة لاهل السنة ص ۳۰/ بحث نداء استمدادی،

اور درود شریف تو بہت بڑی دولت وسعادت ہے، جس قدر بھی پڑھا جائے، نور ہی نور ہے، لیکن اس نقشہ کو سامنے رکھ کر ایسا نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ اس نقشہ میں اصل قبر مبارک ذہن میں نہ بیٹھ جائے، اگر آپ اس سے محفوظ بھی رہے تو جن کو یہ علم ہوگا کہ آپ اس نقشہ کو دیکھ کر درود وسلام پڑھا کرتے ہیں، ان کے مبتلا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، بت پرستی کی ابتداء اسی طرح ہوئی تھی[1] آپ اس طرح درود شریف پڑھیں کہ یہ تصور قائم ہو کہ ملائکہ ہمارے اس درود شریف کو حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں پیش کر دیتے ہیں یہ حدیث شریف سے ثابت ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۰/۸۹ھ

بعد نماز نقشۂ مسجد نبوی کی طرف رُخ کر کے درود شریف پڑھنا

سوال:۔ اور ہر نماز کے بعد نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] قال البغوی قال محمد بن کعب رضی اللہ عنہ ھذہ اسماء قوم صالحین کانوا بین آدم ونوح فلماماتوا کان لھم اتباع یقتدی لھم ویاٰخذون بعدھم باخذ ھم فی العبادۃ فجاء ابلیس وقال لھم لوصورتھم صورھم کان انشط لکم واشوق الی العبادۃ ففعلوہ ثم نشأ قوم بعدھم فقال لھم ابلیس ان الذین من قبلکم کانوا یعبدونھم فعبدوھم فابتداء عبادۃ الاوثان کان عن ذٰلک الخ ، (التفسیر المظھری ،ص ۷۶/ج ۱۰/تحت سورہ نوح.

[2] عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَقَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًااُبْلِغْتُہٗ.(رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۸۷/ج ۱/ باب الدعا فی التشھد،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا، نہ محدثین نے، نہ فقہائے مجتہدین[1] نے، نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے، وہ افضل ہے[2]، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب واحترام سے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت اور برکت کی چیز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے، حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] بدعة: ما احدث على خلاف الحق الملتقىٰ عن رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۲/۲۹۹، باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام، مطبوعه ديوبند، من امر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة او منكر، (مرقاة شرح مشكوة ص ۲/۱۴، باب الدعاء فى التشهد الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، السعايه ص ۲/۲۶۵، باب صفة الصلوة، من البدع تخصيص المصافحة، مطبوعه لاهور.

[2] سئل محمد عن الصلوٰة على النبيﷺ فقال يقول ،اللّهم صل علىٰ محمد وعلى اٰل محمد كما صليت على ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم انک حميد مجيد وبارک على محمد وعلىٰ اٰل محمد كمابارکت علىٰ ابراهيم وعلىٰ اٰل ابراهيم انک حميد مجيد وهى الموافقة لمافى الصحيحين (شامى كراچى ص ۱/۵۱۲، كتاب الصلوٰة، مطلب مهم فى عقد الاصابع عند التشهد)

[3] قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم اولىٰ الناس بى يوم القيامة اكثر هم علىّ صلوٰة (مشكوٰة شريف، ص ۸۶/ باب الصلوٰة على النبىؐ وفضلها، مطبوعه اصح المطابع ديوبند)

ترجمہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔

درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا

سوال: ۔وعظ ونصیحت کی مجلس میں درود شریف بآواز بلند پڑھنا نیز آخر میں قیام کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف پڑھنا باعث برکت اور موجب ثواب ہے لیکن چلا کر پڑھنا اور شور مچانا منع ہے کیونکہ یہ دعا ہے[1] اور دعا میں اصل اخفاء ہے[2] ''درمختار'' میں ہے ''**لحديث من ذكرت عنده فليحفظ وازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل اھ قال فی الهندية رفع الصوت عندسماع القرآن والوعظ مكروه ومايفعله الذين يدعون الوجد والمحبة لااصل له ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب كذافی السراجية اھ** (درمختار، ص ۵۴۱/ ج ۱)[3]

قیام ایسے وقت بدعت ہے[4] **لااصل لهٗ.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/ شوال ۵۶ھ

---

[1] والجملة صيغة خبر معناها الدعابالسلامة، الخ روح المعانی تحت قوله تعالیٰ، يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً، ص ۸۰/ ج ۲۲/ سورۃ الاحزاب الآية ص ۵۶/

[2] قال اللّٰه تعالى ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَة، سورۃ الاعراف الآية ۵۵،

[3] الشامی نعمانيه ص ۳۴۹/ ج ۱/ وشامی زكريا ص ۲۳۲/ ج ۲/ باب صفة الصلوٰة، مطلب فی المواضع التی يكره فيها الصلوٰة، علیٰ النبی صلی اللّٰه عليه وسلم،

[4] هذا القيام بدعة لااصل لها الجنة لاهل السنة. ص ۲۲۳.

درود شریف کیلئے مجلس منعقد کرنا

سوال: - ہفتہ واری یا ہفتہ میں دو یوم مجلس درود شریف قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس میں خود شریک ہو کر درود خوانی کرنا کیسا ہے، صاف الفاظ میں جواب سے مطلع کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف اعلیٰ درجہ کی قربت اور بے شمار اجر وثواب کی چیز ہے[1] نیز امتی کے ذمہ حق لازم ہے[2] مگر اس کے لئے مستقلاً مجالس کا منعقد کرنا ثابت نہیں اپنے اپنے طور پر شب وروز میں جس سے جس قدر ہو سکے درود شریف کا ہدیہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا کرے، اور اس سعادت کو حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش میں لگا رہے، اس کیلئے مجلس منعقد کرنیکا ثبوت نہ حدیث شریف میں ہے، نہ آثار صحابہ میں ہے، نہ ائمہ اربعہ سے ثابت ہے، پس یہ کوئی شرعی چیز نہیں جس طرح ایک سیاسی جلوس اور جھنڈے مختلف پارٹیاں مختلف مواقع پر نکالتی ہیں، اسی طرح یہ جلوس اور جھنڈا بھی شروع کر دیا گیا،

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلّم مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّداً مَاھُوَ اَھْلُہُ اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ کَاتِباً اَلْفَ صَبَاحٍ. رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، الترغیب والترھیب ج ۲/ص ۵۰۴،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ''جزی اللہ عنا محمداً ما ہو اہلہ'' پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ بدلہ دے جس کے وہ اہل ہیں۔ تو یہ ستر فرشتوں کو ایک ہزار یوم تک مشقت میں ڈالیگا (یعنی ستر فرشتے ایک ہزار یوم تک اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔

[2] یَاایُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیماً والآیۃ تدل علی وجوب الصلوٰۃ والسلام فی الجملۃ ولو فی العمر مرۃ وبہ قال ابو حنیفہ ومالک رحمھما اللّٰہ (تفسیر مظھری ص ۳۷۵/ ج ۷/ سورۃ الاحزاب الآیۃ ۵۶)

کتب حدیث وفقہ میں یہ کہیں نہیں اس کو ثواب اور قربت کی چیز سمجھنا غلط اور ممنوع ہے لکھنؤ میں روافض محرم کے موقع پر اپنا جلوس نکالتے تھے، جس میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر سب وشتم وتبرّا کرتے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح کرنے پر فساد ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک شخص نے آیت "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ[1] الخ" پڑھ دی، جس پر زبردست ہنگامہ ہوا حتی کہ اس آیت پر تقریر کرنا ممنوع ہوگیا تھا، اس پر حضرت مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ نے قانونی چارہ جوئی کی جس کی وجہ سے انکو جیل بھی جانا پڑا ان کا کہنا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف قرآن پاک میں مذکور ہے اور وہ واجب الاحترام ہیں انکی تعریف تو جرم ہوجائے، اور ان کو گالیاں دینے کی عام اجازت ہو یہ کتنا بڑا ظلم ہے اللہ پاک نے مولاناؒ کو مقصد میں کامیابی دی اور محرم کے غالباً پندرہ روز تک جلسہ کرنے جلوس نکالنے مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرنے کی اجازت ہوگئی ان کی اس جدوجہد کو مسئولہ جلوس اور جھنڈے سے کیا نسبت اور جہاں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت نہ ہو اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف گالیوں سے بھرے جلوس نہ نکلتے ہوں تو وہاں جلوس ممنوع ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درود وذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا

سوال:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک بار اپنے بعض شاگردوں کو دیکھا کہ ذکر وعبادت کیلئے ایک جگہ مقرر کر کے جمع

---

[1] (سورہ الفتح الآیۃ ۲۹)

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں، وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں۔

ہوئے ہیں تو غصہ میں فرمایا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! کیا تم حضرت رسول مقبول ﷺ کے اصحاب سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو، یا گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہو؟

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں تو میں نے اس طرح کا ذکر نہیں دیکھا، پھر تم لوگ یہ نیا طریقہ نکال رہے ہو، اثر یہ ہوا کہ یہ سلسلہ رک گیا کیا آپکے اس ارشاد کو فتویٰ کی شکل دی جاسکتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریر فرمائیں کہ درود شریف کے اجتماعی شکل میں دن مقرر کر کے پڑھا جانا اس تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بھی غیر ثابت تاریخ، دن ہفتہ، عدد وغیرہ کی تعیین اپنی طرف سے لازم کر دینا اور اس کو حکم شرعی قرار دینا اسی زد میں آجائیگا، دورد شریف کی کثرت جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

ہر جمعرات کو محفل درود شریف اور شیرینی

سوال:- ہر جمعرات کو پابندی سے بعد نماز عشاء محفل درود شریف اعلان کر کے منعقد

---

[1] حدیث اَکْثِرُوْا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فِی اللَّیْلَۃِ الزَّھْرَاءِ وَالْیَوْمِ الْاَغَرِّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ تُعْرَضُ الطَّبْرَانِی فِی الْاَوسَطِ (الی قولہ) عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّاب مَرْفُوْعاًبِہٖ بِزِیَادَۃِ فَاَدْعُوْلَکُمْ وَاسْتَغْفِرُوا وَاللَّیْلَۃُ الزَّھْرَاء لَیْلَۃ الْجُمْعَۃ وَالْیَوْم الْاغریومھاالمقاصد الحسنۃ ص ۷۵-۷۶/ مطبوعہ بیروت، ابن ماجہ ص ۱۱۸/ کتاب الجنائز، باب ذکروفاتہ ودفنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،

ترجمہ:- لیلۃ الزھراء اوریوم الاغر میں میرے اوپر درود شریف کی کثرت کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، لیلۃ الزہراء (روشن رات) سے مراد لیلۃ الجمعہ اور یوم الاغر (روشن دن) سے مراد یوم جمعہ ہے۔

کرنا اور بغیر کسی جبر کے دو ایک حضرات بخوشی اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کردیں، تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ سب کیسا ہے؟ اگر مناسب ہو تو کوئی اور بہتر طریقہ عمل درود شریف کا تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دن کی پابندی ہر جمعرات، وقت کی پابندی بعد نماز عشاء، تداعی (اعلان) کے ساتھ محفل منعقد کرنا سلف صالحین، صحابہ، تابعین، محدثین، فقہاء سے منقول نہیں ہے[1] اپنی خوشی سے کوئی صاحب شیرینی اگر تقسیم کردیں گے تو اس سے جبر یہ شیرینی کی قباحت تو ختم ہوجائیگی، مگر دوسرے قبائح پھر بھی موجود ہیں۔

درود شریف کے فضائل احادیث سے خوب ثابت ہیں، جمعہ اور شب جمعہ میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی ترغیب بھی ثابت ہے[2] مگر اس کے لئے یہ محفلیں منعقد کرنا ثابت نہیں، جو شخص تنہا مسجد میں یا مکان میں جس قدر توفیق ہو درود شریف دل لگا کر اخلاص کے ساتھ یکسوئی کیساتھ پڑھا کرے، یہ عین سعادت ہے، شیرینی جب دل چاہے، بازار سے

---

[1] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهُ اَخْرَجَ جَمَاعَةً مِنَ الْمَسْجِدِ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْراً وَقَالَ لَهُمْ مَاارَاكُمْ اِلَّامُبْتَدِعِيْنَ (الشامی نعمانیه ، ص ۲۵۵/ ج۵/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع،مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هَذَامَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مشکوٰة شریف ،ص۲۷/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)باب الاعتصام بالکتاب والسنة.

[2] قال رسو ل اللّٰه ﷺ اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشهود، الحدیث ابن ماجه شریف ص ۱۱۹/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) ابواب الجنائز، قبیل ابواب الصیام، الترغیب والترهیب للمنذری ص۵۰۳/ ج۲/ الترغیب فی اکثار الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ،

ترجمہ:- حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن میرے اوپر درود شریف کی کثرت کرو اس لئے کہ وہ میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔

خرید کر کھالیا کرے، غرباء اور دوستوں کو بھی جس قدر چاہے کھلایا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۱ھ

تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا

سوال:- ہمارے یہاں یہ عادت چلی آرہی ہے کہ بعد نماز تراویح چند لوگ جس میں بچے بڑے شامل ہیں صلوٰۃ گاہ یعنی اذان دینے کے بعد منبر پر یا مسجد کے صحن میں قبلہ رو ہو کر چند مخصوص انبیاء کرام علیہم السلام پر بآواز بلند اپنی شہادت کی انگلیوں کو دونوں کانوں میں رکھ کر صلوٰۃ وسلام اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے پڑھتے ہیں:۔

(۱) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت آدم صفی اللہ

(۲) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت نوح نجی اللہ

(۳) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ

(۴) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ

(۵) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت موسیٰ کلیم اللہ

(۶) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت داؤد خلیفۃ اللہ

(۷) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت عیسیٰ روح اللہ

(۸) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ

کیا اس کی سند کسی معتبر کتب حنفیہ یا ائمہ اربعہ میں آتی ہے؟ یا کوئی فقہی جزئیہ مباح یا جائز یا موجب خیر ہونے پر دلالت کرتا ہے، بحوالہ کتب مع عبارت درج فرمائیں۔

(۲) اس امر پر اصرار کرنے والوں نے اس کی سند میں کنز العمال جلد ششم، ص ۱۱۹/ کا حوالہ دیکر یہ تختی لکھ کر مسجد میں آویزاں کیا ہے، از راہِ مہربانی اس مضمون کو ملاحظہ فرما کر لفظ بہ لفظ اس کی تحقیق سے آگاہ فرمائیں، کہ کیا واقعی کنز العمال میں ایسی عبارت مندرج ہے، مضمون یہ ہے کہ ختم تراویح و وتر کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا موجب خیر ہے، اور کنز العمال جلد ششم، ص ۱۱۹/ میں ہے کہ انبیاء کا ذکر عبادت ہے بلکہ قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام پر ان ناموں کی صراحت کے ساتھ سلام کیا گیا ہے، اگر اس طرح تراویح اور وتر کے بعد ان پر سلام پڑھا جائے، تو منع کرنا درست نہیں ہے، انبیاء کرام کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں، لہٰذا از روئے شرع شریف اس کے مباح ہونے پر دلیل یا غلط ہونے پر دلیل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں، نیز کنز العمال کی جلد ششم، ص ۱۱۹/ والی عبارت کی تحقیق فرمائیں کہ کیا ایسی عبارت کنز العمال میں موجود ہے؟ خدا تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انبیاء علیہم السلام پر خاص کر حضرت رسول مقبول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا موجب قربت اور ان کا حق ہے،[۱] اس کے فضائل احادیث میں بکثرت موجود ہیں،[۲] لیکن سوال میں جو طریقہ لکھا ہے، یہ طریقہ نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ فقہ سے نہ سلف صالحین، نہ صحابہ

---

[۱] عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوٰۃ مشکوٰۃ، ص ۸۷/ باب الصلوٰۃ علی النبیؐ وفضلھا مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، ص ۲۵.

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں میرے سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے ہونگے۔

[۲] انظر للتفصیل مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۶/ باب صلوٰۃ النبیؐ وفضلھا ابو داؤد شریف ص ۱۴۰/ ج ۱/ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ترمذی شریف ص ۶۴/ ۱، ابواب الوتر، باب ماجاء فی الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

کرام رضی اللہ عنہم سے اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے، کنز العمال جلد ششم ص ۱۱۹/ کی طرف اسکو منسوب کرنا غلط ہے اور بہتان ہے، وہاں بالکل یہ موجود نہیں، نہ تراویح کا ذکر ہے نہ صلوٰۃ گاہ یا صحن مسجد کا ذکر ہے، نہ کانوں میں انگلیاں دینے کا ذکر ہے، نہ جماعت بنا کر آواز بلند کرنے کا ذکر ہے، یہ سب جھوٹ ہے، غلط اور جھوٹ بات کسی کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے[1]، اور حدیث شریف کی طرف جھوٹ منسوب کرنیوالے کا ٹھکانہ جہنم ہے[2]، اسلئے اس طریقہ کو بند کیا جائے، اور ایسی بے سند باتوں کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین

دارالعلوم دیوبند

نصف شعبان کو جمع ہو کر دعا درود وسلام پڑھنا

سوال: -شب برأت میں بعد نماز عشاء قرآن خوانی ہوتی ہے، اور شیرنی تقسیم ہوتی ہے، تقریر ہوتی ہے لوگ قبرستان جاتے ہیں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شب برأت میں نوافل پڑھنا تلاوت کرنا چپکے سے قبرستان جا کر اموات کیلئے دعاء

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر، ص ۱۵۵-۱۵۴/ ج ۲، ص ۸۸۷/۴، الکبیرۃ الاربعون بعد الاربعمائۃ الکذب الخ، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ،

[2] مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم، بخاری شریف ص ۲۱/ ج ۱/ کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ابوداؤد شریف ص ۵۱۴/ ج ۲/ باب التشدید فی الکذب الخ.

مغفرت کرنا عمدہ بات اور مفید ہے کار ثواب ہے[1] لیکن اس کے لئے اجتماع کرنا اور اس کو تقریب بنانا غلط ہے[2]۔ ۱۵/شعبان کو روزہ رکھنا بھی روایت میں ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درود کی عبارات میں نبی پاکؐ کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا

سوال:- (۱) درود شریف کے بعد زیر نظر طغریٰ میں علی سیدنا غوثنا غوث اعظم کا جو اضافہ کیا گیا ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) اس کتبہ کے درود میں حضور اکرم ﷺ کے اسم گرامی کو بغیر القاب وآداب کے لکھا گیا ہے اور حضرت جیلانیؒ کے نام مبارک کو ''سیدنا الاعظم'' کے القاب سے ملقب کیا گیا ہے، ایک ہی کلمہ میں اس طرح کی تحریر حضور اکرم ﷺ کی شان میں سوء ادبی متصور نہ ہوگی؟

---

[1] افضل ایام الزیارۃ اربعۃ یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ والسبت الی قولہ وکذا فی اللیالی المتبرکۃ لاسیما لیلۃ براءۃ (عالمگیری ص ۳۵۰/ج۵/ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقراءۃ القرآن فی المقابر، مطبوعہ کوئٹہ)

[2] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی فی المساجد وغیرھا لانہ لم یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولااصحابہ فانکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۲۶) مطبع مصر، فصل فی تحیۃ المسجد وصلاۃ الضحی واحیاء اللیالی.

[3] عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا الحدیث (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۱۵/ج۱) باب شھر قیام رمضان، الفصل الثالث، ابن ماجہ ص ۹۹/ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان.

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نصف شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت سید العالم نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر صلوٰۃ وسلام کے تابع قرار دیکر آل واصحاب، اہل بیت، وذریت، ازواج، اتباع پر بھی ہو جائے تو درست ہے مگر مخصوص طور پر کسی معین شخص کو ذکر کرنا خواہ وہ خلفائے راشدین یا بعد کے اولیاء اللہ میں سے کوئی ہو موہم ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے ہمپایہ ہیں، اس لئے ایسے ایہام سے بچنا چاہئے،[۱] خاص کر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے متعلق عوام کے خیالات حد سے متجاوز ہیں اسی کا یہ اثر بھی ہے۔[۲]

(۲) یہ صورت بھی محل اعتراض اور موہم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

درود لکھی وغیرہ کی تعریف

سوال: -نور نامہ، عہد نامہ، دعاء گنج العرش، درود تاج، درود لکھی، کی اصلیت کیا ہے، ان کی تعریفات درست ہیں، یا مبالغہ، دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک ﷺ سے ہے یا لوگوں نے خود تالیف کیا ہے، ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

---

[۱] یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْ رَاعِنَا، قال القرطبی تحت هذه الآية فيها دليلان احدهما على تجنب الالفاظ المحتملة التى فيها التعريض للتنقيص والغض، احكام القرآن للقرطبی ص ۵۶/ ج ۱/ سورۂ بقرہ آیت: ۱۰۴، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[۲] ولكن للعلماء تفصيلا فى ذلك وهو انها ان كانت على سبيل التبع كقولك ﷺ على النبى واله فلاكلام فيها، واما اذاأفرد غيره من اهل البيت بالصلاة كما يفرد هو فمكروه لان ذلك صار شعاراً لذكر رسول الله ﷺ ولانه يؤدى الىٰ الاتهام بالرفض (تفسير كشاف، مطبوعه دارالفكر، ص ۲۷۳/ ج۳/ تحت قوله تعالىٰ "وان الله وملائكته يصلون على النبى الخ. سورۂ احزاب پارہ ۲۲" شامی کراچی ص ۷۵۳/ ج۶/ کتاب الخنثیٰ مسائل شتی.

الجواب حامداً ومصلیاً

انکی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھیں ہیں بے اصل ہیں[1] بجائے انکے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف، استغفار پڑھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ایک درود شریف

سوال:- "اللّٰھم صل علی سیدنا محمد مادامت الصلوٰۃ وصل علی سیدنا محمد مادامت الرحمۃ وصل علی سیدنا محمد مادامت البرکات وصل علیٰ روح محمد فی الارواح وصل علیٰ صورۃ محمدفی الصور وصل علیٰ اسم محمد فی الاسماء وصل علی نفس محمد فی الریاض وصل علیٰ جسدٍ محمدفی الاجساد وصل علیٰ تربۃ محمدفی القلوب وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ واھل بیتہٖ واحبابہٖ اجمعین ،برحمتک یاارحم الراحمین" ایک عہد نامہ میں لکھا ہے، اس کی فضیلت بہت لکھی ہے، یہ درود شریف درست ہے یا نہیں؟ اس کو پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے واضح طور پر مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی نفسہ اس درود شریف کا پڑھنا بھی درست ہے، اس کے اکثر کلمات الحزب الاعظم[2]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۸ / ج ۲ / مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، ملاحظہ ہو بہشتی زیور ص ۵۲ / ج ۱۰ / مطبوعہ ادارۂ تھانوی دیوبند،

[2] الحزب الاعظم ص ۱۸۰ / مطبوعہ کراچی.

میں ملا علی قاریؒ نے تحریر کئے ہیں، مگر جو فضائل کثیرہ عہد نامہ میں درج ہیں وہ قابل وثوق نہیں، افضل درود شریف وہ ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے تلقین فرمایا ہے، جس کو نماز میں پڑھا جاتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۸ھ

ایک مخصوص من گھڑت درود

سوال:- ہمارے علاقہ میں ایک درود پڑھتے ہیں، **صلّ علیٰ نبینا صلّ علیٰ محمد**، دم، بدم پڑھو درود، حضرت بھی ہیں یہاں موجود پڑھو **صلّ علیٰ محمد** الخ، یہ درود کسی حدیث سے ثابت ہے یا من گھڑت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح کسی حدیث سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں صحیح نہیں[2]۔

---

[1] والمختار فی صفتها (الصلاة) مافی الكفاية والقنية والمجتبیٰ قال سئل محمد عن الصلاة علی النبی صلی الله عليه وسلم فقال اللّهم صلی علی محمد وعلیٰ اٰل محمد كماصليت علی ابراهيم وعلیٰ اٰل ابراهيم انک حميد مجيد وبارک علی محمد وعلی اٰل محمد كما باركت علی ابراهيم وعلیٰ اٰل ابراهيم انک حميد مجيد. (شامی زكريا، ج ۲/ص ۲۲۲/ كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی عقد الاصابع عند التشهد)

[2] ملاحسين خباز رحمة الله عليه مفتاح القلوب میں فرماتے ہیں" واز كلمات كفر است نداكردن اموات غائبات رابگمان آنكه حاضر اند مثل يا رسول الله ياعبدالقادر ومانند آن انتهی" (الجنة لاهل السنة، ص ۳۱، مطبوعه دهلی)

ترجمہ:- کلمات کفر میں سے ہے مردہ کو ندا کرنا اس گمان سے کہ وہ حاضر ہیں جیسے یا رسول اللہ یا عبدالقادر اور اس کے مثل۔

اس سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

درود تاج

سوال:- درود تاج کا پڑھنا کیسا ہے کیونکہ اس میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض وغیرہ کے الفاظ ہیں، اس درود کی فضیلت بہت زیادہ لکھی ہے، اس درود کی ترتیب کب اور کس نے کی، اور چیچک وغیرہ میں عام طور سے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرتے ہیں، حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں، فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم میں اس حدیث کو پڑھنا شرک وبدعت قرار دیا ہے، کہاں تک درست ہے، عوام کو دفع مرض ووظیفہ کے طور پر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اس کو پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے یا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابتداءً معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا ہے، جو فضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض لغو اور غلط ہیں، احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں[1]، نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہئے۔ فتاوی رشیدیہ[2] میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] انظر المشکوٰۃ المصابیح ص: ۸۶/ باب صلوۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفضلھا، مطبوعہ دیوبند.

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۹/ تالیفات رشیدیہ، مطبوعہ لاھور، تذکرۃ الرشید ص ۲۸۰/ج ۲، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام سہارنپور،

اذان اور خطبہ کے درمیان ان اللّٰہ و ملائکتہ الخ پڑھنا

سوال:-قدیم زمانہ کے رواج کے مطابق جمعہ کے روز خطبے سے پہلے اِنَّ اللّٰہ وَ مَلائِکَتَہُ الخ پڑھا جاتا ہے، جس کو آج کل کے علماء دین اس طرح خطبے سے پہلے پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں، اس لئے حدیث کی روشنی میں فتویٰ دیجئے کہ خطبے سے پہلے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہٗ الخ پڑھنا امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟ تا کہ اس بدعت سے بچ سکیں اور صحیح دین کے راستہ پر چل سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان ثانی کے بعد اِنّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہُ الخ پڑھنے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، اس لئے یہ نئی چیز ہے، دین میں پسندیدہ طریقہ وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور دیگر صحابہؓ متبوعین سے منقول وماخوذ ہے، جو چیز ایسی نہ ہو وہ اگرچہ دیکھنے میں کتنی ہی اچھی معلوم ہوتی ہو مگر شرعاً پسندیدہ اور قابل اتباع نہیں بلکہ قابل ترک ہے[1]۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری[2] شرح بخاری شریف میں امام زہریؒ کی روایت نقل کی ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو صلوٰۃ وکلام سب موقوف کر دیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ مشکوٰۃ ص:۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الاوّل . (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] فتح الباری ،ج۳/ص۷۴/باب اذارأی الامام رجلاً جاء وهو یخطب، مکتبه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منبر پر آ کر سلام کرنا اور ان اللّٰہ و ملئکتہ پڑھنا

سوال:- ایک شخص جب بھی کھڑا ہوتا ہے تو پہلے مجمع کے لوگوں کو سلام کرتا ہے (السلام علیکم) پھر نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی کے بعد "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھتا ہے، تو یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟ مع حوالہ جواب تحریر فرما کر فقہ کی عبارت لکھتے وقت اعراب صاف طور پر لگائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ التزام حدیث وفقہ سے ثابت نہیں اس لئے قابل ترک ہے[1]۔

کتب فقہ کی عبارت نقل کرنے کے لئے جب اعراب لگانے کی ضرورت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقل کرنا بلاضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۱ھ

کتاب صلوٰۃ وسلام کے ثبوت کا تجزیہ

سوال:- کتاب "صلاۃ وسلام کا ثبوت" کا اس مقام میں سلسلہ اشاعت بڑھتا ہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَاصَلٰوةَ وَلَاكَلَامَ لَمْ اَجِدْهُ وَقَدْ قَالَ البيهقى رفعه وهم وانما هو من كلام الزهرى (الدراية فى تخريج احاديث الهداية، ص ۱۷۱/ج ۱/باب صلوٰة الجمعة) مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

نوٹ:- یہ حدیث ہے یا امام زہری کا قول اس موضوع پر حضرت سید مفتی مہدی حسن صاحب کا رسالہ التحقیق التام فی حدیث اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام۔ ملاحظہ ہو اس میں ثابت کیا ہے کہ اذا خرج الخ متعدد صحابہؓ سے مرفوعاً مروی ہے، امام زہری یا کسی صحابی کا مقولہ نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَامَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ، مشكوٰة شريف ص ۲۷/ج ۱، الفصل الاول، باب الاعتصام، بالكتاب والسنة، مكتبه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند،

جارہا ہے جس سے اہل بدعت کو کچھ نہ کچھ ترقی ہی ہوتی جارہی ہے، بایں وجہ اگر حضرت اقدس اس کتاب کا جواب عنایت فرمادیں تو اس کو یہاں اشاعت کیلئے کوشش کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب ''صلوٰۃ وسلام کا ثبوت'' پہنچی ماشاء اللہ عقل وفہم سے مالا مال ہے، مسئلہ تو یہ تھا کہ نماز کے بعد جماعت بنا کر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہے یا نہیں اور صحابۂ کرامؓ ائمہ مجتہدین، محدثین عظام اولیاء ذوی الاحترام سے منقول ہے یا نہیں ،مصنف دام فضلہ نے اس کے لئے کوئی عبارت نہیں پیش کی ہے، غیر متعلق مسائل کیلئے عبارت جمع کردی ہیں، لیکن جو دکھتی رگ تھی اس کیلئے ایک عبارت بھی نہیں پیش کرسکے، بے سروسامانی کے عالم میں مجبوراً لکھنا پڑا، اللہ اکبر آج مسلمان کہنے والوں کا یہ عالم کہ چند مسلمان بعد نماز فجر صلوۃ وسلام کہنے کو اپنا شعار بنالیں تو اس پر شور برپا کیا جائے کیا ایمان والے ایسا کرسکتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ص ۲۳/۔

مصنف کا یہ آخری حربہ ہے نفس صلوٰۃ وسلام کے متعلق کس مسلمان کو انکار ہے اس کی فضیلت اور اس کے ثبوت کا کوئی منکر نہیں دیکھو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیف! کس شان کے ساتھ فضائل درود شریف کو بیان فرمایا ہے، اور کتنی آیات وروایات کو جمع کردیا ہے، دیدہ ودل اس سے روشن ہوجاتے ہیں، نیز حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی شیخ الحدیث کی تصنیف نیز علامہ سخاوی امام نووی ملا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، اب انہیں چیزوں کو نقل کرکے لکھنا مصنف علام کے لئے مفید نہیں جب تک نقلی ثبوت پیش نہ کریں، شعار تو وہ ہے جس کو شریعت نے شعار قرار دیا ہو جبکہ اصل مسئلہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے تو اس کے متعلق ازخود کسی خاص چیز کو شعار بنانے کا حق کہاں ہے، حضرت سیدالاولین والآخرین امام الانبیاء

والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین محدثین عظام اولیا ذوی الاحترام کو قلبی محبت نہیں تھی، کیا وہ عشق میں سرشار نہیں تھے، وہ تو ایسے سرشار تھے کہ اپنی زندگی کا ایک ایک گوشہ سنت سے معمور کیا اور چار دانگ عالم میں سنت کی اشاعت کی، اس کی خاطر دنیوی ناموس پر لات ماردی مال خرچ کئے، خاندان سے بے تعلق ہونے کی نوبت آئی، وطن چھوڑنا پڑا کہ ان کی پوری زندگی سنت کے مطابق ہوجائے، مگر انہوں نے یہ صورت اختیار نہیں فرمائی جس کو مصنف علام شعار بنارہے ہیں، اور شعار بنانے کی دعوت دے رہے ہیں، غیر شعار کو شعار بنانا کس دلیل سے ثابت ہے، ساری کتاب اس سے خالی ہے، اس ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ بآواز بلند پڑھنے سے دوسروں کی نماز وغیرہ میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ خود مصنف کو معلوم ہے فقہی مسئلہ مسلم ہے کہ کوئی اپنے کام میں مشغول ہو، مثلاً قرآن کریم کی تلاوت نماز وغیرہ میں تو وہاں باآواز بلند قرآن کریم پڑھنا منع ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[1]، شامی[2] وغیرہ میں موجود ہے، تو صلوٰۃ وسلام بآواز بلند پڑھنے کی کہاں اجازت ہوگی، نیز روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر جو کچھ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے، اس کو بنفس نفیس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں، اور جو دور سے پڑھا جائے وہ بواسطہ ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ سنن بیہقی کی روایت[3] میں صاف موجود ہے جس کو کسی نے اردو میں بھی نظم کیا ہے۔

---

[1] لایقرأ جهرا عند المشتغلین بالاعمال الخ عالمگیری ص ۳۱۶/ ج۵/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح الخ،

[2] شامی زکریا ص ۹/۵۷۰، وکراچی ص ۶/۳۹۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[3] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَقَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیاً اُبْلِغْتُهٗ رواه البیهقی فی شعب الایمان مشکوٰة شریف ،ص۸۷/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الصلوٰة باب الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الفصل الثالث. (ترجمہ گزر چکا ہے)

ذات اقدس پر جہاں سے جو بھی پڑھتا ہے سلام
لا کر کے پہنچاتے ہیں خدمت میں ملائک من وعن
سامنے آ کر پڑھے جو اس کو وہ سنتے ہیں خود
ہے یہ ثابت اس پہ شاہد ہیں روایات سنن

مزید تفصیل کے لئے گلدستۂ سلام[1] فضائل درود شریف[2] وغیرہ ملاحظہ ہوں، فضائل درود شریف کو جس قدر بھی طبع کرا کے شائع کیا جائے بہت مفید ہے کسی مزید تصنیف کی حاجت نہیں، آپ کی اس کتاب کی تردید کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں اصل مسئلہ کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی، بلکہ سلف صالحین کے خلاف خود شعار بنانے کی رائے دی گئی ہے، جو خود اس کے محدث اور بدعت ہونے کی دلیل ہے، صحیحین کی روایت میں "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هَذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. متفق علیه، مشکوٰة المصابیح (ص ۲۷/ج ۱/)[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۱۴۰۱ھ

found.

---

[1] گلدستۂ سلام ملاحظہ ہو مصنفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

[2] فضائل درود شریف، مصنف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ.

[3] (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الاول،

ترجمہ:- جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم

فاتحہ مروجہ

سوال:- کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا فرض، واجب، سنت، مستحب میں سے کیا ہے، کیا بغیر سامنے رکھے ثواب نہ پہنچے گا، کھانے کا ثواب غریبوں کو کھلانے سے پہلے میت کو پہنچانے سے پہنچے گا یا نہیں؟ بغیر فاتحہ پڑھے کھانا غریبوں کو کھلا کر میت کو ثواب بخشنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو ثواب ہر نیکی کا پہنچایا جاسکتا ہے، کھانا، کپڑا، غلہ، نقد جو بھی غریب محتاج کو دیدیا جائے اور میت کو ثواب پہنچانے کی نیت کرلی جائے اس سے ثواب پہنچ جاتا ہے، اسی طرح قرآن کریم نوافل، تسبیح پڑھ کر بھی ثواب پہنچ جاتا ہے، زبان سے بھی کہدے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچادے، روزہ اور حج کا ثواب بھی پہنچایا جاسکتا ہے، اس کیلئے دلائل شرعیہ موجود ہیں ''ہدایہ[1]'' میں اور دیگر کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجود ہے ''الاصل ان کل من اتی

[1] هدایه ص ۲۹۶ / ج ۱ / باب الحج عن الغیر، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند،

بعبادة له جعل ثوابها لغيره الخ درمختار، ای سواء کانت صلوٰة او صوماً وصدقة اوقراء ة اوذکراً اوطوافاً اوحجاً اوعمرة اوغير ذٰلک ردالمحتار[1] ص۲۳۶/ج۲/۔ لیکن کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا یہ غلط ہے، کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس سے پرہیز لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں

سوال:- کیا حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امام حسن حسین رضی اللہ عنہما، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت غوثِ پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بخشا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اکابر تو متبع شریعت اور پابند سنت تھے یہ بے دلیل اور غلط طریقہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص۲/۲۳۶، شامی زکریا ص۴/۱۰، باب الحج عن الغير، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغير، زيلعی ص۲/۸۳، باب الحج عن الغير، مطبوعه ملتان.

[2] تعين فاتحه برشيرينی وغيره ازطعام دريں شبها ازاحاديث وروايات كتب معتبره ثابت نشده مائة مسائل ص۱۰۸/ **ترجمه**:- ان راتوں میں شیرینی اور کھانے وغیرہ پر فاتحہ کو متعین طور پر پڑھنا احادیث اور کتب معتبرہ کی روایات سے ثابت نہیں۔

[3] تعين فاتحه برشيرينی وغيره ازطعام دريں شبها ازاحاديث وروايات كتب معتبره ثابت نشده مائة مسائل ص۱۰۸، **ترجمه**:- ان راتوں میں شیرینی اور کھانے وغیرہ پر فاتحہ کو متعین طور پر پڑھنا احادیث اور کتب معتبرہ کی روایات سے ثابت نہیں۔

شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ

سوال: -ہمارے گاؤں میں ایک صاحب ہر سال تعزیہ نکالتے تھے، اب انہوں نے یہ سلسلہ بند کردیا ہے، اب وہ شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ کرتے ہیں، اور مساکین کو کھانا اور کپڑا تقسیم کرتے ہیں، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعزیہ کا بند کردینا تو بہت ضروری تھا، سو بند کردیا" فالحمد للّٰہ علی ذٰلک" شہدائے کربلا یا دیگر اکابر واقرباء کیلئے ایصال ثواب کرنا بغیر کسی ثابت شدہ پابندی وتقیید کے درست اور باعث اجر ہے[1]، مگر اس قسم کے امور جہاں تک ہوسکے مخفی طور پر کئے جائیں، جن میں شہرت اور نمود نہ ہو، اگر ناموری کیلئے کئے جائیں گے تو اجر ضائع ہوجائے گا، ریاکاری کا وبال مستقل ہوگا، جو کہ سخت ترین معصیت ہے، جو فاتحہ کا طریقہ آج کل رائج ہے، کہ کھانا سامنے رکھ کر مخصوص آیات اور سورتیں پڑھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا (خواہ عملاً ہی سہی) بالکل غلط ہے[2]، تاریخ یا دن کی تعیین وتقیید بھی اس کام کے لئے شرعاً ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها الخ، البحر الرائق ص ۵۹/ ج۳/ باب الحج عن الغیر، زیلعی ص ۸۳/ ج ۲/ باب الحج عن الغیر، مکتبه امدادیه ملتان،

[2] حواله نمبر: ۱/

دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ

سوال:- میت کے دفن کے بعد اعزہ وغیرہ کا میت کے گھر پہنچ کر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور دوسروں کو بھی ہاتھ باندھنے پر مجبور کرنا اور جو نہ شریک ہو اس کو برا بھلا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالکل بے اصل[1] اور خلاف سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے، اس میں شریک نہ ہونے والے کو برا کہنا معصیت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قل پنچایت اور فاتحہ

سوال:- فاتحہ دینی درست ہے تو کس طرح؟ اور اس طریقہ پر فاتحہ دینی کیسی ہے کہ ایک شخص کے سامنے کھانا ایک رکابی میں اور پانی گلاس وغیرہ میں رکھنا اور ہاتھ اٹھا کر درود شریف وسورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص پڑھ کر اس کھانے کو بچوں کو کھلاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب معتبرہ بیان کیجئے، اور قل پنچایت اور ختم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ شرعاً بے اصل، بدعت، ناجائز اور قابل ترک ہے ثواب پہچانے کا شریعت

---

[1] اس کا ثبوت کچھ نہیں (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۹۳/ ج ۳/، ویکرہ اتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقرآن للختم او القراءۃ سورۃ الانعام والاخلاص الخ بزازیہ ص ۸۱/ ج ۴/ مکتبہ کوئٹہ پاکستان، باب فی الجنائز.

کے موافق طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر کسی غریب کو کھانا کپڑا وغیرہ کوئی چیز دے کر دعا کرے کہ اے اللہ اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے، اگر تمام مسلمانوں کی نیت کرے تو اور زیادہ اچھا ہے۔

"ولهذا اختاروا)ای الشافعية فی الدعاء اللهم اوصل مثل ثواب ماقراء ته ای فلان اما عندنا ای الحنفية فالواصل اليه نفس الثواب وفی البحرمن صام اوصلّی اوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عنداهل السنة والجماعة كذافی البدائع.شامی، ج ۱/ص ۹۴۳/[1] وعن المحيط الا فضل لمن يتصدق نفلاً ان ينوی لجميع المومنين والمؤمنات لانها تصل اليهم لاينقص من اجره شئی اھ ردالمحتار ، ج ۲/ص ۱۰۸/[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۶۰ھ

فاتحہ خوانی

سوال:- میں فاتحہ کا قائل ہوں میرے ایک عزیز جو تبلیغی جماعت کے کارکن ہیں انہوں نے مجھ سے رشتہ توڑنے کا ذکر کیا کہتے ہیں کہ تم بدعتی ہو وغیرہ کیا ان عقائد کے ماننے والوں کو دین سے خارج مانیں گے اور ان سے رشتہ توڑ لیں گے، کیا وہ مسلمان نہیں؟

---

[1] شامی زکریا ص ۱۵۲/۳، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ.

[2] شامی زکریا ج۳/ص ۱۵۱/ باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ، زیلعی ص ۸۳/ ج ۲/ باب الحج عن الغیر ،مطبوعہ ملتان، البحر الرائق ص ۵۹/ ج ۳/ مطبوعہ کراچی،

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ایصال ثواب کرنا بزرگان دین کو اور اپنے اعزہ واقرباء نیز عامۂ مومنین کو خواہ قرآن کریم، نفل، تسبیح پڑھ کر ہو یا صدقہ، کھانا، کپڑا، غلہ، نقد وغیرہ دیکر ہو یا کسی بھی مشروع طریقہ پر ہو درست اور مفید ہے[1] ہرگز بدعت نہیں، البتہ کھانا سامنے رکھ کر محض سورتوں اور آیتوں کو پڑھنا ثابت نہیں، اور یہ عقیدہ رکھنا یا عمل والتزام کرنا کہ اسی طرح ثواب پہنچتا ہے غلط عقیدہ اور غلط عمل ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

بزرگانِ دین کی اور دیگر قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے، اس سے موت یاد آتی ہے، اور دنیا کی رغبت کم ہوتی ہے[2] مگر وہاں کوئی غلط کام نہ کیا جائے، مثلاً قبروں کو سجدہ کرنا یا طواف کرنا یا منت مانگنا اس کی اجازت نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] للانسان ان یجعل ثواب علمه لغیر اصلاة اوصوماً اوصدقة اوغیرها کذافی الهدایة. (شامی ص ۲۴۳/ ج ۲/ باب صلاة الجنائز)

[2] فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ. رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص ۱۵۴) یعنی وذکر الموت یزهد فی الدنیا ویرغب فی العقبی (مرقاة، ص ۴۵/ ج ۲/) زیارة قبور الصالحین محبوبة لاجل التبرک مع الاعتبار (المدخل ص ۲۵۵/ ج ۱/ راجع البحر ص ۲۰۶/ ج ۸/ والشامی ص ۲۴۲/ ج ۲/)

[3] وہر کہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور ایں چیز ہا آرد فی الفور کافر میگردد واز مسلمانی برمی آید، جو شخص جاہل مسلمانوں میں سے اہل قبور کے ساتھ یہ چیز کرتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے، اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۵/ ج ۱) یعنی سجده وطواف وذبح وغیره)

تشہد میں بوقت سلام حضور ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنا، اور چندہ کر کے نیاز و فاتحہ کرانے کا حکم

سوال: -التحیات میں سلام کے وقت یہ خیال کرنا کہ رسول اللہ ﷺ حاضر اور ناظر ہیں اور سلام سن رہے ہیں۔

(۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی یا ولی کے نام سے چندہ کر کے نماز فاتحہ کرائی جائے، اور اللہ تعالیٰ کا نام شامل نہ کیا جائے، تو اس جنس کا کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

از دار الافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد

مفتیان کرام نے تصریح فرمائی کہ التحیات مبارکہ بقصد انشاء پڑھے اخبار کے ارادے سے نہیں، درمختار ۳۴۲/ میں ہے، "**بالفاظ التشهد الانشاء لاالاخبار**" (ملخصاً) مراقی الفلاح مصری، ص ۲۲۱/ میں ہے۔

"**يقصد المصلي انشاء هذه الالفاظ مرادة لهٗ قاصدًا معناها الموضوعة لهٗ من عنده كانه يحي الله تعالىٰ سبحانه ويسلم علىٰ النبي صلّى الله عليه وسلم**" (ملخصاً) اور حضرات عرفاء محدثین نے کتنے پیارے کلمات لکھے جن سے اہل ایمان کے ذوق عرفان میں نکھار پیدا ہوا اور مخالفین کے حلقوم پر نشتر چلے حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم[1] میں تحریر فرماتے ہیں "**واحضر في قلبك النبي ﷺ وشخصه الكريم**" حضرت شیخ محدث دہلویؒ مکتوبات[2]

---

[1] احياء العلوم ص ۱۵۱/۱، مكتبه مصر، في اسرار الصلوٰة بيان الدواء النافع في حضور القلب،

[2] مكتوبات شيخ علىٰ اخبار الاخيار ص ۳۲۲/ مطبوعه رحيميه ديوبند، تحصيل البركات ببيان معني التحيات.

میں تحریر فرماتے ہیں ''وبعضے عرفاء از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت ﷺ باعتبار سریان حقیقت وی صلی اللہ علیہ وسلم در ذرایر موجوادت واحاطہ ذات بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاہد است ودرود بصیغہ خطاب درحقیقت بملاحظہ آن حضور وشہود است صلی اللہ علیک یارسول اللہ عبارت مذکورہ مسئلہ حاضر وناظر پر مصرح ہے۔

(۲) بلاشبہ کھانا محبوب ومندوب بہت خوب ہے کہ ان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر بارگاہ اہل اللہ میں نذر عقیدت پیش کرنا اس کو تبرک بنا دیتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں ''طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت مابین نمایند وبرآں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک می شود خوردن بسیار خوب است''۔

الجواب وبیدہ الحق والصواب

از دارالعلوم دیوبند

التحیات میں لفظ السلام پر پہنچ کر صرف نقل واخبار پر کفایت نہ کرے بلکہ بقصد انشاء ان کلمات کو ادا کریں[1] جب کوئی شخص کسی اپنے محترم مکرم شیخ استاذ، والد وغیرہ کو خط لکھتا ہے یا اپنے عزیز مرید شاگرد بیٹے وغیرہ کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغۂ خطاب استعمال کرتا ہے وہاں مقصود نقل واخبار نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات مکتوب الیہ کی صورت کو ذہن میں حاضر کر کے وہی محاورات استعمال کرتا ہے، جو اس کے سامنے کرتا اور جانتا ہے، کہ یہ خط وہاں پہنچے گا، یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ ہر جگہ ہر وقت حاضر اور ناظر ہے، حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اللہ عزوجل نے اپنی ذات وصفات سے متعلق شان نبوت کے لائق اتنا علم عطا فرمایا ہے کہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وملائکہ عظام کا مجموعی علم ایک قطرہ

---

[1] فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرادقله قاصداً معناها الموضوعة له. مراقی الفلاح، ص ۴۴/مصری) قبیل باب الامامة.

کے برابر ہے، ناپیدا کنار سمندر کے مقابلہ میں، اور خدائے قادر مطلق علیم وخبیر کے علم کے مقابلہ میں سب کے علوم کو وہ نسبت نہیں جو سمندر اور قطرہ میں ہوتی ہے، متناہی اور غیر متناہی کے درمیان کیا نسبت[1] جو شخص اللہ پاک اور حضور اکرم ﷺ کا علم برابر مانے ملا علی قاریؒ نے اس کی تکفیر کی ہے، ہر جگہ پر حاضر وناظر ہونا کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں، مسئلہ عقیدہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے، پھر اگر کوئی خبر واحد یا کسی بزرگ کا مقولہ بظاہر دلیل قطعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو حسن ظن کے تحت اس کے ایسے معنی کئے جائیں گے، جو دلیل قطعی کے خلاف نہ ہوں، نہ یہ کہ اسکو اصل دلیل قرار دیکر دلیل قطعی کو ترک کر دیا جائے، ایسا کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں **عالم الغیب والشہادۃ** اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں علم الغیب پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی حضور اکرم ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ منع کیا ہے، جیسا کہ صمصام میں تصریح ہے۔

ملفوظات[2] میں بھی یہ بحث موجود ہے، خدائے پاک نے حکم فرمایا "**قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیة**[3] **قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرسلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ**

---

[1] فَجَاءَ عَصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰی حَرْفِ السَّفِیْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْنَقْرَتَیْنِ فِی الْبَحْرِ فَقَالَ الْخِضْرُ یَامُوْسٰی مَانَقَصَ عِلْمِی وَعِلْمُکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِلَّا کَنَقْرَةِ هٰذَ الْعُصْفُوْرِ فِی الْبَحْرِ، الحدیث، بخاری شریف، ص ۲۳/ ج ۱ (مکتبہ اشرفی دیوبند) رقم الحدیث، ص ۱۲۲/ باب العلم، باب مایستحب للعالم اذاسئل ای الناس اعلم فیکل العلم الیٰ اللّٰه.

ترجمہ:- اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی پھر اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں حضرت خضرؑ نے فرمایا اے موسیٰ نہیں کم کیا میرے علم اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے مگر جتنا کہ اس چڑیا کی چونچ نے سمندر میں سے۔

[2] ملفوظات ص ۲۲/ ج ۱/ (مطبوعہ نورانی کانپور)

[3] سورۃ الانعام آیت: ۵۰. **ترجمہ**:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانہ ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں۔ (از بیان القرآن)

بِیْ وَلَابِکُمْ الآیۃ[1]۔وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُھَا اِلَّاھُوَالایۃ[2]۔

"قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَلْغَیْبَ اِلَّااللّٰہُ الآیۃ"[3] عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الایۃ[4]، غیب کی باتوں کا جس قدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا عطا ہوگیا یہ بات نہیں ہے کہ غیب کی بات پر جب چاہیں مطلع ہوجائیں، " ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا مااعلمھم اللّٰہ تعالیٰ احیاناً. ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الااللّٰہ ،کذافی المسامرۃ،شرح فقہ اکبر. ص ۱۸۵ /[5].

"ومن اعتقد تسویۃ علم اللّٰہ ورسولہ یکفر اجماعا، ملاعلی قاری فی الموضوعات"، ص۱۶۲[6] ملفوظ حصہ اول میں حضرات اکابر دیوبند کی طرف غلط باتیں حسب

---

[1] سورہ احقاف آیت: ۹.

ترجمہ:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاویگا، اور نہ تمہارے ساتھ الخ۔ (از بیان القرآن)

[2] سورہ الانعام رقم الایۃ ص ۵۹.

ترجمہ:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام اشیاء کے انکو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے الخ۔ (زبیان القرآن)

[3] سورۃ النمل آیت ۶۵.

ترجمہ:- آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (از بیان القرآن)

[4] سورۃ الانعام آیت ۷۳/

ترجمہ:- اور جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا۔ (از بیان القرآن)

[5] شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ / (مطبوعہ محتبائی دھلی)با ب الانبیاء لایعلمون الغیب.

[6] موضوعات کبیر لملاعلی قاری، ص ۹۹ / (مکتبہ مجتبائی دھلی) فصل ومنھا مخالفۃ الحدیث لصریح القرآن .

عادت منسوب کرنے کے بعد خاں صاحب نے جو کچھ اپنا مسلک لکھا ہے وہ یہ ہے برابری تو در کنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم وحی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑ وے حصہ کو سمندر سے ہے، کہ نسبت متناہی کی متناہی سے ہے، اور وہ غیر متناہی ہے، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے، ملفوظ[1] حصہ اول، ص ۳۱/ ج ۲/ اس مقصد کیلئے چندہ مانگنا اور سوال کرنا غلط طریقہ ہے،[2] حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے حسب توفیق غربا کو اللہ کیلئے دیکر ثواب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح اقدس کو پہنچا دینا درست ہے، قرآن کریم جس قدر پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے وہ بھی درست ہے نوافل پڑھ کر نیز دیگر حسنات کرکے بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ[3] وغیرہ میں ہے کھانے کی اشیا سامنے رکھ کر مخصوص آیات پڑھ کر مروجہ فاتحہ ثابت نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا اعتقادی مفسدہ ہے[1]، غیر اللہ کے نام پر دینا ہرگز درست نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز[2] اس کی پرزور تردید فرمائی ہے، اور اکلیل[3] میں بہت عبارت اس مسئلہ کے لئے جمع کی ہیں، اور اس کو بالکل ناجائز تحریر فرمایا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/ ۹۷ھ

---

[1] ملفوظات، ص ۳۵/ (مکتبہ نورانی کانپور)

[2] وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان .سورہ المائدہ آیت : ۲. **ترجمہ**:- گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[3] الاصل فی هذاالباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغيرها عند اهل السنة والجماعة الخ، هداية ص ۲۹۶/ ج ۱/ (مطبوعه ياسر نديم) كتاب الحج، اوّل باب الحج عن الغير شامی ص ۱۵۱/ ج ۳/ (مطبوعه زكريا ديوبند) باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی القراءة للميت الخ.

نیاز فاتحہ کا کھانا مردہ کو پہنچتا ہے کیا؟

سوال:- نیاز فاتحہ کی شرطیں کیا ہیں؟ کیا فاتحہ کی ہوئی مٹھائی یا مرغ مسلم مردہ تک پہنچتا ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کوئی بھی نیک کام کر کے بغیر کسی ایسی پابندی کے جس کا شرعاً ثبوت نہ ہو ثواب پہنچا دینا درست ہے، شرعی طریقہ پر صدقہ کرنے سے جو ثواب حاصل ہو وہ مردہ کو پہنچتا ہے[۴]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعائے ثانیہ وثالثہ وفاتحہ مروّجہ

سوال:- ہمارے یہاں شافعی مسلک لوگ رہتے ہیں اور وہ ہر فرض نماز کے بعد تین

---

[۱] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاهٰذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ج۱/. (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ.

[۲] تفسیر فتح العزیز اردو، ص ۳۳۰/ج ۱/ سورۃ البقرہ تحت آیۃ وماھل بہ لغیر اللّٰہ (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[۳] وکنہ این مسئلہ آن است کہ جان را برائے غیر جان نیاز کردن درست نیست، وماکولات ومشروبات ودیگر اموال را نیز اگرچہ از راہ تقرب لغیر اللہ دادن دام وشرک است (الاکلیل علی مدارک التنزیل ج۲/ص ۸۶/ مطبوعہ اکلیل المطابع رسٹرا بلیا)

[۴] من صام أوصلی اوتصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموت والأحیاء جاز ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ .شامی کراچی، ص۲۴۳/ج۲/باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی القرأۃ للمیت واھداء ثوابھا لہ،

تین دعائیں مانگتے ہیں، اوراس کونماز ہی شمار کرتے ہیں گویا کہ جب تک وہ تین دعائیں ختم نہ ہوجائیں، نماز ہی پوری نہیں ہوتی، ان لوگوں نے دعاؤں کوفرض کا درجہ دے رکھا ہے۔

(۱) دعا امام سلام پھیر کر کعبہ کی طرف منہ کر کے ہی بآواز بلند اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ ، پڑھتا ہے، امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے تسبیح پڑھتا ہے، پھر دعائیں پڑھتا ہے، اور تمام مقتدی آمین کہتے ہیں، اورایک دعا (فاتحہ وغیرہ) اوروہ یہاں مروج ہے اس کے بعد نمازی اپنی جگہ سے اٹھتے ہیں، لہٰذا آپ حضرات سے عرض یہ ہے کہ کیا کسی حدیث میں تین تین دعائیں مانگنی ثابت ہیں یا نہیں؟

جواب مفصل لکھیں اور حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں، نیز ان دعاؤں کے پڑھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

(۲) ہمارے یہاں فاتحہ پڑھنے کا طریقہ یہ رائج ہے ہر ہر محفل میں کوئی کھانے کی چیز سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اور پھر وہ چیز لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے، اور فاتحہ پڑھنے والوں میں اکثر قاضی یا امام ہوتے ہیں، بآواز بلند الفاتحہ کہتے ہیں اس کے بعد اور لوگ سورہ فاتحہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتے ہیں، اس کے بعد فاتحہ پڑھنے والا یہ پڑھتا ہے "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا" اس کے بعد " اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ " اس کے بعد "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً" اس کے بعد " سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" یہ سب چیزیں فاتحہ پڑھنے والا ہاتھ اٹھا کر پڑھتا ہے، اور جس قدر لوگ شامل ہوتے ہیں، وہ سب کے سب بھی ہاتھ اٹھائے آمین آمین کہتے رہتے ہیں، ایک صاحب اس طرح فاتحہ پڑھنے کو

بدعت قرار دیتے ہیں، براہ کرم از روئے شریعت اس طرح فاتحہ پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ جواب حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں، اوران آیات کے معنی اور مطلب اور شان نزول بھی تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ حدیث شریف سے ثابت نہیں اوراس کی اتنی پابندی کرنا (جیسا کہ سوالوں میں درج ہے) زبردست غلطی ہے جو چیز شریعت نے نماز نہیں بنائی، اس کو نماز سمجھنا یا اس کے ساتھ نماز جیسا معاملہ کرنا اعتقادی وعملی غلطی ہے جولوگ اس کے پابند ہیں وہ غلطی پر ہیں[1] اپنی طرف سے ثواب چاہے قرآن، نماز، تسبیح پڑھ کر ہو یا غریبوں کو صدقہ دیکر یا روزہ رکھ کر ہو غرض کوئی بھی نیک کام ہو درست اور مفید ہے اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے[2] لیکن سوال میں جو طریقہ درج ہے، یہ حدیث شریف سے ثابت نہیں نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہ محدثین وفقہا سے ثابت ہے اس کو ختم کر کے سنت کے موافق طریقہ اختیار کیا جائے جس پر شرعاً ثواب ثابت نہ ہو چاہے اصل عمل ہو یا عمل کا طریقہ ہو یا عمل کی قید ہو وہ بدعت ہے، حدیث شریف میں آیا ہے ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌ''[3] (متفق علیه مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ج ۱)

---

[1] ان من اصر علی امرمندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصرعلی بدعة اومنکر. مرقاة شرح مشکوٰة، ص ۵۱/ج۲/باب الدعاء فی التشهد. (مطبوعه ممبئی)سعایه ص۲۶۵/ج۲/ باب الصلوة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوما اوصدقة اوغیرها شامی نعمانیه، البحرالرائق ص ۵۹/ ج۳/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه کراچی ص۶۰۵/ج ۱/ مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها له. شامی کراچی، ص۲۴۳/ج۲.

[3] مشکوة شریف ص۲۷/ ۱، باب الاعتصام، الفصل الاول، مکتبه یاسرندیم دیوبند.

جو آیات (خاص) آپ نے لکھی ہیں ان کو فاتحہ یا ایصال ثواب کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ان کا ترجمہ شان نزول مطلب تفسیر بیان القرآن میں دیکھ لیں یہاں فاتحہ کیلئے ان کا کوئی ربط یا ثبوت ہوتا تو یہاں لکھ دیا جاتا اگر کوئی ان آیات سے فاتحہ مروجہ کا استدلال کرتا ہے تو وہ استدلال کا طریقہ معلوم ہونا چاہئے تاکہ اس کا جواب دیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۱ھ

ختم کے بعد کھانا

سوال:- اکثر لوگ عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے ایک ایک پارہ قرآن مجید کا ہر شخص کو دیکر پڑھواتے ہیں، یا یتیم خانہ کے بچوں کو بلا کر قرآن شریف پڑھوا کر اپنے مرحوم رشتہ داروں کو ثواب پہنچاتے ہیں، ایسا کرنا گناہ تو نہیں ہے؟ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ واضح رہے پڑھوانے کے بعد بچوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہنچانا مفید ہے[1] ہرگز گناہ نہیں، لیکن اس کے لئے یہ صورت اختیار کرنا کہ مجمع اکٹھا کیا جائے، اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلایا جائے، یہ ثابت نہیں یہ کھانا پڑھنے اور ختم کرنے کی اجرت کے درجہ میں آتا ہے، جو کہ شرعاً منع ہے، فتاویٰ بزازیہ[2]، ردالمحتار[3] وغیرہ

---

[1] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلاة کان او صوماً او حجاً او صدقةً او قراءة القرآن الخ، طحطاوی المراقی ص ۵۱۴/ فصل فی زیارة القبور، مصری، البحرالرائق ص ۵۹/ ج۳/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۸۳/ ج۲/ باب ایضاً مطبوعه ملتان، هدایه ص ۲۹۶/ ج۱/ مطبوعه دیوبند.

[2] ویکره اتخاذ الدعوة بقراءة القرآن ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں اس کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے، اس کو اُجرت کے تحت پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا، بلکہ گناہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختم قرآن پر دعوت

سوال:- میرے بچہ نے قرآن شریف حفظ کرلیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کرکے شیرینی تقسیم کردوں کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم اللہ پاک کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کرلینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کو مدعو کیا جائے، اور غرباء واحباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدردانی ہے، ممنوع نہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب وتبلیغ میں معین ہوجائے، حضرت عمر[1] فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سورہ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کرکے احباب وغرباء کو کھلایا تھا، اس لئے سلف

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وجمع الصلحاء والقراء ة للختم اوالقراء ة اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الا كل يكره (فتاوىٰ بزازيه على هامش الهنديه، ص ۸۱/ ج۴/) فى الجنائز.

[3] الشامى نعمانيه ص۶۰۳/ ج ۱/ مطلب فى كراهة الضيافة من اهل الميت. طحطاوى على مراقى ص ۵۱۰/ مصرى.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عَنْ اِبْنِ عُمَرَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ تَعَلَّمَ عُمَرُالبَقَرَةَ فِي اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا خَتَمَهَا نَحَرَجُزُوْرًا تفسير درمنثور ، ص۵۴/ ج ۱ .تحت فضائل سورة البقرة ،مكتبه دارالفكر، اوجزالمسالک ج۴/ ص ۱۳۶/ مكتبه درالفكر،

صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے[1] لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے، ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے، وہ مقبول نہیں، اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے[2] مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی ہوگی، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں اور بچہ نے جہاں ختم کیا ہے، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے، اور مدرسہ کی امداد کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۸۹ھ

ختم قرآن وختم بخاری پر اجرت میں فرق

سوال:- (۱) المنہاج الوہاج، ص ۲۴۵/ میں ہے "**واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراءة للختم اولقراءة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عندقراءة القرآن لاجل الاكل يكره**" (بزازیہ)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی، اور بزازیہ کی رائے کلی یا جزئی ہے کیونکہ ختم قرآن و بخاری علیٰ وجہ اللہ تعالیٰ جب بالاجارہ جائز ہے، تو ضیافت مکروہ کیوں ہو، نیز

---

[1] اوجز المسالک ص ۱۳۶/ ج ۴/ (مکتبہ دارالفکر) ماجاء فی القرآن قبیل ماجاء فی سجود القرآن (تفسیر عزیزی ص ۸۶، مطبوعہ بمبئی) تحت سورۂ بقرہ قبیل خواص سورۃ بقرہ برائے دفع چیچک.

نیز حافظ ابن حجرؒ کے متعلق شاہ عبدالعزیز رقمطراز ہیں بعد از تمام آن (یعنی فتح الباری شرح بخاری) شادی کرد وقریب به پانصددینار درولیمه آں صرف نمود، بستان المحدثین ص ۱۱۵،

[2] عن ابی سعید عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال مَنْ يُسْمَعُ يُسمّع اللّٰه بِهٖ ومن يرائی يرائی اللّٰه بهٖ ابن ماجه شریف ص ۳۱۰/ باب الریاء والسمعه کتاب الزهد.

وہ ضیافت جس میں ختم کرنے والے اصلاً اوراقارب وپڑوسی تبعاً مدعو یا برعکس ہوتو وہ مکروہ ہوگی یانہیں؟

(۲) بیوی کو دردزہ میں مبتلا دیکھ کر شوہر یا دیگر رشتہ دار نے کہا کہ اگر اللہ میاں اس مصیبت سے نجات دے تو ختم قرآن کراؤنگا، یایوں کہا کہ اس مصیبت میں اللہ کے واسطے کچھ کرانا چاہئے، اس پر کسی نے کہا ختم یونس پڑھالو، اس پر سب راضی ہوگئے، اتنے میں بچہ پیدا ہوگیا، اب مذکورہ دونوں صورتوں میں ایفاء واجب ہے یانہیں، اگر واجب ہوتو اجرت لے کر پڑھنے والے پڑھ سکتے ہیں، یانہیں؟

(۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۱۵۸/ میں ہے "**یدعوا بالعربیه، ویحرم بغیرها لانها تنافی جلال اللّٰه تعالیٰ**" دعا بغیر عربی کی حرمت صرف نماز میں ہے، یا خارج نماز بھی تساوی علت سے شبہ ہوتا ہے، کہ خارج نماز بھی حرام ہو، نیز "ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں بحوالہ شامی خارج نماز دعا بغیر عربی مکروہ لکھنے سے اور بھی شبہ ہوا کہ کہیں شامی کا منشاء کراہت تحریمی نہ ہو، بہر حال دعا کے بارے میں باوجود استطاعت علی العربی ہونے کے دوسری زبان استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ختم بخاری شریف بطور علاج اور رقیہ کے ہے جس پر اجرت لینا درست ہے[۱] اور ختم قرآن ایصال ثواب کے لئے ہے، اور جب اجرت مقصود ہوتو تلاوت محضہ پر ثواب نہیں ملتا، یہ فارق ہے، تفصیل "شامی کتاب الاجارہ[۲]، نیز شرح عقود رسم المفتی میں ہے[۳]۔"

---

[۱] ما استدل به بعض المحشّین علی الجواز بحدیث البخاری فی اللدیغ فهو خطأ لأن المتقدمین المانعین الاستئجار مطلقاً جوزوا الرقیة بالاجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوی لانها لیست عبادةً محضة بل من التداوی، شامی زکریا ۷۸/ ج۹/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار الخ. (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

(۲) نذر ایسی چیز کی صحیح ہوتی ہے، جو عبادت مقصودہ اور جنس واجب سے ہو چنانچہ قرآن کریم بھی ایسی ہی عبادت ہے، نماز میں اس کا پڑھنا ضروری ہے، فقہاء نے اعتکاف کی نذر کو صحیح تسلیم کیا ہے، جس کی حقیقت لبث فی المسجد برائے عبادت ہے، اور اس کا مأخذ یہ تجویز کیا ہے، کہ نماز میں قعدہ ضروری ہے جو کہ سنت ہے، اسی طرح اگر کہا جائے کہ نماز میں قراءت فرض ہے " لقوله تعالیٰ فاقرء وا ماتیسر من القرآن[۱]، تو قرأت قرآن کی نذر بھی صحیح ہوگئی، "واعلم بانهم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلثة ،کون المنذور لیس بمعصیة وکونه من جنسهٖ واجب وکون الواجب مقصوداً لنفسه الیٰ قوله واما الاعتکاف وهو اللبث فی مکان من جنسهٖ واجب وهو القعدة الاخیرة فی الصلوٰة " ص۲۹۴/ج۲/کتاب الصوم[۲] جتنا قرآن نذر ماننے والا خود پڑھ سکے خود ہی پڑھے کسی کو اسے

(حواشی صفحہ گذشتہ) [۲] قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والآ خذو المعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للامر والقراء ة لاجل المال فاذالم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ماقرأ احدلاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسباً وَوسیلة الی جمع الدنیا .اناللّٰه وانااليه راجعون (الشامی نعمانیه ص۳۵/ج۵/ باب الاجارة الفاسدة) شامی زکریا ،ص۷۷/ج۹/ مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ .

[۳] شرح عقودرسم المفتی ص۳۸/ ومن ذلک مسئلة الاستئجارعلی تلاوة القرآن ،مطبوعه سعیدیه سهارنپور،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] سورۂ مزمل آیت: ۲۰،

ترجمہ:-سو تم لوگوں سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو۔(از بیان القرآن)

[۲] البحرالرائق ،ص۲۹۴/ج۲/ کتاب الصوم فصل عقد لبیان مایوجبه العبد علی نفسه. مطبوعه کوئٹه.

اجرت دیکر نہ پڑھوائے، جیسے کوئی شخص بڑی رقم صدقہ کرنے کی نذر مان لے جو کہ ان کے پاس موجود نہ ہو، تو وہ دوسرے سے رقم لے کر صدقہ کرنے کا ذمہ دار نہیں، بلکہ جتنی رقم اس کے پاس ہو، اسکو صدقہ کردے، اگر دوسرے کے مال کو صدقہ کرنے کی نذر کرتا ہے، تو وہ نذر منعقد نہیں ہوتی، غیر سے اجرت پر قرآن ختم کرانا بھی معصیت ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے، "**فی الخلاصة لو التزم بالنذر اکثر مما یملکه لزمه مایملکه هو المختار کما اذاقال ان فعلت کذافالف درهم من مالی صدقة ففعل وهولا یملک الامائة لایلزمه الاالمائة الیٰ قوله لوقال للّٰه علی ان اهدی هذه الشاقوهی ملک الغیر لایصح النذر البحر، ص ۲۹۶/ ج۴/ کتاب الایمان**"[1]

(۳) نماز کے قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد سلام سے پہلے دعا کو مراقی الفلاح میں سنت لکھا ہے، اس کے ذیل میں شرح کرتے ہوئے، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:۔

"**ویدعوا بالعربیه ویحرم بغیر ها لانها تنافی جلال اللّٰه تعالیٰ**" اس حرمت کا محل تو اندرون صلوٰۃ ہی ہے، چند سطر بعد میں لکھا ہے "**ولایجوزان یدعوا فی صلاته بمایشبه کلام الناس مراقی الفلاح ولذاقالو ینبغی له فی الصلوٰة ان یدعوابدعاء محفوظ لابما یحضره ولانه انما یجری علی لسانه مایشبه کلام الناس فتفسد صلوته وامافی غیر الصلوٰة فبالعکس فلایستظهر له دعاء لان حفظ الدعاء یمنع الرقة اھ بحر**"[2]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعا کا حکم خارج نماز اور داخل نماز یکساں نہیں ہے بلکہ الگ الگ

---

[1] البحرالرائق کوئٹه، ص ۲۹۶/ ج۴/ قبیل باب الیمین فی الدخول والخروج، الخ.

[2] طحطاوی مع المراقی ص ۲۲۱، ۲۲۰/ مطبوعه مصری، باب شروط الصلوٰة فصل فی سنن الصلوٰة. البحرالرائق ص: ۳۳۲/ ج: ۱/ فصل اذاارادالدخول فی الصلوٰة کبرالخ. مطبوعه کوئٹه،

ہے، علامہ شامی نے اس موقعہ پر بحث کر کے لکھا ہے ''وظاهر التعليل ان الدعاء بغير العربية خلاف الاولىٰ وان الكراهة فيه تنزيهة الىٰ قوله ولا يبعد ان يكون الدعاء بالفارسية مكروهاً تحريماً في الصلوٰة وتنزيها خارجها، فليتأمل وليراجع'' ردالمحتار، ص ۳۵۰/ج ۱ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختم خواجگان کی تاثیر

سوال: -عرض یہ کہ آج سے تین سال قبل ۶۳ء میں گپتی کے تہوار پر شہر مالیگاؤں میں فساد ہو گیا تھا، جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانے پڑے تھے، ان کے علاوہ مسلمانوں ہی کو طرح طرح سے پریشان اور خوف زدہ بنا دیا گیا تھا اسی بے کسی سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے بعد نماز مغرب مسجد میں آیت کریمہ کا دور شروع کر دیا تا کہ اس کی برکت سے شہر کے مسلمانوں کو اس آفت سے نجات ملے بعد نماز مغرب مسجد میں ختم خواجگان کے وظیفہ کا سلسلہ جاری کر دیا، جو آج تک جاری ہے، الحمد للہ ابتک دوسرا کوئی سانحہ دوبارہ نہیں ہوا، چونکہ اس عقیدے کے ماتحت یہ سلسلہ جاری کیا گیا تھا، اب یہ عقیدہ زیادہ پختہ ہو گیا ہے، کہ ختم خواجگان کی برکت سے مسلمان شہر آج تک محفوظ ہیں، اب یہ حلقہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، اب کچھ مصلیان شہر اس عمل پر معترض ہیں انکا کہنا ہے کہ مذکورہ عقیدہ کے ساتھ بلا ناغہ حلقہ باندھ کر اس اہتمام اور انصرام کے ساتھ جیسا کہ سنت مؤکدہ یا واجب اعمال کو کیا جاتا ہے، قطعی اسلام کے منافی ہے، بلکہ اس عمل کو بدعت فی الدین قرار دیتے ہیں، ختم خواجگان کے اختتام کے وظیفہ خواں

---

[1] شامی زکریا ص ۲۳۴/ج ۲/ باب صفة الصلوٰة مطلب فی الدعاء بغير العربية.

حضرات پانی پر دم کیا کرتے ہیں، جسے بعض حضرات اس تصور کے ساتھ اپنے گھر لیجاتے ہیں، کہ اس کے استعمال سے مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے، اور دیگر امراض سے حفاظت ہوتی ہے، اس تصور کو بھی لغو اور بیکار کہا جاتا ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا اب آپ کے فیصلہ پر اتفاق کا وعدہ ہے۔

(۱) شریعت اسلامی میں ختم خواجگان کی کیا نوعیت واصلیت ہے۔

(۲) از روئے قرآن وحدیث وفقہ اس کا صحیح اور جائز طریقہ کار کیا ہے۔

(۳) ختم خواجگان سے متعلق مذکورہ عقائد وتصورات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ختم خواجگان میں خلاف شرع کوئی چیز نہیں جیسا کہ ضیاء القلوب میں مذکور ہے[۱]، جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کا بابرکت اور ثواب ہونا یقینی ہے جیسے سونے سے پہلے معوذتین وغیرہ پڑھ کر دم کرنا اور ہاتھ کا جسم پر ملنا احادیث سے ثابت ہے[۱]، اس قسم کا یہ بھی عمل ہے جو کہ اکابر کے تجربہ میں آیا ہوا ہے، اس لئے وقت ضرورت بطور علاج اس پر عمل کرنا درست ہے، مگر اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے، اگر یہ عمل ایسی صورت اختیار کرلے تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا۔

---

[۱] عن عائشةؓ ان النبیﷺ کَانَ اِذَا اَوَیٰ اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَةٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْھِمَا فَقَرَأَ فِیْھِمَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا مَااِسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ. الحدیث مشکوٰۃ شریف ،ص ۱۸۶ . کتاب فضائل القرآن الفصل الاول. (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت نبیﷺ کرم اہر رات جب بستر پر تشریف لاتے دونوں ہاتھ جمع فرماتے "قل ھو اللّٰہ احد، قل اعوذبرب الفلق، قل اعوذبرب الناس" پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرتے ہیں پھر ان کو تمام جسم پر جہاں تک ممکن ہوتا پھیرتے۔

اوراسی کے ساتھ اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اس میں ایسا اہتمام والتزام نہ کیا جاوے کہ لوگوں کو بلا بلا کر اس میں شریک کیا جاوے اور جو نہ شریک ہو اس پر لعن طعن کیا جائے، یا حقارت و برائی کی نگاہ سے دیکھا جائے، اگر ایسا کیا جائے گا تو بدعت اور ناجائز ہو جائے گا، بلکہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے، جس کا جی چاہے شریک ہو جس کا جی چاہے، نہ شریک ہو۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۱۳۸۶ھ

ختم خواجگان پر دوام برائے حصول مقصد

سوال:- ایک جامع مسجد کے متعلق چند کوٹھریاں ہیں، اور اسکے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے، اس مدرسہ اور کوٹھریوں میں عرصہ سے ایک غیر مسلم سے مقدمہ چل رہا تھا، مسلمان مناسب پیروی نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہار گئے، اور مدرسہ اور کوٹھریاں منہدم کردی گئیں، اب پھر اپیل کی گئی ہے، اب مقدمہ میں کامیابی کے لئے ایک مسجد میں روزانہ دعا ختم خواجگان بلاناغہ پڑھی جارہی ہے، کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس اہتمام کے ساتھ بلاناغہ کوئی دعا پڑھنا درست نہیں، کبھی کبھی ناغہ بھی کردینا چاہئے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اقعی اس میں کوئی قباحت ہے تو آگاہ فرمایئے اور کوئی مناسب طریقہ بتلایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ختم خواجگاں اور اوراس کے بعد دعا ایسا ہے جیسے کہ بیمار کے لئے دوا، جب تک

---

[1] امدادالفتاویٰ ص ۳۲۴/ ج۵/ رسالہ القول الاحکم فی تحقیق التزام مالایلزم (مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

بیماری ہے اس کے دفعیہ کے لئے دوا استعمال کی جاتی ہے، لیکن بیماری طویل ہونے کی وجہ سے دوا بھی بہت دیر تک چلتی ہے، پس جس مقصد کے لئے یہ ختم کیا جاتا ہے، اس مقصد کے حاصل ہونے پر یا اس مقصد کو ترک کر دینے یا اس سے مایوس ہو جانے پر اس کو ترک کر دیا جائے، نیز اس پر جبر نہ کیا جائے، کہ لوگ اس کو تعبدی اور دائمی امر سمجھنے لگیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۹ھ

مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھلانا اور چھینا جھپٹی

سوال:- یہاں پر آستانہ بھنڈارہ کے نام سے رسماً صدقہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور بصورت آٹا، چاول، یا نقد جمع کر کے کھانا پکایا جاتا ہے، پھر ختم شیخ جیلانیؒ، ختم خواجگاں، ختم سلطان العارفین وغیرہ ہوتا ہے، صرف خانہ پُری کے لئے آیت قرآنی کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پھر حضرت فلاں فلاں المدد وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں، علاوہ اس کے بہ لحن وصوت درود شریف ومناقب اولیاء کی یاد دہانی کی جاتی ہے، صاحب وجاہت لوگ کھانا تقسیم کرتے ہیں، پہلے مجلس پڑھنے والوں کو کھلاتے ہیں، پھر عوام الناس کو مسجد ہی میں تقسیم کرتے ہیں، دوران تقسیم خاصی گالی گلوچ، چھینا جھپٹی ہوتی ہے، عرض یہ ہے کہ یہ بھنڈارہ کرنا کیسا ہے؟ ازروئے شرع اس قسم کے صدقات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ ائمہ مساجد کا اس میں شرکت کرنا اور پھر امامت کے فرائض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] ان من اصر علی امر مندوب، وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال، فکیف بمن اصر علی بدعة ومنکر، طیبی شرح مشکوٰة ص ۲/۴۴۶، باب الدعاء فی التشهد، کتاب الصلوٰة، مطبوعه زکریادیوبند، السعایه ص ۲/۲۶۵، باب صفة الصلوٰة قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، سباحة الفکر ص ۷۲/ مطبوعه لکهنؤ،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت اور تقریب قرآن کریم وحدیث شریف، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، فقہ ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، حسن تدبیر نرمی وشفقت سے اس کو روکا جائے[1] احترام قبرستان کے بھی یہ خلاف ہے، احترام مسجد کے بھی خلاف ہے، احترام ائمہ کے بھی خلاف ہے، جبراً چندہ لینا بھی ظلم ہے، اس کا کھانا بھی حلال نہیں "لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ أمسلم اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْہُ"[2]، (الحدیث)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختم شریف کا چندہ

سوال:- ختم شریف کی خوشی میں اللہ نام کا پیسہ اکٹھا کر کے مٹھائی چالیس کلو بنوانا، اور اس میں روشنی کرنا، سجانا، خاص کر غیر مسلم کو دعوت دینا کیا یہ سب ہمارے مذہب میں جائز ہے یا صرف مٹھائی بانٹنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ختم قرآن شریف پر مٹھائی کے لئے چندہ کرنے میں عامۃً حدود کی رعایت نہیں کی

---

[1] وامره ان یدعوا الی دین اللّٰه وشرعه بتلطف ولین دون مخاشنة وتعنیف احکام القرآن للقرطبی ص ۱۸۲ / ج۵ / دار الفکر تحت آیت ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة آیت ۱۲۵ / سورۂ نحل.

[2] مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۵۵ / باب الغصب، الفصل الثانی، مطبوعه دیوبند،

ترجمه:- کسی مسلمان کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

لَایَجُوْزُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَخْذُ مَالِ اَحَدٍ بِغَیْرِ سَبَبٍ شَرْعِیٍّ .البحر الرائق ، ص ۴۱ / ج۵ / کتاب الحدود فصل فی التعزیر . (مکتبه الماجدیه کویٹه)

جاتی، اس کو لازم سمجھا جاتا ہے، چندہ لینے میں زور ڈالا جاتا ہے، عار دلائی جاتی ہے، کہ فلاں نے کم دیا، تفاخر کیا جاتا ہے، بعض آدمی مجبوراً قرض لیکر دیتے ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے اس کو منع کیا جاتا ہے[1]، روشنی اور سجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے[2]، اس کی اجازت نہیں، ختم کو خاندانی شادی کی تقریب قرار دیکر اس میں مدعو کرنا خاص کر غیر مسلم کو ہرگز نہیں چاہئے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

اولیاء اللہ کے لئے مسجد میں ختم پڑھنا

سوال:- مسجد میں اولیاء اللہ کے لئے ختم پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو ختم بزرگوں سے ثابت ہے، اس کو پڑھنا یا ختم پڑھ کر بزرگوں کو ثواب پہنچانا درست ہے، لیکن کسی کو اس پر مجبور نہ کیا جاوے، جس کا دل چاہے شریک ہو جس کا دل نہ چاہے نہ

---

[1] عَنْ اَبِی حُرَّةَ الرَّقَاشِی عَنْ عَمِّه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا الاَ لَایَحِلُّ مَالُ اِمْرَئٍ اَلَابِطِیْبِ نَفْسٍ منه (رواه البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰة شریف، ص ۲۵۵/باب الغصب الفصل الثانی. امدادالفتاویٰ، ص ۲۸۹/ج ۵/

ترجمہ:- رسول اللہ نے ارشاد فرمایا خبردار کسی پر ظلم نہ کرو، اور کسی شخص کا مال اسکے دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

[2] ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین، سورۂ الاعراف آیت ۳۱/.

[3] بلا کسی حاجت کے غیر مسلم کی دعوت کرنا درست نہیں البتہ کوئی حاجت ہو یا وہ رشتہ دار ہو تو دعوت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ولا بأس بضیافة الذمی وان لم یکن بینهما ال معرفة کذا فی الملتقط، وفی التفاریق لا بأس بان یضیف کافرا لقرابة او لحاجة کذا فی التمر تاشی (فتاوی هندیه ص ۵/۳۷۵، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، کتاب الکراهیة، مطبوعه کوئٹه)

شریک ہو، نیز اپنی طرف سے کوئی چیز ایسی نہ ملائی جائے جو ثابت نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روضۂ اقدس ﷺ اور مزارات صحابہ رضی اللہ عنہم پر قرآن خوانی

سوال: - کیا حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاروں پر بھی قرآن خوانی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ہندوستان میں اُجرت پر مکانوں اور قبروں پر قرآن خوانی کراتے ہیں، ایسی صورت میں پڑھنے والے کو اور میت کی روح کو کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ ممنوع اور ناجائز ہے، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اُجرت لینا بھی گناہ ہے، اور دینا بھی، اور اس سے ثواب بھی نہیں ملتا[2] (ردالمحتار، ج ۵/) قرونِ اولیٰ میں یہ معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وصول القراء ة للميت اذا كانت بحضرته اودعى لهٗ عقبها ولوغائباً لانه محل القراء ة تنزل الرحمة والبركة والدعاء عقبها ارجى للقبول ومقتضاه ان المراد انتفاع الميت بالقراء ة لاحصول ثوابها له ولهذا اختاروا فى الدعاء اللّٰهم اوصل مثل ثواب ماقرأته الى فلان واما عندنا فالوا صل اليه نفس الثواب وفى البحر من صام اوصلى اوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جازويصل ثوابها اليهم عنداهل السنة والجماعة الخ .(الشامى نعمانيه ، ص۶۰۵/۱، مطلب فى القراء ة للميت) باب صلاة الجنازة،زيلعى ص ۲/۸۳، باب الحج عن الغير ملتان.

[2] قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان (الشامى نعمانيه ، ص ۳۵/ج۵/مطلب فى الاستيجار على الطاعات باب الاجارة الفاسدة. (شامى زكريا ص ۹۹/ج۹) مجموعه رسائل ابن عابدين ص ۱۵۹/ ج ۱/ تحت رسالة شفاء العليل، وبل القليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل ،مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی

سوال:- چند افراد پر مشتمل جس میں حفاظ، ناظرہ خواں، بالغ نابالغ سب ہی ہوتے ہیں، یہ جماعت مختلف اوقات میں دوسروں کے دروازوں پر قرآن خوانی کیلئے جاتی ہے، قرآن پاک کو ختم کرنے کے بعد اس جماعت کا منتخب آدمی صاحب خانہ سے دریافت کرتا ہے کہ یہ قرآن کس لئے پڑھوایا؟ ایصال ثواب کیلئے، برکت کیلئے، مقدمہ میں کامیابی کیلئے، بیماری وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کیلئے؟ صاحب خانہ کی منشاء کے مطابق دعاء کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد قارئین کو شیرینی یا نقد یا کم از کم ناشتہ اور پان ضرور کھلاتا ہے، اگر بعض لوگ انکے اس فعل کی مذمت کرتے ہیں تو یہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہماری نیت یہ نہیں ہوتی کہ صاحب خانہ قرآن کے ختم ہونے کے بعد ہم کو کچھ دے گا، جب صاحب خانہ خود ہی اپنی مرضی سے دیتا ہے، تو ہم بھی لے لیتے ہیں، تو یہ لوگ ختم قرآن کے بعد معقول شیرینی کا انتظام کرتے رہتے ہیں، اگر وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے ان کی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکے تو یہ اس پر لعن طعن کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تمہارے پاس انتظام نہیں تھا، قرآن پاک ختم کرانے کی کیا ضرورت تھی، مذکورہ بالا طریقہ سے قرآن خوانی کرنے کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف کی تلاوت عظیم الشان عبادت ہے صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کی جائے، اس پر جو کچھ ثواب ملے وہ جس کو دل چاہے پہنچایا جاسکتا ہے[1] اس کی تلاوت

---

[1] فللانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلاة کان او صوماً او حجاً او صدقةً او قراءة للقرآن او الاذکار او غیر ذالک من انواع البر، ویصل ذٰلک الی المیت، وینفعه طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴/ باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصری، البحر الرائق ۵۹/ ج۳/ باب الحج عن الغیر، کوئٹه.

سے کسی مالی منفعت کی نیت نہ ہونی چاہئے، ورنہ اس کا ثواب نہیں ملے گا، بلکہ مال کے لالچ میں پڑھنے سے عذاب ہوگا، کیونکہ اس کی ممانعت خود قرآن کریم میں ہے "لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَناً قَلِیْلاً"[1] (الایۃ) آج کل بعض جگہ قرآن خوانی کرا کے ثواب پہنچانے کا جو طریقہ رائج ہوگیا ہے، کہ مکان پر بلا کر یا مسجد میں جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے، اور پڑھنے والوں کو شیرینی، نقد چائے، کھانا، کپڑا، اپنے اپنے رواج کے مطابق دیا جاتا ہے، اور پڑھنے والے اسی لالچ میں جاتے ہیں، اگر کچھ نہ دیا گیا تو ناخوش ہوتے ہیں، اور اگر پہلے سے معلوم ہو جائے، کہ کچھ نہیں ملے گا تو جانے سے عذر کر دیتے ہیں اور بعض حافظ قاری ایک ایک دن میں کئی کئی جگہ جاتے ہیں، پھر آپس میں مقابلہ اور مفاخرہ کرتے ہیں، کہ ہم نے اتنا کمایا، گویا کہ ایک پیشہ کمائی کا بنا رکھا ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں، علاّمہ شامیؒ[2] نے "ردالمحتار" شرح عقود رسم المفتی[3] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[4] میں اس پر شدید رد لکھا ہے، اور کتب فقہ کی عبارتیں نقل کی ہیں،

---

[1] سورۂ بقرۃ آیت: ۴۱/

ترجمہ:- اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

[2] قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والاخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للامروالقراء ة لاجل المال فاذا لم يكن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الی المستاجر ولولاالاجرة ماقرأ احد لأحد فی هذاالزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الی جمع الدنيا اناللّٰه واناالیه راجعون. (شامی نعمانيه، ص ۳۵/ ج/۵/ وشامی زكريا، ص۷۷/ ج۹/ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب تحريرمهم فی عدم جواز الاستئجار الخ.

[3] شرح عقود رسم المفتی ص۳۸، مكتبه سعيديه سهارنپور،

[4] تنقيح الفتاویٰ الحامدية، ج۲/ص۱۴۶/ كتاب الاجارة، تحقيق مهم فی حكم الاستئجار علی التلاوة، مطبوعه مصر.

بلکہ اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، اس کا نام ہے شفاء العلیل اس پر اپنے زمانہ کے چیدہ چیدہ اکابر کے دستخط بھی کرائے ہیں، اس میں سیر حاصل بحث کی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کیلئے تاریخ ودن کی تعیین

سوال:- ایصال ثواب کیلئے تاریخ ودن ووقت ومہینہ کی تعیین تحقیق کو مکروہ وممنوع بتایا گیا ہے، مگر ثبوت میں کوئی حدیث صریح نقل نہیں فرمائی گئی، تفسیر کبیر وتفسیر درمنثور وغیرہ میں یہ حدیث نقل کی ہے، کہ حضور اقدس (ﷺ) قبور شہداء پر ہر سال پہلے دن کو تشریف لے جاتے تھے، اوران کیلئے دعاء فرماتے تھے، مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ والدین کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرنی چاہئے، چنانچہ زیارت کے سلسلہ میں فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے، اور ایصال ثواب بھی کیا جاتا ہے، اوراس بارہ میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی ہے، کہ بلاتعیین و تحقیق کے ثواب پہنچتا ہے، جب ثواب دونوں طرح سے پہنچتا ہے تو پھر ایک صورت کو سنت اور دوسری کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے۔

لہٰذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے ورنہ یہ تحریر فرمایئے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شئی کی تعیین تخصیص شارع سے جس درجہ میں منقول ہے اس کا انکار نہیں اور جس

---

[1] شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل، مصنفه علامه ابن عابدين شامى رحمه الله الرسالة السابعة من محموعة رسائل ابن عابدين ص ۱۵۱، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

شئ کی منقول نہیں جیسے، تیجہ، چالیسواں، وغیرہ اس کی تعیین وتخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعت ممنوعہ اور مداخلت فی الدین اور تقیید مطلق ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کیلئے تاریخ مقرر کرنا

سوال:- فاتحہ کا شرعی ثبوت کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، کرنا کیسا ہے، صرف تیجہ، کے دن چنوں پر کلمہ پڑھوانا، عوام وخواص کو اس کا کھانا اور کھلانا کیسا ہے، نیز شب براءت میں حلوا پکا کر نیز ان کی فاتحہ کرنا، محرم میں کھچڑا پکوانا، شربت اور پانی کی سبیلیں لگوانا، مجلس کرنا، اور گیارہویں کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصال ثواب غریبوں کو کھانا کپڑا وغیرہ ضرورت کی چیزیں دے کر نماز قرآن شریف تسبیح پڑھ کر، روزہ رکھ کر، حج کر کے، غرض ہر نیک کام کر کے جب بھی توفیق ہو درست اور نفع بخش ہے[2] نہ اس میں تاریخ کی قید ہے، کہ شب برأت کی ۱۴/محرم کی ۱۰/ربیع الثانی کی ۱۱/تاریخ

---

[1] وفی البزازیة ویکره اتحاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الخ (شامی نعمانیه ص ۶۰۳/ ج ۱/ باب الجنازه مطلب فی کراهیة الضیافة، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰/مصری، حاشیه ابن ماجه ص ۱۱۵/ باب ماجاء فی الطعام یبعث الی اهل المیت، کتاب الجنائز، امدادالفتاوی ص ۲۶۰/ ج۵/ کتاب البدعات، مطبوعه دیوبند.

[2] صرح علماء نافی باب الحج عن الغیر بأن للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوماً اوصدقة اوغیرها، شامی زکریا ص ۱۵۱/ ج۳/ باب صلاة الجنازة مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها له زیلعی ص ۵۹/ ج۲/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان.

ہو، نہ دنوں کا حساب ہے کہ تیسرا، دسواں، چالیسواں دن ہو، نہ اس میں کسی چیز کی قید ہے کہ حلوہ کھچڑا شربت، پانی ہو، نہ ہیئت کی قید ہے، کہ چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جائے، یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دی جائے، نہ سورتوں اور آیتوں کی تخصیص ہے کہ قل پنج آیت ہو نہ اور کسی قسم کی قید ہے ان سب قیدوں کو ختم کر دیا جائے، کہ یہ شرعاً بے اصل ہیں[1] صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر ان قیدوں کے ثواب پہنچایا ہے۔

اگر یہ عقیدہ ہو کہ بغیر ان قیدوں کے ثواب نہیں پہنچتا تو یہ عقیدہ غلط ہے، اس سے توبہ لازم ہے، بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روزی تقسیم کرنا بڑے پیر صاحب کے سپرد ہے، اگر ہم گیارہویں شریف نہ کریں گے تو بڑے پیر صاحب ناراض ہو کر ہماری روزی بند کر دیں گے یہ عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے (اللہ محفوظ رکھے) بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ مخصوص تاریخوں میں روحیں آتی ہیں، اگر ایصال ثواب نہ کیا تو وہ لعنت کرتی ہیں، یہ بھی غلط ہے[2] ایصال ثواب کر کے غریبوں کو کھلایا جائے، مالداروں کو نہیں "**ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع**" اھ (شامی، ج ۱/ص ۶۰۳/[3]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

---

[1] سوم ودہم وچہلم وغیرہ ہمہ بدعات وماخوذ از کفار ہنود است وآنکہ طعام روبرو نہادہ چیزے می خوانند ایں ہم طریقہ ہنود است ترک چنیں رسوم واجب است کہ من تشبہ بقوم فھو منھم وبرگاہ طعام بچنیں بدعات متلبس شد بہتر آنکہ ایں چنیں طعام نخوردہ شود کہ دع ما بریبک الیٰ مالا یریبک الخ امداد الفتاوی ص ۲۶۰/ ج ۵/ مطبوعہ دیوبند، کتاب البدعات۔

[2] آمدن ارواح درین شبہا از روی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ (مائۃ مسائل ص ۱۰۸/ (۲) الجنۃ لاھل السنۃ ص ۱۷۴-۱۷۷/ (۳) براھین قاطعہ ص ۹۲-۹۷، کتبخانہ رحیمیہ دیوبند،

[3] الشامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۶۰۳/ وزکریا ص ۱۴۸/ ج ۳/ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت (۲) بزازیہ علی ھامش الھندیۃ، ص ۸۱/ ج ۴/ (۳) طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰/ مصری.

ایصال ثواب کیلئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین وطلبہ کو ایصال ثواب کرنا

سوال:- خاص وعام میں سے جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اکثر مساجد اور مدارس میں بالغ ونابالغ سب کو جمع کر کے قرآن شریف ختم کراتے ہیں، احادیث شریفہ میں ایصال ثواب مطلق آیا ہے، اس میں چند شبہات پیش آتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس ہیئت کے ساتھ قرآن شریف ختم کرنا اور اسکا ثواب پہنچانے کا ثبوت زمانہ خیر القرون سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) اگر زمانہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو تو بدعت ہے یا نہیں؟

(۳) جب سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں گے تو "وَاِذَاقُرِیَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کے خلاف ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/ ایصال ثواب کا جو طریقہ مروج ہے یعنی میت کے انتقال سے تیسرے روز جمع ہو کر تلاوت قرآن کی جاتی ہے،[۱] اور چنوں پر تسبیح پڑھی جاتی ہے، خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا اس ہیئت کے ساتھ ایصال ثواب کرنا بدعت ہوگا۔ "**کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة**"[۲]

---

[۱] ویکره اتخاذ الدعوة لقراءة القران وجمع الصلحاء والقراءة للختم أولقراءة سورة الانعام اوالاخلاص (طحطاوی ص ۵۱۰/ مصری فصل فی حملها ودفنها باب صلوٰة الجنائز.

[۲] مشکوٰة شریف ص ۳۰/ **ترجمہ:-** ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔

(۳) ایک جگہ جمع ہوکر قرآن شریف پڑھنا ناجائز نہیں، بلکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ گنجائش اوراجازت بھی تحریر فرماتے ہیں "وفی الدرة المنيفة عن القنية يكره للقوم ان يقرؤ الْقرآن جملة لتضمنها ترک الاستماع والانصات وقيل لاباس به،طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ،ص ۱۸۸ ر[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کے بغیر تعیین ایام

سوال:-مرنے پر بغیر تعیین ایام لوگوں کو جمع کر کے جن میں غرباء کے ساتھ ائمہ صاحب نصاب علماء حضرات بھی ہوتے ہیں، ایصال ثواب کرایا جاتا ہے، پھر کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے، یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ کھانا بظاہر ایصال ثواب کی اجرت بن جاتا ہے، جس سے ثواب نہیں ہوتا، نیز ثواب کے کھانے سے احتیاط کی حاجت ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۸۷ھ

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۵۸ ر فی صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصری،

[2] والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قرائة القرآن لأجل الأكل يكره. شامی کراچی ص ۲۴۰ ر ج ۲. مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت.

ایصال ثواب کے لئے مجلس

سوال:- ہمارے علاقہ گجرات میں ختم قرآن کریم کرکے ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہیکہ مسجدوں میں بورڈ پر یہ اعلان لکھ دیا جاتا ہے، کہ مثلاً آج نماز جمعہ یا نماز عشاء کے بعد فلاں صاحب کے ایصال ثواب کیلئے ختم قرآن کی مجلس رکھی گئی ہے، بعد ختم قرآن کریم کے نہ کوئی شیرینی ہوتی ہے اور نہ کوئی رسم ورواج ہے تو مجموعی طریقہ سے ختم قرآن کرکے ایصال ثواب کرنا اور ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اہل علم اسپر نکیر کرتے ہیں، لیکن جب کوئی اہم شخصیت انتقال کرجاتی ہے، تو خود ہی اہتمام کرکے قرآن کریم کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حضرات اسپر نکیر کرتے ہیں اور کسی اہم شخصیت کیلئے اسکا اہتمام بھی کرتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ نکیر کس درجہ حقیر ہے، صورتِ مسئولہ میں قرآن خوانی کیلئے بلایا نہیں جاتا، بلکہ لوگ نماز عشاء یا نماز جمعہ پڑھنے کیلئے آتے ہیں، ان سے درخواست کی جاتی ہے، کہ ہماری میت کیلئے ایصال ثواب بھی کرتے جائیں، اسمیں کوئی مضائقہ نہیں، میت کو نفع ہوتا ہے، پڑھنے والوں کو ثواب بھی ملتا ہے، حدیث شریف میں موجود ہیکہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھ کر اموات کو ثواب بخش دے تو بعدد الاموات اسکو بھی ثواب ملتا ہے، چنانچہ فتح القدیر[1] میں مذکور ہے، کہ انسان کو حق ہے کہ اپنی حسنات کا ثواب دوسروں کو

---

[1] (قولہٗ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوماً عنداھل السنۃ والجماعۃ) (قولہ اوغیرھا) کتلاوۃ القرآن والاذکار (الی قولہ) وخالف فی کل العبادات المعتزلہ الیٰ ماقال، عن علیؓ عنہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم انہ قال من مرعلی المقابر وقرأ قل ھواللّٰہ احد احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطیٰ من الاجر بعد دالاموات، فتح القدیر ص ۱۴۲-۱۴۳/ ج۳/ (مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، کنز العمال ص ۶۵۵/ ج۱۵/ رقم الحدیث ۴۲۵۹۶/ مکتبہ مؤسسۃ الرسالہ.

دیدے چاہے نماز ہو ذکر ہو تلاوت ہو، حج ہو، عمرہ ہو، صدقہ ہو، یہی اہل سنت کا مسلک ہے، معتزلہ مطلقاً ایصالِ ثواب کے منکر ہیں[1] عامۃً ایصال ثواب کے ساتھ کچھ غیر ثابت رسوم اور بدعات کا شمول ہوتا ہے، ان سے پوری احتیاط لازم ہے۔ شامی[2] وغیرہ میں بھی اسکو قوت سے روکا گیا ہے، مستقل ایک رسالہ[3] بھی شامی کا اس مسئلہ پر موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مروجہ طریقہ پر ایصال ثواب

سوال: - مروجہ فاتحہ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا یا مٹھائی رکھ کر کچھ سورتیں اور آیتیں پڑھ کر موتیٰ کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور بعض طریق میں خاص تاریخیں اور مہینے اور جگہ طعام وغیرہ بھی مخصوص ہے، مثلاً امام جعفر صادقؒ کا کونڈا رجب کی ۷/ تاریخ کو کیا جاتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کورا کونڈا لے کر اس میں کچھ حلوا، کچوری اور دیگر مٹھائیاں بھر کر اور اتنی ہی

---

[1] لما كان الاصل كون عمل الانسان لنفسه لا لغيره قدم ماتقدم "قوله ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما عند اهل السنة والجماعة الخ، وخالف فى كل العبادات المعتزله، فتح القدير ص ۱۴۲ / ج۳/ باب الحج عن الغير، مكتبه دار الفكر.

[2] منها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته اوبعده وباعطاء دراهم لمن يتلو القرآن لروحه اويسبح اويهلل له وكلها بدع منكرات باطلة والماخوذ منها حرام للآخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا الخ. شامى زكريا ص ۷۶-۷۸/ ج۹/ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار علىٰ الصلوٰة الخ، شامى نعمانيه ج۵/ص ۳۵/

[3] شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل، مجموعه رسائل ابن عابدين ص ۱۵۱ / ۱، سهيل اكيڈمى لاهور،

جگہ لیپ کر جس میں کونڈا آ سکے، کونڈے کو اس میں رکھ کر چند احباب کو بلا کر اس کونڈے میں اسی جگہ بٹھلا کر کھلانے کو ضروری سمجھتے ہیں، یا رجب ہی میں بی بی کی صحنک کرتے ہیں، جس کو مرد نہیں کھا سکتے ، بلکہ سہاگن عورتوں کے سوا بیوہ یا نکاح ثانی شدہ عورت کو بھی کھانا منع بتایا جاتا ہے، دسواں، بیسواں، چالیسواں، یا ششماہی، یا برسی، وغیرہ رسومات کو دین کی باتیں سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان افعال مذکورہ کو نبی کریم ﷺ نے کیا یا نہیں؟ تو آپؐ نے ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار فرمایا، اور شریعت میں اس طریقۂ مذکورہ بہ حیثیت خاصہ صاف لفظوں میں مکمل طریقے کے مذکور ہے، تو دلائل سے ثابت کر کے مشکور فرمادیں، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ مدلل مع حوالجات ارشاد فرمائیں، اور افعال مذکورہ ائمہ اربعہ یا خاندانِ اربعہ کے کسی بزرگ سے منقول ہے؟ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے لے کر حضرت چراغ دہلوی علیہ الرحمہ تک ثابت فرما کر مشکور فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ایصال ثواب بلا التزام تاریخ، دن ہیئت وغیرہ کے قرآن کریم، تسبیح، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء کو کھانا، کپڑا، نقد وغیرہ کچھ دے کر جب توفیق ہو شرعاً درست اور نافع ہے[1]، اور جو صورتیں سوال میں درج ہیں، وہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے

---

[1] صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها الی قوله الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی بجمیع المؤمنین والمومنات لانها تصل الیهم ولاینقص من اجره شیء، شامی زکریا ص ۱۵۱/ج۳/ باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت الخ، زیلعی ص ۵۹/ج۲/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص۸۳/ج۳/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه.

کبھی ایسا نہیں کیا، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کنواں، باغ وغیرہ وقف کر کے ثواب پہنچایا ہے، بعض نے نماز پڑھ کر، بعض نے صدقہ دے کر، بعض نے حج کر کے، ایک دو حدیث نقل کرتا ہوں، "فی صحیح البخاری[1] عن عبداللّٰہ بن عباسؓ اَنَّ سَعْدَ بْن عُبَادَۃَؓ تُوَفِّیَتْ اُمُّہٗ وَھُوَغَائِبٌ عَنْھَا فَاَتَی النَّبِیَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِنَّ اُمِّی تُوَفِّیَتْ وَاَنَاغَائِبٌ عَنْھَا فَھَلْ یَنْفَعُھَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّی اُشْھِدُکَ اَنَّ حَائِطِیَ الْمِخْرَافَ صَدَقَۃٌ عَنْھَا، وَفِی السُّنَنِ وَمُسْنَدِ اَحْمَدَ عَنْ سَعْدِبْنِ عُبَادَۃَ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْراً وَقَالَ ھٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍاھ کتاب الروح[2] عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَقُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدُ وَالْھَاکُمُ التَّکَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّی قَدْ جَعَلْتَ ثَوَابُ مَاقرأت مِنْ کَلامِکَ لِاھْلِ الْمَقَابِرِمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کَانُوْا شُفَعَاءَ لَہٗ اِلَی اللّٰہ تَعَالیٰ عَن الشعبی قَالَ کَانَت الانصَارَاِذَا مَاتَ لَھُمُ الْمَیْتَ اخْتَلَفُوْا اِلٰی قَبْرِہٖ یقرؤن لَہٗ القرآن شرح الصدور[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۵/شعبان ۶۶ھ

---

[1] بخاری شریف ص۳۸۷/۱/ کتاب الوصایا باب الاشھاد فی الوقف والصدقۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص۱۴۵/۱/ کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ عن المیت، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند، مسند احمد ص۲۸۵/ج۵/ حدیث سعد بن عبادہ رضی اللّٰہ عنہ ،مطبوعہ دارالفکر.

[2] کتاب الروح ،ص۱۹۲ ، ابوداؤد شریف ص۲۳۶/۱ ، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی فضل سقی الماء، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

[3] شرح الصدور ص۲۱۰،

ایصال ثواب کرنے والوں کو کچھ ہدیہ دینا

سوال:- کسی شخص نے ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم پڑھا پھر اس پڑھنے والے کو کچھ پیسہ دیدیا، بلا مانگے، تو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیا

اگر خالصاً لوجہ اللہ قرآن کریم پڑھا اور اس کا ثواب پہنچایا پڑھنے والے کے ذہن میں اس کا خیال نہیں تھا کہ یہاں سے کچھ ملے گا نہ پڑھانے والے کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ اس کے پڑھنے والے کو کچھ دینا ہوگا، نہ اس کا رواج ہے کہ پڑھنے والے کو کچھ دیا جاتا ہو بلکہ بعد میں کچھ احسان اور پڑھنے والے کے ساتھ کر دیا اگر یہ پیسہ نہ دیا جاتا تو پڑھنے والے کو کسی قسم کی گرانی نہ ہوتی، تو یہ پیسہ لینا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

کیونکہ بقاعدہ المعروف کالمشروط[1] یہ استیجار کے حکم میں ہے اور استیجار علی تلاوۃ القرآن ناجائز ہے، ایسی صورت میں پیسہ لینے والے اور دینے والے کو گناہ ہوگا، پیسہ کی واپسی ضروری ہے، "**والمذهب عندنا ان كل طاعة يختص بها المسلم فالاستيجار عليها باطل، مجمع الانهر[2] ص ۵۳۳/ج ۲/ثم قراءة القرآن واهداؤهاله تطوعاً بغيراجرة يصل اليه واما لواوصى بان يعطى شئى من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره فالوصية باطلة لانه فى معنى الاجرة. كذافى الاختيار. شرح فقهاكبر، ۱۶۰/ج[3]**

---

[1] الاشباه والنظائر، ص ۱۵۶/القاعدة السادسة العادة محكمة، مطبوعه دار العلوم ديوبند

[2] مجمع الانهر، ص ۵۳۳/ج۳/ باب الاجارة الفاسدة. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[3] شرح فقه اكبر، ص ۱۶۰/ قراءة القرآن واهدائها للميت. مطبوعه مجتبائى دهلى.

والبسط فی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۳/شعبان ۵۷ھ

ایصال ثواب پر چائے پیش کرنا

سوال:- کچھ مسلمان ماہانہ یا ہفتہ وار ایک مقام پر یا مختلف مکانات پر قرآن شریف پڑھ کر اپنے احباب اور اعزا اور تمام اہل اسلام کی روح کو ثواب بخشتے ہیں، اور صاحب خانہ اخلاقاً چائے وغیرہ پیش کرتے ہیں، تو اس صورت سے سب کو مل کر قرآن پڑھنا اور چائے وغیرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے، جبکہ یہ پروگرام گاہ بگاہِ ترک کر دیا جاتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرنا ثابت نہیں، اس سے بچنا چاہئے[2] انفرادی طور پر مضائقہ نہیں، اور اختتام پر چائے وغیرہ پیش کرنا صورۃً معاوضہ ہے، اس سے بچنا چاہئے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۳۴/ ج ۳/ کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات.

[2] وعادت نبود کہ برای میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور ونہ غیر آن وایں مجموع بدعت است ومکروہ وشرح السعادۃ ص ۲۷۳.

[3] وفی المنتقیٰ امرأۃ نائحۃ وصاحبۃ طبل اوزمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فھولھا قال الامام الاستاذ لایطیب والمعروف کالمشروط الخ قلت وھذا ممایتعین الاخذبہ فی زماننا لعلمھم انھم لایذھبون الا باجرالبتۃ (الشامی نعمانیہ ص ۳۴/ ج ۵/ باب الاجارۃ الفاسدۃ.

ایصال ثواب پر پیسے لینا

سوال:- یہ کہ صلوٰۃ جنازہ پڑھ کر یا قبر کی زیارت کر کے یا میت پر قرآن شریف پڑھ کر پیسہ لینا کیسا ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں، کیا جواز وعدم جواز کا ثبوت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذالم يكن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ماقرأ احدلاحدفی هذاالزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسباووسيلة الیٰ جمع الدنيا. انا للّٰه وانااليه راجعون۔ شامی، ص ۴۷/ ج ۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟

سوال:- زید کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ و حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ وحضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فتاویٰ رشیدیہ اشرفیہ میں اس قسم کا فتویٰ دیا ہے، کہ اگر چہارم، تیجہ، چالیسواں نہ کرے بلکہ چالیس دن کے

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۴/ ج۵/ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستيجارعلی الطاعات. شامی زکریا ص۷۷/ ۹، منحة الخالق علی هامش البحر ص۲۲۸/ ج۵/ کتاب الوقف،

اندر کسی دن کھانا وغیرہ پکا کر کھلانا جائز ہے، اور اس کھانے کو غریب وامیر ہر کوئی کھا سکتا ہے، اور ایسا کرنا اور کھانا دونوں جائز ہے، ہاں اگر امیر اس کھانے کو کھائے تو ثواب نہیں ملیگا، البتہ جو غریب کھانے میں شامل ہیں اس کا ثواب مل جائے گا، یہاں ایک عالم دین جو کہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ شدہ ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی صحبت میں تین سال گزارے ہیں اور وہ ہم خیال بھی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کوئی شخص چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا پکا کر کھلا دے تو جائز ہے، اور اس کھانے کو امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں، ہاں امیر کے کھانے کا ثواب نہیں ملے گا، لیکن امیر کھا سکتا ہے، اس کو ہمارے علماء نے جائز کہا ہے، اور یہی ٹھیک ہے، ہمارے علماء میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ومولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ فتاویٰ امدادیہ میں موجود ہے، یہی حق ہے، بلکہ میلاد وغیرہ بھی لوجہ اللّٰہ کیا جائے تو یہ جائز ہے، شیرینی کی تقسیم وغیرہ سب جائز ہے، اب جب ایک عالم یہ کہے گا تو لوگوں کو بہکنے میں دیر نہ لگے گی، جنہوں نے ان بدعات کو ترک کر دیا تھا، وہ بھی اس طرف مائل ہو گئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا جو استدلال آپ نے نقل کیا ہے اس میں کسی ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں، وہ حدیث کہاں ہے، جس سے زید نے ثبوت دیا ہے، اس سے لکھوایئے پہلے بھی ہم نے یہی پوچھا اور حوالہ طلب کیا تھا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وحضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابیں بدعات کی تردید میں چھپی ہوئی ہیں، وہ کسی بھی بدعت کو جائز نہیں فرماتے، امداد الفتاویٰ آٹھ نو جلدوں میں ہے، فتاویٰ رشیدیہ تین حصوں میں، براہین قاطعہ اس قسم کے مسئلوں پر لکھی گئی ہے، جس پر حضرت مولانا رشید احمدؒ کی تائید وتقریظ ہے، ایک ایک بدعت کی جڑ اُکھاڑ کر پھینک دی گئی ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک میت کو

ثواب پہنچانا شرعاً درست[1] اور مفید ہے، مگر اس میں کسی غیر ثابت چیز کا اختلاط نہیں ہونا چاہئے، انتقال میت کے وقت اور اس کے بعد جب بھی دل چاہے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، کسی دن یا کسی تاریخ کی اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا کہ اس کا التزام ہو غلط ہے[2]، اور میت کو کھانے کا ثواب پہنچانا ہو اسکے مستحق غرباء ومساکین ہیں مالدار نہیں[3] جہاں تک ہو سکے اس میں اخفاء چاہئے، نام ونمود نہ ہو[4] اس کو تقریب نہ بنایا جائے۔

علاّمہ شامیؒ[5] نے ردالمحتار شرح درمختار اور تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[6] میں اس پر مفصل بحث کی

---

[1] واما عند نا فالواصل الیه نفس الثواب وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والا حیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عنداهل السنة والجماعة (الشامی نعمانیه ص۶۰۵/ج۱/ وزکریا ،ص۱۵۲/ج۳/ باب صلوٰة الجنازه مطلب فی القراء ة للمیت الخ، البحر الرائق کوئٹه ص۳/۸۳، باب الحج عن الغیر، تبیین الحقائق للزیلعی ص۲/۵۹، باب الحج عن الغیر، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ (الشامی نعمانیه ص۶۰۳/ ج۱/ وشامی زکریا ص۱۴۸/ج۳/ مطلب فی کراهة الضیافة، بزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴/۸۱، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر ذهب الی المصلی قبل الجنازة،

[3] ان اتخذولی المیت طعاماً للفقراء کان حسناً، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۵۱۰/ مطلب فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص۳/۱۴۸، باب صلاةا لجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت،

[4] ان تبدوالصدقات فنعماهی ، وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خیرلکم ویکفرعنکم سیّاٰتکم واللّه بماتعملون خبیر،سورۂ البقره ،آیت ۲۷۱/ وفی الحدیث "رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لاتعلم شماله ماتنفق یمینه الخ ، بخاری شریف ص۱۹۱/ ج۱/ کتاب الزکاة ،باب صدقة السر، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[5] شامی نعمانیه ص۶۰۳/ مطلب فی کراهة الضیافة، شامی زکریا ج۳/ص۱۴۸/

[6] تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۴۶/۵م کتاب الاجارة تحقیق مهم فی حکم استئجارعلی التلاوة، طبع مصر،

ہے، اور تبلیغ الحق[1]، المدخل[2] میں بھی بحث مذکور ہے، مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کا فتویٰ میلاد شریف کے متعلق مستقل چھپا ہوا ہے، جس پر بہت سے اکابر کے دستخط ہیں، مولانا تھانویؒ کے رسالہ ''طریقۂ[3] مولود شریف'' میں پوری تفصیل ہے، غرض اکابر کا مسلک مدت سے شائع شدہ ہے، نہ کسی جائز چیز کو منع کرنے کا حق ہے، نہ کسی بدعت کو جائز کہنے کا حق ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نذر و نیاز اور ایصال ثواب کا کھانا اغنیاء کو

سوال:۔ امسال رمضان المبارک میں بنیت ایصال ثواب طعام پکا کر روزہ داران کی دعوت کی گئی جس میں اغنیاء صاحب نصاب حضرات بھی مدعو کئے گئے، لیکن فتاویٰ دارالعلوم میں اغنیاء کو ایصال ثواب کا کھانا جائز نہیں۔

دن جمعہ کا تھا بعد جمعہ قرآن خوانی کا اعلان ہوا قرآن پڑھا گیا، بعد مغرب دعوتی حضرات فارغ ہوئے معلوم ہوا کہ برسی کے کھانے کا نام افطاری رکھا گیا، یہ سلسلہ کئی برس چہلم کے تحت چند مکانوں پر چلتا رہا، دیگر یہ کہ ۲۷/رمضان المبارک کو ایک صاحب کا انتقال ہوا ان کے فرزند و اعزاء ایک عالم صاحب کے پاس گئے، کہ رواج تیجہ کے دن بھی کھانا کھلانے کا ہے، شرعی حکم کے تحت کھانا ہم کھلانا چاہتے ہیں، تیسرے دن کی شب میں کچھ رات گزارنے پر عالم صاحب کو بیدار کیا گیا، تو عالم صاحب نے فرمایا تیجہ و چہلم کرنا جائز ہے، میں ذمہ دار ہوں یہ سنا گیا، چنانچہ یہ عالم خود شریک طعام رہے اس سے بھی جو دعوتیں ہوئیں ہر ایک میں کلی طور پر

---

[1] تبلیغ الحق ۶/۷/.

[2] المدخل ج۳/ص ۲۷۵/ طعام اهل الميت، مطبوعه مصر،

[3] طريقه مولود شريف لحكيم الامةؒ ص ۳۱۲،

شرکت فرمائی! بلکہ نذر و نیاز کے کھانے میں بھی شرکت فرماتے ہیں، انکا یہ عمل کیا ہے؟ عوام بھی چاہتے ہی ہیں، لیکن شرعی حکم جو بھی ہو ارقام فرمائیں، احقر اور احباب ان کھانوں سے اجتناب کرتے ہیں، تو مطعون ہوتے ہیں، آپ عالم نہیں یہ عالم ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں کے فتویٰ پوچھنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ فتاویٰ دارالعلوم ان عالم کے سامنے پیش کر دیا جائے، کہ اسکے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اسکے بعد ممکن ہے کہ انکا مسلک واضح ہو جائے ایصال ثواب کے کھانے کی بحث ''ردالمحتار'' کتاب الجنائز میں ہے[1]، اور شفاء العلیل[2] مستقل اسی مسئلہ پر تصنیف ہے، ''الطریقۃ المحمدیہ''[3] میں بھی اس کو خوب بیان کیا ہے، امید ہے کہ یہ چیزیں ان عالم صاحب کی نظر میں ہونگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۹۹ھ

---

[1] ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الیٰ ماقال وان اتخذطعاماً للفقراء کان حسنا وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها الخ. شامی زکریا ص۱۴۸/ج۳/ وکراچی ص۲۴۰/ج۲/ کتاب الجنائز، مطلب کراهة الضیافة من اهل المیت. شامی نعمانیه ج۱/ص۶۰۳/

[2] شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل ص۱۵۱/۱، الرسالة السابعة من مجموعة رسائل ابن عابدین ،مصنفه علامه ابن عابدین .شامی رحمه الله، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[3] الطریقة المحمدیة ص۲۱۶/ الفصل الثالث فی امور مبتدعة باطلة الخ، مطبوعه مصر،

جنازہ میت کے پاس صدقات غلہ وغیرہ جمع کرنا پھر قبل دفن تقسیم کرنا

سوال: -ماقولکم دام فضلکم فی المسئلة التی یتصدق بارزو خبز وموزوملح وفلوس علیٰ الفقراء والمساکین قبل دفن المیت بنیة ایصال الثواب عند وراء المسجد الذی یصلی فیه والحال ان عادة اهل هذه البلد کانوا یحملون هذهٖ الاشیاء الیٰ وراء المسجد المذکور قبل رفع الجنازة ثم یحملونها الیٰ المصلی وهذا العمل کان یجری بین یدی السلف اوالصالحین الاولیاء المعتبرین لاسیمابین یدی اولیاء وعلماء نرجومن المحققین المدققین من القرون هل یجوز هذا العمل والتصدق به ام لا ؟

الجواب حامداًومصلیاً

کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابهالغیره ای سواء کانت صلوة اوصوماً اوصدقة اوقراءة اوطوافاً اوحجااوعمرةً اوغیر ذلک کذافی الدرالمختار وحاشیة ردالمحتار من المجلد الثانی اول باب الحج عن الغیر[1] ونقل الادلة من الروایات الامام الزیلعی[2] والمحقق الکمال ابن الهمام[3] وغیرهما من الفقهاء المحدثین ولکن یجب الاخلاص واما الطریقة المسئول عنها فلم یثبت من السلف المجتهدین

---

[1] شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، باب صلاة الجنازة مطلب فی القراء ة للمیت شامی زکریا ص ۱۰، ۱۱/۴، باب الحج عن الغیر، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغیر،

[2] تبیین الحقائق المسمیٰ بزیلعی ص ۸۴/۲، (اول باب الحج عن الغیر) مکتبه امدادیه ملتان،

[3] (وفتح القدیر ص ۱۴۲/ج۳) باب الحج عن الغیر، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ولایخلو من الریاء والسمعة وایضا التزموا ذلک التزاما اشد من العبادات الواجبة والمستحب یصیر مکروها بالالتزام کما صرح به فی سباحة الفکر[1]،وذکر ابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی ان من البدع القبیحة مایحمل امام الجنازة من الخبزوالخرفان ویسمون ذلک بعشاء القبر فاذا وصلواالیه ذبحواذلک بعد الدفن وفرقوه مع الخبز وذکرمثله المناوی فی شرح الاربعین فی حدیث من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهوردٌّ. مشکوٰة شریف[2]ص ۲۷/ ج ۱/ قال ویسمون ذٰلک بالکفارة فانه بدعة مذمومة قال ابن امیر الحاج ولوتصدق بذلک فی البیت سرالکان عملاً صالحاً وسلم من البدعة اعنی ان یتخذ ذلک سنةوعادة لانه لم یکن من فعل من مضیٰ[3]،یعنی السلف والخیر کله فی اتباعهم اھ علم من العبارات المنقولة انه یجب الاحتراز من الطریقة المسئول عنها[4]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروه (سباحة الفکر ص ۷۲/ مصنف مولانا عبدالحی لکهنوی. مطبوعه یوسفی لکهنؤ،

[2] باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، الحدیث من روایة عائشة رضی اللّٰه عنها.

[3] (المدخل لابن امیر الحاج ص۲۶۷/۳، باب اجر من صبر علی فقد ولده، مطبوعه مصر،

[4] **ترجمہ سوال**:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں؟
میت کے دفن سے پہلے ایصال ثواب کی نیت سے چاول، روٹی، کیلے، نمک اور روپیہ تقسیم کرتے ہیں، پہلے سے اہل شہر کی یہ عادت چلی آرہی ہے، کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے یہ چیزیں اس جگہ اٹھا کر لے جائی جاتی ہیں، جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، اور دفن میت سے پہلے ایصال ثواب کی نیت سے یہ چیزیں غرباء میں تقسیم کردی جاتی ہیں، آیا سلف صالحین سے یہ عمل منقول ہے یا نہیں، نیز یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟
ترجمہ جواب:- ہر عبادت خواہ بدنیہ ہو یا مالیہ مثلاً نماز اور روزہ، صدقہ، خیرات، طواف، حج وعمرہ وغیرہ) اس کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے، جیسا کہ شامی نعمانیہ، ج ۲/ کے حج بدل میں یہ مسئلہ صراحۃً ذکر کیا گیا ہے، اور امام زیلعی اور محقق ابن الہمام نے بہت ساری روایات ..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

میت کو بعینہ صدقہ نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچتا ہے

سوال:- حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے وعظ (طریق القلندر) میں فرمایا جو حضرات پھول مالا چڑھاتے ہیں دو حال سے خالی نہیں، میت کو پہنچتا ہے یا نہیں، اگر نہیں پہنچتا ہے تو فعل عبث ہوگا، اور اگر پہنچتا ہے تو ظاہر ہے جنت کے پھول کے مقابلہ میں جو شیخ کو حاصل ہے تمہارے یہ دنیا کے پھول سو روپیہ تولہ کے عطر کے مقابلہ میں چار آنہ تولہ کا مہکتا ہوا عطر ہے، تو قبر پر پھول چڑھانا ایسا ہوا جیسا کہ سو روپیہ کے عطر سونگھنے والے کی ناک میں چار آنہ والا عطر لگا دینا، تو پھول چڑھا کر حضرت کی روح کو تکلیف دی، اس کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بطور معارضہ صدقہ طعام اور لباس وغیرہ پر قیاس کرے جس کو ہم لوگ بھی کرتے ہیں تو کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جواب ظاہر ہے کہ ہمارا عقیدہ ہی نہیں کہ یہ صدقہ بعینہ ان کے پاس پہنچتا ہے[1]، بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ اس کا ثواب نعماء جنت کی شکل میں ان کے پاس پہنچتا ہے، ہاں جو وہاں جا کر

(بقیہ گذشتہ صفحہ).....اس مسئلے کی دلیل میں ذکر فرمائی ہیں، لیکن سوال میں جو بات معلوم کی گئی ہے، نہ تو یہ سلف سے منقول ہے اور نہ ہی یہ دکھلاوے سے خالی ہے، نیز اس کو عبادات واجبہ سے زیادہ لازم سمجھتے ہیں، اور مستحب چیز کو لازم سمجھنے سے بھی مستحب چیز مکروہ ہو جاتی ہے، جیسا کہ سباحۃ الفکر نامی کتاب میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے، اور ابن امیر الحاج نے مدخل، ج ۲/ میں یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ دفن سے پہلے جو روٹی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے اور جانور ذبح کئے جاتے ہیں، یہ بدعت قبیحہ ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دفن سے پہلے کھانا وغیرہ کی تقسیم کی یہ رسم سلف سے منقول نہیں ہے، اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الذی یصل من ثوابه هل هو ثواب الانفاق او ثواب العمل فعند الجمهور یصل ثواب العمل نفسه وعندبعض الحنفية انمایصل ثواب الانفاق، کتاب الروح ص ۱۸۸، شامی نعمانیه ص ۶۰۵/۳/ کتاب الجنائز، مطلب فی قرأة للمیت واهداء ثوابها،

بھی اُرد کی پھریری دال سوڈا واٹر وغیرہ طلب کریں، اور اپنی طبعی مرغوبہ چیزوں پر فاتحہ کی وصیت کر جائیں[1]، ان پر ضرور یہ اشکال وارد ہے کہ شاید ان کے نزدیک یہ چیزیں پہنچتی ہیں، اور اس دنیا کی طبیعت مزاج وخواہش کو لے کر دنیا سے گئے ہیں، اس لئے یہیں کی چیزوں کی طلب ہے، جیسے مسافر اپنی طبیعت کے موافق ناشتہ ساتھ لے کر جاتا ہے، اور اسی کا طلب گار رہتا ہے، شاید یاد ہو کہ گاندھی جی جب ولایت گئے تھے، تو بکری اور چھوارے ساتھ لے گئے تھے، چھوارے کھاتے تھے اور بکری کا دودھ پیتے تھے، غیر ملکی غذا ان کو ناپسند تھی، تو برزخ بھی دوسرا ملک ہے، منعم علیہم شہداء وغیرہ کے لئے ان کو جنت سے غذا ملتی ہے[2]، برزخ کا دوسرا رُخ ان کے لئے جنت کی طرف ہے، جو لوگ اپنے کو جنتی تصور کرتے ہیں اور پھر برزخ میں جا کر دنیا ہی کے ناشتے طلب کرتے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کو جنت کے ناشتوں کے مقابلے میں دنیا ہی کے ناشتے پسند اور مرغوب ہیں، یا پھر ان کو جنت کا ناشتہ نہیں ملتا، بلکہ ان کی قبر کا رُخ کسی اور طرف ہے، **اعاذ نا اللّٰہ منہ**، دونوں باتیں کس قدر خطرناک ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۸۷ھ

اطعام المیت

سوال: -تعین دن یا بلاتعین کے رشتہ داروں وعام لوگوں کا کھانا مردہ کیلئے ثواب کی

---

[1] وصایا شریف ص ۹/ بحواله الجنة لاهل السنة، ص ۱۴۷/ ملاحظه هو.

[2] ولاتحسبن الذين قتلوا فی سبيل اللّٰه امواتا غير مشتعرين باللذات والنعماء بل احياء عند ربهم يرزقون من الجنة (مظهری ص ۱۷۰-۱۷۱/ج ۲، سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹، مطبوعه کوئٹه،

نیت سے کرتے ہیں، اگر کسی کو کھانا نہ کھلایا جائے، تو وہ برا مانتا ہے، مگر ایک عالم صاحب کے قول کے مطابق یہ کھانا فقط غرباء کیلئے ہے اگر وسعت ہے، امیر کو کھلانے سے ثواب نہ ہوگا، مزید یہ کہ یوں ثواب کی نیت کے بجائے مردہ پر جو فرائض رہ گئے ہیں، ان میں سے حتی الوسع کسی کی نیت کر کے فقط غرباء کو غلہ یا پکا ہوا کھانا کھلایا جائے، یا پیسے دیئے جائیں، تا کہ مروجہ رخ بدلکر ایک صحیح نیک عمل ہو اور فرض کی ادائیگی ہو سکے اس میں مردہ کا زیادہ فائدہ ہے کیا دلائل اربعہ میں سے اسکا کوئی ثبوت ہے؟ تو براہ کرم پیش فرمایا جائے، نیز عام لوگوں کے نام پر نیت کیا ہوا کھانا اپنے لئے ناجائز سمجھتے ہیں کیا کسی درجہ میں کراہت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصال ثواب کے لئے اگر کچھ صدقہ دیا جائے تو وہ غرباء کو دیا جائے، رشتہ داروں کو تقریب کی صورت میں جمع کرنا اور کھلانا غلط طریقہ ہے، یہ صورت خیر القرون سے ثابت نہیں، عامۃً یہ ناموری اور فخر کے لئے کیا جاتا ہے، ایسے کھانے کو حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے، "عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِئِيْنَ اَنْ يُّؤْكَلَ رواه ابوداؤد[1] مشكوٰة شريف، ص۲۷۹[2]۔

"انما كره لمافيه من المباهات اھ مرقات[3]، يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لافى الشرور وهى بدعة مستقبحة رواه الامام احمد[4]

---

[1] ابوداؤد شريف ص۵۲۷/ ج۲/ كتاب الاطعمه، باب فى طعام المتبارين، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند،

[2] مشكوٰة شريف ص ۲۷۹/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب الوليمة.

ترجمه:- نبی کریم ﷺ نے فخریہ طور پر کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

[3] مرقاة ص۴۵۴/ ج۳/ (مطبوعه بمبئى) باب الوليمة تحت الحديث المذكور .

۴ مسند احمد ص ۲۰۴/۲، حدیث جریر بن عبد اللہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

وابن ماجۃ[1] باسناد صحیح عن جریر بن عبداللّٰہ قال کنا نعد الاجتماع الیٰ اھل المیت ووصنعھم الطعام من النیاحۃ اھ الی قولہ وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بھا وجہ اللّٰہ تعالیٰ اھ" شامی ص ۶۰۳/ ا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند

غاسلِ میت کو غلہ دینا

سوال: -بعض جگہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی میت ہوتی ہے تو اس میت کے وارث من یا دو من غلہ میں سے نکال کر ایک طرف کونہ میں ڈال دیتے ہیں، میت کے دفن سے پہلے وہ اناج غسل دینے والے کو دیتے ہیں، یہ غلہ اس طرح سے دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پابندی سے اناج کو اول جدا کر دیتے ہیں، بے اصل ہے غسل مفت دینے سے بہت ثواب[3]

۱ ابن ماجہ ص ۱۱۶/ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الخ.

۲ شامی زکریا ص ۱۴۸/ ج۳/ کتاب الجنائز، مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ الخ، طحطاوی ص ۵۱۰/ احکام الجنائز، فصل فی حملھا ودفنھا، مطبوعہ مصر، بزازیۃ علی ھامش الھندیہ ص ۸۱/ ج۴/ الفصل الخامس والعشرون، فی الجنائز، نوع آخر ذھب الی المصلی الخ،

۳ یاعلی غسل الموتی فانہ من غسل میتا غفرلہ سبعون مغفرۃ لوقسمت مغفرۃ منھا علی جمیع الخلائق لوسعتھم، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۲۱/ کتاب الجنائز، مطبوعہ دمشق ص ۴۶۹/ مطبوعہ مصر،

ترجمہ :- اے علی رضی اللہ عنہ مردوں کو غسل دیا کرو، اس لئے کہ جو شخص کی مردہ کو غسل دیتا ہے اس کی ستر مغفرت کے ساتھ مغفرت کی جاتی ہے، اگر ان میں سے ایک مغفرت تمام مخلوق پر تقسیم کردی جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔

ہوتا ہے، تاہم بوقت ضرورت اجرت دیکر غسل دلوانا بھی درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انتقال پر کھانا دینا

سوال:- اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو رسم ہے کہ اس کی خوراک کا کھانا مسجد میں پہنچاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرنے کے بعد اس کی خوراک کا سوال ختم ہو گیا، جو کچھ اس نے چھوڑا ہے ترکہ ہے، جو کہ ورثاء کا حق ہے، بالغ ورثاء حسب توفیق جو کچھ مشروع طریقہ پر ثواب پہنچائیں وہ مفید اور نافع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۰ھ

---

[1] الافضل ان یغسله مجانا وان ابتغی الغاسل اجرا جاز ان کان ثمة غیره والا لالتعیّنه علیه (طحطاوی علی المراقی ص ۳۱۲/ مطبوعه دمشق ص ۴۶۹/ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۹۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی حدیث کل سبب الخ، مطبوعه مصر)

[2] وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابها لغیر ه من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عنداهل السنة والجماعة (الشامی نعمانیه ،ص ۶۰۵/ ج ۱/ شامی زکریا ، ص ۱۵۲/ ج۳/ باب صلاة الجنازة،مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها له ،طحطاوی

علی المراقی ص ۵۱۴/ فصل فی زیارۃ القبور مصری (زیلعی ص ۸۳/ ج ۲) باب الحج عن الغیر، مطبوعہ ملتان، البحر الرائق ص ۵۹/ ج ۳/ باب الحج عن الغیر، مطبوعہ کوئٹہ.

توشۂ میت

سوال: - ہر جمعرات کو فاتحہ خوانی کرانا کہ اس سے روحیں خوش ہوتی ہیں، اسی طرح میت کے توشہ یعنی دفن کرنے سے پہلے گندم، نمک، صابن وغیرہ تقسیم کرنا عندالشرع ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ایصال ثواب بلاکسی غیر ثابت شدہ پابندی کے مفید اور نافع ہے اور کتب حدیث[1] وفقہ[2] سے ثابت ہے، کسی دن کی پابندی مثلاً جمعرات کی پابندی ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے، اسی طرح کسی تاریخ کی پابندی مثلاً ۱۱/ربیع الثانی ۱۵/شعبان، ۱۰/محرم وغیرہ کی پابندی

[1] "عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمّی اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاظُنُهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقَتْ عَنْهَا قَالَ نَعَمَ. السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۶۲/ ج ۴. (مطبوعہ دارالفکر بیروت) کتاب الجنائز باب مایستحب لولی المیت من التصدق عنه الخ.

ترجمہ: - حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے، میرا خیال ہے کہ اگر وہ بولنے پر قادر ہوتی تو صدقہ کرتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اجر ملے گا آپ نے فرمایا ہاں۔

[2] صرح علماء نافی باب الحج عن الغیر بأن للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوماً اوغیرها الی قوله وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاء یصل ثوابها الیهم عند اهلا لسنة والجماعة، شامی زکریا ص ۱۵۱/ ۱۵۲، ج ۳/ باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابهاله، البحر الرائق

ص ۵۹ / ج ۳ / باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴ / فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصری،

ثابت نہیں یہ بھی بدعت ہے[1]، اسی طرح کسی شئی کی پابندی مثلاً حلوہ، کھچڑا، شربت، پیڑے وغیرہ بھی ثابت نہیں، یہ بھی بدعت ہے، اسی طرح کسی جگہ کسی ہیئت وغیرہ کی پابندی بدعت ہے، میت کے ساتھ توشۂ مسئولہ بھی ثابت نہیں بدعت ہے، طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں اس کی تصریح موجود ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

found.

---

[1] ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ، طحطاوی مع المراقی ص ۵۱۰، احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۱۴۸، ج ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة،

[2] من البدع القبیحة مایحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان ویسمون ذٰلک عشاء القبر (الیٰ قوله) ویسمون ذٰلک بالکفارة فانه بدعة مذمومة (طحطاوی علی المراقی ص ۵۰۰ /

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

فرائض وعیدین کے بعد مصافحہ

مصافحہ بعد نماز

سوال: - بعد نماز جمعہ، بعد نماز عیدین، بعد نماز صبح مسجد میں مصافحہ کیا جاتا ہے، اسکا حنفی مسلک میں کیا حکم ہے اور نہ کرنے والوں پر کیا گناہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مصافحہ کے لئے شریعت نے ابتداء ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرنا شرعاً بے دلیل ہے غلط ہے، بدعت مکروہہ ہے، طریقۂ روافض ہے، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، وغیرہ سب سے علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ایسا ہی نقل کیا ہے ''**ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلوة بکل حال لان الصحابة(رضی اللّٰه عنهم) ماصافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مکروهة لااصل لها فی الشرع وانه ینبه فاعلها اولاویعزرثانیاً ثم قال ابن الحاج من المالکية فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لافی ادبار**

الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذٰلک ويزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة[1]۔(ردالمختار، ص ۲۴۴/ ج۵/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد امام سے مصافحہ

سوال:-نماز ختم ہونے پر امام سے کھڑے ہوکر لوگوں کا ہاتھ ملانا کہاں تک درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شامیؒ نے اس کو بدعت قبیحہ لکھا ہے، اسلئے کہ قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں اور روافض کا شعار ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصافحہ بعد الفجر والعصر

سوال:-زید کہتا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے، اور صحاح ستہ سے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول وفعل وعمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ اور

---

[1] شامی نعمانیه، ص ۲۴۴/ ج۵/ وشامی زکریا، ص ۵۴۷/ ج۹/ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء. مرقاة، ص ۵۷۵/ ج۴/ باب المصافحة والمعانقه (مطبوعه بمبئی) السعایه ص ۲۶۵/ ج۲/ باب صفة الصلوٰة قبيل الفصل فی القراءة، مطبوعه سهيل اكيڈمی،

[2] ان المواظبة عليها بعد الصلوٰة خاصة قديؤدی الجهلة الی اعتقاد سنتيها فی خصوص هذه المواضع لم يفعلها احدمن السلف فی هذه المواضع ولأ نها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لااصل لها فی الشرع، شامی زکریا ص ۵۴۷/ ج۹/ باب الاستبراء وغيره، شامی کراچی ص ۳۸۱/ ج۶، مرقاة شرح مشكوة ص ۵۷۵، ج۴، باب المصافحة، والمعانقة، مطبوعه بمبئی،

جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے، اور نہ انکے عمل سے ثابت ہے، ایسا ہی عصر کی نماز کے بعد بھی کہتا ہے جائز نہیں، عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز ولازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر وعصر کے بعد سنتیں نفلیں نہیں ہیں، اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی وضروری ہے، زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد رسم کرلی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے کہ یہ رسماً مصافحہ جائز ہے، لہٰذا زید وعمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہؒ کے قول وعمل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے[1] اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہئے، شریعت نے اس کا وقت ابتداء ملاقات کے وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا[2]، پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرلینا خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً ہی ہو یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا بلا دلیل ہے، اور ایک مطلق کو مقید کرنا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں، جیسے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو داہنی یا بائیں کسی جانب

---

[1] قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم مَامِنْ مُسْلِمِيْنَ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَاً. (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۱/ باب المصافحة والمعانقة) مطبوعه یاسر ندیم.

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہیں دو مسلمان جو ملاقات اور مصافحہ کریں، مگر یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

[2] المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لافی ادبار الصلوٰة، شامی زکریا ص ۵۴۷/ ج ۹/ شامی نعمانیه ص ۲۴۴/ ج ۵/ کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، مرقاة شرح مشکوة ص ۵۷۵/ ج ۴/ باب المصافحة والمعانقة، مطبوعه بمبئی.

کا التزام نہ فرماتے[1]۔

پس اگر کوئی شخص داہنی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ شیطان کا حصہ ہے[2]، حالانکہ نماز کے بعد انصراف ہوتا ہی ہے، اور فی نفسہ داہنی جانب کو بائیں جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئتِ خاصہ غیر ثابتہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے، درمختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت مباحہ کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نوویؒ حنفی نہیں ہیں، شافعی المذہب ہیں، نیز انہوں نے کسی حدیث یا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے یا قول مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ صراحۃً رد کیا ہے، ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے، علاّمہ ابن الحاج مالکیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے، اس کو منع کر دیا جائے، اور ڈانٹ دیا جائے، حنفیہ کی معتبر کتاب ''ملتقط'' سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا، اور یہ

---

[1] عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِہٖ (وفی روایۃ أخری) ''عَنْ اِبْنِ مَسْعُودٍ لَقَدْ رَأیتُ رَسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلَم کَثِیْراً یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِہٖ'' (مشکوٰۃ شریف، ص۸۷/باب الدعاء فی التشھد، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] عن الاسود قال قال عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: لایجعل احد کم للشیطان شیئًا من صلوٰتہ، یری ان حقاً علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ، لقدرایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ، صحیح البخاری ص۱۱۸/ ج۱/ کتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

تو روافض کا طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں، علاّمہ شامی حنفیؒ نے ان نقول کو[1] ردالمحتار، ص۲۴۴/ج۵/میں لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

"ان المواظبة عليها بعد الصلوٰة خاصة قديؤدى الجهلة الىٰ اعتقاد سنتيها فى خصوص هذه المواضع وان لها خصوصية زائدة علىٰ غيرهامع ان ظاهر كلامهم انه لم يفعلها احدمن السلف فى هذه المواضع ونقل فى التبيين عن الملتقط انه تكره المصافحة بعد اداء الصلوٰة بكل حال لان الصحابة رضى الله عنهم ماصافحوا بعداداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر، ص۴۵/ج۴/من الشافعية انها بدعة مكروهة لااصل لها فى الشرع وانه ينبه فاعلها اولاً ويعزّرثانيا ثم قال وقال ابن الحجاجؒ من المالكية فى المدخل ص۲۸۸/ ج۲/[2] انها من البدع وموضع المصافحة فى الشرع انما هوعند لقاء المسلم لاخيه لافى ادبار الصلوٰة فحيث وضعها الشرع يضعها فينهىٰ عن ذٰلک ويزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة، عَنْ عَبْدِاللّٰه بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَايَجْعَلُ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئاً مِنْ صَلٰوتِهٖ يَرىٰ اَنَّ حَقّاً عَلَيْهِ اَنْ لَّايَنْصَرِفَ اِلَّاعَنْ يَّمِيْنِهٖ لَقَدْرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ كَثِيْراً يَنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ. (مشكوٰة شريف[3] ص۸۷/)

امام نوویؒ شافعی ہیں خود شوافع ان کے قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتاویٰ کبریٰ فقہیہ[4] ص۴۵/۴۷/ج۴/میں لکھا ہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے

---

[1] شامی زکریا، ص۵۴۷/ج۹/کتاب الحظروالاباحة(باب الاستبراء وغيره)مرقاة ص۵۷۵/ج۴/ باب المصافحه، مطبوعه بمبئی، سعاية ص۲۶۵/ج۲/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه لاهور.

[2] المدخل ج۲/ص۲۸۸/ (مطبوعه مصر) فصل فى سلام العيد، مطبوعه مصر،

[3] مشكوٰة شريف ص۸۷/ باب الدعاء فى التشهد. الفصل الاول، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

[4] الفتاوىٰ الكبرىٰ ص۲۲۷/ ج۴/ باب السير، مكتبه دارالكتب العلميه.

بدعت ہے مکروہ ہے، جو شخص ایسا کرے اس کو اوّل تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے یعنی سزا دی جائے، مالکیہ بھی اس کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں جیسا کہ المدخل، ص ۲۸۸/ج ۲/ میں ہے[1]، حنفیہ بھی اس کو ممنوع لکھتے ہیں جیسا کہ مجالس الابرار، مجلس ۸/[2] اشعۃ اللمعات، ص ۲۰/ج ۴/[3] عزیز الفتاویٰ، ص ۴۰۳/ج ۱/[4] میں ہے بعض اہل مطالعہ کو درمختار کی عبارت سے شبہ ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کر رہے ہیں، جو کہ حنفی نہیں، اسی پر ''ردالمحتار میں[5]'' اس کی تردید کیلئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی ہیں، شرح عقود رسم المفتی[6] میں لکھا ہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتا ہے، بعض مرتبہ غیر مختار، غیر مفتیٰ بہ، مرجوح، ضعیف قول نقل کر دیتے ہیں، اس لئے محض اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک مأخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایسی چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامیؒ اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں، کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتیٰ بہ ہے، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس مصافحہ والے

---

[1] المدخل ص ۲۸۸/ج ۲/ فصل فی سلام العید، مطبوعہ مصر.

[2] مجالس الابرار ص ۳۱۷/ المجلس الخمسون فی بیان المصافحة،

[3] اشعة اللمعات ص ۲۲/ج ۴/باب المصافحة والمعانقة.

[4] عزیز الفتاویٰ ص ۱۲۸/ج ۲/ مطبوعہ کراچی، کتاب السنة والبدعة.

[5] شامی زکریا ص ۵۴۷/ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ.

[6] قلت فحیث علمت وجوب اتباع الراجح من الاقوال وحال المرجح له تعلم انه لاثقة بما یفتی به اکثر اهل زماننا بمجرد مراجعة کتاب من الکتب المتاخرة خصوصاً غیر المحررة کشرح النقایة للقهستانی والدرالمختار والاشباه والنظائر ونحوهافانها لشدة الاختصاروالا یجاز کادت تلحق بالالغاز مع ما اشتملت علیه من السقط فی النقل فی مواضع کثیرة وترجیح ماهو خلاف الراجح بل ترجیح ماهومذهب الغیر قال شیخنا صالح الحنفی انه لایجوز الا فتاء من هذه الکتب الااذاعلم المنقول عنه والاطلاع علی ماخذ هاالخ شرح عقود رسم المفتی، ص ۳۶-۳۵/مطبوعہ سعیدیہ سہارنپور.

مسئلہ میں تنبیہ کردی ہے، جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاء. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۹ھ

عید کے بعد مصافحہ

سوال:- اگر کہیں پر فتنہ کا خوف ہو تو وہاں عید میں مصافحہ کے ساتھ گلے مل سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتنہ کا خوف کیا ہے، کیا مارینگے یا جیل بھیجیں گے بہت سے بہت دو چار فقرے کہہ دینگے، سو وہ اب بھی کہتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۱ھ

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے، جواب کتب فقہ سے دیں؟

---

[1] قال اللّٰه تعالیٰ یجاهدون فی سبیل اللّٰه ولایخافون لومة لائم، ای لایردهم عماهم فیه من طاعة اللّٰه واقامة الحدود، وقتال اعدائه، والامر باالمعروف والنهی عن المنکر لایردهم عن ذٰلک راد ولایصدهم عنه صاد، مختصر تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۸/ ج ۱/ سورۃ المائدہ الآیة ۵۴/ مطبوعه دار الفکر.

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں بعض جگہ عید کا مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ بدعت اور مکروہ ہے، شامی کی پانچویں جلد میں فقہ کی متعدد کتب سے اس کا بدعت اور ممنوع ہونا نقل کیا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصافحہ بعد العیدین

سوال:- یہاں گذشتہ سال ایک اشتہار اور امسال ایک رسالہ شائع ہوا ہے، جس میں بعد عیدین مصافحہ ومعانقہ کا مسنون ہونا ظاہر کیا گیا ہے، اس جواب میں ایک صاحب نے ''ردتحفہ'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جو جناب کی خدمت میں ارسال ہے، جناب اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح فرماویں، اور اس سلسلہ میں اگر مزید اقوال علماء وکتب معتبرہ سے معلوم ہوسکیں ان کو مع نشان صفحہ وجلد تحریر فرما کر ممنون فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علاّمہ شامی[2] نے کتاب الجنائز میں بھی اس مصافحہ کو رد کیا ہے، تحت قول الدر

---

[1] ونقل فی التبیین عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة رضی اللہ عنہم ماصافحوا بعداداء الصلاة ولانها عن سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجرعن الشافعیه انها بدعة مکروهة لااصل لها فی الشرع الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۷/ج۹/ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیره (المد خل ص،۲۸۸/ج۲/ فصل فی سلام العید مطبوعه مصر) شامی زکریا ص ۱۴۱/ج۳/ باب صلوٰة الجنازة مطلب فی دفن المیت مرقاة شرح مشکوٰة ، ص۵۷۵/ج۴/ باب المصافحة والمعانقة مطبوعه بمبئی.

[2] وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتاده عقیب الصلوٰة (الشامی نعمانیه ص ۶۰۰/۱، شامی زکریا ص ۱۴۱/۳، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت،

یقول واضعه باسم اللّٰه وباللّٰه بعنوان تنبیه، مدخل ص ۲۸۸[1] ج ۲ رکی عبارت یہ ہے "اما المعانقه فقد کرهها مالکؒ واجازها ابن عیینة اعنی عند اللقاهن غیبة کانت وامافی العیدلمن هوحاضر معک فلا اما المصافحة فانها وضعت فی الشرع عند لقاء المؤمن لاخیه واما فی العیدین علیٰ مااعتاده بعضهم عندالفراغ من الصلوٰة یتصافحون فلا اعرفه لکن قال الشیخ الامام ابوعبداللّٰه ابن النعمان انه ادرک بمدینة فاس، والعلماء العاملون بعلمهم بها متوافرون انهم کانوا اذا فرغوامن صلوٰة العید صافح بعضهم بعضا فان کان یساعد النقل عن السلف فیاحبذا وان لم ینقل عنهم فترکه اولیٰ اھ ".

امام نوویؒ فرماتے ہیں "المصافحة سنة عندالتلاقی واما تخصیص الناس لهابعد هاتین الصلوٰتین (ای الفجر والعصر) فمعدود فی البدع المباحة والمختار انه ان کان هذا الشخص قداجتمع هو وهو قبل الصلوٰة فهو بدعة مباحة کماقیل وان کانالم یجتمعا فهو مستحب فانه ابتداء اللقاء اھ فتاوی النووی، ۸۲[2]

ملاعلی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شروع باب المصافحہ والمعانقہ میں[3] میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات[4] میں، مجالس الابرار، ص ۳۱۷[5] میں فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۵ / ج ۱[6] امدادالفتاویٰ، ص ۵۸ / ج ۴[7] فتاویٰ ابن حجر مکی[8] ص ۴۵/۴۶ / ج ۴ / میں، فتاویٰ دارالعلوم[9]

---

[1] المدخل ج ۲ / ص ۲۸۸ / (مطبوعه مصر) فصل فی سلام العید.

[2] فتاویٰ النووی ص ۲۶ / مطبوعه التوفیق دمشق.

[3] مرقاة المفاتیح ص ۵۷۵ / ج ۴ / باب المصافحة والمعانقة، مطبوعه بمبئی،

[4] اشعة اللمعات ص ۲۲ / ج ۴، مطبوعه نول کشور لکهنؤ،

[5] مجالس الابرار، المجلس الخمسون فی بیان المصافحة، ص ۳۱۷.

[6] فتاویٰ رشیدیه ص ۸۳ / ج ۱ / کتاب البدعات، مطبوعه رحیمیه دیوبند .

[7] امدادالفتاویٰ ص ۲۶ / ج ۵ / کتاب البدعات مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند .

[8] فتاویٰ کبری لابن حجر مکیؒ ص ۲۲۷ / ج ۴ / باب السیر، دارالکتبه العلمیه بیروت.

[9] فتاویٰ دارالعلوم للمفتی عزیزالرحمٰنؒ ص ۱۲۸ / ۱، کتاب السنة والبدعة، طبع کراچی،

میں، ص ۱۴۴/ پر اس تخصیص کو بدعت قرار دے کر اس سے منع کیا ہے، حافظ بن حجرؒ نے علاّمہ نووی کا کلام نقل کر کے لکھا ہے "قلت و للنظر فیه مجال فان اصلَ صلوٰة النافلة سنةٌ الخ" (فتح الباری[1] ص ۴۷/ ج ۱۱/)

البتہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح، ص ۲۸۹[2]/ باب احکام العیدین میں لکھا ہے "و کذا تطلب المصافحة فهی سنة عقب الصلوٰة کلها و عند کل لقاء اھ" مگر اس کا حوالہ نہیں دیا، یہ امام نوویؒ سے ہی بعض مسائل نقل کرتے ہیں، کیا بعید ہے کہ یہ بھی وہیں سے نقل کیا ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا طریقہ مروجہ بدعت ہے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/ محرم ۷۰ھ

عید ملنا

سوال:- معانقہ بعد نماز عیدین رسماً ہو یا سنت سمجھ کر کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز یا بدعت ہے تو اگر روکنے سے حرج عظیم کا خطرہ ہو تو روکے یا نہیں؟ اور اگر اس خیال سے کرے کہ دلوں میں سینہ بسینہ مل کر محبت پیدا ہوگی، کینہ وحسد دور ہوگا، آپس میں میل جول ہوگا، تو کیا حکم ہے؟

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم
رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

---

[1] فتح الباری، ص ۳۲۴/ ج ۱۲/ کتاب الاستئذان (باب المصافحه، مکتبه نزار مصطفی البازمکه مکرمه.

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۴۳۵/ باب احکام العیدین، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدین کا معانقہ روافض کا شعار ہے[1] اس سے پورا پرہیز کیا جائے دل میں کینہ اور حسد رکھتے ہوئے محض عید کو معانقہ کر لینے سے ہرگز سینہ صاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۸۸ھ

عید ملن

سوال: -عیدگاہ کی واپسی پر مسلمان آپس میں نہایت محبت اور خلوص سے ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟ یا اس کے بدعت ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عید ملنا (مصافحہ اور معانقہ کرنا) بے اصل ہے علاّمہ شامی[2] نے اس کو روافض کا شعار لکھا ہے، یہ بدعت قبیحہ ہے اس کا ترک کرنا لازم ہے، اس طرح مبارک باد دینا کہ ''**تقبل اللّٰہ منا ومنکم**'' درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۸۸ھ

---

[1] ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعداداء الصلوٰة بکل حال لان الصحابة رضی اللہ عنہم ماصافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیة انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع (الشامی نعمانیه، ص ۲۴۴/ ج۵/ باب الاستبراء وغیره. شامی زکریا، ص ۵۴۷/ ج ۹.

[2] حواله مذکوره بالا.

[3] رواه الحافظ ابن حجر عن تحفة عید الاضحیٰ لابی القاسم المستملی بسند حسن کان اصحاب رسول اللّٰه ااذا التقوایوم العید یقول بعضهم لبعض تقبل اللّٰه منا ومنکم (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ۵۳۵-۵۳۴/ باب احکام العیدین) مطبوعه مصری، شامی کراچی ص ۱۶۹/ ج۲/ باب العیدین، مطلب، یطلق المستحب علی السنة،

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ

سوال:- ہمارے یہاں شافعی مسلک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا "اِنَّ اللّٰہ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یاایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یامعشر المسلیمن رحمکم اللّٰہ قدر وی فی الخبرعن سید البشر شفیع امتہ فی یوم المحشر سید الاشراف ومتمم مکارم الاخلاق والاوصاف سید العرب والعجم محمدبن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف انہ اذا صعد الخطیب علیٰ المنبر ثم خطب فلایتکلم احدکم من تکلم فقد لغاومن لغا فلاجمعۃ لہٗ انصتوا رحمکم اللّٰہ فاستمعوا یغفر اللّٰہ تعالیٰ لنا ولکم ولوالدینا ولوالدیکم واستاذنا ولاستاذکم وجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات" مؤذن کھڑا ہوکر پڑھتا ہے اور عصا اپنے ہاتھ سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے، جس کو خود مؤذن پڑھتا ہے "اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاَذِلَّ الشِّرْکَ وَالْمُشْرِکِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہوکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اذان دی جاتی ہے، خطبۂ اولیٰ ختم ہوجانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے، اور سب آمین کہتے ہیں دعا یہ ہے "اَللّٰھُمَّ اَخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ بِحُرْمَتِکَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ وَاَکْرِمِ الْکَرِیْمَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اس کے بعد خطبۂ ثانیہ ہوتا ہے، بعدہٗ نماز پڑھی جاتی ہے، نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام ومصافحہ کرنے لگتے ہیں، اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں ایک صاحب وہ دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں، پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث

شریف میں ان دعاؤں کا وجود نہیں ہے، لہٰذا حضرت والا سے استدعا ہے کہ مکمل ومدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں یا حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں، اوران کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ سے پہلے ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں، فقہ حنفی کی مبسوط کتاب ردالمحتار، ص ۲۲۴/ج ۵[1] میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو بدعت ممنوعہ اور طریقۂ روافض لکھا ہے، جس کا ترک لازم ہے، حافظ ابن حجر شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ "**انها بدعة مكروهة لااصل لها فى الشرع وينبه فاعلها اولاً ويعزر ثانياً** اھ[2] یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ومکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے جو ایسا کرے اس کو اولاً تنبیہ کی جائے، نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۰ھ

---

[1] ونقل فى تبيين المحارم عن الملتقط انه تكره المصافحة بعداداء الصلوٰة بكل حال لان الصحابةؓ ماصافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض شامى زكريا، ص ۵۴۷/ ج ۹/ ونعمانيه ص ۲۴۴/ ج ۵/ كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، مدخل ص ۲۸۸/ ج ۲/ فصل فى سلام العيد، مطبوعه مصر، مرقات ص ۵۷۵/ ج ۴/ باب المصافحة والمعانقة (مكتبه بمبئى) اشعة اللمات ص ۲۲/ ۴، مطبوعه نول كشور لكهنؤ،

[2] شامى زكريا ج ۹/ ص ۵۴۷/ كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا

اذان میں رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال: -اذان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے، اور جو انگھوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے، اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کا جواب دینا سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے[1]، اذان میں نام مبارک سنکر انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

---

[1] وفی الجوهر ان اجابة المؤذن سنة (مجمع الانهر، ص ۱۱۶/ج ۱) باب الاذان مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. فی شرح المنار للشیخ زین الاصح انه یأثم بترک الموکدة لانها فی حکم الواجب والاثم مقول بالتشکیک فهوفی الواجب اقوی منه فی السنة الموکده (طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۱، فصل سنن الوضوء)

کتاب الفردوس میں وہ روایت موجود ہے لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس میں موضوع روایت بہت ہیں[1]، موضوع روایت[2] وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اور نے جھوٹ بات حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہو، کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں بھی یہ روایت موجود ہے لیکن علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ فتاویٰ صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے[3]، اس پر فتویٰ دینا درست نہیں، علامہ ابن عابدینؒ نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وذکر ذٰلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئی اھ شامی ج ۱/ ۲۶۷[4]

جراحیؒ نے اس مسئلہ میں طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود نہیں جس سے انگوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ عزیزی ص ۸۴/ ج ۲/ بیان آنکہ سیوطی در تصانیف خود ربط ویابس بسیار می آرد، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] فالقسم الاول وھو الطعن بکذب الراوی فی الحدیث النبوی ھو الموضوع، نخبۃ الفکر ص ۵۶،

[3] ومن الکتب الغیر المعتبرۃ مشتمل الاحکام لفخر الدین الرومی الی قولہ وکذا کنز العباد فانہ مملؤ من المسائل المواھیۃ والاحادیث الموضوعۃ لاعبرۃ لہ لاعند الفقھا، ولا عند المحدثین ..... وکذا الفتاوی الصوفیۃ لفضل اللہ محمد بن ایوب ..... قال المولی البرکلی الفتاوی الصوفیۃ لیست من الکتب المعتبرۃ فلا یجوز العمل بما فیھا الا اذا موافقتھا للاصول، النافع الکبیر ص ۳۰/ ومن الکتب الغیر المعتبرۃ، مطبوعہ احمدی لکھنؤ،

[4] الشامی نعمانیہ ص ۲۶۷/ ج ۱/ شامی زکریا، ص ۶۸/ ج ۲/ باب الاذان مطلب فی کراھۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد.

اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال:- اشہدان محمد رسول اللہ پر انگوٹھا چومنا اور ہر سنت کے بعد دعا مانگنا فرض نماز کے بعد دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر پھر زمین پر لگانا پھر کان کی لو پکڑنا (توبہ کا طریقہ سمجھ کر) کیسا ہے، تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدَرَّسُوْلُ اللّٰه'' پر انگوٹھے چومنا اور اس کو ثواب سمجھنا شرعاً ثابت نہیں[1]، دعا ہر نماز فرض، سنت نفل کے بعد درست ہے[2]، توبہ کا یہ طریقہ جو کہ عوام میں رائج ہے، قابل اتباع نہیں بلکہ قابل ترک ہے، تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویستحب أن یقال عندسماع الاولی من الشهادة صلی اللّٰه علیک یارسول اللّٰه وعند الثانیة منها قرة عینی ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابهامین علیٰ العینین الیٰ ماقال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی .شامی زکریا ،ص ۶۸/ ج۲/ باب الاذان.

[2] روی ابن السنی عن ابی امامة مادنوت من رسول اللّٰه ﷺ فی دبرصلوٰة مکتوبة ولا تطوع الاسمعته یقول اللّٰهم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلها.الحدیث،کتاب الیوم واللیلة ص ۳۲/ مکتبه دائره المعارف عثمانیه حیدرآباد.

ترجمہ:-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قریب نہیں ہوا مگر میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا، اے اللہ میرے تمام گناہ اور میری تمام خطائیں بخشدے۔

[3] ودل الحدیث علی انه اذا لم یرفع یدیه فی الدعا لم یمسح بهما وهوقید حسن طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۱۷۴/دمشق، مطبوعه مصری ، ۱۵۷/ باب الامامة، فصل فی صفة الاذکار الواردةالخ .

اذان کے بعد انگوٹھا چومنا

سوال:- بعض لوگ اذان کے بعد انگوٹھا چومتے ہیں، اس کے بارے میں کوئی حدیث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شامی نے تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس کے واسطے کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں، ردالمختار، ص ۲۶۷/ج ۱[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال:- اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھا چومنا، مولانا عبدالشکور صاحب نے کنزالعمال سے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے نام پر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہے یہ صیغے حاضر کے ہیں، تو کیا آنحضرت ﷺ کو حاضر تصور کریں، بہارشریعت میں بحوالہ ردالمحتار لکھا ہے کہ جب مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہے تو سننے والے درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں سے لگائے اور کہے "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْل اللّٰہ اَللّٰھُمَّ متعْنِی بِالسَّمعِ وَالْبَصَرِ" قول مفتی بہ ہے یا ردالمحتار نے کچھ تنقید کی ہے؟

---

[1] ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شی (الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ، ص ۲۶۷/ج ۱) شامی زکریا، ص ۶۸/ج ۲/ باب الاذان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حدیث کو بحوالہ فردوس دیلمی نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات[1] ص ۴/ میں لکھا ہے "لایصح" اور ابوالعباس متصوف کی سند کو لکھا ہے "فیه مجاهیل[2]" اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے[3] پس اس کو سنت ہدیٰ سمجھ کر بطور عبادت کرنا بے اصل بلکہ بدعت ہے، اسلئے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اسی طرح کرے، جس سے دوسروں کو سنت وثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے، کنز العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں موضوعات بھی ہیں "ردالمحتار[4]" میں اس کو "کنز العباد" کے حوالہ سے نقل کیا ہے، جس کا درجہ کنز العمال سے بھی کمتر اور ضعیف ہے، اس میں ایسی روایات ضعیفہ موضوعہ اور مسائل غریبہ ہیں جن پر فتویٰ ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔

النافع الکبیر[5] میں اس کتاب کا حال مذکور ہے، فردوس دیلمی کے متعلق بستان المحدثین[6]

---

[1] ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق انه لماسمع قول المؤذن اشهدان محمدا رسول اللّٰه قال مثله وقبل بباطن الانملتین السبابة الخ (تذکرة الموضوعات، ص ۳۴) باب الاذان ومسح العینین فیه ونحوه، مطبوعه مصر، موضوعات کبیر ص ۶۴/ المقاصد الحسنة ص ۳۸۵، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] ایضاً،

[3] ایضاً،

[4] یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی اللّٰه علیه علیک یارسول اللّٰه الیٰ قوله کذا فی کنز العباد، شامی کراچی، ج ۱/ص ۳۹۸/باب الاذان.

[5] وکذا کنزالعباد فانه مملوء من المسائل الواهیة والا حادیث الموضوعة لاعبرة له لاعندالفقهاء ولا عند المحدثین قا ل علی القاری فی طبقات الحنفیه علی بن احمد العوری له کتاب جمع فیه مکروهات المذهب سماه مفید المستفید الخ (النافع الکبیر ص ۲۹، مطبوعه احمدی لکهنؤ)

[6] بستان المحدثین اردو فارسی ص ۱۶۲/ بحث فردوس الدیلمی، مطبوعه کراچی.

صفحہ۶۱/ پر مصنف کا حال نقل کرتے ہوئے کہا ہے "اما دراتقان معرفت وعلم اوقصوریست درسقیم وصیحح احادیث تمیز نمی کندولهٰذا اودریں کتاب ''فردوس'' موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج اھ قہستانی اور فتاویٰ صوفیہ سے بھی استحباب نقل کیا ہے[۱]۔ خود علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل[۲] اھ''

ملاّ علی قاریؒ[۳] نے لکھا ہے "لقد صدق عصام الدین فی حق القهستانی انه لم یکن من تلامذة شیخ الاسلام الهروی لامن اعالیهم ولامن ادانیهم وانما کان دلال الکتب فی زمانه ولاکان یعرف بالفقه وغیره بین اقرانه ویؤیده انه یجمع فی شرحه هذا بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیرتحقیق ولاتصحیح وتدقیق فهو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی اللیل''

فتاویٰ صوفیہ کے متعلق عمدۃ الرعایہ میں برکلی سے نقل کیا ہے" انها لیست من الکتب المعتبرة فلایجوز العمل بما فیها الااذاعلم موافقتها للاصول اھ[۴]''

نیز علاّمہ شامیؒ نے اس کو بلاتنقید نہیں چھوڑا ان کتب کا حوالہ دینا بھی تنقید ہے، پھر اخیر میں ہے "لم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء اھ[۵]'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

۳/محرم الحرام ۷۰ھ مظاہر علوم سہارنپور

---

۱ شامی کراچی ص۳۹۸/ج۱/باب الاذان.

۲ تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ص۳۲۴/ج۲/کتاب الحظر والاباحة.

۳ مقدمه عمدة الرعایة علی شرح الوقایه، ج۱/ص۱۱/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند کشف الظنون ج۲/ص۱۹۷۲/ النقایة مختصر الوقایة، مطبوعه دارالفکر،

۴ مقدمه عمدة الرعایة، ج۱/ص۱۲/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

۵ شامی نعمانیه، ج۱/ص۲۲۷/ وشامی زکریا، ج۲/ص۶۸/باب الاذان.

بوقتِ اذان تقبیلِ ابھامین

سوال: -مایقول علماء الفقهة والاعتقاد فی مسئلة رجل سمع النداء فلما بلغ الموذن عند قول اشهد ان محمد ارسول اللّٰه فقبل ابهامیه فوضع علیٰ عینیه وقال من فیه قرة عینی بک یارسول اللّٰه ، فطعن علیه رجل آخر فقال هذا فعل حرام فیغضبان بینهما ولایتکلمان بینهما من اصاب الحق ومن اخطأ .

الجواب حامداًومصلیاً

قال الشامی فی ردالمحتار ،ص ۲۷۹/ج۱[1]/ یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی اللّٰه علیک یارسول اللّٰه وعند الثانیة منهاقرة عینی بک یارسول اللّٰه ثم یقول اللّٰهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علیٰ العینین فانه علیه السلام یکون قائداً له الیٰ الجنة کذافی کنزالعباد اھ قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیه وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عندسماع اشهد ان محمدا رسول اللّٰه فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصدالحسنة للسخاوی وذکر ذٰلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئیاھ۔

''قلت ذکره القاری والشوکانی والفتنی فی الموضوعات[2] هذا حال

---

[1] شامی کراچی، ج ۱/ص ۳۹۸/باب الاذان.

[2] موضوعات کبیر ص ۶۴/ تذکرة الموضوعات ص ۳۵/ باب الاذان ومسح العینین فیه ونحوه، مطبوعه مصر، المقاصد الحسنة ص ۳۸۵/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الفوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعة للشوکانی ص ۲۰/ کتاب الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

الرواية واما تقبيل الابهامين عند ذٰلک ووضعهما علىٰ العينين فهو عمل لاستشفائهما عن الرمد منقول عن بعض السلف لايزيد علىٰ هذا فمن فعل هذا علىٰ وجه القربةوالمثوبة فهو بدعة ينبغى تركها،واما النداء فان اعتقد ان الملائكة تبلغه الىٰ النبى صلى اللّٰه عليه وسلم باذنه تعالىٰ فلابأس وان اعتقد ان النبى صلّى اللّٰه عليه وسلم يسمع بغير توسط احدمن كل مكان فهو غيرثابت بل هو شعبة من علم الغيب وهوامر تفردبه اللّٰه تعالىٰ وكفر الحنفية تصريحاً من اعتقد ان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وشريک معه تعالىٰ فى علم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السموٰت والارض الغيب الا اللّٰه وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو، كذا فى شرح الفقه الاكبر[1] واما الكتب التى نقل عنها الشامى اعنى كنزالعباد والفتاوىٰ الصوفية وكتاب الفردوس فكلها لايعتمدعليها لكونها جامعة للرطب واليابس كماصرح به فى النافع الكبير[2] وبستان المحدثين[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرح فقه اكبر ص ۱۸۵ / (مطبوعه مجتبائى دهلى) الانبياء لايعلمون الغيب،

[2] النافع الكبير ص ۳۰/ ومن الكتب الغير المعتبرة (مطبوعه احمدى لكهنؤ)

[3] بستان المحدثين اردو فارسى ص ۱۶۲، بحث فردوس ديلمى، مطبوعه كراچى،

خلاصة الجواب:-شامی نے ردالمحتار ص ۲۷۹/ج ۱/میں تحریر فرمایا ہے۔"يستحب ان يقال عند سماع الاولىٰ من الشهادة صلّى اللّٰه عليک وسلّم يارسول اللّٰه وعند الثانية منهاقرة عينى بک يارسول اللّٰه ثم يقول اللّٰهم متعنى بالسمع والبصر بعد وضع ظفرى الابهامين علىٰ العينين فانه عليه السلام يكون قائدا له الى الجنة كذافى كنزالعباد اهـ "قهستانى ونحوه فى الفتاوىٰ الصوفيه وفى كتاب الفردوس من قبل ظفرى ابهاميه عند سماع اشهدان محمد رسول الله فى الاذان انا قائد ومدخله فى صفوف ..... (باقی خلاصہ اگلے صفحہ پر)

انگوٹھے چومنا اور حیلۂ اسقاط

سوال:- جو شخص اذان کے وقت انگوٹھے نہ چومے وہ کافر ہے، یا مسلمان کیا اس کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہمارے ملک میں مردہ پر سے صوم وصلوٰۃ کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ دو سیر گندم اس پر ایک روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو ملا کر دو تین آدمی جو کہ ان میں کوئی مسکین نہیں ہوتا ہے، آپس میں ملک وتملیک کرتے ہیں، یہ فقہ میں بھی مروجہ طریقہ ہے یا نہیں، اور جو شخص اس مروجہ طریقہ کا قائل نہ ہو اس کو ملامت کرنا اور اس پر دھبہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

.....الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی المقاصد الحسنة للسخاوی وذکر ذالک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذاشیئی اه"

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو قاری، شوکانی، علامہ پٹنی نے موضوعات میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ تو روایت کا حال ہے رہا آنکھوں پر رکھ کر چومنا تو یہ آنکھ دکھنے کی بیماری سے شفا حاصل کرنے کا عمل ہے، جو بعض سلف سے منقول ہے اس سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں پس اگر کوئی اس کو قربت وثواب سمجھ کر کریگا تو یہ بدعت ہے، جس کو ترک کرنا چاہئے رہا نبیؐ کو پکارنا پس اگر اسکا اعتقاد یہ ہے کہ فرشتے اس کی پکار کو نبی اکرمؐ تک اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پہنچا دینگے تو مضائقہ نہیں اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ نبی اکرمؐ اس کو براہ راست کسی واسطے کے بجائے خود ہر ہر جگہ سے سنتے ہیں تو یہ ثابت نہیں، بلکہ یہ تو علم غیب کا ایک شعبہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے حنفیہ نے اس شخص کی صراحۃً تکفیر کی ہے جو اس کا معتقد ہو کہ نبیؐ جانتے ہیں اور علم غیب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں، چونکہ اس کا یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے قول "لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا الله اور وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو" کے معارض ہے، شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی ہے۔

اور وہ کتابیں جن سے شامی نے نقل کیا ہے (کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، سب غیر معتمد ہیں جیسا کہ نافع الکبیر اور بستان المحدثین میں تصریح کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداومصلیاً

(۱) اذان کے وقت انگوٹھے چومنا کسی حدیث مرفوع[۱] سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کو سنت سمجھنا غلط ہے، البتہ بعض سلف سے آشوب چشم کا علاج ہونے کی حیثیت سے منقول ہے[۲] پھر اس کے ترک پر کفر کا حکم تو کیا ہوتا ترک استحباب کا بھی نہیں، کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے[۳]۔

---

[۱] مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهدان محمداً رسول اللّٰه الحدیث ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیقؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من فعل ذلک فقد حلت علیه شفاعتی قال السخاوی یصح واورده الشیخ احمد الردادفی کتابه موجبات الرحمة بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه والسلام وکل مایروی فی هذا فلایصح رفعه البتة. وموضوعات الکبیر للقاری ص۱۰۸/ مطبوعه کراچی، باب المیم، تذکره الموضوعات ص۳۴/ مکتبه بمبئی، باب الاذان ومسح العینین، المقاصد الحسنة ص۳۸۴/ مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] وحکی عن البعض من صلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعیه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عینیه لم یرمد ابداً. قال ومذفعلته لم ترمد عینی وقد جرب کل منهم ذٰلک (تذکره الموضوعات ص۳۴/ باب الاذان، مکتبه قیمه بمبئی،

[۳] عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم اَیُّمَا اِمْرَئٍ قَالَ لِاَخِیْهِ کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُ هُمَا اِنْ کَانَ کَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَیْهِ (مسلم شریف ص۵۷/ ج۱/ کتاب الایمان (مطبوعه دهلی) باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم یاکافر، بخاری شریف ص۸۹۳/ ج۲/ باب ماینهی عن السباب واللعن، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہہ کر پکارے تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر آ جائے گا، اگر وہ شخص جس کو اس نے پکارا کافر ہے تو خیر (کفر اس پر رہے گا) ورنہ پکارنے والے پر کفر لوٹ آئیگا۔

(۲) یہ طریقہ بدعت و بے اصل ہے، اس سے صوم وصلوٰۃ وغیرہ میت کے ذمہ سے کچھ ساقط نہیں ہوتا ہے[۱]، اس سے اجتناب واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارنپور

انگلی چوم کر آنکھوں کو لگانا نام مبارک پر

سوال: - کیا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لینے پر انگلیوں کو چومنے کا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ کے لئے کوئی حدیث مرفوع ثابت نہیں جیسا کہ ردالمحتار میں بطور خلاصہ بحث نقل کیا ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۴۷/ ج ۴/ باب العاشر فی قضاء الفوائت، "اسقاط کا مسئلہ" مکتبہ دارالعلوم دیوبند، امدادالمفتیین کامل ص ۱۶۹ - ۱۷۰/ ج ۲/ کتاب السنة والبدعة، "حیلۂ اسقاط" مطبوعہ دارالاشاعت کراچی،

[۲] وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامه عندسماع اشهدان محمداً رسول الله فی الأذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر وذکر ذٰلک الجراحی وأطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی. (شامی زکریا ص ۶۸/ ج ۲/ مطلب باب الاذان فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

میلاد وسیرت کی محافل اور عرس وغیرہ

گیارہویں اور میلاد کی ابتداء

سوال:- آج کل مسلمانوں میں ایک طبقہ ربیع الاول کی مخصوص تاریخوں میں میلاد النبیؐ، گیارہویں شریف کی محفلیں بڑی دھوم دھام سے کرتا ہے، کھانا کھلانا، قصائد خوانی مٹھائی تقسیم کرنا، اور بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، اس کا کرنا اجر وثواب اور باعث برکت ہے۔

(۱) کیا اس کا حکم کبھی اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے؟

(۲) کیا خلفاء راشدین رحمہم اللہ نے کیا ہے؟

(۳) کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہے؟

(۴) کیا تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

(۵) کیا تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

(۶) کیا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے کیا ہے؟

(۷) کیا محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اقدس رسول اکرم ﷺ (فداہ ابی و امی) کا ذکر مبارک خواہ ولادت شریفہ کا ذکر ہو یا عبادات، معاملات، معاشرات، وغیرہ کا ذکر ہو بلاشبہ موجب قرب اور ذریعۂ سعادت ہے،[1] نیز بزرگانِ دین کا ذکر بھی موجب نزول رحمت ہے لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اور جو کچھ اس کو مقام دیا گیا ہے، وہ ثابت نہیں، اور بہت سے شرعی مفاسد وقبائح پر مشتمل ہے، بعض مفاسد اعتقادی ہیں، بعض عملی ہیں، بعض اخلاقی ہیں، علامہ ابن الحاج نے (المدخل[2]) میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(۱) بالکل نہیں!

(۲) کبھی نہیں کیا!

(۳) کبھی نہیں کیا!

(۴) کبھی نہیں کیا!

(۵) کبھی نہیں کیا!

(۶) کبھی نہیں کیا!

(۷) کبھی نہیں کیا!

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز اس وقت تک دنیا میں تشریف ہی

---

[1] والاحتفال بذكر الولادة الشريفه،ان كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره صلى اللّه عليه وسلم امداد الفتاوىٰ ص۳۲۷/ج۶/ كتاب العقائد،مطبوعه ديوبند.

[2] ومن جملة ماأحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذٰلک من اكبر العبادات واظهار الشعائر مايفعلونه فى شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة.(المدخل ملاحظه هو، ص۳/ج۲/فصل فى مولود النبى صلّى اللّه عليه وسلم، مطبوعه مصر)

نہیں لائے تھے، آپ کی پیدائش مبارک بعد میں ہوئی، پھر یہ ان سے متقدمین حضرات ان کی گیارہویں کہاں کرتے۔

میلاد شریف کی محفل سب سے پہلے اربل کے بادشاہ نے ۶۰۰ھ کے بعد کی ہے، اسکی حرص میں اور لوگوں نے کی، حتی کہ پھیلتی چلی گئی، اسی وقت سے علماء نے اس پر رد کیا ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

محفل میلاد

سوال: -میلاد شریف میں قیام بوقت ذکر ولادت بغرض تعظیم نبی علیہ السلام جسداً یا روحاً شرعاً مستحب یا مشروع کس درجہ میں ہے یا نہیں؟ بعض قائلین آیت کریمہ پارہ سورہ فتح ''تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ الخ اور حدیث (قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ) سے استدلال کرتے ہیں، بصورتِ عدم جواز استدلال کا جواب کس طرح ہے ''بینوا بالدلیل مع حوالہ کتب توجروا اجر الجزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو یا عبادات، معاملات، جہاد، شب وروز کے نشست وبرخواست کا ذکر ہو بلاشبہ باعث، موجب خیر وبرکت ہے[2]، مگر مجلس میلاد مروجہ طریق پر بے اصل خلافِ شرع اور بدعت ہے، بہت قبائح اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہے، ابن

---

[1] المولود الذی شاع فی هذالعصر واحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل ۶۰۰ھ ولم یکن لهٗ اصل من الشریعة الغراء (العرف الشذی ص ۲۳۱/ج ۱) ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین (مطبوعه رحیمیه دیوبند)

[2] امدادالفتاویٰ ص ۳۲۷/۶/ کتاب العقائد، مطبوعه دیوبند.

امیر حاج نے مدخل[1]، ج ۲/ میں ۳۲/ صفحات میں اس کے مفاسد کو شمار کرایا ہے، آپ کا سوال صرف قیام کے متعلق ہے، لہٰذا اسی کے متعلق جواب تحریر ہے کہ یہ قیام بدعت ہے، سورۂ فتح کی آیت سے مستدل نے جو استدلال کیا ہے، قیام پر بہت بعید بلکہ ابعد ہے، کیونکہ اس میں کہیں قیام کا ذکر نہیں ہے، اور نہ ولادت کے وقت کی کسی تعظیم کو بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی حتمی نہیں کہ ضمائر منصوب حضور اقدس ﷺ کی طرف راجع ہیں "وتعزروه وتوقروه بتقوية دينه ورسوله وتوقروه وتعظموه وتسبحوه وتنزهوه اوتصلوله من السبحة بكرة واصيلا غدوة وعشيا عن ابن عباس رضى الله عنهما صلوٰة الفجر وصلوٰة الظهر وصلوٰة العصر، تفسير ابى سعود، ص ۱۴۸/ ج ۷[2]

وتعزروه اى تعتقدواقوته بحيث لايحتاج الىٰ شريك فتوحدوه وتوقروه اى تعتقدواعظمته بحيث لايشاركه شئى فى صفاته وغاية ذٰلك ان سبحوه اى تنزهوه عن كمالات الحوادث فضلاً عن النقائص اھ تفسير الرحمن[3] ص ۲۸۳/ ج ۲/ وتعزروه وتقووه بالنصر وتوقروه وتعظموه وتسبحوه من التسبيح اومن السبحة والضمائر لله عزوجل والمرادبتعزير الله تعالىٰ تعزير دينه ورسوله ومن فرق الضمائر فجعل الاولين للنبى صلّى الله عليه وسلّم فقد ابعدالى اخره مدارك تنزيل[4] ص ۱۴۰/ ج ۲/ اور ظاہر ہے کہ

---

[1] هذا القيام بدعة لااصل لها (الجنة لاهل السنة ص ۲۲۳) المدخل ص ۱/ تا ۳۲/ ج ۲/ فصل فى مولد النبى صلّى الله عليه وسلم. (مطبوعه مصر)

[2] تفسير سعود ص ۱۰۶/ ج ۷/ (مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت) تحت سورۂ فتح آيت: ۹/

[3] تفسير الرحمن ج ۲/ ص ۲۸۳/ تحت سوره فتح آيت ۹/ (مطبوعه مصر)

[4] مدارک التنزيل ص ۱۴۷/ ج ۴/ تحت سورة فتح آيت ۹، مدارک التنزيل ص ۱۵۷، ۱۵۸، ج ۴، مطبوعه دارالفكر بيروت،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تقویت اور آپ ﷺ کی تعظیم، فرمانبرداری اور اتباع سنت میں ہے، جس درجہ کوئی متبع سنت ہوگا اسی قدر حامی دین اور آپ کی تعظیم کرنے والا ہوگا[1]، اور حوادث بدعات سے آپ کی یا آپ کے دین کی تقویت ہوتی ہے، نہ تعظیم بلکہ صریح مخالفت ہے، گویا بدعتی اپنے لئے منصب تشریع ومنصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، جو شخص یہ کہے یا یہ سمجھے کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ ہر زمان ومکان میں موجود رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ہیں، اور تمام حرکات وسکنات کو ملاحظہ فرماتے ہیں، تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہے اس سے توبہ کر کے تجدید ایمان بھی لازم ہے[2]، صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس مجلس کو منعقد نہیں کیا جاتا تھا، حالانکہ وہ تمام امت سے زیادہ نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے تعظیم وتوقیر کا حاصل بھی یہی ہے، کہ آپ ﷺ کی سنت کا اتباع کریں اور آپؐ کے لائے ہوئے احکام کی اشاعت کے لئے جان ومال، اولاد سب کچھ خدا کے راستہ میں فنا کردیں، وہاں یہ معمول نہ تھا جو کہ رائج ہے کہ داڑھی چہرے پر نہیں احکام شرع کی پابندی نہیں، رات بھر مولود پڑھا جس میں موضوع اور غلط روایات سنائیں، کچھ اشعار گائے محلّہ والوں کو سونے نہیں دیا، مجلس میں حد سے زیادہ روشنی وغیرہ کر کے ایک تماشہ کی شکل بنائی اور آخر شب میں مٹھائی اور کچھ نقد لے کر گھر آ کر سوئے تو صبح کو ۹/ بجے اُٹھے نیند سے بیدار ہوئے، نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے، اگر کسی نے شرکت مجلس سے یا قیام سے انکار کیا یا یہ کہہ دیا کہ ایسی مجلس جس سے صبح کی نماز قضا ہوجائے ناجائز ہے، تو اس پر وہابیت اور کفر کا فتویٰ لگانا شروع کردیں[3]، ۶۰ھ میں سب سے پہلے مولود شریف کیلئے کتاب تصنیف کی

---

[1] قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰہ غفور الرحیم ، قل اطیعواللّٰہ والرسول فان تولوا فان اللّٰہ لایحب الکافرین،سورۂ آل عمران،الآیۃ ۳۱، ۳۲/.

[2] ویکفر بقولہ ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم (مجمع الانہر ص۵۰۵/ ج۲/ ثم ان الفاظ الکفر انواع) باب المرتد (مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

[3] ومن لایتبع ھو اھم یرمونہ بالوھابیۃ ویسخرون بہ وینبزونہ بالالقاب فھداھم اللّٰہ تعالیٰ طریق الصواب ،بدرالساری حاشیہ فیض الباری ص ۳۱۱/کتاب الوضوء ،باب من مضمض من السویق الخ،خضرراہ بکڈپو دیوبند.

گئی، سلطان ابوسعید مظفر کے زمانہ میں شہر اربل میں یہ بدعت جاری ہوئی[1] "قوموا الی سیدکم" میں میلاد نہ ذکر میلاد، اس سے قیام میلاد پر استدلال کس طرح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

عبداللطیف مفتی مظاہر العلوم سہارنپور ۹/۶/۵۹ھ

مجلس میلاد مروجہ

سوال: -بعض جگہ میلاد شریف کا طریقہ اس طرح مروج ہے کہ باسم میلاد شریف بغرض سماع عام لوگوں کو بلایا جاتا ہے، کھانے پینے کا اہتمام بعض تعلق دار لوگوں کے یہاں علماء کرام وطلبہ کا ہوتا ہے، ورنہ تو اپنے محلّہ والوں کے نزدیک عیب شمار کیا جاتا ہے، مجلس ہذا میں شمع مع دیگر خوشبو وغیرہ کا بھی کچھ انتظام کیا جاتا ہے، لیکن کہیں حضور ﷺ کی ولادت شریفہ ومعجزات مع فضائل ووعظ نصیحت بیان کی جاتی ہیں، اور کہیں محض وعظ ونصائح قرآن کریم واحادیث نبویہ بیان ہوتے ہیں، بہرحال کوئی خاص مضمون نہیں مگر اخیر میں جلسہ کے اختتام پر ضرور بالضرور عام لوگ کھڑے ہوکر کوئی ہاتھ چھوڑ کر کوئی برسینہ کوئی تحت سرۃ دست بستہ ہوکر بآواز بلند مع القیام سلام و درود پڑھتے ہیں۔

(۱) اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس قسم کی میلاد شریف مع القیام وعدم القیام کا شریعت میں کیا فیصلہ ہے، عبارت مذکورہ کے مطابق جو قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کسی نصوص قطعی وفقہ حنفی سے ثابت ہے یا قرون ثلثہ میں سے کسی نے اس فعل

---

[1] المولد الذی شاع فی هذاالعصر واحدثه صوفی فی عهدسلطان اربل ۶۰۰ھ ولم یکن لهٗ اصل من الشریعة الغراء (عرف الشذی، ص ۲۳۱/ج ۱/مطبوعه رحیمیه دیوبند) ابواب العیدین باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین (مطبوعه رحیمیه دیوبند)

کو کیا یا ان سے ثابت ہے، اگر ناجائز ہے تو یہ ناجائز کس درجہ کا ہے، اور ناجائز امور کرنے والے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا۔

نیز تارک قیام پر سب وشتم وطعنہ زنی کرنا کرانا کیسا ہے، اس قسم کے لوگوں کو کیا کہا جائے گا، کیا ان کے متعلق شریعت محمدیہ میں کوئی وعید نہیں، بصورت جمیع ماذکر کے عدم جواز پر اور کوئی صورت وہیئت سے میلاد مع القیام کا اس شریعت میں ثبوت معلوم ہوتا ہو تو تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا ذکر عبادات ومعاملات وغیرہ بلاشبہ مستحسن اور باعث برکت وموجب ثواب ہے[1] لیکن میلاد مروج ہیئت مخصوصہ کے ساتھ قرون مشہود لہا بالخیر میں کہیں موجود نہ تھا صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اور علماء حقہ نے کبھی نہیں کیا اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں لہٰذا بے اصل بدعت اور ناجائز ہے اس کا ترک واجب ہے یہ مجلس مفاسدہ کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اُجرت

سوال: -میلاد النبی جو کہ شرعی حیثیت سے جائز ہے، اور وعظ ونصیحت کر کے پہلے

---

[1] امداد الفتاوی ص ۶/۳۲۷، کتاب العقائد، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند،

[2] لااعلم لهذا المولد اصلا فی کتاب ولاسنة ولاینقل عمله عن احد من العلماء الائمة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون باثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها البطالون وشهوة نفس اعتنی بها الاکالون (الجنة لاهل السنة، ص ۲۰۱) المدخل ص ۲/ج ۲/ فصل فی مولد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه مصر،

سے بغیر مقرر کئے ہوئے روپیہ پیسے لینا یعنی اس کا اُجرت نام رکھدیا جائے کہ ہم تمہارے وہاں اتنے بجے سے لے کر اتنے بجے تک وعظ ونصیحت یا میلاد النبی پڑھیں گے، ایسے کام کی اجرت تم سے لیں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواب مدلل مع ادلّہ اربعہ یا صرف قرآن وحدیث سے ثابت کریں، اور اگر جائز نہیں تو ادلہ اربعہ سے اس کی نفی کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور ﷺ کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو خواہ جہاد، صلوٰۃ، صوم، حج، نکاح، معاملات وغیرہ یقیناً باعث برکت وموجب ثواب ہے[1]، لیکن اس زمانہ میں مجالس میلاد بہت سے منکرات وممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہیں، کتاب المدخل[2]، ج ۲/ میں ۳۴/ صفحات میں ان مجالس کے منکرات کو تحریر کیا ہے، عربی، فارسی، اردو میں مستقل رسائل اس کی تردید میں موجود ہیں، چند خرابیاں یہ ہیں:

(۱) روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں، وہ اکثر وبیشتر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا اور سنانا اور ان کا اعتقاد رکھنا ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

"عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[3] رواهُ الشيخان مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيْثاً وَهُوَيَرىٰ اَنَّهُ كَذَبَ فَهُوَ

---

[1] والاحتمال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره صلى الله عليه وسلم، امداد الفتاوى ص ۶/۳۲۷، كتاب العقائد، مطبوعه مكتبه زكريا ديوبند،

[2] المدخل ص ۳۲-۲/ ج ۲/ مطبوعه مصرى، فصل فى مولود النبى صلى الله عليه وسلّم، مطبوعه مصر،

[3] بخارى شريف ص ۲۱/ ج ۱/ مطبوعه اشرفى ديوبند، باب اثم من كذب على النبى صلّى اللّٰه عليه وسلم، رقم الحديث: ۱۱۰/ مقدمه مسلم شريف ص ۷/ ج ۱/ باب تغليظ الكذب على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند،

اَحَدُالْکَاذِبِیْنَ[1]. وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ لَایَرْوِیْ عَنِّی اَحَدٌمَالَمْ اَقُلْہُ اِلَّاتَبَوَّأُ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ رواہ الدارقطنی[2]. کَفیٰ بِالْمَرْءِ کذبًا اَن یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ رواہ مسلم[3].

(۲) رات کا بڑا حصہ ان مجالس میں گذار کر صبح کو جو لوگ نیند سے مغلوب ہوکر سوجاتے ہیں جس سے فریضہ قضا ہوتا ہے۔

(۳) قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں سو سکتے، جس سے ان کو اذیت ہوتی ہے[4]۔

(۴) ان مجالس کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا ہو داڑھی منڈواتا ہو، اس پر ملامت نہیں کی جاتی، اور جو شخص ان مجالس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، وہابی کہا جاتا ہے، بلکہ اخوت، مودت کا تعلق قطع کر کے اس سے دشمنی کی جاتی ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں "وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْ فَقَدْ اِحْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَاِثْماً مُبِیْنًا الایۃ[5] بلکہ دین اسلام سے اس کو خارج مانا جاتا ہے۔

(۵) روشنی خوشبو مجالس کی آرائش میں حد درجہ اسراف کیا جاتا ہے[6]۔

---

[1] ابن ماجہ شریف ص ۵/ ۱، (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) باب من حدث عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھویریٰ انہ کذب،

[2] رواہ الدار قطنی فی الافراد، الموضوعات الکبیر ص ۱۴/ مقدمہ، مطبوعہ نور محمد کراچی .

[3] مسلم شریف ص ۸/ ۱، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع مقدمہ،

[4] من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فلایوذ جارہ، ابوداؤد شریف ص ۷۰۱/ ج ۲/ کتاب الادب، باب فی حق الجار، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

[5] سورۂ احزاب آیت ۵۸/

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں (از بیان القرآن)

[6] ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین، سورۂ انعام الآیت ۱۴۱/

(۶) قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاءِ مجلس کی نظروں میں حقیر وذلیل بلکہ مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں حتی کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک اسلام سے بھی بڑا ہوتا ہے، حالانکہ اس قیام پر شرعی کوئی دلیل نہیں، قیام کے وقت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے، کہ حضور ﷺ ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں، اور اہل مجلس کی ہر بات کو خداوند تعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ہوکر بلاواسطہ ملاحظہ فرمارہے ہیں[۱]۔

(۷) آنحضرت ﷺ کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ حدِ بشریت سے خارج مان کر خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ صفات خاصہ میں شریک کردیا جاتا ہے[۲]۔

(۸) بسا اوقات ان مجالس میں عورتیں شریک ہوتی ہیں ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے[۳]۔

(۹) تواریخ کی تعیین اپنی طرف سے کی جاتی ہے کہ ان میں مجالس کا انعقاد ضروری ہے۔ والی ذٰلک من المفاسد.

---

[۱] مستفاد:- یکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم الخ، مجمع الانهر ص ۳/۵۰۵، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع الاول فیما یتعلق باللہ تعالیٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۱۲۴، باب احکام المرتدین،

[۲] "هل کنت الا بشراً رسولا" معتمد الکلام وکونه بشراً توطئة لذلک رداً لماانکروه من جواز کون الرسول بشراً ودلالة علی ان الرسل علیهم السلام من قبل کانوا کذٰلک، ولهٰذا قال الزمخشری هل کنت الا رسولا کسائر الرسل بشرا مثلهم، روح المعانی ص ۱۵/۱۶۹/ آیت ۹۳/ سوره بنی اسرائیل، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، ص ۹/۲۴۴، مطبوعه دار الفکر بیروت،

[۳] امرهن بملازمة البیوت وهو امر مطلوب من سائر النساء اخرج الترمذی والبزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنه عن النبی ﷺ ان المرأة عورة فاذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان الی قوله وقد یحرم علیهن الخروج بل قد یکون کبیرة کخروجهن لزیارة القبور اذا عظمت مفسدته وخروجهن ولو الی المسجد ..... اذا تحققت الفتنة الخ، احکام القرآن للشیخ التهانوی ص ۳/۴۱۸، مطبوعه کراچی،

غور کا مقام ہے کہ ولادت صرف ایک مرتبہ ہوئی اس کا اہتمام تو اس قدر اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد، نکاح وغیرہ جن پر مدت دراز تک مداومت رہی ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مجالس کیوں نہیں کی جاتی، دس مفاسد جن کا ذکر اوپر ہوا ان کی ممانعت پر نصوص قرآنیہ حدیثیہ عبارات فقہیہ بکثرت موجود ہیں، جب ان مجالس کی یہ کیفیت اور شرعی حیثیت یہ ہے تو ان کے عدم جواز میں کوئی تامل نہیں ایسے میلاد پر اُجرت لینا بھی ناجائز ہے، وعظ اگر منکرات شرعیہ سے خالی ہو تو اس پر متأخرین فقہاء نے اُجرت کی اجازت دی ہے، کذافی درمختار، ص[1] ۳۸ ر ج ۵ ر اس کے لئے اگر باقاعدہ مقرر کیا جائے کہ ہر روز یا ہر ہفتہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا، اور یہ تنخواہ ہوگی تو متأخرین کے نزدیک گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴ ر ۱۰ ر ۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ ر شوال ۶۱ھ

کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے

سوال: - بکر صوم وصلوٰۃ ودیگر امور شرعیہ کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا، اس کا عقیدہ ہے کہ سال میں میلاد شریف مع قیام وسلام کا انعقاد سال کے جملہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجانے کا سبب ہے اور سال میں گھر میں خیر وبرکت کا سبب ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

---

[1] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن (درمختار) قال الشامی وزاد بعضهم الا ذان والاقامة والوعظ (درمختار مع الشامی زکریا، ج ۹ ر ص ۷۶ ر کتاب الاجارة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة والتهلیل)

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا حکم اوپر لکھ دیا ہے پھر اس کو یہ سمجھنا کہ اس سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور فرائض ساقط ہوجاتے ہیں، یہ تو سخت قسم کی ضلالت ہے اور کھلی گمراہی ہے، اسلام کی بنیادیں جن چیزوں پر ہیں ان کو پورا اور مستحکم کرنا سب کے ذمہ ضروری ہے، ایک رُکن کا بدل دوسرا رکن نہیں ہوسکتا، مثلاً ایک شخص نماز کی پابندی کرتا ہے، تو روزہ اس سے ساقط نہیں ہوگا، نماز کی طرف سے بھی روزہ بدل نہیں ہوسکتا، تو پھر بدعت واجب الترک چیز کیسے تمام ارکان اسلام کا بدل ہوجائے گی، غرض میلاد شریف کی محفل منعقد کرلینے کو صوم، وصلوٰۃ کا بدل قرار دینا اعتقادی مفسدہ اور شیطانی زبردست حملہ ہے، جس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے "عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ "، متفق علیہ مشکوٰۃ شریف، ص۱۲[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

میلاد کا خاص طریقہ

سوال:- درود میلاد شریف لوگ سب جمع ہوکر زور شور سے بلند آواز کے ساتھ گلے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۲ / کتاب الایمان، الفصل اوّل، (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) بخاری شریف ص ۶ / ج ۱ / باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، کتاب الایمان، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۲ / ج ۱ / باب بیان ارکان الاسلام الخ، کتاب الایمان، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

سے گلے ملا کر ایصال ثواب وثواب دارین وبرکت مکان ومحفوظ بلاء ومصائب کے لئے پڑھاتے ہیں، اور پڑھتے ہیں اور پڑھنے والے میلاد شریف بیان کرتے کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت تک جب پہنچ جاتے ہیں تب سب لوگ ایک دم کھڑے ہوجاتے ہیں اور زور شور سے صلّی اللّٰہ علیٰ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم پھر ''یَانَبِیُ سَلَام عَلَیْکَ یَارَسُوْل سَلَامُ عَلَیْکَ'' بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کے محفل میلاد شریف میں تشریف لانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اب ایصال ثواب وغیرہ کی نیت سے پڑھنا اور پڑھانا اور زور شور سے گلے سے گلے ملا کر پڑھنا اور محفل میلاد شریف میں حضور ﷺ کے روح مبارک کے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا وقت سلام قیام کرنے کو ضروری سمجھنا اور قیام کرنا کیسا ہے، اگر جائز ہے تو کیسا ہے، اگر ناجائز ہے تو کونسا اور کیسا گناہ ہے، اور رائج میلاد شریف یہ ہے کہ ''مَا کَانَ مُحَمّد'' سے لیکر ''شی علیم'' تک پھر ''اِنَّ اللّٰہ وَمَلٰئِکَتَہٗ'' سے لیکر ''وتسلیما'' تک پڑھتے ہیں، بعد میں سب لوگ ملکر زور، شور کیساتھ درود شریف پڑھتے ہیں، پھر ایک مولوی یا منشی عربی میں تولید بیان کرتے ہیں مثلاً ''ابتدا بِاسْم ذاتہ العلی الخ'' پھر ''ولما اراد اللّٰہ بابراز حقیقۃ محمد اظھرالخ'' پھر ''ولما تم من حملہ شھران علی اشھر الا قوال الرویا'' سے لے کر آخیر تک پڑھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرتے ہیں، اور ''یَانَبِیُ سَلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلُ سَلَام عَلَیْکَ'' بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح ختم کرتے ہیں پھر ایک شعر پڑھتا ہے، پھر سب ملکر زور شور سے یَانَبِی سَلَام عَلَیْکَ پڑھتے ہیں، اسی طرح ختم کرتے ہیں اردو زبان میں پڑھتے ہیں جیسے:۔

آمنہ سے ہے روایت اور یہ.....مجھ کو پیدا ہو گیا جب دردزہ

اس شعر سے لے کر:

ہاتھ سے میرا شکم ملنے لگا ....اور کہتا تھا وہ نورانی تھا

پھر اظہر یا سید المرسلین الخ تک پڑھ کر:

اُٹھو وقت تعظیم محمد حبیبی

بیان ظہور محمد..... کھڑے ہوجاتے ہیں اور صلّی علیٰ مُحَمّد الخ اور یَانَبِیُ سَلَام عَلَیْکَ بلند آواز سے سب ملکر پڑھتے ہیں، پھر ایک شعر پڑھتا ہے:- ؎

مثل انت شمس انت بدر انت مصباح الصدور

تک پڑھتا ہے، پھر سب ملکر، یَانَبِی سَلام عَلَیْکَ بلند آواز کے ساتھ ختم تک اسی طرح پڑھتے ہیں، بعد میں بیٹھتے ہیں اور درود شریف پڑھتے اور مناجات کرتے ہیں، اس طرز وطریقہ کیساتھ پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے، بدلیل شرعی وحوالجات کتب فتویٰ تحریر فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات ومعاملات وعادات وغیرہ کا ذکر ہو بلا التزام تاریخ ومہینہ کے بلاشبہ باعث اجر وموجب ثواب ہے[1]، لیکن طریقہ مروجہ پر میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا بے اصل بدعت سیئہ اور ناجائز ہے، علامہ ابن الحاج نے کتاب المدخل[2] میں ۳۲ رصفحات میں اس مجلس اور قیام کے مفاسد تحریر کئے ہیں، علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ[3] میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے، علامہ شامی[4] نے ردالمحتار میں، نذر مزارات کی

---

[1] الاحتفال بذکر الولادة الشریفة ان کان خالیاً عن البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر اذکار ہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، امداد الفتاوی ص۶/۳۲۷/ کتاب العقائد، مطبوعه دیوبند.

[2] المدخل ص۳-۲/ ج۲/ فصل فی مولد النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، (مطبوعه مصری) براهین قاطعه ص ۱۴۹/ مطبوعه رحیمیه دیوبند، الجنة لاهل السنة ص ۱۹۳)

[3] فتاویٰ حدیثیه ص ۱۵۰/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مطلب الاجتماع للموالد والاذکار الخ،

[4] الشامی نعمانیه ص ۱۲۸/ ج۲/ مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، باب مایفسد به الصوم، قبیل باب الاعتکاف،

حرمت کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے "واقبح منه النذر بقراءة المولد فی المنابر مع اشتماله علیٰ الغنا واللعب وایهاب ثواب ذٰلک الیٰ حضرة المصطفیٰ صلّی اللّٰه علیه وسلّم اھ"۔

اور یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں کہیں اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں[1]، حضور اقدس ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں اپنے لئے قیام سے صحابہ کرامؓ کو منع فرمایا ہے "عَنْ اَبِی اُمَامَةَؓ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَارَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مُتوکِّئًا عَلیٰ عَصٰے فَقُمْنَالَهٗ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضاً" رواهُ ابوداؤد[2].

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خود معمول یہ تھا کہ قیام نہیں کرتے تھے "عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسلّم وَکَانُوْا اِذَا رَأوهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَّتِهٖ لِذَالِکَ رواه الترمذی[3] قال هذاحدیث حسن صحیح مشکوٰة شریف، باب القیام. ص۴۰۳[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم الخ، مجمع الانهر ص۵۰۵/ ج۳/ کتاب السیر والجهاد، باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع الاول فیما یتعلق باللّٰه تعالیٰ، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۱۲۴/۵، باب احکام المرتدین،

[2] ابوداؤد ص۷۱۰/ ج۲/ مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الادب باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذٰلک.

[3] ترمذی شریف ص۱۰۴/۲، ابواب الاستیذان والادب، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

[4] مشکوٰة شریف ص۴۰۳/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب القیام،

ترجمہ:- حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مولود شریف

سوال: -معروض ہے کہ مولود شریف کے متعلق ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، علامہ ابن امیر الحاج نے کتاب المدخل میں ۳۲ رصفحات میں اس محفل کے شرعی مفاسد تحریر کئے ہیں، ان کا بغور مطالعہ کیا جائے، محفل وعظ میں بلند آواز سے اہل مجلس کے ذکر درود کو کتب فقہ مثل درمختار، شامی، طحطاوی، وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے، بناءً علیہ بصد نیاز معروض خدمت ہے کہ کتاب المدخل ہمارے یہاں موجود نہیں، از روئے مہربانی اس کی عبارت کو نقل فرما کر ممنون کریں، اور درود شریف زور سے پڑھنے کی کراہت کے متعلق شامی وطحطاوی کے کس موقع میں مذکور ہے نشان تحریر کر کے رہین منت فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۳۲ رصفحات نقل کرنے کی اس وقت فرصت نہیں میری کتاب مدخل[1] ایک صاحب کے پاس مستعار گئی ہوئی ہے، وصایا الوزیر علیٰ طریقة البشیر والنذیر، براہین قاطعہ[2]، اصلاح

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... پاس لاٹھی پر سہارا لگائے ہوئے تشریف لائے ہم کھڑے ہوگئے ارشاد فرمایا جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔۱۲

ترجمہ :-حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ان کو حضرت نبی اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا لیکن آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی اس سے ناگواری وناپسندیگی کو جانتے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ملاحظہ ھو "المدخل ص ۱، تا ۳۲/ ج ۲/ فصل فی مولد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم" مطبوعہ مصر،

[2] اولۂ سوال مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است بکدام صورت ناجائز (براھین قاطعہ ص ۱۴۹/ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، (الجنة لاھل السنة ص ۱۹۳)

الرسوم[1]، فتاویٰ حدیثیہ[2]، ابن حجر مکی وغیرہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہے، اس محفل کی ابتداء ۶۰۰ھ میں شاہ اربل کے دور میں ہے، کذا فی العرف الشذی ص ۲۴۰[3] اور جب ہی ابن وجیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "المورود فی الکلام علیٰ عمل المولود" پھر اس کے بعد سے اب تک عربی فارسی اردو میں رسائل اور فتاویٰ بکثرت اس مسئلہ پر لکھے گئے ہیں، یہ کتابیں روزمرہ کی ضرورت کی ہیں، دارالافتاء اور جمعیۃ علماء میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے، امداد الفتاویٰ[4] میں بھی متعدد جگہ اس کی بحث ہے، علامہ شامیؒ نے قبل باب الاعتکاف نذر بقراءۃ المولد کو اقبح لکھا ہے[5]۔

"وازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل وانماهی دعاء له والدعاء یکون بین الجهر والمخافة کذا اعتمده الباجی فی کنزالعفاة اھ درمختار قال فی الهندیة رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروہ اھ شامی[6] ص ۵۴۱/ج ۱/ فصل فی تالیف الصلوٰة الی انتهائها"

---

[1] اصلاح الرسوم، ص ۶۳/ (مطبوعه امدادیه دیوبند) محفل میلاد مروجه .

[2] فتاویٰ حدیثیه ص ۱۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مطلب الاجتماع للموالد والاذکار الخ،

[3] المولود الذی شاع فی هذا العصر واحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل ۶۰۰ھ ولم یکن لهٗ اصل من الشریعة الغراء (العرف الشذی، ص ۲۳۱/ابواب العیدین باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین (مکتبه رحیمیه دیوبند)

[4] امدادالفتاویٰ ص ۲۴۹/ج۵ (مطبوعه تالیفات اولیاء دیوبند کتاب البدعات،

[5] واقبح منه النذر بقرائة المولد فی المنابر ومع اشتماله علیٰ الغناء واللعب وایهاب ثواب ذٰلک الیٰحضرة المصطفیٰ ﷺ الخ شامی زکریا ص ۴۲۷/ج۳/ وکراچی ص ۴۴۰/ ج۲/ باب مایفسد الصوم مطلب فی النذرالذی یقع للاموات الخ قبیل باب الاعتکاف.

[6] شامی نعمانیه ص ۳۴۹/ ج ۱/ وشامی زکریا ص ۲۳۲/ج۲/ باب صفة الصلوٰة، مطلب فی المواضع التی تکره فیها الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم،

دوسرے مقام پر اس سے صریح ہے کہ بلند آواز سے دورد شریف پڑھنا عند التذکیر گرمی ہنگامہ کے لئے مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۶/۶۴ھ

سالگرہ اور میلاد شریف

سوال:- ہم نے اپنے بچے کی سالگرہ جبکہ وہ ایک سال کا ہوا خوب دھوم دھام سے منائی، چند لوگوں کو مدعو کیا، پارٹی کے کیک کاٹے سالگرہ کی مبارک باد دی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی کراہت تو نہیں؟ یا پھر غیر اسلامی طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع تو نہیں ہے؟ ویسے ہمارے یہاں مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو مناتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سالگرہ (پیدائش سے سال بھر پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، یہ غیروں کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے[2] مروجہ طریقہ پر میلاد شریف کرنا بھی

---

[1] تکرہ الصلوٰۃ علیہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فی سبعۃ مواضع الجماع وحاجۃ الانسان وشھرۃ المبیع والعثرۃ والتعجب الخ. شامی زکریا ص ۲/۲۳۱، باب صفۃ الصلوٰۃ مطلب فی المواضع التی یکرہ فیھا الصلوٰۃ علی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم، وعن النبی ﷺ انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والذکیر الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۷۰، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع،

[2] من تشبہ بقوم ای من شبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ اوبالفساق اوالفجار فھم منھم فی الاثم قال الطیبی ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار، مرقاۃ ص ۴/۴۳۱/ مطبوعہ بمبئی، کتاب اللباس، فیض القدیر للمناوی ص ۶/۱۰۴، رقم الحدیث ۸۵۹۳، دارالفکر بیروت،

دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں، چھ صدی تک اس کا وجود نہیں تھا، اس کے بعد اربل کے بادشاہ نے اس کو ایجاد کیا ہے، پھر اس میں بہت سی غلط چیزیں اور بھی شامل ہوگئیں[1]، ان سب غلط چیزوں سے بچ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک مثلاً حدیث شریف پڑھ کر سنا کر ہو یا بصورت وعظ ہو نہایت ہی موجب برکت اور سعادت کی چیز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/ ۹۵ھ

بطرز موسیقی میلاد شریف پڑھنا

سوال:- ہمارے ملک میں یہ رواج جاری ہے کہ محفل میلاد شریف اور وعظ میں درود شریف بوزن موسیقی اور قصیدہ نعتیہ ایک شخص پڑھنے کا حکم کرتا ہے، گلے ملا کر خوب زور شور سے چلاّ چلاّ کر بار بار پڑھتے جاتے ہیں، زید کہتا ہے ایسا ہی رواجی طور پر پڑھنا بدعت ہے، عمر کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو ایک مجمع میں بیٹھے تھے، حکم کیا کہ تم لوگ درود شریف پڑھو! لہٰذا سب گلے ملا کر زور سے شور سے درود پڑھتے رہے، اس سے ثابت ہے کہ ایسا ہی پڑھنا زیادہ مستحسن ومستحب ہے، اب جواب طلب یہ امر ہے کہ ایسا درود شریف اور قصیدہ پڑھنا عندالشرع کیا حکم رکھتا ہے؟

---

[1] لااعلم لهذا المولد اصلافی کتاب ولاسنة ولاینقل عمله عن احد من العلماء الائمة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها البطالون وشهوة نفس اعتنی بها الاکالون (الجنة لاهل السنة ص ۲۰۱، مطبوعه دهلی)

المولود الذی شاع فی هذا العصر واحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل، سنه ۶۰۰ھ ولم یکن لهٗ اصل من الشریعة الغراء (العرف الشذی ص ۲۳۱/۱) ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ص ۱۱۷/ ۱۱۹/۴، ترجمه مظفرالدین صاحب اربل، رقم الترجمة ۵۴۷/ مطبوعه دارصادر بیروت،

[2] والاحتفال بذکر الولادة الشریفة ان کان خالیا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر اذاکاره ﷺ، امداد الفتاوی ص ۳۲۷/۶، کتاب العقائد، مکتبه زکریا دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ بدعت ہے قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، عمر ثبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس سے دلیل دریافت کی جائے، کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طرح پڑھنا کونسی حدیث میں منقول ہے، اور اس حدیث کی سند کیسی ہے[1]۔

قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ۔ الحدیث[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

عیدِ میلاد النبی ﷺ

سوال:- بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی ﷺ کرنا، منڈپ سجانا، چراغاں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم مَنْ تَقَوَّلَ عَلی مَالَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوّأ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ، ابن ماجہ شریف ص ۵/ج ۱/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی) باب التغلیظ فی تعمد الکذب الخ،

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم انے ارشاد فرمایا جس شخص نے میرے اوپر ایسی بات کی نسبت کی جس کو میں نے نہیں کہا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

[2] ترمذی شریف ص ۲۴۹/ج ۱/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) ابواب الاحکام) باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی، الخ. ابن ماجہ شریف ۱۶۸/ کتاب الاحکام، باب البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی چیز کو دین، ثواب، قربت سمجھ کر کرنا اس وقت درست ہوگا جبکہ ادلہ شرعیہ سے اس کا ثبوت ہو، ادلہ شرعیہ چار ہیں، (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع (۴) قیاس مجتہد جس چیز کا اس طرح ثبوت نہ ہو اس کو دین، ثواب، قربت سمجھ کر کرنا بدعت وضلالت وممنوع ہوگا ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هَذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ متفق علیه. مشکوٰۃ شریف[۱] ص ۲۷.

''اِیَّاکُمْ وَمُحدثَاتِ الْاُمُوْر فَاِنْ کُل مُحْدثَة بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رواهُ احمد[۲] وابوداؤد[۳] والترمذی[۴] وابن ماجة[۵]، مشکوٰۃ شریف ص ۳۰[۶]/

اس بنیادی چیز کو سمجھنے کے بعد جواب ملاحظہ کیجئے!

یہ چیز ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ثابت نہیں، قرون مشہود لہا فی الخیر میں اس کا وجود نہیں تھا، چھ صدی تک یہ طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا، اس کے بعد ایجاد ہوا، سب سے پہلے ایک بادشاہ نے یہ مجلس منعقد کی[۷] پھر اس کی حرص میں دوسرے لوگوں نے مجلسیں منعقد کیں،

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۲۷/ یاسر ندیم دیوبند، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، بخاری شریف ص ۳۷۱/۱/ کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور الخ، طبع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۷۷/۲/ کتاب الاقضیه، باب نقض الاحکام الباطله، طبع سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ:- جس نے نئی بات نکالی ہمارے اس دین میں جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے۔

[۲] مسند احمد ص ۱۲۶/ ج۶/ حدیث العرباض بن سارية، مطبوعه دار الفکر بیروت،

[۳] ابوداؤد شریف ص ۶۳۵/۲، کتاب السنة، باب لزوم السنة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

[۴] ترمذی ص ۹۶/ ج۲/ ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

[۵] ابن ماجه ص ۶، باب اجتناب البدع والجدل، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[۶] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۷] المولود الذی شاع فی هذاالعصر واحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل سنہ ۶۰۰ ولم یکن له اصل من الشریعة الغراء الخ عرف الشذی، ص ۲۳۱/ ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

تاریخ ابن خلکان[1] میں اس کی تفصیل مذکور ہے، اسی وقت سے علماء حق نے اس پر نکیر کی ہے، علاّمہ ابن الحاج نے المدخل[2] کی دوسری جلد میں ۳۲ رصفحات میں اس کی تردید کی ہے، اور اس کے رد میں دلائل قائم کئے ہیں، مستقل رسالے بھی اس مسئلہ پر موجود ہیں، الجنّۃ[3] لاھل السنۃ میں بھی اس پر تفصیلی رد ہے، فی نفسہ ذکر مبارک جو کہ بدعات سے خالی ہو عین سعادت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میلاد وقیام کا ثبوت اور اس کا جواز

سوال: -مجلس میلاد کیا نوعیت رکھتی ہے، اور اس کی کس حد تک تعظیم کرنی چاہئے، کیا وقت ذکر پیدائش بطور تعظیم قیام کرنا جائز ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں وقت ذکر پیدائش قیام کرنے کے لئے شرعاً کچھ اصلیت نہیں، بلکہ ناجائز وبدعت ہے مسلمان کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں مستحب ہے اور دو حدیث پیش کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم اِذَاجَاءَ اَمْرُسُرُوْرٍ یُسَرُّبِہٖ خَرَّسَاجِدًالِشُکْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ.(رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوٰۃ شریف، ص ۱۳۱)[4]

---

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان، ص۱۱۷/ج۴/ (مطبوعہ دارصادر بیروت) کو کبوری ابوسعید مظفرالدین صاحب اربل تحت حرف الکاف، رقم التجمہ:۵۴۷،

[2] المدخل ص ۲تا۳۲/ج۲/ فصل فی مولدالنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، مطبوعہ مصر.

[3] الجنۃ لاھل السنۃ ص ۱۹۲/مولود شریف تین طریقوں پرھے، مطبوعہ دلی،

[4] حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی خوشی کی بات پیش آتی جس سے آنحضرتؐ خوش ہوجاتے تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گرجاتے۔

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلّم يَضَعُ لِحسانٍ مِنْبَراً فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِماً يُفَاخِرُ عَنْ رَسُول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم اَوْيُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم انَّ اللّٰه يؤيدُحسان بِرُوْحِ الْقُدس مَانَافَحَ اَوْفَاخَرَ عَنْ رَسُول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم[1]. (مشكوٰة شريف، ص ۴۱۰/ باب البيان والشعر الفصل الثالث)

پہلی حدیث سے مراد لیتے ہیں کہ خوشی کے کام میں سجدہ کرنا اور بعد اس کے کھڑا ہونا ثابت ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کے فخر وغیرہ کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے، ہم ذکر میلاد میں حضور ﷺ کے ذکر پیدائش بیان کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اس سے حدیث کی تابعداری ہوتی ہے، حدیث شریف سے جس چیز کا ثبوت ہو وہ بدعت سیئہ نہیں ہوسکتا بدعت حسنہ ہے، دوسری حدیث سے ظاہر سمجھا جاتا ہے، خبر خوشی سے شکر کا سجدہ اور اس کے بعد کھڑے ہونا، اب مسلمانوں کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کی خبر سے زیادہ خوش خبری اور کیا ہوسکتی ہے، اب اگر کوئی اس موقعہ پر سجدہ کرے اور اس کے بعد کھڑے ہوجائے تو یہ کوئی خرابی کی بات نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں فریق میں سے کس کی دلیل مانی جائے، اور دونوں حدیثوں سے کس نظم سے مستحب ثابت ہوتا ہے، اور مستحب ثابت ہونے کے لئے کیا قواعد اور اصول ہونا ضروری ہیں، مطابق مذہب حنفی کے اور ان دونوں حدیثوں کے اندر کیا نظم ہے، مستحب کے پیش نظر رقم فرما کر ممنون فرمائیں۔

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر وہ کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (کفار کے اشعار کا) اشعار میں جواب دیتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حسان رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے ہیں جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دہی کرتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ آپ کی نماز وغیرہ عبادات کا ذکر ہوخواہ بیع شراء وغیرہ معاملات کا ذکر ہوخواہ ولادت وغیرہ دیگر احوال کا ذکر ہو بلاشبہ باعثِ برکت موجب ثواب ہے[1]، لیکن میلا دمروجہ شرعاً بے اصل بدعت اورناجائز ہے اس کے مفاسد اور قبائح کتاب المدخل[2] ج ۲/میں ۲۳/صفحات میں لکھے ہیں، عربی فارسی اردو میں مستقل رسائل اس کے عدم جواز کے متعلق علمائے حق نے تصنیف فرمائے ہیں[3]، چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) روایات جومحفل میلا دمیں عموماً سنائی جاتی ہیں، وہ اکثر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا اورسننا اوران پر اعتقاد رکھنا ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

(۲) رات کا بڑا حصہ اس محفل میں گزار کر اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے جس سے صبح کی نماز قضا ہوتی ہے۔

(۳) قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں سو سکتے ہیں۔

(۴) اس محفل کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ شریک نہ ہونے والے پر لعن طعن کیا جاتا ہے، اگر کوئی نماز میں شریک نہ ہوتو اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاتی، تو معلوم ہوا کہ اس محفل کی اہمیت نماز سے بھی زیادہ ہے۔

(۵) روشنی اورخوشبو وغیرہ ضرورت سے زیادہ کی جاتی ہے جو اسراف ہے۔

---

[1] امداد الفتاوی ص ۶/۳۲۷، کتاب العقائد، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند،

[2] المدخل مصری ص ۲/تا ۲۳/ج ۲/ فصل فی مولد النبی ﷺ، مطبوعه مصر، حضرت تھانویؒ نے اصلاح الرسوم میں میلا دمروجہ کے مفاسد تفصیل سے ذکر کئے ہیں، ملاحظہ ہو (اصلاح الرسوم تیسرا باب پهلی فصل، ص ۱۰۸، مطبوعه امدادیه ملتان)

[3] وما احد ثته الصوفية الجهلة من مجلس المولد فی الشهر الربيع الاول لااصل له فی الشرع بل هو بدعة مذ مومة وفيهامناكر كثيرة. (الجنة لاهل السنة ص ۲۰۳)

(۶) قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء کی نظروں میں مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں، حتی کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوٰۃ بلکہ اسلام سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔

(۷) قیام کے وقت اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور ہماری ہر بات کو خدا تعالیٰ کی طرح بلا واسطہ حاضر وناظر ہو کر ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۸) آنحضرت ﷺ کی تعریف میں مبالغہ کرتے کرتے آپ ﷺ کے درجہ کو انسانیت سے نکال کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے درجہ میں کر دیا جاتا ہے۔

(۹) بسا اوقات میلاد میں عورتیں شرکت کرتی ہیں، اور ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے، **الیٰ غیر ذٰلک من المفاسد** بعض امور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض شرک ہیں، دونوں حدیثوں سے استحباب قیام پر استدلال کرنا نہایت تعجب خیز ہے، پہلی حدیث میں قیام کا ذکر تک نہیں، بلکہ سجدہ کا ذکر ہے، اگر کہا جائے کہ بعد سجدہ آپ ﷺ قیام بھی فرماتے تھے، تو گو حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں تاہم **علی سبیل التسلیم** کہا جا سکتا ہے کہ اصل مقصود سجدہ ہے اور قیام سجدہ کے تابع ہے، قیام اصل مقصود ہی نہیں اگر قیام اصل مقصود ہوتا تو کم از کم حدیث شریف میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، گو تبعاً ہی کہیں نیز کیا اہل محفل اس خوشخبری کے وقت سجدہ کرتے ہیں اور پھر قیام کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، یا اصل مقصود (سجدہ) کو چھوڑ کر صرف تابع (قیام) پر اکتفا کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو کس قدر قلب موضوع ہے، بڑی غلطی مستدل سے یہ ہوئی کہ وہ خوشخبری کے معنی نہیں سمجھا، خوشخبری عرف میں کہتے ہیں اس اچھی چیز کو جس سے بشرہ میں خوشی کی وجہ سے تغیر پیدا ہو اور یہ پہلی مرتبہ خبر دینے میں ہوتا ہے، اہل محفل کو حضور اقدس ﷺ کی ولادت کا علم پہلے سے ہے اس محفل میں ان کو اول مرتبہ علم نہیں کرایا گیا بلکہ ولادت کا علم پہلے سے ان کو حاصل تھا، اسی کا دوبارہ

تذکرہ کیا گیا لہٰذا ان کے حق میں یہ بشارت نہیں ہوئی بلکہ خبر ہوئی۔

”من قال کل عبد بشرنی بولادة فلانة فهو حر فبشره ثلاثة متفرقين عتق الاول لان البشارة اسم لخبر يغير بشرة الوجه ويشترط كونه سارا بالعرف وهذا انما يتحقق بالاول اھ هداية[1] واصلهٗ ماروی اَنَّهٗ صلّی اللّٰه عليه وسلّم مَرَّ بِابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ هُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا طَرِيًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ بِقِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ فابتدر اليه ابوبكر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ بالبشارة فسبق ابوبكر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، فكان ابن مسعود رضی اللہ عنہ يقول متى ذكر بشرنى ابوبكر رضی اللہ عنہ واخبرنى عمر رضی اللہ عنہ ولو كان مكان البشارة اخباربان قال ان اخبرنى والباقى بحاله عتق الكل. اھ فتح القدير ص ۷۹/ج ۴،[2]

لہٰذا قیام میلاد پر استدلال اس حدیث شریف سے کسی طرح درست نہیں، اگر اس حدیث شریف کی شرح لمعات[3] میں دیکھئے تو وہاں تفصیل سے ائمہ کے نزدیک اس کے مختلف مطالب لکھے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ سے مراد نماز ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شکریہ میں نماز پڑھا کرتے تھے، نماز پر سجدہ کا اطلاق کثرت سے ثابت ہے، اگر بالفرض قیام کا استحباب ثابت بھی ہوتا تو چونکہ اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کیا جاتا ہے، لہٰذا ترک

---

[1] هدايه ص ۴۹۸/ج ۲/ كتاب الايمان باب اليمين فى العتق والطلاق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] فتح القدير ص ۱۶۵/ج ۵/ مطبوعه دارالفكر بيروت، باب اليمين فى العتق والطلاق،

[3] ورابعها سجدة الشكر على حصول نعمة واندفاع بلية وفيها اختلاف فعند الشافعى واحمد سنة وهو قول محمد والاحاديث والاثار كثيرة فى ذٰلک وعندابى حنيفة ومالک ليس بسنة بل هى مكروهة وهم يقولون ان المراد بالسجدة الواقعة فى تلک الاحاديث والاثار الصلوٰة عبرعنها بالسجدة وهو كثير اطلاقًا للجزء على الكل الخ لمعات (حاشية مشكوٰة، ص ۱۳۱) باب فى سجود الشكر (مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ضروری ہے "من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ اِنَّ اللّٰہُ یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخَصَهُ کَمَایُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَائِمُهُ ، انتهی عن الطیبی[1] حاشیة المشکوٰة. سعایة[2] ص۲۶۳/ج۲/الاصرار علیٰ المندو یبلغه الیٰ حدالکراهة اھ سعایه ، ص۲۶۵[3]/ اذاترد دالحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علیٰ فعل البدعة.(شامی، ج۱/ص۶۷۱/[4])

حدیث سے (بزعم خود) ثابت کر کے یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستدل کے کمال عقل وفہم پر دال ہے، دوسری حدیث میں میلاد کا ذکر کہاں ہے، اور یقوم کا فاعل کون ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ہیں، یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا جمیع حاضرین اور پھر اس سے صرف میلاد خواں کے قیام پر استدلال ہے یا جمیع حاضرین کے قیام پر، نیز یہ قیام مستحب ہے یا واجب، اور جس کا بھی قیام حدیث شریف میں مذکور ہے وہ شروع مجلس سے یا کسی خاص وقت میں اور آپ کے یہاں بھی شروع سے قیام ہوتا ہے، یا کسی خاص وقت میں غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ حدیث شریف کے انطباق کی کیا صورت ہے، اگر لفظ "یقوم" یا "قائما" کے لفظ سے استدلال مقصود ہے تو قرآن شریف میں "قوموا" اور "قائمین" اور "قائما" کے صیغے مختلف مواقع پر وارد ہوئے ہیں، ان سے استدلال کر لیا جاتا۔

---

[1] شرح الطیبی ص۲/۴۴۶، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، مطبوعه زکریا دیوبند، مرقاة شرح مشکوة ص۲/۱۴، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

[2] السعایة ،ص۲۶۳/ج۲/ باب صفة الصلوٰة منها استحباب الانصراف عن احدالجانبین (مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

[3] السعایة ،ص۲۶۵/ج۲/ باب صفة الصلاة ومن البدع تخصیص المصافحة الخ.

[4] شامی زکریا ج۲/ ص۴۰۹/ شامی نعمانیه ج۱/ص۴۳۱/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة الخ.

اب میں بتاتا ہوں کہ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے اپنے لئے قیام کی صراحتاً ممانعت فرمائی ہے، تو جب ذات اقدس کے لئے ممانعت ہے تو ذکر ولادت کا درجہ یقیناً ذات اقدس سے کم ہے۔ (ابوامامہؓ) "خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَصاً فَقُمْنَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا كَمَاتَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا"[1] (لابی داؤد جمع الفوائد، ص ۱۴۳/ ج ۲)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل تھا (انس رضی اللہ عنہ) "لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا اِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ"[2] (للترمذی اھ جمع الفوائد، ص ۱۴۳/ ج ۲)

اگر کوئی شخص اپنی تعظیم کے لئے قیام کو پسند کرے اس کا حکم یہ ہے کہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) "رفعه مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لابی داؤد و الترمذی اھ"[3]

---

[1] جمع الفوائد ج۳/ص ۱۱/ حدیث ۷۷۳۲/ کتاب الآداب والسلام الخ، مطبوعه الرشید المدینة المنورة، ابوداؤد شریف ص ۷۱۰/۲، کتاب الادب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ:- (۱) حضرت نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس لاٹھی پر سہارا لگاتے ہوئے تشریف لائے ہم کھڑے ہوگئے، ارشاد فرمایا جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔

[2] جمع الفوائد ص ۱۱/ ج۳/ حدیث ۷۷۳۱/ کتاب الآداب والسلام والجواب والمصافحة الخ، مطبوعه الرشید المدینة المنورة، ص ۱۴۳/۲، مطبوعه رحیمیه دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۰۴/۲، ابواب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

ترجمہ:- کوئی شخص ان کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا لیکن آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی اس سے ناگواری وناپسندیدگی کو جانتے تھے۔

[3] جمع الفوائد ص ۱۱/ ج۳/ حدیث ۷۷۳۳/ کتاب الآداب والسلام والجواب والمصافحة الخ، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(جمع الفوائد، ص ۱۴۳/ج ۲)

نبی کریم ﷺ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے، اس مضمون کی روایات جمع الفوائد، ص ۱۵۰/ج ۲[1] میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/رجب ۵۸ھ

قیام میلاد کا حکم

سوال: -مسئلہ قیام میلاد بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر بدعت سیئہ کہتے ہیں تو اس صورت میں تعامل، توارث اور اجماع کے خلاف لازم آئیگا، کیونکہ قیام میلاد کے اوپر اجماع ہو چکا ہے، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے، ص ۳۸/ج ۴/ "**وقد اجتمع عند الامام تقی الدین السبکیؒ جمع کثیر من علماء عصر ہ فانشد منشد قول الصرصری قلیل**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....مطبوعہ الرشید المدینة المنورة، ص ۲/۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲/۷۱۰، کتاب الادب، باب الرجل یقوم یعظمہ بذلک، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص ۲/۱۰۴، ابواب الاسئذان الخ، باب ماجاء فی قیام کراھیة الرجل الخ، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند،

ترجمہ: -جو اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عَنْ اَنَسٍ وَزَادَ آخِرَهٗ اِنِّی لَا اُرِیْدُ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِی الَّتِیْ اَنْزَلَنِیْهَا اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. جمع الفوائد ص ۳۴/ج ۳/حدیث ۷۸۹۲/کتاب الاداب، الثنا والشکر والمدح والرفق، مطبوعہ الرشید، المدینة المنورة، ص ۲/۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند،

ترجمہ: -حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آخر حدیث میں اتنا اضافہ کیا میں نہیں چاہتا کہ مجھے میرے اس مرتبہ سے زیادہ بڑھاؤ جس مرتبہ پر اللہ نے مجھے اُتارا میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔

المدح الخ فعند ذٰلک قام الاما م السبکی وجمیع من بالمجلس ویکفی ذٰلک فی الاقتداء وقال ابن حجر الهیثمی ان البدعة الحسنة متفق علیٰ مذهبها" (مولود برزنجی، ص۲۹)

قداستحسن القیام عندذکر مولده الشریف ائمة ذوروایة ودرا یة اشباع الکلام ،ص ۶۰ .

قداجتمعت الامة المحمد یة من اهل السنة والجماعة علیٰ استحسان القیام المذکور " مجموعہ فتاویٰ، ص۱۳۰/ج۳/سیرت دحلان، ص۵۱/ج۱/میں بھی ایسا ہی ہے۔

اس کے علاوہ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں" **الادب الخامس موافقة القوم فی القیام اذاقام احدمنهم فی وجد صادق من غیر ریاء وتکلف ،وقام باختیار من غیر اظهار وجد وقام له الجماعة فلابدمن الموافقة، فذٰلک من اٰداب الصحبة"**

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر قیام بدعت سیئہ ہے تو مذکورہ بالا دلائل کے دندان شکن جوابات کیا ہیں، بہرحال اگر بدعت سیئہ ہوتو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی، یا حرام ہے ان میں سے جس کو بھی اختیار کریں مدلل ومفصل وحوالہ کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مروجہ میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ خلفاء راشدین ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، نہ تابعین وائمہ مجتہدین (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، وغیرہم) سے ثابت ہے نہ محدثین (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہ وغیرہ) سے ثابت ہے، نہ اولیاء کاملین (حضرت عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بہاؤالدین نقشبندی، شیخ عارف شہاب

الدین سہروردی وغیرہم رحمہم اللہ) سے ثابت ہے

چھ صدی اس امت پر اس طرح بیت گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت روپیہ خرچ کیا پھر اس کی حرص واتباع میں وزراء، امرأ نے اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں، تفصیل تاریخ ابن خلکان میں ہے[1]

اسی وقت سے علماء حق نے اس کی تردید بھی لکھی ہے چنانچہ کتاب المدخل میں[2] علامہ ابن الحاجؒ نے ۳۲ رصفحات میں اس کے قبائح ومفاسد، دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں ۷۳۷ھ میں اس کی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی، پھر جہاں جہاں یہ مجلس پہنچتی گئی، وہاں کے علماء تردید فرماتے گئے، چنانچہ عربی، فارسی، اردو ہر زبان میں اس کی تردید موجود ہے، اور آج تک تردید کی جارہی ہے، کیا اسی کا نام اجماع ہے، غالباً مدعی کو اجماع کی تعریف بھی معلوم نہیں "جمع کثیر من علماء عصرہ" ایک مجلس میں اکھٹے ہوگئے اور بس اجماع ہوگیا، غور طلب یہ ہے اس دور میں جتنے علماء موجود تھے کیا ان میں کثیر تعداد ایک جگہ (سبکیؒ کے مکان) پر جمع ہوئی تھی، اس کثیر کی مقدار تعداد کیا ہے، تین چار کو بھی کثیر کہا جائیگا، یا جمع کثرت کی حد تک پہنچا کر دس گیارہ تک مبالغہ کیا جائیگا، کیا ان کی تعداد کی شرکت مفید اجماع ہے؟

ہاں یہ ممکن ہے ان حاضرین میں سے کسی نے مخالفت نہ کی ہو، لیکن ان کے علاوہ جتنے علماء اس وقت کے تھے کیا انہوں نے بھی مخالفت نہیں کی یا اس گھریلو اجماع کے ساتھ موافقت

---

[1] اما احتفاله بمولد النبی ﷺ الخ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان للقاضی ابن خلکان، ص ۱۱۷ / ج ۴ / (مطبوعه دار صادربیروت، کوکبوری بن ابی الحسن مظفر الدین صاحب اربل تحت حرف الکاف، العرف الشذی ص ۲۳۱ / ۱، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] المدخل ص ۲، تا ۳۲، ج ۲ / فصل فی مولد النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم، مطبوعه مصر،

کی ہے، نیز ان شریک نہ ہونے والوں کی تعداد شریک ہونے والوں کے مقابلہ میں کثیر تھی یا قلیل؟ اگر شریک نہ ہونے والے قلیل تھے اور شریک ہونے والے کثیر تو اس مکان کی وسعت کس قدر ہوگی، جہاں اتنی بڑی تعداد سما گئی اور صرف اس بستی کے علماء جمع ہوئے تھے، یا تمام اطراف واکناف کے جمع ہوئے تھے، (یا کئے گئے تھے) اگر نہ شریک ہونے والوں کی تعداد کثیر تھی جیسا کہ متبادر ہے کہ ایک مکان میں ایک وقت میں اتنی بڑی تعداد نہیں آسکتی ہے تو جمع کثیر کا اطلاق نہ شریک ہونے والوں پر زیادہ مناسب واقرب الی الفقه ہے، لہٰذا استدلال برعکس ہوجائے گا" الاجماع فی اللغة الاتفاق وفی الشریعة ، اتفاق مجتهدین صالحین من امة محمدصلّی اللّٰه علیه وسلم فی عصرواحد علی امرقولی اوفعلی اھ (نورالانوار)

والمراد بالمجتهدین جمیع المجتهدین الکائنین فی عصر من الاعصار واحترزبه عن اتفاق المقلدین واحترز بقوله صالحین عن اتفاق مجتهدین ذوی هوی (بدعة)اوفاسقین وبقوله امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم عن اتفاق مجتهدی الشرائع السابقة اھ.

الاجماع نوعان عزیمة وهوالتکلم منهم بمایوجب الاتفاق ای اتفاق الکل علیٰ الحکم بان یقولوااجمعنا علیٰ هذا ان کان ذٰلک الشئی من باب القول او شروعهم فی الفعل ان کان من بابه ای کان ذالک الشیئی من باب الفعل کمااذا شرع اهل الاجتهاد جمیعاً فی المضاربة اوالمزارعة اوالشرکة کان ذٰلک اجماعاً منهم علیٰ شرعیتها،ورخصته ،وهوان یتکلم اویفعل البعض دون البعض ای یتفق بعضهم علی قول اوفعل وسکت الباقون منهم ولایردون علیهم بعد مضی مدة التأمل وهی ثلٰثة ایام من مجلس العلم اھ قوله وهی ثلٰثة ایام لان هذاالقدر هوالمشروع فی اظهار العذر وعند اکثر الحنفیة لم تقدر مدة التأمل بشئ بل

لابدمن مرور اوقات یعلم عادة انه لو کان هنا مخالف لاظهر الخلاف اھ (نورالانوار وقمرالاقمار، ص ۲۱۹[1])

کیا بتایا جاسکتا ہے کہ سبکیؒ کے مکان پر محفل میلاد شریف میں قیام کرنے والے حضرات کون کون تھے، اور اجتہاد میں وہ کس مقام پر فائز تھے یعنی مجتہدین کے جو طبقے شرح عقود رسم المفتی میں مذکور ہیں[2] یہ حضرات کس طبقہ کے تھے، جن کے قیام کو اجماع قرار دے دیا گیا، یہ سب گفتگو اس وقت ہے کہ سوال کی نقل کردہ عبارات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے، اور یہ کہا جائے کہ نقل میں خیانت نہیں کی گئی ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مدعی نے نقل میں دیانت سے کام نہیں لیا، جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیثمی کی عبارت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ان کی عبارت یہ ہے کہ

"ونظیر ذٰلک فعل کثیر عندذکر مولده صلّی اللّٰه علیه وسلم ووضع امه لهٗ من القیام وهو ایضاً بدعة لم یرد فیه شیئی" (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۵۸[3])

ایک دوسرے مقام پر رد کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ نے قیام میلاد پر بھی رد فرمایا ہے، اس کی اجازت نہیں دی، اس کی اجازت کو ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے، علاوہ ازیں حنفیہ پر غیر حنفیہ کا قول بلا دلیل کیسے حجت ہوگا۔

احیاء العلوم میں کیا مجلس میلاد کے قیام سے متعلق یہ عبارت ہے، جس کو مدعی نے پیش کیا ہے جب نفس مجلس میلاد شریف کا ہی مروجہ طریق پر ثبوت نہیں تو پھر قیام کیسے ثابت ہوگا۔

حضرت رسول پاک ﷺ کا محفل میلاد میں تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے، بلا دلیل شرعی کے حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف منسوب کرنا نہایت

---

[1] نورالانوار وقمرالاقمار، ص ۲۲۳/ اول مبحث الاجماع (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] شرح عقود رسم المفتی ص ۲۸/ تا ۳۴/ قدیم، مطبوعه مکتبه سعیدیة سهارنپور،

[3] (فتاویٰ حدیثیه، ص ۸۰/ مطبوعه دارالفکر لبنان) مطلب فی ان القیام أثناء مولده الشریف بدعة الخ)

خطرناک ہے، اس کی سزا جہنم ہے[1]۔

اپنی ظاہری حیات طیبہ کے قیام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے "عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی عَصًا فَقُمْنَالَهُ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا کَمَا یَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضاً۔ رواہ ابوداؤد اھ مشکوٰۃ، ص ۴۰۳[2]

جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جس قدر عظمت ومحبت تھی وہ کسی کو نصیب نہیں ان کا طرز عمل تھا کہ وہ جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھتے تھے قیام نہیں فرماتے تھے، کیونکہ یہ قیام ناگوار خاطر تھا اسی وجہ سے قیام کی ممانعت فرمادی تھی۔

"عَنْ اَنَسٍ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْا اِذَارَأَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَّتِهٖ لِذٰلِکَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنَ صَحِیْحٌ اھ" (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۰۳)[3]

---

[1] مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، بخاری شریف، ص ۲۱/ ج ۱/ (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ رقم الحدیث ۱۱۰)

ترجمہ:- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی پر سہارا دیتے ہوئے تشریف لائے ہم آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے، آپؐ نے فرمایا مت کھڑے ہو جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں ان میں کا بعض بعض کی تعظیم کرتا ہے۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳/ باب القیام، الفصل الثانی، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) ابوداؤد شریف ص ۲/۷۱۰، کتاب الادب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب القیام الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۲/۱۰۴، ابواب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو محبوب نہیں رکھتے تھے اور جب آپؐ کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ اس کو ناپسند فرمائیں گے۔

''براہین قاطعہ[1] ''الجنۃ لاہل السنۃ[2]، فتاویٰ میلاد وقیام وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے، ایک بہت مختصر کتابچہ غلط فہمیوں کا ازالہ'' دارالعلوم دیوبند صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے کچھ عرصہ ہوا طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے، اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، بلاثبوت کسی چیز کو دین اور تقرب سمجھنا ہی بدعت ہے اور یہاں تو قیام کے خلاف پر دلیل موجود ہے جس چیز کو صاف صاف منع فرمایا گیا ''لاتقوموا'' اس کو دین تصور کرنا تو تحریف ہے جس میں بدعت حسنہ ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں۔

نہی کا تحریم کے لئے ہونا اصل ہے، بغیر قرینۂ صارفہ کے اصل سے عدول کا حق نہیں ''النهی کالامر فی کونه من الخاص لانه لفظ وضع بمعنی معلوم وهو التحریم اھ'' (نورالانوار، ص ۶۱[3]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

میلاد وقیام

سوال: -لوگ میلاد کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شب میں ختنہ کراتے ہیں گویا کھانے میں میلاد اور ختنہ دونوں کی نیت ظاہر ہو رہی ہے، ایسی صورت میں مولوی صاحب کے لئے جو میلاد پڑھانے کے لئے مدعو ہیں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] البراهین القاطعه، ص ۱۴۹/ اوله سوال مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است وبکدام صورت ناجائز. الخ، مطبوعه دهلی،

[2] الجنة لاهل السنة، ص ۱۹۳)

[3] نورالانوار، ص ۶۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) اول مبحث النهی،

الجواب حامداً ومصلیاً

ختنہ پر لوگوں کو بلانا اور دعوت کرنا شرعاً ثابت نہیں[1]، میلاد مروجہ میں بھی چند خرابیاں ہیں، مثلاً اس میں جو روایات سنائی جاتی ہیں، وہ محدثین کے نزدیک موضوع یعنی غلط ہیں اور حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف جو شخص ایسی بات منسوب کرتے ہیں، جو کہ آپ ﷺ نے نہیں فرمائی، اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے[2]، اسلئے ایسی مجلس نہ کی جائے، البتہ کسی محقق متبع سنت عالم کا وعظ کرایا جائے، جس میں ولادت شریفہ کا بھی ذکر ہو اور اخلاق، اعمال، اقوال، عبادات، معاملات کا بھی ذکر ہو تو بہتر ہے، اس سے اتباع سنت کی توفیق ہوگی اور خلاف سنت چیزوں سے بچنے اور اپنی زندگی کو سدھارنے کی بھی روشنی ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۹ھ

قیام تعظیمی

سوال:- قیام تعظیمی جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ کے آتے وقت طلباء کرام تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں، یا کسی اور بزرگ کے آتے وقت کھڑے

---

[1] عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دُعِیَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِی الْعَاصِ اِلٰی الْخَتانِ فَابٰی اَنْ یُجِیْبُ فَقِیْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّا کُنَّا لَانَاتِی الْخَتانَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَانُدْعٰی لَهٗ. مسند احمد، ص۲۱۷/۴/ حدیث عثمان بن العاص عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم. (طبع دار الفکر)

ترجمہ:- حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو ختنہ کی دعوت دی گئی، انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا ان سے عرض کیا گیا تو جواب دیا ہم حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ختنہ کی دعوتوں میں نہیں آتے تھے، نہ ہم کو ختنہ کی دعوت دی جاتی تھی۔

[2] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مَنْ کَذَبَ عَلَیّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (مقدمه مسلم شریف ص۷/ج۱/ کتب خانه رشیدیه دهلی)

ہوتے ہیں، از روئے شرع یہ قیام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ یا کوئی بھی بزرگ تشریف لائیں، تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تقاضائے ادب ہے، اور مستحب ہے، لیکن اگر ان کو اس قیام سے اذیت ہو اور وہ منع کریں تو قیام نہیں کرنا چاہئے، اذیت سے بچانا واجب ہے، جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس حضرت رسول مقبول ﷺ تشریف لائے، تو آپ کو دیکھ کر سب کھڑے ہوگئے، اس پر قیام سے منع فرمادیا، پھر اس کے بعد تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو ناگواری کا لحاظ رکھتے ہوئے قیام نہیں کیا کرتے تھے، "عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی عَصًا فَقُمْنَالَهٗ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاعاجم یُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضاً رواه ابوداؤد[1]"، عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہ ﷺ وَکَانُوْا اِذَارَأَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَّتِهٖ لِذٰلِکَ "رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح .مشکوٰة شریف، ج ۲/ص ۴۰۳/[2].باب القیام الفصل الثانی، وفی الوهبانیة یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم ای ان کان ممن یستحق التعظیم اھ[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۰ھ

---

[1] مشکوٰة شریف ص ۴۰۳، یاسر ندیم دیوبند، باب القیام، الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ص ۲/۷۱۰، کتاب الادب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک، طبع سعد بکڈپو دیوبند،

[2] مشکوٰة شریف ص ۴۰۳، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب القیام، الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۲/۱۰۴، ابواب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

[3] درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۵۵۱/کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء قبیل فصل فی البیع.

قیام میلاد (مفصل)

سوال: -میلاد شریف میں قیام کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے، اور میلاد مروجہ کا پڑھنا پڑھوانا اور اس کے اندر ایسی احتیاط برتی جائے کہ کوئی کام غیر شرعی نہ ہو، روایات صحیحہ پڑھی جائیں، اور قیام کیا جائے، حرام ہے یا ناجائز ہے، یا بدعت ضلالہ ہے، میلاد شریف کا کرنے والا خصوصاً بارہ ربیع الاوّل کو خاص اہتمام سے کرنے والا کس قسم کا گنہگار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو خواہ آپ کی عبادات، نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کے معاملات خرید وفروخت، قرض و رہن وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی معاشرت، سونے، جاگنے چلنے، پھرنے، بیٹھنے وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ ﷺ کے لباس کرتہ، لنگی، چادر، عمامہ، جبہ وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کے جانوروں، اونٹ، گھوڑا، بکری، خچر وغیرہ کا ذکر ہو، غرض جو چیز بھی آپ ﷺ سے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اور اس سے نصیحت لینا بغیر کسی غیر ثابت پابندی کے اور قید کے بلاشبہ موجب برکت ہے، باعث اجر ہے، ذریعۂ قربت ہے، تقاضائے ایمان ہے[1]۔

مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلاد منعقد کیجاتی ہے، اس کا ثبوت قرآن کریم، حدیث شریف وفقہ میں کہیں نہیں، نہ حضور اقدس ﷺ نے یہ مجلس منعقد کی نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، نہ ائمہ مجتہدین نے اور نہ فقہا محدثین نے، چھ صدی تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی، اس کے بعد شروع ہوئی، سلطان اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس کی اور بہت پیسہ روپیہ خرچ کیا ہے، جیسا کہ

---

[1] والاحتفال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا عن البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره صلى الله عليه وسلّم .امدادالفتاویٰ ،ص ۳۲۷/ ج۶/ كتاب العقائد، مطبوعه ادارۂ تاليفات اولياء ديوبند. فتاویٰ خليليه،ص ۳۹۲/ ج۳.

تاریخ ابن خلکان[1] میں ہے اسی وقت سے علماء حق نے اسکی تردید کی اور کرتے چلے آرہے ہیں جو کام ان مجالس میں کئے جاتے ہیں ان میں سے صرف دو کو سامنے رکھ کر آپ نے سوال کیا ہے، ممکن ہے آپ کے یہاں مجالس میں یہی دو کام ہوتے ہوں، جن کی وجہ سے آپ نے سوال کیا ہے اور کوئی کام ایسا نہ ہوتا ہو جس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری چیزیں کچھ اور ہوتی ہوں، مگر آپ ان کو درست سمجھتے ہوں، اور وہ شریعت کی نظر میں غلط ہوں، جو کچھ بھی ہوں میں بھی دو چیزیں سامنے رکھ کر جواب تحریر کرتا ہوں، دوسری چیزیں جن کا عام مجالس میں رواج ہے، اس جگہ ذکر نہیں کرونگا۔

پہلی چیز قیام ہے، اس کے متعلق تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ قیام کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے، یعنی اس قیام سے کس کی تعظیم مقصود ہے، اس میں چار احتمال ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہوں، اس لئے آپ ﷺ کو دیکھ کر ایمان وادب کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی فوراً کھڑا ہو جائے (جیسا کہ کثرت سے ان مجالس والوں کا عقیدہ ہے)

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کی تعظیم مقصود ہو یعنی یہ عقیدہ ہو کہ آپ اس وقت پیدا ہو رہے ہیں، اور اس مجلس میں آپ ﷺ کی ولادت شریفہ ہو رہی ہے، (جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے، اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کے چٹکی لیتی ہے جس سے وہ بچہ رو پڑتا ہے، اس کی آواز کو سن کر سب مجمع درود سلام پڑھتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے، اور امسال یہاں کانپور میں ایک مجلس میلاد میں جھولنا بھی موجود تھا، جس میں ایک بچہ کو لٹا کر جھلایا جا رہا تھا، اور اس پر درود وسلام پڑھا جا رہا تھا۔ **(استغفر اللّٰہ العظیم)**

---

[1] واما احتفاله بمولد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فان الوصف یقصر عن الاحاطة به (الیٰ قوله) فعند ذالک یقدم السماط فی المیدان للصعالیک ویکون سماطا عامافیه من الطعام والخبز شیء کثیرا لایحد ولایوصف ویمد سماطاً ثانیاً فی الخانقاه للناس المجتمعین عند الکرسی ویخلع علی کل واحد (تاریخ ابن خلکان ص۱۱۷/ج۴/ ترجمه:۵۴۷، مطبوعه بیروت.

تیسرا احتمال یہ ہے کہ ذکر ولادت کی تعظیم مقصود ہو۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ صرف ذکر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مقصود ہو۔

اب ترتیب وار ان چاروں احتمالوں کے متعلق شرعی حکم تحریر ہے۔

احتمال اوّل! حضور اقدس ﷺ کا تشریف لانا مجالس میلاد شریف میں یہ عقیدہ بلا دلیل ہے، قرآن پاک، حدیث شریف، کلام، اصول فقہ کسی چیز سے بھی ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے[1] اس سے توبہ لازم ہے، ایسی چیز کا ثبوت آنکھوں سے دیکھ کر ہوسکتا ہے، یا دلیل شرعی سے ہوسکتا ہے، حاضرین مجلس آنکھوں سے یہ دیکھ نہیں رہے ہیں، دلیل شرعی قائم نہیں، پھر ثبوت کی ضرورت ہے۔

یہ بحث جداگانہ ہے کہ تشریف لاسکتے ہیں یا نہیں، اس کا یہ موقع نہیں جب کہ ان مجالس میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں، تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام کرنا غلط ہوا اور اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو کیا قیام کرنا درست ہوتا، اس کے لئے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:۔

''عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُتَّکِأً عَلٰی عَصًا، فَقُمْنَا لَهٗ فَقَالَ لَاتَقُوْمُوْا کَمَایَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضاً رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف[2]۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ لاٹھی ٹیکتے ہوئے تشریف لائے، تو ہم لوگوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے لئے قیام مت کرو جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کے لئے قیام کرتے ہیں، یہ حدیث امام ابوداؤد سے روایت کی ہے، اس حدیث پاک میں صاف قیام کو منع کیا گیا ہے۔

---

[1] اہل بدعت کا یہ بھی بے اصل اور غلط عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود ہر ایک مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں الخ، الجنه لاهل السنه ص ۲۱۴/ قیام تعظیمی حرام هے، مطبوعه دهلی،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳/ باب القیام، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

تنبیہ: اس حدیث شریف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قیام کی ممانعت اس طرح پر ہو کہ آپ ﷺ تشریف فرما رہیں یعنی بیٹھے رہیں، اور لوگ تعظیماً کھڑے رہیں، کیونکہ وہاں یہ طریقہ تو کبھی تھا ہی نہیں، آپ کی مجلس کا یہ حال ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح مؤدب بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ذرا حرکت کریں تو وہ اڑ جائیں[1]۔

بلکہ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوں اس مجلس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعظیماً قیام نہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ قیام نہیں کیا کرتے تھے:-

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَکَانُوْا اِذَا رَأوہُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاھِیَّتِہٖ لِذٰلِکَ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح. مشکوٰۃ شریف[2]، ص۴۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہیں تھا، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قیام آنحضرت ﷺ کو ناپسند و ناگوار ہے یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قام علی المنبر ..... وسکت الناس کان علی رؤسھم الطیر الحدیث (بخاری ص۳۹۸/۱، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ کتاب الجھاد، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

کانت صفہ مجلس رسول اللہ ﷺ اذا تکلم اطرق جلساء ہ کانما علی رؤسھم الطیر (مرقاۃ المفاتیح ص۳۳۷/۲، باب مایقال عند من حفرہ الموت، کتاب الجنائز، مطبوعہ ممبئی،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳/ باب القیام الفصل الثانی (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل صاف بیان کر دیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو ناپسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے، خواہ اس کا دلی تقاضا کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو، مگر اپنے دلی تقاضے کے مقابلے میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کا لحاظ رکھنا ہمیشہ محبّ کے ذمہ لازم ہے اور یہی دراصل تقاضائے محبت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس قسم کے بے شمار واقعات ملیں گے، کہ انہوں نے اپنی دلی خواہش اور جذبۂ محبت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور منشاء پر قربان کر دیا، اسکی ایک مثال اس جگہ پیش کرتا ہوں:-

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ. الحديث رواه احمد، مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۵/[1])

جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو نصیحت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چل دیئے تھے، اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے، یہ حدیث شریف امام احمدؒ نے روایت کی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے دل پر کتنا بوجھ ہوا ہوگا کہ وہ تو سوار ہوں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رخصت کرنے کے لئے پیدل ساتھ ساتھ تشریف لئے جا رہے ہوں، لیکن اپنی خواہش کو قربان کر کے ہر بوجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کیا۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. رواه الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۰۳/[2])

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۵/ کتاب الرقاق الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسند احمد ۲۳۵/ ج۵/ داراحیاء التراث العربی.

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳/ باب القیام الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۱۰۴/ ۲/ ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی کراهیة، قیام الرجل، ابوداؤد شریف ص ۷۱۰/ ج۲/ کتاب الآداب، باب الرجل یقوم لرجل.

جس شخص کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے لئے قیام کیا کریں، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، یہ حدیث امام ترمذی وابوداؤد نے روایت کی ہے۔

یہ حدیث اس لئے ذکر کی ہے کہ لوگ اپنے لئے بھی قیام کو پسند نہ کریں۔

احتمال دوم:- ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اسی مجلس میں آپ ﷺ کی ولادت ہورہی ہے یہ تصور اس قدر بے ہودہ اور باطل ہے جس کی حد نہیں، کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مجلس سے پہلے پیدائش نہیں ہوئی تھی، تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا، حدیثوں کا مجموعہ کس کی حدیثیں ہیں، ۲۳ رسالہ مبارک زمانہ وحی کی زندگی، غزوات، اصول وارکان اسلام چودہ سوسالہ کارنامے یہ کیسے ہیں اور کیا ہر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے، وہیں ولادت ہوتی ہے۔ **(نعوذ باللّٰہ منہ)**

یہ تصور تو کوئی مسلمان بلکہ تھوڑی سمجھ والا غیر مسلم بھی نہیں کرسکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ اہل مجلس حضرات جوش محبت وعقیدت میں ولادت شریفہ کی نقل کرتے ہوں، کہ کسی عورت کو رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ کے مشابہ قرار دے کر جو بچہ اس کی گود میں ہے اس کو آنحضرت ﷺ کی شبیہہ قرار دیتے ہوئے، اور اس بچہ کے رونے کی آواز سن کر اس وقت کا تصور کرتے ہوں جس وقت آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ ہوئی تھی، اور اسی تصور کے ماتحت قیام کرتے ہوں، یہ تصور اور تشبیہ بھی اس قدر خطرناک ہے کہ **الامان والحفیظ** اور بالکل ایسا ہی طریقہ ہے جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والا ایک طبقہ محرم کے مہینہ میں اختیار کرتا ہے، علم نکالتا ہے، میسر آجائے تو اونٹوں کی قطار بھی لیجاتا ہے، جیسا کہ کانپور میں دستور ہے، اور دلدل بھی نکالتا ہے، چوکی اور مہندی بھی ہوتی ہے، اور قبر کی بھی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور ماتم بھی مرثیوں کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی شمر بھی ہوتا ہے، کسی کو حسین بھی بنایا جاتا ہے، اور سب ماجرا تفصیل وار اسی تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے،

جس طرح پیش آیا تھا۔

یہ بھی سب عقیدت اور محبت ہی کا مظاہرہ ہے کہ پورے واقعہ کی نقل کی جاتی ہیں، دوسری غیر مسلم قومیں بھی اپنے بزرگوں کے کارنامے اس طرح نقل کرتی ہیں، بلکہ بزرگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیتی ہیں، اوران کے سامنے ڈنڈوت کر لینے کو اوران کی پیدائش اور جنگ وغیرہ کی نقل کرنے اور جلوس نکالنے کو اپنے سارے دین کا خلاصہ اور عطر سمجھتی ہیں۔

آپ تنہائی میں دماغ کو افکار وتعصب سے خالی کر کے سوچیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں نے کن لوگوں سے لیا ہے، اور ایسا عقیدہ اوران کے لئے یہ عمل کہاں تک عقل اور شریعت کے مطابق ہوسکتا ہے، کیا شریعت اس کی اجازت دے سکتی ہے اور عقل اس کو برداشت کرسکتی ہے، اگر آج کسی کے والد بزرگوار کی نقل اس طرح اتاری جائے تو کوئی غیرت مند آدمی اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔

تیسرا احتمال:- ذکر ولادت شریف کی تعظیم کی خاطر قیام کرنا تو اس کیلئے بھی کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر جب کیا جائے، تو بحالت قیام کیا جائے، یا سننے والے قیام کریں۔

حدیث شریف[1] میں ارشاد ہے کہ ''میں دوشنبہ کو پیدا ہوا ہوں، لیکن پیدائش کا تذکرہ فرماتے ہوئے نہ تو آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے۔

محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھا ہے، ان کتابوں کو برابر اہل علم حضرات پڑھتے ہیں، کہیں ثابت نہیں کہ کسی راوی نے اس کو یا اس جیسی کسی حدیث کو روایت کرتے وقت قیام کیا ہو یا کسی محدث مثلاً امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام

---

[1] عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ فِیْهِ وُلِدْتُّ وَفِیْهِ اُنْزِلَ عَلَیَّ رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص ۱۷۹، باب صیام التطوع، الفصل الاوّل، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ابوداؤد، وامام نسائیؒ، امام احمدؒ، نے لکھتے یا پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت قیام کیا ہو، پس اس مقصد کے ماتحت قیام بھی بلا دلیل ہے۔

چوتھا احتمال:- یہ ہے کہ محض ذکر رسول مقبول ﷺ کی تعظیم کیلئے قیام ہو سو یہ بھی بلا دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہمیشہ ذکر رسول مقبول ﷺ کرتے اور حدیثیں سنایا کرتے تھے[1]، مگر کہیں قیام نہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو منبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے اور منبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس قبر والے صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا[2]، مگر کبھی حاضرین کو قیام کے لئے نہیں کہا، خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے جب ذکر رسول مقبول ﷺ فرمایا کبھی حاضرین کو قیام کا حکم نہیں دیا، اور کیسے حکم دیتے اور حاضرین کیسے قیام کرتے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس بات کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ منبر پر تشریف لا کر فرمایا "اجلسو" (بیٹھ جاؤ) اس حکم کو سن کر جو صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، حتی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے، مسجد کے باہر دروازہ کے قریب تھے وہ یہ حکم سن کر وہیں بیٹھ گئے، حضرت

---

[1] عن ابی وائل قال کان عبد اللّٰہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہٗ رجل یاابا عبد الرحمٰن لَوَدِدْتُّ انک ذکّر تناکل یومٍ قال اما انہ یمنعنی من ذالک انی اکرہ ان اُمَلِّکُمْ وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخوّلنا بھامخافۃ السامۃ علینا ،بخاری شریف ۱۶ / ج ۱ / کتاب العلم ،باب من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ.

[2] عَنِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ یَقُوْمُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلٰی جَانِبِ الْمِنْبَرِ فَیَطْرَحُ اَعْقَابَ نَعْلَیْہِ فِیْ ذِرَاعَیْہِ ثُمَّ یَقْبِضُ عَلٰی رُمَّانَۃِ الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْالْقَاسِمِ ﷺ قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ ﷺ الحدیث المستدرک للحاکم ، ص ۱۹۰ / ج ۱ / حدیث ۳۶۷ / کتاب العلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

رسول مقبول ﷺ کی ان پر نظر پڑی فرمایا آگے آجاؤ۔[1]

ایمان کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے اس کے متعدد ارکان ہیں، مختلف چیزیں پڑھی جاتی ہیں، رسول مقبول ﷺ پر نماز میں درود شریف قیام کی حالت میں نہیں پڑھا جاتا، نہ رکوع سجدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے، بلکہ بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر حدیث لکھتے وقت اوّل غسل کیا، مسواک کی، دو رکعت نماز نفل پڑھی تب ایک حدیث لکھی، اس ادب و احترام کے ساتھ یہ کتاب ۱۶ رسال میں مکمل ہوئی،[2] مگر یہ ثابت نہیں کہ کسی حدیث کو خواہ وہ ذکر ولادت شریف سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو کھڑے ہو کر لکھا ہو، جس وقت اپنی کتاب کا املاء کراتے تھے تو بعض اوقات ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مجمع موجود ہوتا، مگر سب بیٹھے رہتے تھے، کوئی بحالت قیام نہیں لکھتا تھا، اور بھی کسی محدث سے قیام ثابت نہیں، حالانکہ یہ سب حضرات ذکر رسول مقبول ﷺ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

---

[1] عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اِسْتَوىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى الْمِنْبَرِ قَالَ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِكَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَأَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ تَعَالَ يَاعَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍؓ الحديث، رواه ابو داؤد ص ۱۵۶ / ج ۱ / باب الامام يكلم الرجل فى خطبته. مشكوٰة شريف ص ۱۲۴ . باب الخطبة و الصلوٰة، الفصل الثالث،

ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر بیٹھے آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تو یہ بات ابن مسعودؓ نے (دروازے پر) سنی اور مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے، آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے عبداللہ بن مسعودؓ آؤ!

[2] عن محمدبن اسمٰعيل البخارى يقول ماوضعت فى كتابى الصحيح حديثاً الااغتسلت قبل ذلك وصليت ركعتين الى قوله صنفت الجامع من ستماة الف حديث فى ست عشرة سنة الخ هدى السارى مقدمة فتح البارى ،ص ۶۷۶ / ذكر فضائل الجامع الصحيح سوى ماتقدم الخ مكتبه نزار مصطفى البازمكه مكرمه.

نیز اس مقصد کے لئے شروع ہی سے قیام کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ مجلس ہی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے.....(یہاں تک تو قیام سے متعلق گزارش تھی)

آپ کے خط میں دوسری چیز ۱۲/ربیع الاول کی تخصیص واہتمام کا سوال ہے اسکے متعلق عرض ہے کہ مروجہ نفس میلا دشریف کی حیثیت جب سامنے آگئی کہ اسکا کہیں شرعی ثبوت نہیں تو ۱۲/ربیع الاول کی تخصیص واہتمام کا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا، اگر مروجہ مجلس میلا دشریف کا ثبوت ہوتا پھر اس کی تخصیص ۱۲/ربیع الاول کے ساتھ کی جاتی تو اس تخصیص کو منع کیا جاتا، فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیز فی نفسہ مستحب ہو، اور لوگ اس پر اصرار کرنے لگیں تو وہ چیز مکروہ ہوجاتی ہے

"الاصرار علیٰ المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة "اھ (سعایة ص ۲۶۵/ج۲)[1]

اسی طرح طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے "من اصرعلیٰ امرمندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علیٰ بدعة اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعودؓ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ تُوْتٰی رُخَصُهٗ کَمَایُحِبُّ اَنْ تُوْتیٰ عزائمه اھ (سعایة، ص ۲۶۳/ج۲)[2]

جب کہ اصرار سے مستحب چیزیں بھی مکروہ ہوجاتی ہیں تو بدعت پر اصرار کا کیا حال ہوگا حضرت مجدد الف[3] ثانی علیہ الرحمہ نے محفل میلا دشریف پڑھنے کے متعلق جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو فرمایا ہے۔

---

[1] السعایة ص ۲۶۵/ج۲/ کتاب الصلوٰة ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلاة الفجر الخ ،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] السعایة ص ۲۶۳/ج۲/ کتاب الصلوٰة منها استحباب الانصراف عن احد الجانبین الخ . مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] مخدومابخاطر فقیر میرسد این باب مطلق نکنند بوالهو سان ممنوع نمی کردند اگراندک تجویز کردند منجربسیار خواهد شد قلیله یفضی الی کثیره قول مشهوراست (مکتوبات امام ربانی هفتادو،دوم جلد ثالث،ص ۱۲۰/مطبع خاص مرتضوی دهلی .

میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ اس دروازے کو بالکل نہ کھولیں کیونکہ بوالہوس نہیں رُکتے اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں تو بہت تک پہنچ جائے گا اھ۔ (مکتوب ۷۲/دفتر سوم)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دعوت میلاد

سوال:- زید ایک مولوی صاحب کی دعوت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ہمارے یہاں شام کا یا صبح کا کھانا کھالینا چنانچہ مولوی صاحب جاتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور زید کھلانے کے بعد بطیب خاطر مولوی صاحب کو کچھ پیسے دیتا ہے، مگر زید اپنی خوشی سے دیتا ہے، مگر ایسے مواقع کے اندر مولوی صاحب کو کچھ دینے کا رواج ضرور ہے، اور اس کے بعد رخصت کے وقت کچھ روپیہ پیسہ دے کر مولوی صاحب کو خوش کرتا ہے، ان صورتوں کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور میلاد النبی ﷺ کا جائز طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض خوشی یا ثواب کے لئے دعوت کرنا یا[1] کچھ رقم دینا درست ہے، مگر وعظ کرا کے اس کا معاوضہ دینا شرعاً درست نہیں، اگر وعظ کے لئے مستقل طور پر وعظ کی تشکیل اور ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے ملازم رکھا جائے تو یہ جائز ہے[2]، طریقۂ مروجہ پر مجلس مولود منعقد کرنا اور اس میں مولود

---

[1] اتخاذ الضيافة من الطعام ..... شرع في السروى (شامي زكريا ص ۳/۱۴۸، شامي كراچي ص ۲/۲۴۰، كتاب الجنائز، مطلب كراهية الضيافة، من اهل الميت، شامي نعمانيه ص ۱/۲۳۰،

[2] ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان (قال الشامي) وزاد بعضهم الأذان والاقامة والوعظ المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ماذكروه فقط ممافيه ضرورة ظاهرة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۵۵-۶/۵۶، كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ)

خوانی کرانا شرعاً ممنوع ہے[۱] اور فی نفسہٖ حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک جو کہ معتبر حدیثوں میں موجود ہے، بلا تعیین تاریخ اور التزام ہیئت وبلا انضمام منکرات شرعیہ وبدون فساد عقائد خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا عبادات ومعاملات جہاد نکاح وغیرہ کا ذکر ہو بلا تردد درست وباعث ثواب اور موجب خیر وبرکت ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے "تبلیغ الحق، مدخل[۲] براہین قاطعہ[۳]" فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۷/۶۰ھ

یوم میلاد النبی ﷺ کو چراغاں کرنا

سوال:- جو لوگ بارہ ربیع الاول حضور اکرم ﷺ کے پیدائش کے دن مسجدوں اور گھروں میں روشنی کرتے ہیں، اور شیرینی تقسیم کرتے ہیں کیا شرعاً درست ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ قرآن کریم حدیث شریف اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ علیہم سے

---

۱ ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذٰلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر مایفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد وقد احتویٰ علی بدع ومحرمات جملة (مدخل لابن الحاج ص ۲/ ج ۲/ فصل فی المولد، مطبوعه مصری)

۲ بعضهم یتورع عن هذاویعمل المولد بقراء ة البخاری وغیره عوضا عن ذٰلک وهذا وان کانت قراء ة الحدیث فی نفسهامن اکبر القرب والعبادات وفیها البرکة العظیمة والخیر الکثیر لکن اذافعل ذٰلک بشرطه اللائق به علی الوجه الشرعی کماینبغی. (مدخل، ج ۲/ص ۲۵/فصل فی المولد، مطبوعه مصریة بالازهر)

۳ ملاحظه هو براهین قاطعه ص ۱۶۳/الخ (مطبوعه امدادیه دیوبند)

ثابت نہیں اس سے پورا اجتناب کیا جائے[۱] اپنی پیدائش کے دن حضرت نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مدرسہ چلانے کیلئے مجلس میلاد میں شرکت

سوال:- زید نے ایک مدرسہ ایسی جگہ قائم کیا جہاں اہل بدعت ہیں مگر خود بدعات سے گریز کرتا ہے، مگر اس مصلحت کے پیش نظر کہ اگر بدعت میں شرکت نہ کی تو یہ لوگ مدرسہ میں بچے نہیں بھیجیں گے، ان کی بدعات میں شرکت کرلے تو کیسا ہے؟ بالفرض تبلیغ کی نیت سے ان کی میلاد میں شرکت کرے تو زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کیا کرے؟ بعض لوگ حاجی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے مصالح کے پیش نظر قیام کرنے کی اجازت دی ہے؟

---

[۱] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ. مشکوٰۃ شریف ص۲۷. (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاوّل.

الاستفسار: اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة اولیلة القدر فی الاسواق والمساجد کماتعارف فی امصار ناهل یجوز، الاستبشار: هوبدعة الخ نفع المفتی والسائل، ص۱۲۷/ مایتعلق بالنوم والقیام الخ (مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

[۲] لٰکن اشار علیه الصلوٰة والسلام الیٰ فضیلة هذا الشهر العظیم بقوله علیه الصلوٰة والسلام للسائل الذی سأله عن صوم یوم الاثنین فقال له علیه الصلوٰة والسلام ذالک یوم ولدت فیه الیٰ ماقال ألاتریٰ ان صوم هذالیوم فیه فضل عظیم لأنه صلی اللّٰه علیه وسلّم ولد فیه، المدخل ص ۳/ج۲/(مطبوعہ مصر) فصل فی مولد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے لئے مصالح مدرسہ کی خاطر ان مجالس بدعت میں شرکت کرنا جائز نہیں،[1] یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ باجے بجا کر لوگوں کو جمع کیا جائے، اور پھر انہیں نماز کی طرف دعوت دی جائے، اس کی اجازت نہیں، ہمارے علم میں نہیں کہ حاجی صاحب نے کسی مدرسہ کو چلانے کے لئے قیام کی اجازت دی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ہفت مسئلہ میں حاجی صاحبؒ کے قیام کی تاویل

سوال:- زید بعد میلاد قیام کرتا ہے، اور حوالہ دیتا ہے فیصلہ ہفت مسئلہ کا کہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مستحب اور کار ثواب ہے نیز یہ فرمایا ہے کہ خود بھی قیام کرتا ہوں اور قیام کرتے ہوئے بہت لطف حاصل کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہی مسائل کے واسطے چار قسم کی دلیل ہوتی ہے، کتاب، سنت، اجماع، قیاس مجتہدین، اگر کسی ولی برگزیدہ کا کوئی قول یا عمل ایسا ثابت ہو جس کے لئے چاروں دلیلوں میں سے کوئی دلیل نہ ہو تو ان ولی کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے ان کے اس قول وعمل کے لئے محمل حسن تجویز کیا جائے، اور اس کو خلاف شرع ہونے سے بچانے کی تدبیر کی جائے گی، یہ نہیں ہوگا کہ اس قول وعمل کو اصل قرار دیکر ادلۂ شرعیہ کو نظر انداز کر دیا جائے، قیام کرتے ہوئے لطف حاصل ہونا شرعی دلیل نہیں جس سے فقہی مسئلہ ثابت کیا جائے، فیصلہ ہفت مسئلہ کی اصل

---

[1] اصلاح الرسوم قاعدہ پنجم ص ۱۱۶،

عبارت دیکھئے اگر اس سے یہ ثابت ہو کہ شرعاً قیام کرنا چاہئے تو اسکی وضاحت اسکے ضمیمہ میں دیکھئے اسمیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں، فتاویٰ رشیدیہ[1] میں یہ مسئلہ متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

شب ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا

سوال: -بعض علاقوں میں حضرت نبی کریم ﷺ کے یوم پیدائش اور شب معراج میں رات بھر مسجدوں میں گزارتے ہیں اور عبادت ودعا میں پوری رات بیدار رہتے ہیں، حتی کہ جو کبھی مسجدوں کا رخ بھی نہیں کرتے وہ ان دنوں میں پورے عابد بن جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان راتوں میں پوری رات کی عبادت کا ثبوت قرآن کریم وحدیث سے ہے یا نہیں، نیز اس خصوصی عبادت کا حکم کیا ہے، براہین قاطعہ میں ہے کہ بخاری شریف میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا جب لوگوں نے اجتماعی حالت میں کثرت سے ادا کرنا شروع کیا تو اس حالت میں عبادت کرنا کہیں بدعت میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یوم پیدائش یا شب پیدائش میں یا شب معراج میں بیدار رہ کر تمام رات خصوصیت سے عبادت کرنا حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، جن راتوں میں مثلاً شب براءت وشب عید وغیرہ میں بیدار رہ کر عبادت کرنا ثابت بھی ہے ان میں

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۳/ ج ۱/ کتاب البدعات (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

بھی مسجد میں اجتماعی طور پر شب بیداری کرنے کو فقہاء نے ممنوع وبدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ مراقی الفلاح ص ۲۴۱[1] پر تصریح ہے لہٰذا طریق مذکورہ کو بند کیا جائے، اپنی اپنی جگہ پر جس کو جب بھی توفیق ہو بلا کسی قید کے جتنی عبادت کرلے عین سعادت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۱ھ

سیرت کانفرنس کے جلسے

سوال: - ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں سیرت کانفرنس اور سیرت النبی کے عنوان سے اجلاس ہوتے ہیں، دیوبندی حضرات بھی ایسے ہی اجلاس بلاتے ہیں، لیکن بریلوی سے اتنا مختلف کہ ان کے یہاں قیام ومیلاد بھی ہوتا ہے، لیکن دیوبندی حضرات محض اپنے علماء کو بلا کر تقریریں سنتے ہیں، اور سیرت طیبہ سے نیز ارشادات نبوی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مستفید ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارے علماء ومشائخ اساتذہ دیوبند سہارنپور وغیرہ کے شرکت فرماتے ہیں، اور یہ اجلاس سال کے دوسرے ایام وشہر میں بھی منعقد ہوتے ہیں، لیکن ربیع الاول میں اس کا زور زیادہ ہوجاتا ہے، اس میں ۱۲/ربیع الاول کی قید تو نہیں، اوّل و آخر میں بھی اجلاس ہوتے رہتے ہیں، ذہن میں خلجان ہے کہ آیا اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ ازراہِ کرم واضح فرمائیں، عنایت ہوگی۔

---

[1] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرھا فی المساجد وغیرھا لانه لم یفعله النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ولااصحابه فانکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز منھم عطاء وابن ابی ملیکة وفقھاء اھل المدینة واصحاب مالک وغیرھم وقالوا ذٰلک کله بدعة ولم ینقل عن النبی ﷺ ولاعن اصحابه احیاء لیلتی العید جماعة، مراقی الفلاح، ص ۳۲۶/فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ واحیاء اللیالی وغیرھا. (مکتبه مصری)

الجواب حامداً ومصلیا

سیرت پاک کا بیان کرنا اور لوگوں تک پہنچانا جسکے ذریعہ زندگی مطابق سنت بنے اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو درست اور موجب اجر اور مفید ہے، جبکہ اسمیں التزام مالا یلزم نہ ہو اور کوئی امر خلاف شرع نہ ہو مثلاً زمان (مہینے، تاریخ، دن) اور مکان اور خاص ہیئت اور مستحب وواجب کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والوں پر ملامت ہو وغیرہ[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ

محرم ربیع الاوّل ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام

سوال:- یہاں پر اکثر مساجد میں محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور ربیع الاوّل کی پہلی سے بارہویں تاریخ تک وربیع الثانی کی پہلی تاریخ سے گیارہویں تک اور ستائیسویں رجب کی اور پندرہویں شعبان کی، اور ستائیسویں رمضان کی اور نویں ذی الحجہ کی تاریخوں میں سال بھر میں ان ایام میں رات کو بعد عشاء وعظ ہوتا ہے، ان کے علاوہ نہ کسی کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ وعظ کہلائے اور نہ کسی واعظ کو توفیق ہوتی ہے، کہ وہ خود کہے اور ایام مذکورہ بالا میں کمی بیشی نہیں ہوتی مثلاً یہ کہ محرم میں بجائے دس روز کے بارہ روز یا آٹھ روز کرلیں، یہ نہیں ہوتا، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تعیین بدعت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حسنہ ہے یا سیئہ؟

---

[1] والاحتفال بذکر الولادة الشریفة ان کان خالیامن البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر اذکاره صلی الله علیه وسلم ،امدادالفتاویٰ ،ج۶/ص۳۲۷/کتاب العقائد والکلام، مطبوعه ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند،فتاوی حدیثیه ص ۱۵۰/ مطلب الاجتماع للمولد والاذکار الخ،دارالمعرفت بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایام مذکورہ کی تعیین دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں اور نہ اس کا وجود خیر القرون میں تھا، لہٰذا اگر ان ایام میں وعظ کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یعنی اگر کوئی وعظ میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور وعظ کہنے اور سننے کے ثواب کو انہیں ایام کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے، تو یہ بدعت سیئہ ہے۔ ''وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۳/۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمان غفرلہٗ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۳/۵۲ھ

ربیع الاوّل کا جلوس

سوال:- یوپی کے کئی شہروں میں بماہِ ربیع الاول جلوس محمدی نکلتا ہے، اس کے نکالنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں، کانپور وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ علماء کرام بھی اس میں شرکت فرماتے ہیں، اگر اس کے جواز کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرماویں، صورت مسئولہ میں زید کا قول درج ذیل ہے، اگر وہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو تو کوئی شرعی قباحت نہیں، اور ایسے امور جو قباحت شرعیہ سے خالی نہ ہوں اگر دینی رجحان کے پیدا کرنے میں معاون معلوم ہوں تو ان کا اختیار کرنا اولیٰ اور باعث اجر ہے، بکر کا قول ہے کہ یہ ناجائز اور بدعت ہے، اور دلیل میں کہتا ہے کہ ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّار'' ان دونوں میں کس کا قول درست ہے؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ (یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- اور سب سے بری چیزیں گھڑی ہوئی چیزیں (بدعات) ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا جلوس نکالنا فی نفسہ ثابت نہیں، قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا کہیں وجود نہیں، کتب فقہ اور کلام ائمہ میں کہیں پتہ نہیں اور اسکی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ اس میں جھنڈے ہوتے ہیں، نعرے ہوتے ہیں، اور نعرے بھی وہ جو موہم شرک ہیں، بعض جگہ ننگے سر اور ننگے پیر چلتے ہیں، اخیر شب میں پھولوں کا ہار لیکر جاتے ہیں، کچھ دیر کیلئے بالکل خاموش باادب یہ تصور لئے اڑے ہوتے ہیں، کہ ابھی حضرت رسالتمآب ﷺ کی پیدائش ہورہی ہے، اور یہ ہاران کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہیں، پھر ایک دم صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔

بعض بدعات کی ابتداء اچھی نیت سے ہوتی ہے، اور فی نفسہ ان میں کوئی خرابی بھی نہیں ہوتی تھی، مگر پھر ان میں خرابیاں پیدا ہوگئیں، مثلاً تاریخ کا التزام، دن کا التزام، بعض بدعات کی ظاہری صورت دیکھنے میں اچھی اور نیک معلوم ہوتی تھی، لیکن حقیقۃً ان میں اعتقادی یا عملی مخفی خرابیاں تھیں، غرض ان بدعات کی وجہ سے بہت بڑی جماعت کے ذہنوں میں دین اور بے دینی میں ایسا خلط ہوگیا کہ اللہ کی پناہ "مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ"[1] ان سب مفاسد کا قلع قمع ہے، ایسے جلوس میں دینی رجحانات تو کیا پیدا ہوتے، فرائض وسنن ترک ہوتے ہیں، فجر کی جماعت ہوتے ہوئے بھی اہل جلوس کو شرکت جماعت کی توفیق کم ہوتی ہے، جس طرح دوسری پارٹیاں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اپنی تشہیر واقتداء کیلئے بغیر مذہب

---

[1] بخاری شریف ص ۳۷۱/۱، کتاب الصلح، باب اذاصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۷۷/ج۲/ باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، مطبوعه بلال دیوبند، ومشکوٰة شریف ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمه:- جوشخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرے تو وہ قابل رد ہے۔

کی ہدایت کے اپنا عمل تجویز کرتی ہیں، یہی حال اس جلوس کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۹ھ

۱۰/محرم ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا

سوال:- کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کردینا چاہئے کچھ لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت کی طرف سے ان دونوں دنوں میں کاروبار بند کرنے کا حکم نہیں[1]، اس کو شرعی حکم سمجھنا غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

۲۷/رجب اور ۱۲/ربیع الاوّل کو تقریر اور جلسہ

سوال:- (۱) شب معراج میں بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے، معراج شریف کے بیان پر روشنی ڈالی جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے بدعت تو نہیں ہے؟

(۲) ۱۲/ربیع الاول کو بھی بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے، اور قرآن کریم ختم کرکے حضور اکرم ﷺ کو ایصال ثواب کرتے ہیں، دودھ بالٹی میں جمع کرکے آگ لگائی جاتی ہے، پھر دودھ

---

[1] فهذه المواسم الثلاثة هى المواسم الشرعية فانظر رحمنا الله واياك كم من بدعة احد ثوا فى ذٰلك فانالله وانا اليه راجعون. المرتبة الثانية المواسم لتى انسبوها الى الشرع وليست منه (المدخل ص ۲۹۱/ ج ۱/ مصرى) المواسم التى ينسبونها الى الشرع وليست منه.

سب بچوں کو پلایا جاتا ہے، یہ بدعت تو نہیں، بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس شب میں کوئی مخصوص عمل مسنون نہیں، جیسا کہ اور راتوں کا حال ہے، وہی اس کا حال ہے، اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہ کی جائے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ کے مبارک حالات کا بیان کرنا اور سننا عین سعادت ہے اور تقاضائے ایمان ہے[۱] اس شب کے ساتھ اس کو خاص کرنا بڑی کوتاہی ہے، جو صورت سوال میں تحریر ہے، یہ نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے نقل کیا، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں مذکور ہے، ایسی چیز کو ثواب اور قربت سمجھ کر عمل کرنا غلط ہے[۲] اس میں شرکت نہ کی جائے، نرمی اور شفقت سے سمجھا کر اصلاح کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۱۴۰۰ھ

وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال

سوال:- نبی اکرم ﷺ کی وفات پر مدینہ شریف یا دیگر بلاد اسلامیہ میں ہڑتال ہوئی تھی یا نہیں؟

---

[۱] الاحتفال بذکر الولادة الشریفة ان کان خالیاً من البدعات المروجه فهو جائز بل مندوب کسائر اذکا ره صلی اللّٰه علیه وسلم امداد الفتاویٰ ص ۳۲۷/ ج۶/ کتاب العقائد والکلام، مطبوعه ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند.

[۲] مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ. متفق علیه مشکوٰة شریف، ص۲۷/ ج۱/ الفصل الاوّل، باب الاعتصام، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، بخاری شریف ص ۳۷۱/۱، کتاب الصلح، طبع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۲۷۷/۲، طبع بلال دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

اظہار افسوس کیلئے ہڑتال کا یہ طریقہ اس زمانہ میں نہیں تھا، نہ مدینہ طیبہ میں نہ دیگر بلاد اسلامیہ میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۸۹ھ

بارہ ربیع الاوّل کو مدح صحابہؓ کا جلوس

سوال: -محمود آباد پینتے پور، فتح پور، کان پور وغیرہ میں ۸/ یا ۱۲/ ربیع الاوّل میں چار یاری جھنڈا خوب اہتمام سے شاندار جلوس کی صورت میں نکالتے ہیں، اس جلوس میں سب مل جل کر مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اسی قسم کے اشعار خوب راگنی لہجہ سے پڑھتے ہیں، سب گلی کوچوں سے گزرتے ہیں، عورتوں کو سناتے ہیں، جگہ جگہ شربت کا انتظام ہوتا ہے، جو اس میں شریک نہیں ہوتے اس کو خوب لعن طعن کرتے ہیں، اور برا بھلا کہتے ہیں، اس جھنڈے کے بانی مبانی حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کو بتاتے ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ اس جھنڈے میں شرکت کرنا کسی طرح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو شریک ہونے والے نہ شریک ہونے والے کو برا بھلا کہتے ہیں، اس پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر ہے کہ اس کا جواب پاٹا نالہ دارالمبلغین لکھنؤ سے حاصل کریں، وہاں سے بتلا دیا جائے گا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے اسی طرح اس کی بنیاد قائم کی تھی، یا اس میں کچھ تغیر ہوگیا، اور اس کی پشت پر کیا دلائل ہیں، یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، فقہ امام ابوحنیفہؒ کس دلیل سے یہ ثابت ہے، پھر جو کچھ وہاں سے جواب ملے مہربانی فرما کر میرے

پاس بھیج دیں، وہاں استفتاء کا جواب دیا جاتا ہے، اوراس کی اصل حقیقت سے وہاں کے حضرات پوری طرح واقف ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

عرس

سوال: -آج کل جس طرح بزرگوں کا عرس ہوتا ہے، اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدعت اور ممنوع ہے "فیجب ان یحذر علیٰ رأس السنة من موته ویسمونه حولا فیدعون الاکابر والاصاغر ویعدون ذٰلک قربة وهی بدعة ضلالة لان التصدق لم یختص بیوم دون یوم ولاتصح الاعلیٰ الفقراء والمحتاجین وقدزادبعضهم فی جهله وهم المشائخ الذین لیس لهم الاجمع حطام الدنیا بانهم یجمعون بعض احوال المیت فی کتاب ویسمونه مناقب ثم اذا حضر الناس المدعوون جئی برجل حسن الصوت فهو یاخذ تلک النسخة فی یدهٖ ویقرأها قواة مثل قراء ة المولودوقد ورد النهی عن مثل هذا صراحة ثم یختمون القرآن ویمدلهم سماط ولیس هذا الابدعة ضلالة لم یفعلها رسول اللّٰه ﷺ ولااصحابه من بعده ولا اتباعهم من بعدهم بل لم یوجد لذٰلک اثر الیٰ القرن الثامن کما یظهر من تتبع القوم وهذه خصوصیة المشائخ فانهم یعتقدون ان هذارجل من اولیاء اللّٰه وبذکره تنزل الرحمة ولو سلم انه من اولیاء اللّٰه فهل ذکرالولی بهذه الکیفیة یستوجب نزول الرحمة حاشا،فان الرحمة لاتنزل الاباتباع السنة السنیة فان البدع فهی تنزل

الغضب والنقمة ،عافانا اللّٰہ وایاکم من غضبه وسخطه ولو کان هذه الخرافات،تنزل بها الرحمات لماغفل عنها اکابر المتقدمین من الائمة الاعلام ولکن لیس غرض هؤلاء المتصوفة الاطلب الشهرة والافتخار بابائهم واجدادهم انهم کانوا علی هذه المراتب وان لهم کرامات عظیمة وکذاوکذا حتی ان السامع یعتقد فیهم فیدخل فی سلکهم ومتیٰ دخل فی طریقتهم افقروه فاصبح ممن خسر الدنیا والاٰخرة وهذا الحول یسمونه اهل الهندعرسا وما عرفت له اصلاً فان العرس انما یکون فی الزواج ومع ذٰلک فهذه الاحوال والاعراس لاتکاد تخلوعن ارتکاب المحرمات فضلاً عن المکروهات فان اهل الهند لهم الید الطولیٰ فی ذٰلک قاتلهم اللّٰہ فانهم یطوفون بقبر الولی الذین یعتقدون فیه ویظنون انه هوالمتصرف فی الکون وان الانسان اذاتمسک بهذا فلاحاجة لهٗ بالصلوٰة والصیام واکثر ماغلوا فی ذٰلک اتباع سیدنا عبدالقادر الجیلانی رضی اللّٰہ عنه ونفعنا ببرکاته فانه معاذ اللّٰہ انی یرضی بتلک الکفریات التی یعتقد ونها'' تبلیغ الحق،ص ۷-۸[1]۔

---

[1] تبلیغ الحق ص۷-۸،

ترجمہ جواب:-ان طریقوں سے بچنا لازم ہے جو کہ لوگ کسی کے مرنے کی سالانہ تاریخ میں کیا کرتے ہیں، جس میں چھوٹے بڑے سب کو دعوت دیتے ہیں،اوراس کوثواب کا کام سمجھتے ہیں،حالانکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے، وجہ یہ ہے کہ ایصال ثواب کسی خاص دن کے ساتھ مخصوص نہیں،اور یہ بات بھی ہے کہ صدقہ کے مستحق صرف محتاج اورغریب لوگ ہیں،(اور یہ لوگ ایصال ثواب کے نام پر مالداروں کو بھی کھلاتے ہیں)اوربعض جاہل مشائخ جن کا مقصد دنیا طلبی کے سوا کچھ بھی نہیں وہ ایسا کرتے ہیں کہ فوت شدہ کے حالات لکھ لیتے ہیں جس کو وہ مناقب کہتے ہیں،اور جب لوگ جمع ہوجاتے ہیں،تو ایک خوش گلو آدمی ان کو میلاد کی طرح پڑھتا ہے،حالانکہ یہ صراحۃً منع ہے پھر یہ لوگ قرآن پاک ختم کرتے ہیں،اوران کیلئے دسترخوان پھیلا دیا جاتا ہے،یہ سب بدعت اورضلالت ہے، اُسے نہ تو حضور ﷺ نے کیا نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا نہ تابعینؒ..... **(باقی اگلے صفحہ پر)**

حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے مأتہ مسائل[1] میں سوال ۱۵ر کے جواب میں ساڑھے پانچ صفحات میں اس پر اصولی بحث فرما کر اس کو منع قرار دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عرس وغیرہ

سوال:- بزرگان دین کے عرسوں میں شریک ہوکر وہاں کچھ کھانا پکا کر اور اس کو فی سبیل اللہ بغیر کسی خرافات کے تقسیم کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب بزرگان دین کی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ..... نے بلکہ آٹھویں صدی ہجری تک بھی اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، جیسا کہ علماء کی کتابوں سے اس کا پتہ چلتا ہے یہ ان مشائخ کی خصوصیات میں ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ فوت شدہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے اور اس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے، حالانکہ اگر وہ بزرگ بھی ہو تو کیا اس غلط طریقہ کی آمیزش سے رحمت کا نزول ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں؟ نزول رحمت صرف اتباع سنت سے ہوا کرتا ہے، اور بدعت سے خدا کا غضب اور عذاب آیا کرتا ہے، (اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے) اور اگر ان تمام خرافات اور واہی تباہی باتوں سے رحمت نازل ہوتی تو ائمہ کرام اور بزرگان اس کو کبھی نہ چھوڑتے، ان بدعت پرست پیروں کی غرض صرف شہرت طلبی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنا ہے، اور لوگوں کو یہ بتانا ہے ہمارے باپ دادا اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، اور ان سے بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئیں تاکہ سننے والا ان کا معتقد ہوکر انکے سلسلہ میں داخل ہوجائے اور یہ لوٹ کھسوٹ کر اس مرید کو فاقہ مست بنادیں اور وہ مرید دنیا وآخرت دونوں اعتبار سے خسارہ میں پڑجائے، اس (سالانہ جشن) کو اہل ہند عرس کہتے ہیں، جو بالکل بے بنیاد چیز ہے، عرس تو شادی بیاہ میں ہوا کرتا ہے (نہ کہ موت کے موقعہ پر) بایں ہمہ اس عرس کے ساتھ مکروہ چھوڑ کر سینکڑوں حرام چیزیں شامل ہوگئیں ہیں، اور اہل ہند کو اس ابتداع اور حرام کی آمیزش) میں کمال حاصل ہے، ایسوں کا خدا ناس کرے، اہل ہند جو مبتدع ہیں وہ بزرگوں کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، اور ان کا عقیدہ اور گمان یہ ہے کہ یہ بزرگ عالم میں تصرف کرتے ہیں، اور جب کسی کا یہ حال ہوجائے تو وہ نماز روزہ کی کیا ضرورت سمجھے گا، جاہل معتقدوں نے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں بہت زیادہ غلو کر رکھا ہے، اور کفریات میں مبتلا ہوگئے ہیں، سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ (اگر زندہ ہوتے) تو کیا ان کفریات کی اجازت دے سکتے تھے۔ (تبلیغ الحق، ص ۷-۸)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ماتہ مسائل ص ۳۰ تا ۳۵،

ارواح کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مزارات پر جا کر کھانا پکوانا کھانا لے کر وہاں جانا اور تقسیم کرنا بدعت اور ناجائز ہے، ایصال ثواب کے لئے تاریخ مقرر کر کے اس کو شرعی حیثیت دینا درست نہیں، عرس کرنا بدعت ہے، بلا کسی غیر ثابت پابندی کے جب دل چاہے ایصال ثواب کرنا، خواہ غریبوں کو کھانا، غلہ، کپڑا، نقد یا کسی بھی ضرورت کی چیز دے کر ہو یا قرآن پاک، تسبیح، نماز پڑھ کر ہو یا حج کر کے ہو غرض ہر نیک کام کر کے شرعاً درست اور باعث اجر وثواب[1] ہے، قبروں پر کبھی کبھی جا کر دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرنا اور اسلاف کو یاد کرنا بھی ثواب[2] ہے، لیکن مزارات پر پھول، چادر[3] چڑھانا، سجدہ[4] کرنا، طواف[5] کرنا، قبروں کو چومنا[6]، چراغ جلانا[7]، ان کی ارواح سے رزق یا اولاد وغیرہ

---

[1] والاصل فی ذلک عند اهل السنة أن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة أو صوماً او صدقة أوغیرها (شرح فقه اکبر، ص ۱۵۸/ مکتبه مجتبائی دهلی، دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم لهم نفع لهم، زیلعی ص ۸۳/ ج ۲/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص ۵۹/ ج ۳/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه.

[2] من زارقبر ابویه أواحد همافی کل جمعةٍ غفرلهٗ و کتب براً (مشکوٰةشریفص ۱۵۴/ باب زیارة القبور، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[3] وضع الستور والعمائم والثیاب علیٰ قبور الصالحین والاولیاء کرهه الفقها الخ (العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه، ص ۳۲۴/ ج ۲/ الشامی نعمانیه ص ۶۰۲/ ج ۱،

[4] ملاحظه هوفتاویٰ عزیزی ص: ۱۲۳/ ج: ۱، فان السجدة لاتحل لغیر اللّٰه مرقاة ص ۲۷۲/ ج ۶/ کتاب النکاح، باب عشرة النساء الخ، مطبوعه اصح المطابع ممبئی،

[5] طواف کردن قبور صلحا واولیاء بلاشبه بدعت است (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۵/ ج ۲،

[6] حرام است کذاصرح علی القاری وغیره (مجموعه فتاویٰ ص ۶۷/ ج ۳،

[7] لعن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسِّرَاجَ (مشکوٰة ص ۷۱/ باب المساجد ومواضع الصلوٰة)

مانگنا، ان کی نذر ماننا، قوالی کرنا، یہ سب شرعاً ناجائز ہے، ان سے بچنا لازم ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ یکم شعبان ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۸۷ھ

بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ قبر کو سجدہ جائز ہے، نذر لغیر اللہ جائز ہے، قبر کا چڑھاوا جائز ہے، سماع موجودہ زمانے کے مطابق جائز ہے، پیرومرشد کو سجدہ جائز ہے، قرآن، حدیث اور فقہ حنفی کی رو سے ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔

اگر یہ چیزیں ہر تینوں کی رو سے ناجائز ہیں تو زید مسلمان ہے یا نہیں؟ اور احناف کی جماعت میں شامل ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگوں میں اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عوام میں اعلان کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) ختم موجودہ رسم کے مطابق بدعت ہے یا سنت، اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر سیئہ ہے تو جو شخص سنت کہے اور ان میں جھگڑا کرے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روبرو اشیاء رکھ کر آیات پڑھنا سنت ہے، تارک سنت گنہگار ہے، منکر سنت کافر ہے، بحوالہ علامہ علی قاری فتویٰ اوزجندی مطبع مصر،

---

[1] واعلم أن النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهوبالاجماع باطل وحرام (شامی کراچی، ج۲/ص ۴۳۹/ کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات.

فتاویٰ بزاز یہ حوالہ صحیح ہے، یانہیں اگر صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

(۳) عرسوں پر جانا یا مزارات پر جانا زمانہ جدید کے مطابق جیسا کہ لوگ پیران کلیر اور مجدد علیہ الرحمہ کے عرسوں پر جاتے ہیں یہ بدعت ہے یانہیں، اگر بدعت ہے تو کونسی بدعت ہے، جو شخص اس طریق کو سنت کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یانہیں؟ اور وہ اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یانہیں؟

(۴) بکر اِن سب چیزوں کو ناجائز اور خلاف شریعت کہتا ہے، بکر اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے یانہیں؟ اور اس کا دعویٰ شریعت محمدی ﷺ کے مطابق ہے یانہیں؟ جو شخص اسے کافر اور بے دین کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بہتان مندرجہ ذیل باتوں کا ہے۔

(۱) ختم پڑھنا کفر ہے، اور پڑھنے والا کافر ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضورؐ کا نام مبارک ملانا کفر ہے (۳) بزرگان دین کے مزارات پر جانا کفر ہے، جیسا کہ مجدد الف ثانی کے یا اجمیر (۴) بیعت تقلید وجوب شخصی پر پکڑنا کفر ہے، یہ الفاظ مبینہ اس فتویٰ سے نقل کئے گئے ہیں، (۵) پیر کیسا پکڑنا چاہئے، اور جو پیر خلافِ شرع کام کرتے ہوں ان کی اطاعت ضروری ہے یانہیں؟ بکر حنفی المذہب اور دیوبندی عقیدہ کا معتقد ہے اور زید رضا خانی ہے۔ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کو سجدہ اگر بغرض تحیہ محض ہو تو حرام ہے، اگر بہ نیت عبادت ہو تو شرک وکفر ہے، غیر اللہ کے لئے نذر ماننا شرک ہے، قبر کا چڑھاوا حرام ہے، پیر ومرشد کو سجدہ بقصد تحیہ حرام ہے، بہ نیت عبادت شرک وکفر ہے، جو شخص ان چیزوں کو جائز کہتا ہے، اس سے جواز کی دلیل دریافت کی جائے، عدم جواز ان عبارات سے مستفاد ہے "قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنَةُ

اللّٰہِ عَلَی الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَا اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ اھ۔طحطاوی،ص۱۹۶[1] ''وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعلوالراضی بہ اٰثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفرإن علیٰ وجہ العبادۃ والتعظیم کفروان علیٰ وجہ التحیۃ لاوصاراٰثماً مرتکب الکبیرۃ وفی الملتقط التواضع لغیر اللّٰہ حرام ''اھ درمختار،ص۳۷۸/ج۵/[2]

''اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو باطل وحرام قال فی البحر لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق ولایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق ومنھا ان المنذورلہٗ میت والمیت لایملک ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰہ تعالیٰ کفر''طحطاوی ص۳۷۸[3]

''واما الرقص والتصفیق والصریخ وضرب الاوتار والصنج والبوق الذی یفعلہ بعض من یدعی التصوف فانہ حرام بالاجماع لانھازی الکفار اھ طحطاوی ''ص۱۷۴/[4]

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۹۶/ مطبوعہ دمشق ص۲۹۰، مطبوعہ مصر، کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ، فصل فی المکروھات، مسلم شریف ص۲۰۱/ج۱/ کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المسجد علی القبور.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ، ص۲۴۶/ج۵/ کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع، تبیین الحقائق ج۶/ص۲۵/ کتاب الحظر والاباحۃ، الھندیہ ص ۳۶۸/، ۳۶۹/ج۵/ الباب الثامن والعشرون ،فی ملاقاۃ الملوک الخ،کتاب الکراھیۃ ،مطبوعہ کوئٹہ.

[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۵۷۱/ج۱/ باب مایلزم الوفاء بہ من منذورالصوم والصلوٰۃ وغیرھما، شامی کراچی ص۴۳۹/ج۲/کتاب الصوم،البحرالرائق ص۲۹۸/ ج۲/ فصل فی النذر،قبیل باب الاعتکاف.

[4] طحطاوی علی المراقی،ص۲۵۸/مطبوعہ مصر،باب فی صفۃ الاذکار.

جو شخص امور مذکورہ کو جائز کہتا ہے، وہ ضال ومضل ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں[1] جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرے۔

(۲) موجودہ رسم کے مطابق ختم بدعت اور مکروہ ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں، علامہ علی قاریؒ نے کوئی کتاب فتاویٰ اوزجندی تصنیف[2] نہیں کی، فتاویٰ بزازیہ میں ختم کو مکروہ لکھا ہے "ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم ولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عندقرأة القرآن لاجل الاکل یکره اھ فتاویٰ بزازیہ مصریہ، ص۹۱/ج۱[3]۔

(۲) زیارت قبور مطابق سنت درست ہے، لیکن عرس کرنا اور عرس میں جانا درست نہیں[4] "وهذا الحول یسمونه اهل الهند عرساً وماعرفت له اصلاً فان العرس انما یکون فی الزواج ومع ذٰلک فهذه الاحوال والاعراس لاتکاد تخلوعن ارتکاب المحرمات فضلاً عن المکروهات فان اهل الهندلهم الیدالطولیٰ قاتلهم اللّٰه

---

[1] ویکره امامة (الی قوله مبتدع) ای صاحب بدعة وهی اعتقادخلاف المعروف عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ۳۷۶/ج ۱/باب الامامة.

[2] نه کتاب اوزجندی ازتصانیف ملاعلی قاری است نه روایت مذکور صحیح ومعتبراست بلکه موضوع است وباطل الخ (مجموعة فتاویٰ، ص ۱۷۴/ج۲/ مطبع یوسفی لکهنو،

[3] فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه کوئٹه، ص ۸۱/ج۴/کتاب الصلاة الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید، الشامی نعمانیه، ص۶۰۳/ج ۱/ طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۵۱۰/ مصری.

[4] والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستد برالقبلة مستقبلاً وجه المیت وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبله ولایمسه فان ذالک من عادة النصاریٰ، طحطاوی علی المراقی ص۵۱۳/ فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر.

فانهم يطوفون بقبر الولى الذى يعتقدون ويظنون انه هو المتصرف فى الكون۔ (تبلیغ الحق ص ۸)

(۴) بکر کا قول صحیح اور موافق شرع ہے، جو شخص اس کو کافر کہتا ہے، اس کا ایمان خود خطرناک حالت پر ہے، کیونکہ مسلم کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا کفر ہے، کذا فی البحر[۱]۔

اس نزع کو دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ براہِ راست بکر سے امور مذکورہ کی تحقیق کرلی جائے، اگر وہ انکار کرے اور اپنی برأت کرے تو اسکی طرف سے دل صاف کرلیا جائے، کسی پر بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور بہتان باندھنے والے کا باوجود علم کے ساتھ دینا بھی حرام ہے۔

(۵) خلاف شرع کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں "**لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَّةِ الْخَالِقِ**" الحدیث[۲]۔ پیر اگر خلافِ شرع مسلک رکھتا ہو تو اس سے بیعت ناجائز ہے[۳]۔ اگر بیعت کرلی ہو تو فسخ کرکے کسی متبع شرع پیر سے بیعت کی جاوے، جس پر اہل علم دیندار اعتماد رکھتے ہوں اور بیعت کے لائق سمجھتے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۸/ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/ ۶۴ھ

عرس کرنا اور زیارتِ قبور کیلئے سفر

سوال: -عرس کرنا یا لوگوں کو یوم متعین کرکے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے بلانا جائز ہے یا

---

۱ ویکفر بقوله لمسلم یا کافر عندالبعض، (البحر الرائق ص ۱۲۳ / ج۵ / احکام المرتدین)

۲ مشکوٰۃ شریف ۳۲۱. کتاب الامارۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

۳ فتاویٰ عزیزی فارسی، ص ۱۰۳ / ۲، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

نہیں؟ اور اسی طرح بزرگوں کے مزار پر زیارت کے مقصد سے سفر کرنا، آیا جائز ہے اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اس روایت کا کیا جواب دیں گے، کہ جس میں آپ ﷺ نے سفر کو اپنی زیارت، بیت الحرام کی زیارت، بیت المقدس کی زیارت کیلئے مخصوص کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عرس کرنا یا دن متعین کر کے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے مدعو کرنا، قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل[1] میں بدعت ممنوعہ فرمایا ہے۔ "تبلیغ الحق[2]" میں بھی شدت سے منع فرمایا گیا ہے، فتاویٰ عزیزی[3] میں بھی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اس پر کلام کیا ہے، علامہ شامی نے بھی اس پر نکیر کی ہے[4]۔

---

[1] مقرر کردن یوم عرس ثبوت آن از حضرت ﷺ وخلفاء راشدین وائمۃ اربعۃ نرسیدہ پس امرے کہ ثبوت آن از مشائخ ومجتہدین متحقق نباشد آن امر را بر اصل خود باید داشت (مائۃ مسائل ص ۳۰)

ترجمہ:- یوم عرس کو مقرر کرنے کا ثبوت آنحضرت ﷺ خلفائے راشدین راضی اللہ عنہم ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے نہیں ہے، پس جس چیز کا ثبوت شارع علیہ السلام اور مجتہدین سے متحقق نہ ہو اس کو اس کی اصل پر رکھنا چاہئے۔

[2] تبلیغ الحق ص ۷-۸/ ملاحظہ ہو،

[3] برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز وتعین وقت در سلف نبود این بدعت از ان قبیل است کے اصلش جائز است وخصوصیت وقت بدعت مانند مصافحہ بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است روز عرس برائے یاددھانیدن وقت دعاء برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد ولیکن التزام آن روز نیز بدعت است از ہماں قبیل کہ گزشت (فتاویٰ عزیزیہ ص ۹۳/ تعین روز عرس، طبع رحیمیہ دیوبند، ارشاد الطالبین ص ۶۰)

ترجمہ:- زیارت قبور کیلئے دن متعین کرنا بدعت ہے، اور اصل زیارت جائز ہے، اور وقت کا تعین سلف میں نہیں تھا، یہ بدعت بھی اسی قبیل سے ہے، کہ اس کی اصل جائز ہے، اور وقت کی خصوصیت بدعت مانند مصافحہ بعد العصر جیسا کہ ملک توران وغیرہ میں رائج ہے، اور روز عرس میت کے لئے دعا کے واسطے یاددہانی کیلئے اگر ہو مضائقہ نہیں، لیکن اس دن کا التزام بھی بدعت ہے اور اسی قبیل سے ہے جو کہ گذرا۔

[4] شامی نعمانیہ ص ۶۰۳/ ج ۱/ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۰/ مصری، بزازیہ علی ہامش الہندیہ ص ۸۱/ ج ۴/ مصری، الشامی زکریا ص ۴۹-۱۴۸/ باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت.

زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے،[۱] یہ قید نہیں کہ اپنے شہر کی قبر ہی کی زیارت کی جائے، اس کے لئے سفر کرنیکی ممانعت بھی نہیں ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کی قبر کی زیارت کی ہے[۲]، اوران کی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے، حدیث پاک میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع فرمایا گیا ہے، کہ اس مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دیکر سفر مت کرو، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے سفر کی اجازت ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُفِي الدُّنْيَاوَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ، (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ / باب زیارۃ القبور، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ :-حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، پس تم زیارت کیا کرو اسلئے کہ یہ (زیارت قبور) دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

۲ عن عبداللّٰہ بن ابی ملیکۃ قال: توفی عبدالرحمٰن بن ابی بکربالحبشی قال: فحمل الی مکۃ فدفن فیھا فلما قدمت عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا آتت قبر عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ فقالت: وکنا کند مانی جزیمۃ حقبۃ.. من الدھرحتی قیل لن یتصدعا..فلما تفرقنا کأنی ومالکاً. بطول اجتماع لم نبت لیلۃ معاً. ثم قالت:واللّٰہ لو حضرتک مادفنت الاحیث مت ولو شھدتک مازرتک ،ترمذی شریف ۲۰۳ / ج ۱ / ابواب الجنائز ،باب فی زیارۃ القبور للنساء، وکانت عائشۃؓ تزور قبراخیھا عبدالرحمن بمکہ کذاذکرہ البدر العینی فی شرح البخاری (طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ذص ۵۱۳ / فصل فی زیارۃ القبور، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۹۵ / ج ۲ / قبیل باب الشھید،

ترجمہ :-اورحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی قبر کی زیارت مکہ مکرمہ میں فرمایا کرتی تھیں،

۳ عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قَالَ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی طرف

سوال:- زید یہ بھی کہتا ہے کہ علماء دیوبند نے قوالی وسماع کو بھی منع فرمایا کہ ان مذکورہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے سماع کیسے سنا، اور عرس کیوں کیا؟ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی کتابوں میں سماع اور عرس کو جائز قرار دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں جس چیز کو منع فرمایا گیا ہے، بزرگان دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے، پھر ایسی چیز کو اگر کسی نے بزرگان دین کی طرف منسوب کیا ہے تو یا تو وہ نسبت صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت کر کے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے، اور بکثرت یہی ہوتا ہے جسکا مشاہدہ اور تجربہ ہے یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے جس سے وہ معذور ہو گئے، اور ان پر شرعاً گرفت نہیں مثلاً کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، کسی عذر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے، تو غیر معذور کو ان کا اتباع کرنا اور ان کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں، عمل تو کیا جائیگا شرعی احکام پر، اور ان بزرگوں پر اعتراض نہ کیا جائے "السنة الجليلة" میں بزرگان دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق وتفصیل مذکور ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے اس کو نقل کیجئے، تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائیگا، ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گڑ بڑ بھی کی ہے، مثلاً تراویح کا انکار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....قَالَ رسولُ اللّٰہ ﷺ لَاتُشَدُّالرِّحَالُ اِلَّاالٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ، مَسْجِدِالْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَمَسْجِدِ الْاَقْصیٰ، (وبها مشه) قَوْلُهٗ لَاتُشَدُّالرِّحَالُ قِیْلَ نَفِی مَعْنَاهُ نَهِی اَیُّ لَاتَشُدُّوا اِلٰی غَیْرِهَا لِاَنَّ مَاسِوَی الثَّلٰثَةَ مساوٍ فِی الرُّتْبَةِ غَیْرُ مُتَفَاوِتٍ فِی الْفَضِیْلَةِ (ترمذی شریف ص ۷۵/ ج ۱/ باب ماجاء فی ای المساجدافضل .(مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس، قوالی وغیرہ

سوال: -بارہویں ربیع الاوّل یا سال کے کسی اور دن کے اندر متعین کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات یا اور کسی اہم واقعہ کے تحت اگر عرس کیا جائے یا انفراداً اگر اس خاص دن کے اندر خوشی یا رنج کیا جائے، اور مسلمانوں سے چندہ کر کے عرس کے اخراجات کئے جائیں، اور لوگوں کی دعوتیں کی جائیں، قرآن کریم یا غزل وقوالی پڑھنے والوں کو ہدیے پیش کئے جائیں، تو چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) سرکار دو عالم ﷺ یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات پر کتنے دن تک اظہار رنج وخوشی جائز ہے، اگر مطلق جائز ہے تو عرس کی شکل میں جائز ہے، یا انفرادی اور اس کی قید کیا ہے؟

(۲) تقریب عرس کے لئے چندہ مانگنا یا دینا کیسا ہے؟

(۳) اس چندہ سے دعوت کھانا یا قرآن شریف یا غزل وقوالی پڑھ کر ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

(۴) اس تقریب میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۵) مسلمان پر سب وشتم، طعن وتشنیع کن امور کے فعل وترک پر جائز ہے، نیز تارک عرس پر جائز ہے یا نہیں جواب میں تفصیل فرمائی جائے، بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قلت وعلی هذا فیجب ان یحذر ممایعملون علی راس السنة عن موته ویسمونه حولاً فیدعون الاکابر والاصاغرویعدون ذلک قربة وهی بدعةضلالة لان التصدق لم یختص بیوم دون یوم ولاتصح الاعلی الفقراء والمحتاجین

وقد زاد بعضهم فی جهله وهم المشائخ الذین لیس لهم الاجمع حطام الدنیا بانهم یجمعون بعض احوال المیت فی کتاب ویسمونه مناقب ثم اذا حضر الناس المدعوون جئی برجل حسن الصوت فهو یاخذ تلک النسخة فی یده وقرأها قراءةً مثل قراءة المولود وقد ورد النهی عن مثل هذا صراحةً ثم یختمون القرآن ویمد لهم سماط ولیس هذا الابدعة ضلالة لم یفعلها رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم ولا اصحابه من بعده ولا اتباعهم من بعد هم بل لم یوجد لذالک اثرالی القرن الثامن کمایظهر علی من تتبع کتب القوم وهذه خصوصیة المشائخ فانهم یعتقدون ان هذا رجل من اولیاء اللّٰه وبذکره تنزل الرحمة ولو سلم انه من اولیاء اللّٰه فهل ذکر الولی بهذه الکیفیة یستوجب نزول الرحمة حاشا فان الرحمة لاتنزل الا باتباع السنة السنیة واما البدع فهی تنزل الغضب والنقمة عافانا اللّٰه وایاکم من غضبه وسخطه ولوکان هذه الخرافات تنزل بها الرحمات لماغفل عنها اکابر المتقدمین من الائمة الاعلام ولکن لیس غرض هولاء المتصوفة الاطلب الشهرة والا فتخار بآبائهم واجد ادهم انهم کانوا علی هذه المراتب وان لهم کرامات عظیمة وکذاوکذا حتی ان السامع یعتقد فیهم فیدخل فی سلکهم ومتی دخل فی طریقتهم افقروه فاصبح ممن خسرالدنیا والاخرة وهذا الحول یسمونه اهل الهند عرساً وماعرفت له اصلاً فان العرس انمایکون فی الزواج ومع ذٰلک فهذه الاحوال والاعراس لاتکاد تخلو عن ارتکاب المحرمات فضلاً عن المکروهات فان اهل الهند یظنون أنه هوالمتصرف فی الکون وان الانسان اذاتمسک بهذافلا حاجة بالصلوٰة والصیام واکثر ماغلوا فی ذٰلک اتباع سیدنا عبدالقادرجیلانی رحمةاللّٰه علیه

ونفعنا ببرکاته فانه معاذ اللّٰه انی یرضی بتلک الکفریات التی یعتقد ونهلك تبلیغ الحق، ص ۷-۸[1].

(۱) قلبی رنج وخوشی غیر اختیاری ہے اس کی کوئی شرعی حد نہیں، البتہ کسی کی وفات پر سوگ منانا، ترک زینت کرنا، ماتمی لباس پہننا مرد کو قطعاً جائز نہیں، عورت کو شوہر کی وفات پر ترک زینت کرنے کی مدت تا اختتام عدت ہے، اس کے بعد نہیں شوہر کے علاوہ کسی اور کی وفات پر ترک زینت تین روز تک مباح ہے، اس کے بعد ناجائز اور اس تین دن میں بھی شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے "**ویباح الحداد علی قرابة ثلاثة ایام فقط وللزوج منعها لان الزینة حقه** اھ درمختار[2] ماتمی سیاہ لباس پہننا تین روز تک شوہر کے غم میں جائز ہے اس سے زائد ناجائز ہے، اور کسی کی وفات پر مطلقاً ممنوع ہے "**ولاتعذر فی لبس السواد وهی أثمة الاالزوجة فی حق زوجها فتعذرالی ثلاثة ایام قال فی البحر وظاهره منعها من السوادتا سفا علیٰ موت زوجها فوق الثلاثة** اھ درمختار، ص ۹۵۶/ج ۴[3]

مولود بطریق مروج ممنوع ہے، کذا فی المدخل[4]۔

(۲) ناجائز ہے[5] (۳) ناجائز ہے (۴) ممنوع ہے "**فماظنک به عندالغناء الذی**

---

[1] تبلیغ الحق ملخصاً، ص ۷-۸.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ص ۶۱۸/ج ۲/ فصل فی الحداد باب العدة. (الدرالمختار وعلی الشامی زکریا، ص ۲۲۰/ج ۵)

[3] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۱۸/۲/ فصل فی الحداد شامی زکریا ص ۲۲۱/ج ۵،

[4] ومن جملة مااحدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذٰلک من اکبر العبادات واظهار الشعائر مایفعلو نه فی شهرربیع الاول من المولد وقداحتوی علی بدع ومحرمات جملة الخ المدخل ص ۲/ج ۲/ فصل فی المولد مطبوعه مصر.

[5] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورۂ مائده آیت ۲.

یسمونہ وجداً اومحبة فانه مکروه لااصل له فی الدین زادفی الجواهر ومایفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس الیه[1]اھ"

(۵) ہر مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے[2] البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت ضروری ہے[3] مجالس مذکورہ میں شرکت ناجائز ہے، اس عدم شرکت کی وجہ سے سب و شتم کسی طرح جائز نہیں سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۶/ربیع الاوّل ۲/۵۸ھ

اذان گاچھی صاحب کا عرس

سوال:- ماقولکم رحمکم اللّٰه تعالیٰ فرقہ اذان گاچھی کی بابت، جن کا مزار

---

[1] سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲۲۰-۲۱۹/ج۴/کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات (مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسلّم سِبَابُ الْمُسْلِم فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ. مسلم ص۵۸/ ج ۱/ باب بیان قول النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم سِبَابُ الْمُسْلِمْ فُسُوْقٌ الخ مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر کا کام ہے۔

[3] والمقصود من هذه الآیة ان تکون فرقة من هذه الامة متصدیة لهٰذا الشان وان کان ذلک واجبا علی کل فرد من الامة بحسبه تفسیر ابن کثیر ص۵۸۳/ج ۱/ سورۂ آل عمران آیت ۱۰۴/ مکتبه مصطفی الباز مکه مکرمه،

کلکتہ مانک تلہ ۴/۷ باغماری روڈ فقیری حجرہ میں بنام حقانی انجمن واقع ہے، دستور العمل حسب ذیل ہے:-

(۱) پنجگانہ نماز کے قبل یا بعد یا کسی اور وقت میں وظیفہ سورہ فاتحہ، اخلاص، معوذتین حقانی درود۔

(۲) بعد وظیفہ مناجات الٰہی کل عالم، ہمارے پیر روشن ضمیر اور مجھ پر رحمت زیادہ کر۔

(۳) جب مجھ پر رحمت زیادہ کر کہے اپنے چہرہ کا تصور کرے، اگر تصور میں نہ آوے تو آئینہ دیکھے اپنا چہرہ دل میں جمالیوے۔

(۴) عرس قل اس میں بہت سے مریداں اور دوسرے لوگ جمع ہو کر صورتہائے مذکورہ اور چند ادعیۂ ماثورہ ایک آدمی کھڑا ہو کر پڑھتا ہے، باقی حاضرانِ مجلس اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، اس کے بعد سلف صالحین کے مرثیہ کے ۲۶ رشعر ایک آدمی پڑھتا ہے، بدیں عنوان ''حضرت آدم نبی نیچے زمیں کے چل بسے الخ'' وغیرہ وغیرہ بعد مرثیہ خوانی کے سب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، تو ایک آدمی مبارکبادی کے ۱۷ رشعر مثلث بعنوانِ ذیل پڑھتا ہے۔

الٰہی عرس کل شاخا جلیسوں کو مبارک ہو
جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو

بعد اس کے مناجات کرتے ہیں:۔

الٰہی رحمت زیادہ کر کل عالم پر
الٰہی رحمت زیادہ کر ہمارے پیر روشن ضمیر پر

الٰہی رحمت زیادہ کر ان لوگوں پر جو اس مجلس سے علاقہ رکھتے ہیں، خاص کر حاضر باش خادمان آستانہ بوس پر۔

(۵) رسول انمول رتن مبارک، یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فاقہ کشی کے وقت جو پتھر شکم مبارک پر باندھے تھے اس کا ایک ٹکڑا اور ابوجہل کے ہاتھ میں جو سنگریزوں نے کلمۂ شہادت پڑھا تھا، اس کا ایک ٹکڑا آذان گاچھی صاحب کو مرشدوں کے ہاتھوں ہاتھ وصیۃً امانۃً باطنی طریقہ سے ملا وہ ان کو سمیٹ کے ایک بڑے قالب میں جما کر حقانی انجمن کے حوالہ کیا، ہر بنگلہ مہینہ کے پہلے جمعہ کے بعد جو اتوار ہے اسی اتوار کے دن عاشورہ آخری چہارشنبہ ،فاتحہ دوازدہم ۲۷/رجب شبِ برأت، عیدالفطر، بقرعید کے دنوں میں لوگوں کو دکھاتا ہے، لوگ کلمۂ شہادت، درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی زیارت کرتے ہیں، اور تعظیم وتوقیر کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں، فیض حاصل کرتے ہیں۔

(۶) اسی پتھر کے قالب پر کتنے لونگ رکھتے ہیں، مذکورالصدر دنوں میں اسی کو بنام لونگ مبارک لوگوں کو نیاز دیتے ہیں، بدیں عقیدہ کہ اگر فقط مبارک نہ کہیں اس کا فیض کم ہوگا اس کے سونگھنے سے ہر قسم کی بلائیں، مصیبتیں، بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔

(۷) ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے بہت سے مرشدوں میں سے مرقومۃ الذیل حضرات بھی ہیں، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی، حضرت حاجی دین محمد صاحبؒ عارفی صادقی الحسینی معلم حرم شریف، حضرت سید محمد غازی (سوادی) حضرت سید خدابخش صاحبؒ، حضرت شاہ منصور احمد صاحبؒ وغیرہ وغیرہ اب بصد نیاز عرض ہے کہ اس فرقہ کے مرید ہونا، عرس قل میں شریک ہونا، پتھر کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ زیارت کرنی، بوسہ دینا، لونگ مبارک سے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مسئلہ بادلائل تحریر فرما کر بندگانِ خدا کو سیدھی راہ بتا کر گمراہی سے بچاویں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ایصال ثواب بلاالتزام تاریخ وہیئت وغیرہ جب توفیق ہو قرآن کریم، تسبیح، درود

شریف، نوافل پڑھ کر، روزہ رکھ کر غرباء کو صدقہ دے کر درست اور باعث نفع ہے[1] لیکن مذکورہ بالا طریقہ پر عرس کرنا خلاف شرع، بدعت اور ناجائز ہے، اس لئے اس کا ترک کرنا ضروری ہے "وقد زاد بعضهم فی جهله وهم المشائخ الذين ليس لهم الاجمع حطام الدنيا بانهم يجمعون بعض احوال الميت فی كتاب ويسمونه مناقب ثم اذاحضر الناس المدعوون جيئ برجل حسن الصوت فهو ياخذتلک النسخة فی يده ويقرأها قراء ة مثل قراء ة المولد وقد وردالنهی عن مثل هذا صراحة ثم يختمون القرآن ويمدلهم سماط ليس هذا الابدعة ضلالة لم يفعلها رسول الله ﷺ ولااصحابه من بعد ه ولااتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذالک اثر الی القرن الثامن كمايظهر علی من تتبع كتب القوم وهذه خصوصية المشائخ فانهم يعتقدون ان هذا رجل من اولياء الله وبذكره تنزل الرحمة ولوسلّم انه من اولياء الله فهل ذكر الولی بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة حاشافان الرحمة لاتنزل الا باتباع السنة السنية واما البدع فهی تنزل الغضب والنقمة عافانااللّٰه واياكم من غضبه وسخطه ولوكان هذه الخرافات تنزل بها الرحمات لما غفل عنه اكابر المتقدمين من الائمة الاعلام اھ تبلیغ الحق[2] ۷-۸۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فللانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة صلاةً كان اوصوماً او حجاً او صدقةً او قراءةً للقرآن او الاذكار او غيرذالک من انواع البر، ويصل ذالک الی الميت وينفعه قاله الزيلعی فی باب الحج عن الغير، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴/ فصل فی زيارة القبور، الزيلعی ص ۸۳/ ج ۲/ باب الحج عن الغير، مطبوعه ملتان.

[2] تبليغ الحق ص ۸،

پتھر اور سنگریزوں کی اگر ان کے پاس کوئی سند معتبر ہے تو وہ پیش کریں بلا سند کسی چیز کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف جائز نہیں، اور اس طرح سے ان کی زیارت بھی بے اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ رشوال ۶۷ھ

عرس، قوالی، طبلہ، سارنگی بجانا

سوال:- عرس کرنا، قوالی، طبلہ سارنگی بجانا، علماء دیوبند اور دیگر علماء احناف کے نزدیک ایسے مقامات پر شریک مجلس ہونا جہاں یہ افعال ہوتے ہیں، عندالشرع جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی امام مذکورہ افعال کو برا نہ سمجھے اور لوگوں کو شرکت سے نہ روکے تو اس کی امامت میں اقتداء درست ہے، یا مکروہ ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عرس اور قوالی کرنا طبلہ اور سارنگی بجانا اور اس کا سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا سب ناجائز اور بدعت ہے، علامہ شامیؒ نے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[1] میں اس کو منع لکھا ہے، فقہ حنفیہ کی مشہور ومعتبر کتاب سکب الانہر شرح ملتقی الابحر، ج ۲/ ص ۵۵۱/[2] میں

---

[1] واما الغناء المعتاد الذی یحرک الساکن ویهیج الکامن الذی فیه وصف محاسن الصبیان والنساء ونحوها من الامور المحرمة فلا یختلف فی تحریمه ولا اعتبار لما ابدعه الجهلة من الصوفیة فانک اذا تحققت اقوالهم فی ذٰلک ورأیت افعالهم وقفت آثار الزندقة (العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ص ۳۲۶/ ج ۲. کتاب الحظر والاباحة، مطلب فی تحریم الغناء.

[2] سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۱۹-۲۲۰/ ج ۴/ (مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت) کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات،

ہے "**لااصل لہٗ فی الدین زاد فی الجواھر ومایفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعله کذلک**" فتاویٰ بزازیہ[1] میں اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے، مزید تفصیل ماہنامہ نظام تصوف نمبر کانپور اگست ۶۳ء میں ہے۔

جو امام ان امور کو برا نہیں سمجھتا بلکہ جائز سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے دوسروں کو نہیں روکتا وہ غلطی پر ہے، اس مسئلہ کو خوب نرمی اور محبت سے شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائے، اگر وہ نہ مانے تو اس سے بہتر متبع سنت امام تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مجلس شہادت

سوال:- (۱) اگر زید ایام محرم میں یا غیر ایام محرم میں اپنے گھر میں سادگی کے ساتھ بیٹھ کر اور آٹھ سات آدمی اور بلا کر معتبر اور مستند شہادت کی صحیح روایات پڑھے اور جس میں نوحہ ومرثیہ وغیرہ نہ ہوں اور اشعار جو کہ خلاف شرع ہیں، نہ ہوں تو ایسی مجلس کا قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایام محرم میں جو عوام میں مجلس شہادت پڑھی جاتی ہے اس میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وقد فصل صاحب الهداية فيها ان المغنى للناس انما لايقبل شهادته لانهٗ يجمعهم على كبيرة والقرطبى على ان هذا الغناء وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع عندمالک وابى حنيفة والشافعى واحمد فى مواضع من كتابه الخ، (فتاویٰ بزازيه علىٰ هامش الهنديه ص: ۳۴۹، ج: ۶/ كتاب الفاظ تكون اسلاماً اؤكفراً اوخطأ، فى المتفرقات، قبيل كتاب الكراهية. مطبوعه كوئٹه)

(۳) حضرت مولانا مفتی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی اپنی تصنیف سوانح عمری پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ رسالہ پیشوا دہلی میں گیارہویں شریف کو بحث کے بعد جائز فرماتے ہیں، کہ حضرت پیران پیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چہلم کی فاتحہ ہر ماہ دیا کرتے تھے، اس لئے آپ کے معتقدین نے بھی اس کو باعث برکت سمجھ کر رواج دے دیا، بلکہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں، کہ جب آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہ نے چھوارے دودھ میں بھگو کر آپ ﷺ نے اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تھی، اور ایصال ثواب کیا تھا، اس لئے اب بھی ہاتھ اُٹھا کر اور کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں، آیا یہ حدیث آپ نے کسی کتاب میں صحیح روایت سے دیکھی ہے اس کو مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایام محرم میں ناجائز ہے غیر ایام محرم میں اگر حصول برکت مقصود ہو تو اولاً دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شیخین وختنین کا ذکر کیا جاوے، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا صحیح صحیح تذکرہ کیا جائے[۱] اور اظہار حزن وغم کے لئے مجلس منعقد کرنا بالکل ناجائز ہے خواہ محرم میں خواہ پھر کبھی۔

(۲) یہ روافض کا شعار اور ناجائز ہے اس میں شرکت ممنوع ہے[۲]۔

---

[۱] جامع الرموز میں ہے: اذا اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابة لئلاً یشابه الروافض کمافی العیون (مجموعۂ فتاویٰ، ص ۱۸۵/ج ۲، نفع المفتی والسائل ص ۱۲۶/ مایتعلق بالنوم والقیام الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۲] واما اتخاذه ماتما لاجل قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ کمایفعله الروافض فهو من عمل الذین ضل سیعهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا اذ لم یامر اللّٰه ولا رسولهٗ باتخاذ ایام مصائب الانبیاء وموتهم ماتما فکیف بمن دونهم یحب علی ولاة الدین ان یمنعوهم والمستمعون لایعذورن فی الاستماع الخ (مجالس الابرار السابع والثلثون، ص ۲۵۳-۲۵۴)

(۳) نبی کریم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال حد بلوغ سے پہلے بہت ہی بچپن میں (ایام رضاعت میں[1]) ہوا ان کو ایصال ثواب کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، جو شخص اس ایصال ثواب کا اعتقاد رکھتا ہے، وہ غلطی پر ہے اسکو توبہ لازم ہے، حضرت پیران پیر کا کیا عمل ہے مجھے معلوم نہیں، ہر ماہ چہلم کی فاتحہ کا کیا مطلب ہے، کیا چہلم ہر ماہ میں آتا تھا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مجلس سماع

سوال: -مجلس سماع جو شیوخ کے یہاں منعقد ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ ساتھ ساتھ تفسیر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجلس سماع جس میں مزامیر بھی ہوں، بالاتفاق ناجائز ہے، بغیر مزامیر کے مخصوص خوش الحانی سے اللہ پاک کی حمد میں یا حضرت رسول مقبول ﷺ کی نعت مبارک میں کوئی نظم پڑھنا، جب کہ وہ صحیح مضامین پر مشتمل ہو درست ہے "**كما قال الدميرى نقل عن القرطبى عن ابى بكر الطرطوشى انه سئل عن قوم يجتمعون فى مكان يقرأ ون شيئاً من القرآن ثم ينشدهم منشد شيئاً من الشعر فيرقصون ويطربون ويضربون بالدف والشبابة هل الحضور معهم حلال ام لا**".

فاجاب مذهب السادة الصوفية، ان هذا بطالة وجهالة وضلالة الىٰ اٰخر كلامه وقد رأيت انه اجاب بلفظ غيرهذا وهوانه قال مذهب الصوفية بطالة

---

[1] وتوفى (ابراهيم)وله سبعون يوماً اواكثر الخ (شرح فقه اكبر ص ۱۳۳/ مطبوعه مجتبائى دهلى)

وجهالة وضلالة وماالاسلام الا كتاب الله وسنة رسول الله ﷺ واما الرقص والتواجد فاول من احدثه اصحاب السامری اتخذ لهم عجلاً جسداً لهٗ خوار قاموا یرقصون حولهٗ ویتواجدون فهودین الکفار وعباد العجل وانما کان مجلس النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم مع اصحابه کانما علیٰ رؤسهم الطیرمن الوقار . فینبغی للسلطان ان یمنعوهم من الحضورفی المساجد وغیرها ولایحل لاحدیومن باللّٰه والیوم الاٰخران یحضرهم ولایعینهم علٰی باطلهم هذا مذهب مالکؒ وشافعیؒ وابی حنیفةؒ واحمد وغیرهم من ائمة المسلمین اھ[1]۔

معلوم ہوا کہ مجالس متعارفہ سماع کے حرام وناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے ایسی مجالس میں شرکت کی قطعاً اجازت نہیں، بلکہ قوت حاصل ہوتو ایسی مجالس کو روکنا لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

قوالی

سوال:۔بعض لوگ جو اپنے کو سلسلہ چشتیہ سے وابستہ بتاتے ہیں، ان کے یہاں ڈھولک اور ہامونیم کے ساتھ بڑے زوروں پر قوالی ہوتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ چونکہ خواجہ اجمیریؒ نے قوالی سنی ہے، اسلئے ہم بھی سنتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوالی چشتیت کا اہم ترین

---

[1] حیاة الحیوان ،ص ۱۱۲/ج۲ .باب العین تحت العجل.

[2] قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من رایٰ منکراً فلیغیره بیده ومن لم یستطع فبلسانه ومن لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الایمان ،ترمذی شریف ص ۴۰/ج۲/ ابواب الفتن،باب ماجاء فی تغییر المنکر بالیداوباللسان الخ.

جزو ہے، اس کے بغیر چشتیت ناتمام رہتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی خواجہ اجمیریؒ نے ساز والی قوالی سنی ہے یا اس کی اجازت دی ہے؟ شریعت کی رو سے قوالی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈھولک ہارمونیم وغیرہ کسی قسم کے ساز کے ساتھ محفل منعقد کرنا شرعاً جائز نہیں، چشتیت کی آڑ بھی کارآمد نہیں، حضرت خواجہ اجمیریؒ کی طرف اس کی نسبت کسی سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں، نیز جس چیز کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف منع فرمادیا ہو اس کو کوئی جائز نہیں کرسکتا، بزرگان دین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بھی اتباع کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اتباع کی تلقین کرتے ہیں، خود بھی نافرمانی سے بچتے ہیں، دوسروں کو بھی بچاتے ہیں، ہوا پرستوں نے اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کیلئے کچھ غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کردی ہیں وہ ہرگز قابل التفات نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تفہیمات الٰہیہ[1] میں علامہ شامیؒ نے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[2] ج ۲/ ص ۳۵۵/ میں اس کو منع لکھا ہے، علامہ حصکفی سکب الانہر[3] ج ۲/ص ۵۵۱/ میں لکھتے ہیں،

"لااصل لہٗ فی الدین زادفی الجواھر ومایفعلہٗ متصوفۃ زماننا حرام لایجوز القصدوالجلوس الیہ ومن قبلھم لم یفعلہٗ کذٰلک یعنی اس کی دین میں

---

[1] فالملاھی نوعا: محرم، وھی الآلات المطربۃ کالمزامیر، المزامیر: جمع مزمار، وھی آلۃ موسیقیۃ تعتمد علی النفخ وھی انواع کثیرۃ، حجۃ البالغۃ ص: ۵۲۱/ ج: ۲/ الملاھی محرم و مباح،

[2] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، ج ۲/ص ۳۷۸-۳۷۹/ کتاب الحظر والاباحۃ، مطلب فی تحریم الغناء (مطبوعہ مصر)

[3] سکب الانھر علی مجمع الانھر ج ۴/ص ۲۲۰-۲۱۹/ کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، الھندیہ ص ۳۵۲/ ج ۵/ الباب السابع عشر فی الغناء والھواء، مطبوعہ کوئٹہ،

کوئی اصل نہیں ہے، اور ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفیاء جس طرح قوالی کرتے ہیں، وہ حرام ہے اس کا قصد کرنا اور قوالی کی محفل میں بیٹھنا جائز نہیں پہلے بزرگوں نے ہرگز ایسا کام نہیں کیا۔

علامہ دمیریؒ نے اس کی ابتداء اس طرح نقل کی ہے، "نقل القرطبی عن ابی بکر الطرطوشی انه سئل عن قوم یجتمعون فی مکان یقرأون شیئاً من القرآن ثم ینشد لهم منشدشیئاً من الشعر فیرقصون ویطربون ویضربون بالدف والشبابة هل الحضورمعهم حلال ام لا فاجاب مذهب السادة الصوفیة ان هذا بطالة وجهالة وضلالة الیٰ اٰخر کلامه قلت وقد رأیت انه اجاب بلفظ غیرهذاوهوانه قال مذهب الصوفیة بطالة وجهالة وضلالة وماالاسلام الاکتاب اللّٰه وسنة رسوله صلی اللّٰه علیه وسلم واما الرقص والتواجد فاول من احد ثه اصحاب السامری لما اتخدلهم عجلاً جسداً له خوار قالوا یرقصون حوله ویتواجدون فهودین الکفار وعبادالعجل وانما کان مجلس النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مع اصحابه کانما علی رؤسهم الطیر من الوقار فینبغی للسلطان ونوائبه ان یمنعوهم من الحضور فی المساجد وغیرها لایحل لاحد یومن باللّٰه والیوم الاٰخران یحضرمعهم ولایعینهم علیٰ باطلهم هذا مذهب مالکؒ والشافعیؒ وابی حنیفةؒ واحمدؒ وغیرهم من ائمة المسلمین اھ[1]"

ترجمہ: ابوبکر طرطوشی سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ کسی جگہ جمع ہوکر پہلے تو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اسکے بعد کوئی گویا کوئی شعر پڑھتا ہے، جس پر وہ لوگ ناچنے لگتے ہیں، ان پر مستی سوار ہوجاتی ہے، اور دف وغیرہ بھی بجاتے ہیں، تو کیا ایسوں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے؟ اس پر علامہ ابوبکر نے جواب دیا کہ یہ طریقہ جہالت گمراہی اور باطل

---

[1] حیاة الحیوان ج۲/ص ۱۱۲/ باب العین ،العجل.

پرستی ہے اسلام کی بناء تو صرف کتاب وسنت پر ہے (اوران باتوں کا کتاب وسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں) یہ رقص اور مستانگی سامری کے ماننے والوں کی ایجاد ہے، جو بچھڑے کو معبود بنا کر ان کے گرد ناچتے اور کودتے تھے، لہٰذا جاہل صوفیوں کا یہ طریقہ دراصل کافروں اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس درجہ وقار اور سکون ہوتا تھا، کہ معلوم ہوتا کہ صحابہ کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں، لہٰذا باختیار اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ ایسے ناچنے اور گانے بجانے والے پیروں کو مسجد میں آنے تک سے روکدیں اور خدا پرست مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ ان کی مجلس میں قدم رکھے، اوران کی باطل پرستی میں کوئی بھی حصہ لے)

اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، علامہ کردری نے فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ''وجیز''[1] میں اس پر تفصیلی کلام کیا، اوراس کے ناجائز ہونے پر نہایت قوی دلائل قائم کئے ہیں، اسلاف میں سے اگر کسی نے اضطراری خصوصی حالت کی وجہ سے قوالی سنی بھی تو ان کا یہ فعل قابل حجت نہیں بن سکتا، حجت شرعیہ تو قرآن پاک ہے حدیث شریف ہے اوران دونوں کی تشریح وتفصیل فقہ ہے، اور بس۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

قوالی

سوال: -قوالی سننے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

---

[1] ونقل القرطبی علی ان هذا الغناء وضرب القضیب والرقص حرام بالاجماع عندمالک وابی حنیفة والشافعی واحمد الخ الجامع الوجیز المعروف بالفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ج۶/ص ۳۴۹/ کتاب الفاظ تکون اسلاماً اوکفراً، فی المتفرقات،

الجواب حامداً ومصلیاً

قوالی میں ڈھول تاشے وغیرہ ہوں، تو کسی شرط سے سننا جائز نہیں[1] محض اشعار بلا مزامیر کے کسی ایسے شخص سے کبھی کبھی سننا جس میں کسی قسم کا فتنہ اور کوئی امر خلاف شرع نہ ہو درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قوالی

سوال:- زید ایک حافظ ہے اور مسجد میں امامت کا کام بھی کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بتلاتے ہیں، یعنی علماء دیوبند کے پیرو ہیں، اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اور دوسرے کو بھی نصیحت کرتے ہیں، مگر ان کی ایک یہ عادت ہے کہ وہ عرس کلیر شریف میں جا کر قوالیاں سنتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ آپ لوگوں کیلئے مروجہ قوالی کو سننا حرام کہتے ہیں، اور خود جا کر سنتے ہیں تو جواب میں کہا کہ واقعی شرع شریف نے تو منع کیا ہے، اور میں اس گناہ کا مجرم ہوں، مگر طبیعت نہیں مانتی آپ اللہ ﷻ سے دعاء فرمادیں، کہ اس طرف سے میرا دل پھیر دیں، اس پر عمرو نے کہا کہ آپ آئندہ کے لئے توبہ کریں امام صاحب نے توبہ کی مگر انہوں

---

[1] السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لایجوز القصد الیه والجلوس علیه وهو والغناء والمزامیر سواء الخ عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۵۲/ کتاب الکراهیة الباب السابع عشرفی الغناء واللهو وسائر المعاصی الخ.

[2] فانشادماهو مباح من الاشعار لابأس به، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۵۱/ کتاب الکراهیه، الباب السابع عشرفی الغناء واللهو، روح المعانی ص۱۴، ۱۵/۱۸، سورة الشعراء، فتح الباری ص۱۷۳، ۱۲/۱۷۴، کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء، مطبوعه مکه مکرمه،

نے اگلے سال خفیہ طریقہ سے عرس میں جا کر پھر قوالیاں سنیں ایسی حالت میں مقتدی کیا کریں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ایک بدعتی یہ کہتا ہے کہ یہ کام ناجائز نہیں ہے، علماء بریلی قوالی کو جائز فرماتے ہیں، اس لئے ان کو پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

(۲) باجہ بجانے کی مذمت میں کونسی حدیث وارد ہوئی ہے عربی میں مع ترجمہ اردو صفحہ کتاب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل سنت والجماعت علماء واہل حق صوفیاء چشتی قادری سہروردی نقشبندی سب کے نزدیک قوالی سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا ناجائز ہے، علاّمہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر طرطوسیؒ سے تفصیلاً اس کو نقل کیا ہے[۱] علامہ دمیریؒ[۲] اور علامہ شامی نے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے[۳] اگر امام سچی توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی[۴] "اَنَّ النَّبِیَ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم قَالَ اِنَّ اللّٰہ یَغْفِرُ لِکُلِّ مُذْنِبٍ اِلَّالِصَاحِبِ مِرْطَبَۃٍ اَوْمَرْطَابَۃٍ الخ" حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کی مغفرت فرما دینگے، مگر باجہ والی کی مغفرت نہیں

---

۱ قال العلماء بتحریم الغناء (القرطبی، ص ۵۱/ج۷) تحت قوله تعالیٰ ومن الناس من یشتری لهوالحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه سورة لقمان الایة، ۶/ دارالفکر بیروت.

۲ ولایحل لاحد یؤمن باللّٰه والیوم الآخر ان یحضرهم ولایعینهم علی باطلهم هذا مذهب مالکؒ وشافعیؒ وابی حنیفهؒ واحمدؒوغیرهم من ائمة المسلمین حیاة الحیوان ص ۱۱۲/ ج۲/ باب العین تحت العجل.

۳ وان کان سماع غناء فهو حرام باجماع العلماء (شامی کراچی، ص ۳۴۹/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة)

۴ یکره امامة عبدواعرابی وفاسق واعمی (الدرالمختار علی الشامی ص ۵۶۰/ج۱) مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة.

فرمائینگے "یَکُوْنُ فِی اُمَّتِی قَوْمٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْرَ وَالْخَمَرَ وَالْمَعَازِفَ" الحدیث۔[1] میری امت میں ایسی لوگ پیدا ہو جائیں گے، جو زنا کو ریشم کو شراب کو اور باجہ کو حلال قرار دیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قوالی اور خنزیر کھانے کی حرمت میں فرق

سوال:- ایک فتویٰ موصول ہوا، اس میں تحریر ہے کہ جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا اس کی حرمت لعینہ ہے، اور شدید ہے، بعض مرتبہ ایک حرام کا ارتکاب متعدی ہوتا ہے، اس کے بعد تحریر ہے کہ جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی اس پر اسی حیثیت سے نکیر کی جائے گی، لہٰذا قوالی مع معازف مزامیر اور گانے کی حرمت قرآن کریم میں " **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الخ واستفزز من استطعت منھم بصوتک الخ** " سے لعینہ ثابت ہوئی، لہٰذا یہ حرمت شدید ہوئی، اور اس حرام کا ارتکاب متعدی بھی ہے، اس لئے باعث اشتداد ہوا، چونکہ حرمت اس کی بھی قرآن کریم سے ثابت ہے بایں وجہ اس پر شدید نکیر ہونی چاہئے، اس میں تعدیہ ہے، خنزیز، شراب اور زنا میں تعدیہ نہیں، اس لئے قوالی بہ مقابلہ خنزیر وشراب اور زنا کے زیادہ سخت ہوئی، اور اس کا گناہ بھی زیادہ ہوا، اس کا مرتکب بہ نسبت اس کے زیادہ لعن وطعن کا مستحق ہوا، نیز جس طرح خنزیر وشراب وزنا کی حلت کا قائل کافر ہے اسی طرح حلت وجواز کا قائل کافر ہوا، جس طرح خنزیر وغیرہ کی قسم کی اعانت کبیرہ گناہ ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

---

[1] بخاری شریف، ج ۲/ص ۸۳۷/ کتاب الاشربہ، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۲/ص ۵۵۹/ کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخمر، مطبوعہ دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

قوالی کی مضرتیں تو آپ نے تحریر فرمادی ہیں، مگر ان کے مقابلہ میں خنزیر، شراب وزنا کی خرابی کو غیر متعدی قرار دے کر بہت ہلکا کردیا، حالانکہ حرام غذا سے جو خون پیدا ہو کر دل ودماغ اور جوارح میں پہنچتا ہے، پھر اس سے جیسے نظریات اور اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں، ان کی طرف نظر نہیں گئی، نیز شراب پی کر عقل کھو کر جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں، ان کی جانب دھیان نہیں گیا،[1] اور زنا کی حالت میں ایمان کا جدا ہونا بھی حدیث شریف میں موجود ہے،[2] اور اس سے اگر استقرار حمل ہو جائے، تو یہ زنا کا اثر کس قدر متعدی ہے، کیسے کیسے بے حیائی کا اخلاق کے مبدأ ہے، ان سب پر بھی غور کیجئے تو اندازہ ہوگا، پھر توازن قائم کرنے میں سہولت ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۵ھ

پختہ قبر اور قوالی وغیرہ

سوال:- قبروں کو چونے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا

---

[1] یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر الآیة قال العلامه آلوسی تحت هذه الآیة المفاسد التی تنشأ منها اعظم من المنافع المتوقعة فیهما فمن مفاسد الخمر ازالة العقل الذی هو اشرف صفات الانسان: ذکر ابن ابی الدنیا انه مربسکران وهویبول بیده ویغسل به وجهه... ومنها صدها عن ذکر اللّٰه تعالیٰ وعن الصلوٰة وایقاعهاالعداوة والبغضاء غالبا وربما یقع القتل بین الشاربین الخ، روح المعانی ص: ۱۱۴/ ج: ۲/ سورۂ بقرہ آیت: ۲۱۹/ مطبوعه دیوبند.

[2] لَایَزْنِی الزَّانِیُ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ الحدیث (مشکوٰة شریف، ۱۷/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الکبائر وعلامات النفاق.

وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں۔ "لما روی جابرؓ نَهٰی رَسُولُ اللّٰہ ﷺ عَنْ تَجْصِیْصِ الْقُبُوْرِ وَاَنْ یَکْتُبَ عَلَیْهَا وَاَنْ یُبْنٰی عَلَیْهَا رواہ مسلم[1] اھ شامی ص ۶۰۱ / ج ۱[2] اما الغناء المعتاد الذی یحرک الساکن ویهیج الکامن الذی فیه وصف محاسن الصبیان والنساء ونحوها من الامور المحرمة فلایختلف فی تحریمه" اھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ، ص ۳۵۹ / ۳[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

غنا پر استدلال اور اس کا جواب

سوال:- جب حضور ﷺ نے سماع سنا ہے اور انصار کی لڑکیوں کو اجازت دی ہے، اور حبشی کا کھیل مسجد میں دیکھا ہے وہ گانا تھا، تو یہ فعل لہو نہ ہونا چاہئے، حضرت کی شان سے بعید ہے، کیا اس کو مستحب کہیں گے، یا مباح یا منع کی حدیثیں بعد کی ہیں، جس سے جواز منسوخ سمجھا جائے، طبل جنگ اور رمضان شریف میں سحری کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے تو کیوں؟

---

[1] مسلم شریف ص ۳۱۲/۱، کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود.

[2] شامی نعمانیه ص ۶۰۱/ج ۱/ وشامی کراچی ص ۲۳۷/ج ۲/ باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر لکھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

[3] تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۳۲۶/ج ۲، کتاب الحظر والاباحة، مطلب فی تحریم الغناء،

الجواب حامداً ومصلیاً

انصار کی چھوٹی بچیاں کچھ گا رہی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا، اس سے بالغین کے گانے پر استدلال بعید ہے کیونکہ وہ بچیاں غیر مکلّف تھیں[1] حبشی کا کھیل مسجد میں کیا تھا، وہ لڑائی کے ہاتھ دکھانا تھا، آج بھی اگر کوئی لڑائی کے ہاتھ دکھائے، نیزہ، تلوار وغیرہ چلائے، یا بندوق کا نشانہ لگائے، یا تیر اندازی کرے تو نہ اس فعل کی ممانعت ہے، نہ اس کے دیکھنے کی، بلکہ احادیث[2] میں تیر اندازی وغیرہ کی ترغیب آئی ہے، یعنی فن سپہ گری مستحسن ہے، کیونکہ معین علی الجہاد ہے، طبل غازی اور نقارہ سحری کی شرعاً اجازت ہے[3] اس سے مقصود اعلان واطلاع ہے نہ کہ حظ نفس جیسا کہ قوالی اور سماع میں ہوتا ہے، باقی قوالی اور سماع کی روایت جیسا کہ بعض

---

[1] عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ (الحديث) قوله جاريتان تثنية جارية والجارية فى النساء كالغلام فى الرجال ويقال على من دون البلوغ منها وسيجئ فى الباب الذى بعده من جوارى الانصار (عمدة القارى شرح بخارى ص ۳۵۵-۳۵۶/ ج۲/، ومطبوعه دار الفكر ص ۲۶۸/ ج۳/ جزء ۶/ كتاب العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد،

والثانى فيه جواز اللعب بالسلاح للتدريب، على الحرب والتنشيط عليه وفيه جواز المسابقة لمافيه من تمرين الأيدى على آلات الحرب (ايضاً ،ص ۳۵۹/ ۲/ ومطبوعه دار الفكر ص ۲۷۱/ ج۳/ جزء ۶/، باب الحراب والدرق يوم العيد، مرقاة ص ۲۱۰/ ج۶/ اعلان النكاح ،كتاب النكاح ،الفصل الاول ،مطبوعه ملتان.)

[2] روى ابوداؤد والنسائى وصححه ابن حبان من حديث عقبة بن عامر مرفوعاً ليس من اللّهو اى مشروع اومطلوب تأديب الرجل فرسه وملاعبته اهله ورميه بقوسه ونبلهالخ. (فتح البارى ص ۹۳/ ج۶/

[3] نصاب الاحتساب ملاحظه هو مترجم ،ص ۲۲. "اقول وينبغى ان يكون طبل المسحر فى رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل (الشامى ،نعمانيه ، ص ۲۲۳/ ج۵/ كتاب الخطر و الاباحاحة.

صوفیہ بیان کرتے ہیں، وہ قطعاً غیر معتبر ہے، حق السماع میں اور ''آثار الابرار[1] فی حرمة الغنا والمزامیر'' وغیرہ میں اس کے عدم جواز پر دلائل قائم کئے ہیں، علاّمہ دمیری[2] نے بحوالہ قرطبی نقل کیا ہے، کہ رقص وتواجد کی ابتداء اصحاب سامری سے ہوئی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

D:\INPAGE24\A008.TIF
not found.

---

[1] بزازیه علی هامش الهندیه، ج۶/ص ۳۴۹/ فصل فی المتفرقات قبیل کتاب الکراهیة)

[2] حیاة الحیوان ،ج۲/ص ۱۱۲/باب العین ،تحت العجل.

[3] استماع الدف والمزمار واللعب بالرقص الذی احدثه أو لاً السامری حین اخرج لهم عجلا جسداً لهٗ خوار،حیوٰة الحیوان ۱۱۲/ج۲/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

مخصوص ایام کی مروجہ بدعات ورسوم

اعمال شب براءت

سوال:-(۱) شب براءت میں کون کون سے کام مسنون اور کون کون سے کام ممنوع ہیں۔

(۲) کیا شب براءت کے دن حلوہ بنانا اور اس پر حضرت اویس قرنیؒ کے نام مروجہ فاتحہ دلانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مدلل فرمائیں، نیز کرنے سے اگر گناہ ہے تو کونسا گناہ ہے، مکروہ یا حرام؟

(۳) کیا شب براءت کی رات کو مساجد میں چند آدمی جمع ہوکر اطمینان وسکون کے ساتھ تلاوت، ذکر، مذاکرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

۱ نصاب الاحتساب ملاحظه هو مترجم ،ص ۲۲ ."اقول وينبغى ان يكون طبل المسحر فى رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل (الشامى ،نعمانيه ، ص ۲۲۳ / ج۵ / كتاب الخطر و الاباحاحة.

۲ بزازيه على هامش الهنديه، ج۶ / ص ۳۴۹ / فصل فى المتفرقات قبيل كتاب الكراهية)

۳ حياة الحيوان ،ج۲ / ص ۱۱۲ / باب العين ،تحت العجل.

۴ استماع الدف والمزمار واللعب بالرقص الذى احدثه أو لاً السامرى حين اخرج لهم عجلا جسداً لهٗ خوار ،حيوٰة الحيوان ۱۱۲ / ج۲ /.

الجواب حامداً ومصلیاً

رات میں نفلی عبادت کرنا، پھر دن میں روزہ[1] رکھنا، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کیلئے دعائے خیر کرنا، یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آتش بازی، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب ترک کرنے کے ہیں[2]۔

(۲) یہ حلوہ اور اس پر اصرار والتزام اور مروجہ فاتحہ اور مخصوص طور پر حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ کے نام کی اس رات میں فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں[3]، اگر یہ چیزیں ثواب ہوتیں تو ضرور کتاب وسنت، اجماع، قیاس مجتہدین سے ثابت ہوتیں، جب ثابت نہیں تو پھر ان کو ثواب اور دین کا کام سمجھنا بدعت وقابل رد ہے " مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاهَذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ اھ متفق علیہ[4]".

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ اِذَاکَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْ لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا.

ترجمہ :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس کی رات میں قیام کرو اور اسکے دن میں روزہ رکھو الحدیث،

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الصلوٰۃ، باب قیام شهر رمضان، ابن ماجه شریف ص ۹۹/ باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان،

[2] وکل هذه بدع ومنکرات لااصل لهافی الدین ولا مستند لها من الکتاب والسنة ویجب علی اهل العلم ان ینکروها ،وان یبطلوا هذه العادات مااستطاعوا انتهٰی کلامه،معارف السنن ص ۲۶۶/ ج ۱/ باب التشدید فی البول.

[3] کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم مکروهاً الخ .سباحة الفکر ،ص ۷۲/ مطبوعه لکهنؤ الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة .سعایه ،ص ۲۶۵/ ج ۲/ (سهیل اکیڈمی لاهور) باب صفة الصلوٰة قبیل فصل فی القرأة.

[4] مشکوٰة شریف ، ۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ:- جس نے میرے اس دین میں کوئی بات پیدا کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(۳) جمع ہونا غلط ہے، اپنے اپنے مقام پر تلاوت ونوافل میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔ کذا فی المراقی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

شب براءت اوراس کے اعمال

سوال:- (۱) شب براءت میں عبادت کرنا کس نص سے ثابت ہے؟

(۲) عشاء کی نماز کے بعد مزار پر جانا، جو معروف ہے، کس نص سے ثابت ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ فعل بدعت ہے یا نہیں؟ اور صحیح مسنون طریقہ کیا ہے؟

(۳) بعد نماز فجر مزار پر شعبان کی پندرہ تاریخ کو جانا کس نص سے ثابت ہے؟ اگر منع ہے تو منع کہاں لکھا ہے؟

(۳) شعبان کی پندرہویں کا روزہ اوراس کی فضیلت کس نص سے ثابت ہے؟

(۵) مقابر مسلمین پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ، مسنون کس نص سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شب براءت میں بلاکسی قید وخصوصیت کے مطلق نماز کا ثبوت ہے، ہر شخص اپنے طور پر عبادت کرے جس میں نمائش یا کسی رسم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی نہ ہو تو مستحسن ہے، "عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہ ﷺ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَان فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا یَوْمَھَا فَاِنَّ اللّٰہ تَعَالیٰ یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْل

---

[1] ویکرہ الاجتماع علیٰ احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرہ فی المساجد وغیرھا الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص ۳۲۶/(مطبوعہ مصری) فصل فی تحیۃ المسجد وصلوٰۃ الضحیٰ واحیاء اللیالی.

اَلَامِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاغْفِرلَهٗ اَلَامُسْتَرْزِقٌ فَارْزُقْهُ اَلَامُبْتَلیٰ فَاعَافِیْهِ اَلَاکَذَا اَلَاکَذَا حَتّٰی یَطْلَعَ الْفَجْرُ، رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف "ص ۱۱۵ ر[1] اور اگر اس میں رسوم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی ہوگی تو بدعت ہے۔

(۲) شب براءت میں بعد العشاء کسی بھی وقت مزار پر جانا کافی ہے، "وَمِمَّاثَبَتَ مِنْ فَعْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰی الْمَقْبَرَةَ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالشُّهَدَاءِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰه تَعَالیٰ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ فَوَضَعَ عَنْهُ ثَوْبَیْهِ ثُمَّ لَمْ یَسْتَقِمْ اِنْ قَامَ فَلَبَسَهُمَا فَاَخَذَ تْنِیْ غَیْرَةٌ شَدِیْدَةٌ ظَنَنتُ اَنَّهٗ یَاتِیْ بَعْضُ صُوَیْحِبَاتِیْ فَخَرَجْتُ اَتْبَعَهٗ فَادْرَکْتُهٗ بِالْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ یَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالشُّهَدَاءِ" ماثبت بالسنۃ[2] ص ۱۱۸ ر)

(۳) پندرہویں شعبان کو مزار پر جانا منع نہیں، لیکن پندرہویں شعبان کی وجہ سے مسنون بھی نہیں، البتہ اسی تاریخ میں اگر جمعہ، پیر، جمعرات یا سنیچر آجائے تو اس میں افضل ہے، مگر یہ فضیلت پندرہویں شعبان کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان دنوں کی وجہ سے ہوگی، "وتزار فی کل اسبوع کمافی مختارات النوازل قال فی شرح الباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس، شامی، ص ۸۴۳ ر ج ۱[3]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الصلوٰۃ باب قیام شهر رمضان، ابن ماجه ص ۹۹ ر باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان.

ترجمہ:- حضرت علیؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو تم رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی مغفرت چاہنے والا ہے تاکہ میں اسکو بخشدوں! کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسکو رزق دوں! کوئی گرفتار بلا ہے کہ میں اسکو عافیت دوں، اور ایسا اور ویسا یہاں تک کہ صبح روشن ہوجاتی ہے۔

[2] ماثبت بالسنة از ص ۲۱۰-۲۱۱، کذا فی الصحیح للمسلم ص ۳۱۳ ر ج ۱ ر کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی اهل القبور، مطبوعه بلال دیوبند،

[3] الشامی نعمانیه ص ۶۰۴/۱، وشامی زکریا ص ۱۵۰/۳ ر باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور،

(۴) شعبان کی پندرہویں کوروزہ رکھنے کاحکم حدیث میں موجود ہے، "عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وَسَلّم اِذَاکَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْایَوْمَھَا الخ (مشکوٰۃ شریف[1]، ص۱۱۵/۔

(۵) جب قبرستان میں داخل ہوتو پڑھے "السلام علیکم دارقوم مومنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون" (شامی، ص۸۴۴/ج۱/[2] اورسورہ یٰسین شریف پڑھے، اوراس کا ثواب مردوں کوبخش دے۔"من دخل المقابرفقرأ سورۃ یٰسین خفف اللّٰہ عنھم یومئذ وکان لہ بعد دمن فیھا حسنات. شامی، ص۸۴۴/ج۱/جوشخص قبرستان میں داخل ہوکرسورہ یٰسین شریف پڑھے تواس روزاللہ تعالیٰ ان قبرستان والوں پرآسانی کردیگا، اور پڑھنے والے کو اتنی مقدار میں نیکیاں ملیں گیں، جتنے آدمی اس میں ہیں، اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اوراس کاثواب بخش دے، حدیث میں ہے "من قرأ الاخلاص احدعشرمرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات درمختار علیٰ ھامش الشامی" ص۸۴۴/ا[3] یعنی جوشخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اوراس کا ثواب مردوں کوبخش دے تو اس کوبھی مردوں کے برابرثواب ملے گا، اورمتوفی کے قدموں کی طرف سے جاوے سرکی طرف سے نہیں، اوراس طرح کھڑا رہے کہ اس کی نظروں کے سامنے ہو "انہ یاتی الزائرمن قبل رجل المتوفی لامن قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۱۱۵/ مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، باب قیام شھر رمضان.

ترجمہ:-حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاجب شعبان کی پندرھویں رات آئے تواس کی راتوں میں قیام کرواوردنوں کوروزہ رکھو۔

[2] الشامی نعمانیہ ص۶۰۵/ج۱/ وشامی زکریا ص۱۵۱/ج۳/ باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، مسلم شریف ص۳۱۳/ج۱/ کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی اصول القبور،

[3] ایضاً.

یکون مقابل بصره لکن هذااذا امکنه''۔شامی،ص۸۴۳/ج ا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۸ھ

شب براءت کی رسمیں

سوال:-شبِ براءت کوحلوا پکانا اورگھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس شب گھروں اورقبرستان کو چراغاں کرنا،عوداوراگربتی سے معطر کرنا باسنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے جب کہ ایک طبقہ ان کاموں کوسنت سمجھ کر کرتا ہے،اورگھروں کی صفائی اس عقیدے کی بناء پرکرتا ہے کہ بزرگوں کی روحیں زیارت کوآتی ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

امورمسئولہ کوسنت کہنا بے دلیل ہے[2]اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پرکوئی قوی دلیل نہیں[3] جوروایات بیان کی جاتی ہیں،وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الشامی نعمانیه ،ص ۶۰۵/ج ا.

[2] ان رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم لعن زائرات القبور والمتخدین علیها المساجد والسراج لاصحاب السنن ص ۷۱/ج ا/ کتاب الجنائز،کتاب الصلوة ،باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الثانی. جمع الفوائد ص ۳۹۴/ ا/ کتاب الجنائز، التعزیة واحوال القبور وزیارتها.

[3] آمدن ارواح دریں شبہا ازروئے احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ (مائة مسائل ص ۱۰۸) فتری العامة یلقون الزهور علی القبور،بالاخص علی قبور الصلحاء والاولیاء والجهلة لعقائد فاسدة مأباها الشریعة النقیة وظنوا ذالک سبباً للثواب والاجرالجزیل،وکل هٰذه بدع ومنکرات لااصل لهافی الدین ولامستندلهامن الکتاب والسنة،معارف السنن ص ۲۶۵، ۶۶۶/ ج ا/ باب التشدید فی البول، المکتبة النوریة دیوبند،

[4] الجنة لاهل السنة ص ۱۷۴-۱۷۷/ به تخصیص جمعرات اورعیدین اورشب براء ت الخ، البراهین القاطعة ص ۹۱-۹۶،

شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا

سوال: - شب براءت کی فضیلت میں عام طور پر اس روز فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے بعض لوگ مغرب کے پہلے دن ہی دن میں اور بعض لوگ مغرب کے بعد رات میں کھانا تقسیم کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے "شعبان بین رجب وشهر رمضان يغفل الناس عنه يرفع فيه اعمال العباد فاحب ان لا يرفع عملي الا واناصائم رواه البيهقي في شعب الايمان عن اسامة اھ عن علیؓ عن النبي ﷺ اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الامن مستغفر فاغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلى فاعافيه الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر رواه ابن ماجة[1] والبيهقي قال العبد الضعيف نزول الله تعالىٰ الى السماء الدنيا يكون في كل ليلة ولكن يختص ذٰلك بالثلث الاخير وفي ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس الى الفجر ولاينحصر ذٰلك في الثلث الاخير وهذا من فضل هذه الليلة اھ ماثبت بالسنة[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا ۱۶/شوال ۶۷ھ

---

[1] ابن ماجه شريف ۹۹/ماجاء قيام شهر رمضان ،باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان.

[2] ماثبت بالسنة ،ص ۱۹۳/۲۰۰/.

شب براءت کوعرفہ بنانا

سوال:- اگر کسی شخص کا انتقال ہوگیا ہے تو وہ ایک روز قبل شب براءت کے عرفہ کرتا ہے، اس کا ثواب شرعاً کیا ہے؟ تینوں امور کا جواب مع استدلال چاہئے، بینوا توجروا۔

نوٹ:- جولوگ عرفہ کرتے ہیں یا شب براءت کے روز مغرب کے پہلے دن ہی دن میں کھانا دیتے ہیں وہ محض اس خیال سے کہ اس روز کھانے کی زیادتی کی وجہ سے فقراء کھانے کی بے قدری نہ کریں، بلکہ عزت کے ساتھ اس کو کھا پی جائیں، اس لئے ایک روز قبل عرفہ کے نام سے اور شب برات کو دن کو کھانا دیدیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عرفہ تو ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو ہوتا ہے، شعبان میں نہیں ہوتا، انتقال کے بعد شب براءت[1] سے ایک روز قبل عرفہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسے عرفہ کرتا ہے، نوٹ کا جواب اوپر آچکا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/شوال ۶۷ھ

شب براءت میں قبروں پر روشنی اور اگربتی

سوال:- شب براءت میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگربتی جلانا کیسا ہے؟

---

[1] شب برأت کے عرفہ کے متعلق حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں یہ بھی محض تصنیف یاراں (یعنی لوگوں کی گھڑی ہوئی بات) اور بالکل غلط ہے، (عوام کے غلط مسائل ص ۱۵)

الجواب حامداً ومصلیاً

رسم جہالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال: -شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاسکتی ہے، اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم ازکم اس بابرکت رات میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہو جائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے[2] بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترک فرض کو برداشت کیا جائے، اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے، نہ دانشمندی کی بات ہے نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کیلئے جمع ہونا بھی منع ہے۔ کذافی مراقی الفلاح[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

---

[1] عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسِّرَاج، (مشکوٰۃ شریف ص ۷۱/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ،الھندیۃ ص ۳۵۱/ج۵/ الباب السادس عشرفی زیارۃ القبور، کتاب الکراھیۃ ، مطبوعہ کوئٹہ.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والوں پراور قبروں پرمساجد بنانے والوں پراورقبروں پرچراغاں کرنے والوں پرلعنت فرمائی ہے۔

[2] ویکرہ الاجتماع علیٰ احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرھا فی المساجد وغیرھا الخ مراقی الفلاح ص ۶۴/ مطبوعہ مصر، فصل فی تحیۃ المسجد وصلاۃ الضحیٰ واحیاء اللیالی)

[3] وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلاۃ رغائب وبراءۃ وقدر (الشامی نعمانیہ، ص ۴۷۶/ مطلب فی کراھۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ)

شب براءت اور شبِ قدر میں مسجدوں کو سجانا

سوال: -شبِ براءت اور شب قدر میں مسجدوں کو پھول پتی سے سجانا کیسا ہے، جبکہ سجانے کی نیت ان تیوہاروں کی وجہ سے خوشی منانا ہے نہ کہ بدعت کرنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شبِ قدر، شبِ براءت کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعا، استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی، تیوہار ہندوانہ لفظ ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے، اس سے بچنا چاہئے "لِاَنَّ مَنْ تَشَبَّہ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ" الحدیث[1] (ابوداؤد شریف) البتہ مسجد میں خوشبو کی ترغیب آئی ہے[2] تاکہ نمازیوں کو اذیت نہ پہنچے بلکہ راحت پہنچے، ان مخصوص متبرک راتوں میں مسجد میں جمع ہوکر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ وممنوع ہے۔ کذا فی مراقی الفلاح[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۵۵۸-۵۵۹/ ج ۲/ باب فی لبس الشھرۃ کتاب اللباس، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

[2] عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اَمَرَرَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِی الدُّوْرِ وَاَنْ یُّنْظَفَ وَیُطَیَّبَ، (مشکوٰۃ شریف ص ۶۹/ باب المساجد ومواضع الصلاۃ. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: -حضرت عائشہؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے کا حکم فرمایا اور یہ کہ ان کو صاف ستھرا رکھا جائے اور خوشبو سے مہکایا جائے۔

[3] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرھا فی المساجد وغیرھا لانہ لم یفعلہ النبی ﷺ ولااصحابہ فانکرہ اکثر العلماء (الی قولہ) وقالوا ذلک کلہ بدعۃ (مراقی الفلاح مصری ص ۳۲۶/ فصل فی تحیۃ المسجد)

شب براءت کا حلوا

سوال: -حلوہ بنانا فی نفسہ مباح ہے جس پر خاص وعام سب متفق ہیں، لیکن شب براءت ۱۴/شعبان المعظم کو حلوہ تیار کرنا اسی دن کی خصوصیات پر جو کہ ضروریات کی بناء پر تیار کیا جاتا ہے، قولاً یا عملاً جیسا کہ مشاہدہ ہے، جس کے بارے میں اصلاح الرسوم مصنفہ حضرت مولانا تھانویؒ (چھوٹی تختی) ص ۱۳۸-۱۳۹/ پر جو کچھ لکھا ہے، اس کے مطالعہ سے اتنا مفہوم ہوتا ہے، کہ شب برأت کے روز عوام الناس کے مفاسد کثیرہ میں ابتلاء عام کے پیش نظر حلوہ تیار کرنا گناہ ہے، جس کی اس روز شرعی نقطۂ نظر سے بالکل اجازت نہیں دی گئی ہے۔

(۲) ایک مولوی نے اس قسم کے الفاظ اپنے میزبان کے یہاں چند عامی آدمیوں کے روبرو کہے کہ شب براءت کے روز ایک مباح چیز کو (یعنی حلوہ کو) علماء نے خواہ مخواہ ناجائز کر رکھا ہے، تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ شب براءت کے روز حلوہ بنانا جائز ہے، یا ناجائز ہے، اگر جائز ہو تو پھر ایک امر جائز کی اشاعت کیوں نہ عام کردی جائے، جس سے لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے، اور ہم سب لوگ بھی جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور ایک جائز امر کو آج تک ناجائز سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں اس کے گناہ پر مطلع ہو کر تائب ہو جائیں، اور اگر ناجائز ہے جیسا کہ اصلاح الرسوم میں مرقوم ہے تو کسی کا ایسے الفاظ کہنا اعلان اور اشاعت کے ساتھ اگر گناہِ کبیرہ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے؟ مکروہ تنزیہی؟ بصورت مکروہ کیا ایسا شخص فاسق ہے، ہر شئی کا جواب مفصل ومکمل بحوالہ کتب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ومشکور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، اس سے وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے، ''کل مباح یؤدی الیٰ زعم الجهال سنية امر او وجوبه فهو مكروه كتعيين السورة للصلوٰة وتعيين

القراء ة لوقت كذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه،[1] ''بلکہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں،''الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة،،[2] (سباحة الفکر)[3] ان تصریحات کی وجہ سے شب براءت کے حلوہ کو منع کیا جاتا ہے[4] جو صاحب اس کی منع کو خواہ مخواہ کہتے ہیں، غالباً انکے ذہن میں مذکورہ تصریحات نہیں ورنہ وہ خواہ مخواہ ایسی بات نہ کہتے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۹۰ھ

شب براءت کے اعمال حلوا وغیرہ

سوال:- (۱) یہاں پر علاقہ کوہ کن (چاول کے ملک میں) شعبان کی ۱۵/تاریخ کو عید سمجھ کر ثواب کی نیت سے چاول کا حلوا بنایا جاتا ہے تو ایسا حلوا بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہاں ایک عالم صاحب کا قول ہے کہ ۱۵/تاریخ شعبان کو ہلکی غذا کھا کر اس رات میں مسجد آنا جائز ہے یعنی چاول کی ہلکی غذا ہے یہ کہنا سچ ہے صحیح ہے یا غلط ہے؟

(۳) بہت لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ رسم حلوا ہمارے بڑے بزرگوں کا ہے اس کو ہم ثواب کی نیت سے کرتے ہیں تو یہ رسم شعبان میں کر سکتے ہیں یا نہیں جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) ان عالم صاحب کا قول یہ ہے کہ خطبہ مواعظ حسنات اور بہشتی زیور اور دوسری

---

[1] تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ص ۳۳۳/ج ۲.

[2] السعایة ص: ۲۶۵/ ج: ۲/ کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، قبیل الفصل فی القراء ة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[3] بندہ کو یہ عبارت سباحۃ الفکر میں اسطرح ملی، ''کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها کماصرح به علی القاری فی شرح المشکوٰة والحصکفی فی الدرالمختار وغیرهما (سباحة الفکر، ص ۷۲/(مطبوعه لکهنؤ)

[4] ملاحظه هو اصلاح الرسوم ص ۷۹/ مطبوعه امدادیه دیوبند،

فقہ کی کتابوں میں جولکھا ہے کہ حلوا پکا کر کھانا منع ہے یہ قابل سنت نہیں ہے، یہ اختلافی مسائل ہیں، ایسی کتابوں کو باہر مت نکالو یعنی مت پڑھو مجھے قرآن کے ثبوت کی ضرورت ہے، اور ایسے عالم کے لئے آپ کا کیا کہنا ہے یہ کس عقیدہ کا ہے؟

(۵) جو عالم قرآن ہی کو سند مانتا ہے اور دوسری کتابوں کو مانتا نہیں اس کے لئے فتویٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کو عید سمجھ کر ثواب کی نیت سے چاول کا حلوا بنانا بے اصل اور غلط ہے[۱]۔

(۲) اس کو شرعی سمجھنا غلط ہے، البتہ اس رات کو نوافل پڑھنا، تلاوت کرنا دعا کرنا ثابت ہے، وہاں بھی مجمع نہ کیا جائے[۲]۔ قبرستان میں مخفی طور پر جانا بھی ثابت ہے[۳]۔

(۳) جو رسم غلط ہوا گرچہ بڑوں نے کی ہو وہ قابل ترک ہے۔

(۴) کسی چیز کو ثواب سمجھنے اور بطور عبادت کرنے کیلئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے، ان عالم صاحب سے دریافت کیا جائے کہ کونسی دلیل سے ثابت ہے شرعی دلیل چار ہیں[۴]۔

---

[۱] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ .الحدیث مشکوٰۃ شریف ،ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۲] وندب احیاء لیلة النصف من شعبان، ومعنی القیام ان یکون مشتغل معظم اللیل بطاعة وقیل بساعة منه یقرا اویسمع القرآن اوالحدیث اویسبح اویصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی قوله ویکره الاجتماع علی احیاء هذه اللیالی الخ، طحطاوی علی المراقی ص۳۲۵/ کتاب الصلوٰة فصل تحیة المسجد وصلوٰة الضحی واحیاء اللیالی (مطبوعه مصر)

[۳] عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم فَخَرَجتُ فَاِذَا هُوَبِالْبَقِیْعِ اِلیٰ قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰه تَعَالیٰ یَنْزِلُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلیٰ سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ اَلْحَدِیْث ترمذی شریف، ص ۱۵۶/ ج ۱/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند ابواب الصوم باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان)

[۴] فان اصول الشرع ثلاثة الکتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القیاس الخ حسامی ص ۲/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

قرآن پاک، حدیث شریف، اجماع، قیاس مجتہد، جو چیز ان میں سے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں، اس کے عبادت نہ ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، ہاں جو شخص ایسی چیز کو عبادت کہے اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے!

(۵) کیا حدیث شریف کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور اجماع کا بھی منکر ہے اور قیاس مجتہد کو بھی نہیں مانتا، اگر ایسا ہے تو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج اور گمراہ ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا

سوال: -شب براءت اور لیلۃ القدر میں ضرورت سے زائد روشنی کی جاتی ہے، اور اس کے لئے چندہ کرتے ہیں، یہ حرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ دینے والوں کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر مسجد یا بیت المال سے خرچہ ہو تو متولی کو گناہ ہوگا یا سب نمازیوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں ساری رات روشنی کرنا اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ یعنی چراغاں کرنا ثابت نہیں، شرعاً ناجائز ہے حرام ہے، جیسا کہ ''الحموی'' شرح الاشباہ والنظائر[۲]

---

[۱] فاهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والاجماع الخ، منهاج السنة ص ۲۷۲/ ج۳/ (مطبوعه سلفيه لاهور)

[۲] ''ومن المفاسد مايجعل فى الجوامع من ايقاد القناديل وتركها الى ان تطلع الشمس وترتفع وهو من فعل اليهود فى كنائسهم واكثرمايفعل ذلك فى العيد وهوحرام (غمز عيون البصائر، شرح الاشباه والنظائر ص ۵۶۱) مشكوٰة شريف ۷۱/ج ۱/ كتاب الصلوٰة باب المساجد ومواضع الصلوٰة، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

اور تنقیح فتاویٰ[1] الحامدیہ میں بصراحت مذکور ہے، مسجد کے وقف کے مال سے جو ایسا کرے گا، اس کے ذمہ ضمان لازم ہوگا،[2] اگر متولی ایسا کرتا ہے تو نمازیوں کو لازم ہے کہ اس کو فہمائش کریں، روکیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ
الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محرم کی رسوم

سوال: -حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ پر رسم تعزیہ داری، سیاہ پوش ہونا، ننگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پیٹنا، اور سر کو تیل وغیرہ سے خشک رکھنا، ماتم کرنا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا، مرثیے گانا، جس میں بزرگان دین کی توہین ہوتی ہو، چلاّ چلاّ کر رونا، علم نکالنا، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا، اور منتیں ماننا، دُلدل کو گائے کا دودھ اور جلیبی کھلانا، ڈھول اور تاشے بجانا، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

---

[1] من البدعة المنكرة مايفعل فى كثير من البلدان من ايقاد القناديل الكثيرة العظيمة والسرف فى ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شبعان فيحصل بذٰلک مفاسد كثيرة. منها مضاهاة المجوس فى الاعتناء بالنار فى الاكثار منها ومنها اضاعة المال فى غير وجهه ومنها مايترتب علٰى ذلک من المفاسد من اجتماع الصبيان واهل البطالة الخ (تنقيح الفتاوىٰ الحامديه ص ۳۲۶/ ج ۲)

[2] ولابأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه (الىٰ قوله) هذا اذافعل من مال نفسه اما المتولى فلايجوز ان يفعل من مال الوقف الامايرجع الى احكام البناء حتى لوجعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن كذافى الغاية (كبيرى، ص ۶۱۵-۶۱۶) (مطبوعه سهيل اكيڈمى) فصل فى احكام المساجد، شامى زكريا ۵۴۷/ ج ۶/ كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، الهندية ص ۴۶۲/ ج ۲/ كتاب الوقف، الباب الحاوى عشر فى المسجد ومايتعلق به الخ، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندانِ نبوت سے عقیدت ومودّت کا تعلق رکھنے والوں کے لئے روح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے، کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہئے، کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جام شہادت نوش کرنے کا مقام بہت بلند ہے، لیکن یہ انتہائی بدقسمتی اور حرمان نصیبی ہے کہ جراءت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کرلیا ہے، اور اب ان ہی کے ذریعہ حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے، اور مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعت سیئہ ہیں، بعض حرام ہیں، بعض درجۂ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے[1] یہ روافض کا شعار ہے، ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں بھی پھیل گیا ہے، ان کا بند کرنا ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محرم کی بدعت شنیعہ

سوال: -محرم میں تعزیہ میں قرآن پاک لگانا، اور اس کو گلی گلی گھمانا، جس کو پاک ناپاک ہندو مسلم سب ہی چومتے ہیں، کیسا ہے؟

---

[1] واما اتخاذه ماتما لاجل قتل الحسين بن علیؓ كمايفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم فی الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا اذلم يامر اللّٰه ولا رسولهٗ باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم ماتما فكيف بمن دونهم يجب على ولاة الدين ان يمنعو هم ، والمستمعون لايعذرون فی الاستماع الخ (مجالس الابرار، ص ۲۵۳)

الجواب حامداً ومصلیاً

سخت معصیت ہے اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محرم کا شربت

سوال: -محرم کے دنوں میں جو لوگ سبیل شربت یا کھلاتے پلاتے ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں چندہ دینا جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے، اگر سردی کا موسم ہو تب بھی شربت ہی پلایا جائے،[2] ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شہید کئے گئے اور یہ شربت انکے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائیگا، اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے اللہ پاک نے ان کیلئے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو "امداد الفتاویٰ ص ۵۰۲/ج ۴/مسائل شتی ۳۴۹/ج ۵، کتاب البدعات، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[2] کم من مباح یصیر بالتزام من غیرلزوم مکروهاً الخ سباحة الفکر ،ص ۷۲/(مطبوعه لکھنؤ) اما مایفعلون الیوم من ان عاشوراء یختص بذبح الدجاج وغیرها ومن لم یفعل ذٰلک عند هم فکانه ماقام بحق ذٰلک الیوم وکذالک طبخهم فیه الحبوب وغیرذٰلک ولم یکن السلف یتعرضون فی هذه المواسم .المدخل،ص ۲۸۹/ج ۱/(مصری)یوم عاشوراء)

یوم عاشوراء کی خصوصیات

سوال: -مظاہر حق جلد دوم، ص۱۴۲/ باب الصدقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوم عاشوراء میں روزہ رکھے اور کشادگی کرے اپنے کنبے اور اہل وعیال پر خرچ کرنے میں تو اللہ تعالیٰ کشادگی کرے گا، اس پر باقی سال کشادگی رہے گی، فرمایا سفیان ثوریؒ نے میں نے تحقیق کیا اور ایسا ہی پایا اور بعض نے ضعیف کہا ہے، جیسے بیہقی نے! اس کے علاوہ ''مرقع کلیمی'' میں جو دس افعال لکھے ہیں، وہ بدعت ہیں یا نہیں؟

(۱) عزیزوں سے ملنا، (۲) قبروں کی زیارت کرنا (۳) مسلمانوں سے مصافحہ و معانقہ کرنا، (۴) عطر وخوشبو لگانا، (۵) بالخصوص میٹھا لقمہ کھانا (۶) یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا (۷) صلح کرانا آپس میں (۸) والدین کے لئے بستر بچھانا (۹) خط بنوانا، لباس بدلنا و غسل کرنا (۱۰) سرمہ لگانا وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یوم عاشوراء میں روزہ اور خرچ کی کشادگی کی فضیلت دیگر کتب میں بھی ہے، اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے باقی جملہ امور مذکورہ کی خصوصیت اس روز حدیث وفقہ سے ثابت نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ودرفضائل عاشورا واستحباب صیام آن ثابت شده وسائر احادیث درفضل آن وفضل صلوٰة وانفاق وخضاب وادهان وطبخ حبوب وغیرذٰلک مجموع موضوع ومفتری ست ودرتکثیر طعام برعیال احادیث ضعیفه واردشده که بتعدد طرق جبر آن نقصان شده الخ (شرح سفر السعادة ص ۵۴۲/۵۴۳/، ماثبت فی السنة ص ۱۶/ ج۷/

عاشورۂ محرم کے خصوصی اعمال

سوال:- یوم عاشورہ میں مندرجہ ذیل باتیں سنت ہیں یا نہیں؟ (۱) خوف خدا سے رونا (۲) جنازہ کی نماز پڑھنا (۳) سورہ اخلاص کثرت سے پڑھنا (۴) والدین کی قبور کی زیارت کرنا اور کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو اور تمام مردوں کو ثواب پہنچانا (۵) شہداءِ کربلا کی روحوں کو ثواب پہنچانا جیسے حلیم یا کھچڑا نوح علیہ السلام کی سنت ہے یا نہیں؟ (۶) غسل کرنا (۷) سرمہ لگانا (۸) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا (۹) نماز پڑھنا روزہ رکھنا، قرآن پاک کی دس آیتیں پڑھنا (۱۰) دس مسلمانوں سے مصافحہ کرنا (۱۱) دو دشمنوں میں صلح کرانا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خوف خدا سے ہمیشہ رونا چاہئے[۱]، جنازہ جب موجود ہو اسکی نماز فرض کفایہ ہے[۲]، سورۂ اخلاص ہر روز پڑھنا چاہئے[۳]، والدین کی قبر کی بلکہ عامۂ مومنین کی قبور کی زیارت ہر ہفتہ مستحب ہے[۴]،

---

[۱] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلّم مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَأسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئاً مِنْ حُرِّوجْهِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰه على النار، (مشكوٰة شريف ص ۴۵۸، باب البكاء والخوف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابن ماجه ص ۳۰۹/ باب الحزن والبكاء، كتاب الزهد، مطبوعه ديوبند،

ترجمہ:- عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا کوئی مومن بندہ ایسا نہیں جس کی آنکھوں سے خدا کے خوف میں آنسو نکلیں اگر چہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ آنسو اس کے باعزت چہرہ پر پہنچیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔

[۲] والصلاة عليه فرض كفاية (درمختار على الشامى نعمانيه ص ۱۶۱/ ج ۱/ شامى زكريا ص ۱۰۲/ ج۳/ باب صلوة الجنازة، مطلب فى صلوٰة الجنازة،

[۳] عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِى صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم قَالَ مَنْ قَرأ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةِ مَرَّةٍ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ مُحِىَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً الحديث، مشكوٰة شريف ص ۱۸۸/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند، كتاب فضائل القرآن)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایصال ثواب بھی مستحب ہے[۱] ان چیزوں کو عاشورہ کے دن خاص کر دینا بلا دلیل ہے، اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر دینا برکت کا باعث ہے[۲] روزہ رکھنا بھی مستحب ہے[۳] مگر ایک دن پہلے ملالے یا بعد میں، بقیہ مذکورہ چیزیں اس دن صحیح روایات سے ثابت نہیں، جو چیز مستحب ہے وہ بغیر عاشورہ کے بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صلوٰۃ العاشورہ

سوال:- بعض عالم بزرگ روز عاشورہ چار رکعت نماز مع قرأت جماعت سے پڑھتے ہیں، اور بڑی لمبی جماعت ہوتی ہے، کیا روز عاشورہ جماعت سے نماز ادا کرنا شرعاً ثابت ہے یا بدعت، اور اس کو ترک کرنا یا اس میں شامل ہونا چاہیئے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:- حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر روز قل ہو اللہ احد سو مرتبہ پڑھے اس کے پچاس سال کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

۴ ندب زیارتها (الی قوله) عن محمدبن النعمان یرفعه من زار قبرابویه اواحدهما فی کل جمعة غفرلهٗ وکتب براً رواه البیهقی (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۲/ فصل فی زیارة القبور مصری، وتزار فی کل اسبوع کمافی مختارات النوازل، (شامی نعمانیه ص ۶۰۴/ ج ۱، مطلب فی زیارة القبور)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ یستحب لزائر القبور ان یقرأ ماتیسر من القرآن ویدعولهم عقبها نص علیه الشافعی الخ مرقات، ص ۸۲/ ج ۴/ مطبوعه ملتان، باب زیارة القبور.

۲ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِهٖ فِی یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ السنةَ کُلَّهَا (المقاصد الحسنة ص ۴۳۱) مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، الجامع الصغیر للسیوطی ص ۱۸۲/ ج ۲/ تحت الواو، مطبوعه مکه مکرمه،

۳ قال ابن الهمام یستحب صوم یوم عاشوراء ویستحب ان یصوم قبله یومًا اوبعده یوماً (مرقاة ص ۲۸۸/ ج ۴) باب صیام التطوع، الفصل الاول، مطبوعه پاکستان.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ نماز ثابت نہیں یہ بدعت ہے[1] اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان المعظم ۶۱ھ

صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال:- یہاں مرادآباد میں ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو کارخانہ دارانِ ظروف کی طرف سے کاریگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ ہے، کیونکہ صدہا کاریگر ہیں، اور ہر ایک کو اندازاً کم وبیش پاؤ پاؤ بھر مٹھائی ملتی ہے، انکے علاوہ دیگر کثیر متعلقین کو بھی کھلانی پڑتی ہے، مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول ﷺ نے غسل صحت کیا تھا، مگر از روئے تحقیق بات برعکس ثابت ہوئی، کہ اس دن حضرت رسول مقبولؐ کے مرض وفات میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہو کر دشمنانِ اسلام یعنی یہودیوں نے خوشی منائی تھی، احقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا کہ جاہل کاریگروں کی ہوا پرستی اور لذت پروری اتنی شدید ہے کہ کتنا ہی ان کو سمجھایا جائے، وہ ہرگز نہیں مانتے، اور چونکہ کارخانوں کی کامیابی کا دارومدار کاریگروں ہی پر ہے، تو اگر کوئی کارخانہ دار ہمت کر کے

---

[1] ومن البدع التی احدثوها فی هذا الشهر الکریم ان اول لیلة جمعة منه یصلون فی تلک اللیلة فی الجوامع والمساجد صلوٰة الرغائب ویجتمعون فی بعض جوا مع الامصار ومساجد هایفعلون هذه البدعة ویظهرونهافی مساجد الجماعة بامام وجماعة کانها صلوٰة مشروعة الخ، المدخل ص:۲۹۳/ ج:۱/ مطبوعه مصری، المواسم التی ینسبونها الی الشرع ولیست منهم،

شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کاریگر اس کے کارخانہ کوسخت نقصان پہنچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے؟

(الف) حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شمار افعال کفریہ اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے، تو بلا عذر شرعی اس کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہوں؟

(ب) جاہل کاریگروں کی ایذاء رسانی سے حفاظت کیلئے کیا کارخانہ داروں کو فعل مذکور میں معذور مانا جاسکتا ہے؟

(ج) ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ سے متعلق جو صحیح روایت اوپر مذکور ہوئی وہ کس کتاب میں ہے؟

(د) حضرت رسول مقبول ﷺ کے مرض وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوشی منائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے[1] اس تاریخ میں غسل صحت ثابت نہیں، البتہ شدت مرض کی روایت مدارج النبوۃ میں ہے[2]، یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔

---

[1] مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَاهَذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ. مشکوٰۃ شریف ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ملاحظه هو کفایت المفتی ص۲۲۷/۱، نواں باب بدعات واقسام شرک.

[2] وابتداء مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراواخر صفر بود ودر روایتی روز چہار شنبہ الخ، مدارج النبوة ص۴۱۷، ج۲/ مکتبه نوریه رضویه پاکستان، قسم چهارم، باب اول دروفات رسول الله ﷺ از ابتداء مرض تاوقت رحلت.

(الف) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدت مرض کی خوشی میں ہے، نہ یہودیوں کی موافقت کی خاطر ہے، نہ ان کو اس روایت کی خبر ہے، نہ یہ فی نفسہ کفر وشرک ہے، اس لئے ان حالات میں کفر وشرک کا حکم نہ ہوگا[1] ہاں یہ کہا جائیگا، کہ یہ غلط طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم ﷺ کا اس روز غسلِ صحت ثابت نہیں، کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے[2]، بغیر نیت موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے[3]۔

(ب) نہایت نرمی وشفقت سے کارخانہ دار اپنے کاریگروں کو بہت پہلے سے تبلیغ وفہمائش کرتا رہے اور اصل حقیقت ان کے ذہن میں اُتار دے، ان کا مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حسن اسلوب سے پورا کردے، مثلاً رمضان، عید، بقرعید وغیرہ کے موقعہ پر دیدیا کرے، جس سے انکے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہرحال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور ہے۔

(ج) مدارج النبوۃ[4] میں ہے۔

---

[1] الکفر شئ عظیم فلا اجعل المؤ من کا فراً متیٰ وجدت روایة ، انه لایکفرا نتهیٰ ثم قال : والذی تحرر انه لایفتی بکفر مسلم، امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة رسم المفتی ص ۱۵۱ / لایفتی بکفر، مسلم حتی الوسع، مطبوعه زکریا دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ۱۲۵ / ج۵ / باب احکام المرتدین.

[2] مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، ابن ماجه شریف ص۵ / رشیدیه دهلی، باب التغلیظ فی تعمد الکذ ب الخ، مشکوة شریف ص ۳۲/ ۱ ، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

[3] مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ .مشکوٰة شریف، ص ۳۷۵ / کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

[4] مدارج النبوة ص ۴۱۷ / ج ۲ / (مطبوعه نوریه رضویه پاکستان، قسم چهارم، باب اول در وفات رسول اللها ز ابتداء مرض تاوقت رحلت،

(د) یہود نے کس طرح خوشی منائی اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

۲۲/رجب کے کونڈوں کی حقیقت

سوال: -۲۲/رجب کو بعض جگہ کونڈہ کرنے کا بڑا رواج ہے، اس میں جو جو رسمیں کی جاتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ کونڈے کی اصلیت کیا ہے، کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے؟ امید کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے[1]، کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادقؒ کی تاریخ پیدائش ہے، اور نہ تاریخ وفات حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی، اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی[2]، پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے، اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے، ہاں بائیسویں

---

[1] ملاحظہ ہو کفایت المفتی، ص ۷۹/ج ۹/تیسرا باب، رسوم مروجہ، مطبوعہ دھلی،

[2] امام جعفر صادق کی ولادت ۸۰ھ میں اور ماہ شوال ۱۴۸ھ میں بعمر ۶۸/سال وفات ہوئی، سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السادات، ص ۲۳۸/. اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ، ص ۵۸۹. جعفر الصادق، فصل فی التابعین، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے، (دیکھو تاریخ طبری ذکر وفات معاویہ[1]) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے، جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علانیہ نہ تقسیم کیجائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جاکر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے، اور اس طرح اپنی خوشی اور مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اس کا چرچا ہو تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں[2] لہٰذا برادران اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہئے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں، اور نہ اس میں شرکت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رجب کا روزہ، کونڈہ

سوال: - ماہ رجب میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنڈہ ہوتا ہے، اس کی بھی

---

[1] حَدَّثَنِیْ عُمَرُؓ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ بَایَعَ اَھْلُ الشَّامِ مُعَاوِیَۃَ وَاِلٰی اَنْ قَالَ، مَاتَ بِدِمَشْقَ سنۃ ۶۰، یَوْمَ الْخَمِیْسِ لِثَمَانٍ بِقِین مِنْ رَجَب (تاریخ ابن جریر طبری ذکر وفاۃ معاویہ ص ۱۸۰/ ۱۸۱/ ج ۶/ اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۱۷/ ۲، حرف المیم، فصل فی الصحابۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] احسن الفتاویٰ ص ۳۶۸/ ج ۱/ مطبوعہ زکریا دیوبند، ملاحظہ ہو "مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۷/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ.

شریعت میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں؟ اور ۷/رجب ۱۳/ و ۲۷/کو روزہ رکھتے ہیں، اور بہت ثواب سمجھتے ہیں، آیا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ماہ رجب کی شرعی فضیلت کیا ہے، مختصر، تھوڑی تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماہ رجب میں تواریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہنچی، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ما ثبت بالسنۃ[1] میں ذکر کیا ہے، بعض بہت ضعیف ہیں، اور بعض موضوع ہیں، ایصال ثواب جس کو چاہے جب چاہے بلا کسی التزام تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

رجب کی روٹی

سوال:- رجب المرجب کا جب مہینہ آتا ہے، تو لوگ جمعہ کے دن کچھ میٹھی روٹی پکواتے ہیں اور اکتالیس بار سورہ ملک پڑھواتے ہیں، اس کو تبارک کہتے ہیں، اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی جانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی جارہی ہے، پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے کے لئے سبقت کرتے ہیں، اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ

---

[1] وان من صامه استوجب مغفرة جميع ماسلف الى غير ذٰلک من الفضائل حديث كذب موضوع مختلق ،ماثبت با السنة ،ص ۱۸۵)

[2] وتصدق طعام نمودن وثواب آن بمیت رسانیدن جائز است موقوف بروی نیست وتعین کردن روز برای ایصال ثواب بمردہ بالتخصیص کہ ہموں روز خواہد رسید ودیگر روز نخواہد رسید خطا است، واللہ اعلم (مائة مسائل ص ۳۶)

ترجمہ:- کھانا صدقہ کرنا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے اس پر موقوف نہیں، اور مردہ کو ثواب پہنچانے کیلئے کسی دن کو متعین کرنا کہ اسی روز پہنچے گا، دوسرے روز نہیں پہنچے گا غلطی ہے۔

کر لے آتے ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے، اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے، اس کو بھی تبرک سمجھ کر کھا جاتے ہیں، چاہے وہ صاحب نصاب ہو یا کوئی دوسرا، ہر شخص اس کو کھاتا ہے، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں ایصال ثواب کی یہ صورت نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ فقہاء ومجتہدین کی کتب سے بلکہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں بدعت[1] کہتے ہیں، اور اس کا ترک کرنا واجب ہے، قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اُجرت لینا جائز نہیں، پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی یہ مستقل وجہ موجود ہے، علاّمہ شامیؒ نے معتمد کتب سے اس کو نقل کیا ہے، ردالمحتار[2] میں بھی شرح عقود رسم المفتی[3] میں بھی شفاء العلیل میں بھی[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شب معراج کے اعمال مروجہ

سوال:- (الف) یہاں افریقہ میں یہ التزام ورواج ہے کہ شب معراج میں عشاء کے

---

[1] ملاحظہ ہو بہشتی زیور اختری، ۶۰/ج۶، رجب کی رسموں کا بیان۔

[2] فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ لایجوز لان الامر بالقراءۃ واعطاء الثواب للآمر الخ (الشامی نعمانیہ، ص۳۵/ج۵/ مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) باب الاجارۃ،

[3] شرح عقود رسم المفتی ص۳۶-۳۹/ شناعۃ الاستجار علی تلاوۃ القرآن، مطبوعہ سہارنپور،

[4] مجموعہ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ السابعۃ، شفاء العلیل وبل الغلیل ج۱/ص۱۵۲/ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور،

وقت خصوصی اعلان ودعوت کے ساتھ لوگوں کو جمع کر کے وعظ، شیرینی اور نماز، نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے، آیا شریعت میں اس قسم کا التزام واہتمام کہیں مشروع ہے، اور اس التزام کا نہ ماننے والا گنہگار ہوگا؟

(ب) اس شب میں علاوہ فرض وقت کے آیا کوئی دوسری عبادت فرض، واجب، سنت یا نفل مشروع ہے؟

(ج) یہاں بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں مساجد نہیں ہیں، وہاں نمازی اپنے گھروں میں فرداً فرداً یا نماز باجماعت ادا کرلیا کرتے ہیں، صرف جمعہ اور عیدین کیلئے ایک خاص جگہ تجویز کرلی جاتی ہے، جہاں سب مل کر خطبہ ونماز ادا کرلیتے ہیں، سو ایسے مقام پر جہاں مسجد بھی نہ ہو اور لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہوں وہاں ایک خاص جگہ تجویز کر کے شب معراج میں اعلان عام اور دعوت ناموں کے ذریعہ لوگوں کو جمع کر کے اس مخصوص مقام پر وعظ، شیرینی اور نوافل کا التزام واہتمام کرنا کیسے مشروع ہے، جو شخص ان مراسم کو روکے اسے برا بھلا اور کافر وفاسق کہنا کیسا ہے؟ اور اس قسم کے غیر مشروع اور رسمی امور کو دین کے اہم امور میں شمار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) یہ التزام واہتمام بے دلیل ہے، بدعت وخلاف شرع ہے[1] جو اس التزام کو نہ مانے وہ گنہگار نہیں بلکہ اس کو روکنے والا ماجور ہے۔

(ب) اس شب میں خصوصیت سے کوئی نماز علاوہ روزانہ کی نماز کے مسنون ومشروع نہیں[2]۔

---

[1] ملاحظه هو "تاليفات رشديه" ص ۱۴۸، مطبوعه لاهور،

[2] اعلم انالم نجد فی کتب الاحادیث لااثباتاً ولانفیاً ممّا اشتهر بینهم من تخصیص الخامس عشر من رجب بالتعظیم والصوم والصلوٰة الخ (ماثبت بالسنة ص ۱۹۱-۱۹۲،

(ج) نفس وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جمع کرنا شرعاً درست ہے[۱] اور اس شب کو اس کے لئے مخصوص کرنا بے دلیل ہے، اسی طرح شیرینی کا اہتمام بے اصل ہے اور التزام مالا یلزم ہے[۲] اس شب کے لئے نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں سے ثابت نہیں، نہ کبھی حضور اقدس ﷺ نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا، علامہ حلبی تلمیذ شیخ ابن ہمامؒ نے غنیۃ المستملی، ص ۴۱۱[۳] میں علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق شرح کنز الدقائق،

---

۱ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ النِّسَاءُ لِلنَّبِیِّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالَ فَاجْعَلَ لَّنَایَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ فَوعَدَھُنَّ یَوْمًا لَقِیَھُنَّ فِیْہِ فَوَعْظَھُنَّ الحدیث (بخاری شریف ص ۲۰/ ج ۱/ کتاب العلم)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سے عرض کیا کہ مرد ہم سے بڑھ گئے ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرما دیجئے تو آپؐ نے ان سے کسی دن کا وعدہ کرلیا، اس دن ان سے ملے اور انھیں نصیحت فرمائیں۔

وقع فی روایۃ سھل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ بنحوھذہ القصۃ فقال. موعدکن بیت فلانۃ، فاتا ھن فحدثھن (فتح الباری ص ۱۹۶/ ج ۱)

۲ کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروھاً، سباحۃ الفکر ص ۷۲/ مطبوعہ لکھنؤ، السعایۃ ص ۲۶۵/ ج ۲/ باب صفۃ الصلوٰۃ، قبیل الفصل فی القراء ۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور،

۳ اعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی ماتقدم ماعدا التراویح وصلوٰۃ الکسوف والاستسقاء فعلم ان کلا من صلوٰۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب وصلوٰۃ البراء ۃ لیلۃ النصف من شعبان وصلوۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بالجماعۃ بدعۃ مکروھۃ (الی ان قال) ولاینبغی ان یتکلف لالتزام مالم یکن فی الصدرالاول کل ھذا التکلف لاقامۃ امر مکروہ وھو اداء النفل بالجماعۃ علی سبیل التدعی فلوترک امثال ھذہ الصلوات تارک لیعلم الناس انہ لیس من الشعائر لحسن انتھی وھذالان حد یث صلوٰۃ الرغائب والبراء ۃ قدحکم علیھا الائمۃ بالوضع الخ (کبیری، ص ۴۳۲) (سھیل اکیڈمی لاھور ۴۳۳/ تتمات من النوافل)

ص ۵۶/ج ۶[1] میں علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں[2] اس رواج پر نکیر فرمائی ہے، اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں، ان کو رد کیا ہے، اس رواج کے روکنے والے کو کافر کہنا تو انتہائی جسارت ہے، کسی مسلمان کو بلا دلیل شرعی کافر کہنے والے پر کفر لوٹ آتا ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم ۶۸ھ

شب معراج کی رسوم ثابت نہیں

سوال:-(۱) ہمارے یہاں شب معراج میں چند باتیں خصوصی طور پر کرتے ہیں جو مذکور ہیں اس میں صحیح اور غیر صحیح کو واضح فرمائیں، اس رات مسجد کی طرف سے کوئی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، اور بتیاں ضرورت سے زائد جلاتے ہیں۔

(۲) اس رات میں امام یا کسی سے تقریر کراتے ہیں، بعدازاں لوگ نوافل میں مشغول ہوتے ہیں، اس میں ایک غلطی یہ ہوتی ہے، کہ لوگ اس وقت میں نوافل یا قضائے عمری پڑھتے ہیں، اس میں ثواب کی کثرت سمجھتے ہیں، اگر امام اس رات اس وجہ سے کہ ثواب زیادہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ تقریر نہ کریں تو کونسا راستہ صحیح ہے؟ احادیث میں اس رات کو خصوصی طور پر گزارنے کی ترغیب ثابت ہے یا نہیں؟ جیسا کہ شب قدر کے متعلق ہے، وضاحت فرمائیں؟

---

[1] ومن هنايعلم كراهة الا جتماع على صلوٰة الرغائب التى تفعل فى رجب فى اول ليلة جمعة منه وانها بدعة، (البحر الرائق ص ۵۲-۵۳/ج ۱)

[2] ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالى الخ، (مراقى الفلاح مصرى ص ۶۴. وطحطاوى على المراقى ص ۳۲۶/ فصل فى تحية المسجد وصلوٰة الضحىٰ واحياء الليالى، مطبوعه مصرى، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱) نوافل کا پڑھنا ہر شب میں درست اور موجب ثواب ہے، شب معراج میں پڑھنے پر زیادتی ثواب کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، نہ تقریر کا اہتمام ثابت ہے[۱] زیادہ بتیاں جلانا اسراف ہے جس کی ممانعت صراحۃً مذکور ہے[۲] تبرک کی تقسیم بھی ثابت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۱۳۹۹ھ

متبرک راتوں میں چراغاں

سوال: - بارہ ربیع الاوّل کی شب میں چراغاں کرنا کیسا ہے؟ کیا چراغاں کرنا بارہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ ولو قال لمسلم اجنبی یاکافر المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان ارادالشتم ولایعتقده کافراً لایکفروان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناءً علی اعتقاده انه کافر یکفر کذافی الذخیرة (عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۲۷۸، مایتعلق بتلقین الکفر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، راجع حدیث: لایرمی رجل رجلا الخ، بخاری شریف ص ۲/۸۹۳/ کتاب الادب، باب ما ینهی عن السباب واللعن، رشیدیه دهلی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ یکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی المتقدم ذکرها فی المساجد وغیرها لانه لم یفعله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولااصحابه فانکره اکثر العلماء من اهل الحجاز وقالوا ذٰلک کله بدعة(ملخصاً مراقی الفلاح مع الطحطاوی،ص ۳۲۶/فصل فی تحیة المسجد)مطبوعه مصری، اعلم انا لم نجد فی کتب الاحادیث لا اثباتا ولا نفیا مما اشتهر بینهم من تخصیص الخامس عشر من رجب بالتعظیم والصوم والصلوة الخ، ماثبت بالسنة ص ۱۹۱/۱۹۲،

۲ اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة او لیلة القدر فی الاسواق والمساجد کما تعارف فی امصارنا هل یجوز؟ الاستبشار: هو بدعة الخ، نفع المفتی والسائل ص ۱۲۷/ مایتعلق بالنوم والقیام وافعال العاد (مطبوعه رحیمیه دیوبند) هندیه ص ۳۵۱/ ج۵/ الباب السادس عشرة فی زیارة القبور، کتاب الکراهیة، مطبوعه کوئٹه،

ربیع الاول میں قرآن کریم وحدیث شریف وفقہ حنفی سے ثابت ہے؟ مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر مسلمان اہل السنۃ والجماعت کی رہنمائی فرمائیں؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

افضل الرسل خاتم الانبیاء ﷺ کی عزت اور توقیر آپ سے محبت وعقیدت اصل ایمان ہے، جس بدنصیب کے قلب میں رسول مقبول ﷺ سے عقیدت ومحبت نہیں، وہ درحقیقت ایمان ہی سے ناآشنا ہے[1] اس کے باوجود قرآن کریم میں اللہ پاک نے حدیث شریف میں رسول مقبول ﷺ نے جہاں ہم کو یہ بتایا ہے کہ رسول مقبول ﷺ سے محبت اور عقیدت رکھنا ایمان کی جڑ ہے تو ہم کو محبت اور عقیدت کا طریقہ بھی بتلایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھلا دیا ہے[2]۔

بارہ ربیع الاوّل کو چراغاں کرنا اگر خیر وبرکت کی چیز ہوتی، تو رسول مقبول ﷺ اس کو ضرور بیان فرما دیتے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل کھول کر چراغاں کرتے، لیکن رسول مقبول ﷺ نے چراغاں نہیں کیا، اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابیؓ وتابعیؒ، نے چراغاں کیا، ائمہ مجتہدین نے بھی چراغاں نہیں کیا، اولیاء کرام مثلاً خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، غوث اعظم حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ وغیرہم ان میں سے کسی بزرگ نے بھی چراغاں نہیں کیا، اور نہ اس کی اجازت دی اگر چراغاں کرنا

---

[1] عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم: لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین، بخاری شریف ص۷/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الایمان.

[2] ولاشک ان حظ الصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم من ھٰذاالمعنی اتم لان المحبۃ نمرۃ المعرفۃ وھم بقدرہ ومنزلتہ اعلم واللّٰہ اعلم. حاشیہ البدر الساری علی فیض الباری ص۸۳/ ج ۱/ لاول، باب حب الرسول من الایمان، مطبوعہ خضر راہ بکڈپو دیوبند.

واقعی ثواب اور ذریعہ خیر و برکت ہوتا تو یہ سب حضرات جو ہم سے زیادہ رسول مقبول ﷺ سے عقیدت ومحبت رکھنے والے تھے، ضرور بالضرور چراغاں کرتے، خیر القرون میں چراغاں کا نہ ہونا اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء اسلام، محدثین عظامؒ کا چراغاں نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس رات میں چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں، لہٰذا اس عمل کو ذریعہ قرب وثواب سمجھنا بدعت اور معصیت ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت وحرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا ہے، سائل ومجیب چونکہ حنفی ہیں اس لئے کتب فقہ حنفی سے چند حوالے پیش کرنے پر قناعت کرتا ہوں۔

(۱) "**قنیة**" اس کتاب کے مصنف نجم الدین ابوالرجاء مختار ابن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینیؒ ہیں، جن کی وفات ۶۵۸ھ میں ہوئی، اس کتاب کے، ص ۱۰۷ر میں ہے:-

اسراج السرج الكثيرة فى السكك والاسواق بدعة وكذ فى المساجد ويضمن القيم[1]

مطلب:- گلیوں اور بازاروں میں کثرت سے چراغ جلانا بدعت ہے، مساجد کا بھی یہی حکم ہے اور متولی (اگر مال وقف سے چراغاں کرے) تو اس کو ضمان (تاوان) ادا کرنا پڑے گا۔

(۲) "**تنقيح الفتاوىٰ الحامدية**" اس کے مصنف الشیخ السید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامیؒ ہیں، جن کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی انکو تمام ارباب فتاویٰ جانتے اور پہچانتے ہیں، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی بھی ان کو بہت بڑا فقیہ مانتے ہیں اور ان کی کتابوں سے مسائل اخذ کرتے ہیں، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ سے بھی "اعلیٰ حضرت" نے مسائل اخذ کئے ہیں، اس کتاب کی جلد ۲ر ص ۳۵۹ر میں ہے۔

---

[1] (فتاویٰ قنية، ص ۲۰۸ر ج ۱ر مطبوعه مهانديه كلكته.

من البدع المنكرة مايفعل فى كثير من البلدان من ايقادالقناديل الكثيرة العظيمة والسرف فى ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان فيحصل بذٰلک مفاسد كثيرة منها مضاهاة المجوس فى الاعتناء بالنار فى الاكثار منها ومنها اضاعة المال فى غيروجهه ومنهامايترتب علىٰ ذٰلک من المفاسد من اجتماع الصبيان واهل البطاله ولعبهم ورفع اصواتم وامتانهه المساجد وانتهاک حرمتها وحصول اوساخ فيهاوغيرذٰلک من المفاسد التى يجب صيانة المسجد عنها وفى شرح المهذب للامام النوويؒ وصرح ائمتنا الاعلام رضى اللّٰه عنهم بانهم لايجوزان يزاد علىٰ سراج المسجد سواء كان فى شهررمضان اوغيره لان فيه اسرافاً كما فى الذخيرة وغيرها.تنقيح الفتاوىٰ الحامديه،ص ۳۵۹/ج ۲[1]

مطلب :-اکثر شہروں میں جورواج ہوگیا ہے، کہ سال کی متبرک مخصوص راتوں میں چراغاں کیا جاتا ہے، اوراس میں مال کثیر خرچ کیا جاتا ہے، یہ بدعت اورناجائز ہے کیونکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً آتش پرستوں کیساتھ مشابہت ہے اور بلاوجہ شرعی مال کو ضائع کرنا ہے، اور بچے اور بے ہودہ لوگ مساجد میں جمع ہوکر شوروشغب کرتے ہیں، جس سے مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

حالانکہ مساجد کا احترام لازمی ہے، شرح المہذب میں امام نوویؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے اکابر واجب الاقتداء اماموں نے تحریر فرمایا ہے، کہ مسجد میں جو چراغ بقدرضرورت جلایا جاتا ہے اس سے زائد جلانا جائز نہیں، خواہ رمضان شریف میں جلائے جائیں یا غیر رمضان (عرفہ) عید، شعبان ربیع الاول، میں اسلئے کہ یہ فضول خرچی ہے، جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ میں ہے۔

---

[1] تنقيح الفتاوىٰ الحامديه ص ۳۲۶/ج ۲ ، فوائد ومسائل شتى، كتاب الحظر والاباح، مطلب من البدع المنكرة القاد، القناديل الكثيرة ص ۲/۳۵۹، مطبوعه مصر،

علاّمہ شامیؒ نے اس عبارت میں دو کتابوں کے نام لئے ہیں، جہاں سے انہوں نے یہ مسئلہ لیا ہے، پہلی کتاب شرح المہذب ہے جو شارح مسلم شریف امام نوویؒ کی تصنیف ہے، امام موصوف کی وفات ۶۷۷ھ میں ہوئی، یہ امام شافعیؒ کے مذہب کے منقح ہیں، بہت اونچی شخصیت کے فقیہ ہیں۔

دوسری کتاب ''ذخیرہ'' ہے اس کے مصنف محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الدین صاحب محیط برہانی ہیں، یہ بڑے امام مجتہد، متواضع عالم، کامل شخص تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔

(۳) ''**غمز عیون البصائر**'' شرح الاشباہ والنظائر، اس کتاب کے مصنف سید احمد الحنفی الحمویؒ ہیں، آپ بڑے فقیہ اور اصولی تھے، علامہ شامیؒ اور علامہ طحطاویؒ نے جگہ جگہ اس کتاب کے حوالہ دیئے ہیں، اس کتاب کے، ص ۳۸۳ر میں بھی عبارت مذکورہ موجود ہے، اور اس کے بعد لکھا ہے۔

ومن المفاسد مایجعل فی الجوامع من ایقاد القنادیل وترکھاالیٰ ان تطلع الشمس وترتفع وھومن فعلالیھود فی کنائسھم واکثر ما یفعل ذٰلک فی العید وھو حرام[1]

مطلب:- اور جو خرابیاں مسلمانوں میں پھیلتی جارہی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے، اور تمام رات چراغ روشن رہتے ہیں، حالانکہ یہ یہود کا شعار و طریقہ ہے جو کہ وہ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں، اور مسلمان زیادہ تر شب عید (عیدالفطر) عیدالاضحیٰ (عیدمیلاد) میں کرتے ہیں حلانکہ یہ حرام ہے۔

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر ص ۱۹۲/۳، مطبوعہ کراچی ص ۵۱۶، مطبوعہ دیوبند،

(۴) ''**نفع المفتی والسائل**'' اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی ہیں، یہ بہت جلیل القدر صاحب بصیرت عالم تھے، اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے بھی ان کی کتابوں سے بعض جگہ حوالے دیئے ہیں، اس کتاب کے، ص ۱۳۸ میں ہے۔

الاستفسار اسراج السراج الزائد عن الحاجة ليلة البراء ة او ليلة القدر فى الاسواق والمساجد كما تعارف فى امصارنا هل يجوز؟ ''استبشار'' هو بدعة كذافى خزانة الروايات عن القنية[1] فقط والله سبحانه تعالىٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متبرک راتوں میں بیداری کیلئے اجتماع

سوال: - کیا شب برأت اور شب قدر کی تلاش واہتمام میں مساجد میں شب بیداری کر سکتے ہیں، حسب ذیل حدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

''عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلّا السَّهْرُ''

نیز اس حدیث کی مختصر تشریح بھی فرمادیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شب براءۃ اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کیلئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ اور بدعت

---

[1] نفع المفتى والسائل ص ۱۲۷/ (مطبوعه رحيميه ديوبند) مايتعلق بالنوم والقيام وافعال العباد، كذا فى الهندية ص ۴۶۱/ ج ۲/ كتاب الوقف، الفصل الثانى، الوقف على المسجد، مطبوعه كوئٹه.

ہے، ''مراقی الفلاح[1]'' میں اس کی تصریح موجود ہے، حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جوشخص روزہ رکھے اور اللہ کے یہاں ثواب کی نیت نہ کرے یا جھوٹ، غیبت بہتان وغیرہ گناہوں سے نہ بچے تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اس کو بھوک پیاس کے علاوہ روزہ کے فضائل وثمرات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، اسی طرح جوشخص رات بھر نماز پڑھے مگر ثواب کی نیت نہ ہو یا گناہوں سے نہ بچتا ہو تو اس کو بیداری کی تکان کے علاوہ ثمرہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہی حال ہر عبادت کا ہے، یہ تشریح مشکوٰۃ[2] کی شرح میں مذکور ہے۔

تنبیہ:- اس حدیث شریف میں مشکوٰۃ شریف[3] میں الاالظمأ مذکور ہے۔ الاالجوع نہیں[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد وغیرها لانه لم یفعله النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم ولا اصحابه فانکره اکثر العلماء وقالوا ذٰلک کله بدعة (مراقی الفلاح مصری، ص ۳۲۶/ فصل فی تحیة المسجد.

[2] قال الطیبی فان الصائم اذالم یکن محتسباً اولم یکن مجتنباعن الفواحش من الزور والبهتان والغیبة ونحوها من المناهی فلاحاصل لهٗ الا الجوع والعطش وان سقط القضاء وکذلک الصلوٰة فی الدار المغصوبة واداؤها بغیر جماعة بلاعذر فانها تسقط القضاء ولایترتب علیها الثواب اھ والی قوله) وان النفی محمول علی نفی الکمال اوالمرادبه المرائی فانه لیس لهٗ ثواب اصلاً. مرقاة ص ۵۲۵/ ج ۲/ باب تنزیه الصوم ،قبیل الفصل الثالث ،مطبوعه بمبئی.

[3] مشکوٰة شریف ص ۱۷۷،

[4] البتہ ابن ماجہ میں شریف میں الاالجوع ہے۔عن ابی هریرة قال: قال: رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رب صائم لیس له من صیامه الاالجوع ورب قائم لیس له من قیامه الاالسهر ،ابن ماجه شریف ص ۱۲۱/ ج ۱، باب ماجاء فی الغیبة والرفث، ابواب ماجاء فی الصیام، مطبوعه اشرفی دیوبند،

متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا

سوال:- ہم لوگ اپنے محلّہ کی مسجد میں شب معراج کی تقریب کے سلسلے میں شب بیداری یعنی تلاوت قرآن، صلوٰۃ النفل اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اور شب گزارتے ہیں، اور جمعہ کو روزہ رکھتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث سے رجب کی ستائیس تاریخ کو شب بیداری کرنا اور بطور تقریب کے ماننا ثابت نہیں ہے اور یہ بدعت کے مترادف ہے، اس بارے میں زید کا قول کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا قول صحیح ہے اس طرح اس شب میں مسجد وغیرہ میں جمع ہونا اور اجتماعی ہیئت سے نوافل وتلاوت میں مشغول رہنا ثابت نہیں بلکہ مکروہ اور بدعت ہے "**ویکرہ الاجتماع علیٰ احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی فی المساجد وغیرھا لانہ لم یفعلہ النبی صلی ﷺ ولااصحابہ فانکرہ اکثر العلماء وقالوا ذٰلک کلہ بدعۃ**[1]" (مراقی الفلاح، ص ۲۴۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۷/۷۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم

سوال:- بچہ پیدا ہونے کے چالیس دن بعد بچہ کو مسجد میں بھیجتے ہیں اس رسم کا کیا حکم ہے؟

---

[1] مراقی الفلاح ص ۳۲۶/ مصری فصل فی تحیۃ المسجد،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رسم بے اصل لغو اور قابل ترک ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چالیسویں روز بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا

سوال: -عورتوں کے بڑے غسل بعد ولادت بچہ چالیسویں دن لڑکے کو غسل دے کر سب سے پہلے بچہ کو مسجد میں بھیجتے ہیں معہ شیرینی وغیرہ کے کہ بچہ کو سجدہ کرا کے لاؤ اللہ کے گھر میں عام طور پر ہر شخص ۴۰/دن بعد بچہ کو مسجد میں لے جاتا ہے، سجدہ کی رسم کی نیت سے حالانکہ ظاہر ہے کہ ایسا بچہ سجدہ کیا کرسکتا ہے؟ پس ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟ کیا زمانہ سابقہ میں یہ طریقہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس رسم کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ قابل ترک ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ذیقعدہ ۶۱ھ

---

[1] یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجسهم (الدر) لما اخرجه المنذری مرفوعاً، جنبوا مساجدکم، صبیانکم مجانینکم الخ، (شامی کراچی ص ۶۵۶/ج ۱/ مطلب فی احکام المسجد، کتبا الصلوٰة،

[2] یحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجسهم (الدر) لما اخرجه المنذری مرفوعاً، جنبوا مساجدکم، صبیانکم ومجانینکم الخ (شامی کراچی ص ۶۵۶/ج ۱/مطلب فی احکام المسجد، کتاب الصلوٰة.

بسم اللہ خوانی کی تقریب

سوال:- یہاں پر بسم اللہ خوانی کا رواج ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا شمار بدعت میں ہوگا یا نہیں؟ جبکہ اس کو جزو دین نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک رواج اور موقع خوشی ہے، کہ بچے کی تعلیم کا اب آغاز ہو رہا ہے، تو ایسے موقع پر دعوت وغیرہ کی جاتی ہے، تو ایسی دعوت قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بزرگ وصالح شخص سے بسم اللہ کرادی جائے، اور کچھ غرباء واحباب کو کھلا دیا جائے، تاکہ بچے کی تعلیم میں برکت ہو تو درست ہے، مگر تکلفات وریاء وفخر سے بچنا لازم ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ خوانی کیلئے عمر کی تعیین

سوال:- بعض لوگ بسم اللہ خوانی کے لئے بچہ کی عمر کی تعیین کر کے یعنی (چار سال چار مہینے چار دن) بسم اللہ خوانی کرتے ہیں، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا التزام کرنا غلط ہے، اس عمر سے پہلے بھی بسم اللہ درست ہے، اگر بچہ ذہین

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من یسمع یسمع اللہ بہ ومن یرای یرای اللہ بہ ابن ماجہ شریف ص ۳۱۰/باب الریاء والسمعۃ، ابواب الزھد، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

ہونہار ہوتو اس عمر کے انتظار میں اس کا وقت ضائع نہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۹۴ھ

ارواح کا اپنے گھر آنا مخصوص ایام میں

سوال:- تیجہ، جمعراتیں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کی بعض تصنیفات میں لکھا ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے پسماندگان کی طرف رجوع کرتی ہے، اور خیرات وصدقات کی امیدوار ہوتی ہے، اور اسی طرح ایک سال کے اختتام پر بھی اس کا رجوع متحقق ہوجاتا ہے، کیا یہ قول صحیح سند سے کسی حدیث مرفوع صحیح یا ضعیف یا علماء متقدمین میں سے کسی امام مجتہد کے قول سے مؤید ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں، بلکہ یہ جملہ امور بدعت ہیں، نفس ایصال ثواب بغیر تعین تاریخ والتزام مالا یلزم خیرات بدنیہ ومالیہ کا شرعاً درست اور باعث اجر ہے۔ "**قال ابن الحاج فی المدخل[2] ولابأس بفعله للصدقة عن الميت للمحتاجين والمضطرين لاللجمع عليه مالم يتخذ ذٰلک شعاراً يستن به ثم قال وكذالک يحذرمما احدثه بعضهم من فعل الثالث للميت وعملهم الاطعمة فيه حتى صارعندهم امراً معمولاً به ويشيعونه كانه وليمة عرس ويجمعون لاجله الكثير من الاهل والاصحاب الخ،**

---

[1] بهشتی زیور کامل ص ۳۰۸/ حصہ ۶/ مکتب یعنی بسم اللہ کی رسموں کا بیان۔ فریدبکڈپو، دھلی.

[2] المدخل ص ۲۷۶-۲۷۸/ ج ۳/ البدع المحدثة فی الماتم (مطبوعه مصر)

قال فی الفتح[1]: ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل الیمت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة اهـ

وفی البزازیة[2]: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءة سورة الانعام وسور ة الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الاکل یکرہ اهـ

''قال العلامة الشامی: واطال فی ذٰلک فی المعراج وقال: هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترزعنها لایریدون به وجه اللّٰه تعالیٰ اهـ''[3]

قلت لاشک فی دعویٰ صاحب المعراج لان الذی یرید وجه اللّٰه تعالیٰ لایطعم الاغنیاء ولایفتخربکثرة الناس وقلتهم ولا یعین الیوم والشهر بل لایتصور ارادة وجه اللّٰه تعالیٰ بارتکاب مالا یرضی اللّٰه وکل ماترد السنة فهوداخل فیمالا یرضی اللّٰه الخ . تبلیغ الحق ، ص۶-۷[4]

اشعۃ اللمعات[5] میں اس کو بلاسند بلاحوالہ نقل کیا ہے، صحاح ستہ میں یہ مضمون کہیں موجود نہیں، اور بھی کسی صحیح معتبر روایت میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ صحاح کی روایت اس کے خلاف ہیں۔

---

[1] فتح القدیر ص ۱۴۲/۲، باب الجنائز، قبیل باب الشهید، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] بزازیه علی هامش الهندیه ص ۸۱/ج۴/ الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر، مطبوعه مصر،

[3] الشامی زکریا، ص۱۴۸/ج۳/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت. الشامی نعمانیه ،ص۶۰۳/ج۱/ طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ، ص۵۱۰/ باب فی حملها ودفنها،

[4] تبلیغ الحق ص۷.

[5] ودربعض روایات امده است کہ روح میت فی آبدخانۂ خودراشب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدیق میکند الخ، اشعة اللمعات ص۷۶۳/ج۱/ باب زیارة القبور،

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقْبِرَ الْمَیِّتُ اَتَاهُ مَلَکَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْکَرُ وَلِلْآخَرِ النَّکِیْرُ، فَیَقُوْلُ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ هُوَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ یُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فِیْ سَبْعِیْنَ ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهٗ فِیْهِ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ نَمْ فَیَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ فَیَقُوْلُ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ مُنَافِقاً قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلاً فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اِنَّکَ تَقُوْلُ ذٰلِکَ فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ اِلْتَئِمِیْ عَلَیْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّباً حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِکَ. رواه الترمذی[1]

---

[1] ترمذی شریف ج ۱ / ص ۲۰۵ / ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبور،

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو یا تم میں سے کسی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے کیری آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ایک کا نام منکر دوسرے کا نام نکیر ہوتا ہے، وہ دونوں اس مرنے والے سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے، یہ آدمی وہی بات کہتا ہے جو دنیا میں کہا کرتا تھا، کہ یہ تو اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہاں ہم جانتے ہیں کہ تم یوں ہی کہتے تھے، پھر اس کیلئے ستر ہاتھ لمبا، ستر ہاتھ چوڑا فراخ ووسیع کر دیا جاتا ہے اور اس میں نور وروشنی کر دی جاتی ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم آرام سے سو رہو، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر انہیں خبر دیدوں فرشتے کہتے ہیں سو رہو، جس طرح دلہن سوتی ہے، جس کو وہی اٹھاتا ہے جو گھر والوں میں سب سے زیادہ اس کا پیارا اور محبوب ہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خوابگاہ سے اُٹھائے گا، اور اگر وہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جیسے کہتے سنا ویسا ہی میں نے بھی کہہ دیا باقی مجھے معلوم نہیں تو دونوں فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے ہیں تو یہی کہے گا، پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ تو اس پر مل جا زمین اس پر مل جاتی ہے، جس سے اسکی پسلیاں اِدھر کی اُدھر، اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں، اس کو قبر میں برابر عذاب ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے نہیں اُٹھا لیتا۔

ائمہ مجتہدین میں سے بھی کسی کا قول اس کی تائید میں نہیں دیکھا، دقائق الاخبار خزانة الروایات، کنز العباد میں ایسی روایات مذکور ہیں، مگر یہ کتب خود ہرگز ایسے امور میں قابل اعتماد نہیں، جب تک حدیث کی معتبر کتب سے تائید نہ ہو، چنانچہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر وغیرہ میں ان کتب کو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے[1] نیز ان روایات میں یہ بھی مذکور ہے[2] جب ورثہ میت کچھ ایصال ثواب نہیں کرتے تو ارواح موتیٰ ان کو سب وشتم کر کے اور ان پر لعنت کر کے واپس ہوتی ہیں، یہ چیز بالکل اصول کے خلاف ہے۔

علاّمہ ابن القیم علیہ الرحمہ نے کتاب الروح میں قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے تذکرۃ الموتیٰ فی القبور میں، سیوطیؒ نے شرح الصدور میں روح کے احوال اور قبر کے احوال پر تفصیلی بحث کی ہے، مگر روایات مسئولہ کو ان حضرات نے ذکر نہیں کیا، حالانکہ مؤخر الذکر جامع بین الرطب والیابس ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وکذا کنز العباد فانه مملوء من المسائل الواهية والاحاديث الموضوعة لاعمدة له لاعند الفقهاء ولاعند المحدثين قال على القارى فى طبقات الحنفية على بن احمد الغورى له كتاب جمع مكروهات المذهب سماه مفيدالمستفيد وله كنزالعباد فى شرح الاوراد قال العلامه جمال الدين المرشدى فيه احاديث سمجة موضوعة لايحل سماعها انتهى (النافع الكبير، ص ۲۹/، ص ۱۲۱/ ومن الكتب الغير المعتبره. (مطبوعه احمد لكهنؤ)

[2] ملاحظه هو الجنة لاهل السنة ص ۱۵۲.

[3] سيوطى درتصانيف خود رطب ويابس بسيار مى آورد الخ (فتاویٰ عزیزی، ص ۸۲/ ج۲/ فارسی، مطبوعه رحيميه ديوبند، (كشف الظنون للحاجى خليفة ص ۶۳۹/ ج ۱، علم الحديث، مطبوعه دارالفكر بيروت،

بچہ کا دودھ بخشوانا

سوال:- اگر شیر خوار بچہ کا انتقال ہوگیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"**هذامن اغلاط العوام**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سلامی ورونمائی

سوال:- دولہا کو سلامی اور دولہن کو رونمائی دینا، انوار ساطعہ، ص ۲۳۲ رمطبوعہ جمال پریس دہلی میں بحوالہ مولانا اسحاق صاحب قدس سرہٗ جائز لکھا ہے، اور صاحب براہین قاطعہ نے "**تهادوا تحابوا**" اس روایت کو پیش کر کے اصل موجود ہونے پر تسلیم کرلیا کیا مسئلہ ایسا ہے؟ حالانکہ سلام عبادت ہے اور رونمائی فتح باب فحش کے مرادف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رونمائی کا مقصد اگر یہ ہو کہ نامحرموں کو دلہن اپنا چہرہ دکھائے تو یہ فتح باب فحش کا مرادف

---

[1] اس لئے کہ چھوٹے بچوں کو دودھ پلانا ماں کی ذمہ داری ہے لہٰذا بڑے ہونے کے بعد یا مرنے کے بعد دودھ بخشنا بخشوانا محض جہالت ہے، "**وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ**" سورہ البقرہ آیت ۲۳۳،

ترجمہ:- اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے۔ (از بیان القرآن)

ہوگا، لیکن اگر دلہن کی ساس وغیرہ اپنی لائی ہوئی دلہن کو خوش ہوکر ہدیہ دیں کہ وہ تازہ تازہ میکہ چھوڑ کر آئی ہے، اس کی دلجوئی ہو جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے، اسی طرح اگر دولہا کو ہدیہ دیں اور اس کا نام سلامی رکھدیں تو کیا حرج ہے، یہ تو صرف ہدیہ دینے کا ایک عنوان ہوا، تاہم اگر اس عنوان میں کوئی فتنہ ومفسدہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ بعض جگہ کے حالات سے معلوم ہوا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ میں الوداع

سوال:- رمضان المبارک کا آخری جمعہ جس کو الوداع کہتے ہیں، اس میں جدائی، حسرت وافسوس کے مضامین پڑھے جاتے ہیں، ردع الاخوان میں ہے کہ حضور ﷺ سے مضامین ثابت نہیں، اسلئے بدعت ہے، حالانکہ ہندوستان میں خصوصاً دہلی میں ہزاروں آدمی الوداع پڑھنے جاتے ہیں، شرعاً الوداع پڑھنا بدعت ہے یا کیا حکم ہے؟ اور ایسے مضامین پڑھنے والوں کو منع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسے خطبوں میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ردع الاخوان میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۶/۶۱ھ

سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف ۲۵/۲/۶۱ھ

---

[1] امافی زماننا تمنع من الشابة لالانه عورة بل لخوف الفتنة (شامی زکریا، ج ۹/ص ۵۳۲) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس (رفاه المسلمین، ص ۷۶/) بحر الرائق ص ۲۷۰/ ج ۱/ باب شروط الصلوٰة، مطبوعه کوئٹه، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رمضان کے خطبہ میں الوداع

سوال:- رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عام طور سے الوداع خطبہ پڑھتے ہیں، مجموعہ خطب مولانا اسماعیل احمد صاحب شہیدؒ کے خطبہ وغیرہ میں اس کا کچھ ذکر نہیں، میری نظر میں صرف خطبہ علمی میں ہے، محمد حسن علی بریلوی کا نوشتہ الوداع خطبہ ہے، اور اکثر مسجدوں میں وہی خطبہ ہے، کیا الوداع خطبہ بدعت ہے، اگر بالفرض بدعت لکھیں تو کس قسم کی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خطبہ الوداع پڑھنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں فقہاء نے اس کے پڑھنے کا ذکر نہیں کیا[۱]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] اہتمام کرنا خطبہ وداع جیسا کہ اس زمانہ میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا خالی ابتداع سے نہیں علماء معتمدین کو لازم ہو کے اس طریقے کے التزام کو چھوڑیں تا کہ عوام اعتقاد استحباب وسنت بلکہ ضروری ہونے اس طریقۂ خاص سے نجات پاویں۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۲/۲۵) اور ملاحظہ ہو "ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" (ص ۸۱/)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ومن الامور المحدثة ماذاع فی اکثر بلادالهند والدکن وغیرهما من تسمية خطبة الجمعه الاخيرة بخطبة الوداع وتضمينها جملا دالة على التحسر بذهاب ذلک الشهر فيدرجون فيها جملا دالة على فضائل ذٰلک الشهر يقولون بعد جملة اوجملتين الوداع ، الوداع اوالفراق الفراق ياشهر رمضان اوالوداع الوداع ياشهر رمضان ونحو ذٰلک من الالفاظ الدالة على ذٰلک ومنهم من يقرأ خطبة الوداع يوم عيد فطر وهذالمحدث لايدرى من اى زمان حدث واين حدث وكتب الفقه والحديث من المتقدمين والمتاخرين لايوجد فيها اثر من ذٰلک (الیٰ قوله) مثل هذا الخطبة المشتملة على مثل هذه الكلمات. الوداعيه لم ينقل عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلّم واصحابه وتابعيهم وكل مالم يوجد فى القرون الثلثة فهو بدعة محدثة وكل بدعة ضلالة اه ثم اطال فى ذٰلک فراجعه ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ص ۸۱/

مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی ؒ نے اس کے بدعت ممنوع ہونے کو تفصیل سے مدلل بیان فرمایا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بچوں کی روزہ کشائی

سوال:- رمضان میں اکثر چھوٹے بچے کو روزہ رکھوا کر روزہ کشائی کرواتے ہیں اور اپنے گھروں پر بہت اہتمام کرتے ہیں، ایسی جگہ روزہ کھولنے جانا چاہئے یا نہیں؟ کیا صحابہ ؓ کے زمانہ میں بھی ایسا رواج تھا روزہ کشائی کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ میں مشقت زیادہ ہوتی ہے، بچہ کا دل بڑھانے کے لئے نیز شکریہ کے طور پر اگر نسبۃً افطاری میں کچھ زیادتی کر لی جائے تو بظاہر گنجائش ہوتی ہے، دور صحابہ کرام ؓ میں اس کا پتہ نہیں چلتا، جس میں ریا اور نمود یا فخر ہو یا وسعت سے زیادہ قرض وغیرہ لیکر اہتمام کرنا خلاف شرع اور ناجائز ہے[۲]، ایسی حالت میں شرکت بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم //

صحیح عبداللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

---

[۱] فتاویٰ عبدالحئ لکھنوی مبوب ص ۵۱۰/ مسائل متفرقہ،

[۲] ملاحظہ ہو کفایت المفتی ص ۶۵/ ج ۴، اغلاط العوام مسائل ص ۶۵، مطبوعہ دیوبند، کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم مکروھاً الخ، سباحۃ الفکر ص ۷۲/ مطبوعہ لکھنؤ،

فدیۂ صوم وصلوٰۃ کا رواج

سوال:- ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ سن بلوغ کے بعد کسی کا انتقال ہوجائے تو آدھا من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف بطور صدقہ نکالتے ہیں، متوفی خواہ امیر ہو یا غریب فاقہ کش، سب کے لئے یہی دستور رائج ہے، گیہوں کے ٹوکرے فقیر کے سر پر چڑھا کر جنازہ کے آگے کردیتے ہیں، بعد نماز جنازہ گیہوں کے ڈھیر کرکے دس بارہ فقیر اور ملاں بیٹھ کر حیلہ کرتے ہیں، حیلہ کے وقت ملاں صاحب اس طرح فرماتے ہیں، صوم وصلوٰۃ واجبات جو اس مردے سے قضا ہوئے ہیں اس کی طرف سے یہ کفارہ میں نے قبول کرکے تم کو بخشا، دائرے والے بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح کہتے ہیں، پندرہ بیس مرتبہ یہ الفاظ دائرے میں دہراتے ہیں، پھر گیہوں بانٹ لیتے ہیں، ملاں صاحب کا حصہ مع قرآن شریف کے مکان پر پہنچادیتے ہیں، حیلہ میں قرآن کریم لانا لازمی ہے، بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، بغیر قرآن کریم کے ملان صاحب حیلہ نہیں شروع کرتے، اور اس حیلے کو متوفی کے فوت شدہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا نعم البدل مانتے ہیں، متوفی غریب ہو اور اس کی جانب سے گیہوں وغیرہ نہ نکالے جاویں تو بعد میں طعنہ تشنیع کی جاتی ہے، بس صورت مسئولہ کا جواب مع حوالہ کتب وعبارت فقہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہوں تاکہ ان بدعات سے باز آئیں؟

سوال:- (۲) ہبہ میں قبضہ شرط ہے یا اشارہ بھی کافی ہے جائیداد متقوم کا حیلہ کیسا ہے؟

سوال:- (۳) موافق شرع حیلہ کیا جائے تو کیا اس میں فوت شدہ صوم وصلوٰۃ کا حساب ضروری ہے؟

سوال:- (۴) ولی میت فقیر کے سر پر ٹوکرا چڑھا کر قبرستان پہنچادیتا ہے، وہ خود حیلہ میں نہیں بیٹھتا تو کیا یہ ہبہ سمجھا جاوے گا اور حیلہ درست ہوگا؟

سوال:- (۵) دینے والے کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس ڈھائی من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن کریم سے کتنی عبادات کا کفارہ ہوا، بصورت ہذا کفارہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

طریقہ مذکورہ بدعت وناجائز ہے[1] اصل بلکہ خلاف اصول شرع ہے، نفس ایصال ثواب بغیر التزام تاریخ وروز وہیئت وغیرہ مستحسن اور باعث راحت میت ہے، خواہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر یا نماز روزہ عبادات کر کے یا غرباء مساکین کو نقد غلہ کپڑا وغیرہ دیکر یا مسجد، مدرسہ میں کنواں وغیرہ بنا کر ہو، اور طریقہ مذکورہ میں چند خرابیاں ہیں، اول یہ کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے، حتی کہ اگر اس کو کوئی ترک کرے تو اس پر طعن، تشنیع کی جاتی ہے، حالانکہ جس شئی کا استحباب شریعت سے ثابت ہو اس پر بھی اصرار کرنا ممنوع ہے، اصرار سے وہ شئی ممنوع ہو جاتی ہے، چہ جائیکہ بدعت پر اصرار کرنا "**الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة من اصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطٰن من الاضلال فکیف من اصر علیٰ بدعة اومنکر اھ سعایہ**[2]، ص ۱۶۲/ ۱۶۳/ ج ۲/

دوم یہ کہ اس میں قرآن کریم کا ہونا بھی لازم سمجھا جاتا ہے، حالانکہ نفس غلہ کا ثواب پہنچانا شرعاً قرآن کریم کے ساتھ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بغیر قرآن کریم ساتھ ہوئے بھی پہنچ جاتا ہے، یہ ایک حکم شرعی کی تغییر ہے۔

---

[1] ملاحظه هو (تذکرة الرشید، ص ۱۷۱/ ج ۱) ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر الخ، بزازیه علی الهندیه ص ۸۱/ ج ۴/ مطبوعه کوئٹه، فی الجنائز، نوع آخر،

[2] السعایة ص ۲۶۳-۲۶۵/ ج ۲/ باب صفة الصلوٰة منها استحباب الانصراف عن احد الجانبین الخ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

سوم یہ کہ یہ حیلہ بغیر ترکہ کے تقسیم کئے ہوتا ہے، حالانکہ بسا اوقات بعض ورثاء نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ کا حصہ صرف کرنا ہرگز جائز نہیں، اگر وہ اجازت دے تو اجازت بھی معتبر نہیں۔[1]

چہارم اس میں قبضہ نہیں ہوتا، حالانکہ صدقہ کے لئے قبضہ شرط ہے۔[2]

پنجم غلے کی یہ مقدار بھی شرعاً متعین نہیں۔

ششم یہ مقدار کافی ولازم سمجھی جاتی ہے، حالانکہ بعض اوقات، صوم، صلوٰۃ میت کے ذمے کچھ بھی نہیں ہوتا، اور بعض اوقات اتنی مقدار ہوتی ہے کہ حساب کے اعتبار سے یہ غلہ ناکافی ہوتا ہے کیونکہ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ واجب ہوتا ہے، اور یہی مقدار ہر روزے کے عوض میں ہے۔[3]

ہفتم عام طور پر یہ حیلہ ریاکاری اور فخر کیلئے کیا جاتا ہے، اسی لئے حساب نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ مقدار مقررہ اور قرآن کریم کے دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے، اور اسی کو ضروری سمجھا جاتا ہے،

---

[1] وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الاان یکون فی الورثة صغیر فلایتخذ ذلک من التركة الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰/ احکام الجنائز فصل فی حملها ودفنها مطبوعه مصری، شامی زکریا ص ۱۴۹/ ج۳/ باب الجنائز مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت،

وتصرف الصبی والمعتوه ان کان نافعاً محضا کالاسلام والاتهاب صح بلااذن وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقه والقرض لاوان اذن به ولیهما الخ شامی زکریا، ص۲۵۳/ ج۹/ کتاب الماذون مطلب فی تصرف الصبی الخ.

[2] الصدقة بمنزلة الهبة فی المشاع وغیر المشاع وحاجتها الی القبض الاانه لارجوع فی الصدقة اذا تمت الخ، عالمگیری ص۴۰۶/ ج۴/ کتاب الهبة، الباب الثانی عشرفی الصدقة، مطبوعه کوئٹه،

[3] ولومات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم الخ الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار زکریا ص۲۳۳، ۲۳۲/ ج۲/ باب قضاء الفوائت مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت.

خواہ میت کے ذمہ صوم وصلوٰۃ کچھ فوت شدہ باقی ہو یا نہ ہو، نیز اگر ہو تو کم ہو یا زیادہ ہو، قرآن کریم کو خدا جانے کس قدر کفارہ سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے۔

"وفی البزازیة ویکره نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم واطال فی ذٰلک فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنهالایریدون بها وجه اللّٰه تعالیٰ ولاسیما اذاکان فی الورثة صغاراوغائب اھ.ردالمحتار ، ص ۹۴۰/ ۹۴۱"[1]

تقسیم کردن نقد غلہ وغیرہ بعد میت از ترکہ آن بمحتاجاں بہ نیت ثواب جائز است بشرطیکہ وارثانش کبار باشند وراضی باشند بدادن واگر ورثہ میت صغار اند بدون تقسیم ترکہ تصدق جائز نیست وبردن ایں چیز ہاہمراہ جنازہ رسم جاہلیت است از شرع شریف ثابت نیست وچیزے کہ نظیرش دراصل شرع یافتہ نمی شود کردن آں چیز مکروہ است یا حرام اما دادن تصدق بفقراومساکین برائے ثواب میت بے آنکہ ہمراہ جنازہ ببرند جائز است زیرا کہ برائے ثواب میت چیزیکہ بمحتاجاں میدہند مستحب آنست کہ بے روی وریا وبے تعین وقت وروز باشد والا بدعت می گردد ودریں صورت دادن ایشاں خالی از کراہت نخواہد شد، واللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] رسائل اربعین، ص ۵۱-۵۰/مطبوعہ در مطبع محمدی ماہ صفر ۱۱۶۱ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۳/۱۴۸، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت،

[2] میت کے بعد اس کے ترکہ سے بہ نیت ثواب غریبوں کو نقد غلہ وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ میت کے وارث بڑے ہوں، اور دینے پر رضامند ہوں، اگر ورثہ چھوٹے ہوں تو ترکہ تقسیم کئے بغیر صدقہ جائز نہیں ہے، اور ان چیزوں کو جنازہ کے ہمراہ لے جانا جاہلیت کی رسم ہے، شرع شریف سے ثابت نہیں ہے اور جس چیز کی نظیر اصل شریعت میں نہ پائی جاتی ہو اس کا کرنا مکروہ ہے، یا حرام، بہرحال فقراء ومساکین کو میت کے ثواب کے لئے صدقہ دینا اس کے بغیر کہ جنازہ کے ہمراہ لے جائیں جائز ہے، اس لئے کہ میت کے ثواب کے واسطے جو چیز غریبوں کو دیتے ہیں مستحب یہ ہے کہ دکھاوے کے بغیر، وقت اور دن کے متعین کئے بغیر ہو ورنہ بدعت ہو جائے گی، اور اس صورت میں ان کا دینا کراہت سے خالی نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

کفارہ صوم وصلوٰۃ میت کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ اگراس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تو ایک ثلث ترکہ میں ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دے دی جائے اسی طرح ہر روزہ کے عوض اور وتر بھی شرعاً مستقل نماز ہے، اگر ایک ثلث ترکہ میں سے پورا ہو جائے تب تو خیر ورنہ سب ورثہ کی اجازت سے بشرطیکہ وہ بالغ ہوں، ایک ثلث سے زائد سے بھی وصیت کو پورا کیا جا سکتا ہے بغیر وصیت صدقہ دینا جائز نہیں تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے حصہ میں سے دے دیں تب بھی درست ہے اور نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۲/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۶۰ھ

صحیح عبد اللطیف ۱۸/۱۲/۶۰ھ

حج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا

سوال: - جب کوئی حج کو جاتا ہے تو عوام اس کے نام کے اور بھی دیگر کے نام مثلاً مسٹر جناب کے نعرے زندہ باد بولنا، حاجی زندہ باد وغیرہ اسٹیشن وغیرہ پر بلند آواز سے روانگی کراتے وقت، تو اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] (فیخرج عنه ولیه) ای من له التصرف فی ماله لوراثة اووصایة (من ثلث ماترک) الموصی لان حقه فی ثلث ماله حال مرضه وتعلق حق الوارث بالثلثین فلا ینفذ قهراً علی الوارث الافی الثلث ان اوصیٰ به وان لم یوص لایلزم الوارث الاخراج فان تبرع جاز (الی قوله) فاذالم یف به الثلث توقف الزائد علی اجازة الوارث فیعطی (لصوم کل یوم والصلوٰة کل وقت حتی الوتر نصف صاع من برا وقیمته (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۳۳۸/ ج ۱) مطبوعه دمشق، مطبوعه مصری ص۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الصلوٰة، فصل فی اسقاط الصلوٰة والصوم.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ایک نمائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبداللطیف ۶۱ھ

خطبہ کے بعد مصلے پر بیٹھنا

سوال: -امام خطبہ سے فارغ ہوکر جائے نماز پر قدر قلیل بیٹھ جاتا ہے، مؤذن کے قول "قدقامت الصلوٰۃ" کے انتظار میں یہ شرعاً درست ہے یا نہیں یا بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدعت ہے[2] "لِاَنَّهُ لَمْ يَثْبِتْ مِمَّنْ يُقْتَدٰى بِهٖ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

---

[1] (لہٰذا قابل ترک ہے) عن شداد بن اوس قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِىْ فَقَدْاَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ يُرَائِى فَقَدْ اَشْرَكَ .مشكوٰة شريف ص ۴۵۵/ باب الريا والسمعة الفصل الثالث، ملاحظه هو معلم الحجاج ص ۳۳۸، مطبوعه ديوبند،

[2] ملاحظه هو جواهر الفقه ص ۳۲۴/ ج ۱، مطبوعه ديوبند، "من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهو رد" مشكوٰة شريف ص ۲۷/ ج ۱/ كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول، من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان، الدرالمختار مع الشامى ص ۵۶۰/ ۱، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام،

سوئم چہلم وغیرہ

سوال :- میت کے وارث کا میت کے نام پر چوتھے روز ے دسواں وبیسواں و پندرہواں اور مولوی صاحبان وطلبہ کو کھانا کھلانا ان ایام مقررہ میں ایصال ثواب کیلئے شرع سے ثابت ہے یا نہیں، کیا کوئی دن شریعت کی جانب سے مقرر ہے، تاکہ ایصال ثواب کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصال ثواب بہت اچھی چیز ہے، خواہ نماز قرآن شریف تسبیح وغیرہ پڑھ کر ہو یا غرباء کو کھانا کپڑا وغیرہ کچھ دیکر ہو[1] لیکن تیجہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، شرعاً ثابت نہیں، بلکہ ایصال ثواب، جس قدر جلد ممکن ہو بہتر اور نافع ہے، اور یہ دسواں وغیرہ جو کچھ ہے محض رسم اور بدعت ہے جو کہ واجب الترک ہے اگر ورثا نابالغ ہوں تو میت کے ترکہ میں سے بغیر وصیت بلاتقسیم دینا درست نہیں[2] تقسیم کے بعد بالغ ورثہ اپنے حصہ میں سے دے سکتے ہیں، نابالغ کے حصہ میں سے دینا ناجائز ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی میں وہ نافذ ہوسکتی ہے، زیادہ میں نافذ کرنے کیلئے جمیع ورثہ کی اجازت ضروری ہے، اور نابالغ کی اجازت

---

[1] الاصل فی هذا الباب ان لانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلاة کان او صوما اوحجا او صدقة او قراءة قرآن او الاذکار الی غیر ذالک زیلعی ص۵۳/ ج ۱/ باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان، البحرالرائق کوئٹه ص ۵۹/ج۳/ باب الحج عن الغیر،

[2] وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذاکانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة کذافی التاتارخانیه (الهندیه مصری ص ۳۴۴/ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، طحطاوی مع مراقی الفلاح مصری ج ۱/ ص ۵۱۰/ فصل فی حملها ودفنها)

شرعاً معتبر نہیں، لہٰذا اس کے حصہ میں سے بعد اجازت بھی نافذ کرنا درست نہیں[1]، ایک تہائی میں نافذ کرنے کے لئے بلوغ یا اجازت کی قید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذی الحجہ ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف

سوئم چہلم وغیرہ

سوال:- آج کل کے رائج طریقے سے سوئم، دسواں، بیسواں، چہلم کرنا فرض، واجب، سنت، مستحب میں سے کیا ہے؟ ان کو نہ کرنے والے کو کیا کیا شرعی سزائیں اور آخرت کے عذاب کی وعیدیں آئی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چیزیں ادلۂ شرعیہ سے ثابت نہیں، بلکہ فقہاء نے ان کے بدعت ممنوعہ ہونے کی تصریح کی ہے، جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ[2] ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے، اس لئے ان چیزوں کو ترک کیا جائے، فی نفسہ ایصال ثواب ہر نیک کام کا ہر وقت درست اور مفید ہے، اپنی طرف سے تخصیصات وتقییدات نہ کی جائیں۔

---

[1] قوله ان لم تجز الورثة راجع الى الثلاثة المذكورة الوصية بمازاد على الثلث وللقاتل وللوارث لان الامتناع فى الكل لحقهم فتجوز باجاز تهم (الى قوله)ويشترط ان يكون المجيز من اهل التبرع بان يكون بالغا عاقلاً الخ (تبيين الحقائق ص ۱۸۳/ ج۶/ اول كتاب الوصايا (مطبع امدايه ملتان)

[2] فتاوىٰ بزازيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۸۱/ ج۴/ الخامس والعشرون فى الجنائز، نوع آخر، طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۵۱۰/ ۱، فصل فى حملها ودفنها مصرى،

”ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة روی الامام احمدوابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبداللّٰه قال کنا نعد الاجتماع الیٰ اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءة سورة الانعام او الاخلاص (الیٰ قوله) هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایرون بها وجه اللّٰه تعالیٰ۔ الخ شامی، ص۶۰۳/ج۱[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

سوئم وچہلم وغیرہ

سوال:-هل یجوزان یطعم الطعام للفقراء والمساکین مع الاقرباء فی الیوم الثالث والاربعین من الموت بختم القرآن اوسورة یسن وغیره بنیة ایصال الثواب الیه؟ وهذاالعمل ایضاً کان یجری بین یدی المتقین کماذکر اجیبوابدلائل القاطعة.

الجواب حامداًومصلیاً

قال فی البزازیه: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الیٰ القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء

---

[1] الدرالمختار علی الشامی بیروت ص ۲/۲۴۰، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت،

والقرّاء للختم اولقراء ة سورة الانعام اوالاخلاص اھ ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرورلافی الشرورو هی بدعة مستقبحة روی الامام احمد بن حنبل وابن ماجة باسناد صحیح عن[1] جریربن عبداللّٰہ قال کنا نعد الاجتماع الیٰ اهل المیت وصنعهم الطعام من الیناحة الیٰ قوله وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترزعنها .لانهم لایریدون بها وجه اللّٰه تعالیٰ هذا کله من رد المحتار کتاب الجنائز[2] قال الشیخ العارف بااللّٰه المحدث الفقیه قامع البدعات زین الدین محمدبن ببرعلیٰ محی الدین البرکری فی الطریقة المحمدیة: الفصل الثالث فی امور مبتدعة باطلة: اکب الناس علیها علی ظن انها قرب مقصودة وهذهٖ کثیرة فلنذکر اعظمها: ومنها الوصیة من المیت باتخاذ الطعام والضیافة یوم موته اوبعده وباعطاء دراهم معدودة لمن یتلوا لقرآن لروحه اویسبح له اویهلل اوبان یبیت عند قبرهٖ رجال اربعین لیلة اواکثرااواقل وبان یبنی علیٰ قبره بناء وکل هذه بدع منکرات والوقف والوصیة باطلان والماخوذ منها حرام للاٰ خذ وهو عاص بالتلاوة والذکر لاجل الدنیااھ[3] واما ما ذکره بعض من قال بالجواز من حدیث امرأة دعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم لمارجع من دفنه وفیه فجاء وجئ بالطعام الخ فقد اجاب عنه العلامة ابن عابدین حیث قال: بعد ذکره الحدیث المذکور اقول:

---

[1] عن جریربن عبداللّٰه قال کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة، ابن ماجه شریف ص۱۱۶/ باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع الی اهل المیت الخ، ولم اجده فی مسند للامام احمد،

[2] الشامی نعمانیه ص۶۰۳/ج۱/ مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، شامی کراچی ص۲۴۰/ج۲،

[3] رساله "شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل ص۱۷۳/۱۷۴، ملحقة" مجموعة رسائل ابن عابدین الشامی، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لاعموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف مافی حدیث جریر المذکور آنفا علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلا لابحدیث جریر المذکور علیٰ الکراھیۃ ولاسیما اذاکان فی الورثۃ صغار اوغائب مع قطع النظر عما یحصل عندذلک غالباً من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی توجدفی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذٰلک مما ھومشاھد فی ھذہ الازمان وماکان کذٰلک فلاشک فی حرمتہ وبطلان الوصیۃ بہٖ ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم[1] وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنامحمد والہٖ وصحبہ اجمعین. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۸۷ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۲/۲۴۱، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت،

خلاصہ سوال وجواب

سوال:-قرآن اورسورۂ یٰسین کے ختم کے موقعہ پرایصال ثواب کی نیت سے سوئم اور چہلم کیا جاتا ہے(اوررشتہ داروں کے ساتھ فقراء مساکین کوکھانا کھلایا جاتا ہے، اور یہ طریقہ سلف صالحین کے زمانہ سے چلا آرہا ہے، ایا یہ صورت جائز ہے یانہیں ہے؟

جواب:-میت کی وفات کے تیسرے دن یاایک ہفتہ کے بعد کھانا بنانا مکروہ ہے، نیز قبر کے پاس کھانا لیجانا اورصلحاء کے جمع ہونے کے موقع پرختم قرآن وغیرہ کے موقعہ پر دعوت کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ کھانا بنانا اور دعوت کرنا خوشی کے وقت مشروع ہے، مصیبت کے وقت جائز نہیں ہے، بلکہ یہ توبدعت قبیحہ ہے، الیٰ آخرہ۔

بعضے حضرات وفات کے بعد دعوت کے جواز پراس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ایک عورت نے وفات کے بعد حضورﷺ کی دعوت کی تھی، اورحضورﷺ نے کھانا تناول فرمایا تھااس کا جواب یہ ہے کہ یہ وقتی واقعہ ہے اس میں عموم نہیں ہے، لہٰذا اس واقعہ سے استدلال درست نہیں الیٰ آخرہ۔

سوئم، چہلم وغیرہ کا ثبوت نہیں

سوال:- آج کل کے طریقہ کے مطابق کیا حضور اقدس ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت امام حسن حسین رضی اللہ عنہما، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے بھی کسی کا سوم، دسواں، بیسواں، چہلم کیا ہے؟ ان مقدس صاحبان کے چہلم بھی کئے گئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان اسلاف کرام واکابرِ عظام رضی اللہ عنہم سے یہ بدعات قبیحہ ثابت نہیں، وہ حد درجہ متبع سنت تھے، بدعات کے پاس نہیں جاتے تھے، جوان کا بہت قابل قدر سرمایۂ حیات ہے اخلاف کو ان کا اتباع لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تیجہ، دسویں کا کھانا

سوال:- تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں، کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، البتہ جو شخص فقیر محتاج ہو اس کو کھانے کو نہ ملتا ہو اس کیلئے جائز ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ج ۶/ ۵۶ھ

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۲۱/ ۶/ ۵۶ھ

---

[1] لافیہ مصلحۃ فی الدین بل فیہ طعن ومذمۃ وملامۃ علی السلف الخ. ملاحظہ ہو (الجنۃ لاھل السنۃ ص ۱۷۱)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیجہ مسجد پر یا مکان پر

سوال:- تیجہ جس میں چنے پر کلمہ طیبہ اور قرآن خوانی اور پھولوں کا عرق گلاب میں ڈبونا اندرونِ مسجد یہ فعل کیسا ہے؟ کیونکہ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے کتاب آداب الصالحین میں مکروہ لکھا ہے کہ سیپارہ قرآن کی مسجد میں قرآن خوانی مکروہ ہے، یا چنے و پھول ڈبونا اور غم کے واسطے مسجد میں بیٹھنا کیسا ہے؟ اور اگر مکانوں میں صرف قرآن خوانی کرائے بلا پابندی رسم ورواج تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم پڑھنا اور ایصال ثواب کرنا بلا التزام تاریخ وہیئت وغیرہ کے مسجد میں اور مکان میں درست اور ثواب ہے[1]، تیجہ مروجہ وغیرہ بدعت ہے، غم کے واسطے مسجد میں بیٹھنا تاکہ لوگ تعزیت کریں مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، ص ۹۴۱/۱[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا، (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۰) مصری. شامی کراچی ج۲/ ص ۲۴۰/ باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم فی علو الحالات الیٰ ماقال قال القونوی والاصل فی ذٰلک عنداھل السنۃ ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوماً اوصدقۃ اوغیرھا .شرح فقہ اکبر ، ص۱۵۸/ (مکتبہ مجتبائی دھلی) دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم لھم نفع لھم .

[2] (وقولہ وبالجلوس لھا) ای للتعزیۃ (فی غیر مسجد امافیہ فیکرہ کمافی البحر عن المحبتی (الشامی بیروت ، ص ۲۴۱/ ج۲/مطلب فی کراھۃالضیافۃ من اھل المیت)

گیارہویں وغیرہ

سوال:- زید گیارہویں کرتا ہے اوراس میں امیروں کو یعنی صاحب زکوٰۃ کو اوراپنے رشتہ داروں کو بلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس پر ثواب ملے گا اوراس کا ثواب حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانی صاحبؒ کی روح کو پہنچے گا، عمر کہتا ہے کہ صاحب زکوٰۃ کو ایسا مال کھانا جائز نہیں بلکہ حرام اور گناہ ہے کیونکہ گیارہویں ہی کرنا حرام ہے، قرآن کریم میں صاف ہے کہ وہ چیز جو پکاری جائے غیر کے لئے حرام ہے، بکر کہتا ہے کہ گیارہویں کھانا صاحب زکوٰۃ کو یعنی امیروں کو بلا کراہت جائز ہے، البتہ امراء کے کھانے سے اہل میت کو اوراس شخص کو جس کو ایصال ثواب کرنا ہے نہ پہنچے گا، باقی گیارہویں یا دیگر خیرات و نیاز امیر غریب سب کھا سکتے ہیں، اس میں کوئی گناہ نہیں اور دلیل میں پیش کرتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کنواں کھودنے کو فرمایا تو کنویں میں سب غریب امیر پانی پیتے تھے، اوراسکا ثواب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ صاحبہ کو ملتا ہے، عمر کہتا ہے کہ یہ حدیث اول تو کمزور ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہے، پھر وہ وقف تھا، وقف اور خیرات میں بڑا فرق ہے، خیرات و نیاز محض غریبوں کا حق ہے، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ گیارہویں کرنا اوراس کیلئے پیسہ جدا نکال کر رکھنا کیسا ہے؟ اورامیروں کو کھانا حرام ہے یا ثواب ہے، اور ہر وہ شخص جو غریب ہے اور مزدوری کرتا ہے اسی نذر معین کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟ براہِ کرم بحوالہ کتب مفصل جواب ارقام فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ثواب بغیر التزام تاریخ وہیئت وغیرہ کے شرعاً درست اور فائدہ مند ہے[1] لیکن

---

[1] ومنها ان دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم فى علوالحالات الىٰ ان قال قال القونوى: والا صل فى ذٰلک عنداهل السنة والجماعة ان للانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة اوصوماً اوحجا اوصدقة اوغيرها .شرح فقه اكبر ص ۱۵۸ / مطبوعه رحيميه ديوبند، دعاء الاحياء للاموات الخ،

گیارہویں مروجہ بدعت اور ناجائز ہے، کسی بزرگ کیلئے نذر ماننا حرام اور شرک ہے وہ کھانا جائز نہیں، البتہ خداوند تعالیٰ کیلئے نذر ماننا اور اس کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچانا درست ہے، اور یہ کھانا فقراء اور محتاجوں کا حق ہے کسی مالدار کو کھانا جائز نہیں، صحابیؓ کے کنویں سے استدلال صحیح نہیں وہ بطور نذر نہیں تھا، بلکہ وہ عام مومنین امیر غریب سب کیلئے وقف تھا[1] "اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام،تقرباً الیهم فهو باطل وحرام اهـ قال فی البحر: لوجوه منها: انه نذر لمخلوق ولایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها: ان المنذورلهٗ میت والمیت لایملک ومنها: انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الاموردون اللّٰه تعالیٰ کفر اللّٰهم الاان یقول یا اللّٰه انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی (الیٰ) اوزیتا لوقودها اودراهم لمن یقوم بشعائرها الیٰ غیر ذٰلک ممایکون فیدفع للفقراء والنذرللّٰه عزوجل وذکرالشیخ: انماهوبیان لمحل صرف النذرلمستحقیه القاطنین برباطه اومسجده فیجوز بهذاالاعتبار اذمصرف النذر الفقراء وقد وجد ولایجوز ان یصرف ذٰلک لغنی غیرمحتاج ولالشریف منصب لانه لایحل لهٗ الاخذ مالم یکن محتاجاً فقیرا ولالذی النسب لاجل نسبه مالم یکن فقیراً ولالذی علم لاجل علمه مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علیٰ حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد

---

[1] وعن سعد بن عبادة قال قال یارسول اللّٰه ﷺ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل ای لروحها قال الماء ،انماکان الماء افضل لانه اعم نفعاً فی الامور الدینیة والدنیویة خصوصا فی تلک البلادالحادة، فحفر ای سعد بئراً وقال سعد هٰذا البئر صدقة لام سعد (مرقاة ص ۲۰۹/ ج۴، مطبوعه ملتان، مطبوعه اصح المطابع بمبئی ص۴۷۷/ ج۲/ باب فضل الصدقة، الفصل الثانی،

ولاتشتغلا الذمة ولانه حرام بل سحت اهـ طحطاوی[1] ص ۳۷۹/۳۷۸.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۴ھ

D:\INPAGE24\A006.TIF not found.

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۵۷۱/ کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم الخ، البحرالرائق ص۲۹۸/ ج۲/ مطبوعه الماجدیه کویٹه، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم

﴿مزارات وغیرہ کی بدعات﴾

ہر سال کی ابتداء میں زیارت قبور

سوال:- بنارس میں اعراس کے شیدائی اور اہل بدعت کے غوغائی حضرات نے اس وقت موسم کے لحاظ سے نیاز، فاتحہ، عرس اور دوسرے تمام لوازمات کی غزل پڑھنا شروع کردی ہے، اس سلسلہ میں سالانہ مزارات کی حاضری کے بارے میں فریق مخالف نے بس یہ تحریر کیا کہ آنحضرت ﷺ ہر سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لیکر اُحد جاتے تھے، میں نے جب تلاش کیا تو شنبہ میں آپ ﷺ کا جانا ثابت ہے اور حضرت عقبہ کی روایت ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے، وہ ضرور آپؐ کے ساتھ تھے کہ دعاء مغفرت کے سماں کا کیف وسرور انہوں نے انتہائی ذوق وشوق سے بیان فرمایا ہے، اور بھی دو جگہ ہے، مگر صحابہ کے ساتھ ہر سال جانا صحاح میں نظر سے نہیں گزرا، البتہ مولانا فرنگی محلی کے مجموعہ فتاویٰ میں ابن جریر کے حوالہ سے ایک حدیث "علیٰ رأس کل حول" ملی اس کے بعد فتاویٰ دارالعلوم، ج ۵/ص ۱۹۶/ میں یہ حدیث ملی "لما اخرج ابن جریر عن محمدبن ابراهیم قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یأتی قبور الشهداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار

وابوبکر وعمر وعثمان" اس حدیث کے بارے میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ سنداً یہ حدیث کس درجہ کی ہے، اور یہ تو تعیین تاریخ کے لئے بہت مفید ہے، راویوں میں اگر کوئی راوی کمزور ہو تو اس کا نام تحریر فرمادیں گے، اور صاحب رجال نے جو اس کے بارے میں تحریر فرمایا ہو اس کو بھی۔

چونکہ ابن جریرؒ یہاں نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مجھ میں صلاحیت کہاں یقین ہے کہ جواب سے شکر گزار فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شہداءِ اُحد کے ساتھ بعض خصوصی معاملات بھی ہوئے، مثلاً یہ کہ قبل دفن ان پر صلوٰۃ جنازہ پڑھ لینے کے باوجود ان پر حیاتِ طیبہ میں بھی دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی ہے، جیسا کہ امام طحاویؒ نے تصریح فرمائی ہے[1] اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بار بار تمام شہدائے اُحد کے ساتھ نماز پڑھی گئی[2] ہوسکتا ہے کہ یہ "علیٰ رأس کل حول" کی زیارت بھی خصوصیات میں سے ہو

---

[1] فی حدیث عقبة ان رسول اللّٰه ﷺ صلی علی قتلیٰ احد بعد مقتلهم بثمان سنین وفی حدیث آخر حدثنا یونس: انه سمع عقبة بن عامر یقول ان آخر ماخطب لنا رسول اللّٰه ﷺ انه صلی علی شهداء احدثم رقی علی المنبر فحمداللّٰه واثنیٰ علیه ثم قال انی لکم فرط وانا علیکم شهید، طحاوی شریف ص ۳۲۲/۳۲۳/ کتاب الجنائز، باب الصلوٰة علی الشهداء، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، ص ۱/۲۹، مطبوعه کلکته،

[2] عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهماان رسول اللّٰه ﷺ کان یوضع بین یدیه یوم احدعشرة فیصلی علیهم وعلی حمزة ثم یرفع العشرة وحمزة موضوع ثم یوضع عشرة فیصلی علیهم وعلی حمزة معهم الخ، شرح معانی الآثار ص ۲۹۰/ج ۱/ مطبوعه دار الاشاعة الاسلامیه مطبوعه کلکته، باب الصلوٰة علی الشهداء، کتاب الجنائز،

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے دس جنازے رکھے جاتے تھے، اور آنحضرت ﷺ ان پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھتے تھے پھر اس کو اٹھالیا جاتا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رکھے رہتے تھے، اور پھر دس جنازہ لاکر رکھے جاتے اور آنحضرت ﷺ ان پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھتے۔

ورنہ اس قسم کی چیز شہدائے بدر کی زیارت سے متعلق بھی ثابت ہوتی خاص کر جبکہ ان کا مقام شہدائے اُحد سے بلند ہے[1] اور مدفون بقیع کی زیارت کے متعلق بھی ثابت ہوتی، کہ ان کے مناقب مستقلاً احادیث میں موجود ہیں[2]، نیز غزوۂ اُحد شوال[3] میں ہوا اور رأس کل حول کا مصداق محرم ہے اور اعراس کا معمول تاریخ وفات پر ہے نہ کہ رأس کل حول پر پھر اس زیارت پر رأس کل حول سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ علاوہ ازیں زیارت رأس کل حول بھی مسلسل اور دائمی ثابت نہیں، ورنہ خلفائے راشدینؓ بعد میں بھی اس کا اہتمام فرماتے، اور محدثین ومجتہدین بھی، اس لئے مبتدعین کا استدلال بالکل بے محل ہے، روایت پر جرح کی ضرورت نہیں شامی[4] نے

---

[1] عَنْ مَعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعُ الزرقِي عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ اَبُوْهُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَائِيْلُ اِلٰى النَّبِيِّ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّمَ فَقَالَ مَاتَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍفِيْكُمْ؟ قَالَ: مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ الحديث (بخاری شریف،ص ۵۶۹/ج ۲ .(مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب المغازی، باب شهود الملئكة بدراً رقم الحديث ص ۳۸۴۸،

[2] ملاحظه هو باب دوازدهم درذكر مقبرة شريفه بقيع وبيان فضائل وى الخ (جذب القلوب ص ۱۴۹، عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين واتاكم ماتوعدون غدا مؤجلون، وانا ان شاء الله بكم لاحقون، الهم اغفر لاهل البقيع الغرقد، رواه مسلم، مشكوة شريف ص ۱۵۴/۱، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[3] وكانت عنده (اى السهيلى) الواقعة المشهورة فى شوال سنة ثلاث باتفاق الجمهور، فتح البارى ص ۸۸/ج۸، مطبوعه نزار مصطفى الباز الرياض، كتاب المغازى، اول باب غزوة احد،

[4] يستحب ان يزورشهداء جبل احد لماروى ابن ابى شيبة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يأتى قبور الشهداء باحد على رأس كل حول الحديث، مطلب فى زيارة القبور، الشامى نعمانيه ص ۶۰۴/ج ۱۰، وشامى زكريا ص ۱۵۰/ج۳،

مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بھی نقل کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۱ھ

خرافات مزارت

سوال: -قبروں پر قبے بنانا، چادریں ڈالنا، چڑھاوے چڑھانا، جھنڈے لگانا، نذر و نیاز کے طور پر مزاروں پر بکرے ذبح کرنا، شیرینی تقسیم کرنا، قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت ہے یانہیں؟ اور سنت طریقہ ہے یا بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب کام شرعاً، ناجائز مکروہ[1] اور گناہ ہیں اور بعض شرک کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں[2]، نظام تصوف[3] نمبر اگست ۶۳ء میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزاروں کا چکر

سوال: - خداوند کریم قرآن کریم میں فرماتے ہیں ''اتباع کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) پھر

---

[1] (ویکرہ البناء علیه) ظاهر اطلاقه الکراهة انها تحریمیة قال فی غریب الخطابی: نهی عن تقصیص القبور وتکلیلها انتهی، التقصیص التجصیص والتکلئل بناء الکلل وهوالقباب والصوامع الّتی تبنی علی القبر، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۰۴/ فصل فی حملها ودفنها، کتاب الجنائز،

[2] الشامی نعمانیه ص ۶۰۲/ج ۱/ مطلب فی النذر الذی عقع للاموات، کتاب الصوم، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۹۸/ج ۲/ قبیل باب الاعتکاف. شامی زکریا، ص ۱۴۴/ج ۳/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مزاروں کا چکر مرادوں کا مانگنا کیسے اسلام میں داخل ہوگیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

مرادیں مانگنے کیلئے مزاروں کا چکر غلط اور خلاف شرع ہے[۱] البتہ ایصال ثواب کیلئے اور دنیا کی محبت کم کرنے کے لئے قبرستان جانے کی ترغیب آئی ہے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبروں کا طواف کرنا اور چومنا

سوال:- بزرگوں کی قبروں کا طواف کرنا اور اس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدعت، ضلالت، اور معصیت ہے، فتاویٰ عزیزی، ص ۱۰۳/ ج ۲/[۳] و مجموعہ فتاویٰ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] جامع العلوم کانپور سے ماہنامہ شائع ہوتا تھا جس میں حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] طواف کردن قبور صلحاء و اولیاء بلاشبہ بدعت است الخ، فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۵/ ۲/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، مسائل متفرقہ مجموعہ فتاویٰ ص ۶۷/ ج ۳/، مطبوعہ لکھنؤ، **ترجمہ**:- صلحاء اور اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا بلاشبہ بدعت ہے۔

[۲] عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تَزْهَدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَةَ. مشکوٰۃ، ص ۱۵۴/ باب زیارۃ القبور الفصل الثالث، کتاب الجنائز، (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) **ترجمہ**:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، پس تم زیارت کیا کرو اسلئے کہ یہ زیارت قبور) دنیا میں بے رغبتی کرتی ہے، اور آخرت کو یاد دلاتی ہے

[۳] طواف کردن قبور صلحاء و اولیاء بلاشبہ بدعت است الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۵/ ج ۲/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

ج ۳/ص ۶۷/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبور کو سجدہ اور تقبیل وغیرہ

سوال:- ایک مولوی صاحب فارغ التحصیل مدرسہ ہذا حسب ذیل امور کا ارتکاب کرتے ہیں، کیا شریعت کی رو سے مذہبِ حنفی میں یہ باتیں کرنا اور تعلیم دینا جائز ہیں؟ آیا کیا یہ مولوی صاحب خاندانی پیر ہیں؟ اپنے بزرگوں کے مزارات پر جا کر درودیوار کو چومتے ہیں مزار کے دروازہ پر جا کر سر رکھتے ہیں، پھر اندر داخل ہوتے ہیں، اوران کو دیکھ کر مرید بھی بڑھ چڑھ کر ایسا کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟ آڈر کرنے والا کیسا ہے حوالہ جات کتب معتبرہ فقہ حدیث تفسیر سے جوابات ارقام فرما کر عنداللہ مشکور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مزار کے دروازہ پر جا کر سر رکھنا، سجدہ کی ہیئت بنانا اگر بہ قصد تعظیم ہو تو حرام ہے، اگر بقصد عبادت ہو تو شرک ہے، قبر کو بوسہ دینا یا مزار کے درودیوار کو چومنا بھی حرام ہے "**من سجد للسلطان بنية العبادة اولم يحضرها فقد كفر، وفى الخلاصة: ومن سجد لهم ان ارادبه التعظيم اى كتعظيم الله سبحانه كفر، وان ارادبه التحية اختاربعض العلماء انه لايكفر اقول وهذا هوالاظهر وفى الظهيرية قال بعضهم يكفر مطلقاً واما تقبيل الارض فهو قريب من السجود الا ان وضع الجبين اوالخد على الارض افحش واقبح من تقبيل الارض اقول وضع الجبين اقبح من وضع الخد**اھ

[1] حرام است كذاصرح على القارى وغيره ومجموعه فتاوٰى ص ۶۷/ج ۳/ مطبوعه لكهنؤ، (ارشادالسارى الى مناسك الملا على قارى، ص ۳۴۲/

شرح فقه اکبر ص ۲۳۸[1] والسجدة حرام لغير سبحانه اھ شرح فقه اکبر ص ۲۳۰[2] والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلاً وجه المیت وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبله ولایمسه فان ذٰلک من عادة النصاریٰ اھ طحطاوی[3] ص ۳۴۱/ ومن وقف بالقبر لایلتصق به ولا یمسه الیٰ قوله فینبه العالم غیره علیٰ ذٰلک ویحذرهم من تلک البدع التی احدثت هناک فتری من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله الخ مدخل ، ج ۱/ص ۲۶۲[4] واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ
صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

مزارات پر حاضری اور توسل وغیرہ

سوال:- میں خود گنہگار ہوں مزارات پر جاتا ہوں قرآن شریف اپنے باپ دادا کی قبر کے پاس پڑھتا ہوں ، اور دیگر حضرات اولیاء کے مزارات پر بھی جاتا ہوں ان سے مدد مانگتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نیک وصالح بندے ہیں، میرے حق میں دعا فرماویں کہ خدا مجھ کو صحیح معنی میں مسلمان بنادے اور مجھے خدا خوش وخرم رکھے، اور قوم مسلم کو نیک اور ایک بنادے

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۲۳۸، مکتبه رحیمیه دیوبند، الشامی نعمانیه ص ۲۴۶/ ج ۱/۵/ باب الاستبراء وغیره، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۸/ ج۸/ قبیل فصل فی البیع ،کتاب الکراهیة،

[2] شرح فقه اکبر ص ۳۳۰، مکتبه رحیمیه دیوبند،

[3] طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۳/ مصری فصل فی زیارة القبور،

[4] مدخل ص ۲۶۲/ج ۱/ مطبوعه مصر، زیارة سید الاولین والأخرین،

آمین۔ اور میں تعزیہ داری میں بھی شریک ہوتا ہوں اس میں چندہ بھی دیتا ہوں، اور فاتحہ، دسویں، بیسویں، چالیسویں میں بھی دیتا ہوں، نذر و نیاز بھی کرتا ہوں، ہر سال اجمیر شریف جاتا ہوں، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار اقدس پر جا کر ان کے توسل سے دعا مانگتا ہوں، میں گیارہویں شریف حضرت غوث اعظم کی بھی کرتا ہوں، خواجہ غریب نوازؒ کی بھی فاتحہ کرتا ہوں، دیگر رسوم میں بھی شرکت کرتا ہوں، دیگر حضرات اولیاء کرام مثلاً مولانا کمال الدین چشتیؒ، حضرت بابا بدخشانیؒ، شاہ نیاز صاحبؒ کے مزارات پر بھی جاتا ہوں، کیا ایسی جگہ جانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ان چیزوں کی وجہ سے مجھ کو ایمان سے خارج اور کافر خیال کرتے ہیں، آپ تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان باتوں میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی وجہ سے آپ کو خدانخواستہ کافر یا اسلام سے خارج قرار دیا جائے[1] الحمد للہ آپ مسلمان ہیں کفر کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، خدائے پاک آپ کو بطفیل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسلام پر قائم رکھے اور کفر سے ہمیشہ محفوظ رکھے آمین!

ضرورت اس بات کی ہیکہ اپنی زندگی کو سنت رسول پاک کے مطابق بنایا جائے، اور ہر کام کرنے سے پہلے تحقیق کر لی جائے، کہ یہ کام خلاف سنت تو نہیں؟ جو کام خلاف سنت ہو اس سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے، یہی نجات کا سیدھا راستہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ خوش ہوتے ہیں، یہی حضور ﷺ کے سچے خادم اور محبت کرنے والے کی نشانی ہے، ورنہ اس کا دعویٰ محبت بے دلیل رہے گا، اور قرب کی دولت نصیب نہیں ہوگی، آپ نے جو طویل فہرست

---

[1] الکفر شئ عظیم فلا اجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر الیٰ قوله لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن الخ، رسم المفتی ص ۸۳/، (مطبوعه سعیدیه سهار نپور، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۵/۵، باب احکام المرتدین)

اپنے اعمال کی تحریر فرمائی ہے، اس میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے، بعض چیزیں اگرچہ خلاف سنت نہیں لیکن ان کا طریقہ غلط ہے، اگر آپ کا ارادہ اصلاح کا ہے اور آپ سنت کے مطابق زندگی بنا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو خوش کرنا چاہتے ہوں تو لکھئے اور خط بھی بھیجئے انشاء اللہ تعالیٰ جملہ امور کو تفصیل کے ساتھ عرض کر دیا جائے گا، خدائے پاک آپ کو اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اتباعِ سنت کی پوری توفیق دے آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

مزار پر چڑھاوا پھول وغیرہ

سوال:- یہاں گاؤں میں ایک درگاہ شریف ہے، اس کے مجاوروں کیلئے مہاراجہ گائیگواد نے کچھ زمین دی ہے، کہ جو مجاوری کرے وہ اس زمین کی کاشت کر کے اس کی پیداوار کھائے اور مجاوری کا کام ایک مؤذن کرتا ہے، اور گاؤں کے لوگ سب درگاہ پر پھول چڑھاتے ہیں، اور دیا بھی جلاتے ہیں، مؤذن کا کہنا ہے کہ میں اس قبر پرستی کو برا سمجھتا ہوں، اگر میں یہ کام نہ کروں تو یہ زمین کی پیداوار کھا سکتا ہوں کہ نہیں؟ چونکہ اس کی تنخواہ بہت کم ہے، اس لئے اس نے ایسا کام اختیار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درگاہ کی حفاظت کرے، پھول چڑھانے والوں کو نرمی وشفقت سے سمجھا دیا کرے کہ اس چڑھاوے سے نہ تم کو فائدہ ہے نہ صاحب مزار کو فائدہ ہے[1]، اگر دو رکعت نماز پڑھ کر

---

[1] فتریٰ ان العامة یلقون الزهور علی القبور وبالاخص علی قبور الصلحاء والا ولیاء والجهلة منهم ازدادوا اصراراً علی ذٰلک وتغالوا فیوا وضحت ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یا کچھ قرآن کریم پڑھ کر ان کو ثواب پہنچادو تو تم کو بھی نفع ہے، اور ان کو بھی نفع ہے، اور اس طریقہ پر ثواب پہنچانا حدیث شریف سے ثابت بھی ہے[1]، درگاہ سے متعلق جو زمین ہے اس کی پیداوار کھانا اس کیلئے جائز ہوگا، مگر جو چیز مزار پر چڑھائی جائے اس کا کھانا درست نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

قبور کا چڑھاوا

سوال:- چڑھاوے کی اشیاء و ما اھل به لغیر اللہ کے تحت علماء حرام قطعی فرماتے ہیں، بدعتی لوگ اس آیت سے صرف اس ذبیحہ کو مراد لیتے ہیں، جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ذٰلک منشأ فی الجهلة لعقائد فاسدة تأباه الشريعة النقية وظنوا ذلک سببا للثواب والا جر الجزيل (الیٰ أن قال) وبالجملة هذه بدعة مشرقية منكرة (معارف السنن ج ۱/ص ۲۶۵/ ابواب الطهارة ،باب التشديد فی البول، مكتبه اشرفيه ديوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم اِقْرَؤُوْا يٰس عَلٰی مَوْتَاكُمْ (ابوداؤد شريف، ج ۲/ ص ۴۴۵/ كتاب الجنائز ،باب القرأة عندالميت، مطبوعه رشيديه دهلی)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں پر یٰس شریف پڑھو۔

" قَالَ صلّی اللّٰه عليه وسلم اَنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أنْ تُصَلِّی لَهُمَا مَعْ صَلوتِکَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِکَ،رواه الدار قطنی بحواله شامی كراچی، ج ۱/ص ۵۹۶/ كتاب الحج ،باب الحج عن الغير ،مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغير"

[2] واعلم ان النذر الذی يقع للاموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الی ضرائح الاولياء الكرام تقرباً اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام (درمختار مع الشامی كراچی، ج ۲/ص ۴۳۹/ كتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی يقع للاموات، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۹۸، قبيل باب الاعتكاف،

ہواور بظاہر صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مفسرین نے اس آیت میں صرف ذبح حیوانات ہی کو ذکر کیا ہے، مفصل مدلل جواب مرحمت ہو کہ شفاء میسر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مفسرین نے وما اهل به لغير الله کے ذیل میں چڑھاوے کو بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو، تفسیر فتح العزیز پارہ الم، ص[1] ۶۱۵/ وتفسیر احمدی[2] اور فقہاء کے کلام میں مستقل چڑھاوے کی حرمت موجود ہے، درمختار[3] طحطاوی[4] فتاویٰ عالمگیری[5] بحر الرائق[6]، وغیرہ سب کتب میں اس کو بصراحت لکھا ہے، ''واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو باطل وحرام اھ قال فی البحر: لوجوه، منها: انه نذر لمخلوق ولایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها: ان المنذور له میت والمیت لایملک، ومنها: انه ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ کفر اللّٰهم الاان یقول یااللّٰه انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة نفیسه اوالفقراء الذین بباب الامام الشافعی رضی اللّٰه عنه

---

[1] بیان احکام مااهل به لغیر اللّٰه، تفسیر فتح العزیز فارسی ص ۷۷۹-۷۸۱/ مطبوعه حیدری، تفسیر فتح العزیز اردو ص ۴۴-۴۵، سورۂ بقره تحت آیت ۱۷۳/ ، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] التفسیرات الاحمدیه ،ص ۴۲/سورۂ بقره تحت آیت ۱۷۳/مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] درمختار علی الشامی ص۲۰۷/ج ۱/ قبیل باب الاعتکاف (شامی زکریا ص ۴۲۷/ ج۳، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات،

[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۷۱/ مصری باب مایلزم الوفاء به الخ.

[5] الهندیة ص ۱۱۶/ج ۱/ قبیل کتاب المناسک، مطبوعه کویٹه،

[6] البحر الرائق ص ۲۹۸/ج ۲/ مطبوعه کویٹه (قبیل باب الاعتکاف)

اوالامام اللیث او اشتری حصراً لمسجدهم اوزیتا لوقودها اودراهم لمن یقوم بشعائرها الیٰ غیر ذٰلک ممایکون فیه نفع للفقراء والنذرللّٰه عزوجل وذکرالشیخ انماهوبیان لمحل صرف النذر لمستحقیه القاطنین برباطهاومسجده فیجوز بهذاالاعتبار اذمصرف النذر الفقراء وقد وجد ولایجوزان یصرف ذٰلک لغنی غیرمحتاج الیه ولالشریف منصب لانه لایحل له الاخذ مالم یکن محتاجاً فقیراً ولا لذی نسب لاجل نسبه مالم یکن فقیرا ولالذی علم لاجل علمه مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علیٰ حرمة النذر للمخلوق ولاینعقد ولاتشتغل به الذمة وانه حرام بل سحت اھ طحطاوی[1] ص۴۰۳/ تاوقتیکہ چڑھاوا چڑھانے والا اپنے اعتقاد اور نیت سے توبہ اور رجوع کر کے بیع یا ہبہ یا صدقہ وغیرہ کے ذریعہ کے کسی کو نہ دے اس کا کھانا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۸/ربیع الثانی ص۵۶ھ

قبر پر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ

سوال: -قبر کے اوپر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ کا جلانا کیسا ہے؟

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۷۱/باب مایلزم الوفاء به الخ، مطبوعه مصر.

[2] ولایجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولاالتصرف فیه بوجه من الوجوه الا ان یکون فقیراً اوله عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون فیاخذونه علی سبیل الصدقة المبتداءة فاخذه ایضاً مکروه مالم یقصد به الناذرالتقرب الی اللّٰه تعالیٰ وصرفه الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۲۹۸، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف،

الجواب حامداً ومصلیا

بدعت اور ممنوع ہے، میت کے لئے خوشبو لگانا تین وقت ثابت ہے ایک جب اس کی روح نکلے، دوسرے جب اس کو غسل دیا جائے، تیسرے کفن پہنانے کے قریب۔ اھ بحر، ص ۱۹۱/ج ۲[1]۔

قبر پر ثابت نہیں نہ دفن سے پہلے اور نہ دفن کے بعد، جو لوگ قبر پر چراغ جلاتے ہیں ان پر حضرت نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۷۱[2]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصنوعی قبر پر چراغ، منت ذبح سجدہ وغیرہ

سوال: -مصنوعی قبر بنا کر اس کو کسی ولی کا مزار قرار دینا اس میں چراغ جلانا اور منت چڑھانا اور بکرا، گائے وغیرہ منت کر کے وہاں پر ذبح کرنا اور لوگوں کو کھلانا اور مزار کو سجدہ کرنا شرعاً یہ افعال کیا حکم رکھتے ہیں؟ اور فاعل فعل مذکور کو کیا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اور اس قسم کا طعام حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مصنوعی قبر بنا کر کسی ولی کا مزار قرار دینا مخلوق کو دھوکہ دینا ہے، لہٰذا قطعاً ناجائز

---

[1] وجميع مايجمر فيه الميت ثلاث مواضع عند خروج روحه لازالة الرائحة الكريهة وعند غسله، وعند تكفينه ولا يجمر خلفه ولافي القبر، (البحرالرائق كويٹه ص ۱۷۷/۲، كتاب الجنائز، شامی کراچی ص ۱۹۵/۲/ باب صلاة الجنازه، شامی زکریا ص ۸۵/۳، مطلب فی القراءة عندالميت، فتح القدير ص ۱۰۸/۲/ فصل فی الغسل، كتاب الجنائز، طبع دارالفكر،

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرَ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (مشكوٰة ،ص ۷۱/باب المساجد ومواضع الصلوٰة.(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۵۱۲/مصری فصل فی زيارة القبور)

ہے[1]، اور دیگر افعال مذکورہ بھی ممنوع اور ناجائز ہیں، اگر واقعی کسی بزرگ کی قبر ہو تب بھی افعال مذکورہ کا ارتکاب ناجائز ہوگا، اور قبر کو سجدہ کرنا شرک ہے، اگر بہ نیت عبادت ہو، اگر بہ نیت تعظیم ہو تو حرام ہے مشابہ بالشرک ہے، اگر نذر خدا کے لئے کی جائے اور اس کا کھانا مزار کے فقراء کو کھلا دیا جائے تو کھانا فقرا کے لئے جائز ہے، اور اگر نذر صاحب مزار کے لئے کی جائے تو حرام ہے، اس کا کھانا درست نہیں "اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحو ها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو باطل وحرام اھ قال فی البحر لوجوه منها انه نذر لمخلوق ولایجوزلانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها: ان المنذوله میت والمیت لایملک الخ، ص ۴۳/[2] طحطاوی السجود لغیر اللّٰه علیٰ وجه التکرمة والتحیة منسوخ بماروت عائشةؓ وجابر بن عبداللّٰه وانسؓ ان النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال ماینبغی لبشر ان یسجد لبشر لوصلح لبشران یسجدلبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه علیها احکام القرآن، ج ۱/ص ۳۵"[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا الحدیث ترمذی شریف، ص ۱۵۷/ج ۱/(مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب البیوع باب ماجاء فی کراهیة الغش.

ترجمہ:- جو شخص دھوکہ دیوے وہ ہم میں سے نہیں۔

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۷۱/ج ۱/ مصری، باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم والصلوٰة وغیرهما، البحر الرائق ص ۲۹۸/ج ۲/ قبیل باب الاعتکاف،

[3] احکام القرآن للجصاص ص ۳۲/ج ۱/ باب السجود لغیر اللّٰه، مکتبه دارالکتاب العربی (بیروت) الشامی نعمانیه ص ۲۴۶/ج ۵/ باب الاستبراء، شرح فقه اکبر ص ۲۷۲/ مصری، ورحیمیه ص ۲۳۸/

پیرومرشد کوسجدہ کرنا

سوال: -کیا اللہ تعالیٰ کوایک سجدہ اوردوسراسجدہ پیرومشائخ کودرست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ہرسجدہ صرف اللہ کے لئے ہے، پیرومرشد کیلئے سجدہ کرنا حرام ہے، اورنماز میں پیر ومرشد کے لئے سجدہ کرنا شرک ہے[1] حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کوکہا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کوسجدہ کرے، اس وجہ سے کسی کوبھی خدا کے سواسجدہ نہ کیا جاوے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۴/۹/۹۰ھ

قبر پر پھول، چادر، روشنی

سوال: -قبر کے گرد روشنی کرنا، قبر پرغلاف ڈالنا اور پھولوں کی چادر جنازہ یاقبر پر

---

[1] وكذا مايفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفران على وجه العبادة والتعظيم كفر الخ والتفصيل فى الشامية فليراجع: الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۵۵۰/ج۹/ كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره ،احكام القرآن للجصاص ،ص ۳۲/ج ۱/ باب السجود لغير الله ، مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

[2] عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلّم لَوْكُنْتُ اٰمُرُ اَحَداً اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. مشكوٰة شريف، ص ۲۸۱/ ج۲، باب عشرة النساء ومالكل واحد من الحقوق،الفصل الثانى (مطبوعه ياسرنديم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا اگر میں کسی کوکسی کیلئے سجدہ کاحکم دیتا توعورت کوحکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کوسجدہ کرے۔

ڈالنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب چیزیں بھی بدعت ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا

سوال:- جب دین مکمل ہے تو ہر چیز کا حکم اور نہی موجود ہوگی، خصوصاً جبکہ ان امور کو مستحب سمجھ کر کیا جاتا ہو، پھر دیوبندی حضرات کیوں نہیں کرتے، اور کیوں منع کرتے ہیں، جبکہ مخالفت کی صریح دلیل نہیں اور حنفیہ کے یہاں مفہوم مخالف کا اعتبار بھی نہیں، دیوبندی حضرات بھی مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے امر مستحب پھول، مالا، دعاء ثانیہ وغیرہ سے منع کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت اور قبر سے متعلق فرائض، واجبات، سنن، مستحبات سب احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں، جو کہ کتاب، سنت، اجماع، قیاس سے ماخوذ ہیں، اگر یہ پھول وغیرہ اور دعاء ثانیہ دین کی لازمی چیزیں ہوتیں تو ان کا بھی ثبوت ہوتا، مدعی کے لئے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے، منکر کے لئے عدم ثبوت کافی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والاولياء كرهه الفقهاء الخ (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوىٰ الحامديه ص ۲/۳۲۴) واخراج الشموع الى رأس القبور الليالى الا ولى بدعة كذا فى السراجيه، الهنديه ص ۵/۳۵۱/ كتاب الكراهية: الباب السادس عشر فى زيارة القبور، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۲/۴۳۹/ كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسد، مطلب فى النذر الذى يقع للاموات الخ، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات پر پھول ڈالنا

سوال:- اصحاب رسول اللہ ﷺ کثیر تعداد میں شہید ہوئے ، اور امامان شریعت و طریقت ہوئے ، کیا ان کے مزارات پر غلاف یا پھول وغیرہ چڑھایا جاتا ہے؟ اور ان کا سویم دسواں، چالیسواں وغیرہ بھی ہوتا ہے؟ جس طرح ہندوستان میں ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیا

ہندوستان میں بزرگان دین کے مزارات پر جو کچھ بھی لوگ کرتے ہیں مجھے علم نہیں کہ دوسرے ممالک میں بھی یہ سب کیا جاتا ہے، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرامؒ کے مزارات تو ان چیزوں سے محفوظ ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] ملاحظہ ھو مائة مسائل ص ۷۵-۷۶، عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: البینة علی المدعی، الحدیث قال النووی: ھذا الحدیث قاعده کبیرة من قواعد احکام الشرع ففیه انه لایقبل قول الانسان فیما یدعیه بمجرد دعواه بل یحتاج الی بینة الخ شرح نوی علی المسلم ص ۲/۷۴/ مطبوعه رشیدیه دھلی، ابن ماجه ص ۱۶۸/ مطبوعه دیوبند، کتاب الاقضیه، باب الیمین علی المدعی الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء کرھه الفقھاء الخ (العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ،ص ۳۲۴/ ج۲)واخراج الشموع الی رأس القبور اللیالی الا ولی بدعة کذا فی السراجیه الھندیه ص ۳۵۱/ ج۵/ کتاب الکراھیة: الباب السادس عشرفی زیارة القبور، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۴۳۹/ ج۲/ کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ.

قبور پر چادر اور اولیاء سے استمداد

سوال:- مزارات پر چادر چڑھانا اولیاء اللہ سے استمداد چاہنا کن صورتوں میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مزارات پر چادر چڑھانا منع ہے "تکرہ الستور علیٰ القبور"[1]، اولیاء اللہ کی ارواح سے استمداد کرنا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم جب مصیبت میں گرفتار ہوکر ان بزرگوں کو آواز دیتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں تو وہ ہماری فریاد کو ہر جگہ سنتے اور ہماری مدد کیلئے آتے ہیں، یہ عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ مشرکانہ عقیدہ ہے، اس سے اسلام سلامت رہنا دشوار ہے "ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم "(مجمع الانہر، ص ۶۹۹ / ج ۲)[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزارات پر عورتوں کا جانا اور منت مانگنا

سوال:- مزارات پر عورتوں کا جانا اور وہاں منتیں مانگنا اور وہاں سے واپس آکر تبرک تقسیم کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اولیاء اللہ کے مزارات پر جاکر مرادیں اور منتیں مانگنا حرام ہے، جیسا کہ البحر الرائق

---

[1] الشامی نعمانیه، ص ۶۰۲ / وشامی زکریا، ص ۱۴۵ / ج ۳، مطلب فی دفن المیت،

[2] مجمع الانهر ص ۵۰۵ / ج ۲ / کتاب السیر والجهاد، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع الاوّل فیمایتعلق باللّٰه تعالیٰ، البحر الرائق ص ۱۲۴ / ج ۵ / باب احکام المرتدین، کتاب السیر، مطبوعه کوئٹه،

شرح کنز الدقائق[1] میں تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزار کی اگربتی کی بھسم

سوال:- اکثر مزاروں میں اگربتی کی راکھ بھسم کہہ کر دیتے ہیں کیا یہ دینا اور لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگربتی قبر پر جلانا منع ہے اس کی راکھ کو تبرک سمجھنا اور بھی زیادہ برا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۹۹ھ

قبر کی مٹی کھانا

سوال:- ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر کی مٹی یا پختہ قبر سے قلیل

---

[1] واما النذر الذی ینذره اکثر العوام علی ماهو مشاهد کان یکون لانسان غائب اومریض اوله حاجة ضروریة فیاتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یاسیدی فلان ان ردغائبی اوعوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب کذااومن الفضة کذا اومن الطعام کذا فهذا النذر باطل بالاجماع (البحر الرائق ،ص۲۹۸/ج۲) قبیل باب الاعتکاف مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱/باب مایلزم الوفاء به الخ،مطبوعه مصر.

[2] لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ، مشکوٰة شریف ،ص ۷۱/ کتاب الصلوٰة باب المساجد ومواضع الصلاة الفصل الثانی.

''والنهی عن اتخاذ السراج لمافیه من تضییع المال لانه لانفع لاحدمن السراج ولا نها من آثارجهنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور، مرقاة ص ۴۷۰/ (مطبوعه اصح المابع بمبئی) کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة، الفصل الثانی''

چونہ چاٹ لینا درست ہے کہ اس میں فائدہ مرتب ہوتا، جیسے کہ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اپنے فتاویٰ میں نصاب الاحتساب وخزینۃ الروایات ومجمع البرکات سے پان میں چونہ کھانے کو مفید تحریر فرمایا ہے یا مطلقاً قدر قلیل مٹی کو کھالینا درست بلا کراہت لکھا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ مدلل جواب سے اطلاع دیں تاکہ عوام اس گمراہی سے احتراز کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الطین الذی یحمل من مکة ویسمی طین حمرة هل الکراهیة فیه کالکراهیة فی اکل الطین علیٰ ماجاء فی الحدیث قال الکراهیة فی الجمیع متحدة کذافی جواهر الفتاویٰ اھ عالم گیری، ص ۲۲۰ / ج ۴[1]

اس سے معلوم ہوا کہ طین مکہ معظّمہ اور طین غیر مکہ معظّمہ ہر دو مکروہ ہیں اور کراہت ہر دونوں میں متحد ہے اور کراہت حدیث شریف سے ثابت ہے "**اکل الطین مکروه الیٰ قوله وکراهیة اکله لالحرمته بل لتهییج الداء وعن المبارک کان ابن ابی لیلیٰ یردّالجاریة من اکل الطین وسئل ابوالقاسم عمن اکل الطین قال لیس ذٰلک من عمل العقلاء کذافی الحاوی للفتاویٰ**"[2]

مٹی کے کھانے کی ممانعت حرمت کی وجہ سے نہیں، بلکہ مورث امراض ہونے کی وجہ سے ہے، نیز یہ فعل عقلاء کا نہیں، اگر مٹی کا کھانا مورث امراض نہ ہو نیز اس میں منفعت ہو اور ایسی منفعت کہ کسی اور چیز سے حاصل نہ ہو تو بقدر ضرورت کھانا درست ہوگا، "**فی نصاب الاحتساب وذکر الحلوانی ان اکل الطین ان کان یضریکره والا فلا وان کان**

---

[1] الهندیة ص: ۳۴۰-۳۴۱/ ج: ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل، مطبوعه کوئٹه،

[2] عالم گیری ص ۳۴۱/ ج۵ ، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

یتناوله قلیلاً اویفعله احیاناً لایکره قال العبد اصلحه اللّٰه شانه ویقاس علی هذا انه یباح اکل النورة مع الورق الماکول فی دیار الهند لانه قلیل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذکور لایحصل بدونها وهوالحمرة انتهیٰ وقد نقل عنه فی خزانة الروایات ومجمع البرکات ایضاً نفع المفتی ،ص۱۱۰[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیارت قبر کیلئے احرام

سوال:-بعض بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے والے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں، اوراس جوڑے کواحرام کہتے ہیں، ایسا سمجھنااور کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ سراسر جہالت یاغوایت ہےاس سے توبہ لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صاحب قبر سے دعا کی درخواست

سوال:-قبرستان کا زائر صاحب قبر کوخطاب کرکے یوں کہہ سکتا ہے کہ اے صاحب قبرآپ اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت کی دعا کیجئے ؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ عمل

---

[1] نفع المفتی ص ۱۰۹ / مکتبه یوسفی لکهنؤ و،ص ۹۳ / مطبوعه رحیمیه دیوبند کتاب الحظر والاباحة مایتعلق بالاکل ،بزازیه علی الهندیة ص ۳۶۵ / ج ۶ / الفصل الخامس فی الاکل، کتاب الکراهیة، مطبوعه مصر ،

[2] سوم طور جمع شدن برقبورااینست کہ مردمان یک روزمعین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ ونفیس پوشیدہ مثل روز عیدشادمان شد برقبرہا جمع میشوندرقص ومزامیر ودیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبوروطواف کردن مینمایندایں قسم حرام وممنوع است (فتاوی عزیزی،ص ۵۰ / ج ۱ / (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

حدیث شریف سے ثابت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوکر اس طرح دعا کی درخواست تو ثابت ہے،[1] لیکن دوسری جگہ کسی قبر پر جا کر کسی صاحب قبر سے اس طرح خطاب کرنا ثابت نہیں، جس حدیث سے اس کے ثبوت میں استدلال کیا جاتا ہے، جب تک وہ سامنے نہ ہو اس کے متعلق کیا عرض کیا جاسکتا ہے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصال ثواب کرانا

سوال:-قبر پر خواہ صالح کی ہو یا عام قبر ہو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگنا کیسا ہے؟ جیسا کہ رسم ورواج ہے کہ فاتحہ پڑھو۔

(۲) بعض لوگ اپنی حیات میں تیجہ، چالیسواں، برسی، ختم قرآن، صدقہ اپنی روح کو کراتے ہیں، اور اپنے آپ کو پھر مردہ سمجھتے ہیں، اور کسی کے یہاں وہ موت وزندگی میں شریک نہیں ہوتے، اور نہ میت کا کھانا کھاتے ہیں، اسی خیال سے اپنا فاتحہ اپنی زندگی میں کرواڈالتے

---

[1] ویقول السلام علیک یارسول اللہ ﷺ اسئلک الشفاعۃ الکبریٰ واتوسل بک الیٰ اللہ تعالیٰ فی ان اموت مسلماً علیٰ ملتک وسنتک الخ مجمع الانھر، ص ۴۶۴/ج ۱/ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ آخر کتاب الحج، طحطاوی مع المراقی س ۶۱۴، کتاب الحج، فصل فی زیارۃ النبی ﷺ، مطبوعہ مصر،

ترجمہ: اور کہے آپ ﷺ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ سے شفاعت کبریٰ کا سوال کرتا ہوں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں، کہ مجھ کو آپ کی ملت پر اور آپ کی سنت پر مسلمان ہونے کی حالت میں موت آئے۔

ہیں، کہ مرنے کے بعد کوئی فاتحہ کرے یا نہ کرے، کیا حیات میں بھی دوسروں سے اپنی روح کو ایصال ثواب پہنچوانے کے لئے اپنے نام قرآن پڑھوا کر بخشوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ایصال ثواب بغیر التزام تاریخ یوم وہیئت وغیرہ کے زندہ کیلئے بھی درست ہے اور مردہ کے لئے بھی درست ہے[1] مگر تیجہ، چالیسواں، برسی، فاتحہ مروجہ وغیرہ یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل، بدعت اور ناجائز ہیں[2] ان سے اجتناب واجب ہے، ایصال ثواب کے لئے جو کھانا دیا جاتا ہے وہ غرباء ومساکین کو دینا چاہئے[3] مالدار کو نہیں، کسی کے یہاں موت اور زندگی میں بلاوجہ شریک نہ ہونا اور سب سے قطع تعلق کر دینا رہبانیت، قطع رحمی، اضاعت حقوق ہے، شرع نے اس سے منع کیا ہے[4]۔

---

[1] من صام او صلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیر ہ من الاموات والاحیاء جازویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة اختلف فی اهداء الثواب الی الحی فقیل یصح لاطلاق قول احمد یفعل الخیر ویجعل نصفه لابیه اوامه (الشامی نعمانیه، ص ۶۰۵/ ج ۱/ مطبوعه زکریا، ص ۱۵۲/ ج۳/ باب صلوٰة الجنائز مطلب فی القرأة للمیت.

طحطاوی مع مراقی الفلاح مصری ص ۵۱۴/ احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور،

[2] ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ شامی زکریا ص ۱۴۸/ ج۳/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰، احکام الجنائز، فسل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر،

[3] وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذواذٰلک من الترکة کذا فی التاتار خانیه (الهندیه ص ۳۴۴/ ج۵/مصری، الباب الثانی عشر فی الهدایات والضیافات، کتاب الکراهیة)

طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۰/ احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها،

[4] وصلة الرحم واجبة ولو کانت لسلام وتحیة وهدیة ومعاونة ..... لانه من القطیعة فی الحدیث (الدرالمختار) نقل القرطبی فی تفسیرہ اتفاق الامة علی وجوب صلتها وحرمه قطعها من الکتاب والسنة، شامی کراچی ص ۶/۴۱۱، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

(۱) نفس دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ہوسکتی ہے، اگر ہاتھ اٹھا کر مانگنا ہو تو قبلہ رو ہو کر مانگنا چاہئے، تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ صاحب قبر سے کچھ مانگا جارہا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ص ۲۴/ ج ۲/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۵/ ج ۲/ ۶۱ھ

کیا وفات کے بعد بزرگ آ کر یہ کہتے ہیں کہ میرے مزار پر چادر چڑھاؤ

سوال: - نظام الدین اولیاءؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وفات کے بعد آ کر یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ہمارے مزار پر آ کر چادر چڑھاؤ اور غیب کی باتیں بتلاتے ہیں، اور اپنا پتہ بتلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے مزار پر جا کر جو دعا کی جاتی ہیں وہ پوری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ بہت بڑے بزرگ تھے، انتقال کے بعد آ کر کسی کو ستانا ان حضرات کا کام نہیں نہ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں، کہ ہماری قبر پر چراغ چادر یا غلاف چڑھایا جائے نہ اس بات پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں، شیطان اور جنات ان کا نام بتا دیتے ہیں[۲]۔ بزرگان دین کے مزار پر جا کر ایصال ثواب کرنا اور اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ اپنے نیک بندہ

---

[۱] واذا اراد الدعاء یقوم مستقبل القبلة عالمگیری کویٹه، ص ۳۵۰/ ج ۵/ کتاب الکراهیة الباب السادس عشر فی زیارة القبور الخ.

[۲] اشرف الجواب ص ۱۱۹/ ۲/ مکتبه نوردیوبند، مرده کی روح دنیامیں واپس نهیں آتی،

کے طفیل ہمارا کوئی کام کردے، درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۰/۹۰ھ

کیا حج کیلئے خواجہ اجمیری کی زیارت لازم ہے

سوال:- (۱) بعض جگہ عوام سمجھتے ہیں کہ حرمین کی زیارت سے پہلے خواجہ اجمیری کے مزار کی زیارت کرنا ضروری ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ جو شخص سات مرتبہ خواجہ اجمیری کے عرس میں شرکت کرے اسکو ایک حج کے برابر ثواب ملتا ہے، ایسا سمجھنا کہاں تک درست ہے۔

پیر کا فوٹو یا مجسمہ رکھنا اور اس پر نذر چڑھانا

سوال:- (۲) بعض جگہ لوگ اپنے بزرگوں کا فوٹو اور ان کا مجسمہ تبرک کے لئے اپنے گھروں میں رکھتے ہیں تبرک کے علاوہ اس فوٹو کے آگے نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، اور ان بزرگوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں ایسا کرنا اور سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں شرکیہ افعال وعقائد ہیں[2]، ان سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وبعد هذا كله أنا لا ارى بأساً فى التوسل الى الله بجاه النبى ﷺ فيكون معنى قول القائل الٰهى اتوسل بجاه نبيك صلى الله عليه وسلّم ان تقضى لى حاجتى الىٰ ماقال ان التوسل بجاه غير النبى صلّى الله عليه وسلّم لابأس به ايضاً الخ .روح المعانى ،ص ۱۲۸/ج۶/(مكتبه مصطفائى ديوبند) تحت قوله تعالىٰ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰه وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ.سورة المائدة آيت ۳۵/.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مصنوعی قبر پر پھول، چادر چڑھانا

سوال:- اکثر مقامات پر مصنوعی قبریں بنا کر چادر وغیرہ چڑھاتے ہیں، کیا مصنوعی قبروں پر ایسا کرنا جائز ہے، ایسے لوگ مثال دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی سبز ٹہنی گاڑ دی تھی، وہ تو قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا، لہٰذا اس کا منشاء اور تھا لیکن اس جگہ تو زینت کے لئے پھول وغیرہ چڑھاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مصنوعی قبروں کو بنا کر مخلوق کو دھوکا دینا ہے، جو کہ معصیت ہے[1] اور قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانا درست نہیں ہے[2] حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ سے دو قبروں پر پھول وغیرہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ طواف کردن قبور..... حرام وممنوع است بلکہ بعضے بحد کفر میرسند، فتاوی عزیزی ص ۵۰/۱، مطبوعه رحیمیه دیوبند، واما النذر الذی ینذراکثر العوام علی ماهو مشاهدکان یکون لانسان غائب اومریض اوله حاجة ضروریة فیاتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یاسید فلان ان ردغائبی اوعوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب کذا اومن الفضة کذا اومن الطعام کذااومن الماء هذا اومن الشمع کذا اومن الزیت کذا فهذالنذر باطل بالاجماع (البحرالرائق، ص۲۹۸/ج۲/)مکتبه الماجدیه کوئٹه، کتاب الصوم فصل فی النذر قبیل باب الاعتکاف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا الحدیث .ترمذی شریف ص۱۵۷/۱، مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب البیوع باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع، قال فی الزواجر: الکبیرة الخامسة: الغش، الزواجر لابن حجر الهیثمی ص۱۴۶/۱، مطبوعه نزارمصطفی الباز مکة المکرمة،

۲ القاء الریاحین لیس بشئ،فیض الباری ص ۴۸۹/ج۲/کتاب الجنائز،باب الجریدعلی القبر، مطبوعه خضرراه، فتریٰ ان العامة یلقون الزهور علی القبور وبالاخص علی قبور الصلحاء والاولیاء ..... لعقائد فاسدة تاباه الشریعة النقیة ..... وبالجملة هذه بدعة مشرقیة منکرة، معارف السنن ص۲۶۵/ج۱/ باب التشدیدفی البول، مطبوعه زکریا دیوبند.

چڑھانا ثابت نہیں ہے، حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ سے دو قبروں پر شاخ گاڑنا منقول ہے، وہ بھی اسلئے کہ ان دونوں پر عذاب قبر ہو رہا تھا[1] وہاں نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کی برکت شامل تھی[2] اگر اس سے استدلال کر کے بزرگان دین کے مزارات پر پھول چڑھائے جاتے ہیں، تو کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان بزرگان دین کو عذاب قبر ہو رہا ہے (معاذ اللہ) ان دو قبروں کے علاوہ حضور اکرم ﷺ سے کہیں شاخ کا گاڑنا بھی ثابت نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ کانپور

مصنوعی قبر کی پرستش

سوال: - زید مصنوعی قبر بنا کر پرستش کرتا کراتا ہے، یہ کس درجہ کا جرم ہے؟

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ اِلٰى ان قَالَ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَّزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً الحديث. (مشكوٰة شريف ص ۴۲/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب آداب الخلاء، بخاری شريف ص ۱۸۲/ ج ۱/ باب الجريد على القبر، مطبوعه رشيديه دهلی، ابو داؤد شريف ص ۴/ ج ۱/ باب الاستبراء من البول، مطبوعه بلال ديوبند،

[2] قال الطرطوشی: لان ذالک خاص ببركة يده، اعلان السنن ص ۲۸۹/ ج ۸/ كتاب الجنائز، باب استحباب غرز الجريد الرطبة على القبر، المكتبة الامداديه، معارف السنن ص ۲۶۵/ ۱، ابواب الطهارة، باب التشديدی فی البول، مطبوعه اشرفی ديوبند،

[3] کسانیکہ انداختن سبزہ وگل برقبور جائز داشتہ اند تمسک کردہ اند بحدیثے کہ در مشکوٰۃ وغیرہ است مر النبی صلی الله عليه وسلم بقبرين الخ، شیخ عبدالقادر تحت ایں حدیث مینویسد تمسک میکند جماعت بایں حدیث در اند اختن سبزہ وگل وریحان برقبور وخطابی کہ از ائمہ اہل علم وقدوۃ شراح حدیث است ایں قول را رد کردہ است وانداختن سبزہ وگل را برقبور متمسک باین حدیث انکار نمودہ وگفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد ودر صدر اول نبودہ وبعضے گفتہ اند بنا برآن تحدید وتوقیت بدانست کہ آنحضرتؐ شفاعت خواست در تخفیف عذاب پس قبول کردہ شد از وی تا مدت خشک شدن آنشاخ وکلمہ لعل ناظر ست دریں معنی ونہ بود آں مگر ببرکت دست مبارک سیدنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم انتہی (مأة مسائل ص ۷۵-۷۶،

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مستحق لعنت ہے[1]، اس کو توبہ لازم ہے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۹۴ھ

PAGE24\A00
not found.

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ (مشکوٰۃ، ص ۶۹/ ج ۱/ باب المساجد الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

[2] ما كان فی كونه كفرا اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط عالمگيری ص ۲۸۳/ ج ۲/ قبيل باب البغاة، باب احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه. الدر المختار مع الشامی ص ۳۷۵/ ج ۶/ باب المرتد كتاب الجهاد، تاتارخانيه ص ۴۶۱/ ج ۵/ احكام المرتدين، مطبوعه زكريا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دہم

﴿نذر ونیاز چڑھانا﴾

النذر لغیر اللّٰہ

سوال:- العبادة مطلقاً مالية كانت اوبدنية من الحقوق الخالصة للّٰه تعالىٰ فالاتيان بشئى من العبادة لغيره تعالىٰ اشراک باللّٰه تعالىٰ فالنذر لتعظيم المخلوق والا هلال بشئى لاجل تعظيم غيراللّٰه تعالىٰ كفر واشراک باللّٰه تعالىٰ والمنذور حرام؟

الجواب حامداًومصلياً

العبادة مختصة بـا لـلّٰه تعالىٰ النذر لغير اللّٰه حرام اوشرک والمنذور لغير اللّٰه حرام البتة لقولهٖ تعالىٰ وماهل به لغير اللّٰه[1] والبسط فى البحرالرائق[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ بقرہ آیت: ۱۷۳،

[2] وامالنذرالذى ينذره اكثرالعوام على ماهومشاهد ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بزرگوں کے مزاروں پر نذر و نیاز چڑھانا

سوال:- بزرگوں کے مزاروں پر جو نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہے، اسی طرح بزرگوں کو خوش کرنے کے لئے ان بزرگوں کے نام پر جو مرغ وغیرہ ذبح کرتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو عوام بزرگوں کے نام کی نذر نیاز مانتے، اور مزارات پر چڑھاتے ہیں، وہ سخت گنہ گار ہیں، اور وہ نذر حرام ہے اسکا کھانا بالکل ناجائز ہے، اور مرغ وغیرہ جو جانور بھی بزرگوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں، وہ بالکل مردار ہے، اگر نذر مانتے وقت بزرگوں کے نام کی نذر مانی پھر اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاوے وہ بھی حرام ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....کان یکون لانسان غائب اومریض اولہٗ حاجة ضروریة فیاتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یاسیدی فلان ان ردغائبی او عوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب کذااومن الفضة کذا ومن الطعام کذا اومن الماء کذا اومن الشمع کذا اومن الزیت کذافهذا النذر باطل بالاجماع. (البحرالرائق ص۲۹۸/ج۲/ مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان کتاب الصوم فصل فی النذر قبیل الاعتکاف "الجنة لاهل السنة ۱۸/ مطبوعه دهلی، طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ،ص ۵۱۰/کتاب الصوم باب مایلزم الوفاء به من منذورالصوم الخ.

ترجمہ سوال:- عبادت مطلقاً خواہ مالی ہو یا بدنی اللہ تعالیٰ کے خالص حقوق میں سے ہے پس عبادات میں سے کچھ بھی غیر اللہ کیلئے کرنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے پس نذر بھی مخلوق کی تعظیم کیلئے اور جانور ذبح کرنا غیر اللہ کی تعظیم کیلئے کفر اور شرک باللہ تعالیٰ ہے اور جس چیز کی نذر مانی جائے، وہ بھی حرام ہوگی؟

ترجمہ جواب:- عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، نذر غیر اللہ کیلئے حرام ہے، یا شرک ہے، اور غیر اللہ کیلئے جس کی نذر مانی گئی ہو، یقیناً حرام ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد ما اہل بہ لغیر اللہ الایۃ کی وجہ سے بحرالرائق میں اس کی تفصیل ہے۔

''اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذمن الدارهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام درمختار قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذرلمخلوق ولا یجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها ان المنذورله میت والمیت لایملک ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ واعتقاده ذٰلک کفر.الخ طحطاوی علی الدر،ص ۴۷۱/۱[1]

وما اهل به: یعنی دیگر آں جانور کہ آواز برآوردہ شدوشہرت دادہ شددرحق آں جانورکہ لغیر اللہ یعنی برائے غیر خدااست خواہ آن غیر بت باشد یاروحے خبیث کہ بطریق بہوگ کہ بنام اوبدہندوخواہ جنے مسلط برخانہ یاسرائے کہ بدوں دادن جانوراز ایذائے سکنہ آنجادست بردارنشودیاتوب راروانہ کردن ندہدوخواہ پیرے وپیغمبرے راباین وضع جانورزندہ مقررکردہ دہندکہ این ہمہ حرام است ودرحدیث صحیح وارداست **ملعون من ذبح لغیر الله** یعنی ہرکہ بذبح جانورتقرب بغیرخدانمایدملعون است خواہ دروقت ذبح نام خدابگیردیانے زیرا کہ چوں شہرت دادکہ ایں جانور برائے فلانے است ذکرنام خداوقت ذبح فائدہ نہ کردآں جانورمنسوب بآن غیرگشت وخبثے درو پیداگشت کہ زیادہ اخبث مرداراست زیراکہ مردار بے ذکرنام خدا جان دادہ است وجان این جانورراازآں غیرقرار دادہ گشتہ اندوآں عین شرک است وہرگاہ ایں خبث دروے سرایت کردہ دیگربذکرنام خدا حلال نمی شود مانندسگ وخوک کہ

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۴۷۱/۱، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۲۷/ج۳/ باب مایفسد الصوم ومالایفسده مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، البحرالرائق ص۲۹۸/ج۲/ کتاب الصوم فصل فی النذر، قبیل الاعتکاف،

اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند کذا فی الاکلیل[1] ص ۸۶/ ج ۲/ من تفسیر فتح العزیز[2] للشاہ عبدالعزیز المحدث دہلوی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا

سوال:- کیا مشکل کے وقت مرحوم بزرگان دین اولیاء کرام کو پکارنا منتیں ماننا، پیروں کے نام سے نذر و نیاز کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ہم پیروں کو اللہ کے برابر نہیں مانتے ہم ان کو اللہ کے بندے مانتے ہیں، اسی نے ان کو یہ قدرت وتصرف بخشا ہے، اسی کی مرضی سے عالم میں

---

[1] الاکلیل علی مدارک التنزیل، ج ۲/ ص ۸۶/ تحت سورۃ البقرہ آیت ۱۷۳/ مطبوعہ رسڑا۔

[2] تفسیر عزیزی فارسی سورہ بقرہ ۷۷۹-۷۸۰/ تحت قولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ الایۃ، مطبوعہ حیدری بمبئی،

ترجمہ:- ''الاکلیل، ص ۸۶/ ج ۲/'' میں ہے وہ دوسرے وہ جانور بھی حرام ہیں جن کے بارے میں اعلان اور شہرت دیدی گئی ہو کہ یہ غیر اللہ کے واسطے ہیں، خواہ وہ غیر اللہ بت ہو یا کوئی خبیث روح جیسا کہ بت وغیرہ کے نام پر بھوگ چڑھاتے ہیں، اور خواہ روح کسی ایسے جن کی ہو جو کسی مکان پر مسلط ہو اور وہ بغیر اس جانور کے بھینٹ چڑھائے، وہ جن اس گھر کے رہنے والوں سے دست بردار نہ ہو، یا وہ جن توپ کو نہ چلانے دے اور ایسے ہی کسی پیر پیغمبر کے واسطے کوئی زندہ جانور موسوم کر دیا جائے، یہ سب شکلیں حرام ہیں، اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی جانور کو ذبح کر کے غیر اللہ کا تقرب کرنا چاہے وہ ملعون ہے خواہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے یا نہ لے اس واسطے کہ جب اس بات کی شہرت دیدی گئی کہ یہ جانور فلاں (پیر یا پیغمبر) کے واسطے ہے تو بوقت ذبح خدا کا نام لینا مفید نہ ہوگا، کیونکہ وہ جانور غیر اللہ کی طرف منسوب ہی ہو چکا ہے، اور اس نسبت کی وجہ سے اس میں ایسی برائی پیدا ہوگئی، جو مردار کی برائی سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ مردار میں صرف یہی برائی ہے کہ اس کی موت بغیر اللہ کے نام لئے ہوئے واقع ہوئی ہے، اور اس جانور کی جان اس غیر خدا کے لئے مقرر کر کے لی گئی ہے، اور یہ عین شرک ہے، اور جب یہ برائی اس میں سرایت پذیر ہوگئی تو اب نام خدا لینے سے یہ حلال نہیں ہوسکتا، جیسے کہ کتا اور سور اگر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حلال نہیں ہو جاتے ہیں۔

تصرف کرتے ہیں، ان سے مدد مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے، کیا ایسا عقیدہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا عقیدہ رکھنا تعلیمات اسلام کے خلاف اور غلط ہے، اس کو توبہ لازم ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ ایمان بالکل ہی سلب نہ ہوجائے، "اما النذر الذی ینذره اکثر العوام علی ماهو مشاهد کان یکون لانسان غائب اومریض اوله حاجة ضروریة فیاتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی راسه فیقول یاسیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب اومن الفضة کذااومن الطعام کذااومن الماء کذا اومن الشمع کذااومن الزیت کذافهٰذاالنذرباطل بالاجماع لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذرللمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق ومنها ان المنذورله میت والمیت لایملک ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ واعتقاده ذٰلک کفرٌ بحر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

حضرت سید سالار غازی مسعودی کی نذر

سوال:- مسعودی سالار غازی کی یادگار سالانہ تازہ کرنے کیلئے اپنے مکان میں

---

[1] البحر الرائق ص ۲۹۸/ج ۲/ فصل فی النذر قبیل باب الاعتکاف (مکتبه ماجدیه کو ئٹه پاکستان) شامی زکریا ص ۴۲۷/ج ۳/ باب مایفسد الصوم ومالا یفسده ،مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۷۱/۱، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

نشان مٹی کے گولے کی طرح بناتے اور اس سے ڈرتے نیز تبرک مانتے ہیں، اور سالانہ غازی صاحب کے نام پر خصی و مرغ ذبح کرتے ہیں، خصی و مرغ کا خون نیز ہڈیاں سب اسی مٹی کے ڈھیر اور نشان میں دفن کر دیتے ہیں، یہ سب ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے کرتے ہیں، خصی نیز مرغ کا گوشت کھاتے نیز اقرباء میں تقسیم کرتے ہیں، اگر کوئی منع کرے تو اس کو برا تصور کرتے ہیں، ایسا کرنا اور اس میں مدد کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب مشرکانہ رسمیں ہیں، ان سے توبہ واجب ہے، نذر صرف اللہ پاک کے لئے جائز ہے، اور کسی کے لئے جائز نہیں[1]، غیر اللہ پر ذبح کیا ہوا، جانور مرغ، خصی وغیرہ کھانا قطعاً حرام ہے، ''قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ[2] الاية'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] النذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون للمخلوق ومنها ان المنذور لهٗ ميت والميت لايملك ومنها ان ظن ان الميت يتصرف فى الامور دون اللّٰه تعالىٰ والاعتقاد ذٰلک كفر الخ (البحر الرائق، ص ۲۹۸/ ج ۲. قبيل باب الاعتكاف.

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا حرام است واگر بقصد تقرب بنام اینہا ذبح کردہ شد ذبیحہ آں جانور ہم حرام ومردار میشود توبہ ازیں فعل منع است الخ، فتاوی عزیزی ملخصا ص ۵۰، ج ۱، مطبوعه رحيميه ديوبند،

تفسير فتح العزيز فارسى ص ۷۷۹-۷۸۱/ تفسير فتح العزيز اردو ص ۳۳۰/ ۱، التفسيرات الاحمديه، ص ۴۴-۴۵، الدرالمختار مع الشامى زكريا ج ۳/ ص ۴۲۷/ قبيل باب الاعتكاف، فتاویٰ عالمگيرى المعروف بالهنديه كوئٹه ص ۲۱۶/ ج ۱، كتاب الصوم،

[2] سوره بقره ركوع ۵/ آيت ۱۷۳/ وسوره المائده الآية ۳/ **ترجمه**:-(اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے) اور ایسی جانور کو جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (بیان القرآن)

''وما اهل به لغير اللّٰه'' اى ماذبح فذكر عليه اسم غير اللّٰه فهو حرام الخ، تفسير ابن كثير ص: ۴۷۹/ ج: ۱/ سورة المائده، تحت رقم الآية: ۳/ مطبوعه مصطفى احمد الباز المكة المكرمة ص ۲/۱۲،

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل و نذر

سوال:- امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقدس نام لے کر اگر کوئی یہ کہے کہ نذر حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل ہے، اور نذر حسین رضی اللہ عنہ کا لنگر ہے، تو اغنیاء و فقراء سب ہی مسلمان اس طعام اور سبیل کو جس کو امام عالی مقام کے مقدس نام سے منسوب کیا گیا ہے، بخیال تبرک استعمال کر سکتے ہیں؟ اور ذکر حسین رضی اللہ عنہ کی محفل اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی محفل منعقد کرنا اور ان کا غم کرنا اور ان کے علو مرتبت کو یاد کر کے اور ان کا ذکر سن کر خوش ہونا اور فخر کرنا اور خوشنودی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسین رضی اللہ عنہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر اور ان کے محامد کا بیان کرنے کے لئے اگر محفل منعقد کی جائے تو پہلے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے محامد بیان کئے جائیں، پھر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کمالات عالیہ صحیح روایات سے بیان کئے جائیں تا کہ ان کی حق گوئی و حق پسندی کی دوسروں کو بھی رغبت ہو اور جرأت پیدا ہو شرح فقہ اکبر[1] میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے تشبہ بالروافض نہیں ہوگا، ایسی مجلس کو ماتم اور نوحہ سے بھی پاک صاف رکھا جائے کہ شرعاً ماتم اور نوحہ سے سخت ممانعت ہے[2]، غیر اللہ کے نام کی نذر کا عامۃً مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے

---

[1] شرح فقہ اکبر میں تلاش بسیار کے باوجود اس کی صریح عبارت نہیں ملی، البتہ نفع المفتی والسائل میں اس کی عبارت ملی ہے، هل يجوز بيان قصة شهادة الامام حسينؓ فی عشرة المحرم الاولیٰ بجمع المجالس وبكاء الناس عليه الاسبشار، نقل فی مطالب المؤمنين عن امامنا ابو حنيفةؒ انه لايجوز للتشبه بالروافض وفی جامع الرموز يجوز لمن يبين قصص شهادة الخلفاء الاربعة وغير هم من اجلة الصحابة واما بيان قصة شهادة الحسين وترک بيان قصص شهادة الائمة فتشبه بالروافض نفع المفتی والسائل ص ۱۲۶/ (مطبوعه رحيميه ديوبند) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے، شرعاً اس کی اجازت نہیں، غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دی جائے یا نذر مانی جائے، یہ سخت معصیت اور ایک قسم کا شرک ہے ''بحر شامی[1]'' وغیرہ میں اس کی تصریح ہے لہٰذا اس سے پورا اجتناب کیا جائے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب مقصود ہو تو دین کا کوئی بھی کام کر کے ثواب پہنچا دینا بہتر ہے، مثلاً مسجد بنوا دی جائے، مسجد میں چٹائی بچھا دی جائے، پانی کا انتظام کر دیا جائے، مدرسہ بنوا دیا جائے، قرآن پاک اور دینی کتابیں مدرسہ میں وقف کر دی جائیں، یا پڑھنے والوں کو دیدی جائیں، حج کرا دیا جائے، غریب حاجت مند کے کھانے، کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام کر دیا جائے قرآن کریم، تسبیح نماز پڑھ کر بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے[2] غرض جس قدر بھی اخلاص سے ہو زیادہ فائدہ مند ہے، مروجہ سبیل تو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَى بِدَعْوى الْجَاهِلِيَة، مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۰/ باب الجنائز، باب البکاء علی المیت الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح پکار پکار کر روئے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] واعلم ان النذر الذی یقع للاموات ومایؤخذمن الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیھم فھوبا لاجماع باطل وحرام لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق، شامی ص۴۲۷/۳، مطبوعہ زکریا دیوبند، کتاب الصوم باب مایفسد الصوم الخ مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ. البحرالرائق کوئٹہ ص۲۹۸/۲، کتاب الصوم قبیل باب الاعتکاف.

[2] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم فی علوالحالات الیٰ قولہ قال القونوی والاصل فی ذٰلک عنداھل السنۃ ان للانسان أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃً اوصوماً اوحجاً اوصدقۃً اوغیرھا .شرح فقہ اکبر ،ص۱۵۸/(مطبوعہ مجتبائی دھلی) دعاء الاحیاء للاموات الخ شامی،ص ۱۵۱/ مطبع زکریا دیوبند)باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی القراءۃ للمیت واھداء ثوابھالہ، وللانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرۃ صلاۃ کاف او صوما ..... او غیر ذلک من انواع البر، طحطاوی مع المراقی ص۵۱۴، فصل فی زیارۃ القبور، احکام الجنائز، مطبوعہ مصر،

رسمی طریق پر کی جاتی ہے کہ اس روز حضرت حسینؓ پیاسے شہید ہوئے، لہٰذا پانی اور شربت پلایا جائے، حالانکہ نہ ان کے پاس یہ پانی پہنچتا ہے، نہ شربت نہ ان کو اس کی حاجت ان کو جنت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں ملتی ہیں، جن کے سامنے اس پانی اور شربت کی کوئی حیثیت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۷ھ

شہید بابا پر دونے چڑھانے

سوال:- مسجد میں یا مکان کے کسی طاق میں یہ کہہ کر کہ یہاں شہید بابا ہیں اس پر ہندو مسلمان دونے چڑھاتے ہیں، از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشرکانہ حرکت ہے[1]، توبہ لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] وَجَعَلُوْ اللّٰہ مِمَّاذَرَأ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَالِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ وَھٰذَالِشُرَکَاءِ نَاالخ سورہ انعام.الآیۃ ۱۳۹/

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں، ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ معبودوں کا ہے۔

ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر البحر الرائق ص ۱۲۴/ج۵/ باب احکام المرتدین،مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص ۵۰۵/۲، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[2] انما التوبۃ علی اللّٰہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ،سورۂ نساء آیت ۱۷/.

کسی پیر کے نام کی بچہ کے سر پر چوٹی رکھنا

سوال:- بزرگوں سے منت ماننا اور بزرگوں کے نام پر بچوں کے سر پر چوٹی رکھنا پھر وقت مقررہ پر درگاہوں میں جا کر منڈوانا، از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حرام اور شرک ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء الخامس بحمد الله تعالىٰ ويليه الجزء السادس مطلعه كتاب العلم انشاء الله تعالىٰ وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى اٰله واصحابه اجمعين الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله

جامعه هٰذا

---

[1] بهشتی زیور ص ۴۰-۴۱/ ملاحظه هو کفروشرک کی باتوں کابیان

اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل حرام ،شامی کراچی ص ۴۳۹/ ج۲/ کتاب الصوم، مطلب فی النذر، البحرالرائق ص۲۹۸/ج۲/ قبیل باب الاعتکاف، کتاب الصوم، مطبوعه کوئٹه،

اَبغَضُ النَّاسِ اِلٰی اللّٰه ثَلَثَةٌ مُلحِدٌفِی الْحَرَمِ وَمُبتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ الحدیث مشکوٰة شریف، ص ۲۷/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)باب الاعتصام بالکتاب والسنة.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تین آدمی ہیں۔

(۱) حرم میں بے دینی اختیار کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اختیار کرنے والا الخ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

علم کا بیان

کیا علم دین کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟

سوال:- زید کہتا ہے کہ علم فقہ اور عربی ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور قرآن پاک و اردو مسائل کی کتب پڑھنے والا علم دین سے ناواقف ہے۔ بکر کہتا ہے کہ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم دین یہ ہے کہ قرآن پاک اور پانچ رکن جو بنیادِ اسلام کہلاتے ہیں ان کے مسائل جاننا ہی فرض ہیں نہ کہ فارسی عربی پڑھنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس علم دین کے سیکھنے کی فرضیت پر اتفاق ہوگیا[1] بحث صرف زبان کی رہ گئی کہ کس

---

[1] عن انس مرفوعاً طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ ص ۳۴/ ج ۱/ کتاب العلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۸۴/ ج ۱/ کتاب العلم ،الفصل الثانی، مکتبه نوریه دیوبند،مقدمه شامی زکریا ص ۱۲۶/ ج ۱/ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین.

ترجمہ:- علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

زبان میں سیکھے۔ تدریس میں شریعت نے کسی خاص زبان کی خصوصیت نہیں رکھی، بلکہ جس زبان سے یہ مقصد حاصل ہو سکے اور سہولت سے سمجھ میں آ جائے اس میں سیکھ لیا جائے۔ لیکن نماز میں قرآن کریم کو عربی ہی میں پڑھنا چاہیے یہ نہیں کہ اردو میں ترجمہ پڑھ لے اور اس قدر قرآن کریم حفظ کرنا فرض عین ہے جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی[1] اور بغیر عربی پڑھے قرآن اور حدیث شریف کا پورا انکشاف بھی نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں عربی زبان کی فضیلت بھی وارد ہے۔ محبوب رب العالمین ﷺ اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہے[2]۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے بستان العارفین[3] میں ایک مستقل باب اس امر کے لئے منعقد کیا ہے۔ لہٰذا عربی نہ سیکھنا ایک بڑی نعمت سے محرومی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

علم ضروری کیا ہے

سوال:- جس علم کو حاصل کرنے کی حدیث شریف میں تاکید فرمائی اس کی تعریف کیا ہے؟

---

[1] وحفظ ماتجوزبه الصلوٰة من القرآن فرض (طحطاوی علی المراقی ص ۱۸۲) باب شروط الصلوٰة وارکانها، مطبوعه مصری،

[2] عن ابی هریرة مرفوعاً اَنَاعَرَبِیٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ (المقاصدالحسنة ص ۲۳/ رقم الحدیث ۳۱/ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، المستدرک للحاکم ص ۹۸/ ج ۴/ فضل کافة العرب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مجمع الزوائد ص ۲۵/ ج ۱۰/ باب ماجاء فی فضل العرب، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہل جنت کا کلام عربی ہے۔

[3] بستان العارفین لابی اللیث السمرقندی ص ۶۸/ الباب السادس والعشرون، باب تفضیل لسان العربیة علی غیرها، مطبوعه دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس علم کی تعریف یہ لکھی ہے۔

والمراد بالعلم العلم الشرعی الذی یفید معرفة مایجب علی المکلف من امر دینه فی عباداته ومعاملاته والعلم بالله وصفاته ومایجب له من القیام بامره وتنزیهه عن النقائص ومدار ذلک علی التفسیر والحدیث والفقه.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبد اللطیف

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۵۶/۱۲/۲۷ھ

کیا بے نمازی کو بھی علم باطن ہے؟

سوال: -علم باطن کیا ہے؟ اور علم باطن کیا بے نمازی کو بھی ہوسکتا ہے؟

الجوب حامداً ومصلیاً

علم باطن جب ہی نافع ہے جب کہ ظاہر شریعت پر بھی عمل ہو۔ جو شخص فرض نماز کو ترک کرتا ہے اس کو علم باطن سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دار العلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

---

[۱] فتح الباری ص ۱۹۲ ج ۱، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، کتاب العلم، مقدمہ شامی زکریا ص ۱۲۶/۱/ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین، (باقی اگلے صفحہ پر)

کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت

سوال:- کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت !اور کیا کثرت عبادت سے کرامت اور تحصیل علم شریعت سے کامل ہدایت جاری ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبادات نافلہ کی کثرت موجب رفع درجات ہے تحصیل علم شریعت میں جدوجہد کی کثرت کا فائدہ متعدی ہے جو کہ اعلیٰ ہے[1] اخلاص بہر حال ضروری ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں

سوال:- حضور اکرم ﷺ کے علم میں اور ابلیس لعین کے علم میں کس کا علم زیادہ ہے اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ قال القشیری والشریعة امر بالتزام العبودیة والحقیقة مشاهدة الربوبیة فکل شریعة غیر مؤیدة بالحقیقة فغیر مقبول وکل حقیقه غیر مقیدة بالشریعة فغیر محصول (مرقاة ص ۲۴۸ ج ۱ مطبوعه المکتبة النوریة مدنی مسجددیوبند،باب الاعتصام با لکتاب والسنة، حاشیه عقیدة الطحاوی ص ۱۵۱/تحت قول الماتن، ولانصدق کاهناً ولاعرافاً ولامن یدعی شیئاً یخالف الکتاب والسنة واجماع الامة،مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ عن حذیفة ابن الیمان مرفوعاً فضل العلم خیر من فضل العبادة (مجمع الزوائد ص ۳۲۵/ ج ۱/ کتاب العلم)

ترجمہ: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ بہتر ہے۔

۲ طلب العلم والفقه اذاصحت النیة افضل من جمیع اعمال البر وکذاالاشتغال بزیادة العلم اذاصحت لانه اعم نفعالکن بشرط ان لایدخل النقصان فی فرائضه الخ، بزازیه علی الهندیة ص ۳۷۸/ ج ٦/ کتاب الاستحسان، مطبوعه کوئٹه،

زیادتی کماً (مقدار میں) یا کیفاً (کیفیت میں) ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کو اللہ پاک نے اپنی ذات اور صفات کے متعلق اور شان نبوت کے لائق (مثلاً علم جنت، لوح محفوظ، کرسی، عرش، امور دوزخ وآخرت وغیرہ) کا اتنا علم عنایت فرمایا کہ نہ کسی اور نبی کو دیا اور نہ ملائکہ کو دیا بلکہ اولین وآخرین کے علم کا مجموعہ بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا ان علوم میں کوئی بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں ہوسکتا۔ ان علوم میں کسی کو بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا۔ کسی کو بھی یہ فضل وکمال حاصل نہیں[1] پھر ابلیس لعین کو مقابلہ میں لاکر موازنہ کرنا انتہائی ذہنی پستی اور علم وشرف سے تہہ دستی اور شان اقدس ﷺ کی واقفیت سے بے مائیگی پر مبنی ہے رہا خسیس اور گندی چیزوں کا علم تو یہ مدار فضل وکمال نہیں، موجب قرب الٰہی نہیں، باعث رفع درجات نہیں، اگر یہ علوم ابلیس یا اس کی ذریت یا کسی ہمنوا کو حاصل ہوں تو ان کا حال ایسا ہے جیسے کسی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد مأتہ حاضرہ، حضور پرنور کے مقابلہ میں خنزیر کو پاخانہ کے ذائقہ کا علم حاصل ہوجائے۔ کوئی ادنیٰ فہم والا بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے خنزیر کا مقام بلند ہوگیا یا وہ بڑا عالم ہوگیا اور اعلیٰ حضرت کا مقام پست ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدین علم دین سے روکیں تو کیا کریں

سوال:- زید تحصیل علوم دینیات کررہا ہے اور اس کا رجحان دیوبندی کی طرف ہے

---

[1] اعطیہ من العلوم والمعارف التی لم یؤتہا احد مثلہ فیما مضی (مرقاۃ ص ۸/ ج ۱/، مطبوعہ نوریہ دیوبند، فی الخطبۃ، فتح الباری ص ۱۰۰/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب قول النبیؐ انا اعلم باللّٰہ، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ)

اور اس کے باپ اور عزیز واقارب اس کو روکتے ہیں ایسی حالت میں اگر زید اپنے باپ اور عزیز وقریب کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ تو یہ فعل زید کا بہتر ہے یا نہیں۔ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

بقدر ضرورت تو تحصیل علم ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے[1] اگر والدین اس سے روکتے ہیں تب تو والدین کی اطاعت زید کے ذمہ واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں[2] اور تبحر جمیع علوم میں فرض کفایہ ہے[3] اس سے اگر روکتے ہیں تو زید کو ان کی اطاعت ضروری ہے اور بستی میں ایک عالم ہونا بھی لازم ہے۔ اگر کوئی اور عالم وہاں موجود ہے تب بھی زید کے ذمہ تکمیل ضروری نہیں۔ اگر اور عالم نہیں صرف زید ہی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور والدین زید کی خدمت وغیرہ کے اس قدر محتاج نہیں کہ بلا زید کے گذر دشوار ہو۔ نیز زید اس قدر کم عمر اور ناسمجھ نہیں کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو زید والدین کی تعمیل نہ کرنے سے گنہ گار نہ ہوگا[4] اور اگر اس وجہ سے روکتے

---

[1] عَنْ اَنَسٍؓ مَرْفُوْعًا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ الحديث رواه ابن ماجه (مشكوٰة ص ۳۴/ ج ۱/، كتاب العلم ،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،ابن ماجه ص ۲۰/ باب فصل العلماء والحث على طلب العلم، مطبوعه اشرفى ديوبند)

ترجمہ: علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

[2] عن النواس بن سمعان مرفوعاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ رواه فى شرح السنة (مشكوٰة ص ۳۲۱/۲) كتاب الامارة الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔

[3] واعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج لدينه وفرض كفاية وهو مازادعليه ومندوباً وهو التبحر فى الفقه وعلم القلب (درمختار على هامش الشامى نعمانيه ص ۲۹، ۳۰/فى المقدمة)

[4] وله الخروج لطلب العلم الشرعى بلااذن والديه (درمختار)اى ان لم يخف على والديه الضيعة بان كانامؤسرين ولم تكن نفقتهماعليه الخ (شامى نعمانيه ص ۲۶۱ ج۵فصل فى البيع كتاب الحظروالاباحة)

ہیں کہ زید فرقہ بریلویہ سے نکل کر فرقہ دیوبندیہ میں جا ملے گا تو یہ انکی سخت غلطی ہے اس سے ان کو خود ہی رکنا چاہیے اور اس تعمیل حکم نہ کرنے سے گنہ گار نہ ہوگا بلکہ ماجور ہوگا۔ کیونکہ راہ حق معلوم کر لے گا۔ خود گمراہی سے بچے گا اور کیا عجب ہے کہ اللہ شانہ اسکے ذریعہ دوسرے لوگوں اور اس کے والدین واعزہ کو بھی گمراہی سے بچالیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف یکم رمضان ۵۵ھ

تعلیم کا مقصد

سوال:- بچہ کو کس واسطے پڑھایا جاتا ہے، اور قرآن شریف کس مقصد کے لئے نازل ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ حق اور ناحق کو سمجھے اور جان لے کہ اس دنیا میں اس کی ذمہ داری کیا ہے جس کے پورا کرنے سے آخرت میں راحت ملے گی اور پورا نہ کرنے سے سخت تکلیف ہوگی[1]، اس مقصد کے لئے قرآن کریم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ابتداً اس کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ اس کے الفاظ سے قلب میں نور پیدا ہو اور اس کی برکت سے آئندہ سمجھنے اور اس

---

[1] العالم بالرحمن من عباده من لم يشرك به شيئا واحل حلاله وحرم حرامه وحفظ وصيته وايقن انه ملاقيه ومحاسب بعلمه، تفسير بن كثير ص ۳/۸۸۰، سورۂ فاطر تحت آیت: ۲۸، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكه مكرمه،

پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ضروری مستند مسائل کی اشاعت

سوال:- سائل نے کچھ ضروری مسائل کتب فقہ سے لیکر مستند علماء سے تصدیق کرا کر شائع کئے ہیں، وہ دارالافتاء کو روانہ کئے ہیں کہ میرا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کا یہ طریقہ کہ مستند ومعتبر کتب فقہ سے ضروری مسائل لے کر اوران پر قابلِ اعتماد علماء کی تصدیق حاصل کر کے شائع فرماتے ہیں جس سے عامۃ المسلمین کو واقفیت حاصل ہوتی ہے بہت بہتر اور ان شاء اللہ تعالیٰ موجب اجر وثواب ہے[2]، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۱ھ

---

[1] راجع للبسط احیاء العلوم ص۴۷/۱، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، مطبوعہ عثمانیہ مصر، فی القرآن تطهیر للنفس عن الهیات السفلیة وهو قوله صلی الله علیه وسلم لکل شیء مصقلة ومصقلة القلب تلاوة القرآن، حجة الله البالغة ص۷۵/۱، باب اسرار انواع من البر، مطبوعه مصر،

[2] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله وملائکته واهل السمٰوٰت والارض حتی النملة فی جحرها وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر، مشکوة شریف ص۳۴، کتاب العلم، الفصل الاول،

والدین کی مرضی کے خلاف علمِ دین کے لئے سفر کرنا

سوال:- مسمّٰی محمد مکرم علم دین حاصل کرنے کیلئے پردیس میں جاتا ہے، اوراس کے والدین چاہتے ہیں کہ محمد مکرم ہم کو چھوڑ کر پردیس میں نہ رہے بلکہ وہ ہمارے پاس رہ کر کچھ کمانے کی کوشش کرے، تاکہ ہم لوگ آخری وقت میں سہولت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ لیکن محمد مکرم بالکل نہیں چاہتا ہے کہ وہ حصولِ علم کو چھوڑ کر دنیاوی کام میں لگ کر اپنی زندگی برباد کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ صرف اس کے والدین نہیں ساری دنیا ناراض اور سب ان سے جدائی حاصل کرلیں جب بھی وہ حصولِ علم دین میں ذرا سستی نہیں کریگا۔ لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنا والدین کے حکم کی نافرمانی کرکے کیسا ہے؟ جائز ہے کہ ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بقدرِ ضرورت علم دین حاصل کرنا فرضِ عین ہے[1] لیکن تکمیل نصاب فرضِ عین نہیں ہے۔ اگر والدین حاجتمند ہیں، کما نہیں سکتے تو ان کی خدمت حسبِ وسعت لڑکے پر لازم ہے، مکان پر رہ کر آہستہ آہستہ کچھ علم بھی حاصل کرتا رہے اور ان کی خدمت بھی کرتا رہے ان کو ناراض نہ کرے[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٦/٦/٩٠ھ،

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن انس مرفوعاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ الحدیث رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۳۴/ج ۱/ کتاب العلم ،طبع یاسر ندیم دیوبند،الدر المختار علی الشامی ص ۴۲/ج ۱/ مقدمہ کراچی ،ابن ماجہ ص ۲۰/طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند)

[2] ولو اراد الخروج الی الحج وکرھا ای ابوین قالوا ان استغنٰی الاب عن خدمتہ فلاباس بہ والافلایسعہ الخروج (شامی نعمانیہ ص ۲۶۱ ج۵ فضل فی البیع کتاب الحظر والاباحۃ)

مسائل اختلافیہ پر غور وفکر کرنے کے لئے چند اصول موضوعہ

ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے تھے اور لکھا تھا کہ ثبوت مدعا کے لئے صرف صحاح ستہ ہی کی احادیث پیش کی جائیں، حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے ان کے سوالات کے تفصیلی جوابات تو دیئے نہیں اس لئے کہ وہ مسائل ایسے معرکۃ الآراء اور مختلف فیہ تھے کہ دونوں طرف کے علماء نے اس مضمون پر مستقل کتابیں تصنیف کی تھیں، اس پر مزید کچھ لکھنا وقت کی بربادی کے سواء اور کوئی خاص افادیت نہیں رکھتا۔ ایسے اصول تحریر فرمادیئے کہ جو کسی بھی مسئلہ کے سمجھنے کے لئے کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امید کہ علماء کرام اس مضمون سے خاص طور پر محظوظ ہوں گے۔ (ادارہ)

مکرم محترم ..... زادکم اللّٰہ علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا چند اصول موضوعہ تحریر ہیں ان کو بغور دیکھیں اور مستحضر رکھیں پھر اپنے سوال پر غور کریں (۱) اصول فقہ چار ہیں[1] (۲) سائل کو حق نہیں ہے کہ کسی فرع کی دلیل کو کسی ایک اصل میں منحصر مان کر اس کا مطالبہ کرے۔

(۳) مجیب ذمہ دار نہیں کہ سائل کے حصر کردہ اصل کا پابند رہے۔

(۴) حدیث صحیح کتب صحاح میں منحصر نہیں[2] لہٰذا غیر صحاح ستہ کی ہر حدیث کو غیر صحیح نہیں کہا جاسکتا۔

---

[1] ان اصول الفقه اربعة كتاب اللّٰه وسنة رسوله واجماع الامةوالقياس (اصول الشاشی ص۵) كتب خانه امداديه ديوبند،

[2] الاحاديث الصحيحة لم تنحصرفی صحيح البخاری ومسلم ولقدصنف الآخرون من الائمة صحاحاً مثل صحيح ابن خزيمة ومثل ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) صحاح ستہ کی ہر حدیث اصطلاح محدثین میں صحیح نہیں بلکہ ان میں حسن غریب وغیرہ بھی ہیں[۱]۔

(٦) صحاح ستہ کی ہر حدیث کو غیر صحاح ستہ کی ہر حدیث پر ترجیح نہیں۔

(۷) استدلال کے لئے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں، بلکہ حسن وغیرہ سے بھی استدلال درست ہے[۲]۔

(۸) تعارض حدیث کے وقت لازماً نسخ ہی متعین نہیں، بلکہ ترجیح، تطبیق، رجوع الیٰ الآثار اجتہاد متعدد طرق ہیں[۳]۔

(۹) سنت خلفاء راشدین کی حیثیت مستقل دلیل کی ہے[۴]۔

(۱۰) اجراء مصالح مرسلہ کا مقام تحت التشریع فوق الاجتہاد ہے[۵]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....صحیح ابن حبان وهذه الكتب كلهامختصة بالصحاح (مقدمة للشيخ عبدالحق ص ۷/ مخلصاً، ملحق مشكوة شريف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- احادیث صحیحہ صحیح بخاری ومسلم میں ہی منحصر نہیں ہیں دیگر ائمہ نے بھی صحاح تصنیف فرمائی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان یہ بھی سب کتابیں صحاح کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام گفتہ اند کہ در آنجا اقسام حدیث از صحاح وحسن وضعیف ہمہ موجود است ونقاد وحذاق فن آں را تمیز کردہ اند وتسمیہ آنہا بصحاح ستہ بطریق تغلیب است (دیباچہ شرح سفر السعادۃ ص ۱٦)

ترجمہ:- کتب ستہ اسلام میں مشہور ہیں کہا گیا ہے کہ حدیث کی تمام اقسام صحیح حسن ضعیف ان میں موجود ہیں ناقدین وماہرین فن نے ان کو الگ الگ کیا ہے، اور ان کا صحاح نام رکھنا بطور تغلیب کے ہے۔

۲ الحسن كالصحيح فى الاحتجاج به (مقدمه اعلاء السنن ص ۴۹/ طبع كراچى)

۳ وحكمه اى التعارض ظاهراً النسخ والافالترجيح ان امكن والافالجمع فالمصير الى مادونهمامن الحجج ملخصاً(مقدمه اعلاء السنن ص ۱۷٦/ ج ۱/طبع كراچى)

۴ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا اِلَيْهَاوَعَضُّوْعَلَيْهَابِالنَّوَاجِذِ (مشكوٰة ص ۳۰/ ج ۱) باب الاعتصام بالكتاب والسنة، طبع ياسر نديم،

۵ المرسلة فوق الاجتهادلان فيه دخلا للعقل وليس كذالك المصالح المرسلة (الاعتصام ص ۲۸۴/ ج ۲)

(۱۱) مقلد کو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد عمل کو ماخذ معلوم ہونے پر موقوف کرنا منصب تقلید کے خلاف ہے[۱]۔

(۱۲) مجیب کے ذمہ ماخذ بیان کرنا ضروری نہیں، اگر بیان کردے تو اس کا تبرع ہے، البتہ تصحیح نقل ضروری ہے[۲]۔

(۱۳) ہٹ دھرم کی ہٹ دھرمی کو دور کرنے کے لئے مسائل یا دلائل دریافت کرنا بے سود ہے۔

(۱۴) جو مسائل مستقلاً معرکۃ الافکار اور مطرح الانظار رہ چکے ہوں ان پر مناظرے ہوئے ہوں رسائل لکھے گئے ہوں ان کیلئے براہ راست رسائل کا مطالعہ کیا جائے، فتوی کے ذریعہ انکے مباحث طویلہ عریضہ کو حل کرنا بے محل ہے کوئی خاص پہلو مخفی ہو اس کو دریافت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ جامع العلوم کانپور

درجہ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا

سوال: -معہود مدرسہ عرصہ دراز سے بغرض ترویج امور دینیہ قائم ہے۔ حفظِ قرآن کی تعلیم تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ بغرض درجہ بندی اردو کی بھی تعلیم ہوتی تھی مگر حفظِ قرآن کو غلبہ رہا۔ اسی درجہ میں طلبہ کی کثرت رہی اور بحمد اللہ حفظ کا اچھا خاصا کام ہو رہا تھا۔ سرکاری ہندی وغیرہ کے پرائمری اسکول تھے جو خالص دنیوی اور عقائد شکن تھے۔ ایسی صورت میں مسلم لڑکوں کا کتنا عقیدہ خراب ہوتا تھا ناگفتہ بہ ہے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے

---

[۱] وینبغی للعامی ان لایطالب المفتی بالدلیل(شرح المهذب ص ۹۱/ج ۱/فصل فی آداب المستفتی ،مطبوعه دار الفکر)

[۲] لیس بمنکر ان یذکر المفتی فی فتواه الحجة اذا کانت نصاً واضحاً مختصراً (شرح المهذب ص ۸۴/ج ۱/ فصل فی آداب الفتوی، مطبوعه دار الفکر بیروت،

ہوئے سرپرستانِ مدرسہ نے معہود مدرسہ کے اندر باقاعدہ درجہ بندی کرا کے پرائمری کا نصاب قائم کرایا اور انجمن سے الحاق کرایا، تاکہ لڑکے پرائمری تک اس میں تعلیم حاصل کریں۔ عقائد کی درستگی کے ساتھ پھر آگے انگریزی میں داخل ہونا چاہیں تو الحاق ہونے کے ناطے اسی سارٹیفکٹ سے بلارکاوٹ داخلہ لے لیں تاکہ کم ازکم ابتدائی تعلیم تو ایسی رہے کہ انکے اندر اسلامی داغ بیل پڑی رہے۔ظاہر ہے اس نظریہ کے فوائد سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ سارے اخراجات کی تکمیل انھیں رقوم سے کی گئی جو خالص قرآن کی تعلیم و دینیات کے لئے آتی رہیں اور پرائمری تعلیم کیلئے یہ تنصیف انھیں طلباء کے اندر کی گئی جو غالب طور پر حفظِ قرآن کیلئے رہتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درجہ پرائمری کو عروج وفروغ ہوا اور عوام بھی کسی حد تک زمانے کے ساتھ ہوجانے کے باعث مطمئن ہوگئے اور پرائمری کے وجود سے طلبہ کی تعداد میں بھی غیر متوقع اضافہ ہوا گویا کہ یہاں سے نکل کر انگریزی مدرسہ میں داخل ہوجانے کے بعد نہ تو اس کی زہریلی فضا سے وہ بچ سکے اور نہ خود اپنی بنیادی ساکھ جس پر انھیں چند سال تک باقی رکھا گیا تھا محفوظ رہ سکے۔اس طرح درجہ پرائمری کے وجود کا اولین مقصد تقریباً فوت ہوگیا۔اس کے برعکس درجہ حفظ و دینیات پر یہ اثر پڑا کہ اس درجہ میں طلبہ انتہائی قلیل ومحدود رہ گئے ۔جہاں سال میں کئی جدید طلباء داخل ہوتے رہے وہ درجہ بندی کی زد میں آگئے ۔ جو پرائمری سے نکلے وہ انگریزی کے پیچھے دوڑ پڑے۔اس کیلئے گویا کہ مدرسہ نے ہی راستہ ہموار کیا۔مزید غضب یہ ہوا کہ طلباء قدیم ماحول نہ پاکر نیز درجہ کا شیرازہ بکھر جانے کے باعث خود درجہ حفظ والے بھی چھٹنے لگے اور مدرسہ کے غیر تجربہ کار اراکین کا موہوم ارتقائی فلسفہ قیام مدرسہ کے اولیں مقصدِ عظیم کیلئے ناسور بن گیا۔طرفہ تماشہ یہ کہ نہ تو انھیں اس کا احساس ہے نہ اس پہلو سے وہ سوچنے کے عادی ہیں۔ایسی صورت میں مدرسہ کا موجودہ طرز تعلیم باقی رکھ کر حفظِ قرآن کی زیاں کاری برداشت کی جائے یا سابق طریقہ تعلیم کو مکرر معرضِ وجود میں لایا

جائے؟ حضرات مفتیان کرام آراء عالیہ سے بہرہ ورفرمائیں۔ تفصیل پر مجموعی حیثیت سے روشنی ڈالیں اور مفہوم کا اجمال درج ذیل ہے۔

(۱) قرآن پاک اور عربی تعلیم کے طلبہ کے لئے آنے والی زکوٰۃ وصدقات کی رقموں سے پرائمری درجوں کو چلانا اگر مآل کے اعتبار سے وہ انگریزی کا زینہ بنیں تو کیا حکم ہے؟

(۲) درجہ پرائمری کے قیام سے گو وہ مصلحتہً ہی ہو اور عامۃ المسلمین کے اصرار و خواہش کے مطابق ہی ہو مگر درجۂ حفظ کی تعلیم پر غیر معمولی اثر نہ پڑے تو کیا حکم ہے؟

(۳) مدرسہ کا ایسا عملہ جس میں فساق وفجار غالب ہوں اور مدرسہ کے تعلیمی وتربیتی نشوونما کے طریقوں سے یکسر ناواقف ہوں، ان کی عہدہ داری کیا حیثیت رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انداز سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کے متعلق سوال کر کے کوئی جواب حاصل کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بہتر ہوتا کہ وہ سوال وجواب بھی ہمرشتہ ارسال کر دیا جاتا۔ نوعیتِ سوال کے پیش نظر جواب کا بدل جانا کچھ مستبعد نہیں۔ موجودہ سوال کا جواب نمبروار تحریر ہے۔ (۱) جائز نہیں[1] (۲) اجازت ہے[2] (۳) مضر وممنوع ہے[3] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1] رجل دفع الی رجل عشرة دراهم او مائة من من حنطة وقال ادفع الی فلان الفقير فدفع الی غيره انه يضمن الخ الهندية كوئٹه ص ۴۰۸/۴، كتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة،

[2] طلب العلم فريضة بقدر الشرائع ومايحتاج اليه لامرلابدمنه من احكام الوضوء والصلاة وسائر الشرائع ولامورمعاشه وماوراء ذالک ليس بفرض فان تعلمها فهوافضل وان تركهافلااثم عليه (عالمگيری كوئٹه كتاب الكراهية ص ۳۷۷/ج۵/الباب الثلاثون فی المتفرقات ،شامی كراچی ص ۳۹/ج ۱/ مطلب الفرق بين المصدر والحاصل بالمصدر)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دنیوی تعلیم کے نتائج

سوال:- (۱) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بی۔ اے، ایم، اے پڑھ کر اکثر لڑکے بگڑ جاتے ہیں، کیا ان کے کہنے سے شریعت اسلامی یہ بتلاتی ہے کہ اسے اعلیٰ تعلیم نہ دی جائے یا دنیوی تعلیم نہ دی جائے، اگر دی جائے تو کس طریقہ سے؟

(۲) اس نازک دور میں دنیوی تعلیم دلوانا جائز ہے یا ناجائز؟ ان تمام سوالوں کے جُدا جدا جواب دے کر اس کا کوئی نیک حل نکالا جائے۔ خدا تعالیٰ آپ کے عظیم ارادوں کو دائمی قائم رکھے اور علماء دین کی اللہ تعالیٰ ہر طرح سے امداد فرمائے۔ آمین! ان سوالوں کے جواب آسان اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی تعلیم دلانا جس کے اثر سے بچے بگڑ جائیں اور دین سے بے تعلق ہو کر بے دین بن جائیں (عقائد، اخلاق، اعمال خراب ہو جائیں) جائز نہیں، یہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ان کو تباہ اور برباد کرنا ہے[۱] اس بگاڑ سے حفاظت کا انتظام ہو جائے تو دنیوی تعلیم بھی درست ہے۔ اول عقائد واخلاق واعمالِ شرعیہ کی تعلیم دی جائے، بزرگوں کی صحبت میں رکھا جائے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] وفی الاسعاف لایولی الامین قادر بنفسه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود (البحر الرائق ص ۲۲٦، ج۵، باب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص ٦/۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] فصدیق الانسان من یسعٰی فی عمارة آخرته وان کان فیه ضرراً لدنیاه وعدوه من یسعی فی خسارة آخرته وان کان فیه نفع لدنیاه وقدقال اللّٰه تعالیٰ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مجالس الابرار ص ۵۳۱) المجلس الخامس وثمانون،

دینی کتب کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہیں تو حفاظت ہوسکتی ہے۔(۱) سے (۲) کا جواب واضح ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۱۰/۱۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نہ جاننے والے کو لاعلم کہنا

سوال:- کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، جرم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے، جرم نہیں۔ جیسے کوئی قانون داں وکیل کسی ناواقف کو کہدے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا

سوال:- کسی کم پڑھے لکھے کو مولانا یا مولوی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عرفاً کم پڑھے لکھے کو ہمارے اطراف میں مولوی صاحب یا مولانا صاحب نہیں کہا

---

[1] اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُوْن (سورۃ البقرہ آیت: ۳۰)

جاتا، بلکہ اس کو کہا جاتا ہے، جو فارغ التحصیل سند یافتہ ہو، جو ابھی پڑھ رہا ہو اس کو بھی تفاؤلاً کہہ دیا جاتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۵ھ

عالمِ دین کو کوتاہی پر ٹوکنا

سوال: - ایک عالمِ دین کی اگر فرائض وشرائطِ وضو میں اور شرائط نماز فرائض نماز میں اگر عملاً کوتاہیاں ہوں تو بحیثیت عالمِ دین ہونے کے نہیں ٹوکنا چاہیے، چونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ یا خلافِ شرع امور میں ''خطائے بزرگان گرفتن خطا است'' کا مصداق ہونے کا خطرہ تو نہیں ہوگا۔ جیسا کہ پارہ ۲۴/سورہ مومن کے رکوع ۱/ کے حاشیہ پر محشی نے ایک حدیث کی امام نوویؒ کی شرح لکھی ہے کہ کسی حق بات کے معلوم کرنے کی نیت سے یا صحیح مسئلہ دریافت ہو جانے کی غرض سے اختلاف ہو تو جائز ہے، شریعت میں مخالفت نہیں، اس میں کونسی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بات کسی عالم دین کو اپنی معلومات کے خلاف نظر آئے، جس سے شبہ پیدا ہوا ہو کہ یہ عالم صاحب غلطی پر ہیں یا اپنے کو غلط علم ہے اسکے متعلق ان عالم صاحب سے دریافت کرلیا

---

[1] انزلوا الناس منازلهم قيل اى مقما تهم المعينة المعلومة لهم قال الله تعالىٰ وما منا الا له مقام معلوم، فلكل احد مرتبة ومنزلة لا يتخطاها الى غيرها فالوضيع لايكون منزل الشرف فاحفظوا على كل احد منزلته، طيبى شرح مشكوة ص ۱۸۹/۹، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثالث، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، مرقاة شرح مشكوة ص ۶۹۹/۴، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

جائے کہ زید نے یہ مسئلہ بتایا ہے یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ اس طرح اصل مسئلہ کی تحقیق بھی ہو جائے گی اوران عالم صاحب پر اعتراض بھی نہ ہوگا۔ اگر وہ غلطی پر ہوں گے تو ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

بے عمل لوگوں کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کہیں گے تو عمل کریں گے

سوال:- اگر کوئی بستی یا گاؤں ایسا ہو کہ وہاں پر مسلمانوں کے ۴۰/۵۰/ گھر ہوں، اور وہاں پر نہ کوئی مسجد ہو اور نہ کوئی عالم ہو تو کیا وہ بستی والے گنہگار رہوں گے۔ یا اگر کسی بستی یا گاؤں میں مسجد ہو اور ایسی بستی کے اندر ۱۵۰/ یا ۲۰۰/ مسلمانوں کے گھروں کی آبادی ہو اور وہاں پر سب جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور روزہ بھی فرض ہے اور زکوٰۃ، حج بھی فرض ہے اور مثال کے طور پر ۲۰۰/ کی بستی ہے۔ اس میں ۱۰۰/ مسلمان مرد عورت کو نمازوں وغیرہ کا درست طریقہ معلوم ہے اور کچھ زیادہ احکام سے بھی واقف ہیں۔ لیکن اس میں سے ایک بھی نماز نہیں پڑھتا اور مسجد میں اذان بھی نہیں ہوتی تو کیا اس بستی میں بسنے والے اور احکام کے جاننے والے اور نہ جاننے والے سب گنہگار رہوں گے یا اگر اسی مذکورہ مقدار کی بستی یا گاؤں ہو جس میں ایک شخص ہو یا تین چار آدمی ایسے ہوں کہ وہ دین کے مطابق عمل کرنے لگیں یا اگر دو تین گاؤں کے لوگ کہدیں کہ یہ کام ناجائز اور حرام ہے اور شرک ہے اس کو مت کرو۔ یا اسی طرح تم عمل کرو یا ساری بستی کے لوگ اسکے کہنے یا کرنے کی بنا پر ۲۰۰/ یا ۵۰۰/ آدمی شرک وبدعت اور کبیرہ گناہوں سے بچ جاویں اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوں اور دین اور شریعت کا کام انھیں دو یا تین پر موقوف ہو اور لوگ شرک وبدعت

وکفر میں مبتلا ہوتے ہوں، اور وہ دو یا تین آدمی ایسے ناجائز امور سے نہ روکیں اور شریعت کے مطابق عمل نہ کریں اور لوگ یہ کہتے ہوں کہ فلاں فلاں اگر ہمیں کہیں یا عمل کرنے لگ جاویں تو ہم کریں اور ان چیزوں کو چھوڑ دیں تو اگر یہ تین حضرات خود بھی جاننے کے باوجود اور دوسروں کو سمجھانے کے باوجود خود بھی عمل نہ کریں اور دوسروں کو بھی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تاکید نہ کریں تو کیا ان تین پر پوری بستی اور گاؤں کی بدعملی اور بددینی کا بوجھ پڑے گا۔ یا عنداللہ شریعت کی رو سے ان دو تین کی بھی پکڑ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بستی میں مسلمان موجود ہوں ان کو چاہیے کہ حیثیت کے مطابق وہاں مسجد کا انتظام کریں اور نماز باجماعت ادا کرلیا کریں۔ قدرت کے باوجود ایسا نہ کرنے سے وہ گنہگار ہوں گے[1] ہر بستی میں جہاں مسلمان کافی تعداد میں ہوں عالم کا ہونا بھی ضروری ہے جو شرعی احکام بتایا کرے[2] بچوں کی تعلیم کا انتظام بھی ضروری ہے۔ اگر کسی بستی میں ۲/۴/ عالم بااثر ہیں مگر وہ نہ خود عمل کرتے ہیں نہ عوام کو تاکید کرتے ہیں۔ حالانکہ عوام ان کے کہنے سے بے عملی چھوڑ کر دین پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، تو ان دو چار کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ عوام کی بے عملی کی وجہ سے ان کا گناہ المضاعف ہوجاتا ہے۔ لیکن عوام کا گناہ بھی کم نہیں ہوتا۔ دین پر عمل کرنے لئے عوام اس کے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں فلاں کہیں گے تو ہم عمل کریں

---

[1] وصرح فی المحیط بانه لایرخص لاحدفی ترکهاای الجماعة بغیرعذرحتی لوترکهااهل مصریؤمرون بهافان ائتمرواوالایحل مقاتلتهم (البحرالرائق ص ۳۴۵ ج ۱، باب الامامة، مطبوعه کوئٹه)

[2] وواجب ان یکون فی کل مسجدومحلة من البلدفقیه یعلم الناس دینهم وکذا فی قریة (احیاء العلوم ص ۲۹۹/ج ۲/ کتاب الامر بالمعروف، الباب الثالث المنکرات العامة، طبع مکتبه عثمانیه مصر)

گے ورنہ نہیں کریں گے نہایت غلط ہے۔ خدائے پاک کے یہاں یہ عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا[1] دین پر عمل کرنا تو خدائے پاک کا حکم ہے نہ کہ فلاں اور فلاں کا۔ اس لئے عوام اپنے اس طرز کو چھوڑیں ورنہ خیر نہیں۔ قیامت کے دن فلاں اور فلاں بچانے کے لئے نہیں آئیں گے۔ وہ خود ہی اسی گرفت میں ہوں گے کہ چھوٹنا مشکل ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا

سوال: -حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ بازار میں کوڑا ہاتھ میں لیکر گشت کرتے تھے اور تجارت زراعت کے مسائل بیان کرتے تھے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں فاروق اعظمؓ نے دین کی بہت اشاعت فرمائی ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق دے[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

---

[1] عن ابی البختری عن رجل من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لن یھلک الناس حتی یعذروا من انفسھم رواہ ابوداؤد والمعنی حتی یذنبون فیعذرون انفسھم بتاویلات ذائغۃ واعذار فاسدۃ من قبلھا (مرقاۃ ص ۳۴۰/ج ۹/ باب الامر بالعروف، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: -لوگ ہرگز ہلاک نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنی طرف سے عذر کرینگے مطلب یہ ہے کہ گناہ کرینگے اور باطل تاویلات اور فاسد اعذار کی وجہ سے اپنی طرف سے معذرت کرینگے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح کی عملی صورت تفہیم کے لئے

سوال:- ایک لڑکے نے سوال کیا نکاح کے متعلق آپ ہم لوگوں کو سمجھا دیجئے تب استاذ نے اس کو سمجھا دیا۔ لڑکے نے کہا ہم سمجھے نہیں آدمی جس طرح نکاح کرتا ہے اس طرح ہم کو سمجھا دیجئے تب استاذ صاحب مثال کے طور پر ایک لڑکے کو دولہا اور دوسرے کو دلہن بنایا ایک لڑکے کو وکیل اور دو گواہ بنا کر جس طرح آدمی شادی کرتا ہے اسی طرح لڑکوں کو سمجھا رہا تھا تب دوسرا ایک استاذ اس کی یہ حرکت دیکھ کر نکلا گالی گلوج بھی دیا یعنی اس طرح جو اس نے اس طرح شادی کر کے مسئلہ بتایا کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں دوسرے آدمی نے جو اس کو گالی دی اس کو گالی دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

استاذ کو اس کا تجزیہ کرا کر سمجھانے کی ضرورت نہیں بلکہ جواب میں کہہ دینا چاہئے بڑے ہو کر جب نکاح کا وقت آئے گا یہ سب سمجھ لوگے گالی دینا منع ہے۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الحديث.[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۸۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] وهو اول من اتخذ الدرة (ترجمه ازالة الخفاء ص ۱۸۵ ج ۳) حضرات عمر کی اولیات، قدیم کتب خانه کراچی، هو اول من عش فی عمله بالمدينة وحمل الدرة وادب بها الخ، الطبقات الكبرى لابن سعد ص ۳/۲۸۲، عمر بن الخطاب، مطبوعه دار الفكر بيروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مسلم شريف ص ۵۸ ج ۱، كتاب الايمان. باب بيان قول النبیؐ سباب المسلم فسوق الخ، مطبوعه رشديه دهلی.

ائمۂ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے

سوال:- چار امام، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہؒ کو برحق ماننا یہ چار نام چاروں کو برحق ماننا قرآن وحدیث پاک سے ثبوت دو پارہ نمبر رکوع نمبر آیت یا بخاری شریف، مسلم شریف، صحاح ستہ کی کوئی بھی حدیث سے ثبوت دو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں ارشاد ہے "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (پارہ ۱۷/ رکوع ۱/) جو شخص دین کی بات سے ناواقف ہے، اس کو حکم ہے کہ وہ واقف سے دریافت کرے، اور چاروں امام ہی دین سے واقف گزرے ہیں، اس لئے ان سے دریافت کیا گیا ہے، اور کرتے ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین بھی حدیث کے اعلیٰ درجہ کے جاننے والے گذرے، اس لئے ان سے علم حدیث کو حاصل کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ نے بھی سوال کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تشریح

سوال:- علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تعریف کیا ہے؟ دنیا میں اللہ پاک کی ذات کے بارے میں علم الیقین کے بعد عین الیقین ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟ بہر حال یہ تینوں یقین کب کب ہوں گے؟ کہاں کہاں ہوگے؟ اور کس کس کے لئے ہوں گے؟ مہربانی فرما کر ذرا تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھیں، دلائل بھی لکھیں اور حوالہ بھی دیں، ایک بدعتی پیر کے ساتھ بحث ہے، اس نے لوگوں کی نماز بند کردی ہے کہ جب تم کو عین

الیقین حاصل نہیں ہے تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ ۲۹ رشعبان کا دن ہے، اس لئے جلد ارسال فرمائیں، اگر کسی کتاب میں اس کی تفصیل ہو تو وی پی کر دیں، میں چھڑا لوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محض کسی علم کی بناء پر یقین ہو، مثلاً کسی معتقد علیہ سے سنا النار محرقة یقین کرلیا کہ آگ جلانے والی ہے، پھر اس نے دیکھا کہ کاغذ آگ میں ڈالا تھا جل گیا، یہ عین الیقین ہوگیا، پھر اپنا ہاتھ آگ میں داخل کردیا وہ جل گیا، جس کا اثر بغیر کسی کے بتائے ہوئے خود محسوس ہوا یہ حق الیقین ہوگیا[1]، اس دنیا میں ذات باری تعالیٰ کی رویت آنکھوں سے نہیں ہوتی، لاتُدْرِکُہ الْاَبْصَارُ الآیة[2] حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے درخواست کی تھی رَبِّ اَرِنِی اَنْظُرْ اِلَیْکَ[3] جواب میں ارشاد ہوا: لَنْ تَرَانِی[4] نیز حدیث جبریلؑ میں احسان کو دریافت کرنے پر فرمایا گیا ہے۔ اَنْ تَعْبُدَ اللہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ[5] کَاَنَّ

حرف تشبیہ

[1] علم الیقین بما اعطاه الدلیل من ادراک الشی علی ما هو علیه وعین الیقین بما اعطاه المشاهدة والکشف وجعل وراء ذالک حق الیقین وقال علی سبیل التمثیل علم کل عاقل بالموت علم الیقین واذا عاین الملائکة علیهم السلام فهو عین الیقین واذا ذاق الموت فهو حق الیقین (روح المعانی ص ۲۲۵/۳۰، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، سورۂ تکاثر آیت: ۵، احیاء العلوم ص ۴۸/۱، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، مطبوعه مصر، الفتاوی الحدیثیة ص ۳۰۸، مطلب فی الفرق بین الیقین وعلم الیقین، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

[2] سورۂ انعام الآیة ۱۰۴، **ترجمه**:- اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی،

[3] سورۂ اعراف الآیة ۱۴۳، **ترجمه**:- اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔

[4] سورۂ اعراف الآیة ۱۴۳، **ترجمه**:- تم مجھ کو دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

۵ بخاری شریف ص ۱۲/۱، کتاب الایمان، باب سوال جبرئیل علیه السلام النبی صلی الله علیه وسلم عن الایمان الخ، **ترجمه**:-تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

ہے، کیوں کہ دنیا میں حقیقی رویت نہیں ہوتی، اور عندالشرع مطلوب بھی نہیں، ایمان بالغیب مطلوب ہے، شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تفصیل مذکور ہے صوفیاء کرام نے جو مقامات لکھے ہیں بندہ ان سے واقف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۱ھ

اجماع کی حجیت

سوال:-اجماع کے حجت ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجماع الصحابة حجة بلاخلاف اھ ارشاد الفحول، ص۷۲[1] آیت قرآنی ”وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ[2] عَلَى النَّاسِ“ سے بھی حجت اجماع پر استدلال کیا گیا ہے۔ کذافی احکام القرآن للجصاص،[3] ج ۱ ص ۱۰۱ متعدد احادیث بیان کی

[1] ارشاد الفحول ص ۱۴۸/ المقصد الثالث فی الاجماع البحث السابع، مطبوعه مکه مکرمه،

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳/ **ترجمه**:-اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو، (از بیان القرآن)

[3] وفی هذه الآية دلالة على صحة اجماع الامة من وجهين احدها وصفه اياها بالعدالة وانها

خیار وذلک یقتضی تصدیقها والحکم بصحة قولها وناف لاجماعها علی الضلال والوجه الاثر قوله ''لتکون شهداء علی الناس'' بمعنی الحجة علیهم الخ، احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۵/۱، باب القول فی صحة الاجماع، سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳، مطبوعہ کراچی ص ۸۸/۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت،

گئی ہیں، ''لَنْ تَجتَمِعَ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَةِ[1]، لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُاللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ[2]، مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْراً فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ[3] عُنُقِهٖ وغیره ذلک من الروایات والاٰیات'' فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

غیر مسلم کو تعلیم قرآن وفقہ

سوال:- سوال سوائے مسلم کے دیگر مذہب کے لوگوں کو قرآن شریف پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اسلام کی توفیق دیدیں مگر اس کو قرآن شریف کو ہاتھ لگانے سے بلا وضو منع کر دینا چاہیے۔

کافر من اهل الذمة اومن اهل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القراٰن والفقه قالوا لابأس بان یعلمه القراٰن والفقه فی الدین لانه عسیٰ ان یهتدی الیٰ

[1] معجم الکبیر للطبرانی ص ۳۴۲/۱۲، حدیث ۱۳۶۲۳، عن ابن عمر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰/باب الاعتصام، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں کرے گا، اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا، تنہا آگ میں ڈالا جائے گا۔

۳ مشکوٰۃ شریف ص ۳۱/ باب الاعتصام، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- جو شخص جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہوا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

الاسلام فیسلم الاان الکافر لایمس المصحف، فتاویٰ قاضی خان[1] ص ۹۴/ ج ۴/ .

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/ ۵۶ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۸/ صفر ۵۶ھ

غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا

سوال:- اگر کوئی مسلم غیر مسلم کو قرآن وغیرہ پڑھائے تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر با اثر مسلم کسی غیر مسلم کو اس نیت سے قرآن کریم پڑھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے تو درست ہے مگر اس کو تاکید رکھے کہ وہ بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸/ ۷/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند ۹/ ۷/ ۹۲ھ

انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا

سوال:- ایک عیسائی اوراس کی میم بالغ ہیں اورقرآن شریف پڑھنا چاہتے ہیں،

[1] (فتاویٰ خانیه علی هامش عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۶ ج۳، فصل فی التسبیح کتاب الحظر والاباحه)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیاان کو پڑھانا جائز ہے یانہیں؟

امام مسجد جدید دہرہ دون

الجواب حامداًومصلیاً

بہ نیت تبلیغ وہدایت پڑھانا جائز ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اسلام عطا فرمائے۔ قرآن شریف کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ بلا وضواس کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] کافر من اهل الذمة اومن اهل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القرآن والفقه فی الدین قالوالابأس بان یعلمه القرآن والفقه فی الدین لانه عسی ان یهتدی الی الاسلام فیسلم الاان الکافرلایمس المصحف (فتاوی خانیه علی هامش عالمگیری ص ۴۲۶ ج۳کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح) شامی کراچی ص۱۷۸/ج۱/ قبیل باب المیاه، عالمگیری ص ۳۲۲/ ج۵/ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة

والمصحف الخ، کتاب الکراھیة، مطبوعه کوئٹه،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؎ کافر من اھل الذمة او من اھل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القرآن والفقه فی الدین قالوالابأس بان یعلمه القرآن والفقه فی الدین لانه عسی ان یھتدی الی الاسلام فیسلم الاان الکافرلایمس المصحف (فتاوی خانیه علی ھامش عالمگیری ص ۴۲۶ ج ۳ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح) شامی کراچی ص ۱۷۸ / ج ۱ / قبیل باب المیاه، عالمگیری ص ۳۲۲ / ج ۵ / الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ، کتاب الکراھیة، مطبوعه کوئٹه،

کسی عالم کا داماد کو باپ کی دوکان سے چوری کی تلقین کرنا

سوال: -ایک اہل علم حدیث کے پڑھانے والے اپنے داماد سے کہا کرتے ہیں کہ تم اپنے والد چچاوغیرہ کی دوکان سے روزانہ چوری سے نکال کر علیحدہ جمع کیا کروتا کہ تمہارے کام آوے۔ کیوں کہ والد چچاوغیرہ کا مال اپنا مال ہوتا ہے تم بھی ان کی دوکان پر رہتے ہو کمائی کرتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسے ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر بیوی خاوند کی کوئی چیز چوری سے نکال لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱) باوجود اہل علم حدیث پڑھانے کے چوری کی ترغیب وتلقین دینا کیسا ہے۔ ایسے شخص کو ظالم فاسق فاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سوال اس سے پہلے بھی آیا تھا اس کا جواب تحریر کر دیا گیا۔ مگر اس میں صورت واقعہ لکھ کر سوال صرف لڑکے کے روکنے کا تھا۔ چنانچہ اس کے جواب پر اکتفاء کیا گیا تھا۔ اب دو باتیں اور دریافت کی ہیں ایک یہ کہ باوجود اہل علم، حدیث پڑھانے کے چوری کی تلقین

وترغیب دینا کیسا ہے، ایسے شخص کو ظالم وفاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے۔ ایسی حالت میں بہتر یہ تھا کہ سائل خود ان اہل علم حدیث پڑھانے والے سے دریافت کر لیتا کہ یہ چیز جس کا آپ مجھے بار بار حکم کر رہے ہیں اور میرے نہ ماننے پر میری بیوی کو روک لیا ہے شرعاً کیسا ہے۔ چونکہ وہ اہل علم ہیں خود جواب دیتے۔ اگر ان سے دریافت نہیں کیا تو کم از کم ان کا بیان بھی سائل اپنے سوال کے ساتھ لکھتا تا کہ اصل واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی اور فریقین کے متفقہ بیان پر جواب تحریر کیا جاتا۔ چوری جیسی خلاف شرع حرکت جس کی ممانعت اور حرمت میں کسی کو شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اس کی ترغیب دینا اور نہ ماننے پر بیوی کو روک لینا ایک معمولی مسلمان سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ ایک اہل علم اس کا ارتکاب کرے سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ واقعات مخفی اور طویل ہیں جو صیغۂ راز میں ہیں اس لئے تاوقتیکہ وہ واقعات پورے طور پر معلوم نہ ہوں اصلی حکم شرعی کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ سائل نے جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کی تمام تر ذمہ داری اسی پر ہے کہ اس میں کہاں تک اصلیت ہے سائل کو اصرار ہے کہ میری تحریر کا جواب دیدجائے۔ اس لئے جواباً تحریر ہے۔

(۱) چوری کی تلقین وترغیب دینا ہر شخص کو ناجائز ہے۔ اہل علم کے حق میں اس کی

قباحت اور حرمت اور بھی زیادہ ہے۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ وَالدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ کَفَاعِلِہٖ[1] کنوز الحقائق ص ٧٦ ر ہاں اگر کسی کے ذمہ کوئی شرعی واقعی مطالبہ ہوا اور اس کے وصول ہونے کی کوئی صورت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں[2] یا اسی طرح اگر مالک کی طرف سے اس کا ظن غالب ہو کہ وہ فلاں شے لینے سے ناراض نہ ہوگا یا اسی نوع کی کوئی اور صورت ہو وہ مستثنیٰ ہے کہ وہ چوری ہی نہیں[3] جو شخص چوری کرتا ہے، یا چوری کی ترغیب دیتا ہے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو شریعت میں فاسق کہتے ہیں[4] اگر وہ توبہ کرے تو اللہ معاف

[1] کنوز الحقائق ص ۲۹۳ / ج ۱ / طبع بیروت. **ترجمہ**:- خیر پر دلالت کرنے والے اسکے کرنے والے کے مثل ہے (اجر کے اعتبار سے) اور برائی کرنیوالا اسکے کرنے والے کے مثل ہے (گناہ کے اعتبار سے)

[2] للدائن ان یاخذبیده اذاظفربجنس حقه بغیر رضاالمدیون (شامی نعمانیه ص ۹۵ / ج ۵ / کتاب الحجر)

[3] والمختارانه لاباس بالتناول مالم یتبین النهی اماصریحاً اوعادة(عالمگیری ص ۳۴۰ / ج ۵ / کتاب الکراهیة،الباب الحاوی عشر فی الکراهیة فی الاکل،طبع کوئٹه)

[4] المرادبه ای بالفاسق من یرتکب الکبائر(شامی نعمانیه ص ۳۷۶ / ج ۱ / باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

فرمائیں گے[1]

(۲) کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا چھوڑ دینا اس بات کی وجہ سے نہ لازم ہے نہ جائز ہے کہ ایک غلطی کی دوسری غلطی یہ کرے، بلکہ اس غلطی سے توبہ کرے اور حدیث کے درس کو جاری رکھے یہ عبادت ہے۔ گناہ سے توبہ کرنا اور عبادت کو قائم رکھنا انسان کا فریضہ ہے[2] اور گناہ کرنا اس پر عبادت کو چھوڑ دینا نقصان در نقصان ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۶/۴/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف

استاذ کا شاگرد کو معاف نہ کرنا

سوال:- زید نے اپنے استاذ کی توہین کی اور استاذ کو اس کے اس گستاخانہ الفاظ سے دلی تکلیف ہوئی لیکن لڑکا اپنی غلطی و گستاخی پر نادم و شرمندہ ہے، مگر استاذ یہ کہتا ہے کہ میں اب معاف نہیں کرسکتا، مگر لڑکا بار بار اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہے، اب ایسے وقت میں استاذ کو کیا کرنا چاہئے، جب کہ استاذ پہلے بھی تین بار معاف کر چکا ہے، اور اب چوتھی بار بھی معافی کی

درخواست کرتا ہے؟

[1] عن عبد اللّٰہ بن مسعودٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶/باب الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] التوبۃ وھی فرض علی الاعیان فی کل الاحوال وکل الازمان الخ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۸۲/ج ۹/ تحت آیت ۸/سورۂ تحریم، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شرح مسلم للنووی ص ۳۵۴/ج ۲/ کتاب التوبۃ، طبع رشیدیہ دیوبند.

[3] من یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فانہ لایضر الانفسہ ولایضر اللّٰہ شیئاً ابوداؤد شریف ص ۱۵۷/۱، باب الجلوس اذاصعد المنبر، کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

مکارم اخلاق اور شاگرد پر شفقت کا تقاضہ یہی ہے کہ استاذ معاف کردے[1] لیکن بطور سزا کچھ بے تعلقی مناسب ومفید ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۲/۴/۸۶ھ

نابالغ بچوں سے تربیت کے لئے خدمت لینا

سوال: - نابالغ بچوں سے اگر نل یا کنویں سے پانی منگایا جائے، تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچوں سے خدمت نہ لی جائے، الا یہ کہ ان کا مربی ہو اور تعلیم وتربیت کے لئے ان سے کام لے خواہ نل یا کنوئیں سے پانی منگانا ہو یا کوئی سودا منگانا ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

۱؎ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمْ اَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ فَصَمَتَ عَنْهُ النَّبِي ﷺ قَالَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمْ اَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً. ترمذی شریف، ج ۲/ص ۱۷/(مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب البر والصلة باب ماجاء فی العفو عن الخادم.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خادم کو کتنا معاف کر دیا کروں، آنحضرت ﷺ نے ان سے سکوت فرمایا انہوں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خادم کو کتنا معاف کر دیا کروں، ارشاد فرمایا ہر دن ستر مرتبہ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب جبکہ پڑھنے والا کامیاب نہ ہو

سوال:-اگر کوئی کسی کو قرآن پاک پڑھائے اور پڑھنے والا کامیاب ہو نہ تو پھر اس کو کیا فائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعلیم کا ثواب تو ملے گا ہی اگر اخلاص ہو۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

تعلیم نسواں

تعلیم نسواں

سوال: -تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اسلام کے احکام سے مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کی بھی ضرورت کے مطابق دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے[1] البتہ حدودِ شرع کی پابندی ضروری ہے۔ دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا طریقہ مروجہ حدودِ شرع اور حدودِ اخلاق سے متجاوز ہے، بیشمار مفاسد اور فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ کورس میں بھی فتنے ہیں کہ اسلامی عقائد، اخلاق، معاشرہ ہر چیز پر اثر انداز ہیں، جنکا مشاہدہ ہے۔ اس تعلیم کا مقصد بھی

---

[1] فرض علی مکلف ومکلفة بعدتعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والبيوع على التجار (شامی نعمانیه ص ٢٩ ج ١، مقدمة، مطلب فی فرض الكفاية وفرض العين، مرقاة شرح مشكوة ص ٢٣٣/ ١، كتاب العلوم، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

عام طور پر سرکاری ملازمتیں اور عہدے حاصل کرنا ہے۔ جن کی مروجہ طریقہ پر شرعاً کوئی گنجائش نہیں[٢] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ٢/٦/٩٤ھ

تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے

سوال:- لڑکا تعلیم یافتہ ہے، لڑکی کے والدین قرآنی تعلیمات سے بے خبر ہیں۔ لڑکا شریعت کا پابند ہے مگر اس کی شادی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دینی تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ضروری ہے اور اس کی ضرورت پوری زندگی کے لئے ہے صرف شادی کے لئے نہیں[١] لہٰذا ایک کی تعلیم کا خیال کرنا دوسرے کی تعلیم کا خیال

---

[٢] وسئل رحمه اللّٰه تعالیٰ ماحكم تعليم النساء الكتابة، فأجاب، فقدروى الحاكم وصححه عن البيهقى عن عائشة رضى اللّٰه عنها ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال لاتنزلو اهن فى الغرف ولاتعلموهن الكتابة، وحينئذ فيكون فيه اشارة الى علة النهى عن الكتابة وهى ان اذا تعلمتها توصلت بها الى اغراض فاسدة وامكن توسل الفسقةاليهاعلى وجه اسرع وابلغ واخدع من توصلهم اليها بدون ذالک، الفتاوى الحديثية ص ٨٥/ مطلب يكره تعليم النسائالكتابة، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، يمنعها من الاعمال كلها المقتضية للكسب لانها مستغنية عنه لوجوب كفايتهاعليه، شامى نعمانيه ص ٢/٦٦٥، قبيل فى فرض النفقة الخ، باب النفقة،

[١] طلب العلم فريضة على كل مسلم اى ومسلمة قال الشراح المرادبالعلم مالامندوحة للعبدمن تعلمه (مرقاة ص ٢٣٣ ج ١) كتاب العلم، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

ترجمہ:- علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد (اور عورت) پر فرض ہے۔

شامى كراچى ص ٣٩/ج ١/مطلب الفرق بين المصدرو الحاصل بالمصدر،

نہ کرنا غلط ہے، لڑکا شریعت کا پابند ہے اس کی شادی نہ کرنا ظلم ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتابَتُ النّسَاء

سوال:- بہشتی زیور کے ایک حصہ پر بریلوی حضرات کو یہ اشکال تھا کہ خواتین کو لکھنا جائز نہیں ہے، ہاں علوم شرعیہ حاصل کرنے کی یقیناً اجازت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ممانعت کی ایک حدیث انھوں نے بھی نقل کی ہے۔ علی گڑھ کے مفتیٔ اعظم مولانا حافظ حفیظ اللہ صاحب قدس سرہٗ سے اس ناکارہ نے خود سنا کہ لڑکیوں کو لکھنا سکھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ حدیثِ پاک میں صریح اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس ناکارہ نے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب سہارن پوری سے رجوع کیا تو موصوف نے بھی بہشتی زیور کی تائید کی، بریلوی حضرات کی کتاب اس وقت سامنے نہیں ہے ورنہ حوالہ بھی نقل کرتا۔ میں گذشتہ چوبیس سال سے مخلوط تعلیمی ادارے سے منسلک ہوں اور گذشتہ تیرہ سال سے ایم، اے کی سطح پر لڑکیوں کو بھی پڑھا رہا ہوں میرے تجربات اس سلسلہ میں نہایت تلخ ہیں اس وجہ سے اپنی بچی کو مولوی محمد اسماعیل مرحوم کی کتاب تو پڑھاتا ہوں مگر لکھنا نہیں سکھاتا۔

---

[1] وعن ابی سعید وابن عباس رضی اللّٰہ عنھم قالاقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱/ کتاب النکاح، باب الولی، الفصل الثالث، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

ترجمہ :- حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے بچہ پیدا ہو اس کو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو ادب سکھائے جب بالغ ہو جائے اس کی شادی کردے اگر وہ بالغ ہو گیا اور اس کی شادی نہیں کی اور اس نے کوئی گناہ کیا اسکا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

کیا واقعی شرعاً لڑکیوں کو لکھنے کی اجازت نہیں تا کہ اپنے بچوں کے بارے میں اتباع سنت کا اہتمام کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں ایک مقام پر عورت کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ایک مقام پر ترغیب آئی ہے، اس لئے شُرّاحِ حدیث نے لکھا ہے کہ جہاں فتنہ کا خطرہ ہو وہاں سکھانے سے اجتناب چاہیے، جہاں نہ ہو وہاں بقدر ضرورت گنجائش ہے[1] کہ امور خانہ داری میں بعض مرتبہ اسکی حاجت پیش آجاتی ہے، جو لڑکیاں اپنے مکان میں والد، بھائی، چچا، دادا، نانا سے لکھنا سیکھیں اور انکی دینی تربیت کی جائے، ماحول صالح ہو تو اجازت ہے، اس مقصد کے لئے بہشتی زیور کی تصنیف کی گئی ہے اور اس سے نفع بھی بے حد ہوا، اور جو لڑکیاں اسکول میں جائیں اور پردے کا اہتمام نہ ہو، نہ نامحرموں سے احتیاط ہو، ان کو اس سے روکنا ضروری ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۳ھ

---

[1] عن الشفاء بنت عبداللّٰہ قالت دخل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانا عند حفصة فقال لی الا تعلمین ھذہ رقیة النملة کما علمتیھا الکتابة الحدیث،فیہ دلیل علی جوازتعلم نساء الکتابة واماحدیث لاتعلمونھن الکتابة علی من یخشی فی تعلیمھاالفساد(بذل المجھود ص۸ ج۵راجع باب ماجاء فی الرقٰی ،مطبوعہ یحیوی سھارنپور)

[1] ان المرأة اذا تعلمتھا توصلت بھا الی اغراض فاسدة وامکن توصل الفسقة الیھا علی وجہ اسرع وابلغ واخدع من توصلھم الیھابدون ذالک، فانہ وان کان فیھامصالح الاان فیھا خشیة مفسدة ودرء المفاسد مقدم علی جلب المصالح الخ فتاویٰ حدیثیہ ص۸۵/ مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابة، دارالمعرفة بیروت، اصلاح خواتین ص۲۶۷، لڑکیوں وعورتوں لکھنا وسکھانا، مطبوعہ ادارہ افادات الشرفیہ ھتھورہ باندہ،

عورتوں کو تعلیم دینا پردہ نہ ہونے کی صورت میں

سوال:- ایک مولوی صاحب ہائی اسکول میں عورتوں کو تعلیم دیتے ہیں اور پردہ کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ اتنا ہے عورت کے اعضاء ڈھکے رہتے ہیں مگر چہرہ کھلا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی صاحب کو تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تعلیم دینے کی اجازت نہیں[٢] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ٩٢/١١/١٨ھ

لڑکیوں کی تعلیم اور نامحرم کو حیض ونفاس کے مسائل بتانا

سوال:- (١) کوئی شخص اپنے محلّہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض ونفاس کا مسئلہ ونماز، روزہ، پاکی، ناپاکی کے بارے میں وعظ ونصیحت سنائے اور بتلائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(٢) قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب ومدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا گناہ ہے؟ بدلیلِ شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں۔

---

[٢] اصلاح خواتین ص ٢٧١/ زنانہ اسکول میں تعلیم کا ضرر، مطبوعہ ادارہ افادات اشرفیہ ھتھورہ باندہ، ویمنعھا من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین، وکل عمل ولو تبر عالاجنبی ولو قابلۃ اومغسلۃ ومن مجلس العلم الالنازلۃ امتنع زوجھا من سؤالھا الخ، شامی نعمانیہ ص ٦٦٥/ ج ٢/ باب الحضانۃ، قبیل مطلب فی فرض النفقۃ لزوجۃ الغائب،

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جائز ہے حضور اقدس ﷺ سے بکثرت ثابت ہے[۱] لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہیئے خاص کر حیض ونفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سمجھایا کرتی تھیں[۲] یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں۔ غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے کہ یہ ممنوع ہے[۳]۔

(۲) دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کیلئے ضروری ہے لڑکیوں کیلئے بھی ضروری ہے۔ جو لڑکی مراہقہ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے[۴] اس کیلئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ

---

[۱] اَشْهَدُ عَلٰی اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ اَنَّهُ لَمْ يُسَمِّعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتُ الْمَرَاَةُ تُلْقِی الْقُرَطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَاْخُذُفِی طَرْفِ ثَوْبِهٖ (بخاری ص ۲۰ / ج ۱ / کتاب العلم، باب عظة الامام النساء الخ، رقم الحديث ۹۸ / مطبوعه اشرفی ديوبند)

ترجمہ:- حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے آنحضرت ﷺ نے خیال کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا پس آنحضرت ﷺ نے انکو نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کا حکم فرمایا پس عورتیں اپنی بالی اور انگوٹھی (بطور صدقہ) ڈالنے لگیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے میں لے رہے تھے۔

[۲] كُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ اِلٰی عَائِشَةَ بِالدَّرَجَةِ فِيْهَاالْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُوْ لُ لَاتَعْجَلْنَ حَتّٰی تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ (بخاری ص ۴۶ ج ۱، کتاب الحيض، باب اقبال المحيض الخ)

ترجمہ:- عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ڈبیا بھیجتی تھیں جس میں انکے کرسف (حیض کا کپڑا) ہوتا تھا جس میں زرد رنگ ہوتا تھا حضرت عائشہؓ فرماتیں جلدی نہ کریں یہاں تک خالص سفیدی دیکھ لیں۔

[۳] عَنْ عُمَرَ مَرْفُوْعاً قَالَ لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِاَمْرَاَةٍ اِلَّاكَانَ ثَالِثُهُمَاالشَّيْطَان (مشكوٰة ص ۲۶۹ / ج ۲ / باب النظر الی المخطوبة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند)

ترجمہ:- کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی نہیں کرتا کہ شیطان ان کے ساتھ اس پر تیسرا ہوتا ہے۔

[۴] عَنْ محمدؒ اذاكانت تشتهی ويجامع مثلها فهی كالبالغة (شامی نعمانيه ص ۲۳۶ / ج ۵ / شامی زكريا ص ۵۳۱ / ج ۹ / كتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس)

میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں۔لہٰذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانوں پر ہونا چاہیے، جیسا کہ (۱) میں گذرا قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ[1] رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹) طلب العلم فریضة علی کل مسلم ای ومسلمة[2] کمافی روایة اھ ھامش المشکوٰۃ ص ۳۴ . فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹ محرم ۹۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف // // // //

لڑکیوں کو مدرسہ میں تعلیم دینا

سوال:- ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ باب العلوم کے نام سے چل رہا ہے اسمیں اکثر طالبات ہیں اور لڑکے کم ہیں۔ان طالبات اور طلباء کو مرد اساتذہ ہی تعلیم دیتے ہیں، اس مدرسہ کے صدر مدرس کے بڑے طلباء بعض بالغ بھی ہیں اور بعض طالبات بھی قریب البلوغ ہوگئی ہیں، اور بعض طالبات ایسی ہیں جن کی عمر کم ہے لیکن بہت سی قابل پردہ معلوم ہوتی ہیں مدرس صاحب ان طالبات کو یکے بعد دیگرے تعلیم دیتے ہیں اور اکثر وقت ایک برآمدے میں ایک صف میں طالبات کو بٹھاتے ہیں اور دوسری صف میں طلباء بالغ کو بٹھاتے ہیں اور غیر بالغ بھی موجود ہوتے ہیں، غرض کہ دونوں کا اختلاط ایک دوسرے سے ہوتا رہتا ہے، مدرسہ کے اوقات میں مدرس نگرانی کرتے رہتے ہیں اور بوقت آمد ورفت اختلاط ہوتا رہتا ہے اور بچیاں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹/باب النظر الی المخطوبة،

ترجمہ:-عورت جب نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۴/کتاب العلم،

ترجمہ:-ہر مسلمان مرد عورت پر علم طلب کرنا فرض ہے۔

گھر سے آتے وقت بلا برقع کے آتی ہیں، حالانکہ ہر طالبہ جو قابل پردہ ہیں ان کا قرآن صحیح ہوگیا ہے اگر منتظمین چاہیں تو ان کے سرپرستوں کا بلا کر اخراج کر سکتے ہیں۔ یا پردہ کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔ عندالشرع ان کے لئے جو منتظم ہیں، کیا ضروری ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی جب بالغ ہوجاوے یا بلوغ کے قریب ہوجاوے تو اس کو پردہ کی تاکید لازم ہے[1] ورنہ وہ عمر بھر بے پردہ رہے گی۔ دینی مدرسہ میں صرف تعلیم ہی مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ اخلاقی تربیت اور عملی پابندی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ سیانے لڑکوں اور لڑکیوں کا اس طرح بے پردہ اختلاط باعث فتنہ بھی ہوسکتا ہے جس کے شواہد اسکولوں اور کالجوں میں بے شمار ملیں گے، اگر ابھی سے احتیاط نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دینی مدارس کا بھی وہی حال نہ ہو[2]۔ حدیث شریف میں ہے کہ عورت تو چھپانے کی چیز ہے جب وہ اپنے مکان سے نکلتی ہے تو شیطان ان کو جھانکتا اور تاکتا ہے[3] ایک حدیث میں ہے کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں

---

[1] یٰاَیُّهَاالنَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ (سورة الاحزاب الآیة ۵۹)

ترجمہ:- اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے یہی کہ دیجئے کہ نیچی کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں (بیان القرآن)

[2] ذکر العورات اعلم انه لماکان الرجال یهیجهم النظر الی النساء علی عشقهن والتوله بهن ویفعل بالنساء مثل ذالک وکان کثیرا مایکون ذالک سببا لان یبتغی قضاء الشهوة منهن علی غیر السنة الراشدة کاتباع من هی فی عصمة غیره او بلانکاح او من غیر اعتبار کفاءة والذی شوهد من هذا الباب یغنی عما سطر فی الدفاتر اقتضت الحکمةان یسد هذا الباب، حجة اللّٰه البالغه ص ۱۱۵/ ج ۲/ ذکر العورات، مطبوعه مصر،

[3] اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَاخَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَاالشَّیْطٰن (رواه الترمذی مشکوٰة ص ۲۶۹/ ج ۲/ باب النظر الی المخطوبة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۲۲/ ج ۱/ ابواب الطلاق، مطبوعه دیوبند)

میں سے ایک تیر ہے[1] جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے اور بھی احادیث ہیں، اس لئے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

مدرسۃ البنات سے متعلق بعض سوالات

سوال:- کیا سلف نے دینی مدرسہ عورتوں اور بچوں کے متعلق قائم کیا ہے؟

(۲) اس دور میں جبکہ طلباء و طالبات اسکولوں و کالجوں میں داخل ہوئے دینی مدارس کا قیام درست ہے؟

(۳) ایسے مدرسہ میں بغیر محرم کے قیام شرعاً کیسا ہے؟

(۴) اس وقت کوئی مدرسہ ایسا قائم کریں جہاں بچیاں قیام کر کے تعلیم حاصل کر سکیں۔ نیز دین کی حفاظت لڑکیوں میں کس طرح ممکن ہے؟

(۵) لڑکیوں کا وعظ کرنا بذریعہ لاؤڈ اسپیکر کیسا ہے؟

(٦) عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ اس زمانہ میں کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) سلف صالحین میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کا عام رواج تھا کہ ماں باپ یا دیگر اعزہ

---

[1] قال النبی ﷺ اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس الحديث (الترغيب والترهيب ص ۴۷/ ج ۱/ لابن جوزی، رقم الحديث ۳۸/ مطبوعه بيروت، المستدرک للحاکم ص ۳۴۹/ ج ۴/ رقم الحديث ص ۷۸۷۵/ دارالکتب العلمية بيروت، مجمع الزوائد ص ۱۲۲/ ج ۸/ کتاب الادب، باب غض البصر دارالفکر، رقم الحديث ص ۱۳۹۴۶/)

ترجمہ:- نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر آلود تیر ہے۔

خود تعلیم دیا کرتے تھے۔ان کے لئے مستقل مدارس یا ادارے نہیں تھے[1]۔

(۲) غلط تعلیم اور اس کے اثرات سے بچوں کو روکنے اور محفوظ رکھنے کیلئے اب بھی یہی صورت اختیار کی جائے کہ جب تک سیانی نہ ہوں ان کی تعلیم کیلئے مستقل ادارہ بھی کھولا جا سکتا ہے جس میں ان کی تعلیم بھی ہو اور تربیت بھی ہو۔غیر دینی تعلیم ہر حال میں مضر ہے[2]۔

(۳) چھوٹی اور ناسمجھ بچیاں بغیر محرم کے بھی پڑھنے کیلئے آسکتی ہیں جبکہ کوئی خطرہ نہ ہو۔

(۴) ہمارے اطراف میں بیشتر مستورات اپنے اپنے مکانات میں بچوں کو تعلیم دیتی ہیں، مگر جس طرح بیرونی لڑکوں کیلئے قیام وطعام اور وظائف کا انتظام ہے کہ وہ دور دراز سے آکر رہتے ہیں اور کئی کئی سال قیام کر کے پورا درس پڑھ کر عالم وفاضل ہو کر جاتے ہیں۔ یہ صورت لڑکیوں کیلئے نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

(۵) لڑکی جب بالغہ ہو جائے یا قریبُ البلوغ ہو تو اس کو مستورات میں اس طرح وعظ کہنا کہ اس کی آواز نامحرم مرد بھی سنتے ہوں نہیں چاہئے[1]۔

(٦) عورتوں کے شوہر والد، چچا، بھائی، ماموں سب ہی فکر کر کے ان کی تعلیم وتربیت

---

[1] ان المرأة اذا تعلمتها توصلت بها الى اغراض فاسدة وامكن توصل الفسقة اليها على وجه السرع وابلغ واخدع من توصلهم اليها بدون ذلک فانه وان كان فيها مصالح الا يكره تعليم النساء الكتابة، مطبوعه دار المعرفة بيروت، شامی نعمانیه ص ٢/٦٦٥، باب النفقة، قبيل مطلب فی فرض النفقة، اصلاح خواتین ص ٢٥٧، لڑکیوں کو انگریزی اور جدید تعلیم، مطبوعه اداره افادات اشرفیه هتهوره باندہ،

[2] اصلاح خواتین ص ٢٧١، زنانه اسکول میں تعلیم کا ضرر، مطبوعه اداره افادات اشرفیه هتهوره باندہ،

[1]..... نغمة المرأة عورة وتعلمها القرآن من المرأة احب قال عليه الصلوة والسلام التسبيح للرجال والتصفيق للنساء فلا يحسن ان يسمعها الرجل (شامی کراچی ص ١/٤٠٦، باب شروط الصلوة، مطلب فی ستر العورة، النهر الفائق ص ١/١٨٣، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ١/٢٧٠، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة)

کیلئے کوشش کریں، اپنے طور پر ان کو پڑھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی فائدہ ہوگا۔ مگر یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ان کے مردوں میں بھی علم واخلاق کی روشنی موجود ہو اور ان کو فکر بھی ہو۔ اگر وہ خود ہی بے بہرہ ہوں تو کیا فکر کریں گے اور کیا تعلیم وتربیت کرسکیں گے، وہ تو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھیج کر تباہ ہی کریں گے۔ اس لئے مردوں میں دینی اخلاق وفکر پیدا ہونا ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟

سوال:- کتنی عمر تک کی بچیوں کو مکاتب عربی مدارس میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھ سات سال تک کی بچیوں کے لئے تو کچھ مضائقہ نہیں وہ بھی جبکہ بداخلاقی نہ سیکھیں۔ ان کی پوری نگرانی کی جائے۔ آٹھ نو سال کی بچیوں کو لڑکوں کے مکتب مدرسہ میں آنے سے روک دیا جائے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۹۲ھ

۲..... مستفاد: ولا یحضرن الجماعات لقوله تعالیٰ وقرن فی بیوتکن ولا نه لایؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه (الی قوله) الفتوی الیوم علی الکراهة فی الصلاة کلها لظهور الفساد ومتی کره حضور المسجد للصلاة فلان یکره حضور مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذین تحلو بحلیة العلماء أولی (بحر کوئٹه ص ۳۵۸/۱ باب الامامة، فتح القدیر ص ۳۶۶/۱، باب الامامة، دارالفکر بیروت، الدرالمنتقی مع المجمع ص ۱۶۴/۱، کتاب الصلوة، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچے بچیوں کی یکجائی تعلیم

سوال:- ایک اسلامیہ اسکول جس کا سارا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں معلموں کے ساتھ معلمات کا تقرر درست ہے یا نہیں اسی طرح دس سال یا زائد عمر کے بچے بچیوں کی یکجائی تعلیم کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلامیہ اسکول میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو معلّمہ کی حیثیت سے مقرر کرنا شرعاً درست نہیں۔ اسی طرح سیانی لڑکیوں کو لڑکوں کے اسکول میں داخل کرنا جائز نہیں۔ دس سال کی لڑکی (حسب سوال سائل) کو ہرگز ایسے اسکول میں داخل نہ کیا جائے اس میں سخت فتنہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۸/۱۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] اصلاح خواتین ص ۲۷۱/ زنانہ اسکول میں تعلیم کا ضرر، مطبوعہ ادارہ افادات اشرفیہ ہتورہ باندہ، شامی نعمانیہ ص ۶۶۵/ ج ۲/ باب الحضانۃ، قبیل مطلب فی فرض النفقۃ لزوجۃ الغائب)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اصلاح خواتین ص ۲۷۱/ زنانہ اسکول میں تعلیم کا ضرر، مطبوعہ ادارہ افادات اشرفیہ ہتورہ باندہ، شامی نعمانیہ ص ۶۶۵/ ج ۲/ باب الحضانۃ، قبیل مطلب فی فرض النفقۃالخ)اعلم انہ لما کان الرجال یھیجھم النظر الی النساء علی عشقھن والتولہ بھن ویفعل بالنساء مثل ذالک وکان کثیرا مایکون ذالک سببا لان یبتغی قضاء الشھوۃ منھن علی غیر السنۃ الراشدۃ کاتباع من ھی فی عصمۃ غیرہ او بلانکاح او من غیر اعتبار کفاءۃ والذی شوھد من ھذا الباب یغنی عما سطر فی الدفاتر اقتضت الحکمۃان یسد ھذا الباب،حجۃ اللّٰہ البالغہ ص ۱۱۵/ ج ۲/ ذکر العورات، مطبوعہ مصر،

تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر

سوال:- ہمارے یہاں شہر مالیگاؤں میں لڑکیوں کے دینی مدارس قائم ہیں جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے اور قرأت قرآن وغیرہ بھی سکھائی جاتی ہے، سال کے اختتام پر لڑکیوں اور عورتوں میں دینی جذبہ بیدار کرنے کیلئے ایک مخصوص عورتوں کا پردے کے پورے انتظام کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے، جس میں لڑکیاں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ تقریر، نظم، مکالمہ وغیرہ پیش کرتی ہیں، نیز مختلف مدارس کی لڑکیوں کا قرآن شریف کی قرأت میں مقابلہ بھی ہوتا ہے اور انعام بھی دیا جاتا ہے، ان جلسوں میں مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے جو ان کی تقریروں کو سنتے ہیں تو اس قسم کے جلسے کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کا جو اکثر بالغ ہی ہوتی ہیں، لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ تقریر کرنا از روئے شرع درست ہے مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نوعمر لڑکیوں کو اس طرح جلسہ کرنا بظاہر ان کی تعلیمی ترقی اور غیر تعلیم یافتہ مستورات میں تعلیمی ترغیب کا ذریعہ بھی ہے ان کو معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں مافی الضمیر کے ادا کرنے کا سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے، تقریر کی مشق بھی ہوتی ہے مگر ساتھ ہی اس میں فتنے بھی ہوتے ہیں خاص کر جب مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لاؤڈ اسپیکر پر ان کی تقریر مکالمے سنتے ہیں اور دلچسپی لیتے ہیں اور نظمیں بھی ترنم کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ خود عورتوں کا جمع ہونا مستقل فتنہ ہے۔ اسی وجہ سے تقریبات خاندان میں بھی شرکت کی ان کو اجازت نہیں دی جاتی۔ اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔ فتنوں کا علم جگہ جگہ کے خطوط سے بھی ہوتا رہتا ہے، جو بصورتِ استفتاء آتے ہیں۔ اگر چھوٹی بچیاں ہوں ان میں فتنہ نہیں۔ بڑی لڑکیوں کا حال دوسرا ہے ان کو اس طرح نہ تعلیم دی جائے نہ تقریر کرائی جائے۔ ویمنعھا من زیارۃ

الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کاناعاصیین اھ درمختار۔قوله والولیمة ظاهره ولو کانت عندالمحارم لانهاتشتمل علیٰ جمع فلا تخلوامن الفسادعادةاھ شامی ص٦٦٥ ر ج ٢ ر[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴ر۳ر۹۱ھ

نرسری اسکول اور عیسائی معلمات

محترم جناب مفتی صاحب!.....سلام مسنون

سوال:- سائلہ کی استدعاء ہے کہ امورمندرجہ ذیل میں شریعت حقہ کی روشنی میں رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔

برائے بنات ایک قومی تعلیمی ادارے کی خدمت انتظامیہ ایک نسواں کمیٹی کے سپرد ہے جس کی خدمت صدارت میں اٹھارہ سال سے انجام دے رہی ہوں اور پورے زمانۂ خدمت میں ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود شریعت پاک کی روشنی میں ترک واختیار کرنے کی کوشش کی گئی۔ادارۂ مذکورہ سے متعلق شعبہ تربیت گاہ اطفال بھی قائم ہے جس میں ۳ر تا چھ ٦ر سال تک بچوں کو ابتدائی معلومات دین ودنیا کی بابت کھیل ہی کھیل میں ضروری امور ذہن نشین کرادیئے جاتے ہیں۔نصاب تربیت پوری چھان بین کے بعد سائلہ مرتب کرتی ہے اور روزکا کارخدمت مشاہدہ میں رہتا ہے۔شعبہ مذکور کی خدمت تربیت کے لئے ایک معلّمہ ادارۂ مذکور کی تعلیم پائی ہوئی اور دوسری عیسائی لیڈی انجام دے رہی ہے دوسری مسلم معلّمہ باوجود

[1] درمختار مع الشامی ص ۳۲۴ر ج۵ر مطبوعه زکریا دیوبند، باب النفقة، قبیل مطلب منع النساء من الحمام، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱۸۷/۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۱۹۵/۴، باب النفقة،

تلاش وکوشش کے میسر نہ ہوئی جوملیں وہ انتہائی آزادخیال، بے پردہ، ہندواداروں کی سند یافتہ، ناتجربہ کارلڑکیاں تھیں، اس لئے عیسائی معلّمہ کوترجیح دی گئی کہ وہ نسبتاً بہتر اخلاق پرورش اطفال سے واقف، ماہرنفسیات خانہ داراورسن رسیدہ ہیں۔ مقصودتقرر یہ بھی ہے کہ ادارے کی معلمات دوسرے اداروں میں جاکرطریقۂ تربیت سیکھنے کے بجائے اپنے ادارے میں رہ کرضروری باتیں سیکھ لیں اورکام خودسنبھال سکیں، مختصر یہ کہ عیسائی معلّمہ قطعاً آزادنہیں ہیں، بلکہ حدودمتعین کے اندرکام کررہی ہیں، ایسی صورت میں احکام شریعت کیا ہیں، مطلع فرمایئے، یعنی ان سے خدمت لیجاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ اس ادارہ کے تمام امورمتعلقہ حدودشریعت پاک کی روشنی میں ترک واختیارکرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اورزیادہ پابندی کی توفیق دے، معلّمہ موصوفہ عیسائی کے تقرر کے وقت بھی تواولاً یہی کوشش کی گئی ہوگی اب کیاوجہ پیش آئی کہ اس کے متعلق استفسارکیا جارہاہے کیاوقت تقرراس مسئلہ کی تحقیق نہیں کی گئی اور بلاتحقیق معصوم بچوں کی تربیت وتعلیم کومعلّمہ موصوفہ کے سپردکردیا گیا۔ مسلم معلّمہ جوملیں تووہ بے پردہ انتہائی آزادخیال ملیں۔ کیا معلّمہ موصوفہ پردہ نشین اور پابندخیال ہیں؟

جناب نے معلّمہ موصوفہ کے اخلاق کوبہترفرمایاہے، توکیا کفرکے ساتھ بہتراخلاق جمع ہوسکتے ہیں[1] شایداخلاق سے مرادشرعی اخلاق نہیں بلکہ عرفی اخلاق ہیں سب سے ہنس بول کر

---

[1] عن ابی هريرة مرفوعاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَايَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَافِقْهٌ فِي الدِّيْنِ رواه الترمذی (مشکوٰۃ ص ۳۴/ ج ۱/ کتاب العلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- منافق میں دوخصلتیں جمع نہیں ہوسکتیں (۱) حسن اخلاق (۲) اوردین کی سمجھ۔

ملنا چکنی چپڑی باتیں بنالینا مراد ہے۔ ورنہ شریعت مقدسہ میں اخلاق نام ہے اتباع سنت کا یعنی اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں حضور اکرم ﷺ کی پیروری کرنا تو[۲] یہ چیز کسی غیر مسلم سے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ پر اس کا ایمان ہی نہیں تو پیروی کا کیا محل ہے؟

فطری بات ہے کہ استاد کے جذبات وخیالات شاگردوں کے دلوں پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہندو اداروں کی سند یافتہ معلمات کے متعلق آپ کو خود شکایت ہے۔ انگریز استاد کے اثرات بھی جو کچھ طلباء پر پڑتے ہیں وہ آج کسی سے مخفی نہیں حتی کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی خالص مذہب اسلام کی تعلیم دے اور اس کو آزاد نہ چھوڑا جائے۔ بلکہ اس کے لئے حدود متعین کردی جائیں جیسا کہ معلّمہ موصوفہ کے متعلق ادارۂ موصوفہ میں کیا گیا ہے تب بھی اس کے قلبی اور دماغی اثرات ضرور پڑیں گے، جن عیسائیوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا حدیث شریف کی تشریح کی وہ ان کے اندورنی اثرات سے خالی نہیں بلکہ جوڈ کشنری لکھی اس میں وہ اثرات موجود ہیں بڑے سمجھدار آدمی کو استاد کے جذبات سے متأثر ہوئے بغیر بچنا دشوار ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کی حاجت ہو بلکہ اس کا مشاہدہ سب کو ہے، اپنے دین کی حقیقت سے ناواقفیت یا تاثر سے بچے رہنے کے زعم باطل میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کوئی انکار کرے تو اس سے وہ اصل حقیقت باطل نہیں ہوگی۔

نصاب تربیت اگر محض اپنی رائے اور بصیرت سے چھان بین کر کے تجویز و متعین کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق اتنی گذارش ہے کہ اپنی رائے کو معیار حق نہ بنایا جائے، بلکہ جو حضرات کتاب وسنت کے ماہر ہیں کہ انہوں نے سب طرف سے کٹ کر کتاب وسنت ہی کی

---

۲ قال قتادة فی تفسیر اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ هو ما کان یأتمر به من امر اللّٰه وینتهی ممانهی اللّٰه عنه (قرطبی ص: ۲۱۰، ج: ۹، الجزء الثامن عشر، سورۂ نون والقلم آیت: ۴، مطبوعه دارالفکر بیروت)

خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر دیا ہے اور ہر حکم کے درجہ کو پہچانتے ہیں، اور حدیث پاک کے متن اور شروح پر نظر رکھتے ہیں۔ قرآن شریف اور اس کی تفسیر سے خوب واقف ہیں اور آثار صحابہ ان کے سامنے ہیں، ائمہ مجتہدین کے تخریج کردہ مسائل کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کے طرق استنباط واستدلال کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کی تمام تر جدوجہد اعتقادی، عملی اخلاقی، معاشرتی زندگی کی آنحضرت ﷺ کے فرمان کے تحت اصلاح کرنا ہے اور اتباع سنت، مسائل فقہ پر عمل، تزکیۂ اصلاح باطن کی بدولت اللہ پاک نے ان کو خشیت، تقویٰ، احسان کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے ان کے مشورہ سے استفادہ کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ چند سطور تحریر سے ضمناً متعلق تھیں اب اصل سوال کا جواب عرض ہے۔

قرآن پاک میں ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ ای لاتعتمدوا علیھم ولاتعاشروھم معاشرۃ الاحباب بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءَ بَعْضٍ ایماء الٰی علۃ النھی یعنی انھم متفقون علٰی خلافکم واضرارکم وتوالی بعضھم بعضاً لاتحادھم فی الدین وَمَنْ یَتَوَلَّھُمْ مِنْکُمْ یعنی عبداللّٰہ بن ابی فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ یعنی کافر منافق. عن عیاض ان عمرؓ امر اباموسیٰ الاشعری ان یرفع الیہ مااخذو ما اعطیٰ فی ادیم واحدو کان لہ کاتب نصرانی فرفع الیہ ذٰلک فعجب عمرؓ وقال ان ھٰذا الحفیظ بل انت قاری لناکتاباً فی المسجدجاء من الشام فقال انہ لایستطیع ان یدخل المسجدقال عمراجنب قال لابل نصرانی قال فھزنی وضرب فخذی ثم قال اخرجہ ثم قرألاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء اخرجہ ابن حاتم والبیھقی فی شعب الایمان وجازان یکون قولہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم مبنیاعلی التجوزای من یتولھم فھوفاسق والفاسق یشابہ الکافروالغرض منہ التشدیدفی مجانبتھم اھ تفسیر مظھری[1] ان ھٰذاالعلم دین فانظرواعمن تأخذون دینکم ای

[1] تفسیر مظھری ص ۱۲۵/تا۱۲۶/ج۳/، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، سورۂ مائدہ، آیت: ۵۱،

الدین لایؤخذالاممن اؤتمن علیٰ دینه اھ شرح مسلم[۲]

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عیسائی کو ولی بنانا جائز نہیں یعنی اس پر اعتماد کرنا اور اس کے ساتھ احباب جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔

نیز حضرت عمرؓ نے عیسائی سے خط پڑھوانا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب تک کسی شخص پر دینی اعتماد نہ ہو۔ یعنی شریعت مقدسہ کے نزدیک اس کا دین قابل اعتماد نہ ہو اس سے علم نہیں حاصل کرنا چاہیے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم بچوں کو معلّمہ موصوفہ کے سپرد کرنا اس بناء پر کہ وہ تربیت کا سلیقہ رکھتی ہیں اور بچوں کو صاف ستھرا رہنے اور مکان پر جا کر سب کو جداگانہ سلام کرنے کا طریقہ بتا دیتی ہیں درست نہیں اور یہ چیز بچوں کے حق میں زہر قاتل ہے گو وہ زہر ابھی ہر ایک کو نظر نہیں آتا مگر اس کے جراثیم ابھی سے بچوں میں پیدا ہو کر پرورش پاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان کے قلب و دماغ اثر قبول کرتے ہیں۔ پھر جبکہ معلّمہ موصوفہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ ماہر نفسیات بھی ہیں تو اگر وہ اپنے مذہب کی پابند ہیں تو ان کی دوڑ دھوپ زیادہ سے زیادہ اس لئے ہوگی کہ آہستہ آہستہ بچوں پر بلکہ تمام ادارے پر اپنا مذہبی رنگ جمائیں۔

اگر وہ اپنے مذہب کی پابند نہیں تو غور کریں کہ جو اپنے مذہب سے آزاد ہے وہ دوسروں کے مذہب کا خیال کیا کرے گی؟ بلکہ وہ تو چاہے گی کہ میری طرح سب ہی آزاد ہو جائیں میڈیکل کالج کی نرسیں بھی بہت سلیقہ شعار اور ماہر نفسیات ہوتی ہیں مریضوں کو ان کے حوالہ کر دیا جاتا ہے وہ بہت ہوشیاری اور اخلاص کے ساتھ مریضوں کی خدمت کرتی ہیں۔ لیکن ۴۷ء سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزار سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرا دی گئیں کہ ان کے ورثاء باپ شوہر وغیرہ ملنے کیلئے گئے تو کہہ دیا کہ وہ تو

---

۲ فتح الملهم شرح مسلم ص ۱۲۹ / ج ۱ / مقدمه، باب بیان ان الاسناد من الدین الخ، مطبوعه اداره شرکت علمیه دیوبند)

یہاں سے صحت یاب ہوکر چلی گئیں (اخبارات میں تفصیل آئی تھی) اس لئے للہ ان معصوم بچیوں پر رحم کیجئے۔ فقط والسلام

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

باسمہ وبحمدہ:- محترم المقام جناب مفتی صاحب..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جواب استفتاء موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی سعادت عطا فرمائے اور ہم سب کو راہ حق پر چلنے کی توفیق واستقامت کے ساتھ آسانیاں بھی عطا فرمائے (آمین) جناب کی حتمی تحریر کے ذیل میں کچھ باتیں جواب طلب محسوس ہوئیں اس لئے دوبارہ عریضہ ارسال خدمت کررہی ہوں متوقع ہوں کہ آپ اسے گستاخی پر محمول نہ فرمائیں گے۔

(۱) شعبۂ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت کا احساس اس وجہ سے ہوا کہ قریبی عزیز واقارب نیز بیشتر مسلم گھرانوں کے بچے عیسائی تربیت گاہوں یا ہندو نرسری اسکولوں میں بھیجے جارہے تھے۔ جہاں کا پورا نظام تعلیم وتربیت انہیں کے عقائد اور ذوق کے مطابق ہے۔ لہٰذا معاونین کار کو مذکورہ نقصان کی نشاندہی کرتے ہوئے شعبۂ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت پر متوجہ کیا اور آمادگی بھی حاصل ہوگئی۔ تقرر معلّمہ کے ذیل میں انتہائی کوشش کی گئی کہ وہ مسلم اور کار منصب کی اہل بھی ہو۔ مگر جو مسلم لڑکیاں ملیں ان میں اتنی لچک بھی نہ پائی گئی کہ وہ ڈانس، ساز، گانے وغیرہ کا طریقہ بھی چھوڑ دیں اور دوسرے لادینی طریقوں میں ترمیم کرسکیں۔ عیسائی معلّمہ ہماری زیر ہدایت کار خدمت انجام دینے پر آمادہ ہوگئیں۔ گمان ہوا کہ ان کے پیش نظر حصول زر ہے اور شعبہ تربیت گاہ اطفال کی مسلم معلّمہ کے لئے ایک تجربہ کار مددگار کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اپنے اس ادارے میں رہتے ہوئے چھوٹے بچوں پر قابو حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ کر آئندہ خود کام سنبھال سکیں اگر محض ناواقف کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے تو داخلے نہ ہوتے، بہرصورت مقصود مسلم بچوں کو لادینی اثرات سے بچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری نیت

کا بخوبی علم ہے، سیرت النبی جلد اول زیر عنوان ''مذہبی انتظامات'' کے ذیل میں دیکھا کہ اسیران بدر میں جو لوگ فدیہ ادا نہ کر سکے ان کو حضور سرور کائنات ﷺ نے اس شرط پر رہا فرمادیا کہ وہ مدینہ میں رہ کر لوگوں کو لکھنا سکھا دیں۔ نیز علماء کرام کا حکومت سے یہ مطالبہ بھی پیش نظر تھا کہ غیر دینی تعلیم اور لادینی نصاب والی درسگاہوں (جبریہ تعلیم) میں کچھ وقت دینی تعلیم کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اب میرے علم میں یہ چیز لائی گئی کہ کسی صاحب کو عیسائی معلّمہ کے تقرر پر دینی اعتراض ہے تو میں نے استفتاء روانہ خدمت کر دیا تا کہ احکام حق کی روشنی میں یا تو اپنے غلط انتخاب کی اصلاح کر سکوں یا معترض صاحب کو مطمئن کر سکوں۔

(۲) نصاب تعلیم مرتب کرنے کی چھان بین سے میری مراد مشہور و معروف امور کے علاوہ اجتہادی مسائل میں اخلاص اور دینی بصیرت رکھنے والے علماء کرام کی تحقیق و تفتیش سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اپنی رائے کو معیار حق ماننے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

طالب دعاء.....۲۵ ستمبر ۵۸ء

الجواب حامداً ومصلیاً

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دینی تحقیق کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی مرضی کا دریافت کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے اس کو گستاخی پر کیوں محمول کیا جائے۔ تربیت اطفال کی ضرورت بدیہی ہے اور لادینی اداروں کی مضرت بھی بالکل واضح ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم معلّمہ بھی دینی تربیت کے لئے دستیاب نہیں ہوتی جس کی جناب کو بھی شکایت ہے، اس پر تعجب ہے کہ ۱۸ر سال سے خدمت صدارت جناب کے سپرد ہے مگر اس مدت میں پوری جدوجہد کے باوجود ایسی دو معلّمہ بھی اس ادارہ میں کامیاب نہیں ہوسکیں، جن سے اس ادارہ میں کام لیا جاسکے، عدم جواز کی دلیل احقر گذشتہ تحریر میں قرآن پاک وحدیث شریف، حضرت

عمر فاروقؓ کے عمل سے پیش کر چکا، لہٰذا اس کے متعلق تو اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جواز کے لئے گنجائش جناب نے جس دلیل سے نکالی ہے اس کا حاصل دو چیزیں ہیں۔ ایک اسیران بدر کا واقعہ، دوم موجودہ علماء کی سعی اور حکومت سے مطالبہ۔

امر اول:- کے متعلق غور کریں کہ اسیران بدر سے جو فدیہ لیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا اس کو پسند فرمایا یا نبی کریم ﷺ کو اس چیز پر کوئی دوسری چیز ارشاد فرمائی، اور خود حضور اکرم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا کہ عذاب بالکل قریب آ گیا تھا، اگر عذاب ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی اور نہ بچتا۔[1] حضرت عمرؓ کی رائے فدیہ لینے کی نہ تھی بلکہ قتل کر دینے کی تھی، ایسے واقعہ سے استدلال کرنا کہاں تک برمحل تھا۔ نیز وہاں رسم الخط سیکھنا تجویز کیا گیا تھا[2] جیسے اور دوسری صنعتیں نجاری، حدادی وغیرہ نہ کہ دینی تربیت معصوم بچوں کی جن کو رسم الخط سیکھنا تھا وہ اپنا دین براہ راست آں حضرت ﷺ سے سیکھ کر اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان پر کسی کے اثر کا خطرہ نہیں تھا۔ بلکہ کچھ مدت دینی ماحول میں رہ کر اسیران بدر خود بھی مسلمان ہی ہو گئے تھے۔[3]

---

[1] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئَ بِالْاُسَارىٰ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَقُوْلُوْنَ فِي هٰؤُلَاءِ الْاُسَارىٰ قصة طويلة ترمذى (وفى هامشه العرف الشذى) والقصةانه قال عمرؓ ان يقتل الاسارىٰ وكان راى النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر الصديق المفادات فتمشى النبى صلى الله عليه وسلم على رايه وراى الصديق الاكبرؓ فعاتب اللّه فقال النبى ﷺ كان عذاب اللّه على رأس هذه الشجرة ولونزل لم ينج الاعمر الخ ترمذى شريف مع هامشه ص ۳۰۱/ ج ۱/ مطبوعه بلال ديوبند) ابواب الجهاد ،باب ماجاء فى المشورة،

[2] عن عامرقال اسررسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم بدرسبعين اسيراً وكان يفادى لهم على قدراموالهم وكان اهل مكة يكتبون واهل المدينة لايكتبون فمن لم يكن له فداء دفع اليه عشرة غلمان المدينة فعلمهم فاذاحذقوافهوفداء ه (طبقات ابن سعدص ۲۲/ ج ۲/ مطبوعه دارالفكر بيروت ،غزوة بدر)

[3] وأسرمنهم سبعون وكان من افضل الاسرىٰ العباس وعقيل بن ابى طالب ونوفل بن الحارث وكل هولاء اسلموابعدذالک وهم من بنى هاشم (السيرة النبوية ص ۳۹۵/ ج ۱/ باب مغازية صلى الله عليه وسلم، مطبوعه دارالقلم العربى حلب سوريا)

یہاں معصوم بچوں کی دینی تربیت ایک دشمن دین کے سپرد ہے وہ بچے خود دین سے ناواقف ہیں ان کے دین کا سنگ بنیاد دشمن دین کے قبضہ میں ہے بچوں کے دلوں میں اس کی دینی عزت ہے سب ادارہ اس کی دینی تربیت وواقفیت سے متأثر ومرعوب ہے تحصیل زر کے ساتھ اس کا اعزاز واکرام ترقی پر ہے۔ بچے سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین اس نے سکھایا ہے یہ دین کی بڑی ماہر ہے، اخلاق اس نے ہم کو سکھائے ہیں یہ اخلاق کی بڑی ماہر ہے، حالانکہ وہ دین کی بھی دشمن ہے اور اخلاق کی بھی دشمن ہے، اس کے نتائج جو کچھ ہوں گے وہ نہایت خطرناک اور بچوں کے لئے بلکہ تمام ادارہ کے لئے بڑے مہلک ہوں گے۔

اَمر دوم:- علماء کی جدوجہد یہ نہیں ہے کہ مسلمان بچوں کو ہندو دینی تعلیم دیں۔ بلکہ جبریہ تعلیم کے پیش نظر جب بچے اسکولوں میں داخل ہونے پر مجبور ہیں اور اپنا ادارہ کوئی قابل اطمینان نہیں اور وہاں کا سارا ماحول غیر ہے تو کوشش کی گئی کہ اس مجموعی لادینی ماحول میں مسلمان بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے کہ جس قدر بھی مسلم معلم ان کے دین کی حفاظت کرسکیں غنیمت ہے، آپ کے ادارے میں سب کچھ دین ہی دین ہے تو وہاں عیسائی معلّمہ کو لاکر دین کی تربیت اس کے سپرد کرنا اور معصوم بچوں کا اس کو دینی استاد بنادینا ان بچوں کے دلوں میں بددینی کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

احقر محمود عفی عنہ

۲۳/ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا

سوال:- لڑکیوں کو اعلیٰ انگریزی تعلیم دلاکر سرکاری مدارس میں ملازم کرانے کے متعلق شرع اسلامیہ کا کیا ارشاد ہے۔ کیا ایسا شخص مسلمانوں کا مذہبی امام یا پیشوا بن سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس زبان سیکھنا فی حدذاتہ شرعاً ممنوع نہیں[1] لیکن آجکل انگریزی پڑھنے والوں پر ماحول کا اتنا بُرا اثر پڑتا ہے کہ وہ اپنے اقوال، افعال، وضع قطع، کو بالکل شریعت کے خلاف کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان کے عقائد تک مسخ ہوجاتے ہیں مسائل شرعیہ نماز، روزہ، تلاوت قرآن وغیرہ کا مذاق اُڑاتے ہیں بہت سے لامذہب مادہ پرست ہوکر قادر مطلق کی ذات وصفات کا انکار کر بیٹھے ہیں اس لئے ان مفاسد کے پیش نظر شرعی نقطۂ نظر سے انگریزی تعلیم کو مخرب عقائد اور مفسد اعمال کہا جاتا ہے لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں مفاسد مذکورہ کے علاوہ کچھ اور بھی شرمناک اور ناقابل بیان خرابیاں موجود ہیں جو کہ اہل زمانہ پر بخوبی روشن ہیں اس لئے اس سے کلی اجتناب لازم ہے خصوصاً مذہبی مقتداء کو کہ ایسے شخص کے فعل سے عوام استدلال کرتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۵٦ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/ذیقعدہ ۵٦ھ

---

[1] عن زید بن ثابت مرفوعاً قَالَ اَمَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ اَتَعَلَّمَ لَہٗ کَلِمَاتٍ مِنْ کِتَابِ یَھُوْد وَقَالَ اِنِّی وَاللّٰہِ مَا آمَنُ یَھُوْدَ عَلٰی کِتَابِی قَالَ فَمَامَرَّبِی نِصْفُ شَھْرٍ حَتّٰی تَعَلَّمْتُہٗ لَہٗ قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُہٗ کَانَ اِذَا کَتَبَ اِلٰی یَھُوْدَ کَتَبْتُ اِلَیْھِمْ وَاِذَا کَتَبُوْا اِلَیْہِ قَرَأْتُ لَہٗ کِتَابَھُمْ (ترمذی شریف ص ۱۰۰/ ج ۲/ ابواب الاستیذان والآداب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی تعلیم السریانیۃ، مطبوعہ بلال دیوبند)

ترجمہ:- مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہود کی کتاب سے کچھ کلمات سیکھ لوں اور ارشاد فرمایا قسم بخدا مجھکو یہود پر ان سے اپنے لکھوانے پر اطمینان نہیں پس آدھا مہینہ نہیں گذرا کہ میں نے اسکو سیکھ لیا اور میرے سیکھنے کے بعد آنحضرت ﷺ ان کے پاس کچھ لکھنے کا ارادہ فرماتے تو میں ہی لکھتا تھا اور وہ (یہود) جب آنحضرت ﷺ کے پاس لکھ کر بھیجتے تو ان کا خط میں ہی پڑھ کر سناتا تھا۔ **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

لڑکے اور لڑکیوں کی ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا

سوال:- شبلی کالج جس میں انگریزی اور ہندی کی ہی تعلیم ہوتی ہے۔ اسی طرح نسواں ہائی اسکول میں انگریزی اور ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کا ممبر بننا فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کالج یا اسکول میں خلاف اسلام تعلیم ہوتی ہے۔ عقائد، اعمال، اخلاق سب غلط ذہن نشین کرائے جاتے ہیں۔ اس کا ممبر بننا اور تقویت پہونچانا ہرگز جائز نہیں[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

نیم عریاں لباس، اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال:- ہمارے اطراف میں عموماً بے پردگی ہے، جوان لڑکیاں بے محابہ عریاں لباس پہن کر اسکول کالج میں آتی جاتی رہتی ہیں، بعض خال خال گھرانوں ہی میں کچھ پردہ کا رواج ہے۔ ایسی حالت میں ایک عالم صاحب نے اسکول میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہدیا کہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] هذامتأكدفي حق العلماء ومن يقتدى به فلايجوز لهم ان يفعلوا افعلاً يوجب سوء الظن بهم وان كان لهم فيه مخلص لان ذالك سبب الى ابطال الانتفاع بعلمهم (فتح البارى ص ٨١٦/ ج ٤/ باب الاعتكاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه المكرمة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ سورة المائدة الآية ٢/.

ترجمہ:- اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق مسلمان لڑکیوں کو بھی ایس۔سی۔سی (یعنی اسکول کالج میں جو نیم فوجی تربیت دی جاتی ہے) سکھلانا جائز ہے۔ان کا یہ فرمانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جو برادرانِ وطن اسکول کالج میں سرسوتی پوجا وغیرہ کرتے ہیں اس میں مسلمان طلباء کا چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا موصوف کی اس تقریر سے دیندار عوام میں شک وتردد پیدا ہوگیا ہے اور غیر دیندار مسلمانوں کے رجحان کی تائید ہوتی ہے جس سے عوام میں کچھ کشمکش پیدا ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بات انھوں نے فرمائی ہے وہ موجودہ دور کی سیاسی بات ہے شرعی حکم نہیں ہے۔ شریعت نے تو عورتوں کو بے پردگی اور عریانی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے[1] بلکہ پردہ کے ساتھ خوشبو لگا کر مکان سے نکلنے کو بھی منع کیا ہے، اس کو زنا کی دعوت دینے والی قرار دیا گیا ہے۔ یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔[2]

اگر چندہ نہ دینے میں خطرہ ہو تو چندہ مانگنے والے کو دینے کی نیت سے دیدیا جائے، پھر وہ جس کام میں چاہیں گے خرچہ کریں گے وہ ان کا فعل ہوگا۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ:-اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو (بیان القرآن)

[2] اَنَّ الْمَرْأَةَ اِذَااسْتَعَطَّرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَاوَكَذَايَعْنِيْ زَانِيَة(رواه الترمذی مشكوٰة شريف ص ٩٦/ج ١/ باب الجماعة وفضلها) ترمذی شريف ص ١٠٧/ج ٢/ كتاب الادب، باب ماجاء فی كراهية خروج المرأة الخ، نسائی شريف ص ٢٤٠/ج ٢/ كتاب الايمان، باب مايكره للنساء من الطيب.

ترجمہ:-عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس پر گذرتی ہے تو وہ ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے۔

طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے

سوال:- میری ہمشیرہ مذہبی خاندان سے نہایت پاکیزہ اوراعلیٰ تعلیم یافتہ صوم وصلوٰۃ کی پابنداور غیر شادی شدہ، خوبصورت اور پردہ نشین ہے جو بمبئی میں مقیم ہے، یہ اعلیٰ تعلیم کے لئے طبیہ کالج اسپتال میں حکمت کے کورس میں داخلہ لینا چاہتی ہے۔ طبیہ کالج میں اکثر اساتذہ مرد ہیں اور طلبہ میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لڑکیاں کلاس میں برقعہ اوڑھ کر بیٹھیں تو سختی نہیں ہے مگر نقاب نہیں ڈال سکتیں، چہرہ کھلا رہے گا۔ بعد میں دوسال تک مریضوں پر عملی تشخیص بھی کرائی جائیگی جہاں مرد مریضوں کا معائنہ کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ یہ کورس کا عمل ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ کافی بے پردگی ہے اور لڑکی یہ کورس حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ مقصد صرف ڈاکٹری حاصل کر کے اچھی جگہ شادی کرنی ہے، یہ دنیاوی حسن حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا اس لڑکی کا کالج میں داخلہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ رہا شادی کا معاملہ تو وہ قسمتی معاملہ ہے جو صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے بس ترک اسباب نہ ہو۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ گورنمنٹ کے میڈیکل کالج میں جہاں اکثر اساتذہ اور طلبہ غیر مسلم ہیں اور تعلیم مخلوط ہے وہاں پر بے پردگی کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دیگر ڈگری کالجوں میں جہاں ایم، اے، وغیرہ کی ڈگری دی جاتی ہے لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طریقۂ مذکورہ پر داخلہ لے کر تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ یہی حکم دیگر میڈیکل کالجوں کا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور بے پردہ ملاقات، بودوباش مرد اساتذہ کا ان کو تعلیم دینا، ان کا مریض مردوں پر عمل تشخیص کرنا یہ سب چیز غلط ہے

ان سے پورا پرہیز لازم ہے[1] شادی کا معاملہ جس طرح خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۰ھ

اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا

سوال:- کسی شخص کی بیوی تعلیم یافتہ ہے شوہر ان پڑھ ہے شخص مذکور اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرسکتا ہے یا نہیں کیوں کہ استاذ شاگرد کے حقوق کیسے ادا ہوں تحریر فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی سے بھی دین حاصل کرسکتے ہیں جہاں تک استاذ ہونے کا تعلق ہے اس کا احترام کریں[2] اور جہاں تک بیوی کا تعلق ہے دوسرا معاملہ بھی اس کے ساتھ درست ہے[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۹/۱۳۹۱ھ

---

[1] ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کاناعاصیین اه درمختار قوله والولیمة ظاهره ولو کانت عندالمحارم لانها تشتمل علی جمع فلاتخلومن الفسادعادة اه(شامی نعمانیه ص ٦٦٥/ج ٢/ باب النفقة، مطلب فی منع النساء من الحمام، حجة الله البالغه ص ١١٥/ج ٢/ باب ذکرالعورات، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص ١٩٥/٤، باب النفقة)

[2] وینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذه وآدابه الخ الهندیة ص ٣٧٨/ج ٥/ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، مطبوعه کوئٹه،

[3] واعلم ان ترک جماعها مطلقا لایحل له صرح اصحابنا بأن جماعهااحیانا واجب الخ، شامی کراچی ص ٢٠٢/ج ٣/ باب القسم،

عورتوں کی اجلاس میں شرکت، تقریر وقراءت

سوال:- مسلم خواتین دینی اجتماعات منعقد کرسکتی ہیں یا نہیں؟ اور وعظ وتقریر کی مکلّف ہیں یا نہیں؟ عورت کی آواز بھی ستر عورت بتائی جاتی ہے تو عورت وعظ وتقریر کس طرح کرے؟ اور جس وعظ وتقریر کو غیر محرم بھی سنیں تو کیا یہ جائز ہے؟ ہمارے یہاں رواج ہوگیا ہے کہ بعض خواتین جو کہ اونچے درجہ کی تعلیم یافتہ ہیں اور ان میں سے بہت سی خواتین شرعی پردے اور شرعی لباس کی پابند نہیں ہیں، جلسۂ سیرت پاک وقراءت وغیرہ منعقد کرتی ہیں اور ان جلسوں میں خواتین کو مدعو کرتی ہیں۔ ایسا ہی ایک جلسہ مسجد شاہی خیریت آباد میں منعقد ہو رہا ہے، اشتہار چسپاں کئے جارہے ہیں۔ مسجد مذکورہ محصورہ ہے۔ حصہ مسجد کا بلند چبوترہ تقریباً ۸/ فٹ بلند ہے۔ چبوترہ پر مسجد کی اصل عمارت ہے اور صحن مسجد واقع ہے جو داخلِ مسجد ہے۔ وسیع وعریض بلند چبوترہ کے اطراف کی زمین جو محصور ہے وہ مسجد ہی کی چہار دیواری ہے اسی بلند چبوترہ پر جلسہ منعقد ہوتا ہے، جلسہ گاہ کو شامیانے وغیرہ سے گھیرا جاتا ہے۔ حصارِ مسجد کے باہر بعض مکانات بلند (دومنزلہ) غیر مسلموں کے ہیں۔ یہاں سے مسجد محصور اور صحن مسجد بھی نظر آتا ہے۔ جلسہ مذکورہ کی شرکاء خواتین کی تعداد ایسی بھی رہی جو مسجد کے محصورہ علاقہ کے باب الداخلہ سے جلسہ گاہ کے شامیانے تک بے پردہ گئیں اور واپس ہوئیں۔ کیا خواتین کے ایسے اجتماعات (جو اشتہارِ منسلکہ سے ظاہر ہے اور جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے) جائز ہوسکتے ہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے عورتوں کو پردہ کی بہت تاکید فرمائی ہے[1] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ

---

[1] یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹/)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ مکان سے باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے[۲] ایک حدیث میں ہے میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا[۳] ایک حدیث میں ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے قریب سے گذرتی ہے وہ ایسی ہے[۴] یعنی بدکاری کی دعوت دینے والی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے[۵] جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے۔ اس لئے بلا ضرورت عورت کا مکان سے نکلنا منع ہے اگر چہ وہ پردہ کے ساتھ نکلے[۶] ضرورت پر جب کہ بغیر مکان سے نکلے کام نہ چلے تو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... **ترجمہ**:- اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں (بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۲ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعاً اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَاخَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَاالشَّيْطٰن (مشکوٰۃ ص ۲۶۹ / ج ۲ / باب النظر الی المخطوبة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے شیطان اچک اچک کر دیکھتا ہے۔

۳ عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ مَرْفُوْعاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ مَاتَرَكْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّعَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاء (مشکوٰۃ ص ۲۶۷ / ج ۲ / کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبة)

ترجمہ:- میں نے اپنے بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ ضرر رساں نہیں چھوڑا۔

۴ عَنْ اَبِی مُوْسٰی مَرْفُوْعاً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَاَنَّ الْمَرْأَةَ اِذَااسْتَعَطَّرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِیَ كَذَاوَكَذَا يعنی زانية (مشکوٰۃ ص ۹۶ ج ۱ باب الجماعة وفضلها)

ترجمہ:- ہر آنکھ زانیہ ہے اور عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس پر گذرتی ہے تو وہ ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے۔

۵ قال النبی ﷺ اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس (الترغیب والترهیب ص ۴۷ / ج ۱ / لابن جوزی، فصل فی علامة الایمان، مطبوعه بیروت رقم الحدیث ص ۳۸ /)

ترجمہ:- نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

۶ ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کاناعاصیین اه درمختار قوله والولیمة ظاهره ولو کانت عندالمحارم لانها تشتمل علی جمع فلاتخلومن الفسادعادة اه(شامی نعمانیه ص ۶۶۵ / ج ۲ / وشامی زکریا ص ۳۲۴ / ج ۵ / باب النفقة، مطلب فی منع النساء من الحمام، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۵ / ۴، باب النفقة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۸۷ / ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

میلے کچیلے کپڑے پہن کر پردہ کے ساتھ نکلنے کی گنجائش ہے، اس طرح کہ مہکتی خوشبو نہ ہو، کوئی چیز جاذبِ نظر نہ ہو، پھر ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آ جائے، دین سیکھنے اور مسائل معلوم ہونے کا مکان پر اگر انتظام نہ ہو سکے تو دینی ضرورت کی خاطر بھی پردہ کے ساتھ نکل سکتی ہے۔ ضرورت کی چیز کوئی لانے والا نہ ہو مثلاً پانی وغیرہ تب بھی اس طرح نکل سکتی ہے۔ الحاصل تفریح وسیر کے لئے، شہریوں کی ملاقات کے لئے، خوش طبعی کی محفلوں کے لئے، رسمی جلسوں کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔ بے پردہ نکلنا تو ہر صورت میں ناجائز ہے۔ پھر مسئولہ جلسہ میں تو مسئولہ طریقہ پر سخت قسم کا فتنہ ہے جس میں تقریر وقراءت کی آواز بھی نامحرم تک پہونچتی ہے، اس میں صورت بھی دکھاتی ہیں اور عورتیں بھی ہر قسم کی ہوتی ہیں اور جلسے دین کے نام پر کئے جاتے ہیں اس لئے ہرگز اجازت نہیں۔ اگر یہ جلسہ جس کا اشتہار آپ نے بھیجا ہے محض مردوں کا جلسہ ہوتا تب بھی بہت سے غیر شرعی امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ پھر عورتوں کیلئے اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۱/۶/۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

علمی اصطلاحات اور عبارت کا حل

تحریر یا تقریر کے ختم پر واللہ اعلم

سوال:- زید کی عادت ہے کہ خط لکھتے وقت نیز مسئلہ کا جواب لکھتے وقت خط کے ختم پر لکھتا ہے واللہ اعلم اور یہ کلمہ بطور ختم کی نشانی کے لکھتا ہے کہ اس کلمہ کو دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ بات ختم ہوگئی تو زید کا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے، اسی طرح سبق کے ختم پر کہتا ہے کہ واللہ اعلم جواب مع حوالہ عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نیت سے یہ کلمہ کہنا اور لکھنا مکروہ ہے۔ درمختار میں "کتاب الحظر والاباحة" کے ختم پر منظومہ ابن وہبان سے نقل کیا ہے[1]۔

وقد کرھوا واللہ اعلم ونحوہ لا علام ختم الدرس حین یقدر

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے لکھا ہے "اما اذا لم یکن اعلاماً

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص۹/۶۱۷، فی آخر کتاب الحظر والاباحة،

بانتهائه لا يكره لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول فانه استعمل آلة للاعلام اه
ردالمحتار، ج۵/ص ۲۷۷/۔

یعنی اگر واللہ اعلم اسلئے کہتا ہے کہ دیکھنے والے کو بات کا ختم ہونا معلوم ہو جائے تو مکروہ ہے، کیونکہ اس کلمۂ مبارکہ کو اپنے اس مقصد کا آلہ بنا کر استعمال کرنا اس کے علوشان کے خلاف ہے، اور اگر اس سے مقصد اللہ پاک کے علم پر حوالہ کرنا ہے تو مکروہ نہیں، بلکہ درست اور بہتر ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

غزیر العلم کے معنی

سوال: - غزیر العلم ہے، وسیع العلم فتویٰ صرف لفظ غزیر کا لینا ہے، لفظ صحیح کیا ہے؟ عزیز ہے غزیر، نیز غزیر کے کیا معنی ہونگے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ میں غزیر العلم ہے، یعنی غین ہے، نقطہ والا، عین نہیں بلا نقطہ والا، پھر ''ز'' نقطہ دار ہے، پھر ''ی'' ہے، پھر ''ر'' ہے بلا نقطہ، اسکے معنی ہیں زیادہ اور گہرا[1] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

دور اور تسلسل

سوال: - دور اور تسلسل کی تعریف فرمایئے؟

---

[1] الغزير، الكثير من كل شي، لسان العرب ج۵/ص ۲۲/ رز، مطبوعه دار صادر بيروت.

الجواب حامداًومصلیاً

الدور هو توقف كل واحد من الشيئين على الآخر كليات ابو البقاء ص[1] ٣٣.

التسلسل هو اما ان يكون فى الآحاد المجتمعة فى الوجود او لم يكن الثانى كالتسلسل فى الحوادث والاول اما ان يكون فيها ترتيب اولا الثانى كالتسلسل فى النفوس الناطقة والاول اما ان يكون ذالک الترتيب طبعيا كالتسلسل فى العلل والمعلومات و الصفات والموصوفات او وصفيا كالتسلسل فى الاجسام والتسلسل فى جانب العلل باطل بالاتفاق وفى المعلولات بان لاتقف بل يكون بعد كل معلول معلول آخر فيه خلاف فعند المتكلمين لايجوز وعند الحكماء يجوز والتسلسل فى الامور الاعتبارية غير ممتنع بل واقع. كليات ابو البقاء ص[2] ٢١٤. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ٧/٣/٩٤ھ

فصاحت وبلاغت

سوال: -فصاحت وبلاغت کے کیا معنی ہیں کوئی آیت قرآنی لکھ کر سمجھائیے۔

الجواب حامداًومصلیاً

والاصل فى البلاغة ان يجمع الكلام ثلثة اوصاف صواباً فى موضع اللغة

---

[1] كتاب التعريفات ص ١٠١، باب الدال، مطبوعه مكتبه فقيه الامت ديوبند، دستور العلماء او جامع العلوم فى اصطلاحات الفنون ص ٢/٧٨، باب الدال مع الواو، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] كتاب التعريفات ص ٥٣، باب التاء، مطبوعه مكتبه فقيه الامت ديوبند،

وطبقا للمعنی المراد منه صدقا فی نفسه وفصاحة المفرد کحسن کل عضو من اعضاء الانسان و فصاحة الکلام کحسن ترتیب اعضاء الانسان وبلاغة الکلام کالروح الذی لاجله یرغب فی البدن ولایدرک حسن الفصیح الا بالسمع کلیات ابو البقاء ص[1] ۵۰۰/

کلام فصیح یہ ہے کہ اس کے مفردات تنافر، غرابت، مخالفت قیاس سے خالی ہوں اور ضعف تالیف اور تعقید بھی اس میں نہ ہو۔ ایسا کلام اگر مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو وہ کلام بلیغ ہے۔ قرآن مجید فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔ فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

تاویل

سوال:- کردمی تاویل بکرراخویش راتاویل کن نے ذکررا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

شعر کا حاصل یہ ہے کہ اپنے ذہن اور مذاق کی وجہ سے الفاظ قرآن میں تاویل نہ کرو کہ اصل معنی کو بدل کر دوسرے معنی کو مراد لینے لگو بلکہ اپنے ذہن اور مذاق میں تاویل کرو کہ اس کو قرآن کے موافق بناؤ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

---

[1] شرح التلخیص ص ۷۲، مبحث الفصاحة والبلاغة، مطبوعه دارالسرور بیروت،

کیمیا

سوال: -علم کیمیا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اگر معلوم ہو جاوے تو کرنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعۃً تانبا سونا بن جائے اور دھوکہ نہ ہو تو جیسے دوسری صنعتیں جائز ہیں یہ بھی جائز ہے مگر ماہرین سے عامۃً ایسا سنا ہے کہ ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہے اور اس شغل میں لگنے والوں کو عموماً پیسے والا نہیں دیکھا بہت تنگ حال میں دیکھا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

مرحبا کے معنی

سوال: -لفظ مرحبا کی اصلیت اور اس کا اردو میں استعمال کا مطلب کیا ہے براہ کرم جواب میں ارقام فرمائیں کہ از روئے قواعد لفظ مرحبا کون کلمہ ہے یعنی اسم ہے یا فعل یا حرف۔ اگر فعل ہے تو مصدر ہے یا مشتق اگر مشتق ہے تو اشتقاق میں کون سی قسم ہے بول چال میں امر معلوم ہوتا ہے یا امر و نہی، محض حروف ہے اور بطور مخاطب کے لئے مستعمل ہوتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ اردو میں فقط حاضر کے لئے مستعمل ہوتا ہے یا غائب کے لئے لفظ مشترک کی حقیقت از روئے نحو قواعد معلوم ہو جائے۔ اس کے طریقہ استعمال پر کافی روشنی پڑے گی۔ امید ہے کہ اس معمولی استفتاء کے جواب میں مرحبا کے لغوی معنے اور اس کی حقیقت از روئے قواعد سے رہنمائی کی جائے گی۔

---

[1] من طلب المال بالکیمیا فقد افلس (شرح فقه اکبر ص ۳/مکتبه رحیمیه دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً

مرحبا عربی میں ترکیب لغوی کے اعتبار سے مفعول ملطق مصدر میمی ہے یا صیغۂ ظرف ہے بمنزلہ خوش آمدید مستعمل ہوتا ہے یعنی آپ بہتر جگہ تشریف لے آئے اس کو اپنا ہی مکان سمجھیں بے تکلف ٹھریئے۔کوئی پریشانی اور وحشت آپ کو نہ ہونی چاہئے یہ کوئی غیر جگہ نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

لفظ ''درست نہیں'' سے کیا مراد ہے

سوال: -فقہا جب لفظ ''درست نہیں'' بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور مکروہ تحریمی جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی اجازت نہیں مکروہ تحریمی ناجائز ہے۔[2] یعنی ایسا کرنا جائز نہیں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ مثلاً نماز میں کھنکھارنا جائز نہیں[3] لیکن اگر کوئی کرے تب بھی کہا

---

[1] یقول الرجل لمن یدعو له مرحبا ای اتیت رحبًا لا ضیقا او رحبت بلادک رحبا تفسیر کبیر س۲۰۶/ ج۷/ مطبوعه دارالفکر بیروت تحت قوله تعالی لامرحبالهم سورة ص آیت ۵۹/ تفسیر الکشاف ص ۳۷۹ج۳، مطبوعه دارالفکر، مرحباً منصوب علی المصدر بمعنی اتیت سعة والاصل نزلت مکانا واسعا الخ، الاعراب المفصل ص۱۲۳/ ج۱۰/ دارالفکر اردن، سورة ص آیت: ۵۹، اعراب القرآن الکریم ص ۳۷۵/ ج۸/ مطبوعه دار ابن کثیر دمشق سورة ص آیت ۵۹/)

[2] کل مکروه حرام (درمختارعلی الشامی ص۲۱۴/ ج۵/ نعمانیه کتاب الحظر والاباحة،

[3] یکره السعال التنحنح قصدا (عالم گیری کوئٹه ص ۱۰۷ ج ۱. کتاب الصلواة. الباب السابع الفصل الثانی)

جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی[1] پھر سبھی صورتوں میں فرض ادا ہونے کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۲ھ

امی کی تشریح

سوال: - امۃ امیہ کے کیا معنی ہیں، ان پڑھ جاہل یا کچھ اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجمع بحار الانوار، ج ۱/ص ۹۱/ میں اس حدیث[3] کی تشریح اس طرح کی ہے، "یعنی علی اصل ولادة امهم لم یتعلمو الکتابة والحساب فهم علی جبلتهم الاولیٰ الخ" جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا وہ امی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی امی تھے، یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو تمام ضروری اور شان نبوت کے لائق اتنے علوم عطا فرمائے کہ کسی کو نہیں ملے لہٰذا اس موقع

---

[1] لاتنافی الکراهة الحل (شامی نعمانیه ص ۲۱۵/ ج۵/ کتاب الحظر والاباحة،

[2] کل صلوة ادیت مع کراهه التحریم تجب اعادتها والمختار انه جابر للاول ای الفعل الثانی جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول یخرج عن العهدة وان کان علی وجه الکراهة علی الاصح (الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۴۵۷ ج ۱. کتاب الصلواة. مطلب کل صلواة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها.

[3] وہ حدیث یہ ہے اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّیَّةٌ لَانَکْتُبُ وَلَانَحْسِبُ (مجمع بحارالانوار ص ۹۱/ ج ۱/ دائرة المعارف عثمانیه حیدرآباد)

پرامی کا ترجمہ جاہل کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

مذکورہ شعر کا کیا حکم ہے؟

سوال: - حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ میں فرق ہے، اتنا کہ یہ جنت کی شہزادی تو وہ فردوس کی رانی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عائشہؓ وحضرت فاطمہؓ کے درمیان تفاضل کی کیا ضرورت پیش آئی، اس سے سکوت چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۹۵ھ

بچپن کے بد نیک کام

سوال: - بچپن کے نیک کام کا ثواب اور بدکام کا عذاب والدین پر ہوتا ہے، تو یہ قاعدہ حقوق اللہ میں ہے، یا حقوق العباد میں بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں نے جتنے نیک کام کئے ہیں، ثواب کے وہ خود مستحق ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت

---

[1] ینبغی ان لایسئل الانسان عمالا حاجة الیه کان یقول کیف هبط جبرئیل الی قوله وفاطمة افضل من عائشة ام لا، شامی کراچی، ج٦/ص ٧٥٤) مسائل شتی،

کا اجر ملے گا[1] والدین تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہیں اس میں جتنی کوتاہی کریں گے، ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دو دینار سرخ کا وزن

سوال:- دو دینار سرخ کتنے وزن کے ہوتے تھے، یہ ضروری بات آپ لکھ کر بھیج دیں دو دینار سرخ ۵۰۰/ ٹکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل ہمارے یہاں اطراف میں نہ ٹکوں کا رواج ہے، نہ دینار سرخ کا پہلے دینار سرخ ساڑھے تین ماشے کا تھا، ممکن ہے اس کے علاوہ بھی رہا ہو، ٹکہ دو پیسہ کا ہوتا تھا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/٦/٨٦ھ

الفاظ ثویبہ، عرب العرباء، ضرار کی تحقیق

سوال:- ''لفظ ثویبہ'' جنہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے، بضم ثاء مثلثہ وفتح واؤ، وسکون یا مثناۃ تحتانی وفتح ب، وہا ہوز صحیح ہے، **یا بفتح ثاء مثلثه و سکون واو و کسر یا، تحتانی و فتح باء مثناة وهاء**، ہوز صحیح ہے، جواب ضرور دیں، ضرار بن ازورؓ میں بفتح ضاد معجمہ ہے یا بکسر، اس کے معنی کیا ہیں، حضرت شہیدؒ کے خطبہ میں لفظ عرب العرباء ہے العرباء

---

[1] **وقالوا ثواب الطفل للطفل يحصر وقال الشامي فيكون لوالده اجر ذالک من غير أن ينقص من اجر الولد شيئاً الخ درمختار مع الشامي زكريا، ج٩/ص ٦١٦، ٦١٧/ كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع،**

بکسر الراء مہملہ ہے، یا بفتح الراء مہملہ، اور یہ عرب کی صفت ہے، یا جمع اور معنی کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''ثُوَیبَہ'' بضم الثاء مثلثه و فتح واو و سکون یاء مثناة تحتیه و فتح باء موحده وهاء هوز صحیح ہے[1]، ''ضرار'' بکسر الضاد بروزن کتاب صحابی کا نام ہے، اور معنی نقصان پہنچانا[2]، ایک دوسرے کو ''عرب'' بفتحتین بمعنی تازی مونث مستعمل ہے، اس کی صفت کے لئے تین صیغے مونث لئے جاتے ہیں، ایک عاربۃ، دوسرا عربۃ، تیسرا عرباء بفتح عین و سکون راء مہملہ اس طرح عَرَبٌ عَرْبَۃٌ عَرْبٌ عرباء اور عربات بھی اسکی صفت آتی ہے، اس کے معنی ہیں خالص عربی النسل[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ھذا
الجواب صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق

سوال: -بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حرام اور مکروہ تحریمی میں صرف دلیل کے اعتبار سے فرق ہے یعنی حرام دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی دلیل ظنی سے کیا یہ قول صحیح ہے؟

---

[1] ثوبية بضم المثلثة وفتح الواو وسكون التحتية فباء موحده فتاء تانيث الخ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنيه، ج ۱/ص ۱۳۷/ذكر رضاعه ﷺ ومامعه، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

[2] ضرار، نقصان دينا، مصباح اللغات، ص ۴۹۲/.

[3] العرب والعرباء والعاربة والعربة والعربية، خالص عربی لوگ. مصباح اللغات، ص ۵۴۱/.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قول صحیح ہے[1] فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین ۳/۱۲/۹۲ھ

معذور ومجبور میں فرق

سوال:- معذور ومجبور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں معذور وہ ہے جس کے لئے حکم پر عمل کرنے میں رکاوٹ من جہۃ العباد نہ ہو، بلکہ سماوی ہو جیسے کوئی شخص جنگل میں ہو کہ وہاں پانی موجود نہیں، وہ معذور ہے تیمّم کیلئے، مجبور وہ ہے جس کے لئے رکاوٹ من جہۃ العباد ہو، جیسے کسی کو پکڑ کر کوٹھی میں بند کر دیا، اور پانی اس کو نہیں دیتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ

سوال:- آمدنامہ میں جو طریقۂ متعدی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] الادلة السمعية اربعة الاول قطعي الثبوت والدلالة الثاني قطعي الثبوت وظني الدلالة الى قوله فبالاول يثبت الافتراض والتحريم وبالثاني والثالث،الايجاب وكراهة التحريم (شامي زكريا ص۴۸۷/ ج۹/ كتاب الحظر والاباحة)

الجواب حامداً ومصلیاً

فعل لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ مراد ہے، یعنی جو فعل صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے، اس کو متعدی بنانا چاہتے ہیں، تاکہ اس کا تعلق مفعول بہ سے بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ کوئی فعل ایک مفعول پر پورا ہو جاتا ہے، اس کا تعلق دو مفعول سے ہو جائے مثلاً خوردن کھانا یہ ایک مفعول پر پورا ہو جاتا ہے۔ اس کو دو مفعول سے متعدی بنایا جائے، تو خورانیدن بنایا جائے، ایسے ہی پرسیدن سے پرسانیدن ہوگا، ایسے ہی پروردن سے پروانیدن ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

حاشیہ پر ۱۲/ کا مطلب

سوال:- جو کتابوں میں حاشیہ پر ۱۲/ لکھا ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حاشیہ پر ۱۲/ کا مطلب ایسے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر بات پوری ہوگئی، یہ دو حرفوں کے اعداد کا مجموعہ ہے، ایک "ح" اس کے آٹھ عدد ہیں، دوسرا حرف "د" اس کے چار عدد ہیں ان کا مجموعہ ۱۲/ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

---

[1] مفتاح القواعد ص ۴۰/ خاتمہ درمعانی مصادر الخ مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب ہدایہ نے ''قال العبد الضعیف'' کیوں کہا

سوال:- ہدایہ فارسی کے دیباچہ، ص ۵/ میں ہے ''صاحب ہدایہ لفظ متکلم را برائے احتراز از صیغہ انانیت ذکر نہ کردہ است واز'' قال العبد الضعیف'' خود را مراد میگیرد''

(۱) صاحب ہدایہ نے انانیت سے کیوں احتراز کیا اس کا کیا سبب ہے۔

(۲) اہل علم حضرات اگر اپنی تحریروں میں صاحب ہدایہ کی طرح صیغۂ انانیت سے احتراز کریں تو یہ احتراز علماء کے نزدیک کیسا ہے؟

(۳) کیا صاحب ہدایہ کے سوا متقدمین میں سے کسی اور صاحب نے بھی ایسا احتراز کیا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کیا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر اَنا کے بولنے اور لکھنے سے دل میں تکبیر خودی پیدا ہو یا دوسروں کو تکبر کا گمان ہو تو ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ متکلم صیغہ اَنا سے احتراز کرے، اگر خالی الذہن ہو تو پھر احتراز کی حاجت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ''قل انما انا بشر مثلکم الآیۃ''[۱] اسی طرح احادیث میں بہت جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو صیغۂ انا سے[۲] تعبیر فرمایا ہے، بہت سے اکابر کا معمول رہا ہے، کہ وہ اپنے آپ کو صیغۂ اَنا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ اصل میں یہ حد کے عدد ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ سورۃ کھف پارہ ۱٦/ الآیۃ ۱۱۰/

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے میں تم جیسا انسان ہوں۔

۲ انما انابشر انسی کماتنسون (مسلم شریف ص ۲۱۲/۱، کتاب المساجد، باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، بخاری شریف ج ۱/ص ۷/ کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، انااعلمکم باللہ، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

سے تعبیر فرماتے تھے، اور بہت سے دوسرے کلمات سے اور بعض حضرات کبھی صیغہ انا سے کبھی دوسرے کلمات سے رازی[1]، زیلعی[2]، شیخ عبدالحق[3]، سیوطیؒ[4] وغیرہم کی تصانیف میں ہر طرح کی نظیریں موجود ہیں، جس وقت یہ حضرات کسی بڑے شخص کی دلیل کا جواب دیتے ہیں، اس وقت صیغہ انا سے زیادہ تر احتراز کرتے ہیں، کیونکہ یہ موقع ایسا ہے جس سے خود بھی طبیعت میں ایک بڑائی پیدا ہوتی ہے، اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ اکابر کی شان اس سے بالاتر ہے، کم از کم دوسروں کو شبہ ضرور ہوتا ہے، اس سے آپکے ہر سہ سوالا کا جواب ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۷/محرم الحرام ۵۹ھ

نورالانوار کی عبارت پر خلجان

سوال: -نورالانوار کے دو مقام میں خلجان ہے۔

(۱) "ان قال والقضاء یجب کمایجب به الاداء عند المحققین خلافاً

---

[1] ایک نظیر ملاحظہ فرمائیں، اذاعرفت هذاالاصل فنقول الخ، تفسیر کبیر للرازیؒ ج ۱/ ص ۱۳۸/ دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] قال المصنف ویجعل السترة علیٰ حاجبه الأیمن والایسر، به ورد الأ ثرقلت یشدالخ، نصب الرأیه للزیلعی، ج ۲/ص ۸۳/ کتاب الصلوٰة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل،

[3] امابعد میگوید بندۂ مسکین عبدالحق بن سیف الدولة الدهلوی الخ مدارج النبوة ج ۱/ص ۳/ مطبوعه مکتبه نوریه رضویه سکھر پاکستان،

[4] واناسوق ماوقع لی من ذٰلک الخ الاتقان ج ۱/ص ۹/ النوع الاول معرفة المکی والمدنی مطبوعه سهیل لاهور،

للبعض قال الشارح لان بقاء الصلوٰۃ والصوم فی نفسہٖ للقدرۃ علیٰ مثل من عندہ وسقوط فضل الوقت لاالیٰ مثل وضمان للعجز عنہ امر معقول فی نفسہٖ" ص۳۴/شارح کی دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔

(۲) قال والاداء افراع کامل وقاصر وماھو شببہ بالقضاء فی ھذا التقسیم مسامحۃ لان الاقسام لایت قابل فیما بینھما ،ص ۳٦/.

شارح یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اقسام میں آپس میں تقابل ہے کامل قاصر، اور ردشبیہ بالقضاء جمع نہیں ہوسکتے، میرے نزدیک شارح کے اسی قول میں مسامحت ہے؟

الجواب حامداًومصلیا

صوم وصلوٰۃ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے[۱] جب وقت پرادانہ کرسکے تو قضا لازم ہے، وقت پرادانہ کرسکنے کی وجہ سے فریضہ ساقط نہیں ہوتا، یہ امر معقول ہے، اس کی تسلیم من عندنفسہٖ اس طرح ہوگی کہ نفس صوم وصلوٰۃ کی قضاء پیش کرے جوکہ اصل کا مثل ہے البتہ اب وقت کی فضیلت حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس لئے عجز ظاہر ہے جس کا آدمی مکلّف نہیں اس لئے بغیر فضیلت وقت کے جس قدر مثل اپنے اختیار میں ہے اسی پر کفایت کی گئی اوراس کو تسلیم مثل الواجب کہا گیا ہے، پس جونص موجب ادانہیں وہی موجب قضا ہے، کیونکہ فوت وقت کی وجہ سے وہ نص منسوخ نہیں ہوگی، نہ اس پر عمل ہوا بلکہ اس کا مطالبہ اب بھی باقی ہے، لہٰذا وجوب قضاء کیلئے کسی جدید نص کی حاجت نہیں، شارح کے کلام کا یہی حاصل ہے۔

(۲) ماتن کے کلام میں مسامحت ہے جسکی کڑی دور تک (فخر الاسلام وغیرہ تک) چلی گئی ہے، شارح کے کلام میں مسامحت تسلیم کرنا اہون ہے، بشرطیکہ تفریح شارح کا آپ

---

[۱] ویکفر جاحدھا ای الصلوٰۃ لثبوتھا بدلیل قطعی (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار کراچی ج ۱/ ص ۳۵۲، کتاب الصلوٰۃ)

جواب دیدیں، جس میں وجہ مسامحت کا بیان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٦/٢/٩٣ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ٦/٢/٩٣ھ

ایک تھانوی تحریر کا مطلب

سوال:۔ ایک پرچہ جس کا عنوان تھا ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا چاہئے اور جس کو منجانب حضرت حکیم الامت تھانوی شائع کیا گیا تھا اس میں ص ۳۰ پر یہ لکھا ہے کہ کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپا ڈالو البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عبارت کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو ضرر رساں کے ضرر سے دوسرے شخص کو مطلع کر دیا جائے تا کہ وہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے اور محض ذلیل کرنے کے لئے کسی کے عیب کو کھولنا جائز نہیں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ٦/٩/٨٨ھ

الجواب صحیح: نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ٧/٩/٨٨

---

[1]..... قال رسول اللّٰہ ﷺ المجالس بالامانة الاثلثة مجالس سفک دم حرام اوفرج حرام او اقتطاع مال بغیرحق مشکوة شریف ص ۴۳۰ (باب الحذروالتأنی فی الامور) وفی المرقات قال المظهر کما اذا سمع من قال فی مجلس ارید قتل فلان اوالزنا بفلانة اوأخذمال فلان فانه لا یجوز سترذالک حتی یکونوا علی حذرمنه الخ مرقات ص ۳۲۷ ج ۴ (مطبوعه بمبئی) باب الحذر والتأنی فی الامور، الفصل الثانی،

خودداری کا مفہوم

سوال: ۔اسلام میں خودداری کا کیا مفہوم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خودداری کا مفہوم ہے اپنی حیثیت کے موافق کام کرنا۔ ایسے کام سے بچنا جس سے ذلت پیش آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

روشن ضمیر کا مطلب

سوال: ۔اللہ کے بندے روشن ضمیر ہوتے ہیں تو کیا ان کو چودہ طبق کے معاملات نظر آتے ہیں، اور وہ سب کچھ جانتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

روشن ضمیر کا مطلب یہ نہیں کہ چودہ طبق نظر آئیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسا نور پیدا فرمادیا ہے کہ وہ سنت وبدعت، صدق وکذب حق وباطل، طاعت ومعصیت میں ایسا فرق کرلیتے ہیں کہ ہرگز بدعت ومعصیت کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، کہ ان کا یہ نور سلب ہوجائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۱۲ھ

---

[1] فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

not found.

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(سورہ انعام آیت ١٢٥) وهو كناية عن جعل النفس قابلة للحق مهيئة لحلوله فيها مصفاة عما يمنعه وينافيه واليه اشار عليه الصلوٰة والسلام حين سئل فقال نور يقذفه الله فى قلب المومن فينشرح لهٗ وينفتح فقالوا اهل لذلک من امارة يعرف بها فقال نعم الانابة الى دارالخلود والاعراض عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزوله (تفسير ابى السعود ص١٨٣/ج٣/ مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت، روح المعانى ص٢٢/ج٨/ مصطفائيه ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

وعظ

وعظ میں خطاب کا طریقہ

سوال:- اکثر علماء مخاطب تم سے کرتے ہیں کہ تم نے ایسا کیا تم نے ایسا کیا تو عذاب نازل ہوا۔ تو کیا ان کو مغفرت کا پرمٹ مل چکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح مجمع کو خطاب کرنا جس سے تمام قصور اور گناہ سامعین کا معلوم ہو اور واعظ صاحب اپنے آپ کو بے قصور اور سب سے اعلیٰ بے گناہ سمجھتے ہوں درست نہیں۔ ایسے وعظ کا اچھا اثر نہیں ہوتا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. سورة نحل آیت ۱۲۵/ **ترجمہ:-** آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ (بیان القرآن)

عن زینب بنت سلمةؓ قالت سمیت برة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاتزکوا انفسکم اللّٰه اعلم باهل البر منکم الحدیث مشکوة شریف ص۴۰۷/ باب الاسامی ،الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

جلسہ میں غزل ونعت پڑھنا

سوال:- ہمارے ملک میں جلسہ میں تقریر سے پہلے غزل، قوالی، نعت وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نعت پڑھنے کی اجازت ہے۔ حضرت حسانؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے[1] قوالی کی اجازت نہیں۔ فتاویٰ بزازیہ[2] میں اس کو ناجائز لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تقریر میں سونے والوں کا جگانا

سوال:- علماءِ کرام تقریر کے لئے اٹھے، سامعین کی طرف نگاہ ڈالی، سب کے سب نیند میں اونگھ رہے تھے۔ نیند اڑانے کے لئے کچھ ایسی بات بولے کہ سب کی نیند ٹوٹ گئی، حدیث وقرآن کی طرف دل رجوع ہوا، اور قرآن وحدیث سنانے لگے، اس پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیند سے جگانا اور جگا کر حاضرین وسامعین کو وعظ سنانا درست ہے[3] مگر اس مقصد کیلئے

---

[1] عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يضع لحسان منبرافي المسجد يقوم عليه قائماً يفاخرعن رسول الله ﷺ الحديث مشكوٰة شريف ص ۴۱۰ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب البيان والشعر الفصل الثالث.

[2] استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام الخ بزازيه ص ۳۵۹ ج ٦، مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهي.

[3] وذكرفان الذكرى تنفع المؤمنين .سورة الذاريات آيت: ۵۵/.

ترجمہ:- اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ (بیان القرآن)

غلط اور خلافِ شرع بات نہ کہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۹/۹۰ھ

غیر عالم کا تقریر کرنا

سوال:- غیر عالم کے لئے تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر عالم کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کتاب پڑھ کر سنا دے مستقل تقریر نہ کرے، کیونکہ عامۃً حدود کی رعایت نہیں کر پاتا۔ اگر حدود کی رعایت کرے اور جو بات کہے مستند کہے تو اس کو اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

غیر عالم کی تقریر سننا

سوال:- یہاں کے مسلمانوں نے ایک بیرونی مقرر کو بلایا جن کی تقریر سے بدعقیدہ لوگوں کے عقیدے درست ہوگئے، بے نمازی نمازی بن گئے، بے داڑھی والے، داڑھی والے بن گئے، عورتوں، بچوں، علماء وعوام مردوں سب ہی نے ان کی تقریروں کو دل چسپی سے سنا، ہر بات قرآن وحدیث وفقہ کے دلائل سے مبرہن ہوتی ہے، بہت سادہ اور شیریں بیان رہا، لیکن اس کے باوجود مقرر محترم لکھنے پڑھنے کی استعداد مکمل نہیں رکھتے، قراءت واردو کا تلفظ

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء اولها العلم لان الجاهل لا یحسن الامر بالمعروف الخ (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۳ ج ۵) الباب السابع عشر فی الغناو اللهو الخ کتاب الکراهیه.

صحیح نہیں ہے، گجراتی لکھ پڑھ لیتے ہیں، اردو بالکل نہیں آتی، البتہ اردو کی کتاب لکھ پڑھ لیتے ہیں، دینی مطالعہ بہت وسیع ہے، کبھی یہ صاحب قوال تھے، اب اللہ رب العزت نے ان کا رخ اپنی طرف موڑ لیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پڑھ کی تقریر سننا اور ان کی تقاریر میں شرکت کرنا درست نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ واصلاح اصالۃً صاحب باطن علماء حقانی کا منصب اور فریضہ ہے[1]، غیر عالم عامۃ حدود کی رعایت کرنے اور حق و باطل میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، آج کل صحیح علم دین عمومی طور پر تو باضابطہ محقق علماء کی خدمت میں رہ کر کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے، کبھی محض اکابر کی صحبت اور مطالعہ کتب سے بھی کافی علم آجاتا ہے اور طبیعت میں سلامتی ہو اور غباوت وغوایت سے حق تعالیٰ محفوظ رکھے تو یہ علم بھی جو کہ محض اکابر کی صحبت سے حاصل ہوا ہے، بہت نافع ہوجاتا ہے، پھر صحبت اکابر سے قوت مجاہدہ بھی بیدار ہوجائے تو ایسے علم والے کے سامنے اکابر علماء بھی جھکتے اور اس کی صحبت وتذکیر کو اکسیر سمجھتے ہیں، اس کی نظیریں ماضی قریب وبعید میں بھی موجود ہیں، اور زمانہ حال بھی خالی نہیں، حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ بڑے اونچے درجے کے محقق ومستند علماء تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے وہ چیز حاصل کی جو مدرسہ میں ان کو نہیں ملی تھی، لیکن ایسی نظیریں خال خال ہوتی ہیں، پس اگر مقرر موصوف کو خدائے پاک نے اپنی رحمت سے تذکیر وتاثیر سے نوازا ہے، اور علماء ان کی تقریر وتحریر کو اصول شرع کے مطابق صحیح اور ان کے حوالجات کو معتبر فرماتے

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء اولها العلم لان الجاهل لایحسن الامر بالمعروف (عالمگیری ج۵/ص۳۵۳) الباب السابع عشر فی الغناء واللهو و سائع المعاصی والامر بالمعروف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

ہیں تو ضرور ان کا وعظ سننا اور تقریر سے مستفید ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱٦/۱/۸٦ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸٦ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸٦ھ

مقرر کو نبی پر قیاس کرنا

سوال: - بار بار تقریر سے لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو اگر کوئی مقتدی یہ کہے کہ کہنے والوں میں اخلاص نہیں۔ اس کے جواب میں امامِ مسجد یہ کہے کہ ایسا کہنے سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضور ﷺ پر اعتراض ہوگا کہ ان میں بھی اخلاص نہیں تھا جس کی وجہ سے ابوجہل اور دیگر کفار ایمان نہیں لائے، تو مقتدی کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر مقرر کو نبی پر قیاس کرنا صحیح نہیں، نہ ہر مقرر کو غیر مخلص کہا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اپنی نصیحت پر خود عمل

سوال: - مندرجہ ذیل واقعہ حضور ﷺ کا ہے یا کسی امام یا بزرگ کا؟ کہ ایک بڑھیا ان کے پاس آئی اور کہا کہ میرا لڑکا گڑ بہت کھاتا ہے، نصیحت فرمادیجئے۔ جواب میں فرمایا میں بھی گڑ کھاتا ہوں، پہلے میں کھانا ترک کردوں تب نصیحت کروں گا۔ پہلے انہوں نے کھانا چھوڑا، پھر نصیحت فرمائی، جن صاحب کا واقعہ ہو تفصیل سے بیان کردیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ حضور ﷺ کا نہیں اور کسی بزرگ کا ہوگا۔ فی نفسہٖ یہ بات صحیح ہے کہ دوسرے کے حق میں نصیحت کارگر جب ہوتی ہے کہ ناصح خود بھی اس پر عامل ہو[1]

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۰ھ

غیر تعلیم یافتہ شخص کی تقریر

سوال:- ایک شخص تعلیم یافتہ نہیں ہے، اس شخص کی تقریر معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر تقریر سنے کیسے بتایا جائے کہ ان کی تقریر سننا کیسا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

بے عمل واعظ کا حکم

سوال:- جو خود امر ونہی پر عامل نہ ہو دوسروں کو تلقین وترغیب دے اسکے بارے میں

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء الی ماقال والخامس ان یکون عاملاً بما یأمره کیلا یدخل تحت قوله تعالیٰ لم تقولون مالا تفعلون الخ عالمگیریص ۳۵۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشرفی الغناء الخ، مطبوعه کوئٹه،

کیا وعید ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار رہے۔ حق تعالیٰ عمل کی توفیق دے، جو واعظ وعظ کہتے ہیں خود عمل نہیں کرتے آگ کی قینچی سے ان کے ہونٹ کاٹے جائیں گے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بے عمل کا وعظ کہنا اور چھوٹے بھائی کا اس کو ٹوکنا

سوال:- ایک شخص عالم دین ہیں مگر بے عمل اور اکثر برائیاں اس کے اندر پائی جاتی ہیں یہ شخص کبھی کبھی وعظ وتقریر بھی کرتا رہتا ہے۔ بعد نماز جمعہ بھی وعظ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے وعظ کا اعلان کیا مگر اس کا چھوٹا بھائی مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا تم اس قابل ہو کہ وعظ کہو۔ تو کیا اس حالت میں وہ وعظ سے رک جائے۔ اگر خدا تعالیٰ نے قیامت میں پوچھ لیا کہ جب تم کو علمِ دین دیا تھا تم نے کیوں نہیں پہونچایا۔ تو اس کا کیا جواب دے گا اس روکنے والے بھائی کو کیا کہا جائے گا جو کہ دین کی بات عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے روکے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے بھائی جبکہ عالم بھی ہیں تو چھوٹے بھائی کو ان کا دوہرا احترام لازم ہے۔ جو

---

[1] عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مررت لیلة اسری بی بقوم تقرض شفاھم بمقاریض من النار فقلت یاجبرئیل من ھؤلآء قال ھؤلآء امتک الذین یقولون مالایفعلون. مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۰/ باب البیان والشعر، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

طریقہ چھوٹے بھائی نے استعمال کیا ہے نہایت غلط اور مذموم ہے۔ لازم ہے کہ بڑے بھائی سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب کرے[1] بڑے بھائی کو جہاں اسکا خیال ہے کہ اپنے علم سے مخلوق کو نفع نہ پہونچانے کی صورت میں جواب طلب کیا جائیگا وہاں اپنی اصلاح کی بھی فکر و کوشش لازم ہے، انسان کتنا ہی بڑا عالم ہو جائے کبھی بھی اپنی اصلاح سے غافل نہیں رہنا چاہئے اور جس کو وعظ کہنا ہو اس کو تو زیادہ فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بقول شخصے ؎

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پر عامل نہ ہوگا

وعظ جب ہی مؤثر ہوتا ہے جب خود بھی واعظ باعمل ہو[2] جتنے لوگ وعظ پر عمل کریں گے اتنا ہی واعظ کے اجر میں اضافہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۳ھ

وعظ کہہ کر چندہ مانگنا

سوال: -مسجد میں وعظ تقریر فرما کر بعد میں جو چندہ کی وصولی کی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لیس منامن لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرناالحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] الامربالمعروف معروف وهوواجب علی العالم ولکن الواجب والأولی بالعالم ان یفعله مع من امرهم به ولا یتخلف عنهم الخ. تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۹/ ج ۱/ سورة بقره، مطبوعه مصطفیٰ احمد الباز مکه مکرمه، عالمگیری ص ۵/۳۵۳، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ، مطبوعه کوئٹه،

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ کہہ کر مسجد میں چندہ مانگنا اچھی بات نہیں، یہ پیشہ وروں کا کام ہے اس سے وعظ کا اثر نہیں ہوگا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اصل مقصود چندہ مانگنا ہے اور پیشہ کی خاطر وعظ کو اس کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند // //

وعظ ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر سے

سوال: - ریڈیو میں وعظ کہنا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ سے مقصود چونکہ صرف اعلان وافہام ہی ہوتا ہے اس لئے اگر دور والے نہ سن سکیں تو مقصود فوت ہو جائے گا اس لئے ان کو عربی میں کوئی تغیر کرنا مثلاً عربی زبان چھوڑ کر حاضرین کی زبان میں کہنا، یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سے آواز بلند کرنا موجب کراہت نہ ہوگا۔ زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو مفتی شفیع صاحب دیوبندی کے رسالہ جس میں اس کی تفصیل وتحقیق

---

[1] التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبیاء والمرسلین والریاسة ومال وقبول عامة من ضلالة الیهود والنصاری الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۰۴ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، الواعظ اذا سأل الناس شیئاً فی المجلس لنفسه لایحل له ذالک لانه اکتساب الدنیا بالعلم الخ عالمگیری ص ۳۱۹/ ج۵/ الباب الرابع فی الصلوة والتسبیح، کتاب الکراهیة مطبوعه کوئٹه، پاکستان.

مذکور ہے دیکھئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۵/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور

بغیر سامعین کے لاؤڈ اسپیکر پر وعظ کہنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک امام صاحب فجر کی اذان کے بعد اور نماز سے قبل لاؤڈ اسپیکر میں اپنے کمرہ میں بیٹھ کر جبکہ سامعین بھی ان کے سامنے نہیں ہوتے وعظ کہتے ہیں۔ ایسے ہی کبھی عشاء کے بعد بھی لوگ اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی جگہ سے سنتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ کا یہ طریقہ غیر موزوں ہے، اس میں نہ وعظ کا احترام ہے نہ واعظ کا، نہ ہی وعظ وتذکیر کے فوائد مرتب ہوتے ہیں جو کہ سامعین کے قلوب کے قلب واعظ سے ربط کی بناء پر مرتب ہونے چاہئیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۱۳۹۵ھ

مردوں کا ٹیپ عورتوں کیلئے، عورتوں کا مردوں کیلئے

سوال:- جو عورتیں مرد سے پردہ کرتی ہیں ان کو غیر مرد کا ریڈیو ٹیپ ریکارڈ میں نعت، حمد، بھر کر سننا جائز ہے یا نہیں؟ عورتیں گنہگار ہیں یا نہیں؟

---

[1] ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص ۳۸ ج ۵ (مطبوعہ دیوبند) آلہ مکبر الصوت کا استعمال عبادات غیر مقصودہ میں،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ریڈیو میں تقریر آئے جو ضروری امور پر مشتمل ہو اس کا سننا عورتوں کو درست ہے۔ مردوں کی آواز عورتوں کے حق میں منع نہیں عورتوں کا ٹیپ ریکارڈ مردوں کو نہیں سننا چاہئے[1] اور گانا کسی کا کسی کو نہیں سننا چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۹ھ

ریڈیو پر عورت کی اناؤنسری

سوال:- ریڈیو پر عورت کا اناؤنسری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کو اپنی آواز بلاضرورت شرعیہ نامحرموں کو پہنچانا اگرچہ ریڈیو کے ذریعہ ہو موجب فتنہ ہے[3]۔

---

[1] ولا نجیز لهن رفع اصواتهن ولاتمطیطهاولاتلیینها وتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال اِلیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجزأن تؤذن المرأة (شامی کراچی ص ۴۰۶/ج ۱/باب شروط الصلوٰة،مطلب فی سترالعورة)

[2] وفی التاتر خانیة عن العیون اِن السماع سماع القرآن والموعظة یجوزواِن کان سماع غناء فهو حرام باجماع العلماء (شامی کراچی ص ۳۴۹/ج۶/ کتاب الحظروالاباحة قبیل فصل فی اللیس، بزازیه علی الهندیة ص ۶/۳۵۹ ، کتاب الکراهیة، الفصل الثالث فیما یتعلق بالمناهی، مطبوعه کوئٹه)

[3] لانجیز لهن رفع اصواتهن ولاتمطیطها ولاتلیینها وتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم الخ، شامی زکریا ص ۷۹ ج ۲ باب شروط الصلاة، مطلب فی سترالعورة،

حضرت امام مالکؒ نے عورت کی آواز کو بھی عورت فرمایا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر

سوال:- مستورات کو لاؤڈ اسپیکر پر بیان کرنا رات میں جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کی آواز گھر سے باہر نکلنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف مستورات کا مجمع ہو اور آواز نامحرموں تک نہ پہونچے تو عورت کا وعظ کہنا اور اپنی بات بتانا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۵ھ

کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا

سوال:- اکثر علماء مسجد کے اندر کرسی کے پائے دھلوا کر اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرسی پر وعظ کہنا ناجائز ہے لہٰذا ان لوگوں کو شریعت کی روشنی میں مطلع فرمائیے کہ کرسی پر بیٹھ کر مسجد کے اندر علماء کا وعظ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] قال الباجی: لان النساء لیس شأنهن الجهر، لان صوت المراة عورة (اوجز المسالک ص ۶/۴۴۷، مکتبه امدادیه مکة المکرمه، کتاب الحج، رفع الصوت بالاهلال) تفسیر قرطبی ص ۲۰۶/ ج۷/ الجزء الرابع عشر، سورۂ احزاب، مطبوعه دارالفکر بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم شریف ص[1] ۲۸۷/ج ۱/ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کا مسجد میں کرسی پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے، کرسی کے پائے لوہے کے معلوم ہوتے تھے الادب المفرد ص[2] ۲۱۰/ میں بھی امام بخاریؒ نے اس کو ذکر فرمایا ہے جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغول ہونا

سوال:- کسی عالم کی تقریر کے وقت یا درس حدیث یا کسی دینی کتاب پڑھنے کے وقت اپنے وظیفہ یا کلمۂ سوم، استغفار، درود شریف میں مصروف رہنا خلاف اولیٰ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح نہ تو تقریر کا پورا فائدہ حاصل کرسکتا ہے نہ وظیفہ کی طرف پوری توجہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں کام ادھورے رہتے ہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قال ابورفاعة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه انتهیت الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهویخطب قال فقلت یارسو ل اللّٰه رجل غریب جاء یسئل عن دینه لایدری مادینه قال فاقبل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وترک خطبته حتی انتهی الی فأتی بکرسی حسبتُ قوائمه حدیداً مسلم شریف ص۲۸۷/ج ۱/ کتاب الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[2] ملاحظه هو فضل الله الصمد فی توضیح الادب المفرد ص۴۰۳/ج۲/رقم الحدیث ص۱۱۶۴/باب الجلوس علی السریر، مطبوعه عباس احمدالبازمکة المکرمة،

[3] او ذکر فی المسجد عظة وقرآن فاستماع العظة اولی الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲/۴۳۷، باب مایفسد الصلاة، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

آداب افتاء واستفتاء

فتویٰ دینے کا حق کس کو ہے؟

سوال: - حافظ یا مولوی، یا قاری یا میانجی وغیرہ فتویٰ دینے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے باقاعدہ فتویٰ سیکھا نہ ہو، اس کے اندر صلاحیت نہ ہو، اس کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۷ھ

---

[1] رایت فی فتاویٰ العلامة ابن حجر سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ولم یکن له شیخ ویفتی ویعتمد علی مطالعته فی الکتب فهل یجوز له ذالک ام لا فاجاب بقوله لایجوز له الا فتاء بوجه من الوجوه لانه عامی جاهل لایدری مایقول (شرح عقود رسم المفتی ص۷۵/من یفتی بمطالعة الکتب بغیر التمرن علی شیخ، مطبوعه زکریا دیوبند، رسائل ابن عابدین ج ۱/ص ۱۶/ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟

سوال:- اگر کوئی کسی مولوی عالم اور واقفِ اسرار شریعت سمجھ کر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ اس خیال سے کہ اس کے جواب سے کسی عزیز و دوست کا نقصان ہوگا، عمداً اس کا جواب نہ دے، اور اس کے سوال کو گذاشتنی اور اس کو جاہل جان کر جواب جاہلاں باشد خموشی پر عمل کرے تو کیا اس نے خدا کے اس حکم کے خلاف ورزی نہیں کی، کہ جو تم کو معلوم ہو صاف صاف ظاہر کردو اور کچھ نہ چھپاؤ اگر چہ اس میں تمہارا یا تمہارے عزیز دوست کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف کرنے والے کی قیامت میں خدا کی طرف سے باز پرس نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ شرعیہ بوقت ضرورت ظاہر کرنا واجب ہے[1] اور محض اس خیال سے کہ میرے کسی عزیز کو نقصان پہنچے گا چھپانا جائز نہیں[2] لیکن ہر سوال کا جواب دینا بھی واجب نہیں، اور ضرورت کا مدار جواب دینے والے کے احساس پر ہے، یعنی بسا اوقات سائل کے نزدیک اس سوال کا جواب ضروری ہوتا ہے اور مجیب کے نزدیک ضروری نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن

---

[1] یلزم فی مثل هذه الامور ای الامور الواجبة العلم ان لایمنع الجواب فمن فعل ذالک کان آثماً مستحقاً للعقوبة (بذل المجهود ج۴/ص ۳۲٦/ کتاب العلم، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

[2] من سئل عن علم علمه ثم کتمه الجم یوم القیمة بلجام من نار (مشکوٰة، ج ۱/ص ۳۴، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ :- جس سے کسی علم کا سوال کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے، اس نے اس کو چھپالیا اس کو بروز قیامت آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر سوال کا جواب خواہ وہ قابل جواب ہو خواہ نہ ہو لوگوں کو دیتا ہے وہ دیوانہ ہے۔ کذا فی الدارمی[1] نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص کو بلا تحقیق فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ کذا فی سنن الدارمی[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت

سوال:-علمائے دیوبند کا عمل صرف قرآن وحدیث سے ہے، تو مدرسہ دیوبند میں مفتی کیوں ہوئے ہیں، ان کا کام کیا ہوتا ہے، مفتی صاحب جو فیصلہ دیتے ہیں، وہ قرآن کے چار نمبر سے دیتے ہیں، یا حدیث کے حوالہ سے دیتے ہیں، لکھ کر دو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شخص میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے مسئلہ نکال سکے، اور سمجھ سکے اس لئے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں مفتی موجود رہتے ہیں، جو کہ قرآن پاک اور حدیث شریف، سے ثابت شدہ مسائل کو بتلاتے رہتے ہیں، اور قوم کو بہت بڑی سہولت

---

[1] عن ابن مسعود قال ان الذی یفتی الناس فی کل مایستفتی لمجنون (سنن دارمی ج ۱/ص ۷۳/) باب فی الذی یفتی فی کل مایستفتی.

ترجمہ:-جو لوگوں کے ہر سوال کا جواب دیتا ہے وہ مجنوں ہے۔

[2] عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من افتی بفتیا من غیر ثبت فانما اثمه علی من افتاه (سنن دارمی ،ج ۱/ص ۶۹/) باب الفتیا ومافیه من الشدة،مشکوٰة شریف ص ۳۵/کتاب العلم ،الفصل الثانی.

ترجمہ:-جس نے بغیر ثبوت کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

حاصل ہوجاتی ہے، کہ مسائل بکھرے ہوئے معلوم ہوتے رہتے ہیں، بسا اوقات اہل علم کو اشکالات پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان کو بھی جواب حاصل کر کے اشکالات رفع کرنا آسان ہوجاتا ہے، غلط فرقے اپنی جہالت یا اضلال وتلبیس سے دین میں دخل اندازی مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے کی تدبیر میں لگے رہتے ہیں، ان کی جہالت، اضلال تلبیس، کا دجل بھی ختم کردیا جاتا ہے، اور براہین قاطعہ کی روشنی میں صراط مستقیم واضح ہوکر حفظ ایمان کی توفیق ہوجاتی ہے، اس لئے مفتیوں کو رکھے ہوئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم سے مسئلہ بتانا

سوال:- فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے کسی کو مسئلہ بتانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسئلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے، تو بتانا بھی درست ہے، (قیود وشرائط بسا اوقات مذکور نہیں ہوتیں[1]۔) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

شامی دیکھ کر فتویٰ دینا

سوال:- شامی کا کتب فقہ میں کیا درجہ ہے۔ آیا فقط شامی دیکھ کر فتویٰ دیا جاسکتا

---

[1] الماهر الذى اخذ العلم عن اهله وصارت له فيه ملكة نفسانية فانه يميز الصحيح من غيره ويعلم المسائل ومايتعلق بها على الوجه المعتدبه فهذاهو الذى يفتى الناس. (رسم المفتى ص ۷۵/ من يفتى بمطالعة الكتب بغير تمرن على شيخ، مكتبه زكريا ديوبند)

ہے یا نہیں؟

افتخار الحسن کاندھلوی ۲/رجب ٦٦ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی جامع ہے اور مجموعی حیثیت سے معتبر ہے۔ صاحب اتقان کے لئے صرف شامی دیکھ کر فتویٰ دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ٦٦ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۵/رجب ٦٦ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٦/رجب ٦٦ھ

بغیر استاذ کے محض آداب المفتی کتاب دیکھ کر فتویٰ دینا

سوال:- عالم مجتہد کون ہے اگر کوئی ناظرہ قرآن شریف پڑھ کر چند کتب فقہ کی پڑھ لے وہ عالم مجتہد میں داخل ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا!

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ عالم مجتہد نہیں۔ اجتہاد تو بڑا درجہ ہے ایسے شخص کے لئے تو یہ بھی حق نہیں کہ معمولی

---

[1] قال احمد النقیب یعتبر هذا الکتاب خاتمة التحقیقات والترجیحات فی المذهب الحنفی لتأخر جامعه وسعة اطلاع واضعه وتحریره ماعتمده المتأخرون الثقات ولانه اجمع کتاب فی الفقه الحنفی من کتب الفتوی والترجیح ویعتبر لدیٰ علماء الحنفیة منخل المذهب فیما علیه الفتویٰ ولایکاد یفتی فی الفقه الحنفی دون الرجوع الیه وکان ومایزال اهم کتب الفتویٰ التی انحضرت جهدالفقهاء المتأخرین علی قرأتها وقدجمع فیه ابن عابدینؒ حصیلة کتب المذهب الخ ،المذهب الحنفی ص ۵۸۳/ج ۲/مکتبه الرشید ریاض.

مسائل روزمرہ میں فتویٰ بتا سکے کہ کس قول پر فتویٰ ہے۔

سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیه بنفسه ولم یکن له شیخ ویفتی ویعتمد علی مطالعته فی الکتب فهل یجوزله ذالک ام لا؟ فاجاب بقوله بل لایجوزله الافتاء بوجه من الوجوه لانه عامی جاهل لایدری مایقول بل الذی یأخذ العلم عن المشائخ المعتبرین لایجوز له ان یفتی من کتاب ولامن کتابین بل قال النووی ولامن عشرة فان العشرة والعشرین قد یعتمدون کلهم علی مقالة ضعیفة فی المذهب فلایجوز تقلیدهم فیها بخلاف الماهر الذی اخذالعلم عن اهله وصارت له فیه ملکة نفسانیة فانه یمیز الصحیح من غیره ویعلم المسائل ومایتعلق بها علی الوجه المعتمدبه فهذا هو الذی یفتی الناس ویصلح ان یکون واسطة بینهم وبین اللّٰه تعالیٰ واما غیره فیلزمه اذا تسورهذا المنصب الشریف التعزیر البلیغ والزجر الشدید الزاجر ذٰلک لأمثاله عن هذا الامرالقبیح الذی یودی الی مفاسد لاتحصیٰ[1]ه شرح عقود رسم المفتی عن الفتاوی الکبیرص ۱۵ ر[2]

---

[1] شرح عقود رسم المفتی ص ۷۵، ۷۶ر من یفتی بمطالعة الکتب بغیرالتمرن علی شیخ، مطبوعه زکریا دیوبند

[2] **ترجمہ**:-اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو کتب فقہیہ کو خود پڑھتا اور مطالعہ کرتا ہے کوئی اس کا شیخ واستاد نہیں وہ فتوی بھی دیتا ہے اور اپنے مطالعہ کتب پر اعتماد کرتا ہے یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں۔پس انہوں نے اپنے قول کے ساتھ جواب دیا کہ اس کے لئے فتوی دینا کسی طرح جائز نہیں۔اس لئے کہ وہ نرا عامی جاہل ہے اسے نہیں معلوم کیا کہہ رہا ہے بلکہ جو شخص علم کو مشائخ معتبرین سے حاصل کرتا ہے اس کو بھی ایک کتاب یا دو۲ر کتاب دیکھ کر فتوی دینا جائز نہیں بلکہ نوویؒ نے کہا ہے کہ دس کتاب (دیکھ کر) بھی فتویٰ دینا جائز نہیں۔اس لئے کہ بعض دفعہ دس اور بیس حضرات بھی تمام کسی ایسے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں جو مذہب میں ضعیف ہوتا ہے۔ پس اس (قول ضعیف) میں ان کی تقلید جائز نہیں۔..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

مجتہدین کے طبقات متعدد ومتفاوت ہیں۔ ہر طبقہ کی تعریف علیحدہ ہے۔ تفصیل مطلوب ہو تو ردالمحتار[1] النافع الکبیر[2] عقود رسم المفتی[3] وغیرہ مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٦/محرم ٦٧ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ٨/محرم ٦٧ھ

جاہل مفتی

سوال:- ایک صاحب میرے یہاں ہیں ان کا نام خدابخش ہے اور وہ فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ وہ عربی بھی نہیں جانتے ہیں ہر سال بچوں کے اسکول کا روپیہ کھا جاتے ہیں اور اپنی برادری میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ بھائیو! میں نے اسکول کا روپیہ اپنے خرچ میں لے لیا ہے اور میں ادا نہیں کر پاؤں گا اس کو آپ لوگ معاف کر دیجئے، وہ بے چارے مجبور ہو کر معاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ یہ دے نہیں پائیگا اور نماز میں تہجد ادا کرتا ہے، اور ٹٹی شارع عام پر پھرتا ہے راستہ چلنے والی عورتیں اور آدمی اپنے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....بخلاف ماہر کے جس نے علم کو اس کے اہل سے حاصل کیا ہے اور اسکو اس میں ملکہ راسخہ حاصل ہو گیا پس وہ صحیح غیر صحیح کے درمیان تمیز کرتا ہے اور مسائل اور ان کے متعلقات کو بھی معتمد طریقہ پر جانتا ہے پس اسکو حق ہے کہ لوگوں کو فتوی دے اور یہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی اگر منصب شریف کی جسارت کرے تو اس کو تعزیر بلیغ اور زجر شدید لازم ہے۔ جو اس جیسوں کو اس امر قبیح سے روک دے جو بے شمار مفاسد کی طرف پہنچاتا ہے اھ شرح عقود رسم المفتی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] شامی نعمانیہ ص ٥٢/ج ١/ مقدمہ شامی طبقات الفقهاء.

[2] النافع الکبیر ص ٧/فصل اول، مطبوعہ لکھنؤ،

[3] شرح عقود رسم المفتی ص ٤٩/ مطبع زکریا، طبقات الفقهاء،

منھ پھیر لیتے ہیں مگر ان کو شرم نہیں لگتی، ایک مرتبہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان میں ایک باغ ہے اس کے پیڑ کے نیچے بیٹھا پائخانہ پھر رہا تھا۔ یہ فعل اس مفتی جاہل کے لئے کب روا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جاہل آدمی کا بلا تحقیق علم حاصل کئے فتویٰ دینا فتویٰ نہیں بلکہ ضلالت اور گمراہی ہے[1] اور ایسے شخص کو مفتی کہنا بھی جہالت اور ضلالت ہے سب کے سامنے ستر کھولنے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۵/۱/۹۰ھ

غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا

سوال: -صرف اردو داں حضرات کو فقہی مسائل (نماز وضو وغیرہ کے علاوہ) بتلانے

---

[1] عن عبداللّٰہ عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالما اتخذالناس رئوساً جھالاً فسئلو افافتوا بغیر علم فضلوا واضلو ا (مشکوۃ ص ۳۳/ کتا العلم ،الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: -آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بندوں سے علم کو اس طرح نہیں نکال لاتا البتہ علم کو اٹھاتا ہے علماء کو اٹھانے کے ساتھ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بناتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں وہ بغیر علم کے فتوے دیتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

[2] عن الحسن مرسلاً قال بلغنی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ، مشکوۃ شریف ص ۲۷۰/باب النظر الی المخطوبہ،الفصل الثالث، مطوعہ یاسر ندیم دیوبند،

سے اگر روکا جائے کہ آپ مسئلہ نہیں بتلائیں، تو یہ اقدام غلط ہوگا، یا صحیح؟ جبکہ عالم دین موجود ہیں، بعض تو اردو سمجھ لیتے ہیں، اور بعض اردو بھی نہیں سمجھ پاتے، دونوں کو روکا جائے کہ حرام و حلال والے مسائل نہ بتائیں، تو اس رکاوٹ کی اجازت ہے یا نہیں؟ رکاوٹ میں سختی کی جاسکتی ہے نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک فقہ کے مسائل باقاعدہ معتمد استاذ سے حاصل نہ کئے ہوں، کچھ اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ صحیح طور پر ان کو بیان کیا جائیگا، اس لئے اس کی عام اجازت نہیں دی جائے گی، اگر چہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ صحیح سمجھ کر صحیح بیان کردے، اس لئے پہلے کسی واقف کار مستند عالم کو وہ مسائل سنا دیئے جائیں، جب وہ تصویب کردے، تو پھر ان کو بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے، مگر ان کی اپنی طرف سے مزید تشریح نہ کی جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

غیر مستند عالم کا فتویٰ دینا

جیسا کہ جماعتِ اسلامی والے کرتے ہیں

سوال: - کوئی غیر مستند عالم یا غیر مستند مفتی جس نے کسی ادارے سے سند حاصل نہ کی ہو ایسا شخص تحریری یا زبانی فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اکثر جماعتِ اسلامی کے

---

[1] لوان الرجال حفظ جميع كتب اصحابنا لا بدأن يتلمذ للفتوىٰ (رسم المفتى، ص ٩٧/ مكتبه سعيديه سهارنپور تحت شعر"

والعرف فى الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

افراد جو کہ اکثر عالم نہیں ہوتے اور نہ مفتی ہوتے ہیں، وہ فتویٰ دیتے ہیں۔ لہٰذا ایسے غیر مستند مفتیوں کے فتاویٰ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مسئلہ کی پوری تحقیق کر لی ہو خواہ استاذ کے پڑھ کر ہو یا اہل علم سے سن کر ہو اس کو پوری احتیاط کے ساتھ نقل کرنا درست ہے۔ از خود کتاب دیکھ کر بسا اوقات سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے، اس لئے محتاط حضرات ہمیشہ فتویٰ دینے سے بچتے ہیں، جب تک کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو وہ ہرگز جسارت نہیں کرتے، اس کی اجازت بھی نہیں۔ عقود رسم المفتی میں ہے۔

فلیس یجسر علی الاحکام سویٰ شقی خاسر المرام[1]

بغیر تحقیق کے اگر فتویٰ دیا تو اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہوتا ہے[2]

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے فتویٰ دینے میں غلطی کبھی نہیں کی۔ ایک دفعہ ان سے فتویٰ دریافت کیا گیا تو جواب دیا کسی مفتی سے پوچھو، دین کی بات میں بتاتا ہوں[3] کما قال۔ پھر جماعت اسلامی والے کیا فتویٰ دے کر غلطی میں مبتلا ہوتے

---

[1] (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، اذالم یوجد فی المسئلة روایة، مطبوعه زکریا دیوبند)
ترجمه:- بدبخت، نامراد کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ دینے پر جسارت نہیں کرسکتا۔

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من أفتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه، مشکوة شریف ص ۳۵/ کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،
ترجمه:- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔

[3] رسائل ومسائل حصه دوم ص ۱۷۵/ فقهیات، مطبوعه مرکزی جماعت اسلامی پاکستان،

یا کرتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر عالم سے مسائل پوچھنا

سوال:- جو شخص عالم نہ ہو اس سے مسائل دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اپنی رائے سے دینی مسائل بتائے تو اس سے پوچھنا گمراہی کا سامان مہیا کرنا ہے، اگر کتاب میں دیکھ کر بتائے اور معتبر غیر معتبر کو نہ پہچانتا ہو تو اس کے بتائے ہوئے مسائل میں صحیح غلط کی تمیز نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا

سوال:- اگر شرعاً ہندہ کو زید کے مال ومتاع سے کچھ حصہ اور مہر بھی ملتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا انکار یا رد کردے یا اس کے خلاف اپنی خواہش نفسانی کے واسطے فتویٰ دے تو شرعاً ایسے آدمی پر کیا جرم عائد ہوتا ہے اور کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے؟ جواب بحوالہ لکھیں۔

---

[1] سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ولم یکن له شیخ ویفتی ویعتمد علی مطابعته فی الکتب فهل یجوز له ذالک ،فاجاب بقوله لایجوز له الافتاء لانه عامی جاهل لایدری مایقول الخ شرح عقود رسم المفتی ص۷۵/من یفتی بمطالعة الکتب بغیر التمرن علی شیخ، مکتبه زکریا دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی فتویٰ کو بلا دلیل رد کرنا اور نہ ماننا سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی اس فتویٰ شرعیہ کا استخفاف کر کے توہین وتحقیر کرے گا تو یہ کفر ہے کہ تحقیر شریعت کو بھی مستلزم ہے اور جان بوجھکر خواہشِ نفسانی کی وجہ سے خلاف شرع فتویٰ دینا اور مستحق کو محروم کرنا بڑا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔ جو ناواقف اس خلاف شرع فتویٰ پر عمل کریں گے اس کا گناہ بھی فتویٰ دینے والے پر ہوگا[1] اور ایسے شخص کو امام بنانا بالکل ناجائز ہے[2] تاوقتیکہ وہ توبہ کر کے حق بات کو ظاہر نہ کردے لیکن اس کا فیصلہ بھی معتبر علماء سے کرایا جائے کہ فتویٰ موافق شرع ہے یا خلاف شرع کسی غیر عالم کا از خود فیصلہ کرنا درست اور معتبر نہیں۔

رجل عرض عليه خصمه فتوىٰ الائمة فرد هاوقال ''چه بارنامه فتویٰ آورده'' قيل يكفر لانه ردحكم الشرع وكذا لولم يقل شيئا لكن القى الفتوىٰ على الارض وقال ''ایں چه شرع است'' كفر اذا جاء احد الخصمين الى صاحبه بفتوى الائمة فقال صاحبه ليس كما افتوااو قال لانعمل بهذا كان عليه التعزير كذا فى الذخيرة اه هنديه ۲۷۲/ج ۲[3] فليس يجسر على الاحكام سوى شقى خاسر المرام وانكان المفتى مقلدا غير مجتهد يأخذ بقول من هو افقه الناس عنده ويضيف الجواب اليه فان كان افقه الناس عندهٗ فى مصر آخر يرجع اليه بالكتاب ويكتب بالجواب ولايجازف خوفا من الافتراء على

---

[1] عن ابى هريرة مرفوعاً قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من افتى بغير علم كان اثمه على من افتاه (مشكوة المصابيح ص ۳۵/ج ۱/كتاب العلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمه:- جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

[2] يكره امامة عبد واعرابى وفاسق، تنوير الابصار، قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر (شامى نعمانيه ص ۳۷٦/ج ۱/)باب الامامة،

[3] فتاوى عالمگيرى ص ۲۷۲/ج ۲/ الباب التاسع ،احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه،

اللّٰہ تعالیٰ بتحریم الحلال وضدہ اہ شرح عقود رسم المفتی[1] ص ۳۳/ ویحجر علی المفتی الماجن ھو الذی یعلم الناس الحیل الباطلۃ بان علم المرأۃ الارتداد لتبین من زوجھا وبان علم الرجل ان یرتد لتسقط عنہ الزکوۃ ثم یسلم ولا یبالی ان یحرم حلالا ویحل حراماً اہ مجمع الانھر قلت ویدخل فیہ المفتی الفاسق کمافی الملتقط والذی یفتی عن جھل کما فی الخانیۃ اہ سکب الانھر ص ۴۴۱/ ج ۱[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۶/۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۲/ جمادی الثانی ۵۹/۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غیر عالم کو مسئلہ بتانا

سوال:- قاضی صاحب نے جنہوں نے کسی دینی درسگاہ میں تعلیم نہیں پائی بلکہ رڑکی کی انجینئرنگ اسکول میں تعلیم پاکر بوجہ جعلی سند پیش کرنے ملازمت سے محروم رہ کر عطاری کی دوکان کرتے ہیں، شرعی فتویٰ دے سکتے ہیں اور وہ کہاں تک شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاعلم کے مسئلہ بتانا شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے[3] لیکن اگر مسئلہ معلوم ہو تو مسئلہ بتلانے کے لئے سند کا ہونا ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، ۱۴۳/ مطبع زکریا، اذالم یوجد فی المسئلۃ روایۃً)

[2] مجمع الانھر مع سکب الانھر ص ۵۶/ ج ۴/ کتاب الحجر عباس احمد البازمکہ مکرمہ.

[3] وقد حرم اللّٰہ القول علیہ بغیر علم فی الفتیا والقضاء (اعلام الموقعین ص ۳۸/ ج ۱/ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

بغیر علم کے فتویٰ دینا

سوال:- عدم تحقیق وثبوت کی صورت میں ظنی طور پر مسئلہ بتانا کیسا ہے؟ جبکہ کبھی تحقیق کے بعد صحیح نکلے اور کبھی غلط ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا تحقیق مسئلہ بتانا درست نہیں ہے۔ "وفی اثر مرفوع ذکرہ ابو الفرج وغیرہ من افتی الناس بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء وملائکۃ الارض، کذا فی اعلام الموقعین ج ۲/ص ۲۵٦/". فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۸ھ

ترک نماز کا فتویٰ

سوال:- اگر کوئی عالم دین مسجد میں جانا اور جماعت کی نماز پڑھنا اپنی آبادی میں ترک کردے جب کہ صرف ایک ہی مسجد ہے، اور اذان اور جماعت وقت پر مسجد میں نہ ہو، بلکہ اکثر وقت اذان وجماعت ہوتی ہی نہ ہو، اور وہ عالم دین دوسرے گاؤں میں کبھی کبھی جاتا ہے، لیکن دوسری جگہ فتویٰ بہت دیتا ہے کہ یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، تنخواہ حرام ہے لینا تو ایسے شخص کے فتویٰ پر عمل کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتویٰ جو بھی صحیح ہو وہ واجب القبول ہے، اگر اس کی صحت میں تردد ہو تو دوسرے معتمد حضرات سے تصدیق وتوثیق کرالی جائے، ترک جماعت بلا عذر شرعاً نہایت قبیح ومذموم ہے،

جو شخص دواماً اس کا تارک ہو وہ فاسق ہے[1] اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[2] مسجد میں اذان و جماعت کا نہ ہونا بڑے وبال کی چیز ہے، تمام اہل بستی کو اس کا انتظام کرنا چاہئے[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۶/ ۹۰ھ

حنفی المسلک مفتی کا شافعی فقہ پر فتویٰ دینا

سوال:- کیا شافعی المسلک مفتی حنفی مسلک کے مطابق اور حنفی المسلک مفتی شافعی المسلک کے مطابق فتوے دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی مفتی سے سوال کیا کہ فلاں مسئلہ میں حضرت امام شافعیؒ کا کیا فتویٰ ہے تو حنفی مفتی کو چاہئے کہ جواب اس طرح دے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ یہ ہے (کسی شافعی کو امام شافعی کا فتویٰ پوچھنا ہو تو شافعیہ سے پوچھے) الغرض اپنے امام کا مذہب چھوڑ کر دوسرے

---

[1] وكذاالاحكام تدل على الوجوب من أن تاركها من غير عذر يعذر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه (الى قوله) وهذه الاحكام، مقيد بالمداومةعلى الترك (حلبى كبيرى ص ٥٠٩/ فصل فى الامامة)

[2] لوقدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (حلبى كبيرى ص ٥١٣/ فصل فى الامامة)

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه أن يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها (سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴/ (وسعى فى خرابها) اى بالهدم اوالتعطيل (بيضاوى ص ٣٨٦/ج ١/ دارالفكر)

ترجمہ آیت:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کا حق نہیں[1] الّا یہ کہ مجتہدین نے کسی خاص مسئلہ میں ضرورت شدیدہ کے موقعہ پر کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو فتویٰ دیا ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۹ھ

جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتویٰ پوچھنا

سوال: ۔بعض مسائل ایسے ہیں کہ اس میں احناف کے علماء مثلاً علماء دیوبند، سہارنپور، دہلی مختلف ہیں، کسی کے نزدیک حلت ہے، کسی کے نزدیک حرمت ہے۔تو کیا ایسی صورت میں جس جگہ سہولت ملے استفتاء کر سکتے ہیں یا نہیں، دراں حالانکہ قابل اعتماد اور دیندار ہر ایک ہیں، یعنی اتباع ہوا میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب سب اداروں پر یکساں اعتماد ہے تو محض سہولت کے لئے انتخاب کرنا کہ فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی اور فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی، اگر کامل اتباعِ ہوا نہیں تو اتباعِ ہوا کے قریب ضرور ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ

---

[1] متی سالنا عن مذهبه اجبنا بمذهبنا (درمختار) وفی الشامیة وان سالنا کیف مذهب الشافعی فیه لانجیب بمذهبه (شامی زکریا ص ۲۱۹/ ج۴/ کتاب النکاح ،باب الکفاءة .

[2] لوافتی حنفی فی هذه المسئلة بقول مالک عندالضرورفلاباس به (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة ص۳۹۳/ ج۲/ کتاب المفقود (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[3] قال اللّٰه تعالی ولاتتبع الهوی فیضلّک عن سبیل اللّٰهِ، صورۂ ص، الآیة ۲۶/

شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہئے

سوال:- اگر کوئی حنفی مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہوتو وہ استفتاء جس میں مورث اعلیٰ شیعہ ہواور باقی مورث ووارث سنی ہوں یا مورث اعلیٰ سنی ہواور بقیہ مورث و وارث خواہ کل شیعہ ہوں خواہ بعض شیعہ وبعض سنی پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب کس طرح لکھے آیا اصل میں اپنے اصول کے موافق لکھے یا مورث شیعہ کے ترکہ وحصے کو اصول تشیع کے موافق اور مورث حنفی اورسنی کے ترکہ وحصہ کو اصول حنفیت کے موافق یا کیا صورت ہوگی جوصورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

جوفرقۂ شیعہ کا کافر ہے اسکی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے ماتحت ان کو بھی جواب دیا جائے گا۔ **الکفار یتوارثون فیما بینهم بالاسباب اللتی یتوارث بها اهل الاسلام فیما بینهم من النسب والسبب اه** عالمگیری[1] ص ۴۵۴ رجلد سادس، الباب السادس فی میراث اہل الکفر اور جوفرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے اس کو بھی حنفی سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موفق جواب دے گا، علامہ حصکفی نے درمختار کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع میں کتاب احیاء اموات سے کچھ پہلے لکھا ہے (فروع) کتب

---

[1] عالمگیری ص ۴۵۴/٦، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اهل الکفرة، مطبوعه الماجدیه بلوچستان کوئٹه،

ماقول الشافعیؒ یکتب جواب ابی حنیفہؒ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں قولہ کتب الخ مثل الکتابۃ السوال بالقول ومثل الشافعیؒ غیرہ من اصحاب المذاھب اھ (ردالمحتار ص ۹۹/ج ۵/[1] پس مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریق اولیٰ مذہب اہل سنت کے مطابق جواب دینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھے

سوال:- زید سے الفاظ قرآن بھی اکثر صاف نہیں نکلتے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ اور ایسے شخص سے آئندہ مسئلہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام عالم نہیں تو مسئلہ عالم سے پوچھا جائے[2] وہ الفاظِ قرآن میں کیا غلطی کرتا ہے تشریح کے ساتھ لکھیں تو حکم معلوم ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۳ھ

جو شخص غلط فتویٰ دے اس سے تعلق رکھنا

سوال:- احقر ۸۰ء میں دارالافتاء کا طالب علم تھا، اس زمانے میں سب حضرات کو

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۲۷۰/ج ۵/

[2] لایجوز الافتاء الالرجل عالم بالکتاب والسنۃ (اعلام الموقعین ص ۴۵/ج ۱/ مطبوعہ دارالجیل بیروت، عالمگیری ص ۳۰۸/ج ۳/ کتاب ادب القاضی، الباب الاول فی تفسیر الادب والقضاء، مطبوعہ کوئٹہ)

معلوم ہے، کہ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب اور نائب مفتی ہندوستان میں ربوٰ کے متعلق گنجائش بتلاتے تھے، اور بینک وغیرہ کی شکلیں جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو جائز بتلاتے تھے، اس سلسلہ میں ایک مفصل فتویٰ حضرت مفتی صاحب نے لکھا تھا ۸۰ء کے رجسٹر میں درج ہے، اسی زمانے میں ایک استفتاء ربوٰی کے متعلق بھی آیا تھا، میں نے حضرت امام ابو یوسفؒ کے مطابق جواب لکھا تھا حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کو کاٹ دیا تھا، اس بناء پر جو لوگ مسئلہ پوچھتے تھے، وہ مفتی صاحب والی بات نقل کر دیا کرتا تھا، گنجائش بتلاتے ہیں، اس بناء پر بعض لوگ اس قسم کے معاملہ کر چکے تھے، کاروباری موقع پر جب ضرورت ہوتی تو بعض روپیہ لے لیتے تھے کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے ہیں، تو میں نے ان سے اکابر کے فتویٰ مختلف ہونے کے بارے میں کہا اور کہا کہ جب یہ عمل بعض اکابر کے فتویٰ کی بناء پر ہے تو ان کی تفسیق نہ کی جائیگی، ایسی صورت میں شدت بھی نہ برتوں گا کہ ان سے قطع تعلق کروں اس پر انہوں نے کہا کہ مولویانہ تاویل ہے، تو ایسی صورت میں قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصد اصلاح ہے اگر تعلق وملاطفت سے اصلاح متوقع ہے تو ترک تعلق نہ کیا جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ترک تعلق سے طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کا نتیجہ شر و فساد ہوتا ہے، کبھی ترک تعلق مفید ہوتا ہے، اس لئے معاملہ سہل ہے[1] مگر صرف تعلق پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ آہستہ آہستہ اصلاح بھی لازم ہے[2] ورنہ یہ تعلق مداہنت بن کر رہ جائے گا، جو

---

[1] نهى رسول الله ﷺ عن كلامنا هو دليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصية الخ المفهم شرح مسلم، ج٧/ص ٩٨/ (مطبوعه بيروت) كتاب الرقاق) باب يهجر من ظهرت معصية.

[2] ادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الاية سورة النحل آيت ١٢٥.

ترجمه:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیے۔ (از بیان القرآن)

لوگ اصل حال بتا کر اپنے معتقد سے دیانت داری سے فتویٰ لیتے ہیں، وہ تو ان شاء اللہ نفع میں رہیں گے، جو اہل علم ایک فتویٰ کو دلائل کی روشنی میں صحیح نہ سمجھے اس کو اس فتویٰ پر عمل کرنا درست نہیں، اسلئے کہ وہ خود اہل علم ہے اور جب کوئی اسی سے پوچھے کہ یہ فتویٰ صحیح ہے تو کہہ دے کہ صحیح نہیں، دوسروں کے لئے اختلافی مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرنا بھی مناسب نہیں، اپنے لئے احوط کا اختیار کرنا اورع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۸۸/۹/۵ھ

شرعی قوانین عالم دین پر بھی لاگو ہیں

سوال:- کیا عالم دین پر شرعِ اسلامی کے قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرع اسلامی کے قوانین سب کے لئے ہیں عالم دین مستثنیٰ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو

سوال:- (۱) ہم کہ محمد وصی پسر عبدالسمیع خان قصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ یوپی کے رہنے

---

[1] ولایصل العبد مادام عاقلاً بالغاً الی حیث یسقط عنه الامر والنهی مقام سقوطهما لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف واجماع المجتهدین علی ذالک فان اکمل الناس فی المحبة والایمان هم الانبیاء خصوصا حبیب اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مع ان التکالیف فی حقهم اتم واکمل فانهم یعاتبون بترک الافضل بل کل من کان الی الانبیاء اقرب فالتکلیف علیه اشد (نبراس ص ۳۳۶/ اللعن علی یزید خلاف التحقیق، مطبوعه پاکستان، شرح عقائد ص ۱۶۵/ مبحث لایصل العبد الی حیث یسقط عنه الامر والنهی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۱۴۹، لایصل العبد الی مقام بسقط عنه الامر الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی،

والے ہیں، چونکہ احقر کا عقد مسماۃ ہاجرہ خاتون دختر محمد ادریس خاں ساکن قصبہ کوپا گنج کے ہمراہ ہوا تھا، اور زوجہ میرے مکان پر رخصت ہوکر آئی، اور دو یوم مقیم بھی رہی، اور بحسن وخوبی یہاں سے رخصت ہوکر اپنے میکہ گئی۔

(۲) اس کے بعد احقر متعدد بار اپنی سسرال کوپا گنج گیا اور دو چار دن مقیم بھی رہا۔

(۳) احقر نے رخصتی کے لئے بارہا کہا اور بارہا تقاضہ کرتا رہا مگر خسر رخصت کرنے میں حیلہ کرتے رہے، اس طرح سے ہنوز رخصت نہیں کیا۔

(۴) اب معلوم ہوا ہے کہ خسر محمد ادریس کوپا گنج نے ایک استفتاء مندرجہ ۱۹۴۰/ادارہ دیوبند جس کا جواب جناب مفتی صاحب دیوبند سے اس کی موافقت میں صادر فرمایا ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ استفتاء ہے، لہٰذا احقر بحلف روبرو دو گواہان کے بیان کرتا ہے، کہ یہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے احقر نے کبھی بھی اپنی بیوی ہاجرہ خاتون کو اس قسم کی بات نہیں کہی ہے، اور نہ تحریر بھیجی ہے، اس لئے اپنا بیان حلفیہ دے کر اپنا دستخط بنا دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال کو صحیح صحیح لکھنا مستفتی کی ذمہ داری ہے مفتی کا جواب تو سوال پر ہی مرتب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص سوال غلط اور خلاف واقع لکھ کر مفتی سے جواب حاصل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجرم ہوگا، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، اور اس پر مفتی نے جواب دیا کہ زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی، تو اس سے وہ حرام جب ہوگی، کہ طلاق دی ہو، ورنہ وہ حرام نہیں ہوگی، یا مثلاً کوئی شخص خنزیر کے گوشت کے متعلق یہ کہے کہ یہ بکری کا گوشت ہے، اور مفتی فتویٰ دیدے کہ یہ حلال ہے، تو اس سے وہ بکری کا گوشت بن کر حلال نہیں ہوجائے گا، بلکہ خنزیر ہی کا گوشت رہے گا، اور حرام ہی رہے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص سوال کرے فلاں عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہے، اور عدت گزر گئی ہے، اس سے

نکاح زید کا درست ہوسکتا ہے یا نہیں، اور مفتی نے جواب دیا کہ بعد عدت درست ہے، اور واقعۃً اس کو طلاق نہ دی گئی ہو، یا عدت نہ گزری ہو تو اس کا نکاح زید سے درست نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۹۰ھ

لامذہب کے سوال کا جواب

سوال:- ایک لامذہب کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا میں فرشتوں کو خطاب کیا تھا کہ آدم ک کو سجدہ کرو اور شیطان اس آیت کی رو سے مستثنیٰ ہوا تو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون کیوں قرار پایا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لامذہب کا جواب دینا بیکار ہے کیونکہ وہ کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ شیطان کا وجود ہی نہ مانے گا۔ اگر آپ کو شبہ ہو تو فرمایئے، جواب دے دیا جائے گا، بیضاوی شریف[1] پر نہایت تفصیل سے اس کا جواب لکھا ہے اور لامذہب سے مناظرہ کرنا فروعی امور میں قطعی مفید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۳/محرم ۵۴ھ

---

[1] وان ابلیس کان من الملائکۃ والالم یتناولہ امرھم ولم یصح استثناؤہ منھم ولایرد علی ذالک قولہ تعالی الا ابلیس کان من الجن لجواز ان یقال انہ کان من الجن فعلاومن الملائکۃ نوعاً (بیضاوی ص ۶۴/سورۂ بقرہ تحت آیت ۳۴/طبع یاسرندیم ص ۲۹۴/ج ۱/ مطبوعہ دارالفکر بیروت،

اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا

سوال:-ایک وقف کی آمدنی جو کہ مخصوص ادارہ کے لئے خاص ہے، لہٰذا اس کے علاوہ پھر وقف کی آمدنی کو دوسرے مصرف میں صرف کی جاسکتی ہے، اگر کوئی متولی وقف کے منشاء کے خلاف صرف کرے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک

مدرسہ عالیہ جامع مسجد کا صدر مدرس ہی مفتی ہے، اس لئے اس کے متعلق کسی دوسرے دار الافتاء سے فتویٰ حاصل فرمائیں، اختلافی مسائل کا جواب دینے کی وقف بورڈ کی جانب سے ممانعت ہے، اسلئے معذوری ہے۔ فقط عبدالقدوس رومی

نوٹ:-عبدالقدوس رومی مفتی شہر نے جو جواب دیئے ہیں، وہ کہاں تک درست ہیں؟ کیا کسی کے متعلق خود اس کی ذات سے متعلق بات دریافت کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور اس کے جواب دینے کا حق نہیں ہے؟ کیا کسی مفتی کو یہ کہنے کی مجال ہے کہ وہ سنی وقف بورڈ کی وجہ سے امر حق کو ظاہر نہ کرے، اور معذوری پیش کر کے جواب دینے سے اعراض کرے، ایسے مفتی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ نیز سوال اول کا جواب ندارد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مفتی کی ذات سے متعلق سوال ہو وہ اگر خود ہی جواب دیکر اپنی پوزیشن کو صاف کرلے تو مظنۂ تہمت ہے جس سے بچنے کا حکم ہے[1] اس بناء پر اگر انہوں نے جواب دینے سے معذرت کردی تو یہ طریقہ مناسب ہے، اگر کسی مفتی کو پابند کردیا جائے، کہ فلاں فلاں

---

[1] اتقوا مواضع التهم (کشف الخفاء ج ۱ / ص ۴۴ / مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، **ترجمه**:-تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔

مسئلہ کا جواب دیں، اور فلاں فلاں مسئلہ کا جواب نہ دیں، پھر وہ اس پابندی کی رعایت رکھے، تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، مثلاً پہلے زمانہ میں قاضی کے نام منشور آتا تھا، کہ قول راجح اور قول مختار پر فیصلہ کرسکتا ہے، تو وہ اس کا پابند ہوتا تھا، یا مثلاً قول امام ابوحنیفہؒ پر فیصلہ کرے تو وہ اس کا پابند ہوتا تھا، اگر چہ دوسرا قول بھی غلط نہیں، لیکن اس کو اختیار کرنے کا حق نہیں، یا جیسے ایک طبیب ہے، کہ امراض چشم کا علاج کرتا ہے، دوسرے امراض کا علاج نہیں کرتا، تو اس پر کیا اعتراض ہے، دوسرے امراض کے علاج کے لئے دوسرے طبیب موجود ہیں، لہٰذا آپ کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے سوالات دوسری جگہ حل کرلیں، ان سے ہی دریافت کرنے پر اصرار نہ کریں، نہ ان کے یا کسی کے درپے ہوں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

کتب معتبرہ وغیر معتبرہ

چند کتب معتبرہ وغیر معتبرہ

سوال:- کتب فردوس آسیہ، قصص الانبیاء، تذکرۃ الاولیاء ہند، سرالشہادتین، قیامت نامہ، صبح کا ستارہ، رکن دین، کنزالدقائق، تنبیہ الغافلین، تقویت الایمان، مالابدمنہ، تفسیر سورۂ یوسف، گلزار ابراہیم، فتاویٰ رشیدیہ، نورنامہ کلاں، مجالس الابرار، آیا یہ کتابیں مستند ومعتبر ہیں یا نہیں اوران میں سے کون کتاب پڑھنی چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصنیف ہے، بعض روایتیں اسکی ضعیف ہیں۔

(۵) حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصنیف ہے اس کا اصل نام علامات قیامت ہے، یہ معتبر ہے۔

(۷) کے بعض مسائل غیر معتبر ہیں۔

(۹) ابواللیث سمرقندی کی تصنیف ہے اس کی بعض روایات کمزور ہیں۔

(۸/۱۰/۱۱/معتبر ہیں، ۱۴/۱۶/بھی معتبر ہیں، بقیہ کتب میں نے نہیں دیکھیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

چند مفید وغیر مفید کتب کے نام

سوال: -حسب ذیل کتابوں میں جو آپ کی دیکھی ہوئی ہوں کون معتبر ہیں؟

(۱) قصص الانبیاء (۲) مجالس الابرار (۳) حکایات صحابہ (۴) مالابدمنہ (۵) رکن دین (٦) کنز الدقائق (۷) شاہنامہ اسلام مصنفہ حفیظ جالندھری (۸) فتح الباری (۹) گلزار ابراہیم (۱۰) تفسیر یوسف (۱۱) نور مامہ کلاں (۱۲) تاریخ خیر البشر (۱۳) معجزہ آل نبی (۴) قصہ دردسر (۱۵) قصہ ہرنی (۱٦) قصہ آل جابر (۱۷) احسن المواعظ (۱۸) فردوس آسیہ۔

الجواب حامداً ومصلیا

۱/۲/۳/۴/٦/۸/میری دیکھی ہوئی معتبر کتاب ہیں، مگر ۸/بخاری شریف کی شرح ہے، جسکے مصنف شافعی المذہب ہیں، اسلئے اسکے مسائل فقیہ اسی وقت تک قابل عمل ہیں، جب تک وہ حنفی مذہب کے موافق ہوں[2]، ۱/۹/۱۷/کو مولانا تھانویؒ نے مفید فرمایا ہے، ۱۰/۱۳/کو غیر مفید بلکہ مضر فرمایا ہے، بہشتی زیور حصہ دہم[3] ۴/۵/کی ایک اصلاح کسی عالم نے تحریر کی ہے، وہ اگر ساتھ ہو تو اس کے مسائل پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں ۱٦/میں اگر آل جابر کے مرنے

---

[1] ملاحظہ ہو بہشتی زیور مکمل ومدلل حصہ دہم ص۵۲-۵۳/عنوان کتابوں کا نام جن کے دیکھنے سے نفع ہوتا ہے، اور جس کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔

[2] انا التزمنا تقلیدمذهبه ای ابی حنیفة، دون مذهب غیره (شامی کراچی ج ۱/ص٦۷/ مقدمه، مطلب صح عن الامام انه قال اذا صح الحدیث، فهو مذهبی،

[3] بهشتی زیور ج۱۰/ص ٦۷۴،

کے بعد زندہ ہونے کا قصہ مذکور ہے، تو وہ غلط ہے، ۱۱/۱۴/۱۵/ بچپن میں دیکھی تھیں، اب یاد نہیں ان میں کیا ہے، بقیہ کا حال کچھ معلوم نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۶۸ھ

کتاب آزرجندی کی حقیقت

سوال: ۔استفتاء "ماقولکم فی ھذہ المسئلۃ رحمکم اللّٰہ تعالیٰ ایھا العلماء"

ایک شخص فاتحہ مروجہ کے جواز میں دلیل میں دو روایتیں پیش کرتا ہے:۔

(۱) ملا علی قاری اپنے فتوی آزرجندی میں روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاریؓ نے دودھ اور چھوارے لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے، آپ ﷺ نے اس پر ایک مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اُٹھا کر چاروں قل اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا، انتہیٰ ملخصاً۔

(۲) امام سعدؓ کے انتقال پر حضرت سعدؓ نے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک کنواں کھدوایا تھا، تیار ہوجانے پر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "اللھم ہذہ لام سعد" اس سے بھی فاتحہ مروجہ کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے، اسکا کیا جواب ہے؟

(۱) فاتحہ علی الطعام اور رفع یدین علی الطعام کے بارے میں فقہاء کے کچھ اقوال ہیں مجوزین فاتحہ کے دلائل کے جوابات کس کتاب میں ملیں گے؟

---

[1] جن کتابوں کے حال معلوم نہیں ان کے مطالعہ کے سلسلہ میں کسی معتبر عالم دین سے رجوع کرنا چاہئے، ملاحظہ ہو: بھشتی زیور مکمل ومدلل ج ۱۰/ص ۵۱/ مایتعلق بالکتب، کتاب کا خاتمہ، پہلا مضمون،

س:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دوقبروں پر تر شاخ کوشق کر کے گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک تر رہیں گی عذاب میں تخفیف رہے گی، اس سے قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانے کی دلیل پکڑتے ہیں، کہتے ہیں "وان من شیئی الایسبح بحمده ولٰکن لاتفقهون تسبیحهم الآیة" قول اللہ تعالیٰ ہے اور یہ ذی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور لکڑی ذی حیات ہے تو یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ خصوصیت حضور ﷺ ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، وہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی اور اس کی دلیل؟

(ب) براہین قاطعہ میں لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام سے عدم جواز دعا علیٰ الطعام لایصال الثواب پر استدلال کیا گیا ہے، زید کہتا ہے کہ یہ اس کھانے کے واسطے ہے جو اپنے کھانے کے واسطے ہو، دوسرے کھانے پر دعا کرنا اس حدیث سے ناجائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کتاب ملا علی قاری کی تصنیف نہیں اور روایت بھی صحیح نہیں، کتب حدیث میں اس روایت کا کوئی نشان نہیں، مولانا عبدالحیٔ نے اس کو موضوع لکھا ہے[1]، فتاویٰ رشیدیہ[2] حصہ اول ص۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶/ پر اس روایت کے متعلق تفصیلی رد موجود ہے، اور دہلی، لکھنؤ، مرادآباد پانی پت وغیرہ کے بہت سے علماء کے دستخط اس پر متفقہ ہیں اس روایت سے فاتحہ مروجہ پر استلال کس طرح ہوا، کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے۔

(۱) فتح العزیز[3]، شرح سفرالسعادت، فتاویٰ رشیدیہ[4]، براہین قاطعہ[5]، فتاویٰ دارالعلوم

---

[1] فتاویٰ عبدالحی ج۴/ص ۱۴۱/) کتاب العلم والعلماء، مطبوعه لکھنؤ،

[2] فتاویٰ رشیدیه قدیم،

[3] تفسیر فتح العزیز، ج ۱/ص ۳۳۰)سورۂ بقره.

[4] فتاویٰ رشیدیه، ج ۱/ص ۹۸/

[5] براهین قاطعه، ص ۸۶/

امدادالفتاویٰ[1]، مائۃ مسائل، وغیرہ میں اس طریقہ مروجہ کی ممانعت مذکور ہے، اور بغیر رفع یدین وغیرہ کے نفس سوئم وغیرہ کی ممانعت فتح القدیر[2]، فتاویٰ بزازیہ[3]، شامی[4] وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے۔

س:۔اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے وہ یہ ہے نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے علم ہوگیا تھا، کہ قبر میں عذاب ہورہا ہے، کیا آج بھی کسی پر وحی آتی ہے کہ فلاں قبر میں عذاب ہورہا ہے، نیز جن مزارات پر یہ لوگ پھول چڑھاتے ہیں، کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر عذاب ہورہا ہے، مثلاً اجمیر شریف، کلیر شریف، دہلی شریف میں عامۃ حاضر ہوکر مقابر اہل اللہ کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، کیا یہی عقیدہ ہوتا ہے، کسی فاسق فاجر کی قبر پر نوبت کم آتی ہے، اس حدیث کے ذیل میں علماء نے تخصیص کا احتمال بھی لکھا ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی، اور حضور ﷺ نے اس حدیث میں تیقن کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ لعل فرمایا ہے، اس حدیث کی شرح میں حافظ عینیؒ فرماتے ہیں "ان القاء الریاحین لیس بشئی[5] اھ "حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری، ج۱/ص۲۷۷/ میں لکھا ہے "واما حدیث

---

[1] امدادالفتاویٰ، ج۵/ص۲۶۰/ مطبوعہ زکریا دیوبند،

[2] ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ (فتح القدیر، ج۲/ص۱۴۲/ فصل فی الد فن، قبیل باب الشھید، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[3] فتاویٰ بزازیہ، علی عالمگیری ج۴/ص۸۱/ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

[4] فتاویٰ شامی کراچی ج۲/ص۲۴۰/ فصل فی صلاۃ الجنائز، مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ من اھل المیت .

[5] وکذالک مایفعلہ اکثر الناس من وضع مافیہ رطوبۃ من الریاحین والبقول ونحوھا علی القبور لیس بشئی (عمدۃ القاری شرح بخاری ج۲/ص۱۲۱/ جزء۳، من الکبائر، ان لایستتر من بولہ، کتاب الوضوء، مطبوعہ دارالفکر .

الباب فظاهر من مجموع طرقه انهما كانا مسلمين ففى رواية ابن ماجة مربقبرين جديدين فانتفىٰ كونهما فى الجاهلية وفى حديث ابى امامة عنداحمدؒ انه صلى اللّٰه عليه وسلم مربالبقيع فقال من دفنتم اليوم ههنافهٰذا يدل علىٰ انهما كانامسلمين وفى رواية ابى بكرة عند احمد والطبرانى باسناد صحيح يعذبان ومايعذبان فى كبير ومايعذبان الافى الغيبة والبول فهٰذا الحصرينفى كونهما كانا كافرين لان الكافروان عذب علىٰ ترک احكام الاسلام فانه يعذب مع ذٰلک علىٰ الكفر بلاخلاف[1]

(ب) تخصیص کی دلیل کیا ہے، جب کہ الفاظ عام ہیں اور جواز کی دلیل کونسی حدیث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مظاہر علوم سہارنپور ۳/ذیقعدہ ۷۰ھ

بلاغ المبین

سوال: ۔جناب حضرت اقدس مولانا ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی تصنیف کردہ کتاب ''بلاغ المبین'' کو جھٹلاتے ہیں، اس کو نزدیک رکھنا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کتاب کی کونسی بات کو غلط کہتے ہیں اور کس دلیل کی بناء پر کہتے ہیں؟ تفصیل سے لکھئے! فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

---

[1] (فتح البارى ج ۱/ص ۴۲۸/) كتاب الوضوا من الكبائر ان لايسترمن بوله، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه،

مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلویؒ شہید اور ان کی کتابیں

سوال:۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلویؒ کی تصانیف کا پڑھنا مناسب ہے یا نہیں ان کی مشہور کتاب ''تقویۃ الایمان'' اور صراط مستقیم'' پر لوگ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا صحیح حکم سے مطلع کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ بہت بڑے متبع سنت صاحب نسبت عالم اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے تھے، ان کا عقیدہ بالکل قرآن وحدیث کے موافق تھا، اتباع سنت پر دل سے فریفتہ تھے، بدعت کے سخت مخالفت تھے، رات دن سنت کو پھیلانے اور بدعت کو مٹانے میں مشغول رہتے تھے، خدا کے راستہ میں خدا کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اسی میں شہید ہوئے، ان کی کتابیں معتبر ہیں، ان کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اخلاق پاکیزہ ہوتے ہیں، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دلوں میں سما جاتی ہے، مگر ان کی کتابیں کسی ایسے ماہر عالم سے پڑھنے کی ضرورت ہے جو کہ ان کے مزاج سے واقف اور ان کی اصطلاحات کو خوب جانتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تقویۃ الایمان، ارواحِ ثلاثہ، الشہاب الثاقب کے حوالے

سوال:۔ کتاب تقویۃ الایمان، ارواحِ ثلاثہ اور الشہاب الثاقب کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بات جس کتاب میں لکھی ہے، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی ہے، یہی حال ان کتابوں کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۴ھ

تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان کی شان

سوال: ۔زید کہتا ہے کہ تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان کے مسائل مطابق اہل حق کے ہیں، لہٰذا ہر دو کتاب کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے، اور اس کے مسائل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، ہر دو کتاب رد بدعت میں نہایت مدلل ہیں، ان کا انکار کرنے والا اہل باطل و بدعتی ہے، اور عمر کا کہنا ہے کہ تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان کا رکھنا اور پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مطابق مذہب اہل باطل ہے، اور ہر دو کتاب خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وعمر میں کون حق پر ہے؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا قول صحیح ہے عمر کا قول غلط ہے، لیکن ان میں بعض الفاظ سخت ہیں جو کہ اس زمانہ کی جہالت کے علاج کے طور پر لکھے گئے ہیں،[1] جیسا کہ ان لوگوں کی تردید کے لئے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے تھے، قرآن کریم میں وارد ہوا ہے "قل فمن یملک من

---

[1] المفتی فی الوقائع لابدله من ضرب اجتهاد ومعرفة باحوال الناس الخ شامی کراچی، ج۲/ص ۳۵۸/ باب مایفسد الصوم.

اللہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم الخ[1] مگران الفاظ کا مطلب غلط نہیں جوکہ غور کرنے یا سمجھانے سے سمجھ میں آ سکتا ہے، بلاضرورت ان الفاظ کو استعمال کرنا جیسا کہ بعض کی عادت ہوگئی ہے، گستاخی ہے اس سے احتیاط چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ ج ۲/۶۴ھ

تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

سوال: ۔تقویۃ الایمان میں ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ یوں نہ کہو کہ فلاں چیز کھائی یا پی تھی، نقصان کر دیا اور یہ مرض ہوگیا، ایسا کہنا شرک ہے، نفع ونقصان سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، مگر زید کا سیکڑوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ ترشی دار کوئی بھی چیز کھائی تو آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش شروع ہوجاتی ہے، اور آنکھ مثل دکھنے کے ہوجاتی ہے، اور جب شلغم، دال مسور اور ارہر کھاتا ہے تو فوراً فم معدہ پر جلن ہوجاتی ہے، اور جب مولی کھاتا ہے، تو گردہ میں بھاری پن ہوجاتا ہے، زید جب ان مرضوں کی شکایت طبیب سے کرتا ہے تو طبیب غذا کھانے کے بارے میں دریافت کرتا ہے کہ کیا کھایا تھا تو اس پر زید بتاتا ہے، کہ رات فلاں چیز کھائی تھی،

---

[1] سورہ مائدہ، آیت:۱۷/

ترجمہ :۔آپ ان سے پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ عیسی بن مریم اور ان کی والدہ اور جتنے زمین میں آباد ہیں ان سب کو موت سے ہلاک کرنا چاہیں تو کیا کوئی شخص ایسا ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے ذرا بھی ان کو بچا سکے۔

[2] فی ھذہ الآیۃ دلیلان احدھما علی تجنب الالفاظ المحتملۃ التی فیھا التعریض للتنقیص والغض (تفسیر قرطبی، ج ۱/ص ۵۶/ جزء ۲، سورۃ البقرہ الآیۃ، ۱۰۳-۱۰۴/ مطبوعہ دارالفکر بیروت،

اب طبیب بہت سی چیزوں کو منع کرتا ہے، اگر کھاؤ گے تو مرض بڑھ جائیگا، طبیب کی منع کردہ اشیاء پر یقین یہ کر کے نہ کھانا کہ نقصان دیں گی، اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے، نقصان ظاہر ہوتا جاتا ہے، کیا واقعی شرک ہو جائیگا، کہ اس چیز نے نقصان کر دیا، اگر شرک ہے تو پھر کیا سوچ کر طبیب کی ہدایت پر عمل کرے جو شرک نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی چیز کی تاثیر بغیر اذن خداوندی کے اثر نہیں کر سکتی، اس لئے کوئی چیز بھی مؤثر بالذات نہیں، اگر کسی چیز کو مؤثر بالذات اعتقاد کریگا تو یہ شرک ہوگا، باذن خداوندی مؤثر ہونے سے شرک نہیں ہوگا[1]، ترشی کھانے سے اگر آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش کا ہونا ترشی کے لوازم ذاتیہ سے ہوتا ہے تو جو شخص بھی کھاتا اس کو یہ تکلیف ضرور ہو جاتی ہے، دنیا بھر کھاتی ہے، اور یہ تکلیف نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ ترشی مؤثر بالذات نہیں بلکہ جس کے حق میں خدائے پاک کی طرف سے جب اذن ہوتا ہے ویسی تاثیر ظاہر ہوتی ہے، شلغم، دال مسور، ارہر، مولی وغیرہ سب کو اس پر قیاس کر لیں کہ کوئی بھی مؤثر بالذات نہیں، ورنہ اطباء سب کو ہی منع کر دیتے، تجربہ یا طبیب حاذق کی تجویز سے ایک چیز کا مضر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے پرہیز کرنا ہرگز شرک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

---

[1] اختلف العلماء فی کفر من قال مطرنا بنوء کذا علی قولین احدھما ھو کفر باللّٰہ تعالیٰ سالب لاصل الایمان مخرج من ملۃ الاسلام قالوا وھذا فیمن قال ذٰلک معتقداً ان الکوکب فاعل مدبر منشی للمطر کما کان بعض اھل الجاھلیۃ یزعم ومن اعتقدھذا فلاشک فی کفر (نووی شرح سلم، ج ۱/ص ۵۹/) باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء کذا. مرقاۃ، ج ۴/ص ۸۱۹/ باب الفال والطیرۃ الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی،

تقویت الایمان کی عبارت پر اعتراض

سوال:۔ چہ می فرمایند علمائے دین درین مسئلہ کہ مبتدعین کتاب تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر اعتراض شدید کرتے ہیں، وہو کذا یعنی کل مخلوق کا مرتبہ عنداللہ ایسا ہے کہ جیسا کہ ایک چمار کا عندالملک یہ لفظ کل سوا ایجاب کلی کا ہے، لہٰذا استفسار ہے کہ یہ کل باعتبار ایجاب کلی ہونے کے تمامی افراد انبیاء وغیرہم کو شامل ہے یا نہیں اگر انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں تو وہ کس طرح اور سلب جزئی کا ہونا ایجاب کلی کے منافی ہے، لہٰذا یہ کل کا لانا بیکار اور لغو ہوگا، لہٰذا اس کا جواب محققانہ اور مفصل ومدلل از آیات قرآنی واحادیث روحانی سے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، اور عام مسلمین کی بدخیالی اور شکوک قرآن وحدیث سے رفع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملک بادشاہ کو کہتے ہیں ظاہر ہے کہ بادشاہ اور تمام رعایا ایک نوع کے افراد ہیں، کلی طبعی تمام میں مشترک ہے، نیز یہ اشتراک بطریق تواطؤ ہے، نہ کہ بطریق تشکک، ہیولیٰ اور صورت جسمیہ میں اتحاد ہے، دونوں کے اجزائے خارجیہ اور اجزاء ذہنیہ داخل فی الماہیۃ قطعاً متحد ہیں، فرق اگر ہے تو عوارض خارجیہ اور تشخصات کا ہے، یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ کوئی امر مدار افضلیت رعایا کے کسی فرد میں اعلیٰ اور ازید ہو بادشاہ سے کیونکہ یہ کلی مشکک ہے (وہو مشاہد) باایں ہمہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان بربناء عوارض خارجیہ واتحاد ماہیۃ کلیہ جو فرق اور ربط ہے کسی معمولی سے معمولی ذی احساس پر مخفی نہیں، اس کے بعد کل کائنات اور اللہ تعالیٰ کا فرق دیکھئے تو ممکن اور واجب کا فرق نکلے گا، بادشاہ کی ملک رعایا پر ناقص ہے، جس شخص کو چاہے قید کردے جس کو چاہے قتل کردے، وغیرہ وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہر مخلوق پر تام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ معطی وجود ہیں، مخلوق کا وجود اور اس کی ہر صفت مستعار ہے، مالک حقیقی صرف

اللہ تعالیٰ ہیں، مالک کو اپنی عطا کردہ شئی ہر وقت لینے کا اختیار ہے، ممکن اور مخلوق ہونے میں انبیاء اور غیر انبیاء سب مساوی ہیں، جس طرح زید اپنے وجود اور بقاء میں کسی آن ذات خداوندی سے مستغنی نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کا محتاج ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی ہر سانس میں اس مالک حقیقی معطی وجود قادر علی الاطلاق کے محتاج ہیں، اور یہ فرق بادشاہ و چمار کے فرق سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ کوئی چمار اپنے سانس میں اپنی قوت میں اپنے حسن اور دیگر صفات میں بادشاہ کے وجود کا محتاج نہیں کہ اگر بادشاہ کا وجود ہے تو اس کے اوصاف باقی ہیں ورنہ فنا ہو جائیں، وہذا ہو الظاہر۔

اس کے بعد غور کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چمار کو بادشاہ کا ہم مرتبہ کہہ دے یا بادشاہ کا سا معاملہ چمار کے ساتھ کرے تو بادشاہ اور اس کے ندماء کا غیرت اور غصہ سے کیا حال ہوگا۔

ان مبتدعین پر اللہ تعالیٰ کی غیرت وقہر اور جلال کا کیا حال ہوگا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مخلوق کو شریک کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ مخلوق بھی خالق کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر جمیع جزئیات وکلیات کا اس کو بھی پورا پورا علم حاصل ہے، اس اشراک سے ''لیس[1] کمثلہ شیئی'' کی کس قدر گستاخی کرتے ہیں، نیز نص قطعی ہے، ''قل[2] لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب وعندہ[3] مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو'' وغیرہ کی کس قدر صریح مخالفت کرتے ہیں، سرکار دو جہاں فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرماتے ہیں ''انما انا

---

[1] سورۃ الشوریٰ آیت ١١/

[2] پارہ ٧/ سورۃ الانعام آیت ٥٠/ **ترجمہ**:۔تو کہئے میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات۔

[3] پارہ ٧/ سورۃ الانعام آیت ٥٩/ **ترجمہ**:-اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔

بشر مثلکم، انسیٰ[1] کماتنسون، انتم اعلم[2] بامور دیناکم " مگر یہ دشمنان خدا اور رسول دونوں کے امر کی مخالفت اس شدت سے کرتے ہیں، کہ جو شخص اس مخالفت میں انکا ہم نوا نہ ہو تو اس کو کافر کہتے ہیں، نمازیں قضا کردیں، اور اس پر کوئی ملامت نہیں کرتے، مگر میلاد کا ترک بدترین گناہ سمجھتے ہیں، اللہ جل جلالہٗ کا اسم مبارک لیا جائے، تو اس کی کوئی تعظیم نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی میلاد میں ذکر ہو تو قیام کو فرض سمجھتے ہیں، یہ مخلوق کا رتبہ خالق سے بڑھانا نہیں تو اور کیا ہے اور مرتبہ بڑھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے نہیں بلکہ اہل حق سے عناد کی وجہ سے، اگر تعظیم مقصود ہوتی تو آپ کے فرمان مبارک کی وقعت کرتے، سنت کے متبع ہوتے نہ فرمان صریح کی مخالفت کرتے۔ فقط واللہ المستعان وہادی کل ضال

حررہ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ١١/٨/٥٥ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ١١/٨/٥٥ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ١١/٨/٥٥ھ

صراط مستقیم کی عبارت پر اعتراض کا جواب

سوال:۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کی کتاب مسمّٰی "صراط مستقیم" موجود ہے، اس کی بھی ایک عبارت نے ذہن کو خلجان میں ڈال دیا ہے، ذہن میں ایک قسم کا تزلزل پیدا ہوگیا

---

[1] مسلم شریف ج ١/ص ٢١٢/) باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد کتاب المساجد، مطبوعه بلال دیوبند،

ترجمہ:۔ میں تم جیسا انسان ہوں، میں بھولتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو۔

[2] (مسلم شریف ج٢/ ص ٢٦٤) کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقاله شرعاً الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

ہے، کہ واقعی بریلوی جو کہا کرتے ہیں سچ ہے یا غلط، اب میں پریشان ہوں کہ کیا کروں عبارت ''صراط مستقیم'' کی یہ ہے۔

''وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو کہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) باشند، بچنداں مرتبہ بدتر از استغراق درصوت گاؤ وخرخود است کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان میں چسپد بخلاف خیال گاؤ خر) ''صراط مستقیم'' مطبوعہ خیاتی، ص ۹۰/۔

یعنی توجہ کرنا پیرومرشد یا ان کے مثل دوسرے بزرگوں کی طرف گو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے، ان کا خیال انسان کے دلوں میں تعظیم اور بزرگی کے ساتھ آتا ہے، بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے۔

نوٹ:۔ جب رسولؐ کا خیال نماز میں آنا بدتر ہوا، گائے اور گدھے کے خیال کے آنے سے تو اس نماز میں تشہد پڑھا جائے یا نہیں جب کہ تشہد میں ''**السلام علیک ایھا النبی**'' موجود ہے (اے نبی آپ پر سلام ہو) اس موقعہ پر کیا کیا جاوے، تشہد پڑھا جاوے، اور **السلام علیک ایھا النبی** کو الگ کر دیا جاوے، کیونکہ جب تشہد پڑھا جائیگا تو تعظیم کا خیال فوراً ذہن میں آئے گا، جب کہ احیاء العلوم جلد اول، ص ۱۰۷/ میں حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے اپنے دل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرو، اور آپ کی شخصیت گرامی کا تصور باندھ کر کہو' **السلام علیک ایھا النبی** ''اے نبی آپ پر سلام ہو، کس قدر تضاد ہے، امید ہے کہ ہماری دماغی اُلجھن کو دور فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کتاب جس فن کی ہوگی اس میں مجموعی طور پر اس فن کے اصطلاحی الفاظ ہوں گے،

ان الفاظ کولغوی معنی یا کسی دوسرے فن کے اصطلاحی معنیٰ میں سمجھنے سے مفہوم خبط ہو جائیگا، مثلاً لفظ موضوع کے معنی ہیں، معنیٰ دار لفظ، جو مقابلہ میں مہمل (بے معنی لفظ) کے ہے، اب اگر اس لفظ کو منطق کی کتاب میں کوئی شخص دیکھے ''زیدٌ قائم'' میں زید موضوع اور قائم محمول ہے اور اس کا مطلب سمجھنے لگے معنی دار لفظ، تو وہ پریشان ہوگا، اسی طرح اگر یہ لفظ فلسفہ میں مستعمل ہو، مثلاً جدار موضوع ہے، بیاض کے لئے تو وہاں بھی اس کا مطلب اگر معنی دار لفظ کرے گا تو کچھ مطلب نہیں سمجھ سکے گا، اسی طرح اگر فن حدیث میں یہ لفظ مثلاً فلاں حدیث موضوع ہے، تو اس کا مطلب اگر معنیٰ دار کریگا، تو غلط ہوگا۔

بطور مقدمہ ذہن نشین رکھئے، اب سنئے کہ ''صراط مستقیم''، فن تصوف کی کتاب ہے، جس میں تزکیہ اور اصلاح نفس کے طرق بیان کئے گئے ہیں، جس شخص پر خیالات ووساوس کا ہجوم رہتا ہو اور ان کو دور کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو صوفیاء کرام اس کے لئے ایک علاج تجویز کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی ایک چیز کا تصور اس طرح جمالیا جائے کہ دوسری کسی شی کی گنجائش نہ رہے، جیسا قد آدم آئینہ بازار میں کسی دوکان پر لگا ہوا ہو، اس میں ہر گذرنے والے کا عکس آتا ہے، کبھی آدمی، کبھی گھوڑا، کبھی کتا، کبھی موٹر، غرض جو بھی چیز سڑک پر گذرے ان کا عکس آتا ہے، اگر مالک آئینہ یہ چاہے کہ یہ مختلف چیزوں کا عکس اس میں نہ آئے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک موٹا کپڑا ڈال دیا جائے، جو اس کو پوری طرح گھیر لے، کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش اور جگہ نہ رہے، اس طرح دل میں جب کسی ایک چیز کا تصور پوری طرح جمالیا جائے گا کہ دوسری چیز کے تصور اور خیال کی جگہ ہی نہیں رہے گی، تو خیالات ووساوس کا سلسلہ بالکل ختم ہو جائیگا، اس علاج میں خطرات بھی ہیں کیونکہ جب کسی ایک شئی کا تصور تمام قلب کو گھیر لے گا اور اس کے علاوہ کسی دوسری شئی کی گنجائش ہی نہیں رہے گی، تو ہر چیز سے قطع نظر ہو کر ایک ہی چیز سامنے رہے گی، اس لئے یہ علاج بھی ہر ایک

کے بس کا نہیں، اس کو صوفیا کی اصطلاح میں ''صرف ہمت'' کہتے ہیں[1] حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اپنے شیخ طریقت حضرت سید صاحب بریلوی سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ علاج (صرف ہمت) نہیں چاہئے اگر نماز میں صرف ہمت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تو کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہے گی، حتی کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا دھیان بھی نہیں آئے گا، اس لئے کہ صرف ہمت کر رہا ہے، اس نے پورے قلب کو گھیر رکھا ہے، تو اب نماز میں ''ایاک نعبد و ایاک نستعین کہئے گا تو یہ بھی حضور ﷺ کے لئے ہوگا، رکوع بھی، سجدہ بھی، قیام بھی، قعدہ بھی، سبحان ربی العظیم بھی اور سبحان ربی الاعلیٰ بھی، غرض پوری نماز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہے گی، حالانکہ نماز عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، جب رکوع، سجدہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا اور صرف ہمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہا، تو یہ بندہ مشرک ہو جائے گا، عبادت کے واسطے انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کی عظمت وجلالت قلب میں ہونا ضروری ہے، ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو ایسا ہی تعلق ہے، کہ تصور مبارکؐ بہت ہی عظمت وجلالت کے ساتھ قلب میں آتا ہے، پھر صرف ہمت کی وجہ سے اللہ کی طرف دھیان باقی نہیں رہا، یہ پوری عبادت ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگئی تو جو نماز موجب قرب الٰہی اور معراج المومنین تھی، اس صرف ہمت کی وجہ سے شرک ہو کر موجب نار ہوگئی، اگر اپنے کھیت، گھوڑے، گدھے، بیل، گائے کا خیال نماز میں آجائے اور آدمی اس خیال میں غرق بھی ہو جائے تو اس کو ان چیزوں کے ساتھ عظمت، وجلالت کا تعلق نہیں ہوتا، لہٰذا یہاں احتمال نہیں کہ ان کے خیال کی وجہ سے نماز کیلئے ہو جائے، کیونکہ انسان خود شرمندہ ونادم ہوتا ہے کہ افسوس نماز جیسی عبادت میں ان حقیر وذلیل دنیوی چیزوں کا خیال آگیا، جس سے میری نماز کی

[1] التکشف ص ۷۴/ معی ذکر وفکر وتصور شیخ، مطبوعہ لاہور،

حیثیت ہی جاتی رہی۔

یہ حاصل ہے، صراط مستقیم کی عبارت کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک قلب میں آنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، یا یہ خیال مبارک ان حقیر وذلیل چیزوں کے خیال سے خراب ہے، نعوذ باللہ العظیم، یہ مطلب مولانا شہیدؒ کا نہ کوئی مسلمان بلکہ شریف غیر مسلم ایسا خیال کرسکتا ہے، نماز کو تو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے[1]، جب نماز میں پڑھے گا محمد رسول اللہ[2] تو خیال مبارک آئے گا، جب پڑھیگا "**وما محمد الا رسول**"[3] تب خیال مبارک آئے گا، غرض بے شمار آیات میں ذکر مبارک ہے، ایسی ہر آیت میں خیال مبارک آئے گا، تشہد میں سلام ہے اس کے بعد درود شریف ہے، ہر دفعہ خیال مبارک آ آ کر ایمان تازہ ہوتا رہے گا، غرض خیال سے منع نہیں کیا، اور نہ اس کو مفسد نماز کہا، بلکہ صرف ہمت، کو منع کیا ہے، جس کی تشریح بیان کردی گئی، کچھ مہربان حضرات کا یہ مستقل شیوہ ہے مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ ان اہل اللہ کے کلام کو لفظاً یا معنیً بگاڑ کر عوام کو ان کے خلاف نفرت دلا دلا کر مشتعل کیا جائے حالانکہ حدیث قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے[4]، اللہ پاک ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] صلوا کما رأیتمونی اصلی الحدیث، (بخاری شریف، ج ۱/ص ۸۸/ الحدیث ٦٢٢/ کتاب الاذان.

[2] سورۃ الفتح آیت ۲۹/.

[3] سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴/

[4] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب الحدیث (بخاری شریف ج ۲/ص ۹٦۳/ کتاب الرقاق، رقم الحدیث ٦٢۵۳/ مطبوعہ اشرفی دیوبند،

حفظ الایمان اور کلمہ سے متعلق حضرت تھانویؒ پر اعتراض

سوال:۔ کیا مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے کسی مرید سے نعوذ باللہ اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا، اگر ایسا ہے تو پھر ان کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں مرید اور پیر دونوں اسلام سے خارج نہیں ہو گئے؟

کیا کتاب حفظ الایمان کی عبارت کو دیکھ کر علماء حرمین نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے، کیا کتاب حفظ الایمان میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، ہم نے حفظ الایمان پڑھی لیکن اس کی عبارت اتنی سخت ہے کہ ہم لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا، اس لئے آپ سے رجوع کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا القاری الحافظ الحاج اشرف علی صاحب تھانویؒ حکیم الامت تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی نسبتوں کے جامع تھے، انہوں نے مدت دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف، تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں، اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا فاسقوں کی جماعت کو متبع سنت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ذاکر بنایا، صحیح راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت پر چلایا، جو لوگ خدائے پاک کی معرفت سے ناآشنا تھے، انکو عارف بنایا، قرآن کریم کی بہترین اور اپنے دور کی لاجواب تفسیر تحریر فرمائی جس کا نام، بیان القرآن ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جوابات دیکر امداد الفتاویٰ کے نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں، مبتدعین نے جو غلط باتیں بزرگان دین کی طرف منسوب کی تھیں، ان کی تنقیح کر کے ایک ایک چیز کو صاف کیا ان کے لئے مستقل کتاب ''السنۃ الجلیلۃ'' تصنیف فرمائی، حضرت شیخ ابن عربی پر جو اعتراضات کئے گئے تھے،

ان کی تردید کے لئے ''التنبیہ العربی'' تصنیف فرمائی، حضرت نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ طیبہ کے لئے ''نشر الطیب'' تصنیف کی، درود شریف کے فضائل پر ''زاد السعید'' تصنیف کی باطنی احوال اور ترقیات کے لئے ''التکشف'' تصنیف کی، سالکین کی اصلاح کے لئے تربیت السالک تحریر فرمائی۔

غرض ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں[1] اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء ومجازین کی چھوڑی جو اپنی اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کے متعلق یہ اعتراض کہ انہوں نے اپنا کلمہ پڑھوایا یا اس کی تلقین کی، جھوٹ اور غلط ہے انشاء اللہ اس کا حساب روز جزا ہوگا، کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا اور وہ شخص اس وقت تک مولانا کا مرید بھی نہیں تھا، خواب میں اس نے کلمہ پڑھا جو کہ اس کی زبان سے غلط ادا ہوا، بیدار ہونے پر اس کو سخت بے چینی لاحق ہوئی، کہ خواب میں میری زبان سے کیسا غلط کلمہ نکلا انتہائی اضطراب اور قلق کی حالت میں اس نے اس کلمہ کو درست پڑھنا چاہا، مگر زبان قابو میں نہیں تھی، پھر اسی طرح سے اس کی زبان سے غلط لفظ نکلا جس پر اور زیادہ اضطراب پیدا ہوا، یہاں تک کہ جان نکلنے کا اندیشہ ہوگیا، اس لئے یہ سب حال لکھ کر بھیجا، جس پر حضرت تھانویؒ نے اس کے شدید اضطراب اور زبان کے بے اختیار ہونے کے تحت معذور قرار دیتے ہوئے تعبیر دی کہ تم جس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے، یعنی تم کو بھی ہر چیز میں اتباع سنت لازم ہے، اس واقعہ کی پوری تفصیل امداد الفتاویٰ[2] اور بوادر میں موجود ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے کہیں بھی یہ نہیں ہے کہ حضرت مولانا نے اس کو غلط کلمہ یا غلط درود پڑھنے کی تلقین فرمائی، جو لوگ اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے باوجود حضرت مولانا تھانویؒ کو یہ بہتان لگاتے ہیں وہ اپنی قبر کیلئے آگ جمع کرتے ہیں، اس کیلئے تیار رہیں، اور جو لوگ دوسروں کو بہکاتے ہیں ان کا

---

[1] ملاحظہ ہو اشرف السوانح مکمل ۴/ جلدیں،

[2] امداد الفتاویٰ ج ۴/ ص ۳۹۵/ تا ۴۴۳/ مسائل شتی، مطبوعہ زکریا دیوبند،

انجام اور بھی خطرناک ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت کا غلط ترجمہ عربی میں کر کے علماء حرمین کی خدمت میں پیش کیا جس پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارت کفریہ ہے اور جس کی یہ عبارت ہے وہ کافر ہے، وہ عبارت مولانا تھانویؒ کی نہیں تھی، (ان کی عبارت اردو ہے) بلکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کی تھی، جنہوں نے عربی میں ترجمہ بھی غلط کیا تھا، جو کہ بہتان تھا، لہٰذا آپ خود غور کریں کہ علماء حرمین کے فتویٰ کے مطابق تکفیر کس کی ہوئی، جب حضرت تھانویؒ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی وضاحت کے لئے مستقل ایک کتاب لکھی، اس کا نام ہے ''بسط البنان'' پھر اس عبارت کو بھی اس طرح تبدیل کیا، کہ مبتدعین کو کسی قسم کا موقع نہ رہے اس کا نام ہے ''تغییر العنوان'' نیز حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں، خلاصۃ البیان، توضیح البیان، تکمیل العرفان وغیرہ نیز مولانا تھانویؒ نے صاف صاف لکھا ہے کہ حسام الحرمین میں جو خبیث مضمون میری طرف منسوب کیا گیا ہے، وہ میرا عقیدہ کیا ہوتا کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، اس سب کے باوجود ایک غلط چیز کو مولانا تھانویؒ کی طرف منسوب کر کے ان پر کفر کا حکم لگانا آپ خود غور کرلیں، کس قدر خطرناک ہے، کیونکہ مولانا تھانویؒ اپنی براءۃ فرما چکے کہ نہ یہ میرا مقصد ہے کہ نہ یہ میری عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، پھر بھی بعض لوگوں نے اپنے ایمان کا معیار یہی قرار دے لیا کہ حضرت تھانویؒ کو کافر کہتے رہیں۔

حالانکہ صحیح بخاری[1] میں ہے، کہ جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کلمۂ کفر

[1] عن عبداللّٰہ بن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ایمارجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما .بخاری شریف، باب من اکفراخاہ بغیر تأویل فھو کماقال ج۲/ ص ۹۰۱/ مطبوعہ اشرفی دیوبند،

(بخاری شریف ج۲/ص۹۳۳) کتاب الدعوات، باب التوبۃ مطبوعہ اشرفی دیوبند، (مسلم شریف ج۲/ ص۳۵۵) کتاب التوبہ، مطبوعہ بلال دیوبند،

اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

''صراط مستقیم'' فارسی زبان میں تصوف سے متعلق کتاب ہے سید احمد صاحب کی ہدایات اس میں جمع ہیں اس میں ایک لفظ ''صرف ہمت'' جو تصوف کی اصطلاح ہے، اس کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں، اس کا ترجمہ خیال سے کرنا غلط ہے، اصطلاحات تصوف سے ناواقفیت ہے، مولانا احمد رضا خانصاحب نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ کے متعلق ایک کتاب ''الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ'' لکھی ہے، اس میں بہتر دلائل لکھے ہیں، مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تکفیر کے لئے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''**من شک فی کفرہ وعقابہ فقد کفر**'' کہ جو شخص مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے کفر اور عقاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے، دوسرے مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اولاد حرامی ہے، مگر اسی کتاب کے آخیر میں مولانا احمد رضا خانصاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ محتاط علماء اس کو (یعنی مولانا محمد اسماعیلؒ کو) کافر نہیں کہتے، یہی مفتیٰ بہ ہے، ہم بھی کافر نہیں کہتے، اب بتایئے کہ جس شخص کے کفر پر ستر دلائل قائم کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی، اور آخیر میں لکھدیا کہ ہم ان کو کافر کہتے خود ان کے ایمان ان کے نکاح اور ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا؟

آپ کے لئے فی الحال ایک چھوٹے سے رسالہ کا مشورہ دیتا ہوں، اس کا نام ہے ''غلط فہمیوں کا ازالہ'' اس میں اکابر علماء، اولیاء اللہ پر کئے گئے اعتراضات کو لکھ کر ان کے جوابات دیئے گئے ہیں اور بہت ہی بہتر طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے بھی مل جائے گا، اور بھی متعدد کتابیں اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں، غصہ کے جذبات سے دماغ کو خالی کر کے تحقیق حق کے واسطے مطالعہ کیا جائے ''**واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم**'' الایۃ.

زبان قابو میں نہ ہونے کا واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک شخص کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکفیر نہیں فرمائی، کیونکہ بے اختیار نکلا تھا۔

ہر شخص و ہر مجمع سے ایسی بات کہی جائے جس کو اس کی سمجھ برداشت کر سکے، اہل علم سے علمی باتیں کہی جاتی ہیں، اہل معرفت سے معرفت کی باتیں، عوام سے سیدھی سادی باتیں اگر متکلم کے ذہن میں معرفت کے بلند خیالات وجذبات ہوں اور مخاطب ان کے سمجھنے کے اہل نہ ہوں، تو ان کے سامنے ان جذبات وخیالات کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اسی ضابطہ کے تحت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بھی ہدایات دیا کرتے تھے "**کلمو االناس علیٰ قدرعقولهم**[1]**امران نزل الناس منازلهم**"[2]

تنبیہ:۔ایک بات غور طلب ہے، حسام الحرمین پر علماء حرمین کے دستخط کرا کے تو یہاں کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے، مگر اس طبقہ کا خود یہ حال ہے کہ علماء حرمین کو کافر کہتے ہیں، وہاں جا کر بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، جماعت سے محروم رہتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

توضیح البیان فی عبارۃ حفظ الایمان

سوال:۔سیرت کمیٹی ہذا میں ایک درخواست آئی ہے جس کی عبارت ذیل میں درج

---

[1] أمرنا ان نكلم الناس علىٰ قدرعقولهم الخ كشف الخفاء، ج ۱/ص ۱۹۶/مطبوعه داراحياء الثرات العربى بيروت.

[2] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنزلواالناس منازلهم الحديث، ابو داؤد شريف ج ۲/ ص ۶۶۵/ كتاب الادب، باب فى تنزيل الناس منازلهم .مطبوعه سعديوبند،

ہے کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ درخواست کے مضمون کو اپنی شکل میں تنقل کر کے دیو بند، بریلی اور جماعت اسلامی کے مراکز سے رجوع کیا جائے، تا کہ آپ سے اس بات کی تصدیق کرالی جائے کہ آیا درخواست میں مرقومہ عبرت کی صحت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں بتائیں کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں کیسا اعتقاد رکھا جائے؟ نقل درخواست حسب ذیل ہے۔

بخدمت شریف صدر کمیٹی صاحب!

سلام مسنون عرض ہے کہ پیر صاحب پیر غلام محی الدین کے پاس (نام نامعلوم) ایک کتاب میری نظر سے گذری جس میں سرتاج علماء دین ہندو مکہ مکرمہ خصوصا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ کو کافر لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نعوذ باللہ سُوّر اور کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور ساتھ ہی بہشتی زیور کے حصہ اول میں حضرت تھانویؒ نے **لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ** اور اسی طرح درود شریف بھی ''**اللھم صلی علی سیدنا اشرف علی وعلی الہ واصحابہ**'' لکھا ہوا ہے، اس بات میں نے سیرت لائبریری سے مذکورہ کتابیں پیش کرنے کی دعوت دی ہے، اگر واقعی بہشتی زیور وغیرہ کتابوں سے ایسا صریح طوفان نوح ثابت ہو جائے، تو ایسی کتابیں فوراً تحقیق طلب ہیں، اور پیر صاحب کی کتاب کی نشان دہی غلط ثابت ہوئی تو امت محمدی کی نظر میں ان جلیل القدر علماء دین کی تکفیر کیا درجہ رکھتی ہے۔

سیرت کمیٹی نے صاحب کی کتاب کو دیکھا، کتاب ظفر الاسلام، مصنفہ محمد جمیل الرحمٰن قادری برکاتی رضوی بریلوی جس میں مولوی اشرف علی تھانویؒ کو کافر لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ تھانوی نے کہا ہے کہ میرا کلمہ اور درود پڑھو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''حفظ الایمان'' کو چھپے ہوئے زمانہ دراز گذر چکا ہے، بارہا مختلف مقامات میں چھپی

ہے، اور چھپتی رہتی ہے، نایاب نہیں اس کو منگا کر دیکھ لیا جائے، اس میں کتے اور سور کا نام نہیں، اس کی شرح خود مصنف نے لکھی ہے جس کا نام بسط البنان ہے، ایک اور شرح ہے اس کا نام ہے ''توضیح البیان'' اور سب شرحیں موجود ہیں ان میں تفصیل مذکور ہے، خود مصنفؒ سے جو دریافت کیا گیا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔

سوال:- بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ''حفظ الایمان'' میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا ہر بچہ ہر پاگل بلکہ ہر جانور ہر چار پائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں:

آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپکی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

آیا ایسے مضمون سے آپ کی کیا مراد ہے؟

اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃ مفادِ عبارت ہے نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتا یا اشارۃ کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

بینوا توجروا.

بندہ مرتضیٰ حسن چاندپوری عفی عنہ

الجواب:- از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

مشفق ومکرم سلمہم اللہ تعالیٰ.....السلام علیکم

آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں:

میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، چنانچہ اخیر میں عرض کرونگا۔

جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں کبھی بھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

جو ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے، نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے، حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی[1]، اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''حفظ الایمان'' کی عبارت کا مطلب وضاحت سے بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا شبہ بھی باقی نہ رہے، بہشتی زیور بے شمار مقامات پر چھپی ہے، اس میں بھی کہیں ''**لا اله الله اشرفی علی رسول الله**'' اور یہ درود شریف ''**اللهم صلی علی سیدنا اشرف علی وعلی اله واصحابه**'' موجود نہیں، جو لوگ اس قدر صریح غلط الزام لگاتے ہیں اور کفر کا حکم لگاتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ اس سے ایمان تباہ ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا ان کا وبال بھی سر رہے گا، خدائے پاک ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۹۳ھ

حفظ الایمان اور تقویۃ الایمان، صراط مستقیم کس کی تصنیف ہیں

سوال: ۔ایک شخص اکابر دیوبند کی کتابوں کو غلط قرار دے رہا ہے، نمبروار جواب دیں؟

---

[1] بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۱، مطبوعه اشرفیه دیوبند،

(۱) تقویۃ الایمان حضرت اسماعیل صاحب دہلوی کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی ان کی نہیں ہے۔

(۲) حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب کی نہیں ہے، یہ بھی مت پڑھو، ہم تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں ہم ان پڑھ ہیں، اور وہ شخص جو اعتراض کر رہا ہے، تعلیم یافتہ ہے یہ کتابیں اپنی جماعت کی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی جماعت والوں کو اس بحث میں نہیں پڑنا چاہئے، جو لوگ تعلیم یافتہ نہیں وہ اپنے چھ نمبروں پر قناعت کریں، اور تبلیغی نصاب کی کتابوں کو پڑھیں اور سنیں، حفظ الایمان، حضرت مولانا تھانویؒ کی ہے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا اور ہنگامہ برپا کیا، جس کے جواب میں توضیح البیان وغیرہ متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، اور اب تک اعتراضات کئے جا رہے ہیں، اس لئے آپ لوگ بالکل ان چیزوں سے علیحدہ رہیں، تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم دونوں کتابیں مولانا محمد اسماعیل شہید صاحبؒ کی ہیں ان پر بھی مخالفین نے اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

بہشتی زیور اور تقویۃ الایمان کیسی کتابیں ہیں

سوال: ۔کتاب تقویۃ الایمان، بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم، کیسی کتابیں ہیں؟ ان کو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ جو شخص ان کتب کو برا کہے وہ کیسا ہے؟

---

[۱] ملاحظہ عبارات اکابر، مصنفہ حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر صاحب مدظلہ العالی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کتابیں صحیح اور معتبر ہیں جو شخص علماء ومحققین سے ان کو سمجھ کر پڑھے گا، اس کو ان میں کوئی اشکال نہیں ہوگا، جو ان کتابوں کو برا کہے وہ یا تو ناواقف ہے یا معاند ہے بہر حال غلطی پر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۸۷ھ

بہشتی زیور

سوال:۔ جو کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی بہشتی زیور چھپائے ہوئے ہیں ان کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، بعض کہتے ہیں کہ مولانا اہل سنت نہیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ قابل اعتماد مستند حنفی اہل سنت والجماعت کے عالم اور بزرگ ہیں، جیسا کہ ان کے حالات وتصانیف، مواعظ سے ظاہر ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ مولانا اہل سنت نہیں وہ غلط کہتا ہے یا اس کو مولانا کے حالات سے واقفیت نہیں، لاعلمی اور جہالت سے (کسی مخالف سے سنکر) ایسا کہتا ہے اس کے مسائل مجموعی حیثیت سے قابل اعتماد ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ذیقعدہ ۵۴ھ

رکن الدین اور بہشتی زیور میں کونسی کتاب معتبر ہے؟

سوال: ۔''رکن الدین'' مؤلفہ محمد رکن الدین نقشبندیہ ومجددیہ اور ''بہشتی زیور'' مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں کونسی کتاب بلحاظ قرآن حکیم وسنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وتبع تابعین زیادہ مستند اور انسب، ارجح وارفع ہے درمیان مسائل اختلافی مابین ہر دو کتب مثلاً لیلۃ الرغائب، شب معراج، ہزاری روزہ، سوئم، دسویں، بیسویں اور چہلم وبرسی دیگر رسوم وبدعات شنیعہ جن کو کتاب رکن الدین سنت اور مستحب مستوجب بتلاتی ہے، لیکن بہشتی زیور ہزاری روزہ آخری چہارشنبہ، ظہر احتیاطی چہلم سوئم، اور دیگر رسومات کو مذموم رسومات قرار دیتی ہے، اس کی پابندی دن اور تعین وقت کو ضروری قرار نہیں دیتی، اور ہزاری روزہ کو بدعت قرار دیتی ہے، حدیث نبویؐ اور اسوۂ صحابہؓ سے اس کا جواز نہیں ملتا، دونوں میں درمیان اختلافی مسائل کس کتاب پر عمل کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب رکن الدین میں بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم، حدیث شریف آثار صحابہ سے ثابت نہیں، ائمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول نہیں بلکہ وہ بدعت محض ہیں، اس لئے اس کے مطالعہ سے عوام کو اجتناب چاہئے، بہشتی زیور کے مسائل صحیح ہیں، وہ معتبر کتاب ہے، اس کے مسائل مأخذ عربی میں حاشیہ پر درج کر دیئے گئے ہیں، اختر بہشتی زیور سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم کتبخانہ یحیوی سے یہ مکمل مدلل بہشتی زیور شائع ہوا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

رکن الدین کی اصلاح

سوال:۔ میں نے ایک مسئلہ کی کتاب دیکھی ہے جس کا نام ''رکن الدین'' ہے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیر معتبر ہے، یہ کتاب میرے پاس ہے، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ اپنے قلم سے اس کی تصحیح کردیں اگر چہ مؤلف دوسرے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رکن الدین کی ایک اصلاح بھی طبع ہوئی ہے، اس کے مصنف بھی ایک دفعہ ملے تھے، اسکا نام ''اصلاح رکن الدین'' ہے، جو اصلاحات آپ چاہتے ہیں خدا جانے اسمیں آ گئی ہے یا نہیں، اگر آپ بھیجیں گے اور وقت ملے گا تو میں بھی مطالعہ کرلونگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۱ھ

فقہ اوزاعی

سوال:۔ جب کبھی کسی خاص کام میں استفادہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو آپ ہی یاد آتے ہیں، اس وقت یہ معلوم کرنا ہے کہ امام اوزاعیؒ جو امام شافعیؒ کے نام سے مشہور ہیں، اور جن کا فقہ تقریباً دوسو سال تک شام میں اور چالیس سال تک اندلس میں رائج رہا، اور کچھ لوگ ائمہ اربعہ کی صف میں شمار کرتے ہیں، ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی کتاب آپ نے ایسی بھی ملاحظہ فرمائی ہے کہ جس میں امام اوزاعیؒ کے فقہ کے مسائل یکجا جمع ہوں، یا فقہ اوزاعی کے اصول پر کوئی کتاب ہو، امام اوزاعی کے حالات میں لکھا ہے کہ تقریباً ۷۰/ ہزار مسائل

کا جواب دیا، اگر اتنی گنتی مراد نہ ہو تب بھی سات ہزار تو ہونگے ہی۔

فقہ کی کتب میں متفرق طور پر تو مل جاتے ہیں لیکن یکجا نہیں ملتے، اگر کوئی کتاب ایسی نظر سے گذری ہو کہ جس میں ان کا فقہ بھی ہو تو مہربانی فرما کر ضرور مطلع فرمائیں، میں بہت تلاش کر رہا ہوں، لیکن مجھے کوئی کتاب نہیں ملی، اس لئے آپ کی رہبری کی ضرورت ہے، ایک طالب علم امام اوزاعیؒ پر تحقیقی کام کر رہے ہیں، ان کے سلسلہ میں ضرورت ہے بدرجہ مجبوری اگر کتب فقہ سے ان کا فقہ جمع کیا جاوے تو کن کن کتب سے مدد مل سکتی ہے؟ جمع کرنے کا آسان طریقہ کیا ہوگا؟ فقہ کی کن کن کتب میں ان کی آراء کو زیادہ ذکر کیا گیا ہے؟ ویسے تو یہ کام بڑا لمبا نظر آتا ہے، اس کو آسان کرنے کا طریقہ تحریر فرمائیں، امام اوزاعیؒ کے حالات پر تو بیروت اور تونس سے نو کتابیں شائع ہوئی ہیں، لیکن اب تک کسی کتاب میں فقہ اوزاعیؒ کے سو دو سو مسائل بھی یکجا جمع نہیں کئے ہیں، اگر فقہ اوزاعی کا ایک بڑا حصہ جمع ہو گیا، تو ایک بڑا کام ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہ اوزاعیؒ پر کوئی مستقل کتاب میں نے نہیں دیکھی، ویسے بھی کتب فروع میں ان کا مذہب کم ہی ملتا ہے، مبسوط میں نسبۃً زیادہ ہے، میزان الکبری میں شعرانیؒ نے مبسوط سے زائد بیان کیا ہے، امام ابو یوسفؒ نے مستقل کتاب لکھی ہے، ''الرد علی سیر الاوزاعی'' جو کہ لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے ۱۳۵۷ھ میں شائع کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی کتاب السیر پر اعتراض کئے تھے، یہ اس کا جواب ہے اس میں مستقلاً امام اوزاعی کا مذہب ہے، مگر یہ صرف مسائل سیر سے متعلق ہے، دیگر ابواب فقہیہ اس میں موجود نہیں۔

شروح حدیث فتح الباری، عمدۃ القاری، بذل المجہود، اوجز المسالک وغیرہ میں مختلف

ابواب ہیں، اقوال ائمہ کو بیان کرتے ہوئے انکا قول بھی بہت سے مسائل میں نقل کیا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۰ھ

امام غزالی کی کتابوں کا مطالعہ

سوال: ۔کیمیائے سعادت، بحرالحقائق، احیاء العلوم، مؤلفہ مولانا امام غزالیؒ کو پڑھنا یا انکے مسائل پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جومسائل اصلاح سے متعلق ہیں ان پر عمل کرنا شیخ کی اجازت سے جائز ہے اور مذہب کے خلاف مسائل پر عمل کرنا جائز نہیں[2]، اور انکا مطالعہ عالم کے لئے جائز ہے غیر عالم کو ناواقفیت کیوجہ سے احتیاط چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱/۵۲ھ

صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا ۳۰/محرم ۵۲ھ

---

[1] وممن اشتهر مذهبهم ودونت الكتب علىٰ مسلكهم الائمة الاربعة ابوحنيفة والشافعي ومالك واحمد ،مذهب باقي المجتهدين قد اندرست لايوجد لها أثرالخ النافع الكبير ص ۱۹۵ / الفصل الاول فی ذكر طبقات الفقهاء، مطبوعه لكهنؤ،

[2] وان كان مجتهداً متقيداً باقوال ذٰلك الامام لايعدوها الىٰ غيرها فقد قيل ليس لهٗ ان يفتي بغير قول امامه (اعلام الموقعين ، ج۴/ص۲۳۷ /)العمل فيما اذا ترجع للمفتي مذهب غير مذهب امامه، مطبوعه دارالجيل بيروت،

فتاویٰ عالمگیری کو غیر مستند کہنا

سوال:۔ایک شخص کہتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری غیر مستند ہے اور حضرت اورنگ زیب سخت گیر بادشاہ تھا، وہ فتاویٰ عالمگیری سے منحرف ہوتا ہے، اوراس کے مسائل اُسے قبول نہیں ہیں، کیا علمائے دیوبند کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسئلہ فتاویٰ عالمگیری سے لیا جائے، تو قابل قبول نہ ہوا، اور غیر مستند قرار دیا جائے، اس کتاب کا اشتہار وسیم بکڈ پو دیوبند کی جانب سے دیکھ کر اس کی اہمیت میری سمجھ میں آئی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اور دیگر اکابرین نے اس کے حوالے پیش کئے ہیں، لیکن مذکورہ شخص کے اس طرح بیان سے لوگوں کا رُجحان عالمگیری کی جانب سے ہٹتا ہے، لہٰذا ایسے شخص کے متعلق از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ جو عالمگیری سے منحرف ہو اور اُسے غیر مستند قرار دیتا ہو، جبکہ وہ خود بھی عالم نہ ہو، اور نہ کہیں سے فارغ التحصیل ہو، اس کی اقتداء دینی و دنیاوی معاملہ میں کیسی ہے؟ آگاہ فرمائیں، نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اورنگ زیب عالمگیرؒ پابند شرع متبع سنت تھے، انہوں نے فتاویٰ عالمگیری خود تصنیف نہیں کی، بلکہ علماء کی ایک بڑی جماعت کے ذریعہ مدون کرائی ہے[1] مجموعی حیثیت سے اس میں بیان کردہ مسائل معتبر اور صحیح ہیں، اتنی بڑی کتاب میں اگر ایک دو یا کچھ زیادہ مسائل غیر مفتی بہ بھی موجود ہوں تو سب کتاب کو غیر معتبر نہیں کہا جائیگا، جو شخص خود عالم نہ ہو اس کو معتبر

---

[1] ان کان مجبولا علی العدل والاحسان وفصل القضاء علی وفق الشریعة المطهرة ولذالک امر العلماء ان یدونو االمسائل والاقضیة من کل باب من ابواب الفقه فدونواها وصنفواالفتاویٰ العالمگیریة فی ستة مجلدات کبار ثم انه امر القضاة ان یقضوابها (الاعلام المعروف بنزهة الخواطر ج٦/ ص١٣٣، مطبوعه حیدرآباد دکن)

غیر معتبر کی تمیز ہی نہیں ہوتی، اس کو ایسی بات کہنے کا حق نہیں، کسی ایک دو مسئلے کی وجہ سے اگر کسی سے سنکر شخص مسئول عنہ نے ایسا کہہ دیا تو اس کو رجوع کر لینا چاہئے، نماز اس کے پیچھے درست ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۴ھ

ذکر شہادت کی کتابیں

سوال:۔ ذکر شہادت میں صحیح کتاب کونسی ہے، چونکہ ذکر شہادت میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، مگر سب میں مختلف فیہ حالات درج ہیں، اس لئے صحیح حالات دیکھنے کے لئے کونسی کتاب دیکھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذکر شہادت سے کیا مراد ہے، اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال دیکھنا ہے، تو شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا رسالہ سرالشہادتین اس مضمون میں بہتر ہے، روضۃ الصفاء، تاریخ الخلفاء[1] وغیرہ میں بھی یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جنگ نامہ محمد حنیف وغیرہ

سوال:۔ جنگ نامہ محمد حنیف نامہ بابل جنگ نامہ حضرت علی وغیرہ یہ کتابیں پڑھنے میں کوئی گناہ تو نہیں، اور جوان میں قصے قید دیو اور بیرالامم لکھا ہے آیا یہ صحیح ہے یا غلط اور یہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴-۱۴۵/

کتابیں کون سے زمانہ میں لکھی گئی تھیں، کیونکہ زید نے کسی تاریخ میں ان قصوں کو نہیں دیکھا، آپ ان کی اچھی طرح صحت فرما کر زید کو اطمینان دلا دیجئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تینوں کتابیں غیر معبر ہیں ان کے واقعات جھوٹے ہیں، ان کو ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے[1]، بظاہر رافضیوں کی یہ کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تاریخ ابن خلدون کا حال

سوال: ۔تاریخ ابن خلدون معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجموعی حیثیت سے معتبر ہے، اگرچہ بہت سی اشیاء اس میں غیر معتبر بھی ہیں، جیسا کہ اکثر تواریخ کا حال ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا قدوری کا درجہ صحاح سے بڑھا ہوا ہے

سوال: -آپ نے میرے فتویٰ کا جواب بھیجا جس کا شکریہ، لیکن میرے بزرگ مفتی صاحب نے جواب میں اپنی الٹی گنگا بہا کر اپنے بزرگوں کے بھی خلاف کیا، حدیث کی کتابیں ترمذی، مؤطا وغیرہ معتبر ہیں، ایسی حدیثیں ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں وغیرہ وغیرہ، اور کتب فقہ قدوری وغیرہ میں ایسے مسائل ہیں جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنے سے کسی

---

[1] ملاحظہ ہو بہشتی زیور مکمل ومدلل ج ۱۰/۵۳ بعضے کتابوں کے نام جنکے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے،

منسوخ حدیث پر عمل نہیں ہوگا، یہ آپ کا تحریر فرمانا حق بجانب نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں، تفریعاتِ فقہ کو ہمیشہ کتاب وسنت پر منطبق کرتے رہنا چاہئے، جو مسائل تفریعی کتاب وسنت کے موافق ہوں ،قبول کئے جاویں، جو خلاف ہوں ان کو ترک کردیا جائے، اُمت محمدی کے واسطے اجتہادی مسائل کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھنا نہایت ضروری ہے، پھر تحریر فرماتے ہیں، طبقۂ اولیٰ کی صرف تین کتابیں ہیں، مؤطا صحیح بخاری، صحیح مسلم، لیکن صحیح بخاری وصحیح مسلم پر محدثین متفق ہیں، کہ ان میں تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں، اور یہ دونوں کتابیں اپنے متبعین تک بالتواتر پہنچتی ہیں، اور جو ان کی عظمت نہ کرے، وہ مبتدع ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے، آپ نے شاہ صاحب کے خلاف جرأت کر کے حدیث کا مرتبہ گھٹا دیا، پھر اپنے امام علامہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی صاحبؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بھی خلاف کیا، کہاں تک اپنے بزرگوں کو گناؤں، سب ہی نے صحاح ستہ کو قابل عمل بتلایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا ترمذی شریف میں ضعیف، منسوخ، متعارض احادیث موجود نہیں، حالانکہ امام ترمذی خود جگہ جگہ فرماتے ہیں ''ہذا حدیث ضعیف'' اس کا انکار تو وہی شخص کرسکتا ہے، جس نے ترمذی شریف کا بس نام ہی سنا ہے، پڑھا نہیں ہے، تب ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے کلام کو اپنے استدلال میں پیش کرتا ہے، اگر عقد الجید اسعاف، ازالۃ الخفاء کا مطالعہ ہی کرلیا ہوتا تو خلجان نہ ہوتا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی سبیل الرشاد، الکوکب الدری، لامع الدراری بھی غالباً سائل کی نظر سے نہیں گزریں، ورنہ ان کے کلام کو ہمارے فتویٰ کے خلاف نہ قرار دیتا، اسی طرح مولانا عبدالحیؒ کی سعایہ میں دیکھ لیتا تو یہ شبہ نہ ہوتا، ہم نے صحاح ستہ کو ہرگز ہرگز ناقابل اعتماد نہیں کہا، اگر سائل ہمارے فتویٰ کا یہ

مطلب سمجھا تو غلط سمجھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مؤطا، کتب حدیث اور قدوری وغیرہ کتب فقہ میں صحیح قابل عمل کون ہے؟

سوال: ۔صحاح ستہ مؤطا امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی قابل عمل ہیں یا قدوری، ہدایہ، منیۃ المصلی، کنزالدقائق، شرح وقایہ، درمختار فتاویٰ عالمگیری، مالابدمنہ، بہشتی زیور قابل عمل ہیں؟ ان کتابوں میں کون کون سی کتابیں صحت کے اعتبار سے صحیح ہیں، جن میں صحیح صحیح حدیثیں درج ہیں، آپ کے دفتر سے فتاویٰ عالمگیری پر کس کس مسئلہ پر فتویٰ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث کی کتابیں مؤطا، بخاری ومسلم، ترمذی وغیر معتبر ہیں، مگر ان میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو منسوخ ہوچکی ہیں، راجح بھی ہیں، مرجوح بھی، متعارض بھی ہیں، اس واسطے جو شخص ان حدیثوں پر عمل کرے گا، تو ہوسکتا ہے کہ وہ مرجوح پر عمل کرلے، یا منسوخ پر عمل کرلے، اور کتب فقہ قدوری وغیرہ میں ایسے مسائل ہیں جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنے سے کسی منسوخ حدیث پر عمل نہیں ہوگا، اور کوئی معتبر حدیث ترک نہیں ہوگی، اور حدیث میں بصیرت رکھنے والا سمجھا جائیگا، کہ فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے، اور فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۲ھ

صحاح ستہ اور معتبر وغیر معتبر کتب

سوال:۔صحاح ستہ کی حدیث کا کیا مطلب ہے اور حدیث کی کل کتنی کتابیں ہیں، اور معتبر ومستند حدیث کی کونسی کتاب ہے؟ موضوع حدیث کی کتاب کا کیا نام ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کا نام ہے[1]، حدیث کی کل کتابیں بے شمار ہیں، یہ صحاح ستہ معتبر ومستند ہیں، اوران کے علاوہ اور بھی بہت سی معتبر ہیں ،موضوعات کی کتابیں تذکرۃ الموضوعات ،موضوعات کبیر، المصنوعہ، اللولوء المرصوع وغیرہ ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ رشعبان ۶۱ھ

کتب صحاح

سوال:۔کتب حدیث میں اوّل درجہ پرکون کون کتابیں ہیں اور صحاح ستہ کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] فالمشهور أن اول مراتب الصحاح منزلة صحيح البخاری ،ثم صحيح مسلم ثم سنن ابی داؤد ثم سنن النسائی (الصغریٰ) ثم جامع الترمذی ثم سنن ابن ماجه القزوينی الخ معارف السنن ،ج ۱ /ص ۱٦ / قبيل اقسام كتب الحديث ،مطبوعه اشرفی ديوبند.
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو(ديباچه شرح سفر السعاده ص ۱۷)

الجواب حامداً ومصلیاً

صحت کے اعتبار سے بخاری شریف کا درجہ سب سے اول ہے[۱]، صحاح ستہ یہ ہیں بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث

سوال: ۔کتب صحاح کے بغیر دوسری کتب احادیث مثلاً بیہقی، دارمی، طبرانی، طحاوی وغیرہ یہ قابل قدر اور معتبر کتابیں ہیں کہ نہیں؟ نیز کتب صحاح کی حدیث کو ہی حدیث سمجھنا اوران کے علاوہ دوسری کتب حدیث کو احادیث نہ سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث بیہقی[۳]، طبرانی[۴]، طحاوی[۵]، دارمی[۶]، دارقطنی[۷]، مؤطا[۸]،

---

[۱] ان السلف والخلف قد اطبقوا علی ان اصح الکتب بعد کتاب اللہ سبحانہ وتعالیٰ صحیح البخاری الخ (کشف الظنون ج ۱/ص ۶۴۱/ مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[۲] فالمشھور ان اول مراتب الصحاح منزلۃ صحیح البخاری ثم صحیح مسلم ثم سنن ابی داؤد ثم النسائی (الصغریٰ) ثم جامع الترمذی ثن ابن ماجہ الخ، معارف السنن ص ۱۶/۱، قبیل اقسام کتب الحدیث، مطبوعہ اشرفی دیوبند، شرح سفر السعادۃ ۱۷،

[۳] السنن الکبیر والصغیر کتابان لابی بکر احمد ابن الحسین بن علی الخسروجودی البیھقی المتوفی سنۃ ۴۵۸/ وخمسین واربعمائۃ الخ، کشف الظنون ج۲/ص۱۰۰۷/ دارالفکر.

[۴] المعجم الکبیر والصغیر والاوسط فی الحدیث الامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الحافظ المتوفی سنۃ (۳۶۰/ ستین وثلثمائۃ) رتب فی الکبیر الصحابۃ علی الحروف مشتملاً علی نحو خمسۃ وعشرین الف حدیث .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ بھی قابل قدر کتابیں ہیں، ان کی احادیث کو احادیث نہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بخاری ومسلم کی شروح کا حال

سوال: ۔اور وہی عالم موصوف مسلم شریف کی شرح کرتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نوویؒ کی شرح معتبر ہے یا کہ نہیں اور ایسے عالم پر کیا حکم عائد ہوتا ہے، شرحیں جیسے فتح الباری عینی مرقات اشعۃ اللمعات، یہ سب معتبر ہیں یا کہ نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....ورتب فی الاوسط والصغیر شیوخه علی الحروف ایضاً الخ کشف الظنون علی آسامی الکتب والفنون ج۲/ص۱۷۳۷/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

۵ للطحاوی وهوابوجعفر احمد ابن محمد الطحاوی ولد سنة ۲۲۸/ثمان وعشرین ومائتین توفی سنة ۳۲۱/ احدی وعشرین وثلثمائة ذکرفیه انه سأله بعض اصحابه تالیفه فی الآثار الماثورة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ کشف الظنون ،ج۲/ص۱۷۲۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

٦ السنن الدارمی، وهوالامام الحافظ عبداللّٰه بن عبدالرحمن الدارمی المتوفی سنة ۲۵۵/ خمس وخمسین ومائتین کشف الظنون ج۲/ص۱۰۰۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

۷ السنن الدارقطنی وهوالامام الحجة ابوالحسن علی بن عمر الشهیرالحافظ البغدادی المتوفیٰ سنة ۳۸۵/ خمس وثمانین وثلثمائة الخ کشف الظنون ، ج۲/ص۱۰۰۷/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

۸ الموطأ فی الحدیث للامام مالک بن انس (الحمیری الا صبحی المدنی امام دارالهجرة، المتوفی سنة ۱۷۹/ تسع وسبعین مائة الخ کشف الظنون ،ج۲/ص۱۹۰۷/ دارالفکر .

الجواب حامداً ومصلیاً

امام نوویؒ بہت بڑے امام ہیں انہوں نے مسلم شریف کی شرح کی ہے، اور بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں، یہ کہئے امام شافعیؒ کے مذہب کے محقق ومنقح ہیں، شرح حدیث اور جرح اور تعدیل میں ان کا قول معتبر ہے، مگر مذہباً وہ شافعی ہیں[1]، اسلئے فقہ میں ان کا قول حنفیہ پر حجت نہیں، فتح الباری بھی معتبر کتاب ہے[2]، اس کا حال بھی ایسا ہی ہے، عینی[3] مرقات[4]،

---

[1] النووی الامام الحافظ الاوحد القدوة شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف الشافعیؒ صاحب التصانیف النافعة الیٰ قوله أنه کان لایضیع وقتاً لافی لیل ولافی نهار حتی فی الطریق وأنه دام ست سنین ثم أخذ فی التصنیف والا فادة والنصیحة وقول الحق کان حافظا للحدیث وفنونه ورجاله وصحیحه وعلیله رأساً فی معرفة المذهب ومن تصانیفه شرح صحیح مسلم ورياض الصالحین الخ، النووی بشرح المسلم ج ۱/ص ٦/۷/ (دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] مصنفاته (ای ابن حجر العسقلانیؒ) زادت تصانیفه التی معظمها فی فنون الحدیث وفیها من فنون الادب والفقه والأصلین وغیر ذالک علی مأته وخمسین تصینفاً رزق فیها من السعد والقبول خصوصاً فتح الباری بشرح البخاری الذی لم یسبق نظیره امراً عجباً الخ الدرالکامنه فی اعیان المائة الثامنة، ج ۱/ص ۴/ (مصنفه ابن حجر) دارالکتب العلمیة)

[3] ولهٗ مؤلفات کثیرة جداً فمن اجل مصنفات البدر العینی عمدة القاری فی شرح الجامع الصحیح للبخاری فی احدی وعشرین مجلدة علیٰ تجزئة المصنف وهو اوسع شروحه نقلاً وتحقیقاً واجمعها للفوائد بحثا وتمحیصاً الخ عمدة القاری ج ۱/ص ۸/ (مطبوعه دارالفکر بیروت) مؤلفات البدرالعینی، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[4] وایضا ان غالب الشرح کانوا شافعیة فی عطلبهم وذکروا المسائل المتعلقة بالکتاب علی منهج مذهبهم الی ماقال فأحببت ان اذکر ادلتهم وابین مسائلهم وادفع عنهم مخالفتهم لئلا یتوهم العوام الذین لیس لهم معرفة بالادلة الفقهیة ان المسائل الحنفیة تخالف الدلائل الحنفیة وسمیته مرقاة المقاتیح الخ، مرقاة ص۳/ ۱، مطبوعه بمبئی،

''اشعۃ اللمعات[1]'' یہ تینوں کتابیں حنفیہ کی ہیں، اور معتبر ہیں ان کو غیر معتبر قرار دینا مذہب اور شرح سے عدم واقفیت کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

''انوارالاتقیاء'' کا حال

سوال:۔(۱) انوارالاتقیاء حضرت فریدالدین عطارؒ جس کا ترجمہ تذکرۃ الاولیاء، حافظ برکت اللہ صاحب فرنگی محلی نے کیا ہے، کیا یہ معتبر ہے؟

(۲) کیا اس کتاب کے مصنف ولی تھے؟ کیا انکا شمار صف اول کے اولیاء میں ہوتا ہے؟

(۳) کیا ان کے اقوال معتبر اور ثقہ ہیں کہ ان پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے؟

(۴) اگر کوئی اس کتاب کو فضولی اور غیر معتبر مانے تو وہ کیسا ہے؟

(۵) کیا حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنی کسی کتاب میں اس کتاب کو معتبر فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مجھے اس کتاب کی زیارت نہیں ہوئی، اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

---

[1] اشعة اللمعات فی شرح المشکوة فارسی زبان میں مشکوة شریف کی نهایت جامع اور مکمل شرح هے شیخ عبد الحق محدث دهلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے یه عظیم الشان کام ۱۰۱۹ھ ۱۶۱۰ء میں دهلی میں شروع کیا تها اور چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا، خاتمه پر تحریر هے تمام شد تسوید ایں کتاب عشیه یوم النار بهاء بیت وچهارم ربیع الاخر سه هزار وبیست وپنج از هجرت سید المرسلین وخاتم النبیین صلی الله علیه وعلی اله واصحابه واتباعه اجمعین (حیات شیخ عبدالحق محدث دهلوی ص ۱۶۴)

(۲) حضرت فریدالدین عطارؒ مشہور اولیاء میں سے شمار ہوتے ہیں[۱]

(۳) اصلاح باطن اور معارف میں ان کا قول خاص وزن رکھتا ہے، اوران کی ہدایات سے روشنی ملتی ہے، چنانچہ انکا پندنامہ عطار شائع اور داخلِ درس ہے، اکابر اس کے مطالعہ کی تاکید فرماتے ہیں[۲]۔

(۴) ساری کتاب کولغو کہتا ہے یا کسی خاص عبادت پر اعتراض کرتا ہے۔

(۵) میرے علم میں نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/۹۱ھ

غیر عالم کو مسائل بتانا اور چند معتبر کتابیں

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں بہت سے بدعت کے کام ہوتے ہیں ،مثلاً ایصال ثواب میں پیسہ دیکر قرآن شریف پڑھاتے ہیں، اوراس کا ثواب مردوں کو بخشتے ہیں،اس کے علاوہ اور بہت سے کام شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، اس کے اندر ہم شریک نہیں ہوتے ہیں،لوگ ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم اس کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بہشتی زیور مکمل ومدلل مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہے ، اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند چار حصہ ، فتاویٰ رشیدیہ اورخطبات وموعظات مکمل ، جناب حضرت مولانا الحاج مفتی ابوالناصر الشہیر بہ ذاکر حسن اورمظاہر حق اردو مطبوعہ دیوبند ہمارے پاس ہے، نیز حکایات صحابہ اور دیگر کتب فقہ موجود ہے،

---

[۱] ملاحظه هو مقدمه پندنامه ص ۲،

[۲] فارسی منظوم ایضاً للشیخ فریدالدین محمدابن ابراهیم العطار الهمدانی المتوفی فی سنة سبع وعشرین وستمأ ة وهو نظم مفید مشهور فیه نصائح بلیغة الخ کشف الظنون ص۲۵۵/۱/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

ان کتابوں سے ہم ان کو سمجھاتے ہیں، اور کچھ لوگ مانتے بھی ہیں، اور ہمارا ان کتابوں پر عمل ہے، ہاں اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی، تو ہم فوراً کسی عالم سے دریافت کر کے پوری تحقیق کرتے ہیں، پھر بتلاتے ہیں، زید ہم سے کہتا ہے کہ تم کو ایک یا دو کتابیں پڑھ کر آپ کو مسئلہ سنانے کا کیا حق ہے؟ خالی کتابیں پڑھنے سے مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا، زید عالم ہے، اور مقامی نہیں ہے، بلکہ دوسری جگہ کا ہے، اس لئے معلوم نہیں کہ علماء حق میں سے ہے یا نہیں؟ یہاں پر بہت اچھے اچھے عالم آتے ہیں، وہ ہم کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اور دعائیں دیتے ہیں، اس لئے بندہ دریافت کرنا چاہتا ہے، کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کتابوں کا آپ نے نام لکھا ہے وہ مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں، ان میں لکھے ہوئے مسائل صحیح ہیں، ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کے لئے آمادہ کرنا درست بلکہ عین راہِ ہدایت اور ذریعہ نجات ہے، البتہ ہر مسئلہ کی باریکی کو سمجھنا آسان نہیں، جو عالم ان کتابوں کے مسائل کو غلط بتائیں ان سے غلط ہونے کی دلیل لکھوا کر بھیجئے تو ان کی دلیل پر غور کیا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۹۰ھ

مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ

سوال:۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کو پڑھنے کے بعد کسی علم کو قوت اور مدد ملتی ہے، اور اس سے کیا فوائد ہیں، اور طبیب روحانی کی کیا پہچان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی مثنوی شریف معرفت خداوندی کا بیش

بہا خزانہ ہے، جس سے اپنے نفس کے عیوب بھی منکشف ہوتے ہیں، طبیب روحانی کی پہچان کلید مثنوی، التکشف، فتاویٰ عزیزی، القول الجمیل کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۵ھ

قاعدہ یسرنا القرآن کے اثرات

سوال: - قاعدہ یسرنا القرآن جو قادیانیوں کا بنایا ہوا ہے، جس میں کوئی عقیدہ قادیانی کی بات نہیں کہ جس سے فساد عقیدہ اور فساد عمل شرعی ہوتا ہو بلکہ اس کی ترکیب وترتیب اور ہدایات بابت طریقہ تعلیم ایسی ہے جس کے باعث بچہ بسہولت پانچ چھ ماہ میں بلکہ اس سے کم مدت میں ناظرہ ختم کرلیتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قاعدہ کا پڑھنا جائز ہے، اور کیا کفار کی بنائی ہوئی چیز کو اس کے کمال اور کسی خوبی اور عمدگی کی وجہ سے عمدہ اور اچھا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یوں کہنا کہ متھرا کا پیڑا اور بھگوان پور کا پیڑا بہت اچھا ہے، اس لئے کہ اچھا مشہور ہے تو اچھا کہنا کیسا ہے؟ کیوں کہ اس کے بنانے والے کافر ہیں، یا یوں کہنا کہ امریکن لالٹین یا جرمنی کوئی چیز اچھی ہے تو اس کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امریکن لالٹین اور قاعدہ یسرنا القرآن میں بہت فرق ہے، اول خالص دنیاوی چیز ہے، اور ثانی تعلیم قرآن اور دینیات کی ابتداء واجراء ہے، اول کی تعریف سے کفار کے دین کی تعریف نہیں ہوتی، اور ثانی کی تعریف سے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جن لوگوں نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اتنا بہترین انتظام کیا ہے جس سے بچہ بہت جلد ناظرہ رواں اور حفظ پڑھنے پر قادر ہوجاتا ہے، اور اس کا وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے، وقت جیسی قیمتی

چیز کی حفاظت کرنا اوراس کوضائع ہونے سے بچانا یہ لوگ خوب جانتے ہیں، لامحالہ دینی اصول وفروع میں بھی یہ لوگ ماہر ہونگے، اوران کا طریقہ تعلیم بہت اچھا ہے، لہذا ان کو اپنے مدارس میں ملازم رکھنا چاہئے، علی ہذا القیاس بچہ جو کہ قادیانی سے بالکل بے خبر ہے، جب وہ ان کا بنایا ہوا قاعدہ پڑھے گا، پھر آئندہ وہ دوسرے قواعد یا کتب میں وہ سہولت نہ پائے گا، اور بعد میں معلوم کریگا کہ وہ پہلا قاعدہ قادیانی کا تصنیف کردہ ہے، تو لامحالہ اس کی طبیعت میں قادیانی کی نہ صرف تعریف بلکہ قدر پیدا ہوگی، اور یہ خواہش کریگا کہ میں ان کی دوسری تصانیف بھی پڑھوں، وہ بھی اسی طرح سہل اور دلنشیں طریق پر ہونگی اوران کی کتابیں پڑھنے سے جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے، پھر اگر خراب نتیجے سے والدین منع بھی کریں اور قادیانی کی برائی بھی سمجھا دیں تب بھی بچہ کہے گا کہ یہ کسی عداوت نفسانی کی وجہ سے منع کررہے ہیں، ورنہ واقعتاً اگر قادیانی خراب ہوتا تو اس کا بنایا ہوا قاعدہ کیوں پڑھاتے؟ اور جب اس قاعدہ سے اس قدر نفع ہوا جس کا میں تجربہ کرچکا ہوں، اوراس کی تعریف اپنے ابتدائی استاذ صاحب قاری خدابخش سے سن چکا ہوں تو لامحالہ دوسری کتابیں بھی ایسی ہی ہونگی، تلبیس کی بناء پر روحانی اور معنوی غیر محسوس طریقہ پر جو اثر پڑتا ہے، وہ غلط ہے، اس لئے اہل تقویٰ کفار کی دوکانوں سے اشیاء خریدنے سے احتراز کرتے ہیں، اوراہل اسلام کی دوکانوں سے خریدتے ہیں[1]۔

پھر جب آپ اس قاعدہ یسرنا القرآن کو رواج دیکر سب جگہ شائع کردیں گے تو اس سے قادیانیت کی بہت بڑی تبلیغ ہوگی اس لئے کہ یہ قاعدہ رجسٹرڈ ہے، کوئی دوسرا اس کو نہیں چھپوا سکتا، اور لامحالہ قادیانیوں سے خریدنا ہوگا، اور وہ روپیہ مبلغین کو دیا جائیگا کہ اہل اسلام کی تردید کرکے قادیانی مذہب کو پھیلایا جائے، اور مسلمانوں سے مجمع عام میں مناظرہ کیا جائے، اور اہل اسلام کے خلاف کتابیں چھپوا کر شائع کی جائیں، نیز بغدادی قاعدہ اور نورانی قاعدہ جن کو

---

[1] اصل فی الورع وھو ان مااشتبه امره فی التحلیل والتحریم ولایعرف له اصل متقدم فالورع ان یترکه ویجتنبه الخ، مرقاة ص ۲۹۰/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، مطبوعه بمبئی،

مخلص دینداروں نے تصنیف کیا ہے وہ بیکار اور موقوف ہو جائیں گے، آج آپکو یہ قاعدہ پسند آیا اس کے نتائج یہ ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مناجات مقبول اور حزب الاعظم میں فرق

سوال: ۔حزب الاعظم بہتر ہے یا مناجات مقبول؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں بہتر ہیں ان میں تضاد نہیں، طویل ومختصر کا فرق ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۸۷ھ

---

[1] الحزب الاعظم، عظیم محدث ملا علی قاریؒ (علی بن سلطان محمد قاری) کی تصنیف ہے، جس میں وہ تمام دعائیں جو قرآن پاک میں آئی ہیں، یا احادیث مبارکہ ہیں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان تمام دعاؤں کو اس میں جمع کر دیا گیا ہے، جس کی سات منزلیں ہیں، سالیکن کو ہر روز ایک منزل پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے، اکابر اولیاء اللہ کا اس کے اہتمام کا معمول رہا ہے، اور اس کا اہتمام انتہائی مفید ہے، اور ظاہر ہے کہ دعا کے جو کلمات قرآن پاک میں وارد ہوئے ہیں، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ قبولیت کے زیادہ قریب ہیں، اور دنیا وآخرت کی کوئی خیر ایسی نہیں جس کی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مانگی اور دنیا وآخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پناہ نہ چاہی ہو، اس لئے اس کا معمول بنا کر پڑھنا انتہائی مفید ہے۔

''مناجات مقبول'' یہ الحزب الاعظم کی ہی تلخیص ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کو مرتب اور ملخص فرمایا ہے، کہ جو حضرات مشاغل کی وجہ سے الحزب الاعظم کو نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھ لیا کریں، اس کی بھی سات منزلیں ہیں۔

عین الہدایہ

سوال: ۔عین الہدایہ کس کی تصنیف ہے اور زمانۂ تصنیف کیا ہے؟ اور فقہ میں کس پایہ کی تصنیف مانی گئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین الہدایہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا، یہ ہدایہ کا ترجمہ ہے، اس کے مصنف گذشتہ صدی میں گذرے ہیں، وہ مترجم تھے، کہیں کچھ تشریح بھی کرتے تھے، مجتہد نہیں تھے، مجموعی حیثیت سے یہ ترجمہ معتبر ہے،[1] تاہم اگر کوئی چیز خلاف مذہب اس میں ہو وہ معتبر نہیں، اور کسی ایک روایت کی وجہ سے تمام کتاب کو غیر معتبر بھی نہیں کہا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النبی کا مطالعہ

سوال: ۔حضرت تھانویؒ کی تصنیف اشرف الجواب کے حصہ چہارم کے صفحہ ۱۶۳/ پر عنوان تفاضل تفصیلی بین الانبیاء ممنوع ہے، میں کتاب سیرت النبی مصنفہ مولانا شبلی نعمانی جس

---

[1] السید امیر علی اللکھنوی، السید المفاضل العلامه امیرعلی بن معظم علی الحسینی الملیح آبادی ثم اللکھنوی احد العلماء المشھورین فی الھند ولد فی سنة اربع وسبعین ومائتین وأنف الیٰ قوله وکان مفرط الذکاء جید القریحة قوی الحفظ سریع الادراک متین الدیانة شریف النفس حسن المعاشرة سافرالی الحجاز فحج وزاد وولی التدریس بجدة فدرس بھازمانا طویلا ورجع الی الھند الی ماقال وله مصنفات عدیدة منھا عین الھدایة شرح ھدایه الفقه الاردوالخ نزھة الخواطر ، ج۸/ص ۷۵-۷۶/ مطبوعه حیدرآباد الھند.

کی تکمیل مولانا سید سلیمان ندوی صاحبؒ نے فرمائی ہے، اس پر اعتراض کیا گیا ہے اور مصنف صاحب پر تنقید کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

اور میرے پاس موجود ہے کیا اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں کیا اس کی سند میں کچھ شک وشبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب سیرت النبی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی میں بعض احادیث پر اعتراض کیا گیا جو کہ غلط ہے، اس کے علاوہ بھی ان کی آزاد مزاجی کی وجہ سے بعض غلطیاں ہیں اہل علم تو سمجھتے ہیں اوروں کو پتہ نہیں چلتا چونکہ ان کا مقصود اس کتاب سے عیسائیوں کو جواب دینا ہے، اس لئے بھی مضمون کی پوری رعایت نہیں ہوسکتی، سید سلیمان ندوی صاحب نے بعد کے ایڈیشن میں کچھ سنبھالا بھی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ٦/۱۱/۱۴۰۰ھ

کیا تاریخ الخلفاء مستند ہے

سوال: ۔تاریخ الخلفاء جو علامہ سیوطیؒ کی تالیف ہے، یہ کتاب مستند ہے یا غیر مستند؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تاریخ الخلفاء مستند نہیں ہے، بلکہ یہ تاریخ کی کتاب ہے جس میں کچی پکی سب قسم کی

---

[1] **فائدہ**:۔سیرت النبی میں جو مضامین قابل اشکال تھے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے سیرت المصطفیٰ میں اس پر تحقیقی بحث کی ہے۔

باتیں ہیں[1]، حدیث کی جو روایات اس میں موقع بموقع سے نقل کی ہیں وہ بھی قوی ضعیف ہر طرح کی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ
دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۹۰ھ

فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق

سوال: ۔فتاویٰ رشیدیہ اس پر سن اشاعت ۱۳۴۸ھ ہے یہ کتاب پہلی بار کس سن میں طبع ہوئی، اور علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کس زمانہ میں ہوئے ہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں متعدد جگہ پر رشید احمد لکھا ہوا ہے، کیا یہ تاریخ دینے کی ۱۳۰۱/ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی بھی تحقیق نہیں کہ پہلی بار کب طبع ہوا ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہے[2]، اور مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ ان کی وفات کے بعد طبع ہوا ہے، ۱۳۰۱/ یہ مہر بننے کی تاریخ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] تاریخ الخلفاء لجلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی سنة احدعشرة وتسعمائة واحسن ماصنف فیه الخ کشف الظنون ص ۲۹۳/۱/ مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] کانت وفاته یوم الجمعة بعد الاذان لثمان خلون من جمادی الاخرة سنة ثلاث وعشرین وثلاثمائة، وألف، نزهة الخواطر ج۸/ص ۱۵۲/ مطبوعه حیدرآباد دکن العندی، (تحت حرف الراء (رقم العدد ۱۴۳) تذکرة الرشید ج۲/ص ۳۴۶/

کتاب جلوۂ طور کا پڑھنا

سوال: ۔مولانا محمد اسحاق دہلویؒ کی تصنیف جلوۂ طور وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ کتاب نہیں دیکھی بغیر دیکھے کوئی رائے کیسے قائم کی جائے۔

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فقہ کی معتبر کتابیں

سوال: ۔مندرجہ ذیل مسائل میں کتب معتبرہ کی عبارت مع ترجمہ تحریر کریں گے:۔

(۱) اگر کوئی عالم فتویٰ کی کتابیں جیسے عالمگیری درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، فتویٰ عزیزیہ، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر کو نہ مانے اور یہ کہے کہ نہیں قرآن مجید حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو نہیں مانتا ہوں تو دریافت طلب آخر یہ ہے کہ فتویٰ کی یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں؟ اگر معتبر ہیں تو ان کے منکر کا کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور ان کتابوں میں قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس ہی کی باتیں ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو شخص قرآن وحدیث، اجماع، قیاس (چار وہ اصول فقہ) کے علاوہ کسی چیز کو بطور دلیل شرعی نہ مانتا ہو وہ صحیح راستہ پر ہے، فتویٰ عالمگیری، درمختار، ردالمحتار فتح القدیر، فتاویٰ عزیزیہ، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر یہ سب کتابیں بحیثیت مجموعی معتبر اور قابل عمل ہیں، ان میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل درج ہیں، بھول چوک ہو خطا سب کے ساتھ ہے، اگر ان کتابوں میں

کوئی مسئلہ بھول یا خطاء کے ماتحت ہو بھی تو اس سے تمام کتابوں کو غیر معتبر نہیں کہا جا سکتا جو شخص ان کتابوں کو نہیں مانتا اس سے اس کی وجہ اور تشریح دریافت کی جائے، چونکہ اس کو عالم کہا گیا ہے، تو ضرور وہ اپنی بات کی وجہ اور تشریح بیان کرے گا، اس کی بات پر حکم لگانے میں جلدی نہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق طبع شدہ پرچہ کی تحقیق

سوال:۔ گذارش ہے کہ ایک طبع شدہ پرچہ بھیج رہا ہوں ایسے پرچے بکثرت چھپے اور لکھے ہوئے تقسیم ہو رہے ہیں، جیسا کہ پرچہ کے آخیر میں بانٹنے والے کے لئے مالی منفعت اور جھوٹ سمجھنے والے کے لئے تباہی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے، ٹھیک ہے یا نہیں اور اگر یہ کارِ خیر ہے تو روپے کے لالچ میں اس کا کرنا جائز ہے یا نہیں، براہ کرم نظام کے باب الاستفسار کے ذریعہ عوام کی رہنمائی فرمایئے، مہربانی ہوگی؟

طبع شدہ پرچہ کی نقل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حضرت رسول کریم ﷺ کا فرمان حضرت رسول خدا ﷺ کے ایک خادم کو مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے بشارت دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے، توبہ کا دروازہ بند ہونے والا ہے، غافل مت رہو، گناہوں سے توبہ کرو، پیر کے دن چار روزے رکھو،

---

[1] والذی تحرر انه لایفتی بتکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفه ،بحر الرائق ج۵/ص ۱۲۵/ باب احکام المرتدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، جو شخص ایسے تیس پرچے بانٹ دے گا، اس کو چودہ دن میں خوشی ہوگی، بمبئی میں ایک شخص نے تیس پرچے بانٹ دیئے تھے، اس کو ڈھائی ہزار کا فائدہ ہوا، اور ایک شخص اس پرچہ کو جھوٹ جانا اس کو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا پڑا، جو شخص تقسیم نہیں کرے گا، غم ضرور دیکھے گا، بندۂ خدا ایک یا دو پرچے لکھ کر ضرور تقسیم کریگا، جو زیادہ چھپوا کر بانٹے گا زیادہ فائدہ ہوگا۔

بھائیو! یہ بات یقین جانو اور پہچانو خدا ہم سب کو نیک ہدایت اور توفیق عطا فرمائے آمین۔

نوٹ:۔ یہ پرچہ پاس رکھنا گناہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ کا دروازہ بند ہونا اور قیامت کا قریب آنا احادیث میں کثرت سے مذکور ہوا ہے[1]، اور جو وقت بھی گذرتا ہے، یہ دونوں چیزیں قریب سے قریب تر آرہی ہیں، ان کے لئے کسی کے خواب کی حاجت نہیں، گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم قرآن پاک میں مذکور ہے[2]، اور ہر وقت ہر آدمی کو توبہ کرتے ہی رہنا چاہئے، دنیا میں جس قدر مصائب اور فتنے ہیں اور آخرت میں جو سزائیں ہیں وہ سب گناہوں کی وجہ سے ہیں[3]، اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمائے، اور آئندہ کو بچائے، نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت ثابت ہے[4]، پیر اور جمعرات کا روزہ بھی روایات میں

---

[1] عن معاویةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لاتنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة ولاتنقطع التوبة حتی تطلع الشمس من مغربها (مشکوٰة شریف، ج ۱/ص ۳۴۵/)مسند احمد ج۵/ص ٦٦/ مطبوعه داراحیاء الثرات العربی بیروت.

[2] یاایهاالذین آمنواتوبوا الی اللّٰہ (من المعاصی) توبة نصوحاً الایة ۸/ سوره تحریم (تفسیر مظهری ج۹/ص ۳۴۵، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

[3] مااصابکم من مصیبة فبماکسبت ایدیکم ویعفواعن کثیرالآیة، سورة الشوریٰ آیت ۳۰/

[4] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لکل شئی زکوٰة وزکوٰة الجسد الصوم (مشکوٰة ج ۱/ص ۱۸۰) صیام التطوع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

بکثرت آیا ہے[1]، نماز اور زکوٰۃ دونوں اسلام کے مستحکم ارکان میں سے ہیں[2]۔

غرض ان میں میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا ثبوت کسی کے خواب سے ہو پیر کے دن سے چار روزوں کا اہتمام کسی روایت سے ثابت نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے محض خواب سے اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

دین کی تبلیغ اور اشاعت امت کا اہم فریضہ ہے اس سے غفلت برتنے پر سخت وعید آئی ہے[3]، اب باقی رہا، اس کاغذ کے تیس پرچے تقسیم کرنا اور اس پر چودہ دن میں اس کو خوشی کا ہونا اور جو تقسیم نہ کرے اس کا اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا یہ غم دیکھنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا گناہ ہونا، یہ سب بے اصل، لغو، ڈھونگ ہے، ایک دو پرچہ لکھ کر تقسیم کرنے کو ضروری قرار دینا بھی جہالت ہے، اس سے قبل بھی مدت دراز سے ہر سال اس قسم کا اشتہار چھپتا رہا، اسمیں خواب دیکھنے والے خادم کا نام بھی شیخ احمد درج ہوتا تھا، اور بھی خرافات درج ہوتی تھیں، مثلاً یہ کہ امسال اتنے مسلمان مرے جن میں فقط ایک یا دو جنت میں گئے، باقی سب جہنم میں گئے، اس وقت اکابر نے تحقیق کی نہ مدینہ میں شیخ احمد نامی کوئی خادم تھا، نہ وہاں کسی سے اس خواب کا تذکرہ سنا گیا، درحقیقت یہ کسی دشمن اسلام کی ایک چال تھی، جس کے ذریعہ وہ اسلام سے

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصوم یوم الاثنین والخمیس فقیل یارسول اللہ انک تصوم یوم الاثنین والخمیس فقال ان یوم الاثنین والخمیس یغفر فھما لکل مسلم الحدیث (مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۱۸۱/ صیام التطوع الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لاالہ الا اللّٰہ وان محمد عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (مشکوٰۃ ج ۱/ ص ۱۲) کتاب الایمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[3] ان النبی ﷺ والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدوعنہ ولایستجاب لکم .(مشکوٰۃ شریف، ج۲/ص ۴۳۶/. باب الامر بالمعروف الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

بدظن کرتا تھا کہ اتنے مسلمانوں میں سے جب فقط ایک یا دو جنت میں گئے باقی سب جہنم میں گئے تو ایسے اسلام سے کیا فائدہ ''تذکرۃ الخلیل[1]'' فتاویٰ دارالعلوم دینی کتب میں ایسا ہی درج ہے۔

ہم نے ہمیشہ اس اشتہار کو چاک کر دیا ہے خدا کے فضل سے کوئی غم نہیں ہوا نہ اپنے سے نہ اپنی اولاد سے ابھی تک ہاتھ دھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ہما، ہدیٰ وغیرہ پرچوں کا دیکھنا

سوال:۔ ہدیٰ یا ہما یا اس جیسے پرچوں کا پڑھنا مطالعہ کرنا، ساتھ رکھنا از روئے شرع کیسا ہے؟

نوٹ:۔ دو رسالے سوال کے ساتھ نمونۃً پیش ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں کچھ مضامین عمدہ نصیحت وعبرت کے ہیں، مقامات مقدسہ کے نقشے اور کچھ نقشے بھی نعت وغیرہ پر مشتمل ہیں، مگر کچھ مضامین اخلاق وعقائد کو تباہ کرنے والے بھی ہیں، جاندار انسانوں اور جانوروں کے فوٹو بھی ہیں، جب کسی کتاب وغیرہ (کسی شئی میں بھی) منفعت ومضرت دونوں پہلو ہوں تو مضرت سے بچنے کیلئے اس کا ترک کرنا اہم ہوتا ہے، خاص کر ایسی چیز جس سے عقائد واخلاق پر غلط اثر پڑے، جیسے محرم کے تعزیوں سے متعلق اسمیں درج ہے، اور فوٹو بھی دے رکھے ہیں، اس سے پورا اجتناب لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۹ھ

---

[1] تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۶) مکتبہ سہارنپور، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسالہ آستانہ پڑھنا

سوال: ۔آستانہ رسالہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آستانہ وغیرہ میں صحیح وغلط دونوں قسم ہر بات قابل علم وقابل اعتماد نہیں، اکثر رسالہ کا ایسا ہی حال ہے، اور کم علوم والے صحیح اور غلط میں فرض بھی نہیں کر پاتے، اس لئے ایسے لوگوں کو اخبارات ورسائل دیکھنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سید مہدی حسن غفرلہٗ ٦/٤/٨٦ھ

مسئلہ تقدیر پر کونسی کتاب ہے

سوال: ۔مسئلہ تقدیر کے لئے کس کتاب کا معالعہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ تقدیر پر حضرت تھانویؒ کی کتاب ''اکسیر اکبر'' اب ''تقدیر کیا ہے'' کے نام سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً الخ الاشباه والنظائر ص ۱۴۷، تحت القاعدة الخامسة الخ، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، قوائد الفقه ص ۸۱/ رقم القاعده ۱۳۳/ (مطبوعه فقیه الامت دیوبند) تحت القاعدة الخامسة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وکل ما آدی الیٰ مالا یجوز لایجوز الخ درمختار مع الشامی زکریا ج ۹/ص ۵۱۹/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی اللبس،

شائع ہوئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۱ھ

ردشیعہ اور رد اہل ہنود میں کونسی کتاب معتبر ہے

سوال: ۔ردشیعہ اور رد ہنود میں کونسی کتاب کا مطالعہ کیا جائے نام تحریر فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ردشیعہ میں تحفہ اثنا عشریہ[1]، ہدیۃ الشیعہ[2]، ہدایۃ الشیعہ[3]، ہدایۃ الرشید[4]، کا مطالعہ مفید ہوگا، یہ کتابیں اعلیٰ علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اور رد اہل ہنود میں، قبلہ[5] نما، انتصار الاسلام[6]، رد تناسخ[7]، کفر توڑ[8] وغیرہ مفید ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۰ھ

---

[1] مصنفه شاه عبدالعزيز صاحب قدس سرهٗ

[2] مصنفه حجة الاسلام حضرت مولانا محمدقاسم نانوتوی صاحب رحمة الله عليه .

[3] مصنفه اما م ربانی مولانا رشیداحمد گنگوهی رحمة الله عليه .

[4] هدايت الرشيد مؤلفه حضرت مولانا خليل احمدصاحبؒ محدث سهارنپوری رحمة الله عليه

[5] مصنفه حجة الاسلام حضرت مولانا محمدقاسم نانوتوی رحمة الله عليه .

[6] مؤلفه حجة الاسلام حضرت مولانا محمد محمد قاسم نانوتویؒ.

[7] مصنفه حضرت مولانا سيد مرتضى حسن صاحب چاند پوری رحمه الله عليه .

[8] يه كتاب ۱۲۰/ صفحه پرمشتمل هے اس میں مصنف کا نام مذکور نهیں هے، دیوبند سے طبع هوئی هے،

اہل حق اور بریلویوں کے متفقہ مسائل کی اشاعت

سوال:۔ مابین بریلوی اور دیوبندی کے بہت سے مسئلوں میں اتفاق پایا جاتا ہے، جو چالیس بدعت ہیں، اور فتاویٰ اعلیٰ حضرت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، اب ایسی کتابوں کو کون حضرات خرید سکتے ہیں، دیکھا جاتا ہے کہ آج کل مذہبی کتب کی خریداری بہت ہی کم ہوگئی ہے، نیم ملاّ انہیں متفقہ مسئلوں کو عوام الناس میں مختلف عنوان کو بیان کر کے لوگوں کو یہی سمجھاتے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک ناجائز اور بدعت ہے، لیکن بریلویوں کے نزدیک مستحب اور کارِ ثواب ہے، اس لئے اگر ان ہی مسئلوں کو دو تین صفحوں میں بہشتی زیور کے مسئلوں کی طرح تحریر کیا جائے تو شاید دو صفحے میں ۷۰/۸۰ مسئلے یا جتنے بھی ہوں آسکتے ہیں، اور ہر مسئلہ کے ذیل میں انہی اعلیٰ حضرت کی کتاب کا حوالہ تحریر کیا جائے، جیسے بہشتی زیور وغیرہ میں یہ مسئلہ شامی یا درمختار سے اخذ کیا گیا ہے، جہاں متفقہ مسئلہ کے متعلق سوال آئے تو ذیل میں بریلوی کے اعلیٰ حضرت کی کتاب کا بھی حوالہ دیا جائے، اور تحریر کر دیا جائے، کہ اس مسئلہ میں علماء دیوبندی اور بریلوی کا اتفاق ہے، اور اس رسم کے بدعت ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور مسئلہ کے ان دو پرچوں کو عام اخباروں کے ذریعہ عوام الناس کو بھی باخبر کیا جائے، تو نیم ملاؤں کی زبانی بند ہو جائیں، بڑے مفتی صاحب انشاء اللہ تعالیٰ اختصار کے ساتھ تمام مسئلوں (یعنی بدعتوں کو) تحریر فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قسم کے متعدد رسالے شائع بھی ہو چکے ہیں، جن میں وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں، جو دونوں کے نزدیک یکساں ہیں، لیکن اگر اختلاف فروعی ہو تو یہ تدبیر مفید ہے، احمد رضا خاں صاحب تو علمائے دیوبند سے اپنا اختلاف اصولی یعنی کفر واسلام کا اختلاف اپنی

کتابوں میں لکھتے ہیں، اکابر دیوبند کا نام لے کر صاف صاف لکھا ہے، کہ یہ کافر ہیں، جو ان کو کافر نہ مانے یا ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے[1]، ان بریلویوں کا شب وروز کا مشغلہ ہی تکفیر اکابر ہے، تاہم آپ کے نزدیک جن مسائل کی ضرورت ہے ان کی فہرست بھیجد یجئے، تلاش کر کے کتب حوالہ کے ساتھ ان کو لکھ دیا جائیگا، یہ بھی خیال رہے کہ اس طرح لکھنا اور شائع کرنا گویا کہ دو اہل حق علماء کے اختلاف کو پیش کرنا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صلہ رحمی اور اس کا معیار، پر کتاب لکھنے کا مستفتی کا مطالبہ

سوال:۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ صلہ رحمی اور قطع کا معیار انتخاب اور حدود کیا ہیں؟ صلہ رحمی کے حدود کہاں سے ختم ہوتے ہیں، اور قطع رحمی کے حدود کہاں سے شروع ہوتے ہیں؟ جن کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننا چاہتا ہوں، معاشرتی زندگی میں ہر وقت معاملہ داری کرنے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور بندہ ثواب، عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اس اہم موضوع پر اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایک کتاب کی شکل میں اشاعت فرمائیں، جو بہت بڑی خدمت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلہ رحمی اور قطع رحمی کے متعلق قرآن کریم[2] اور حدیث شریف[3] میں بہت ترغیب وترہیب

---

[1] (فتاویٰ رضویہ ج۳/ص ۲۵۳) باب الامامۃ، سنی دارالاشاعت، فیصل آباد،

[2] قال تعالیٰ والذین یصلون ماامر اللّٰہ بہ ان یوصل الیٰ قولہ تعالیٰ اولئک لھم عقبی الدار الآیۃ سورۃ الرعد، آیت: ۲۲-۲۱،

''والذین ینقضون عھد اللّٰہ من بعد میثاقہ ویقطعون ماامر اللّٰہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار الآیۃ سورۃ الرعد، آیت: ۲۵ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وارد ہوئی ،اور مفسرین وشراح نے اسکی تفصیل بھی بیان کی ہے ، ترجمہ وتفسیر مظہری[۱]،بیان القرآن[۲]، تفسیر حقانی[۳]، مظاہر حق[۴]،معارف الحدیث[۵]،فضل اللہ الصمد[۶]،بہشتی زیور[۷]،حقوق اور اسلام میں تفصیل مذکور ہے، مستقل بیان تصنیف کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کو جوصورت پیش آئی ہواس کوان سب میں دیکھ لیں ، اگر پوری طرح سمجھ میں نہ آئے اسکولکھ کر دریافت کرلیں ، ہرایک کی خواہش پر مستقل کتاب لکھنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،جس چیز کی ضرورت ہواس پر کتاب لکھی بھی گئی ہے،اور آئندہ بھی لکھی جاسکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۵۹ھ

کتاب ''دواسلام'' کا مطالعہ

سوال:۔کتاب ''دواسلام'' غلام جیلانی برق مصنف ہے، یہ کتاب پڑھنی جائز ہے یانہیں ؟ جوحدیثوں کے متعلق لکھا ہے ، یہ صحیح ہے یانہیں؟ کتاب دواسلام کے جواب میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احب ان یبسط لہٗ فی رزقہ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ وایضاً قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع (مشکوٰۃ ج۲/ص ۴۱۹/)باب البر والصلۃ، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ملاحظہ ہو:تفسیر مظھری،سورۃ النساء آیت ۲،۳، طبع رشیدیہ کوئٹہ،

۲ بیان القرآن ،ج ۱/ص ۸۹/ سورۃ النساء، الحق بمبئی،

۳ تفسیر حقانی ص ۴۹/ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند،

۴ مظاھرحق ،ج۴/ص ۱۲۳/کتاب الادب،

۵ معارف الحدیث ص ۵۰/۶، کتاب الآداب المباشرۃ، بیان صلہ رحمی، مطبوعہ پاکستان،

۶ ملاحظہ ھو فضل اللہ الصمد ص ۱۱۳/۱، باب وجوب صلۃ الرحم، مطبوعہ مکہ مکرمہ،

۷ بھشتی زیور مکمل ومدلل ص ۳۵/۷، مطبوعہ تھانوی دیوبند،

مولانا طیب صاحب نے لکھا ہے، کہ اگر لکھی ہے تو آگاہ فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ''دو اسلام'' میں حضور اکرم ﷺ کی بیان فرمودہ سراپا ہدایت احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دیکر مذاق اُڑایا گیا ہے، جو کہ انتہائی درجہ کی گمراہی اور بددینی ہے[1]، مسلمانوں کو ہرگز اسکا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے، ورنہ اگر اس پر اعتماد کیا تو دین تباہ ہو جائیگا، اس کی ایک اور کتاب ''دو قرآن'' وہ بھی بددینی پیدا کرنے والی کتاب ہے مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۸ھ

مذہب اسلام میں سیاست اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب کی عبارت کی توضیح

سوال: ۔عبارت کتاب سیرت خاتم الانبیاء مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہٗ مقیم حال کراچی (پاکستان)

(الف) وہ مذہب ہی کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو، وہ سیاست مکمل نہیں، جس کے ساتھ تلوار نہ ہو وغیرہ، عبارت کے تحت عرض ہے کہ دین اسلام میں سیاست کیا ہے؟ اور یہاں ہندوستان میں کس سیاست کی ضرورت ہے؟

---

[1] ان کان تهاونا بالسنة یکفر (عالمگیری ج ۲/ص ۲۶۶/ کتاب المرتدین، منها مایتعلق بالانبیاء، مطبوعه کوئٹه،

(ب) سیاست مکمل کیا ہے؟ اب اس کے ساتھ کون سی تلوار کی ضرورت ہے؟

(۲) غزوۂ بدر قریش کا مایہ ناز اور اس کی تمام تر شوکت اور قوت کا سبب وغیرہ الخ اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس کا سلسلہ بند کیا جائے الخ، اس عبارت کی روشنی میں ہند میں بالخصوص اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بالعموم موجودہ وقوعہ حالات کے ردعمل کے لئے اب کیا لائحہ عمل ہے، اور وہ کس جگہ کس صورت سے انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے عمل میں آرہا ہے۔

(۳) عبارت کتاب مجموعی تقاریر بسلسلہ کیا تبلیغی کام ضروری ہے، چوتھی تقریر از مفتی حسین مظاہری ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ص ۱۶، منصب خلافت، انبیاء کے سچے جانشین ،نفع کی دو قسم ،دو اہم طبقے ،ہماری زندگی میں بگاڑ ذرا سا بھی آئے گا، تو دنیا گمراہ ہو جائے گی، معلوم ہوا کہ صلاح اور فلاح دونوں ہمارے لئے ضروری ہیں کے تحت منصب خلافت کے صحیح وارث علمائے مدارس ہیں یا علمائے تبلیغی مرکز یا علمائے ملت وزعمائے قوم جماعتہائے سیاست، اگر یہ تینوں ہیں تو منصب خلافت کا کامل اور مکمل الگ الگ یا مجموعی حیثیت سے ان کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟ یعنی درس وتدریس یا چھ نکاتی پروگرام کے کوزہ میں تمام سمندر اسلام یا حکومت وقت کے ساتھ کورانہ تقلید کا اشتراک یا خلافت بوجوہ افراط وتفریط، ان تینوں گروہوں میں سے کون سچے اور صحیح جانشین ہیں؟

(س) جب انبیاء کرام مادی اور روحانی دونوں نفع پہنچاتے ہیں تو دونوں نفع پہنچانے والا ہی شخص انبیاء کا صحیح جانشین ہوگا، تو روحانی اور مادی نفع پہنچانے میں ان گروہوں کا کیا لائحہ عمل ہے، اور وہ کس پروگرام کے ساتھ عمل میں آرہا ہے؟

(د) موجودہ دور میں سب ممالک میں سب طرح کے بگاڑ کے ذمہ دار کیا یہ دونوں گروہ نہیں ہیں؟ اور مادی اور روحانی نفع رسانی میں جو صلاح اور فلاح کی ذمہ داری ان دونوں

طبقوں پر ہے، تو الگ الگ یا مجموعی حیثیت سے ہے یہ دونوں طبقے کس صلاح وفلاح کے پروگرام کے تحت عمل کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱-۲/) سیاست کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ اس کو دنیا اور آخرت میں نجات حاصل ہو، یہ سیاست خاصۃً وعامۃً، ظاہراً وباطناً حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے، خاصۃً وعامۃً ظاہراً سلاطین کا منصب ہے، اور باطناً علماء کرام کا منصب ہے، یہ تو سیاست کا عمومی اطلاق ہے[۱] خصوصی اطلاق زجر وتادیب پر بھی ہوتا ہے، گو اس میں کبھی قتل تک نوبت پہنچ جائے، اس کا حق حسب حیثیت ہوتا ہے، باپ اپنی اولاد کو شوہر اپنی بیوی کو امیر اپنے ماتحت کو، استاذ اپنے شاگرد کو، بڑا اپنے چھوٹے کو حدود کے اندر سیاست کر سکتا ہے، اور کرتا ہے، ردالمحتار[۲] معین[۳] الاحکام درالمنتقی[۴] میں تفصیل موجود ہے، اس کو سمجھنے کے بعد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام والی سیاست کا تو ختم نبوت کی وجہ سے سوال ہی ختم ہو گیا، سلاطین کی سیاست کا سوال وہاں پیدا ہوگا، جہاں سلاطین اسلام ہوں، اور ان سے ہی تحقیق کرنا برمحل ہوگا، کہ وہ کیا کر رہے ہیں، علماء سے جس سیاست کا تعلق ہے، وہ برابر بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے۔

(۴) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ایسی جگہ ہیں جہاں سے مکاتبت دشوار ہے، مگر

---

[۱] هی استصلاح الخلق بارشادهم الی الطریق المنجی فی الدنیا والآخرة فهی من الانبیاء فی ظاهر هم وباطنهم ومن السلاطین والملوک فی ظاهر هم والعلماء فی باطنهم، قواعد الفقه ص ۳۳۰/ کتاب التعریفات الفقهیه، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[۲] شامی کراچی ج۴/ص ۱۵ / کتاب الحدود،

[۳] معین الحکام ج ۱/ص ۱۶۹ / القسم الثالث فی القضاء بالسیاسة الشرعیة، مطبوعه مصر،

[۴] درالمنتقیٰ علیٰ مجمع الانهر ج۲/ص ۳۴۱/ کتاب الحدود، دارالکتب العلمیة بیروت،

حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے نہ ملاقات دشوار ہے نہ مکاتبت دشوار، اس لئے براہ راست ان کی طرف مراجعت کریں، اپنی تقریر کو وہ خود بہترین طریقہ سے واضح فرمائیں گے، اور اس پر جو اشکالات آپ کو ہیں انکا جواب دیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نوٹ:۔ کلمہ گو اور مصلحین کے جو طبقات آپ نے قائم فرمائے ہیں آپ کس طبقہ میں ہیں، اور کس پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں، اس کی تشکیل اور خاکہ عنایت فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ جواب گرامی اگر مدلل ہوگا تو موجب بصیرت ہوگا؟

فرمان مصطفوی کے نام کا پرچہ (نحوست یا دولت کا کارڈ)

سوال:۔ آج کل ایک مضمون پوسٹ کارڈوں کے ذریعہ چل رہا ہے، جس کی ایک کاپی اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت کر رہا ہوں، اب سے قبل حضرت سہانپوریؒ نے ایک اشتہار (فرمان مصطفوی) کی بابت تردید فرمائی تھی، اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہودی یا غیر مسلم کی کارروائی ہے ''تذکرۃ الخلیل''، ص ۲۰۳ ر پر تحریر ہے، آج کل یہ کارڈوں کا سلسلہ چل رہا ہے، اسکے مضمون کا چھٹا نمبر بعض کارڈوں میں تحریر ہوتا ہے، اور بعض میں نہیں ہوتا، نمونہ مضمون یہ ہے تاریخ روانگی ۱۷ر اپریل ۴۸ھ تاریخ وصولی ۱۷ر اپریل ۴۸ھ

اے پروردگار عالم ہمارے اوپر اپنی سب مخلوق پر رحم وخوشی اور فارغ البالی عطا فرمایئے، تاکہ ہم اطمینان اور سکون کے ساتھ تیری بندگی بجالائیں؟

(۱) مندرجہ بالا دعا آپ کو تمام دنیا میں شائع کرنا چاہئے؟

(۲) مندرجہ بالا دعا کی نو کاپیاں لکھ کر اپنے احبابوں کے نام جو کہ خوشی اور فارغ البالی کے خواہشمند ہوں روانہ کریں۔

(۳) اس سلسلہ کو قطعی نہ روکیں، کیونکہ نتائج یہاں روانہ کرنے کے نو دن بعد آپ کو ظاہر ہو جاویں گے انشاء اللہ۔

(۴) اگر آپ اس سلسلہ کو محض مذاق سمجھیں گے تو نحوست سوار ہو جانیکا احتمال ہے۔

(۵) اپنا نام قطعی ظاہر نہ کریں سوائے تاریخ روانگی و وصولی اور کچھ نہ لکھیں۔

(٦) ملکہ وکٹوریہ نے اس دعا کی نو کاپیاں تقسیم کرنے کے دس دن بعد بیس ہزار روپیہ پایا۔

(۷) نپولین نے نو کاپیاں روانہ نہ کرنے کے سبب تین دن کے اندر اپنے لڑکے کو گنوایا، تمام مضمون پرچہ کا ضرور لکھنا چاہئے، فرق نہ پڑے، تاکید جانو صرف ۴/ کا خرچ ہے، حضرت عالی کی اس مضمون کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دعائے عافیت بہت مبارک اور بہتر چیز ہے، احادیث میں اس کی ترغیب وتاکید آئی ہے، لہٰذا ہر شخص کو اس کا اہتمام چاہئے،[1] لیکن نو کاپیاں لکھنا کوئی شرعی امر نہیں، جس کے ترک پر کوئی وعید یا نحوست ہو، بلکہ وکٹوریہ اور نپولین کا کوئی قول، فعل، اعتقاد شرعی حجت نہیں، جس سے کوئی مسلم استدلال کرے بلکہ اس کے لئے ایسی خرافات کو استدلال میں پیش کرنا عار اور بے غیرتی کی بات ہے، اس کے لئے تو قرآن کریم اور حدیث شریف اور اقوال سلف صالحین

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ من فتح لہٗ منکم باب الدعاء فتحت ابواب الرحمة ماسئل اللہ شیئا یعنی احب الیہ من ان یسأل العاقیة (مشکوٰۃ، ج ۱/ص ۱۹۵/ کتاب الدعوات، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجہ ص ۲۷۳/ ابواب الدعاء باب الدعاء بالعافیة، مسند احمد ج ۱/ ص ۳۴۴/ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

کا بیش بہا ذخیرہ ہی سرمایۂ سعادت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/رجب ۶۷ھ

اس خط میں جو نمبر لکھے ہیں سب بے اصل اور خود ساختہ ہیں، مصیبت اور پریشانی کا یہ علاج نہیں ہے بلکہ اس کا مسنون علاج حق تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت اور روزہ، نماز کا اہتمام اور کثرت سے اہتمام استغفار کرنا ہے[1]، اس خط کے مضمون پر ہرگز عمل نہ کیا جائے جو لوگ اس سلسلہ پر عمل کر رہے ہیں، وہ فضول خرچی کے علاوہ تمام دوسرے مسلمانوں کو تشویش میں بھی مبتلا کرتے ہیں۔

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/رجب ۶۷ھ

اہل فرنگ کے رد کیلئے کتابیں اور توریت وانجیل کی زبان

سوال: ۔گاہے گاہے یہاں اہل فرنگ سے بحث ومباحثہ کی نوبت آتی ہے، ان کے عقائد کو رد کرنے کے لئے کسی زبردست کتاب کی رہنمائی فرمائی جائے، تو بے حد مدد مل سکے گی، اور کامیابی کی توقع ہے، اگر زحمت خاطر نہ ہو تو اس سے بھی آگاہی بخشیں کہ انجیل کس زبان میں، توریت کس زبان میں، اور زبور کس زبان میں نازل ہوئی تھی، اور صحائف ابراہیمی کس زبان میں تھے؟

---

[1] عن ابن عباسؓ قال رسول اللہ ﷺ من لزم الاستغفار جعل اللہ لہٗ من کل ضیق مخرجاً ومن کل ھم فرجاً ورزقہ من حیث لایحتسب (مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۲۰۴/ باب الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

تقریر دلپذیر[1] تفسیر حقانی[2] اظہار حق میں کافی سیر حاصل دلائل موجود ہیں، جس زبان میں توریت، انجیل، زبور، صحف ابراہیمی ہیں اس کو عبری اور عبرانی زبان کہتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے کونسی کتاب معتبر ہے

سوال: ۔وہ کونسی کتاب ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ہر مسلمان پر اس قدر علم دین سیکھنا فرض ہے، آپ مجھے مشورہ دیجئے، میرے پاس وقت بہت کم ہے، لیکن دین کی معلومات کرنے کا بہت شوق ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے جذبات سے دل بہت خوش ہوا کہ آپ اپنی مصروفیت کے باوجود علم دین سیکھنے کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں، اور آپ کے پاس اتنا وقت نہیں کہ علماء کی خدمت میں جا کر پڑھیں، بہتر یہ ہے کہ آپ تعلیم الاسلام[4] کے سب حصہ کسی سے پڑھ لیں، رات دن میں تھوڑا

---

[1] مؤلفه حجة الاسلام مولانا محمدقاسم نانوتویؒ رحمه الله تعالیٰ،

[2] صنفه فخر المحدثین حضرت مولانا عبدالحق صاحب دهلویؒ ملاحظه هو تفیسر حقانی سورۂ نساء آیت ۱۷۱/ مطبوعه نعیمیه دیوبند،

[3] مصنفه علامه رحمت الله بن خلیل الرحمن العثمانی الکیرانوی،نیز ملاحظه هو بائبل سے قرآن تک مصنفه حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتهم،

[4] مصنفه حضرت مولانا مفتی کفایت الله قدس سرهٗ.

تھوڑا وقت نکال کر اگر کچھ سمجھ کر پڑھ لیں گے تو آپ کو عقائد عبادات کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا، اس کے ساتھ بہشتی زیور کے سب حصے پڑھ لیں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۰ھ

جس کتاب میں مضمون غلط ہو اس کا پڑھنا

سوال: ۔ مدرسہ دارالعلوم میں جدید نصاب میں داخل کتاب میں لکھوایا گیا ہے، وعظ اچھی تقریریں اخبار اور اخلاقی فلم اچھا شہری بناتی ہیں، ایسا لکھنا صحیح ہے اس علم کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز قرار دیا جائے تو مناسب ہے اور طلباء پڑھتے ہیں اور طلباء کی ذہنیت گندی ہو جاتی ہے، اگر اخلاقی فلمیں دیکھنا جائز قرار دیا جائے، تو فلمیں خانۂ خدا کو بدرجہ اولیٰ جائز قرار دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیا

کسی شئی میں دنیوی فوائد کا ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں، جیسے شراب میں نفع ہونے کا قرآن پاک نے بھی اقرار کیا ہے، پھر بھی وہ حرام ہے کوئی بے وقوف اگر قرآن پاک میں اس کا نفع پڑھ کر اس کا استعمال کرنے لگے یہ خود اس کی غلطی ہے "**یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما الایۃ**"[1] جو شخص فلمیں یا ہر قسم کے جھوٹے سچے اخبار دیکھتے ہیں وہ شریعت کی نظر میں اچھے نہیں

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۱۹/

ترجمہ:- لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں، اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ (از بیان القرآن)

رسالہ اخبار بینی حضرت تھانویؒ کا شائع شدہ ہے، اس کو دیکھئے، فلم پر بھی ان کا مستقل رسالہ ہے، ہاں بازار میں لوگوں کی اصطلاح میں ایسا شخص ضرور ہی اچھا شہری ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک عیب ہنر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۱۳/۸۹ھ

ناسخ ومنسوخ سے متعلق کتابیں

سوال:۔ آپ کا جواب ۵۸۷/مورخہ ۱۷/٦/۸۸ھ ملا، شکریہ، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس مسئلہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے احکام ناسخ کے اقسام، منسوخ کے احکام درج ہیں، براہِ کرم ان کتب کے نام جو اردو میں ہوں تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار'' ملا حازمیؒ کی تصنیف عربی میں ہے، حیدرآباد میں طبع ہوئی ''افادۃ الشیوخ المقدار الناسخ والمنسوخ'' نواب صدیق حسن صاحبؒ کی فارسی میں ہے ''الفوز الکبیر'' حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی ہے، اصل فارسی میں ہے اس کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے، اور اردو میں بھی ہوا ہے، اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، اگرچہ یہ کتاب مستقلاً محض نسخ کے بیان کے لئے نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

تصوف وسلوک

تصوف اور سلوک

(۱۲۵۹) سلوک کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل حق تعالیٰ کی مرضیات کا ایسا طالب ہوجائے جیسا کہ جسم غذا کا طالب ہے اور اس کو عبادت کی ایسی خواہش ہوجائے جیسی صحت مند جسم کو غذا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ دل حق تعالیٰ کی محبت وعظمت سے پر ہوجائے اور ماسویٰ اللہ کی محبت وعظمت سے خالی ہوجائے جب تک کہ اغیار کی محبت وعظمت اس درجہ میں قائم ہے کہ اللہ پاک کی محبت وعظمت سے مزاحمت کرتی ہے اس وقت تک وہ مرضیات حق کا طالب نہیں ہوسکتا اور نہ معاصی سے پوری طرح بچ سکتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت کا دل میں پوری طرح قائم ہوجانا تجلیہ ہے اور اغیار کی محبت وعظمت کا قلب سے نکل جانا تخلیہ ہے ان دونوں چیزوں تجلیہ وتخلیہ پر رضاء الٰہی کا شوق بڑھتا اور اس کی طلب مستحکم اور معاصی سے نفرت قوی ہوتی ہے پھر اگر ایسا شخص کسی معصیت کا ارادہ بھی کرتا ہے۔تو اس کے دل میں وحشت ،ضیق ،ظلمت اور ایسی بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ وہ

معصیت کے اقدام سے رُک جاتا ہے اور اگر اتفاقاً معصیت کا صدور ہوجائے تو وحشت اور تنگدلی ترقی پکڑ کر اس کو بہت جلد توبہ کی طرف مضطر کرتی ہے کہ بدون سچی توبہ کے اس کو چین نہیں پڑتا۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ سلوک نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی اعضاء ظاہر اور قلب کا اپنے مالک جل شانہ کی طاعت وخدمت میں مشغول رکھنا اس طرح پر کہ ہادی عالم رسول مقبول ﷺ کے بتائے ہوئے طریق اور تعلیم فرمائی ہوئی شریعت کے اتباع کی اس طرح عادت ہوجائے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بن جائے اور تکلیف کی حاجت نہ رہے، حضرت نبی اکرم ﷺ ظاہر وباطن دونوں اعتبار سے اعدل الخلق ہیں اسی وجہ سے آپ کے جملہ حرکات وسکنات جن کو عادات کہا جاتا ہے کامل اعتدال پر تھے جن کا اتباع ہر شخص کو معتدل بنا سکتا ہے اور چونکہ اعضاء کے ساتھ قلب کو خاص تعلق عطا کیا ہے اس لئے مسلمان جب کوشش کرتا ہے کہ عبادات کے علاوہ عادات میں بھی سرور کائنات ﷺ کا اتباع ہمیشہ ملحوظ رکھے تو اس کے اعضاء میں اعتدال پیدا ہوجاتا ہے اور کجی دور ہوجاتی ہے جس کا اثر قلب پر پڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ قلب اخلاق رذیلہ سے متنفر اور خصائل حمیدہ سے متصف ہوکر معتدل بن جاتا ہے۔ اسی اعتدال کا نام نسبت[1] ہے۔ جس سے قلب کی حکومت اعضاء پر دوسرے نہج سے قائم ہوتی ہے دل میں ایک روشنی پیدا ہوجاتی ہے جو طاعت ومعصیت کے فرق وامتیاز کو کسی وقت بھی مشتبہ نہیں ہونے دیتی۔ قلب کو مغیبات کے اعتقاد میں وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جس کو دنیا کی کسی لذت اور نعمت سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے اس درجہ انس حاصل ہوجاتا ہے کہ ایک لمحہ اس کا چھوٹنا جس کو غفلت کہتے ہیں ہفت اقلیم کے لٹنے اور عزت وآبرو کے ضائع ہونے سے زیادہ ناگوار اور باعث کوفت ہوتا ہے۔

---

[1] ملاحظه هو القول الجميل مع شرح شفاء العليل ساتويں فصل ص ۱۱۳/.

الحاصل یہی شریعت جو رسول مقبول ﷺ نے سکھائی ہے اصل شئی اور طریقت ہے مگر اس وقت جب کہ اعضاء سے متعدی ہو کر قلب تک پہنچ جائے اور عمل واکتساب قلبی انس وتعلق کا ثمرہ بن جائے۔

اعمال، غایات، ثمرات کے لحاظ سے اس کی بہت سی تعبیریں ہیں تصوف سلوک، طریقت، معرفت، تصحیح الاخلاق، اصلاح نفس، تزکیۂ باطن، علم الآداب وغیرہ۔

اس فن کا اصلی سرچشمہ نبی اکرم ﷺ ہیں جن کی شان میں یُزَکِّیْهِمْ[1] اور اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[2] نازل ہوا ہے اور خود ارشاد فرماتے ہیں بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ[3] الحدیث چنانچہ آپ کی تربیت وتزکیہ کی بدولت آپ کے خدام کو حسب استعداد مناصب جلیلہ عطا ہوئے کہ یہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ ہیں،[4] ان کی زبان پر حق بولتا ہے،[5] شیطان اس راستہ پر

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۱۲۹/

ترجمہ:- اور ان کو پاک کرتے ہیں (بیان القرآن)

[2] سورہ قلم آیت ۴/

ترجمہ:- اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں (بیان القرآن)

[3] المقاصد الحسنة ص ۱۰۵/ مطبوعه المكة المكرمة رقم الحديث ص ۲۰۴/ احياء العلوم ۱۳۸/ ج ۲/ كتاب الآداب، الباب الاول فى فضيلة الالفة الاخوة (مطبوعه مصرى)

ترجمہ:- میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں،

[4] فى حديث الى الدرداءؓ وَفِيْكُمْ اَلَّذِىْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يعنى عماراً الحديث مشكوة شريف ص ۵۷۴/باب المناقب.

[5] فى حديث عمرؓ مرفوعاً اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ الحديث مشكوة شريف ص ۵۵۷/مناقب عمرؓ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

نہیں چلتا جس راستہ پر یہ چلتے ہیں[1]، ان سے ملائکہ حیاء کرتے ہیں[2]، یہ اللہ کی تلوار ہیں[3]، یہ اللہ کے شیر ہیں[4]، ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے زیادہ وزنی ہے[5]، ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی برابر ہیں[6]، ان کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا[7]، یہ علم کا دروازہ ہیں[8]، ان سے قرآن سیکھو[9]، ان کا اتباع تمہارے ذمہ لازم ہے[10]، ان سے اللہ راضی ہے اور یہ اللہ سے

---

[1] فی حدیث سعد ابن وقاصؓ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْہ یَابْنَ الْخَطَّاب وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَالَقِیْکَ الشَّیْطَانُ سَالِکاً فجاً قطُّ اِلَّا سَلَکَ فَجاً غیرفجک الحدیث مشکوۃ ص۵۵۷/ مناقب عمرؓ.

[2] فی حدیث عائشۃ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُؓ فَقَالَ اَلَا اَسْتَحْیِی من رَجُلٍ تَسْتَحْیِ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ الحدیث مشکوۃ ص ۵۶۱/مناقب عثمانؓ .

[3] فی حدیث ابی عبیدۃ مرفوعاً خَالِدٌ سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الحدیث مشکوۃ شریف ص ۵۸۰/ جامع المناقب،

[4] فی حدیث ابی لبیبۃؓ مرفوعاً حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِؓ اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُوْلِہٖ الحدیث المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۴۹/ ج۳/ دارالاحیاء التراث العربی بیروت،

[5] لَوْوُزِنَ اِیْمَانُ اَبِی بَکْرٍؓ بِاِیْمَانِ النَّاسِ لَرَجَعَ اِیْمَانُ اَبِی بَکْرٍؓ الخ المقاصد الحسنۃ ص ۲۴۹/ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[6] فی حدیث عَائِشَۃَؓ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُؓ الحدیث مشکوۃ شریف ص ۵۶۰/مناقب عمرؓ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[7] فی حدیث ابی ھریرۃ قَالَ (اَبُوْبَکْرٍ)ھَلْ یُدْعٰی مِنْھَا کُلِّھَااَحَدٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ بخاری شریف ص۵۱۷/ج ۱/کتاب المناقب باب فضل ابی بکر بعد النبیﷺ اشرفی بکڈپو دیوبند.

[8] فی حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً: اَنَامَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ،المعجم الکبیر للطبرانی ص۵۵/ ج ۱/ دارالاحیاء التراث العربی.

[9] فی حدیث عبداللّٰہ ابن عمرو مرفوعاً اِسْتَقْرِؤُا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلیٰ اَبِی حُذَیْفَۃَ وَاُبَیُّ بْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِبْنِ جَبَلٍ، مشکوۃ ص ۵۷۴/ جامع المناقب،

[10] فی حدیث حذیفۃ مرفوعاً اِنِّی لَااَدْرِیْ مَابَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ، مشکوۃ ص ۱۶۰/ مناقب عمرؓ،

راضی ہیں[1] جنت ان کی مشتاق ہے[2] یہ جنت میں میرے رفیق ہیں[3] جو بات دین کی بتائیں میں اس سے راضی ہوں[4] جس نے ان کو دُکھ پہنچایا اس نے مجھے دُکھ پہنچایا[5] ان کو بُرا مت کہو[6] اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کا تذکرہ مت کرو[7] ان کی دو رکعت دوسروں کی دو لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہے[8] جو شخص ان کو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت بھیجو[9] الغرض عجیب عجیب طریق پر اس تزکیہ کا ظہور ہوا۔

---

[1] فی سورة التوبة آیت ۱۰۰/. وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الآية

[2] عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ الى ثَلٰثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ الحديث مشكوة ص۵۷۸/جامع المناقب .

[3] فی حدیث طلحة بن عبیداللّٰه مرفوعاً رَفِيْقِي فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ ،مشكوة ص ۵۶۱/ مناقب عثمان .

[4] فی حدیث القاسم بن عبیدالرحمن اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَضِيْتُ لِاُمَّتِيْ بِمَا رَضِيَ لَهَا اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ ،المعجم الكبير للطبرانی ص۸۰/ج۹/ داراحياء التراث العربی .

[5] فی حدیث عبداللّٰه بن مغفل مرفوعاً وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ ،مشكوة ص۵۵۴/مناقب الصحابة.

[6] فی حدیث ابی سعید الخدری مرفوعا: لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِي ،مشكوة شريف ص۵۵۳/مناقب الصحابة، طبع یاسرندیم دیوبند.

[7] فی حدیث ابی سعید مرفوعا: فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ مشكوة ص۵۷۹/جامع المناقب .

[8] وَرَدَ سَبَقُ دِرْهَمٍ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ ،وَكَذَالِكَ سَائِرُ طَاعَاتِهِمْ وَعِبَادَاتِهِمْ وَغَزَوَاتِهِمْ وَخِدْمَاتِهِمْ الخ مرقات ص۲۷۳/ج۱۱/باب مناقب الصحابة، الفصل الاول طبع مكتبه امداديه ملتان.

[9] فی حدیث ابن عمرؓ مرفوعا: اِذَارَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ ، مشكوة شريف ص۵۵۴/مناقب الصحابة.

اکبر مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی دیگر امانت تلاوت، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت کی طرح اس امانت ''تزکیہ'' کو بھی بعد والوں کے سپرد کیا۔ پر جیسے جیسے خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا اور مادیات کے اختلاط کا غلبہ ہوتا گیا۔ تزکیہ کے لئے مجاہدات وریاضات کی ضرورت زیادہ پیش آتی گئی ،لہٰذا اس علم نے مستقل فن کی صورت اختیار کرلی، اخلاق فاضلہ، توکل، صبر، شکر، قناعت، سخاوت، شجاعت، ایثار، حلم، عفو، تواضع، احسان، شفقت، رضا، تسلیم، زہد، ورع، امانت، خوف، رجاء، صدق، اخلاص وغیرہ کی تفصیلات اوران کی تحصیل کے طرق کو جمع کیا گیا اور اخلاق رذیلہ بخل، حسد، غضب، حقد، حرص، کذب، ریا، جدال، عجب، تکبر، لعن، غیبت، نمیمہ، حب جاہ وغیرہ اوران کے معالجات کو مرتب کیا گیا بہت سی کتابیں، قوت القلوب، عوارف المعارف، احیاء العلوم، قشیریہ، منہاج العابدین وغیرہ تصنیف کی گئیں، اور یہ سب کچھ قرآن پاک احادیث و آثار کی روشنی میں ہوا، اس فن کے چار امام زیادہ مشہور ہوئے جن کے سلسلے مستقل چلے اوراب تک جاری ہیں۔ حضرت سید عبدالقادر[1] جیلانیؒ، شیخ شہاب الدین[2] سہروردیؒ، خواجہ معین الدین[3] چشتیؒ، خواجہ بہاؤالدین[4] نقشبندیؒ ان سے پہلے

---

[1] ولادت ماہ رمضان کی پہلی شب ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی. وفات ۵۶۱ھ اقوال سلف ص ۱۰۷ ج ۲/.

[2] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی. اقوال سلف ص ۱۲۲/ ج ۲/

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

اوران کے بعد بھی بہت سے اکابر نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں۔ شیخ معروف[1] کرخیؒ حضرت بایزید[2] بسطامیؒ فضیل ابن[3] عیاضؒ سری سقطیؒ شیخ محی الدین[4] ابن عربی، امام غزالیؒ[5] شیخ عبدالقدوسؒ[6] سلطان نظام الدین[7]، خواجہ باقی باللہ[8]، حضرت مجدد الف ثانیؒ[9]، خواجہ محمد معصومؒ[10] حضرت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ولادت ۵۳۷ھ وصال ۶۳۲ھ بروز شنبہ ٦/رجب المرجب کوھوئی .اقوال سلف ص ۱۱۴/ ج ۲/.

۴ حضرت خواجہ بھائو الدینؒ کی ولادت ۷۱۸ھ قصرعارفاں میں ھوئی، ۷۳سال کی عمرپائی ،مزارعالیہ بخاراکے قریب قصرعارفاں میں ھے ،سفینة الاولیاء ص ۱۰۱/

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ حضرت شیخ معروف کرخیؒ ۲/محرم ۲۰۰ھ میں وفات پائی آپ کا مزارعالیہ بغداد شریف میں ہے،سفینة الاولیاء ص ۵۳/

۲ شیخ بابایزید بسطامیؒ کی تاریخ وفات ۵/شعبان ۲۶۱ھ ہے مزارشریف بسطام میں ہے،سفینة الاولیاء ۹۵/.

۳ حضرت فضیل بن عیاض کی وفات ماہ محرم ۱۸۷ھ میں ہوئی، مزار مکہ مکرمہ میں ہے،سفینة الاولیاء ص ۱۲۷،

۴ حضرت سری سقطیؒ بغداد میں ۲۸/رمضان ۲۵۷ھ کو وفات پائے۔دائرہ معارف اسلامیه ص ۲/ج ۱۱/ مطبوعه لاهور.

۵ حضرت امام غزالیؒ ۴۵۰ھ طاہران میں پیدا ہوئے، ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۵۰۵ھ بمقام طاہران انتقال فرمایا، احیاء العلوم ص ۹/ ج ۱/ادارہ الرشید دیوبند.

٦ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی وفات ۹۴۵ھ گنگوہ میں ہوئی، سفینة الاولیاء ص ۱۲۷،

۷ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کی ولادت باسعادت بروز چہارشنبہ ۶۲۵ھ وفات ۷۱۹ھ میں ہوئی، سفینة الاولیاء ص ۱۲۳/

۸ حضرت خواجہ باقی باللہؒ ۹۷۲ھ بمقام کابل پیدا ہوئے، شنبہ کے دن ۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ کو آپ کا طائر روح مائل پرواز ہوا، اقوال سلف ص ٦۳/ ج ۳/ دار المعارف الٰه آباد.

۹ مجدد الف ثانیؒ شب جمعہ ۱۴/شوال ۵٦۳ھ ۱۷۹۱ء سرہند میں پیدا ہوئے۔وفات ۲۸/صفر ۱۰۳۴ھ، اقوال سلف ص ۱۳٦/ ج ۳/.

۱۰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ ۱۱/شوال ۱۰۰۰ھ کو پیر کے دن پیدا ہوئے ۔۷۲/سال کی عمر میں ۹/ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو بعہد سلطنت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائے، اقوال سلف ص ۱۴۹/ ج ۳/ دار المعارف الٰه آباد.

مرزا مظہر جان جاناں[1]، حضرت شاہ ولی اللہ[2]، حضرت شاہ عبدالعزیز[3]، حضرت سید احمد شہید[4]، حضرت محمد اسماعیل شہید وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ[5]۔

ان حضرات کی مساعی جمیلہ کی بدولت اکناف عالم میں اسلام پھیلا۔ گروہ در گروہ مسلمان تزکیۂ باطن کر کے صفت احسان "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ[6]" کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ علوم نبوی کے ساتھ اخلاق نبوی کی اشاعت ہوئی بیشمار مواقع پر اہل باطل کے ساتھ باطنی تزاحم وتصادم کی نوبت بھی آئی، اور اللہ پاک نے اسلام کو غالب فرمایا بعض اکابر کے ہاتھ پر لاکھوں آدمی مشرف بہ اسلام ہو کر ابدی جہنم سے نجات پا کر مستحق جنت قرار پائے۔ ہزاروں کی جماعتیں ایک ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اخلاق نبویہ کے ساتھ متصف ہوئیں اور نسبت یادداشت سے نوازی گئیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج جہاں بھی اسلام واخلاق کی روشنی

---

[1] حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی ولادت باسعادت ۱۱/رمضان ۱۱۱۱ھ بروز جمعہ بوقت صبح ہوئی آپ کو ایک رافضی نے ۱۱۹۵ھ دسویں محرم کو شہید کیا، اقوال سلف ص ۲۵۸ / ج ۳/ دار المعارف الٰہ آباد.

[2] حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دھلوی کی ولادت چھارشنبہ ۴/شوال ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ محرم کی آخری تاریخ کو ھوئی. مدفن دھلی دروازہ مھندیان، اقوال سلف ص ۲۵۸-۲۶۳، حصۂ سوم، مطبوعہ دار المعارف الٰہ آباد،

[3] حضرت شاہ عبدالعزیز کی پیدائش ۲۵/رمضان ۱۱۵۹ھ اقوال سلف ص ۳۰۷/ج ۳/مطبوعہ دار المعارف الہ آباد،

[4] سید احمد شہیدؒ ۶/صفر ۱۲۰۱ھ کو پیدا ہوئے ۱۲۴۶ھ کو شہادت ہوئی، اقوال سلف ۳۷۶/ ج ۳/ مطبوعہ دار المعارف الہ آباد،

[5] حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے بروز جمعہ ۱۲۴۶ھ میں شہید ہوئے، اقوال سلف ص ۳۹۶/ ج ۳/ مطبوعہ دار المعارف الہ آباد،

[6] مشکوۃ شریف ص ۱۱/ کتاب الایمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۱۲/۱، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسند احمد ص ۲۷/۱، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، طبع دار الفکر بیروت،

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو،

نظر آتی ہے اسمیں ان حضرات کی جدو جہد کا بڑا حصہ ہے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ ہے علم تصوف کا مختصر خاکہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ولی کی تعریف اور ایک پیر کے حالات

ایها العلماء الکرام والفضلاء العظام والمفتیون لشرع المتین والمحققون فی امورالدین انتم لناساداتنا ومرکز علوم دیننا افتونا فی هذهٖ المسائل المندرجة الذیل توجروابا لاجرالجزیل واستخلصونا من افواه المخالفین والمعاندین استخلصکم اللّٰه تعالیٰ فی الدارین. اٰمین یارب العالمین.

الواقعة: رجلٌ مفسدٌ ذوثروةٍ لایتمیز بین الحلال والحرام والحق وغیر الحق ولایجتنب من الفسق والفجورحتیٰ الکبائر ویوالی بکل نوع من الرجال لتحصیل عزة الدنیا وهو مرید شیخ سنذکراحواله واحوال اذنابه وکانت تاتی بین قوم المفسد وقوم الامام الذی سنذکراحواله ایضا عداوة ابویه وقدجادل هو بنفسه واخوانه فی امورالدین مع اخوان العالم بکلام لایجوز قبیل صلوٰة الجمعة التی سنذکرایضا ولکن العالم برئ من العداوة والجدال ویخالفه دائما فی کل امرشرعی من ای جهة کان ظلما عناد اومایشاء ان یصلی خلفه الابالکراهة ویوسوس فی قلوب المومنین لانتشار الفساد والنفاق علی الدوام مادام یبغض لعالم تقی قارئ حقانی محقق عامل بالسنة والکتاب ولایضع القدم خلاف المذهب. ویجتنب من المسائل الخلافیة الجدیدة کالقیام المروج والفاتحة المروجة وغیرهما ولایعمل علی المسائل التی لم تذکرفی الکتب المعتبرة المتداولة صراحة اتباعا بخیر القرون وان کان بعض الناس یعمل بها

استحسانا ولایتبع اهل الهواء بالقول والفعل ویخالف شیخه واذناب شیخه بتردید اقوالهم وافعالهم علی الدوام .

احوال شیخه: شیخه تارک الصّلوٰة والصّوم ولایحاجب بینه وبین الاجنبیة ویستخدم منها خلاف الشرع کالاغسال وغیره ولایقیم الافی بیت الاجنبیة ویدعی الصوفیة ولافیه رائحة الصّوفیة الذین هم من اهل الطرق الاربعة بل ینکرالشریعة الغراء بالکلیة یقول انا نحن من اهل الطریقة لاتعلق منا بالشریعة وختم زمان النبوة بعدثلٰث مائة والف من الهجریة وبعده جاء زمان الولایة فالولی مایفعل ویقول هوقابل للعمل والاعتقاد ولیس وراء ذٰلک شئ یعبأبه ویقول ان اللّٰه تعالیٰ ورسوله ووليه شئی واحد لافرق بینهم شیئًاویعتقد ان اللّٰه تعالیٰ یظهر من وجه المرشد کالصورة فی المرأة ویکفی تصور الشیخ للمریدولا ضرورة لعبادة فرضا کانت اوسنة اونفلاً ویعتقد ان کل شئی مباح ویکفر جمیع المعاصی بالحلقة والرقص وضرب الطبول والغناء مع المزامیر والصفقة یوم ا لخمیس وکتب فی تعریف شیخه ؎

مصدرا نوار رب العالمین قبلة التوحید لاهل الیقین

وجهه مثل المراٰة للوریٰ فیه وجه اللّٰه تعالیٰ یُریٰ

(ہرمریدے پیررا آئینہ میسازددراں وجہ باری بنگردپس سجدہ سازددریں زماں)

الحاصل فعل شیخه لایوافق بجزء من اجزاء الشرع من الاصول، والفروع ویضل الناس یوماً فیوماً بالوساوس والخداع وایضااحوال اتباع شیخه کاحوال شیخه الذین لایبالون احداً ینکرون الشریعة حرفاً حرفاً علانیة حتیٰ القراٰن یقولون فی شانه انه لیس بکلام اللّٰه تعالیٰ ولوکان هذا کلام اللّٰه لماحرق فی النار ولعل شیخنا لایحرق فی النار ونحوه من الهذیان خارج من البیان

ویقولون من الرسول. الایکذب الرسول انتم ترون اللّٰہ تعالیٰ یوم الحشر ونحن نریٰ کل یوم فی الدنیا. ھکذا لاتحصٰی خرافا تھم ایضا فلما اخذواباقوالھم فی کل محلة من الاطراف کفوا السنتھم من الھذیان والخرافات علانیة ولکن منھم من لایبالی احداً لایقرب الصلوٰة والصّوم ولایبالی بین الحلال والحرام قط حال شیخھم والضعفاء منھم من یفعل شیأ من احکام الشرع اما لخوف اولتحصیل مرامه بلامبالاة لایفھم من الضروریات والرجل المفسد وان کان مرید ھذا الشیخ لکنه یصلی ویصوم الی الآن لکونه مریداً جدیداً فافھم والا اکسرصلوٰة وتلاوة ووردًامنه الف درجة ضل وغاب ویکسر احکام الشرع کما یکسر الکلب العظام ویرید ان یطفئ نور اللّٰہ بفمه بالوساوس الشیطانیة فلھذہٖ الوجوہ اظھرالمفسد عداوته بحیث اذا جلس الامام علی المنبر لخطبة الجمعة فقام الموذن للاذان الثانی قدام الامام عندالمنبر فی الصف الاول فقال له الامام اذن شیئا منحرفا الٰی خلفک وفیه افیدللحاضرین والغائبین وایضاھکذا السنة متوارثة فوثب المفسدعلی الفور وقال انت وھابی الخیال لانصلی خلفک وانزل من المنبر واترک الخطبة وجعل یاخذھامن یدالامام ویقول انت تبین امرا جدیداً دائماً مالم یکن من اٰبائنا واجداد ناوکان یاتی عمل اٰبائناواجدادنا ان یؤذن الاذان الثانی فی الصف الاول عند المنبر وانت تقول منحرفا الی الباب وکان یاتی عمل اٰبأنا واجدادنا یناجی الامام مع القوم یرفع الیدین فی کل ترویحة صلوٰة التراویح وانت لاتفعل الافی اٰخر الترویحة فاقام فساداکبیراعلی ھذین الامرین اعنی الاذان الثانی والمناجات فی کل ترویحة التراویح برفع الیدین فلما لم یغزعلیٰ فساده خرج من بطن المسجد الٰی صحنه مع اتباعه وادّی صلوٰة الجمعة برجل اٰخر والامام ادّیٰ مع المصلین الصادقین فی موضعه وقام من ذلک الوقت فی انتشار

الجماعات للصلوات الخمس بالوسوسة والانذار فانتشرت الجماعات التی قامت من مدّة طویلة لشرارته (انا للّٰہ وانا الیہ راجعو ن)

ولی کی تعریف

السوال الاول (۱) من الولی ماتعریفه هل تجوزالبیعة علی یدالشیخ تارک الصلوة والصوم ومنکر الشریعة ام لا؟

تارک فرائض شیخ سے بیعت

السوال الثانی (۲) الشخ الذی بینتُ احواله واحوال اذنابه هل یلیق للشیخوخة والولایة ام لاوماالحکم علیه شرعاً بینوا کماحقه ؟

السوال الثالث (۳) ماالحکم للذی یعتقد ان طریقة هذاالشیخ المذکورحق ویعاونه بالمال والجنان والحیوانات للذبح ایام العرس الذی لایکون فیه الاالشرک والمعاصی وهوبنفسه یحضر ایام العرس لانتظامه واذا جاء الشیخ فی بیته لایحاجب بین الشیخ وزوجته لکنه یصلی ویصوم لکونه مریداً جدیداً فافهم هل هومن اهل السنة والجماعة ام کیف.

کیاولی سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے،
نبی اورولی میں فرق،توہین علماء

السوال الربع (۴)ماحکم توهین العلماء المتقین المتدینین ایخرج من الایمان ویقع به الطلاق ام کیف؟ماالفرق بین نبی وولی وهل تسقط العبادة عن

الولی،بینوا وتؤجروا.

ہر ترویحہ میں دعاء

السوال الخامس (۵)ماتقولون فی حق المناجاة فی کل ترویحة برفع الیدین هل ترکها اولیٰ اتباعا بخیر القرون اوفعلها اولیٰ استحساناً لکن من لم یفعلهایذم ویلقب بالوهابیة ویقال هوخارج من اهل السنة والجماعة ولاتجوزخلفه الصّلوة وایضا بینوا ما العمل فیها للحرمین والهند.

جمعہ کی اذان ثانی کا معمول

السوال السادس (٦) ای مقام ثبت للاذان ا لثانی بالسنة المتوارثة اعند المنبر فی الصف الاول ام علی الباب اوخارج المسجد وایضا بینواعمل الحرمین والهندفیه الیوم بالتحقیق والدلائل الواضحة.

خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا

السوال السابع (٧) ماتقولون فی حق الامام الذی یقرأ الخطبة المکتوبة بالنظرفی الکتاب کماراج فی ملک البنجال والهندولکنه لایفهم معانیها ولایقدرعلی تصحیح الاعراب والالفاظ ان وقع الغلط فیها هل تجوز له قرأة الخطبة والامامة للجمعة ام لا؟

وہابی کی تعریف

السوال الثامن (٨) من الوهابی وماعتقادهم واعمالهم ویقولون

اصحاب الهواء الذين عبيد الدنيا ولايجتنبون عن البدعات والشبهات ويطلبون الجواز ولايتميزون بين الحلال والحرام والصدق والكذب ولايبالون على افتراء المشائخ الذين يعملون بالسنة والكتاب والمذهب واختتموااعمارهم لصفوة الدين والمذهب ان الوهابى من اعتقداعتقاد عبدالوهاب النجدى وعلى اى اعتقاد مضٰى وباى صفة يذم بل نرىٰ ان من يعمل بالقراٰن والحديث والمذهب ويجتنب عن البدعات والشبهات يامربالمعروف وينهىٰ عن المنكرات والاختراعات ويخالف المبتدعين بالردوالقدح اوسكت من الكل ولايوافقهم بالعمل والقول يقولون ان هذاهوالوهابى وهوخارج من اهل السنة والجماعة ولاتجوز خلفه الصلوٰة وهكذا يضلون العوام بالوساوس والخداع ويفتون على الفوربالوهابيات وماالحكم لمثل هذا المفتى هل هومن اهل السنة والجماعة ام كيف بينوابالتحقيق هذامرض لاعلاج يزاديوماً فيوماً.

السوال التاسع (٩) ماالحكم للمفسدالذى ذكرت احواله فى الواقعة وهل تجوز الفتنة المذكورة وسوء الادب الذى ذكربمثل هٰذين الامرين وحركته وعداوته من توهين العلماء ام كيف وهل هومن اهل السنة والجماعة ويقع على زوجته الطلاق ويلزم عليه التوبة ام كيف بينوا بالنظروالغورالعميق.

السوال العاشر (١٠) ماتقولون فى حق الذى يجتنب عن الاختراعات والمنهيات والشبهات ولايضع القدم خلاف المذهب ولايتبع اهل الهواء بالقول والفعل ويخالفهم بالرد والقدح ويجتنب عن المسائل الجديدة المروجة بالرد والقدح اوالسكوت عنها وعدم العمل على المسائل التى لم تذكرفى الكتب المشهورة وهل يكون الرجل وهابيا ولاتجوزالصلوٰة خلفه ام كيف وما تقولون فى حق الامام الذى ذكرت احواله فى الواقعة هل اقواله وافعاله موافقة بالسنة

والکتاب و المذهب ام لاوافعاله خلاف التقویٰ ام عین التقویٰ وما الفرق بین الفتویٰ والتقویٰ وای شیءٍ للعلماء الکرام اقویٰ.

کیا اولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی

السوال الحادی عشر (۱۱) ماتقولون فی معنی الاولیاء لایموتون هل هذهٖ الجملة جزء من حدیث ام کیف ویعتقد فرقة ضالة ان الاولیاء احیاء لایموتون بل هم یغیبون من نظرالناس ویسمعون کلام الناس من مقام تکلموامن قریب اوبعید.

حرام کمائی والے کا ہدیہ

السوال الاثنا عشر (۱۲) ماتقولون فی اکل الطعام فی بیت الذی لایتمیزبین کسب الحلال والحرام وای اقویٰ من الفتویٰ والتقویٰ للعلماء الکرام الذین هم مقتداء القوم .

تقبیل یدین ورجلین

السوال الثالث عشر (۱۳) ماتقولون فی تقبیل القدمین والیدین وماثبوته ولمن یجوز ولمن لایجوز ومن ای جهة.ولتکن الجوابات کلها من اجزاء السوالات بالدلائل المنقولة عن الکتب المشهورة مع الحوالات بالصفحات.

المستفتی فدوی محمد بدرالدجیٰ عفی عنه. ضلع چاٹگام.

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) الولی هوالعارف باللّٰه وصفاته حسب مایمکن المواظب علی

الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات. شرح العقائد النسفیة[1] ص۱۰۴/ وهکذافی المنهج الاطهر شرح الفقه الاکبر ص ۹۵/[2]

ولاتجوز البیعة علی من یترک الفرائض من غیرعذرشرعی فانه ضال مضل والشیخ لابدان یکون هادیامرشداً[3]

(۲)هٰذا الشیخ لیس بشیخ الطریقة المعروفةبل هوشیخ النجدولیس هوولی الرحمٰن بل هوولی الشیطان تجب التباعدعنه علی کل الناس. لاحظ له فی الاسلام ولاخلاق له فی الاٰخرة. وهٰکذاحکم من حذاحذوه وذهب مذهبه[4]

---

[1] شرح عقائد نسفیة ص ۱۴۵/ مبحث کرامات الاولیاء حق، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[2] المنهج الاطهر المعروف بشرح فقه اکبر ملاعلی قاری ص ۹۵/ مطبوعه رحیمیه دیوبند، قبیل الفراسة ثلاثة انواع،

[3] مرید شدن ازآں کس درست است کہ دراں پنج شرط متحقق باشد شرط اول علم کتاب وسنت رسول داشتہ باشد شرط دوم آنکہ موصوف بعدالت وتقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرار برصغائر نماید شرط سوم آنکہ بے رغبت از دنیا و راغب دراخرت باشد شرط چہارم آنکہ امر معروف ونہی ازمنکر کردہ باشد وشرط پنجم آنکہ ازمشائخ این امر گرفتہ باشد (مختصراً از فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴/ ج ۲/ کتب خانہ رحیمیہ دیوبندمسائل متفرقہ، القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۱۲ تا ۱۶، اما المسئلة الثالثة فشرط یاخذ البیعة امور الخ، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند)

ترجمہ:- اس شخص سے مرید ہونا درست ہے جس میں پانچ شرطیں پائی جاتی ہوں۔

شرط اول (۱) کتاب وسنت رسول کا علم رکھتا ہو۔ دوم (۲) عدالت وتقویٰ کے ساتھ موصوف ہو، کبائر سے اجتناب کرتا ہو صغائر پر اصرار سے بچتا ہو۔ شرط سوم (۳) دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں رغبت رکھنے والا ہو۔ شرط چہارم (۴) امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا ہو۔ شرط پنجم (۵) مشائخ سے اس چیز کو اختیار کیا ہو۔

[4] ومن لم یکن له مصدقا فیما اخبر، ملتزما لطاعته فیما أمر فی الامور الباطنة التی فی القلوب والاعمال الظاهرة اللتی علی الابدان لم یکن مومناً فضلا عن ان یکون ولیاً للّٰه تعالیٰ ولوطار فی الهواء ومشی علی الماء الخ مهذب شرح العقیدة الطحاوی ص ۴۱۷، تحت قول الماتن لاتصدق، طبع کراچی،

(۳) هٰذا فاسق وجاهل باحوال الشريعة والطريقة يجب تعليمه وتفهيمه فانه على شفاحفرة من النارفمن انقذه فاجره على اللّٰه تعالىٰ.

(۴) ان كان توهين العلماء المتدينين لاجل الاستخفاف بالدين وعلم الدين فهو كفر لان العلم صفة اللّٰه تعالىٰ قال الكردرى والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء واستخفاف بالعلم والعلم صفة اللّٰه تعالىٰ منحه فضلاً علىٰ خيارعباده ليدلواخلقه على شريعته نيابة عن رسله فاستخفافه بهٰذايعلم انه الى من يعود اه فتاوى بزازيّة[1] ص ۳۳٦/ وفى الخلاصة من ابغض عالماً من غير سبب ظاهرخيف عليه الكفر قلت الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوى اواخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك فى كفر من انكره فضلا عمن ابغضه وفى الظهير ية من قال لفقيه اخذشاربه مااعجب قبحاً او اشد قبحاً قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن يكفر لانه استخفاف بالعلماء يعنى وهومسلتزم لاستخفاف الانبياء لان العلماء ورثة الانبياء وقص الشارب من سنن الانبياء فتقبيحه كفر بلااختلاف بين العلماء اه شرح الفقه الاكبر[2] ص ۲۱۳/.

الولى لايبلغ درجة الانبياء لان الانبياء عليهم السلام معصومون مامونون عن سوء الخاتمة مكرمون بالوحى حتىٰ فى المنام ولمشاهدة الملائكة الكرام مامورون بتبليغ الاحكام وارشادالانام بعدالاتصاف بكمالات الاولياء العظام فما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولى افضل من النبى كفرو ضلالة والحاد

---

[1] البزازية على الهندية ص ۳۳٦/ ج٦/ الباب الثامن فى الإستخفاف بالعلم، كتاب السير مطبع كوئٹه، مجمع الانهر ص ۵۰۹/۲، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، الرابع فى الاستخفاف بالعلم، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] شرح فقه الاكبر ص ۲۱۳/فصل فى العلم والعلماء مبطوعه دهلى،

وجهالة ا ھ شرح الفقه الاکبر ۱۴۸[1]. وقال فی ص ۱۴۹[2] ان العبد مادام عاقلا بالغالایصل الی مقام یسقط عنه الامروالنهی لقوله تعالیٰ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین فقداجمع المفسرون علی ان المرادبه الموت وذهب بعض اهل الاباحة الی ان العبد اذابلغ غایة المحبة وصفاقلبه من الغفلة واختارالایمان علی الکفر والکفران سقط عنه الامر والنهی ولایدخله اللّٰه النار بارتکاب الکبائر وذهب بعضهم الی انه یسقط عنه العبادات الظاهرة ویکون عباداته التفکر وتحسین الاخلاق الباطنة وهذاکفر وزندقة وضلالة وجهالة فقد قال حجةالاسلام ان قتل هذااولیٰ من قتل مائة کافر ا ھ قال الدمیری نقل القرطبی عن ابی بکر الطرطوسی انه سئل عن قوم یجتمعون فی مکان یقرؤن شیئاً من القراٰن ثم ینشدلهم منشدشیئاً من الشعرفیرقصون ویطربون ویضربون بالدف والشبابة هل الحضور معهم حلال ام لا فاجاب مذهب السادات الصوفیة ان هذا بطالة وجهالة وضلالة وماالاسلام الاکتاب اللّٰه وسنة رسوله صلی اللّٰه علیه وسلم واما الرقص والتواجد فاول من احدثه اصحاب السامری لمااتخذلهم عجلاً جسداً له خوارقاموایرقصون حوله ویتواجدون فهو دین کاالکفاروعبادا لعجل وانماکان مجلس النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مع اصحابه کانما علیٰ روسهم الطیرمن الوقار فینبغی للسطان ونوائبه ان یمنعوهم من الحضور فی المساجد وغیرها ولایحل لاحدیؤمن باللّٰه والیوم الآخران یحضرمعهم ولایعینهم علی باطلهم هذا مذهب مالک والشافعی وابی حنیفة واحمد وغیرهم من ائمةالمسلمین[3] ا ھ والف الحافظ

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۱۴۸/ الولی لایبلغ درجة النبی ﷺ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] شرح فقه اکبر ص ۱۴۹/ لایصل العبدالیٰ مقام یسقط عنه الامرالخ،

[3] حیاة الحیوان ص ۱۱۲/۲/ مطبوعه مصر، حیاة الحیوان مترجم ص ۱۴۴/۳، باب العین، "العجل" رقص اوروجد کرنے والے نام نہاد صوفیوں کا حکم" مطبوعه شمس پبلشرز دیوبند،

ابن تیمیة الحرانی رسالةوجیزة لطیفة سماها الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان بین فیها علامات ممیزة بین الحق والباطل وحاصلها ان الولایة لاتحصل الاباتباع الشریعة ومن خالف فی هذا فلیس من اولیاء اللّٰه الذین امر اللّٰه باتباعهم بل اما ان یکون کافراً واما ان یکون مفرطاً فی الجهل اھ۔

(۵) المناجات المسئولة عنهالم تثبت عن احدلمن یقتدیٰ به بل هی بدعة ینبغی ترکها وینبغی له ان یتجنب مااحد ثوه من الذکربعد کل تسلیمتین من صلوٰة التراویح ومن رفع اصواتهم بذلک الیٰ قوله والاحدث فی الدین ممنوع وخیر الهدی هدی محمد صلیٰ اللّٰه علیه وسلم ثم الخلفاء بعده ثم الصحابة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم ولم یذکر عن احدمن السلف فعل ذلک فسیعناما وسعهم اھ المدخل[1] ص ۲۹۳ / ج ۲ /.

(٦) قال فی جامع الرموز واذاجلس الامام علی المنبر اذن اذانا ثانیاً بین یدیه ای بین الجهتین المسافتین لیمین المنبر اوالامام اویساره قریباً منه ووسطهما بالسکون فیشمل مااذااذن فی زاویة قائمة اوحادة اومنفرجة اھ.وقال فی الهدایة واذا صعد الامام المنبر جلس واذن الموذن بین المنبر بذلک جری التوارث[2] اھ.

وقال العینی بذلک ای الاذان بین یدی المنبر بعدالاذان الاول علی

---

[1] المدخل ص ۲۹۳ / ج ۲ / فصل فی الذکر بعد التسلیمتین من صلاة التراویح المطبعه المصریة بالأزهر.

[2] هدایة ص ۱۷۱ / ج ۱ / باب صلوة الجمعة ، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، مجمع الانهر ص ۲۵۴ / ۲، باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۲۱، باب الجمعة، مطبوعه مصر،

المنارة جری التوارث ای من زمن عثمان رضی اللّٰہ عنه الی یومنا هذا[1] ا ھ.

قلت وهو المتوارث فی دیارنا الی یومنا هذا ولااعتبارلمن خالف هذاالتوارث ا ھ.

(۷) قراء ة الخطبة بالنظرفی الکتاب جائزة لاقدح فیها ولکن تصحیح الاعراب والاجتناب عن الغلط لازم مع هذا ان غلط فی بعض اعاریب الخطبة وادی الصلواة بالشروط المعتبرة والفرائض المقررة صحت صلوٰته وان کانت الخطبة مکروهة فمن کان قادراً علیٰ قراء ة خطبة صحیحة واداء صلوٰة کاملة وکان تبعاً للسنة فهو اللائق بالامامة[2] لانه ضامن لصلوة المقتدین.

(۸) محمدبن عبدالوهاب النجدی کان متبعاللسنة ولکنه کان متشددا فی الاعتقاد والقول والعمل وکان قلیل البضاعة من العلم والفهم والعقل فصدر منه بعض الافعال والاقوال وصارسبباً لهیجان الفتن.واماالیوم فی دیارنا فالاصطلاح ماقلتم من یستن بسنن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ویمنع عن البدع فهو یسمیٰ فی افواه اهل الهواء وهابیا[3] فالیٰ اللّٰہ المشتکیٰ.

(۹،۱۰) قدعلم مماذکرنا حکمها.صاحب التقویٰ اورع وصاحب

---

[1] عینی شرح البخاری ص ۲۲۱/ج۳/ کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعة، مکتبه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص۵۴، ۳/۵۵، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحة وفساد بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ ، شامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/باب الإمامة ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۲، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر،

[3] وثالثاأن فی اصل اصطلاح بلاد الهند کان اطلاق الوهابی علی من ترک تقلید الأئمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم ثم اتسع فیه وغلب استعماله علی من عمل بالسنة السنیة وترک الأمور المتسحدثة الشنیعة والرسوم القبیحة الخ (المهندعلی المفندص ۹/مطبع دهلی)

الفتویٰ اوسع وهو داخل تحت حدود الشرع واذاجاوزها فقد تعدیٰ ومن یتعد حدود اللّٰه فقدظلم نفسه.

(۱۱) هٰذالم یوجدفی شئی من کتب الاحادیث الصحیحة والحسان فیما اعلم. واماالسماع من ای مقام تکلمو امن قریب اوبعیدفهوشان السمیع الخبیر لایشارکه احدومن اعتقده فهوشرک فی الصفات قال القاری فی شرح الفقه الاکبر[1] ان رجال الغیب هم الجن لان الانس لایکون دائماً محتجباعن ابصار الانس وانما یحتجب احیاناً فمن ظن انهم من الانس فمن غلطهٖ وجهله وسبب الضلالة فیهم وبالجملة فالعلم بالغیب امر تفرد به سبحانه ولاسبیل الیه للعباد الاباعلام منه والهام بطریق المعجزة اوالکرامة اوارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیه ذلک، ثم اعلم ان الانبیاء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاماعلمهم اللّٰه تعالیٰ احیانا وذکرالحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه الصلوة والسلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموٰات والارض الغیب الااللّٰه کذافی المسایرة[2] ھ وقال فی الفتاویٰ البزازیة تزوج بلاشهود وقال خداورسول خداوفرشتگان راگواه کردم یکفر لانه اعتقدان الرسول والملک یعلمان الغیب[3] ھ۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر[4] ھ۔

---

[1] شرح فقه اکبر ص۱۸۵/ باب الناس فی حق رجال الغیب ثلثة احزاب مطبوعه دهلی.

[2] شرح فقه اکبر ص۱۲۹، مطبوعه مصطفائیه دهلی،

[3] بزازیة علی الهندیة ص۳۲۵/ج۶/ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفراً، الباب الثانی فیما یتعلق باللّٰه تعالیٰ، مطبع کوئٹه،

[4] بزازیة علی الهندیة ص۳۲۶/ج۶/ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا، النوع الثانی فیما تعلق باللّٰه تعالیٰ،

(۱۲) قال فی الفتاویٰ الهندية اهدى الى رجل شيئاًاواضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلابأس الاان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغى ان لايقبل الهدية ولايأكل الطعام الاان يخبره بانه حلال ورثه اواستقرضه كذافى الينابيع لايجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم انه غيرراض بفسقهٖ وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبرانه حلال وبالعكس يجيب مالم يتبين عنده انه حرام كذافى التمرتاشى[1] ا ھ۔

(۱۳) ولابأس بتقبيل يدالعالم والمتورع علىٰ سبيل التبرك. (درر)ونقل المصنف عن الجامع انه لابأس بتقبيل يدالحاكم المتدين والسلطان العادل وقيل سنة مجبتٰى ولارخصة فيه اى فى تقبيل اليدلغيرهما اى لغيرعالم وعادل هوالمختار مجتبىٰ وفى المحيط ان لتعظيم اسلامهٖ واكرامهٖ جازوان لنيل الدنياكره طلب من عالم اوزاهدان يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله اجابه وقيل لايرخص فيه ا ه.الدرالمختار.

قال الشامى قوله اجابه لمااخرجه الحاكم ان رجلاً اتى النبى ﷺ فقال يارسول الله ﷺ ارنى شيئاً ازدادبه يقينا فقال اذهب الى تلك الشجرة فادعها فذهب إليها فقال ان رسول الله ﷺ يدعوك فجاء ت حتى سلمت على النى ﷺ فقال لها ارجعى فرجعت قال ثم اذن له فقبل راسه ورجليه وقال لوكنت امراحداً ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وقال صحيح الاسناد ا ه.

---

[1] الهندية ص ۳۴۲،۳۴۳/۵، الباب الثانى عشرفى الهداية والضيافات كتاب الكراهية، مطبع كوئٹه، المحيط البرهانى ص۸/۷۳، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل،

من رسالة الشرنبلالی ا ه ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة ص ۳۳۷/ ج ۵/[1] فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ اعلم، وعلمه اتم واحکم .

حررهٗ العبد محمود کنکوهی عفا اللّٰہ عنه معین المفتی بمدرسة مظاهرعلوم سهارنفور، الهند ۷/ جمادی الاولیٰ سنہ ٦٧ھ

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلهٗ المبتلی بامانة الافتاء بالمدرسته العلیة المشتهر بمظاهرعلوم الواقعة ببلدة سهارن فور ۷/ جمادی الاول ٦٧ھ .

ترجمہ

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

واقعہ:- ایک مالدار مفسد شخص ہے جو حلال، حرام، حق اور غیر حق میں تمیز نہیں کرتا فسق وفجور، حتی کہ کبائر تک سے اجتناب نہیں کرتا۔ ہر قسم کے آدمی سے عزت دنیا کے حصول کے لئے دوستی رکھتا ہے اور وہ ایسے شخص کا مرید ہے جس کے احوال مع اس کے متعلقین کے آگے آئیں گے، اور اس مفسد کی قوم اور اس امام کی قوم کے درمیان (جس کے احوال بھی آئیں گے) جدی عدوات چلی آرہی ہے اور خود اس مفسد اور اس کے بھائیوں نے دنیوی امور میں نماز جمعہ سے قبل اس عالم کے بھائیوں کے ساتھ ناجائز کلام کے ساتھ جھگڑا کیا جس کا ذکر ابھی آئے گا۔ لیکن وہ عالم جدال اور عداوت سے بری ہے اور یہ مفسد اس عالم کی ہر امر شرعی میں مخالفت کرتا ہے خواہ کسی بھی طریق سے ہو ظلماً ہو عناداً ہو اور نہیں چاہتا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھے مگر کراہت کے ساتھ اور ہمیشہ مومنین کے قلب میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے فساد پھیلانے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۳۸۳/ ج ٦/ شامی زکریا ص ۹/۵۴۹، باب الإستبراء وغیره، مجمع الانهر مع الدرالمنتقی ص ۲۰۵/۲۰۴/۴، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی بیان احکام الاستبراء، مطبوعه دارالکتاب العلمیة بیروت،

کی غرض سے اور ایسے عالم سے بغض رکھتا ہے جو متقی ہے قاری ہے حقانی ہے محقق ہے کتاب وسنت پر عامل ہے اور مذہب کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چلتا۔ مسائل اختلافیہ جدیدہ سے اجتناب رکھتا ہے جیسے قیام مروج ،فاتحہ مروجہ وغیرہ اوران مسائل پر عمل نہیں کرتا جو معتبر ومتداول کتب میں صراحۃً مذکور نہیں خیر القرون کا اتباع کرتے ہوئے اگر چہ بعض لوگ ان پر استحساناً عمل کرتے ہیں اور اہل ہوا کا اتباع نہیں کرتا نہ قولاً نہ فعلاً اور اس مفسد کے شیخ و متعلقین کی مخالفت کرتا رہتا ہے ان کے اقوال وافعال کی تردید کرتے ہوئے اس کا شیخ تارک صوم وصلوۃ ہے اپنے اور اجنبیہ کے درمیان کوئی حائل نہیں رکھتا اجنبیہ سے خلاف شرع خدمت لیتا ہے مثلاً غسل کرانا وغیرہ اور اجنبیہ کے گھر ہی مقیم رہتا ہے صوفیت کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس میں صوفیہ کی بو بھی نہیں جو طرق اربعہ والے ہیں بلکہ وہ شریعت کا بالکل انکار کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ ہم اہل طریقت ہیں شریعت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور ۱۳۰۰ھ کے بعد زمان نبوت ختم ہو چکا اس کے بعد زمان ولایت ہے ولی جو کرے یا کہے وہی عمل اور اعتقاد کے قابل ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جو معتمد ہو اور یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ اس کا رسول اور ولی ایک ہی شئی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ مرشد کے چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے جیسے صورت آئینہ میں اور مرید کے لئے تصور شیخ ہی کافی ہے کسی عبادت کی ضرورت نہیں نہ فرض کی نہ نفل وسنت کی اور اس بات کا بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ ہر شئی مباح ہے اور تمام معاصی کا کفارہ جمعرات کے دن ناچنے، ڈھول بجانے، مزامیر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کے ساتھ حلقہ کے ذریعہ ہو جاتا ہے اور اس مفسد نے اپنے شیخ کی تعریف میں یہ الفاظ لکھے ہیں رب العالمین کے انوار کا مصدر، اہل یقین کے لئے قبلۂ توحید، اس کا چہرہ مخلوق کے لئے مثل آئینہ کے ہے اس میں اللہ کا چہرہ ہے جو نظر آتا ہے۔ شعر۔ جو مرید اپنے پیر کو آئینہ بناتا ہے اس میں باری تعالیٰ کا چہرہ دیکھتا ہے تب سجدہ کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس

کے شیخ کا فعل شریعت کی کسی چیز کے موافق نہیں نہ اصول کے نہ فروع کے اور دن بدن لوگوں کو وساوس اور دھوکہ سے گمراہ کرتا رہتا ہے، اس کے شیخ کے اتباع کے احوال بھی مثل شیخ کے احوال کے ہیں کسی کی پرواہ نہیں کرتے شریعت کا بالکلیہ انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ قرآن حکیم کا بھی، کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں اگر اللہ کا کلام ہوتا آگ میں نہ جلتا اور شاید ہمارا شیخ بھی آگ میں نہ جلے گا اور بھی اس کے مثل بکواس کرتے ہیں جو بیان سے باہر ہے اور وہ کہتے ہیں رسول کون ہے؟ کیا رسول جھوٹ نہیں بولتا کہ تم لوگ اللہ کو یوم حشر میں دیکھو گے حالانکہ ہم اس کو دنیا میں ہر روز دیکھتے ہیں اور بھی ان کے علاوہ خرافات ہیں جن کا احصاء نہیں ہوسکتا۔ پھر جب وہ ماخوذ ہوئے اپنے اقوال میں اطراف کے ہر محلّہ میں تو انھوں نے اپنی علانیہ بکواس بند کر لی لیکن ان میں سے بعض کسی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں نماز روزہ کے قریب نہیں جاتے ہیں حلال حرام کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ان کے شیخ اور ان میں سے ضعفاء کا حال یہ ہے کہ جو بھی ان میں سے کسی حکم شرعی پر عمل کرتا ہے تو خوف کی وجہ سے یا اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہ اس کو ضروریات میں سے نہیں سمجھتا، اور مفسد شخص اگرچہ اس شخص کا مرید ہے لیکن نماز روزہ ادا کرتا ہے اسلئے کہ وہ نیا مرید ہے۔ فافہم۔ ورنہ وہ نماز تلاوت اور وظائف کے سلسلے کو توڑ دیتا ہزار مرتبہ۔ گمراہ اور خائب ہوا۔ احکام شرع کو توڑتا ہے جیسا کہ کتا ہڈی توڑتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی پھونک سے اللہ کے نور کو بجھا دے، وساوس شیطان کے ذریعہ پس ان وجوہ کی بنا پر اس مفسد نے اپنی عداوت ظاہر کی اس طرح کہ جب امام منبر پر خطبۂ جمعہ کیلئے بیٹھا اور مؤذن اذان کیلئے منبر کے پاس صف اول میں کھڑا ہوا تو اس سے امام نے کہا ذرا اپنے پیچھے کی طرف ہٹ کر اذان کہو اس میں حاضرین وغائبین کا زیادہ فائدہ ہے اس پر وہ مفسد فوراً کود پڑا اور کہا تو وہابی خیال کا ہے ہم تیرے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے منبر سے اتر آ، خطبہ چھوڑ، اور خطبہ امام کے ہاتھ سے لینے لگا اور کہنے لگا تو ہمیشہ نئی بات پیدا کرتا رہتا ہے

جو ہمارے آباء واجداد سے منقول نہیں ہمارے آباؤ اجداد سے یہ چلا آیا ہے کہ اذان ثانی صف اول میں منبر کے پاس دی جائے اور تو کہتا ہے کہ دروازہ کی طرف ہٹ کر کہی جائے ۔ نیز ہمارے آباء اجداد کا عمل یہ رہا ہے کہ امام نماز تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد قوم کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعاء کراتا ہے اور تو صرف تراویح کے آخر میں کراتا ہے پس اس اذان ثانی اور ہر ترویحہ کے بعد دعاء کے سلسلے میں بڑا فساد رونما ہوا اور جب وہ شخص اس میں کامیاب نہ ہوا تو داخل مسجد سے صحن مسجد میں آ کر اپنے اتباع کیساتھ دوسرے شخص کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی اور امام نے سچے نمازیوں کے ساتھ اپنی جگہ نماز ادا کی اور اسی وقت سے پانچوں نمازوں کی جماعت میں وسوسہ اور ڈرانے کے ذریعہ انتشار پیدا کرنے کیلئے آمادہ ہوگیا، یہاں تک کہ اسکی شرارت سے جو جماعتیں طویل مدت سے قائم تھیں منتشر ہوگئیں۔(انا للہ و انا الیہ راجعون)

سوال:-(۱) ولی کون ہے اس کی تعریف کیا ہے۔ تارک صوم وصلوٰۃ اور منکر شریعت شیخ کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

سوال:-(۲) وہ شیخ جس کے احوال مع متعلقین میں نے بیان کئے کیا شیخوخت وولایت کے لائق ہیں یا نہیں اس کا شرعی حکم کما حقہ بیان کیجئے؟

سوال:-(۳) اس شخص کا کیا حکم ہے جو شیخ مذکور کے طریق کو حق قرار دیتا ہے اور جان و مال سے اور ایام عرس میں (جس میں شرک اور معاصی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) حیوانات ذبح کر کے اس کی اعانت کرتا ہے اور خود بھی عرس میں اس کے انتظام کے لئے حاضر رہتا ہے اور جب شیخ اس کے گھر میں آتا ہے تو اپنی بیوی کو اس سے پردہ نہیں کراتا ہاں نماز، روزہ ادا کرتا ہے اس لئے کہ وہ نیا مرید ہے۔ فافہم۔ کیا وہ اہل سنت والجماعت سے ہے یا نہیں؟

سوال:-(۴) اہل دیانت وتقویٰ علماء کی توہین کا کیا حکم ہے۔ کیا توہین کرنے والا

ایمان سے خارج ہوجائے گا اس سے اس کی زوجہ کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال:- (۵) ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس کا ترک بہتر ہے خیر القرون کا اتباع کرتے ہوئے یا فعل بہتر ہے استحسانا پھر جو شخص نہ کرے کیا وہ لائق مذمت ہے اور وہابی کہلائے گا کیا وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہوجائے گا کیا اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ اس سلسلے میں حرمین شریفین اور ہندوستان کا عمل بھی بیان فرمائیں؟

سوال:- (٦) سنت متوارثہ سے اذان ثانی کے لئے کونسی جگہ ثابت ہے؟ کیا منبر کے پاس صف اول میں، یا دروازہ پر، یا مسجد سے باہر، نیز حرمین شریفین اور اہل ہند کا عمل بھی بیان فرمائیں؟

سوال:- (۷) اس امام کے حق میں کیا رائے ہے جو خطبہ دیکھ کر پڑھتا ہے جیسا کہ بنگال و ہند میں رواج ہے لیکن وہ نہ اس کے معانی سمجھتا ہے نہ اعراب والفاظ کی تصحیح پر قادر ہے اگر اس میں غلطی واقع ہوجائے تو کیا اس کے لئے خطبہ پڑھنا اور جمعہ میں امامت جائز ہے یا نہیں؟

سوال:- (۸) وہابی کون ہیں ان کے عقائد واعمال کیا ہیں۔ اہل ہوا دنیا پرست بدعات وشبہات سے اجتناب نہ کرنے والے ہر چیز میں جواز کو تلاش کرنے والے حلال وحرام، صدق وکذب میں تمیز نہ کرنے والے اور ان مشائخ پر جو کتاب وسنت پر عامل ہیں جن کی عمریں خالص دین ومذہب کی اشاعت میں صرف ہوگئیں۔ افتراء کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ وہابی وہ شخص ہے جو عبدالوہاب نجدی جیسے عقائد رکھتا ہے اس کے اعتقادات کیا تھے اور کس بنا پر اس کی مذمت کی جاتی ہے بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث پر مذہب پر عامل ہو۔ بدعات وشبہات سے اجتناب کرتا ہو۔ امر بالمعروف کرتا ہو منکرات ومخترعات

سے روکتا ہو مبتدعین کی ردوقدح کے ساتھ مخالفت کرتا ہو خاموش رہتا ہو قول وعمل میں ان کی موافقت نہ کرتا ہو اس کے بارے میں یہ مبتدعین کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اسی طرح عوام کو وساوس اور دھوکہ سے گمراہ کرتے ہیں اور فوراً وہابی ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں ایسے مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے۔ تحقیق کے ساتھ بیان فرمائیں۔ یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جو دن بدن بڑھتا جارہا ہے؟

سوال:- (۹) جس مفسد کے احوال ذکر گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ کیا فتنۂ مذکورہ اور سوء ادب (جو ذکر کیا گیا) ان دوامر کے ساتھ، اس کی حرکت وعداوت اور علماء کی توہین جائز ہے؟ اور کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی؟ اور کیا اس پر توبہ لازم ہے؟

سوال:- (۱۰) ان لوگوں کے حق میں کیا رائے ہے جو محدثات، منہیات، اور شبہات سے اجتناب کرتے ہیں۔ مذہب کے خلاف ایک قدم نہیں چلتے۔ اہل ہوا کا قولاً فعلاً کسی طرح اتباع نہیں کرتے بلکہ ردوقدح کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور جدید رائج شدہ مسائل سے ردوقدح کے ساتھ یا ان سے سکوت کرتے ہوئے اجتناب کرتے ہیں جو مسائل کتب مشہورہ میں مذکور نہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ کیا وہ آدمی وہابی ہوجاتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں رہتی یا کیا حکم ہے اور اس امام کے بارے میں کیا رائے ہے جس کے احوال ذکر کئے گئے کیا اس کے اقوال وافعال، سنت، کتاب ومذہب کے موافق ہیں یا نہیں، اس کے افعال تقویٰ کے خلاف ہیں یا عین تقویٰ ہیں۔ تقویٰ اور فتویٰ میں کیا فرق ہے اور کونسا علماء کرام کے لئے اقویٰ ہے؟

سوال:- (۱۱) اولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ جملہ کسی

حدیث کا جزء ہے یا کہاں ہے۔ایک گمراہ فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اولیاء زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔ بلکہ لوگوں کی نظر سے غائب ہوجاتے ہیں ان کا کلام دور نزدیک ہر جگہ سے سنتے ہیں؟

سوال:- (۱۲) اس گھر سے کھانا کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے جو حلال وحرام کمائی میں تمیز نہیں کرتا اور فتویٰ اور تقویٰ میں سے ان علماء کرام کے لئے کیا اقویٰ ہے جو قوم کے مقتداء ہیں؟

سوال:- (۱۳) قدم اور ہاتھ چومنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس کا ثبوت کیا ہے کس کے لئے جائز اور کس کے لئے ناجائز اور کس وجہ سے؟

سب سوالات کے جوابات دلائل نقلیہ سے ہوں مع حوالہ کتب وصفحات۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ولی وہ شخص ہے جو بقدر امکان اللہ اور اس کی صفات کی معرفت رکھتا ہو۔ طاعات پر مواظبت کرتا ہو معاصی سے اجتناب کرتا ہو۔لذات وشہوات میں انہماک سے اعراض کرنے والا ہو۔شرح عقائد ص ۱۰۴/ ومنہج الاطہر شرح فقہ اکبر ص ۹۵/ اور اس شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں جو فرائض کو بغیر عذر شرعی ترک کرتا ہو اس لئے کہ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اور شیخ کے لئے ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ ہونا ضروری ہے۔

(۲) ایسا شیخ طریقت معروفہ کا شیخ نہیں بلکہ وہ شیخ نجد ہے۔ رحمٰن کا ولی نہیں بلکہ شیطان کا ولی ہے اس سے دور رہنا ہر شخص پر واجب ہے۔اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور نہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ ہے۔یہی حکم اس کے متبعین کا ہے۔

(۳) یہ شخص فاسق ہے۔شریعت وطریقت کے احوال سے جاہل اس کو تعلیم دینا سمجھانا واجب ہے اس لئے کہ وہ جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر کھڑا ہے۔سو جو شخص اس کو بچالے گا اس کا اجر اللہ پر ہوگا۔

(۴) اگر اہل دیانت علماء کی توہین استخفاف دین وعلم دین کے طور پر ہوتو یہ کفر ہے اس لئے کہ علم حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ کردری نے کہا ہے کہ علماء کا استخفاف بسبب ان کے علماء ہونے کے علم کا استخفاف ہے اور علم اللہ کی صفت ہے جو اس نے اپنے بہترین بندوں کو بطور فضل کے عطا فرمایا ہے تا کہ وہ اس کی مخلوق کو اس کے رسولوں کا نائب ہو کر اس کی شریعت کی طرف رہنمائی کریں پس اس کا استخفاف اس طرح معلوم ہو گیا کس کی طرف عود کرتا ہے۔ فتاویٰ بزازیہ ص ۳۳۶ ر اور خلاصہ میں ہے کہ جو شخص کسی عالم سے بغیر ظاہری سبب کے بغض رکھتا ہے اس پر کفر کا اندیشہ ہے میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اس لئے کہ جب اس نے بغیر سبب دنیاوی یا اخروی عالم سے بغض رکھا تو اس کا بغض علم شریعت کی وجہ سے ہوگا اور جو شخص علم شریعت کا انکار کردے اس کے کفر میں شک نہیں تو جو اس سے بغض رکھے اس کے کفر میں بدرجہ اولیٰ شک نہ ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ جس شخص نے کہا ایسے فقیہ سے جو مونچھ کٹائے ہوئے ہے کتنا بدترین ہے مونچھوں کا کٹانا اور عمامہ کے کنارہ کو تھوڑی کے نیچے لپیٹنا۔ اس کی تکفیر کی جائے اس لئے کہ یہ علماء کے ساتھ استخفاف ہے اور وہ مستلزم ہے استخفاف انبیاء کو اس لئے کہ علماء ورثۂ انبیاء علیہم السلام ہیں اور مونچھوں کا کٹانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے پس اس کو قبیح کہنا کفر ہے بلا اختلاف علماء۔ شرح فقہ اکبر ص ۲۱۳ ر۔

ولی انبیاء علیہم السلام کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں سوء خاتمہ کے خوف سے مامون ہوتے ہیں مکرم بالوحی ہوتے ہیں حتی کہ خواب میں بھی۔ اسی طرح مشاہدہ ملائکہ علیہم السلام سے بھی مکرم ہوتے ہیں۔ کمالات اولیاء عظام کے ساتھ متصف ہونے کے بعد تبلیغ احکام اور مخلوق کی رہنمائی پر مامور ہوتے ہیں۔ پس بعض کرامیہ سے جو ولی کے نبی سے افضل ہونے کا قول نقل کیا گیا ہے وہ کفر ہے۔ گمراہی ہے۔ بے دینی اور جہالت ہے۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ ر اور ص ۱۴۹ ر میں ہے کہ بندہ جب تک عاقل بالغ ہے

ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جہاں اس سے امر ونہی ساقط ہوجائیں اللہ تعالیٰ کے قول کی بنا پر کہ عبادت کرتا رہ اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھ کو یقین آ جائے۔ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت میں یقین سے مراد موت ہے اور بعض اہل اباحت اس طرف گئے ہیں کہ جب بندہ غایت محبت کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کو غفلت سے صفاء قلب حاصل ہوجاتا ہے اور کفر وکفران پر ایمان کو ترجیح دیتا ہے تو اس سے امر ونہی ساقط ہوجاتے ہیں اور حق تعالیٰ کبائر کے ارتکاب پر اس کو جہنم میں داخل نہ کریں گے اور بعض اس طرف گئے ہیں اس سے ظاہری عبادات ساقط ہوجاتی ہیں اور اس کی عبادت تفکر اور اخلاق باطنہ کی تحسین رہ جاتی ہے اور یہ کفر ہے، لادینیت ہے، گمراہی ہے، جہالت ہے۔ اس واسطے کہ حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ ایسے شخص کا قتل سو کافر کے قتل سے بہتر ہے۔ اھ

دمیری نے کہا ہے کہ قرطبی نے ابوبکر طرطوسی سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسی قوم کے بارے میں سوال کیا گیا جو کسی جگہ جمع ہوکر قرآن پاک پڑھتے ہیں پھر کوئی شخص ان میں سے اشعار پڑھتا ہے اس پر وہ رقص کرتے ہیں اور مست ہوجاتے ہیں اور دف وبانسری بجاتے ہیں کیا ان کے ساتھ حاضر رہنا حلال ہے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ سادات صوفیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیجا دلیری جہالت وگمراہی ہے۔ اسلام صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا نام ہے۔ رہا رقص اور وجد میں آنا سب سے پہلے اس کو اصحاب سامری نے ایجاد کیا جب کہ سامری نے ان کے لئے ایک بچھڑا بنادیا جو خالص ایک جسم تھا جس کے لئے آواز تھی۔ وہ اس کے اردگرد کھڑے ہوکر رقص کرنے لگے اور وجد میں آ گئے پس یہ کفار اور گوسالہ پرستوں کا دین ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کا حال وقار کی بناء پر ایسا ہوتا تھا گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ پس سلطان اور اس کے نائبین کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کو مساجد وغیرہ میں آنے سے روکدیں اور اللہ اور یوم آخرت

پر ایمان رکھنے والے شخص کے لئے حلال نہیں کہ ان کے ساتھ حاضر ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ باطل میں ان کی اعانت کرے۔ یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور ابوحنیفہؒ اور امام احمد وغیرہ ہم ائمۃ المسلمین کا اھ۔

اور حافظ ابن تیمیہ حرانی نے ایک مختصر اور لطیف رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان ہے۔ اس میں ایسی علامات بیان کی گئی ہیں جو حق و باطل کے درمیان تمیز پیدا کر دیتی ہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ولایت بغیر شریعت کا اتباع کئے حاصل نہیں ہوتی اور جو شخص اس امر میں اختلاف کرتا ہے وہ ان اولیاء اللہ سے نہیں جن کے اتباع کا اللہ نے امر فرمایا بلکہ یا تو کافر ہوگا اور یا حد سے زیادہ جہالت میں بڑھا ہوا ہوگا۔

(۵) جس دعاء کے متعلق سوال ہے وہ مقتدیٰ حضرات میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے اس کا ترک ضروری ہے اور نماز تراویح میں ہر دو سلام کے بعد جس ذکر کی ایجاد ان لوگوں نے کر رکھی ہے اس سے بھی بچنا ضروری ہے اور اس ذکر میں آواز بلند کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے اور دین میں نئی بات نکالنا ممنوع ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے پھر آپ کے بعد خلفاءؓ کا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اور سلف میں سے کسی سے بھی ایسا فعل منقول نہیں بس ہمارے لئے اس چیز کی گنجائش ہوگی جس کی گنجائش ان حضرات کے لئے ہوگی۔ (المدخل ص ۲۹۳ ر ج ۲ ر)

(٦) جامع الرموز میں ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس کے سامنے دوسری اذان دی جائے یعنی ان دو جہتوں کے درمیان جو مقابل ہیں یمین منبر یا امام کے یا اس کے یسار کے اس کے قریب اور ان کے وسط میں پس شامل ہوگا یہ اس صورت کو جب کہ اذان دی ہو زاویۂ قائمہ میں یا زاویۂ حادہ میں یا زاویۂ منفرجہ میں، اور ہدایہ میں ہے کہ جب امام منبر پر چڑھ جائے تو بیٹھ جائے اور موذن منبر کے سامنے اذان کہے اسی کے ساتھ توارث

جاری ہے۔ اور عینی نے کہا ہے کہ اسی کے ساتھ توارث جاری ہے۔ یعنی منارہ پر اذان اول ہو چکنے کے بعد اذان ثانی منبر کے سامنے ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہمارے اس زمانے تک اھ۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں بھی یہی متوارث ہے آج تک اور اس کا کوئی اعتبار نہیں جو اس توارث کی مخالفت کرے۔

(۷) کتاب میں دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ لیکن اعراب کی تصحیح اور غلطی سے اجتناب لازم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر خطبہ کے اعراب میں کوئی غلطی ہوگئی اور نماز تمام شرائط وارکان کی رعایت کے ساتھ ادا کر لی تو نماز صحیح ہو جائے گی اگر چہ خطبہ مکروہ ہوگا پس جو شخص صحیح خطبہ اور کامل نماز کی ادائیگی پر قادر ہو اور متبع سنت ہو وہی امامت کے لائق ہے اس لئے کہ وہ مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے۔

(۸) محمد بن عبدالوہاب نجدی متبع سنت تھے لیکن اعتقاد، قول اور عمل میں متشدد تھے علم و فہم اور عقل کم تھی اس لئے ان سے بعض افعال واقوال ایسے صادر ہو گئے جو فتنوں کے رونما ہونے کا سبب بن گئے۔ لیکن آج ہمارے علاقہ میں وہابی وہی ہے جس کو سائل نے بیان کیا ہے یعنی جو شخص حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کا متبع ہو بدعات سے روکتا ہو وہی شخص اہل ہوا کی اصطلاح میں وہابی ہے۔ پس شکوہ اللہ ہی سے ہے۔

(۹،۱۰) ان دونوں کا حکم ماسبق سے معلوم ہو گیا۔ صاحب تقویٰ اورع ہے اور صاحب فتویٰ اوسع ہے حدود شرع کے تحت داخل ہیں اور جب وہ حدود شرع سے نکلے گا تو تجاوز کر جائے گا اور جو شخص حدود شرع سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے۔

(۱۱) یہ کتب احادیث میں نہیں ملا۔ نہ صحاح میں، نہ حسان میں، میرے علم کے موافق رہا سننا جس مقام سے بھی لوگ کلام کریں نزدیک سے دور سے سو یہ سمیع وبصیر (حق تعالیٰ) کی

شان ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کا اعتقاد رکھتا ہے وہ مشرک فی الصفات ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے کہ رجال غیب جن ہیں اس واسطے کہ انسان انسان کی نظر سے ہمیشہ چھپا نہیں رہتا ہے بلکہ کبھی کبھی چھپ جاتا ہے پس جو شخص ان کو انسان گمان کرتا ہے وہ غلطی اور جہالت سے ایسا کہتا ہے اور گمراہی کے سبب اس کا قائل ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم غیب ایسا امر ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ یکتا ہیں بندوں کے لئے اس کی طرف کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ حق تعالیٰ بتلا دیں بطریق معجزہ یا الہام فرمادیں بطریق کرامت یا ان علامات کے ذریعہ استدلال کی طرف رہنمائی فرمادیں جن کے ذریعہ استدلال ممکن ہو۔ پھر جان لیجئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے سوائے ان کے جو حق تعالیٰ نے ان کو کبھی کبھی بتلا دیں اور حنفیہ نے اس کے کفر کی تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ حضور ﷺ غیب کا علم رکھتے تھے اس لئے کہ یہ اعتقاد حق تعالیٰ کے قول ''قل لایعلم الخ'' کے معارض ہے یعنی اے محمد ﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ آسمان وزمین کی چھپی ہوئی باتیں صرف حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں جیسا کہ مسایرہ (نام کتاب) میں ہے۔ اھ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ میں نے خدا اور رسولِ خدا اور فرشتوں کو گواہ بنایا تو اس کی تکفیر کریں گے اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول ﷺ اور فرشتے علم غیب رکھتے ہیں۔ اھ

جس شخص نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں لوگوں کے امور کو جانتی ہیں اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(۱۲) فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو ہدیہ دیا یا اس کی میزبانی کی اگر اس کا اکثر مال حلال ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ جانتا ہو کہ یہ شئی حرام سے ہے اور اگر حرام غالب ہو تو ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ ضیافت کا کھانا کھائے۔ مگر یہ کہ وہ اس

کوخبر دے کہ یہ حلال کمائی سے ہے مجھ کو میراث میں ملا ہے یا میں نے اس کو قرض لیا ہے جیسا کہ ینابیع میں ہے۔ فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ اس کے فسق پر راضی نہیں۔ اسی طرح اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام سے ہو جب تک یہ خبر نہ دے کہ یہ حلال ہے اور اسکے عکس کی صورت میں قبول کرے مگر یہ کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حرام ہے۔ تمرتاشی میں اسی طرح ہے۔

(۱۳) عالم صاحب ورع کے ہاتھ کو بوسہ دینا بطور تبرک اس میں کچھ حرج نہیں۔ دُرر اور مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے کہ دیانت دار حاکم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کچھ حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے۔ مجتبیٰ۔ اور ان کے علاوہ کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت نہیں۔ یہی مختار ہے۔ (مجتبیٰ) اور محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اس کے اکرام کی بناء پر ہو تو جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ کسی عالم یا زاہد سے ان کے قدم کے بوسہ دینے کی اجازت طلب کی گئی تو ان کو اس کا موقع دیدینا چاہیئے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اجازت نہیں اھ درمختار شامی نے درمختار کے قول اجابہ (قبول کرلے) کے تحت لکھا ہے کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسی چیز دکھایئے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درخت کو بلا لاؤ وہ گیا اور اس درخت سے کہا کہ تجھ کو حضور ﷺ بلا رہے ہیں اس پر وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے فرمایا واپس جاؤ وہ چلا گیا پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپ کے سر مبارک اور قدمین مبارکین کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے اھ۔ رسالہ شرنبلالی سے یہ ماخوذ ہے۔ رد

المختار علی الدر المختار ص ۲۳۷ / ج ۵ / باب الحظر والاباحۃ۔

فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود کنکوھی عفا الله عنه

معین المفتی بمدرسه مظاهر علوم سهارنفور یوبی.

الجواب صحیح. سعید احمد غفرلهٗ المبتلیٰ بامانة الافتاء بالمدرسة العلیة المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور ۷ / ج ۱ / ۹۷ھ

کیا انتقال کے بعد غوث اپنے مرتبہ پر قائم رہتا ہے

سوال: - ولی اور غوث بعد وفات غوثیت پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کا جس بزرگی اور مرتبہ پر خاتمہ ہوا ہے وہ بزرگی اس سے انتقال کے بعد سلب نہیں کی جاتی[1] لیکن جس طرح اس دنیا میں کام سپرد ہوتے ہیں انتقال کے بعد یہ بات نہیں ہوتی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

۲۱ / ۶ / ۸۷ھ

---

[1] یدل علیه حدیث جابر قال سَمِعْتُ النَّبِی ﷺ یَقُوْلُ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْهِ (مسلم شریف ص ۳۸۷ / ج ۲، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب الامر بحسن الظن بالله تعالیٰ عند الموت، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند)

ترجمہ: - حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہیکہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ہر بندہ کو اسی حالت پر اٹھایا جائیگا جس پر اس کا انتقال ہوا ہے۔ اذا لولی لاینعزل عن ولایةٍ بالموت کالنبی لاینعزل عن نبوته بالموت الخ، الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة ص ۲۹۲ / ج ۱ /

[2] بعد فنا وبقا که مناسبت باطنی حاصل شود فیض از قبور ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا منصور ولی تھے؟

سوال: -حضرت منصور بن حلاج کیا ولی کامل تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کا نام حسین بن منصور ہے یہ ولی تھے۔ کذا فی الفتاویٰ الرشیدیہ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مجدد کون ہے؟

سوال: ۔مجدد کی کیا تعریف ہے کیا ہر صدی ہجری کے شروع میں یا پوری صدی میں بھی کسی مجدد کا آنا ضروری ہے اور اگر کوئی مجدد وقت کو نہ مانے تو کیا وہ جاہلیت کی موت مریگا؟ مجدد کس طرح پہچانا جاتا ہے؟ تیرہ صدی ہجری میں جو مجدد آئے ان کے نام تحریر فرمایئے؟ کیا مجدد ایک وقت میں تمام عالم کے لئے آتا ہے، یا کہ ایک وقت میں مختلف ممالک میں مختلف مجدد آتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"عن ابی هريرةؓ فيما اعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... تواں برداشت لیکن نہ آنقدر کہ درحیات باشد (ارشاد الطالبین ص ۱۷)

ترجمہ:-فنا وبقا کے بعد کہ مناسبت باطنی حاصل ہوجاتی ہے قبور سے فیض حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن اس قدر نہیں جس قدر حیات میں ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے الخ ملاحظہ ہو: فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۲ ج ۱ / کتاب العقائد، منصور کون تھے، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ سہارنپور،

یبعث لھٰذہ الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا[1] ابوداؤد شریف۔

مجدد وہ شخص ہے جو سنت کی اشاعت کرے بدعت کو مٹائے، علم کو پھیلائے اہل علم کی عزت کرے[2]۔ اس کیلئے ایک صدی کے ختم پر اور دوسری صدی کے شروع میں تجدید دین ضروری ہے[3]۔ مجدد ہونا ماننے نہ ماننے پر موقوف نہیں کوئی شخص مانے یا نہ مانے جو شخص طریق مذکور پر تجدید دین کریگا وہ مجدد ہوگا، جو شخص مجدد کو نہ مانے اس کا جاہلیت کی موت مرنا کسی نص میں میری نظر سے نہیں گزرا، مگر باوجود تجدید دین ظاہر ہونے کے پھر مجدد وقت کو نہ ماننا ظاہر ہے کہ کتنی بڑی جہالت ہے، اس میں اختلاف ہے کہ تمام عالم کیلئے مجدد ایک ہوتا ہے یا مختلف، بعض کہتے ہیں کہ ایک ہوتا ہے، بعض کی رائے ہے کہ ایک جماعت ہوتی ہے، اور اس کا ہر فرد دین کے کسی خاص شعبہ کی تجدید کرتا ہے۔ (**کذافی بذل المجھود**[4] ص ۱۰۴ / ج ۵)

مجدد اپنے مذکورہ مخصوص کارناموں سے پہچانا جاتا ہے، تیسری صدی ہجری میں جو مجدد

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۵۸۹ / ۲ / کتاب الملاحم، مشکوٰۃ شریف ص ۳۶ / ج ۱ / کتاب العلم. المستدرک للحاکم ص ۵۲۲ / ۴، کتاب الفتن الملاحم، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال پر ایسے شخص کو اٹھائیں گے، جو اس کے دین کی تجدید کرے گا، یا ایسے لوگوں کو اٹھائینگے جو دین کی تجدید کرینگے۔

[2] ای یبین السنة من البدعة ویکثر العلم ویعز اھله ویقمع البدعة ویکسر اھله. (بذل المجھود ص ۱۰۳ / ج ۵ / اول کتاب الملاحم، مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور، مرقاۃ ص ۲۴۷ / ج ۱، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی)

[3] علی راس کل مائة ای انتھائه اوابتدائه (بذل المجھود ص ۱۰۳ / ج ۵ / اول کتاب الملاحم، مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور، مرقاۃ، ص ۲۴۷ / ج ۱، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی)

[4] ان المراد بمن یجدد لیس شخصا واحدا بل المراد به جماعة یجدد کل واحد فی بلد ففی فن او فنون من العلوم الشرعیة الخ، بذل المجھود ص ۱۰۴ / ۵، اول کتاب الملاحم، مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور،

دین گزرے ہیں بعض کی مجددیت پر اتفاق ہے اور بعض میں اختلاف ہے، پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعیؒ ہیں، ان دونوں کی مجددیت پر اتفاق ہے، تیسری صدی کے ابوبکر باقلانیؒ، ابوطیب صعلوکؒ کی ہیں، پانچویں کے امام غزالیؒ ہیں، چھٹی کے امام رازیؒ وغیرہ ہیں، ساتویں کے تقی الدین ابن دقیق العید ہیں آٹھویں کے زین الدین عراقی، شمس الدین جزری، تاج الدین بلقینی وغیرہ ہیں، نویں کے جلال الدین سیوطی، شمس الدین سخاوی، وغیرہ ہیں دسویں کے شہاب الدین رملیؒ، ملاّ علی قاریؒ ہیں۔

گیارہویں کے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں، بارہویں کے شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہیں، تیرہویں کے شاہ اسماعیل صاحبؒ ہیں[1] چودھویں کے حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ ہیں[2]۔

علمائے کرام کے اور بھی اقوال ہیں اور اس مبحث پر علمائے کرام نے مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف، ٦/رجب المرجب ۵۸ھ

---

[1] فتاویٰ عبدالحی ص ۱۰٦/ راجع المقاصد الحسنة ص ۱۲۲/ مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، وكشف الخفا للعجلونی ص ۲۴۳/ج ۱/ مطبوعه داراحياء التراث العربی بيروت، والكرمانی ص ۷۲/ج ۱/ مطبوعه داراحياء التراث العربی بيروت، عمدة القاری للعينی ص ۱۱۳/ج ۱/ كتاب الايمان، كتب عمر بن عبد العزيز الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت، ومجمع بحار الانوار ص ۳۲۹/۱، تحقيق جدد، مطبوعه دارالايمان مدينه منوره.

[2] راجع اٰثار القيامة فی حجج الكرامة ص ۱۳۹.

[3] حضرت گنگوہیؒ نے سنت اور بدعت کے اندر کافی امتیاز پیدا فرمایا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجدد ہیں، سنت اور بدعت کے (مجالس حكيم الاسلام ص ۲۱۹)

مجدد کے شرائط

سوال:۔ مجدد ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ نیز مجدد کو اپنا مجدد ہونا معلوم ہو جاتا ہے یا نہیں ہندوستان میں اب تک کتنے مجدد گذرے ہیں؟ حدیث شریف میں ہے کہ میری امت میں سو سال میں ایک مجدد پیدا ہوگا، تو اس اعتبار سے کافی مجدد ہونے چاہئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجدد کو الہامی طریق پر اور علامت کے ذریعہ سے استدلالی طریق پر اپنے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہے گو کہ وہ علم وحی کے برابر نہیں ہوتا، مجدد احکام سنت پر بڑی قوت سے عامل ہوتا ہے، بدعات سے سخت متنفر اور مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔[1]

اب چودہویں صدی ہے اب تک کافی مجدد ہو چکے۔[2]

سب سے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شمار کئے جاتے ہیں[3]۔ ہندوستان میں بھی

---

[1] یبین السنة من البدعة ویکثر العلم ویعز اهله ویقمع البدعة ویکسر اهلها (مرقاة ص۲۴۷/ ج ۱/ بذل المجهود، ص۱۰۳/ج۵، اول کتاب الملاحم، مطبوعه رشیدیه سهارنپور)

[2] التنبئة فیمن یبعثه اللّٰه علی راس المائة للسیوطی تحفة المهتدین باخبار المجددین. للسیوطی فوائد الحجة فی من یبعثه اللّٰه لهذه الامة للعسقلانی وجزء المجددین. للشیخ زکریا الکاندهلوی. وراجع المقاصد الحسنة ص۱۲۲/ مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، وکشف الخفاء للعجلونی ص۲۴۳/ ج ۱/ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، والکرمانی ص۷۲/ج ۱/ کتاب الایمان، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، والعینی ص۱۱۳/ج ۱. مطبوعه دارالفکر بیروت، فتاویٰ عبدالحی ص۱۰۶/ مجمع بحارالانوار ص۳۲۹/ج ۱، تحقیق جدد، مطبوعه دارالایمان مدینه منوره)

[3] وکان عندالمائة الاولی عمرَ خلیفة العدل باجماع وقر (تحفة المهتدین باسماء المجددین للسیوطی، کشف الخفا ص۲۴۳/ج ۱، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)

مجدد ہوتے رہے ہیں[1]، رسالہ الفرقان کے مجدد نمبر میں زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

تجدید دین کی حقیقت

سوال: ۔تجدید دین یا تجدید احکام شریعت کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت کے جو احکام مرور دہور، بے توجہی، غلبہ ہوا وہوس، مساعیٔ نفس وابلیس کی وجہ سے متروک ہوگئے تھے، ان کو اُجاگر کرنا، ان کی طرف توجہ دلانا ان کو عملی جامہ پہنانا مراد ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومجدد درمائة حادی عشر شیخ احمد سرهندی فاروقی ست ومجدد مائة ثانی عشر مجتهد ایں عصر درهند شاه ولی اللّٰه محدث دهلوی ست ومجدد درمائة ثالث عشر محمدبن علی شوکانی دریمن وشاه عبدالعزیز دهلوی واخوان ایشان درهند اند وهم شیخ اسماعیل بن عبدالغنی بن ولی اللّٰه دهلوی که به تبعیت سیداحمد بریلوی توحید راازشرک وسنت را ازبدعت ممتاز ساخت. (آثار القیامة فی حجج الکرامة ،ص ۱۳۹)

ترجمہ: -اور گیارہویں صدی میں مجدد شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ ہیں اور بارہویں صدی میں مجدد ہندوستان میں اس زمانہ کے مجتہد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں اور تیرہویں صدی میں مجدد یمن کے اندر محمد بن علی شوکانی اور ہند میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے اخوان ہیں اور نیز شیخ اسماعیل بن عبدالغنی بن ولی اللہ دہلویؒ ہیں کہ انہوں نے سید احمد بریلویؒ کی تبعیت میں توحید کو شرک سے اور سنت کو بدعت سے ممتاز فرمایا۔

[2] معنی التجدید احیاء ماانددرس من العمل من الکتاب والسنة والامر بمقتضاهما (فیض القدیر ص ۲۸۱/ج۲. مطبوعه دارالفکر بیروت،

اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوتے تھے؟

سوال:- اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب میں بھی اس طرح اولیاء کرام یا پیر پیدا ہوتے تھے، اگر نہیں تو خدا تک رسائی کیسے ہوتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے بھی پیدا ہوتے تھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

D:\INPAGE24\A006.TIF
not found.

[1] کمل من الرجال کثیر ای کثیرون من افرادھذاالجنس حتی صاروارسلاوانبیاء وخلفاء وعلماء واولیاء الخ تحفة الاحوذی ص۵۶۳/ج۵/ کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی فضل الثرید، مطبوعه دارالفکر بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

﴿بیعت کا بیان﴾

بیعت کا ثبوت قرآن وحدیث سے

سوال:- بندہ ایک بزرگ سے مرید (بیعت) ہے۔ پہلے یہ حال تھا کہ کبھی نماز پڑھی کبھی نہیں، زبان کو گالی کی عادت تھی، جھوٹ کثرت سے بولتا تھا، جھوٹی قسمیں بھی کھالیا کرتا تھا، قرآن شریف کی تلاوت صرف رمضان میں کبھی کرلیا کرتا تھا، آمدنی میں حرام، حلال کی تمیز بالکل نہیں کرتا تھا، بڑوں بوڑھوں کا ادب لحاظ نہیں تھا، پڑوسیوں سے اکثر لڑائی اور بدسلوکی ہوتی تھی، بیعت کے بعد الحمدللہ ان سب خطاؤں اور گناہوں کی آہستہ آہستہ اصلاح ہوئی جس کا احساس میرے ملنے والوں کو بھی ہے۔ نماز کی پابندی نصیب ہوئی اور ایسا دل لگتا ہے جیسے بالکل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے اور اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضری کے وقت گذشتہ گناہ یاد آکر رونا آتا ہے اور توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ بندہ سمجھتا ہے کہ یہ سب بیعت کی برکت ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ یہ پیری مریدی تو جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کا طریقہ ہے کہ وہ ایجابی کام کم کراتے ہیں سلبی کام زیادہ کراتے ہیں بلکہ ان کے یہاں سب سلبی ہی

سلبی تعلیم ہے کہ فلاں کام نہیں کرنا، بس آدمی کو عضوِ معطل ومفلوج بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غرض اس طریقہ میں کوئی خوبی نہیں اور یہ کتاب وسنت سے ثابت بھی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے تو اسلام کی بیعت ثابت ہے کہ وہ کافروں کو مسلمان بناتے تھے نہ یہ کہ وہ مسلمانوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ بندہ اس کا جواب نہیں دے سکا۔ مرید ہونے کا فائدہ خود کو تو محسوس ہو رہا ہے، لیکن ان صاحب کا جواب دینے کے لئے اپنے پاس سامان نہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں۔ اندیشہ یہ ہے کہ ان صاحب کا اعتراض دل میں جم نہ جائے جس سے نقصان پہنچے۔ فقط والسلام

مفتی ابراہیم صالح جی،

مدرسہ تعلیم الدین ڈربن جنوبی افریقہ ٦/٦/١٤١٠ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

ان صاحب سے عرض کردیں کہ وہ سورہ الفتح پڑھیں، اس میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ الآیۃ[1] پھر چند آیات کے بعد یعنی تیسرے رکوع کے شروع میں ہے۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ الآیۃ[2] یہاں مومنین بلکہ اعلیٰ درجہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی گئی جن میں وہ حضرات بھی ہیں جو مکہ مکرمہ میں اسلام لا چکے تھے اور دین اسلام کی خاطر بڑی تکلیفیں برداشت کر چکے تھے۔ اور ان کا شمار مہاجرین اولین میں ہے اور غزوات میں حضرت رسول مقبول ﷺ کے ساتھ برابر شریک رہتے تھے۔ یہ بیعت اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں تھی، اسلام تو ان کو بہت پہلے سے حاصل تھا

---

[1] سورۂ فتح آیت ١٠/. **ترجمہ**:- جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں (از بیان القرآن)

[2] سورۂ فتح آیت ١٨/. **ترجمہ**:- بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے (بیان القرآن)

جو کہ نہایت قوی تھا۔

اور سورۂ ممتحنہ پڑھیں جس میں ارشاد ہے یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ الاٰیۃ[1] اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں پر بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے اور سب سلبی ہیں۔ اگر غور کریں تو سمجھ میں آئے کہ چھٹی چیز تمام ایجابات کو حاوی ہے یعنی حضور ﷺ کی کسی معروف میں نافرمانی نہ کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرمان کی اطاعت کریں۔ یہ صورۃً سلب ہے اور حقیقۃً سب سے بڑا ایجاب ہے۔ اس کے علاوہ بعض صحابہؓ سے اور بھی کسی خاص چیز پر بیعت لینا ثابت ہے۔ بزرگانِ دین جو بیعت لیتے ہیں وہ جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں کہ چند کبائر سے صراحۃً توبہ کراتے ہیں اور ہر نافرمانی سے روک کر طاعتِ رسول ﷺ پر آمادہ کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں صاف صاف موجود ہے۔

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَھُوَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ

---

[1] سورۂ ممتحنہ آیت ۱۲/. **ترجمہ**:- اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے (از بیان القرآن)

عَفَاعَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ ط متفق عليه[1] (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳/)

مشائخ تصوف چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، سب کے یہاں بیعت کا طریقہ یہی ہے اور بہت بڑی مخلوق کو اسکے ذریعہ تزکیۂ باطن ہوکر نسبت سلسلہ حاصل ہوتی ہے، اخلاقِ رذیلہ دُور ہوکر اخلاق فاضلہ نصیب ہوتے ہیں۔ فقط وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِمَايُحِبُّ وَيَرْضٰى

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ ۱۰/٦/۱۴۱۰ھ

پیر یا ولی کی ضرورت

سوال:- کیا خدا تک پہنچنے کے لئے پیر یا ولی کا سہارا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر راستہ بغیر پیر اور ولی کے معلوم ہو اور چلنے کی قدرت بھی ہو تو پھر واسطہ ضروری نہیں

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۳/ کتاب الایمان. الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۷/۱، باب بلاترجمة قبيل باب علامة الايمان حب الانصار، كتاب الايمان، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

ترجمہ :- حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا، جب کہ آپ کے پاس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی مجھ سے بیعت کرو اس چیز پر (۱) کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگے۔ (۲) چوری نہیں کروگے (۳) زنا نہیں کروگے (۴) اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگے (۵) بہتان نہیں باندھوگے جس کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑو۔ (٦) بھلے کام میں نافرمانی نہیں کروگے، تم میں سے جو اس کو پورا کرلیگا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو شخص ان چیزوں میں کسی چیز کا ارتکاب کرے اور اس کو دنیا میں اس کی سزا دیدی جائے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہے اور جس شخص نے ان چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے چاہے اس کو معاف کرے اور چاہے اس کو سزا دیدے پس ہم نے آنحضرت ﷺ سے ان چیزوں پر بیعت کرلی۔

جیسے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال ہوتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقاصد بیعت

سوال:- کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا کیا مطلب ہوا کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیعت کے مقاصد متعدد ہوتے ہیں۔[2] (۱) توبہ کرنا جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ طالب کسی بزرگ کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا اور ان بزرگ کو اپنی توبہ کا گواہ بناتا ہے اور ان سے دعا وتوجہ کا خواستگار ہوتا ہے جسکی برکت سے اپنی توبہ پر قائم رہے۔

---

[1] مگر عامۃً ایسا نہیں ہوتا اسلئے پیر کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے بڑے بڑے اکابر ومشائخ اولیاء اللہ بھی پیر کے محتاج ہوتے ہیں۔

[2] اخذ بیعت بچند طریق باشد بیعت توبہ از معاصی وآں عام است ہر مسلمان را، وبیعت تبرک بدخول درسلسلہ صالحین وآں نیز عام است وبیعت تحکیم کہ شیخ را درسلوک طریقہ مجاہدہ برخود حکم سازد وبحد تمام ایں راہ درسلوک نماید وآں مخصوص باصحاب ارادت است الخ، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۴/. فالحق ان البیعة علی اقسام منها بیعة الخلافة ومنها بیعة الاسلام ومنها بیعة التمسک بحبل التقویٰ ومنها بیعة الهجرة والجهاد ومنها بیعة التوثق فی الجهاد (القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ٦/ ۱ ومن المشائخ من یجوز بیعة الصغار تبرکاً وتفاؤلاً ایضاً ص ۱۷، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

ترجمہ :- بیعت کرنا چند طریق پر ہوتا ہے (۱) (بیعت توبہ) اور یہ ہر مسلمان کیلئے عام ہے (۲) بیعت تبرک، سلسلہ صالحین میں داخل ہونے کی برکت حاصل کرنے کیلئے یہ بھی عام ہے (۳) بیعت تحکیم، سلوک میں اپنے اوپر طریقہ مجاہدہ اختیار کرنے میں شیخ کو حکم تجویز کرنا پوری کوشش کے ذریعہ اس سے راہ سلوک حاصل ہوتا ہے اور یہ اصحاب ارادت کے ساتھ مخصوص ہیں الخ، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، حق یہ ہیکہ بیعت کی مختلف قسمیں ہیں (۱) بیعت خلافت (۲) بیعت اسلام (۳) تقویٰ کی رسی مضبوط پکڑنے کیلئے (۴) بیعت ہجرت وجہاد (۵) جہاد میں پختگی کیلئے اور مشائخ میں سے بعض بچوں کو تبرکاً بیعت ہونیکو جائز قرار دیتے ہیں۔ القول الجمیل ص ۹-۱۷، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) تبرک جس کا یہ حاصل ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض داخل سلسلہ ہونے کے لئے بیعت ہوجائے کہ ان بزرگ اوران کے سلسلہ سے محبت ہے اللہ تعالیٰ ان بزرگ کے ساتھ قیامت کو محشور فرمائے۔ نابالغ بچوں کو عامۃً اسی مقصد کے لئے بیعت کرادیا جاتا ہے۔

(۳) جہاد جس کا حاصل یہ ہے کہ اعلاء دین کیلئے خدائے پاک کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور قوتوں، جان، مال، عزت، طاقت وغیرہ کو خدا کے راستے میں ان بزرگ کی تجویز کے مطابق خرچ کرنا۔

(۴) سلوک، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت ورضامندی حاصل کرنے کیلئے اس کی راہ میں حائل ہونے والے اخلاق رذیلہ واعمال سیۂ کو چھوڑ کر اخلاق فاضلہ واعمال صالحہ کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرنا اور جس قدر مجاہدہ وریاضت، تزکیۂ نفس، واصلاح نفس کے لئے شیخ تجویز کریں اس کو بطیب خاطر اختیار کرنا جس سے نفس کو فانی مالوفات کی بے محل رغبت باقی نہ رہے بلکہ خدائے پاک کی ذات وصفات سے گہرا اور دائمی تعلق واستحضار قائم ہوجائے۔ شیخ اپنے مشائخ کے واسطہ سے رسول اکرم ﷺ کا نائب ہوتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا بیعت کے بغیر کامل اصلاح نہیں ہوسکتی

سوال:- کسی بزرگ سے تعلق قائم کئے بغیر کیا براہ راست شریعت پر عمل کرکے کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟

---

[1] شیخ نائب پیغمبر ست (ارشاد الطالبین ص ١٦ ر)

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی ولی کامل سے رابطہ قائم کئے بغیر اول تو عامۃً پوری طرح احکام شریعت پر عمل ہوتا ہی نہیں[1] دوسرے اس میں اخلاص نہیں پیدا ہوتا اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پھر حضرت عمرؓ سے وہلم جراً رابطہ قائم کیا اور بیعت ہوئے اور یہ بیعت صرف امر خلافت میں اطاعت کے لئے نہیں تھی بلکہ تزکیۂ باطن کے استحکام کے لئے بھی ہوتی تھی[2] اور یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے اکابر علماء نے باوجود مہارت علمیہ کے بیعت کی ضرورت محسوس کی جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے خاندان کے علما کا حال معلوم ہے اخیر دور میں مولانا گنگوہیؒ مولانا نانوتویؒ مولانا تھانویؒ وغیرہم نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی ضرورت سمجھی اور اس بیعت کی بدولت بہت کچھ باطنی منافع حاصل کئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وصول بہ خدا بی توسل پیر کامل مکمل بس قلیل ست و بسیار نادر مولوی رومؒ میفر مانید۔

بیت: نفس را نکشد بغیر از ظل پیر دامن آن نفس کش محکم بگیر

(ارشاد الطالین ۱۴/تا۱۵) ویدل علیه حدیث ابن عمر رفعه لِكُلِّ شَيْئٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوىٰ قُلُوْبِ الْعَارِفِيْنَ (جمع الفوائد ص ۲۸۱/۲/ کتاب الزهد والفقر الخ، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، تالیفات رشیدیه ص ۱۹۶/تا۱۹۷، مطبوعه دارالاشاعت کراچی) **ترجمہ**:- خدا تک رسائی کامل مکمل پیر کے توسل کے بغیر بہت کم اور بہت ہی نادر ہے مولوی رومؒ فرماتے ہیں نفس کو پیر کے سایہ کے بغیر نہیں مارا جاسکتا ہے اس نفس مار (پیر) کے دامن کو مضبوط پکڑ لے ارشاد الطالین۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے ہر چیز کی کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے دل ہیں۔ (جمع الفوائد)

[2] اگر استفسار ازبیعت تصوفی است پس آن بیعت که از مستر شدین واقع میشود دست عقیدت خودها بدست ارشاد مرشدین منعقدسا ختن است الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۸/ج ۱/ ثبوت بیعت ازسنت کتب خانه رحیمیه دیوبند، القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۱۷، ۱۸، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند)

کیا شیخ صالح کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے؟

سوال:- کیا کسی شیخ صالح کے ہاتھ پر توبہ کر لینا شرعاً ضروری ہے؟ اگر شیخ صالح نظر نہیں آتا تو پھر کیا کیا جائے؟ کسی جعفری رضوی صدیقی وغیرہ کی بھی شرط ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ بغیر توبہ کے مرجاتے ہیں، ان کا کیا حشر ہوگا؟ تصوف کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر توبہ مرجانا جاہلیت کی موت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ قبول ہونے کے لئے تو یہ ضروری نہیں کہ کسی شیخ کے ہاتھ پر ہی توبہ کی جائے۔ ہر ایک کا معاملہ براہِ راست اپنے خدا سے ہے۔ لیکن شیخ صالح کی برکت اور توجہ سے توبہ پر اکثر استقامت نصیب ہوتی ہے ورنہ بسا اوقات آدمی اپنی توبہ توڑ دیتا ہے[1] بغیر توبہ کے دُنیا سے جانا بہت بڑی محرومی ہے۔ توبہ ہمیشہ ہی کرتے رہنا چاہیئے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف[2] میں بہت تاکید آئی ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ الخ[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

---

[1] ولایتیسر ذالک الابالمعاهدة علی ید شیخ کامل قدجاهد نفسه وخالف هواه الی قوله ومن ظن من نفسه انه یظفر بذلک بمجرد العلم ودرس الکتب فقد ضل ضلالاً بعیداً الخ اعلاء السنن ص ۴۴۳/ ج ۱۸/ کتاب الادب والتصوف، ادارة القرآن کراچی،

[2] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّی اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ. مشکوة شریف ص ۲۰۳/ باب الاستغفار والتوبة (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ (توبہ کرو) بیشک میں اللہ کی طرف دن میں سو مرتبہ متوجہ ہوتا ہوں (یعنی توبہ کرتا ہوں)

[3] سورۂ تحریم آیت ۸/. **ترجمہ**:- اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو الخ (بیان القرآن)

کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟

سوال:- پیر بنانا کیسا ہے؟ فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اگر کوئی شخص پیر نہ بنائے اور راہِ سنت پر احکامِ خداوندی کے مطابق زندگی گذارے تو کیا وہ جنت میں نہیں جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی صحبت اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے سے راہِ سنت پر چلنا اور احکام خداوندی کے مطابق زندگی گذارنا آسان ہوجاتا ہے۔ اگر کسی کو اللہ پاک نے یہ دولت عطا فرمادی اور اس نے کسی کو پیر نہیں بنایا تو وہ جنت کا مستحق کیوں نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا

سوال:- بزرگوں کے یہاں یہ دستور ہے کہ مرید ہونے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرتے ہیں اس کی کیا اصل ہے اس کے بغیر بیعت نامکمل رہتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگان دین رحمہم اللہ

---

[1] وبالجملة فالتصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن اما عمارة الظاهر فبالاعمال الصالحة واما عمارة الباطن فيذكر الله وترک الركون الى ماسواه الى ماقال وكان يتيسر ذالک للسلف بمجرد الصحبة الخ اعلاء السنن ص ۴۳۸/ ج ۱۸/ كتاب الادب والتصوف والاحسان، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، القول الجميل ص ۱۲/ مطبوعه كلكته،
لیکن عامۃً کسی متبع سنت شیخ کامل کی صحبت کے بغیر اس کا حصول مشکل ہوتا ہے اسلئے بیعت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

کا عام معمول یہی رہا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ بیعت کرنا درحقیقت اس مقصد کا عہد کرنا ہے جس کیلئے بیعت کی جاتی ہے اور عہد کرتے وقت عام طور پر ہاتھ میں ہاتھ لیا جاتا ہے[1] لیکن نفس بیعت بغیر ہاتھ لئے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

تنبیہ: عورتوں کو حضور اکرم ﷺ بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے ہی بیعت فرمایا کرتے تھے[2] نامحرم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وفات پیر کے بعد دوسرے پیر کی طرف رجوع

سوال: -سلوک کے منازل طے کرنے کے بعد یعنی تعلیمات وغیرہ مکمل ہونے کے بعد، خلافت کے بھی عطاء ہونے کے بعد اپنے پیر کے وصال فرمانے کے بعد کسی دوسرے بزرگ کی طرف رجوع ہونا ضروری ہے۔ کیا ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے؟

---

[1] معنی بیعت از روئے لغت معاہدت ومعاقدت است وباصطلاح متکلمین دست بعہد دادن ست وباصطلاح متصوفین دست عقیدت رابدست ارشاد مرشدین منعقد ساختن وازان جانب بجناب پیغمبر ﷺ میگردد وودرین صورت ماخذ آن فعل نبی ﷺ است (فتاویٰ عزیزی ص ۲۸/ج ۱/ ثبوت بیعت از سنت، مکتبہ رحیمیہ دیوبند، القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۲۲، ۲۱، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

[2] عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ فِي بَيْعَةِ النِّسَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الآية. وَاللّٰهُ مَامَسَّتْ يَدُهٗ يَدَامْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ متفق عليه (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۴/باب الصلح، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[3] (ماحل نظره حل لمسه الامن اجنبية) فلايحل مس وجهها وكفها وان امن الشهوة لانه اغلظ (الدرالمختارعلى الشامى نعمانيه ص ۳۸۵/ج ۲/ کراچی ص ۳٦۷/ج ٦/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظروالمس، مجمع الانهر ص ۲۰۳/۲۰۲، كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اصل مقصود تزکیۂ باطن ہے جس کی بدولت احسان وحضور کی کیفیت نصیب ہوجائے خواہ اجازت وخلافت عطا ہو یا نہ ہو اس کے لئے پوری جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اگر ایک شیخ کی نگرانی میں احسان وحضور کی کیفیت مستحکم نہ ہو اور اجازت وخلافت مل جائے تب بھی کام میں لگے رہنا چاہیئے اور شیخ کا انتقال ہوجائے تو پھر دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اگر اسی سلسلے کے دوسرے شیخ ہوں تو بہتر ہے[۱] اگر کوئی شخص اپنے شیخ کی عطا کردہ تعلیمات نیز اجازت وخلافت پر قناعت کرکے بیٹھ جائے اور آگے کو ترقی کرنا منظور نہ ہو تب بھی وہ گنہ گار نہیں۔ صوفیاء کا مقولہ مشہور ہے۔ شعر

اے برادر بے نہایت درگہیست ہر چہ بروے می رسی بروے مایست[۲]

اکابرین میں بھی دونوں قسم کے ذوق کے حضرات گذرے ہیں اور موجود بھی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت ہونا

سوال:- اگر کوئی شخص ایک بزرگ سے بیعت ہوگیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد اپنی کم

---

[۱] فان کان بظهور خلل فیمن بایعه فلابأس وکذالک بعدموته او غیبته المنقطعة واما بلاعذر فانه یشبه المتلاعب ویذهب بالبرکة الخ القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۱۸ / مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۲] **ترجمہ:-** بھائی یہ درگاہ بے نہایت ہے (یعنی اس کی کوئی انتہا نہیں ہے) جس منزل پر پہنچو اس پر مت ٹھہر جاؤ، یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب کا جو درجہ حاصل ہوجائے اس پر قناعت کرکے مت ٹھہر جاؤ بلکہ اس کے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہو۔

فہمی یا کسی دوست کے کہنے سے دوسرے بزرگ سے بیعت ہوگیا۔ بعد بیعت ہونے کے اسکو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ سے بیعت ہونے کے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت نہیں ہونا چاہئے۔ اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ جب کہ وہ دوسرے بزرگ سے بیعت ہوگیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص استخارہ کرے کہ یا اللہ مجھ سے غلطی ہوگئی اب جس سے نفع پہنچنا میرے لئے مقدر ہے، میرے دل میں اسکو ڈالدے اور اس سے نفع پہنچا اور دوسرے کی طرف سے میرے دل کو اس مقصد سے خالی فرما، پھر دل کا رجحان جسکی طرف ہو اسکی خدمت میں جاتا رہے اور ہدایات پر عمل کرتا رہے، دوسرے سے بھی بدظن نہ ہو نہ بدگوئی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

پیر بدلنا

سوال:- زید ایک پیر سے مرید ہوا چند سال کے بعد دوسرے پھر تیسرے پیر سے مرید ہوا جب کہ پہلا پیر حیات میں ہے، پھر دوسرے پھر تیسرے پیر کو چھوڑ کر (بغیر اس کی اجازت اور بغیر اطلاع کے) تیسرے چوتھے پیر سے مرید ہوا، اس طرح سے زید نے چار پیروں کو بدلا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاوجہ ایسا کرنیوالا ہر ایک کے فیض سے محروم رہتا ہے، یک در گیر محکم گیر[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

---

[1] اما (البیعة) من الشخصین فان کان بظهور ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متعدد مشائخ سے بیعت

سوال:- ایک شخص متبع سنت شیخ سے مرید ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے متبع سنت شیخ سے مرید ہوتا ہے شیخ ثانی نے قبل بیعت اس سے دریافت کیا کہ کہیں مرید تو نہیں؟ تب اس شخص نے جھوٹ بولا اور کہا کہ نہیں۔

(الف) اس جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس شخص مذکور کی بیعتِ اول تو نہیں ٹوٹی؟

(ب) اور شیخ ثانی سے بیعت صحیح ہوگئی یا نہیں؟

(ج) بعد تسلیم بیعت ثانی جھوٹ بولنے کے گناہ کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ بیعت ہوتے وقت سب گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے اور عہد کیا جاتا ہے۔ کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی کہ اگر گناہ ہوگیا تو توبہ کروں گا۔ گناہ کرنا خلاف عہد ہے مگر توبہ کرنے سے بیعت باقی رہ جاتی ہے فسخ نہیں ہوجاتی۔ پس اگر شخصِ مذکور نے توبہ کرلی تو بیعت سابق باقی ہے۔

(ب) بیعت کی ایک قسم بیعت توبہ ہے۔ وہ شیخ ثانی بلکہ ثالث ورابع وغیرہ سے بھی درست ہے[1] کیوں کہ اس کا حاصل تجدید توبہ ہے جس کا بار بار کرتے رہنا نصوص سے ثابت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....خلل فيمن بايعه فلا بأس وكذالك بعد موته او غيبته المنقطعة واما بلاعذر فانه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة الخ القول الجميل. ترجمه شفاء العليل، ص ١٨ /(مطبوعة رحيميه ديوبند) حكم تكرار بيعت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ہر قسم کی بیعت کی تجدید درست ہے اگر بیعت توبہ ہے تو جب معصیت ہوگی دوبارہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ خواہ اس پہلے بزرگ کے ہاتھ پر ہو یا خواہ دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر (تذكرة الرشيد ص ١٦٦ / ١) شبهات فقيه ومسائل مختلف فيها، طبع مكتبه عاشقيه ميرٹھ.

ہے۔ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (الحدیث[1]) نماز اور خارج نماز میں بکثرت توبہ واستغفار منقول ہے۔ کسی شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرنے سے زیادہ خیال رہتا ہے بیعت مجاہدہ وریاضت میں ایک ہی شیخ سے عادتاً نفع ہوتا ہے[2]۔

(ج) اس کی تلافی توبہ واستغفار ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۹ھ

الجواب: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دو پیر سے بیعت ہونا

سوال: – دو پیر سے بیعت ہوئے اور دونوں پیر سے محبت اخلاقی پورا کرتے ہیں کیا ایک پیر چھوڑ دیں یا دونوں کے ساتھ مرید بن کر رہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ پہلا پیر شریعت کے مطابق متبع سنت اور صاحب نسبت ہے اور اسکی تربیت سے فائدہ بھی ہوتا ہے تو دوسرے پیر سے بیعت نہیں ہونا چاہئے اور اسکو برا بھی نہیں کہنا چاہئے اخلاق کا معاملہ سب کے ساتھ کرنا چاہیے پیر تو بس پہلا ہی پیر ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۱۴۰۱ھ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۰۴/ باب الاستغفار والتوبه الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] فان کان بظهور خلل فیمن بایعه فلابأس وکذالک بعدموته أو غیبته المنقطعة واما بلاعذر فانه یشبه المتلاعب ویذهب بالبرکة ویصرف قلوب الشیوخ عن تعهدهٖ والله اعلم الخ. القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل ص ۱۸/ کتب خانه رحیمیه دیوبند،

[3] اما (البیعة) من الشخصین فان کان بظهور خلل فیمن بایعه فلا بأس وکذالک بعد موته او غیبته المنقطعة واما بلاعذر فانه یشبه المتلاعب ویذهب بالبرکة الخ القول الجمیل. ترجمه شفاء العلیل ص ۱۸/ (مطبوعة رحیمیه دیوبند) حکم تکرار بیعت،

کیا محض عقیدت کی بناء پر کسی کو مرید کہا جا سکتا ہے

سوال:- حضرت سید محمد المعروف بہ پیر محمد شاہ المتخلص اقدس بن شاہ امین الدین بن شاہ علاؤ الدین قادری حسنی حسینی قدس سرہ ایک باکمال ولایت ذات بزرگ احمد آباد زین البلاد میں گذرے ہیں جن کا مزار بھی اسی جگہ واقع ہے آپ کو متفرق خانوادوں سے خرقہ خلافت حاصل تھا اور زیادہ تر قادریہ سلسلہ میں تحریر کرتے تھے آپ نے کسی کو اپنا جانشین یا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اس لئے آپ کی وفات ۱۱۶۳ھ کے بعد آپ کا سلسلہ پیری مریدی ختم ہو جانا چاہیئے۔ لیکن معرفت آگاہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب کی سوانح عمری (مذکورہ اقدس) جو مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی بہ ایمائے جناب شیخ احمد بن شیخ حافظ محمد عثمان کمکوری والے، صدر انتظامیہ کمیٹی درگاہ حضرت پیر محمد شاہ بقید تحریر لائے ہیں اس میں مولانا موصوف ص ۵۵ پر حضرت پیر محمد شاہ کے مریدین کے سلسلہ میں اسطرح رقمطراز ہیں۔ اب قدرتی امر ہے لوگوں کے دلوں میں ایک سوال پیدا ہوا کہ مریدین کس کو کہتے ہیں جبکہ قبر سے مرید نہیں ہوتے اور آپ کا خلیفہ کوئی ہے نہیں تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہر شخص جو حضرت کا عقیدت منداور ارادت مند ہو وہ مرید تھے چنانچہ مریدین حضرات آپکے اس شعر سے بھی سند لاتے ہیں۔

جائے در پیر خالی شدہ ☆ مثل اقدس ہست شاہ بے وزیر

اس شعر کے معنی کچھ بھی ہوں مگر ان کے عقیدت مندوں کا خیال یہ ہیکہ آخری مصرع سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا کوئی وزیر یعنی خلیفہ نہ ہوگا فقط عقیدت کافی ہے لیکن جس زمانہ میں یہ کمیٹی بنی ہے میرے خیال میں مریدوں کی اصطلاح کردی گئی ہے یعنی ہر وہ شخص جس کے آباء واجداد میں سے کوئی حضرت اقدس کا مرید ہوا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ ارادت آج تک چلی آئی ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا اقتباس نیز عقائد ارادت مندان پیر سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) مرید کس کو کہتے ہیں۔

(۲) کیا کسی مرید کی اولاد میں سے کوئی شخص جو حضرت اقدس کا مرید نہ ہوا ہو مرید کہلا سکتا ہے۔

(۳) کیا ارادت مندی کی بناء پر کسی کو کسی بزرگ کا مرید کہہ سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو کسی سے تعلق اصلاح وعقیدت رکھتا ہو اور اسکے ہاتھ پر بیعت ہو جائے یا اس سے اصلاح نفس اور تزکیۂ اخلاق میں تربیت کا تعلق رکھتا ہو۔

(۲) جس نے بیعت نہیں کی وہ اصطلاح میں مرید نہیں کہلاتا۔

(۳) جب تک تعلق بیعت واصلاح نہ ہو محض ارادت کی بناء پر اصطلاحاً اس کو مرید نہیں کہہ سکتے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مریدین میں کیا مولوی احمد رضا بھی ہیں

سوال:- حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے کتنے جید مرید تھے مولوی احمد رضا خاں بریلوی بھی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ کیا بحیثیت علم کے مثلاً حدیث، فقہ،

---

[1] والمشهور ان المريد من اراد كشف العلوم الباطنة والاسرار الالهية والقرب الربانى من مرشد يكون خلافته فى الارشاد معنعنة الى الجناب المقدس النبوى صلى الله عليه واله وسلم (جامع العلوم الملقب بدستور العلماء ص ۱۷۱ ج۳، باب الميم مع الراء المهملة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

تفسیر و درس کے حاجی صاحب کا پایہ علم میں مولانا حاجی حافظ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی مدرسہ دیوبند و حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے زیادہ تھا یا حاجی صاحب کا پایہ صرف فقر اور بزرگی اور پیری و مرشدی میں بڑا تھا اور علم شرعی میں پایہ اپنے مریدوں سے کم تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی احمد رضا خاں صاحب جہاں تک مجھے علم ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید نہیں تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے بڑے بڑے مریدین وخلفاء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ہیں بعض حضرات ان میں سے بیعت بھی حاجی صاحب سے ہوئے اور خلافت بھی ان کو حاصل ہوئی بعض صرف بیعت ہوئے اور پھر خلافت ان کو حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے حاصل ہوئی اور بعض بیعت ہوئے حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے پھر خلافت ان کو حاصل ہوئی حضرت حاجی صاحب سے۔[1]

پایہ اور مرتبہ بیان کرنا بڑوں کا کام ہے۔ امداد المشتاق۔ ضیاء القلوب، مرقومات امداد، شمائم امدادیہ وغیرہ کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ شاید آپ بھی کچھ سمجھ لیں اور پوری کیفیت بغیر نور قلبی معلوم نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء و مؤلفہ ڈاکٹر فیوض الرحمن، مطبوعہ کراچی.

بیعت کے بعد پھر ارتکاب معاصی

سوال:- میرا ایک دوست ہے وہ سنگاپور میں رہتا ہے، اس کے خاندان کے لوگ ہندوستان میں ہیں۔ زمانۂ دراز سے بری صحبت میں پڑ کر بگڑ گیا۔ شراب نوشی، زنا کاری، حتیٰ کہ جتنی بُرائیاں ہیں سب اس میں تھیں۔ دو سال قبل وہ ہندوستان گیا تھا وہاں پر ایک بزرگ سے بیعت ہوا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی مگر یہاں سنگاپور آنے پر اسی سوسائٹی سے ملنے جلنے پر پھر انہی پرانی عادتوں کا شکار ہو گیا۔ یعنی جتنی برائیاں تھیں پھر ان سب کا مرتکب ہو گیا۔ پھر اب اس کو ہوش آیا ہے اور توبہ کر کے نماز کا پابند ہے اور رمضان کے روزے بھی رکھ رہا ہے۔ اب وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جو بیعت ہوا تھا اس کا کیا حشر ہوگا۔ یعنی اس کی بیعت برقرار رہے گی یا ٹوٹ گئی؟ کیا پھر اس عالم بزرگ پیر سے سب کچھ کہہ کر بیعت ہو یا اس کی بیعت برقرار رہے گی؟ اس بارے میں جو حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خدائے پاک کے سامنے توبہ کرتا رہے[1] اور ان عالم بزرگ کو اگر وہ حیات ہوں ورنہ ان کے جانشین کو خط لکھ کر دریافت کر لے کہ جن چیزوں سے توبہ کی تھی پھر وہ چیزیں سرزد ہو گئیں۔ فی الحال خط کے ذریعہ سے بیعت دوبارہ قبول کر لیں۔ موقع ملنے پر حاضر ہو کر تجدید بیعت کر لوں گا۔ اللہ تعالیٰ پختہ توبہ نصیب فرمائے۔ آمین فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب لہ مشکوۃ شریف ص ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

بیعت کا حکم

سوال:- پیر کامل سے مرید ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عقائدِ حسنہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل ہر شخص پر واجب ہے خواہ اساتذہ سے خواہ کتابوں سے پڑھ کر یا بزرگان دین کی صحبت میں رہ کر ہو یا خواہ بذریعہ مطالعہ ہو، نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جو حضرات بحالتِ ایمان حاضر ہوئے تو برکت صحبت سے ان کو یہ چیز حاصل ہوگئی، ان کے باطن میں ایک نور پیدا ہوگیا جس کے ذریعہ سے وہ حضرات حق وباطل، صحیح وغلط میں بے تکلف فرق کر لیتے تھے، اتنا تقویٰ قلب میں پیدا ہوجاتا تھا کہ عمومی حالات میں بھی نفس وشیطان پر قابو رکھتے تھے۔ بعد میں آپ کے خلفاء اور دیگر صحابہ کے فیض صحبت سے دوسروں کو اس نوع کا نفع حاصل ہوتا رہا۔ پھر بعد زمانہ اور تغیر ماحول کی بناء پر اس مقصد کی تحصیل کے لئے مجاہدہ وریاضت کی ضرورت پیش آئی۔ جن حضرات نے اس نسبت کو حاصل کیا اب بھی ان کی صحبت سے بہت نفع پہنچتا ہے اور اب اس دور میں عمومی استعداد اتنی ضعیف ہوچکی ہے کہ بغیر پیر کامل سے رابطہ قائم کئے اور بغیر ان کی ہدایت پر عمل کئے اخلاق رذیلہ زائل نہیں ہوتے اور اخلاق فاضلہ حاصل نہیں ہوتے،[1] تاہم آج بھی کوئی سلیم الفطرۃ

---

[1] تزكية الاخلاق من اهم الامور عند القوم وهى المقامات عندهم وبها امتازوا عن غيرهم وبها عرفوا ومن امعن النظر فى الكتاب والسنة عرف موضع الاخلاق من الدين كموضع الآس من البناء ولايتيسر ذلك الا بالجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه وخالف هواه وتجلى عن الاخلاق الذميمة وتجلى بالاخلاق الحميدة، اعلاء السنن ص ۴۴۲، ۴۴۳، ج۱۸، كتاب الادب والتصوف، باب الترهيب عن مساوى الاخلاق، مطبوعه ادارة القرآن كراچى،

(جو لاکھوں میں سے ایک ہوگا) اپنے عقائد، اخلاق، اعمال کو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق خود ہی بنالے تو اس کو بیعت ہونے کی ضرورت نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

حکم بیعت (جاہل فقیروں کا مقولہ)

سوال:- بیعت ہونے کی کیا شرطیں ہیں اور کیسے آدمی سے بیعت ہونا چاہیئے اور بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ جو بغیر بیعت کے مرجائے گا اس کی شفاعت نہ ہوگی اور شریعت اور طریقت کا رشتہ الگ الگ، یہ بھی بعض جاہل فقیر ہی کہتے ہیں۔ کہ اللہ میں فقیر اور فقیر میں اللہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاہل فقیروں کا یہ مقولہ الحاد وزندقہ ہے۔ شریعت طریقت کا رشتہ الگ الگ ہونے کا مطلب کیا ہے[2] بیعت ہونے کے لئے پیر کی ضرورت ہے اس کی شرطیں امداد السالکین[3]، القول الجمیل[4]، التکشف[5] میں دیکھئے اس مختصر سی جگہ میں نہیں آسکتی۔ شفاعت ہر مسلم کی

---

[1] اعلم ان البیعة سنة ولیست بواجبة (احکام القرآن للشیخ مولانا ادریس صاحب کاندھلوی ص ۵۵/ج۵/. اعلم ان البیعة سنة ولیست بواجبة لان الناس بایعوا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وتقربوا بها الی اللّٰہ تعالیٰ الخ (شرح شفاء العلیل ص ۱۱/مطبوعه رحیمیه)

[2] الطریقة سلوک طریق الشریعة والشریعة اعمال شرعیه محدودة وهما والخفیفة ثلاثة متلازمة الخ شامی کراچی ص ۶۰/ج ۱/فی المقدمة.

[3] امدا دالسالکین ملاحظه هوشروط شیخ أنست ص ۱۰/فارسی.

[4] القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل شرائط مرشدص ۱۷، ۱۲، سنیت بیعت، حکمت بیعت، شرائط مرشد ومرید، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[5] (التکشف ص ۱۲/ج۳)

ہوگی[1] مقدم ومؤخر کا فرق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرید شاگرد میں فرق

سوال:- مرید اور شاگرد میں کیا فرق ہے، کیا شاگرد مرید کے زمرے میں ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاگرد عرفاً وہ کہلاتا ہے جو استاذ سے علم پڑھتا ہے۔ مرید وہ ہے جو پیر کے ہاتھ پر توبہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا عہد کرے اور احکام خداوندی پر عمل کا وعدہ کرے اور اپنے نفس کی اصلاح پیر کے بتائے ہوئے طریقہ پر کرتا ہو[2] ہر شاگرد مرید نہیں ہوتا۔ بعض میں دونوں باتیں ہوتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا

سوال:- جس پیر کے سامنے غیر محرم عورتیں بے پردہ آتی ہوں اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر

---

[1] ان اللّٰہ ینجی خلقہ من عذابہ بشفاعۃ الشافعین الفوج بعدالفوج والقبیل بعدالقبیل ثم یخلص من قصرت عنہ شفاعۃ الشافعین بفضل رحمتہ وھم الذین سلم لھم الایمان ولم یعملوا خیراقط علی ماسبق فی الحدیث (مرقاۃ ص ۳۱۲/ج ۱۰/باب الحوض والشفاعۃ، طبع امدادیہ ملتان)

[2] اگر استفسارازبیعت تصوفی است پس آں بیعت کہ ازمسترشدین واقع میشود دست عقیدت خود ھابدست ارشاد مرشدین منعقد ساختن است الخ، فتاویٰ عزیزی ص ۲۸/ ج ۱/ ثبوت بیعت از سنت، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۲۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

بیعت ہوتی ہوں ایسا پیر عندالشرع پیر کہلانے کا مستحق ہے یا شیطان ہے ایسے پیر کی عزت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی برکت سے حضور اکرم ﷺ کے سنت کے اتباع کی سعادت نصیب ہوجاوے۔ جو شخص خود خلاف سنت کام کرتا ہے، یہاں تک کہ بیعت بھی خلاف سنت کرتا ہو اس سے بیعت ہوکر تو سارے ہی کام خلاف سنت ہوں گے اور کبھی بھی اتباع سنت کی توفیق نہ ہوگی ایسے شخص کو پیر نہ بنایا جائے حضور اکرم ﷺ نے کبھی نامحرم عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہیں فرمایا[1] اور پردہ کی بہت سخت تاکید فرمائی ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کا مرید کرنا

سوال: -عورتوں کے اجتماع میں اس مسئلہ پر بڑی کش مکش چل رہی ہے۔ ایک فریق

---

[1] عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ فِي بَيْعَةِ النِّسَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰية يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتِ يُبَايِعْنَكَ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهُ مَامَسَّتْ يَدُهٗ يَدَامْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ متفق عليه(مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۴/ باب الصلح طبع یاسر ندیم دیوبند،بذل المجهود ص ۱۵۵/ ج ۱۷/مصری)

[2] ملاحظه هو مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹/حدیث ام سلمة عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ اِذَا اَقْبَلَ اِبْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعُمْيَا وَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ رواه احمد والترمذی وابوداؤد ص ۲۶۹/کتاب النکاح ،باب النظر الی المخطوبة،یاسر ندیم دیوبند،

کہتا ہے کہ پیری مُریدی مرد وعورت دونوں کے لئے جائز ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ صرف مردوں کے لئے درست ہے۔ تیسرا فریق کہتا ہے کہ پیری مریدی نہ عورتوں کے لئے درست ہے نہ مردوں کے لئے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصلاحِ نفس کی ضرورت مردوں کو بھی ہے اور عورتوں کو بھی ہے۔ اسی مقصد کے لئے مُرید ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر دوسروں کی اصلاح کرنا اور مرید کر کے ذکر وشغل کی تلقین کرنا یہ کام مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ معمولی باتوں کا مشورہ عورت بھی دے سکتی ہے مرید نہیں کر سکتی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۰ھ

عورت سے بیعت

سوال: -عورتوں کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہیں کی۔ خلفاء راشدین اور بعد کے اکابر اہل اللہ کے یہاں بھی یہ دستور نہیں ملتا۔ اس لئے عورت کو پیر بنا کر

---

[1] اخذ بیعت اہل تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ درآخر مکتوب شصت وششم بجانب بوبو اسلام خاتون در بیان عدم جواز خلافت مرزنان راہر چند بکمال مرداں رسد آں خواہر درہمت میاں مرداں حق تعالیٰ قدم زدہ است الخ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۹۳/ ادارۂ اسلامیات لاہور)

اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

[1] اخذ بیعت اہل تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ درآخر مکتوب شصت وششم بجانب بوبو اسلام خاتون در بیان عدم جواز خلافت مرزنان راہر چند بکمال مرداں رسد آں خواہر درہمت میاں مرداں حق تعالیٰ قدم زدہ است الخ (تالیفات رشیدیہ ص ۱۹۳/ادارۂ اسلامیات لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

سلاسلِ صوفیاء اور ان کے اصطلاحات

تصوف کے چار سلسلے

سوال:- تصوف کے چار سلسلے کون کون ہیں اور یہ سلسلے کن کن بزرگوں کی طرف منسوب ہیں یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ چار کے علاوہ کیا تصوف کا کوئی اور سلسلہ نہیں ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل ہمارے اطراف میں چار سلسلے یہ مشہور ہیں۔(۱) چشتی (۲) قادری (۳) نقشبندی (۴) سہروردی

اول (۱) خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی طرف منسوب ہے

دوسرا (۲) حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف

تیسرا (۳) حضرت بہاؤالدین نقشبندی کی طرف

چوتھا (۴) شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف

ان کے علاوہ اور بھی سلسلے ہیں جو دوسرے بزرگوں کی طرف منسوب ہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سلاسل صوفیہ کی انتہاء حضرت علیؓ پر کیوں ہے؟

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ بزرگوں کے چاروں سلسلے حسن بصریؒ کے واسطے علیؓ تک پہونچتے ہیں اس لئے ان سلاسل کی سند مشکوک معلوم ہوتی ہے اور اس میں روافض کی دسیسہ کاریوں کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ اولاً تو حسن بصریؒ کی حضرت علیؓ سے ملاقات میں اختلاف ہے اور اگر ملاقات ثابت بھی ہو تو کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ تصوف اور علم باطن میں کمال نہیں رکھتے تھے اگر رکھتے تھے اور یقیناً رکھتے تھے تو پھر یہ باطنی سلسلہ حضرت علیؓ ہی سے کیوں چلا دوسرے صحابہؓ سے کیوں نہ چلا۔ امید کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال کر خلجان کو دور فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نسبت احسانیہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ سے حاصل ہوئی تھی اس کو انھوں نے خلیفہ اول (صدیق اکبرؓ) سے پھر خلیفہ ثانی (عمر فاروقؓ) سے پھر خلیفہ ثالث (عثمان غنیؓ) سے راسخ اور مستحکم کیا تو یوں سمجھئے کہ ان کی نسبت رسول اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء ثلثہ کے فیضان

---

[1] طریقہ قادریہ مشہور ترین طریق است درعرب وہندوستان ونقشبندیہ درہندوستان وماوراء النہر شہرت تمام دارد درحرمین نیز شائع شدہ وچشتیہ درہندوستان بسیار مشہور است، وسہروردیہ درنواحی خراسان وکشمیر وسندھ وکبردیہ درنوراں وکشمیر وشطاریہ درہندوستان وشاذلیہ درمغرب ومصر وسوڈان ومدینۃ فی الجملۃ درمغرب وعیددوسیہ درحضرموت الخ (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم ص ۹/) قطب الارشاد ص ۵۴۴/ فصل ان العلماء من المتکلمین الخ، شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل ص ۴۰/ حکمت تکرار بیعت.

کا مجموعہ تھی جس طرح حضرت عثمان غنیؓ کی نسبت حضور اقدس ﷺ اور شیخین کے فیضان کا مجموعہ تھی، ان حضرات میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تنہا ایسے شخص تھے جن کی تربیت و تکمیل میں آنحضرت ﷺ کے سواء اور کسی انسان کا حصہ نہیں[1] لہٰذا جو سلاسل بھی حضرت علیؓ سے چلے وہ خلفائے ثلٰثہ کے فیضان سے خالی نہیں بایں ہمہ بعض سلاسل ایسے بھی ہیں کہ جن میں حضرت علیؓ کا واسطہ نہیں جیسا کہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ کے جمع کردہ شجرہ سے واضح ہے[2]۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے[3]۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے خلفاء اربعہؓ کو دونوں طرح کی امامت کاملہ (ظاہرہ و باطنہ) حاصل تھی اور اعلیٰ درجہ کی جانشینی کے منصب پر فائز تھے اور اس جامعیت میں دیگر صحابہ سے افضل تھے اس لئے ان حضرات کے سلاسل اور باطنی فیوض میں برکات بھی زائد ہیں جنکی بدولت طالب صادق بہت جلد منازل طے کر کے مقام معرفت تک پہنچ جاتا ہے اور دولت احسان سے مالا مال ہو جاتا ہے اور اسکا قدم شریعت و طریقت میں نہایت راسخ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اختلاف کے باوجود چاروں سلسلوں میں بیعت واجازت کی وجہ

سوال:- چاروں سلسلے کے طریقۂ اصلاح و تربیت میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں اگر

---

[1] ہر کہ را مبدء تعین اعلی واقرب باشد ولایت او اشرف خواہد بود صدیق را چوں مبدء تعین دائرہ ظلال اعلی بود آنحضرت در مرتبہ ولایت ہم اسبق و اشرف آمدہ (ارشاد الطالبین ص ۳۲)

[2] تذکرۃ الرشید ص ۱۰۸ / ج ۲ / نسبت مسلسلہ و شجرات، مطبوعہ نعمانیہ دیوبند،

[3] القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۱۱۹، فصل گیارھویں، کتبخانیہ رحیمیہ دیوبند،

اختلاف ہے تو بعض بزرگوں کے یہاں جو یہ دستور ہے کہ ایک ہی شخص کو چاروں سلسلے میں بیعت کرتے اور اجازت دیتے ہیں تو آخر اس کی کیا صورت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طریقۂ تربیت واصلاح میں کچھ اختلاف بھی ہے مگر مقصود سب کا ایک ہی ہے اس لئے یہ اختلاف کچھ مضر نہیں اور چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو طب یونانی، ہومیو پیتھک ایلو پیتھک، ویدک میں مہارت ہو جانے پر جملہ طرق معالجہ میں اس کو ڈگری دے دی جائے اور وہ مریضوں کے امراض، طبائع، مواسم کی رعایت کرتے ہوئے جو طریقۂ علاج جس کے حق میں مفید سمجھے اس کو اختیار کرے ان طرق معالجہ میں اختلاف کثیر کے باوجود مقصود سب کا ایک ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طرقِ نقشبندیہ کی تحقیق

سوال:- (۱) دونوں ہونٹ بند کر کے ناک کے ذریعہ سانس نکالتے ہوئے اللہ کا ذکر کرنا سانس اندر لیتے ہوئے اللہ، باہر نکالتے ہوئے ھو کہنا، ساتھ اس کے سر کو بھی کافی زور سے حرکت دینا، زور زور سے سانس نکالنا کیا طریقۂ نقشبندیہ میں ضروری اور لازمی ہے اور اس طریقہ کا نام نقشبندیہ اصطلاح میں کیا ہے؟ اور ناک کے ذریعہ ذکر کرنا، منہ بند کر کے ناک کے ذریعہ ذکر کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟

---

[1] مرجع الطرق كلها الى تحصيل هئيات نفسانية تسمى عندهم بالنسبة (الى قوله) وهذا المعنى هو المتوارث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من طريق مشائخنا لاشك فى ذلك وان اختلف الالوان واختلفت طرق تحصيلها (شرح شفاء العليل ص ۱۳/تا ۱٦، كتب خانه رحيميه ديوبند)

(۲) اوراسی کیفیت پر مسجد میں یا کسی دوسرے مکان میں بہیئت اجتماعی بجلی بند کر کے اورآنکھیں بھی بند کر کے ذکر کرنا از روئے شریعت بدعت ہے یا نہیں؟

(۳) اسی ہیئت اجتماعی اوراسی کیفیت یعنی ناک کے ذریعہ زور زور سے ذکر کرنے پر اصرار کرنا بدعت ہے یا مستحب؟

(۴) ذکر کے بعد اسی ہیئت اجتماعی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ذکر کرنے الا آدمی المراقب پکار تا ہے، مقام احدیت کچھ وقفہ کے بعد پکارتا ہے، مقام معیت اور کچھ وقفہ کے بعد مقام اقربیت پکارتا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان مقامات تک پہنچو۔ دعویٰ یہ ہے کہ سینئر ساتھی ان مقامات تک پہنچتے ہیں۔

(۵) اس کے بعد سیر کعبہ ہوتا ہے ذاکر پکارتا ہے طواف کرواوراس کے بعد ذاکر کہتا ہے کہ روضۂ اقدس کے پاس چلواور دعویٰ ہے کہ طواف بھی مراقبہ میں ہوجاتا ہے اور روضۂ اقدسؐ کے پاس حاضر ہوکر درود شریف بھی پڑھتے ہیں۔ یہ معمول روزانہ بعد نماز مغرب بہ ہیئت اجتماعی لزوماً کیا جاتا ہے۔ بعد نماز تہجد اکابر موجود ہوں تو بہ ہیئت اجتماعی یہ معمول مذکور ہوتا ہے۔ اکابر اگر موجود نہ ہوتو انفرادی طور پر کیا جاتا ہے۔

(٦) اوران ذاکرین کا دعویٰ ہے کہ مردوں کے احوال مشاہدہ کر سکتے ہیں اور مردوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔ ان کیفیات کے ساتھ ذکر کرنا از روئے شریعت بدعت ہے یا مستحب یا فرض یا واجب؟ اوراس طریق کے لئے دعوت دینے والا مستحق اجر ہوگا یا نہیں؟

(۷) کیفیت مذکورہ سے ہیئت اجتماعی کے ساتھ منہ بند کر کے ناک کے ذریعہ زور زور سے اللہ کا ذکر کرنا ان ذاکریں کے نزدیک بھی پاس انفاس ہے۔ کیا واقعی پاس انفاس اسی کا نام ہے یا پاس انفاس منہ کے ذریعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

(۸) کیفیت مذکورہ کے علاوہ مطلق ذکراذکار بہ ہیئت اجتماعی بعداز نماز یا کسی بھی وقت مسجد میں یا مسجد کے علاوہ کسی مقام پر کرنا بدعت ہے یا مستحب؟

(۹) ذاکرین میں سے ایک فرد کا کہنا ہے کہ ہمارا مرشد چھ مہینے کے بعد پیغمبرؐ خدا کے دست مبارک پر بیعت کراسکتا ہے۔ یہ ازروئے شریعت کہاں تک درست ہے؟

(نوٹ) ان ذاکرین میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ترقی کرنے کے بعد یہاں ان مساجد میں نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ نماز حرم شریف میں پڑھیں گے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح علم حدیث مستقل فن ہے[1] اس کی اصطلاحات ہیں اس کا طریق روایت ہے۔ حدیث کو قبول ورد کرنے کے لئے اصول ہیں، جرح وتعدیل کے ائمہ ہیں، اسی طرح تزکیۂ باطن مستقل فن ہے۔ اس کے اصول ہیں، طریق کار ہے، اس کے ائمہ ہیں، سہروردیہ طالبین سے کچھ ریاضتیں کرائی جاتی ہیں کہ ان کو اپنے دھیان پر قابو ہوجائے اور یکسوئی میسر آسکے۔ یہ درحقیقت معالجات ہیں۔ ہر معالجہ کا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ومنقول ہونا ضروری نہیں بلکہ معالجہ کا مدار زیادہ تجربات پر ہے جیسا کہ طبیب اور ڈاکٹر علاج کرتے ہیں۔ دوا اور انجکشن وآپریشن وغیرہ کا منقول ہونا لازم نہیں البتہ تزکیۂ باطن کے معالجات کیلئے یہ ضروری ہے کہ کوئی چیز قرآن کریم حدیث شریف کے خلاف نہ ہو[2] جو چیزیں بطور عبادت مستقلہ کی جاتی ہیں ان کا منقول ہونا ضروری ہے، ان کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں

---

[1] حضرات نقشبندیہ کے اذکار واشغال کی مکمل تفصیل ملاحظہ ہو، ضیاء القلوب بابِ سوم، کلیات امدادیہ ص ۴۵/ مطبوعہ کراچی.

[2] ما احدث مما یخالف الکتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة، وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذالک فلیس بمذموم، مرقاة ص ۱۷۹/ ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة فصل اول، مطبوعه بمبئی.

کیا جاسکتا ہے۔[1] یہ فرق ہے معالجات وعبادات میں ایک کودوسرے پر قیاس کرکے دلیل نقلی کا مطالبہ بے محل ہے، اللہ کا ذکر منہ سے ہو یا ناک سے ہوسب درست ہے، بلکہ ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری بھی کیا جاتا ہے۔ آخر قرآن کریم میں یہ تو صاف صاف مذکور ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (الآیہ)[2] ہر شئی تسبیح پڑھتی ہے ناک اور منہ بھی تسبیح پڑھنے لگیں تو اس میں کیا اشکال ہے بلکہ ہر ہر عضو کی تسبیح بھی مسموع ہوسکتی ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

بذکرش ہر چہ بینی درخروش است ولے داند دریں معنی کہ گوش است
نہ بلبل برگلش تسبیح خواں نیست کہ ہر خارے بہ تسبیح اش زبانیست[3]

اگر دوسرے لوگوں کو اس طرز سے بعد ووحشت ہو تو مناسب یہ ہے کہ یہ عمل مسجد میں نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مکان میں جہاں سب اسی قسم کے لوگ ہوں وہاں کیا جائے، دھیان ایک طرف لگائے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدمی طواف میں لگالے اور قرب ومعیت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا[4] اور نَحْنُ اَقْرَبُ[5] وغیرہ ان آیات کے معانی کا

---

[1] من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر اوخفی ملفوظ اومستنبط فھو مردود علیہ مرقاۃ ص۱۷۷/ج ۱/باب الاعتصام، فصل اول، مطبوعہ بمبئی.

[2] سورۂ اسراء آیت ۴۴/.

ترجمہ:- اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو (بیان القرآن)

[3] اس کے ذکر میں جس چیز کو دیکھو رطب اللسان ہے، لیکن اس معنی کو وہ جانتا ہے جس کو کان ہے (یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کشف کے کان عطا کئے ہیں) پھول پر بلبل ہی تسبیح خواں نہیں ہے، بلکہ ہر خار اس کی تسبیح کے لئے زبان ہے (یعنی سراپا زبان بنا ہوا ہے کہ اس کی تسبیح میں مشغول ہے)

[4] سورۂ توبہ آیت ۴۰/.

[5] سورۂ ق آیت ۱۶/.

کچھ مراقبہ کیا جائے۔اس طرح یکسوئی حاصل ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مادیات سے ہٹ کر آدمی معنویات اور روحانیت کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ جس سے اس کو نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ نقشبندیہ کے یہاں لطائف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور وہ حضرات اس لائن میں کامیاب ہوتے ہیں جب کہ لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ نفس اور پھر لطیفہ ذات بحت یہ سب لطائف جاری ہوجاتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اور ان لطائف کے علوم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ خواجہ محمد معصومؒ کے کلام میں بہت کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔ بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ چیدہ چیدہ امور کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔ ذکر کا حکم قرآن کریم میں ہے۔ یَـا اَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا اذْکُـرُ واللّٰـہَ ذِکْراً کَثِیْراً (الاٰیۃ)[1] وَسَبِّـحُـوْہُ بُـکْرَۃً وَّاَصِیْلاً (الاٰیۃ) نیز حدیث پاک میں ہے۔ لَایَـزَالُ لِسَـانُکَ رَطْباً مِّنْ ذِکْـرِ اللّٰہِ[2] اور حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ جب اپنے جی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جب وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، میری مجلس اس کی مجلس سے بہتر ہے۔[3] نیز حدیث پاک میں ہے قیامت قائم نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک اللہ کا ذکر کرنے والے موجود رہیں گے۔[4] اس لئے ذکر جماعت

---

[1] سورۂ احزاب آیت ۴۱، ۴۲/.

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو (بیان القرآن)

[2] مشکوۃ شریف ۱۹۸/باب ذکر اللّٰہ عزوجل ،طبع یاسر ندیم دیوبند.

[3] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اللّٰہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذاذکرنی فان ذکرنی فی نفسہٖ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاءٍ ذکرتہ فی ملاء خیر منہ (مشکوۃ ص ۱۹۶/ذکر اللّٰہ عزوجل ،طبع یاسر ندیم دیوبند)

[4] لاتقوم الساعۃ حتیٰ لایقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ (مشکوۃ ص ۴۸۰/باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الارض طبع یاسر ندیم دیوبند)

کے ساتھ ہو یا تنہا ہو مامور ومنقول ہے۔ البتہ اتنا لحاظ چاہیے کہ دوسرے کے لئے باعث اذیت نہ ہو مثلاً اس کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے یا سونے والوں کی نیند میں خلل آئے[1] اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعضے بندوں کو کشف قبور بھی عطا فرماتے ہیں کہ وہ ان کے احوال سے واقف ہو جاتے ہیں اور ان سے بات چیت بھی کرتے ہیں، ناواقف لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی، مگر یہ یاد رہے کہ کشف میں اگر کوئی شخص طواف کرلے بلکہ سارا حج کرلے تو اس سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو کچھ بھی کشف میں دیکھے وہ حجت شرعی نہیں۔ اگر حجت شرعی کے خلاف ہے تو اس کشف کو قبول نہیں کیا جائے گا، رد کردیا جائے گا۔ کوئی شخص اگر کشف کو تسلیم نہ کرے تو اس پر سخت حکم نہیں لگایا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کو قبول نہ کرنے سے سخت حکم لگایا جاتا ہے اور کشف کو ہر کس وناکس کے سامنے بیان بھی نہیں کرنا چاہیے ''پاس انفاس'' بھی قرآن وحدیث سے ثابت کرنا دشوار ہے سانس کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح ناک سے کرتے ہیں اسی طرح منہ سے بھی کرتے ہیں زبان کو تالو سے لگا کر جب سانس اندر جائے تو اللّٰہ کہا جائے اور جب باہر آئے تو ھو کہا جائے۔ زبان کو حرکت نہ ہو یہی پاس انفاس ہے۔ نقشبندیہ ناک سے کرتے ہیں چشتیہ منہ سے کرتے ہیں۔ درحقیقت کرتے تو سب سانس سے ہی ہیں مگر بعض حضرات ناک سے سانس لے کر کرتے ہیں بعض منہ سے اور یہ بھی بطور معالجہ یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہے مراقبہ اور یکسوئی کی مشق سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس مراقبہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے اور اسی حالت میں بیعت سے بھی مشرف ہو جائے مگر اس بیعت کا وہ حال وحکم نہیں جو حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بیعت کا حکم ہے اور ایسا شخص صحابی کہلانے کا مستحق نہیں ہے نہ ان کے درجہ کو پہونچ

---

[1] اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر اللّٰہ تعالیٰ الی ماقال الاان یشوش جھر ھم بالذکر علی نائم او مصلی الخ، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص:۱۸۵/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

سکتا ہے۔ جو شخص اپنے مراقبہ میں فرض نماز حرم شریف میں پڑھے اور یہاں رہنے کے باوجود اپنے جسم سے ادا نہ کرے تو اس کا فرض ادا نہیں ہوا وہ تارک فرض ہے یہاں پڑھنا ضروری ہے۔ مراقبہ کی نماز تو قلب وروح کی لذت کے لئے ہے ادائے فرض کے لئے نہیں۔ اگر یہاں نماز ادا نہیں کی جائے گی بلکہ مراقبہ کی نماز پر کفایت کی جائیگی کہ ہم تو حرم شریف میں نماز پڑھ چکے تو اس سے بددینی پھیلے گی اور زندقہ کہلائے گا جس کی وجہ سے فرائض کا اہتمام ختم ہو کر ترک اور انکار کا موقع ملے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ

مضمون جواب مکمل وصحیح ہے صرف تقریب فہم کے لئے سوال کے نمبروں کے اعتبار سے نمبروار کچھ توضیح کردی جاتی ہے۔ یہ توضیحات مندرجہ ذیل سطور پر ملاحظ فرمائیں۔ فقط

بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۱۴۰۰ھ

توضیح موعود حسب ترتیب نمبر سوال

(۱) ان اشغال ومراقبات کی بابت فی نفسہٖ کلام نہیں البتہ ان سب کو ضروری ولازمی یا واجب بالاصل نہیں کہہ سکتے۔ یہ چیزیں معالجات وتربیت کے باب سے متعلق ہیں۔ بعض مریض کے اعتبار سے واجب لغیرہ بعض مریض کے اعتبار سے ناجائز بھی ہوسکتی ہیں اور مباح شرعی کو جب واجب شرعی واصل قرار دیا جانے لگے یا اس کے ساتھ واجب شرعی اور اصل جیسا معاملہ کیا جانے لگے تو اس مباح کا ترک یا اس کی اصلاح کرنا واجب ہو جاتا ہے،[2] بس

---

[1] ان العبدمادام عاقلاً بالغاً لایصل الیٰ مقامٍ یسقط عنه الامر والنهی ،شرح فقه اکبر ص ۱۴۹ / مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] فکم من ممباح یصیر بالالتزام من غیرلزوم والتخصیص من غیرمخصص مکروها،سباحة الفکر ص ۷۲/مطبوعه یوسفی لکهنؤ،سعایه علی شرح الوقایة ص ۳۶۳/ ج ۲/باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراء ة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

وہاں کے جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی حکم ہوگا۔

(۲) اس نمبر کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر (۱) میں مذکور ہے۔

(۳) کسی خاص طالب ومریض کے بارے میں اگر کوئی شیخ محقق ومتبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ عالم ربانی بھی ہو اور وہ اس علاج میں اس مریض کی صحت منحصر سمجھ کر ضروری قرار دیتا ہے تو تاحصول صحت وعدم مضرت درمیان معالجہ یہ اصرار کرنا بھی درست ہوسکتا ہے اور درصورت دیگر ناجائز وممنوع بھی ہوسکتا ہے۔

(۴،۵) اس کا بھی وہی حکم ہے جو (۱و۳) میں مذکور ہے۔ باقی ان اشغال میں فساد زمانہ کی وجہ سے منافع کے اعتبار سے خطرات ونقصانات زیادہ ہیں۔ اس لئے ان سب کا عام حکم دینا خلافِ تحقیق ہوگا بخلاف اس کے طریق سنت چونکہ زیادہ محفوظ ومضبوط ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انسب واحوط ہوگا۔ **کما اشار الیہ قولہ علیہ السلام تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ**[1] نیز طریق سنت حسب ارشاد رسالت **ماانا علیہ واصحابی** کا ہے،[2] لہٰذا اس کو مضبوط پکڑنا مقدم ہے۔

(٦) عارفین کاملین کے نزدیک ان احوال ومشاہدات میں استغراق کبھی کشود کار میں حاجب بنتا ہے اور کبھی وصول الی المطلوب میں حائل ومانع بنتا ہے۔ لہٰذا مصلح کی نظر اس پر بھی رہنا ضروری ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا مفید نہ ہوگا بلکہ **طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق** بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

(۷) یہ مقصود نہیں بلکہ صرف ذریعۂ مقصود ہے، اسلئے اس میں بھی غلو مثل اور مراقبات میں غلو کے مضر فی المقصود ہوگا، باقی اس کی کیا صورت ہوتی ہے اصل جواب میں مذکور ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۳۱/باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] لیاتین علی امتی کما اتی (الی قولہ)من ھی یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ماانا علیہ واصحابی (مشکوۃشریف ص ۳۰/باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،طبع یاسر ندیم دیوبند)

(۸) ہیئت اجتماعی سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ سب اپنا اپنا ذکر اپنے اپنے طور پر کر رہے ہیں مگر مکان واحد ہونے کی وجہ سے ہیئت اجتماعی معلوم ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس سے حلقہ بنا کر مروجہ اجتماعی طریقہ مراد ہے تو اس کا حکم (۱) میں گذر چکا ہے۔

(۹) یہ بیعت اس عالم کی بیعت نہیں ہوگی اور نہ اس کی اجازت اس عالم کی اجازت ہوگی اور نہ اس پر وہ ثمرات مرتب ہوں گے جو اس عالم کی بیعت پر مرتب ہوتے ہیں۔

(۱۰) مساجد میں سے کسی مسجد میں جماعت کے وقت موجود رہے گا اور پھر اس مسجد میں نماز نہ پڑھے گا اور مذکورہ دعویٰ کرے گا تو یہ قول عندالشرع زندقہ کا مورث شمار ہوگا اور اگر باز نہ آئے گا تو درجۂ ضال ومضل میں داخل شمار ہوگا[۱]

(نوٹ) مشائخ متقدمین کے سخت سخت مجاہدات کے متحمل نہ تو اس زمانہ کے قویٰ رہے اور نہ اس کا اب سہارا رہا، پھر ان کی تکمیل کے بعد عجب وکبر میں ابتلاء کا شائبہ بھی کئی طبائع کی وجہ سے مظنون ہو جاتا ہے اور نسبت احسان جو طریق باطن کی اساس ہے اور جس کی تحصیل کی سعی کا قیامت تک کے لئے حدیث احسان[۲] کے تحت جو مکلّف ومخاطب ہے انھیں وجوہ کی وجہ سے مشائخ متأخرین کے محققین نے طریقۂ علاج میں احیاء العلوم[۳] وغیرہ میں لکھے ہوئے سخت سخت مجاہدوں کو ختم کر کے عبدیت کاملہ جو اصل مقصود میں معاون ہے کے تحت انکسار قلوب کے مشاغل ومجاہدات کے ذریعہ سلوک باطن کے طرق متعین فرمائے اور تکمیل سلوک میں مشغول

---

[۱] کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة (مکتوبات امام ربانی ص۱۱۸/ج۱/ دفتر اول مکتوب نمبر ۴۳/

[۲] ملاحظہ ہو: حدیث احسان مشکوة شریف ص ۱۱/ کتاب الایمان ،فصل اول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۳] ملاحظه هو احیاء العلوم ص۳۹۵/ج۴/ کتاب المراقبة والمحاسبة المرابطة الخامسة المجاهدة، مطبوعه مصری،

ہو گئے اس میں نہ عجب و کبر کا شائبہ ہوتا ہے نہ خلاف مقام عبدیت (خرافات وغیرہ) کی جانب رجحان ہوتا ہے اور افادیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اس تجدیدی کارنامہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت دخل ہے پھر ان کے اصحاب میں سے حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس تجدیدی کارنامہ کو پروان چڑھایا اور تکمیل فرمادی۔ مکاتیب رشیدیہ وتصانیف حضرت تھانویؒ اس پر شاہد ہیں۔ رسالہ مبادی التصوف کا مطالعہ بہت زیادہ حصولِ بصیرت کا ذریعہ بنے گا. فلیراجع الیھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۱۴۰۰ھ

اس تحریر میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے روشنی ڈال کر بہت وضاحت فرمادی۔

العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۱۴۰۰ھ

شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا ہیں؟

سوال:- شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا چیز ہے؟ اور ان چاروں کا مطلب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اونچی باتیں ہیں۔ اربابِ شریعت اور حقیقت ہی سمجھتے ہیں۔ البتہ شریعت وطریقت کا فرق ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ جو احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں وہ شریعت ہیں اور تربیت باطن کا نام طریقت ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ معاون ومددگار

ہیں۔ان میں سے ایک کی تکمیل دوسرے سے ہوتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۲ھ

شریعت وطریقت میں فرق

سوال:- یہ کہنا کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس کا یہ مطلب ہے کہ شریعت اور طریقت کے احکام الگ الگ ہیں۔ جیسے دو حکومتوں کے قانون الگ الگ ہوتے ہیں کہ ایک حکومت میں مثلاً بندوق رکھنا درست ہے دوسری حکومت میں جرم ہے اسی طرح کچھ چیزیں شریعت میں حرام ہیں۔ جیسے شراب پینا، ننگے پھرنا، نماز، روزہ فرائض کو چھوڑنا۔قبروں کو سجدہ کرنا۔اکابر کو گالیاں دینا۔پیروں سے مرادیں مانگنا۔سازگانا سننا اور قوالی میں سر دھننا وغیرہ وغیرہ اور طریقت میں یہ سب درست ہے اور جائز ہیں تو یہ اعتقاد سراسر باطل اور گمراہی اور انتہائی بددینی ہے اگر یہ مطلب ہے کہ شریعت میں احکام ظاہرہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بیع، شراء، نکاح، طلاق وغیرہ کے احکام بیان کئے

---

[1] وهی (الحقیقة) والطریقة والشریعة متلازمة لان الطریق الی اللّٰه تعالیٰ لها ظاهر وباطن فظاهرها الشریعة والطریقة وباطنها الحقیقة فبطون الحقیقة فی الشریعة والطریقة کبطون الزبدفی لبنه لایظفرمن اللبن بزبده بدون مخضه والمرادمن الثلاثة اقامة العبودیة علی الوجه المرادمن العبد اه من الفتوحات الالهیة للقاضی زکریا (الشامی نعمانیه ص ۲۹۵/ج۳/ مطلب فی حال الشیخ، کتاب الجهاد الخ.

فتاویٰ رشیدیه ص ۷۱/ج ۱/تا۷۷/ معرفت وحقیقت ملاحظه هو ص ۱۶۵/فتاوی عزیزی ص ۱۵۲/ج ۱/ دربیان شریعت طریقت طبع رحیمیه دیوبند الخ .

جاتے ہیں اور طریقت میں احکام باطنہ، صبر، شکر، رضا، تسلیم، تفویض، توکل، اخلاص وغیرہ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں، یعنی شریعت ظاہر کی اصلاح کرتی ہے اور طریقت باطن کی اصلاح کرتی ہے تو یہ صحیح ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حقیقت اور شریعت الگ الگ ہیں؟

سوال:- (۱) عوام میں بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی پیر کا مرید نہ ہوگا اور مرجائے تو اس کی بخشش نہ ہوگی اور یہ بھی کہتے کہ شریعت کا راستہ اور حقیقت کا راستہ الگ الگ ہے اور جو فقیر جانے اس کو شریعت والے کیا جانیں۔ فقیر کے رمز کو بھلا مولوی کیا جانے سمجھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جہالت در جہالت ہے۔ ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ان کی صحبت سم قاتل ہے۔ مرید ہونے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ شریعت پر عمل کرنا آسان ہوجائے اور نفس وشیطان کے دھوکہ میں نہ آئے۔ جس حقیقت کا راستہ شریعت کے خلاف ہو وہ ہرگز اللہ ورسول کی مرضی کے موافق نہیں۔ وہ شیطان کا راستہ ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وهي (الحقيقة) والطريقة والشريعة متلازمة لان الطريق الى الله تعالىٰ لها ظاهر وباطن فظاهر ها الشريعة والطريقة وباطنها الحقيقة (الشامي نعمانيه ص ۲۹۵ / ج ۳ / كتاب الجهاد مطلب في حال الشيخ الاكبر محي الدين الخ) فتاوى عزيزى ص ۱۵۲ / ج ۱ / در بيان شريعت وطريقت و حقيقت و معرفت . معرفت وحقيقت ملاحظه هو ص ۱۶۵ / فتاوىٰ رشيديه ص ۷۱ / تا ۷۷ / ج ۱ / .

[2] ملاحظہ ہو فتاوی عزیزی ص ۱۵۲ / ج ۱ / در بیان شریعت وطریقت شامی نعمانیہ ص ۱۹۵ / ج ۳ / ۔

طریق توبہ

سوال:- جب زید اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گذشتہ گناہوں کی توبہ کرے اور معافی مانگے تو زید اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کے لئے بہتر طریقہ کونسا اختیار کرے اور توبہ کے لئے کون سے الفاظ زبان سے بولے یعنی اپنی زبان سے یا اردو یا فارسی سے صرف ایسے الفاظ کہے کہ یا اللہ میں اپنے تمام کبیرہ صغیرہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں اے اللہ اپنے فضل وکرم سے میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول کر لیجئے اور اسکے ساتھ میں زید اپنے دل میں بھی شرمندہ ونادم ہوتا رہے۔ اس کے علاوہ شرعی احکام کے مطابق گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا جو اور کوئی بہتر طریقہ ہو یعنی زبان سے الفاظ ادا کرنا اور دل میں تصور اور نیت کرنا اور ہاتھ پاؤں سے عمل کرنا ان سب طریقوں سے مطلع فرمایا جائے۔ جس کے ذریعہ توبہ قبول ہونے کی توقع ہو۔ فقط

الجواب حامداً مصلیاً

اول وضو کرے اور اچھی طرح کرے بعدہ دو رکعت نفل پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے اگر کوئی خاص گناہ کیا ہو تو اس سے ورنہ سب گناہوں سے دل سے توبہ کرے یعنی دل سے جس قدر ندامت کر سکتا ہے کرے اور آئندہ کیلئے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کرے اگر کسی کا کوئی حق ہو تو اسکی توبہ کیلئے اس کی ادائیگی یا اس سے معافی مانگنا شرط ہے[1] مذکورہ الفاظ بھی کافی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْبَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ الخ (مشکوٰۃ ص ١١٦ / باب التطوع) ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تصورِ شیخ

سوال: -تصورِ شیخ کا کیا مطلب ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض لوگوں پر خطرات ووساس کا ہجوم ہوتا ہے جو کہ عبادات میں بھی مخل ہوتا ہے اور ایمان بھی ان کی وجہ سے بہت مضمحل ہوجاتا ہے اور کوئی دوسری تدبیر فوری طور پر کارگر نہیں ہوتی تو ان کے لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اپنے پیر کا تصور کریں یہاں تک کہ کوئی خطرہ اور وسوسہ باقی نہ رہے اور یکسوئی حاصل ہوجائے اور عبادات پورے سکون سے ادا ہوسکیں اور ایمان میں اضمحلال نہ ہو[1] لیکن اس میں دوسرا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو بہت نقصان دہ ہے اسلئے آج کل عام طور پر اس سے منع کیا جاتا ہے[2] اور دوسری تدابیر کو اختیار کیا جاتا ہے اگرچہ ان کا اثر دیر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(قولہ ثم یستغفر الله ای لذلک الذنب کمافی روایة ابن السنی والمراد بالاستغفار التوبة بالندامة والاقلاع والعزم علی ان لایعود الیه ابداوان یتدارک الحقوق ان کانت هناک، مرقاة ص۱۸۷/ج۲/ باب صلوة التطوع، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

ترجمہ :-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ ہی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص نہیں جو گناہ کرے پھر کھڑا ہوکر پاکی حاصل کرے (وضو کرے) پھر نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اذا وقع لک فی اثناء الذکر والاشغال تفرقة اووسوسة او قبض (الی ان قال)وان لم تجد وقتک استمرت التفرفة معک فاحضر فی خیالک صورة شیخک المربی لک فانه یربی ببرکته تبدل التفرفة بالجمعیة (انتباه فی سلاسل اولیاء الله مترجم ص۴۶-۴۷)

[2] فیفرض کانه حاضرناظر لکن تصور افقط لااعتقاد افانه شرک ولذایمنع منه العوام (الی ان قال) لکن لما کان ضرره للعوام اکثرمن هذا النفع المذکورلم یعتبرهذا النفع فی منعهم (التکشف ص۴/)

میں ہو اس لئے کہ ان میں مضرت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نماز میں پیر صاحب کا تصور

سوال:- حالت نماز میں پیر صاحب کا دھیان کرنا کیسا ہے؟ پیر صاحب نے کہا کہ جائز ہے اور حوالہ دیا کہ سورۂ لہب میں ابولہب کا تذکرہ ہے، اسکی تو نماز میں یاد آتی ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر میرا بھی نماز میں دھیان آجائے تو اس سے نماز میں نہ خلل ہوگا اور نہ نماز فاسد ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حالتِ نماز میں یہ تصور کیا جائے کہ اللہ پاک سامنے حاضر ہے[۱] اس وقت قصداً پیر صاحب کا دھیان کرنا کہ انکے سامنے حاضری ہے ہرگز نہیں چاہیے[۲] ویسے جو کچھ بھی نماز میں پڑھا جائیگا اسکے معنی کا دھیان آئیگا مگر یہ حاضری کا تصور نہیں۔ پیر صاحب کے تصور کو ابولہب کے تصور پر قیاس کرنا پیر صاحب کی بے ادبی ہے۔ ابولہب خدا کا دشمن اور جہنمی ہے، اس نے حضور ﷺ کی مخالفت کر کے اذیت پہونچائی ہے، اور گمراہی پھیلائی ہے ہدایت سے روکا[۳]

---

[۱] فی حدیث عمر بن الخطاب :قال ان تعبداللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ براک الحدیث مشکوۃ ص ۱۱/ کتاب الایمان،الفصل الاول.

[۲] فیفرض کانہ حاضر ناظر لکن تصورا فقط لااعتقادا فانہ شرک ولد یمنع منہ العوام التکشف ص ۴/ ج ۱/ .

[۳] واسمہ عبدالعزی بن المطلب الی ماقال وکان کثیرالاذیۃ لرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم والبغضۃ لہ والا زدراء بہ والتنقص لہ ولدینہ،تفسیر ابن کثیر ص ۹۰۰/ج ۴/مطبوعہ مکتبہ نجاریہ مکہ مکرمہ.

پیر صاحب کا مقام کچھ اور ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

.PAGE24\A0U.
not found.

[1] وهذه النسبة لاتكاد تحصل الابصحبة المشائخ اكمل الذين استنارت قلوبهم بنورهذه النسبة العظمى الخ اعلاء السنن ص ۴۵۴/ ج۱۸/ باب الذكروالدعاء ،كراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

اوصاف شیخ اوراہمیت تصوف

شیخ طریقت کے اوصاف

سوال:- زید پیر طریقت اور بعض اعمال میں نہایت متبع شرع ہے مگر ایک عمل تو یہ ہے کہ اکثر قیلولہ ایسا کرتے ہیں کہ نمازِ ظہر میں دیدہ و دانستہ اپنی جماعتِ ثانیہ کرتے ہیں۔ تقریباً ہمیشہ کا معمول ہے۔ اگرچہ اشارۃً کہا جاچکا کہ جماعتِ اول کے برابر جماعتِ ثانیہ کا ثواب نہیں ہوتا۔ حافظ ہیں، ظاہراً علمِ حدیث وقرآن کا نہیں مگر نماز روزہ کے نہایت پابند ہیں اور بظاہر کوئی گناہ کی بات نظر آئی نہ سنی۔ آیا عندالشرع شریف ایسے شخص قابلِ شیخیت ہوسکتے ہیں اور لوگ بیعت ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیعت کے لئے شیخ ایسا ہونا چاہئے جو بقدر ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔ عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ کے ساتھ متصف ہو۔ حب جاہ، حب مال، ریاء، کبر، حسد وغیرہ اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کسی شیخ محقق کی تربیت میں رہ کر کرچکا ہو اور اس شیخ محقق نے اس پر

اعتماد کیا ہو۔ بدعات سے پرہیز کرتا ہو، متبعِ سنت ہو۔ ان صفات کو دیکھ کر انتخاب کیا جائے[1]۔ بلا عذر ترکِ جماعت کی عادت کر لینا اور جماعتِ ثانیہ کرنا شرعاً مذموم ہے[2]۔ جس مسجد میں امام و نمازی متعین ہوں اور ہمیشہ جماعت ہوتی ہو وہاں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں؟

سوال: - کیا اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عصمت تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے البتہ بہت سے اولیاء کو اللہ پاک گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور بعض اولیاء کاملین سے کبھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں مگر وہ عین گناہ کی حالت میں خائف رہتے ہیں اور گناہ پر اس قدر نادم ہوتے ہیں جس کا دوسرے لوگ اندازہ نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ساری عمر ان کو اس کا ملال رہتا ہے عصمت اور حفاظت کا فرق

---

[1] ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴ / ج ۲ / مسائل متفرقہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] حدیث صدو شانزدھم عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیْ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنْ اِتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلَّاھَاقِیْلَ وَمَاالْعُذْرُقَالَ خَوْفٌ اَوْمَرَضٌ اخرجہ ابو درداء (التکشف ص ٦٧ / ج ۵ /)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے منادی (موذن کی اذان) کو سنا اور اس کو اس کا اتباع کرنے سے کوئی عذر مانع نہیں تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی قبول نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا کہ عذر کیا ہے ارشاد فرمایا خوف یا مرض۔

[3] یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ (الی قولہ) والمراد بمسجد المحلۃ مالہ امام وجماعۃ معلومون کمافی الدرروغیرھا (الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ ۳۷۱ / ج ۱ / شامی زکریا ص ۲۸۸ / ج ۲ / باب الامامۃ مطلب فی تکرارالجماعۃ فی المسجد)

فتاویٰ عزیزی[1] جلد ا/ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کامل بزرگ کی پہچان

سوال:- سچے اور کامل بزرگ کی کیا پہچان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں۔ اخلاق نبویہ کے ساتھ متصف ہو، ضروریات دین کا علم رکھتا ہو۔ متبع سنت ہو مال وجاہ کا لالچی نہ ہو آخرت درست کرنے کی فکر ہر وقت ہو۔ مخلوق پر شفیق ہو کسی کامل بزرگ کی صحبت اور تعلیم کے ذریعہ سے اپنے نفس کی اصلاح کی ہو اور ان بزرگ نے اس پر اعتماد کیا ہو۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہو یعنی دنیا کی رغبت کم اور آخرت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہو[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وعصمت دو معنی دارد اول امتناع صدور ذنب مع القدرۃ علیہ وایں معنی باجماع اھل سنت مخصوص بحضرات انبیاء وملائکہ علویہ است۔ دوم عدم صدور ذنب مع جوازہ من غیر لزوم محذور وایں معنی رانزد صوفیہ محفوظیت خوانند الخ (فتاوی عزیزی ص ۱۲۷/ ج ۱/)

ترجمہ:- عصمت کے دو معنی ہیں اول گناہ کے صدور کا امتناع اس پر قدرت کے باوجود اور یہ معنی باجماع اہل سنت حضرات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوم گناہ کا صدور نہ ہونا اسکے جواز کے باوجود کسی محذور کے لزوم کے بغیر اور اس معنی کو صوفیہ محفوظیت کہتے ہیں۔

[2] مریدشدن از آنکس درست است کہ دراں پنج شرط متحقق باشد شرط اول علم کتاب وسنت رسول داشتہ باشد خواہ خواندہ باشد خواہ از عالم یادداشتہ باشد الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴/ ج ۲/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیر کیسا ہونا چاہئے؟

سوال:- اصل پیر کے اوصاف کیا ہیں کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مریدوں سے خلوت یا جلوت میں بلا پردہ بات کرے نیز پیر صاحب کی اہلیہ کے لئے درست ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مریدوں سے بلا پردہ بات کرے اوران سے اپنا بدن پٹوائے!

الجواب حامداًومصلیاً

مریدشدن ازان کس درست است کہ دران پنج شرط متحقق باشد۔شرط اول علم کتاب وسنت رسول اللہ داشتہ باشدخواہ خواندہ باشدخواہ از عالم یادداشتہ باشد۔شرط دوم ۔آ نکہ موصوف بعدالت وتقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرارصغائر نماید،شرط سوم۔آ نکہ بے رغبت از دنیاوراغب درآخرت باشد وبرطاعات مؤکدہ واذکارمنقولہ کہ دراحادیث صحیحہ آمدہ اند مداومت نماید۔شرط چہارم آنکہ امرمعروف ونہی ازمنکر کردہ باشد۔شرط پنجم۔آ نکہ از مشائخ ایں امرگرفتہ باشد وصحبت معتد بہاایشاں نمودہ باشدپس ہرگاہ ایں شروط درشخصے متحقق شدندمریدشدن ازاں درست است اھ فتاویٰ عزیزج ا[1]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....مسائل متفرقة التكشف ص ۱۲/تا۱۳/ علامات شيخ كامل)

ترجمہ:- مریدہونااس شخص سے درست ہے جس میں پانچ شرطیں متحقق ہوں۔شرط اول، کتاب وسنت رسول کاعلم رکھتاہوخواہ پڑھ کرخواہ کسی عالم سے سنکر یادکرلیاہوالخ۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴/۲/ مسائل متفرقه، مطبوعه رحيميه ديوبند،

ترجمہ:- مریدہونااس سے درست ہے جسمیں پانچ شرطیں پائی جاتی ہوں(۱) کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ ﷺ کاعلم رکھتاہوخواہ پڑھ کرخواہ کسی عالم کی صحبت میں رہ کراس سے سنکر یادکیاہو(۲) عدالت وتقویٰ کیساتھ موصوف ہوکبائر سے اورصغائر پراصرار سے بازرہتاہو(۳) دنیاسے بے رغبت اورآخرت میں راغب ہو۔طاعات موکدہ اورصحیح احادیث میں واردشدہ اذکارکاپابندہو۔(۴) اچھائیوں کاحکم کرتاہوبرائیوں سے روکتاہو(۵) مشائخ سلسلہ کی خدمت میں ایک مدت رہ کرسلوک سیکھااوراجازت حاصل کی ہوجس میں یہ پانچوں شرطیں پائی جاویں اس سے بیعت ہونادرست ہے۔

نامحرم کے سامنے بے پردہ آنا منع ہے[1] اور اس کے ساتھ خلوت حرام ہے[2] خواہ وہ اپنا پیر ہو یا اپنے شوہر کا مرید ہو اور اپنے شوہر کے مریدوں سے بدن پٹوانا تو انتہائی بے غیرتی بھی ہے اور خود پیر اپنی بیوی کو اس کی اجازت دے وہ بے غیرتی میں اپنی بیوی سے کچھ کم نہیں اور جو پیر نامحرم عورتوں کو مرید کر کے ان سے خلوت کرے اور جلوت میں ان سے بے پردہ ملے وہ خود اس کا محتاج ہے کہ کسی متبع سنت صاحب نسبت بزرگ سے اپنے نفس کی اصلاح کرائے دوسروں کو مرید کرنے کا وہ اہل نہیں اس کا نفس اس پر غالب ہے وہ اپنے نفس پر غالب نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر کے شرائط یعنی پیر کیسے شخص کو بنایا جائے؟

سوال:- کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ مرید کی عورتوں سے بلا پردہ بات چیت کرے جب کہ وہ عورتیں زیورات اور کپڑوں سے آراستہ ہوں اور پیر صاحب اپنے رومال کے ایک کنارے کو اپنے پیروں کی جانب ڈال لیں اور اس رومال کے ڈالے ہوئے کنارہ کو وہ عورتیں بلا پردہ پیر کے سامنے جا کر رکوع کے مانند جھک کر پیر صاحب کے رومال کو چومیں اور بوسہ دیویں اور مریدین کی عورتیں پیر صاحب کے آنے پر تعریف کے گانے گاویں اور پیر صاحب

---

[1] عن عمر عن النبی ﷺ قَالَ لَایَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهَا الشَّیْطَانُ رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹/باب النظر الی المخطوبة کتاب النکاح، طبع یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی مرد کسی عورت کیساتھ خلوت نہیں کرتا مگر شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے۔

[2] الخلوة بالاجنبیة حرام (الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۹/ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس)

گانے سن کر مریدین کی عورتوں کو مبارکباد دیں۔ان چیزوں سے پیر صاحب کو روکنا فرض ہے یانہیں؟ کیا یہ مذکورہ بالا چیزیں پیر صاحب کے لئے جائز ہیں؟ ان تمام افعالِ ذمیمہ سے مریدین اور مریدین کی عورتوں کو پیر صاحب پر روکنا فرض ہے یانہیں؟اور پیر کیوں رکھا جاتا ہے؟ کیا پیر جنت میں مریدین کے بغیر احکام شرعیہ اور فرائض اور واجبات پر عمل کئے پیر مع اپنے مذکورہ صفات کے مریدین مرد یا عورتوں کو جنت میں لے جاسکتا ہے؟ اگر مریدین نے تو کسی قسم کے فرائض اور واجبات ادا نہ کئے ہوں تو پیر اپنے مریدین کو جنت میں لے جاسکتا ہے؟ اور پیر مذکورہ صفات کے ساتھ مریدین کو بخشوا سکتا ہے؟ ایسا پیر جس کے ذریعہ دین کا نفع نہ پہنچتا ہو اور متبع سنت نہ ہو، وضع قطع ولباس اسلامی نہ ہو تو ایسے پیر کو چھوڑ کر دوسرا پیر تلاش کرنا چاہیئے یا اسی پیر کو پکڑے رکھنا چاہئے؟ مریدین کی کس چیز میں پیر صاحب کا حق ہوسکتا ہے؟ مریدین کی چیزوں کو پیر صاحب کو کب کھانا درست ہے؟ پیر کے اندر کون کون سی چیزیں ہوں کہ وہ پیری کے قابل ہو؟ کیا پیر کا بیٹا پیر بن سکتا ہے؟ کیا پیری ان کے لئے وراثت ہوسکتی ہے؟ اگر کوئی شخص پیر یا سید ہونے کا دعویٰ کرے اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین سے کوسوں دور ہو، نہ لباس اسلامی ہو اور نہ وضع قطع اسلامی ہو اور نہ اخلاق واعمال درست ہوں تو کیا ایسا شخص پیر ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان کو عقائد حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ عقائدِ باطلہ اخلاقِ رذیلہ، اعمال سیۂ سے پرہیز کرے۔ تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ یہ چیز بغیر مربی کے حاصل نہیں ہوتی۔ جس مربی کی تربیت سے یہ چیز حاصل ہوسکے وہ پیر بنانے کے قابل ہے۔ استعدادیں ناقص ہونے کی وجہ سے عموماً خود کتابیں دیکھ کر ان

امور کی تکمیل نہیں ہوتی[1]

پیر کیسے شخص کو بنایا جائے اس کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے۔

مرید شدن[2] ازاں کس درست است کہ دراں پنج شرط متحقق باشد شرط اول علم کتاب و سنتِ رسول داشتہ باشد خواہ خواندہ باشد، خواہ از عالم یادداشتہ باشد، شرط دوم آنکہ موصوف بعدالت وتقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدمِ اصرار برصغائر نماید، شرط سوم آنکہ بے رغبت از دنیا وراغب درآخرت باشد وبرطاعات مؤکدہ واذکار منقولہ کہ دراحادیث صحیحہ آمدہ اند مدوامت نماید، شرط چہارم آنکہ امر معروف ونہی ازمنکر کردہ باشد، شرط پنجم آنکہ ازمشائخ ایں امر گرفتہ باشد وصحبت معتد بہا ایشاں نمودہ باشد پس ہرگاہ ایں شروط درشخصے متحقق شوند مرید شدن

---

[1] تزکیة الاخلاق من اهم الامورعند القوم الی ماقال ولایتیسر ذالک الابالمجاهدة علی، شیخ کامل قدجاهد نفسه وخالف هواه الی قوله ومن ظن من نفسه انه یظفر بذالک بمجرد العلم ودرس الکتب فقد ضل ضلالاً بعیداً فلما ان العلم بالتعلم من العلماء کذالک الخلق بالتخلق علی یدالعرفاء فالخلق الحسن صفة سیدالمرسلین الخ اعلاء السنن ص ۴۴۲/ ج۱۸/ کتاب الادب والتصوف، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] **ترجمہ**:- مرید ہونا اور شخص سے درست ہے جس میں پانچ شرطیں متحقق ہوں۔

(۱) **شرط اول**:- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا علم رکھتا ہو خواہ پڑھکر خواہ کسی عالم سے یاد کرکے۔

(۲) **شرط دوم**:- عدالت وتقویٰ کے ساتھ موصوف ہو کبائر سے اجتناب رکھتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو۔

(۳) **شرط سوم**:- دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب ہو۔ طاعات مؤکدۃ اور اذکار منقولہ (جو احادیث صحیحہ میں آئے ہیں) پر مداومت کرتا ہو۔

(۴) **شرط چہارم**:- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو۔ (۵)

شرط پنجم:- مشائخ سے یہ امر سیکھا ہو اور ان کی صحبت میں معتد بہ رہا ہو۔ جب کسی شخص میں یہ شروط متحقق ہوں اس سے مرید ہونا درست ہے جیسا کہ قول جمیل فی بیان سواء السبیل میں ان شروط کی تفصیل مذکور ہے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴ ج ۲، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

ازاں درست است۔ چنانچہ درقول جمیل فی بیان سواء السبیل تفصیل ایں شروط مذکوراست اھ فتاویٰ عزیزی[1]

جس شخص میں یہ شروط موجود نہ ہوں وہ پیر بنانے کے قابل نہیں۔ اگر غلطی سے اس کو پیر بنا لیا ہے تو وہ کارآمد نہیں، دوسرے شخص کو تلاش کیا جائے جس میں مذکورہ شروط موجود ہوں۔ تو اگر کوئی شخص کتاب وسنت پر عمل کرتا ہے اور اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنائے ہوئے ہے مگر کسی پیر سے بیعت نہیں ہے تو اس کو جہنمی یا گمراہ کہنا درست نہیں۔ وہ غلط قسم کے پیر اور ایسے پیر کے مریدوں سے بہت بہتر حالت میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مرید ہونے کا حکم

پیر کیسا ہونا چاہیئے؟ اور بیعت ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال:- بیعت ہونے کا مرد وعورت کے لئے کیا طریقہ ہے؟ اور کیسے پیر سے بیعت ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی عورت بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے بیعت ہو جائے اور مرد ابھی تک کسی سے بیعت نہیں ہوا تو اس کا ایسا کرنا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں لے کر توبہ کرادے جس کے الفاظ سورۂ ممتحنہ[2] میں مذکور

---

[1] فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴ / ج ۲ / مطبوعہ رحیمیہ مسائل متفرقہ،

[2] یاایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لایشرکن باللّٰہ شیئاً ولایسرقن ولایزنین ولا یقتلن اولادھن ولایأتین ببھتان ینترینہ بین ایدیھن ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں اورعورت کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ پردہ کے پیچھے سے اسے کوئی کپڑا رومال، عمامہ وغیرہ پکڑا کرتوبہ کرادے[1] اگر مرد بیعت نہ ہواورعورت بیعت ہوجائے تواس میں کچھ مضائقہ نہیں ،بہتر یہ ہے کہ عورت شوہر سے اجازت لے کر بیعت ہو۔ پیر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقیدہ، صالح الاعمال، صادق الاقوال ہو، بقدرِضرورت علمِ دین سے واقف متبع شریعت ، پابندِ سنت ہو، بدعت سے متنفر ہو،کسی بزرگ کی خدمت میں اپنے نفس کی اصلاح کر چکا ہو،اوران بزرگ نے اس پراعتماد فرمایا ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....وارجلھن ولایعصینک فی معروف فبایعھن، سورۂ ممتحنہ آیت ۱۲/

ترجمہ :-اے پیغمبرﷺ جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئ کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتات کی اولادیں لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپؐ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے۔(بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] قولھا واللہ مامست یدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدامرأۃ قط غیرانہ یبایعھن بالکلام فیہ ان بیعۃ النساء بالکلام من غیراخذکف وفیہ ان بیعۃ الرجال باخذالکف مع الکلام الخ (شرح مسلم للنووی ص ۱۳۱/ج۲/کتاب الامارۃ باب کیف بیعۃ النساء، مطبوعہ بلال دیوبند، التکشف ص۱۰۷/ ج۵/ احکام القرآن للکاندھلوی ص ۵۹/ ج۵/)

[2] ملاحظہ ھوفتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴/ج۲/ مطبوعہ دیوبند، احکام القرآن للکاندھلوی ص ۵۵/ ج۵/ القول الجمیل ص ۶، ۹/ مطبوعہ کاندھلہ یوپی.

بیعت کیسے شخص سے ہونا چاہئے

سوال:- کیا بیعت ہونا ضروری ہے۔ اگر بیعت نہ ہوسکے تو کیا کوئی گناہ ہوگا اور بیعت ہونے کے لئے مرشد میں کیا کیا خواص دیکھنے چاہئیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ، اعمال فاسدہ سے تحفظ ضروری ہے خواہ بذریعہ بیعت ہو یا تحصیل علم سے ہو یا صحبت اکابر سے ہو لیکن تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ عموماً بغیر شیخ محقق ہونے کے یہ مقصد پورا حاصل نہیں ہوتا[1] شیخ محقق کے اوصاف یہ ہیں (۱) علم ضروری کتاب وسنت کا رکھتا ہو خواہ پڑھ کر خواہ علماء سے سن کر (۲) عدالت وتقویٰ میں پختہ ہو کبائر سے اجتناب رکھتا ہو صغائر پر مصر نہ ہو (۳) دنیا سے بے رغبت ہو (حب مال وحب جاہ سے خالی ہو آخرت میں رغبت رکھتا ہو طاعت موکدہ واذکار منقولہ ومرویہ کا پابند ہو (۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عادی ہو۔ (۵) سلوک تزکیۂ باطن کو مشائخ معتبر سے حاصل کیا ہو اوران کی صحبت میں کافی رہا ہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے فتاویٰ ص ۱۰۲/ج ۲[2] میں یہ

---

[1] فاعلم ان البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوه احدها بیعة التوبه من المعاصی الخ (شرح شفاء العلیل ص ۱۷/مطبوعه رحیمیه)

چوں طلب کمالات از واجبات آمد پس تلاش پیر کامل ہم از ضروریات گشتہ کہ وصول بخدا بی توسل پیر کامل مکمل بس قلیل است الخ (ارشاد الطالبین ص ۱۴/تا ۱۵/)

[2] ملاحظه هو فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۳/تا ۱۰۴/ج ۲/ مطبوعه رحیمیه دیوبند، مسائل متفرقه القول الجمیل ص ۶، ۹/ مطبوعه کاندهله یوپی،

تفصیل مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرتکب کبیرہ پیر کا حکم

سوال:- جو پیر خلاف شرع کام کرتا ہے۔یعنی نمازوں کا پابند نہیں یا ننگا بیٹھا ہوا ہے یا لوگوں کو گالیاں بکتا ہے بھنگ ، چرس ،سگریٹ، پیتا ہے اگر کوئی ان حرکات سے روکے تو کہہ دیتا ہے کہ یہ شریعت میں ناجائز ہیں اور ہم طریقت والے ہیں طریقت میں جائز ہیں ہمارا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ معرفت سے ہے ایسے پیر سے بسا اوقات خارق عادات چیزیں صادر ہوتی ہیں اس کو خدا کی طرف سے کرامت کہیں گے یا شیطانی فعل سے تعبیر کریں گے امید ہے ان سوالات کے جوابات کتاب وسنت اور مذہب امام ابوحنیفہ اور ارشادات بزرگان دین واکابر دیوبند کی روشنی میں دیں گے اور ماہنامہ نظام ماہ جون یا اس کے بعد شائع فرمادیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا پیر پیر تو ضرور ہے لیکن حضور ﷺ کا نائب ہرگز نہیں ورنہ خدا کے فرض اور حضور اکرم ﷺ کی سنت پر خود بھی عمل کرتا دوسروں کو بھی تاکید کرتا۔ ہرگز فرائض وسنن کو ترک نہ کرتا اور ان ناجائز حرکات سے روکنے پر وہ جواب ہرگز نہ دیتا جو دیا ہے۔ البتہ شیطان کا نائب ضرور ہے[1] جس کو شیطان کی پیروی کر کے جہنم میں جانا ہو وہ ایسے پیر سے بیعت ہو جائے شریعت اور

---

[1] وکرامات اولیاا للّٰہ تعالیٰ اعظم من ھذہ الامور وھذہ الامور الخارقة للعادة وان کان قد یکون صاحبھا ولیا للّٰہ فقد یکون عد واللّٰہ (الی قولہ) وتکون من الشیاطین الخ(الفرقان ص ۹۲/لیس من شرط ولی اللّٰہ ان یکون معصوماً مطبوعہ مملکة عربیہ سعودیہ)

طریقت کوجدا جدا کہنے کا حکم تصوف نمبر میں مذکور ہے علامہ شامی نے ردالمحتار شرح درمختار[1] ج ۳/ میں لکھا ہے وھی (ای الحقیقة) والطریقة والشریعة متلازمة اھ خارق عادات چیزیں تو شیطان سے بھی صادر ہوتی ہیں۔ کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے اور ولی ہمیشہ متبع اور پابند شریعت ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مرتکب کبائر پیر سے بیعت

سوال:- زید تصویر کشی اور تصویروں کی زینت سے اپنے مکانوں کو زیبائش دیتا ہے اور اس کو جائز خیال کرتا ہے اور مرید کرنے میں کسی مذہب وملت کی قید نہ رکھتا ہو۔ مسلم، ہندو، عیسائی، پارسی کو بلا دعوت اسلام پیش کئے اور بلا توبہ کرائے مرید کرتا ہو اور اس طریق کار کو جائز سمجھتا ہو اور طوائفوں کا گانا سنتا ہو اور ریڈیو پر غزلیں اور گانا بھی سنتا ہو اور نماز باجماعت کا پابند نہ ہو عین نماز جماعت کے وقت سینما حال میں تماشہ اور ناچ رنگ دیکھتا ہو اور مریدینوں اور دوستوں کی عورتوں کا حلیہ اور خط وخال اور زلفوں کا حال اپنے اخبار میں لکھتا ہو اور اس سے دل چسپی اور مزہ لیتا ہو اور مولویوں کو بھلا برا کہتا ہو اور سجدۂ تعظیمی مقابر کو جائز قرار دیتا ہو اور

---

[1] (الشامی نعمانیه ص ۲۹۵ / ج ۳ / باب المرتد، مطلب فی حال الشیخ الاکبر سیدی محی الدین ابن عربی)

[2] وکرامات اولیاا للّٰه اعظم من هذه الامور وهذه الامور الخارقة للعادة وان کان قدیکون صاحبها ولیا للّٰه فقد یکون عد واللّٰه (الی قوله) وتکون من الشیاطین فلایجوز ان یظن ان کل من کان له شئ من هذه الامور انه ولی اللّٰه بل یعتبر اولیاء اللّٰه بصفاتهم وافعالهم واحوالهم التی دل علیها الکتاب والسنة الخ (الفرقان ص ۹۲ / بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان لابن تیمیہؒ، شرح فقه اکبر ۹۵، ۹۷ / مطبوعه رحیمیه دیوبند)

اپنے اخبار میں یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ نہ میں سنی اور نہ میں شیعہ ہوں اپنا مذاق مذہبی تفضیلیت رکھتا ہو۔ بہت سے امور بدعت کا مرتکب ہوعورتوں کو بے حجابانہ اپنے سامنے رکھتا ہواور اپنی اولاد کوٹھیٹر سنیما دکھلاتا ہواور اپنے مریدوں کوبھی اس کی تعلیم دیتا ہوتو کیا ایسے شخص کی جس کے اندراس قدر منہیات شرع متذکرہ بالاموجود ہوں اس سے بیعت جائز ہے۔فقط بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

ذی روح کی تصویر کھینچنااوراس سے مکان کوزیبائش کرناحرام ہے۔عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَاللّٰہِ الْمُصَوِّرُوْنَ[1] متفق علیہ۔

البتہ درخت وغیرہ غیرذی روح کی تصویر میں مضائقہ نہیں عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ کُلُّ مُصَوِّرٍفِی النَّارِ یَجْعَلُ بِکُلِّ صُوْرَۃٍ صَوَّرَھَا نَفْسًا فَیُعَذِّبُہٗ فِیْ جَھَنَّمَ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ فَاِنْ کُنْتَ لَابُدَّفَاعِلًافَاصْنَعُ الشَّجَرَ وَمَالاَ رُوْحَ فِیْہِ[2] متفق علیہ۔

طوائف کا گانا سننااورناچ دیکھنا بھی شرعاً حرام ہے۔جماعت کی پابندی واجب ہے

---

[1] **ترجمہ**:-حضرت عبداللہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا۔لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک تصویر بنانے والے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۵ /باب التصاویر)ومن اجل ھذہٖ الاحادیث والآثار ذھب جمھور الفقھاء الی تحریم التصویر واتخاذ الصور فی البیوت الخ تکملہ فتح الملھم ص ۱۸۵ / ج۴/ حکم الصورۃ الشمسیۃ ،مطبوعہ کراچی.

[2] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایامیں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا۔ہرتصویر بنانے والاجہنم میں جائیگااس کیلئے ہرتصویر کوجسکواس نے بنایا تھا جاندار بنادیا جائیگا جواس کوجہنم میں عذاب دیگا۔پس اگر تجھ کواس کے بغیر چارہ نہیں بنانا ہی ہےتو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویر بنالیا کرو۔(مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۵ / باب التصاویر مسند احمدص ۳۰۸/ ۱/ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس کا تارک فاسق ہے۔عورتوں کا حلیہ اخبار میں شائع کرنا بھی منع ہے اہل حق علماء کو بُرا کہنا سخت گناہ ہے۔سجدۂ تعظیمی مقابر وغیرہ کو کرنا اور دوسروں سے کرانا حرام ہے اور صورت شرک ہے اسی طرح دیگر افعال جو سوال میں مذکور ہیں خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔ایسا شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے بیعت کی جائے۔ایسے شخص سے بیعت ہونا درحقیقت گمراہ ہونا اور جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہے۔اگر کوئی شخص ناواقفیت کی وجہ سے اس سے بیعت ہو جائے تو اس بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے والتغنی حرام اذا کان بذکر امرأة معينة حية الیٰ قوله واما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الاوتار والصتبح والبوق الذی يفعله بعض من يدعی التصوف فانه حرام بالاجماع لانهازی الكفار كذافی سكب الا نهر طحطاوی ص ۱۸۵[1] والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدی اراد وبالتاكيد الوجوب درمختار وقال فی شرح المنية والا حكام تدل علیٰ الوجوب من ان تاركها بلاعذر يعزروتردشهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه اھ شامی[2] ويخاف عليه الكفر اذاشتم عالمافقيهامن غير سببا ھ عالم گیری[3] ص ۸۹۰/ج ۲/۔

فقط واللہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/٦/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/٦/۵۵ھ

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۸/کتاب الصلوة فصل صفة الاذكار الخ مطبوعه مصری.

[2] (الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱/ باب الامامة، مطلب شروط الامامة الكبریٰ)

[3] (عالمگیری ص ۲۷۰/ج ۲/ كتاب الحدود، الباب التاسع مطلب موجبات الكفر انواع) مطبع كوئٹه پاكستان،

اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے

سوال:- مجھے مذہب کی رو سے کوئی طریقہ بتائیے جس کے مطابق عمل کرنے سے مجھ سے شک وشبہ اور وساوس کی بیماری سے ہمیشہ کے لئے نجات ملے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ بیمار کو اپنا علاج خود نہیں کرنا چاہئے بلکہ ماہر قابل اعتماد مصلح کی رائے پر عمل کرنا چاہئے آپ بھی اپنے لئے کسی شخص کو تجویز کرلیں، جو عالم ہو، متبع سنت ہو، تزکیۂ نفس کے لئے کسی بزرگ کے زیر تربیت رہ چکا ہو، ان بزرگ نے اس پر اصلاح وتربیت کے لئے اعتماد کیا ہو لوگوں کو اس کی تربیت سے نفع ہوتا ہو پھر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کردیجئے اور اپنے حالات سے اس کو پوری طرح مطلع کیجئے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے رہئے وقت نکال کر اس کے پاس جا کر وقت بھی گذاریئے اللہ پاک سے دعا کرتے رہئے وہ مقلب القلوب ہے آپ کو پریشانی سے نجات دے اور سکون عطا فرمائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی بزرگ سے سوءِ ظن

سوال:- اگر کسی بزرگ سے عقیدت نہ ہو بلکہ سوءِ ظن ہو تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوچے کہ میں بھی اللہ سے رحمت اور مغفرت کا طالب ہوں بغیر اس کے بیڑا پار نہیں ہوسکتا۔ ان بزرگ پر رحمت ہوجائے تو کون روک سکتا ہے وہ نجات پا جائیں گے لیکن ان کے

---

[1] انظر التکشف عن مهمات التصوف ص ۱۵۴ / ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند، علامات شیخ کامل.

ساتھ سوءظن کا جرم مجھ پر باقی رہیگا۔ جب تک وہ معاف نہیں کرینگے میری بخشش نہیں ہوگی اس لئے اس سوءظن کوختم کردینا چاہیئے اگر یہ سوءظن بے محل اورخلاف واقعہ ہے تو بہت بڑا وبال ہے[1] سوءظن میں عامۃً زبان پرقابونہیں رہتا اوران کے فیض سے محرومی تو یقینی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۹ھ

روحانیت کا حاصل

سوال:- روحانیت اورحرام کاری ایک جگہ جمع ہوسکتی ہے یانہیں، اگر جمع ہوسکتی ہے تو کیسے؟

الجواب حامداًومصلیاً

روحانیت سے غالبا یہ مراد ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا جاوے، اورجسم کی خواہشات پرروح کوغلبہ حاصل ہوجاوے، ایسی حالت میں آدمی حرام کاری سے بہت بچتا ہے، مگر معصوم پھر بھی نہیں ہوجاتا، البتہ اگرکسی وقت ناجائز کام اس سے ہوجاوے تو وہ شرمندہ اور بے قرار ہوتا ہے، روتا ہے، خدا سے توبہ کرتا ہے، بغیر سچی توبہ کئے اس کوچین نہیں آتا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۶ھ

---

[1] یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ااجْتَنِبُوْا کَثِیْراًمِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ سورۂ حجرات آیت ۱۲/

ترجمہ:- اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (بیان القرآن)

حج کے بعد ایک پیر سے بیعت ہوا جس کے حالات یہ ہیں، اس کا حج باقی رہا یا نہیں؟

سوال:- بکر حج کر کے آیا اور وہ ایسے آدمی سے مرید ہو گیا جس آدمی کو نمازی پور کے علماء دین چند وجوہات کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے کر اس کو علیحدہ کر دیا ہے، اور اس کو اپنے مرید کے دفتر سے نام کاٹ دیا، تو اب بکر کا حج برقرار رہا یا نہیں؟ اگر برقرار رہا تو ٹھیک کیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بکر نے خود اسلام کے خلاف کوئی ایسی چیز اختیار نہیں کی جس سے اس پر کفر کا حکم عائد ہو تو اس کا حج برقرار ہے، مگر بد دین بے عمل خلاف سنت چلنے والے پیر سے مرید ہونا جائز نہیں، اس میں دین کی تباہی و بربادی ہے، ایسے شخص سے بیعت ہونا چاہئے جو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو، اس کے عقائد قرآن وحدیث کے موافق ہوں، شریعت پر عمل کرتا ہو، متبع سنت ہو، دنیا کی محبت نہ رکھتا ہو، ہر کام میں نبی اکرم ﷺ کے طریقہ مبارکہ کی پیروی کرتا ہو، اور اخلاق فاضلہ سے مزین ہو، کسی متبع سنت بزرگ کی ہدایت کے ماتحت تزکیۂ باطن کر چکا ہو، اہل نسبت بزرگ کا اس پر اعتماد ہو اس کے پاس جانے سے اور اس کی باتیں سننے سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہو، دین کی رغبت زیادہ اور دنیا کی الفت کم ہوتی ہو، پھر انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین

سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

مجالس صوفیاء اوران کے وظائف

ایک پیر صاحب کے وظیفے

سوال:-(۲) یہاں چند لوگ ایک فقیر کے مرید ہیں جن کا وظیفہ ہدایت یہ ہے کہ بعد نماز عشاء جہراً وسراً یہ کہتے ہیں کہ **انت الهادی انت الحق لیس الهادی الا هُو**۔ دوسرا وظیفہ یہ کہ **حسبی ربی جل اللّٰہ مافی قلبی غیر اللّٰہ نور محمد صلی اللّٰہ لاالٰہ الااللّٰہ** تیسرا وظیفہ **حسبی ربی کل نور** ہے۔

یامحمد یارسول اللّٰہ لاالہ الا اللّٰہ ان کے مریدین جن کو خلیفہ کہتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے حالتِ بیداری میں بزرگان دین اولیاء کرام کی زیارت ہوتی ہے اور پیر صاحب عورتوں کو جماعت سے خود نماز پڑھاتے ہیں، روبرو بلاحجاب بٹھلا کر حلقہ کراتے ہیں اور مستورات بآواز بلند چیخ پکار کرتی ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ آج ہمارے حلقہ میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں یہ پیر صاحب قادری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوصاف کے حامل بزرگ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عورتوں کوذکر جہری کرانا جس سے ان کی آواز نامحرموں تک جائے اوروہ چیخ پکار کریں، نیزان کو بے حجاب سامنے بٹھلا کرحلقہ کرانا سلسلہ قادریہ میں درست نہیں[1] اس سلسلہ کے امام حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ہیں، شریعت کے پابند تھے خلافِ سنت امور سے بہت دور تھے مذکورہ طریقہ پرحلقہ کرنا ان کے طریقہ کو بدنام کرنا ہے۔ حدیث پاک کی مخالفت ہے داڑھی منڈانا حرام ہے۔ **یحرم علی الرجل قطع لحیته اھـ. درمختار ص ۲٦۱/ ج۵/.**[2]

بیداری میں آنکھیں بندکرکے یا کھول کرجوزیارت ہوتی ہے وہ کشف کی ایک صورت ہے جس کیلئے نہ بزرگ ہونا ضروری ہے نہ متقی ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں[3] میری خود ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جنھوں نے اپنے حالات ایسے بیان کئے ہیں۔ بعض ہندواورسکھوں کوبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کبھی دماغی تخیلات سے بھی ایسا ہوتا ہے۔ کبھی امراض سے بھی ہوتا ہے غرض خدائے پاک کی بارگاہ میں وہ چیزیں مقبول ہیں جواتباع سنت کے ساتھ ہوں ورنہ مقبول نہیں اوراس کی حیثیت شعبدہ بازی ونظر بندی سے زیادہ نہیں۔ یہ بحث اس وقت ہے جب کہ اس شخص کوصادق مانا جائے۔

---

[1] ان صوت المرأة عورة الخ شامی کراچی ص ۳٦۹/ ج٦/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر واللمس الخ، شامی کراچی ص ۴۰٦/ج ۱/ باب شروط الصلاة.

[2] الدرالمختار ص ۲٦۱/ ج۵/نعمانیه دیوبند، کتاب الحظروالاباحة ،فصل فی البیع.

[3] واما التی تکون ای الخوارق للعادة التی توجد لاعدائه مثل ابلیس وفرعون والد جال مما روی فی الاخبار والآثار انه کان لهم فلانسمیها آیات ولاکرامات ولکن نسمیها قضاء حاجات لهم ای للاعداء من الاغبیاء اعم من الکفاروالفجار الخ شرح فقه اکبر ص۹۷،۹۸/ الفراسة ثلاثة انواع مطبوعه رحیمیه دیوبند.

یارب! یااللہ! کی طرح یامحمد! یارسول! پکارنا درست نہیں، بالکل منع ہے[1] غرض ایسے حلقوں اورایسے پیروں سے جدار ہنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

کیا بزرگوں سے رہبانیت ثابت ہے؟

سوال:- (۱) اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تو عبدالقادر جیلانیؒ نے جنگل میں ۲۵/ سال کیوں گذارے؟

(۲) کیا وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں؟

(۳) لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ پچیس سال تک پیارے نبی ﷺ نے غارحراء میں عبادت کی اس لئے عبدالقادر جیلانیؒ نے ۲۵/سال جنگل میں گذارے ہیں کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت سید عبدالقادر جیلانی ہوں یا کوئی اور بزرگ ان پر کوئی کیفیت طاری ہوئی ہے جسکی وجہ سے وہ بے اختیار ہو گئے انھوں نے شرعی حکم قرار دیکر ایسا نہیں کیا۔

(۲) نہیں کوئی مستثنیٰ نہیں[2] حظوظِ نفسانیہ سے اگر کوئی شخص پرہیز کرتا ہے اس اندیشہ کی بناء پر کہ معصیت کا ارتکاب نہ ہو جائے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ تحصیل تقویٰ میں معین ہے[3]

---

[1] امدادالفتاویٰ ملاحظہ ہو ص ۳۸۵/ ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند،

[2] ان العبد مادام عاقلاً بالغاً لایصل الی مقام یسقط عنه الامر والنهی الخ شرح فقه اکبر ص ۱۴۹/ لایصل العبدالخ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] هذه الرهبانية التی اختارو ها ابتغاء رضوان الله لم تکن مذ مومة بدعة شرعية وانما کانت بدعة لغوية فلذا لم يذم عليها بل على عدم رعايتها (بيان القرآن مسائل سلوک ص ۱۱۱/ج ۱۱/ حديد رکوع ۴/ ملاحظه هومعارف القران ص ۳۲۹/ج۸/)

(۳) مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ انھوں نے یہ کیا اور اس لئے کیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

ذکر جہری کا ثبوت

سوال: -صوبہ بنگال میں کچھ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہے جس سے دین کو زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے یعنی جس آدمی نے صرف قرآن شریف ایک بار پڑھا ہے اس کو قرآنی اور میانجی کہتے ہیں اور اردو کی ایک دو کتابیں جس نے پڑھی ہوں وہ منشی کہلاتا ہے اور جس نے منیہ یا قدوری پڑھی ہوں اس کو مولوی کہتے ہیں اور جس نے مشکوٰۃ اور ہدایہ، جلالین شریف پڑھی ہوں اس کو مولانا صاحب کہتے ہیں۔ چونکہ صوبہ بنگال میں جہالت کا غلبہ ہے۔ ان لوگوں کا مزہ ہے۔ کبھی کچھ دھوکہ کرتے ہیں اور کبھی کچھ اور لوگوں میں قسم قسم کے فسادات پیدا کرتے ہیں اللہ کی پناہ مثلاً یہ کہ اس اطراف کے لوگ پہلے شرک میں مبتلا تھے۔

نماز روزہ کا پتہ ہی نہیں تھا رفتہ رفتہ اللہ کے فضل وکرم سے اور علماء کرام کے وعظ و نصیحت کی برکت سے اکثر لوگ ہدایت کی طرف آئے اور ہندوستان سے بعضے بعضے پیروں کا بھی آنا جانا ہوا اور لوگ مرید ہو گئے پنجگانہ نماز باقاعدہ پڑھنے لگے اور ذکر واذکار اکیلا اور حلقہ بنا کر خفی وجلی کرنے لگے اب اس پر ان منشیوں اور مولویوں کو بہت حسد ہوا کہ اب تو لوگ کچھ اچھا و برا حلال وحرام جاننے لگے ہم لوگوں کو تو مشکل ہوئی اس پر اس حسد اور بغض کی وجہ سے شر وفساد کرنا شروع کر دیا کہ ذکر جہری قطعاً حرام ہے اور سلسلہ چشتیہ وقادریہ میں داخل ہونے والا شیطانوں کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے اور ذکر جہری کرنے والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے نعوذ باللہ میں نے ان کو بہت سمجھایا، بعضوں نے مان لیا اور بعضوں نے

انکار کردیا اور یہ سب ان منشیوں اور مولویوں کی شرارت ہے لیکن پھر برائے تسلی واطمینان سہارنپور اور دیوبند کے علماء کرام سے جواب چاہتے ہیں اور مدلل جواب چاہتے ہیں حضرت یہ لوگ ذکر خفی کو جائز اور ذکر جلی کو ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں اس وجہ سے حضور والا کی خدمت میں جواب قرآن وحدیث شریف سے چاہتے ہیں اور جو آدمی بزرگوں کی اعانت بیان کرتا ہے۔اسکا کیا حکم ہے تحریر فرمادیں اوراس استفتاء سے فساد کم ہوجائے گا۔انشاءاللہ تعالیٰ

الجواب حامداًومصلیاً

ونص الشعرانی فی ذکرالذاکر للمذکوروالشاکر للمشکور مالفظه واجمع العلماء سلفاء وخلفا علی استحباب ذکر اللّٰه تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرهامن غیرنکیر الاان یشوش جهرهم بالذکر علی نائم اومصلٍ اوقاری قرآن کماهو مقررفی کتب الفقه اھ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۵ [1]وقدحرر المسئلة فی الخیریة وحمل مافی الفتاوی القاضی خان علی الجهر المضر وقال ان هناک احادیث اقتضت طلب الجهرواحادیث طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتأذی المصلین اوالنیام والجهر افضل حیث خلاممماذکر لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الذاکر فیجمع همه الی الفکر ویصرف سمعه الیه ویطرد النوم ویزیدالنشاط اھ ردالمختار ص ۲۸۴ / ج۵ /[2]

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب ہے۔البتہ کسی

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۵۸ / فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد الصلاة،

[2] (ردالمحتارنعمانیه ص ۲۵۵ / ج۵ /وشامی زکریاص ۵۷۰ / ج۹ / کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع نیزشامی ص ۴۴۴ / ج ۱ /)

عارض کی وجہ سے ممنوع ہوجائے گا۔ مثلاً نمازیوں یا تلاوت کرنے والوں کو اذیت ہو یا ریا کا خوف ہو تو ایسی حالت میں آہستہ ذکر نا چاہئے۔ سلسلہ قادریہ وچشتیہ کے اکابر اہلِ بزرگ تھے اوران میں بہت بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ان میں داخل ہونے والا شیطان کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے اگر وہ ان کے اکابر اور بزرگوں کے حسد کی وجہ سے کہتا ہے تو وہ خود شیطان ہے اور مردود ہے۔

اگر ان کے بعض افراد کے خلافِ شرع کام دیکھ کر کہتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں۔ ایک دو شخص کے افعال قبیحہ کی وجہ سے تمام سلسلہ کو شیطان کی جماعت کہنا حرام ہے شخص مذکور کو توبہ کرنا لازم ہے اور بزرگوں سے بدعقیدہ رہنا اوران کو برا کہنا خدائے تعالیٰ کے بڑے غصہ کا سبب ہے۔[۳]

بزرگوں کی ارواح کو عالم میں متصرف ماننا کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے، وہ سب بزرگوں کی ارواح کرتی ہیں اور خدا کے حکم کو کہیں دخل نہیں اوران سے مدد مانگنا کہ وہ ہماری آواز کو براہ راست سنتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں چاہے خدا کا حکم ہو یا نہ ہو مشرکانہ عقیدہ ہے اس سے بھی توبہ لازم ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۹/ربیع الاول ۵۸ھ

---

[۱] عن ابی هريرةؓ انه صلى الله عليه وسلم قال عن الله تبارک وتعالیٰ مَنْ اَهَانَ وَلِيًّا فَقَدْبَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَةِ وَفِی رِوَايَةٍ مَنْ عَاذٰی لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (كتاب الزواجر ص ۸۸/)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی ولی کی اہانت کی اس نے مجھکو لڑائی کی دعوت دی اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میری طرف سے اس کے لئے جنگ کا اعلان ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت ابن مسعودؓ کی طرف سے ذکر جہری کی ممانعت

سوال:- کاٹھیاواڑ میں بعد نماز عشاء تمام مساجد میں روزانہ بادام وغیرہ پر درود شریف آیت کریمہ کا وظیفہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے تمام مصلیان پیتے ہیں اور وظیفہ پڑھنے والے اور پانی نہ پینے والے کو برا جانتے ہیں۔ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ کون سی حدیث ہے جس میں آپ نے ذکر کرنے والی جماعت کو منع فرمایا ہے نیز بدعت کہا ہے۔ یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف کی ترغیب وتاکید قرآن کریم[1] اور حدیث شریف[2] سے ثابت ہے۔ یہ بڑی خیر وبرکت اور سعادت کی چیز ہے، ہر مسلمان کو کثرت سے اس کا ورد رکھنا چاہیئے مگر اس کے لئے کوئی نئی صورت ایجاد نہیں کرنی چاہیے بلکہ قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا جو طریقہ تھا وہی اختیار کرنا چاہیے۔ ہر شخص تنہا اپنی اپنی جگہ پوری توجہ اور یکسوئی سے قلب کو حاضر کر کے اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم (مجمع الانهر ص ۵۰۵/ ج ۲/ باب المرتدثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، ان ظن ان الميت يتصرف فى الامور دون اللّٰه تعالىٰ واعتقاده ذلک كفر (الشامی ص ۱۲۸/ ج ۲/ مطبوعه نعمانيه ،قبيل باب الاعتكاف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. سورۂ احزاب آیت ۵٦/

ترجمہ:- اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (از بیان القرآن)

۲ عن ابى هريرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِىْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِياً اُبْلِغْتُهٗ، مشكوة شريف ص ۸۷/ باب الصلوة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۱۷۵/ ج ۱/ باب الصلوة على النبى ﷺ بعد التشهد، بخارى شريف ص ۹۴۰/ ج ۲/ كتاب الدعوات باب الصلوة على النبى ﷺ

تصور کے ساتھ پڑھا کرے کہ میری طرف سے یہ ہدیہ بذریعہ ملائکہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے اور سرورِ عالم ﷺ اس سے مسرور ہوتے ہیں اور جواب ارشاد فرماتے ہیں، حق تعالیٰ جل شانہٗ بھی خوش ہوکر ایک درود کے بدلہ میں دس دس رحمتیں مجھ پر نازل فرماتے ہیں[1] سوال میں جو صورت درج ہے اس کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے نہیں ہے۔ پھر اس کا ایسا التزام کہ جو شخص اس کو اختیار نہ کرے اس کو برا جانتے ہیں۔ یہ تو اور بھی زیادتی کی بات ہے۔ اصرار کرنے سے تو مستحب بھی درجہ کراہت میں آجاتا ہے۔ **الاصرار علی المندوب یبلغہٗ الیٰ حدالکراھۃ**[2] کسی کو چھینک آئے تو اس پر **الحمد لله** کہنا چاہئے ایک شخص نے **الحمد لله** کے ساتھ **والسلام علی رسول اللہ** بھی کہہ دیا، اس پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں بھی **الحمد لله والسلام علی رسول الله** کا قائل ہوں یہ بات حق ہے، مگر اس موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اس کی تعلیم نہیں دی بلکہ صرف **الحمد لله** کی تعلیم دی۔

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلاً عَطَسَ اِلیٰ جَنْبِ اِبْنِ عُمَرؓ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِبْنُ عُمَرؓ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَیْسَ هٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلیٰ کُلِّ حَالٍ ا ھ ترمذی شریف ص ۹۸ / ج ۲ /[3]

---

[1] عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی واحدة صلی الله علیه وسلم عشراً الخ مشکوة ص ۸٦ / باب الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم.

[2] سعایة ص ۲٦۵ / ج ۱۲ / فصل فی القراءة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[3] ترمذی شریف ص ۹۸ / ج ۲ / باب مایقول العاطس اذعطس، وترمذی ص ۱۰۳ / ج ۲ / مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:- حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو چھینک آئی جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ اللہ کے لئے حمد ہے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو ابن عمرؓ نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ، اللہ کے لئے حمد ہے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اس کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للہ علی کل حال ہر حال میں اللہ ہی کے لئے حمد ہے کہیں۔

یہ روایت کافی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث کے متعلق کچھ مزید توضیح کریں تو حوالہ دیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۵ھ

ذکر بالجہر

سوال:- کیا ذکر بالجہر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اگر ایسا ہے تو حنفی بزرگ اس کی کیوں اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذکر بالجہر بعض صورتوں میں بلا کراہت درست ہے بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔ تفصیل ''سباحۃ الفکر''[2] میں ہے جو علماء احناف ذکر دوازدہ تسبیح وغیرہ کو

---

[1] عن ابن مسعودؓ انه اخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم جهراً وقال لهم ماراكم الامبتدعين الخ شامى زكريا ص ۵۷۰/ج ۹/كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع.

[2] الباب الاول فى حكم الجهر بالذكر اعلم انهم اختلفوا فى ذلك فجوزه بعضهم وكرهه بعضهم الخ (سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ص ۴۲/) عن ابن عباس ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس كنت اعلم اذاانصرفوا بذلك اذاسمعته (بخارى شريف ص ۱۱۶/ج ۱/تفسير مظهرى ص ۴۰۹/ج ۳/ فتاوى حديثية ص ۵۶/ ارشا دا لطالبين ص ۲۸/ التكشف ص ۳۷/ج ۵)

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرض نماز سے فراغت پر بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اسی سے جانتا تھا جب ذکر کی آواز سنتا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تھے۔

بالجہر فرماتے ہیں وہ درحقیقت علاجاً ہے کہ اس سے قلب پر ضرب لگتی ہے اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو کہ اس راہ میں معین ہے اور جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں اس کو جہر سے منع فرما دیتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذکر اللہ کا طریقہ

سوال:- پیر مذکورہ بالا اسم ''ھا'' کو لمبا کر کے پڑھنے کو کہتا ہے یعنی اللہٗ الٹی پیش کے ساتھ استعمال کراتا ہے جس سے 'ھو' نکلتا ہے لیکن ایک دوسرا عالم کہتا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے بلکہ صحیح اللّٰہ ہے جواب تحریر فرمائیں!

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں دونوں قول ہیں، قول ثانی اقرب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کلمہ طیبہ کا مخصوص مقدار میں پڑھنا

سوال:- ایک شخص خود کو مذہباً حنفی کہتا ہے اور مذہب حنفی کے مطابق اس کے تمام

---

[1] اس اجمال کی تفصیل خود صاحب فتاویٰ نے اس طرح فرمائی کہ اللہ اسم ذات ہے 'ھو' بھی اسماء الٰہیہ میں سے ہے ان دونوں کو الگ الگ کیا جاوے تو یہ دو نام ہو جاتے ہیں یک 'اللہ' ایک 'ھو' اور اگر ایک نام رکھا جائے تو وہ مستقل لفظ نہیں بلکہ ہائے ہوز ہے 'ہو' اللہ، کا لام کلمہ ہے ضیاء القلوب وغیرہ کتب تصوف میں اس کی تفصیل مذکور ہے اور صوفیا کے یہاں پاس نفاس کرایا جاتا ہے اس میں بھی یہ دو لفظ الگ الگ ہیں اندر سانس جاتے وقت میں الخ، (ضیاء القلوب ص ۱۱/ تا ۱۳/) کلیات امدادیہ ص ۹۵، ۹۶/ طریق اسم ذات، طریق ذکر پاس انفاس کا، دارالاشاعت کراچی.

عقیدے ٹھیک نظر آتے ہیں۔ مگر یہ شخص کہتا ہے کہ کلمہ توحید لَا اِلٰہَ الاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بطور عبادت کے ہزار پانچ سو دفعہ تسبیح پر پڑھنا جائز نہیں اور پڑھنے والے کو بدعتی کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر بطور عبادت کے پڑھنے کا شوق ہے تو صرف کلمہ توحید لا الٰہ اللہ پڑھو، محمد رسول اللہ کو نہ ملاؤ علماء دین ان دو صورتوں میں سے جو مطابق شرع ہو مطلع فرمائیں۔ نیز یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تصدیق رسالت کے لئے محمد رسول اللہ بھی پڑھیں تو جائز ہے۔

(۲) اور یہ شخص کہتا ہے کہ حدیث شریف میں کلمات کی تعداد کسی جگہ پر نہیں آئی جیسا کہ بعض کتب میں اول کلمہ دوم وسوئم وغیرہ مندرجہ ہے بلکہ کلمہ شہادت آیا ہے اور کہتا ہے کہ عبارت سب کلمات کی قرآن وحدیث کی ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے تعداد اور نام کلمہ نہیں فرمایا آیا درست کہتا ہے یا غلط۔

(۳) قصداً تارک سنت مؤکدہ گنہگار ہوگا یا نہ اور سزا قیامت میں کیا ملے گی۔

(۴) جس شخص کا ذکر (۱) (۲) میں لکھا گیا ہے کہ یہ بطور عبادت کے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللّٰہ پڑھنے کو منع بتلایا ہے اس کو پیش امام رکھنا جائز ہے یا نہ جواب سے سرفراز فرمائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) توحید باری تعالیٰ کا (لا الٰہ الا اللہ) میں اقرار ہے اس کا ثواب مستقل ہے اور محمد رسول اللہؐ میں رسالت کا اقرار ہے اس کا ثواب مستقل ہے ایک جزء کو پڑھنے سے اسی کا ثواب ملے گا جس کو پڑھا ہے دوسرے کا نہیں ملے گا دونوں کو پڑھنے سے دونوں کو ثواب ملے گا اور دونوں علیحدہ علیحدہ قرآن شریف میں مذکور ہیں[1] البتہ بعض دفعہ مشائخ کسی خاص طریقہ سے

---

[1] اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الآیہ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵/ سورۂ آل عمران آیت ۱/ سورۂ طٰہٰ آیت ۸/ محمد رسول اللّٰہ الآیہ سورۂ فتح آیت ۲۹/.

کلمہ کا ذکر اپنے مریدین کے لئے تجویز کرتے ہیں اس میں ہر دفعہ لاالـہ اللـہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کے پڑھنے کو بھی نہیں بتاتے بلکہ کچھ تعداد مقرر کرتے ہیں کہ اتنی مرتبہ لاالـــہ الا اللہ پڑھ کر ایک مرتبہ محمد رسول اللہ پڑھو اس کو تجویز کرنے میں مخصوص منافع ہیں جن کو مشائخ جانتے ہیں اور وہ مخصوص منافع اس کے خلاف کرنے سے حاصل نہیں ہوتے[1] لیکن ثواب بہرصورت حاصل ہوتا ہے اور ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے عبادت ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) جب کلمات قرآن شریف وحدیث شریف میں موجود ہیں تو بس اتنا کافی ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ دوم، سویم و چہارم پنجم تو عربی کے الفاظ ہی نہیں بلکہ فارسی کے الفاظ ہیں نہ یہ لفظ قرآن شریف میں آئے نہ حدیث شریف میں البتہ ان کے مضامین کی رعایت سے یہ ترتیب ہے۔

(۳) ایسے شخص پر عتاب ہوگا اور اس کے لئے قیامت میں شفاعت سے محرومی کی وعید ہے۔ اور سنت ظاہرہ کو استخفافاً ترک کرے تو یہ کفر ہے۔[2]

(۴) بظاہر یہ شخص ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے اس کو پورے طور پر مسئلہ سمجھا دیا جائے اور معمولی چیزوں میں نزاع وفساد کرنا بہت بری بات ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ امام کو بھی چاہیے کہ مسئلہ کسی عالم شخص سے باقاعدہ سمجھے اور اس پر کاربند رہے اور مقتدیوں کو بھی

---

[1] کمایستفادوحکمة السبع ان هذاالعددفیه برکة بالاستقراء الخ فتاویٰ حدیثیه ص ۲۷۵/ مطلب فی قوله صلی اللّٰه علیه وسلم اهریقواعلی سبع قرب الخ مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

[2] وفی التلویح ترک السنة الموکدة قریب من الحرام یستحق به حرمان الشفاعة لقوله ﷺ من ترک سنتی لم ینل شفاعتی (طحطاوی ص ۳۵/فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصری ص ۵۱) وقد کفر الحنفیة من واظب علی ترک السنة استخفافا بها بسبب انها فعلها النبی صلی الله علیه وسلم زیاده الخ (شرح فقه اکبر ص ۱۳۸/مطبوعه مجتبائی دهلی)

چاہئے کہ ذرا ذرا سی بات میں اختلاف پیدا نہ کریں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۹ رشوال ۵۷ھ

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ثبوت

سوال:- ایک شخص خود کو حنفی مذہب بتلاتا ہے مگر یہ شخص کہتا ہے کہ حدیث شریف میں کلمہ شہادت آیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰه اور یہ کہتا ہے کہ کلمہ طیب قرآن وحدیث میں صرف اتنا آیا ہے۔لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے کہ کلمہ طیب میں محمد رسول اللّٰہ نہیں آیا۔کہتا ہے اگر آیا ہے تو مجھے بتاؤ کس جگہ آیا ہے اور کس کی روایت سے آیا ہے اور کس حدیث میں آیا ہے اور یہ شخص کلمہ طیب میں لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ملا کر پڑھنے والے کو بدعتی بتلاتا ہے۔علماء دین از براہ کرم وشفقت کو پوری طرح سے یہ تحریر کریں کہ کلمہ طیب کے ساتھ میں محمد رسول اللہ آیا ہے یا نہیں اگر آیا ہے تو حدیث کتب وراوی معہ صفحہ کے نام سے آگاہ کریں اور نہیں آیا ہے تو فرما دیجئے کہ کلمہ طیب کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں ملایا گیا ہے اور اگر کلمہ شہادت ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله کے معنی اور لا اله الا الله محمد رسول الله کے معنی ایک ہی ہیں تو فرمایا دیجئے کہ ان تشهد وان کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے۔وہ کیوں اڑائے گئے۔کیوں کہ اس شخص نے سخت فتنہ برپا کر دیا ہے اور بستی کے لوگ زمیندار اَن پڑھ بہت چکر میں پڑے ہیں اب احقر کا خیال ہے کہ علماء دین کی طرف سے جو جواب بموجب شریعت کے عنایت ہوگا اس شخص کو اور بستی والوں کو پڑھ کر سنا دیا

جائے اور فتنہ کا خاتمہ ہوجاوے اور یہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں کلمہ شہادت پڑھنے سے منع نہیں کرتا صرف کلمہ طیب میں محمد رسول اللّٰہ ملا کر پڑھنے کو منع کرتا ہوں۔

(۲) نیز اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جس نے کلمہ طیب میں محمد رسول اللّٰہ ملانا بند کردیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) قریب ہی اس سوال کا جواب یہاں سے جاچکا ہے اب یہ دوبارہ آیا ہے پہلے صرف مسئلہ دریافت کیا تھا اب دلیل بھی طلب کی ہے۔ قرآن شریف میں کلمہ طیب کے دونوں جزء علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں لاالہ الا اللّٰہ سورہ والصافات پارہ ومالی[1] میں مذکور ہے اور محمد رسول اللّٰہ سورہ انافتحنا پارہ حم[2] میں ہے۔ حدیث شریف میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت دونوں موجود ہیں۔ کلمہ طیبہ کا پہلا جزء اور کلمہ شہادت دونوں موجود ہیں[3] کلمہ طیبہ کا پہلا جزء اور کلمہ شہادت پورا اذان میں پانچوں وقت پڑھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے لفظ ان تشھدان کے ساتھ بھی تعلیم دی[4] اور بغیر اس کے بھی کسی اور شخص نے تصرف کرکے نہیں اڑایا۔ التحیات میں توحید ورسالت کی شہادت ہے۔ حدیث کی کتابوں میں مختلف صیغوں اور طریقوں سے توحید ورسالت کے اقرار کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک حدیث نقل کرتا ہوں جس کے روای

---

[1] سورۃ الصافات آیت ۳۵/.

[2] سورۃ الفتح آیت ۲۹/.

[3] اشھدان الا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ لایلقانی بھما احدیوم القیامۃ الاادخلہ الجنۃ علی ماکان فیہ (طس عنہ)ولھم (کنز العمال ص ۴۹/ج ۱/بخاری شریف ص ٦/ج ۱/ کتاب الایمان ،باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام الخ)

[4] کمافی حدیث جبرائیل فقال یامحمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشھد ان لااله الا الله الحدیث الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱/)مشکوۃ شریف ص ۸۵/باب التشھد.

حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ مکتوب علی العرش لا الہ الا اللّٰہ محمدرسول اللّٰہ. لااعذب من قالھا. اسمٰعیل بن الغافر الفارسی فی الاربعین عن ابن عباسؓ (کنز العمال ص۱۵/ج۱[1])

چار صفحات میں اس موقع پر کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے طریقے اور صیغے لکھے ہیں جس کا دل چاہے مطالعہ کرے۔

(۲) غالباً یہ شخص ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے اس کو نرمی سے سمجھا دیا جائے اور مسئلہ بتا دیا جائے کہ کسی عالم کے ذریعہ سے زبانی سمجھا دیا جائے، فتنہ پیدا کرنا سخت گناہ ہے قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ[2] اس سے بچنا لازم ہے اور اس شخص کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف ٦/ذیعقدہ ۵۷ھ

ذکر بالجہر آواز ملا کر کرنا

سوال: -بستی کے اندر ایک مسجد ہے اور اس مسجد میں کچھ آدمی مل کر ذکر بالجہر کرتے ہیں۔ ذکر یہ ہے جو پیر صاحب نے بتا رکھا ہے۔ سبحان اللہ، الحمدللہ، لاالٰہ الاّ اللہ

[1] کنزالعمال ص۵۷/ج۱/حدیث نمبر ۱۸۶/)
[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۹۱/.
ترجمہ:- اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے۔ (از بیان القرآن)

وغیرہ۔ اوراس وقت کرتے ہیں جب عشاء کی نماز کے بعد نمازی نماز سے فارغ ہوکر چلے جاتے ہیں۔ عشاء کی نماز سے تقریباً ۴۰/ یا ۴۵/ منٹ کے بعد حلقہ والوں نے بآواز بلند ذکر شروع کردیا۔ تواب آپ برائے مہربانی یہ تحریر کردیجئے کہ اگر کوئی نمازی پھر آجائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ ایسے مل کر حلقہ کرنا یعنی ذکر بآوازِ بلند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی نفسہ ذکر اللہ بہت مبارک ہے۔ قرآن کریم[1] اور حدیث شریف[2] میں اس کی کثرت سے ترغیب آئی ہے۔ جو کلمات سوال میں مذکور ہیں ان کی بڑی فضیلت وارد ہے،[3] ان کو آہستہ اور جہر سے پڑھنا ہر طرح ٹھیک ہے، مگر مناسب یہ ہے کہ ان کو آہستہ پڑھا جائے اور انفرادی طور پر پڑھا جائے حلقہ کی صورت سے آواز ملا کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے۔ بسا اوقات اس میں تان کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ اپنا اپنا الگ پڑھیں، اگر ایسے وقت کوئی نماز کیلئے آئے اور وہیں پڑھنا چاہے تو اس کو موقع دیا جائے تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ آئے۔[4]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۹۲ھ

---

[1] اُذْکُرْ رَبَّکَ کَثِیْراً الآیۃ سورۂ آل عمران آیت ۴۱/.

ترجمہ:- اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو الخ از بیان القرآن۔

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَخِیْفَۃً الآیۃ سورۂ اعراف آیت ۲۰۵/

ترجمہ:- اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کیساتھ اور خوف کے ساتھ۔ از بیان القرآن۔

[2] عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْعِبادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً وَّالذَّاکِرَاتِ الحدیث مشکوۃ شریف ص ۱۹۸/ باب ذکر اللّٰہ عزو جل.

[3] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِیْحُ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محاسبہ

سوال:- محاسبہ کرنا چاہئے یانہیں؟ اگر کریں تو کیا کریں؟ اگر اسے جماعتی طور پر کریں تو کیسا ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے۔ لہٰذا جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شخص کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے[1] ہاں کوئی جاننے والا اگر کسی نہ جاننے والے کو سکھانے کے لئے اس کا محاسبہ کرے یا اپنے ماتحت اور زیر تربیت سے محاسبہ کرے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۴ھ

وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغولی

سوال:- کسی عالم کی تقریر کے وقت یا درس حدیث یا کسی دینی کتاب پڑھنے کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ يَمْلَأُهٗ وَلَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهٗ حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى يَخْلُصُ اِلَيْهِ مشكوة شريف ص ۲۰۲/باب ثواب التسبيح.

[4] والجمع بينها بان ذالک يختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حيث خيف الرياء اوتاذى المصلين اوالنيام والجهر افضل حيث خلاممما ذكر الخ شامی کراچی ص ۶/۳۹۸، كتاب الحظروالاباحة فصل فى البيع،سباحة الفكر ص ۷۲/مطبوعه لكهنؤ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اعلم ان العبد كمايكون له وقت فى اول النهار يشارط فيه نفسه على سبيل التوصية بالحق،فينبغى ان يكون له فى آخر النهارساعةيطالب فيها النفس ويحاسبها على جميع حركاتها وسكناتها الخ احياء العلوم ص ۳۹۲/ج۴/ كتاب المراقبة والمحاسبة ،بيان حقيقة المحاسبة بعد العمل،مطبوعه مصرى.

وقت اپنے وظیفہ یا کلمہ سُوم، استغفار درود شریف میں مصروف رہنا خلاف اولیٰ تو نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً

اس طرح نہ تو تقریر کا پورا فائدہ حاصل کرسکتا ہے نہ وظیفہ کی طرف پوری توجہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں کام ادھورے رہتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز

سوال:- اگر ہونٹ اور زبان نہ ہلے اسی طرح اللہ اللہ یا درود شریف یا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ورد کرے یا استغفر اللّٰہ وغیرہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۹۰ھ

---

[1] اکثر المشائخ علی ان الصحیح ان الجھر حقیقته ان یسمع غیره والمخافتة ان یسمع نفسه وقال الھند وانی لاتجزیه مالم تسمع اذناه ومن بقربه فالسماع شرط فیمایتعلق بالنطق باللسان والتحریمة والقراءة السریة والتشھد والاذکار الخ(مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۷۶ / مطبوعه مصری ،باب شروط الصلوة الخ)

شب برأت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لاحول الخ کا ورد

سوال:- بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد چالیس بار لاحول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم پڑھیں۔ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم بہت اعلیٰ ذکر ہے جو جنت وعرش کے مخصوص خزانہ سے عطا ہوا ہے[1] اس کی کثرت کرنا بہت مفید ہے کسی وقت بھی پڑھا جائے نافع ہے، غروب آفتاب کے بعد چالیس ۴۰/ مرتبہ کی قید احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلقۂ ذکر مخصوص ایام میں اوراس میں عورتوں کی شرکت

سوال:- بعض لوگ بالالتزام ہر پیر اور جمعرات کواور کسی کے مرنے پر تیسرے ساتویں اور چالیسویں دن راتوں میں حلقۂ ذکر منعقد کرتے ہیں اوراس میں عورتوں کو بھی مردوں کے ساتھ بلایا جاتا ہے اور بعض جگہ خود عورتیں (بوڑھی وجوان ہر دو قسم) شریک ہوتی

---

[1] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الااعلمک اوالا ادلک علی کلمۃ من تحت العرش من کنز الجنۃ ،تقول لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ الحدیث، الترغیب والترھیب للمنذری ص ۴۴۴/ ج ۲/ الترغیب فی قول لاحول الخ مطبوعہ مصر ،بخاری شریف ص ۹۴۸/ ج ۲/ کتاب الدعوات باب لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ ،اشرفی دیوبند.

ہیں مردوں کے ذکر کو سننے کی غرض سے عین ذکر کے موقعہ پر چراغ گل کر دیا جاتا ہے اور ذکر کے بعد کچھ شیرینی تقسیم ہوتی ہے کیا ایسے حلقوں میں عورتوں کو شرعاً بھیجنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذکر اللہ کی ترغیب اور فضیلت قرآن وحدیث شریف میں بکثرت وارد ہے مگر ان ایام اور تاریخوں کی تعیین بے اصل ہے اس کو شرعی چیز قرار دینا غلط ہے اور بدعت ہے اس پر التزام کرنا غیر ثابت کو لازم قرار دینا ہے جو احکام شرع میں تحریف ہے جو شرعاً مندوب ہو وہ بھی اصرار والتزام سے مکروہ ہو جاتی ہے۔ **الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة**[1] **سباحة الفکر**[2] **ردالمحتار. تنقیح الفتاویٰ الحامدیة**[3] **کبیری شرح المنیة**[4] **طیبی**[5] **مرقاة**[6] وغیرہ میں یہ مضمون بعبارات مختلفہ موجود ہے پھر عورتوں کو ایسے حلقوں میں شریک کرنا اور عین ذکر کے موقعہ پر چراغ گل کر دینا مستقل مظنۂ فتنہ ہے اس کی ہرگز اجازت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/٦/۹۴ھ

---

[1] سعایة ص ۲٦۵ / ج ۲ / الفصل فی القرآت طبع لاهور.

[2] سباحة الفکر ص ۷۲ /.

[3] شامی زکریا ص ۵۰۱ / ج ۲ / الوتر والنوافل مطلب فی کراهة النفل علی سبیل التداعی.

[4] حلبی کبیر ص ۴۳۳ / قبیل فصل فیما یفسد الصلوة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[5] شرح الطیبی ص ۳۷۴ / ج ۲ / باب الدعافی التشهد الفصل الثانی ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة.

[6] مرقات شرح المشکوٰة ص ۱۴ / ج ۲ / باب الدعاء فی التشهدطبع بمبئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

﴿خلیفہ بنانا﴾

آستانۂ شیخ کی تولیت

سوال:- کیا زید آستانۂ شیخ طریقت کا متولی وسجادہ نشین منتخب کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ کوئی خلیفہ حیات نہ ہو۔ البتہ دوسرے مریدین حیات ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے شیخ طریقت کے آستانہ کی تولیت کے لئے کیا شرائط ہیں۔ اگر وہ شرائط زید میں ہوں تو وہ بھی متولی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کے مرید کو اجازت دینا

سوال:- کیا خلیفۂ مجاز اور سجادہ نشین کو یا اپنے پیر بھائی کو خلافت نامہ دینا جائز ہے یا اپنے پیر بھائی کے مرید کو اجازتِ بیعت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلیفہ جب کہ اپنے شیخ کی طرف سے اہلیت وصلاحیت کی بناء پر خلیفہ ومجاز ہے اور اس کے شیخ طریقت نے اس کو اس کی اجازت دی ہے تو وہ بھی اجازت دے سکتا ہے، اپنی طرف سے اور اپنے شیخ کی طرف سے بھی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شیخ کی طرف سے بیعت واجازت

سوال:- کیا کوئی یہ تحریر کرسکتا ہے یا زبانی پڑھوا سکتا ہے کہ پیرومرشد شیخ طریقت کے دستِ مبارک پر بیعت کیا جاتا ہے؟ اور کیا اپنے شیخ کی طرف سے اجازت بیعت دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض مشائخ اپنے خلفاء اور معتمدین کو فرما دیتے ہیں کہ تم جس کو اہل سمجھو اس کو میری طرف سے اجازت دیدو تو ان کی طرف سے بھی اجازتِ بیعت ہوسکتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۷/۱۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت وخلافت کے بیعت کرنا

سوال:- زید حضرت مولانا شاہ وصی اللہ کا مرید ہے مگر اب وہ کچھ کام بدعت کے کرتا ہے۔ مثلاً قوالی سنتا ہے، گاگر اٹھاتا ہے۔ غرضیکہ عام بدعت جو ہر بریلوی خرافات کرتا ہے۔ مگر زید اب بھی اپنے کو دیوبندی کہتا ہے اور نہ زید کو خلافت ملی مگر مرید کرتا پھرتا ہے۔ کیا

ان بدعات پر اس کو صحیح العقیدہ اہل سنت کہا جا سکتا ہے؟ کیا وہ مرید کرنے کا بھی حق رکھتا ہے؟ یا زید دعا تعویذ کا پیسہ لیکر کھا سکتا ہے۔ لہذا صحیح صورتِ حال جو ہو وہ احادیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس کو اجازت بیعت حاصل نہیں ہے اور وہ بدعات میں مبتلا ہے اس سے بیعت ہونا درست نہیں ہے۔ کیونکہ بیعت کا مقصود اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن ہے۔[1] شخص مذکور خود اصلاح کا محتاج ہے وہ کسی کی کیا اصلاح کرے گا۔ بلکہ جن غیر شرعی امور میں مبتلا ہے اس سے مرید ہونے والے بھی ان میں مبتلا ہوں گے اور بجائے اصلاح کے نفس میں خرابی پیدا ہوگی۔ جو شخص متبعِ سنت نہیں اور بدعات سے متنفر نہیں وہ دیوبندی مسلک پر نہیں۔ اگر وہ تعویذ جانتا ہے اور فریب نہیں کرتا ہے، تعویذ میں کوئی ناجائز بات نہیں کرتا ہے تو تعویذ کی اجرت اس کو لینا درست ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت شیخ بیعت کرنا

سوال:- اگر کوئی ایسا شخص جو کسی شیخ طریقت سے مجاز نہیں تو اس کے لئے یہ بات

---

[1] لان الغرض من البیعة امره بالمعروف ونهیه عن المنکر وارشاده الیٰ تحصیل السکینة وازالة الرذائل واکتساب الحمائد الخ القول الجمیل مع شرحه شفاء العلیل ص ۱۴/ مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] استاجر لیکتب له تعویذاً لاجل السحر جاز الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۲۷/ ج ۹/ کتاب الاجارة، مسائل شتی،

جائز ہے یا کہ نہیں کہ کسی کو اس طرح پر بیعت کردے جس طرح پر کہ مشائخ طریقت بیعت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح پر ذکر وغیرہ بتائے بعینہٖ جس طرح پر کہ مشائخ اپنے مریدین کو بتاتے ہیں یا صرف نماز یا روزہ چوری وزنا وغیرہ کے کرنے اور نہ کرنے کی بیعت لیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کسی کو بیعت کرنے کے لئے اس بیعت کرنے والے کا کسی شیخ طریقت سے مجاز ہونا ضروری نہیں لیکن اس کے اندر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا جائز ہو تو پھر اس زمانہ میں جیسا کہ بہت سارے غلط قسم کے پیر بغیر کسی نسبت شیخ کے قائم ہونے کے عوام کو بیعت کرتے رہتے ہیں ان کو تو یہ ایک سہارا ہوگا کہ علماء نے اس کو جائز کہا ہے۔ دیگر اور بھی مفاسد اس سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ نیز کتب تصوف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ راہ تصوف میں کام کرنا ہو تو بیعت کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ شیطان اغوا کر کے کہیں سے کہیں لے جائیگا۔ جیسا کہ تصوف کی کتاب ترجیح الجواہر المکیہ میں ہے۔

جس سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے اور ایک ایسا شخص جو اگر چہ عالم ہی ہو اور سنت کا متبع بھی ہو مگر راہ سلوک کے اندر کسی شیخ طریقت کے تحت رہ کر محنت ومشقت اٹھا کر اس کی کیفیت وحقائق سے مطلع نہیں ہوا ہو اور اس راہ کی جملہ گھاٹیوں سے واقف نہیں ہوا ہو اس کے لئے یہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کہ کسی کو بیعت کرلے اور اس راہ کی تصلیح دے بندہ کو یہ اشکال ہے۔ براہ کرم مسئلہ کی حقیقت سے بندہ کو مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ نیز حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادات شیخ الاسلام میں اور مولانا تھانویؒ نے اپنے رسائل تعلیم الدین میں غیر اجازت یافتہ لوگوں کو کسی کو بیعت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں کے لئے عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ اعمال صالحہ کی تحصیل ضروری ہے اور

صرف درجہ علم تک اسکا جاننا یا سمجھنا کافی نہیں بلکہ ان سے متصف وآراستہ ہونا اور اس میں ملکۂ قویہ اور کیفیت کا حصول نہایت قابل اہتمام ہے۔ اس دور میں استعدادیں اتنی ضعیف ہیں کہ بغیر شیخ کامل محقق سے رابطہ قویہ قائم کئے اصلاح نہیں ہوتی۔ اخلاق رذیلہ کی اصلاح نہیں ہوتی اور اس کو احسان اور استحضار نہیں اس کی صحبت اور بیعت سے دوسروں کو یہ چیز کیسے میسر آئیگی۔ ایسے شخص کا شیخ بن کر دوسروں کو بیعت کرنا اپنے کو منافع تربیت واصلاح کے ثمرات سے خود محروم رہنا اور طالبین کے لئے وصول الی الحق سے سدراہ بننا ہے۔ شیخ کامل کی علامت التکشف[1] وغیرہ میں مذکور ہے۔ تربیت کے طرق ضیاء القلوب[2]، تربیۃ السالک[3] وغیرہ میں مبسوط ہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۷/۸۵ھ

دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا

سوال:- اگر کسی ایک سلسلہ میں خلافت مجاز عطا ہوئی تو پھر دوسرے سلسلے کے پیر کی طرف سے بھی خلافت عطا ہو تو کیا خلافت لے سکتے ہیں؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا ایک سلسلہ سے خلافت کافی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصود تو خلافت نہیں ہے اور اس کیلئے جدوجہد بھی نہیں چاہئے کہ اس میں مشیخیت

---

[1] التکشف ص ۱۵۳ /ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند علامات شیخ کامل.

[2] ضیاء القلوب، مصنفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ۔

[3] تربیۃ السالک، مصنفہ حضرت تھانویؒ۔

[4] فقیہہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی تربیت الطالبین بھی اس موضوع پر انتہائی مفید ہے۔

کی طلب ہے جو کہ راہِ سلوک کے خلاف ہے تاہم کوئی بزرگ اگر اجازت وخلافت دیں خواہ دوسرے سلسلے کے کیوں نہ ہوں تو انکے اخلاص وشفقت کے پیش نظر قبول کر لینا چاہئے مگر ان سے نہ طلب کی جائے نہ دل میں اس کی خواہش ہونی چاہئے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اپنے مرشد کی طرف سے اجازت دینا

سوال:-اگر کوئی مرشد صاحب اپنے وقت آخر کسی خلیفہ کو ہدایت کرے کہ میرے فلاں مرید کا سلوک مکمل ہونے کے بعد ان کو میری طرف سے خلافت دیدینا۔یعنی وہ مرشد صاحب جو بعد کو وصال کر گئے ان کی طرف سے خلافت ہوسکتی ہے؟ جو بزرگ وصال کر گئے ان کا خلیفہ کہلائے گا یا جس نے خلافت دی ان کا خلیفہ ہوگا؟ ہمارے سلف کا کیا طریقہ رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۳)اس کی بھی نظیریں موجود ہیں کہ ایک طالب کی اصلاح کی مگر استحکام کا انتظار رہا کہ مرشد کا وقت آ گیا تو اپنے خلیفہ سے کہہ دیا کہ استحکام ہونے پر میرے بعد تم فلاں شخص کو اجازت وخلافت دیدینا وہ اجازت بھی میری طرف سے ہوگی۔اس صورت میں ایسے شخص کو اصل مرشد کا خلیفہ کہا جائے گا مگر بالواسطہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:-اگر کسی مرشد نے اپنے کسی خلیفہ کو یہ ہدایت نہیں کی کہ میرے فلاں مرید کو

میری خلافت دینا تو کیا مرشد کے انتقال کے بعد بغیر ہدایت وحکم مرحوم کے مرید کو ان کا خلیفہ بنایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرشد جب کسی کی تربیت کے بعد اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو خلافت دینے کے لئے بھی بناتے ہیں مرید کرنے کے لئے بھی بناتے ہیں۔اب یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میرے لوگوں میں سے جس کو اہل سمجھو میری طرف سے خلافت دیدینا۔اس لئے وہ بھی مرشد ہی کا خلیفہ شمار ہوتا ہے مگر بالواسطہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:-کوئی خلیفہ اپنے مرید کو یا کسی دوسرے پیر بھائی کے مرید کو (ایک ہی سلسلہ کے) اپنے مرشد کی طرف سے خلافت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی بھی نظیریں ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حاجی صاحب کے پیر اور خلفاء

سوال:-حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے پیر ومرشد کا کیا نام تھا؟ حاجی

[1] مطلب یہ ہے کہ یہ بھی درست ہے۔

صاحب عرس، فاتحہ، ایصال ثواب، میلاد وقیام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ ان کے کتنے خلفاء تھے؟ ان میں کون کون اکابر ومشاہیر خلیفہ ہوئے ہیں، ان کے کیا عقائد تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے پیرومرشد کا نام حضرت نور محمد جھنجھانوی نور اللہ مرقدہٗ ہے[1] فیصلہ ہفت مسئلہ اور اس کے ضمیمہ میں لکھا ہے[2] کہ یہ افعال فی نفسہٖ مباح ہیں اور قیود زائد ہیں، یعنی قابل ترک ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے بہت سے خلیفہ تھے، ضیاء القلوب میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے متعلق بہت اونچے کلمات فرمائے ہیں، اور اپنے متعلقین کو نصیحت ووصیت فرمائی ہے کہ ان دونوں کو میری جگہ سمجھیں، اگر یہ مجھ سے بیعت نہ ہوتے تو میں ان سے ہوتا، مگر معاملہ برعکس ہوگیا کہ وہ پہلے بیعت ہوگئے، ان کے فتویٰ اور حکم سے باہر نہ جائیں[3] حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ میرے سلسلے کے فخر ہیں[4]

---

[1] ضیاء القلوب ۱۰۲/مع تصفیه.

[2] هفت مسئله پهلامسئله مولودشریف ص۳/دوسرامسئله فاتحه مروجه ص٦/ تیسرا مسئله عروس ص۸/ مطبوعه کانپور،

[3] مولوی رشید احمد سلمہٗ ومولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری وباطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشاں بجائے من ومن بمقام اوشان شدم (ضیاء القلوب ص ۱۰۱/ مترجم) وصیت ونصیحت آمیز کلمے، طبع رحیمیه دیوبند.

ترجمہ:- مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ کو جو تمام کمالات ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں، میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھیں اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔

[4] تذکرة الخلیل ص۳۵۳/ مطبوعه اشاعت العلوم سهارنپوربعنوان، کمالات وکرامات.

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متعلق بھی بہت تعریف واعتماد کے الفاظ مذکور ہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۱۴۰۰ھ

کیا خلافت دینے کے لئے مرید ہونا ضروری ہے؟

سوال:- خلافت دینے کے لئے مرید کرنا ضروری ہے؟ یا خلافت دینے والے کا ہی مرید ہونا ضروری ہے؟ یا اپنے کسی پیر بھائی کے مرید کو بھی خلافت دی جاسکتی ہے (ایک ہی سلسلہ کے) کسی دوسرے سلسلہ کے بھی مرید کو بغیر مرید کئے خلافت دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تزکیۂ باطن کرلیا اور احسان وحضور کی کیفیت حاصل ہوگئی تو اس کو بھی اجازت دے سکتے ہیں مرید ہونا رسمی طور پر لازم نہیں البتہ مرید ہونے سے نفع زیادہ ہوتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۶ھ

شیخ کا نافرمان کیا سجادہ نشین بننے کا مستحق ہے؟

سوال:- خلفاء اور ورثاء میں ہر وہ شخص جو اپنے پیرومرشد کا نافرمان مزید برآں

---

[1] حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے بار بار فرمایا کہ بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو اور جب کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو فرماتے جزاکم اللہ تم نے بس میرے سینہ کی شرح کردی (اشرف السوانح، باب سیزدہم، شرف بیعت واستفاضۂ باطنی، مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون) حضرت حاجی صاحبؒ، ان مسائل کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور لکھوا بھیجا کہ انشاء اللہ تم سے مسلمانوں کو بہت نفع پہنچے گا۔ (اشرف السوانح ص ۱۹۱/ج ۱)

وصیت کے خلاف دستِ تصرف دراز کر کے اور حق تلفی کر کے خود ساختہ ہر چیز کا مالک و منتظم کار بھی بن بیٹھا وہ صحیح معنوں میں سجادہ نشین کہلانے کا مستحق ہے کہ نہیں اور اس سے بیعت درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلافت اور بیعت کرنے کا مستحق وہ ہے جس کے اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہوگئی ہو اور اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ میں رسوخ رکھتا ہو۔ متبع سنت اور احکام شرع کا پابند ہو۔ اور اس کے شیخ محقق نے اس پر اعتماد کیا ہو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے[1] اس کے ساتھ تعلقِ اصلاح کرنے سے اخلاق واعمال کی اصلاح ہو کر کیفیت احسان حاصل ہوتی ہو۔ حبِّ مال وحب جاہ سے خالی ہو، ورنہ جیسا کہ پیر ہوگا ویسے اثرات مرید میں پیدا ہوں گے۔ **فاللّٰہ خیر حا فظا.**

تنبیہ:— اس طرح مبہم سوالات کر کے جوابات کو کسی خاص شخص پر منطبق کرنا بسا اوقات غلط ہے اور موجب فتنہ بھی ہوتا ہے، جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۱ھ

---

[1] مرید شدن از آں کس درست است کہ دران پنج شرط متحقق باشد شرط الول علم کتاب وسنت داشتہ باشد، شرط دوم:— آنکہ موصوف بعد الت وتقوی باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرار برصغائر نماید، وشرط سوم:— آنکہ بے رغبت از دنیا وراغب در آخرت باشد، شرط چہارم:— آنکہ امر معروف ونہی از منکر کردہ باشد وشرط پنجم آنکہ از مشائخ ایں امر گرفتنہ باشد وصحبت معتد بہا ایشاں نمودہ باشد، فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴/ ج ۲/ مسائل متفرقہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

مرید ہونے کیلئے سند کی ضرورت

سوال:- زید پابند صلوٰۃ وصوم بھی ہے۔تقریباً چالیس بیالیس سال سے علانیہ طور پر سلسلۂ بیعت قادری مسلک میں جاری کئے ہوئے ہے۔زید جن بزرگ سے خود کو بیعت بتاتا ہے وہ زید کے پیر مرشد وشیخ طریقت سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ میں خلافت حاصل کئے ہوئے تھے۔زید کا یہ قول مصدقہ ہے کہ وہ شیخ طریقت کی صحبت میں بچپن سے رہا۔ تعلیم وتربیت بھی شیخ طریقت کے پاس پائی۔شیخ طریقت کے آستانہ وخانقاہ کی طرح آستانہ وخانقاہ قائم کی، مسجد تعمیر کرائی، مدرسہ قائم کیا۔مگر زید کے پاس شیخ طریقت مذکور سے حاصل کردہ کوئی سند نہیں۔بقول زید وہ ضائع ہوگئی ہے۔لہٰذا کیا زید کو شیخ طریقت کا مرید تسلیم کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زید کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ سے مرید ہوں تو بلاوجہ اس کی تکذیب کیوں کی جائے اور یہ قول کوئی شرعی حکم نہیں جس کا تسلیم کرنا واجب ہو۔ایک شخص اپنے ایک حال کی خبر دیتا ہے۔آثار سے وہ صادق معلوم ہوتا ہے۔تو سچ مان لیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

خلافت، وصیت، خائن، فاسق، فاجر کسے کہتے ہیں؟

سوال:- شرع شریف میں خلافت اور وصیت کی کیا حقیقت ہے اور خائن اور فاسق و فاجر کسے کہتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلافت کسی کو اپنا جانشین بنانا[1] مثلاً کوئی صاحب نسبت بزرگ اپنے کسی مرید کی تربیت واصلاح کر کے اس کو اپنے قائم مقام بنادیں کہ ان سے بیعت ہوکر اپنی اصلاح کرایا کرو اور طریقۂ تربیت سکھا کر فرمادیں کہ بجائے میرے تم اصلاح کیا کرو۔ وصیت کسی مال میں کسی تصرف کیلئے ہدایت دینا کہ میرے انتقال کے بعد یہ تصرف کیا جائے[2] مثلاً میرے ذمہ نماز، روزہ، حج باقی ہے فدیہ دیا جائے یا حجِ بدل کرایا جائے ''خائن'' جو شخص امانت کی حفاظت نہ کرے اس میں بے جا تصرف کرے[3] ''فاسق'' جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے[4]۔ ''فاجر'' کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے۔ جو کھلم کھلا بے دھڑک بڑے بڑے گناہ کرتا ہو[5]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تمباکو کے تاجر کو اجازت بیعت

سوال:- زید بکر کے یہاں پیری مریدی ہوئی ہے۔ زید بوجہ ضعیفی اپنے اہل تعلق میں

---

[1] الخلافة الامارة والنيابة عن الغير (قواعد الفقه، الرسالة الرابعة التعريفات الفقهيه ص ۲۸۰/ اشرفی بکڈپو دیوبند.

[2] الوصية اصطلاحا: الامر بالتصرف بعد الموت اوالتبرع بالمال بعده (معجم المصطلحات والالفاظ الفقهيه ص ۴۸۳/ ج۳/ طبع دارالفضيلة القاهره)

[3] الخون:- ان يوتمن الانسان فلاينصح خانه خوناً وخيانةً وخانةً ومخانة واختانه فهو خائن (القاموس المحيط ص ۱۳۰/ ج۲/ طبع دار عالم الكتب سعوديه)

[4] الفسوق شرعاً الخروج عن طاعة اللّٰه بارتكاب كبيرة قصداً والاصرار على صغيرة بلاتاويل (قواعد الفقه، الرسالة الرابعة التعريفات الفقهيه ص ۴۱۲/اشرفی بکڈپو دیوبند.

[5] فاجر: هوالمنبعث فی المعاصی والمحارم (لسان العرب ص ۴۶/ ج۵/بیروت)

سے دوصاحبان کودستار بندی کرکے اجازت دیناچاہتے ہیں۔ ہردوصاحبان اللہ اللہ کرنے والے ہیں اورتمباکونوشیدنی اورخوردنی کی تجارت کرنے والے ہیں۔ کیاان صاحبان کو اجازت دے سکتے ہیں اور چوڑی کی تجارت بھی کرتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگران کواللہ پاک نے اخلاق فاضلہ اعمال صالحہ نسبت احسانیہ سے نوازا ہے اور استحکام پیدا ہوگیا ہےتوان کومجاز بنانا درست ہے۔تمباکوخوردنی ونوشیدنی کی تجارت حرام نہیں ہے، ناپسند ہے بدبوکی وجہ سے[1] یہ ایسی چیزنہیں کہ اس کی وجہ سے ایک اہل کومحروم کیاجاوے چوڑیوں کی تجارت بھی فی نفسہٖ جائز ہے۔مگراہل خانہ کو پردہ لازم ہےان کوتاکیدکی جائے کہ وہ پردہ میں رہ کرکام کریں بے پردگی سے خوش رہنا جائزنہیں جوشخص صاحب نسبت ہوگاوہ کبھی ناجائزچیز سے خوش نہیں رہ سکتاہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند۲۵/٦/۸۵ھ

.PAGE24\A02.
not found.

[1] فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه وقدکرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقاله بالثوم والبصل .الدرالمختار علی ا الشامی نعمانیه ص ۲۹٦/ج۵/ قبیل کتاب الصید شامی کراچی ص ۴٦۰/ج٦/ کتاب الاشربة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

منکرات تصوف

پیر کا نام بطور وظیفہ پڑھنا اور مرید سے نذرانہ لینا

سوال:- پیر صاحب کا نام بطور وظیفہ لینا کیسا ہے؟ نیز پیر صاحب کا مریدین سے نذرانہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وظیفہ کے طور پر پیر صاحب کا نام لینا جائز نہیں[1] مرید اگر خوشی سے ہدیہ پیش کرے اور وہ حلال مال کا ہو تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے قبول کرنا درست ہے اس کی مرضی کے خلاف بطور ٹیکس کے اس سے نذرانہ وصول کرنا جائز نہیں حرام ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان الناس قد اکثرو من دعاء غیر اللّٰہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منھم والاموات وغیرھم (الی قولہ) وقدعدہ اناس من العلماء شرکاً (روح المعانی ص ۱۲۸ / ج ٦ / سورۂ مائدہ آیت ۳۵ / مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصطفائیہ)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر صفحہ)

پیر اپنا نذرانہ لیتا ہے مریدین کی اصلاح نہیں کرتا

سوال:- ریاست کشمیر میں ہر ایک خاندان کے پیر صاحب صدیوں سے مقرر ہیں۔ بعضے بعد عرصہ ایک سال بعض سال میں چند دفعہ مرید کے گھر میں آ کر خورد ونوش کرتے ہیں اور کچھ شب گذار کر اس مرید سے ہدیہ حاصل کر کے واپس جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مرید پیر صاحب سے اسلام کی کوئی بات پوچھتے ہی نہیں۔ سال بھر عمر بھر مریدین بے نماز کسب حرام خور ہو کر رہتے ہیں۔ اور یہ پیر اپنا مقرر کردہ ہدیہ لیتے رہتے ہیں۔ اس کمائی کا کیا نام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر کسی بزرگ، متبع سنت صاحب سنت کو بنایا جاتا ہے۔ اور پیر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ مرید کے نفس کی اصلاح ہو، حرام کاموں سے توبہ کرے، شریعت کا ہر حکم مانے، فرائض وواجبات کا اہتمام کرے، اپنی پوری زندگی کو سنت کے مطابق بنائے۔[1] پیر کے ذمہ مرید کی اصلاح وتربیت واجب ہے۔ اگر مرید حرام کاموں میں مبتلا ہے اور پیر سب کچھ جانتا ہے مگر مرید کی اصلاح نہیں کرتا ہے اور اس کو حرام کاموں سے نہیں روکتا ہے اور مرید حرام کاموں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذ من الدراهم وشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهوبالاجماع باطل وحرام (الدرالمختار مع الشامی ص ۴۳۹/ج ۲/البحرالرائق ص ۲۹۸/ج ۲/طحطاوی ص ۵۷۱/مصری) نیز حدیث شریف میں ہے لایحل مالُ امْرِاءٍ الا بطیب نفْس منه .مشکوة شریف ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریه طبع یاسر ندیم.

ترجمہ:- کسی کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فاالتصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن اماعمارة الظاهر فبالاعمال الصالحة واما عمارة الباطن فبذکر اللّٰه وترک الرکون الی ماسواه وکان یتیسر ذالک للسلف بمجرد الصحبة (اعلاء السنن ص ۱۸/۴۳۸، کتاب الادب والتصوف، مطبوعه کراچی)

سے نذرانہ دیتا ہے۔ اور پیر جان بوجھ کر اس کو قبول کرتا ہے تو وہ پیر حرام خور ہے۔ اپنا فریضہ نہیں ادا کرتا ہے۔ اس طرح مرید کی ہرگز اصلاح نہ ہوگی[1] حرام روپیہ پیر کو دینے سے مرید کو ثواب نہیں ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال:- مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرید بطیب خاطر دیتے ہیں جائز ہے اور اگر جبراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے **اذلا یجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی** عالم گیری ص ۷۷۸/ج ۲/[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۲/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/صفر ۵۵ھ

---

[1] دیکھئے التکشف ص ۱۵۳/علامات شیخ کامل، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند،

[2] شامی زکریا ص ۲۱۹/ج ۳/ باب زکاۃ الغنم مطلب فی التصدق من المال الحرام،

[3] عالمگیری ص ۱۶۷/ج ۲/کتاب الحدود فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ پاکستان.

ترجمہ:- کسی مسلمان کے لئے کسی کا مال بغیر سبب شرعی کے لینا جائز نہیں۔ البحر الرائق ص ۴۱/ ج ۵، فصل فی التعزیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

پیر صاحب کا دعوائے الوہیت

سوال:- کوئی پیر کہے کہ مرید اگر مجھے خدا سمجھ کر مان رہا ہے تو میں اس کے نزدیک خدا ہوں۔ تو ایسا شخص جو پیر کو خدا کہے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اس پر راضی ہونے والا کس گناہ کا مرتکب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرک ہے۔ نہ مرید کا پیر کو خدا سمجھنا درست ہے، نہ پیر کا مرید کو اس کی تعلیم دینا یا اس سے راضی ہونا درست ہے۔ ایسی حالت میں دونوں مشرک ہوں گے[1] ایسے پیر سے بے تعلق ہونا لازم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ایک پیر صاحب کے حالاتِ تصوف

سوال:- ایک عالم نے پارسال گاؤں میں آکر تصوف کا بہت بڑا مدرسہ کھولا ہے اس میں مریدوں کا نام لکھ کر داخل کرتے ہیں اور روزانہ مریدوں کا نام پکارا جاتا ہے اور حاضری اور غیر حاضری کا نشان لگایا جاتا ہے سال میں دو مرتبہ ایک مرتبہ سات دن اور دوسری

---

[1] کما یستفاد ولو قال من خدایم علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد کفر الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۲٦۲/ج۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین یکفر اوجعل له شریکا الخ هندیه کوئٹه ص ۲۵۸/ج۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین، رجل قال مر ابر آسمان خدا است وبرزمیں تو یکون کفراً (فتاوی قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۵۷۸، کتاب السیر، باب مایکون کفرا من المسلم ومالایکون، مطلب ومن الفاظ الکفر بالفارسیة،

مرتبہ پانچ دن مدرسہ کھولا جاتا ہے۔ مجموعہ بارہ دن سال میں اپنے مریدوں کو تصوف کی تعلیم دیتے ہیں اور ایصال ثواب کی مجلس کرتے ہیں اور وعظ کرتے کراتے ہیں، اور علم تصوف کو بلاضرورت فرضِ عین بتاتے ہیں۔ علم شریعت بدون معرفت مکمل نہیں ہوتا ہے اور مریدوں سے حسبِ مقدور روپیہ، پیسہ، چاول، گھانس، بکری، مرغی وغیرہ لے کر مریدوں اور دور دراز کے وعظ سننے والوں کو کھلاتے ہیں بچے ہوئے روپیہ میں سے کچھ غریبوں کو دیتے ہیں اور کچھ آمدورفت کی بابت پیر صاحب لے لیتے ہیں، عوام کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے بہت اچھی تجارت بنائی ہے۔ ہیئت کذائی کے ساتھ تصوف کی تعلیم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے روپیہ کمانے اور تجارت کرنے کا طریقہ تو سب لکھ دیا۔ لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ تصوف کی کیا تعلیم دیتے ہیں تاکہ اس کے جواز وعدم جواز پر غور کیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ ایسا تصوف فرض عین ہے یا نہیں اور بغیر ایسی معرفت کے علم شریعت مکمل ہے یا غیر مکمل۔ جو روپیہ پیسہ مریدوں سے لیتے ہیں وہ اگر توبہ کرانے کا معاوضہ ہے تب تو حرام ہے[1] اگر مرید اپنی خوشی سے بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو اس میں گنجائش ہے۔ وعظ سننا، سنانا جائز بلکہ ثواب ہے بشرطیکہ اس میں خلاف شرع کوئی شئ نہ ہو۔ ایصالِ ثواب بھی اچھی بات ہے لیکن اس میں اگر

---

[1] حدیث نوزدهم. عن الاحنف بن قیس فی حدیث طویل قال قلت لابی ذرماتقول فی هذه العطاء قال خذه فان فیه الیوم معونة فاذا کان ثمنا لدینک فدعه، اخرجه الشیخان (التکشف ص۵۱۷، عادة قبول هدایا از اهل اموال، مطبوعه ادارة تالیفات اولیاء دیوبند) ولاتصح الاجارة لاجل الطاعات درمختار، علی الشامی کراچی ص۵۵/ج۶/ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات،

ترجمہ:- حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، آپ اس عطیہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا لے لو اس لئے کہ اس میں آج معونت (مدد) ہے پس جب یہ تیرے دین کا ثمن بن جائے پھر اس کو چھوڑ دو۔

تاریخ وغیرہ کا تعین مثل عُرس کے ہو اور کسی ہیئت خاصہ غیر ثابتہ کا التزام ہو۔ جیسے کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھا یا مزار پر چڑھاوا چڑھایا جاتا ہو غیر اللہ کی نذر مانی جاتی ہو یا وہ مجلس غنا مزامیر، رقص وسرود وغیرہ منکرات پر مشتمل ہو یا یہ مجلس ریا اور فخر کے لئے کی جاتی ہو پھر شرعاً ناجائز ہے اور ممنوع ہے[1] اس کا ترک کرنا واجب ہے اس میں شرکت گناہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۵/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ۲۱/۵/۶۰ھ

پیر کا بخشش کروانا

سوال:- کیا پیر اپنے مرید کی بخشش کرا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ کی اجازت سے کرا سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند

---

[1] واقبح منه النذر بقراء ة المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلک الی حضرة المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم (الشامی نعمانیه ص ۱۲۸ / ج ۲ /) قبیل باب الاعتکاف،

[2] مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ الاٰیة (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵)

ترجمہ:- ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے (بیان القرآن)

ایک پیر کے مخلوط حالات

سوال:- علاقۂ کشمیر ضلع مظفرآباد میں ایک شخص بدعویٰ پیری آیا ہوا ہے اپنا سلسلہ نقشبندی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ علمی قابلیت میں عربی میں خلاصہ کیدانی بھی نہیں پڑھا ہے البتہ اردو میں تحریر وتقریر جانتا ہے وعظ ونصیحت کرتا ہے جو کہ مطابق شرع ہوتی ہے لباس عالمانہ پہنتا ہے صرف شملہ چھوڑتا ہے۔ داڑھی مطابق شرع ہے۔ ڈھول وغیرہ سے اعراض کرتا ہے اسی طرح منکرات سے بچنے کے لئے خوب وعظ کہتا ہے۔ بایں ہمہ اوصاف جدھر جاتا ہے ایک مرید کے ہاں قیام کرتا ہے۔ مسجد محلّہ میں باجماعت نماز کمتر پڑھتا ہے اگر چہ وہ دس قدم پر ہی کیوں نہو بلکہ اپنے جائے قیام پر مریدوں کے ساتھ باذان واقامت ادا کرتا ہے لوگوں کو بلا بلا کر مرید کرتا ہے کوئی شخص مرید نہو تو خود نرم زبانی سے قابو میں لاتا ہے ورنہ کسی معتبر مرید کے ذریعہ اس کو زیر کرتا ہے جب ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جاتا ہے تو خود گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور دوسرے مریدوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آگے پیچھے ذکر جہریہ کرتے چلیں۔ مٹی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا عموماً کرسی یا چوکی پر بیٹھتا ہے بعض اوقات خود کسی کرسی پر بیٹھ کر ذکر کراتا ہے جس مرید کے مکان میں اقامت اختیار کرتا ہے اس کے گھر کی مستورات میں بے پردہ بیٹھتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ بہت تعلق رکھتا ہے ہمیشہ ان کے ساتھ مجلس کرتا ہے ان کے پاس جا کر ریڈیو۔ گراموفون۔ باجے سے بھی کبھی کبھی شغل کرتا ہے اس کے یہاں مراتب کا خاص خیال ہے یعنی غریبوں کو اتنی عزت نہیں جتنی امیروں کی کرتا ہے۔ مریدوں سے نقد جنس وصول کرتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں کچھ نہیں خرچ کرتا۔ غذا عمدہ پر تکلف کھاتا ہے معمولی خوراک کھاتا ہی نہیں اس کا اثر یہ ہے کہ مرید کچھ مدت تک ذکر وشریعت کے پابند رہتے ہیں۔ بے نماز، فاسق، فاجر، اور ریش تراشوں تک کو مرید کر لیتا ہے۔ مریدوں کو مجمع عام

میں لے جا کر کہتا ہے کہ منہ کو بند کر کے، ''اللہ'' دل میں اور ''ہو'' کو دم کے ساتھ ناک سے نکالیں مرید ایسا کرتے ہیں اور دو تین منٹ میں بدحواس ہو کر اچھلنے کودنے لگتے ہیں۔ یہانتک کہ بے خود ہو جاتے ہیں۔ بدحواسی میں اللہ اور 'ہو' کا تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا اسی طرح شور وشر کر کے گر جاتے ہیں۔ اگر نماز پڑھنا ہوتا ہے تو بلا تازہ وضو کئے نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی حالت میں جب پیر کوئی شعر پڑھتا ہے تو تمام مجلس رقص میں آجاتی ہے۔ پیر اسے ذکر قلبی مطابق سلسلۂ نقشبندیہ کہتا ہے جن مریدوں پر اثر نہیں ہوتا پیر انہیں سنگدل کہتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو مریدوں کو بیعت توڑ دینی چاہئے۔ نیز اس ذکر کو مطابق سلسلۂ نقشبندیہ کہنا درست ہے یا نہیں جن مریدوں پر اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ کیا ہے اور بلا تجدید وضو نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گراموفون وغیرہ سننا[1] اور رقص کرنا[2] بلا عذر شرعی جماعت مسجد ترک کرنا[3] دنیاداری کی

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: حکم سماع گراموفون (امداد الفتاوی ص ۲۴٦/ ج۴، مطبوعه زکریا دیوبند)

[2] قوله ومن یستحل (الرقص قالوابکفره) المرادبه التمایل والخفض والرفع بحرکات موزونة کمایفعله بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل فی البزازیة عن القرطبی اجماع الائمة علی حرمة هذا الغناء وضرب القضیب والرقص قال ورأیت فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکرمانی ان مستحل هذا الرقص کافرالخ (الشامی نعمانیه ص۳۰۷/ ج۳/ مطلب فی مستحل الرقص، باب المرتد.

[3] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیْ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌلَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلَّاهَا قِیْلَ وَمَا الْعُذْرُقَالَ خَوْفٌ اَوْمَرَضٌ اخرجه ابوداؤد ص ۸۱، کتاب الصلوة، باب التشدید فی ترک الجماعة، سعد بکڈپو دیوبند،

(ف) آج کل بعض دریشوں کا جماعت کی نماز کا مطلق اہتمام نہیں ہے یہ حدیث ان کی اصلاح کرتی ہے الخ، التکشف عن مهمات التصوف ص۵۷۷، .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وجہ سے تواضع کرنا[1] امور خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔ حدیث وفقہ سے ممانعت ثابت ہے، وعظ ونصیحت اور امر المعروف ونہی عن المنکر، تلقین ذکر خواہ اسم ذات کا ذکر ہو خواہ نفی اثبات کا شرعاً درست ومستحسن ہے[2] خلاف شرع میں کسی پیر کی اطاعت جائز نہیں[3] شیخ کامل کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اصلاح اهتمام جماعت، مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند،

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے منادی (موذن کی اذان) کو سنا اور اس کو اس کے اتباع سے کوئی عذر بھی مانع نہیں تھا (پھر بھی اس نے نماز باجماعت ادا نہیں کی) تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی مقبول نہیں عرض کیا گیا عذر سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا۔خوف یا مرض۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ملاحظه هو. مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِاَجَلِ غِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَادِيْنِهِ البيهقى فى الشعب من حديث الحسن بن بشر (المقاصدالحسنه ص ۴۰۸/ مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، كشف الخفاء ص ۲۴۱/ ج ۲، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت)

ترجمہ:-جو شخص کسی مالدار کے سامنے اس کی مالداری کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے۔

[2] عن تميم الدارى اَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَتِهِمْ وَاَمْرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ الخ (مسلم شريف مع النوى ص ۵۴/ ج ۱/ كتاب الايمان باب بيان الدين النصيحة، مكتبه بلال ديوبند)

ترجمہ:-حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا کس کے لئے ارشاد فرمایا اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، ائمہ مسلمین کے لئے اور عام لوگوں کے لئے اور ان کو بھلی باتوں کا حکم کرتا اور ان کو بری باتوں سے روکتا۔

[3] عن النواس بن سمعان قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ رواه فى شرح السنة (مشكوٰة شريف ص ۳۲۱/ كتاب الامارة مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:-حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

علامات "التکشف عن مهمات التصوف"[1] میں درج ہے اور تصوف کا مطالعہ کیجئے۔ پیر کامل کی بہت بڑی علامت یہ ہے کہ اس کے تعلق کے بعد روز بروز اللہ پاک کی محبت اور اتباع سنت میں ترقی ہو اور گناہوں سے نفرت[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک پیر صاحب کے خلافِ شرع حالات

سوال:- یہاں ایک فقیر آئے ہیں جو نامحرم عورتوں کو لے کر اپنے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ان عورتوں سے اپنے ہاتھ پیر دبانے کی خدمت بھی لیتے ہیں، وہ عورتیں فقیر کی قدم بوسی کرتی ہیں۔ فقیر کہتے ہیں کہ اس کے بغیر مریدین فیضیاب نہیں ہوتے۔ فقیر اور ان کے اصحاب محلّہ کی مسجد میں جماعت کے اندر شریک نہیں ہوتے۔ حالانکہ مسجد اور مکان کے درمیان دو تین منٹ کی مسافت ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام مسجد ناپاک ہے۔ کراسین تیل سے بتی جلتی ہے۔ فقراء اور ان کے اصحاب نہایت سخت آواز سے ذکر کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کہہ کر پکارتے ہیں اور اثناء ذکر خوب زور وشور سے زانو پر ہاتھ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ قادریہ اور چشتیہ کا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ نے عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مرید نہیں[3] کیا۔ کسی نامحرم

---

[1] التکشف عن مهمات التصوف ص ۱۵۴ / علامات شیخ کامل، مطبوعه تالیفات اولیاء دیوبند،

[2] حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیخ کامل کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ تربیت السالک ص ۱۰ / ج ۱ / مطبوعه کراچی،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے[1] جماعت کی نماز سنت مؤکدہ ہے واجب کے درجہ میں ہے۔ بلاعذر شرعی ترکِ جماعت شرعاً بہت مذموم ہے اوراس کی عادت ڈالنا قبیح ہے اورنفاق کی علامت ہے اس سے آدمی مردودالشہادۃ ہوجاتا ہے[2] ذکر میں چیخ چیخ کر بڑے پیر کو پکارنا، تالی بجانا غلط طریقہ ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ نے عوارف المعارف[3] میں اس پر کلام کیا ہے۔ جو پیر متبع سنت نہ ہو وہ خود پیر کا محتاج ہے، وہ اس لائق نہیں کہ کوئی اس سے مرید ہو۔ کوئی طالبِ حق اپنے آپ کو خراب نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] فی حدیث عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا. وَاللّٰہِ مَامَسَّتْ یَدُہٗ یَدَامْرَأَۃٍ قَطُّ فِی الْمُبَایَعَۃِ .متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۴/باب الصلح شرح مسلم للنووی ص ۱۳۱/ج۲/ کتاب الامارۃ باب کیف بیعۃ النساء مطبوعہ بلال دیوبند ،التکشف ص۱۰۷/ج۵/ احکام القرآن للکاندھلوی ص ۵۹/ج۵/)

ترجمہ :-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک میں ہے! قسم بخدا! آنحضرت ﷺ کے دست مبارک نے بیعت کرتے ہوئے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عَنْ عُمَرُبْنِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّاکَانَ ثَالِثُھَا الشَّیْطَانُ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹/باب النظرالی المخطوبۃ، کتاب النکاح، طبع یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:-حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی نقل فرمایا کبھی کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی نہیں کرتا مگر شیطان ان میں تیسرا ہوتا۔

[2] والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال (الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۳۷۱ ج ۱)قال فی شرح المنیۃ والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکھابلاعذریعزروترد شھادتہ (الشامی نعمانیہ ص ۳۷۱/ج ۱/باب الامامۃ)

[3] عوارف المعارف مترجم ص ۲۱۱/حصہ اول بائیسواں باب الخ مطبوعہ لکھنؤ.

اپنے پیر پر جھوٹا مقدمہ چلانا

سوال:- ایک مرید کا تعلق اپنے پیر سے کیسا ہونا چاہیے۔ایک شخص اپنے بڑے بھائی سے مرید ہے اوران کے خلاف جھوٹا مقدمہ چلاتا ہے اور پیر کے خلاف حلفیہ جھوٹا الزام لگاتا ہے اور پیر کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے لوگوں کے کہنے پر جواب دیتا ہے کہ ہم نے بھائی پر مقدمہ چلایا ہے۔ پیر پر نہیں۔ یہ مرید کا قول کہاں تک درست ہے۔ اس صورت میں مرید فاسق وفاجر ہے یا نہیں؟ اور محبت پیر سے باقی ہے یا نہیں؟ اور مرید کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

مرید کا تعلق پیر سے ایسا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ذہن میں اعتقاد رکھے کہ اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کے لئے مجھے سب سے زیادہ فائدہ میرے پیر سے پہنچے گا[1] اور میں اپنے پیر کی ہدایت پر عمل کرنے سے اپنے مولیٰ جل شانہٗ کی معرفت حاصل کرسکوں گا اور دنیا کی محبت و رغبت کم ہوکر آخرت کی رغبت زیادہ ہوگی اور حضرت رسولِ مقبول ﷺ کی محبت واطاعت حاصل ہوگی، پیر کی ہدایت پر عمل نہ کرنے سے نفس کی اصلاح نہیں ہوگی فیض نہیں پہنچے گا[2] جو حالات مرید کے سوال میں لکھے گئے ہیں اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کا حکم مخفی ہو۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ باتیں جھوٹا الزام، جھوٹا مقدمہ، جھوٹا حلف نہایت مذموم، قبیح، ممنوع،

---

[1] پیر خودر ادر حق خود از دیگراں انفع داند (ارشاد الطالبین ص ۱۷)

ترجمہ:- اپنے پیر کو اپنے حق میں دوسروں سے انفع جانے (ارشاد الملوک ص۹)

[2] محبت پیر فرض ست کہ او بہ نیابت پیغمبر موصل ست بخدا تعالیٰ ومحبت او (ارشاد الطالبین ص ۱۷)

ترجمہ:- پیر کی محبت فرض ہے اسلئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے ذریعہ خدا تعالیٰ اور اس کی محبت تک پہنچانے والا ہے۔

معصیت، کبیرہ گناہ[1] فسق ہے۔ پھر مرید کی تاویل کہ بھائی پر مقدمہ چلایا ہے پیر پر نہیں بالکل لغو ہے اس تاویل سے یہ چیزیں جائز نہیں ہو جائیں گی۔

کسی غیر شخص بلکہ غیر مسلم کے ساتھ بھی یہ معاملہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے[2] اگر اس نے پیر کے لحاظ سے نہیں کیا بلکہ بھائی پر جھوٹا مقدمہ قائم کیا ہے تو کیا یہ جائز ہے۔ حدیث پاک میں بڑے بھائی کو باپ کے درجہ میں قرار دیا گیا ہے[3]

تنبیہ : بیعت ہونے سے پہلے پیر کی خوب جانچ کر لی جائے کہ وہ بیعت کے قابل ہے بھی یا نہیں اس کی علامات فتاوی عزیزیہ[4] وغیرہ میں درج ہیں۔ بہر حال شخص مذکور کے لئے اپنے بھائی پیر سے فیض کا دروازہ تو بند ہو گیا ہے اور بیعت بھی برائے بیعت رہ گئی حقیقۃً باقی نہیں رہی، واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنا سائل کی ذمہ داری ہے سائل کے بیان سے ہی جواب

---

[1] (برمرید واجب ست کہ) دراحتمال امر وانتہا از مناہی او کوشش بلیغ نماید ودائما درطلب رضای او باشد ہمیشہ آگاہ باشد کہ از خود حرکتی سرنزند کہ موجب ناخوشی او شود الخ (ارشاد الطالبین ص ١٦ /)

ترجمہ :- مرید پر واجب ہے کہ شیخ کے حکم کے بجالانے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے میں پوری پوری کوشش کرے اور ہمیشہ اس کی خوشنودی کی طلب میں رہے اور ہمیشہ آگاہ رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہو جائے جو اس کی ناخوشی کا سبب ہو۔

[2] **الغيبة ذكر الانسان فى غيبة بمايكره واصل البهت ان يقال له الباطل فى وجهه وهما حرامان نووى على مسلم ص ٣٢٢/ ج٢/ كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند.**

[3] **الاكبر من الاخوة بمنزلة الاب (كنز العمال ص ٤٦٦/ ج١٦/ حديث ص ٤٥٤٧٢/ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)**

[4] مرید شدن از آنکس درست است کہ دران پنج شرط متحقق باشد الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ص ١٠٤/ ج٢/ **مسائل متفرقه، مطبوعه رحيميه ديوبند)**

مرتب ہوتا ہے۔ اگر واقعات اس کے خلاف ہوں گے تو جواب بھی کچھ اور ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۷ھ

بزرگوں کے اس عمل کا اتباع جو کتاب وسنت کے خلاف ہے

سوال:- دینی امور میں صرف بزرگوں کے عمل کو اہمیت دینی چاہئے یا قرآن وسنت کو معیار حق تصور کیا جائے کیونکہ مطالعہ میں ہمارے بعض بزرگوں کے عمل ایسے بھی آجاتے ہیں کہ وہ باتیں سراسر طریقۂ سنت سے متصادم نظر آتی ہیں تو ایسے موقعوں پر بزرگوں کے عمل کو حجت مانا جائے یا قرآن وسنت پر عمل کیا جائے کیونکہ باقتضائے بشریت بزرگوں سے لغزشات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا ایسی صورت میں عمل کس پر کیا جائے۔ بینوا توجروا یوم الحساب.

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل سرچشمۂ ہدایت قرآن کریم ہے عوام کیلئے بھی هُدًى لِّلنَّاسِ[1] خواص کے لئے بھی هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ[2] اور ہادی مطلق حق تعالیٰ ہے جس کو چاہے ہدایت دے يَهْدِي مَن يَشَاءُ[3] قرآن

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵.

ترجمہ:- لوگوں کے لئے ہدایت ہے (بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ آیت ۲/

ترجمہ:- راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو (بیان القرآن)

[3] سورۂ یونس آیت ۲۵.

ترجمہ:- جس کو خدا ہی چاہیں سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔ (بیان القرآن)

کریم میں بیشتر بنیادی امور اور کلیات ہیں جن کی تبیین وتشریح نبی اکرم ﷺ کے سپرد کی گئی۔ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ[1] ہدایت ان کے اختیار میں نہیں دی گئی کہ جس کو چاہیں واصل بنادیں اِنَّکَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ[2] جو شخص ارشادات نبویؐ کی جس قدر پیروی کرے گا اسی قدر راہ یاب اور مقبول ہوگا۔ علم ومعرفت کی روشنی میں حق وباطل کو الگ الگ سمجھے گا اگر اس سے لغزش ہوگی تو لغزش ہی سمجھے گا اور تدارک کی فکر کریگا لغزش کو امر تعبدی قرار نہیں دے گا اپنی پوری زندگی سنت کے تابع بنائے گا اس کے اقوال واحوال سے بے شمار احادیث کی شرح سامنے آئیگی احادیث متعارضہ میں اگر وہ شرعی دلائل کی بناء پر ایک حدیث کو منسوخ قرار دیکر ناسخ پر عمل کریگا تو اس کے عمل کو سنت کے متصادم کہنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ ایسا کہنا بے علمی یا علم ناقص کی بنا پر ہوگا اسی طرح راجح کو اختیار کر کے مرجوح کو ترک کرنا بھی سنت کے متصادم نہیں ہوگا جو شخص اپنے ناقص علم کو معیار بنا کر اس پر تمام اہل حق کو پرکھے گا وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیگا۔ جو بزرگ دیدہ و دانستہ اپنی زندگی کو خلاف سنت بنائے اس کو اپنی بزرگی کی اصلاح لازم ہے ایسا شخص قابل اتباع نہیں[3] اگر کسی عذر کی وجہ سے اس کا کوئی عمل خلاف سنت نظر آئے مثلاً گھٹنوں کے عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے یا خلاف سنت طریقہ پر بیٹھتا ہے تو وہ اپنے عمل میں معذور ہوگا اور ترک سنت کے وبال سے محفوظ رہیگا اور دوسروں کو اس کا اتباع درست نہیں ہے

---

[1] سورۂ نحل آیت ۴۴/

ترجمہ:- تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں (بیان القرآن)

[2] سورۂ قصص آیت ٥٦/

ترجمہ:- آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے۔ (بیان القرآن)

[3] قل ان کنتم تحبون اللّٰہ الآیہ ھذہ الآیة الکریمة حاکمة علی کل من ادعیٰ محبة اللّٰہ ولیس ھو علی الطریقة المحمدیةؐ فانه کاذب فی دعواہ فی نفس الامر حتی یتبع الشرع المحمدی والدین النبوی فی جمیع اقواله وافعاله واحواله الخ تفسیر ابن کثیر ص ٥٣٦/ ج ١/ سورة آل عمران آیت ٣١/مطبوعه تجاریه مکة المکرمة.

ہوگا، نہ اس پر اعتراض درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۱/۴/۵ھ

کلام مشائخ میں خلاف شرع بات ہو تو کیا کیا جائے

سوال:- مولانا رومؒ، محی الدین ابن عربیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ اور بہت سے دوسرے اہل حق بزرگوں کے کلام میں ایسے اقوال اور رموز بھی ملتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ رد کرے یا سکوت اختیار کرے! اس مسئلہ میں جناب کی رہنمائی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ ان کو اہل حق بزرگ تسلیم کرتے ہیں تو ان کے کلام میں خلاف شریعت اقوال کیسے ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ بزرگی کی اولین شرط اتباع شریعت ہے[1] اصل یہ ہے کہ ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو اہل فن ہی جانتے ہیں جب تک ان اصطلاحات کو اہل فن سے حاصل نہ کیا جائے ان کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، کلام، فرائض، اسماء رجال، معانی، بیان، بدیع، صرف، نحو، طب، منطق، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی وغیرہ وغیرہ جملہ علوم وفنون کا یہی حال ہے کہ اگر ان کو بغیر استاد کے محض اپنے مطالعہ

---

[1] والولی هو العارف باللّٰه وصفاته حسب مایمکن له المواظب علی الطاعات المجتنب عن السیاٰت المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات ،شرح فقه اکبر ص ۹۵ / مطبوعه رحیمیه دیوبند.

سے حاصل کیا جائے تو وہ اصل فن نہیں ہوگا بلکہ غلطیوں کا انبار ہوگا شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے[1]، کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جو ہماری اصطلاحات سے واقف نہ ہو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے اقوال سے جو غلط فہمی پھیلی اور پھیلائی گئی اور ان کے کلام میں ایسی چیزیں داخل کردی گئی ہیں جو خلاف شریعت ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ''الیواقیت والجواہر'' اور کبریت احمر'' میں بیان کیا ہے۔ نیز مولانا تھانویؒ نے ''التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی'' میں ان چیزوں کو واضح کیا ہے۔ ان کے مطالعہ کے بعد شیخ اکبرؒ کا کلام بالکل بے غبار ہوجاتا ہے، مولانا رومؒ کے کلام میں جو اقوال خلاف شریعت معلوم ہوں ان کو سمجھنے کے لئے مثنوی کی شرح ''کلید مثنوی'' کافی اور شافی ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا کلام خود اس قدر مبسوط ہے کہ اگر ایک جگہ کچھ خلجان ہو تو دوسری جگہ اس کی تشریح ملجاتی ہے جیسا کہ ان کی کتب ''الخیر الکثیر''، ''البدور البازغۃ''، ''ازالۃ الخفاء''، ''حجۃ اللہ البالغۃ'' اور تفہیمات الٰہیہ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ان اکابر کے جس کلام کا صحیح محمل سمجھ میں نہ آئے اور الفاظ ظاہرہ سے خلاف شریعت مطلب نکلتا ہو تو نہ اس مطلب پر عمل کیا جائے نہ اس مطلب کو ان حضرات کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ ظاہری مطلب کو غلط تصور کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہئے کہ

---

[1] فقد صرح الامام ابن العربی بحرمة مطالعة کتبهم الالمن تحلی باخلاقهم وعلم معانی کلماتهم الموافقة لاصطلاحاتهم (فتاویٰ حدیثیه ص۲۹۷/مطلب فی حکم مطالعة ابن عربی وابن الفارض طبع دارالمعرفة بیروت)فقد نقل عنه انه قال نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا وذلک ان الصوفیة تواطؤا علی الفاظ اصطلحوا علیها وأراد وابها معانی غیر المعانی المتعارفة الخ(الشامی نعمانیه ص۲۹۴ ج۳مطلب فی حال الشیخ الاکبر سیدی محی الدین، باب المرتد) تیقنا ان بعض الیهود افتر اها علی الشیخ قدس اللّٰه سره (درمختار علی ردالمحتار کراچی ص۲۳۸/ج۴/باب المرتد،مطلب فی حال الشیخ الاکبرسیدی محی الدین ابن عربی)

اس کا کوئی اور مطلب ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

فقیری جماعت میں داخل کرنے کیلئے تمام جسم پر استرہ پھیرنا

سوال:- اس علاقہ میں قوم فقیر جب کسی شخص کو اپنی فقیری جماعت میں داخل کرتی ہے تو اس فقیری جماعت کا پیر یا بزرگ شخص شریک ہونے والے شخص کے تمام بدن کے بال استرے سے منڈوانے کا حکم دیتا ہے اور اس کے حکم پر تمام بدن کے بال مامور شخص استرے سے بالکل مونڈا دیتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے پہلے سے چہرے پر سنت یا غیر سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی ہے تو اس کو بھی منڈوا دیتا ہے اور جماعت فقیر میں شریک ہو جاتا ہے اور یہ مشہور کر رکھا کہ یہ دستور اور سلسلہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح فقیری جماعت میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور خواجہ حسن بصریؒ کا حوالہ دینا کیسا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ حرام اور سخت معصیت ہے[2]، حضرت حسن بصریؒ کی طرف اس کو منسوب کرنا

---

[1] وله مصنفات كثيرة منها فصوص الحكم وفتوحات مكية بعض مسائلها مفهوم النص والمعنى وموافق للامر الالهى والشرع النبوى وبعضها خفى عن ادراک اهل الظاهر دون اهل الكشف والباطن ومن لم يطلع على المعنى المرام يجب السكوت عليه فى هذالمقام لقوله تعالىٰ وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ الآية، شامى نعمانيه ص ۲۹۴ / ج ۳ / مطلب فى حال الشيخ الاكبر سيدى محى الدين، اليواقيت والجواهر ص ۷ / ج ۱ /)

[2] واما الاخذ منها وهى دون ذالک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهندومجوس الاعاجم الخ شامى زكريا ص ۳۹۸ / ج ۳ / كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب فى الاخذ من اللحية، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صریح بہتان ہے، ان پر افتراء ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۳۹۹ھ

ایک شیعہ پیر کے عقائد وخیالات

سوال:- ایک پیر مسمیٰ بہ قاتل معروف ومشہور ہے۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہ مذہب روافض سے تعلق رکھتا ہے۔ بناء علیہ وہ اہل سنت والجماعت کے عقائد فقہ کو محو اور نسیان کے گھاٹ اتار دینا واجب اور فرض عین سمجھتا ہے۔ شب وروز اسی بیخ کنی میں غوطہ زن ہے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے باطل مذہب کا شکار بناتا اور گمراہ کرتا ہے۔ اس کے بہت لوگ مرید ہیں منجملہ ان کے چند افراد یہاں قصبہ بھوسا وریاست بھرتپور کے اندر بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ اس مبطل کے عقائد باطلہ اور خبیثہ کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً پہلا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہ کسی کو سلام نہیں کرتے۔ دوسرا یہ ہے کہ کسی کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا نہیں سمجھتے خواہ امام کتنا ہی بڑا متقی وپرہیزگار کیوں نہو کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کہ یہ امام حلالی ہے یا حرامی، زناکاری کو مباح اور عین ثواب سمجھتے ہیں۔ سوم یہ کہتے ہیں ہماری شریعت اور ہے اور علماء کی اور۔ دیگر ہمارے پیر کا مرتبہ خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہمارے پیر کے سامنے اللہ تعالیٰ ہے ہی کیا چیز بلکہ خدا تعالیٰ بڑا ہی لچا ہے۔ چہارم حقیقی دین درویشوں ہی کے پاس ہے۔ علماء کے پاس کچھ نہیں کیونکہ وہ مثل حمار وحشی کے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے درویش ہی لوگ ڈرتے ہیں علماء نہیں ڈرتے ہیں اور قرآن وحدیث کو درویش ہی لوگ سمجھتے ہیں علماء کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ما احدث مما یخالف الکتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة الخ مرقات ص ۱۷۹/ج ۱/کتاب الایمان، باب الاعتصام، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

(۱) کیا واقعی پیش امام کی اس قدر تحقیق وتفتیش کرنا ضروری ہے کہ یہ حلالی ہے، یا حرامی۔

(۲) کیا درویشوں اور علماء کی شرع علیحدہ علیحدہ ہیں۔

(۳) اور کیا پیر کا مرتبہ نعوذ باللہ منہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر ہے اور کیا خدا تعالیٰ لُچّا ہے۔

(۴) اور کیا خدا تعالیٰ سے درویش ہی لوگ ڈرتے ہیں، علماء لوگ نہیں ڈرتے ہیں باوجود کہ پیر کا مرتبہ خدا تعالیٰ سے اعلیٰ واعظم ہونے کے، نیز کیا فرمان خداوندی نعوذ باللہ من ذلک۔لغو اور باطل ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ الحاصل جن لوگون کے عقائد مذکورہ بالا کے مطابق ہوں تو کیا ان کو مسلمان کہا جاسکتا ہے نیز ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور سلام و کلام تعلقات دنیویہ مثلاً اکل وشرب بیع وشراء اور نکاح وغیرہ کرنا کیسا ہے اور جو عورتیں کہ ان کے نکاح کے اندر ہیں ان کا علیحدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاوجہ کسی کے متعلق یہ تحقیق وتفتیش کرنا یہ حرامی ہے یا حلالی ہے یہ جائز نہیں اور کسی پر بلا دلیل شرعی حرامی ہونے کی بدگمانی کرنا یا الزام لگانا حرام ہے[1] اگر اسلامی حکومت ہو اور دوسرے شرائط بھی پائے جائیں تو الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہوجائے گی۔ **وھو کحد الشرب کمیة وثبوتا. ویحدالحر او العبد قاذف المسلم الحر البالغ العاقل العفیف بصریح الزنا او بقوله زنات فی الجبل اولست لابیک** الخ درمختار ص ۱۶۷/ج ۴/علی الشامی[2]

---

[1] کما قال اللّٰہ تعالیٰ ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا الآیة سورة الحجرات آیت ۱۲/ وفی حدیث ابی هریرة ولاتحسسوا ولاتجسسوا ولاتنافسوا الحدیث مسلم شریف ص ۳۱۶/ ج ۲/ کتاب البر والصلة الخ باب تحریم الظن الخ مطبوعه سعید دیوبند.

[2] الدرالمختار علی الشامی ص ۸۰/ج ۶/ کتاب الحدود، باب حدالقذف، مطبوعه زکریادیوبند البحرالرائق ص ۳۰/ج ۵/باب حدالقذف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(۲) یہ جاہلوں اور گمراہ کرنے والوں کا خیال اور من گھڑت عقیدہ ہے کہ علماء اور درویشوں کی شریعت علیحدہ علیحدہ ہے شریعت کا حکم سب کے لئے برابر واجب العمل ہے۔

(۳) یہ اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ کفریہ عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا اور اس قسم کے خلاف شرع عقائد سے توبہ کرنا لازم ہے[۱]۔

(۴) چھوٹا بڑے سے ڈرا کرتا ہے، اہل علم اپنی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور اپنا چھوٹا ہونا اور خدائے برتر کا اکبر من کل شئی ہونا ان کو خوب معلوم ہے اس لئے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور جو شخص نعوذ باللہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے بڑا جانتا ہے وہ کہاں ڈریگا۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو اولاً نرمی سے سمجھایا جائے کہ ان کا یہ عقیدہ اللہ پاک اور اس کے سچے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہے اور بدترین معصیت ہے اس عقیدہ سے توبہ کر کے تجدید اسلام وتجدید نکاح شرعاً ضروری ہے۔ اگر وہ مان لیں تب تو بہتر ہے ورنہ ان سے ترک تعلق کر دیا جائے[۲] تا کہ ان کا اثر دوسروں پر نہ پڑے اور خود تنگ آ کر توبہ کر لیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح۔ عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۶/رجب ۵۹ھ

---

[۱] فیکفر اذوصف اللّٰہ تعالیٰ بما لایلیق به اوسخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره الخ البحر الرائق ص ۱۲۰/ج۵/باب احکام المرتدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

[۲] هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الاان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم ص ۹۸/ج۹/کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیة (مطبوعه بیروت لبنان)

فقیر اور ولی کا مجاہدہ کے لئے ترکِ جماعت

سوال:- کسی ذی ہوش تندرست بزرگ فقیر اور ولی کا رمضان المبارک میں مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھنا اور قرآن پاک تراویح نہ سننا بلکہ جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کرنا یعنی چلہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعت کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے۔ بلاعذر شرعی ترکِ جماعت کا عادی شخص فاسق اور مردود الشہادۃ ہے حتیٰ کہ ایسا شخص منافقین کے مشابہ ہے۔ خدائے پاک کی بارگاہ میں موجب قرب صرف حضرت نبی اکرم ﷺ کا اتباع ہے۔ اس کے علاوہ جو مجاہدات ہیں وہ موجب قرب نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] والجماعة سنة موكدة للرجال (الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۳۷۱/ج ۱/) قال فى شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلاعذر يعزروترد شهادته (الشامى نعمانيه ص ۳۷۱/ج ۱/ باب الامامة مطلب شروط الامامة الكبرىٰ) عن معاذبن انسؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِىَ اللّٰهِ يُنَادِىْ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَايُجِيْبُهٗ رواه احمد والطبرانى (الترغيب للمنذرى ص ۲۷۳/ج ۱/الترهيب من ترك حضور الجماعة لغيرعذر طبع دارالفكر)

ترجمہ :- حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد پاک نقل کیا ہے۔ پوری پوری جفا اور کفر ونفاق ہے کہ کوئی شخص اللہ کے منادی کو سنے کہ نماز کے لئے پکار رہا ہے اور وہ اس کو قبول نہ کرے (نماز کے لئے نہ آئے)

اولیاء اپنے مریدین کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں

سوال:- لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ اولیاء کرام وصالحین دنیا میں بھی زندہ ہیں اور آخرت میں بھی اس لئے وہ مدد کو آتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

D:\INPAGE24\A006.TIF
not found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

متفرقات تصوف

اقطاب وابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب

سوال:- بعض کتب تصوف میں اقطاب وابدال کے مسکن کے بارے میں ایک حساب لگا کے یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں قطب فلاں وقت فلاں سمت میں رہتا ہے آیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابدال کے متعلق تو کتب حدیث میں کچھ تعیین ملتی ہے[1] باقی سب عالم کا جغرافیہ تو علم میں نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۶ھ

---

[1] ذكر اهل الشام عند علی بن أبی طالب رضی الله عنه وهو بالعراق فقالوا العنهم ، يا امير المؤمنين قال لا إنی سمعت رسول الله ﷺ يقول الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلاً كلمامات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقی بهم الغيث وينتصر بهم علی الاعداء ويصرف من أهل الشام بهم العذاب..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک شعر کی تحقیق

سوال:- مرید کو اپنے پیر کی شان میں مندرجۂ ذیل شعر کہنا درست ہے یا نہیں؟

خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک ربانی

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر تو اس شعر میں کوئی خرابی نہیں جو اعتراض ہو وہ بیان کیا جائے تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ
دارالعلوم دیوبند

ایک شعر میں مسیح وخضر سے کیا مراد ہے

سوال:- ذیل کا شعر جو حضرت معین الدین چشتی کی شان اقدس میں ہے یعنی شعر:

تیرے لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اونچا مقام اقبالؔ ہے تیرا

کہاں تک اس شعر کا منسوب کرنا صحیح ہوسکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....(مسنداما م احمدؒ ص ۱۱۲/ج ۱/ مکتبہ دارالفکر) ابو داؤد شریف ص ۵۸۹/ کتاب المهدی، عون المعبود ص ۱۷۵/ج ۴/ مکتبہ نشر السنة ملتان، المستدرک علی الصحیحین ص ۴۷۸/ج ۴/ دارالکتب العلمیة.

علامہ ابن عابدینؒ کاایک رسالہ بھی اس موضوع پر رسائل ابن عابدین میں ھے.

الجواب حامداً ومصلیاً

شعراء کے کلام میں بکثرت استعارات وکنایات ہوتے ہیں ہرلفظ حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا یہاں مسیح سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد نہیں بلکہ انکا وصف مشتہر مراد ہے یعنی طبیب حاذق جیسے حاتم سے سخی اور رستم سے پہلوان بکثرت مراد لیا جاتا ہے اسی طرح خضر سے راستہ بتانے والا مراد ہے مقصد یہ ہے کہ امراض جسمانی میں مبتلا شخص کو اگر طبیب حاذق مل جائے تو بہت بڑی نعمت ہے جس سے اس کو بڑی مسرت ہوتی ہے اگر راہ گم کردہ مسافر کو رہنما مل جائے تو بہت بڑی نعمت ہے لیکن آپ کی لحد کی زیارت سے آپ کی متقیانہ ومجاہدانہ زندگی یاد آ کر کے دل زندہ ہوتا ہے جس سے انسان کی دنیوی واخروی زندگی درست ہوکر حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے لہٰذا یہ نعمت نتائج وفوائد کے اعتبار سے ان دونوں نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پیرومرید کا مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا

سوال:- مسجد کی کچھ اینٹیں برآمدہ مسجد میں لگی ہوئی تھیں مریدین نے برائے شیخ مذکور وہ اینٹیں اٹھا کر اندرون مسجد یعنی صحن کے سامنے بیت الخلاء بنایا۔ اگر انصاف پسند لوگوں نے روک ٹوک کی تو مریدین اور پیر صاحب نے التفات نہ کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ مذکور کے لئے مناسب یہ تھا کہ متولی اور نمازیوں کے مشورہ سے تصرف کرتے تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی۔ نمازیوں کی ضرورت کے لئے اگر مسجد کے قریب بیت

الخلاء بنایا جائے تو شرعاً گنجائش ہے مگر اس کا لحاظ چاہئے کہ بدبو مسجد میں نہ آئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر اور مرید کو ایک امام کی تقلید ضروری ہے

سوال:- پیر اور مرید کو ایک امام کی تقلید کرنی ضروری ہے یا الگ الگ اماموں کی تقلید کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس کے لئے بیعت کی جاتی ہے فقہی مسائل میں اگر پیر و مرید کا امام الگ الگ ہو تو بھی مضائقہ نہیں دونوں میں اخلاص ہوگا تو پھر بھی نفع پہنچے گا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۶/۲ھ

شہ رگ سے قریب ہونے کے باوجود پیر کے وسیلہ کی کیا ضرورت

سوال:- جب خداوند کریم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو سہارے کی ضرورت کیوں؟

---

[1] مستفاد: (ویکرہ) اکل نحو ثوم للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد ویلحق بما نص فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولاً اوغیره (شامی ملخصاً ص ۶۶۱/ کراچی مکروهات صلوة مطلب فی الغرس فی المسجد)

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلئے کہ نہ اس کا ادراک ہے اور نہ ادراک کا طریقہ معلوم ہے کتنے انسان ایسے ہیں، جو اپنی شہ رگ کو بھی نہیں جانتے تو وہ اور صفات وخواص کو کیا جانیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

قبولیت دعاء کے لئے ضعفاء کا وسیلہ

سوال:- خود رسول اکرم ﷺ نے کفار پر فتح پانے کے لئے دعاء کے وقت خدا کے آگے فقراء صحابہ کا واسطہ پیش کیا تھا، کیا یہ بات شرع سے ثابت ہے، مجھے اس بات پر حوالہ چاہئے کہ یہ کس کتاب اور صفحہ پر درج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقراء صحابہ کے لئے غزوۂ بدر میں دعا کی تھی اور یہ بھی بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ اے خدا اگر یہ ختم ہوگئے تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا، یہ بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے۔ ج ۲/ص ۵۱۴[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۶ھ

علاجِ وسوسہ

سوال:- قریب تین ماہ ہوئے ہیں میرے دل ودماغ میں ایک شبہ پڑ گیا ہے۔ مجھے

---

[1] عن بن عباس قال قال النبی ﷺ یَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدُ الخ بخاری شریف، ج ۲/ص ۵۶۴/اول کتاب المغازی، مکتبہ اشرفی دیوبند،

ہر وقت یہ خیالات پریشان کرتے رہتے ہیں کہ حضور ﷺ نبی تھے یا نہیں؟ قرآن پاک آسمانی کتاب ہے یا نہیں؟ اسلام سچا مذہب ہے یا نہیں؟ ان خیالات کی وجہ سے مجھے بڑی بے چینی رہتی ہے اور کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔ میں اس سوال کو سلجھانے کی ہر چند کوشش کرتا رہتا ہوں مگر میرے دل ودماغ سے یہ خیال جاتا ہی نہیں ہے۔ اگر قرآن پاک پڑھوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ سب یوں ہی تو نہیں ہے اور اگر حدیث شریف پڑھوں تو بھی یہی خیال آتا ہے۔ اب بتائیں کہ میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ رات کو عشاء کے بعد تازہ غسل کر کے دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھیں۔ درود شریف ۵۰۰/دفعہ، پھر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۵۰۰/دفعہ پڑھ کر خدائے پاک کے سامنے دعاء کریں یا اللہ میرے ہر گناہ کو معاف کر اور اپنی ذات پر اور اپنے رسولِ پاک ﷺ پر اور اپنے قرآن پاک پر یقین نصیب فرما جیسا کہ یقین کا حق ہے اور میرے گناہوں کی نحوست سے اس دولت کو ضائع نہ فرما۔ یہ عمل سات روز تک کریں اور چلتے پھرتے درود شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ کسی صاحبِ نسبت متبعِ سنت بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیں۔ خدائے پاک آپ کی مدد فرمائے۔ سورہ حٰم سجدہ روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگنا بھی دفعِ وسوسہ وشبہ کے لئے اکسیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۷/۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۷/۴ھ

طہارت ونماز میں وہم کا علاج

سوال:- گذارش یہ ہے کہ احقر کو شک اور وہم کا مرض ہے غسل وغیرہ یا دوسری پاکی

میں تسلی نہیں ہوتی انتہاء یہ کہ پانی ڈالتا ہوں، لیکن پھر بھی وہم باقی رہتا ہے وضو ہے یا کسی قسم کی طہارت ہے؟

حتیٰ کہ نماز میں بھی دعا نہیں پڑھتا ہوں اور مکرر پڑھتا ہوں بار بار یہی وسوسہ لگا رہتا ہے، وضو کریں، یا نماز پڑھیں اور اعادہ کرتا رہتا ہوں، لہٰذا آپ کی خدمت میں عریضہ تحریر ہے، تاکہ جناب مجھے کوئی وظیفہ یا تعویذ بتائیے تو میری یہ حالت بدل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم'' کثرت سے پڑھا کریں[1] اور کچھ مدت کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں حق تعالیٰ آپ کو اس پریشانی سے نجات دے۔ آمین فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۸۸ھ

PAGE24\A02
not found.

---

[1] قوله عليه الصلواة والسلام لاحول ولاقوة الاباللّٰه،فان العبد بحوله وقوته ليس له قوة المغالبة مع الشيطان ومجادلته فيجب عليه ان يلتجى الى مولاه ويعتصم باللّٰه من الشيطان الذى اوقعه فى هذا لخاطر الى ماقال فلاعلاج لهالا الا لتجاء بحول اللّٰه وقوته والاعتصام بكتاب اللّٰه وسنة رسوله الخ، مرقاة ص ۱۱۴/،۱۱۵/ج ۱/باب الوسوسة فصل اول،مطبوعه بمبئى.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

عہد نبویؐ کے تاریخی حقائق

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۹۰ رسال ہے

سوال: -خلاصۃ الانبیاء ترجمہ قصص الانبیاء مؤلف مولوی غلام نبی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک نوّے برس بتائی ہے جس میں سے ۶۳ رسال مکی مدنی زندگی اور ۲۷ رسال معراج کی زندگی بتائی ہے، جبکہ دیگر فقہ وحدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رات میں ہوئی، پھر معراج میں ۲۷ ربرس گزرنے سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۹۰ ربرس بتانا غلط ہے[1] معراج کی عمر ۲۷ ربرس

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مات وهو ابن ثلٰث وستین سنةً. شمائل ترمذی ص ۲۶ ر باب ماجاء فی سن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه اشرفی دیوبند.

نہیں ہے، وہ تو بہت جلد ایک ہی شب کے کچھ حصہ میں ہوئی تھی[1] اس میں ۲۷/ برس صرف نہیں ہوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/ ۶۷ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صدقہ کی حرمت کی تحقیق

سوال: - زید کہتا ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو کہ نفل، رسول اللہ ﷺ کو کھانا حرام تھا، اور بکر کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صدقہ نفل کھانا حلال تھا، بکر کی دلیل یہ ہے:

"عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهاقالت کان فی بریرةؓ ثلث سنن احدی السنن انها عتقت فخیرت فی زوجها وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الولاء لمن اعتق ودخل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والبرمةتفور بلحم فقرب الیه خبز وادام من ادم البیت فقال الم ار برمةفیها لحم قالوا بلیٰ ولکن ذٰلک لحم تصدق به علیٰ بریرة رضی اللّٰه عنها وانت لاتاکل الصدقة قال هوعلیها صدقة ولنا هدیة "(مشکوٰة شریف ،ص ۱۶۱/)

بکر یہ حدیث بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صدقہ کھانا حرام تھا، تو کیوں بریرہ سے گوشت صدقہ کا کھاتے کس کا قول صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے اپنے دعویٰ پر جو حدیث دلیل میں پیش کی ہے، اس میں تقریب تام نہیں، اس

---

[1] لیلا نصب علی الظرف والاسراء سیر اللیل وفائدة ذکره الاشارة بتنکیره الی تقلیل مدته وفی هامشه (قوله الی تقلیل مدته)ای جزء قلیل من اللیل قیل قدر اربع ساعة وقیل ثلاث وقیل اقل من ذٰلک.(جلالین شریف ،ص ۲۲۸/مطبوعه دیوبند)اول سورة اسراء .

لحم کا صدقہ ہونا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پہنچ کر ختم ہوگیا، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خدمت اقدس میں ہدیہ ہوکر پیش کیا گیا نہ کہ صدقہ ہوکر عام دستور تھا کہ کوئی چیز بطور صدقہ پیش کی جاتی تو مستحقین صدقہ اصحاب صفہ وغیرہ کو عنایت فرمادیتے، خود نوش نہیں فرماتے تھے،[1] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب حاضر خدمت ہوئے اور کچھ پیش کیا اور کہا کہ یہ صدقہ ہے تو نوش نہیں فرمایا اور جب پیش کرکے یہ عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے تو قبول فرمالیا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ اَيْ جِئَى بِهٖ سَأَلَ عَنْهُ اَيْ عَنِ الطَّعَامِ هَدْيَةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَاِنْ قِيْلَ اَيْ لَهٗ صَدَقَةٌ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَيْ مِنْ غَيْرِ اٰلِهٖ كُلُوْا وَلَمْ يَاْكُلْ وَاِنْ قِيْلَ هَدْيَةٌ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ وَفَارَقَتْ الصَّدْقَةُ الْهَدْيَةُ حَيْثُ حَرُمَتْ عَلَيْهِ تِلْكَ وَحَلَّتْ لَهٗ هٰذِهٖ اِلٰى مَاقَالَ اِذَا تَصَدَّقَ عَلَى الْمُحْتَاجِ بِشَيْءٍ مَلَكَهٗ فَلَهٗ اَنْ يَهْدِيَ بِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ .مرقاة، ص۴۴۷/ ج۲ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی)باب من لاتحل له الصدقة مشكوٰة شريف، ص ۱۶۱/ باب من لاتحل له الصدقة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

[2] سمعت ابی بريدةؓ يقول جاء سَلْمَانُ الْفَارِسِي اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاسَلْمَان مَاهٰذَا فَقَالَ صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَصْحَابِكَ فَقَالَ اِدْفَعْهَا فَاِنَّا لَانَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهٖ فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاهٰذَا يَاسَلْمَان فَقَالَ هَدِيَةٌ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِاَصْحَابِهٖ اُبسطُوْا الحديث الخ. (شمائل ترمذی ،ص ۳/) مطبوعه رشيديه دهلی باب ماجاء فی خاتم النبوة. مسند الامام احمد ،ص ۴۳۸/ ج۵/ مطبوعه دارالفكر حديث سلمان الفارسیؓ.

ترجمہ: حضرت ابو بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسیؓ ایک خوان لیکر آئے جس پر تازہ کھجوریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سلمانؓ یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے، یہ انہیں کو دیدو، دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ حضرت سلمانؓ کھجوروں کا طباق لائے اور حضور ﷺ کے ارشاد پر حضرت سلمانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کیلئے ہدیہ ہے، حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھے پر سواری فرمانا

سوال:- حضور اکرم ﷺ کو دائی حلیمہ سعدیہ دودھ پلانے کے لئے گدھے پر لے گئیں تھیں، یا اونٹنی پر یا خچر پر؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گدھے پر لے گئیں تھیں، آپ پوری حقیقت پر روشنی ڈال دیں کہ کونسی سواری پر لے گئیں، مع کتاب کے حوالہ کے۔

کبھی آپ ﷺ نے گدھے پر سواری کی ہے یا نہیں؟ اگر آپ ﷺ نے گدھے پر سواری کی ہے تو کون سے موقعہ پر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عرب میں گدھے پر سوار ہونا کوئی عیب نہیں تھا، اونچی حیثیت کے حضرات بھی سوار ہوتے تھے، جامعہ ازہر کے شیخ کی تنخواہ کے ساتھ ان کے گدھے کی بھی تنخواہ دی جاتی تھی، جس پر سوار ہوکر مکان سے تشریف لاتے تھے، حلیمہ سعدیہ بھی گدھے پر سوار ہوکر اپنے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئی تھیں، سیرت پاک کی کتابوں میں اس کی تصریح موجودہ ہے

"قالت (حلیمة) ثم خرجنا وركبت اتانی وحملته عليها معی فواللّٰه لقطعت بالركب مايقدرعليها شيئی من حمرهم حتی ان صواحبی ليقلن لی يابنت ابی ذويب ويحک اربعی علينا اليست هذه أتانک التی كنت خرجت عليها فاقول لهن بلیٰ واللّٰه انهالهی هی فيقلن واللّٰه ان لها لشاناً قالت ثم قدمنا منازلنا من بلادبنی سعداه" (سيرة ابن هشام ص ۸۸/ج ۱/[1])

حضور اقدس ﷺ نے متعدد مرتبہ گدھے پر سواری کی ہے، حدیث شریف میں صراحتاً

---

[1] سيرة ابن هشام، ص ۱٦۳/ج ۱/ (مطبوعه مصری) حديث حليمة عمارأته بعد تسلمها له صلی اللّٰه عليه وسلم.

موجود ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایلچی کا لفظ

سوال: -جو شخص احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی بتاتا ہے، آپ اس کے بارے میں حدیث وفقہ سے جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایلچی کے معنی ہیں قاصد، پیغام پہنچانے والا، حضور اکرم فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام مخلوق کو پہنچانے کے لئے تشریف لائے، گذشتہ کتابوں میں یہ لفظ اسی اعتبار سے اس معنی میں مذکور ہے، ترکی لفظ ہے، ہمارے اردو میں یہ کچھ اونچا لفظ نہیں معمولی آدمی جو پیغام یا خط لے کر جائے، اس کو بھی ایلچی کہہ دیتے ہیں، اس لئے سرور کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ نہ بولا جائے کہ اس میں کچھ خاص بلندی ورفعت مفہوم نہیں ہوتی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٦/٦/ ۹۵ھ

---

[1] عن ابی موسی کَانَ رسول اللّٰہ علیہ وسلم یَرْکَبُ الْحِمَارَوَیَلْبَسُ الصُوفَ الحدیثَ رواہ الطبرانی (مجمع الزوائد ص ۵۸۵/ج۸/ کتاب علامات الشعر ۵۸/طبع دارالفکر ،بخاری شریف ص ۴۱۹/ج ۱/ کتاب الجهاد،باب الرف علی الحمار ،مطبوعه اشرفی دیوبند رقم الحدیث ص ۲۸۲۵/ مسند احمد ص ۲۰۳/ج۵/مطبوعه بیروت.

ترجمه:-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سواری فرمالیتے اوراونی لباس پہن لیتے۔

[2] وقد فرض اللّٰہ تعالیٰ توقیره وبره الخ کتاب الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ ،ص ۱۸۹/ ج۲/ (مؤ سسه الکتب الثقافیة) القسم الرابع الباب الاول فی بیان ماهو فی حقه صلی اللّٰہ علیه وسلّم سب أونقص الخ.

فضلات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت

سوال: -حدیث شریف میں ہے جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے بھی ''حکایات صحابہ'' میں نقل کیا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو ایک صحابی نے پی لیا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون گیا اس پر آگ جہنم حرام ہے، تو اس پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خون کے بارے میں قرآن میں حرمت آئی ہے، تو پھر آپؐ نے اس کے شرب پر نکیر نہ فرمائی بلکہ بشارت دی، تو خونِ رسول اللہ ﷺ کی طہارت پر آپ کی تحقیق کیا ہے از روئے احادیث بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی عیاض نے ''کتاب[1] الشفاء'' میں اس کو نقل کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی

---

[1] کتاب شرح الشفاء، ص ۱۶۳/ ج ۱/ فصل وامانظافة جسمه وطيب ريحه وعرقه عليه السلام ''عَنْ اُمِّ اَيْمَنْ قَالَتْ قام رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰه عليه وسلّمَ مِنَ اللَّيْلِ اِلٰى فَخَّارَةٍ فِيْ جَانِبِ الْبَيْتِ فَبَالَ فِيْهَا فَقُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ وَانَا عَطْشَانَةٌ فَشَرِبْتُ مَافِيْهَا وَاَنَا لَااشعَرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلّى اللّٰه عليه وسلّم قَالَ (يَا اُمّ اَيْمَنْ قَوْمِيْ فَاَهْرِيْقِيْ مَافِيْ تِلْكَ الْفَخَّارَةِ) قُلْتُ قَدْ وَاللّٰهِ شَرِبْتُ مَافِيْهَا قَالَتْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذَهٗ ثُمَّ قَالَ (اَمَااِنَّكَ لَاتَتَّجِعِيْنَ بَطْنُكِ اَبَداً (مجمع الزوائد، ص ۴۸۴/ ج ۸/ كتاب علامات النبوة دارالفكر) المعجم الكبير ص ۸۹/ ۹۰/ ج ۲۵/ داراحياء التراث العربى بيروت المستدرک، ص ۷۱/ ج ۴)

ترجمہ :-حضرت ام ایمن سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کے کونہ میں رکھے ہوئے ایک مٹی کے برتن کی طرف کھڑے ہوئے پس اس میں پیشاب فرمایا پھر میں رات کو بیدار ہوئی اس حال میں کہ میں پیاسی تھی، بس میں نے جو کچھ اس میں تھا اس کو پی لیا، اور مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا، پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو فرمایا اے ام ایمن کھڑی ہو اور جو اس مٹی کے برتن میں ہے اس کو بہا دو میں نے کہا بخدا جو کچھ اس میں تھا میں نے اسے پی لیا فرماتی ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھ ظاہر ہوگئی پھر فرمایا، سنو یقیناً کبھی بھی تم اپنے پیٹ میں درد نہیں پاؤ گی۔۱۲

اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک طاہر ہو جیسا کہ شرب بول کا واقعہ دار قطنی وغیرہ نے نقل کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ پاک نے اس کی ماہیت ہی بدل دی ہو جیسے کہ مشک کی کیفیت ہوتی ہے چنانچہ پینے والے سے جب دریافت کیا گیا کہ خون کا مزہ کیسا تھا ''**کیف وجدت طعم الدم**'' تو جواب دیا کہ مزہ شہد کا تھا اور خوشبو مشک کی تھی ''**اما الطعم فطعم العسل والرائحة فرائحة المسک اقول هذا من باب قلب الاعیان الذی عدمن معجزات الانبیاء علیهم الصلاة والسلام**'' پھر اعتراض ونزاع کا موقع بھی ختم ہو گیا ''**وبهٰذا یندفع نزاع الفقهاء**''[1] شرح شفاء میں یہ سب موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۴ھ

حضرت حمزہؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے

سوال:- ایک کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے دودھ شریک بھائی تھے، جسکی بنا پر آپ کو بچی نے چچا کہا کتاب کا نام ہے اسلام حصہ سوم، ص ۲۹۲/ اس کی صاف صاف تفسیر بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے چچا بھی تھے، اور دودھ شریک[2]

---

[1] شرح الشفا لعلی القاری ص ۱۶۲/ ج ۱/ امّا نظافة جسمه طبع عثمانیه.

[2] وهو عم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واخوه من الرضاعة ارضعتهما ثویبة مولاة ابی لهب الخ اسدالغابة، ص ۵۲۸/ ج ۱/ حمزة بن عبدالمطلب (مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ: حضرت حمزہؓ حضور اکرم ﷺ کے چچا اور آپؐ کے رضاعی بھائی تھے، جن کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ باندی تھی۔

بھائی بھی تھے۔ اور واقعہ مذکورہ بخاری شریف میں مذکور ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۹ھ

حضرت ماریہ آنحضرت ﷺ کی لونڈی تھیں نہ کہ زوجۂ مطہرہ

سوال:- یہاں یہ بات سننے میں آئی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے حضرت محمد ﷺ سے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے تھے، مگر حضرت محمد ﷺ سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نہیں ہوا تھا، یہ بات درست ہے؟

جواب از بریلی شریف

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں

---

[1] عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فِیْ ذِیْ الْقَعْدَۃِ فَاَبٰی اَھْلُ مَکَّۃَ اَنْ یَدَعُوْہُ یَدْخُلُ مَکَّۃَ حَتّٰی قَاضَاھُمْ عَلٰی اَنْ یُقِیْمَ بِھَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِکَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فَتَبِعَتْھُمْ اِبْنَۃُ حَمْزَۃَ یَاعَمِّ یَاعَمِّ فَتَنَاوَلَھَاعَلِیٌّ فَاَخَذَ بِیَدِھَاوَقَالَ لِفَاطِمَۃَ دُوْنَکِ اِبْنَۃَ عَمِّکِ حَمَلْتُھَا فَاخْتَصَمَ فِیْھَا عَلِیٌّ وَزَیْدٌ وَجَعْفَرٌ الحدیث بخاری شریف، ص ۳۷۲/ ج ۱/ حدیث ۲۶۲۱/ کتاب الصلح ج ۱/ باب کیف یکتب ھذا ماصالح فلان بن فلان الخ، طبع اشرفی دیوبند.

ترجمہ: براء بن عازب سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ میں عمرہ کیا، اہل مکہ نے اس بات سے انکار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے اس بات پر صلح کی کہ مکہ میں صرف تین دن ٹھہریں گے، الی آخرہ کفار نے کہا کہ اپنے ساتھی (حضور ﷺ) سے کہئے کہ اب (عمرہ سے فراغت کے بعد) یہاں سے چلے جائیں، اس لئے کہ تین دن کی مدت پوری ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لے آئے، ان کے پیچھے حمزہ کی بیٹی چچا چچا کہتے ہوئے ساتھ ہولی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اس اپنے چچا کی بیٹی کو لے، تو میں نے اس کو اٹھالیا، اس لڑکی کے سلسلہ میں حضرت علیؓ زیدؓ اور جعفرؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور سولہ یا اٹھارہ مہینے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ''الاکمال فی اسماء الرجال ''میں ہے ''هذا ابراهيم ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم من مَارِيَة القبطية'' کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ عزیز مصر کو جو آپ ﷺ نے خط لکھا تھا تو اس کے جواب میں اس نے ایک طویل خط لکھا اس کی مختصر عبارت یہ بھی ہے میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی قبطیوں (مصر کی قوم) میں بہت عزت کی جاتی ہے، وہ لڑکیاں جو بھیجی تھیں، ان میں ایک ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں، اور حرم نبوی میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ ایمان سے مشرف ہو چکی تھیں، اس لئے ظاہر ہے آپ ﷺ نے ضرور نکاح کیا ہوگا، نہ کہ آپؓ حرم نبوی میں لونڈی کی حیثیت سے داخل ہوئیں تھیں کہ یہ شبہ ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آپ سے ہوا ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شمیم یوسفی رضوی

دارالافتاء محلّہ سوداگراں بریلی شریف

الجواب حامداً ومصلیاً!

از فقیہ الامتؒ دیوبند

شرعی جہاد میں جب دشمن پر غلبہ حاصل کرلیا جائے اور اس کو قید کر کے اپنی حراست میں لے آئیں، پھر دشمن کے افراد کو غازیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، تو وہ غازی مال غنیمت کی طرح دشمن کے افراد کے بھی مالک ہو جاتے ہیں، ان سے خدمت لینے کا بھی حق ہوتا ہے، اور ان کو فروخت کرنیکا بھی حق ہوتا ہے، ان میں جو عورتیں ہوتی ہیں، ان کو باندی لونڈی کہتے ہیں[1] عربی میں ''امة'' کہتے ہیں جس کی جمع اماء آتی ہے[2] قرآن کریم نے ایسے

[1] واذافتح الامام بلدة عنوة قهراً فهوبالخيار ان شاء قسمها ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

افراد کو ''ماملکت ایمانکم[1]'' سے تعبیر کیا ہے۔

یعنی جو غلام اور باندیاں تمہاری ملک میں ہیں، جو لونڈی جس کی ملک میں آئے اس کو یہ بھی حق ہے، کہ اس سے خدمت لے یہ بھی حق ہے کہ فروخت کردے، یہ بھی حق ہے کہ ہبہ کردے، یہ بھی حق ہے کہ اس سے صحبت کرے،[2] لیکن اگر لونڈی کا کسی سے نکاح کردیا جائے، تو مالک کو اب اس سے صحبت کرنے کا حق نہیں[3] رہا، جس لونڈی کو مالک صحبت کے لئے تجویز کرے کہ اس سے صحبت کیا کریں گے، تو وہ اس کی سرّیہ کہلاتی ہے جس کی جمع سراری آتی ہے، ایسی باندی لونڈی سے شرعاً نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی،[4] پھر اگر اس سے بچہ پیدا ہوجائے، تو وہ ام ولد کہلاتی ہے، اس کو فروخت کرنے کا بھی حق نہیں رہتا، اور مالک کے انتقال کے بعد وہ آزاد بھی ہوجاتی ہے،[5] حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی حضور اکرم ﷺ کی ملک میں آئیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....بین السملمین الیٰ قوله وهو فی الاساری بالخیار ان شاء قتلهم وان شاء ترکهم الخ هدایه ص،٥٦٦/ج٢/باب الغنائم وقسمتها (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

٢ المعجم الوسیط ،ص٢٨/مطبوعه حسینه دیوبند

(حاشیہ صفحہ ھذا) ١ سورة النساء آیت ٢٤.

٢ وله وطیها واستخدامها واجارتها وتزویجها الخ هدایه ،ص ٤٧٤/ج٢ باب الاستیلاد مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

٣ ومن زوج امته فلیس علیه ان یتبوّئها لکنها تخدم المولیٰ ویقال للزوج متی ظفرت بها وطئتها وحاصله ان حق المولیٰ ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع الخ عنایة علی فتح القدیر ، ص٣٩٦/باب نکاح الرقیق مطبوعه دارالفکر بیروت.

٤ السریة الجاریة المتخذة للملک والجماع الیٰ قوله والجمع السراری الخ لسان العرب ص٣٥٨/ ج٤/تحت لفظ سرر،مطبوعه دار صادر بیروت.

٥ اذاولدت الامة من مولاها فقد صارت ام ولد لایجوز بیعها ولاتملیکها الیٰ قوله واذا مات المولیٰ عتقت من جمیع المال الخ هدایة ، ص٤٧٣/٧٥/ج٢/باب الاستیلاد. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند .

تھیں اور آپ ﷺ نے سرّ یہ بنالیا تھا، یعنی صحبت کیلئے تجویز فرمالیا تھا کہ ان کا نہ کسی سے نکاح کرنا ہے، نہ ان کو فروخت کرنا ہے، چنانچہ ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

ہم رشتہ فتویٰ میں ''الاکمال فی اسماء الرجال'' سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں ایک لفظ آگے بھی نقل کردیا جاتا تو بات صاف ہوجاتی، پوری عبارت یہ ہے ''ابراهيم بن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من ماريه القبطيةؓ سريته[1]'' یعنی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، اور ماریہ قبطیہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ کی سریہ (لونڈی باندی) تھیں، جن کے نکاح کی ضرورت نہیں تھی، مملوکہ سریہ، لونڈی باندی ہونے کی وجہ سے ان سے نکاح کی ضرورت نہیں تھی۔

بلکہ کتب فتاویٰ عالمگیری[2]، مجمع الانہر[3]، بحرالرائق[4]، شامی[5]، وغیرہ سب میں مذکور ہے کہ مالک کا نکاح اپنی مملوکہ لونڈی سے جائز نہیں۔

جن عورتوں سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے، جو کہ ازواج مطہرات ہیں حافظ[6] ابن حجر عسقلانی، حافظ بدرالدین عینی[7]، شیخ عبدالحق محدث دہلوی[8]، وغیرہ

---

[1] الاکمال فی اسماء الرجال، ص ۵۸۵/ ابراهيم بن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عالمگیری کوئٹہ، ص ۲۸۲/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالملک.

[3] ولايصح تزوج امته وسيدته، مجمع الانهر، ص ۴۸۶/ ج ۱/ باب المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

[4] البحرالرائق، ص ۱۰۲/ ج ۳/ فصل فی المحرمات مطبوعه کوئٹه

[5] شامی زکریا، ص ۱۲۳/ ج ۴/ فصل فی المحرمات.

[6] وتزوج خديجة سنة خمس وعشرين من مولده فی قول الجمهور الخ فتح الباری ص ۵۱۲/ ج ۷/ باب تزويج خديجة، .....

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اکابر نے ان کی تفصیلی فہرست اپنی کتابوں میں لکھی ہے، اور ہر ایک کے متعلق بتایا ہے کہ کس سے کس سن میں نکاح ہوا، ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو ان میں شمار کیا، جن سے حضور اکرم ﷺ نے نکاح نہیں کیا بلکہ شرعاً اس سے نکاح کرنا جائز بھی نہیں اس کے متعلق یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے ضرور نکاح کیا ہوگا، اور یہ کہ وہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں، یہ بیجا جسارت ہے، استغفر اللہ العظیم ایسی جسارت پر وعید شدید ہے اور یہ حقیقت سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے، سریہ کا رواج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات میں بھی رہا اس وجہ سے ام ولد کی بیع کے متعلق فقہی جزئیات موجود ہیں[1]، اور آج کے دور میں نہ شرعی جہاد ہے نہ کسی کو غلام باندی بنایا جاتا ہے، نہ سریہ کا وجود ہے، اس وجہ سے ایسے مسائل کے سمجھنے میں بھی ناواقف لوگوں کو دشواری ہوتی ہے، ممکن ہے کہ فاضل مجیب نے ناواقفیت کی وجہ سے الاکمال فی اسماء الرجال کی عبارت نقل کرتے وقت سریہ کا لفظ بیکار و مہمل سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۱۳۹۹ھ

کثرت ازدواج کی حکمت

سوال:- کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے لئے نو یا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ص ۱۴۱/ ج ۱۰/ باب کثرۃ النساء مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

۷ عمدۃ القاری، ص ۶۹/ ج ۱۰/ الجزء العشرین مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۸ مدارج النبوت، ص ۴۶۲/ ج ۲/ باب دوم درذکر ازواج مطہرات، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ولایجوز بیع ام الولد الخ عالمگیری کوئٹہ، ص ۴۵/ ج ۲/ الباب السابع فی الاستیلاد.

سات ازواج مطہرات کو جائز قرار دیا اور عام امت کے لئے بیک وقت چار کی قدغن لگا دی واضح باد کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وذات مبارک میں معاذ اللہ کوئی تنقید وتنقیص نہیں ہے، بلکہ یہ کوئی کافر کا اعتراض ہوسکتا ہے، اس کی تشفی کے لئے وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کثرت ازدواج کا مسئلہ جذبات نفسانی کا غلبہ اور تسکین نہیں ہے، جیسا کہ حالت ذیل میں غور کرنے سے بغیر کسی کے سمجھائے، ایک سلیم الفطرت آدمی خود بخود سمجھ سکتا ہے، پہلی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ رسال کی عمر میں کی جب کہ قوت نامیہ کی ترقی ختم ہوجاتی ہے، اور ایسی عورت سے جسکی ایک سے زائد شادیاں پہلے ہوچکی تھیں، اور وہ بیوہ تھیں اور عمر چالیس سال تھی، پچاس سال سے عمر متجاوز ہونے تک ایک ایسی عورت پر کفایت کی اسکے انتقال کے بعد پھر ایک نکاح کیا، مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد نو دس سال کی مدت میں تریسٹھ سال کی عمر تک زیادہ نکاح کئے، ان شادیوں میں کنواری صرف ایک تھیں، بقیہ سب بیوہ تھیں، یہ بات بھی نہیں کہ کنواری لڑکیوں کی آپ کیلئے کچھ کمی تھی، اگر جذبات نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے یہ شادیاں کی جاتیں تو جوانی میں کی جاتیں، کنواریوں سے کی جاتیں، بات اصلی یہ ہے کہ دین اسلام عورتوں اور مردوں سب کیلئے آیا ہے، بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً حیض ونفاس ان مسائل کو عورتوں تک پہنچانے کیلئے عورتیں ہی مناسب ہیں مردوں سے متعلق مسائل تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست بیان فرمادیتے تھے، اور عورتوں سے متعلق مسائل کی تلقین وتعلیم ازواج مطہرات کے ذریعہ ہوتی تھی، اس طرح پر تعلیم وتلقین کی تکمیل کی گئی[1]

---

[1] وحکمت در تکثیر نساء آنحضرتؐ را آن بود کہ تا احکام درونی کہ مرد آں را بعلم آن راہ نبود بامت نقل کنند وزیادت تکلیف بقیام حقوق وحسن معاشرت وصبر بر صحبت ایشان وتحمل اعبای رسالت واقامت مشاق عبادت نیز از فوائد آں بود الخ۔ مدارج النبوۃ ص ۴۶۳ رج ۲ رباب دوم در ذکر ازواج مطہرات الخ (مطبوعہ پاکستان)

اگر دوسرے مردوں پر قیاس کر کے شادی کا اعتبار کیا جائے، تو سمجھنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی، ایک مرد کے لئے چار کی اجازت ہے، اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر شادی کرتے تو آپ ﷺ کے لئے ایک سو ساٹھ کی گنجائش تھی، نیز چالیس مردوں کی جو قوت عطا ہوئی تھی، وہ اس دنیا کے چالیس مرد نہیں بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت تھی، اور جنت کے ایک مرد کی قوت دنیا کے ایک سو مردوں کے برابر ہے، اس لحاظ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر کمال ظاہر ہوتا ہے، کہ اتنی قوت کے باوجود آپ ﷺ اپنے نفس پر کس قدر قابو یافتہ تھے، کہ اتنی کثیر قوت اور گنجائش کے باوجود کس قدر قلیل پر کفایت فرمائی یہ تحقیقی جواب منصف مزاج کے لئے ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فکان رسول اللّٰہ ﷺ اعطی قوۃ اربعین رجلامن رجال اھل الجنۃ ورجل من اھل الجنۃ یعطی لہ قوۃ مأئۃ رجل فاذاضربنا اربعین فی مائۃ صارت اربعۃ آلاف الی قولہ ثم مع ھذہ القوۃ الخارقۃ للعادۃ لم یتزوج فی شبابہ وریعانہ الی ان بلغ من عمرہ ثلاثۃ وخمسین الاخدیجۃ باستدعاء خدیجۃ نفسھا وکانت ھی ثیبۃ وبلغت من عمرھا اربعین عاماً فلم یتزوج فی حیاتھا ولم یتزوج بکراً الا عائشۃ الیٰ قولہ ولم یعلم انہ اجتمع عندہ من الازواج اکثرمن تسع نسوۃ بالتزویج فقس ھذہ القوۃالخارقۃ الیٰ ھذا التعفف الخارق والی ھذاالصبر الفائق الیٰ قولہ فھل یتصور فی البشر اکمل منہ عفۃ واشد منہ عصمۃ واقوی منہ صبراً ثم لاحظ الحکمۃ فی ھذاالتعدد من نقل الشریعۃ التی تختص بالنساء وقد نقل من عائشۃ وحدھا الکثیر الطیب واحتاج الصحابۃ ومثل الفاروق الیٰ کشف المسائل عنھن والیٰ علومھن ولاحظ من شدۃ حیائہ حتی کان اشدحیاء من العذراء فی خدرھا وحتی کان لایثبت نظرہ علی وجہ احدفکان من اللازم ھذاالتعدد لتفتح ابواب الشرائع للنساء ولاسیما فی مایتعلق بمحاسنہ الباطنۃ وشئون حیاتہ الخفیۃ ونظام معیشتہ فی داخل البیت حتی تتواتر ذٰلک فلایبقی ادنی مجال للمرتاب الخ، معارف السنن ج ۱/ص ۴۶۸-۴۶۷/باب ماجاء فی الرجل یطوف علی نسائہ الخ بیان حکمۃ تعددازواجہ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند .

کیا حضرت مریم کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا

سوال:- سنا گیا ہے کہ حشر کے دن بعد از حساب و کتاب بی بی مریم کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا جائے گا یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بی بی مریم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۱ھ

معراج میں واپسی براق پر ہوئی

سوال:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر بذریعہ براق تشریف لے گئے مگر واپسی کس طرح ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح تشریف لے گئے اسی طرح واپسی ہوئی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۵ھ

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَعَلِمْتَ اَنَّ اللّٰہ زَوَّجَنِیْ فِی الْجَنَّۃِ مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَکُلْثُوْمَ اُخْتَ مُوْسٰی وَآسِیَۃَ اِمْرَاۃَ فِرْعَوْنَ فَقُلْتُ ،ھَنِیْئًا لَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ. (ابن کثیر ج۴/ ص ٦١٠/ سورہ تحریم)تحت آیت ۵/ مطبوعہ مصطفی احمد الباز مکہ مکرمہ.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معراج میں رؤیت

سوال:- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اللہ پاک کا دیدار ہوگیا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو اس وقت بعض علماء قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، پھر بعض کہتے ہیں کہ دل کی آنکھ سے دیکھا ہے، بعض کہتے ہیں کہ ظاہری آنکھوں سے اور بعض کہتے ہیں کہ "مَا كَذَبَ الْفُوَادُ مَارَاٰی" میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے کا ذکر ہے، چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے (مَا كَذَبَ الْفُؤَاد)فؤاد محمد (مارأى) ماراٰه ببصره من صورة جبريل اى ماقال فؤاده لماراٰه ببصره لم اعرفک ولوقال ذٰلک لکان کاذباً لانه عرفه يعنى راٰه بعين رأسه وقيل بقلبه مدارک[1] ج۴/

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ:** اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ نے جنت میں حضرت مریم بنت عمران اور موسیٰ کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی آسیہ سے میری شادی کردی، میں نے کہا کہ اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو۔

[2] والحق انه عليه السلام اسرى به يقظة لامنا ما من مكة) الى بيت المقدس راكبا البراق فلما انتهى الى باب المسجد ربط الدابة عندالباب ودخله فصلى فى قبلته تحية المسجد ركعتين ثم اتى بالمعراج الى قوله ثم خرج من بيت المقدس فركب البراق وعادالى مكة بغلس الخ. تفسيرابن كثير ،ص ۳۹-۳۸/ج۳/ سورة الاسراء تحت آيت نمبر ۱/ مطبوعه مصطفى احمدالبازمكه مكرمه البداية والنهاية ، ص ۱۵۵/ج۲/الجزالثالث فصل الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة الىٰ بيت المقدس مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مدارک التنزيل ،ج۴/ص ۱۹۲/ على هامش الخازن، سورةالنجم آيت ۱۱/، حاشيه الصاوى على تفسير الجلالين ص ۱۳/۶/ آيت ۱۱/ سورة النجم، احكام القرآن للقرطبى ص ۶۱/ ۶۲/ ج۱۴/ جزء نمبر۲۷/سورة نجم آيت ۱۱/

ص ۱۴۸ / ثم الصحیح انه علیه السلام رای ربه بفؤاده لا بعینه اھ، شرح عقائد[1] نسفی ص ۱۰۵ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حدیث معراج اور قلب ماہیت

سوال:- عام کتابوں میں تحریر ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج تشریف لے گئے، اور واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک گرم تھا، نیز حجرہ شریف کی کنڈی ہل رہی تھی، اور وضو کا پانی چل رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بتایا تو صحابہؓ نے کہا سچ ہے، اس وقت وہاں ایک یہودی بھی کھڑا یہ قصہ سن رہا تھا، وہ دل میں سوچتا ہوا کہ یہ قصہ غلط ہے، ایسا نہیں ہوسکتا گھر واپس آرہا تھا، کہ اس نے ایک زندہ مچھلی بازار سے خرید کر گھر آکر بیوی سے کہا اس مچھلی کو پکا میں ذرا نہا آؤں، اس کی بیوی نے کہا میرے ہاتھ میں پونی ہے، اس کو کات کر پھر پکاؤنگی، وہ یہودی دریا پر گیا، کپڑے نکال کر غوطہ لگایا تو کسی دوسرے گھاٹ پر جا پہنچا، تو دیکھتا ہے کہ اس کی شکل عورت کی بن گئی، وہاں ایک گھوڑے والا آیا اور اسے بٹھا کر گھر لے گیا، اس سے دو چار بچے بھی پیدا ہوئے، اور وہ وہاں بارہ سال رہا، ایک دن وہ پھر گھاٹ پر نہانے گیا، پھر غوطہ لگایا تو اپنے پہلے گھاٹ پر پہنچ کر دیکھتا ہے تو اس کی پھر وہی مرد کی صورت بن گئی ہے، اور اس گھاٹ پر اس کے کپڑے دھرے ہوئے ہیں، اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بیوی کے ہاتھ میں وہی پونی ہے، مچھلی بھی زندہ ہے، اس واقعہ کو دیکھ کر حضور ﷺ کے پاس گیا تو دیکھا وہاں معراج کا قصہ ہو رہا ہے، تو فوراً مسلمان ہوگیا، کیا یہ قصہ صحیح حدیث و معتبر کتب تواریخ میں موجود ہے؟

---

[1] شرح عقائد نسفی، ۱۴۴ / مبحث المعراج لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ قصہ کسی حدیث یا معتبر تاریخی کتاب میں نہیں دیکھا، البتہ تصوف کی کتابوں میں بعض حضرات کے حالات میں اس قسم کے واقعات ہیں[1] لیکن مرد کے عورت بن جانے پھر عورت کے مرد بن جانے کا واقعہ ان میں بھی نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا قبل از معراج پچاس نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض تھا

سوال:- کیا قبل از معراج شریف ۵۰/نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض کیا گیا تھا جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابوداؤد شریف کی وہ عبارت نقل کیجئے جس سے آپ نے یہ سمجھا ہے کہ قبل از معراج پچاس نمازیں اور سات مرتبہ دن میں غسل فرض کیا گیا تھا، یہ بھی لکھئے کہ یہ کس باب میں ہے؟ تب اس کے متعلق جواب دیا جائے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تذکرہ غوثیہ ص ۲۵۲/ مجموعہ ملفوظات، سید غوث علی پانی پتیؒ، طبع حسامی حیدرآباد.

[2] عن عبد اللّٰہ ابن عمرؓ قال کانت الصلوۃ خمسین والغسل من الجنابۃ سبع مرار الحدیث ابوداؤد شریف ص ۳۳/ج ۱/ کتاب الطھارۃ ،باب فی الغسل من الجنابۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ولادت شریفہ سے خوش ہوکر باندی آزاد کرنے پر بھی کیا عذاب جہنم ہوگا

سوال:- پیارے نبی ﷺ کی پیدائش کے موقعہ پر آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے ایک لونڈی کو آزاد کیا تھا، جس سے خداوند کریم بہت خوش ہوئے، تو پھر جہنم کیوں ملی، اور ہر سال پیارے نبی کی ولادت کے دن تاریخ کو اس کے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے، کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لونڈی کا آزاد کرنا کتب تواریخ میں موجود ہے، اور عذاب میں کسی قدر تخفیف ایک خواب میں مروی ہے[1]، ابولہب کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس کا جہنم میں جانا قرآن میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **نوٹ:** شب معراج میں ۵۰/نمازیں اور غسل جنابت سات مرتبہ فرض ہوا تھا لیکن اسی شب میں عمل کی نوبت آنے سے پہلے پہل حضور ﷺ کی درخواست سے منسوخ ہوکر صرف ۵/وقت کی نماز اور ایک مرتبہ غسل جنابت باقی رہا۔

عن عبداللّٰہ ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال کانت الصلوۃ ای حین فرضت خمسین صلوۃً والغسل من الجنابۃ سبع مرار وغسل الثوب من البول سبع مرار فلم یزل رسول اللّٰہ یسأل ربہ التخفیف حتی جعلت ای بقیت الصلوۃ خمساو الغسل من الجنابۃ مرۃ الخ بذل المجھود ص ۱۵۱/ج ۱/ مطبع الرشید سھارنپور. وفی عون المعبود فلم یزل رسول اللّٰہ ﷺ یسأل ربہ عزوجل لیلۃ الاسراء حتی جعلت الصلوۃ خمسا وغسل الجنابۃ مرۃ الخ، عون المعبود ص ۱۰۲/ج ۱/ مطبوعہ ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال عروۃ وثویبۃ مولاۃ لابی لھب اعتقھا فأرضعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات ابولھب أریہ بعض اھلہ بشرخیبۃ فقال ماذا لقیت فقال ابولھب لم الق بعد کم خیراً غیر انی سقیت فی ھذہ بعتا قتی ثویبۃ الی ما قال وذکر السھیلی وغیرہ ان الرائی لہٗ ھواخوہ العباس وفیہ ان ابالھب قال للعباس انہ لیخفف ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مذکور ہے۔ ''سَیَصْلیٰ نَاراً ذَاتَ لَهَب''[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۵/۶۴ھ

مہر نبوت اور جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی

سوال:- آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ دریافت طلب ہے کہ مہر نبوت کی اصلیت کیا ہے، اور اس کا نام مہر نبوت کس نے رکھا، اور مکھی آپ ﷺ کے جسم اطہر پر بیٹھی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہت سی احادیث میں خاتم نبوت کا ذکر آیا ہے، اسکی مثال بیان کی گئی ہے، کہ وہ بیضوی شکل میں کبوتر کے بیضہ کے برابر حضور ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان سرخ رسولی کی طرح تھی، بعض احادیث میں ہے، اسپر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، اور وہ حضور ﷺ کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی، اور وصال کے بعد وہ نہیں رہی تھی، فتح الباری[2] نووی[3]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....علی فی مثل یوم الاثنین قالوا لانه لمابشرته ثویبة بمیلاد ابن اخیه محمدبن عبداللّٰه اعتقهامن ساعته فجوزی بذلک لذلک ،البدایة والنهایة ج ۱ / ص۲۷۷ / الجزالثانی،حواضنه ومراضعه علیه الصلوٰة والسلام مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] سورہ لھب آیت ۳/

ترجمہ: وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا۔

[2] فتح الباری ج۷/ص ۲۵۴/ کتاب المناقب،باب خاتم النبوة، مطبوعه مکه مکرمه.

[3] نووی علی هامش مسلم ص ۲/۲۵۹/ کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة، طبع رشیدیه دهلی،

جمع الوسائل[1] وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے، اور جسم اطہر پر بلکہ لباس مبارک میں مکھی نہ بیٹھنے کی کئی روایت خصائص کبریٰ[2]، اور فتح العزیز[3] وغیرہ میں موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت نبی اکرم ﷺ نے کس کو قتل کیا؟

سوال: -حدیث ''اشتدغضب اللّٰہ علی من قتلہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سبیل اللّٰہ''، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے لوگوں کو فی سبیل اللہ قتل فرمایا ہے، اور وہ کون ہیں؟ مع حوالہ کے جواب عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اُبی ابن خلف ایک عمدہ گھوڑے پر سوار غزوۂ احد میں ایسے وقت قریب پہنچا کہ شیطان

---

[1] عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمرہ رَضِی اللّٰہ عنہُ قَالَ آیۃُ الْخَاتِمِ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم غُدَّۃٌ حَمْرَاءُ مِثْلَ بَیْضَۃِ الْحَمْرَاءِ جمع الوسائل ، ج ۱ /ص ۷۲/باب ماجاء فی خاتم النبوۃ، مطبوعہ اعزاز یہ دیوبند. ''اَوْسَوْدَاءُ مَکْتُوْبٌ فِیْھَا مُحَمَّدٌرَسُولُ اللّٰہِ الخ جمع الوسائل ج ۱ / ص ۷۲/ باب ماجاء فی خاتم النبوۃ''لَمَّاشَکَّ النَّاسُ فِیْ مَوْتِ النَّبِیَّ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّمَ وَضَعَتْ اَسْمَاءُ بِنْتِ عُمَیْس یَدَھَابَیْنَ کَتِفَیْہِ فَقَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَدْرُفِعَ الْخَاتَمُ مِنْ بَیْنِ کَتِفَیِّہ الخ، جمع الوسائل ص ۷۰/ باب ماجاء فی خاتم النبوۃ، مطبوعہ اعزازیہ دیوبند،

[2] ان من خصائصہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علی ثیابہ ذباب قط الخ ،الخصائص الکبریٰ ، ج ۱ /ص ۶۸/ باب ما کان لاینزل الذباب علیہ ولاعلی ثیابہ ،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[3] فتح العزیز ،ص ۲۲۱/سورۂ والضحیٰ ، بیان خصوصیات کہ درجسم آنحضرت ﷺ عنایت فرمودہ بودند، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

نے آواز لگائی تھی کہ حضور ﷺ مقتول (شہید) ہوگئے، (حالانکہ آپ ﷺ صرف مجروح ہوئے تھے، اور پہلے سے اس نے یہ کہا تھا کہ میں قتل کرونگا جیسے ہی وہ سامنے آیا تو آپ ﷺ نے حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کے مارا جو اس کے گلے پر لگا جس سے وہ بدحواس و بے تاب ہوکر بھاگا، لوگوں نے اس کو تسلی بھی دی کہ معمولی خراش لگی ہے، اس نے کہا کہ یہ خراش اگر تمام اہل حجاز کے لگ جائے تو سب مرجائیں، اسی خراش سے وہ سرف میں جاکر مرگیا، بس یہ ایک ہی شخص اپنی منحوسیت وملعونیت میں منفرد ہے، جس پر اشتداد غضب کی یہ وعید ہے، یہ واقعہ تفصیل سے زادالمعاد[1] جلد دوم، ص ۹۳ / میں مذکور ہے، نیز شروح بخاری، فتح الباری[2]، عمدۃ القاری[3]، ارشاد الساری[4] وغیرہ میں بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۴ھ

---

[1] ادرک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اُبی بن خلف علیٰ جواد یقال لہ العود زعم عدو اللّٰہ انہ یقتل علیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما اقترب منہ تناول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحربۃ من الحٰرث بن الصمۃ فطعنہ بھا فجاء ت فی ترقوتہ فکر عدو اللّٰہ منھزماً الیٰ قولہ فمات بسرف الخ زاد المعاد ،ص ۹۳ / ج ۲ / (مطبوعہ دارالفکر) غزوۃ احد وما اشتملت علیہ من الاحکام.

[2] راجع لحدیث اشتداد الغضب فتح الباری ص ۱۲۲ / ج ۸ / باب ما اصاب النبی ﷺ من الجراح یوم احد طبع دارالفکر، ولکن لیس فیہ قصۃ ابی بن خلف نعم ذکر فی فیض الباری ص ۹۷ / ج ۴ / واعلم ان النبی ﷺ لم یقتل احدا من الکفار بیدہ الکریمۃ غیر ابی بن خلف الخ عنوان قصۃ الحرب مع مسیلمۃ طبع ربانی بکڈپو دھلی.

[3] عمدۃ القاری جلد، ۹ / ص ۱۶۰ / الجزء السابع والعشرون باب ما اصاب النبی من الجرح. یوم احد کتاب المغازی (مطبوعہ دارالفکر)

[4] ارشاد الساری، ص ۱۳۸ / ج ۹ / مطبوعہ دارالفکر بیروت.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے لئے بددعا کی

سوال:- کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں قبل یا بعد نبوت کسی مشرک و کافر کا نام لے کر بددعا کی تھی اور کس موقعہ پر کی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متعدد مرتبہ کچھ آدمیوں کے لئے کی ہے، عتیبہ بن ابی لہب[1] کے لئے کی ہے، قنوت نازلہ میں محض قبائل کے نام لے کر بددعا کی ہے، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، حارث ابن ہشام پر بھی بددعا کی ہے[2] ''کمافی البخاری، پھر آیت ''لیس لک من الامر شئی الخ'' نازل ہوئی[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۱۳۶۱ھ

---

[1] ان عتیبة لما فارق ام کلثوم جاء الی النبی ﷺ فقال کفرت بدینک وفارقت ابنتک الی قوله فقال صلی اللّٰه علیه وسلم اما انی اسأل اللّٰه ان یسلط علیه کلبه الخ شرح الزرقانی ص ۱۹۹ / ج۳/ الفصل الثانی فی ذکر اولاده الکرام، مطبوعه دارالمعرفت بیروت.

[2] عن انس رضی اللہ عنہ قال قنت النبی ﷺ بعد الرکوع شهراً یدعوعلی رعل وذکوان الحدیث بخاری ص ۵۸۷ / ج۲/ باب غزوة الرجیع ورعل وذکوان الخ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[3] کَانَ رَسُولُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یَدْعُوْعَلٰی صَفْوَان بْنِ اُمَیَّةَ وَسُهَیْلِ بْنِ عَمْرٍووَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِشَئی اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ (بخاری شریف ص ۲/۵۸۲/ کتاب المغازی، باب لیس لک من الامرشئی الی اٰخره، وبخاری شریف ص ۲/۹۴۶/ کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، مطبوعه اشرفی دیوبند، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض

سوال: -حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ نیزے تھے بعض بڑے تھے بعض چھوٹے، کسی کو نماز کیلئے سُترہ بنایا جاتا تھا، کوئی قتال وغیرہ کے کام میں آتا تھا، زادالمعاد[1] اور عینی[2] وفتح الباری[3] میں ان نیزوں کے نام بھی لکھے ہیں، اگر ایک ہی نیزہ ہوتا تو اسکے طول وعرض کو تلاش کیا جاتا، حافظ ابن حجرؒ نے اسپر اٹھارہ مقام پر کلام کیا ہے، مگر طول نہیں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/ ۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کیلئے تو یہ آیت نازل ہوئی، لیس لک الخ،

سورۂ آل عمران آیت: ۱۲۸، **ترجمہ**: آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جاویں، اور یا ان کو کوئی سزا دیدیں، کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں (بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وکانت له خمسة ارماح يقال لاحدهم المثوى والاخر المثنى وحربة يقال لها النبعة واخرى كبيرة تدعى البيضاء واخرى صغيرة شبه عكاز يقال لها العنزة يمشى بها بين يديه فى الاعياد تركز امامه فيتخذ ها سترة يصلى اليها وكان يمشى بها احيانا الخ (زادالمعاد ص ۱۲۷/۱/ فصل فى ذكر سلاحه واثاثه صلى الله عليه وسلم، موسسة الرسالة بيروت،

[2] عمدة القارى، ج۷/ص ۳۱/ الجزء الرابع عشر اوّل كتاب الوصايا، مطبوعه دارالفكر بيروت

[3] فتح البارى ص ۱۵۳/ج۲/ باب سترة الامام سترةً من خلفه ابواب سترة المصلى رقم الحديث ص ۴۹۴/ ومراجع حديث رقم ۳۸۷/ ۴۸۹/ ۴۹۵/ ۶۲۴/ ۳۴۲۸/ ۳۴۴۱/ ۵۵۵۸/ ۵۶۳۰/ مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه،

عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے

سوال:- عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے، کیا عصا ہاتھ میں رکھنا عمر کے ساتھ مقید ہے یا ہر کوئی اس کو رکھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ادائے سنت کی نیت ہو تو موافق سنت عصا رکھنے سے ان شاء اللہ بلا قید عمر بھی ثواب ملے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:- ضلع ہوگلی موضع آشنہری بھان بنام قدم رسول ایک آستانہ تقریباً دوسو سال کی ہے، اس میں منقوش قدم ایک پتھر ہے اس کو حضرت رسول کریم ﷺ کے قدم مبارک کا نقشہ کہتے ہیں، لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں بوسہ دیتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ اور چیزیں بھی تھیں، مثلاً حضور ﷺ کا جبہ، تسبیح، رومال مبارک اب وہ چیزیں ضائع ہوگئیں، کہتے ہیں کہ مولوی حفیظ الدین دلی کے بادشاہ کے ملازم تھے، برطانیہ نے ان کو بہت روپیہ دیا، اس کے ذریعہ سے بادشاہ کو پکڑا، اس کے انعام میں مولوی حفیظ الدین صاحب کو دو گھنٹہ ایک گھنٹہ کیلئے

---

[1] سیرۃ الشامیہ ص ۵۸۷ /۷، الفتوحات الالٰھیہ ص ۳/۳۴٦، شمائل کبریٰ ص ۲۸۱/ امساک العصاسنۃ الانبیاء وعلامۃ للمؤمن الخ، تفسیر قرطبی ص ۱۰۷/ ج ٦/ (مطبوعہ دارالفکر) سورۂ طٰہٰ تحت آیت ۱۸/.

اختیار دیا گیا کہ شاہی دربار سے جہاں تک ہو سکے لوٹ لیا جائے، اس وقت بہت کچھ لوٹ کر لایا، اور ساتھ ساتھ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اشیاء مذکورہ بھی لایا تھا، اور بھان ضلع ہو گلی موضع آشنہری آکر اس نے اقامت کی اور آستانہ بنایا دریافت حال یہ ہے کہ کسی تاریخ وغیرہ سے ثبوت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کسی پتھر پر منقوش تھے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے، مجھ سے اسکے بارے میں پوچھا، میں نے ''لانصدق ولا نکذب'' سے جواب دیا چونکہ مجھے اس کا علم نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ کا کسی پتھر پر قدم مبارک رکھنے سے پتھر میں قدم مبارک کا نقش اتر آنا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نقش اُتر آیا تھا، کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶ رمحرم ۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور //

نعلین شریفین کیسے تھے؟

سوال:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا مبارک کیسا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سبتی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ رَاَيْتُكَ تَلْبَسُ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قیلولہ اور کھانے کا معمول

سوال:- دن کے کھانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیولہ کا کیا معمول تھا؟ کھانے کے کتنی دیر بعد اور کتنی دیر قیلولہ فرمایا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس دور میں نہ کھانے کا آج کل کی طرح طول طویل قصہ تھا اور نہ تکلف تھا بلکہ بکثرت کھانے کی شان یہ ہوتی تھی کہ کھجور کھائی پانی پی لیا[1] روٹی گوشت کی نوبت بہت کم آتی تھی، نہ گھنٹے اور منٹ کی تعیین و پابندی تھی، کبھی سویرے کھانے کا موقع مل گیا، کبھی دیر میں، کبھی بالکل ہی کھانا غائب ہوگیا، صبح کو کھایا تو شام کو نہیں، شام کو مل گیا تو صبح کو نہیں، دو وقت مسلسل کم ہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... **النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ قَالَ اِنِّی رَاَیْتُ رَسُولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یَلْبَسُ النِّعَالَ اَللَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا شَعْرٌ الحدیث (شمائل ترمذی ،ص۷) باب ماجاء فی نعل رسول اللّٰہ علیہ وسلّم مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.**

ترجمہ: عبید بن جریج نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتے پہنتے ہوئے دیکھا ہے، جن میں بال نہیں ہوتے تھے۔

فائدہ:- سبتی، بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ۔۱۲

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ كُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْراً مَانَسْتَوْ قِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمَرُ وَالْمَاءُ (شمائل ترمذی ص ۲۶ / باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (مطبوعہ رشیدیہ دھلی)**

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

نوبت آئی ہوگی[1]۔

پھر سردی کے ایام میں قیلولہ کم ہوتا تھا اور ظہر کی نماز زوال کے بعد ہی ادا فرما لیتے تھے[2]، اور گرمی کے دنوں میں قیلولہ دیر تک فرماتے تھے اور ظہر کی نماز بھی زوال سے دیر بعد ہوتی تھی، جمعہ کے روز کھانا اور قیلولہ کا موقع نماز جمعہ کے بعد ہوتا تھا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۷/۵/۸۷ھ

ابوجہل سے غلام کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے متعلق سوال کرنا

سوال:- بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابوجہل کا ایک غلام تھا، جس نے ابوجہل سے غالباً کسی وقت تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا تھا، کہ آنحضرت ﷺ حق پر

---

[1] عَنْ اَنَس ابْنِ مَالِکٍ انَّ النَّبِیَ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لَمْ یَجْتَمِعْ عِنْدَہٗ غَدَاءَ وَلَاعَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّاعَلٰی ضَفَفٍ الحدیث .(شمائل ترمذی ،ص۲۷/باب ماجاء فی عیش النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم (مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں، مگر حالت ضفف میں، یعنی لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے کی صورت میں۔

[2] عَنْ اَنَسٍ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ صَلّی الظُّھَرَ حِیْنَ زَالَتُ الشَّمْسُ (یَعْنِیْ فِی الشِّتَاءِ)(ترمذی شریف)باب ماجاء فی التعجیل فی الظھر. (مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز سورج ڈھلتے ہی پڑھی۔

[3] عن سھل قال ماکنا نقیل و لانتغدیٰ الا بعدالجمعۃ، والمعنی انھم کانو یبدؤن بالصلوٰۃ قبل القیلولۃ بخلاف ماجرت بہ عادتھم فی صلوٰۃ الظھر فی الحرفا نھم کانوایقیلون ثم یصلون لمشروعیۃ الابراد. (فتح الملھم ،ص۴۰۰/تا ۴۰۱/ج۲)کتاب الجمعۃ بیان وقت الجمعۃ وانھا لاتجوز الخ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ہیں، یا تم حق پر ہو؟ تو اس نے جواب دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں، تو غلام نے پھر سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حق پر ہیں تو تم کیوں نہیں مان لیتے ہو؟ تو ابوجہل نے یہ جواب دیا کہ ہماری اور بڑوں کی ناک کٹ جائے گی، کیا یہ واقعہ سچ ہے، اگر سچ ہے تو صحیح اور مکمل واقعہ کتابوں کے حوالہ سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قسم کے واقعات متعدد لوگوں کے پیش آئے ہیں، خود قرآن پاک میں ہے "اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَایَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمْ "(الایۃ)[1] یہ تو اہل کتاب کے متعلق ہے، دوسری جگہ ہے "وَجَحَدُوْابِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَا اَنْفُسُھُمْ ظُلْماً وَعُلُوّاً (الایۃ)[2] ابوطالب کا ایمان نہ لانا بھی بعض حضرات کے نزدیک اسی بناء پر تھا جس سے حضرت نبی اکرم ﷺ کو بہت صدمہ ہوا، اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، "اِنَّکَ لاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَن یَشَاءُ (الاٰیۃ)[3] خصائص کبریٰ[4] میں متعدد لوگوں کے واقعات نقل کئے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۸ھ

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۴۶/ **ترجمہ**: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (بیان القرآن)

[2] سورۂ نمل آیت ۱۴/ **ترجمہ**: اور ظلم اور تکبر کی راہ سے ان کے منکر ہو گئے حالانکہ ان کے دلوں نے انکا یقین کرلیا تھا۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ قصص آیت ۵۶/ **ترجمہ**: آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔ (بیان القرآن)

[4] **الخصائص الکبری، ج ۱/ص ۱۱۶/باب اعجاز القرآن واعتراف مشرکی قریش باعجازہ وانہ لایشبہ شیئا من کلام البشر ومن اسلم لذلک، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.**

کیا حضور اکرم ﷺ نے پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرمایا

سوال:- زید نے ایک جلسہ عام میں دوران تقریر فرمایا کہ جب چند روز تک وحی کا آنا رُک گیا تھا، تو حضور ﷺ نہایت غمگین ہوکر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جاتے تھے، تاکہ اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کرلیں اور زید نے اپنے قول کے اثبات کیلئے بخاری شریف کی وہ حدیث جو باب التعبیر دربارۂ فترۃ الوحی وارد ہے، پیش کی تو کیا شریعت کی رو سے حضور ﷺ کی طرف خودکشی جیسا برا فعل منسوب کرنا قابل قبول ہوسکتا ہے، کیا زید اپنے قول میں صادق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں توہین اور گستاخی ہوتی ہے، یا نہیں، اگر گستاخی اور توہین قرار پاسکتی ہے، تو پھر زید کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے، کہ جو سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خودکشی جیسا برا فعل منسوب کررہا ہے، حالانکہ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی تردید کررہا ہے، کہ آپ کے قلب مبارک میں کبھی کوئی شک یا وہم پیدا ہوا ہو یا خودکشی جیسے قبیح فعل کا خیال دل میں گذرا ہو چونکہ سخت مصائب کے وقت بھی آپ نے ایسے عزم واستقلال کا ثبوت دیا ہے، کہ جس کی نظیر نہیں ملتی، بحوالۂ کتب معتبرہ جواب باصواب سے ممنون ومشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا بیان صحیح ہے یہ واقعہ صحیح بخاری شریف[1] میں مذکور ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ

---

[1] وَفَتَرَ الْوَحِيُ فَتْرَةً حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَاراً كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُؤسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا اَوْفٰى بِذروةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهُ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَأْشُهُ وَتَقِرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ الخ ، بخاری شریف، ج۲/ص ۱۰۳۴/ حدیث ۶۷۱۳/ کتاب التعبیر، باب اول مابدیٔ به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ مطبوعه اشرفی دیوبند،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخلاق وصفات کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، جو قرب اور فضل وکمال آپ کو حاصل ہے اور کسی بشر یا ملک کو حاصل نہیں بایں ہمہ آپ ﷺ بشر تھے، طبیعت بشریہ آپ میں موجود تھی، وہ آپؐ سے جدا نہیں ہوئی تھی، لیکن دیگر افراد بشر میں اس بات میں ممتاز تھے، کہ آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی، اور اس کے مطابق احکام خداوندی پر عمل فرماتے، اور دوسروں کو ہدایت کرتے تھے، اور آپ معصوم تھے، آپ سے معصیت کا صدور نہیں ہوا، اگر کبھی کوئی بات خلاف اولیٰ صادر ہوئی تو اس پر مطلع کر کے معاف کر دیا گیا، ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ الایۃ''[1] وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی الایۃ[2] عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ الایۃ''[3] واقعہ مسئولہ میں خودکشی کا صدور نہیں ہوا، اور نہ زید نے آپ ﷺ کی طرف خودکشی کی نسبت کی اور ارادۂ مذکورہ کا سبب یہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت یا رسالت میں کوئی وہم ہوا ہو، بلکہ سبب فتح الباری، ج ۱۲/ص ۳۱۸/[4] میں مذکور ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترجمہ: اور وحی کے آنے میں بہت تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ حضور ﷺ جیسا ہم کو معلوم ہوا ہے اس قدر غمگین ہوئے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر آپؐ نے اپنے آپ کو بارہا گرا دینے کا ارادہ کیا اور جب آپؐ پہاڑ پر اس واسطے سے چڑھتے جبھی جبرئیلؑ آپؐ کے سامنے آ کر ظاہر ہو کر عرض کرتے کہ یا محمد بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں ان کے اس کہنے سے آپؐ کا دل ٹھکانے سے ہو جاتا اور نفس کو سکون ہوتا، اور آپؐ پہاڑ سے واپس آ جاتے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] سورہ کھف آیت ۱۱۰/

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس وحی آتی ہے۔

[2] سورۃ النجم آیت ۴-۳/

ترجمہ: اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد نری وحی ہے، جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

[3] سورہ توبہ آیت ۴۳/ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی۔

[4] فتح الباری، ج ۱۴/ ص ۳۸۴/ کتاب التعبیر، باب اول مابدأ به رسول الله صلى الله عليه وسلم، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

''واما ارادته القاء نفسه من رؤس الجبال بعد مانُبِّیَ فلضعف قوته عن تحمل ماحمله عن اعباء النبوة وخوفاً ممایحصل له من القیام بها من مباینة الخلق جمیعاً کمایطلب الرجل الراحة من غم یناله فی العاجل بمایکون فیه زواله عنه ولوافضیٰ الیٰ اهلاک نفسه عاجلاً حتی اذا تفکرفیما فیه صبره علیٰ ذلک من العقبیٰ المحمودة صبر واستقرت نفسه الخ''

جس طرح کے بچے کے انتقال پر رونا اور غمگین ہونا عزم واستقلال کے خلاف نہیں، اسی طرح یہ ارادہ اپنی نبوت پر یقین کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کسی خلیفہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ

سوال: - بوقت وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے اربعہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا، پھر آپ کے انتقال کے بعد حاضر ہوئے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ حضرات کہاں پر تشریف فرما تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب کے مکانات الگ الگ تھے، سب اپنی اپنی جگہ تھے، کسی کو اندازنہیں تھا کہ آج وفات ہوجائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ٦/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] وقال (ابوبکرؓ) لعائشة ماأری رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آپؐ کا صاحبزادی کو دفن کرنے کیلئے ایسے شخص کا تجویز فرمانا جس نے رات صحبت نہ کی ہو

سوال: -حضرت زینبؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے قبر میں وہ شخص اترے جس نے آج رات اپنی بیوی سے قربت نہ کی ہو، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ میں ہوں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اترے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سراپا نور ہی نور تھے، کیا وجہ تھی؟ جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قصہ حضرت بی بی زینبؓ کا نہیں بلکہ ام کلثومؓ کا ہے جو کہ زوجہ تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی، اور حضور ﷺ کے اس ارشاد میں ایک لطیف تنبیہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہ انہوں نے اسی شب اپنی ایک جاریہ سے صحبت کی تھی، چونکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دیر سے بیمار تھیں، اور یہ خیال نہ تھا کہ آج ان کی وفات ہوجائے گی، کذافی مجمع البحار[1] ص ۱۳۶/ج ۳/

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... الاقد اقلع عنه الوجع وهذا يوم بنت خارجة يعنى احدى زوجتيه وكانت ساكنة بالسنح شرقى المدينة فركب على فرس له وذهب الى منزله وتوفى رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم الخ البداية والنهاية ص ۲۳۲/۳، الجزء الخامس، فصل فى ذكر امور مهمة وقعت بعد وفاته الخ مطبوعه مكة المكرمة، الكامل فى التاريخ ص ۳۲۲/ج ۲/ ذكر مرض رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم ووفاته، مطبوعه بيروت، المنتظم ص ۴۰/ج ۴/ ومن الحوادث فى مرضه، مطبوعه بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] حديث دفن ام كلثوم من كان منكم لم يقارف ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وفتح الباری[1]؛ حضور ﷺ کا خود قبر میں دفن فرمانے کے لئے تشریف نہ لے جانا کسی عذر کی وجہ سے تھا، کذافی شرح مسلم للنووی و اللمعات شرح المشکوۃ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

امت امیہ کا مصداق

سوال: -امت امیہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعث فی الامیین رسولا وقیل نسبة الی ام القریٰ فان قلت العرب فیهم الکاتب واکثرهم کانوا یعرفون الحساب قلت ان اکثرهم امیون والحساب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اهله الليلة فيدخل قبرها اى لم يذنب وقيل لم يجامع وكنى عن المباح بالمحظور وليصون جانب الرسول الله صلى الله عليه وسلم عما ينبئى عن المستهجن وسره ان عثمان رضى الله عنه كان جامع بعض جواريه تلك الليلة فتلطف ﷺ فى منعه من النزول حيث لم يعجبه ولعل العذرلعثمان انه طال مرضها ولم يكن يظن انها تموت ليلتئذٍ الخ (مجمع البحار، ص ۲۵۹/ ج۴/)(مطبوعه دارالايمان مكه) تحت حرف قرف.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال الحافظ تحت (قوله لم يقارف وكانه استبعدان يقع لعثمان ذٰلك لحرصه على مراعاة الخاطر الشرف ويجاب عنه باحتمال ان يكون مرض المرأة طال الخ (فتح البارى ص ۱۲۷/ ج۳/) مصرى (باب يعذب الميت ببعض بكاء اهله .(مطبوعه نزارمصطفى الباز مكه مكرمه، ج۲/ص ۵۰۶)لمعات ص ۳۵۴/ج۴/ باب دفن الميت،مطبوعه لاهو.

[2] وفى شرح الشيخ لايشكل هذاالحديث على ان المحارم (والزوج اولىٰ من مصلحى الاجانب قال النورى لاحتمال انه صلى الله عليه وسلم وعثمان لهماعذر بنزول القبر الخ (لمعات حاشيه مشكوٰة ،ص ۱۴۹/) كتاب الجنائز)الفصل الثالث،مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

حساب النجوم وهم لايعرفونه الخ مجمع بحار الانوار، ج ۱/ص ۹۱-۹۲[1]
(مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنا

سوال:- ایک قصہ جو کرامات حضرت علیؓ کے نام سے مشہور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک سائل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ کے یہاں جاؤ وہ تمہارا سوال پورا کردے گی وہاں جاکر سوال کیا تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں لڑکے حسن اور حسین کو کسی یہودی کے یہاں درہموں کے بدلہ اس شرط پر گروی رکھ دیا کہ اگر شام تک آپ نے درہم واپس کردیئے تو میں آپ کے لڑکے واپس کردونگا اور اس کے بعد واپس نہیں کروں گا اور سائل کا سوال پورا کردیا اور حضرت فاطمہؓ سے یہ قصہ سنایا انہوں نے فوراً سجدہ میں جاکر گریہ وزاری کی تو آنکھوں سے جو موتی گرے تو وہ قیمتی موتی بن گئے، فوراً حضرت علیؓ ان موتیوں کو لیکر یہودی کے پاس گئے تو دن چھپ چکا تھا یہودی نے کہا اب تو لڑکے واپس نہیں کرونگا، اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ ابھی دن نہیں چھپا ہے، حالانکہ واقعی دن چھپ چکا تھا، تو پھر اللہ کے حکم سے سورج واپس آیا، اور دھوپ نکل آئی، اس کرامت کو دیکھ کر بہت سے یہودی مسلمان ہوگئے، یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ قصہ بالکل غلط ہے، لیکن ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کچھ

---

[1] مجمع بحار الانوار، ج ۱/ص ۱۰۷/ مطبوعه الايمان المدينة المنورة.

دیر کے لئے سورج لوٹ آیا تھا، تاکہ حضرت علیؓ عصر کی نماز پڑھ لیں، ان کی خدمت اقدس میں مشغولی کی وجہ سے نماز عصر میں دیر ہوگئی تھی[1]، یہ واقعہ امام طحاوی نے سند کے ساتھ شرح مشکل الآثار میں نقل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

PAGE24\A022
not found.

---

[1] وخرج الطحاوی فی مشکل الحدیث الی قوله ان النبیﷺ کان یوحی الیه وراسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال النبیﷺ اصلیت یاعلی قال لا فقال اللهم انه کان فی طاعتک وطاعة رسولک فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرأیتها غربت ثم رأیتها طلعت بعد ما غربت ووقفت علی الجبال الخ، الشفاء ص ۲۱۵/۱، فصل فی انشقاق القمر وحبس الشمس، مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة، حاشیه نورالانوار ص ۵۳، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- امام طحاویؒ نے تخریج کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آرہی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا، اس وجہ سے حضرت علیؓ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ کیا نماز پڑھ لی؟ آپؓ نے فرمایا نہیں! لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک یہ آپ اور آپ کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول تھے، آپ ان پر سورج کو لوٹا دیجئے، اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے سورج کو دیکھا غروب ہو چکا تھا پھر میں نے دیکھا طلوع ہوگیا، غروب ہونے کے بعد اور پہاڑ پر ٹھہر گیا الخ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

عہد انبیاء علیہم السلام کے تاریخی حقائق

انبیاء علیہم السلام کے دین کا نام

سوال: -حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام گزر گئے ان کے دینوں کا نام کیا تھا؟ یعنی جس طرح ہمارے دین کا نام اسلام ہے، اسی طرح حضور ﷺ سے پہلے جتنے نبی اور رُسل گزر گئے ان کے دین کا نام کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کا نام بھی اسلام ہے "**ھو سما کم المسلمین من قبل**"[1] (الآیۃ) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۶ھ

---

[1] سورہ حج آیت ۷۸، **ترجمہ**:-اس نے تمہارے نام مسلمان رکھا پہلے بھی (بیان القرآن)

سمیت هذه الامة مسلمين كماسمى بذالک الانبياء والمرسلون ولم يسم غيرها من الامم اخرج الحاكم عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما سهام الاسلام ثلاثون سهماً لم يتمها ابراهيم ومحمد صلى اللّٰه عليه وسلم (فتاوى حديثيه ص ۱۷۹/ مطلب فى انه يجوز المكث فى المسجد طبع دارالمعرفة بيروت، عناية القاضى على تفسير البيضاوى ص۶/۷۸، سورۂ حج،

انبیا علیہم السلام کی ولادت کا طریقہ

سوال:- سب آدمی جس جگہ سے پیدا ہوتے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے پیدا ہوئے یا کہ ناف مبارک سے؟

ہمارے اس دیار میں اس مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے، چند عالم کہتے ہیں کہ جمیع انسان جس جگہ سے پیدا ہوتے ہیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ سے پیدا ہوئے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ ناف مبارک سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عَنْ هَمَّامِ بْنِ يَحْيٰ عَنْ اِسْحَاقِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰه صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا وَلَدْتُهٗ خَرَجَ مِنْ فَرْجِيْ نُوْرٌاضَاءَ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ فَوَلَدْتُهٗ نَظِيْفًامَابِهٖ قَذِرٌ، رواه[1] ابن سعد اھ خميس ج ١/ص ٢٠٣/

اس روایت کو نقل کر کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے:

''این صریح است درآنکہ ولادت از طریق معتاد بود کہ سائر زنان رامی باشد وحدیث دیگر نیز کہ دروے آمدہ فاخذنی المخاض کہ بمعنی دردزہ است نیز ظاہر درآنست، مدارج النبوۃ، ج ۲/ص ۱۹/[2]

اس سے معلوم ہوا کہ ولادت اس جگہ سے ہوئی جس جگہ سے سب کی ہوتی ہے۔

---

[1] تاريخ الخميس، ج ١/ص ٢٠٣/. ذكر بعض ماوقع حين الولادة.

'' الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج ١/ص ١٠٢/ ذكر مولد النبى صلى الله عليه وسلم، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] مدارج النبوة ص ١٦/٢/ ولادت آنحضرت صلى الله عليه وسلم، مطبوعه نوريه رضويه، سكهر پاكستان.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق نہایۃ الامل ،ص ۵۹ رمیں دوقول اور بھی لکھے ہیں، اول یہ کہ ناف کے کچھ نیچے ایک سوراخ پیدا ہوا، جس سے ولادت ہوئی، پھر وہ فوراً بند ہوگیا، دوم یہ ہے کہ بائیں پسلی کے نیچے (آصرہ) سے ولادت ہوئی، قول اول جمیع انبیاء میں مشترک ہے، قول ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، مگر دلیل میں کوئی روایت پیش نہیں کی۔

بطریق ولادت معتاد کا سختی سے انکار کیا ہے، لیکن اس نوع کی بحث کرنا حضور ﷺ کی شان رفیع کے خلاف اور اساءت ادب ہے، لہٰذا اس سے سکوت چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت آدم علیہ السلام کا مرد ہونا اور حضرت حوا کا عورت ہونا کیا دنیا میں آکر ہوا یا جنت میں؟

سوال:- حضرت آدم علیہ السلام نے جب دانۂ گندم بہشت میں کھایا اس کے بعد رفع حاجت کی ضرورت ہوئی، چند لوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام و نیز حوا علیہا السلام کے رفع حاجت کی جگہ یعنی اندام نہانی وغیرہ نہیں تھی، جس کی وجہ سے پیٹ پھٹ گیا، اور شیطان لعین نے ان پر ٹانکے لگائے، اس کے بعد جنت سے نکالے گئے، اس کے بہت مدت بعد جب قصور معاف ہوا تب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اکھٹا ہوئے، اور اندام نہانی کی جگہ بعد میں ہوئی، یعنی مذکر و مؤنث بعد میں ہوئے، اسکا صحیح واقعہ کیا ہے؟ کیا مذکر و مونث بعد میں ہونے کے بعد نسل انسانی شروع ہوئی، کیا حضرت آدم علیہ السلام کا

جب پتلۂ خاکی تیار ہوا، انسانی مجسمہ مذکر نہ تھا، چونکہ دیہات کا واقعہ ہے جاہل لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں، ان کا شک مٹانے کے لئے یہ فتویٰ دریافت کیا گیا، صحیح واقعہ بیان فرما دیجئے، تاکہ ان کو سمجھا دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکر ومونث ہونے کی یہ تفصیل کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی بظاہر یہ اسرائیلیات میں سے ہے یعنی یہودیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر اپنی کتابوں میں درج کرلی ہے، جس کو اور بھی بعض لوگوں نے بیان کرنا شروع کردیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹ ؍رمضان ٦٧ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

حضرت آدم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟

سوال: -حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین پر ہے یا آسمان میں؟ اگر آسمان پر ہے

---

[1] فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوآتهما (اعراف) قال الكلبي تهافت عنهما لباسهما فابصر كل منهما عورة صاحبه فاستحيا (روح المعانی ص ۱۴۹ / ج۵ / اعراف الاية ۲۲ / طبع دارالفكر بيروت، كان لباس آدم وحواء نوراً على فروجهما لايرى هذا عورة هذه ولا هذه عورة هذا فلما اكلا من الشجرة بدت لهما سو آتهما (تفسير ابن كثير ص ۳۳۱ / ج۲ / اعراف، طبع مكتبه تجارية مكه مكرمه، (من سؤ آتهما) من عوراتهما وسمى الفرج عورة لان اظهاره يسوء صاحبه الخ يروى ان آدم عليه السلام لما بدت سوأته وظهرت عورته طاف على اشجار الجنة (الجامع لاحكام القرآن ص ۱۶۲ / ج۴ / اعراف آيت ۲۲ / دارالفكر بيروت) مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا میں علامت تذکیر وتانیث جنت میں موجود تھی۔

تو دلیل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمع الفوائد[1] ص ٦٠٩ / ج ٢ / میں، ٩١٨١ / کی حدیث بحوالہ مسلم موجود ہے (انس رضی اللہ عنہ)

"رفعه لَمَّا صَوَّرَاللّٰهُ اٰدَمَ فِی الْجَنَّةِ تَرَكَهٗ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّتْرُكَهٗ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ وَيَنْظُرُ اِلَيْهِ فَلَمَّارَأٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلَقًا لَايَتَمَالَكُ" (المسلم) اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں تخلیق ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش بائیں پسلی سے

سوال:- حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں، کیا اس پر نص موجود ہے، نص سے مراد عام ہے خواہ قطعی ہو یا ظنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسولَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلّم

---

[1] جمع الفوائد، ج ٣/ ص ٣٢٩/ حديث نمبر ٩١٨٣/ كتاب بدء الخلق وعجائبه مسلم شريف، ص ٣٢٧/ ج ٢/ "باب خلق الانسان خلقا لايتمالک "مطبوعه رشيديه دهلی، لكن لاينافی ذالک تصويره فی الجنة لجوازان يكون طينة الخ تاريخ الخميس ص ٣٧٠/ ج ١/ ذكرابتداء خلق آدم، مطبوعه بيروت.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہیکہ جب پتلا بنایا خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں تو اسکو پڑا رہنے دیا، جتنی مدت اس کو پڑا رکھنا چاہا، تو شیطان نے اس کے گرد گھومنا اور اس کی طرف دیکھنا شروع کیا، پھر جب ان کو خالی پیٹ دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ اس طرح پیدا کئے گئے ہیں، جو (شہوت پر) قابو نہ رکھ سکیں گے۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً فَاِنَّهُن خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجَ الحديث"[1] بكسر الضاد وفتح اللام واحد الاضلاع وهو عظم معوج استعير للمعوج صورةً اومعنى اى خلقن خلقاً فيه اعوجاج فكأنهن خلقن من اصل معوج وقيل ذٰلک لان امهن اول النساء وهى حواء خلقت من اعوج ضلع من اضلاع اٰدم عليه الصلوٰة والسلام وهو الضلع الاعلىٰ الخ مرقاة، ج٦/ص ٢٦٣[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ٢٦/٢/٩٥ھ

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنے پر چالیس سال تک رونا

سوال: -حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو خطا کی وجہ سے وہ چالیس سال تک روئے، آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو صحیح نہیں کہا جائے گا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ٢٥/٦/٩٦ھ

---

[1] مشكوٰة شريف ،ص ٢٨٠/(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب النكاح باب عشرة النساء الخ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو، اس لئے کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔

[2] مرقاة المفاتيح ، ص ٤٦٠/ ج٣/ (مطبوعه بمبئى) باب عشرة النساء .

[3] واخرج الديلمى فى مسند الفردوس بسند واهٍ عن على مكث ادم بالهند مائة سنة باكيا على خطيئته (الدرالمنثور ج ١/ص١٤٧/ سورة بقره آيت ٣٧/ الفردوس بماثور الخطاب ج٣/ ص ١٥١/ تفسير، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البداية والنهايه ج ١/ص ٨١/ نقلاعن ابن عساكر باب خلق آدم عليه السلام، مطبوعه تجاريه مكه مكرمه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نبوت آدم علیہ السلام وخلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال: - آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی تھے، یا نہیں نیز خلافت راشدہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا شمار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت آدم علی نبینا وعلیہم السلام نے بھی بذریعہ وحی احکام خداوندی کو حاصل کیا اور تبلیغ کی، نبی کی یہی شان ہوتی ہے اس لحاظ سے وہ بھی نبی تھے[1]

خلافت راشدہ جس کا تذکرہ حدیث شریف میں ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیر بننے سے پہلے پوری ہو چکی تھی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **خلاصہ**:- کتب تفسیر وکتب سیر میں چالیس یا سو سال رونے سے متعلق روایت منقطع وضعیف سند سے مروی ہے انمیں سے کوئی روایت متصل السند صحیح الاسناد نہیں ملتی، تفسیر مظھری ص ۵۸/ ۱/ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، تفسیر روح المعانی ج ۱/ص ۳۷۸/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، روح البیان ج ۱/ص ۱۱۴/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر کبیر ج ۱/ص ۳۱۳/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر ج ۱/ص ۱۲۳/ مطبوعہ تجاریۃ مکہ مکرمہ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] امانبوۃ آدم علیہ السلام فبالکتاب الدال علی انہ قدامرونھی مع القطع بانہ لم یکن زمنہ نبی آخر فھو بالحی لاغیروکذا السنۃ والاجماع الخ شرح عقائد، ص ۱۳۵/ اوّل الانبیاء آدم علیہ السلام الخ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] والخلافۃ ثلثون سنۃ ثم بعدھا ملک وامارۃ لقولہ علیہ السلام الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر بعدھا ملکاً وقد استشھد علی رأس ثلثین سنۃ من وفات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمعاویہؓ ومن بعدہ لایکونون خلفاء بل ملوکاً وامراء الخ شرح عقائد ص ۱۵۱/ مبحث الخلافۃ ثلثون سنۃ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

قبر آدم علیہ السلام

سوال: -حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے متعلق ایسا سنا ہے کہ مکہ معظّمہ میں بیت اللہ شریف کی دیوار کے نیچے حطیم میں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت آدم علیہ السلام وحواؑ کی قبر کہاں ہے؟

سوال: -بعض کتابوں میں لکھا ہے جن لوگوں نے حضرت حواؑ کا مزار سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی زیارت کو نہ جائیں، کہ بے اصل ہے (فقط) جناب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا مزار وحضرت آدم علیہ السلام کا مزار کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روضۃ الصفا جلد اول[2] میں لکھا ہے کہ وفات آن حضرت آدم علیہ السلام در روز جمعہ در مکہ واقع شد وحوا بعد از ویک سال وبقولے ہفت سال رحلت نمود در جنب آدم علیہ السلام مدفون شد اھ[3]

---

[1] وتوفی بمکة یوم الجمعة وصلی علیه جبریل واقتدی به الملائکة وبنو آدم (تاریخ الخمیس ص ۷۲/۱) وهو الاصح (تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء ص۱۱۷/ج۱/)قصص الانبیاء ص۵۷/ لابن کثیر، موضوعات کبیر ص۸۵/ (مطبوعه مجتبائی دهلی) تحت فصل دوم)

[2] روضۃ الصفا، ص۱۵/۱، ذکر انتقال حضرت آدمؑ، مطبوعہ لکھنؤ۔

[3] حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات جمعہ کے روز مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور حضرت حواء علیہا السلام نے ان کے ایک سال بعد اور ایک قول میں سات سال کے بعد رحلت فرمائی، اور حضرت آدم علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

اور بعض کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حواءؑ کا مزار سرندیپ میں ہے[1] یقینی علم دشوار ہے، ملا علی قاریؒ نے محمد بن جزری سے نقل کیا ہے کہ "لایصح تعیین قبر نبی غیر نبینا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نعم سیدنا ابراھیم علیہ السلام فی تلک القریۃ لا بخصوص تلک البقعۃ . انتھی .وکانہ اشاق الیٰ ان لاوجود لنور القمر والکواکب بعد ظھور ضیاء الشمس وایماء الیٰ فسخ سائر الادیان فی جمیع الاماکن والازمان ولئلا یشارکہ احدفی زیارتہ لتعظیم لہٗ الشان،موضوعات کبیر،ص ۱۰۲ ر"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ

سوال:- (۱) حوا حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کے جنسی تعلقات قابیل سے ہوجاتے ہیں، ایک عرصہ کے بعد حوا کی حضرت آدم علیہ السلام سے علیحدگی ہوجاتی ہے، حواؑ کا حضرت آدم علیہ السلام سے ایک لڑکا ہے جس کا نام قابیل ہے، حوا قابیل سے شادی کرنا چاہتی تھیں، چند شر پسند عناصر کی وجہ سے حوا کے بچے کو نقصان پہنچنے کے خیال سے حوا اور قابیل تنہائی میں ایجاب وقبول کرتے ہیں، اور اس کو راز میں رکھتے ہیں؟

(۲) حوا اور قابیل کے نکاح کی کوئی دستاویز نہیں ہے، لیکن ایک بار ایک واقعہ کا سہارا لے کر پرانی تاریخوں میں قابیل کی فرضی دستاویز تیار کی جن پر دو گواہوں کے دستخط بھی ہوئے،

---

[1] عن ثابت البنان حفروا لآدم ودفنوہ بسرندیپ من الھند فی الموضع الذی اھبط علیہ وصححہ الحافظ عماد الدین بن کثیر فی تفسیرہ والزمخشری فی الکشاف (تاریخ الخمیس، ص۷۲ر ج۱) تفریح الاذکیاء ،ص ۱۱۷ ر ج ۱ . (قصص الانبیاء،ص۵۷ر لابن کثیر)

[2] موضوعات کبیر ،ص ۸۵ (مطبوعہ مجتبائی دھلی) حرف الباء تحت الفصل الثانی.

ایک گواہ نے حواؑ کے سامنے دستخط کئے اور دوسرے نے حواؑ کی غیر موجودگی میں۔

(۳) جس وقت حوا قابیل نے ایک دوسرے کو قبول کیا، اس وقت ان دو گواہوں میں سے کوئی نہیں تھا، بعد میں ان دو گواہوں کو فراہم کیا گیا، تاکہ دستاویز مکمل ہو سکے؟

(۴) حضرت آدم علیہ السلام سے حواؑ کی علیحدگی کے بعد اگر عدت کے دنوں یعنی حوا قابیل کے جنسی تعلقات برقرار رہیں اور آگے چل کر دونوں زندگی گذارنے کا فیصلہ کرتے ہیں، تو کیا حواؑ کی آدم علیہ السلام سے علیحدگی کے بعد اس پر عدت کا لزوم عائد نہیں ہوتا؟ متذکرہ بالا امور کی روشنی میں فن عقائد کی روشنی میں مطلع فرمائیں، آیا عدت کی مدت ختم ہونے سے قبل جنسی تعلقات قائم رکھتے ہوئے حوا قابیل کا تنہائی میں ایجاب وقبول کرنا، زن وشوہر کی زندگی گذارنا جائز تصور کیا جا سکتا ہے؟ نیز کیا حواؑ کی عدم موجودگی میں دوسرے کی دستاویز پر دستخط لینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جب کہ تنہائی میں ایجاب وقبول ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/تا۴/) یہ قصہ بالکل افسانہ ہے ماں سے نکاح کرنا کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۱ھ

سفینۂ نوحؑ میں کتنے آدمی تھے

سوال: -حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں وقت طوفان شمار میں کس قدر مرد وعورت

---

[1] قالوا ان حرمة الامهات والبنات كانت ثابتة فى زمان آدم عليه السلام الىٰ هذا الزمان ولم يثبت حل نكاحهن فى شئى من الاديان الالٰهية (حاشية القونوى على البيضاوى ج۷/ ص ۸۹) سورة النساء الآية ۲۳، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

تھے، ان کا جواب حدیث یا قرآن سے لکھا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شیخ حسین ابن محمد نے نقل کیا ہے کہ کل اسّی تھے، اور مقاتل سے نقل کیا ہے کہ کل بہتر تھے، نصف مرد اور نصف عورتیں، اور بھی بعض اقوال ہیں " واختلفوا فی عدد اصحاب السفینة قال قتادة وابن جریج ومحمد بن کعب القرظی لم یکن فی السفینة الاثمانیة نوح وامرأته وثلاث بنین لهٗ سام وحام ویافث ونسائهم فجمیعهم ثمانیة وقال الاعمش کانوا سبعة نوح وثلاث بنیه وثلاث کنائن له وکنائن جمع کنة امرأة الابن وقال ابن اسحق عشرة نوح وبنوه سام وحام ویافث والستة اناس ممن کان اٰمن به وازواجهم جمیعا وقال مقاتل کانوا اثنین وسبعین نفراً رجلاً وامرأة وبنیه الثلاثة ونسائهم فجمعهم ثمانیة وسبعون نصفهم رجال ونصفهم نساء وعن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه کان فی سفینة نوح ثمانون رجلاً احدهم جرهم[1] (تاریخ الخمیس، ج ۱ / ص ۷۰/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ
معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ٦/٦/ ۵۷ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ
صحیح عبد اللطیف ٦/٢/ ۵۷ھ

---

[1] تاریخ الخمیس ص ۸۰/ ج ۱، تفسیر مدارک ص ۲۵۲/ ج ۲/ جزء ثالث، سورة العنکبوت، آیت: ۱۵، مطبوعه دار الفکر بیروت، التفسیر المظهری ص ۱۹۵/ ج ۷، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

حضرت یونس علیہ السلام کا تحت الثریٰ تک پہنچنا

سوال:- ہر زمین جب کہ پانچسو برس کی راہ مٹاپہ رکھتی ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کا چالیس روز میں تحت الثریٰ پہنچنا اور پھر واپس آجا نا عقلاً ونقلاً کیسے ثابت ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روایت کو کس مصنف نے اپنی تصنیف کے کس باب میں تحریر کیا ہے، عبارت بحوالہ وصفحہ ومطبع لکھئے: فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال:- مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلاء وغیرہ اپنی انگشتری خادم کو دے جایا کرتے تھے، ایک روز دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتری خادم سے لے کر تخت شاہی پر جا بیٹھا، جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں، وہ تو انگشتری لے گئے، اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے، یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے، نبی اللہ کی شکل وصورت کوئی جن وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتا ہے تو تبلیغ احکام کیسے ہوگی!

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف[1]، تفسیر مدارک[2]، تفسیر

---

[1] ولقد ابی العلماء المتقنون قبوله وقالواهذا من اباطيل اليهود والشيطان لايتمكنون من مثل هذه الافاعيل وتسليط الله اياهم على عباده حتى ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معالم التنزیل[1]، قاضی عیاض[2]، وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے، امام رازیؒ[3] نے بہت زور شور سے اس قصہ پر اشکالات کئے ہیں، اصولاً بھی یہ قصہ غلط ہے، کیونکہ اس صورت میں تبلیغی احکام میں بہت کچھ خلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جو انبیاء علیہم السلام جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، وہ واقعۃً نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی اور شیطان ان کی صورت بنا کر آ گیا، وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

انگشتریٔ حضرت سلیمان علیہ السلام

سوال: - انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام معجزہ نبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا کوئی اس کو ضبط کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشہور یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت اور سلطنت انگشتری کی وجہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... یقعوا فی تغییر الاحکام وعلی نساء الانبیاء حتی یفجر وابھن قبیح الخ، تفسیر کشاف ج۳/ص۳۷۵/ سورہ ص، تحت آیت ۳۴/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۲ تفسیر مدارک علی ھامش الخازن، ج۴/ص ۴۲/ سورہ ص، تحت آیت ۳۴/ مطبوعہ مصر،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ معالم التنزیل ص۴۶۳/ سورہ ص آیت: ۳۴/ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان،

۲ کتاب الشفاء قاضی عیاض، ج۲/ص ۱۶/ فصل فی اجماع الامۃ علی عصمۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الشیطان، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت.

۳ واعلم ان اھل التحقیق استبعد واھذالکلام من وجوہ الاول ان الشیطان لوقدر علی ان یتشبہ بالصورۃ والخلقۃ بالانبیاء فحینئذ لایبقی اعتماد علی شی من الشرائع فلعل ھٰولاء الذین رأوھم الناس فی صورۃ محمد وعیسی وموسیٰ علیھم الصلوٰۃ والسلام ماکانوا اولئک بل کانوا شیاطین تشبھوا بھم فی الصورۃ لاجل الاغواء والاضلال ومعلوم ان ذٰلک یبطل الدین بالکلیۃ الخ تفسیر الکبیر للامام الرازی ج۷/ص۱۹۵/ سورہ ص، تحت آیت: ۳۴/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

تھی، یعنی درحقیقت حکومت انگشتری کے تابع تھی، لہٰذا جس کے پاس انگشتری ہوتی اس کی حکومت ہوتی، لیکن تفسیر روح المعانی[1] ج۲۳/ص۱۸۱/میں اس کی تردید کی ہے لکھا ہے کہ ''ویستبعد جداً ان یکون اللّٰہ تعالیٰ قد ربط مااعطیٰ نبیہ علیہ السلام من الملک بذٰلک الخاتم'' انگشتری کے تابع ہونا کتب یہود سے منقول ہے، جن کی تحریف نص قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا کتب یہود قابل اعتماد نہیں، نبی کا معجزہ کوئی جن وغیرہ ضبط نہیں کرسکتا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام

سوال: -حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں کا نام کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام کسی مستند کتاب میں نہیں دیکھا، اسرائیلیات میں ''راحیل'' نام ملتا ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] تفسیر روح المعانی، ج۲۳/ص ۱۹۹/ سورہ، ص تحت آیت ۳۴/ مطبوعہ مصطفائی دیوبند.

[2] قال ابوحیان وغیرہ ان ھذا المقالۃ من اوضاع الیھود وزنادقۃ السوفسطائیۃ ولاینبغی لعاقل ان یعتقد صحۃ مافیھا الخ، روح المعانی ج۲۳/ص ۱۹۹/ سورہ ص تحت آیت ۳۴/ مطبوعہ مصطفائی دیوبند،

[3] قیل ان امہ ''راحیل'' قدماتت (حاشیۃ الصاوی، ج۲/ص ۲۱۹/ تحت قولہ تعالیٰ ''والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین'' سورۂ یوسف) تاریخی طبری ص ۲۳۲/ج ۱/ مؤسسۃ العلمیۃ بیروت.

کیا زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی تھیں؟

سوال:- یہاں پر چند لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی زلیخا کو نہیں مانتے، اس کا جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں یہ کہیں مذکور نہیں احادیث صحاح میں بھی یہ صاف صاف نہیں دیکھا مفسرین ضرور لکھتے ہیں کہ شادی ہوگئی تھی، بعض حضرات انکار کرتے ہیں " **واللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال**[1]" تاہم ان کی شان میں ہرگز گستاخی کرنے کی اجازت نہیں، اس سے پورا پرہیز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

زلیخا کی تحقیق

سوال:- کیا زلیخا وہی عورت ہیں جن کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا گیا، یا دونوں الگ الگ؟

---

[1] واخرج ابن جرير وابن ابی حاتم عن ابن اسحاق قال ذكر واان قطفير هلک فی تلک الليالی فزوج الملک يوسف زليخا امرأة قطفير الخ (تفسير مظهری ص ۱۷۴/ ج۵/ سوره يوسف آيت ۵۵/مطبوعه ندوة المصنفين دهلی، مدارک تنزيل ص ۲۲۸/ج۲/ جز ثانی، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاريخ الخميس ص ۱۵۵/ ج ۱، قال عمدة المفسرين العلامة شبير احمد العثمانی فی تفسيره بعد ذكر القصة المحدثون لايعتمدون عليها. ترجمه شيخ الهند ص ۳۲۱/ تحت آيت نمبر ۵۶/ مطبوعه المملكة العربية السعودية. الجامع لاحكام القرآن للقرطبی، ص ۱۸۶/ج۵/ مطبوعه دار الفكر بيروت، الخازن ص ۲۶/ ج۳/ مطبوعه مصر،

الجواب حامداً ومصلیاً

اس دور میں میرے علم میں نہیں کہ زلیخا نام کی کتنی عورتیں تھیں، مشہور تو ایک ہی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت ہاجرہؓ وحضرت سارہؓ کیا ایک ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملیں تھیں؟

سوال:-حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس جگہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ملی تھیں کیا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی اسی جگہ سے ملی تھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں بلکہ حضرت سارہؓ سے پہلے نکاح ہوا تھا ان کو ساتھ لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لا رہے تھے، ایک ظالم بادشاہ سے واسطہ پڑا اس نے خرق عادت حال دیکھا وہاں سے حضرت ہاجرہؓ ملیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] زوج الملک یوسف زلیخا امرأة قطفیر الخ التفسیر المظهری سوره یوسف تحت آیت: ۵۵/ مطبوعه ندوة المصنفین دهلی،

[2] عن ابی هریرة فی حدیث طویلٍ قَالَ بَیْنَا هُوَ ذَاتَ یَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْاَتی عَلَی جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابرةِ فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًامَعَهٗ اِمْرَأةٌمِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْهَا قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِیْ فَاَتَی سَارَةَ فَقَالَ یَاسَارَةُ لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ وَاِنَّ هٰذَا سَأَلَنِیْ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّکِ اُخْتِیْ فَلَاتُکَذِّبِیْنِیْ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا فَلَمَّا ....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہؐ میں ہونے کی دعا وخواہش کرنا

سوال:- کیا یہ صحیح ہے کہ جب اس امت کی تعریف کی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواہش کی کہ وہ اس امت کے نبی ہوں۔

یہ ثابت ہے یا نہیں؟ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس امت میں ہونے کی خواہش کی یا دعاء کی تھی؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... دَخَلَتْ عَلَيْهِ وَذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاخذَ فَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ اللّٰهَ فَاطلقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا ثَانِيَةً فَاَخَذَ مِثْلَهَا اِلىٰ قَوْلِهٖ فَاخَد مَهَا هَاجَر الحد يث (بخاری شریف،ص ۴۷۴/ج ۱/مطبوعہ اشرفی دیوبند، کتاب الانبیاء با ب قول اللّٰہ عزوجل واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً الخ رقم الحدیث ۳۲۴۷/قصص القرآن ، ص ۱۸۸/الخ(مطبوعہ دھلی) ھجرت مصر اور حضرت ھاجرہؓ. مسلم شریف ص ۲۶۶/ج ۲/ کتاب الفضائل، باب من فضائل ابراھیمؑ، مطبوعہ دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن اس حال میں کہ وہ (ابراہیم علیہ السلام) اور سارہؓ جارہے تھے، کہ ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گزر ہوا کسی نے اس سے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے، اس کے ہمراہ ایک عورت ہے، جو خوبصورت لوگوں میں سے ہے، پس اس ظالم نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے، پھر وہ سارہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے سارہ روئے زمین پر کوئی مومن میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے، اور اس ظالم نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے کہدیا کہ میری بہن ہے، پس تم مجھ کو جھوٹا نہ کرنا، پھر اس ظالم نے سارہ کو بلوا بھیجا جب سارہ اس کے پاس گئیں اور وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا تو وہ مرگی میں مبتلا ہوگیا اس نے سارہ سے کہا کہ تم اللہ سے میرے لئے دعاء کرو اور اب میں تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا، چنانچہ انہوں نے اللہ سے دعا کی وہ اچھا ہوگیا، پھر دوبارہ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا، پھر اسی طرح مبتلا ہوگیا، پھر اس نے سارہ کی خدمت کیلئے ہاجرہ کو دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/) ''معالم التنزیل''[1] وغیرہ میں روایت مذکور ہے جس میں یہ خواہش اور دعاء ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۷ھ

حضرت خضر علیہ السلام

سوال: -حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں، یا وصال پا چکے ہیں، اور آپ کس زمانہ میں ہوئے اور کس کی اولاد سے ہیں، اور کیا سکندر اعظم کے ہمراہ ظلمات میں آب حیات پی کر

---

[1] عن کعب الاحبار اَنَّ مُوسیٰ نَظَرَ فِی التَّوْرَاةِ فَقَالَ اِنِّی اَجِدُ اُمَّةً خَیْرَ الْاُمَمِ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَبِالْکِتَابِ الْاَوَّلِ وَبِالْکِتَابِ الْآخِرِ وَیُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الضَّلَالَةِ حَتّٰی یُقَاتِلُوا الْاَعْوَرَ الدَّجَّالَ رَبِّ اجْعَلْهُمْ اُمَّتِی قَالَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ یَامُوْسیٰ اِلٰی قَوْلِهٖ فَلَمَّا عَجَبَ مُوْسٰی مِنَ الْخَیْرِ الَّذِیْ اَعْطَی اللّٰهُ مُحَمَّداً وَاُمَّتَهٗ قَالَ یَالَیْتَنِیْ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ الخ معالم التنزیل ص ۹۹-۱۹۸-۲۰۵/ ج۲/ سورہ اعراف تحت آیت نمبر ۱۴۴-۱۵۷/ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، تفسیر خازن ص ۱۳۱/ ج۲/ طبع میمنہ مصر، الدر المنثور ص۵۵۷/ ج۹/ دارالفکر بیروت.

ترجمہ: کعب احبار سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت میں دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں امتوں میں ایسی بہترین امت پاتا ہوں کہ جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہے، جو لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتی ہے، اور برائیوں سے روکتی ہے اللہ اور کتاب اول اور آخری کتاب پر ایمان لاتی ہے، اور اہل ضلالت سے قتل وقتال کریں گے، یہاں تک کہ کانے دجال سے قتال کریں گے، اے رب ان کو میری امت بنا، اللہ نے فرمایا اے موسیٰ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی جب موسیٰ علیہ السلام کو وہ خیر پسند آئی جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو عطا فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کاش کہ میں امت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ہوتا۔

آئے تھے مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مفصل بیان کرنے کی تو آپ نے کاغذ ہی میں جگہ نہیں چھوڑی مختصر یہ ہے کہ آپ کے آب حیات پینے کے دونوں قول ہیں، آپ کے نسب اور زمانہ میں اختلاف عظیم ہے، ایک قول لکھتا ہوں:

خضر ابن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفشخذ بن سام بن نوح علیہ السلام[1] ظلمات میں جا کر آب حیات تک پہنچنے کا تذکرہ فتح الباری[2] ص ۳۱۰/ج ٦/ میں حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو نووی علی المسلم ص ۲٦۹/ج ۲/ باب من فضائل الخضرؑ، کتاب الفضائل، مطبوعہ سعد دیوبند، فتح الباری ص ۹۳/ج ۷/ باب حدیث الخضرؑ مع موسیٰؑ، مطبوعہ نزار مصطفی الباز، مکہ المکرمہ، تفسیر ابن کثیر ص ۱٦۲/ج ۳/ سورۃ الکھف، آیت: ۸۲، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ،

[2] روی خیثمہ بن سلیمان من طریق جعفر الصادق عن ابیہ ان ذاالقرنین کان لہ صدیق من الملائکۃ فطلب منہ ان یدلہ علی شی یطول بہ عمرہ فدلہ علی عین الحیاۃ وھی داخل الظلمۃ فسار الیھا والخضر علیٰ مقد متہ فظفر بھا الخضر ولم یظفربھا ذوالقرنین، فتح الباری ص ۹۳/ ۹۴/ ج ۷/ طبع نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، باب حدیث الخضر مع موسی علیہ السلام،

ترجمہ: خیثمہ بن سلیمان نے جعفر صادق کے طریق سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، کہ ذوالقرنین کا فرشتوں میں سے ایک دوست تھا انہوں نے اس فرشتہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کی کسی ایسی چیز پر رہنمائی کرے جس سے ان کی عمر طویل ہو جائے، چانچہ اس فرشتہ نے ذوالقرنین کو چشمۂ حیات کا پتہ بتادیا، اور وہ ظلمات کے اندر ہے، ذوالقرنین اس چشمہ کی جانب چلے اور خضر ان کے لشکر کے اگلے حصہ میں تھے، تو خضر علیہ السلام اس میں کامیاب ہو گئے اور ذوالقرنین اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔

حیات خضر علیہ السلام

سوال:- حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا انتقال ہو چکا، ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی حیات کا قائل ہونا کفر ہے، اور بعض لوگوں کے واقعات جو مشہور ہیں کہ ان کو خضر علیہ السلام ملے وہ خضر علیہ السلام نہیں ہوتے بلکہ شیطان ہوتا ہے، لہٰذا دریافت طلب امر ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں اور جو کچھ یہ شخص کہتا ہے صحیح ہے یا نہیں، مع حوالہ کتب جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں، ہاں بعض اس کے قائل ہیں کہ انتقال کر چکے ''قال ابن الصلاح هو حي عند جمهور العلماء والعامة معهم في ذٰلک وانماشذ بانکاره بعض المحدثين وتبعه النووي وزادان ذلک متفق عليه بين الصوفية واهل الصلاح وحکاياتهم في رؤيته والاجتماع به اکثر من ان تحصر انتهى ،وروى الدارقطني في الحديث المذکور قال مد للخضر في اجله حتى يکذب الدجال وقال عبدالرزاق في مصنفه عن معمر في قصة الذي يقتله الدجال ثم يحييه بلغني انه الخضر وکذا قال ابراهيم ابن سفيان الراوي عن مسلم في صحيحه اھ فتح الباری[1] بتغیر، ص۳۱۰/ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات پر تعزیت کے لئے تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

[1] فتح الباری، ج ٦/ص ۴۲۴/ دارالمعرفة بيروت لبنان (مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه ص ۹۴/ ج۷/ کتاب الانبياء، باب حديث الخضر مع موسىٰ عليه السلام، نووي على المسلم ص ۲٦۹/ ج۲/ باب من فضائل الخضر عليه السلام، کتاب الفضائل، مطبوعه سعد ديوبند،

مجمع میں تعزیت کی ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ (کذا فی جمع الفوائد[1]، ص ۱۳۸/ج ۱/)

لہٰذا ان کی زندگی کے قائل ہونے کو کفر کہنا ناواقفیت پر مبنی ہے اور غلط ہے اس سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ ٦/ ۵۹ھ

صحیح عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ // //

حیات خضر علیہ السلام کی تحقیق

سوال:- حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے پہلی تقریر میں فرمایا ہے جو کتاب کی صورت میں ہے:

---

[1] (انسؓ) لما قبض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقعد اصحابہ حزانا یبکون حولہ فجاء رجل طویل صبیح فصیح فی ازار ورداء اشعر المنکبن والصدر فتخطی الصحابۃ الی قولہ فقال ابوبکر ھذا الخضر الخ جمع الفوائد ج ۱/ص ۳۹۰/ حدیث نمبر ۲۶۳۸/ التعزیۃ واحوال القبور وزیارتھا. فتح الباری ص ۹۵/ ج ۷/ کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسی علیھما السلام ،مطبوعہ نزار مصطفی الباز، دلائل النبوۃ للبیھقی ص ۲۶۹/ج ۷/ باب ماجاء فی عظیم المصیبۃ التی نزلت بالمسلمین بوفاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مطبوعہ العباس احمد البازمکۃ المکرمۃ.

ترجمہ: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غمگین حالت میں آپ کے اردگرد بیٹھے رو رہے تھے، تو ایک شخص آئے لمبے خوبصورت اور خوش بیان ایک لنگی اور ایک چادر میں جن کے مونڈھے اور سینے پر بال تھے، صحابہ کرامؓ کے آگے بڑھے (یہاں تک کہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہی خضر ہیں۔

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا
کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا میرؔ

مزے جو موت کے عاشق بیان کبھی کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے ذوقؔ

تجھے کیا بتائیں اے ہم نشیں مجھے موت میں جو مزہ ملا
نہ ملا مسیح و خضر کو وہ نشاط عمر دراز میں اقبالؔ

کلام شاعر تو کوئی سند نہیں، لیکن حضرت مولانا کا تمثیلاً پیش کرنا ہی قابل رد نہیں، (مولانا کی نظر میں بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی مثل حضرت خضر علیہ السلام بھی حیات ہیں) مگر پارہ ۱۵/سورہ بنی اسرائیل کے رکوع ۲۰/ کے بعد آیت کے حاشیہ نمبر۴/ پر حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات نہیں، اور اسی کو ترجیح وصحیح مذہب قرار دیا ہے، جس کو امام بخاریؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں، کہ اصح مذہب اہل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات نہیں، جو حیات بتاتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، اور سبب اس غلطی کا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شخص کسی عابد کو دیکھ لیتا ہے اور وہ کہہ دیتا ہے کہ میں خضر علیہ السلام ہوں، حالانکہ بشکل انسان شیطان ہوتا ہے، جو اس شخص کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور حافظ ابوالخطابؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے حیات ہونے کی ساری روایات غلط ہیں، مگر شاہ عبدالقادر صاحبؒ شاید گیلان والے ہوں، یا اور کوئی ہوں فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں اور عوام الناس کے مشاہدات بھی یہی گواہی دیتے ہیں کہ حیات ہیں، اور وہ بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں، اور ایک جگہ قرآن شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر تھے، ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ایک برگزیدہ بندے تھے، دونوں باتوں کا جواب تحریر فرمائیں، حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں

یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محدثین کرام عموماً حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل نہیں، صوفیائے عظام قائل ہیں، ان کے حالات پر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری[1] شرح صحیح بخاری میں مفصل کلام کیا ہے، اکابر کی اکثریت اس پر ہے کہ وہ پیغمبر نہیں تھے،[2] اب ان کے متعلق بحث علمی تحقیق کے درجہ میں ہے اور بس، شعراء بکثرت خضر بول کر طویل الحیات مراد لیتے ہیں، جیسے حاتم بول کر سخی، رستم بول کر پہلوان مراد لیتے ہیں، خاص شخصیت مراد نہیں نیز خضر سے رہنما برائے گم کردہ راہ بھی مراد لیتے ہیں، مسیح سے بھی عموماً دو وصف مراد ہوتے ہیں، ایک طویل الحیات، دوم معالج۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

---

[1] قال ابن الصلاح هو حي عند جمهور العلماء والعامة معهم في ذلك وانما شذبانكاره بعض المحدثين وتبعه النووي وزادان ذلك متفق عليه بين الصوفية واهل الصلاح وحكاياتهم في رؤيته والاجتماع به اكثر من ان تحصر انتهى وروى الدارقطني في الحديث المذكورقال مدّ للخضر في اجله حتى يكذب الدجال وقال عبدالرزاق في مصنفه عن معمر في قصة الذي يقتله الدجال ثم يحييه بلغني انه الخضر وكذا قال ابراهيم بن سفيان الراوي عن مسلم في صحيحه فتح الباري، ج٦/ص ۴۳۴/دارالمعرفة بيروت، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، ص ۹۴/ج۷/ كتاب الانبياء، باب حديث الخضر مع موسىٰ عليه السلام، نووي على المسلم ص ۲۶۹/ج۲/ باب من فضائل الخضر عليه السلام، كتاب الفضائل، مطبوعه سعديوبند، روح المعاني ص ۳۲۲/ج۱۵/ مطبوعه بيروت سورة الكهف آيت ۶۵/.

[2] واختلفوا في كونه مرسلاً وقال القشيري وكثيرون هو ولي الخ نووي على المسلم ص ۲۶۹/ج۲/ باب من فضائل الخضرؑ مطبوعه سعد ديوبند، تفسير ابن كثير ص ۱۳۵/ج۳/ سورة الكهف آيت ص ۸۲/ مطبوعه بيروت.

حیات حضرت خضر علیہ السلام

سوال: - حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے، کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام والے حضرت خضر علیہ السلام ابھی تک حیات ہیں، قرآن وحدیث سے اگر کوئی ثبوت ہو تو مطلع کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

راجح یہ ہے کہ حضرت خضر ولی تھے[1] ان کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہے[2] محدثین ان کے حیات ہونے کے قائل نہیں، صوفیہ قائل ہیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۵ھ

---

[1] آتینا ہ خضر یعنی رحمة من عندنا نبوة فی قول وولایة فی آخر وعلیه اکثر العلماء (جلالین شریف، ج ۲/ص ۲۴۹) سورة الکهف، ٦۵، مطبوعه رشیدیه دهلی، متسیر مظهری ص ۵۰، ج٦، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

[2] سورة الکهف الایة، ٦۰الی ۸۲/.

[3] وجمهور العلماء علی انه حی موجودبین اظهر نا وذٰلک متفق علیه عندالصوفیة واهل الصلاح والمعرفة (نووی شرح مسلم ج۲/ص ۲٦۹/ کتاب الفضائل، فضائل الخضر علیه السلام، روح المعانی ص ۱۵/۳۲۲، سورة الکهف آیت: ٦۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۹۴، کتاب الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیهما السلام، مطبوعه نزارمصطفی الباز مکه مکرمه،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

عہدِ صحابہؓ کے تاریخی حقائق

خلفاء اربعہ کی ازواج وامہات

سوال:- (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشرکہ بیوی کا نام تو قتیلہ تھا، اور نئی بیوی کا نام مظاہر حق جلد پنجم میں نہیں، ایک مقام پر ام رومان لکھا ہے اور دوسری جگہ اسماء بنت عمیس ہے، صحیح نام کونسا ہے؟

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مشرکہ بیوی کا نام کیا تھا، اور بعد ایمان لانے کے جو نکاح ثانی کیا تھا اس بیوی کا کیا نام تھا، اور حضرت عمرؓ کی والدہ کا کیا نام تھا، اور ایمان لائیں تھیں یا نہیں؟ ان کے والد بھی ایمان لائے تھے یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی کا کیا نام تھا؟

(۳) حضرت عثمان بن عفانؓ ایام فیل ٦ھ میں ایمان لائے تھے کیا قبل اسلام لانے کے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا، یا بعد اسلام لانے کے ہوا تھا، اور ان کی والدہ کا کیا نام تھا، اور والدین حیات تھے یا نہیں؟ اور کیا والدین بھی ایمان لائے یا نہیں؟

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا، اور عقد ثانی والی بیوی کا کیا نام تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اسماء بنت عمیسؓ نے تین نکاح کئے، پہلا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور انہیں کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، ان سے محمد رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عون رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، دوسرا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا، جن سے محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تیسرا نکاح حضرت علیؓ سے کیا جن سے حضرت یحی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ (کذا فی الاکمال[1] ص۳/) ام رومانؓ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، ان کی وفات ذی الحجہ ٦ھ یا ۵ھ یا ۴ھ میں ہوئی، کذا فی تجرید اسماء[2] الصحابۃ، ص ۳۳٦/ج ۲/ لہٰذا یہ دو نام کی دو ہیں، ایک بیوی اور بھی تھیں حبیبہ بنت خارجہ[3]۔

(۲) مشرکہ بیوی کا نام ملیکہ بنت جرول تھا، ام کلثوم کنیت تھی، کذا فی الخمیس، ص ۲۵۱/ج ۲/[4]

دوسری بیویوں کے یہ نام تھے، زینب بنت مظعون، ام کلثوم بنت علی، جمیلہ بنت عاصم بن ثابت، ام حکیم بنت الحارث، عاتکہ بنت زید، کذا فی تلقیح فہوم[5] اہل الاثر، ص ۵۱/ والدہ کا

---

[1] اسماء بنت عمیس هاجرت الی الارض الحبشة مع زوجها جعفر بن ابی طالب فولدت له هناک محمداوعبداللّٰه وعوناثم هاجرت الی المدینة فلما قتل جعفر تزوجها ابوبکر الصدیق وولدت له محمدا فلما مات الصدیق تزوجها علی بن ابی طالب فولدت له یحی (الاکمال لصاحب المشکوٰة ،ص۵۸۷)فصل فی الصحابیات حرف الالف.

[2] ام رومان بنت عامر بن عویم الکنانیة ام عائشة توفیت فی ذی الحجة سنة ست وقیل سنة اربع وقیل سنة خمس (تجرید اسماء الصحابه لابن الاثیر ص ۳۳٦/ج ۲)

[3] حبیبة بنت خارجة بن زید الخزرجی وقیل ملیکة ام ام کلثوم بنت الصدیق ثم تزوجها بعد الصدیق حبیب بن یسار .(تجریداسماء الصحابة لابن الاثیر ص ۲۷۲)

[4] وزید الاصغر عبید اللّٰه امها ملیکة بنت جرول الخزاعیة قال الدار قطنی ام کلثوم بنت جرول فلعل ذٰلک کنیتها (تاریخ الخمیس ،ص ۲۸۰/ج ۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نام خیثمہ بنت ہاشم تھا، کذا فی الخمیس[1]، ص ۳۳۹ ر ج ۲ ر مگر اسد الغابہ[2]، ص ۵۴ ر ج ۴ ر اصابہ[3] ص ۲۷۹ ر ج ۴ ر۔ استیعاب[4]، ص ۴۴۸ ر ج ۲ ر وغیرہ میں حنتمہ تحریر ہے، ان کے والدین ایمان نہیں لائے، اور آپ کے اسلام کے وقت آپ کے والدین حیات نہیں تھے، آپ کے بھائی کا نام زید بن الخطاب تھا[5]۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام کی آپ نے جو تاریخ لکھی وہ خلاف عقل ونقل ہے، واقعہ فیل بھی ۶ھ میں نہیں ہوا، اصل یہ ہے کہ واقعۂ فیل سے چھ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے، خمیس[6]، ص ۲۵۴ ر ج ۲ ر آپ قدیم الاسلام ہیں، چوتھے نمبر پر اسلام لائے، اسد الغابہ[7]، ص ۳۷۶ ر ج ۳ ر اسلام کے بعد بی بی حضرت رقیہؓ سے نکاح ہوا (اوجز المسالک[8]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵ کان له من الولد عبد الله وعبدالرحمن وحفصة امهم زينب بنت مظعون وزيد الاكبر ورقية امهما ام كلثوم بنت على الخ (تلقيح فهوم اهل الاثر ص ۵۱ ر)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وامه (اى عمرؓ) خيثمة بنت هاشم بن المغيرة بن عبدالله عمروبن مخزوم (تاريخ الخميس ص ۲۶۷ ر ج ۲)

۲ وامه حنتمة بنت هاشم الخ (الجزء الرابع من اسد الغابة، ص ۶۴۲ ر ج ۳ ر (مطبوعه دار الفكر بيروت، عمربن الخطاب)

۳ وامه حنتمة بنت هاشم بن المغيرة، المخزومية الا صابة فى تمييز الصحابة، ص ۵۱۸ ر ج ۲ ر) حرف العين، عمربن الخطاب (مطبوعه دار الفكر)

۴ وامه حنتمة بنت هاشم بن المغيرة بن عبدالله بن عمربن مخزوم (الاستيعاب، ص ۴۲۸ ر ج ۱) الاستيعاب على هامش الاصابة ص ۴۵۸ ر ج ۲ ر حرف العين، طبع دارالفكر،

۵ زيدبن الخطاب اخوعمر من السابقين (تجريد اسماء الصحابة، ص ۲۱۳ ر ج ۱)

۶ ولد عثمان بالطائف فى السنة السادسة من عام الفيل (تاريخ الخميس ص ۲۸۳ ر ج ۲)

۷ وهو ذوالنورين وامير المؤمنين اسلم فى اول الاسلام دعاه ابوبكر، الى الاسلام فاسلم وكان يقول انى لرابع اربعة فى الاسلام (اسدالغابة، ص ۴۸۰ ر ج ۳ ر مطبوعه دارالفكر) حرف العين، عثمان بن عفان)

۸ فلما اسلم زوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم رقية اوجز المسالک، ص ۱۶۴ ر ج ۱ ر (مطبوعه امداديه مكه مكرمه) باب وقت الجمعة.

ص ۷۱/ج ۱/ والد کا نام عفان والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے، آپ کی نانی ام حکیم بنت عبد المطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، (الاستیعاب[1] ص ۴۸۷/ج ۱/)

آپ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور والدہ اسلام لائیں، اور آپ کی خلافت میں انتقال ہوا۔ (فتح الباری[2] ص ۴۴/ج ۷)

(۴) والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا (تلقیح[3] ص ۵۳/ایک بیوی اسماء بنت عمیس تھیں[4]، جن کا ذکر نمبر ۱/ میں آیا ہے، اور بھی کئی بیویاں تھیں جن کی تفصیل مع اولاد خمیس[5] ص ۲۸۴/ ج ۲/ میں ہے، آپ کی والدہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم ۴/شعبان ۶۱ھ

صحیح عبد اللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

---

[1] (عثمان ابن عفان) امه اروی بنت کریز بن ربیعة بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی وامها البیضاء الخ (الاستیعاب، ص ۴۸۷/ج ۲/)

[2] وقد اسلمت ام عثمان کمابینت ذٰلک فی کتاب الصحابة وروی محمدبن الحسن المخزومی فی کتاب المدینة انها ماتت فی خلافة ابنها عثمان وانه کان ممن حملها الیٰ قبرها واما ابوه فهلک فی الجاهلیة (فتح الباری، ص ۴۴-۴۵/ج ۷/ مصری باب مناقب عثمانؓ)

[3] امه (ای علیؓ) فاطمة بنت اسدبن هاشم بن عبد مناف اسملت وهاجرت (تلقیح فهوم اهل الاثر ص ۵۲-۵۳،

[4] اسماء بنت عمیس هاجرت الی ارض الحبشة (الی قوله) فلما مات الصدیق تزوجها علی ابن ابی طالب (الاکمال ص ۵۸۷/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فی آخر المشکوٰة)

[5] ملاحظه هو ذکر الذکور والاناث (تاریخ الخمیس ص ۳۱۶-۳۱۷/ ج ۲/

حضرت ابوبکرؓ کا بیوی کو غسل میت کی وصیت کرنا

سوال:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کو وصیت کی تھی کہ بعد وفات مجھے تم (بیوی) غسل دینا کیا وجہ تھی جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن موجود تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وخلیفہ بھی موجود تھے، جیسا کہ مظاہر حق جلد پنجم میں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں کیا اشکال ہے، ظاہر ہے کہ بیوی سے جس نوع کا تعلق ہوتا ہے، وہ دوسرے سے نہیں ہوتا، لہٰذا جس طرح وہ غسل دے سکتی ہے، دوسرے نہیں دے سکتے، پھر تنہا بیوی کو وصیت نہیں کی بلکہ اولاد کو بھی اعانت کا حکم فرمایا، کذا فی تاریخ الخلفاء، ص ٦۴ [1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/ ٦١ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ٦١ھ

صحیح: عبداللطیف ۴/شعبان ٦١ھ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سے

سوال:- ایک عالم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ بی بی فاطمہ کی دوسری لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے پھر ان کا نکاح

---

[1] واخرج ابن ابی الدنیا عن ابن ابی ملیکة ان ابابکر اوصی ان تغسله امرأته اسماء بنت عمیس ویعینها عبدالرحمٰن بن ابی بکر تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ٦٢/ (مطبوعه مجتبائی دهلی) فصل فی مرض ابی بکر ووفاته ووصیته.

آپ کی نتنی سے کیسے ہوسکتا ہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صحیح ہے کتب فقہ وحدیث میں موجود ہے "قال عمر رضی اللّٰہ عنہ فتزوجت ام کلثوم بنت علی لذلک (شامی کراچی،[1] ص ۱۹۸/ج ۲) مطلب فی حدیث کل سبب و نسب منقطع، کتاب الجنائز" حضرت نبی اکرم ﷺ کیساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعلق یہ بھی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں تھیں،[2] مگر اس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے ان کا نکاح ناجائز نہیں حرمت مصاہرت یہاں نہیں ہے، بلکہ اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے نکاح ہوتا تو وہ بھی ناجائز نہ ہوتا حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۹۹ھ

فتح بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت عمرؓ کس چیز پر سوار تھے

سوال: -حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک عیسائی بادشاہ کے دربار

---

[1] شامی زکریا ص ۹۰/ج ۳/ کتاب الجنائز، البدایہ والنہایۃ ص ۱۳۲/ج ۷/ ذکر زوجاتہ وبناتہ ونبائہ (ای عمرؓ) مطبوعہ نجاریہ مکۃ المکرمۃ، تاریخ الکامل لابن اثیر ص ۵۴/ج ۳/ ذکر اسماء ولدہ ونسائہ مطبوعہ دار صادر بیروت.

[2] ثم تزوج (ای النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم) بعدھا حفصۃ بنت عمر بن الخطابؓ الکامل فی التاریخ لابن اثیر ص ۳۰۸/ج ۲/ ذکر عدد ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسراریہ واولادہ، مطبوعہ بیروت مدارج النبوۃ ص ۴۷۴/ج ۲/ باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وذکر نکاح، مطبوعہ سکھر پاکستان، المواھب اللدنیۃ ص ۲۳۷/ج ۳/ ام المومنین حفصۃ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت،

میں پہنچے تو غلام کی باری سواری پر تھی اور آپ پیدل تھے تو وہ گدھے کی سواری تھی، یا کوئی اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ عیسائی کے دربار میں جانے کا نہیں، بلکہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے موقعہ کا ہے، اس وقت اونٹ پر سوار تھے، ایک منزل غلام پیدل چلتا تھا، اور حضرت عمر فاروقؓ سوار ہوتے تھے، اور ایک منزل غلام سوار ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے تھے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد

سوال: -حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کتنی اولاد تھیں؟ اور کیا ان کی اولاد کے مہر زیادہ مقرر کئے گئے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

البدایہ[2] والنہایہ، ص ۲۱۸/ج ۷/ میں سترہ اولاد کے نام مذکور ہیں، مہر کا حال معلوم نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ ۲/۶/۹۱ھ

---

[1] فلما وصل الخبر الی عمر بذلک رکب راحتله ومعه غلام له یعاقبه الرکوب الخ شذرات الذهب ص ۲۸/ج ۱/ سنة ست عشرة. (مطبوعه دارالفکر بیروت) قدم عمر بن الخطاب الجابیة علی طریق ایلیا علی جمل اورق البدایة والنهایة ص ۵۷/ ج ۷/ فتح بیت المقدس علی ید عمر بن الخطاب .(مطبوعه مصطفی البازمکه مکرمه) تاریخ اسلام ص ۳۴۹/ج ۱/ فاروق اعظم کاسفر فلسطین (مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

[2] البدایة والنهایة ص ۲۰۷/ج ۷/ فصل فی مناقب عثمان ذکرز وجاته وبنیه وبناته رضی اللّٰه عنهم (طبع قاهرة)

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سوال :- کیا وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی مروان بن الحکم کو مدینہ بلوا کر اپنا عقل کل کیوں قرار دیا حالانکہ مسلمانوں نے مروان کی پریشانیوں سے تنگ آکر مطالبہ کیا کہ یا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مروان کو مسلمانوں کے حوالہ وسپرد کردیں یا خلافت سے برطرف ہوجائیں، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں شرطوں میں سے ایک کو بھی منظور نہیں فرمایا، آخر میں لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور شہید کرڈالا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سوال کے چار اجزاء ہیں (۱) مروان کو حضرت عثمانؓ نے اپنا عقل کل کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک اس کا اہل اور قابل اعتماد تھا[1]

(۲) اس کو لوگوں کے حوالہ اور سپرد کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے، اور حضرت عثمانؓ کے نزدیک وہ مستحق قتل نہیں تھا، شرعی شہادت سے اس کا قصور ثابت نہیں ہوا تھا، جس سے وہ واجب القتل قرار دیا جاتا، لہٰذا ایک بے قصور کو قتل کرنے کے لئے حوالہ کرنا کب جائز تھا۔

(۳) وہ خلافت سے برطرف کیوں نہیں ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا تھا "عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ یَاعُثْمَانُ اِنَّہٗ لَعَلَّ اللّٰہَ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصاً فَاِنْ اَرَادُوْکَ عَلٰی خَلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ لَھُمْ" اھ

---

[1] قال قبیصة بن جابر قلت لمعاویة من تری للامر بعدک فسمی رجالاً ثم قال واما القاری الفقیه الشدید فی حدود اللّٰہ مروان. (سیر اعلام النبلاء، ص۴۷۷/ج۳، ص۵/۳، مطبوعه دارالفکر بیروت، کبار التابعین، مروان بن الحکم)

الترمذی وابن ماجه وقال الترمذی فی الحدیث قصة طویلة اھ (مشکوٰة شریف[1]) باب مناقب عثمان، ای سیجعلک اللّٰه خلیفة فالناس ان قصد واعزلک عنها فلا تعزل نفسک عنها لاجلهم لکونک علی الحق وکونهم علیٰ الباطل وفی قبول الخلع ایهام وتهمة فلذاکان عثمان ماعزل نفسه حین حاصروه یوم الداراھ لمعات[2]۔

(۴) لوگوں نے محاصرہ کر کے شہید کر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کا ظلم ہے اور حضور ﷺ نے متعدد احادیث میں ان کے مظلوم ہونے اور شہید ہونے کی خبر دی تھی[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مشکوٰة شریف ص ۵٦۲/ باب مناقب عثمان رضی اللّٰه عنه، ترمذی شریف ص ۲۱۱/ ج۲/ مناقب عثمان رضی اللّٰه عنه، ابن ماجه ص ۱۱/ فضل عثمان رضی اللّٰه عنه.

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عثمانؓ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائیگا، اگر لوگ اس کو نکالنے کا ارادہ کریں مت نکالنا یعنی اللہ تم کو خلیفہ بنائیگا، اگر لوگ تم کو معزول کرنے کا ارادہ کریں ان کی وجہ سے اپنے آپ کو معزول نہ کرنا اپنے حق پر اور انکے باطل پر ہونے کی وجہ سے۔۱۲

[2] لمعات شرح المشکاة ص ٦۵۹/ ج۴/ مناقب عثمان رضی اللّٰه عنه، مکتبه نویره سکهر.

[3] ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فِتْنَةً فَقَالَ یُقْتَلُ هٰذَا فِیْهَا مَظْلُوْماً لِعُثْمَان (ترمذی شریف ج۲/ ص ۲۱۲/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) ابواب المناقب، مناقب عثمان بن عفانؓ، فی عن قتادة ان انسا حدثهم قال صعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم احدا ومعه ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فرجف فقال اسکن احد، اظنه ضربه برجله فلیس علیک الانبی وصدیق وشهیدان (بخاری شریف ص ۵۲۳/ ج ۱/ مناقب عثمان، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، طبع اشرفیه دیوبند، مشکوة شریف ص ۵٦۲/ باب مناقب عثمان، طبع یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ اس میں مظلوم ہونے کی حالت میں شہید ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویوں کا حال

سوال: -حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کتنی مدت بعد حضرت فاطمہؓ کا وصال ہوا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے ہوتے ہوئے، اور کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا، ان کی وفات کے بعد آپ نے کونسی عورت سے نکاح کیا، آپ نے ایک وقت میں دو بیویاں رکھی ہیں یا نہیں؟ جو جنگ عہد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی اس میں آپ گئے یا نہیں، اور کوئی عورت اس جنگ میں آپ کے حصہ میں آئی یا نہیں، اگر آئی تو اس کا نام کیا ہے اور وہ کس کی لڑکی ہیں، چونکہ کتاب جنگ زیتون اور جنگ نامہ محمد حنیف جنگ نامہ حضرت علی کی کتابوں میں جو کہ شروع سے آخر تک بالکل غلط ہیں، اور سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کتابیں کس زمانہ میں لکھی گئی ہیں، چونکہ یہ جنگیں کسی اور کتب تواریخ میں نہیں ملتیں، اور محمد حنیف کس سے پیدا ہوئے، اور آپ جنگ کربلا میں شریک تھے یا نہیں؟ آپ کا وصال کب ہوا اور کس طرح ہوا، اس کو مفصل طریقہ سے تحریر فرمائیں؟

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کل کتنے نکاح ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بعض کہتے ہیں چھ ماہ بعد بعض کہتے ہیں تین ماہ بعد، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا (کذافی تلقیح فهوم اهل الاثر، ص ۱۵ [1])

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکی موجودگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا، کذافی

---

[1] وماتت فاطمة بعد رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم بستة اشهر وقيل ثلثة اشهر (تلقيح فهوم اهل الاثر، ص ۱۵ / ذكر الاناث من اولاده صلى اللّٰه عليه وسلم)

بذل المجہود[1] جنگ یمامہ میں خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا گرفتار کر کے لائی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں، جن سے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے[2] اس جنگ کے حالات تاریخ الخمیس[3] تاریخ ابن جریر[4] روضۃ الصفا[5] وغیرہ میں مذکور ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا، چنانچہ انہوں نے اس وصیت کو پورا کیا[6] اسماء بنت عمیس، ام البنین بنت الحزام، لیلیٰ بنت مسعود، ام سعیدہ بنت عروہ بھی آپ کے نکاح میں رہی ہیں اور ان سب سے اولاد بھی ہوئی، ترتیب نکاح معلوم نہیں، جنگ یمامہ میں جانے والے چند اعیان کے نام تاریخ الخمیس میں تحریر کئے ہیں، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں۔

(۲) اس کا جواب نمبر ۱ میں آ گیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ملاحظہ ہو بذل المجہود ص ۵۹-۶۰/ ج ۱۰/ مصری ج ۳/ ص ۲۲۳-۲۲۴/ کتاب النکاح، توجیہ لطیف فی منع النبی صلی اللّٰہ علیہ عن الجمع بین فاطمہؓ وغیرھا، طبع رشیدیہ سہارنپور، تاریخ طبری ص ۱۱۸/ ۴، ذکر الخبر عن ازواجہ واولادہ، طبع بیروت.

[2] محمد الاکبر امہ خولۃ بنت ایاس بن جعفر الحنفیۃ الخ (تاریخ الخمیس ص ۳۱۶/ ج ۲/ ذکر اولاد علیؓ)

[3] (تاریخ الخمیس، ص ۲۴۳/ ج ۲)

[4] ملاحظہ ہو تاریخ ابن جریر، ص ۲۴۳/ ج ۳.

[5] روضۃ الصفاء، ج ۲/ ص ۲۲۵، ذکر رفتن خالد بیمامہ وکشتہ شدن مسیلمہ، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ،

[6] امامۃ بنت ابی العاص ھی امامۃ بنت ابی العاص بن الربیع امھا زینب بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تزوجھا علی بن ابی طالب بعد فاطمۃ وھی بنت اختھا امرتہ فاطمہ بذٰلک الخ (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ص ۵۸۷، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن متعین نہ ہونے کی حکمت

سوال: -حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دفن نہیں ہوئے بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کوفہ میں شہید ہوئے اور دفن کہاں ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شہید تو کوفہ میں ہوئے، پھر دفن کے متعلق اختلاف ہے، اگر یہ بات ظاہر ہوجاتی کہ فلاں جگہ دفن ہیں تو ممکن تھا کہ خوارج وہاں نعش کی توہین کرتے، یہ مصلحت ظاہر ہے مدفن متعین نہ ہونے میں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۱۴۰۱ھ

محاربہ علیؓ وعائشہؓ

سوال: - کیا وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جنگ ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا، اوران کے گروہ میں شامل تھیں، اور حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دیا، اگر دونوں حق پر تھے تو صلح کرادینی تھی، یا کسی کا ساتھ نہ دیتیں یا برابر دونوں کو سمجھاتیں، برخلاف اس کے ایسا نہیں کیا کیوں؟

---

[1] ودفن بالكوفة فى قصر الامارة عند المسجد الجامع وغيب قبره الخ (شذرات الذهب ص ۴۹/ ۱، طبع دارالفكر (سنة اربعين) قال ابوبكربن عياش عُمِّيَ قبر عليٍّ لئلا ينبشه الخوارج، تاريخ الخلفاء للسيوطى ص ۱۷۶/ فصل فى مبايعة علىؓ بالخلافة ومانشأ عن ذالك، ملاحظه هو تاريخ بغداد ص ۱۳۵/ ج ۱/ (مطبوعه دارالفكر) ممن ورد المدائن اميرالمؤمنين على عليه السلام وشئ من اخباره الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عائشہؓ نے امیر معاویہؓ کا ساتھ نہیں دیا، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت حضرت عائشہؓ مکہ مکرمہ میں تھیں، وہاں جا کر لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا اور حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی، اور وہ باوجود خلیفہ ہونے کے حضرت عثمانؓ کا قصاص نہیں لیتے اور خدا جانے کیا کیا کہا، بجائے مدینہ طیبہ کی واپسی کے لوگ ان کو بصرہ لے گئے، پھر وہاں سے حضرت عثمانؓ کا قصاص کا مطالبہ کرنے کیلئے تجویز ہوئی ساتھ ایک بڑی جماعت تھی، ادھر سے حضرت علیؓ آگے بڑھے، تاکہ ان کی غرض معلوم کریں اور ان کے مطالبات پر غور کریں، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا لشکر ایک دم حملہ کر دے، جس سے فتنہ پیدا ہو جائے، ملاقات پر مطالبات معلوم کئے، اور یہ قرار پایا کہ کل تمام باغیوں کو سزا اور جو قتل میں شریک تھے ان کو سزائے قتل دی جائے، اس پر ان باغیوں نے کمیٹی کی، کہ کل ہمارا وہ حال ہوگا جو مذبح میں بکروں کا ہوتا ہے، اس لئے رات میں سب نے ملکر حضرت عائشہ کے لشکر پر جا کر حملہ کر دیا، پھر ان کے لشکر نے مدافعانہ حملہ کیا تو یہ باغی بھاگ کر حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے، اور حضرت عائشہؓ کا لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا آیا، جس وقت زبردست جنگ ہوئی، حضرت عائشہؓ کے لشکر نے اعتراض کیا کہ رات میں حضرت علیؓ کے لشکر نے ہم پر حملہ کیا، حالانکہ دن میں وعدہ کیا تھا کہ باغیوں کو سزا دیں گے، حضرت علیؓ کو یہ شکایت ہوئی کہ جب ہم نے باغیوں کو سزا دینے کا وعدہ کر لیا تھا، تو رات میں حضرت عائشہؓ کے لشکر نے ہم پر کیوں حملہ کیا پس باغیوں کی اس حرکت سے دونوں کو غلط فہمی لاحق ہوئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری ص ١٦١ / ج٣ / سنة ست وثلاثين ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت علیؓ اور حضرت دحیہؓ کی داڑھی کیا ناف تک تھی؟

سوال: -حضرت علیؓ اور حضرت دحیہؓ کی داڑھی کیا ناف تک تھی اس کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے داڑھی کٹانا درست نہیں، ایک مشت کے بعد دونوں قول ہیں، صحیح یہی ہے کہ جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو اس کو کٹانا درست ہے، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے، پس سنت تو ایک مشت ہی ہے معمولی اضافہ ہو جائے تو اس میں بھی حرج نہیں[1]، ناف تک حضرت علیؓ اور حضرت دحیہ کلبیؓ کی داڑھی احادیث سے ثابت نہیں، کتب تواریخ میں اتنا منقول ہے کہ حضرت علیؓ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے، اور ناف تک ایسا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

..... من الهجرة، البداية والنهاية ص ٢١٨/ ج٧/ ابتداء وقعة الجمل سنة ست وثلاثين من الهجرة، طبع مكتبه تجاريه مكة المكرمة، الكامل فى التاريخ ص ٢٠٥/ ج٣/ ذكر ابتداء وقعة الجمل، مطبوعه دارصادر بيروت، المنتظم فى تاريخ الملوك والامم ص ٧٩/ ج٥/ قبل خروج على رضى الله عنه الى الربذة، طبع مكتبه دارالبازمكة المكرمة.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] اوتطويل اللحية اذاكانت بقدر المسنون وهو القبضة، واما الاخذ منها وهى دون ذالك فلم يبحه احد(قال الشامى) فى شرح الشيخ اسماعيل لأباس بأن يقبض على لحيته فاذا زاد على قبضته شئى جزه، صح عن ابن عمرؓ انه كان ياخذ الفاضل عن القبضة(درمختار مع الشامى كراچى مختصراً، ج٢/ ص٤١٧-٤١٨/ كتاب الصوم، مطلب فى الاخذ من اللحية، فتح القدير ص٣٤٨/ ج٢/ كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه دارالفكربيروت، عالمگيرى ص٣٥٨/ ج٥/ كتاب الكراهية، الباب التاسع عشرفى الختان الخ مطبوعه كوئٹه،

معلوم ہوتا تھا جیسے روئی دھنی ہوئی ہو[1] ممکن ہے کہ اس کو کسی نے داڑھی سمجھ لیا ہو، حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ داڑھی کے بال نہیں تھے، بلکہ سینہ کے بال تھے اگر وہ داڑھی کے بال ہوتے تو ان کو دھنی ہوئی اون سے تشبیہ نہ دی جاتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸٦ھ

کیا دجال کی پنڈلی میں حضرت علیؓ کی تلوار کا زخم ہے

سوال:- دجال کا ذکر جہاں بھی آیا ہے وہاں صرف اتنا آتا ہے کہ دجال آئیگا اور حکومت کرے گا، پیدا ہونا دوبارہ کہیں سے پتہ نہیں چلتا، لیکن کچھ معتبر لوگوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دجال کسی کوہ میں زخمی پڑا ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شمشیر کا زخم دجال کی پنڈلی میں ہے، حقیقت سے مستفیض فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ معتبر لوگ کون ہیں، ان سے حوالہ دریافت فرما کر مجھے بھی مطلع فرمادیں، احسان ہوگا، میں اگر ان سے واقف ہوتا تو خود ہی دریافت کرلیتا کہ یہ بات کہاں لکھی ہے، بظاہر تو روافض کی گھڑی ہوئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دجال کی پنڈلی پر تلوار مارنا میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، دجال کی تاریخ پیدائش بھی معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سمعت ابارجاء قال رأيت علياً اصلع كثير الشعر كانما اجتاب اهاب شاة،عن عامر قال رأيت علياً ورأسه ولحيته بيضاوان كانهماقطن، رأيت علياً يخطبناوعليه ازار ورداء مرتديا به، غير ملتحف، وعما مة فينظر الى شعر صدره وبطنه (طبقات ابن سعد، دارالفكر ج۳/ ص۲٦، ۲۷/ طبقات البدر يبين من المهاجرين، الطبقة الاولىٰ، ذكر صفة على ابن طالب)

حضرت اُم سلمہؓ

سوال: -حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں وہ کونسی ام المومنین تھیں جن کے پہلے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ صبر کرو اللہ اس سے بہتر شوہر عطا فرمائے گا بعد میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت حلیمہؓ نے اسلام قبول کیا

سوال: -حضرت حلیمہؓ سعدیہ یہ مشرف باسلام ہوئیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں دونوں قول ہیں۔ کذا فی الخمیس، ج ۱/ص ۲۲۸[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتزوج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ام سلمة (الی قوله) وکانت قبله عند ابی سلمة بن عبد الاسد (سیرة ابن هشام ص ۶۴۵/ج ۲/ ذکر ازواجه ﷺ (مطبوعه مصر) مسلم شریف ص ۳۰۰/ج ۱/ کتاب الجنائز، فصل القول الخیر عند المحتضر، مطبوعه سعد دیوبند، مشکوة شریف ص ۱۴۰/ باب مایقال عندمن حضره الموت، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

[2] صحح ابن حبان وغیره حدیثا دل علی اسلامها وقیل لم یثبت اسلامها (تاریخ الخمیس ص ۲۵۸/ ج ۱، رعیه علیه السلام للغنم)

حضرت فاطمہؓ کی اولاد اور حضرت علیؓ کا مدفن

سوال: -حضرت فاطمہؓ کے بطن سے کتنی اولادیں پیدا ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ نے اور کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد کسی عورت سے نکاح کیا، اور حضرت فاطمہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنے ایام کے بعد وصال ہوا ہے؟ اور حضرت علیؓ کس جگہ مدفون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت فاطمہؓ کی حیات میں حضرت علیؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ (کذا فی البذل[1]، ص ۱۵/ج ۳/) ان کے بطن سے حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ، ام کلثوم اور زینبؓ چار اولادیں پیدا ہوئیں، کذا فی فتاویٰ ابن حجر، ص[2] ۱۲۱/ اور تاریخ الخمیس[3] ص ۲۸۳/ج ۲/ میں محسنؓ اور رقیہؓ کا

---

[1] قال ابن التین اصح ماتحمل علیه هذه القصة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حرم علی علیؓ ان یجمع بین ابنته وابنة ابی جهل لانه علل بان ذٰلک یوذیه واذیته حرام بالاتفاق معنی قوله لااحرم حلالاً ای هی له حلال لولم تکن عنده فاطمة واماالجمع بینهما الذی یستلزم تأذی النبی ﷺ لتاذی فاطمة به فلا وزعم غیره ان السیاق یشعر بان ذلک مباح لعلی لکنه منعه النبی ﷺ رعایة لخاطر فاطمة ان لا تزوج علی بناته ویحتمل ان یکون ذٰلک مختصا بفاطمة علیها السلام (بذل المجهود ص ۲۲۳/۳ (مطبوعه رشیدیه سهارنپور) توجیه لطیف فی منع النبی ﷺ علی رضی اللّٰه عنه الجمع بین فاطمةؓ وغیرها، کتاب النکاح.

[2] فاولاد فاطمة الاربع ام کلثوم زوجة عمر وزینب التی الکلام فیها والحسن والحسین الخ (فتاویٰ حدیثیه لابن حجر، هل اولاد زینب بنت فاطمة الزهراء ص ۱۶۸) طبع دارالفکر بیروت.

[3] ومحسن مات صغیرا امه فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (الی قوله) وعن الحسن قال زینب الکبریٰ بنت فاطمة الخ (تاریخ الخمیس، ص ۳۱۶/ج ۲/ تزوج علی فاطمة فولدت له حسنا وحسیناً ومحسناً وزینب وام کلثوم ورقیة الخ تاریخ الخمیس ص ۲۷۸/ج ۱/ ذکرولد فاطمة رضی اللّٰه عنها، مطبوعه بیروت)

بھی اضافہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا ہے، کذافی مرأۃ الجنان[1]، ص ٦١ ر ج ۴ ر اور انتقال سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وصیت کو پورا کیا[2]، حضرت علیؓ کی وفات کوفہ میں ہوئی، مدفن کا صحیح علم نہیں، مشہور یہ ہے کہ نجف میں دفن ہوئے بعض کہتے ہیں مدینہ طیبہ میں کذافی تاریخ الخمیس[3]، ص ۲۸۲ ر ج ۲ ر۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل کس نے دیا

سوال:- جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا تو آپ کو غسل ازواج مطہرات نے دیا، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا ہے جیسا کہ ''شرح المجمع'' کے حوالہ سے

---

[1] قال الاکمل والصحیح انها عاشت بعده ستة اشهر (مرقاة، ص ۲۵۰ ر ج ۱۱ ر ملتان باب الکرامات، الفصل الاوّل، مرأة الجنان وعبرة الیقظان، ص ٦١ ر ج ۱ ر)

[2] وتزوجها (ای امامة علی بن ابی طالب امیرالمومنین بعد فاطمة خالتها بوصیة من فاطمة بذلک الخ، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ص ۱۹۷ ر ج ۳ ر الفصل الثانی فی ذکر اولاده الکرام (مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

[3] اختلفوفی موضع دفنه فقیل فی قصر الامارة بالکوفة وقیل فی رحبة الکوفة الخ، تاریخ الخمیس ص ۳۱۵ ر ج ۲ ر.

ردالمحتار[1] میں نقل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹٦ھ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مدفن

سوال: -رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے متصل اتر جانب جو اونچا مقام ہے مثل چبوترہ کے، سنا جاتا ہے، یہ کوئی مزار ہے، کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے، حالانکہ مشہور سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار جنت البقیع میں ہونا سنا جاتا ہے، صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے متعلق مورخین نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں، شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب[2] الی دیار المحبوب میں

---

[1] قال فی شرح المجمع لمصنفه فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنهَا غَسَلَتهَا اُمّ اَیمَنَ حَاضَنَتهُ صَلّی اللّٰه عَلَیهِ وَسلّم وَرَضِیَ عَنهَا الخ شامی زکریا ، ص ۹۰/ج۳/ونعمانیه ،ص ٥٦٦/ج ۱/ باب صلوٰة الجنازة قبیل مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع الاسببی ونسبی.

[2] قبر حضرت فاطمہ زہراء بنت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بدانکہ در تعین موضع قبر حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وعلی اولادہا اخبار مختلفہ واقوال متنوعہ آمدہ (تاقول او) وحقیقت آنکہ بحکم وصیت آں مستور قباب عصمت ہیچ یکے را از امیر وفقیر از موت ودفن او خبر نکردند وبر نماز جنازہ او حاضر نیاوردند الاعلی مرتضی وچندی از اہل بیت او وہم در شب دفنش کردند سلام اللہ علیہا بعضے برانند کہ مرقد مطہرۃ او در بقیع است (جذب القلوب ص ۱٥۷/ باب دوازدہم) قبر حضرت فاطمہؓ زہرا، فصل فی زیارۃ اہل البقیع، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)

ترجمہ: حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا وعلی اولادہا کی قبر کی جگہ کے بارے میں اخبار مختلف اور اقوال متنوعہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے ان کی موت اور دفن کی کسی امیر وفقیر کو خبر نہیں کی اور ان کی نماز جنازہ پر بھی کسی کو جمع نہیں کیا، حضرت علیؓ نے خود اور اہل بیت میں سے چند حضرات کے ساتھ رات کے وقت دفن کر دیا، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔

ص۱۲۲/ پر یہ روایات ذکر کی ہیں، ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد نبوی میں جو کہ حجرۂ فاطمہؓ کے نام سے موسوم ہے اصل یہ ہے کہ رات میں دفن کی گئیں اور ہر کسی کو عام طور پر تجہیز و تکفین و جنازہ میں شرکت کی نوبت نہیں آئی کیونکہ اپنی وصیت میں اس سے منع فرمایا تھا، بعض کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا، پھر عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں اس حجرہ کو داخل مسجد کر دیا گیا، بعض کی رائے ہے کہ آپ کا مزار شریف جنت البقیع میں ہے، غنیۃ الناسک میں اہل بقیع کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ومشهد عباس ابن عبدالمطلب وفيه حسن بن على عندرجلى العباس قيل وفاطمة الزهراء بجنبه وقيل فى مسجد ها بالبقيع بدار الاحزان وقيل فى بيتها فى مكان المحراب الخشب الذى خلف الحجرة الشريفة داخل مقصورتها ورجحه ابن جماعة وقيل غيره غنية، ص۳۰۷[1] تاریخ الخمیس، ص۲۷۸/[2] میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۹/۲/۵۷ھ

مقابلہ علی ومعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سوال:- کس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی تھی، اور کون حق پر تھا؟

---

[1] غنية الناسک، ص۲۰۷-۲۰۸/ (مطبوعه خيريه ميرٹھ) فصل فى زيارة اهل البقيع.

[2] تاريخ الخميس ص۱۹۶/ ج۲/ ذكر زيارة النبى صلى الله عليه وسلّم وسائر المشاهد والمزارات بالمدينه (مطبوعه الفقير)

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اکابر صحابہ اور ارباب حل وعقد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ تسلیم کرلیا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ملک شام پر گورنر تھے انکے کان میں یہ بات ڈالی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سازش سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی الحال اس میں تأمل کیا دو وجہ سے اول یہ کہ قاتل کا صحیح علم نہیں، جب تک کہ شہادت شرعیہ سے ثبوت نہ ہو تو قصاص نہیں لیا جاسکتا، دوسرے یہ کہ اگر تمام خوارج اور باغیوں کو سزا دیجائے تو چونکہ یہ جماعت بہت بڑی ہے ان سب کو فی الحال سزا دینا دشوار ہے جب تک کہ اسلامی فوجیں جو کہ باہر گئی ہوئی تھیں واپس نہ آجائیں، ورنہ عام بدامنی پیدا ہوکر سخت فتنہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، جس کا سنبھالنا سخت مشکل بلکہ قابو سے باہر ہوگا، اس جواب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ یہ ٹال رہے ہیں، اور قصاص لینا نہیں چاہتے، شکایت کرنے والوں نے بھی یہی کہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاص بھی نہیں لیتے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اصل شکایت اور اس جواب پر شبہ قوی ہوگیا اور فرمایا کہ جب آپ میں اتنی قوت ہی نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قصاص لے سکیں اور ظالم کو سزا دے سکیں تو آپ ملک اور خلافت کے دیگر انتظامات کیسے کریں گے، لہٰذا آپ خلافت کے مستحق نہیں، آپ دست بردار ہوجائیں، میں خلیفہ بنتا ہوں قصاص بھی لونگا اور انتظامات بھی کرونگا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرے ہاتھ پر بیعت ہوگئی اور مجھ کو خلیفہ تسلیم کرلیا گیا تو آپ خلیفہ نہیں بن سکتے، حدیث شریف میں ہے "اِذَابُوِیعَ لِخَلِیفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الاٰخِرَ مِنْهُمَا رواہ مسلم[1] مَنْ اَتَاکُمْ وَاَمْرُکُمْ جَمِیعٌ عَلٰی رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَشُقَّ عَصَاکُمْ

[1] مسلم شریف، ص ۱۲۸ / ج ۲ / (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب الامارۃ، باب اذابویع لخلیفتین)

اَوْیُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمْ فَاقْتُلُوْہُ رواہ مسلم "[1]

یعنی جب ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیجائے اور پھر دوسرا شخص خلافت کا دعویدار بنے تو دوسرے کو قتل کر دیں اس بناء پر حضرت علیؓ لڑائی کیلئے آمادہ ہوگئے اور بات بڑھ گئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی مقابلہ کیا، تاریخ ابن جریر[2] تاریخ الخمیس[3]، روضۃ الصفاء[4] وغیرہ کے بغور مطالعہ سے یہ خلاصہ حاصل ہوا، اس کے علاوہ جو اور بعض باتیں تاریخی کتب غیر معتبر میں فریقین کے متعلق درج ہیں، نہ وہ قابل ذکر ہیں نہ قابل اعتماد۔

اس مضمون سے یہ بھی ظاہر ہے، نیت ہر دو فریق کی صحیح تھی، فاسد نہ تھی، اور فی الجملہ حق وناحق ہونا بھی معلوم ہوسکتا ہے، اس سے زیادہ لکھنا خلاف ادب ہے۔[5]

امام اعظمؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو جواب میں فرمایا کہ اللہ پاک نے ہمارے ہاتھوں کو ان اکابر کے خون سے محفوظ رکھا (اس شکریہ میں) ہم زبانوں کو بھی ملوث نہیں کرتے،[6] اس مختصر سوال میں آپ نے بڑی لمبی تاریخ پوچھی، خیر خدا نے مجھے بھی آسانی فرمائی

---

[1] مسلم شریف ص ۱۲۸ / ج ۲ / باب حکم من فرق امر المسلمین الخ.

[2] ملاحظہ ہو تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری الجزء السادس ثم دخلت سنة سبع وثلاثین ذکرما کان فیها من الا حداث وموداعة الحرب بین علی ومعاویة

[3] تاریخ الخمیس ،ص ۳۰۸ / ج ۲ / ذکر خلافة علی رضی اللّٰہ عنه .

[4] روضة الصفاء ص ۲۷۹ / ج ۲ / ذکرپیوستن علی طغیان بمعاویة بن ابی سفیان وتحریض نمودن اوبرطلب خون عثمان وبیان حالات آن .

[5] واما کف الالسنة عن الطعن فیهم فان کلامنهم مجتهد وان کان علی رضی اللّٰہ عنه مصیباً فلایجوز الطعن فیهما والاسلم للمومنین ان لایخوضوا فی امرهما (مرقاة ص ۱۳۱ / ج ۱۰ / کتاب الفتن طبع امدادیه ملتان، طیبی شرح مشکوٰة ص ٦۷ / ج ۱۰ / رقم الحدیث ص ۵۴۰۱ / طبع زکریادیوبند.

[6] اس مقولہ کی نسبت شرح فقہ اکبر میں امام شافعیؒ کی طرف اور طیبی ومرقاۃ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف مذکور ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ مختصر جواب بتلا دیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اشکالات

سوال:- (۱) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں یزید کو خلیفہ مقرر کئے جانے کی کوشش کی اور کس حد تک؟

(۲) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زرِ کثیر خرچ کر کے بہت آدمیوں کو یزید سے بیعت کے لئے آمادہ کیا؟

(۳) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سروں پر دو ننگی تلوار رکھوادیں اور حکم دیا کہ دوران تقریر جو شخص کلمۂ تصدیق وتکذیب نکالے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا، اور اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کا اعلان کیا؟

(۴) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے اپنے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا، اگر کیا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت دینے میں کون امر مانع تھا؟

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ)

..... وقال الشافعی علیه الرحمة تلک دماء طهر اللّٰه ایدینا عنها فلانلوث السنتنا بها (شرح فقه اکبر ص ۸٦/ مطبوعه مجتبائی دهلی، قبیل سب الشیخین وقتلهما لیس بکفر الخ،قال عمر بن عبد العزیز تلک دماء طهر اللّٰه ایدینا فلا نلوت السنتنا بها(طیبی شرح مشکوٰة ص٦۷/ج۱۰/ رقم الحدیث ص ۵۴۰۱/ کتاب الفتن، طبع زکریا دیوبند، مرقاة ص ۱۳۱/ج۱۰/کتاب الفتن، بعض مایتعلق بمشاجرة علی ومعاویة رضی اللّٰه عنها،طبع امدادیه ملتان.

(۵) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں اور باوجود منع کرنے کے وہ باز نہ آئے اور ہمیشہ موجودگی وعدم موجودگی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ایسا کرتے تھے۔

(٦) اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے ہمراہیوں کوایسا کہا توان کا یہ فعل کس حد تک درست سمجھا جاتا ہے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ کے متعلق کچھ استفسار نہیں ہے)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نہیں (۲) نہیں (۳) نہیں (۴) نہیں

(۵) فحش گالیاں نہیں دیں، سخت کلامی ہوئی ہے[1]

(٦) خطأً اجتہادی تھی خواہش نفسانی نہ تھی[2]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ کہنا

---

[1] لابدمن حمل كلمة السب فى حديث الباب على ماقلنا من التخطئة والتغليط لاعلى معناه المعروف من الشتم والاقذاع والاهانة (تكملة فتح الملهم ص ۱۰۴/ج۵/ باب فضائل على رضى اللّه عنه، كتاب فضائل الصحابة، طبع اشرفيه ديوبند. تفصيل كے ملاحظه هو حضرت معاويهؓ اور تاريخى حقائق ص ۲۴/تا۱۰۸/مؤلفه مفتى محمد تقى عثمانى صاحب، وسير الصحابهؓ ص ۱۱۲/ج۴/مؤلفه مولانامعين الدين ندوى نيز حضرت اميرمعاويهؓ اور مودودى صاحب كے الزامات ص ۴۰/مؤلفه مفتى محمودحسن صاحب.

[2] وماوقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات وبها مشه (قوله تاويلات)من الخطاء فى الاجتهاد وترك الاولىٰ وغيرهما. (شرح عقائد ،ص ۱۶۱)مبحث يجب الكف عن الطعن فى الصحابة. (مطبوعه ياسرنديم ديوند)نبراس ص ۳۲۹/محاربات الصحابة واجبة التاويل، طبع امداديه ملتان،شرح فقه اكبر ص ۷۸/مطبوعه رحيميه ديوبند، الصحابةمع طهارة قلوبهم كانوابشراًالخ.

جائز نہیں، اسی طرح کوئی برا گمان جوان کی شان کے خلاف ہو دل میں رکھنا درست نہیں[1]۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی ہے۔

"عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہ اَللّٰھُمَّ اِجْعَلْہُ ھَادِیاً مَھْدِیاً وَاھْدِبِہٖ" رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۹[2] قال فی الھامش بعد تحقیق الفاظ الروایۃ ولاارتیاب ان دعائہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان ھذا حالہ کیف یرتاب فی حقہ الخ

"وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر، ص ۸۲[3] فَقَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لَاتَسُبُّوْا اَحَدًامِنْ اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَ کُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحَدٍ ذَھَبًا مَااَدْرَکَ مُدَّاَحَدِھِمْ وَلَانَصِیْفَہ۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو مناقشات تھے ان کے متعلق جہاں تک ہو سکے محمل حسن نکالنا چاہئے، اگر کوئی محمل حسن سمجھ میں نہ آئے، تو پھر اس میں گفتگو کرنے اور ایک کو حق اور دوسرے کو ناحق کہنے کی ضرورت نہیں[4]۔ کہ دار و مدار نجات کا اس پر نہیں ہے نہ اس کے ساتھ کچھ عمل کا تعلق

---

[1] فسبھم والطعن فیھم ان کان ممایخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشہ والا فبدعۃ وفسق و بالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتھدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃؓ الخ . شرح عقائد ص ٦٢-١٦١ / مبحث یجب الکف عن الطعن فی الصحابۃ، (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۹ / باب جامع المناقب، الفصل الثانی (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[3] شرح فقہ اکبر ص ۸۲ / اختلاف اھل السنۃ فی تسمیۃ المعاویۃ باغیاً (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[4] ومما یوجب ایضاً الامساک عماشجرای وقع بینھم من الاختلاف والاضطراب صفحا عن اخبار المورخین (الی قولہ) والواجب ایضاً علی کل من سمع شیئاً من ذلک یثبتہ فیہ ولا ینسبہ الی احدمنھم الخ (الصواعق المحرقۃ، ص ٢١٦ / فی بیان اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ وفی قتال معاویۃؓ وعلیؓ . (مطبوعہ استنبول) شرح فقہ اکبر ص ۸۵ / مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا فیصلہ ہوگا وہ ہر ایک کی پوری حقیقت سے خوب واقف ہیں، آپ سے اس کے متعلق سوال نہ[1] ہوگا، کہ ان میں سے کون حق پر تھے اور کون ناحق پر۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱/۵۴ھ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

سوال:- جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے اور ان کی برائی کرے وہ شخص کیسا ہے، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے یا نہیں؟ اور اگر صحابی تھے تو کس مرتبہ پر تھے، اور ان کے صحابی ہونے کی دلیل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ابن صحابی ہیں، صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ میرے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر لاؤ؟[2] ترمذی شریف میں روایت ہے ''اِنَّ النَّبِیَ صَلَّی

---

[1] وسئل احمد عن امر علیؓ وعائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها فقال تلک امة قد خلت لها ماکسبت ولکم ماکسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون (شرح فقه اکبر، ص ۸٦/) قبیل سب الشیخین، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] (اِبْن عَبَّاس) کُنْتُ اَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَیْتُ خَلْفَ بَابٍ فَجَاءَ فَحَطَأَنِیْ حَطْأَةً وَقَالَ اِذْهَبْ فَادْعُ لِیْ مُعَاوِیَةَ مسلم شریف ص ۳۲۵/ ج ۲/ کتاب البر والصلة، باب من لعنة النبیؐ اوسبه اودعا علیه الخ مطبوعه بلال دیوبند (جمع الفوائد، ص ۲٦۸/ ج ۳/ حدیث نمبر ۸۹۰۲/. (مطبوعه رحیمیه دیوبند، ص ۲۲۷/ ج ۲/ مناقب حارثة بن سراقة وقیس بن سعد بن عبادة الخ.

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اِجْعَلْہُ ھَادِیاً مَھْدِیًا وَاھْدِبِہٖ[1] ''اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے دعا کرنا نیز ان کا مرتبہ بھی ثابت ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمیر ابن سعد کو حمص سے معزول کیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو والی بنایا بعض لوگوں میں ان کا تذکرہ ہوا، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لَاتَذْکُرُوا مُعَاوِیَۃَ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنِّی سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ اَللّٰھُمَّ اِھْدِبِہٖ'' یعنی حضرت امیر معاویہ کا جب تذکرہ کرو خیر کے ساتھ کرو برائی کیساتھ ہرگز مت کرو، کیونکہ میں نے خود سنا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی ہے، یہ سب روایت جمع الفوائد[2] ص ۲۲۷/ ج ۲/ میں مذکور ہیں، جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے وہ سخت وعید کا مستحق ہے'' اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃَ اللّٰہُ عَلٰی شَرِّکُمْ اھ ترمذی شریف[3] لم ینقل عن السلف المجتھدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علیٰ معاویۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ واحزابہ اھ

---

[1] ترمذی شریف ،ص ۲۲۴/ ج ۲/ مناقب معاویہؓ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا اے اللہ اس کو ہادی، ہدایت یافتہ بنا، اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔

[2] (ابوادریس الخولانی) لماعزل عمربن الخطاب عمیربن سعد عن حمص ولی معاویۃ فقال الناس عزل عمیراوولی معاویۃ فقال عمیرلاتذکرواالخ .(جمع الفوائد ،ص ۲٦۷/ ج ۳) مناقب حارثۃ بن سراقۃ وقیس بن سعدالخ.ترمذی شریف ص ۲۲۵/ ج ۲/ابواب المناقب، مناقب معاویہ ابن سفیان رضی اللّٰہ عنھما،طبع رشیدیہ.

[3] ترمذی شریف،ص ۲۲۵/ ج ۲/ فی من سب اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند .

ترجمہ:- جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

شرح عقائد[1]، ص ١١٦ رشخص مذکور فی السوال کی امامت مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ١٥/٢/ ٥٧ھ

الجواب صحیح عبداللطیف

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ //

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویاں

سوال: -حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیک وقت کتنی بیویاں تھیں، اور حضرت مذکور نے اپنی حیات میں کل کتنی شادیاں ونکاح کئے، کتنی بیویوں کو طلاق دی، کتنی نے زوجیت میں انتقال فرمایا؟ شہادت کے وقت کتنی ازواج تھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ ایک کا نام شہر بانو، دوسری کا نام لیلیٰ، تیسری کا نام رباب، چوتھی کا نام اُم اسحاق تھا، وقت شہادت دو بیویاں ساتھ تھیں، ایک شہر بانو اور دوسری کا نام تحریر نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فتاویٰ عزیزی میں یہ تفصیل لکھ کر فرمایا ہے کہ ''وحال دیگر ازواج معلوم نیست کہ دراں

---

[1] شرع عقائد، ص ١٦٢ /مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: -حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے احزاب پر لعنت کا جواز سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے نقل نہیں کیا گیا۔

[2] ویکرہ امامة عبدو اعرابی وفاسق قولہ وفاسق من الفسق ھو الخروج عن الاستقامة الی قولہ بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم شامی زکریا، ص ٢٩٨/ج ٢ /باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. البحر الرائق، ٣٤٩/ج ١ / باب الامامة، طحطاوی ص ٢٤٤ /مصری، فصل فی بیان الاحق بالامامة،

وقت زندہ بودند یا مردہ الخ[1]

کل کتنی عورتوں سے نکاح کیا، پھر کس کو طلاق دی یا نہیں؟ اور کس کس کا ان کے سامنے انتقال ہوا، یہ سب تفصیل معلوم نہیں، اتنا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ایک وقت میں چار بیویوں تک اجازت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسینؓ نے کیا بچپن میں کوئی وعدہ کیا تھا

سوال:- حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا بچپن میں کچھ وعدہ کیا تھا؟ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں:

آئی ندا یہ غیب سے بس ہاتھ تھام لو
بچپن میں جو وعدہ کیا تھا وفا کرو

آیا وہ کونسا وعدہ تھا؟

---

[1] ونام مادر امام زین العابدین شہر بانو ملقب بہ شاہ زنان دختر یزدجرد بن خسرو بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان است ونام مادر علی اکبر لیلیٰ دختر ابی مرہ ابن عروہ مسعود کہ سردار بنی ثقیب بود ونام مادر پسر سوم کہ شیر خوارہ بودند بیاد نیست الخ (فتاویٰ عزیزی، ص ۸۸-۸۹/ج ۱/مکتوب درحال ہمراہیان حضرت حسینؓ (مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

[2] فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ الا یة سورۂ نساء آیت ۳/

ترجمہ:-عورتوں سے جو تم کو پسند ہو نکاح کرلو دو، دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کس سے وعدہ فرمایا تھا مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت یزید پر

سوال:- ایک شخص حافظ عالم ہونے کے باوجود سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید بن معاویہؓ کو ترجیح دیتا ہے، ایسے شخص کی اقتداء کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کس بات میں ترجیح دیتا ہے، اگر نسب کی فضیلت یا اعمال صالحہ واخلاق فاضلہ میں ترجیح دیتا ہے تو یہ ترجیح غلط ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے جنتی بلکہ نوجوان جنتیوں کے سردار ہونے کی فضیلت حدیث شریف میں موجود ہے، خطبہ میں بھی وہ روایت موجود ہے "سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّة الحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ"[1] ایسی فضیلت یزید کے لئے کہیں موجود نہیں، اور پھر یزید صحابی نہیں[2]، تمام امت کا اجماع اس پر ہے، اگر اس امام حافظ کا مقصد ایسا ہے کہ جو کہ

---

[1] عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْن سَیِّدَاشَبَابِ اَهْل الْجَنَّة (ترمذی شریف، ص۲۱۸/ج۲/ابواب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن والحسینؓ) (مطبوعه رشیدیه دهلی) مشکوة ص ۵۷۱/ باب مناقب اهل البیت، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک نقل فرمایا ہے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔

[2] وکان مولده (ای یزید بن معاویة)سنة ست وعشرین الخ البدایه والنهایه جلد چهارم ص ۱۳۹/ جز ۸/ (مطبوعه تجاریه مکه مکرمه) یزید بن معاویة وماجری فی ایامه،

جمہور امت کے خلاف ہے تو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے ورنہ مقتدیٰ اور امام بننے کے لائق نہیں ہوگا، اور اگر کسی اور بات میں ترجیح دیتا ہے، تو بغیر معلوم ہوئے کیا حکم لکھا جائے، اسی سے تفصیل دریافت کر لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محاربہ حسینؓ و یزید

سوال: -حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اس میں حضرت حسینؓ کی قرآن وحدیث کی انحرافی ہوتی ہے، یا نہیں، آیت "یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْااَطِیْعُوْااللّٰہَ وَاَطِیْعُوْ الرَّسُوْل وَاُوْلِی الْاَمْرِمِنْکُمْ" بیعت کے معنی ہیں کہ حاکم وقت کی حکومت تسلیم کی جائے، یا کچھ اور حاکم وقت خواہ کسی قوم و مذہب کا ہو اور اس کے افعال جس طرح کے ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مستحق خلافت نہیں تھا اور اس کی حکومت مستقر نہیں ہوئی تھی، اسی وجہ سے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی[1]، اگر ان کے نزدیک اس کی خلافت مستقر ہو جاتی اور بیعت کر کے پھر خلاف کرتے تو آیت کی مخالفت ہوتی۔

---

[1] المنتظم ص۳۲۳/ج۵/ باب ذکر ببیعة یزید مکتبه الباز مکة المکرمة، البدایة والنهایة ص ۱۴۲/ج۸/ قصة الحسین بن علی وسبب خروجه من مکة، طبع مکتبه تجاریة مکة المکرمة،

وہنوز اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند ومثل حضرت حسین وعبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیعت نکردہ فتاویٰ عزیزی، ج ا/ص ۳۵/ (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

ترجمہ :- اور ابھی اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہیں تھے، اور حضرت حسین عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے حضرات نے بیعت نہیں کی تھی۔

استقرار خلافت اور اہلیت خلافت کی شرائط میں تفصیل ہے، نہ آپ نے دریافت کی نہ مجھے لکھنے کی ضرورت، اسی طرح اطاعت اولیٰ الامر کا مسئلہ بھی بہت مبسوط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا معاملہ

سوال:- یزید کے اشارے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ کربلا پیش آیا، اس کے بارے میں اہل سنت کا کیا خیال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس معاملہ میں یزید کی روش حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کے شان کے خلاف اور توہین آمیز رہی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے

سوال:- زید کا کہنا ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عربی تھے، اور کوفے کے رہنے

---

[1] والحق ان رضی یزید بقتل الحسین واستبشاره بذلک اهانة اهل بیت النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم مما تواتر معناه وان کان تفاصیلها آحاداً والحق بعد نقله الاتفاق لیس فی محله مع ان الرضی بقتل الحسین لیس بکفر لما سبق من ان قتله لایوجب الخروج عن الایمان بل هو فسق وخروج عن الطاعة الی العصیان الخ شرح فقه اکبر ص ۸۸، واختلف فی اکفار یزید، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

والے نہیں تھے، محض مہمان ومسافر ومدعو کئے ہوئے پہنچے، جب یزید کے حاکم مثلاً کوتوال شہرابن زیادہ خولی وغیرہ نے یزید کی بیعت کرنے پر مجبور کیا اور فرمان دکھلایا تو اس پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو مدعو مہمان تھا، مجھ کو اپنے وطن جانے دو، تو ایسے وقت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حاکم وقت کا حکم ماننا ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں مجتہد تھے، جب وہ یزید کی بیعت کو ناجائز سمجھتے تھے، تو ان کا بیعت کرنا درست نہیں تھا، یزید کو حق نہیں تھا کہ وہ انکو مجبور کرتا کہ اپنے اجتہاد کے خلاف بیعت کریں بلکہ ایسی حالت میں اسکو چاہئے تھا کہ خلافت سے معزول ہو کر اہل اسلام کو اختیار دیدیتا کہ جس کو چاہیں خلیفہ تسلیم کرلیں اس میں نہ کوئی فتنہ ہوتا نہ قتل وخونریزی کی نوبت آتی جیسا کہ اس فتنہ اور کشت وخون کے خیال سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہوگئے تھے[1] حالانکہ یزید کو انکے ساتھ فضائل اور مناقب کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں تھی، حاکم وقت کو حق نہیں ہوتا، کہ مجتہد کو خلاف اجتہاد کرنے پر مجبور کرے اور ایسی حالت میں مجتہد کو اطاعت درست نہیں "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ الحدیث مشکوٰۃ"[2]

---

[1] وقدمدحه رسول الله صلى الله عليه وسلم على صنيعه وهو تركهالدنيا الفانية ورغبته فى الآخرة الباقية وحقنه دماء هذه الامة فنزل عن الخلافة وجعل الملك بيدمعاوية حتى تجتمع الكلمة على امير واحدٍ (البدايةوالنهاية ص ١٦ / ج ۴ / الجزء الثامن، خلافة الحسن بن على رضى اللّه عنه، طبع مكتبه تجاريه مكة المكرمة، المنتظم ص ١٨۴ / ج ۵ / سنة احدى واربعين، مكتبه دارالباز مكة المكرمة، الكامل فى التاريخ ص ۴٠۴ / ج ٣ / سنة احدى واربعين، دارصادر بيروت،

[2] مشكوٰة شريف ص ٣٢١ / كتاب القضاء والامارة، الفصل الثانى (مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند)

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اسلئے ان کو باغی کہنا بھی درست نہیں۔ (کذافی شرح الفقہ الاکبر[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت حسینؓ کا انتقام محمد بن الحنفیہؒ نے لیا

سوال: -محمد بن الحنفیہؒ نے بعد شہادت امام حسینؓ کے جو انتقام لیا ہے، آپ بھی اس میں شریک تھے، یہ بات صاف طور پر تحریر فرمادیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفرؓ ہے، جنگ یمامہ میں ان کی والدہ گرفتار کر کے لائی گئی تھیں، اور مال غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں، کذافی تحفۃ اثنا عشریہ، ص ۴۳[2] محمد بن حنفیہؒ بھی حضرت امام حسینؓ کے قتل کے بعد انتقام کیلئے آئے تھے۔ کذافی روضۃ الصفاء ص ۸۶/ ج ۳/[3]

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واما ما تفوّہ بعض الجهلة من ان الحسين كان باغياً فباطل عند اهل السنة والجماعة ولعل هذا من هذيانان الخوارج عن الحادة الخ شرح فقه اكبر ص ۸۷/ قتل غير الانبياء كبيرة الخ مطبوعه رحيميه ديوبند.

[2] ومحمد الاكبر امه خولة بنت اياس بن جعفر الحنفية ذكره الدارقطنى وغيره (الىٰ قوله) وقيل بل كانت امه من سبى اليما مة فصارت الى على وانها كانت امة لبنى حنفية سندية سوداء ولم تكن من انفسهم وقيل ان ابابكر اعطى عليا حنفية ام محمد من سبى بنى حنفية اخرجه السمان (تاريخ الخميس ، ۳۱۶/ ج ۲/ تحفۂ اثنا عشريه اردو ص ۴۰۰/ باب ۹/ مسائل نكاح) مطبوعه مجاهد ملت ديوبند .

[3] روضة الصفاء جلد سوم، ۶۹/ ذكر اتفاق اميرالمومنين بر طلب خون.

جنگ یزید و حسین رضی اللہ عنہ کا محمل

سوال: -یزید اور شریکان قتل امام حسین فاسق و فاجر ہیں یا نہیں؟ کربلا کی جنگ کو حق و باطل کی جنگ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فاسق ہونے کی تشریح شرح عقائد وغیرہ[1] میں ہے، ظالم کے تسلط سے مخلوق کو بچانے کے لئے حضرت حسینؓ نے جنگ کی ہے، جیسا کہ فتاویٰ عزیزیہ[2] اور تحفۂ اثنا عشریہ[3] میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وانما اختلفوا فی یزید ومعاویة حتی ذکر فی الخلاصة وغیرها انه لاینبغی اللعن علیه وبعضهم اطلق اللعن لماانه کفر حین امر بقتل الحسین وفی هامشه انه ای یرید شرب الخبر وامر بالملاهی والغناء ومنع الحق علیٰ اهله وفسق فی دینه ،شرح عقائد ، ص ۱٦۲ /(مطبوعه یاسرندیم دیوبند) مبحث یجب الکف عن الطعن فی الصحابة)

[2] خروج حضرت امام حسین علیه السلام بنا بر دعویٰ خلافت راشده پیغامبر که بمرور سی سال منقضی گشت نبود بلکه بنابر تخلیص رعایا از دست ظالم بود واعانة المظلوم علی الظالم من الواجبات.(فتاویٰ عزیزی ،ص ۳۴/ ج ۱ /(مطبوعه رحیمیه دیوبند) (غلط بودن دعوئے نواصب)

ترجمہ:-حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج حضرت پیغمبر علیہ السلام کی خلافت راشدہ کے دعویٰ کی بنا پر نہیں تھا اسلئے کہ وہ تیس سال گزرنے سے ختم ہو چکی تھی، بلکہ رعایا کو ظالم کے سے ہاتھ نکالنے کیلئے تھا، اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کرنا واجبات میں سے ہے۔

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت ص ۱۷۵/ طبع سہیل اکیڈمی لاہور، تحفۂ اثنا عشریہ مترجم، ص ۲۷۴/ ساتواں باب امامت میں مطبوعہ مجاہد ملت دیوبند۔

حضرت حسینؓ کی شہادت پر عیسائی کا اشکال

سوال:- ایک معترض عیسائی کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لیکر تا امام مذکور پروردگار عالم نے امانۃً محفوظ رکھ کر بعد میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی، تو اس میں یزید پلید کا کیا قصور ہوا، آخر کار وہ شہادت جو ازل میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہو چکی تھی، کسی نہ کسی سے وقوع میں ضرور آتی معترض کو آیت "ومن یقتل مؤمناً الخ" سے اگر جواب دیا گیا تو منظور نہیں کیا اس کا عقلی ونقلی جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس عیسائی کے منہ پر کوئی شخص نجاست میں بھرا ہوا جوتہ زور سے مارے تو اس کو غصہ تو نہیں آئے گا، اور اس مارنے والے کو تو کچھ برا نہیں کہے گا، کیونکہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ منہ پر جوتہ لگے گا وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ سے تو لگتا ہی۔

عیسائی اس بات کے قائل ہیں، کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی اور ان پر ظلم کیا[1]، اس وجہ سے یہودیوں سے بغض رکھتے ہیں تو وہ لوگ کیوں بغض رکھتے ہیں، یہ تو پیش آنا ہی تھا، تقدیر میں لکھا ہوا تھا، تقدیر میں لکھا ہوا ہونے سے اختیار سلب نہیں ہوتا،[2] ورنہ تمام مجرم دنیا اور آخرت میں چھوٹ جائیں کسی کو سزا نہ ملے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] زعم الیهود ومن وافقهم من النصاری انه قتل وصلب، مختصر تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۵/ ج ۱/ سوره النساء تحت آیت ۱۵۷/ مطبوعه دارالقرآن الکریم بیروت.

[2] لان القضاء لایسلب القدرة والاختیار عن العبدالخ. بدائع الکلام فی بیان عقائد الاسلام، ص ۱۳۷/ التقدیر المبرم والمعلق، مکتبه فقیه الامت دیوبند.

حضرت حسینؓ کی شہادت اللہ کیلئے ہوئی یا امت کے لئے

سوال: -حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت امت کے لئے ہوئی یا اللہ کے لئے لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے امت کی خاطر جان دیدی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایک ظالم کے ظلم سے امت کو بچانے کے لئے ہوئی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش کو روندا گیا

سوال: -کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں برہنہ کردیا گیا تھا، اور آپ کی لاش مبارک کو گھوڑوں سے روندا گیا اور قیمہ کردیا گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں برہنہ کرکے آپ کی نعش مبارک کو گھوڑوں

---

[1] خروج حضرت امام حسین علیہ السلام بنابر دعوی خلافت راشدہ پیغامبر کے بمرورسی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنابر تخلیص رعایا از دست ظالم بود واعانت المظلوم علی الظالم من الواجبات (فتاویٰ عزیزی، ص۳۴/ج۱) (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) کیفیت خروج امام حسین برائے اعانت اہل کوفہ)

ترجمہ :-حضرت امام حسین علیہ السلام کا خروج حضرت پیغمبر علیہ السلام کی خلافت راشدہ کے دعویٰ کی بناپر نہیں تھا اس لئے کہ وہ تیس سال گذرنے سے ختم ہوچکی تھی، بلکہ رعایا کو ظالم کے ہاتھ سے نکالنے کے لئے تھا، اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کرنا واجبات میں سے ہے۔

سے روندا اور قیمہ بنایا گیا تھا یا نہیں؟ مجھے اس کی تحقیق نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن

سوال: -حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کس جگہ مدفون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معلوم نہیں، کتب تاریخ روضۃ الصفاء وغیرہ میں مختلف روایتیں ہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مدفن

سوال: -کتب شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں پڑھنے کے لئے کون کتاب معتبر اور

---

[1] فطعنه بالرمح فوقع ثم نزل فذبحه وحزرأسه ثم دفع رأسه الیٰ خولی بن یزید، ثم امرعمر بن سعدؓ ان یوطا الحسن بالخیل الی قوله ولایصح ذلک واللّٰه اعلم(البدایة) الخ البدایة والنهایة، ص۱۷۷/۱۷۸/ج۴/جزء۸/ صفة مقتله ای الحسینؓ الخ (مطبوعه المکتبه التجاریة مکه مکرمه) اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ مبالغہ آمیز حکایات تحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں۔

[2] روضة الصفاء ص۵۸-۵۹/ج ۳/ ذکر مقتل آں سرور وابرار برسبیل ایجاز واختصار وذکر توجه عمروبن سعد به کوفه وبردن اهل بیت رابا خودوارسال ابن زیادایشاں رابد مشق نزدیزید.

"فالمشهور عند اهل التاریخ واهل السیرانه بعث به ابن زیاد الی یزید بن معاویة ومن الناس من انکرذلک وعندی ان الاول اشهر فاللّٰه اعلم ثم اختلفوابعد ذلک فی المکان الذی دفن فیه الراس فروی محمد بن سعد ان یزید بعث براس الحسین الیٰ عمروبن سعد نائب المدینة فد فنه عند امه بالبقیع الخ"(البدایة والنهایة ص۱۹۶/۴، جزء۸) اما رأس الحسینؓ، مطبوعه تجاریه مکه مکرمه)

مستند ہے کیونکہ جتنی بھی کتابیں پڑھیں سب کی روایات علیحدہ علیحدہ ہیں اور سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کس جگہ دفن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح الباری زیادہ معتبر ہے، سر مبارک مدینہ طیبہ میں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت حسینؓ کا سر اور حضرت حمزہؓ کہاں مدفون ہیں؟

سوال: -مولوی امجد علی رضوی کی کتاب ''بہار شریعت'' مسئلہ رابعہ ص ۱۷۳/ میں ہے کہ سرِ مبارک حضرت امام حسینؓ اور مزار سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع میں ہیں؟ میں سنا کرتا ہوں کہ سر مبارک حضرت امام حسین کا مدینہ منورہ میں آنا ثابت نہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار احد میں ہے، اب جو ثابت ہو اور صحیح ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار احد[2] میں ہے کذافی الغنیۃ ص ۲۰۸/ اور حضرت امام

---

[1] روضۃ الصفاء ،ص ۵۸-۵۹/ ج ۳/ ذکر مقتل آں سرور وابرار برسبیل ایجاز واختصار وذکر توجہ عمروبن سعدیہ کوفہ وبردن اھل بیت رابا خودوارسال ابن زیادایشاں رابد مشق نزدیزید. ''فالمشھور عند اھل التاریخ واھل السیرانہ بعث بہ ابن زیاد الی یزید بن معاویۃ ومن الناس من انکرذلک وعندی ان الاول اشھر فاللّٰہ اعلم ثم اختلفوابعد ذلک فی المکان الذی دفن فیہ الراس فروی محمد بن سعد ان یزید بعث براس الحسین الیٰ عمروبن سعد نائب المدینۃ فدفنہ عند امہ بالبقیع الخ''(البدایۃ والنھایۃ ، ص ۱۹۶/ ج ۴/ جز ۸) (اما رأس الحسینؓ، مطبوعہ تجاریہ مکہ مکرمہ)

[2] ویستحب ان یزورشھداء احد (الی قولہ) والاولی ابتدؤہ بمشھد سید الشھداء حمزۃ رضی اللّٰہ عنہ الخ غنیۃ الناسک،ص ۲۰۸/ فصل فی زیارۃ الشھداء، مطبوعہ کراچی)

حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

ونیز روایت کردہ اند کہ یزید بن معاویہ سر مبارک حضرت امام المومنین حسین بن امیر المومنین علی مرتضی را پیش عمرو بن سعید کہ از جانب آں بد بخت عامل مدینہ منورہ بود فرستادہ ووے تکفین کرد در بقیع نزدیک بقبر ام او فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہ وعلیہا دفن کرد بعضے محدثان آوردند کہ سر مبارک آنحضرت را بعد از ہلاک یزید در خزانۂ او یافتند تکفین کردہ ہم در دمشق نزد باب الفرادیس دفن نمودند وقولے دیگر نیز دریں باب آمدہ واللہ اعلم بحقیقتہ جذب القلوب[1]، ص ۱۶۴/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات، مدفن اور نماز جنازہ کی تحقیق

سوال:- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال کس سن میں اور کہاں ہوا؟ نیز ان کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی تھی؟

---

[1] "جزب القلوب ص ۱۶۲ / مطبوعہ منشی نول کشور، قبر فاطمة الزهراء"

ترجمہ: فارسی عبارت، یزید بن معاویہؓ نے حضرت امام المومنین حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عمرو بن سعید کے پاس بھیجا جو اس بد بخت کی طرف سے مدینہ منورہ کا عامل تھا، اس نے کفن دیکر جنت البقیع میں ان کی والدہ فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہ وعلیہا کی قبر مبارک کے پاس دفن کر دیا، اور بعض محدثین نے بیان کیا کہ آنحضرت کا سر مبارک یزید کی ہلاکت کے بعد لوگوں نے اس کے خزانہ میں پایا اور کفن دیکر دمشق میں باب الفرادیس کے قریب دفن کر دیا دوسرا قول بھی اس باب میں ہے۔ واللہ اعلم بحقیقتہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے انتقال کے متعلق الاصابہ[1] الاستیعاب[2]، تاریخ الخلفاء[3]، اور اکمال[4] وغیرہ میں ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے جاتے ہوئے ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوا، وہاں یہ مدفون ہیں، جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۶ھ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات

سوال: -حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کس حال میں وصال ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملک شام میں ۲۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مشتاق تھے، بلکہ

---

[1] لزم ابو ایوب الجهاد بعد النبی ﷺ الی ان توفی فی غزاة القسطنطنية سنة خمسين وقيل احدى وقيل اثنتين وخمسين وهو الاكثر الخ، الاصابة ص ۴۰۵/ ج ۱/ حرف الخاء مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] الاستيعاب على هامش الاصابة ،ص ۴۰۴/ ج ۱/ حرف الخاء مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] تاريخ الخلفاء ،ص ۱۴۳/ قبيل يزيد بن معاوية ابوخالد الاموى ،مطبوعه مجتبائى دهلى . تهذيب الكمال ص ۳۵۰/ تا ۳۵۲/ ج۵/ باب الخاء من اسمه الخالد، المكتبة التجارية المكة المكرمة،

[4] ابوايوب الانصارى خالد بن زيد الانصارى الخزرجى وكان مع علىؓ بن ابى طالب فى حروبه كلها ومات بالقسطنطنية مرابطاً سنة احدى وخمسين وكان ذلك مع يزيد بن معاوية لماغزاه ابوه القسطنطنية خرج معه فمرض فلما ثقل قال لاصحابه اذا أنامتّ فاحملو نى فاذا صاففتم العد وفاد فنونى تحت اقدامكم الخ (الاكمال فى اسماء الرجال لصاحب المشكوٰة ، ص ۵۸۶/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، مع المشكوٰة.

بیتاب تھے۔ کذا فی مرأۃ الجنان[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اصحاب صفہ کون تھے؟

سوال: ۔اصحاب صفہ کون تھے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصحاب صفہ فقراء صحابہ کی ایک جماعت تھی، جن کا گھر اور اہل وعیال کچھ نہیں تھا، یہ کچھ کاروبار اور تجارت وغیرہ بھی نہیں کرتے تھے، محض توکل پر ان کا گزارہ تھا۔

مسجد مدینہ میں ایک جگہ سایہ دار تھی وہاں یہ حضرات رہتے تھے، ان کی تعداد اکثر ستر ہوتی تھی، کبھی کچھ کم زیادہ بھی ہوجاتی تھی۔ کذا فی مجمع البحار، ص۲۵۲/ج۲/[2])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فیھا (ای سنة عشرین) توفی بلال بن حمامة الحبشی موذن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بدار یامن بلاد الشام (الیٰ قوله) ولما حضرته الوفاة کانت امرأته تقول واحزناه وهو یقول واطرباه غداً نلقی الا حبة محمدًا وحزبه (مرأة الجنان، ص۷۵-۷۶/ج ۱، مطبوعه بیروت)

''البدایه والنهایه، ج۴/ص۹۷/ الجزء السابع، بلال بن ابی رباح الحبشی الخ، مطبوعه تجاریة مکه مکرمة، تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۳/ص۱۸۸/ بلال بن رباح، باب الباء من اسمه بلال، مطبوعه دار الفکر بیروت'' (سیر اعلام النبلاء ص۲۱۶/۳، بلال بن رباح، مطبوعه دارالفکر بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

[2] واهل الصفه فقراء المهاجرین ومن لم یکن له منهم منزل یسکنه فکانوا یاوون الیٰ موضع مظلل فی مسجد المدینه، ک، وهو بضم صاد وتشدیدفاء وهم زهادمن الصحابة فقرا غرباء وکانوا سبعین ویقلون حینا ویکثرون، ج، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سب سے اوّل شہید

سوال: -قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں سب سے پہلے کون شہید ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ بنت خیاط کذا فی اسد الغابہ، ص ۴۸۱/ج ۵/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بچے کے انتقال پر اہلیہ کا اپنے شوہر کو مطلع نہ کرنا

سوال: -وہ کونسے صحابی تھے اوران کی بیوی کا کیا نام تھا کہ جن کے لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا اور بیوی نے فرمایا شوہر سے کہ بچہ بالکل اچھا ہے اور بیوی نے زینت بھی کی تھی، جس کی وجہ سے شوہر (صحابیؓ) نے شب میں بیوی سے صحبت بھی کی تھی، اس وقت بیوی نے فرمایا کہ صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا ہے، صبر کیجئے اس کی امانت تھی لے لی، اوراتنی دیر تک میت کا پڑا رہنا اوراس صورت میں صبر دلانے کی کیا وجہ تھی؟ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... یسکنون صفة المسجد لامسکن لهم ولامال ولا ولدوکانوامتوکلین الخ مجمع البحار ص ۳۳۴/ ج۳/ مطبوعه دارالایمان المدینة المنوره، تحت الباب الصاد مع الفاء، تحت حرف (صفف) مرقات ص ۲۳۳/ ج۴/ (مطبوعه نوریه دیوبند) کتاب فضائل القرآن الفصل الاول)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] (سمیة) ام عمار بن یاسر وهی سمیة بنت خیاط (الی قوله) وروی ان ابا جهل طعنها فی قبلها بحربة فی یده فقتلها فهی اول شهید فی الاسلام، اسدالغابة فی معرفة الصحابة لابن الاثیر ص ۱۵۲/ ج۶/ حرف السین، سمیة ام عمارؓ، مطبوعه دارالفکر)

شریف کا ہے، یا بعد میں ایسا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے، انکی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جو کہ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں، اوراس بچے کا نام ابوعمیر تھا، حضرت ابوطلحہؓ روزہ سے تھے، شام کے وقت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا کسی اور جگہ تشریف لے گئے تھے، بچے کا انتقال ہوگیا، ان کو اپنے بچہ سے محبت بہت تھی، والدہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ابھی ظاہر کردیا تو ان کو رنج بہت ہوگا، اس لئے کھانا کھلا کر صحبت وغیرہ سے فارغ ہوکر صبح کو نماز کے وقت بتلایا، رات میں بتلانے سے بجز پریشانی کے اضافہ کے کچھ نتیجہ نہیں تھا، بلکہ خود ہی غسل دے کر کفن پہنا کر رکھ دیا تھا۔ (کذا فی فتح الباری، ص ۱۳۶/ ج ۳[1] حکایات صحابہ[2] ص ۱۰۵/ میں بھی یہ واقعہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے تحریر فرمایا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۳/ شعبان ۶۱/۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ شعبان ۶۱/۷ھ

---

[1] عن عبداللّٰہ بن ابی طلحة انه سمع انس بن مالک رضی اللّٰہ عنه یقول: اشتکی ابن لابی طلحة قال: فمات وابوطلحة خارج فلما رات امراته انه قدمات هیات شیأ ونحتّه فی جانب البیت فلما جاء ابوطلحة قال کیف الغلام؟ قالت: قد هدأت نفسه وارجوان یکون قد استراح وظن ابو طلحة انها صادقة قال: فبات فلما اصبح اغتسل فلما اراد ان یخرج اعلمته انه قدمات الحدیث الخ (فتح الباری، ص ۱۳۶/ ج۳/ مختصرا (مطبوعه مصری) مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز المکة المکرمة، ج۳/ص ۵۱۹/ کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة.

[2] فضائل اعمال دسواں باب، ص ۱۱۸/ حکایت نمبر ۸/ مطبوعه دارالاشاعت دهلی.

مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ

سوال:- مکہ مکرمہ سے مہاجرین کا قافلہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کردیا تو اس صورت میں نکاح کی کیا صورت تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ غلط ہے کہ انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کردیا، بعض نے یہ کہا تھا، کہ تم کو حضور ﷺ نے میرا بھائی بنادیا ہے، اگر باپ مرجاتا ہے اور دو بھائی ہوتے تو دونوں ترکہ برابر برابر تقسیم کرلیتے، اب تم میرے بھائی ہو لہٰذا تم میرا آدھا مال لے لو، اور میرے پاس دو بیویاں ہیں ایک کو میں طلاق دے دونگا، عدت گزرنے پر تم اس سے نکاح کرلینا، اس پر ان مہاجرین نے ان کی محبت کا شکریہ ادا کیا، اور کہدیا کہ تمہارا مال بھی تمہیں مبارک ہو اور تمہاری بیویاں بھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وسعت فرمائی اور انہوں نے شادی کی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴ھ

---

[1] اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّاقَدِمُوْاالْمَدِيْنَةَ اٰخٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَسَعْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّىْ اَكْثَرُالْاَنْصَارِ مَالاً فَاَقْسِمُ مَالِىْ نِصْفَيْنِ وَلِىْ اِمْرَأَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِهَا لِىْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ فِىْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سَوْقِ بَنِىْ قَيْنُقَاعٍ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّاوَمَعَهُ فَضْلٌ مِنْ اقط وَسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغَدَ وَّثُمَّ جَاءَ يَوْماً وَبِهٖ اَثَرُصُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ، الحد يث بخارى شريف ،ص ۵۳۳/ج ۱/(مطبوعه اشرفى ديوبند) كتاب مناقب الانصارباب اخاء النبى صلى الله عليه وسلم بين المهاجرين والانصار.رقم الحديث ،۳٦۴۳.

ترجمہ:- حضرت ابراہیم بن سعدؓ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا جب مہاجرین صحابہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

ابولہب کے بیٹوں کے نام

سوال:- ابولہب کے لڑکے کا کیا نام تھا، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی منسوب تھیں، اور اس نے بعد میں طلاق دیدی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابولہب کے لڑکے کا نام عتبہ تھا، اسکے نکاح میں حضور ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، دوسرے لڑکے کا نام عتیبہ تھا، اس کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، سورہ تبت کے نازل ہونے پر باپ کے کہنے سے دونوں لڑکوں نے طلاق دیدی تھی، اور یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے، رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی،[1] پھر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....عبدالرحمٰن اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ کرایا سعد بن ربیع نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں لہٰذا آپ میرا مال آدھا آدھا تقسیم کر لیجئے، اور میری دو بیویاں ہیں، ان دونوں میں سے اپنی پسند کی دیکھ لیجئے اور مجھے بتا دیجئے میں اسے طلاق دیدونگا جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے آپ شادی کر لینا حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت دے، (یہ بتلائیے کہ بازار کہاں ہے) انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو بازار بنی قینقاع کا پتہ بتلا دیا، جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بازار سے واپس ہوئے تو ان کے ساتھ گھی اور پنیر تھا، پھر آئندہ بھی جاتے رہے، اس کے بعد ایک دن جو آئے تو ان پر پیلے پن کے نشانات دکھائی دئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ پیلے نشانات کیسے ہیں، تو عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا کہ حضرت میں نے شادی کر لی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] رقیة بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان تزوجها عتبة بن ابی لهب قبل النبوة فلما بعث رسول الله صلی اللّٰہ علیه وسلم وانزل اللّٰہ علیه "تبت یدا ابی لهب وتب" قال له ابوه راسی من رأسک حرام ان لم تطلق ابنته ففارقها ولم یکن دخل بها (المنتظم فی تاریخ الملوک الامم ج۳/ص ۱۳۸/ سنة ۲/ من الهجرة، ذکر من توفی فی هذه السنة من الاکابر)

ام کلثوم بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان تزوجها عتیبة بن ابی لهب قبل النبوة (الیٰ قوله) ففارقها ولم یکن دخل بها (المنتظم فی تاریخ الملوک الامم ج۳/ص ۳۷۵/ سنة ۹/ من الهجرة، ذکر من توفی فی هذه السنة من الاکابر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

فتح مکہ کے بعد حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے[1] اور عتیبہ نے گستاخی کی تھی، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ہلاک ہو گیا، ایک شیر نے ہلاک کر دیا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ابوطالب کا ایمان لانا

سوال: -شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب ایمان لے آئے تھے، اگر اس کے متعلق کچھ تحریر فرمانے کی زحمت فرمائیں تو کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابوطالب پر ان کے اخیر وقت میں کلمۂ ایمان پیش فرمایا، وہ ایمان نہیں لائے، جس پر بہت صدمۂ ہوا، یہ بات کتب صحاح بخاری شریف[3] وغیرہ میں مذکور ہے، اسی موقعہ پر

---

[1] وهذا (اى عتبة) واخوه معتب ابنا ابى لهب اسلما وثبتا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة خيبر (المنتظم، ج۳/ص ۱۳۸/ بيروت)

[2] ويروى ان عتيبة لما فارق ام كلثوم جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال كفرت بدينك وفارقت ابنتك لاتحبينى ولا احبك ثم سطاعليه وشق قميصه وهوخارج نحو الشام تاجراً فقال صلى الله عليه وسلم اما انى اسأل الله ان يسلط عليك كلبه (الى قوله) فخرج فى تجر من قريش حتى نزلوا مكانا من الشام يقال له الزرقاء ليلا فاطاف بهم الاسدتلك الليلة ..... فعداعليه الاسد من بين القوم فاخذ برأ سه ففد غهٗ (المواهب اللدنية مع الزرقانى ج۳/ ص ۱۹۹/ الفصل الثانى فى ذكر اولاده الكرام، مطبوعه دارالمعرفة بيروت) روح المعانى ص ۲۶۲/ ج ۳۰/ مطبوعه مصطفائى ديوبند، سورۂ لهب،

[3] عن سعيد ابن المسيب عن ابيه قال: لَمَّا حَضَرَتْ اَبا طَالِبٍ والوَفَاة جَائَهُ رَسُولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فَوَجَدَ عِنْدَهُ اَبَاجَهْلٍ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةَ فَقَالَ: اَىْ عَمِّ قُلْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ عِنْدَاللّٰهِ اِلٰى ان قَالَ .... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ[1] (الآیۃ) نازل ہوئی، کتب تفسیر[2] میں دیکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ابوجہل کا باپ

سوال: -ابوجہل لعین کس کا پسر ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... حَتّٰی قَالَ اَبُوْطَالِبٍ: آخِرُ مَا کَلَّمَھُمْ عَلٰی مِلَّۃِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ(الحدیث ، بخاری شریف، ج۲/ص۷۰۳/ (مطبوعہ اشرفی دیوبند) کتاب التفسیر سورۃ قصص باب انک لاتھدی من احببت،رقم الحدیث ، ۴۵۸۶/) مسلم شریف ص۴۰/ ج ۱/ کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ اسلام الخ، مکتبہ بلال دیوبند، نسائی شریف ص ۲۲۱/ج ۱/ کتاب الجنائز النھی عن الاستغفار للمشرکین، مکتبہ بلال دیوبند،

ترجمہ:-جب ابوطالب مرنے کو ہوئے تو آنحضرت ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے، وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ کو بیٹھا ہوا پایا پھر آپ ﷺ نے کہا اے چچا کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہدو (یعنی یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اسکے پیغمبر ہیں) تو پھر میں اللہ سے جھگڑونگا، الی قولہ آخر کار انہوں نے کلمہ سے انکار کیا اور اپنے دین پر مر گئے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] سورۃ قصص آیت ۵۶/ **ترجمہ**:-آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کر دیتا ہے(از بیان القرآن)

[2] لَمَّا حَضَرَتْ وَفَاۃُ اَبِی طَالِبٍ اَتَاہُ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فَقَالَ یَاعَمَّاہُ قُلْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اَشْھَدُلَکَ بِمَاعِنْدَاللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَالَ لَوْلَااَنْ یُّعَیِّرُوْنِی قُرَیْش یَقُوْلُوْنَ مَاحَمَلَہُ عَلَیْھَا اِلَّاجَزَعَہُ مِنَ الْمَوْتِ لَاقْرَرْتُ بِھَا عَیْنَکَ، فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالیٰ (اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (روح المعانی ص۹۶/ ۹۷/ ج۲۰، مطبوعہ مصطفائی دیوبند) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص۲۷۴/ ج۷/ الجزء الثالث عشر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر مظھری ص۱۷۳/ ج۷، سورۃ القصص آیت: ۵۶، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً

ہشام بن مغیرہ کا۔ کذا فی تاریخ الخمیس، ص ۴۰۳ رج ا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

not found.

[1] ابوجهل بن هشام واسمه عمرو بن هشام بن المغيرة بن عبدالله بن عمر بن مخزوم (تاريخ الخميس ص ۴۰۳/ ۱، مطبوعه مؤسسة شعبان بيروت ص ۴۵۴ رج ۱) عدة قتلى المشركين يوم بدر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

عہدِ تابعینؒ کے تاریخی حقائق

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی نسبت

سوال:- آپ نے جو اس سے قبل فتوے میں تحریر فرمایا ہے، کہ محمد بن حنفیہؓ خولہ بنت جعفر یمامیہؓ کے لڑکے ہیں، اس سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ محمد، حنفیہ کے لڑکے ہیں، اگر خولہ کے لڑکے ہیں، تو محمد بن خولہ ہونا چاہئے؟

آیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مال غنیمت میں آئے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت خولہ کے بطن سے پیدا ہوئے یا یمامہ میں پیدا ہوئے اور جعفر یمامی کون تھا، یہودی یا نصرانی، اس کو مفصل بیان کر کے تحریر فرمائیں؟ تا کہ شک رفع ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خولہ کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں انکی والدہ خولہ حنفیہ کہلاتی ہیں، یہ انکے قبیلہ کی طرف نسبت ہے، کوئی باپ کی نسبت سے مشہور ہو جاتا ہے، اور کوئی ماں کی نسبت سے اور کوئی وطن کی نسبت سے اور اس نسبت میں بسا اوقات اصلی نام مخفی اور غیر

مشہور ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ بھی اپنے قبیلہ کی نسبت سے مشہور ہوگئیں، یمامہ کی جنگ میں گرفتار کرکے لائی گئیں، ان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ حبشیہ تھیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محمد ابن الحنفیہؒ کی تحقیق

سوال:- جنگ نامہ محمد حنیف، جنگ نامہ حضرت علی، بیرالالم، ملک قندور، جنگ بابل، نورنامہ وغیرہ کتابیں مستند ہیں، یا نہیں؟ اور حضرت محمد حنیف کس کے بطن سے پیدا ہوئے؟ عوام میں مشہور ہے کہ آپ حضرت علیؓ کے لڑکے ہیں۔

نوٹ:- علمائے دین منع فرماتے ہیں، کہ غلط روایات نہیں پڑھنا چاہئے اور ہمیں معلوم نہیں کہ صحیح روایت کونسی ہے، اور غلط کون؟ اس کی تحقیق علماء دین سے ہی ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب سے لڑائی ہوئی جس کو جنگ یمامہ کہتے ہیں، اس میں ایک عورت گرفتار کرکے لائی گئی تھیں، جو بنی حنیفہ تھیں ان کا نام ہے ''خولہ بنت جعفر یمامیہ'' یہ غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تھیں، ان سے لڑکا پیدا ہوا جس کا

---

[1] واما ابنه محمد الاکبر فهو ابن الحنفية وهی خولة بنت جعفر سباها خالد ايام الصديق ايام الردة من بنی حنيفة فصارت لعلی بن ابی طالب فولدت له محمدا هذا، البداية والنهاية ص ۳۱۵/۴، الجزء السابع، ذکر زوجاته (ای علی) وبنيه، مطبوعه مصطفی احمد الباز مكة المكرمة، وقالت اسماء بن ابی بکر رايت ام محمد بن الحنفية سندية سوداء وكانت امة لبنی حنيفة (الاكمال فی اسماء الرجال لصاحب المشكوٰة ص ۶۱۸) فصل فی التابعين، طبقات ابن سعدص ۹۱/ج۵/ محمد بن الحنفيه، طبع دارالفكر بيروت،

نام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رکھا،[1] یہ والدہ کی نسبت سے محمد ابن الحنفیہ کہلاتے ہیں، ان کو عوام ناواقف محمد حنیف کہتے ہیں، جنگ نامہ محمد حنیف اور دوسرے جنگ نامے جو حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہیں وہ غلط ہیں، یا مسخ شدہ ہیں، بہشتی زیور[2] میں کچھ معتبر اور غیر معتبر کتابوں کے نام درج ہیں وہاں دیکھ لیں، اور جس کتاب کے متعلق معلوم ہو کہ یہ معتبر ہے اس کو ہی دیکھیں، خدا کے فضل سے ایسی کتابوں کی کمی نہیں، اس سے مسرت ہوئی کہ آپ صحیح کتابوں کو پڑھنے کی فکر کرتے ہیں، غلط کتابوں سے پرہیز کرتے ہیں، حق تعالیٰ برکت دے اور مدد فرمائے۔ آمین۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۱۳۹۴ھ

محمد بن الحنفیہ علیہ الرحمۃ کا حال

سوال:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنی شادیاں کی ہیں، ایک یا دو یا تین یا اس سے بھی زائد؟ اور ہر بیوی سے کتنی کتنی اولاد ہوئی ہیں؟ مع نام کے تحریر فرمادیں، اولاد میں لڑکیاں بھی ہیں، یا کہ نہیں؟ نیز کس بیوی سے امام حنیف پیدا ہوئے؟ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی بہادری میں ایک کتاب لکھی گئی ہے، اور جنگ نامہ محمد حنیف سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟

---

[1] ومحمد الاکبر امه خولة بنت ایاس بن جعفر الحنفیة ذکره الدار قطنی ،وغیره (الیٰ قوله وقیل بل کانت امه من سبی الیمامة فصارت الی علی وانها کانت امة بنی حنفیة سندیة سوداء ولم تکن من انفسهم ''قیل ان ابابکر اعطی علیا الحنفیة ام محمد من سبی بنی حنفیة (اخرجه السمان (تاریخ الخمیس ص ۳۱۶/ج۲، مطبوعه بیروت) طبقات ابن سعد ص ۹۱/ج۵/ محمد بن الحنفیه دارالفکر بیروت،البدایة والنهایة ص ۳۱۴/ج۴/ الجزء السابع، ذکر زوجاته وبنیه ای علی رضی اللّٰه عنه مکتبه تجاریة مصطفی الباز مکة المکرمة،

[2] بهشتی زیور حصه دسواں ص ۵۲/ مطبوعه تهانوی دیوبند.

حنیف کو بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معلوم ہوتا ہے کہ امام حنیف ہی سے اصل سوال متعلق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہے، جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی شادی نہیں کی ان کے انتقال کے بعد متعدد شادیاں کی ہیں، اور متعدد اولاد پیدا ہوئیں[1]، مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجا گیا، اللہ نے فتح دی، اس جہاد میں خولہ بنت جعفر یمامیہ بھی گرفتار ہوکر آئیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں وہ بنو حنیفہ کے قبیلہ سے تھیں، ان سے بچہ پیدا ہوا ان کا نام محمد رکھا گیا اور اپنی والدہ کے قبیلہ کی طرف نسبت کر کے ان کو محمد بن الحنفیہ کہا گیا، جن کو ناواقف لوگ امام حنیف یا محمد حنیف کہتے ہیں، اور روافض کا ایک طبقہ ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتا اور دوسرا طبقہ ان کی بہت تعریف کرتا ہے[2]، ان کے حالات ہی میں جنگ نامہ جس کو جنگ محمد حنیف کہتے ہیں، تحفۂ اثنا عشریہ[3] میں محمد بن الحنفیہ کی والدہ کے متعلق جنگ یمامہ میں گرفتار ہوکر آنے کی تصریح

---

[1] ولم يتزوج على ،على فاطمه حتى توفيت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة اشهر فلماماتت تزوج بعد ها بزوجات كثيرة الخ الى قوله وقد كان لعلى اولاد كثيرة آخرون من امهات اولادشتى الخ (البداية والنهاية، ص ۲۱۴ / ج ۴ / جزء ۸ / ذكر زوجاته وبنيه وبناتهٔ ، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه ،طبقات ابن سعد ص ۹۱ / ج ۵ / محمدبن الحنفيه،طبع دار الفكر بيروت.

[2] تحفه اثنا عشريه مترجم، ص ۳۶ / باب ۱ / عبداللہ بن سبا اور اس کی فتنہ انگیزی، واما ابنه محمد الاكبر فهو ابن الحنفية وهى خولة بنت جعفر سباها خالد ايام الصديق ايام الردة من بنى حنيفة فصارت لعلى بن ابى طالب فولدت له محمداً هذا ومن الشيعة من يدعى فيه الامامة والعصمة البداية والنهاية، ص ۳۱۵ / ۷، ذكره زوجاته وبنيه وبناته، طبع نزار مصطفى البازمكه مكرمه.

[3] اب جب اہل سنت ان کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ حضرت امیر نے خولہ بنت جعفر یمامیہ کو تسری فرمائی جو عہد خلیفۂ اول حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ سے اسیر ہوکر آئی تھیں الخ ،تحفه اثنا عشر يه مترجم ص ۴۰۰ / باب ۹ / مسائل نكاح ،مطبوعه مجاهد ملت ديوبند،

موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا حضرت حسن بصریؒ صحابی ہیں

سوال: -حضرت حسن بصریؒ صحابی ہیں یا تابعی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صحابی تو یقیناً نہیں، تابعی ہیں، کذا فی فتاویٰ ابن حجر المکی، ص ۱۲۶ ج ۴[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

خلافت یزید

سوال: - امام حسینؓ کی امامت کیسے قائم ہوئی نیز آپ کی امامت پر کب اجماع ہوا اور آپ کو کس بناء پر امام کہا گیا؟ جب امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے بیعت کر لی تو پھر امامت کہاں باقی رہی نیز حسینؓ و یزید میں خلیفہ برحق کون تھا؟ اگر امام حسینؓ تھے تو یزید کو علماء نے خلفاء اثناعشر میں کیوں شمار فرمایا دیکھو شرح فقہ اکبر ص ۸۴ الخلفاء الراشدون الاربعة

---

[1] (وسئل) نفع اللّٰہ بعلومه هل سمع الحسن البصری من کلام علی کرم اللّٰہ وجهه الخ (فاجاب) بقوله اختلف الناس فیه فانکره الاکثرون واثبته جماعة قال الحافظ السیوطی وهو الراجع عندی کالحافظ ضیا الدین المقدسی فی المختار والحافظ شیخ الاسلام ابن حجر فی اطراف المختارة لوجوه الخ (فتاویٰ حدیثیه لابن حجر ص ۱۷۶ / (مطبوعه دارالمعرفة بیروت لبنان) مطلب فی آن الحسن البصری سمع من علی علی الصحیح،

ومعاوية وابنه يزيد وعبدالملک بن مروان واولاده الاربعة وبينهم عمربن عبد العزيز اورابن حجر خلفاء اثناعشر کو یوں گناتے ہیں۔ابوبکر،عمر،عثمان،علی،معاویہ،یزید، عبدالملک، ولید،سلیمان،عمر بن عبدالعزیز، یزید ثانی، ہشام، (سیرت النبی ص ۶۴۱ ج ۳) ایسا ہی قاضی اور حافظ سیوطی کا قول ہے (تاریخ الخلفاء)

اگر یزید خلیفہ برحق تھا تو امام حسینؓ نے کیوں مخالفت کی اور اکابرین صحابہؓ مثل ابن عباسؓ وابن عمرؓ وغیرہما نے کیوں بیعت کرلی اور خلع کو ناجائز قرار دیا جیسا کہ بخاری پارہ ۲۹ کتاب الفتن میں ہے وَاِنَّا قَدْبَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَاِنِّى لَااَعْلَمُ غَدْرًااَعْظَمَ مِنْ اَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يَنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ وَاِنِّى لَااَعْلَمُ اَحَداً مِنْكُمْ خَلَعَهٗ وَلَابَايَعَ فِى هٰذَا الْاَمْرِ اِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَل بَيْنِى وَبَيْنَهٗ .

مولانا اسلم تحریر فرماتے ہیں ابن عباسؓ وابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہوگیا تو ان لوگوں نے بیعت کرلی (تاریخ الامت ص ۴۳۱) علی جلال لکھتے ہیں کہ یزید کی امامت پر کثیر التعداد لوگوں کا اتفاق تھا (ترجمۃ الحسین ص ۹ ج ۲) حدیث مسلم میں آیا ہے۔مَنْ جَاءَ كُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاَحِدٍ يُرِيْدُاَنْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ اھ ص ۱۲۸ر۔

اگر کہا جائے کہ یزید فاسق تھا اس لئے حسینؓ کو خروج جائز ہوا تو حدیث بخاری پارہ ۲۹ر کتاب الفتن مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئاً فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْراً مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ص ۱۰۴۵ر کی خلاف ورزی ہوگی نیز رسول اللہ ﷺ نے متعدد پیشینگوئیاں فرمائی ہیں جن سے یزید کا جنتی مغفور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ان احادیث وآثار۔تاریخی شواہد کا کیا جواب ہوگا جو درج ذیل ہیں۔ملاحظہ ہوں۔

فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ

مِنْ اُمَّتِی یَغْزُوْنَ الْبَحْرَقَدْ اَوْجَبُوْاقَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ اَنَا فِیْھِمْ قَالَ اَنْتَ فِیْھِمْ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَھُمْ کتاب الجهاد پاره ۱۱/ قال القسطلانی کان اول من غزامدینة قیصر یزید ابن معاویة ومعه جماعة من سادات الصحابة کذا قاله فی الخیر الجاری وفی الفتح قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول غزالبحر ومنقبة لولده لانه اول من غزامدینة قیصر حاشیہ بخاری ص۴۱۰/۔

قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ فَحَدَّثْتُھَا قَوْماً فِیْھِمْ اَبُوْاَیُّوْبُ الْاَنْصَارِیُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی غَزْوَتِہِ الَّتِی تُوَفِّی فِیْھَا وَیَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَّۃَ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ بخاری پاره۵/ کتاب التهجد اَوَّلَ مَارَکِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِیَۃَ فَلَمَّااَنْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوَتِھِمْ قَافِلِیْنَ فَنَزَلُوْاالشَّامَ بخاری پاره ۱۱/ کتاب الجهاد ص۱۲۸/دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبْنَۃِ مِلْحَانَ فَاتَّکَأَ عِنْدَھَا ثُمَّ ضَحِکَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَکُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِی یَرْکَبُوْنَ الْبَحْرَ الْاَخْضَرَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ مَثَلُھُمْ مَثَلُ الْمُلُوْکِ عَلَی الْاَسِرَّۃِ بخاری کتاب الجهاد پاره۱۱/۔

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بشارت سب سے اول امیر معاویہ کے عہد میں پوری ہوئی دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے اول تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے۔ (سیرۃ النبی ص۶۳۷/ج۳/)

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ قیصر کے ملک پر سب سے اول یزید بن معاویہؓ کے لشکر نے

حملہ کیا (ترجمۃ الحسین ص ٧٦/ج ١/)

ابن کثیر کا بیان ہے کہ اول غزوہ قسطنطنیہ کا یزید بن معاویہ نے کیا تھا (الحسین ص ٧٦) جب ابوایوب انصاریؓ کی شہادت ہوئی تو یزید ابن معاویہؓ نے پوچھا کوئی وصیت ہو تو ارشاد فرمایئے۔ (استیعاب ص ٦٣٨/ج ٢/) بحوالہ سیرت معاویہ ص ٣٩/ یزید بن معاویہ قسطنطنیہ کی ہر دو جنگ میں فوج کا امیر تھا الحسین ص ا ج ٢ یزید ایک لشکر جرار لے کر قسطنطنیہ روانہ ہوا جس میں ابن علیؓ، ابن عامر، ابن عباسؓ، ابوایوبؓ بھی تھے موقعہ پر پہونچ کر زبردست لڑائی ہوئی (ابن خلدون ص ٢۴/ج ٥/ بحوالہ سیرۃ معاویہ ص ۴١/) جب یزید قسطنطنیہ پر برائے جہاد حملہ آور ہوا تو ابوایوب بھی مجاہدین کے ساتھ تھے (تذکرۃ الانصار ص ٢١۴/) امیر معاویہ نے یزید کو دوبارا امیر حج مقرر کیا ایک بار صالقہ فوج کا سردار لشکر بنا کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا قسطنطنیہ پر جو لشکر بھیجا گیا اس میں یہ بھی شامل تھا (تاریخ الامت ص ٣٣٠/ج ٢/) امیر معاویہؓ نے ایک دستہ فوج کا امیر بنایا۔ چونکہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا تھا اول جیش الخ اس موعودہ مغفرت کو حاصل کرنے کے لئے مدینہ سے اکثر صحابہؓ اس لشکر میں جا کر شریک ہوئے (تاریخ الامت ص ٣١٨/ج ٣/)

امیر معاویہؓ نے یزید کو جو کہ صالقہ کے فوج کا افسر تھا ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ (تاریخ الاسلام اکبر خاں ص ١٣/ج ٢/)

چونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اول جیش الخ اس موعودہ مغفرت حاصل کرنے کے لئے بیشمار لڑائیاں ہوئیں۔ جس میں ابوایوبؓ شہید ہوئے یہ فوج کشی امیر معاویہؓ کے عہد میں ہوئی۔ حالات قسطنطنیہ ص ١/تا ٢/ جو فوج قسطنطنیہ روانہ کی گئی تھی اس میں بڑے بڑے صحابہ شامل تھے ابوایوبؓ بھی تھے مختصر تاریخ اسلامی ص ٩/ج ٣/ اور جس میں حضرت ابوایوبؓ تھے ان کا سپہ سالار یزید بن معاویہ تھا۔ دیکھو بخاری پارہ ٥/ حوالا بالا۔

آں حضرت ﷺ نے فرمایا کیا اچھا وہ امیر ہوگا کیا اچھی وہ فوج ہوگی جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گی۔ سیرۃ معاویہ ص ۳۸/ **تفتحن القسطنطنية و نعم الامير اميرها و نعم الجيش جيشها** حالات قسطنطنیہ ص ۱/تا ۲/۔

پس ان تصریحات جلیلہ و بشارات نبویہ کے بناء پر یزید کو خلیفہ برحق و مغفور جنتی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ علماء کرام مدلل مفصل جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا.

المستفتی کبیر الدین اوری پورہ بنارس

۱۰/ربیع الاول ۶۰ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے سوال کا مختصر حاصل جہاں تک سمجھا ہوں یہ امور ہیں؟

(۱) امام حسینؓ کی امامت ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) یزید خلیفۂ برحق تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو حضرت امام حسینؓ نے خروج کیوں کیا، اگر نہیں تھا تو اس کو خلفاء اثنا عشر میں شمار کیوں کیا گیا؟

(۳) اخبار مذکورہ فی السوال کی بناء پر یزید مغفور ہوسکتا ہے یا نہیں؟

خدا جانے آپ کا مقصود بھی یہی ہے یا کچھ اور تاہم اپنی فہم کے مطابق اسی ترتیب سے جواب تحریر کرتا ہوں۔

(۱) اگر آپ کی مراد امامت سے خلافت ہے جیسا کہ سوال کی دوسری سطر سے معلوم ہوتا ہے۔ (حسین اور یزید میں خلیفہ برحق کون تھا؟) تب تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ نہیں فرمایا، نہ کسی نے آپ کے ہاتھ پر اس نیت سے بیعت کی اور اگر امامت سے خلافت کے علاوہ کچھ اور مراد ہے تو اس کو واضح کیجئے۔ لفظ امام

کا کسی پر اطلاق کرنے کے لئے نہ بیعت کی شرط ہے نہ اجماع کی[1]

ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ پھر امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ، امام زفرؒ وغیرہم کے ہاتھ پر کس نے خلافت کی بیعت کی کب اجماع ہوا؟ مگر ان حضرات پر لفظ امام کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ امام مسلمؒ وغیرہما اور امام نافعؒ، امام عاصمؒ وغیرہما سب پر امام کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) یزید نے خلافت کا دعویٰ کیا بلکہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا[2] مگر حضرت امام حسینؓ کے نزدیک نہ وہ مستحق تھا خلافت کا اور نہ اس کی خلافت مستقر ہوئی (استقرار خلافت کے طرق ازالۃ الخفاء[3] کے ص ۵/ پر درج ہیں) اس بناء پر مخلوق کو ظالم کے پنجہ سے بچانے کے لئے انھوں نے سعی فرمائی کہ اعانت مظلوم حتی الوسع واجب ہے[3]، پھر بعد میں یزید کو تسلط تام حاصل ہو گیا تھا اور خلافت مستقر ہو گئی تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ وغیرہ کی بیعت جن روایات میں مذکور ہے وہ مابعد پر محمول ہے اولاً ان سے انکار ثابت ہے صرح بہ الحافظ فی فتح الباری[4] حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

---

[1] الامام ،الموتم به انسانا كان يقتدى بقوله اوفعله او كتاباً اوغير ذلك محقاً كان اومبطلا وجمعه ائمة ، (المفردات فی غريب القرآن ۲۲/مطبعه ميمنه مصر.

[2] وفيها دعا الناس معاوية الى بيعة يزيد ابنه من بعده وجعله ولی عهده(المنتظم ص ۲۸۵/ ج۵/ سنة ست وخمسين، مكتبه دار الباز مكة المكرمة، تاريخ الطبری ص ۳۰۱/ ج۵/ سنة ست وخمسين،

[3] انعقاد خلافت بچهار طريق واقع شود،طريق اول بيعت اهل حل وعقداست طريق دوم استخلاف خليفه است طريق سوم شوری است وطريق چهارم استيلاء است (ملخصاً ازالة الخفاء ص ۵/ ج ۱/مسئله درطرقِ انعقادِ خلافت مطبوعه صديقی بريلی.

[4] ان معاوية ارادابن عمر على ان يبايع ليزيد فابى وقال لاابايع لاميرين ،فتح الباری ص ۵۷۵/ ج ۱۴/ كتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شيأ.

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے ایک سوال مع جواب نقل کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ کی کافی وضاحت ہوجائے گی۔

سوال :- باوصف صحت حدیث خلافت الخلافة بعدی ثلاثون سنة وترک خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بجہت استماع ہمیں حدیث پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بکدام دعویٰ از مکہ معظّمہ برآمدہ درکربلا شہید شدند وعلاوہ حدیث متواتر درمشکوٰۃ وغیرہ موجود است کہ اکثر پادشاہان ظالم خواہند بود وبسیار ظلم خواہند کرد صحابہؓ عرض نمودند کہ درآں وقت مسلمانان تعرض از بادشاہان نخواہند کرد؟ حضرت علیہ السلام فرمودند کہ مسلمانان رانمی رسد کہ از بادشاہ وقت کہ بہ تسلط سلطنت گرفتہ باشد تعرض نمایند ورنہ آں مسلمانان خود ظالم وباغی خواہند گردید پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چرا مقابلہ کردند؟ وسلطنت یزید از روئے تسلط ظاہر وثابت است[1]۔

جواب :- خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بناء بردعوی خلافت راشدہ پیغام مبر (علیہ التحیۃ والسلام) کہ بمرورسی سال منقضی گشت نبود بلکہ بناء برتخلیص رعایا از دست ظالم بود واعانة المظلوم علی الظالم من الواجبات وآنچہ درمشکوٰۃ ثابت است کہ حضرت ﷺ ازبغی وخروج ہر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند۔ پس دران وقت است کہ آن

---

[1] **ترجمہ سوال** :- حدیث خلافت، الخلافة بعدی ثلاثون سنة کے صحیح ہونے کے باوجود اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلافت کو اسی حدیث کے سننے کی وجہ سے ترک کرنے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کس دعویٰ کی بناء پر مکہ معظّمہ سے باہر نکل کر کربلا میں شہید ہوئے اور حدیث متواتر کے علاوہ مشکوٰۃ وغیرہ میں موجود ہے کہ اکثر بادشاہ ظالم ہوں گے اور بہت زیادہ ظلم کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا اس وقت مسلمان بادشاہوں سے تعرض کریں گے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو یہ حق نہیں کہ اس بادشاہ وقت سے تعرض کریں جو غلبہ کے ساتھ سلطنت حاصل کرچکا ہو ورنہ وہ مسلمان خود ظالم وباغی ہوں گے پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں مقابلہ کیا جب کہ یزید کی سلطنت غلبہ (واقتدار) کے اعتبار سے ظاہر وثابت ہے۔

بادشاہ ظالم بلامنازع ومزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد وہنوز اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ بتسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند ومثل حضرت امام حسینؓ (وعبداللہ ابن عباسؓ وعبداللہ ابن عمرؓ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نکردہ بودند) بالجملہ خروج حضرت امام حسینؓ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط وآنچہ در حدیث ممنوع است آن خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائر باشد والفرق بین الدفع والرفع ظاہر مشہور فی المسائل الفقہیۃ[1] ھ فتاوی عزیزیہ[2] ص ۲۱ رتا ۲۲ رج ۱ ر۔

یہ تو خروج کا حال ہوا۔ یزید کو بعض علماء نے خلفاء اثنا عشر میں شمار کیا ہے بعض نے نہیں کیا چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء[3] میں ایک دوسرا قول نقل کیا ہے اس میں یزید کا نام

---

[1] **جواب کا ترجمہ**:- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس چیز پر مبنی نہیں تھا کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خلافت راشدہ تیس سال پر ختم ہو جائے گی بلکہ رعایا کو ظالم کے ہاتھ سے رہائی دلانے پر مبنی تھا اور مظلوم کی ظالم کے مقابلہ اعانت واجبات میں سے ہے اور جو مشکوٰۃ شریف میں ثابت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بادشاہ وقت پر خروج وبغاوت سے منع فرمایا ہے اگر چہ وہ ظالم ہی ہو پس وہ اس وقت ہے جب کہ وہ ظالم بادشاہ بلا منازع ومزاحم تسلط تام حاصل کر چکا ہو اور ہنوز اہل مدینہ واہل مکہ واہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی نہیں تھے۔ اور مثلاً حضرت امام حسینؓ وعبداللہ ابن عباسؓ وعبداللہ ابن عمرؓ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی تھی۔ بالجملہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس کے تسلط کو دفع کرنے کے لئے تھا رفع تسلط کے واسطے نہیں تھا اور جو حدیث شریف میں ممنوع ہے وہ وہ خروج ہے جو ظالم بادشاہ کے تسلط کے دفع کے لئے ہو اور دفع ورفع کے درمیان فرق مسائل فقہیہ میں ظاہر ومشہور ہے اھ (تسلط تام ہونے سے قبل اس کو ختم کرنا دفع تسلط اور تسلط تام ہونے کے بعد اس کو ختم کرنا رفع تسلط ہے)

[2] فتاوی عزیزی ص ۳۴، ۳۵ رج ۱ ر کیفیت خروج امام حسین برائے اعانت اہل کوفہ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

[3] قلت وعلی ھذا وجد من الاثنی عشر خلیفۃ الخلفاء الاربعۃ والحسن ومعاویۃ وابن الزبیر وعمر بن عبدالعزیز ھولاء ثمانیۃ ویحتمل ان یضم الیہ المھتدی من العباسیین لانہ فیھم کعمر بن عبدالعزیز فی بنی امیۃ وکذلک الطاھر لمااتاہ من العدل وبقی الاثنان المنتظران احدھما المھدی لانہ من اٰل محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم (تاریخ الخلفاء ص ۱۲ ر فصل فی بیان ان الائمۃ من قریش والخلافۃ فیھم، مکتبہ مجتبائی دھلی،

نہیں ہے۔

ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر میں تو وہ لکھا ہے جس کو آپ نے نقل کیا ہے لیکن مرقاۃ[1] شرح مشکوٰۃ میں حدیث هَلَكَةُ اُمَّتِي عَلىٰ يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ (رواہ البخاری[2]) کے تحت میں یزید کو بھی انہیں غلمہ میں گنایا ہے جنکے ہاتھ پر امت کی ہلاکت بتلائی گئی ہے۔ اصل یہ ہیکہ جس حدیث شریف میں بارہ خلفاء کا ذکر آیا ہے اس کے طرق اور الفاظ کو جمع کر کے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں معانی متعددہ کا احتمال ہے اسی لئے اس سے متعدد فرقوں نے مختلف مقاصد پر استدلال کیا ہے چنانچہ امامیہ کہتے ہیں کہ بارہ امام جو معصوم ہیں وہ مراد ہیں۔ قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن حجر شافعی کے نزدیک راجح وہی ہے جو آپ نے نقل کیا۔

تورپشتیؒ کی رائے یہ ہے کہ بارہ اماموں کا مسلسل ہونا ضروری نہیں بلکہ قیامت سے پہلے ہونا ضروری ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ بارہ خلفاء حضرت امام مہدیؒ کے بعد ہوں گے بعض فرماتے ہیں کہ ان بارہ کا ایک عصر میں ہونا ضروری ہے، دیکھو فتح الباری[3] ص ۱۸۱/ج ۱۳/

---

[1] وقال المظهر لعله اريوبهم الذين كانوا بعد الخلفاء الراشدين مثل يزيد وعبدالملک بن مروان وغيرهما (مرقاة ص ۱۴۰/ج۵/ كتاب الفتن، الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی،

[2] بخاری شریف ص ۱۰۴۶/ج۲/كتاب الفتن باب قول النبی صلی الله عليه وسلم امتی علی يديه اغيلمة مطبع اصح المطابع دهلی.

[3] قال ابن بطال عن المهلب لم الق احد ايقطع فی هذا الحديث يعنی بشیءٍ معين فقوم قالوايكونون بتوالی امارتهم وقوم قالوايكونون فی زمن واحدٍ،قال وقد يحتمل وجوهاً اخروالله اعلم بمراد بنيه، قال ابن الجوزی فاما الوجه الاول فانه اشارالی مايكون بعده وبعداصحابه واما الوجه الثانی، ان يكون هذا بعد المهدی الذی يخرج فی آخرالزمان،والوجه الثالث ان المراد وجود اثنی عشر خليفة فی جميع مدة الكلام الی يوم القيامة يعملون بالحق وان لم تتوال ايامهم (ملخصاً فتح الباری ص ۱۲۶/ ۱۲۸/ ج۱۵/ كتاب الاحكام، باب بلاترجمة بعد باب الاستخلاف، مكتبه نزار مصطفی البازمكة المكرمة،

اوراشعۃ اللمعات[1] ص ٦٨٦ / ج ۴ /۔

(۳) آپ نے جوحاشیہ بخاری شریف ص ۴۱۰ / کی عبارت نقل کی ہے اس کا یہ حاشیہ پوراد یکھ لیجئے کہ ابن التین اورابن المنیّر نے کس طرح تعقب کیا ہے یہ حاشیہ فتح الباری[2] ص ۷۴ / ج ٦ / سے ماخوذ ہے۔ نیز یزید کے مغفرت وعدم مغفرت کا مسئلہ اس کے اسلام وکفر کی فرع ہے جن کے نزدیک اس کے احوال استحلال خمر وزنا واہانت اہل بیت واہانت مسجد نبوی وغیرہ (جن کی تفصیل جذب القلوب[3] الی دیار المحبوب وغیرہ میں ہے) محقق ہوگئے وہ لعنت وغیرہ کی بھی اس پر اجازت دیتے ہیں جیسا کہ علامہ ابوالحسن ثانی غزالیؒ اورامام احمد بن حنبلؒ کا قول علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان[4] ص ٢٢٦ / ج ۳ / میں نقل کیا ہے ایسا ہی فتاویٰ[5] عزیزیہ ص ۱۰۵ / ج ۱ / میں ہے اورعلامہ تفتازانی نے لکھا ہے۔ **والحق ان رضا یزیدبقتل الحسین واستبشاره بذلک واهانة اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم مماتواتر معناه وان کان تفاصیله اٰحاد فنحن لانتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلیٰ انصاره واعوانه** اھ شرح عقائد النسفیہ[6] ص ۱۱۷ /۔

---

[1] اشعة اللمعات ص ٦٨٦ / ج ۴ / کتاب الفتن،

[2] فتح الباری ص ۲۰۱ / ج ٦ / کتاب الجهاد، باب ماقیل فی قتال الروم، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة مکرمة،

[3] جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۳ / فصل ازشنع شنایع واقبح قبایح که درزمان یزید الخ، مطبوعه نول کشورلکھنؤ،

[4] حیات الحیوان ص ٢٢٦ / ج ۳ / الفهد،

[5] فتاوی عزیزی ص ۱۰۲، ۱۰۳ / ج ۱ / طعن بغاوت بعضے اصحاب واجتهاد معاویه، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[6] شرح عقائد ص ۱٦٢، ۱٦۴ / مبحث، یجب الکف عن الطعن فی الصحابة، مطبوعه تهانوی دیوبند،

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اس میں تعارض روایات کی بناء پر توقف ہے آپ کے سوال کا جواب نہایت مختصر جواب کی جگہ اور محصول کی رعایت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے بسط و تفصیل کی نہ کاغذ میں گنجائش ہے نہ محصول میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم احکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۳/۶۰ھ

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الاول ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ربیع الاول ۶۰ھ

جوابات پر چند اعتراض

جواب (۱) نمبر ۲/ یزید نے دعوی خلافت (۳) کیا اور حضرت معاویہؓ نے اپنی زندگی میں اس کو ولی عہد بنایا اور اکثریت نے اس کو تسلیم کیا اور بیعت کی تو پھر کیا وجہ جو امام حسینؓ کے نزدیک وہ مستحق خلافت (۴) نہ تھا حالانکہ اس کی خلافت مستقر ہو چکی تھی اس کو تسلط حاصل تھا بادشاہت مل چکی تھی دیکھو سر الشہادتین لما تملک یزید و تسلطن و ذلک فی رجب سنة ستین بدمشق دیکھو سر الشہادتین ص ۵۰/ مالک و بادشاہ شد و یزید تسلط یافت بر مملکت و آن در ماہ رجب سال شصتم از ہجرت بشہر دمشق۔

علامہ ابواسحاق اسفرائنی نور العین (۶) میں لکھتے ہیں کہ یزید دمشق میں اپنے والد کی جگہ خلیفہ تھا سب عرب اس کی اطاعت کرتے تھے تمام بادشاہ اس کو تحائف بھیجتے تھے سب خلقت (۷) اس کی مطیع تھی حافظ (۸) اسلم تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہو گیا تو ان لوگوں (۹) نے بیعت کر لی۔ تاریخ الامت ص ۱۴۳۱ امامت بطریق ثلاثہ منعقد میشود یکے بیعت اہل حل وعقد دوم استخلاف خلیفۂ سابق۔

سوم تسلط۔ میگویم در یزید ایں ہر سہ طریق محقق بودند اول بیعت (۱۰) کردند بدست یزید ابن عمرؓ وابن عباسؓ وغیرہما کہ ہمہ از اہل حل (۱۱) وعقد بودند اما ثانی کہ ثابت است کہ حضرت معاویہؓ یزید (۱۲) را خلیفہ کرد سوم تسلط غلبہ ثابت است آپ فرماتے ہیں کہ

''امام حسینؓ مظلوم کو ظالم کے پنجے سے بچانے گئے تھے'' مگر واقعات (۱۳) بتلاتے ہیں کہ آپ خلافت کے لئے گئے تھے۔ جب امام حسنؓ نے صلح کی تو آپ راضی نہ تھے یہ پہلی دلیل (۱۴) ہے۔ کوفیوں نے خط لکھا تھا (۱۵) کہ آپ آیئے خلافت آپ کا حق ہے۔ خلافت کیجئے ہم آپ کے شیعہ ہیں آپ کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں آپ یزید سے جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں یہ دوسری دلیل (۱٦) ہے اور امام مسلم کے ہاتھ پر چالیس (۱۷) ہزار جنگی کا بیعت ہونا تیسری دلیل (۱۸) ہے۔ دیکھو تاریخ اسلام، واقعات کربلا، عامہ کتب ان واقعات سے کیا ظاہر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جو مخالفت کرے گا وہ باغی سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس کا قتل واجب ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہو وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِذَابُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ (۱۹) فَاقْتُلُوْ االاٰخَرَ مِنْهُمَا کذا فی شرح فقہ اکبر ص ۱۷۹/ مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ (۲۰) عَلٰى رَجُلٍ وَاَحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَشَقَّ عَصَاكُمْ اَوْيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ رواه مسلم وَسَتَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوَابِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ (۲۱) مسلم ص ۱۲٦/ ج ۲/ وَقَالَ مَنْ مَاتَ (۲۲) وَلَيْسَ فِي عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً رواه مسلم ولايجوز نصب الا مامين (۲۳) فی عصر واحد شرح فقه اکبر ص ۱۷۹ فالامام من انعقدت له البيعة من اكثر الخلق والمخالف باغ، شرح فقه اکبر ص ۱۷۹ ان طاعته كانت (۲۴) واجبة علی الحسینؓ ابو شکور (۲۵) سالمی ان يزيد كان اماماً مطاعاً والحسين باغيا فقتل بسيف جده صواعق (۲٦) وقال ابن عربی ماقتل الحسين الا بسيف جده ای لانه الخليفة والحسين باغ عليه واول خارج (۲۷)

فی الاسلام حسین بن علی شرح قصیدہ (۲۸) ہمزیہ۔

آپ لکھتے ہیں کہ ابن عمرؓ وغیرہ کی بیعت مابعد (۲۹) پر محمول ہے اگر یہ صحیح ہے تو کیا مابعد میں یزید فرشتہ (۳۰) ہوگیا تھا اور ماقبل میں شیطان تھا (۳۱)۔ کیا جب اہل مدینہ نے خلع (۳۲) بیعت کیا تو ابن عمرؓ نے اپنے حشم کو جمع کر کے یہ نہیں کہا کہ جو خلع کریگا وہ غدار ہوگا میں نے اللہ ورسول (۳۳) کی بیعت سمجھ کر کی ہے۔ دیکھو بخاری پارہ ۲۹/۔

اب آپ بتلایئے کہ ابن عمرؓ بیعت (۳۴) کر کے اور امام حسینؓ بیعت نہ کر کے کیا ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ بارہ خلفاء میں اختلاف ہے میں کہتا ہوں بہرحال اختلاف صحیح مگر کسی نے آج تک امام حسینؓ کو پانچواں (۳۵) خلیفہ لکھا اگر لکھا اور اکثریت نے تو صرف یزید کو لکھا تو پھر جھگڑا کیسا۔ (۳۶) مطلع صاف ہے۔ جب امام حسین کو کوئی پانچواں خلیفہ لکھتا کوئی یزید کو تب اختلاف ہوتا یہاں تو خدا (۳۷) کے فضل سے صاف ہے۔ آپ نے حدیث هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلىٰ يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ میں یزید کو خلاف (۳۸) جمہور شمار کیا اور اس حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے جس سے جمہور کے نزدیک یزید کا مغفور وجنتی ہونا ثابت ہو رہا ہے حدیث اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ اس پر آپ لکھتے ہیں (۴۰) کہ ابن التین وابن منیر نے تعقب کیا ہے حتی لو ارتد واحد ممن غزاہ بعدذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقاً میں کہتا ہوں کہ یہ تعقب باطل ہے اس لئے کہ یزید (۴۱) کا ارتداد ثابت نہیں بلکہ ایمان ثابت ہے۔ ان ایمان یزید محقق ولایثبت کفرہ، شرح فقہ اکبر ص ۸۸/ اور وہی قول صحیح ہے جو حاشیہ بخاری ص ۴۱۰/ میں ہے۔ کان اول (۴۲) اول من غزامدینة قیصر یزید ابن معویٰة وقال المهلب فی هذالحدیث منقبة لولده لانه من غزامدینه قیصر اور بخاری پارہ ۵/ سے جس کی تائید ہوتی ہے فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوَفِّي فِيْهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعٰوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ بخاری کتاب التهجد اور علامہ (۴۳)

تفتازانی کا جواب ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر ص ۸۷/ میں دے دیا ہے۔ یعنی یزید قتل پر راضی نہ تھا انہ لایثبت اصلاً شرح فقہ اکبر ص ۸۷/۔ اگر قتل پر راضی تھا تو یہ کفر نہیں ان الرضا بقتل الحسین لیس بکفر شرح فقہ اکبر ص ۸۷/۔ اور یزید نے قتل کا حکم بھی نہیں دیا و قلنا ھذا ممالم یثبت اصلاً شرح فقہ اکبر ص ۸۶/ اگر حکم قتل دیا بھی تو کفر نہیں لان الامر بقتل الحسین لایوجب الکفر شرح فقہ اکبر ص ۸۷/۔

جب امام اعظم کا مذہب سکوت ہے تو فاسق (۴۴) فاجر ملعون مردود یزید پلید کیوں کہا جاتا ہے۔ اور جواز (۴۵) لعن تک کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ کیا امام اعظم (۴۶) کا مسلک صحیح نہیں اور اس بارہ میں امام اعظمؒ کے واضح ارشادات کیوں نہیں نقل کئے جاتے ہیں۔ فقط والسلام

مدلل مفصل ہر شق (۴۸) پر اعتراض ہر دلیل ہر عبارت ہر حدیث کا جواب باصواب مرحمت فرماویں۔

بسط (۴۹) و تفصیل کے ساتھ جواب دیجئے اور اس مسئلہ پر کافی غور (۵۰) کیجئے لکیر (۵۱) کے فقیر کی ضرورت نہیں۔ تحقیق ۵۲ کی ضرورت ہے اگر یہ پرچہ ناکافی ہو تو جواب دیگر پرچہ (۵۳) پر دیجئے۔

غور فرمائیے کیا یزید پر طرح طرح کے الزامات (۵۴) لگا کر ان بشارات (۵۵) نبویہ کو رد کر دیا جائیگا جسطرح (۵۶) رافضی تمام بشارات نبوی کو رد کر دیتے ہیں صحابہ کرامؓ کو الزامات لگا کر اگر وہ الزامات نہ لگائیں تو صحابہ کرام کو فاسق فاجر غاصب (۵۷) ظالم کیسے کہیں گے جیسے آج (۵۸) ہمارے علماء یزید پر الزامات (۵۹) عائد کرتے ہیں حالانکہ احادیث صحیحہ (۶۰) نبویہ کے مقابل چند غیر معتبر (۶۱) حکایات کی کوئی حقیقت نہیں البتہ وہ راوی (۶۲) وہ حدیث (۶۳) جھوٹی کہی جاسکتی ہے مگر پیشین گوئی رسول (۶۴) جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ سمجھ (۶۵) کر جواب دیجئے۔ المستفتی کبیر الدین اوری پورہ بنارس المرقوم ۳۱/ مئی ۴۲ھ

جناب مولانا محترم.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک استفتاء روانہ کرتا ہوں اس کو ایک پرچے پر نقل کروا کر بسط وتفصیل سے جواب لکھ کر روانہ فرمایئے۔ محصول کے لئے ٹکٹ ۲/ کا رکھ دیا گیا ہے جواب برائے مہربانی واپس نہ فرمایئے گا، مسئلہ یزید پر بسط وتفصیل کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کا پہلا فتویٰ آیا میں بیمار تھا اور کچھ پریشانیوں کی وجہ سے بہت عرصہ ہوگیا خیر جواب مرحمت فرمایئے اور کامل جواب دیجئے واپس نہ فرمایئے۔ واما السائل فلاتنھر.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) فتاویٰ ناواقف اور جاہل کے لئے ہوتے ہیں اہل علم جن کے سامنے ہر نوع کی نصوص موجود ہوں ان کو کسی سے دریافت کرنے اور پھر جواب پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا پہلوان اکھاڑے میں کھڑا ہو کر ھل من مبارز کی صدا بلند کر رہا ہے۔ طرز تحریر نہ سائلانہ ہے نہ مستفتیانہ بلکہ مناظرانہ اور مکابرانہ ہے۔ ہم لوگ نہ اس کے لئے تیار ہیں نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے تقریباً سو کتابیں حدیث، عقائد، تاریخ کی دیکھیں اور جواب تحریر کیا ہے مگر آپ کی خشونت مزاجی ودرشتی لہجہ اور آزاد طبیعت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ہرگز تسلیم نہ کریں گے، اس لئے اس جواب کو بھیجنا اضاعت علم اور وضع العلم فی غیر اہلہ تصور کر کے مختصر جواب پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۲) جواب (۱) وجواب (۲) کے متعلق کچھ گوہر افشانی نہیں فرمائی کیا بات ہے۔

(۳) اس کو پہلے ہی سے ولی عہد بنا دیا گیا تھا۔

(۴) اس لئے کہ وہ فاسق تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ وغیرہ نے بھی فرمایا تھا۔

(۵) یہ کس کی تصنیف ہے ایک تو اس نام کی کتاب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کو بہت سی احادیث سے ثابت فرمایا ہے۔

(٦) کیا ابواسحٰق اسفرائنی نے اردو میں اس نام کی کوئی کتاب تصنیف کی ہے؟

(۷) شروع ہی سے مطبع ہوگئی تھی یا اخیر میں اگر شروع سے سب خلقت مطبع ہوگئی تھی تو چالیس ہزار جنگی نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی تھی اور اہل مدینہ نے خلع بیعت کیوں کیا کیا یہ واقعات غلط ہیں حالانکہ یہ آپ نے خود بھی لکھے ہیں۔

(۸) حافظ اسلم یہ وہی ہیں نا جن کا مضمون کچھ عرصہ ہوا حدیث کی مخالفت میں شائع ہوا تھا کہ حدیث قابل اعتبار نہیں تاریخ کے مقابلہ میں حدیث کی کوئی حیثیت نہیں جب ان کے خلاف احتجاج کیا گیا تو معافی طلب کی مگر اب بھی دوسروں کے نام سے ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ جامعہ دہلی میں ملازم ہیں کیا آپ نے ان کی تاریخ امت پوری دیکھی اور اس کے مضامین حدیث کے مطابق ہیں؟

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ اولاً بیعت نہیں کی بلکہ ان کی بیعت مابعد پر محمول ہے یعنی جب مدافعت کی قوت اپنے اندر نہ دیکھی میں نے یہی چیز لکھ دی تھی تو آپ ناراض ہوگئے۔

(۱۰) ان کی بیعت مابعد میں ہوئی جیسا کہ آپ کے حافظ اسلم نے لکھا اور آپ نے تسلیم کیا۔ اگرچہ میرے لکھے ہوئے کو رد کر دیا۔

(۱۱) تمام اہل حل وعقد کا بیعت کرنا ابتداءً ثابت نہیں۔

(۱۲) مگر حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے بھی بعض حضرات نے صاف انکار کر دیا جیسے کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے۔ ابن جریر کو دیکھئے کہ اخیر وقت میں امیر معاویہؓ نے یزید کو مخالفین کی فہرست بتائی اور ان سے حفاظت کی ترکیب سمجھائی[1] تب معلوم ہوگا کہ تمام اہل حل

[1] تاریخ طبری مترجم ص ۱۴۳/۱۴۴/۴، ولی عهدی یزید، مطبوعه دار الاشاعت کراچی،

وعقد نے بیعت کی تھی یا نہیں اور جن سے بیعت لی گئی اس کی تفصیل فتح الباری[1] وروضۃ الصفاء[2] میں دیکھئے کہ بعض کو اسی ہزار دینار پیش کر کے بیعت کی درخواست کی گئی۔ نیز امیر معاویہؓ نے اخیر وقت میں ولیعہد بنانے پر اپنی غلطی کا اعتراف اور ندامت کا اظہار فرما کر استغفار بھی کیا۔ کذافی روضۃ الصفاء[3]

(۱۳) کیا اس کی تائید میں امام حسین کا بھی کوئی مقولہ پیش کر سکتے ہیں؟

(۱۴) اس خط کے جواب میں تحریراً یا تقریراً امام حسینؓ نے کیا فرمایا؟

(۱۵) یہ دلیل کی کونسی قسم ہے؟

(۱٦) اور یہ کونسی قسم ہوئی دلیل کی؟

(۱۷) یہ قسم کونسی ہے افسوس آپ نے کسی کی بھی تعیین نہ کی۔

(۱۸) یہ یزید کی خلافت پر اجماع کی بھی دلیل ہوگی اور غالباً چوتھی دلیل ہوگی اس کا بھی عدد بتلا دیتے تو اچھا تھا۔

(۱۹) امام حسینؓ کے ہاتھ پر تو بیعت نہیں کی گئی اس لئے وہ مستحق قتل نہیں ہوئے۔

(۲۰) یہاں نہ امر شخص واحد پر مجتمع تھا کیونکہ چالیس ہزار جنگی نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جیسا کہ آپ نے لکھا اور ارباب حل وعقد میں سے عبداللہ بن عمرؓ وعبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ بعد انعقاد اجماع کی ہے جیسا کہ حافظ اسلم سے آپ نے نقل کیا اور حضرت عائشہؓ نے تو انکار فرما ہی دیا تھا اور ایک فہرست جس میں عبداللہ بن زبیرؓ، امام حسینؓ، عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ وغیرہم ہیں امیر معاویہؓ نے بتلائی تھی جیسا کہ تاریخ ابن

---

[1] فتح الباری ص ۵۷۵ / ج ۱۴ / کتاب الفتن، باب ااقال عند قوم شیأثم خرج الخ مطبوعه مصطفی احمدالباز مکه مکرمه.

[2] روضة الصفاء ص ۲۳ / ج ۳ / ذکر ولی عهد کردانیدن معاویه یزیدرا، مطبوعه بمبئی.

[3] روضة الصفاء ص ۲۹ / ج ۳ / ذکر انتقال معاویه ازدنیا، مطبوعه بمبئی.

جریر طبری[1] میں ہے۔ نیز جو لوگ بیعت کر چکے تھے امام حسینؓ ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے تا کہ ان میں تفریق ڈالیں بلکہ ایسے لوگوں کے پاس گئے جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی لہذا وہ مستحق قتل نہیں تھے۔

(۲۱) جو لوگ امام حسینؓ کے ساتھ تھے انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ نیز امام حسینؓ نے دعویٰ خلافت نہیں کیا جو کثرت خلفاء صادق آ سکے۔

(۲۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب خلیفہ موجود ہو اور جب کہ امام حسینؓ کے نزدیک وہ خلیفہ ہی نہیں تھا تو اس کی بیعت واجب نہیں تھی لہذا ان کے حق میں ایسی حدیث پیش کرنا اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

(۲۳) یہاں دو امام بنائے ہی نہیں گئے۔

(۲۴) یہ کوئی قرآن کریم کی آیت ہے یا حدیث شریف جس پر عمل کرنا امام حسینؓ کے ذمہ فرض تھا۔

(۲۵) کیا ابوشکور سالمی کی اتنی حیثیت ہے کہ اس کا قول امام حسینؓ پر حجت ہو۔

(۲۶) یہ کوئی خدائی کتاب ہے یا حدیث شریف ہے جس سے امام حسینؓ پر الزام قائم کیا جا سکے۔

(۲۷) شاید ابن عربی کی آپ نے پوری کتاب نہیں دیکھی ورنہ صرف اتنا فقرہ نقل کرنے کی جرأت نہ فرماتے۔

(۲۸) شارح قصیدہ ہمزیہ کا مجموعہ فتاویٰ حدیثیہ دیکھئے کہ یزید کے متعلق کیا کچھ لکھا ہے تب آنکھیں کھلیں گی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں سراسر آپ کے خلاف ہی خلاف ہو۔

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری مترجم ص ۱۴۳ / ج ۴ / ولی عهدی یزید، مطبوعه دار الاشاعت کراچی،

(۲۹) میرا کہنا گرانی خاطر کا باعث ہوتو حافظ اسلم کے کہنے سے مان لیجئے۔ مرد باید کہ گیرد اندر گوش ورنبشت است پند بر دیوار۔

(۳۰) فرشتہ تو نہیں بلکہ بذریعۂ جبر وتشدد غالب وحاوی ہو گیا تھا۔

(۳۱) میں نے تو شیطان نہیں کہا۔

(۳۲) کیا تسلط تام۔ کامل بادشاہت۔ اجماع عام کے بعد ہی خلع بیعت کی نوبت آئی؟ سخت حیرت ہے۔

(۳۳) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے کسی قول یا فعل سے امام حسینؓ پر حجت قائم نہیں کیجا سکتی جب کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے یزید کا تسلط اور اپنا ضعف محسوس کر لیا تو بیعت کر لی یہ ان کا اجتہاد تھا اور بیعت کے بعد خلع کرنا غدر ہے۔ امام حسینؓ نے شروع سے ہی بیعت نہیں کی ان پر غدر کا الزام عائد نہیں ہوسکتا اگر بیعت کر کے توڑتے تو ہوتا۔

(۳۴) دونوں ماجور ہوئے۔

(۳۵) میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۳۶) میں خود ہی جھگڑا پسند نہیں کرتا۔ لقوله تعالیٰ لَاتَنَازَعُوْا الآیة[1]

(۳۷) میرا بھی یہی خیال ہے کہ خدا کے فضل سے مطلع آپ کا صاف ہے اگر خدا کے فضل کا ابر سایہ فگن ہوتا تو جس کو خدا کے رسول نے سید شباب اہل الجنۃ[2] فرمایا اس کو واجب القتل، خارجی، جاہلیت کی موت مرنے والا نہ لکھتے کَبُرَتْ کَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ[3] الآیة .

(۳۸) میں خلاف جمہور کیوں شمار کرتا میں نے تو فتح الباری[4] سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے

---

[1] سورۂ انفال آیت ۴۶/.

[2] مشکوۃ شریف ص ۵۷۰/باب مناقب اهل البیت ،الفصل الثانی .

[3] سورۂ کهف آیت ۵/.

[4] فتح الباری ص ۵۰۰/کتاب الفتن،باب قول النبی ﷺ هلکة امتی علی یدی غلمة الخ مطبوعه نزار مصطفی احمدالباز مکه مکرمه.

اس میں کس قدر دلیلیں اس کی مذکور ہیں۔

(۳۹) میں نے ان کو نظر انداز نہیں کیا اور ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جن سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا جاتا ہے دونوں قسم کی روایتیں سامنے ہیں۔ تیسری قسم کی وہ روایات بھی سامنے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کی ممانعت اور ان کے فضائل بالخصوص حضرت حسینؓ کے فضائل اور شہادت کے درجات مذکور ہیں۔

(۴۰) کیا میں نے جھوٹ لکھا کیا ان دونوں نے تعقب نہیں کیا[1]

(۴۱) نہ میں نے اس کو مرتد لکھا نہ ابن التین اور ابن المنیر نے اگر آپ یہ مطلب سمجھے تو بریں فہم و دانش بباید گریست۔

(۴۲) میں نے اس کا انکار نہیں کیا جو اثبات کی ضرورت ہو۔

(۴۳) مجھے اس پر اصرار نہیں کہ یہی صحیح ہے بلکہ میں نے قول نقل کیا تھا کہ اس میں اس طرح اختلاف ہے اس قول کو راجح نہیں کہا تھا۔

(۴۴) میں نے اپنی طرف سے کوئی غلط نہیں کہا نہ ایسا کہنے کو ترجیح دی۔

(۴۵) میں نے اس کا فتویٰ نہیں دیا صرف آپ کے غلو کو دیکھ کر نقل کیا تھا تاکہ آپ اعتدال پر آجائیں صرف تصویر کا ایک ہی رخ سامنے نہ رکھیں۔

(۴٦) بالکل صحیح ہے یہ ہی ہم کو بھی بلا چون و چرا تسلیم ہے۔

(۴۷) ہم نے تو صاف صاف ان کا ارشاد نقل کر دیا کہ ان کا مسلک توقف اور سکوت ہے۔

(۴۸) آپ کی ہر چیز لاجواب ہے۔

(۴۹) بسط وتفصیل کے ساتھ ضرور لکھتا مگر کیا کروں آپ کی تحریر دیکھ کر توقع نہیں

---

[1] وتعقبه ابن التين وابن المنير بماحاصله الخ صحيح البارى ص ١٠٢ / ج٦ / كتاب الجهاد باب ماقبل فى قتال الروم .

رہی کہ آپ حق کو قبول کریں گے۔ دوسرے آپ ناواقف ہوتے یا آپ کی طبیعت میں کوئی تردد ہوتا تو لکھنا مفید بھی ہوتا۔ جب آپ کا مذہب ہی یہ ہے تو اس کا بدلنا مشکل ہے جیسا کہ خوارج کا اپنے مذہب کو چھوڑنا مشکل ہے۔

(۵۰) ضرور ایسا ہی کرتا مگر ڈر یہ ہے کہ آئندہ آپ اس سے زیادہ گالیاں امام حسینؓ کو سنائیں گے۔

(۵۱) تقریباً سو کتابیں اس مسئلہ کے متعلق مطالعہ کرنے کے بعد بھی میں تو اسی اعتقاد پر ہوں کہ حضرت امام حسینؓ جنتی ہیں حضور اقدس ﷺ نے انکو جنت کی بشارت دی ہے[1] اور وہ شہید ہوئے ہیں اور یزید کے حق میں لعنت وغیرہ سے سکوت چاہئے، ہم تو ایسے لکیر کے فقیر ہیں کہ اب سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل کی باتیں اپنا عقیدہ اور راہ عمل بنائے ہوئے ہیں۔

(۵۲) اللہ پاک ایسی تحقیق سے محفوظ رکھے جس میں صحابہؓ اور اہل بیت پر سب وشتم ہو اور حدیث کی مخالفت ہو مجھے بھی اور آپ کو بھی اور جملہ اہل اسلام کو۔

(۵۳) دوسرا پرچہ کونسا آپ نے تو کوئی سادہ پرچہ بھیجا نہیں۔

(۵۴) میں نے کوئی الزام نہیں لگایا امام احمد ابن حنبل جو کہ بہت بڑے محدث ہیں وہ کچھ فرماتے ہیں۔ نیز شیخ عبدالحق۔ ابن جریر۔ حافظ ابن حجر۔ صاحب خمیس وغیرہم نے کچھ کچھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے۔ اتنا خیال ضرور ہے کہ ان حضرات کی دیانت کا تقاضا نہیں کہ از خود کسی پر الزام لگائیں ان حضرات کو متدین تصور کرتے ہوئے بھی میں یزید پر لعنت نہیں کرتا اس لئے کہ فائدہ کچھ نہیں نہ مجھ سے قیامت میں اس کا سوال ہوگا اس کے اعمال اس کے ساتھ میرے اعمال میرے ساتھ۔

(۵۵) اگر وہ مستحق ہیں تو کون رد کرسکتا ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۷۰/باب مناقب اهل البيت ،الفصل الثانی .

(۵٦) رافضی اکابر اہل اللہ پر الزامات لگاتے ہیں خود قیامت میں مزہ چکھیں گے اوران کے رد کرنے سے بشارت رد نہیں ہوتیں۔

(۵۷) ہمارا خیال تو یہ نہیں کہ جن اکابر محدثین نے یزید کے مظالم کو تحریر ونقل کیا ہے انہوں نے محض ظالم وغاصب کہنے کی نیت سے اس پر ان مظالم کا اپنی طرف سے الزام لگایا ہے۔

(۵۸) آج تو الزامات نہیں لگائے جاتے پرانے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاہم جو الزام لگائے وہ یقیناً گنہ گار ہے خواہ وہ آج لگائے خواہ پہلے لگائے ہوں۔

(۵۹) امام حسینؓ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے والا کن درجات کا مستحق ہے، جیسے آپ نے لکھے ہیں کبھی اس کے متعلق بھی غور کی نوبت آئی ہے یا نہیں؟

(٦۰) جن احادیث میں نام لے کر امام حسینؓ کو جنتی اور شہید فرمایا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک وہ سب قابل رد ہیں؟

(٦١) غیر معتبر تو ہر حال میں غیر معتبر ہے خواہ وہ یزید کے متعلق ہو خواہ حضرت امام حسینؓ کے متعلق ہو خواہ کسی اور کے متعلق ہو۔

(٦٢) کونسا راوی جس نے یزید کے مظالم کی روایت ذکر کی یا وہ حدیثیں روایت کی ہیں جن سے یزید کا مستحق لعنت ہونا معلوم ہوتا ہے یا کوئی اور راوی مراد ہے جھوٹے راوی کی روایت یقیناً قابل رد ہے[1]۔

(٦۳) کونسی حدیث جھوٹی ہوسکتی ہے کس طرف اشارہ ہے۔

(٦۴) حضور اقدس ﷺ کی پیشین گوئی کیا حدیث کے علاوہ بھی کہیں پائی جاسکتی ہے جو پیشین گوئی ہوگی وہ حدیث ضرور ہوگی پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ حدیث جھوٹی ہوسکتی

---

[1] والثانی یغلب علی الظن کذب الخبر ثبوت کذب ناقله فیطرح الخ نخبة الفکر ص۱۷ / المقبول معمول دون غیره مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ہے پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔

(٦۵) سمجھ کر کا کیا مطلب ہے کہ آپ کی ڈانٹ ڈپٹ اور ترش کلامی سے مرعوب ہوکر یا اس ڈر سے کہ آپ حضرات امام حسینؓ کی شان میں گستاخی دریدہ دہنی بدزبانی سے کام لیں گے۔ آپ کی ہاں میں ہاں ملادوں۔ آپ کے پرچہ میں جگہ نہیں رہی دوسرے۔

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ با تو ماجراہا داشتیم اھ

محترمی .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا استفتاء نہیں بلکہ نامۂ عتاب پہونچا آپ کے طرز تحریر اور مناظرانہ پہلو اور اکابر کی شان میں ناشائستہ الفاظ کے استعمال کی بناء پر احقر کے اکابر کی رائے ہرگز نہیں تھی کہ جواب تحریر کیا جائے۔ مگر ہمرشتہ چوانگشت پرچہ پر اخیر میں آیت بھی آپ نے لکھی تھی۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَاتَنْهَرْ[1] محض اس کلام الٰہی کے پیش نظر جواب ارسال ہے۔

(گزارش) اگر کسی مسئلہ یا بحث کے متعلق کوئی شبہ ہوتو اس کے دریافت کرنے میں مضائقہ نہیں مگر برائے خدا بہ نیت مناظرہ ومکابرہ آئندہ کوئی خط آپ تحریر نہ فرماویں کہ یہ ہم لوگوں کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے کہ مناظرہ کے حدود کی آج کل رعایت نہیں کی جاتی اور یہ صورت کچھ نتائج بہتر پیدا نہیں کرتی نہ دنیا میں نہ آخرت میں جو سخت کلمات جواب میں تحریر کئے گئے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں بہ نسبت ان کلمات کے جو کہ آپ نے حضرت امام حسینؓ کی شان میں تحریر فرمائے۔ تاہم میں آپ سے معافی چاہتا ہوں میرے سامنے ان صحیح احادیث کا ذخیرہ موجود تھا جن میں صحابہؓ پر سب وشتم کرنے والے کو لعنت[2] کی گئی ہے اور امام

---

[1] سورۃ الضحی آیت ۱۰ / **ترجمہ**:- اور سائل کو مت جھڑکئے۔

[2] عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِى فَقُوْلُوْا لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ / باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

حسینؓ کی فضیلت و بشارت جنت مذکور ہے[1] اگر آپ میری ذات خاص کو سخت ترش کہیں تو اس پر اتنا رنج وصدمہ نہ ہو جتنا کہ اکابر کی شان میں سن کر ہوتا ہے۔ یہاں لدھیانہ میں ایک مدرسہ میں اس کے مدرس چلے گئے جس کی وجہ سے مدرسہ کے ویران ہونے کا اندیشہ تھا۔ یہاں کے مدرسہ والوں نے ارباب مظاہر علوم سے درخواست کی۔ اس بناء پر کچھ مدت کے لئے احقر کو لدھیانہ بھیج دیا گیا۔ اطلاعاً تحریر ہے تاکہ اگر دوبارہ مراجعت کی نوبت آئے تو خط صحیح طریق پر پہنچ سکے۔ فقط والسلام

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

مسئلۂ یزید

سوال:- چند ایک مسائل ہیں جن کو اگر آپ حل کر دیں تو میرے لئے بہت بڑی سعادتمندی ہوگی، اور آج کل یہاں یہ بھی مسائل بڑے زور وشور سے دینی پرچوں کا موضوع بنے ہوئے ہیں، ترجمان القرآن، البلاغ، بینات، ترجمان اسلام، خدام الدین وغیرہ۔

''وہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں''

(۱) فقہی اعتبار سے یزید کافر ہے یا مؤمن فاسق؟

(۲) اگر وہ کافر نہیں اور اس کو فاسق کہا جائے تو اس پر لعنت کرنا اور سب وشتم کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر وہ مومن فاسق تھا تو حضرت معاویہؓ نے اس کو کس بنیاد پر خلافت عنایت فرمائی؟

(۴) حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں یزید کا دخل ہیکہ نہیں؟ وہ ایسا چاہتا تھا کہ نہیں؟

---

[1] وعن ابی سعیدٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ مشکوۃ شریف ص ۵۷۰، باب مناقب اھل البیت، الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند،

(۵) اگر اس سلسلہ میں حضرت امام اعظمؒ کا فتویٰ یا روایات کتب فقہ میں مرقوم ہوں تو مستفید فرمائیں؟

(٦) کیا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے گناہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت پر آپ کی کیا رائے ہے کیا جن کتب کا مودودی نے حوالہ دیا ہے، صفحہ ۳/ پر وہ واقعی علمائے دیوبند کی نظر میں قابل قبول کتابیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یزید کے کفر واسلام سے بحث کرنا نہ تو اعتقادی مسئلہ ہے، کہ بغیر اس کے ایمان ہی معتبر نہ ہو، نہ ہی عملی مسئلہ ہے کہ اعمال شرعیہ اس پر موقوف ہوں[1]۔

اس بحث میں پڑنا اپنے وقت عزیز کو ضائع کرنا ہے، وقت خدائے پاک کی طرف سے ایک بیش بہا خزانہ ہے، اس کی قدر لازمی ہے، ناقدری سے اس کو ضائع کردینا اور لایعنی میں صرف کردینا انتہائی ناقدری ہے جس کا کوئی بدل نہیں، اس ''اضاعت'' کا وبال بہت سخت ہے تاہم آپ کو اصرار ہے تو جواب عرض ہے۔

(۱) حنفیہ نے یزید کی تکفیر نہیں کی[2]، اس کے حالات سے فسق ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ

---

[1] وینبغی ان لایسأل الانسان عمالاحاجة الیه کان یقول کیف هبط جبریل (الی قوله) الیٰ غیر ذٰلک ممالاتجب معرفته ولم یرد التکلیف به .شامی زکریا ،ص ۴۸۵/ج،۱۰/کتاب الخنثیٰ مسائل شتیٰ (الشامی نعمانیه ص ۴۸۰/ج۵)

[2] وهل یجوز لعن یزید حکی القاضی ثنا ء اللّٰه فی مکتوباته ان للعلماء فیه ثلاثة مذاهب الاول المنع کما قاله الامام ابوحنیفة فی الفقه الاکبر الخ .(هامش بذل المجهود ، ص۱۴۷/ ج۱۹/ مصری، کتاب الادب باب اللعن ص ۲۶۰/ج۵/ (مطبوعه سهارنپور) روح المعانی ص۱۲۶/ ج۸/ آثار القیامة فی حجج الکرامة، شرح فقه اکبر ص۸۷، مطبوعه مجتبائی دهلی) فتاوی ابن تیمیه ص۴۸۳/ ج۴/مفصل الاعتقاد، مطبوعه دارالفکر بیروت،

کتب تواریخ میں[1] ہے امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ کیا ہراسی شافعیؒ سے اس کی تکفیر منقول ہے[2]۔

(۲) امام غزالیؒ نے احیاء العلوم[3] میں اس پر بلکہ شیطان پر بھی لعنت کرنے سے روکا ہے، کہ اس میں کیا فائدہ ہے، سبحان اللہ، الحمدللہ پڑھنے میں تو فائدہ بھی ہے لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، شرح عقائد نسفی[4] میں اس پر لعنت کی اجازت دی ہے، لیکن لعنت نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں[5]۔

(۳) حضرت معاویہؓ نے جس وقت ولی عہد بنایا ہے اس وقت حالات خراب نہیں تھے، بعد میں خراب ہوئے، لہٰذا حضرت معاویہؓ پر الزام نہیں، کمافی روضة الصفاء[6]۔

(۴) مستند روایات سے یزید کا حضرت امام حسینؓ کے قتل کا حکم ثابت نہیں، اس کا

---

[1] قال الذهبی ولما فعل یزید باهل المدینة مافعل مع شربه الخمر واتیانه المنکرات اشتد علیه الناس (الصواعق المحرقة ص ۲۲۱/طبع استنبول) ومع القطع باسلامه فانه فاسق شریر (اتحاف ص ۴۸۹/ ج۷/ کتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة اللعن، طبع دار الفکر بیروت،

[2] وبعضهم اطلق اللعن علیه منهم ابن الجوزی ومنهم الامام احمدبن حنبل ومنهم القاضی ابو یعلی لماانه کفرحین امر بقتل الحسین (النبراس ص ۳۳۱/اللعن علی یزید خلاف التحقیق، طبع امدادیه ملتان، حیاة الحیوان ص۲۷۵/ ج۳/ الفهد، فتاوی ابن تیمیه ص۴۸۵/ ج۴/ مفصل الاعتقاد، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[3] وهذایدل علی ان لعن فاسق بعینه غیرجائز وعلی الجملة ففی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب ولاخطر فی السکوت، عن لعن ابلیس الخ (احیاء العلوم ص۱۰۸/ ج۳/ (مطبوعه مصری) کتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة اللعن) فتاوی عزیزی۱۰۳/ ج۱/ مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[4] وبعضهم اطلق اللعن علیه لما انه کفر حین امربقتل الحسین الخ (شرح عقائد ص ۱۶۲/ مبحث یجب الکف عن اللعن الخ)

[5] ولوجاز لعنه فسکت لم یکن عاصیابالاجماع (حیاة الحیوان ،ص ۲۲۶/ ج۲/)

[6] (روضة الصفاء ص۲۶/ ج۳/ فتاویٰ رشیدیه ص۱۰/۲/ باب العقائد، مطبوعه دیوبند)

مقصود ان پر قابو پانا تھا، لیکن ان کو شہید کر دیا گیا[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ''حقیقت یزید'' مفتی مہدی حسن صاحب نے تصنیف کی ہے اسکا مطالعہ مفید ہوگا۔

(٦) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے دین کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد فرما کر دین ان کو سکھایا اور اس کی تبلیغ کا ان کو ذمہ دار بنایا، پھر انہوں نے عمر بھر اس کی اشاعت کی، جہاں جہاں تک پہنچ سکتے تھے، وہاں جا کر دین کو پہنچایا، جن مقدس ہستیوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امین قرار دیا، آج ان کے متعلق یہ بحث کرنا کہ ان سے گناہ صادر ہوتے تھے، اور انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں، جیسا کہ جماعت اسلامی مودودی کی کتابوں میں بے لاگ تنقید کی جاتی ہے، درحقیقت ان کی امانت وذمہ داری کو مجروح کر کے ان سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے، جس کی زد حضرت رسول مقبول ﷺ پر جا کر پڑتی ہے، کہ معاذ اللہ آپ نے نااہلوں پر اعتماد فرمایا اور اتنی بڑی امانت کی ذمہ داری ان کے سر ڈالی جس کے وہ اہل نہیں تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا دین مخدوش اور ناقابل اعتماد ہو جائے گا، اس لئے کہ جب صحابہ کرامؓ پر اعتماد نہیں ہوگا، تو تابعین، محدثین فقہاء، مفسرین، اولیاء کاملین متکلمین کسی پر بھی اعتماد نہیں رہے گا، کیونکہ ان سب کو جو دین پہنچا ہے، وہ حضرات صحابہ سے ہی پہنچا ہے، اوّل طبقہ کو بلا واسطہ بعد والوں کو بواسطہ۔

لہٰذا اخیر میں صحیح دین وہ شمار ہوگا جس کو مودودی صاحب بیان فرمائیں، کیونکہ بغیر ان

---

[1] فان قیل هل یجوز لعن یزید لکونه قاتل الحسین او آمراً به قلنا هذا لم یثبت اصلاً فلایجوز ان یقال انه قتله او امربه مالم یثبت فضلا عن اللعنة لانه لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق (شرح فقه اکبر ص ۸۷/ اختلفوا فی اللعن علی یزید الخ، مطبع مجتبائی دهلی، احیاء علوم الدین ۱۲۱/ ج۳/ کتاب آفات اللسان، الافة الثامنة اللعن، مطبع مصطفی البابی مصر، الصواعق المحرقة ص ۲۲۲/ طبع استنبول اتحاف ص ۴۸۸/ ج۷/ طبع دارالفکر بیروت، حیاة الحیوان ص ۲۴۵/ ج۲/

کے واسطے کے فرمائیں گے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن اور سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، ترجمان القرآن، ۶۴ھ ج ۲۶/عدد ۳/۴/۵/۶/ص، ۱۴۱۔

صحابہ کرام کو جو شخص برا کہے ان کے عیوب شمار کرے حدیث شریف میں ایسے کام پر لعنت آئی ہے، حدیث میں صاف صاف فرمایا گیا، کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو برا مت کہو لیکن مستقل جماعت ہے جو اس کام میں لگی ہوئی ہے، اللہ پاک ہدایت دے۔

”عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَارَائَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلیٰ شَرِّكُمْ، رواه الترمذی“[1]

”عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ لَاتَسُبُّوْااَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍذَهَباً مَابَلَغَ مُدَّاَحَدِهِمْ وَلَانَصِيْفَهُ، متفق علية[2]“

”عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعالیٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عليه وسلّم يَقُوْلَ سَأَلْتُ رَبِّیْ مِنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ يَامُحَمَّدَ اَنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٍفَمَنْ اَخَذَ بِشَئٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلیٰ هُدًی قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه

---

[1] مشكوة شريف ص ۵۵۴/۲، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ترمذی شريف ص ۲۲۷/۲/ مطبوعه رشيديه دهلی، ابواب المناقب، باب ماجاء فضل من بايع تحت الشجرة،

ترجمہ:- جب تم لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو گالی دیتے ہیں، تو کہو، اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر،

[2] (مشكوٰة شريف، ص ۵۵۳/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب مناقب الصحابة)

ترجمہ:- میرے اصحاب کو گالی مت دو اگر تم میں کوئی احد برابر سونا بھی خرچ کرے تو، ان میں سے کسی کے ایک مد یا آدھے مد کے اجر کو نہ پہنچ سکے گا۔۱۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. رواه رزين اھ مشکوٰۃ شریف[1]"

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

یزید کی ولی عہدی

سوال:- کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں اپنے نالائق فرزند یزید پلید کو امام مسند تخت نشین بنایا اور تخت پر بٹھلا کر ولی عہد بنانے کی اطلاع کا ہر ایک شہر میں حکم روانہ کیا تا کہ عوام کو معلوم ہو جائے، جب کہ وہ عیاش، دائم الخمر، بدکردار، ظالم، زانی، شرابی، فاسق، فاجر، حرام کار تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کے سامنے یہ افعال نہیں تھے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰/ج ۲/[2] میں ہے، اگرچہ ورع اور زہد کے اعتبار سے دوسرے بہت سے حضرات اس سے بہتر موجود تھے، اور بعض منکرات کا وہ مرتکب بھی تھا، لیکن زیادہ خراب حالت بعد میں ہوئی، ان کے نزدیک وہ نہایت

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، ۵۵۴/مناقب الصحابۃ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا یہ فرماتے ہوئے کہ میں نے اپنے پروردگار سے میرے بعد اپنے صحابہؓ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا تو اس نے میری جانب وحی کی کہ اے محمد ﷺ آپکے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں آسمان میں انمیں سے بعض بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کا ایک نور ہے پس جس نے لیا اس میں سے کچھ جس پر وہ ہیں انکے اختلاف سے تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے راہ پاؤگے۔

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰/ج ۲/حضرت معاویہ کا یزید کو خلیفہ بنانا (مطبوعہ رحیمیہ دھلی) کتاب العقائد،

مدبر اور بہادر تھا[1] حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نے درحقیقت ابتداءً اس چیز کا مشورہ دیا ہے کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائے[2] اب صدیوں بعد اس کو گالیاں دینے سے کیا نتیجہ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

یزید کی ولی عہدی

سوال: -حضرت امیر معاویہؓ کی سلطنت میں یزید سے زیادہ کوئی قابل حکمراں موجود نہ تھا، جس کو وہ تخت پر بٹھاتے اور حکومت سپرد کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے زیادہ مدبر اور بہادر ان کی نظر میں کوئی نہ تھا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وذکر ابوبکر بن العربی فی العواصم ان معاویة ترک الافضل فی ان یجعل الخلافة شوری وعدل الی ولایة یزیدوعقد له البیعة فبایعه الناس وانعقدت بیعته ویزید اهل لذلک وان کان هناک من هواحق من امامة یزید (تطهیر الجنان واللسان لابن حجر المکی ص ٦١/خاتمة طبع استنبول، البدیة والنهایة ص٧٧/جزء ٨/جلد٤/ مکتبه تجاریه مکة المکرمة.

[2] وکان ابتداء ذٰلک واوله من المغیرة بن شعبة الخ ،الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ص ٥٠٣/ ج ٣/(دارصادر بیروت)ذکر البیعة لیزید بولایة العهد، ملاحظه هو دائرهٔ معارف اسلامیه ص ٢٩٢/ ج٢٣/(مطبوعه لاهور) یزید بن معاویه)

[3] وقد کان معاویة لماصالح الحسن عهد للحسن بالامرمن بعده فلما مات الحسن قوی امر یزید عند معاویة ورأی انه لذٰلک اهلا وذٰلک من شدة محبة الوالد لولده ولماکان یتوسم فیه من النجابة، الدنیویة وسیما اولاد الملوک ومعرفتهم بالحروب وترتیب الملک والقیام بأبهته وکان ظن ان لایقوم احد من ابناء الصحابة فی هذاالمعنی الخ (البدایه والنهایة ، ج،٤/ ص٧٧/جزء٨/ مطبوعه التجاریة مکه مکرمه، ثم دخلت سنة ست وخمسین)

یزید کی نسل

سوال:- یزید پلید کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کس جگہ ہے؟ یزید پلید کے بعد اسکا فرزند معاویہ ابن یزید کو خلافت کی مسند پر بٹھانا چاہا، مگر تخت پر بیٹھ کر اسنے نصیحت کی اور اپنے باپ کا ظلم بیان کیا اور تخت پر سے اتر گیا اور کہا ابوسفیان کے خاندان میں سے جس کو تخت پر بیٹھنا ہو وہ بیٹھے مجھ کو اس تخت نشینی سے کوئی تعلق نہیں، معاویہ کے بعد تخت پر کون بیٹھا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یزید کے ہاتھ پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی اس کے مرنے پر حجاز ویمن عراق وخراسان کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اور معاویہ بن یزید کے انتقال پر اہل شام ومصر نے بھی کر لی اور وہ مستقل خلیفہ ہو گئے۔ (کذا فی تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۸/[1])

یزید کے خاندان اور نسل کا مجھے علم نہیں کہ اب بھی اس کی اولاد کہیں موجود ہے یا نہیں؟ یہاں کوئی تاریخ بھی ایسی دستیاب نہیں ہوئی جس سے معلوم ہو سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا یزید نے حضرت عائشہؓ کو پیغام نکاح دیا تھا

سوال:- ہمارے یہاں ایک پیر صاحب ہیں وہ اکثر اپنے وعظ میں کہا کرتے تھے کیا

---

[1] لم يبايع فوجد عليه يزيد عبدالله بن زبير كان ممن ابى البيعة ليزيدبن معاوية وفر الى مكة ولم يدع الى نفسه ولكن لم يبايع فوجد عليه يزيد وجداً شديداً فلما مات يزيد بويع له بالخلافة واطاعه اهل الحجاز واليمن والعراق وخراسان الخ، تاريخ الخلفاء ص ۱۴۸/ (مطبوعه مجتبائی دهلی، احوال عبدالله بن زبير)

یہ صحیح ہے؟ یزید نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یزید نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح دیا تھا یا نہیں؟ مجھے اس کی تحقیق نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مروان کا مدینہ سے اخراج اور پھر واپسی

سوال:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو مع ان کے باپ الحکم کے کس وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا، جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت میں بلا لیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مروان کے باپ کی یہ عادت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو منافقین سے کہہ دیتا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال دیا تھا۔ کذا فی الاستیعاب[2] اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے

---

[1] کتب تاریخ وسیر میں یہ بات منقول نہیں ہے۔ قرآن کریم میں صریح ممانعت موجود ہے وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَداً (احزاب ۵۳/)

ترجمہ:- اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

[2] وَاَبُوْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ كَانَ مِنْ مُّسْلِمَةِ الْفَتْحِ وَاَخْرَجَهُ رَسُوْلُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَطَرَدَهُ عَنْهَا فَنَزَلَ الطَّائِفُ (الى قوله) فَلَمْ يَزَلُ الْحَكَمُ بِالطَّائِفِ اِلىٰ اَنْ وُلِيَّ عُثْمَانُ فَرَدَّهُ عُثْمَانُ اِلىٰ الْمَدِيْنَةِ وَبَقى فِيْهَا (اِلىٰ قَوْلِهٖ) وَاخْتَلَفَ فِى السَّبَبِ الْمُوْجِبِ لِنَفْيِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلّى اللّٰه عليه وسلّم اِيَّاهُ فَقِيْلَ كَانَ يَتَحَيَّلُ وَيَسْتَخْفِيْ وَيَتَسَمَّعُ مَايُسِرُّهُ رسُولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليهِ وسلّم اِلٰى كِبَارِ اَصْحَابِهٖ فِيْ مُشْرِكِى قُرَيْش وَسَائِرِ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ، الاستيعاب فى معرفة الاصحاب ص ۱۲۰، ۱۲۱/ ج ۱/ الحكم ابن ابى العاص، الاستيعاب على هامش الاصابة ج ۱/ ص ۳۱۷/ مطبوعه دارالفكر بيروت،

بلا لیا تھا، کہ اس وقت یہ خطرہ نہیں تھا، کیونکہ منافقین نہیں رہے تھے، نیز وہ آپ کا رشتہ دار بھی تھا، صلہ رحمی کا آپ میں غلبہ تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کیا کعبہ حضرت رابعہؒ کے استقبال کو گیا تھا

سوال: -حضرت رابعہ بصریؒ کی کرامات میں یہ روایت کہاں تک درست ہے، کہ وہ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں، تو کچھ فاصلہ پر کعبہ ان کے استقبال کو گیا؟ اس وقت جب ایک بزرگ طواف کی غرض سے حرم میں پہنچے تو کعبہ کو وہاں نہ پایا، اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ کیا عین کعبہ اپنی جگہ سے چلا گیا تھا، یا مثل کعبہ؟ اس قسم کی باتیں وعظ میں کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت حدیث شریف کی روایت نہیں جس کیلئے سند متصل تلاش کر کے بتایا جا سکے نہ اس کی تحقیق کی ضرورت ہے، عوام کے سامنے ایسی باتیں تقریر میں بیان کرنا ان کو پریشانی میں مبتلا کرنا ہے، جب تک وہ حقیقت نہیں سمجھیں گے پریشان رہیں گے، اور ہر ایک میں حقیقت سمجھنے کی صلاحت نہیں[1] کعبۃ اللہ تجلی گاہ ہے وہ مخصوص تجلی جب کسی اور جانب ہوتی ہے، تو بعض اہل کشف کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ اپنی جگہ پر موجود نہیں یعنی اس کی مخصوص تجلی نہیں

---

[1] عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَاأَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْماً حَدِيْثًالَاتَبْلُغُهُ عُقُوْلُهُمْ اِلَّاكَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ مُقَدِّمَهُ مُسْلِمْ شَرِيْف ص ٩ / ١ ، مطبوعه رشيديه دهلى، باب النهى عن الحديث لكل ماسمع.

ترجمہ :-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے سامنے ایسی باتیں بیان نہ کریں جہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو سکے، مگر یہ کہ بعض لوگوں کیلئے وہ بات فتنہ بن جائے۔

رہی کسی اور جگہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/٦/۱۳۹۷ھ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا سن پیدائش

سوال: -حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کس سن ہجری میں پیدا ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۸۰ھ میں کذافی مقدمہ الاوجز[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

امام اعظمؒ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

سوال: -امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے، ایک صاحب اسکا بھی انکار کرتے ہیں، آپ ارشاد فرمائیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے، میں نے سنا ہے کہ علامہ شبلیؒ نے اس بات کو سیرت النعمان میں غلط کہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض کتابوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چالیس سال تک عشاء کے وضو

---

[1] ولدالامام رضی اللّٰہ عنہ سنة ثمانین بالکوفة فی خلافة عبدالملک بن مروان (مقدمة الاوجز الباب الرابعة، ص ۸٦/مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ)

سے فجر کی نماز پڑھنا منقول ہے، شبلیؒ اوران کے ہم خیال لوگوں نے اس کو غلط کہا ہے[1]، مگر جو وجہ غلط ہونے کی لکھی ہے وہ کوئی معقول وجہ نہیں، یہ لوگ بزرگان دین کے احوال ومقامات سے نیز ان کے مجاہدوں سے واقف نہیں، ان کی زندگی کو اپنی زندگی پر قیاس کرتے ہیں، انکا یہ قیاس بے محل اور غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۸ھ

امام اعظمؒ کا منصور کے خلاف واقعہ

سوال:- ہر وہ حکومت جو قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے، باطل ہے، اگر ایسی باطل حکومت میں کوئی خفیہ تنظیم مسلمانوں کو جمع کر کے اگر جہاد کیا جائے، تو شریعت کے مطابق ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کا ایک واقعہ امام ابوحنیفہ کے وقت بادشاہ منصور کے وقت میں پیش آیا تھا، جواب دلیل کے ساتھ فرمائیں؟

---

[1] شبلیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان، ص۳۹/ج۱/اخلاق وعادات کے باب میں اس قصہ کے بعد اسکے فضول و افسانے میں سے ہونا بتلایا ہے، حالانکہ امام صاحب کی سوانح تحریر کرنے والے تمام ہی حضرات نے اس کو ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ جیسے محتاط محدث رقمطراز ہیں:

قد تواتر قیامه اللیل وتهجده وتعبده رحمه اللّٰه تعالیٰ، ص ۱۲/ آگے چل کر فرماتے هیں "روی الخطیب فی تاریخه من جهة اسد بن عمر وقال صلی ابوحنیفة فیما حفظ علیه صلوٰة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة" (مناقب الامام ابی حنیفه وصاحبه ص ۱۴/) شامی کراچی ص ۵۱/ ج ۱/فی المقدمة الخیرات الحسان ص ۷۴/الفصل الرابع فی شدة اجتهاده فی العبادة، مطبوعه مصر، تبییض الصحیفة ص ۹۲/عبادة الامام ابی حنیفةؒ، مطبوعه الرشید،

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے منصور کے مقابلہ میں کون سی فوج بنائی؟ اور جہاد وقتال کیا، میرے علم میں نہیں، امام صاحبؒ کی سوانح اور منصور کی تاریخ میں مجھے اس فوج اور جہاد وقتال کا پتہ نہیں ملا[1] ہاں اتنی بات تھی کہ جو حکم خدا ورسول کے خلاف تھا اس کے سامنے سر نہیں جھکایا، اور یہ اصولی بات ہے کہ خدا اور رسول کا حکم سب سے بالا ہے، اور بالا رہنا چاہئے اور سب کو اپنی حیثیت کے موافق اس کا لحاظ لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ پر گمراہ ہونے کا الزام

سوال:- سائل کا بیان ہے کہ رسالہ نشیمن میں شائع ہوا ہے، تجلی دیوبند میں مضمون شائع ہوا ہے، کہ مفتیان دارالعلوم دیوبند نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ گمراہ ہیں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟ اس کے بارے میں مطلع فرمائیں؟

---

[1] فائدہ حضرت منصور اور حضرت امام کے درمیان جو واقعہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحب کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لئے کہا امام صاحب نے قاضی بننے سے انکار کر دیا خلیفہ منصور نے عہدہ قضا کے لئے بہت دباؤ ڈالا لیکن امام صاحب کسی طرح بھی قاضی بننے پر تیار نہیں ہوئے، تو خلیفہ نے آپ کو کوڑے لگوائے، اور جیل میں قید کروا دیا اور جیل ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ (**تذکرۃ النعمان ص ۲۴۹/ عقود الجمان ص ۳۱۴/ مکتبہ الایمان مدینہ منورہ**)

[2] **عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وسلّم لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ، مشکوٰۃ ص ۳۲۱/ کتاب الامارۃ والقضا الفصل الثانی ،(مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)**

ترجمہ :- حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء دیوبند حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں ،ان کے مذہب کی کتابیں نورالایضاح، قدوری، کنز،شرح وقایہ، ہدایہ پڑھاتے ہیں، اوران کتابوں کے موافق عمل کرتے ہیں، اور یہاں کے مفتی بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب پرفتویٰ دیتے ہیں، اوران کے ہر ہرمسئلہ کو پختہ دلائل کے ذریعہ سمجھاتے ہیں، حدیث شریف میں امام اعظمؒ کے خاص شاگرد امام محمدؒ کی کتاب مؤطا امام محمدؒ پڑھاتے ہیں، جس میں امام ابوحنیفہؒ کی سند سے حدیثیں موجود ہیں، نیز طحاوی شریف پڑھاتے ہیں، جس میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر دلائل قائم کئے گئے ہیں، حضرت امام مالکؒ کو بھی علماء دیوبند بہت بڑا محدث اور امام اور فقیہ مانتے ہیں، ہرگز ہرگز ان دونوں بزرگ اماموں کو یہاں کے مفتیوں نے گمراہ نہیں کہا، جو شخص بھی دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے گمراہ ہونیکا فتویٰ دیا ہے، وہ غلط اورسراسر بہتان ہے[1] خدائے قہار کے سامنے اس کو میدان حشر میں اس کا جواب دینا ہوگا، دارالعلوم کے مفتی اس الزام سے بالکل بری ہیں، آئے دن قسم قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں، ہم معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

تنبیہ: دارالافتاء میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے متعلق کوئی سوال آیا ہی نہیں کہ جوان کو گمراہ بتلا دیا جائے ،نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۲ھ

---

[1] البهتان هو كذب عظيم الخ مرقاة ،ص ٦٢٧/ج ٤/ (مطبوعه اصح المطابع ممبئی)باب حفظ اللسان والغيبة والشتم. لايجوز نسبة مسلم الىٰ كبيرة من غير تحقيق ،شرح فقه اكبر ، ص ٨٧/(مطبوعه مجتبائی دهلی، اختلفوا فی اللعن علی يزيد.

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو مرجیہ کہنے والا

سوال: -حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین مرجیہ ہیں، ایسا کہنے والا، لکھنے والا علمائے حق کے نزدیک پیر یا ولی، قطب یا غوث کہلانے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے متعلق پوری عبارت مع حوالہ نقل کریں، اگر حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی ''غنیۃ الطالبین'' کے متعلق یہ سوال ہے تو اس کی توضیح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے کی ہے[1] اس کو دیکھیں اشکال رفع ہو جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۶ھ

---

[1] وقد طال البحث قديماً وحديثاً بين علماء المذاهب الاربعة فى عبارة الغنية واستشكلوا وقوعها من مثل هذا الشيخ الجليل ،والصوفى النبيل (أى عبد القادر الجيلان)وذلك لوجهين الاول ان كتب الامام ابى حنيفة كالفقه الاكبر وكتاب الوصية تنادى باعلى النداء على انه ليس مذهبه فى باب الايمان وفروعه ماذهبت اليه المرجئة اصحاب الاغوا ،وكذلك كتب الحنفية تشهد ببطلان مذهب المرجئة وان الحنفية وامامهم ليسوا منهم فهذه النسبة الواقعة فرية بلامرية وصدورها من مثل هذا الشيخ الذى هو سيد الطائفة الرضية بلية اى بلية والثانى، ان غوث الثقلين بنفسه ذكرفى الغنية ،ابا حنيفة بلفظ الامام ،واورد قوله عندذكر خلاف الائمة الاعلام الخ (مجموعة رسائل للكنوى ص ۱۸۵/ ج۵/ رساله الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل ص ۵۳/تحت عنوان ،نافع لكل وجيه مطبوعه كراچى)

[2] امام ابوحنيفه پرارجاء كى تهمت ص ۳۱/ مطبوعه دارالعلوم ديوبند امام ابوحنيفه اور معترضين ص ۶۵، ۸۶، ۹۲/ مطبوعه خادم الاسلام هاپوڑ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

عہدِ سلف کی تاریخی شخصیات

محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے متعلق تفصیل

سوال:- ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پرانے حضرات تو کچھ فرمائیں، اور اب کے نئے ان کے خلاف تحقیق کچھ اور لکھیں، نہ معلوم کیوں ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو قابل سمجھا جاتا ہے، اور اگلوں کی تحقیق کو غلط سمجھا جاتا ہے، کیوں اپنی بڑائی مقصود ہے، اور اپنا کمال و تحقیق ظاہر کیا جاتا ہے، چاہے اگلوں کی توہین ہو جائے، سائل گمراہ ہو جائے، کچھ خیال نہیں اب تک تو ہم نے یہ عقیدہ رکھا کہ قطب الارشاد امام ربانی صاحب گنگوہیؒ نے جو کچھ فرمایا حق و صحیح ہے، اب ان کو غلط و جھوٹا اور صحیح نہ لکھنے والا سمجھیں، اور اب آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ جو آپ قطب الارشاد عالم ربانی کے خلاف لکھ رہے ہیں، وہ صحیح ہے، اور آپ سچے ہیں، اور انہوں نے جو لکھا غلط لکھا ہے، عجیب مذاق ہے، معاف کیجئے گا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا زبردست وقطب الارشاد امام ربانی تو غلط لکھ دے اور ان کو معلوم نہ ہو اور آپ کو ساری تحقیق ہو گئی، اب تو فتاویٰ رشیدیہ کا کوئی مسئلہ ہی صحیح نہیں رہا، نہ معلوم کون سا صحیح اور کون سا غلط ہے، ہو سکتا ہے، کہ امام ربانی نے

اور دوسرے مسائل میں بھی غلطی کی ہوگی، تحقیق نہ ہوئی ہوگی، اب آپ اپنے فتوے شائع کرائیے امام ربانی کے فتوے شائع کرانا بند کرائیے، ورنہ سب گمراہ ہوجائیں گے، ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ جیسا امار بانی کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ مؤلف آپ کے یعنی امام ربانی کے کمالات علمیہ وعملیہ کا حق اداء نہیں کرسکتا، خلاصہ یہ ہے کہ ملت محمدیہ کو اگر آسمان کہا جائے تو آپ کو اس کا کوکب دری کہا جائے گا، اب یہ تعریف غلط یا پہلی ہی غلط یا جھوٹ لکھی گئی، ہم تو لوگوں کو حضرت امام ربانی کا معتقد بناتے ہیں، اور آپ ان سے برگشتہ کرتے ہیں، اور ان کے کمالات علمی کی شان کو بالکل بیکار کردینا چاہتے ہیں، آج آپ نے یہ لکھا کل کو کل فتاویٰ رشیدیہ ہی کو غلط اور بغیر تحقیق سے لکھا ہوا بتادیجئے گا، آپ خود بھی سوچئے اور خدا کے لئے غور فرمائیے، کہ اس کے بعد فتاویٰ کی کیا ویلو (Value) باقی رہ جاتی ہے، امام ربانی کی شان تو یہ ہے جیسا کہ ارواح ثلاثہ میں تحریر ہے کہ خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو، مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسئلہ شامی میں تو نہیں ہے، فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، لاؤ شامی؟ شامی لائی گئی ،حضرت اس وقت آنکھ سے معذور ہوچکے تھے، شامی کے دوثلث اوراق دائیں جانب کرکے اور ایک ثلث بائیں جانب کرکے کرکے اندازہ سے کتاب ایک دم کھولی کہ بائیں صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی صفحہ پر موجود تھا، سب کو حیرت ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔

اب بتائیے کہ کیا اتنے بڑے امام نے غلط لکھا، بھول ہوئی معلوم نہ ہوا کہنے والا تو کہتا ہے، کہ اگر آپ نے اس فتاویٰ رشیدیہ کے موافق دیوبند سے جواب منگوادیا تو وہ مان لونگا، ورنہ فتاویٰ رشیدیہ غلط ماننے اور عمل کرنے کے لائق نہیں، اب آپ ہی غور فرمائیے کہ جب اس کو آپ کا یہ جواب دکھایا جائے گا، تو وہ امام ربانی گنگوہی کی طرف سے کس قدر بدظن

ہوگا، معتقد ہونے کے بجائے مخالف ہوگا، غلط بیان کرنے والا سمجھے گا، اس کی نظر میں بلکہ اوروں کی نظر میں بھی فتاویٰ رشیدیہ کی کتنی وقعت رہ جائے گی، اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہوگا، امام ربانی کی ساری زندگی محنت اور سرمایۂ زندگی بے کار ہوکر رہ جاتا ہے، یانہیں؟ بلکہ یہ مسئلہ یہیں تک ہی ختم نہیں ہوجاتا، آگے بڑھے گا، اپنے بھی بدظن ہی نہیں بلکہ ان کی نظروں میں بھی امام ربانی کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی، ان کی تحریر پر کسی کو اعتماد نہیں رہتا، ہم تو امام ربانی کی سوانح عمری اور فتاویٰ سنا سنا کر ان کا معتقد بناتے ہیں، اور آپ جدائی قائم کرتے بدظن بناتے اور عزت کھوتے ہیں، اتنے بڑے امام کی شامی پر اس قدر گہری نظر ہو تو کیا وہ غلط کہے گا ،معلوم نہ ہوگا، یا یہ تعریف یا اس قسم کی کتابیں غلط وجھوٹ ہیں، دونوں طرح مشکل ہے یا فتاویٰ بالکل غلط، اور جب فتاویٰ رشیدیہ غلط تو اب آپ ہی غور فرمائے کہ امام ربانی کی کیا عزت باقی رہ جاتی ہے، یا پھر امام کی تعریف میں بھری یہ کتابیں غلط ہیں، تو لکھنے والے اکابر غلط اور جھوٹے اور من گھڑت تعریف اور غلط اور جھوٹی کتابیں صرف روپیہ حاصل کرنے کی خاطر اس قسم کے غلط افسانے لکھنے اور تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے والے سمجھے جاتے ہیں، افسوس صد افسوس، ہم نہیں سمجھتے، ہم تو صرف فتاویٰ رشیدیہ ہی کو سمجھتے ہیں، اب آپ کا کیا کہنا ہے، آپ تو مفتی صاحب ہیں، میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کو کوئی مشورہ دے سکوں، ان مشکلوں سے حل کا صرف یہی طریقہ ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی طرح جواب تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں، اور فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتوے کے مطابق کیا یہ جواب نہیں ہوسکتا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات پہلے مخفی اور پوشیدہ سے تھے، اب تو ان کی بہت سی کتابیں سامنے آچکی ہیں، عربی اردو اخبارات وغیرہ میں ان کے حالات شائع ہوچکے، اور ہوتے رہتے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب صاحب نجدی کے متعلق اکثر الزامات بالکل غلط ہیں، ان کے ہم خیال آج کل حرمین شریفین کے فرمانرواں ہیں، سب ہی

جانتے ہیں کہ وہ اہل سنت کا ایک فرقہ ہیں، برا کہنا سخت بری بات ہے، توبہ کرنی چاہئے، لہٰذا امام ربانی نے صحیح تحریر فرمایا ہے، اس صورت میں تو فتاویٰ رشیدیہ کی لاج وعزت اور امام ربانی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شان رہ جاتی ہے، اگر یہ صورت اختیار نہ کی گئی تو پھر آپ جانئے، عرض کردینا خادم کا کام تھا، کہدیا، ہم تو آپ کے الٹ پلٹ لکھ دینے سے خود بھی الٹ پلٹ ہوکر رہ گئے، لہٰذا مہربانی فرمائیں، اور توجہ کریں اپنا بنانا مقصود ہے، لہٰذا اس بار پھر سوال آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، اگر اس گزارش کی بنا پر جواب لکھ دیا تو اپنی بھی بات رہ جاتی ہے، اور امام ربانی کی شان بھی اور فتاویٰ رشیدیہ کی لاج بھی، ویسے پھر میں زحمت نہیں دونگا، سائل سے جس طرح ہوگا نمٹ ہی لونگا، جھوٹا بن کر ہی نمٹ لونگا، مگر جب میں دیوبند پہنچ گیا اس وقت میں پھر جو کچھ کہنا ہوگا کہہ ہی لوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ العزیز اپنے وقت کے بہت بڑے محدث، فقیہ، مفسر، عارف، متبع سنت، بزرگ تھے، تمام عمر حضرت نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے اور ان کی تعلیم دینے انکی اشاعت میں گزار دی ان کمالات کے باوجود عالم الغیب نہیں تھے، ان کو کشف بھی ہوتا تھا، مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر چیز کا اور ہر وقت ہوتا ہو، ایک مرتبہ ایک مسئلہ بیان فرمایا، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو اس کا حوالہ مطلوب تھا، وہ ان کو نہیں مل رہا تھا، تلاش کرتے تھے، حضرت گنگوہی سے دریافت کیا، حضرت نے شامی کا حوالہ دیا، مولانا موصوف نے کہا کہ شامی میں تلاش کرلیا ہے، نہیں ملا، حضرت نے فرمایا کہ فلاں جلد لاؤ؟ وہ جلد لائی گئی، حضرت نے اندازے سے اس کو کھول کر دیا تو وہاں وہ مسئلہ مل گیا[1] اس پر حضرت نے وہ جملہ فرمایا جو آپ نے نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ بتادیا وہ صحیح تھا، غلط

[1] ارواح ثلاثہ ص ۲۱۹/مطبوعہ امدادالغرباء سہارنپور.

نہیں تھا، چنانچہ وہ شامی ہی میں مل گیا، اہل علم حضرات جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ مسائل کو جانچتے ہیں تو صحیح پاتے ہیں، عبدالوہاب نجدی کے ابتدائی حالات جو مشہور تھے، وہ یہی تھے کہ وہ بدعات کو مٹا کر سنت کو قائم کرنا چاہتے تھے، یہی شہرت ہندوستان میں بھی پہنچی، اس شہرت کی بناء پر نیز ہر مسلمان سے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے[1] اس بناء پر حضرتؒ نے وہ رائے تحریر کی جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے[2] پھر شامی حضرتؒ کے پاس حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بھجوائی اس میں علامہ شامیؒ نے وہ حالات درج کئے ہیں، جو انہوں نے بچشم خود دیکھے تھے، اگر حضرت رحمۃ اللہ کے پاس وہ حالات پہنچ جاتے جو شامی میں درج ہیں[3] تو ظاہر ہے کہ حضرتؒ ایسی رائے قائم نہ فرماتے جو فتاویٰ رشیدیہ میں ہے، اس کی وجہ سے نہ فتاویٰ رشیدیہ کے مسائل غلط ثابت ہوتے ہیں، اور نہ حضرت کی شان میں فرق آتا ہے، نہ حضرتؒ کے فتاویٰ کے مقابلہ میں ہمارے فتاویٰ کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، نہ حضرت کی شان کے مقابلہ میں ہماری شان کچھ بلند ہوتی ہے، اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ توہمات ہیں جو کم علمی اور کم فہمی سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ کسی شخص کے متعلق تاریخی و نجی معاملات و حالات حضرتؒ کے علم نہ ہوں یا ناتمام ہوں، اور اس شخص کے قریب

---

[1] حسن الظن من حسن العبادة، مشکوٰة شریف ص ۴۲۹، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب ماینهی من التهاجر والتقاطع، حسن ظن بهتر ین عبا دت هے،

[2] فتاوی رشیدیه ص ۲۶۶/ محمد عبدالوهاب نجدی کا مذهب، مطبوعه محمودیه سهارنپور،

[3] اعلم ان السلطان سلیم الثالث حدث فی مدة سلطنته فتن کثیرة منها فتنة الوهابیة التی کانت فی الحجاز حتی استولوا علی الحرمین ومنعوا وصول الحج الثانی والمصری الخ، (فتنه الوهابیه ص ٦٦) الشامی نعمانیه ص ۳۰۹/ج۳/ مطلب فی اتباع عبدالوهاب الخوارج فی زماننا، باب البغاة.

رہنے والوں کو حالات زیادہ معلوم ہوں، علامہ شامیؒ کی وفات ۱۲۵۲ھ[1] میں ہے، اور حضرت گنگوہیؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ[2] میں ہے، شخص مذکور کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اپنی رائے نہیں لکھی، اور نہ یہ بات محض رائے سے لکھنے کی ہے، نہ یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حضرتؒ کی رائے پر ہماری رائے فائق ہو جائے، یا حضرتؒ کے تحریر فرمودہ فقہی مسئلہ پر ہمارا لکھا ہوا مسئلہ فائق ہو جائے، بلکہ علامہ شامیؒ نے قریب سے بچشم خود حالات دیکھے ان کی بناء پر ہم نے لکھا ہے، علاوہ ازیں مولانا حسین احمد صاحب مدنی علیہ الرحمہ نے تفصیل سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور الشہاب الثاقب[3] میں ان مسائل کی فہرست درج کی ہے، جس میں وہابی نجدی مسائل سے علماء دیوبند کا مسلک بالکل جداگانہ ہے، اور اختلاف شدید ہے، حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کی شان اس سے بالاتر ہے، کہ کوئی فتاویٰ رشیدیہ سنا سنا کر لوگوں کو ان کا معتقد بنائے یا غیر معتقد بنائے اور گالیاں دے، جسے اپنی عاقبت درست کرنا ہو حضرتؒ کے فتاویٰ اور دیگر تالیفات سے فائدہ حاصل کر کے اپنا ایمان مستحکم کر لے، اعمال درست کر لے، اخلاق درست کرے، حضرت مولانا پر اس کا کوئی احسان نہیں بلکہ خود اس کا نفع ہے، جسے اپنی عاقبت برباد کرنا ہو وہ حضرت کے فتاویٰ اور دیگر تالیفات بلکہ ان کی مخالف گروہ کی گالیوں سے بھری ہوئی تصنیفات سنا سنا کر دوسروں کو بدعقیدہ کرے اور حضرتؒ کے کلام کا مطلب بگاڑ بگاڑ کر اپنا دین تباہ کرے، اعمال برباد کرے اخلاق خراب کرے، چنانچہ دونوں قسم کے لوگ دنیا میں اپنی اپنی اختیار کردہ راہ پر چل رہے ہیں، اور سرگرم عمل ہیں، خدا وہ دن لائے کہ آپ کی دیوبند تشریف آوری ہو اور ملاقات پر زبانی گفتگو ہو کر آپ کے پوشیدہ دلی خلجانات سب سامنے آئیں، اور

---

[1] مات (ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ الاربعاء الحادی والعشرین من ربیع الثانی سنة ۱۲۵۲ / (حاشیہ، قرة عیون الاخیار تکملة ردالمحتار ،ص ۱۳ / ج۷ / کراچی.

[2] تذکرة الرشید ،ص ۳۳۰- ۳۳۱ / ج ۲ /.

[3] الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب (ص ۴۳، ۶۸، چھٹا بھتان اور مکر عظیم)

اللہ پاک آپ کو تشفی بخش جوابات کے ذریعہ مطمئن فرمادے۔

ضروری گزارش یہ ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے[1] حضرت رسول مقبول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے[2] اس لئے کسی مخالف سے نمٹنے کے لئے، نہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے، اہل حق کبھی اس کو اختیار نہیں کرتے نہ اس سے خوش ہوتے ہیں، حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہٗ کا کسی کو معتقد بنانے کیلئے ہرگز ہرگز جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کریں، یہ شیوہ اہل باطل کا ہے وہ جھوٹ بول بول کر اپنے بڑوں کی عقیدت کا سکہ جماتے ہیں اہل حق اس سے بے نیاز بلکہ متنفر ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۸ھ

صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۸ھ

(۲) محمد بن عبدالوہاب کا حال

(۳) نجد کی تحقیق

(۲) محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں عقائد علماء دیوبند ص ۱۲۹۱/ ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے، اور خوارج ایک جماعت ہے، شوکت والی،

---

[1] عین الکذب حرام الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۴۲۷/ ج ٦/ فصل فی البیع، کتاب الخطر والاباحة، احیاء العلوم ص ۱۱۹/ کاب آفات اللسان، بیان مارخص فیه من الکذب، مطبوعه مصر، نووی علی مسلم ص ۳۲۵ ج ۲/ کتاب البر، باب تحریم الکذب، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار (الحدیث مشکوٰة شریف، ص ۴۱۲/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی، اور تاویل سے امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے، جو قتال کو واجب کرتی ہے، اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے مال اور جان حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں، آگے فرماتے ہیں، کہ ان کا حکم باغیوں کا ہے، پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ یہ فعل تاویل سے ہے، اگر چہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر منقلب ہوا اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو اسکے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکی شوکت توڑ دی، اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اسکا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلے میں نہیں ہے، نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں اور نہ تصوف میں، اب رہا مسلمانوں کے جان ومال اور آبرو کو حلال سمجھنا سو یہ ناحق ہوگا، یا حق، پھر اگر ناحق ہے، تو بلا تاویل ہے، جو کفر اور خارج از اسلام ہونا ہے، اور اگر ایسی تاویل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں، تو فسق ہے، اور اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے، باقی رہا سلف اہل اسلام کو کافر کہنا سو ہم ان میں سے نہ تو کسی کو کافر کہتے ہیں، اور نہ ہی کسی کو کافر سمجھتے ہیں، بلکہ یہ فعل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں اختراع ہے، اس سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک وہ خارجی اور رافضی ہے، لیکن جان ومال اور آبرو کو حلال جاننے میں معاملہ صاف ہوا کہ حق کیسے ہوسکتا ہے، اگر حق ہوتا تو علامہ شامی اس طرح کیسے کہتے، اب باقی رہا ناحق یا بلا تاویل فاسدہ یا تاویل جواز آپ کی نظر میں کون ٹھیک ہے توضیح فرمائیں، اور ایک رسالہ میں دیکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے

تھے، اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ وہ کسی امام کو نہیں مانتے۔

(۳) نجد سے کیا مراد ہے، صوبہ نجد یا عراق کی بلند زمین، مدلل لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲) ہندوستان کے علماء نے محمد بن عبدالوہاب سے ملاقات نہیں کی، جیسی خبریں لوگوں نے سنائیں اور سنا کر دریافت کیا، اس کے متعلق جواب دیا، چونکہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہئے اور نیک گمان کیلئے کسی دلیل کی حاجت نہیں، اسلام خود ضامن ہے، البتہ بد گمانی کی دلیل نہ ہو اس لئے تکفیر میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

"**کف اللسان والقلم عن تکفیر مسلم**" لازم ہے[1] محمد بن عبدالوہاب سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں، جس کو جیسا پہنچا لکھ دیا، اب اس بحث کی ضرورت بھی کیا ہے، اس کے گروہ میں بھی بعض لوگ متشدد ہیں، بعض نرم ہیں، سب پر یکساں حکم نہیں۔

(۳) وہاں کے جغرافیہ والوں سے اس کی تحقیق کیجئے یہ کوئی فقہی مسئلہ ہے بھی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ

محمد بن عبدالوہاب نجدی

سوال: - دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث جناب مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے علمائے حق متفق اور ان کی یہ رائے درست ہے یا نہیں،

---

[1] لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو کان ذالک روایة ضعیفة الخ الدرالمختار علی الشامی ج٦/ص٣٦٧/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الجهاد، باب المرتد، مجمع الانهر ص ٥٠٢/ ج٢/ باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ١٢٥/ ج٥/ باب احکام المرتدین.

امام محمد بن عبدالوہاب النجدی فانہ ، کان رجلاً بلیداً قلیل العلم فکان یسارع الی الحکم بالکفر (مقدمہ فیض الباری) ان کی مندرجہ بالا رائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شامیؒ کی رائے بھی اسی کے قریب ہے جیسا کہ ردالمحتار[1] ص ۴۲۷/ج ۳/ باب البغاۃ میں ہے زمانہ بھی دونوں کا ایک ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

پالن حقانی

سوال:- ہمارے یہاں ایک صاحب محمد پالن حقانی صاحب آئے اور وعظ کہا جس

---

[1] قولہ ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللّٰہ علیہ علیہ وسلم)علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمیٰ الخوارج بل ھو بیان لمن خرجوا علی سید نا علی رضی اللّٰہ عنہ والا فیکفی فیھم اعتقاد ھم کفر من خرجوا علیہ کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلہ لکھنم اعتقدوا انھم ھم المسلمون الخ (الشامی نعمانیہ ص ۳۰۹/ ج۳/ کتاب الجھاد، باب البغاۃ، وشامی زکریا ص ۴۱۳/ ج۶/ مطلب فی اتباع عبدالوھاب الخ)

[2] ای ان ابن عبدالوھاب النجدی وابن عابدین فی زمان واحد لانہ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ولہٗ فی سنۃ ثمان وتسعین بعد المأۃ والف (۱۱۹۸) وتوفی فی سنۃ ۱۲۵۲/ کما ذکرہ نجل ابن عابد ین فی قرۃ عیون الاخیار تکملۃ ردالمحتار ص ۱۳/ ج۷/ مطبوعہ کراچی، وابن عبد الوھاب النجدی الحنبلی الوھابی الذی تنسب الیہ الطائفۃ الوھابیۃ ولد سنۃ ۱۱۱۵/ وتوفی سنۃ ۱۲۰۶/ کما ذکرہ اسماعیل پاشا فی ھدیۃ العارفین، اسماء المؤ لفین وآثار المصنفین ص ۳۵۰/

سے سامعین پر بہت اثر ہوا، اور دوسرے مقامات پر بھی وعظ کی درخواست کی گئی، چنانچہ متعدد بیانات ہوئے، سامعین کی بہت بڑی تعداد نے بدعات سے توبہ کی نماز کا جذبہ پیدا ہوا، مساجد کثیرہ آباد ہوگئیں، قلوب میں خدا کا خوف اور دین کی طلب کا ولولہ ان کی تقاریر سے پیدا ہوا وہ خود عالم نہیں اس کا بھی اقرار کرتے ہیں، ایک کتاب بھی انہوں نے تصنیف کی ہے، اس کا نام ہے ''شریعت یا جہالت'' بعض لوگ ان کی تقریر سننے سے منع کرتے ہیں، اور ان کی کتاب دیکھنے سے روکتے ہیں، کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں مسائل غلط ہیں، مثلاً قبروں پر پھول ڈالنا انہوں نے جائز بتایا ہے، اور تمبا کو کو حرام لکھا ہے، اس لئے دیوبند سے دریافت کیا گیا جواب میں دو فتوے آئے ایک موافق ایک مخالف تو آپ رہنمائی کریں کہ ان کی کتاب دیکھی جائے یا نہیں، یہ دونوں بھی ارسال ہیں، اور ان کی تقریر سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد پالن حقانی کے متعلق آپ کے مرسلہ دو مطبوعہ اشتہار پہنچے جن میں موافق ومخالف دیوبند کے دو فتوے درج ہیں، جب سوال یہ کیا جاوے کہ وہ اپنی تقریر میں ہر مسئلہ کو قرآن پاک آیات اور حدیث شریف اور فقہ کے مکمل حوالہ کے ساتھ مبرہن کر کے بیان فرماتے ہیں، تو لامحالہ جواب وہی ہوگا، جو کہ بذیل ۱۸/۱/۶/۸۶ھ کو دیا گیا ہے، اور جب سوال یہ کیا جاوے کہ وہ ان پڑھ جاہل ہیں اور ان کی تقریروں میں بہت سے مسائل غلط ہیں، تو ظاہر ہے کہ جواب وہ ہوگا جو کہ ٦٦/ کے ذیل میں ۲٦/۱/۸٦ھ کو دیا گیا ہے، لہٰذا اختلاف جواب اختلاف سوال پر مبنی ہے، دیوبند ہی کے دونوں فتوے ہیں، لیکن جو فتویٰ حقانی صاحب کے خلاف ہے، اس کے حاشیہ والی عبارت یہاں کے فتوے کی نہیں ہے، وہ کسی اور صاحب کا اضافہ ہے، ہم نہیں جانتے کہ وہ کن صاحب کا اضافہ ہے اب آپ نے کتاب ''شریعت یا جہالت'' بھی روانہ کی ہے اسکو دیکھ کر معلوم ہوا کہ مخالف صاحبان نے دونوں مسئلوں میں احتیاط

سے کام نہیں لیا، یا خود غلط فہمی میں مبتلا ہو کے دوسروں کو مغالطہ دینا چاہا۔

قبر پر پھول ڈالنے کے متعلق حقانی صاحب نے ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا اور خوشبو ڈالنا درست ہے، اور اس کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن اس قول کو پسند نہیں کیا، نہ اس کی ترغیب دی بلکہ اس کے خلاف کو پسند کیا ہے، جس عقیدہ سے لوگ اولیاء کرام کی قبروں پر پھول ڈالتے ہیں اول اس عقیدہ کی جڑ کاٹی ہے لکھا ہے:

اس میں کسی دوسرے قسم کی نیت نہ ہو یعنی یہ میری مشکل حل کر دیں گے، یا مجھے بیٹا، بیٹی دیں گے، یا مجھے قرض سے نجات دلائیں گے یا مجھے نوکری یا بیوپار دھندا مل جائے گا، اس نیت سے قبروں پر جانا قطعاً حرام ہے، کیونکہ یہ شرک ہے اور شرک کرنے والا اگر بے توبہ کے مر گیا تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہے، پھر اخیر میں لکھا ہے کہ رقم کو خیرات کر کے اس کا ثواب اس قبر والے کو بخشدے یہ پھولوں سے زیادہ اچھا ہے[1]۔

اب دیکھئے عوام کا کیا حال ہے، پھول قبر پر عامۃً تقرب کے لئے چڑھائے جاتے ہیں، اور نیت وہی ہوتی ہے جو حقانی صاحب نے لکھی ہے، اس نیت سے پھول چڑھانا کیا معنی قبر پر جانا بھی حرام لکھا ہے، پھر یہ کہنا کہ حقانی صاحب نے قبر پر پھول ڈالنے کو جائز لکھا ہے، صحیح نہیں بلکہ مغالطہ ہے۔

دوسرا مسئلہ آپ نے تمباکو کے متعلق لکھا ہے، کہ حقانی صاحب نے اس کو حرام لکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرام فرمایا ہے[2]، ان کی کتابوں سے حقانی صاحب نے نقل کیا ہے، اس کا مدار اس بات پر ہے کہ تمباکو مسکر (نشہ آور ہے یا نہیں، جن حضرات کے نزدیک یہ

---

[1] ملاحظہ ہو شریعت یا جہالت ص ۶۱۴/ قبروں پر عمارتیں، پھول اور چراغ، عرس (مکتبہ ربانی دھلی)

[2] والتتن اقول قد اضطربت آراء العلماء فیه فبعضهم قال بکراهته وبعضهم قال بحرمته وبعضهم باباحته الخ شامی زکریا ص ۴۲/ج ۱۰/ کتاب الاشربة)

مسکر ہے انہوں نے ناجائز لکھا ہے، اور جن کے نزدیک مسکر نہیں انہوں نے اجازت دی ہے، یا بدبو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے، چنانچہ دوسرا قول بھی حقانی صاحب نے نقل کیا ہے، اس کی حرمت پر ان کو اصرار نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

میرے عزیز دوست بعض مولوی صاحبان تمباکو کو مکروہ تنزیہی سمجھ کر کھاتے ہیں، میرے دوست تو جو سمجھ رہا ہے، وہی سمجھ لے پھر بھی آپ کو چھوٹے سے چھوٹے مکروہات کو چھوڑنا ہوگا، کیونکہ جنت کی جو خاص نعمتیں ہیں وہ ان کی آڑ میں ہیں، یعنی ان کاموں کے ترک کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے، ص ۴۹۳ [1]

یہ بات حدیث شریف میں بھی ہے کہ مقام تقویٰ کو حاصل کرنے کیلئے بعض مباحات کو بھی ترک کرنا ہوتا ہے [2]، کیونکہ اگر ہر مباح کو اپنی خواہش کے موافق کرنے لگے تو نوبت غیر مباح تک پہنچ جاتی ہے، یہ ان دونوں مسئلوں کی حقیقت ہے جس کو حقانی صاحب نے لکھا ہے، اصل کتاب گجراتی زبان میں تھی جس میں قرآن، حدیث، فقہ کے تراجم سے مدد لی گئی ہے، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا گیا ہے، حقانی صاحب نہ عربی سے واقف نہ اردو میں تصنیف کر سکتے ہیں، ان کی مخالفتوں کا زور ہے، یہ زور اب سنبھل میں بھی شروع ہو گیا، اگر بہ نظر انصاف مطالعہ کیا جائے تو ان کی کتاب مجموعی حیثیت سے بہت مفید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شریعت یا جہالت ص ۷۴۱/ مطبوعہ ربانی دھلی، لھسن پیاز تمباکو،

[2] عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَبْلُغُ الْعَبْدُاَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرَ لِمَا بِهٖ بَأْسَ رواه الترمذی و ابن ماجه (مشکوٰة شریف، ص ۲۴۲ /باب الکسب وطلب الحلال، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں، ان چیزوں کے ڈر کی وجہ سے جن میں حرج ہے، مطلب یہ ہے کہ جب تک مشتبہ چیزوں کو نہ چھوڑ دے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔

مولانا اشرف علیؒ کے جانشین

سوال: -مولانا اشرف علیؒ کے جانشین کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جانشین تو معلوم نہیں البتہ خلفاء بہت ہیں جن کے نام مختلف کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں، جو اپنی اپنی جگہ دین کی خدمت کررہے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سحبان الہند

سوال: -سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہت عمدہ خوش بیان واعظ تھے، چند کتابوں کے مصنف تھے، جمعیۃ العلماء کے ناظم تھے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۹۲ھ

---

[1] ان کے مشہور خلفاء میں سے چند حسب ذیل ہیں:
حضرت مولانا مفتی شفیع احمد صاحبؒ، حضرت مولانا ڈاکر عبدالحی صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مسیح اللہ خاںؒ، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوری صاحبؒ، مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری حضرت مولانا ابرارالحق صاحب تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو بزم اشرف کے چراغ اوراشرف السوانح ص ۲۳۸/ج ۳/) اور ملاحظہ ہو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خلفاء کرام، مؤلفہ ڈاکٹر فیوض الرحمٰن۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سید قطب اور اخوان المسلمین

سوال:- اخوان المسلمین اور سید قطب شہید کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اخوان المسلمین اور سید قطب شہید نے اصلاحی قدم اٹھایا حکومت وقت نے برداشت نہیں کیا، اس اصلاح کا تفصیلی نظام میرے سامنے نہیں کہ اس کے متعلق لکھ سکوں کہ کس قدر وہ کتاب وسنت کے مطابق تھا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۴۰۰ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] سحبان الہند مفسر قرآن الحاج مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۸۸۵ء وفات ۱۹۵۹ء۔ موصوف نے ترجمہ قرآن کریم ''کشف الرحمٰن اور تیسر القرآن وتسہیل القرآن'' اٹھارہ سالہ محنت شاقہ وعرق ریزی سے ترتیب وتالیف کیا، جس کو علماء کرام کی ایک موقر جماعت کے مشورہ سے شروع کیا، اور اس کو مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی سرپرستی ونگرانی حاصل رہی، ۱۹۵۶ء میں اس سے فراغت ہوئی جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، خدا کی باتیں، ترجمہ احادیث قدسیہ وغیرہ مفید کتابوں کے مصنف ہیں، اور آپ کے متعدد مجموعہ تقاریر مرتب ومطبوع دستیاب ہیں، ۱۹۴۱ء میں مبارک پور کی ایک تقریر پر ایک ماہ قید کی سزا دی گئی، قید خانہ میں آپ نے آٹھ سو احادیث قدسیہ کا ترجمہ کیا اور توضیح کر کے خدا کی باتیں نام رکھا، آپ کو ۴/دسمبر بروز جمعہ ۱۹۵۹ء قلب کا دورہ پڑا اور چند منٹ میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، آپ نے ۷۶/برس کی عمر پائی اور آپ کو مہرولی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے جنوبی دروازہ کے چبوترہ متصل ظفر محل ۵/دسمبر ۱۹۵۹ء کو مدفون کیا گیا، عیسوی تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے، جو ہے ''جنت کی کنجی'' پھر کہاں ''دوزخ کا کھٹکا'' ہجری تاریخ وفات کیلئے یہ فقرہ ہے ''**فان احمد السعید عاش حمیداً مات سعیداً رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ**'' **مستفاد کشف الرحمن ص ۱/**

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] تفصیل کے لئے دیکھئے پرانے چراغ مصنفہ مولانا علی میاں ندوی اور تفسیر فی ظل القرآن اردو کا مقدمہ دیکھئے۔

عبدالرحمٰن قاری کا حال

سوال: -اسی طرح مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظ میں ہے کہ ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا (اسے ناظرین قرأت سے قاری نہ سمجھیں بلکہ قارہ سے ہے) حضور اقدس ﷺ کے اونٹوں پر آپڑا، اونٹ مانگ کر لے گیا، چرواہے کو قتل کر دیا اسے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے قتل کیا اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری صحابی تھے، ان کو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کافر کہا، کیا یہ اعتراض درست ہے؟ کیا عبدالرحمٰن قاری نام کے کوئی صحابی ہیں؟ اگر کوئی خاص دقّت نہ ہو تو جس کتاب میں انکا تذکرہ ہو اس کتاب کا نام مع سنِ پیدائش اور وفات اور کب ایمان لائے تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عبدالرحمٰن قاری حضرت نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن صغرِ سنی کی وجہ سے روایت سننے کی نوبت نہیں آئی، اس وجہ سے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، اور اصطلاحِ محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں، بلکہ مدینہ پاک کے تابعین میں داخل ہیں، ۸۱ھ میں ان کی وفات ہے، اس وقت ان کی عمر ۷۸ رسال تھی ''اکمال'' میں ان کا ترجمہ موجود ہے یہ مشکوٰۃ شریف کے آخر میں ہے[1]

دیگر کتب رجال میں زیادہ تفصیل ہے[2] الملفوظ کے حوالہ سے جو کچھ ان کی طرف

---

[1] هو عبدالرحمن بن عبد القاری یقال انه ولد علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولیس له منه سماع ولا روایة وعده الواقدی من الصحابة فیمن ولد علی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والمشهور انه تابعی مات سنة احدی وثمانین وله ثمان وسبعون سنة (الاکمال مع المشکوة، ص ٦٠٩/)

[2] عبد الرحمن بن عبد القاری من ولد القارة بن الدیش ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منسوب کیا گیا ہے، وہ بالکل غلط ہے، اور ان کو کافر کہنا تو انتہائی جرأت ہے، اور ایک مومن کے لئے بہت خطرناک ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو کافر کہنا کیا معنی، ادنیٰ بے ادبی اور خلاف شان بات کہنا بھی مومن کی شان نہیں، جو شخص صحابہ کرامؓ کو برے قسم کے الفاظ کہے وہ ملعون ہے، حدیث پاک میں ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۷ھ

کیا امام مہدی علیہ السلام پہلے سے موجود ہیں

سوال:- بہشتی زیور میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے تو کیا ان کا وجود پہلے سے ہے؟ ظاہر ہونے سے شبہ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں پہلے سے نہیں کتاب المہدی کے عنوان پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں احادیث بھی سند کے ساتھ بیان فرمائی ہیں، جن میں ان کی علامات اور کچھ حالات درج ہیں، کہ وہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....یقال له صحبة وقیل بل ولد علی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقیل اتی به الیه وهو صغیر وقال ابن سعد توفی بالمدینة سنة ۸۵/ فی خلافة عبد الملک وهو ابن ۷۸/سنة (تهذیب التهذیب ج۳/ص ۳۹۱/مطبوعه دارالاحیاء بیروت، تهذیب الکمال ص۲۸۵/ ج ۱۱/دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذاارایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللّٰه علی شرکم رواه الترمذی (مشکوة المصابیح ص ۵۵۴/ ج۲، باب مناقب الصحابة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ایسے ایسے ہوں گے، اور یہ کام کریں گے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

بادشاہ جمحاہ کا دوبارہ زندہ ہونا

سوال:- آثار سعید میں بادشاہ جمحاہ کا واقعہ لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہونا اور دوزخ وغیرہ کا حال بیان کرنا پھر بہ دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر اسّی برس تک طاعت ربی میں رہنا کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے اس کی صحت کا علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

کیا حاتم طائی اور نوشیرواں ایمان لائے

سوال:- حاتم طائی اور نوشیرواں عادل کس دین پر تھے، اور ظاہر میں کس حالت پر مرے؟ کیا نوشیرواں بادشاہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی زمانہ پایا تھا، حاتم طائی نے دعا کی تھی کہ میری اولاد حیات رہے، حضور ﷺ کے وقت تک بغرض ایمان لانے کے، حاتم کی لڑکی جو حضور ﷺ پر ایمان لائی تھی، کیا نام تھا؟

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلّم اَلْمَھْدِیُ مِنِّی اَجْلٰی الْجَبْھَۃِ اَقْنٰی الْاَنْفِ یَمْلأُ الْاَرْضَ قِسْطاً وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَجَوْراً وَیَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ .(ابو داؤد شریف ج ۲/ص ۵۸۸) اول کتاب المھدی، مطبوعہ سعد دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

حاتم طائی اور نوشیرواں ہردو کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ حضور ﷺ کی عمر شریف ۸/ سال تھی[1]، دونوں غیر مسلم تھے، روح المعانی میں حاتم طائی کے حق میں تخفیف عذاب کی روایت نقل کی ہے[2]، حاتم طائی کی دعا میری نظر سے نہیں گزری، حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدیؓ مسلمان ہوئے[3]، بیٹی کا نام سنّانہ تھا۔ کذا فی الخمیس[4]، سنّانہ کا اسلام لانا کہیں نہیں[5] دیکھا، زاد المعاد[6]، سیرت ابن ہشام[7]، فتح الباری[8]، روضۃ الصفا، تاریخ الخمیس[9] وغیرہ میں قصہ منقول ہے، مگر اس کا اسلام منقول نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن الحوادث (أی فی سنة ثمان من مولده صلی اللّٰه علیه وسلم) هلاک حاتم الطائی ومن الحوادث أیضافی سنة ثمان من مولده صلی اللّٰه علیه وسلم موت کسریٰ أنوشروان (المنتظم بیروت، ج۲/ص ۲۸۵تا۸۹/ذکر الحوادث التی کانت فی سنة ثمان من مولده صلی اللّٰه علیه وسلم)

[2] فقد وردأن حاتما یخفف اللّٰه تعالی عنه لکرمه (روح المعانی (۲۱۳/ج۳۰/ سورۂ زلزال آیت ۸۰۷/ ادارة الطباعةالمصطفائیه دیوبند)

[3] قال عدی بن حاتم، ماکان رجل من العرب اشد کراهیة لرسول الله صلی الله علیه وسلم منی حین سمعت به صلی الله علیه وسلم وکنت امرءاً شریفاً الی قوله فقلت انی حنیف مسلم قال فرأیت وجهه ینبسط فرحاً، زاد المعاد ص ۳/۴۵۲، فصل فی ذکر سریة علی بن ابی طالبؓ، قصه عدی بن حاتم الطائی، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، عمدة القاری ص ۲/۴۵، جزء۳، کتاب الوضو، باب اذا شرب الکلب فی الاناء،

[4] تاریخ الخمیس میں حاتم کی بیٹی کا نام سنانہ لکھا ہے جب کہ اسد الغابۃ اور الاصابۃ میں اس کا نما سفانۃ لکھا ہے، وسبیت اختبه سنانة بنت حاتم فی السبایا، تاریخ الخمیس ص ۲/۱۲۰، الموطن التاسع فی حوادث السنة التاسعة من الهجرة بعث علی بن ابی طالب ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اولیاءِ کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے

سوال:- خلفاء راشدین صحابہ کرام علیہم الرضوان ائمہ عظام کے بعد اولیاء کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو اپنے مالک جل شانہ کو زیادہ خوش کرے، اس کا مرتبہ زیادہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۴ھ

حواشی صفحہ گذشتہ)..... الی الفلس، مطبوعہ مؤسسة شعبان بیروت،

۵ اسد الغابہ میں سفانہ کا اسلام لانا مذکور ہے، "وترک اختہ سفانہ بنت حاتم فاخذها المسلمون فاسلمت وعادت الیه فأخبرته (اسدالغابة ج۳/ص ۵۰۶/ عدی بن حاتم، مطبوعہ دارالفکر)

٦ زاد المعاد ص ۴۵۲/۳، فصل فی ذکر سریة علی بن ابی طالب، مؤسسة الرسالة بیروت،

۷ سیرة ابن هشام، ج۴/ص ۲۱۱/ عدی بن حاتم.

۸ فتح الباری ج۸/ص ۴۳۹/ کتاب المغازی، باب قصة وفد طی وحدیث عدی بن حاتم حدیث ۴۳۹۴/(مطبوعہ نزار مصطفی الباز)

۹ ملاحظه هو حاشیه نمبر: ۴،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ قیل للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم من اکرم الناس قال اکرم الناس اتقاهم (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۸، کتاب الانبیاء، باب قوله تعالیٰ ام کنتم شهداء، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

ترجمہ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت کون ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت متقی لوگ ہیں۔

امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے استاذ ہیں

سوال: -صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کونسی کتاب صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں ہی ٹھیک ہیں، بخاری استاذ ہیں امام مسلم شاگرد ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/٦/ ۱۴۰ھ

not found.

[1] روی عنہ (البخاری) خلق کثیر کمسلم فی غیر صحیحۃ (مرقاۃ ج ۱/ص ۱۷، خطبۃ الکتاب، مطبوعہ اصح المطابع ممبئی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

چند تاریخی حقائق

اوّل غلاف کعبہ کس نے دیا

سوال:- خانہ کعبہ میں جو غلاف پڑا رہتا ہے وہ کس مقصد سے پڑا رہتا ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے ہے یا حضرت آدمؑ کے وقت سے غلاف چڑھانے کا رواج ہے، یا کسی خلیفہ یا بادشاہ نے ایجاد کیا، اور غلاف چڑھانے میں خانہ کعبہ پر کیا بھید ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اخبار مکہ، ص ۲۴۹/ میں ازرقی نے لکھا ہے "**قال ثنا ابو محمد قال حدثنا ابو الولید قال حدثنی جدی قال حدثنا ابراهیم بن محمد بن ابی یحییٰ عن همام ابن منبه عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه نهی عن سب اسعد الحمیری وهو تبع وکان هو اول من کسی الکعبة**[1] اھ "پھر، ص ۲۶۵/

---

[1] اخبار مکه ص ۲۴۹/۱/ ذکر من کسی الکعبة فی الجاهلیة، طبع دار الثقافة مکه مکرمه،

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد حمیری کو گالی دینے سے منع فرمایا اور وہ تبع تھے اور وہ اول شخص ہے جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا۔

تک غلاف کعبہ کی تفصیل بیان کی ہے، مقصود تعظیم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خانۂ کعبہ کے غلاف کا رنگ

سوال:- احقر نے کئی بار محسوس کیا کہ مجھے یہ ہدایت ہورہی ہے کہ جب تو یہ جانتا ہے کہ نور خداوندی سفید اور نور محمدی کا رنگ سبز ہے، تو علماء حق کو غلافِ خانہ کعبہ کے سیاہ رنگ کی طرف کیوں توجہ نہیں، کیونکہ حضور مقبول ﷺ نے جن رنگوں کا غلاف خانہ کعبہ پر چڑھا یا وہ سرخ، سفید یا سبز رنگ کے تھے، نیز یہ بات بھی احقر کے دل میں ہے کہ یہ رنگ تصوف میں عیسائیوں سے منسوب کیا جاتا ہے، سیاہ رنگ کا استعمال غلافِ کعبہ پر اوّل کس نے دیا، یہ تو احقر کو معلوم نہیں، امید کہ جناب اس بارے میں اپنی گراں قدر رائے اور احادیث کی روشنی میں حوالوں سے احقر کو یہ بتائیں کہ حقیقت حال کیا ہے؟ اور میں اس بارے میں کیا طریقہ اختیار کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیت اللہ شریف کا غلاف مامون الرشید نے دیباجِ ابیض کا سب سے پہلے ڈالا، دیر تک یہ سلسلہ رہا، پھر محمد بن سبکتگین نے دیباج اصفر کا ڈالا، پھر ناصر عباسی نے دیباج اخضر کا ڈالا، پھر اسی نے دیباج اسود کا ڈالا، جواب تک جاری ہے، عباسیوں کا درباری لباس اور خصوصی شعار بھی سیاہ تھا، وہ اسکو عزت وعظمت کا لباس تصور کرتے تھے، حضرت نبی اکرم ﷺ کا اسود عمامہ احادیث[1] میں مذکور ہے، غالباً اسی وجہ سے عباسیوں نے اسود کا انتخاب کیا غلاف کعبہ

---

[1] عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل عام فتح المکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء. ابوداؤد شریف ص ۵٦۳/۲/ مطبوعہ سعد دیوبند، کتاب اللباس، باب فی العمائم.

کے متعلق تفصیل فتح الباری[1]، ج ۳/ص ۳٦۲/ عینی[2] ج ۴/ص ٦۰۰/، اوجز المسالک[3]، ج ۲/ص ۵۴۳/ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

سن ہجری اور عیسوی کی ابتدا

سوال: -سن ہجری اور سن عیسوی کی تفصیل فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سن ہجری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سال سے شمار کیا جاتا ہے،[4] اور سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے شمار کیا جاتا ہے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق (العیاذ باللہ) جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی

---

[1] وذکر الفاکھی ان اول من کساھا الدیباج الابیض المامون بن الرشید واستمر بعدہ وکسیت فی ایام الفاطمیین الدیباج الابیض وکساھا محمدبن سبکتکین دیباجااصفر وکسا ھا الناصر العباسی دیباجا اخضرثم کساھا دیبا جا اسود فاستمر الیٰ الان (فتح الباری مصری ج۳/ ص۳٦۷/ کتاب الحج ،باب کسوۃ الکعبۃ)

[2] عمدۃ القاری دارالفکر ج۵/ص ۲۳٦/ الجزء التاسع کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبۃ،

[3] اوجز المسالک ج۳/ص ۵۴۳/ کتاب الحج، کسوۃ الکعبۃ،

[4] اعلم ان ابتدأ التاریخ المشھور من الھجرۃ من مکۃ الی المدینۃ، مجمع بحار الانوار ص ۲۹٦/ ج۵/ فصل فیمایتصل بالصحابۃ، مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ .

تاریخ الخلفاء ص۹۷/ مطبوعہ مجتبائی دھلی، فصل فی اولیات. (شرح السیر الکبیر ص ٦۳، ٦۴/ ج۴/ تاریخ الخمیس ص ۲٦۹/ ج۲/.

گئی اس وقت اس سن کی ابتدا ہوئی ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اردو کس نے ایجاد کی

سوال:- اردو کس نے ایجاد کیا ہے، اور کہاں سے کیا اور کس سن سے ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بادشاہ کے لشکر میں مختلف علاقوں کے لوگ تھے، زبانیں الگ الگ تھیں، ان کی مجموعی زبان اردو ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا چودھویں صدی پر دنیا ختم ہو جائے گی

سوال:- ۱۳۹۱ھ جو چل رہی ہے، اور چودھویں صدی پوری ہونے میں صرف ۹/ سال اور باقی ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ارشاد ایسے بھی تھے کہ دنیا کی زندگی چودھویں صدی کے بعد کچھ اور ہے یا نہیں؟

بعض غیر مسلم کہتے ہیں کہ کلجگ کے بعد ستجگ ایک دور اور ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے، احادیث نبوی اور آسمانی صحیفہ کے استدلال پر جواب سے مطلع فرمائیں، اگرچہ غیر مسلم حضرات کے کہنے پر یقین تو نہیں ہے، لیکن اتنی بات ہمیں درج کرنا ہی ضروری تھا؟

---

[۱] نزهة الخواطر ص ۵/ ج ۱/ الطبقة الاولى فيمن قصد الهند فى القرآن الاول طبع مجلس دائرة المعارف حيدر آباد دكن، قطب الاقطاب.

[۲] اردو دائره معارف اسلاميه، ص ۳۳۴/ ج ۲/ اردو، مطبوعه دانش گاه لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس دنیا کے باقی رہنے یا ختم ہوجانے کے سلسلے میں چودھویں صدی کا تذکرہ کہیں کسی حدیث یا آیت میں نہیں دیکھا قیامت کی جونشانیاں بڑی بڑی احادیث میں مذکور ہیں ان سے تو معلوم نہیں ہوتا کہ چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی، حضرت مہدی علیہ السلام[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ونزول مغرب سے طلوع شمس وغیرہ سب باقی ہیں[2] ۹/سال میں یہ سب چیزیں پوری نہیں ہونگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۱ھ

مجنوں کس قبیلہ سے تھا کیا لیلیٰ مجنوں کی شادی ہوگئی

سوال:- اقوال عام ہے کہ مجنوں لیلیٰ کے عشق میں سرگرداں تھا اس کا تعلق کس قبیلہ سے تھا لوگ کہتے ہیں کہ بروز حشر ان کی شادی ہوگی یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بنوعذرہ سے تھا[3] بروز محشر لیلیٰ مجنوں کی شادی کے متعلق جو لوگ یقین کے ساتھ کہتے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِيْ (مشکوٰۃ ص ۴۷۰/۲/ باب اشراط الساعۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] اِنَّهَا اَيُ الْقِيَامَةَ لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قبلَهَا عَشَرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَال وَالدَّابَةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسىٰ ابْنِ مَرْيَمَ الحديث (مشکوٰۃ ج۲/ص ۴۷۲) باب العلامات بين يدى الساعة، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[3] مجنون ليلى قيس بن الملوح بن مزاحم اشتهر بعشق ليلى فى الدنيا وهو احد بنى بن عامر بن صعصعة واما ليلى فانها من بنى ربيعة (شذرات الذهب ص۲۷۷/ج ۱/ سنة سبعين ومائة، طبع دارالفكر بيروت، دائره معارف اسلاميه ص۵۸۷/ج ۱۹/ مجنوں، طبع دانشگاہ پنجاب لاهور،

ہیں ان سے ہی دلیل پوچھئے پھر ہم کو بھی مطلع کر دیں تو بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۵ھ

حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانے کی مسافت

سوال: -ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ سے سر تک آٹھ سو برس کی مسافت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عظیم جثہ کا بتانا مقصود ہے تحدید مقصود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ٦/۳/۹۵ھ

گاڑا کون ہیں

سوال: - یہ گاڑا قوم کہاں سے چلی اور کون ہیں یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں سے سے یہ نام چلا ہے اس کے متعلق تحریر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے نہ کتب فقہ میں نہ کتب حدیث وتفسیر میں اس پر بحث ہے ایسا مشہور ہے کہ سلاطین مغلیہ کے وقت کسی جنگ کو کامیاب بنانے کیلئے ایک فوج کا یہ نام تجویز کیا گیا تھا، پھر ان لوگوں کو حکومت کی طرف سے زمین کاشت کیلئے انعام میں دی گئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹٦ھ

شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل

سوال:- کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخ اور یہود ونصاریٰ سے مغل وپٹھان کی نسل جاری ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ صدیقی اپنے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے[1] اور شیخ فاروقی اپنے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل سے کہتے ہیں[2]، مغل[3] پٹھان کے متعلق مجھے معلوم نہیں[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا عرب سب امی تھے

سوال:- اہل عرب کیا بالکل ان پڑھ جاہل تھے، اوران میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا، اوراگران میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے، توامت امیہ سے اہل عرب مراد لینا صحیح ہوگا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان میں لکھے پڑھے بھی تھے، اسی وجہ سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو لکھوا دیا

---

[1] دائرۂ معارف اسلامیہ اردو ص ۱۰۲/ج۱۲/مطبوعہ لاھور.

[2] ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ ص۴۸/ج۱۵/مطبوعہ لاھور.

[3] مغل ہندوستان کے شہنشاہوں کے ایک خاندان کا نام ہے ملاحظہ ہو: دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۹۲/ ج۲۱/ مطبوعہ لاھور،

[4] ملاحظہ ہو اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۹۲۹/ج۲/(افغان)مطبوعہ لاھور.

کرتے تھے[1] خط وکتابت بھی کرتے تھے[2] حدیثیں بھی وہ حضرات لکھا کرتے تھے[3] مگر اس کا عمومی رواج نہیں تھا[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۵ھ

PAGE24\A0U
not found.

---

[1] وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب الخ فتح الباری، ج۱۰/ص۱۷/ کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ

''فتوح البلدان بلاذری ص۴۷۷-۴۷۸/ بحوالہ سیر الصحابہ ج۱/ص۳۴/ علوم وفنون (مطبوعہ معارف اعظم گڑھ)

[2] حدیث عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص فی کتابۃ الحدیث راجع حدیث علی فی قصۃ کتابۃ حاطب بن ابی بلتعہ الی اھل مکۃ (بخاری شریف ص۶۱۲/ ج۲/ باب غزوۃ الفتح ومابعث بہ حاطب، کتاب المغازی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند.

[3] اخبرنی وھب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت اباھریرۃؓ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم احداکثر حدیثاعنہ منی الاما کان عن عبد اللّٰہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب (بخاری شریف ص۲۲/ ج۱/ باب کتابۃ العلم، کتاب العلم مکتبہ اشرفیہ دیوبند، فتح الباری ص ۲۸۰/ج۱/ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، کتاب العلم، تحفۃ الاحوذی ص۴۲۹/ج۷/ باب الرخصۃ، فیہ کتاب العلم، طبع دارالفکر،

[4] مجمع بحارالانوار ص۱۰۷/ج۱/ طبع دارالایمان المدینۃ المنورۃ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

﴿تاریخِ ہند کے چند حقائق﴾

جمعیۃ العلماء کا جھنڈا

سوال: - جمعیۃ العلماء کے ہاتھوں میں جو سفید اور کالی دھاریوں والا جھنڈا پرچم ہے آیا اس کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ مثبت پہلو پر صحیح ابتداء علم نبوی کی روایت سے مع دلیل واضح فرما کر شکریہ کا موقع دیں، کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک جھنڈا سفید اور کالی دھاریوں کا بھی تھا، (فتح الباری[1]، شرح بخاری، ص ۸۹/ ج٦/) اور عمدۃ القاری[2] شرح بخاری، ص۲۳/ ج ۷/ میں ہے، حدیث البراء ان رایة

---

[1] ان رأية رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانت سوداء مربعة من نمرة (فتح البارى، ص ۸۹/ ج ٦/ مصرى، (مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، ص ۲۳۰/ ج٦/ باب ماقيل فى لواء النبى صلى الله عليه وسلم. (كتاب الجهاد)

[2] عمدة القارى شرح بخارى ص ۲۳۲/ ج۷/ الجز الرابع عشر، باب ماقيل فى لواء النبى صلى الله عليه وسلم (مطبوعه دارالفكر بيروت)

رسول اللّٰہ کانت سوداء مربعة من نمرة اھ مجمع البحار[1] ص ۳۹۷ ج ۳ میں نمرہ کی تحقیق کے ذیل میں لکھا ہے "وفیہ فجاء ہ قوم مجتابی النمار ھی کل شملة مخططة من مآزر الاعراب فھی نمرة وجمعھا نمار کانھا اخذت من لون النمر لمافیھا من السواد والبیاض وھی من الصفات الغالبة ای جاء ۂ قوم لابسی آزر مخططة من صوف اھ" سفید زرد، سیاہ، جھنڈے کی بھی روایت عینی[2] اور فتح الباری[3] میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۴ھ

بانیٔ جامع مسجد دہلی

سوال: - جامع مسجد دہلی کس نے تعمیر کرائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشہور ہے کہ شاہجہاں نے بنوائی[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مجمع البحار ص ۸۰۹/ ج ۴/ تحقیق نمر، مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ،

[2] کان لواء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابیض الی قولہ عن رجل من قومہ عن آخرمنھم قال رأیت رایة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صفراء وروی الطبرانی فی الکبیرمن حدیث جابر ان رأیة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانت سواداء الخ. عمدة القاری ج۷/ص ۲۳۲ / الجزء الرابع عشر، باب ماقیل فی لواء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم. (کتاب الجھاد، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[3] فتح الباری ص ۲۳۰/ ج ٦/ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، باب ایضا،

[4] ومن اٰثارہ مدینة شاھجھان آباد بقرب دھلی القدیمة والقلعة والحمراء والجامع الکبیر فی تلک البلدة (نزھة الخواطر ص ۱٦٦/ ج۵/ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قیام دارالعلوم ومظاہر علوم کی تاریخ

سوال:- دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کس تاریخ سن میں قائم ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دارالعلوم دیوبند محرم ۱۲۸۳ھ[1] اور مظاہر علوم سہارنپور رجب ۱۲۸۳ھ میں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ٦۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

کیا سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان میں آئے

سوال:- ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتیؒ آئے ہیں، ان سے پہلے اور کوئی مسلمان نہیں آیا، کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....شاهجهان بن عالمگیر مطبعه مجلس دائرة المعارف حیدرآباد، نیز ملاحظہ ہو: ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے ص ۱۳۷، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ص ۲۸۸/عہد شاہجہاں کی تعمیرات (مطبوعه اسلامی دهلی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱۵۵/ج ۱/ دارالعلوم کا افتتاح،

[2] تاریخ مظاهر، ص ۵/ج ۱/ مطبوعه اشاعت العلوم سهارنپور. خصوصی حالات مدرسه کی ابتداء اور بنیاد.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری میں بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعینؒ کا آنا ثابت ہے[1]۔

محمد بن قاسم کا علاقۂ سندھ میں آنا بکثرت تواریخ میں مذکور ہے[2]، پھر بعد میں بھی تقریباً ہر صدی میں کچھ نہ کچھ مسلمان آتے رہے ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جس طرح یہاں رہ کر مستقلاً تبلیغ دین فرمائی ہے، وہ ان کا ہی حصہ ہے، اس طرح ان سے پہلے یہ خدمت کسی نے انجام نہیں دی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواجہ اجمیریؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنیوالوں کی تعداد

سوال:- میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے

---

[1] نزهة الخواطر ص ۵/ ج ۱/ الطبقة الاولى فيمن قصد الهند فى القرن الاول، طبع مجلس دائرة المعارف حيدر آباد دكن، قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفہ اجل مولانا محمد یوسف صاحب متالا نے اپنی کتاب مشائخ احمد آباد جلد اول، ص ۷/ پر معتبر کتب تواریخ سے قدوم صحابہ کرامؓ کا ذکر کیا ہے، نیز ملاحظہ ہو ہندوستان اسلام کے سائے میں۔

[2] الكامل فى التاريخ ص ۵۳٦/ ج ۴/ ذكر قتل داهر ملك السند سنه تسع وثمانين، طبع دارصادر بيروت، المنتظم ص ۲۹۴/ ج ٦/ سنة تسعين مكتبه دار الباز مكة المكرمة، نزهة الخواطر ص ۹/ ج ۱/ الطبقة الاولى فى من قصد الهند فى القرن الاول مطبعه دائرة المعارف دكن، نیز ملاحظہ ہو مؤرخ بلاذری کی کتاب فتوح البلدان مترجم، ص ٦۱۲/ ج ۲/ فتوح السند۔

[3] ہندوستان میں جو کچھ خدا کا نام لیا اور اسلام کا کام کیا گیا وہ چشتیوں اور ان کے مخلص وعالی ہمت بانیِ سلسلہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حسنات اور کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے (تاريخ دعوت وعزيمت ص ۲۹/ ج ۳/ مطبوعه لكهنؤ،

ہاتھ پر نوے لاکھ آدمی مسلمان ہوئے تھے، لیکن ایک صاحب اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہ بات کسی تاریخ سے ثابت نہیں، لہٰذا ارشاد فرمائیں کہ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھ پر بہت بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے[1] ایک عیسائی نے نوے لاکھ تعداد لکھی ہے، ہوسکتا ہے، کہ اس کا مبالغہ ہو، ایسی باتوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱٦/۱۱/۸۵ھ

حضرت شمس تبریز کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ

سوال:- زید نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت مولانا شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، صورت یہ بتائی کہ حضرت مولانا روم کی جولڑکی تھی اس کے پیٹ میں درد ہوا اس نے باپ سے جا کر کہا کہ ابا جان میرے شکم میں درد ہے، آپ نے فرمایا کہ فلاں طاق میں شیشی رکھی ہوئی ہے، اس میں سے دوا استعمال کرلو، لڑکی نے ایسا ہی کیا مگر اس طاق میں ایک دوسری شیشی رکھی ہوئی تھی، جس میں حضرت منصور کی راکھ تھی بس وہ استعمال کرلی اس سے لڑکی کو حمل قرار پایا اس سے حضرت شمس تبریز پیدا ہوئے کیا یہ واقعہ صحیح ہے کتاب کا نام یاد نہیں ہے؟

---

[1] عزلت گزیں باجمیر شد وفرواں چراغ برافروخت واز دم کبرائے اوگروہا گروہ مردم بہرہ برگرفتند، آئین اکبری ص ۲۷۰/ سرسید اڈیشن بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ص ۳۰/ ج ۳/ مطبوعات تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ بے سند بلکہ بے اصل ہے مولانا شمس تبریزؒ تو مولانا رومؒ کے شیخ اور بزرگ تھے ،مولانا رومؒ کی بیٹی کے لڑکے نہیں تھے[1]

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا صابر صاحبؒ نے بیوی کو جلا دیا

سوال:-صابر میاں بلاشک بزرگ تھے،مگر روایت ملتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو جلا دیا تھا غصہ میں آکر،اور جبکہ شب وصال تھی،اور صابر میاں نے بیوی کا حق پورا نہ کیا،اور وہ بزرگ تھے تو بیوی کا حق ادا کرنا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیوں کیا،اور ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی بیوی سے شادی کرو جو زیادہ بچے پیدا کرے کے خلاف ہوا،تو ان کے بزرگ ہونے میں شک ہوا یا نہیں؟اگر نہیں ہوا تو حدیث کے خلاف بات کیوں ہوئی؟ان کا مدلل جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے کسی کتاب میں ایسا نہیں پڑھا کہ حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ نے بیوی کو جلا دیا،

---

[1] شمس الدین محمد بن ملک داد تبریزی،آپ صوفی اور مولانا جلال الدین رومی کے مرشد تھے،آپ کے والد بزازی کا کام کیا کرتے تھے،دائرہ معارف اسلامیہ،ص ۱۲٦/ج٦/ (مطبوعہ لاھور) تحت حرف تا، تبریزی،

بیوی یا کسی بھی انسان کو جلا دینا شرعاً درست نہیں[1] بزرگوں کی طرف کچھ معتقدین کچھ مخالفین غلط باتیں منسوب کر دیتے ہیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰٦ھ

خواجہ معین الدین اجمیریؒ

اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا زمانہ

سوال: -حضرت شیخ عبدالقادر فخر الدین جیلانی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نور اللہ مرقدہٗ کے زمانہ میں کتنا تفاوت ہے، حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ کیا تابعین میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں بزرگوں کا زمانہ قریب قریب ہے، ان میں تابعین کوئی نہیں، بلکہ یہ حضرات

---

[1] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ الْاَسْلَمِیْ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّرَه عَلٰی سَرِیَّةٍ قَالَ فَخَرَجْتُ فِیْهَا وَقَالَ اِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا فَاَحْرِقُوْهُ بِالنَّارِ فَوَلَّیْتُ فَنَادَ انِی فَرَجَعْتُ اِلَیْهِ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَاقْتُلُوْه وَلَا تُحَرِّقُوْهُ فَاِنَّهٗ لَایُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (ابو داؤد شریف ص ٦، ۷/ ج ۲) کتاب الجهاد، باب فی کراهیة حرق العدو بالنار، (مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ: محمد بن حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک جنگ کے موقع پر امیر بنایا، تو انہوں نے فرمایا میں اس جنگ کیلئے نکلا اور آپ نے فرمایا اگر تم فلان شخص کو پاؤ تم آگ میں جلا دینا تو میں چلا پھر آواز دی تو میں انکے پاس لوٹ کر گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم فلان کو پاؤ تو اس کو قتل کر ڈالو اور اس کو مت جلانا اسلئے کہ آگ کے ذریعہ عذاب دینے کا حق اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو نہیں ہے۔

چھٹی ساتویں صدی میں گزرے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸٦ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸٦ھ

اعلیٰ حضرت بریلوی کی سند

سوال:- کیا مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی اور حضرت گنگوہی دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں، اگر نہیں تو بریلوی صاحب کے استاذ کون صاحب ہیں، وہ باقاعدہ عالم کا نصاب پڑھے ہوئے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب بریلوی نے اپنے والد مولانا نقی علی خاں صاحب سے پڑھا ہے، انہوں نے مولانا یعقوب علی خاں صاحب سے سنا ہے، انہوں نے شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ سے پڑھا ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی محدث دہلوی سے پڑھا ہے۔

خاں صاحب نے اپنی سند فتاویٰ رضویہ[2] کے شروع میں اللہ تعالیٰ تک پہنچائی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (خواجہ معین الدین چشتی) کی پیدائش باتفاق اہل تواریخ ۵۳۷ھ کو ایران کے علاقہ ستیان قصبہ سنجر میں ہوئی الخ، (تاریخ مشائخ چشت ۱۷۰/ مصنفہ شیخ زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ اشاعت العلوم سہارنپور) (عبدالقادر جیلانیؒ) کی پیدائش ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ء یا ۱۰۷۸ء میں ہوئی، دائرہ معارف اسلامیہ ص ۹۲۴/ ج ۱۲/ مطبوعہ لاہور، تحت حرف العین. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا اعلیٰ حضرت خان صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے

سوال:- (۱) زید وبکر کے درمیان عرصہ سے یہ بحث جاری ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ابتدائی تعلیم اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں دوراول کے اساتذہ سے حاصل کی ہے، اور سند فراغت حاصل کی ہے، زید اس بارے میں اثبات کرتا ہے اور بکر نفی کرتا ہے، حضرت والا کو حکم بنایا گیا ہے کہ زید وبکر کے درمیان اثبات ونفی کرنے کے سلسلہ میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کون صحت پر قائم ہے؟

(۲) زید وبکر کے درمیان دوسری بحث یہ بھی جاری ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ العزیز کے مریدین اوران کے خلفاء میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی داخل ہیں، اور یہ ارادت وخلافت کا معاملہ اس وقت ہوا جب حاجی صاحبؒ نے ہندوستان سے ہجرت کرکے مکہ معظّمہ میں مستقل سکونت اختیار فرمالی تھی، زید کا پہلو اس بحث میں اثبات کا ہے اور بکر نفی کا پہلو لئے ہوئے ہے، لہٰذا حضرت والا منصب حکم سے تحقیقی فیصلہ صادر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) مثبت کے لئے بینہ (دلیل) پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، منکر کے لئے بینہ کی ضرورت نہیں، یہ مسلمہ اصول ہے[۱]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ملاحظه هو الفتاویٰ الرضویة ص ۸/ ج ۱/ دارالاشاعت، سند الفقیر فی الفقه الخ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر قواعد الفقه ص ٦٦/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

لہٰذا زید اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے دلیل پیش کرے ورنہ اس کا دعویٰ واجب التسلیم نہیں، جس شخص نے خانصاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ ہرگز زید کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرے گا، ان کی کتابوں میں اکابر دیوبند پر اس قدر سب وشتم ہے کہ شاید روافض کی کتابوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر بھی نہ ہو، جن اساتذہ سے علم دین حاصل کیا جائے، کیا ان کے احترام کا یہی تقاضا ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۵ھ

اورنگ زیب عالمگیرؒ کو ولدالحرام کہنا

سوال:- ایک شخص کہتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے جدامجد جلال الدین اکبر نے جودھابائی سے شادی کی تھی، تو نکاح نہیں ہوا، ایسی صورت میں عالمگیرؒ کو ولدالحرام کہتا ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہ) اس کی بابت مسئلہ قطعی طور پر صاف کردیں کہ واقعہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اورنگ زیب عالمگیرؒ کو جلال الدین اکبر کا بیٹا ولدالحرام کہنا تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/٦/۹٦ھ

---

[1] سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے والد ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہاں اور والدہ ارجمند بانو ملقب ممتاز محل بنت آصف خاں تھی جس سے شاہ جہاں کا نکاح ۱۶۱۲ء میں ہوا اسی کے بطن سے چھٹے نمبر پر عالمگیر پیدا ہوئے، اس لئے انکے ثبوت نسب پر اعتراض کرنا بیجا اور غلط ہے، البتہ عالمگیر کے دادا جہانگیر کی پیدائش راج کماری جودھابائی بنت راجہ بہاری مل کے بطن سے ہوئی جس سے اکبر نے شادی کرلی تھی، تاریخ ہند، ص ۲۸۴/ اکتیسواں باب شاہجہاں دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۰/ص ٦۳/ مطبوعہ لاہور، علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۴٦۷/ ج ۱/۔

گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی

سوال: - وہ کون کون علماء کرام ہیں، جنہوں نے گاندھی اور نہرو کی ارتھی پر قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گاندھی اور جواہر لال نہرو کی ارتھی پر کس کس نے قرآن کریم کی تلاوت کی مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۴ھ

تم

الجزء السادس بحمد

اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء السابع مطلعہ

ابواب مایتعلق بالقرآن انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ

تعالیٰ علیہ وعلی الٰہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ ھٰذا

باب اول: تفسیر قرآن

شرائط تفسیر

سوال:- قرآن پاک کی تفسیر کے لئے کیا شرائط ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ کو معنی حقیقی یا مجاز متعارف پر حمل کرنا۔ سیاق وسباق کے خلاف نہ ہونا۔ شاہدان وحی کی شہادت سے مؤید ہونا۔ تفسیر فتح العزیز[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تفسیر وتاویل میں فرق

سوال:- تفسیر وتاویل میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جملہ امور مذکورہ بالا ملحوظ ہوں تو تفسیر ہے اگر بعض مفقود ہوں تو تاویل ہے۔ تفسیر

---

[1] تفسیر کلام اللہ عبارت ازاں است کہ سہ چیز دراں مرعی باشد اول حمل ہر کلمہ از کلمات آں بر معنی حقیقی خود یا مجاز متعارف خود دوم ملاحظہ سیاق وسباق آں کلمہ ونظم کلام از اول تا آخر تا بے نسق ومختل نشود سوم آنکہ فہم شاہداں نزول وحی کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام وصحابہ کرام رضی اللہ اند مخالف آں واقع نشدہ باشد وہرگاہ یکی ازیں امور سہ گانہ فوت شود ودو دیگر باقی مانند آنرا تاویل نامند تفسیر فتح العزیز ص ۲۹۶ رسورۂ قیامہ، مطبوعہ بمبئی کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تین چیزوں کی رعایت اس میں پائی جاوے اول یہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اس کے حقیقی معنی پر حمل کرنا چاہئے یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسرے یہ کہ اس کلمے کے سیاق وسباق اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہئے تا کہ کلام بے نسق اور بے ربط نہ ہو جائے تیسرے یہ کہ نزول وحی کے وقت موجود حضرات یعنی حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کا فہم اس تفسیر کے خلاف واقع نہ ہو جب ان تینوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور دوسری باقی رہیں تو اس کو تاویل کہیں گے الخ۔

فتح العزیز[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا

سوال:- کوئی طالب علم شرح جامی وکنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے کیا ان کے لئے یہ جائز ہے کہ قرآن مجید تلاوت کرتے وقت قرآن کا ترجمہ کرنا خود سمجھتا ہے اور دوسروں کو سمجھاتا ہے۔ اگر یہ امر جائز ہو تو اس تقدیر پر حرام ہے یا مکروہ؟

مولوی ولی اللہ احمد ارکانی فرماتے ہیں یہ امر جائز ہے اور وہ فرماتے ہیں اگر قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہو تو میرے خیال میں عدم جواز نہ ہوگا کیونکہ تفسیر پڑھنے کی غرض قرآن کے معنی سمجھنا ہے۔ جب اس شخص کو تفصیل خود سمجھنے کی توفیق ہے فلا حاجۃ الی التفسیر۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرامؓ کون سی تفسیر پڑھے ہوئے تھے وہ حضرات کیا قرآن کا ترجمہ کرکے تبلیغ دین نہیں فرماتے تھے۔

عبدالحفیظ اس امر کو ناجائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے ہزار بلیغ فصیح کیوں نہ ہو جب تک تفسیر نہیں پڑھی ہو یہ امر جائز نہیں ہوسکتا۔ یہ طالب علم معنی سمجھتا ہے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن ظن غالب

---

[1] تفسیر کلام اللہ عبارت ازاں است کہ سہ چیز دراں مرعی باشد اول حمل ہر کلمہ از کلمات آں بر معنی حقیقی خود یا مجاز متعارف خود دوم ملاحظہ سیاق وسباق آں کلمہ ونظم کلام از اول تا آخر تا بے نسق ومختل نشود سوم آنکہ فہم شاہداں نزول وحی کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام وصحابہ کرام رضی اللہ اند مخالف آں واقع نشدہ باشد وہرگاہ یکی ازیں امور سہ گانہ فوت شود ودو دیگر باقی مانند آنرا تاویل نامند تفسیر فتح العزیز ص۲۹۶ رسورۂ قیامہ، مطبوعہ بمبئی کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تین چیزوں کی رعایت اس میں پائی جاوے اول یہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اس کے حقیقی معنی پر حمل کرنا چاہئے یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسرے یہ کہ اس کلمے کے سیاق وسباق اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہئے تاکہ کلام بے نسق اور بے ربط نہ ہوجائے تیسرے یہ کہ نزول وحی کے وقت موجود حضرات یعنی حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کا فہم اس تفسیر کے خلاف واقع نہ ہو جب ان تینوں میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے اور دوسری باقی رہیں تو اس کو تاویل کہیں گے الخ۔

ہے کہ غلط سمجھا ہو، اس لئے کہ قرآن شریف میں اکثر جگہ مجاز پر حمل کرلیا ہے، مجاز مراد ہے ظاہری معنی مراد نہیں۔ بتائیے اس طالبعلم کو کیا خبر کہاں معنی مجازی پر محمول ہے کہاں معنی حقیقی پر اور قرآن شریف ایسی شئی ہے بلاغت فصاحت سے پر ہے طاقت بشریہ سے خارج ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لغوی معنی، صرفی صیغہ، نحوی ترکیب، اپنی معلومات کے مطابق بیان کرنا جائز ہے۔ لیکن مراد خداوندی کو بیان کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس کا مدار بہت سے علوم پر ہے شرح جامی اور کنز پڑھنے والے عامۃ ان علوم سے واقف نہیں ہوتے۔ تفسیر اتقان[1] ص ۱۸۰/ج ۲/ پر ان علوم کو شمار کیا ہے۔ اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر کرنے والے کے متعلق صحاح میں بہت سخت وعید آئی ہے[2]۔ اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے صحابہ کرامؓ کے قلوب واذہان کی مثالیں آج موجود نہیں وہ حضرات اہل لسان ہونے کی وجہ سے مستغنی تھے۔ نیز نبی کریم ﷺ کی صحبت سے ان پر علوم کثیرہ فائض ہوتے تھے بایں ہمہ وہ حضرات مراد خداوندی کو اپنی رائے سے نہیں بیان فرماتے تھے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کرکے اور سنکر بیان فرماتے تھے[3]۔ ان کو آیات کا شانِ نزول۔ قصہ کا محمل، مطلب سب کچھ معلوم تھا صحابہ کرامؓ نے جو کچھ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۷۵/ج ۲/ النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار (مشکوٰۃ المفاتیح ص ۳۵/) کتاب العلم، ترمذی شریف ص ۱۲۳/ج ۲/ابواب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برآیه۔

ترجمہ: ابن عباسؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے قرآن میں اپنی عقل سے کچھ کہا پس چاہئے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔

[3] الذین کانوایقرؤ ن القرآن کعثمان بن عفانؓ وعبداللّٰه بن مسعودؓ وغیرهما انهم کانوااذا تعلمو من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عشر آیات لم یتجاوزوهاحتی یعلموا فیها من العلم والعمل قالوا فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمیعاالخ الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۷۶/ج ۲/النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر، مطبوعه دارالفکر بیروت.

حضور ﷺ سے سنکر مطلب بیان فرمایا ہے، نیز احادیث سے ثابت ہے وہی مراد خداوندی ہے[1] آج کل شرح جامی، کنز، پڑھنے والوں کو قرآن شریف پڑھنا بھی صحیح نہیں آتا۔ اگر اعراب موجود نہ ہوں تو خدا جانے نفس عبارت میں کس قدر غلطیاں کریں۔ پھر اپنے آپ کو صحابہؓ پر قیاس کرنا انتہائی جسارت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اس لئے محض عبارت کلام اللہ شریف پڑھ کر تفسیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۰/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح عبد اللطیف ۲۱/شعبان ۵۸ھ

نسخ کی تفصیل اور حکمت

سوال:- نسخ آیات قرآنی کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے اور اکابرین کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ (ب) کتنی اور کونسی آیتیں منسوخ ہیں؟ (ج) کیا نسخ آیات سے حکمت باری تعالیٰ میں نقص یا اس کی حکمت میں کسی قسم کا الزام عائد ہوتا ہے۔ (د) نسخ آیات قرآنی کی تعداد کے بارے میں علماء اسلام بتدریج کمی کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے غالباً پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں آخر یہ کس خیال کے ماتحت ایسا ہو رہا ہے، اگر چندے یہی رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ نسخ کا مسئلہ ختم ہو جاوے۔

---

[1] قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ یعنی السنۃ فإن لم یجدہ من ا لسنۃ رجع الی اقوال الصحابۃ فانھم ادری بذلک لما شاھدوہ من ا لقرآئن والاحوال عندنزو لہ ولما اختصوابہ من الفھم التام والعلم الصحیح والعمل الصالح الی قولہ ان تفسیر الصحابی الذی شھد الوحی والتنزیل لہ حکم المرفوع (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۷۶/ ج۲/ النوع الثامن والسبعون فی معرفۃ شروط المفسر)مطبوعہ دارالفکر بیروت.

(ہ) نسخ کی کتنی صورتیں ہیں اور وہ کیا کیا ہیں۔ (و) منکرین نسخ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نسخ جائز ہے عقلاً اور واقع ہے سمعاً بلا اختلاف۔ صرف ابو مسلم اصفہانیؒ سے یہ منقول ہے کہ نسخ واقع نہیں النسخ جائز عقلاً واقع سمعاً بلاخلاف فی ذٰلک بین المسلمین الا مایروی عن ابی مسلم الاصفهانی فانه قال انه جائز غیر واقع (ارشاد الفحول[1])

(ب) اس میں مختلف اقوال ہیں اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ''الفوز الکبیر[2]'' وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ (ج) نہیں[3] (د) بالکل مسئلہ نسخ کو ختم کرنا نص قرآنی، اجماع امت کے خلاف ہے[4] اس لئے وہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ تقلیل نسخ کی مصلحت ظاہر ہے نفس نسخ کی مصلحت بتدریج وتمرین وعرف تعلیم احکام ہے کما صرح بہ علامہ رازیؒ۔ فی المطالب العالیہ[5] (ہ) علامہ

---

[1] ارشاد الفحول ص ۱۷۲/، الباب التاسع فی النسخ.

[2] علوم القرآن ص ۱۳۹/ (الفوز الکبیر ص ۵۲، ۶۰/ عددالآیات المنسوخة عند المتقدمین، مطبوعه حجاز دیوبند) الاتقان ص ۲۰/ ج ۲/ النوع السابع الاربعون فی ناسخه ومنسوخه.

[3] ولیس هذا من باب البداء بل هو نقل العباد من عبادة الی عبادة وحکم الی حکم لضرب من المصلحة إظهاراً لحکمته وکمال مملکته ولاخلاف بین العقلاء ان شرائع الانبیاء قصد بها مصالح الخلق الدینیة والدنیویة (تفسیر قرطبی ص ۶۲/ ج ۱/ الجزء الثانی، سورۂ بقرہ تحت آیت ۱۰۶/ مطبوعه دار الفکر بیروت)

[4] والحاصل ان النسخ جائز عقلاً واقع شرعاً من غیر فرق بین کونه فی الکتاب او السنة وقد حکی جماعة من اهل العلم اتفاق اهل الشرائع علیه فلم یبق فی المقام مایقتضی تطویل المرام (ارشاد الفحول ص ۱۷۲/ الباب التاسع فی النسخ)

[5] (فان قلت) ماالحکمة فی النسخ (قلت) قال الفخر الرازی فی المطالب العالیة الخ تفصیل سے نسخ کی حکمتیں ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو (ارشادالفحول ص ۱۷۲/ تا ۱۷۳/) المطالب العالمیه ص ۷۴/ ج ۳/ الجزء الثامن، الفصل الخامس فی بیان ان اثبات النبوة بهٰذه الطریق اقوی واکمل من اثباتها بالمعجزات، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

نسفی نے منار[1] میں یہ صورتیں ذکر کی ہیں۔ **التلاوة والحکم جمیعاً و الحکم دون التلاوة والتلاوة دون الحکم** (و)، سب سے پہلے اور سب کے خلاف اصفہانی ہے جس نے نسخ کا انکار کیا ہے۔ امام رازی، ابواسحاق شیرازی، سلیم رازی، ابن دقیق العید وغیرہ نے اس کے انکار کی توجیہہ کی ہے[2] اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے۔ **واذا صح هذا عنه فهو دليل علىٰ انه جاهل بهذا الشريعة جهلا**[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ ہیں؟

سوال: - زید وبکر کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) زید کا قول ہے کہ متقدمین علماء بھی اس امر کے قائل رہے ہیں کہ قرآن شریف میں بعض منسوخ الحکم آیاتِ شریفہ موجود ہیں اور ان کی ناسخ آیاتِ شریفہ بھی اور علماء متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے اور اکثر کتب اہل سنتِ والجماعت مثلاً بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں بھی یہی امر موجود ہے اور کتبِ تفاسیر اہل سنت میں بھی یہی ہے کہ منسوخ الحکم آیات شریفہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ایسی آیات کی تعداد کے متعلق تو علماء کرام اہل سنت

---

[1] المنار علی نور الانوار ص ۲۱۵، ۲۱۶/ مبحث اقسام البیان، اقسام المنسوخ مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[2] وقد اول جماعة خلاف ابی مسلم الاصفهانی المذکور سابقا بما یوجب ان یکون الخلاف لفظیا قال ابن دقیق العید نقل عن بعض المسلمین انکار النسخ لا بمعنی ان الحکم الثابت لا یرتفع بل بمعنی انه ینتهی بنص دل علی انتهائه فلا یکون نسخا ونقل عنه ابو اسحاق الشیرازی والفخر الرازی وسلیم الرازی انه انما انکر الجواز وان خلافه فی القرآن خاصة لا کما نقل عنه آمدی وابن الحاجب انه انکر الوقوع وعلی کلا التقدیرین فذلک جهالة منه عظیمة للکتاب والسنة ولاحکام العقل الخ (ارشاد الفحول ص ۱۷۳/)الباب التاسع فی النسخ.

[3] ارشاد الفحول ص ۱۷۲/ الباب التاسع فی النسخ.

میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ان کی تعداد کم بتلائی ہے کسی نے زیادہ، لیکن ان آیتوں کے موجود فی القرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ علماء متقدمین ومتأخرین سب کا اتفاق ہے۔ موجودۃ الوقت علماء اہل سنت بھی یہی فرماتے ہیں کہ منسوخ الحکم آیاتِ شریفہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔ کتاب مستطاب، اتقان میں ایسی آیتوں کی تعداد بیس لکھی ہے اور امام الہند حجۃ اللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں اور یہ دونوں باتیں تفسیر فوز الکبیر کے ص ۱۸ / وص ۲۰ / میں موجود ہیں۔ غرض کچھ منسوخ الحکم آیات کے قرآن شریف میں موجود ہونے کے حضرت شاہ صاحبؒ جیسے جلیل القدر عالم اہل سنت بھی قائل ہیں اور معتبر ومسلم علماء میں سے ایک ایسا نہیں جو اس امر کا قائل نہ ہو کہ قرآن شریف میں کوئی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ کتبِ حدیث بخاری شریف وغیرہ اور کتبِ تفسیر مسلم اہل سنت والجماعت میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں برخلاف اس کے بکر کہتا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم نہیں اور بکر کے ہم خیالوں میں سے ایک شخص یہ بھی کہتا ہے کہ ہم شاہ ولی اللہ کے پیرو نہیں۔ ہمارے سامنے ان کے اقوال کا ذکر فضول ہے۔ ہم تو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیرو ہیں۔ ہم کو آنجناب اور امام محمدؒ وامام ابویوسفؒ وامام زفرؒ کا ارشاد دیکھنا چاہیے کہ ان میں سے کس نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں منسوخ الحکم آیت موجود ہیں۔ اب ارشاد فرمائیں کہ زید کا قول مطابق مذہب علماء کرام اہل سنت کے ہے یا بکر کا قول؟ اور بکر کے ہم خیال نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ کی شان میں جو خیال کیا ہے وہ مناسب اور اہل سنت علماء کرام کے مطابق ہے یا نامناسب اور علماء اہل سنت کے خلاف؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے سوال میں طرفین کے حوالجات کو بہت ہی مجمل ومبہم طور پر ذکر کیا ہے۔ اور خصوصیت سے بکر کا حوالہ تو اکثر ابہاماً ہے اگر کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے یعنی ہر کتاب کی

عبارت نقل فرمادیتے کہ زید اس عبارت سے استدلال کرتا ہے اور بکر اس عبارت سے، تو پھر بھی آسان ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک صرف کتاب کا نام تحریر کرنا اور بہت سے بہت صفحہ کا حوالہ دینا کافی ہوتا ہے۔ احقر بھی جواب میں اسی طریق کو اختیار کرے گا۔

تفسیر مفاتیح الغیب[1] ص ۴۴۳/ج ۱/ میں اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں نسخ واقع ہوا ہے۔ صرف ابو مسلم بن بحر کی رائے یہ ہے کہ نسخ واقع نہیں ہوا ہے۔ جمہور کی طرف سے استدلال میں چند آیات نقل کی ہیں۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ (الآیۃ)[2] وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰیَةً مَّکَانَ اٰیَةٍ (الآیۃ)[3] یَمْحُوْ اللّٰہُ مَایَشَاءُ وَیُثْبِتُ (الآیۃ)[4] وغیرہ پھر ص ۲۰۸/ پر وہ آیات درج کی ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اور قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً متوفی عنہا زوجہا کی عدت اولاً ایک سال تھی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً وَّصِیَّةً لِاَزْوَاجِهِمْ مَتَاعاً اِلیٰ الْحَوْلِ (الآیۃ)[5] پھر منسوخ ہوکر چار ماہ دس روز عدت باقی رہ گئی، جیسا کہ اس آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْراً (الآیۃ)[6] دیکھئے قرآن شریف میں ناسخ اور منسوخ دونوں آیتیں موجود ہیں اور

---

[1] اتفقوا علی وقوع النسخ فی القرآن وقال ابو مسلم بن بحر انه لم یقع واحتج الجمهور علی وقوعه فی القرآن بوجوه احدها هٰذه الآیة وهی قوله تعالیٰ ماننسخ من آیة الخ تفسیر مفاتیح الغیب ص ۴۳۵/ج ۱/ سورۂ بقرہ تحت آیت ۱۰۶/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۰۶/۔ **ترجمہ**: ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کردیتے ہیں (بیان القرآن)

[3] سورۂ نحل آیت ۱۰۱/۔ **ترجمہ**: اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[4] سورۂ رعد آیت ۳۹/۔ **ترجمہ**: خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کردیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[5] سورۂ بقرہ آیت ۲۴۰/۔ **ترجمہ**: اور جو لوگ وفات پاجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال منتفع ہونے کی۔ (بیان القرآن)

[6] سورۂ بقرہ آیت ۲۳۴/۔ **ترجمہ**: اور جو لوگ تم میں وفات پاجاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ اور دس دن۔ (بیان القرآن)

ہر دو کی تلاوت ہوتی ہے۔ اسی طرح یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (الاٰیة)[1] یہ آیت بھی مابعد کی آیت سے منسوخ ہے۔ اسی طرح اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (الاٰیة)[2] بھی اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ (الاٰیة)[3] سے منسوخ ہے۔

افادۃ الشیوخ[4] میں اول قرآن سے لے کر اخیر تک ہر سورت کے متعلق بحث کی ہے اور ناسخ ومنسوخ کو شمار کیا ہے۔ تفسیر احکام القرآن[5] میں حافظ ابوبکر حنفی رازی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن شریف میں آیات منسوخ موجود ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ[6] نے بھی ابومسلم کے قول کی تردید کر کے آیات منسوخہ کو گنایا ہے۔ اگر بکر کا ہم خیال کوئی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے قول کو تسلیم نہیں کرتا اس بنا پر کہ وہ اس کا اجتہاد اور ذاتی قول ہے اور اس کے پاس ابو

---

[1] سورۂ مجادلہ آیت ۱۲/۔ **ترجمہ**: اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو، تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔ (بیان القرآن)

[2] سورۂ انفال آیت ۶۵/۔ **ترجمہ**: اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجاویں گے (بیان القرآن)

[3] سورۂ انفال آیت ۶۶/۔ **ترجمہ**: اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی۔ (بیان القرآن)

[4] افادة الشيوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ (از مولانا نواب سید محمد صدیق حسین)

[5] قد عقلت الامة سلفها وخلفها من دين الله وشريعته نسخ كثير من شرائعه ونقل ذلك الينا نقلا لايرتابون به ولايجيزون فيه التاويل كماقدعقلت ان فى القرآن عاماً وخاصاً ومحكماً ومتشابها فكان دافع وجود النسخ فى القرآن والسنة كدافع خاصه وعامه ومحكمه ومتشابهه اذكان ورود الجميع ونقله عن وجه واحد (احكام القرآن لابى بكر جصاص ص ۵۹/ج ۱/) ومن سورة البقرة، باب فى نسخ القرآن بالسنة وذكر وجوه النسخ، مطبوعه دارالكتب العربى بيروت.

[6] والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ فى احكام الله تعالىٰ لماله فى ذلك من الحكمة البالغة وكلهم قال بوقوعه وقال ابومسلم الاصبهانى المفسرلم يقع شى من ذلك فى القرآن وقوله ضعيف مردودمرذول وقدتعسف فى الاجوبة عماوقع من النسخ فمن ذلك الخ (تفسير ابن كثير ص ۲۲۶/ج ۱/سورة البقرة تحت آيت ۱۰۶/مطبوعه مصطفى احمدالبازمكه مكرمه۔

حنیفہؒ کا صریح جزئیہ اس قول کے معارض ہے تب تو اس کو حق ہے کہ یہ کہہ دے کہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا معتقد ومقلد ہوں۔ ان کے مقابلہ میں شاہ صاحبؒ کا قول حجت نہیں۔ لیکن اگر شاہ صاحبؒ امام صاحبؒ کا مقولہ نقل کرتے ہوں، اور صراحۃً امام صاحبؒ کی طرف نسبت نہ کرتے ہوں مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ صراحۃً امام صاحب سے یہی منقول ہے یا ان کے اصول پر متفرع ہے، خلاف نہیں پھر نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ آج امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف و محمد وزفر رحمۃ اللہ علیہم ہمارے سامنے موجود نہیں، ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں پس زید کے قول کی تردید بکر اس صورت میں کرسکتا ہے کہ ان اکابر کی تصانیف سے جزئیات یا کلیات ونظائر مقابلہ میں پیش کرے محض اتنا کہہ دینا کہ میں شاہ ولی اللہ کا پیرو نہیں کافی نہیں کیوں کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس مسئلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ان اکابر کے خلاف نہیں فرمایا بلکہ ان حضرات کی تصانیف میں جزئیات وکلیات ونظائر سے ہی بیان فرمایا ہے، جیسا کہ دیگر کتب سے ہی اتفاق جمہور نقل کیا گیا ہے۔ دیکھئے اصولِ فقہ کی کتاب ''المنار'' اس کی شرح نورالانوار ص ۲۱۱/ وحسامی[۲] دوسرے علماء نے مستقل کتابیں اس مسئلہ پر تصنیف فرمائی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ

الجواب صحیح: جمہور کا مسلک یہی ہے کہ قرآن شریف میں بعض آیات ایسی موجود ہیں جو منسوخ الحکم ہیں۔ اگرچہ بعض علماء ان کو منسوخ نہیں کہتے اور یہ بحث کتب تفسیر واصولِ فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے اجمالی حوالہ لکھ دیا ہے۔

فقط سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف ۱۴/ شعبان ۱۳۶۰ھ

---

[۱] وانما یجوز النسخ بالکتاب والسنة متفقاً ومختلفاً الخ (نورالانوار ص ۲۱۴/ مبحث اقسام البیان، النسخ بالکتاب والسنة الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲] حسامی ص ۸۲/ باب بیان التبدیل، مطبوعه دارالعلوم دیوبند.

حکم قرآنی کیا حدیث سے منسوخ ہوسکتا ہے

سوال:- ایک شخص جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث نبوی ﷺ قرآن پاک کے واسطہ ہرگز ناسخ نہیں ہوسکتی اور اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بھی قرآن مجید کے لئے ناسخ بن سکتی ہے تو ہم ایسی حدیث کو کسی انسان کا کلام نہیں سمجھیں گے بلکہ ہم اسے شیطان کا کلام سمجھیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہل حق کا ایسے نسخ کے متعلق کیا عقیدہ ہے اور اگر اس میں اختلاف ہو تو راجح اور مفتی بہ مذہب کیا ہے۔ نیز وہی شخص یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زندہ نہیں اٹھائے گئے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح ان کی وفات ہوچکی ہے اور ان کی روح اٹھائی گئی ایسے شخص کا جس کا مذکورہ بالا عقیدہ ہو شرعاً کیا حکم ہے مومن رہا یا کافر ہوگیا اور عامۃ المسلمین کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نسخ الکتاب بالسنۃ میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ **انمایجوز النسخ بالکتاب والسنة متفقاً ومختلفاً فیجوز نسخ الکتاب بالکتاب والسنة وکذایجوز نسخ السنة بالسنة والکتاب فهی اربع صور عندنا خلافاً للشافعیؒ فی المختلف فلایجوزعنده الانسخ الکتاب بالکتاب والسنة بالسنة اھ نورالانوار**[1]

امام فخر الدین رازی شافعیؒ نے کہا ہے کہ جواز نسخ الکتاب بالسنۃ جمہور کا قول ہے اور عدم جواز نسخ الکتاب بالسنۃ امام شافعیؒ کا قول ہے پھر طرفین کے دلائل بیان کرکے جمہور کی طرف سے

---

[1] نورالانوار ص ۲۱۴/ النسخ بالکتاب والسنة الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

امام شافعی کے دلائل کا جواب دیا ہے[1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور کے قول کو راجح سمجھتے ہیں جو شخص اس نسخ کے انکار میں اس قدر متشدد ہے وہ جاہل بلکہ معاند ہے چونکہ حضور ﷺ جو کچھ احادیث شریفہ میں احکام بیان فرماتے ہیں وہ بھی بذریعہ وحی ہوتا ہے اگر کوئی حکم اجتہاداً فرمایا تو اس کی بھی وحی کے ذریعہ تائید ہوگئی۔ ورنہ تبدیلی ہوگئی۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[2] اگر حدیث شریف کے ذریعہ کسی حکم قرآن کو منسوخ قرار دینا بالکل محال ہے تو مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الایۃ)[3] اور اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (الایۃ)[4] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (الایۃ)[5] مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[6] وغیرہ آیات میں تخصیص کے بغیر چارہ نہ ہوگا یعنی یہ کہ فرمان رسول اللہ ﷺ وہ قابل قبول اور واجب العمل ہے جس میں قرآن کریم کی کسی آیت کا منسوخ ہونا نہ بتایا گیا ہو، اگر بتایا گیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں حالانکہ آیات مذکورہ عام ہیں۔ کسی جگہ سے تخصیص کا ثبوت نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ موجود ہیں آسمان پر، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی

---

[1] المسئلة الثالثة قال الشافعي رضي الله عنه الكتاب لاينسخ بالسنة المتواترة واستدل عليه بهذه الاٰية من وجوه (ثم بعدذكر الوجوه الاربعة قال) والجواب عن الوجوه الاربعة باسرها ان قوله تعالىٰ (نأت بخيرمنها) ليس فيه ان ذلك الخيريجب ان يكون ناسخاً (الى قوله) ثم احتج الجمهورعلى وقوع الكتاب بالسنة الخ تفسيرمفاتيح الغيب ص ۲۱۰/ج ۲/، ص ۴۳۶، ۴۳۷/ ج ۱/سورۂ بقره تحت آیت ۱۰۶/مطبوعه دارالفكربيروت.

[2] سورۂ نجم آیت ۳/۔ **ترجمہ**: اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (بیان القرآن)

[3] سورۂ حشر آیت ۷/۔ **ترجمہ**: اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو (بیان القرآن)

[4] سورۂ نور آیت ۵۴/۔ **ترجمہ**: اور اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو (بیان القرآن)

[5] سورۂ آل عمران آیت ۳۱/۔ **ترجمہ**: آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو (بیان القرآن)

[6] سورۂ نساء آیت ۸۰/۔ **ترجمہ**: جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن)

طرح وفات پا گئے اور انکا جسم زمین میں مدفون ہوگیا اور روح آسمان پر اٹھالی گئی وہ شخص خلافِ اسلام عقیدہ رکھتا ہے[۱] وہ اسلام سے خارج ہے اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں[۲] دلائل اور تفصیل کی ضرورت ہوتو ان کا مطالعہ کریں ایسا عقیدہ رکھنے والے سے تعلق ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم ۲۶/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

آیات منسوخہ کی تلاوت کا حکم

سوال:- (۱) کیا کلام مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس کا حکم منسوخ ہوچکا ہو مگر صرف تلاوت کی جاتی ہو؟

(۲) کیا بعض آیات ایسی بھی ہیں جو موجودہ قرآن مجید میں درج نہیں ہیں مگر ان کا حکم جائز اور باقی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں[۳] جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے اقسام، ناسخ کے اقسام ومنسوخ کے احکام درج ہیں۔ بطور مثال ایک آیت درج کرتا ہوں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

---

[۱] فالایمان بھا واجب والانکار عنھا کفر والتاویل فیھا زیغ وضلال والحاد، نزل اھل الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام ص ۳۳/ مقدمۃ عقیدۃ الاسلام طبع ڈابھیل.

[۲] عقیدۃ الاسلام از حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حیات عیسیٰ علیہ السلام از مولانا ادریس کاندھلویؒ، حیات مسیح علیہ السلام از مفتی شفیع صاحبؒ۔

[۳] الاتقان فی علوم القرآن ص ۲۰/ النوع السابع والاربعون فی ناسخہ ومنسوخہ دار الفکر الفوز الکبیر ص ۱۵/ فصل دوم مطبوعہ دھلی.

والاقربین (الآیۃ)[1] پہلے والدین کے حق میں مال کی وصیت کی جاتی تھی۔ پھر وہ وصیت منسوخ ہوگئی اور والدین کا حصہ بطور میراث متعین کردیا گیا، اس کے باوجود یہ آیت باعتبار تلاوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تلاوت باقی ہے[2]۔

(۲) الشیخ والشیخۃ اذازنیافارجموھما نکالاً من اللّٰہ الاٰیۃ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۸۸ھ

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق

سوال:- آج تک واعظ صاحب نے یہ کہا کہ ابلیس اور آدم دونوں مرتکب حرام ہیں، دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ میری معلومات یہ ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں، میں اس کی تشریح چاہتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا تھا وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ[4] اس

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۰/۔ **ترجمہ:** تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے (بیان القرآن)

[2] الضرب الثانی مانسخ حکمه دون تلاوته وهذاالضرب هوالذی فیه الکتب المؤلفة (الی قوله) فمن البقرة قوله تعالیٰ کتب علیکم اذاحضراحدکم الموت الآیة منسوخة قیل بأیة المیراث وقیل بحدیث الالاوصیة لوارث وقیل بالاجماع حکاه ابن العربی (الاتقان ص ۶۳/ تا ۶۵/ ج۳/، ص ۲۲/ ج ۲/ النوع السابع والاربعون فی ناسخه ومنسوخه، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[3] والتلاوة دون الحکم قوله تعالیٰ الشیخ والشیخة اذازنیافارجموهمانکالا من اللّٰه (نورالانوار ص ۲۱۲/ مبحث اقسام البیان اقسام المنسوخ)

[4] سورۂ بقرہ آیت ۳۵/۔ **ترجمہ:** اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے (بیان القرآن)

درخت کے پاس نہ جانا، مگر اس کی پابندی نہ ہوسکی، بھول ہوئی۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور تکبر کیا۔ خدائے پاک کا مقابلہ کیا۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ[1] وَقَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ[2] اس لئے ابلیس اس تکبر اور مقابلہ کی وجہ سے کافر ہوا اور توبہ کی توفیق ہی سلب ہوگئی۔ بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے کہ وہ اپنی بھول پر ساری عمر روئے اور توبہ فرماتے رہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ[3] اور ابلیس کا عمل اس کے مقابلہ میں یہ ہوا۔ قَالَ فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَاتَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شَاکِرِیْنَ[4] اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو مغفرت سے نوازا گیا۔ اور ابلیس کی سرکشی پر لعنت اور جہنم کی وعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے

سوال: - جب ابلیس مطابق آیت خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ قوم جن سے ہوا تو وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کا مخاطب ہوکر کیسے خاطی بنا؟

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۳۴/۔ **ترجمہ:** اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا (بیان القرآن)

[2] سورۂ اعراف آیت ۱۲/۔ **ترجمہ:** کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ اعراف آیت ۲۳/۔ **ترجمہ:** اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجاویگا (بیان القرآن)

[4] وہ کہنے لگا کہ بہ سبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے داھنی جانب سے بھی اور ان کے بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیے گا (بیان القرآن)

الجواب حامداًومصلیاً

اس آیت کی متعدد تفسیریں ہیں اور ابلیس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ ابلیس قوم جن سے ہے پھر خاطی کیوں ہوا جواب یہ ہے کہ سجدہ کا حکم جنات کو بھی تھا اور ملائکہ کی تخصیص خطاب میں شرافت کی وجہ سے تھی یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لئے حکم کیا جاتا ہے تو بڑوں کو خطاب کیا جاتا ہے اور چھوٹے تبعاً اس میں داخل ہوجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تعظیم کے لئے بڑوں کا خود بخود مامور سمجھتے ہیں اگر چہ خصوصیت سے چھوٹوں کو خطاب نہ کیا جاوے[1] جیسا کہ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" وغیرہ مذکر کے صیغے ہیں۔ حالانکہ حکم عورتوں کو بھی ہے (بیضاوی[2] ص ۶۴ ر ج ۱ ر مطبوعہ نظامی دہلی) اگر وہ ملائکہ میں سے ہے تو واسجدوا کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ کی تشریح

سوال:- قرآن پاک کی آیت یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰت وَمَافِی الارْض ِ ہے۔ اور اس کے اندر بول و براز بھی ہے، تو کیا یہ بھی تسبیح کرتے ہیں؟ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ان کی تسبیح ان کی شان کے مناسب ہے تو بہر حال تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا ذرا اچھا معلوم

---

[1] ان ابلیس کان من الملائکة لصحة الاستثناء کمامرعن ابن عباس فعلی هذالایکون الملائکة کلهم معصومین بل الغالب منهم العصمة کماان بعضامن الانس معصومون والغالب منهم عدم العصمة وقیل کان جنیانشأ بین الملائکة ومکث فیهم الوف سنین فغلبوا علیه ویحتمل کون الجن ایضاً مامورین بالسجودمع الملائکة لکنه استغنی عن ذکرهم بذکرالملائکة لان الاکابر کماأمروابالسجودفالاصاغراولی (تفسیر مظهری ص ۵۶ ر ج ۱ ر سورۂ بقره تحت آیت ۳۴ ر مطبوعه نعمانیه دیوبند)

[2] بیضاوی شریف ص ۶۴ ر ج ۱ ر مطبوعه دهلی سورۂ بقره تحت آیت ۳۴ ر.

نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سور بھی تسبیح کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف تسبیح کی نسبت کرنے کے متعلق کیا خیال ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ کی تشریح

سوال: -سورۃ البقرۃ کے بارے میں آیت نمبر ۳۷ رترجمہ روشن چراغ ص ۷ ر۔

ترجمہ: (پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا اور صاحب رحم ہے۔

(نوٹ) لوگ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعایوں کی کہ اللہ تیرے نام کے برابر نام جو نام نامی تحریر تھا عرش اعظم لوح محفوظ پر اس کے صدقہ میرا قصور معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے قصور معاف فرمادیا تو کیا یہ روایت درست ہے، اور قرآن پاک کی آیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص کلمات یاد کرائے آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو ادا کیا تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس آیت سے متعلق یہ بھی ایک قول ہے جس کو روح المعانی[2] ص ۳۳۷ رمیں قیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ **قیل رأی مکتوباً علی ساق العرش محمد رسول اللّٰہ فتشفع به**

---

[1] مطلب یہ ہے کہ سائل کا یہ کہنا کہ تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا ذرا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ خیال غلط ہے۔ نص قرآنی کے خلاف ہے۔

[2] روح المعانی ص ۳۷۷ رج ۱ رسورہ بقرہ تحت آیت ۳۷ رمطبوعہ دارالفکر بیروت۔

حضرت ابن عباسؓ سے جو قول مشہور ہے وہ یہ ہے کہ اس کا مصداق رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا الاٰیة حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ اس کا مصداق سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک لااله الا انت ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لایغفر الذنوب الاانت ہے۔ تفسیر ابن کثیرؒ اور دیگر تفاسیر میں دوسرے اقوال بھی منقول ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۴ھ

''مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَااَنْزَلَ اللّٰهُ'' کی تشریح

سوال: - اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ فرماتا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے کلام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔ قرآن پاک میں کافرون، ظالمون، فاسقون ہی عام طور سے کافر کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا قرآن کی روشنی میں منکر ہوتا ہے۔ رسالت کا منکر ہوتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام کے تابع نہیں رہیں گے۔ مگر جو ایمان لا چکے ہیں اگر وہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ضرور ہیں۔ جو ایمان ہی نہیں لایا وہ احکام خداوندی کے تابع کیونکر ہوگا۔ اس کے لئے قیامت کے دن عذاب ہے جس کا وعدہ ہے۔ بات یہاں اس لئے میرے نزدیک دشوار ہوگئی ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے کیا وہ بھی کافر ہے۔ امید ہے کہ آپ مجھے خط کے ذریعہ روشنی بخشیں گے جہاں تک میں نے قرآن کے مطالعہ سے سیکھا ہے

۱؎ روح المعانی ص ۳۷۷/ج ۱/سورہ بقرہ تحت آیت ۳۷/مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۲؎ تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۴/ سورہ بقرہ تحت آیت ۳۷/المکتبہ التجاریة مکه مکرمه . الدر المنثور ص ۱۴۲/ج ۱/ جزء اول سورہ بقرہ تحت آیت ۳۷ مطبوعه دارالفکر بیروت. روح المعانی ص ۳۷۷/ج ۱/ سورہ بقرہ تحت آیت ۳۷/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

کہ ایمان لانے کے بعد اگر وہ احکام خداوندی اور طریقہ رسول اللہ ﷺ کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی قدر ومنزلت ہے نہیں تو پھر اس کا شمار کافروں فاسقوں ظالموں میں ہی ہونا چاہیے پھر بھی اپنے علم کی کمی کی بنا پر مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے شخص کو کافر کہوں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ نے کتنی جگہ پر فرمایا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس آیت کو اصل الفاظ میں لکھیں اگر آپ کی مراد مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ ہے[1] تو اس کا مطلب مفسرین نے متعدد طریقہ پر بیان کیا ہے۔ ایک مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی حکم کرے اور کہے کہ اللہ کا حکم ہے اور وہ حقیقتاً اللہ کا حکم نہیں۔ اللہ کے حکم کی جگہ اس نے غلط حکم کو بتایا اس نے کفر کیا تفسیر احکام القرآن[2] ص ۴۳۹/ج ۲/حضرت ابن مسعودؓ سے حسن بن ابراہیم نے یہی مطلب نقل کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۹۰ھ

تفسیر استویٰ

سوال: -عرض می درام کہ در معنیٰ استواء اختلاف شدید واقع شدہ است الرحمن علی العرش استویٰ جمہور علماء می گویند کہ استویٰ بمعنیٰ غلبہ وقدرت باشد۔ وملا عبدالکریم

---

[1] سورۂ مائدہ آیت ۴۴/۔ **ترجمہ:** اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں (بیان القرآن)

[2] قولہٗ تعالیٰ (ومن لم یحکم بماانزل اللّٰہ) قال ابن مسعودؓ والحسن وابراھیم ھی عامۃ یعنی فیمن لم یحکم بماانزل اللّٰہ وحکم بغیرہ مخبراً انہ حکم اللہ تعالی ومن فعل ھذافقد کفر (احکام القرآن للجصاص ص ۴۳۹/ج ۲/دارالفکر بیروت)

می گویند کہ استوی بمعنیٰ سکونت باشد یعنی نعوذ باللہ معنی آیت مذکورہ بقرار ذیل می کند کہ خداوند تعالیٰ برعرش مبارک نشستہ باشد۔ فلہٰذا جمہور علماء برملا عبدالکریم فتویٰ کفر کردند از جماعت خود اوراخارج نمودند، فی الحال از علماء دارالعلوم دیوبند درخواست است کہ اصل معنیٰ استویٰ مدلل بحوالہ کتب بیان کنند۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

تفسیر استویٰ باستیلاء نیز کردہ شدہ است ولٰکن دریں مسئلہ مسلکِ اہل حق این است کہ استویٰ حق است وایمان برآں لازم است وکیفیت آں غیر معلوم است وسوال وتفتیش آں بدعت است وانکارِ آں گمراہی است۔ کذافی تفاسیر[1] الآیۃ وکتب العقائد وصرح بہ الامام مالکؒ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۹۱ھ

---

[1] واولت المعتزلہ الاستویٰ بالاسیتلاء فاما اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ للہ تعالیٰ بلاکیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللّٰہ عزوجل وسال رجل مالک بن انس عن قولہ الرحمن علی العرش استویٰ کیف استویٰ فاطرق راسہ مَلیًاوعلاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیرمجھول والکیف غیرمعقول والایمان بہ واجب ثم امربہ فاخرج (روح المعانی ص ۱۳۴/ج۴/ تفسیر البغوی الجزء الثامن ص ۱۶۵/ج۲/ تفسیر مظھری ص ۶/ج۵/مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ سورۂ یونس آیت ۳/)شرح فقہ اکبر ص ۳۷/مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

ترجمہ سوال: الرحمن علی العرش استویٰ میں استویٰ کے معنی میں سخت اختلاف واقع ہوگیا ہے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ استوی غلبہ وقدرت کے معنی میں ہے اور ملا عبدالکریم کہتا ہے کے استویٰ سکونت کے معنی میں ہے یعنی نعوذ باللہ آیت مذکورہ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ عرش مبارک پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے جمہور علماء نے ملا عبدالکریم پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کردیا ہے فی الحال علماء دارالعلوم دیوبند سے درخواست ہے کہ استویٰ کے اصل معنی مدلل بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

ترجمہ جواب: استویٰ کی تفسیر استیلاء (غلبہ) کے ساتھ بھی کی گئی ہے لیکن اس مسئلہ میں اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ استوی حق ہے اس پر ایمان لانا لازم ہے اس کی کیفیت غیر معلوم ہے اس کے بارے میں سوال وتفتیش کرنا بدعت اور اس کا انکار کرنا گمراہی ہے اس آیت کی تفاسیر اور کتب عقائد میں اسی طرح ہے اور امام مالکؒ وغیرہ نے ان کی تصریح فرمائی ہے۔ فقط

تفسیر لَایَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

سوال:- زید کا کہنا ہے آیۃ کریمہ اِنَّهٗ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَايَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں جملہ لایمسہٗ کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔ پہلا قول جو حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ جملہ لایمسہٗ۔ کتاب مکنون کی صفت ہے اور کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور مطھرون سے مراد ملائکہ ہیں۔ یہی تفسیر حضرت انس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر ضحاک، جابر بن زید، عبدالرحمٰن ابن زید ابونہیک ابوالعالیہ قتادہ وغیرہم سے منقول ہے۔ اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ لوح محفوظ کو سوائے ملائکہ کے اور کوئی نہیں چھوتے اور اس تفسیر وتاویل کے لحاظ سے مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والا بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے فقہاء حنبلیہ اسی تفسیر وتاویل کو اختیار کر کے کہتے ہیں کہ مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کو بغیر غلاف چھونا جائز ہے دوسرا قول جو عطا طاؤس سالم قاسمؒ سے منقول ہے کہ جملہ لایمسہٗ قرآن کریم کی صفت ہے اور قرآن کریم سے مراد مصحف مجید ہے اور مطھرون سے مراد وہ مومنین ہیں جو باوضو وغسل ہوں اس تفسیر وتاویل کے لحاظ سے مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کے لئے بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ فقہاء حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسی تفسیر وتاویل کو اختیار کرتے ہیں کہ مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کو چھونا بغیر غلاف جائز نہیں صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں اول یہ کہ ضمیر منصوب لایمسہٗ میں راجع ہے کتاب مکنون کی جانب اور مطھرون سے مراد ملائکہ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور مطھرون سے وہ لوگ مراد ہیں جو باغسل اور باوضو ہوں۔ تفسیر مدارک[1] التنزیل ص ۱۶۷/ج ۴/ میں ہے۔

---

[1] مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ص ۲۲۳/ج ۴/ سورہ واقعۃ آیت ۷۹/.

لایمسهٗ الاالمطهرون من جميع ادناس الذنوب وغيرها ان جعلت الجملة صفة لكتاب مكنون وهواللوح وان جعلتها صفة للقرآن فالمعنىٰ لاينبغى ان يمسه الامن هوعلىٰ الطهارة من الناس (اھ تفسیر بیضاوی[1] میں ص ۳۴۵/) لايمسه الا المطهرون لايطلع علىٰ اللوح الاالمطهرون من الكدورات الجسمانية وهم الملٰئكة اولايمس القراٰن الاالمطهرون من الاحداث فيكون نفيابمعنى النهى اھ اکثر کا قول یہ ہے کہ ضمیر منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے والضميرفى لايمسه ان عادالىٰ الكتاب المكنون كان المعنىٰ لايمس الكتاب المكنون فى اللوح المحفوظ الاالملائكة المطهرون من الادناس والكدورات وان عادالىٰ القراٰن كان نهيا معنى اى لايمس القراٰن الاالمطهرون من الاحداث الىٰ ان قال والمقصودان قوله لايمسه الاالمطهرون وان كان يحتمل المعانى ولذاتركه صاحب الهداية ولكن الأكثرين على انه نفى بمعنى النهى وان الضميرالمنصوب راجع الىٰ القراٰن وان الطهارة هوالطهارة عن الاحداث اى لايمس هذاالقراٰن الاالمطهرون من الاحداث فلايمسه المحدث والجنب ولاالحائض والنفساء وقد اشتهرفى كتب ابى حنيفة انه لايجوزللمحدث والحائض والنفساء مس المصحف الابغلاف متجاف منفصل عنه واما قرأته فيجوز للمحدث فقط ان كان حافظا لالغيره وان كان ناظراًفلايجوزالقراء ة للمحدث الااذاقلبت الاوراق بقلم اوسكين مع الكراهة هٰكذافى القنية وذكرفى الحسينى ان الشافعى ومالك لايجوزان مسه للمذكورين ولاحمله والحنابلة يجوزونهماجيمعا للمحدث والجنب دون الحائض والنفساء وابوحنيفة لايجوزمسه للمذكورين الابغلاف متجاف وعن ابن عمرانه قال الاحب الى ان لايقرأ القرآن الا المطهرون وقدقيل لايمسه اى لايقرأ ه تفسیرات احمدیہ ص ۶۸۳[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۸/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم ۱۹/ ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[1] تفسير بيضاوى على هامش القونوى ص ۴۲۳/ ج ۱۸/ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] تفسیرات احمدیہ ص ۴۵۹/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی الآیۃ

سوال: -قولہ تعالیٰ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام میں خود انسان کی سعی نہ ہو اس کا ثواب نہیں پہنچتا۔ کیا یہ آیت منسوخ ہے یا کسی حدیث سے تخصیص کی گئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معتزلہ کا مذہب یہی ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں[1] حافظ عینیؒ نے شرح ہدایہ[2] میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں اور ابن قیمؒ نے کتاب الروح[3] میں بہت تفصیل سے معتزلہ پر رد کیا ہے اموات کو احیاء کے افعال دعا، صوم، صلوٰۃ، حج، صدقہ وغیرہ سے نفع پہنچنا خود قرآن کریم اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے وَالَّذِیۡنَ جَاءُ وۡامِنۡ بَعۡدِهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا وَلِاِخۡوَانِنَاالَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَابِالۡاِیۡمَانِ الآیۃ[4]

---

[1] قال المعتزلة لیس للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره لقوله تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعی والجواب عنه من ثمانیة اوجه (الی قوله) کمافی العینی علی البخاری (طحطاوی صعلی المراقی ص۵۱۷/فصل فی زیادة القبور مطبوعه مصری)

[2] واماالجواب عن الآیة بثمانیة اوجة البنایة فی شرح الهدایةص۴۲۴/ج ۴/باب الحج عن الغیر.

[3] ملاحظہ ہو کتاب الروح ازص۱۸۸/تا۲۲۸/۔

[4] **ترجمہ:** آیت کریمہ اوران لوگوں کا جوان کے بعد آئے جو دعائیں کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ (بیان القرآن ۱۲۴/ج۱۱/سورہ حشر پارہ ۲۴/)

قال السیوطی وقدنقل غیر واحدالاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت ودلیله من القرآن قوله تعالیٰ والذین جاؤا من بعدهم الآیۃ (تفسیر مظهری ص۱۲۷/ج۹/سورۂ نجم تحت قوله تعالیٰ وان لیس للانسان الاماسعٰی مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

نوٹ: قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے صوم، صلوٰۃ، حج صدقہ وغیرہ کے ایصال ثواب کے ثبوت میں مستقل احادیث ذکر کی ہیں (۱۲۸، ۱۲۹/)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ[1] الآیۃ صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت اسی غرض کے لئے ہے[2]۔ من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الحديث[3]۔

قبرستان میں جا کر قل هو الله شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتے رہنا وغیرہ وغیرہ بہت سی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ اور عمل بھی تھا کہ وہ ثواب پہنچایا کرتے تھے[4] آیت لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ سے منسوخ ہے[5]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا مطلب

سوال:- قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ

---

[1] سورۂ طور آیت ۲۱/۔ **ترجمہ:** آیت کریمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دینگے (بیان القرآن)

[2] ان المقصود ای من الصلوٰة على الميت الدعاء (طحطاوی ص ۴۸۶/ مصری احکام الجنائز)

[3] مسلم شریف ص ۳۲۷/ ج ۱/ مطبوعه سعد دیوبند کتاب الزكاة باب الحث على الصدقة الخ ۔ **ترجمہ:** جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔

[4] واخرج الخلالی عن الشعبی كانت الانصار اذامات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرؤن القرآن (تفسیر مظهری ص ۱۳۰/ ج ۹/) مسلم شریف مع نووی ص ۳۲۴/ ج ۱/ باب وصول ثواب الصدقة عن الميت اليه.

[5] قال ابن عباس الاية (وان ليس للانسان الا ماسعى منسوخ بقوله تعالىٰ والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم مظهری ص ۱۲۷/ ج ۱/ (مطبوعه رشيديه كوئٹه) تحت قوله تعالىٰ وان ليس للانسان الا ماسعىٰ.

الآیۃ یہود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں گے ان کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔ میرا ایمان یہی ہے اور یقین بھی ہے لیکن آج جب کہ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ جناب والا ان کی آج حکومت ہے فلسطین پر قابض ہیں عرب مسلمان پریشان ہیں یہ اعتراض سن کر میں تو بغلیں جھانکنے لگا اور پسینہ آ گیا۔ میں کم علم کیا کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں صرف مولوی نما ہوں۔ کیا جواب دیتا وہی سبق کا سنا ہوا ایک جواب کہ ان کی حکومت مستقل نہیں بلکہ امریکہ کے رحم وکرم پر ہے اور یہاں بالذات حکومت کی نفی ہے لیکن عیسائی معترض نے کہا کہ یہ بتائیے کہ حکومت کونسی مستقل ہے سب ایک دوسرے کے تعاون سے چلتی ہیں کوئی بھی بالذات نہیں۔ آج پاکستان کا ساتھ امریکہ چھوڑ دے تو ہندوستان اسے ہڑپ کر جائے اور ہندوستان کا ساتھ روس چھوڑ دے تو چین اسے جینے نہ دے۔ سعودی عرب مصر، اردن وغیرہ جتنی حکومتیں ہیں سب پر ایک دوسرے کا سایہ ہے اسی طرح کا تعاون امریکہ بھی اسرائیلیوں کا کر رہا ہے۔ اسرئیلی نمائندہ ہر عالمی میٹنگ میں موجود ہوتا ہے ان کو سب تسلیم کر رہے ہیں آخر یہ بھی انسان ہیں ان کا بھی حق ہے یہ بھی اپنے لئے کوئی مستقل جائے قیام چاہتے ہیں اس کے لئے انھوں نے اپنی جگہ تجویز کی اور عربوں کو بھگا کر فلسطین پر قابض ہو گئے آج ان کی حکومت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قرآن کی پیشین گوئی درست ثابت نہیں ہوئی۔ برائے مہربانی جلد جواب سے نوازیں تا کہ ان معترض صاحب کو بتایا جا سکے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ الخ[1] میں سلطنت کی نفی کہاں ہے کہ موجودہ حالات سے معارضہ کیا جائے۔ جب تک کسی آیت یا قوی روایت سے سلطنت یہود کی ہمیشہ کے لئے نفی ثابت نہ ہو قرآن وحدیث کی تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے وقت میں جو یہودی تھے اول ان کو معاہدہ میں شریک کیا گیا۔ مگر ان کی کمینہ حرکات ختم نہ ہوئیں

[1] سورۂ بقرہ آیت ۶۱۔ **ترجمہ**: اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی (بیان القرآن)

دو قبیلے بنونضیر۔ بنوقریظہ تھے۔ ان میں آپس میں سخت اختلاف تھا۔ ایک قبیلہ خزرج کا سہارا لیتا تھا اور دوسرا اوس کا۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے باوجود چپکے چپکے قریش مکہ میں سازباز کی اور ان کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور اپنے مسلک کے بالکل خلاف بعض یہود نے مکہ معظّمہ پہنچ کر مشرکین کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بت کو سجدہ بھی کیا۔ ادھر کعب بن اشرف نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کی سازش کی۔ نیز ابورافع نے بہت ہی کمینہ حرکات کیں نتیجہ یہ ہوا کہ کعب ابن اشرف قتل ہوا[1] ابورافع قتل ہوا۔

اوس وخزرج کی نگاہوں سے بھی گر گئے۔ عہد شکنی کی بناء پر بنوقریظہ قتل کئے گئے بنونظیر کو جلاوطن کیا گیا۔ سورۂ حشر میں ان کے حالات پڑھئے کس طرح اپنے گھروں کو اجاڑ کر نکلے ہیں[2] یہ ان کی ذلت ومسکنت سب کی نظروں میں تھی۔ ہوسکتا ہے آیت مذکورہ میں اسی کو بیان کیا

---

[1] قال ابن اسحاق کان اجلاء بنی نضیر عندمرجع النبی ﷺ من احدو فتح قریظة عندمرجعه عن الاحزاب وبینهماسنتان وسبب اخراجهم ان النبی ﷺ لمادخل المدنیة صالح بنو النضیر علی ان لاتقاتلوه ولاتقاتلوهن معه فقبل ذلک رسول اللّٰه ﷺ منهم فلما غزارسول اللّٰه ﷺ بدراًوظهرعلی المشرکین قالت بنوالنضیروالله النبی الذی وجدنانعته فی التوارة لاتردله رایة فلماغزااحدوانهزم المسلمون ارتابواواظهروالعدواة لرسول اللّٰه ﷺ والمومنین ونقضوا العهدالذی کان بیهنم وبین رسول اللّٰه ﷺ وورکب کعب بن الاشرف من بنی النضیرفی اربعین راکبا من الیهودالی مکة فاتوا قریشاً فحالفوهم وعاقدوهم علی ان یکون کلمتهم واحدة علی محمدودخل ابوسفیان فی اربعین من قریش وکعب فی اربعین من الیهودالمسجدواخذبعضهم علی بعض المیثاق بین الاستار والکعبة ثم رجع کعب واصحابه الی المدینة نزل جبرئیل فاخبر النبی ﷺ بماتعاقدعلیه کعبوابوسفیان وامر النبی ﷺ بقتل کعب بن الاشرف فقتله محمدبن مسلم (تفسیرمظهری ص ۲۲۹/ج۹/) سورة الحشرتحت آیت ۲/ مطبوعه ندوه المصنفین دهلی.

[2] یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْایااُولِی الْاَبْصَارِ سورۂ حشر رکوع اول. وقال ابن زیدکانوایقلعون العمدوینقضون السقوف وینقبون الجدران ویقلعون الخشب حتی الاوتاد ویخرجونهالئلایسکنها المؤمنون حسداً اوبغضاً وقال قتادة کان المسلمون یخربون ما یلیهم ویخربهاالیهودمن داخلها قال ابن عباس کلما ظهرالمسلمون علی د ارمن دورهم هدموها لیتسع لهم المقاتل وجعلوااعداء اللّٰه ینقبون دورهم فی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

گیا ہو۔ نہ کہ آئندہ کے حالات کو جیسا کہ مکہ مکرمہ کو وادغیر ذی زرع ۔[۲] قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کو لیکر وہاں تشریف لائے اس وقت اس مقام پر یہی حال تھا۔ آج وہاں باغات، درخت سب چیز موجود ہے جو کہ آیت کے منافی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰی الآیۃ پر اشکال اور اس کا جواب

سوال: -مومن ہونے کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں۔ اللہ و رسول میں سے اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے تو مؤمن نہیں ہوسکتا۔ لیکن آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا والَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصارٰی والصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَهُمْ یَحْزَنُون. میں ایمان بالرسول کا کہیں ذکر تک نہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں اگر ضروری ہے تو عدم ذکر کی وجہ تحریر فرمائی جائے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ادبارها فیخرجون الی التی بعدهافیتحصنون فیهاویکسرون مایلیهم ویرمون بالتی خرجوامنهااصحاب رسول اللّٰه علیه وسلم فذلک قوله تعالیٰ یخربون بیوتهم الایة (مظہری ص۲۳۴/ج۹/مطبوعہ رشیدہ کوئٹہ، سورہ حشر تحت آیت۲/تفسیر روح المعانی ص۴۱/ج۲۸/مطبوعہ مصطفائی دیوبند)

[۲] سورۂ ابراہیم آیت ۳۷/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب بھی ضروری ہے۔ نیز ایمان بالقدر بھی ضروری ہے[1] لیکن ہر آیت میں تمام چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا۔ موقع اور مقام کے لحاظ سے کہیں تمام چیزوں کا ذکر کر دیا گیا۔ کہیں بعض کا۔ اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا گیا جس کی حکمت بیان کی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہ جتنے فرقے اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے یہود ونصاریٰ کا حال تو ظاہر ہے صابئین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے[2] جس طرح عدم ذکر سے ایمان بالکتاب ایمان بالملائکۃ ایمان بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں۔ اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔ ایک کلیہ یاد رکھیئے کہ عدم ذکر۔ ذکر عدم کو مستلزم نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ کی تفسیر

سوال: -وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ میں ''اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ'' سے مراد تقریباً سارے مفسرین نے عیسائی اور مسلمان لئے ہیں۔ لیکن آج کل قرآن کی یہ حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے اور سیاق وسباق میں ''الذین کفروا'' سے اسرائیل ہی کی تخصیص کر دیا ہے۔ اگر کافرین سے مطلق مراد لیا جائے تو عالمگیر پیمانہ پر مسلمانوں کی پستی مسلّم ہے۔ نہیں تو بعد التخصیص اسرائیل سے مسلمانوں کی پستی واضح ہے۔ مفسرین

---

[1] فی حدیث جبرئیل قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ مشکوۃ شریف ص ۱۱/ کتاب الایمان مسلم شریف ص۲۷/ ج ۱/۔

[2] (وصابئین) قیل ھم قوم موحدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرون ببعض الانبیاء کیحیٰ علیہ السلام (روح المعانی ص ۴۴۱/ ج ۱/ دارالفکر بیروت، سورہ بقرہ آیت ۶۲/)

[3] الاصل عندنا ان تخصیص الشئی بالذکر لاینفی حکم ماعداہ (قواعد الفقہ ص ۴۷/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

''الذین کفروا'' سے عیسائی بھی مراد لیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ آج کل کے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے کیسے متبع مانے جاسکتے ہیں، جب کہ وہ تثلیث پرستی اور مختلف گمراہ کن نظریات وعقائد کی دنیا میں گم نظر آتے ہیں تو پھر مفسرین کا یہ خیال کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے۔

(۱) فوق سے کیا مراد ہے؟ اور حکومت کے معاملہ میں یا کسی اور چیز میں آیت مذکورہ الذین اتبعوک سے مسلمان مراد لئے جائیں تو حبل من اللّٰہ وحبل من الناس کی آیت اس کے لئے ناسخ مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مفسرین کی لکھی ہوئی کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا آپ کی معلومات پر منطبق نہ ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ''آج کل قرآن کی حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے'' کہاں تک درست ہے اور آپ غور کریں کہ اس سے ایک مومن کا ایمان کس حد تک مجروح ہوجاتا ہے۔ قرآنی صداقت جس قلب سے کھوجائے کیا وہ قلب بھی مسکن ایمان رہے گا۔ ایسے کلمات کے کہنے اور لکھنے سے کلی اجتناب لازم ہے۔ یہود ونصاریٰ کے واقعات کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع نہ کیا جائے۔ تحقیق کے لئے دوسرا عنوان بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اتباع ایک حقیقی ہوتا ہے، ایک ادعائی ہوتا ہے، یعنی دعویٰ یہ ہے کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کے متبع ہیں اگرچہ اعتقاداً وعملاً بے شمار امور میں مخالفت کرتے ہیں مگر ادعاءً سب ہی نصرانی ہیں۔ جیسے کہ اسلام کے مدعی بھی دونوں قسم کے ہیں۔ اگر یہاں یہ مراد ہو کہ جو لوگ نصرانی ہونے کے مدعی ہیں ان کو غلبہ ہوگا اس جماعت پر جو ان پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ان کی منکر ہے یعنی یہود پر تو آپ کا اشکال ختم ہوجائے گا۔ یہ قول بھی تفسیر مظہری[۱] ص ۵۷ر میں موجود ہے۔ وقیل ارادبھم النصاریٰ فھم فوق الیھود الیٰ یوم القیامۃ۔ اور فوق کی تفسیر کی ہے۔

بالحجۃ والسیف فی غالب الاحوال اب حبل من اللّٰہ حبل من الناس سے

---

[۱] تفسیر مظہری ص ۵۷ر ج ۲ر سورۂ آل عمران تحت آیت ۵۵ر مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ۔

تعرض کی بھی حاجت نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ بعد نزول شادی کریں گے۔ فیتزوج بعد النزول ویولدله ویمکث اربعین سنة ثم یتوفی الی اٰخره۔ عقیدۃ الاسلام[1] ص ۲۱/۔ علامہ شوکانیؒ کا ایک مستقل رسالہ ہے[2] جس میں انھوں نے اتباع کی مذکورہ دونوں صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فتح البیان[3] میں بھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ[4]، ابن کثیرؒ[5]، ابن تیمیہؒ[6]، علامہ آلوسی وغیرہ کی کتابوں میں سیر حاصل بحث موجود ہے[7] حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ کا بھی ایک مضمون مفصل رسالہ دارالعلوم دیوبند میں اسی سال شائع ہوا ہے[8]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھیٰ عَنِ الفَحْشاءِ وَالمُنکرَ کا مطلب

سوال:- اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھیٰ عَنِ الفَحْشاءِ وَالمُنکر الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز منع کرتی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر یہ ہے کہ روک دیتی ہے تو کیا اس سے مقبول نماز مراد ہے؟

---

[1] عقیدۃ الاسلام ص ۲۱ مطبوعہ قاسمی دیوبند مشکوۃ شریف ص ۴۸۰/ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ۔

[2] اس کا نام وبل الغمامۃ فی تفسیر جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ہے۔

[3] ملاحظہ ہو فتح البیان فی مقاصد القرآن ص ۵۰/ ج ۲/ مطبعة الکبریٰ مصر، مطبوعه عصریه، بیروت ص ۲۴۸/ ج ۲/ سوره اٰلِ عمران تحت آیت ۵/.

[4] التلخیص الحبیر ص ۳۱۹/ دار نشر الکتب الاسلام لاهور.

[5] تفسیر ابن کثیر ص ۵۴۹/ ج ۱/ مصطفی احمد البازمکه مکرمه.

[6] دقائق التفسیر ص ۳۱۱/ ج ۱/ سورۂ آل عمران فصل موقف الامم من الرسول (موسسة علوم القرآن)

[7] روح المعانی ص ۱۸۳/ دار احیاء الثراث العربی.

[8] ملاحظہ ہو ''اسرائیل کتاب وسنت کی روشنی میں'' از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند رسالہ ماہنامہ دارالعلوم جون ۱۹۶۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پورے خشوع سے اس کے اوپر ثواب کا تصور کرتے ہوئے اور تاثیرات کا استحضار کر کے پڑھی جائے تو روک دیتی ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا مطلب

سوال:-ادعونی اجابت پر مستحکم یقین بہتر ہے یا پھر یہی سوچنا خبر نہیں ہوگا کہ نہیں یعنی کسی دعا پر سفارش پر حفاظت کا وعدہ ہے اس کو پڑھنا ایسا کہ بلاتردد وبلاتامل مطمئن ہوجائے کہ تخلف کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا یا تاہم یہ سوچے کہ خبر نہیں کہ موعود یہ شے ملے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ استجابت دعا پر پورا وثوق[2] ہو کہ وعدہ ہے۔ استجب لکم[3] لیکن اگر باری تعالیٰ کے علم میں اس دعا کا میری منشا کے مطابق پورا نہ ہونا میرے حق میں

---

[1] فاذا دخل المصلی فی محرابه وخشع واخبت لربه واذکرانه واقف بین یدیه وانه مطلع علیه ویراه صلحت لذلک نفسه وتذللت الی قوله فهٰذه صلاة تنهی الخ. الجامع لاحکام القرآن المعروف بالقرطبی ص ۳۲۰/ج۷/ الجزالثالث عشر سورۂ عنکبوت تحت آیت ۴۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت،روح المعانی ص۱۶۳/ج۲۰/داراحیاء الثراث العربی .

[2] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوااللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، الحدیث مشکوة شریف ص ۱۹۵/(مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) کتاب الدعوات الفصل الثانی.

ترجمہ: خدا تعالیٰ سے مانگو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے۔

[3] **ترجمہ:** تمہاری درخواست کو قبول کروں گا۔(از بیان القرآن) سورۃ الغافر آیت ۶۰/۔

خیر ہوتو میں اس پر راضی ہوں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کا مطلب

سوال:-قرآن پاک کی آیت لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ہے۔اورآدمی کو جب تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی ایک نعمت خداوندی ہے ۔ اس پر اگر شکر کرے گا تو اس کے اندر زیادتی ہوگی۔ حالانکہ انسان یہ نہیں چاہتا کہ میں ہر وقت تکلیف میں مبتلا رہوں۔ اس صورت میں اس آیت شریفہ کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

اصل نعمت اجر وثواب ہے تکلیف ، رنج، مرض، مشقت پر صبر بھی اس کا ذریعہ ہے۔ راحت، صحت، شادمانی، عافیت پر شکر بھی اسکا ذریعہ ہے ایک ذریعے سے بچ کر دوسرا ذریعہ اختیار کرنا ایسے ہی ہے جیسے ایک مقصد تک پہنچنے کے دو راستے ہوں ایک آسان دوسرا دشوار۔ دشوار کو چھوڑ کر آسان اختیار کرنا مذموم نہیں[2] لہٰذا تکلیف کا علاج بھی مشروع[3] بلکہ مسنون ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۴ھ

---

[1] مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ ،مشکوۃ شریف ص ۴۵۳/باب التوکل والصبر، الفصل الثانی. **ترجمہ:** آدمی کی نیک بختی خدا کے فیصلہ پر راضی رہنا ہے۔

[2] من ابتلی ببلیتین وھما متساویتان یأخذ بأیتھما شاء وان اختلفا یختار اھونھما (الأشباہ والنظائر ص ۱۴۵/مکتبہ دارالعلوم دیوبند.

[3] الاشتغال بالتداوی لابأس بہ عالمگیری ص ۳۵۴/ج۵/ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن عشرفی التداوی.

اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّازَانِیَۃً الآیۃ کی تفسیر

سوال: -اَلزَّانِیْ لَایَنْکِحُ اِلَّازَانِیَۃً ختم آیت تک کی تفسیر مطلوب ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

ہجرت کے بعد بعض ایسی عورتیں مدینہ طیبہ پہنچ گئیں جن کا کردار خراب تھا، ان سے نکاح کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی، اور اہل ایمان وصالحین کو اس سے منع کیا گیا تھا[1] پھر جب ان عورتوں کے حالات بھی صحیح ہوگئے تو یہ حرمت ختم ہوگئی، اس آیت کے ذریعہ سے وَاَنْکِحُوا الْاَیَامیٰ مِنْکُمْ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ الآیۃ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ

حضرت مسیح کی فضیلت کَلِمَتُہٗ وَرُوْحٌ مِنْہُ سے

سوال: -قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَاالْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہُ اَلْقَاھَااِلیٰ مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِنْہُ ۔اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک تو کلمہ کہا گیا ہے یہ تو اس معنی کر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کُنْ کہہ کر پیدا فرمایا ہے اور کُنْ اللہ تعالیٰ کا کلمۂ تخلیقی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ روح منہٗ فرمایا گیا ہے اس جملہ سے دو

---

[1] وقال البغوی قال قوم قدم المهاجرون المدينة ومنهم فقراء لامال لهم ولاعشائروفی المدينة نساء بغايا يكرين انفسهم وهن يومئذٍ اخضب اهل المدينة فرغب ناس من فقراء المهاجرين فی نكاحهن لينفقن عليهم فاستأذنوارسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فنزلت هذه الآية وحرم ذالک علی المؤ منين ان يتزوجواتلک البغايالانهن كن مشركات (تفسيرمظهری ج۶/ ص ۴۴۲/ سورة النورالاية ۳/)مطبوعه رشيديه كوئٹه.

[2] روی مالک عن يحيی بن سعيدعن سعيدبن المسيب قال الزانی لاينكح الازانيةً اورمشركة والزانية لاينكحها الازان اومشرک قال نسخت هذه الاية التی بعدها وانكحوا الايامی منكم (سورة النورالاية ۳/ (تفسيرقرطبی ج۶/ص ۱۵۶/الجزء الثانی عشرمطبوعه دارالفكر بيروت .

باتیں مفہوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ روح بدن کا ایک حصہ ہوا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے شایان شان بدن فرض کر کے اس سے روح کو اگر مانا جائے تو شاید (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابنیت کی طرف مشیر ہوگا اور یہ بولا بھی جاتا ہے اردو میں بیٹے کے لئے کہ یہ میری روح رواں ہے یا پھر حد درجہ قریب والے کے لئے کہتے ہیں جیسے بیوی کو کہتے ہیں۔ میری روح۔ میری روح کی تسکین وغیرہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام ارواح کو آپ کی صلب میں ڈال دیا اور پھر آپ کی صلب سے تمام ارواح پیدا کی گئیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اللہ تعالیٰ نے الگ رکھ لی تھی۔ جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے نہیں نکالی گئی اس معنیٰ کر یہ کہا جائے گا کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے پیدا شدہ ہیں اللہ کی روح سے ہیں یا روح ہیں بہر صورت اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی سے خاص گہرا جزء کا سا لگاؤ اور ساتھ ہے تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے غیر انسان پر تو انسان کو فضیلت ہے ہی غیر انسان چاہے فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر جب کہ انسان نبی اور جلیل القدر نبی ہو تو اس کی فضیلت میں کیا شک ہے لیکن یہاں سے یہ آگ سلگتی ہوئی آقائے مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی پہونچتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ پر بھی فضیلت ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی فضیلت ابن آدم پر بتائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن آدم نہیں اس لئے اس طرح تو حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اب رہ جاتی ہے یہ حدیث قدسی کہ آپ باعث تخلیق کون ومکان ہیں تو اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ جیسے ہم نے کوئی کارخانہ لگایا اور وہ اپنے دوست کی وجہ سے لگایا یعنی اسے اس کا منیجر یا نگراں بنانے کے لئے تا کہ اس کی عزت اس طرح دوبالا ہو اور دوست کا خرچ پانی بھی نکلتا رہے لیکن اس کی تمام آمدنی کس کے لئے بیٹے کے لئے ہے تو قرب زیادہ بیٹے کو ہوگا اور محبت بھی اس سے زیادہ

ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ بیٹے ہی کو ہوگی تو اس معنی کر خاص لگاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روح ہونے کے ناطے مانا جائے اور حضرت محمد ﷺ کو اس کا نگراں یا منیجر ہونے کے ناطے سے اوروں پر فضیلت کہی جاسکتی ہے اب رہی یہ بات کہ آپ ﷺ کو شفاعت کا بھی حق حاصل ہوگا اس طرح آپ ﷺ کو فضیلت حاصل ہو تو اس کو یوں سمجھئے کہ جب دوست کارخانہ کا منیجر ہے تو کسی کو ملازم رکھے یا اگر مالک کسی سے ناراض ہے تو اس کی سفارش بیٹا یا بیوی یا اور کوئی خاص رشتہ دار تو کرنے سے رہا یہ کام منیجر ہی کرے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی چونکہ کارخانہ میں فضیلت کے اعتبار سے آقائے مدنی ﷺ بڑھے ہوئے ہیں اس لئے آپ گنہگاروں کی سفارش کریں گے کارخانہ کے منیجر کی حیثیت سے۔ لیکن جو منشاء مبنی فضیلت۔ بڑائی۔ اشرفیت کا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ غرض کہ آیت مذکورہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افضیلت پر طرح طرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ برائے کرم جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تقریر عیسائی معترض کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم وحدیث شریف کو بھی مانتا ہے پھر اس نے مجتہدانہ استنباط سے اشکال کیا ہے تو اس کو چاہیے کہ قرآن کریم کی جو تفصیل وتشریح حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمائی ہے اور حضرت نبی اکرم کے افضل الرسول ہونے کی جو روایات[1] حدیث میں موجود ہیں ان سب کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز استنباط و

---

[1] عن ابن عباس قال ان اللّٰہ تعالیٰ فضل محمداصلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اھل السماء الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۵/)باب فضائل سید المرسلین، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام اور آسمان والوں پر فضیلت دی ہے۔ مسند احمد احمد ص ۲۴۸/ ج ۵/ حدیث ابی امامہ دار الفکر، ترمذی شریف ص ۲۰۲/ ج ۲/ ابواب المناقب.

اجتہاد سے کام نہ لے کیونکہ نص صریح کے مقابلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں[۱]، یہ بات کونسی روایت میں ہے کہ صلب آدم میں ارواح ڈالتے ونکالتے وقت عیسیٰ علیہ السلام کی روح علیحدہ محافظ خانہ میں رکھ لی تھی۔

معراج میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز کس[۲] نے پڑھائی۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھائی اور حدیث میں ہے[۳] آدم ومن دونہ تحت لوائی.

نیز بغیر باپ کے پیدا ہونے[۴] پر اشکال کیا گیا تھا تو اس کا قرآن کریم میں جواب دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا گیا۔ مگر آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے[۵]۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی مبشرا برسول یأتی

---

[۱] لامساغ للاجتهادفی موردالنص قواعدالفقه ص ۱۰۸/دارالکتاب دیوبند اصول الفقه الاسلامی ص ۱۰۵۲/ج۲/المبحث الثالث.

[۲] وفی آخرحدیث المعراج فحانت الصلوة فاممتهم الحدیث مشکوة شریف ص ۵۳۰/باب فی المعراج.

[۳] وقال علیه الصلوٰة والسلام آدم ومن دونه تحت لوائی یوم القیامة رواه احمد(مرقاة ص ۳۵۸/ج۵/مطبوعه اصح المطابع بمبئی باب فضائل سید المرسلین صلی اللّٰه علیه وسلم) مسند احمدص ۲۸۱/ج۱/وص ۲۹۵/ج۱/. مطبوعه دارالفکر ،بیروت۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدم علیہ السلام اوران کے علاوہ قیامت میں میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

[۴] نزلت الآیة (ای اَنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰهِ کَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ الایة)فی وفدنجران لما قالوالرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مالک تشتم صاحبنا قا ل مااقول قالواتقول انه عبدقال اجل هو عبد اللّٰه ورسوله وکلمته القاها الی العذراء البتول فغضبوا وقالواوهل رأیت انسانا قط من غیراب فانزل اللّٰه تعالیٰ لالزامهم واقحامهم هذه الآیة (تفسیر مظہری ص۵۹/ج۲/مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ سورہ آل عمران، آیت ۵۹/۔

[۵] وان قالو:خلق عیسیٰ علیه السلام من غیرذکرفقدخلقت آدم من تراب بتلک القدرة من غیر انثیٰ ولاذکر فکان کما کان عیسیٰ لحماً ودماً الخ (عقیدة الاسلام ص ۱۳۶/مجلس علمی ڈابھیل امرالسیدوالعاقب الخ.

من بعدی اسمه احمد[1] اور عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم کے مناقب وفضائل معلوم ہونے پر درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ان کی امت میں بنادے۔ مگر چونکہ وہ نبی تھے امتی کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے اس لئے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور زمانۂ اخیر میں بطور مہمان آسمان سے نازل ہوں گے کہ ان کی خواہش بھی ایک معنی کر پوری ہوجائے گی[2] کہ وہ امت میں آکر شامل ہوجائیں گے اور ان کی نبوت بھی برقرار رہے گی اس کو ان سے سلب نہیں کیا جائے گا اور جس حدیث[3] میں ان کے نزول من السماء کی بشارت ہے اس میں یہ بھی ہے۔ امامکم منکم کہ ان کے آنے کے باوجود امامت کی فضیلت اسی امت کو حاصل ہوگی۔

اس سب کے علاوہ غور طلب یہ بات ہے کہ جس عیسیٰ (علیہ السلام) کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے عیسائی تو اس کے قائل ہی نہیں ان کو جانتے ہی نہیں بلکہ وہ تو عیسیٰ کو الٰہ مانتے ہیں ابن اللہ مانتے ہیں ایسے عیسیٰ کا تذکرہ تو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں بلکہ اس کی پوری پوری تردید موجود ہے جس عیسیٰ کو الٰہ اور ابن اللہ کہا جاتا ہے ان کا جب وجود ہی نہیں تو اس کی فضیلت کا کیا سوال۔ ان عیسائیوں کا تو ایمان ہی نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور جس عیسیٰ پر ایمان ہے اس کا وجود نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ صف آیت ۶/۔ **ترجمہ**: اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں (بیان القرآن)

[2] وقیل انه دعا اللّٰه لمارأی صفة محمدوامته ان یجعله منهم فاستجاب اللّٰه دعائه وابقاه حتی ینزل فی اخر الزمان مجددالامروالاسلام (فتح الملهم مع مسلم ص ۳۰۰/ج ۱/مطبوعه شرکت علمیه دیوبند، کتاب الایمان، باب نزول عیسٰی بن مریمؑ الخ فتح الباری ص ۱۶۸/ج۷/ کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسٰی بن مریمؑ مطبوعه نزار مصطفی البازمکة المکرمة)

[3] وفی روایة لهما (ای المسلم والبخاری) قال کیف انتم اذانزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۰/) باب نزول عیسٰی علیہ السلام۔

”قال ھی عَصَایَ“ کی عجیب تشریح وتفسیر

سوال:- واعظ زید نے وعظ کرتے ہوئے حسب ذیل آیت وَمَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَامُوْسیٰ قَالَ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلیٰ غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی . تاسیرتھاالاولیٰ (طٰہٰ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک جلیل القدر نبی کے ساتھ ناشائستہ لفظوں کومنسوب کردیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کہا موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا عصا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا ”دادا ہو دادا گیری کرتے پھرتے ہو“ ایسا بہتان عظیم ذات باری تعالیٰ پر باندھنے اوراس طرح تفسیر بالرائے کرنے والے کے متعلق ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اوراس واعظ کواس کے ردعمل کے طور پر کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کواللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑی غلطی و جُرأت ہے، بہتان ہے[1] آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔ بغیر علم کے وعظ ہرگز نہ کہا جائے ہاں کوئی معتبر کسی عالم حقانی کی کتاب ہو جس کے مضامین بیان کرنے اورسنانے کی واعظ میں صلاحیت ہواور مجمع میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہواس کتاب کے سنانے میں مضائقہ نہیں۔ مگراس کی کوئی تشریح بغیر علم کے اپنی طرف سے نہ کی جائے ورنہ غلطی کا اندیشہ ہے جس سے نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۸ھ

---

[1] ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلالٌ وھٰذاحرامٌ لتفتروا علی اللّٰہ الکذب سورۃ النحل آیت ۱۱۶/.

ترجمہ: اورمت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو۔ از بیان القرآن۔

آیت قطب

سوال:- قرآن پاک میں آیت قطب کونسی آیت ہے اس کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پارہ ۴ ر میں وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ[1] الخ کو آیت قطب کہتے ہیں ہر نماز کے بعد سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ اول آخر پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۳ھ

سبع آیات

سوال:- سورۂ فاتحہ میں سبع آیات تحریر ہیں جن کے معنی سات آیات۔ مگر سورۂ فاتحہ میں شمار کرنے سے صرف چھ آیات ہیں جیسے سورۂ اخلاص پر چار آیات لکھی ہیں اور لم یلد کے بعدہٗ بھی بنا ہے اگر اس کو شمار کیا جائے تو پانچ آیات ہیں۔ اگر سورۂ فاتحہ کو بسم اللہ کا جز قرار دیا جائے اور بسم اللہ کی آیت کو بھی شمار کیا جائے۔ مگر نماز میں اگر بسم اللہ کوئی مصلی نہ پڑھے تو نماز تو ہو جاتی ہے اور اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے محض کوئی سورت پڑھے تو نماز ناقص رہتی ہے۔ قرآن کو دیکھ کر بالتفصیل جواب تحریر فرمائیے کہ سورۂ فاتحہ پر سات آیات لکھی ہوئی ہیں مگر شمار میں صرف چھ آیات ہیں ایسا کیوں اور کیا وجہ ہے؟

---

[1] سورۂ آل عمران آیت ۱۲۶ ر۔ **ترجمہ**: اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں اور حکیم ہیں۔ از بیان القرآن۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ جزو فاتحہ نہیں[۱] بغیر اس کے بھی سات آیات ہیں[۲] سورۂ اخلاص میں خود اختلاف ہے بعض چار آیات مانتے ہیں بعض پانچ۔ کذافی الجلالین[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آیۃ الکرسی کہاں تک ہے

سوال:- آیۃ الکرسی کہاں تک ہے اور کتنی آیتیں ہیں۔ اپنے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو انھوں نے تین آیت فرمائیں یعنی خالدون تک۔ اب ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صرف ایک آیت ہے۔ اس کے بارے میں فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آیۃ الکرسی العلی العظیم تک ہے شرح حصن حصین اور شرح بخاری شریف میں اسکی تصریح ہے[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

---

[۱] ذهب قرأء المدينة والبصرة وابو حنيفة وغيره من فقهاء الكوفة الى انهاليست من الفاتحة ولامن غيرهامن السور والافتتاح بهاللتيمن (تفسيرمظهرى ص۳/ج ۱/مطبوعه رشيديه كوئٹه سورة الفاتحة مجمع الانهرص ۱۴۳/ج ۱/)

[۲] سورة الفاتحة مكية سبع آيات بالبسملة ان كانت منها والسابعة صراط الذين الى آخرهاوان لم تكن منها فالسابعة غيرالمغضوب الى آخرها ويقدرفى اولهاقولواليكون ماقبل اياك نعبد مناسباله بكونه من مقول العباد (جلالین شریف ص۵۰۹/)سورة الفاتحة.

[۳] سورة الاخلاص مكية اومدنيه اربع اوخمس اٰيات (جلالین شریف ص۵۰۸/)سورة الاخلاص۔

[۴] (آية الكرسى)هى من قوله تعالىٰ الله لااله الاهوالى قوله تعالىٰ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض

سوال:- خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ولو کان من عند غیر اللّٰہِ لَوَجَدُ وْافِیْہِ اِخْتلافاً کَثِیْراً. لیکن ان دو آیتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ وہو ہٰذا۔(۱)وَلَقَدْ عَھِدْنَا اِلیٰ اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجدْلَہٗ عَزْماً. (۲) قَالَ مَانَھَا کمارَبُّکُمَا عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ الَّا اَنْ تَکُوْنَامَلَکَیْنِ اَوْ تَکُوْنَا مِنَ الخَالِدِیْنَ وَقَاسَمَھُمَااِنِّی لَکُما لَمِنَ النَّاصِحِیْنَ. رکوع ۹/ پارہ ۸/.

آیت ۲/ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو دونوں باتیں یاد تھیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں فرمائی تھیں ایک یہ کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ دوسری یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور شیطان نے دونوں باتیں بتادیں کہ اس درخت کے کھانے سے یہ یہ فوائد ہیں اور دوسرے یہ کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تمہارا دوست ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں باتیں یاد تھیں، ان دونوں میں سے بھولے ایک بھی نہیں تھے۔ خدا کو جھوٹا سمجھا اور شیطان کو سچا اور دوست مان کر درخت ممنوعہ چکھ لیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت آدم علیہ السلام کو جس وقت شیطان نے اکل شجرہ کی ترغیب دی تو اس وقت یہ باتیں دونوں یاد تھیں۔ ممانعت بھی عداوتِ شیطان بھی۔ لہٰذا اس کے کہنے کو قبول نہیں فرمایا جس پر شیطان نے وجہ ممانعت اپنی خیر خواہی کو بیان کیا اور قسم کھائی مگر اس کی قسم کی بھی تصدیق نہیں فرمائی حتیٰ کہ زمانۂ دراز گذر گیا اور ممانعت کو بھول گئے اتنی بات ذہن میں ضرور رہ گئی کہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) العلی العظیم لاالی خالدون کماقیل لانھاآیۃ لاآیتان ،دستور العلماء ص ۱۱/ج ۱/فتح الباری ص ۲۵۸/ج۵/ باب اذاوکل رجلاًکتاب الوکالۃ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، عمدۃ القاری ص ۱۴۶/ج۶/ الجز الثانی عشر باب اذا وکل رجلاً مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

ملائکہ کو بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں مثلاً ہر وقت عبادت میں مناجات کی لذت میں مشغول رہتے ہیں ضعف وتکان نہیں ہوتا۔ نوم، مرض، ہرم وغیرہ سے محفوظ ہیں اس لئے اکل شجرہ کا میلان طبیعت میں پیدا ہوا اور اس کو چکھ لیا۔ چکھنے کے واقعہ کو آیت۔(۱) میں بیان فرمایا کہ ایسا بھول کر کیا اور ابتداءً ترغیب اور قسم کے واقعہ کو آیت (۲) میں بیان فرمایا ان دونوں کے درمیان ایک لمبا زمانہ ہے۔ اگر ایک ہی وقت کے متعلق دونوں باتیں ہوتیں تو تعارض ہوتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام نے اللہ جل شانہ کی تکذیب نہیں فرمائی کہ یہ معمولی درجہ کے مسلم عاقلِ سے بالکل بعید ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا[1] اور اللہ پاک کے مقابلہ میں ابلیس لعین کی تصدیق نہیں کی اور اس کو اپنا خیر خواہ نہیں سمجھا۔ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ الآیۃ[2] اور قرآن کریم کی دو آیتوں میں تعارض یا اختلاف بھی نہیں کہ اس کا مِن عِنْدِ غَيْرِ اللّٰه ہونا لازم آئے۔ جواب مذکور کی اگر تفصیل مطلوب ہو تو شیخ زادہ علی البیضاوی[3] دیکھئے ص ۲۷۸/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۶/۱۱/۵۹ھ

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف

---

[1] سورۂ نساء آیت ۱۲۲/۔ **ترجمہ**: اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا (بیان القران)

[2] سورۂ یوسف آیت ۵/۔ **ترجمہ**: بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے (بیان القرآن)

[3] الظاهر انه رد كلامه ولم يصدقه في القسم لكونه عالما بتمرده عن سجوده له وكونه مبغضاً له وحاسداً له على ما اتاه الله تعالىٰ من النعم (الى ان قال) فعلم لهذه القرآئن انهما لم يقبلا منه ولم يصدقاه لكن لما مر زمان مزيد بعد قول اللعين نسى آدم النهى وكان عليه السلام لما سمع مقالة اللعين في حق تلك الشجرة مال طبعه الى التناول لعلمه بفضائل الملائكة من حيث انهم لا يحتاجون في بقاء صحتهم وقوتهم الى الاكل والشرب المؤديين الى دفع الفضلات من البصاق والمخاط ونحوهما انه لا يعرض لهم النوم والضعف والهرم والامراض والاوجاع والكسل والفتور عن عبادة ربهم ولذيذ مناجاته وغير ذلك من الفضائل الخ (شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۲۷۸/ج ۱/)

استخلاف فی الارض کا وعدہ

سوال:- سورۂ نور میں استخلاف فی الارض کا وعدہ ہے یہ وعدہ امت محمدیہ ﷺ جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہیں ان کے ساتھ ہے یا کوئی بھی امت ہو جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجا لاتے ہیں ان کے ساتھ رہا ہے یعنی یہ آیت تعمیم کا حکم رکھتی ہے یا مقید کا اس شرط کے ساتھ جو قوم رائج الوقت احکام خداوندی کو پورا پورا بجالائیں گی اس کو تمکن فی الارض حاصل ہوگا یا صرف امت محمدیہؐ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس آیت میں جو مخصوص وعدہ ہے وہ اکثر مفسرین کے قول کے موافق شیخینؓ کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ جیسا کہ خطاب منکم اس پر شاہد ہے اور کما استخلف الذین من قبلھم سے اشارہ ہے اس طرف کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی استخلاف فی الارض جبارین کے مقابلہ میں حاصل ہوا تھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا، ۱۹/شعبان ۵۲ھ

---

[1] لمامات رسول اللّٰہ ﷺ واختار اللّٰہ لہ ماعندہ من الکرامۃ قام بالامر بعدہ خلیفتہ ابوبکر الصدیق فلمّ شعث ماوھی بعدموتہ ﷺ واخذجزیرۃ العرب ومھدھا وبعث جیوش الاسلام الی بلادفارس صحبۃ خالدبن الولیدرضی اللّٰہ عنہ ففتحوا طرفا منھاوقتلوا خلقاً من اھلھاوجیشاآخر صحبۃ ابی عبیدۃ رضی اللّٰہ عنہ ومن اتبعہ من الامراء الی ارض الشام وثالثاصحبۃ عمروبن العاصؓ الی بلاد مصرففتح اللّٰہ للجیش الشامی فی ایامہ بصری ودمشق ومخالیفھما من بلادحوران وما والا ھاوتو فاہ اللّٰہ عزوجل واختارلہ ماعندہ من الکرامۃ ومنّ علی اھل الاسلام بان الھم الصدیق ان یستخلف عمرالفاروق فقام الامربعدہ قیاما تامالم یدرالفلک بعدالانبیاء علی مثلہ فی قوۃ سیرتہ وکمال عدلہ وتم فی ایامہ فتح البلاد الشامیۃ بکمالھاودیارمصرالی آخرھاواکثراقلیم فارس وکسر کسریٰ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عبادت واطاعت میں فرق

سوال:- آیت وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنَ . کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبادت انسان وجنات کی امتیازی خصوصیت ہے اور باقی مخلوقات اطاعت کرتی ہیں۔تو کیا عبادت واطاعت کی حقیقت الگ الگ ہے؟ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے یا ایک ہے؟ کیا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عبادت غایت تذلل کے ساتھ تعظیم حسبُ الامر صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[1] الآیۃ اطاعت (بات ماننا) دوسروں کی بھی کی جاتی ہے۔اَطِیْعُوا اللّٰہَ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) واھانہ غایۃ الھوان وتقھقر الی اقصی مملکتہ وقصر قیصر وانتزع یدہٗ من بلادالشام وانحدر إلی القسطنطینیۃ وانفق اموالھمافی سبیل اللّٰہ کمااخبر بذلک ووعدبہ رسول اللّٰہ علیہ من ربہ اتم سلام وازکی صلاۃ تفسیرابن کثیر ص ۴۸۱/ج۳/ سورہ نور تحت آیت ۵۵/مطبوعہ تجاریہ مکۃ المکرمۃ)

ان المرادبھذاالوعدبعدالرسول ھولاء لان استخلاف غیرہ لایکون الابعدالمعلوم ان بعد الرسول الاستخلاف الذی ھذاوصفہ انماکان فی ایام ابی بکروعمروعثمان لان فی ایامھم کانت الفتوح العظیمۃ وحصل التمکین وظھورالدین والامن (تفسیر مفاتیح الغیب ص۲۲/ج۱۲/دارالفکر بیروت،روح المعانی ص۳۰۰/ج۱۰/الجزء الثامن عشر۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔سورۂ نور،آیت ۵۵/)(کما استخلف الذین من قبلھم) وھم بنواسرائیل استخلفھم اللّٰہ عزوجل فی الشام بعداھلاک الجبابرۃ وکذافی مصرعلی ماقیل من انھاصارت تحت تصرفھم بعدھلاک فرعون الخ (روح المعانی ص۲۹۷/ج۱۰/تفسیر مدراک ص۳۳۷/ج۳/سورہ ایضاً،دارالفکر بیروت)

---

[1] سورۂ فاتحہ آیت ۴/۔**ترجمہ:** ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں (بیان القرآن)

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[1] الآیۃ عبادت اخص مطلق ہے اور اطاعت اعم مطلق ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۱۸ھ

اَطِیعُوا اللّٰہَ و اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کا مطلب

سوال: -اَطِیعُوا اللّٰہَ و اَطِیْعُوا الرسُول کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازم ہے اور ہر ایک کی اطاعت پر مقدم ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۸ھ

ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں

سوال: -قرآن مجید کے اندر جمع کا لفظ ارض یعنی زمین کے متعلق وارد نہیں ہوا بلکہ واحد آیا ہے اور آسمان کے لئے جمع کا لفظ آیا ہے جیسے آیۃ الکرسی میں ہے لہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض کیا زمین کے طبقات نہیں ہیں۔ جیسے سات طبق آسمان کے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین صرف ایک اور جز سات ہیں یا علیٰحدہ علیٰحدہ سات طبق ہیں مثل آسمان کے شعراء وعوام عام طور سے چودہ طبق کہتے ہیں مثلاً:

کئے چودہ طبق پیدا خدا نے دکھائے معجزے خیر الوریٰ نے

---

[1] سورۂ نساء آیت ۵۹/۔ **ترجمہ:** اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی (بیان القرآن)

[2] ان الطاعة فعل مایثاب علیه توقف علی نیة أوَلا: العبادة مایثاب علی فعله ویتوقف علی نیة الشامی کراچی ص ۱۰۶/ص ۱/ مطلب الفرق بین الطاعة والقربة والعبادة کتاب الطهارة.

اوراحادیث میں ہے کہ سات دوزخیں زمین میں ہیں اورسات جنت آسمان میں۔

الجواب حامداًومصلیاً

سات زمین ہونا حدیث[1] سے صراحۃً ثابت ہے اورقرآن کریم میں بھی سورۂ طلاق کے آخر میں ہے۔ واللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الاَرْضِ مِثْلَھُنَّ[2] اس کی تفسیر جلالین شریف[3] میں ہے سَبْعَ ارضین سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمان کی طرح ہیں بعض روایات میں ہرزمین کے کچھ حالات بھی علیٰحدہ علیٰحدہ منقول ہیں۔ کذافی العرائس وبدائع الظھور ومجموعۃ الفتاویٰ[4].

جمع کالفظ ذکرنہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اورقرآن کریم میں اعلیٰ درجہ

---

[1] ترمذی شریف میں ہے حتی عدسبع ارضین بین کل ارضین مسیرۃ خمسمأۃ سنۃ ص ۱۶۲ / ج ۲ /) سورۃ الحدید، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] سورۂ طلاق آیت ۱۲ / ۔ **ترجمہ**: اللہ ایسا ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اوران ہی کی طرح زمین بھی (بیان القرآن)

[3] اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یعنی سبع ارضین(جلالین شریف ص ۴۶۴ /) کتب خانہ رشیدیہ.(قولہ یعنی سبع ارضین)اعلم ان العلماء اجمعواعلی ان السموات سبع طباق بعضھافوق بعض (الی قولہ) وفی کل ارض سکان من خلق اللّٰہ وعلیہ (صاوی ص ۲۰۸ / ج ۴ / سورہ طلاق آیت ۱۲ / ۔

[4] ثعلبی عرائس میں تحریر کرتے ہیں روی عن عبداللّٰہ بن عمرعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال بین کل ارض الی التی یلیھا مسیرۃ خمس مأۃ عام وفی سبع طبقات الارض الثانیہ سبح الریح ومنھا یخرج الریاح المتخلفہ وفی الارض الثالثہ خلق وجوھھم کوجوہ بنی آدم وافواھھم کافواہ الکلاب وأیدیھم کأیدالانس وارجلھم کأرجل البقرواذانھم کأذان البقرواشعارھم کصوف الضأن الخ (بدائع الظھور ص ۱۸۸ / ج ۱ /) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۵ / تا ۲۲ / ج ۱ / ۔

(نوٹ) اس حوالہ میں کذافی العرائس وبدائع الظھور لکھا ہے یہ مختصر ہے اس کا صحیح پورا نام یہ ہے عرائس المجالس فی قصص الانبیاء لابی اسحاق احمدبن محمد الثعلبی (کشف الظنون ص ۱۱۱ / ج ۲ / بدائع الظھور فی وقائع الدھورلمحمدبن اباس المصری)

کے فصیح الفاظ آئے ہیں۔ غیر فصیح نہیں آئے[1] نیز لفظ ارض اسم جنس ہے قلیل کثیر سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے۔ جس کا واحد نہیں آتا ہے۔ کذا فی منتہی الارب[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ام کی جمع اُمہات ہے امام نہیں، اور یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کی تفسیر

سوال: -وَیَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ امام اُم کی جمع بتلا کر ایک عالم صاحب ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔ کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ کیا ام کی جمع بھی کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اُم کی جمع اُمہات آتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهَاتُکُمْ الآیۃ[3] بعض لوگ اس کی جمع اُمات بغیر ہاء کے بھی بولتے ہیں۔ فاماالجمع فاکثر العرب علیٰ امهات ومنهم من یقول اُمات، لسان العرب[4] ص ۳۰/ج ۱۲/ امام راغب اصفہانی نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ جانوروں کے حق میں اُمات اور انسانوں کے حق میں اُمہات۔ والام قیل

---

[1] الثالث. اختلف فی تفاوت القرآن فی مراتب الفصاحة بعداتفاقهم علی انه فی اعلی مراتب البلاغة والی قوله وکذاقال غیره فی القران الافصح والفصیح (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۸/ج ۴/)

[2] ارض زمین ومؤنث است واسم جنس باجمع بدون واحد وارضۃ نمی گویند ارضات وارضون واروض وآراض واراضی جمع واخیر غیر قیاسی ست (منتہی الارب ص ۲۷/ج ۱/)

[3] سورة النساء آیت ۲۳/.

[4] مطبوعه دارصادر بیروت تحت کلمة امم.

اصلہ امھة لقو لھم جمعاًامھات وامیھة وقیل اصلہ من المضاعف لقولھم امات وامیئة قال بعضھم اکثر مایقال اُمات فی البھائم ونحوھا وامھات فی الانسان . المفردات فی غریب القرآن[1] تفسیر وشروح حدیث، لغت ومحاورات ادب میں ام کی جمع امام آئی ہوتو اس کا حوالہ دیا جائے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ[2] میں لفظ امام سے مراد نبی ہیں یا وہ کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی یا نامۂ اعمال کی کتاب ہے یا ہر جماعت کا مقتدیٰ مراد ہے۔

یہ سب اقوال محدث کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر[3] میں لکھے ہیں۔ امام سے والدہ مراد لینا اور ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جانا کس تفسیر میں ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے۔ وہ دریافت کر کے آپ ہمیں بھی مطلع کریں[4] بلا دلیل ایسی بات کہنا قرآن کریم کا ترجمہ یا تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے جس پر سخت وعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۲ھ

---

[1] المفردات فی غریب القرآن ص ۲۱ رمصری۔

[2] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱۔ **ترجمہ**: جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامہ اعمال سمیت بلاوینگے۔

[3] ای بکتاب اعمالھم وکذاقال ابوالعالیه والحسن والضحاک وھذاالقول ھوالارجح قال مجاھدوقتادةای بنبیھم وقال ابوصالح صالح والضحاک بکتابھم الذی انزل الیھم الخ (تفسیر مظھری ص ۴۶۰ / ج۵ / مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تفسیر ابن کثیر ۸۶ / ج۳ / مطبوعه تجاریه مکة المکرمة سورة الاسراء تحت آیت ۷۱ /)

[4] وفی الکشف ان من بدع التفاسیر ان الامام جمع ام کخف وخفاف وان الناس یدعون یوم القیامة بامھاتھم وان الحکمة فی الدعاء بھن دون الآباء رعایة حق عیسی علیه السلام وشرف الحسن والحسین ولایفتضح اولادالزنا(التفسیر الکبیر للرازی ص ۴۲۲ / ج۵ / سورۂ اسراء . الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۲۶۶ / ج۵ / سوره اسراء طبع دارالفکر بیروت تفصیلی دیکھنے کے ملاحظہ ہو روح المعانی ص ۱۷۵ / ج۹ / سوره اسراء آیت ۷۰ / طبع دارالفکر بیروت.

کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟

سوال:- سورہ فتحنا میں اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ کو لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ الاٰیۃ کے ساتھ کیا ربط ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کی مغفرت اس فتح کی وجہ سے ہوئی؟ اور سورۂ مزمل میں آنحضرت ﷺ کے متعلق ارشاد ہے "اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً" میں کس امر میں آنحضرت ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس ربط کو امام رازیؒ نے مفاتیح الغیب[1] میں چار طرح بیان کیا ہے۔

ان الفتح لم یجعله سبباً للمغفرة وحدها بل هو سبب لاجتماع الامور المذکورة وهی المغفرة واتمام النعمة والهدایة والنصرة کانه تعالیٰ قال لیغفر لک اللّٰه ویتم نعمته ویهدیک و ینصرک ولاشک ان الاجتماع لم یثبت الابالفتح فان النعمة به تمت والنصرة بعده قد عمت اھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کی تکذیب پھر اس کے ہلاک کا قصہ اہل مکہ کے نزدیک مشہور و مسلم تھا اسی بناء پر فرمایا کہ اسی طرح رسول برحق کو تمہاری طرف بھیجا جارہا ہے اگر تم تکذیب کروگے تو عذاب کے منتظر رہو۔ **هکذافی حاشیة الجلالین**[2].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مفاتیح الغیب ص ۵۳۳ ج ۷ سورۃ الفتح آیت ۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] (قوله کما ارسلنا الی فرعون الخ) خص موسی وفرعون بالذکر لان قصتها مشهورة عند اهل مکة (حاشیۃ صاوی علی جلالین شریف ص ۲۶۰ ج ۴ سورۃ المزمل ومطبوعہ اشرفیہ دیوبند ص ۲۴۷ ج ۴)

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ یا اَهْلَ مَکَّةَ رَسُوْلاً (الی ان قال) فَعَصٰی فِرْعَوْنُ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

وقت شام سے کیا مراد ہے؟

سوال:- قران شریف میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے صبح شام اپنی تسبیح وتحمید کا حکم دیا ہے تو شام سے کونسا وقت مراد ہے؟ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت یا غروب کے بعد کا وقت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عصر کے بعد غروب سے پہلے کا وقت مراد ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا جنت اور دوزخ بھی فنا ہوں گی

سوال:- آیت کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ اور حاملانِ عرش فرشتے بھی فنا ہوں گے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کے فنا ہونے کی کیا صورت ہوگی اور کتنے عرصہ تک ان پر عدم طاری رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اشکال صرف آیت سے ہے تو تفسیر بن عباس[2] رضی اللہ عنہ دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الرَّسُوْلَ مُوْسٰی علیہ السلام فَاَخَذْنَاہُ اَخَذًا وَّ بِیْلاً شدیداً ثقیلاً بعدطعام وبیل ای ثقیل لایستمرئی ومنہ الوابل للمطرالعظیم اغرقہ اللّٰہ تعالیٰ فی البحرثم ادخلہ فی النار فکذایفعل بکم ان تعصوارسولکم فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ کَفَرْتُمْ یَااَھْلَ مَکَّۃَ بِرسولکم یوماً ای عذاب یوم الخ (تفسیر مظہری ص۱۱۳/ج۱۰/مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ سورۃ المزمل)

[1] المساء من الزوال الی الغروب ،مجمع بحارالانوار ص ۵۹۹/ج۴/مطبوعہ دارالایمان مکۃ المکرمۃ تحت لفظ مسی ولسان العرب ص ۲۸۱/ج۱۵/مطبوعہ دارصادر بیروت۔

[2] (تنویرالمقیاس من تفسیرابن عباس ص۲۴۵/مطبوعہ مصر، سورۃ القصص آیت ۸۸/)

رفع ہوجائیگا اس میں لکھا ہے کل شی کل عمل لغیر وجه الله هالک مردود الا وجهه الاماابتغی به وجهه وکل ملک زائل الاملکه له الحکم القضاء بین خلقه والیه ترجعون بعدالموت فیجازیکم باعمالکم اھ اس تفسیر کو حافظ ابن کثیر[1] نے بھی مجاہد اور ثوری سے نقل کیا ہے اگر اشکال کسی اور شئی سے مثلاً لفظ کے معنی میں لغوی یا اصطلاحی یا کسی تفسیر کی عبارت سے پیدا ہوا ہے تو اس کے معلوم ہونے پر جواب دیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انسان افضل ہے جنات سے

سوال: -وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ کیا جن انسان سے افضل ہیں؟ کیونکہ جن کو اول ذکر کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان کو اللہ پاک نے جنات سے اشرف واکرم بنایا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر[2] شرح عقائد[3] وغیرہ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۸۸ھ

---

[1] وقال مجاهدو الثوری فی قوله (کل شی هالک الاوجهه) ای إلاماارید به وجهه (الی قوله) فان هذا إخبارعن کل الاعمال بانهاباطلة إلا ماارید به وجه الله تعالیٰ من الاعمال الصالحة المطابقة للشریعة (تفسیر ابن کثیر ص ۶۴۳ ر ج ۳ ر مطبوعہ تجاریۃ مکۃ المکرّمۃ سورۃ القصص آیت ۸۸ ر)

[2] ولاشک أن الانس أفضل من الجن والشیاطین الخ (تفسیر کبیر جزء ثانی ص ۲۰۵ ر ج ۱ ر ص ۲۸۹ ر ج ۱ ر سورۃ بقرہ تحت آیت ۳۴ ر مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[3] شرح عقائد میں صراحۃً نہیں ملا البتہ مذکورہ ذیل عبارت سے تفضیل بشر علی الجن کا مفہوم مترشح ہوتا ہے وهو هذا اما تفضیل رسل البشر علی رسل الملائکة وعامة البشر علی عامة الملائکة فبوجوه الاول ان الله تعالیٰ امر الملائکة بالسجود لادم علیه السلام علی وجه التعظیم والتکریم بدلیل قوله تعالیٰ حکایة عن ابلیس ارأیتک هذاالذی کرمت علّی واناخیرمنه خلقتنی من نارو خلقته من طین ومقتضی الحکمة الامر للادنی بالسجود للاعلی دون العکس الخ (شرح عقائد نسفی ص ۱۲۶ ر مبحث رسل البشر افضل من رسل الملائکۃ الخ ص ۱۷۶ ر طبع یاسر ندیم دیوبند)

نفخ صور کتنی مرتبہ ہے

سوال:- ایک سوال کے جواب میں تفسیر ابن کثیر ۶۳/ سے آپ نقل فرماتے ہیں کہ نفخ صور تین مرتبہ ہوگا (انتہی) حالانکہ شاہ عبدالقادرؒ موضح القرآن میں آیت فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَن فِی الْاَرْضِ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ نفخ صور ایک بار ہے سارے عالم کے فنا کا۔ دوسرا ہے زندہ ہونے کا۔ تیسرا ہے بیہوشی کا بعد حشر کے چوتھا خبردار ہونے کا۔ اس کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہوجائیں گے (انتہی) مکرر نظر ثانی فرما کر تصحیح فرمادیجئے میری ناقص سمجھ میں یہ آتا ہے کہ فصعق کے معنی بے ہوشی کے لئے ہیں اگر مرنے کے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں (پس بمیرد ہر کہ در آسمانھا؟ فتح الرحمٰن) تو چار کا عدد پورا نہیں ہوتا آپ یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ تفسیر ابن کثیر میں تین مرتبہ لکھا ہے تو اول کب ہوگا، دوم کب، سوم کب، اس کو بھی نقل فرمادیجئے۔

الجواب حامداً مصلیاً

تفسیر ابن کثیر ص ۳۷۷/ ج ۳/ سورۂ نمل یوم یُنْفَخُ فِی الصُّور ففزعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ[1] (الآیۃ) کے ذیل میں نفخ صور کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے وَقوله یوم یُنْفَخُ فِی الصُّورِ فهذه نفخة الفزع ثم بعدذٰلک نفخة الصعق وهو الموت ثم بعدذٰلک نفخة القیام لرب العالمین وهو النشور من القبور لجمیع الخلائق اھ[2]۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ هذه هی نفخة الثالثة وهی نفخة البعث والنشور للقیام من الاجداث والقبور[3] سورۂ زمر کے ذیل میں ہے۔ وَنُفِخَ فِی الصُّور هٰذه النفخة هی الثانیة

---

[1] اور جس دن صور میں پھونک ماری جاویگی سو جتنے آسمان زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے (بیان القرآن) سورۂ نمل آیت ۸۷/۔

[2] ابن کثیر ص ۶۰۳/ ج ۳/ طبع المکتبة التجاریة مکه مکرمه .

[3] ابن کثیر ۹۱۵/ ج ۳/ سورۂ یٰسین تحت آیت ۵۱/ طبع مکتبۂ تجاریه مکه مکرمه.

وهی نفخة الصعق وهی اللتی یموت بهاالاحیاء من اهل السمٰوٰت والارض الامن شاء اللّٰه الیٰ قوله یحییٰ اول من یحییٰ اسرافیلُ یامره ان ینفخ فی الصُّوراخریٰ وهی نفخة الثالثة نفخة البعث[1] نفخۂ رابعہ کا اس تفسیر میں کہیں بھی ذکر نہیں۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر ص ۱۹۱ رجلد ۴ ر[2] میں سورۂ زمر فَزِعَ اور صَعِقَ کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک قول پر نفخ صور صرف دو مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ ایک قول پر تین مرتبہ واختلفوا فی الصعقة منهم من قال انها غیر الموت بدلیل قوله تعالیٰ فی موسیٰ علیه السلام وَخَرَّمُوْسیٰ صَعِقًا مع انه لم یمت فهٰذا هو النفخ الذی یورث الفزع الشدیدوعلیٰ هٰذا التقدیرفالمرادمن نفخ الصعقة ومن نفخ الفزع واحدوهوالمذکورفی سورة النمل فی قوله یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّورففزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰت وَمَنْ فِی الارضِ وعلیٰ هٰذاالقول فنفخ فی الصورلیس الامرتین والقول الثانی ان الصعقة عبارة عن الموت والقائلون بهٰذاالقول قالواانهم یموتون من الفزع وشدة الصوت وعلیٰ التقدیرفالنفخة تحصل ثلاث مرات اولها نفخة الفزع وهی المذکورة فی سورة النمل والثانیة نفخة الصعق والثالثة نفخة القیام وهمامذکورتان فی هٰذه السورة اھ[3]۔

سورۂ نمل اور سورۂ یٰسین میں دو مرتبہ سے زیادہ کا ذکر امام رازی نے بھی نہیں کیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ المعاد[4] ص ۱۰ ر میں ایک قول کی بناء پر دو مرتبہ اور ایک قول کی بناء

---

[1] ابن کثیر ص ۹۶ رج ۴ رسورۂ زمر تحت آیت ۶۸ رج ۴ رطبع مکتبہ تجاریہ۔

[2] جدید ۱۶ رتا ۱۷ رج ۱۴ ر۔

[3] تفسیر کبیر ۲۷۳ رج ۷ رتحت آیت ۶۸ رمن سورۂ زمر طبع دار الفکر بیروت۔

[4] بعد نفخۂ ثانیہ یا اولی علی اختلاف الروایتین چون چہل سال بگزرند (الی قولہ) پستر حق تعالیٰ اسرافیل را زندہ کند او صور از عرش بگیرد و برلب نہد پستر جبرئیل ومیکائیل ودیگر فرشتگان را زندہ کند وارواح را طلب فرماید ارواح مومنان بنور ایمان تابان ودرخشان وارواح کافران بظلمت کفر ومعاصی سیاہ ہمہ را حق تعالیٰ درصور اندازد پس بحکم خدا اسرافیل صور بدمد ارواح بایں نفخہ کہ دوم باشد یا سوم مانند نخل از صور برایند الخ (تذکرۃ المعاد ص ۱۰ رتا ۱۱ ر)

پر تین مرتبہ نفخ تحریر فرمایا ہے چوتھی مرتبہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات[1] ص ۲۹ ر ج ۴ ر میں صرف دو مرتبہ ذکر کیا ہے اسی طرح امام غزالیؒ نے احیاء العلوم[2] ص ۴۳۵ ر ج ۴ ر میں شیخ عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر[3] ص ۱۵۱ ر ج ۲ ر اور مختصر تذکرہ قرطبی ص ۲۰ ر میں دو ہی مرتبہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں موضح القرآن بغیر حاشیہ کی ہے۔ خود موضح القرآن میں بھی چار مرتبہ کا ذکر نہیں[4] تفسیر ابن جریر ص ۱۹ ر ج ۲۴ ر میں حدیث مرفوع ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رسول اللّٰه ﷺ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ثَلَاثُ نَفَخَاتٍ اَلْاُوْلٰی نَفْخَةُ الْفَزَعِ الثَّانِیَةُ نَفْخَةُ الصَّعْقِ اَلثَّالِثَةُ نَفْخَةُ الْقِیَامِ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ[5] اھ اکلیل حاشیہ مدارک[6]

---

[1] نفخ دمیدن وصور بضم شاخ کہ دروے بدمند ومراد اینجا شاخیست کہ دروے اسرافیل بدمد وآن دو نفخ ست یکے برائے ہلاک گردانیدن ومیرانیدن زندگان ودیگر برائے زندہ گردانیدن وبرانگیختن مردگان (اشعۃ اللمعات ص ۳۸۳ ر ج ۴ ر)

[2] قال مقاتل الصور هو القرن وذلک ان اسرافیل علیه السلام واضع فاه علی القرن کهیئة البوق ودائرة رأسالقرن کعرض السماوات والارض وهو شاخص بصره نحو العرش ینتظر متی یؤمر فینفح النفخة الاولیٰ فاذا نفخ صعق من فی السماوات والارض ای مات کل حیوان من شدة الفزع الامن شاء اللّٰه وهو جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وملک الموت ثم یأمر ملک الموت ان یقبض روح جبرئیل ثم روح میکائیل ثم روح اسرافیل ثم یأمر ملک الموت فیموت ثم یلبث الحق بعد النفخة الاولی فی البرزخ اربعین سنة ثم یحیی اللّٰه اسرافیل فیأمره ان ینفخ الثانیة الخ (احیاء العلوم ص ۴۳۵ ر ج ۴ ر المطبعة العثمانیة المصریة)

[3] وفی حدیث آخر انه ذو ثقب بقدر کل انسان ثقبة فیها روحه وینفخ اسرافیل فی الصور مرتین الاولی نفخة الصعق والثانیة نفخة الاحیاء الخ (الیواقیت والجواہر ص ۱۵۱ ر ج ۲ ر)

[4] بلکہ موضح القرآن میں صرف تین مرتبہ کا ذکر ہے چنانچہ آیت کریمہ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ کے ذیل میں لکھا ہے تیسری بار نرسنگھ پھر اس وقت یہ لوگ قبروں سے باہر آ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑینگے (موضح القرآن منزل ۵ ر ص ۱۶۰ ر از دیوبند)

[5] تفسیر ابن جریر طبری ص ۳۰ ر ج ۱۲ ر جزء ۲۴ ر سورۂ زمر آیت ۶۸ ر مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[6] وایضاً تکون النفخات اربعا ولم ینقله الثقات فمن حمل قول المصنف او مغشیا علیه علی غشی یکون من نفخة بعد نفخة البعث للارهاب والارعاب فکلامه مردود بما عرفت وقد سمعنا بمن زاد فی الطبنور نفخة ولم نسمع لمن زاد فی الصور نفخة (الاکلیل علی مدارک التنزیل ص ۱۱۷ ر ج ۶ ر تحت آیت ۶۸ ر)

ص ۱۱۷/ج ۶/ میں چار مرتبہ نفخہ کے متعلق لکھا ہے ولم ینقلہ الثقات پانچ مرتبہ کا قول بھی لکھ کر تردید کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اللہ کے لئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ

سوال:- ایک صاحب قرآن شریف مترجم حضرت تھانویؒ لائے مگر جب کلام پاک منگوانے والے نے دیکھا کہ ترجمہ حضرت تھانویؒ کا ہے اور بسم اللہ کا ترجمہ یہ ہے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، بس فوراً کہہ دیا کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ اب آپ فرمادیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے یا صحیح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ترجمہ صحیح ہے۔ مقام ادب میں اس طرح بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ اس سے جمعیت یا تعداد مقصود نہیں ہوتی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۸/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

اسماء الٰہی میں الحاد کا مطلب

سوال:- اسماء الٰہی میں الحاد کی تعریف کیا ہے؟ کیا ملحد دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

ملحد کہتے ہیں سیدھے راستہ سے ہٹنے والے کو جو شخص شریعت اور اسلام کا سیدھا راستہ

چھوڑ کر کسی دوسری طرف چلے۔ اگر وہ بالکل حدود اسلام سے باہر نکل جائے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا[1] بت پرست کہتے تھے کہ لات (بت) لفظ اللہ سے بنا ہے اور عزّیٰ (بت) لفظ عزیز سے بنا ہے اور منات (بت) لفظ منان سے۔[2]

قرآن کریم نے کہا کہ یہ اسماء الٰہی میں الحاد ہے، کیونکہ یہ اللہ کے ناموں کا بگاڑ نا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ارتداد سے عمل حبط ہوجاتے ہیں؟

سوال:- آیت (۱) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ الخ . **ترجمہ:** جو تم میں سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں ہوجائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل ضائع ہوجائیں گے۔

آیت (۲) وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُه ۔ **ترجمہ:** جو کوئی ایمان سے پھر گیا تو اس کے عمل ضائع ہوگئے۔

---

[1] والملحد وهو من مال عن الشرع القويم الى جهة من جهات الكفر من الحد في الدين حاد وعدل لا يشترط فيه الاعتراف بنبوة نبينا ﷺ ولا بوجود الصانع تعالىٰ (الى قوله) فالملحد أوسع فرق الكفر حدا أى هو أعم من الكل اهـ مخلصا (الشامی النعمانیہ ص ۲۹۶ / ج ۳ / مطلب فی الفرق بین الزندیق الخ)

[2] والذين يلحدون في اسمائه هم المشركون عدلوا باسماء الله عما هي عليه فسموا اوثانهم فزادوا ونقصوا فاشتقوا اللات من الله والعزى من العزيز ومناة من المنان هذا قول ابن عباس ومجاهد (تفسير مظهرى ص ۴۳۸ / ج ۳ / سورۂ اعراف آیت ۱۸۰ / مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير قرطبى ص ۳۲۸ / ج ۷ / ، ص ۲۹۳ / ج ۴ / جزء ۷ / طبع دارالفكر بيروت، تفسير ابن كثير ص ۲۶۹ / ج ۲ / ، ص ۴۲۶ / ج ۲ / طبع مكتبه تجاريه مكه مكرمه ، تفسير روح المعانى ص ۱۲۵ / ج ۵ / ، ص ۱۲۵ / ج ۹ / ادارة الطباعة المصطفائيه ديوبند.

امام شافعیؒ کا استدلال:

آیت نمبر (۱) سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اور جب تک وہ کفر کی حالت پر نہ مرے اس کے عمل ضائع نہیں ہوتے کیونکہ مثلاً جیسے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر مرتد ہو گیا اور ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اب اس کو ظہر کی نماز مکرر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نماز اس کی ضائع نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حج کر کے مرتد ہو جائے اور وہ پھر مسلمان ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال:

آیت (۲) سے امام صاحبؒ نے استدلال کیا ہے کہ جو کوئی ایمان سے پھر جائے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ اس آیت کو دلیل بنا کر وہ فرماتے ہیں کہ جو بھی ایمان سے پھر جائے اس کے عمل ضائع ہو جائینگے، مثلاً اگر وہ مسلمان ہو جائے اور نماز کا وقت باقی ہے تو اسکو دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی۔ کیونکہ بوجہ ارتداد کے اس کی پہلی نماز ضائع ہو گئی۔ اسی طرح اس نے حج کیا ہے تو اس کا وہ حج ضائع ہو گیا اس کو دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔ گذارش ہے کہ اگر امام شافعیؒ نے آیت (۱) کو عمل نہ ضائع ہونے کی دلیل بنایا ہے تو آیت (۲) کا مطلب ان کے پاس کیا ہے اور اگر امام صاحب نے آیت (۲) سے عمل ضائع ہونے کا مطلب لیا ہے تو آیت (۱) کا ان کے پاس کیا مطلب ہے وضاحت کے ساتھ ایماء فرمائیں تو باعث شکریہ ہے اور یہ بھی ایماء فرمائیں کہ کافر اگر مسلمان ہو جائے تو بزمانۂ کفر جو اس نے نیکیاں کی ہیں جس کو اسلام بھی نیکیاں مانتا ہے بحال رہیں گی یا نہیں۔ کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ اگر بیوی اور خاوند دونوں ایک وقت میں مسلمان ہو جائیں تو زمانۂ کفر کا نکاح بحال رہے گا۔ ان کو جدید نکاح کی ضرورت نہ رہے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اختلاف ایک اصولی اختلاف پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مفہوم صفت امام شافعیؒ کے نزدیک حجت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حجت نہیں جیسے کہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ[1] اصولیین نے اس کو مثال میں پیش کیا ہے کمافی ارشادالفحول[2] وحصول المامول[3] والتحریر وغیرھا[4] تفسیر مظہری[5] میں ہے۔

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ استدلّ الشافعی بهٰذه الاٰية علی ان المرتد لایحبط عمله مالم یمت علی الکفر فان صلی رجل الظهر مثلاً ثم ارتد نعوذ باللّٰه منها ثم اٰمن والوقت باق لایجب علیه اعادة الصّلوٰة وکذا من حج ثم ارتد ثم اسلم لایجب علیه الحج وهذا احتجاج بمفهوم الصفة وهو غیر معتبر عندابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ قال ابوحنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ یجب علیه اعادة الصلوٰة ان اسلم والوقت باقٍ وکذایجب علیه الحج لناقوله تعالیٰ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وهذامطلق والمطلق لایحمل علی المقیدعندنا. واللّٰه اعلم

جن نیکیوں کے لئے ایمان شرط نہیں وہ ایسے نومسلم کی باقی رہیں گی[6] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارلعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ نساء آیت ۲۵/۔ ترجمہ: اور جو شخص تم میں پوری مقدرت نہ رکھتا ہوں آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کرے۔ (بیان القرآن)

[2] (ارشادالفحول ص ۱۶۸/) [3] (حصول المامول من علم الاصول ص ۷۷/) [4] (التحریر فی اصول الفقہ ص ۳۰/)

[5] (تفسیر مظہری ص ۲۶۳/ تا ۲۶۴/ ج ۱/ سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷/ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی)

[6] اذااسلم الکافر ومات علی الاسلام یثاب علی مافعله من الخیر فی حال الکفر الخ عمدة القاری ص ۳۰۳/ ج ۴/ کتاب الزکاة باب من تصدق فی الشرک. مطبوعه دارالفکر بیروت. وفتح الباری ص ۵۵/ ج ۴/ مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

طعام اہل کتاب سے متعلق ایک شبہ

سوال:- قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب تو سمجھ میں آ گیا کہ کتاب والوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے یعنی کتاب والے جو جائز کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر یا اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے کھلائیں تو تم اس کو کھالیا کرو کیونکہ چھوت چھات ٹھیک نہیں یہ آیت اگر قرآن شریف میں نہ ہوتی تو اہل کتاب کے کھانے کے متعلق مسلمان لوگ شک میں پڑے رہتے اس لئے اس آیت سے وہ شک رفع ہو گیا۔ مگر مندرجہ ذیل مطلب والی آیت شریفہ کا مفہوم سمجھا دیجئے (تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے) یعنی تمہارے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے یا تمہارے ذبح کئے ہوئے کو اہل کتاب کو حلال سمجھنا چاہیے سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اہل کتاب قرآن مجید کو نہیں مانتے تو یہ حکم یا خبر قرآن مجید میں کیوں ہے۔ اگر محض مسلمانوں کے لئے یہ خبر ہے تو تحصیل حاصل ہے کیونکہ مسلمانوں کو یہ بات ان لوگوں کے طرز عمل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے جیسے کوئی اہل کتاب مسلمان کے گھر آئے اور مسلمان اس سے کھانے کے لئے کہے تو اگر وہ حلال سمجھتا ہے مسلمان کے پکے ہوئے کھانے کو ضرور کھالیگا اور اگر مسلمان کے ہاتھ کے کھانے کو حلال نہیں سمجھتا تو جواب دے گا کہ ہمارے مذہب میں آپ کے ہاتھ کا کھانا جائز نہیں اور اگر مسلمان کہے بھی کہ ہمارے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے پس تم ضرور کھاؤ تو وہ جواب دے گا کہ ہم قرآن مجید نہیں مانتے ضرور سمجھا دیجئے کہ اس کا کیا مفہوم ہے اور یہ بھی عرض ہے کہ اگر دونوں کو اکٹھا کر کے یوں کہیں کہ اہل کتاب کے لئے حلال ہو یعنی اگر اہل کتاب تمہارے ہاتھ کے کھانے کو حلال سمجھیں تو تم کو بھی ان کے ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے سے پرہیز نہ کرنا چاہیے وہ اس صورت میں تمہارے لئے حلال ہے البتہ پاک کھانا شرط ہے۔ صورت مرقومہ بالا پر واؤ حالیہ ہوگی جیسے کہ لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی ہے اور اگر طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ واؤ حالیہ ہونے میں کوئی محال از روئے قواعد عربیہ ہو تو تحریر فرمایئے کیونکہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک طالب علم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس جگہ واؤ حالیہ ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے لہٰذا عرض ہے کہ جواب مرحمت فرمایا جائے۔

احقر اللہ دیا ہیڈ مدرس ورنا کیوس مڈل اسکول سکھروڈہ سہارنپور مکرر عرض ہے کہ بخاری شریف میں حضرت ابی ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ اگر مسلمان کے برتن ملیں تو اہل کتاب کے برتنوں میں مت کھاؤ لیکن اگر مسلمان کے برتن نہ ملیں تو مجبوراً اہل کتاب کے برتنوں ہی کو دھو کر اس میں کھالو اس حدیث شریف کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ظرف کے حکم سے مظروف کا حکم بدلتا نہیں یعنی جس صورت میں ظرف کا استعمال ممنوع ہے اس صورت میں اس ظرف میں کھانا کھانا بھی ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ اشیاء دو قسم کی ہیں بعض تو سب کے لئے بلا شرط حلال ہیں جیسے دریا کا پانی اور بعض کی حلت کے لئے کچھ شروط ہیں جیسے حلتِ صلوٰۃ کے لئے وضو شرط ہے اور تمام عبادات کے لئے ایمان شرط ہے اور حلتِ مال کے لئے ملک یا مالک کی اجازت شرط ہے تو آیۃ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بلا شرط حلال ہے جیسا کہ دوسرے جائز کاموں کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا تو اسی طرح مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے بھی ان کو عذاب نہ ہوگا اور اس کے بیان کرنے سے مقصود فرق بیان کرنا ہے مسلمان عورتوں اور مسلمانوں کے ذبیحہ کے درمیان کہ ذبیحہ مسلمان کا بلا شرط ایمان بھی غیر مسلم کے لئے حلال ہے اور مسلم عورتوں سے نکاح کرنا غیر مسلم کے لئے بغیر اس کے مسلمان ہوئے جائز نہیں مجوس وغیرہ کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بھی حلال نہیں جیسا کہ مسلمانوں کے لئے وہ حلال نہیں اس کو مسلم یا غیر مسلم جو بھی کھائے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔[1]

---

[1] قلت معناه ان من الاشياء ماهو حلال على كافة الناس من غير شرط كحل ماء البحر ومنها ماهو مشروط حلها بشرائط كا لصلوٰة مشروط جوازها بالوضؤ وسائر العبادات مشروط اتيانها بالايمان بالله و رسولهٗ واخلاصالنية واكلالاموال (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تفسیر مدارک[1] اور تفسیر بیضاوی[2] میں لکھا ہے کہ مسلمان کو بتایا جارہا ہے کہ اگر تم اپنا ذبیحہ غیر مسلموں کو کھلا دوگے تو اس پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا کیونکہ وہ ان کے لئے حلال ہے اگر وہ ان کے لئے حرام ہوتا تو تمہارے لئے ان کو کھلانا جائز نہ ہوتا۔ ان دونوں تفسیروں سے شبہ رفع ہوسکتا ہے اور اس سے پہلی آیت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اہل کتاب اللہ کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں اس لئے انکا ذبیحہ تمہارے لئے جائز ہے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہے تو وہ جائز نہیں[3] جیسا کہ ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

واؤ حالیہ مان کر مطلب مذکور فی السوال بیان کرنے میں تامل ہے کیونکہ جب خدا کے نام پر جانور ذبح کردیا گیا تو وہ حلال ہوگیا خواہ اہل کتاب مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں یا نہ اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا۔ شریعت کا مسئلہ ان کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

کفار کے برتنوں میں کھانیکے متعلق یہ ہے کہ اگر ان کی پاکی کا یقین ہو تو بلا کراہت ان میں کھانا درست ہے۔ اگر ناپاکی کا یقین ہو تو ان میں کھانا بالکل ناجائز ہے[4] اگر کچھ علم نہ ہو

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مشروط حلها بالملكاواذامنالمالک فذبائح المومنين حلال على الكفار حتى لا يعذبون فى الاخرة باكلها كمالايعذبون باتيان امورمباحة للعالمين الخ (تفسیر مظہری ص۴۰/ ج۳/ سورۂ مائدہ آیت ۵/ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

[1] (وطعامكم حل لهم) فلاجناح عليكم ان تطعموهم لانه لوكان حراماً عليهم طعام المومنين لما ساغ لهم اطعامهم الخ (تفسیر مدارک التنزیل ص۲۱۱/ ج۱/)

[2] وطعامكم حل لهم فلاعليكم ان تطعموهم وتبيعوه منهم ولوحرم عليهم لم يجزذلک (بیضاوی شریف ص۸۸/ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

[3] لوذبح يهودى على اسم عزيرونصرانى على اسم عيسىٰ لايحل اكله عندناالخ (مظہری ص۳۹/ ج۳/ سورۂ مائدہ آیت ۵/ طبع رشیدیہ دہلی)

[4] قال محمدؒ ويكره الاكل والشرب فى اوانى المشركين قبل الغسل ومع هذالوأكل اوشرب فيها قبل الغسل جازولايكون آكلاولاشاربا حراماً وهذااذالم يعلم بنجاسة الاوانى فاماذاعلم فانه لايجوز ان يشرب ويأكل منهاقبل الغسل ولوشرب اواكل كان شارباً وآكلاحراماً الخ (الہندیہ ص۳۴۷/ ج۵/ کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع عشر فی اھل الذمۃ طبع کوئٹہ)

اور مسلمان کا پاک برتن موجود ہوتو احوط یہ ہے کہ مسلمان کے برتن میں کھائے اگر مسلمان کا برتن موجود نہ ہوتو کافر کے برتن میں بھی کھانا جائز ہے حرام نہیں اور آیت وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ میں ذبیحہ مراد ہے کما صرح بہ الرازی فی احکام القرآن[1]۔

حدیث شریف سے خود دیکھ کر بغیر استاذ سے پڑھے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا جیسا کہ بغیر استاد سے پڑھے طب کی کتاب دیکھ کر ہر شخص اس سے اپنا یا دوسرے مریض کا علاج نہیں[2] کرسکتا اس لئے یا تو حدیث شریف کو باقاعدہ کسی ماہر استاد سے پڑھنا چاہیے تاکہ ہر حدیث کا مطلب خوب واضح طور پر سمجھ میں آجائے اور کوئی شبہ ہوتو استاد حل کردے یا علماء نے احادیث کو سمجھ کر جو مسائل اور مطالب بیان فرمائے ہیں ان پر اکتفا کرنا چاہیے نیز حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ ''الاقتصاد فی التقلیدو الاجتهاد'' ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۲/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۲/۲/۵۵ھ

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت

سوال:- (۱) قصص الانبیاء (اردو) میں حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اطہر میں کیڑے ہوجانے کا واقعہ درج ہے۔ حالانکہ تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک اور کشاف اور دیگر

---

[1] (وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم) روى ابن عباس وابى الدرداء والحسن ومجاهدو ابراهيم وقتادة والسدى انه ذبائحهم وظاهره يقتضى ذلك لان ذبائحهم من طعامهم الخ (احکام القرآن للجصاص ص ۳۲۲/ج ۲/مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن ص ۵۳/تا ۵۵، ۴۷/تا ۶۴/ج ۳/طبع معراج بکڈپو دیوبند۔

مستند تفاسیر میں اس قسم کے واقعہ کا ذکر نہیں۔ اکابر علماء حضرت شیخ الہند وفوائد از شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کی تردید فرمائی ہے ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن پاک حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ص۵۹۲/ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ اِذْنَادٰى رَبَّهٗ الخ .

فائدہ (تنبیہ) واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کے منصب کے منافی ہے کماقال اللّٰہ تعالیٰ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ الـخ (سورہ احزاب) لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہیے جو منصبِ نبوت کے منافی نہ ہو۔ آیت مبارکہ کے فوائد میں اسی ترجمہ کے ص۵۵۳،۵۵۴/ میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم نے برص وغیرہ جسمانی مرض کا عیب لگایا تھا اللہ تعالیٰ نے بطور خرقِ عادت ظاہر کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام جسمانی طور پر بے عیب ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر واستخفاف کے جذبات پیدا ہو کر قبولِ حق میں رُکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اقدس میں کیڑے پڑنے کی تردید حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب قصص القرآن وحال ایوب علیہ السلام۔ ایسی صورتوں میں قصص الانبیاء وغیرہ معمولی کتاب کے بیان کو من جملہ خرافات اسرائیلی سمجھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قصص الانبیاء اردو میں دیر سے ہندوستان میں چھپی ہوئی موجود ہے اور عوام کے لئے کافی جاذب کتاب ہے۔ بعض جگہ مجلس منعقد کر کے اس کتاب کو پڑھا اور سنا جاتا ہے مگر سند اور حجت کے اعتبار سے یہ اس پایہ کی نہیں کہ اس پر کلی اعتماد کر لیا جائے۔ اس میں بہت سی

غیر معتبر ضعیف مرجوح روایتیں موجود و درج ہیں بلکہ موضوع اور صریح غلط باتیں بھی درج ہیں، اسرئیلیات بھی درج ہیں۔ متبحر عالم ہی اس کی صحیح اور غلط بات کا پتہ چلا سکتا ہے۔ عوام کو پتہ نہیں چل سکتا۔ اس میں بہت سی باتیں صحیح اور کارآمد بھی ہیں[1] حضرت ایوب علیہ السلام کے بیمار ہونے کے متعلق بعض کتابوں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ البداية والنهاية میں کیڑے پڑنے کا تو ذکر نہیں اور دوسری حالت اس سے زیادہ موحش لکھی ہے۔ چیچک کا نکلنا بھی بعض کتب میں مذکور ہے۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ سر اور تمام جسم میں زخم ہو گئے تھے[2] مستند چیز تو وہی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اور جس چیز کی کتاب وسنت میں نفی کر دی گئی ہو وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ قابل رد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہٗ متنفر اشیاء سے یقیناً محفوظ رکھتے ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۷ھ

---

[1] چونکہ قصص الانبیاء، ثعلبی کی کتاب عرائس المجالس فی قصص الانبیاء سے ماخوذ ہے چنانچہ کاتب چلپیؒ رقمطراز ہیں قصص الانبیاء فارسی محمد بن حسن الداندورمی (الدیرومی) اقتضیٰ فیہ اثر الثعلبی (کشف الظنون ص ۱۳۲۸/ج ۲/ باب القاف طبع دارالفکر بیروت) اس لئے ثعلبی کی مذکورہ کتاب کا حال ذکر کر دینا کافی ہے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں وله كتاب العرائس فی قصص الانبياء عليهم السلام وغير ذلک وكان كثير الحديث واسع السماع ولهذا يوجد فی كتبه من الغرائب شئی كثير الخ (البدایۃ والنہایۃ ص ۴۴/ج ۶/جزء ۱۲/طبع مکتبہ تجاریہ مکۃ المکرّمہ، ہامش سیر اعلاء النبلاء ص ۴۳۶/ج ۱۷/)

[2] وحكى ابن عساكر انها كلها كانت له وكان له اولاد وأهلون كثير فسلب من ذلک جميعه وابتلی فی جسده بانواع البلاء ولم يبق منه عضو سليم سوی قلبه ولسانه يذكر الله عزوجل بها. وعن مجاهد أنه قال كان ايوب عليه السلام اول من اصابه الجدری وقال انس ابتلی سبع سنين وأشهراً والقی علی مزبلة لبنی اسرائيل تختلف الدواب فی جسده الخ (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۰۷/ج ۱/، ۲۲۷/تا ۲۸/ج ۱/جزء ۱/قصۃ نبی اللہ ایوبؑ طبع مکتبہ تجاریہ مکۃ المکرّمہ)

[3] ومنها ماقاله القاضی وغيره ان الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم منزهون عن النقائص فی الخلق سالمون من العاهات والمعائب قالوا ولا التفات الی ماقاله (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

سوال:- (۱) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَفَاتَّخِذْهُ وَكِيْلاً یہ بتائیے کہ اس کو وکیل کیسے بنایا جائے اس کی کچھ تشریح فرمائیں غالباً صرف زبان سے تو کہنا کافی نہیں ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کردیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنادے[۱] ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہجر جمیل کیا ہے

سوال:- وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيْلاً[۲] کا کیا مطلب ہے؟ کیا رہبانیت ہے۔ اگر یہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) من لاتحقیق له من اهل التاریخ فی اضافة بعض العاهات الی بعضهم بل نزههم اللّٰه تعالیٰ من کل عیب وکل مایغض العیون اوینفرالقلوب (مسلم مع شرحه للنووی ص۲۶۷/ ج۲/ کتاب الفضائل باب من فضائل موسی علیه الصلوة والسلام، مطبع اصح المطابع سعد بکڈپو دیوبند عمدة القاری ص ۲۳۱/ ج۲/ جزء ۳/ کتاب الغسل ،باب من اغتسل عریاناً وحدة فی الخلوة الخ طبع دارالفکر بیروت ،فتح الباری ص ۹۹/ ج۷/ کتاب احادیث الانبیاء ،باب بعدباب حدیث الخضرمع موسیٰؑ طبع بیروت)

[۱] (فاتخذه وکیلاً) لترتیب الامروموجبه علی اختصاص الالوهیةو الربوبیة به عزوجل ووکیل فعیل بمعنی مفعول ای موکول الیه والمرادمن اتخاذه سبحانه وکیلاً ان یعتمدعلیه سبحانه ویفوض کل امرالیه عزوجل (الی قوله)(واهجرهم هجراجمیلا)بان تجانبهم وتداریهم ولاتکافئهم وتکل امور هم الی ربهم الخ (روح المعانی ص۱۳۳/ج۱۰/،۱۰۶/ج۲۹/سورۂ مزمل آیت ۸/ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصطفائیہ دیوبند)

[۲] **ترجمہ:** اورخوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہوجاؤ (بیان القرآن) سورۂ مزمل آیت ۱۰/۔

اختیار کرتے ہیں تو پھر تبلیغ دین وفرائض رسالت کیسے ادا ہوسکتے ہیں؟ کیا اس آیت کے دوسرے لوگ بھی مصداق ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنے، درگذر کرنے، انتقام نہ لینے سے اس پر بخوبی عمل ہوجائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی دارالعلوم دیوبند

جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے

سوال:- سورہ ملک میں لفظ ''ینقلب'' کی ب پر جزم کیوں آیا ہے جب کہ عامل جازم نہیں ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

یہ جواب امر ہے جو امر کی طرح مجزوم ہوتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۱۸/۷/۸۷ھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی دیا گیا

سوال:- قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ کا شانِ نزول کیا ہے؟

---

[1] تاکید للامر بالصبر ای واترکھم ترکا حسنا بان تجابنھم بقلبک وھواک وتداریھم ولا تکافئھم وتکل امورھم الی ربھم الخ تفسیر روح البیان ص۲۱۳ ج۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت روح المعانی ص۱۸۴ ج۱۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔ سورۃ مزمل آیت ۱۰۔

[2] (یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا) فانه جواب الامر والجوابیة تقتضی الملازمة الخ (روح المعانی ص۷ ج۲۹ مطبوعہ مصطفائی دیوبند) سورۂ ملک۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہودی لوگ اپنی کتاب کی کچھ باتیں چھپاتے تھے اور کچھ ظاہر کرتے تھے اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو دی اور آپ کو نورِ نبوت کے ذریعہ وہ چیز خوب ظاہر ہوگئی اسی کو آیت میں فرمایا ہے[1] کہ اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو کتاب (قرآن مجید) عطا ہوئی اور نورِ نبوت بھی عطا ہوا جس سے یہود کی دسیسہ کاریاں آپ پر ظاہر ہوگئیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیات طیبہ کونسی زندگی ہے؟

سوال:- دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی، پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کیلئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی۔ اب رہی یہ بات کہ جو زندگی عالم برزخی میں مل رہی ہے۔ یہ تیسری زندگی کہلائے گی۔ یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم کی ایک آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ

---

[1] عظیم وھونور الانوار والنبی المختار ﷺ والی ھذاذھب قتادة و اختاره الزجاج وقال ابوعلی الجبائی عنی بالنور القرآن لکشفه واظھار طرق الھدی والیقین الخ (روح المعانی ص۹۷/ج۶/سورۂ مائدہ آیت ۱۵/طبع مصطفائی دیوبند) یعنی محمد ﷺ او الاسلام وکتاب مبین للاحکام اوبین الاعجاز وھو القرآن وجازان یکون العطف تفسیریا وسمی محمد ﷺ والقرآن نور الکونھما کاشفین لظلمات الخ (تفسیر مظہری ص۶۸/ج۳/مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حَیَاۃً طَیِّبَۃً الایۃ[1] میں حیات طیبہ کا مصداق حیات برزخی بھی ہے جیسا کہ تفسیر مفاتیح الغیب میں مذکور ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

کیا ظالم کے لئے ہدایت ہے؟

سوال:- قرآن شریف میں "اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ" اس میں مسلمان ظالم بھی شامل ہیں ظالم مسلمان یا ظالم کافر کی ہدایت کے لئے دعا مقبول ہوتی ہے یا نہیں؟ یہاں ہدایت کی نفی سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل ظالم مشرک ہے جس کیلئے "لایھدی" وارد ہے "اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ[3]" الآیۃ۔ ہدایت کی نفی سے تکوینی نفی مراد ہے۔[4] تشریعی مراد نہیں لہٰذا ہر ظالم اور کافر کے لئے دعاء ہدایت درست ہے[5] کسی کی موجودہ حالت کو دیکھ کر حتمی رائے قائم کرنا دشوار ہے کہ اس

---

[1] سورۂ نحل آیت ۹۷/۔ **ترجمہ:** جو شخص کوئی نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے۔ (بیان القرآن)

[2] والقول الثانی وھوقول السدی إن ھذہ الحیاۃ الطیبۃ انماتحصل فی القبر (التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب ص ۹۱/ج ۲۰/، ص ۳۵۱/ج ۵/دارالفکر بیروت)

[3] سورۂ لقمان آیت ۱۳/۔ ترجمہ: بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔ (بیان القرآن)

[4] (واللّٰہ لایھدی القوم الظالمین) اخبار من اللّٰہ تعالیٰ بان الظالم لایھدیہ وظاھرہ العموم والمرادھدایۃ خاصۃ اوظالمون مخصوصون (الی ان قال) وخص الظالمون بمن یوافی ظالماً ای کافراوالذی یظھران ھذاإخبار من اللّٰہ بان من حکم علیہ وقضی بان یکون ظالماای کافراوقدران لا یسلم فانہ لایمکن ان یقع ھدایۃ من اللّٰہ لہ الخ (تفسیر البحر المحیط ص ۲۸۹/ج ۲/طبع بیروت سورۂ بقرہ آیت ۲۵۸/)

[5] وقددعارسول اللّٰہ ﷺ بالھدایۃ للمشرکین والکفاراخرج البخاری فی کتاب الدعوات باب الدعا للمشرکین ص ۹۴۶/ج ۲/ عن ابی ھریرۃ قَدِمَ الطُّفَیْلُ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کا خاتمہ اسی حال پر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ علم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند ۱۳/۲/۸۹ھ

پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟

سوال:- پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا حکم کسی پارے میں نہیں۔ براہِ کرم جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں کوئی بات صاف صاف موجود ہے کوئی ایسے طریقے پر ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا، بلکہ بڑے علم والے سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو خود تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ آپ بہار میں حضرت مولانا منت اللہ صاحب کی خدمت میں جا کر سمجھ لیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ تشفی کردیں گے وہ آپ سے قریب ہیں۔ پانچ وقت کی نماز قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہ ہے۔ مثلاً پندرہویں پارہ میں ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ[1] اور ستائیویں پارہ میں سورہ والطّور کے ختم پر ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بُنُ عَمْرٍو عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ دَوْسًا قَدْ عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰہَ عَلَیْھَا فَظَنَّ النَّاسُ اَنَّہٗ یَدْعُوْ عَلَیْھِمْ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِدَ وْسًا وَأْتِ بِھِمْ اَیْضاً ذکرہ فی المغاری. می باب قصة الدوس ص ۶۳۰/ج ۲/ و کذافی کتاب الجهاد باب الدعاللمشرکین بالهدی لیتأ لفهم ۴۱۱/ج ۱/طبع اشرفی بکڈپو دیوبند.

ترجمہ: طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قبیلہ دوس نے بات نہیں مانی اور انکار کیا آپؐ ان کے حق میں بددعاء کردیجئے، لوگوں نے خیال کیا کہ آپؐ ان کے لئے بددعاء فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔

[1] آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

روزِ شرعی ولغوی

سوال:- شریعت میں دن کب سے کب تک ہے۔ اگر صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کو دن شمار کیا جائے تو اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی ا للَّیْلِ، القرآن اور صَلوٰۃَ النَّھَارِ عُجَمَاءُ الحدیث میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ جب آیت کے مطابق مغرب رات میں داخل ہے اور حدیث کے مطابق فجر دن میں داخل ہے تو فجر کی نماز بالجہر نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی نہار صبحِ صادق سے شروع ہوکر غروبِ آفتاب پر ختم ہوجاتا ہے۔ الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب اھ شامی[1] ص۸۰/ج۲/ عرفی نہار طلوعِ شمس سے شروع ہوکر غروب پر ختم ہوتا ہے۔[2] بعض مواقع پر شریعت نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے۔ مسئلہ قرأۃ بالجہر میں بھی ایسا ہی ہے ''صلوٰۃ النہار عجماء'' حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ ہوسکے تو اس متن کو مع

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔ (بیان القرآن) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۸/۔

(اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس) وھذہٖ الایۃ باجماع المفسرین اشارۃ الی الصلوٰۃ المفروضۃ (تفسیر القرطبی ص۳۰۳/ج۱۰/، ص۲۷۲/ج۵/جزء۱۰/طبع دارالفکر بیروت) (اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل) فذکرفیہ مواقیت اربع من الصلوات الخمس الظھر والعصر والمغرب والعشاء وذکروقت الفجربقولہ وقرأن الفجر ای صلوۃ الفجر (مظہری ۴۶۵/ج۵/ندوۃ المصنفین دہلی)

۲ ومن اللیل فسبحہ ای صل لہ قال مقاتل یعنی صلوٰۃ المغرب و العشاء وادبارالنجوم یعنی اذا ادبرت النجوم وغابت بطلوع الصبح وقال الضحاک المرادبہ صلوٰۃ الفجر (مظہرالطّور ص۱۰۲/ ج۹/طبع ندوۃ المصنفین دہلی)

---

۱ شامی کراچی ص۳۷۱/ج۲/اول کتاب الصوم۔

۲ الیوم بالفتح وسکون الواؤ فی اللغۃ الوقت لیلۃ اوغیرہ قلیلاً اوغیرہ وفی العرف من طلوع جرم الشمس ولوبعضھا الی غروب تمام جرمھا (کشاف اصطلاحات الفنون ص۵۴۴/ج۲/)

سند نقل فرمادیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

کیا "تَبَّتْ یَدَااَبِیْ لَھَبٍ" کوسنا ہے؟

سوال: -سورۂ لہب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو کوسا ہے۔ اور کوستا وہ ہے جس کو سزا دینے پر قدرت نہ ہو۔ جیسے کہ تیرا بیڑا غرق ہو تیرا ناس ہو وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قادر ہے تو اس کو کوسنے کی کیوں ضرورت پیش آئی، سزا دیدیتا۔ جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آیت[2] وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ[3] نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر سب کو بلایا۔ اہلِ خاندان جمع ہوگئے۔ اول اپنے صدق کا اقرار ان سے لیا پھر عذابِ خداوندی سے ان کو ڈرایا۔ اس پر ابولہب نے کہا تھا تباً لک سائر الیوم الھٰذا جمعتنا . اس کے اس مقولہ کا جواب اللہ پاک نے دیا۔ تَبَّتْ یدااَبِی لَھَبٍ یہ کوسنا نہیں بلکہ اس کی سخت بات کا

---

[1] الحدیث الثالث والخمسون قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلاۃ النھار عجماء قلت غریب وراہ عبد الرزاق فی مصنفہ من قول مجاھد وابی عبیدہ فقال اخبرنا معمر عن عبدالکریم الجزری قال سمعت ابا عبیدۃ یقول صلاۃ النھار عجماء انتھی ،اخبرنا ابن جریح قال: مجاھد صلاۃ النھار عجماء انتھی وقال النووی فی الخلاصۃ :حدیث،صلاۃ النھار عجماء باطل لااصل لہ (نصب الرایۃ ص ۱/ج ۲/فصل فی القراء ۃ مجلس علمی)

[2] روی الشیخان فی الصحیحین انہ لمانزلت قولہ تعالیٰ وانذرعشیرتک الاقربین جمع رسول اللّٰہ ﷺ اقاربہ فانذرھم وفی روایۃ عندالبخاری وغیرہ صعدعلی الصفافنادی فاجتمعت الیہ قریش ارأیتم لواخبرتکم ان العدو مصبحکم اوممسیکم اماکنتم مصدقی قالوابلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابولھب تباً لک الھٰذاجمعتناواخذحجرا لیرمیہ فنزلت تبت (مظھری ص ۳۶۷/ج ۱/طبع ندوۃ المصنفین دھلی،مسند امام احمدص ۳۰۷/ج ۱/ دارالفکر ، روح المعانی ص ۲۶۰/ج ۳۰/داراحیاء التراث)

[3] اورآپ اپنے نزدیک کے کنبے کوڈرایئے (بیان القرآن)

جواب ہے اوراس کو اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ سے کردکھایا کہ اس کواوراس کی بیوی کوکس طرح ہلاک کیااور ناراًذات لھب آخرت کے لئے ہے۔اس کا وہاں عین الیقین اورحق الیقین حاصل ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۵/۴/۹۱ھ

غیراللہ کوحاکم بنانے سے متعلق تفصیلات

سوال:-درج ذیل آیاتِ کریمہ کے معنی منشاءومحمل واضح فرمائیں۔

(۱)فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ[۱]

(۲) فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْ مَاشَجَرَبَیْنَهُمْ[۲]

(۳) مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَااَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[۳]

(۴)اِنِ الْحُکْمُ اِلَّالِلّٰهِ[۴]

(۵)وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْماً[۵]

الجواب حامداًومصلیاً

(۱)اس آیت میں فردوہ الی اللّٰہ والرسول ہےورسولہٗنہیں۔پوری آیت اس طرح ہے:

یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاَطِیْعُوااللّٰهَ وَاَطِیْعُواالرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِمِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرَدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِذٰلِکَ خَیْرٌ وَاَحْسَنُ تَأْوِیْلاً.

ترجمہ: اے ایمان والوتم اللہ کا کہنا مانواوررسول کا کہنا مانواور جوتم میں اہلِ حکومت

---

[۱] سورۂ نساءآیت۵۹/۔ [۲] سورۂ نساءآیت۶۵/۔ [۳] سورۂ مائدہ آیت۶۵/۔

[۴] سورۂ یوسف آیت۴۰/۔ [۵] سورۂ مائدہ آیت۵۰/۔

ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یومِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔

(۲) ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے، جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں۔ پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

(شبہ) ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع کرے وہ مسلمان نہیں۔ حالانکہ حرام کا مرتکب جبکہ اعتقاد حلت نہ رکھتا ہو، مومن ہے گو فاسق ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو، مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں اور غیر اختیارات کی تکلیف نہیں۔ اسی طرح اگر اس فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ عدم تسلیم ہے، تو وہ بھی مسلمان نہ رہے، حالانکہ ترکِ عملِ سے ایمان نہیں جاتا۔ ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور عدمِ حرج اور تسلیم کے مراتب تین ہیں۔ (۱) اعتقاد سے (۲) زبان سے اور (۳) عمل سے (۱) اعتقاد سے یہ کہ قانونِ شریعت کو حق اور موضوع للتحکیم جانتا ہے اور اس میں مرتبہ عقل میں ضیق نہیں اور اس مرتبہ میں اس کو تسلیم کرتا ہے اور (۲) زبان سے یہ کہ ان امور کا اقرار کرتا ہے کہ حق اس طرح ہے۔ (۳) عمل سے یہ کہ مقدمہ لے بھی جاتا ہے اور طبعی ضیق بھی نہیں اور اس فیصلہ کے موافق کارروائی بھی کرلی۔ سو اول مرتبہ تصدیق وایمان ہے اس کا نہ ہونا عنداللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی۔ چنانچہ تنگی کے ساتھ لفظ انکار اس کی توضیح کے لئے ظاہر کر دیا ہے اور دوسرا مرتبہ اقرار کا نہ ہونا عندالناس کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ تقویٰ وصلاح کا ہے، اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبعی تنگی معاف ہے۔ پس آیت میں بقرینۂ ذکر منافقین مرتبہ اولیٰ

مراد ہے۔اب کوئی اشکال نہیں رہا[۱]

(۳) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے بلکہ غیر حکم شرعی کو قصداً حکمِ شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے۔ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔اے قید خانہ کے رفیقو متفرق معبود عبادت کے واسطے اچھے ہیں یا ایک معبود برحق سب سے زبردست ہے وہ اچھا ہے۔تم لوگ خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو۔جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرالیا ہے۔خدا تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی بھیجی نہیں اور حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو۔پس اسی حکم پر عمل کرنا چاہیے۔یہی توحید اور عبادت میں حق تعالیٰ کی تخصیص کا سیدھا طریقہ ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے[۲]

(۵) یہ آیت بھی آیت (۳) کے ساتھ مسلسل و مربوط ہے اور اسی کے مضمون کو ادا کر رہی ہے۔جیسا کہ اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ سے مستفاد ہے۔مزید تفسیر و تشریح مطلوب ہو تو روح المعانی[۳]، مظہری[۴]، مفاتیح الغیب[۵] وغیرہ کا مطالعہ کریں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۳ھ

تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے

سوال: - کیا تعلیم یافتہ مسلمان مرد جس کو اردو، انگریزی، ہندی، تھوڑا بہت عربی سے

---

[۱] ملاحظہ ہو بیان القرآن ص ۱۳۲/ تا ۱۳۳/ ج ۲/۔

[۲] یاصاحبی السجن وارباب متفرقون خیرام اللّٰہ الواحدالقهارماتعبدون من دونه الااسماء سمیتموها انتم و آباؤ کم ما انزل اللّٰہ بها من سلطان ان الحکم الااللّٰہ امر الاتعبدوا الااياه ذالک الدین القیم ولکن اکثرالناس لایعلمون ،سورۂ یوسف آیت ۱۲/.

[۳] روح المعانی ص ۱۵۵/ ج ۶/ طبع مصطفائی دیوبند.

[۴] تفسیر مظهری ص ۱۲۵/ ج ۳/ طبع رشیدیه کوئٹه.

[۵] تفسیر کبیر ص ۴۱۴/ ج ۳/ طبع دارالفکر بیروت.

تعلق ہو وہ آدمی تفسیر قرآن کو بیان کرسکتا ہے یا نہیں جیسے بیان القرآن یا ابن کثیر مظہری وغیرہ کا یعنی دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو یا مسجد میں چند آدمیوں کو پڑھ کر سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح درسِ قرآن وغیرہ، اس کے پڑھنے کے لئے کیا عالم ہونا شرط ہے، یا تعلیم یافتہ مرد بھی کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کا ترجمہ یا تفسیر وہ شخص بیان کرے جس نے ترجمہ یا تفسیر استاذ سے حاصل کیا ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے قرآن کریم کی تفسیر کو حاصل کرنا اور پھر بیان کرنا مناسب نہیں۔ قرآن کریم کو دیگر کتب کی طرح نہ سمجھیں اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس کے لئے بہت علوم کی ضرورت ہے۔ جو حضرات ذاتی مطالعہ سے اس کو سمجھتے ہیں اور سمجھاتے ہیں وہ بہت غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

شیطان کی مہلت اور حشر

سوال: - کیا شیطان کو قیامت آنے تک مہلت دی گئی ہے؟ قیامت کے روز اس کا کیا حشر ہوگا؟ کیا وہ توبہ کرنے کے بعد بخشا جاسکتا ہے؟

---

[1] اختلف الناس فی تفسیر القرآن هل یجوز لکل احد الخوض فیه فقال قوم لایجوز لاحد ان یتعاطی تفسیر شیء من القر آن وان کان عالماً ادیبا متسعا فی معرفة الادلة والفقه والنحو والاخبار والآثار الخ من قال یجوز تفسیره لمن کا ن جامعاً للعلوم التی یحتاج المفسر الیها وهی خمسة عشر علماً احدها اللغة الثانی النحو، الثالث التصریف الرابع الاشتقاق الخامس والسادس والسابع المعانی والبیان والبدیع الثامن علم القراء ت التاسع اصول الدین العاشر اصول الفقه الحادی عشر اسباب النزول الثانی عشر الناسخ والمنسوخ الثالث عشر الفقه الرابع عشر الاحادیث المبینة الخامس عشر علم الموهبة (الاتقان ص ۱۸۰/ج ۲/النوع الثامن والسبعون فی معرفة شروط المفسر الخ دارالفکر)

الجواب حامداً ومصلیاً

شیطان نے بہت چالاکی سے دعا کی تھی اُنْظُرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ[1] جس روز مردے قبر سے اٹھیں گے اس روز تک کے لئے مجھے مہلت دے دو (تاکہ موت سے بچا رہوں) وہاں سے جواب میں فرمایا گیا۔ انک مِنَ المنظرین الیٰ یوم الوقت المعلوم[2] جس دن نفخ صور ہوگا جس سے سب مرجائیں گے اس روز تک مہلت دیدی گئی (نفخ صور کے دن سب کی موت کے ساتھ تجھے بھی موت آئے گی، موت سے چھٹکارا نہ ملے گا) اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوگی وہ لعنت کے ساتھ رہے گا[3] جہنم میں جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس طرح بہکایا؟

سوال:- حضرت آدم علیہ السلام کو بہکانے کے لئے شیطان جنت میں کیسے داخل ہوا؟ جبکہ شیطان کا داخلہ جنت میں ناممکن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں ایک قول یہ ہے کہ شیطان کے لئے جنت سے نکل جانے کا فیصلہ تو ہو چکا تھا مگر اس کا نفاذ نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو موقع مل گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے وسوسہ ڈالا اس کے لئے وہاں موجود ہونا ضروری نہیں تھا دور سے بھی وسوسہ ڈال سکتا ہے[4]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

---

[1] سورۂ اخلاص آیت ۷۹/۔ **ترجمہ:** مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ (بیان القرآن)

[2] سورۂ ص آیت ۸۰، ۸۱/۔ **ترجمہ:** تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی۔ (بیان القرآن)

[3] وان علیک لعنتی الی یوم الدین سورۂ ص آیت ۸۵/۔

[4] ان آدم وحواء علیهما السلام لعلهما کانا یخرجان الی باب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

فتنہ کے وقت تنہائی

سوال: -جب دور پرفتن ظاہر ہوتو خلوت میں تنہائی میں سلامتی ہے لہٰذا وہ دور ابھی ظاہر ہوا کہ نہیں۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ الخ آیت کریمہ کا مصداق کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو آدمی اپنے دین کی حفاظت اپنے معاشرہ و ماحول میں رہ کر نہیں کرسکتا ہے اور تنہائی میں رہ کر کرسکتا ہے تو اس کے لئے اب بھی یہ وقت ہے اگر اس کے پاس دین بھی نہیں ہے تو تنہائی میں رہ کر دین حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں اختیار کرنی چاہئے بہتر ماحول کو تلاش کرے جہاں اچھا آدمی میسر آجائے اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے[1] برے آدمی کی صحبت سے دور رہے[2]

(۲) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ[3] کا مطلب یہ ہے کہ دین کی اشاعت اور ادائیگی میں لگے رہو اور کوشش کرتے رہو اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو تم پر اس کا الزام نہیں لوگوں کو نہ ماننے کی وجہ سے مایوس ہوکر اشاعت وتبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہیں

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الجنة وابليس كان يقرب من الباب ويوسوس اليهما (ورابعها) ان ابليس كان فى الارض واوصل الوسوسة اليهما فى الجنة (تفسير كبير ص۳۰۷/ ج ۱/مكتبه دارالفكربيروت ،سورۂ بقره آيت ۳۶/.

[1] الوحدة خير من جليس السوء والجليس الصالح خير من الوحدة مشكوة شريف ص ۴۱۴/ باب الغيبة والشتم الفصل الثالث.

[2] فيه ارشاد الى الرغبة فى صحبة الصلحاء والعلماء و مجالستهم فانها تنفع فى الدنيا والآخرة والى الاجتناب عن صحبة الاشرار و الفُسّاق فانها تضر دينا و دنيا قيل مصاحبة الاخيار تورث الخير ومصاحبة الاشرار تورث الشر مرقاة شرح مشكوة ص ۷۰۹/ ج ۴/ باب الحب فى الله ومن الله قبيل الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

[3] سورۂ مائدہ آیت ۱۰۵/۔ **ترجمہ:** اے ایمان والو اپنی فکر کرو۔ (بیان القرآن)

کرنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۸ھ

اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ کا شان نزول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب فخر المحدثین مولانا المولوی محمد زکریا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: -(۱) مندرجہ ذیل آیت کے متعلق لکھیں کہ شانِ نزول اس کا کیا ہے، اور اس کی تفسیر لکھیں مع سن کے بعض علماء اہل حدیث فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نہیں اتری، اور بعض علماء حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ سورۂ فاتحہ کے معنی میں اتری ہے، اور ان دونوں جماعتوں کے علماء نے ہم تمام اہل محلّہ کو چکر میں ڈال رکھا ہے، اس لئے یہ پرچہ سوال کا پیش خدمت ہے، آپ صریح اور واضح طور سے اس آیت کریمہ کا شان نزول لکھیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اولاً بعض حضرات صحابہؓ امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے، ان کو منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے تفسیر احکام القرآن[2] میں ایسا ہی نقل کیا،

---

[1] نزلت الاية لما كان المؤ منون يتحسرون على الكفار ويتمنون ايمانهم اخرج احمد عن ابى عامر الاشعرى قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن هذه الآية فقال لايضركم من ضل من الكفار اذااهتديتم (الى قوله) وليست الاية فى ترك الامربالمعروف والنهى عن المنكر لان من الاهتداء الامر بالمعروف والنهى عن المنكرعلى حسب طاقته (مظهرى ص ۱۹۵ / ج ۳ / طبع رشيديه كوئٹه سورۂ مائده آيت ۱۰۵ /.

[2] قال ابوبكر روى ابن عباسؓ انه قال ان نبى الله صلى الله عليه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تفسیر ابن کثیر[۱] میں بھی ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مغفلؓ سے یہ روایت موجود ہے، التعلیق الحسن[۲] میں اس پر اجماع نقل کیا ہے، ''واخرج البیهقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علیٰ ان هذه الایة فی الصلوٰة'' اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے فاتحہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

ایک مشہور آدمی کی تفسیر کے نمونے

سوال:- کسی مشہور شخص کی تصنیف جو قرآنی تفسیر کے نام سے ہے، سبحان سبوح، خالق کائنات کو بھان متی کہا، وحی کو مجنون کی بڑ سے تشبیہ دی، جنت ودوزخ وملائکہ کا انکار لکھا، مرنے کے بعد نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونے کا نام جنت اور برائیوں کو دیکھ کر کُڑھنے کا نام دوزخ بتایا، برق وباد کی قوت جذب، اشجار ونباتات کی قوت نشو ونما کا نام فرشتے کہا، ایسے عقیدے والے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تفسیر نہیں دیکھی اس کی اصل حقیقت تو دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے، باقی جو کلمات آپ نے لکھے ہیں، ان کو مسلک اہل سنت والجماعت بلکہ اسلام سے کیا تعلق ہے، اس کو تفسیر

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) قرأ فی الصلوٰة وقرأ معه اصحابه فخلطوا علیه فنزل القرآن وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الخ (احکام القرآن للرازی، ج ۳/ص ۳۹/(مطبوعه دارالکتاب العربیة بیروت) سورۂ اعراف آیت ۲۰۴/.

[۲] تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۴۴۴/(مطبوعه التجاریة مصطفیٰ احمد الباز) سورۂ اعراف آیت ۲۰۴/.

[۳] التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن ص ۸۴/(مطبوعه الاشاعة الاسلامیه کلکته) باب فی ترک القرآن خلف الامام فی الجهریة.

کہنا غلط ہے، وہ تو تحریف ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

وعید کی آیات زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں

سوال:- اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قہر کا ذکر زیادہ فرمایا ہے یا رحمت کا، مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غصہ وغضب کا ذکر زیادہ فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا نہیں بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں[۲] عذاب وغضب کے لئے تو نافرمان کی قید ہے اور ثواب ورحمت کے لئے اعمال صالحہ کی قید نہیں۔ مثلاً معصوم بچے کچھ کئے بغیر ہی بخشے جائیں گے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟

سوال:- اللہ تعالیٰ نے نافرمان مسلمان سے کتنے غصہ کا اظہار فرمایا ہے اور کفار سے کتنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفار پر اتنا غصہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف

---

[۱] تفصیلی تردید کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ تفسیر حقانی ص ۱۹/۴۸/۵۲/۔

[۲] ان رحمتی سبقت غضبی (بخاری ص ۱۱۰۴/ج ۲/حدیث نمبر ۷۱۲۳/ کتاب التوحید باب قوله وكان عرشه على الماء الخ. مطبوعہ اشرفی دیوبند۔

ترجمہ: میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہوا کرتی ہے۔

[۳] وفيه دليل على ان اطفال المسلمين فى الجنة (عمدة القارى ص ۳۰/ج ۸/ باب فضل من مات له ولد فاحتسب. كتاب الجنائز (مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بھی نہیں[1] ہوگی، مسلم گنہگاروں پر اتنا غصہ نہیں وہ شفاعت کے ذریعہ بھی بخشے جائیں گے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۲/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل

سوال:- عام طور پر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف واقع نہیں ہے۔ مگر ہم ذیل میں وہ اسباب درج کرتے ہیں جس سے شروع زمانہ میں قرآن میں تحریف واقع ہونے کے امکان کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۱) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو سورہ نمل کی تیسویں آیت کا جزاور وحی ہے۔ قرآن کی ترتیب دینے میں ہر سورت (سوائے سورہ توبہ کے) شروع میں اضافۃً تحریر کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید خدا کا نام لے کر شروع کیا جائے۔ ورنہ وہ نہ وحی ہے نہ کسی سورت کی آیت ہے اور نہ قراءت نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔

(۲) یبصط (۲۴۵۔۲) بصطة (۶۹۔۷) ھم المصیطرون (۳۷۔۵۲) لمصیطر (۲۲۔۸۸) ان الفاظ کا صحیح املا ''س'' سے ہونا چاہیے۔ اور قرأت نماز میں ''س'' ہی کا تلفظ

---

[1] اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ (الی قولہ تعالی) خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ (الآیة سورۂ بقرہ آیت ۱۶۱، ۱۶۲/)

ترجمہ: البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا (بیان القرآن)

[2] عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۴۹۴/ باب الخوض والشفاعة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے آنحضرت ﷺ کا پاک ارشاد منقول ہے میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کیلئے ہوگی۔

صحیح ہے مگر کاتبان وحی نے ان کو ''ص'' سے لکھا ہے۔

(۳) قرآن کے وہ ۲۵/ مقامات جن میں الف کا نہ پڑھنا ضروری ہے اگلے صفحہ میں نقشہ میں ملاحظہ فرماویں۔

بسم اللّٰہ ۱۹۲ – ۳	ملائہ ۱۰۳ – ۷	لشائ ۲۳ – ۱۸	ثمودا ۳۸ – ۲۹	بئس الاسم ۱۱ – ۴۹
افائن مات ۱۴۴ – ۳	لااوضعوا ۴۷ – ۹	لکناھواللّٰہ ۳۸ – ۱۸	لیربوافی ۳۹ – ۳	ثمودا ۵۱ – ۵۳
لاالی اللّٰہ ۱۵۸ – ۳	ان ثمودا ۶۸ – ۱۱	افائن مات ۳۴ – ۲۱	لاالی الجحیم ۶۸ – ۳۷	لاانتم ۱۳ – ۵۹
ان تبؤا ۳۴ – ۵	امم لتتلوا ۳ – ۱۳	ثمودا ۳۸ – ۲۵	لیبلوا ۴ – ۴۷	سلٰسلا ۴ – ۷۶
من نبائ ۳۴ – ۶	لن ندعوا ۱۴ – ۱۸	لااذبحنہ ۲۱ – ۲۲	نبلوا ۳۱ – ۴۷	قواریرا ۱۵ – ۷۶

ان مقامات میں کاتبان وحی نے الف کو بے ضرورت زیادہ لکھ کر وحی میں تحریف واقع ہونے کا موقع دیا۔

(۴) ننجی المؤمنین کو قرآن میں اس طرح لکھا ہوا ہے ننج المؤمنین (۸۸-۱۲) یہاں اخیر کی یاء حذف کر دی گئی ہے۔

(۵) زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ جب لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاھِدُوْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے اس کے لکھنے کا حکم دیا پھر اس کے درمیان میں غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کا اضافہ فرمایا۔

(۶) علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے۔ واللّٰاتُ وَالْعُزّیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ ھٰؤلاءِ الغرانیق العُلیٰ وان

شفاعتھن لترتجی بعد میں اس عبارت کے اندر تحریف واقع ہوئی آخر کے حصہ کو مطلق نکال دیا گیا اور بقیہ عبارت کے الفاظ کو بدل کر موجودہ قرآن کی آیات (۱۹-۵۳) اور (۲۰-۵۳) کی شکل میں بدل دیا گیا۔

(۷) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کو غیر المغضوب علیھم وغیر الضَّالین پڑھا ہے۔

(۸) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (۱۰۴-۸) حضرت ابن عباسؓ نے لیعبدون کو یعرفون پڑھا ہے، کیا قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے؟

سوال:- (۱) جو حضرات قرآنی آیتوں کی منسوخیت کے قائل ہیں وہ منسوخیت پر ذیل کی آیات سے استدلال کرتے ہیں ۱۰۶ مگر یہ صریحاً غلط ہے۔ یہاں صرف اس طرف اشارہ ہے کہ اگلی کتابوں کے احکام منسوخ ہوئے نہ کہ قرآن کی آیات یا ان کے احکام۔ نسخ کے معنی زائل یا رفع کرنے کے ہیں۔ یعنی ایک آیت کی غلط فہمی کو دوسری آیت نسخ (زائل) یا رفع کر دیتی ہے۔ یا اگر ایک آیت کے معنی پوشیدہ ہوں اور وضاحت کے ساتھ نہ ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو ظاہر اور واضح کر دیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنی عام ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو خاص کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسخ کے یہی معنی ہیں۔ صراحتہً فرمایئے کیا نسخ کے یہ معنی صحیح ہیں؟

(۲) لفظ اللہ لغت کے اعتبار سے نہ کسی دوسرے لفظ کا مخرج و مشتق ہے نہ دو کلموں کا مرکب ہے نہ اس کی تذکیر و تانیث ہے نہ اس کی جمع ہے۔ جیسی ذات ہے ویسا ہی اس کا نام ہے، یہ اسم ذات ہے، صحیح فرمایئے۔

(۳) قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال کر چکے، ان کی وفات کے بارے میں جو آیات صاف صاف دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں۔ (۵۵-۳) (۱۴-۵) (۱۱۷-۵) اور (۳۳-۱۹) اور جو آیات ان کی وفات کے بارے میں کنایۃً دلالت کرتی ہیں وہ یہ (۱۹۹-۳) (۷۵-۵) اور (۲۱-۱۵) ہاں صلیب پر ان کی وفات کی نفی

قرآن میں موجود ہے (۱۵۹-۹) لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان پر سرے سے طبعی موت واقع نہیں ہوئی ۔اوپر کی آیات کے تحت ان پر طبعی موت لاحق ہوئی ہے ۔اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی انتقال کر چکے (آیت ۵۷-۱۶) میں حضرت ادریس علیہ السلام کو صرف مرتبہ نبوت پر فائز کرنا مراد ہے نہ کہ زندہ مع جسم آسمان پر اٹھالینا۔ یا اٹھالینے سے مراد ان کی معراج ہو، جس طرح حضورﷺ اٹھا لئے گئے معراج میں، ہاں قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ عام طور پر کُل انبیاءِ کرام اور شہداء کرام طبعی موت کے بعد بھی اس عالم میں زندہ اور حیات ہیں، مگر اس حیات کا علم صرف خدا کو ہے۔ (۱۵۹-۲) ہر ذی حیات اپنی طبعی موت کے بعد اس عالَم میں تو فانی ہو جاتا ہے مگر دوسرے عالم میں زندہ رہتا ہے ۔مگر انبیاءِ کرام اور شہداء کرام اِس عالَم اور اُس عالَم دونوں میں زندہ رہتے ہیں تو میں ان دونوں عالم میں انبیاء کی اس حیات کا منکر ہوں کہ ان کی پیدائش سے لے کر اب تک بدون طبعی موت کے زندہ ہیں، میں اس حیات کا قائل ہوں کہ وہ پیدا ہوئے زندہ رہے طبعی موت واقع ہوئی ۔اس کے بعد بھی دُنیا و آخرت دونوں میں زندہ ہیں جیسے کل انبیاءِ کرام شہداءِ کرام زندہ ہیں۔ صحیح عقیدہ سے مطلع فرماویں۔

(۴) فرعون غرق ہوتا ہوا ایمان لاتا ہے اور با ایمان غرق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاش کو دریا میں ختم ہونے کے بجائے دریا سے نکالدیتا ہے۔ (۹۲-۹۱)

(۹۰-۱۰) چونکہ وہ آخری وقت پر ایمان لا کر شہید ہوا ہے اس لئے اس کی لاش جوں کی توں ایک نشانی کے لئے اب تک محفوظ ہے اور وہی ایک (Mummy) ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(۵) انہ لقول رسول کریم (۹۰-۱۸) اور (۱۹-۱۸) کیا ان آیات کے تحت قرآن کریم بھی رسول کا کلام ہے۔

(۶) وما انا علیکم بوکیل (۱۰۸-۱۰) کیا بحکم قرآن رسولِ خداﷺ شافعِ روز جزا شفیع المذنبین ہیں؟

(۷) ان الموجودات ھو اللہ یہ حدیث کس نے روایت فرمائی ہے، مطلع فرماویں۔

(یادداشت) تمام سوالات میں جو ہندسے مندرج ہیں ان میں پہلا ہندسہ (دائیں سے) قرآن پاک کی سورہ اوراس کے بعد کے ہندسہ سے اس سورہ کی آیات مراد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سورہ نمل میں بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جز ہے اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری آیت ہے۔ اور بعض ائمہ نے اس کو ہر سورت کا جز قرار دیا ہے اس کی تفصیل ''احکام القرآن للجصاص[1]'' اور ''احکام القنطرہ فی احکام البسملہ[2]'' (مولانا عبدالحی لکھنوی) میں ہے یہ تحریف نہیں ہے۔

(۲) ان الفاظ کا رسم الخط دونوں طرح ہے اور تلفظ بھی دونوں طرح ہے۔ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح تو کہا جا سکتا ہے مگر غلط نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تحریف نہیں[3]۔

(۳) الخطان لایقاسان خط العروض وخط القراٰن. خط قرآن کو دوسرے عام خط پر قیاس کرنا درست نہیں۔ یہ توقیفی ہے[4] اور اس کو تحریف کہنا غلط ہے۔

(۴) مثل (۳) ہے۔

---

[1] وزعم الشافعی انها آیة من کل سورة (احکام القرآن للجصاص ص ۹/ ج ۱/ القول فی هل هی من اوائل السور مطبوعه بیروت)

[2] الاول انها آیة تامة من کل سورة الفاتحة وغیرها وهوقول ابن کثیروعاصم والکسائی وغیرهم من قراء مکة والکوفة والیه ذهب ابن مبارک والشافعی (احکام القنطره فی احکام البسملة ص ۲۲۰/)

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المقنع ورسم مصاحف الامصارمع کتاب النقط، تالیف الامام ابی عمر و عثمان بن سعیدالدانی المتوفی عام (۴۴۴ھ)

[4] وقال ابن فارس الذی نقو ان الخط توقیفی لقوله تعالیٰ علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ن والقلم ومایسطرون وان هذه الحروف داخلة فی الاسماء التی علم اللّٰه آدم. (الاتقان ص ۱۴۵/ تا ۱۴۶/ ج ۴/ ومطبوعه دارالفکر بیروت ص ۱۶۶/ ج ۲/ النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط)

(۵) حضور اکرم ﷺ نے غیر اولی الضرر بذریعہ وحی فرمایا ہے اپنی طرف سے بلا وحی کے نہیں فرمایا ہے پس اس کو تحریف کہنا غلطی ہے۔[۱]

(۶) علامہ آلوسیؒ، علامہ بغویؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن کثیرؒ حافظ عینیؒ نے اس کی تردید کی ہے۔[۲]

(۷،۸) یہ تفسیر ہے تحریف نہیں۔

(۱) نسخ کے معنی مذکور بیان کرنے سے اگر یہ مقصد ہے کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ نہیں ہوئے تو یہ غلط ہے۔ کتب حدیث اور تفسیر میں منسوخ شدہ الفاظ بھی سند کے ساتھ منقول ہیں۔[۳]

(۲) قولِ راجح یہی ہے دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ تفسیر بیضاوی[۴] میں مذکور ہیں۔

---

[۱] عن ابن شهاب قال حدثنی سهل بن سعدالساعدی انه رأی مروان بن الحکم فی المسجدفاقبلت حتی جلست الی جنبه فاخبرناان زیدبن ثابت اخبره ان رسول اللّٰه ﷺ املٰی علیه لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللّٰه فجاء ابن ام مکتوم وهو یملها علیَّ قال یا رسول اللّٰه واللّٰه لواستطیع الجهادلجاهدت وکان اعمٰی فانزل اللّٰه علی رسوله وفخذه علیَّ فخذی فثقلت علیَّ حتی خفت ان ترض فخذی ثم سری عنه فانزل اللّٰه غیراولی الضرر (بخاری ص ۶۶۰/ تا ۶۶۱/ ج۲/ کتاب التفسیرسورة النساء ،باب لایستوی القاعدون الخ)

[۲] اماهل التحقیق فقدقالواهذه الروایة باطلة موضوعة واحتجواعلیه بالقران والسنة والمعقول (التفسیرالکبیر ص ۴۴/ ج ۱۲/ ومطبوعه دارالفکربیروت ص ۱۶۸/ ج۶/ سورة الحج تحت آیت ۵۲/) وفی البحران هذه القصة سئل عنهاالامام محمدبن اسحاق جامع السیرة النبویة فقال هذامن وضع الزنادقة وصنف فی ذلک کتابا (روح المعانی ص ۱۷۷/ ج۹/ ومطبوعه مصطفائی دیوبند سورۂ حج)وما قیل کان ذلک بسبب ماالقی الشیطان فی اثناء قراء ة رسول اللّٰه ﷺ (تلک الغرانق العلی منهاالشفاعة ترتجی) فلا حجة له نقلاوعقلاً(عمدة القاری ص ۱۸۱/ ج۹/ تفسیر ابن کثیر ص ۶۰۰/ تا ۶۰۳/ ج ۵/ تفسیر بغوی ص ۶۹۲/ تا ۶۹۴/ ج۳/ هامش مظهری ص ۳۳۳/ تا ۳۳۴/ ج۶/ سورۂ حج)

[۳] ملاحظہ ہو اتقان ص ۲۰/ ج۲/ مطبوعه دارالفکر النوع السابع والاربعون فی ناسخه ومنسوخه.

[۴] تفسیر بیضاوی ص ۵/ ج ۱/ سورة الفاتحة تحت بسم اللّٰه الخ (مطبوعه رشیدیه دهلی)

(۳) صحیح عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا ہے وہ پھر اس دُنیا میں تشریف لاویں گے اور کافی مدت قیام کریں گے اس کے بعد ان پر موت طاری ہوگی ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام میں اس پر نہایت قوی دلائل قائم کئے گئے ہیں[۱]

(۴) موت کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں۔ قرآن پاک اور حدیث شریف اور فقہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ فرعون کا ایمان بھی معتبر نہیں ہے[۲] اس کی لاش کو باہر نکال کر پھینک دینا اس واسطے تھا کہ دُنیا دیکھے کہ یہی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کا جسم کیسا بے بس اور بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے اور آج بھی وہ عبرت کا ذریعہ ہے۔ تاکہ کوئی ذی عقل اس قسم کا دعویٰ نہ کرے۔

(۵) قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی کتاب ہے، اس نے نازل فرمائی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کو لوگوں کو سنایا، سمجھایا اور اس پر عمل کیا۔ قرآن پاک میں اس کی جگہ جگہ تصریح ہے۔ اپنی طرف سے بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ ایسا کرتے تو سخت گرفت میں آجاتے۔ یہ بھی صراحۃً مذکور ہے[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو عقیدۃ الاسلام ص ۲۴، ۲۵ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل۔

[۲] وقد صرحوا ایضا بان ایمان البأس والیأس غیر مقبول ولاشک ان ایمان المخذول کان من ذلک القبیل وانکاره مکابرة وقدحکی اجماع الائمة المجتهدین علی عدم القبول ومستندهم فیه الکتاب والسنة (روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۱۱ مطبوعه مصطفائی دیوبند سورۂ یونس آیت ۹۲) (ببدنک لتکون لمن خلفک آیة) ای لتکون لمن یأتی بعدک من الأمم إذا سمعوا حال امرک ممن شاهدمالک وماعراک عبرة ونکالامن الطغیان اوحجة تدلهم علی ان الانسان وان بلغ الغایة القصوی من عظم الشأن وعلوالکبریاء وقوة السلطان فهومملوک مقهور بعید من مظان الالوهیة والربوبیه (روح المعانی ص ۱۸۴ ج ۱۱ مطبوعه مصطفائی دیوبند سورۂ یونس تحت آیت ۹۲)

[۳] تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَوْتَقَوَّلَ عَلَيْنَابَعْضَ الْاَقَاوِيْلَ، لَاَخَذْنَامِنْهُ بِالْيَمِيْنِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَامِنْهُ الْوَتِيْنَ (سورة الحاقة آیت ۴۶ تا ۴۴) **ترجمہ**: رب العلمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اور اگر یہ ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے (بیان القرآن)

(۶) روز جزاء میں شفاعت قرآن پاک اور حدیثوں سے ثابت ہے[۱]۔

(۷) آپ نے اس کا حدیث ہونا کہاں سے معلوم کیا ہے یہ حدیث نہیں ہے۔

تنبیہ: قرآن پاک کا بغیر استاذ عالم ماہر کے از خود مطالعہ کرنے اور ترجمہ دیکھنے سے، نیز دین اسلام میں مہارت حاصل کئے بغیر، اہل باطل کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اس قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس سے پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۸۷ھ

---

[۱] الاحادیث فی باب الشفاعة متواترة المعنی ومن الادلة علی تحقیق الشفاعة قوله تعالیٰ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات (شرح فقه اکبر ص ۱۱۴/مطبوعه رحیمیه دیوبند)

باب دوم: آدابِ قرآن

قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال:- کمرہ کے دروازے کے سامنے اندر الماری میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے نکلتے وقت اس کی جانب پشت ہوجاتی ہے تو کیا یہ خلاف ادب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ ادب واحترام کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ تو اس طرح نکلتے وقت اس طرف پشت ہوجانا خلاف ادب نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن شریف کی طرف پیر پھیلانا

سوال:- قرآن کریم اونچی الماری یا دیوار کے طاق پر رکھا ہے تو چارپائی پر اسی کمرہ میں اس کی طرف پیر کرکے لیٹنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قرآن شریف پیروں کی سیدھ میں نہیں بلکہ بلند ہے تو اس میں گنجائش ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوکان المصحف معلقاً فی الوتد وھوقد مدالرجل الی ذٰلک الجانب لایکرہ کذافی الغرائب (الھندیہ ص۳۲۲/ج۵/کتاب الکراھیۃ الباب الخامس) ویجوزوضع المصحف فی کوۃ طاھرۃ من غیر فرش لکن الاولی بفرش الخ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۳۲/مطلب فی انہ یکرہ اخذالفال من المصحف طبع دارالمعرفۃ بیروت)

(حاشیہ نمبر۲ اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہمبستری کرنا

سوال:- جس کمرہ میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ اس کمرہ میں بیوی سے ہم بستری نہ ہونا چاہیے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قرآن شریف طاق یا الماری میں اونچی جگہ حفاظت سے رکھا ہوا ہے تو اس کمرے میں بیوی سے ہم بستری میں کوئی مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیت الخلاء جانا حمائل شریف لئے ہوئے

سوال:- کسی شخص کے پاس حمائل شریف ہے اور بڑے استنجے کی حاجت درپیش ہے۔ اب وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حمائل شریف کو اپنے سے الگ کر کے ادب واحترام کے ساتھ کہیں رکھ دے پھر

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] وفی الخلاصه مدالرجلین الی جانب المصحف اذالم یکن بحذائه لایکره وکذالوکان المصحف معلقاً بالوتدوهومادالرجلین الی جانب المصحف لایکره (طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۱۱۸/ باب الحیض والنفاس والاستحاضة) قالویکره ان یمدرجلیه فی النوم وغیره الی القبلة اوالمصحف اوکتب الفقه الا ان تکون علی مکان مرتفع عن المحاذاة (فتح القدیر ص ۴۲۰/ ج ۱/ کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة فصل ویکره استقبال القبلة بالفرج الخ طبع دار الفکر الهندیه ص ۳۲۲/ ج ۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس فتاوی حدیثیة ص ۲۳۲/ مطلب فی انه یکره اخذالفال من المصحف دارالمعرفة بیروت)

[1] یجوزقربان المرأة فی بیت فیه مصحف مستور (البحرالرائق ص ۲۱۳/ ج ۱/، ۲۰۲/ ج ۱/ باب الحیض طبع کوئٹه پاکستان، الهندیه ص ۳۲۲/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس)

فراغت حاصل کرلے۔ کہیں جگہ نہ ہو اور حمائل جیب میں ہو اور جنگل میں صاف جگہ بیٹھ کر ضرورت پوری کرلے تب بھی گناہ نہ ہوگا۔

اذا کان علیہ خاتم وعلیہ شئی من القرآن مکتوب او کتب علیہ اسم اللہ فدخل المخرج معہ یکرہ وان اتخذلنفسہ مبالا طاھرا (عالمگیری ص ۹۴/ ج ۴/)[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۵ھ

اس کمرہ کی چھت پر چلنا جس میں قرآن مجید موجود ہو

سوال:- ایک کنواں جس میں ہزاروں قرآن پاک ٹھنڈے کئے ہوتے ہیں اس کا منھ بند کر کے برابر کردیا جاتا ہے۔ اس پر چلنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ جبکہ یہ معلوم ہے کہ یہ کنواں اس طرح کا ہے جس کو بند کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جانتے ہوئے تو احتیاط کرنا بہتر ہے ورنہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے مکان کے اندر قرآن شریف ہو اور اسکی چھت پر چلنا پھرنا ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا

سوال:- زید قرآن پاک کے کسی جز کو بغل میں دبا کر مسجد سے باہر بغرض تلاوت

---

[1] عالم گیری، کوئٹہ ص ۳۲۳/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس (الھندیہ ص ۳۳۳/ ج ۵/ مصری)

[2] واذا کتب اسم اللہ تعالیٰ علی کاغذ ووضع تحت طنفسۃ یجلسون علیھافقدقیل یکرہ وقیل لایکرہ وقال الاتری انہ لووضع فی البیت لابأس بالنوم علی سطحہ عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۲/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجدالخ .

لاتا ہے تو آیا یہ قرآن کے ساتھ سوءادبی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بغل میں دبا کر سینہ سے لگا کر لاتا ہے تو سوءادبی نہیں یہی عرف ہے ایک بزرگ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور فرمایا

روز قیامت چوں نہد در دست ہر کس نامئے من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل[1]

فقط واللہ تعالیٰ جل مجدہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۱۴۰۰ھ

قرآن پاک قصداً زمین پر پھینکنے کا حکم

سوال:- ایک عورت بیوقوف بے عقل ہے اس نے قصداً قرآن شریف کو اٹھا کر ہاتھوں میں لیکر زمین پر گرادیا ہے۔ اس کا مسئلہ کیا ہے اور اس عورت کو گھر میں رکھنے کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس عورت نے قصداً قرآن کریم کی یہ بے ادبی کی ہے اسکو کلمۂ شریف پڑھا کر توبہ کرائی جائے اور اسکا نکاح بھی دوبارہ کرایا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۱۱ھ

---

[1] قیامت کے دن جب ہر شخص اپنا نامۂ اعمال اپنے ہاتھ میں رکھے گا۔ میں بھی قرآن کی تفسیر بغل میں دبائے ہوئے حاضر ہوں گا۔

[2] استخف بالقرآن اوبالمسجداوبنحوہ ممایعظم فی الشرع الی قولہٖ اوسخربایة منه کفر، مجمع الانہر ص ۵۰۷/ج ۲/ ان الفاظ الکفرانواع . مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، مایکون کفرااتفاقاً یبطل العمل والنکاح وفی الشامیة ویجددبینهماالنکاح الخ الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۹۱، ۳۹۰/ج ۲/باب المرتد، مطلب جملة من لایقتل اذاارتد، کتاب الشفاء ص ۲۵۰/ ج ۲/ فصل فی حکم من استخف بالقرآن الخ مطبوعه موسسة الکتب الثقافیة بیروت .

قرآن شریف جیب میں رکھنا

سوال:- میرے پاس قرآن شریف پاکٹ سائز ہے اور وہ ہر وقت میری جیب میں ہی رہتا ہے کیا میں اس کو پاخانہ میں بھی ساتھ رکھ سکتا ہوں یا نہیں اور ظاہر ہے کہ میں ہر وقت باوضو تو ہوتا نہیں تو اندیشہ ہے کہ میرا ہاتھ میری جیب میں پڑتا ہو کیا یہ جائز ہے یا نہیں مہربانی کر کے کوئی ایسی صورت بتائیں کہ میں قرآن شریف کو ہر وقت ساتھ رکھا کروں اور تلاوت کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ مناسب نہیں کہ قرآن کریم ہر وقت جیب میں رکھا رہے کبھی نا کبھی ناپاک جگہ بھی جانا ہوتا ہے۔ کبھی بے وضو بھی ہاتھ لگ جاتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے وضو بچوں کو قرآن دینا

سوال:- وہ نابالغ بچے جو پیشاب کرنے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے انھیں قرآن شریف پڑھنے کے لئے دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش ہے[2] مگر ان کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور عادی بنایا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا کان دراھم مکتوب فیھا اسم اللہ تعالیٰ او شئ من القرآن فادخلھا مع نفسہ المخرج یکرہ. (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۳ ج۵ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف الخ.)

[2] لاباس بدفع المصحف واللوح الی الصبیان لانھم لایخاطبون (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

نابالغ سے ختم کرانا

سوال: - ہمارے یہاں گھروں میں ختم شریف کراتے ہیں۔ بہت سے بچے ناپاک کہ جن کو کچھ ناپاکی کی تمیز نہیں ہے وہ بھی پڑھتے ہیں۔ قرآن پاک میں کئی جگہ سجدہ آتا ہے وہ ایک مرتبہ بھی سجدہ نہیں کرتے۔ اس طرح پر ختم کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بچے نابالغ اور ناسمجھ ہوں ان پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں[1] جب وہ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ان کو بھی ثواب ملتا ہے[2] بڑوں کے ذمہ ہے کہ پاکی، ناپاکی کی تمیز سکھائیں[3]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بالطهارة وان أمروا بها تخلقاً (كبيرى ص ۵۹/فروع بعد سنن الغسل طبع سهيل اكيڈمى لاهور) (ولابأس بدفع المصحف الى الصبيان) معناه لابأس بان يدفع الطاهرون المصحف الى الصبيان المحدثين الخ عناية مع فتح القدير ص ۱۶۹/ج ۱/ كتاب الطهارت باب الحيض والاستحاضه مطبوعه دارالفكر، فتاوى حديثية ص ۱۶۵/، ۲۳۲/ مطلب فى انه يكره اخذ الفال من المصحف، دارالمعرفة بيروت، الهندية ص ۳۹/ج ۱/ كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع طبع دارالكتاب ديوبند، طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۱۱۵/ باب الحيض والنفاس والاستحاضه مطبوعه مصر، نفع المفتى والسائل ص ۱۱۱/ مطبوعه رحيميه ديوبند ص ۱۲۴/ مطبع يوسفى لكهنؤ، باب مايتعلق بتلاوة القرآن، شرح شرعة الاسلام ص ۶۲/ فتاوى حموى ۴۸۱/)

---

[1] لو كان التالى كافرا او مجنوناً او صبياً (الى قوله) لم يلزمهم (الهندية ص ۱۳۲/ج ۱/مصرى كتاب الصلوة الباب الثالث عشر)

[2] عبدالله بن مسعودؓ يقول قال رسول ﷺ من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها ترمذى شريف ص ۱۱۹/ج ۲/باب ماجاء من قرأ حرفاً الخ ابواب الفضائل مكتبه بلال ديوبند.

[3] لاباس بدفع المصحف واللوح الى الصبيان لانهم لايخاطبون بالطهارة وان امروا بها تخلقاً واعتياداً (كبيرى ص ۵۹/ سنن الغسل طبع لاهور، عناية مع الفتح ص ۱۶۹/ كتاب الطهارة باب الحيض طبع دارالفكر، فتاوى حديثية ص ۱۶۵/، ص ۲۳۲/ مطبوعه دارالمعرفة بيروت)

میت کوثواب پہنچانا بہت اچھا ہے اس سے ثواب پہنچانے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور میت کو بھی[۱] لیکن جبکہ یہ ثواب پہنچانا شریعت کے موافق ہو یعنی اخلاص کے ساتھ ہو۔ ریا کاری، رسم کی پابندی، سوم، دہم، چہلم وغیرہ نہ ہو[۲] اور پڑھنے والے بھی ثواب کے لئے پڑھیں، چنوں، الائچی دانوں، دعوت، پیسوں کے لالچ سے نہ پڑھیں ورنہ ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتابت قرآن بلا وضو

سوال:- بلا وضو قرآن مجید کو لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاغذ ہاتھ میں لے کر لکھتا ہے تو ناجائز ہے اگر کاغذ کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ کاغذ کسی چیز پر

---

[۱] من صام اوصلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جازويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة شامی کراچی ص ۲۴۳/ ج ۲/ مطلب فی القراء قللميت.

[۲] ويكره اتخاذالطعام فی اليوم الاول والثالث وبعدالاسبوع شامی کراچی ص ۲۴۰/ ج ۲/ مطلب فی كراهة الضيافة.

[۳] ولايصح الاستئجارعلیٰ القرآة واهدئهاالی الميت لانه لم ينقل عن احدمن الائمة فی الاذن فی ذٰلک وقدقال العلماء ان القاری اذاقراء لاجل المال فلاثواب له فای شئی يهديه الیٰ الميت وانما يصل الیٰ الميت العمل الصالح وممن صرح بذالک ايضاالامام البركوی فقال الفصل الثالث فی امورمبتدعة باطلة اكب الناس عليهاعلی ظن انهاقرب مقصوده الیٰ ان قال ومنها الوصية من الميت باتخاذالطعام والضيافة يوم موته أو بعده وباعطاء دارهم لمن يتلوالقرآن لروحه اويسبح اويعلل له وكلهابدع منكرات باطلة والمأ خوذمنهاحرام وهوعاص بالتلاوة والذكرلاجل الدنياشامی زكرياص ۷۸ ج ۹ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجارعلیٰ الطاعات.

رکھا ہو اور اس پر صرف قلم چلتا ہو تو مکروہ ہے۔ طحطاوی ص ۷۷/[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا

سوال: -طلباء کو قرآن شریف وضو سے پڑھنا چاہیے یا بلا وضو اگر پانی کا طلباء کے لئے انتظام نہ ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو طلبہ بالغ ہوں ان کو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر با وضو پڑھنا چاہیے اور جو نابالغ ہوں ان کو بلا وضو بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنا درست ہے[۲] بالغ طلبہ کو اگر پانی کا انتظام دشوار ہو تو بلا وضو قرآن شریف ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ بلکہ کپڑے یا قلم وغیرہ سے ورق الٹنا چاہیے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/رجب المرجب ۵۲ھ

---

[۱] واما کتابة القرآن فلاباس بها اذا کانت الصحیفة علی الارض عندابی یوسف لانه لیس بحامل للصحیفة و کره ذلک محمدؒ وبه اخذمشائخ بخاری (طحطاوی علی مراقی مصری ص ۱۱۵/ باب الحیض والنفاس والاستحاضه کبیری ۵۸/سنن الغسل،طبع لاهور)

[۲] لاباس بدفع المصحف واللوح الی الصبیان لانهم لایخاطبون بالطهارة (کبیری ص ۵۹/ فروع بعد سنن الغسل طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] یحرم (مسها الابغلاف)متجاف عن القرآن (الی قوله)ویجوزتقلیب اوراق المصحف بنحوقلم للقراء ه الخ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۴/تا ۱۱۵/باب الحیض والنفاس والاستحاضه طبع مصر ،کبیری ۵۸/سنن الغسل،مطبوعه لاهور)

قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

سوال:- قرآن کو بے وضو چھونا کیسا ہے۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ **لایمسہ الا المطھرون** سے باوضو چھونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ **المطھرون** سے فرشتے مراد ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ تفسیر وحدیث تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لَایَمَسُّہٗ کو اگر خبر مانا جائے تو مُطَھَّرُوْنَ سے مراد ملائکہ ہیں اور ضمیر مفعول راجع ہوگی کِتَابٌ مَّکْنُوْنٌ کی طرف جس سے مراد لوح محفوظ ہے اگر اس کو نہی مانا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ قرآن پاک کو بلا طہارت کے مس نہ کیا جائے۔ حافظ ابوبکر جصاصؒ نے اس کو اولیٰ قرار دیا ہے اور حدیثِ عمرو بن حزم کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ **انہ کتب فی کتابہ لعمرو بن حزم ولایمس القرآن الاطاھر فوجب ان یکون نھیہ ذٰلک بالاٰیۃ** احکام القرآن[1] ص ۵۱۱/ ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا

سوال:- اگر کوئی معلمِ قرآن شریف پیٹ کا مریض ہو اس کا وضو زیادہ دیر تک نہ رہتا ہو اس کے لئے بغیر وضو کے یا تیمّم سے قرآن چھونے میں کچھ گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] **قال ابوبکر ان حمل اللفظ علی حقیقۃ الخبر فالاولی ان یکون المراد القرء ان الذی عنداللّٰہ والمطھرون الملائکۃ وان حمل علی النھی وان کان فی صورۃ الخبر کان عموماً فیناوھذااولی مماروی عن النبی ﷺ فی اخبارمتظاھرۃ انہ کتب لعمروبن حزم** (احکام القرآن لجصاص ص ۴۱۶/ ج ۳/ طبع دارالکتاب بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص رومال ہاتھ میں لے کر اس سے چھولیا کرے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا وضو کتب تفسیر کو مس کرنا

سوال:- قرآن پاک کی تفسیر جس میں اکثر اردو ہے اور کہیں کہیں قرآن کریم کی آیتیں مکتوب ہیں ایسی کتاب کو بغیر وضو ہاتھ لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی کتاب کو بغیر وضو ہاتھ لگانا درست ہے لیکن جہاں قرآن پاک لکھا ہوا ہو اس کو ہاتھ نہ لگائے خالی جگہ اجازت ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتب تفسیر کو بلا وضو مس کرنا

سوال:- قاضی، مفتی، طلبہ خصوصاً کتب تفسیر وحدیث پڑھنے والے اگر صاحب اعذار ہوں تو ان کو ان کتابوں کا مس کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں اگر مکروہ ہے تو کس درجہ کا مکروہ،

---

[۱] وکذاالمحدث مایمس المصحف الابغلافه (الهداية ص ۶۴/ ج ۱/باب الحيض مكتبه تهانوی دیوبند، کبیری ص ۵۸/سنن الغسل طبع سهيل اكيڈمی لاهور، مراقی الفلاح ص ۱۱۵/ باب الحيض والنفاس طبع مصر)

[۲] وفيماعدا المصحف انمايحرم مس الكتابة لا الحواشی ويحرم الكل فی المصحف (طحطاوی علی المراقی ص ۱۱۴/باب الحيض والنفاس مطبوعه مصری) لايجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره بخلاف غيره فانه لايمنع الامس المكتوب كذاذكره فی السراج (البحرالرائق ص ۲۰۱/ج ۱/باب الحيض طبع كوئٹه)

نہیں تو کیوں جو بھی متعین ہو اس کے مرتکب پر شرعاً کیا حکم ہے تصریح اعذار موصوفہ کے رات و دن اکثر اوقات میں ممارست ومزاولت کتب مذکورہ ہوتی رہتی ہیں مثلاً بوقت مطالعہ وتکرار سبق علاوہ اسکے مثلاً مطالعہ کررہا ہے اتفاق سے نیند آ گئی دوبارہ وضو کیا پھر ثانیاً وثالثاً اس قسم کا واقعہ پیش آتا رہا۔

فرض کیجئے اگر مقام وضوء نیز دور ہو اور موسم سردی بھی ہو اور ان اوقات میں اگر وضو کے پابند ہوں گے تو مذکورہ امور میں سخت نقصان واقع ہوتا ہے اور ان پر مخفی نہ رہے کہ اعذار مسطورہ ہوتے ہوئے تیمّم کر لینا کافی ہے یا نہیں مدلل تحریر فرماویں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک صورت مسئولہ میں مس کرنا مکروہ نہیں۔

ویکره ایضا للمحدث ونحوه مس تفسیر القرآن وکتب الفقه وکذا کتب السنن لانها لاتخلوعن آیات وهذاالتعلیل یمنع مَسَّ شروح النحوایضاوفی الخلاصة وکذاکتب الاحادیث والفقه عندهماوالاصح لایکره عندابی حنیفةؒ انتهی ووجه قول ابی حنیفةؒ انه لایسمی ماساللقرآن لان مافیه منه بمنزلة التابع فکان کما لوتوسد خرجاًفیه مصحف اورکب فوقه فی السفر وان اخذه ای التفسیروکتب الفقه بکمه لاباس به لان فیه ضرورةلتکررالحاجة الی اخذهٖ زیادة علی الحاجة الیٰ اخذ المصحف لان القرآن یقرأ حفظاً فی الغالب بخلاف التفسیروالفقه وهذاالفرق انما یحتاج الیه علیٰ قول من کره مس القرآن بالکم اه غنیة المستملی للحلبیؒ[1] ص۵۷/.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبداللطیف

---

[1] غنیة المستملی للحلبی ص ۵۹/فروع ان اجنبت المرأة لاهور باکستان البحرالرائق ص ۲۰۱/ج ۱/باب الحیض کوئٹه طحطاوی ص ۱۱۵/باب الحیض مصری .

بے وضو وغسل کتابیں پڑھنا

سوال:- (الف) وہ کتاب جس میں قرآن مجید وحدیث لکھی ہوئی ہو علاوہ فقہ و اصول کے مثلاً نحو کی کتاب ہو تو ایسی کتاب کو بے وضو پڑھنا کیسا ہے۔ (ب) اور وہ کتاب جس میں بجز بسملہ کے اور قرآن وحدیث لکھی ہوئی نہ ہو مثلاً منطق کی کتاب ہے تو ایسی کتاب کو جنبی پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ نیز مفسرین کو بے وضو چھونا کیسا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) ایسی نحو کی کتاب کو بغیر وضو پڑھنا درست ہے۔ (ب) ایسی کتاب جنبی پڑھ سکتا ہے بروقت ضرورت جائز ہے مگر بہتر نہیں، اور جب چھوئے تو جس جگہ قرآن شریف لکھا ہے اس جگہ پر ہاتھ نہ لگائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲/ ذی الحجہ ۵۷ھ

ردی کاغذ کا گتا بنانا

سوال:- موجودہ دور میں کاغذ کی افراط کے ساتھ ردی کی بھی بہت کثرت ہے۔ اس میں اردو اخبارات جس میں ترجمہ احادیث اور ترجمہ قرآن پاک بھی ہوتا ہے۔ نیز بہشتی زیور، اردو فقہ یا عربی قواعد وغیرہ کے اوراق ہوتے ہیں، ان کا مصرف کیا ہے؟ آج کل گتا میل گتا بنانے کے واسطے یہ ردی خریدتا ہے اور وہ وہاں دھل کر صاف ہو کر گتا بنانے کے کام میں آجاتی ہے، جو انسان کی ضرورت کے کام آتا ہے۔ اور ردی کی فروختگی میں مسلمان کو نفع

---

[1] لایجوز مس المصحف کله المکتوب وغیره بخلاف غیره فانه لایمنع الامس المکتوب کذا ذکره فی السراج (البحر ص ۲۰۱/ ج ۱/ باب الحیض کوئٹه.

بھی ہے۔ چونکہ اکثر اردو پریس اور اردو کتب خانہ مسلم آدمیوں کے ہیں اور اس میں ان کا کافی نقصان بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ ان اوراق کی بے ادبی نہیں کرتے، نجاست میں استعمال نہیں کرتے، ان کو دھو کر گتا بناتے ہیں تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اخبارات میں قرآن پاک کی آیات یا ان کا ترجمہ شائع کرنا

سوال: -بعض اخبارات ورسائل میں قرآن پاک کی آیات شائع ہوتی رہتی ہیں جن کو لوگ عام طور سے ردی میں فروخت کر دیتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ ردی میں فروخت کرنا اور اخبارات ورسائل میں آیات کا شائع کرنا کیسا ہے۔ نیز اگر صرف اردو یا ہندی ترجمہ شائع کریں تو صورت مذکورہ میں اس کا حکم کیا ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

دین کی اشاعت کے لئے آیات کا لکھنا اور ان کا ترجمہ کرنا اور ان کا چھاپ کر شائع کرنا درست ہے[2]۔ لیکن ان کا ردی میں استعمال کرنا درست نہیں احترام کے خلاف ہے[3]۔

---

[1] ولو كان فيه (كاغذ) اسم الله تعالىٰ او اسم النبي ﷺ يجوز محوه ليلف فيه شئى كذافى الغنية ولو محالو حاكتب فيه القرآن واستعمله فى امرالدينايجوز (الهندیہ ص۳۲۲/ج۵/مصری کتاب الکراھیۃ الباب الخامس)

[1] فان كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز ا ھ (الشامی نعمانیہ ص۳۲۷/ج ۱/کتاب الصلوۃ مطلب فی بیان المتواتر والشاذ)

[2] ويكره أن يجعل شيأ فى كاغذة فيهااسم الله تعالىٰ كانت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

محض ترجمہ کا بھی احترام لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا

سوال:- قرآن کریم کلینڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں پر لگاتے ہیں بہ نیت زیبائش۔ جو کچھ دنوں میں دیواروں سے گر کر نالوں، کوڑہ خانوں کی نذر ہو جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اخبارات میں بکثرت کلام اللہ چھپتا ہے جو دوکانوں پر پنساری استعمال کرتے ہیں، ان کی پڑیہ بناتے ہیں، پھر ان کو نالیوں میں ڈال دیتے ہیں یا چولہوں میں جلا دیتے ہیں یا کوڑے کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں۔ اس سے کتاب اللہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا یہ حکم شرعی ہے کہ اشاعتِ قرآن اخباروں وکلینڈروں کی بند کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت حال یقیناً احترام قرآن کریم کے خلاف اور موجب وبال ہے۔ اس کی اصلاح اور روک تھام ضروری ہے[1] اگر آیاتِ قرآنیہ کو محض ذریعۂ زیبائش بنایا جائے اور ان سے کمرہ سجالیا جائے تو اس کی بھی اجازت نہیں چہ جائے کہ انجام کار غلاظت بھر کر پھینکی جائے یا ان آیات کو غلاظت میں پھینکا جائے العیاذ باللہ عملاً ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الکتابة علی ظاهرها او باطنها (الهندية ص۳۲۲/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس) ولا یجوز لف شئی فی کاغذ کتب فیه فقه او اسم اللّٰه تعالیٰ او النبی ﷺ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۱۱۵/مصر، باب الحیض)

[1] یکره کتابة قرآن او اسم اللّٰه تعالیٰ علی مایفرش لمافیه من ترک التعظیم، وکذا علی درهم ومحراب وجدار لمایخاف من سقوط الکتابة (طحطاوی علی المراقی ص۱۱۸/مصری باب الحیض)

دشوار ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۲ھ

خط میں نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہو اس کا ادب

سوال:- آپ نے میرے ۹۱/۳/۲۴ھ کے چند سوالات جن کے جوابات اس طرح دئے تھے کہ ایسے اخبارات ورسائل وخطوط جن پر اردو یا کسی زبان میں اللہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ وغیرہ کے نام لکھے ہوں ان کے زمین پر گرنے یا ردی والے کو دینے سے بے حرمتی ہوتی ہے اور قرآنی آیات کے اردو ترجمہ کی بھی حرمت مثل آیات کرنی چاہیے اور ایسی چیزوں کو پانی میں وزن دار چیز کے ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا کہ ڈھیر سے اخبارات بار بار جمع ہوتے ہیں اور کسی کو پھر تبلیغ کا خط بھی نہیں لکھ سکتے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ خود نبی ﷺ نے غیر مسلموں کو بھی خط جو بھیجے ہیں ان میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھا تھا۔ غیر مسلم نے حرمت کیسے کی ہوگی، ہاں البتہ کلام الٰہی اور اس کی آیات کی بات علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں شک نہیں کہ پریس اور مشین کے رواج عام سے آج کل اسمائے الٰہیہ و آیات قرآنیہ وغیرہ کا احترام باقی نہیں رہا۔ اخبارات ورسائل میں آیات واحادیث ہوتی ہیں اور وہ ردی اور نالی میں غرض بے ادبی کی جگہ پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جو تبلیغی خطوط کفار ومشرکین کے پاس ارسال فرمائے ان میں اللہ پاک کا نام اور نبی ﷺ کا نام

---

[1] کمالو سجدلصنم اووضع مصحفاً فی قارورۃ فانہ یکفر شامی کراچی ص ۲۲۲/ج۴/باب المرتد کتاب الجهاد.

بھی اور کبھی آیاتِ قرآنی کا ہونا بھی ثابت ہے۔[۱] اور جن کے پاس خط بھیجے ہیں، بعض نے اتنا ادب کیا کہ سر پر[۲] رکھا اور بعض نے بے ادبی کر کے چاک کر دیا اس کی حکومت بھی چاک ہوگئی[۳] ترجمہ کا حال اصل عربی آیت کے برابر نہ ہو تو اس کے قریب ہوگا[۴] تبلیغی خطوط جو بذریعہ ڈاک بھیجے جائیں ان میں بھی احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۱ھ

خط میں بسم اللہ لکھنا

سوال:- خط کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

برکت کے لئے جائز ہے۔ اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر احتیاط کرے[۵] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] کمافی کتاب رسول اللّٰہ ﷺ الذی بعث به مع دحیة رضی اللّٰہ عنه الی عظیم بصری فرفعه الی هرقل فاذافیه، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد بن عبداللّٰہ ورسوله الی هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدی امابعدفانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللّٰہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الا ریسیین ویااهل الکتاب تعالواالی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبدالااللّٰہ ولانشرک به شیئاولایتخذبعضنابعضاا ربابامن دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشهدوابانامسلمون (حیاة الصحابة ص ۱۹۵/ج ۱/وص ۱۱۰/ج ۱/ارساله علیه السلام الکتب الی الملوک کتابه صلی اللّٰہ علیه وسلم الی قیصرطبع اداره اشاعت دینیات دهلی)

[۲] وهوالمقوقس ملک الاسکندریة (انظرایضاً ص۲۰۳/ج ۱/ص ۱۱۷/ج ۱/طبع اداره اشاعت دہلی)

[۳] وهوکسری ملک فارس (انظرایضاً ص۱۹۹/ج ۱/ص ۱۱۲/ج ۱/طبع ادارۂ اشاعت دینیات دہلی)

[۴] گواصل کے برابر تو نہیں مگر بے حرمتی اس کی بھی جائز نہیں چاہے کسی زبان میں ہو (امدادالاحکام ص ۲۴۴/ ج ۱/کتاب العلم ،فصل فی تعلیم القرآن الخ طبع زکریابکڈپو دیوبند)

[۵] یکره کتابة قرآن اواسم اللّٰہ تعالی علی مایفرش لمافیه من ترک التعظیم وکذا علی درهم ومحراب وجدار لما یخاف من سقوط الکتابة (طحطاوی علی المراقی ص۱۱۸/باب الحیض طبع مصر)

دسترخوان یا مصلےٰ پر آیات یا اسماءِ الٰہیہ لکھنا

سوال:- حامد ایک دسترخوان پر کچھ آیاتِ قرآنی تحریر کر کے اس پر خورد ونوش کرنا چاہتا ہے مثلاً یہ آیات کُلُوا حَلالاً طَیِّباً، کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلاتُسْرِفُوا. لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقُھَا حامد کی نیت میں یہ خلوص ہے کہ جو بندۂ خدا بھی اس دسترخوان سے کھانا تناول کرے اس کی اصلاح ہو جائے، حلال وحرام کی تمیز کرے آیا اس قسم کی حرکت از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا کرنے والا آثم ہوگا یا نہیں؟ نیز جلالین شریف بغیر وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں آیات قرآنی سے زیادہ شرح ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کام شرعاً ناجائز ہے ضروری نہیں کہ نیک نیت سے جائز بھی ہو جائے۔ قرآن کریم کی آیات واسماء الٰہیہ واجب الاحترام ہیں۔ دسترخوان پر لکھ کر ایسے دسترخوان کو استعمال کرنے سے ان کا احترام باقی نہیں رہے گا۔ کتابة القرآن علیٰ مایفترش ویبسط مکروهة کذافی الغرائب بساط اومصلی کتب علیه الملک للّٰه یکره بسطه والقعود علیه واستعماله الخ (فتاوی عالمگیری ص ۹۴/ج ۴/[1]) اس لئے اسکی اجازت نہیں۔ تذکیر کے دیگر طرق ماثورہ کو اختیار کرنا چاہیے، تفسیر کی کتاب کے متعلق خواہ جلالین ہو یا کوئی اور ہو فقہاء نے لکھا ہے کہ لکھی ہوئی آیات کو بغیر وضو مس کرنا جائز نہیں[2]۔ ہاں مضمونِ تفسیر یا خالی جگہ کے مس کرنے میں دو قول ہیں۔ اول اباحت دوم کراہت والاول اوسع والثانی اورع[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۰ھ

---

[1] (فتاوی هندیة ص ۳۲۳/ج ۵/) کتاب الکرهیة الباب الخامس طبع کوئٹه.

[2] لایجوز مس المصحف کله المکتوب وغیره بخلاف غیره فانه لایمنع الامس المکتوب کذا کره فی السراج (البحر ص ۲۰۱/ج ۱/باب الحیض کوئٹه) (نمبر ۳/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے

سوال:- ایک شخص صاحب حشمت کے مکان میں فوٹو گراف رکھا ہوا ہے اس کے اندر غایت درجہ خوش الحانی کے ساتھ میں کلام پاک کی آیتیں تلاوت کیجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تقریر اور اظہار کافی طرز سے بیان کیا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے احوال جائز قصے۔ صوفیاء کرام کی تعریف، خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ نے اس باجے کو پسند کیا ہے لہٰذا اس کا سننا اور مکان کے اندر رکھنا جائز ہے کہ نہیں اگر جائز نہ ہو تو پورا پتہ مع حوالہ حدیث نوشتہ فرمادیں تاکہ اس باجے سے لوگ باز رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فوٹو گراف لہو ولعب کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ سے عیش پرست دنیادار دین سے غافل بیکار لوگ اپنا دل بہلاتے اور وقت گذارتے ہیں۔ اس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے فحش اور مذاقیہ غزلیں بھی پڑھی جاتی ہیں قرآن کریم خدائی کلام سب سے زیادہ معزز اور واجب الاحترام ہے اس کا گراموفون میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے[1] اس سے احتراز لازم ہے اگر قرآن شریف کو آلہ لہو ولعب بنایا جائے تو یہ کلام اللہ کا استہزاء اور استخفاف ہوگا جو کفر ہے۔ وفی الخلاصة من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر قلت ویقرب منه ضرب الدف و القضیب مع ذکر اللّٰه تعالیٰ ونعت المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم وکذا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۳ ویکره ایضا للمحدث ونحوه مس تفسیر القرآن وکتب الفقه وکذا کتب السنن انها لاتخلو عن ایات وهذاالتعلیل یمنع مس شروح النحوایضاً وفی الخلاصة وکذا کتب الاحادیث والفقه عند هما والاصح انه لایکره عند ابی حنیفة انتهی (کبیری ص ۵۹/طبع لاهور البحرالرائق ص ۲۰۱/ج ۱/ باب الحیض کوئٹه ،طحطاوی ص ۱۱۵/ باب الحیض مصر)

[1] تفصیل کے لئے ملاحظۂ ہو امداد الفتاوی جدید ص ۸۴۰/تا ۸۴۳/ج ۱/المقالات المفیده فی حکم اصوات آلات الجدیده طبع اداره تصنیفات اولیاء دهلی، ص ۲۴۳/تا ۲۵۱/)

التصفيق على الذكر ا ھ شرح فقه اكبر[1].

اس سے معلوم ہوگیا کہ جو اشیاء قابل احترام ہیں ان کا اس میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے خواہ وہ حضور اقدس ﷺ کے اوصاف مبارکہ ہوں یا دوسرے بزرگان دین کے اعمالِ حسنہ خواجہ معین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا اس باجے کو پسند فرمانا کس کتاب میں لکھا ہے اور وہ کتاب کس درجہ کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۶ رمحرم ۵۹ ھ

گراموفون میں قرآن کریم بھرنا اور اس کی تجارت کرنا

سوال: - گراموفون کے ریکارڈوں میں آیات قرآنی ونعتیہ غزلیں کہ جن میں حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا نام نامی اور آپ کے محامد ومعجزات ہوں بھرنا یا بھروانا اور پھر وہ حسن فروش طوائفوں کے کوٹھوں اور شراب خانوں میں اور بازاروں میں یا عیش ونشاط کے وقت کوٹھی بنگلوں میں بجائے جاتے ہیں کیسا ہے؟

(۲) جو لوگ قراء یا حفاظ سے آیات قرآنی کو اجرت دیکر بھرواتے ہیں ان کا فعل کیسا ہے اور یہ اجرت لینا دینا جائز ہے یا حرام ہے؟

(۳) جو لوگ اجرت دے کر ایسے ریکارڈ بھرواتے ہیں اور پھر اس کی تجارت کرتے ہیں یہ تجارت جائز ہے یا حرام ہے؟

(۴) جو لوگ ایسا ریکارڈ سنتے ہیں یا اس کی تجارت کرنا جائز سمجھ کر کرتے ہیں وہ مرتکب کبیرہ ہیں یا صغیرہ؟

---

[1] شرح فقه اكبر ص ۱۵۲ /، ص ۲۰۵ /طبع مجتبائی دهلی قراء ة القرآن على ضرب الدف .

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) گراموفون آلات لہوولعب میں سے ہے اس لئے قابل احترام مضامین اس میں بھرنا اور محض تفریح طبع کے طور پر سننا اور بجانا ناجائز ہے خصوصاً مذکورہ مقامات پر بجانا نہایت ہتک حرمت کا باعث ہے اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے[۱]

(۲) یہ فعل اور اجرت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی ہے[۲]

(۳) اسی طرح یہ تجارت بھی ناجائز ہے[۳]

(۴و۵) جس فعل سے قرآن کریم کے احترام میں فرق آتا ہو بلکہ قرآن شریف کو آلۂ تفریح اور لہوولعب بنایا جاتا ہو وہ فعل کبیرہ گناہ ہے اگر اس میں استہزاء استخفاف بھی شامل ہو تو نہایت خطرناک امر ہے ایمان کا باقی رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جو شخص قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کرے۔ فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں اذا انکر اٰیة من القرآن او تسخر باٰیة من القرآن وفی الخزانة وعاب کفر کذافی التاتارخانیة[۴] اذا قرأ القراٰن علیٰ ضرب الدف والقضیب فقد کفر فتاویٰ عالمگیری[۵] ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۱/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/محرم ۵۴ھ

---

[۱] لایقرأ جهراً عند المشتغلین بالاعمال ومن حرمة القرآن ان لایقرأ فی الاسواق وفی موضع اللغو (الهندیة ۳۱۶/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الرابع طبع کوئٹه)

[۲] والاستیجار علی مجرد التلاوة لم یقل به احد من الائمة (شامی کراچی ص۵۷/ج۶/کتاب الاجارة مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار الخ)

[۳] ماقامت المعصیة بعینه یکره تحریماً والافتنزیهاً (درمختار مع ردالمحتار ص ۳۹۱/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع طبع کراچی)

[۴] تاتارخانیه ص ۴۹۰، ۴۹۱/ج ۵/ فصل فیمایتعلق بالقراٰن.

[۵] فتاویٰ عالمگیری المعروف بالہندیہ ص۲۶۶/تا۲۶۷/ج۲/مصری مطلب موجبات الکفر انواع منهامایتعلق بالایمان والاسلام البحرالرائق ص ۱۲۲/ج۵/باب احکام المرتدین کوئٹه.

قرآن کریم کو آلات لہو میں گانا

سوال:- قرآن کریم کا عربی الفاظ میں جن الفاظ میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یعنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کو گانے کے آلات میں جن آلات میں راگ دیا جاتا ہے ہو سننا و سنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس حد پر ناجائز ہے حرمت کیسی ہے اور سننے اور سنانے والوں کو شرع شریف کیسا سمجھتی ہے؟ ریڈیو پر قرآن کریم کا عربی الفاظ میں سننا و سنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم کے مبارک عربی الفاظ کو راگ اور گانے کے آلات میں پڑھنا اور سننا جیسے سارنگی، ہارمونیم وغیرہ میں انتہائی بے حرمتی اور توہین ہے۔ شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ فقہاء نے بہت سخت حکم لگایا ہے ریڈیو گانے اور راگ کا اصالۃً آلہ نہیں ہے بلکہ خبر کو بہت دور تک پہنچانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ اس میں گانا بجانا بھی ہونے لگا جیسے انسان کی زبان ہے کہ اس سے گانے کا کام بھی لیتا ہے اور اس کی وجہ سے زبان سے قرآن کریم کی تلاوت بھی ممنوع نہیں ہوگی۔ اسی طرح ریڈیو کا حال ہے[1] تاہم جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں تلاوت نہ کی جائے۔

وفی الخلاصة من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر "شرح فقهِ اکبر ص ۲۰۵[2] ویکفر بقرأة القرآن علی ضرب الدف والقضیب" البحر الرائق[3] ص ۱۲۲/ ج ۵/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو ریڈیو پر تلاوت قرآن سے متعلق احکام شرعیہ (آلات جدیدہ ص ۱۵۹/)

[2] (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۲/، ص ۲۰۵/ طبع مجتبائی دہلی، قرأۃ القرآن علی ضرب الدف)

[3] (البحر الرائق ص ۱۲۲/ ج ۵/ باب احکام المرتدین کوئٹہ)

ریڈیو پر قرآن پاک پڑھنا

سوال:- ریڈیو پر قرآن شریف پڑھنے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو دراصل مخصوص خبروں کی اشاعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہاں اس کا استعمال بھی اگر بالکل فوٹوگراف کی طرح سے نہیں تو اس کے قریب ضرور ہے جس میں بہت سی لغویات بھری رہتی ہیں مختلف قسم کی تقریریں مختلف قسم کے اشعار اور طرح طرح کا گانا بجانا ہوتا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں ابھی ایک بازاری عورت گارہی ہے ابھی ایک قاری صاحب نے قرآن شریف شروع کردیا یہ یقیناً احترام کلام اللہ کے خلاف ہے۔ فقہاء نے مواضع لغو اور بازار میں کلام اللہ شریف پڑھنے کو منع فرمایا اسی طرح سے ایسے لوگوں کے سامنے جو اپنے کاموں میں مشغول ہوں زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ **لایقرأ جهراً عند المشتغلين بالاعمال ومن حرمة القرآن ان لايقرأ في الاسواق وفي مواضع اللغو كذا في القنية** اھ فتاوی عالمگیری ص ۳۱۶/ ج ۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/ محرم ۵۹ھ

ریڈیو کی تلاوت سننا

سوال:- اگر کوئی ریڈیو کے پاس کلام اللہ کی تلاوت کرے ریڈیو بند کرنے کو وہ حکم کرتا ہے لیکن پھر بھی باز نہیں آتے تو ایسی صورت میں برائے قیام حرمت کلام پاک سلسلۂ تلاوت کلام پاک ملتوی یا منقطع کریں یا شرعاً کیا تدبیر اختیار کریں؟

---

[1] الهندية ص ۳۱۶/ ج ۵/ كتاب الكراهية الباب الرابع طبع كوئٹه۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص کلام پاک میں پہلے سے مشغول ہے۔ پھر ریڈیو شروع ہو جائے اور اس میں بھی تلاوت ہو تو اختیار ہے کہ اپنی تلاوت کو بند کر کے ریڈیو کی تلاوت کو سنیں یا اپنی ہی تلاوت میں مشغول رہے[1] اگر ریڈیو میں تلاوت کے علاوہ کچھ اور چیزیں گانا بجانا خرافات ہو تو یہ اپنی تلاوت میں مشغول رہے یا بند کر کے دوسری جگہ یکسوئی سے تلاوت کرے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال:- قرآن پاک صحیح پڑھنے کے لئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب ملے گا[2] اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ

---

[1] الاستفسار قرأة القرآن افضل من استماعه او الامر بالعكس الاستبشار الاستماع اثوب لوجود التدبر اكثر من القرأة الخ (نفع المفتى و السائل ص ۱۰۸ / باب ما يتعلق بقراة القرآن الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[2] عن عائشة رضى اللّٰه عنهاقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الماهربالقرآن مع السفرة الكرام البررة وهذالذى يقرأ القرآن يتتعتع فيه وهو عليه شاق له اجران مسند امام احمد ص ۹۸ / ج ۶ / حديث عائشه دارالفكر.

[3] ملاحظہ ہو ٹیپ ریکارڈ مشین پر تلاوت کے احکام (آلات جدیدہ ص ۲۰۶ /)

اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے

سوال:- اگر کسی شخص کے ہاتھ سے غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

استغفار وتوبہ کہ غلطی ہوگئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا جائے

سوال:- خطوط جن پر احادیث نبویؐ یا قرآنی آیت کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو دفن کر دیا جائے یا پانی میں بہادیں۔ جلانے کی بھی گنجائش ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْءً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ انعام آیت ۵۴/)

ترجمہ: جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں (بیان القرآن) امداد الفتاویٰ ص ۶۰/ ج ۴/ زکریا بکڈپو دیوبند۔

[2] الكتب التى لاينتفع بها يمحى عنهااسم الله وملائكته ورسوله ويحرق الباقى ولابأس بان تلقى فى ماء جار كماهى تدفن وهواحسن كمافى الانبياء (الدرالمختارعلى هامش رد المختار ص ۲۷۱/ ج۵/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع طبع نعمانيه)

جن اخبار میں قرآن کی آیتیں ہوں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال:- اخبار الجمعیۃ اور دعوت کو ردی میں فروخت کرنا کیسا ہے جب کہ اس میں بعض جگہ قرآنی آیتیں بھی ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں قبر بنا کر دفن کر دیں ردی میں فروخت کرنے سے بہت بے حرمتی ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟

سوال:- اگر قرآن شریف بوسیدہ ہوجائے تو کیا کیا جائے۔ ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ آگ میں جلوا کر راکھ کو زمین میں دفن کر دیا جائے کیا ایسا کرنا بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قرآن شریف بوسیدہ ہو کر تلاوت کے قابل نہ رہے تو اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر کھود کر اس میں دفن کر دینا چاہیے یہی بہتر ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المصحف اذ صار خلقاً لا یقرأ منه و یخاف أن یضیع یجعل فی خرقة طاهرة و یدفن (عالم گیری، کوئٹه ص ۳۲۳/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس طبع کوئٹه)

[2] وفی الذخیرة المصحف اذاصار خلقاوتعذر القرأةمنه لایحرق بالناراليه اشارمحمدوبه ناخذ ولایکره دفنه وینبغی ان یلف بخرقة طاهرة ویلحدله لانه لوشق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیرالااذاجعل فوقه سقف الخ (الدرالمختارعلی هامش ردالمختار ص ۲۷۱/ ج۵/ کتاب الحظروالاباحة فصل فی البیع مطبوعه نعمانیه)

بوسیدہ قرآن کریم کوجلانا

سوال:- ایک شخص نے قرآن شریف کوجلا دیا، کیا وہ ایمان سے خارج ہوگیا؟ اگر ایمان سے خارج ہوگیا تو کیا اس شخص کا نکاح بھی فاسد ہوگیا؟ ایسی حالت میں کیا اس کی زوجہ کوعدت کے دن گذارنا لازم ہیں؟ اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو رجوع کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قرآن کریم کوجلانا اگر اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ بوسیدہ ہوگیا تھا اور تلاوت کے قابل نہیں رہا تھا، اس کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلا دیا تب تو ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا، البتہ اس نے غلطی کی۔ ایسی حالت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر دفن کر دینا چاہئے تھا[1] اب استغفار کرے، اس کا نکاح قائم ہے ختم نہیں ہوا۔ اگر کسی اور وجہ سے جلایا ہے۔ تو تفصیل لکھ کر دریافت کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۶ھ

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کوجلانا

سوال:- قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو اگر کوئی آگ میں جلا دے تا کہ بے حرمتی سے بچ جائے تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

---

[1] وفی الذخیرة المصحف اذاصار خلقاوتعذر القرأةمنه لایحرق بالنارالیه اشارمحمدوبه ناخذ ولایکره دفنه وینبغی ان یلف بخرقة طاهرة ویلحدله لانه لوشق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیرالااذاجعل فوقه سقف الخ (الدرالمختارعلی هامش ردالمختار ص ۲۷۱/ج۵/ کتاب الحظروالاباحة فصل فی البیع مطبوعه نعمانیه)

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا اس سے بھی بہتر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الثانی ۵۷ھ مظاہر علوم

بوسیدہ قرآن کریم لپیٹ کر رکھ دینا دفن کرنے کے لئے بے ادبی نہیں

سوال:- زید نے پرانے قرآن پاک کو جو کہ بہت ہی خستہ ہو گیا تھا اکٹھا کر کے ایک کپڑے میں اس نیت سے باندھ کر رکھ دیا کہ اس کو کسی کنویں یا تالاب میں ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ اس پر زید کی بیوی نے بہت فریاد شور وغل کیا اور زید کو برادری میں بدنام کیا کہ زید نے قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ زید کا اور اس کی بیوی کا کسی اور معاملہ میں اختلاف ہے۔ براہِ کرم مطلع فرمائیں زید نے کسی قسم کا گناہ کیا یا نہیں؟ یا اس کی بیوی نے گناہ کیا یا نہیں؟ بیوی کے اس الزام سے برادری والوں نے زید کو برادری سے نکالدیا اور یہ کہا کہ جب تک فتویٰ نہ آئے گا اس وقت تک ہم تمہیں گاؤں میں نہ رہنے دیں گے۔

---

[1] وفی الذخیرة المصحف اذا صار خلقا وتعذر القرأة منه لایحرق بالنار الیه اشار محمد وبه ناخذ ولایکره دفنه وینبغی ان یلف بخرقة طاهرة ویلحد له لانه لو شق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۲۷۱/ ج۵/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، طبع نعمانیه)

الجواب حامداً ومصلیاً

جوقرآن پاک بہت بوسیدہ ہوجائے اوراستعمال میں نہ آسکے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو کپڑے میں لپیٹ کرقبر بنا کراس میں محفوظ جگہ دفن کردیا جائے۔[1] کسی کنویں یا تالاب وغیرہ میں بھی اس طرح ٹھنڈا کردینا درست ہے کہ اس کے اوراق نیچے بیٹھ جائیں اور بے ادبی نہ ہو۔ اگر زید کا مقصود یہی تھا تو اس نے کوئی جرم کا کام نہیں کیا۔ ذاتی اختلاف کی وجہ سے بیوی کو اس کا بدنام کرنا بڑا جرم ہے اور برادری کا اس کی وجہ سے بطور سزا کے برادری یا گاؤں سے نکالنا غلط اور بلا وجہ ہے برادری کو لازم ہے کہ زید کو گاؤں میں آنے اور رہنے سے ہرگز نہ روکے اور اپنا فیصلہ واپس لے بیوی کو بھی توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۹۰ھ

بوسیدہ کتب کا حکم

سوال: – درمختار میں ہے کہ اگر کتب پرانی ہوجائیں اور قابل استفادہ نہ رہیں تو اللہ جل شانہ اور انبیاء ملائکہ کے اسماء محو کرکے بقیہ کو جلا دیا جائے اور شامی میں جو قرآن مجید قابل تلاوت نہ ہو اس کے متعلق لکھا ہے۔ لایحرق وبہ ناخذ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اگر قرآن کو جلانے کی روایت صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

---

[1] والمصحف اذا صار بحال لایقرأ فیه یدفن کالمسلم وفی الرد قوله (یدفن) ای یجعل فی خرقه طاهرة ویدفن فی محل غیر ممتهن لایوطأ الدرالمختار مع ردالمحتار کراچی ص۱۷۷/ ج۱/ مطلب یطلق الدعاء علی مایشمل الثناء فتاوی عالمگیری ص۳۲۳/ ج۵/ الباب الخامس کتاب الکراهیة.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرح سیر کبیر ص ۲۷۷ ر ج ۲ ر[1] میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس امر کے متعلق لکھا ہے۔ لایکادیصح اور لااصل لذلک الحدیث اھ لیکن یہ قصہ بخاری شریف[2] میں مذکور ہے اس لئے سند کے اعتبار سے اس کو بے اصل کہنا دشوار ہے۔

وَاَمَرَبِمَاسِوَا ہُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْمُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ اھ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی روایۃ الاکثران یخرق بالخاء المعجمۃ وللمروزی بالمھلمۃ ورواہ الاصیلی بالوجھین والمعجمۃ اثبت الیٰ قولہ وفی روایۃ سویدبن غفلۃ عن علیؓ قال لاتقولوالعثمان فی احراق المصاحف الاخیراً الی قولہ وقدجزم عیاض بانھم غسلوھا بالماء ثم احرقواھامبالغۃ فی اذھابھاقال ابن بطال فی ھذاالحدیث جواز تحریق الکتب التی فیھااسم اللّٰہ بالناروان ذٰلک اکرام لھاوصون عن وطئھابالاقدام الیٰ قولہ وکرھہ ابراھیم وقال ابن عطیۃ الروایۃ بالحاء المھلمۃ اصح وھذاالحکم ھوالذی وقع فی ذٰلک الوقت واماالاٰن فالغسل اولیٰ لمادعت الحاجت الیٰ ازالتہ اھ فتح الباری[3] ص ۱۸ ر ج ۹ ر۔

حافظ عینیؒ[4] نے متعدد توجیہات بحوالہ کرمانیؒ نقل کر کے روایت احراق کو تسلیم کیا ہے اور

---

[1] پوری عبارت اس طرح ہے والذی یروی انّ عثمانؓ فعل ذلک بالمصاحف المختلفۃ حین اراد جمع الناس علی مصحف واحدلایکادیصح فالذی ظھرمنہ من تعظیم الحرمۃ لکتاب اللّٰہ تعالیٰ (والمداومۃ علی تلاوتہ اناء اللیل والنھاردلیل علی انہ لااصل لذلک الحدیث (شرح سیرا لکبیر ص ۲۷۷ ر ج ۲ ر، ص ۱۴۱ ر ج ۳ ر باب مایحمل علیہ الفئ ومایرکبہ الرجل من الدواب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

[2] (بخاری شریف ص ۷۴۶ ر ج ۲ ر کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن اشرفی بکڈ پو دیوبند)

[3] (فتح الباری ص ۱۸ ر ج ۹ ر، ۲۵ ر ج ۱۰ ر کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن طبع دارالفکر بیروت)

[4] قال الکرمانی فان قلت کیف جازاحراق القراٰن قلت الخ (عمدۃ القاری ص ۱۸ ر ج ۱۰ ر الجزء العشرون، طبع دارالفکر بیروت)

حنفیہ کا مذہب وہی نقل کیا ہے جو شامی میں ہے فیض الباری[1] ج ۴/ص ۲۶۴/ میں ہے۔

والاحراق ھٰھنا لدفع الاختلاف وھو جائز قلت وھذا حاصل ماقال ابن عطیة۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قاعدۂ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر

سوال:-قرآن کریم اوران کے مانند کیا ایسے قاعدۂ بغدادی کے اوراق بھی واجب الاحترام ہوں گے جس میں حروف تہجی کے باعتبار اٹھارہ قواعد تحریر ہوں اگران اوراق کو کہیں غلاظت سے نکال کر اور دھو کر کہیں احتیاط سے رکھنے یا دفن کرنے کے بجائے امام مسجد کے حمام کی آگ روشن کرنے کے کام میں لے آئے جب کہ نیچے پیشاب خانہ اور جوتوں کے مقام تک اڑ اڑ کر جایا کرے بلکہ امام کہتا ہے کہ اس قسم کے قاعدۂ بغدادی کے اوراق اور اردو کے اخبارات اور دیگر کتب بزبان اردو کے اوراق کا صرف اتنا ہی احترام کرنا ضروری ہے کہ ان کو جلا دیا جائے کیا واقعی بکر کو ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حروف مفردہ کا بھی احترام ہے قاعدۂ بغدادی میں تو قرآن کریم کے الفاظ مرکبہ بھی موجود ہیں نیز قاعدہ نمبر ۱۸/ میں اللہ تعالیٰ کے نام اور کلمات دعائیہ بھی ہیں۔بس آگ جلانے کا ذریعہ ایسے اوراق کو نہ بنایا جائے[2]۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

---

[1] (فیض الباری ص ۲۶۴/ج ۴/مطبوعہ ربانی بکڈپو دہلی)

[2] المصحف اذاصار خلقاوتعذرت القراء ة منه لایحرق بالنار الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۳/ ج۵/کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ،الدرمع الرد ص۱۷۷/ج ۱/کتاب الطهارة مطلب یطلق الدعاء علی مایشمل الثناء مطبوعه کراچی.

ایک شخص چارپائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص اس کے قریب نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے

سوال:- ایک شخص چارپائی پر بیٹھا ہے اور نیچے اسی کمرہ میں ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کررہا ہے تو کیا یہ درست ہے یا اس شخص کو چارپائی سے نیچے بیٹھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چارپائی پر ایک شخص بیٹھے اس طرح کہ قریب ہی نیچے ایک آدمی قرآن پاک لے کر تلاوت کررہا ہے تو ہمارے عرف میں یہ چیز خلاف ادب سمجھی جاتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۴ھ

کرسی پر بیٹھنا جب کہ قرآن نیچے رکھا ہو

سوال:- اگر نیچے قرآن مجید کی تلاوت ہورہی ہو اور کوئی شخص کرسی پر یا چارپائی پر بیٹھنا چاہے تو کتنی دور ہوکر بیٹھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی دور سے دوسرا مکان شروع ہو اور قرآن شریف کی بے ادبی نہ ہو[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

---

[1] کفایت المفتی ص ۱۲۶/ج ۱/کتاب العقائد کراچی۔

[2] ایضاً

کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم

سوال:- امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دیتے ہیں جہاں پر قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دینا کہ قرآن پاک نیچے رہے، احترام قرآن کے خلاف ہے۔ اس طریق کو ترک کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۲/۲۷ھ

استاذ کرسی پر بیٹھے اور بچے ٹاٹ پر، اس کا کیا حکم ہے؟

سوال:- ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے اس میں مولوی صاحب تو کرسی پر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے بچے قاعدۂ بغدادی اور قرآن شریف وغیرہ لے کر نیچے ٹاٹ پر بیٹھتے ہیں۔ یہ طریقۂ تعلیم خلافِ شرع ہے یا نہیں؟ بچے آتے ہیں اور کھڑے ہو کر میز پر قرآن شریف رکھ کر سبق لے کر چلے جاتے ہیں۔ قرآن عظیم کی بے حرمتی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعلیم کا یہ طریقہ کہ قرآن کریم لے کر بچے ٹاٹ پر یا فرش پر بیٹھیں اور استاذ وہیں کرسی پر تشریف رکھیں خلاف سنت ہے اور احترام قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اس کی اجازت نہیں۔ ایسی حالت میں استاذِ محترم کو چاہئے کہ کرسی وہاں سے ہٹا دیں اور نیچے ہی بیٹھ

---

[1] کفایت المفتی ص ۱۲۶/ کتاب العقائد کراچی۔

کر تعلیم دیا کریں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۰ھ

ٹیچران کا کرسی پر بیٹھنا اور کتب دینیہ کا نیچے ہونا

سوال:- کچھ مدارس اسلامیہ جن میں دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور دنیاوی بھی اور ٹیچران کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور دینیات کی کتابیں نیچے رکھی ہوتی ہیں، اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ ادب واحترام کے خلاف ہے اس کی اصلاح کی جائے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۵ھ

ریاحی مریض کے لئے قرآن چھونا

سوال:- زید نے قرآن پاک حفظ کرلیا ہے، اب وہ پکا کرنا چاہتا ہے، چونکہ اسے تجارت کی غرض سے اکثر سفر کرنا پڑتا ہے اور وہ ریاحی مریض بھی ہے کہ اکثر ریاح خارج ہوتی رہتی ہے تو اس صورت میں کیا وہ دو ایک مرتبہ وضو بنا کر بار بار قرآن چھوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں وہ شرعی معذور نہیں۔ اس کو چاہئے کہ رومال یا تولیہ ساتھ رکھے اس

---

[1] (کفایت المفتی ص ۱۲۶/ج ۱/) کتاب العقائد طبع کراچی.

[2] لان تعظیم القرآن والفقه واجب (عالمگیری ص ۳۱۶/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد۔

سے قرآن کو پکڑے بلاوضو ہاتھ نہ لگائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آیت اِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ سے خارج صلوٰۃ وجوب استماع

سوال:- قولہ تعالیٰ اِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا. (الاٰیة) سے خارجِ صلوٰۃ میں وجوبِ استماع ثابت ہوتا ہے یا ندب؟ اس زمانہ میں کس پر عمل کیا جائے گا؟ جمہور احناف کا قول کیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

وجوب ثابت ہے۔

یجب الاستماع للقرأة مطلقاً اھ (درمختار) ای فی الصلوٰة وخارجها لان الاٰیة وان کانت واردةفی الصلوةعلیٰ مامرفالعبرةلعموم اللفظ لالخصوص السبب ثم هٰذا حیث لاعذرولذاقال فی القنیة صبی یقرأ فی البیت واهله مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع ان افتتحواالعمل قبل القراء ة والاّ فلاوکذاقراء ة الفقه عندقراء ة القراٰن وفی الفتح عن الخلاصة رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القراٰن فلایمکنه استماع القراٰن فالاثم علی القاری وعلیٰ هذالوقرأ علی السطح والناس نیام یاثم ای لانه یکون سبباً لاعراضهم عن استماعه اولانه یوذیهم بایقاظهم تأمل .

وفی شرح المنیة والاصل ان الاستماع للقراٰن فرض کفایة لانه لاقامة حقهٖ بان یکون ملتفتاً الیه غیرمضیع وذٰلک یحصل بانصات البعض کمافی ردالسلام حین کان برعایة حق المسلم کفیٰ فیه البعض عن الکل الاّ اَنَّهٗ یجب علی القاری

---

[1] وکذاالمحدث مایمس المصحف الابغلافة (هدایة ص۶۴/ج ۱/)باب الحیض مکتبه تهانوی دیوبندکبیری ص۵۸/سنن الغسل طبع سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح ص۱۱۵/ باب الحیض والنفاس طبع مصر.

احترامه بان لایقرأ فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذاقرأ فیهما کان هوالمضیع بحرمته فیکون الاثم علیه دون اهل الاشتغال دفعاً للحرج وتمامه فی ط.ردالمحتار ص ۳۶۶/ج ۱[1]. یکره للقوم ان یقرؤاالقراٰن جملة لتضمنهاترک الاستماع والانصات وقیل لابأس به۔طحطاوی ص۱۷۴/[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۱۳۹۵ھ

دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا

سوال:- ایک صاحب کہتے ہیں کہ تحریری دینی خدمت جو کی جارہی ہیں وہ غلط ہے۔مثلاً کوئی ماہنامہ یا اخبار اوران میں قرآن پاک کی آیتیں اوراحادیث لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔بہت سے ناواقف اوران پڑھ لوگ ان کو پھاڑ کر کوڑا کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں،تو اس کا گناہ اس کے لکھنے والے پر پڑتا ہے بے ادبی کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں۔ایک اہل علم جن کو اپنے علم پر ناز ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں۔صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قرآن کریم،سیپارے،حدیث شریف،فقہ سب ہی کی طباعت واشاعت ہوتی ہے۔ناواقف یا بے دین ادب واحترام کا معاملہ نہیں کرتے وہ خود ذمہ دار ہیں۔حضرت نبی کریم ﷺ نے تبلیغی دعوت نامہ شاہِ فارس کے پاس بھیجا۔اس بدنصیب نے اس کو چاک کردیا کوئی احترام نہیں کیا تو اس کا وبال خود اس پر پڑا[3] نہ کہ بھیجنے والی ذاتِ مقدس ﷺ پر (معاذ اللہ)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۵

---

[1] (الشامی نعمانیه ص ۳۶۶/تا۳۶۷/ج ۱/مطلب الاستماع للقراٰن فرض کفایة قبیل باب الامامة)

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۸/قبیل باب مایفسدالصلوةمطبوعه مصر.

[3] اَنَّ عَبْدَاللّٰه بن عباس رَضِيَ اللّٰه تعالیٰ عَنهُ اخْبَرهٗ اَنَّ رَسُوْلَ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لوگوں کی رعایت میں قرآن سنوار کر پڑھنا

سوال: -حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قرآن شریف کی تلاوت فرمارہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو تعریف فرمائی، جب ان کو پتہ چلا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ سن رہے ہیں تو اور اچھا پڑھتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی فرمائش پر قرآن پڑھا جائے اور خوب سنوار کر پڑھا جائے تو جائز ہے۔ لہٰذا اگر نماز تراویح میں کسی کی رعایت سے خوب سنوار کر اس کا دل خوش کرنے کے لئے پڑھا جائے تو کیا حکم ہے کہ مومن کا دل خوش کرنا بھی ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں شک نہیں کہ مومن کا دل خوش کرنے میں بھی ثواب ہے، لیکن جو عبادت

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِکِتَابِہٖ رَجُلاً وَاَمَرَ اَنْ یَدْفَعَہٗ اِلٰی عَظِیْمِ الْبَحْرَیْنِ فَدَفَعَہٗ عَظِیْمُ الْبَحْرَیْنِ اِلٰی کِسْرٰی فَلَمَّاقَرَأَ مَزَّقَہٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَیِّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّمَزَّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ بخاری شریف ص ۱۵ / ج ۱ / کتاب العلم ،باب العلم مایذکر فی المناولة،طبع اشرفی بکڈپو دیوبند.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ دیکر ایک شخص کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ وہ بحرین کے گورنر کو دیدے بحرین کے گورنر نے وہ دعوت نامہ کسریٰ کو دیا اس نے اس کو پڑھا تو چاک کردیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بددعاء فرمائی کہ وہ (بھی اسی طرح) ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں۔

نقل ان ابنه شیرویه مزق بطنه ثم لم یلبث بعدقتله الاستة اشهریقال پرویزلماایقن بالهلاک فتح خزانة الادویة وکتب علی حقة السم الدواء النافع للجماع وکان ابنه مولعًابذالک فلماقتل اباه فتح الخزانة فرای الحقة فتناول منهافمات من ذالک السم فادبرعنهم الاقبال ومالت عنهم الدولة واقبلت علیهم النحوسة حتی انقرضوافی عهدعمرؓ حین توجه سعدبن وقاصؓ الی العراق (حاشیہ بخاری شریف) ص ۱۵ / ج ۱ / رقم الہامش ۷ / طبع اشرفی دیوبند۔

اللہ تعالیٰ کے لئے کی جاتی ہے اس میں نیت اللہ تعالیٰ کوخوش کرنے کی ہی ہونی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کوخوش کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کوخوش کرنا ہے۔ وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] ورنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اگر مخلوق کوخوش کرنے کے لئے کی جائے تو شرک کا خطرہ ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَداً[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔ ۱/۱۰/۹۴ھ

قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا

سوال: -قرآن پاک کوزانوؤں کے اوپر رکھ کر پڑھتا ہے۔سوء ادبی ہے یا نہیں، جبکہ یہ آدمی اکثر اوقات تلاوت ہی میں منہمک رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ زانوؤں کے اوپر تکیہ رکھ کر اس پر قرآن کریم رکھے یہ اقرب الی الادب ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۱۴۰۰ھ

قرآن پاک کو چومنا

سوال: -قرآن شریف پڑھتے وقت رحل پر جھک کر قرآن شریف کو چومنا یعنی بوسہ

---

[1] جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (بیان القرآن سورۂ نساء آیت ۸۰/)

[2] سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے اور نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔(بیان القرآن ص ۱۳۷/ج ۲/سورہ کہف آیت ۱۱۰/)

[3] ویستحب تطییب المصحف وجعله علی کرسی الخ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۷۲/ ج ۲/فصل فی آداب کتابته الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف کو چومنا برکت اور تعظیم کی غرض سے درست ہے لیکن اٹھا کر چومنا چاہیے رحل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہیے۔ روی عن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انہ کان یاخذالمصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عھدربی ومنشورربی عزوجل وکان عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجھہ[1] درمختارعلی ھامش ردالمحتار ص ۲۷۲/ج ۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/۱۲/۵۶ھ

قرآن کریم بغیر تلاوت کے چومنا

سوال:- ایک شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ بعد میں آ کر قرآن شریف کو چوم کر اور سر پر رکھ کر اور آنکھوں سے لگا کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھنے والے پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں۔ میں اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے اس طرح ثواب حاصل کرتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ یہ فعل بدعت ہے۔ کیوں کہ یہ فعل رواج پکڑ جائے گا اور لوگ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا قابل تحقیق بات یہ ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والا بھی اس فعل کو کرے تو صحیح ہے

---

[1] الدرالمختارعلی الشامی نعمانیہ ص ۲۴۶/ج۵/کتاب الحظروالاباحۃ طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۹/فصل فی صفۃ الاذکارمطبوعہ مصر.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ہر صبح قرآن پاک کو لیتے اور اس کو چومتے اور فرماتے میرے رب کا فرمان اور میرے بزرگ و برتر پروردگار کا منشور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قرآن پاک کو چومتے اور چہرے پر لگاتے تھے۔

یانہیں؟ یادونوں قسم کے لوگوں کے لئے صحیح ہے؟ اگراَن پڑھ کے لئے بھی ناجائز ہے تو اَن پڑھ لوگ کس طرح قرآن شریف سے ثواب حاصل کریں؟

الجواب حامدً ومصلیاً

بعض حضرات صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اوراس کو چومتے تھے۔ یہ احترام ہے[1]۔ مگرمحض چومنے پرکفایت کرنا اورتلاوت سے اعراض کرنا غلط ہے۔ بڑی ناقدری ہے۔ زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے اوراس کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۴ھ

تقبیل قرآن کریم

سوال:-قرآن مجید کو بوسہ دینااور بوسہ لے کر ماتھے یا آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قرآن مجید کو بوسہ دینااورانکھوں سے لگانا اور ماتھے سے لگانا درست ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلود یوبند ۸۷/۸/۱۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] روی عن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انہ کان یاخذالمصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عھد ربی ومنشورربی عزوجل وکان عثمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجھہ (الدرلمختارعلی الشامی نعمانیہ ص ۲۴۶/ج۵/وشامی زکریا ص ۵۵۲/ ج۹/ کتاب الحظر والاباحۃ قبیل فصل فی البیع)طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۹/فصل فی صفۃ الاذکارمطبوعہ مصر.

[2] تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللّٰہ عنہ(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں)

جنبی کے لئے مس قرآن کریم

سوال:- قران مجید کو بغیر وضو چھونا کیسا ہے۔ قرآن مجید میں لایمسه الاالمطهرون ذکر کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاہر لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں ناپاک نہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناپاک کا اطلاق جنبی پر ہوتا ہے نہ کہ بے وضو پر کیونکہ دوسرے مقام پر حکم ہے کہ ناپاک لوگ مسجد میں نہ جائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جنبی مسجد میں نہ جائے بے وضو شخص جا سکتا ہے ناپاک کا اطلاق بے وضو شخص پر نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نجاست حکمیہ (حدث) کی دو قسمیں ہیں ایک صغریٰ دوسری کبریٰ قرآن پاک کو مس کرنے اور نماز پڑھنے اور طواف کرنے میں ہر دو قسم مانع ہیں اور قرأت قرآن بغیر مس اور دخول مسجد سے صرف دوسری قسم مانع ہے پہلی قسم مانع نہیں۔

ویحرم بالجنابة خمسة اشیاء الصلوٰة وقراء ةاٰیة من القراٰن ومسهاالابغلاف ودخول مسجدوالطواف ویحرم علی المحدث ثلثة اشیاء الصلوٰة والطواف ومس المصحف الابغلاف (مراقی الفلاح ص ۸۹/[1])

اصطلاح شرع میں بے وضو بے غسل دونوں کو ناپاک قرار دیا گیا ہے بے ضو کی ناپاکی حدث اصغر ہے اور بے غسل کی ناپاکی حدث اکبر ہے۔ دونوں کے احکام ہر معاملہ میں یکساں

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهدربی ومنشوررب عزو جل وکان عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه (الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ص ۲۴۶/ج ۵/شامی زکریا ص ۵۵۲/ ج ۹/ کتاب الحظروالاباحة قبیل فصل فی البیع،الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۶۴/ ج ۴/ومطبوعه دارالفکر ص ۱۷۲/ ج ۲/ فصل فی آداب کتابته شرح شرعة الاسلام ص ۷۸/ ج ۱/)

[1] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی مصری ص ۱۱۷/ باب الحیض والنفاس والاستحاضة البحرالرائق ص ۲۰۱/ج ۱/باب الحیض ایچ.ایم.سعید.

نہیں ہیں بعض میں اتحاد ہے بعض میں فرق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

استماع وانصات کی فروع

''اِذَاقُرِئَ الْقُرْآنُ ''عام ہے یا خاص اگر خاص ہے تو وقت بتلایئے اگر عام ہے تو۔

(الف) ایک شخص صبح کی نماز کے لئے مسجد میں گیا وہاں جماعت ہو رہی تھی یہ سنت میں مشغول ہو گیا۔

(ب) یا کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت گیا کہ تراویح شروع ہوگئی اور یہ جا کر فرض علیحدہ پڑھتا ہے۔

(ج) یا صبح جمعہ کی نماز عذر سے یا سہواً قضاء ہوگئی۔ جمعہ کے وقت عذر رفع ہوا۔

(د) ایسی صورتوں میں اگر یہ نماز میں قرأت کرتا ہے تو آیت مذکورہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

(۳) مقتدی سکتۂ امام کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر امام سکتہ نہ کرے تو بار کس کے ذمہ ہوگا مقتدی کے یا امام کے؟

(۴) اگر سنت سمجھ کر رفع یدین کرے تو ثواب بڑھے گا یا گھٹے گا؟

(۵) عشاء کے بعد وتر سے پہلے بعض علماء وعظ شروع کر دیتے ہیں اور بعض مصلی نماز پڑھتے رہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

(۶) اِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ جہاں تک آواز جائے وہاں تک اپنا حکم رکھتی ہے یا کیا؟

(۷) لوگوں کے نماز پڑھنے کی حالت میں لڑکے مدرسے میں کلام اللہ پڑھتے ہیں؟

(۸) یا چند حافظ جدا جدا تلاوت کرتے ہیں یہ آیت مذکورہ کے خلاف تو نہیں؟

(۹) ایک شخص کہتا ہے کہ یہ آیت تلاوت قرآن کے وقت واہی تباہی باتوں کی ممانعت کے لئے آئی ہے آپس میں کلام اللہ پڑھنے یا قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں

نہیں۔ بلکہ یہ پڑھنا ضرور واجب اور فرض ہے۔

دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ آیت نماز میں فاتحہ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پہلا شخص کہتا ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے تب بھی واہیات باتوں کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی ہے نہ فاتحہ کی ممانعت کے لئے اور خطبہ سے لوگوں کا خریداری غلہ کے لئے چلے جانے اور بعض ناواقفوں کا نماز میں باتیں کرنا وغیرہ کو اس کا شان نزول قرار دیتا ہے پس ان تمام باتوں کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے فرمائیے۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

آیت وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا[1] بظاہر عام ہے مگر علماء کے اس میں چند اقوال ہیں۔

اول یہ کہ جب حضور ﷺ قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں۔ نزول قرآن کے وقت تو اس کو خاموشی سے سنو۔

دوسرے یہ کہ یہ مقتدی کے حق میں ہے اور یہ جمہور صحابہؓ کا قول ہے

تیسرے یہ کہ خطبہ کے لئے ہے۔

چوتھے یہ کہ خطبہ اور مقتدی دونوں کے لئے ہے اور یہ واضح ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۳۱ ر[2] میں ہے۔ ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القراٰن فی الصلوٰة وغيرها وقيل معناه اذاتلا عليكم القراٰن الرسول عندنزوله فاستمعوا له وجمهور الصحابةؓ علیٰ انه فی استماع المؤتم وقيل في استماع الخطبة وقيل فيهما وهوالاصح والبسط فی التفسيرات الاحمديه ص ۴۲۶ ر[3]

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۲۰۴ ر۔ **ترجمہ**: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔ (بیان القرآن)

[2] تفسیر مدارک ص ۹۲ ر ج ۲ ر مطبع اصح المطابع بمبئی۔

[3] تفسیرات احمدیہ ص ۲۷۹ ر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

(ا) اگر ایک رکعت امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو تو خارج مسجد یا جس حصۂ مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اس سے دوسرے حصہ میں سنتیں پڑھے اگر دو حصے نہ ہوں اور آس پاس کوئی جگہ خارج مسجد اور بھی نہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے۔ فرضوں میں شریک ہو جائے اور قرآن سننا فرض کفایہ ہے جو مقتدیوں سے ادا ہو رہا ہے۔ کذ فی ردالمحتار ج ا/[1] وکبیری۔

(ب) پہلے تنہا عشا پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو، کبیری ص ۳۵۴/[2] استماع و انصات اس وقت اس کے ذمہ واجب نہیں۔

(ج) اگر صاحبِ ترتیب ہے تو صبح کی نماز پہلے پڑھے ورنہ خطبہ سنے[3] (درمختار)

(د) یہ جزئیہ مستثنیٰ ہے کیوں کہ صاحبِ ترتیب پر ترتیب فرض ہے[4] اگر صبح کی قضا نماز پہلے نہ پڑھے گا تو جمعہ درست نہ ہوگا۔

(۳) مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ یا سورۃ پڑھنا جائز نہیں لقولہ ﷺ واذا قرأ (الامام)

---

[1] (واذاخاف فوت) رکعتی (الفجر لاشتغاله بسنتهاتركها) لكون الجماعة اكمل (والا) بان رجا ادراک رکعة فی ظاهرالمذهب (الی قوله) (لا) يتركهابل يصليهاعند باب المسجدان وجدمكاناً والاتركهاالخ (الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ص ۴۸۱/ ج ا/باب ادراک الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة اوافحش، كبيری ص ۳۹۶/فصل فی النوافل مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۴۵/مطبوعه دمشق، ص ۳۶۷/باب ادراک الفريضة طبع مصر)

[2] ولودخل بعدماصلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه يصلی الفرض اولاوحده ثم يتابعه فی التراويح (کبیری ص ۴۱۰/قبیل صلاۃ الوتر مطبوعہ پاکستان)

[3] اذاخرج الامام فلاصلاة ولاكلام الی تمامها خلاقضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينهاوبين الوقتية (درمختار کراچی ص ۱۵۸/ ج ۲/باب الجمعة مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

[4] الترتيب بين الفروض الخمسة والوتراداء وقضاء لازم يفوت الجواز بفوته للخبر المشهور من نام عن صلاة وبه يثبت الفرض العملی (الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ۴۸۷/ ج ا/باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعريف الاعادة، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۸/باب قضاء الفوائت طبع مصر)

فانصتوا رواہا مسلم[1] فتح القدیر[2] ص ۲۴۱ ر ج ۱ ر۔

(۴) تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین اب مسنون نہیں[3] غیر مسنون کو مسنون سمجھنے سے ثواب بڑھتا نہیں بلکہ کم ہوتا ہے البتہ محض جائز سمجھ کر اگر مواضع مخصوصہ میں رفع یدین کرے تو ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔

(۵) وتر اور سنتوں سے فراغت کے بعد اگر ضرورت ہو وعظ کہنا چاہئے۔

(۶) اس کا جواب گذر چکا۔

(۷) ایسی حالت میں قرآن شریف سننا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے لہٰذا اگر نماز کا وقت ہو تو بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھیں ورنہ قرآن شریف سننے کا ثواب بھی نوافل سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے[4]۔

(۸) اگر اس میں حرج ہوتا ہو کہ ایک پڑھے اور سب سنیں تو تمام کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں[5]۔

---

[1] مسلم شریف ص ۱۷۴ ر ج ۱ ر کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ۔

[2] فتح القدیر ص ۳۴۱ ر ج ۱ ر فصل فی القراءۃ، دار الفکر۔

[3] ولایسن موکدا (رفع یدیه الافی سبع مواطن کماورد بناء علی ان الصفاء والمروة واحد نظراً للسعی ثلاثة فی الصلوٰة تکبیرة افتتاح وقنوت وعید الخ (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۴۰ ر ج ۱ ر مطلب فی اطالة الرکوع للجائی) وقال ابوحنیفة واصحابه وجماعة من اهل الکوفة لایستحب فی غیر تکبیرة الاحرام الخ (مسلم مع شرحه النووی ص ۱۶۸ ر ج ۱ ر باب استحباب رفع الیدین، مکتبه بلال دیوبند)

[4] یدل علیه قول النووی والاشتغال بحفظ مازادعلی الفاتحة افضل من صلاة التطوع لانه فرض کفایه الخ (مرقاة ص ۳۶۲ ر ج ۴ ر کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی طبع اشاعت المعارف ملتان)

[5] ولاباس باجتماعهم علی قرأة الاخلاص جهراً عندختم القران ولوقرأ واحدواستمع الباقون فهواولی کذافی القنیة (الهندیة ص ۳۱۷ ر ج ۵ ر کراچی کتاب الکراهیة، الباب الرابع (طحطاوی علی الدر ص ۳۷۰ ج ۱)

(۹) امام کے پیچھے فاتحہ یا سورۃ پڑھنا جائز نہیں کما مر، اس آیت مذکورہ کے بارے میں اقوالِ مذکورہ کے علاوہ اور بھی قول ہیں۔

وهی هٰذا وللعلماء فی ذٰلک اقوال. الاول وهوقول الحسن واهل الظاهران تجری هذه الاٰية علیٰ العموم ففی ای وقت وای موضع قرئ القراٰن یجب علیٰ کل احدالاستماع له والسکوت والقول الثانی انهانزلت فی تحریم الکلام فی الصلوٰة روی عن ابی هریرةؓ انهم کانوایتکلمون فی الصلوٰة لحوائجهم فامروابالسکوت والاستماع للقراٰن وقال عبداللّٰه کنایسلم بعضناعلیٰ بعض فی الصلوٰة سلام علیٰ فلان وسلام علیٰ فلان قال فجاء القراٰن واذاقُرِئَ القُراٰن فاستمعوالهٗ وَاَنْصِتُوا. والقول الثالث انما نزلت هٰذه الاٰية فی رفع الاصوات وهم خلف رسول اللّٰهﷺ وعن ابن مسعودؓ انه سمع ناساً یقرئون مع الامام فلماانصرف قال اماان لکم ان تفقهوا واذاقرئ القراٰن فاستمعواله وانصتوا کماامرکم اللّٰه تعالیٰ وقال الکلبی کانوایرفعون اصواتهم فی الصلوٰة حین یسمعون ذکرالجنة والنارانتهیٰ ملخصاً من تفسیرات احمدیه ص۴۲۶/)

یہ سورت مکی ہے بنجارہ کا واقعہ کس حدیث سے بیان کیا ہے حوالہ دیا جائے صحابہؓ کے متعلق ایسا ناواقفیت کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/محرم ۵۳ھ

قبرستان میں قرآن پاک لے جانا

سوال: -قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے لے جانا کیسا ہے؟

الجواب وحامداً ومصلیاً

نہیں چاہیے۔[۱] وہاں جاکے جو حفظ ہو وہ پڑھ دے جو حفظ نہ ہو وہ مکان یا مسجد میں

---

[۱] واماجعل المصحف عندالقبوروایقادالقنادیل هناک فهذامکروه منهی عنه . مجموعه فتاویٰ شیخ الاسلام لاحمدبن تیمیه ص ۳۰۰/ج ۲۴/ هل قراء تهم تصل الی المیت .

پڑھ دے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۰/ربیع الثانی ۵۹ھ

ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے

سوال:- ریشمی کپڑے کا جُزدان بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریشم کے کپڑے کا جزدان قرآن پاک میں لگایا جاسکتا ہے اس میں کوئی منع نہیں[1] ریشم کا پہننا مردوں کے لئے حرام ہے مطلقاً ریشم حرام نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آیات اور فوٹو

سوال:- بھوپال شہر میں کچھ سال سے دینی کیلنڈر بکتے ہیں اور مفت بھی ملتے ہیں۔ جو اکثر کعبہ شریف یا مدینہ شریف یا قرآن شریف کے ہوتے ہیں۔ اکثر میں قرآن شریف کی آیات بھی ہوتی ہیں اول تو ان کلینڈروں کا ادب واحترام سے رکھنا بھی مشکل ہے اور بھی غم کی بات یہ ہے کہ اکثر مسلمان لوگ کیلنڈر کو کانچ میں جڑوا کر فریم کرا کر گھر میں رکھتے ہیں۔ لیکن قیامت یہ ہے کہ فوٹو یا تصویر کو باقی رکھتے ہیں۔ لیکن آیات قرآن کو کاٹ چھانٹ کر پھینک

---

[1] وکذالکتابة فی ورقة الحریر وکیس المصحف والدراهم ومایغطی به الاوانی وماتلف فیه الثیاب وهو المسمیٰ بقجة ونحو ذلک ممافیه انتفاع بدون لبس اومایشبه اللبس الخ (الشامی نعمانیه ص ۲۲۶/ج۵/وشامی زکریا ص ۵۱۰/ج۹/کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس)

[2] یحرم لبس الحریر ولو بحائل علیٰ المذهب اوفی الحرب علی الرجل الخ (درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۲۴ / ج۵/کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس)

دیتے ہیں جو سڑکوں۔گلیوں اور گندی جگہ پھنکے پھرتے ہیں۔غرضیکہ آیات قرآنی کی آنکھوں دیکھی بے حرمتی ہورہی ہے۔بعض اخباروں اور رسالوں میں بھی آیات ہوتی ہیں، جو بعد کو ردی میں بک جاتی ہیں اور سودا سلف میں کاغذ کی پڑیاں بنتی ہیں۔اس لئے آپ کو خط لکھا ہے کہ اس کا تدارک کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کاغذ پر آیات واحادیث لکھی ہوں اس کا احترام لازم ہے۔ پڑیہ وغیرہ میں استعمال کرنا منع ہے[۱] گندی جگہ ڈالنا بالکل جائز نہیں حرام ہے[۲] جاندار کا فوٹو زینت کے لئے کمروں میں لٹکانا ناجائز ہے[۳] جاندار کا فوٹو اور آیات دونوں ایک جگہ ہوں یہ بھی بے ادبی اور خلاف احترام ہے آیات کو کھرچ کر ضائع کردینا اور فوٹو کو باقی رکھنا۔ یہ قلب موضوع ہے کہ جو چیز ضائع کرنے کی تھی اس کو باقی رکھا اور احترام کے ساتھ باقی رکھا اور جو چیز واجب الاحترام تھی اس کو ضائع کیا[۴] انا للہ، کعبہ شریف اور مدینہ شریف کے نقشوں کا بھی احترام چاہیے[۵] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۷ھ

---

۱ لایجوزلف شی فی کاغدفیه مکتوب من الفقة وفی الکلام الاولی ان لایفعل عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۲/ج ۵/کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجدوالقبلة والمصحف الخ .

۲ ثم لانزاع فی ان المعاصی ماجعله الشارع امارة التکذیب وعلم کونه کذلک بالادلة الشرعیة کسجودالصنم والقاء المصحف فی القاذورات والتلفظ بکلمة الکفرونحوذلک مماثبت بالادلة انه کفروالصلوٰة خلف کل بروفاجرالخ شرح فقه اکبر ص ۹۳/مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

۳ ولایجوزان یعلق فی موضع شیافیه صورة ذات روح الخ (عالمگیر کوئٹه ص ۳۵۹/ج۵/ کتاب الکراهیة الباب العشرون فی الزینة الخ)

۴ وتکره کتابة القرآن واسماء اللّٰه تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش الخ (شامی کراچی ص ۱۷۹/ج ۱/قبیل باب المیاه مطبوعه زکریاص ۳۲۳/ج ۱/)

۵ کعبہ شریف اور مدینہ شریف کے نقشوں کی تعظیم مثل بیت اللہ اور مدینہ کے واجب نہیں ہے البتہ ان کے نقشوں کی بے ادبی بھی نہیں کرنی چاہیئے (فتاوی عبدالحی ص ۴۸۸/مطبوعہ دیوبند)

باب سوم: آداب تلاوت

برہنہ سر تلاوت

سوال:- برہنہ سر تلاوت قرآن کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

افضل یہ ہے کہ حسب حیثیت عمدہ لباس پہن کر عمامہ باندھ کر تلاوت کرے۔ عالمگیری[1] ص ۳۱۶ ر ج ۵ ر لہٰذا برہنہ سر خلاف افضل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ لعبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جلسہ کی ابتداء کلام پاک سے

سوال:- مسلم یورنیورسٹی مسلمانوں کا ادارہ ہے (۱) جس کی مجلس (مسلم یونیورسٹی کورٹ) خالصتاً مسلمانوں کی جماعت ہے اور کوئی غیر مسلم قانوناً اس کا ممبر نہیں بن سکتا، مجلس مذکورہ کے جلسہ خصوصی منعقدہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۳۹ھ میں ایک ممبر نے یہ تجویز پیش کی کہ کورٹ کے جلسوں کی ابتداء تلاوت کلام پاک سے ہوا کرے۔ اس پر ایک دوسرے ممبر نے مخالفت کی اور کہا کہ آج اس جلسہ میں تلاوت کلام ہوگی کل دوسرے جلسوں میں ہوا کریگی اور جلسہ میں ناظم دینیات کو کلام پاک پڑھنے کے لئے بلانا ہوگا۔ اس لئے اس تجویز کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے، واضح رہے کہ اس مجلس میں کافی تعداد میں ممبران حافظ جی اور مذہبی پیشوا ہیں۔ مزید ممبران ہر ممبر مسلمان ہی ہے اور تلاوتِ کلام پاک کرسکتا ہے اور ناظم دینیات کا اس کام کے لئے مامور کرنا ضروری نہیں ہے۔ چونکہ یہ تجویز شامل ایجنڈا نہ تھی اور ہر ایسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے جو خارج ایجنڈا ہو دو تہائی ممبران موجودہ کی رضامندی ضروری

---

[1] رجل اراد ان یقرأ القرآن فینبغی ان یکون علی احسن احواله یلبس صالح ثیابه ویتعمم الخ (الهندیة ص ۳۱۶ ر ج۵ ر) کتاب الکراهیة، الباب الخامس.

ہوتی ہے اس لئے مخالفت کی بنا پر اس تجویز کو دو تہائی ممبروں کی تائید حاصل نہ ہوئی اور تجویز نہ پیش کی جاسکی۔ محرک آئندہ اجلاس میں پھر اس تجویز کو باضابطہ نوٹس کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان حالات کے ماتحت اس تجویز کو پیش کرنا شریعت حقہ کی رو سے کیسا ہے۔ اور کیا اس مخالفت کے بعد اس تجویز کو پیش کرنا اور جلسہ کو تلاوت کلام سے شروع کرنا لازمی ہوگیا۔ مفصل اور مشرح جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اہل اسلام کے جلسہ کی ابتداء اگر تلاوت کلام اللہ شریف سے ہو تو نہایت مستحسن ہے اور باعثِ برکت ہے۔ لیکن یہ فرض واجب کے درجہ میں نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ ہو۔ بلکہ محض استحسان اور استحباب کا درجہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی[۱] اور بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان قرآن شریف سے اس قدر تعلق اور لگاؤ رکھتے ہیں کہ ہر جگہ کم وبیش اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والے ضرور ہی میسر آجاتے ہیں اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اگر کوئی مجلس مسلمانوں کی قانوناً ممانعت کردے کہ ہمارے جلسہ میں تلاوت کی اجازت نہیں تو یہ قانون یقیناً اسلام اور اسلامی احساسات کے مخالف ہوگا۔ ایسی صورت میں اس قانون ساز جماعت کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ خود ہی اس قانون کو منسوخ کردے اور کلام الٰہی کی تلاوت پر ایسی پابندی عائد نہ کرے[۲] اگر وہ نہ مانے تو ایسے قانون کی پابندی شرعاً ناجائز ہے اس کے خلاف کرنا ضروری ہوگا[۳] اسی طرح تلاوت کو ایسا لازم کرنا کہ

---

[۱] عن ابی هريرة قال قال رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَایُفْتَحُ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ اَوْقَالَ اَقْطَعُ ،طبقات الشافعية الكبرى ص ۱۶ / ج ۱ / مطبوعه داراحياء الكتب العربيه بيروت.

[۲] اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنَ سورة نحل آيت ۱۲۵ /.

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔ از بیان القرآن۔

[۳] عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بغیر اس کے کوئی اجلاس ہی نہ ہو سکے فرض کا درجہ دینا یہ بھی ناجائز ہے اس لئے ایسا کرنا چاہئے کہ اکثر افتتاح تلاوت سے ہو اور کبھی بغیر اس کے بھی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مجبوراً لیٹے ہوئے تلاوتِ قرآن کریم

سوال: -ضعفِ شدید کی وجہ سے بیٹھ کر تلاوت نہیں کر پاتے، کیا جائز ہے کہ چت لیٹ کر یا کروٹ لے کر تلاوت کریں اور پیروں کو نہ سکوڑیں کہ پیروں کو ذرا دیر سکوڑنے میں گھٹنوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے، کیا پیر کا سکوڑنا لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں بغیر پیر سکوڑے بھی تلاوت جاری رکھیں، جب سہولت ہو سکوڑ لیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ. مشکوٰۃ ص ۳۲۱/ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی، مسند امام احمد ص ۱۳۱/ ج ۱/ دار الفکر بیروت عن علیؓ.

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة الخ السعایة ص ۲۶۵/ ج ۲/ فصل فی القرأة، ومن البدع تخصیص المصافحة الخ (سهیل اکیڈمی لاهور) مرقاة المفاتیح ص ۱۴/ ج ۲/ باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول اصح المطابع بمبئی.

[2] لابأس بقرأة القرآن اذا وضع جنبه علی الارض ولکن ینبغی ان یضم رجلیه عند القراة کذا فی المحیط (الهندیة ص ۳۱۶/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع، طبع کوئٹه)

منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا

سوال:- منبر کے پہلے درجہ پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جزودان، غلاف، تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا تقاضائے ادب ہے۔ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہوں اس جگہ بغیر غلاف وتکیہ کے نہ رکھیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت

سوال:- پان میں تمباکو کھا کر مسجد یا دوسری جگہ تلاوت قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لئے پان کھایا گیا ہو کہ اس سے نیند نہ آئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ صاف کر کے تلاوت کی جائے اور یہ تصور کیا جائے کہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں[2] پھر انشاء اللہ تعالیٰ نیند نہیں آئیگی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۹۴ھ

---

[1] لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم (عالمگیری ص ۳۲۴/ج۵/)الباب الخامس فی آداب المسجد.

[2] یستحب أن یجلس مستقبلا متخشعابسکینة ووقارمطرقاً رأسه یسن ان یستاک تعظیماً وتطهیراً وقدروی ابن ماجه عن علی موقوفاً والبزاربسندجیدعنه مرفوفاً ان افواهکم طرق للقران فطیبوهابالسواک الخ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۵/ج ۱/ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهورالنوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته الخ)

زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا

سوال:- زید مسجد کے فرش پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کے قریب چار پانچ گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اور زینہ ہے اور زینہ مسجد کی حدود میں ہے آیا اس صورت میں جب کہ اس زینہ سے اترتے چڑھتے رہتے ہیں اور زید نے قرآن شریف پر کپڑا ڈال دیا ہے قرآن شریف کی بے ادبی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں زینے پر اترنا چڑھنا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف دور بیٹھ کر پڑھے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۴/۷/۹۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف

میت کے پاس تلاوت

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا اب اس کے سرہانے یا اس کے پاس تلاوت قرآن غسل کے وقت تک کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے کچھ فاصلہ پر تلاوت کی جائے[2] ردالمحتار ص ۸۹۲/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کفایۃ المفتی ص ۱۲۶/ج ۱/کتاب العقائد کراچی۔

[2] محل الکراهة اذا کان قریباً منه اما اذا بعد عنه بالقرآة فلا کراهة اھ (ردالمحتار علی الشامی ص ۵۷۳/ج ۱/باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراء ة عند المیت)

تلاوت کے وقت سر ہلانا

سوال: -تلاوتِ کلام پاک یا کتبِ حدیث پڑھتے وقت سر ہلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرعی حکم نہیں طبعی چیز ہے، بعض ہلاتے ہیں بعض نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟

سوال: -اگر مسجد میں کوئی ورد یا وظیفہ پڑھ رہا ہو تو بآوازِ بلند تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تلاوت پہلے سے کوئی شخص بآواز بلند کر رہا ہے اور پھر کسی نے آ کر اپنا وظیفہ شروع کر دیا تو تلاوت کرنے والے کو روکا نہیں جائے گا اور اگر وظیفہ پہلے سے کوئی شخص پڑھ رہا ہے تو بعد میں آنے والا آہستہ تلاوت کرے مگر مجبور پھر بھی نہیں کیا جائے گا محض استحسانی چیز ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

---

[1] صبی یقرأ فی البیت واهله مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع ان افتتحوا العمل قبل القراءة والافلاوکذا قراءة الفقه عندقراءة القران مدرس یدرس فی المسجدوفیه مقری یقرأ القرآن بحیث لوسکت عن درسه یسمع القرآن یعذرفی درسه (الهندیة ص ۳۱۷/ ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الرابع)

تلاوت قرآن کریم بازار میں جہراً اور مسجد میں سرّاً

سوال:- قرآن شریف کو بازار میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ بعض حافظ صاحبان مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ تلاوت کرنا درست[1] اور موجبِ ثواب ہے۔ بازار (مواضع لغو) میں بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور کوئی تلاوت نہ سنتا ہو درست نہیں منع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا

سوال:- زید وعمرو بکر وخالد جمع ہوکر بآواز بلند تلاوت قرآن مجید فرماتے ہیں آیا یہ جائز ہوگا یا نہیں، قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْالآیة اس آیت سے سننا واجب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے فقہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت مستحب ہے اس لئے شبہ ہوتا ہے۔

---

[1] لاباس بالقرآن راکباوماشیا اذالم یکن ذلک الموضع معداللنجاسة (الهندية ص ۳۱۶/ ج۵/ کتاب الکراهية ،الباب الرابع طبع کوئٹه)

[2] لایقرأ جهراً عندالمشتغلين بالاعمال ومن حرمة القرآن ان لایقرأ فی الاسواق وفی موضع اللغو کذا فی القنية(الهنديه ص ۳۱۶/ج۵/کتاب الکراهية الباب الرابع طبع کوئٹه)

الجواب حامداًومصلیاً

وفی الدرة المنیفة عن القنیة یکره للقوم ان یقرؤاالقراٰن جملة لتضمنهَا ترک الاستماع والانصات وقیل لابأس به طحطاوی[1] ولابأس باجتماعهم علی قراء ة الاخلاص جهراً عندختم القراٰن ولوقرأواحدواستمع الباقون فهواولیٰ اھ[2] ہندیۃ ص۳۱۷/ج۵/۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیٰ واحوط بلا اختلاف یہ ہے کہ ایسی حالت میں سب آہستہ پڑھیں جہر نہ کریں تا کہ استماع واجب میں خلل نہ ہو۔ اگر جہر کریں تو ایک جہر سے پڑھے باقی سنیں سب کا جہر کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء اس حالت میں بھی عدمِ کراہت کے قائل ہیں۔ آیت اِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ کو ایک جماعت نے نماز کے ساتھ مخصوص مانا ہے اس لئے خارج صلوٰۃ یہ آیت اس کا حکم نہیں دیتی ہے اور ایک جماعت نے عام مانا ہے اگر چہ سبب نزول خاص ہے۔

عن طلحةؓ قال رأیت عبیدبن عمیروعطاء بن ابی رباحؓ یتحدثان والقاص یقص فقلت الاتستمعان الی الذکروتستوجبان الموعودقال فنظراالی ثم اقبلاعلی حدیثهماقال فاعدت فنظراالی واقبلاعلی حدیثهما قال فاعدت الثالثة قال فنظراالی فقالاانماذلک فی الصلوٰة واِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا. وَکذاقال سفیان الثوری عن ابی هاشم اسماعیل بن کثیرعن مجاهدفی قوله وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْاقال فی الصلوٰة وکذارواه غیرواحدعن مجاهدوقال عبدالرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاهدقال لابأس اذاقرأ الرجل فی غیرالصلوٰة ان یتکلم الیٰ قوله عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من استمع الیٰ اٰیة من کتاب اللّٰه کتبت له حسنة مضاعفةومن تلاهاکانت له نوراً یوم القیمة ،ابن

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختارص ۳۷۰/ج ۱/.

[2] الهندیه ص۳۱۷/ج۵/ مصری کتاب الکراهیة،الباب الرابع.

کثیر[1] ص ۲۸۱/ج۲/ واذاقرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتولعلکم ترحمون ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قرأة القراٰن فی الصلوٰة وغیرهاوقیل معناه اذا تلا علیکم الرسول القراٰن عند نزوله فاستمعوا له وجمهورالصحابة رضی اللّٰه عنهم علی انه فی استماع المؤتم وقیل فی استماع الخطبة وقیل فیهماوهوالاصح ا ھ مدارک التنزیل[2] ص۷۰/ج۲/۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ استماع اور سکوت کوفرض عین قرار دینااور وقت تلاوت قران تکلم کوحرام قرار دینااوراس حکم کی تعمیل کرنا کہ حالت صلوٰۃ وغیرصلوٰۃ ہر دو کوشامل ہو دشوار ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلہٗ ۲۸/۳/۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف ۴/ربیع الثانی ۵۹ھ

چندآدمیوں کا قرآن کریم جہراً پڑھنا

سوال:-چندلوگ ایک جگہ بیٹھ کرتلاوتِ قرآن جہر کے ساتھ کریں اوردوسرانہ سنے، ایسا کرنا درست ہے یانہیں۔ایک مقامی عالم اس طریقہ کودرست فرماتے ہیں، حالانکہ اس طریقہ سے تلاوت قرآن کرنا درست نہیں جب کہ علماءحق نے منع کیاہے،مسئلہ کیاہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ سب آہستہ آہستہ تلاوت کریں تاکہ ایک کی آواز دوسرے سے نہ ٹکرائے اورقرأت قرآن کوسننے کا فریضہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو،لیکن اگر جہراً پڑھیں تب بھی

---

[1] ابن کثیر ص ۲۸۱/ج۲/،ص ۴۴۴/ج۲/طبع المکتبه التجاریه،سورۂ اعراف آیت ۲۰۴/۔

[2] مدارک التنزیل ص ۷۰/ج۲/،ص ۱۶۳/ج۲/مدارک علی هامش تفسیرالجلیل۔

ایک قول پر اجازت ہے[1] جب ایک شخص خود ہی تلاوت میں مشغول ہے اور دوسرے کی تلاوت کو نہیں سن رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی طرف سے اعراض کرنے والا شمار نہیں ہوگا[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے؟

سوال:- ایصال ثواب کے لئے قران خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہیے یا خاموشی سے ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایسے موقعہ پر خاموشی سے پڑھنے کو کہتے تھے۔ صحیح مسئلہ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ مجمع قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھیں لیکن زور سے پڑھیں تب بھی گنجائش ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ویکرہ للقوم ان یقرؤا القرآن جملة لتضمنهاترک الاستماع والانصات وقیل لابأس به کذا فی القنیة (طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۷۰/ ج ۱/ طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۸/ قبیل باب مایفسد الصلوة مصری)

[2] صبی یقرأ فی البیت واهله مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع ان افتتحواالعمل قبل القراءة والافلاوکذاقراءة الفقه عندقراءة القران (الهندیة ص ۳۱۷/ ج ۵/ کتاب الکراهیة الباب الرابع طبع کوئٹه)

[3] لابأس باجتماع علی قراءة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بوقت مطالعہ تلاوت

سوال:- ایک ایسے کمرہ میں بالجہر تلاوت کرنا جس میں کئی آدمی اپنی کتبِ دینیہ زور سے پڑھ رہے ہیں یا سراً مطالعہ کررہے ہیں مگر تلاوت کی طرف توجہ بالکل نہیں ہے تو اس صورت میں تلاوت بالجہر کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسرا شخص پہلے سے دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہے تو آہستہ تلاوت کی جائے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۲/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۲/۵ھ

مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا

سوال:- زید ایک نیا مکان تعمیر کررہا ہے، اس کی خیر وبرکت کے لئے ایک ختم قرآن کروانا چاہتا ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(پچھلے صفحہ باقی حاشیہ) ولو قرأ واحد واستمع الباقون فهو اولٰی الهندية ص۳۱۷/ ج۵/ الباب الثالث فی الرجل الخ كتاب الكراهية وفی الدرة المنيفة عن القنية يكره للقوم ان يقروأ القران جملة لتضمنهاترک الاستماع والانصات وقيل لاباس به (طحطاوی عل الدر المحتار ص۳۷۰/ج ۱/) ابن كثير ص ۲۸۱/ج۲/طحطاوی علی المراقی ص۲۵۸/قبيل باب مايفسد الصلوة مصری.

[1] صبی يقرأ فی البيت واهله مشغولون بالعمل يعذزون فی ترک الاستماع ان افتتحوا العمل قبل القرأة والافلاو كذاقرأة الفقه عندقراء ة القراٰن مدرس يدرس فی المسجدوفيه مقری يقرأ القراٰن بحيث لوسكت عن درسه يسمع القراٰن يعذزفی درسه (الهندية ص۳۱۷/ج۵/كتاب الكراهية،الباب الرابع كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

خوداوراہل خانہ واحباب اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرلیں اور دعا کریں کہ حق تعالیٰ اس میں خیر وبرکت عطا فرما۔اس میں رہنے والوں کوطاعات کی توفیق دے، اتباعِ سنت نصیب فرما، گناہوں سے محفوظ رکھ، شیاطین، جنات اور پڑوسیوں کے شرور سے حفاظت فرما[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح

سوال:- ایک سیاسی مجلس میں ہندو، مسلم شریک ہوں اور یہ مجلس ہندولیڈروں کی آمد پر منائی گئی ہواور چند ہندو مجلس کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ کرنے کے متمنی ہیں۔دریں صورت تلاوت کرنا جائز ہے یانہیں؟

نوٹ:- تلاوت نہ کرے تو تعصب کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس مقصد سے تلاوت کی جائے کہ اللہ کے کلام سے ان کے قلوب متأثر ہوکر

---

[1] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَجْعَلُوْابُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُقْرَأُ فِیْهِ سورة البقرة(مشکوٰة شریف ص ۱۸۴/باب فضائل القرآن الفصل الاول مطبوعه یاسرندیم دیوبندالهندیة ص۳۱۷/ج۵/الباب الرابع فی التسبیح الخ مطبوعه پاکسان)

اسلام سے قریب ہوجائیں تو گنجائش ہے[1] اگر محض رسمی طور پر ہو یا اس کے اعزاز میں ہو تو اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دنیوی غرض کے لئے بھی ذکر وتلاوت پر اجر ہے

سوال: ۔بعض اوراد جن کے فضائل احادیث سے ثابت ہیں مثلاً قرآن شریف علی الاطلاق اور اس کی بعض سورت وآیات بالخصوص۔ یَاسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الخ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحدَہٗ وغیرہ وغیرہ جن کے فضائل منصوص ہیں، اس قسم کے اوراد اگر ایسی ترکیب سے پڑھے جائیں جو مشائخ نے بیان فرمائی ہیں یا جو عالموں نے بتلائی ہیں یا خاص اس کمیت اور کیفیت سے پڑھی جائیں جو کمیت اور کیفیت ان کی احادیث سے ثابت ہے مگر ان کے پڑھنے سے کسی دنیوی غرض کا پورا کرنا ہے مثلاً یہ کہ رزق میں فراخی ہوجائے یا بچہ پیدا ہو یا فلاں مرض دفع ہوجاوے، یا فلاں غائب واپس آجائے یا تجارت میں نفع ہو یا فلاں عورت سے نکاح ہوجائے۔ یا فلاں فلاں میں محبت ہوجائے، یا فلاں گمشدہ مال واپس ملجاوے، یا فلاں مصیبت اور تنگی دور ہوجائے یا تسخیر عالم ہوجائے یا تسخیر جنات وغیرہ ہوجائے۔ یا تسخیر کوکب مثلاً زہرہ، مشتری، عطارد، شمس وغیرہ ہوجائے یا فلاں فلاں مقدمہ ختم ہوجائے وغیرہ وغیرہ ہر ایک حاجت کے لئے خاص خاص تراکیب کتب عملیات میں موجود ہیں اور مشائخ عظام سے منقول ہیں اور قرآن شریف کی مختلف آیات اور سور سے بتلائی گئی ہیں اور بعض مفسرین نے بعض آیات کی خاصیات تحریر فرمائی ہیں کہ ان میں یہ فوائد ہیں جو کہ دنیوی

---

[1] نظیرہ کافر من الذمة او اهل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القرآن والفقه قالوا لابأس بان یعلم القرآن والفقه فی الدین لانه عسیٰ ان یهتدی الی الاسلام فیسلم (فتاوی خانیه ص ۴۲۶/ ج۳/ مطبوعه کوئٹه کتاب الحظر والاباحة فصل فی التسبیح والتسلیم الخ شامی کراچی ص۱۷۷/ ج ۱/ مطلب یطلق الدعاء الخ کتاب الطهارة)

اغراض سے تعلق رکھتے ہیں اور حالانکہ قرآن شریف کے نصوص میں وارد ہے کہ ایک ایک حرف کے بدلہ میں ۱۰/۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن شریف کی بعض آیات یا اذکار مذکورہ میں سے کسی کو اگر کوئی شخص اس قسم کی دنیوی حاجات کے لئے پڑھے تو پڑھنے والے کو اس پر کوئی ثواب مرتب ہوگا یا نہیں؟

اگر ہوگا تو کیا وہی منصوص یا اس سے کم اور اگر حاجت دنیوی کے لئے پڑھا جائے کہ آثار میں صراحۃً ذکر ہیں مثلاً سورہ واقعہ کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے ہر رات میں پڑھنا دافع فقر ہونا منقول ہے۔اسی طرح پر لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ الخ ولاملجاء من اللّٰہ الاالیہ ۔ کا حدیث مرفوع میں ننانوے بلا کا دفع ہونا۔جس کا ادنیٰ درجہ فقر ہے مروی ہے تو اگر کوئی اس وظیفہ کو دفع فقر اور فاقہ تنگدستی کے لئے دائمی پڑھتا ہے تو کیا اس کو اس دنیوی حاجت کے قضاء کے لئے پڑھنے سے ثواب جو مطلقاً تلاوتِ قرآن شریف کے متعلق یا لاحول الخ پڑھنے پر روایات میں وارد ہے موصول ہوگا یا نہیں۔

اور اگر کوئی شخص ایسا وظیفہ جن کے فضائل نصوص سے ثابت ہیں بالفاظہا تو نہیں پڑھا کرتا مگر ایسا ہی جن اوراد کے فضائل روایات سے ثابت ہیں۔مثلاً دعاء، ثنا وحمد و باری عز اسمہ درود بالفاظ ماثورہ ان کے فضائل منصوص ہیں اب کوئی شخص فارسی، ہندی وغیرہ زبان میں کوئی ورد دعاء ثناء کا کسی حاجت کے لئے پڑھتا ہے تو کیا اس کو وہ ثواب بھی مل سکتا ہے جو دعاء، ثناء وغیرہ کے متلق فرمایا گیا ہے بالتفصیل بیان فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو خواص وفوائد آیات وسور واذکار کے منصوص ہیں ان کے لئے پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں آئے گی کیونکہ جس نے ثواب بتایا ہے اسی نے خواص وفوائد بتائے ہیں اور ان خواص و فوائد کے لئے پڑھنے کی تعلیم دی ہے، اور ثواب کو مشروط نہیں کیا خواص وفوائد کی نیت نہ ہونے کے ساتھ۔

نیز خواص وفوائد اور نیت ثواب میں تزاحم بھی نہیں کہ اجتماع دشوار ہو گو اعلیٰ اور افضل درجہ یہ ہے کہ محض رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو کیونکہ خواص وفوائد کا ترتب تو بہر حال ہوگا پھر ثواب کو تابع اور خواص وفوائد کو متبوع بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ تاہم اس سے ثواب منصوص میں کمی نہ ہوگی اگر چہ یہ درجہ مفضول ہونے کی وجہ سے افضلیت کا ثواب نہ مل سکے گا۔ اپنی مشروع اغراض کے لئے دعا کرنا خود مامور بہ ہے جو کہ موجب ثواب ہے اور غیر مشروع اغراض کے لئے پڑھنا ناجائز ہے۔ مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الم حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ اھ ترمذی شریف[1]

من شغله القراٰن ای لفظاً اوحفظا اومعنی اوعملاً وتخلف عن ذکری ای من سائرالاذکارومسئلتی ای من بقیة الادعیة اعطیه افضل مااعطی علی صیغة المضارع المعلوم المتکلم الواحدای افضل مااعطیه السائلین ا ی والذاکرین فهومن باب الاکتفاء اوالمرادبالسائلین الطالبون فی ضمن الذکروالدعاء بلسان القال اوبیان الحال وقال المظهریعنی من اشتغل بقراء ة القراٰن ولم یفرغ الی الذکروالدعاء اعطاه اللّٰه مقصوده ومراده احسن واکثرممایعطی الذین یطلبون من اللّٰه تعالیٰ حوائجهم والمعنی انه لایظن القاری انه اذالم یطلب من اللّٰه حوائجه لایعطیه ایاها بل یعطیه اکمل الاعطأ فانه من کان لِلّٰه کان اللّٰه له ا ھ[2] الحرزالثمین مختصراً ص ۲۵۲/ فلوقصدبالذکرالقربة الی اللّٰه تعالیٰ لکان اکثرثواباً ومن ثم قال الغزالیؒ حرکة اللسان بالذکرمع الغفلة عنه تحصل الثواب لانه خیرمن حرکة اللسان بالغیبة بل هو خیرمن السکوت مطلقاً ای المجردعن التفکرقال وانماهوناقص بالنسبة الی عمل

---

[1] ترمذی شریف ص ۱۱۹/ ج ۲/ مطبوعه اشرفی دیوبندابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن.

[2] تتمه شرحی الحصن الحصین اعنی الحرزالثمین والحرزالوصین ص ۴۵۲/.

القلب ا ھ فتح الباری ص ۱۴ / ج ا /[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۳/۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ // //

تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟

سوال: -تقریباً دس ۱۰/بیس ۲۰/نمازی مسجد میں تلاوتِ قرآن پاک کررہے تھے۔ ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے تحیۃ المسجد پڑھنی ہے تلاوت بند کردو۔ تو یہ فعل افضل ہے یا تلاوت کرنا افضل وبہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں جب کہ لوگ تلاوت کررہے ہیں تو اس بعد میں آنے والے کو مناسب یہ ہے کہ تلاوت سننے میں مشغول ہوجائے دوسروں کو تلاوت سے نہ روکے۔ اگر تحیۃ المسجد پڑھنی ہی چاہے تو الگ کسی جگہ پڑھ لے۔ تلاوت کرنا، سنت تحیۃ المسجد پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الآیۃ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۵ھ

---

[1] فتح الباری ص ۱۲ ج ا مطبوعہ الکبری مصر ص ۲۲ / ج ا / مطبوعہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ تحت حدیث انما الاعمال بالنیات کتاب بدء الوحی.

[2] سورۂ اعراف آیت ۲۰۴/۔ **ترجمہ:** اور جب قرآن پاک پڑھا جایا کرے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (بیان القرآن)

قال ابن ھمام وفی کلام اصحابنا مایدل علی وجوب الاستماع فی الجھر بالقرآن مطلقاً (مظھری ص ۴۵۱ / ج ۳ / سورۂ اعراف آیت ۲۰۴ / مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ عمل بتلایا کہ مصیبت کے وقت یا کسی پریشانی کے وقت پریشانی دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی رکھتے جائیں اور بسم اللہ پڑھتے جائیں۔ چاہے قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بھی قرآن پاک کی لائنوں پر انگلی رکھتا جائے اور بسم اللہ پڑھتا جائے تو کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مصیبت دور کرنے کا علاج توبہ واستغفار ہے۔ گناہوں سے نادم ہو کر معافی مانگنا اور آئندہ کو عہد کرنا ہے۔ حقوق اللہ، نماز، زکوٰۃ، صدقہ، روزہ جو بھی ذمہ میں باقی ہیں ان کو پورا کرنا ہے، بندوں کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور ان سے معافی مانگنا ہے۔ قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھ بسم اللہ پڑھنا قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ نے علاج تجویز نہیں فرمایا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم محرم ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند // //

قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا

سوال:- قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور ہر سطر پر محض بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ تبرکاً وتیمناً اور عدمِ علمِ قرآن کی وجہ سے ہر دو کا کیا حکم ہے؟

(۲) اس طریقہ کو ختم قرآن سے تعبیر کرنا کیسا ہے؟

(۳) اگر وظیفہ کے لئے ایسا عمل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر جائز ہے تو محض امر دینی ومقصدِ شرعی کے لئے جائز ہے یا حصولِ غرضِ دُنیاوی یعنی غیر شرعی کے لئے بھی جائز ہوگا؟ نیز حصولِ دولت جب کہ ضرورت سے زائد ہو امر دینی ہوگا یا دُنیاوی وغیر شرعی؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیر کر بسم اللہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بسم اللہ ہے، یہ غلط ہے۔ محض بسم اللہ پڑھنے کا ثواب مستقل ہے۔

(۲) اس طریقہ کو ختم قرآن کہنا اور سمجھنا غلط ہے۔

(۳) اگر کوئی وظیفہ ایسا ہو کہ قرآن کریم کی سطور کے عدد کے موافق بسم اللہ پڑھی جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

(۴) خلاف دین کسی مقصد کا حاصل کرنا اور اس کے لئے وظیفہ پڑھنا درست نہیں[۱]۔ غیر شرعی امور سے تو بچنے کا حکم ہے۔ ضرورت سے زائد ناموری کے لئے دولت حاصل کرنا امر دنیوی اور غیر شرعی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند // //

دس دفعہ قل ھو اللّٰہ پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہوں گے؟

سوال: ۔بعض نوتعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ جو شخص دس ۱۰/ بار قل ھُوَاللّٰہ پڑھے گا ایک

---

[۱] قال الامام حجة الاسلام فی منهاج العابدین اعلم انی سئالت بعض مشایخنا عمایعتاده اولیاء نامن قراء ة سورة الواقعة فی ایام العسر أليس المراد بذلک ان یدفع اللّٰه تعالیٰ تلک الشدة عنهم ویوسع علیهم شیئاً من الدنیا علی ماجرت به العادة فکیف یصح ارادة متاع الدنیا بعمل الآخرة فقال فی جوابه کلاماً معناه ان المراد منه ان یرزقهم اللّٰه تعالیٰ قناعة اوقوة یکون لهم عدة علی عبادة اللّٰه تعالیٰ وقوة علی درس العلم وهذه من جملة ارادة الخیر دون الدنیا انتهی وان کان مراده منها التلذذ والتنعم بالدنیا اوشرف النفس والریاسة فهذه ریاء محظور (انقاذ الهالکین الموضوعة بهاهش شرح شرعة الاسلام المبحث الثانی ص ۱۲۱/.

محل جنت میں تعمیر ہوتا ہے تو کیا وہ محل صرف اسی کے لئے ہے یا اس کے ساتھ حور وغلمان بھی رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دس ۱۰ر مرتبہ قل ھواللہ پڑھنے پر جنت میں ایک محل کا تیار ہونا کس روایت میں ہے[۱]؟ ان سے دریافت کر کے لکھئے تا کہ اس پر غور کیا جائے۔ اتنا ثابت ہے کہ جنت میں جو کچھ آدمی چاہے گا اس کو ملے گا۔ وَفِيْهَا مَاتَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶ر۳ر۹۴ھ

جو شخص ہر روز سورہ ملک پڑھے اس سے سوالِ قبر نہ ہوگا

سوال: - حامد روزانہ شب میں سورۂ ملک پڑھتا ہے تو کیا قبر میں منکر نکیر سوال نہیں کریں گے؟

---

[۱] عن سَعِيْدِبْنِ الْمُسَيَّبِؒ مرسلاً عن النبی صلی اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال من قَرَأَ قُلْ هُوَاللّٰہ اَحد عَشْر مَرَّاتٍ بُنی لهٗ بِهاقَصْرٌ فی الجنة وَمَنْ قَرَأَ عشرين مرَّةً بُنِی لهٗ بِهاقَصْران فی الجنة ومن قرأَ هاثَلٰثِين مرَّةً بُنی ثلٰث قُصوْرٍفی الجنة فقال عُمربن الخطاب واللّٰہِ يارَسُوْل اللّٰہِ صلیَّ اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذاً لَنُكْثِرَنَّ قُصُوْرنافقال رَسُوْلُ اللّٰہ صلی علیه وسلم اللّٰہ اَوْسَعُ من ذٰلکَ رواه الدارمی مشکوٰة شريف ص ۱۹۰ر کتاب فضائل القرآن مطبوعه یاسرندیم دیوبند،سنن الدارمی ص ۴۵۹ر ج ۲ر باب فی فضل قل هواللّٰہ احد دارالکتب العلمیه.

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قل ھو اللہ احد دس ۱۰ر مرتبہ پڑھا اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص بیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے دو محل بنا دئے جاتے ہیں اور جو شخص تیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے تین محل بنا دئے جاتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر تو ہم بہت محل بنالیں گے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے خزانے اس سے زیادہ وسیع ہیں۔

[۲] سورۂ زخرف آیت ۷۱ر۔ **ترجمہ**: اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص ہر رات سورۂ ملک پڑھتا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ سوالِ قبر سے محفوظ رہے گا[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۵ھ

ختم قرآن پر دعوت

سوال:- میرے بچہ نے قرآن شریف حفظ کرلیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کرکے شیرینی تقسیم کردوں کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم اللہ پاک کی بہت بڑی دولت ہے۔ اس کا حفظ کرلینا بہت بڑی دولت ہے اگر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء واحباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدردانی ہے ممنوع نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق

---

[1] عنْ اَبیْ هُرَیْرَةَرَضِیَ اللّٰهُ عنهٗ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰهِ صلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرة القرآنِ ثَلٰثُوْنَ آیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غفرلهٗ وهِیَ تبارک الذی بیدهِ المُلکُ رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه مشکوٰة شریف ص۱۸۷/کتاب فضائل القرآن. عن ابن عباس رضی ا لله عنه قال ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحاب النبی ﷺ خِبَاءَ هٗ عَلٰی قَبْرٍ وهُوَلایَحْسبُ اَنهٗ قَبْرٌ فَاِذافیه انْسانٌ یَقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارکَ الَّذیْ بِیَدِهِ المُلْکُ حَتّٰی ختمهافاتی النبی ﷺ فاخْبَرَهٗ فَقَالَ النبی ﷺ هِیَ المانعةُ هِیَ المُنْجِیَةُ من عذاب اللّٰهِ راوه الترمذی وقال هذاحدیث غریب مشکوٰة شریف ص۱۸۸. قولهٗ هی المانعة تمنع من عذاب القبراومن المعاصی التی توجب عذاب القبراوعن ا ن ینالهٗ مروهٌ فی الموقف ۱۲/ مرقاة حاشیة مشکوة شریف ص۱۸۸/کتاب فضائل القرآن مطبوعه یاسرندیم دیوبند روح المعانی ص۲،۳/ج۲۹/ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند،سنن الدارمی ص۴۵۵/ج۲/باب فی فضل سورة تنزیل السجدة وتبارک دارالکتب العلمیه.

عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب وتبلیغ میں معین ہوجائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب سورۂ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کرکے احباب وغرباء کو کھلایا تھا۔ اس لئے سلف صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے[۲] لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔ ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول نہیں[۳] اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کرلی تو اور پریشانی ہوگی اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں اور بچہ نے جہاں ختم کیا ہے وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۸۹ھ

---

[۱] عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا (تفسیر در منشور ص ۵۴/ج ۱/ سورة البقره قبیل آیت ۱/مطبوعه دار الفکر بیروت ،اوجز المسالک ص ۱۳۶/ج ۴/کتاب الصلاة مکث ابن عمر علی سورة البقرة ثمان سنین،مطبوعه دار الفکر بیروت) بیہقی در شعب الایمان از ابن عمرؓ روایت کردہ کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سورۂ بقرہ را با حقائق و دقائق آن در مدت دوازدہ سال خواندہ فارغ شدند و روز ختم شترے را کشتہ طعام وافر پختہ بیاراں حضرت پیغمبرؐ خورانیدند (تفسیر عزیزی بقرہ ۸۶/) قبیل خواص سورۂ بقرہ برائے دفع چیچک، مطبوعہ حیدری بمبئی۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت امر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ سے تمام حقائق ودقائق کے ساتھ بارہ سال کی مدت میں پڑھکر فارغ ہوئے اور بروز ختم ایک اونٹ ذبح فرمایا اور وافر تعداد میں کھانا تیار کرا کر پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب کو کھلایا۔

[۲] چنانچہ حافظ ابن حجرؒ کے متعلق شاہ عبدالعزیز رقمطراز ہیں بعد از اتمام آن (یعنی فتح الباری شرح بخاری) شادی کردو قریب بہ پانصد دینار در ولیمہ آنصرف نمود (بستان المحدثین ص ۱۱۵)

ترجمہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری کے ختم پر خوشی منائی اور دعوت میں تقریباً پانچ سو دینار صرف فرمائے۔

[۳] عن جندب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من سمع سمع اللّٰہ به ومن یرائی یرائی اللّٰہ به مشکوة شریف ص ۴۵۴/ باب الریاء والسمعة طبع یاسر ندیم دیوبند.

قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ، ناس، ناس پڑھنا بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا

سوال:- (۱) قُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ، ناس، ناس الخ ہر ناس کو تین تین مرتبہ کر کے پڑھنا جائز ہے۔ (۲) ایسے ہی بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں اور ملائکہ کے نام پڑھے جاتے ہیں یہ بھی درست ہے یا نہیں (۳) قرآن کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کا کیا مسئلہ ہے مخلوق ماننے کا کیا مطلب اور اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے بہر حال خدا کا کلام ہے یہ مخلوق وغیر مخلوق کا شوشہ چہ معنی دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ درست نہیں اس سے آیت قرآنی مسخ اور مہمل ہو جاتی ہے[۱]

(۲) ملائکہ کا وجود حق ہے[۲] انسان کی حفاظت کے لئے ساتھ رہتے ہیں اور اعانت کے لئے مامور من اللہ ہیں[۳] اگر کوئی شخص ان کے کام اور طرق اعانت کو جانتا ہو وہ ان کا نام لے کر اس طرح پڑھے کہ آیت کے ساتھ مخلوط ہو کر جزو قرآن ہونے کا شبہ نہ ہو تو درست ہے۔

---

[۱] وان کرر الکلمة ان لم یتغیر بها المعنی لاتفسد وان تغیر نحو رب العالمین ومالک ومالک یوم الدین قال بعضهم لاتفسد والصحیح انها تفسد وهذا فصل یجب ان یتاتی فیه لان فیه دقیقة شامی زکریا ص ۳۹۷ / ج ۲ / مطبوعه کراچی ص ۶۳۳ / ج ۱ / مطلب مسائل زلة القاری کتاب الصلاة.

[۲] واختلف الناس فی حقیقتها بعد اتفاقهم علی انها ای الملائکة موجودة سمعاً وعقلاً روح المعانی ص ۲۱۸ / ج ۱ / سوره بقره تحت آیت ۳۰ / مطبوعه مصفائی دیوبند منهاج المسلم ص ۳۴ / الفصل الخامس الایمان بالملائکة علیهم السلام مکتبه العلوم والحکم مدینه منوره.

[۳] للعبد ملائکة یتعاقبون علیه حرس بالیل وحرس بالنهار یحفظونه من الاسواء الحادثات الخ مختصر تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۳ / ج ۲ / سورۂ رعد تحت آیت ۱۱ / مکتبہ دار القرآن الکریم بیروت۔

جس طرح کہ بعض آیات مثلاً سورۃ الرحمٰن[۱] سورۃ والمرسلات[۲] سورۃ والتین[۳] وغیرہ میں نیز حدیث شریف[۴] میں ایسے کلمات منقول ہیں جو کہ جزوقرآن نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کے کام اور طرقِ اعانت سے واقف نہیں اور اس طرح پڑھے کہ جزوقرآن ہونے کا شبہ ہو یا ان کو مشتبہ متصرف بالذات تصور کرتا ہو تو ناجائز ہے۔

(۳) یہ مسئلہ تو آپ اس وقت سے جانتے ہیں۔ جب بخاری شریف میں یہ باب پڑھا تھا اور اس میں علماء کے اقوال اور استدلالات آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے نیز شرح عقائد نسفی میں بحثاً بحثی ہوئی تھی آج اسی شوشہ کا کیا آخر ہوا۔ مامون الرشید کے دور میں جتنے شوشے نکل چکے انھیں سے تاریخ رنگین ہے[۵] اب ان شوشوں کو دبا ہی رہنے دیں تو بہتر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح: مہدی حسن دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ویندب ان یقول سامع ھٰذہ الآیة :لابشئی من نعمک ربنانکذب فلک الحمدالی قوله ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قراء سورة الرحمن علی اصحابه فسکتوافقال مالی اسمع الجن احسن جواباً لربهامنکم مااتیت علی قول اللّٰه تعالیٰ فبای آلاء ربکما تکذبان الاقالولا بشئ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد روح المعانی ص ۱۶۰/ج ۱۶/ سورة الرحمن آیت ۱۳/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] سمعت اباهریرة یرویه اذاقرأوالمرسلات عرفافقرأ فبأی حدیث بعده یومنون فلیقل آمنت باللّٰه وبماانزل تفسیرابن کثیر ص ۷۲۴/ج ۴/ سوره والمرسلات تحت آیت ۵۰/ مکتبه التجاریه مصطفی البازمکه مکرمه۔

[۳] من قرأ منکم والتین والزیتون فانتهی الی قوله تعالیٰ الیس اللّٰه باحکم الحاکمین فلیقل بلٰی واناعلی ذلک من الشاهدین الخ روح المعانی ص ۳۱۸/ج ۱۶/سورة والتین تحت آیت ۸/ مطبوعه دارالفکربیروت تفسیرابن کثیرص ۸۳۵/ج ۴/ مکتبه التجاریه مطصفیٰ الباز مکه مکرمه.

[۴] من قرآمنکم بالتین والزیتون فانتهی الی آخرهاالیس اللّٰه باحکم الحاکمین فلیقل بلی وانا علی ذلک من الشاهدین ومن قرأ لااقسم بیوم القیامة (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) فانتهى الى اليس ذلک بقادرعلى ان يحى الموتىٰ فليقل بلى ومن قراء والمرسلات فبلغ فباى حديث بعده يومنون فليقل آمنابالله. كنز العمال ص ۶۰۹/ج ۱/حديث ۱۷۹۲/مؤسسة الرسالة بيروت .

۵ وامرنائبه ان يمتحنهم ايضا فمن اجاب منهم شهرامره فى الناس ومن لم يجب منهم فابعثه الى عسكر اميرالمومنين مقيداً محتفظاً حتى يصل الى اميرالمومنين فيرى فيه رايه ومن رايه ان يضرب عنق من لم يقل بقوله فعندذلک عقدالنائب ببغدادمجلسا آخرواحضراولئک وفيهم ابراهيم بن المهدى وكان صاحبا لبشربن الوليدالكندى وقدنص المامون على قتلهماان لم يجيباعلى الفورفلماامتحنهم اسحاق اجابواكلهم مكرهين متأولين قوله تعالىٰ اِلَّامَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ الاية الاأربعة وهم احمدبن حنبل ومحمدبن نوح والحسن بن حمادوعبيدالله بن عمر القواريرى فقيدهم وارصدهم ليبعث بهم الى المامون الخ البداية والنهاية ص۲۹۸/ج۱۰/تذكره المامون .ذكراول المحنة الفتنة .مصطفىٰ البازمكه مكرمه . تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ الكامل فى التاريخ ص۲۱۸/ج۶/تذكره مامون. ذكرالمحنة القرآن المجيد. دارصادربيروت وايضاالبداية والنهاية ص۳۵۷/ج۱۰/ ذكرماجاء فى محنة ابى عبدالله احمدبن حنبل.مصطفىٰ البازمكه مكرمه .

باب چہارم: حفظ قرآن

حفظِ قرآن وختم فرض ہے یا سنت؟

سوال:- ہر شخص پر عمر بھر میں ایک ختم قرآن شریف پڑھنا یا سننا فرض عین ہے یا سنت مؤکدہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفظِ قرآن کرنا فرضِ عین نہیں بلکہ فرضِ کفایۃ ہے[1] تراویح میں ہر سال پڑھنا سننا سنت مؤکدہ ہے[2] اور ہر چالیس ۴۰/روز میں ایک مرتبہ ختم کرنا مستحب ہے کذا فی الدر المختار[3] والہندیہ[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۸/ذیقعدہ ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۹/ذیقعدہ ۶۰ھ

---

[1] وحفظ جميع القرآن فرض كفاية الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۳۶۱/ج ۱/باب صفة الصلاة، مطلب في الفرق بين فرض العين الخ حلبي كبير ص ۴۹۵/تتمات فيما يكره من القرآن الخ سهيل اكيڈمي لاهور.

[2] الختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثاً افضل ولا يترك الختم لكسل القوم لكن في الاختيار الافضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم واقره المصنف وغيره الخ (الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۴۷۴، ۴۷۵/ج ۱/باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح) عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۷/ فصل فی التراویح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۶۸/ج ۲/باب الوتر والنوافل۔

[3] ينبغي لحافظ القرآن في كل اربعين يوماً ان يختم مرة (الدر المختار على الشامي نعمانيه ص ۴۸۲/ج ۵/) قبيل كتاب الفرائض، كنز الدقائق ص ۴۹۷/قبيل كتاب الفرائض، مطبوعه دار الاشاعة الاسلامية كلكته)

[4] هنديه كوئٹه ص ۳۱۷/ج ۵/كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة الخ.

کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مُضِر ہے؟

سوال:- بکر کہتا ہے کہ کل کلام پاک کا حفظ کرنا (نعوذ باللہ) ایسا ہے کہ جیسے گندی نالی میں عطر کا چھڑکنا کہ بعد حفظ نہ کلام پاک کا احترام کیا جاتا ہے نہ یاد رکھا جاتا ہے جس کی ذمہ داری استاذ پر ہے۔ ممکن ہے کہ قیامت میں استاذ کی پکڑ ہو؟

عمر کہتا ہے کہ ایسے پُرفتن زمانہ میں مسلمانوں کو کلام پاک کا حفظ کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بچے دین سے واقف رہیں اور کلام پاک کا بھلا دینا یہ ان کا فعل ہے استاذ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ اور وہ اساتذہ اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر کا قول درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حافظ کو فوقیت ہے غیر حافظ پر

سوال:- زید کہتا ہے کہ حاجی مقتدی پر حافظ قران کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر حافظ پر حافظ کو فوقیت حاصل ہے[2] امام کو مقتدیوں پر فوقیت حاصل ہے[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والحاصل انه اذا كان خير الكلام كلام الله فكذلك خير الناس بعد النبيين من يتعلم القرآن ويعلمه الخ مرقاة شرح مشكوة ص ۵۷۳/ ج ۲/ كتاب فضائل القرآن ،الفصل الاول ،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] وفضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه ای (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جس کو کلام پاک کچّا یاد ہو کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟

سوال:- ایک آدمی نے حافظہ کرنا شروع کیا اور پورا کرلیا۔ ایسا کیا کہ جو پارہ استاذ کو سنانا ہوا سنایا مگر سناتے وقت دسوں غلطیاں ہوئیں اور کبھی غلطیوں کی وجہ سے بھگا دیا کہ جاؤ یاد کرو، ابھی یاد نہیں ہے۔ ایسے ہی قرآن شریف ختم ہوگیا اور رمضان میں کبھی قرآن شریف (تراویح) پورا نہیں کیا۔ بس دو چار پارے سنایا اور حافظہ وغیرہ کی پگڑی وغیرہ کچھ نہیں بندھی۔ ایسے شخص کو حافظ مانا جائے گا یا نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ حافظ دس آدمیوں کو بخشوانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ یہ حافظ بہت بیمار رہتا ہے یعنی زکام اور خواب ہوجانے کا بہت بڑا مرض ہے، لگاتار اس مرض میں مبتلا ہے اس لئے دماغ کی کمزوری بہت رہتی ہے، صحیح یاد نہیں ہوتا۔ چھوٹی چھوٹی سی سورتیں تک بھول جاتا ہے قیامت میں یہ حافظ اللہ تعالیٰ کے یہاں اندھا تو نہیں اٹھایا جائے گا؟ قرآن شریف دیکھ کر روزانہ پڑھتا ہے ایک دو پارہ ناغہ نہیں کرتا پنج وقتہ نماز پڑھتا ہے امام بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ روزانہ دیکھ کر تلاوت کرتا رہتا ہے اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے محنت کے باوجود یاد نہیں ہوا تو وہ اندھا نہیں اٹھایا جائے گا۔ اور اس کو محنت کا پورا اجر ملے گا اور امید ہے کہ وہ بخشش بھی کرادے گا[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) وکذلک فضل الاشتغال والمشتغل به علی غیره، مرقاة شرح مشکوة ص ۵۹۰/ج ۲/کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

۲ ومفاده انها ای الامامة افضل من الاقتداء الخ شامی زکریا ص ۲۸۷/ج ۲/اول باب الامامة.

۱ فی حدیث الطبرانی والبیهقی ومن قرأ القرآن وهو یتفلت منه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

بستی میں کوئی حافظ نہیں

سوال:- ہماری بستی میں کوئی حافظ نہیں ہے۔ زید کہتا ہے کہ حفظ کرنا فرض کفایہ ہے، اس بستی کے سب لوگ گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑی محرومی کی بات ہے کہ وہاں پر کوئی بھی حافظ نہیں[1]، کوشش کر کے حفظ کی طرف توجہ دلانی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۵ھ

قرآن شریف بھول جانے پر وعید

سوال:- ایک شخص نے قرآن شریف حفظ کیا تھا لیکن غفلت سے بھول گیا اب ضعیفی میں اس کو خیال ہوا۔ لیکن یاد نہیں ہوتا اگر اس کے بجائے نفل نمازوں کی کثرت کرے تو کیا اس وعید سے بچ سکتا ہے جو یاد کر کے بھلا دینے پر ہے یا یاد کرنے میں لگا رہنا بہتر ہے۔ خواہ یاد ہو نہ یا ہو؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ولا یدعه فله اجره مرتین ومن کان حریصاً علیه ولا یستطیعه ومایدعه بعثه اللّٰه یوم القیامه مع اشراف اصله مرقاة ص ۵۸۹/ ج ۲/ کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی، مطبع اصح المطابع بمبئی، بخاری شریف ص ۱۰۶۷/ ج ۲/ کتاب التفسیر، سورۂ عبس، رقم الحدیث ص ۴۹۳۷/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[1] وحفظ جمیع القرآن فرض کفایة الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۵۸/ ج ۲/ مطبوعه کراچی ص ۵۳۸/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطلب فی الفرق بین فرض العین وفرض الکفایة حلبی کبیر ص ۴۹۵/ تتمات فیمایکره من القرآن فی الصلوة الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ وعید اس وقت ہے کہ دیکھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو اھ بذل المجہود[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا

سوال:- جو شخص حافظ ہے قران مجید بھول گیا کیا حافظ کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں بھول جانے والا گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا قرآن کریم کی بہت بڑی ناقدری اور ایک نعمت عظمیٰ کی ناشکری ہے اور ناشکری پر وعید آئی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ الآیۃ[2] ایسے شخص کو خود حافظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے اگر لوگ اس اعتبار سے حافظ کہیں کہ اس نے حفظ کیا تھا تو گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن امرئ یقرأ القرآن ثم ینساہ ای بالنظر عندنا الخ بذل المجہود ص ۳۱۴/تا ۳۱۵/ج۷/کتاب الصلاۃ ،باب التشدید فیمن حفظ القرآن ثم نسیہ ، مطبوعہ السعادۃ بیروت، مرقاۃ ص ۶۱۰/ج۲/کتاب فضائل القرآن ،باب، الفصل الاول، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، الھندیۃ ص۳۱۷/ج۵/کتاب الکراھیۃ،الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح الخ، بریقۂ محمودیہ ص۴۳/ج۴/حلبی کبیر ص۴۹۸/تتمات یکرہ من القرآن، سھیل اکیڈمی .

[2] سورۂ ابراہیم آیت ۷/۔ **ترجمہ:** اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے (بیان القرآن)

باب پنجم: تجوید، ترتیب، رسم الخط وغیرہ

آیات کے رموز وعلامات کا حکم

سوال:- اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے والا استاد فوائد مکیہ کی رو سے اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھنے سے مجبور ہے اور رموز علامات اور حرکات وسکنات بالکل خالی ہو بقیہ ویسا ہی تلاوت کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کوشش کے باوجود حرکات وسکنات کی رعایت نہیں کر پاتا تو تب بھی وہ ثواب کا مستحق ہے آیات کے رموز وعلامات سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی علامات کیا بدعت ہیں

سوال:- قرآن مجید میں تلاوت کرنے والوں کے لئے مناسب موقع ومحل پر ٹھہرنے اور سانس لینے کی غرض سے علماء اوقاف نے وقف کی جو قسمیں کی ہیں مثلاً تام، مختار، کافی، جائز، حسن، قبیح، متروک وغیرہ اور علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے تو وقف کی قسمیں

---

[1] لان الوقف والوصل لایدلان علی معنی حتی یختل بذهابهما والحاصل منهما ایهام خلاف المراد فی المواضع اللتی نهی عن الوقف علیها او امر به انما هو لتوهم السامع استقلال مابعدها او اتصاله مع کونه خلاف الواقع فلیس التوهم من ذات الوقف والوصل الخ الفوئد التجویدیة فی شرح المقدمة الجزدیة ص۱۶۶ /باب الوقف والابتداء ومایتعلق بهما. مطابع الرشید مدینه منوره الفتاوی التاتارخانیة ص ۴۹۰ ج ۱ کتاب الصلاة ،الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء ،مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

کر کے ان کے لئے رموز اوقاف وضع کئے ہیں کہ ان کی اصطلاحات دیگر علماء اوقاف سے مختلف ہیں مگر مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اور رموز اوقاف ہر ملک میں طبع ہونے والے مصاحف میں کمی بیشی کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور علامہ سجاوندیؒ سے پہلے بھی ائمہ اوقاف نے معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کی قسمیں کی ہیں اور مواقع وقوف کی پورے قرآن مجید میں تعیین کی ہے اور ان کے لئے احکام بیان کئے ہیں اور موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ایضاح الوقف والابتداء للانباری متوفی ۳۲۸ھ الاکتفاء فی معرفۃ الوقف والابتداء لابی محمد الدانی متوفی ۴۴۴ھ الاہتداء فی بیان الوقف والابتداء للعلامہ ابن الجزریؒ۔ منار الہدی فی بیان الوقف والابتداء للاشمونی (یہ کتابیں عام طور پر دستیاب ہیں) المرشد لشیخ زکریا الانصاری (یہ کتاب منار الہدیٰ کے حاشیہ پر ہے) متقدمین و متاخرین میں بہت سے حضرات نے موضوع خاص کے طور پر اس علم وفن کی خدمت کو اپنا محبوب ترین مشغلہ بنایا جواب طلب بات یہ ہے کہ علماء اوقاف کا وقف کی قسمیں کرنا اور ان کے لئے رموز مقرر کرنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا حکم ہے؟ علامہ زرکشیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے وقف کی قسمیں اور ان کے احکام اور ان کے متعلقات کو بیان کرنے کے بعد اول الذکر نے برہان فی علوم القرآن میں ص ۳۵۴/ ج ۱/ اور ثانی الذکر نے الاتقان فی علوم القرآن ص ۸۹/ ج ۱/ میں لکھا ہے۔

وذهب ابويوسفؒ القاضی صاحب ابی حنيفهؒ الیٰ تقدير الموقوف عليه من القرآن التام والناقص والحسن والقبيح وتسميته بذالک بدعة ومتعمد الوقف علیٰ نحوه مبتدع . قال لان القرآن معجز وهو کالقطعة الواحدة فکله قرآن وبعضه قرآن وکله تام حسن وبعضهٗ تام حسن حکی ذالک ابوقاسم ابن برهان النحوی عنه.

جب یہ ہی بات مولوی حفیظ الدین صاحب اور مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے کہی کہ علامہ سجاوندی کے مقرر کردہ رموز اور ان پر وقف کرنا بدعت ہے اور آیات پر وقف کرنا ضروری وواجب ہے تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے

ان کے رد میں ردالطغیان فی اوقاف القرآن کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ جس میں حضرت نے یہ ثابت کیا کہ ان موقعوں پر وقف کرنا خلاف سنت نہیں ہے قاضی ابو یوسفؒ کی عبارت سے جو تعارض پیدا ہو رہا ہے اس کو حل فرمائیں اور مفصل و مدلل باحوالہ جواب سے مستفیض فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فجزاکم اللّٰہ احسن الجزاء فی الدارین۔

فقط والسلام

المستفتی۔ خلیق اللہ، مدرس مدرسہ صولتیہ ص، ب ۱۱۴/ مکۃ المکرّمۃ

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر علم وفن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جیسے صرف، نحو، معانی، بدیع، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ ان تمام اصطلاحات کو حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کرنا دشوار ہے۔ مثلاً اصطلاحات حدیث، مرفوع، مرسل، موقوف، منقطع، معضل، منکر، شاذ، غریب، فرد وغیرہ جس وقت علم حدیث کو بحیثیت فن مدون کیا گیا تو اسکی اصطلاحات بھی تجویز کی گئیں اسکو اس اعتبار سے بدعت کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں مگر ان کے مفاہیم میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور مفاہیم کے ادا کرنے کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ مگر چونکہ یہ اصطلاحات افہام وتفہیم کے لئے ہیں۔ امر تعبدی کے درجہ میں نہیں اس لئے ان کو اصطلاحی بدعت ضلالہ قرار دے کر رد کرنا بھی درست نہیں رموز قرآنیہ کا حال بھی یہی ہے ان اصطلاحات کو بدعت کہنا اس حیثیت سے کہ یہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول نہیں درست ہے لیکن ان کو بدعت ضلالۃ قرار دے کر رد کر دینا بھی درست نہیں[1] حضرات فقہاءؒ نے زلۃ القاری میں اس سے بحث کی ہے اور کسی جگہ

---

[1] البدعة اما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام اللّٰه ورسوله وكتدوين اصول الفقه وامامندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهدفى الصدرالاول الى قوله قال الشافعى رحمه اللّٰه مااحدث ممايخالف الكتاب اوالسنة اوالاثر اوالاجماع فهو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بھی وقف کو لازم قرار نہیں دیا ہے۔ جیسا کہ قراء و مجودین کا حال ہے۔

میم وقف لازم است مگر از او
گر بگذری بیم کفر است اندر او[1]

علامہ ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی[2] میں اور دیگر فقہاء نے اپنی کتابوں میں بے محل وقف کو تو بعض اقوال پر مفسد صلوٰۃ کہا ہے وقف نہ کرنے کو مفسد صلوٰۃ نہیں کہا اور ترجیح عدم فساد کو دی ہے علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اگر تمام قرآن کریم میں بالکل وقف نہیں کیا تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی یعنی طیِّ ارض کی طرح اگر حق تعالیٰ کسی کو قدرت دیدیں کہ وہ ایک سانس میں سارا قرآن شریف پڑھ دے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی بس یہ وقوف مزینات ومحسنات ہیں نہ کہ واجبات ومفسدات۔

المسئلة الثانية فی الوقف والابتداء فی غیر موضعهافان لم یتغیر به المعنی لاتفسدبالاجماع من المتقدمین والمتاخرین وان تغیربه المعنی ففیه اختلاف والفتویٰ علیٰ عدم الفسادبکل حال وهوقول عامة علمائناالمتاخرین لان فی مراعاة الوقف والوصل ایقاع الناس فی الحرج لاسیماالعوام والحرج

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ضلالة وما احدث من الخیر ممالایخالف شیئاً من ذٰلک فلیس بمذموم الخ مرقاة شرح مشکوٰة ص ۱۷۹، ۱۷۸ ج ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، تحت حدیث فان خیر الحدیث کتاب اللّٰه الخ مطبوعه بمبئی، شامی زکریاص ۳۹۹/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام.

[1] میم وقف لازم ہے مگر اس سے اگر گذر جائے تو اس میں اندیشۂ کفر ہے۔

[2] اماالوقف فی غیر موضعه والابتداء من غیر موضعه فلایوجب ذلک فسادالصلاة ایضالعموم البلوی بانقطاع النفس اوالنسیان وعدم معرفة المعنی فی حق العجم واکثر العوام وهذٰاعندعامة علمائناوعندبعض العلماء تفسدان تغیر المعنی تغیراً فاحشاً نحوان یقرأ لااله ووقف وابتداء بقوله الاهوهذٰامثال الوقف الی قوله فالصحیح عدم الفسادفی ذٰلک کله الخ غنیة المستملی ص ۴۸۱، ۴۸۰/ فصل زلة القاری، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

مدفوع کمافی الذخیرة والسراجیة والنصاب وفیه ایضاً لوترک الوقف فی جمیع القرآن لاتفسدصلاته عندناطحطاوی[1] علی مراقی الفلاح ص ۲۰۴/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۱۴۰۰ھ

بغیر تجوید کے قرآن کریم پڑھنا

سوال:- (۱) قرآن شریف پڑھنے کا کیا طریقہ ہے ادنیٰ سے ادنیٰ طریقہ کیسے پڑھنا چاہئے؟

(۲) مثلاً تراویح میں حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں اور ایسی جلدی پڑھتے ہیں کہ حروفِ مد (واو، الف، یا) کو جتنا کھینچنا چاہئے تھا نہیں کھینچا مثلاً فی قولہٖ تعالیٰ لوانزلنا کی جگہ لوانزلن الف کو نہیں کھینچا۔ اگر پڑھنے والا قرآن شریف کے معنی جاننے والا ہے تو کیا ہوگا؟ اور مقتدی عالم کا کیا حکم ہوگا اور مقتدی امی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر پڑھنے والا قرآن شریف کا جاننے والا نہیں ہے۔ صرف حافظ قرآن ہے تو پھر عالم مقتدی اور امی کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کو تجوید و ترتیل سے پڑھنا چاہیے۔ قصداً تجوید و ترتیل کو ترک کرنا درست نہیں۔ والاخذبالتجوید حتم لازم، من لم یجود القرآن آثم[2] لیکن عام لوگ تجوید حاصل نہیں کرتے علوم سے ناواقف ہیں اس غلبۂ جہل کی بنا پر فقہاء نے جوازِ نماز میں توسع سے کام لیا ہے۔ جو اہل علم ہیں۔ یعنی معنی سمجھتے ہیں وہ بھی اکثر مسائل تجوید سے واقف نہیں نہ ترتیل کی مشق کرتے ہیں نہ سب حفظ کا اہتمام کرتے ہیں نہ سارے حافظ تراویح

---

[1] (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۶ باب زلۃ القاری، مطبوعہ مصر)

[2] المقدمة الجزرية مع شرحه الفوائدالتجويدية ص ۴۳/باب التجويد مطبوعه مدينه منوره۔

ترجمہ: تجوید کا اختیار کرنا لازم ہے۔ قرآن پاک تجوید سے نہ پڑھنے والا گنہگار ہے۔

میں سناتے ہیں اس لئے ایسی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جن میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔ طحطاوی حاشیہ[۱] مراقی الفلاح میں ایسی غلطیوں کے متعلق کچھ قواعد بھی لکھے ہیں۔ فتاویٰ شامی[۲]، فتاویٰ قاضی خان[۳]، فتاوی عالمگیری[۴]، کبیری[۵] وغیرہ کتب فقہ میں بہت جزئیات بھی جمع کردی گئی ہیں۔ صورت مسئولہ میں بھی توسع ہے۔ قصداً اس طرح پڑھنا جائز نہیں کوئی عالم مقتدی ہو اور وہ سمجھے کہ معنی بالکل بگڑ گئے کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے تو وہ ایسی نماز کا اعادہ کرادے[۶]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح۔ بندہ نظام الدین عفی اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۶ھ

کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے

سوال: -قرآن کریم میں جو گول آیت ہ ہ جگہ بجگہ بنی ہوتی ہے اس گول آیت پر

---

۱ فالاصل فیھا عند الامام ومحمد رحمھما اللّٰہ تغیر المعنی تغیراً فاحشا وعدمه للفساد وعدمه مطلقا سواء کان اللفظ موجوداً فی القرآن اولم یکن وعند ابی یوسف ان کان اللفظ نظیره موجوداً فی القرآن لاتفسد مطلقاً تغیر المعنی تغیراً فاحشاً اولاوان لم یکن موجوداً فی القرآن تفسد مطلقاً ولایعتبر الاعراب اصلاً الی قوله امافی العمد فتفسد به مطلقاً بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاة اما اذا کان ثناء فلایفسد ولو تعمد الخ طحطاوی علی المراقی ص ۲۷۵/باب زلة القاری، مطبوعه مصر.

۲ وان لم یکن الابمشقة کالظاء مع الصاد والصاد مع السین فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلویٰ (شامی زکریا ص ۳۹۴/ج ۲/ مطبوعه کراچی ص ۶۳۱/ج ۱/ مطلب مسائل زلة القاری۔

۳ فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ص ۱۳۹/ج ۱/ فصل فی قرأة القرآن خطاء الخ مطبوعه مصر۔

۴ عالمگیری کوئٹه ص ۷۹/ج ۱/الباب الرابع فی صفة الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاری۔

۵ کبیری ص ۴۷۵/زلة القاری، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور۔

۶ وعلی هٰذا لو فعله قصداً ینبغی ان یفسد والاولی الاخذ بهٰذا فی العمد (شامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۲/ مطبوعه کراچی ص ۶۳۲/ج ۱/ مطلب مسائل زلة القاری)

کسی جگہ الف کسی جگہ میم، کسی پر جیم، کسی پر صل، تو اس صورت میں جس جگہ دل چاہے ٹھہر جائے اور جس جگہ دل نہ چاہئے نہ ٹھہرے جیسے ج، زید کا فرمانا ہے کہ ہر گول آیت پر ٹھہرنا ضروری ہے کیونکہ ان گول آیتوں میں ترمیم نہیں ہوتی۔ یہ بجنسہ وحی کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور جس کو حضرت عثمانؓ نے بجنسہ ترتیب دیا ہے اور بجنسہ ایسے ہی نازل ہوئیں۔ کیا ہر گول آیت پر ٹھہرے یا جہاں جیسی علامت حروف کی ہو ویسا عمل کرے جیسے ط، ج، ص، ق، ل، و، م، وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء کے نزدیک ان میں سے کسی مقام پر ٹھہرنا واجب نہیں یہ قرّاء کی اصطلاحات ہیں ان کی رعایت محض مستحب ہے۔ واجب نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تحقیق ضاد

سوال:- اکثر لوگ حرف ضاد کو دال پُر یا ظا پُر کی آواز پڑھتے ہیں اور بعض حفاظ و جہلاء کہتے ہیں کہ اسی طرح سے پڑھنا چاہیے۔ عربی میں دواد ہی پڑھا جاتا ہے اور اردو میں ضاد پڑھا جاتا ہے مگر جب دواد کا ثبوت کسی معتبر کتاب کا ان سے مانگا جاتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دیتے حالانکہ تجوید کی کتاب میں لکھا ہے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے یعنی حافۂ لسان اور متصل کی داڑھوں سے نکالنا چاہیے خواہ بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اور بندہ اسی طرح ادا کرتا ہے گو کہ بندہ عالم یا قاری نہیں ہے اور نہ حافظ

---

[1] فالوقف علی آیة آیة فی الآیات الطوال احسن وافضل واللّٰہ اعلم. (اعلاء السنن ص ۱۵۰/ ج۴/ابواب القراءة، مطبوعه امدادية) اللزوم والوجوب فی محل الوقف عرفی کوجوب سائراصول العربية الواجبة فان الوصل وکذاضده الفصل ای الوقف من احکام اللسان العربية ومن ثم لایجب ولایحرم وقف ولاوصل شرعاً (خلاصة البیان ص ۲۸/الوقف، مطبوعه امدادیه دیوبند)

ہے مگر علماء دین کے تصدق میں تجوید سے کسی قدر واقف ہے بندہ کے پاس رفع التضاد، فیض العزیز، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن، تجوید القرآن، جزری، مقدمۃ الجزری، فتویٰ ضاد، تبیین الضاد، فوائد مکیہ وغیرہ موجود ہیں۔ لہٰذا یہ کتابیں غلط ہیں یا غلط تھیں اور ضاد کو اس کے مخرج سے مع اس کی صفات کے پُرادا کرنا چاہیے یا بصورت دال۔ مستند اور معتبر کتب مع نام کتب تحریر کیا جائے اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تبیین الضاد میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال پُر یا ظاء پُر عمداً پڑھنا غلط ہے ایسا پڑھنے والا گمراہ اور گنہگار ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں مرقوم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجود و قاری ہو اور مخارج وصفات سے واقف ہو اگر وہ عمداً دال یا ظا پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہے قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور اگر صفات ومخارج سے واقف نہ ہو اگر وہ بلاقصد دال یا ظا پُر پڑھے تو اس کی نماز ہو جائیگی اور قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ مولانا عبدالوحید صاحبؒ ہدیۃ الوحید، میں اور مولانا اشرف علی صاحبؒ جمال القرآن میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال یا ظا پڑھنا غلط ہے اس سے معنی میں تغیر فاحش پیدا ہوتا ہے سنا گیا ہے کہ قصبہ کتھور ضلع رہتک میں کوئی قاری صاحب مدینہ شریف کے آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں ضاد کا پڑھنا غلط ہے دواد پڑھنا چاہیے۔ عربی زبان میں ضاد نہیں پڑھا جاتا ہے لہٰذا کیا قاری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے اور فتویٰ ضاد میں جو حدیث مرقوم ہے کہ **من زاد حرفا فی القرآن او نقص منه او بدل حرفاً بحرف متعمداً فقد کفر** یہ دونوں حدیث صحیح ہیں یا غلط اول تو حدیث اور فقہ اکبر کی عبارت تو ملا علی قاری کی لکھی ہے مگر صحیح ہے یا غلط رفع التضاد میں مرقوم ہے کہ جو شخص مخارج وصفات سے واقف نہیں ہے اگر دال یا ظاء پڑھتا ہے تو اس کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جب تک وہ کوشش کرتا رہے گا تب تک اس کی نماز جائز قرار دی جائیگی اور جب کوشش کرنا چھوڑ دیگا تب اس کی نماز فاسد ضرور قرار دیجائیگی یہ مضمون صحیح ہے یا غلط جہاں تک ہوسکے معتبر اور مستند کتب کے موافق اس کا جواب تحریر کیا جائے اور ان کتب کا نام بھی تحریر کیا جائے کہ

جن کے مطابق جواب لکھا جائے یا علماء دین خود یہاں تشریف لاکر یہاں کے جاہلوں کو سمجھائیں بندہ تو دو سال سے سمجھا رہا ہے مگر میرا کہنا سب غلط سمجھتے ہیں۔ جو شخص باوجود لاعلم ہونے فقہ اور حدیث کے اور تجوید کے اگر توجیہات رکیکہ بیان کرے اور حدیث وفقہ کا منکر ہو اور کہے تمام زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے تو ہم کیوں نہ کریں اور حدیث وفقہ کا کسی طرح قائل نہ ہو حالانکہ وہ جانتا ہے کہ فلاں چیز شرعاً حرام ہے اور ناجائز ہے مگر اتباع نفس سے اس کو حلال اور جائز قرار دے تو اس کو مولانا عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ جلد اول میں کافر لکھتے ہیں تو جب وہ کافر ہوا تو شرعاً اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ضاد، ظاء، دال، تینوں علیحدہ علیحدہ مستقل حروف ہیں۔ ضاد اور ظاء اکثر صفات میں شریک ہونے کی وجہ سے مشابہ ہیں تاہم دونوں کا مخرج علیحدہ ہے اور ضاد میں صفت استطالت زائد ہے جو ظاء میں نہیں ومنهم من يجعلها ظاء الخ هٰذا ليس بعجيب لثبوت التشابه وعسر التميز بينهما فانه يشارك ظاء في صفاتها كلها ويزيد عليها باستطالة فلو لا اختلاف المخرجين والاستطالة في الضاد لكانت ظاء اھ جهد المقل[1] ملا علی قاری شارح جزریہ اس شعر کے تحت و الضاد باستطالة ومخرج، مَيِّزْ من الظاء وكلها تجي تحریر فرماتے ہیں لما كان تمييزه عن الظاء مشكلا بالنسبة الىٰ غيره امر الناظم بتمييزه عنه[2] جب کہ باوجود اس کثیر تشابہ کے دونوں میں تمیز کرنا اور ظاء کی جگہ ضاد یا اس کے عکس قصداً پڑھنا درست نہیں تو پھر ضاد کی جگہ دال پڑھنا یا ضاد کو مشابہ دال پڑھنا کیسے درست ہوگا۔ کیونکہ دونوں کی اکثر صفات علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہیں لہٰذا ضاد کو اس کے مخرج سے مع جمیع صفات کے حسب الطاقۃ ادا کرنا ضروری ہے البتہ اگر ادائیگی

---

[1] جهد المقل ص ۹۸/مطبوعه احمديه .

[2] المنح الفكرية شرح متن الجزرية ص ۳۸/باب اللامات ،مطبوعه مصر .

پر قدرت نہ ہوتو معذوری ہے تاہم اگر اس سے بہتر امامت کا اہل ادائیگی پر قادر موجود ہوتو اس کو امام بنانا چاہئے۔ کتب مذکورہ فی السوال مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ[1] میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے شرح فقہ اکبر میں عبارت مندرجہ فی السوال نظر سے نہیں گذری البتہ یہ عبارت موجود ہے۔ سئل الامام الفضلی عمن یقرالظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة اویقرأاصحاب الجنة مکان اصحاب النار اوعلیٰ العکس فقال لاتجوز امامته ولوتعمدیکفرقلت اماکون تعمده کفراًفلاکلام فیه اذالم یکن فیه لغتان فی ضنین الخلاف. سامی واماتبدیل الظاء مکان الضادففیه تفصیل وکذاتبدیل اصحاب الجنة فی موضع اصحاب النار وعکسه ففیه خلاف وبحث طویلٌ اھ[2]

حدیث من زادحرفاً الخ کا مضمون درست ہے اور نماز کی صحت وفساد کے متعلق رفع التضاد میں صحیح لکھا ہے مادام فی التصحیح والتعلم ولم یقدرعلیه فصلاته جائزة وان ترک جهده فصلاته فاسدةردالمحتار[3] حدیث وفقہ کا انکار کرنا جہالت اور سخت خطرناک ہے اندیشۂ کفر ہے توبہ کرنا ضروری ہے[4] حرام قطعی بعینہ کو حلال قطعی کہنا بھی

---

[1] د، ظ، ض، حروف جداگانہ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک نہیں ہے اس میں شک نہیں ہیکہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے اور دال پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں (تالیفات رشیدیہ ص ۲۷۲ رمطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور۔

[2] شرح فقه اکبر ص ۲۰۵ رمن قراء الظاء مقام الضاد الخ. مطبوعه مجتبائی دهلی۔

[3] شامی زکریا ص ۳۲۸ رج ۲ ر باب الامامة ،مطلب فی الالثغ۔

[4] انکار حدیث شریف چند احتمال دارد اول آنکہ تمامی احادیث را انکار کند ایں خود کفر ست، دوم آنکہ حدیثے متواتر بے تاویل را انکار نماید ایں انکار ہم کفر ست الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۹ رج ۱ ر) احکام انکار حدیث شریف، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ: حدیث شریف کے انکار میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ تمام احادیث کا انکار کرے یہ خود کفر ہے دوم یہ ہے کہ حدیث متواتر بے تاویل کا انکار کرے یہ بھی کفر ہے۔

کفر ہے[1] لہٰذا توبہ کرنا فرض ہے اور احتیاطاً تجدید[2] نکاح وتجدید ایمان بھی کرنا واجب ہے۔ ایسے لوگوں کے درپے ہونا اس طرح پر کہ وہ حدیث کا انکار کر بیٹھیں مناسب نہیں بلکہ ان کو نرمی اور احتیاط سے سمجھا دینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال ۵۳ھ

کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے

سوال:- ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو آج کل قاری لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ لہجہ سیکھنے اور اس کے مطابق پڑھنے کو حرام کہتے ہیں سورۂ کہف میں لفظ عوجاً کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کیا لہجہ سیکھنا اور اس کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف جس طرح حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اسی طرح آپ نے صحابہ کرامؓ کو سکھایا پھر اسی طرح بعد کے لوگوں کو سکھایا گیا اصل لہجہ حدیث پاک سے ثابت ہے[3] ایک صحابی بالکل اسی لہجہ میں دوسروں کو پڑھ کر بتاتے ہیں جس طرح حضور اکرم ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ کی اور صحابہ کرامؓ کی تلاوت قواعد کے مطابق ہوتی تھی اس وقت تک قواعد کتابی صورت میں نہیں تھے بعد کے حضرات نے ان کو لکھا ہے اور یہ سب قواعد آنحضرت ﷺ

---

[1] ان من اعتقد الحلال حراماً اوعلی القلب یکفر اذا کان حراماً بعینه وثبتت حرمته بدلیل قطعی. (طحطاوی علی مراقی ص ۷۴/) باب الحیض والنفاس والاستحاضة، مطبوعه مصر.

[2] ماکان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط عالمگیری ص ۲۸۳/ ج ۲/ قبیل الباب العاشر فی البغاة.

[3] عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً اِقْرَأُوْا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا، الحدیث (اعلاء السنن ص ۱۵۵/ ج ۴/ ابواب القراءة، باب ماجاء فی وجوب تجوید القرآن مطبع امدادیه)

ترجمہ: قرآن کو عرب کے لہجوں اور ان کی آواز کے مطابق پڑھو۔

اور صحابہ کرامؓ کی تلاوت سے ہی بنائے گئے ہیں، فن تجوید ایک مستقل فن ہے جو بغیر استاد کے سیکھے حاصل نہیں[1] ہوسکتا۔ کسی چیز کو حرام کہنا جب تک اس کے حرام کہنے کی دلیل نہ ہونا جائز ہے اور جو چیز حضرت رسول مقبول ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا تو انتہائی جسارت ہے،[2] بعض لوگ جو حقیقتاً قواعد تجوید سے واقف نہیں قواعد موسیقی کے مطابق سر ملا کر پڑھتے ہیں جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں حالانکہ وہ مد نہیں بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے اور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے[3] اس سے معنی میں کافی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہو جاتے ہیں۔

---

[1] عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُبَيِّ بْنِ كَعَبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَعَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ أَاللّٰهُ سَمَّانِیْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَرَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ (مشكوٰة شريف ۱۹۰/ كتاب فضائل القرآن طبع ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن پاک پڑھ کر سناؤں۔ کہا کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں عرض کیا میرا ذکر رب العالمین کے سامنے کیا گیا ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں پس ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ووجه تخصيصه بذلك انه بذل جهدة فی حفظ القرآن وماينبغی له حتی قال ﷺ اقرؤ كم ابی ولما فيض له من الامامة فی هذاالشان امرالله نبيه ﷺ ان يقرأعليه ليأخذعنه رسم التلاوة كمااخذه نبی الله صلی الله عليه وسلم عن جبرائيل ثم ياخذه علی هذه النمط ا لاخرعن الاول والخلف عن السلف (الی قوله) قال النووی وفی الحديث فوائد جمة منهااستحباب القرآة علی الحذاق واهل العلم به الخ (مرقاة المفاتيح ص۶۱۲، ۶۱۳/ ج ۲/ كتاب فضائل القرآن، مطبوعہ بمبئی، خلاصۃ البیان ص ۸/ ملاحظہ ہو)

[2] القراء ت السبع متواترة معلومة من الدين بالضرورةوكل حرف انفردبه واحد من العشرة معلوم من الدين بالضرورة انه منزل علی رسول الله صلی الله عليه وسلم لايكابرفی شی ء من ذالك الا جاهل الاتقان ص۸۳/ ج ۱/ النوع الثانی معرفة المتواتروالمشهور، مطبوعه دارالفكر .

[3] قال العلماء رحمهم الله تعالیٰ يستحب تحسين الصوت بالقرأة وتزيينها مالم يخرج عن حدالقرأة بالتمطيط فان افرط حتی زاد حرفا اواخفاء فهو حرام (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سورہ کہف میں ''عوجاً'' دونوں طرح پڑھنا درست ہے سکتہ سے بھی اور بغیر سکتہ کے بھی جب سکتہ سے پڑھیں گے تو اس پر تنوین نہ ہوگی اور بغیر سکتہ کے اگر پڑھیں گے تو اس پر تنوین پڑھیں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجتماع قراء کا حکم

سوال:- یہاں دہلی میں ایک اجتماع قراء کا قرار پایا ہے جس میں نامور اور مشہور قاری حضرات تشریف لاویں گے وزراء اور امراء بھی شرکت کریں گے۔ مختلف قاری جو سنانے کیلئے تجویز کئے جائیں گے ان کی قراءت سن کر ان کو انعام بھی قراءت کے موافق دیا جائے گا ایسے اجتماع میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی بشارت ہے اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) انتهى فان قلت ماتصنع فيما نص عليه فى البزازية وغيرهامن كتاب الاستحسان قرأة القرآن بالا لحان معصية والتا لى والسامع آثمان قلت محله ماذااخرج لفظ القرآن عن صيغته بادخال حركات فيه اواخراج حركات منه اوقصر ممدود اومد مقصور او تمطيط يخفى به اللفظ اويلبس به المعنى فهو حرام يفسق به القارى وياثم به المستمع لانه عدل به عن نهجة القويم الى الا عوجاج (فتاویٰ خیریہ ص۱۷۷/ج۲/اعلاء السنن ص۱۵۵/ج۴/ ابواب القراءة ،باب ماجاء فى وجوب تجويدالقرآن،مطبوعه امداديه مكه مكرمه)

[1] فائدہ قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے الی قولہ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عِوَجاً قَيِّماً۔ تو اگر عوجاً پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا (جمال القرآن ص۳۰/ چودھواں لمعہ فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو۔ خوف وخشیت طاری ہو ہیبت الٰہی سے کانپتے ہوئے اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہوں[1] ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں، صحابہ کرامؓ میں یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے[2]۔

پیسہ کمانا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو۔ اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے خواہ اہل قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو۔ یا اپنی تعریف وشہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز وزیر وبم کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو اس کی ہرگز اجازت نہیں[3] اس پر سخت وعید ہے۔ حدیث شریف[4] میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جن

---

[1] عَنْ طَاوُسٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيَّ ﷺ اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتاً لِلْقُرْآنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَ ةً قَالَ مَنْ اِذَاسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ اُرِيْتُ اَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ قَالَ طَاوُسٌ وَكَانَ طَلْقٌ كَذٰلِكَ رواه الدارمی (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۱/ کتاب فضائل القرآن، باب الفصل الثالث طبع یاسر ندیم دیوبند)(انه یخشی اللّٰه)وتأثر قلبک منه اوظهر علیه آثار الخشیة کتغیر لونه و کثرة بکائه الخ (مرقاۃ المفاتیح ص۶۱۸/ ج۲/ مطبع اصح المطابع بمبئی)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے والا اور اچھی قرأت کرنے والا کون ہے ارشاد فرمایا جب تو اس کو قرأت کرتے ہوئے سنے تو یہ خیال ہو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔

[2] قدکان اصحاب رسول ﷺ وآله واصحابه اذااجتمعوا امروا احدهم ان یقرأ سورة من القرآن کذافی الغرائب (الهندیة ص ۳۱۶/ ج۵/) کتاب الکرهیة، الباب الرابع فی الصلاة و التسبیح طبع کوئٹه الخ.

ترجمہ: حضرت رسول مقبولؐ کے اصحاب جب جمع ہوتے اپنے میں سے کسی ایک کو قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیتے۔

[3] ویمنع القاری للدنیا الی قوله وقدقال العلماء ان القاری اذاقرأ لاجل المال فلاثواب له الخ شامی زکریا ص۷۷، ۷۸/ ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستجار علی التلاوة الخ.

[4] عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَا لَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کوسب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور دوزخ کوان سے دھونکایا جائے گا۔ان میں سے ایک قاری کوبھی شمار کیا گیا ہے جو اسلئے تلاوت کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں کہ بہت اچھا قاری ہے اب آپ خود ہی منطبق کریں کہ آپ کے یہاں کے اجتماع کی شان کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر قرآن کوقراءت کے ساتھ پڑھنا

سوال:- غیر قرآن کوقرأت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قواعد عربیت کی رعایت سے پڑھے تو ٹھیک ہے مگر قرآن کے ساتھ غیر قرآن ملتبس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) یُقْضٰی عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَجُلٌ اُسْتُشْھِدَفَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعْمَتَہٗ فَعَرَّفَھَافَقَالَ مَاعَمِلْتَ فِیْھَاقَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اُسْتُشْھِدْتُ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُقَالَ جَرِیٌّ فَقَدْقِیْلَ ثُمَّ اُمِرَبِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِوَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَّفَھَاقَالَ فَمَاعَمِلْتَ فِیْھَاقَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ وَقَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْآنَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّکَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِیُقَالَ ھُوَقَارِیٌ فَقَدْقِیْلَ ثُمَّ اُمِرَبِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص۳۳/) کتاب العلم طبع یاسر ندیم دیوبند۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ ایک شہید ہوگا اس کولایا جائے گا۔نعمتیں اس کو سجھائی جائیں گی وہ ان کو جان لے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا ان نعمتوں کی خاطر تونے کیا عمل کیا وہ کہے گا تیرے راستہ میں قتال کرتا کرتا میں شہید ہوگیا خدا فرمائیگا جھوٹ ہے بہادر بننے کیلئے تونے قتال کیا دنیا میں تجھے بہادر کہدیا گیا پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈالدیا جائے گا دوسرا وہ آدمی ہوگا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا اس کولایا جائیگا خدا کی نعمتیں اس کو سجھا کر اور اقرار کرا کر اس سے کہا جائے گا ان نعمتوں کے سلسلہ میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور میں نے قرآن پڑھا خدا کہے گا جھوٹ ہے تونے عالم اور قاری کہلوانے کے لئے پڑھا اور پڑھایا تجھکو عالم اور قاری کہدیا گیا پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا اسکو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈالدیا جائے گا۔

نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قراءت سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں

سوال:- ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا جیسا اور جو نبی کریم ﷺ کی طرف نازل ہوا تھا وہی آج بھی بین الدفتین موجود ہے قراء سبعہ کی روایات میں زیر، زبر، پیش کا حتی کہ الفاظ کا بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کیا اس سے عقیدہ پر زد نہیں پڑتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قراء سبعہ کی قرآتیں بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں[2] ان کی خود کی ایجاد نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معروف ومجہول کا تلفظ

سوال:- ایک مدرسہ میں بچوں کو بہ کے بجائے بے پڑھاتے ہیں اور دوسرے

---

[1] ملاحظہ ہو فوائد مکیہ ص ۲۴، ۲۵/ تیسرا باب فصل پنجم۔

[2] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَأَنِىْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِيْدُهٗ وَيَزِيْدُنِىْ حَتّٰى اَنْتَهٰى اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ بخاری شریف ص ۷۴۶، ۷۴۷/ ج ۲/ کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف مکتبہ اشرفی دیوبند۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو ایک حرف پر قرآن پڑھایا میں نے ان سے زیادتی کا سوال کیا اور برابر کرتا رہا وہ بھی زیادتی کرتے رہے یہاں تک کہ سات طریقہ سے پڑھنے کی اجازت مل گئی۔

مدرسہ میں بـــہٖ کے بجاء بـــی ہٖ پڑھاتے ہیں۔اب دونوں میں سے کون سے الفاظ صحیح ہیں۔ کیوں کہ دونوں کے الفاظ الگ الگ ہیں۔اصل میں کس طرح پڑھایا جائے۔دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے؟ اور معنیٰ میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں طرح پڑھانے سے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں آتا۔البتہ عربی تلفظ ب معروف ہے مثلاً ب اوری کو ملا کر پڑھیں گے تو بـــی پڑھیں گے۔بـــے نہیں پڑھیں گے۔یہ چیز تحریر سے سمجھانی مشکل ہے۔تلفظ سے زبانی سمجھ میں جلد آئے گی۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۴/۴ھ

نون قطنی کے ساتھ نماز

سوال:-امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا امام صاحب نے صحیح پڑھا کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہنچی نائب متولی نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑبڑ ہوتی ہے امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی کیونکہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے، پھر بعض لوگوں نے متولی سے کہا کہ آپ اس کا فتویٰ منگائیے۔متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب نے یہ قواعدِ تجوید کے موافق پڑھا ہے کتب تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً

موجود ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ

سوال:- (۱) سورۂ بقرہ رکوع ۱۴ر میں ہے ثم اضطرہٗ بعض ہمزہ کو حذف کر کے میم کو ضاد سے ملا کر پڑھتے ہیں اور کہتے کہ یہی صحیح ہے اور بعض ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون سا صحیح ہے؟

(۲) سورۂ مائدہ رکوع ۱۴ر میں ہے ثم اصبحوا بھا میں بعض ہمزہ کے حذف اور بعض اثبات کر کے پڑھتے ہیں، کونسا صحیح ہے۔؟

(۳) سورۂ مائدہ رکوع ۲ر میں ان لاتعدلوا اعدلوا میں بعض حالت وصل میں اُعدلوا اور بعض وقف کر کے اِعدلُوا پڑھتے ہیں کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے؟

(۴) سورۂ توبہ رکوع ۴ر میں یوم حنین اذا اعجبتکم میں بعضے ہمزہ کو حذف کر کے نون کو ذال سے ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض وقف کر کے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں، کونسا صحیح ہے کونسا غلط ہے؟

(۵) سورۂ طٰہٰ رکوع ۱۰ر میں من اٰیاتنا الکبریٰ اذھب الیٰ فرعون میں بعضے ہمزہ کو حذف کر کے نون قطنی لگا کر پڑھتے ہیں اور بعضے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں، آیا کونسا صحیح ہے؟

(۶) سورۂ حج رکوع ۹ر میں ذالکم النار میں بعضے وقف کر کے پڑھتے ہیں اور بعض ذالکم اَلنَّار پڑھتے ہیں، کونسا جائز ہے؟

---

[1] فوائد مکیہ ص ۴۱ر تیسرا باب پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں طبع امدادیہ دیوبند۔ احسن التجوید ص ۶ر البتہ افضل یہ ہے کہ اس کو بغیر تنوین کے پڑھیں یعنی لفظ اَحَدٌ پر وقف کر کے دال کے سکون کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے یُقَالُ لَا یُنَوَّنُ اَحَدٌ ای وَاحِدٌ ج ۲ ر بخاری شریف ص ۷۴۳ر کتاب التفسیر، سورۃ قل ھو اللّٰہ احد مکتبہ اشرفی دیوبند۔

مزید عرض ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیے یا اپنی رائے کے مطابق محض اپنے کو قاری مشہور کرنے کی غرض سے بلا قانون کہیں حذف، کہیں اثبات، کہیں ادغام، کہیں وصل، کہیں تغییر پڑھنا ہو تو جائز ہے اور ایسے قاری کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی جوابات مع دلیل وحوالہ کتب مرحمت فرمائیں بے حد ممنون ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ ہمزہ وصل نہیں بلکہ واحد متکلم کا ہے اس لئے یہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ ثابت رہے گا۔

(۲) یہ ہمزہ بابِ افعال کا ہے جو کہ قطعی ہے وصلی نہیں، اس لئے یہ بھی ثابت رہے گا۔

(۳) وقف کر کے اِعـدِلُـوا پڑھنا چاہیے۔ وقف نہ کرنا ہو تو اعـدِلُـوا کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔

(۴) یہ ہمزہ ساقط نہیں ہوگا باقی رہے گا۔

(۵) نون قطنی تو تنوین کی حالت میں آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لئے نون قطنی تو یہاں غلط ہے اس کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر الکبری پر وقف کیا جائے تو اِذْهَبْ کا ہمزہ پڑھا جائے گا۔ وصل کی حالت میں ساقط ہو جائے گا۔

(۶) یہاں وصل بھی صحیح ہے اس صورت میں النار کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا اور ذٰلکم کے میم پر ضمہ آئے گا۔ وقف کرنا زیادہ اچھا ہے اس صورت میں ذٰلکم میں میم پر سکون ہوگا اور النار کا ہمزہ پڑھا جائے گا۔ قرآن کریم کو قواعد کے موافق پڑھنا چاہیے[۱] اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کیا جائے یہ خطرناک ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۹۵ھ

---

[۱] والأخذ بالتجويد حتم لازم، من لم يجود القرآن آثم يعنى مراعاة قواعد التجويد والأخذ بذالک أى العمل به فرض عين لازمٍ لكل من قرأ القرآن (مقدمه جزرية على هامش فوائد مرضية ص ۱۹ / باب معرفة التجويدمطبوعه امداد الغرباء سهارنپور)

[۲] من قال فى القرآن بغيرعلم فليتوأمقعده من النار مشكوة شريف ص ۳۵/ كتاب العلم الفصل الثانى طبع ياسر نديم ديوبند .

سورۂ قدر میں امر یا سلام پر وقف

سوال: -سورۂ قدر میں امر پر ٹھہرے یا سلام پر یا دونوں جگہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں جگہ میں اختیار ہے جہاں چاہے وقف کرے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۵ھ

وقف غفران کا مطلب

سوال: -قرآن مجید کے حاشیہ پر جا بجا وقف غفران لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مطلب ہے کہ اس مقام پر وقف کرنا بھی درست ہے، اور نہ کرنا بھی درست ہے، دونوں میں کسی بات پر مواخذہ نہیں، بلکہ دونوں فعل مغفور ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

لفظ اللہ میں مد کی مقدار

سوال: - یہاں پر ایک مولوی صاحب سے بحث ہوگئی ہے، کہ لفظ اللہ پر مد کتنا ہونا چاہئے، الف کے برابر یا کم بعض کہتے ہیں کہ اس میں مد جائز ہی نہیں، جلالت کے لئے مد صرف "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" میں خاص ہے، یہ مسئلہ قرأت میں کس طرح ہے، ہندو عرب والوں کا

---

[1] اخبر الناظم رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه ليس فی القرآن وقف واجب اذاتركه القاری اثم ولاحرام اذافعله اثم الیٰ ماقال فلايكون الوقف واجباً ولاحراماً الاان يكون له سبب يستدعی علی تحريمه الخ الفوائد التجويدية فی شرح المقدمة الجزرية ص ۱۶۶/باب الوقف والابتداء طبع مدينه منوره.

[2] ملاحظہ ہو جامع الوقف، ص۱۲/ساتواں سبق۔

عمل اس میں کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

المدفی اسم الجلالة (الله) مد طبعی فی حالة الوصل مقدار الف کما قال فی خلاصة البیان[1] ص ۲۱/والمدطبعی و هو اطالة المدة بحسب الطبع مع عدم السبب و مقداره بقدرالف لا ازید ولا انقص سواء کانت المدة مرسومة نحو قال یقول قیل ام لا نحورحمن الخ اما فی حالة الوقف فمد عارضی یجوز فیه الطول بثلث الفات للسکون ثم التوسط بالفین ثم القصر بالف لجواز التقاء الساکنین فی الوقف ولعدم الاعتداد بالعارض وهو السکون الوقفی بالاسکان اوبالاشمام لابالروم للحرکة فحٍ قصر فقط خلاصة البیان[2] ۲۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۱ھ

لفظ اللہ کا تلفظ بقاعدۂ تجوید

سوال:-ایها السادة ماذا تقولون فی قراء ة بعض الاخوان فی بلادنا لفظ الجلالة (الله) یصیر اللام فیه ضاداً وظاءً بالتفخیم بلا ترقیق ویقولون ان التفخیم سنة عقب الضم و الفتح هل تصح صلوٰتهم ام لا، ولما تبین لهم هذا الخطاء لم یرجعوا عن ذٰلک لکن یداو مون علیٰ غلطهم عنادا اوسهواً اوجسارة فهل یصح الاقتداء بهم فی الصلوة ام لا وهل ینبغی اعادة الصلوة اذالم یصح الاقتداء؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداًومصلیاً

لفظ الجلالة (الله) باللام لیس فیه الرائحةمن الضاد والظاء فمن یقرأ بالضاد

ترجمہ وخلاصہ جواب: اسم جلالہ یعنی لفظ اللہ میں بحالت وصل مد طبعی یعنی ایک الف کی مقدار ہے اور بحالت وقف طول بھی جائز ہے، یعنی تین الف اور توسط یعنی دو الف اور قصر یعنی ایک الف فقط۔

[1] خلاصة البیان ص ۲۱/المدالطبعی۔

[2] خلاصة البیا ن ص ۲۲/مطبوعه امدادیه دیوبند۔

و الظاء متعمداً لا یصح الاقتداء به بل تجب اعادة الصلوٰة بهذا التحریف۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

قراءت قرآن کا تقابل

سوال:- ہمارے شہر میں تقریباً تین چار سال کے بعد ایک جشن بنام جلسۂ قرأت کیا جاتا ہے جس میں شہر و بیرون شہر کے قرأ حضرات بلائے جاتے ہیں اور وہ اپنے فن قرأت کا اظہار مختلف لہجہ میں کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ ایک تقابل توازن کی صورت ہو جاتی ہے بعد ختم جلسہ قرأت ان قراء کو بحسب اظہار فن قرأت قرآن پاک انعام دیئے جاتے ہیں یعنی کہ سب سے اچھے پڑھنے والے کو سب سے اونچا انعام دیا جاتا ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ریا تفاخر تقابل فی القرآن جو کہ ایک امر قبیح ہے بلکہ حرام کا درجہ رکھتا ہے نیز تلاوت قرآن پاک کے وقت اس مجلس میں یا اس سے دور ہٹ کر سگریٹ پینا بیڑی پینا تمام نامناسب باتیں کرنا ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جشن کا شریعت مطہرہ میں کیا رتبہ ہے؟

ترجمہ سوال: اے سردارانِ قوم! کیا فرماتے ہیں آپ ہمارے چند شہری بھائیوں کے لفظ جلالہ (اللہ) کو اس طرح پڑھنے کے سلسلہ میں کہ جس میں لام ضاد یا ظاء ہو جاتا ہے۔ تفخیم کے ساتھ سے بغیر ترقیق کے اور وہ کہتے ہیں کہ تفخیم ضم اور فتح کے بعد سنت ہے۔ کیا انکی نماز صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور جبکہ انکی یہ غلطی واضح ہوگئی وہ اس سے رجوع نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی غلطی پر دشمنی کی وجہ سے یا انجانے میں یا جسارت کرتے ہوئے برقرار ہیں تو کیا انکی اقتداء نماز میں صحیح ہے یا نہیں اور اقتداء درست نہ ہونے کی صورت میں نماز کا اعادہ مناسب ہے؟

ترجمہ جواب: لفظ جلالہ (اللہ) لام کے ساتھ ہے اس میں ضاد اور ظاء کی بوء بھی نہیں ہے لہذا جو شخص ضاد اور ظاء کے ساتھ پڑھے قصداً اسکی اقتداء درست نہیں بلکہ اس تحریف کی بناء پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

[1] وکذالو کرر کلمة وصح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب العالمین للاضافة کما لو بدل کلمة بکلمة و غیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات، وتمامه فی المطولات، الدر المختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۶۳۳/شامی زکریا، ج ۲/ص ۳۹۷/باب زلة القاری.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تقابل اور تفاخر اور اس کا انعام غلط طریقہ ہے بعض قراء نے اس کو ذریعہ کسب بنالیا ہے اس سے پرہیز کیا جائے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

زبر، زیر، پیش

سوال: - زبر کے کیا معنی ہیں اور زیر اور پیش کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زبر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے الف پیدا ہوتا ہے، زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے یا پیدا ہوتی ہے، پیش ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے واو پیدا ہوتا ہے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۲ھ

تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق

سوال: - دو آدمی ہیں ایک ناظرہ قرآن شریف پڑھنے والا، اور ایک عالم آدمی ہے جس نے عربی تعلیم صَرف ونحو کے ساتھ پڑھا ہے، ناظرہ پڑھنے والے کو دس نیکیاں ہیں ایک حرف پر۔ یہ اگر ترجمہ کے ساتھ پڑھے تو ایک حرف پر کتنی نیکیاں ملیں گی؟ دوسرے وہ شخص جو عالم ہے اب تلاوت کرنے پر کتنا ثواب ہے ہر حرف پر؟ اگر ترجمہ کو خیال وتصور میں لائے

---

[1] اقرأوا القرآن ولا تاکلوبه الحدیث فیض القدیر ص ۶۴/ ج ۲/ حدیث نمبر ۱۳۳۸/ دار الفکر بیروت .

[2] واو اخت ضمہ بود والف اخت فتحہ ویا اخت کسرہ (وفی الحاشیہ) از انکہ از کشیدن ضمہ واو پیدا می شود از کشیدن فتحہ الف پیدا می شود از کشیدن کسرہ یا حادث می گردد پنج گنج ص ۵/ مطبوعہ کانپور۔

اور اگر نہ لائے اور حافظوں کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ پڑھ رہا ہے اور خیال کہیں اور ہے تو کتنا ثواب ملے گا۔ کیا پہلی صَرف ونحو والی کمائی اب کام دے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جس قدر زیادہ تدبر کے ساتھ عظمتِ قرآنِ کریم کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے گا اسی قدر زیادہ ثواب پائے گا[1] تدبر کے لئے صرفی صیغوں اور نحوی ترکیبوں کا ذہن میں آنا کافی نہیں۔ بلکہ کلام اور متکلم کی جلالتِ شان اور آیات رحمت وآیات عذاب پر رجاء و خوف اور اوامر ونواہی پر عزم عمل واجتناب وغیرہ اثرات کا پیدا ہونا تدبر کا ثمرہ ہے۔ بڑا زبردست عالم بھی اگر بے دھیانی سے تلاوت کرتا ہے تو وہ ان ثمرات سے خالی رہتا ہے۔ صَرف و نحو سے ناواقف آدمی اگر دھیان سے تلاوت کرتا ہے تو اس کے قلب میں بھی رقت پیدا ہوتی ہے[2] اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ عالم اگر دھیان سے کام لے تو اس کے لئے زیادہ موقع ہے اس کا درجہ ہی بلند ہے۔ پھر ایک اور دس کا حساب بھی عام حساب ہے۔ ورنہ خزانۂ غیب سے بے شمار و بے حساب ملتا ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال الطیبی والمنزلة التی فی الحدیث فی ماینالہ العبدمن الکرامة علی حسب منزلته فی الحفظ والتلاوة لاغیروذلک لماعرفنامن اصل الدین ان العامل بکتاب اللّٰہ المتدبرلہ افضل من الحافظ والتالی لہ اذالم ینل شأنہ فی العمل والتدبرالخ(مرقات ص ۳۵۴/ج ۴/)مطبوعہ اصح المطابع بمبئی ص ۵۸۹/ج ۲/کتاب فضائل القرآن ،الفصل الثانی .

واعلم ان القراٰن لم ینزل لقرأة الفاظہ فقط بل انما انزل لیتدبرآیاتہ ویتفکرمعانیہ ویعمل بمافیہ من الاوامروالنواھی وغیرھما(شرح شرعة الاسلام ص ۵۶/الاتقان ص ۱۰۸/ج ۱/النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوة دارالفکربیروت.

[2] قالواواستحباب الترتیل للتدبرولانہ اقرب الی الاجلال والتوقیرواشدتأثیراً فی القلب ولھذا یستحب للأعجمی الذی لایفھم معناہ انتھی (الاتقان ص ۱۰۸/ج ۱/النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوة طبع دارالفکربیروت.

(نمبر۳/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا سورۂ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے

سوال:- (۱) سورہ لہب کا فرض نماز میں پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟
(۲) قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معنی پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سورۂ لہب بھی قرآن کریم کی سورت ہے۔اس کا بھی نماز میں پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔لقولہٖ تعالیٰ فَاقْرَاُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرآنِ۔[1]

(۲) جو شخص قرآن شریف کے معنی سمجھتا اور تلاوت کرتا ہے وہ بھی مستحق اجر ہے۔ لحدیث مَنْ قَرَاَ حَرْفاً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرَۃِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ. اَلٓمٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ. رواہ الترمذی والدارمی (مشکوٰۃ شریف[2]) ص ۱۸۶/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۲ھ

آیات قرآنیہ کی ترتیب

سوال:- قرآن شریف کی ترتیب کس لحاظ سے ہے عام طور پر مشہور ہے کہ آخری

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[3] (قولہ والحسنۃ بعشر امثالھا) ای مضاعفۃ بالعشر وھو اقل التضاعف الموعود بقولہ تعالیٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا واللّٰہ یضاعف لمن یشاء (مرقاۃ ص ۳۵۵/ ج ۴/) طبوعہ اصح المطابع بمبئی ص ۵۹۰/ ج ۲/ کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی۔

---

[1] سورہ مزمل آیت ۲۰/۔ **ترجمہ**: سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔ (بیان القرآن)

[2] مشکوۃ شریف ص ۱۸۶/ کتاب فضائل القرآن الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. سنن الدارمی ص ۴۳۱/ ج ۲/ باب فضل من قرأ القرآن دار الکتب العلمیہ۔

ترجمہ: جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے اس کے عوض نیکی ہے اور نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔

آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ الآیۃ اور بعض جگہ۔ وَاتَّقُوْا یَوْماً تُرْجَعُوْن فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ ہے آپ مفصل مدلل لکھیں کہ قرآن کریم کی ترتیب نقطے واعراب کس نے لکھوائے اور سورتیں کس طرح الگ بنائی گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ ترتیب نزولی ترتیب نہیں ہے۔کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو حضرت رسول مقبول ﷺ ارشاد فرمادیا کرتے کہ اس کو فلاں آیت یا فلاں سورۃ سے پہلے یا بعد میں رکھو یہ تعیین نصاً تھی[1] پھر جب سب کو ایک جگہ جمع کیا گیا تو اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا۔ اولاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا پھر اس میں زائد قراءت کو جو کہ منسوخ ہو چکی تھی، نکال کر حضرت عثمانؓ کے دور میں میں جمع کیا گیا موجودہ ترتیب وہی ترتیب عثمانی ہے[2] جن

---

[1] کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کثیراً ینزل علیہ السورۃ ذات العددفاذانزل علیہ الشی یعنی عنہادعا بعض من کان یکتب فیقول ضعواھولاء الآیات فی ا لسورۃ اللتی یذکرفیھا کذا(فتح الباری ص ۵۱/ج ۱۰/باب تالیف القرآن مطبوعہ دارالفکربیروت الاتقان فی علوم القرآن ص۵۷/ج ۱/النوع الثامن عشرفی جمعہ وترتیبہ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

[2] لمااستحرالقتل بالقراء یوم الیمامۃ فی زمن الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وقتل منھم فی ذلک الیوم فیماقیل سبع مائۃ اشارعمربن الخطاب علی ابی بکرالصدیق رضی اللّٰہ عنھمابجمع القرآن مخافۃ ان یموت اشیاخ القراء الی قولہ فجمعہ غیرمرتب السوربعدتعب شدید(الجامع لاحکام القرآن مختصراً ص۵۳،۵۲/ج ۱/. باب ذکرجمع القرآن وسبب کتب عثمان الخ مطبوعہ دارالفکربیروت) وجمع عثمان کان لماکثرالاختلاف فی وجوہ القراء ۃ حتی قرؤہ بلغاتھم علی اتساع اللغات فادیٰ ذلک بعضھم الی تخطئۃ بعض فخشی من تفاقم الامرفی ذلک فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحدمرتبالسورہ الخ(الاتقان فی علوم القرآن ص۶۰/ج ۱/ النوع الثامن فی جمعہ وترتیبہ . مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور والتفصیل فی فتح الباری ص۲۲/ج ۱۰/باب جمع القرآن مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت عمدۃ القاری ص۱۶/ج۲۰/ باب جمع القرآن مطبوعہ دارالفکربیروت.روح المعانی ص ۲۱/ج ۱/جمع القرآن وترتیبہ.مطبوعہ مصطفائی دیوبند.

روایات میں آخری سورت یا آخری آیت کو بتلایا گیا ہے۔ وہ باعتبار نزول ہے۔ اعراب اور نقطوں سے متعلق مشہور یہ ہے کہ حجاج نے لگوائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

قرآن کریم کی ترتیب عثمانی

سوال:- ایک عزیز نے ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب بحوالۂ اتقان حضرت عثمانؓ نے دی ہے کیا یہ صحیح ہے اگر صحیح ہے تو آنحضرت ﷺ اور حضرات شیخینؓ کے زمانہ میں کس طرح سورتیں پڑھی جاتی تھیں مجھے یہ معلوم تھا کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیلؑ حضور ﷺ سے دور کیا کرتے تھے کیا یہ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ آخر حضرت عثمانؓ سے پیشتر سورتوں کی کیا ترتیب تھی کیا اتقان معتبر کتاب ہے اور واعظ صاحب کا بیان صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتقان علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصنیف ہے معتبر ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اس ترتیب سے قرآن کریم کو جمع فرمایا ہے ترتیب حضور ﷺ کے اور شیخینؓ کے زمانہ میں بھی یہی تھی لیکن یکجا لکھا ہوا عام طور پر نہ تھا بلکہ مختلف طرق لغات میں کہ ابتداً سہولت کے لئے عرب کی کئی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا تھا کسی کے پاس کچھ

---

[1] واما شكل المصحف ونقطه فروى ان عبدالملك بن مروان امربه وعمله فتجرد لذلك الحجاج بواسط وجدفيه وزادتحزيبه وامروهووالى العراق الحسن ويحي بن يعمر بذلك (الجامع لاحكام القرآن المعروف بالقرطبى ص۶۳/ج۱/ باب ماجاء فى ترتيب سور القرآن وآياته وشكله ونقطه الخ مطبوعه دارالفكر بيروت.

باقی ذہنوں میں ترتیب یہی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے سب کو یکجا لغت قریش میں لکھا دیا[1] اور اس ترتیب سے لکھایا جس ترتیب سے اب موجود ہے اور حضور اقدس ﷺ وقت نزول فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو[2] لکھنے کا رواج کم تھا زیادہ تر حافظہ پر مدار تھا اور عام رواج لکھائی کا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ہوا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح عبد اللطیف ۲۴/رجب ۵۷ھ

سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے

سوال:- قرآن حکیم کی ترتیب آیات اور سورتوں کی ترتیب قطعی ہے یا ظنی؟ اس ترتیبِ موجودہ کا منکر کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ترتیب توقیفی ہے[4] بعض جگہ اختلاف بھی ہے، اس کا منکر کافر نہیں[5] گنہگار ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وجمع عثمان كان لما كثر الاختلاف فى وجوه القراءة، حتى قرؤه بلغاتهم على اتساع اللغات فأدى ذلك بعضهم الى تخطئة بعض فخشى من تفاقم الامر فى ذلك فنسخ تلك الصحف فى مصحف واحد مرتبا السوره واقتصر من سائر اللغات على لغة قريش الخ (الاتقان فى علوم القرآن ص ۱۷۱/ج ۱/دار الفكر بيروت مطبوعه النوع الثامن فى جمعه وترتيبه)

[2] قال عثمان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم تنزل عليه السور ذوات العدد فكان اذا نزل عليه الشى دعا بعض من كان يكتب فيقول ضعوا هولاء الآيات

(باقی حواشی اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

اردو میں قرآن پاک پڑھنا

سوال:- آج کل لوگ اردو کا قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ایسے قرآن شریف پڑھنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اردو میں قرآن شریف لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں اصل عربی کے ساتھ اگر ترجمہ بھی ہو تو درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ // //

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) فی السورة التی یذکر فیها کذا وکذاالخ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۶۲/ج ۱/دارالفکر النوع مطبوعه الثامن عشرفی جمعه وترتیبه.

۳ ولم یکن مصحفاالافی عهدة عثمان علی ماذکرفی الحدیث من طلب عثمان الصحف من حفصة وامر للصحابة المذکورفی الحدیث بکتابة مصاحف وارساله الی کل ناحیة بمصحف (عمدة القاری ص ۱۸/ج ۹/الجزء الثامن عشرباب جمع القرآن دارالفکربیروت)

۴ الاجماع والنصوص المترادفة علی ان ترتیب الآیات توقیفی لاشبهة فی ذلک(الاتقان فی علوم القرآن ص ۶۲/ج ۱/مطبوعه دارالفکر بیروت) قال ابن فارس جمع القرآن علی ضربین أحدهماتألیف السورکتقدیم السبع الطوال وتعقیبهابالمئین فهذاهوالذی تولته الصحابة واما الجمع الآخروهوجمع الآیات فی السورفهوتوقیفی تولاه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کمااخبره به جبرئیل عن امربه مماستدل به ذلک اختلاف مصاحف السلف فی ترتیب السورالخ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۶۳/ج ۱/)(مطبوعه دارالفکر)فصل واماترتیب السورالجامع لاحکام القرآن ص ۶۱/ج ۱/ باب ماجاء فی ترتیب سورالقرآن وآیاته الخ مطبوعه دارالفکر بیروت

۵ من جحدالقرآن ای کله اوسورة منه اوآیة قلت وکذاکلمة اوقراءة متواترة لوزعم انهالیست من کلام اللّٰه تعالیٰ کفریعنی اذاکان کونه من القرآن مجمعاعلیه(شرح فقه اکبر ص ۲۰۵/ مطبوعه مجتبائی دهلی)

---

[1] ملاحظہ ہو امداد الاحکام ص ۱۴۰، تا ۱۴۹/ج ۱/شامی کراچی ص ۴۸۶/ج ۱/مطلب فی بیان المتواتر والشاذ فتح القدیر ص ۲۸۶/ج ۱/باب صفة الصلاة دارالفکر بیروت۔

ترجمۂ قرآن بغیر عربی عبارت کے

سوال:- قرآن شریف کو بغیر عربی عبارت کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے۔ اتقان[1] میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ فی الفتح عن الکافی ان اعتادالقراء ۃ بالفارسیۃ او ارادان یکتب مصحفابھایمنع اھ شامی ص ۳۲۶/ج ۱[2] اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

اُڑیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا

سوال:- ہمارے یہاں اپنی صوبائی زبان اُڑیہ کے علاوہ کسی اور زبان کو عام طور پر

---

[1] قال اشھبؒ سئل مالک ھل یکتب المصحف علی ماحدثہ الناس من الھجاء فقال لاالاعلی الکتبۃ الاولیٰ رواہ الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف لہ من علماء الامۃ وقال الامام احمد یحرم مخالفۃ خط مصحف عثمان الامام فی واو اویاء اوالف اوغیر ذلک وقال البیھقی فی شعب الایمان من کتب مصحفافینبغی ان یحافظ علی الھجاء الذی کتبوابہ تلک المصاحف ولایخالفھم فیہ ولا یغیر مما کتبو شیأً فانھم کانوااکثرعلما واصدق قلباولسانا واعظم امانۃمنافلا ینبغی ان نظن بانفسنا استدراکا علیھم اھ (الاتقان ص ۱۴۶/ج ۴/ مطبوعہ دار التراث القاھرہ وص ۱۶۷/ج ۲/مطبوعہ دارالفکر بیروت النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط.

[2] (الشامی نعمانیہ ص ۳۳۶/ج ۱/وشامی زکریا ص ۱۸۷/ج ۲/باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی حکم القراءۃ بالشاذ فتح القدیر ص ۲۸۶/ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصر)

صحیح نہیں جانتے۔ اکثر لوگ دوسری زبان سے بالکل ہی ناواقف ہیں، خاص طور پر عربی اور اردو زبان سے بالکل نابلد ہیں لہٰذا احکامِ اسلام سیکھنے کے مشتاق ہونے کے باوجود سیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے ان لوگوں کی خواہش ہے کہ احکام وارکانِ اسلام اور تمام ضروری مسائل اُڑیہ زبان میں شائع کرائیں اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ لہٰذا کیا اس مجبوری کی صورت میں مندرجہ ذیل مسائل واحکامات اُڑیہ زبان میں سیکھ سکتے ہیں؟

(۱) کیا کلام اللہ کی چھوٹی چھوٹی سورتیں جو نماز کیلئے ضروری ہیں اسکو اُڑیہ زبان میں لکھ سکتے ہیں؟

(۲) کیا کلام اللہ کی اسلام اور ارکانِ اسلام کی فضیلت والی آیتیں اور دعائیں بھی لکھ سکتے ہیں؟

(۳) کیا احادیث نبویہ ﷺ جو فضائل واحکام سے متعلق ہیں، نیز دوسری دعائیں ان کو بھی لکھ سکتے ہیں؟

(۴) کیا اس مجبوری کے تحت کلام اللہ کی تفسیر وترجمہ اس متعلقہ زبان میں کر سکتے ہیں؟ براہ کرم مندرجۂ بالا سوالات کے جوابات مع دلائل وحوالۂ کتب وضاحت کے ساتھ بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم اور احادیث کی دعائیں اصل عربی رسم الخط میں لکھ کر ان کا ترجمہ اور تفسیر اور تشریح اپنی زبان اُڑیہ میں کر سکتے ہیں۔ فتح القدیر[1] اور دیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ محض اُڑیہ یا کسی اور زبان میں (عربی کے علاوہ) قرآن پاک کو لکھنا بالاجماع ناجائز ہے۔

---

[1] فی الکافی ان اعتادالقرأة بالفارسية او ارادان يكتب مصحفابهايمنع وان فعل فی آية او آيتين لافان كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز (فتح القدير ص ۲۰۱/ج ۱/ومطبوعه دارالفكر بيروت ص ۲۸۶/ج ۱/باب صفة الصلاة شامی كراچی ص ۴۸۶/ج ۱/مطلب فی بيان المتواتر والشاذ)

کذافی الاتقان[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۲۴/۴/۸۹ھ

غیر عربی میں قرآن لکھنا

ایک مقامی نیم عالم صاحب نے قرآن حکیم کو بنگلہ خط میں اور ترجمہ میں لکھا ہے۔ جس کے شروع میں کہتے ہیں ''کہ یہ حروف بنگالیوں کے لیے ہیں'' لفظ بنگالی کی تشریح نہیں کی آیا بنگالی مسلمانوں کے لئے ہے یا اور کسی کے لئے ہے یہ تو سرخی ہوئی دوسرے صفحہ پر انھوں نے لفظ اللہ کو ✝ شکل میں لکھا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ ہماری چیز تھی جو ہندوؤں نے لے لی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ۔

(۱) بنگلہ خط میں قرآن حکیم لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال اشهب سئل مالک هل یکتب المصحف علیٰ مااحدثه الناس من الهجاء فقال لاالاعلیٰ الکتبة الاولیٰ رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له من علماء الامة وقال الامام احمدیحرم مخالفة خط مصحف عثمانؓ فی واو اوياء اوالف اوغیر ذلک. وقال البیهقی فی شعب الایمان من یکتب مصحفاً فینبغی ان یحافظ علیٰ الهجاء الذی کتبوابه تلک المصاحف ولایخالفهم فیه ولایغیر مماکتبوه شیأً فانهم کانوااکثر علماواصدق قلباولساناواعظم امانة منافلاینبغی ان نظن بانفسنااستدراکاً علیهم . اتقان[2] النوع السادس و السبعون.

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۴۶/ج ۴/ومطبوعه دارالفکر بیروت ص ۱۶۷/ج ۲/النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط.

[2] اتقان علوم القرآن ص ۱۴۶/ج ۴/مطبوعه دارالتراث القاهره، النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط.

وصرح بتحريم كتابته بالعجمية فى الفتاوىٰ الكبرىٰ ص ۳۸/ج ۱[1] قال بعض ائمة القراءة ونسبته الىٰ مالک لانه المسئول عن المسئله وا لافهو مذهب الائمة الاربعة وقال ابوعمرو ولامخالف له فى ذلک من علماء الامة وقال بعضهم والذى ذهب اليه مالک هوالحق اذفيه بقاء الحالة الاولىٰ الىٰ ان يتعلمها الاٰخرون وفى خلافها تجهيل اٰخر الامة اولهم واذاوقع الاجماع كماترىٰ على منع مااحدث الناس اليوم من مثل كتابة الربوٰبالالف مع انه موافق للفظ الهجاء فمنع ماليس من جنس الهجاء اولىٰ وزعم انه كتابته بالعجمية فيهاسهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة فلايلتفت لذٰلک علىٰ انه لوسلم صدقه لم يكن مبيحالاخراج الفاظ القرآن عماكتبت عليه واجمع عليه السلف والخلف ا ھ،المسئلة مذكورة فى اٰكام النفائس ايضاًص ۲۴/[2].

عبارت منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحف عثمانی کے رسم خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اوراس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہونا جائز اورحرام ہے اوراس مسئلہ پرائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا پھر غیرعربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں لہٰذا صورت مسئولہ بالا جماع ناجائز ہے۔بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں۔جیسے طاء، حاء، ض، ظ، وغیرہ یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جوکہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جوکہ حرام ہے

---

[1] وسئل نفع اللّٰه بعلومه هل تحرم كتابة القرآن بالعجمية كقراء ته فاجاب بقول قضية مافى المجموع عن الاصحاب التحريم الخ الفتاوىٰ الكبرىٰ ص ۵۹/ج ۱/باب النجاسة،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اٰكام النفائس فى اداء الاذكاربلسان الفارس ص ۱۲۹/.

البتہ اگر متن قرآن کریم تو عربی اصل رسم خط میں ہو اور اس کا ترجمہ وتفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

لفظ اللہ کی مخصوص صورت

سوال:- لفظ اللہ کو اس صورت میں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی ناجائز ہے، کما مر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا

سوال:- روشن چراغ قرآن پاک مولانا فتح محمد خاں جالندھری کا جو اردو ترجمہ والا ہے اس میں ترجمہ اردو ہی اردو میں لکھا ہے پارے سورہ رکوع اور آیت نمبر کا حوالہ ضرور لکھا ہوا ہے۔ لیکن عربی کا لفظ تک نہیں ہے کیا مندرجہ بالا قرآن پاک گاڑ دینے کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اس کا ترجمہ وتفسیر ہر زبان میں درست ہے مگر اصل متن عربی کا محفوظ رکھنا اور چھاپنا ضروری ہے[2] پارہ سورت رکوع آیت کے نمبر لگا دینے

---

[1] فهو ظاهر او صريح فى تحريم كتابتها بالعجمية، الفتاوى الكبرىٰ الفقهية ص ۵۹، ۱/۶۰، كتاب الطهارة، باب النجاسة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

يحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واو اوياء او الف او غير ذٰلك، (اتقان ص ۱۶۶/ ۲، النوع السادس والسبعون فى مرسوم الخط وآداب كتابته، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] ان اعتادالقرآء ة بالفارسية اوارادان يكتبب مصحفاً بهايمنع الى قوله فان كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جازالخ شامی ص ۱۸۷/ج ۲/ باب صفة الصلاة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

سے جب کہ اصل عربی ساتھ نہ ہو یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اسی ترجمہ کو قرآن شریف سمجھ لیا جائے یہ قوی احتمال ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز میں اسی ترجمہ کے پڑھنے پر کفایت کی جانے لگے وغیرہ وغیرہ امور کی وجہ سے ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں الاتقان[1] میں تصریح موجود ہے۔ ایسے ترجمہ کو قبر بنا کر کپڑے میں دفن کر دیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۴ھ

قرآن کریم اردو میں لکھنا

سوال:- اخبار آزاد ہند ۲۴/جون میں آپکا فتویٰ روشن چراغ کے متعلق شائع ہوا جس میں آپ نے جو فتویٰ دیا ہے اس کا خلاصہ بندہ اس طرح درج کر رہا ہے۔ روشن چراغ کے مترجم محمد خاں جالندھری نے جو کتاب لکھی ہے وہ عربی مع اردو ہے۔ مگر فی الحال بازاری روشن چراغ میں عربی کا پتہ نہیں ہے اور کاتب وشائع کنندہ یا کمپنی یا چھاپہ خانہ کا پتہ بھی نہیں دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے پھر اپنا فتویٰ اس کے متعلق بھی دیا ہے۔ کہ کلام پاک چونکہ عربی زبان میں اللہ نے اپنے شان حکمت سے نازل کیا ہے اس کو صرف اردو رکھنے سے اس کے تحریف اور لفظوں ومعنی میں الٹ پھیر ہونے کا ڈر ہے۔ لہٰذا اس کے پڑھنے کی بھی ممانعت ہے۔ بندہ ناچیز نے بھی ایک کتاب روشن چراغ کاتب محمد خاں جالندھری کی دیکھی ہے اس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مطلب فی بیان المتواتر بالشاذ مطبوعہ کراچی ص ۴۸۶/ج ۱/فتح القدیر ص ۲۸۶/ج ۱/ باب صفة الصلاة مطبوعه دارالفکر بیروت.

[1] قال اشهبؒ سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماحدثه الناس من الهجاء فقال لاالاعلی الکتبته الاولی رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له عن علماء الامة وقال الامام احمد یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو اوياء او الف اوغیرذلک الخ الا تقان ص ۱۴۶/ ج ۴/ومطبوعه دارالفکر ص ۱۶۷/ج ۲/النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط.

[2] المصحف اذا صار خلقاً لایقرأ منه ویخالف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولی من وضعه الخ (الهندیة ص ۳۲۳/ج ۵/الباب الخامس فی آداب القرآن الخ)

میں کتاب کا نام اور پریس کا نام تاج کمپنی لمیٹیڈ لاھور کراچی لکھا ہے بندہ اس فتویٰ کو سن کر کافی پریشان وسرگرداں ہے۔

(۲) مجھ ناچیز کے ذہن میں یہ باتیں گردش کرتی ہیں کہ شاید جو کتاب آپ نے دیکھی ہے وہ کسی صاحب نقال نے محمد خاں جالندھری کے روشن چراغ کی نقل کرلی ہوگی اور کاتب اور کمپنی کا نام لکھا ہوا اور بطور بازاری کر کے اپنی دنیاوی روزی حاصل کرنے کا سہارا ڈھونڈھ لیا ہے میرا خیال ہے کہ اگر یہ چور بازاری کی نقل نہ ہو اور صرف اردو داں قرآن پاک یعنی اللہ کے ارشاد کو سمجھ سکے تو اس میں کونسی غلطی ہوگی یہ تو کوئی کفر کی بات نہیں ہے اگر ہے تو کوئی شرعی فیصلہ قرآن وحدیث کے حوالے سے ناچیز بندہ کو آگاہ کریں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔ چونکہ میں کوئی خاص علم یافتہ نہیں ہوں اس لئے آپ ان سنجیدہ مسائل کو حل کردیں تاکہ دل پریشان نہ ہو دینی مذہبی معلومات حاصل کرسکوں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم عربی میں نازل ہوا اس کو عربی میں دوسروں تک پہنچایا گیا عربی میں لکھا گیا عربی کو برقرار رکھ کر اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر ہر زبان میں لکھنا اور چھاپنا اور بیان کرنا درست ہے[1] عربی کو ختم کر کے محض آیت کسی بھی زبان میں لکھنا اور چھاپنا جائز نہیں اسی طرح عربی الفاظ کو کسی اور رسم الخط ہندی انگریزی بنگلہ وغیرہ میں چھاپنا بھی جائز نہیں اس پر اتفاق و اجماع ہے جیسا کہ الاتقان[2] میں مذکور ہے محض ترجمہ (بغیر اصل عربی عبارت کے) شائع کرنے

---

[1] ان اعتادالقرأة بالفارسية اواراداان يكتب مصحفابها يمنع الى قوله فان كتب القرآن وتفسير كل حرف وترجمته جاز الخ (فتح القدیر ص ۲۸۶ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ، مطبوعہ دار الفکر بیروت شامی کراچی ص ۱۸۷ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی بیان التواتر)

[2] قال اشهب سئل مالک هل يكتب المصحف على ماحدثه الناس من الهجاء فقال لاالاعلى الكتبة الاولى رواه الدانى فى المقنع ثم قال ولامخالف له من علماء الامة الى قوله وقال الامام يحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واو اوياء اوالف اوغير ذلک. الاتقان فى علوم القرآن ص ۱۶۷ ج ۲ النوع السادس والسبعون فى مرسوم الخط الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور۔

میں خرابی یہ ہے کہ لوگ صرف ترجمہ پڑھا کریں گے اور عربی میں قرآن کریم سے محروم رہ جائیں گے۔ پھر اس عربی کا چھپنا بھی رفتہ رفتہ بند ہو جائے گا عربی ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ ترجمہ کس قدر صحیح ہے اور کس قدر غلط ہے اور قرآن پاک کا معاذ اللہ وہ حال ہو جائے گا جو کہ آج توریت اور انجیل کا حال ہے کہ اصل کا چھپنا ختم ہے ترجمہ ہی ترجمہ سب جگہ پھیل رہا ہے اور اس میں بھی ہمیشہ ترمیم وتحریف ہوتی رہتی ہے اور جس کا جو دل چاہتا ہے چھاپ دیتا ہے کوئی تمیز نہیں کہ کونسا ترجمہ صحیح ہے کونسا غلط ہے۔ غیر مسلم بھی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہیں اور اپنے مطلب کی باتیں قرآن پاک کے نام پر شائع کرتے ہیں عوام ان پڑھ ان کے پھندے میں آجاتے ہیں مگر اصل عربی متن کے پڑھنے پڑھانے یاد کرنے سنانے کا رواج ہے اس لئے اہل علم بتلا دیتے ہیں کہ فلاں ترجمہ غلط ہے اگر خدانخواستہ عربی متن کا رواج نہ رہے اور سب کے پاس ترجمہ ہی ترجمہ ہو تو پتہ چلنا دشوار ہو جائے گا اور جب مسلمانوں کے پاس انکے مذہب کی سب سے اعلیٰ کتاب موجود نہ رہے گی تو ان کا اصل دین بھی کہاں رہیگا یہ سب خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے بغیر عربی کے محض ترجمہ کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔ **فی الفتح عن الکافی ان اعتاد القرأة بالفارسیة اواراد ان یکتب مصحفا بھا یمنع وان فعل فی آیة او آیتین فان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمتہٗ** جاز شامی ص ۴۵۳ ج ۱ [1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم ہندی میں لکھنا

سوال: - ہندی میں جو قرآن مجید جماعت اسلامی ہند نے شائع کیا ہے اس کو

---

[1] شامی زکریا ص ۱۸۷ / ج ۲ / مطبوعہ کراچی ص ۴۸۶ / ج ۱ / باب صفة الصلاة مطلب فی بیان المتواتر بالشاذ الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۴۸۵ / ج ۱ / کتاب الصلاة ، نوع آخر فی القراءة بالفارسیة ، مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور عربی رسم الخط عربی قرآن جو ہے اس کو تلاوت کرتے ہیں تو ان میں افضل کون ہے۔ عربی رسم الخط یا ہندی، کس کی تلاوت کا ثواب زیادہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الفاظِ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں۔ اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق[1] نقل کیا ہے۔ ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مسخ ہو جائیگی ح، ذ، ز، ض، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا۔ سب کی صورت یکساں ہوگی۔ اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائیگا۔ استعلاء، اطباق، استطالت سب کچھ ضائع کردیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

کتب سماویہ کی زبان

سوال:- توراۃ، زبور، انجیل، صحف ابراہیم وموسیٰ کس زبان میں تھیں۔ عربی یا سریانی؟ سوائے تاریخ کے قرآن وحدیث سے ان کتابوں کی زبان کی تحقیق ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوسکتی ہے تو تحریر فرمایئے اور اگر صرف تاریخ ہی سے پتہ چلتا ہے تو بحوالۂ کتب تحریر فرمایئے۔ جو حضرت عیسیٰ وموسیٰ وحضرت داؤد پر نازل ہوئی تھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نزول ہر کتاب کا عربی زبان میں ہوا پھر ہر رسول نے اس کتاب کا اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو سمجھایا۔ قیامت کو سب کی زبان سریانی ہوگی۔ پھر لوگ جنت میں داخل

---

[1] قال اشهبؒ سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماأحدثه الناس من الهجاء فقال لاالاعلی الکتبة الاولی رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له عن علماء الامة وقال الامام احمد یحرم مخالفة خط مصحف عثمان فی واو اوياء او الف اوغیرذلک الخ الاتقان ص۱۶۷/ج۲ النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط و اداب کتابته. مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

ہوں گے ان کی زبان عربی ہو جائیگی۔ سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے کذا فی تفسیر ابن کثیر[1] ص ۳۴۷ ر ج ۳ ر۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر[2] ص ۹۴ ر ج ۱ ر میں لکھا ہے کہ قرآن، توراۃ، انجیل، سب کلام اللہ ہیں۔ اول عربی میں ثانی عبرانی میں، ثالث سریانی میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

پارۂ عم کی طباعت خلافِ ترتیب

سوال: - ہندوستان میں پارۂ عم (تیسواں پارہ) جو قرآن سے الگ طبع کرایا جاتا ہے وہ قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف طبع ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور یہ طریقۂ عمل کب سے جاری ہوا اور کس نے جاری کیا۔ کیا قرآن پاک کی طباعت مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کی جاسکتی ہے! اگر ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو پارۂ عم کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف کیوں عملاً جائز قرار دی جاتی ہے! یہ فرما کر مطمئن نہ فرمائیں کہ بچوں کی آسانی کے لئے ایسا کیا گیا۔ یہ آسانی مصحف عثمانی کی ترتیب کو باقی رکھ کر بھی حاصل ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صریح جزئیہ کتب فقہ میں نہیں ملا۔ اولاً یہ عاجز چند عبارات نقل کرتا ہے اس کے بعد جو

---

[1] وقال سفیان الثوری لم ینزل وحی الا بالعربیة ثم ترجم کل نبی لقومه واللسان یوم القیامة بالسریانیة فمن دخل الجنة تکلم بالعربیة (رواه ابن ابی حاتم تفسیر ابن کثیر ص ۳۴۷ ر ج ۳ ر) مطبوعه دارالفکر بیروت ص ۵۵۵ ر ج ۳ ر سورۂ شعراء تحت آیت ۱۹۵ ر.

[2] فان قلت کیف تنوعت الفاظ الکلام الی عربی وسریانی وعبرانی مع انه واحد فی نفسه غیر متجز (فالجواب) صحیح ان الکلام واحد ولکن المخلوقون هم الذین یعبرون عنه بلغاتهم المختلفة فهو کذات اللّٰه تعالیٰ یعبر عنها العربی باللّٰه تعالیٰ والفارسی بخدای تعالیٰ فان عبر عن کلامه تعالیٰ بالعربیة کان قرآنا وبالسریانیة کان انجیلا او بالعبرانیة کان توراة (کتاب الیواقیت والجواهر ص ۹۴ ر ج ۱ ر مطبوعه مصر)

کچھ اس سے مستفاد ہے صراحۃً یا اشارۃً یا دلالۃً یا لزوماً وہ عرض کرے گا۔

اِنْ کان صواباً فمن اللّٰہ فالحمدللّٰہ علیٰ ذلک وان کان خطاءً فمنی ومن الشیطان فاستغفر اللّٰہ العلی العظیم والفقہاء براء منہ .

ویکرہ قرأۃ سورۃ فوق التی قراھاقال ابن مسعودؓ من قرأ القراٰن منکوساً فھو منکوس وماشرع لتعلیم الاطفال الا لیتیسر الحفظ بقصر السور الخ (مراقی الفلاح[1]) ویکرہ قرأۃ سورۃ وکذاالاٰیۃ فوق الاٰیۃ مطلقاً سواء کان فی رکعتین اورکعۃ واستثنیٰ فی الاشباہ النافلۃ فلایکرہ فیھاذلک واقرعلیہ الغزی والحموی ونقلہ عن ابی الیسر وجزم بہ فی البحر والدرد وغیرھماقال بعض الفضلاء وفیہ تامل لان النکس اذاکرہ خارج الصلوٰۃ کمایرشدالیہ قولہ ماشرع لتعلیم الاطفال الخ لکون الترتیب من واجبات التلاوۃففی النافلۃ اولیٰ وکون باب النفل واسعا لایستلزم العموم بل فی بعض الاحکام اھ (طحطاوی[2] ص۱۹۳/)یجب الترتیب فی سورالقراٰن فلوقرأ منکوساً اثم اھ شامی[3] ص۳۰۷/ج۱/وجاز تحلیۃ المصحف وتعشیرہ ونقطہ ای اظھاراعرابہ وبہ یحصل الرفق جداً خصوصاً للعجم فیستحسن وعلیٰ ھٰذا لاباس بکتابۃ اسامی سوروعدالآی وعلامات الوقف ونحوھا فھی بدعۃ حسنۃ درروقنیۃ اھ[4] قولہ وتعشیرہ ھوجعل العواشرفی المصحف وھوکتابۃ العلامۃ عندمنتھٰی عشر اٰیات عنایۃ[5] ص۱۳۰/ج۸/.قولہ ای اظھاراعرابہ تفسیرللنقط قال فی القاموس نقط الحرف اعجمہ ومعلوم ان الاعجام لایظھربہ الاعراب انمایظھربالشکل فکانھم

---

[1] مراقی الفلاح ص۵۳/کتاب الصلاۃ،فصل فی المکروھات.

[2] طحطاوی علی المراقی ص۲۸۶/(مطبوعہ مصری)کتاب الصلاۃ ،فصل فی المکروھات.

[3] شامی زکریا ص۱۴۸/ج۲/باب صفۃ الصلاۃ،مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم الخ.

[4] الدرالمختارعلی الشامی زکریاص۵۵۴/ج۹/کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی البیع.

[5] عنایۃ علی ھامش فتح القدیرص۶۲/ج۱۰/کتاب الکراھیۃ،مسائل متفرقۃ،مطبوعہ دارالفکر بیروت.

ارادوامایعمه أفاده. قوله وبه يحصل الرفق الخ اشارالیٰ ان ماروی عن ابن مسعود جردوالقراٰن كان فی زمنهم وكم من شیء يختلف باختلاف الزمان والمكان كمابسطه الزيلعی وغيره قوله وعلیٰ هٰذاای علیٰ اعتبارحصول الرفق قولهٗ ونحوها كالسجدة ورموزالتجويد اه ويكره تصغيرمصحف وكتابته بقلم دقيق ای تصغير حجمه وينبغی ان يكتبه باحسن خط وابينه علیٰ احسن ورق. وابيضه بافخم قلم وابرق مدادويفرج السطورويفخم الحروف ويضخم المصحف اھ قنیہ ص ۱۵۶/. درمختاروشامی[1] ص ۲۴۷ ج۵ (وتعشير المصحف ونقطه) لان القرأة والآئ توقيفية ليس للرأی فيهامدخل فبالتعشيرحفظ الاٰی بالنقط حفظ الاعراب فكانا حسنين و لان العجمی الذی لا يحفظ القراٰن لايقدرعلیٰ القرأة الابالنقط فكان حسناً وماروی عن ابن مسعودؓ انه قال جردوالقراٰن فذٰک فی زمنهم لانهم كانواينقلونه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كماانزل وكانت القرأة سهلة عليهم وكانوايرون النقط مخلابحفظ الاعراب والتعشيربحفظ الاٰئ ولاكذلک العجمی فی زماننافيستحسن لعجزالعجمی عن التعلم الابه وعلیٰ هٰذا لابأس بكتابة اسامی السوروعدالاٰئ فهو وان كان محدثا فمستحسن وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان اھ زيلعی[2] شرح كنز ص ۳۰/ ج۶/ قال فی شرح الطحاوی لابی بكرالرازی فی كتاب الكراهة وكان الشيخ ابوالحسن يقول لايكره مايكتب فی تراجم السورحسب ماجرت به العادة لان فی ذٰلک ابانة عن معنی السورة وهوبمنزلة كتابة التسمية فی اوائلهاللفصل اھ حاشية الشلبی[3] عن الزيلعی ص ۳۰/ ج۶/.

عبارات منقولہ سے چند امور مستفاد ہوئے۔ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب واجب ہے۔

---

[1] الدرالمختارمع الشامی زكرياص ۵۵۴، ۵۵۵/ ج۹/ كتاب الحظروالاباحة، فصل فی البيع.

[1] زيلعی ص ۳۰/ ج۶/ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] شلبی علی هامش زيلعی ص ۳۰ ج۶/ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مطبوعه امداديه ملتان.

اس کے خلاف پڑھنا گناہ ہے۔ سورتوں اور آیتوں کی موجودہ ترتیب کے خلاف نماز میں پڑھنا مکروہ ہے۔

فقہاء کی بڑی جماعت نے نوافل میں خلاف ترتیب قرأت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ نہج کتابت میں چند تغیرات ہوئے۔ اعراب، نقطے، سورتوں کے نام۔ سورتوں کے مکی ومدنی ہونے کی تعیین، تعداد آیات، ہر دس آیت پر علامت، علامت وقف، سجدۂ تلاوت، رموز تجوید۔

بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ فقہاء نے ان کو مکروہ لکھا ہے۔ مثلاً باریک قلم سے قرآن پاک لکھنا حجم کو چھوٹا کرنا۔ بلکہ فقہاء کی تاکید ہے کہ موٹے قلم سے بڑے بڑے حرفوں۔ کشادہ کشادہ سطور لکھ کر حجم بڑا کیا جائے۔ مگر یہ چیزیں بلانکیر شائع ہیں۔ ہند میں بھی اور بیرون ہند میں بھی۔ چنانچہ نہایت خوشنما باریک حرفوں میں لکھے ہوئے جیبی بلکہ اس سے بھی چھوٹے چھوٹے قرآن شریف مطابع سے چھپ کر آرہے ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چھوٹے حرفوں میں خلاف احترام تھا اس سے تحفظ کے لئے فقہاء نے تاکید کی تھی اور اب یہ چیزیں نہیں۔ پس علت کراہت باقی نہیں رہی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جردوا القرآن[1] لیکن نہج کتابت کے جو تغیرات منقول ہوئے۔ ان سب کی فقہاء نے اجازت دی ہے بلکہ مستحسن لکھا ہے اس لئے کہ پہلے ان کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ مخل حفظ تھے پھر ان کی حاجت پیش آئی اور یہ معین حفظ قرار پائے۔

ترتیب واجب ہونے کے باوجود بچوں کی سہولت کی خاطر خلاف ترتیب تعلیم دینا درست ہے[2]، یہ امر ظاہر ہے کہ یہ نقوش منزل من اللہ نہیں البتہ منزل من اللہ پر دال ہیں یہ

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۲۴۷ / ج ۵ / کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، رواہ منصف بن شیبہ ص ۵۵۰ / ج ۱۰ /.

[2] امام نوویؒ کا ایک رسالہ مستقل آداب تلاوت میں ہے اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں: (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

بھی مسلم ہے کہ موجودہ ترتیب اور ہے اور نزولی ترتیب اور۔ نزول کے وقت جس طرز پر کتابت کرائی گئی تھی اب کلی طور پر وہ طرز باقی نہیں لیکن الفاظ وہی ہیں ان میں سرمو فرق نہیں اور انانحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون[1] کا وعدہ بالکل صادق ہے۔

جب الفاظ کو خلاف ترتیب سہولت کی خاطر تعلیم دینا حسب تصریح فقہاء درست ہے حالانکہ الفاظ منزل من اللہ ہیں اور موجودہ دور میں تعلیم اطفال گویا کہ موقوف ہے نقوش کی شناخت پر تو جو نقوش خود منزل من اللہ نہیں بلکہ منزل من اللہ پر دال ہیں تو ان کا اس سہولت اور توقف کی خاطر پارۂ عم کو مروجہ طریقہ پر طبع کرنا بھی بظاہر درست ہوگا۔ البتہ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بچے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اصلی ترتیب یہی ہے۔ بلکہ ذہن نشین کرادیا جائے کہ تم کو خلاف ترتیب پڑھایا جارہا ہے۔ اصلی ترتیب وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے پارۂ عم کے بعد حاجت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ عامۃً اتنی شناخت ہوجاتی ہے کہ بسہولت شروع سے پڑھتے چلتے جاتے ہیں۔

بایں ہمہ ترتیب کے ساتھ پڑھانا اور طبع کرانا اصل کے مطابق ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) واما قرأة السورة من آخرها الى اولها فممنوع منعا متأكدًا (الى قوله) واما تعليم الصبيان من آخر المصحف الى اوله فحسن ليس هذا من هذا الباب فان ذلك قرأة متفاضلة فى ايام متعددة مع مافيه من تسهيل الحفظ عليهم والله اعلم (التبيان فى آداب حملة القرآن ص ۵۴/تا ۵۵/)

[1] سورۂ حجر آیت ۹/۔ **ترجمہ:** ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

[2] الاولٰى ان يقرأ على ترتيب المصحف قال فى شرح المهذب لان ترتيبه لحكمة فلا يتركها الافيما ورد فيه الشرع كصلاة صبح يوم الجمعة بالم تنزيل وهل اتى ونظائره فلو فرق السور اوعكسها جاز وترك الافضل، الاتقان ص ۳۰۶/ج ۱/، ۱۱۱/ج ۱/النوع الخامس والثلاثون فى آداب تلاوته، مطبوعه دارالفكر بيروت.

حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں

سوال: -قرآن کریم میں زیر، زبر، پیش اور نقطے عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو اب اس میں یہ نقطے اور اعراب لگانا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرون مشہود لہا بالخیر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کر دیا گیا۔ تاکہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے۔ یہ بدعت نہیں۔ بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآنِ پاک میں اعراب اور کتبِ حدیث وفقہ کی تدوین

سوال: -رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ کلام اللہ اس طرح من اولہ الیٰ آخرہ اوراق میں لکھا ہوا تھا۔ نہ اس زمانہ میں زبر، زیر، جزم اور تشدید ایجاد ہوئے تھے، نہ کتب احادیث یوں تصنیف ہوئیں نہ تدوین کتب فقہ، اصولِ فقہ اور تفسیر کا دستور تھا۔ یہ عبارت سوانح قاسمی ص ۲۵ جلد دوم کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوانحِ قاسمی تو میرے پاس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ صحیح ہے اس پر آپ کو کیا دریافت کرنا

---

[1] عن الاوزاعی قال سمعت قتادة یقول بدؤوا فنقطوا ثم خمسوا ثم عشروا قال ابو عمرو هذا یدل علی ان الصحابة واکابر التابعین رضوان اللّٰه علیهم هم المتبدئون بالنقط ورسم الخموس والعشور لان حکایة قتادة لاتکون الاعنهم اذهو من التابعین وقوله بدؤوا الی آخره دلیل ان ذلک کان عن اتفاق من جماعتهم وما اتفقوا علیه او اکثرهم فلاشکوک فی صحته ولاحرج فی استعماله (المحکم فی نقط المصاحف ص۲/تا۳/) قال النووی نقط المصحف وشکله مستحب لانه صیانة له من اللحن والتحریف (الاتقان ص۱۷۱/ج۲/النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

مقصود ہے؟ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

جمعِ قرآن، تراویح وغیرہ کا حکم

سوال:- فجر کی اذان میں جو الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھتے ہیں، اور جو تراویح پڑھتے ہیں، یہ بھی حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے۔ زید کا ایسا کہنا درست ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

''الصلوٰۃ خیر من النوم'' اذان فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے[1] یہ بدعت نہیں حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں کا نام لیکر صاف صاف ان کے اتباع واقتداء کا حکم فرمایا ہے[2] پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۷ھ

الجوب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] (ترمذی شریف ص ۲۸/ج ۱/ باب ماجاء فی التثویب فی الفجر مکتبہ بلال دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۶۳/باب الاذان، الفصل الثانی یاسر ندیم دیوبند)

[2] عن حذیفۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ، مشکوۃ شریف ص ۵۶۰/باب مناقب ابی بکرؓ وعمرؓ، الفصل الثانی، یاسر ندیم دیوبند ترمذی شریف ص ۲۰۷/ج ۲/مناقب ابی بکرؓ الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مکتبہ بلال دیوبند.

قرآنِ کریم کی سند

سوال: -قرآن کریم کے لئے صرف تواتر طبقاتی ہے یا تواتر اسنادی ہے؟ اگر تواتر اسنادی ہے تو سند کیا ہے؟ بطریقِ عن عن یا کسی اور طریقے سے ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

تواتر طبقاتی تو ظاہر ہے۔ اسی کی وجہ سے ہر شخص نے اپنی سند کو عن عن سے پہونچانے کی کوشش نہیں کی نہ ضرورت سمجھی۔ حضرت مرداس اسلمیؓ مستقلاً تدریسِ قرآنِ کریم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کے درس میں ایک وقت میں سولہ سو طلبہ تھے[1] اور بعض حضرات نے اپنی عمر تدریسِ قرآن کریم میں صَرف کردی۔ کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے خیرُکُم من تَعلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَهٗ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۷/۱/۹۵ھ

سورۂ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟

سوال: -سورۂ فاتحہ اول پارہ کا جز ہے یا تیسویں پارہ کا؟ اگر اول پارہ کا جز ہے تو سورۂ بقرہ کے اول رکوع پر رکوع نمبر ۲ کیوں نہیں لکھا جاتا، اور اگر تیسویں پارہ کا جز ہے تو اس کو اول پارہ کے شروع میں لکھنے کی ابتداء کب سے اور کیوں ہوئی۔ بینوا وتوجروا۔

---

[1] سعیدبن عبدالعزیز عن مسلم بن مشکم قال لی ابوالدرداء اعددمن فی مجلسناقال فجاء وا الفاوست مئة ونیفاالخ (سیر اعلام النبلاء ص ۳۴۶/ ج ۲/)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۳/ کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۷۵۲/ ج ۲/ باب من تعلم القرآن وعلمه کتاب فضائل القرآن مکتبه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پاک سیکھے اور اس کو سکھائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پاروں کی تعیین احادیث میں مذکور نہیں ہے، بعد کے حضرات نے تعیین فرمائی ہے یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ تعیین کرنے والے کون ہیں، اور یہ تعیین کس بنیاد پر ہے، کیونکہ کوئی پارہ چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے، کوئی ایسی جگہ سے شروع ہوتا ہے کہ پہلے سے بات چلی آرہی ہے وہ پوری نہیں ہوئی کہ بعد والا پارہ شروع ہوگیا، نہ اس میں ترتیب کی رعایت ہے نہ مضمون کا لحاظ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ

سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سورۃ ہے یا نہیں؟

سوال:- سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سورت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کونسے پارہ کی سورۃ ہے؟ نیز یہ کہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھنے سے نماز میں تو کوئی قصور واقع نہیں ہوتا، نیز شانِ نزول وغیرہ مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) بالیقین کتاب اللہ قرآن شریف کی سورۃ ہے۔ مصحف عثمانی میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ہے۔ اس کے بعد سورۂ بقرہ ہے۔ بچوں کی تعلیم میں سہولت کی خاطر پارۂ عم میں خلافِ ترتیب سورتیں لکھی گئی ہیں۔ سورۂ فاتحہ نماز میں (امام ومنفرد کے لئے) پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ سورۃ یا تین آیات کی مقدار پڑھنا بھی واجب ہے اور نفسِ قراءت فرض ہے[1] اگر صرف فاتحہ پر کفایت کی تو نفس قراءت کا فریضہ اور سورۂ فاتحہ کا وجوب

---

[1] (قوله ومنها القراءة) اى قراءة آية من القرآن وهى فرض عملى (الى قوله) واما قراءة الفاتحة والسورة او ثلاث آيات فهى واجبة أيضاً كما سياتى (الشامى نعمانیہ ص ۳۰۰/ج ۱/ شامی زکریا ص ۱۳۳/ ج ۲/ باب صفة الصلاة مبحث القراءة الهندیہ ص ۷۱/ج ۱/ الفصل الثانی فی واجبات الصلاة طبع کوئٹہ)

تو ادا ہوگیا مگر ضم سورۃ کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ اگر بھولے سے واجب ترک ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ عمداً واجب ترک کرنے سے اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے[1] شانِ نزول اور مزید معلومات لبابُ النقول، الدرالمنثور، مفاتیح الغیب، وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۰ھ

---

[1] یجب سجدتان بتشهدوتسليم لترک واجب سهواوان تكرروان كان تركه عمداً أثم ووجب اعادة الصلوٰة لجبرنقصها (نورالايضاح ص ۱۳۰/باب سجودالسهوالهندية ص ۱۲۶/ ج ۱/ باب سجودالسهومكتبه كوئٹه)

[2] الباب الثانی فی فضائل هذه السورة المسئلة الاولی میں شان نزول کا ذکر ہے۔ (تفسیر مفاتیح الغیب ص ۱۴۷/ج ۱/ومطبوعہ دارالفکر بیروت ص ۹۱/ج ۱/)

لباب النقول فی اسباب النزول مولفه جلال الدين عبدالرحمٰن بن ابی بكرالسيوطی مطبوعه دار احياء العلوم بیروت میں اس سورۃ کا ذکر ہی نہیں البتہ علامہ سیوطیؒ نے الدرالمنثورفی التفسیربالماثور کی پہلی جلد میں سو صفحات پر اس کے فضائل وغیرہ تحریر کئے ہیں جس میں شان نزول ص ۲/و۳/ پر ہے۔

باب ششم: متفرقاتِ قرآن

قرآن میں سائنس کی بحث

سوال:- ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ اخروی سعادت اور نجات حاصل ہو سکے اور خدا کی صحیح معرفت نصیب ہو۔ اسی مقصد کے لئے خدا نے جہاں مناسب سمجھا وہاں تمثیلات بیان کیں اور دلائل آفاقی وانفسی سے کام لیا مگر قرآن سائنس اور مادیت کی تعلیم دینے والی کتاب نہیں۔ کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ضمنی ہے یا تو توحید کے بیان کے لئے یا رسالت وآخرت وغیرہ عقائد اسلامی کے استدلال کے لئے۔ مقصد نزول، کائنات کی ماہیت وغیرہ بیان کرنا نہیں اسی لئے اس کا یہ گمان ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ انکشافات کئے ہیں ان میں سے بہت سی چیزیں حقیقت نفس الامر یہ ہیں اور بعض چیزیں مسلم قوم ہیں۔ چونکہ قرآن تو عرب قوم کو توحید ورسالت اور آخرت پر مضبوطی کے ساتھ جمانا چاہتا ہے اس لئے کائنات کے بارے میں ان کے جو خیالات تھے اسی کو دلیل کے طور پر بیان کیا گیا اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حقیقت نفس الامر بھی یہی ہے اگر یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بہت سے اعتراضات سے چھٹکارا مل جاتا ہے جو آئے دن سائنس کی جدید تحقیقات کے ذریعہ سے قرآن پر ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ خیال صحیح ہے امید کہ اس کے ہر پہلو پر بڑے غور وفکر سے جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فیض الباری[1] میں بھی اس کے قریب ہے مثلاً اس میں ہے کہ آسمان حرکت کرتا ہوا

---

[1] (قلت) والذی لاشک فیه ان الشمس فی مشاهدتناهی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

معلوم ہوتا ہے۔ چاند، سورج، تاروں کی حرکت نظر آتی ہے۔ قرآن پاک نے اس ظاہری ہیئت کا تذکرہ فرمایا ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا[1] كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ[2] وغیرہ اس سے بحث کرنا کہ زمین متحرک ہے یا آسمان زائد از ضرورت ہے بلکہ ظاہری ہیئت سے جو عبرت ونصیحت حاصل کی جاسکتی ہے اور خالق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ اس پر اکتفا کیا گیا ہے اگر سائنس نے پتہ بھی لگالیا کہ زمین متحرک ہوتی ہے یا آسمان متحرک ہوتا ہے یا آسمان موجود ہی نہیں بلکہ منتہائے نظر ہے اور جو متحرک ہے اس کی حرکت طبعی ہے یا عائق کی وجہ سے تو اول تو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل قائم نہیں اس لئے کہ آئے دن تحقیقات بدلتی رہتی ہیں بعد والا طبقہ اپنے سے پہلوں کی تغلیط وتردید کرتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ ظن وتخمین پر ہے نہ کہ علم و یقین پر ورنہ تبدل نہ ہوتا۔ کیونکہ حقائق واقعیہ میں تبدل نہیں ہوتا۔ دوسرے جو مقصد ہے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) المتحرکة اماان تلک المشاهدة لاجل حرکة الارض لشئی آخر فلانبحث عنه الآن، ولکنانتکلم اولاعلی ان الذی ثبت فی مشاهدة العوام ومضت لهم علی تلک دهور، حتی انه لم یبق منهم احدالاوهویزعم ان الشمس متحرکة واشربت به قلوبهم، ورسخ فی بواطنهم، فهل یناسب للشرع ان ینقض مشاهدتهم تلک عندالمخاطبة معهم اویجاری معهم کان ماعندهم ایضاً نحومن نفس الامرفلوکان هناک هیں لین لقلت له ان الاصوب هوالمماشاة معهم، وعدم النقض لمشاهدتهم وفرضهاایضاً نحوامن نفس الامرلانه لوکان الشرع بنی کلامه فی الکونیات علی الواقع حقیقة لبقی القران مکذباعندهم الی ان یظهرلهم الواقع ایضاً کما هو عنده، کمسأله الحرکة هذه فانه لوکان القرآن صدع بحرکة الارض مثلاً لبقی مکذبافیمن مضوامن الفلاسفة، لعدم ثبوتهاعندهم وان صدقه الناس الیوم، وکذلک لوصرح بحرکة الفلک لصدقه القدماء البتة ولکن صارالیوم مکذبا، لایعتقدبه اخدلثبوتهاعندهم بخلافه فاغمض القرآن عن نحوتلک الکونیات التی لایتعلق له بهاغرض فی اعمالناليسوی امره عند هولاء، ولاتحول تلک المباحث بینه وبین ایمانهم، ولعمری هذاهوالاحسن الخ (فیض الباری ص ۲۲۴/ ج ۴/ مطبوعه ڈابھیل سورت، کتاب التفسیر تحت سوره یٰسین)

[1] سورۂ یٰسین آیت ۳۸/۔ **ترجمہ**: اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے (بیان القرآن)

[2] سورۂ یٰسین آیت ۴۰/۔ **ترجمہ**: اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں (بیان القرآن)

(معرفت خالق اوراس کی اطاعت) اس سے یہ سائنسداں طبقہ بہت دوراورمحروم ہے وہ عامۃ خالق ہی کا منکر ہے۔ پھرتو یہ سائنس وبال جان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قرآن شریف سے چور کا نام نکالنا

سوال:-قرآن شریف کے ذریعہ چیلنج دیکر کسی شخص کو مجرم اور یقینی طور پر چور بتلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے لایاخذالفال من المصحف شرح فقه اکبر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵۹ھ

فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟

سوال:-فال نکالنا کفر ہے تو فالنامہ قرآن میں کیوں لگائے گئے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتابوں میں کفر اور شرک لکھا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فالنامہ قرآن شریف میں تاجروں نے لگادیا ہے تاکہ لوگ زیادہ خریدیں۔ حضرت

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۸۳/ لایاخذ الفال من المصحف ،مطبوعه رحیمیه دیوبند،فتاوی حدیثیه ص ۲۳۱/ مطلب فی انه یکره اخذالفال من المصحف ،مطبوعه دارالفکر بیروت.

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے نہیں لگایا، نہ لگانے کی اجازت دی[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

شیطان قراءتِ قرآن پر قادر نہیں

سوال: -مولانا لکھنویؒ نے نقل کیا کہ شیطان قرأتِ قرآن پر قادر نہیں۔ لیکن بخاری شریف میں حدیثِ طویل عن ابی ہریرہؓ ہے جس میں شیطان نے ابو ہریرہؓ کو آیۃ الکرسی کی تعلیم کی لہٰذا اس میں پڑھنا بھی آ گیا۔ اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ زید اس کو جواب دیتا ہے کہ پڑھنا بطور نام کے ہے جیسے سورہ الحمد للہ کہنا۔ لہٰذا یہ پڑھنے میں شمار نہیں۔ یا شیطان نے صرف آیۃ الکرسی کہا ہوگا۔ یا اس وقت شیطان انسان کے روپ میں تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور محققین نے دیئے ہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ملاحظہ ہو بہشتی زیور ص ۴۰ ر ج ۱ ر کفر اور شرک کی باتوں کا بیان، مطبوعہ تھانوی دیوبند، امداد الفتاوی ص ۵۸ ر ج ۴ ر زکریا بکڈپو دیوبند۔

[۲] والذی تبدی لا بی هریرة فی حدیث الباب کان علی هیئة الأدمیین (ارشاد السادری ص ۳۲۶ ر ج ۵ ر حدیث ۲۳۱۱ ر کتاب الوکالة، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل الخ دارلفکر بیروت) فتاوی حدیثیه ص ۲۳۳ ر مطلب یجوز تکریر سورة الاخلاص خلافاللامام احمد مطبوعه دار المعرفة بیروت.

کیا ملائکہ کو تلاوتِ قرآن پاک پر قدرت ہے؟

سوال: -علم الکلام مؤلّفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے قول حافظ ابن صلاحؒ کا تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے سن سکتے ہیں۔ فالتالیات ذکراً . فاذاقرأناہ فاتبع قُرآنہ سے کیا مراد ہے؟ اور وقتِ نزول جبرئیلؑ قرآن پاک کو کس طرح نازل فرماتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے صحیح لکھا ہے[1] حضرت جبرئیل علیہ السلام جب قرآن پاک کی آیت لاکر سناتے تو حضور اکرم ﷺ ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں[2] اس پر ارشاد ہوا۔ لاتُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ فَاِذَاقَرَأْنَاہ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنہ ثم اِنَّ عَلَیْنَابَیانَہٗ.[3] (الآیۃ) یہ وحی پہنچنے کے وقت کا واقعہ

---

[1] قال ابن الصلاح فی فتاویہ قراء ۃ القرآن کرامۃ اکرم اللّٰہ بھاالبشرفقدوردان الملائکۃ لم یعطوا ذلک وانھاحریصۃ لذلک علی استماعہ من الانس (الاتقان فی علوم القرآن) ص ۱۰۵ / ج ۱ /(مطبوعہ دارالفکر بیروت) قبیل النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ،الفتاوٰی الحدیثیہ ص ۲۳۳ /مطلب یجوزتکریرسورۃ الاخلاص الخ دارالمعرفۃ بیروت.

[2] اخرج الشیخان فی الصحیحین عن ابن عباس قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِالْوَحْیِ یُحَرِّکُ لِسَانَہٗ وَشَفَتَیْہِ فَیَشْتَدُّعَلَیْہِ وَکَانَ یُحَرِّکُ عَنْہُ یُرِیْدُاَنْ یَّحْفَظَ مَااَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَاتُحَرِّکْ الخ (الی قولہ)عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَرِّکُ شَفَتَیْہِ اِذَانَزَلَ یُخْشٰی اَنْ یَنْفَلِتَ (مظھری ص ۱۳۹ /ج ۱ /)سورۃ القیامۃ تحت آیت ۱۵ /مطبوعہ ندوۃ المصنفین دھلی.

[3] سورۃ القیامہ آیت ۱۵/تا ۱۸/۔ **ترجمہ:** اے پیغمبر آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کردینا اور اسکا پڑھوا دینا۔ تو جب ہم اسکو پڑھنے لگا کریں تو آپ اسکے تابع ہوجایا کیجئے پھر اسکا بیان کرادینا ہمارے ذمہ ہے۔ (بیان القران)

ہے۔ایسا نہیں ہے کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کرلیا کرے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا

سوال:- ایک بڑے دُکھ کی بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آخر اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جو آیات ہم اس وقت پڑھ رہے ہیں آج ہم مسلمان اپنے اسلام کے بارے میں صحیح طرح نہیں جانتے اس لئے بڑا افسوس ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص قانون کی زبان یا رائج الوقت ملک کی زبان کو نہ سیکھے درانحالیکہ اس کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور ہر طرح کی سہولتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ دکھ کی بات ہے کہ ہم قانون کی کتاب کو نہیں سمجھ پاتے۔ یا اسٹیشنوں، بازاروں، دفتروں، کچہریوں میں جو اعلانات، سائن بورڈ، نقشے، نام لگے ہوئے اور لکھے ہوئے ہیں ان کو نہیں سمجھتے، تو اس کا صاف صاف جواب یہی ہے کہ یہ دکھ آپ نے خود ہی اپنے سر لے رکھا ہے کہ قانون کی زبان اور رائج الوقت زبان کو نہیں سیکھا اور جگہ جگہ جو تعلیم گاہیں، کالج، یونیورسیٹیاں موجود ہیں جن میں تعلیم ہوتی ہے، امتحانات ہوتے ہیں، سندیں ملتی ہیں پھر اچھی ملازمتوں پر بلایا جاتا ہے۔ان سب سے آپ نے صرفِ نظر کرکے سب کو بیکار سمجھ لیا ہے۔ یہی جواب آپ کے اس سوال کا ہے۔ آپ انگریزی تعلیم پر یا ہندی تعلیم پر وقت صرف کرتے ہیں دماغی محنت خرچ کرتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، راحت وآرام ترک کرتے ہیں، اس کا پھل آپ لیتے ہیں۔ وہاں کوئی دُکھ نہیں ہوتا۔اس طرح آپ عربی تعلیم پر محنت کرتے وقت خرچ کرتے تو آپ اس کو سمجھ لیتے اور دُکھ رفع ہوجاتا۔ تفاسیر وتراجم، اردو، ہندی، انگریزی، عربی ہر زبان میں موجود ہیں

الحاصل اس دُکھ کی دوا خود آپ کے پاس ہے، ذرا ہمت وتوجہ کی ضرورت ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات

سوال: -قواعدِ شرعیہ اسلامیہ جونصوص قطعیہ کی دعوت سے مسلمان پر رکھے گئے ہیں وہ کسی وقت بھی قابل تغیر وتبدل ہیں یانہیں؟ (۲) وہ امر جونصوصِ قطعی سے ثابت ہواس میں علماء میں سے کسی فرد کوترمیم یا تنسیخ کردینے کا شرعاً حق پہنچتا ہے یانہیں؟ (۳) قرآن کریم قانونِ اسلامی ہے یانہیں؟ اگر قانون اسلامی ہے تو یہ قانون الیٰ یوم القیامۃ قائم رہنے کا حق کامل رکھتا ہے یانہیں؟ (۴) قرآن کریم میں جس قدر احکامات بعبارۃ النص یا باشارۃ النص ثابت ہیں ان کی حمایت نبی ﷺ نے قولاً یا فعلاً فرمائی ہے یانہیں؟ (۵) قرآن کی تفسیر واقعی نبی ﷺ کی زندگی علمی وعملی وقولی ہے یانہیں؟ (۶) قرآن وحدیث دونوں نے مل کر جوراہ عمل بتلائی مسلمانوں کو الیٰ یوم القیامۃ عمل کرنے کے لئے کامل ہے یاناقص؟ (۷) اگر کامل ہے تو موجودہ زمانے کا مسلمان اپنی ذاتی اغراض یا کسی اور مصلحت کی بناپر اس میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل کرنے کا مجاز ہے یانہیں؟ (۸) کیا قرآن وحدیث مع اپنی تفسیرات مشہورہ اور اپنی اپنی تنقیحاتِ مقبولہ اور فقہیہ مسلمانوں کا قابل عمل اور حوادثات زمانہ سے بے خوف بنادینے والا قانون ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر کردہ جملہ امور اہل علم حضرات کے لئے بدیہی ہیں۔ تعارض ادلہ کی وجہ سے

یا راجح ومرجوح کے عدم تعیین کی بناء پر کوئی خلجان ہو تو واضح بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

آیت اُڑنے کا عقیدہ

سوال:- جس شخص کا عقیدہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ پھینکنے سے وتفصیل کُلِ شیٔ۔ آیت اُڑ گئی اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں اصل بات کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا تذکرہ کتب عقائد میں کہیں نہیں پایا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے اسی سے اس کی دلیل دریافت کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم میں صیغہ جمع وصیغہ مفرد کی تفصیل

سوال:- شخصے می گوید کہ درقرآن کریم صیغہ توحید نیست مگر چند جا زیرا کہ عبارت قرآن کریم بصیغۂ جمع تلفظ می فرماید بناءً علیہ درتصوف ہم توحید ذاتی نمایاں نیست زیرا کہ درتصوف ہم توحید را تقسیم کردہ اند درقرآن حکیم مثالش۔ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذکر ۔ دیگر اِنَّا اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۔ اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الکوثر ۔ اِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ۔ بسیارے کہ قرآن کریم بصیغہ جمع تلفظ می فرماید۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صیغہ جمع برائے واحد ہم مستعمل می شود درزبان عربی وفارسی ایں استعمال بے شمار

است پس در ہر جا صیغۂ جمع را برائے تعدد فہمیدن ومنافی توحید دانشتن سراسر خطا است در قرآن کریم بنیاد ایمان برتوحید نہادہ است قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الآیۃ[1] اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ الآیۃ[2] اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الآیۃ[3] لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ الآیۃ[4] وبرتوحید مشرکین اعتراض وتعجب می نمودند۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ[5] وتصوف کہ منتہا ومقصود او احسان است۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ[6] الحدیث برتوحید مبنی است وہیچ گونہ شرک را روا ندارد۔ چنانچہ اول ذکر در تصوف ہمین است لا الٰہ الا اللّٰہ کہ ایں کلمہ در کلام مجید[7] ودر حدیث شریف[8] نیز آمدہ وجمیع صحابہ کرام ومن بعدہم ہمہ ایں کلمہ را راسِ ایمان راس تصوف نگاشتہ اند[9]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۸/۱۶ھ

---

[1] سورۂ اخلاص آیت ۱/۔ **ترجمہ:** آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ (از بیان القرآن)

[2] سورۂ فاتحہ آیت ۴/۔ **ترجمہ:** ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۳/۔ **ترجمہ:** اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہو وہ تو ایک ہی معبود ہے۔ (از بیان القرآن)

[4] سورۂ اسراء آیت ۱۱۱/۔ **ترجمہ:** نہ اسکا کوئی سلطنت میں شریک ہے۔ (از بیان القرآن)

[5] سورۂ ص آیت ۵/۔ **ترجمہ:** کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ (از بیان القرآن)

[6] مشکوۃ شریف ص ۱۱/۔ کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔
ترجمہ: تو اللہ کی اس طرح بندگی کرو گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے۔

[7] سورہ محمد آیت ۱۹/۔ **ترجمہ:** بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں۔ (از بیان القرآن)

[8] مشکوۃ شریف ص ۱۱/۔ کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔

[9] **ترجمہ سوال:** ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن کریم میں صیغہ توحید نہیں ہے مگر چند جگہ اس لئے کہ قرآن کریم میں صیغہ جمع کے ساتھ تلفظ فرمایا ہے اسی بناء پر تصوف میں بھی توحید ذاتی نمایاں نہیں ہے اس لئے کہ تصوف میں بھی توحید کی تقسیم کی ہے قرآن حکیم میں اس کی مثال یہ ہے نحن نزلنا الذکر دوسری مثال: انا الیکم لمرسلون. انا اعطیناک الکوثر. انا الیٰ ربنا لمنقلبون. ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

قرآن کی سالگرہ منانا

سوال:- آج کل اخباروں میں اور ریڈیو پر آتا رہتا ہے کہ قرآن شریف کے نزول کو چودہ سو سال ختم ہو کر پندرہ سو کے آغاز پر ختم قرآن جابجا کیا جارہا ہے بلکہ بعض نے تو آئندہ رمضان تک کا اور بعض نے عیدالاضحیٰ تک کا وقت اس تقریب کیلئے دیا ہے کہ ان میں ضرور کرلینا چاہیے تو ہم محض پورے شہر والوں کو دعوت دے کر بلائیں اور قرآن خوانی کرائیں۔ پچاس سے زائد قرآن ختم ہو جائیں گے اور ہر خاص و عام نزول قرآن اور قرآن کی اہمیت کے متعلق علماء کرام سے بیانات سنیں گے جو مفید ہوں گے شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں یا کرنے میں حرج ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا بابرکت کلام ہے۔ جو کہ اس امت کے لئے مستقل لائحہ عمل ہے۔ اس کی تلاوت پر بہت بڑا اجر وثواب ہے[1] اس پر یقین رکھنا اصل ایمان

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بہت جگہ قرآن کریم میں صیغۂ جمع کے ساتھ تلفظ فرمایا ہے۔

ترجمہ جواب: حامداً ومصلیاً! صیغہ جمع بھی واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے عربی اور فارسی زبان میں اس کا استعمال بہت ہے پھر ہر جگہ صیغہ جمع کو تعدد کے لئے سمجھنا اور توحید کے منافی جاننا سراسر غلطی ہے قرآن کریم میں ایمان کی بنیاد توحید پر رکھی گئی ہے قل هو الله احد الآية. اياك نعبد واياك نستعين الآية. الٰهكم اله واحد الآية. لم يكن له شريك الآية. اور توحید پر مشرکین اعتراض اور تعجب کرتے ہیں، اجعل الآلهة الٰهاً واحداً ان هٰذا لشئی عجاب. اور تصوف کا منتہا ومقصود احسان ہے ان تعبدو الله كانك تراه الحديث توحید پر مبنی ہے اور کسی قسم کا شرک جائز نہیں رکھتا چنانچہ پہلا ذکر قرآن کریم میں یہی ہے لا اله الا الله یہ کلمہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے اور تمام صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں نے اس کلمہ کو ایمان اور تصوف کی جڑ شمار کیا ہے۔

[1] عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشرة امثالها الخ مشكوٰة ص ۱۸۶ / كتاب فضائل القرآن الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند سنن الدارمی ص ۴۳۱ / ج ۲ / باب فضل من قرأ القرآن دار الكتب العلميه۔

ہے اس پر عمل کرنا پروانہ نجات ہے[1]۔ نزول قرآن سے ایک سو سال گذرنے پر اکابر امت اور سلف صالحین نے اس قسم کی کوئی جوبلی، تقریب، یا سالگرہ نہیں منائی۔ درآنحالیکہ اس وقت کے حضرات کے لئے خیر ہونے کی بشارت احادیث میں موجود ہے اور وہ حضرات ایمان بہت قوی رکھتے تھے اور ان میں اعمال صالحہ تلاوت وغیرہ کا جذبہ آج کے لوگوں سے کہیں زیادہ تھا اور قرآن کریم کے حقوق کو بہت زیادہ پہچانتے تھے۔ یہ تقریب ایک محدث چیز ہے جو دین کے نام پر اب دیگر اقوام وملل کی حرص میں پیدا کی جارہی ہے۔ اس لئے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاھٰذَامَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ۔ متفق علیہ[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۸۷ھ

قرآن کریم بواسطۂ جبرئیل آیا اور توراۃ بلاواسطہ

سوال:- جناب مفتی صاحب الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسی پر ہمارا عمل ہے لیکن بعض مرتبہ غور کرنے سے ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں جو غور طلب ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ آپ کی صحیح رائے اس مسئلہ میں معلوم ہوسکے۔ مسئلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبرؑ نازل فرمائے۔ جس میں بڑے بڑے چار ہیں ان کی کتابیں بھی بڑی

---

[1] یجب علی المرء ان یومن بان القرآن کلام اللہ منزل غیرمخلوق الی قوم ویجب علی کل شخص ان یقر بمافیہ ویتبعہ ویتمسک بہ ظاھراً وباطناً الخ مباحث العقیدۃ فی سورۃ الزمر ص ۴۵۶/ کیفیۃ الایمان بالقرآن مطبوعہ الرشدریاض.

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۷۱/ ج ۱/ کتاب الصلح حدیث عائشہ باب اذااصطلحوا علی صلح جور فھو مردود طبع اشرفیہ دیوبند.

ترجمہ: جس نے نئی بات نکالی ہمارے اس دین میں جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے۔

مانی جاتی ہیں لیکن غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ نے توریت کو بلا واسطہ نازل فرمایا ہے اور حضرت محمد ﷺ پر قرآن شریف بواسطۂ جبرئیل علیہ السلام قرآن شریف میں امن الرسول سے مترشح ہوتا ہے جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تورات کتاب بصورت الواح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی جیسے کسی شخص کو کسی جگہ کا ذمہ دار بنایا جائے اور ایک ہدایت نامہ لکھ کر کے اس کے حوالہ کر دیا جائے کہ اسکے موافق عمل کرتے رہنا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور امت کو اس پر عمل کی دعوت دی۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ۲۳ رسال کی مدت میں آہستہ آہستہ حسب مصالح ومواقع اتارا گیا اس کو کتاب ہمارے اعتبار سے اس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ اس کو لکھا گیا۔

(لوح محفوظ) سے اس کو نازل کیا گیا[1] جیسے کسی کو ولی عہد بنایا جائے اور ہر ہر موقع پر اس کو بواسطہ یا بلا واسطہ بتایا جاتا رہے کہ اس وقت یہ کرو اس وقت یہ کرو کلام اور کتاب میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اس حیثیت کی گہرائی میں جتنا بھی غور کرو گے قرآن پاک کی عظمت کا یقین بڑھتا جائے گا اور موجودہ حالت میں توریت اصلی باقی ہی نہیں رہی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِہٖ الآیۃ[2] وَقَالَ تَعَالیٰ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذا مِنْ عِنْدِاللّٰہِ[3]۔ اس دنیا میں کلام فرمانے اور مقام قاب قوسین پر بلا کر کلام فرمانے کو بھی ملحوظ

---

[1] القرآن نزل دفعة واحدة من اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا اولاثم نزل نجمانجما وآیة آیة بحسب المصالح والحوائج الیه علیه السلام والی قوله لان نزوله فی الواقع کان بدفعات مختلفة فی مدة النبوة انور الانوار ص ۹ / بحث تعریف الکتاب (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] سورۂ مائدہ آیت ۱۳ / ۔ **ترجمہ:** وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[3] سورہ بقرہ آیت ۷۹ / ۔ **ترجمہ:** جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ (از بیان القرآن)

رکھیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ علم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد

سوال:- قرآن پاک میں مذکور پیغمبروں کی کل تعداد بمطابق دعویٰ بیضاوی ۲۸/ ہے کیا یہ درست ہے۔نیز مذکور انبیاء فی القرآن کی نبوت کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے۔مثلاً نبیوں کی فہرست میں ہوں تو نبی ہوں گے بعض کتابوں میں معلوم ہوا مگر یہ اس لئے درست نہیں کہ حضرت مریم ذوالکفل عزیرؑ بلکہ عیسیٰؑ نبیوں کی فہرست میں مذکور ہیں اور پھر نبی ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیضاویؒ نے یہ دعویٰ کس جگہ پر کیا ہے اس کی پوری نشاندہی فرمائیں تاکہ اس کے متعلقات میں دیکھا جائے شاید وہاں تفصیل مذکور ہو تمام پیغمبروں کے نام تو حق تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ کو بھی نہیں بتائے۔وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ الآية[1] پھر کوئی پوری فہرست کیسے بتا سکتا ہے۔قرآن کریم میں کسی کے نام کے ساتھ رسول کا لفظ ہے۔[2] اور کسی کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ ہے۔[3] کسی کے متعلق اس پر کتاب نازل ہونے کا تذکرہ ہے یہ پیغمبر ہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[1] سورۂ مومن آیت ص ۷۸/۔**ترجمہ:** اور بعضے وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔(از بیان القرآن)

[2] وَاِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (سورۂ نساء آیت ۱۷۱/)

ترجمہ: مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں۔(از بیان القرآن)

[3] وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقاً نَبِيّاً (سورہ مریم آیت ۴۱/)

ترجمہ: اور آپ اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے۔(از بیان القرآن)

[4] وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

۷۸۶ کا عدد تسمیہ کا قائم مقام نہیں

سوال:- بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بدلہ ۷۸۶ لکھنے پر بسم اللہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ثواب ۷۸۶ لکھنے سے نہیں ملے گا۔ یہ تو بسم اللہ کا عدد ہے جن سے اشارہ ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غلاف قرآن اور غلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟

سوال:- زید کہتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۰ھ میں پانی پت میں وعظ فرمایا تھا جس میں حضرت نے ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ غلافِ کلام اللہ غلافِ بیت اللہ سے افضل ہے۔ چونکہ کلام اللہ کی صفات ازلیہ ابدیہ میں سے ہے اور صفت موصوف میں علاقہ اتحاد ہوتا ہے۔ اس بناء پر وہ کپڑا غلافِ کلام اللہ جس کا اتصال صفت حق تعالیٰ کے کلام سے ہے وہ افضل ہے بہ نسبت اس کپڑے کے جس کا اتصال صفتِ باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں کہ اس پر ایمان کی صحت موقوف ہو یا اس پر ادائے فرائض موقوف ہو محض علمی نکتہ کے درجہ میں ہے۔ ایسے مسائل میں نزاع نہیں کرنا چاہئے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وَکِیْلًا (سورہ اسراء آیت ۳)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔ (از بیان القرآن)

قرآن کریم کا بیت اللہ سے افضل ہونا حدیث شریف[1] سے معلوم ہوتا ہے۔اسی واسطے جوغلاف (جزدان) قرآن کریم سے متصل ہے وہ غلافِ بیت اللہ سے افضل ہوگا۔ یہ بات الگ ہے کہ غلاف بیت اللہ پر کلمہ شریف یا کوئی آیت لکھی ہوتو اس کی وجہ سے اس کو افضیلت ہوجائے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۸ھ

---

[1] عَنْ اَبِی سَعِیْدٍقَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَااُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلیٰ سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلیٰ خَلْقِہٖ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۶/ باب فضائل القرآن مکتبہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کو قرآن میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کردے تو میں اس کو اس سے زائد دوں گا جو میں سائلین کو دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے اللہ کی مخلوق پر۔

باب ہفتم: حدیث سے متعلق مباحث ومسائل

محدث کی تعریف

سوال: -محدِّث ومُحدِث میں کیا فرق ہے؟ کیا ہندوستان میں اس وقت بھی کوئی محدِّث حیات ہیں یا نہیں؟ یا حضرت مولانا محمود حسن اسیر مالٹا شیخ الہند ہندوستان میں خاتم المحدثین تھے۔ بعض عالم اب بھی اپنے نام کے ساتھ محدث لکھتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مُحدِث، بے وضو کو کہتے ہیں[1] اور جو شخص حدیث دانی کا مدعی ہو اور وہ فقہ وحدیث کا ماہر نہ ہو تو استہزاء کے طور پر اسکو بھی کہتے ہیں یہ محدّث (علم حدیث کا ماہر) نہیں بلکہ مُحدِث (بے وضو) ہے۔

محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس نے علم حدیث کے متون واسانید وعلل، تواریخ کو اصولاً وفروعاً سنداً، پڑھا، لکھا ہو اور اس کے لئے شہروں اور گاؤں کا سفر بھی کیا ہو[2]۔

بعض حضرات علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے اب بھی موجود ہیں جن کا اور کوئی مشغلہ ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

سوال: -اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا

[1] المُحدِث: من سبقه الحدث الاصغر الموجب للوضوء. التعریفات علیٰ قواعد الفقه ص ۴۶۹/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] انما المحدث من عرف الاسانید والعلل واسماء الرجال والعالی والنازل وحفظ مع ذلک جملة مستکثرة من المتون وسمع الکتب الستة ومسند احمدوسنن البیهقی ومعجم الطبرانی الخ (مقدمه الاوجز ص ۱۲۵/ الفائدة الثانیه فی مراتب اهل الحدیث ء مکتبه امدادیه مکه مکرمه) التعریفات الفقهیة علیٰ قواعد الفقه ص ۴۷۰/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

کیا۔آیا یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجمع البحار[1] کے حاشیہ میں اس کو حدیث کہا ہے (الیواقیت والجواہر ص ۱۰/[2] میں بھی اس کو حدیث لکھا ہے۔ فتاویٰ[3] ابن حجر مکی ص ۴۴/و ۲۰۶/ میں اس کے مضمون کو عبدالرزاق سے حدیث نقل کیا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اوراَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ

سوال:-(۱) اوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوری،اوراوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمُ او کما قالؐ، یہ دونوں متضاد ہیں کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ اگر دونوں درست ہیں تو پھر تطبیق کیسے؟

(۲) رات ریڈیو میں کہیں سے آواز آرہی تھی کوئی صوفی صاحب فرمارہے تھے کہ

---

[1] وکذلک تاویل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ماخلق اللہ نوری ،ای اول ماخلق اللہ من جنس الانوار کان نوری، مختصر(حاشیہ مجمع بحارالانوار ص۱۱۸/ج۱/)مطبوعہ المعارف العثمانیہ ،حیدرآباد،مادۃ اول.

[2] قدورد فی الحدیث اول ماخلق اللہ نوری (الیواقیت والجواھر ص ۲۰/ج۲/المبحث الثانی والثلاثون فی ثبوت الرسالۃِ الخ مطبوعہ مصری)

[3] فقد اخرج عبدالرزاق بسندہ عن جابربن عبداللہ الانصاریؓ قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقہ اللہ قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک محمد ﷺ من نورہ(الحدیث) فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۹/مطلب:ھل خلقت الملائکۃ دفعۃ واحدۃ ام لا.دارالمعرفۃ بیروت.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے اماں ابا آپ پر قربان یارسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ارشاد فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی محمد ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے میرا نور پیدا کیا اور پھر میرے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ کیا یہ حدیث درست ہے۔ اگر درست ہے تو لم یلد ولم یولد کے خلاف نہیں؟ کیا خدا بھی منقسم ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے جز نہ بن گئے؟ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ دونوں درجۂ صحت کو نہیں پہونچی ہیں کما صرح بہ[۱]

(۲) کتب صحاح میں یہ حدیث موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

حدیث لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کی تحقیق

سوال:- محترمی جناب مفتی صاحب۔ سلام مسنون

---

[۱] اول ماخلق اللّٰہ القلم رواہ احمد والترمذی صححہ عن عبادۃ ابن الصامت مرفوعاً الٰی ماقال ورجالہ ثقات الاالضحاک بن مزاحم فوثقہ ابن حبان وقال لم یسمع من ابن عباس وضعفہ جماعۃ. کشف الخفاء ص۲۶۳/ج۱/ حرف الھمزۃ مع الواؤ (مطبوعہ بیروت لبنان) اول ماخلق اللّٰہ نور نبیک یاجابر رواہ عبدالرزاق بسندہ عن جابربن عبداللّٰہ الٰی ماقال واختلف ھل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی ام لا،فقال الحافظ ابو یعلٰی الھمدانی الاصح ان العرش قبل القلم الٰی قولہ فیجمع بینہ وبین ماقبلہ بان اولیۃ القلم بالنسبۃ الٰی ماعدا النور النبوی المحمدی والماء والعرش وقیل الاولیۃ فی کل شی بالاضافۃ الٰی جنسہ الخ کشف الخفاء ص۲۶۵/ج۱/ حرف الھمزۃ مع الواؤ،مطبوعہ بیروت لبنان،فتاویٰ حدیثیہ ص۱۵۸/مطلب ھل ورد اول ماخلق اللّٰہ القلم ام لا،مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت،مرقات ص۱۲۲/ج۱/باب الایمان بالقدر،الفصل الاول مطبوعہ بمبئی.

گزارش یہ ہے کہ براہ کرم ذیل میں لکھی ہوئی حدیثوں کی صحت کے بارے میں تفصیلی جواب مرحمت فرمائیے۔ حدیث لَوْلاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلاکَ دوسری حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِاللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ.

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی روایت لفظاً موضوع ہے[1] معناً صحیح ہے دوسری روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لولاک لماخلقت الافلاک قال الصغانی انه موضوع کذافی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباسؓ مرفوعاً اتانی جبریل فقال یامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا (الموضوعات الکبیر ص ۱۰۱/ مطبوعه کراچی، حرف اللام کشف الخفاء ص ۱۶۴/ ج ۲/ حرف اللام رقم الحدیث ص ۲۱۲۳/ مطبوعه بیروت لبنان)

[2] یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملی البتہ اس کے مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جس کو فتاوی حدیثیہ میں مصنف عبدالرزاق سے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

اخرج عبدالرزاق بسنده عن جابربن عبدالله الانصاریؓ قال قلت یارسول الله بابی انت وامی اخبرنی عن اول شی خلقه الله قبل الاشیاء قال یاجابر ان الله خلق قبل الاشیاء نور نبیک محمد صلی الله علیه وسلم من نوره فجعل ذلک النور. یدوربالقدرحیث شاء الله ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولاقلم ولاجنة ولانار ولاملک ولاسماء ولاارض ولاشمس ولاقمر ولاانس ولاجن الخ (فتاوی حدیثیه ص ۵۹/ بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے اماں ابا آپ پر قربان مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا ارشاد فرمایا اے جابرؓ بیشک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا جب وہ نور تقدیر کے ساتھ گھومنے لگا جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس وقت لوح تھی نہ قلم نہ جنت اور نہ جہنم نہ فرشتہ نہ زمین آسمان نہ سورج نہ چاند اور نہ انسان نہ جنات الخ۔

تذکرۃ الموضوعات میں یہ حدیث موجود ہے: انا من نوراللّٰہ والمومنون منی الخیر فی وفی امتی الٰی یوم القیامة قال ابن حجر لااعرفه، تذکرة الموضوعات ص ۸۶/ فضل الرسول ﷺ وخصاله الخ مطبوعه مصری.

لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وغیرہ احادیث کی تحقیق

سوال:- (۱) حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ. لَوْلَاکَ لَمَااَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ، عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ . اَنَا اَحْمَدُ بِلَامِيْم وَاَنَا عَرَبٌ بِلَاعَيْنٍ۔ کیا یہ حدیثیں درست ہیں، ضعیف ہیں یا موضوع۔ جیسا حکم ہو تحریر فرماویں۔

(۲) قضاء عمری جو جمعۃ الوداع کے دن پڑھتے ہیں اس کا پڑھنا کیسا ہے کیا تمام عمر کی نماز جو قضاء ہو چکی ہیں معاف ہو جائیں گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) لولاک لماخلقت الافلاک قال الصغانی انه موضوع کذافی الخلاصة لکن معناه صحیح فقدروی الدیلمی عن ابن عباسؓ مرفوعاً اتانی جبرئیل فقال یامحمد لولاک لماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفی روایة بن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا اھ موضوعات کبیر[۱]

حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل قال الدِّمُیَرِی والعسقلانی لااصل له وکذا قال الزرکشی وسکت عنه السیوطی واما حدیث العلماء ورثة الانبیاء فرواه الاربعة عن ابی الدرداءؓ اھ موضوعات کبیر[۲] انا احمد بلامیم وانا عرب بلاعین کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گذری۔ بظاہر یہ دونوں روایت موضوع معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم اور حدیث لولاک لما خلقت الخ وعلماء امتی الخ معنیً صحیح ہیں۔

(۲) اس طرح قضاء عمری پڑھنے سے عمر بھر کی قضا نمازیں معاف نہیں ہوتیں اور یہ

---

[۱] الموضوعات الکبیر ص ۱۰۱ /مطبوعه کراچی حرف اللام، کشف الخفاء ص ۲۲۳ /ج ۲/ مطبوعه بیروت.

[۲] الموضوعات الکبیر ص ۸۲ /مطبوعه کراچی حرف العین.

قضاء عمری شرعاً بے اصل و بدعت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

سوال:- لولاک لماخلقت الافلاک. لولاک لماخلقت الدنیا ۔ان دونوں میں سے کس کے الفاظ صحیح ہیں۔حدیث پاک کی کس کتاب میں مذکور ہیں اور باب و صفحہ تحریر فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لولاک لماخلقت الافلاک[2] کو مولانا تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ[3] ص ۹۰/ میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی[4] میں موضوع لکھا ہے۔علامہ شوکانیؒ نے الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۱۰۸/[5] میں موضوع بتایا ہے۔لیکن ملا علی قاری نے

---

[1] من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی آخر جمعۃ من شہر رمضان کان ذلک جابراً لکل صلوۃ فائتۃ فی عمرہ الی سبعین سنۃ باطل قطعاً لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لایقوم مقام فائتۃ سنوات الخ (الموضوعات الکبیر ص ۱۲۵/ مطبوعہ کراچی حرف المیم)

[2] **ترجمہ:** اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

[3] یہ حدیث مذکور فی السوال (لولاک لماخلقت الافلاک) کہیں نظر سے نہیں گذری اور ظاہراً موضوع معلوم ہوتی ہے (امداد الفتاویٰ ص ۷۹/ ج ۵/ حدیث کے متعلق مباحث و مسائل، حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی تحقیق، مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند)

[4] منہ حدیث لولاک لماخلقت الافلاک در ہیچ کتاب بنظر نیامدہ (فتاوی عزیزی ص ۱۲۲/ ج ۱/ بیان حدیث لولاک الخ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

[5] الفوائد المجموعۃ ص ۳۲۶/ باب فضائل النبی ﷺ ورقم الحدیث ۱۸/ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

موضوعات کبیر[1] میں تحریر فرمایا ہے۔ لولاک لماخلقت الافلاک قال الصغانی انه موضوع کذافی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباسؓ موفوعاً اتانی جبرئیل فقال یامحمد صلی الله علیه وسلم لولاک ماخلقت الجنة لولاک ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا. اس سے معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ موضوع ہیں۔ مگر معنی صحیح ہیں اسی عبارت سے حدیث لولاک لما خلقت الدنیا کا حال بھی معلوم ہوگیا۔ کہ اس کو ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْراً وَبَطْناً

سوال:- اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْراً وَبَطْناًاِلٰی سَبْعِیْنَ الْبَطْنِ وفی روایة الیٰ سبعین بطناً۔ اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے اس طرح یہ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الموضوعات الکبیر ص ۱۰۱/مطبوعه کراچی ص ۵۹/ مطبوعه مجتبائی دهلی حرف اللام.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنایا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکرؒ کی روایت میں ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

[2] **نوٹ:**- حدیث میں ظہر اور بطن کا ذکر تو ہے لیکن سبعین بطن کا ذکر نہیں۔ عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ انزل القرآن علیٰ سبعة احرف لکل آیة منها ظهر وبطن الحدیث مشکوٰة ص ۳۵/ کتاب العلم، الفصل الثانی، اتحاف السادة ص ۶۵/ ج ۲/ کتاب قواعد العقائد، الفصل الثانی، مطبوعه دارالفکر.

حدیث کنت کنزاً مخفیاً کی تحقیق

سوال:- یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ خود کو ظاہر کروں پس اس عالم کو پیدا کیا۔ اس کے عربی الفاظ کیا ہیں؟ یہ حدیث کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث کنت کنزاً مخفیاً لااعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی[1] قال ابن تیمیة لیس من کلام النبی علیه السلام ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی والعسقلانی لکن معناه صحیح مستفادمن قوله وماخلقت الجن والانس الالیعبدون ای لیعرفون کمافسره ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (موضوعات کبیر[2] ص ۵۴/مطبوعہ مجتبائی)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بلاسند ہے اور حضور اقدس ﷺ کا کلام نہیں البتہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے معنیٰ کی ایک درجہ میں تائید ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کُنتُ کنزاً مخفیاً الحدیث

سوال:- ایک مولوی صاحب نے ایک حدیث بیان کی تھی کہ ''کنتُ کنزاً مخفیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ الخ'' اور اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا تھا کہ تمام

---

[1] **ترجمہ:** میں غیر معروف مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو اپنی معرفت کرائی سو انھوں نے مجھ کو پہچانا۔

[2] الموضوعات الکبیر ص ۹۳/حرف الکاف مطبوعه کراچی المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ص ۱۱۰/حرف الکاف، رقم الحدیث ۲۳۲، مکتب المطبوعات الاسلامیة حلب مصر کشف الخفاء ص ۱۳۲/ج ۲/حرف الکاف رقم الحدیث ج ۲۰۱۶ مطبوعه بیروت لبنان، المقاصد الحسنه ص ۳۲۷/رقم الحدیث ۸۳۸/مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

اشیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ لگے ہوتے ہیں۔ کیا ایسا مطلب لینا صحیح ہے۔؟ برائے مہربانی اطلاع فرمائیں۔

نوٹ: -حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمہ قرآن مجید میں سورۂ طلاق کی آخری آیت "اِنَّ اللّٰہَ قَدْاَحَاطَ بِکُلِّ شَیءٍ عِلْماً" کے بارے میں حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ "کنت کنزاًالخ" گو یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ غالباً یہ حدیث اس آیت سے مستفاد ہے۔ اوکما قال۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیث اس آیت سے کیسے مستفاد ہے۔ برائے کرم اس حدیث کے ساتھ اس آیت کے تعلق کو سمجھا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگران مولوی صاحب کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی معرفت دنیا کی ہر ہر شئی سے ہوسکتی ہے اور ہر شئی سے وجود خداوندی اور قدرتِ خداوندی پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو یہ معنیٰ لینا درست ہے لیکن لفظ غیر محتاط ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً یا اس قسم کی جو چیزیں زبانوں پر یا اوراق میں پائی جاتی ہیں ان کا منشاء اور ماخذ یہ آیت بن سکتی ہے۔ جو عموم علم، عموم قدرت پر نص ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۱۶ھ

---

[1] کنت کنزالااعرف. فأحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی. نص الحفاظ کابن تیمیة والزرکشی والسخاوی علی انه لااصل له (المصنوع فی معرفه الحدیث الموضوع ص ۱۱۰/حرف الکاف رقم الحدیث ص ۲۳۲/ مطبوعه حلب مصر) الموضوعات الکبیر ص ۹۳/حرف الکاف،مطبوعه کراچی،کشف الخفاء ص ۱۳۲/ج ۲/حرف الکاف،رقم الحدیث ج ۲۰۱۶/مطبوعه بیروت لبنان المقاصد الحسنة ص ۳۲۷/رقم الحدیث ۸۳۸/ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

کُنتُ نبیاً و اٰدم پر اشکال

سوال:- کنتُ نبیاً و آدم بین الخ کیا یہ درست ہے؟ حدیث شریف کا مطلب وضاحت سے فرمائیں۔ اگر آپ ازل سے نبی تھے تو پھر حق کی تلاش میں کم وبیش چالیس ۴۰ دن تک غارِ حرا میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور وَوَجَدَکَ ضَالًّا کس لئے ارشاد ہوا؟ پہلی وحی کے بعد کیوں آپ خائف ہوئے، اور زَمِّلُوْنِیْ فرماتے ہوئے گھر تشریف لے گئے۔ اور پھر حضرت خدیجہؓ نے تسلی وتشفی دی، حضرت نوفل کے پاس لے گئیں۔ تو یہ باتیں ازلی نبوت کے منافی معلوم ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت درست ہے[1]۔ اس کی تشریح اس طرح ہے۔ قدجاء ان اللہ تعالیٰ خلق الارواح قبل الاجساد فقدتکون الاشارة بقوله کنتُ نبیاً الی روحه الشریفة والیٰ حقیقته والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتها وانما یعلمها خالقها ومن امده بنورالهٰی ثم ان تلک الحقائق یوتی الله کل حقیقة منها مایشاء فی الوقت الذی یشاء فحقیقة النبی صلی الله علیه وسلم قدتکون من قبل خلق اٰدم اٰتاهااللّٰه ذٰلک الوصف بان یکون خلقها متهیئة لذٰلک وافاضهٔ علیها من ذٰلک الوقت فصار نبیاًالحاوی للفتاویٰ ص ۱۰۰ / ج ۲ / ۲ اس تشریح کے بعد کوئی اشکال نہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

---

[1] کنت نبیا وآدم بین الروح والجسداخرجه احمد والبخاری فی تاریخه والبغوی وابن السکن وغیر هما فی الصحابة وابونعیم فی الحلیة وصححه الحاکم. وکذاهوبهذااللفظ عندالترمذی وغیره عن ابی هریرة متی کنت اوکتبت نبیاقال واٰدم وذکره (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین کی تحقیق

سوال:- یہاں ایک قادیانی مولوی صاحب کی اور پادری صاحب کی بحث چل کر (لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیا) پر ٹھہر گئی۔ قادیانی مولوی حدیث کی کتب سے یہ الفاظ بتلادے تو پادری کے جامع مسجد کو پچاس روپیہ دینے پر بات ٹھہری ہے۔ قادیانی مولوی نے لاہور کی لائبریری سے کتب منگا کر بتلانا قبول کیا ہے اور لائبریری کو لکھا ہے مندرجہ ذیل کتب ارسال کرنے کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث ان کتب میں ہے۔ آپ تحریر فرمائیں کہ یہ کتب حدیث کی کتب ہیں یا نہیں؟

(۱) زرقانی علیٰ مواہب اللدنیہ (۲) الیواقیت والجواہر

(۳) شرح فقہ اکبر (۴) مدارج السالکین

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زرقانی[۱] مواہب لدنیہ کی شرح ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

(۲) الیواقیت والجواہر[۲] میں شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ کے مغلق مقامات کو حل کیا گیا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) وقال الترمذی انه حسن صحیح الخ (المقاصد الحسنه ص۳۲۷/رقم الحدیث ۳۳۷/ مطبوعه بیروت لبنان، کشف الخفاء ص ۱۲۹/ ج۲/حرف الکاف مطبوعه لبنان بیروت)

ترجمہ: میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے۔

۲ الحاوی للفتاویٰ ص ۱۰۰/ ج۲/مطبوعه فیصل آباد پاکستان.

---

۱ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة فی السیرة النبویة فی مجلد للشیخ الامام شهاب الدین القسطلانی المصری المتوفی سنة ۹۲۳/ثلاث وعشرین وتسع مائة الی ماقال "وشرح المواهب المولیٰ العلامة خاتمة المحدثین محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری المالکی المتوفیٰ سنة ۱۱۲۲/ اثنتین وعشرین ومائة والف شرحا حافلافی اربع مجلدات ،کشف الظنون ۷، ۱۸۹۶/ ج۲/ مطبوعه دارالفکر.

۲ الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر للشیخ عبدالوهاب الشعرانی کشف الظنون ص۲۰۵۴/ ج۲/ مطبوعه دارالفکر.

روایات حدیث جمع کرنے کا اس میں اہتمام نہیں۔ بلکہ علم الاسرار وعلم التصوف کے مضامین کو اس میں بیان کیا ہے۔

(۳) شرح فقہ اکبر علم کلام[1] میں ہے۔ علم حدیث میں نہیں۔

(۴) مدارج السالکین[2] ہمارے پاس موجود نہیں۔ اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی تصوف میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۵۵/۸/۳۰ھ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

یہ الفاظ روایات صحیحہ کے خلاف ہیں صحیح روایات میں صرف "لو کان موسیٰ" ہے عیسیٰ نہیں ہے۔[3] اگر تفصیل اس بحث کی دیکھنی ہو تو عقیدۃ الاسلام فی حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام دیکھو۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ

نجد میں فتنوں اور زلازل سے متعلق چند احادیث

سوال: – مندرجہ ذیل احادیث صحیح ہیں یا غلط؟ اگر صحیح ہیں تو ان کا ترجمہ تحریر فرمائیں۔

---

[1] الفقه الاكبر فى الكلام للامام الاعظم ابى حنيفة نعمان بن ثابت الكوفى وشرحهٗ لمولٰنا على القارى فى مجلد وسمّاه منح الازهر كشف الظنون ص۱۲۸۷/ج۲/ مطبوعه دارالفكر.

[2] مدارج السالكين الى رسوم طريق العارفين للشيخ عبدالوهاب الشعرانى الخ كشف الظنون ص۱۶۴۰/ج۲/ مطبوعه دارالفكر.

[3] وجاء فى حق موسٰى عليه السلام :لوان موسٰى كان حيّا ماوسعه الااتباعى ،ذكره فى الفتح من باب قوله صلى اللّٰه عليه وسلم "لاتسألوا اهل الكتاب عن شىء (ص ۲۸۱/ج۱۲/) وهو فى المسند (۳۳۸/ ج۳/) عن جابر، وكذا وقع هذا الحديث بذكر موسٰى فقط فى الكتب حيثما تناقلوه كما فى كنز العمال (۵۱/ج۱/)عن كتب عديدة الى ماقال وحيثما وقع بذكر عيسٰى ايضاً كما فى نسخة تفسير ابن كثير فمن سهوالنا سخين قطعا وبتّا ولااصل له فى كتاب من كتب الحديث، عقيدة الاسلام مختصراً ص ۸۰، ۸۱/ المجلس العلمى ڈابهيل .

حدیث(۱) وَاَنَّہُ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ. ازمشکوٰۃ ص ۴۶۵/.

حدیث(۲) اِذَارَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ. الحدیث، از مشکوٰۃ ص ۵۵۴/.

حدیث(۳) یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِالزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ. ازمشکوٰۃ ص ۲۸/ .

حدیث(۴) یَتَحَدَّثُوْنَ بِالْاَحَادِیْثِ. از مشکوٰۃ ص ۲۸/.

حدیث(۵) لَاُلْفَیَنَّ اَحَدَکُمْ. // // ص ۲۹/.

حدیث(۶) اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِی شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِی یَمَنِنَا. مشکوٰۃ ص ۵۸۲/.

حدیث(۷) ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ. از مشکوٰۃ .

مذکورہ بالا احادیث علماء بریلی نے ایک رسالہ میں تحریر کی ہیں اوران کا ترجمہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ علماء دیوبند کے خلاف کیا ہے۔ مجھے آپ کے ترجمہ سے ملانا ہے۔صحیح ہے یا غلط؟ اور پھر ایک بدعتی کو دکھلانا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

احادیث مذکورہ فی السوال پوری پوری نہیں ہیں بلکہ وہ پوری حدیث سے ٹکڑے لئے گئے ہیں، پوری حدیث مع ترجمہ اس طرح ہیں۔

(۱) عَنْ ثُوْبَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَاوُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَقَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیَ الْاَوْثَانَ وَاَنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُاللّٰہِ رواہ ابوداؤد والترمذی (مشکوٰۃ شریف[1] ص ۴۶۵/ کتاب الفتن) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۵/ کتاب الفتن،الفصل الثانی مطبوعہ یاسرندیم دیوبند.

کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت میں تلوار کھینچی جائے گی تو وہ میری امت سے قیامت تک نہیں اٹھائی جائے گی اور قیامت نہیں آئیگی یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل مشرکین سے جاملیں اور یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل بت پرستی کرنے لگیں۔ عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی جو غالب رہے گی اور مخالفین کی مخالفت ان کو کچھ مضر نہ ہوگی۔

(۲) عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ .رواهُ الترمذی (مشکوٰۃ[۱] ص ۵۵۴/)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو کہ خدا کی لعنت ہو تمہارے فعلِ بد پر۔

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْن يَاْتُوْنَكُمْ بِالْاَحَادِيْثِ بِمَالَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُ كُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَايَفْتِنُوْنَكُمْ رواه مسلم[۲]. (مشکوٰۃ ص ۲۸/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

(۴) حاشیہ ۱۴/ قولہ بمالم تسمعوا انتم ولا اٰبائکم ای یتحدَّثون بالاحادیث الکاذبة ویبتدعون احکاماً باطلة واعتقادات فاسدة[۳] (مرقاة)

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴/ باب مناقب الصحابةؓ الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] مشکوٰۃ شریف ص ۲۸/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مقدمۂ مسلم ص ۱۰/ ج ۱/ باب النهی عن الروایة عن الضعفاء.

[۳] حاشیه مشکوٰۃ شریف ص ۲۸/ حاشیه ۱۴/ مرقاة ص ۱۹۰/ ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعه بمبئی.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں فریب دینے والے جھوٹے ہوں گے، جو کہ تمہارے پاس ایسی ایسی حدیث لائیں گے جو کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی۔ پس تم ان سے بچو اور اپنے آپ کو بچاؤ۔ تم کو وہ نہ گمراہ کریں اور نہ فتنے میں ڈالیں۔ یعنی جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے اور احکام باطلہ اور اعتقادات فاسدہ بتائیں گے۔

(۵) عَنْ اَبِی رَافِعٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِأً عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُمِنْ اَمْرِیْ مِمَّااَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَااَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِتَّبَعْنَاہُ رواہُ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه والبیهقی فی دلائل النبوة (مشکوٰة شریف[۱] ص ۲۹/)

حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم آوے جس کا میں نے حکم کیا ہو یا اس سے منع کیا ہو اور وہ یوں کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ جو ہم قرآن میں پاتے ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں۔

(۶-۷) عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْ شَامِنَا وَاللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْ یَمْنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمْنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانُ رواہُ الْبُخاری (مشکوٰة شریف[۲])

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے

---

[۱] مشکوٰة شریف ص ۲۹/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] مشکوٰة شریف ص ۵۸۲/ باب ذکر الیمن والشام مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

خداوند تعالیٰ ہم کو ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ) یوں بھی فرمایئے کہ اے اللہ ہم کو ہمارے نجد میں بھی برکت دے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ہم کو ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہمارے نجد میں بھی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ اس جگہ یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں۔

نوٹ: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ احادیث حضرت نبی اکرم ﷺ نے علماء دیوبند کی مذمت کیلئے ارشاد فرمائی ہیں تو وہ شخص حضور اکرم ﷺ پر بہتان باندھ کر اپنے لئے جہنم کا سامان کر رہا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

زلزلہ کے اسبابُ حدیث اور قول فلاسفہ میں تعارض

سوال: - زلزلہ کے شرعی نقطۂ نظر سے کیا کیا اسباب وعلل ہیں اگر کثرتِ معاصی اس کے اسباب قرار دیئے جائیں تو کوئی صحیح حدیثِ رسول اللہ ﷺ بھی اس کے متعلق منقول ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حوالہ تحریر فرمائیں۔ تو پھر حدیث کے مقابلہ میں فلاسفہ اور سائنسدانوں کے نظریہ کا کیا جواب ہوگا جو اس بات کے مدعی ہیں کہ زمین کے سوراخوں میں ہوا داخل ہوجاتی ہے اور وہ دفعتاً نکلنا چاہتی ہے تو نکل نہیں سکتی۔ پھر اس کی تیزی کی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ نیز سائنسدانوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ زمین کے نیچے اجزاء ناریہ ہیں۔ جب وہ متحرک ہوتے ہیں تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ لوگ آلات کے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. **ترجمہ:** جس نے جان بوجھ کر میری جانب جھوٹ منسوب کیا تو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

ذریعہ ان اجزاء ناریہ کو دیکھ کر چند دن پہلے ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت میں زلزلہ ہوگا۔ ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ بھی ہو جاتا ہے۔

نیز شاستر والے بھی جنتریوں میں ایسا ہی لکھ دیتے ہیں اور ہم نے اس سال تجربہ بھی کیا جو دن یا وقت جنتری میں لکھا تھا ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مفصل بیان فرمائیں۔ چونکہ ہمیں ان لوگوں سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے براہِ کرم عقلی ونقلی جواب سے تفصیلی طور پر مطلع فرمائیں۔ شرعی اسباب وعلل اور ان لوگوں کے نظریہ میں تطبیق بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کثرت معاصی زلزلہ کی علت ہے۔ تو پھر ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے قریب بکثرت زلزلے آئیں گے[۱] زلزلۂ قیامت کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا[۲] اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ[۳] حضور اکرم ﷺ کے سامنے بھی زلزلہ آیا جس پر ارشاد فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بصراحت اس کا سبب کثرت ذنوب کو فرمایا ہے۔ فتاویٰ عزیزی[۴] وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اس کی صورت خواہ یہ ہو کہ زمین کی رگیں ملائکہ کھینچتے ہیں خواہ یہ ہو کہ زمین میں ہوا بھرنے سے یا نکالنے میں یا کوئی اور صورت ہو۔

---

[۱] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی یقبض العلم وتکثر الزلازل الحدیث بخاری شریف ص ۱۴۱ ج ۱ ابواب الاستسقاء باب ماقیل فی الزلازل الخ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۲] سورۃ الزلزال آیت ۱. **ترجمہ:** جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی (بیان القرآن ص ۱۱۳ ج ۳)

[۳] سورۃ الحج آیت ۱۔ **ترجمہ:** یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی (بیان القرآن ص ۶۱ ج ۲)

[۴] حق تعالیٰ برای آگاہ کردن بندگان غافل وبرائے سبک کردن زمین از گناہاں بندگان ملائک راحکم می فرماید قطعہ را از زمین حرکت دھند اینہا بادتند در زمین داخل میکنند کہ بسبب قوت حرکت آن زمین در جنبش آید۔ فقط (فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۶ ج ۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند حقیقت زلزلہ)

ترجمہ: حق تعالیٰ غافل بندوں کو آگاہ کرنے کے لئے اور زمین کو گناہوں سے ہلکا کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ زمین کے ایک ٹکڑے کو حرکت دیں (یہ فرشتے) سخت ہوا زمین میں داخل کر دیتے ہیں کہ اس کی حرکت کی قوت کے سبب سے زمین جنبش میں آجاتی ہے۔

یہ سب اس عالم اسباب میں ظاہری صورتیں ہیں جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کا ایک سانس ٹھنڈا ہے جس سے سردی پھیلتی ہے۔ ایک سانس گرم ہے جس سے گرمی پھیلتی ہے[1] حالانکہ بظاہر اسباب موسم کے تغیر اور سورج کی شعاعوں سے اس کا ظہور ہوتا ہے جس کو سب جانتے ہیں اور جنتریوں میں چھپا ہوا ہے۔ سائنسدانوں کا قول وحی نہیں ہے جس کے تسلیم کرنے یا وحی کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں تعارض رفع کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتا ہم ہوسکتا ہے کہ جہنم کے سانس کا اثر ابتداءً سورج پر پہونچتا ہو جو لوگوں سے مخفی ہو اور سورج کے واسطے سے زمین پر پھیلتا ہو جس کو اور لوگ بھی دیکھتے ہوں اس طرح ممکن ہے کہ کثرت معاصی کی بناء پر زمین کے سوراخوں میں ہوا کا داخل یا خارج ہونا سائنس داں معلوم کر کے بتا دیتے ہیں کہ زلزلہ آئے گا۔ ایک چھوٹا سا رسالہ (اخبار الزلزلہ) ہے جو اس موضوع پر ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شق صدر کے متعلق روایت کی تحقیق

سوال:- سیرت کی کتابوں میں واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ دائی حلیمہ کے قبیلہ میں تھے تب شق صدر ہوا اور معراج کی شب میں حطیم میں تھے اس وقت بھی شق صدر ہوا یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تفسیر مظہری[2] ج ۱۰/ص ۲۹۰/ میں پہلا واقعہ صحیح مسلم سے نقل کیا ہے اور دوسرا واقعہ

---

[1] عن ابی هريرةؓ ان جهنم استأذنت ربها فنفسها فی كل عام مرتين فشدة الحر من حر جهنم وشدة البرد من زمهريرها ،مسند احمد ص ۳۹۴/ ج ۲/ مطبوعه بيروت.

[2] وشرح الصدر قد وقع للنبی صلی الله عليه وسلم فی مرتبة العيان مرتين مرة فی صباه كماروی مسلم عن انس ان رسول الله صلی الله عليه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بخاری شریف[1] اور مسلم شریف[2] سے نقل کیا ہے۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو تفسیر ابن کثیر[3] دیکھیں اردو میں ''نشر الطیب[4]'' میں یہ واقعہ مذکور ہے معراج سے متعلق اس میں جو بیان ہے اس کو علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اس کا نام ہے (تنویر السراج فی لیلة المعراج)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اتاه جبرئیل وهویلعب فی الغلمان فاخذه فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشیطان منک ثم غسله فی طشت من ماء الزمزم ثم لأمه واعاده فی مکانه وجاء الغلمان یسعون الی امه ای ظئره فقالوا ان محمدا قدقتل فاستقبلوه وهومنتقع اللون قال انس فکنت اری اثر المخیط فی صدره ومرة ثانیة لیلة المعراج کمافی الصحیحن عن انس قال کان ابوذریحدث ان رسول الله علیه وسلم قال ذکر ایضا قصة المعراج وفیه فنزل جبرئیل ففرج صدری ثم غسله بماء الزمزم ثم جاء بطشت من ذهب ممتلی حکمة وایمانا فافرغه فی صدری ثم اطبقه (تفسیر مظری ص ۲۹۰/ج ۱۰/سورة الانشراح مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

ترجمہ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آنحضرت ﷺ بچوں میں کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو پکڑ کر لٹایا اور قلب مبارک کو چاک کر کے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر اس کو ایک طشت میں ماء زمزم سے دھویا پھر اس کو درست کر دیا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا اور بچے دوڑے ہوئے آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا لوگ آپ کے پاس آئے اس حالت میں کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے سینۂ مبارک میں سوئی کا نشان دیکھتا تھا اور دوسری مرتبہ لیلۃ المعراج میں ہوا جیسا کہ صحیحین میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ المعراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے میرے سینے کو چاک کیا پھر ماء زمزم سے دھویا پھر سونے کا طشت لائے جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اس کو میرے سینہ (دل) میں ڈال کر اس کو سی دیا۔

[1] بخاری شریف ص ۵۰/ج ۱/ اول کتاب الصلوة، باب کیف فرضت الصلوة فی الاسراء مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] مسلم شریف ۹۲/ج ۱/ باب الاسراء برسول الله صلی الله علیه وسلم الی السمٰوات، کتاب الایمان مطبوعه دارالکتاب.

[3] تفسیر ابن اکثیر ص ۸۳۰/ج ۴/مطبوعه تجاربه مکة المکرمة، سورة الانشراح.

[4] نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ آٹھویں فصل بعض واقعات زمانہ طفولیت میں الخ۔ ص ۲۳/۔

چاروں قل پڑھنے کی روایت

سوال:- صبح وشام یا رات میں سوتے وقت چاروں قل پڑھ کر دم کرنے کی روایت نہیں مل رہی ہے۔ کیا یہ مشائخ سے منقول ہے یا کوئی روایت ہے البتہ قل ثلاثہ کی روایت تو مل گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عن فروة بن نوفل عن ابيه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاجَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُعَلِّمُنِيْ شَيْئًا اَقُوْلُهُ عِنْدَمَنَامِيْ قَالَ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَاقْرَأْقُلْ يَااَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ نَمْ عَلٰى خَاتِمِهَا. فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ[1]. عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَااٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌوَقُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُبِرَبِّ النَّاسِ يَمْسَحُ مِنْ جَسَدِهٖ يَمُرُّبِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَااَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، عمل اليوم والليلة ص۱۸۷[2]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عمل اليوم والليلة ص ۲۳۸/قرأة قل يايهاالكافرون عند النوم ،مطبوعه دارالفكر بيروت ، مصنف ابن ابى شيبة ص ۲۴۹/ج ۱۰/ دارالفكر .

ترجمہ جواب: فروہ ابن نوفل اپنے باپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں (کہ وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے) حضرت نبی اکرم ﷺ نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی انھوں نے عرض کیا (اس لئے حاضر ہوا ہوں) تاکہ آپ مجھ کو کوئی ایسی چیز تعلیم فرماویں جس کو میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں۔ ارشاد فرمایا جب بستر پر لیٹو تو قل يايهاالكافرون پڑھ کر سو جاؤ اس لئے کہ یہ (صورت) شرک سے برأت ہے۔

[2] عمل اليوم والليلة ص ۲۳۸/قرأة قل يايها الكافرون عند النوم مطبوعه دارالفكر بيروت، مصنف ابن ابى شيبة ص ۲۴۹/ج ۱۰/. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ جب ہر رات بستر پر تشریف لاتے تو قل هو الله احد اور قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذبرب الناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم فرماتے اور اپنے سر اور چہرہ اور جسم مبارک پر جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہاتھ پھیرتے تین مرتبہ ایسا ہی فرماتے۔

تحقیق مجدد

سوال:- مصدر فیض وکرم جناب مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر علوم دام فیضہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) حدیث مجدد کہ صرف ابوداؤد میں آئی ہے، کیا اس کو علماء حدیث نے لفظاً صحیح سمجھا ہے۔

(۲) کیا ہر صدی کے ابتداء یا آخر میں مجدد کا ہونا ضروری ہے کیا مجدد صدی کے درمیان میں نہیں آسکتا۔

(۳) کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد ہر صدی میں ضرور ہی ہو۔ کیا مجدد خدائی عہدہ ہے کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد اپنے دعویٰ کا اظہار کرے؟

(۴) کیا حدیث شریف کے الفاظ سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے کہ تجدید کا کام ایک جماعت کرسکتی ہے یہ ضروری نہیں کہ مجدد صرف ایک شخص ہو؟

(۵) علاوہ مندرجہ بالا سوالات کے اگر اور کوئی خاص بات آپ کے علم میں ہو تو وہ بھی ضرور تحریر فرماویں۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حدیث: "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا" کی حاکم نے مستدرک[۱] میں اور بیہقی نے مدخل میں تصحیح کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے۔ اتفق الحفاظ علیٰ انه حدیث صحیح[۲] ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں[۳]

---

[۱] المستدرک ص ۵۲۲/ج ۴/کتاب الفتن والملاحم، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] اس حدیث کی شرح میں علامہ سیوطیؒ کا ایک رسالہ ہے جس کا خلاصہ ابوداؤد شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے اس میں ہے هذا الحدیث اتفق الحفاظ علیٰ تصحیحه منهم الحاکم فی المستدرک والبیهقی فی المدخل الخ. (حاشیہ نمبر ۵ ابوداؤد ص ۵۸۹/ج ۲/اول کتاب الملاحم)

[۳] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۰۲/ج ۱/کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه نوریه دیوبند.

ج ۱ر ص ۲۴۸ر میں فرماتے ہیں وسنده صحيح ورجاله كلهم ثقات.

(۲) مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی تجدید شریعت اور تبلیغ احکام کی شہرت ایک صدی کے اخیر اور دوسری صدی کے شروع میں ہو اور جو شخص صدی کے شروع اور اخیر میں اس کام کو انجام نہ دے بلکہ درمیان صدی میں انجام دے تو وہ اس حدیث کے ماتحت مجدد کہلانے کا مستحق نہیں۔

(۳) حدیث مذکور میں وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتے اِنَّ اللّٰہَ لَایُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[1] لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے اور مجدد خدائی عہدہ ہے لیکن یہ کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ مجدد کو دعویٰ کا اظہار بھی ضروری ہے۔

(۴) حدیث شریف میں لفظ من مذکور ہے اور اس کا اطلاق ایک فرد پر بھی ہوتا ہے اور جماعت پر بھی لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ تجدید کا کام ایک جماعت کرے قال صاحب جامع الاصول وقد تكلم العلماء فی تاويله وكل واحد اشار الیٰ العالم الذی هوفی مذهبه وحمل الحديث عليه والاولیٰ الحمل علیٰ العموم فان لفظة من تقع علیٰ الواحد والجمع اھ بذل المجہود[2] ص ۴۰۳ر ج ۵ر ومرقاۃ[3] ص ۴۴۷ر ج ۱ر۔

اعلم ان المراد من رأس المائة فی هٰذاالحديث اٰخرها الیٰ قوله وقال الطيبی الرأس مجازعن اٰخر السنة وتسميته رأساباعتبارانه مبدأ لسنة اخری انتهیٰ الیٰ ان قال وماقال بعض السادات الاعاظم ان قيدالراس اتفاقی وان المراد ان الله يبعث فی كل مائة سواء كان فی اول المائة اووسطها اواٰخرها واختاره ليس بظاهربل الظاهر ان القيد احترازی ولذٰلک لم يعدكثيرمن

---

[1] سورة الرعد آیت ۳۱ر.

[2] بذل المجهود ص ۲۰۲ر ج ۱۷ر ومطبوعه رشيديه سهارنپور ص ۱۰۴ر ج ۵ر كتاب الملاحم باب مايذكر فی قرن المأة.

[3] مرقاة ص ۳۰۲ر ج ۱ر كتاب العلم الفصل الثانی مطبوعه نوريه ديوبند.

الاکابرالذین کانوافی وسط المائة من المجددین وان کانوا افضل من المجدد الذی کان علیٰ رأس المائة ففی مرقاة الصعود قدیکون فی اثناء المائة من هوافضل من المجددعلیٰ رأسها نعم لوثبت کون قیدالرأس اتفاقیاً بدلیل صحیح لکان دائرة المجددیة اوسع ولدخل کثیرمن الاکابر المشهورین المستجمعین لصفات المجددیة فی المجددین کامام احمد بن حنبل ومحمد بن اسماعیل البخاری ومالک بن انس ومسلم النیسابوری وابی داؤد السجستانی وغیرهم من ائمة الهدیٰ اھ عون المعبود[1]

(۵) الفوائدالجمّة فیمن یجددالدین لهذه الامة. مولفہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اورالتنبئة لمن یبعثه علیٰ رأس المائة مولفہ علامہ سیوطیؒ کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۱/۵/۵۵ھ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

کلُّ قصیرٍ اور کُلُّ طویلٍ کی تحقیق

سوال:- حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ میں کس کا قد بڑا تھا۔ حضور ﷺ کی کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دونوں کے قد کے متعلق ذکر کیا گیا ہے جس میں الاعمرؓ والاعلیؓ کہہ کر مذکور ہے۔ کچھ مضمون حدیث غالباً اس طرح ہے کہ جتنے لمبے وہ سب ایسے الاعمر، جتنے قصیر وہ سب ایسے الاعلی۔

---

[1] عون المعبود ص ۱۷۸/تا ۱۸۰/ج ۴/مطبوعہ نشر السنة ملتان، کتاب الملاحم باب مایذکر فی قرن المأة.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عمرؓ کا قد دراز تھا حضرت علیؓ سے کذافی صبح الاعشیٰ[1] وتاریخ الخلفاء[2] جن دوالاَلّا کا آپ نے سوال کیا ہے ان کا نام ونشان متون حدیث میں نہیں ملا۔ لوگوں کی زبان پر جو چیز آجائے بلاسند اس کو حدیث کہہ دینا درست نہیں[3] طویل اور قصیر کے بارے میں احمق اور فتنہ ہونا کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

تحقیق اَحْدَثَ

سوال:- حدیث شریف میں اَحْدَثَ کی تحقیق مطلوب ہے میں سمجھتا ہوں کہ من اَحْدَثَ کے معنیٰ نئی چیز کے نکالنا یہ سمجھ صحیح ہے یا غلط کس قاعدے سے یہ معلوم ہو کہ یہ نئی چیز مالیس منہ میں ہے یا نہیں۔ مثال دے کر سمجھائیے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

من احدث ای اتی بامر جدید فی امرنا الذی نشتغل به مالیس منه ای شیئاً لم یکن له سندظاهر او خفی من الکتاب والسنة فهورد ای الذی احدثه

---

[1] من کان فی غایة الطول کان عمربن الخطاب رضی الله عنه کا نه راکب والناس یمشون لطوله (صبح الاعشی ص۴۴۷/ج ۱/ مخلصاًالمقالة الاولیٰ الباب الاول ،الفصل الثانی النوع السادس عشر، اوصاف جماعة من المشاهیر)

[2] اخرج ابن سعد والحاکم عن ذرقال خرجت مع اهل المدینة فی یوم عید فرأیت عمریمشی حافیاً شیخاً اصلع اٰدم اعسر طوالامشرفاً علی الناس کانه علی دابة (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۹۳/فصل فی صفته (ای عمر)رضی اللّٰه عنه ،مطبوعه مجتبائی دهلی،وکان علی شیخاً (سمینا) اصلع کثیرا لشعر ربعة الی القصر الخ(ایضا ص۱۱۸/علی بن ابی طالب)

[3] عن حفص بن عاصم قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع مسلم شریف ص۹/ ج ۱/ فی ا لمقدمة باب النهی عن الحدیث بکل ماسمع مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

مردود ا ھ مبارق الازھار ص۲۷/ج ا[1] للبدعة معنی لغوی عام ھو المحدث مطلقاعادة او عبادة ومعنی شرعی خاص ھوالزیادة فی الدین اوالنقصان منه الحادثان بعدالصحابة بغیر اذن من الشارع لاقولا ولافعلا ولاصریحاولا اشارة فلا تتناول العادات اصلابل تقصرعلیٰ بعض الاعتقادات وبعض صورالعبادات فھٰذه ھی مراده علیه السلام لقوله علیه السلام من احدث فی امرنا ھٰذامالیس منه فھورد والبدعة فی الاعتقاد ھی المتبادرة من اطلاق البدعة والمبتدع والھویٰ واھل الھواء فبعضھا کفروبعضھا لیست به ولٰکنھا اکبر من کل کبیرة فی العمل حتی القتل والزناولیس فوقھا الاالکفرو البدعة فی العبادة وان کانت دونھا لکنھا ایضا منکروضلالة لاسیما اذاصادمت سنة مؤکدة ا ھ الطریقة المحمدیة[2]۔

مثلاً قبر پر چراغ جلانا غلاف چڑھانا قبور پر نذر چڑھانا بزرگان دین کی ارواح سے مرادیں مانگنا اوران کو متصرف فی الکون اعتقاد کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ براہین قاطعہ اصلاح الرسوم۔ بہشتی زیور وغیرہ میں بہت جزئیات وامثلہ موجود ہیں نیز کتاب المدخل اس باب میں بے نظیر ہے چار جلدوں میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا الحدیث کا مطلب

سوال:- حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ. کیا یہ صحیح حدیث ہے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں۔ احداث اس کو کہتے ہیں جو جدید ہو پہلے نہ ہو۔ مالیس منہ کی

---

[1] مبارق الازھار ص۵۳/ج ا/الباب الاول،الفصل الاول ابتداء بمن الموصولة الخ مطبوعه دارالجیل بیروت.

[2] الطریقة المحمدیة ص ۱۲، ۱۱/الفصل الثانی فی البدع مطبوعه مصر.

ضمیر کس کی طرف راجع ہو رہی جو موجود نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاهٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ[1] صحیح ہے متفق علیہ ہے۔ بخاری[2] و مسلم[3] میں موجود ہے امر سے مراد امر دین ہے جو چیز امر دین سے نہ ہو اس کو ایجاد کرنا اور دین میں داخل کرنا سخت گناہ ہے اسی کو فرمایا گیا ہے کہ یہ رد یعنی مردود ہے منہ کی ضمیر اَمْرِنَا کی طرف راجع ہے اس حدیث سے جملہ بدعات کا مردود ہونا صاف معلوم ہوتا ہے۔ فتح الباری شرح بخاری[4] جلد ۵/ص ۲۲۲/ میں لکھا ہے۔ **هٰذا الحديث يصلح ان يسمى نصف ادلة الشرع وهٰذا الحديث معدود من اصول الاسلام وقاعدة من قواعده فان معناه من اخترع في الدين مالايشهد له اصل من اصوله فلايلتفت اليه قال النوويؒ هٰذا الحديث مماينبغي ان يعتنىٰ بحفظه واستعماله في ابطال المنكرات واشاعة الاستدلال به كذلك.** فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۸۶۹ھ

---

[1] **ترجمہ:** جو شخص ہمارے اس امر (دین) میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس (دین) میں سے نہیں ہے (بدعت) وہ مردود ہے۔

[2] (بخاری شریف ص ۳۷۱/ ج ۱/ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردودٌ، مطبوعه اشرفی دیوبند)

[3] مسلم شریف ص ۷۷/ ج ۲/ کتاب الاقضية باب نقض الاحكام الباطلة ورد محدثات الامور، مطبوعه سعد دیوبند.

[4] فتح الباری المطبعة الكبرى مصر ص ۲۲۲/ ج ۵/ کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علىٰ صلح جور فهو مردود.

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ کی تشریح

سوال:- حدیث شریف میں آیا ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ اس سے علم دین کی کتنی مقدار مراد ہے؟ مفصل جواب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار کے ذریعہ سے عقائد حقہ اخلاق فاضلہ فرائض و واجبات اور محرمات کو سمجھا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مَنْ صَلّٰى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ

سوال:- جس نے ایک نماز کسی پرہیزگار امام کے پیچھے پڑھی اس نے گویا بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پیچھے نماز پڑھی اور جس نے کسی عالم باعمل متقی کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا میرے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہدایہ[2] میں یہ روایت ہے۔ من صلى خلف عالم تقى فكأنما صلّٰى خلف نبى[3]۔

---

[1] قال الشراح المراد بالعلم مالامندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدا نيته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة فان تعلمه فرض عين الخ مرقاة ص ۲۳۳ / ج ۱ / كتاب العلم مطبوعه اصح المطابع بمبئی، شامی زكريا ص ۱۲۶ / ج ۱ / مقدمه، مطلب فى فرض الكفايه وفرض العين فتح البارى ص ۱۹۲ / ج ۱ / باب فضل العلم، مطبوعه مكة المكرمة.

[2] هدايه ص ۱۲۲ / ج ۱ / باب الامامة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[3] **ترجمہ:** جو شخص کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھے ایسا ہے جیسے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔

نصب الرایہ[1] ص ۲۶ ر ج ۲ ر میں اس کو غریب لکھا ہے اور کوئی تخریج نہیں کی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۶ ر ۷ ر ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۶ ر ۷ ر ۸۸ھ

حدیث قضاء عمری

سوال:- قضاء عمری اس خیال سے پڑھی کہ تمام سال کی نماز جو فوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہو جاتی ہیں درست ہے یا نہیں؟ قضاء عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے دو رکعت نفل با جماعت۔ کیا یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے؟ فقہ کی کونسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نماز شرعاً ثابت نہیں۔ نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے[2] دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہو جاتی ہیں بالکل اصول شرع کے خلاف ہے جو فرض نماز فوت ہوئی ہے اس کی قضا فرض ہے جو واجب نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضا واجب ہے جو سنت نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضا سنت ہے قضاء الفرض والواجب و السنة فرض وواجب وسنة،لف ونشر مرتب وجميع اوقات

---

[1] الحديث الحادى والستون. قال عليه السلام من صلى خلف عالم تقى فكانما صلى خلف نبى قلت غريب (نصب الرايه ص ۲۶ ج ۲ كتاب الصلوٰة مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل، المقاصد الحسنة للسخاوى ص ۴۱۶ ر مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت حرف الميم، كشف الخفاء ص ۲۵۷ ر ج ۲ ر رقم الحديث ۲۵۱۴ ر حرف الميم،مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت الموضوعات الكبير ص ۱۲۱ ر حرف الميم،مطبوعه كراچى، المصنوع فى معرفة الحديث الموضوع ص ۱۵۲ ر رقم الحديث ۳۴۴ ر مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب مصر.

[2] التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره (الهنديه ص ۸۳ ر ج ۱ ر الباب الخامس فى الامامة ،الفصل الاول بالجماعة مطبوعه كوئٹه)

العمر وقت للقضاء اھ (درمختار[1])

جو حدیث قضاء عمری کے لئے انیس الواعظین میں لکھی ہے وہ موضوع ہے موضوعات کبیر[2]۔ فوائد مجموعہ[3] عجالۂ نافعہ[4] وغیرہ میں اس کو موضوع لکھا ہے مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے قضاء عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ[5] تصنیف فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تعمیر کعبہ کے وقت روایت برہنہ ہو جانے کی

سوال:- قبل النبوۃ جو حضور ﷺ نے سیدنا حضرت عباسؓ کے کہنے سے اپنا ازارِ مبارک بناء دیوار کعبہ کے سلسلہ میں دوش پر رکھ لیا تھا، یہ واقعہ بخاری کے کس باب میں ہے اور صفحہ کیا ہے؟ ترجمۃ الباب کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک اس وقت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باب کراھیة التعری فی الصلوٰة وغیرھا ص ۵۲/باب فضل مکة

---

[1] الدرالمختار ص ۱۰۰/ج ۱/باب قضاء الفوائت مطبوعه زکریا دیوبندوشامی زکریا ص ۵۲۴/ج ۲/باب قضاء الفوائت.

[2] من قضی صلوٰة من الفرائض فی اٰخر جمعة من شهر رمضان کان ذلک جابرالکل صلوة فائتةٍ فی عمره الی سبعین سنة باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لایقوم مقام فائتة سنوات الخ. (الموضوعات الکبیر ص ۷۴/مطبوعه مجتبائی دهلی) المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ص ۱۵۶/مکتب المطبوعات الاسلامیة،حلب مصر،کشف الخفاء ص ۲۷۲/ج ۲/حرف المیم مطبوعه بیروت لبنان.

[3] من صلی فی اٰخر جمعة من رمضان الخمس الصلوٰة المفروضة فی الیوم واللیلة قضیت عنه مااجل به من صلوة سنة هذاموضوع لاشک فیه (الفوائدالمجموعہ ص ۲۱)

[4] افراط دروعید شدید برگناہ صغیر باافراط دروعد عظیم برفعل قلیل چنانچہ من صلی رکعتین فله سبعون الف دار الخ. (عجالہ نافعہ ص ۳۰/)

[5] رسالہ کا نام ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان ہے۔

وبنیانها ص ۲۱۵/ باب بنیان الکعبۃ ص ۵۴۰/ بخاری شریف جلد اول میں تین مواقع پر یہ واقعہ مذکور ہے، ترجمہ وصفحات نقل کر دیئے گئے ہیں۔ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ عمر مبارک اس وقت پندرہ سال کی تھی لیکن عامۃً مؤرخین وشراح نے ۳۵/ سال لکھی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بعد عصر مطالعہ کے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال:- کیا کوئی ایسی حدیث جس میں عصر کے بعد مطالعہ کی ممانعت کی گئی ہو موجود ہے؟ تسلی بخش جواب سے مطمئن فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

من اکرم حبیبتیه فلایکتب بعدالعصر لیس فی المرفوع ولکن قداوصیٰ الامام احمد بعض اصحابه ان لا ینظر بعدالعصر فی کتاب[2].اخرجه الخطیب

---

[1] قال الزهری لمابنت قریش الکعبة لم یبلغ النبی صلی الله علیه وسلم الحلم وقال ابن بطال وابن التین کان عمره خمس عشرة سنة وقال هشام بین بناء الکعبة والمبعث خمس سنین وقیل ان بناء الکعبة فی سنة ست وثلاثین من مولده صلی الله علیه وسلم وذکر البیهقی بناء الکعبة قبل تزوجه صلی اللّٰه علیه وسلم خدیجة رضی اللّٰه عنها والمشهور ان بناء قریش الکعبة بعد تزوج خدیجة بعشر سنین فیکون عمره صلی اللّٰه علیه وسلم اذذاک خمسة وثلاثین سنه وهو الذی نص علیه محمد بن اسحاق الخ عمدة القاری ص ۷۰/ ج ۲/ جزء ۴/ مطبوعه دارالفکر بیروت ،باب کراهیة التعری فی الصلوة، السیرة النبویة لابن هشام ص ۲۰۴/ سیرت مصطفی ص۱۱۳/۔زرقانی علی مواهب اللدنیه ص۲۰۳/ج۱/بنیان قریش الکعبة مطبوعه دارالمعرفة بیروت، السیرة الحلبیة ص ۱۵۶/ ج ۱/.

[2] **ترجمہ:** جو شخص اپنی آنکھوں کو عزیز رکھے وہ عصر بعد نہ لکھا کرے۔ یہ حدیث مرفوع نہیں البتہ امام احمدؒ نے اپنے بعض تلامذہ کو وصیت کی کہ عصر بعد کتاب نہ دیکھا کریں۔

وغیره وقال الشافعیؒ فیما رواه حرملة بن یحییٰ کمااخرجه البیهقی فی مناقبه الوراق انما یأکل دیة عینیه ا ھ المقاصد الحسنۃ[1] ص ۳۹۹/. فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹۱ھ

جَزی اللّٰہ عَنَّا بماھو اھلہٗ کی فضیلت

سوال:- فضائل دورد شریف مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ۔ میں جَزَی اللّٰہُ عَنَّا بِمَاھُوَ اَھْلُہٗ کی بڑی فضیلت لکھی ہے۔کیا صحیح ہے اور کب کب کیسے کیسے پڑھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں صحیح ہے[2]۔ جب جب جیسے جیسے دل چاہے پڑھا جائے نہ وقت کی تعیین ہے نہ کسی خاص نیت کی تعیین ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المقاصدالحسنة ص ۳۹۹/رقم الحدیث ص۱۰۶۷/حرف المیم مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، کشف الخفاء ص ۲۲۹/ج۲/ مطبوعه بیروت ،حرف المیم ،الفوائد المجموعة ص۲۱۷/ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّداً ﷺ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ مَلَکًا اَلْفَ صَبَاحٍ رواه ابونعیم فی الحلیة وابن هشام فی الترغیب الخ.(القول البدیع ص۴۳/) کنز العمال رقم الحدیث ۳۹۰۰/ص ۲۳۴/ج۲/مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت،المعجم الکبیر للطبرانی ص۱۶۵/ج۱۱/رقم الحدیث ۱۱۵۰۹/مطبوعه دارالتراث العربی.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جزی الله عنا محمداً صلی الله علیه وسلم بماهو اهلهٗ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے حضرت محمد ﷺ کو وہ بدلہ عطا فرمائے جس کے وہ اہل ہیں وہ ستر فرشتوں کو ہزار صبح تک مشقت میں ڈالیگا یعنی ستر فرشتے ہزار روز تک اس کا اجر وثواب لکھتے رہیں گے۔

تہتر فرقہ والی حدیث پر اشکال

سوال:- سرچشمۂ ہدایت منبع علم وفضل، سلام مسنون آپ کا مختصر سا جواب مجھ جیسے کم فہم انسان کی ہدایت کے لئے ناکافی ہے، خاص طور سے وہ حدیث جو جناب نے وضاحت کے طور پر تحریر فرمائی ہے، یعنی جس طریقہ پر اعتقادی، عملی، اخلاقی حیثیت سے میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں، جو فرقہ اس طریقہ پر رہے گا نجات پا جائے گا۔

جہاں تک مجھ کمترین کا علم ہے کہ فرقِ اسلام میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اس کا مدعی نہ کہتا ہو کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے طریقہ پر قائم ہیں اور صرف ایک فرقہ کو چھوڑ کر جتنے فرقہ ہیں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں خواہ وہ حقیقتاً مسلمان نہ ہوں یہاں تک کہ قادیانی بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہؓ کے عقائد پر قائم ہیں''

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے سمجھا جائے کہ کونسا فرقہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے اور صحابہ عظامؓ کے طریقہ پر قائم اور باقی نہیں ہیں جب کہ اکثر فرقوں کی بنیاد صحاح ستہ احادیث اور کلام پاک کی تفسیریں ہیں۔

مزید برآں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول مقبول ﷺ نے اپنے طریقے کے ساتھ صحابہؓ کے طریقہ کی شرط کیوں لگائی، کیا صحابہ کرامؓ کے طریقوں اور حضورؐ کے طریقہ میں فرق تھا اور اگر نہیں تھا تو اس قید کی کیا ضرورت تھی۔

صحابہؓ کے اقوال واعمال میں نمایاں تضاد کتب احادیث میں قدم قدم پر نظر آتا ہے کوئی مسئلہ خواہ وہ اعتقادی ہو یا عملی ہو یا اخلاقی ہو مابین فرق مسلمین ایسا نظر نہیں آتا جس میں کوئی بھی فرقہ تمام صحابہؓ کو ہم خیال سمجھتا ہو اور ہر مسئلہ کے لئے بالکل مخالف سمت میں لے جانے والے صحابہؓ کے اقوال کتب احادیث میں ملتے ہیں اور سب کی نہیں، تو زیادہ تر کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کی گئی ہے اور یہی اختلافِ اقوال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے۔

اس لئے مجھے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ہستیاں جن کے اقوال واعمال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب ہیں انہیں کے طریقے پر عمل درآمد نجات کا باعث ہوسکتا ہے، جب کہ مذکورہ اور مصدقہ حدیث میں بہتر (۷۲) کی ہلاکت اور صرف ایک کی نجات کی خبر دی گئی ہے امید ہے کہ جواب باصواب سے مشکور فرمائیں گے۔

مکرم ومحترم زید مجدکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الجواب بیدہ تعالیٰ ازمۃ الحق والصواب۔ حامداً ومصلیاً!

آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ اقوال صحابہ میں تضاد ہے اور یہ تضاد ہی امت میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے حتیٰ کہ امت کے تہتر فرقے ہوگئے صرف ایک فرقہ ناجی ہے اور بہتر فرقے جہنمی ہیں ان سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کی گئی ہے لہذا فرقۂ ناجیہ تو وہ ہوگا جو کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے طریقہ پر ہوگا پھر حضور نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں اس طریقہ کی پیروی کرنے والا فرقہ ناجی ہے یعنی اپنے ساتھ صحابہؓ کو کیوں شامل کیا جب کہ وہ خود ہی اپنے اختلاف تضاد کے ذریعہ بہتر فرقوں کو جہنمی بنا رہے ہیں ان کی اتباع سے تو آدمی دوزخی بنے گا نجات نہیں پاسکتا۔

اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہی ہے تو جذبات سے یک سو ہوکر ذرا غور کریں کہ اس سوال کی بنیاد کیا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہے۔

صحابہؓ کے جو اقوال کتب احادیث میں بسند منقول ہیں جن کی وجہ سے امت کے اتنے فرقے بن گئے اور ان اقوال کی نسبت حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف کی گئی ہے، دو حال سے خالی نہیں، یہ نسبت صحیح کی گئی ہے یا غلط، اگر صحیح کی گئی ہے تو صحابہ کرامؓ کا کیا قصور ہے کہ انھوں نے جو کچھ حضرت رسول اکرم ﷺ سے سنا یا عمل کرتے ہوئے دیکھا اس کو نقل کردیا کیونکہ وہ اس کے مامور تھے اس لحاظ سے ان کو اس میں نقل کے سوا کچھ بھی دخل نہیں اور نقل صحیح

ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے خود ہی تہتر قسم کی متضاد باتیں ارشاد فرمائیں۔ جن میں بہتر کے اختیار کرنے والوں کے لئے جہنم کا ٹکٹ تجویز فرما کر دوزخی ہونے کی سند دی اور صرف ایک کو اختیار کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت مرحمت فرمائی۔

اگر صحابہ کرامؓ نے اپنے اقوال کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف غلط اور جھوٹ کی ہے، (معاذ اللہ) تو پھر وہ خود ہی اعتماد کے قابل نہیں رہے لہذا جو چیز بھی وہ نقل فرمائیں کوئی بھی قابل اعتماد نہیں ہوگی، پس قرآن کریم، حدیث شریف، توحید ورسالت ایمان واسلام، اسوہ، سنت، بدعت، عبادات، معاملات، احکام، اخلاقیات، یہ سب چیزیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے نفوس قدسیہ کے ذریعہ بعد والوں تک پہنچی ہیں ان پر کیسے اعتماد کیا جائے گا جب کہ ان پاکیزہ ہستیوں ہی کو نقل میں کاذب تصور کرلیا جائے گا۔ استغفر اللہ العظیم، پھر اس حدیث مسئولہ ہی پر کیا اعتماد کیا جائے گا۔ اس حیثیت سے کہ وہ تہتر متضاد باتیں فرما کر بہتر کے تسلیم کرنے والوں کو خود ہی جہنم میں بھیج رہے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے ان کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے بچا کر جنت کی طرف لائیں تو جس آدمی کو اپنے رسول پر اعتماد نہ رہے خود ہی غور کرلیا جائے کہ رسولؐ کے نزدیک اس کا مقام کہاں ہے اور اللہ پاک کے نزدیک کہاں ہے؟ دوسری صورت میں صحابہ کرامؓ پر اعتماد نہ کرکے سارے دین ہی کو ناقابل اعتماد قرار دیدیا جاتا ہے۔

غرض دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی کسی سینہ میں ہوگی اس سینہ میں نہ ایمان ہوگا نہ توحید نہ رسالت نہ قران نہ حدیث نہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق فاضلہ، یہ سب چیزیں رخصت ہوکر اس سینہ میں شیطان کا گھونسلہ ہوگا اور اس کے لوازمات، اس لئے کہ ایک مؤمن تو اس سوال کو اپنے سینہ میں جگہ دے ہی نہیں سکتا، ہاں کوئی غیر مومن اس کو جگہ دے کر مومنوں کے دل میں وسوسہ اندازی کرے تو یہ ممکن ہے اس کے جواب کی صورت اس کے مسلمات کے

معلومات ہونے پر پیش کی جاسکتی ہے کہ آیا وہ قرآن وحدیث سے آزاد ہوکر صرف اپنی عقل کی روشنی میں جواب کا طالب ہے یا کوئی اور صورت ہے۔ اور جن اصول کے پیش نظر وہ جواب کا خواہشمند ہے وہ اصول خود بھی صحیح ہیں یا مجروح ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آن محترم نے بھی سوال کسی ایسے ہی شخص سے سنا ہے۔ خود آپ کے قلب میں نہیں ہوا اور خدا کرے پیدا بھی نہ ہو اگر بطور وسوسہ آئے بھی تو اس کی تباہ کن خطرناکی کے تصور سے (جس کی تفصیل احقر نے عرض کی ہے) فوراً ختم ہو جائے۔ واللہ الموفق والمعین

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بہتر فرقے

سوال:- ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے کہ قیامت تک اسلام میں ۷۲ فرقے نمودار ہونگے برائے مہربانی مطلع فرمادیں کہ اب تک عالم اسلام میں کتنے فرقے نمودار ہو چکے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر فرقوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ غیاث اللغات[1] کا مطالعہ کریں غنیۃ الطالبین[2] اور الشافعیہ وغیرہ میں بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] غیاث اللغات ص ۴۹۵ / باب ھا فصل ھامع فا مطبوعہ منشی نول کشور.

[2] فاصل ثلاث وسبعین فرقة عشرة اهل السنة والخوارج والشيعة والمعتزلة والمرجئة والمشبهة والجهمية والضرارية والبخارية والكلابية فاهل السنة طائفة واحدة والخوارج خمس عشرة فرقة والمعتزلة ست فرق والمرجئة اثنتا عشرة فرقة والشيعة اثنتان وثلاثون فرقة والجهمية والنجارية والضرارية والكلابية كل واحدة فرقة واحدة والمشبهة ثلاث فرق فجميع ذالک ثلاث وسبعون فرقة (غنيه ص ۵۹ / ج ۱ / باب فی معرفة الصانع فصل فاصل ثلاث وسبعين الخ طبع دارالكتب العلمية الكبرء مصر)

تہتر فرقے

سوال:- یہود اکہتر فرقے ہوئے اور نصاریٰ بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہوں گے اور سب کے سب گمراہ ہوں گے لیکن ایک فرقہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث کیسی ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ بینوا بالدلیل.

مولوی محمد یٰسین مدرس مدرسہ احیاء العلوم اعظم گڈھ

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف[1] باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی فصلِ ثانی میں ہے۔ سیوطیؒ نے سنن اربعہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ علقمی نے سند کے اعتبار سے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

قال العلقمی قال شیخنا الامام ابو منصور عبدالقاهر بن طاهر التمیمی فی شرح هٰذا الحدیث کتابًا قال فیه قد علم اصحاب المقالات انه صلی الله علیه وسلم لم یرد بالفرق المذمومة المختلفین فی فروع الفقه من ابواب الحلال والحرام وانما قصد بالذم من خالف اهل الحق فی اصول التوحید وفی تقدیر الخیر والشر وفی شروط النبوة والرسالة وفی موالاة الصحابة وماجری مجریٰ هٰذه الابواب لان المختلفین فیها قد کفر بعضهم بعضاً بخلاف النوع الاول فانهم اختلفوا فیه من غیر تکفیر ولا تفسیق للمخالف فیه فیرجع تاویل الحدیث فی افتراق الامة الٰی هٰذه النوع من الاختلاف وقد حدث فی اٰخر ایام الصحابة خلاف القدریة من معبد الجهنی واتباعه وتبرأ منهم المتاخرون من الصحابة کعبد الله بن عمرؓ وجابرؓ وانسؓ ونحوهم ثم حدث الخلاف بعد ذٰلک شیئًا

---

[1] ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ / باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

فشیأالخ السراج المنیر[1] ص۲۴۰/ج۱/ان فرقِ ضالہ کونام بنام بھی شراح حدیث نے شمار کیا ہے۔[2] شروح ترمذی[3] وابوداؤد[4] میں تفصیل موجود ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۶۶ھ

تحقیقِ مُسِنَّۃ اوراس کی قربانی

سوال:- صحیح مسلم کی حدیث لَاتَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّۃً میں لفظ مسنۃ کے شرعی ولغوی معنیٰ کیا ہیں بعض عالم کہتے ہیں کہ مسنۃ کے معنیٰ دودانت والا جانور ہے برس دوبرس کی قید نہیں بعض اس کے معنیٰ یہ کہتے ہیں کہ جودوبرس ہوکر تیسرے میں لگا ہوعام ازیں کہ دانت ہوں یانہ ہوں قول صحیح کی ترجیح مدلل بیان کیجئے۔

الجواب حامداًومصلیاً

سن کے معنیٰ لغت میں دانت اورعمر دونوں کے آتے ہیں صراح میں ہے سن بالکسر دندان سنان ج ویجمع الاسنان علیٰ اسنة مثل قن واقنان واقنة وفی الحدیث اذا سافرتم فی الخصب فاعطوا الرکب اسنتھا ای امکنوھا من المرعیٰ وتصغیر سن

---

[1] السراج المنیر ص۲۵۶/ج۱/تحت حرف الالف مع الفاء، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] واعلم ان اصول البدع کمانقل فی المواقف ثمانیة المعتزلة وھم عشرون فرقةً والشیعة وھم اثنان وعشرون فرقة والخوارج وھم عشرون فرقة والمرجئة وھی خمس فرق والنجاریة وھم ثلاث فرق والجبریة فرقة واحدة والمشبھة فرقة ایضاً فتلک اثنان وسبعون فرقة کلھم فی النار والفرقة الناجیة ھم اھل السنة الخ مرقات مختصراً ص۲۰۴/ج۱/باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی مطبوعه بمبئی، الملل والنحل ص۱۱۱/ج۲/الکلام فی بیان النحل وذکر فرق اھل الاسلام ،مطبوعه بیروت.

[3] تحفة الاحوذی ص۳۹۷/ج۷/ابواب الایمان باب افتراق ھٰذه الامة الخ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] بذل المجھود ص۱۸۹/ج۵/کتاب السنة باب شرح السنة ،مطبوعه یحیوی سھارنپور،عون المعبود ص۳۲۳/ج۴/مطبوعه ملتان.

سنية وسال وعمر وقولهم لااتيک سن الحل أی الا اتيک ابدالان الحل لاتسقط له سن ويقال كم سنک يعنی سال توالخ[1]۔

لیکن قربانی کے لئے جانور کی عمر کا اعتبار ہوگا اور ہر جانور کی علیٰحدہ علیٰحدہ عمر معتبر ہے وتخصيص هٰذه القربة بسن دون سن، امر لايعرف الابالتوقيف فيتبع ذٰلک واما معانی هٰذه الاسماء فقد ذكر القدوریؒ ان الفقهاء قالوا الجذع من الغنم ابن ستة اشهر الثنی منه ابن سنة الخ بدائع[2] ص ۷۰/ج ۵/اور دانت کا اعتبار نہیں حتیٰ کہ اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو مگر دانت نہ آسکے ہوں اور باوجود دانت نہ ہونے کے اپنا چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر چارہ نہ کھا سکتا ہو تو اس عیب کی وجہ سے اسکی قربانی درست نہ ہوگی۔ والاالهتماء وهی التی لا اسنان لها الااذاكانت تعتلف وكذا التی ذهب اسنانها لايجوز ذٰلک اذاكان يمنعها ذٰلک من الاعتلاف، فتاویٰ السراجیہ[3] ہدایہ میں مسنۃ کی تعریف لکھی ہے۔ وهی التی طعنت فی الثالثة[4]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صحیح: عبدالطلیف ۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

جعظری کی تشریح

سوال: -نفحۃ العرب ص ۱۸۱/ ختامہ مسک کے عنوان کے تحت لايدخل الجنة الجواظ والجعظری مذکور ہے۔ روایت احادیث میں سے کس حدیث کی کتاب میں ہے۔ یہاں صرف مشکوٰۃ باب الغضب والكبر اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ

---

[1] صراح مع قراح ص ۵۰۶/ مطبع مجیدی واقع کانپور.

[2] بدائع الصنائع ص ۷۰/ج ۵/ کراچی. كتاب الاضحية.

[3] فتاویٰ السراجیه ص ۸۹ /مطبع العالی لکھنؤ.

[4] هدایۃ ص ۱۸۹/ج ۱/ باب الزكوة مطبوعه تهانوی دیوبند.

مُسْتَکْبِرٍ. میں دیکھا اس میں جواظ ہے جعظری نہیں ہے۔ نیز لفظ جعظری کے کیا معنیٰ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الجعظری الفظ المتکبر (مجمع البحار[1]) مشکوٰۃ شریف[2] ص ۴۳۳/ سے ایک ورق پہلے ص ۴۳۱/ پر دیکھئے۔ یہ روایت موجود ہے اور اس میں لفظ جعظری کی شرح بھی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۵ھ

تعدد آدم علیہ السلام

سوال:- میں نے بچشم خود کئی تواریخ میں دیکھا ہے اب وہ تاریخ یاد نہیں۔ بہت غور وخوض کرتا ہوں مگر حافظہ کام نہیں کرتا، اس میں یہ حدیث لکھی تھی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہَ تعالیٰ خلق مأۃ الف آدم۔ راویٔ سابق اور کتاب کا حوالہ یاد نہیں۔ یہاں تک لکھا تھا کہ آدم کی اولاد ۴۵/ اور ۵۰/ ہزار سال اس زمین پر حکمراں رہی۔ اس کے بعد بوجہِ معصیت نیست ونابود ہوتی رہی کیا یہ حدیث صحیح ہے یا میں بھولتا ہوں؟

---

[1] الجعظری اَلْفَظُّ الْغَلِیْظ المتکبر (مجمع بحارالانوار ص ۳۶۴/ ج ۱/ تحت لفظ جعظر، مطبوعہ حیدرآباد)

[2] عَنْ حَارِثَۃَ بْنَ وَھَبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَاالْجَعْظَرِیُّ قال والجواظ الغلیظ الفظّ (رواہ ابوداؤد) یقال الجعظری الفظّ الغلیظ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۱/) باب الرفق والحیاء مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جنت میں جواظ (سخت خو) اور جعظری (متکبر) داخل نہیں ہوگا (یعنی سزا پانے سے پہلے)

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث کتب صحاح میں موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

ایک لاکھ آدم

سوال:- سیرت حلبیہ اردو جلد اول قسط اول ص ۸۰/ مطبع ادارہ قاسمیہ دیوبند میں شیخ محی الدینؒ کا ایک خواب نقل کیا گیا ہے اور ان کی کہی ہوئی بات پوری نقل کی گئی ہے۔ یہ سن کر مجھے وہ حدیث یاد آ گئی کہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے ہیں۔ تو میں (شیخ) محی الدین نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ جد (دادا) جن کی طرف میرا اشارہ ہے ان ہی میں سے ہوں، جب کہ تاریخ اس بارے میں نام معلوم ہے الخ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ روایت کیسی ہے اور اس روایت میں ایک لاکھ آدم سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک لاکھ آدم کا تذکرہ فتوحاتِ مکیہ[1] میں ہے خواب میں نہیں، بلکہ بیداری میں طواف کرتے ہوئے کچھ حضرات کو دیکھا۔ ایک صاحب یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

لقد طُفنَا کماطفتم سنینا ☆ بھذ البیت طرا اجمعینا[2]

پھر ان سے گفتگو بھی کی اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔ **اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ مِائَۃَ اَلْفِ اٰدمٍ**[3] حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات جلد ثانی ص ۵۸/[4] میں تفصیل مذکور

---

[1] ولقد ارانی الحق تعالیٰ فیما یراہ النائم واناطائف بالکعبة مع قوم من الناس لااعرفھم بوجوھھم فانشدوا بیتین ثبت علی البیت الواحد ومضی عنی الآخرفکان الذی ثبت علیه من ذلک فتذکرت حدیثا عن رسول الله ﷺ ان الله خلق مأة الف اٰدم الخ (الفتوحات المکیة ص ۵۴۹/ جزء الثالث)

[2] **ترجمہ:** جس طرح تم طواف کر رہے ہو اسی طرح ہم نے اس بیت اللہ کا برسوں طواف کیا ہے۔

[3] **ترجمہ:** بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے۔

[4] مکتوبات امام ربانیؒ ص ۱۱۳، ۱۱۲/ ج ۲/ مکتوب پنجاہ وھشتم، مطبوعه دھلی.

ہے۔ امداد الفتاویٰ[1] جلد ۳ رص ۱۴۰ رمطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند میں ہدایۃ الاسرار سے ایک عبارت نقل کر کے جواب طلب کیا ہے، اس کو اور اس کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ ہم غریبوں کے فہم سے بالاتر مضمون ہے ممکن ہے آپ سمجھ جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس کا روپیہ برباد کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق

سوال:- میں نے ایک کتاب میں یہ حدیث پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کا پیسہ بنیاد میں لگاتا ہے تو وہ کون سی بنیاد ہے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا پیسہ تباہ کرنا ہو اس کے دل میں تعمیرات کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ بلاضرورت کے بھی محض اپنی شان دکھانے کے لئے وہ مٹی گارہ میں روپیہ خرچ کرتا رہتا ہے کہ ایک منزل پر دوسری منزل تعمیر کرتا ہے ایک مکان موجود ہے پھر دوسرا مکان بناتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

مصافحہ سے متعلق حدیث

سوال:- مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے تو کس طرح، حدیث سے تو معلوم

---

[1] ایں چنیں مضمون اکثر بزرگان منقول شدہ است مگر تحقیق آنست کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ در مکتوب پنجاہ وہشتم از جلد ثانی نوشتہ اند وھو ھذا نوشتہ بود کہ شیخ محی الدین عربی قدس سرہ در فتوحات مکیہ حدیثے نقل می کنند کہ آں سرور فرمودہ علیہ وعلی الہ والصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالیٰ خلق مائۃ الف آدم وحکایتے می آرد در بعضے مشاہدات عالم در وقت طواف کعبہ معظّمہ چنیں ظاہر شد کہ ہمراہ جمع طواف می کنند الخ (امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰ رج ۴ رمسائل شتیٰ مطبوعہ زکریا دیوبند)

[2] عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلنَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا الْبِنَاءُ فَلَا خَيْرَ فِيْهِ، مشکوۃ شریف ص ۴۴۱ رکتاب الرقاق مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند الفصل الثانی وفی المرقات (فی ھذ التراب) ای البناء فوق الحاجۃ الخ ص ۳۰ رج ۵ رکتاب الرقاق، الفصل الثانی مطبوعہ بمبئی۔

ہوتا ہے کہ ہر ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کی کف دست سے ملے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ہر ہاتھ کو الگ الگ ملائے لیکن مروجہ طریقہ کہ فریقین میں سے ہر ایک کی ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ سے ہتھیلی ملے اور دوسرے ہاتھ کی کف دست اوپر کی جانب رہے یہی رائج ہے۔ یعنی دونوں کے دائیں ہاتھ کی کف دست ملتی ہیں اور دونوں کے بائیں ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کے ظہر پر ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بخاری شریف[1] میں عبداللہ ابن مسعود کی روایت مذکور ہے۔ **وکان کفی بین کفیه الـــخ** اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا ایک ہاتھ حضور اقدس ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھا اس صورت میں کف دست کا کف دست سے ملنا بالکل واضح ہے البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں کیا ظاہر یہ ہے کہ انکا دوسرا ہاتھ نبی کریم ﷺ کے داہنے دست مبارک کی پشت پر تھا جیسا کہ آج کل علماء متبعین کا عمل ہے بخاری شریف میں **باب الأخذ بالیدین** موجود ہے۔ **ثم للتصافح بالیدین حدیث مرفوع ایضا کما فی الادب المفرد و اراد المدرسون ان یستدلوا علیه من حدیث ابن مسعودؓ هٰذا فقالوا امّا کون التصافح فیه بالیدین من جهة النبی ﷺ فالحدیث نص فیه واما کونه کذ لک من جهة ابن مسعودؓ فالراوی ان اکتفی بذکر یده الواحدة الاان المرجو منه انه لم یکن لیصافحه بیده الواحدة والنبی صلی الله علیه وسلم قدصافحه بیدیه الکریمتین فانه یستبعدمن مثله ان لایبسط یدیه وقدیکون النبی ﷺ بسط له یدیه غیران الروای لم یذکره لعدم کون غرضه**

---

[1] بخاری شریف ص ۹۲۶ / ج ۲ / کتاب الاستیذان ،باب الاخذ بالیدین ،مطبوعه اشرفی دیوبند.

متعلقا بذلک ولاریب ان الرواۃ یختلفون فی التعبیرات الخ . فیض الباری[1] ص ۴۱۱/ ج ۴/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

ابن ماجہ کی ایک روایت کا مطلب

سوال:- ابن ماجہ میں ص ۱۳/ پر ''فضل علی ابن ابی طالب'' کے ذیل میں یہ روایت درج ہے۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال کان ابولیلیٰ یسیر مع علی فکان یلبس ثیاب الصیف وثیاب الشتاء فقلنا لو سألته فقال ان رسول اللہؐ وانا الخ. یسیر اور فکان کے اوپر نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی ضمیر کا مرجع ایک ہے یعنی ابی لیلیٰ، جو قطعاً غلط ہے۔ اس لئے کہ ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ معنیٰ بھی مختل ہو جاتا ہے۔ میں نے یہ سمجھا ہے کہ دونوں کا مرجع ایک نہیں ہے۔ یسیر کا مرجع ابی لیلیٰ ہے اور فکان کا مرجع علی رضی اللہ عنہٗ ہیں اور لو سألته کی جزا سألت فقال محذوف ہے۔ یہ تشریح اس وقت صحیح ہے جب کہ عبدالرحمٰن اور علی کا زمانہ ایک نہ ہو۔ لیکن اگر دونوں کا زمانہ ایک ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن اصل اور اول ہیں جو واقعہ سے واقف تھے مگر بغرض تائید اپنے باپ ابولیلیٰ کو بھی شریک کیا ہے۔ اگر میں نے صحیح سمجھا تو فبہا، ورنہ مفہوم صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فضل علی ابن ابی طالب والی حدیث میں یسیرا اور فکان پر نشان ضمیر کا مرجع بتانے کے لئے نہیں بلکہ نسخہ کا نشان ہے چنانچہ یسیر میں دوسرا نسخہ یمر ہے اور فکان میں دوسرا نسخہ

---

[1] فیض الباری ص ۴۱۱/ ج ۴/ کتاب الاستیذان الدلیل علی المصافحة بالیدین مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل .

وکان ہے۔حاشیہ میں نسخہ موجود ہے۔اس قسم کا نشان کتب حدیث بخاری شریف وغیرہ میں بکثرت ہوتا ہے ان کا یہی مطلب ہوتا ہے۔عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ہم نے اپنے والد ابولیلیٰ سے کہا آپ حضرت علیؓ سے سوال کر لیتے (واقعہ خیبر کا) تو انھوں نے وہ واقعہ سنا دیا جس سے حرو برد سے عدم تاثیر کی وجہ بھی معلوم ہوگئی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صاحب الورد وتارک الورد (الحدیث)

سوال: —مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَةَ وَيُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَمَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بَعْدَالصَّلٰوةِ الْفَرِيْضَةِ فَقَدْ كَفَرَبِاللّٰهِ. صَاحِبُ الْوِرْدِ مَامُوْنٌ وَتَارِكُ الْوِرْدِ مَلْعُوْنٌ.

ایک کتاب ہے جناب حاجی محمد زردار خاں صاحب کی تالیف شدہ کتاب مذکور چند جزئیات کا مجموعہ ہے۔اس کتاب کے ص ۱۷۱ مرغوب القلوب، شمس تبریز، جزء میں یہ حدیث شریف قدسی کے عنوان سے مکتوب ہے۔ظاہری الفاظ سے حدیث صحیح نہیں معلوم

---

[1] پوری روایت اس طرح ہے۔عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قَالَ كَانَ اَبُوْلَيْلٰى يَسِيْرُ مَعَ عَلِيٍّ فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِيْ الشِّتَاءِ وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ فَقُلْنَا لَوْسَأَلْتَهٗ فَقَالَ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلَيَّ وَاَنَااَرْمَدُ الْعَيْنِ يَوْمَ خَيْبَرَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي اَرْمَدُ الْعَيْنِ فَتَفَلَ فِيْ عَيْنِيْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّوَالْبَرْدَ قَالَ فَمَا وَجَدْتُّ حَرًّاوَّلَابَرْداً بَعْدَيَوْمَئِيذٍ الْحَدِيْث سنن ابن ماجه ص ۱۲ /. فضل علی ابن ابی طالبؓ مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے تھے پس وہ گرمی کے کپڑے سردی میں اور سردی کے کپڑے گرمی میں پہنتے تھے ہم نے کہا کاش آپ ان سے اس کا سوال کر لیتے تو انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن مجھ کو بلوایا اور میری آنکھیں دکھ رہی تھیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں آنحضرت ﷺ نے میری آنکھوں میں تھتکار دیا پھر دعاء فرمائی اے اللہ اس سے سردی گرمی کو دور کر دے پس اس کے بعد سے میں سردی گرمی محسوس نہیں کرتا۔

ہوتی۔ بندہ کا ناقص فہم اسی کا قائل ہے۔ اگر بفرض محال حدیث مکتوب صحیح العبارۃ ہوتو اس کے کیا معنٰی ہیں؟ اور احادیث کی کون سی کتاب میں ہے مدلل جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ عبارت بعنوان حدیث نہیں دیکھی۔ ظاہری مفہوم کے لحاظ سے اس کو حدیث کہنا بھی صحیح نہیں۔ بعض الفاظ بالکل حدیث صحیح کے خلاف ہیں۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ الحديث مشكوٰة شريف[1] ص ۸۸.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۹۵ھ

من قال لَااِلٰهَ اِلاّ اللّٰهُ دَخل الجَنَّةَ

سوال:- حدیث میں فرمایا گیا ہے مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ. مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر کسی کافر نے اس حدیث کو پڑھ لیا تو کافرانہ اعمال کی سزا دینے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حدیث میں لفظ مـن عام ہے اس میں کافر و مسلم سب برابر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ لفظ مـــن کے تحت میں ایمان شرط ہے یا نہیں؟ اگر ایمان شرط ہے تو کافر کو کیسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اگر ایمان شرط نہ ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قول پر جنت کی بشارت ہے جب کہ تصدیق قلبی کے ساتھ ہو اسی کا نام ایمان

---

[1] مشكوٰة شريف ص ۸۸ / باب الذكر بعد الصلوٰة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ پڑھتے تھے فقط (مشکوٰۃ شریف ص ۸۸/ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

ہے[۱] اس کے بعد آدمی کافر نہیں رہے گا کافر جنت میں نہیں جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۱ھ

مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلاّ اللّٰه الخ

سوال:- حدیث ابوہریرہؓ کہ پیغمبر خدا حکم اعلان بشارت بہ تہنیت فرمود "مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دخلَ الجنة" بعد اعلان می گوید ضربنی عمر فخررت لاستی او کماقال۔[۲]

الجواب حامداً ومصلیاً

ایں حدیث مفصلاً بحوالہ صحیح مسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵ مذکور است۔[۳]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن عبادة بن الصامتؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (قوله من شهد) اى بلسانه مطابقا لجنانه (مرقاة ص ۹۳ ج ۱ كتاب الايمان الفصل الثالث مطبوعه اصح المطابع بمبئى. نوى على المسلم ص ۴۱/ج ۱/كتاب الايمان ،باب الدليل علىٰ من مات علىٰ التوحيد دخل الجنة ، مطبوعه بلال ديوبند.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام فرما دیتے ہیں۔

[۲] **ترجمہ سوال:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ان کو کہنے والے کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت کے اعلان کا حکم فرمایا تھا۔ اعلان کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو مارا جس سے میں سرین کے بل گر پڑا۔

ترجمہ جواب: یہ حدیث مفصلاً بحوالہ صحیح مسلم مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵/ پر مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

[۳] ملاحظه هو مشكوة شريف ص ۱۵/كتاب الايمان ،الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند،مسلم شريف ص ۴۵/ج ۱/ كتاب الايمان ،باب الدليل على من مات علىٰ التوحيد دخل الجنة ،مطبوعه بلال ديوبند.

حدیث قرطاس

سوال:- حدیث قرطاس معتبر است یا نہ ودر کدام کتب وارد شدہ است؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایں حدیث طویل در مشکوٰۃ المصابیح[1] ص ۵۴۸/ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم منقول است۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حدیث ''من تزیَّ بغیر زیہ الخ ''کی تحقیق

سوال:- من تزیَّ بغیر زیہ فقتل فد مُہٗ ھَدَرٌ جس کو حضرت شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے ایک جن صحابی کی طرف سے روایت کیا ہے اور اکابر دیوبند بھی اس روایت کو حضرت شاہ صاحب سے سلسلہ وار نقل کرتے ہیں۔ اس روایت کا محدثین کرام کے نزدیک کیا مقام ہے؟

ترجمہ سوال: حدیث قرطاس معتبر ہے یا نہیں؟ اور کس کتاب میں وارد ہے؟

ترجمۂ جواب: یہ حدیث طویل مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۸/ میں بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم منقول ہے۔

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْبَیْتِ رِجَالٌ فِیْھِمْ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلُمُّوْا اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۸/ باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) الفصل الثالث، بخاری شریف ص ۸۴۶/ ج ۲/ کتاب المرضٰی باب قول المریض قوموا عنی، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۴۳/ ج ۲/ کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ الخ مطبوعہ بلال دیوبند.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا مکان میں کچھ لوگ موجود تھے ان میں عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس کے متعلق علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ ص۱۹۲[1] میں لکھا ہے۔ مَنْ تَزَیَّ بِغَیْرِ زِیِّہٖ فَقُتِلَ دَمُہٗ ھَدْرٌ لیس لہ اصل یعتمد ویحکی فیہ حکایات منقطعۃان بعض الجان حدث بہ اماعن علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً واما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاواسطۃ مالم یثبت فیہ شیئ.[2] یعنی اس کی کوئی قابل اعتماد اصل نہیں، بعض جنات کی حکایات نقل کی جاتی ہیں جو کہ سند کے اعتبار سے منقطع ہیں اور کوئی چیز بھی ثابت نہیں۔ یہی مضمون ملاعلی قاریؒ کی الموضوعات الکبیر[3] اور اس فن کی دیگر کتب میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۳۹۹ھ

”لیس مِنّی ولست منہ“ کا مطلب

سوال:- حدیث ”لَیْسَ مِنِّی وَلَیْسَ مِنَّا“ کے متعلق کہنے والے (کہ یہ صرف ترہیباً ہے معناً کچھ نہیں) کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

لَیْسَ مِنِّی وَلَیْسَ مِنَّا کے استعمال کو مطلقاً ترہیب کے لئے قرار دینا صحیح نہیں[4]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

---

[1] المقاصد الحسنۃ ص۴۰۷/حرف المیم،حدیث ۱۰۹۹/مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] **ترجمہ:** جو شخص اپنی شکل کے علاوہ کوئی دوسری شکل بنائے پھر اس کو قتل کردیا جائے تو اس کا خون وقتل معاف ہے اھ۔

[3] الموضوعات الکبیر ص۱۱۷/حرف المیم ،مطبوعہ کراچی، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ۱۴۷/حرف المیم ،حدیث رقم ۳۲۷/مطبوعہ حلب، کشف الخفاء ص ۲۳۹/ج ۲/ حرف المیم ،حدیث ۲۴۳۳/مطبوعہ داراحیاء التراث العربی،بیروت.

[4] ومعناہ عنداھل العلم انہ لیس ممن اھتدیٰ بھدینا واقتدیٰ بعلمنا وعملنا وحسن طریقتنا الخ مسلم شریف ص۱۷/ج ۱/فی المقدمۃ،مطبوعہ سعد دیوبند.

”مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ“ کی تحقیق

سوال:- مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌمِّنَ الْعِبَادَةِ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ حَجَرِ الْاَسْوَدِ. او کماقالؑ مہربانی فرما کر حدیث کا حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

دوسرے الفاظ تو فضائل کے بہت اونچے وارد ہوئے ہیں۔ یہ لفظ دیکھنا مجھے یاد نہیں۔ ممکن ہے کسی روایت میں ایسا بھی ہو جن صاحب نے یہ بیان کیا یا لکھا ہو انھوں نے کوئی حوالہ دیا ہو تو وہاں دیکھ لیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۹۵ھ

حدیث ”مَنْ تَمسَّکَ بِسُنّتی الخ“ کا حوالہ

سوال:- ومن تمسک بِسُنَّتِیْ عندفسادامتی فلهٗ اجرمائة شهید ، او کما قالؑ . اس کا حوالہ درکار ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِاُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُمِائَةِ شَهِیْدٍ. رواه مشکوٰة[2] ص ۳۰/ (البیهقی فی

---

[1] قَالَ (اَبُوْهُرَیْرَةَؓ) سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِنْ قِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرَ الْاَسْوَدِ رواه ابن حبان فی صحیحه والبیهقی وغیرها (الترغیب والترهیب للمنذری ص ۲۴۶/ ج ۲/ کتاب الجهاد، الترغیب فی الرباط فی سبیل اللّٰہ، طبع مصر)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں تھوڑی دیر ٹھہرنا حجرۂ اسود کے پاس شب قدر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

[2] مشکوٰة شریف ص ۳۰/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند مرقاة ب ص ۲۰۶/ ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، الفصل الثانی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول مقبول ﷺ کا ارشاد پاک منقول ہے جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوط پکڑے اسکے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

کتاب الزھدمن حدیث ابن عباسؓ) مرقاۃ ص ۲۵۰/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خضاب سے متعلق چند احادیث

سوال:- خضاب کے متعلق اگر ہو سکے تو چند احادیث تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(ابن عباسؓ) مَرَّعَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَااَحْسَنَ ھٰذَا فَمَرَّ اٰخَرُقَدْخَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ فَقَالَ ھٰذَااَحْسَنُ مِنْ ھٰذَاثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَۃِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا کُلِّہٖ لابی داؤد (جمع الفوائد[1]) ص ۸۱۹/ج۲/.

(جابرؓ) اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَلِحْیَتُہٗ وَرَاْسُہٗ کَالثُّغَامَۃِ بَیَاضًافَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوْاھٰذَابِشَیْئٍ وَاجْتَنِبُوْالسَّوَادَ[2] لمسلم[3] وابی داؤد[4]

---

[1] جمع الفوائدص ۲۲۳/ج۲/مطبوعہ الرشید بالمدنیۃ المنورۃ باب الخضاب، مشکوٰۃ ص ۳۸۲/ باب الترجل مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمۂ احادیث: حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک شخص گذرا جو مہندی کا خضاب کئے ہوئے تھا ارشاد فرمایا کیا ہی اچھا ہے پھر دوسرا شخص گذرا جس نے مہندی اور کتم کا خضاب کر رکھا تھا فرمایا یہ اس سے اچھا ہے پھر ایک شخص گذرا جو زردی کے ساتھ خضاب کئے ہوئے تھا ارشاد فرمایا یہ ان سب سے اچھا ہے۔

[2] **ترجمہ احادیث:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے موقع پر لایا گیا ان کی داڑھی اور سر بالکل سفید تھے حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے بچنا۔

[3] جمع الفوائد ص ۲۲۵/ج۲/الخضاب للشعر،مطبوعہ الرشید بالمدنیۃ المنورۃمسلم شریف ص ۱۹۹/ج۲/کتاب اللباس، باب استحباب مطبوعہ بلال دیوبند.

[4] ابوداؤدشریف ص ۵۷۸/ج۲/باب الترجل ،باب فی الخضاب مطبوعہ سعد دیوبند.

والنسائی[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الخ حدیث کی تشریح

سوال:- کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعاً وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَوْ خَمْساً وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَحَدَ الْعَدَدَيْنِ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ.

الجواب حامداً ومصلیاً

مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعاً وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَوْ خَمْساً وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَحَدَ الْعَدَدَيْنِ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ.[2] طب عن ابی الدرداء رضی الله عنه) کنز العمال[3] ص ۲۰ / ۱ الکتاب الثانی من حرف الهمزة فی الاذکار من قسم الاقوال. البتہ یہ حدیث صحاح میں نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶ / ۵ / ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] نسائی شریف ص ۲۴۸ / کتاب الزینة، الامر بالخضاب، مشکوٰة شریف ص ۳۸۰ / باب الترجل، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند فتح الباری ص ۱۴۷ / ج ۱۱ / مجمع الزوائد ص ۲۹۳ / ج ۵ / کتاب اللباس، باب ماجاء فی الشیب والخضاب، مطبوعه دارالفکر فیض القدیر ص ۴۸ / ج ۴ / مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] **ترجمہ:** جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے ہر دن ستائیس مرتبہ استغفار کرے وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

[3] کنز العمال ص ۴۷۶ / ج ۱ / الباب الخامس فی الاستغفار والتعوذ، مطبوعه مؤسسته الرسالة بیروت. مجمع الزوائد ص ۳۵۲ / ج ۱۰ / کتاب التوبة، باب الاستغفار للمؤمنین الخ دار الفکر بیروت.

حدیث ''من اَحیٰی سُنتی'' کا حوالہ

سوال:- مَنْ اَحْيٰ سُنّتِیْ فَقَدْ اَحْيَانِی او کمال قالؑ ۔ اگر یہ حدیث ہے تو اس کتاب کا نام اور کس باب میں ہے؟ مطلع فرمائیں۔ بعض مخالف حضرات کو اس کے ثبوت میں تردد ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَفَعَهٗ مَنْ اَحْيٰ سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ اُمِيْتَتْ بَعْدِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیْ رزین (جمع الفوائد[1] ص ۱۷/ج ۱/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انااحمد الخ کیا حدیث ہے؟

سوال:- مندرجہ ذیل حدیث کے بارے میں زید اور بکر کا اختلاف ہے ۔ زید کہتا ہے کہ حدیث قدسی ہے بکر کہتا ہے کہ حدیث قدسی نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **انا احمد لانهم انا فوق العرش احمد وفی السماء احمد وفی الارض محمد وبشرنی محمودٌ** . براہِ کرم جواب سے نوازیں۔

---

[1] جمع الفوائد ص ۴۱/ج ۱/ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ومطبوعه مكة المكرمة ص ۲۹/ ج ۱/.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جس شخص نے میری کسی سنت کو زندہ کیا جس کو میرے بعد مردہ کر دیا گیا تھا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ ہوگا۔ (جنت میں)

تنبیہ: سوال کے مطابق بھی حدیث شریف ترمذی میں موجود ہے (ترمذی ص ۹۶/ج ۲/) کتاب العلم ،باب ماجاء فی الاخذبالسنة، وَمَنْ اَحْيٰ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْيَانِیْ وَمَنْ اَحْيَانِیْ كَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ، باب الاخذ بالسنة، ابواب العلم،مطبوعه بلال دیوبند.

ترجمہ: جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ کو زندہ کیا اور جس نے مجھ کو زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کتب حدیث میں یہ روایت نہیں ملی محدثین نے ایک ایک حدیث کو سند کے ساتھ اپنی کتب میں جمع فرمایا ہے۔ جو شخص اس کو حدیث قدسی وغیرہ کہتا ہے اس سے پورا حوالہ دریافت کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۴ھ

ثواب تلاوت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

سوال:- مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں بتایا جائے کہ صحیح ہے یا نہیں؟ ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کی تلاوت نماز کے اندر کھڑے ہوکر کرے اس کو ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو بیٹھ کر پڑھے ہر حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور باوضو تلاوت کرے اس کو پچیس نیکیوں کا ثواب ہوگا۔ افضل یہ ہے کہ رات کو اکثر تلاوت کرے کہ اس وقت جمعیت دل کو زیادہ ہوتی ہے۔''

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روایت سوال میں درج ہے اس تفصیل کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے بحوالہ دیلمی کنز العمال ص ۱۳۵/ج ۱/ میں اس کے کچھ اجزاء موجود ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِی صَلوٰۃٍ قَائِماً کَانَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ مِائَۃُ حَسَنَۃٍ وَمَنْ قَرَأَہٗ قَاعِداً کَانَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ خَمْسُوْنَ حَسَنَۃً وَمَنْ قَرَأَہٗ فِی غَیْرِ صَلوٰۃٍ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ عَشَرَ حَسَنَاتٍ وَمَنْ

اسْتَمَعَ اِلیٰ کِتَابِ اللّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ حَرْفٍ حَسَنَۃٌ.[1] (الدیلمی عن انسؓ)[2] ممکن ہے کہ روایت مسئولہ حضرت علیؓ سے منقول ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۵ھ

بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے کہنے والے کو جواب

سوال:- تراویح میں بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ رکعت والی حدیث قوی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان سے دریافت کیا جائے کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ رکعت والی حدیث قوی ہے۔ مہربانی فرما کر دونوں حدیثیں پوری سند اور حوالہ کے ساتھ اصل کتاب حدیث سے نقل کریں اور وجہ بتائیں کہ فلاں حدیث قوی اور فلاں حدیث ضعیف کیوں ہے؟ کس راوی کی وجہ سے ہے اور اس راوی پر کس نے کلام کیا ہے اور یہ بھی لکھیں کہ پورے رمضان تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے یا صرف چند رات اور ہر سال پڑھی گئی ہے یا صرف ایک سال۔ پوری تفصیل لکھیں تب مسئلہ حل کیا جائے گا۔ ناواقف اور بے علم آدمی کو تو ہاں، نہیں، جائز، ناجائز کا جواب کافی ہوتا ہے اور اہل علم حضرات کے لئے اتنا کافی نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ حدیث قوی وضعیف کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے ہاں، نہیں، کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **ترجمہ:** جس نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھا اس کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں اور جو (نماز میں) بیٹھ کر پڑھے اس کو ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں اور جو بغیر نماز کے پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں اور جو کتاب اللہ کو سنے اس کو ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔

[2] کنز العمال ص ۵۴۱/ج ۱/ رقم الحدیث ۲۴۲۷/الباب السابع فی تلاوۃ القرآن، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت. مسند الدیلمی ص ۵۴۱/ج ۱/مطبوعہ حلب مصر.

درخت کے جڑوں سمیت آنے والے معجزہ سے متعلق روایت کی تحقیق

سوال:- ایک اعرابی نے پیغمبر ﷺ کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ تحقیق میں مسلمان ہوا ہوں ایک معجزہ ایسا دکھایئے کہ جس سے میرا ایمان ویقین زیادہ مضبوط ہو۔ آپؐ نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں درخت کو اپنے نزدیک بلایئے۔ آپؐ نے فرمایا تو ہی جا کر بلالا۔ اس نے جا کر کہا اے درخت تجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا ہے۔ تب اس درخت نے اپنے کو ایک طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر دوسری طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں بھی ٹوٹ گئیں۔ اسی طرح چاروں طرف کی جڑیں توڑ کر اپنی جڑیں اور شاخوں کو کھینچتا ہوا پیغمبر ﷺ کے حضور سلام کر کے کھڑا رہا۔ تب اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اب خوب یقین ہو گیا۔ بس درخت کو رخصت فرمایئے۔ وہ اپنی جگہ پر جا کر جڑوں کو گاڑ کے قائم ہو گیا۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیجئے کہ آپ کے پاؤں اور سر کو بوسہ دوں۔ آپؐ نے اجازت دی۔ پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اور حکم دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ مرد کا حق عورت پر بڑا ہے۔ (حدیث شریف) کیا یہ حدیث شریف صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت قدرے تغیر کے ساتھ شفاء قاضی عیاض[1] میں ہے۔ ملا علی قاری[2] نے اس کی

---

[1] وَعَنْ بُرَيْرَةَؓ سَئَالَ اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَقَالَ لَهُ قُلْ لِتِلْكَ الشَّجَرَةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْكِ قَالَ فَمَالَتِ الشَّجَرَةُ عَنْ يَمِيْنِهَا (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شرح بیان کی ہے۔ صحاح میں اس تفصیل کے ساتھ دیکھنا محفوظ نہیں۔ البتہ معجزات وفضائل کی کتابوں میں ہے۔ خصائص کبریٰ للسیوطی۔ دلائل النبوۃ لابی النعیم وغیرہ میں یہ حدیث نہیں ملی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۹۹ھ

قصۂ جابرؓ بوقت غزوۂ خندق سے متعلق روایت

سوال: - ایک بدعتی مولوی ہر عید پر ایک تقریر کرتا ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کی دعوت کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ دعوت کے لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ نے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ حضرت جابرؓ کے دو چھوٹے چھوٹے صاحبزادے تھے وہ بکری کے بچے کو ذبح ہوتے دیکھتے رہے۔ بعد میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم بھی ذبح کرتے ہیں۔ ایک لیٹ گیا دوسرے نے چھری چلائی۔ بچہ شہید ہوگیا۔ دوسرے نے جب یہ منظر دیکھا تو گھبراہٹ سے مکان کی چھت سے بھاگتا ہوا گرا وہ بھی جاں بحق ہوگیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ نے دونوں بچوں کو لپیٹ کر چٹائی میں ایک کونے میں کھڑا کر دیا تاکہ دعوت کے انتظام میں فرق نہ آئے تمام صحابہؓ حاضرین نے کھانا کھایا مگر حضور اکرم ﷺ نے نہیں کھایا کھانے سے پہلے فرمایا کہ جابر دونوں بچوں کو لاؤ ساتھ میں کھانا کھائیں گے اولاً ٹال مٹول کیا۔ بالآخر معاملہ کی نوعیت پیش کردی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کو نکال لاؤ۔ جب حضرت جابرؓ چٹائی کے پاس پہنچے تو دونوں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے ساتھ میں آئے۔ کیا اس قسم کی کوئی

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفِهَا فَتَقَطَّعَتْ عُرُوْقُهَا ثُمَّ جَاءَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ تَجُرُّ مُغْبَرَّةً حَتّٰى وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الحديث كتاب الشفاء ص ۲۲۵/ج ۱/ فصل فی كلام الشجر وشهادته الخ مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت.

۲ شرح شفاء ص ۶۱۶/ج ۱/فصل فی كلام الشجر المطبعة العثمانية.

ضعیف روایت بھی ہے اور پھر وہ اس پر مصالحہ لگا کر اہل حق پر کیچڑ اچھالتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت اتنی ثابت ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت حضرت جابر رضی اللہ نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر نقاہت اور کمزوری کا اثر دیکھا۔ بیتاب ہوکر گھر آئے بکری کا بچہ ذبح کیا۔ بیوی کو کھانا پکانے کے لئے کہا اور خود نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا کھانا ہے۔ بتلایا کہ بکری کا بچہ ہے۔ تھوڑے جو ہیں ان کی روٹی ہے۔ ارشاد فرمایا یہ تو بہت ہے اور ایک بڑے مجمع کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے۔ برکت کے لئے گوشت کی ہانڈی میں اور روٹی کے آٹے میں لعاب دہن ڈالا، کچھ پڑھ کر دم کیا اور دس دس آدمیوں کا حلقہ بنا کر روٹی اور گوشت کھلایا، یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے۔ گوشت بھی ہانڈی میں باقی رہا روٹی بھی تنور میں پکتی رہی۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے[1] لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہے کہ ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ یہ اس وقت کم عمر تھے ان کے نو ۹ بہنیں تھیں۔ بعض کی شادی ہوگئی تھی اور اکثر کی نہیں ہوئی تھی انھوں نے ایک عمر رسیدہ پرانی بیوہ سے نکاح کرلیا تھا تاکہ وہ ان کی سب بہنوں کی تربیت کرے اور گھر کا انتظام کرے۔ اس وقت ان کے خود کوئی بچہ نہیں تھا[2] ان کی طرف دو بچوں کی نسبت کرنا اور اس قصہ

---

[1] سَمِعْتُ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْداً فَانْكَفَيْتُ اِلٰى اِمْرَاَتِيْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَاِنِّي رَاَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْداً فَاَخْرَجَتْ اِلَيَّ جِرَابًافِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍوَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ الخ. (بخاری شریف ص ۵۸۹/ ج ۲/ باب غزوة الخندق مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کے اندر سخت بھوک کا اثر دیکھا میں لوٹ کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اندر سخت بھوک کا اثر دیکھا ہے اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھا اور ہمارا ایک بکری کا بچہ تھا میں نے اس کو ذبح کیا اور اس نے جو کو پیسا الخ۔

[2] بخاری شریف ص ۲۸۲/ ج ۱/ کتاب البیوع، باب شری الدواب والحمیر مطبوعه اشرفی دیوبند.

کواس طرح رنگ دیکر بیان کرنا غلط ہے، بے بنیاد ہے۔ جوشخص ایسی بات بیان کرتا ہے اس سے دریافت کیا جائے کہ یہ حدیث شریف کی کونسی کتاب میں ہے۔ اردو کے بعض غلط سلط رسالوں میں اس قسم کی بے بنیاد باتیں ہیں جو بے سند ہیں ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۹ھ

نکاح کے بعد ''اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ یُوْسُفَ وَزلیخا عَلَیْھِما السَّلام'' کی تحقیق

سوال:- یہاں کے قاضی صاحبان نکاح کے بعد دعا میں یہ بھی پڑھتے ہیں **اللھم الف بینھما کما الفت بین یوسف وزلیخا علیھما السلام** بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ دعا میں شریک نہ کرو۔ کیونکہ حضرت یوسف وزلیخا علیہما السلام کو دعا میں شامل کرنا اچھا نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا کے ساتھ نکاح نہیں ہوا تھا۔ کیا ان لوگوں کی بات درست ہے؟ اور کیا اس طرح دعا مانگنا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض کتب میں نکاح ہونا مذکور ہے[1] البتہ قرآن کریم وصحاح کی کتب میں نکاح ہونا مذکور نہیں۔ حدیث شریف میں **اللھم الف بینھما** کی دعا کے ساتھ **کما الفت بین یوسف**

---

[1] اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن اسحق قال ذکر واان قطفیر ھلک فی تلک اللیالی فزوج الملک یوسف زلیخا امرأۃ قطفیر الخ (تفسیر مظھری ص ۱۷۴/ج۵/)سورۂ یوسف تحت آیت ۵۷/مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ،الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۸۶/ج۵/ الجزء التاسع،سورۂ یوسف تحت آیت ۵۵/مطبوعہ دارالفکر بیروت،تفسیر ابن کثیر ص ۴۸۲/ ج۲/مطبوعہ تجاریہ مکۃ المکرمۃ.

وزلیخا علیهما السلام کونہیں دیکھا۔حدیث پاک میں جوالفاظ آئے ہیں ان میں برکت ہی برکت ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ بات نہیں۔کوئی شخص اگر دعا میں ایسا کہے تو اس سے لڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۰ھ

النکاح من سُنّتی اورمن رغِبَ عَنْ سُنّتی کیا یہ ایک حدیث ہے؟

سوال:-ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ النکاح من سنتی، فمن رغب عن سنتی یہ مستقل حدیث نہیں ہے بلکہ الگ الگ جملے ہیں،تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ان صاحب کا کہنا صحیح ہے۔دونوں جملے الگ الگ ہیں۔ان کے درمیان "وقال" کہہ دیا جائے تاکہ الگ الگ ہونا واضح ہوجائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

"طعام المیت یمیت القلب" حدیث نہیں

سوال:-میت کے ایصال ثواب کے لئے جوشیرینی بنائی جاتی ہے وہ یہاں کے

---

[1] فمن رغب عن سنتی فلیس منی یہ جملہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا آخری جزء ہے ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ شریف ص۲۷/ باب الاعتصام مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) النکاح من سنتی یہ جملہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا پہلا جزء ہے ملاحظہ ہو (ابن ماجہ ص۱۳۴/ باب ماجاء فی فضل النکاح مطبوعہ مجتبائی دہلی) البتہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں دونوں روایتوں کا مفہوم اس طرح جمع کردیا گیا ہے۔ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَالنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّي ،الحدیث ابن ماجہ شریف ص۱۳۳/ باب ماجاء فی فضل النکاح مطبوعہ اشرفی دیوبند.

رواج کے مطابق یہاں کے غرباء اور امراء سبھی کھاتے ہیں۔ پھر **طعام المیت یمیت القلب** کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کون طعام ہے؟ اور کیا یہ حدیث ہے؟ اور مذکورہ شیرینی کیا سب ہی لوگوں کو کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے لئے ایصال ثواب کرنا ہو تو کھانا وغیرہ غریبوں کو دیا جائے۔ مالدار اس کے مستحق نہیں[1] **طعام المیت یمیت القلب** حدیث نہیں ہے[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ ایصال ثواب کا کھانا غیر مستحق کھائے تو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے، اس کو خیر وشر کی تمیز نہیں رہتی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ علم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

کیا کاشتکار ہمیشہ محتاج رہتا ہے؟ اور زراعت سے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال:- یہاں ایک مترجم قرآن مجید کے حاشیہ پر ایک حدیث درج ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں کھیتی اور اس کا سامان ہوتا

---

[1] ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة الی قوله وان اتخذ للفقراء کان حسنا، شامی زکریا ص ۱۴۸/ج ۳/ باب الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، تالیفات رشیدیه ص ۱۴۶/ و کفایت المفتی ص ۱۱۶/ج ۴/.

[2] این قول کہ طعام المیت یمیت القلب حدیث نیست کلام بعض از تجربہ کاراں است (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۶/ج ۲/) مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ: یہ قول کہ طعام المیت یمیت القلب (میت کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے) حدیث نہیں بلکہ بعض تجربہ کاروں کا کلام ہے۔

ہے اس میں محتاجی اور مسکینی رہتی ہے اور یہ اس جگہ درج ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے من وسلویٰ کے عوض لہسن اور پیاز اور ککڑی وغیرہ کو ترجیح دی ہے۔ کیا حدیث مندرجہ بالا کی روشنی میں کھیتی کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محتاجی اور مسکینی لانا ہے۔ حدیث پاک کا حوالہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پیشوں کے کچھ خواص بعض احادیث میں موجود ہیں جو ناپسند ہوں ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بعض طبعی خواص ہوتے ہیں ان سے بچنا دشوار ہوتا ہے مگر وہ پیشے بھی ضروری ہوتے ہیں کبھی کرنے والے سال کا اکثر حصہ اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ ان کو کسی چیز کی فرصت نہیں رہتی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ہی ان کی شب وروز کی ایسی ہوتی ہیں کہ ایک چیز مفقود ہو جائے تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے رہ جاتے ہیں اور کام نہیں کر پاتے، غرض احتیاج کا ظہور انھیں بے حد ہوتا ہے۔ اور عامۃً ذہن میں ان کے انتشار رہتا ہے سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود یہ پیشہ ناجائز نہیں ہے اور اس کے برکات بھی ظاہر ہیں کہ تمام روئے زمین میں بسنے والے اسی پیشے کی بدولت روزی کھاتے ہیں۔ اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ زراعت افضل ہے تجارت سے **وافضل اسباب الکسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة کذافی الاختیار شرح المختار والتجارة افضل من الزراعة عندالبعض والاکثر علیٰ ان الزراعة افضل کذافی الوجیز. الکردری.** (عالمگیری[1])

احتیاج کا وہ مطلب نہیں کہ کھیتی کرنے والا ہمیشہ فقیر مسکین رہتا ہے جس سے شبہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۱ھ

---

[1] عالمگیری ص ۳۴۹/ ج۵/، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی کراچی ص ۴۶۲/ ج۶/ کتاب الصید، فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۳۵۸/ ج۶/ کتاب الکراهیة، نوع فی المسجد مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

لیلۃ القدر کی تعیین کی فراموشی

سوال:- مشہور ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو لیلۃ القدر متعین کر کے بتلادی گئی تھی۔ حضور ﷺ لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ دو شخصوں میں تنازع ہو رہا تھا، آپ ان کے چکانے میں مشغول ہو گئے، اسی جھگڑے میں اس قدر دیر ہو گئی کہ قلب مبارک سے ذہول ہو گیا۔ یہ واقعہ احادیث سے ثابت ہے یا محض زبان زد ہے۔ اگر حدیث شریف سے ثابت ہے تو کس کتاب میں ہے؟ اور اس کے راوی قابل اعتبار ہیں یا نہیں؟ اور یہ واقعہ کس سن میں پیش آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث جمع الفوائد[1] میں ص ۴ / پر بخاری، مسلم، ابوداؤد شریف، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ سن معلوم نہیں۔ حدیث مستند و معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آیت سجدہ کی تفصیل

سوال:- یہ دونوں احادیث مسلم و ترمذی سے مروی ہیں جن کو ابن کثیر اپنی تفسیر پارہ ۱۸ / اور ۲۲ / میں لائے ہیں۔ (الف) سورہ حج کو دو سجدوں سے فضلیت دی گئی ہے، جو ان

---

[1] وَفِی اُخْرٰی قَالَ یَاَ یُّھَا النَّاسُ اِنَّھَا کَانَتْ اُبَیِّنَتْ لِی لَیْلَۃُ الْقَدْرِ وَاِنِّی خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِھَا فَجَاءَ رَجُلَانِ یَحْتَقِانِ مَعَھُمَا الشَّیْطَانُ فَنُسِیْتُھَا الحدیث للستة الاالترمذی (جمع الفوائد ص ۲۴۴ / ج ۱ /، الاعتکاف ولیلة القدر، طبع مکه مکرمة، ص ۴۵۹ / ج ۱ / طبع مصر) بخاری شریف ص ۲۷۱ / ج ۱ / کتاب الصوم، باب رفع معرفة لیلة القدر الخ مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: لوگو! لیلۃ القدر مجھ کو بتادی گئی تھی اور میں نکلا تا کہ تم کو خبر دیدوں پس دو شخص آئے اور جھگڑنے لگے ان کے ساتھ شیطان تھا پس مجھ کو اس کی (تعیین) بھلادی گئی۔

پر سجدہ نہ کرے وہ اسے پڑھے ہی نہیں؟ (ب) اہل جہنم پانچ قسم کے ہیں وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں اور جو تمہارے دامنوں سے لپٹے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) آیت سجدہ پڑھ کر مستحب یہ ہے کہ جلد ہی سجدہ کرلیا جائے[1] جو شخص بے وضو ہو وہ حفظ تلاوت تو کرسکتا ہے مگر سجدہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے باوضو تلاوت کرنا اعلیٰ بات ہے[2] تاکہ آیت سجدہ جب آئے تو فوراً سجدہ کرلے۔ جو شخص بے وضو ہو وہ ایسی سورت تلاوت کرے جس میں سجدہ نہ ہو۔ ایسی سورت تلاوت نہ کرے جس میں سجدہ ہو[3] یہ محض استحبابی حکم ہے وجوبی نہیں نیز اس حدیث کی سند میں کلام ہے[4] اس کے مقابلہ میں دوسری حدیث قوی اور راجح ہے[5]

---

[1] وان قرأ آية السجدة فى الصلاة فان كانت فى وسط السورة فالا فضل ان يسجد ثم يقوم ويختم ويركع فتاوى هنديه ص ۱۳۳/ ج ۱/الباب الثالث فى سجود التلاوة مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[2] ينبغى ان يتطهر عن الحدث باحدهما اذاقرأعن ظهر القلب (شرح شرعة الاسلام ص ۶۲/)

[3] من لم يسجد هما فلا يقرأهما يريد لايقرأهما الا وهو طاهر (اوجز المسالک ص ۱۴۰/ ج۴/ باب ماجاء فى سجود القرآن)البحرالرائق ص ۱۱۹/ج۲/باب سجود التلاوة مطبوعه كراچى پاكستان،فتاوى تاتارخانيه ص ۷۷۵/ج ۱/كتاب الصلاة،سجدة التلاوة،مطبوعه كراچى پاكستان.

[4] حديث عقبة بن عامر فى الباب حجة للشافعية فى سجدتى سورة الحج ولكنه من طريق ابن لهيعة فلا يقوم بمثله حجة وقال الحافظ فى التلخيص وهو ضعيف (معارف السنن ص ۸۱/ ج۵/) قال ابوعيسى هذا حديث ليس اسناده بالقوى (ترمذى شريف ص ۷۵ ج ۱ باب فى السجدة فى الحج ،بذل المجهود ص ۳۱۵/ ج۲/باب تفريع ابواب السجود وكم سجدةً فى القرآن مطبوعه رشيديه سهارنپور.

[5] عن ابن عباس رضى الله عنه قال فى سجود الحج الاول عزيمة والاخر تعليم اخرجه الطحاوى (۱۲۰۱) ورجاله كلهم ثقات، فالحديث حسن (اعلاء السنن ۲۱۲/ج۷/ باب سجود التلاوة وما يتعلق به. طبع مكة مكرمه.

(ب) یہ حدیث کہاں ہے پوری مع حوالہ نقل کریں تو تشریح کی جائے گی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۱ھ

ایک صیغہ چالیس دفعہ پڑھنے سے چہل حدیث کا ثواب

سوال:- زید کو جو صیغہ درود یا استغفار یاد ہو تو کیا اس کے چالیس ۴۰ مرتبہ پڑھنے کے بعد ثواب کامل چہل حدیث کا ہو جائے گا یا علیحدہ علیحدہ چالیس صیغہ پڑھنا ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چہل حدیث کی فضلیت تو چالیس حدیثوں کے ذریعہ حاصل ہوگی[1] صیغہ درود شریف یا استغفار سے چالیس دفعہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگی ہاں اس کے پڑھنے کا ثواب مستقل ملے گا۔ وہ بھی بہت قابلِ قدر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۸ھ

کیا استغفار والی حدیث مرفوع ہے؟

سوال:- کیا صیغہ ''استغفر اللہ (الی) واتوب الیہ'' حدیث مرفوع میں ہے اور اس کا اپنے معمول کے مطابق پڑھنا صحیح ہے اور کیا یہ استغفار کے تمام صیغوں کا خلاصہ ہے

---

[1] من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینها بعثه الله فقیها قوله فی امر دینها احترازمن الاحادیث الاخباریة اللتی لاتعلق لها بالدین اعتقادااوعلما اوعملا من نوع واحد اوانواع. قال الامام النووی المرادبالحفظ هنا نقل الاحادیث الاربعین الی المسلمین الخ مرقاة شرح مشکوة ص ۲۵۲/ج ۱/کتاب العلم،الفصل الثالث ،مطبوعه اصح المطابع بمبئی،فیض القدیرللمناوی ص ۱۱۹/ ج۶/رقم الحدیث ص ۸۶۳۶/مطبوعه دارالفکربیروت.

اور کیا طلب مغفرت میں یہ سب برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں حدیث مرفوع میں موجود ہے[1] صیغے مختلف آئے ہیں۔ ہر ایک اپنی ایک شان رکھتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۶/۱/۸۵ھ

جنت کی چار نہریں

سوال:- مشارق الانوار کے اردو ترجمہ میں یہ حدیث پاک پڑھی کہ وہ بخاری ومسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سیحون جیحون، فرات اور نیل ہر ایک بہشت کی نہریں ہیں۔ (ف) سیحون وجیحون ترکستان میں ہیں اور فرات عراق میں اور نیل مصر میں۔ ان نہروں کا پانی بہشت کی نہروں کے مشابہ ہے یا کم از کم ان نہروں کی امداد وہاں سے ہوتی ہے۔ خاکسار کے ذہن میں اشکال پیدا ہو رہا ہے کہ جب دریا جنت سے نکلتی ہیں اور جنت آسمان میں ہے اور لاکھوں میل کا فاصلہ ہے تو اگر ہم کوئی مشین ایجاد کر کے اس کے مرکز پر پہنچنا چاہیں تو پہنچ جانا چاہئے۔ جیسے گنگا جمنا کے ہمالیہ کے علاقے میں ہم پہنچ سکتے ہیں بہر حال اس کا ربط کیا ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

ان نہروں کا سلسلہ تو بہت دراز ہے ایک دوسری حدیث پر غور کر کے اس کا رابطہ جنت سے معلوم کر لیں۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

---

[1] یسار ابن زید مولی النبی صلی الله علیه وسلم قال حدثنی ابی عن جدی انه سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ غُفِرَلَهٗ. مشکوٰة شریف ص ۲۰۵/ج ۱/ باب الإستغفار والتوبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند مسند احمد ص ۲۹۲/ج ۵/ حدیث ابی امیهؓ مطبوعه دار الفکر بیروت.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلىٰ حَوْضِي متفق عليه . مشکوٰۃ شریف[1] ص ۶۸ ر اس کے لئے نہ راکٹ پر اڑنے کی ضرورت پیش آئے گی نہ کسی اور سواری کی اس کے بعد نہروں کا ربط خود بخود واضح ہو جائیگا اور مشقت کی زحمت سے بچ جائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ساتوں زمینوں میں انبیاء ہیں؟

سوال: – رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ مجھ جیسا زمین کے سات طبقوں میں موجود ہے۔ روایت کیسی ہے اگر صحیح ہے تو کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے، البتہ درمنثور[2] میں حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۲۴ ر ج ۱ ر باب المساجد ومواضع الصلاۃ ،الفصل الاول ،مطبوعہ مصطفی احمد الباز مکہ مکرمہ ،مسلم شریف ص ۴۴۶ ر ج ۱ ر کتاب الحج باب فضل مابین قبرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومنبرہ الخ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک نقل فرمایا ہے میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

[2] واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ والبیھقی فی الشعب وفی الاسماء والصفات عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ ومن الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وادم کادم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسی کعیسی قال البیھقی اسنادہ صحیح ولکنہ شاذ لااعلم لابی الضحی علیہ متابعا (الدرالمنثور ص ۲۱۱ ر ج ۸ ر سورۃ الطلاق تحت آیت ۱۲ ر مطبوعہ دارالفکر بیروت) روح المعانی ص ۲۴۳ ر ج ۲۸ ر مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، تفسیر ابن کثیر ص ۶۰۲ ر ج ۴ ر مطبوعہ مصطفی احمد البازمکہ مکرمہ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں فرمایا ہے سات زمینیں۔ ہر زمین میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہے مثل آدم کے اور نوح ہے مثل نوح کے اور ابراہیم ہے مثل ابراہیم کے اور عیسیٰ ہے مثل عیسیٰ علیہم السلام کے۔

اس پر حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنے رسالہ تحذیر الناس[1] میں اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے مجموعہ فتاویٰ[2] کے شروع میں تفصیل سے کلام کیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا زمین بیل کے سینگ پر ہے؟

سوال:- ایک کتاب جس کا نام ہزار مسئلہ ہے اس میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ زمین ایک بیل کے سینگ پر ہے۔ ایک مرتبہ بیل کو شیطان نے بہکایا تو بیل نے زمین کو نیچے پھینکنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ بیل کی ناک میں گھس جا۔ چنانچہ وہ گھس گیا اور اس قدر کاٹا کہ بیل تھرا اٹھا۔ پھر بیل نے وعدہ کیا کہ اب ایسا نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ مچھر اب بھی بیل کے سامنے ادھر اُدھر اُڑتا رہتا ہے۔ تو بیل کو جب وہ وقت یاد آتا ہے تو کانپ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب فرمائیں کہ اس حدیث کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ شرعی حیثیت سے زمین سورج و چاند کی طرح معلق ہے یا کسی چیز پر ٹھہری ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سند صحیح سے مروی نہیں محدثین نے اسکو موضوع لکھا ہے جیسا کہ موضوعات کبیر میں

---

[1] تحذیر الناس ص ۳ تا ۳۸ مکتبہ فیض دیوبند۔

[2] مجموعہ الفتاویٰ ص ۱۰۷ ج ۱ کتاب العقائد مطبوعہ لکھنؤ۔

ہے۔[1] چاند سورج کے معلق یا غیر معلق ہونے کے متعلق بحث کرنا موضوع فقہ وعقائد سے خارج ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۳ھ

مرض الوفات میں قلم دوات طلب فرمانا وصیت لکھنے کے لئے

سوال:- یہاں پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضور ﷺ کے وصال کا وقت تھا اور آپؐ پر جانکنی کا عالم تھا۔ آپ نے قلم دوات منگایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ آپؐ کو ہذیان کا بحران ہوگیا ہے۔ کیا یہ روایت بخاری شریف وغیرہ میں ملتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَمَايَوْمُ الْخَمِيْسِ اِشْتَدَّبِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهٗ فَقَالَ ائْتُوْنِى اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَاباً لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَداً فَتَنَا زَعُوْا وَلَايَنْبَغِىْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَاشَاْنُهٗ اَهَجَرَ؟ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِى فَالَّذِىْ اَنَافِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِىْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِمَاكُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْقَالَ فَنَسِيْتُهَا اھ بخاری شریف[2] ص ۶۳۸/ج ۲/ پارہ ۱۸/ بخاری شریف کی حدیث نقل کردی گئی

---

[1] ونحن ننبه على امور كلية يعرف بها من كون الحديث موضوعاً ومنها ان يكون الحديث مماتقوم الشواهد الصحيحة على بطلانه(إلى قوله) ومن هذا حديث ان الأرض على صخرة والصخرة على قرن ثور فاذا حرك الثورقرنه تحركت الصخرة، موضوعات كبير ص ۹۸/ فصل ومنها ان يكون الحديث مما تقوم الشواهد الصحيحة الخ مكتبه مجتبائى دهلى.

[2] بخارى شريف ص ۶۳۸/ج ۲/ كتاب المغازى ،باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته مطبوعه اشرفى ديوبند .

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جمعرات کا دن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس میں غور کرلیا جائے کہ کیا مطلب ہے اور جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے اس کی حقیقت و اصلیت کیا ہے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی بات دریافت طلب ہو تو اس کو خط بھیج کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

رمضان میں مرنے والے سے سوالِ قبر

سوال: - رمضان میں فوت ہونے والے سے سوال نکیرین اور عذب قبر اٹھالیا جاتا ہے اور پھر قیامت تک عذاب قبر نہیں ہوتا کیا اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی تصریح کسی حدیث میں دیکھنا محفوظ نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اور کیا ہے جمعرات کا دن؟ رسول اللہ ﷺ کی تکلیف (بروز جمعرات) سخت ہوگئی ارشاد فرمایا۔ لاؤ میں تم کو ایک نوشتہ لکھدوں تاکہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوجاؤ پس لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا اور کسی نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں تھا لوگوں نے کہا آپ کی حالت کیسی ہے کیا بحالت غفلت فرمایا ہے حضرت سے اس کو سمجھ لو پس لوگ حضرت سے دوبارہ معلوم کرنے لگے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے تم مجھ کو جس کی دعوت دے رہے ہو اور تین چیزوں کی وصیت فرمائی ارشاد فرمایا۔ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالدینا آنے والے مہمانوں کو اس طرح توشہ دینا جس طرح میں دیتا ہوں (روای نے) تیسری چیز سے سکوت فرمایا یا یہ فرمایا کہ میں بھول گیا۔

[1] **تنبیہ:** مندرجہ ذیل روایت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رمضان میں مرنے والے سے قیامت تک عذاب ہٹا ہی رہتا ہے **قال ابن رجب روی باسناد ضعیف عن انس بن مالک ان عذاب القبر یرفع عن الموتی فی شهر رمضان** (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۵۴/باب احسن الاوقات للموت) **علی ان اللّٰہ فی شهر رمضان متعلق بیرفع وفیه احتمال آخر ان یکون متعلقا بالموت فیکون المعنی ان الذین یموتون فی شهر رمضان لایعذبون** ، حاشیہ مرنے کے بعد کیا ہوگا ص ۳۸/رمضان میں مرنے والا، مطبوعہ ادارۂ اشاعت دینیات دھلی۔

جمعہ اور رمضان میں مرنے والے کی فضیلت

سوال:- ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ.

اس حدیث کے متعلق جس قدر تحقیقات ہوں تحریر فرمائی جائیں۔ کیا مسلمان خواہ کسی قسم کا ہو اور ہر قسم کے معاصی میں مبتلا ہو اور اس کی وفات جمعہ یا جمعرات کو ہو جائے تو اس پر عذاب قبر بالکل نہ ہوگا یا صرف انھیں دنوں تک عذاب نہ ہوگا۔ نیز لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان المبارک میں بھی جس کا انتقال ہو جائے اس کو بھی عذاب قبر نہ ہوگا مجھے تو اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا اگر جناب اس کے اوپر روشنی ڈالیں تو بہتر ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ترمذی شریف[1] کی روایت کے متعلق خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہے کہ:

(۱) هذاحديث غريب وليس اسناده بمتصل.

(۲) اور جمع الفوائد[2] میں ہے (انسؓ) رفعه من مات يوم الجمعة وقى عذاب القبر.

(۳) العرف الشذی[3] میں لکھا ہے۔ ماصح الحديث. فى فضل موت يوم الجمعة ولوصح بالفرض لكان الفضل من عدم السوال لمن مات يوم الجمعة لامن مات قبل واخردفنه الى يوم الجمعة اھ۔

یہاں تک تو من حیث القوۃ والضعف اس روایت کے متعلق کلام ہے اس کے مطلب کے متعلق علماء کے دونوں قول ہیں۔

---

[1] ترمذی شريف ص۱۲۷/ج ۱/مطبوعه مجتبائی دهلی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فى من يموت يوم الجمعة.

[2] جمع الفوئد ص ۱۰۱/ج ۱/ مطبوعه رحيميه ديوبند، كتاب الصلوٰة، وقت الجمعة ونداؤها وخطبتها ومايتعلق بذٰلک.

[3] العرف الشذى ص ۳۵۶/ج ۱/مطبوعه رحيميه ديوبند.

(۴) فقیل هذاالیوم واللیلة فقط ثم یعذب لیلة السبت وقیل لابل خلص فخلص نعم یحاسب فیجازی بعدالحشر اھ کوکب[1]

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح[2] میں فرماتے ہیں۔

(۵) فتنة القبر ای سواله وعذابه وهویحتمل الاطلاق والتقیید والاول هوالاولیٰ بالنسبةالیٰ فضل المولیٰ.

پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔(۶)هذه الاحادیث ای التی تدل علی نفی سوال القبر لاتعارض احادیث السوال السابقةای لاتعارضها بل تخصها وتبین من لایسئل فی قبره ولایفتن فیه ممن یجری علیه السوال ویقاسی تلک الاهوال و هذا کله لیس فیه مدخل للقیاس ولامجال للنظر فیه وانمافیه التسلیم والانقیادلقول الصادق المصدوق قال الحکیم الترمذی ومن مات یوم الجمعة فقد انکشف له الغطاء عما له عندالله تعالیٰ لان یوم الجمعة لاتسجرفیه جهنم وتغلق ابوابها ولایعمل سلطان النارفیه مایعمل فی سائر الایام فاذا قبض الله عبداً من عبیده فوافق قبضه یوم الجمعة کان ذلک دلیلا لسعادته وحسن مآبه وانه لایقبض فی هذا الیوم الامن کتب له السعادة عندهٗ فلذلک یقیه فتنة القبر لان سببها انما هوتمییزالمنافق من المؤمن قلت ومن تتمة ذلک ان من مات یوم الجمعة فله اجرشهید فکان علی قاعدة الشهداء فی عدم السوال کما اخرجه ابونعیم فی الحلیة عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مات یوم الجمعة او لیلة الجمعة اجیر من عذاب القبر وجاء یوم القیامة وعلیه طابع الشهداء واخرج حمیدفی ترغیبه عن ایاس بن بکیران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من مات یوم الجمعة کتب له اجرشهید ووقی فتنة القبر و ا خرج

---

[1] الکوکب الدری ص ۳۲۵/ ج ۱/مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[2] مرقاة المفاتیح ص ۲۱۲/ ج ۲/باب الجمعة،الفصل الثالث،اصح المطابع بمبئی.

من طريق ابن جريج عن عطاء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن مسلم او مسلمة يموت في يوم الجمعة او ليلة الجمعة الاوقى عذاب القبر وفتنة القبر ولقى الله ولاحساب عليه وجاء يوم القيامة ومعه شهود يشهدون له اوطابع وهذا الحديث لطيف صرح فيه بنفي الفتنة والعذاب معا اھ[1]

مذکورہ بالا جواب میں ذکر شدہ عربی عبارت کا ترجمہ:

(۱) **ترجمہ:** یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد متصل نہیں۔

(۲) **ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ جو شخص جمعہ کے روز وفات پائے عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

(۳) **ترجمہ:** جمعہ کے روز وفات پانے کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اگر بالفرض صحیح ہو تب بھی فضیلت سوال نہ کئے جانے کی اس کے لئے ہوگی جس نے جمعہ کے روز وفات پائی ہو نہ کہ اس کے لئے کہ جس کی وفات اس سے قبل ہوئی اور جمعہ کے روز دفن کیا گیا ہو۔

(۴) **ترجمہ:** ایک قول یہ ہے کہ اس دن صرف عذاب نہیں ہوگا پھر شنبہ کی شب میں عذاب ہوگا ایک قول یہ ہے کہ بعد میں بھی عذاب نہیں ہوگا بلکہ جب اس کا چھٹکارا ہو گیا پس چھٹکارا ہو گیا۔ ہاں حساب لیا جائے گا پھر حشر کے بعد جزا سزا ہوگی۔

(۵) **ترجمہ:** فتنۂ قبر یعنی قبر کا سوال وعذاب اس میں اطلاق کا بھی احتمال ہے (کہ مطلقاً ختم کر دیا جائے) اور تقیید کا بھی احتمال ہے (کہ صرف جمعہ کے روز عذاب وسوال نہ ہو) اور مولیٰ پاک تعالیٰ شانہ کے فضل کی طرف نسبت کرتے ہوئے اول زیادہ اولیٰ ہے۔

(۶) **ترجمہ:** یہ حدیثیں جو دلالت کرتی ہیں سوال قبر کی نفی پر۔ سوال کئے جانے والی سابقہ حدیثوں کے یہ معارض نہیں ہیں۔ (یعنی ان کے معارض نہیں) بلکہ ان کو خاص کرتی ہیں اور ان کو بیان کرتی ہیں کہ جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا اور عذاب نہیں دیا جائے گا ان میں سے کہ جن سے سوال ہوگا اور جو ان خوفناکیوں کو برداشت کریں گے اور اس تمام میں قیاس کا کوئی دخل اور غور وفکر کو کوئی مجال نہیں ہے۔

اس میں تو صرف صادق ومصدوق ﷺ کے فرمان کو قبول اور تسلیم کرنا ہے حکیم ترمذی نے کہا ہے جو شخص جمعہ کے روز وفات پائے تو اس کے واسطے ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پردہ منکشف ہو جاتا ہے اس لئے کہ جمعہ کے دن جہنم کو نہیں دہکایا جاتا اس کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ (باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] مرقاۃ ص ۲۱۲، ۲۱۳ / ج ۲ / باب الجمعة، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

یوم جمعہ یالیلۃ جمعہ میں مرنے والے کے لئے درجۂ شہادت حاصل ہونا درمختار[1] اشباہ[2] اوجز المسالک[3] وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ اگر کوئی شخص بحالتِ ابتلاء معصیت مرے لیکن کسی ایسے سبب سے مرے جس پر وعدۂ ثواب اور اجر شہادت حاصل ہوتا ہو تو وہ بھی شہید ہوگا پھر اگر کوئی بحالت معصیت نہ مرے تو وہ کیسے اجر شہادت سے محروم رہے گا۔

(۷) من غرق فی قطع الطریق فهو شهید وعلیه اثم معصیته وکل من مات بسبب معصیة فلیس بشهید وان مات فی معصیتة بسبب من اسباب

(پچھلے صفحہ کا باقی ترجمہ) آگ کا فرشتہ اس میں وہ عمل نہیں کرتا جو باقی ایام میں کرتا ہے۔ پس جب اللہ پاک اپنے کسی بندہ کو اپنے بندوں میں سے وفات دیتے ہیں اور اس کو وفات دینا جمعہ کے دن کے موافق ہو تو یہ اس کی سعادت اور حسن خاتمہ کی دلیل ہے اور اس دن میں وفات نہیں دی جاتی مگر اس شخص کو کہ جس کے واسطے سعادت اللہ پاک کے یہاں لکھ دی گئی اسی وجہ سے اللہ پاک اس کو عذاب قبر سے بچاتے ہیں اس لئے کہ اس کا سبب منافق کو مؤمن سے تمیز دینا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے تتمہ میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پائے تو اس کے واسطے شہید کا اجر ہے۔

پس وہ سوال نہ کئے جانے میں شہداء کے قاعدہ پر ہوگا جیسا کہ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکی تخریج کی ہے۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں وفات پائے۔ عذاب قبر سے اس کو محفوظ رکھا جائے گا۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اس پر شہداء کی علامت ہوگی اور حمید نے اپنی ترغیب میں ایاس ابن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز وفات پائے اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جائے گا اور عذاب قبر سے اس کو محفوظ رکھا جائے گا اور ابن جریج کے طریق سے حضرت عطاء نے نقل فرمایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان مرد یا عورت یوم جمعہ یالیلۃ جمعہ میں وفات پائے اس کو قبر کے عذاب اور فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کسی قسم کا حساب نہیں ہوگا اور وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے ساتھ اس کیلئے گواہ ہوں گے جو اس کے لئے گواہی دینگے۔ یہ اس کیلئے علامت ہوگی یہ حدیث لطیف ہے۔ اس میں فتنہ اور عذاب ایک ساتھ دونوں کی نفی کی تصریح کی گئی ہے۔ (باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۶۴ / ج ۳ / باب الشهید، مطلب فی تعداد الشهداء.

[2] الاشباه والنظائر ص ۲۰۳ / الفن الثانی، القول فی احکام یوم الجمعة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[3] اوجز المسالک ص ۴۹۰ / ج ۲ / کتاب الجنائز، الشهادة سبع سوی القتل وانواع الشهادة، مطبوعه مکتبه یحیویه سهارنپور.

الشهادة فله اجر شهادته وعليه اثم معصيته وكذلك لوقاتل على فرس مغصوب او كان قوم فى معصية فوقع عليهم البيت فلهم الشهادة وعليهم اثم المعصية ا ھ شامی[1]

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رمضان شریف داخل ہوتا ہے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں[2] الخ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رمضان شریف میں مرتا ہے وہ بھی عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳۰/ ذیقعدہ ۵۸ھ

چند احادیث کی تحقیق

سوال:- ایک اہل حدیث سے واسطہ پڑا اس نے مندرجہ ذیل احادیث کی نشاندہی

(پچھلے صفحہ کا باقی ترجمہ) (۷) **ترجمہ:** جو شخص راہ زنی کی حالت میں غرق ہوجائے تو وہ بھی شہید ہے اور اس پر اس کی معصیت کا گناہ ہوگا اور ہر وہ شخص جو کسی سبب معصیت میں مرے شہید نہیں اور اگر کسی معصیت میں اسباب شہادت میں سے کسی سبب کے ساتھ وفات پائی تو اس کے لئے اس کی شہادت کا بھی اجر ہے اور اس پر اس کی معصیت کا بھی گناہ ہے اور یہ حکم ہے اگر کوئی شخص غصب شدہ گھوڑے پر جہاد کرے یا کوئی قوم کسی معصیت میں مشغول ہوں اور مکان ان کے اوپر گر پڑے ان کے لئے شہادت بھی ہے اور ان پر معصیت کا گناہ بھی۔

---

[1] الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۶۱۲/ ج ۱/ باب الشهيد مطلب المعصية هل تنافى الشهادة.

[2] عن ابى هريرة رضى الله عنه تعالىٰ عنهٗ قال قال رسول الله ﷺ اذادخل رمضان فتحت ابواب السماء وفى رواية فتحت ابواب الجنةوغلقت ابواب جهنم الخ، مشكوٰة شريف ص ۱۷۳/ اول كتاب الصوم ،مطبوعه ياسر نديم ديوبندمسلم شريف ص ۳۴۶/ ج ۱/ كتاب الصوم ،باب فضل شهر رمضان ،مطبوعه بلال ديوبند، بخارى شريف ص ۲۵۵/ ج ۱/ كتاب الصوم باب هل يقال رمضان مطبوعه اشرفى ديوبند.

کے بارے میں کہا۔ تاہم صحاح ستہ میں ہونی چاہئے اور سند واضح الدلالت ہونی چاہئے۔

(۱)عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (۲) اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ (۳)اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (۴)نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَکْعَةِ الْبُطَیْرَةِ.

مذکورہ بالا احادیث کی نشاندہی فرماتے ہوئے اگر کچھ ان کے مسلک پر رد ہوجائے اوران کے اعتراضات پر کہ ہم اقتدا کس امام کی کریں۔ آج یہ ایک بات ہے کل کو دوسری تیار ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ہم تو ڈر سے کہ حضور نے جو کچھ فرمایا ہم اس کو مانتے ہیں۔ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈال دی جائے تو بہتر ہوگا۔ تاہم اقتداء کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے اور بغیر اقتداء و تقلید کے چارہ کار کیوں نہیں ہے۔ مشفی اور معقول طور پر جوابات عنایت فرمائیں۔ رکعۃ البطیرۃ والی حدیث کو حضرت مہتمم صاحب نے بیان کیا تھا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم کو فرصت کا ٹائم ملتا تو ہم ضرور معلوم کرتے مگر عدمِ فرصت کی بناء پر معلوم نہ کرسکے۔ نیز حدیثوں کے ظاہر کے اعتبار سے جو اعتراضات واقع ہورہے ہیں ان کی تائید میں حدیث صحیح ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ کے ساتھ یہ کتبِ صحاح میں موجود نہیں۔ البتہ العلماءُ ورثة الانبیاء[۱] کو ابوداؤد[۲]، ترمذی[۳]، احمد[۴] وغیرہ ائمہ کرام نے روایت کیا ہے۔ ابونعیم نے مرفوعاً اقرب الناس من

---

[۱] **ترجمہ:** علماء انبیاء علیہم السلام کے ورثہ ہیں۔

[۲] ابوداؤد شریف ص ۵۱۳ / ج ۱ / کتاب العلم مطبوعہ سعدیو بند.

[۳] ترمذی شریف ص ۹۷ / ج ۲ / باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۴] مسند احمد ص ۱۹۶ / ج ۵ / مطبوعہ دار الفکر بیروت، المقاصد الحسنة ص ۲۸۶ / مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ، کشف الخفاء ص ۶۴ / ج ۲ / مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، کنز العمال ص ۱۳۵ / ج ۱۰ / مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت.

درجة النبوة اهل العلم والجهاد[1] کو روایت کیا ہے۔ (۲) ملا علی قاریؒ[2] نے اس کو بحوالہ قرطبی وبیہقی نقل کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے بجائے ''امتی'' کے ''اصحابی'' نقل کیا ہے اور جملہ مسئولہ ایک ٹکڑا ہے حدیث کا پوری روایت اس طرح ہے۔ عن اِبْنِ عَبّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَالْعَمَلُ بِهٖ لَاعُذْرَلِاَحَدٍفِيْ تَرْكِهٖ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَسُنَّةٌ مِنِّيْ مَاضِيَّةٌ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ سُنَّةٌ مِنِّيْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ اِنَّ اَصْحَابِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ فَاَيُّمَااَخَذْتُمْ بِهٖ اِهْتَدَيْتُمْ وَاِخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ اھ[3]

(۳) یہ دو جملے الگ الگ بخاری شریف میں مذکور ہیں[4] (۴) البطیرۃ تو کسی کتاب میں نہیں، لیکن امام زیلعی نے سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهٰى عن البتيراء[5]۔ اہل حدیث حضرات ائمہ فقہ ہی کے

---

[1] المقاصد الحسنة ص ۲۸۶ / حرف العين المهملة، مطبوعه عباس احمدالباز مكه مكرمه، كشف الخفاء ص ۶۴ / ج ۲ / حرف العين المهملة، تذكرة الموضوعات ص ۲۰ / كتاب العلم، باب فضل العالم العامل على العابد، مطبوعه بمبئى.

ترجمہ: لوگوں میں درجۂ نبوت کے سب سے زیادہ قریب اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔

[2] موضوعات كبير ص ۲۶ / مطبوعه كراچى.

[3] مقاصد حسنه ص ۲۶ / مطبوعه دارالباز مكه مكرمه. ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کتاب اللہ میں سے کوئی چیز تم پر پیش کی جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اس کے ترک کرنے کا کسی کے لئے کوئی عذر نہیں اگر کتاب اللہ میں نہ ہو میری سنت پر عمل کرنا ضروری ہے پس اگر اس میں نہ ہو تو میرے حضرات صحابہؓ نے جو فرمایا اس پر عمل کیا جائے اس لئے کہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کے مثل ہیں جس طریقہ کو اختیار کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

[4] فمن رغب عن سنتى فليس منى (بخارى شريف ص ۷۵۷ / ج ۲ / كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح مطبوعه اشرفى ديوبند) النكاح من سنتى (ابن ماجه شريف ص ۱۳۴ / باب ماجاء فى فضل النكاح، مطبوعه مجتبائى دهلى)

[5] زيلعى ص ۱۲۰ / ج ۲ / باب صلوة الوتر، مطبوعه المجلس العلمى، نصب الراية ص ۱۲۰ / ج ۲ / باب الوتر مطبوعه جده. **ترجمہ:** رسول خدا ﷺ نے تنہا ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اختلاف سے اتنے پریشان کیوں ہیں ائمہ حدیث میں بھی تو اختلاف ہے بلکہ زیادہ ہے۔ پھر وہاں کیسے راستہ نکال لیتے ہیں بلکہ خود احادیث میں بھی اختلاف ہے جس کی وجہ سے ائمہ حدیث میں اختلاف ہے۔ جس طرح دیگر محدثین کے مقابلہ میں امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ کو ترجیح دے لیتے ہیں اسی طرح اگر اختلاف کے وقت امام المجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ کے قول کو راجح تصور کرلیا جائے تو کیا اشکال ہے۔

مسئلہ تقلید پر مستقل رسالے موجود ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے عقد الجید، خیر التنقید، الاقتصاد، سبیل الرشاد، انتصار الحق وغیرہ۔ جس مسئلہ میں خلجان ہو اس کو دریافت کرلیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

توبہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق

سوال:- ایک کتاب میں ایک حدیث نظر سے گذری، مگر لب ولہجہ اور طرزِ عبارت حدیث سے جداگانہ محسوس ہوتا ہے۔ دو تین کتابوں میں دیکھا مگر کہیں نہ مل سکی۔ اگر موقع ہو تو تحریر فرمائیں اس کا مأخذ کیا ہے؟ **الشاب التائب التارک بشهوته لاجله بمنزلة ملائكته.**

الجواب حامداً ومصلیاً

الشاب التائب الخ. یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مجھے نہیں ملی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گناہ معاف ہونے کی ایک روایت

سوال:- ایک شخص نے بعد عصر کے بیان کیا بھائیو! کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا مگر جو شخص یہ عمل کرے، اس نے بیان کیا کہ باب جنت میں لکھا ہوا ہے۔ انـــــی

انا اللہ لا الہ الا انا. محمد رسول اللہ. اس کلمہ کے پڑھنے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور بیان کیا کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ کیا یہ احادیث صحیح نہیں۔ اس کا حوالہ کیا ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

میں نے یہ حدیث کتاب میں نہیں دیکھی، کلمۂ طیبہ صدق دل سے اگر کوئی کافر شخص پڑھ لے گا تو گناہ تو کیا اس کا کفر بھی معاف ہوجاتا ہے[1] اور وہ ایسا ہوجاتا ہے جیسے ابھی پیدا ہوا ہو۔ لیکن قبول اسلام کے بعد جو گناہ کئے ہوں ان کے اتنی تعداد میں معاف ہونے کے لئے محض کلمہ شریف پڑھ لینا میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ جنازہ کے متعلق جو روایت بیان کی گئی ہے وہ مراقی الفلاح[2] میں موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۸۹ھ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے

سوال:- ایک عالم صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] عَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فَقُلْتُ اُبْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلِاُبَایِعُکَ فَبَسَطَ یَمِیْنَہٗ فَقَبَضْتُ یَدَیَّ فَقَالَ مَالَکَ یَاعَمَرَ وقُلْتُ اَرَدتُّ أن اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَاقُلْتُ اَنْ یُغْفَرَلِی قَالَ اَمَاعَلِمْتَ یَا عَمِرُ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَہٗ (مشکوۃ شریف ص ۱۴/) کتاب الایمان، طبع یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں بیعت کروں آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا دیا میں نے اپنا ہاتھ سکوڑ لیا ارشاد فرمایا اے عمرو تجھے کیا ہوا میں نے کہا میں شرط کرنا چاہتا ہوں ارشاد فرمایا کیا شرط کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا یہ شرط کہ میری مغفرت ہوجائے ارشاد فرمایا اے عمرو کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

[2] قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۹۸/مصری) مراقی الفلاح ص ۹۶/باب احکام الجنائز، فصل فی حملھا ودفنھا طبع عامرہ شرفیہ مصر.

برتن میں پیشاب کیا اور صحابی کو پھینک دینے کے لئے دیا۔ وہ دوسری جگہ پر جا کر اس کو پی گئے۔ جب واپس آئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ پھینک دیا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ پی گیا میرے پیٹ میں درد تھا وہ ٹھیک ہوگیا۔ اس پر آپ مسکرائے اور کہا اب درد نہیں ہوگا۔ اس بنا پر چند سامعین نے رقعہ دیا کہ آپ نے روایت غلط بیان کی۔ اگر اس قسم کی روایت غیر مسلم کو مل جائے تو وہ اسلام پر سخت اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہم کو گائے کا پیشاب پینے پر کیوں بُرا کہا جائے۔ اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ روایت شفا شریف میں ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ شفاء شریف کس کی تصنیف ہے؟ اس روایت کا درجہ کیا ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی کریم ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ طاہر اطہر مزکیٰ تھے آپ کی کوئی چیز نجس نہیں[1] نہ دوسرے آدمیوں کو آپؐ پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جو روایت آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ شفاء[2] میں موجود ہے۔ یہ کتاب قاضی عیاضؒ کی تصنیف ہے اور معتبر ہے۔ اسی طرح زرقانی[3] شرح مواہب لدنیہ اردو شرح شفاء[4] اور شامی[5] درمختار وغیرہ میں بھی

---

[1] النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یکن منه شی یکره ولاغیر طیب کتاب الشفاء ص ۵۸/ ج ۱/ الباب الثانی فصل فی نظافة جسمه وطیب رائحته، مطبوعه بیروت. ای فان النجاسة للاستقذار و کراهة التلوث ولم یکن منه ﷺ شی مکروه عندالطباع السلیمة (نسیم الریاض شرح شفاء المطبعة الازهریة مصر ص ۳۵۵/ ج ۱/)

[2] وقدروی نحومن هذاعنه فی امرأة شربت بوله ، فقال لها(لن تشتکی وجع بطنک ابدا) ولم یامر واحداً منهم بغسل فم ولانهاه عن عودة وحدیث هذه المرأة التی شربت بوله صحیح الزم الدارقطنی مسلماً والبخاری اخراجه فی الصحیح واسم هذه المرأة برکة واختلف فی نسبها الخ (کتاب الشفاء ص ۵۸/ ج ۱/)الباب الثانی فصل فی نظافة جسمه وطیب رائحته، مطبوعه بیروت.

[3] زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں یہ عبارت بھی ہے. فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَااُمَّ اَیْمَنَ قُوْمِی فَاَهْرِ یُقِیْ مَافِی تِلْکَ الْفَخَارَةِ فَقُلْتُ قَدْوَاللّٰهِ شَرِبْتُ مَافِیْهَا الخ (المواهب ا للدنیه ص ۲۳۱/ ج۴/) کتاب الشمائل النبوة،المقصدالثالث،الفصل الاول طبع دارالمعرفة بیروت.

[4] شرح شفاء ملاعلی قاری ص ۱۶۲/ ج ۱/ امانظافة جسمه طبع عثمانیه۔

[5] تنبیه صحح بعض ائمة الشافعیة طهارة بوله صلی الله علیه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنیفة شامی نعمانیه ص ۲۱۲ ج ۱ مطلب فی طهارة بوله صلی الله علیه وسلم (کتاب الطہارۃ)

ہے۔ البتہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ازخود اس کی اجازت کسی کو مرحمت نہیں فرمائی، کسی نے غلبۂ محبت وعقیدت کی بناء پر ایسا کرلیا تو اس کو مجرم و مستحق سزا قرار نہیں دیا بلکہ درد سے شفاء کی بشارت دی۔ جو اعتراض غیر مسلموں سے آپ نقل کررہے ہیں ذرا غور کریں تو اس کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۸/۱۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نبی اکرم ﷺ کے زخم کا خون پاک ہے۔

سوال:- جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر کچھ زخم آیا تھا اور اس زخم سے نکلا ہوا خون کسی صحابی نے پی لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی تھی کہ اس پر جہنم کی آگ حرام ہے جسکے جسم میں میرا خون ہو، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کو حرام قرار دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ شروح حدیث میں موجود ہے اور معتبر ہے[1]۔ حضور اکرم ﷺ کے کچھ خصائص ہیں ان میں آپؐ کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بول کے متعلق بھی مواہب لدنیہ، عمدۃ

---

[1] اَنَّ مَالِکَ بْنَ سِنَانٍ مَصَّ الدَّمَ مِنْ وَجْنَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِزْدَرَدَهٗ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَّ دَمِیْ دَمَهٗ لَمْ تُصِبْهُ النَّارُ (عمدة القاری ص ۱۵۵ / ج ۹ / جز ۱۷ / کتاب المغازی باب لیس لک من الامر شیٔ، مطبوعه دارالفکر، الشامی نعمانیه ص ۲۱۲ / ج ۱ / کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة بوله ﷺ فتح الباری ص ۴۶۴ / ج ۷ / کتاب المغازی باب لیس لک من الامر شیٔ الخ.

ترجمہ: حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے رخسار مبارک سے خون چوس لیا پھر اس کو نگل لیا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا خون میرے خون سے مل گیا اس کو آگ نہیں پہونچ سکتی۔

القاری، مرقاۃ، جمع الوسائل وغیرہ کتب میں طہارت کی تصریح کی گئی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

مسئلۂ شفاعت

سوال: -مولانا صاحب بی اے منشی فاضل فرماتے ہیں کہ شفاعت کوئی نہیں کرائے گا۔ کیا قرآن مجید میں ارشاد باری یہ نہیں ہے۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. اس سے رسول کریم ﷺ کا شفاعت فرمانا ثابت نہیں ہوتا۔ بخاری شریف پارہ اٹھارہ کتاب التفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن ایماندار لوگ جمع ہوکر حضرت آدم علیہ السلام سے سفارش کرنے کی آرزو کریں گے حضرت آدم علیہ السلام انکار کریں گے بعد اس کے یکے بعد دیگرے پیغمبروں سے عرض کریں گے سب انکار کریں گے تب رسول کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں جاکر عرض کریں گے۔ آپ قبول فرماکر شفاعت کرادیں گے۔

کیا قرآن مجید اور حدیث رسول کریم ﷺ پر ایمان لانا مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ کیا قرآن مجید اور حدیث شریف رسول کریم ﷺ سے شفاعت کرانا رسول ﷺ کا ثابت نہیں ہے۔ کیا شفاعت سے انکار قرآن مجید سے اور حدیث شریف سے انکار نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور ﷺ کا شفاعت فرمانا اہل حق کا مذہب اور احادیث مشہورہ سے صراحۃً ثابت

---

[1] قال النووی فی شرح المهذب واستدل من قال بطهارتها بالحديثين المعروفين ان اباطيبة الحجام حجمه صلى الله عليه وسلم وشرب ولم ينكر عليه وان امرأة شربت بوله ﷺ فلم ينكر عليها (زرقانی علی مواهب اللدنيه ص ۲۳۳/ ج ۴/ مطبوعه دارالمعرفة، بيروت) جمع الوسائل ص ۳/ ج ۲/ عمدة القاری ص ۳۵/ ج ۲/ جز ۳/ كتاب الطهارة، بيان طهارة شعر النبیؐ وفضلا ته، مطبوعه دار الفكر مرقاة ص ۵۳/ ج ۲/ باب احكام المياه، الفصل الاول، فضلاته عليه الصلاة والسلام طاهرة، مطبوعه مكتبه نوريه ديوبند.

ہے والشفاعة ثابتة للرسل والاخیار فی حق اهل الکبار بالمستفیض من الاخبار الیٰ (ان قال) لناقوله تعالیٰ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وقوله تَعَالیٰ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ (الیٰ ان قال) وقوله علیه السلام شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ وَهُوَ مشهور بل الاحادیث فی باب الشفاعة متواترة المعنیٰ اھ شرح عقائد نسفی[1] ص ۸۸/ نیز بہت سی آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں اور آیت عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً[2] کے متعلق بھی جمہور قائل ہیں کہ مقام محمود مقام شفاعت ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل[3] میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ نصب علیٰ الظرف. ای عَسیٰ اَنْ یَبْعَثَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقِیْمُکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً او ضمن یبعثک معنیٰ یقیمک وهو مقام الشفاعة عندالجمهور ویدل علیه الاخبار الخ. شفاعت کا انکار در حقیقت نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ کا انکار ہے۔ معتزلہ شفاعت کے منکر ہیں اہل السنّت والجماعت نے کتب عقائد وتفسیر میں ان کی تردید کی ہے اور ان کے قول کو باطل قرار دیا ہے[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف ۱۶/ محرم ۵۶ھ

---

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۱۴/ مبحث الشفاعة ثابتة، طبع یاسر ندیم دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۱۱۴/ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔ **ترجمہ**: امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔ (بیان القرآن)

[3] تفسیر مدارک ص ۳۲۵/ ج ۲/ مطبع اصح المطابع بمبئی.

[4] ومنعت الخوارج وبعض المعتزلة منها وتعلقوا بمذاهبهم فی تخلید المذنبین فی النار واحتجوا بقول الله تعالیٰ فماتنفعهم شفاعة الشافعین وبقوله تعالیٰ ماللظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع وهذه الایات فی الکفار واماتاویلهم احادیث الشفاعة بکونها فی زیادة الدرجات فباطل والفاظ الاحادیث فی الکتاب وغیره صریحة فی بطلان مذهبهم واخراج من استوجب النار (مسلم مع شرح للنووی ص ۱۰۴/ ج ۱/ کتاب الایمان باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار مکتبه بلال دیوبند فتح الملهم ص ۳۶۰/ ج ۱/ جز ۲/ طبع اداره شرکت علمیه دیوبند)

فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا

سوال:- فجر کی فرض نماز کے بعد بعض لوگ مصلے پر بیٹھے رہتے ہیں۔ طلوع آفتاب کے بعد بہ نیت اشراق دوگانہ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس روایت کی کیا اصل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق فرض کے بعد مصلے پر بیٹھے رہنا تو ثابت ہے، لیکن دوگانہ نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ مسئلہ کی پوری تحقیق فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَیَذْکُرُ اللّٰہِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَاَجْرِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف[1] ص ۸۹/ باب الذکر بعدالصلوات.

حدیث بالا اس مسئلہ کی اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ذکر کے لئے اجتماع

سوال:- سنا ہے کہ کتاب الصلوٰۃ ترغیب وترہیب کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ بروز قیامت ایک جماعت نور کے منبروں پر بیٹھی ہوگی۔ انبیاء ومرسلین اس جماعت پر رشک

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۸۹/ باب الذکر بعدالصلوات طبع یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھ جائے اور سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہے اسکے بعد دو رکعت پڑھے اس کے لئے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا پورا پورا پورا۔

کریں گے اس جماعت کا کوئی رشتہ ناطہ آپس میں نہ ہوگا بلکہ سب ایک دوسرے کے غیر ہوں گے اور محض اللہ کے ذکر اور یاد کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جمع ہوتے ہوں گے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت ترغیب وترہیب کی میری نظر سے نہیں گذری البتہ یہ موجود ہے[1] کہ جو لوگ اندھیری رات میں دور سے جماعت کی نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں ان کے لئے نور کے منبروں کی بشارت ہے اور جمع الفوائد[2] میں یہ روایت بھی کچھ فرق کے ساتھ موجود ہے جو سوال میں درج ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں (ابوالدرداء) رفعه لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ اَقْوَاماً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ وُجُوْهِهِمُ النُّوْرُ عَلٰى مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ لَيَغْبِطُهُمُ النَّاسُ لَيْسُوْا بِانْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ قَالَ فَجَثٰى اَعْرَابِيٌّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِفْهُمْ لَنَا نَعْرِفْهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ قَبَائِلِ شَتّٰى وَبِلَادٍ شَتّٰى يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ يَذْكُرُوْنَهٗ للكبير[3] اور مشکوٰۃ المصابیح[4] ص ۴۲۶/ میں انبیاء کے رشک کا بھی تذکرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۳/۳/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف۔ ۲۶/ ربیع الاول ۵۳ھ

---

[1] عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَشِّرِ الْمُدْلَجِيْنَ اِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ بِمَنَابِرَ مِنَ النُّوْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْزَعُ النَّاسُ وَلَا يَفْزَعُوْنَ رواه الطبرانی فی الکبیر وفی اسناده نظر (الترغیب والترهیب ص ۲۱۲/ ج ۱/) الترغیب فی المشی الی المساجد سیما فی الظلم الخ مطبوعه دار الفکر بیروت الدر المنثور ص ۲۱۷/ ج ۳، ۱۴۲/ ج ۴/ سورۂ توبه آیت ۱۸/ طبع دار الفکر.

ترجمہ: حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے رسول پاک ﷺ کا ارشاد منقول ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اندھیریوں میں رات کے وقت مسجد میں جانے والوں کو بروز قیامت نور کے منبروں کی بشارت دیدیجئے لوگ گھبرائیں گے مگر وہ نہیں گھبرائیں گے۔

[2] جمع الفوائد ص ۲۴۹ ج ۲ مطبع الخیریه میرٹھ، کتاب الاذکار والادعیة، فضل الذکر والدعاء.

(باقی حواشی ۳/۴/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جہاں کی مٹی ہو وہیں دفن ہوتا ہے

سوال:- اکثر سنا ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے اور لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے اس وقت فرشتے اس کی ناف میں مٹی رکھتے ہیں وہ جہاں کی مٹی ہوتی ہے وہاں ہی وہ شخص دفن ہوتا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت جمع الفوائد[1] ص ۱۳۹/ج ۲/ میں درج ہے مگر اس میں ناف کی تصریح نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی ۲۳/۳/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۶/ربیع الاول ۵۳ھ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) ۳ **ترجمہ:** حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت کچھ لوگوں کو ضرور موتیوں کے منبروں پر بلند فرمائیں گے جن کے چہرے نورانی ہوں گے جن پر لوگ رشک کریں گے نہ وہ انبیاء ہوں گے اور نہ وہ شہداء ہوں گے ایک دیہاتی نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا ان کی صفت بیان فرمائے یارسول اللہ ﷺ تاکہ ہم ان کو خود پہچان لیں ارشاد فرمایا وہ لوگ وہ ہوں گے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مختلف قبیلوں مختلف شہروں کے رہنے والے اللہ کے ذکر پر جمع ہوتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہیں۔

۴ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رواه مالک وفی روایة الترمذی قال یقول الله تعالیٰ المتحابون فی جلالی لهم منابر من نور یغبطهم النبیون والشهداء (مشکوٰة شریف ص ۴۲۶/) باب الحب فی اللّٰه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے۔ میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لئے جو میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں ملکر بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں ان کے لئے ایسے منبر نور کے ہوں گے کہ ان پر انبیاء رشک کریں گے۔

---

[1] ولرزین، فَاِذَا بَلَغَ اَنْ يُّخْلَقَ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يُصَوِّرُهَا فَيَاتِي (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حدیث شریف کا ادب

سوال:- زید حدیث کی کتاب سے مسائل خلاف وغیرہ پڑھ رہے تھے سر پر ٹوپی نہیں تھی اور پیر پر پیر ڈالے پڑھ رہے تھے بکر نے علیحدگی میں ان کو منع کیا کہ اس حالت میں سر پر ٹوپی وغیرہ ہونا چاہئے تو انھوں نے دلیل مانگی براہ کرم اس طرف اشارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک کا احترام لازم ہے حضرت امام مالکؒ عمدہ لباس پہن کر خوشبو لگا کر قبلہ رو بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے عمامہ سر پر ہوتا تھا اثناء درس میں کسی اور طرف متوجہ نہیں[1] ہوتے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اَلْمَلَکُ بِتُرَابٍ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ فَیَخْلِطُہٗ فِی الْمُضْغَۃِ ثُمَّ یَعْجِنُہٗ بِھَاثُمَّ یُصَوِّرُ کَمَایُؤْمَرُ فَیَقُوْلُ اَذَکَرٌ اَوْاُنْثٰی اَشَقِیٌّ اَوْسَعِیْدٌ وَمَاعَمْرُہٗ وَرِزْقُہٗ،وَمَا اَثَرُہٗ وَمَامَصَائِبُہٗ ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فَیَکْتُبُ الْمَلَکُ فَاِذَامَاتَ ذٰلِکَ الْجُسَدُ دُفِنَ حَیْثُ اُخِذَذَالِکَ التُّرَابُ.

ترجمہ: جب وہ پیدائش کے وقت کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اس کی صورت بنانے کے لئے۔ چنانچہ وہ فرشتہ اپنی دو انگلیوں کے درمیان مٹی لے کر آتا ہے اور اس کو مضغہ میں ملا دیتا ہے پھر اس کو اس کے ساتھ گوندھ دیتا ہے پھر حکم کے مطابق صورت بناتا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث، نیک بخت ہے یا بد بخت، اس کی عمر کیا ہے، اس کا رزق کتنا ہے، اس کا اثر کیسا ہوگا، اس کے مصائب کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتے ہیں، وہ فرشتہ لکھ دیتا ہے۔ جب وہ جسم مرتا ہے تو اسی جگہ مدفون ہوتا ہے جہاں سے وہ مٹی لی گئی تھی۔

(جمع الفوائد ص ۱۳۹/ج ۲/کتاب القدر، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) ارشادالطالبین ص ۳۳/ اس میں ناف کی تصریح ہے خطیب از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ کہ رسول اللہ ﷺ فرمودہ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّافِی سُرَّتِہٖ مِنْ تُرَابَتِہِ الَّتِیْ تُوْلَدُمِنْھَا الخ.

ترجمہ: ہر بچہ کے ناف میں اس کی وہ مٹی ہوتی ہے جس سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

[1] ویستحب لہ إذا أراد حضور مجلس التحدیث أن یتطھر بغسل أو وضوء ویتطیب ویتبخر ویستاک ویسرح لحیتہ ویجلس فی صدر مجلسہ متمکنا فی جلوسہ بوقار وھیبۃ وقد کان مالک رضی اللہ عنہ یفعل ذالک (مقدمۃ اوجز المسالک ص ۱۲۲/ج ۱/الباب السادس فی آداب المحدث طبع مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ) (وفیات الاعیان لإبن خلکان ص ۲۰/ج ۴/ دارصادر بیروت)

تھے حتی کہ ایک دفعہ بچھو کرتے میں کسی طرح پہنچ گیا اور وہ کاٹتا رہا مگر آپ برابر درس دیتے رہے فارغ ہو کر دیکھا تو کئی جگہ اس نے کاٹ رکھا تھا[1] حضرت امام بخاریؒ غسل کرتے وضو اور مسواک کرتے دو رکعت نماز پڑھتے تب ایک حدیث شریف لکھا کرتے تھے[2] اس طرح سولہ سال میں بخاری شریف پوری لکھی مجمع البحار مقدمۃ الاوجز[3] وغیرہ میں بڑے آداب لکھے ہیں جو شخص جس قدر بے پروائی کرتا ہے اس قدر علم حدیث کی خیر و برکت سے کم بہرہ یاب ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

حدیث کے لئے وضو

سوال: - احادیث کی کتابیں بلا وضو پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش ہے۔ مگر باوضو مستحب ہے[4] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال عبدالله بن المبارک : کنت عندمالکؒ وهو یحدثنا فلد غته عقرب ست عشرة مرة و مالک یتغیر لونه ولایقطع الحدیث فلما تفرق الناس قال ! إنما صبرت إجلالاللحدیث .مقدمه اوجزالمسالک ص۱۲۳/ج ۱ الفائد ة الثانیه فی فضله وثناء الناس علیه، مکتبه امدادیه مکة المکرمه.

[2] قال الفربری سمعت البخاری یقول ماوضعت فی کتاب الصحیح حدیثاً الااغتسلت قبل ذٰلک وصلیت رکعتین (مقدمة اللامع ص۳۶/ج ۱ /الفائدة السادسة فیما اهتم به الامام،مکته یحیوی سهارنپور)مقدمة مرقات المفاتیح ص۱۳/ج ۱ /مطبوعه اصح المطابغ بمبئی.

[3] مقدمه اوجزالمسالک ص۱۲۳،۱۲۲/ج ۱ /الباب السادس فی آداب المحدث مطبوعه مکة المکرمة .

[4] (و)القسم (الثالث) وضؤ (مندوب) فی احوال کثیرة کمس الکتب الشرعیة ورخص مسها للمحدث الخ. (مراقی الفلاح علی الطحطاوی)ص۶۶/ فصل فی اوصاف الوضوء، مطبوعه مصر.

بے پڑھے حدیث کا حوالہ دینا

سوال:- جو شخص حدیث نہیں پڑھا ہے اور صرف کسی آدمی سے سنا ہے اور جاہل ہے وہ فوراً گفتگو کے اندر حدیث کا حوالہ دیتا ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی کو معلوم ہو کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں ہے اور وہ حوالہ دیدے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے لیکن حدیث شریف کا بتانا اور اس کی تشریح کرنا بغیر استاد سے پڑھے بسا اوقات غلط اور فتنہ کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اس سے احتیاط کرنا چاہئے اہل علم حضرات بھی اس میں احتیاط کرتے ہیں بے علم آدمی تو بہت غلطی کریگا اور دوسروں کو غلطی میں مبتلا کرے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۰ھ

اِسْتَعِیْنُوْا عَلیٰ اُمُوْرِکُمْ کا مطلب

سوال:- اِسْتَعِیْنُوْا عَلیٰ اُمُوْرِکُمْ بِالْکِتْمَانِ کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حاجت پیش آئے تو مخلوق سے نہ کہے اس سے پوشیدہ رکھے خالق سے کہے کہ وہی

---

[1] واما احکام الباب فحاصله انه لاتقبل روایةالمجهول وانه یجب الاحتیاط فی اخذ الحدیث نووی علی هامش مسلم شریف ص ۱۱/ج ۱/ (باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والا حتیاط فی تحملها) (کتب خانه رشیدیه دهلی)فتح الباری ص ۱۶۱/ج ۱/کتاب العلم ،مطبوعه دارالفکربیروت.

خالق حاجت روا ہے[1] مثلاً بھوک لگے تو در بدر سوال کرتا نہ پھرے کسی کے سامنے ظاہر نہ ہونے دے کہ مجھے بھوک ہے، خالق جل جلالہٗ کی طرف سے انتظام ہوگا۔ یرزقہٗ من حَیْثُ لا یَحْتَسِبُ[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۹ھ

اِنّمااَناقاسِمٌ وَاللّٰہ یُعْطِی کی تحقیق

سوال:- کچھ احباب نے تذکرہ کیا کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر دروازے پر درج ذیل حدیث کندہ ہے۔ اے محمد کہہ دو کہ ہمارا خدا ہم کو دیتا ہے اور ہم سب کو دیتے ہیں آنجناب سے گذارش ہے کہ یہ روایت جہاں تک صحیح ہو یا جیسا بھی ہو نوازیں اگر کندہ حدیث ہو تو اس کا حوالہ بھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اِنَّمَا اَنَاقَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (الحدیث) بخاری شریف جلد اول[3] ص ۱۶/ پر موجود ہے امام بخاری کا اس حدیث کو لینا اور اس کی تخریج کرنا خود اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اور بھی حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے[4] اس کی سند صحیح ہے۔

---

[1] **فائدہ:** حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ اِسْتَعِیْنُوْا عَلیٰ اِنْجَاحِ الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ. (کنز العمال رقم الحدیث ۱۶۸۰۰/) ص ۵۱۷/ ج ۶/ طبع بیروت، وفیض القدیر ص ۴۹۳/ ج ۱/ رقم الحدیث ۹۸۵/ طبع دارالفکر.

[2] سورۃ الطلاق آیت ۳/ **ترجمہ:** اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (از بیان القرآن)۔

[3] (مطبوعہ اشرفی دیوبند) رقم الحدیث ۷۲/ کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہٗ فی الدین.

[4] المعجم الکبیر ص ۳۹۰/ ج ۱۹/ رقم الحدیث ۹۱۵/ طبع دارالاحیاء التراث العربی، فیض القدیر ص ۵۷۱/ ج ۲/ رقم الحدیث ۲۵۸۲/ طبع دارالفکر بیروت.

(نوٹ) یہ حدیث حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے جس میں یہ نہیں فرمایا اے محمد! کہہ دو۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

احادیث جمع کرنے کی ممانعت

سوال:- احقر کو اپنے ایک عزیز سے (جو کہ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم ہیں) معلوم ہوا کہ آپ معاملات دین سے متعلق سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ میں ایک عرصہ سے اس سوچ میں تھا کہ کوئی ایسی قابل ہستی کا مجھے علم ہو جائے تا کہ اپنے خطرناک خیالات پر نظر ثانی کرسکوں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جیسی قابل ہستی سے روشناس ہو رہا ہوں جو خدمت قوم کو اپنا وتیرہ بنائے ہوئے ہے میں نے عرصہ ہوا مالیگاؤں کی ایک لائبریری میں ایک کتاب ''ردا سلام'' پڑھی تھی اس کتاب کے پڑھنے پر مجھ پر جو تاثرات ہوئے ان کا مکمل اظہار ناممکن ہے البتہ مجملاً اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میرے خیالات اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برقی کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے اور آج بھی تقریباً یہی حال ہے یہ کتاب مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں نے اسے کتنی مرتبہ پڑھا خود یاد نہیں، اس کتاب کے خاص حصے میں نے بطور یادداشت اپنے پاس لکھ کر رکھ لئے ہیں، اب حال ہی میں حکومت ہند نے اس پر پابندی عائد کردی ہے (کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ذہن میں لاتعداد سوالات ابھرے جو دماغ کے پردوں پر ایک بھاری بوجھ کی صورت میں آج بھی قائم ہیں ان سوالات نے میرا تمام تر ذہنی سکون چھین لیا ہے، ایک عجیب سی جھنجلاہٹ ذہن پر طاری ہوگئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ذہنی حالت اور بدتر نہ ہو جائے اس لئے آپ سے اپنے خیالات کا اظہار کر کے اپنی ذہنی کشمکش دور کرنا چاہتا ہوں تا کہ اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ کوشش کرسکوں جو عرصۂ دراز سے تصورات کے پردوں پر نقش ہے یعنی میں چاہتا ہوں کہ

پھر سے مسلمان ہوجاؤں۔ وہ مسلمان جس کی شمشیر خاراشگاف سے ایک دنیا دہلتی تھی، وہ مسلمان جس کا نام سن کر اس کا دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر لرز جاتا تھا وہ مسلمان جس نے دنیا کو اخلاق و دیانت، سچائی وانصاف اور قابل رشک زندگی کا سبق سکھلایا تھا۔ مگر کیا کروں اس وقت جو کم علمی اور متغیر خیالات نے ذہنی کشمکش برپا کردی ہے اس سے کچھ سجھائی نہیں دیتا اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم میرے سوالات کے تسلی بخش جوابات دے کر ایک اور دینی خدمت اور مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کریں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا وقت بے حد قیمتی ہے اس لئے اختصار کے طور پر سردست صرف دوسوال پوچھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی آپ سے دینی رہنمائی کا طالب رہونگا۔ ایک بات اور وہ یہ کہ جوابات کی زبان ممکنہ حد تک آسان ہوتو بہتر ہے یہ اس لئے کہ آپ کا حلقہ بوقت تحریر ایسی زبان استعمال کرتا ہے جو ہم جیسے ڈاڑھی منڈوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ جوابات گول مول زبان میں نہ ہوں۔ تو اور کرم ہوگا۔ امید ہے۔ کہ آپ مطلوبہ جوابات سے نواز کر صحیح رہنمائی فرمائیں گے وہ سوالات درج ذیل ہیں۔

(س ۱:-) بخاری میں مذکور ہے کہ رحلت سے پہلے جب حضور پرنور ﷺ نے فرمایا قلم اور دوات اور کاغذ لاؤ تمہیں میں ایک ایسی چیز لکھ کر دے جاؤں کہ میرے بعد تمہاری گمراہی کا کوئی امکان نہ رہے تو حضرت عمر ابن الخطاب رضؓ جھٹ بول اٹھے ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے بغیر میرا اور کوئی قول قلمبند نہ کرو اگر کوئی شخص ایسا لکھ چکا ہوتو اسے مٹادے حدیث کے صحیح ہونے کے کئی دلائل ملتے ہیں مثلاً علامہ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا لیکن ایک صبح اٹھ کر اسے جلادیا اسی طرح آپ نے اپنے دور خلافت میں ایک دن ایک مجمع عام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ آج احادیث میں اختلاف رکھتے ہو (یعنی احادیث میں اسی

زمانہ میں تحریف ہوگئی تھی) آئندہ یہ اختلاف بڑھتا جائے گا اس لئے تم آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث نقل نہ کرو اور اگر کوئی پوچھے تو کہو کہ ہمارے پاس قرآن ہے جو اس میں جائز قرار دیا ہے اسے جائز اور جسے ناجائز قرار دیا ہے اسے ناجائز سمجھو (تذکرۃ الحفاظ ص ۳ /) اپنے دور خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا گھر جاؤ اور احادیث کا تمام ذخیرہ اٹھالاؤ جب یہ ذخیرہ جمع ہوگیا تو آپ نے تمام صحابہ کے سامنے اسے جلا دیا (طبقات ابن سعد ۱۴۰ /)

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہؓ کو جمع کر کے حکم دیا یہاں سے جانے کے بعد ہر شخص پہلا کام یہ کرے کہ اپنے مجموعۂ حدیث کو جلا ڈالے (مختصر جامع بیان العلم ص ۲۳ /)

علامہ ذہبیؒ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ میں نے ایسی ایسی احادیث بیان کی ہیں کہ اگر ان کو عمر ابن الخطابؓ کے زمانہ میں نقل کرتا تو درے سے پیٹ ڈالتے (تذکرۃ الحفاظ ص ۸ /) کیوں پیٹ ڈالتے رسول خدا کا اسوہ بیان کرنے پر کیا کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو روایت حدیث کی بناء پر پیٹنے پر تل گئے تھے اور اسی جرم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، جیسے عظیم المرتبت اصحاب کو قید کر دیا تھا۔ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے احادیث کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر کیوں فنا کیا تھا صحابہ کو قید و بند کی سزائیں کیوں دی تھیں کیا یہ صریحاً اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کتاب اللہ کو مکمل اور اتم ضابطۂ حیات سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کہ میرے بعد کوئی حدیث مت لکھو (صحیح مسلم) پر سختی سے عمل پیرا تھے۔

تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم قرآن حکیم کو مکمل اور اتم ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں تو احادیث جمع کیوں کی گئیں اور ان پر ایمان لانا خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ احادیث

بگڑ کر کیا سے کیا ہوگئیں تھیں۔ خدا نے قرآن پاک میں بیسیوں جگہ اپنے لاکھوں انبیاء و سینکڑوں صحائف اور کروڑوں ملائکہ پر ایمان لانے کے احکامات نازل کئے ہیں مگر کیا سارے قرآن میں حدیث کا کہیں ضمناً بھی ذکر ہے کیا خدا ان احادیث پر ایمان لانے کا حکم نہیں دے سکتا تھا تو جب خدا و رسول اور ان کے صحابہؓ نے حدیث کو قابل ایمان نہیں سمجھا تو پھر آپ کیوں ہم پر صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کو مسلط کرتے ہیں۔ تلخ گوئی کی معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ اپنی صاف گوئی کی عادت سے مجبور ہوں۔ میں آپ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ زیادہ صحیح مسلمان ہیں یا حضرت عمرؓ، اللہ و رسول کے منشاء سے وہ زیادہ باخبر تھے یا آپ اور جب وہ ذخیرۂ احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فنا کر رہے تھے تو آپ کون ہوتے ہیں احادیث کو ہمارے سر تھوپنے والے دوبارہ معافی کی التجا ہے اس سے نرم الفاظ میں میرا مفہوم اچھی طرح ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے یہ سخت الفاظ لکھنے پڑے امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

(س۲:-) کیا بیشتر علماء کی طرح آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ حدیث وحی خفی ہے۔ اگر ہاں تو یہ بتائیے کہ حدیث کو قرآن کے متن میں شامل کیوں نہیں کیا گیا۔

حدیث بھی اللہ کا پیغام ہے اور قرآن بھی تو پھر احادیث قرآن کے متن سے کیوں جدا کردی گئیں۔ صدیقؓ و فاروقؓ نے خود رسول اللہ ﷺ نے احادیث لکھنے سے کیوں منع کردیا تھا اور انھوں نے ذخیرۂ احادیث کو ہر ممکن طریقہ سے کیوں فنا کیا تھا کیا اللہ کے پیغام کی ان کی نظروں میں یہی وقعت تھی کہ خدا نے قرآن عظیم کے متعلق فرمایا ہے یہ ذکر اور ہدایت ہم نے نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ قرآن کی صحت پر تمام عالم شاہد ہے مگر حدیث اس کا تو وہ ستیاناس ہوا کہ تمام عالم میں اس سے زیادہ محرف۔ بریدہ اور تراشیدہ لٹریچر موجود نہیں تو آپ پھر کس بنیاد پر حدیث کو وحی خفی سمجھتے ہیں۔

سردست یہ دو ہی سوال لکھ رہا ہوں آپ کا بڑا کرم ہوگا اگر آپ مفصل و مکمل و مدلل جواب سے نوزایں تاکہ میں تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھ سکوں۔ مجھے یقین تو نہیں کہ آپ میرے مطلوبہ

جوابات دیں گے لیکن پھر بھی جہاں تک مجھ سے ہوگا میں ان سوالات (اگر خدانخواستہ آپ نے بھی جواب نہیں دیا تو) کا جواب پانے کی کوشش کروں گا اور اگر پھر بھی ناکام رہا تو شاید ''رد اسلام'' سے بھی زیادہ سخت ایک کتاب شائع ہوجائیگی جو حدیثی اسلام کی زنجیروں کو پگھلا دے گی اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایک بار آپ سے پھر اپنی تلخ گوئی کی معافی چاہتے ہوئے جواب کے لئے استدعا ہے۔ امید کہ آپ میری بے چینی کو مدنظر رکھیں گے!

(نوٹ) جواب کے لئے لفافہ ارسال خدمت ہے۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

مکرم محترم زید احترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خطوط سے آپ کے جذبات کی قدر ہوئی جس کے دل میں مسلمانوں کی اصلاح کی تڑپ ہوگی اور اسباب اصلاح سے وہ خود خالی ہوگا اور سب کو غلط رو سمجھ کر سب سے مایوس و بے اعتماد ہوگا واقعی اس کی بے چینی کا اندازہ لگانا مشکل ہے اس کا دماغی توازن قائم رہنا دشوار ہے پھر جذبات کی رو میں جو کچھ کہہ ڈالے یا لکھدے تو اس سے کچھ بعید نہیں ایسے شخص کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں، غالباً اسی وجہ سے آپ کو کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملا ہوگا۔

آپ کے ہر قسم کے طعن، تلخ گوئی، جذباتی، گرم خون ''رد اسلام'' سے زیادہ سخت تصنیف کی دھمکی سے متأثر ہوئے بغیر میں نے سوچا کہ اللہ کے نام پر میں بھی کوشش کر کے دیکھ لوں۔ اثر دینے والا اللہ پاک ہے اور آپ سے آپ کی استعداد کے متعلق دریافت کیا۔ تاکہ جو کچھ لکھوں آپ کے فہم کے مطابق ہو مگر آپ کا جواب ملا کہ۔

میں نے کسی مدرسہ یا مکتب سے حدیث یا علوم حدیث کی تعلیم حاصل نہیں کی اور یہ بھی کہ خدائے کریم کی بہت بڑی مہربانی تھی جو اس نے مجھے دلدل میں پھنسنے سے بچالیا۔ میں آپ کی اصطلاح میں جاہل مطلق ہوں۔ اب دیکھنا ہے کہ آپ ایک جاہل کو مطمئن کر سکتے ہیں یا نہیں۔

آپ کے اس جواب کو پڑھ کر مجھے کلی مایوسی ہوگئی میں ہرگز نہیں سمجھا سکونگا ایک شخص ضعیف البصر ہے اس کو سفر کرنا ہے دور سے نشان راہ دیکھنے کے قابل نہیں دوسرے راہ رو پر اعتماد نہیں کہ اس کے ساتھ چلا جائے۔ بینائی کا علاج کرانے (دوا، آپریشن، چشمہ) کا تذکرہ آئے تو اس کو دلدل سمجھ کر اس سے بچے رہنے پر رشک وفخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی اصطلاح میں میں بے بصر مطلق ہوں (مگر خلقی طور پر بے بصر نہیں ہوں اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ دور سے ایک بے بصر کو نشان راہ دکھلا سکتے ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کو اس طرح نشان راہ دکھلانا دشوار ہے اس سے نہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نشان راہ موجود نہیں۔ نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی نشان راہ نہیں دیکھ رہے ہیں اور سب غلط چل رہے ہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ نشان راہ دکھلانا اتنا مشکل ہے کہ کسی کو دکھلایا نہیں جا سکتا۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ جو صفات بالا کے ساتھ متصف ہو اس کو دکھلانے سے سب ہی قاصر ہیں الا یہ کہ خدائے پاک خرق عادت کے طور پر اس کی بینائی کو قوی فرمادے یا کوئی مرد خدا قوت روحانی سے اس کو اٹھا کر نشان راہ کے پاس لے جا کر کھڑا کر دے۔

بار بار خط لکھنے اور انتظار جواب میں آپ کو واقعۃً زحمت ہوئی اس کی صدق دل سے معافی کا خواستگار ہوں آپ کے خط سے مجھے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میں نے آپ کے لکھے ہوئے حوالجات کو اصل کتابوں میں دیکھا ان کی حیثیت (صحیح وغلط، راجح ومرجوح، ناسخ، منسوخ، صریح، مبہم) سب کو از سر نو مستحضر کر لیا۔ پھر جن دلائل سے احادیث مقدسہ کا لکھنا ثابت و مامور بہ ہے ان کو جمع کیا اور خلفاء راشدینؓ نے جس جس طرح ان کی تعلیم واشاعت کا انتظام فرمایا اور اللہ پاک نے ان کی مساعی جمیلہ پر جس طرح دین اسلام کو فروغ دیا اور اس پر بہتر اثرات مرتب ہوئے ان کا بڑا مواد جمع کیا اور حدیث پاک سے بے تعلق ہو کر قرآن پاک سمجھنے کی کوشش کرنے میں جو جو بُرے اثرات پیدا ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلتی ہے اس کے بہت سے نظائر اور دلائل کو جمع کیا اور حدیث شریف کے وحی خفی ہونے کا پورا ثبوت فراہم کیا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے موجودہ مجموعی خیالات ونظریات کے پیش نظر آپ کے لئے یہ مجموعہ کچھ بھی مفید اور تسلی بخش نہیں اس لئے آپ کے پاس بھیجنا بیکار اور عبث ہے۔ ایک دوست وہ سب مجموعہ پاکستان لے گئے۔

اخیر میں پھر معافی چاہتا ہوں اب میرے پاس آپ کے لئے صرف دعا ہے حق تعالیٰ آپ کو الجھنوں سے باحسن وجوہ نجات دے۔ صحیح راہ قلب پر منکشف فرمادے اپنے حبیب پاک ﷺ کی سنت پر عمل کی توفیق دے۔ بیش از بیش اپنا قرب نصیب فرمادے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے (آمین)

آپ کے بھیجے ہوئے دولفافے رکھے ہیں وہ ارسال ہیں نیز ایک روپیہ کے ٹکٹ صرفۂ ڈاک کی حیثیت سے ارسال ہیں قبول فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۳/۱۸ھ

سنّی ہونے کا ثبوت

سوال:- مولانا صاحب بی اے منشی فاضل فرماتے ہیں نہ میں حنفی ہوں نہ مالکی نہ شافعی نہ حنبلی نہ شیعہ نہ قادیانی نہ سنی میں مسلم ہوں اور ان کے شاگرد چاروں طرف کہتے پھرتے ہیں کہ سنی ہونا قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ سنی تو حضرت ﷺ کے دوڈیڑھ سو سال بعد ہوئے جوسن کر مسلمان ہوئے۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ آوے گا امت میری پر یعنی زمانہ جیسا کہ آیا اوپر بنی اسرئیل کے مانند پاپوش کے ساتھ پاپوش کے یعنی بہتر گروہ کے اور ہوگی امت میری تہتر گروہ پر سب وہ بیچ دوزخ کے مگر ایک گروہ، صحابہؓ نے عرض کیا کون ہوگا وہ گروہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب اور اس ہی باب میں ارشاد فرمایا رسول کریم ﷺ نے فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ پس لازم پکڑو طریقہ

میرا اور طریقہ خلفاء راشدین کا۔ کیا اس سے سنت والجماعت ہونا ثابت نہیں ہوتا اس کو سنی ہونا نہیں کہتے کیا سنت والجماعت یا سنی ہونا کفر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنی[1] وہ جماعت ہے جو کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت اور آپ کے صحابہؓ کے طریق کے موافق عمل کرتے ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں سنت اور جماعۃ صحابہؓ کے طریق کو اختیار کرنے اور اس پر چلنے کا حکم ثابت ہے اور اس سے علیحدہ ہونے کی برائی اور مذمت صراحۃً موجود ہے۔ لفظ سنی اگر صحابہؓ کے زمانہ میں موجود نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سنت پر عمل کرنے والے بھی اس زمانہ میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ تمام صحابہؓ سنی تھے اور حضور ﷺ نے سنی ہونے یعنی سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَفَسَادِاُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُمِائَةِ شَهِیْدٍ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ شِبْراً فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے۔ سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۶/محرم ۵۶ھ

---

[1] قال القاری تحت قوله صلی الله علیه وسلم (ماانا واصحابی) ای هی ماانا علیه واصحابی قیل جعلهاعین ماهوعلیه مبالغة فی مدحها وبیانا لباهر اتباعها حتی یخیل انها عین ذلک المتبع الخ (مرقاة ص ۲۴۸ /ج ۱ /، ۲۰۴ /ج ۱ /طبع اصبح المطابع بمبئی ،باب الاعتصام)

[2] **ترجمہ حدیث:** حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری سنت کو مضبوط پکڑا میری امت کے فساد کے وقت اس کے لئے سو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے بالشت بھر جماعت کی مخالفت کی اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ /تا ۳۱ /) باب الاعتصام طبع یاسر ندیم دیوبند۔

سید، مولیٰ، عبد کے معانی

سوال:- کتاب التوحید میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا اَنْتَ سَیِّدُنَا وَاَفْضَلُنَا وَخَیْرُنَا الخ او کمال قال آپ نے فرمایا اَلسَّیِّدُ هُوَ اللّٰهُ ،تو اس سے سید کہنے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے، پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ مالک رقبہ غلام کو عبدی نہ کہے اور غلام مالک کو رب نہ کہے بلکہ سید کہے اور سید خادم ہے یہاں سید کہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ کیا یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ اگر صحیح ہیں تو پھر ایک دوسرے کے خلاف کیوں ہیں؟ مزے کی بات یہ ہے کہ فاضل مصنف کتاب التوحید میں جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ خطبہ کے اندر خود بھی سیدنا و مولانا کا لفظ استعمال فرماتے ہیں قرآن شریف میں ہے۔ اَنْتَ مَوْلَانَا اور اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. تو کیا دوسرے کو مولانا کہنا درست ہے۔ کیا یہ حدیث درست ہے کہ من لا مولاہ فعلی مولاہٗ جبکہ مومنین کا مولیٰ اور ولی اللہ ہے، تو پھر حضرت علیؓ کو کیسے فرمایا گیا؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں وضاحت فرمائیں۔ علی اور عَلِیّ میں کیا فرق ہے؟ یہ نام کیسے جائز رکھا گیا ویسے تو منع کرتے ہیں رازق و خالق نہ کہو، عبدالرزاق و عبدالخالق کہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سید کے ایک معنٰی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے سید صرف اللہ ہے۔ اسی اعتبار سے فرمایا ہے اَلسَّیِّدُ هُوَ اللّٰهُ[1] ایک معنٰی کے اعتبار سے دوسروں پر بھی اس کا اطلاق درست ہے۔

---

[1] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اِنْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَیِّدُنَافَقَالَ السَّیِّدُاَللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ (الحدیث)رواه ابوداؤد وبسند جید(کتاب التوحید ص ۲۱۹/)ابوداؤد ص ۶۶۲/ج۲/کتاب الادب ،باب فی کراهیة التمادح،طبع یاسرندیم دیوبند.

ترجمہ: میں وفد بنی عامرؓ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا ہم نے کہا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تضاد رفع ہوگیا[1] اسی طرح عبد کے ایک معنیٰ ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے اس کی اضافت غیر اللہ کی طرف نہ کی جائے ایک معنیٰ کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف بھی اضافت جائز ہے جیسے عبدالمطلب[2] عبد کی جمع عباد آتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ[3] (الآیۃ) لفظ مولیٰ کے معنیٰ بھی متعدد ہیں۔ ایک معنیٰ کے اعتبار سے مولیٰ صرف اللہ ہے جیسے اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ. الحدیث[4] دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے غیر اللہ کو بھی کہنا درست ہے، صاحب ہدایہ[5] نے ایک روایت بالمعنیٰ نقل کی ہے جس میں ایک صحابی کو ارشاد فرمایا ہے اَنْتَ مَوْلَانَا مَنْ لَا مَوْلٰى لَهٗ، فَمَوْلَاهُ عَلِيٌّ کے الفاظ تو کسی حدیث میں دیکھنا یاد نہیں۔ البتہ ایک دوسری روایت ہے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.[6]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) آپ ہمارے سید ہیں ارشاد فرمایا سید تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

اختلف الناس فی جواز اطلاق السید علی البشر فمنعه قوم ونقل عن مالک واحتجوا بقول النبی صلی الله علیه وسلم لماقیل له یاسیدنا قال السید الله تبارک وتعالیٰ الخ. (التوحید ص ۲۲۰/)

[1] ملاحظہ ہو مجمع بحار الانوار ص ۱۴۰/ ج ۳/ تحت مادۃ سود، مطبوعہ حیدر آباد۔

[2] قال ابن حزم اتفقوا علی تحریم کل اسم معبد لغیر الله کعبدعمرو عبدالکعبة وماشبه ذلک حاشا عبدالمطلب (کتاب التوحید ص ۱۸۳/)

[3] سورۂ نور آیت ۳۲/ **ترجمہ:** اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں ان کا بھی (بیان القرآن)

[4] والحاصل ان المولیٰ له معان متعددة منها مایختص به سبحانه تعالیٰ فلا یجوز استعماله فی حق غیره تعالیٰ (مرقاۃ ص ۶۰۲/ ج ۴/ باب الاسامی مطبوعہ مصر)

[5] رُوِیَ اَنَّ مَوْلٰی (هو ابورافع) رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ اَتُحِلُّ لِیَ الصَّدَقَةُ فَقَالَ لَا اَنْتَ مَوْلَانَا (هدایة ص ۲۰۶ تا ۲۰۷ ج ۱ کتاب الزکاة باب المصارف) مکتبہ تھانوی دیوبند۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ ابورافع رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا میرے لئے صدقہ حلال ہے ارشاد فرمایا نہیں تم تو ہمارے مولیٰ ہو۔

قال الزیلعی قلت اخربه ابوداؤد والترمذی عن شعبة عن الحکم ابن عتبة عن ابن ابی رافع عن ابی رافع مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم (نصب الرایه ص ۴۰۴/ ج ۲/) طبع مجلس علمی ڈابھیل.

[6] رواه احمد والترمذی عن زیدابن ارقم (مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی الفصل الثانی ص ۵۵۴/ یاسر ندیم دیوبند)

اَلْعَلِیُّ اللہ کا نام ہے مگر علی لفظ مشترک ہے[1] غیر اللہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اگر یہ نام ناجائز ہوتا تو حضرت علیؓ کا نام ضرور بدل دیا جاتا، جس طرح کہ دوسرے ایسے نام تبدیل کردیئے گئے[2] اور محدثین نے تغیر الاسماء القبیحہ کا مستقل باب منعقد کیا ہے جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اس کا اطلاق غیر اللہ پر ممنوع ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کو سکرات کے وقت سے ہی عذاب کی دلیل

سوال:- غیر اقوام کو بحالت سکرات سے ہی عذاب شروع ہونے کے متعلق حدیث شریف میں دلیل ہے کہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف مرفوع میں ہے جس کو مشکوٰۃ شریف ص۱۳۹/ پر نقل کیا ہے۔ اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰہِ وَعَقُوْبَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْئٌ

---

[1] العلی فعیل من العلو ومعناہ البالغ فی علوا الرتبہ الی حیث لارتبۃ الاوھی منحطۃ عنہ وھو من الاسماء الاضافیۃ الخ (طیبی شرح مشکوٰۃشریف ص ۳۹/ج۵/) کتاب الدعوات ،باب اسماء اللّٰہ تعالیٰ طبع زکریا بکڈپو دیوبند.

[2] عن زینب بنت ابی سلمہ قالت سمیت برۃ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتزکوا انفسکم اللّٰہ اعلم باھل البرمنکم سموھا زینب رواہ مسلم وعن ابن عمران بنتا کانت لعمر یقال لھاعاصیۃ فسّماھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جمیلۃ رواہ مسلم،مشکوۃ شریف ص۴۰۷/ باب الاسامی یاسر ندیم دیوبند .

[3] واعلم ان التسمی بھذاالاسم (ای ملک الاملاک وغیرہ) حرام وکذلک التسمی باسماء اللہ تعالیٰ المختصۃ بہ کالرحمن والقدوس والمھیمن وخالق الخلق ونحو ھا(مسلم مع شرحہ للنووی ص۲۰۸/ج۲/) کتاب الأداب، باب تحریم التسمی بملک الاملاک،مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

اَکْرَہَ اِلَیْہِ مِمَّااَمَامَہٗ فَکَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ وَ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ[1] متفق علیہ یہ مستقل عذاب ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند/۵/۹۱ھ

قبر اطہر سے دستِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے لئے نکلنا

سوال:- کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کسی کے مصافحہ کے واسطے مزار اقدس سے نکل سکتا ہے؟ شریعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ روایت بے سند کی اشاعت باعثِ فتنہ ہوسکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں[2] حدیث پاک میں متعدد سندوں سے یہ چیز مروی ہے اور اس پر مستقل رسائل بھی علماء نے تصنیف کئے ہیں[3] جس طرح خرقِ عادت کے طور پر حیات ظاہری میں کچھ امور صادر ہوئے ہیں اور انکا صدور مسلم عقیدہ ہے۔ اسی طرح باذنہٖ تعالیٰ اگر کسی کے لئے قبر اطہر سے دست مبارک مصافحہ کے لئے نکل آئے تو یہ نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً۔ علامہ تقی الدین سبکیؒ علامہ سیوطیؒ، علامہ زرقانیؒ، شیخ عبدالحقؒ نے اس قسم کے متعدد

---

[1] **ترجمہ:** بیشک کافر کی جب موت کا وقت آتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اسکی سزا کی خبر دیجاتی ہے پس کوئی چیز اسکے آگے والی چیز سے زیادہ ناپسند اسکو نہیں ہوتی جسکی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۱۳۹/باب تمنی الموت وذکرہ طبع یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۹۶۳/ج ۲/باب من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہ مطبوعہ اشرفی دیوبند مسلم ص ۳۴۳/ج ۲/کتاب الذکر والدعاء باب من احب لقاء اللّٰہ الخ مکتبہ بلال دیوبند.

[2] فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہٖ التی کان علیھا قبل وفاتہ الخ (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۱۹/ج ۲/کتاب البعث، تنویر الملک فی امکان رؤیۃ النبیؐ والملک، طبع دار الفکر.

[3] منھا انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء للسیوطی.

واقعات اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کعبہ کو توڑنا اور حرم میں کافر کے داخل ہونے سے متعلق حدیثوں میں تعارض

سوال: -مفتی صاحب مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں کفر و شرک قیامت تک داخل نہ ہوں گے، نہ دجال داخل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ فرشتے دروازوں پر متعین ہوں گے اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حبش والے تم سے نہ لڑیں تم ان سے نہ لڑو۔ کیونکہ خانہ کعبہ کا خزانہ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکالے گا۔ مشکوٰۃ شریف، دوسری روایت میں یہ ہے کہ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ویران کرے گا۔ پھر بات یہ کہ مسلمان چاہے کتنا ہی بدبخت ہو وہ کعبہ کو منہدم نہیں کرسکتا۔ بخاری و مسلم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کافر ہی ڈھائے گا۔ تو دونوں حدیثوں میں ٹکراؤ لازم آتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کس طرح ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی حدیث کا بھی حوالہ دیجئے جس میں کافر و مشرک کے حرمین شریفین میں داخل نہ ہو

---

[1] وقال التاج ابن عطاء الله عن شيخه الكامل العارف ابى العباس الموسى صافحت بكفى هذه رسول الله صلى الله عليه وسلم (الى قوله) والحكايات فى ذلك عن اولياء الله كثيرة جدا (فتاویٰ حدیثیة ص ۲۹۹/مطلب فى حكاية غريبة وان الانبياء اذن لهم فى الخروج من قبورهم والتصرف فى الملكوت مكتبه دارالمعرفة بيروت لبنان)وفى بعض المجاميع حج سيدى احمد الرفاعى فلما وقف تجاه الحجرة الشريفة انشدالى قوله فخرجت اليد الشريفة من القبر الشريف فقبّلها، الحاوى للفتاوى ص ۳۱۴/ج ۲/كتاب البعث تنوير الملك فى امكان رؤية النبىؐ والملك مطبوعه دارالفكر.

سکنے کا ذکر ہے۔ اگر اس کے الفاظ نقل کر دیں تو زیادہ اچھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فجر کی دو سنتیں بعد فرض پڑھے یا بعد طلوع شمس

سوال:- روایت ہے محمد بن ابراہیم سے، انھوں نے نقل کی قیس بن عمرو سے کہا کہ دیکھا نبی ﷺ نے ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا بعد نماز فرض صبح کے دو رکعتیں پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نماز صبح کی دو رکعتیں ہیں۔ پس کہا اس شخص نے تحقیق کہ میں نے نہ پڑھی تھی دو رکعتیں سنت۔ یہ پہلی دو رکعتیں سنت ہیں۔ پس پڑھا ان کو اب بس چپ رہے رسول اللہ ﷺ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور روایت کیا ترمذی نے۔

(۱) یہ حدیث ابوداؤد چھاپہ اول دہلی کے ص ۱۷۹/ میں ہے۔

(۲) یہی حدیث ابن ماجہ چھاپہ اول دہلی کے ص ۱۹۵/ میں ہے۔

(۳) یہی حدیث ترمذی چھاپہ احمدی دہلی کے ص ۷۹/ میں ہے۔

فائدہ: اس شخص نے جو بعد نماز فرض صبح کی سنتیں پڑھیں تو وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص بعد تکبیر کہنے مؤذن کے آیا ہوگا اور بغیر پڑھے سنتوں کے بموجب حکم اس حدیث کے جو کہ مسلم میں روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے کہ کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یعنی جس وقت کہ کھڑی کی جائے نماز یعنی تکبیر ہو فرضوں کی پس نہیں ہے کوئی نماز سواء نماز فرض کے، جماعت میں شامل ہو گیا ہوگا۔

یہ حدیث صحیح مسلم (جو کہ مع شرح نووی چھاپا گیا ہے) کے ص ۲۴۰/ پر ہے۔ یعنی حدیث بیان کی ہم سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور وصیف بن عبداللہ حافظ نے بیچ انطاکیہ کے، کہا ان دونوں نے حدیث بیان کی ہم سے ربیع بن سلیمان نے، کہا انھوں نے حدیث بیان کی

ہم سے یحییٰ بن سعید نے، انھوں نے نقل کی اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا قیس بن فہد رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق انھوں نے پڑھی نماز ساتھ رسول اللہ ﷺ کے صبح کی، اور نہ پڑھی تھی انھوں نے دو رکعتیں فجر کی سنتیں۔ پس جب سلام پھیرا رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کھڑے ہوئے پس پڑھی دو رکعتیں فجر کی سنتیں اور رسول اللہ ﷺ دیکھتے تھے ان کی طرف۔ پس نہیں انکار کیا) اس کو، روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔

(۱) حدیث طبرانی کبیر میں بھی ہے۔ کہا شوکانی نے نیل الاوطار مطبوعہ مصر ص ۱۷۰/ ج ۲/ میں ہے۔

(۲) کوئی شخص آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو درست ہے۔ آفتاب نکلنے کے بعد بھی حضورؐ کا حکم ہے۔ حدیث ترمذی مطبوعہ احمدی کے ص ۸۰/ میں ہے۔

اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ بعد نکلنے آفتاب کے فجر کی سنتیں جائز نہیں، بلکہ مراد ہماری یہ ہے کہ جو چاہے بعد فرض صبح کے اسی وقت پڑھ لے اور جو چاہے بعد نکلنے آفتاب کے پڑھے۔ ان دونوں وقتوں میں منع کرنا کسی کا کسی کو حق نہیں پہونچتا۔ عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے بھی اور ثبوت نہ لکھ سکا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھتا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جب کہ ماقبل میں ثابت کیا گیا ہے کہ فجر کی سنتیں سورج طلوع ہونے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں جب کہ فرض پہلے پڑھ لئے ہوں۔ حالانکہ مسلک احناف کے مطابق اگر جماعت فجر ہو رہی ہے اور مصلی کو اعتماد ہے کہ وہ نماز صبح کا قعدۂ اخیرہ پالے گا تو پہلے اس کو فجر کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں (اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے تو فوراً جماعت میں شریک ہو جائے بغیر ادا کئے سنت فجر) اور اگر اندیشہ ہو کہ جماعت چھوٹ جائیگی تو جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج طلوع ہونے کے بعد سنتیں پڑھے۔ حالانکہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں میں نماز فجر باجماعت پڑھنے کے بعد مصلی کو اختیار ہے کہ فرض ادا کرنے کے فوراً

بعد سنت فجر پڑھ لے یا آفتاب نکلنے کے بعد پڑھے۔ ان دونوں وقتوں میں اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ ان صاحب نے اپنے اس اصرار پر مصر ہونے کے باوجود معلوم نہیں یہ حدیثیں کہاں سے نقل کی ہیں۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنت فجر اگر فجر کی جماعت ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ ان سنتوں کو طلوع شمس کے بعد ہی پڑھے۔ لہذا ماقبل میں جو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں ان کا جواب کیا ہوگا؟ جواب بالوضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے متعدد مضامین کی احادیث کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ پھر معلوم ہوگا کہ حنفیہ کا مذہب کس قدر جامع ہے اور کس قدر حدیث کے مطابق ہے؟

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ فجر سے پہلے دو رکعت مت چھوڑو۔ اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں[۱] اس لئے حنفیہ ان دو سنتوں کی زیادہ تاکید کرتے ہیں۔

(۲) حدیث شریف[۲] میں جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جماعت میں شرکت سے یہ سنتیں مانع ہوں تو جماعت میں شریک ہو جائے ان کی وجہ سے شرکت جماعت سے محروم نہ رہے۔

(۳) حدیث شریف میں ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ سنتیں اس جگہ نہ پڑھے بلکہ حجرہ

---

[۱] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدَعُوْا رَکْعَتِی الْفَجْرِ وَلَوْطَرَدْتُکُمُ الْخَیْلُ رواه احمد وابوداؤد واسناده صحیح (آثار السنن ص ۲۹ / ج ۲ /)باب فی تاکید رکعتی الفجر، مطبوعه دار الاشاعت کلکته، ابودائودشریف ص ۱۷۹ / ج ۱ / کتاب الصلوة، باب فی تخفیفها، مطبوعه سعد دیوبند، شرح معانی الآثار ص ۲۵۸ / ج ۱ / باب اداء سنة الفجر.

[۲] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَةً آثارالسنن ص ۱۲۷ / ج ۱ / باب فی صلاة الجماعة ابو داؤد ص ۸۰ / ج ۱ / باب التشدید فی ترک الجماعة مطبوعه سعددیوبند.

یا کسی دوسری جگہ آڑ میں پڑھے[1]۔

(۴) حدیث شریف میں ہے کہ بعد نماز صبح کوئی نماز نہیں، طلوع شمس سے پہلے[2]۔ اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ بعد نماز صبح طلوع شمس سے پہلے ان کو نہ پڑھے۔

(۵) حدیث شریف میں ہے کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں تو وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے[3]۔ اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے۔ یہ حدیثیں آثار السنن[4]، نصب الرایہ، شرح معانی الآثار، اوجز المسالک، بذل

---

[1] رجل انتهى الى الامام فى الفجر ولم يصل ركعتى الفجر فخشى ان يفوته ركعة ويدرك الاخرى فانه يصلى ركعتى الفجر عندباب المسجدالخ (جامع الصغير ص ۹۰تا/ ۹۱/)عالمگیری کوئٹہ ص ۱۲۰/ج ۱/الباب العاشرفى ادراک الفريضة.

عن ابى هريرةؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّاالْمَكْتُوْبَةَ (ترمذی ص۵۶/ج۱/)(مطبوعہ رشیدیہ دہلی)باب ماجاء اذااقيمت الصلوة فلاصلاة الا المكتوبة قوله اذااقيمت الصلوة الخ يتفرع عليه انه لايصلى سنة الفجر الخ(هامش الترمذى ص۵۶/ج ۱/)

ترجمہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کی اقامت ہو جائے فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

[2] عن ابى سعيد الخدرىؓ يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لاصلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس الحديث (بخارى شريف ص ۸۲/تا۸۳/ج ۱/) كتاب مواقيت الصلوة باب لاتتحرىٰ الصلوٰة قبل غروب الشمس، نسائى شريف ص ۹۶/ج ۱/كتاب الصلوة باب النهى عن الصلوة بعد الصبح الخ مشكوة ص ۹۵/باب اوقات النهى مطبوعه ياسرنديم ديو بند.

[3] عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يصل ركعتى الفجر فليصلهما بعدما تطلع الشمس (ترمذى ص۵۷ ج ۱) قال محمد احب الى ان يقضيها الى وقت الزوال لانه صلى الله عليه وسلم قضاهما بعدارتفاع الشمس غداة ليلة التعريس (هامش الترمذى ص۵۷ ج ۱)ابواب الصلوة باب ماجاء فى اعادتهما بعد طلوع الشمس.

[4] ملاحظہ ہو آثار السنن ص۲۷/تا۴۰/ج۲/نصب الراية ص ۱۶۲/ج ۲/(مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل)قبيل باب قضاء الفوائت، شرح معانى الاثار ص۲۱۸/ج ۱/باب الرجل يدخل المسجد والا مام فى صلوة الفجر اورباب الرجل يدخل فى صلوة الغداة فيصلى منهاركعة ثم تطلع الشمس ص ۲۳۲، اوجز المسالک ص ۳۸۲تا۳۸۴ج۲ بذل المجهود ص ۳۹۱/ تا۴۰۰/ج۶/ معارف السنن ص ۷۱/ج۴/اشرفيه ديوبند .

الجہود، معارف السنن میں موجود ہیں۔ضرورت ہوتو ان سب کو حدیث پاک کے عربی الفاظ ہی کے ساتھ نقل کردیا جائے۔ جولوگ ان سنتوں کو (شرکت جماعت کی وجہ سے) بالکل چھوڑ دیتے ہیں وہ حدیث نمبرا کے خلاف کرتے ہیں۔

اب غور کیا جائے جولوگ ان سنتوں میں مشغول ہوکر جماعت میں شرکت نہیں کرتے وہ حدیث نمبر۲ ر کے خلاف کرتے ہیں

جولوگ جماعت کے کھڑی ہوجانے پر بھی اسی جگہ سنتیں پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر۳ کے خلاف کرتے ہیں۔

جولوگ جماعت کے بعد طلوع شمس سے پہلے ان سنتوں کو پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر۴، ۵ ر کے خلاف کرتے ہیں۔

حنفیہ کی تائید میں آثار صحابہ بہت کثرت سے منقول ہیں جس صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے سنتیں بعد نماز فجر قبل طلوع الشّمس پڑھتے دیکھا ان کو صریح الفاظ میں اجازت نہیں دی۔ ورنہ دوسرے صحابہ بھی اسی اجازت پر عمل کرلیا کرتے۔ پس ممانعت اپنے حال پر ہے۔ بعض روایات میں ہے[1] کہ ان کو دیکھ کر اور جواب سن کر فرمایا ''فلا اذن'' جس کا مطلب شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر یہ سنتیں پہلے نہیں پڑھی تھی تب بھی ان کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں۔ پس اس سے استدلال کرنا اور صریح ممانعت والی حدیث کو چھوڑنا اصولاً صحیح نہیں۔ نیز امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو لکھ کر فرمایا ہے۔ اسنادھذا الحدیث لیس بمتصل[2] یعنی اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۲ھ

---

[1] عَنْ قَيْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُقِيْمَتْ اَلصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ اَنْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ الخ. (معارف السنن ص ۹۳ / ج ۴ / باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر الخ (مطبوعه نوريه كراچی)

[2] ترمذی شریف مع حاشیہ ص ۵۷ / ج ۱ / باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليها بعد صلاة الصبح طبع رشيديه دهلی.

دعاء برکت کے الفاظ

سوال:- مشکوٰۃ شریف میں باب المعجزات میں ایک حدیث ہے۔ یہ دسویں حدیث ہے۔ اسی حدیث کے الفاظ کے درمیان میں یہ ہے **فبصق فیہ وبارک ثم عمدہ اٰخرہ الی اٰخرہ.**

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حصہ میں "وبارک" کا لفظ ہے یعنی آپ نے برکت کی دعاء فرمائی۔ وہ برکت کی کیا دعا تھی؟ دعا کے الفاظ کیا ہونگے؟ یہ مجھے ملے نہیں براہِ کرم آپ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ دعا یہ تھی[1] کہ یا اللہ اس تھوڑے کھانے میں برکت دے جو سب کو کافی ہو جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲۹ھ

ایک واقعہ سن کر اس میں شک پھر معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہے اب کیا کرے

سوال:- کسی مقرر سے زید نے کوئی حدیث کا واقعہ سنا اور پھر اسے یاد نہیں رہا کہ یہ حدیث ہے یا نہیں؟ مگر زید نے موسیٰ سے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں نے یہ واقعہ فلاں مقرر سے سنا۔ موسیٰ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس میں شک ہے۔ ایسا واقعہ غلط ہے اور پھر

---

[1] (قولہ وبارک) ای ودعا بالبرکۃ فیہ (مرقاۃ ص ۴۴۶/ ج۵/ باب المعجزات مطبع بمبئی)

معلوم ہوا کہ یہ تو حدیث میں ہے۔ پھر انکار کرنے والے سے کہا کہ بھائی یہ تو میں نے حدیث کی بات سنائی تھی تب بات کو ٹال مٹول کر کے ختم کر دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا تحقیق نہ کسی بات کو حدیث شریف کی طرف منسوب کیا جائے[1] نہ کسی ثابت شدہ حدیث کا انکار کیا جائے۔ اگر کوئی بات کسی مقرر سے سنی اور دل نے اس کو قبول نہ کیا اس وجہ سے اس کا انکار کر دیا۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ بات حدیث پاک میں ہے، تو پھر انکار سے رجوع کر لیا جائے اور اس بات کو تسلیم کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حدیث کی روایتیں ''عَنْ'' سے ہیں ''مِنْ'' سے نہیں

سوال: – حدیث کی جتنی روایت ہے سب کو ''عن'' سے ذکر کیا ہے ''من'' سے کیوں نہیں کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محدثین کی اصطلاح ہے کہ وہ ''عن'' سے روایت کرتے ہیں ''من'' سے نہیں۔ ہر فن والوں کی اصطلاحات ہوتی ہیں، دوسروں کو دخل دینا بے سود ہے۔ دونوں ''عن ومن'' میں فرق شرح نخبہ[2] میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار الخ مسند احمد ص ۲۳ ۳/ ج ۱/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، مشکوۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم، الفصل الاول طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] سواء کان ممن سمعہ منہ ای بغیر واسطۃ اوعنہ بواسطۃ فان کلمۃ من للاتصال وکلمۃ عن للانقطاع فاذا قیل سمعت منہ یکون سماعہ بلا واسطۃ واذا قیل عنہ یکون بواسطۃ، نخبۃ الفکر مع حاشیہ ص ۷۸/ مطبوعہ کراچی.

شراب کا پینا حرمت سے پہلے

سوال: -صحیفہ نامی ایک پرچہ خانقاہ رحمانی مونگیر سے نکلتا ہے۔ جنوری ۱۹۷۳ء کے پرچہ میں ایک مضمون چھپا ہے۔ رائٹر غیاث الاسلام رحمانی ہیں۔ انھوں نے اپنے مضمون میں حرمت شراب کے تحت یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک صحابی نے ایک روز حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو دعوت دی اور کھانے کے بعد شراب سے ضیافت فرمائی۔ شراب کے نشہ میں قرآن کی آیات نامناسب انداز میں پڑھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو معلوم ہوا تو انھیں بہت صدمہ ہوا اور بارگاہِ خداندی میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! کوئی واضح حکم شراب کے لئے نازل فرما، تاکہ اس قسم کی لغویات سے صاحب ایمان محفوظ رہیں۔ اس کے بعد ''لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی'' الآیۃ نازل ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی تاریخی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے حرمت شراب سے پہلے شراب پی تھی۔ یہاں یہ مشہور ہے کہ دو شخص ایسے ہیں جنھوں نے ایمان سے پہلے عالم کفر میں بھی شراب نہیں پی۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔ ایک صاحب نے اس کے ثبوت میں احیاء العلوم امام غزالیؒ کا حوالہ دیا ہے اور بتلایا کہ حضرت علی وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کبھی شراب نہیں پی۔ پھر ایمان کے عالم میں تو حضرت علیؓ سے شراب پینا تو اور بھی مذموم فعل ہے۔

اس علاقہ میں اس مضمون کی وجہ سے ایک ہیجانی کیفیت طاری ہے اور یہ واقعہ موضوعِ بحث بن کر باہم نفاق کا سبب بن گیا ہے۔ اس لئے اس کی پوری تحقیق کتب معتبرہ کے حوالہ کے ساتھ ارقام فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا حرمت خمر سے پہلے شراب پی کر نماز پڑھانا اور سورہ قل

یاایھاالکافرون کونامناسب طریقہ پراس میں پڑھنا حدیث وتفسیر کی کتب میں بسند صحیح موجود ہے[1] جب کہ ایک چیز حرام نہیں تھی تو اس کے استعمال کو اتنا مذموم سمجھ کر صحابہ کرام کی طرف سے بدظنی یا تذبذب ہونا غلط ہے۔ غزوۂ احد میں شہید ہونے والے بھی بعض حضرات صحابہ شراب پی کر شہید ہوئے، جن کے متعلق شبہات پیدا ہوئے تو آیت شریف نازل ہوئی۔ عَنْ اَبِی النُّعْمَانِ قَالَ کُنْتُ سَاقِیَ الْقَوْمِ فِیْ مَنْزِلِ اَبِی طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِیْمُ الْخَمْرِ فَاَمَرَ مُنَادِیاً فَنَادیٰ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ فَاَخْرُجْ فَانْظُرْ مَاھٰذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ ھٰذَا مُنَادِیْنَادِیْ اَلَااِنَّ الْخَمْرَقَدْحُرِمَتْ فَقَالَ لِیْ اِذْھَبْ فَاَھْرِقْھَا قَالَ فَجَرَتْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَةِ قَالَ وَکَانَتْ خَمْرُھُمْ یَوْمَئِذٍ اَلْفَضِیْخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَھِیَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْا[2]. اھ بخاری ص ۶۶۴ / ج ۲ / جس کا حاصل یہ ہے کہ تحریم سے پہلے پینے والے

---

[1] روی ابوداؤد والترمذی وحسنه والحاکم عن علی علیه السلام قال صنع لنا عبدالرحمن ابن عوف طعاما فدعانا وسقانا من الخمر وذلک قبل تحریم الخمر فاخذت الخمر وحضرت الصلوة فقد مونی فقرأت قل یایھاالکفرون اعبدماتعبدون بحذف لاھکذا الی اٰخر السورة فانزل الله تعالیٰ یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوة وانتم سکریٰ (تفسیر مظھری ص ۱۱۲ / ج ۲ / سورة النساء ابوداؤد ص ۵۱۷ / ج ۲ /) کتاب الاشربة باب تحریم الخمر.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا اور ہماری دعوت کی اور ہم کو شراب پلائی اور یہ شراب کی حرمت سے پہلا واقعہ ہے اور نماز کا وقت ہوگیا مجھ کو نماز (امامت کے لئے) آگے بڑھا دیا میں نے قل یاایھاالکافرون اعبدماتعبدون حذف لا کے ساتھ پڑھا اور اخیر تک اسی طرح پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یاایھاالذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاری الخ.

[2] **ترجمہ:** حضرت ابوالنعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں میں ہی پلانے والا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوگئی اور منادی کو حکم دیا اس نے (شراب کی حرمت کا) اعلان کیا۔ ابوطلحہؓ نے کہا باہر نکل کر دیکھو کیسی آواز ہے میں باہر نکلا میں نے کہا یہ تو منادی اعلان کر رہا ہے کہ شراب حرام ہوگئی ابوطلحہؓ نے مجھے فرمایا جاؤ شراب کو گرادو پس شراب مدینہ کی گلیوں میں بہی اور ان کی شراب فضیح تھی بعض نے کہا بعض لوگ شہید ہوئے اس حال میں کہ ان کے پیٹوں میں شراب تھی پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس علی الذین آمنوا وعملو الصالحات الخ. بخاری ص ۶۶۴ / ج ۲ / کتاب التفسیر سورئه مائده باب قوله لیس علی الذین اٰمنوا الخ مطبوعه اشرفی دیوبند.

گنہگار نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۳۹ھ

ایک خاص درود شریف کے فضائل

سوال:- میں نے ایک کتاب میں ایک درود شریف کے بارے میں دیکھا ہے کہ جس کے چالیس فائدے بتلائے گئے ہیں۔ پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور پانچ ہزار گناہ معاف ہوں گے اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ منافق نہیں ہے اور قیامت کے روز وہ شہداء کے ساتھ اٹھے گا، مال میں ترقی اور اولاد میں برکت ہوگی۔ روزِ قیامت حضور سرورِ کونین ﷺ فداہ ابی وامی مصافحہ فرمائیں گے۔ اللھم اجعلنامنھم. درود شریف یہ ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَسَلَاماً عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ. براہِ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ درود شریف حدیث کی کون سی کتاب سے ثابت ہے؟ اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے لکھے ہوئے الفاظ درود شریف مجموعی یکجائی اس ترتیب سے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھے۔ جو الفاظ حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں، ان کو علماء نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے اور اس مقصد کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ سخاوی کی القول البدیع اور حضرت مولانا تھانویؒ کی زاد السعید اور حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہٗ العالی کی فضائل درود شریف میں تفصیل سے الفاظ درود شریف کو جمع کیا گیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھوکر اس پانی کو پینا

سوال:- کیا حضور اکرم ﷺ کھانا کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھوکر دھوئے ہوئے پانی کو پی لیتے تھے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گذری جس میں یہ ہو کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کھانا کھا کر اس برتن میں ہاتھ دھوکر اسی دھوئے ہوئے پانی کو پی لیا کرتے تھے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۰ھ

ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا

سوال:- کیا ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ بسبب کمزوری اقامت کے وقت بیٹھتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے یہ محفوظ نہیں کہ ضعف کی وجہ سے حضورِ اکرم ﷺ اقامت کے وقت بیٹھتے تھے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۲ھ

شہید اور جس کا انتقال اس کے ایک سال بعد ہوا ان میں افضل کون ہے؟

سوال:- ایک شخص شہید ہوتا ہے۔ دوسرا شخص (نمازی) کا ایک سال کے بعد

انتقال ہوتا ہے۔ یہ دوسرا شخص شہید سے پہلے جنت میں جائے گا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے اعمال صالحہ شہید نے کئے اور اس کے شہید ہونے پر اس کا سلسلۂ اعمال بند اور ختم ہوگیا، اگرچہ شہادت پر ختم ہوا جو کہ بہت ہی اعلیٰ چیز ہے۔ لیکن جس شخص نے سال بھر تک اس کے بعد اعمال صالحہ کئے (نماز وغیرہ) ظاہر ہے کہ یہ سال بھر کا ذخیرہ معمولی نہیں ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جاسکے۔ اس میں فرق مراتب کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے چپت مارنا

سوال: – حدیث زدن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک الموت را عند الموت، در کدام کتاب است۔

---

[1] عن ابی هريرة قال كان رجلان من بنى حى من قضاعة أسلمامع النبى صلى الله عليه وسلم واستشهد احدهما واخر الآخر سنة قال طلحة بن عبيدالله فرأيت الجنة فرأيت فيها المؤخر منهما أدخل قبل الشهيد فعجبت لذالك فأصبحت فذكرت ذالك لرسول الله صلى الله عليه وسلم أو ذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أليس قدصام بعده رمضان وصلى ستة آلاف ركعة أو كذاو كذا ركعة صلاة السنة مسنداحمد ابن حنبل ص۳۳۳/ج۲/مكتبه دارالفكر بيروت، ابوداؤد ص ۳۴۹/ج ۱/كتاب الجهاد باب فى النوريرىٰ عند قبر الشهيد.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال کے بعد انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوگئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوئے میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہوگئیں ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

این حدیث بحوالۂ صحیح بخاری وصحیح مسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۷ مذکور است۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں اور رُخصتی نو سال کی عمر میں

سوال: – حدیث تزویج پیغمبر خدا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا در سن ہفت سالگی وزفاف در ۹ سالگی احادیث فوق صحت دارد یا خبر (از حوزہ علمیہ احناف خوان ایران خراسان)

الجواب حامداً ومصلیاً

این حدیث بحوالہ صحیح مسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۰ مذکور است۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۵ھ

ترجمۂ سوال: سوال موت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو چپت مارنے کی حدیث کہاں ہے۔

ترجمہ جواب: یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۷ میں مذکور ہے۔ فقط

[1] عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسىٰ بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ فَلَطَمَ مُوْسىٰ عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ الخ . (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۷ / باب بدأ الخلق ذکر الانبیاء) بخاری شریف ص ۶۸۴ / ج ۱ / کتاب الانبیاء باب وقاق موسیٰ علیہ السلام الخ مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۶۷ / ج ۲ / کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام مطبوعہ بلال دیوبند.

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس ملک الموت (فرشتہ) آیا اور عرض کیا اپنے رب کا پیغام قبول کیجئے موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر چپت مارا۔

ترجمۂ سوال: پیغمبر خدا ﷺ کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (باقی ترجمہ سوال وجواب وحاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاطاعة فی المعصیة کی ترکیب نحوی

سوال:- گذارش ہے کہ حدیث کی عبارت لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق میں بحث ہے امیر اللہ وظفیر کا کہنا ہے کہ اس میں لاطاعة فعل ماضی منفی ہے باب تفاعل سے اور لمخلوق مفعول ہے لاطاعة کا۔ اور دلیل یہ ہے کہ ۂ اسم پر داخل نہیں ہوتا۔ لیکن زین العابدین کا کہنا ہے کہ اس میں لامشابہ بلیس ہے اور اسم مصدر ہے۔ لہٰذا آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس فریق کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف کے الفاظ تو یہ ہیں لاطاعة لمخلوق فی المعصیة[1]۔ اس میں لائے نفی جنس ہے، لامشبہ بلیس نہیں ورنہ اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے[2]۔ جیسے

وکن لی شفیعاً یوم لاذوشفاعةٍ ☆ بمغن فتیلا عن سوادبن قارب

(پچھلے صفحہ کا ترجمۂ سوال وجواب وحاشیہ) کے ساتھ سات سال کی عمر میں نکاح اور نو سال کی عمر میں رخصتی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں۔

ترجمہ جواب: یہ حدیث بحوالہ مسلم مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۰ رمیں مذکور ہے۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۱ رکتاب الامارۃ الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔

[2] عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِیَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَزُفَّتْ اِلَیْهِ وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ وَلعبتها مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِیَ بِنْتُ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ رواه مسلم (مشکوٰۃشریف ص ۲۷۰ باب الولی فی النکاح) سیرة ابن هشام ص ۲۹۳ رج ۶ رذکرازواجه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ مطبوعه مصری.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے سات برس کی عمر میں نکاح فرمایا اور نو برس کی عمر میں رخصتی فرمائی اس حال میں کہ ان کی گڑیا ان کے ساتھ تھیں اور آنحضرت ﷺ نے وصال فرمایا جب کہ ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ فقط

شرح التصریح علی التوضیح علی الفیةابن مالک ص ۲۰۱ رج ۱ ردارالفکر بیروت.

ترجمہ: آپ میرے لئے سفارشی بن جائیے جس دن کہ کوئی سفارش کرنے والا کام نہیں آئے گا تاگے برابر (ذرہ برابر) سواد بن قارب کی طرف سے۔

اور لا طاعة کو باب تفاعل سے ماضی منفی کہنا تو بالکل صریح البطلان ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۴ھ

کالے کپڑے والوں سے متعلق حدیث

سوال:- کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس میں شیعوں کے لئے پیشین گوئی ملتی ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے لہذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرنا اور ان کے سلام کا جواب نہ دینا۔ ان سے مقاطعہ کرنا۔ کیا اس مضمون کی کوئی حدیث ہے۔ براہِ کرم مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں جس میں یہ ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے۔ لہذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرنا اور ان کے سلام کا جواب نہ دینا، ان سے مقاطعہ کرنا۔ شیعوں کے فرقے اپنے عقائد کے اعتبار سے مختلف ہیں ان کا حکم بھی مختلف ہے۔ ''الصواعق المحرقه'' میں تفصیل مذکور ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۴ھ

غروب کے وقت سجودِ شمس

سوال:- اختلاف مطالع کی بنیاد پر سورج طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے اور عند الطلوع نکلنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور عند الغروب زیر عرش سجدہ بھی کرتا ہے۔ تفسیر معارف

---

[1] ملاحظہ ہو ص ۲۹ر سے ۲۵۳ر تک مکتبہ حقیقیہ استانبول۔

القرآن میں سجدہ بمعنی اطاعت کے تحریر فرمایا ہے۔ اطاعت تو ہر وقت ہی کرتا رہتا ہے۔ اسی اطاعت کی بناء پر مسافت کرتا ہے۔ تو احادیث میں عندالغروب سجدہ کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟ عندالغروب کی قید کس وجہ سے ہے؟ دل میں خلجان آتا ہے کہ اس کے کیا معنیٰ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر مخلوق ہر آن طاعتِ خالق میں قہراً اختیاراً مشغول ہے تکویناً ہو یا تشریعاً۔ آفتاب غروب ہوتے وقت اس کی ماہیت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کر رہا ہے اسی کو سجدۂ تحت العرش فرمایا۔ یہ ذکر کردہ روایت کے اعتبار سے ہے اور ہر آن کسی نہ کسی جگہ وہ سجدہ میں ہے وہاں کے دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے ایک وقت ایسا آئے گا کہ رات طویل ہوگی اور سورج کو مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ مغرب سے طلوع ہوگا جس کو دیکھ کر دنیا چلا اٹھے گی اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ پھر کسی کا ایمان مقبول نہیں ہوگا چونکہ عدم اجازت بھی حدیث پاک[1] میں مذکور ہے۔ اس لئے ہیئت کو سجدہ اور اجازت طلوع سے بیان کیا گیا جو کہ اقرب الی الفہوم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنت کی قیمت ادا کر کے سونا

سوال:- اکثر مسجدوں میں پرچہ دیکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ چار ہزار دینار صدقہ کر کے سویا کرو، ایک حج کر کے سویا کرو، جنت کی قیمت ادا کر کے سویا کرو، ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو، دو لڑنے والوں میں صلح کر کے سویا کرو،

---

[1] عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْھَبُ ھٰذِہٖ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَھَا وَیُوْشَکُ اَنْ یَّسْجُدَ وَلَاتُقْبَلُ مِنْھَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَایُؤْذَنُ لَھَا وَیُقَالُ لَھَا اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِھَا الحدیث مشکوۃ شریف ص ۴۷۲/باب ذکر الدجال والعلامات بین یدی الساعۃ.

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ بہت مشکل ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ لو چار ہزار دینار صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا۔ تین مرتبہ درود شریف پڑھ لو تو جنت کی قیمت ادا ہو جائے گی۔ وغیرہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے پرچہ لگایا اس سے سند اور حدیث دریافت کی جائے[1] میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۹۵ھ

حدیث موضوع کی علامت

سوال:- ایک راوی ہے۔ جس پر کان یکذب و کان یضع الحدیث جیسی سخت جرحیں کی گئی ہیں وہ ایک حدیث روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا راوی اس کی تائید اور متابعت بھی نہیں کرتا۔ ثقہ، نہ ضعیف تو ایسے راوی کی اس حدیث کو موضوع یا قریب بہ موضوع شدید الضعف قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ کسی حدیث کے موضوع ہونے کے لئے بنیادی طور پر کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی روایت کا حال شیخ الاسلام نے اس طرح بیان کیا ہے وذکر شیخ الاسلام له

---

[1] منها وصايا على كلها موضوعة سوى الحديث الاول ص ۱۸۹ /اما هذه الوصايا المنسوبة لسيدنا على رضى الله عنه والمكذوبة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فهى مطبوعة اكثر من مرة ولاتزال تطبع وتباع ويتداولها المغفلون فكاذبها آثم ملعون وطابعها آثم ملعون وبائعها آثم ملعون ومصدقها آثم ملعون والمصنوع فى معرفة الحديث الموضوع ص ۱۸۹ /طبع حلب.

ثلٰثة شروط احدها ان یکون الضعیف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه نقل العلائی الاتفاق علیه الثانی ان یندرج تحت اصل معمول به الثالث ان لایعتقد عند العمل به ثبوته بل یعتقد الاخبار الخ تدریب الراوی[1] ص ۱۹۶ / کتب اصول حدیث میں کسی روایت کے موضوع ہونے کے متعدد قرائن بیان کئے گئے ہیں۔ بہت مختصر اور جامع ابن جوزیؒ کا قول ہے۔ وقال ابن الجوزی ما احسن قول القائل اذا رأیت الحدیث یبائن المعقول اویخالف المنقول اویناقض الاصول فاعلم انه موضوع قال ومعنی مناقضته للاصول ان یکون خارجاً عن دوا وین الاسلام من المسانید والکتب المشهورة (تدریب[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فضائل میں ضعیف روایت پر عمل

سوال: - ہمارے یہاں گذشتہ سال پندرہویں شعبان کا روزہ نہیں رکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ علاوہ ازیں اس روزہ کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ کیا فضائل میں ضعیف حدیثوں کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَهٗ اَلَا مُبْتَلٰی

---

[1] تدریب الراوی ص ۱۸۰ / مطبوعه خیریه مصر.

[2] تدریب ص ۱۰۰ / مطبوعه خیریه مصر.

فَاُعَافِیْہِ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حتیٰ یَطْلُعَ الفجر[1] رواہ ابن ماجۃ(مشکوٰۃ شریف[2] ص ۱۱۵ ر) ابن ماجہ[3] میں یہ روایت صفحہ ۱۰۰ ر پر ہے۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے استدلال درست ہے۔ ویجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید وروایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہٖ من غیر بیان ضعفہ فی غیر صفات اللہ تعالیٰ والاحکام کالحلال والحرام وغیرھما وذٰک کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرھا مما لاتعلق لہٗ بالعقائد والاحکام اھ (تدریب الراوی[4] ص ۱۹۲ ر) پس اس روزہ کو بدعت کہنا درست نہیں جب کہ اس کے متعلق حدیث شریف موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵ ر ۹۲ھ

حدیث ضعیف سے استدلال کی شرط

سوال:- کسی حدیث میں اگر دو جگہ انقطاع ہو تو کیا اس کو معرض استدلال میں پیش کیا جا سکتا ہے اور اس سے کسی عمل کے استحباب وندب کو ثابت کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اس حدیث کے لئے ضعیف سے ضعیف نہ کوئی شاہد ہے نہ تابع۔

---

[1] **ترجمہ:** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہو اس کی رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ غروب شمس سے طلوع فجر تک سماء دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کوئی ہے استغفار کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں کوئی ہے رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دوں کوئی بیمار ہے کہ میں اس کو عافیت دوں۔ اور اسی طرح۔ اور اسی طرح یہاں تک کہ طلوع فجر تک (رواہ ابن ماجہ ص ۱۰۰ ر)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ ر باب قیام شہر رمضان۔

[3] ابن ماجہ ۱۱۰ ر باب فی قیام شھر رمضان، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان ومطبوعہ رشیدیہ دیوبند ص ۹۹ ر ج ۱ ر.

[4] تدریب الراوی ص ۱۹۲ ر.

الجواب حامداًومصلیاً

سنداً ایسی روایت ضعیف ہے امام نوویؒ نے تقریب میں لکھا ہے ویجوز عنداهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید وروایة ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیربیان ضعفه فی غیرصفات الله تعالیٰ والاحکام کالحلال والحرام وغیرهما وذلک کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرها ممالاتعلق له بالعقائد والاحکام اھ۔

اس کی شرح کرتے ہوئے سیوطیؒ نے ابن حنبل ابن مہدی ابن المبارکؒ سے نقل کیا ہےقالوا اذا روینافی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا اھ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ سے نقل کیا ہےوذکر شیخ الاسلام له ثلٰثة شروط احدها ان یکون الضعف غیرشدیدفیخرج من انفردمن الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه نقل العلائی الاتفاق علیه. الثانی ان یندرج تحت اصل معمول به الثالث ان لایعتقد عندالعمل به ثبوته بل یعتقدالاخبار (تدریب الروای[1] ص۱۹۶/)

تقریب والی عبارت تذکرۃ الموضوعات[2] اور مقدمہ ابن الصلاح[3] اور معرفۃ علم الحدیث[4]

---

[1] تدریب الراوی ص ۱۸۰/ مطبوعه خیریه مصر.

[2] ویجوز عندالعلماء التساهل فی اسانید الضعیف بلاشرط بیان ضعفه فی الوعظ والقصص والفضائل لافی صفات الله والحلال والحرام (تذکرة الموضوعات ص۵/اول المقدمة مطبوعه مکتبه قیمه)

[3] یجوز عنداهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید وروایة ماسوی الموضوع من انواع الاحادیث الضعیفة الخ (مقدمة ابن الصلاح ص۱۱۳) ارشاد طلاب الحقائق ص ۲۶۹/ تا ۲۷۱/ج ۱/.

[4] معرفة انواع علم الحدیث ص ۲۱۰/النوع الثانی والعشرون معرفة المقلوب تحت فصل، مطبوعه مکة المکرمة.

وغیرہ میں بھی ہے۔علماء اسلام کے دیگر اقوال بھی ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بارہ امام

سوال:-ازروئے مذہب اہل سنت والجماعت کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔کہ بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ان کے نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث صحیح ہے[1] بارہ خلفاء کے نام حدیث شریف میں مذکور نہیں۔اس حدیث کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے[2] کہ جمیع مدت اسلام میں بارہ خلفاء ہوں گے اور قیامت سے پہلے پہلے پورے ہوجائیں گے یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلسل ہوں یہ بھی ضروری نہیں کہ حضور ﷺ کے بعد ہی متصل ہوں۔ایک قول یہ ہے[3] کہ بارہ کے بارہ ایک وقت میں

---

[1] عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِماً حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اَثْنَاعَشَرَ خَلِيْفَةَ كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ فَسَمِعْتُ كَلَاماً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَفْهَمْهُ فَقُلْتُ لِاَبِيْ مَايَقُوْلُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (ابوداؤد ص ۵۸۸/ج۲/)اول كتاب المهدى.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ یہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے کہ ان سب پر امت مجتمع ہوگی میں نے نبی اکرم ﷺ سے ایک کلام سنا جس کو میں نے نہیں سمجھا میں نے اپنے باپ سے کہا۔کیا ارشاد فرمارہے ہیں انہوں نے جواب دیا یہ ارشاد فرمایا۔کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

[2] الوجه الثالث ان المراد وجود اثنى عشر خليفة فى جميع مدة الاسلام الى يوم القيامة يعملون بالحق وان لم تتوال أيامهم الخ. (فتح البارى ص ۱۲۸/ج۱۵/كتاب الاحكام، باب بعد باب الاستخلاف مطبوعه دارالفكر)

[3] قوم قالوا يكونون فى زمن واحد كلهم يدعيى الامارة (فتح البارى ص ۱۲۶/ج۱۵/كتاب الاحكام باب بعد الاستخلاف مطبوعه دارالفكر)

خلافت کے مدعی ہونگے ایک یہ ہے[1] کہ بارہ امام مہدی کے بعد ہوں گے اوران کے بعد گویا قیامت شروع ہوجائے گی۔ایک یہ ہے[2] کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد متصلاً انکا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔

چنانچہ وہ بارہ خلیفہ مسلسل گذر چکے ہیں جن کوسب جانتے ہیں عربی، فارسی، اردوسب تاریخوں میں سلسلہ واران کے نام موجود ہیں جن میں یزیدابن معاویہ بھی داخل ہیں اوراس صورت میں اس حدیث سے ان بارہ خلفاء کی کچھ فضیلت مقصود نہیں کہ وہ سب سے افضل ہوں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو تسلط تام ہوگا اور یہ ایک پیشین گوئی ہے۔روافض کی[3] رائے ہے کہ وہ ائمہ معصومین ہیں اور بھی اقوال ہیں۔ بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف ص۱۰۰/ ج۵/فتح الباری شرح بخاری ص۱۸۴/ج۱۳/تاریخ الخلفاء ص۱۲/میں اس حدیث کی۔شرح تفصیل سے مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعمال امت کی پیشی

سوال: -عُرِضَ اَعْمَالُ الْاُمَّةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ کی روایت نہیں ملتی۔مشکوٰۃ ومرقاۃ وغیرہ میں باب الثناء میں ایک دوسری روایت تو ہے اور بھی

---

[1] قال ابوالحسین بن المنادی فی الجزء الذی جمعه فی المهدی یحتمل فی معنی حدیث یکون اثناعشر خلیفة ان یکون هذابعدالمهدی الذی یخرج فی اخرالزمان(فتح الباری ص۱۲۸/ج۱۵/باقی حواله بالا)

[2] قال شیخ الاسلام ابن حجرفی شرح البخاری کلام القاضی عیاض احسن ماقیل فی الحدیث وارجح لتائیده بقوله فی بعض طرق الحد الخ. (تاریخ الخلفاء ص ۱۱/تا۱۲/ فصل فی بیان ان الائمه من قریش الخ مطبوعه مجتبائی دهلی)

[3] قالت الاثناعشریة من الروافض انهم هم المعصومون المنصوصون من الله سبحانه وتعالیٰ (بذل المجهود ص ۱۰۱/ج۵/ کتاب الملاحم مکتبه یحیویه مظاهرعلوم سهارنپور)

کہیں اب تک نہیں ملی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ[1] رواہ الترمذی اھ مشکوٰۃ شریف[2] کتاب الصوم باب صیام التطوع. لیکن اس میں عرض اعمال کے ساتھ علی النبی ﷺ کی تصریح نہیں بلکہ سکوت ہے۔

احقر کا خیال ہے کہ یہ عرض علی اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ سے معلوم ہوتا ہے اسی باب کی فصل ثالث میں یہ بھی ہے یَغْفِرُ اللّٰهُ فِیْهِمَا لِکُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَاهَا جِرِیْنَ یَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰی یَصْطَلِحَا[3] رواہ احمد ابن ماجہ اھ اس سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے "العرف الشذی"[4] میں علی اللہ کی تصریح بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

ہفتہ میں دو روز نامۂ اعمال کی پیشی

سوال:- یہ جو مشہور ہے کہ ہر جمعہ اور ہر دوشنبہ کی صبح کو حضور سرور کائنات ﷺ کے

---

[1] **ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد پاک نقل فرماتے ہیں پیر اور جمعرات میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزہ کی حالت میں پیش کیا جائے۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰ / کتاب الصوم باب صیام التطوع، طبع یاسر ندیم دیوبند، ترمذی ص ۱۵۷ / ج ۱ / باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، مطبوعہ دیوبند.

[3] **ترجمہ:** ان دونوں دنوں میں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتے ہیں مگر دو باہمی اختلاف والے (کہ ان کے بارے میں) حکم ہوتا ہے انکو چھوڑ دو یہاں تک کہ صلح کر لیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰ / ابن ماجہ ص ۱۲۴ / ج ۱ / باب صیام یوم الاثنین والخمیس)

[4] واما وجہ الصوم یوم الاثنین ففی روایۃ عن ابن عباس بسند قوی (الی قولہ) لان یوم الاثنین والخمیس ترفع الاعمال الی اللّٰہ تعالیٰ (العرف الشذی ص ۲۹۶ / کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس)

سامنے تمام امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے اور یہ کہاں تک صحیح ہے؟ خواجہ عامر حسن عفی عنہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر اور جمعرات کو تمام امت کے اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آباء وامہات پر پیش کئے جاتے ہیں۔ حکیم ترمذی نے نوادر[1] میں اس کو روایت کیا ہے۔ ہکذا فی شرح الصدور[2] للسیوطیؒ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/صفر ۶۸ھ

کیا انبیاء علیہم السلام کو نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملی

سوال:- انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالذات ہے یا بالعرض اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائی ہے یا بغیر واسطے کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث[3] اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ[4] نیز دیگر نصوص سے بعض عرفاء نے استدلال

---

[1] وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَتُعْرَضُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَعَلَى الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَيَزْدَادُوْنَ وَجُوْهُهُمْ بَيْضًا وَنُزْهَةً فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَاتُؤْذُوْا اَمْوَاتَكُمْ (نوادر الاصول ص ۲۱۳/) مطبوعه دار السعاده قسطنطيه.

ترجمہ: پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کو انبیاء علیہم السلام اور آباء وامہات پر پیش کئے جاتے ہیں وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کا نور بڑھ جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اپنی بداعمالیوں سے) اپنے مردوں کو ایذا مت پہنچاؤ۔

[2] شرح الصدور مصری ۱۷۸/ باب عرض اعمال الاحياء على الموتى، ومطبوعه دار المعرفة ص ۲۵۸/.

[3] بخاری شریف ص ۴۳۹/ ج ۱/ کتاب الجهاد، باب فان لله خمسه (باقی حواشی اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

کرتے ہوئے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جملہ معارف ونعماء الٰہیہ نبوت وغیرہ حضرت نبی اکرم ﷺ کو اللہ پاک نے ابتداءً عطا فرمائی ہیں۔ پھر آپ کے ذریعہ حسب ہدایت دوسروں کو تقسیم کی گئی ہیں۔ اصل مہبط ومخزن ذات اقدس ﷺ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضور ﷺ کے والدین کے متعلق

سوال:- حضور ﷺ کے والدین کے ایماندار ہونے کی روایت کتب سیر میں یا احادیث میں آئی ہے یا نہیں اگر آئی ہے تو کیسی ہے اور انکے ایماندار ہونے پر اعتقاد ویقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور ﷺ کے والدین کے ایماندار ہونے میں اکابر کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ **ماتا علی الکفر**[2].

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) وللرسول طبع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۳۳/ ج ۱/ کتاب الزکاۃ باب النھی عن المسئلۃ، مکتبہ بلال دیوبند .

۴ **ترجمہ:** میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

---

[1] قال الشیخ محی الدین فی الفتوحات ان مستمد جمیع الانبیاء والمرسلین من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذھوقطب الاقطاب الخ (الیواقیت و الجواھر ص ۲۰ ج ۲) ان المعطی حقیقۃ ھو اللہ تعالیٰ ولست انامعطیا وانما انا خازن علی ماعندی ثم اقسم ماامرت بقسمتہ علی حسب ماامرت بہ (مسلم مع شرحہ للنووی ص ۳۳۳/ ج ۱/ مکتبہ بلال دیوبند مدارج النبوۃ ص ۱۱۵/ ج ۱/) پنجم ذکر فضائل آنحضرتؐ وصل درخصائل آنحضرتؐ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان۔

[2] ثم الجمھور علی ان والدیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماتا کافرین الخ بذل المجھود ص ۲۱۴/ ج ۵/ کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، مرقات ص ۲۵۱/ ج ۱/ کتاب الجنائز، مطبوعہ کراچی.

ایک روایت میں ہے۔اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّی اَنْ اَسْتَغْفِرَلاُمِّی فَلَمْ یَاْذَنْ لِیْ[1]۔ مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ اَبِیْ قَالَ فِی النَّارِ فَلَمَّا قَفَا دَعَاہُ فَقَالَ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ مسلم شامی[2]۔

آیت وَلَاتُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ[3] بصیغہ نہی حضورؐ کے سوال لیت شعری مافعل ابوای کے جواب میں نازل ہوئی۔تفسیر مظہری[4] ص ۶۷/ میں لکھا ہے کہ یہ قوی نہیں۔ بعض روایت[5] سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت انسؓ سے اور ابن نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے وقال رسول اللہ ﷺ مَااَفْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّاجَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِیْ خَیْرِھِمَا

---

[1] مسلم شریف ص ۳۱۴/ ج ۱/ کتاب الجنائز، فصل فی جواززیارۃ قبور المشرکین والاستغفارلھم، مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ اپنی والدہ کے لئے استغفار کروں مجھکو اجازت نہیں ملی۔

[2] مسلم ص ۱۱۴/ ج ۱/ کتاب الایمان بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النارمکتبہ بلال دیوبند، الشامی نعمانیہ ص ۳۸۵/ ج ۲/ باب نکاح الکافر، مطلب فی الکلام علی ابوی النبی ﷺ.

ترجمہ: ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کہاں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا دوزخ میں۔جب وہ لوٹنے لگا تو اس کو بلایا اور فرمایا کہ میرے والد اور تیرے والد دونوں دوزخ میں ہیں۔

[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۹/۔**ترجمہ:** آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی بازپرس نہ ہوگی۔(بیان القرآن)

[4] وماذکرالبغوی انہ قال عطاء عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم لیت شعری مافعل ابوای فنزلت ھذہ الایۃ(الی قولہ) فلیس بمرضی عندی ولیس بقوی (تفسیر مظھری ص ۱۲۰/ ج ۱/)طبع ندرۃ المصنفین دھلی سورۂ بقرہ آیت ۱۱۹/.

[5] عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا اخبرت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل ربہ ان یحیی ابویہ فاحیاھما لہ وآمنا ثم اماتھما واللہ قادرعلی کل شی الخ.(السیرۃ النبویۃ مع الروض الانف ص ۱۹۴/ ج ۱/زیارۃ الرسولؐ لقبرامہ طبع دارالفکربیروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ کے والدین کو زندہ کردے، پس اللہ تعالیٰ نے زندہ کردیا، وہ آپ پر ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو موت دے دی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ وَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْئٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِیَّةِ خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ لَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتّٰی اِنْتَهَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّی فَاَنَاخَیْرُکُمْ نَفْساً وَخَیْرُکُمْ اَباً[1] تفسیر مظہری ص ۶۷/ج ۱[2] جلال الدین سیوطیؒ، ملاعلی قاری، قاضی عیاض، قاضی ثناءاللہ وغیرہم نے مستقل تصانیف اس بارے میں کی ہیں اور روایات جمع کی ہیں۔

حق مذہب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نیز اس قسم کے دوسرے مسائل میں کنج وکاؤ کرنا مفید نہیں بلکہ کسی حد تک مضر ہے لہذا توقف وسکوت بہتر ہے۔ البتہ عمل سے شب وروز پیش آنے والے مسائل صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی تحقیق مفید بلکہ ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱/۵۸ھ

ہذا صحیح: عبداللطیف۔ بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱/۸۲ھ

طویل العمر جن صحابی کا ظہور

سوال:- ذیل میں درج کردہ بعنوان ''حدیث ظہور صحابی'' (جو فوٹو اسٹیٹ کاپی ہے کو بنیاد بنا کر مولوی محمد حنیف اسلم قاسمی کے شمارے میں اس کی پرزور اشاعت کی اس شمارے کا نام ''روحانی عالم'' مظفر نگر تھا وہ جو ماہ جنوری وفروری ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا تھا جس سے عوام میں انتشار ہوا اور مستفتی نے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مظفر حسین

---

[1] **ترجمہ:** جب بھی لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان میں کی بہتر جماعت میں سے مجھے بنایا۔ پس مجھ کو نکالا گیا میرے والدین کے درمیان سے اس طرح کہ مجھ کو جاہلیت کے زنا کا اثر نہیں پہنچا، میں نکاح سے نکلا ہوں، زنا سے نہیں نکلا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر یہاں تک کہ میں اپنے والدین تک، پس میں ذات اور نسب کے اعتبار سے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

[2] (تفسیر مظہری ص ۱۲۰/ج ۱/)تفسیر الایة ولاتسئل عن اصحاب الجحیم سورۂ بقرہ آیت ۱۱۹/طبع ندوة المصنفین دهلی ،دلائل النبوة ص ۱۷۴/باب ذکر شرف اصل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طبع بیروت.

صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مراجعت کی اوران دونوں حضرات کے جوابات کے ساتھ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا۔

حدیث ظہور صحابی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم عن امیر المؤمنین خلیفة المسلمین سلطان الاجنةسیدنا حضرت عمر بن خیام رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کلھم کنجوم السماء المشرقة و واحد منھم یعیش طویلاً ویحمل خلیفة فی الناس فی اواخر اربع مائة سنة والف من الھجرة النبویة فھویظھر بسنتی وتفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقة کلھم فی النار الا واحدة . فقالوا ومن ذاک یارسول اللہ قال ھو من سن بسنتی وسنة خلیفتی اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم. اجزت الحکیم احسان الھٰی ان یروی ھذاالحدیث عنی. دستخط عمر بن خیام ۱۳۹۸ھ۔

بیان سلطان الاجنہ

میں مکہ کا رہنے والا ہوں مکان میرا میدان عرفات میں تھا اور آج بھی ہے میرے والد عمر بن احسان نے مجھے بتایا کہ میں ۵۰۰ء میں پیدا ہوا میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے اور بہت بڑے جادوگران کے پاس رہتے تھے خود بھی جادو کے ماہر تھے میرے والد کی عمر چھ سوسال ہوئی تھی ۷ھ میں ۹ ر ذیقعدہ کو میرے والد کا انتقال ہوا میں پندرہ دن کے بعد ۲۴ ر ذیعقدہ ۷ھ کو صبح صادق کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں پہونچا آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کچھ دیر میں نے انتظار کیا اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور اسلام میں داخل ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہنا شروع کیا جب ہجرت کی گئی میں اور کچھ صحابی حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ پہنچے میں ہر وقت حضور ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا ۷ھ نبوی سے ۱۰ھ تک جس

قدر جنگ ہوئیں میں سبھی میں حضور ﷺ کے ہمراہ رہا اور مدینہ میں رات کو حضرت بلالؓ کے ساتھ سوتا تھا اور اس کے بعد ۱۰ھ میں مجھے حکم ہوا کہ تم تبلیغ اسلام کے لئے اپنی قوم میں جاؤ میں نے یہاں آ کر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر پھر میرے لئے حکم ہوا کہ ہندوستان میں جاؤ میں نے یہاں آ کر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر نوسو ۹۰۰ رجنات کو اسلام میں داخل کیا اس کے بعد میں حضور ﷺ سے ملنے کے لئے میں مدینہ پہنچا اور نوسو جنات کی تعداد میرے ساتھ گئی حضورؐ سے ملنے کے بعد ہم سب ہی ہندوستان واپس آ گئے حضورؐ مجھ سے بہت خوش ہوئے اور ہم سب کے لئے دعاء کی جب سے ہندوستان ہی میں رہتا ہوں جب یہاں آیا تھا یہاں کا بادشاہ عدال مسیح ابن عرفان تھا میں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ہم نے بڑی تعداد میں جنات کو مسلمان بنالیا بہت کوشش کرنے پر میں نے ۷۹۳ھ میں عدال مسیح بن عرفان کو (مسلمان) اسلام میں داخل کیا اور اس کا نام محمد قاسم رکھا اور لقب اس کا مولائی بن عرفان رہا اور میں قاضی شریعت بنادیا گیا۔

ایک مرتبہ مولوی اہل اللہ مجرم بن کر ہمارے سامنے پیش کئے گئے میں نے حضور ﷺ کی ایک حدیث بیان کردی، مولوی شاہ اہل اللہ نے مجھ سے کلام کیا کہ کیا تم صحابی رسول ہو میں نے کہا کہ ہاں میں حضورؐ کی خدمت میں رہا کرتا تھا ان کو پھر واپس پہونچادیا گیا ۱۲۴۱ھ میں شاہ محمد قاسم بن عرفان ہم سے رخصت ہو کر عالم بقاء کو پہنچ گئے قوم جنات نے مل کر مجھے تخت شاہی پر بیٹھادیا اور اپنا بادشاہ مان لیا اس کے بعد بابا فرید شکر گنج سے میں لاہور میں ملا پھر دوسری مرتبہ دہلی میں ملا۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے ۴۰ مرتبہ خود ہی میں نے مل کر گفتگو کی اور تب تبلیغ کا کام ترقی پر پہونچا ایک مرتبہ خود ہی میں مولانا زکریا صاحب سے ملنے کے لئے بشکل انسان بن کر گیا مگر ان سے گفتگو نہ کرسکا اس کے بعد ۱۳۸۹ھ میں حکیم احسان الٰہی میرے پاس آ پہنچے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کی تب سے۔

آج تک ہر ماہ چار پانچ مرتبہ میں خود حکیم احسان الٰہی کو اپنے پاس بلاتا ہوں اور

۹۷ھ میں میں نے حکیم احسان الٰہی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے انسانوں کی بیعت کے لئے ابھی تک کوئی دنیا کا انسان اس طرح سے میرے پاس نہیں آیا۔ اب امت محمدیہ پر ظاہر ہونے کے لئے اجازت دیدی ہے اور ساتھ ہی مولوی محمد حنیف کو بھی لگا دیا ہے تا کہ دونوں مل کر دین کی خدمت کر سکیں میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عمر ابن خیام

ذیل کی معروضات کا جواب مرحمت فرمائیں۔ کیا یہ مضمون صحیح اور صادق ہوسکتا ہے اس کی صداقت اور اہل مضمون کی صداقت میں کوئی شبہہ تو نہیں ہے یعنی یہ صاحب جو قوم جن میں سے ہیں اور اب تک حیات ہیں اور صحابی ہونے کے دعویدار ہیں سب کچھ صادق ہوسکتا ہے یا کہ حکیم احسان الٰہی اور مولوی حنیف کی جعل سازی اور دوکانداری کا چکر ہے کیونکہ یہ لوگ عملیات اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور معلوم ہوا کہ حکیم احسان الٰہی کے قبضہ میں کوئی جن مؤکل ہیں اس کے ذریعہ سے یہ سب کچھ کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحابی جن کی طرف سے اپنے ماہنامہ رسالہ میں اشاعت کے لئے دیا گیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی آدمی نے ہمارے حضرت شیخ سے ان صحابی جن سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے اجازت دی تھی لیکن ان صحابی نے ملاقات سے منع کر دیا ہے یہاں بھی کچھ لوگ حکیم احسان الٰہی سے متعلق ہیں ان کے ذریعہ سے ان صحابی سے کچھ دینی و دنیوی امور کے متعلق معلومات کرتے رہتے ہیں ان کے تحریری جواب آتے ہیں بعض تحریرات پر ان کے نام پر امیر المؤمنین کا لفظ بھی تھا اس پر میں نے اعتراض کیا۔ کہ امیر الجنات کہنا چاہئے اس کے بعد سے امیر المؤمنین کا لفظ ختم کر دیا ہے۔ اب بات دریافت کرنی ہے کہ اگر ان سے بشکل انسانی کوئی آدمی ملاقات کر لے تو وہ تابعین میں داخل ہوگا یا نہیں اور ان سے دینی فیض بذریعہ بیعت وغیرہ ہوسکتا ہے یا نہیں اور خیر القرون میں باہم جنات وانسان میں اس طرح بیعت اور رشد وہدایت اور فیض رسانی کا سلسلہ قائم ہوا ہے

یانہیں اوراب ہوسکتا ہے یانہیں شافی وکافی رائے عالی کے ذریعہ تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اس میں شک نہیں کہ بعض جنات نے حضرت نبی کریم ﷺ کے قرآن کریم پڑھنے کوسنا ورایمان لائے جیسا کہ سورۂ جن میں مذکور ہے[۱]۔

(۲) یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً جنات کی عمر طویل ہوتی ہے جیسا کہ آکام المرجان فی احکام الجان میں ہے[۲]۔

(۳) یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ متعدد مرتبہ تبلیغ احکام کے لئے جنات میں تشریف لے گئے جیسا کہ بذل المجہود[۳] میں مذکور ہے۔

(۴) یہ بھی ثابت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر واپسی میں ایک جگہ سانپ کی شکل میں ایک جن خدمت اقدس میں حاضر ہوا جوحق ضیافت ادا کرنا چاہتا تھا جیسا کہ کتاب المغازی[۴] میں ہے ان مثبت امور کے ساتھ کچھ منفی امور بھی قابل لحاظ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے کسی جن کو نبی یا نذیر بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا[۵]۔

---

[۱] قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌمِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّاسَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّابِهٖ (پارہ۲۹/سورہ جن آیت ۱/) **ترجمہ:** آپ کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر انھوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جوراہ راست بتلاتا ہے سوہم تو اس پر ایمان لے آئے (بیان القرآن ص۴۶/ج۳/)

[۲] ملاحظہ ہو اکام المرجان فی احکام الجان الباب الثالث والثلاثون ص ۱۵۲/.

[۳] ان ذهاب رسول الله ﷺ الی الجن وقع ست مرات الخ(بذل المجهود ص۵۵/ج ۱/باب الوضوء بالبنیذ مکتبه رشیدیه)

[۴] قالوا وعارض الناس فی مسیرهم حیة ذکرمن عظمها وخلقها وانصاع الناس عنها فاقبلت حتی واقفت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهوعلی راحلته طویلا والناس ینظرون الیها ثم الثوب حتی اعتزلت الطریق فنامت قائمة الخ(کتاب المغازی للواقدی ص۱۸۵/ج۳/)آکام المرجان فی احکام الجان ص ۳۰/الباب الحاوی عشر،مطبوعه کراچی.

[۵] جمهور العلماء سلفاوخلفا علی انه لم یکن من الجن قط رسول ولم تکن الرسل الامن الانس الخ (اکام المرجان ص۱۶،۳۴/)

(۲) حضرت نبی کریم ﷺ نے کسی جن کو عہدۂ امامت سپرد نہیں کیا جیسا کہ سفر میں تشریف لیجاتے وقت اپنی جگہ کسی کو امام مقرر کر کے جانے کا معمول تھا[۱]

(۳) کسی جہاد میں کسی جن کو امیر بنا کر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہؓ میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجنے کا معمول تھا[۲]

(۴) کسی جن کو کسی بستی میں حاکم اور قاضی بنا کر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو بھیجا ہے[۳]

(۵) کسی جن کو قاضی بنا کر بھی کوئی تبلیغی دعوت نامہ دیکر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو بھیجا ہے[۴]

غرض جنات کی کوئی ولایت امامت حکومت انسانوں پر ثابت نہیں فرمائی بلکہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے جنات کی قیادت سے آزاد رکھا ہے یہاں تک کہ انسان عورت کا نکاح قوم جن کے مرد سے جائز نہیں قرار دیا گیا۔ جیسا کہ کتب فقہ شامی[۵] وغیرہ میں مذکور ہے

---

[۱] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج الی تبوک فاستخلف علیاً الحدیث بخاری شریف ص ۶۳۳/ ج ۲/باب غزوۃ تبوک مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۲] بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث مأۃ راکبٍ امیرنا عبیدۃ بن الجراحؓ الحدیث بخاری شریف ص ۶۲۵/ ج ۲/باب غزوۃ سیف البحر، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۳] عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمابعثہ الی الیمن فقال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء الحدیث مشکوۃ شریف ص ۳۲۴/ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء الخ فصل ثانی بخاری شریف ص ۶۲۲/ ج ۲/ کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۴] ان عبداللّٰہ بن عباسؓ اخبرہ ان اباسفیانؓ بن حرب ان ھرقل ارسل الیہ فی رکب من قریش الحدیث بخاری شریف ص ۴/ ج ۱/باب کیف کان بدء الوحی الخ مکتبہ اشرفی دیوبند.

[۵] قلت وبقی من المحرمات الخنثی المشکل لجواز ذکورتہ والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس (الشامی نعمانیہ ص ۲۷۷/ ج ۲/ فصل فی المحرمات) الاشباہ والنظائر ص ۱۸۲/ ج ۱/ الفن الثالث، احکام الجان، مطبوعہ کراچی.

شوہر کو بیوی پر ولایت ہوتی ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ[1] واقعہ مسئولہ میں جس روایت کو ظہور صحابی کے نام سے درج کیا گیا ہے اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے اخیر میں طویل العمر جن صحابی کا ظہور ہوگا اور امت کے ۷۳ رفرقے ہوں گے ایک فرقہ جو اس طویل العمر کی اطاعت کریگا صرف وہی نجات پائے گا باقی ۷۲ر فرقے جو اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔

اگر چہ وہ قرآن کریم اور سند سے صحیح ثابت شدہ احادیث پر عمل کریں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے، حالانکہ ۷۳ رفرقوں کی تفصیل اکابر اسلاف کی کتابوں میں صدیوں پہلے سے مذکور ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ[2] قدس سرہ اور علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتابوں میں تفصیلاً تحریر فرمایا ہے۔ مولانا محمد یونس صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے خوب وضاحت سے کلام کیا ہے مزید برآں غور طلب یہ بات بھی ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے خلیفۂ وقت کی درخواست پر اپنی کتاب مؤطا تصنیف فرمائی جس پر خلیفہ نے چاہا کہ اس کتاب کو بیت اللہ میں آویزاں کیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ تمام لوگ اس کے موافق عمل کریں تو حضرت امام مالکؒ نے اس پر شدید انکار کیا اور فرمایا کہ صحابۂ کرام مختلف اطراف میں احادیث کو لے کر گئے ہیں جو حدیث جس کے پاس مستند ذرائع سے پہنچی ہے وہ تو اس پر ہی عمل کرے گا۔[3] سب کو مؤطا پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے اس کے برخلاف

---

[1] سورۂ نساء آیت ۳۴ر۔ ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔ (بیان القرآن)

[2] فصل فاصل ثلث وسبعين فرقة عشرة اهل السنة والخوارج والشيعة والمعتزلة والمرجئة والمشبهة والجهمية والضرارية والنجارية والكلابية. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنية الطالبين ص ۱۹۲ر تا ۲۱۸ر، ۵۹ر ج ۱ر معرفة الصانع فصل فاصل ثلاث الخ مطبوعه دارالكتب العربيه مصر، ابن الجوزی کی کتاب تلبيس ابليس الباب الثانی ص ۱۸ر تا ۲۳ر تلبیس مترجم ص ۴۸ر اصل کی بارہ شاخوں کا بیان دارالکتاب دیوبند، الاعتصام ص ۶۱ر تا ۷۷ر

[3] روى ابو نعيم فى الحلية عن مالك بن انس انه قال شاورنى هارون الرشيد فى ان يعلق الموطأفى الكعبة ويحمل الناس على مافيه فقلت لا تفعل فان (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

واقعہ مسئولہ میں صرف ایک شخص کے اتباع پر نجات کو منحصر کر دیا گیا ہے اور وہ بھی ایسا کہ سب کی نظروں سے غائب اس کو صرف ایک شخص اس کا خلیفہ دیکھتا ہے بات کرتا ہے تو یہ درحقیقت اس طویل العمر جن کی اتباع کی دعوت نہیں بلکہ اس خلیفہ کے لئے مسلمانوں کی گردن کو جھکانا ہے حالانکہ اس خلیفہ کو شرعاً کسی جن سے کسی حدیث کا روایت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ **ومنها قبول رواية الجنى ذكره صاحب اكام المرجان وذكر السيوطى انه لاشك فى جواز روايتهم عن الانس ماسمعوه سواء علم الانسى بهم اولا واذا اجاز الشيخ من حضر دخل الجن كما فى نظيره من الانس واماروايه الانس عنهم فالظاهر منعها لعدم حصول الثقة بعدالتهم. الاشباه والنظائر**[1]۔

یعنی جنّات کو تو انسانوں سے حدیث روایت کرنے کا حق ہے مگر انسان کو جنات سے روایت کرنا ممنوع ہے کیونکہ جنات کے عادل ہونے پر اعتماد حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں وہ مختلف صورتیں بھی بنا سکتے ہیں اور اپنے نام بھی مختلف بتا سکتے ہیں مجھے خود بھی واسطہ پڑا ہے، ایک جن نے اپنا نام بتایا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ایک جن نے کہا ہم ختم المرسلین ہیں۔ علاوہ ازیں دستخط اور مہر میں ''سلطان الاجنۃ'' لکھا ہے حالانکہ اجنۃ تو جنین کی جمع ہے جن کی جمع نہیں۔ **قال الله تعالىٰ اذاَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ**[2] اور جنین اس بچہ کو کہتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ میں ہو ابھی پیدا نہ ہوا ہو[3] اگر کوئی شخص ان طویل العمر جن سے ملاقات کرنا چاہے یا ان سے تعویذ یا حدیث کی سند لینا چاہے تو اس کو نرخنامہ دیکھ کر ہی حیرت

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) **اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا فى الفروع وتفرقوا فى البلدان وكل مصيب فقال وفقك الله تعالىٰ ياابا عبدالله الخ. (كشف الظنون ص ۱۹۰۸ / ج ۲ / باب الميم طبع دارالفكر بيروت، مقدمه اوجز المسالك ص ۱۹ / ج ۱ / الفصل الثانى فى المؤلف وفيه فوائد، مطبوعه امداديه ملتان)**

[1] **الاشباه والنظائر ص ۱۸۱ / الفن الثالث، احكام الجان، مكتبه اشاعة الاسلام دهلى.**

[2] سورۂ نجم آیت ۳۲ / ۔ **ترجمہ:** جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ (بیان القرآن)

[3] **(الجنين) الولد مادام فى البطن وجمعه اجنة (مختار الصحاح ص ۱۱۴ /)**

ہوگی کہ صحابہ کرامؓ تو بہت بلند مرتبہ تھے زہد وقناعت کا مجسمہ تھے اتباع کرنے والے بھی اس طرز سے ہمیشہ دور اور متنفر رہے۔ بعض اکابر سے کسی حدیث کا کسی جن سے نقل کرنا بعض کتب میں مذکور ہے مگر وہ بطور اعجوبہ اور غریبہ اور نادرہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی صاحبؒ نے رسالہ ''النوادر[1]'' میں نقل فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس رسالہ کا نام ہی النوادر رکھا ہے اس پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھنا مقصود نہیں چہ جائے کہ نجات ہی اس پر منحصر کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب لاریب فیہ۔ سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۹۹/۴/۴ھ

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال: - ہمارے گاؤں میں شیعہ طبقہ کے لوگ بھی رہتے ہیں اور وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ مسلکِ حنفی کے ہیں اور وہ لوگ ہم لوگوں کو شیعہ مذہب کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث اور قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ نیت باندھ کر نماز پڑھو، نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں صاف صاف حضور اکرم ﷺ کی اتباع واطاعت کا حکم ہے وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ الخ[2] اور حضور اکرم ﷺ نے خود بھی حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ عَنْ قُبَیْصَۃَ بْنِ ھُلْبٍ عَنْ اَبِیْہِ

---

[1] ملاحظہ ہو النوادر من أحادیث سید الاوائل والاواخر صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر مسند الجن ص ۱۷۹، ۱۸۰/ مکتبہ یحیوی سہارنپور۔

[2] سورۂ حشر آیت ۷/۔ **ترجمہ:** اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو (بیان القرآن)

قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوُمُّنَافَیَاْخُذُ شِمَالَہٗ بِیَمِیْنِہٖ[1] رواہ الترمذی[2] وابن ماجہ عن سھل بن سعد قَالَ کَانَ النَّاسُ یُوْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ[3]. رواہ البخاری[4] یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف ص ۷۵/وص ۷۶/ پر موجود ہیں[5] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں ارسال یدین

سوال: -مسلک مالکی میں کیا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں یہ کس حدیث پر عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ[6] میں امام مالکؒ کی تین روایتیں نقل کی ہیں اول جمہور کے موافق ہے یعنی وہی ترجمۃ الباب ہے، ثانی ارسال ہے۔ ثالث فرض اور نفل میں تفصیل ہے یعنی نفل میں وضع اور فرض میں ارسال

---

[1] **ترجمہ:** حضرت رسول پاک ﷺ ہماری امامت فرمایا کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔

[2] ترمذی شریف ص ۵۹/ج ۱/ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ،مطبوعہ دیوبند.

[3] **ترجمہ:** لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔

[4] بخاری شریف ص ۱۰۲/ج ۱/کتاب الاذان باب وضع الیمنٰی علی الیسرٰی فی الصلوۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[5] مشکوٰۃ شریف ص ۷۶،۷۵/باب صفۃ الصلوۃ طبع یاسر ندیم دیوبند،شامی کراچی ص ۴۸۶/ج ۱/کتاب الصلوۃ فصل فی تالیف الصلوۃ الی انتھائھا،عالمگیری ص ۷۳/ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ وآدابھا،مطبوعہ کوئٹہ.

[6] فتح الباری ص ۲۲۴/ج ۲/،۴۶۴/ج ۲/کتاب الاذان ،باب وضع الیمنی علی الیسرٰی، طبع دارالفکر.

ہے جیسا کہ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک[1] میں مذکور ہے قال ابن عبدالبر لم یأت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ خلاف وھو قول الجمھور من الصحابۃؓ والتابعین وھو الذی ذکرہ مالک فی مؤطا ولم یحک ابن المنذر وغیرہ عن مالک غیرہ وروی ابن القاسم عن مالک الارسال وصار الیہ اکثر اصحابہ وعنہ التفرقۃ بین الفریضۃ والنافلۃ ومنھم من کرہ الامسأک ونقل ابن حاجب ان ذلک حیث یمسک معتمداً لقصد الراحۃ اھ فتح[2]۔

اس عبارت سے حسب تصریح ابن عبدالبر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور ﷺ سے ترجمۃ الباب کے خلاف منقول نہیں لیکن سعایہ میں طبرانی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ مِنْ حَدِیْثِ مُعَاذٍؓ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ قِبَالَ اُذُنَیْہِ فَاِذَا کَبَّرَ اَرْسَلَھَا اھ[3]۔

اور ایک حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا اثر یعنی عمل نقل کیا ہے[4] پھر ان دونوں کا جواب دے کر لکھا ہے ومن ھٰھنا قال بعض المحققین ان الارسال لا یثبت من طریق لاصحیح ولاضعیف ولمولانا علی القاری المکی رسالۃ حقق فیھا ثبوت الوضع وزیف الارسال[5] اھ سعایہ ص ۱۵۶/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۹۵ھ

صحیح: عبداللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] اوجز المسالک ص ۱۶۷/ج ۳/وضع الیدین احداھما علی الاخریٰ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمۃ.

[2] فتح الباری ص ۴۶۴/ج ۲/کتاب الاذان، باب وضع الیمنی علی الیسریٰ، طبع دارالفکر بیروت.

[3] **ترجمہ:** رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تکبیر کہنے کے بعد چھوڑ دیتے۔

[4] عن یزید بن ابراھیم قال سمعت عمرو بن دینار قال کان ابن الزبیر اذا صلی یرسل یدیہ (السعایہ ص ۱۵۵/ج ۲/) کراچی

[5] السعایہ ص ۱۵۶/ج ۲/باب صفۃ الصلوۃ کراچی.

اٹک اٹک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر

سوال:- نسائی اور ابن ماجہ کے باب فضائل قرآن شریف میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو دہرا ثواب اور جو تیز پڑھتا ہے اس کو اکہرا ثواب ملتا ہے یہ عقل کے خلاف اور انصاف کے خلاف ہے یا نہیں؟

محدثین نے اس کا کیا جواب دیا ہے۔ مہربانی فرما کر جواب صاف اردو میں مفصل ومدلل دینا چاہئے۔ فقط بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

چونکہ اٹک اٹک کر پڑھنے میں مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے ایک پڑھنے کا اجر دوسرا مشقت کا اجر۔ جو شخص روانی سے پڑھتا ہے اس کو مشقت نہیں ہوتی تو اس کو صرف پڑھنے کا اجر ملے گا اور اس سے مقصود قرآن شریف کی طرف توجہ اور رغبت دلانی ہے جو شخص ماہر ہے اٹک کر نہیں پڑھتا وہ افضل ہے اگر چہ اس کو مشقت کا اجر نہیں ملتا لیکن اس کا اجر بھی اٹک کر پڑھنے والے سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا اگر چہ اکہرا ملے۔ **فله اجران ای اجر لقراء ته واجر لتحمل مشقته وهذا تحريض علىٰ تحصيل القراء ة وليس معناه ان الذى يتتعتع فيه اجره اكثر من الماهر بل الماهر افضل واكثر اجر احيث اندرج فى سلك الملا ئكة المقربين والانبياء والمرسلين والصحابة المقربين** اھ بذل[1] ص ۳۳۸/ ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] بذل المجهود ص ۳۳۸/ ج ۲/ المكتبة الرشيديه بذل المجهود مصرى ص ۲۸۸/ ج ۷/ . كتاب الصلوٰة، باب ثواب قراء ة القرآن.

منکر نکیر سے پیشتر مردہ کے پاس رومان فرشتہ کا آنا

سوال:- ''صبح کا ستارہ'' کا مصنف لکھتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن سلام منکر نکیر سے پیشتر مردہ کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے کہ اس کا منہ سورج کی طرح چمکتا ہے نام اس کا رومان ہے۔ص ۲۵ ر کیا یہ صحیح ہے کہ منکر نکیر سے پہلے رومان نام کا ایک فرشتہ آتا ہے۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رومان فرشتہ کا منکر نکیر سے پہلے مقابر میں آنا فتاویٰ حدیثیہ[1] ص ۸ ر میں بحوالہ قرطبی وغزالی منقول ہے بہشتی زیور[2] ص ۵۱ ر میں صبح کا ستارہ کتاب کے دیکھنے کی ترغیب دی ہے مگر یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی روایتیں بہت پکی نہیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۱۹ھ

شرب قائماً اور اکل ماشیاً کی احادیث میں رفع تعارض

سوال:- مندرجہ ذیل احادیث کے تضاد کو رفع فرما کر ممنون فرمائیں (۱) نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِماً. رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵ ر)

---

[1] ذكر القرطبي والغزالي عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَااَوَّلُ مَايَلْقِيَ الْمَيِّتُ إِذَا دَخَلَ قَبْرَهٗ قَالَ يَااِبْنُ مَسْعُوْدٍ مَاسَأَلَنِيْ عَنْهُ إِلَّا اَنْتَ فَاَوَّلُ مَايَاْتِيْهِ مَلَكٌ اِسْمُهٗ رُوْمَانُ يَجُوْسُ خِلَالَ الْقَبْرِ الخ (فتاویٰ حدیثیه ص ۱۱ ر مطلب السوال بالعربية لكل احد دارالفكر بيروت)

[2] بہشتی زیور مکمل ومدلل ص ۵۲ ر ج ۱۰ ر۔ بیان بعضے کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نفع ہوتا ہے۔ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

(۲) لَایَشْرِبَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَائِماً فَمَنْ شَرِبَ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَقِیْ.

(۳) عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ کُنَّانَاْکُلُ عَلیٰ عَھْدِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ رواہ الترمذی وابن ماجہ وابوداؤد وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب.

(۴) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْرَبُ قائماً وقاعداً رواہ الترمذی ص ۳۷۱ر۔

مذکورہ احادیث میں کھڑے ہوکر پینے کی دو حدیث سامنے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر کھانے پینے کو منع کیا ہے اس لئے کھڑے ہوکر نہیں کھانا چاہئے۔ چنانچہ زید نے ایک مرتبہ عمر کو کھڑے ہوکر پانی پینے کی حالت میں دیکھا تو منع کیا اور کہا ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ بے شک کھڑے ہوکر پانی پینے کی احادیث موجود ہیں۔ لیکن جب حضور ﷺ نے منع فرمایا تو امت کو کھڑے ہوکر پینے کا حق نہیں۔ عمر کا کہنا ہے کہ جب کھڑے ہوکر پانی پینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پینا درست ہے۔ براہِ کرم اس تضاد کو رفع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں قسم کی احادیث کے تعارض کو رفع کرنے کے لئے شراح حدیث نے متعدد طرق اختیار کئے ہیں۔ ایک یہ کہ نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ اس سے مقصد ادب ہے۔ دوم یہ کہ اس میں نسخ ہے پھر بعض نے نہی کو ناسخ مانا ہے بعض نے اس کا عکس مانا ہے، سوم یہ کہ محرم اور مبیح میں تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ حدیث قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو ترجیح قولی کو ہوتی ہے پنجم یہ کہ ماء زمزم اور فضل وضو دونوں مستثنیٰ ہیں۔

اگر مختصر لفظوں میں اس طرح تعبیر کر دیا جائے کہ اصل اباحت ہے اور نہی تعبدی نہیں

بلکہ طبی ہے۔ زمزم شفاء ہے اس میں مضرت نہیں ہے فصلِ وضو قلیل ہے اس پر مضرت مرتب نہیں ہوگی جس کو عادت ہو شرب قائماً کی اس کو مضر نہیں، تو میرے خیال میں قصرِ مسافت کے ساتھ منزل طے ہو جائے گی۔

(فصل) وکان من هديه الشرب قاعداً هذا كان هديه المعتادوصح عنه انهٔ نهى عن الشرب قائماً وصح عنه انهٔ امر الذى شرب قائماً ان يستقئ وصح عنه انه شرب قائماً قالت طائفة هذا ناسخ للنهى وقالت طائفة بل مبين ان النهى ليس للتحريم بل للارشاد وترک الاولىٰ وقالت طائفة لاتعارض بينهما اصلاً فانهٔ انماشرب قائماً للحاجة فانه جاء الىٰ زمزم وهم يسقون منها فاستقى فناولوه الدلو فشرب وهوقائم وهذا كان موضع حاجة وللشرب قائماً اٰفات عديدة منها انهٔ لايحصل به الرى التام ولايستقرفى المعدة حتّٰى يقسمه الكبدعلى الاعضاء وينزل بسرعة وحدة الى المعدة فيخشىٰ منه ان يبرد حرارتها ويشوشها ويسرع النفوذ الىٰ اسافل البدن بغيرتدريج وكل هذا يضربالشارب واما اذا فعله نادراً اولحاجةٍ لم يضره ولا يعترض بالعوائد علىٰ هذا فان العوائد طبائع ثوان ولها احكام اخرىٰ وهى بمنزلة الخارج من القياس عند الفقهاء ص ۱۸۹ / ج۳/[1]

تو یہ شرب کے متعلق گفتگو تھی۔ اکل ماشیاً کے ثبوت کا اثر تو جناب نے نقل کیا مگر نہی نقل نہیں کی تا کہ تعارض کو رفع کیا جائے، تاہم اگر نہی موجود ہو تو اکل ماشیاً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پلیٹ میں پلاؤ لے کر بازار میں کھاتے ہوئے جائیں یا ایک ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں روٹی لے کر کھاتے ہوئے جائیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ منہ میں کھجور رکھی اور اس کھاتے رہے اور میدان جہاد میں تلوار چلاتے رہے جیسے آج کل آپ حضرات پان کھاتے ہوئے چلتے ہیں یا چنے کے دانے منہ میں ڈال لیتے ہیں اور کھاتے چلے گئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] زادالمعادص ۱۳۹ / ج۳/فصول فی آداب الشرب، دارالفکر.

زیرناف ہاتھ باندھنے کو غلط کہنے والے کا جواب

سوال:- حالت نماز میں زیرناف ہاتھ باندھنا غلط ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنا صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں آپ نے زیرناف ہاتھ باندھنے کو غلط بتایا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے تو یہ حکم لگایا نہیں ہوگا، کہیں سے اجتہاد تو کیا نہیں ہوگا۔ دین کے مسئلہ میں رائے کو دخل دیا نہیں ہوگا۔ ضرور آپ کے پاس دونوں باتوں کی حدیث ہوگی اور وہ قوی ہوگی ضعیف پر تو عمل کرتے نہ ہوں گے۔ اب دونوں حدیثیں دونوں مسئلوں سے متعلق پوری سند اور حوالہ کے ساتھ تحریر فرماویں۔ کیونکہ بغیر دلیل اور بغیر حدیث کے اس قسم کی باتیں کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے بلکہ گمراہی پھیلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے سے بچائے اور ہادیٔ عالم رسول اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کے اتباع کی توفیق دے دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۱۴۰۰ھ

اِلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِیْباً

سوال:- الاسلام بدءَ غریباً کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام کی بتائی ہوئی باتیں عقائد، اخلاق، اعمال، عبادات کو جس طرح لوگوں نے ابتداءً اجنبی سمجھا اور تعجب اور انکار کی نظروں سے دیکھا اسی طرح بعد میں بھی لوگ اجنبی

سمجھیں گے اور تعجب وانکار کی نظروں سے دیکھیں گے[1] اس پر فرمایا گیا ہے۔ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ غُرَبَاءُ قَالَ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ عِنْدَفَسَادِ النَّاسِ (الحدیث[2])

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۶/۲۰ھ

کیا روزانہ تعلیم کرنا خلاف حدیث تو نہیں؟

سوال: -مشکوٰۃ کے اندر حدیث سے ثابت ہے کہ روزانہ تعلیم نہ کرنا چاہئے۔ ایک صحابی جمعرات کے روز تعلیم فرماتے تو اس سے غالباً منع فرمایا گیا۔ اب لوگ ہر روز تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ دین کی بات سننے میں جتنی دلچسپی اس وقت تھی اب اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر روزانہ تعلیم کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دین کی ضرورت کا احساس کرایا جائے جس قدر دین سے بے رغبتی ہو اسی قدر تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے۔ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ یہاں دارالعلوم دیوبند میں بعد فجر سے تعلیم شروع ہوجاتی ہے، چھٹی کے بعد بھی تعلیم ہوتی ہے، مغرب کے بعد بھی عشاء کے بعد جمعہ کے روز بھی، اصحاب صفہ تو سب کاموں سے فارغ ہوکر دین ہی حاصل کرنے کے

---

[1] قال القاضی وظاهر الحديث العموم وان الاسلام بدأ فی احادمن الناس وقلة ثم انتشر وظهر ثم سيلحقه النقص والاختلال حتی لايبقیٰ الافی احادوقلة ايضاً كمابدأ الخ نووی علی المسلم ص ۸۴/ ج ۱/ (مطبوعه رشيديه دهلی) كتاب الايمان فی بيان أن الاسلام بدأ غريباً، مرقات ص ۱۹۳/ ج ۱/ (مطبع اصح المطابع بمبئی) باب ا لاعتصام بالكتاب والسنة .الفصل الاول .

[2] (كنزالعمال ص ۲۳۹/ ج ۱/ رقم الحديث ۱۱۹۸/ طبع بيروت)

ترجمہ: تو خوشخبری ہے غریبوں کیلئے۔ صحابہؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول غرباء کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا جو لوگ لوگوں کے فتنہ اور فساد میں مبتلاء ہونے کے وقت اصلاح کرنے والے ہوں گے۔

لئے خدمت اقدس میں آپڑے تھے[1] حضرت ابوالدرداءؓ کے حلقۂ درس میں سولہ سو طلباء تھے[2] اور محدثین نے شب وروز علم حاصل کیا اور پھیلایا۔ حضرت امام بخاریؒ سے نوے ہزار لوگوں نے بخاری شریف پڑھی[3] مشکوٰۃ شریف کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ وعظ وتذکیر کی صورت میں ہے[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۵ھ

پرانی قبروں کو مسجد میں شامل کرنا

سوال:- میں نے یہ حدیث بیان کی ہے ان لوگوں نے انکار کیا پھر میں نے علیٰحدگی اختیار کی ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ

---

[1] واهل الصفة فقراء المهاجرين ومن لم يكن له منهم منزل يسكنه فكانوا يأوون الى موضع مظلل فى مسجد المدينة مجمع بحار الانوار ص ۳۳۴/ ج۳/ باب الصاد مع الفاء مطبوعه المدينة المنورة.

[2] سير االصحابهؓ ص ۱۷۶/ ج۳/ بيان حضرت ابو درداءؓ مطبوعه نعيميه ديوبند(يوپى)

[3] قال الحافظ وذكر الفربرى انه سمعه منه تسعون الفاً، مقدمه فتح البارى، هدى السارى ص ۶۷۹/ ذكر تصانيفه والرواة عنه مطبوعه مكة المكرمة.

[4] عن شقيق قال كان عبدالله بن مسعود يذكر الناس فى كل خميس فقال له رجل يا ابا عبد الرحمن لودوت انك ذكرتنا فى كل يوم قال اما انه يمنعنى من ذالك انى اكره ان املكم وانى اتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علينا (مشكوة شريف ص ۳۳/ كتاب العلم، طبع ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ: شقیق سے منقول ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات میں لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ آپؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے عبدالرحمٰن! میں چاہتا ہوں کہ آپؓ ہمیں ہر دن نصیحت فرمایا کریں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں ایسا اس لئے نہیں کرتا ہوں کہ تم اکتا جاؤ گے اور نصیحت کے معاملہ میں، میں تمہیں دیکھ بھال کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری دیکھ بھال فرماتے تھے اس اندیشہ سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

مَرَضِهٖ اَلَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ[1] (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص۶۹/ج۱/) میرا کیا حکم ہے اس مسجد میں اگر نماز ادا کروں تو جائز ہے یا نہیں کیونکہ کچھ پرانے بوڑھوں سے شہادت ملی ہے کہ پہلے یہ مسجد چھوٹی تھی۔ پھر کشادہ کر لی گئی اس وقت مسجد کے ساتھ دو تین قبریں پرانی تھیں جن کا نشان مٹ گیا تھا ان کو بھی ہموار کر کے مسجد میں شامل کیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قبروں کو سجدہ نہ کیا جائے ان کو معبود نہ بنایا جائے[2] اگر قبر پرانی ہو اور اس کی جگہ ہموار کر کے داخل مسجد کر لیا جائے اور قبر کا نشان باقی نہ رہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری[3] میں لکھا ہے کہ قبرستان پرانا ہو گیا میت باقی نہیں رہی اور وہاں دفن کا سلسلہ بند ہو گیا تو اس جگہ کو مسجد بنالینا شرعاً درست ہے کیوں کہ قبرستان بھی عام اہل اسلام کے لئے ہے اور مسجد بھی عام اہل اسلام کے لئے ہے۔ نیز درمختار میں ہے۔ جاز زرعه والبناء علیه اذا بلیٰ وصار ترابا. زیلعی درمختار علی هامش الشامی[4] نعمانیہ ص۶۰۲/ج۱/ ویجوز دفن غیره علیه کمافی

---

[1] **ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔

[2] قال القاضی کانت الیهود والنصاریٰ یسجدون لقبور انبیئا ئهم ویجعلونها قبلة ویتوجهون فی الصلاة نحوها فقد اتخذها اوثاناً فلذالک لعنهم ومنع المسلمین عن مثل ذالک الخ .مرقات ص۴۵۶/ج۱/(مطبوعه اصح المطابع بمبئی) کتاب الصلوٰة باب المساجد ومواضع الصلاة الفصل الاول.

[3] لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنیٰ قوم علیها مسجداً لم أربذالک بأساً لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد أن یملکها فاذادرست واستغنیٰ عن الدفن فیها جازصرفها الی المسجد الخ،عمدة القاری ص۱۷۹/ج۲/(جزء رابع)کتاب الصلاة باب بیان حکم نبش قبور المشرکین الخ،طبع دارالفکر.

[4] کتاب الصلاة باب صلاة الجنازة .درمختار علی الشامی زکریاص۱۴۵/ج۳/.

الزیلعی ایضاً اھ شامی نعمانیہ[1] ص۶۰۲ ر ج۱ر آپ اپنے عمل پر نظر ثانی کریں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹ر۷ر۱۴۰۰ھ

طبقات حدیث

سوال:- شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے عجالۂ نافعہ میں طبقات بیان فرمائے ہیں۔ وہ کیا کیا ہیں؟ احناف کا مسلک احادیث کی روشنی میں اور صحابۂ کرامؓ کا عمل بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب حنفی محدث دہلویؒ نے عجالۂ نافعہ میں کتب حدیث کے طبقات بیان فرمائے ہیں یہ مضمون اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حنفی محدث دہلویؒ سے لیا ہے جس کو انھوں نے تفصیل سے حجۃ اللہ البالغہ میں بیان فرمایا ہے۔ ثقہ احادیث کے لئے محدثین نے جو قوانین تجویز فرمائے ہیں ان کے لحاظ سے کتب حدیث چند طبقات پر ہیں۔ سب سے اعلیٰ طبقہ میں تین کتابیں شمار کی ہیں۔ (۱) موطا امام مالکؒ (ام الصحیحین) (۲) بخاری شریف (۳) مسلم شریف۔ **فالطبقة الاولیٰ منحصرة بالاستقراء فی ثلاثة کتب الموطأ صحیح البخاری وصحیح مسلم**[2] اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۳ ر ج۱ ر طبقات ثانیہ میں ابوداؤد ترمذی نسائی وغیرہ کا تذکرہ ہے، **الطبقة الثانیه تبلغ مبلغ الموطاء والصحیحین ولکنها تتلوها الیٰ قول کسنن ابی داؤدؒ جامع ترمذیؒ ومجتبیٰ النسائیؒ** اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۳ ر ج۱ ر میں۔

---

[1] کتاب الصلاة باب صلاة الجنازة. درمختار علی الشامی زکریا ص۱۴۵ ر ج۳ ر.

[2] حجة الله البالغة ص ۱۳۲ ر ج ۱ ر باب طبقات کتب الحدیث مطبوعه مصر .

طبقہ ثالثہ میں مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند طیالسی کتب بیہقی وطبرانی وغیرہ کو داخل کیا ہے۔

طبقۂ رابعہ میں کتاب الضعفاء لابن حبان، کامل ابن عدی کتب خطیب دیلمی وغیرہ کو ذکر کیا ہے[1]۔

طبقۂ خامسہ میں کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس کو قطعاً ساقط الاعتبار قرار دیا ہے[2]۔ آخر میں ہر طبقہ کا مقام بیان کیا ہے۔

اما الطبقة الاولى والثانية فعليهما اعتماد المحدثين وحوم حماهما مرتعهم ومسرحهم واما الثالثة فلايباشرها للعمل عليها والقول بها الاالنحاريرالجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال وعلل الاحاديث نعم ربما يوخذ منها المتابعات والشواهد وقد جعل الله لكل شئى قدراً.

واما الرابعة فالاشتغال بجمعها اوالاستنباط منها نوع تعمق من المتاخرين وان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنى عناية ان يلخصوامنها شواهد مذاهبم فالانتصاربها غيرصحيح فى معارك العلماء بالحديث الخ. حجۃ اللہ البالغہ[3] ص ۱۳۴/ج ۱/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سوتے وقت کے اعمال کے سلسلہ میں حضرت علیؓ کی روایت

سوال:- حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے ارشاد

---

[1] حجة الله البالغة ص ۱۳۴/ج ۱/ باب طبقات كتب الحديث مطبوعه مصر.

[2] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۴/ج ۱/ مطبوعہ مصر۔

[3] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۴/ج ۱/ باب طبقات کتب الحدیث مطبوعہ مصر۔

فرمایا کہ ہر رات کو پانچ کام کر کے سویا کرو(۱) چار ہزار دینار صدقہ کر کے سویا کرو(۲) ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو(۳) جنت کی قیمت دیکر سویا کرو(۴) دولڑنے والوں میں صلح کر کے سویا کرو(۵) ایک حج کر کے سویا کرو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ امر تو محال ہے مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ پھر حضورﷺ نے فرمایا۔(۱) ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے۔(۲) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن مجید کے برابر ہے۔(۳) تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کر اس سے جنت کی قیمت ادا ہوگی (۴) دس مرتبہ استغفار کر کے سویا کرو اس کا ثواب دولڑنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ہے۔(۵) چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک حج کرنے کے برابر ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا یارسول اللہ یہ عمل میں ہر روز کروں گا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں اس کی اصلاح فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقہ، تلاوتِ قرآن کریم، لڑنے والوں میں صلح، حج، درود شریف، استغفار، کلمہ طیبہ، سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے[۱] لیکن یہ پوری روایت اسی ترتیب کے ساتھ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۹۵ھ

صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی

سوال: – جو اذیت یا مصیبت ہو کسی کی موت کے علاوہ اس پر صبر کے سوا چارہ ہی

---

[۱] منها وصايا على كلها موضوعة سوى الحديث الاول وهو،، انت منى بمنزلة هارون من موسىٰ غير انه لانبى بعدى، ص ۱۸۹ / اما هذه اوصايا المنسوبة لسيدنا على رضى الله عنه والمكذوبة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فهى مطبوعة اكثر من مرة ولاتزال تطبع ويتداولها المغفلون فكاذبها آثم ملعون وطابعها آثم ملعون وبائعها آثم ملعون ومصدقها آثم ملعون ،المصنوع فى معرفة الحديث الموضوع ص ۱۸۹ / طبع حلب.

نہیں اس پر تو صبر مانگے یا اس سے نجات وعافیت مانگے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذیت ومصیبت سے عافیت ہی مانگے اگر ابتلا ہو جائے تو اس کے دفعیہ کی دعا کرے اور دفعیہ تک بھی صبر مانگے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۸۹ھ

جنت کے پھل میں سے حور کا نکلنا

سوال: ۔بعض مقررین فرماتے ہیں کہ اہل جنت بعض پھلوں کو تراشیں گے تو اس میں سے حور نکلے گی۔ مزید یہ کہ وہ چھلکا حور کا لباس ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کس حدیث میں اس کا تذکرہ ہے؟ برائے مہربانی حوالہ حدیث وصفحہ کے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے اس مضمون کی حدیث دیکھنا محفوظ نہیں[2] جن صاحب نے اس کو بیان کیا ہے ان سے حوالہ دریافت کیا جائے۔ قرآن کریم میں یہ البتہ موجود ہے کہ فِيهَا مَاتَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ[3]

---

[1] سَلُوا اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَاِنْ اَحَداً لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْراً مِنَ الْعَافِيَةِ. الحدیث ترمذی شریف ص ۱۹۵/ج ۲/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الدعوات احادیث شتیٰ من ابواب الداعوت، وفی حدیث اخرایّ الدعاء افضل قال سل ربک العافیة الحدیث مشکوٰۃ شریف ۲۱۹/باب جامع الدعاء مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت طلب کرو اس لئے کہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی جاتی۔

[2] اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُمْسِكُ التُّفَّاحَةَ مِنْ تُفَّاحِ الْجَنَّةِ فَتَنْفَلِقُ فِيْ يَدِهٖ فَتَخْرُجُ مِنْهَا حَوْرَاءُ، قرطبی ص ۱۸۷/ج ۹/سورئہ واقعہ تحت قولہ تعالیٰ "حور عین" آیت ۲۲/ مکتبہ دارالفکر بیروت.

[3] سورۂ زخرف آیت ۷۱/۔

ترجمہ: وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی۔ (بیان القرآن) ص ۹۴/ج ۳/۔

جو کچھ بھی جنت میں خواہش کریں گے وہ ان کے لئے وہاں حاصل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا زانی ولی ہوسکتا ہے؟

سوال:- زید کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ زانی کو ولایت حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ کس حدیث میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ولی کہتے ہیں خدا کے دوست کو جو خدائے پاک کا مقرب ہوتا ہے اس کے لئے متقی ہونا ضروری ہے۔ جو شخص زنا یا دوسرے کبیرہ گناہ میں پھنسا ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔ ''اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[1]'' یہ مضمون قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ مخصوص طور پر زانی کیلئے یہ بات کس حدیث میں ہے زید سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

نصف ساق تک کرتا پہننا ثابت ہے

سوال:- نصف ساق تک کرتا پہننا فضول خرچی ہے یا نہیں حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حدیث پاک مدارج النبوۃ[2] زادالمعاد[3] شرح سفر السعادۃ شرح شمائل ترمذی شریف[4]

---

[1] سورۂ انفال آیت ۳۴/۔ **ترجمہ:** اس کے متولی تو سواء متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں (بیان القرآن)

[2] وہم چنیں بود ذیل قمیص ورداء واز اروی ﷺ تا انصاف ساقین مدارج النبوۃ ص ۴۷۲/ج ۱/باب پازدہم، نوع دوم درلباس آنحضرتؐ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان۔ [3] مطبوعہ دارالفکر ص ۳۵/ج ۱/فصل فی ملابسہ۔

[4] جمع الوسائل ص ۱۳۴/ج ۱/(مکتبہ اشرفیہ دیوبند) باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں موجود ہے۔ اس کو فضول خرچی کہنا غلط ہے جو کہ حدیث شریف سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کیا حضور ﷺ نے کسی کے لئے بددعاء فرمائی ہے

سوال:- زید اور بکر میں موضوع بحث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کسی کے لئے بددعاء نہیں فرمائی ہے کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ بکر کہتا ہے کہ بعض مرتبہ شریعت کے معاملہ میں حضور ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ بخاری شریف پارہ ۱۰/ مطبوعہ رسالہ مولوی دہلی حدیث ۶۴/ کا ترجمہ اس طرح پر تحریر ہے۔ کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنا خط ایک شخص کو دے کر حکم دیا کہ حاکم بحرین کو پہنچا دینا حاکم بحرین نے وہ خط لے کر کے کسریٰ (شاہ ایران) کو پہنچا دیا۔ کسریٰ نے آپؐ کے خط کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب اس کی اطلاع پائی تو آپ نے اس کے لئے بددعاء فرمائی کہ اسکے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ مترجم نے جو لفظ بددعا استعمال کیا ہے یہ لفظ زیر بحث ہے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ نے اور بھی مواقع پر ظالموں کے لئے بددعا فرمائی ہے۔ نماز میں قنوت نازلہ بھی پڑھی۔ خاص خاص آدمیوں کے نام لے کر کے بددعا فرمائی ہے۔ پھر آیت نازل ہوئی[1] لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٌ اَوْيَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْيُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

---

[1] سالم عن ابیه انه سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَارَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَاناً وَفُلَاناً وَفُلَاناً بَعْدَ مَايَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئٌ الحدیث بخاری شریف ص ۵۸۲/ ج ۲/ رقم الحدیث ۳۹۲۲/ کتاب المغازی باب لیس لک من الامرشی الخ مطبوعه اشرفی دیوبند.

ظَالِمُوْنَ[1]۔ اس کے بعد سے بدعا فرمانا بند فرمادیا تھا، لہٰذا اب تعارض نہ رہا، عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ اپنی ذات خاص کے لئے آپ ﷺ انتقام نہیں لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو معاف نہیں فرمایا کرتے تھے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۸۹ھ

جہاد کا اطلاق

سوال:- آج جو جماعتیں پھرتی ہیں ان کے فضائل مختلف احادیث سے لوگ بیان کرتے ہیں خصوصاً ۷/ لاکھ والی حدیث تو اس کے بارے میں حضرت والا احقر کے لئے کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رسالہ فضائل تبلیغ میں دیکھ لیں ۷/ لاکھ والی روایت حافظ منذری کی ترغیب ترہیب میں موجود ہے[3]۔ لغدوۃ اور روحۃ فی سبیل اللہ[4] والی روایت کو عامۃً شراح حدیث نے جہاد پر

---

[1] **ترجمہ:** آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جاویں اور ایان کو سزا دیدیں کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں (از بیان القرآن) سورۂ آل عمران آیت ۱۲۸/۔

[2] وَمَاانْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهٖ اِلَّااَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا الحديث.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لئے اس کی وجہ سے انتقام لیتے تھے۔ بخاری شریف ۵۰۳/ج ۱/ رقم الحدیث ۳۴۳۴/ ابواب المناقب باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم (مطبوعہ اشرفی دیوبند)

[3] عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبىٰ لِمَنْ اَكْثَرَ فِي الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ لَهٗ بِكُلِّ كَلِمَةٍ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ كُلُّ حَسَنَةٍ مِنْهَا عَشَرَةُ اَضْعَافٍ مَعَ الَّذِيْ لَهٗ عِنْدَاللّٰهِ مَنَ الْمَزِيْدِ الحديث الترغيب والترهيب ص ۲۵۴/ج ۲/ كتاب الجهاد الترغيب والترهيب فی النفقة فی سبيل الله مطبوعه مصر.

ترجمہ: معاذ ابن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

محمول فرمایا ہے[1]۔عام اذہان میں جہاد کا مفہوم قتال فی سبیل اللہ ہے۔حالانکہ امام نوویؒ نے غالباً تیرہ قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔جس میں جہاد باللسان اور جہاد بالقلم بھی ہے۔جہاد ماخوذ ہے جہد سے جس کا حاصل دین کی خاطر خدائے پاک کی دی ہوئی صلاحیت واستعداد کو اپنی وسعت کے موافق صرف کرنا[2] یہ مفہوم ہر نوع کے جہاد کو شامل ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۶/۲۰ھ

ہفت ہیکل کی فضیلت کی روایت

سوال:-احقر نے ہفت ہیکل کی فضیلت میں ایک کتاب میں دیکھا ہے۔اس کتاب پر نہ مصنف کا نام ہے اور نہ اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔احقر اس بات کو بعینہٖ نقل کرتا ہے۔حضرتِ والا سے گذارش ہے کہ احقر کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیں کہ صحیح ہے یا غلط ہے۔مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا کہ ہفت ہیکل اے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو جہاد میں ذکر اللہ کی کثرت رکھے اس لئے کہ اس کو ہر کلمہ کے بدلہ ستر ہزار نیکیاں ملیں گی، اس طرح کہ ہر نیکی ان میں سے دس گناہ ہوگی اس مزید اجر کے ساتھ جو اس کے لئے اللہ کے یہاں ہے۔

[4] الترغیب والترھیب ص۲۶۸/ج۲/ کتاب الجھاد الترغیب فی الغدوۃ فی سبیل اللہ.

[1] ومعناہ ان الروحۃ یحصل بھا ھذاالثواب وکذاالغدوۃ والظاھر انہ لایختص ذالک بالغدو والروح من بلدتہ بل یحصل ھذا الثواب بکل غدوۃ اوروحۃ فی طریقہ الی العزووکذاغدوۃ وروحۃ فی موضع القتال الخ. نووی علی مسلم ص۱۳۴/ج۲/(مطبوعہ رشدیہ دھلی) باب فضل الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ .

[2] وشرعاً بذل الجھد فی قتال الکفار ویطلق ایضاً علیٰ مجاھدۃ النفس والشیطان والفساق الخ، فتح الباری ص۷۷/ج۶/ (مطبوعہ نزارمصطفیٰ الباز) اول کتاب الجھاد.

حبیب اللہ نازل کرتا ہوں۔ جو کوئی ہفت ہیکل پڑھے گا یا اس کو اپنے پاس رکھے گا تو اس کو اور اس کے والدین کو عذاب دوزخ سے آزاد کرے گا۔ یا محمد ﷺ جس گھر میں یہ ہفت ہیکل ہوگا اس گھر میں دیو پری داخل نہ ہوگا۔ یا محمد ﷺ جو کوئی اس کو لکھ کر پاس رکھے گا وہ مرگ مفاجات اور بلا سے محفوظ رہے گا اور جو کوئی لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہمیشہ سرخ رو اور باعزت اور جانکنی کے وقت سکرات موت ایسر آسان ہوگی۔ یا محمد ﷺ جو کوئی اس ہفت ہیکل کو ہر روز پڑھے گا اگر پڑھنا نہ جانتا ہو تو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اس کو ستر ہزار کلام پاک کا ثواب اور ستر ہزار شہیدوں کا اور ستر ہزار حج کا اور ستر ہزار مسجد تیار کرنے کا اور ستر ہزار غلام آزاد کرنے کا اور ستر ہزار آدمیوں کو روزہ افطار کرانے کا اور ستر ہزار حافظوں کا اور ستر ہزار غازیوں کا اور ستر ہزار حاجیوں کا اور ستر ہزار عالموں اور ستر ہزار عابدوں کا اور ستر ہزار فرشتوں کا اور ستر ہزار دانشمندوں کا اور ستر ہزار پیغمبروں کا اور چار ملک مقرب کا ثواب پاوے گا۔ اے محمد ﷺ جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامہ میں ستر ہزار نیکی کا ثواب لکھے گا اور ستر بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ثواب دے گا یا جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس بندے کو چغل خوری سے اور غیبت کرنے والوں سے اور تمام بلیات و آفات سے محفوظ رکھے گا اگر وہ مقروض ہوگا تو اس کو قرض سے نجات دے گا اور اس کے دشمن کو مغلوب کرے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کتب حدیث میں اس کا کہیں وجود نہیں اصول محدثین کے اعتبار سے یہ بالکل موضوع اور بے اصل ہے[1] نہ اس پر اعتقاد رکھا جائے اور نہ اس پر عمل کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۷ھ

---

[1] ونحن ننبه على أمور كلية يعرف بها كون الحديث موضوعاً فمنها اشتماله على أمثال هذه المجازفات التي لايقول مثلها رسول الله صلى الله عليه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

فضائل رجب کی احادیث

سوال:- شب معراج کی بیداری کے بارے میں فضائل احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں یا نہیں؟ اوراس رات اہتمام سے شب بیداری کرنا کیسا ہے؟ نیز اس بارے میں یہ احادیث نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ کہ جوکوئی پاوے مہینہ رجب کا اوراس کی پندرہویں اورآخری تاریخ میں غسل کرے گا تو گویا کہ اس نے گناہوں سے پاکی ایسی حاصل کی جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اس مہینہ کی پانچ راتیں افضل ہیں واسطے عبادت کے، ایک تو اول اورایک اوسط اورتین آخیر کی ۔ اس ماہ کی ۲۷/ تاریخ کو معراج ہوئی تھی ۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جوکوئی اس ماہ میں ۳۰/ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے قل یاایھاالکافرون الخ. تین بار پڑھے تو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ اور اس کے لئے ہر دن شہید بدر کے برابر عمل اٹھایا جاوے گا۔ اورتمام مہینہ روزہ رکھنے والوں اورسال بھر نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا اور یہ بھی فرمایا حضور ﷺ نے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ نہیں نماز پڑھتا اس نماز کو مگر مومن ،اورنہیں چھوڑتا اس نماز کو مگر منافق اور مشرک،حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ خبر دیجئے مجھ کو اس نماز کی کس طرح پڑھوں اس نماز کو؟ تو فرمایا اے سلمان پڑھ ، پھراس کے بعد نماز کی کیفیت مذکور ہے۔طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کی گئی۔ اس کیفیت کے بعد یہ حدیث مذکور ہے۔ اس ماہ میں روزے بھی رکھے جاتے ہیں۔ ان کے فضائل بھی بے شمار ہیں۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے رجب کے مہینہ میں ایک دن ہے اورایک

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وهی کثیرة جدا کقوله فی الحدیث من قال لاإله الاالله: خلق الله من تلک الکلمة طائراً له سبعون الف لسان إلی قوله فی کل قصر سبعون الف حوراء وامثال هذه التی لایخلو حال واضعهامن احد الامرین اما ان یکون فی غایة من الجهل والحمق واما ان یکون زندیقا قصد التنقیص برسول الله صلی الله علیه وسلم باضافة مثل هذه الکلمات (المنارالمنیف فی الصحیح والضعیف ص ۵۹/ فصل السادس) (موضوعات کبیر ص ۹۲/فصل ونحن ننبه، مطبوعه مجتبائی دهلی)الآثارالمرفوعة فی اخبارالموضوعة ص ۱۶۵/المقدمة فی المطالب المعظمه،مطبوعه کراچی.

رات جوکوئی روزہ رکھے اس میں اورعبادت کرے اس میں تو ہووے ثواب واسطے اس کے مانند جوروزہ رکھے ۱۰۰/سوبرس تک۔ پس وہ رات ستائیسویں ۲۷/اوردن ستائیسواں ۲۷/ ہے۔ یہ پوری عبارت رکن الدین کتاب کی ہے۔ یہ احادیث صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب حامداًومصلیاً

آخرشب میں بیدار ہوکرنماز پڑھنے اوردعا کرنے کی فضیلت احادیث صحیحہ سے ثابت۔ حضورعلیہ السلام کا معمول بھی تھا اورصالحین کا شیوہ وطریقہ بھی ہے[1] شب معراج میں خصوصیت سے بیدار رہنے کے متعلق احادیث صحاح میں کوئی روایت میرے علم میں نہیں۔ ماہ رجب کی مخصوص تاریخوں میں غسل کی جوفضیلت سوال میں درج ہے یہ اصول کے اعتبار سے موضوع ہے، باطل ہے۔ ہرگز یہ اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ستائیسویں تاریخ کا روزہ سوبرس کے روزہ کے برابر ہونے کی بھی حدیث صحیح نہیں۔ ماثبت بالسنۃ میں تفصیل مذکور ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹۳/۸/۵ھ

---

[1] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبُ مَن یَّسْأَلُنِی فَاُعْطِیَه مَنْ یَسْتَغْفِرُنِی فَاَغْفِرَلَهٗ، بخاری شریف ص ۱۵۳/ج ۱/کتاب التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر اللیل متفق علیه مطبوعه اشرفی دیوبند (تفسیر مظهری ص ۱۰۸/ج ۱۰/)سورۂ مزمل آیت ۷/ مطبوعه ندوة المصنفین دهلی، عن أبی أمامة قال قال رسول اللّٰه ﷺ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ. ترمذی ص ۵۱۶/ج ۵/کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم باب ۱۰۲/حدیث ۳۵۴۷/ طبع بیروت، الحدیث (تفسیر مظهری ص ۱۰۹/ج ۱/سورۂ مزمل آیت ۷/مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمارے رب ہر رات جب رات کا اخیر تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے سماء دنیا کی طرف خاص توجہ فرماتے ہیں کوئی ہے جو مجھ سے مانگے میں قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو عطا کروں۔ کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کروں۔

حدیث ۲: حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کے قیام کو لازم پکڑلو اس لئے کہ یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے۔

[2] ماثبت بالسنة.

منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا

سوال:- ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح نہ بناؤ کیونکہ اس دن اصلاح بنانے سے برص کی بیماری ہوتی ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۹ھ

آب زمزم کی فضیلت حدیث میں

سوال:- آب زمزم کو دوسرے پانیوں سے کچھ امتیاز حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں اس کی فضیلت وارد ہے[2] حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر

---

[1] **تنبیہ:** حدیث شریف میں منگل اور ہفتہ کے دن حجامت کرانے کی ممانعت ہے اور عربی میں حجامت کے معنی پچھنا لگانا یعنی فاسد خون نکالنا ہے بالوں کی اصلاح کرانا مراد نہیں جس کے لئے اردو میں حجامت بول دیتے ہیں۔ اسی سے بعض کو غلط فہمی ہو جاتی ہے۔

عن الزهری مرسلا عن النبی ﷺ مَنْ اِحْتَجَمَ يَوْمَ الْاِرْبِعَاءِ اَوْيَوْمَ السَّبْتِ فَاَصَابَهٗ وَضَحٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّانَفْسَهٗ رواه احمد وابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۳۸۹ / عن كبشة بنت ابی يكرة ان اباها كان ينهى اهله عن الحجامة يوم الثلثاء ويزعم عن رسول الله ﷺ ان يوم الثلثاء يوم الدم وفيه ساعة لا يرقأ رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۳۸۹/ ج ۲/ كتاب الطب والرقى) طبع ياسر نديم ديوبند.

[2] خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيْهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ (مجمع الزوائد ج ۳/ ص ۶۲۱/ كتاب الحج، باب فی زمزم، مطبوعه دارالفكر)

ترجمہ: روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے، اس میں غذائیت بھی ہے اور بیماری سے شفاء بھی ہے۔

رگڑنے کی جگہ سے شدید پیاس کے دفعیہ کے لئے اس کا ظہور ہوا[1] شق صدر کے وقت قلب مبارک کو اس سے دھویا گیا[2] اور بھی امتیازات حاصل ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا حدیث سے ثابت ہے؟

سوال:- کیا شیطان و جنات دوسری مخلوق بالخصوص انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر ہو سکتے ہیں، حدیث شریف سے ثابت ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۱۴۰۱ھ

---

[1] فی الخبران ابراهیم علیه السلام لما وضع اسماعیل بموضع المکة (الیٰ قوله) ثم سمعت اصوات السباع فخشیت علی ولدها فاسرعت تشتد نحو اسماعیل فوجدته یفحص الماء من عین قد انفجرت من تحت خده وقیل بل من تحت عقبه (معجم البلدان ج۳/ص ۱۴۹/باب الزاء بیروت)

[2] اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فُرِجَ سَقْفِیْ وَاَنَا بِمکةَ فَنَزَلَ جِبْرِئِیْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمْ (بخاری شریف ج ۱/ص ۲۲۱/کتاب المناسک باب ما جاء فی زمزم، مکتبه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میری چھت کھولدی گئی جبکہ میں مکہ میں تھا، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ چاک کیا، پھر اس کو زمزم سے دھویا۔

[3] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَقَالَ وَکَّلَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَکٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِی اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَ رْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (الیٰ قوله) قَالَ ذَاکَ شَیْطَانٌ (بخاری شریف ج ۱/ص ۳۱۰/کتاب الوکالة باب اذاوکل رجلا فترک الوکیل شیئا الخ)مکتبه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول خدا ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت کا وکیل بنایا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور غلہ لینے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا بخدا میں تجھ کو حضور ﷺ کے پاس لے جاؤنگا (ابوہریرہؓ کے قول تک) حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

شب قدر کی تعیین ستائیسویں رات کو

سوال:- شب قدر کو رمضان شریف کے اخیر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے، تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان شریف کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا اور اسی شب کو قرآن شریف کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادتیں کرنا، تلاوت قرآن شریف اور خصوصا حافظوں کا ختم قرآن کرنا اسلاف اور کسی حدیث سے ثابت ہے کیا؟ اور کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شب قدر کو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے[۱] مگر بہت سے علماء نے قرآئن سے ستائیس کو ترجیح دی ہے، کہ ظن غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے[۲] لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی کردی جائے، ظن غالب کی بناء پر اگر ستائیس کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل ومستحب ہے، کذا فی البحر الرائق[۳] یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر کہنا اور دوسری راتوں کی نفی کردینا غلط ہے، ختم کا بھی اس شب میں التزام نہ کیا جائے، عبادت، تلاوت، نماز وغیرہ کے لئے مساجد میں اسی رات یا کسی اور

---

[۱] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ تَحَرُّوْ اللَّيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مَنْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۱ / کتاب الصوم باب لیلۃ القدر مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] القول الحادی والعشرون انها لیلة سبع وعشرین وهوالجادة من مذهب احمد وروایة عن ابی حنیفة وبه جزم ابی بن کعب و حلف علیه الی قوله استنبط بعضهم ذلک من جهة اخری فقال لیلة القدر تسعة أحرف وقد اعیدت فی السورة ثلاث مرات فذالک سبع وعشرون الخ فتح الباری، ج۳/ص ۲۲۹ / کتاب الصوم باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر مطبوعه یوسفی دیوبند.

[۳] ویختم فی اللیلة االسابع والعشرون لکثرة الاخبار انها لیلة القدر البحر الرائق کوئٹه ج۲ / ص۶۸ / آخر باب الوتر والنوافل.

رات کو جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت ومکروہ ہے، کذافی مراقی الفلاح[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۵ھ

گدھا کیوں بولتا ہے؟

سوال: -جب گدھا ڈھینچتا ہے تو اس کی کیا علت ہے، اور کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گدھا بولتا ہے، تو شیطان رجیم سے پناہ مانگنی چاہئے، کیونکہ وہ عامۃً شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے۔ کذا فی المشکوۃ ص۴۱۳ ر[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

مرغ کیوں بولتا ہے؟

سوال: -مرغ کی آواز سن کر کیا پڑھنا چاہئے، اور اس کے بولنے کی کیا علت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرغ اکثر جب بولتا ہے، تب فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ سے فضل طلب

---

[1] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرھا فی المساجد وغیرھا لانہ لم یفعلہ النبی ﷺ ولااصحابہ فانکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز منھم عطاء وابن ابی ملیکۃ وفقھاء اھل المدینۃ واصحاب مالک وغیرھم وقالو اذلک بدعۃ الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص۳۲۶/فصل فی تحیۃ المسجد وصلوٰۃ الضحی واحیاء اللیالی الخ مطبوعہ مصر.

[2] وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَاِنَّهٗ رَاٰى شَيْطَانًا مشکوٰۃ شریف ص۱۳/ج۲/باب الدعوات فی الاوقات، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند و مسلم شریف ص۳۵۱/ج۲/کتاب الذکر، باب استحباب الدعاء عندصیاح الدیک، مطبوعہ سعد دیوبند.

کرنا چاہئے۔ کذا فی المشکوٰۃ ص ۲۹۳ ر[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۱۴۰۱ھ

قتل الموذی قبل الایذاء حدیث کی تحقیق

سوال:- اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر یا بدن پر جوں پھرتی نظر آئے تو اس کا مارنا کیسا ہے؟ جبکہ حدیث کے اندر قتل الموذی قبل الایذاء آیا ہے، تو اس کا مارنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قتل الموذی قبل الایذاء حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے مع حوالہ و باب نقل کریں، تب اصل سوال کا جواب ہو سکے گا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۸ھ

---

[1] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَةِ فَاسْئَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَکاً مشکوة شریف ۲۱۳ ر باب الدعوات فی الاوقات الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار میں دورانِ نماز جوں مارنے اور دیگر احادیث مرفوعہ میں سانپ وبچھو جیسے موذی جانور کے قتل کا حکم موجود ہے اور فقہاء نے دوران نماز قتلِ موذی کو غیر مفسدِ صلوۃ قرار دیا ہے۔

کان عمرؓ بن الخطاب یقتل القملة فی الصلوة حتی یظهر دمها علی یده، کنز العمال ص ۲۱۶ ر ج ۸ ر رقم الحدیث ص ۲۲۶۲۷ ر مباحات الصلوة، مطبوعه بیروت، عن ابی معاذ بن انسؓ وانس ابن مالکؓ انهم کانوا یقتلون القمل والبراغیث فی الصلوة، مراسیل ابوداؤد ص ۶ ر کاب الصلوة مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

قال اذا وجد احدکم عقرباً وهو یصلی فلیقتلها بنعله الیسریٰ الحدیث، مراسیل ابوداؤد ص ۷ ر کتاب الصلوة مطبوعه سعد دیوبند عن ابی هریرةؓ قال امر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بقتل الاسودین فی الصلوة، نسائی شریف ص ۱۳۴ ر ج ۱ ر باب قتل الحیة والعقرب اکتاب الافتتاح مطبوعه اشرفی دیوبند، اعلاء السنن ص ۱۲۲ ر ج ۵ ر کتاب الصلوة، باب جواز القمله الخ مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

قتل العقرب والحیة فی الصلوة لایفسد الصلوة ویستوی فیه جمیع انواع الحیّات وانما یباح قتل الحیة والعقرب فی الصلوة اذا مر بین یدیه وخاف ان یوذیه عالمگیری مختصراً کوئٹه ص ۱۰۳ ر ج ۱ ر الباب السابع فیما یفسد الصلوة، شامی کراچی ص ۶۵۲ ر ج ۱ ر باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها.

کتاب دین ودنیا کی ایک حدیث کی تحقیق

سوال:- مفتی شوکت علی صاحب فہمی کی ایک کتاب دین ودنیا سے ایک عبارت نقل کرکے احقر نے دارالافتاء میں برائے جواب دیا، اس کا جواب صرف یہ دیا گیا کہ یہ حدیث موضوع غیر معتبر ہے، مگر عوام کے لئے یہ تسلی بخش جواب نہیں ہے، احقر سے بار بار دریافت کرتے ہیں، کہ اگر حدیث ہے تو حضرات علماء دین اس پر عامل کیوں نہیں؟ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں، ریاض المقاصد میں بحوالہ جامع الفقہ مجموع الروایات سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حمزہؓ کی روح کے لئے تیسرے روز، دسویں روز اور ۲۰/ ویں اور ۴۰/ ویں نیز سالانہ کے روز کھانا پکوایا کرتے تھے، اور صحابہ کا بھی یہی معمول تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بالکل غلط ہے، حدیث شریف کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں، بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، طحاوی شریف، مشکوٰۃ شریف، دارمی شریف، دارقطنی شریف وغیرہ وغیرہ کسی کتاب میں یہ بات مذکور نہیں، جو شخص اس چیز کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ حدیث شریف میں دکھائے، مطالبہ اس سے کیا جائے، ریاض المقاصد ہو یا کوئی اور ہو جب تک حدیث شریف میں نہ دکھایا جائے، حضور اکرم ﷺ کی طرف اس نسبت کو کیسے صحیح مان لیا جائے، اگر حدیث شریف میں یہ واقعہ ہوتا تو علماء دیوبند ضرور اختیار کرتے، جب نہیں ہے تو غلط بات پر کیوں عمل کریں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۹۵ھ

کوئی کافر امیر ہے کوئی غریب دونوں جہنم میں کیوں

سوال:- کافر غریب دنیا میں بہت ہیں اور اکثر نان شبینہ کو محتاج ہیں، اور مرنے پر

جہنم رسید ہوتے ہیں، اور کافر امراء دنیا میں آرام سے رہتے ہیں، اور کفر میں بھی اشد ہیں، مرنے پر نار جہنم ان کو بھی کیا سبب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قدرت کے رموز ہیں کون جانے کس کے ساتھ کیا معاملہ کس وجہ سے ہے، اس کے درپے نہیں ہونا چاہئے جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو پڑھنا چاہئے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا اِبْتَلَاکَ بِہٖ[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

مردوں کو جنت میں حور وغلماں ملیں گے عورتوں کو جنت میں کیا ملے گا؟

سوال: -عمل صالح کرنے سے مردوں کو جنت ملے گی، حور وغلماں ملیں گے، مگر عورتوں کو کیا ملے گا؟ جب کہ خاوند بھی اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ عورتوں کو ان کے خاوند بھی ملیں اور دوسرے بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کو ان کے خاوند ملیں گے، جو ان کے لئے انتہائی راحت کا ذریعہ ہونگے، کسی اور طرف ان کی نظر نہیں جائے گی، بلکہ خیال بھی نہیں آئے گا، مشکوٰۃ شریف[2] اور دیگر کتب

---

[1] قال ﷺ مَامِنْ رَجُلٍ رَاٰی مُبْتَلِیً فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا اِبْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا اِلَّا لَمْ یُصِبْہُ ذَالِکَ الْبَلَاءَ کَائِنًا مَاکَانَ رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ج ۱/۲۱۴/باب الدعوات الفصل الثانی)طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّۃِ لَخِیْمَۃً مِنْ لُؤْلُؤَۃٍ وَاحِدَۃٍ مُجَوَّفَۃٍ عَرْضُھَا وفی روایۃ طُوْلُھَاسِتُّوْنَ مَیْلًافِی کُلِّ زَاوِیَۃٍ مِنْھَا اَھْلٌ مَایَرَوْنَ الْاٰخِرِیْنَ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

احادیث میں موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

ایک جنین باتیں کرتا ہے، کیا وہ مہدی ہے؟

سوال:- (۱) انڈونیشیا میں ایک عورت حاملہ ہے اس کے دن پورے ہو چکے ہیں، لیکن ابھی تک ولادت نہیں ہوئی، بلکہ جنین نے یہ خبر دی ہے کہ آنے والے سال میں حج کے دن عرفات کے میدان میں پیدا ہوں گے، دوسرے یہ کہ اندر سے جنین گفتگو کرتا ہے، جس کی باتیں صرف اس کی ماں سمجھتی ہے، اور کوئی نہیں سمجھتا، تیسرے یہ کہ کہنے والے کا بیان ہے کہ آئندہ چل کر اس کی باتیں ماں کے علاوہ اور اشخاص بھی سمجھ سکتے ہیں، چوتھے یہ کہ بچہ حکم کرتا ہے، کہ فلاں جگہ چلو، ماں اس کے حکم کے مطابق دورہ کرتی ہے، پانچویں یہ کہ بچہ مادر کے رحم ہی میں نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے۔

(۲) بندہ کے پاس اس کا استفتاء آیا ہے، اس کی خبر تصدیق کرنا چاہئے، یا نہیں؟

(۳) بعض کا خیال ہے کہ امام مہدی یہی ہیں اور قرب قیامات کی علامت شروع ہوگئی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، جس کی تصدیق لازم ہو، اگر مخبرہ ثقہ ہو اور ظن غالب اس کی تصدیق پر آمادہ کرے تو تصدیق میں اشکال نہیں، لیکن وہ ملک در ملک دورہ کرتی ہے، اور

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) (مشکوۃ شریف ص ۴۹۶/باب صفة الجنة و اهلها) طبع یاسر ندیم دیوبند.

ترمذی شریف ص ۸۱/ج ۲/ابواب صفة الجنة باب ماجاء فی سوق الجنة، مطبوعه دیوبند.

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں مومن کیلئے ایک خالی موتی کا خیمہ ہوگا، جس کا عرض (ایک روایت میں ہے) جس کا طول ساٹھ کوس کا ہوگا، اس کے ہر گوشہ میں اس کی بیویاں وغیرہ ہونگی، جو دوسرے گوشوں والوں کو نہیں دیکھیں گی۔

بظاہر بغیر محرم کے سفر کرتی ہے، وہ تو ثقہ اور قابل تصدیق نہیں[۱] قرب قیامت کا ظن غالب ہے، دماغی مرض کا بھی شبہ ہے، شیطانی اثر بھی ہوسکتا ہے، غرض اس کا قول حجت شرعیہ نہیں۔

(۲) اس کی تصدیق یا تکذیب سے نہ ایمان قوی ہوتا ہے، نہ ضعیف ہوتا ہے، اس کی باتوں کی طرف توجہ لایعنی ہے۔

(۳) یہ خیال بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے، حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف[۲] میں موجود ہے کہ ان کا نام حضور اکرم ﷺ کے نام کے موافق ہوگا، اور ان کے والد کا نام حضور اقدس ﷺ کے والد کے نام کے موافق ہوگا، اور وہ حضرت فاطمہؓ کی ذریت سے ہوں گے[۳] اور لوگ ان کو نہیں پہچانیں گے، ان کا حلیہ بھی بتلایا گیا ہے، ''اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفَ الخ'' ابوداؤد شریف[۴] میں تفصیل موجود ہے، مشکوٰۃ شریف[۵] اشراط الساعۃ میں بھی

---

[۱] اتفقوا علی ان الاعلان بکبیرة تمنع الشهادة وفی الصغائر ان کان معلناً بنوع فسق مستشنع یسمیه الناس بذالک فاسقاً مطلقاً لاتقبل شهادة فتاوی هندیه کوئٹه ص ۴۶۶/ ج۳/ کتاب الشهادات الباب الرابع ،فصل ثانی فیمن لاتقبل شهادته لفسقه ،شامی کراچی ص ۴۷۳/ ج۵/ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه.

[۲] فی حدیث عبداللّٰه حتی یبعث رجلاً منی اومن اهل بیت یواطئی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی الحدیث ابوداؤدشریف ص ۵۸۸/ ج۲/ اول کتاب المهدی مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند مشکوة شریف ص ۴۷۰/ باب اشراط الساعةالفصل الاول مطبوعه یاسرندیم دیوبند .

[۳] فی حدیث ام سلمةؓ المهدی من عترتی من ولدفاطمةؓ الحدیث ابوداؤدشریف ص ۵۸۸/ ج۲/ مطبوعه سعدبکڈپو دیوبند.

[۴] تفصیل ملاحظہ ہو۔ ابودائود شریف ص ۵۸۸/ ج ۲/ کتاب الفتن باب المهدی،یاسرندیم دیوبند.

[۵] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَهْدِیُّ مِنِّی اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجُوْرًا یَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ (مشکوٰة شریف ص ۴۷۰/باب اشراط الساعة) یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا مہدی علیہ السلام میری اولاد میں سے ہے روشن وکشادہ پیشانی بلند ناک وہ زمین کو اسی طرح داد وانصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری تھی، وہ سات برس تک زمین کا مالک رہے گا۔

یہ روایت موجود ہے، اب تو اس عورت کے متعلق اخبارات میں کچھ اور بھی آ گیا ہے، کہ جب اس کی تفتیش کی گئی تو جنین کیا بولتا وہ خود بھی جنین کی طرح کہیں غائب ہوگئی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم ۳/۳/۹۰ھ

دھوکہ دینا نقصان پہنچانا

سوال:- اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر مسلمان کے مال کو لے یا کسی بھی طرح مسلمان کو نقصان پہنچائے تو ایسے شخص کے لئے شریعت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دھوکہ دینا سخت مذموم ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے ''مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي'' (الحدیث[1]) جو شخص ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں، ''لَايَحِلُّ مَالُ اِمْرَأٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ'' الحدیث شریف[2] ص ۲۵۵ ظلم کا وبال دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گا اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا، جو شخص کسی مومن کو نقصان پہنچائے، اس سے مکر کرے، اس پر لعنت آئی ہے ''مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْمَكَرَبِهٖ (الحدیث) مشکوٰۃ شریف[3] ص ۴۲۸ آپ کا مال جتنا ناحق لیا گیا ہے، آپ کو اس کے وصول کرنے کا پورا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۸ /باب المنهی عنها من البیوع یاسر ندیم دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ /باب الغصب والعاریۃطبع یاسر ندیم دیوبندشعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/ ج ۲ /الباب الثامن والثلاثون فی قبض الیدعن الاموال المحرمة الخ،مطبوعه مکتبه نزارمصطفی البازمکة المکرمة .

ترجمہ: کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۸ /باب ماینهی عنه من التهاجر طبع یاسر ندیم دیوبند.

جنات سے حمل

سوال:- جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنات کی صحبت سے بھی استقرار حمل ہوکر بچہ پیدا ہوسکتا ہے، حدیث شریف میں ہے ''اِنَّ فِیْکُمْ مُغَرِّبِیْنَ قِیْلَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَمَاالْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِیْ یَشْرَکُ فِیْھِمُ الْجِنَّ اھ''[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۱ھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چپت مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال لی

سوال:- اورنگ آباد کے امیر جماعت نے دوران وعظ ایک واقعہ بیان فرمایا اس کی تصدیق آپ سے چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت تشریف لائے، تو آپ نے طمانچہ مار دیا وہ چلے گئے، اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ میرے کلیم سے اجازت کیوں نہیں لی، امیر جماعت سے میں نے پوچھا کہ کیا یہ بات صحیح ہے،

---

[1] ابوداؤد ص ۶۹۶/ج ۲/کتاب الادب، باب فی المولود یؤذن فی اذنہ، طبع یاسر ندیم دیوبند، مشکوۃ ص ۳۹۰/کتاب الطب، والرقیٰ، طبع یاسر ندیم دیوبند، کنز العمال بیروت ج ۱۶/ ص ۳۵۴/حدیث نمبر ۴۴۹۰۰/الباب الخامس فی حقوق الزوجین، الفصل الثانی، الفرع الثانی، فی المباشرۃ وآدابھا مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت.

ترجمہ: بلاشبہ تم میں سے مغربین ہیں، عرض کیا گیا مغربون کون ہیں؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جن میں جنات شریک ہوتے ہیں۔

انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں نے معتمد بزرگوں کی زبان سے سنا ہے اس لئے بیان کردیا، اس پر میں خاموش ہوگیا، سوال طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بخاری شریف[۱]، مسلم شریف[۲]، نسائی شریف[۳] میں روایت موجود ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے (بشکل انسانی) جان نکالنے کے لئے انہوں نے طمانچہ مار دیا، جس سے آنکھ نکل پڑی، وہ اللہ پاک کے پاس پہنچے اور کہا آپ نے ایسے انسان کے پاس مجھے بھیج دیا، جو موت نہیں چاہتا، وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم جا کر پیام پہنچاؤ کہ بیل کی کمر پر ہاتھ رکھدو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے مقابلہ میں ایک سال کی زندگی مل جائے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا پھر کیا ہوگا؟ جواب ملا کہ پھر موت ہوگی، عرض کیا کہ جب پھر بھی موت ہے، اس سے چھٹکارا نہیں، تو اب ہی سہی مگر بیت المقدس سے مجھے قریب تر کردیا جائے، یہ حدیث صحیح ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے ملک الموت کی آنکھ بھی ٹھیک کردی تھی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۷/۴/۹۰ھ

---

[۱] بخاری شریف ج ۱/ص ۴۸۴/ کتاب الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام مکتبہ اشرفی دیوبند.

[۲] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامَ فَقَالَ لَہٗ اَجِبْ رَبَّکَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامَ عَیْنَ مَلَکِ الْمُوْتِ فَفَقَا ھَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلِکُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍلَکَ لَایُرِیْدُ الْمُوْتَ وَقَدْ فَقَاءَ عَیْنِی قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ عَیْنَہٗ وَقَالَ اِرْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلِ الْحَیَاۃَ تُرِیْدُ فَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیَاۃَ فَضَعْ یَدَکَ عَلٰی مَتَنِ ثُوْر فَمَا تَوَارَتْ یَدَکَ مِنْ شَعْرَۃٍ فَاِنَّکَ تَعِیْشُ بِھَا سَنَۃً قَالَ ثُمَّ مَہْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالاٰنَ مِنْ قَرِیْبٍ رَبِّ اَمِتْنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ رَمْیَۃً بِحَجَرٍ (مسلم شریف ج ۲/ص ۲۶۷/ کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مکتبہ بلال دیوبند.

[۳] نسائی شریف ج ۱/ص ۲۲۸/ کتاب الجنائز باب فی التعزیۃ، کتبہ فیصل دیوبند.

شیخ سعدیؒ کے ایک شعر کا مطلب

سوال: -مولانا سعدیؒ نے فرمایا:

پرتو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بد ست
تربیت نااہل را چوگردگاں برگنبد ست

بنیاد سے کیا مراد ہے؟ اور نااہل کون ہے؟ ''وَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ'' اور حدیث میں شقی سے جو مراد ہے، کیا وہی نااہل ہے یا کچھ اور مطلب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف[1] میں ہے ''وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّھَبَ'' نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسا کہ خنزیر (سور) کو جواہر موتی سونے کا ہار پہنانا، اس کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نااہل وہ ہے جو بات صحیح نہ سمجھے یا دینی علم کو دنیا کمانے کے لئے حاصل کرے، یا کسی بھی ایسی غرض کے لئے پڑھے جو خوشنودیٔ خداوندی کے خلاف ہو[2] شقی کا مصداق بے ایمان اور دوزخی ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے

سوال: -ساری مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں، اس سے اپنا مطلب حل کریں:

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۴/ کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] بان یحدثہ من لایفھمہ اومن یرید منہ غرضا دنیویا اومن لایتعلمہ للّٰہ الخ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱/ص ۲۳۳/ کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

[3] الشقی الذی وجبت لہ النار (تفسیر کشاف ص ۲۹۳/ ج ۲/ دار الفکر، سورۂ ھود آیت ۱۰۵/)

"وعنه ای عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِیَدِیْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُرْبَةَ یَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِیْهَا الْجِبَالَ یَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَخَلَقَ الْمَکْرُوْهُ یَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِیْهَا الدَّوَابَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَخَلَقَ آدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ آخِرِ وَآخِرِ سَاعَةِ الْخَلْقِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ فِیْهَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی اللَّیْلِ. رواه مسلم مشکوٰة شریف ص ۵۱۰/"[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۵ھ

شرورالعلماء کون ہیں

سوال:- ایسے مولوی صاحبان جو گندم نما جوفروش ہیں ہمیشہ وہ قوم کولڑا کر فائدہ اٹھاتے ہیں وہ کون ہیں اوران کو کیا کہا جائے مَنْ یُفَرِّقُ فَاقْتُلُوْهُ بِالسَّیْفِ سے کیا مراد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جولوگ اپنے نفس واقتدار کی خاطر قوم کولڑاتے ہیں وہ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کی باتیں نہ سنیں جائیں فَاقْتُلُوْهُ بِالسَّیْفِ کا حکم ہر ایک کیلئے نہیں۔[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ ۱۱/۳/۸۸ھ

---

[1] مشکوٰة شریف ص ۵۱۰/باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیهم السلام، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی (زمین) کو سنیچر کے دن پیدا کیا اور پھر زمین میں پہاڑوں کو اتوار کے روز پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن اور بری چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور روشنی کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین کے اندر جمعرات کے دن پھیلایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا۔

[2] ان ولایة اقامة الحدود ثابتة للامام بطریق التعیین، بدائع زکریا ص ۵۲۴/ج۵/کتاب الحدود التعزیر.

کون سی راتیں افضل ہیں

سوال:- شب بیداری کے لئے کتنی راتوں کی حدیث میں فضیلت آئی ہے کیا شب معراج بھی اس میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان کے اخیر عشرہ کی راتیں خاص کر لیلۃ القدر عیدین کی راتیں، عشرہ ذی الحجہ کی راتیں، نصف شعبان کی رات مگر ان راتوں میں مسجد میں اجتماعی صورت اختیار نہ کی جائے نورالایضاح[1] مراقی الفلاح[2] وطحطاوی[3] میں فصل فی بیان النوافل کے ذیل میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دمدار ستارہ

سوال:- آج کل یہاں پر شب کے تین بجے دمدار ستارہ نمودار ہوتا ہے یہ ستارہ پہلے شمال کی جانب نکلتا تھا اب مشرق کی جانب نکلتا ہے اس بارے میں عوام میں بہت سی باتیں مشہور ہو رہی ہیں براہ کرم واضح فرمادیں کہ ایسے ستاروں کے بارے میں شرعاً کوئی چیز ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس ستارہ کی شرعی پوزیشن کیا ہیں نیز اس بارے میں عوام کے قیاسات پر یقین

---

[1] وندب احیاء لیالی العشر الاخیر من رمضان واحیاء لیلتی العیدین ولیالی عشر ذی الحجة ولیلة النصف من شعبان ویکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد. نور الایضاح ص ۱۱۵ / فصل فی النوافل فصل فی تحیة المسجد (مکتبه امدادیه دیوبند)

[2] مراقی الفلاح ص ۶۳ / کتاب الصلوٰة فصل فی تحیة المسجد وصلوة الضحٰی واحیاء اللیالی مطبوعۂ عامره شرفیه مصر.

[3] طحطاوی علی المراقی ص ۳۲۴ / کتاب الصلوٰة فصل فی تحیة المسجد الخ (مطبوعه مصر)

کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر یقین کیا جاسکتا ہے تو کس حد تک براہ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الاشاعة لاشراط الساعة میں ص ۵۷/ پر حضرت ابن عباسؓ کی حدیث بحوالہ ابن مردویہ منقول ہے کہ جب فلاں فلاں کام ہونے لگیں تو دمدار ستارہ طلوع ہوگا[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ عبادات میں اخلاص نہ رہے معاصی کی شدت ہوجائے حدود اللہ قائم نہ کی جائیں تو اس وقت اس قسم کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جن کا مقصد مخلوق کو خداوند تعالیٰ کی طرف اطاعت کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ معاصی کم ہوں لوگ اخلاص پیدا کریں اور یہ ظاہر ہے کہ عامۃً ایسی نشانیوں کو آج کل تماشا بنا لیا جاتا ہے فوٹو لئے جاتے ہیں۔ کیمیاوی تحقیق کی جاتی ہے اور عبرت حاصل کرکے اصلاح کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔

قحط، زلزلہ، طوفان، وبا کا اثر، آتش فشاں مختلف قسم کے اسباب کو مسلط کیا جاتا ہے کبھی دور سحر انسانی شکل میں بھی ہوتے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے دمدار ستارہ کے متعلق کلام کیا ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

درخت کے ملے جلے سایہ میں بیٹھنا

سوال:- کچھ دھوپ کچھ سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت جو حدیث شریف میں آئی ہے تو

---

[1] عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاسلمان اذاکان حج الملوک تنزھا والاغنیاء للتجارۃ والمساکین للمسئالۃ والقراء ریاء وسمعۃ فعند ذالک یظھر نجم لہ ذنب رواہ ابن مردویہ (الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۲۶/ ذکر ظھور کوکب لہ ذنب وماورد فی ذالک ،طبع بیروت)

[2] تفسیر فتح العزیز پارۂ عم ص ۱۳۶/ سورۃ الطارق ،مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

بعض مکانوں میں دھوپ اتنی کم آتی ہے کہ جاڑے کے موسم میں پورا بدن دھوپ میں نہیں آسکتا نیز گرمی کے موسم میں درختوں کے سایہ میں دھوپ ملی جلی ہوتی ہے تو بظاہر ضروری ہوا کہ مذکورہ مکانات کی دھوپ اور درختوں کے سایوں سے بچے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ممانعت اندیشہ مضرت سے ہے مضرت نہ ہو تو ممانعت نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

گائے کا گوشت تناول فرمانا

سوال:- الجواب المتین میں تحریر ہے کہ حضور ﷺ نے صرف ایک مرتبہ گائے کا گوشت اپنی لونڈی حضرت بریرہؓ کے یہاں استعمال کیا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ گوشت کو انگلی میں لپیٹ کر صرف چکھا تھا، حضور ﷺ نے شوربا پیا تھا، یا گوشت کی بوٹی بھی استعمال کی تھی، مشکوٰۃ میں قربانی کے باب میں تحریر ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار گائے کی قربانی اپنی ازواج مطہراتؓ کی طرف سے کی تھی، تو گائے کی قربانی کا گوشت صرف ازواج مطہراتؓ نے استعمال کیا تھا یا حضور ﷺ نے بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الجواب المتین میرے پاس نہیں، نہ یہ روایت کسی کتاب میں میری نظر سے گذری، البتہ گائے کی قربانی کی روایت صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے[2] شرح سفر السعادۃ

---

[1] اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الْفَیْءِ فَقَلَصَ عَنْہُ الظِّلُّ فَصَا رَبَعْضُہُ فِی الشَّمْسِ وَبَعْضُہُ فِی الظِّلِّ فَلْیَقُمْ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۵ باب الجلوس والنوم والمشی طبع یاسر ندیم دیوبند، لان الانسان اذا قعد ذاک المقعد فسد مزاجہ لاختلاف حال البدن من المؤثرین المتضادین (مرقاۃ ص ۵۸۸ ج ۴ مطبوعہ مصر)

[2] ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ عَائِشَۃَؓ بَقَرَۃً یَوْمَ النَّحْرِ (مسلم شریف، ج ۱/ص ۴۲۴ کتاب الحج باب جواز الاشتراک فی الھدی واجزاء البدنۃ و البقرۃ کل واحدۃ منھما عن سبعۃ) ابوداؤد ص ۳۸۸/ ج ۲/ کتاب الضحایا، باب البقر والجزور عن کم تجزی، مطبوعہ سعد دیوبند.

ص ۴۴۶ ر میں دیگر لحوم کے تناول فرمانے کا ذکر ہے، لیکن گائے کا ذکر اثباتاً ونفیاً کچھ نہیں ہے، زادالمعاد ج ۲ ر ص ۱۷۲ ر میں لحم البقر کے خواص اور طریق اصلاح کو بیان کیا، مگر حضور ﷺ کے تناول فرمانے کا اس میں بھی ذکر نہیں ہے[1] حاکم کی روایت میں لحم بقر کو داء اور سمن ولبن کو دوا و شفا فرمایا گیا ہے[2]، تذکرۃ الموضوعات میں اس کو خصوصیات پر محمول کیا ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۶۱ھ

کیا مینار دعا کرتے رہتے ہیں

سوال:- کیا کوئی ایسی حدیث موجود ہے کہ مسجد کے دو مینار گویا دو ہاتھ ہیں جو آبادی والوں کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے ایسی حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۱۴۰۰ھ

---

[1] لحم البقر باردیا بس عسر الانهضام بطئی الانحدار یولد دماً سوداویا لایصلح الا لا هل الکد والتعب الشدید ویورث ادمانه الا مراض السوداویة (الی قوله) وهذا المن لم یعتده اولم یدفع ضرره بالفلفل والثوم والدار صینی والزنجبیل ونحوه (زادالمعاد، ج ۴ ر ص ۳۴۳ ر لحم البقر، مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)

[2] عَلَيْكُمْ بِالْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا وَاِيَّاكُمْ لُحُوْمَهَا فَاِنَّ اَلْبَانَهَا وَسُمْنَانَهَا دَوَاءُ وَشِفَاءٌ الحدیث مستدرک للحاکم ص ۴۴۸ ر ج ۴ ر رقم الحدیث ص ۸۲۳۲ ر کتاب الطب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] عَلَيْكُمْ بِالْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْ مَهَا فَاِنَّ اَلْبَانَهَا وَسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ وَلُحُوْ مُهَا دَاءٌ لِلْحَاکم مرفوعا لیبس الحجاز ویبوسة لحم البقر ورطوبة لبنها وسمنها فکانه یری اختصاصه به (تذکرة الموضوعات ص ۱۴۶ باب الادام کاللحم والهریسة الخ المکتبة القیمة بمبئی فیض القدیر ص ۳۴۸ ر ج ۴ ر حدیث ۵۵۵۷ ر حرف العین، مطبوعه دارالفکر بیروت)

جنازۂ نبوی ﷺ پر نماز کی کیفیت

سوال: -حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا جب تم مجھ کو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی میرے اس حجرہ میں قبر کے کنارے پر رکھ کر ذرا ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا کہ اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ (از مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم الدین جلد چہارم باب دہم موت کے ذکر میں باب الوفات ۱۰/ص ۸۷۴/-۸۷۵/مترجم مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی)

مندرجہ بالا عبارت یہاں مستقل فتنہ کا سبب بنی ہوئی ہے، جس میں صراحۃً مذکور ہے اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کیا واقعی معبود حقیقی نے بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر نماز پڑھی ہے جبکہ سب بندے بلکہ خود حضرت نبی کریم ﷺ بھی اس کی نماز پڑھتے ہیں اور اب بھی اس کی نماز پڑھی جاتی ہے، نیز اللہ رب العزت اور فرشتوں کی نماز کے لئے سب کا باہر جانا کیوں ضروری ہے، وہ تو غیر محسوس اور غیر مرئی ہیں، صحابۂ کرامؓ کے رہتے ہوئے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، اصل عبارت ملاحظہ فرما کر واضح فرمائیں کہ یہ مترجم کی غلطی ہے یا مصنف کا یہی مطلب ہے، نوازش ہوگی، اگر جواب میں اصل عبارت تحریر فرمائیں کیونکہ ہمارے پاس اصل کتاب نہیں صرف اس کا ترجمہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طبقات ابن سعد میں روایت ہے[1] کہ واقدی راوی ہیں اور ضعیف ہیں، نیز مرسل ہے، علامہ عراقی نے تخریج میں ایسا ہی فرمایا ہے کما فی ہامش احیاء العلوم ج ۴/ص ۴۰۰/[2] یہاں

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۵۷/ج ۲/ذکر ما اوصی به رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه، طبع دار الفکر بیروت.

[2] قال العراقی رواه ابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

الفاظ یہ ہیں ''اِذَا غَسَلْتُمُوْنِیْ وَ کَفَّنْتُمُوْنِیْ فَضَعُوْنِیْ عَلٰی سَرِیْرِیْ فِیْ بَیْتِیْ هٰذَا عَلٰی شَفِیْرِ قَبْرِیْ ثُمَّ اُخْرُجُوْا عَنِّیْ سَاعَةً فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُصَلِّیْ عَلَی اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ هُوَا لَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتَهٗ ثُمَّ یَاْذَنُ لِلْمَلَائِکَةِ فِی الصَّلٰوةِ عَلَیَّ فَاَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ عَلَیَّ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَیُصَلِّیْ عَلَیَّ جِبْرِئِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مَلَکَ الْمَوْتِ مَعَ جُنُوْدٍ کَثِیْرَةٍ ثُمَّ الْمَلَائِکَةِ بَاَجْمَعِهَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ فَادْخُلُوْا عَلَیَّ اَفْوَاجًا فَصَلُّوْا عَلَیَّ اَفْوَاجًا زُمْرَةً زُمْرَةً وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ''[1] (احیاء العلوم ج ۴/ ص ۴۰۰/)

عبارت میں لفظ صلوٰۃ ہے، جب صلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو اس سے رحمت مراد ہوتی ہے[2] یہی حق تعالیٰ شانہ کے شان کے لائق ہے، یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ رفع یدین کر کے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھیں گے اور سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ بطریق معروف پڑھیں گے، قرآن کریم میں وارد ہے، ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ''[3] غلط فہمی کو رفع کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) هوا الواقدی باسناد ضعیف الی ابن عون عن ابن مسعود وهو مرسل ضعیف کما تقدم (احیاء العلوم ج۴/ص ۴۰۱/) ص ۴۵۵/ ج۴/ ذکر الموت ومابعده الباب الرابع فی وفاة رسول ﷺ مطبوعه مصر، اتحاف ص ۲۹۰/ ج۱۰/ الباب الرابع فی وفاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، طبع دار الفکر بیروت.

[1] جب تم مجھ کو غسل دیدو اور کفن پہنا دو، تو مجھ کو میرے تخت پر میرے گھر میں میری قبر کے کنارے پر رکھ دینا، پھر کچھ دیر کے لئے میرے پاس سے نکل جانا، اس لئے کہ بیشک سب سے اول مجھ پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے گا، پھر فرشتوں کو مجھ پر نماز (جنازہ) کی اجازت ہوگی پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے اول مجھ پر داخل ہونے والے اور نماز پڑھنے والے جبرئیل علیہ السلام ہونگے، پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت علیہ السلام بہت سے لشکروں کے ساتھ پھر فرشتے نماز پڑھیں گے، پھر تم مجھ پر فوج در فوج داخل ہونا اور فوج در فوج جماعت در جماعت نماز پڑھنا اور سلام پڑھنا۔

[2] قال البغوی الصلوٰة من اللّٰه الرحمة (تفسیر مظهری ج ۷/ص ۳۷۴/ سورۂ احزاب آیت ۵۶/ مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

[3] سورۂ احزاب آیت ۵۶/۔ **ترجمہ:** بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبرؐ پر (بیان القرآن)

معراج نامہ کی ایک موضوع روایت

سوال:- ہمارے یہاں ایک پیر مشائخ ہوکر ایک بزرگ گزرے ہیں یا نہیں، ان کی کتاب معراج نامہ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو جب معراج نصیب ہوئی، اس وقت ساتویں آسمان پر دسترخوان بچھایا گیا، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تنہا نہیں کھاؤں گا میرے ساتھ کسی اور شخص کا ہونا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ کھانا تناول فرمایئے! حضور ﷺ نے عرض کیا اللہ سے، میرا ساتھ دیجئے! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں کھانے وغیرہ سے منزہ ہوں، اس وقت پردہ سے ایک ہاتھ جو نمودار ہوا تھا اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی بھی تھی، جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت علیؓ کی انگلی میں وہ انگوٹھی دیکھی، جو انگوٹھی ساتویں آسمان پر دیکھی تھی، تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ انگوٹھی کس کی ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ فرماتے ہیں، یہ انگوٹھی آپ ﷺ کی ہے۔ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ بھی کھانے میں شریک تھے، آیا یہ مطلب صحیح ہے یا نہیں، تو ایک پیر مشائخ جو ایک خداداد بزرگ تھے، ان کے لکھنے کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت اردو، فارسی، عربی کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، بے سند بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت معصیت ہے، یہ معراج نامہ میں نے نہیں دیکھا، نہ ان بزرگ سے واقف ہوں، اس قصہ کا غلط اور نبوت کے خلاف ہونا ظاہر ہے، بعض آدمی کتاب لکھ کر کسی بزرگ کی طرف منسوب کردیتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/ ۹۴ھ

---

[1] عن ابنؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الاماعلمتم فمن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف ص ۳۵/ کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے طرف سے حدیث روایت کرنے میں پرہیز کرو مگر جو حدیث تم کو معلوم ہو پس جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

تم

الجزء السابع

بحمد الله واحسانه

وتوفيقه تعالىٰ وبمنه وكرمه

ويليه الجزء الثامن اوله كتاب الطهارة

انشاء الله تعالىٰ ربنا تقبل منا انک انت السميع

العليم وتب علينا انک انت التواب الرحيم بحرمة حبيبک

سيد المرسلين وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى

اٰله واصحابه اجمعين

الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله

جامعه

هٰذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

پانی اور کنویں کے مسائل

ماءِ مستعمل

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں۔ زید کہتا ہے کہ اگر لوٹے میں وضو کے لئے پانی رکھا گیا اور متوضی کی انگلی یا کسی اور شخص کی جو کہ بے وضو ہو انگلی پڑ گئی تو وہ پانی ماء مستعمل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ ماءِ مستعمل کب ہوتا ہے اور کتنے عضو کے پانی میں پڑنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ **وکذا اذا وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ فیہ الی المرفق لاخراج الکوز لایصیر مستعملاً بخلاف مااذا ادخل یدہ فی الاناء او رجلہ للتبرد فانہ یصیر مستعملاً لعدم الضرورۃ ھکذا فی الخلاصۃ. ویشترط ادخال عضو تام لصیرورۃ الماء مستعملاً فی الروایۃ المعروفۃ عن ابی یوسف رحمہ اللّٰہ کذا فی المحیط وبادخال الاصبع والا صبعین لایصیر مستعملاً (کذا فی الظھیریہ)** فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۱۲، جواب مکمل ومدلل فرمائیں، نیز خط مذکورہ عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا اسکا مطلب بھی سمجھا دیجئے کہ یہ قول معتبر ہے یا نہیں؟ اور نیز معترض یہ بھی وجہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ حصۂ انگلی یا انگلی ڈوب جانے سے اس حصہ کی نجاست

حکمیہ زائل ہوگئی۔ لہٰذا وہ پانی مستعمل ہوگیا کنویں سے گھڑا بھرا جاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے جس سے اسمیں اکثر انگلیاں ڈوب جاتی ہیں لہٰذا یہ زید کے کہنے کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں اور ہم لوگوں کے یہاں یہی طریقہ پانی لانے میں ہے لہذا ایسی صورت میں اس پانی سے وضو کی ہوئی نمازیں بھی باطل ہوں گی۔ کیا یہ شبہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماءِ مستعمل سے وضو جائز نہیں لیکن اگر ماءِ مستعمل اور غیر مستعمل مخلوط ہوں اور غیر مستعمل زیادہ ہو تو وضو جائز ہے کیونکہ مفتیٰ بہ اور مختار قول کے مطابق ماءِ مستعمل طاہر غیر مطہر ہے جب لوٹے میں ایک انگلی یا گھڑے میں چند انگلیاں ڈوب جائیں تو اس سے وہ تمام یا اکثر مستعمل نہیں ہوتا بلکہ جس قدر حصۂ ماء سے انگلی ملاقی ہوگی اسی قدر حصہ مستعمل ہوگا اور وہ بہت ہی قلیل مقدار ہے۔ **و الغلبة فی المائع الذی لاوصف لہ کالماء المستعمل تکون بالوزن و ھذا الاعتبار یجری فی ماء القی الماء المستعمل فی المطلق او انغمس الرجل فیه علیٰ ماھو الحق واما مافی کثیر من الکتب من ان الجنب اذا ادخل یده أو رجله فی الماء فسد الماء فمبنی علیٰ روایة نجاسة الماء المستعمل وھی روایة شاذ ة واما علیٰ المختار للفتویٰ فلا قال فی البحر فاذا عرفت ھذا فلا تتاخر عن الحکم بصحة الوضوء ای الغسل من الفساقی الصغار الکائنة فی المدارس والبیوت اذلافرق بین استعمال الماء خارجاً ثم صبه فی الماء المطلق وبین ماء اذا انغمس فیه فانه لایستعمل منه الاماتساقط عن الاعضاء اولاقی الجسد فقط وھو بالنسبة لباقی الماء قلیل ویتعین علیک حمل کلام من یقول بعدم الجواز علیٰ القول الضعیف لاالصحیح فالحاصل انه یجوزالوضوء و الغسل من الفساقی الصغار مالم یغلب علیٰ ظنه ان الماء المستعمل اکثر أومساو ولم یغلب علیٰ ظنه وقوع نجاسة فیه. وتمامه فیه.**

واعلم ان صفة الماء المستعمل حکی بعضھم فیھا خلافا علیٰ ثلاث

روایات وقال مشائخ العراق لم یثبت فی ذٰلک اختلاف اصلاً بل ھو طاھرٌ غیر طھور عند اصحابنا جمیعاً قال شیخ الاسلام فی شرح الجامع الصغیر وھو المختار عندنا وھو المذکور فی عامۃ کتب محمد عن اصحابنا واختارہ المحققون من مشائخ ما وراء النھر وقال فی المجتبیٰ وقد صحت الروایات عن الکل انہ طاھر غیر طھور الاالحسن روایتہ شاذۃ غیر ماخوذ بھا کما فی مجمع الانھر الخ. (طحطحاوی علیٰ مراقی[1] الفلاح ص ۱۴)

علامہ ابن نجیمؒ نے بحر[2] میں اور شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار[3] میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے خط کشیدہ عبارت کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ظرف میں اگر پورا ہاتھ دیا جائے اور وہ ظرف زیادہ بڑا نہ ہو تو اس پانی کا اکثر حصہ ہاتھ سے ملاقی ہو کر مستعمل ہو جائے گا اگر صرف ایک دو انگلی اس میں داخل کرے تو اس سے وہ تمام پانی مستعمل نہ ہوگا چونکہ اس طرح اکثر حصہ انگلی سے ملاقی نہ ہوگا۔ بلکہ اقل حصہ ملاقی ہوگا اور غلبہ غیر مستعمل کو حاصل رہے گا۔ پس تمام پانی سے وضو کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

ماءِ مستعمل کا حکم

سوال:- (۱) وضو کا مستعمل پانی جو نالی میں گرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۱۸ تا ۲۰ (مطبوعہ مصر) اول کتاب الطھارۃ.

[2] البحرالرائق ص: ۹۰، ج: ۱، (مطبوعہ الماجدیہ کویٹہ) کتاب الطھارۃ.

[3] شامی زکریا ص؛ ۳۴۸، ج: ۲، باب المیاہ، مبحث الماء المستعمل. مجمع الانھر ص ۳۰ ج ۱ باب المیاہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

وضو کرتے وقت جلدی میں ٹوپی نالی میں گر گئی اور بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

(۲) ایسے ہی غسل خانہ میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی، ایک شخص نے دیوار پر کپڑے رکھے وہ ہوا سے غسل خانہ میں گر گئے اور اس نے بلا دھوئے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ماءِ مستعمل مفتیٰ بہ قول پر پاک ہے۔ اگر وضو کی نالی میں کوئی نجاست نہیں تھی تو ایسی ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی[۱]

(۲) ان کپڑوں کا حکم بھی یہی ہے، تاہم ایسی ٹوپی اور ایسے کپڑوں کا دھو لینا احوط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں؟

سوال: - زید وعمر وبکر کا باہم تنازع ماءِ مستعمل میں ہے، زید کا بیان ہے کہ ماءِ مستعمل وہ پانی کہلاتا ہے کہ غسل یا وضو کرتے ہوئے اعضاء سے جدا ہو کر زمین پر گرے اسی ماءِ مستعمل کا یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود پاک ہے لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کر سکتا، گو اعضاء پر ناپاکی نہیں لگی ہوئی ہوتی مگر چونکہ اس کو بھی علیٰ وجہ القربۃ استعمال کیا جاتا ہے اور معنًی اس سے حدث کا ازالہ ہوتا ہے اس وجہ سے اسکا یہ حکم رکھا گیا ہے، بایں وجہ زید ماءِ مستعمل کی تعریف کرتے ہوئے

---

[۱] وقد صحت الروايات عن الكل انه اى الماء المستعمل طاهر غير طهور (طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۱۸) مطبوعه مصر، كتاب الطهارة.

یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی مساجد کی نالیوں میں گرتا ہے وہ ماءِ مستعمل ہے خود پاک ہوتا ہے لیکن دوسری شی کو پاک نہیں کرسکتا، اور وہ پانی جو کہ وضو کے بعد لوٹے میں بچ جاتا ہے وہ طاہر وطہور دونوں ہے اور اس پانی کا استعمال ہر جگہ ہوسکتا ہے یعنی کپڑا وبدن وغیرہ پاک کرسکتے ہیں اور وضو کے کام میں بھی لاسکتے ہیں چوں کہ ماءِ مستعمل لوٹے میں کا پانی نہیں ہوتا، اس لئے اس پانی سے وضو کرنے میں کیا شبہ اور کیا خلل؟

بیان مذکورہ پر بکر یہ کہتا ہے کہ نہیں وضو کے بعد جو پانی لوٹے میں رہتا ہے وہ ماءِ مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا ناجائز ہے اور دلیل اور وجہ معقول اپنے نزدیک یہ بیان کرتا ہے کہ چوں کہ وضو کرتے ہوئے پانی کے قطرے لوٹے میں ضرور گر جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ مستعمل ہوجاتا ہے۔ وضو کے کام میں لانا درست نہیں۔ زید نے اسکا معارضہ یہ پیش کیا ہے کہ اگر چند قطروں کی وجہ سے وہ مستعمل ہوگیا تو چاہئے کہ ہر ایک عضو کے واسطے جدا برتن ہو چوں کہ قطرہ ہاتھوں کا ضرور لوٹے میں بکر کے قول کے موافق گر جائیگا اور وہ پانی مستعمل ہوجائیگا اس وجہ معقول کا جواب بکر صرف ان الفاظ میں دیکر پھر ایک معارضہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لوٹوں کو بھی بغیر پاک اور خشک کئے ہوئے وضو نہ کریں چونکہ ماءِ مستعمل لپٹا ہوا ہے بلکہ گھونٹ دو گھونٹ باقی رہ جاتا ہے اس پر بکر یہ کہتا ہے کہ اس قدر کا کچھ حرج نہیں، پھر زید نے کہا کہ جب گھونٹ دو گھونٹ کا کچھ نقصان نہیں تو وضو کرتے ہوئے کونسے سو دو سو گھونٹ لوٹے میں گر جاتے ہیں امید کہ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرماویں کہ لوٹے میں کا بچا ہوا پانی مستعمل ہوتا ہے یا وہ پانی جو وضو کرتے ہوئے نالیوں میں گرتا ہے اور جس طرح کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے اس پانی کو دوسری شئی کو پاک کرنے میں یا وضو کرنے میں کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں۔ یعنی اس سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دیگر جس مقام پر عربی داں عالم موجود ہوں، اس مقام پر کسی شخص اردو داں کو یعنی استاد سے مسئلہ نہ سیکھا ہو اور متعدد مرتبہ بلکہ سب مسائل عقل پر زور دیکر اپنی ظاہری عزت کی وجہ سے غلط سلط بتادیتا ہو، شریعت مقدسہ میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماء مستعمل وہ ہیکہ جس سے حدث کو زائل کیا گیا ہو، یا علیٰ وجہ القربت بدن میں استعمال کیا گیا ہو اور عضو سے علیٰحدہ ہوتے ہی اسکو مستعمل کا حکم دیدیا جائیگا اس سے پہلے اسکو مستعمل نہیں کہا جائیگا، خواہ بدن پر لگا ہوا ہو یا لوٹے وغیرہ میں بعد وضو موجود رہے، "**الماء المستعمل: ماازیل به حدث او استعمل فی البدن علیٰ وجه القربة ومتی یصیر الماء مستعملاً الصحیح انه کمازال العضو صار مستعملاً.**" (هدایه[1] ج ۱/ ص ۲۲)

لہٰذا جو پانی وضو اور غسل کے بعد برتن، لوٹے وغیرہ میں بچ رہتا ہے وہ مستعمل نہیں اس کو پینا اور رفع حدث وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے البتہ جو قطرات وضو کرتے ہوئے بدن سے جدا ہو کر لوٹے میں گرتے ہیں وہ مستعمل ہیں اور ماء مستعمل خود تو طاہر ہوتا ہے مگر اس کو رفع حدث یعنی وضو اور غسل کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں ہاں کپڑا وغیرہ اس سے پاک کیا جاسکتا ہے، **وهو (ای الماء المستعمل) طاهر ولیس بطهور لحدث بل لخبث علیٰ الراجح المعتمد قال الشامی لخبث ای نجاسة حقیقیة فانه یجوز ازالتها بغیر الماء المطلق من المائعات خلافا لمحمدؒ.** (شامی[2] ص: ۲۰۷ ج ۱) لیکن وہ قطرات قلیل ہیں جب خالص پانی ان سے زیادہ ہے تو اب اس کو وضو کے کام میں لانے میں بھی کوئی خرابی نہیں، **وقد صرحوا بان الماء المستعمل علیٰ القول بطهارته اذا اختلط بالماء الطهور لایخرجه عن الطهوریة الااذا غلبه او ساواه اما اذاکان مغلوباً فلا یخرجه عن الطهوریة فیجوز الوضؤ بالکل** (بحر[3] ص: ۷۰ ج: ۱)

---

[1] هدایه ص: ۳۹، ج: ۱، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء الخ.

[2] شامی نعمانیه ص ۱۳۴ ج ۱. شامی زکریا ص: ۳۵۲، ج: ۱، باب المیاه، مطلب فی تفسیر القربة والثواب.

[3] البحر الرائق ص: ۷۰، ج: ۱، (مطبوعه کوئٹه) کتاب الطهارة. مجمع الانهر ص ۳۰ ج ۱ باب المیاه، دار الکتب العلمیة بیروت.

دیگر غیر عالم کو بغیر واقفیت کے مسئلہ اپنی عقل کے زور سے بتانا سخت گناہ ہے خصوصاً جبکہ وہاں عالم بھی موجود ہو، اور اگر اسنے غلط بتلایا اور کسی نے اسپر عمل کیا تو عمل کرنیوالے کا گناہ بھی بتلانے والے کے ذمہ ہوگا، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اُفْتِیَ بِغَيْرِ عَلْمٍ فَاثْمُهُ عَلیٰ مَنْ اَفْتَاهُ (رواه ابو دؤاد، مشکوٰة شریف[1] ص: ۳۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲/۱۲ ۵۲ھ

صحیح: سعید احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ماءِ مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا

سوال:- وضو کرنے کی حالت میں یا وضو کرنے کے بعد اگر وضو کا پانی جسم پر یا جسم کے کسی کپڑے پر گر جائے تو اس صورت میں کپڑا یا وہ حصہ جسم کا جس پر ماءِ مستعمل گر گیا ہے تو کیا وہ جگہ نجس ہوگئی یا وہ کپڑا ناپاک ہوگیا۔ برائے مہربانی مفصل مدلل مع ثبوت احادیث مستندہ وکتب فقہ تحریر فرمایئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پانی سے مفتیٰ بہ قول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ کپڑا، **والماء المستعمل لقربة اورفع حدث اذا استقر في مكان طاهر لامطهر (بحر ص[2] ۹۰ ج ۱) واما ما مسح بالمنديل اوتقاطر على الثوب فهو مستعمل الا انه لايمنع جواز الصلاة**

---

[1] مشکوٰة شریف ص: ۳۵، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب العلم، قبیل الفصل الثالث.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

[2] البحر الرائق ص: ۹۰-۹۳، ج: ۱ مبحث الماء المستعمل، مطبوعه کوئٹه پاکستان.

لان الماء المستعمل طاهر عند محمد وهو المختار الخ بحر ۱/۹۸.[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہان پور ۵/۵ ۶۶ھ

صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل ناپاک نہیں

سوال: -جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل پاک ہے یا ناپاک؟ یعنی جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل ماء قلیل یا کنویں وغیرہ میں گر جائے تو وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اسی طرح اگر کپڑے وغیرہ میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر ماءِ مستعمل اس کا ناپاک ہے تو پھر حائضہ عورتوں کا کھانا وغیرہ بنانا دیگر امور میں اشتباہ پیدا ہو جائیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جنب، حائض، نفساء کے ہاتھ وغیرہ سے لگا ہوا پانی نجس نہیں، جبکہ اس ہاتھ پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو،[2] ایسا پانی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق ص: ۹۰-۹۳، ج: ۱ مبحث الماء المستعمل، مطبوعه كوئٹه پاكستان.

[2] المحدث او الجنب إذا أدخل يده في الإناء للاغتراف وليس عليه نجاسة لايفسد الماء يعني لاينجس ولايصير مستعملا الخ حلبي كبيري ص ۱۵۲، فصل في الانجاس، الماء المستعمل، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور. فتح القدير ص۸۷ ج ۱ الماء المستعمل مطبوعه دارالفكر، تاتارخانيه ص۲۱۳ ج ۱ مطبوعه كراچي.

[3] وضوء الحائض مستعمل (بحر ص ۹۲ ج ۱) والماء المستعمل لقربة اورفع حدث اذا استقر في مكان طاهر لامطهر (بحر ص ۹۰ ج ۱) مطبوعه الماجديه كويٹه. كتاب الطهارة، الماء المستعمل اذا وقع في البئر لايفسده الا اذا غلب وهو الصحيح، عالمگيري كوئٹه ص۲۳، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني فيما لايجوز به التوضؤ.

جس کنویں میں مستعمل پانی اندر جائے اس سے وضو وغیرہ کا حکم!

سوال:- دیہات میں اکثر لوگ کنویں پر غسل جنابت وغیرہ کرتے ہیں اور مستعمل پانی کنویں میں گرتا ہے نیز عورتیں بھی بہت بے احتیاطی سے غسل کرتی ہیں مستعمل پانی کنویں میں گرتا ہے مگر تمام ضروریات اس کنویں سے پوری ہوتی ہیں لہٰذا اس کا استعمال وضو وغسل میں کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز اس کو پاک سمجھا جائے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ نجاست (پیشاب پاخانہ منی وغیرہ) اس پانی بھرنے اور نہانے کی وجہ سے کنویں میں گر رہی ہے اس سے کنویں کو نجس نہیں کہا جائے گا[1]، جو لوگ غسل جنابت وہاں کرتے ہیں ان کو بتا دیا جائے کہ وہ نجاست حقیقیہ پہلے علیحدہ پاک کر لیا کریں اور غسل ایسی طرح کریں کہ پانی کنویں میں نہ جائے جب تک کنویں میں نہ جائے تب تک کنویں کو نجس قرار نہیں دیا جائے اس کا پانی وضو وغیرہ میں استعمال کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حوض میں پیر ڈال کر دھونا!

سوال:- ایک شاہی جامع مسجد کے امام صاحب جب حوض میں وضو کرتے ہیں تو پاؤں

---

[1] من شک فی انائه أو ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لافهو طاهر مالم یستیقن الخ، شامی زکریا ص:۲۸۳، ج:۱، کتاب الطهارة، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانیة کراچی ص۱۴۶ ج۱، کتاب الطهارة، الوضوء، نوع آخر فی مسائل الشک.

[2] جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ فی إنائه لم یفسد علیه الماء الی ما قال والماء المستعمل اذا وقع فی البئر لا یفسده إلا إذا غلب وهو الصحیح، فتاوی هندیه ص۲۳ ج۱ الفصل الثانی فیما لایجوز به محیط السرخسی ص۴۶ ج۱ الجزء الاول باب الوضوء والغسل، مطبوعه دار الفکر بیروت.

حوض میں ڈال کر دھوتے ہیں جھوٹا پانی اس میں ڈال دیتے ہیں، کیا اس طرح حوض کے پانی کو نقص یا خرابی پیدا نہیں ہوتی؟ کیا یہ پانی پاک ہی رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حوض بڑا (دہ دردہ) ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوا، اگرچہ نظافت کی بات یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعضاء وضو پر تری کے ساتھ مصلّے پر جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غُسالہ

سوال:- وضو کرنے کے بعد جو پانی اعضاء وضو پر باقی رہتا ہے اس کے ساتھ مصلّے پر جانا کیسا ہے؟ درانحالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرامؓ اس پانی کو لیکر چہروں پر مل رہے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اعضاء وضو پر جو پانی کا اثر باقی رہتا ہے وہ ماء مستعمل یا نجس نہیں ہے، اس کے ساتھ مصلّے پر جانا بلاشبہ درست ہے فَمَادَامَ عَلَیَ العضو لایصیر مستعملاً اھ (بحر[2] ص ۹۳ ج ۱)

---

[1] هكذا يفهم من قوله الغدير العظيم كالجارى لايتنجس الا بالتغير (عالمگیری ص:۱۸، ج:۱، الباب الثالث في المياه) كتاب الطهارة. (مطبوعه كويٹه پاكستان) فإن أدخل الجنب يده أو رجله فى البئر لم يفسده الى قوله بخلاف الاناء فإنه لو ادخل رجله فى الإناء يفسده، خلاصة الفتاوى ص۷ ج ۱، مطبوعه لاهور، شامى كراچى ص ۲۰۰ ج ۱ باب المياه، شامى زكريا ص ۳۲۸، ۳۲۷، باب المياه، مطلب فى مسئلة الوضوء من الفساقى.

[2] البحر الرئق ص:۹۳، ج: ۱، (مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الطهارة، شامى زكريا ص ۳۵۴ ج ۱ كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب مسألة البئر جحط، حلبى كبير ص ۱۵۲ فصل فى الانجاس، الماء المستعمل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

تنبیہ:- حضور اکرم ﷺ کے غسالہ شریف پر دوسروں کے غسالہ کو قیاس نہ کیا جائے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۳ ۹۱ھ

ریل گاڑی کے پائخانوں کے پانی کا حکم

سوال:- ریل گاڑی کے پاخانوں میں جو پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پانی پاک ہے طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے[2] ایسی حالت میں تیمّم درست نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو کرنا

سوال:- ایک لوٹے میں پانی لے کر عورت نے وضو کیا کیا حضرت امام احمد رحمہ اللہ

---

[1] قد صح أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بادروا إلى وضوئه فمسحوا به وجوههم فلو كان نجسا لمنعهم الخ عناية على فتح القدير ص۸۷ ج ۱ باب المياه، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] من شك في انائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة او لا فهو طاهر مالم يستيقن وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة في الطرقات ويستقى منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار وكذا ما يتخذه اهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب الخ شامی زکریا ۲۸۳ ج ۱ وشامی کراچی ص ۱۵۱ ج ۱ قبيل مطلب في ابحاث الغسل، تاتارخانية ص۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة، الوضوء، نوع آخر في مسائل الشك، مطبوعه كراچي.

کے نزدیک اس لوٹے کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو کرنا جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے ان کے مذہب کی تحقیق نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دس بیگھہ کے تالاب میں غسل وغیرہ

سوال:- ہمارے یہاں ہر ایک تالاب دس بیگھہ کے قریب ہے، پانی کی گہرائی دس ہاتھ ہے، مگر ۴۷ء سے پہلے تو صرف ایک دو ہندو اور باقی سب مسلمان کپڑا دھوتے اور غسل کرتے تھے، مگر اب سب ہندو غسل کرتے ہیں اور کپڑا دھوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کے اندر غسل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑے پاک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس تالاب میں غسل کرنا، کپڑے دھونا درست ہے۔ کوئی شبہ نہ کریں[2]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فائدہ مغنی ابن قدامہ میں ہے عورت کے بچے ہوئے وضو کے پانی سے مرد کو وضو کرنا جائز نہیں ہے یہی مشہور روایت ہے، اختلف الرواية عن احمد رحمه الله فی وضوء الرجل بفضل وضوء المرأة اذا خلت به والمشهور عنه انه لا يجوز ذالک الخ. (مغنی ابن قدامه ص ۱۳۶ ج ۱) مطبوعه دارالفکر. مسألة لا يتوضأ الرجل بفضل طهورالمرأة الخ، قبيل باب الغسل من الجنابة. شامی کراچی ص ۱۳۳ ج ۱ مطلب الاسراف فی الوضوء.

[2] الغدير العظيم كالجاری لايتنجس الا بالتغير (عالمگیری ص ۱۸ ج ۱، كتاب الطهارة، الباب الثالث فی المياه، مطبوعه كوئٹه) هداية ص ۳۶ ج ۱ كتاب الطهارة، مطبوعه مكتبه تهانوی ديوبند، فتاوی قاضيخان ص ۵ ج ۱ فصل فی الماء الراكد كتاب الطهارة مطبوعه كوئٹه.

ٹیوب ویل کا پانی ماء جاری ہے

سوال:- آج کل جنگلوں میں ٹیوب ویل جاری ہیں، دوفٹ چوڑی نالیوں سے پانی گذر کر میلوں تک کھیتوں میں حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا ہے تو یہ ماء جاری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تو حقیقۃً ماء جاری ہے (کذافی الدر المختار)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۸ ۸۵ھ

نل کا پانی کیا ماء جاری ہے؟

سوال:- نل (ہینڈ پمپ) کے پانی کا حکم ماء جاری کے مثل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نل سے نکل کر بہنے والے پانی پر ماء یذهب بتبنة صادق آتا ہے یا نہیں بس اس کو دیکھ لیا جائے[2]! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والجاری وهو مایعد جاریاً عرفاً وقیل مایذهب بتبنة (درمختار علی الشامی ص:۱۸۷، ج:۱) مطبوعه کراچی. مطلب الاصح انه لایشترط في الجریان المدد (شامی نعمانیه ص۱۲۵، ج۱) باب المیاه. عالمگیری ص۱۶ ج۱ الباب الثالث فی المیاه الفصل الاول. مطبوعه کوئٹه مجمع الانهر ص۴۸ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] والجاری وهو ما یعد جاریا عرفاً وقیل ما یذهب بتبنة علی الاصح الخ در مختار علی الشامی کراچی ص۱۸۷ ج۱ مطلب الاصح انه لا یشترط فی الجریان المدد. عالمگیری ص۱۶ ج۱ الباب الثالث فی المیاه الفصل الاول، کوئٹه. مجمع الانهر ص۴۸ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

بارش کا پانی پرنالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا!

سوال:- کافی دنوں کے بعد بارش ہو تو دس پندرہ منٹ کے بعد پرنالہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں روک کر اس پانی کو استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے جب کہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوبند کے ایک فتویٰ کا حوالہ

سوال:- موجودہ زمانہ میں کھیتوں کی آب پاشی کے لئے ٹیوب ویل استعمال کرتے ہیں جس میں انجنوں کے ذریعہ سے زمین سے یا کنویں وغیرہ سے پانی نکالا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس پانی سے جنابت وغیرہ کا غسل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مجھ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا تھا تو میں نے ظاہری صورت کے پیش نظر جواز کا فیصلہ کر دیا تھا، لیکن انہوں نے کہا دیوبند سے عدم جواز کا فتویٰ نکلا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دیوبند کا وہ فتویٰ بھیجئے، اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو كان على السطح عذرة فوقع عليه المطر فسال الميزاب وان كانت النجاسة عند الميزاب وكان الماء كله يلاقي العذرة أو اكثره أو نصفه فهو نجس والا فهو طاهر (عالمگیری ص ۱۷ ج ۱، الباب الثالث في المياه) كتاب الطهارة. (مطبوعه كوئٹه)، خانية على الهندية كوئٹه ص ۴ ج ۱ كتاب الطهارة، فصل فى الطهارة بالماء، تاتارخانية كراچى ص ۱۶ ج ۱، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في المياه.

اس پانی سے وضو جس کا رنگ ومزہ دوا سے متغیر ہو گیا

سوال:- سرکار کی طرف سے دفع ہیضہ وغیرہ امراض کے لئے کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ اور بو بدل جاتی ہے تو اس پانی کا حکم کیا ہے اور رنگ اور بو نہیں بدلتی تو کیا حکم ہے۔ امید ہے کہ جواب شافی اور کافی سے مطلع فرما کر شاکر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی پاک جامد چیز کے ملنے سے پانی کے تمام اوصاف بغیر پکائے متغیر ہو جائیں لیکن پانی اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور اس کا نام بدل کر نیا نام پیدا ہو تو ایسے پانی سے وضو درست ہے، **والغلبة تحصل في مخالطة الماء لشيء من الجامدات الطاهرات باخراج الماء عن رقته فلا ينعصر عن الثوب واخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الاعضاء سيلان الماء واما اذا بقي على رقته وسيلانه فانه لايضر اي لايمنع جواز الوضوء به تغير اوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجرة اهـ مراقي الفلاح قوله الطاهرة اما النجسة فتنجس القليل منه مطلقا والكثير ان ظهر احد اوصافها اهـ**[1]. (طحطاوی ص: ۱۶-۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۶۷ھ

جس پانی کے اوصاف بدل گئے ہوں اس سے وضو

سوال:- ایک گاؤں میں ایک بہت بڑا گڑھا ہے اور اس میں پانی بھی بہت ہے مگر بوجہ آمدورفت چارپایوں کے اس کے تین اوصاف میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے اور

---

[1] طحطاوی ص ۱۹-۲۰، مطبوعه مصر. اول كتاب الطهارة. مبحث المياه. حلبی كبيری ص ۹۰ باب المياه سهيل اكيڈمی لاهور، تاتارخانية كراچی ص ۲۱۰، ۲۰۹ ج ۱ كتاب الطهارة، نوع آخر فی بيان المياه التی لا يجوز الوضوء بها على الوفاق وعلى الوفاق.

اصحابِ قریہ کو بغیر اس کے وضو کرنے کیلئے اور پانی نہیں ملتا سوا اس کے کہ دوسرے گاؤں میں سے لائیں باقی وہ اپنے پینے کیلئے تو لا سکتے ہیں مگر اس سے زیادہ نہیں لا سکتے اور کنویں سے بھی غربت کیوجہ سے نہیں نکال سکتے تو اب کیا کریں آیا صرف وضو کرلیں یا وضو مع التیمم کریں یا باہر سے لاکر وضو کریں اگرچہ ان کا نقصان ہو۔

التنقیح

❁ وہ گڑھا کتنا بڑا ہے یعنی اس کا طول، عرض، عمق کس قدر ہے وہ دہ دردہ ہے یا اس سے کم ہے یا زیادہ ہے؟

✿ دہ دردہ سے بھی زیادہ ہے۔

❁ اس میں پانی بارش کا جمع ہوتا ہے یا کسی نہر وغیرہ سے آتا ہے؟

✿ پانی اس میں بارش کا جمع ہوتا ہے۔

❁ گرمی اور خشکی کے زمانہ میں اس میں پانی باقی رہتا ہے یا خشک ہوجاتا ہے؟

✿ ہاں بالکل خشک ہوجاتا ہے جب کہ بارش چھ ماہ یا ۷/ماہ نہ ہو۔

❁ دوسرا گاؤں جس میں پانی ہے وہ کتنی دور ہے؟

✿ وہ گاؤں تقریباً ایک کوس ہے یعنی ڈیڑھ میل۔

❁ کیا اس گاؤں میں اس گڑھے کے علاوہ اور کہیں پانی نہیں؟

✿ نہیں ہے۔

❁ دوسرے کنویں سے غربت کیوجہ سے پانی نہیں نکال سکتے، کیا وہاں پانی قیمتاً ملتا ہے؟

✿ ہاں پانی نکالنے کے ایسے اسباب ہیں کہ جن پر قیمت خرچ آتی ہے۔

❁ تمام گاؤں کے غسل کے لئے اور کپڑے اور برتن دھونے کیلئے پانی کہاں سے آتا ہے؟

✿ اسی گڑھے سے۔

ان امور کے جواب پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔ از مدرسہ مظاہر علوم تنقیحی سوالات کی لڑی میں جوابات تنقیحی پر دیئے گئے ہیں (ناقل) ۱۴/محرم ۵۶ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے جب کہ وہ دہ در دہ سے بھی زیادہ ہے تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے، کسی وصف کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا پس اس پانی کے موجود ہوتے ہوئے تیمّم جائز نہیں البتہ اگر اس میں نجاست کا کوئی اثر نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے مثلاً تمام پانی میں نجاست کا مزہ آجائے، یا اسکا رنگ غالب ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں، اما اذا كان عشراً في عشر بحوض مربع أو ستة وثلاثين في مدور وعمقه أن يكون بحال لاتنكشف أرضه بالغرف منه على الصحيح وقيل بقدر عمقه بذراع شبر فلاينجس الا بظهور وصف النجاسة فيه حتى موضع الوقوع وبه اخذ مشائخ بلخ توسعة على الناس والتقدير بعشر في عشر هوالمفتى به اهـ (مراقى الفلاح)[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۵/۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۶/محرم ۱۳۵۶ھ

دودھ، چھاچھ، شوربہ سے وضو

سوال: - دودھ، چھاچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست ہے یا نہیں؟ یا جس پانی میں دودھ

---

[1] مراقى الفلاح على حاشيه الطحطاوي ص ۲۱، مطبوعه مصر. اول كتاب الطهارة. مجمع الأنهر ص۴۷ ج ۱ باب المياه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص۱۱۸ ج ۱ الباب الثالث فى المياه الفصل الاول. مطبوعه كوئٹه.

یا چھاچھ غالب ہوا زرد رنگ درانحالیکہ صفت سیلان باقی ہے، اسی طریقے سے ہلدی پانی کے اندر ڈال کر غسل کرتے ہیں فقہاء کرام یہ جو لکھتے ہیں کہ جب پاک شئ پانی کے اندر مل جائے جیسے صابون وغیرہ تو جب تک صفت سیلان باقی ہو اس سے وضو غسل درست ہے۔ تو وہ شوربا جس کے اوپر روغن کا نام ونشان نہ ہو اس سے وضو کرنا کیسا ہے؟ یا اس کے مثل سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز پانی میں ملائی جائے اور اس کے ملانے سے پانی کے سیلان ورقت میں فرق نہ آئے اور وہ چیز جامد ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل درست ہے، اگر مائع ملایا جائے تو اگر اسمیں تین اوصاف تھے تو دو وصف ظاہر ہونے پر، اگر دو وصف تھے تو ایک وصف ظاہر ہونے پر، اگر کوئی وصف نہیں تھا تو اسکے نصف یا نصف سے زائد ہو جانے پر اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں، **ولا يجوز الوضوء بمازال طبعه بالطبخ أو بغلبة غيره عليه، والغلبة في مخالطة الجامدات باخراج الماء عن رقته وسيلانه ولا يضر تغير أوصافه كلها بجامد كزعفران وفاكهة وورق الشجر والغلبة في مخالطة المائعات بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط كاللبن لهٗ اللون والطعم ولارائحة لهٗ والغلبة توجد بظهور وصفين من مائع لهٗ أوصاف ثلاثة كالخل لهٗ لونُ طعم ريح والغلبة في المائع الذي لاوصف لهٗ كالماء المستعمل تكون بالوزن.** (مراقی الفلاح)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۵ھ

دریائے جہلم کا حکم

سوال:- دریائے جہلم ہمیشہ جاری رہتا ہے اور اس دریا کے اندر تمام شہر کی نجاست

[1] مراقی الفلاح ص ۱۹، مطبوعہ مصر. کتاب الطهارة. مجمع الأنهر ص ۴۴ ج ۱ باب المياه. دار الكتب العلمية بيروت، حلبی کبیری ص ۸۸ فصل فی احکام المیاہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور.

ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مزہ سب کچھ متغیر ہے کہ اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس پانی میں نجاست کا طعم، لون، ریح موجود ہے وہ نجس ہے اگرچہ وہ کثیر اور جاری ہو۔ (کذا في الدر المختار[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ

حوض میں کلی، مسواک، پیر کو دھونا

سوال: -مسجد کے اندر حوض پر وضو کرتے وقت دانتوں کو مسواک کی لکڑی سے صاف کرنے کے بعد اسی مسواک کی لکڑی کو پانی کے اندر ہی حوض میں ڈبو کر دھونا، کلی کرتے وقت بجائے نالی کے حوض کے پانی میں ہی کلی کرنا، پیر دھوتے وقت دونوں پاؤں کو حوض کے اندر ہی پانی میں ڈبو کر دھونا، یہ تینوں باتیں کہاں تک درست ہیں، پانی میں خرابی ہوگی یا پاک رہیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ حوض جو دہ در دہ ہے وہ ان چیزوں سے ناپاک نہیں ہوگا۔[2] لیکن ادب اور سلیقہ یہ ہے کہ کلی حوض میں نہ کی جائے بلکہ نالی میں کی جائے۔ مسواک کی لکڑی بھی نالی میں دھوئی جائے

---

[1] وبتغير أحد أوصافه من لون أوطعم أوريح ينجس الكثير ولوجارياً اجماعاً (درمختار على الشامي نعمانيه ص ۱۲۴ ج ۱) باب المياه، حلبي كبير ص ۹۲ فصل في بيان احكام المياه، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۲۲ اواخر كتاب الطهارة مطبوعه مصر.

[2] فلو مائها بقدر العشر أي بقدر المربع الذي هوعشر في عشرٍ لم ينجس (درمختار على الشامي نعمانيه ص ۱۳۲ ج ۱) مطلب في مقدار الذراع. باب المياه.

حوض میں نہ ڈبوئی جائے پیر بھی اس طرح دھوئے جائیں کہ پانی نالی میں گرے اور حوض میں ان کا پانی نہ گرے ۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/ ۸۵ء

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/ ۸۵ء

کنویں میں کسی جانور کے مرکر سڑ جانے سے پاکی کا طریقہ

سوال:- کنویں کے اندر کسی جانور کے مرکر سڑ جانے سے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین سوڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے۔ ہمارے شہر کے کنوؤں میں آٹھ سوڈول کے قریب پانی ہوتا ہے تو ایسی حالت میں تین سوڈول پانی نکالنا کافی ہوسکتا ہے؟ یا تمام پانی نکالنا ضروری ہے جب کہ قوم میں سستی بھی پیدا ہوچکی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل تو یہ ہے کہ تمام پانی نکالنا ضروری ہے اگر پانی ختم نہیں ہوتا بلکہ پیدا ہوتا رہتا ہے، تو دو عادل تجربہ کار لوگوں کی رائے معلوم کرلی جائے وہ اس کنویں میں جس قدر پانی بتائیں اتنی مقدار نکال دی جائے اس ضابطہ کے ماتحت امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہاں عامۃً اسی قدر پانی ہوتا تھا یہ بات نہیں کہ دوسوڈول کو بہرصورت متعین فرمایا گیا[2] اگر پانی زیادہ ہوتو زیادہ نکالا

---

[1] ومن منهياته ..... والقاء النخامة والامتخاط فى الماء الخ شامى كراچى ص۱۳۳ ج ۱ مطلب فى الإسراف فى الوضوء، حلبى كبير ص ۳۹ مناهى الوضوء، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] قلت لكن مرّ ويأتى ان مسائل الآبار مبنية على اتباع الآثار على أنهم قالوا أن محمداً افتى بما شاهد في أبار بغداد فانها كثيرة الماء وكذا ما روى عن الإمام من نزح مأة في مثل آبار الكوفه لقلة مائها فيرجع الى القول الاول لأنه تقدير ممن له بصارة وخبرة بالماء في تلك النواحى لالكون ذالك لازماً في آبار كل جهة واللّٰه اعلم .شامى نعمانيه ص:۱۴۳، ج: ۱، فصل في البئر. حلبى كبيرى ص۱۶۴ فصل فى البئر، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. زيلعى ص ۱۰۱ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت.

جائے، یہاں تک کہ نکالنے سے عاجز ہوجائیں، بایں ہمہ ضعف وکم ہمتی کی بناء پر اگر دوسو ڈول پر قناعت کرلی گئی تب بھی کسی درجہ میں گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حوض اور ڈرام پاک کرنے کا طریقہ

سوال:- حوض یا بڑے ڈرام کا پانی نجس ہوجائے تو ناپاک پانی بہادینے کے بعد پاک ہوگیا یا نہیں؟ یا دھونا پڑے گا، اگر دھونے کا حکم ہو تو کتنی دفعہ دھونا ہوگا، حوض اگر خشک ہوکر زوال نجاست ہوجائے تو بغیر دھوئے حوض میں پانی ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈرام کو دھویا جائے ناپاک پانی گرادینے پر کفایت نہ کی جائے حوض کو اتنا بھرا جائے کہ سب طرف سے پانی ابل کر جاری ہوجائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنویں کے قریب نجاست ہو تو اس کا اثر کتنی دور تک ہے!

سوال:- مردار جانور پڑے ہوئے ہیں اس کنویں یا گڈھے کے قریب دوسرا کنواں یا نل لگا ہوا ہے تو کیا اس کنویں یا نل کا پانی ناپاک ہے، اگر ناپاک ہے تو کتنے ہاتھ کے فاصلہ تک ناپاک سمجھا جائے گا اور کتنے پر پاک قرار دیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نل کنویں گڈھے کی گہرائی اور زمین کی نرمی سختی کا اس میں زیادہ دخل ہے اس لئے اہل

---

[1] یطهر الحوض بمجرد ما یدخل الماء من الانبوب ویفیض من الحوض هو المختار لعدم تیقن بقاء النجاسة فیه وصیرورته جاریاً (شامی نعمانیه ص۱۲۷ ج۱) باب المیاه.

تجربہ واہل بصیرت سے دریافت کرلینا بہتر ہے فقہاء کی لکھی ہوئی تحدید ہر جگہ یکساں طور پر چسپاں نہیں، انہوں نے بھی اہل تجربہ واہل بصیرت کے قول پر اعتماد کیا ہے[1] نیز نل اگر زیادہ گہرا اتار دیا جائے اور اس کے قریب کوئی معمولی گڈھا ہو جو زیادہ گہرا نہ ہو تو وہاں بھی اس کا اثر نہیں پہونچے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنواں ناپاک ہوگیا اسکا پانی غیر مسلموں نے نکالا کیا اس سے کنواں پاک ہوجائیگا؟

سوال:- (۱) دو مرغ لڑکر کنویں میں گر گئے ایک زندہ نکال لیا گیا، دوسرا مر گیا اور اسے دوسرے دن نکالا گیا، پانی نکالنا معلوم تھا، لیکن ایک غیر مسلم کے مکان میں آگ لگنے کی وجہ سے اس سے پانی پورا نہیں نکالا گیا، دوسرے ہندو لوگ مرغ نکالنے پر فوراً پانی بھرنا شروع کردیا تھا، آیا غیر مسلم کے پانی نکالنے پر کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

(۲) کیا پانی نکالنے کے لئے نیت ضروری ہے، پانی نکالنا جبکہ واجب ہے، اگر غیر مسلم پانی نکال کر استعمال میں لے آئیں جتنا واجب تھا تو کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)، (۲) کنواں ناپاک ہونے پر جس قدر پانی نکالنا واجب ہے (کل یا جز) اتنا پانی مسلم یا غیر مسلم جس نیت سے بھی نکالدے کنواں پاک ہوجائے گا[2] اور پھر مسلمان کے لئے

---

[1] والاصح أن يؤخذ بقول رجلين لهما بصارة في امر الماء وهو الاشبه بالفقه (عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۹، ج: ۱، الباب الثالث ماء الآبار) كتاب الطهارة . والحاصل أنه يختلف بحسب رخاوة الأرض وصلابتها ومن قدره اعتبر حال أرضه الخ شامی کراچی ص ۲۲۱ ج ۱ كتاب الطهارة مطلب فی الفرق بين الروث.

[2] اسلئے کہ پانی نکالنے کے لئے کسی مسلم کی شرط نہیں ہے بلکہ مطلق نکالنا واجب ہے۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

استعمال کرنا درست ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنویں میں گیند گر جانے سے اس کے پانی کا حکم!

سوال:- کنویں میں اگر کوئی چپل یا جوتا یا ربڑ کی گیند گر جائے جس کی ناپاکی کا یقین نہ ہو تو اس سے کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں کنویں کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا[1] احتیاطاً کچھ ڈول پانی نکال دیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنویں کا پانی زیادہ ہونے کی ترکیب!

سوال:- کنویں کا پانی کبھی کم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے دعاء کریں اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو دور فرمائیں۔

(**گذشتہ کا بقیہ**) اذا وقعت في البئر نجاسة نزحت وكان نزح مافيها من الماء طهارة لها باجماع السلف رحمهم اللّٰه (عالمگیری ص ۱۹ ج ۱) الفصل الثالث ماء الآبار. (مطبوعه كويٹه پاكستان) هدايه ص ۴۱ ج ۱ فصل فی البئر مطبوعه تهانوی دیوبند مجمع الانهر ص ۵۲ ج ۱، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[1] هكذا يفهم من عالمگیری وان وقع نحوشاة واخرج حياً فالصحيح انه اذا لم يكن نجس العين ولافي بدنه نجاسة ولم يد خل فاه في الماء لم تنجس عالمگیری ص ۱۹ ج ۱) الفصل الثالث ماء الآبار. وكذالک سائر الجمادات الطاهرة والمدر الطاهر وأشباهها لايفسد الماء الخ المحيط البرهانی ص ۲۵۳ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

حق تعالیٰ کنویں میں عمدہ پانی عطاء فرمائے جس سے سب کی ضروریات آسانی سے پوری ہوجائے، آپ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ۴۱/ بار اول آخر درود شریف گیارہ بار پابندی سے روزانہ پڑھا کریں، اللہ تعالیٰ روزی میں برکت دے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گہرے کنویں میں غسل کرنا!

سوال:- ہمارے گاؤں میں گرام پنچائت نے ایک کنواں تیار کیا ہے جو دس فٹ چوڑا ہے اور ۲۰/ تا ۲۵/ فٹ گہرا ہے اس میں لوگ اتر کر نہاتے ہیں جس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ہندو بھی اور عیسائی بھی کیونکہ یہ مشترکہ کنواں ہے یہاں کے چند مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اس میں غسل کرنے والے کا غسل نہیں ہوتا اور اس کی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ پاک ہوسکتا ہے کیونکہ کنویں کے اندر نہانے والے ہوسکتا ہے پیشاب پائخانہ کرتے ہوں یا اپنی نجاست کی لنگی پاک کرتے ہوں، کیا واقعی اتنے بڑے کنویں میں غسل کرنے سے مسلمان پاک نہیں ہوسکتا؟

اگر ڈول سے باہر پانی نکال کر باہر نہایا جائے تو غسل ہوگا یا پانی کو گھر پر لیجانے اور گرم کرنے کے بعد اس سے غسل کیا گیا تو غسل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دس فٹ چوڑا کنواں یا تالاب ماء جاری کے حکم میں نہیں آئے گا، اس میں ناپاک لنگی پہن کر آدمی اترے گا یا اس کے بدن پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہوجائے گا نہ غسل صحیح ہوگا نہ اس کا پانی استعمال کرنا درست ہوگا[1] ہاں اگر اس کو ناپاک نہ کیا گیا تو ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر غسل کرنا اور دوسرے کام میں لانا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاول وغیرہ پرستش کردہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا!

سوال:- کنویں میں سے غیرمسلم کے پانچ سات گھر اپنی ضرورت کیلئے پانی لے جاتے ہیں اور اپنی خوشی کے موقع پر چراغ جلاتے ہیں اور کنویں میں ڈالتے ہیں، چاول ناریل ڈالتے ہیں اس کی اچھی طرح پرستش کرتے ہیں آیا اس کا پانی مسلمانوں کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کام غلط ہے اس کے باوجود ان چیزوں کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوا اس کا پانی استعمال کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گڈھے بھر پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک!

سوال:- اگر کوئی سنسان میدان میں قضاء حاجت کے بعد بغیر ڈھیلے سے استنجاء کئے کسی ایسے گڈھے میں گھس کر پانی لے لے جو یقیناً دہ دردہ نہیں ہے تو اس عمل کے بعد وہ پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوجائے گا؟ اور دہ دردہ مقدار سے کم گڈھے میں کتنی مقدار نجاست

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] لو انغمس (اى الجنب في البئر) للاغتسال للصلاة يفسد الماء بالاتفاق (عالمگیری ص ۲۳ ج ۱) الفصل الثاني فيما لايجوز التوضئ به. مطبوعه كويٹه پاكستان. قاضيخان على الهندية ص ۹ ج ۱ فصل فيما يقع فى البئر، المحيط البرهانى ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فى المياه مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل.

(صفحه هذا) [1] ولو غير الماء المطلق بالطين او بالتراب أو بالجص أو بالنورة وبوقوع الأوراق او الثمار فيه او بطول المكث يجوز التوضوء به الخ بدائع ص ۹۵ ج ۱ فصل وأما شرائط اركان الوضوء. مطبوعه زكريا ديوبند.

گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا؟ اور نجاست غلیظہ وخفیفہ، اسی طرح نجاست مرئیہ ان تمام قسموں کی نجاست میں اس گڈھے کے پانی کو ناپاک کرنے کی مقدار بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گڈھا چھوٹا ہو (دہ دردہ سے کم ہو) ہر قسم کی نجاست سے نجس ہوجائے گا، خواہ کتنی ہی مقدار نجاست اس میں گرے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوبر لیپے ہوئے حصۂ زمین پر پانی کا مٹکا رکھا پھر اس کو کنویں میں ڈالا!

سوال:- گوبر کا لیپا ہوا زمین پر پانی سے بھرا ہوا مٹکا یا بالٹی وغیرہ رکھتے ہیں اور پھر وہ زمین بھیگ کر گیلی ہوجاتی ہے اور گوبر آلودہ پانی مٹکے کے نیچے ٹپکتا رہتا ہے پھر اس کو کنویں میں ڈالتے ہیں کیا کنواں ناپاک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بالٹی میں گوبر لگا ہوا نہیں ہے صرف پانی کی تری اس میں موجود ہے تو اس سے کنواں ناپاک نہ ہوگا[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكل ماء اى قليل وقعت النجاسة فيه لم يجز الوضوء به قليلاً كانت النجاسة أو كثيراً (هدايه ص ۳۵ ج ۱) باب الماء الذي يجوزبه الوضوء. مطبوعه ياسر نديم ديوبند. المحيط البرهانى ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فى المياه مطبوعه ڈابهيل. عالمگيرى ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث ماء الآبار مطبوعه كوئٹه.

[2] هكذا يفهم من قوله اذا جعل السرقين في الطين فطين به السقف فيبس (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بالٹی میں ناپاک کپڑا دھوکر بغیر پاک کئے کنویں میں بالٹی ڈالدی

سوال:- میں نے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کی غرض سے کنویں سے بالٹی میں پانی نکال کر کپڑے کو اٹھایا کہ اتفاقاً دو چار قطرے پانی اس ناپاک کپڑے سے ٹپک کر بالٹی میں پڑ گیا پانی تو میں نے اس بالٹی کا پھینک دیا مگر بے خیالی میں اس بالٹی کو تین مرتبہ دھوئے بغیر میں نے کنویں میں ڈال دیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوگا، یہ کنواں مسجد کا ہے اس کی ایک الگنی ہے جس پر پاک و ناپاک ہر قسم کے کپڑے سکھائے جاتے ہیں، اس الگنی کا کیا حکم ہے؟ کیا ہم ایسے پاک کپڑے اس الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ناپاک کپڑا بالٹی میں ڈالکر دھوکر نکالا اور بغیر پاک کئے بالٹی کنویں میں ڈال دی تو کنواں ناپاک ہوگیا، سب پانی نکالنا ضروری ہے[1]۔ اس سے پہلے اسکے پانی سے وضو کر کے جو نمازیں پڑھی گئی ہیں انکا اعادہ کیا جائے اور جس کپڑے یا بدن کو ایسا پانی لگا ہے اسکو بھی پاک کیا جائے[2]۔ مسجد کے فرش پر بھیگا پیر رکھا ہو پھر وہ فرش خشک ہوگیا تو اس کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں[3]۔

(گذشتہ کا بقیہ) فوضع علیه منديل مبلول لايتنجس (عالمگیری ص ۴۷ ج ۱) الفصل الثاني في الاعيان النجسة) كتاب الطهارة. مطبوعه كوئٹه. فتاوی قاضیخان علی الهنديه ص ۲۴ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب مطبوعه كوئٹه.

[1] اذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير (الى قوله) ينزح كل مائها (درمختار على الشامی نعمانيه ص: ۱۴۱، ج: ۱)(شامی کراچی ص:۲۱۳، ج:۱) كتاب الطهارة، فصل فی البئر. عالمگیری ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث ماء الآبار، المحيط البرهانی ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه، مطبوعه ڈابهيل.

[2] يحكم بنجساتها من وقت الوقوع ان علم (الى قوله) وهذا في حق الوضوء والغسل (درمختار) أي من حيث اعاد ة الصلاة يعنى المكتوبة الخ واما في حق غيره كغسل ثوب فيحكم بنجاسته في الحال (درمختار مع الشامی) بتغير يسيرٍ ص ۱۴۵ – ۱۴۶ ج ۱) شامی کراچی ص ۲۱۸ ج ۱) فصل فی البئر. عالمگیری ص ۲۰ ج ۱ الفصل الثالث ماء الآبار، مطبوعه كوئٹه. **(بقیه اگلے صفحه پر)**

اس کی الگنی پر کپڑا سکھانے کی اجازت ہے، اگر اس پر ناپاک کپڑا ڈالا گیا تھا اور اس ناپاکی کا اثر الگنی پر نہیں تھا نہ اس پاک کپڑے پر آیا جو سکھانے کیلئے ڈالا گیا تو یہ ناپاک نہیں ہوا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ // // //

ناپاک کنواں میں ڈول ڈالنے سے ناپاک ہوجائے گا؟

سوال:- (۱) ایک کنویں میں بندر نے پائخانہ کیا اس کے پاک کرنے سے پہلے ایک شخص نے ضرورت کی بنا پر پانی نکالا پھر اس کا تمام پانی اس ڈول رسی کے علاوہ دوسرے سے نکالدیا اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ اگر اس ڈول رسی کو جو کہ سورج سے خشک ہوچکی اس کو بغیر دھوئے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں اور یہ حکم دونوں نجاست کا ہے یا فقط غلیظہ کا۔

(۲) اور یہ بھی واضح فرمادیں کہ نجاست غلیظہ یا خفیفہ کے گرنے کے بعد پانی نجاست غلیظہ ہوتا ہے یا خفیفہ۔ مع حوالہ کتب اور عبارت نقل فرما کر مشکور فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر پاک کئے اس ڈول رسی کا استعمال درست نہیں، ناپاک پانی نے اس کو ناپاک کردیا اب اس کو پاک کرنے کے لئے پانی سے دھونا ضروری ہے خشک ہونا کافی نہیں۔ نجاست خفیفہ اور غلیظہ ہر دونوں کا حکم پانی کے حق میں ایک ہے۔ خفت کا فرق کپڑے اور بدن پر ظاہر ہوتا ہے، پانی پر نہیں پانی بہرصورت نجاست غلیظہ ہوجاتا ہے پھر جس شئ کو یہ پانی لگے گا اس پر بھی

(گذشتہ کا بقیہ) ۳ تطهر ارض بيبسها وذهاب اثرها (درمختار على الشامى نعمانيه ص۲۰۶ ج ۱ شامی کراچیص ۳۱۱ ج ۱) باب الانجاس. عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴ ج ۱ الباب السابع فى النجاسة الفصل الاول.

نجاست غلیظہ کا حکم جاری ہوجائے گا۔ إذا وقعت نجاسة ولو مخففة في بئر ينزح كل مائها اهـ كذا في الدرر قوله ولو مخففة لان اثر التخفيف وهو العفو عما دون الربع لايظهر في الماء وافاد انه لو اصاب هذا الماء ثوبا فالظاهر انه تعتبر هذه النجاسة بالمخففة اهـ (شامی[1]، الغليظ والخفيف في المياه سواء اهـ) (طحطاوی[2] ص: ۲۱) وخفة النجاسة تظهر في الثياب لافي الماء والبدن كالثياب اهـ (بحر[3] ج ص ۲۲۱ ج ۱)

زمین اور وہ شئ جو زمین کے ساتھ متصل باتصال قرار ہو خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ ڈول رسی کی یہ شان نہیں۔ وتطهر ارض بيبسها وذهاب اثرها بخلاف نحو بساط وحصير وثوب وبدن مماليس ارضا ولامتصلاً بها اتصال قرار اهـ (درمختار وشامی بتغيير يسير ص[4] ۲۰۶)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/ذی الحجہ ۶۶ھ

جس جگہ سے بال اکھڑے ہوں اسکا حکم اوران بالوں کا حکم

سوال:- (۱) آدمی کے بال اگر اکھاڑے جاویں تو ان بالوں کا سرنا پاک ہے بوجہ اس چکنائی کے جو اس میں لگی ہوتی ہے (شامی) تو اب پوچھنا یہ ہے کہ جو بال کنگھی کرتے وقت اکھڑتے ہیں اور اس کے ساتھ جو چکنائی ہوئی ان بالوں کا سرنا پاک ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار مع رد المحتار نعمانيه ص: ۱۴۱، ج: ۱، شامی کراچی ص: ۲۱۱، ج: ۱، فصل فی البئر،

[2] طحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۲۸. فصل فی مسائل الآبار، مطبوعه مصر،

[3] البحر الرائق ص ۲۲۹ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[4] در مختار مع الشامی نعمانيه ص: ۱۰۶، ج: ۱، شامی کراچی ص ۳۱۱ ج ۱ باب الانجاس، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴ ج ۱ الباب السابع فی النجاسة، الفصل الاول،

(۲) داڑھی کو برابر کرتے وقت جو بال اکھڑ جاتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی ہوتی ہے وہ ناپاک ہے یا نہیں؟

(۳) ایسے چکنائی والے بال اگر وضو کے بعد کوئی اکھاڑے یا اکھڑ جائے تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

(۴) اگر یہ چکنائی والے بال کسی پانی وغیرہ کے برتن میں گریں تو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

(۵) اگر منہ دھوتے ہوئے بال اکھڑیں تو ہاتھ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

(۶) جس جگہ سے وہ بال اکھڑیں وہ جگہ ناپاک ہوگی یا نہیں؟

(۷) اگر وضو کے بعد وہ بال اکھڑیں یا اکھاڑے جائیں تو وہ جگہ دوبارہ دھونی پڑے گی یا نہیں؟

(۸) تر کپڑے یا تر ہاتھ پر وہ بال گریں تو ناپاک ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناپاک ہے

(۲) ناپاک ہے

(۳) اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا

(۴) مقدار ظفر ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا

(۵) ہاتھ پر چکنائی لگے تو ناپاک ہوگا ورنہ نہیں

(۶) نہیں

(۷) نہیں

(۸) چکنائی لگ جائے تو ناپاک ورنہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/ ۹۲ھ

---

[1] أما المنتوف فنجس والمراد رؤسه التي فيها الدسومة ان ما خرج من الجلد مع الشعر (بقیہ آئندہ پر)

بڑی چھپکلی کنویں میں گر جائے تو اس پانی کا کیا حکم ہے!

سوال: -بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ بڑی چھپکلی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجاتا ہے (بحوالہ ہدایہ) اور تعلیم الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے، جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، چھپکلی، چیونٹی ان کے مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، خلاصہ یہ کہ چھوٹی بڑی کی پہچان کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑی چھپکلی شہر میں نہیں ہوتی وہ جنگل میں ہوتی ہے وہ بھی بعض علاقوں میں، اسمیں خون ہوتا ہے اس سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے[1] جو چھپکلی ہمارے دیار میں عام طور پر ہیں وہ چھوٹی ہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے، اور وہ چھپکلی چھوٹی جو ہمارے اطراف میں عموماً ہوتی ہیں اس کا ابہام دفع کرنے کے لئے فقہاء کے کلام میں کبیرہ کی قید ملتی ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ان لم یبلغ مقدار الظفر لایفسد الماء (شامی نعمانیه ص ۱۳۸ ج ۱) باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة. عالمگیری ص ۴۲ ج ۱ الفصل الثانی فیما لایجوز به التوضوء. النهر الفائق ص ۸۳ ج ۱ کتاب الطهارة فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] إذا وقع في البئر سام ابرص ومات ینزح منها عشرون دلواً (عالمگیری ص ۲۰ ج ۱) الباب الثالث فی المیاه، بحث الفصل الاول.

[2] وکذا الوزغة اذا کانت کبیرة بحیث یکون لها دم فانها تفسد الماء. کبیری ص: ۱۶۶، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فصل فی البئر. فتح القدیر ص ۱۰۲ ج ۱ فصل فی البئر، مطبوعه دار الفکر بیروت.

گرگٹ اور چھپکلی

سوال:- کنویں میں چھپکلی کے مرنے یا پھولنے پھٹنے یا سڑنے گلنے کے متعلق علماء کرام کا تحقیقی فتویٰ کیا ہے؟ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی دموی حیوان ہے اسلئے کنواں ناپاک ہے بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی غیر دموی ہے لہٰذا کنواں پاک ہے۔ بعض علماء نے چھپکلی کی دو قسمیں قرار دی ہیں دم سائل والی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جداگانہ ہیں شرح وقایہ وغیرہ میں کوئی صراحت نہیں ملی ملتقی الابحر اور ہدایہ میں سام ابرص کا لفظ ملتا ہے منیۃ المصلی اور ردالمحتار میں وزغۃ کا لفظ مذکور ہے اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا ہر چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے؟

(۲) کیا کسی چھپکلی میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے؟

(۳) کیا چھپکلی کی دو قسمیں ہیں دموی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جداگانہ ہیں اگر ایسا ہے تو شناخت کیا ہے، نیز کنویں سے گلی ہوئی نکلنے پر جب کہ اس کی ہیئت بدلجاتی ہے کیوں کر پہچانی جائے کہ یہ دم سائل والی ہے یا غیر۔

(۴) سام ابرص اور وزغۃ کی کیا تشریح ہے۔

(۵) عربی زبان میں چھپکلی کیلئے کونسا لفظ مستعمل ہے اور اسکا ذکر حدیث یا فقہ کی کسی معتبر کتاب میں صراحت کیساتھ آیا ہے کہ نہیں؟ امیدوار ہوں کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہر ایک میں نہیں ہوتا۔

(۲) کسی میں تو ہوتا ہے۔

(۳) جی ہاں دو قسمیں ہیں، دموی بڑی ہوتی ہے جو عامۃً جنگل میں رہتی ہے غیر دموی چھوٹی ہوتی ہے جو آبادی میں مکانوں میں دیوار چھت وغیرہ میں رہتی ہے جب گلی ہوئی نکلی

جس کی ہیئت بدل چکی ہے جثہ کے اعتبار سے پہچانی جاسکتی ہے کہ چھوٹی ہے یا بڑی۔

(۴) منتہی الارب[1] اور غیاث اللغات[2] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نوع کے جانور ہیں چنانچہ دونوں کے ترجمہ میں اہل لغت نے چھپکلی لکھدیا ہے اطلاقات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ سام ابرص وہ ہے جس کو کرلیا، گرگٹ آفتاب پرست کہتے ہیں جس کی دم دراز ہوتی ہے اور رنگ بدلتا رہتا ہے اور وزغۃ چھپکلی کو کہتے ہیں اول میں خون ہوتا ہے، ثانی کی ایک قسم میں خون ہوتا ہے جو بڑی ہوتی ہے دوسری قسم میں نہیں ہوتا جو چھوٹی ہوتی ہے اسی لئے سام ابرص کی موت سے نجاست بیر کا حکم دے کر مقدار نزح کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ متون قدوری[3] وغیرہ میں ہے اور وزغۃ سے نجاست کا حکم اس قید کے ساتھ دیتے ہیں **وکذا الوزغة اذاکانت کبیرة أي بحیث یکون لهادم فانها تفسد الماء اھ** (کبیری[4] ص ۱۶۶)

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت نمرود نے آگ میں ڈالا اور تمام جانوروں نے اس کو بجھانا چاہا مگر ایک جانور نے اس کو بھڑکانا چاہا،[5] اس جانور کے مارنے کی ترغیب

---

[1] (سام ابرص) کربسہ (منتہی الارب ص ۹۹ ج۱) وزغہ محرکہ کربسہ یا جانورے است شبیہ کربسہ ص:۹۴۹ ج۱، اور کربسہ کے متعلق لغات کشوری میں لکھا ہے چلپاسہ یہ کربسہ ہے (لغات کشوری ص ۵۸۵)

[2] (سام ابرص) کرفش کہ آنرا چلپاسہ نیز گویند (غیاث اللغات ص:۲۱۵) وزغہ در برہان نوشتہ کہ نوعی از چلپاسہ است (غیاث اللغات ص ۴۸۷) مطبوعہ نول کشور لکھنؤ۔

[3] **فان ماتت فیها ای البئر (الی قوله) سام ابرص نزح منها مابین عشرین دلواً الی ثلاثین (قدوری ص ۷) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. کتاب الطهارة.**

[4] **کبیری ص:۱۶۶، (مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) فصل فی البئر.**

[5] **عَنْ سَائِبَةَ مَوْلَاةِ الْفَاكِهِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلىٰ عَائِشَةَ فَرَأَتْ فِي بَيْتِهَا رُمْحاً مَوْضُوعاً فَقَالَتْ يَاأُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا تَصْنَعِيْنَ بِهٰذَا قَالَتْ نَقْتُلُ بِهٖ هٰذِهِ الْاَوْزَاغَ فَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَخْبَرَنَا أَنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَمَّا اُلْقِيَ فِي النَّارِ لَمْ تَكُنْ فِي الْاَرْضِ دَابَّةٌ اِلَّا اَطْفَأَتِ النَّارَ غَيْرَ الْوَزْغِ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَنْفُخُ عَلَيْهِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِقَتْلِهٖ (ابن ماجه ص ۲۴۰) مطبوعه رشیدیه دهلی، ابواب الصید، باب قتل الوزغ.**

ترجمہ: سائبہ فاکہ بن مغیرہ کی باندی سے منقول ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا تو انہوں نے دریافت کیا کہ اے ام المومنین آپ اس سے کیا کرتی ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم اس سے ان چھپکلیوں اور گرگٹوں کو مارتے ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی کہ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

احادیث شریف میں آئی ہے صحیح بخاری[1] وغیرہ[2] میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ایک قینچی سے مارا کرتی تھیں اس کی شروح میں دیکھئے۔ شراح نے تفصیل لکھی ہے چھپکلی اور گرگٹ میں فرق بھی بیان کیا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰ / رمضان المبارک ۷۰ھ

چھچھوندر کے گرنے، مرنے، اور کھال کے پھٹنے سے کنواں ناپاک ہے

سوال: - مسجد کے کنویں میں چھچھوندر گرگئی اور کھال پھٹ گئی مگر آنتیں باہر نہیں نکلیں، اس صورت میں کنواں ناپاک ہے یا پاک؟ اگر ناپاک ہے تو پانی کم سے کم کتنا نکالنا چاہیئے؟ اور زیادہ سے زیادہ کتنا پانی نکالنا چاہیئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

(گذشتہ کا بقیہ) ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو زمین پر کوئی چوپایہ ایسا نہیں تھا جو آگ کو بجھانے کی کوشش نہ کررہا ہو سوائے گرگٹ کے کہ وہ آگ کو ہوا دے رہا تھا تو نبی ﷺ نے اسکو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

(صفحہ ہذا) [1] ان ام شریک اخبرته ان النبي ﷺ امرها بقتل الاوزاغ (بخاری ص ۴۶۶ ج ۱) باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال. كتاب بدء الخلق. مطبوعه رشيديه دهلى.

[2] (مسلم شريف ص ۲۳۶ ج ۲) مطبوعه رشيديه دهلى. باب استحباب قتل الوزغ، كتاب قتل الحيات وغيرها.

[3] قال الكرماني الوزغ دابة لها قوائم تعدو فى اصول الحشيش قيل انها تاخذ ضرع الناقة وتشرب من لبنها وقيل كانت تنفخ فى نار ابراهيم عليه الصلوة والسلام لتلتهب وقال الجوهرى الوزغة دويبة وقال ابن الاثير وهى التى يقال سام ابرص الخ عمدة القارى ص ۱۸۵ ج ۵ جز ۱۰، باب ما يقتل المحرم الدواب، مطبوعه دار الفكر بيروت، شرح الكرمانى ص ۴۰ ج ۹ دار احياء التراث العربى بيروت، ارشاد السارى ص ۴۱۸ ج ۴ مطبوعه دار الفكر كتاب جزء الصيد.

الجواب حامداً ومصلیاً

چھچھوندر کنویں میں گر کر مرگئی اور کھال پھٹ گئی تو کنواں ناپاک ہوگیا، اس کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے تب وہ پاک ہوگا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حمام میں چوہا ملا

سوال:- (۱) ایک حمام کے اندر ایک چوہا گرا تھا جس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں اور اس حمام کا پانی معمولی گرم بھی تھا اور چوہا منتفخ ملا اس پانی سے جس نے وضو یا غسل کیا ہوگا کیا یہ وضو و غسل صحیح ہیں اگر صحیح نہیں تو صحیح مذہب پر کتنے دن کی نماز و غسل کا اعادہ کیا جائے گا۔

(۲) فارۂ منتفخ پانی سے وضو کیا ہو، امام کی اقتداء کی کسی ایسے مقتدی نے جس نے اور کسی پانی سے وضوء کیا تھا تو اس مقتدی کی نماز میں فتور آیا یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو کتنے اوقات کا۔

(۳) سوال اوّل کا جواب اگر اعادۂ صلاۃ کا ہو تو یہ اگر چند اشخاص ہوں تو یہ اپنی نماز باجماعت پڑھیں گے یا انفرادی طریقہ سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) احتیاط یہ ہے کہ تین دن تین رات کی نماز کا اعادہ کیا جائے اور گنجائش اس کی بھی ہے کہ جس وقت سے معلوم ہوا ہے اس وقت سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے[2]

---

[1] مات فيها حيوان دموى وانتفخ أوتفسخ ينزح كل مائها. (درمختار على الشامى كراچى ص: ۲۱۲، ج: ۱، شامى زكريا ص: ۳۶۷، ج: ۱، فصل فى البئر) عالمگيرى ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث ماء الآبار. مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۸۸ ج ۱ فصل فى الأبار مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ويحكم بنجاستها مذ ثلاثة ايام ان انتفخ أو تفسخ استحساناً وقالا من وقت العلم فلايلزمهم شيء قبله قيل وبه يفتى (قوله فلايلزمهم) أي أصحاب البئر شيء من اعادة الصلاة (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۲) اس کو بھی اعادہ ضروری ہے[1]

(۳) جماعت بھی کر سکتے ہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/ذی الحجہ ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۳/ذی الحجہ ۵۹ھ

ناپاک کنویں کا پانی حمام میں بھرا گیا حمام کے پاک کرنے کا طریقہ؟

سوال:-(۱) کنواں نجس ہوگیا اس کا پانی حمام میں گیا لوٹوں سے بھی وضو کیا گیا مسجد کے بوریوں پر بھی پانی پہونچا اور وہ پانی یقیناً نجاست کے وقت کا ہے تو یہ سب اشیاء ناپاک ہوگئیں یا نہیں؟

(۲) اور کس طرح پاک ہوں خصوصاً تطہیر حمام کا طریقہ ضرور تحریر کیا جائے؟

(۳) اگر کچھ روز تک پانی حمام میں ٹھہرا رہے اور برتن کے ذریعہ سے پانی نکالتے رہیں لیکن ایسا کہیں نہیں ہوا کہ سارا پانی نکال کر خشک کیا گیا بلکہ دو چار چلو پانی ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے تو لوٹے اور حمام اور نکالنے کا برتن پاک ہوگیا یا نہیں؟

(۴) نیز حمام کی اینٹوں اور گڑی ہوئی دیگ کی تطہیر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) أوغسل ما أصابه ماء، شامی نعمانیه ض: ۱۴۶، ج: ۱، شامی زکریا ص: ۳۷۷، ج: ۱، فصل فی البئر. عالمگیری ص ۲۰ ج ۱ الفصل الثالث ماء الأبار. مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۸۹ ج ۱ فصل فی الأبار. دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] من اقتدی بإمام ثم علم أن امامه محدث اعاد لقوله علیه السلام من ام قوماً ثم ظهر أنه کان محدثاً أوجنبا اعاد صلاته وأعادوا هدایه ص ۱۲۷ ج ۱) مطبوعه دیاسر ندیم دیوبند. باب الامامة.

[2] جَاءَ فِي حَدِيْثِ لَيْلَةِ التَّعْرِيْسِ وَاَمَرَ بِلَالاً فَاقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى بِهِمْ الحدیث مشکوٰة شریف ص ۶۷ ج ۱) مطبوعه دیاسر ندیم دیوبند. باب الاذان.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر نجاست بئر کے علم ہونے کے بعد نجس پانی بھرا اور استعمال کیا گیا تو یہ سب چیزیں ناپاک ہوگئیں[۱]۔ ہر شئ پر تین دفعہ پانی بہادیا جائے، بس پاک ہوجائیں گی جوشئ نچوڑی جاسکے نچوڑ دی جائے ورنہ خشک کردی جائے۔

حمام کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں پانی بھر کر نکالدیا جائے، جو ایک دو چلو باقی رہے اس کو کسی کپڑے سے صاف کردیا جائے، اگر حمام میں صاف کرنے کا راستہ نہ ہو تو اتنا توقف کیا جائے کہ وہ خشک ہوجائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے حمام پاک ہوجائے گا، اگر اتنا توقف کرنے میں دشواری ہو تو اس قدر پانی بھرا جائے جس سے پہلا پانی بالیقین نکل جائے، جب تین مرتبہ پانی بالکل نکل جانے کا یقین ہوجائے اور یہ چار مرتبہ پانی بھرنے سے ہوگا تو حمام پاک ہوجائے گا[۲]۔

(۲) پہلی مرتبہ کا پانی دوسری مرتبہ بھر کر نکالنے سے نکل جاتا ہے اور دوسری مرتبہ کا رہا ہوا

---

[۱] وغسلوا كل شيء اصابه ماؤها اي البئر النجس، (الشامی نعمانیه ص ۱۴۶ ج ۱) فصل فی البئر) المحيط البرهانی ص ۳۸۱ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات مطبوعه ڈابهيل، مجمع الانهر ص ۹۱ ج ۱ باب الانجاس مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

[۲] فإن دخل الماء من جانب حوض صغير كان قد تنجس ماؤه وخرج من جانب قال أبوبكر بن سعيد الاعمش لايطهر ما لم يخرج مثل ماكان فيه ثلاث مرات فيكون ذلك غسلاله كالقصعة حيث تغسل إذا تنجست ثلاث مرات وقال غيره لايطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة (كبيری، ص: ۱۰۱، فصل فی احكام الحياض. مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، وكذا في الشامی نعمانيه ص ۱۳۰ – ۱۳۱ ج ۱، باب المياه، يطهر الحوض بمجرد الجريان) وفی "الفتاوی" البول إذا اصاب الأرض، واحتج إلى الغسل، يصب الماء عليه، ثم يدلك، وينشف ذلك بصوف أو خرقة، فإذا فعل ذلك ثلاثا طهر، وإن لم يفعل ذلك، ولكن صب عليه ماء كثيراً حتى عرف أنه زالت النجاسة، ولا يوجد فی ذلك لون ولا ريح، ثم ترك حتى تشفته الأرض كان طاهراً، المحيط البرهانی ص ۳۸۲ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

تیسری مرتبہ نکل جاتا ہے اور تیسری مرتبہ کا چوتھی مرتبہ اس کے بعد بالکل پاک ہوجاتا ہے۔ اس سے قبل جن لوٹوں اور برتنوں سے پانی نکالا ہے ان کو پاک کرلیا جائے یہی احوط ہے۔

(۳)، (۴) دونوں کا حکم ایک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا

سوال:- ایک چوہا کنویں میں مرگیا اور پھول گیا، اس کے بعد اسی پانی سے کھانا پکایا گیا، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چوہے کا مرنا سب کے علم میں تھا، پھر کھانا پکایا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب معلوم ہے کہ اس کنویں میں چوہا گر کر مرگیا اور پھول گیا، تو پھر بھی اس کنویں سے پانی لے کر کھانا پکایا گیا تو وہ کھانا نجس ہے اس کا کھانا جائز نہیں۔ **ویحکم بنجاستها مغلّظة من وقت الوقوع ان علم (درمختار) قوله مغلّظة لصفة النجاسة وقد مَرّان التخفیف لایظهر اثرهٗ فی الماء.** (شامی[1] ص ۱۷۰، ج: ۱) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۹/۶/ ۹۲ھ

گوریا کی بیٹ پانی میں گر جائے

سوال:- اگر پانی کی بالٹی میں چند گوریا کی بیٹ پڑ جائے تو کیا سارا پانی ناپاک ہوجائیگا اور استنجے کے لائق بھی نہیں ہوتا۔

---

[1] شامی نعمانیه ص ۱۴۵ ج ۱، شامی کراچی ص ۲۱۸ ج ۱) شامی زکریا ص ۳۷۵، ج: ۱، فصل فی البئر. النهر الفائق ص ۹۱ ج ۱ فصل فی الآبار، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فی الآبار.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سُوّر پانی میں گرا اس کے پانی کا حکم

سوال:- زید کے کنویں کے اندر سور گرا، گرنے کے بعد تقریباً آٹھ گھنٹہ کنویں کے اندر رہا، سور کے منہ میں چوٹ لگی اور خون نکل رہا تھا جو سب پانی میں ملتا جارہا تھا۔ سور کی گردن میں رسی پھنسا کر زندہ نکال لیا گیا۔ کنویں کا پانی نکالنے کی مزدوری میں سور کو طے کیا گیا کہ جو پانی نکالے گا اس کو یہ سور دیا جائے گا۔ ایک شخص تیار ہوگیا وہ سور لے گیا اور پھر اندازے سے آدھے کنویں کا پانی نکالا گیا اور بس پھر پانی نہیں نکالا گیا جب کہ پورا پانی نکالا جاسکتا تھا، لیکن زید نے نہیں نکلوایا اور استعمال شروع کردیا۔ کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے تو زید کہتا ہے کہ میرے لئے جائز ہے۔ عرض یہ ہے کہ زید کو اس پانی کا استعمال کرنا ازروئے قرآن وحدیث جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں تمام پانی نکالنا ضروری تھا۔ اگر تمام پانی نکالا جاسکتا ہے[2] ایسا نہیں کہ پانی ہر وقت پیدا ہوتا رہے اور ختم ہی نہ ہو۔ اور پھر بھی آدھا پانی نکالا گیا تو کنواں پاک نہیں ہوا، ناپاک رہا اس پانی سے وضو اور غسل بھی ناجائز ہے کپڑے اور برتن کا دھونا بھی ناجائز ہے۔

---

[1] والعصفور فخرءه طاهر (طحطاوي ص ۱۲۳) مطبوعه مصرى. باب الانجاس الخ. النهر الفائق ص ۸۵ ج ۱ فصل فى الآبار مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۲۷ ج ۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[2] إذا وقعت نجاسة الخ في بئرٍ دون القدر الكثير الخ ينزح كل مائها الذي فيها وقت الوقوع بعد اخراجه (درمختار على الشامى كراچى ص ۲۱۳ ج ۱، شامى نعمانيه ص ۱۴۱، فصل فى البئر)، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث فى ماء الآبار، المحيط البرهانى ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فى المياه، مطبوعه مجلس علمى ڈابھيل.

کھانے پینے میں بھی اس کا استعمال ناجائز ہے[1] مزدوری میں سور دینا بھی ناجائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مرغ کنویں میں گر گئے کتنے ڈول پانی نکالیں؟

سوال:- دو یا تین مرغ کنویں میں گرے اور زندہ نکل آئے، کتنا پانی نکالا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۰/ یا ۳۰/ ڈول نکالدیئے جائیں، وإن كان سوره مكروها يستحب أن ينزح منها عشرة دلاء ونحوها اهـ. (کبیری[2] ص ۱۵۷) فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ ۲/ رمضان ۶۷ھ

بچہ کنویں میں گر گیا اور اس پر ناپاکی نہیں تھی

سوال:- کنویں میں ایک نابالغ سمجھدار بچہ گر گیا اور زندہ نکل آیا، اس کے بدن پر کپڑے تھے، وہ نمازی نہیں اور نہ استنجاء پاک کرتا ہے، کنویں کا کیا حکم ہے؟

---

[1] وإن كان نجس العين كالخنزير فإنه يتنجس الماء وإن لم يدخل فاه، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۹ ج ۱، الفصل الثالث ماء الآبار، مطبوعه کوئٹه، تبيين الحقائق ص ۳۰ ج ۱ كتاب الطهارة مطبوعه امداديه ملتان، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۸ فصل فی مسائل الآبار مطبوعه مصر.

[2] کبیری ص ۱۵۹، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور پاكستان. فصل فی البئر. النهر الفائق ص ۸۷ ج ۱ فصل فی الآبار، مطبوعه دار الفكر بيروت، المحيط البرهانی ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ مگر سمجھدار لڑکا کنویں میں گر کر زندہ نکل آیا اور اس کے کپڑوں اور بدن پر ناپاکی نہیں تھی تو کنواں ناپاک نہیں ہوا، تاہم احتیاطاً چالیس پچاس ڈول پانی نکال دیا جائے تاکہ لوگوں کو وہم نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کے کنویں میں کوئی گر کر مر گیا اسکے پاک کرنے کی صورت

سوال:- کنویں میں کسی نے خودکشی کرلی، یا اس میں سے مردہ لاش ملی، مسئلہ کے مطابق اس کا تمام پانی خارج کیا جانا چاہیئے، مگر غیر مسلم کا ہونے کے باعث ایسا نہیں کیا جاسکا، غیر مسلم اس کا پانی لیتے رہے، مسلمانوں کے لئے اس کا پانی کب قابل استعمال ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کنواں ناپاک ہوتے وقت اس میں جس قدر پانی موجود تھا (مثلاً تین سو ڈول) جب اتنا پانی اس میں سے نکل جائے گا تو کنواں پاک ہوجائے گا، خواہ کسی طرح نکلے، اسی کا اندازہ کرکے عمل کیا جائے گا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/ ۹۲ھ

---

[1] (کآدمی محدث) ای ینزح فیه اربعون (شامی کراچی ص ۲۱۳ ج ۱) فصل في البئر. المحیط البرهانی ص ۲۵۳ ج ۱ الفصل الرابع فی المیاه مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] وإن تعذر نزح کلها لکونها معیناً فیقدر ما فیها وقت النزح قاله الحلبي یؤخذ ذالک بقول رجلین عدلین لهما بصارة بالماء، به یفتی وقیل یفتی بمأتین الی ثلاثمأة وهذا ایسرو ذالک احوط. (درمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۱۴۳، ج: ۱، شامی کراچی ص: ۲۱۴) فصل فی البئر. وإن مات فیها شاة أو کلب او آدمی الٰی قوله ینزح جمیع ما فیها الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث فی الآبار. حلبی کبیری ص ۱۵۷، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ناپاک گنے کے ٹکڑوں کو کنواں میں ڈالنے سے پانی کا حکم

سوال:- جامع مسجد کے کونہ میں ایک کنواں ہے اس کنویں میں ہندو مسلمان جب ضرورت ہوتی ہے پانی بھرتے ہیں اور کنویں کی مینڈھ سطح زمین سے ایک گز اونچی ہے، کنویں کے پاس سے ہندو، مسلمان کے بچے گذرتے ہیں، سڑک میں سے ناپاک گنوں کے ٹکڑے جو کہ نالی میں سے بھنگی صاف کر کے ایک طرف ڈالتا ہے وہ اسی کنویں میں ڈال دیتے ہیں۔ مسجد کے نمازیوں کیلئے پانی اسی کنویں سے استعمال ہوتا ہے۔ مسجد کے نمازی نہ تو کنویں کی مینڈھ اونچی کرتے ہیں اور نہ ہی اس پر جالی ڈالتے ہیں، ایسی صورت میں وہ کنواں پاک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کنویں میں کسی ناپاک چیز کا گرنا ثابت ہوجائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا۔ مینڈھ اونچی کرا کر یا جس طرح مناسب ہو حفاظت کا انتظام کیا جائے اور محض شبہ کی وجہ سے کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنویں میں گوبر ڈالا پھر روزانہ اسکا پانی استعمال ہوتا رہا کیا وہ پاک ہوگیا

سوال:- بازار جاتے ہوئے ایک کنواں راستہ میں پڑتا ہے اور پیاسے لوگ پانی پیتے

---

[1] الیقین لایزول بالشک. الإشباہ ص: ۱۰۰، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند. تحت القواعد الثالثة. من شک فی إنائه أو ثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر ما لم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات الخ شامی زکریا ص ۲۸۳ ج ۱ قبیل مطلب فی ابحاث الغسل تاتارخانیه ص ۱۴۶ ج ۱ کتاب الطهارة باب الوضوء نوع آخر فی مسائل الشک، مطبوعه کراچی.

ہیں۔ پھر اندازہ ہے کہ ہفتہ میں دو دن جب بازار لگتا ہے تو اس کنویں سے ساٹھ ستر ڈول اور باقی دنوں میں پندرہ بیس ڈول پانی پینے میں خرچ ہو جاتا ہے، کچھ چرواہے لڑکوں نے کنویں کے اندر گوبر ڈال دیا اور گوبر ڈالے ہوئے دو ماہ کا عرصہ ہو گیا جس کو معلوم تھا اس نے پانی پینا چھوڑ دیا۔ مگر پھر بھی پانی پینے میں صرف ہوتا رہا۔ جنگل کی وجہ سے پانی نکالا بھی نہیں جا سکتا، ایسی صورت میں کنویں کا پانی پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اتنی مدت میں کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مدت میں وہ کنواں پاک ہو گیا، اب کوئی شبہ نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۹ھ

کنویں میں غیر مسلم کے اترنے سے اس کے پانی کا حکم

سوال:- ایک ہندو آدمی نے کنویں میں دو چار غوطے لگائے تو کتنے ڈول کنویں میں سے پانی کے نکال دیئے جائیں تاکہ کنویں کا پانی پاک ہونے پر استعمال کرنے لگ جائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خوب غسل کر کے کنویں میں داخل ہوا ہے تب تو پانی نکالنے کی ضرورت نہیں اور اگر غسل کر کے اور پاک ہو کر داخل نہیں ہوا ہے اور اسکے بدن پر کسی نجاست کا ہونا متعین نہیں تو احتیاطاً کنویں کا تمام پانی نکالا جائے اور اگر اسکے بدن پر نجاست تھی تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے، **عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال في الكافر إذا وقع حتى لو تيقنا بطهارته بأن اغتسل**

---

[1] وينزح كل مائها الذى كان فيها وقت الوقوع بعد إخراجه، شامی کراچی ص ۲۲۰ ج ۱ فصل فی البئر كتاب الطهارة، المحيط البرهانی ص ۲۶۴ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه مطبوعه ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۴ ج ۱ فصل تنزح البئر دار الفكر بيروت.

ثم وقع في البئر من ساعته لاينزح منها شيء اھ (بدائع ص: ۷۴، ج: ۱)[1]
قال الشامی اقول ولعل نزحها للاحتیاط اھ۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۷/۵/۵۵ھ

جوابات صحیح ہیں، سعید احمد غفرلہٗ،

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۵/۵۵ھ

جس کنویں میں جنبی شخص اترا وہ اور پانی پاک ہے یا ناپاک؟

سوال:- ایک شخص کو احتلام ہوا، جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو بغیر استنجاء پاک کئے غسل کرنے کے لئے کنویں میں اترا یہ کنواں دہ دردہ نہیں تھا، اس صورت میں کیا وہ شخص طاہر ہو گیا یا نہیں؟ نیز کنویں کا پانی طاہر ومطہر رہے گا یا نہیں؟ نیز اگر وہ شخص استنجاء اور بدن سے نجاست دور کرنے کے بعد غسل جنابت کیلئے کنویں میں اترے تو اس صورت میں کنویں اور شخص مذکور کا کیا حکم ہے؟ براہِ کرم مفصل ومدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانی سے استنجا نہیں کیا بلکہ بدن پر نجاست حقیقیہ موجود تھی تو وہ طاہر نہیں ہوا اور تمام پانی نجس ہو گیا، اس پانی کی وجہ سے تمام بدن بھی نجاست میں ملوث ہو گیا، اگر پانی سے استنجا کر کے نجاست حقیقیہ کو زائل کر چکا تھا تو اصح یہ ہے کہ وہ آدمی طاہر ہو گیا اور پانی مستعمل ہو گیا لیکن صرف اس قدر پانی مستعمل ہوا جو کہ اس کے اعضاء کے ساتھ متصل ہو کر منفصل ہوا ہے تمام پانی مستعمل نہیں ہوا، اور مستعمل پانی طاہر ہوتا ہے اگرچہ مطہر نہیں ہوتا اور اختلاط کے وقت غلبہ کا

---

[1] بدائع ص: ۷۴، ج: ۱، مطبوعہ کراچی، کتاب الطهارة. فصل فی بیان مقدار ما یصیر به المحل نجساً.

[2] شامی کراچی ص ۲۱۴ ج ۱، شامی نعمانیہ ص ۱۴۳ ج ۱. فصل في البئر. المحیط البرهانی ص ۱۵۳ ج ۱ الفصل الرابع فی المیاه مطبوعه ڈابھیل.

اعتبار رہوتا ہے، اختلف في محدث انغمس في بئر لدلو وتبرد مستنجياً بالماء ولا نجس عليه ولم ينو ولم يتدلک والاصح أنه طاهر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال والمراد أن ما اتصل باعضائه وانفصل عنها مستعمل لاكل الماء اهـ درمختار قوله في محدث أى حدثاً اصغر اوأكبر قوله في بئر أي دون عشر أي وليست جارية قوله لد لواى لاستخراجه وقيد به لانهٗ لوكان للاغتسال صار مستعملاً اتفاقاً قولهٗ مستنجياً بالماء قيد به لأنه لوكان بالاحجار تنجس كل الماء قوله ولانجس عليه عطف عام على خاص فلوكان على بدنه أوثوبه نجاسة تنجس الماء اتفاقاً قوله والاصح قال في البحر وعن أبي حنيفه رحمه اللّٰه أن الرجل طاهر لأن الماء لايعطى لهٗ حكم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزيلعى والهندي وغير هما تبعاً لصاحب الهداية وهذه الرواية أوفق الروايات أي للقياس وفي فتح القدير وشرح المجمع انها الرواية المصححة ثم قال في البحر فعلم ان مذهب المختار في هذه المسئلة ان الرجل طاهر والماء طاهر غيرطهور اما كون الرجل طاهراً فقد علمت تصحيحهٗ أمّا كون الماء المستعمل كذالک على الصحيح فقد علمته أيضاً ما قدمناه اهـ (ردمحتار[1] ص:۲۰۷ ج ۱) والغلبة في مخالطة المائع الذي لاوصف لهٗ كالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحة تكون بالوزن فإن اختلط رطلان مثلاً من الماء المستعمل برطل من الماء المطلق لايجوز به الوضوء وبعكسه جاز اهـ مراقى الفلاح قوله تكون الغلبة بالوزن وهذا الاعتبار يجرى فيما لوالقى الماء المستعمل في المطلق أو انغمس الرجل فيه على ما هو الحق امّا مافي كثير من الكتب من ان الجنب إذا ادخل يدهٗ أورجلهٗ في الماء فمبنى على رواية نجاسة

---

[1] شامی زکریا ص:۳۵۳، ج: ۱، شامی نعمانیه ص ۱۳۵ ج ۱، شامی کراچی ص ۲۰۲ ج ۱، باب المياه. مطلب مسألة البئر جحط.

الـمـاء المستعمل وهي رواية شاذة وأما على المختار للفتوى فلاقال في البحر فإذا عـرفـت هـذا فـلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء أي الغسل من الفساقى الـصـغـار الكائنة في المدارس والبيوت اذلافرق بين استعمال الماء خارجاً ثم صبه فـي الـمـاء الـمـطـلـق وبيـن مـا إذا انـغمس فيه فإنه لايستعمل منه إلا ماتساقط من الاعـضـاء أولاقـى الجسد فقط وهو بالنسبة لباقي الماء قليل ويتعين عليک حمل كـلام مـن يـقـول بعدم الجواز على القول الضعيف لاالصحيح فالحاصل أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقى الصغار مالم يغلب على ظنه أن الماء المستعمل اكثر أومسـاوٍ ولـم يغلب على ظنّه وقوع نجاسة فيه وتمامه فيه قوله جاز ظاهرهٗ أنه يجوز بالكل ويجعل المستعمل مستهلكاً لقلته اھ[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم.

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ.

کنویں میں سے جوتا نکلا اس کے پانی کا کیا حکم؟

سوال:- ایک مسجد میں ایک کنواں ہے اس کا کیچڑ چھ سات سال میں نکالا جو امسال بالکل خشک ہوگیا لیکن اس کے درمیان میں گاہ بگاہ جب کبھی ناپاک ہوجاتا تھا اس کا پانی توڑ دیتے تھے اس میں سے ایک جوتا بالکل بوسیدہ ۲/۳ ٹکڑے نکلے اب شرع شریف سے جو نمازیں پڑھیں ہیں تو کسی قسم کا نقص تو نہیں آیا یا مسجد کا کوئی ناپاکی وغیرہ کا حکم تو نہیں ہے، اگر ہو تو تحریر فرمادیں تاکہ اس کے موافق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جوتا اگر ناپاک تھا تو اس سے کنواں بھی ناپاک ہوگیا اور جس وقت جوتا کنویں میں دیکھا گیا ہے اسی وقت سے کنویں کو ناپاک کہا جائے گا اس سے پہلے کی نماز، وضو غسل کے اعادہ کی

[1] طحطاوی ص ۲۰، مطبوعہ مصر. اول کتاب الطهارة.

ضرورت نہیں۔ مسجد کا لوٹا وغیرہ بھی کچھ ناپاک نہیں اور اگر ناپاک جوتہ گرنے کا وقت معلوم ہے تو اس وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھنا چاہیئے اور اس ناپاک پانی کو وضو، غسل برتن وغیرہ میں استعمال کیا ہو تو برتن وغیرہ کو پاک کرنا چاہیئے اس سے وضو کر کے جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرنا چاہیئے غرض جس جس شئ کو وہ ناپاک پانی لگا ہے وہ تمام ناپاک ہے، **ووجود حيوان ميت فيها اي البير ينجسها اهـ مراقى الفلاح قال الطحطاوي قيد بالحيوان لأن غيره من النجاسات لايتاتى فيه التفصيل والخلاف بل ينجسها من وقت الوجدان فقط.** (طحطاوی[1] ص: ۲۵)

لیکن اگر جوتہ کا نجس ہونا معلوم نہ ہو تو محض شک کی بناء پر کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائیگا، **شک في وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة اهـ.** (اشباہ[2]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۱/ ۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف ۸/محرم ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

جوتا کنویں میں گر گیا

سوال:- کنویں میں پلاسٹک کا جوتا گر گیا اور تلاش بھی کرایا ہے، غوطہ بھی لگایا مگر نہ نکل سکا، اب کنویں کا پانی پورا نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پلاسٹک کا جوتا کنویں میں گر گیا اور تلاش کرنے پر بھی وہ وہاں نہیں، اگر اس جوتے کا ناپاک ہونا معلوم نہیں تو کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا[3] حتیاطاً کچھ پانی نکالا جائے، اگر اسکا

---

[1] طحطاوي ص ۳۲، مطبوعه مصر. فصل فى مسألة الآبار. حلبى كبيرى ص ۱۶۰ فصل فى البئر مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، شامى كراچى ص ۲۱۸ ج ۱.

[2] إشباه ص ۱۰۳، مطبوعه مكتبة دار العلوم ديوبند. القاعدة الثالثة، اليقين لا يزول بالشك. شامى كراچى ص ۱۵۱ ج ۱، زكريا ص ۲۸۲ ج ۱ قبيل مطلب فى ابحاث الغسل تاتارخانيه ص ۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة نوع آخر فى مسائل الشك مطبوعه كراچى. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ناپاک ہونا معلوم ہے تو پورا پانی نکالا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/ ۹۵ھ

غسل جنابت کرتے وقت قطرہ کنویں میں گر گیا

سوال:- کسی جنبی نے اپنے سر پر پانی ڈالا پھر ڈول کھینچا، ایک دو قطرہ کنویں میں گر گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس قطرے کے ساتھ نجاست حقیقیہ نہیں ہے تو راجح قول کی بنا پر اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوا۔ وھو ای الماء المستعمل طاھر ولومن جنب اھ (درمختار)[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتا حوض میں گر گیا تو حوض ناپاک ہو گیا!

سوال:- مسجد کے حوض میں اگر کتا گر جائے اور گرتے ہی فوراً زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے، اسی طرح اس حوض کے پانی پینے کا کیا حکم ہے، عوام کو سمجھانے کے بعد بھی استفتاء لکھنے پر مجبور کرتے ہیں، چنانچہ روشنی ڈالیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) [3] الیقین لایزول بالشک (الاشباہ والنظائر ص: ۱۰۰) مطبوعہ دارالعلوم دیوبند. تحت القاعدۃ الثالثۃ.

(صفحہ ہذا) [1] إذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير ينزح كل مائها (درمختار على الشامی کراچی ص: ۲۱۳، ج: ۱) فصل فی البئر،

[2] درمختار على الشامی کراچی ص: ۲۰۰، ج: ۱، (شامی نعمانیہ ص ۱۳۴ ج ۱) باب المیاہ. عالمگیری ص ۲۳ ج ۱ الباب الثالث فی المیاہ مطبوعہ کوئٹہ، البحرا الرائق ص ۹۶ ج ۱ کتاب الطہارۃ الماء المستعمل الخ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس حوض کی لمبائی دس گز شرعی گز کے مطابق ہو اس میں اگر کتا گر جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا[1] لیکن عوام میں چہ میگوئیاں ہوتی ہی ہیں اس لئے حوض کو خالی کر کے صاف کر دیا جائے تو پھر سکون ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گیلا گوبر کنویں میں ڈالا گیا اس کا حکم

سوال:- (۱) ایک کنویں میں ایک لڑکے نے گیلا گوبر پھینکا تو کتنا پانی نکالیں گے چونکہ کنویں کا پانی اتنا گہرا ہے کہ پانی پینے کیلئے نکالنا دشوار ہے، دوسرے اگر نکال کر پھینکیں تو پانی ختم ہو جانے کا احتمال ہے، کیونکہ اکثر گرمیوں میں سوکھ جاتا ہے، مگر امسال نہیں سوکھا اور پانی چودہ ہاتھ ہے اس کے علاوہ بددینی کا اتنا زور ہے کہ کوئی پانی نہیں نکالتا ہے اور نہ نکالنے کو تیار ہوتا ہے، بلکہ اسی طرح برابر پیتے ہیں تب اس حالت میں آدمی کیا کر سکتا ہے۔

(۲) اگر پردیسی ہو اور مکتب میں تعلیم کا کام کرتا ہو نجس کنویں کے علاوہ دوسرے کنویں سے صرف سترہ دن پانی پیا اور وضو کیا اور کھانا نجس کنویں سے پک کر آتا رہا مجبوراً کھانا پڑا ایسا کھانا کیسا ہے؟

(۳) گاؤں کے لوگوں کے سترہ دن پانی پینے سے پانی پاک ہوا یا نہیں؟ جبکہ ڈیڑھ دوسو بالٹی پانی روز نکلتا رہا؟

---

[1] وقع فيه نجس لم يجز حتى يبلغ العشر (الدرالمختار على الشامى كراچى ص:۱۹۴، ج:۱) باب المياه. قيد بالموت لأنه لو أخرج حياً وليس بنجس العين ولا به حدث وخبث لم ينزح شيء إلا ان يدخل فمه الماء فيعتبر بسوره الخ شامى كراچى ص۲۱۳ فصل فى البئر تبيين الحقائق ص ۲۹ ج ۱ مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۸۷ ج ۱ فصل فى الآبار مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۴) دوسرے کنویں میں ایک چڑیا کا بچہ مردہ نکلا جو کہ دُم کی طرف سے پھٹا تھا اب پانی کتنا نکالنا چاہیئے مجبوراً پچاسی بالٹی پانی نکالکر وضو کیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب چودہ ہاتھ پانی اس سے نکل جائے گا تو کنواں پاک ہوجائے گا، یہ ضروری نہیں کہ ایک دم ہی نکلے مثلاً کنواں پاک کرنے کیلئے تو نہیں نکالتے البتہ اپنی ضروریات کے لئے ہمیشہ نکالتے رہتے ہیں تب بھی جب اندازاً مقدارِ مذکور نکل جائے گی تو کنواں پاک ہوجائے گا[۱]

(۲) سترہ دن تک کھا لینے کے بعد اب دریافت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(۳) اگر اس مدت میں اندازاً چودہ ہاتھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہوگیا۔

(۴) تمام پانی نکالنا ضروری ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

بیر معین

سوال:- بخدمت اقدس استاذی المکرّم حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک مسجد سے متعلق ایک بڑا کنواں ہے جس سے محلّہ کے لوگ بھی پانی بھرتے ہیں وہ

---

[۱] إذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير ينزح كل مائها درمختار، وفي الشامية لايشترط التوالي وهو المختار شامي كراچي. ص:۲۱۳، ج:۱، فصل فی البئر. المحيط البرهانی ص ۲۶۴ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه مطبوعه ڈابهيل.

[۲] إذا وقعت نجاسة في بئر دون القدر الكثير أومات فيها حيوان دموی وانتفخ أوتمعط أوتفسخ ينزح كل مائها الذي كان فيها وقت الوقوع (الدرمختار علی ہامش الشامی کراچی ص۲۱۲ ج۱) فصل في البئر، عالمگيری کوئٹه ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث فی ماء الآبار، المحيط البرهانی ص ۲۵۵ ج ۱ الفصل الرابع فی المياه، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل.

دردہ کنواں کے نام سے مشہور ہے لیکن قطر اس کا ۱۰½ ہاتھ ہے پانی اس میں اتنا ہے کہ سب پانی نکالنے میں کم وبیش سو روپیہ مصارف پڑتے ہیں جس کیلئے نہ تو اس زمانہ میں چندہ آسان اور نہ بیل وغیرہ ملنے میں آسانی بایں وجوہ جب ناپاک ہوجاتا ہے تو سالوں ناپاک پڑا رہتا ہے چنانچہ اس بار بھی تقریباً تین چار سال سے ناپاک پڑا ہوا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے مواقع میں شریعت کا آسان ترین حکم کیا ہے؟ ایک بات اور عرض کردوں کہ پانی اطراف میں نادر بھی ہیں کام بہرحال چل ہی رہا ہے لیکن بدقت گویا ایسی مجبوری بھی نہیں ہے کہ اسکے بغیر کام رکا پڑا ہو ورنہ چار سال کیسے گذرتے۔ ہاں محلّہ والوں کو عمدہ شیریں پانی سے محرومی ضرور ہے اور مسجد والوں کو وضو وغسل وغیرہ میں دقت ہے ایسی صورت میں۔

(۱) کیا اس کے پاکی کی صرف یہی شکل ہے کہ موجودہ پانی جس طرح ہوسکے مصارف کثیرہ میں خرچ کرکے نکالا جائے اور کوئی صورت نہیں۔

(۲) امام محمد رحمہ اللہ کا قول تین سوڈول والے کا علماء فتاویٰ کے نزدیک کیا حیثیت ہے۔

(۳) اگر معتبر ہے تو کیا اس جیسی صورتیں اس میں داخل ہیں۔

(۴) یاد پڑتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کسی فتوی میں اس کے ضعف کو تسلیم کرنے کے باوجود اس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

(۵) اگر امام کا قول مقید بقید ومشروط بشرائط ہیں تو وہ قیود وشرائط کیا ہیں جن کے ہونے پر تین سو کا قول مفتیٰ بہ ہوسکتا ہے۔

چونکہ جناب والا جیسے وسیع النظر کے سامنے اس کی پوری بحث ہوگی۔ اس لئے امید کرتا ہوں کہ وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کی تقریر فرما کر ممنون فرمادیں گے خدا معلوم کیوں جی چاہا کرتا ہے کہ پانی کے معاملہ میں نرم سے نرم قول اختیار کیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول اس خیال کا مؤید ہوجاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جناب والا سے مفصل تقریر معلوم کرکے اس تردد کو ہمیشہ کے واسطے ختم کردوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اصل تو یہی ہے لیکن رفع حرج کے لئے تیسیراً دوسری صورت بھی ہے کما سیجیٔ.

(۲) بعض نے اس کو مفتیٰ بہ کہا ہے بعض نے تضعیف کی ہے۔

(۳) داخل ہے لاشتراک العلة وهي اليسر.

(۴) صحیح ہے، ایسے موقعہ پر ایسے فتویٰ کی گنجائش ہے۔

(۵) وإن تعذر نزح كلها لكونها معينا فيقدر مافيها وقت ابتداء النزح قاله الحلبي يؤخذ ذالک بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء، به يفتىٰ وقيل يفتى بمأتين الى ثلثمأئة وهذا ايسر وذالک احوط قوله وان تعذر كذا عبرفي الهداية وغيرها وقال في شرح المنية أي بحيث لايمكن الا بحرج عظيم اهـ فالمرادبه التعسروبه عبر في الدرر قوله وقيل الخ جزم به الكنز والملتقى وهو مروي عن محمد وعليه الفتوى خلاصة وتاترخانيه عن النصاب وهو المختار معراج عن العتابيه أوجعله في العناية رواية عن الامام وهو المختار والايسر كما في الاختيار وافاد في النهران المأتين واجبتان والمائة الثالثة مندوبة فقد اختلف التصحيح والفتوى وضعف هذا القول في الحلية وتبعه في البحر بأنه إذا كان الحكم الشرعى نزح الجميع فالاقتصار على عدد مخصوص يتوقف على دليل سمعى يفيده واين ذلک الى قوله قال في النهر وكانّ المشائخ انما اختاروا ما عن محمد لانضباطه كالعشر تيسيراً كما مر اهـ (شامی[۱]) فقد ظهر بما ذكران الأخذ بقول محمد والعمل به في مواضع الحاجة جائز والحاجة دفع العسر وتحصيل اليسر وهو الشرط. فقط والله سبحانهٗ تعالىٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۴ر محرم ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد ۲۵ر محرم ۷۰ھ

---

[۱] شامی نعمانیه ص ۱۴۳ ج ۱، شامی کراچی ص: ۲۱۴، ج: ۱، فصل في البئر.

چھوٹے کنویں کا حکم

سوال:- راجستھان کے اکثر مقامات پر پانی جمع کرنے کے لئے لوگ زمین میں پانی کا ظرف بناتے ہیں، زمین کے اندر چار پانچ ہاتھ گڈھا کھودتے ہیں، پھر اس میں سیمنٹ سے پلاسٹر کردیتے ہیں اور اوپر سے پتھر کی پٹیاں ڈال کر بند کردیتے ہیں یہ ظرف عموماً دہ دردہ سے کم ہوتا ہے جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اس ظرف میں نجاست گر جائے اور بارش کے پانی یا دوسرے ذرائع سے اس کو بھر دیا جائے یہاں تک کہ وہ پانی ظرف کے اوپر سے ہو کر گذر گیا۔ اب یہ ظرف پاک ہوگیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پورا پانی نکال دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

البحر الرائق[1] صفحہ:۷۸، ج:۱، کی عبارت یہ ہے، **لو تنجس الحوض الصغير ثم دخل فيه ماء آخر وخرج حال دخوله طهر وإن قل وقيل لاحتى يخرج قدر ما فيه وقيل حتى يخرج ثلاثة امثاله وصحح الاول في المحيط وغيره قال السراج الهندى وكذا البئر واعلم أن عبارة كثير منهم في هذه المسئلة تفيد ان الحكم بطهارة الحوض إنما هو إذا كان الخروج حالة الدخول وهو كذالک فيما يظهر لأنه حينئذ يكون في المعنى جارياً لكن إياک وظن أنه لو كان الحوض غير ملأن فلم يخرج منه شيء في اول الامر ثم لمّا امتلأ خرج منه بعضه لاتصال الماء الجارى به أنه لايكون طاهراً حينئذٍ إذغايته أنه عند امتلائه قبل خروج الماء منه نجس فيطهر بخروج القدر المتعلق به الطهارة إذا اتصل به الماء الجارى الطهور كما لو كان ممتلأ ابتداءً ماءً نجساً ثم خرج منه ذالک القدر لاتصال الماء**

[1] البحر الرائق ص:۷۸، ج:۱، (مطبوعہ کراچی) کتاب الطهارة، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷ ج۱ الباب الثالث فی المیاہ.

الجاری به ثم کلامهم یشیر الی أن الخارج منه نجس قبل الحکم علی الحوض بالطهارة وهو کذالک کماهو ظاهر کذا في شرح منیة المصلی. اب اس عبارت پر اپنے مسئلہ کو منطبق کر کے دیکھ لیجئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۱ھ

کنویں کا پانی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے

سوال:- اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کنویں کا پانی پینا جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کنویں کا پانی پینا درست ہے۔ اگر وہ ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے سے پاک بھی ہوجائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

شک سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

سوال:- موضع دمری والا ضلع دہرہ دون میں ایک قدیمی کنواں ہے اس کنویں سے ہندو مسلمان پانی پیتے رہے، عرصہ پندرہ بیس یوم سے ہندوؤں نے چماروں سے بھی اس کنویں

---

[1] إذا وقعت فی البئر نجاسة نزحت وکان نزح ما فیها من الماء طهارة لها باجماع السلف ومسائل البئر مبنیة علی اتباع الآثار دون القیاس الی ما قال وهو المروی عن ابی حنیفةؒ وعلیه الاعتماد، الهدایة ص ۱۴۱ ج ۱ فصل فی البئر، مطبوعه تهانوی دیوبند، فتاوی عالمگیری ص ۱۹ ج ۱ الفصل الثالث فی مسائل الآبار، مطبوعه کوئٹه. فتاوی دارالعلوم ص ۱۹۴ ج ۱، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

سے پانی کھینچوانے کا ارادہ کرلیا ہے حاکم ضلع نے بھی اجازت دیدی ہے مسلمانوں نے حتی المقدور کوشش کی مگر ناکام رہے کنواں ہندوؤں کی ملکیت ہے مسلمان محض بحیثیت کاشتکار ہیں کنویں کے علاوہ اور کوئی انتظام پانی پینے کا نہیں۔ موضع کی آب وہوا خراب ہے خصوصاً موسم برسات میں بہت بدتر ہوجاتی ہے دیہات میں جو پانی گول وغیرہ سے پہونچتا ہے وہ بے حد گندہ ہے، ہندوؤں کی دیگر اقوام مثلاً سقہ، بنجارہ لودہا وغیرہ بھی مردار خور ہیں۔

اگر چمار کنویں سے پانی بھرنے لگیں تو مسلمانوں کو اس کنویں سے پانی پینا چاہیئے یا نجس سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک یقین نہ ہوجائے یا ظن غالب سے کنویں میں نجاست کا گرنا معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک کنویں کا پانی شرعاً پاک ہی رہے گا۔ محض شک کی وجہ سے ناپاک نہ ہوگا۔ لہٰذا اس کا پینا اور دیگر ضروریات میں استعمال کرنا جائز ہوگا البتہ جب یقین یا ظن غالب سے کنویں میں نجاست کا گرنا معلوم ہوجائے تو اس کا استعمال کرنا جب تک کنواں پاک نہ ہوجائے جائز نہ ہوگا۔ **شک في وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة .** (الاشباہ)[1] **إذا وقعت في البير نجاسة نزحت .** (هدایه)[2] اگر بلا شک کے پاک پانی ملے تو اس کا استعمال کرنا بہتر ہے **دع ما يريبک الى ما لا يريبک الحديث .**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۵ ۵۲ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

---

[1] الاشباه ص ۱۰۳، مطبوعه مكتبه دارالعلوم ديوبند. القاعدة الثالثة، اليقين لا يزول بالشک.

[2] هدايه ص: ۴۱، ج: ۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. فصل فى البئر، فتاوى عالمگيرى ص ۱۹ ج ۱ للفصل الثالث فى مسائل الآبار مطبوعه كوئٹه.

[3] المقاصد الحسنة ص ۲۱۴، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت لبنان. مشكوة شريف ص ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

برکت کے لئے زمزم سے بدن اور کپڑے دھونا

سوال:- خانہ کعبہ میں جو لوگ آبِ زمزم سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں ان کیلئے نہانا اور کپڑے دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

برکت کیلئے بدن پر اور کپڑوں پر ڈالنا درست ہے نجاست اس سے زائل نہ کیجائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

ہندوستانی مسجد کے حوض سے وضو

سوال:- ہندوستانی مسجد بھیونڈی کا حوض جو کہ دہ دردہ ہے اس کے اندرونی حصے میں دو فٹ کے فاصلہ سے جالی لگی ہوئی ہے، جال کے اوپر ایک فٹ چوڑی پھولوں کی کیاری ہے۔ اس کی سطح پانی کے اندر چار انچ ڈوبی ہوئی ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ پانی ہلتا نہیں، اس لئے اس میں وضو نہیں کرنا چاہیئے، قائل کا قول صحیح ہے یا غلط؟ کیاری کی سطح جو ڈوبی ہوئی ہے اسے توڑوادیں یا باقی رکھیں؟ آپ اور دیگر علمائے دیوبند مناظرہ کے وقت دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کیاری کی سطح جو ڈوبی ہوئی ہے اس کو توڑنے کی ضرورت نہیں، موجودہ صورت میں بھی

---

[1] یجوز الوضوء والاغتسال بماء مزم إن کان علی طهارة للتبرک (الی قوله) ولایزال به نجاسة حقیقة (طحطاوی ص:۱۷) مطبوعه مصر، اول کتاب الطهارة. شامی کراچی ص:۶۲۵: ج:۲، مطلب الإستنجاء بماء زمزم، باب الهدی.

وضو بلا تکلف درست ہے۔ پانی کے ہلنے نہ ہلنے کا شبہ نہ کریں[1] کسی اور مصلحت سے کیاری کی ڈوبی ہوئی سطح کو توڑنا چاہیں تو اختیار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۴ھ

حوض کی گہرائی

سوال: -مسجد میں عام طور پر جو حوض ہوتے ہیں ان کا گہرا ہونا کتنا ضروری ہے؟ مثلاً لمبائی اور چوڑائی تو کم از کم دہ دردہ ہو اور گہرا کتنا ہو۔ مثلاً ایک حوض دو یا تین گز گہرا ہے اتفاقاً پانی آنا اس میں بند ہو گیا اور وہ پانی کم ہوتے ہوئے صرف ایک فٹ یا اس سے کم رہ گیا ہے تو کیا اس حوض کے پانی سے وضو درست ہے؟ حوض کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانچ انگل گہرا بھی کافی ہے، (کذا في ردالمحتار ص: ۱۳۲، ج: ۱)[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸ ۹۲ھ

حوض کی پیمائش

سوال: -مسجدوں میں جو حوض بنائے جاتے ہیں اس حوض کی گہرائی اور لمبائی و چوڑائی

---

[1] وبعضهم قدروا بالمساحة عشراً في عشر بذراع الكرباس توسعة للامر على الناس وعليه الفتوى والمعتبر في العمق ان يكون بحال لا ينحسر بالاغتراف هو الصحيح، هدايه ص۳۷ ج ۱ كتاب الطهارات، مطبوعه تهانوى ديوبند، فتح القدير ص ۸۰ ج ۱ مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] حاصله إذا كان غدير عشراً في عشر عمقه خمس اصابع تقريباً الخ. شامي نعمانيه ص: ۱۳۲، ج: ۱، شامي زكريا ص: ۳۴۷، ج: ۱، باب المياه، مطلب في مقدار الزراع.

کتنی کتنی لازمی ہے اور شرعی گز مروجہ گز کے حساب سے کتنے کا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دس گز لمبائی اور دس گز چوڑائی کافی ہے[1]۔ اور یہاں شرعی گز مراد ہے جو کہ عربی میں ذراع کو کہتے ہیں سرکاری ایک گز عربی دو ذراع کا ہوتا ہے، یعنی سرکاری پانچ گز لمبائی اور اتنی ہی چوڑائی ہے گہرائی کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حوض کی گہرائی اور چوڑائی

سوال:- وہ حوض جسکی لمبائی کافی ہے اور چوڑائی صرف دو ہاتھ ہے گہرائی بھی دو ہاتھ ہے کیا یہ دہ دردہ کے حکم میں ہوگا یا نہیں اور گہرائی کے اعتبار سے کنویں میں بھی کافی گہرائی ہوتی ہے اور چوڑائی بھی ہوتی ہے تو کیا اس کا حکم اس میں لگے گا، وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گہرائی کی زیادتی طول وعرض کی کمی کا بدل نہیں ہوسکتی، البتہ اگر عرض کم ہو اور طول زیادہ ہو اور زیادتی محسوس کر کے دہ دردہ ہوسکے تو وہ بہتر ہے، **ولوله طول لا عرض لكنه يبلغ عشراً في عشر جاز تيسيراً** (درمختار[3] ص: ۱۲۹، ج: ۱) حوض مدور کا حساب بھی معتبر ہوگا جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کی شرح کرتے ہوئے تفصیل سے بیان کیا ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هو مايكون كل جانب من جوانبه عشرة (شامی ص ۱۹۳ ج ۱) مطبوعه كراچی. باب المياه، مطلب لو أدخل الماء من اعلى الحوض الخ.

[2] لاتقدير فيه اي في العمق في ظاهر الرواية (شامی كراچی ص ۱۹۳ ج ۱ باب المياه)

فائدہ:- الذراع ست قبضات وهي اربع وعشرون اصبعاً. مستفاد شامی كراچی ص: ۱۹۶، ج: ۱. (شامی نعمانيه ص ۱۳۱ ج ۱) مطلب في مقدار الذراع. باب المياه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حوض کی لمبائی چوڑائی گہرائی!

سوال:-شرعی حوض کم سے کم کتنا لمبا اور کتنا چوڑا ہونا چاہیئے ہماری مسجد کا حوض ۲۵ رفٹ لمبا اور ۱۲ رفٹ چوڑا ہے اور ۵ ½ فٹ گہرا ہے ہم حوض کی گہرائی ایک فٹ کم کرنا چاہتے ہیں، اس میں کوئی حرج تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی حوض کم از کم دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہونا چاہئے، اگر چوڑائی میں کچھ کمی ہو تو لمبائی میں زیادتی کردی جائے جس سے نسبت دہ دردہ کی حاصل ہوجائے[1]۔ گہرائی ساڑھے چار فٹ بھی کافی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دہ دردہ اور مقدار ذراع

سوال:- پانی کا حوض دہ دردہ گز کا حکم رکھتا ہے شرعی گز کتنے انگل کا ہے جس کے مطابق حوض بنایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چوبیس انگل کا ایک شرعی گز ہوتا ہے جب کہ اس کو چھ قبضہ کا مانا جائے اور اگر سات قبضہ

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] شامی کراچی ص ۱۹۳ ج ۱. شامی نعمانیه ص: ۱۲۹، ج: ۱، باب المیاه.

[۴] وفي المدور بستة وثلاثين ذراعاً هو أحد أقوال خمسة (شامی نعمانیه ص ۱۲۹ ج ۱، وشامی کراچی ص ۱۹۳ ج ۱) باب المیاه. لو ادخل الماء من اعلی الحوض.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولوله طول لاعرض لكنه يبلغ عشراً في عشرٍ جاز تيسيراً (الدرالمختار علی الشامی ص۱۹۳، ج ۱) باب المیاه، مطلب لو ادخل الماء من اعلی الحوض، مطبوعه کراچی.

[۲] صحح في الهداية أن يكون بحال لاينحسر بالاغتراف أي لاينكشف. (شامی کراچی ص۱۹۳، ج ۱). باب المیاه. هداية ص۳۷ ج ۱ كتاب الطهارة مطبوعه تهانوی دیوبند، بحر ص۷۷ كتاب الطهارة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

کا مانا جائے تو اٹھائیس انگل کا ہوگا درمختار میں اسی کو مختار کہا ہے۔ والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط أي بلااصبع قائمة وهذا ما في الولواجية وفي البحران في كثير من الكتب أنه ست قبضات ليس فوق كل قبضة اصبع قائمة فهو أربع وعشرون اصبعاً بعدد حروف لااله الا الله محمد رسول الله ﷺ والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام كما في غاية البيان اهـ والمراد بالقبضة اربع اصابع مضمومة اهـ (شامی ص: ۳۰۳، ج: ۱)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۶/۲۴ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۱۳۱ ج ۱، شامی کراچی ص ۱۹۶ ج ۱، مطلب في مقدار الذراع. باب المياه. فتح القدير ص ۷۹ ج ۱ فصل فی المياه، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر ص ۷۶ كتاب الطهارة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

استنجاء کرنے کے احکام

استنجاء کرنے کا حکم

سوال:- اگر جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہو اور چھوٹا بڑا استنجا نہ کیا ہو تو کیا بغیر استنجا کے نماز میں شریک ہو جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ڈھیلے سے استنجا کر چکا تھا اور بقدر درہم اس سے زائد نجاست بدن پر موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ استنجا کر کے نماز پڑھے۔ طحطاوی[1] ص ۹۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتكره الصلاة) مع نجاسة غير مانعة تقدم بيانها سواء كانت بثوبه أو بدنه أو مكانه خروجا من الخلاف الا اذا خاف فوت الوقت أو فوت الجماعة فحينئذ يصلي بتلك الحال (مراقي الفلاح).

(قوله بيانها) وهو ما دون ربع الثوب في المخففة وقدر الدرهم في المغلظة، طحطاوی مع المراقی ص: ۲۹۱، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، مطبوعه مصر، عالمگیری ص ۴۸، ج ۱، الفصل الثالث فی الاستنجاء، مطبوعه کوئٹه. حلبی کبیری ص ۲۹ مطلب فی آداب الوضوء، سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه ص ۹۹ ج ۱ باب الوضوء، مطبوعه کراچی.

بیت الخلاء جاتے ہوئے دعا کس وقت پڑھے؟

سوال:- پائخانہ جاتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کس وقت پڑھنی چاہیئے؟ پائخانہ کے اندر جا کر یا بایاں پاؤں پائخانہ میں رکھ کر یا پائخانہ کے باہر ہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پائخانہ کے اندر پیر رکھنے سے پہلے پڑھی جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۲۰/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

استنجاء ڈھیلے سے کرنا

سوال:- زید عمرو بکر وغیرہ بیت الخلاء میں بلا ڈھیلے کے پانی سے استنجاء کرتے ہیں ایا ان کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز اور اس میں کسی شخص کی تخصیص ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ صاف صاف تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا جائے اس کے بعد پانی سے، لیکن اگر کوئی شخص بڑا استنجا ڈھیلے سے نہ کرے بلکہ پانی ہی سے کرے اور صفائی کامل ہو جائے یہ بھی

---

[1] فإذا وصل الى باب يبدأ بالتسمية قبل الدعاء هو الصحيح فيقول بسم الله اللّٰهم إني اعوذ بک من الخبث والخبائث الخ شامی زکریا ص: ۵۵۹، ج: ۱، باب الانجاس فصل في الاستنجاء مطلب في الفرق بين الاسبتراء والاستنقاء الخ. عالمگیری ص ۵۰ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء، مطبوعه کوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۰ فصل فیمایجوز به الاستنجاء، مطبوعه مصر.

جائز ہے[1]۔ آج کل اہل تجربہ کی رائے ہے کہ پیشاب کے بعد قطرہ اکثر آدمیوں کو آتا ہے اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص اس سے مستثنیٰ ہوگا اس لئے چھوٹا استنجاء پانی سے کرنے سے پہلے ڈھیلے سے کرنے کی تاکید کرتے ہیں کیونکہ اگر بعد میں قطرہ آیا تو اس سے کپڑا بھی ناپاک ہوگا اور پہلا استنجاء بھی بیکار ہو جائے گا اور جو وضو کے بعد آیا تو ناقض وضو ہوگا اس لئے پہلے ڈھیلے سے اطمینان کر لینا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۸/۷ ۵۷ھ

ڈھیلے سے استنجاء

سوال:- ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ استنجا چھوٹا ہو یا بڑا ہر مرد و عورت کو کرنا چاہیئے پہلے مٹی یا دوسری چیز سے، اس کے بعد کچھ پانی سے، لہٰذا آپ تشریح کے ساتھ حکم شرع سے مطلع فرمادیں، کیا عورتوں کو بھی پہلے مٹی وغیرہ استعمال کرنا چاہیئے؟ کتاب والا لکھتا ہے کہ مٹی کے بغیر خالی پانی سے پاک صاف نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈھیلے سے مردوں عورتوں سب کو استنجاء کرنا چاہیئے اس کے بعد پانی سے استنجاء کریں یہی سنت طریقہ ہے[2] لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ اگر ڈھیلے سے استنجاء وغیرہ نہ کیا تو صرف پانی سے پاکی

---

[1] وأن يستنجي بحجر منق ونحوه والغسل بالماء احب والافضل الجمع بين الماء والحجر فيمسح ثم يغسل ويجوز أن يقتصر على الماء أوالحجر والسنة انقاء المحل (نور الايضاح ص ۳۸، مطبوعه امداديه ديوبند، فصل فى الاستنجاء، والشامى نعمانيه ص ۲۲۹ ج ۱، وشامى زكريا ص ۵۵۰ ج ۱) فصل في الاستنجاء باب الانجاس. تاتار خانيه ص ۱۰۴ ج ۱ باب الوضوء، مطبوعه كراچى.

[2] غسله بالماء أي بعد المسح بالاحجار افضل وقيل سنة في زماننا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاصل نہیں ہوگی، البتہ اگر اولاً مٹی اور ڈھیلے سے صفائی کرلی جائے اس کے بعد پانی سے پاک کیا جائے تو صفائی خوب حاصل ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۸۵۶ھ

عورتوں کے لیے ڈھیلے سے استنجاء

سوال: - بوقت استنجاء کلوخ استعمال کردن برائے زنان ضروری است یا نہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد بول برائے استبراء زناں محتاج استعمال کلوخ مثل مرداں نیستند۔ **ولا تحتاج المرأة إلى ذلک اي استبراء المذكور في الرجل (مراقي الفلاح)**[1]

ودیگر احکام استنجاء میان مرداں وزنان مشترک است[2] **المرأة كالرجل الافي الاستبراء فانها لااستبراء عليها الخ (شامی فصل استنجاء ص ۳۵۶ ج ۱)**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۶/ربیع الاول ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(گذشته کا بقیه) (هدایه ملخصاً ص ۷۹ ج ۱) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. فصل فی الاستنجاء. کتاب الطهارة. حلبی کبیری ص ۲۹ مطلب فی اٰداب الوضوء، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. طحطاوی مع المراقی ص ۳۵ فصل فی الاستنجاء، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ص ۳۴، مطبوعه مصر، کتاب الطهارة فصل في الاستنجاء.

[2] **ترجمہ سوال:** - استنجا کے وقت ڈھیلے استعمال کرنا عورتوں کے لیے ضروری ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب: - پیشاب کے بعد صفائی کے لیے عورتیں مردوں کے مثل ڈھیلا استعمال کرنے کی محتاج نہیں، استنجاء کے دیگر احکام مردوں عورتوں کے درمیان مشترک ہیں۔

[3] الشامی نعمانیه ص: ۲۲۵، ج: ۱، وشامی زکریا ص: ۵۵۸، ج: ۱، باب الانجاس فصل في الاستنجاء مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء.

ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال

سوال:- استنجاء ڈھیلے سے کرنے کے بعد پانی سے کرے تب ہوتا ہے، یا محض پانی سے چھوٹا بڑا استنجاء کرلے تو ہوجاتا ہے یا نہیں یا دونوں طرح کرے تب ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اول ڈھیلے سے کرے پھر پانی سے کیونکہ قطرہ کا مرض اس زمانہ میں عام ہے اگر چہ بعض صورت میں صرف ڈھیلے سے یا صرف پانی سے بھی کافی ہوجاتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی سے دھونا!

سوال:- اگر کوئی امام ڈھیلے سے استنجا کرتا ہو پانی ہوتے ہوئے بھی پانی استعمال نہیں کرتا باوجود کہنے کے نہیں مانتا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کرکے پھیل کر مقدار درہم تک پہونچ جائے تو بدن کو پانی سے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے[2] ایسی حالت میں جو امام پانی سے استنجاء نہ کرے اس کو

---

[1] فكان الجمع (بين الحجر والماء) سنة على الاطلاق في كل زمان وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ الخ شامی زکریا ص ۵۵۰ ج ۱، وشامی نعمانیه ص ۲۲۵ ج ۱، باب الانجاس فصل في الاستنجاء. عالمگیری ص ۴۸ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء، مطبوعه مصر. حلبی کبیری ص ۲۹ مطلب فی آداب الوضوء، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] اجمعو على ان ماجاوز موضع الشرج من النجاسة اذا كانت اكثر من قدر الدرهم يجب غسله وإن كان ماجاوز موضع الشرج اقل من قدر الدرهم أوقدرالدرهم الخ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

امام نہ بنایا جائے[1] اگر اس سے کم نجاست ہوتو بھی پانی سے استنجاء کرنا چاہیئے ورنہ نماز مکروہ ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک ڈھیلہ دو دفعہ استعمال کرنا

سوال: -ایک ڈھیلہ کو دوبارہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس ڈھیلے سے ایک مرتبہ استنجاء کرلیا ہے وہ ناپاک ہوگیا اسکو دوبارہ استعمال کرنا منع ہے، البتہ اگر اس کی دوسری جانب استعمال نہ کی ہوتو اس کو استعمال کرنا درست ہے۔ اسی طرح اس کو گھس کر کہ نجس حصہ گھس دیا جائے استعمال کرنا درست ہے۔ **وکرہ تحریماً بعظم وطعام وروث یابس کعذرة یابسة وحجر استنجی به الابحرف آخر درمختار قوله الابحرف آخر اي لم تصبه النجاسة (شامی)**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۶ ۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/ربیع الاول ۵۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) (عالمگیری ص ۴۸ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۵ فصل فی الاستنجاء. مصری شامی کراچی ص ۳۳۶ ج ۱ فصل فی الاستنجاء).

(صفحہ ہذا) [1] اخذاً من تعلیل الاعمی بانه لایتوقی النجاسة (شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱) شامی زکریا ص: ۲۹۸، ج: ۲، باب الامامة.

[2] فکراهة التحریم باقیة اجماعاً ان بلغت الدرهم وتنزیها ان لم تبلغ (طحطاوي علی مراقی الفلاح ص ۱۲۴ ج ۱ مطبوعه مصری، باب الانجاس والطهارة عنها.

[3] شامی نعمانیه ص ۲۲۷ ج ۱، وشامی زکریا ص ۵۵۲ ج ۱، کتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل فی الاستنجاء. عالمگیری ص ۵۰ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء، مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه کراچی ص ۱۰۰ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء الخ.

چھوٹے ڈھیلوں سے استنجاء

سوال:- ایک شخص جو کہ استنجاء کی پاکی پانی سے حاصل کرنے سے معذور ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلوں سے کرتا ہے، بعض اوقات ڈھیلے چھوٹے ہوتے ہیں یعنی ہر طرف تو خشک ہو جاتا ہے لیکن کنارے پر نمی رہ جاتی ہے اور دوسرا ڈھیلا بھی چھوٹا ہوتا ہے تو وہ اس چھوٹے ڈھیلے سے کنارے کی نمی کو خشک کر لیتا ہے، آیا یہ درست ہے؟ یعنی دو چھوٹے ڈھیلوں سے ایک استنجاء کی پاکی حاصل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عضو پر جو نمی ہے وہ ایک ڈھیلے سے پوری خشک نہ ہو بلکہ کنارے پر کچھ باقی رہے اور دوسرے ڈھیلے سے اس باقی کو خشک کر لیا جائے تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کاغذ اور کپڑے سے استنجاء

سوال:- اگر ڈھیلا ایک ہے تو کیا پہلے کاغذ یا کپڑے سے خشک کر کے پھر ڈھیلے سے خشک کر لیں، کیا یہ درست ہے؟

---

[1] لان الانقاء هو المقصود من الاستنجاء كما في الهداية وغيرها الشامی نعمانیه ص۲۲۵، ج ۱، وليس العدد ثلاثاً بمسنون فيه بل مستحب (درمختارمع الشامی نعمانیه ص۲۲۵، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۴۸، ج: ۱ کتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل فی الاستنجاء، مطلب إذا دخل المستنجی في ماء قليل. هدايه ص۷۸ ج ۱ فصل فی الاستنجاء، مطبوعه تهانوی دیوبند. المحيط البرهانی ص ۱۷۱ ج ۱ الفصل الاول فی الوضوء، مطبوعه ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی درست ہے مگر کاغذ پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو اور سادہ کاغذ بھی نہ ہو بلکہ وہ کاغذ ایسا ہو جو مخصوص طور پر استنجاء کرنے کے ہی کام آتا ہے لکھنے کے کام میں نہیں آتا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے!

سوال:- وضو کے پانی سے استنجاء کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پانی جو وضو کے بعد لوٹے میں بچ گیا ہے ناپاک نہیں اس کو ضائع کرنے کی ضرورت نہیں اس سے وضو یا استنجاء سب درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه وله احترام أيضاً لكونه آلة لكتابة العلم ولذا علله في التاتارخانيه بان تعظيمه من ادب الدين ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً وإذا كانت العلة في الابيض كونه آلة للكتابة كما ذكرناه يوخذ منها عدم الكراهة فيما لايصلح لها إذا كان قا لعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه الخ (الشامی نعمانیه ص۲۲۷ ج ۱ وشامی زکریا ص۵۵۲، ج ۱، باب الانجاس، فصل في الاستنجاء. تاتارخانیه ص۱۰۳ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء، مطبوعه کراچی. عالمگیری کوئٹه ص ۵۰ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء.

[2] المیاه المطلقة مثله مطهرة مالم یعرض لها عارض یزیل ذالک الحکم عنها الخ حلبی کبیری ص۸۸ فصل فی بیان احکام المیاه، سهیل اکیڈمی لاهور. طحطاوی علیٰ المراقی ص۱۶ اول کتاب الطهارة، مطبوعه مصر.

ماءِ مستعمل سے ازالۂ نجاست!

سوال:-بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ماءِ مستعمل کے ذریعہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ جائز ہے یہ کیونکر ہے جب کہ قول مفتی بہ کی بناپر ماءِ مستعمل طاہر غیر مطہر ہے پھر تخصیص نجاست حقیقیہ کے ساتھ کون سی دلیل سے کی گئی ہے کیا نجاست حقیقیہ کی دونوں قسمیں مرئیہ وغیر مرئیہ نیز نجاست حکمیہ کی تطہیر ماءِ مستعمل سے نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وحكمه أنه ليس بطهور لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد الخ (درمختار) قوله ليس بطهور أي ليس بمطهر قوله على الراجح مرتبط بقوله بل لخبث أي نجاسة حقيقية فانه يجوز ازالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد الخ (ردالمحتار ص ۱۳۴ ج ۱، مطبوعه نعمانية[1])

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ قول راجح معتمد پر ماءِ مستعمل سے ازالۂ نجاست حقیقیہ وحکمیہ باقسامہا درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اشکال:-درمختار کی عبارت سے بظاہر جو سمجھ میں آرہا ہے اس وضاحت کا عکس معلوم ہورہا ہے جو جواب میں آنجناب نے تحریر فرمایا ہے اس لیے احقر نے بھی بعض اہل علم کی طرف رجوع کیا تھا نیز غایۃ الاوطار ص ۹۷، میں بھی اس کا ترجمہ دیکھا گیا اس میں قول راجح کی بناء پر ماءِ مستعمل کے ذریعہ ازالۂ نجاست حقیقیہ کا جواز مصرح ہے اس لیے آنجناب سے دوبارہ تکلیف دہی کی درخواست ہے کہ براہِ کرم دوبارہ اس پر نشاندہی فرمادیں کہ آنجناب نے

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص:۳۵۳، ج:۱، باب المیاہ. قبیل مسألة البئر جحط.

جولکھا ہے وہی صحیح ہے اور جو غایۃ الاوطار میں ہے اس میں تسامح ہے یا اور کوئی بات ہو تو از راہ شفقت مصرح فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مراجعت سے معلوم ہوا کہ جواب کی اصل عبارت اس طرح ہے، عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ قول راجح معتمد پر ماء مستعمل سے ازالہ نجاست حقیقیہ باقسامہا (مرئیہ غیر مرئیہ) درست ہے اس میں لفظ حکمیہ کا اضافہ اور باقسامہا میں ضمیر ثلثہ بجائے ضمیر واحد کے اسی طرح آخری لفظ نفی بجائے اثبات کے زلت قلم ہے ازالۂ نجاست حکمیہ کا تو سوال ہی نہیں تھا، صرف حقیقیہ کا سوال تھا اس کی دو قسموں کا تذکرہ تھا امید ہے کہ آپ کا اشکال رفع ہو جائے گا، آپ نے بہت اچھا کیا کہ مکرر بھیج کر تصحیح کرالی، جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶ ۱۴۰۱ھ

پیشاب کے بعد استنجاء کرنا

سوال:- پیشاب کے بعد اگر کوئی شخص استنجاء پاک نہیں کرتا اور نماز پڑھنے کو کہو تو یہ عذر کرتا ہے کہ میں ناپاک ہوں کیا یہ ناپاکی ہے پیشاب کر کے استنجاء کرنا بھول گیا تو کیا ایسے شخص کو اگر نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے کہ تم اسی حالت میں نماز پڑھو درست ہے اور بغیر استنجاء کے وہ روز پیشاب کرے اور اس کو روز نماز پڑھنے کو کہا جائے اور پڑھائی جائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص نجس (جنب) نہیں، نماز کے وقت وضو سے پہلے استنجاء پاک کر لے بس کافی ہے البتہ اگر کپڑا ناپاک ہو تو نماز کیلئے دوسرا کپڑا پہن لے یا اسی کو پاک کر کے جس قدر

ناپاک ہواسی کو پاک کر لینا کافی ہے[1] تمام کا دھونا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

دوسرے سے استنجاء کرانا

سوال:- اگر کوئی بیمار ایسا لاغر ہو جائے کہ اپنے ہاتھ سے استنجاء وضوء وغیرہ نہیں کر سکتا تو نماز کس طرح ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی دوسرے ذریعہ سے طہارت حاصل کر سکتا ہے تو طہارت یعنی استنجاء ووضو سے نماز پڑھے ورنہ ویسے ہی پڑھے لیکن استنجاء بیوی کے علاوہ کوئی اور کرے تو اس کو ہاتھ لگانا اور دیکھنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۳ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] هي أي الشرط لصلاة، طهارة بدنه أي جسده من حدث بنوعيه وخبث مانع وثوبه الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۷۳ ج ۲، كتاب الصلاة باب شروط الصلاة طحطاوي على مراقي الفلاح ص: ۱۶۷، مطبوعه مصر، باب شروط الصلاة. البحر ص ۲۶۶ ج ۱ باب شروط الصلاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[2] الرجل المريض إذالم يكن له امرأة ولا أمة وله ابن اوأخ وهو لايقدر على الوضوء فإنه يؤضيه ابنه أواخوه غير الاستنجاء فإنه لايمس فرجه وسقط عنه الاستنجاء كذا في المحيط عالمگيرى ص: ۴۹، ج: ۱، مطبوعه كوئٹه، كتاب الطهارة الفصل الثالث في الاستنجاء. طحطاوى على المراقى ص ۳۸ فصل فى الاستنجاء، مطبوعه مصر. المحيط البرهانى ص ۱۷۳ ج ۱ نوع منه فى بيان سنن الوضوء الخ، مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل.

قبلہ رُخ پیشاب اور تھوک

سوال: -کعبۃ اللہ کی سمت رُخ کر کے یا مسجد کے زیر سایہ پیشاب کرنا اور تھوکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبلہ رخ تھوکنا نہیں چاہیے[۱] اور پیشاب کرنا تو زیادہ مکروہ ہے[۲] اس سے بچ کر مسجد کے زیر سایہ اس طرح کہ بدبو مسجد میں نہ آئے گنجائش ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵ ۹۲ھ

---

۱ عَنْ حُذَيْفَةَ اَظُنُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ الحديث أبوداؤد شريف ص:۵۳۵، ج:۲، مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب الاطعمة باب في أكل الثوم. بخارى شريف ص۵۸ ج ۱ كتاب الصلاة باب حك البزاق باليد من المسجد وفى الفتح أن البزاق فى القبلة حرام سواء كان فى المسجد ام لا. فتح البارى ص۶۸ ج۲ رقم الحديث ص۴۰۵، مطبوعه نزار مصطفىٰ الباب مكة المكرمة.

ترجمہ :-رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تھوکے گا قبلہ کی جانب رخ کر کے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اسکا تھوک اسکی آنکھوں کے درمیان ہوگا۔

۲ كره تحريماً استقبال قبلة واستدبارها لاجل بول أو غائط الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص۵۵۴ ج ۱، باب الانجاس، فصل في الاستنجاء. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۴۱ فصل فيما يجوز به الاستنجاء، مطبوعه مصر. بحر ص۲۴۳ ج ۱، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

۳ (قوله يكره بجنب مسجد) خشية تلوث جدار المسجد أو من يد خله (طحطاوي على الدرالمختار ص:۲۵۳، ج:۱) باب الانجاس، فصل في الاستنجاء. البحرالرائق ص۲۴۳ ج ۱ فى الاستنجاء، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

استنجاء وغسل کے وقت استقبال قبلہ

سوال:- آیا مسجد میں غسل خانہ یا استنجاء پاک کرنے کی جگہ اگر اس طریقہ سے بنوالی جائے کہ اگر نہانے کے لئے جائیں یا استنجاء پاک کرنے کی غرض سے جائیں تو قبلہ کی طرف نشست ہوتی ہے اگر دوسری طرح سے کھڑے ہوں یا بیٹھیں تو منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے یہ درست ہے اگر درست نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے مشرح طریقہ سے تحریر فرمائیں اگر ایسے غسل خانہ بنے ہوئے ہوں تو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

استنجاء پاک کرنے کے لئے قبلہ رو بیٹھنا یا غسل کے لئے قبلہ رہو ہونا خلاف ادب ہے اس لئے یا تو ان غسل خانوں کا رخ بدلوا دیا جائے اور اگر دشواری ہو تو پھر لوگوں کو چاہئے کہ وہ استنجاء پاک کرتے وقت اور غسل کرتے وقت غرض بحالت برہنگی قبلہ رو نہ ہوا کریں بلکہ رخ ذرا بدل کر استنجاء وغسل کریں **کرہ تحریما استقبال قبلة واستدبارها لاجل بول او غائط فلو للاستنجاء لم یکرہ (در مختار علی هامش الشامی ص ۲۲۸ ج ۱)**[1] **(لم یکرہ) ای تحریما لما فی المنیة ان ترکه ادب ولما مر فی الغسل ان من آدابه ان لا یستقبل القبلة لانه یکون غالبا مع کشف العورة حتی لو کانت مستورة لا بأس به**[2] **(شامی نعمانیه ص ۲۲۸ ج ۱)** قط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] در مختار علی هامش الشامی کراچی ص ۳۴۱ ج ۱ فصل فی الاستنجاء، ومطبوعه زکریا ص ۵۵۴ ج ۱.

[2] شامی کراچی ص ۳۴۱ ج ۱، فصل فی الاستنجاء شامی کراچی ص ۵۵۴ ج ۱، مجمع الانهر ص ۱۰۰/۱، کتاب الطهارة، باب الانجاس، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

بیتُ الخلاء قبلہ کے رخ پر

سوال:- ایک صاحب خیر نے اپنی مشترکہ آمدنی سے امام مسجد کیلئے بیتُ الخلاء تعمیر کرایا جس کا استعمال ہر ایک شخص کریگا وہ بھی صرف رات میں، ورنہ ہمہ وقت مقفل رہیگا، عمارت کی مناسبت سے طہارت وصفائی کے لحاظ سے جس رُخ پر قدمچے بن گئے ہیں اب خیال ہوا کہ ان پر ارتکاب استقبال قبلہ (جو بین الائمہ مختلف فیہ ہے) ہوگا کیا اس سے بچنے کیلئے قدرے انحراف صدر کافی ہوسکتا ہے، بصورت دیگر اگر قدمچے توڑ دیئے جائیں تو اضاعت مال مسلم نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف انحرافِ صدر تو حنفیہ کے نزدیک کافی نہیں اگر بیٹھنے کی ہیئت ایسی ہوجائے کہ شمال یا جنوب کا رُخ ہوجائے اور استقبال نہ رہے تو درست ہے، مگر اس بیت الخلاء کی یہ تخصیص وتقلید ہمیشہ تو رہے گی نہیں بلکہ ختم ہوکر دوسرے لوگ بھی کسی وقت استعمال کریں گے اور موجودہ حال میں بھی کسی اور وقتی مہمان وغیرہ کا استعمال کرنا بھی بعید نہیں اس کی موجودہ ہیئت کے غیر مشروع ہونے کا سب کو علم ہونا ضروری نہیں بلکہ بنانے والوں کے واقف مسائل ہونے کی بناء پر موجودہ بناوٹ کو مشروع تجویز کرکے بغیر انحراف کے ہی استعمال کیا جائیگا، لہٰذا اسکی بناوٹ میں ہی تغیر کردی جائے تاکہ اسکا رخ صحیح ہوجائے۔[1] غلطی کی اصلاح کیلئے خرچ کرنا اضاعت نہیں، ہاں غلط کام کیلئے خرچ کرنا اضاعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲۳ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۲۳ ۸۸ھ

(گذشتہ کا بقیہ) مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۸۴، کتاب الطهارة، فصل وآداب الاغتسال، مطبوعه مصری، البحر الرائق ص ۲۴۳ ج ۱، باب الانجاس تحت فروع قبیل کتاب الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] کره تحریماً استقبال قبلة واستدبارها لاجل بول أوغائط الیٰ ماقال (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اگر پردہ کی جگہ نہ ہوتو استنجاء کا حکم

سوال:- اگر بڑا استنجاء کرنے کیلئے پردہ کی جگہ نہ ہوتو استنجاء کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر استنجاء کرنے کیلیے پردہ کی جگہ موجود نہیں اور بلا کشف عورت استنجاء نہیں کرسکتا تو بلا استنجاء کئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ **من لایجد سترة ترکه یعنی الاستنجاء ولو علی شط نهر** (کبیری[1])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۱۱ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱۱ ۵۴ھ

پائنچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا

سوال:- آدمی یا عورت کلی دار پائجامہ پہنے ہوئے ہے، اس صورت میں عورت کو پیشاب، پاخانہ یا شوہر سے وطی کرنا، یعنی آدمی کا جانگیا ڈھیلا پائجامہ پہن کر بغیر ازار بند کھولے ہوئے دایاں یا بایاں پیر اٹھا کر پیشاب یا پاخانہ یا عورت سے وطی کرنا کیسا ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) فان جلس مستقبلاً لها ثم ذكره انحرف عنها اى بجملته أو بقبله فى خرج عن جهتها الخ. الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۵۵۴ ج ۱، باب الانجاس فصل في الاستنجاء. درمختار كراچى ص ۶۵۵ ج ۱ كتاب الصلاة مطلب فى احكام المسجد. بحر ۲۴۳ ج ۱ باب الانجاس قبيل كتاب الصلاة، كوئٹه.

[1] كبيرى ص ۳۹، مطبوعه لاهور، كتاب الطهارة، مناهى الوضوء. شامى زكريا ص ۵۴۹ ج ۱ باب الانجاس. بحر ص ۲۴۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

پیشاب بھی ہوجائے گا پاخانہ بھی ہوجائیگا، وطی بھی ہوجائیگی، شریعت کی طرف سے اسپر پابندی نہیں[1] لیکن اسطرح کرنے سے کپڑا خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۹۰ھ

پیشاب خانہ مشرق رویہ بن گیا ہے اس کو کیا کریں!

سوال:- ایک مسجد میں پیشاب خانے مشرق رویہ بن گئے ہیں پیشاب اور استنجاء کرتے ہوئے مغرب کو پشت ہوتی ہے، انجینئر وغیرہ ایک اور مسجد کی نظیر دیتے ہیں کہ وہاں جاننے والے نہیں تھے، ایک عالم صاحب نے اس طرح بول و براز کو حدیث وفقہ کی رو سے مکروہ تحریمی بتلایا کیا یہ صحیح ہے، اور دوسری مسجد کی نظیر کے پیش نظر کیا وہ پیشاب خانے باقی رکھے جائیں یا توڑ کر جنوباً وشمالاً بنایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرکے بول و براز کی ممانعت آئی ہے پھر کسی مسجد میں اگر غلط طریقہ ناواقفیت یا بے توجہی کی بنا پر اختیار کرلیا گیا تو اس کو نظیر میں پیش کرنا غلط ہے اسکو بھی حدیث پاک کے تحت کیا جائے اس غلط صورت کی وجہ سے حکم شرعی کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا اسلیے توڑ کر شمالاً وجنوباً رخ بنایا جائے۔ **لاتستقبلوا القبلة ولاتستدبروها**[2] **(الحدیث)**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُو حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ الآیه أی مقبلاتٍ ومدبراتٍ و مستقبلاتٍ یعنی بذٰلک موضع الولد، تفسیر قرطبی ص ۸۶ ج ۲، مطبوعه دارالفکر بیروت.

فیجوز أن یکون المستفاد حینئذ تعمیم الجهات من القدام والخلف والفوق (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

استنجاء پاک کرنے میں بہت دیر لگے تو کیا کیا جائے؟

سوال:- دماغی ڈاکٹر نے مجھ کو کہا کہ میں دماغی مریض ہوں، پانی سے استنجاء کرنے میں دوسروں کے مقابلے میں وقت بہت زیادہ لگتا ہے تو ایسا آدمی کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک کپڑا موٹا سا رکھ لیا جائے تاکہ پیشاب کے قطرات اگر آئیں تو اس میں ہی رہیں پھر نماز کے وقت اس کو الگ کر دیا جائے[1] خدائے پاک آپ کو شفا دے اور آپ کی حفاظت فرمائے آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹ ۱۹۴ھ

(صفحہ گذشتہ) والتحت واليمين والشمال لاتعميم مواضع الاتيان الخ روح المعانی ص ۱۸۸ ج ۲ ایت نمبر ۲۲۳ سورة البقرة مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] عَنْ أَبِي أَيُّوبٍؓ رَفَعَهُ إِذَاأَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلاتَسْتَدْبِرُوهَا بِبَولٍ وَلاغَائِطٍ، مسلم شريف ص: ۱۳۰، ج: ۱، مطبوعه رشيديه دهلی، كتاب الطهارة. باب الاستطابة. بخاری شريف ص: ۲۶، ج: ۱، مطبوعه رشيديه دهلی كتاب الوضوء باب لا تستقبلو القبلة الخ. مشكوٰة شريف ص ۴۲ آداب الخلاء، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:- حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جب تم غائط میں آؤ قبلہ کا نہ استقبال کرو نہ استدبار کرو پیشاب میں نہ پائخانہ میں۔

(صفحہ ہذا) [1] كما يستفاد يجب الاستبراء ومن كان بطئ الاستبراء فليفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ويحتشي بها في الاحليل فانها تقشرب ما بقی من اثر الرطوبة التي يخاف خروجها الى قوله وقد جرب ذالک فوجد انفع من ربط المحل لكن الربط اولیٰ إذا كان صائماً الخ شامی زكريا ص ۵۵۸، ج ۱، كتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء. تاتارخانيه ص ۱۰۳ ج ۱ نوع منه فی بيان سنن الوضوء، مطبوعه كراچی. عالمگيری ص ۱۰ ج ۱ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء، مطبوعه كوئٹه.

استنجے کے بعد ہاتھ کہاں تک دھوئے جائیں!

سوال: - استنجا کرنے کے بعد کہاں تک ہاتھ دھونا سنت ہے نیز چھوٹے بڑے استنجاء کا ایک حکم ہے یا الگ الگ؟ مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت الخلاء کے بعد مٹی سے ہاتھ صاف کیا کرتے تھے کیا پیشاب کے بعد بھی یہی معمول تھا یا صرف پانی پر اکتفاء فرماتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

استنجا کر کے چھوٹا ہو یا بڑا گٹوں تک ہاتھ دھوئیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسے زیور کے ساتھ بیت الخلاء جانا جس پر اللہ لکھا ہو

سوال: - عورتیں برائے تزئین شوہر گلے میں ہار پہنے ہوئے ہوں انمیں بعض جگہ ''اللہ'' یا ''محمد'' کا نام لکھا ہوتا ہے تو آیا اس ہار کو پہنے ہوئے بیت الخلاء میں جانا کیسا ہے؟ مکروہ ہو تو اسکو متعین کریں کہ مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نام پاک کے احترام کے خلاف ہے، مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] والبداء ة بغسل اليدين الطاهر تين ثلاثاً قبل الاستنجاء وبعده الى الرسغين (الدرالمختار على هامش الشامى نعمانيه ص: ۷۶، ج: ۱) مطلب في دلالة المفهوم، كتاب الطهارة. عالمگيرى ص ۴۹ ج ۱ الفصل الثالث فى الاستنجاء، مطبوعه كوئٹه. البحر ص ۱۷ ج ۱ اول كتاب الطهارة، مطبوعه ماجديه كوئٹه. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

استنجاء خشک کرتے ہوئے سلام وکلام

سوال:- استنجاء خشک کرنے کے متعلق احقر کے خیالات ایسے تھے کہ اسمیں اگر چہ خاص استنجاء اور غسل کی طرح برہنگی نہیں ہوتی مگر کامل ستر پوشی بھی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے شرم آتی ہے لوگوں کے سامنے استنجاء خشک کرنے میں حیاداری چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نظروں سے بچکر استنجاء خشک کیا جائے بالخصوص عورتوں کے سامنے تو ہرگز نہ کرے وہ محرم ہوں یا نا محرم، لیکن باوجود اس احتیاط کے استنجاء خشک کرنے میں بیت الخلاء کی طرح بالکل تنہائی بھی اکثر نہیں ہوتی جس میں کسی وقت کسی کی بات کا جواب دینا بھی ہوتا ہے جس کے جواز پر حضرت گنگوہیؒ کا فتوی ظاہر ہے کہ استنجاء سکھانے کی حالت پیشاب کرنے کی حالت نہیں ہے، پس اس حال میں سلام وکلام کرنا یا جواب سلام دینا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ سلام وکلام کی ممانعت حالت بول میں ہے کیوں کہ وہی ستر کے کھلنے کا وقت ہے اور بول سے فارغ ہوکر استنجاء سکھانا جب کلام کے لئے مانع نہیں ہے تو ذکر اللہ اور سلام کے لئے کس طرح مانع ہو جائیگا۔

اب احقر عرض کرتا ہے کہ کلام کی تعریف میں گفت وشنید دونوں آتے ہیں بلکہ نوشت وخواندگی بھی گفت وشنید کے قائم مقام ہیں پھر بھی نوشت وخواند کے متعلق احقر معلوم کرنا چاہتا ہے کیونکہ استنجاء سکھانے میں کبھی اپنا تنہا مکان یا کمرہ ہوتا ہے جس میں پڑھنے کی چیزیں موجود ہوتی ہیں اس کے بارے میں استفتاء ارسال کیا تھا سوال یہ تھا کہ استنجاء خشک کرنے کی حالت

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ ولا یصحبه شئ علیه اسم معظم الخ، شامی زکریا ص: ۵۵۹، ج: ۱، کتاب الطهارة. باب الانجاس، فصل فی الاستنجاء. طحطاوی مع المراقی ص ۴۳ فصل فیمایجوز به الاستنجاء، مطبوعه مصر. البحر ص ۲۴۳ ج ۱ باب الانجاس قبیل کتاب الصلوة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه. تاتارخانیه ص ۱۰۶ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء، مطبوعه کراچی.

میں کتاب خط یا اشتہار وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، جواب اگر قطرہ نہیں آرہا ہے تو پڑھ سکتا ہے اس پر مزید عرض ہے کہ سوال میں پڑھنے سے مراد محاورہ کے مطابق ہر طرح کا پڑھنا ہے یعنی پڑھنے کی چیز دینی ہو یا دنیوی داہنے ہاتھ میں لیکر یا بغیر ہاتھ لگائے ہی سراً یا جہراً زبان سے پڑھنا یا دل ہی میں پڑھنا اب اسکے ساتھ ہاتھ لگانے کا سوال اور پیدا ہو گیا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا حضرت والا نے جو جواب تحریر فرمایا ہے اس میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بشرط کہ مذکورہ پڑھ سکنے کا جواز کا تعلق وقت کے کون سے حصہ سے ہے کیوں کہ قطرہ جب تک آتا رہے، اور مسلسل ہو جو کہ مرض ہے یا وقفے کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہو جس کے عام حالات ہیں تب بھی استنجاء سکھانے کا شغل جاری رہتا ہے، اور سوال مذکورہ سب ختم ہو جاتے ہیں، اگر کہا جائے کہ جواز کا تعلق درمیانی وقفوں سے ہے جس میں قطرہ کی آمد رکی ہوئی ہو تو ان وقفوں کو کون دیکھتا ہے اور اگر دیکھتے بھی تو ان میں گنجائش کب ہے کہ کچھ پڑھ لکھ سکے استنجاء کی حالت میں کھانے کے بارے میں بھی آپ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں پر دو حالتیں قابل لحاظ ہیں ایک برہنگی دوسری خروج بول استنجاء خشک کرنے کے وقت عامۃً پہلی حالت نہیں ہوتی جو امور برہنگی کی وجہ سے ممنوع ہیں وہ اس حالت میں ممنوع نہیں، یہی محمل ہے فتاوی رشیدیہ کی عبارۃ منقولہ کا، لکھنا پڑھنا کھانا پینا کلام سلام کرنا جواب دینا سب کا حکم اس سے معلوم ہو گیا، خروج بول کی حالت بھی سلام کلام وغیرہ سے مانع ہے اس میں وہ تفصیل ہے جو احقر نے پہلے تحریر کی تھی کبھی استنجاء خشک کرنا محض رفع وہم اور تحصیل اطمینان کیلئے ہوتا ہے کہ قطرہ تو نہین آتا صرف مخرج مین کچھ نمی تری سی ہے تو اس کو خشک کرنا مقصود ہے ایسی حالت مین سلام کلام وغیرہ کی ممانعت نہیں، کبھی قطرہ آتا ہے خواہ مرض کی وجہ سے

مسلسل آئے اور کچھ دیر بعد ختم ہوجائے یا وقفہ کے ساتھ آئے اس کا احساس ہوتا ہے ایسی حالت میں امور مذکورہ ممنوع ہیں۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سلامک مکروہ علی من استمع الی قولہ ومکشوف عورۃ ومن ھو فی حال التغوط اشنع قولہ ومکشوف **عورۃ** ولو الکشف **لضرورۃ** قولہ فی حال التغوط مرادہ ما یعم البول (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۶۱۶-۶۱۷، ج:۱، کتاب الصلاۃ، مطلب المواضع التی یکرہ فیھا السلام) مَرَّرجل علی النبی ﷺ وھو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ (الحدیث) فعلم من ذلک ان فی ھذہ الحالۃ لا ینبغی ان یسلم علیہ ولو سلم لایستحق الجواب الی ان قال ووجہ کراھۃ الجواب فی مثل ھذہ الاحوال ما قد مر من ان الکلام عند کشف **العورۃ** مکروہ فکیف بذکر اللّٰہ تعالی فانہ یکون اشد کراھۃ (بذل المجھود ص:۱۲، ج:۱، کتاب الطھارۃ، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول) بحر ص۲۴۳ ج ۱ باب الانجاس، قبیل کتاب الصلوۃ، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

فرائض وضو

فصل اول : فرائض وضو

کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم

سوال:- جو حصہ کان اور رخسار کے درمیان ہے اس کا وضو میں دھونا فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض ہے[1] شامی ص ٦٦ ج ا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم

سوال:- جوتوں پر پالش کرنے کے بعد اگر پالش ناخن وغیرہ میں لگی رہے اچھی طرح

---

[1] غسل ما بين العذار والاذن فرض (درمختار ملخصاً) أي وما بينهما من البياض (شامی نعمانیه ص ٦٦ ج ا، شامی کراچی ص ٩٧ ج ا) كتاب الطهارة. الفصل الاول فی فرائض الوضو. عالمگیری ص ٤ ج ا، الفصل الاول فی فرائض الوضوء. مطبوعه کوئٹه، فتاوی تاتارخانیه ص ٨٩ ج ا. كتاب الطهارة الفصل الاول فی الوضوء. مطبوعه کراچی.

صاف نہ کیا جائے تو وضو وغیرہ میں کوئی حرج تو نہیں کہ اس میں موم کی آمیزش ہوتی ہے، موم پانی کو جذب نہیں کرتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض رنگ اور کسی قدر چکناہٹ باقی ہے تو اس سے وضو میں خلل نہیں آتا جیسے کہ اگر تیل لگا ہوا ہو اور اس پر پانی بہا دیا جائے۔[۱] اگر صرف رنگ اور چکناہٹ ہی نہیں بلکہ موم بھی باقی ہے جس سے پانی نہیں پہونچ سکتا تو نہ وضو درست ہے نہ غسل۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/ ۸۷ھ

بھویں، داڑھی، مونچھ کے نیچے کے حصہ کا دھونا

سوال: - بھویں یا داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہوئی ہے کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہے فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض نہیں[۳]۔ شامی ص ۶۶ ج ۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] بقاء دسومة الزيت ونحوه لايمنع أي وصول الماء (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۴۹، فصل فی احکام الوضوء)، در مختار علی الشامی کراچی ص ۱۵۲ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب ابحاث الغسل.

[۲] شرط صحته أي الوضوء زوال مايمنع وصول الماء الی الجسد کشمع وشحم. (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۴۹، فصل فی احکام الوضوء، مطبوعه مصری. عالمگیری ص ۴ ج ۱) کتاب الطهارة، الفصل الاول فی فرائض الوضوء، مطبوعه کوئٹه.

[۳] لاغسل باطن العينين. واصول شعر الحاجبين واللحية والشارب (درمختار) يحمل هذا علی ما إذا کانا کثيفين اما إذا بدت البشرة فيجب (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

وضو میں داڑھی کا دھونا اور خلال کرنا

سوال:- حد الوجه فی الوضوء کی تحدید میں جو فقہاء نے من قصاص الشعر الیٰ اسفل الذقن لکھا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ غایت داخل مغیا ہے یا نہیں؟ یعنی اسفل ذقن کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور داڑھی ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ تخلیل لحیہ کے بارے میں مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟

اگر اسفل ذقن داخل فی الغسل نہیں ہے تو تخلیل لحیہ کیوں مشروع ہے جب کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ سنت اکمال الفرض کو کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وهو مشتق من المواجهة من مبدأ سطح جهته الى اسفل ذقنه أي منبت اسنانه السفلى تفسير للذقن بالتحريک أي الى اسفل العظم الذي عليه الاسنان السفلى وهو ما تحت العنفقة اهـ درمختار شامی[1] اسفل ذقن کو وضو میں دھویا جائے گا، اسی وجہ سے جب اس پر لحیہ ہو اور وہ خفیفہ ہو تو اس کا غسل ساقط نہیں ہوتا البتہ اگر لحیہ کثیر ہو تو حصہ ذقن مستور کا غسل ساقط ہو جاتا ہے۔ وغسل جميع اللحية فرض يعنى عمليا أيضاً على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع إليه وما عدا هذه الرّواية

(گذشتہ کا بقیہ) (شامی نعمانیه ص ٦٦ ج ١، شامی کراچی ص ٩٧ ج ١)، و فی الینابیع و اِن توضأ و لم یصل الماء تحت حاجبیه اجزأه و علیه الفتوی، فتاویٰ التاتارخانیه ص ٨٩ ج ١ کتاب الطهارة. الفصل الاول فی الوضوء مطبوعه ادارة القرآن کراچی، عالمگیری ص ٤ ج ١ الفصل الاول فی فرائض الوضو، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ١٦٢ ج ١ کتاب الطهارات، الفصل الاول فی الوضوء، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

(صفحہ ہذا) [1] شامی نعمانیه ص ٦٥-٦٦ ج ١، شامی کراچی ص ٩٦-٩٧ ج ١، کتاب الطهارة. مطلب فی معنی الاشتقاق الخ.

مرجوع عنه كما في البدائع ثم لاخلاف أن المسترسل لايجب غسله ولامسحه بل يسن وإن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ماتحتها اهـ درمختار قوله بل يسن أي المسح اهـ[1] شامی. وتخليل اللحية هوتفريق شعرها من اسفل إلى فوق بحر وهوسنة عند أبي يوسف وأبوحنيفة ومحمد رحمهم الله يفضلانه ورجّح في المبسوط قول أبي يوسف كما في البرهان شرنبلالية وفي شرح المنية والادلة ترجحه وهو الصّحيح اهـ قال في الحلية والظاهران هذا كله في الكثة وأما الخفيفة فيجب إيصال الماء الى ما تحتها اهـ شامی[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰ر محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۴ر محرم الحرام ۶۸ھ

مسح کے لئے ماء جدید ضروری نہیں

سوال:- اگر کوئی متوضی ہاتھ منہ دھونے کے بعد تر ہاتھ سے بغیر ماء جدید کے سر کا مسح کر لیویں اس وضو سے نماز وغیرہ بھی پڑھ لیویں تو اس وضو سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنے سے وضو اور نماز میں کچھ خرابی نہیں ہوتی مسح ربع الرأس واللحية، المسح اصابة اليد المبتلة العضو اما بللاً ياخذه من الاناء أوبللا باقيا في اليد بعد

---

[1] درمختار مع ردالمحتار نعمانيه ص۶۸-۶۹، شامی کراچی ص۱۰۰-۱۰۱. كتاب الطهارة، مطلب فی معنی الاشتقاق.

[2] شامی نعمانیه ص ۷۹ ج ۱، شامی کراچی ص ۱۱۷ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب فی منافع السواک.

غسل عضو من المغسولات اھ شرح وقایہ[1] ص: ۵۵ ج ۱ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ر محرم الحرام ۶۸ھ

وضو میں مسح بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال :- اگر وضو کرتے وقت مسح بھول جائے تو پورا وضو کرنے کے بعد صرف مسح کرے یا وضو پھر سے دہرائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسح کر لینا کافی ہے پورا وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴ر ۷ ۸۹ھ

---

[1] شرح وقایہ ص: ۵۷، ۵۸/ ۱، کتاب الطهارة، مجمع الانهر ص ۲۲ ج ۱، کتاب الطهارة، دارلکتب العلمية بيروت، تاتارخانه ص ۹۲ ج ۱، کتاب الطهارة، الفصل الاول فی الوضوء مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعاً قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ فَرَأَيْتُ قَدَرَ مَوْضَعِ الظُّفُرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ اَجْزَاَكَ. (مشكوٰة المصابيح ص ۴۹ ج ۱، باب الغسل، الفصل الثالث) و فی المرقات و فيه انه يلزمه الغسل جديداً و قضاء الصلوٰة يعنى غسل ذالک الموضع الخ مرقات ص ۳۲۹ ج ۱، کتاب الطهارة، باب الغسل الفصل الثالث.

ترجمہ :حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھ کر دیکھا کہ ناخن کے برابر جگہ کو پانی نہیں پہنچا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تر ہاتھ پھیر لیتا تو کافی ہو جاتا۔

ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا حکم ہے!

سوال: -عورتیں ناخنوں پر زینت کے لئے غلیظ سرخی لگاتی ہیں تو بغیر اس کو الگ کئے وضوء اور غسل اس پر درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناخنوں پر جو سرخی عورتیں تزین کے لئے لگاتی ہیں اور وہ ایسی جم جاتی ہے کہ وضوء اور غسل کا پانی ناخنوں تک نہیں پہونچتا تو ایسی حالت میں نہ وضو صحیح ہوتا ہے نہ غسل صحیح ہوتا ہے جب تک اس سرخی کو علیحدہ نہ کیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والخضاب إذا تجسد ويبس يمنع تمام الوضوء والغسل. (عالمگیری ص ۴ ج ۱) كتاب الطهارة، الفصل الاول في فرائض الوضوء. شرط صحته أي الوضوء زوال مايمنع وصول الماء الى الجسد كشمع و شحم الخ مراقی الفلاح على الطحطاوی ص ۴۹، فصل فی احكام الوضوء، مطبوعه مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم :

وضو کے سنن وآداب

کیا وضو کی سنت چھوٹنے سے نماز بھی مکروہ ہو جاتی ہے!

سوال:- جیسے وضو کرنے میں مسواک کا کرنا سنت مؤکدہ ہے اور سنت کے چھوٹ جانے سے عمل وضوء ناقص ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ وضو کرنے میں دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے تو یہ ناقص اور مکروہ صرف اس عمل کی حد تک رہتا ہے یا اس کا ناقص اور مکروہ ہونا نماز میں شامل ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک صاحب نے بیان میں یوں کہا کہ جس کا وضوء مکروہ اس کی نماز مکروہ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وضوء کی سنتیں ترک ہونے سے نماز تو مکروہ نہیں البتہ ثواب میں کمی ہوتی ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] السنة ما واظب عليها النبى عليه الصلوٰة والسلام مع تركها احياناً فان المواظبة اِن كانت علىٰ سبيل العبادة فسنن الهدىٰ و فى فعلها الثواب و تركها العتاب لاالعقاب الخ (بقیہ آئندہ پر)

وضو کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کب کرے

سوال:- وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد مسح سے قبل خلال انگلیوں کا کرنا چاہیئے یا جیسا کہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ سر وکان کے مسح کے بعد خلال کرتے ہیں وہ کرنا چاہیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ہاتھ دھوئے جب ہی انگلیوں کا بھی خلال کرلے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

داڑھی میں خلال کا طریقہ!

سوال:- داڑھی میں خلال کس طرح کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنے ہاتھ کو سیدھا کرکے ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی میں داخل کردیا جائے اسی طرح داہنی اور بائیں سمت میں اندر سے داخل کرکے باہر کی طرف کو ہاتھ لایا جاوے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) مجمع الانهر ص ۲۳ ج ۱، كتاب الطهارة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. شامی کراچی ص ۱۰۴ ج ۱، مطلب فی السنة و تعريفها، طحطاوی على المراقی ص ۵۰ فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] ان التخليل انما يكون بعد التثليث لانه سنة التثليث شامی نعمانيه، (ص ۸۰ ج ۱) وشامی زكريا ص ۲۳۸ ج ۱، كتاب الطهارة) الهنديه ص ۷ ج ۱، كتاب الطهارة، الفصل الثانی فی سنن الوضو، تاتارخانيه ص ۱۰۹ ج ۱، مطبوعه كراچی، نوع منه فی تعليم الوضوء. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

مسح راس کے وقت چھوٹی انگلی کا کان میں ڈالنا

سوال:- وضو میں سر کا مسح کرنے سے پیشتر چھنگلیا کا کان میں ڈالنا تعلیم الاسلام میں مستحب لکھا ہے کیا ایسا ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کانوں کا مسح کرتے وقت چھوٹی انگلی کو کان میں داخل کرنا مستحب ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۱/۲ ۸۶ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن عفی عنہٗ ۱/۳ ۸۶ھ

پیروں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ!

سوال:- پیروں کی انگلیوں کے خلال کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو داہنے پیر کی چھوٹی انگلی اور اسکے برابر والی انگلی کے درمیان

(گذشتہ کا بقیہ) [2] وكيفيته ان يدخل اصابعه فيها يخلل من الجانب الاسفل الى فوق عالمگيری ص۷ ج ۱، الفصل الثاني في سنن الوضوء. (مطبوعه كوئٹه) شامی كراچی ص۱۱۷ ج ۱ سنن الوضوء كتاب الطهارة. تاتارخانيه ص ۱۰۹ ج ۱ كتاب الطهارة، نوع منه فی سنن الوضوء و آدابه، مطبوعه كراچی، طحطاوی مع المراقی ص۵۵-۵۶، فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] و (من آدابه) إدخال خنصره المبلولة صماخ اذنيه عند مسحهما الخ درمختار على الشامی زكريا ص ۲۴۹ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب الفرض افضل من النفل الخ. تاتارخانيه ص ۱۱۰، ج ۱، (مطبوعه كراچی، باكستان). نوع منه فی تعليم الوضوء. عالمگيری ص ۹ ج ۱ الفصل الثالث فی المستحبات، مطبوعه كوئٹه.

اس طرح داخل کریں کہ صرف دو انگلیوں کے درمیانی حصہ پر ہی نہ پہونچے بلکہ انگلیوں کے نیچے کے حصہ پر بھی پہونچ جائے پھر اس کے برابر والی دو انگلیوں میں خلال کریں اس طرح پوری انگلیوں کا خلال کریں بائیں پیر کے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی سے شروع کریں گے چھوٹی تک خلال کریں گے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پورے سر اور کانوں کا مسح سنت مؤکدہ ہے

سوال:- ایک مسجد کے حافظ صاحب صرف ½ حصہ سر کا مسح کرتے ہیں اور کانوں کے چاروں طرف انگلی نہیں پھراتے کہتے ہیں کہ یہ تو سنت مؤکدہ ہے اس پر بہت سے لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی ہے جب ان سے کہا گیا تو نہیں مانے اور نماز انہوں نے نہیں دہرائی تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب کا طہارت ونماز کے مسائل سے سب سے زیادہ واقف ہونا ضروری ہے[2]۔ سنت مؤکدہ کے ترک ہوجانے سے نماز فرض ادا ہوجاتی ہے اس کا دہرانا واجب نہیں ہوتا لیکن مستقلاً سنت مؤکدہ کو ترک کرنا بھی کوئی ہلکی اور معمولی چیز نہیں آئندہ ہمیشہ اس کا خیال رکھیں

---

[1] وفي الرجلين ان يخلل بخنصر يده اليسرىٰ خنصر رجله اليمنىٰ ويختم بخنصر رجله اليسرى (عالمگیری ص ۷ ج ۱) الفصل الثاني في سنن الوضوء. شامی کراچی ص۱۱۷-۱۱۸ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب فی منافع السواک. تاتار خانیه ص ۱۰۹ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء، مطبوعه کراچی.

[2] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة درمختار على الشامي زكريا ص ۲۹۴، ج:۲، باب الامامة تاتارخانیه ص ۶۰۰ ج ۱، (مطبوعہ کراچی) من هو احق بالامامة.

گذشتہ نمازوں کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پورے سر کا اور کانوں کا بھی مسح کیا کریں اس کو ترک نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵ ۸۸ھ

وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم

سوال:- تجوید مبتدی میں لکھا ہے کہ تعوذ قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ومنع ہے اور علامہ تھانویؒ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کر کے پڑھنے کو افضل لکھا ہے تو کیا وضو کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ تعوذ کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے علامہ تھانویؒ کا جواب تجوید مبتدی کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب کو شروع کرتے وقت اعوذ نہ پڑھا جائے پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں اعوذ پڑھا جاتا ہے جیسے وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وغیرہ دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] و(سننه) مسح كل رأسه مرةً مستوعبةً فلوتركه وداوم عليه أثم واذنيه معاً الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۲۴۳ ج ۱، كتاب الطهارة. تاتار خانيه ص ۱۰۹ ج ۱ نوع منه في بيان سنن الوضوء. مطبوعه كراچي. عالمگيرى كوئٹه ص ۷ ج ۱ الفصل الثاني في سنن الوضوء.

[2] وظاهرهٗ ان الاستعاذة لم تشرع الاعند قراءة القرآن اوفي الصلوٰة وفيه نظر ظاهر قال في النهر و اقول ليس ما في الذخيرة في المشروعية وعدمها بل في الاستنان وعدمه (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

وضو میں پیر کھڑے ہو کر دھونا

سوال:- بیٹھے ہوئے وضوء کر کے کھڑے ہو کر پیر دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیٹھ کر پاؤں دھونے میں دقت ہو یا کھڑے ہو کر ماءِ مستعمل سے حفاظت ہوتی ہو تو کھڑے ہو کر پاؤں دھونے میں مضائقہ نہیں بلکہ ماءِ مستعمل سے تحفظ کیلئے کھڑے ہو کر پاؤں دھونا بہتر ہے

آداب الوضو، الجلوس في مكان مرتفع تحرزا عن الغسالة المراد حفظ الثياب عن الماء المستعمل كما ذكره الكمال لابقيد الجلوس في مكان مرتفع[1] اهـ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

مسواک کا حکم

سوال:- مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) ای فتسن لقراءة القرآن فقط وان كانت تشرع في غيرها في جميع مايخشى فيه الوسوسة والى هذا اشار الشارح بقوله اى لايسن لكن في هذا الجواب نظر فانها تسن قبل دخول الخلاء لكن بلفظ اعوذ باللّٰه من الخبث والخبائث الخ، شامی زکریا ص ۱۹۱ ج۲، ونعمانیه ص ۳۲۹، ج ۱، باب صفة الصلوٰة، قبيل لفظة الفتوىٰ آكد الخ، النهر الفائق ص ۲۱۰ ج ۱ باب صفة الصلاة، مطبوعه المكة المكرمة.

معارف القران ص ۳۸۹ ج۵، (مطبوعه دارالكتاب ديوبند) تحت قوله تعالى واذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰه الآية سورة نحل آيت ۹۸.

(صفحہ ہذا) [1] الطحطاوي على المراقى ص ۷۰ مطبوعه مصرى، فصل في آداب الوضوء، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۲۵۱ ج ۱، وشامى نعمانيه ص ۸۶ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الاستعانة فى الوضوء بالغير.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہیئے

سوال: -مسواک اگر ایک بالشت سے زائد ہو تو حرج تو نہیں۔ایک فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بالشت سے زائد ہو تو شیطان بیٹھتا ہے اور اگر ایک بالشت سے کم ہوتا کہ جیب میں رکھ سکے تو کیا یہ درست ہے اور اس وقت تک استعمال کرے جب تک ممکن ہو خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ رکھی جائے ابتداءً ایک بالشت ہو تو بہتر ہے کم میں بھی مضائقہ نہیں پھر جس قدر چھوٹی ہو کر استعمال کے قابل رہے استعمال کی جائے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] السواک سنة مؤکدة (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۱۱۳ ج۱، عالمگیری ص۷ ج۱) مطبوعه کوئٹه. الفصل الثانی فی سنن الوضوء طحطاوی علیٰ المراقی ص۵۳، فصل فی سنن الوضوء مطبوعه مصری.

[2] (قوله طول شبر) الظاهر انه فی ابتداء استعماله فلا یضر نقصه بعد ذلک بالقطع منه لتسویته تأمل (شامی نعمانیه ص۷۸ ج۱) قبیل مطلب فی منافع السواک وشامی زکریا ص۲۳۴، ج:۱، النهر الفائق ص۱۴ ج۱ کتاب الطهارة، مطبوعه مکة المکرمة. طحطاوی علیٰ المراقی ص۵۳ فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصری.

مسواک کتنی موٹی ہو؟

سوال: -کیا مسواک کی موٹائی چھنگلیا کے موٹائی کے برابر ہونا بہتر ہے یا اس کی موٹائی اس سے کم نہ ہو۔ زیادتی کی مقدار کا تعین کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحب اسی کو لکھا ہے[1] کسی قدر اور موٹی ہو جائے تب بھی اس کو ناجائز یا مکروہ نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بانس کی پتی سے مسواک کا حکم

سوال: -بانس کی پتی سے مسواک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر تو مضر ہے کہ زبان اور مسوڑوں کو نقصان دے گی اور زخمی کر دے گی مسواک کی بڑی منفعت فوت ہو جائے گی۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وندب امساکه بیمناه و کونه لیناً مستویاً بلا عقد فی غلظ الخنصر وفی الفتح ای الاصبع شامی زکریا ص ۲۳۴، ج: ۱، قبیل مطلب في منافع السواک. مراقی الفلاح علیٰ الطحطاوی ص ۵۳ فصل فی سنن الوضوء. مطبوعه مصری، تاتار خانیه ص ۱۰۷ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء، مطبوعه کراچی.

[2] ویصح بکل عود الا الرمان والقصب لمضرتهما (الطحطاوی علی المراقی ص ۵۳، مصری، فصل فی احکام الوضو) الشامی نعمانیه ص ۷۸ ج ۱، وشامی زکریا ص ۲۳۵ ج ۱، کتاب الطهارة، قبیل مطلب فی منافع السواک. النهرالفائق ص ۴۱ ج ۱ کتاب الطهارة، مطبوعه المکة المکرمة

کھڑے ہوکر مسواک کرنا

سوال:- چلتے پھرتے یا کھڑے ہونے کی حالت میں حضور اکرم ﷺ سے مسواک کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت ذہن میں نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عورتوں کے لئے مسواک!

سوال:- عورتوں کے لئے مسواک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے اگر مسوڑھے برداشت کرلیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[1] چلتے پھرتے یا کھڑے ہوکر مسواک کرنے کی کوئی صراحت نہیں ملی البتہ فقہاء نے صرف لیٹ کر مسواک کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ ویکره مضطجعاً لأنه يورث كبر الطحال الخ مجمع النهر ص ۲۵ ج ۱ كتاب الطهارة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. البتہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مرض الوفات میں لیٹ کر مسواک کرنا جو ثابت ہے وہ عذر پر محمول ہے۔ اس وقت آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، نہ پورے طور پر لیٹے ہوئے تھے اور نہ پورے طور پر بیٹھے ہوئے تھے۔ في حديث عائشة "دَخَلَ على عَبْدالرحمٰن بن ابى بَكر و بِيَدِهٖ سواک و انا مسندة رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم فرأيتُهٗ يَنْظُرُ اليْهِ و عَرَفتُ أنَّه يحب السواک فقلت اٰخذه لک فاشار برأسه نعم فتناولته الىٰ فأمَّره و بين يديه ركوة فيها ماء الخ" مشكوٰة ص ۵۴۷ باب وفاة النبى صلّى الله عليه وسلّم الفصل الاول.

[2] ظاهر الاخبار استواء الرجال والنساء في استنان السواک الا ان يخاف منه امر. سعايه ص ۱۱۸، ج: ۱، مطبوعه كراچى، بيان حكم السواک، كتاب الطهارة. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

پیر کی انگلی اور انگوٹھے سے مسواک پکڑنا

سوال:- وضو کے وقت مسواک کرنے کے بعد مسواک کو پیر کے انگوٹھے اور اس کے بعد کی انگلی کے درمیان دبا لینے کو مسنون کہتے ہیں اس کی سند ہے یا نہیں اگر ہے تو کہاں؟

محمد عبدالقدوس رومی مدرسہ قرآنیہ حسن منزل الہ آباد

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے اس کا مسنون ہونا کہیں نہیں دیکھا جو لوگ مسنوں کہتے ہیں ان سے ہی سند دریافت کی جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۵/صفر المظفر ۷۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۷/صفر ۷۱ھ

وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال:- دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کیسا ہے؟ وضو کے بعد نگاہ اٹھا کر دعا مانگیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائے[2] البتہ وضو کے بعد شہادت وغیرہ پڑھتے وقت

(گذشتہ کا بقیہ) درمختار ص ۱۱۵ ج ۱ مطبوعہ کراچی، قبیل مطلب فی منافع السواک.

(صفحہ ہذا) [1] البتہ مسواک کھڑی رکھنی چاہیئے۔ ولایضعه (ای السواک) ای لایلقیه عرضاً بل ینصبه طولاً والافخطر الجنون الخ شامی زکریا ص ۲۳۵ ج ۲، کتاب الطهارة، قبیل مطلب فی منافع السواک.

[2] ویکره ان یرفع بصره الی السماء کما فیه من ترک الادب (الطحطاوی علی المراقی ص ۲۵۶ مطبوعه مصر) کتاب الصلوٰة، فصل في صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض.

آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے[1] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وضو اور غسل کیلئے کتنا پانی چاہیئے؟

سوال: -وضو اور غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہیئے؟ اور اس سے زائد خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو میں ڈیڑھ سیر غسل میں چار سیر فتاویٰ[2] رشیدیہ اس سے زائد بلا ضرورت اسراف ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۸/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/۸ ۶۱ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

---

[1] وزاد فی المنیة أیضاً وان یقول بعد فراغه سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا اله الاانت استغفرک واتوب الیک واشهد ان محمداً عبدک ورسولک ناظراً الی السماء (الشامی نعمانیه ص۸۷ ج۱) وشامی زکریا ص۲۵۳ ج۱، کتاب الطهارة، مطلب فی بیان ارتقاء الحدیث الضعیف الی الحسن .

[2] فتاوی رشیدیه ص۱۶ ج۲، (مطبوعه رحیمیه دیوبند) کتاب الطهارة. عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَیَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰی خَمْسَةِ امْدَادٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ (مشکوة ص:۴۸، باب الغسل)

[3] ومکروهه لطم الوجه بالماء والاسراف ومنه الزیادة علی الثلاث فیه تحریما (درمختار) قوله والاسراف) اي بان یستعمل منه فوق الحاجة الشرعیة بما اخرج ابن ماجه وغیره: عَنْ

وضو کا بچا ہوا پانی

سوال: -وضو کرنے کے لئے ایک لوٹا پانی جو درمیان وضو کے ختم ہو گیا۔ پھر دوبارہ پانی لے کر وضو تمام کیا تو اس بچے ہوئے پانی کو کھڑا ہو کر پینا بھی مستحب ہوگا یا نہیں۔ صرف وہی پانی پینا مستحب ہے جو ابتداء وضو کے لئے لیا گیا ہو اور اسی میں سے بچ رہا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو کا بچا ہوا پانی وہ ہے جو وضوء کے تمام ہونے کے بعد بچے لہٰذا پہلی مرتبہ لئے ہوئے پانی سے پینا جبکہ وضو نا تمام رہے اور دوسری مرتبہ پانی لینے کی نوبت آئے، مستحب نہیں اور وضو کا بچا ہوا پانی پینا مطلقاً مستحب ہے خواہ کھڑا ہو کر پیئے یا بیٹھ کر۔ **وان یشرب بعده من فضل وضوءه کماء زمزم مستقبل القبلة قائماً او قاعداً افادانه مخیر فی هذین الموضعین وانه لاکراهة فیهما فی الشرب قائما بخلاف غیرهما وان المندوب هنا هو الشرب من فضل الوضوء لابقید کونه قائما اهـ** (ردالمحتار[1] ص ۱۳۳ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: عبداللطیف صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم

(صفحہ گذشتہ) عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرو بْن العَاص رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُول اللّٰہِ ﷺ مَرَّبِسَعْدٍ وَھُوَ یَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا ھٰذَا السَّرْفُ یَا سَعَدُ فَقَالَ اَفِی الْوَضُوءِ سَرْفٌ فَقَالَ نَعَمْ وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ حلیة (الشامی نعمانیه ص ۸۹، ج ۱، وشامی زکریا ص ۲۵۸ ج ۱، مطلب في الاسراف فی الوضوء (التاتارخانیه ص: ۱۵۹ ج ۱، مطبوعه کراچی، باکستان). شامی کراچی ص ۱۵۸ ج ۱ کتاب الطهارة مطلب فی تحریر الصاع والمد والرطل، عالمگیری ص ۱۶ ج ۱ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل، کوئٹه.

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۸۷) وشامی زکریا ص ۲۵۳ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً. تاتار خانیه ص ۱۱۲ ج ۱ نوع منه فی بیان سنن الوضوء. مطبوعه کراچی، النهر الفائق ص ۵۰ ج ۱ کتاب الطهارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا؟

سوال:- وضو کرنے کے بعد لوٹا پلٹ کر رکھنے کا طریقہ انسب ہے یا سیدھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گرد وغبار گرنے یا کسی جانور کے بیٹ کرنے یا کسی کتے وغیرہ کے منہ ڈال کر ناپاک کرنے کا اندیشہ ہو تو الٹ کر رکھ دینا چاہیئے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

وضو علی الوضو کو نورٌ علیٰ نور کب کہا جائے گا؟

سوال:- باوضو اذان دی پھر وضو کرنے سے وضو پر وضو کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وضو کرنے سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح بغیر نماز پڑھے اذان کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے فضیلت وثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی مرتبہ وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنے سے نورٌ علیٰ نور کا ثواب تو حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ ایک وضو سے ایسی عبادت ادا کرلی جائے جس کیلئے وضو شرط ہے اور بغیر وضو ادا نہیں ہوتی ہے۔ جیسے نماز پڑھنا، سجدۂ تلاوت کرنا، قرآن شریف ہاتھ میں لے کر پڑھنا۔ اگر ایک

---

[1] عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِغْلِقُوا الْبَابَ وَأَوْكِؤُا السِّقَاءَ وَاَكْفِؤُا الْاِنَاءَ اَوْخَمِّرُو الْاِنَاءَ (الحديث) ترمذي شريف ص ۳ ج ۲، (مطبوعه رشيديه دهلي) ابواب الاطعمة، باب ماجاء في تخمير الاناء.

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا، دروازہ بند کردیا کرو مشکیزہ باندھ دیا کرو برتن کو الٹا کردیا کرو یا برتن ڈھانپ دیا کرو۔

وضو سے ایسی عبادت ادا نہیں کی گئی خواہ بالکل کوئی عبادت بھی ادا نہ کی گئی ہو، اور دوبارہ وضو کرلیا جائے یا ایسی عبادت ادا کی گئی جس کیلئے وضو شرط نہیں ہے، بلکہ محض بہتر ہے، بلا وضو بھی ادا ہوسکتی ہے جیسے اذان یا حفظ قرآن پاک کی تلاوت یا تسبیح وذکر تو دوبارہ وضو کرنا نورٌ علیٰ نور کے درجہ میں نہیں آئے گا بلکہ فضول واسراف ہونے کی وجہ سے ممنوع ومکروہ قرار دیا جائے گا، **الوضوء عبادة غير مقصودة لذاتها فاذالم يؤدبه عملٌ مما هو المقصود من شرعيته كالصلوٰة وسجدة التلاوة ومس المصحف ينبغي ان لايشرع تكرارهٗ قربة لكونه غير مقصود لذاته فيكونُ اسرافاً محضاً.** (ردالمحتار[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴ ۹۰ھ

وضو کے پانی کو کپڑوں سے پوچھنا

سوال: -وضو کے بعد پانی کا خشک نہ کرنا، بلکہ اسی طرح مسجد میں داخل ہونا، وضو کے پانی کا داڑھی اور ہاتھ وغیرہ سے ٹپکتے رہنا یہاں تک کہ دورانِ نماز چند رکعات میں اعضاء سے وضو کا پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو کے بعد اعضاء کو پونچھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے[2] نہ پونچھنا بھی ثابت ہے[3]، البتہ اس کا خیال چاہیئے کہ قطرات سے دوسروں کو اذیت نہ ہو، اگر چہ قطرات نجس نہیں کیونکہ

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۸۱ ج ۱، مطلب فی الوضوء علی الوضوء وشامی زکریا ص ۲۴۱ ج ۱، کتاب الطهارة. حلبی کبیری ص ۲۶ کتاب الطهارة، فی سنن الوضوء سهیل اکیڈمی لاہور۔ مجمع الانهر ص ۲۷ ج ۱ کتاب الطهارة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خِرْقَةٌ يَنْشِفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ. ترمذی ص ۹ ج ۱، باب المندیل بعد الوضوء (مطبوعه رشیدیه دهلی)

ہر ایک کی طبیعت یکساں نہیں ہوتی جس چیز کو قطرات لگیں گے وہ چیز بھی نجس نہیں ہوگی[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۰ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۰ ۸۸ھ

وضو کے بعد منھ پوچھنا!

سوال:- وضو کرنے کے بعد کسی رومال سے یا کپڑے سے منہ ہاتھ، پیر کا پوچھنا افضل ہے یا نہ پوچھنا چاہیئے؟

(صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول پاک ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا وضو کے بعد اس سے بدن صاف فرمایا کرتے تھے۔

والمنقول في معراج الدراية وغيرها انه لابأس بالتمسح بالمنديل للمتوضى والمغتسل الا انه ينبغى ان لا يبالغ ويستقصى فيبقى اثر الوضوء على اعضائه ولم ار من صرح باستحبابه الا صاحب منية المصلى فقال ويستحب ان يمسح بمنديل بعد الغسل البحرالرائق ص ۵۱ ج ۱، (مطبوعہ الماجدیہ پاکستان) كتاب الطهاره. شامى كراچى ص ۱۳۱ ج ۱ كتاب الطهارة، مطلب فى التمسح بمنديل. المحيط البرهانى ص ۱۷۹ ج ۱ الفصل الاول فى الوضوء. مجلس علمى ڈابهيل.

۳ فِی حَدِیْثِ مَیْمُونَةَ فَنَاوَلَتْهُ ثَوْباً فَلَمْ یَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ یَنْفُضُ یَدَیْهِ (بخارى شريف ص: ۴۱، ج: ۱) كتاب الغسل. باب نفض اليدين من غسل الجنابة. مطبوعه رشيديه ديوبند، أبوداؤد شريف ص ۳۲ ج ۱، باب الغسل من الجنابة .(مطبوعه رشيديه دهلى)

ترجمہ:- حدیث میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے میں نے آپ کو کپڑا پیش کیا آپ نے اس کو نہیں لیا اور آپ تشریف لے گئے اس حالت میں کہ اپنے ہاتھوں کو جھاڑ رہے تھے۔

(صفحہ ہذا) ۱ اتفق اصحابنا رحمهم الله انَّ المَاءَ الْمُسْتَعْمَلَ لَیْسَ بِطَهُوْرٍ حتّٰی لایَجُوْزُ التَّوَضُّؤ بِهٖ واخْتَلَفُوْا فِیْ طَهَارَتِهٖ قال محمد رحمه الله تعالٰى هو طاهر و هو رواية عن ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى و عليه الفتوىٰ كذا فى المحيط فتاوىٰ هنديه ص ۲۲ ج ۱ الفصل الثانى فيما لايجوز به التوضؤ، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانى ص ۲۷۶ ج ۱ الفصل الرابع فى المياه، مطبوعه ڈابهيل، شامى كراچى ص ۲۰۰ ج ۱ مبحث الماء المستعمل.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پوچھنے کیلئے کپڑا پیش کیا گیا آپ نے انکار فرمادیا[۱] اورخود پوچھنا بھی ثابت ہے[۲] اس لئے دونوں باتوں کا اختیار ہے موسم ومزاج کے اعتبار سے دونوں باتیں درست ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تحیۃ الوضو میں تعدد نیات!

سوال:- تحیۃ الوضوء میں استغفار حاجت وغیرہ کا تعدد نیات جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فِی حَدِیْثِ مَیْمُونَةَ فَنَاوَلَتْهُ ثَوْباً فَلَمْ یَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ یَنْفُضُ یَدَیْهِ (بخاری شریف ص: ۴۱، ج: ۱) کتاب الغسل. باب نفض الیدین من غسل الجنابة. مطبوعه رشیدیه دیوبند،أبوداؤد شریف ص ۳۲ ج ۱، باب الغسل من الجنابة .(مطبوعه رشیدیه دهلی)

[۲] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ خِرْقَةٌ یَنْشِفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ. ترمذی ص ۹ ج ۱، باب المندیل بعد الوضوء (مطبوعه رشیدیه دهلی)(عمدة القاری ص: ۱۹۴، ج: ۱، باب الوضوء قبل الغسل.

[۳] اذا عمل عملا ذاوجهین أو وجوه من القربات ولم ینوالاوجها واحداً لم یحصل له ذلک بخلاف ما اذا نوی جمیع الجهات (مرقاة شرح مشکاة ص ۳۹ ج ۱) قبیل کتاب الإیمان. مطبوعه بمبئی.

لوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس سے وضو!

سوال:- لوٹے میں ہاتھ ڈالکر وضو کرنا کیسا ہے جبکہ اس میں مستعمل پانی رہتا ہے ایسے لوٹے جو نیچے اوپر سے برابر ہوتے ہیں جو آج کل مسجدوں میں پائے جاتے ہیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہاتھ ڈال کر وضو کرنا خلاف احتیاط ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پاؤں دھونے کا طریقہ!

سوال:- وضوء میں ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے تو اس میں پیروں کو تین مرتبہ دھونے کا کیا طریقہ ہے، اگر حوض پر ہے تو کیا ہاتھ سے تین مرتبہ پانی ڈالا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہاتھ سے پانی لے کر پیر دھو رہا ہے تو تین مرتبہ پانی لے کر پیر پر بہادے اگر حوض میں پیر ڈبو کر پیر دھو رہا ہے تو تین مرتبہ ڈبودے کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے سنت ادا ہوگئی[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وسنن **الطهارة** غسل اليدين قبل ادخالهما الاناء الٰى ماقال لأنه صلى الله عليه وسلم علل بتوهم النجاسة و توهمها لايوجب التنجس الموجب للغسل فكان دليلا علٰى التورع والاحتياط الخ فتح القدير مع العناية ص ۲۱ ج ۱ كتاب الطهارة، مطبوعه دارالكفر. طحطاوى على المراقى ص ۵۱ فصل فى سنن الوضوء، مطبوعه مصرى، البحرالرائق كوئٹه ص۳۸ ج ۱ سنن الوضوء.

[2] ينبغى ان يغسل الاعضاء كل مر ة غسلاً يصل الماء الى جميع مايجب غسله فى الوضوء (عالم گیری ص ۷ ج ۱) الفصل الثانى فى سنن الوضء. (مطبوعه كوئٹه)

وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب!

سوال:- وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وضو کی دعاؤں میں مشغول ہو تو بہتر یہ ہے کہ نہ سلام کرے[1] نہ جواب دے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے

سوال:- وضو سے بچا ہوا پانی اسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کھڑے ہو کر پینا چاہئے کیا یہ مستحب ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آب زمزم ہو جاتا ہے، کیا یہ خیال صحیح ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً وباللہ التوفیق

وضو کا بچا ہوا پانی آب زمزم تو نہیں بنجاتا البتہ جس طرح زمزم شریف کو کھڑے ہو کر پیتے

---

[1] فیکرہ السلام علی مشتغل بذکر اللّٰہ بای وجہ کان (شامی کراچی، ص ۶۱۶ ج ۱، شامی نعمانیہ ص ۴۱۴ ج ۱، باب ما یفسد الصلاۃ، مطلب المواضع التی یکرہ فیھا السلام.

[2] ردالسلام واجب الاعلی من فی الصلاۃ اوادعیہ، شامی کراچی ص ۶۱۸ ج ۱، شامی نعمانیہ ص ۴۱۵، ج ۱، باب ما یفسد الصلاۃ، مطلب المواضع التی لایجب فیھا ردالسلام. طحطاوی علی المراقی ص ۶۴ فصل فی المکروھات، مطبوعہ مصری.

ہیں اگر اس کو بھی کھڑے ہوکر پی لیں تو مناسب ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ

---

[۳] وان یشرب بعده من فضل وضوئه کماء زمزم مستقبل القبلة قائما او قاعداً قوله او قاعدا ولایستحب الشرب قائما الا فی هذین الموضعین (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۸۷، ج: ۱، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث الشرب قائما) شامی کراچی ص: ۱۲۹، ج: ۱. المحیط البرهانی ص۱۷۹ ج۱ کتاب الطهارة. الفصل الاول فی الوضوء، مطبوعه ڈابهیل، مجمع الانهر ص۳۰ ج۱ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : نواقض وضو

ناک کی ریزش سے وضو

سوال:- ناک کی ریزش میں کوئی چیز منجمد آتی ہے جو پیپ کا سا رنگ رکھتی ہے تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریزش میں انجماد ہو گیا اور سڑ گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض ریزش منجمد ہو گئی تو وہ ناقض وضو نہیں[1] اگر پیپ ہے تو وہ ناقض وضو ہے کسی طبیب حاذق سے تحقیق کر لی جاوے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور (یوپی)

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/۳ ۶۴ھ

---

[1] الرجل اذا استنشر فخرج من أنفه علق قدر العدسة لاينقض الوضوء الخ عالمگیری ص ۱۱ ج ۱ الباب الخامس فی نواقض الوضوء مبطوعه کوئٹه.

[2] نعم اذا علم انه صديد اوقيح من طريق غلبة الظن باخبار الاطباء او علامة تغلب على ظن المبتلىٰ يجب الخ حاشية الطحطاوی على المراقی مصری ص ۷۰ فصل فيما ينقض الوضوء مطبوعه مصری.

خروج ریح ناقض وضو کیوں ہے

سوال:- مسئلہ یہ ہے کہ اگر وضو بوجہ ہوا خارج ہونے کے ٹوٹ جائے، تو استنجا کے سواء وضو کرے اس کی کیا وجہ ہے؟ جہاں سے گندی ہوا خارج ہو اس کو تو دھویا نہ جائے اس کے علاوہ اور وضو کرلیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی وجہ حضور علیہ السلام نے بیان نہیں فرمائی صرف وضو کا حکم دیا ہے کس کی جرأت ہے جو اس کی وجہ دریافت کرے یہ امر تعبدی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہٰذا

سعید احمد غفرلہٗ یکم ذیقعدہ ۵۷ھ

ریح کا اخراج بہ ہیئت سجدہ

سوال:- ایک شخص کو ریاح کا مرض ہے، اکثر سجدہ میں اس کا زور ہوتا ہے، بعض اوقات کھڑے بیٹھے یا دوسری حالت میں ریح نہیں خارج ہوتی، جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً نماز میں بے چینی جب سجدہ میں جاتا ہے، زور ہوتا ہے کیا ایسا شخص اس حالت میں خارج نماز سجدہ کی ہیئت بنا کر ریح خارج کرسکتا ہے؟ اور قریب میں دوسری جگہ نہ ہو کہ وہاں جا کر ایسا کرے تو مسجد میں کیا کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا شکل اختیار کرے؟

---

[1] ولان غسل غير موضع الاصابة امر تعبدي (الهداية ص ۲۳ ج ۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند) فصل فی نواقض الوضوء.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس ہیئت سے ریح کا اخراج ہوکر اس کو سہولت حاصل ہوسکتی ہو، شرعاً اجازت ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۲ھ

ناقض وضو کا تحقق وسط وضو میں ہوجائے تو سب وضو کا اعادہ ہے

سوال: -ایک شخص وضو کے دوران مثلاً چہرہ اور ہاتھ دھو چکا تھا، اس کے بعد خروج ریح یا خروج دم پیش آ گیا۔ ایسی صورت میں وہ شخص از سرنو وضو کرے یا بغیر اعادہ کے وضو مکمل کرے؟ ایک فریق کہتا ہے کہ وضو مکمل نہیں ہوگا تو ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا بغیر اعادہ کے وضو مکمل کر کے نماز پڑھ لے نماز درست ہوجائے گی۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب نواقض وضو کامل وضو کو توڑ سکتا ہے تو دو تین رکن کو بطریق اولی توڑ سکتا ہے۔ نیز اگر عمل مکمل ہونے کے بعد ہی باطل وفاسد ہونے کا حکم صادر کیا جائے تو پھر درمیان صلوۃ وضو میں کوئی فساد کی صورت پیش آئے تو فاسد وباطل نہ ہونا چاہئے۔ نیز تیمّم میں صرف چہرہ کا تیمّم کیا ہے اور نواقض تیمّم میں سے کوئی چیز پیش آ گئی اس کا حکم کیا ہوگا؟

ہر دو فریق قیاس سے کام لے رہے ہیں، جواب باحوالہ عنایت فرمائیں تو احسان ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو مکمل کرنے سے پہلے اگر ناقض وضو پیش آ جائے تو جن اجزاء وضو کو پہلے ادا کر چکا ہے

---

[1] البتہ اخراج ریح مسجد میں مکروہ ہے، اختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یرہ بعضهم بأساً وبعضهم قالوا لایفسو ویخرج إذا احتاج الیه وهو الأصح (الهندیة کوئٹه ص ۳۲۱ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی کراچی ص ۶۵۶ ج ۱، مطلب فی احکام المسجد.

انکا بھی نقض ہوگیا، از سرنو وضو کرنا ضروری ہے[1] یہ مسئلہ صریحہ جزئیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، شامی، الاشباہ والنظائر وغیرہ میں موجود ہے، قیاس کرنے کی ضرورت ہی نہیں، تتبع کی ضرورت ہے، ماشاء اللہ کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں، تلاش کرلیں، یہی حکم تیمّم کا ہے، تیمّم کی شرط سادس کے ذیل میں مراقی الفلاح[2] میں جزئیہ دیکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۴۰۶ھ

کھجلی کے دانوں کے پانی کا حکم

سوال: - کھجلی کے دانوں سے بعض اوقات مسلسل پانی بہتا ہے وہ نجس ہے یا پاک اور جس کپڑے پر وہ لگے وہ ناپاک قرار پائے گا یا نہ اور اس پانی کے نکلنے سے جو پتلا پتلا نکلا کرتا ہے ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پانی اپنی جگہ سے بہہ جائے تو ناقض وضو بھی ہے اور جس کپڑے پر لگ جائے وہ بھی نجس ہوجائیں گے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یجب علیه استیناف الوضوء لان الحدث مناف للطهارة وخروج الریح ناقض للطهارة الحاصلة فان النواقض لما عرض الناقض ابطل ما سبقه من الطهارة فلذا یجب علیه الاستیناف (الدرالمختار ص: ۷۹، ج: ۱، کتاب الطهارة، مکتبه نعمانیه.

[2] حتی لو احدث بعد الضرب او اصابه التراب فمسحه یجوز علی ما قاله الاسبیجابی کمن احدث وفی کفیه ما یجوز به الطهارة وعلی ما اختاره شمس الائمة لا یجوز لجعله الضرب رکنا، کما لو احدث بعد غسل عضو، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۹۶، باب التیمم، مطبوعه مصر، الاشباه و النظائر ص ۶ ج ۲ ادارة القرآن کراچی.

[3] والماء والقیح والصدید بمنزلة الدم (الی قوله) لأنه دم رقیق لم یستتم نضجه فیصیر لونه کلون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضاً للوضوء الخ، الفوائد المخصصة باحکام کی الحمصة من مجموعه رسائل ابن عابدین ص ۵۴، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

کان سے نکلا ہوا گندہ پانی ناقض وضو ہے

سوال:- دس سال کے عرصہ سے اب تک جبکہ عمر بیس سال کی ہو چکی ہے کان سے گندہ پانی نکلتا ہے اور کبھی کبھی سال میں درد بھی ایک دو روز کے لئے ہو جاتا ہے لیکن پانی ہمیشہ نکلتا رہتا ہے تو اس سے اسکا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اسے معذور قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ کیونکہ وہ پنج وقتہ امامت بھی کرتا ہے تو اسکی امامت درست ہے یا نہیں؟ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ وضو کرتے وقت کان کو اچھی طرح سے صاف کر لیتا ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے کے بعد روئی اگر کان میں نہیں رکھتا ہے تو کان سے گندہ پانی نکل آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گندہ پانی کان سے نکلتا ہے اور درد بھی کان میں کبھی کبھی ہوتا ہے وہ ناقضِ وضو ہے[1]۔ اگر وہ شرعاً معذور ہے تو اسکی امامت درست نہیں۔ اگر غیر معذور ہے یعنی اس کو اتنا وقت ملتا ہے کہ باوضو نماز شروع کرے اور بغیر پانی نکلے نماز ادا کرے تو نماز امام اور مقتدیوں کی سب کی درست ہوگی۔ کبیری[2]، شامی[3]، عالمگیری[4]، میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۳ھ

---

[1] واذا خرج من اذنه قيح او صديد ينظر ان خرج بدون الوجع لا ينتقض وضؤه وان خرج مع الوجع ينتقض وضؤه لانه اذا خرج مع الوجع فالظاهر انه خرج من الجرح، عالمگیری کوئٹہ ص:۱۰، ج:۱، الفصل الخامس فی نواقض الوضو.

[2] کبیری ص:۵۱۶، فصل فيمن لا يصح الاقتداء به، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور،

[3] ولا طاهر لمعذور هٰذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه بعده وصح لو توضأ على الانقطاع وصلى كذلك الخ، الدرالمختار على الشامی زكريا ص:۳۲۳، ج:۲، مطبوعه نعمانيه ص:۳۸۹، ج:۱، باب الامامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی وحده.

[4] عالمگیری کوئٹہ ص:۸۴، ج:۱، الفصل الثالث فی بيان من يصلح اما ما لغيره.

آنکھ کا پانی ناقض وضو ہے

سوال:- زید کی آنکھ سے بعض مرتبہ کسی تکلیف کی وجہ سے پانی آجاتا ہے اور زید امام بھی ہے اور یہ پانی نماز کے دوران بھی آجاتا ہے ایسی صورت میں نماز درست ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اندرون جسم کوئی زخم ہے اس سے مواد کی صورت میں پانی آتا ہے تو یہ ناقض وضو اور مفسد صلوۃ ہے اگر یہ بات نہیں تو ناقض وضو اور مفسد صلوۃ نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۱۲/۱/۸۸ھ

کیا شراب ناقض وضو ہے

سوال:- (۱) ایک شخص کا وضو ہے۔ وضو کی حالت میں اس نے شراب پی لی تو کیا شراب پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے اتنی شراب پی کہ نشہ نہ ہوا اور وہ بے ہوش نہ ہوا کیا وہ ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محض شراب پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک نشہ نہ ہو[2] البتہ منہ ناپاک ہوجاتا ہے کہ

---

[1] لا ینقض لو خرج من اذنه ونحوها کعینه وثدیه قیح ونحوه کصدید وماء سرة وعین لا بوجع وان خرج به ای بوجع نقض لانه دلیل الجرح الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۷۹، ج: ۱، کتاب الطهارة، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف اذا لم یرتکب مکروه مذهبه، المحیط البرهانی ص ۱۹۶ ج ۱ الفصل الثانی فی بیان مایوجب الوضوء، مطبوعه ڈابهیل.

[2] وینقضه اغماء ومنه الغشی وجنون وسکر (قوله وسکر) هو حالة (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

شراب نجس ہے[1]، اور اس کا پینا حرام ہے۔

(۲) اگر ایسی حالت میں نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی۔

تنبیہ: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص شراب پیئے اسکی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی پھر اگر توبہ کرلے تو اسکی توبہ قبول ہو جائیگی، پھر شراب پیئے تو پھر چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوگی، حتیٰ کہ اگر چوتھی مرتبہ پیئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اہل دوزخ کی پیپ پلائیں گے[2]۔ نیز شراب پینے والے پر حدیث شریف[3] میں لعنت آئی ہے اور بھی مختلف وعیدیں آئی ہیں اس لئے شراب سے حد درجہ دور رہنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/۱/ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الأبخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه (شامی نعمانیه ص ۹۷ ج ۱) شامی زکریا ص ۲۷۴ ج ۱، مطلب نوم الانبياء غير ناقض، كتاب الطهارة، مجمع الانهر ص ۳۳ ج ۱ كتاب الطهارة، دارالكتب العلميه بيروت، النهرالفائق ص ۵۷، ۵۸ ج ۱، كتاب الطهارة، مكة المكرمة، طحطاوى ص ۷۲ فصل ينقض الوضوء اثنا عشر شيئا، مطبوعه مصرى.

(صفحہ ہذا) [1] وحرم قليلها وكثيرها بالاجماع وهى نجسة نجاسة مغلظة كالبول (درمختار على الشامى زكريا ص ۲۸ ج ۱۰) كتاب الاشربة.

[3] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمَرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ اِلٰى مَا قَالَ فَاِنْ عَادَ فِى الرَّابِعَةِ لَمْ يَقْبَلَ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنَ نهر الْخَبَالِ. مشكوة شريف ص: ۱۳۱۷، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب بيان الخمر ووعيد شاربها.

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص شراب پیئے اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اسکی نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتے ہیں (یہانتک کہ آپ ﷺ نے فرمایا) اگر وہ چوتھی مرتبہ پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں فرماتے ہیں اور اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اسکی توبہ قبول نہیں اور اس کو دوزخیوں کی پیپ کی نہر سے پلائیں گے۔

[4] عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى الْخَمَرِ عَشَرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا (الحديث) مسكوة شريف ص: ۲۴۲، باب الكسب وطلب الحلال. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گالی دینا ناقض وضو نہیں

سوال:- وضو کرنے کے بعد اگر کوئی شخص گالیاں وغیرہ دیدے تو پھر اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یعنی اس کا سابقہ وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گالیاں دینے کا گناہ ہوگا مگر یہ ناقض وضو نہیں[۱] البتہ وضو کر لینا مستحب ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

نماز کے بعد دانتوں میں خون دیکھنا

سوال:- ایک شخص نے نماز پڑھائی نماز کے پندرہ بیس منٹ بعد دانتوں میں خون دیکھا یہ پتہ نہیں کب کا ہے تو کیا کرے؟

(گذشتہ کا بقیہ) ترجمہ :-لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر (۱) پھلوں کے نچوڑنے والے پر (۲) نچڑوانے والے پر (۳) پینے والے پر۔

(صفحہ ہٰذا) ۱ المعانی الناقضة للوضوء کل مایخرج من السبیلین والدم والقیح والقئ ملء الفم والنوم مضطجعاً أو متکئاً والغلبة علی العقل بالاغماء والجنون والقهقهة فی صلٰوت ذات رکوع وسجود هدایه ص ۲۲/تا ۲۶، فصل فی نواقض الوضوء، مطبع یاسرندیم دیوبند.

۲ والقسم الثالث وضوء مندوب فی احوال کثیرة کمس الکتب الشرعیة وبعد غیبة وکذب ونمیمة وبعد کل خطیئة وانشاد شعر قبیح لان الوضوء یکفر الذنوب الصغائر الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۶۷-۶۶، فصل فی أوصاف الوضوء، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص۱۹۷ ج ۱ اول کتاب الطهارة، طحطاوی مع المراقی ص ۶۶ مطبوعه مصری، فصل فی اوصاف الوضوء.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نماز صحیح ہوگئی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پنڈلی سینہ وغیرہ سے خون نکلنا

سوال:- اعضاء وضو کے علاوہ بدن کے دیگر اعضا مثلاً پنڈلی، سینہ وغیرہ سے اگر خون یا پیپ نکل کر بہہ پڑے تو وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعضاء وضو کے علاوہ سینہ پنڈلی وغیرہ سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جائے تب بھی وضوٹوٹ جائے گا[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲ ۹۳ھ

برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے؟

سوال:- ایک شخص ہے جو غسل خانہ میں برہنہ غسل کرتا ہے اور وہ غسل چاہے حدث اصغر کا ہو

---

[1] لأن اليقين لايزول بالشک فصار كمن راى في ثوبه النجاسة ولايدرى متى اصابته وفي هامشه حيث لايلزمه اعادة شئ من الصلاة هداية ص ۴۴ ج ۱ ،(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الطهارة، فصل فى البئر، شامى كراچى ص ۲۲۰ ج ۱ فصل فى البئر، مطلب مهم فى تعريف الاستحسان، البحر الرائق ص ۲۲۰، ۲۲۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه كوئٹه.

[2] وينقضه خروج كل خارج نجس منه من المتوضئ الى مايطهر اى يلحقه حكم التطهير والمراد بالتطهير مايعم الغسل والمسح فى الغسل اوفي الوضوء الخ الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۲۶۰، ج: ۱، كتاب الطهارة ،مطلب نواقض الوضوء، قدورى ص ۶ نواقض الوضوء، البحرالرائق ص ۲۹ ج ۱ كتاب الطهارة كوئٹه.

یا اکبر کا ہو تو اس غسل کیلئے جو وضو کرے گا تو اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جو برہنگی کی حالت میں کیا ہے، آیا اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وضو سے نماز درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۴ ۸۹ھ

کس کس سہارے سونے سے وضوٹوٹتا ہے؟

سوال:- دوزانو بیٹھا ہوا ہے اور کہنیوں کا سہارا زانو پر دے کر سو رہا ہے وضو کا کیا حکم ہے؟

۲- دوزانو بیٹھ کر دونوں پیر ایک طرف نکال دئے ہیں ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر سہارا لے کر سو گیا ہے کیا حکم ہے وضو کا؟

۳- چہارزانو بیٹھ کر دونوں کہنیوں کو زانو پر رکھکر انکے سہارے سے سو رہا ہے وضو رہا یا نہیں؟

۴- چہارزانو بیٹھ کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر ان سے سہارا لے کر سو گیا ہے وضو کا کیا حکم ہے؟

۵- دونوں گھٹنے کھڑے کر کے دونوں بازو سے گھٹنوں کو حلقہ میں لیکر سو گیا ہے وضو ٹوٹا یا نہیں؟

۶- سہارے سے کیا مراد ہے بدن عضو ہاتھوں یا کہنیوں کا سہارا یا کسی دوسری چیز کا سہارا؟

۷- کس سہارے سے وضو ٹوٹے گا کس سہارے سے نہیں ٹوٹے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وینقضه حکما نوم یزیل مسکته ای قوته الماسکة بحیث تزول مقعدته من الارض

---

[1] عن عائشة قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ یغتسل ویصلی الرکعتین وصلاة الغداة ولا اراه یحدث (ای یجدد) وضوءاً بعد الغسل بل یکتفی بالوضوء الذي توضأ في الغسل وهذه المسألة مجمع علیها الخ بذل المجهود ص: ۱۵۲، ج: ۱، باب فی الوضوء بعد الغسل، مطبوعه رشیدیه سهارن پور.

وهو النوم على احد جنبيه او وركيه اوقفاه او وجهه والايزل مسكته لاينقض وان تعمده في الصلاة اوغيرها على المختار كالنوم قاعداً ولومستنداً الى مالو ازيل لسقط على المذهب وساجداً او محتبياً ورأسه على ركبتيه اوشبه المنكب الخ (درمختار)[1]

۱- یہ صورت ناقض وضو نہیں۔

۲- یہ صورت بھی ناقض وضو نہیں۔

۳- اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔

۴- اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

۵- اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

۶- سہارا کس عبارت میں ہے جس کا مطلب دریافت کرنا ہے وہ عبارت لکھئے۔

۷- پانچ صورتوں کا حکم تو معلوم ہو گیا ان کے علاوہ جو کچھ دریافت کرنا ہو اس کی صورت تحریر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوم ناقض وضو ہے لیٹنا ناقض وضو نہیں

سوال:- مسائل کی کتاب میں لکھا ہے کہ چت یا کروٹ لیٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیا صرف چت یا کروٹ لیٹنے سے ٹوٹ جاتا ہے یا نیند لگنا ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ چت لیٹے یا کروٹ پر نیند لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

---

[1] درمختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص ۱/۹۵، شامی زکریا ص: ۱/۲۷۰، مطلب نوم من به انفلات ريح غير ناقض، المحيط البرهانی ص ۲۰۶ ج ۱ فصل فی بيان مايوجب الوضوء مطبوعه ڈابھیل، تبيين الحقائق ص ۱۱ ج ۱ كتاب الطهارة، نواقض الوضوء مطبوعه امداديه ملتان.

چاہے کروٹ سے لگی ہو یا چت سے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/ ۸۸ھ

پلوتھا مارے ہوئے نیند آ گئی تو کیا حکم ہے

سوال: -کوئی شخص باوضو پلوتھا مار کر نماز کی حالت کی طرح بیٹھا ہوا ہے، داخل نماز نہیں ہے، نیند آ گئی، اس حالت میں اس کا ایک ہاتھ زمین پر ٹک گیا مگر نیند فوراً ٹوٹ گئی، تو وضو باقی رہا، یا جاتا رہا، نیز ہاتھ ٹیکنے کے تھوڑی دیر بعد دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اسی طرح بیٹھا رہا بیٹھنے کی جگہ زمین سے نہیں اٹھی تو وضو برقرار ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۶ھ

سجدہ میں کونسی ہیئت نوم ناقض وضو ہے؟

سوال: -سجدہ کی حالت میں کہنی زمین پر ہو یا گھٹنے پر ہو اور نیند آ جائے تو وضو رہیگا یا نہیں؟

---

[1] وینقضه حکما نوم یزیل مسکته ای قوته الماسکة الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۷۰، ج: ۱، کتاب الطهارة، قبیل مطلب نوم من به انفلات ریح غیر ناقض. شامی کراچی ص: ۱۴۱، ج: ۱، مجمع الانهر ص ۳۴ ج ۱، الدرالمنتقی ص ۳۴ ج ۱ کتاب **الطهارة**، دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۷۲ فصل فی نواقض الوضوء مطبوعه مصری.

[2] وینقضه حکما نوم یزیل مسکته ای قوته الماسکة بحیث تزول مقعدته من الارض وهو النوم علی احد جنبیه او رکیه او قفاه او وجهه وألا لا ینقض ذالک. الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج: ۱، ص: ۲۷۱، کتاب الطهارة (فی بیان الوضوء)، النهر الفائق ص ۵۶ ج ۱، کتاب الطهارة، دارالکتب العلمیه بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۷۲ فصل ینقض الوضوء اثنا عشر شیئاً، مطبوعه مصری.

الجواب حامداً ومصلیاً

کہنی زمین پر ٹیک کر اور پیٹ کو رانوں سے لگا کر سونے سے وضو باقی نہیں رہے گا[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/ ۹۲ھ

تاش ناقض وضو نہیں

سوال:- ایک شخص خوب تاش کھیلتا ہے، اذان ہونے پر نماز میں شریک ہو جاتا ہے وضو نہیں کرتا، کہتا ہے کہ میرا وضو قائم ہے، کیا تاش کھیلتے رہنے سے وضو رہ جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تاش کھیلنا منع ہے[۲]۔ مگر یہ ناقض وضو نہیں[۳]، جیسے کہ اور بہت سے گناہ ہیں گناہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا ضروری ہے، اگر چہ نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/ ۹۰ھ

---

[۱] فانه يشترط أن يكون على الهيئة المسنونة له بأن يكون رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه و إن سجد على غير هذه الهيئة انتقض وضوئهٗ كذا فى البحر الرائق، فتاوى هنديه ص ۱۲ ج ۱ الفصل الخامس فى نواقض الوضوء، شامى كراچى ص ۱۴۲ ج ۱ نواقض الوضوء، المحيط البرهانى ص ۲۰۵-۶ ج ۱ الفصل الثانى فى بيان مايوجب الوضوء مطبوعه ڈابھیل.

[۲] وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج وكره كل لهو الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۵۶۵ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

[۳] اسلئے کہ تاش کھیلنا نواقض میں سے نہیں ہے۔ المعانى الناقضة للوضوء كل مايخرج من السبيلين و الدم والقيح والقئ ملأ الفم و النوم الخ هدايه ص ۲۲ تا ۲۶ ج ۱ فصل فى نواقض الوضوء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

قطرہ آنے کی حالت میں نماز

سوال:- مجھے قطرہ کی شکایت ہے استنجاء پاک کرنے کے بعد بھی قطرہ آجاتا ہے۔ جانگیہ بھی پہنے رہتا ہوں، اس کو بدل بھی دیتا ہوں، مجھ کو ہر وقت خیال رہتا ہے، ایسی صورت میں پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نماز کیلئے مستقل ایک لنگی تجویز کر لیجئے کہ جب وقت آئے تو استنجاء پاک کر کے لنگی باندھ کر نماز پڑھ لیا کریں یا پھر پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیا کریں یعنی پیشاب سے فارغ ہو کر استنجاء پاک کر کے روئی اندر رکھ لیا کریں اس طرح کہ کچھ حصہ باہر رہے جب تک باہر والا حصہ تر نہیں ہوگا وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں[1] ہوگا اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴ ۸۹ھ

محض سوزش ناقض وضو نہیں

سوال:- احمد نامی ایک شخص کے تمام اعضاء کمزور ہیں اور مرض احتلام وجریان کا عرصہ سے شکار ہے، اکثر خیالات فاسدہ آتے رہتے ہیں اور کسی بھی چیز کے دیکھنے پر شہوانی خیالات ابھر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے عضو مخصوصہ میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، بغیر پیشاب کے حاجت معلوم ہوتی ہے یا عضو میں سوزش ہوتی ہے، کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

---

[1] اذا خاف الرجل خروج البول فحشا احليله بقطنة ولو لا القطنة يخرج منه البول فلاباس به ولاينتقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنة (الهنديه ص ۱۰ ج ۱) الفصل الخامس في نواقض الوضوء، مطبوعه كوئٹه، التاتارخانيه ص ۱۲۱ ج ۱، الفصل الثانى فيما يوجب الوضوء، مطبوعه كراچى. كبيرى ص ۱۲۴، مطبوعه رحيميه ديوبند، فصل فى نواقض الوضوء.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض سوزش یا پیشاب کی حاجت محسوس ہونے سے وضو ساقط نہیں ہوگا جب تک کسی چیز کا خروج نہ ہو[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے

سوال: -عورت کی پیشاب گاہ سے وقتاً فوقتاً ناپاک رطوبت نکلتی رہتی ہے، بعض اوقات اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ پوری نماز ادا کی جائے، ایسی صورت میں کپڑا اندر رکھ لیا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑا اندر رکھنے سے اگر نجاست وہیں رُک گئی باہر نہیں نکلی تو وضو باقی ہے اور ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اگر اندرونی حصہ (فرج داخل) میں وضو کی حالت میں کپڑا رکھ کر بالکل غائب کر دیا تو وضو ٹوٹ جائیگا اور کچھ اندر رہا اور کچھ باہر رہا بالکل غائب نہیں ہوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا، جبکہ رطوبت باہر کے حصہ تک نہ پہونچی ہو[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو نزل البول الٰی قصبة الذكر لاينقض لأنه من الباطن الخ تاتار خانيه ص۱۲۳ ج ۱ كتاب الطهارة، مطبوعه كراچی، النهر الفائق ص۱۵ ج ۱ كتاب الطهارة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، عالمگيری ص۹ ج ۱ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء، مطبوعه كوئٹه، اليقين لايرتفع بالشک الخ الاشباه والنظائر ص ۱۰۲، (مطبوعه دار العلوم ديوبند) تحت القاعدة الثالثة .

[2] وان غابت القطنة ثم اخرجها أو خرجت هی بنفسها حال كونها رطبة انتقض وضوءه لخروج النجاسة بخلاف الدبر فان خروجه ينقض بان لم تكن عليه رطوبة الخ (كبيری ص۱۲۴) فصل فی نواقض الوضوء، مطبوعه رحيميه ديوبند، البحر الرائق ص۶۰ ج ۱ نواقض الوضوء، مطبوعه كوئٹه، شامی كراچی ص۱۴۹ ج ۱ كتاب الطهارة، مطلب فی ندب مراعاة اِذا لم يرتكب مكروه مذهبه.

بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقض وضو نہیں!

سوال:- ایک عورت وضو کر کے نماز کے لیے کھڑی ہونے والی تھی کہ اس کے بچہ نے پاخانہ کر دیا اس کو صاف کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ نماز پڑھ لوں مگر ایک مولوی جی نے کہا کہ تمہارا وضو ختم ہو گیا، تو کیا ایسی صورت میں وضو ختم ہو گیا یا باقی رہا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقض وضو نہیں[1] اسی وضو سے بلا تکلف نماز درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو پانی ناپاک نکلے وہ ناقض وضو ہے!

سوال:- ہندہ کے آگے کی راہ سے رینٹ کی طرح پانی آتا ہے تو آیا وہ پانی پاک ہے یا ناپاک اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پانی ناپاک ہے ناقض وضو ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] لانه ليس من نواقض الوضوء، (ملاحظه هو هدايه ص:۸/۱، فصل فی نواقض الوضوء، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2] منها ای من نواقض الوضوء مايخرج من السبيلين الخ (عالمگيری ص ۹ ج ۱) الباب الخامس فی نواقض الوضوء. مطبوعه کوئٹه پاکستان، در مختار علی الشامی کراچی ص ۱۳۴ ج ۱ مطلب فی نواقض الوضوء، فتح القدير ص ۳۷ ج ۱ فصل فی نواقض الوضوء، مطبوعه دارالفکر.

انجکشن سے خون لینا کیا ناقض وضو ہے؟

سوال:- ناچیز نماز عصر کے بعد باوضو تھا اسی دوران ہسپتال میں ایک جاں بلب بیمار کو خون کی ضرورت پڑی ناچیز نے اسے اپنا خون دیا ہسپتال سے سیدھا واپس آ کر نماز مغرب تیار تھی باوضو کے خیال میں نماز میں امامت کی، بعد میں ایک مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی جبکہ دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ خون ایک رگ سے بذریعہ سوئی اور نالی بوتل میں بھرا اور اسی صورت میں دوسرے بیمار کی رگ کے ذریعہ اس کے جسم میں منتقل کیا گیا ہے ایک قطرہ بھی گرا نہیں اس لئے خون بہنے کا مسئلہ نہیں رہا لہٰذا نماز ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خون اگر چہ زمین پر نہیں گرا لیکن اگر نالی اور بوتل نہ ہوتی جسمیں خون لیا گیا ہے بلکہ بذریعہ سوئی ایسے ہی نکالا جاتا تو ضرور بہہ کر زمین پر گر جاتا جیسے جونک لگا دی جائے اور وہ خون چوس لے جو اسکے پیٹ میں چلا جائے، زمین پر ایک قطرہ بھی نہ گرے تو وہ فقہاء کے نزدیک ناقض وضو ہے اسی طرح صورت مسؤلہ میں بھی ناقض وضو ہے اس نماز کا اعادہ لازم ہے مراقی الفلاح ص۵۲ میں ہے[1]۔ **وینقض الوضوء نجاسة سائلة من غير هما اى السبيلين لقوله عليه الصلا ة والسلام الوضوء من كل دم سائل،** علامہ طحطاوی نے لکھا ہے **والمراد ان تتجاوز ولو بالعصر وماشانه ان يتجاوز لولا المانع كما لومصت علقة فامتلأت بحيث لوشقت لسال منها الدم كذافي حلبي.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۶۹) مطبع مصر. فصل فيما ينقض الوضوء، شامی کراچی ص ۱۳۹ ج ۱ نواقض الوضوء، عالمگیری ص ۱۱ ج ۱ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء.

پکی گھموری کا کھجلانا

سوال:-نماز پڑھتے وقت اگر پکی گھموری کھجلادی (اندھوری) تو اس سے پانی نکل آئے گا، کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پانی بہہ جائے تو نماز بھی فاسد ہوجائیگی اور وضو کی بھی دوبارہ ضرورت[1] ہوگی ورنہ نہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر کے یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے ناپاکی نہیں ہوتی!

سوال:- بیوی کے سامنے برہنہ غسل کرے اس طرح پر کہ بیوی پہننے کے لیے کپڑے دے اور شوہر کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لے اور کوئی شہوت وغیرہ بالکل نہ ہو صرف کپڑے دیتے ہوئے بیوی کی نگاہ اس طرف چلی گئی یا بیوی اس طرح غسل کرے اور نگاہ اس طرح پڑ گئی اس غسل سے نماز ادا کرے کیا یہ جائز اور صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو یا غسل کے بعد اگر بیوی نے شوہر کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا شوہر نے بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اسکی وجہ سے اس وضو و غسل میں خلل نہیں آتا اس سے نماز درست ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والماء والقیح والصدید بمنزلة الدم (الی قوله) لأنه دم رقیق لم یستتم نضجه فیصیر لونه کلون الماء واذا کان دما کان نجسا ناقضاً للوضوء الخ، الفوائد المخصصة باحکام کی الحمصة من مجموعه رسائل ابن عابدین ص ۵۴، ج: ۱، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ستر کھلنا ناقض وضو نہیں راجع نواقض الوضوء هدایه ص ۸ ج ۱ مطبوعه مجتبائی دهلی، (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۵ ج ۱) نواقض وضو۔

باب چہارم: غسل کے احکام

فصل اول:

غسل کے موجبات اور اسکے فرائض وسنن

اگر خود بخود بلا ارادہ انزال ہوجائے

سوال:- اگر کسی شخص کو بغیر کسی ارادہ کے چلتے پھرتے یا بیٹھے ہوئے خود بخود انزال ہوجائے تو غسل کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شہوت سے انزال ہوگا تو غسل واجب ہوجائے گا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کی منی

سوال:- کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اخراج منی ہوتی ہے؟ نیز اگر عورت مرد سے

---

[1] وفرض الغسل (عند) خروج منی منفصل عن مقره بشهوة وان لم يخرج بها (درمختارمع الشامی نعمانیه ص:۱۰۷ –۱۰۸، ج:۱، وشامی زکریا ص:۲۹۵، ج:۱، کتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل (البحر الرائق ص:۵۳، ج:۱، مکتبه الماجدية کوئٹه) کتاب الطهارة، في بحث الغسل، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۰ ج ۱ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل.

لپٹی چمٹی ہے پھر جوش چڑھتا ہے، بغیر دخولِ ذکر کئے طبیعت بھر جاتی ہے اور خواہش جاتی رہتی ہے، لیکن منی نہیں نکلتی نظر آتی، تو ایسی حالت میں غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ اور عورت کی منی کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کو احتلام بھی ہوتا ہے، منی بھی خارج ہوتی ہے، اس کی منی کا رنگ زرد مائل ہوتا ہے[1] اگر لپٹنے کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے نہ اس کی منی نکلے نہ دخول والتقاء ختانین کی نوبت آئے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ران پر رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال:- اگر کوئی شخص اپنے زانوؤں سے ذکر کو رگڑ کر شہوت زائل کرتا ہے لیکن اس کی

---

[1] عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَايَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلٰى الْمَرأَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا اِحْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اَذَا رَأَتْ اَلْمَاءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ! اِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ (مشكوٰة شريف ص:۴۸، باب الغسل) ومنى المرأة رقيق اصفر الخ (الهندية ص ۱۰ ج ۱) الفصل الخامس فى نواقض الوضوء، شامى كراچى ص ۱۵۹ ج ۱ فرائض الغسل، حلبى كبيرى ص ۴۵ سهيل اكيڈمى لاهور.

ترجمہ :- ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا ام سلیم نے اے اللہ کے رسول بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا تو کیا عورت پر غسل واجب ہے جب احتلام ہو کہا ہاں جب دیکھے پانی تو ام سلمہؓ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا یا رسول اللہ عورت کو احتلام ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا ہاں تمہارا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو! مرد کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور پیلی ہوتی ہے۔

[2] ان الموجب للغسل هوانزال المنى لكن المنى تارة يوجد حقيقة وتارة يوجد حكما عند كمال سببه وهو غيبوبة الحشفة في محل يشتهى عادة مع خفاء خروجه ولو فى الدبر الخ (البحرالرائق ص ۵۹ ج ۱، مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الطهارة، بحث الغسل)

صورت یہ ہے کہ منی کا خروج نہیں کرتا، اس قدر زور سے دباتا ہے، تو کیا اس پر احناف کے نزدیک غسل واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاانزال کے اس صورت میں غسل واجب نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۱ھ

الجوب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں؟

سوال:- زید نیند سے بیدار ہوا ذکر پر تری دیکھی نہ معلوم منی ہے یا مذی یا ودی نہ خواب یاد ہے تو کیا غسل واجب ہے؟ اگر واجب ہے درصورت عدم انتشار قبل النوم کی حالت میں جیسا کہ عالمگیری نے ص ۱۰ ج ۱، میں نقل کیا ہے تو زید کا اسپر یہ اشکال ہیکہ ایک تو یہ معلوم نہیں کہ منی ہے یا نہیں، دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ منی ہی ہے تو بھی دفق بالکل نہیں کیونکہ اگر دفق ہوتا تو دوسرے محل پر کچھ نہ کچھ ضرور لگتی اور پھر یہ کہ بعض اوقات محض انتشار سے حالت یقظہ میں بلا دفق کے تری ذکر پر آجاتی ہے کسی شخص کے، تو کیا غالب ظن سے یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ یہ بھی موجب غسل نہیں ویسے بھی زید کہتا ہیکہ دفق کی شرط ظاہر الروایت کی ہے اور یہ مسئلہ نوادر کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ومنها وجود ماء رقيق بعد النوم ولم يتذكر احتلاما اهـ (مراقي الفلاح) حاصل مسئلة النوم اثناعشر وجهاً كما في البحر لانّه اما ان يتيقن انه منى

---

[1] وفرض الغسل عند خروج المنى من العضو والافلا يفرض اتفاقاً الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۲۲۶ ج ۱، كتاب **الطهارة** في بحث الغسل، المعانى الموجبة للغسل فتح القدير ص ۶۴ ج ۱ فصل فى الغسل، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه ص ۱۵۴ ج ۱ بيان اسباب الغسل، اِدارة القرآن كراچى.

اومذی اوودی اویشک في الاول مع الثانی اوفي الاوّل مع الثالث أو في الثاني مع الثالث فهذه ستة وفي كل منها اما ان يتذكر احتلاماً اولا فتمت الاثنا عشر فيجب الغسل اتفاقاً فيما اذا تيقن انّه منی تذكر احتلاما اولا وكذا فيما اذا تيقن انه مذی وتذكر الاحتلام اوشک انه منی اومذی اوشک انه منی او ودی اوشک انه مذی او ودی وتذكر الاحتلام في الكل ولايجب الغسل اتفاقا فيما اذا تيقن انه ودی مطلقا تذكر الاحتلام اولا اوشک انه مذی اوودی ولم يتذكراو تيقن انّه مذی ولم يتذكر ويجب الغسل عند هما لاعند ابی يوسف فيما اذا شک انه منی اومذی اوشک انه منی اوودی ولم يتذكر احتلاماً فيهما والمراد بالتيقن هنا غلبة الظن لان حقيقة التيقن متعذرة مع النّوم اهـ (طحطاوی ص ٥٤)[1]

صورت مسؤلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک غسل واجب نہیں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے طرفین کی دلیل۔

ولهما ماروی انه ﷺ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَمْ يَذْكُرْ اِحْتِلَاماً قَالَ يَغْتَسِلُ ولان النوم راحة تهيج الشهوة وقد يرق المنی لعارض والاحتياط لازم في باب العبادات وهذا اذا لم يكن ذكره منتشراً قبل النّوم لان الانتشار سبب للمذی فيحال عليه اهـ مراقی الفلاح قوله قد يرق بطول المدة فتصير صورته كصورة المذی اهـ(طحطاوی)[2]

منی فرض کرنے کی صورت میں یہ اشکال کہ دفق نہیں ہے بے محل ہے، اسلئے کہ حالت نوم میں دفق کی حقیقۃً اطلاع نہیں ہوتی، خاص کر جب کہ احتلام یاد نہ ہو اور جب منی قلیل ہو اور دفق خفیف ہو تو اسکا کسی دوسری جگہ لگنا ضروری نہیں اگر حالت بیداری میں بغیر دفق کے کسی مرض کی وجہ سے جیسے بوجھ اٹھانے سے خروج منی ہو جائے تو وہ موجب غسل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۳/ ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۳/ ۶۴ھ

---

[1] الطحطاوی مع المراقی ص ۷۹ (مطبوعه مصر) فصل مايوجب الاغتسال.

[2] الطحطاوی مع المراقی ص ۷۹ (مطبوعه مصر) فصل مايوجب الاغتسال.

سوکر اٹھنے پر لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے؟

سوال:- ایک اردو کی کتاب میں ہے کہ سوکر اٹھنے پر اگر پیشاب کے مقام پر لیس دار معلوم ہو تو غسل واجب ہے اور دوسری کتاب میں ہے کہ شہوت کے خیال سے پیشاب کے شروع یا آخر میں لیس دار نکلنے سے غسل واجب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوکر اٹھنے پر جب ایسا لیس دار مادہ دیکھے تو غسل کرے[۱]، محض شہوت کے خیال سے بلا جوش اور دفق کے اگر کوئی مادہ پیشاب سے پہلے یا بعد میں نکلے تو غسل واجب نہیں[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا شراب موجب غسل ہے

سوال:- شراب پیکر وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ جب کہ نشہ نہ ہو، رات کو شراب پی تھی، صبح بغیر غسل کئے صرف وضو کر کے نماز پڑھی گئی تو آیا غسل ضروری ہے یا نہیں؟

الجوب حامداً ومصلیاً

شراب پینا حرام ہے[۳]، اس کے پینے والے پر حدیث شریف[۴] میں لعنت آئی ہے، اور

---

[۱] واما اذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن انه منى اوشك هل هو منى او مذى فكذلك يجب عليه الغسل فى هاتين الحالتين ايضا اجماعاً للاحتياط الخ حلبى كبير ص ۴۲ مطبوعه لاهور، فتاوى هنديه ص ۱۵ ج ۱ الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل.

[۲] اذا وجد الشهوة يدل عليه تعليله في التجنيس بان في حالة الا نتشار وجد الخروج والانفصال جميعا على وجه الدفق والشهوة وهٰذا يفيد اطلاق ماقدمنا من ان المنى الخارج بعد البول لايوجب الغسل اجماعا (البحر الرائق ص ۵۵ ج ۱) (مكتبه الماجديه كوئٹه) كتاب الطهارة، بحث الغسل. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

قرآنی حکومت ہوتو حد بھی جاری کرنے کا حکم ہے، تاہم اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، بلا غسل بھی وضو کر کے نماز درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ

آبدست سے غسل واجب نہیں

سوال:- حاجت ضروریہ سے فراغت کے بعد اسی مقام پر آب دست کرنے سے کیا غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حاجت ضروریہ سے فراغت کے بعد آبدست لینے سے غسل واجب نہیں ہوتا[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] واما ما هو حرام بالاجماع فهو الخمر والسكر من كل شراب (عالمگیری ص: ۴۱۰، ج: ۵، كتاب الاشربة)

[۴] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ اَلْخَمَرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَكْبَرُ الْكَبَائِر (الحديث) المعجم الكبير ص: ۱۳۲، ج: ۱۱، رقم الحديث ۱۱۳۷۲، مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت.

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شراب تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا، مشكوة شريف ص ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے (۱) اس کے نچوڑنے والے پر (۲) نچڑوانے والے پر (۳) پینے والے پر۔

(صفحہ ہٰذا) [۴] الموجبة للغسل وهی ثلاثة منها الجنابة، والايلاج فی احد السبيلين اذا تواترت الحشفة ومنها الحيض والنفاس (عالمگیری ص: ۱۴، ج: ۱، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

جلق مفسد صوم اور موجب غسل ہے یا نہیں؟

سوال:- جلق لگا یا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں نہیں لگی تو اس صورت میں صرف اعضائے تناسل دھو لینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسد صوم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا، اگر مذی نکلی ہے تو عضو کا دھو لینا اور وضو کر لینا کافی ہے، غسل واجب نہیں[1] نہ روزہ فاسد ہوا، اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہو گیا اور غسل بھی واجب[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ ۹/۱۷ ۸۵ھ

بغیر شہوت کے خروج منی سے غسل

سوال:- بیماری کی وجہ سے اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو مخصوص میں اِستادگی ہوتی ہو لیکن لذت اور مزہ محسوس نہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر

(گذشتہ کا بقیہ) الفصل الثالث فی الغسل)، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۷۶ فصل مایوجب الغسل، مطبوعہ مصری، شامی زکریا ص ۲۹۵ ج ۱ مطلب فی تحریر الصاع الخ۔

[2] واما الطهارة الكبرىٰ فهي الاغتسال وسببه خروج المنى بالاجماع بشهوه الخ حلبی کبیر ص ٤٠ (مطلب في طهارة الكبرى). مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زکریا ص ۲۹۵ ج ۱ كتاب الطهارة.

(صفحہ ہذا) [1] لا ای لایفرض الغسل عند مذی او ودی بل الوضوء منه الخ شامی نعمانیه ص:۱۱۱ ج ۱، وزکریا ص: ۳۰۴ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل.

[2] او استمنىٰ بكفه فانزل حتى لولم ينزل لم يفطر درمختار على الشامی زکریا ص: ۳۷۹، ج ۳، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد.

غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا، کیونکہ اِستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے، دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیزش اور ریزش موجب غسل نہیں جبکہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو[1] محض استادگی کو لذت وشہوت کہنا صحیح نہیں اسلئے کہ وہ تو اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کرلیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لوجامع ابن اربع سنین زوجة ابيه لاتثبت الحرمة الخ[2] اگر لذت اور اِستادگی ایک ہی چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴ ۸۵ھ

غسل جنابت کے بعد فرجِ عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا؟

سوال:- اگر مرد نے عورت سے خلوت کی پھر عورت نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلی، تو عورت کا غسل ہوا۔

---

[1] وفرض الغسل عند خروج منى من العضو منفصل عن مقره بشهوة اي لذة الخ درمختار علىٰ الشامى زكريا ص: ۲۹۶، ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب فى ابحاث الغسل، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۴ ج ۱ المعانى الموجبة للغسل، تاتارخانيه كراچى ص ۱۰۰ ج ۱ باب الغسل.

[2] شامى زكريا ص:۱۱۱ ج ٤، كتاب النكاح، فصل في المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت نے شوہر سے ہمبستری کے بعد جب غسل کرلیا، پھر مرد کی منی اس کی فرج سے نکلی تو اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا۔ **اغتسلت ثم خرج منها منی الزوج لایلزمها اعادة الغسل.** (کبیری ص: ۴۴)[1]

غسل میں فرجِ خارج کا دھونا ضروری ہے۔ **ویجب غسل فرج خارج لا داخل** (درمختار مختصراً ص:۱٤۱ ج ۱)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل میں عورتوں کی چوٹی کھولنا

سوال:- بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ غسل پاکیزگی کے لئے عورتوں کی چوٹی اگر گندھی ہوئی ہو تو اس کا کھولنا ضروری نہیں البتہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے پانی کا جڑوں میں پہنچنا چوٹی کھلے بغیر ممکن نہیں صحیح صورت حال یعنی مسئلہ کی توضیح کے سلسلے میں جناب کی توجہ چاہتا ہوں جوڑا بالوں کا بندھا ہو تو نماز پڑھ سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چوٹی گندھی ہوئی ہونے کی حالت میں بغیر کھولے بھی بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جانا ممکن بلکہ واقع ہے جیسا کہ بہت سی مستوارت کا مشاہدہ اور تجربہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ

---

[1] کبیری ص ۴۶، مطبوعه لاهور پاکستان، الطهارة الکبری، قبیل فرائض الغسل، شامی کراچی ص ۱۶۰ ج ۱ ابحاث الغسل، تاتارخانیه کراچی ص ۱۵۶ ج ۱ اسباب الغسل.

[2] الشامی نعمانیه ص ۱۰۵ ج ۱، درمختار زکریا ص ۲۸۵ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۸۱ فرائض الغسل، مطبوعه مصری، هندیه ص ۱۴ ج ۱ الفصل الاول فی فرائض الغسل، مطبوعه کوئٹه.

وسلم کا ارشاد بھی ہے[1] تاہم اگر کسی کی ایسی کیفیت ہو جیسی کہ آپ نے لکھی ہے تو اس کو کھولنا ضروری ہے کذافی مراقی الفلاح[2] جوڑا بالوں کا بندھا ہو تو نماز میں کراہت ہوگی۔[3]

عورت کو غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دے تو مسح کا حکم

سوال:- اگر کسی عورت کو غسل کرتے وقت سر پر پانی ڈالنے سے سر میں شدید درد ہو جاتا ہو تو ایسی حالت میں وہ مسح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ علاج کے لیے پیسہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل میں سر کا دھونا فرض ہے، اگر ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے تو گرم پانی سر پر ڈال لیں، تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں، بلکہ بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے، اگر مسلم ماہر طبیب

---

[1] عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّی اِمْرَأَةٌ اَشُدُّ ضُفَرَ رَأْسِی اَفَاَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا یَکْفِیْکِ اَنْ تَحْثِی عَلٰی رَأْسِکِ ثَلٰثَ حَثْیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْکِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِیْنَ رواه مسلم (مشکوة شریف ص ۴۸) باب الغسل (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند).

ترجمہ:- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ سر کی منڈھیاں بہت سخت باندھتی ہوں غسل جنابت کے لیے کیا انکو کھولوں فرمایا نہیں بس اتنا کافی ہے کہ سر پر تین چلو پانی ڈالے پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہائے۔

[2] اما ان کان شعرها ملبداً او غزیراً فلابد من نقضه (قوله واما ان کان شعرها الخ) بحیث یمنع ایصال الماء الی الاصول (طحطاوی علی المراقی ص ۸۲ مطبوعه مصر) قبیل فصل في سنن الغسل، شامی کراچی ص ۱۵۳ ج ۱ ابحاث الغسل، عالمگیری ص ۱۳ ج ۱ الباب الثانی فی الغسل، الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه.

[3] وعقص شعره للنهی عن کفه ولو بجمعه او ادخال اطرافه في اصوله الخ قال الشامی تحته والمراد به أن یجعله علی هامته ویشده بصمغ او أن یلف ذوائبه حول رأسه الی قوله وجمیع ذالک مکروه، شامی زکریا ص ۴۰۸ ج ۲، شامی کراچی ص ۶۴۲ ج ۱ کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها.

نے سر پر پانی ڈالنے کو منع کیا ہو یا بار بار کا تجربہ ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوگا اور دردِ سر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں سر پر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے، اسکی بھی گنجائش ہے کہ مسح کرلے، **ولو ضرها غسل رأسها تركته وقيل تمسحه اھ** (درمختار)[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل میں غرارہ کا حکم

سوال:- اگر کسی شخص کو نہانے کی حاجت ہو جائے اور وہ وضو اور غسل کر کے نماز پڑھے لیکن غرارہ نہ کرے تو کیا اس کی نماز اور غسل صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غرارہ کرنا غسل میں معتمد قول پر واجب نہیں لہٰذا صورت مسؤلہ میں فرض غسل ادا ہو گیا اگرچہ سنت ادا نہیں ہوئی اور نماز اس غسل سے صحیح ہے۔

قوله غسل الفم والانف اى بدون مبالغة فيهما فانها سنة فيه (اى في الغسل) على المعتمد (طحطاوى)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۱۱ ۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۴/ذی قعدہ ۵۴ھ

---

[1] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص: ۱۰۴ ج ۱، مطبوعه زكريا ص: ۲۸۷، ج: ۱، كتاب الطهارة، مطلب فى ابحاث الغسل، طحطاوى على المراقى ص ۸۲ فرائض الغسل، مطبوعه مصرى، عالمگيرى ص ۵ ج ۱ فرائض الوضوء، كوئٹه.

[2] طحطاوى على المراقى ص: ۸۱، (مطبوعه مصرى) فصل بيان فرائض الغسل، كتاب الطهارة.

غسل میں کلی بھول جائے تو کیا کرے

سوال: -غسل کرتے وقت اگر کلی کرنا بھول جائے جب یاد آجائے کرلینا مسائل کی کتاب میں لکھا ہے تو کیا جسم کے سوکھ جانے کپڑے وغیرہ پہننے کے بعد بھی کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واجب ادا کرتے ہوئے کلی کرنا یاد نہ رہا تو بدن خشک ہونے سے پہلے یا بعد میں جب بھی یاد آئے کلی کرلے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/ ۸۸ھ

ڈاڑھ میں چاندی بھرنا

سوال: -بعض مرتبہ ڈاڑھ میں کیڑا لگ جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے چاندی بھر دیتے ہیں تو غسل میں کوئی کمی تو نہیں واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کمی واقع نہیں ہوگی غسل صحیح ہوجائے گا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱ ۸۹ھ

---

[1] ولو ترکها ای ترک المضمضة او الاستنشاق او لمعة من ای موضع کان من البدن ناسیا فصلی ثم تذکر ذالک یتمضمض او یستنشق او یغسل اللمعة الخ کبیری ص:۴۸، (مطبوعه رحیمیه دیوبند) کتاب الطهارة واما فرائض الغسل فالمضمضه.

[2] رکن الغسل هو اسالة الماء علی جمیع مایمکن اسالته علیه من البدن من غیر حرج الخ، شامی زکریا ص ۲۸۴ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل.

ڈاڑھ میں مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم

سوال:-ایک شخص ہے اس کی ڈاڑھ کھوکھلی ہے، ڈاکٹر مسالہ بھرنے کو کہتا ہے جس کے نیچے ظاہر ہے غسل کے وقت پانی نہیں پہونچ سکتا، جب کہ کلی فرض ہے ڈاڑھ کا کھوکھلا پن بڑھتا جارہا ہے، تب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسالہ بھرنا ضروری ہے اور پھر اسکے نیچے پانی نہیں پہونچ سکتا تو بھی کلی کافی ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دانت پر خول!

سوال:-منھ میں سامنے کے دانتوں میں سے ایک کسی وجہ سے ڈاکٹر نے نکال دیا اور اس کے بدلے میں نقلی دانت لگوانے کا ارادہ ہے، یہ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں، ان میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت نکالا اور لگایا جاسکتا ہے مثال کے طور پر غسل کرتے وقت نکال کر غرارہ کرلیا جائے اور دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ساتھ والے دانت پر سونے یا دوسری دھات کا خول چڑھا دیا جاتا ہے اور اسی خول کے سہارے دوسرا نقلی دانت سیٹ کردیا جاتا ہے اس کے ساتھ چھوٹے مصالحہ کا پلاسٹک وغیرہ کا تانت چسپاں رہتا ہے بوقت ضرورت یہ نقلی دانت اور سونے وغیرہ کا خول جو حقیقی دانت پر چڑھا ہوتا ہے باہر نکالا نہیں جاسکتا ہے ایسی

---

[1] ولو كان سنه مجوفا فبقي فيه اوبين اسنانه طعام اودرن رطب في انفه تم غسله على الاصح (عالمگیری ص ۱۳ ج ۱) الباب الثاني في الغسل. مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۱۵۴ ج ۱ ابحاث الغسل.

حالت میں اگر غسل کیا جائے تو کیا غسل ہو جائے گا جب کہ ڈاکٹر مؤخر الذکر دانت کی قسم لگوانے کو بہتر بتاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس کو نکالا نہیں جا سکتا تو اس مجبوری کی حالت میں غسل درست ہو جائے گا[1] اگر خول سونے کا نہ ہو تو بہتر ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا

سوال:- احتلام وانزال کے بعد اگر کوئی شخص پیشاب نہ کرے اور صرف غسل کرے پھر بعد غسل پیشاب کرے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا جب کہ پیشاب میں منی معلوم نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳ ۸۸ھ

---

[1] يستفاد من قوله والصرام والصباغ مافي ظفر هما يمنع تمام الاغتسال قيل كل ذالك يجزيهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع (عالمگیری ص:۱۳، ج:۱) الباب الثاني في الغسل، تاتارخانيه ص ۱۵۲ ج ۱ مطبوعه كراچی، شامی زكريا ص ۲۸۴ ج ۱ مطلب فی ابحاث الغسل.

[2] ولاتشد الاسنان بالذهب وتشد بالفضة هدايه ص ۴۵۷ ج ۴، باب الكراهية. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] وفرض الغسل عند خروج منی منفصل عن مقره بشهوة الخ. درمختار على الشامي ص ۲۹۶ ج ۱، (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل.

سفر میں غسل جنابت!

سوال:- بکر ریل میں سفر کر رہا ہے اور اسے منزل مقصود پر پہونچنے کیلیے دو یا تین دن لگتے ہیں اگر اسکو دوران سفر غسل کی حاجت ہو جائے تو وہ کس طرح پاکی حاصل کر کے نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریل میں پانی بھی ہوتا ہے اور غسل کی بھی جگہ ہوتی ہے وہاں غسل کر لے غسل خانہ نہ ہو تو پہلے بیت الخلاء میں پانی بہا دے پھر غسل کر لے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منی نکلنے کے بعد کسی نے چاٹ لیا تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال:- کوئی شخص خدانخواستہ منی گراتا ہو تو جب گرنے لگے تو اس کو چاٹ لے تو کیا غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غسل واجب ہونے کے بعد وہ آدمی غسل کر کے فارغ ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بغیر شہوت کے منی گر گئی ہے تو کیا پھر غسل واجب ہوگا؟ یا یہ کہ کسی نے کسی عورت کے ساتھ جماع کیا پھر جب منی گرنے کا وقت آیا تو نکال کر خوب زور سے چاٹ لیا، تو کیا اس طرح کرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پر بھی غسل واجب ہوگا اگرچہ شہوت کے ختم ہونے کے بعد منی خارج ہوئی ہو، عورت

---

[1] ومن آدابه ... والجلوس فی مکان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل لوقوع الخلاف فی نجاسته ولانه مستقذر الخ شامی کراچی ص۱۲۷ ج۱ آداب الوضوء.

والتوضؤ فی موضع طاهر لان ماء الوضوء حرمة الخ عالمگیری ص۹ ج۱ الفصل الثالث فی المستحبات للوضوء و سننه کسنن الوضوء سوی الترتیب و آدابه کآدابه، شامی کراچی ص۱۰۶ ج۱ مطلب سنن الغسل.

سے جب جماع کیا تو محض دخول سے غسل واجب ہوگیا، منی اندر یا باہر خارج ہوئی ہو یا خارج نہ ہوئی ہو خروج منی کے بعد غسل کرلیا پھر بعد میں منی خارج ہو تو دوبارہ غسل واجب ہوگا،[1] منی کا چاٹنا کسی حال میں بھی درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برہنہ غسل کرنے والے کا اسی غسل سے نماز پڑھنا!

سوال:- ایک شخص برہنہ یا نیکر پہن کر چوراہے پر غسل کرتا ہے اور پھر اسی غسل والے وضوء سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس شخص کا وضو وغسل ونماز درست ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح سب کے سامنے نیکر پہن کر یا برہنہ ہوکر غسل کرنا گناہ ہے[3]، مگر فریضہ غسل ادا ہوجائے گا اور اس وضو غسل سے نماز درست ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فرض الغسل عند خروج المنی من العضو بشهوة فلو اغتسلت فخرج منها منی ان منيها اعادت الغسل و عند ايلاج حشفة آدمي، وان لم ينزل منياً بالاجماع (الدرالمختار على الشامی ملخصاً ص ۱۵۹ ج ۱، مطبوعه كراچی، مطلب في تحرير الصاع. كتاب الطهارة. لوجامع و اغتسل قبل ان يبول و صلى ثم سال بقية المنی فانه يعيد الغسل الخ تاتارخانيه ص ۱۵۶ ج ۱ باب الغسل، مطبوعه كراچی، عالمگيری ص ۱۴ ج ۱ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل، مطبوعه كوئٹه.

[2] ان منی كل حيوان نجس شامی كراچی ص ۳۱۳ ج ۱، باب الانجاس.

[3] عورته ما بين سرته حتى تجاوز ركبته، اذاراٰه مكشوف الفخذ انكرعليه بعنف ولايضربه ان لج (عالمگيری ص ۳۲۷ ج ۵، كتاب الكراهية، الباب الثانی فيما يحل للرجل النظر اليه الخ. قال ابن حجر وحاصل حكم من اغتسل عاريا أنه اِن كان بمحل خال لايراه احد ممن يحرم عليه نظرعورته حل له ذالک لكن الافضل التستر حياءً من الله تعالىٰ و اِن كان بحيث يراه احد يحرم عليه نظر عورته وجب عليه الستستر منه اجماعاً الخ مرقات ص ۳۲۹ ج ۱ باب الغسل، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم

سوال:-ایک شخص ہے جب کبھی وہ بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، رات میں ساتھ لیٹنے سے یا دن میں، ساتھ میں بولنے چالنے سے یا ہاتھ لگانے سے منی نکل جاتی ہے کیا اسکے بولنے سے نہانا واجب ہوجاتا ہے، ایک عورت ہے اسکو بھی دھات کا مرض ہے بغیر کسی مطلب اس کی منی نکل جاتی ہے کبھی زیادہ کبھی کم نکلتی ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی شہوت سے کود کر منی نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا، دھات کے آنے سے غسل واجب نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بدن دبوانے سے خروج مادہ اور وجوب غسل!

سوال:-زید اپنی زوجہ سے بدن دبواتا ہے اس حالت میں اعضائے تناسل منتشر ہو جاتا ہے اور پھر سفید گاڑھا پانی نکل آتا ہے، یا پیشاب کو چلا جائے تو اس وقت پیشاب سے پہلے نکلتا ہے تو کیا اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شہوت وانتشار ہو کر منی نکل آتی ہے جس کی علامت یہ ہیکہ اس میں دفق ہوتا ہے اور

---

[1] فرض الغسل عند خروج منی من العضو بشهوة (الدرالمختار علی هامش الشامی ص: ۱۵۹، ج: ۱، مطبوعه کراچی، شامی نعمانیه ص:۱۰۷، ج: ۱) کتاب الطهارة، مطلب فی ابحاث الغسل، اِلا اِذا علم أنه مذی أو شک أنه مذی أو ودی الی ماقال فلاغسل علیه اتفاقاً کالودی الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۶۲ ج ۱ کتاب الطهارة، ابحاث الغسل. عالمگیری ص ۱۵ ج ۱ الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث.

اس کی بعد عضو منکسر اور شہوت ختم ہو جاتی ہے اور وہ بد بودار ہوتی ہے،[1] تو اس کے خروج سے غسل لازم ہوتا ہے[2] اگر منی نہیں نکلتی تو غسل واجب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل کے وقت دعا پڑھنا

سوال:۔ ہمبستری کے بعد غسل کرتے وقت ناپاکی دور کرنے کے لیے کیا پڑھنا چاہیئے۔ کلمہ دین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کلمہ وغیرہ کچھ نہ پڑھا جائے چپ چاپ غسل کیا جائے، **ویستحب ان لایتکلم بکلام معه ولو دعاء لانه في مصب الاقذار اھ (مراقی الفلاح)**[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۲۱/۲/۵۷ھ

---

[1] المنی حاثر ابیض ینکسر منه الذکر هدایه ص ۳۳ ج ۱. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. المحیط البرهانی ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل الثالث فی الغسل، مطبوعه ڈابهیل.

[2] والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة (هدایه ص: ۳۱، ج: ۱). فصل فی الغسل. شامی کراچی ص ۱۵۹ ج ۱ باب الغسل، زیلعی ص ۶۵ ج ۱ دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ص ۸۴. (مطبوعه مصری) کتاب الطهارة، فصل في آداب الاغتسال. حلبی کبیری ص ۵۱ سنة الغسل، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری ص ۱۴ ج ۱ مطبوعه کوئٹه، الفصل الثانی فی سنن الغسل.

زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے؟

سوال:- زید نے ہندہ سے زنا کیا ہے، کیا جنابت ظاہری ایک مرتبہ غسل کرنے سے دور ہو جائے گی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ غسل کرنا ہوگا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مرتبہ غسل کرنے سے ہر قسم کی جنابت ختم ہو کر شرعی طہارت حاصل ہو جاتی ہے خواہ احتلام سے جنابت ہوئی ہو خواہ وطئ حلال سے خواہ وطئ حرام سے یا کسی اور طرح سے، یہ غلط ہے کہ زنا کے بعد چالیس مرتبہ غسل کرنے سے قبل طہارت حاصل نہیں ہوتی اور جنابت زائل نہیں ہوتی اگرچہ زنا کا گناہ گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک صدق دل سے توبہ کر کے گناہ معاف نہ کرالے اس کو طہارت ہی حاصل نہ ہو لیکن ظاہراً شریعت نے اس کی پابندی نہیں کی بلکہ ایک دفعہ غسل کرنے سے طہارت کا حکم دیدیا کما هو في كتب الفقه[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳ ۸۹ھ

کیا چند بار جماع کر کے ایک غسل کافی ہے؟

سوال:- غسل جنابت ایک بار جماع کرنے سے ایک بار ہی کرنا چاہئے یا چند بار جماع کر کے ایک ہی غسل کافی ہے۔

---

[1] وفرض الغسل عند ايلاج حشفة آدمي أو ايلاج قدرها من مقطوعها في احد سبيلي آدمي حتى يجامع مثله عليهما اي الفاعل والمفعول الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۲۹۸ ج ۱، **كتاب الطهارة**، مطلب في ابحاث الغسل. المحيط البرهانى ص۲۲۷ ج ۱ الفصل الثالث فى الغسل، مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل، مجمع الانهر ص ۳۹ ج ۱ كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ ہر جماع کے بعد مستقلاً غسل کیا جائے[۱] اگر چہ چند مرتبہ جماع کے بعد ایک ہی غسل پر کفایت کرے تب بھی درست ہے[۲] لیکن اپنے عضو کو پاک کرلے ناپاک عضو سے جماع نہ کرے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا

سوال:-غسل خانہ میں یا ایسی پوشیدہ جگہ پر جہاں کسی کی نظر نہ پڑ سکے ننگے بدن نہانا

---

[۱] عَنْ أَبِي رَافِعٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى نِسَائِهٖ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ وَعِنْدَ هٰذِهٖ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَلاَ تَجْعَلَهٗ غُسْلاً وَاحِداً قَالَ هٰذَا اَزْكٰى وَاَطْيَبُ قَالَ النَّوَوِي والحديث يدل على استحباب الغسل قبل المعاودة ولاخلاف فيه (بذل المجهود ص ۱۸۳-۱۸۴ ج ۲، مطبوعه مصری، باب الوضوء لمن اراد ان يعود.

ترجمہ:-حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک ہی شب میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما سے ملاقات فرمائی اور ہر ایک کے لیے غسل فرماتے تھے میں نے عرض کیا ایک ہی غسل کیوں نہیں فرمالیتے ارشاد فرمایا یہ زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

[۲] عن انس ان رسول اللّٰه ﷺ طاف ذات يوم على نسائه في غسل واحد (ابوداؤد شريف ص ۲۹، ج ۱) (مطبوعہ مطبوعہ رشیدیہ دہلی) كتاط الطهارة، باب فى الجنب يعود.

[۳] واقله غسل الفرج للمعاودة مع انه انشط كماورد (اوجز المسالک ص ۳۰۹ ج ۱) (مطبوعه امداديه مكه مكرمه) جامع غسل الجنابة.

قلت ظاهر كلام الشامى انه يجب غسل الذكر عند المعاودة اذ قال ان الوطى بالذكر النجس لايجوز وانت خبيربانه يتنجس في الوطى الاول (هامش بذل المجهود ص: ۱۸۳، ج ۲). مطبوعه سهارنپور ص؛ ۱۳۴، ج: ۱، باب الوضوء لمن اراد ان يعود، عالمگیری ص ۱۶ ج ۱ الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل، مطبوعه كوئٹه، حلبى كبيرى ص ۵۶، سنن الغسل سهيل اكيڈمى لاهور.

کیسا ہے؟ جائز ہے یانہیں؟ یہاں پر ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ غسل خانہ میں بھی ننگے ہوکر نہانا مکروہ تحریمی ہے، ان کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یانہیں؟ براہ کرم بوضاحت بحوالہ کتب معتبرہ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی پردہ کی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے برہنہ ہوکر بھی غسل کرنا درست ہے مکروہ تحریمی نہیں۔ اٰدابُ الاغتسال هی اٰدابُ الوضوء الاانه لایستقبل القبلة حال اغتساله لانه تکون غالباً مع کشف العورة ویستحب ان یغتسل بمکان لایراه فیه احد لایحل له النظر لعورته لاحتمال ظهورهافي حال الغسل او لبس الثیاب اهـ (مراقی الفلاح ص:۵۷)[1]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برہنہ غسل پھر وہیں وضو

سوال:- (الف) زید غسل خانہ میں برہنہ غسل کیا کرتا ہے اور برہنہ حالت کی وجہ سے غسل کرکے کپڑا بدل کر غسل کا وضو کرتا ہے، درست ہے کہ نہیں؟

(ب) جب کپڑے کے ساتھ غسل کرتا ہے تو کپڑے کی ناپاکی صاف کرکے غسل کا وضو کیا کرتا ہے غسل درست ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا درست ہے[2] اور اسی وقت وضو بھی کرلیا جائے، پھر

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ص ۸۴ (مطبوعه مصر) فصل في آداب الاغتسال. شامی کراچی ص ۴۰۴ ج ۱ کتاب الصلوٰة، مطلب فی ستر العورة. حلبی کبیری ص ۵۱ سنة الغسل، سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وقیل یجوز ان یتجرد للغسل الخ حلبی کبیر ص ۵۱ (مطبوعہ سہیل لاہور) سنن الغسل،

کپڑے بدل کر وضو کی ضرورت نہیں[1]۔

(ب) کپڑے پہ ناپاکی لگی ہو تو اوّل اس کو پاک کرلے، پھر چاہے تو اس کو باندھ کر وضو اور غسل کرلے، شبہ کی ضرورت نہیں اور چاہے تو کپڑے کو علیحدہ کرکے پاک کرلے اور پردہ کی جگہ برہنہ وضو وغسل کرکے پھر کپڑے پہن لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱ ۸۹ھ

کیا غسل میں ناک میں پانی دینا فرض ہے؟

سوال:- کسی کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پہلے پیشاب کیا، پھر اسکے بعد نجاست پاک کی، پھر اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی پھر تمام بدن پر پانی بہائے، اس کے بعد اس نے نماز صبح وظہر وعصر ومغرب وعشاء پڑھی، تو کیا یہ نماز اس کی ہوگئی؟ نیز کیا غیر غسل جنابت کے ہر غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا فرض یا واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناک میں پانی دینا غسلِ جنابت میں فرض ہے[2]، بغیر اسکے غسل نہیں ہوگا اور بغیر غسل کے نماز نہیں ہوگی، غسل جنابت کے علاوہ اور کسی غسل میں پانی دینا فرض نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲ ۹۵ھ

(صفحہ گذشتہ) طحطاوي على المراقى ص ۸۴، مطبوعه مصرى، كتاب الطهارة، فصل فى آداب الاغتسال. شامى كراچى ص ۴۰۴ ج ۱ كتاب الصلوٰة، مطلب فى ستره العورة.

[1] لوتوضأ اولاً لايأتى به ثانياً لانه لايستحب و ضو ان للغسل اتفاقاً الخ، شامى كراچى ص ۱۵۸ ج ۱ سنن الغسل.

[2] فرض الغسل غسل فمه وانفه وبدنه، البحر الرائق ص: ۴۵، ج: ۱، (مكتبه الماجديه كوئٹه) كتاب الطهارة، بحث الغسل. المحيط البرهانى ص ۲۲۵ ج ۱ الفصل الثالث فى الغسل. شامى كراچى ص ۱۵۱ ج ۱ مطلب فى ابحاث الغسل.

ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم

سوال:- ڈلی کا ٹکڑا اگر دانتوں میں اٹک جائے تو غسل جنابت ہوگا یا نہیں؟ اور وضو اس صورت میں مکروہ تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس ریزہ کے باوجود پانی پہونچ جاتا ہے تو غسل جنابت درست ہوجاتا ہے[1]، اور وضو میں بھی کراہت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسلِ جنابت میں مصنوعی دانتوں کا حکم

سوال:- زید نے اپنے جبڑے کے دانت بنوائے، ان مصنوعی دانتوں کے چڑھنے سے غسل وغیرہ کے کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ یعنی غسل کرنے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مفصل جواب سے مستفید فرمائیں، بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

مصنوعی دانتوں کو اتار کر غسلِ جنابت کے لیے کلی وغیرہ کی جائے، ہاں اگر اس طرح چڑھے ہوئے ہوں کہ ان کا اتارنا دشوار ہو تو بغیر اتارے بھی کافی ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو كان سنه مجوفا فبقى فيه او بين اسنانه طعام او درن رطب في انفه تم غسله على الاصح (الهندية ص:۱۳، ج:۱) كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الاول (مطبوعه كوئٹه)، درمختار على الشامى كراچى ص ۱۵۴ ج ۱ ابحاث الغسل، حلبى كبيرى ص ۴۹ فرائض الغسل، سهيل اكيڈمى لاهور.

غسل اور استنجے کے لئے پانی کی مقدار

سوال: -غسل فرض کیلئے کتنا پانی ہونا ضروری ہے؟ نیز استنجے کیلئے کتنا پانی ہونا ضروری ہے؟ اگر صرف تین ڈھیلوں سے استنجاء کرلیا تو بغیر پانی سے دھوئے نماز پڑھ لے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آدمی چھوٹا بڑا موٹا دُبلا ہوگا اس کے اندازہ سے پانی کی ضرورت ہوگی، سب کیلئے ایک مقدار کی لازمی تحدید نہیں[1] اگر نجاست محل مخرج کے آس پاس ایک درہم کی مقدار نہ لگی ہو اور صرف ڈھیلے پر کفایت کی ہو تب بھی نماز درست ہو جائے گی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴ ۹۱ھ

(صفحہ گذشتہ) ۲ یستفاد من قوله والصرام والصباغ مافي ظفرهما يمنع الاغتسال قيل كل ذلک يجزيهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع (الهندية ص:۱۳، ج:۱) الباب الثاني في الغسل. ركن الغسل وهواسالة الماء علىٰ جميع ما يمكن اسالته عليه من البدن من غير حرج الخ شامی زکریا ص:۲۸۴، ج:۱، كتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل.

۱ نقل غير واحد اجماع المسلمين على ان مايجزى في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار الخ شامی زکریا ص:۲۹۴، ج:۱، كتاب الطهارة، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل.

۲ لايجب الغسل بالماء الا اذا تجاوز ما على نفس المخرج وماحوله من موضع الشرج وكان المجاوز اكثر من قدر الدرهم شامی زکریا ص:۵۵۰، ج:۱، كتاب الطهارة، باب الانجاس، فصل في الاستنجاء. البحر ص ۵۲ ج ۱ سنن الغسل، مطبوعه الماجديه كوئٹه. عالمگیری ص ۱۶ ج ۱ قبيل الباب الثالث فى المياه، مطبوعه كوئٹه.

تنگیٔ وقت کی وجہ سے بلا غسل نماز پڑھنا

سوال:- (۱) اگر کسی کو احتلام ہو جائے اگر وہ غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہو جاتی ہے، کیا وہ استنجاء پاک کر کے نماز ادا کر لے اور بعد میں غسل کر لے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

۲- اگر رات کو ہمبستری سے فارغ ہو کر اپنے جسم کی نجاست شدہ حصہ کو پانی سے دھو لے اور صبح کو استنجاء کر کے نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے نماز ادا کر لے اور پھر غسل کر لے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

۳- اور احتلام کی صورت میں صبح کو غسل کا خیال نہ رہا، نمازِ صبح ادا کر لی، پھر خیال آیا کہ غسل کرنا تھا پھر غسل کیا تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) غسل ضروری ہے[۱] وقت تنگ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کر کے استنجاء پر کفایت کرنا جائز نہیں[۲] اس سے نماز نہیں ہوگی۔

۲- اس کا جواب ۱ر میں آ گیا۔

۳- اس کی نماز نہیں ہوئی اس کا اعادہ ضروری ہے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[۱] وفرض الغسل عند خروج منی من العضو الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۶، ج: ۱، کتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل.

[۲] لایتیمم لفوت جمعة ووقت ولو وتراً لفواتها الی بدل الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۱۳، ج ۱، کتاب الطهارة، باب التیمم.

[۳] وجد فی ثوبه منیا او بولاً او دماً أعاد من آخر احتلام الخ درمختار علی الشامی کراچی ص ۲۱۹ ج ۱ فصل فی البئر، البحرالرائق ص ۱۲۵ ج ۱ فروع قبیل قوله و العرق کالسؤر، کتاب الطهارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

غسل میں آنکھ بند کرنا!

سوال:- کیا غسل کے اندر آنکھ کے اندرونی حصہ میں بھی پانی کا آنکھیں کھول کر پہونچانا ضروری ہے یا آنکھ بند کر کے بھی چہرہ دھویا جائے تو کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی پہونچانا ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل خانہ میں پیشاب

سوال:- ایک بڑی مسجد ہے اس میں بیت الخلاء اور پیشاب خانہ بنا ہوا نہیں ہے غسل خانہ پختہ ہے نالیوں سے نالی ملی ہوئی ہے، کبھی کبھی تبلیغی جماعت کا آنا ہوتا ہے مسافر بھی آتے ہیں اس لئے اگر وہ ان میں پیشاب کریں اور پانی بہادیں تو کیا یہ صورت جائز ہے، کیا اس غسل خانہ میں پیشاب کرنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ویکرہ فی محل التوضوء لانہ یورث الوسوسۃ (مراقی الفلاح) لقولہ علیہ السلام لایَبُولَنَّ اَحَدُکُمْ فِي مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ أَوْ یَتَوَضَّأَ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسَوَاسِ مِنْهُ

قال ابن ملک لان ذالک الموضع یصیر نجسا فیقع فی قلبہ وسوسۃ بانہ ھل اصابہ منہ رشاس ام لا حتی لو کان بحیث لایعود منہ رشاس کان فیہ منفذ

---

[1] فیجب غسل المیاقی لاغسل باطن العینین الدر المختار علی ردالمحتار ص:۶۶، ج:۱، (مطبوعہ نعمانیہ) کتاب الطھارۃ، مطلب فی معنی الاشتقاق وتقسیمہ الیٰ ثلاثۃ اقسام. عالمگیری ص۱۳ ج۱ الفصل الاول فی فرائض الغسل، مطبوعہ کوئٹہ.

بحیث لایثبت فیه شيء من البول لم یکره البول فیه. (طحطاوی ص: ۳۰)[۱]

وضواور غسل کی جگہ پیشاب کرنا مکروہ ہے لیکن اگر غسل خانہ میں پانی نکلنے کی نالی ہے اور پیشاب کے بعد فوراً پانی بہادیا جائے اور پیشاب کا اثر باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں تاہم وہاں پیشاب کرنے سے احتیاط بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے!

سوال:- آج کل جب کہ غسل خانوں میں پردہ کا انتظام رہا کرتا ہے لنگی پہن کر غسل کرنا اولیٰ ہے یا لنگی نکال کر اور وہ غسل خانہ جس میں چھت نہ ہو اس میں ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل خانہ پر چھت ہو یا نہ ہو جب کسی آدمی کی نظر اندر نہیں پہونچتی تو وہاں بغیر لنگی کے بھی غسل کرنا درست ہے حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔[۲] لنگی پہنے ہوئے غسل کرنا احوط ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] طحطاوی مع المراقی ص: ۴۲، فصل فیما یجوز به الاستنجاء. شامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۱ فصل فی الاستنجاء. مجمع الانهر ص ۱۰۱ ج ۱ قبیل کتاب الصلوٰة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] قال السندی في هامش البخاري من حدیث ام هانی اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ قَالَ لَهَا فِي حَالِ اِغْتِسَالِهٖ مَرْحَباً بِاُمِّ هَانِیْ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَکَانَ کَاشِفاً لِعَورَتِهٖ بدلیل انها وجدت فاطمة تستره فتنبه (تقریرات رافعی علی الشامی ص: ۲۱، ج: ۱) قبیل باب المیاه، مطبوعه کراچی.

[۳] قال ابن حجر و حاصل حکم من اغتسل عاریا أنه اِن کان بمحل خال لایراه احد ممن یحرم علیه نظر عرته حل له ذالک لکن الأفضل التستر الخ مرقات ص ۳۲۹ ج ۱ باب الغسل، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

کیا غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے

سوال:- غسل جنابت کی حالت میں غسل کرتے وقت وضو سے پہلے بھی غسل کیا جا سکتا ہے اور پھر غسل سے فراغت پانے کے بعد وضو کیا جاتا ہے یا کہ ہر حالت میں غسل کرنے سے پہلے ہی وضو کر لینا لازم ہے، اگر زید نے وضو کرنے کے بعد غسل کرنا شروع کیا اور غسل سے فراغت سے پہلے ہی بوجہ اخراج ریح اس کا وضو ٹوٹ گیا اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے دوبارہ وضو کرے اور اس کے بعد از سر نو غسل کرے یا وہ پہلے پورا غسل کرے اور اس کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے۔

۲- زید علی الصباح غسل کرنے کی نیت سے اپنے مکان کے ساتھ ملحق غسل خانہ میں داخل ہوا غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہ بحالت عریانی اپنے کمرے میں داخل ہوا اور پھر وہاں پر کپڑے پہن کر نماز ادا کی کیا اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹا جب کہ مکان کے کسی افراد کی نظر اس پر نہ پڑی ہو کیونکہ وہ سب اس وقت اپنے اپنے کمروں میں نیند کی حالت میں تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر غسل کرے[۱]، وضو کے بعد اگر خروج ریح ہو جائے پھر غسل میں اعضاء وضو پر پانی بہا دیا جائے تب بھی کافی ہے جداگانہ وضو کی ضرورت نہیں۔

۲- اس کا وضو نہیں ٹوٹا اتفاقاً اگر کسی کی نظر پڑ بھی جاتی تب بھی وضو نہ ٹوٹتا۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یتوضأ وضوئه للصلاة ثم يفيض على راسه وسائر جسده ثلاثاً (عالمگیری ص۱۴ ج۱) الفصل الثاني في سنن الغسل. مطبوعه كوئٹه. البحرالرائق ص ۴۹-۵۰ ج ۱ سنن الغسل، مطبوعه الماجديه كوئٹه. النهر الفائق ص ۶۲ ج ۱ سنن الغسل، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] ستر کھلنا نواقض وضو نہیں راجع نواقض الوضوء، فتاوی دارالعلوم ص۱۳۵ ج۱، نواقض وضو۔

غسل خانہ میں برہنہ دعائیں پڑھے یا نہیں!

سوال:- غسل خانہ میں وضو کرتے وقت دعاؤں کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

برہنگی کی حالت میں نہ پڑھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل جمعہ وعید شب میں

سوال:- اگر کوئی شخص غسل جمعہ اور غسل عید شب میں کرلے تو کافی ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شب جمعہ اور شب عیدین میں غسل کرلیا جائے تب بھی کافی ہے، کہ اصل مقصود قطع رائحہ حاصل ہے، (کذافی مراقی الفلاح[2]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویستحب أن لایتکلم بکلام معه ولو دعاء الخ، طحطاوي علی مراقي ص:۸۴، (مصر) فصل فی آداب الاغتسال. شامی کراچی ص۱۵۶ ج ۱، مطلب فی ابحاث الغسل، سنن الغسل.

[2] لو اغتسل یوم الخمیس او لیلة الجمعة استن بالسنة لحصول المقصود وهو قطع الرائحة (مراقی الفلاح، ص:۱۷، فصل یستحب الاغتسال لاربعة اشیاء)، شامی زکریا ص۳۰۹ ج ۱ کتاب **الطهارة** قبیل مطلب یوم عرفة افضل من یوم الجمعة. عالمگیری ص۱۶ ج ۱ قبیل الباب الثالث فی المیاه.

دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہوسکتا؟

سوال:- میں نے ایک مسلم دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر لی، اب شرمندہ ہوں، سنا ہے کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے والا کبھی پاک نہیں ہوتا، نہ نماز روزہ کے قابل رہتا ہے، کیا لوگوں کی بات درست ہے، آدمی پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور پاکی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دھوبن کی لڑکی ہو یا کسی اور کی جب تک شریعت کے موافق اس سے نکاح نہ ہوجائے اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور زنا کاری ہے، کبیرہ گناہ ہے[۱] سچے دل سے نادم ہوکر توبہ کرنا ضروری ہے[۲] غسل کرنے سے آدمی پاک ہوجاتا ہے خواہ کہیں بھی اس نے برا کام کیا ہو یہ کہنا کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے کی وجہ سے آدمی زندگی بھر پاک نہیں ہوتا اور نماز روزہ کے قابل نہیں رہتا بالکل غلط ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الزِنَا ذَنْبٌ كَبِيْرٌ الخ مرقاة شرح مشكوة ص۱۰۳، ج۱، باب الكبائر، شرح العقيدة الطحاوية لابى العز الدمشقى ص۵۲۶ ج۲ اختلاف العلماء فى تحديد الكبيرة، دار الفكر بيروت.

[۲] وفيما بين وبين الله يرتفع بمجرد التوبة الخ طحطاوى على المراقى ص۵۴۷ باب مايفسد الصوم وتجب الكفارة، مطبوعه مصرى.

[۳] وخصوه بغسل البدن من جنابة ونفاس، والجنابة صفة تحصل بخروج المنى بشهوة يقال أجنب الرجل اذا قضى شهوته بالمرأة الخ طحطاوى على المراقى ص۷۶ فصل مايوجب الاغتسال، مطبوعه مصرى.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : جنبی کے احکام

حالت جنابت کا پسینہ

سوال:- حالت جنابت کا پسینہ اگر کپڑوں کو لگ جائے تو ان سے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نجاست حقیقیہ کے ساتھ مخلوط نہ ہو تو درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنبی پر وضو لازم نہیں

سوال:- ایک آدمی جنبی ہے اور غسل کیلئے پانی کافی نہیں اور وضو کے لئے پانی کافی ہے، تو وضو کر کے تیمّم کرے یا وضو کی ضرورت نہیں؟

---

[1] فسؤر آدمی ولو جنباً او کافرا طاهر وقال بعد اوراق وحکم عرق کسؤر الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۸۱ تا ۳۸۹ ج ۱، کتاب الطهارة، فصل في البئر، مطلب في السؤر. عالمگیری ص ۲۳ ج ۱ الفصل الثانی فیمالایجوز التوضؤ و مما یتصل بذالک مسائل مجمع الانهر ص ۵۵ ج ۱ کتاب الطهارة فصل تنزح البئر. دارالکتب العلمیه بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حالت میں اسکے ذمہ وضو واجب نہیں تیمّم کافی ہے۔ (کذا فی[1] درمختار ص:۳۹، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۱۱ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲/ذی الحجہ ۵۷ھ

دوبارہ جماع کرنا بلا غسل عضو

سوال:- هل يجوز الوطى مرة بعد اخرىٰ بلاغسل ذكر احدهما او كليهما وانما قال الشامي وعندنا كذالک، يشعر منه انه حرام عندنا كمذهب الشافعي رحمه اللّٰه ويحرم من غيره يكره ما الفتوى في هذا، وما قال مشائخنا في هذا بينوا بياناً شافياً وتوجروا اجراً جميلا.

الجواب حامداً ومصلیاً

لم يظهر ما اراد السائل بهذا السوال ان اراد ان المرأ اذا جامع امرأته فهل يجوز له الجماع بعده من غير غسله ذكره وغسلها فرجها ام لا يجوز فاين قال الشامي انه حرام عند الشافعي رحمه اللّٰه و عندنا كذالک واين قال غيره انه مكروه، فليحرر عبارات الشامي وغيرها بتسمية الكتاب وبتعيين الباب والصفحة والمطبع بالفاظها.

ان كان المراد بقول الشامي[2] عبارته التى ذكرها في ردالمحتار في كتاب

---

[1] وفي القهستاني اذا كان للجنب ماء يكفى لبعض اعضائه او للوضوء تيمم ولم يجب عليه صرفه اليه (الدرالمختار مع الشامي نعمانيه ص:۱۵۵، ج:۱، مطبوعه زكريا ص:۳۹۵، ج:۱) كتاب الطهارة، باب التيمم. عالمگيرى ص ۳۰ ج ۱ الفصل الثالث فى المتفرقات، كتاب الطهارة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الطهارة تحت (مطلب في حكم وطى المستحاضة ومن بذكره نجاسة) بعنوان "تنبيه" افتى بعض الشافعية بحرمة جماع من تنجس ذكره قبل غسله الا اذا كان به سلس فيحل كوطئ المستحاضة مع الجريان ويظهر انه عندنا كذالک فالظاهر ان المراد بتنجيس الذكر تنجسه بغير المنى والمنى عند الشافعية طاهر، وان كان مراد الشامى رحمه اللّٰه تنجسه بالمنى على سبيل التنزل ولو كان بعيداً جداً فهو رأيه واجتهاده وهو ليس بمحرم بل المحرم النص القطعى ومافي معناه.

وان كان المراد بقول الشامى رحمه اللّٰه عبارة اخرىٰ فليحرر. وقالت الفقهاء ان اراد الجنب معاودة اهله فالمستحب ان يتوضأ والا فلا بأس به فالظاهر ان غسل الذكر ايضاً مستحب قال في الهندية[1] في اٰخر الباب الثاني من الطهارة ولابأس للجنب ان ينام ويعاود اهله قبل ان يتوضأ وان توضأ فحسن كذا في القنية ص۵۴،(وكذا في الخلاصة[2] ص:۴۷) وقال في الاوجز[3] قلت لكن مقتضى عباراتهم ان الوضوء للنائم اٰكد من الوضوء للأكل بل كلام بعضهم كالباجى والطحاوي وغيرهم يشير الى عدم الاستحباب في الاكل فالظاهر ان تأكده في النوم اشد منه في الاكل، بوب الشيخ ابن تيمية رحمه اللّٰه في منتقى الاخبار استحباب الوضوء لمن أراد النوم ثم ذكر بعده باب تأكيد ذلک للجنب واستحباب الوضوء له لاجل الأكل والشرب والمعاودة وهذا نص في ان

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ الشامى نعمانيه ص۱۹۸ ج۱، شامى زكريا ص۴۹۵ ج۱، كتاب الطهارة، مطلب في حكم وطى المستحاضة الخ.

(صفحہ ہذا) ۱ هنديه ص۱۶، ج۱، (مطبوعه كوئٹه) كتاب الطهارة، الباب الثاني، الفصل الثالث.

۲ ولاباس للجنب ان ينام او يعاود الى اهله (خلاصة الفتاوى ص۴۷ ج۱) الفصل الثانى فى الغسل.

۳ اوجز المسالک ص ۲۹۱ ج۱، (مطبوعه امداديه مكه مكرمه) كتاب الطهارة، باب وضوء الجنب اذا أراد ان ينام اويطعم قبل ان يغتسل.

الوضوء للنوم اکد منه لهؤلآء الثلث، وقال في البدائع[1] ولا بأس للجنب ان ينام ويعاود اهله لماروى عِنْ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَيَنَامُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ وُضُوئَهٗ لِلصَّلَاةِ وَلَهٗ اَن يَّنَامَ قَبْلَ اَن يَّتَوَضَّأَ وُضُوئَهٗ لِلصَّلَاةِ لِمَا رُوِىَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ مَنْ غَيْرِ اَن يَّمُسَّ مَاءَ الخ فعلم من لفظ من غير ان يمس ماء انه ﷺ نام بغير مس الماء لامسه للوضوء ولالغيره، في أوجزالمسالک[2] ص:۱۲۳، قال يحيىٰ سئل مالک عن رجل له نسوة زوجات وجوارجمع جارية اي اماء هل يطأهن جميعاً قبل ان يغتسل فقال لابأس اي: يجوز بالاتفاق بان يصيب الرجل جاريته او جواريه قبل ان يغتسل الا انه يستحب الوضوء واقله غسل الفرج للمعاودة مع انه انشط كما ورد انتهىٰ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

ترجمہ سوال وجواب

سوال :- کیا ایک یا دونوں کی شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا جائز ہے اور بس شامی نے کہا ہے وعندنا کذالک ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے مذہب شافعی رحمہ اللہ کے مثل جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک مکروہ ہے اس میں فتوی کیا ہے؟ اور ہمارے مشائخ نے اس میں کیا فرمایا ہے۔

جواب :- اس سوال سے سائل کی کیا مراد ہے ظاہر نہیں ہوئی، اگر یہ مراد ہے کہ مرد جب اپنی عورت سے جماع کرلے تو کیا اس کے لئے اس کے بعد مرد کے ذکر کو دھوئے بغیر اور عورت کے اپنی شرمگاہ کو دھوئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے یا جائز نہیں؟ پس شامی نے کہاں کہا ہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے اور ان کے غیر نے کہاں کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ شامی وغیرہ کی عبارات، کتاب کے نام، باب، صفحہ مطبع کی تعیین کے ساتھ بالفاظہا تحریر کی جائیں۔

---

[1] بدائع ص ۳۸ ج ۱، (مطبوعه كراچی) كتاب الطهارة، فصل في الغسل، قبيل فصل في تفسير الحيض والنفاس الخ.

[2] اوجز المسالک ص ۱۰۹ ج ۱، (مطبوعه امداديه مكه مكرمه) كتاب الطهارة، جامع غسل الجنابة.

اگر شامی کے قول سے مراد ان کی وہ عبارت ہے جس کو انہوں نے ردالمحتار میں کتاب الطہارۃ میں ''مطلب في حكم وطی المستحاضة ومن بذكره نجاسة'' کے تحت تنبیہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے بعض شافعیہ رحمہ اللہ نے اس شخص کے جماع کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے جس کا ذکر نجس ہو اس کے دھونے سے قبل مگر جب کہ اس کو سلسل بول ہو مثل وطی مستحاضہ کے جریان (دم استحاضہ) کے ساتھ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کے نجس ہونے سے مراد غیر منی کے ساتھ نجس ہونا مراد ہے اس لئے کہ منی شافعیہ کے نزدیک طاہر ہے اور اگر شامی کی مراد علیٰ سبیل التنزل منی سے نجس ہونا ہو اگر چہ یہ بہت بعید ہے تو یہ ان کی رائے اور ان کا اجتہاد ہے، جو محرّم نہیں، محرّم تو نص قطعی ہوتی ہے یا وہ جو اسکے ہم معنی ہو۔

اور اگر شامی کے قول سے مراد کوئی دوسری عبارت ہے تو اس کو تحریر کیا جائے اور فقہاء نے فرمایا ہے۔ اگر جنبی اپنی بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ وضو کر لے ورنہ کوئی حرج نہیں، پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کا دھونا بھی مستحب ہے، ہندیہ میں طہارت کے باب ثانی کے آخر میں فرمایا ہے اور جنبی کے لئے وضو کرنے سے قبل سونے اور دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وضو کر لے تو حسن ہے قنیہ ص ۵۴ر میں اسی طرح ہے اور خلاصہ ص ۴۷ر میں بھی اسی طرح ہے اور اوجز میں فرمایا ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی (فقہاء کی) عبارت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نائم کے لئے وضو آکل کی وضو سے زیادہ مؤکد ہے بلکہ ان میں سے بعض مثل باجی وطحاوي وغیرہم کا کلام اکل میں عدم استحباب کی طرف اشارہ کرتا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ اکل کے بالمقابل نوم میں زیادہ مؤکد ہے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منتقی الاخبار میں استحباب الوضو لمن اراد النوم باب قائم کیا ہے پھر اس کے بعد باب تاکید ذالک للجنب واستحباب الوضو لاجل الوضو والشرب والمعاودۃ قائم کیا ہے اور یہ اس میں نص ہے کہ نوم کیلئے وضو ان تینوں کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے اور بدائع ص: ۲۸، ج: ۱، میں فرمایا ہے جنبی کے لئے سونے اور بیوی سے دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں سوسکتا ہے ارشاد فرمایا، ہاں اور نماز کے وضو جیسا وضو کر لے اور اس کو وضو سے قبل بھی سونا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ جنبی ہونے کی حالت میں پانی چھوئے بغیر سو جاتے تھے الخ پانی کو چھوئے بغیر کے لفظ سے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ سو گئے پانی چھوئے بغیر نہ وضو کے لئے چھوا نہ اس کے غیر کے لئے، اوجز المسالک ص: ۱۲۳، ج: ۱، میں ہے یحییٰ رحمہ اللہ نے بیان کیا امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس کے لئے کئی بیویاں اور باندیاں ہیں آیا وہ سب سے وطی کر سکتا ہے غسل کرنے سے قبل، فرمایا، کچھ حرج نہیں۔ یعنی بالاتفاق جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی یا باندیوں سے ملاقات کرے غسل کرنے سے قبل مگر وضو کر لینا مستحب ہے اور اس کا اقل درجہ شرمگاہ کا دھو لینا ہے دوبارہ ملاقات کرنے کے لئے باوجودیکہ یہ زیادتی نشاط کا بھی باعث ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

ایک دفعہ جماع کے بعد بغیر عضو پاک کئے دوبارہ جماع کرنا

سوال:- ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کرنا بغیر استنجاء کئے ہوئے جائز ہے یا نہیں حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ نے حرام لکھا ہے، لیکن مولانا اشرف علی صاحبؒ کثرت ازدواج لصاحب المعراج میں استحباب کا درجہ دیا ہے، اور دلیل میں حدیث پیش کی ہے، آپ مفتیٰ بہ قول بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک دفعہ جماع کے بعد دوسری دفعہ جماع کرنا بغیر عضو کو پاک کئے ہوئے مکروہ ہے بذل المجہود[1]، اوجز المسالک[2] وغیرہ میں تشریح ہے، شامی[3] میں ممانعت مذکور ہے اکابر نے جو کچھ لکھا ہے بندہ حقیر اس کے متعلق کیا کہے ''رسالہ کثرت ازدواج لصاحب المعراج'' یہاں موجود نہیں ورنہ اس کی تفصیل دیکھ کر ممکن ہے کہ کوئی بات واضح ہوجاتی اور اختلاف ہی ختم ہوجاتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیارت قبور بحالت جنابت

سوال:- کیا کسی شخص کا حالت ناپاکی میں قبرستان میں یا قبر کے پاس جانا کیسا ہے یعنی حالت جنابت میں۔ بینوا توجروا.

---

[1] بذل المجهود، ص: ۱۳۴، ج: ۱، باب الجنب يعود، كتاب الطهارة، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

[2] اوجز المسالک ص: ۱۰۹، ج: ۱، كتاب الطهارة وضوء الجنب اذ اراد ان ينام او يطعم قبل ان يغتسل.

[3] شامی کراچی ص: ۱۸۶، ج: ۱، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء.

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کی زیارت کے لئے پاکی کی حالت میں جانا چاہیئے کیونکہ وہاں جاکر قرآن شریف پڑھنا بھی مسنون ہے[1] اور قرآن شریف ناپاکی کی حالت میں پڑھنا ناجائز ہے[2] اگر قرآن شریف نہ پڑھے تو بحالت جنابت جانا بھی گناہ نہیں البتہ خلاف افضل ضرور ہے۔ والافضل ان یکون ذالک یوم الخمیس متطهراً. (شامی[3] بحث زیارة القبور ص: ۹۴۲، ج: ۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا

سوال: ۔حضور ﷺ کے واسطے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ ﷺ کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے برابر حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آنحضرتؐ کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا لہٰذا بحالت جنابت آنحضرت ﷺ

---

[1] ویستحب للزائر الاکثار من قرأة القرآن والذکر الخ (الاذکار ص ۱۵۲) مطبوعه بیروت، باب مایقوله زائر القبور.

[2] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَاتَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَاالْجُنُبُ شَيْئاً مِنَ الْقُرْآنِ بدائع الصنائع ص: ۳۸، ج: ۱، (مطبوعه کراچی) کتاب الطهارة، فصل في الغسل قبیل فصل في تفسیر الحیض الخ.

[3] الشامی نعمانیه ص: ۶۰۴، ج: ۱، وشامی زکریاص: ۱۵۰، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب في زیارة القبور.

کومرور کی اجازت تھی ہر ایک کو ہر مسجد میں بحالت جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ تھا اوراب بھی کسی کے لئے جائز نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

غسلِ جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا

سوال:- ہمارے یہاں کے امام صاحب نے فجر کے وقت غسلِ جنابت نہیں کیا اور فجر کی نماز قضا کی اور ظہر میں غسل کر کے نماز پڑھی، اس درمیان میں حقہ اور روٹی وغیرہ کھاتے پیتے رہے تو صحیح ہے یا غلط؟ جب کہ ان کو اس حرکت پر ٹوکا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازِ فجر کا قضا کر دینا اور ظہر تک بلا عذر شرعی کے مؤخر کر دینا کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن بلا غسل کے جو کچھ کھایا پیا وہ حرام نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِعَلِیٍّ یَاعَلِیُّ لَایَحِلُّ لِاَحَدٍ یَجْنُبُ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ قَالَ عَلِیُّ بْنِ الْمُنْذِرِ فَقُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صَرَدٍ مَامَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ قال لا یحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرک رواه الترمذي قال الطیبی والاشارة في هذا المسجد مشعرة بان له اختصاصا بهذا الحکم لیس لغیره من المساجد ولیس ذلک الا لان باب رسول اللّٰہ ﷺ یفتح الی المسجد وکذا باب علیؓ مرقاة ص ۳۴۷ ج ۱۱، (مطبوعه رشیدیه سهارنپور) باب مناقب علیؓ، الفصل الثانی. شامی کراچی ص ۱۷۱ ج ۱ باب الغسل. بذل المجهود ص ۱۴۱ ج ۱ باب فی الجنب یصلی بالقوم وهو ناس الخ مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] الجنب اذا اراد ان یاکل اویشرب فالمستحب به ان یغسل یدیه وفاه وان ترک فلاباس (خانیه علی هامش الهندیة ص: ۴۶، ج: ۱) مطبوعه کوئٹه. فصل فی ما یوجب الغسل. شامی کراچی ص ۱۲۹ ج ۱ مطلب فی ابحاث الغسل. حلبی کبیری ص ۵۶ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

جنبی کا جھوٹا کھانا پینا

سوال: -جنبی کا جھوٹا حقہ پینے والوں پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے ان کے کیساتھ یا ان کا بچا ہوا کھایا پیا ان پر غسل واجب نہیں ہوا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا

سوال: غسل واجب ہو تو غسل سے پہلے ناخن اور بال تراشنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا مکروہ ہے[2]۔ پاکی کے بعد ترشوائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنباً أو كافراً أو امرأة طاهر الخ، الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۲۸۱، ج: ۱، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل في البئر، مطلب في السؤر. حلبی کبیری ص ۱۶۶ فصل فی الأسار، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. عالمگیری ص ۲۳ ج ۱ الفصل الثانی فيمالايجوز التوضؤ و مما يتصل بذالک مسائل، مطبوعه كوئٹه.

[2] حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير (عالمگیری ص: ۳۵۸، ج،۵، مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

تیمّم کے احکام

تیمّم کا طریقہ

سوال: - تیمّم میں پاؤں ہاتھ کی تین انگلیوں یا چار انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر پھیرنا چاہئے ایک صاحب تین انگلیوں سے بتاتے ہیں اور تعلیم الاسلام میں چار انگلیوں سے لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تعلیم الاسلام میں صحیح لکھا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا تیمّم میں استیعاب فرض ہے؟

سوال: - تیمّم میں استیعاب فرض ہے یا نہیں۔ اگر شقِ اول ہے تو اکمال فرض محال ہے؟

---

[1] یمسح باربع اصابع یدہ الیسریٰ ظاھر یدہ الیمنیٰ من رؤس الاصابع الی المرفقین الخ، عالمگیری ص۳۰ ج۱، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات. مطبوعہ کوئٹہ، شامی کراچی ص ۲۳۰ ج ۱ باب التیمم خلاصۃ الفتاوی ص ۳۵ ج ۱ باب التیمم.

کیوں کہ اوّل تو دوضرب رکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہر کف اور انگلیوں کے درمیان میں مسح نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے ہر ہر گوشہ تک ہاتھ پہونچانا ناقص خیال میں محال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

استیعاب ضروری ہے۔ الرابع من الشروط استیعاب المحل وهو الوجه والیدان الی المرفقین بالمسح فی ظاهر الروایة وهو الصحیح المفتی به فینزع الخاتم ویخلل الاصابع ویمسح جمیع بشرة الوجه والشعر علی الصحیح وما بین العِذار والأذن الحاقاله باصله (مراقی الفلاح)[1] محال کا ضروری قرار دینا خلاف نص ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا الاٰیة[2] اور ضروری کو محال سمجھنا خیالِ ناقص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیادتیٔ مرض کی وجہ سے مسجد کی دیوار سے تیمّم

سوال:- ایک آدمی جس کی عمر ۶۵ رسال ہے عرصہ ۷ رسال سے مرض درد (گٹھیا) ہے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے پر مرض میں اضافہ ہوجاتا ہے اکثر اسی وجہ سے تیمّم کرتا ہے، لیکن بعض احباب معترض ہیں کہ ہمیشہ تیمّم نہ کیا جائے، کاروباری آدمی ہے گرم پانی کا ہر وقت انتظام نہیں کرسکتا، ہمارے یہاں کی مساجد میں گرم پانی کا نظم نہیں رہتا ہے اور تیمّم کے لئے مٹی بارش

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ص ۹۵- ۹۶، (مصری) کتاب الطهارة باب التیمم. حلبی کبیری ص ۶۳ فصل فی التیمم مطبوعه لاهور. النهر الفائق ص ۱۰۱ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] سورۂ بقرہ آیت: ۲۸۶،

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔

کی وجہ سے نرم رہتی ہے اس لئے مسجد کے اندر تیمّم کر لیتا ہے، اس پر بھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر تیمّم نہیں کرنا چاہئے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وضو کرنے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو تیمّم آپ کیلئے درست ہے[۱] تیمّم کیلئے ایک بڑا ڈھیلا یا اینٹ مستقل علیٰحدہ محفوظ رکھ لیں کہ بارش کا اثر نہ پہونچے، پختہ دیوار اور پتھر سے بھی تیمّم درست ہے[۲] مسجد کی دیوار سے تیمّم نہ کیا کریں[۳]۔ فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی دیوار سے تیمّم

سوال:- مسجد کی دیوار پر تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی دیوار کو تیمّم کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔[۴] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولو کان یجد الماء الا إنه مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه یتیمم، عالمگیری ص۲۸ ج ۱، الباب الرابع فی التیمم. مطبوعه کوئٹه. شامی کراچی ص۲۳۳ ج ۱ باب التیمم، المحیط البرهانی ص ۳۱۲ ج ۱ کتاب الطهارات، الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعه ڈابهیل.

[۲] یجوز التیمم بالتراب وبالآجر المشوی (عالمگیری ص ۲۷ ج ۱) ملخصاً، الباب الرابع فی التیمم، المحیط البرهانی ص۳۰۷ ج ۱ کتاب الطهارات الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعه ڈابهیل.

[۳] ومنها منع اخذ شئی من اجزائه قالوا فی ترابه ان کان مجتمعا جاز الاخذ منه ومسح الرجل علیه و اِلا لا، الاشباه النظائر ص ۲۰۲ القول فی احکام المسجد، الفن الثالث من الاشباه و النظائر وهو فن الجمع والفرق مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پانی کتنی دُور ہو تب تیمّم درست ہوگا؟

سوال:- ایک شخص راجستھان میں وہاں کے باشندوں سے کہتا ہے کہ ایک سودس قدم دور پانی ہوتو وہاں تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے اور حال وہاں کا یہ ہے کہ وہ جنگل میں گھر بنا کر رہتے ہیں اور ساتھ میں کافی مویشی رکھتے ہیں اور ان مویشیوں کو پانی دور دور سے لاکر پلاتے ہیں اور خود اس پانی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور بعض لوگوں کے گھر ٹنکی بنی ہوئی ہے جس میں تیس سے چالیس مٹکے پانی آتا ہے اور گھروں میں بھی کسی کسی کے گھر تیس تیس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے اور مسجد میں پانچ دس مٹکے پانی رہتا ہے، پھر بھی تیمّم کرتے ہیں، جانوروں کے پلانے کے لئے پانی لاتے اور پلاتے ہیں، اور نہانے دھونے کے لئے پانی استعمال کرتے ہیں اور نماز تیمّم سے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ تو اپنی بستی سے ایک سودس قدم دور چلے جاتے ہیں (جنگل میں) اور وہاں پانی کا یہی حال ہوتا ہے پھر بھی وہ تیمّم سے نماز ادا کرتے ہیں۔ تو کیا اس طرح تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات میں تیمّم کی اجازت نہیں۔ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيداً

(گذشتہ کا بقیہ) ؎ ومنها منع اخذ شئ من اجزائه قالوا فی ترابه ان کان مجتمعا جاز الاخذ منه ومسح الرجل علیه والا لا، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، ویکره مسح الرجل من طین والردغة باسطوانة المسجد او یحائطه ..... وان مسح بتراب فی المسجد ان کان ذالک التراب مجموعا فی ناحیة غیر منبسط لا بأس به وان کان مفروشاً یکره لانه بمنزلة ارض المسجد، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۶۵/۱، باب التیمم، فصل فی المسجد.

طَیِّباً (الآیۃ)[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۲/۲۴ ۹۵ھ

ڈھیلے کا اثر ہاتھ پر نہ آئے تب بھی تیمّم درست ہے؟

سوال:- آیا تیمّم کا ڈھیلا ایسا ہونا چاہئے جس کے ریزے جھڑ کر چہرے اور ہاتھ کو مٹی سے آلودہ کر دیں، اگر مٹی کا اثر چہرہ اور ہاتھ میں نہ پہونچے تو وضو کا بدل تیمّم ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی کے ڈھیلے کا ہاتھ پر کوئی ریزہ نہ آئے تب بھی تیمّم درست ہو جائے گا۔[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنگیٔ وقت کی وجہ سے کیا تیمّم درست ہے؟

سوال:- اگر غسل کی حاجت ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا تیمّم کر کے نماز ادا کی جائیگی۔

---

[1] **سورة النساء** آیت:۴۳ ومن عجز عن استعمال الماء لبعده ... ولو مقيما في المصر ميلاً اربعةً آلاف ذراع، وهو اربع و عشرون اصبعاً شامی کراچی ص ۲۳۲ ج ۱ باب التيمم، النهر الفائق ص۹۷ ج ۱ باب التيمم، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، مجمع الانهر ص۵۸ ج ۱ باب التيمم كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت.

ترجمہ:- پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمّم کرو (بیان القرآن ص:۱۱۹، ج:۱)

[2] يجوز التيمم بالحجر عليه غبار اولم يكن الخ (عالمگیری ص۲۷ ج۱ ملخصاً) الباب الرابع في التيمم. مطبوعه كوئٹه. شامی کراچی ص ۲۳۶ ج ۱ باب التيمم، فتاویٰ قاضی خاں ص ۶۱ ج ۱ فصل فيما يجوز به التيمم، مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں بلکہ غسل کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم

سوال:- اسٹیشن پر تاخیر کی صورت میں نماز تیمّم سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن پر پہونچنے تک وقت ختم ہو جانے کا مظنّہ ہو تو تیمّم سے نماز پڑھ لی جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱ ۸۹ھ

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم

سوال:- (۱) زید صحت مند ہے مگر وقت تنگ ہے کہ بعد غسل نماز کا وقت نہیں رہتا تو ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

---

[1] (لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وترا لفواتها الى بدل (الشامی نعمانیه ص: ۱۶۴، ج: ۱) شامی زکریا ص: ۴۱۳، ج: ۱، (باب التيمم) كبيرى ص: ۸۳ (مطبوعه لاهور) باب التيمم. البحر الرائق ص: ۱۵۹، ج: ۱، (مطبوعه كويٹه) باب التيمم.

[2] وندب تاخير التيمم) وعن ابى حنيفة أنه حتم (لمن يرجو) ادراک (الماء) بغلبة الظن (قبل خروج الوقت) واما اذا لم يكن على طمع من وجود الماء في الوقت لايستحب أن يؤخر ويتيمم ويصلى فى الوقت المستحب كما فى الخانية وغيرها (طحطاوى على مراقى الفلاح ص۹۷ – ۹۸ مصرى (باب التيمم) وشامى زكريا ص ۴۱۷ ج ۱، باب التيمم. حلبى كبيرى ص۶۷ فصل فى التيمم، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

(۲) تنگیٔ وقت کی بناء پر جو نماز تیمّم کر کے پڑھی گئی بعد غسل احتیاطاً اعادہ ضروری ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تنگیٔ وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمّم کرنا جائز نہیں[۱]۔

(۲) وہ نماز صحیح نہیں ہوئی اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم

سوال: - میرا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور مین ایک چھوٹے سے بچے کی ماں ہوں رات میں اپنے شوہر سے ہمبستری کرتی ہوں اور مجھے صبح میں فجر سے پہلے نہانے کا موقع نہیں ملتا ہے کیا جسم مین جہاں نجاست لگی ہو اسے دھو کر تیمّم کر کے فجر کی نماز ادا کر سکتی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک عذر شرعی نہ ہو تیمّم کافی نہیں، دیر میں اٹھنا وقت تنگ ہو جانا عذر نہیں اس لئے تیمّم کی اجازت نہیں ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

---

[۱] (لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وتراً لفواتها الى بدل (الشامی ص: ۱۶۴، ج ۱، نعمانیه، وشامی زکریا ص ۴۱۳، ج ۱، باب التیمم، کبیری ص ۸۳، باب التیمم، مطبوعه لاهور، البحرالرائق ص ۱۵۹ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه کوئٹه)

[۲] والاحوط أن يتيمم ويصلي ثم يعيده (الشامی نعمانیه ص ۱۶۴ ج ۱، شامی زکریا ص ۴۱۳ ج ۱، باب التیمم.

[۳] لا يتيمم لفوت جمعة ووقت ولو وتر الفواتها الى بدل الخ درمختار على الشامی زکریا ص: ۴۱۳، ج: ۱، کتاب الطهارة. باب التیمم، قبیل مطلب فی تقدیر الغلوة شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۱، البحرالرائق ص ۱۵۹ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه کوئٹه،

تنگیٔ وقت کی وجہ سے غسل کا تیمّم!

سوال:- اگر کبھی ایسا اتفاق ہوجائے کہ ہم پر غسل فرض ہوگیا اور صبح کو ایسے وقت آنکھ کھلی کہ سورج نکلنے میں دس یا پانچ منٹ باقی ہیں اور گھر میں پانی موجود نہیں ہے باہر سے پانی لاکر غسل کرنے میں نماز قضا ہو جائے گی ایسی حالت میں غسل کا تیمّم کرکے ادا نماز پڑھنی چاہئے یا غسل کرکے قضا نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں تیمّم کی اجازت نہیں[1] غسل کرکے نماز پڑھیں، وقت باقی نہ رہے تو قضا پڑھیں لیکن جب سویرے اٹھنے کا اہتمام کرینگے تو قضا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/۸۹ھ

مرض کی وجہ سے تیمّم

سوال:- ایک طبیب مسلمان بعض مخصوص مرض کے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتا ہے اور بعض رجال بھی کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں مرض کی دوا اس کے پاس بہ نسبت دوسروں کے اچھی ہیں وہ دوا کے استعمال کے بعد اغتسال کے بجائے تیمّم کا حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر غسل فرض ہو تب بھی تیمّم کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حاذق دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ غسل کرنے سے مرض میں ترقی ہوجائیگی یا دیر میں اچھا

---

[1] ولایتیمم لفوت جمعة ووقت (الدرالمختار علی هامش، ردالمحتار ص: ۲۴۶، ج: ۱ قبیل مطلب في تقدیر الغلوة مطبوعه کراچی. عالمگیری ص ۳۱ ج ۱ الباب الرابع فی التیمم الفصل الثالث فی المتفرقات مطبوعه کوئٹه، البحرالرائق ص ۱۵۹ ج ۱ باب التیمم مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ہوگا تو تیمّم درست ہے تیمم لبعده میلا عن ماء او لمرض کنز قال الزیلعی واما المرض فمنصوص علیه سواء خاف ازدیاد المرض اوطوله باستعمال الماء الخ[1] وفی الدرالمختار اولمرض یشتد او یمتد بغلبة ظن اوقول حاذق مسلم قال الشامی ای اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق وقیل عد التہ شرط (ردالمحتار[2]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

بیماری کے وہم کی بناء پر تیمّم

سوال:- اگرچہ غسل کرنے میں بار بار کا تجربہ نہیں ہے مگر جب بھی غسل کرتا ہے کچھ نہ کچھ ہوتا ضرور ہے تب کیا کیا جائے؟ بعض دفعہ ضعف قلب اور ضعف طبیعت کی بناء پر وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل ووضو سے شاید طبیعت خراب ہوجائے اس بناء پر تیمّم کرلیا جائے یا طبیعت سست ہوئی اور تیمّم کرلیا کہ کہیں خراب نہ ہوجائے۔ یا نزلہ وزکام ہوجانے کے اندیشہ سے تیمّم کیا جائے یا ٹھنڈے پانی سے وضو وغسل کرنے سے ڈر معلوم ہوا طبیعت کے نہ برداشت کرنے کی وجہ سے یا طبیعت کے کسل یا ضعف طبیعت کی بناء پر، جیسا کہ مشہور ہے کہ گرم پانی سے وضو وغسل کرنے سے ٹھنڈ زیادہ محسوس ہوتی ہے اس وجہ سے نہ ٹھنڈے سے کیا نہ گرم سے کہ گرم سے زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوگی یا گرم پانی سے اسلئے وضو وغسل نہیں کیا کہ ٹھنڈے پانی کا عادی ہے اور ٹھنڈ زیادہ پڑ رہی ہے گرم پانی سے کرے گا تو جلد پھٹ جائے گی یا خشکی جلد پر پیدا ہوجائے گی جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی اور ٹھنڈے پانی کی برداشت نہیں اس لئے تیمّم کرلیا تب کیا حکم ہے؟ اور ٹھنڈے سے کرنے کی ہمت نہیں گو بعض اوقات طبیعت بھی خراب ہوجاتی ہے مگر وجوہات وہی ہیں جو اوپر گذریں اور جن اوقات میں وضو اور غسل کرنے سے

---

[1] تبیین الحقائق للزیلعی ص۳۷ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۱۵۶، وشامی زکریا ص ۳۹۷ ج ۱، کتاب الطهارة باب التیمم. عالمگیری ص ۲۸ ج ۱ الباب الرابع فی التیمم، مطبوعه کوئٹه.

طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے یا کسل وکم ہمتی اور پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے تو ان اوقات کے علاوہ جن میں یہ وجوہات رفع ہوجائیں اور ان میں بھی وضو، غسل نہ کیا جائے اور پھر وہی اوقات آجائیں جن میں یہ باتیں پیدا ہوجائیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور پھر بیچ میں کوئی نماز نہیں آئی یا آئی لیکن کوئی عذر پیدا ہوگیا مثلاً کھانا کھالیا اور اب دو گھنٹہ کے بعد نہانا چاہیئے اور نماز پڑھ لی یا پڑھادی اور دو گھنٹہ کے بعد پھر وہی اوقات آگئے جن میں مذکورہ بالا وجوہات پیدا ہوگئیں تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اور دو معذوریوں کے درمیان میں جو وضو وغسل نہیں کیا ہے جس میں کوئی عذر نہیں تھا اس کا کیا ہوگا؟ نیز ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض کم ہمتی سستی، وہم کوئی چیز نہیں ہے ہاں اگر بار بار کا تجربہ ہو کہ غسل یا وضو کرنے سے بیماری ہوجاتی ہے یا بیماری میں اضافہ ہوجاتا ہے تو تیمّم کی اجازت ہے[1] پھر جب یہ عذر باقی نہیں رہا تو غسل کرلینا لازم ہے تاکہ دوسری نماز باغسل ادا ہو لیکن اگر عذر ایسے وقت ختم ہوا کہ کسی نماز کا وقت نہیں مگر غسل نہیں کیا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا تو وہی عذر غسل سے مانع پھر پیش آگیا تو اب پھر تیمّم کرکے نماز ادا کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۴ھ

معذور کا غسل اور اس کی امامت

سوال:- ایک شخص پر غسل جنابت واجب ہے، نماز فجر کے پہلے غسل کرنے میں جب کہ سردی بھی شدید ہے بیمار ہونے کا یقین ہے کیا وہ غسل کا تیمّم کرنے کے بعد وضو کرکے مکان

---

[1] أوبرد يهلك الجنب أويمرضه الخ الدرالمختار على الشامي زكريا ص۳۹۸، ج: ۱، باب التيمم. حلبي كبيري ص۶۵ ج ۱ فصل في التيمم سهيل اكيڈمي لاهور. المحيط البرهاني ص ۳۱۲ ج ۱ الفصل الخامس في التيمم، مطبوعه ڈابهيل.

میں نماز فجر ادا کرے یا مسجد میں جا کر نماز فجر ادا کرسکتا ہے جب کہ وہ اس مسجد کا امام بھی ہے اور اس سے زیادہ لائق شخص موجود بھی نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانی گرم کرنے کا انتظام ہے تو پانی گرم کرلیا جائے ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھیں قضا نہ کریں غسل کے لئے جو تیمّم کیا جائے وہ وضو کے لئے کافی ہوگا اگر وضو مضر نہ ہو تو تیمّم سے پہلے وضو کرلیں تیمّم سے جو نماز ادا کی جائے اس کے لئے ضروری نہیں کہ مکان پر ہی پڑھیں بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھیں جماعت ترک نہ کریں باجازت شرع جو شخص تیمّم کرے وہ امامت بھی کرسکتا ہے۔او برد یهلک الجنب أویمرضه ولوفی المصر اذا لم تکن له اجرة حمام ولا مایدفئه (درمختار) قال فی البحر فصار الاصل انه متی قدر علی الاغتسال بوجه من الوجوه لایباح له التیمم اجماعاً الخ (ردالحتار[1] ص ۱۵۶) ترجح المذهب لفعل عمرو بن العاص حین صلیٰ بقومه بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضؤن ولم یأمرهم علیه الصلوٰة والسلام بالاعادة حین علم الخ (بحر الرائق[2] ص ۳۶۳ ج ۱) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت کا جس نے بحکم شرع تیمّم کیا ہو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرلے!

سوال:- زید اس قدر بیمار ہے کہ وہ وضو کرنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن غسل کرنے

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص:۳۹۸، ج:۱، باب التیمم. تاتار خانیه ص ۲۴۵ ج ۱ نوع آخر فی بیان من یجوز به التیمم مطبوعه کراچی.

[2] البحرالرائق ص:۳۶۳، ج:۱، (مطبوع کوئٹه) باب الامامة.

پر قادر نہیں ہے ایسی حالت میں اسے غسل کرنے کی حاجت ہوگئی تو اسے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں وہ تیمّم کرلے[1] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تیمّم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے!

سوال:- جو شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا عادی ہو اور اس کو یہ اندازہ اور تجربہ ہو کہ فلاں فلاں وقت ماء بارد سے غسل کرنے میں طبیعت خراب ہوجاتی ہے یا طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہو بھی جاتی ہے اور گرم پانی سے جلد طبیعت خراب ہوگی کیوں کہ وہ ماء بارد کا عادی ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بار بار کا تجربہ ہے کہ غسل کرنے سے تکلیف ہوجاتی ہے تو ایسے وقت میں تیمّم مشروع ہے ماء بارد سے اگر تکلیف ہو تو گرم پانی سے کرے، گرم سے تکلیف ہو تو بارد سے غسل کرے دونوں قسم کے پانی سے تکلیف ہو تو تیمّم کرے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من عجز عن استعمال الماء المطلق تیمم (درمختار) وفی الشامی کان لایخاف الاشتداد ولاالامتداد لکنه لا یقدر بنفسه ولم یجد من یؤضیه (شامی نعمانیه ص ۱۶۴-۱۶۵، ج ۱) باب التیمم. هدایه ص ۴۹ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه تهانوی دیوبند، المحیط البرهانی ص ۳۱۲ ج ۱ الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعه المجلس العملی ڈابهیل.

[2] ولو کان یجد الماء الا انه مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه یتیمم (عالمگیری ص ۲۸ ج ۱) الباب الرابع فی التیمم (مطبوعه کوئٹه)، درمختار علی الشامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۱ باب التیمم، المحیط البرهانی ص ۳۱۲ ج ۱ الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل گجرات.

سخت سردی میں غسل کا حکم!

سوال:- جہاں پر میں ہوں وہاں پر برف پڑتا ہے پانی کئی کئی فٹ برف کے نیچے ملتا ہے، شدید سردی پڑتی ہے اگر رمضان کے مہینہ میں کسی کو احتلام ہوجائے اور سردی کی شدت کی وجہ سے وہ غسل نہ کرسکے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس وقت تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے[1] پھر پانی گرم کرکے غسل کرے گا اس سے روزہ میں بھی خلل نہیں آئے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے اور اگر گرم پانی بھی نقصان کرتا ہو یا نقصان کرنے کا تجربہ یا قوی اندیشہ ہو تو گرم پانی سے بھی جب تک نقصان نہ کرنیکا گمان ہوجائے غسل کرنا ضروری نہیں ہوگا، تیمّم کافی رہے گا۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

غسل مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو تیمّم کا حکم

سوال:- آیا اس صورت میں غسل کے بجائے تیمّم کرے یا نہیں نیز وضو کے متعلق کہتا ہے کہ کرلیا کرو تو غسل کا ہی تیمّم کافی ہے یا وضو کرنی چاہیئے، آپ فرمائیں کہ صورت مذکورہ

---

[1] ویجوز التیمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل بالماء ان یقتله البرد اویمرضه اذالم یقدر علی تسخین الماء (عالمگیری ص:۲۸، ج۱ الباب الرابع فی التیمم مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۴۹ ج ۱ باب التیمم، مطبوعه تهانوی دیوبند. المحیط البرهانی ص ۳۱۲ ج ۱ الفصل الخامس فی التیمم، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

میں قول طبیب معتبر ہے یا نہیں اور احتیاطاً ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رفع جنابت کے لئے تیمّم کیا ہے تو یہ کافی ہے اسکے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہاں اگر بعد میں کوئی شئ ناقض وضو پیش آئے تو اس کیلئے وضو کرنا چاہیئے۔ **اذا تیمم عن جنابة ثم بال مثلاً فهٰذا ناقض للوضؤ لاینتقض به تیمم الغسل بل ینتقض طهارة الوضوء شامی**[1]

ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۲۷ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۸ ذی الحجہ ۵۴ھ

تہجد کے وقت گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرنا!

سوال:- ضعف اور ٹھنڈک کی وجہ سے اگر تہجد کے وقت تیمّم سے نماز پڑھی جائے اور صرف فجر کی فرض نماز کے لئے گرم پانی سے وضو کیا جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں ایسی شکل میں تہجد چھوڑ دینا اولیٰ ہے یا تیمّم سے نماز تہجد پڑھنا اولیٰ ہے ایک ہی تیمّم سے نماز تہجد اور فجر دونوں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور فجر کے وقت گرم کر کے اس سے وضو کر کے نماز فجر ادا کی

---

[1] شامی نعمانیه ص ۱۶۹ ج ۱، وشامی زکریا ص ۴۲۵ ج ۱، کتاب الطهارة باب التیمم تحت قول صاحب الدرالمختار وناقضه ناقض الاصل الخ. عالمگیری ص ۲۹ ج ۱ الفصل الثانی فیما ینقض التیمم، مطبوعه کوئٹه. النهرالفائق ص ۱۰۷ ج ۱ باب التیمم مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

جاتی ہے اور اتنی وقت میں گنجائش بھی ہے کہ تہجد کے وقت پانی گرم کر کے اس سے فجر پڑھ سکتے ہیں تو تہجد ہی کے وقت پانی گرم کرلیا جائے اسی سے وضو کر کے تہجد بھی پڑھیں اور اسی سے نماز فجر بھی ادا کریں جس طرح فرض نماز کیلئے وضو کا حکم ہے اسی طرح نماز نفل کیلئے بھی حکم ہے جس حالت میں فرض کیلئے تیمّم جائز نہیں نفل کیلئے بھی جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پانی مضر ہونے کی صورت میں جماع کی اجازت

سوال:- اذا کان احد الزوجین مریضاً بحیث یضرہ الماء بارداً کان اوحاراً هل یجوز ان یجامع ام لا؟ فقط.

الجواب حامداً ومصلیاً

نعم یجوز لهٗ الجماع بزوجة وان کان یضرہ الماء واذالم یقدر علی الغسل لمرض فعلیه ان یتیمم کذا فی شرح المنیة.[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۸/۱۵ ۸۷ھ

ترجمہ سوال:- زوجین میں سے اگر کوئی بیمار ہو اس طرح کہ ٹھنڈا یا گرم پانی اس کو نقصان دیتا ہو تو اس کو جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب:- ہاں اس کو اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے اور اگر پانی اس کو نقصان دیتا ہو یا وہ مرض کی وجہ سے غسل پر قادر نہ ہو تو اس کو تیمّم کرنا لازم ہے۔

[1] أو برد یهلک الجنب أو یمرضه و لو فی المصر اِذا لم تکن له أجرة حمام ولامایدفئه ای من ثوب یلبسه أومکان یأویه قال فی البحر فصار الأصل أنه متی قدر علیٰ الاغتسال بوجه من الوجوه لایباح له التیمم اِجماعاً الخ شامی زکریا ص ۳۹۸ ج ۱ باب التیمم

ثم اعلم ان جوازه للجنب عن ابی حنیفة مشروط بأن لایقدر علیٰ تسخین الماء الخ البحر ص ۱۴۱ ج ۱، مطبوعه ماجدیه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا

سوال:- زید کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں بہت کمزور ہوں اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا سردی کا موسم ہے، نہانے سے بیمار ہوجانے کا ڈر ہے اور فجر کی نماز کا وقت تنگ ہے، اگر پانی گرم کرکے نہاتا ہوں تو فجر کی نماز قضا ہوجائے گی ایسی حالت میں تیمّم کرکے نماز ادا کرسکتا ہوں یا قضا پڑھوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی گرم کرنے کا جب انتظام موجود ہے تو سویرے سے پانی گرم کرلیا جائے ایسی حالت میں تیمّم نہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴ ۹۰ھ

کیا تیمّم کیلئے بھی کپڑے سے نجاست دور کرنا ضروری ہے؟

سوال:- زید کے پاس ایک ہی کپڑا پاک تھا وہ بھی ناپاک سے مل کر ناپاک ہوگیا تو کیا تیمّم کے باوجود اس ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہے دھوکر پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) [2] المسافر يطأ جاريته او زوجته يعني يجوزله ان يطأ وان علم اى وان علم بعدم الماء يجوز له التيمم لانه طهور المسلم عند عدم الماء فكما يجوز له ان يباشر بسبب الحدث من النوم وغيره فكذا سبب الجنابة اذهما سواء في منع جواز الصلوٰة وارتفاعهما بالتيمم عند عدم الماء (كبيرى شرح المنية ص ۸۴ مطبوعه لاهور فصل فى التيمم). عالمگيرى ص ۳۱ ج ۱ الباب الرابع فى التيمم الفصل الثالث فى المتفرقات، مطبوعه كوئٹه.

[1] أوبرد يهلک الجنب أويمرضه ولوفى المصر اذا لم تكن له اجرة حمام ولا مايد فئه وقال الشامى فصار الاصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لايباح له التيمم اجماعاً الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۹۸ ج ۱، باب التيمم. البحرالرائق ص ۱۴۱ ج ۱، مطبوعه ماجديه كوئٹه. طحطاوى علىٰ المراقى ص ۹۲ باب التيمم، مطبوعه مصرى.

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک کپڑے کو جس جگہ نجاست لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے چاہے غسل سے نماز پڑھی جائے یا تیمّم سے، تیمّم کی وجہ سے اس کے حکم میں فرق نہیں آتا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تیمّم سے بدن پر لگی ہوئی نجاست پاک نہیں ہوتی

سوال:- اگر غسل کرنے سے معذوری ہو تو کیا وقت کی تنگی یا بغیر تنگی کے بدن پر جہاں نجاست لگی ہو دھونا ضروری ہے یا تیمّم سے یہ جگہ بھی پاک ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عذر شرعی کی بناء پر تیمّم کیا ہے تو اس سے جو نجاست بدن پر لگی ہوئی ہے وہ پاک نہیں ہوئی اس کو مستقلاً پاک کرنا ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۵ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۶ ۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید ۶/۱۸ ۸۷ھ

---

[1] ولو كان معه ثوب نجس يغسل الثوب ويتيمم لماعليه من الحدث لان التيمم خلف الطهارة بالماء (الى قوله) ولوازال بذلك الماء الحدث وبقى الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقيقة مع قدرته عليها بغير عذر فيكون آثماً كبيرى ص ٨٦، فصل فى التيمم (مطبوعه لاهور).

[2] فلو وجد ماء يكفى لإزالة الحدث أوغسل النجاسة المانعة غسلها وتيمم عند عامة العلماء شامى زكريا ص ٣٩٥ ج ١، باب التيمم.

مسجد سے نکلنے کیلئے تیمّم

سوال:- زید مسجد میں سو رہا تھا اس کو احتلام ہو گیا نکلتے وقت اس کو تیمّم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم ضروری نہیں البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہو تو تیمّم ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۹/۱۱ ۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۲/ذی القعدہ ۵۳ھ

---

[1] ولو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم ندباً وان مكث لخوف فوجوباً الخ الدرالمختار على الشامي زكريا ص:۳۱۳، ج:۱، كتاب الطهارة ابحاث الغسل قبيل باب التيمم وكبيرى ص ۶۱ فصل في التيمم، مطبوعه لاهور. عالمگيرى ص ۲۶ ج ۱ الباب الرابع في التيمم، الفصل الاول مالابدمنها للتيمم، مطبوعه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

موزوں پر مسح کے احکام

مسح علی الخفین

سوال:-ایک شخص نے وضو کر کے چمڑے کے موزے پہن لئے (خفین) اسکا وضو خفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشاء ٹوٹ گیا اسکو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضو ٹوٹا تھا یا ۷ ½ بجے اب اس کی مدت دوسرے دن اسی وقت جا کر ختم ہوتی ہے، دوسرے دن اس نے عشاء کا وضو کیا تو خفین پر مسح کر لیا اور عشاء کی نماز سے قبل وضو ٹوٹ گیا تھا یہ مسح ۲۴ رگھنٹے گذرنے کے بعد نہ کیا ہو صحیح یاد نہیں آیا کہ کس وقت وضو ٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ۷ ½ بجے وضو ٹوٹا ہوگا دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضو کیا اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴ رگھنٹے سے کچھ دیر زیادہ گذرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہوگی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۴ رگھنٹہ پورے ہونے پر مدت مسح ختم ہوگئی ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے اگر

اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر کے خفین پہن کر از سر نو مدت کا اعتبار ہوگا[1]۔ لہٰذا اس نماز کا اعادہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۱ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۲ ۸۸ھ

اونی، سوتی منعل جرابوں پر مسح

سوال: - اونی، سوتی، جرابوں کو اگر منعلین کر لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے کذا في[2] ردمحتار مگر شرح منیہ[3] میں سوتی جرابوں پر باوجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے اس لئے خلاف سے بچنا احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۲۶ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

---

[1] بعد التمام نزع وتوضأ إن كان محدثاً والاغسل رجليه فقط. شامی زکریا ص ۴۶۸ ج ۱، وشامی کراچی ص۲۷۸ج۱، باب المسح على الخفين قبيل مطلب الفرق بين الفرض العملي والقطعي والواجب. مجمع الانهر ص ۷۲ ج ۱ باب المسح على الخفين، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. طحطاوی مع المراقی ص۱۰۷ باب المسح على الخفين، مطبوعه مصری.

[2] أوجوربيه ولو من غزل أوشعر دخل فيه الجوخ كما حققه في شرح المنية وقال وخرج عنه ما كان من كرباس ويلحق بالكرباس كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والابريسم ونحوهما واقول الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشروط يجوز الخ شامی زکریا ص:۴۵۱، ج:۱، وشامی کراچی ص:۲۶۹، ج:۱، باب المسح على الخفين.

[3] الجوارب خمسة انواع من المرغزى والغزل والشعر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نائلون کے موزے پر مسح

سوال:- ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے رات میں درجۂ حرارت زیروڈگری ہوجاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ تعلیم الاسلام میں صرف موٹے اونی، سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جاسکتا ہو، نائلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو موزہ چمڑے[1] کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھنتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزہ پر بھی مقیم کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲۵ ۹۴ھ

(گذشتہ کا بقیہ) والجلد الرقيق على الخفين والكرباس وذكر التفاصيل في الاربعة وأما الخامس فلايجوز المسح عليه إلى قوله وقال في الخلاصة الجورب من مرغزى وصوف لايجوز المسح عليه الخ، شرح منية ص ۱۲۱-۱۲۲، (مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور) باب المسح على الخفين.

(صفحہ ہذا) [1] فالصحيح إن كان صلبا مستمسكا يمشى معه فرسخاً أوفراسخ يجوز (شرح نقايه ص ۲۹، ج ۱) درمختار مع الشامى زكريا ص: ۴۴۰، ج: ۱، باب المسح على الخفين.

[2] أن يكون في المدة وهي للمقيم يوم وليلة وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها. (الهنديه ص ۳۳) و فى ردالمختارالظاهر أنه اِذا وُجدت فيه الشروط يجوز و أنهم اخرجوه لعدم تأتى الشروط فيه غالباً الخ، الدر المختار مع الشامى نعمانيه ص ۱۸۰ ج ۱، شامى زكريا ص ۴۵۶ ج ۱، باب المسح على الخفين، حلبى كبيرى ص ۱۲۱ باب المسح على الخفين مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

تنبیہ:- نائلون کے موزے کی ایسی حالت نہیں ہوتی اسلئے اس پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔

نائلون کے موزوں پر مسح!

سوال:-موجودہ دور میں نائلون کے موزے ہر فرد پہنتا ہے، کیا یہ خفین کا درجہ رکھتے ہیں ایک ان میں اعلیٰ قسم کا ہے جن میں قطرۂ ماء تو جذب ہوجاتا ہے مگر تری اندر نہیں جاتی بہرحال اس پر مسح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان میں کوئی پیر کی کھال نظر نہیں آتی اور پانی نہیں چھنتا اور ان کو پہن کر بغیر جوتے وغیرہ پہنے کم از کم ایک فرسخ چلنا ہوسکتا ہے تو ان پر مسح درست ہے ورنہ نہیں، **أوجوربيه ولومن غزل أوشعر الثخينين بحيث يمشى فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولايرى ما تحته ولايشف (درمختار) قوله ولومن غزل أوشعر خرج عنه ماكان من كرباس بالكسر وهو الثوب من القطن الابيض ويلحق بالكرباس كل ماكان من نوع الخيط كالكتان والابريسم ونحوهما وتوقف ح في وجه عدم جواز المسح عليه إذا وجد فيه الشروط الاربعة التي ذكرها الشارح واقول الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشروط يجوز وانهم اخرجوه لعدم تأتى الشروط فيه غالباً يدل عليه ما في كافي للنسفى حيث علل عدم جواز المسح على الجورب من كرباس بأنه لايمكن تتابع المشى عليه فانه يفيد أنه لوامكن جاز ويدل عليه أيضاً ما في ط عن الخانيه ان كل ما كان فى معنى الخف في ادمان المشى عليه وقطع السفر به ولومن لبد رومى يجوز المسح عليه اهـ**[1].(شامی ص: ۱۷۹، ج: ۱) فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۱۷۹ ج ۱، شامی زکریا ص ۴۵۱ ج ۱، باب المسح على الخفين.

کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے!

سوال:- جو موزے اونی دبیز موٹے مضبوط اتنے کہ چار میل بغیر جوتہ پہنے چلنے میں نہ پھٹیں ان پر دائمی بیمار جن کو سردی میں پانی سے وضو کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اس کیلئے مسح کرنا درست ہے؟ کیا چمڑے کے موزے کا حاصل کرنا ضروری ہی ہے؟ مسائل صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو موزے اتنے مضبوط اور دبیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھنتا ہو اور ان کو پہن کر بغیر جوتہ پہنے آپ کی تحریر کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں ان پر مسح کی اجازت ہے[1] مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر کے لئے تین دن تین رات[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] أوجوربيه الثخينين بحيث يمشى فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولايرى ماتحته ولايشف. (الدر المختار على الشامى ص ۲۶۹ ج ۱) مطبوعه كراچى. باب المسح على الخفين. حلبى كبيرى ص ۱۲۱ المسح على الخفين، مطبوعه لاهور. تاتارخانيه ص۲۶۷ ج ۱ المسح على الخفين، مطبوعه كراچى.

[2] ويمسح المقيم يوماً وليلة ويمسح المسافر ثلاثة ايام بلياليها. (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص: ۱۰۴، مطبوعه مصر. باب المسح على الخفين. الدرالمختار على الشامى ص: ۲۷۱، ج: ۱، مطبوعه كراچى باب المسح على الخفين، عالمگيرى ص۲۳ ج ۱ الباب الخامس فى المسح على الخفين، مطبوعه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

حیض ونفاس وغیرہ کے احکام

فصل اول :

حیض ونفاس واستحاضہ کے احکام

حائضہ نفساء کا حکم

سوال:-رکوع کی حالت بنا کر عورتوں کو پائخانہ پیشاب کرنا اور حائضہ عورت کا ناپاکی کی حالت میں بستر سے علیحدہ رہنا بے غسل کھانا نہ پکانا چھوت کے خیال سے جو چھوے اسپر بھی غسل ضروری ہونا ناپاکی کی حالت میں کپڑے برتن وغیرہ دھونا ضروری کہنا بے دھوئے بڑا گناہ کہنا کیسا ہے اسی طرح نفساء کو بھی بلکہ اسکے ہاتھ کا پکایا ہوا حرام ناپاک ہونے تک سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رکوع کی حالت بنا کر پیشاب پائخانہ کرنا تو انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا طریقہ ہے انسان کا طریقہ نہیں، حائضہ اور نفساء سے اتنا پرہیز کرنا اور اس کے پکائے ہوئے کھانے اور چھوے ہوئے کپڑے برتن وغیرہ سے احتراز کرنا اور اس کا بستر علیحدہ رکھنا یہ یہود کا طریقہ

ہے اسلام نے اس سے منع کیا ہے البتہ صحبت وغیرہ جو امور ناجائز ہیں ان سے بچنا ضروری ہے، **ویمنع الحیض قربان زوجها ماتحت ازارها یعنی ما بین سرة وركبة فیجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والركبة وما تحتها ولو بلاحائل وكذا وبما بینهما بحائل بغیر الوطئ ولوتلطخ دما ولایكره طبخها ولااستعمال ما مسته من عجین اوماء او نحوهما الا اذا توضأت بقصد القربة كما هو المستحب فانه یصیر مستعملا وفي الولوالجیة ولاینبغی ان یعزل عن فراشها لان ذالک یشبه فعل الیهود اهـ.** (درمختار ص: ۳۰۱، ج: ۱)[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۹/صفر ۱۳۵۹ھ

حیض کی اقل مدت

سوال: -حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے، اس سے کم حیض نہیں آتا ہے، لیکن اگر کسی عورت کو مہینہ میں صرف ایک دن اور نصف ڈیڑھ یا دو دن آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ وہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ حیض نہیں استحاضہ ہے، ایسی عورت ممتدۃ الطہر ہے، **اقل الحیض ثلاثة ایام ولیالیها ومانقص من ذلک فهو استحاضة اهـ** (هدایه)[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۳ ۹۳ھ

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۱۹۴ ج ۱، وشامی زکریا ص: ۴۸۶، ج: ۱، کتاب الطهارة، باب الحیض البحر الرائق ص ۱۹۷ ج ۱، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، باب الحیض، الهندیة ص ۳۹ ج ۱، کتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں؟

سوال:- ایک عورت کو اسقاط ہوا حکیموں اور دایہ کی یہ رائے ہے کہ کچھ اسقاط ہوا اور کچھ باقی ہے اور اب تک حکیم اس کو حاملہ بتلاتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر عورت کو خون آئے تو یہ خون حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کو حمل ہے تو جو خون حالت حمل میں آئے وہ حیض نہیں، اگر اسقاط ہو گیا اور اب حمل نہیں اور سقط کی خلقت ظاہر نہیں ہوئی اور سقط کے ساتھ کم از کم تین یوم خون آیا اور اس سے قبل طہر تام تھا تو اس خون کو حیض کہا جائے گا ورنہ استحاضہ، **فان لم یظهر له شئ فلیس بشئ والمرئی حیض ان دام ثلاثاً وتقدم طهر تام والا استحاضة اهـ درمختار قوله والمرئی ای الدم المرئی مع السقط الذي لم یظهر من خلقه شئ اهـ(شامی ص: ۲۷۹، ج: ۱)**[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۵/رجب ۶۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] هدایه ص ۶۲ ج ۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب الحیض والاستحاضة الشامی نعمانیه ص ۱۸۹ ج ۱، وشامی زکریا ص ۴۷۶ ج ۱، باب الحیض. البحر الرائق ص ۱۹۱ ج ۱ باب الحیض، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] الشامی نعمانیه ص ۲۰۱ ج ۱، وشامی زکریا ص ۵۰۱ ج ۱، کتاب الطهارة، باب الحیض. عالمگیری ص ۳۷ ج ۱ کتاب الطهارة الباب السادس الفصل الثانی فی النفاس. النهر الفائق ص ۱۴۱ ج ۱ باب الحیض، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

عورت کے حق میں ایک دن چوبیس گھنٹہ کا ہے

سوال:- کسی عورت کو کبھی دو دن کبھی تین دن لگا تار حیض آتا ہے اور پھر بالکل ختم ہوجاتا ہے۔ایک دو دن کے بعد پھر آتا ہے، کبھی دو تین دفعہ ہوکر کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ رہ کر رک جاتا ہے، پھر ایک دو دن کے بعد ایک آدھ مرتبہ آکر بند ہوجاتا ہے، یہ مجموعہ سات دن کا ہوا، اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے اور کم سے کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن رہتا ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے اللہ اور رسول کا حکم کیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھ دن پورا کر کے غسل کر کے نماز پڑھتی ہے۔ پھر خون آجاتا ہے، اس کیفیت سے سات دن پورے ہوتے ہیں، نیز ایک مکمل دن سے کتنا مراد ہے کیا ۲۴ رگھنٹے مراد ہیں، مثلاً کسی عورت کو جمعہ کے دن ۱۲ ربجے سے حیض شروع ہوا تو دوشنبہ کو جب ۱۲ ربجے تک آئیگا تب پورے تین دن ہوں گے، اگر ۱۱ ربجے تک آئے تو پورے تین دن سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عورت سات روز تک حائضہ شمار ہوگی، اسکے بعد غسل کر کے نماز پڑھے گی[1] ۲۴ رگھنٹہ کا ایک دن ایک رات ہے، ۱۲ ربجے سے آئندہ دن کے ۱۲ ربجے تک دن رات کو مکمل کہا جائیگا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳ ۹۱ھ

---

[1] والطهر المتخلل اي بين الدمين في مدته اي في مدة الحيض ومارأت من لون فيها اي في المدة سوى البياض حيض الخ شرح الوقايه ص ۱۲۲ ج ۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند باب الحيض.

[2] اقله ثلثة ايام بلياليها الثلاث فالاِضافة لبيان العدد اى المقدر بالساعات الفلكية اى ان اضافة الليالى اِلٰى ضمير الايام الثلاث لبيان أن المراد مجرد كونها ثلاثا لا كونها ليالى تلك الايام فلورأته فى اول النهار يكمل كل يوم بالليلة المستقبلة (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

طہر متخلل

سوال: -صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت کے پہلی بار پیدائش ہوئی اور ۲۰/روز تک نفاس کا خون آتا رہا، بعدازاں ۱۹/روز تک پاک رہی، پھر بیسویں روز خون آیا وہ خون کیسا ہے؟ اور حیض کی عادت تک آتا رہا، حیض یا نفاس نیز درمیان میں جو ۱۹/روز پاکی رہی، اس مدت میں نماز، روزہ، جماع وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز نہیں پڑھ سکتی ہے تو اس کے اوپر قضا واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز اس مدت میں جماع کرے تو کیا حکم ہے؟ اگر یہ صورت رمضان شریف میں پیش آجائے تو اس طہر والی مدت میں روزہ رکھا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۰/روز کے بعد جو ۱۹/روز تک طہر رہا تو یہ طہر متخلل ہے جو کہ کالدم المتوالی ہے،[1] اس میں نماز، روزہ، جماع درست نہیں، اگر اس مدت میں رمضان شریف کا روزہ رکھا ہے تو دوبارہ رکھے، اگر نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضا لازم نہیں، اگر جماع کرلیا ہے تو استغفار کیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳ ۹۱ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ولذا صرح الشارح بلفظ الثلاث درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۸۴ ج ۱ باب الحیض، تاتارخانیہ ص ۳۲۴ ج ۱ مطبوعہ کراچی. النہرالفائق ص ۱۲۹ ج ۱ باب الحیض مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] الطهر المتخلل بين الاربعين في النفاس لايفصل عند ابي حنيفة سواء كان خمسة عشر أو اقل أواكثر ويجعل احاطة الدمين بطرفيه كالدم المتوالى وعليه الفتوى شامی زکریا ص: ۴۸۴، ج: ۱، وشامی کراچی ص: ۲۹۰، ج: ۱، باب الحيض، مطلب لوافتى مفت بشئ الخ . شامی زکریا ص ۴۹۴ ج ۱ باب الحيض. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

حائضہ سے انتفاع کی صورت

سوال:-اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے مابین السرة الیٰ رکبتیه کوجبکہ اس پر کپڑا ہو اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے فرج داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں۔فیجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولوبلاحائل وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطى ولوتلطخ دماً. (شامی[1] ص:۱۹۴، ج:۱) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حائضہ کے ساتھ مضاجعت

سوال:-حیض ونفاس کی حالت میں مرد اپنی عورت کے پاس سوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

سوسکتا ہے۔یجوزمباشرة الحائض فوق الازار وان لزم منه التلطخ بالدم اھ

(گذشتہ کا بقیہ) [2] فان جامعها فليس عليه الا التوبة والاستغفار عالمگیری مختصراً ص ۳۹ ج ۱، الباب السادس فی الدماء، الفصل الرابع في احكام الحيض الخ مطبوعه كوئٹه. عالمگیری ص ۳۷ ج ۱ الفصل الثانی فی النفاس، تاتارخانیه ص ۳۹۰ ج ۱ باب النفاس، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہٰذا) [1] الشامی نعمانیه ص ۱۹۴ ج ۱، شامی زکریا ص ۴۸۶ ج ۱، کتاب الطهارة باب الحيض. البحر الرائق ص ۱۹۸ ج ۱، مطبوعه ماجديه كوئٹه، باب الحيض. الهندية ص ۳۹ ج ۱، الفصل الرابع فی احكام الحيض الخ مطبوعه كوئٹه.

(شامی[1] ص ۱۰۷ ج ۱) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۸/ ۶۱ھ

بوقت ضرورت مباشرت حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمناء

سوال:- جماع کی سخت ضرورت ہو اور منکوحہ حیض میں ہو تو سرین یا مقامِ دبر کے اوپر رگڑ کر منی اخراج کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ اپنے اوپر مکمل اعتماد ہو کہ مقامِ خاص میں داخل نہ کریں گے، یا کوئی صورت ہو۔

۲- اگر بیوی پاس میں نہ ہو، زید کہیں باہر رہتا ہے، یا نکاح نہیں ہوا ہے اور شہوت سے عورتوں پر نظریں پڑتی ہیں، ذہن دماغ پریشان رہتا ہے، نماز وغیرہ میں بھی خیال منتشر ہوتا ہے، اس عمل (استمناء) کو معمول نہ بنائے بلکہ گاہے گاہے زیادہ پریشان ہو تو سکون حاصل کرنے کیلئے ایسا کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت ناجائز ہے، البتہ پنڈلی یا پیٹ یا ہاتھ پر رکھ کر اگر انزال کرنے سے تسکین ہوجائے، معصیت سے بچ جائے تو درست ہے[1]۔

---

[1] شامی زکریا ص:۴۹۵، ج: ۱، شامی کراچی ص:۲۹۸، ج: ۱، شامی نعمانیه ص:۱۹۸، ج: ۱، باب الحيض، مطلب في حكم وطئ المستحاضة. النهر الفائق ص ۱۳۲ ج ۱ باب الحيض، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق ص۱۹۸ ج ۱ باب الحيض مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[1] اعلم ان مباشرة الحائض على ثلاثة انواع احدها المباشرة في الفرج بالوطئ وهو حرام بالنص والاجماع والثاني المباشرة بما فوق السرة ودون الركبة باليد او الذكر وغيره وهو مباح بالاجماع والثالث الاستمتاع بما بينهما خلا الفرج والدبر فمختلف فيما بين الائمة وقال أبوحنيفة ومالك والشافعي رحمهم الله واكثر العلماء لايجوز أوجز المسالك ص:۳۲۶، ج: ۱، مايحل للرجل من امرأته وهي حائض، مطبوعه امدادية مكه مكرمه، شامی زکریا ص:۴۸۶، ج: ۱، باب الحيض. عالمگیری ص ۳۹ ج ۱ الباب السادس الفصل الرابع فی احکام الحیض مطبوعه کوئٹه.

۲- اگر بغیر اس کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا ظن غالب ہو تو زنا سے تحفظ کے لئے ایسا کر لینے سے امید ہے کہ عذاب نہ ہوگا۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مباشرت از حائضہ

سوال:- جماع اور مباشرت میں کیا فرق ہے؟ بخاری شریف کے باب مباشرۃ الحائض نمبر ۲۰۷، میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں انہیں دیکھ کر بعض مرشدین نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جو انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پاسکتا وہ حائضہ کی شرم گاہ پر کپڑا رکھ کر خواہش پوری کرسکتا ہے۔ لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بہشتی زیور میں بحوالہ درمختار ص ۱۹۴ ج ۱، میں لکھا ہے کہ حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سواء اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا وغیرہ درست ہے۔ علامہ شرنبلالی نے نورالایضاح میں باب الحیض والنفاس والاستحاضہ میں لکھا ہے کہ حالت حیض میں عورت کی ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا یعنی لذت لینا حرام ہے۔ لہٰذا مباشرت اور جماع کے معنی کی تشریح فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جماع کو تو سب ہی جانتے ہیں، اس میں تو کوئی خفا نہیں۔ مباشرۃ کے معنی ہیں کھال سے کھال ملانا اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں مرد کے عضو مخصوص کا عورت کے عضو مخصوص سے بحالت شہوت بغیر کسی حائل کے ملانا جس کو مباشرت فاحشہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ مراقی الفلاح

---

[۱] وكذا الاستمناء بالكف وان كره تحريماً ولو خاف الزنا يرجىٰ أن لا وبال عليه الخ الدرالمختار علىٰ الشامي زكريا ص: ۳۷۱، ج:۳، باب مايفسدالصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف. فتح القدير ص ۳۳۰ ج ۱ وعناية مع فتح القدير ص ۳۳۰ ج ۱ كتاب الصوم مايوجب القضاء والكفارة الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

میں ہے[1]۔ حائضہ سے مباشرت کی تین صورتیں ہیں، ایک حرام ہے وہ یہ کہ اس سے جماع یعنی ادخال کیا جائے، دوسری صورت جائز ہے وہ یہ کہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کے حصۂ جسم سے استمتاع کیا جائے، تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ یہ کہ جماع تو نہ کیا جائے لیکن ناف سے گھٹنوں تک کے حصۂ جسم سے استمتاع کیا جائے، بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں اور اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک رحمہ اللہ ص:۱۳۶، ج:۱[2]، پر یہ تفصیل مذکور ہے۔

بعض مرشدین کا جو قول آپ نے نقل کیا ہے آپ خود دیکھ لیں کہ بخاری شریف کی کس حدیث سے ثابت ہے حضرت عائشہؓ کا ارشاد اس باب میں مذکور ہے وَاَیُّکُمْ یَمْلِکُ اِرْبَهٗ کَمَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَمْلِکُ اِرْبَهٗ.[3] اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی خواہش پر جیسے قابو یافتہ تھے تم میں کون ایسا قابو یافتہ ہے یعنی حالت حیض میں ناف سے گھٹنوں تک کے حصۂ جسم کو کپڑے سے مستور کرادیتے تھے پھر ساتھ لیٹتے تھے اور پھر بھی پورے طور سے قابو یافتہ رہتے اور خواہش پوری نہیں کیا کرتے تھے تم میں کس کو یہ قوت ضبط حاصل ہے کہ ایسی حالت میں خواہش پوری نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مباشرة فاحشة وهي مس فرج أو دبر بذكر منتصب بلاحائل مراقى الفلاح ص ۱۴، فصل ينقض الوضوء اثناعشر شيئاًمطبوعه مصرى. خلاصة الفتاوىٰ ص ۱۵ ج ۱ الفصل الثالث فى الوضوء، مطبوعه لاهور. درمختار مع الشامى زكريا ص۲۷۷ ج ۱ نواقض الوضوء.

[2] اعلم ان مباشرة الحائض على ثلاثة انواع احدها المباشرة في الفرج بالوطء وهو حرام بالنص والاجماع والثاني المباشرة بما فوق السرة ودون الركبة باليد أو الذكر وغيره وهو مباح بالاجماع والثالث الاستمتاع بما بينهما خلا الفرج والدبر فمختلف فيما بين الائمة وقال أبوحنيفة ومالك والشافعي واكثر العلماء لايجوز، اوجز المسالك ص:۳۲۶، ج:۱، مطبوعه امدادية مكه مكرمه، باب مايحل للرجل من امرأته وهى حائض.

[3] بخارى شريف ص:۴۴، ج:۱، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض، رقم الحديث ۳۰۰ مطبوعه اشرفى ديوبند.

حالت حیض میں وطی

سوال:- اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کر لی اور مرد کو کچھ علم نہیں کہ حیض میں ہے یا طہر میں اور اس کی بیوی نے بھی اس بات کو شوہر کو نہیں بتایا، وطی سے فارغ ہونے کے بعد عورت نے پھر اپنے شوہر کو پوری بات بتادی کہ میں حیض کی حالت میں تھی، تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر عورت حالت حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے اپنے شوہر کو وطی کرنے پر اصرار کرے تو مرد کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے نیز عورت کی جانب سے یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اصرار کو پوار نہ کیا جائے تو کوئی برا فعل نہ کر بیٹھے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر حالت حیض میں مرد نے عدم علم کی بناء پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہے تو عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی نیز اگر عورت حالت حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے تو مرد کو وطی کرنا ایسی حالت میں بالکل درست نہیں ہے۔ **ووطأهافي الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرةٌ لاجاهلاً ولاناسياً ولامكرهاً (كذافي البحر الرائق[1] ص:۱۹۷، ج:۱)**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حالت حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا

سوال:- ایک عورت کی حیض کی عادت چار یوم کی تھی حسب معمول چوتھے روز دن کے

---

[1] البحر الرائق ص:۱۹۷، ج:۱، باب الحيض، مطبوعه ماجديه كوئٹه، شامی كراچی ص۲۹۷ ج۱، باب الحيض. النهرالفائق ص۱۳۲ ج۱ باب الحيض، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،

پانچ بجے حیض بند ہوگیا اوراس روز اس نے غسل بھی کرلیا اسی رات کوتقریباً رات کے ۱۱ر بجے اس کے خاوند نے اس سے ہمبستری کی، صبح معلوم ہوا کہ خون جاری ہے رات کے تقریباً ہمبستری کرنے کے بعد علیٰ ہذا صبح پھر خون بند ہوگیا اور کچھ غلط فہمیوں کی بناپر یہ سمجھتے ہوئے کہ اب خون بند ہوگیا ہے دن کے تقریباً ۱۲ر بجے بعد زن وشوہر ہمبستر ہوئے حالانکہ خون جاری تھا جس کا بعد میں اندازہ ہوا (دونوں کو) اور وہ خون دوسرے روز صبح بند ہوگیا اس صورت میں ان پر کیا سزا شرعی طور پر واجب ہوتی ہے دونوں غریب ہیں اور غلط فہمی اور عدم معلومات کی بنا پر یہ فعل ان سے سرزد ہوا خصوصاً عورت کے اس قول پر کہ خون بند ہوگیا ہے جس کی علامت اس کا غسل کرنا اور باندھی ہوئی پٹی کو کھول ڈالنا بھی تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت مین عند الحنفیہ شرعاً کوئی گناہ صدقہ وغیرہ واجب نہیں غلط فہمی کی بناء پر جو کچھ ہوگیا توبہ واستغفار کرلیں، **واختلف العلماء في وجوب الكفارة فقال الشافعيؒ في اصح قوليه وهو الجديد، ومالک وأبوحنيفة واحمد رحمهم الله في احدى الروايتين وجماهير السلف انه لاكفارة عليه وعليه ان يستغفرو يتوب اهـ (بذل المجهود[1] ص:۱۵۸، ج:۱ باب في اتيان الحائض)** بحالت علم وعمد ایک دینار یانصف دینار تصدق کرنا مستحب ہے[2]، تاکہ آئندہ پوری احتیاط سے کام لیا جائے، **ثم هو اى وطء الحائض كبيرة لوعامداً مختاراً عالماً بالحرمة لاجاهلاً أو مكرها أوناسياً فتلزمه التوبة ويندب تصدقه بدينار أو نصفه اهـ (درمختار[3])** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰ر ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۶۷ھ

---

[1] بذل المجهود ص:۲۷۹، ج:۱، مطبوعه بيروت. باب فى ايتان الحائض. مطبوعه رشيديه سهارنپور ص:۱۵۸/۱.

[2] ويستحب أن يتصدق بدينار أونصف دينار الهندية ص ۳۹ ج ۱. **(بقيه آئنده صفحه پر)**

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کیسا ہے؟

سوال:- حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا شرعاً درست ہے جب کہ وہ پاکی کا اہتمام کرتی ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ذی قعدہ ۵۷ھ

عورت آئسہ کب ہوتی ہے؟

سوال:- ایک حیض والی عورت کا حیض بند ہو گیا، اب کتنی مدت حیض بند رہنے سے بیماری میں آئسہ کا حکم کیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک پچپن سال کی عورت آئسہ ہوتی ہے۔ اتنی مدت کے اندر حیض آنے کی امید رہتی ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۲ ۵۷ھ

(گذشته کا بقیه) مطبوعه کوئٹه کتاب الطهارة، الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ.

[3] درمختار علی الشامی نعمانیه ص۱۹۸ ج ۱. شامی زکریا ص: ۴۹۴، ج: ۱، باب الحیض.

(صفحہ ہذا) [1] ولا یکره طبخها ولااستعمال مامسته من عجین أوماء أونحوهما **(بقیہ آئندہ صفحہ پر)**

ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا

سوال:-مستورات ایام حیض میں مناجات مقبول پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مناجات مقبول میں عربی والی دعا میں قرآن شریف کی آیت بھی ہوتی ہے، لہٰذا اردو والی منظوم دعائیں الگ مجلد کروا کر پڑھنا چاہیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑے رومال وغیرہ سے پکڑ کر اردو کی دعائیں پڑھنا درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حالت حیض میں بیوی کے عضو مخصوص کو دیکھنا اور چھونا

سوال:-بیوی کے حائضہ ہونے کی حالت میں ماتحت السرہ نیز اعضاء مخصوصہ کو دیکھنا چھونا کیسا ہے۔

(گذشتہ کا بقیہ) الا اذا توضأت بقصد القربة (الشامی نعمانیه ص:۱۹۴، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۴۸۶، ج:۱، کتاب الطهارة، باب الحیض، طحطاوی مع المراقی ص۱۱۶ باب الحیض، مطبوعه مصر.

[2] ان الحیض موقت الی سن الایاس واکثر المشائخ قدروه بستین سنة ومشائخ بخارا وخوارزم بخمس وخمسین سنة فمارأت بعدها لایکون حیضاً في ظاهر المذهب، شرح وقایه ص:۱۰۸، ج:۱، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، باب الحیض، الدرالمختار نعمانیه ص:۶۰۶، ج:۲، وشامی زکریا ص۱۹۶، ج۵، باب العدة، مطلب في عدة الموت. تاتار خانیه ص۳۲۷ ج۱، نوع فی الحیض، مطبوعه کراچی،

(صفحہ ہٰذا) [1] ویمنع مسه اي القرآن ولوفي لوح ودرهم اوحائط الا بغلافه المنفصل الخ شامی زکریا ص۴۸۸ / ۱، کتاب الطهارة، باب الحیض، حلبی کبیری ص۵۷، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه ص۳۳۳/ ۱، فی الاحکام التی تتعلق بالحیض، مطبوعه ادارةالقرآن کراچی،

الجوب حامداًومصلیاً

درمختار میں ہے،وهل يحل النظر ومباشرتها له فيه تردد الخ. شامی میں ہے:ای بشهوة وهذا كالاستثناء من عموم حل ما عدا القربان واصل التردد لصاحب البحر حيث ذكر ان بعضهم عبر بالاستمتاع فيشمل النظر وبعضهم بالمباشرة فلا يشمله ومال الى الثانى ومال اخوه فى النهر الى الاول وانتصر العلامة للاول واقول فيه نظر الى ان قال ولا يخفى ان الاول صريح فى حل عدم النظر الى ماتحت الازار والثانى قريب منه وقال بعد اسطر واستظهر فى النهر الثانى لكن فيما اذا كانت مباشرتها له بما بين سرته وركبته كما اذا وضعت يدها على فرجه كما اقتضاه كلام البحر لااذا كانت بما بين سرتها وركبتها كما اذا وضعت فرجها على يده الخ، (ردالمحتار[1] نعمانية ص:۱۹۴-۱۹۵، ج:۱، باب الحيض)

ان عبارات سے معلوم یہ ہوا کہ بیوی کے ماتحت السرۃ اعضاء مخصوصہ حالت حیض میں دیکھنے اور چھونے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجوب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۸۹ھ

حالت حیض میں جماع

سوال:-اگر مرد نے حالت حیض میں عورت سے جماع کیا جبکہ مرد کو حیض کا علم نہیں، عورت کو علم ہے تو گناہ کس پر ہے، نیز اگر عورت حالتِ حیض میں غلبۂ شہوت کی وجہ سے مرد کو جماع پر مجبور کرے جبکہ مرد کو حالت حیض کا علم ہو تو کیسا ہے؟

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص:۴۸۷، ج:۱، شامی کراچی ص:۲۹۲، ج:۱، باب الحيض،

الجوب حامداً ومصلیاً

اگر حالت حیض میں مرد نے عدمِ علم کی بناء پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہو تو عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی۔ نیز اگر عورت حالت حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے تو مرد کو وطی کرنا ایسی حالت میں بالکل درست نہیں ہے۔ **ووطأها فی الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا کبیرة لا جاهلا ولا ناسیا ولا مکرها کذا فی البحر الرائق**[1] **ص ۱۸۹/۱.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حالت حیض میں استمتاع

سوال:- زید کی بیوی ایام حیض کے اندر ہے، زید قوت شہوت کی بنا پر حرام کاری کا قصد کرنے پر مجبور ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی سے ایام حیض میں مباشرت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت حیض میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے، حرام کاری تو حرام ہے ہی اس کا کیا پوچھنا، ناف سے گھٹنے تک کے علاوہ بقیہ جسم سے استمتاع کی گنجائش ہے،[2] زید کو چاہئے کہ ایام

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص۱۹۷/۱، باب الحیض، مجمع الانهر ص۸۰/۱، باب الحیض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۹۴/۱، باب الحیض قبیل مطلب فی حکم وطء المستحاضة.

[2] وهو یمنع قربان ما تحت الازار کالمباشرة والتفخیذ ویحل القبلة وملا مسة فوق الازار الخ، مجمع الانهر ص: ۸۰، ج: ۲، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، باب الحیض.
ویمنع قربان ما تحت ازار یعنی مابین سرة ورکبة فیجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها الخ، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۸۶، ج؛ ۱، باب الحیض. شامی کراچی ص: ۲۹۱، ج: ۱، زیلعی ص۱۶۴ ج ۱ باب الحیض، مطبوعه امدادیه ملتان.

حیض میں صبر کرے یا روزے رکھے یا پھر دوسری شادی بھی کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

حالت حمل میں وطی

سوال:- حاملہ بیوی سی وطی کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو وضعِ حمل سے کتنے دن پہلے چھوڑ دینا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کو حاملہ بیوی سے وطی کرنا درست ہے علاوہ ان ایام کے جبکہ وطی، بچہ کو مضر ہو[1] اور اس سلسلہ میں حکیم حاذق سے معلوم کرلیا جائے کہ کب وطی بچہ کو مضر ہوتی ہے؟ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

استحاضہ

سوال:- (۱) ایک عورت استحاضہ کے مرض میں عرصہ سے مبتلا ہے، خون برابر جاری رہتا ہے۔ مہینہ میں کبھی کبھی دو تین دن کا وقفہ ہوتا ہے کبھی وہ بھی نہیں اور اپنی قدیم عادت بھی اسے یاد نہیں ہے۔

۲- مہینہ کی کن تاریخوں کو وہ طہر شمار کرے اور کن تاریخوں کو حیض سمجھے؟

۳- کن دنوں میں نماز روزہ تلاوت کی پابندی کرے اور کن دنوں میں نہ کرے؟

---

[1] کمایستفاد من ھذہ العبارۃ لایحل لہ وطؤھا بما یؤدی الیٰ اضرارھا الخ شامی زکریا ص ۳۸۱ ج۴، کتاب النکاح، باب القسم.

نوٹ:- حکیم الامت حضرت مولینا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ (بیوی) میاں کے پاس نہ جائیں خاصکر چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعد زیادہ نقصان ہے۔ الخ بہشتی زیور مکمل ومدلّل ص ۵۴/۹ حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان، مطبوعہ ادارۂ تھانوی دیوبند۔

٤- جن دنوں میں اس پر نماز روزہ فرض ہے اس کی تعیین فرمائیں۔

٥- جن دنوں میں وہ نماز پڑھ سکتی ہے ان دنوں میں وہ وضو کر کے قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے اور قرآن پاک چھو سکتی ہے یا نہیں؟

٦- طہر اور حیض کے دنوں کی تشریح فرمائیں اور قرآن پاک کی تلاوت کے حکم کو بھی واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی عورت تحری کرے یعنی اگر اس کو اپنی عادت قدیمہ یاد نہیں اور لون سے بھی نہیں پہچانتی تو دل پر بہت زور ڈال کر غور کرے اور خوب سوچے اور اللہ سے دعا کرے، پھر جن ایام کے متعلق اسکا دل گواہی دیکہ یہ حیض کے ایام ہیں انکو حیض کا زمانہ تصور کرلے، ان میں نماز نہ پڑھے نہ روزہ رکھے نہ تلاوت کرے نہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے، ان ایام کے علاوہ بقیہ ایام میں یہ سب کام کرے گی، البتہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے گی اور اس وضو سے نماز فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھے گی اور تلاوت بھی کریگی، قرآن پاک کو ہاتھ بھی لگائیگی[1] اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور پریشانی دور کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا

سوال: -عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس نہیں آیا تو اسپر غسل واجب ہے یا نہیں؟

---

[1] ومن نسيت عادتها وتسمى المحيرة والمضلة وحاصله انها تتحرى اى ان وقع تحريها على طهر تعطى حكم الطاهرات وان كان على حيض تعطى حكمه اى لان غلبة الظن من الادلة الشرعية، درمختار مع الشامى زكريا ص ٤٨٠ ج ١، باب الحيض. عالمگيرى ص ٤٠ ج ١ الفصل الرابع فى احكام الحيض و النفاس مطبوعه كوئٹه. تاتار خانيه ص ٣٧٢ ج ١ نوع اٰخر فى الاضلال، مطبوعه كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

قولِ مختار یہ ہے کہ غسل واجب ہے[1] (كذافي ردالمحتار ص:۱۱۳، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

حیض کا ناوقت آنا!

سوال:- اگر کسی خاتون کو ایام حیض اس طرح شروع ہو کہ اول خون کے چند قطرات نمودار ہوں اور پھر اسکے بعد دس دن تک خون بالکل نظر نہ آئے لیکن دس دن کے بعد پھر حیض کی برآمد کثرت سے شروع ہو اور یہ سلسلہ تقریباً پانچ چھ دن تک جاری رہے تو ایام حیض پاکی اور نماوغیرہ کے لئے کب سے شمار کئے جائیں گے، مثلاً اگر ۲۱/جولائی سے قطرات حیض برائے نام نمودار ہوں اور پھر ۳۱/جولائی سے سیلان بکثرت ہو اور ۱۴/اگست تک جاری رہے تو ایام حیض کس تاریخ سے کس تاریخ تک شمار کئے جائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب اول قطرات نمودار ہوئے پھر دس دن تک کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو یہ چند قطرات حیض میں شمار نہیں ہونگے بلکہ یہ دس روز مسلسل پاکی کے شمار ہونگے اسکے بعد جب بکثرت سیلان

---

[1] أو ولدت ولم تر دماً هذا قول الامام وبه اخذ أكثر المشائخ وعند أبي يوسف وهورواية عن محمد لاغسل عليها لعدم الدم صححه في التبيين والبرهان كما بسطه في الشرنبلالية ومشى عليه في نورالايضاح لكن في السراج ان المختار الوجوب احتياطاً وهو الاصح (الشامي نعمانيه ص:۱۱۳، ج:۱، وشامي زكريا ص:۳۰۷، ج:۱ كتاب الطهارة، مطلب في ابحاث الغسل. عالمگيری ص۳۷ ج۱ الفصل الثانی فی النفاس، مطبوعه كوئٹه. الدرالمنتقى علىٰ مجمع الانهر ص ۸۲ ج۱ باب الحيض، دارالكتب العلميه بيروت.

ہوا اور مسلسل پانچ روز تک رہا تو ان پانچ دن کو ایام حیض میں شمار کرینگے صورت مسئولہ میں ۲۱ر جولائی سے ۳۰ر جولائی تک حیض نہیں ۳۱ر جولائی سے ۴ر اگست تک ایام حیض ہونگے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حائضہ پاک ہوجائے تو اس کے روزہ کا حکم!

سوال:- اگر عورت اپنے حیض سے صبح ۱۱ر بجے سے قبل پاک ہوجائے تو کیا اس دن روزہ سے رہنا اس کیلئے واجب ہوگا؟ اور اس دن کے روزہ کی قضا ہوگی ماہ رمضان میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس دن کا روزہ نہیں ہوا بعد میں قضا رکھے البتہ اس دن بھی شام تک روزہ دار کی طرح کچھ کھائے پیئے نہیں، **یجب الامساک بقیة الیوم علی من فسد صومه وعلی حائض ونفساء طهرتا بعد طلوع الفجر،** (مراقی الفلاح[2]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنیکے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے؟

سوال:- (۱) جب مجھے مہینہ ہوا تو تین چار دن گذر گئے مگر غسل نہ کر پائی تھی کہ میرا شوہر

---

[1] اقله ای الحیض ثلاثة ایام بلیالیها واکثره عشرة والناقص عن اقله والزائد علی اکثره استحاضة (الدرالمختار علی هامش الشامی نعمانیه ملخصاً ص ۱۸۹ ج ۱ شامی کراچی ص ۲۸۴، ج ۱، باب الحیض.

[2] مراقی الفلاحی علی الطحطاوی ص:۵۵۸، مطبوعه مصر. کتاب الصوم. مجمع الانهر ص ۳۷۳ ج ۱ کتاب الصوم مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. تبیین الحقائق ص ۳۲۲ ج ۱ باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، مطبوعه امدادیه ملتان.

آیا اور باوجود منع کرنے کے نہ مانا اور خواہش پوری کرلی تو اب دو غسل کرنے پڑینگے ایک ہفتہ کی ناپاکی کا، دوسرے شوہر کے آنے کا، اجتماع والی عورتوں نے کہا ۱۱ر ڈھیلے ہونے چاہئیں، سر دھو کر ڈھیلے سے استنجاء پاک کر کے ناف کے نیچے تک بدن کو دھوؤ پھر وضو کر کے نہاؤ پھر دوبارہ ناف سے نیچے تک باقاعدہ وضو، کرو تب نہاؤ تب پاک ہوسکتی ہو لہٰذا آپ شرع شریف سے مطلع فرمائیں۔

(۲) میرا شوہر رات کو میرے پاس آیا صبح کو غسل کرنے کی کسی کو مہلت نہ مل سکی اس طرح تین رات گذر گئیں تو غسل تین روز کرے یا ایک ہی دفعہ سے پاک ہو جائینگے، اجتماع کرنے والی عورتوں نے تین دفعہ بتلایا ہے لہٰذا عورتوں کے غسل کا طریقہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- ان دونوں باتوں کی وجہ سے دو غسل واجب نہیں ہونگے بلکہ ایک ہی غسل کافی ہے[۱]۔ ایک غسل میں جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی کافی ہے ۱۱ر ڈھیلے سے استنجاء بھی غلط ہے بہشتی زیور میں غسل کا طریقہ لکھا ہے اس کے موافق غسل کرلیا جائے۔

۲- تین رات غسل نہ کرنا اور نمازیں قضا کرنا کبیرہ گناہ ہے[۲] سخت وبال کی چیز ہے مگر شوہر کے تین روز صحبت کرنے سے تین غسل واجب نہیں ہوں گے، ایک ہی غسل کافی ہوگا جس نے دو یا تین دفعہ غسل کرنا بتایا ہے اسنے غلط بتایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ویکفی غسل واحد لعید و جمعة اجتمعا مع جنابة کمالفرضی جنابة و حیض الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۶۹ ج ۱ مطلب فی رطوبة الفرج.

[۲] وتارکھاعمداً مجانة (تَکَاسُلاً) فاسق (درمختار علی الشامی نعمانیه ص:۲۳۵، ج ۱، اول کتاب الصلوة، قوله فاسق لعل المرادبه من یرتکب الکبائر شامی نعمانیه ص:۳۷۶، ج:۱ باب الامامة، طحطاوی ص ۲۴۵ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم :

معذور و بیمار کے احکام

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال:- مسئلہ یہ ہیکہ ناچیز ایک بیماری میں مبتلاء ہے مجھے ریح کی بیماری ہے وضو کرتا ہوں لیکن بار بار پیچھے کی راہ سے ہوا نکل جاتی ہے کوئی وقت پانچ منٹ کے بعد یا دس منٹ کے بعد دیا پندرہ منٹ کے بعد ہوا نکلتی رہتی ہے کئی بار تو ایک منٹ بھی نہیں ہوتا ہے کہ ہوا نکل جاتی ہے اس وجہ سے مجھے نماز میں بہت تکلیف ہوتی ہے مہربانی فرما کر کچھ راستہ بتایئے کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا مسئلہ ہے بار بار وضو چلے جانے کی وجہ سے میں نماز کو ایک بار وضو کر کے ادا کر لیتا ہوں تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور اس طرح نماز اداء کی ہوئی نماز کو لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟ یا نماز ہو جائے گی کبھی کبھی جاگ کر اٹھنے کے بعد کبھی کبھی وضو ۲۰ یا ۲۵ منٹ تک رہتا ہے یا کبھی آدھ گھنٹہ تک بھی رہتا ہے روزانہ پانچ وقت کی نماز میں سے ایک دو بار کی نماز میں ہی ایسا نہیں ہوتا باقی اکثر ٹائم بھی ہوتا رہتا ہے، ہوا نکلنے کا ایسا موقع کبھی کبھی پیش آتا ہے باقی اکثر ٹائم پر ہوا چھوٹتی رہتی ہے مجھے یہ بیماری دو تین سال سے ہے میں ابھی تک تو نمازوں کو ایک بار ہی وضو کر کے ادا کرتا رہتا ہوں پر دو تین بار بھی وضو کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک دفعہ آپ اندازہ کرلیں اس طرح کہ مثلاً مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ہوتا ہے اس پورے وقت میں اگر آپ کو اتنا وقت بھی نہ ملے کہ آپ وضو کر کے مغرب کی نماز اس وضو سے ادا کرسکیں بلکہ ہوا نکلتی رہے تو آپ معذور ہیں آپ کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت آنے پر تازہ وضو کرلیا کریں پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو پھر وضو کرلیں غرض ایک وقت کی نماز کے لئے ایک وضو کافی ہے اور دوسرے وقت کی نماز کے لئے دوسری وضو کریں جب تک وقت باقی رہیگا اس وضو سے نماز درست ہوگی غرض اس طرح وقت کے اندر اندر ہوا نکلنے سے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں پھر آپ معذور ہی رہیں گے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت کی نماز کا حال ایسا ہی رہے بلکہ پورے وقت میں ایک دو بار ہوا نکلتی رہے تب بھی معذور ہوں گے اگرچہ ۲۰، ۲۵ منٹ تک ہوا نہ نکلے جب کسی ایک نماز کا پورا وقت مثلاً مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ اس طرح گذر جائے کہ بالکل ہوا نہ نکلے تو آپ معذور نہیں رہیں گے پھر جب بھی ہوا نکلے دوبارہ وضو کی ضرورت ہوگی خدائے پاک آپ کو شفا عطا فرمائے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

---

[1] صاحب عذر من به سلس بول او استطلاق بطن او انفلات ريح او استحاضة ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكما وهذا شرط العذر فى حق الابتداء وفى حق البقاء كفى وجوده فى جزء من الوقت وفى حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة وحكمه الوضو لكل فرض ثم يصلى به فيه فرضا ونفلا الخ، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۵۰۴-۵۰۵، ج ۱، شامى كراچى ص: ۳۰۵، ج: ۱، باب الحيض مطلب فى احكام المعذور، مجمع الانهر ص ۸۴ ج ۱ فصل فى المعذور، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. طحطاوى على المراقى ص ۱۱۸-۱۱۹ قبيل باب الأنجاس، مطبوعه مصرى.

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال:- زید کو عارضہ ریح کا ہے یعنی اس کی ریح جلدی جلدی خارج ہوتی رہتی ہے وضو اسکا قرار نہیں پکڑتا بعض وقت یا بعض دن ایسا ہوتا ہیکہ وضو ایک گھنٹہ تک قائم رہتا ہے اور بعض روز کئی کئی روز ایسے گذرتے ہیں کہ وضو دس دس منٹ بلکہ اس سے بھی پہلے ٹوٹ جاتا ہے اس اخراج ریح کی صورت میں وہ شخص فرض قضا نمازوں کو کس طرح ادا کرے آیا ایک دفعہ تازہ وضو کر کے تمام دن اسی ایک وضو سے پڑھتا رہے خواہ بیچ میں ریح خارج ہو رہی ہو یعنی وضو نہ رہا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گذر جائے کہ اخراج ریح مسلسل رہے یعنی اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وہ وضو کر کے وقتیہ نماز پوری کر سکے تب تو یہ شخص معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لئے اس کے ذمہ وضو ضروری ہے اور اس وضو سے فرض، نفل، ادا، قضا جو دل چاہے پڑھتا رہے، خروج ریاح ناقض نہیں ہوگا وقت خارج ہونا اس کے حق میں ناقض وضو ہے۔ ہر وقت کے لئے علیحدہ وضو ضروری ہے اور یہ شخص معذور رہے گا جب تک کہ کسی ایک نماز کا کامل وقت عذر سے خالی نہ گذر جائے، یعنی معذور رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عذر مسلسل رہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے کامل وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا تحقق ہو جائے اور جب ایسی حالت آجائے گی کہ کامل وقت ایک مرتبہ بھی عذر سے خالی گذر جائے گا تو یہ شخص معذور نہ رہے گا اور اگر کسی کامل نماز کا وقت ایسا نہیں گذرا کہ اس کو عذر سے خالی رہ کر نماز کا ادا کرنا ممکن ہو، بلکہ اتنی گنجائش مل جاتی ہے کہ ہر وقت میں نماز بلا عذر ادا کر سکتا ہے

تو یہ معذور نہیں ہے خروج ریاح اس کے حق میں ناقض وضو ہے (هكذا في الطحطاوی[1])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۰/۱۱/ ۵۶ھ

معذور کی نماز و امامت

سوال:- (الف) میں ایک مرض میں عرصۂ دراز سے مبتلا ہوں اور وہ ہے کثرتِ ریاح کا خروج ہر ۲/۳ منٹ پر خروج ریاح ہوتا رہتا ہے، تو کیا میں فجر کے وضو سے نمازِ اشراق اور تلاوت قرآن پاک کرسکتا ہوں؟ یعنی ہوا کو روک کر رکھوں اور باوضو رہوں۔

(ب) جس گاؤں میں رہتا ہوں اس میں معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں، اکثر قراءتِ نماز میں غلط پڑھتے ہیں، اعضاءِ وضو خشک رہ جاتے ہیں، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے میری نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پنجگانہ نماز کی امامت کرسکتا ہوں یا نہیں؟

---

[1] تتوضا المستحاضة ومن به عذر كسلس بول أو استطلاق بطن وانفلات ريح لوقت كل فرض ويصلون به اى بوضوئهم في الوقت ماشاؤا من الفرائض وماشاؤا من النوافل ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط ولا يصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتا كاملاً ليس فيه انقطاع لعذره بقدر الوضوء والصلاة اذلووجد لايكون معذوراً وهذا الاستيعاب شرط ثبوته اى العذر وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولومرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذوراً خلوّ وقت كامل عنه بانقطاعه حقيقة فهذه الثلاث شروط الثبوت والدوام والانقطاع (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص:۱۱۸-۱۱۹ قبيل باب الانجاس والطهارة عنها، مطبوعه مصر. الدرالمنتقى ص۸۴ ج ۱ فصل فى المعذور، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. شامى زكريا ص۵۰۴ ج ۱ مطلب فى احكام المعذور.

یعنی جب تک امامت کروں ہوا کو زبردستی روکے رکھوں، اگر نہیں کرسکتا تو گھر میں نماز ادا کروں؟ نیز اس حالت میں نمازِ تراویح کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جو شخص شرعاً معذور ہے اس کو ہر وقت کی نماز کے لیے وضو ضروری ہے، پھر وقت ختم ہونے سے اس کا وضو باقی نہیں رہے گا، فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہوجائے گا، اشراق کے لئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی، پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی، حتی کہ ظہر کے لئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی، الا یہ کہ اس عذر کے علاوہ کوئی اور حدث پیش آجائے[1]

(ب) اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو، اعضاء وضو خشک رہ جائیں، یا نماز میں قرأت کی غلطی سے فساد آجائے اور امام اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں اور صاحب عذر بھی امامت نہیں کرسکتا، لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے۔[2] ترک جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا، اسی طرح نمازِ تراویح بھی درست نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱ ۸۹ھ

---

[1] یتوضأ لوقت کل فرض ویصلی به فیه ما شاء من فرض ونفل وینقضه خروج الوقت الخ (شرح وقایه ص ۱۲۰) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. باب الحیض. ملتقی الابحر ص ۸۴ ج ۱ فصل فی المعذور، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. عالمگیر ص ۴۱ ج ۱ الباب السادس الفصل الرابع فی احکام الحیض و النفاس و الاستحاضه، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولاطاهر بمعذور الخ ولاقادر علی رکوع وسجود بعاجز عنهما الخ.(الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۳۸۹، ج: ۱ باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی الخ. مجمع الانهر ص ۱۶۷ ج ۱ فصل فی الجماعة، دارالکتب العلمیه بیروت. عالمگیری ص ۸۴ ج ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح امامً لغیره، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا کثیر الاحتلام معذور ہے!

سوال:-زید احتلام شدید کے مرض میں مبتلا ہے، تقریباً ہر روز ہی احتلام ہوتا ہے، بدن کے اعتبار سے کمزور اور لاغر ہے، ہر روز سردی کے موسم میں غسل کرنا بہت دشوار ہے، اگر غسل نہ کرے اور نماز پڑھے تو طبعی کراہیت محسوس ہوتی ہے ایسی صورت میں شرعی معذور کا حکم ہوگا یا نہیں؟

کشف الحاجہ ترجمہ مالا بدمنہ میں ہے کہ اگر کسی نمازی کا سارا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ بے چارہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کو اس ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ ستر ڈھانکنے کے بقدر کپڑا میسر نہ ہو ص ۱۹، اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالا بدمنہ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص بیمار ہے مثلاً دستوں کا عارضہ ہے یا اس کو کوئی زخم ہے جس سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے وہ نہ خود اپنے کپڑوں کو پاک کرسکتا ہے نہ وضو کرسکتا ہے صاحب فراش ہے تو وہ ایسی ہی حالت میں نماز ادا کرے، یا ایک لنگی مستقلاً نماز کے لئے تجویز کرلیں کہ جب ضرورت ہو اور سب کپڑے ناپاک ہوں تو اس کو استعمال کرلیا کریں بغیر نماز کے اس کو نہ استعمال کریں، مبادا وہ ناپاک ہوجائے، پھر احتلام سے جو نجاست بدن پر لگے اس کو پاک کرلیں[1] اگر غسل سے مرض پیدا ہوجائے یا مرض

(گذشتہ کا بقیہ) [2] فلا تجب علی مریض الخ. (الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ص ۳۶۳ ج ۱) باب الامامة. الدر المنتقی ص ۱۶۱ ج ۱ باب الجماعة دار الکتب العلمیہ، بیروت. عالمگیری ص ۸۳ ج ۱ الفصل الاول فی الجماعة، مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ھذا) [1] مالابدمنہ ص ۲۳، قبیل کتاب الصلاة. عالمگیری ص ۳۱ ج ۱ الباب الرابع التیمم الفصل الثالث فی المتفرقات. الدر المنتقی ص ۶۸ ج ۱ قبیل باب المسح علی الخفین، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

میں شدت ہو جائے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرلیا کریں طبعی کراہت کا خیال نہ کریں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تقاطر مذی ہو تو وہ معذور ہے

سوال:- زید کو دو دن تک مذی کے قطرات نکلتے ہوں پھر دو دن بند ہو کر پھر یہ مرض شروع ہو جاتا ہے، کیا یہ بیماری میں شمار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بحالت قیام نماز پڑھتے وقت رکوع وسجود میں مذی کے قطرات نکلتے ہیں اور بیٹھ کر نہیں نکلتے تو نماز بیٹھ کر پڑھنی چاہئے[2] اگر دو روز یہ حالت رہتی ہے کہ نماز پڑھنے کا وقت بغیر قطرات کے نہیں ملتا تو وہ دو دن میں معذور ہے پھر جب یہ حالت نہیں رہتی تو وہ معذور نہیں رہتا[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

---

[1] اگر مصلی برآب قادر نباشد بہ سبب خوف حدوث بیماری یا درنگ در شفا یا زیادت مرض...تیمّم کند مالابدمنہ ص۲۳۔ مجمع الانهر ص۵۸ ج ۱ باب التيمم مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. هدايه ص ۴۹ ج ۱ باب التيمم، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] أما اذا كان يمكنه رده بجلوس فی الفرض و نحوه وجب رده به و خرج عن أن يكون صاحب عذر الخ طحطاوی علىٰ المراقی ص ۱۱۹ قبيل باب الانجاس، مطبوعه مصری.
وكذا لو سال عند القيام يصلی قاعداً الخ شامی زكريا ص۵۰۸ ج ۱ مطلب فی احكام المعذور. الدرالمنتقىٰ ص۸۶ ج ۱ قبيل باب الأنجاس، دارالكتب العلميه بيروت.

[3] وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن او انفلات ريح او استحاضة ان استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة الخ، درمختار علی الشامی زكريا ص:۵۰۴، ج:۱، كتاب الطهارة، باب الحيض، فی احكام المعذور. هدايه ص۶۷ ج ۱ باب الحيض والمستحاضة فصل، مطبوعه تهانوی ديوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا؟

سوال:- بعض اوقات روئی نہیں رکھ پاتا ہوں تو کیا میں معذور نہیں ہوں جب کہ ۳۰-۴۰ منٹ تک بلا مبالغہ پیشاب میں لگتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر چل کر ہر طرح قطرۂ پیشاب نکالتا ہوں اور بعض دفعہ ۴۵/منٹ بھی لگ جاتے ہیں ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ ۱۵-۲۰، منٹ میں فرصت مل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اتنی سی بات سے آپ معذور نہیں البتہ اگر کسی نماز کا پورا وقت اسی حالت میں گذر جائے کہ برابر قطرہ آتا رہے اور اتنی مہلت نہ مل سکے کہ آپ وضو کر کے نماز پڑھ لیں تو آپ معذور ہو جائیں گے لیکن جب ایسا نہیں بلکہ ۳۰-۴۰، منٹ کے بعد آپ مطمئن ہو جاتے ہیں اور قطرہ نہیں آتا تو آپ معذور نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا

سوال:- ایک شخص ہیں جنہیں پیشاب کی بیماری ہے کہ استنجاء کرنے کے بعد کچھ دیر تک قطرے آتے رہتے ہیں ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے استنجاء کر لیا کیجئے پھر لنگی کو بدل کر دوسری لنگی پہن کر نماز پڑھ لیا کیجئے اگر یہ مسئلہ مولوی صاحب کا صحیح ہے تو اب

(گذشتہ کا بقیہ) ملتقی الابحر ص ۸۴ ج ۱ فصل فی المعذور، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لا يجدفي جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلى فيه خاليا من الحدث الىٰ قوله وحكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلى به الخ. مجمع الانهر ص ۸۴ ج ۱ دارالكتب العلميه، بيروت. النهر الفائق ص ۱۳۹ ج ۱ دارالكتب العلميه، بيروت فصل فى المعذور. الدرالمختار مع الشامى نعمانيه ص: ۲۰۲، ج: ۱، شامى زكريا ص: ۵۰۴، ج: ۱، مطلب في احكام المعذور) باب الحيض.

جو قطرے آئے اس کی وجہ سے عضو کو دوبارہ دھوئے یا نہیں یا صرف لنگی بدل کر نماز پڑھ لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ شخص شرعاً معذور ہے تو اس کو اب دوبارہ عضو دھونے کی ضرورت نہیں اور یہ لنگی بدلنا بھی واجب نہیں[1] بلکہ محض تقلیل نجاست کیلئے ہے اگر وہ شرعاً معذور نہیں تو اس کو عضو دھونا بھی ضروری ہے اور وضو کا اعادہ بھی لازم ہے محض لنگی بدلنا کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم!

سوال:- مجھے دوسال سے پیشاب کے بارے میں خلل ہوتا آرہا ہے وہ یہ کہ جب پیشاب کرتا ہوں اور پانی سے صاف کرنے کے بعد دو تین بار کبھی زیادہ قطرے پیشاب کے نکلتے ہیں لیکن وہ قطرے نکلنے کے بعد پھر دوبارہ پیشاب کو جانے تک نکلتے نہیں، کبھی کبھی پانی کے بغیر کپڑے سے صاف کرے تو وہ قطرے نہیں نکلتے، یہ سلس البول کی طرح نکلتے نہیں بلکہ جب پیشاب کو جاتا ہوں اسکے بعد نکلتا ہے ایک دن میں دس مرتبہ پیشاب کرنے گیا تو پھر دس مرتبہ ہی وہ قطرے نکلتے ہیں اس کیلئے کئی علاجوں سے ناکام ہوگیا اور اس سے اطمینان سے عبادت نہیں کرسکتا ہوں اب جو بات ہے کہ پیشاب کے بعد وضو کرتا ہوں اس وقت یا وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتا ہے تو یہ وضو فی المذہب الشافعی ادا ہوگیا یا نہیں؟ اور ایک وضو سے کئی فرض کی نماز پڑھ سکتا ہوں اور وقت آنے سے پہلے نماز کیلئے اس حالت میں وضو کر سکتا ہوں یا نہیں؟

---

[1] (قوله وحكمه) اى العذر او صاحبه (الوضوء لاغسل ثوبه) اى ان لم يفد كمايأتى متناً (ونحوه) كالبدن والمكان الخ. (الشامى نعمانيه ص ۳۰۳ ج ۱) مطلب في احكام المعذور) باب الحيض. الدرالمنتقى ص ۸۴ ج ۱ فصل فى المعذور، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلس البول نہیں جسکی وجہ سے آدمی شرعی معذور ہوجاتا ہے۔[1] اس لئے وضو کے بعد جب پیشاب کا قطرہ نکل آئے گا تو وضو باقی نہیں رہے گا دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آئیگی وضو کے بعد جب قطرے نہ آئیں تو اس وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں وقت سے پہلے بھی وضو کر سکتے ہیں، قطرے سے تحفظ کیلئے ڈھیلا یا کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳ ۹۶ھ

سلسل بول کا حکم!

سوال:- ایک شخص جسکا پیشاب پر قابو نہیں ہر وقت نکلتا رہتا ہے کسی بھی وقت پاک نہیں رہتا ہر وقت پیشاب سے کپڑے ناپاک رہتے ہیں میرے پاس کوئی انتظام بھی نہیں کہ میں ہر وقت کپڑے بدلتا رہوں کیونکہ نہ تو میرے پاس اتنے کپڑے ہیں اور نہ ہی وسائل ایسی صورت میں کیا کروں، کیا میں ایسی مجبوری میں نماز ادا کر سکتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو کس صورت میں مسجد میں جا کر یا گھر پر ہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں آپ شرعاً معذور ہیں ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز ادا کرلیا

---

[1] صاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه ..... ان استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة وحكمه الوضوء لا غسل ثوبه لكل فرض (شامی نعمانیه ص:۲۰۳/۱، باب الحيض، مطلب فی احكام المعذور) عالمگیری ص ۴۱ ج ۱ الفصل الرابع فی احكام الحيض، مطبوعه كوئٹه. مجمع الانهر ص ۸۴ ج ۱ باب الحيض، فصل فی المعذور، دارالكتب العلميه، بيروت.

کریں پیشاب کی وجہ سے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں نہ کپڑے بدلنا لازم ہے[1] مسجد میں پیشاب نکلنے کا اندیشہ ہو تو مسجد میں نہ جائیں، مکان پر ہی ادا کرلیا کریں[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴ ۱۴۰۱ھ

تقاطر بول کا حکم!

سوال:- بندہ کو مسلسل چھ سال سے تقاطر بول کی شکایت ہے اکثر تو پیشاب کرنے کے فوراً بعد یا کچھ دیر بعد یا تو کبھی نماز کے اندر یا وضو کرنے کے وقت پیشاب کے قطرے نکل آتے ہیں اب جب نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے تو بندہ وضوء کے لئے جائے گا تو ادھر جماعت ختم ہوجاتی ہے تو اس صورت میں بندہ کیا کرے کبھی پیشاب کی تعداد اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ درہم کی تعداد سے زیادہ، بندہ کو کبھی عین درس کی حالت میں یہ بیماری پیش آتی ہے اور درس کے وقت میں وضوء کا ہونا ضروری ہے اگر بندہ وضوء کیلئے جائے گا تو سبق فوت ہوجائے گا بندہ اس صورت میں کیا کرے بندہ فی الحال ایک کپڑا استعمال کرتا ہے اور ہر نماز کے پہلے کپڑے کو دھو لیتا ہے، پیشاب کرکے وضو کرتا ہوں پیشاب کے قطرے نکلے یا نہیں تو کیا میری نماز صحیح

---

[1] صاحب عذر من به سلس بول لايمكنه امساكه. ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه لكل فرض ثم يصلى به فيه فرضاً ونفلاً (الدرالمختار على هامش الشامى نعمانيه ص۲۰۳ ج ۱، مطلب في احكام المعذور، باب الحيض). مجمع الانهر ص۸۴ ج ۱ فصل فى المعذور. دارالكتب العلميه بيروت. طحطاوى علىٰ المراقى ص۱۱۸ قبيل باب الأنجاس، مطبوعه مصر.

[2] وأكل نحو ثوم ويمنع منه وكذا كل موذٍ (الدرالمختار على هامش الشامى) قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري قلت علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين (شامى نعمانيه ص۴۴۴ ج ۱) مطلب في الغرس في المسجد.

ہوئی یا نہیں؟ یا بندہ سب کی قضا کرے کیا بندہ صاحب عذر نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب آپ صاحب عذر (شرعی معذور) نہیں ہیں تو جو نمازیں قطرے آنے کی حالت میں یا قطرے آنے کے بعد بغیر وضو کئے ناپاک کپڑے سے (جبکہ مقدار عفو سے زائد ہو) پڑھی ہوں ان سب کا اعادہ ضروری ہے[1] قطرہ آنا آپ کے حق میں ناقض وضو ہے قطرہ کیلئے مستقل کپڑا رکھیں نماز کے وقت اس کو الگ کر دیا کریں یا نماز کیلئے مستقل لنگی رکھیں اگر اتفاقاً وہ ناپاک ہو جائے تو پاک کر لیں سبق کیلئے پاک رہنا ضروری نہیں، قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ نہ لگائیں اور ضرورت پیش آئے تو رومال سے پکڑ لیں[2] کتاب میں گنجائش ہے احتیاط کرنا چاہیں تو کتاب کو بھی رومال سے پکڑ لیا کریں وضو میں سبق کے وقت زحمت ہو اور بغیر وضو کتاب سمجھ میں نہ آئے تو تیمّم کی گنجائش ہے زیادہ تشویش میں نہ پڑیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قطرہ کا حکم

سوال:- مجھے عارضہ قطرہ کا ہے کبھی دو دو ماہ برابر آتا رہتا ہے کبھی دو دو تین تین ماہ نہیں آتا بعض اوقات اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں قطرہ کا گمان بھی نہیں ہوتا لیکن نماز پڑھتے ہوئے قطرہ نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ آیا نیت

---

[1] وإن توضأ على السيلان وصلى على الإنقطاع وتم الإنقطاع باستيعاب الوقت الثانى اعاد (عالمگیری ص: ۴۱، ج: ۱) مطبوعه كوئٹه. الفصل الرابع فى احكام الحيض الخ.

[2] لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة الخ. (عالمگیری ص: ۳۹، ج: ۱) مطبوعه كوئٹه. الفصل الرابع فى احكام الحيض الخ. شامى زكريا ص ۴۸۸ ج ۱ باب الحيض. طحطاوى على المراقى ۱۱۴ باب الحيض، مطبوعه مصر.

توڑ کر وضو کر کے جماعت میں شامل ہوں یا ویسے ہی پڑھتا رہوں اور بعد نماز کپڑے پاک کرنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر آپ شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی فوراً نیت توڑ کر وضو کرنا چاہئے اور کپڑا بھی پاک کرنا چاہئے اگر شرعاً معذور ہیں تو نماز نہیں ٹوٹی، بہشتی زیور[1] حصہ اول میں معذور کی تعریف اور احکام دیکھئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۳/۵۵ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۸/ربیع الاول ۵۵ھ

قطرہ

سوال:- اگر کسی کو نماز کے اندر یا نماز سے پہلے پیشاب کے قطرہ آجانے کا شبہ ہوا تو ہر دو صورت میں کیا عمل کرنا چاہیئے آیا وضو وہی رہے گا یا تازہ کرنا پڑے گا قطرہ کا آنا یقینی معلوم نہیں ہوا کہ آیا یا نہیں اور اس وقت دیکھ بھی نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شخص شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے[2] جب قطرہ

---

[1] جس کو ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کوئی ساعت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو معذور کہتے ہیں۔ اسکا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اسکا وضو باقی رہے گا الخ۔ مدلل اختری بہشتی زیور مع ضمائم قدیمہ وجدیدہ ص ۵۴ ج ۱، معذور کے احکام، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

[2] وینقضه خروج کل خارج نجس منه ای من المتوضی الحی، الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۹۱ ج ۱ مطلب نواقض الوضوء. شامی کراچی ص ۱۳۴ ج ۱.

آئے فوراً نیت توڑ دے اور یہ اس وقت ہے کہ قطرہ کا آنا یقین سے معلوم ہو جائے اور محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو اور شبہ کا علاج[1] یہ ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر پانی کا چھینٹا دے لیا کرے لیکن اتنا خیال رہے کہ اگر قطرہ آیا تو نماز اور وضو ٹوٹنے کے علاوہ رومالی بھی ناپاک ہو جائے گی۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے کہ جس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ جس سے وہ باوضو نہ رہ سکتا ہو۔ اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت ایسا گذر گیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوا بلکہ مسلسل پورے وقت میں اس کو عذر لاحق رہا تو وہ شرعاً معذور ہے[2] اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں ایک دو مرتبہ اس کا پایا جانا ضروری ہے اگر پورے وقت میں ایک دو مرتبہ بھی عذر نہیں پایا گیا تو وہ معذور نہیں۔ اور معذور کا حکم یہ ہے کہ اس کو ہر وقت کے لئے مستقل وضو کرنا چاہئے، ایک وضو سے دو وقت کی نماز جائز نہیں اور اس عذر سے وضو میں نقصان نہ آئے گا[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۳ ۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُكُمْ فَلْيَأْخُذْ حُفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَلْيَنْضِحْ بِهَا فَرْجُهُ فَاِنْ اَصَابَهُ شَيْءٌ فَلْيَقُلْ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْهُ (المطالب العاليه ص: ۳۶، ج ۱ رقم الحديث: ۱۱۷.

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب تم میں کوئی شخص وضو کرے ایک چلو پانی لے کر شرمگاہ پر چھینٹا دیدے پس اگر کوئی چیز اس کو پہنچے تو کہہ دے یہ اسی سے ہے۔

الانتضاح هو ان يأخذ قليلا من الماء فيرش به مذاكيره بعد الوضوء لينتفى عنه الوسواس (هامش سنن ترمذى ص ۹ ج ۱) مطبوعه رشيديه دهلى، باب فى النضح بعدالوضوء.

[2] صاحب عذر من به سلس بول لايمكنه امساكه ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلى فيه خالياً عن الحدث (الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۳۰۵ ج ۱ باب الحيض، مطلب في احكام المعذور. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے!

سوال:- پیشاب اور استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ نکلا تو اس کے ایک دو قطرے کی وجہ سے بھی ذکر کا دھونا ضروری ہے یا وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ایک شخص کو پیشاب کے قطرے نکلنے کی ایسی شکایت ہے کہ استنجا بالماء کے بعد وہ احتیاطاً اپنے احلیل (ذکر) میں روئی کا ٹکڑا رکھ دیتا ہے ½ گھنٹہ کے بعد پیشاب کا قطرہ آنا بند ہو جاتا ہے مگر اس روئی پر کچھ قطرہ نظر آتا ہے اب اس کا حال یہ ہے کہ روئی نکالنے کے بعد جب ذکر کو دھوتا ہے تو اس سے تری لگنے کی وجہ سے پھر قطرہ آنا شروع ہو جاتا ہے تو کیا ایسے آدمی کیلئے اس کی اجازت ہے کہ روئی پر قطرہ نظر آنے کے باوجود ذکر کو نہ دھو کر وضو کر کے نماز پڑھ لے کیونکہ جب دھوتا ہے تو پھر قطرہ آنے لگتا ہے اور اگر نہیں دھوتا ہے تو قطرہ نہیں نکلتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی سے پاک کرنا اعلیٰ بات ہے جبکہ وہ قطرہ اس کے بدن پر نہ لگا ہو اگر لگ گیا ہو تو پانی سے پاک کرنے کی تاکید ہے[1]

ایسا آدمی اب پانی سے نہ دھوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ) [۴] وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه ونحوه لكل فرض ثم يصلى به فيه فرضاً ونفلاً فاذا خرج الوقت بطل (الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۳۰۶ ج ۱) مطلب في احكام المعذور.

(صفحہ ہذا) [۱] "وغسله بالماء أحب، ويجب غسل المحل بالماء أن تعدت النجاسة المخرج" (البحرالرائق ص: ۲۴۱-۲۴۲، ج: ۱، مطبوعه كراچى. ا خر باب الأنجاس قبيل كتاب الصلاة. مجمع الانهر ص۹۸ ج ۱ باب الأنجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت. النهرالفائق ص ۱۵۲ ج ۱ باب الأنجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت.

اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے!

سوال:- ایک شخص کو نماز میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ ذکر سے پیشاب کا قطرہ نکل رہا ہے مگر یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نماز کی حالت میں معائنہ کی کوئی شکل نہیں ہے تو کیا یہ شخص محض اس خیال کی وجہ سے نماز کو چھوڑ کر دوبارہ وضو کر لے اور اگر نماز کو جاری رکھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تجربہ ہے کہ یہ صرف متخیل ہے، واقعۃً قطرہ نہیں تو نماز کو توڑنے کی ضرورت نہیں اگر تجربہ ہے کہ واقعۃً قطرہ ہے تو نماز کو توڑ کر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس کو منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم

سوال:- زید کو ہر وقت منی آتی رہتی ہے شروع شروع میں تمام نماز کے اوقات میں نہیں آتی تھی لیکن اب تقریباً تمام نماز کے اوقات میں آتی رہتی ہے لیکن نماز کے پورے وقت میں نہیں آتی بلکہ وقت کے کسی حصہ میں آ گئی اور کسی حصہ میں رک گئی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی بھی چلا جاتا ہے لیکن وہ وقت بھی مشتبہ رہتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی گذرے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو معذور

---

[1] کما ینقض لوحشا احلیله بقطنة وابتل الطرف الظاهر (الدرالمختار علی الشامی ص ۲۸۰ ج ۱، زکریا) شامی کراچی ص:۱۴۸، ج:۱، کتاب الطهارة، مطلب نواقض الوضوء. وینقضه خروج نجس منه، النهرالفائق ص ۵۰ ج ۱ کتاب الطهارة، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت. مجمع الانهر ص ۳۱ ج ۱ مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت.

شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا شخص اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، کئی کئی مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے جو صورت ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات میں یہ شخص شرعاً معذور نہیں ہر مرتبہ خروج منی اسکے حق میں ناقض وضو ہے بدن کو پاک صاف کر کے روئی اندر رکھ لے، اس طرح نماز پڑھ لے جب روئی پر تری ظاہر ہوگئی تب وضو ٹوٹے گا اور حکم لگایا جائے گا ناقض وضو ہونے کا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقطوع الیدین کیسے استنجاء و وضو کرے؟

سوال:- ایک شخص جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہیں، تو وہ پیشاب، پاخانہ کر کے کس طرح پاکی حاصل کریگا؟ کیا دوسرے کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس کے مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرے؟ اگر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو وہ اس صورت میں کیا کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پانی استعمال نہیں کرسکتا تو جوازِ نماز کیلئے دوسرے سے مخرج دھلوانے پر شرعاً مجبور و مکلّف نہیں، بغیر پانی استعمال کئے ہوئے اسکی نماز درست ہوگئی[2]۔ ایسی مجبوری کی حالت میں وضو کی جگہ صرف چہرہ کو کسی جگہ دیوار وغیرہ پر کسی طرح مسح کرے کہ چہرہ کا تیمّم ہو جائے، اس

---

[1] ینقض لوحشا احلیله بقطنة وابتل الطرف الظاهر (الدرالمختار علی الشامی ص:۱۴۸، ج:۱ مطبوعہ کراچی مطلب نواقض الوضوء. مجمع الانهر ص ۳۱ ج ۱، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت. النهرالفائق ص ۵۰ ج ۱ مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت.

[2] الرجل المریض اذالم یکن له امرأة ولاامة وله ابن أواخ وهولا یقدر علی الوضوء فانه یؤضیه ابنه أو اخوه غیر الاستنجاء فانه لایمس فرجه وسقط عنه الاستنجاء، الهندیة ص ۵۰، ج ۱، الباب السابع فی النجاسة واحکامها، الفصل الثالث في الاستنجاء.

کی بھی قدرت نہ ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: ہاں اس کی منکوحہ یہ خدمت کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور اس کو اس پر ثواب بھی ملے گا اس کو ایسا کرنا افضل بھی ہے۔ بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

سیلانُ الرحم کا حکم

سوال:- اگر کسی عورت کو براہِ فرج سفیدی آتی رہتی ہے، اکثر و بیشتر چلتے پھرتے جب چاہے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جب کہ نماز کا وقت باقی نہ رہتا ہو اور بار بار یہ صورت ہوتی ہو تو ادائیگیٔ نماز کس طرح ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سفیدی ناپاک ہے اس سے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا اور کپڑا بھی نجس ہو جائے گا، اس لئے کپڑا اندر رکھ لیا جائے، ہاں اگر اس کی اتنی کثرت ہو کہ نماز کا پورا وقت اس طرح گذر جائے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے مسلسل سفیدی آتی رہے، مثلاً مغرب کا پورا وقت ڈیڑھ گھنٹہ ہے، اتنے وقت میں اس کو چند منٹ بھی سفیدی سے فراغت نہیں ملی کہ وہ وضو کر کے تین رکعت پڑھ سکے تو وہ ایسی حالت میں شرعاً معذور ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کر لے، اسی وضو سے وقت کے اندر فرض، سنت، نفل سب پڑھ لے[2]۔

---

[1] ولوشلت يداه يمسح يده على الارض ووجهه على الحائط ويجزيه (الهندية ص ۲۶ ج ۱، الباب الرابع في التيمم مطبوعه كوئٹه. درمختار على الشامي كراچي ص ۸۰ ج ۱ كتاب **الطهارة**، مجمع الانهر ص ۲۸ ج ۱ باب المسح على الخفين مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت.

[2] يتوضأ لوقت كل فرض ويصلي به فيه ماشاء من فرض ونفل وينقضه خروج الوقت الخ (شرح وقايه ص ۱۲۰ ج ۱، حكم الاستحاضة. مطبوعه، دارالكتاب ديوبند (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سفیدی آنے سے نہ تجدیدِ وضو کی ضرورت ہوگی نہ کپڑے پر ناپاکی کا حکم لگے گا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو دوبارہ وضو کرلے۔ پھر جب کسی ایک نماز کا پورا وقت بغیر سفیدی کے گذر جائے گا تو معذور ہونے کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت!

سوال:- اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری ہو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے سفید لیس دار پانی نکلتا رہتا ہو تو کیا اس صورت میں اس کا وضو باقی رہے گا اور کیا وہ اس سے نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کرسکتی ہے؟ اور یہ کہ نماز میں مادہ نکل آئے تو کیا اس کو دوبارہ لوٹانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی عورت ایک دفعہ انداز کرلے کہ اگر ایک نماز کا پورا وقت اس کو اس مادہ کے جاری ہونے کی حالت میں گذر جائے اور نماز ادا کرنے کی فراغت نہ ملے تو وہ شرعاً معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے پھر اس وضو سے فرض سنت نفل سب کچھ وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے اس مادہ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا جب وقت ختم ہو کر دوسرا وقت شروع ہو جائے تو دوبارہ وضو کرے، **تتوضأ المستحاضة ومن به عذر كسلس البول أو استطلاق بطن وانفلات ريح ورعاف وجرح لايرقأ لوقت كل فرض ويصلون به ماشاؤا من الفرائض والنوافل ويبطل وضوء المعذورين بخروج**

(گذشتہ کا بقیہ) فتاویٰ هندیه ص ۴۰ ج ۱ الباب السادس، الفصل الرابع فی احکام الحیض، مما یتصل بذٰلک احکام المعذور، مطبوعه کوئٹه. شامی کراچی ص ۳۰۵ ج ۱ باب الحیض، مطلب فی احکام المعذور.

الوقت الخ (اکذا في مراقی الفلاح)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پانی پیر پر مضر ہو تو مسح کی صورت

سوال:- میرے پیر کے اوپری حصہ پر آدھے سے زائد جگہ پر ایکزما ہو گیا، کھجلی ہوتی ہے اور پانی پڑنے سے مواد بھی ہو جاتا ہے، ڈاکٹر پانی کو مضر بتاتے ہیں، وضو کرنے میں پہلے بقیہ حصہ کو جب دھوتا ہوں تو چونکہ وہ درمیان میں ہے اس لئے پانی سے بچت نہیں ہو پاتی، اسلئے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا پیر کو نہ دھوؤں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسح کرلو، تو مسح کی ترکیب نہیں معلوم ہے، اس سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس حصۂ قدم پر پانی مضر ہے اس پر مسح کرلیا جائے یعنی تر ہاتھ پھرالیا جائے اور بقیہ کو دھو لیا جائے اس طرح کہ وہاں پانی نہ پہونچے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۸ھ

---

[1] مراقی الفلاح ص:۱۱۸، باب الحیض والنفاس مصری. شامی کراچی ۳۰۵ ج ۱ مطلب فی احکام المعذور. مجمع الانهر ص ۸۴ ج ۱ دارالکتب العلمیه، بیروت فصل فی المعذور.

[2] ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة مع فرجتها في الاصح ان ضره الماء او حلها ومنه أن لایمکنه ربطها بنفسه ولایجد من یربطها انکسر ظفره فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله دواء اجری الماء علیه وان قدر والامسحه والاترکه الخ (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۱۸۶، ج:۱، باب المسح علی الخفین. مطلب فی لفظ کل اذا دخلت علی منکر الخ، شامی کراچی ص:۲۸۰، ج:۱، خانیه ص:۵۰، ج:۱ مطبوعه کوئٹه. فصل فی المسح علی الخفین. عالمگیری ص۵ ج ۱ الفصل الاول فی فرائض الوضوء، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

نجاستوں کے احکام

فصل اول :

نجاست اوراس سے پاکی

مرغی کوکھولتے پانی میں ڈالنا ذبح کے بعد

سوال :-انگلینڈ میں سرکاری مذبح خانوں میں مسلمان اپنی مرغیاں اپنے ہاتھوں سے اسلامی طریقے سے ذبح کرتے ہیں، غلاظت نکالے بغیر پیٹ چاک کئے بغیر آلائش کے نکالنے سے پہلے ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں مرغی کوڈال کر مشین سے پھر صاف کرتے ہیں، پانی اتنی مقدار میں گرم نہیں ہوتا ہے کہ ہاتھ جل جائے، انڈے ابل جائیں، حتی کہ چمڑی تک میں اثر نہیں ہوتا ہے۔اور مرغیوں کا چمڑہ بھی نکال دیا جائے تو کیا ان مرغیوں کا کھانا درست ہے؟

نوٹ : سرکاری طور پر یہ کام ضروری ہے، اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔(دارالافتاء فلاح دارین)

جواب از احمد ابراہیم خادم دارالافتاء دارالعلوم فلاح دارین

الجواب حامداًومصلیاً

آپنے سوال میں جس چیز کو بیان کیا ہے ،اگر یہی صورت حال ہے تو ایسی مرغیوں کا گوشت کھانا کھلانا، تجارت کرنا، ہوٹل میں ایسی مرغیوں کا گوشت پکانا جائز ہے، اسلئے کہ ناپاکی کا اثر گوشت میں نہیں آیا، لیکن اگر پانی کھولتا ہوا ہو، اور مرغی کو اتنے وقت کھولتے ہوئے پانی میں رکھا کہ گوشت نے اس پانی کو اچھی مقدار میں پی لیا اور باطن لحم میں اسکا اثر پہونچ گیا تو اس مرغی کا کھانا جائز نہیں ہوتا، یہ مرغی ناپاک ہوجائیگی۔طحطاوی[1] علی المراقی ص۸۶، فتح القدیر[2] ص۱۴۶ ج۱،شامی[3] ص۳۰۹ ج۱،البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب پر ان ممالک میں جہاں قانونی گرفت سخت ہو آپ مذبح کے علاوہ مرغی ذبح نہیں کر سکتے اور ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالنا ہی ہوگا، مشین کے ذریعہ اسکی صفائی ہو تو آپ مجبور ہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کر کے اس گوشت کو کھا سکتے ہیں، بیچ سکتے ہیں جائز ہے، وہ طریقہ یہ ہے کہ ناپاک چیز کو نچوڑ نہیں سکتے، جیسا کہ جو، جوار، باجرہ، گوشت اگر وہ ناپاک ہوجائے تو اسکے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہیکہ پاک پانی میں گوشت ڈال کر اچھے طریقہ سے جوش دیا جائے جب جوش آجائے اسکو اتار کر ٹھنڈا کر کے ایسے برتن میں رکھ دیجئے کہ پانی گر جائے تین مرتبہ اس طریقے پر عمل کرنے سے ناپاک گوشت پاک ہوجائیگا۔(شامی[4] ص:۳۰۹، ج:۱،طحطاوی[5] علی

---

[1] لو القيت دجاجة حال غليان الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف ان وصل الماء الى هد الغليان ومكثت فيه بعد ذلک زمانا يقع فى مثله التشرب والدخول فى باطن اللحم لاتطهر ابداً الا عند ابى يوسف كما مر فى اللحم الخ. (طحطاوى على مراقى ص۱۲۸، مطوعه مصر، باب الانجاس والطهارة عنها.

[2] فتح القدير ص:۲۱۰، ج:۱، باب الانجاس وتطهيرها. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] الشامى نعمانيه ص:۲۲۳، ج۱، قبيل فصل الاستنجاء. البحرالرائق ص:۲۳۹، ج:۱، باب الاستنجاء. مطبوعه كوئٹه.

[4] لكن على قول أبي يوسف تطهر والعلة والله اعلم تشربها النجاسة بواسطة الغليان الخ. (الشامى نعمانيه ص ۲۲۳ ج۱) قبيل فصل الاستنجاء. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

المراقی ص:۸۶، فتح القدیر[1] ص:۱۴۶، ج:۱) یہ حکم بوقت مجبوری ہے، جن ممالک میں قانون نہیں ہے، اس جگہ امام ابو یوسف کے مذہب پر عمل جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احمد ابراهیم هجات غفرلهٗ

خادم دارالافتاء دارالعلوم فلاح دارین

الجواب حامداً ومصلیاً

مکرم ومحترم زید مجدکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جواب ماشاء اللہ مکمل ہے حوالے بھی کافی ہیں، برتقدیر صحت سوال جواب صحیح ہے یہ بات اہل تجربہ سے متعلق ہے کہ ایسے نیم گرم پانی سے بال بسہولت دور ہو بھی جاتے ہیں کہ جس سے گوشت میں نجاست اثر نہ کرے یا اس کے لئے تیز گرم پانی ضروری ہے جس سے نجاست گوشت میں سرایت کر جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴ ۹۲ھ

مرغی کو ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دینا

سوال:- مرغی یا اور کوئی جانور پرند پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے یا آگ سے روئیں جلا دیئے جائیں تو اس مرغی یا اس پرند کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت میں کھانا درست نہیں دوسری صورت میں درست ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) [3] طحطاوی علی مراقی ص ۱۲۸، مطبوعہ مصر. باب الانجاس والطهارة عنها.

(صفحہ ہذا کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دودھ میں چوہا گر کر تیرنے لگا

سوال:- اگر پانچ کلو دودھ کے بھرے برتن میں ایک چوہا گر جائے اور تیر گیا ہو اور اس کو زندہ نکال کر پھینک دیا جائے تو دودھ پاک ہے یا ناپاک؟ اور ایسے دودھ کو اگر کوئی مسلم دوکاندار مسلمانوں کو چائے میں استعمال کرادے تو اس کے لئے شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے وہ دودھ نجس نہیں ہوا اس کا استعمال کرنا اور فروخت کرنا سب درست ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱ ۹۳ھ

مینگنی دودھ میں

سوال:- تیل، دودھ میں اگر چوہے کی مینگنی پائی جائے تو کیا تیل ناپاک ہوگا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] فتح القدير ص: ۲۱۰ ج ۱. باب الانجاس وتطهيرها.

[2] وكذا دجاجة ملقاة حالة غلى الماء للنتف قبل شقها (قوله وكذا دجاجة) قال في الفتح انها لاتطهر ابدا لكن على قول أبي يوسف تطهر والعلة والله اعلم تشر بها النجاسة بواسطة الغليان (الشامی نعمانیه ص ۲۲۳/۱، مطبوعه کراچی ص ۳۳۴/۱، قبيل فصل الاستنجاء، البحر الرائق ص: ۲۳۹، ج: ۱، باب الانجاس. مطبوعه كوئٹه. طحطاوی مع المراقی ص: ۱۲۸، باب الانجاس والطهارة عنها، مطبوعه مصر. فتح القدير ص: ۲۱۱، ج: ۱، باب الانجاس وتطهيرها. مطبوعه دارالفكر بيروت. طحطاوی على الدر ص ۲۴۹ ج ۱.

(صفحه هذا) [1] هكذا سائر مالايؤكل لحمه من سباع الوحش والطير لايتنجس الماء إذا اخرج حياً ولم يدخل فاه في الصحيح (عالمگیری ص ۱۹ ج ۱، الثالث ماء الآبار، مطبوعه كوئٹه. النهر الفائق ص ۸۷ ج ۱ فصل فی الآبار، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. التاتارخانيه ص ۱۸۳ ج ۱ نوع آخر فی ماء الآبار، مطبوعه كراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس کا رنگ یا ذائقہ اس دودھ وغیرہ میں ظاہر نہ ہوتو پاک ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چوہے کی مینگنی کھانے میں

سوال:- چوہے کی مینگنی کھانے کے ساتھ پکی ہوئی پائی جائے تو اس کھانے کے سالن کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مینگنی موجود ہے اس کو نکال کر پھینک دیں اور کھانا وغیرہ کھالیں، جب کہ وہ سخت ہو اگر نرم ہوکر گھل گئی ہوتو نہ کھائیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ خرء الفارة لايفسد الدهن والماء والحنطة للضرورة مالم يظهر اثره وعزاه في البحر الى الظهيرية (طحطاوی علی المراقی ص:۱۲۳) مطبوعه مصر. باب الانجاس والطهارة عنها. شامی کراچی ص ۷۳۲ ج ۱ مسائل شتی المحيط البرهانی ص ۳۶۶ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات و احكامها، مطبوعه ڈابھیل. بحرالرائق ص ۲۳۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۲ خبز وجد فی خلاله بعر الفارة ان كان البعر على صلابته يرمى البعر ويوكل الخبز البعر اذا وقع فی المحلب عند الحلب فرمى من ساعته لا بأس به وان تفتت البعر فی اللبن يصير نجسا الخ (عالمگیری كوئٹه ص ۴۸/۱، الفصل الثانی فی الاعيان النجسة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۱/۱، باب الانجاس، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۲۷، ۲۸/۱، كتاب الطهارة، فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب.

چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں ملی تو اس کا حکم!

سوال:- چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں نکل آئے تو چاول کھایا جائے یا پھینک دیا جائے، چوہے کی مینگنی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مینگنی سالم ہے تو اسکے پاس والے چاول (دو چار دانے) کے علاوہ سب کھانا درست ہے احتیاطاً پاس والے چاول الگ کردئے جائیں[1]۔ (**كذافي نفع المفتي**) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا گاہتے وقت غلہ ناپاک ہوجائے گا

سوال:- غلہ گاہنے کے وقت یعنی جب اس پر بیلوں کو چلاتے ہیں اگر بیل غلہ پر پیشاب کردے تو غلہ ناپاک ہوجائے گا یا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک ہوجائے گا لیکن اگر اس کو شرکاء آپس میں تقسیم کرلیں یا اس میں سے کچھ صدقہ کردیں یا کچھ پاک کرلیں یا کچھ فروخت کردیں تو بقیہ پاک سمجھا جائے گا[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] خبز وجد في خلاله خرء فارة فإن كان الخرء صلبا رمى به واكل الخبز، الدرعلى الشامى كراچى ص: ۷۳۲، ج۶، شامى نعمانيه ص۴۶۷ ج۵، مسائل شتي بعد كتاب الخنثى. نفع المفتى والسائل ص۱۰۷ مايتعلق بالأكل، مطبوعه يوسفى لكهنؤ. قاضيخان على الهنديه ص۲۸ ج۱ فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب، دارالكتاب ديوبند.

[2] لوبال حمر خصها لتغليظ بولها اتفاقا على نحو حنطة تدوسها فقسم أوغسل بعضه أو ذهب بهبة أو أكل أوبيع كما مرحيث يطهر الباقي، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

چمار کا دوہا ہوا دودھ

سوال: -ایک شخص چمار جو کہ کاشت کار ہے اس کے یہاں دو بھینسیں ہیں اسکا لڑکا ہاتھ دھوکر مسلمان کے برتن میں دودھ نکالتا ہے اور ایک شخص ہندو ہاتھ دھوکر تمام گاؤں کا دودھ لیتا ہے اور ہاڑتا ہے، چند مسلمان اور ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ چمار کے یہاں کا دودھ لینا ٹھیک نہیں اور ہندو کے ہاتھ کا دودھ جائز ہے، لہٰذا تشریح کر دیجئے تا کہ اہل دیہہ کو فتویٰ دکھا کر تسلی کر دی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اپنے سامنے کسی غیر مسلم کے ہاتھ پاک کرادے تو وہ پاک ہوں گے مسلمان کا برتن بھی پاک اسکے ہاتھ بھی پاک تو شرعاً اسمیں کوئی مضائقہ نہیں البتہ اگر اسکے ہاتھ پاک نہ کرائے تو چونکہ چمار اکثر نجاست میں ملوث رہتے ہیں اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اسکے ہاتھ بھی نجس ہوں گے اس سے احتیاط بہتر ہے اگرچہ قطعی حکم ناپاکی کا اس وقت بھی نہیں لگایا جاسکتا[1] جب تک کسی معتبر طریقہ سے خواہ دیکھ کر یا کسی معتبر شخص کے بتانے سے پختہ علم نہ ہوجائے، تاہم اگر مسلمان

(صفحہ گذشتہ) الدرمختار علی الشامی نعمانیه ص ۱/۲۱۸، باب الانجاس، مطلب العرقی الذی یستقطر من دردی الخمر الخ. الدرالمنتقیٰ ص ۱/۹۶، باب الأنجاس، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، حلبی کبیری ص ۲۰۵، باب الانجاس فروغ شتّی، مطبوعه لاهور،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] والاکل والشرب في اوانی المشرکین قبل الغسل یکره ولایحرم لاحتمال التلوث قال العبد اصلحه اللّٰه تعالیٰ وما ابتلینا به شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المعاملات من الهنود علی احتمال تلوث الخ (نصاب الاحتساب الباب العاشر ص ۳۹-۴۰). شامی کراچی ص ۱۵۱ ج ۱ نواقض الوضوء. تاتارخانیه ص ۱۴۶ ج ۱ نوع فی مسائل الشک، مطبوعه کراچی.

نکالنے والا ملے تو اس کو ہندو چمار وغیرہ سب پر ترجیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۳ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۳/ذی الحجہ ۵۵ھ

اپلوں سے روٹی پکانا

سوال:- دیہاتوں میں اپلوں سے روٹی پکتی ہے روٹی اپلوں سے مس بھی ہوتی ہے، تو کیا روٹی ناپاک ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روٹی سینکتے وقت اپلے سے لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگی اپلہ خشک ہے، اس کا اثر روٹی پر نہیں آیا، روٹی کی تری نے اس کی نجاست کو جذب نہیں کیا، آگ کی گرمی مانع رہی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳ ۹۲ھ

ناپاک شیرے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال:- ایک مکان کے اندر شیرہ رکھا ہوا تھا اس میں چوہا گر کر مرگیا تھا تو شیرہ نجس ہوگیا، اس کی طہارت کی کیا شکل ہے؟

---

[1] **الاستفسار**:- طبخ الطعام بعقود البعرة والروث وخثى البقر ماذا حكمه؟

الاستبشار:- هٰذه الاشياء وان كانت نجسة لكن الطعام المطبوخ بوقودها طاهر يوكل الخ، نفع المفتي والسائل ص: ۱۶، مايتعلق بالنجاسات. مطبوعه رحيميه ديوبند. الدرالمختار على الشامي زكريا، ص: ۵۳۴-۵۳۵، ج: ۱، باب الانجاس. مطلب العرقى الذى يستقطر من دردى الخمر.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر شیرہ اتنا پتلا (رقیق) ہے کہ چوہا مرنے سے اسکے نجس اجزاء اسمیں شامل ہو گئے ہیں تو وہ نجس ہوگیا، اسکے پاک کرنے کی صورت یہ ہیکہ شیرہ کے برابر پانی ملا کر پکایا جائے تاکہ پانی جل جائے شیرہ باقی رہ جائے پھر اسی طرح پانی ملا کر پکایا جائے، تین دفعہ کے بعد وہ پاک ہوجائیگا۔[1] اگر شیرہ اتنا پتلا نہیں تھا بلکہ گاڑھا (غلیظ) تھا کہ نجس اجزاء اسمیں نہیں تھے تو جس جگہ گر کر مرا ہے وہاں سے کچھ شیرہ نکال کر جدا کر دیا جائے، باقی پاک ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۹ھ

شیرہ سے کتے نے چاٹ لیا اس کا حکم

سوال:-ایک برتن میں گڑ تھا جس کے اوپر شیرہ تھا ایک کتے نے اس میں منہ ڈال کر اس میں سے کچھ شیرہ کھالیا پس اس گڑ کا کیا حکم ہے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ شیرہ منجمد ہے تب تو اوپر سے جس جگہ سے کتے نے کھایا ہے تھوڑا پھینک دیا جائے

---

[1] تنجس العسل يلقى في قدر ويصب عليه الماء ويغلى حتى يعود إلى مقداره الاول هكذا ثلاثا قالوا وعلى هذا الدبس (البحر الرائق ص:۲۳۷، ج:۱، باب الانجاس. مطبوعه كوئٹه) الشامي نعمانيه ص:۲۲۲، ج:۱، باب الانجاس، مطلب في تطهير الدهن والعسل. بدائع الصنائع ص ۲۰۷ ج ۱، احكام النجاسة الحكمية، مطبوعه زكريا، بزازية على هامش الهندية ص:۱۹، ج:۴، السادس في ازالة الحقيقية . فتح القدير ص ۲۰۹-۲۱۱، ج ۱، باب الانجاس وتطهيرها. مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] الفارة لو ماتت في السمن إن كان جامداً قوّر ما حوله ورمى به والباقي طاهر يوكل (الهندية ص۴۵، ج ۱) قبيل الفصل الثاني في الاعيان النجسة.

باقی سب پاک ہے[1] اگر شیرہ منجمد نہیں بلکہ سائل ہے تو وہ سب ناپاک ہوگیا اوراس کے اتصال کیوجہ سے گڑ بھی ناپاک ہوگیا اس کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے برابراس میں پانی ڈالا جائے اورخوب ہلاکر جوش دے لیا جائے حتی کہ پانی اورگڑ دونوں ممتاز ہوجائیں پھراس پانی کو پھینک کراتنا ہی پانی ڈالا جائے غرض اسی طرح تین مرتبہ جوش دینے سے پاک ہوجائے گا۔(کذا في نفع المفتی[2] ص ۴۶ وردالمحتار[3] ص ۳۴۵ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۵۴ھ

سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک

سوال:-سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک؟

---

[1] إن كان جامداً قور ماحوله ورمى به والباقي طاهر(الهنديه ص ۴۵ ج ۱) قبيل فصل الثانى فى الاعيان النجسة. مطبوعه مصر طحطاوى ص ۱۲۸، مطبوعه مصر. باب الانجاس والطهارة عنها.

[2] الاستفسار عسل تنجس كيف يطهر (الاستبشار) يجعل في قدر ويصب الماء عليه ويطبخ حتى يعود الى مقداره الاول هكذا يفعل ثلاث مرات (نفع المفتى والسائل ص۴۶، ما يتعلق بتطهير الانجاس) مطبوعه رحيميه ديوبند.

[3] قال في الدرر ولوتنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلى حتى يعود الى مكانه والدهن يصب عليه الماء فيغلى فيعلو الدهن الماء فيرفع بشيء هكذا ثلاث مرات (الشامى نعمانيه ص: ۲۲۲، ج: ۱، باب الانجاس. مطلب فى تطهير الدهن والعسل) البحرالرائق ص: ۲۳، ج: ۱، باب الانجاس. مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۰۹، ج: ۱، باب الانجاس وتطهيرها. مطبوعه دارالفكربيروت، بزازية على هامش الهندية ص: ۱۹، ج: ۴، السادس فى ازالة الحقيقية. بدائع ص: ۲۰۷، ج: ۱. احكام النجاسة الحكمية، مطبوعه زكريا.

الجواب حامداً ومصلیاً

سوکھا کتا اگر کپڑے یا بدن سے لگ جائے تو ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتے کا جھوٹا گھی

سوال:- اگر جمے ہوئے گھی کے برتن کے اوپر سے کتا کچھ گھی کھا جائے اور گھی کئی کلو کی مقدار ہو تو اوپر سے جھوٹا گھی اٹھا کر مابقیہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عوام میں یہ مسئلہ بھی مشہور ہے کہ کتے کا سانس ڈھائی گز تک زمین میں جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح باقی گھی پاک ہے[2] عوام کے خیالات کا شرعی قواعد پر مبنی ہونا ضروری نہیں، بہت سی باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۳ھ

ناپاک گھی کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال:- کسی گھی یا دودھ کے مٹی کے برتن میں چوہا گر کر مر جائے، تو اس دودھ یا گھی کو

---

[1] اذا نام الکلب علی حصیر المسجد ان کان یابسا لا یتنجس الخ (علمگیری کوئٹہ ص:۴۸، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة). فتاویٰ قاضیخان ص ۲۱ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب الخ، مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه ص۲۹۶ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات.

[2] الفارة لو ماتت فی السمن ان کان جامدا قور ما حوله ورمی به والباقی طاهر یوکل الخ (عالمگیری ص:۴۵، ج:۱، کتاب الطهارة، الباب السابع فی النجاسة واحکامها، الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه). حلبی کبیری ص۲۰۴ فروع شتی من تعلق النجاسات، مطبوعه رحیمیه دیوبند ایضاً مطبوعه لاهور ص۲۰۶.

استعمال کرنا جائز ہے یانہیں؟ اگر نا جائز ہے تو اس برتن کا دھونے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے یانہیں؟ کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ مٹی کے برتن میں چوہا مرجائے یا کتا مٹی کے برتن میں منہ ڈال دے تو وہ مٹی کا برتن دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتا، کیا اس کی کچھ اصل ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھی اگر جما ہوا ہے تو چوہا نکال کر اسکے آس پاس سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پھینک دے باقی پاک ہے، اگر گھی پتلا ہے بہتا ہوا ہے تو سب ناپاک ہوگیا[1]، اسکے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں اس کے برابر پانی ملا کر آگ پر پکایا جائے، جو پانی ہے جل جائے، تو پھر اتنا ہی پانی ڈالکر پکالیا جائے، اسی طرح تین دفعہ پکانے سے پاک ہوجاتا ہے، یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ گھی کے برابر پانی ملا کر رکھ دیا جائے، جب گھی اوپر آجائے، اور پانی نیچے رہ جائے تو گھی کو الگ کرلیا جائے، پھر اسی طرح کیا جائے، تین دفعہ اس طرح کرنے سے پاک ہوجائے گا[2]، دودھ میں چوہا گر کر مرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے۔

مٹی کا برتن تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، خواہ کسی طرح ناپاک ہوا ہو، اس کو مٹی سے رگڑ کر دھولیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۳ھ

---

[1] فارة ماتت فی دهن ان کان جامداً قور ما حولها ویوکل ما سواه وان کان ذائباً تنجس کله (کبیری ص: ۲۰۶، فروع شتی من تعلق النجاسات) مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری ص: ۴۵، ج: ۱، فی النجاسة واحکامها مطبوعه کوئٹه.

[2] الدهن النجس یغسل ثلاثاً بان یلقی فی الخابیة ثم یصب فیه مثله ماءً ویحرک ثم یترک حتی یعلو الدهن فیوخذ او یثقب اسفل الخابیة حتی یخرج الماء هکذا ثلاثاً فیطهر (عالمگیری کوئٹه ص: ۴۲، ج: ۱، فی النجاسة واحکامها، شامی کراچی ص: ۳۳۴، ج: ۱، مطلب فی تطهیر الدهن والغسل، حلبی کبیری ص: ۱۷۳، فصل فی الآسار) مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ناپاک شہد کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: -شہد کو پاک کرنے کا طریقہ بہشتی زیور میں یہ لکھا ہیکہ شہد میں برابر کا پانی ڈالکر اس قدر پکایا جائے کہ پانی جوڑا لا گیا ہے وہ جل جائے تین مرتبہ ایسا ہی کیا جائے، لیکن سوال یہ ہے کہ شہد پانی میں ملانے اور پکانے کے بعد شہد نہیں رہتا بلکہ دوا بن جاتا ہے، اس لیے عرض یہ ہے کہ شہد کو شہد باقی رکھتے ہوئے کس طرح پاک کیا جائے کہ اس کی ماہیت تبدیل نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شہد سیّال ہے منجمد نہیں تو اس میں اس کے برابر پانی ملا کر خوب ہلایا جائے پھر جب شہد پانی سے ممتاز ہو جائے تو پانی گرایا جائے، تین دفعہ اس طرح کرنے سے بھی ناپاک شہد پاک ہو جائے گا۔ اگر شہد منجمد ہو تو پہلے اسے سیّال بنالیا جائے۔ پھر طریقۂ مذکورہ پر پاک کرلیا جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناپاک شہد کا خارجی استعمال

سوال: -کیا ناپاک شہد کو لیپ وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس کا طریقۂ

---

[1] والسمن والدهن المتنجس يطهر بصب الماء عليه ورفعه عنه ثلاثا او يوضع فى اناء مثقوب ثم يصب عليه الماء فيعلو الدهن ويحركه ثم يفتح الثقب الى ان يذهب الماء، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص:۱۲۷، باب الانجاس الخ، تنجس العسل يلقى في قدر ويصب عليه الماء ويغلى حتى يعود إلى مقداره الاول هكذا ثلاثاً قالوا وعلى هذا الدبس (البحر الرائق ص:۲۳۷، ج:۱، باب الانجاس مطبوعه الماجديه كوئٹه. الشامى نعمانيه ص:۲۲۲، ج:۱، باب الانجاس. مطلب فى الدهن والعسل، بدائع ص:۲۰۷، ج:۱ كتاب الطهارة، أحكام النجاسة الحكمية، مطبوعه زكريا ديوبند، بزازيه على هامش الهندية كوئٹه ص:۱۹، ج:۴، السادس فى ازالة الحقيقية، فتح القدير ص:۲۰۹، ج:۱، باب الانجاس وتطهيرها مطبوعه دار الفكر بيروت، مراقى الفلاح ص:۱۲۷) مطبوعه مصر.

استعمال کیا ہو؟ یا اس کو پھینک دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک شدہ شہد بغیر پاک کئے کسی لیپ وغیرہ میں استعمال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں[1]، مگر نماز کے لیے اس لیپ کی جگہ کو پاک کرلیا جائے، داخلی استعمال ناپاک شہد کا بغیر پاک کیے درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سونف وغیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال:- نجاست کو جذب کرنے والی اشیاء جیسے زیرہ، کلونجی، سونف وغیرہ اگر ناپاک ہوجائیں تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو پانی میں بھگودیا جائے کچھ دیر بعد جب خشک ہوجائے تو دوسرے پانی میں بھگودیا جائے، پھر کچھ دیر بعد خشک کرکے تیسرے پانی میں بھگودیا جائے، اس طرح تین مرتبہ کرنے سے ایسی چیزیں بھی پاک ہوجائے گی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۸۷ھ

---

[1] الفارة لو ماتت فی السمن الی قوله وان کان مائعا لم یوکل وینتفع به من غیر جهة الاکل مثل الاستصباح الخ، عالمگیری کوئٹه ص:۴۵، ج:۱، الفصل الاول فی تطهیر الانجاس.

[2] ومالا ینعصر یطهر بالغسل ثلاث مرات والتجفیف في کل مرة لان للتجفیف اثرا في استخراج النجاسة (الهندیة ص ۴۲ ج ۱، الفصل الاول فی تطهیر الانجاس. مطبوعه کوئٹه پاکستان). شامی کراچی ص ۳۳۲ ج ۱ باب الانجاس، مجمع الانهر ص ۹۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. محیط برهانی ص ۳۸۱ ج ۱ الفصل الثامن، مطبوعه ڈابهیل.

دودھ پیتے بچہ کا جھوٹا

سوال:- شیر خوار بچے کا جھوٹا پانی وغیرہ پینے کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پاک ہے جائز ہے[1]۔ البتہ اگر اس کے منھ مین ماں کا دودھ ہوتو اس سے پرہیز کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۸/۱۳۹۹ھ

دودھ پیتے بچہ کی قے کا حکم

سوال:- دودھ پیتا بچہ دودھ پینے کے بعد قے کرتا رہتا ہے اس کی قے، منہ بھر کر قے کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر قے جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹا بچہ جب قے کرے تو اسکے منہ کا اعتبار ہوگا، اگر منہ بھر کر کرے تو اسکا وہی حکم ہوگا جو بڑے آدمی کی منہ بھر کر قے کا ہے جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو وہ ناپاک ہے اس کا پاک کرنا ضروری ہے اگر وہ مقدارِ درہم ہوتو نماز سے پہلے اس کا پاک کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فسور آدمی مطلقا طاهر ای فی ذاته طهور الخ درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۸۱، ج: ۱، کتاب الطهارة باب المیاه، فصل فی البئر. شامی کراچی ص: ۲۲۲، ج: ۱، مطلب فی السؤر. الاول من الاقسام سؤر طاهر مطهر بالاتفاق من غیر کراهة فی استعماله وهو ماشرب منه آدمی لیس بفمه نجاسة الیٰ ماقال ولافرق بین الکبیر والصغیر (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

معدہ سے نکلنے والی چیز نجس ہے

سوال :-زینب کے معدہ میں فم معدہ کے پاس غدودایسا ہوگیا تھا کہ غذا معدہ میں بالکل نہیں پہونچتی تھی ڈاکٹروں نے آپریشن کرکے معدہ کے اندرایک مصنوعی ربڑ کی نلکی لگا کر اوپر کونکال دی، اس نلکی سے دودھ، دوائیاں اور دیگر سیال غذائیں معدہ میں پہونچائی جاتی ہیں چندروز سے نلکی بالکل ڈھیلی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے نلکی سے ڈالی ہوئی غذائیں نلکی کے شگاف میں سے ویسی کی ویسی ہی اسی وقت باہر نکل آتی ہے، دودھ نلکی سے معدہ میں پہونچتا ہے، پھر اسی وقت ویسے کا ویسا ہی زخم کے شگاف میں سے جسم کے باہر نکل آتا ہے، یہ باہر نکل آیا ہوا دودھ اور دوسری غذائیں پاک ہیں یا قے جیسی ناپاک؟ اگر یہ کپڑے پر لگ جائیں تو دھونا پڑے گا یا نہیں؟ اوراس کے نکل آنے پر وضو بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معدہ میں پہونچ کر نلکی کے شگاف سے ہوکر بہہ جانے والی اشیاء نجس ہیں، ناقض وضو ہیں[۲] بدن یا کپڑے پر لگ جانے سے اس کا دھونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) والمسلم الخ. مراقی الفلاح علیٰ الطحطاوی ص ۳۲ فصل فی بیان احکام السور، مطبوعہ مصری. زیلعی ص ۳۱ ج ۱ کتاب الطهارة، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۱] وکذا الصبی اذا ارتضع وقاء من ساعته قیل وهوالمختار والصحیح ظاهرالروایة انه نجس لمخالطته النجاسة، حلبی کبیری ص ۱۲۹ فصل فی نواقض الوضوء، مطبوعہ لاهور. شامی کراچی ص۱۳۷ ج ۱ نواقض الوضوء. طحطاوی علی المراقی ص ۷۰ نواقض الوضوء، مطبوعہ مصری.

[۲] ان خرج من فمه فعلیه الوضوء لانه لا یخرج من الفم الابعد ماوصل الی المعدة وهی محل النجاسة (الهندیة ص ۱۰ ج ۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء) مطبوعہ کوئٹه.

دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب!

سوال:- دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب پاک مانا گیا ہے یا ناپاک یعنی ایسے بچوں کا پیشاب لگے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک ہے بغیر پاک کئے نماز درست نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چھوٹا بچہ ماں کی گود میں پیشاب کرتا ہے اس میں سہولت ہوسکتی ہے!

سوال:- چھوٹے چھوٹے بچے ماؤں کی گود میں پیشاب کردیتے ہیں جس سے بار بار دھونے کی پریشانی کی بات ہے اس میں کچھ آسان اور سہل طریقہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پیشاب تو بہرحال ناپاک ہے کپڑے پر لگے گا تو کپڑا ناپاک ہوگا، بدن پر لگے گا تو بدن ناپاک ہوگا اور بغیر پاک کئے نماز درست نہ ہوگی[2]، بچہ کو ایسا کپڑا پہنایا جائے کہ پیشاب اسی کے اندر

---

[1] وبول غير مأكول ولومن صغير لم يطعم (قوله لم يطعم) بفتح الياء اى لم يأكل فلابد من غسله (الشامى نعمانيه ص ۲۱۲ ج ۱) باب الانجاس . مطلب فى بول الفارة وبعرها الخ. وكذا بول الصغير والصغيرة أكلا اولا عالمگيرى ص ۴۶ ج ۱ الفصل الثانى فى الأعيان النجسة، مطبوعه كوئٹه. تاتارخانيه ص ۲۸۹ ج ۱ الفصل السابع فى النجاسات، مطبوعه كراچى.

[2] وكذلك بول الصغير والصغيرة اكلا او لا الخ، عالمگيرى كوئٹه ص:۴۶، ج:۱، الفصل الاول فى الاعيان النجسة. بذل المجهود ص:۲۱۸، ج:۱، باب بول الصبى يصب الثوب مطبوعه يحيوى سهارنپور، شامى نعمانيه ص ۲۱۲ ج ۱ باب الانجاس، مطلب بول الفارة الخ. تاتارخانيه ص ۲۸۹ ج ۱ الفصل السابع فى النجاسات، مطبوعه كراچى.

رہے ماں کے کپڑے وبدن کو نہ لگے، آج کل اسکا رواج بھی ہوگیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نجس پانی سے روٹی یا دال وغیرہ کا حکم

سوال:- اگر نجس پانی میں روٹی یا دال پکائی تو کیا وہ پاک ہوسکتی ہے اور کس طرح ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کافر کے جھوٹے کا حکم

سوال:- کیا کافر شخص کا جھوٹا پانی پینا کراہیت یا بلا کراہیت کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسکے منہ میں شراب یا حرام گوشت وغیرہ کی نجاست نہ ہو تو اس کا جھوٹا پانی پاک ہے ناپاک نہیں[2] مگر ایسے لوگوں کے ساتھ بلاضرورت کھانا پینا اور میل ملاپ رکھنا مکروہ ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفي التجنيس حنطة طبخت في خمر لاتطهر ابدا به يفتى (درمختار على الشامى نعمانيه ص:۲۲۳، ج:۱، قبيل فصل الاستنجاء) عالمگیری کوئٹه ص ۴۲ ج ۱ الباب السابع فى النجاسة واحكامها حلبى كبيرى ص۲۰۷ فروع شتى، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] فسور آدمى مطلقا ولوكان جنباً أوكافراً طاهر الفم طاهر طهور بلاكراهة (درمختار على الشامى نعمانيه ص۱۴۸ ج ۱) مطبوعه زكريا ص: ۳۸۱، ج: ۱، باب المياه. مطلب فى السور. حلبى كبيرى ص۱۶۶ فصل فى الآسار، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. مجمع الانهر ص۵۵ ج ۱ فصل، كتاب الطهارة، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

استنجے کی چھینٹ کا حکم

سوال: -بدن کا کوئی عضو پاک کرنے میں کسی دوسرے عضو کی طرف پانی کی چھینٹیں چلے جانے سے کیا دوسرا عضو بھی پاک کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نجاست سے مخلوط ہوکر چھینٹیں دوسرے عضو پر جائیں تو اس کو بھی پاک کرنا ہوگا، ورنہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی

وضو کی چھینٹ کا حکم

سوال: -وضو کرتے وقت جو چھینٹیں پانی کی کپڑوں پر گرتی ہیں انسے کپڑا نجس ہوجاتا

(صفحہ گذشتہ) ۳ ولم یذکر محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ الأکل مع المجوسی ومع غیره من اهل الشرک أنه هل یحل أم لا وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمٰن الکاتب أنه ابتلی به المسلم مرة أومرتین فلابأس به وأما الدوام علیه فیکره الخ عالمگیری ص۳۴۷ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، مطبوعه کوئٹه. المحیط البرهانی ص ۶۹ ج۸ الفصل السادس عشر اهل الذمه والاحکام التی تعود اِلیهم کتاب الکراهیة والاستحسان، مطبوعه ڈابهیل.

[1] غسالة النجاسة فی المرات الثلاثة مغلظة فی الاصح، طحطاوی علی المراقی ص۱۶۴ باب الانجاس والتطهیر عنها، مطبوعه مصر. قاضیخان ص۱۵ ج۱ فصل فی الاستنجاء، مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه کراچی ص ۱۷۱ ج۱ باب المیاه.

ہے اوراس کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ یا وضو کا جمع کیا ہوا پانی نجس ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعضاء وضو سے جو پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر گریں انسے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبل الغسل یا بعد الغسل ناپاک چھینٹ جسم پر پڑ جائے اس کا دھونا ضروری ہے؟

سوال: غسل کرنے سے قبل یا بعد کپڑے پہننے کے غسلخانہ کے اندر جسم کے کسی حصے پر ناپاک پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں تو اس حصہ کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ ناپاک چھینٹ پڑے اس کو دھونا ضروری ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اوبماء استعمل لاجل قربة الى قوله إذا انفصل عن عضو وإن لم يستقر وهوطاهر ولومن جنب وهو الظاهر (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۱۸۵ ج ۱) باب المياه. مبحث الماء المستعمل. وردّ بأن مايصيب منديل المتوضئى وثيابه عفو اتفاقاً وان كثر، شامى كراچى ص ۲۰۰ ج ۱ مبحث الماء المستعمل. فتاوىٰ قاضيخان ص ۱۶ ج ۱ فصل فى الماء المستعمل، مطبوعه كوئٹه.

[2] (قوله عفى رشاش بول) وفى الطحطاوى إن كان يرى اثره لابد من غسله (مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص: ۱۲۵) باب الانجاس والطهارة عنها. مشى فى حمام و نحوه، لاينجس مالم يعلم أنه غسالة نجس الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۳۲۹ ج ۱ باب الأنجاس، تاتارخانيه ص ۲۹۵ ج ۱ الفصل السابع فى معرفة النجاسات، مطبوعه كراچى.

جھوڑ کے پانی کا حکم!

سوال:- ایک جھوڑ ہے اس میں بدبودار پانی ہے اوراس جھوڑ کے پاس ایک نل ہے اس نل کے پانی میں جھوڑ کی وجہ سے معمولی بدبو آتی ہے وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانی میں برسات یا گرمی کی وجہ سے بدبو پیدا ہوگئی اور وہی اثر نل میں آ گیا تو وہ پانی ناپاک نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حوض کا پانی بذریعہ نل بیت الخلاء کے لیے!

سوال:- ہمارے مدرسہ میں فلس سسٹم سنڈاس بنے ہوئے ہیں ان کے لیے پانی پہلے ٹنکی سے آتا ہے اس کا تعلق مسجد کے حوض سے ہوگیا ہے اور حوض کا پانی اس میں استعمال ہوتا ہے اس کے استعمال سے طبیعت پر ایک قسم کا تکدر محسوس ہوتا ہے بظاہر اس کے استعمال میں شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی، اگر حضرت والا کی نظر میں کوئی فقہی جزئیہ موجود ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طبعی تکدر ہے، ماء کثیر کے استعمال میں کیا اشکال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی شرح القدوری اذا تغیر لون الماء أو طعمه أو ریحه بطول المکث أو بوقوع الأوراق فیه یجوز الوضوء به إلا إذا غلب علیه لون الأوراق فیصیر مقیداً الخ حلبی کبیری ص ۹۱ فصل فی بیان احکام المیاه، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ویستفاد من قوله الفتوی في الماء الجاری انه لایتنجس مالم یتغیر طعمه أولونه أو ریحه من النجاسة (عالمگیری کوئٹه ص۱۷ ج ۱) الباب الثالث في المیاه.

خنزیر کی چربی صابن میں

سوال: -ایک مسلم صاحب صابن کے بیوپاری ہیں یہ خبر ملی ہیکہ تیل کی قیمتیں بڑھ جانیکی بنا پر گورنمنٹ نے مغربی ممالک سے درآمد ہونے والی چربی کا کوٹا صابن بنانے والی کمپنیوں کو دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں ہرقسم کے جانوروں (جسمیں سورخنزیر بھی شامل ہے) کی چربی ہوتی ہے، کمپنیاں اس درآمد شدہ چربی کو صابن میں ملاتی ہیں ایک دیندار مسلم ڈاکٹر ہے اس سے معلوم ہوا ہیکہ چربی کو کیمیائی ردعمل سے نمکیات میں تبدیل کرکے صابن میں ملایا جاتا ہے تفصیل بالا کی روشنی میں براہ کرم اس مسئلہ کا جواب تحریر فرمادیں کہ خوشبودار نہانے اور کپڑے دھونے کے صابن جوان کمپنیوں میں تیار کیا جاتا ہے ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے[۱]۔ جب تک قلب ماہیت ہوکر حقیقت اور خواص کی تبدیلی نہ ہوجائے استعمال جائز نہیں[۲]۔ بلاتحقیق محض شبہ کی بناء پر صابن کو نجس کہنے کا بھی حق نہیں[۳]۔ اگر نجس صابن کپڑے یا بدن پر استعمال کرکے دھوڈالا اور پاک کرلیا تو نماز

---

[۱] والخنزير لنجاسة عينه الخ مجمع الانهر ص:۱۵، ج:۱، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. كتاب الطهارة. فصل فى البئر. مراقى الفلاح علىٰ الطحطاوى ص۲۳ فصل فى احكام السور، مطبوعه مصرى، حلبى كبيرى ص۱۵۸ فصل فى البئر مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[۲] فعرفنا ان استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها الخ شامى زكريا ص:۵۳۴، ج:۱، كتاب **الطهارة**. باب الانجاس. شامى كراچى ص:۳۲۷، ج:۱، مطلب العرقى الذى الخ. طحطاوى على المراقى ص۱۳۲ ج۱ باب الأنجاس قبيل فصل يطهر جلدالميتة، مطبوعه مصرى.

[۳] ويطهر زيت تنجس بجعله صابونا قال الشامى تحته قد فرعوها على قول محمدؒ بالطهارة بانقلاب العين الذى عليه الفتوى واختاره اكثر المشائخ الخ درمختار مع الشامى زكريا ص:۵۱۹، ج:۱، كتاب الطهارة. باب الانجاس، طحطاوى على المراقى ص۱۳۲ قبيل فصل يطهر جلد الميتة مطبوعه مصرى، الاصل فى الأشياء الاباحة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درست ہوجائے گی بدن اوور کپڑے کو پاک کہا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صابن کو شبہ کی وجہ سے ناپاک نہیں کہا جائے گا

سوال:-خوشبو دار نہانے اور کپڑے دھونے کے لیے صابن جو کمپنیوں میں تیار کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں سنا ہے کہ خنزیر کی چربی سے ترکیب دی جاتی ہے اور کیمیاوی ردعمل سے نمکیات میں تبدیل کر کے صابن میں ملایا جاتا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے[1] جب تک قلب ماہیت ہو کر حقیقت اور خواص کی بتدیلی نہ ہوجائے استعمال جائز نہیں بلا تحقیق شبہ کی بناء پر صابن کو نجس کہنے کا بھی حق نہیں، اگر نجس صابن کپڑے یا بدن میں استعمال کر کے دھوڈالا اور پاک کرلیا تو نماز درست ہوجائے گی بدن اور کپڑے کو پاک کہا جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴ ۸۹ھ

کیا چمڑے کی نجاست دباغت کے بعد لوٹ آئے گی

سوال:-وہ چرم جس کی دباغت شمس کے ذریعہ سے ہو حلال ہے، اور بھیگ جانے

(گذشته کا بقیه) الاشباه و النظائر ص۸۷ القاعدة اليقين لايزول بالشک.

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱، تحت عنوان ''خنزیر کی چربی میں صابن''۔

[2] الاصل في الاشياء الاباحة (الاشباه والنظائر ص ۸۷، **القاعدة**:- اليقين لايزول بالشک. جعل الدهن النجس فی صابون يفتی بطهارته لأنه تغير والتغير يطهر عند محمدؒ ويفتی به للبوٰی الخ الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۳۱۶ ج۱ باب الأنجاس، طحطاوی علی المراقی ص۱۳۲ قبيل فصل يطهر جلد الميتة، مطبوعه مصری.

پر نجاست عود کر آتی ہے ایسی چرم کا مسلمان کے لیے بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصح قول یہ ہے کہ بھیگ جانے سے نجاست عود نہیں کرتی۔ **لافرق بين نوعي الدباغة في سائر الاحكام قال في البحر الا في حكم واحد وهوانه لواصابه الماء بعد الدباغ الحقيقي لايعود نجساً باتفاق الروايات وبعد الحكمي فيه روايتان والاصح عدم العود** (شامی[1] نعمانیہ ص: ۱۳۶، ج ۱) لہٰذا اس کی بیع وشراء ممنوع نہیں، اگر دباغت حکمی یعنی (تشمیس) کے بعد پانی سے پاک کرلیں تو بالاتفاق نجاست عود نہیں کرے گی۔ (**كذا في ردالمحتار**[2]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲۷ ۹۱ھ

ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی

سوال:- ہاتھی کی سواری جائز ہے یا نہیں؟ اور ہاتھی جو گرمی کی وجہ سے راستہ چلتے چلتے سونڈ سے پانی پھینکتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہاتھی کی سواری شیخین کے قول کے موافق درست ہے اور یہی مختار ہے[3]، سونڈ سے جو پانی نکلتا ہے وہ نجس ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی زکریا ص: ۳۴۶، ج: ۱، باب المياه. مطلب فی احكام الدباغة.

[2] قيد الخلاف فی مختارات النوازل بما اذا دبغ بالحكمی قبل الغسل بالماء قال فلو بعده لا تعود نجاسته اتفاقا. شامی زكريا ص: ۳۵۶، ج: ۱، باب المياه. مطلب فی احكام الدباغة. طحطاوی علی المراقی ص ۱۳۶ فصل يطهر جلدالميتة، مطبوعه مصری. حلبی كبيری ص ۱۵۶ قبيل فصل فی البئر، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

منی وغیرہ کوڈھیلے سے پاک کرنا

سوال: -پیشاب میں دھات یابعد پیشاب کے منی کے قطرہ کا خروج ہونا بسبب قبض کی بیماری کے، اس حالت میں بھی کیا استنجاء مٹی کے ڈھیلے سے کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب نجاست کا اثر نہیں رہا تو جس طرح پیشاب پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجاء کا حکم ہے اسی طرح اس کا بھی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰ ۸۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) [3] منح الغفار میں ہے والفیل کالخنزیر عندمحمد فیکون حکمه حکمه وعندهما کسائر السباع نجس السور واللحم لاالعین فیجوز بیع عظمه والانتفاع به فی الحمل والمقاتلة انتهی. منح الغفار بحواله فتاوٰی مولانا عبدالحیئی مبوب، ص ۵۵۵ مسائل شتّٰی، مطبوعه مَلِک پبلشرز، دیوبند.

[4] لعاب الفیل نجس کلعاب الفهد والاسد إذا اصاب الثوب بخرطومه ینجسه کذا في فتاوی قاضي خان (الهندیة کوئٹه ص۴۸ ج ۱، الفصل الثانی فی الاعیان النجاسة). فتاوٰی قاضیخان علی هامش الهندیه ص ۲۱ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب اوالخف اوالبدن اوالأرض، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [1] ونجس خارج من احد السبیلین (قوله ونجس خارج الخ) أي ولوغیر معتاد کدم أوقیح خرج من احدالسبیلین فیطهر بالحجارة علی الصحیح زیلعی (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۲۲۴، ج:۱) مطبوعه زکریا ص:۵۴۷، ج:۱، باب الانجاس. فصل الاستنجاء. عالمگیری ص۴۸ ج ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء، مطبوع کوئٹه. زیلعی ص۷۷ ج ۱ باب الانجاس فصل فی الاستنجاء، مطبوعه امدادیه ملتان.

جانور کا دودھ اور مرد کی منی کیا دونوں برابر ہیں؟

سوال: -بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جانور کا دودھ اور مرد کی منی یہ دونوں چیز برابر ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ہوسکتا ہے کہ مرد کی منی اور کسی جانور کا دودھ ایک شکل میں ہوتا ہو، امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ کہاں فرمایا مجھے علم نہیں؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نزلے، زکام کے قطرات نجس نہیں ہیں

سوال: -نزلہ کی شکایت مجھے عموماً رہتی ہے۔ دوران مرض نماز میں خصوصاً رکوع وسجدہ کے دوران عموماً ناک سے اور کبھی آنکھوں سے بھی کپڑوں اور مسجد میں نزلہ زکام کا پانی گرتا رہتا ہے، اس بارے میں بھی فتوی دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں رومال یا تولیہ سامنے رکھ لیا جائے تاکہ ناک سے جو نزلہ کے قطرات گریں وہ فرش مسجد پر نہ گریں، اگرچہ نزلہ کے قطرات گرنے سے وضو یا نماز میں نقصان نہیں آتا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولكون المسجد يصان عن القاذورات ولو كانت طاهرة يكره البصاق فيه (بحر ص ۳۵، ج: ۲، فصل لما فرغ من بيان الكراهة فى الصلاة، مطبوعه كراچى) ولا يبزق على حيطان المسجد ولا على ارضه ولا على البوارى وكذا المحاط لكن يأخذه بطرف ثوبه إلى قوله تنزيه المسجد من القذر واجبٌ، حلبى كبيرى ص ۶۱۲ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

اسپرٹ کا حکم

سوال :- زید نے انجکشن لگوایا، لگانے والا پہلے اسپرٹ بدن پر لگاتا ہے، کچھ اسپرٹ بدن پر بھی لگ جاتی ہے آیا اس کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اسپرٹ بدن پر لگ کر فوراً جلد میں تحلیل ہوجاتی ہے یا ہوا لگ کر اڑ جاتی ہے اور بدبو بھی دور ہوجاتی ہے ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کرلیا جائے جس پر اسپرٹ لگی ہے (اگرچہ وہ لگی ہوئی نظر نہ آتی ہو اور بدبو بھی محسوس نہ ہوتی ہو) تب نماز پڑھی جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

پٹرول کا حکم!

سوال :- زید گھڑی سازی کا کام کرتا ہے پرزوں کی صفائی میں مٹی کا تیل اور پٹرول کا استعمال ہوتا ہے صفائی کے وقت برش سے چھینٹیں کپڑوں پر آتی ہیں اسی حالت میں نماز پڑھتے ہیں تو یہ تیل پاک ہے یا نہیں؟ اگر اس سے نماز نہیں ہوتی ہے تو پھر پاکی کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

---

[1] ویطهر غیرها اي غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عدد به یفتی الخ (الدرالمختار مع الشامی نعمانیة ص ۲۲۰ ج ۱) باب الانجاس. مطلب فی حکم الوشم. وغیرالمرئی بالغسل ثلاثاً أو سبعاً دفعاً للوسوسة الی ماقال والفتوی علی اعتبار غلبة ظن الغاسل من غیرتقدیر بعدد مالم یکن موسوساً فیقدر بالثلاث. مجمع الانهر ص ۹۰ ج ۱ باب الأنجاس، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی کا تیل اور پٹرول ناپاک نہیں کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا زیادہ مقدار میں لگ کر بدبو پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں نماز کیلئے دوسرا کپڑا تجویز کرلیں جس کو پہن کر نماز ادا کرلیا کریں یا گھڑی سازی کیلئے کپڑا تجویز کرلیں اسکو پہن کر گھڑی سازی کیا کریں تاکہ بدبو اس کپڑے میں ہی رہے نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہننا نماز ومسجد کے احترام کا تقاضہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مٹی کا تیل اور پٹرول پاک ہے یا ناپاک؟

سوال:- پٹرول، مٹی کا تیل اسپریٹ، جوکہ عموماً جلانے کے لیے مشینوں میں استعمال ہوتا ہے، وائٹ آئیل جوکہ مٹی کا تیل صاف کیا ہوا ہے جس میں بونہیں ہوتی، اور صاف کی ہوئی اسپرٹ جس میں بونہیں جوکہ خوشبویات اور سر میں لگانے کے تیلوں میں استعمال ہوتی ہے پاک ہے یا ناپاک۔ ایسی خوشبویات کا استعمال جس میں وائٹ آئیل اور اسپرٹ ہو کیسا ہے حکم شرعی سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی کا تیل پاک ہے، بدبو دور ہونے کے بعد اس کا ہر جگہ جلانا اور دیگر استعمال میں لانا (جب کہ مضر نہ ہو) درست ہے اسپرٹ، پٹرول، وائٹ آئیل کے بھی اگر مٹی کے تیل کی طرح زمین سے چشمے نکلتے ہیں تو یہ بھی پاک ہیں اور انکا استعمال جائز ہے[2]، اور اگر شراب حرام سے

---

[1] یجب ان تصان أي المساجد، عن إدخال الرائحة الكريهة. حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل في احكام المسجد، سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] الاصل في الاشياء الاباحة والطهارة حتّٰی يدل الدليل على عدم الاباحة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بنتے ہیں اور کسی طریق سے بدبو دور کی جاتی ہے تو ناپاک ہیں اور بلا مجبوری کے استعمال ناجائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۱۴ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

ناپاک انگلی کو چاٹنے سے پاکی کا حکم!

سوال:- ایک مسئلہ جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں مسائل کے بیان میں فرمایا ہے کہ اگر انگلی میں کوئی نجاست لگ جائے تو اسے تین مرتبہ چاٹ لینے سے وہ پاک ہوجاتی ہے، لیکن چاٹنا منع ہے اس مسئلہ میں ایک رضا خانی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ نجاست میں سے تو پیشاب پائخانہ بھی ہے تو اگر یہ بھی انگلی میں لگ جائے تو چاٹ لینے سے پاک ہوجائیگا، تو اس میں دو خرابی پائی گئی اولا یہ انگلی پاک کرنے کیلیے منہ کو ناپاک کیا گیا اور ثانیاً یہ کہ پائخانہ وغیرہ کو کھانے کی ترکیب بتائی جارہی ہے یعنی اس میں پائخانہ کا کھانا پایا گیا اور ان کا کہنا یہ ہے کہ مناسب ترکیب تو یہ تھی کہ لعاب کو انگلی پر گرا کر کسی چیز سے انگلی کو صاف (پونچھ) کردیا جائے تو کیا ان کا یہ اعتراض بجا ہے؟ اگر بجا ہے تو پھر صحیح تر مسئلہ کیا ہے؟ اگر بہشتی زیور میں تحریر کردہ مسئلہ اپنی جگہ پر صحیح ہے تو پھر اس معترض کا جواب کیا دیں جب کہ معترض صاحب کا یہ دعوی بھی ہے کہ آپ حدیث وقرآن وفقہ میں سے کسی کے اندر یہ مسئلہ نہیں دھا سکتے اگر کسی کتاب میں ہو تو اس کا حوالہ بیان فرمائیں۔

(**گذشتہ کا بقیہ**) أو النجاسة كما هو صرح في كتب الفقه. الاشباه والنظائر ص:۱۱۵، هل فى الاشياء الاباحة. مطبوعه دار العلوم ديوبند. شامى زكريا ص ۲۲۱ ج ۱ كتاب الطهارة مطلب المختار ان الاصل فى الاشياء الاباحة.

الجواب حامداً ومصلیاً

بہشتی زیور میں جب صاف لفظوں میں موجود ہے ''لیکن ایسا کرنا منع ہے'' تو پھر معترض کا یہ کہنا کہ ''پائخانہ وغیرہ کھانے کی ترکیب بتائی گئی ہے'' یہ اس کی کج دماغی اور غوایت ہے کہ منع کرنے کو بھی ترکیب بتانا کہہ رہا ہے ایسے دماغ کو دراصل مسئلہ سمجھنے میں غلطی نہیں ہوتی بلکہ ان کو صحیح بات کا بھی مطلب بتلا کر گمراہ کیا کرتا ہے اس مسئلہ کی دلیل کتب فقہ مین موجود ہے، **إذا صاب الخمر يده فلحسه ثلاث مراة تطهر يده بريقه كما يطهر فمه بريقه الخ (منية[1] ص: ٦٦) والصبى إذا قاء على ثدى الام ثم مص الثدى مراراً يطهر كذا في فتاوى قاضى خان الخ (فتاوى عالمگيرى[2] ص ٢٨)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چارپائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کیلئے نجس ہوگئی؟

سوال:- ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نبی نے چارپائی پر بیٹھ کر غسل کیا تھا، سو یہ گندگی کی چیز ہوئی اس پر بیٹھ کر کھانا کھانا درست نہیں، مدلل جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بات بلا دلیل ہے، اگر کسی تخت یا فرش پر کسی نبی نے غسل کیا ہو، تو کیا اس کی وجہ سے وہ تخت یا فرش نجس ہو کر کبھی پاک نہیں ہو سکے گا، اور اسکی وجہ سے ہر جگہ کا ہر تخت اور ہر فرش ہمیشہ

---

[1] منية المصلى على هامش حلبى كبير ص: ١٨٢، فصل فى الآسار. مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. عالمگيرى ص ٤٥ ج ١ الفصل السابع فى النجاسة. ومما يتصل بذٰلك الخ، مطبوعه كوئٹه. قاضيخان ص ٢٢ ج ١ فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب، كوئٹه.

[2] عالمگيرى مطبوعه زكريا ص: ٤٥، ج ١، الفصل الاول فى تطهير الانجاس. فتاوىٰ قاضيخان ص ٢٢ ج ١ فصل فى النجاسة. شامى كراچى ص ٣٠٩ ج ١ باب الأنجاس.

کیلئے بالکل نجس ہوجائیگا، زمین پرتو قضائے حاجت فرمانا صریح وصحیح احادیث سے ثابت ہے[1]۔ تو کیا کسی زمین پربھی کھانا کھانا جائزنہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۲ھ

نطفۂ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہوسکتا ہے

سوال: - ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جب کہ انسان کا وجود ہی نطفہ سے ہے تو غسل اور وضو سے کیسے پاک ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قطرۂ ناپاک کی ماہیت بدل دی گئی اس کو اشرف المخلوقات بنادیا گیا اب اگر وہ ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کی صورت بتادی گئی: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوا وُجُوھَکُم[2] الخ اَوْ اِنْ کُنْتُمْ جُنُباً فَالطَّھَّرُوا[3]۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن انسؓ قال کان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اذا اراد الحاجۃ لم یرفع ثوبہ حتی یدنو من الارض ترمذی شریف ص ۴ ج ۱ باب الاستتار عندالحاجۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال کنت مع النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سفر فاتی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم حاجتہ فابعہ فی المذھب (ترمذی شریف ص ۵ ج ۱ باب ماجاء ان النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان اِذا ارادالحاجۃ، عبدر الحمٰن بن الاسود عن ابیہ أنہ سمع عبداللّٰہ یقول أتی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الغائط فأمرنی ان اتیہ بثلاثۃ احجار (الحدیث) قولہ (اتی الغائط) أی الارض المطمئنۃ لقضاء الحاجۃ، فتح الباری ص ۳۴۴ ج ۱ کتاب الوضوء باب لایستنجی بروثٍ،مطبوعہ نزار مصطفٰی الباز مکہ مکرمہ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول کا پینا

سوال:- سید نوری صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بلغم وغیرہ صحابی نوش جان فرمایا کرتے تھے، اور پیشاب بھی ازواج مطہرات بلا کسی عذر کے نوش فرمایا کرتی تھیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اماالبول فقد شاهده غير واحد وشربته بركة ان ايمن مولاته وبركة ام يوسف خادمة ام حبيبه صحبتها من ارض الحبشة وكان له قدح من عيدان تحت سريره يبول فيه فشربته بركة الثانية فقال لها صححت يا ام يوسف فلم تمرض سوىٰ مرض موتها وصح عن بركة الاولىٰ قالت قام رسول اللّٰه ﷺ من ليلة الىٰ فخارة فى جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل وانا عطشانة فشربت ما فيها وانا لا اشعر فلما اصبح ﷺ قال يا ام ايمن قومى فاهر يقى ما فى تلك الفخارة فقلت واللّٰه شربت ما فيها فضحك ﷺ حتى بدت نواجذه ثم قال اما واللّٰه لا ينجعن بطنك ابدا قال ابن حجر وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمين وغيرهم علىٰ طهارة فضلاته ﷺ وهو المختار وفاقاً لجمع من المتأخرين فقد تكاثرت الادلة عليه وعده الائمة من خصائصه ﷺ وقيل سببه شق جوفه الشريف وغسل باطنه ﷺ اهـ (كذافى جمع الوسائل[1] شرح الشمائل ص: ۳۰۲، ج: ۲)

(گذشتہ کا بقیہ)[2] سورة مائده آیت: ٦ ترجمہ: جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہرے کو دھوؤ (از بیان القرآن)

[3] سورة مائده آیت: ٦ ترجمہ:- اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو (از بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] جمع الوسائل ص: ۳۱۸، ج: ۲، (مطبوعہ اشرفی دیوبند) باب ماجاء فی تعطر رسول اللّٰہ ﷺ

ان روایات سے ثابت ہوا کہ دومرتبہ اسکے پینے کی نوبت آئی ہے، عمومی طور پر ایسا نہیں ہوتا تھا، مواہب لدنیہ[1]، عینی[2] شرح البخاری، شرح اشباہ وغیرہ میں بھی یہی چیز موجود ہے، اور یہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے[3]، تھوک وبلغم کا درجہ بہت ہلکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۸ھ

---

[1] مواهب لدنيه مطبوعه بيروت ص: ۲۳۱-۲۳۲، ج:۴، كتاب الشمائل النبوية، المقصد الثالث، الفصل الاول، قبيل الفصل الثانى.

[2] عمدة القارى، مطبوعه دارالفكر ص:۳۵، ج:۲، الجزء الثالث، كتاب الوضوء، باب الماء الذى يغسل به شعر الانسان.

[3] صحح بعض أئمة الشافعية **طهارة** بوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم وسائر فضلاته، وبه قال ابوحنيفةؒ اِلٰى قوله وعدالأئمة ذٰلک من خصائصه صلّى اللّٰه تعالٰى عليه وسلّم و نقل بعضهم عن شرح **المشكاة** لملا على القارى أنه قال اختاره كثير من اصحابنا الدرالمختار على الشامى كراچى ص۳۱۸ ج۱ كتاب الطهارة باب الأنجاس مطلب فى طهارة بوله صلّى اللّٰه تعالٰى عليه وسلّم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم :

کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی

ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ!

سوال :- کپڑے میں نجاست مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ کپڑے کو ایسی جگہ یا پتھر پر رکھیں کہ پانی نکلتا جائے داہنے ہاتھ میں لوٹا وغیرہ لے کر کپڑے پر پانی ڈالتے جائیں اور بائیں ہاتھ سے ملتے جائیں جب نجاست زائل ہونے کا گمان غالب یا یقین ہو جائے کپڑے کو اٹھا کر ایک دفعہ نچوڑ دیں، تین دفعہ نہ نچوڑیں تو کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟ دونوں ہاتھ پاک ہو گئے یا نہیں؟ بلکہ ہاتھ کو پھر الگ سے دھونا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب پانی برابر ڈالتے اور ایک ہاتھ سے ملتے رہے حتی کہ نجاست زائل ہو جانے کا ظن غالب ہو گیا پھر پانی ڈال کر نچوڑ دیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا، ہاتھ بھی پاک ہو گیا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فلو زالت عينها بمرة اكتفى بها ولو لم تزل بثلاثة تغسل الى أن تزول (عالمگیری ص ۴۲، ج ۱، الفصل الاول في تطهير النجاسات). وهٰذا كله اِذا غسل فى اِجانة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں

سوال:- ناپاک کپڑا دھوکر بغیر نچوڑے دھوپ میں ڈالدیا پھر وہ سوکھ گیا اسی طرح تین مرتبہ کیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ نیز کپڑا کتنا نچوڑا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے بھی کپڑا پاک ہوجائے گا اور نچوڑنے میں اپنی طاقت کا اعتبار ہے اس سے زیادہ کا آدمی مکلّف نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۵ ۸۹ھ

ناپاک کپڑا نل کے نیچے ڈالنے سے پاک ہوجائے گا؟

سوال:- کسی شخص کا کوئی کپڑا نجاست غیر مرئیہ کی وجہ سے نجس ہے اسنے اس پر چار پانچ لوٹے ڈالے یا نل کے نیچے کچھ منٹ چھوڑ دیا یہاں تک کہ زوال نجاست کا یقین ہوگیا پھر معمولی طریقہ سے نچوڑ دیا تو پاک ہوا یا نہیں؟

(گذشته کا بقیه) أما لوغسل فی غدیر اوصب علیه ماء کثیر او أجری علیه الماء طهر بلاشرط العصر وتجفیف و تکرار غمس هوالمختار شامی کراچی ص۳۳۳ ج ۱ باب الأنجاس.

(صفحہ ہذا) [1] إن کانت النجاسة رطبة یغسل بالماء ثلاثاً ویقوم علی الحصیر حتی یخرج الماء من اثقابه الخ (الهندیه ص۲۷ ج ۱) مطبوعه مصری، حلبی کبیر ص۱۸۳، باب الأنجاس، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. البحرالرائق ص۲۳۷، باب الأنجاس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ویشترط العصر فی کل مرة فیما ینعصر الی قوله ویعتبر فی کل شخص قوته عالمگیری ص:۴۲، الفصل الاول فی تطهیرالانجاس. البحرالرائق ص۲۳۸ ج ۱ باب الانجاس. شامی زکریا ۵۴۱ ج ۱ باب الانجاس. المحیط البرهانی ص۳۷۹ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهیرالنجاسات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہوگیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناپاک کپڑا صابن سے دھونے سے پاک ہوجائے گا؟

سوال:- ناپاک کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس میں سے صابن کا پانی نکلتا رہے تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک کپڑے کو تین دفعہ دھوکر خوب نچوڑ دیا اور نجاست کا اثر ختم ہوگیا تو کپڑا پاک ہوگیا اگرچہ صابن کا پانی اس میں سے نکلتا ہو، یعنی پھر پانی ڈالنے سے جب نچوڑا جائے تو صابن کا اثر محسوس ہوتا ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پٹرول سے کپڑا پاک کرنا

سوال:-اگر پٹرول سے کپڑا پاک ہوسکتا ہے تو پہلے ایک مرتبہ کپڑا پٹرول سے دھویا اور خشک کرلیا اسی طرح دو مرتبہ عمل کیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہ۔

---

[1] حتی لو جری الماء علی ثوب نجس وغلب علی ظنه أنه طهر جاز استعماله وإن لم یکن ثم غسل ولا عصر کما في التبیین والبنایة (الطحطاوی علی المراقی ص ۱۲۹، مطبوعه مصر. باب الانجاس والطهارة عنها). تاتار خانیه ص ۳۰۶ ج ۱ کتاب الطهارة تطهیر النجاسات، مطبوعه کراچی. البحر الرائق ص ۲۳۸ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وان کانت غیر مرئیه یغسلها ثلاث مرات ویشترط العصر فی کل مرة. عالمگیری ص: ۴۲، ج: ۱، الفصل الاول فی تطهیر النجاسات. المحیط البرهانی ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهیر النجاسات، مطبوعه ڈابهیل. شامی کراچی ص ۳۲۹ ج ۱ باب الانجاس.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نچوڑنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس طرح تین مرتبہ عمل کرنے سے پاک ہوجائے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑا پٹرول سے دھلوانا

سوال:- ایک شخص نے پانچ سو روپے کا سوٹ بنوایا، روزہ نماز کا پابند ہے، راستہ میں آفس سے واپس ہوتے وقت ایک گائے نے راستہ میں اپنی دم سے پیشاب کی چھینٹ ماردی، یا کسی بچہ نے اسپر پیشاب کردیا اب اس سوٹ کی کس طرح تطہیر ہوگی؟ اگر پانی سے دھلواتا ہے تو پانچ سو روپیہ کا سوٹ بیکار ہوجاتا ہے، کیونکہ اونی کپڑا ہے اور اگر ڈرائی کلینک کرالیا ہے تو ازالۂ نجاست نہیں ہوتا، کیونکہ ڈرائی کلینک میں استعمال ہونے والی اشیاء سے ازالۂ نجاست نہیں ہوتا مثلاً پٹرول وغیرہ براہِ کرم کوئی ترکیب بتائیں جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، تاکہ بندہ اس تنگی سے نکل سکے نیز ڈرائی کلینک کے سلسلہ میں اپنی رائے اور شرعی مسئلہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چھینٹیں نجس اس پر گرگئی ہیں وہ پٹرول سے بھی زائل ہوسکتی ہیں پٹرول سے دھلوالیں

---

[1] قوله وبمائع مزيل كالخل وماء الورد) قياساً على ازالتها بالماء بناء على ان الطهارة بالماء معلولة بعلة كونه قالعا لتلك النجاسة والمائع قالع فهو محصل ذلك المقصود فتحصل به الطهارة (البحر الرائق ص: ۲۲۱، ج: ۱، باب الانجاس. مطبوعه كوئٹه). شامی زكريا ص ۵۱۰ ج ۱ باب الانجاس. النهر الفائق ص ۱۴۳ ج ۱ دارالكتب العلميه بيروت.

(والا) أي وإن لم يمكن العصر كالحصير ونحوه فيطهر بالتجفيف كل مرة حتى ينقطع التقاطر (مجمع الانهر ص: ۹۱، ج: ۱، مراقى الفلاح ص ۱۲۹، باب الانجاس).

پاک ہوجائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۳ ۹۲ھ

جو کپڑا پٹرول سے دھویا اس کا حکم!

سوال: -(۱) ٹیری لین، ٹیری کوٹن، ٹیری ویل گرم اونی کپڑوں کی شیروانی (جن میں روئی کی گدی رکھی جاتی ہے) کو پانی سے دھونے کی بنا پر خراب ہوجانے کی وجہ سے پٹرول میں دھویا جاتا ہے، بڑے بڑے شہروں میں کپڑے دھونے کی لانڈریوں میں کونڈیاں ہوتی ہیں جن میں ایک مرتبہ پٹرول بھر کر پچیس پچاس کپڑے جتنے بھی اس میں سما سکتے ہوں بیک وقت ان کو ڈال کر انہیں مشین کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے، دو تین مرتبہ کے بعد جب وہ پٹرول بالکل خراب اور گدلا ہوجاتا ہے تب اسے پھینک کر دوسرا پٹرول لیا جاتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پاک ناپاک ہر قسم کے کپڑے کونڈی میں ڈالے جانے کا امکان ہے اس بنا پر کوئی پاک کپڑا اس طرح دھلایا گیا تو کیا وہ ناپاک قرار دیا جائے گا؟

(۲) جو کپڑا یقیناً ناپاک تھا اس کو اس طرح دھلانے سے وہ پاک ہوجائے گا یا اسے پاک کرنے کے لیے پانی کا استعمال ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) وہ ناپاک قرار نہیں دیا جائے گا الا یہ کہ اس میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہوجائے۔

---

[1] یطهر البدن والثوب بالماء وبمائع مذیل کالخل وماء الورد قیاسا علی ازالتها بالماء بناء علی ان **الطهارة** بالماء معلولة بعلة کونه قالعا لتلک النجاسة والمائع قالع فهو محصل ذلک المقصود فتحصل به الطهارة (البحر الرائق ص: ۲۲۱، ج: ۱، باب الانجاس. مطبوعه کوئٹه). النهر الفائق ص ۱۴۲ ج ۱ دارالکتب العلمیه بیروت. عالمگیری کوئٹه ص ۱۴ ج ۱ الفصل الاول فی تطهیر النجاسات.

(۲) ناپاکی کا اثر اس میں باقی نہیں رہا تو اس کو پاک کہا جائے گا کیونکہ پٹرول زیادہ قاطع ہے پانی سے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پاک ناپاک کپڑے مخلوط کرکے دھونے کا حکم

سوال: -عام طور پر دھوبی ایک ٹب میں پٹرول ڈال کر پاک ونجس کپڑے ملا دیتے ہیں پھر اس کو خشک کرکے لاتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کپڑے بھی نجس کپڑوں کے حکم میں شامل ہوں گے یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پاک کپڑوں میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو وہ بھی نجس کپڑوں کے حکم میں ہونگے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یجوز التطهیر بالماء وبکل مائع طاهر یمکن ازالتها به کالخل وماء الورد ونحوه مما إذا عصر انعصر (عالمگیری ص ۴۱ ج ۱) الفصل الاول في تطهیر النجاسات کتاب الطهارة. البحرالرائق ص ۲۲۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. شامی زکریا ص ۵۱۰ ج ۱ باب الانجاس.

[۲] اعلم أنه إذ لف طاهر في نجس مبتل بماء واکتسب منه شیئاً فلا یخلو إما أن یکون کل منهما بحیث لو انعصر قطر وحینئذ ینجس الطاهر اتفاقا اولایکون واحد منهما کذلک وحینئذ لاینجس الطاهر اتفاقا أویکون الذي بهذه الحالة الطاهر فقط وهو امر عقلی لاواقعی أو النجس فقط والاصح عند الحلواني فیها أن العبرة بالطاهر المکتسب فإن کان بحیث لوانعصر قطر تنجس والا لا ویشترط ان لایکون الاثر ظاهراً في الطاهر الخ (طحطاوي علی مراقی الفلاح ص۱۲۷-۱۲۶، باب الانجاس والطهارة عنها. الشامی نعمانیه ص ۲۳۱ ج ۱، باب الانجاس. مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء الخ. حلبی کبیری ۱۷۴ فصل فی الآبار، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

جس کپڑے میں نجاست سرایت کر چکی اس کو ایک دفعہ دھو کر نچوڑنا کافی نہیں

سوال:- کپڑے کی عین نجاست مرئیہ یا غیر مرئیہ مستعمل پانی ایسا ناپاک پانی جس میں نجاست کا اثر بظاہر نہ ہو عین نجاست زائل کر دیں اس کے بعد کسی برتن میں پاک پانی لے کر کپڑا ڈالکر ایک دفعہ اٹھا کر نچوڑ ڈالیں تو پاک ہوا یا نہیں؟ زوال نجاست کا غلبہ ظن بھی حاصل ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کپڑے میں ناپاک پانی پوری طرح داخل ہو چکا ہے اب ایک دفعہ اس کو نچوڑ دینا کافی نہیں، تین دفعہ دھو کر نچوڑیں تب پاک ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناپاک کپڑا پاک کپڑے پر گر گیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال:- رات کو کئی مرتبہ پیشاب کیلئے اٹھنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ پیشاب اوپر ہی نکل جاتا ہے، معلوم تک نہیں ہوتا، پیشاب سے بھیگا کپڑا سوکھ گیا اور بھیگا ہوا صاف کپڑا اس پیشاب کے سوکھے کپڑے میں گر گیا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پاک صاف بھیگا ہوا کپڑا اگر ایسا نہیں کہ نچوڑنے سے قطرات ٹپکتے ہوں تو ناپاک

---

[1] وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر (عالمگیری ص۴۳ ج ۱، الفصل الاول في تطهير الانجاس، كتاب الطهارة. المحيط البرهانی ص۳۷۷ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل. مجمع الانهر ص ۹۰ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

سوکھے ہوئے کپڑے پر اس کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سوکھا کپڑا سور کو لگ جائے تو ناپاک نہیں

سوال:-سور اگر بدن سے لگ جائے تو صرف کپڑا دھونا پڑے گا یا غسل؟ یا خشک وتر خنزیر کی کوئی تفصیل ہے؟ کتا چونکہ عندالاحناف نجس العین نہیں، نیز کتے کا تھوک جبکہ وہ غصہ میں ہو کاٹ لے تو ناپاک نہیں ہے۔ **ولو عض کلبٌ عضو شخص ملاعباً تنجس والغضبان لیس یؤثر** (دیباچہ نورالایضاح ص:۱۱) اب پوچھنا یہ ہے کہ مابہ الامتیاز کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خشک خنزیر کپڑے یا بدن سے لگ جائے جس کا کوئی اثر نہ آئے تو اس سے کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوتا، جیسا کہ خشک نجس العین کا حکم ہے، البتہ تر ہو تو جس مقام پر تری لگی ہو اسکا دھونا ضروری ہے[2] غسل واجب ہونیکی کوئی وجہ نہیں کتا اگر کسی کا بدن یا کپڑا دانت سے پکڑ لے اور اسپر تری نہ لگے تو وہ نجس نہیں ہوگا، تری لگنے سے نجس ہو جائیگا، چاہے غضبان ہو چاہے راضی ہو ایک ہی حکم ہے یہی قول مختار ہے، **الکلب اذا اخذ عضو انسان أو ثوبه لایتنجس مالم یظهر فیه اثر البلل راضیاً کان أوعضبان کذا في منیة المصلی قال في الصیرفیة هو**

---

[1] اذا لف الثوب النجس فی الثوب الطاهر والنجس رطب فظهرت نداوته فی الثوب الطاهر لکن لم یصر رطبا بحیث لو عصر یسیل منه شئی ولا یتقاطر فالاصح انه لا یصیر نجسا الخ، (عالمگیری کویٹه ص:۴۷، ج:۱، الفصل الاول فی الاعیان النجسة. تاتار خانیه ص ۲۹۲ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات و احکامها، مطبوعه کراچی. حلبی کبیری ۱۷۴ باب الانجاس، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.)

[2] اماالنجاسة الغلیظة الخ کالعذرة ولحم الخنزیر و سائر اجزائه هٰذه الاشیاء نجاستها معلومة فی الدین بالضرورة لاخلاف فیها الخ حلبی کبیری ۱۴۶ فصل فی الانجاس، مطبوعه لاهور. سکب الانهر ص ۵۱ ج ۱ دارالکتب العلمیه، بیروت.

المختار كذا في شرحها لابراهيم الحلبي اهـ (عالمگیری[1] ص ۲۴ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴ ۹۶ھ

خشک ناپاک کپڑا پہننے سے جسم ناپاک نہیں!

سوال:- (۱) اگر کسی شخص کا جسم پاک ہے اگر کسی وجہ سے وہ شخص ناپاک کپڑے جو بالکل سوکھے اور دیکھنے میں صاف ہیں لیکن ناپاک ہیں اگر کوئی اس کپڑے کو پہن لیتا ہے تو کیا اس شخص کا وہ کپڑا جو پاک تھا پہن لینے کے بعد ناپاک ہو گیا اور غسل کرنے سے قبل اس کا جسم پاک نہیں ہے اور اسی دوران بغیر غسل نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص جو کہ پاک ہے اور اپنی بیگم کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتے ہیں اور اس دوران کسی قسم کی نفسی خواہش کو پورا نہیں کیا جاتا ہے لیکن انکے پائجامہ میں کچھ جگہ چھوٹے چھوٹے داغ جو کہ نفسی جذبات کی بنا پر پڑ گئے ان داغوں کو دیکھ کر دوسرے کپڑے پاک پہن کر اگر نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کی یہ نماز ٹھیک ہے؟ اور کیا اس سے انکے جسم کو غسل کرنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جسم پاک ہے خشک ہے کپڑا ناپاک ہے خشک ہے اس کی وجہ سے جسم ناپاک نہیں ہوا پھر بغیر جسم کو پاک کئے دوسرا کپڑا پہن لیا تو وہ کپڑا نجس نہیں ہوا اس سے نماز درست ہو جائے گی نہ جسم دھونے کی ضرورت ہے نہ کپڑے کو دونوں پہلے سے پاک ہیں۔[2]

---

[1] الهندية مصرى ص:۲۴، ج:۱، مطبوعه كوئٹه ص:۴۸، ج:۱، الفصل الثانى فى الاعيان النجسة. تاتار خانيه ص۲۹۶ ج۱ الباب السابع فى احكام النجاسات. شامى زكريا ۳۶۲ ج۱ باب المياه.

[2] لو وضع رجله المبلولة على ارض نجسة أوبساط نجس لايتنجس. (عالمگیری ص:۴۷، ج:۱) الفصل الثانى فى الاعيان النجسة. وإذا نام الرجل على فراش، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۲) اگر وہ منی کے داغ نہیں بلکہ مذی کے داغ ہیں تو غسل واجب نہیں البتہ جس طرح پیشاب کے بعد بدن کو پاک کیا جاتا ہے اسی طرح مذی کے بعد بھی پاک کیا جائے پھر وضو کر کے نماز پڑھی جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھیگا ہوا ہاتھ ناپاک خشک کپڑے کو لگانے سے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟

سوال:- ایک شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ بالکل تر جس سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے ناپاک کپڑے کو لگایا پھر وہی ہاتھ نل کی پتی کو لگایا اب پتی بالکل خشک ہوگئی تو ایک دوسرے شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ اس نل کی پتی پر لگایا اور پھر بالٹی کو لگایا اور اس بالٹی سے حمام میں پانی بھرا اور اس پانی سے سب نمازیوں نے وضو کیا تو نماز ان کی درست ہے یا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے؟ اس پانی سے وضو یا غسل درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح بھیگا ہوا ہاتھ لگانے سے پتی نل کی پاک ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھیگا ہوا ہاتھ خشک ناپاک کپڑے کو لگانے سے اگر ہاتھ پر نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو ہاتھ

(گذشتہ کا بقیہ) قدأصابه منی ویبس فعرق الرجل وابتل الفراش من عرقه اِن لم یصب بلل الفراش جسده لایتنجس جسده و اِن أصاب بلل الفراش جسده یتنجس جسده. المحیط البرهانی ص۳۶۸ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات و احکامها، مطبوعه ڈابهیل.

(صفحہ ہذا) [1] عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعاً إِذَا رَأَيْتَ الْمَذِيَّ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَتَوَضَّأْ وُضُوئَكَ لِلصَّلاَةِ. أبوداؤد علی هامش بذل المجهود ۱/۱۲۸. باب فی المذی. مطبوعه رشیدیه سهارنپور. شامی زکریا ص۳۰۴ ج ۱ مطلب فی ابحاث الغسل. مجمع الانهر ص۴۰ ج ۱ دارالکتب العلمیه، بیروت.

ناپاک نہیں ہوا[1] نل بالٹی حمام، پانی کوئی چیز بھی اس کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوئی، نہ کسی کی نماز خراب ہوئی، کسی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اس پانی سے وضو غسل سب درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے جو چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے؟

سوال: -عموماً لوگ زمین پر نیچے بیٹھ کر وضو کرتے ہیں مسجد کے علاوہ، ایسی حالت میں زمین کی تمام چھینٹیں کپڑوں پر پڑتی ہیں اور انہیں کپڑوں سے نماز ادا کرتے ہیں انکے کپڑے ایسی حالت میں ناپاک ہوتے ہیں یا پاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان چھینٹوں کی وجہ سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے، نماز درست ہوجاتی ہے[2]۔ مگر ایسا کرنا خلاف نظافت واحتیاط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناپاک کنویں کو پاک کرنے والوں کے بدن اور کپڑوں کا حکم!

سوال: -ناپاک کنویں کو پاک کرتے وقت جو لوگ پانی کھینچتے ہیں ان کے ساتھ اور

---

[1] ولولف في مبتل بنحو بول ان ظهر نداوته أواثره تنجس والا لا (الدرالمختار على الشامی کراچی ص۳۴۷ ج ۱، فصل في الاستنجاء. عالمگیری ص۴۷ ج ۱ الفصل الثانی فی الاعیان النجسة، مطبوعه کوئٹه. المحیط البرهانی ص۳۶۸ ج ۱ الفصل السابع، مطبوعه کوئٹه.)

[2] وماترشش على الغاسل من غسالة الميت مايمكنه الإمتناع عنه مادام في علاجه لاينجسه لعموم البلوى شامی نعمانیه ص۲۱۶ ج ۱، مطلب العرقي الذي يستقطر من دردی الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر، باب الانجاس. مراقی الفلاح ص۱۲۵. باب الانجاس والطهارة عنها. مطبوعه مصر.

کنویں سے جن ڈولوں سے پانی نکالا جاتا ہے وہ ڈول اور ڈولوں کی رسیاں تو ساتھ ساتھ پاک ہوجاتی ہیں مگر پانی کھینچنے والے آدمیوں کے کپڑے اور بدن کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن ہاتھوں، ڈولوں رسی سے پانی نکالا گیا ہے بار بار پانی نکالنے کی وجہ سے کنویں کے تابع قرار دے کر سب کو پاک کہا جائے گا، لیکن کپڑے اور بدن کے جس حصہ پر ناپاک پانی کے قطرے پڑے ہیں اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کہنے کی کوئی وجہ نہیں وہ کنویں کے تابع نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۵ ۸۰ھ

مشین اور دوا کے ذریعہ کپڑے دھونا

سوال:- ڈرائی کلین فس میں پانی کے علاوہ اور ادویات سے کپڑے دھوئے جاتے ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک مشین ہوتی ہے، اس میں سیال کیمیکل دوائی استعمال ہوتی ہے، یہ دوائی کپڑوں کو صاف کرتی ہے، اس طرح کہ جب کپڑا اس مشین میں ڈالکر مشین بند کی جاتی ہے، تو مشین خود بخود چلنا شروع ہوجاتی ہے، یا پھر اس کو چالو کیا جاتا ہے، اور دوائی فلٹر سے ہوکر کپڑوں پر گرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ کپڑے گیلے ہوجاتے ہیں اور ٹپکنے لگتے ہین (اور مشین کپڑوں کو دھلتی رہتی ہے) پھر ان کپڑوں کو گرمی دی جاتی ہے تاکہ کپڑوں میں فوتھڑی سی دوائی ہوتی ہے وہ بھی

---

[1] قال الشامی (قوله يطهر الكل) أي من الدلو والرشاء والبكرة ويد المستقى تبعاً لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر فتطهر بطهارتها للحرج. الشامی کراچی ص ۲۱۲ ج ۱، فصل في البئر. عالمگیری ص ۴۲ ج ۱ الباب السابع فی النجاسات، مطبوعه کوئٹه. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۰ فصل فی مسائل الآبار، مطبوعه مصری.

نکلکر خشک ہو جاوے اور دوائی کا اثر بالکل ختم ہو جاوے، البتہ اگر کپڑے موٹے ہوں تو دوائی کی بو تھوڑی دیر کے لئے رہتی ہے، ایک مرتبہ اس مشین میں کپڑے دھونے کے بعد جب دوسری دفعہ کپڑے اس مشین میں دھونے کیلئے ڈالے جاتے ہیں، تو وہی دوائی جو پہلے کپڑوں میں استعمال ہوتی تھی، اس کپڑے پر آتی ہے۔

نوٹ:- دوائی جب کپڑوں میں آتی ہے یا جاتی ہے، فلٹر سے ہو کر آتی جاتی ہے، فلٹر کاغذ کی مخصوص وضع کی گویا بوتل ہوتی ہے کہ جس قدر گندی اشیاء وغیرہ ہوتی ہیں، فلٹر میں رہ جاتی ہیں، اور دوائی صاف ہو کر آتی جاتی ہے، ایک فلٹر کئی دفع استعمال ہوتا ہے، مذکورہ تفصیل کے بعد حسب ذیل امور حل طلب ہیں۔

(۱) اس طرح دھوئے ہوئے ناپاک کپڑے پاک ہونگے یا نہیں، نیز پاک اور ناپاک کپڑے مخلوط دھوئے جائیں تو کیا حکم ہے؟

(۲) مذکورہ صورت میں جب پہلی دفع دھوئے ہوئے کپڑوں سے دوائی واپس ٹنکی میں چلی جاتی ہے تو ٹنکی میں جو دوائی ہوتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جب دوبارہ کپڑوں میں استعمال ہوگی تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہوگا؟

(۳) اس قسم کی مشین لگوا کر اجرت پر مسلمان یا غیر مسلم کے کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کپڑا ناپاک ہو جائے۔ اور اس کی ناپاکی زائل کر دی جائے، تو وہ پاک ہو جاتا ہے، زایل کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ ناپاکی خشک تھی، جیسے گاڑھی منی اور اس کو کھرچ دیا گیا کہ نجاست باقی نہیں رہی، تو وہ کپڑا ابھی پاک ہو گیا[۱]۔

---

[۱] المنی اذا اصاب الثوب فان کان رطبا یجب غسله وان جف علی الثوب اجزأ فیه الفرک استحسانا، عالمگیری کوئٹه ج: ۱، ص: ۴۴، الفصل الاول فی تطهیر الانجاس. النهر الفائق ص ۱۴۵ ج ۱ دارالکتب العلمیه بیروت. المحیط البرهانی ص ۳۸۸ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهیر النجاسات، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

ناپاک کپڑے کے ساتھ اگر پاک کپڑا مل گیا اور اس کے اندر ناپاکی کا اثر ظاہر ہو گیا تو وہ بھی نجس شمار ہوگا، لیکن اگر اس مین نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو وہ ناپاک نہیں ہوا[1]۔

ناپاک کپڑے کو دھونے سے نجاست زائل ہو کر پانی میں آئی جیسے ایک طشت میں پانی رکھ کر اس میں دھویا گیا تو وہ پانی نجس ہوگا، اس میں اگر پاک کپڑا ڈالا جائیگا تو وہ نجس ہو جائیگا، اور اس پانی سے کسی نجاست کو زائل نہیں کیا جا سکتا[2]، جس طرح پانی سے کپڑے کو پاک کیا جاتا ہے، نجاست زائل کر کے اسی طرح پانی کے علاوہ کوئی دوسری چیز سرکہ وغیرہ سے بھی زائل کرنا درست ہے، اس سے بھی کپڑا پاک ہو جائیگا[3]۔

نجاست کو زائل کرنے والی چیز اگر خود نجاست کو قبول نہ کرے تو اس سے وہ چیز نجس نہیں ہوگی، مثلاً چاقو یا ناخن سے خشک زائل کر دی گئی اور چاقو و ناخن پر نجاست کا اثر نہیں آیا، تو چاقو اور ناخن کو نجس نہیں کہا جائیگا، اسی طرح اگر صابون سے کپڑے یا بدن کی نجاست زائل کی گئی اور صابون پر نجاست کا اثر نہیں تو اس کو نجس نہیں قرار دیا جائیگا۔

جس دوائی سے نجس کپڑوں کا میل وغیرہ دور کیا جاتا ہے، وہ دوائی اس نجاست کے اثر کو قبول نہیں کرتی، اسکا کام صرف نجاست کو کپڑے سے دور کرنا ہے، نجاست کو قبول کرنا نہیں، تو

---

[1] اذا لف الثوب النجس فی الثوب الطاهر والنجس رطب فظهرت نداوته فی الثوب الطاهر لکن لم یصر رطبا بحیث هو عصر یسیل منه شئی ولا یتقا طر فالا صح انه لا یصیر نجساً الخ (عالمگیری کوئٹه ص:۴۷، ج:۱، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة. طحطاوی علی المراقی ص۱۲۶. مصری شامی نعمانیه ص ۲۳۱ ج ۱. حلبی کبیری ص۱۷۴ فصل فی الآبار، سهیل اکیڈمی لاهور)

[2] وغسل عضو فی اوان وغسل جنب لم یستنج فی آبار کالثوب ویتنجس الماء والاوانی، (عالمگیری کوئٹه ص:۴۲، ج:۱، الفصل فی تطهیر الانجاس)

[3] یجوز تطهیر النجاسة بالماء وبکل مائع طاهر یمکن ازالتها به کالخل الخ، (عالگیری کوئٹه ص:۴۱، ج:۱، الفصل الاول فی تطهیر الانجاس. البحرالرائق ص ۲۲۱ ج ۱، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. شامی زکریا ص ۵۱۰ ج ۱ باب الانجاس.

اسکو بار بار استعمال کرنا درست ہے، اور اسکی وجہ سے دوسری دوائی بھی نجس نہیں ہوگی، جیسے کہ صابون بار بار استعمال کرنے سے نجس نہیں ہوتا، جب تک اسپر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو، لہٰذا جو کپڑے اسطرح دھوئے جائیں گے، وہ پاک ہوجائیں گے، کیونکہ انسے نجاست زائل ہوچکی اور دوسرے پاک کپڑے اختلاط کی وجہ سے نجس نہیں ہونگے، جبکہ انمیں نجاست کا اثر نہ آوے، ایسی مشین کا استعمال کرنا اور اجرت پر کپڑے دھونا سب درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۴/۱۴۰۵ھ

ناپاک خشک بستر پر لیٹنے

اور

پسینہ کی بو پاک کپڑوں میں آنے کا حکم

سوال:- پیشاب کا بستر جو کہ خشک ہو، اگر اس پر لیٹ جائے تو کیا اس لیٹ جانے سے پہنے ہوئے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے؟ اور اگر ایسی حالت میں پسینہ آجائے اور اس پیشاب کی بو کپڑوں میں آنے لگے تو کیا اس سے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے یا اگر بو نہ آئے پسینہ خوب آتا ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بستر اگر خشک ہے اور بدن کو پسینہ بھی نہیں آیا تو نہ بدن ناپاک ہوگا نہ کپڑے ناپاک ہونگے اگر بستر صاف ہے اور پیشاب بدن پر یا کپڑے پر لگ گیا یا بستر تو خشک ہے لیکن پسینہ اگر تر ہوا اور پیشاب کا اثر کپڑوں میں یا بدن میں آگیا تو اسکی وجہ سے ناپاکی کا حکم ہوگا۔

(ردالمحتار[1] ص: ۲۳۱، ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بدن اور کپڑوں کے پاکی اور ناپاکی سے متعلق چند سوالات!

سوال:- (۱) میں ناپاکی کی حالت میں ناپاک کپڑے پہنے ہوئے دوسری ناپاک چیز اور کپڑوں وغیرہ کو دھو کر پاک کر سکتا ہوں یا نہیں؟

(۲) مجھے ہمیشہ اپنی چیزوں یا اپنے کپڑوں وغیرہ کو دھونے کے درمیان یا دھونے کے بعد شک ہوا کرتا ہے کہ شاید تین بار دھویا، یا اچھی طرح کپڑوں کو نہیں نچوڑا یا اس طرح کا کچھ اور شک ہوتا ہے یا پھر شک ہو جاتا ہے کہ دھونا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور دھونے کے بعد شکر اللہ نہیں کہا میں ان حالات میں کیا کروں؟

(۳) سارا جسم پاک ہے کپڑا بدلتے وقت یا کسی وجہ سے اعضائے تناسل میں ہاتھ لگ جائے تو اس کے بعد ہاتھ دھونا ضروری ہے؟

(۴) بستر پر جو چادر بچھی ہے وہ پیشاب یا منی گرنے سے ناپاک ہے تو کیا اس پر بدن میں پاک کپڑے پہنے ہوئے سونے یا لیٹنے سے بدن یا کپڑے ناپاک ہو جائیں گے اور اگر پسینہ نکلے تو کیا بدن اور کپڑے ناپاک ہو جائیں گے؟

(۵) مکھی مچھر کا خون ناپاک ہے؟

(۶) گوریا، چمگادڑ، چھپکلی یا چوہیا بستر یا جانماز یا کتاب وغیرہ پر پیشاب کر دے

---

[1] إذا نام الرجل على فراش فاصابه منى ويبس فعرق الرجل وابتل الفراش من عرقه ان لم يظهر اثر البلل في بدنه لايتنجس وإن كان العرق كثيراً حتى ابتل الفراش ثم اصاب بلل الفراش جسده فظهر اثره في جسده يتنجس بدنه (الهنديه ص:۴۷، ج:۱) الفصل الثانى فى الاعيان النجسة. ردالمحتار نعمانيه ص: ۱۳۲/۱، كتاب الطهارة، مطلب فى الفرق بين الاستبراء والاستنقاء. حلبى كبيرى ص ۱۷۴ فصل فى الآسار، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

یا غلاظت کردے تو کیا یہ چیزیں ایسی حالت میں ناپاک ہوجائیں گی اگر پیشاب سوکھ گیا ہو اور غلاظت بھی سوکھ گئی ہو تو صرف غلاظت کو جھاڑ دینے سے بستر وغیرہ پاک رہے گا یا نہیں؟

(۷) میں پاک ہوں لیکن میں ناپاک لنگی یا ناپاک پتلون یا ناپاک پائجامہ پہن لیتا ہوں تو کیا میں ناپاک ہوجاؤں گا؟

(۸) میں پاک ہوں لیکن میں نے ناپاک کپڑے پہن لیے اور پھر پانی سے استنجاء کیا تو کیا اب میں ناپاک ہوجاؤں گا؟

(۹) میں ناپاک ہوں لیکن میں نے پاک کپڑے پہن لیے تو کیا وہ کپڑے اب ناپاک ہوجائیں گے؟

(۱۰) میں ناپاک ہوں لیکن پاک کپڑے پہنے پھر پانی سے استنجاء کیا تو اب وہ پاک کپڑے ناپاک ہوجائیں گے؟

(۱۱) میں پاک ہوں لیکن ناپاک چادر یا لحاف یا ناپاک کمبل وغیرہ اوڑھتا ہوں تو کیا میں ناپاک ہوجاؤں گا؟

(۱۲) میں ناپاک ہوں لیکن پاک چادر یا لحاف یا کمبل وغیرہ اوڑھتا ہوں تو کیا یہ چیزیں ناپاک ہوجائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) پاک کرسکتے ہیں اور طریقہ شرعیہ پر پاک کرنے سے وہ چیزیں پاک ہوجائیں گی یہ بات نہیں کہ آپ کے ناپاک ہونے سے وہ چیزیں دھونے اور پاک کرنے سے بھی پاک نہ ہوں۔

(۲) جس چیز کو پاک کرنے کیلئے تین مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے اسکو دھونے کے درمیان اگرچہ شک ہوجائے کہ شاید دو ہی دفعہ نچوڑا ہی تیسری دفعہ نہیں نچوڑا تو ایک دفعہ اور نچوڑیں[1] اور

---

[1] وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر. (عالمگیری ص ۴۲ ج ۱) الفصل الاول فی تطهير النجاسات. شامی کراچی ۳۰۹ ج ۱ باب الانجاس. مجمع الانهر ص ۸۶ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

دھونے کے بعد شک ہو تو اسکا اعتبار نہیں اسپر کوئی توجہ نہ کریں[۱] شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بعد شکر اللہ اگر نہ کہا جائے تب بھی کپڑا وغیرہ پاک ہو جاتا ہے اسمیں ذرہ برابر تردد نہ کریں۔

(۳) بالکل ضروری نہیں آخر وہ حصہ بھی تو پاک ہی ہے اگر ناپاک ہوتا تو اس کے ساتھ نماز کیسے درست ہوتی اور کپڑے کیسے پاک رہتے[۲]

(۴) نہ بدن ناپاک ہوگا نہ کپڑے ناپاک ہوں گے اگر پسینہ نکلکر چادر پر گرا اور اس سے منی کا اثر بدن یا کپڑے پر پہونچ گیا تو جتنے بدن یا کپڑے پر وہ اثر ظاہر ہوا ہے اتنا ناپاک ہوگا اتنا حصہ پاک کرلیا جائے نہ پورا بدن ناپاک ہوگا نہ پورا کپڑا اور نہ اس سے تمام کو دھونے کی ضرورت ہے[۳]

(۵) ان کا خون بدن یا کپڑے پر گر جائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا[۴]

---

[۱] إن ماثبت باليقين لايزول بالشک (قواعد الفقه ص ۱۱. ولو أيقن بالطهارة و شک بالحدث أو بالعكس أخذ باليقين ولو تيقنهما و شک بالسابق فهو متطهر، شامی کراچی ص ۱۵۰ ج ۱ نواقض الوضوء. تاتار خانیه ص ۱۴۶ ج ۱ کتاب الطهارة نوع آخر فی مسائل الشک، مطبوعه کراچی)

[۲] مَاتَرَى فِي مَسِّ الذَّكَرِ بَعْدَ مَايَتَوَضَّأُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ هُوَ إِلّامُضْغَةٌ مِنهُ أَوْ بَضْعَةٌ مِنْهُ (أبوداؤد ص ۲۴ ج ۱) کتاب الطهارة. باب الرخصة فی ذلک. لاینقضه مسُّ ذکر لکن یغسل یده ندباً شامی کراچی ص ۱۴۷ ج ۱ نواقض الوضوء. عالمگیری ص ۱۳ ج ۱ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء، مطبوعه کوئٹه.

[۳] وإن كان العرق كثيراً حتى ابتل الفراش ثم اصاب بلل الفراش جسده فظهر اثره في جسده يتنجس بدنه. (عالمگیری ص ۴۷ ج ۱) الفصل الثانی فی الاعیان النجسة. مطبوعه کوئٹه. فتاویٰ قاضیخان ص ۲۶ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصیب البدن، مطبوعه کوئٹه. المحیط البرهانی ص ۳۶۸ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات واحکامها، مطبوعه ڈابهیل.

[۴] دم البق والبراغیث والقمل والکتان طاهر وإن کثر. (عالمگیری ص ۴۶ ج ۱) الفصل الثانی فی الاعیان النجسة. تاتار خانیه ص ۲۹۰ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات الخ، مطبوعه کراچی. هدایه ص ۳۷ ج ۱ کتاب الطهارة باب ماء الذی یجوز به الوضوء الخ مطبوعه تهانوی دیبند.

(۶) گوریا کی بیٹ یا پیشاب سے کپڑا وغیرہ دھونا ضروری نہیں[۱] یہی حال چمگادڑ کا ہے[۲] چوہیا نے اگر پیشاب کردیا تو اس کو پاک کرلیا جائے[۳] مینگنی اس کی خشک ہوتی ہے اس سے کپڑا دھونے کی ضرورت نہیں، چھپکلی کی غلاظت اگر تر ہو تو اس سے بھی کپڑا دھولیا جائے[۴]

(۷) اس سے آپ ناپاک نہیں ہوں گے الا یہ کہ ناپاک کپڑوں کی ناپاکی تر ہو اور وہ جسم کو لگ جائے تو وہ حصہ جسم ناپاک ہوگا تمام جسم پھر بھی ناپاک نہیں ہوگا۔

(۸) مثل ۷ اگر پانی سے استنجاء کرنے سے کپڑے یا بدن پر نجاست لگ جائے تو اتنا حصہ ناپاک ہوجائے گا اس سے آپ ناپاک نہیں ہوں گے۔

(۹) وہ کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے اور یہ کہ آپ کے بدن پر ناپاکی تر ہو، اور کپڑوں پر لگ جائے تو وہ حصہ ناپاک ہوجائے گا تمام کپڑا پھر بھی ناپاک نہیں ہوگا۔

(۱۰) مثل ۹ (۱۱) مثل ۹ (۱۲) مثل ۹ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الحمام والعصفور والعقعق ونحوها فخرئها طاهر، بدائع ص ۱۹۷ ج ۱، حکم الاوراث. (عالمگیری ص ۴۶ ج ۱، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة. تاتارخانیه ص۲۸۸ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات، مطبوعه کراچی.

[۲] بول الخفاش وخرئه فطاهر (الدرالمختار علی الشامی ص:۲۱۲، ج:۱، باب الانجاس، مطبوعه نعمانیه. المحیط البرهانی ص۳۶۷ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات و احکامها، مطبوعه ڈابھیل.

[۳] إن بول الهرة والفارة وخرئها نجس. (شامی نعمانیه ص ۲۱۲ ج ۱. تاتارخانیه ص ۲۸۹ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات، مطبوعه کراچی. المحیط البرهانی ص۳۶۶، الفصل السابع فی النجاسات و احکامها، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل)

[۴] أفاد بهما نجاسة کل حیوان غیر الطیور (الدر المختار علی هامش الشامی نعمانیه ص:۲۱۳، ج:۱، باب الانجاس.

ناپاک کپڑے کی چھینٹ

سوال :- کوئی شخص ناپاک کپڑا دھو رہا ہے، بدن یا کپڑے پر چھینٹ پڑے، بدن کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک کپڑے کی چھینٹ بھی ناپاک ہے جس جگہ کپڑے یا بدن وغیرہ پر پڑے گی اس کو ناپاک کردے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۸ رصفر ۵۸ھ

کپڑے پر ناپاک چھینٹیں پڑ گئیں

سوال :- ایک شخص اپنے کام میں مشغول ہے اور نماز کا وقت آ گیا، اب وہ شخص نماز کیلئے چلا کہ اسکو ایسا موقعہ ہوا کہ ایک نجس شئ کے چھینٹے پڑے، اور بدن پر پڑ گئے اب اسکو اتنی فرصت نہیں کہ وہ کپڑوں کو دھو کر پاک کرے، تحریر فرمادیں اب وہ کیا کرے؟ کیوں کر نماز ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان چھینٹوں کا مجموعہ ایک ہتھیلی کے گھراؤ سے زیادہ ہے (اور وہ شئ نجاست غلیظہ ہے) تو اس کا دھونا ضروری ہے[2]، اگر دوسرا کپڑا موجود ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھے، اگر دوسرا پاک

---

[1] غسالة النجاسة في المرات الثلاثة مغلظة في الاصح. (طحطاوی ص: ۱۲۴) مطبوعه مصر. باب الانجاس والتطهير عنها.

[1] وعفى الشارع عن قدر درهم وإن كره تحريماً فيجب غسله ومادونه تنزيهاً فيسن وفوقه مبطل

کپڑا اتنا بھی موجود نہیں کہ جس سے ستر یعنی ناف سے گھٹنوں تک چھپا سکے تو پھر اس ناپاک کپڑے کو دھوئے۔ ناپاک کپڑے سے نماز نہ پڑھے اور اگر وہ نجاست خفیفہ ہے تو کپڑے کا چوتھائی حصہ یا اس سے کم اگر نجاست سے بھرا ہو تو تنگی وقت کی حالت میں اس سے نماز پڑھ لے۔ اگر اس سے زیادہ بھرا ہو تو اس سے نماز نہ پڑھے بلکہ اس کو دھو کر نماز پڑھے، اگرچہ وقت تنگ[1] ہوا گر وہ چھینٹیں سوئی کے ناکے کے برابر چھوٹی ہیں تو وہ معاف ہیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف ۶/ جمادی الثانی

کپڑے پر ہولی کا رنگ لگ جائے وہ پاک ہے یا نہیں؟

سوال:- اہل ہنود جو ہولی میں رنگپاشی کرتے ہیں اگر کسی مسلمان کے اوپر پڑ جائے اور وہ کپڑا شرائط کیساتھ پاک کرلے لیکن رنگ کا دھبہ نہ جائے تو کپڑا پاک ہو جائیگا؟ اور اس سے نماز جائز ہوگی، عوام میں مشہور ہے کہ رنگ پڑا کپڑا پاک ہی نہیں ہوتا، اس سے نماز ہو سکتی ہے؟

(صفحہ گذشتہ) فیفرض (الی قولہ) الکف وھو داخل مفاصل اصابع الید في رقیق من مغلظة (الدرالمختتار علی الشامی نعمانیه ص: ۲۱۱، ج: ۱) باب الانجاس. قبیل مطلب فی طهارة بوله ﷺ.

[1] وتکره الصلاة) مع نجاسة غیر مائعة تقدم بیانها سواء کانت بثوبه أوبدنه أومکانه خروجا من الخلاف الا إذا خاف فوت الوقت. اما إذا ضاق بحیث تفوته الصلاة إذا تخفف وتوضأ فانه یصلی بهذه الحالة (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۹۲) فصل فی المکروهات. مطبوعه مصر.

[2] وعفی دون ربع ثوب من مخففة کبول مأکول وخرء طیر غیر مأکول ودم سمک ولعاب بغل وحمار وبول انتضح کرؤس ابر (الشامی نعمانیه ص: ۲۱۱، ج: ۱) باب الانجاس، مطلب فی بول الفارة وبعرها الخ، طحطاوی ص ۱۲۵، مطبوعه مصر. باب الانجاس والطهارة عنها. عالمگیری ص ۴۵ ج ۱ الفصل الثانی فی الاعیان النجسة، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک اس رنگ میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم نہ ہو ناپاک نہیں کہا جائیگا[۱] اگر چہ اسکا دھولینا بہر حال بہتر ہے، رنگ کا نشان دھونے کے بعد ختم نہ ہو تو مضائقہ نہیں نماز درست ہے[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مذی وودی والے کپڑے میں نماز!

سوال: - مذی یا ودی اگر جسم یا کپڑے میں لگی ہوئی ہو اس وقت نماز پڑھ سکتے ہیں، بغیر دھوئے ہوئے پھر اگر معاف ہے تو مقدار عفو کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذی ودی کو فقہاء نے نجاست غلیظہ لکھا ہے[۳] ایک درہم سے کم مقدار بدن پر یا کپڑے پر لگی رہے اور نماز پڑھ لے تو نماز بالکراہت ادا ہو جائیگی، زیادہ ہو تو نماز درست ہی نہ ہوگی[۴] ہاتھ

---

[۱] ولوشک في نجاسة ماء أوثوب لم يعتبر (الدر المختار على الشامي ص ۱۵۱ ج ۱) قبيل ابحاث الغسل.

[۲] يطهر محل نجاسة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها ولايضر بقاء اثر كلون. الدر المختار على هامش الشامي كراچي ص ۳۲۹ ج ۱، مطلب في حكم الصبغ الخ. المحيط البرهاني ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الثامن فى تطهير النجاسات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[۳] كل ما يخرج من بدن الإنسان ممايوجب خروجه الوضوء والغسل فهو مغلظ كالحائط والبول والمني والودى. (عالمگيرى ص ۴۶ ج ۱، الفصل الثانى فى الاعيان النجسة. المحيط البرهانى ص ۳۶۳ ج ۱ الفصل السابع فى النجاسات و احكامها، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

[۴] المغلظة عفى منها قدر الدرهم. (عالمگيرى ص ۴۵ ج ۱، الفصل الثاني في الاعيان النجسة. المحيط البرهانى ص ۳۷۲ ج ۱ الفصل السابع فى النجاسات و احكماها، مطبوعه ڈابهيل. شامى زكريا ص ۵۲۰ ج ۱ باب الانجاس)

کی ہتھیلی کے گڈھے سے رقیق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں

سوال:- کپڑے پر نجاست دیکھی مگر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں تو کپڑا کب سے نجس سمجھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ نجاست منی ہے تو جس وقت سوکر بیدار ہوا اس وقت سے کپڑا نجس سمجھا جائے گا۔ اگر وہ اس کا پاخانہ پیشاب ہے تو پاخانہ پیشاب کرنے کے وقت سے نجس ہوگا۔ اگر کوئی اور نجاست ہے تو دیکھنے کے وقت سے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناپاک مشکوک تہبند سے نماز

سوال:- پاک تہبند کے نیچے ناپاک تہبند یا مشکوک ہو نماز پڑھے تو ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

---

[1] وقالا من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله قيل وبه يفتى (فرع) وجد في ثوبه منياً أو بولاً أو دماً اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف (درمختار مع الشامی نعمانیه ص۱۴۶ ج۱، باب المياه، مطلب مهم فی تعريف الاستحسان. البحر ص۱۲۵ ج۱ كتاب الطهارة. بئر. مطبوعه الماجديه كوئٹه. الاشباه والنظائر ص۱۱۲ ج۱. قاعدة الاصل اضافة الحادث الىٰ اقرب اوقاته، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

پاک کرنا ضروری ہے بغیر الگ کئے نماز درست نہ ہوگی[1] اور مشکوک کو بھی الگ کردیا جائے۔ دع مایریبک الی مالایریبک[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱/۵ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا

سوال:- جو ہندو دھوبی کپڑے دھوتے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاک کپڑا ہندو کے پاک کرنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے پس جب تک کسی نجاست کا علم نہ ہو، ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے[3]۔ البتہ مسلمان دھوبی سے دھلانا بہتر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۶ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] ثم إنما يعتبر المنع إذا كان مضافا إليه فلو جلس صبى عليه نجاسة في حجر مصل وهو يستمسك أو الحمام المتنجس على رأسه جازت صلاته لان الحامل للنجاسة غيره بخلاف مالو حمل من لايستمسك حيث يصير مضافا إليه فلايجوز (الطحطاوى على المراقى ص ۱۲۶، مصرى. باب الانجاس والطهارة عنها.

[2] المقاصد الحسنة ص ۲۱۴، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مشكوة شريف ص: ۱۳۱، باب الكسب وطلب الحلال. الفصل الثانى. مطبوعه دار الفكر بيروت.

[3] ملاحظه هو تذكرة الرشيد ص ۱۶۹-۱۷۰ ج ۱، والنجس المرئى يطهر بزوال عينه الا مايشق وغيره بالغسل ثلاثا وبالعصر فى كل مرة. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بے علم دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا

سوال:- دھوبی جو کپڑے دھوتے ہیں عموماً طہارت نجاست سے واقف نہیں ہوتے ہیں نیز بعض شہر کے اندر نالیوں کے پانی سے یا ماء راکد متعفن سے دھوتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پانی کثیر ہے اور محض مکث کیوجہ متعفن ہوگیا، یا وہ پانی جاری ہے اور اسمیں نجاست کا اثر ظاہر نہیں تو اسمیں کپڑوں کا دھونا درست ہے[1] کپڑوں پر اگر پہلے سے نجاست نہیں تھی تب تو انکی پاکی میں کوئی اشکال نہیں، اگر نجاست تھی اور وہ مرئیہ تھی تو اسکے زوال اور بقاء کو خود دیکھ لیا جائے، اگر غیر مرئیہ تھی تب بھی چونکہ ہر دھوبی کم از کم تین مرتبہ تو ضرور ہی ہر کپڑے کو دھوتا ہے اور نچوڑتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے اسلئے وہ کپڑا پاک ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ باقاعدہ مسائل شرعیہ سے واقف نہیں، اگر وہ دھوبی قلیل پانی میں جو کہ نجس ہے کپڑے دھوتے ہیں، یا نالیوں کے گندے پانی میں جس پر نجاست کا اثر ظاہر ہے کپڑے دھوئے تو وہ پاک نہیں ہوتے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۱/۱۷ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف

(گذشتہ کا بقیہ) البحر الرائق ص ۲۳۶ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ. شامی زکریا ۵۳۵ ج ۱ باب الانجاس. المحیط البرھانی ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الثامن فی تطھیر النجاسات، مطبوعہ المجلس العلمی، ڈابھیل. تاتارخانیہ ص ۳۰۵ ج ۱ الفصل الثامن فی تطھیر النجاسات، مطبوعہ کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] الماء الجاری أنہ لایتنجس مالم یتغیر طعمہ أولونہ أوریحہ من النجاسۃ الی قولہ الغدیر العظیم کالجاری لایتنجس الا بالتغیر من غیر فصل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے ناپاک ہیں؟

سوال: - دھوبی کے دھوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں یا ناپاک؟ کیونکہ دھوبی کپڑے کو تین بار نہیں دھوتے، دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پر اگر کوئی دھبہ بڑا یا چھوٹا موجود ہو تو اس کو پاک کرنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دھوبی بڑے تالاب یا نہر یا دریا میں کپڑے دھوتے ہیں تو وہ کپڑے پاک ہیں، بہتے پانی یا کثیر پانی میں کپڑے کا پڑا رہنا بھی تین بار دھونے کے حکم میں ہے[1]۔ پکا نشان (دھبہ) باقی رہ جائے اور نجاست کا جسم دھل جائے تب بھی کپڑا پاک ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ) (عالمگیری ص۱۷-۱۸ ج۱) الباب الثالث في المياه. حلبی کبیری ص ۹۱ باب المياه، مطبوعه لاهور. درمختار علی الشامی کراچی ص۱۸۶ ج۱ باب المياه.

۲ يجوز رفع نجاسة حقيقة من محلها بماء ولو مستعملاً ولكل مائع طاهر (الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص۲۰۵ ج۱) باب الانجاس. عالمگیری ص۴۱ ج۱ الباب السابع فی النجاسة، مطبوعه کوئٹه. وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات ويشترط العصر فی كل مرة الخ عالمگیری ص۴۲ ج۱ الباب السابع فی النجاسة الخ.

(صفحہ ہذا) ۱ أما لوغسل في غدير أوصب عليه ماء كثير أوجرى عليه الماء طهر مطلقاً بلاشرط عصر وتجفيف وتكرار غمس (الدرالمختار علی هامش الشامی نعمانیه ص:۲۲۲، ج:۱) مطلب في تطهير الدهن والغسل) باب الانجاس. البحر ص۲۳۸ ج۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجديه كوئٹه. المحيط البرهانی ص۳۷۸ ج۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابهيل. (حاشیہ ۲ آئندہ صفحہ پر)

غیر مسلم سے مٹھائی لینا اور کپڑے دھلوانا

سوال:- ہندو دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے کپڑوں سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور ہندو کے یہاں کی مٹھائی وغیرہ کھانا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی جگہ نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو تو مٹھائی اور کپڑا پاک ہے[1] اور نماز درست ہوجائے گی تاہم مسلمان سے کپڑے دھلانا اور مٹھائی لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

اگر کپڑے کو نچوڑنے کی وجہ سے پھٹ جانے یا اسکی خوبی پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہو

سوال:- نجاست غیر مرئیہ اگر کپڑے پر لگی ہو تو اس کے دھونے کے بعد بجائے نچوڑنے

(صفحہ گذشتہ)[2] وإن كانت شيئاً لايزول الابمشقة . لايكلف بازالته (عالمگیری ص ۴۲ ج ۱) الفصل الاول فی تطهير الانجاس. المحيط البرهانی ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابهيل. تاتارخانيه ص ۳۰۵ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه كراچی.

[1] ملاحظه هو امداد الفتاوی ص ۱۰۶-۱۰۷ ج ۴. شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة. الاشباه والنظائر ص ۱۰۳ تحت القاعدة الثالثة، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

کے ہر مرتبہ اس کو خشک کر لے تو کپڑا پاک ہوگا یا نہ؟ اس لیے کہ بعض کپڑے اگر چہ ان کا نچوڑنا ممکن ہوتا ہے مگر نچوڑنے سے بوجہ کمزوری کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پھٹنے کا اندیشہ تو نہیں ہوتا ہے مگر اس کی خوبی پر اثر پڑتا ہے اس خیال سے اگر بجائے تین مرتبہ نچوڑنے کے تین مرتبہ دھو کر تین مرتبہ خشک کر لے تو کپڑا پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تب تو تین مرتبہ خشک کر لینا بھی کافی ہے[1]۔ خوبی پر اثر پڑنے کی وجہ سے نہ نچوڑنے کا مسئلہ نظر سے نہیں گذرا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر نچوڑے کپڑا پاک ہونے کی صورت

سوال:- کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑا نہیں بلکہ سکھا دیا، یا اخیر میں سکھا دیا، یا طاقت کے موافق نہیں نچوڑا تو پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہو جائے گا اگر صرف اخیر میں نچوڑا اور ہر دفعہ دھونے میں اتنا توقف کیا کہ تقاطر بند

---

[1] والا ای وإن لم یمکن العصر کالحصیر ونحوہ فیطھر بالتجفیف کل مرۃ حتی ینقطع التقاطر (مجمع الانھر ص: ۹۱، ج: ۱، باب الانجاس . مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. مراقی الفلاح ص ۱۲۹، مطبوعہ مصر. باب الانجاس والطھارۃ عنھا. ولولم یبالغ لرقتہ ھل یطھر الاظھر نعم للضرورۃ الخ درمختار علیٰ الشامی کراچی ص ۳۳۲ ج ۱ شامی زکریا ص ۵۴۱ ج ۲ باب الانجاس.

ہوگیا اور نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ تھی اور وہ زائل ہوگئی تب بھی کپڑا پاک ہوجائے گا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۹/۲ ۷۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

ناپاک کپڑے کو نچوڑنے کی حد!

سوال: -بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ناپاک کپڑے کو تیسری مرتبہ اس قدر مبالغہ کے ساتھ نچوڑو، پوری طاقت سے نچوڑو کہ پھر ایک دفعہ نچوڑنے سے پانی کے قطرے نہ ٹپکیں، اب سوال یہ ہے کہ تھوڑی طاقت زائد کر کے نچوڑا تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے مکرر سہ کرر طاقت بڑھاتے جائیں پانی کے قطرے ٹپکتے جائیں گے اگر باریک کپڑا یا پرانا ہے تو پھٹ بھی جائے گا اور دو چار دس کپڑے دھونے کی باری آئے تو ہاتھ میں درد بھی ہوجائے گا، دشوار معلوم ہوتا ہے نچوڑنے کی کیا حد ہوگی جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اتنے زور سے نچوڑ دیا کہ قطرات کا نکلنا بند ہوگیا تو بس کافی ہے پھر نہ کپڑا پھاڑیں نہ ہاتھ میں درد کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] ویطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولوبمرة على الصحيح ولايشترط التكرار لان النجاسة فيه باعتبار عينها فتزول بزوالها مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۲۷، مطبوعه مصر. باب الانجاس والطهارة عنها. شامى كراچى ص ۳۳۲ ج ۱ باب الانجاس، فتاوىٰ عالمگيرى ص ۴۲ ج ۱ الباب السابع فى النجاسة، مطبوعه كوئٹه.

[2] ان عصره في المرة الثالثة وبالغ فيه بحيث لوعصره لايسيل منه فالثوب واليد وماتقاطر طاهر (عالمگيرى ص ۴۲ ج ۱، الفصل الاول في تطهير النجاسات، كتاب الطهارة. شامى كراچى ص ۳۳۱، ۳۳۲ ج ۱ باب الانجاس. مجمع الانهر ص ۹۱ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

شک سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا

سوال:- کسی شخص نے اپنے کپڑے پر کوئی چیز دیکھی اس کی طہارت اور نجاست میں شک ہے تو کپڑے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے کپڑا نجس نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا پرانے غیر ملکی کپڑے ناپاک ہیں

سوال:- موجودہ کوٹ چسٹر سوئیٹر اور دیگر غیر ملکی اشیائے ملبوسات جسکے بارے میں لوگ بتلاتے ہیں کہ یہ نجس ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ وہاں سے آنے میں یا فروخت کرنے کے وقت احتیاط نہیں کی جاتی، لہٰذا ان مندرجہ لباس کو پہن کر نماز پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی گناہ تو نہیں ہے، جب کہ بہت کثرت سے لوگ پہن کر بغیر پاک کئے استعمال کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کپڑا غیر مسلموں کا بنایا ہوا ہو اس کو ناپاک نہیں کہا جائیگا، جب تک اسمیں نجس شئ کا علم نہ ہو جائے البتہ پتلون اگر اسکا استعمال کیا ہوا ہو تو اس کو بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے،

---

[1] لان اليقين لايزول بالشک شک في وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة (الاشباه والنظائر ص۱۰۳) القاعدة الثالثة. اليقين لا يزول بالشک. مطبوعه دارالعلوم ديوبند. من شک فی انائه أوثوبه او بدنه أصابته نجاسة أو لا فهو طاهر مالم يستيقن تاتارخانيه ص ۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة نوع آخر فی مسائل الشک، مطبوعی كراچی. ردالمحتار على الدرالمختار ص ۱۵۱ ج ۱ قبيل مطلب فی ابحاث الغسل،مطبوعه كراچی.

(کبیری[1] ص:۲۰۴) یہ تو طہارت سے متعلق ہے، فی نفسہٖ ایسا لباس استعمال کرنا مکروہ ہے، جو دوسروں کا شعار ہو اور نماز میں اسکا استعمال کرنا نماز کیلئے موجب کراہت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لنگی اور بدن کو پاک کرنے کا طریقہ!

سوال:- ایسی ناپاک لنگی یا کپڑا یا تہبند پہن کر غسل کرے جس میں متفرق طور پر نجاست لگی ہو، کچھ منی، کچھ پیشاب کے قطرے وغیرہ اور اس ناپاک کپڑے پہنے ہوئے پر پاک پانی ڈالتا جائے اور ملتا جائے جب زوال نجاست کا یقین ہو جائے تو لنگی کو اس طرح ایک دفعہ نچوڑ ڈالا جائے کہ پہلے آگے کے حصہ کو بعد اس کے پیچھے کے حصے کو آگے کر کے ساتھ نچوڑ دیا جائے تو غسل اور پہنا ہوا کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟ یا تین دفعہ نچوڑنے کا عمل کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح غسل کرنے سے سارا بدن بھی نجس ہو گیا پھر اگر نجاست کی جگہ کو مل مل کر نجاست دور کر دی اور پانی بہا دیا گیا حتی کہ ظن غالب حاصل ہو گیا کہ اب نجاست باقی نہیں رہی، پھر ایک دم تمام بدن اور لنگی پر پانی ڈال کر بہا دیا اور نچوڑ دیا تو بدن بھی پاک ہو گیا اور لنگی بھی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال بعض المشائخ تكره الصلوة فى ثياب الفسقة لانهم لا يتقون الخمر وقال صاحب الهداية فى التجنيس الاصح انه لا تكره لانه لم يكره من ثياب اهل الذمة الا السراويل مع استحلالهم الخمر فهذا اولىٰ. (كبيرى ص: ۲۰۴، فروع شتى من تعلق النجاسة، كتب خانه رحيميه ديوبند، وكبيرى ص: ۲۰۶، سهيل اكيڈمى لاهور، عالمگيرى ص: ۳۴۷، ج: ۵، كتاب الكراهية. الباب الرابع عشر فى اهل الذمة.

[2] البداءة بغسل يديه وفرجه وان لم يكن به خبث اتباعاً للحديث وخبث بدنه ان كان عليه خبث لئلا يشيع ثم يتوضأ ثم يفيض الماء على كل بدنه الخ (الدر المختار على هامش

کتے کا کپڑوں سے رگڑ جانا!

سوال:- کتا کپڑوں سے رگڑتا ہوا چلا جائے تو غسل کرنے اور کپڑا تبدیل کرنے کی حاجت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتے کا لعاب نجس ہے[1] اگر لعاب نہیں لگا بلکہ خشک جسم کپڑے کو لگا ہے تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ نماز کے لئے اس کپڑے کو تبدیل کرنا یا دھونا خود غسل کرنا ضروری نہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑا دھونے کے بعد بھی اگر رنگ نکلے تو کیا کیا جائے!

سوال:- ایسا کچا ناپاک رنگ کا کپڑا ہو کہ کئی مرتبہ دھونے کے بعد بھی رنگ نکلتا ہی

(صفحہ گذشتہ) الشامی نعمانیه ص۱۰۶ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل). أن الجنب إذا اتزر فی الحمام و صب الماء علٰی جسده من حيث الظهر والبطن حتی يخرج عن الجنابة ثم صب علی الازار يحكم بطهارة الازار و إن الم يعصره. المحيط البرهانی ص۳۷۸ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابهيل.

[1] ولعابه ای الكلب نجس، خانيه علی الهندية ص: ۱/۲۰، فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب الخ. درمختار مع الشامی نعمانيه ص۱۴۸-۱۴۹ ج ۱. باب المياه، فصل فی السور. تاتار خانيه ص۲۹۶ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات، مطبوعه كراچی.

[2] اذا نام الكلب علی حصير المسجد ان كان يابسا لا يتنجس و ان كان رطبا ولم يظهر اثر النجاسة فكذ لک الخ (عالمگيری كوئٹه ص: ۱/۴۸، الفصل الثانی فی الاعيان النجسة) تاتارخانيه ص۲۹۶ ج ۱. قاضيخاں ص ۲۱ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب الخ كوئٹه.

رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب رنگ کچا ہے تو خوب پیٹ کر تین دفعہ دھویا جائے پھر بھی اس کا کچھ اثر باقی رہے تو مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خنزیر کا خشک بال ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے

سوال:- کپڑے یا جوتے وغیرہ پر خنزیر کا خشک یا تر برش لگ جائے تو کپڑا وغیرہ اس کے لگنے سے کیا نجس ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خشک سے نجس نہیں ہوگا، تر لگ جائے تو پھر دھو لینا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] لو صبغ ثوبه أويده بصبغ أوحناء نجس فغسل الى أن صفا الماء يطهر مع قيام اللون (عالمگیری ص:۴۲، ج:۱، الفصل الاول في تطهير الانجاس، كتاب الطهارة) شامی کراچی ص ۳۲۹ ج ۱ باب الانجاس، المحيط البرهانی ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابھیل.

[2] أما النجاسة الغليظة الخ كالعذرة الخ ولحم الخنزير وسائر اجزائه هذه الاشياء نجاستها معلومة في الدين بالضرورة لاخلاف فيها الاشعر الخنزير لما ابيح الانتفاع للخرز ضرورة الخ. (کبیری ص:۱۴۶، مطبوعه لاهور، فصل فی الانجاس) سكب الانهر علىٰ مجمع الانهر ص ۵۱ ج ۱ دارالكتب العلميه بيروت. شامی زکریا ص ۳۵۷ ج ۱ باب المياه، مطلب فی احكام الدباغة.

جس جگہ پر پیشاب یا خون کا دھبہ آیا ہے اسکا دھولینا کافی ہے!

سوال :- اگر پیشاب پاخانہ یا بواسیر کے خون کے دھبے کپڑے پر آجائیں تو کیا ایسی صورت میں ان دھبوں پر پانی چھڑک کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا دھونا ضروری ہے یا نہانا ضروری ہے۔

۲- نماز کی حالت میں بعض اوقات ذراسی ہوا خارج ہوجاتی ہے.....تو اس کے لئے تیمّم کس وقت کرنا چاہیئے کیونکہ وضو بار بار نہیں کرسکتی میں ۷۰/ برس کی ضعیفہ ہوں علاوہ ازیں اگر نماز میں وضو یا تیمّم ٹوٹ جائے تو کیا پوری نماز ادا کرنی چاہیئے یا جہاں سے ٹوٹی ہو وہاں سے اس کو پورا کرلینا چاہیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے حصے پر ناپاکی لگی ہو اس کو دھولینا چاہیئے نہانا ضروری نہیں[۱]

۲- جب ہوا خارج ہو فوراً نماز ختم کرکے طہارت حاصل کرے (وضو یا تیمّم) پھر از سرنو نماز پڑھنا بہتر ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وازالتها إن كانت مرئية بازالة عينها واثرها إن كانت شيئاً يزول اثره ولايعتبر فيه العدد (عالمگیری ص ۴۱ ج ۱) الفصل الاول في تطهير الانجاس. تاتارخانیه ۳۰۵ ج ۱ كتاب **الطهارة**، الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه كراچی. المحيط البرهانی ص ۳۷۶ ج ۱ كتاب الطهارة، الفصل الثامن فی تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابهيل.

[۲] من سبقه حدث توضأ وبنى والاستئناف افضل. (عالمگیری ص ۹۳ ج ۱، الباب السابع فی الحدث فی الصلاة. شامی كراچی ص ۶۰۳ ج ۱ باب الاستخلاف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم :

برتنوں کی پاکی اور ناپاکی

المونیم پلاسٹک کے پاک کرنے کا طریقہ!

سوال:- جسم اور وہ چیزیں جس میں پانی وغیرہ جذب نہیں ہوتا ہے المونیم پلاسٹک وغیرہ جب نجس ہوں خواہ مرئیہ یا غیر مرئیہ اوپر سے پانی ایک ہی دفعہ مسلسل اس قدر چھوڑیں اور ملتے جائیں کہ طہارت کا یقین حاصل ہو جائے پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح پاک ہو جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بالٹی گلاس وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ!

سوال:- بالٹی گلاس لوٹا وغیرہ نجس ہوں اور اندر باہر دونوں طرف نجس ہوں تو پانی لوٹا

---

[1] هكذا يفهم من قوله وإن كان الآجر قديماً يكفيه الغسل ثلاثاً بدفعة واحدة (عالمگیری ص ۴۲ ج ۱) الفصل الاول في تطهير النجاسات، كتاب الطهارة، مطبوعه كوئٹه.

بالٹی وغیرہ لے کر تین دفعہ دھوئیں یعنی جو برتن ناپاک ہے اس میں تھوڑا پانی پاک لے لیں اور اس پانی سے جو برتن کے اندر دھویا ہے برتن کے باہر بھی ہاتھ لے کر دھوڈالیں تمام طرف سے دھوکر پانی پہلا پھینک دیں پھر دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ اسی طرح عمل کریں تو بالٹی لوٹا برتن وغیرہ پاک ہوا یا نہیں؟ اور ہر دفعہ پانی کو ٹپکانا ہوگا یا نہیں؟ مسلسل دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ جب کہ جذب ہونے کی چیز نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پاک ہوجائے گا جس میں پانی جذب نہیں ہوتا، اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اسٹیل کے برتنوں کا حکم!

سوال:- آج کل اسٹیل کے برتن استعمال ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسٹیل ناپاک ہوجائے تو پاک بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسٹیل اگر دھات ہے تو ناپاک نہیں اور اگر ناپاک بھی ہو تو پاک کرنے سے پاک ہوجاتی ہے[2]۔ لہٰذا اس کے برتن استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ جس طرح اہل ہنود پیتل کے برتن استعمال کرتے ہیں ایسے نہ ہوں تاکہ تشبہ نہ ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هكذا يفهم من قوله وإن كان الآجر قديماً يكفيه الغسل ثلاثاً بدفعة واحدة (عالمگیری ص ۴۲، ج ۱) الفصل الاول في تطهير النجاسات، كتاب الطهارة، مطبوعه كوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

چینی کے برتن وغیرہ کو پاک کرنے کا حکم!

سوال:- کپڑا، جسم، تانبے، پیتل، المونیم کے برتن پلاسٹک کے برتن چینی کے برتن وغیرہ پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر چیز کو تین دفعہ دھولیں، کپڑے کو ہر دفعہ نچوڑ دیں اس طرح کرنے سے پاک ہو جائیگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوہے کی چیز پاک کرنے کا طریقہ!

سوال:- لوہے کی چیزیں خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) [2] إذا وقع على الحديد الصيقل الغير الخشن كالسيف والسكين والمرآة ونحوها نجاسة من غير أن يموه بها فكما يطهر بالغسل يطهر بالمسح بخرقة طاهرة. عالمگیری ص:۴۳، ج:۱. الفصل الاول فی تطهیر الانجاس طبع کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص۱۲۸ باب الانجاس، مطبوعه مصر. طحطاوی علی الدر ص۱۶۳ ج۱ باب الانجاس مطبوعه دارالمعرفة.

[3] وفي الجوهرة اما الآنية من غير الفضة والذهب فلابأس بالأكل والشرب فيها والإنتفاع بها شامی کراچی ص:۳۴۳، ج:۶، شامی نعمانیه ص:۲۱۸، ج۵. كتاب الحظر والاباحة.

(صفحہ ہٰذا) [1] وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر (عالمگیری ص۴۲ ج۱) الفصل الاول في تطهير الانجاس. شامی کراچی ص۳۳۲ ج۱ باب الانجاس. طحطاوی علی المراقی ص۱۲۸ ج۱ باب الانجاس، مطبوعه مصر. المحيط البرهانی ص۳۷۷ ج۱ الفصل الثامن، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

لوہے کی چیز اگر ناپاک ہوجائے تو اس کا دھوکر یا مٹی وغیرہ سے رگڑ کر پاک کرنا ضروری ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس استرہ سے کافر کی حجامت بنائی گئی کیا وہ ناپاک ہوگیا؟

سوال:- ایک حجام جس کی دوکان میں مسلم غیر مسلم سبھی حجامت بنواتے ہیں، ایک ہی استرہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو مسلمان اگر وہاں حجامت اور خط بنوائے تو کیا اس کو اپنا سر اور چہرہ وغیرہ ناپاک تصور کرکے تین مرتبہ دھونا ضروری ہوگا یا بہتر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اتنی بات سے تو سر اور چہرہ ناپاک نہیں ہوتا، البتہ اگر استرہ پر خون لگا ہوا ہے اور وہ چہرہ یا سر پر لگ جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جن چیزوں میں پانی جذب نہیں ہوتا انکو پاک کرنیکا حکم

سوال:- آج کل پلاسٹک کا جوتا چپل یا پالش کیا ہوا چمڑے کا یا باٹا کا دکانوں میں ملتے ہیں

---

[1] یطهر الخف ونحوه کالنعل بالماء وبالمائع وبالدلک بالارض أو التراب من نجاسة لهاجرم (مراقی الفلاح ص ۱۳۰، مطبوعه مصر، باب الانجاس. شامی زکریا ص ۵۱۱ ج ۱ باب الانجاس. المحیط البرهانی ص ۳۸۷/۱، الفصل الثامن فی النجاسات، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

[2] إذا کان علیه دم مسفوح کان نجساً (الخانیه علی الهندیه ص ۲۷ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب او الخف الخ، مطبوعه کوئٹه،

اگر نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہوجائیں تین دفعہ دھوڈالیں یا ایک دفعہ اوپر سے پانی ڈالکر اس قدر دھوڈالیں کہ نجاست زائل ہونے کا یقین ہوجائے تو پاک ہوا یا نہیں؟ پانی ٹپکانا ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح لکڑی کا کھڑاواں جو کہ پالش کیا ہوا ہے پاک ہوگا یا نہیں؟ جو عمل طریقہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس میں پانی جذب نہیں ہوتا اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوٹا قدمچہ پر رکھنے سے کیا ناپاک ہوجاتا ہے؟

سوال:- روزانہ استعمال میں لایا جانے والا لوٹا جس کی تلی قدمچہ پر بھی رکھی جاتی ہے غسل میں مستعمل کرسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کرسکتے ہیں جب کہ اس میں کوئی ناپاکی نہ ہو[2] اگر ناپاکی ہو تو اس کو پاک کرلیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۵ھ

---

[1] وإن كان الآجر قديماً يكفيه الغسل ثلاثاً بدفعة واحدة (مستفاد عالمگیری ۴۲ ج ۱ الفصل الاول في تطهير النجاسات، كتاب الطهارة، مطبوعه كوئٹه، شامی کراچی ص ۳۳۲ ج ۱ باب الانجاس.

[2] نظيره لابأس بالوضوء والشرب من حب يوضع كوزه في نواحي الدار مالم يعلم تنجسه (مراقی الفلاح على الطحطاوی ص: ۲۱، كتاب الطهارة، مطبوعه مصر) عالمگیری كوئٹه ص: ۲۵، ج: ۱، الفصل الثانی فيما لا يجوز به التوضوء.

بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا

سوال: - پانی گرم کرنے کیلئے ایک ڈرم رکھا ہوا ہے، اکثر لوگ اس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ڈالتے ہیں، تو ڈرم کا پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ لوٹے پر بظاہر کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ لوٹا غسل خانہ اور بیت الخلاء میں رکھا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل خانہ یا بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زمین پر رکھنے سے ناپاک ہوتا ہے۔ البتہ غسل خانہ کا پانی غسل خانہ میں جمع ہوتا ہے کسی جگہ اور پانی جمع ہونے پر لوٹا رکھا جاتا ہے تو لوٹے کی تلی ناپاک ہوجائیگی، عموماً بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ طاقچہ وغیرہ بنا ہوتا ہے اس جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، لیکن اگر بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ لوٹا نیچے وہاں رکھا جاتا ہے جہاں استنجے کا پانی وغیرہ پڑتا ہے، یا بھنگی نے بیت الخلاء دھویا، یا وہاں بھیگی ہوئی جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی لوٹے کی تلی ناپاک ہوجاتی ہے، لوٹے پر نجاست لگی ہوئی نظر آئے یا نہ آئے، ناپاک پانی یا ناپاک مٹی لگنے سے بھی تلی نجس ہوجاتی ہے، اسلئے ایسے لوٹے کو ڈرم کے اندر ڈالنے سے احتیاط کرنا چاہئے شبہ ہو تو نہ ڈالنا چاہئے جب تک کہ پاک نہ کرلیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۸/۱۱ ۸۹ھ

---

[1] دع ما یریبک الی ما لا یریبک. مشکوۃ شریف ص: ۲۴۲، باب الکسب وطلب الحلال. الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم. ومن البئر التی تدنی فیها الدلاء والجرار الدنسة و تحملها الصغار والإماء ویمسها الرستاقیون بأید دنسة مالم تیقن النجاسة. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۲ مطبوعہ مصر قبیل فصل فی بیان احکام السؤر.

ناپاک کنویں کے پاک کر لینے پر ڈول رسی وغیرہ کا حکم

سوال: -بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر اہل محلّہ پانی بھرلیں تو کنواں پاک ہوجاتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ لوگ کنویں کی من پر کھڑے ہوکر پانی بھرتے ہیں اور گذشتہ پانی جو گھر لے گئے ہیں اسی کے ہاتھوں سے پھر آکر بھرتے ہیں تو کیا یہ عفو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی الحال گھڑا، ڈول ہاتھ وغیرہ وغیرہ سب ناپاک اور مقدار واجب النزح نکلنے کے بعد طہارت کا حکم ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چمار کا استعمال کیا ہوا برتن کس طرح پاک ہوگا؟

سوال: -کھانا پکانے کی دیگ گاؤں کی شاملات کی ہے اس کو چماروں کو دیدی گئی ان چماروں نے اس میں کھانا پکایا، استعمال کیا، اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا اس پر قلعی کرا کر استعمال کیا جائے یا ویسے ہی اس کو آگ پر رکھ کر دھو مانج کرا استعمال کر سکتے ہیں؟

---

[1] یطهر الکل ای من الدلو والرشاء والبکرة ويد المستقی تبعاً لان نجاسة هذه الاشياء بنجاسة البئر فتطهر بطهارتها للحرج كدّن الخمر يطهر تبعا اذا صار خلا وكيد المستنجی تطهر بطهارة المحل وكعروة الابريق اذا كان في يد المستنجی نجاسة رطبة فجعل يده عليها كلما صب على اليد فاذا غسل اليد ثلاثا طهرت العروة بطهارة اليد بحر (الشامی نعمانيه ص ۱۴۲ ج ۱، فصل فی البئر. عالمگيری ص ۴۲ ج ۱ الباب السابع فی النجاسات، مطبوعه كوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۰ فصل فی مسائل الآبار، مطبوعه مصری)

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبارہ قلعی کرانے کی ضرورت نہیں ویسے ہی دھو مانج کر پاک کر لینا کافی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

شراب والی بوتل کا دھونے کے بعد استعمال

سوال:- ہمارے شہر سری نگر میں ایک صاحب جو نہایت دیندار ہیں، عرق کشید کرتے ہیں، جو بہت سی ادویات میں کام آتا ہے، عرق دارچینی، عرق گلاب وغیرہ وغیرہ لیکن اس عرق کو وہ ایسی بوتلوں میں رکھ دیتے ہیں جن میں اکثر باہر سے شراب بھر کر آتی ہے، ان بوتلوں کو خرید کر صاف دھو دھا کر اور اُبال لینے کے بعد اس میں عرق رکھتے ہیں، چونکہ ان کے ڈھکن مضبوط ہوتے ہیں، جن میں عرق کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا، ان صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ شیشہ شراب کو سرایت یا جذب نہیں کرتا، اس لئے دھونے کے بعد یہ بوتلیں پاک ہوجاتی ہیں، لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شراب کی بوتلیں دھونے اور اُبالنے کے بعد پاک ہوسکتی ہیں، اور اس میں رکھے ہوئے عرق وغیرہ بھی پاکس ہیں؟ استعمال کے قابل ہے یا نہیں؟

ان صاحب کا کہنا ہے کہ انھوں نے مفتی حضرات سے دریافت کیا ہے کہ ایسی بوتل پاک

---

[1] والاكل والشرب في اواني المشركين قبل الغسل يكره ولايحرم لاحتمال التلوث. والا فالاباحة فتوى والتحرز تقوى الخ (نصاب الاحتساب ص ۳۹. عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۵ الباب الرابع عشر كتاب الكراهية، مطبوعه كوئٹه)

ہوسکتی ہے، اسی لئے اس میں عرق رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے عرق خاص کر عرق گلاب بڑی بڑی مسجدوں اور مذہبی محفلوں میں بھی چھڑکا جاتا ہے، براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بوتل دھونے اور اُبال دینے کے بعد بالکل پاک ہوجاتی ہے[1] اس میں عرق گلاب رکھنا درست ہے اور عرق ناپاک نہیں ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وذكر الامام الاسبيجابي وان كان ذالك الشيء الذى اصابه النجاسة صلبا كالحجر والاجر والخشب والا واني فانه يغسل مقدار ما يقع في اكبر رأيه انه قد طهر ولا توقيت فيه وانما حكم بطهارته اذا كان لايوجد بعد ذلك طعم النجاسة ولا رائحتها ولا لونها (البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۸/۱، باب الانجاس، طحطاوی مع المراقی ص ۱۲۸، باب الانجاس والطهارة عنها، مطبوعه مصر، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۷۹/۱، كتاب الايمان، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم :

زمین کی پاکی اور ناپاکی

کیا ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے

سوال :-ایک ایسی زمین پر جو چونے سے بنائی گئی ہو اور بچے اس پر پیشاب پاخانہ کردیتے ہیں اور اسے صاف بھی کردیا جاتا ہے، لیکن پاک نہیں کیا جاتا، کیا ایسی زمین سوکھ جانے کے بعد پاک ہوجاتی ہے؟ اور اگر اس پر شہد گر جائے تو وہ شہد پاک ہوگا یا ناپاک ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین پختہ ہو چونے سے بنائی گئی ہو، اس پر بچہ نے پیشاب کردیا ہو وہ ناپاک ہوگئی، پھر جب اس کو صاف کردیا گیا اور وہ خشک ہوگئی، پیشاب پاخانہ کا اس پر اثر موجود نہیں رہا تو وہ پاک ہوگئی، اس پر نماز پڑھنا درست ہے، اس پر جو شہد گر گیا اور اس میں کوئی اثر نجاست کا ظاہر نہیں ہوا تو وہ بھی پاک ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الارض إذا اصابها نجس وجفت حكم بطهارتها (كبيرى ص ١٥٦ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتے کی قے اور پائخانہ سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے

سوال:- زید نے جبکہ وہ مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوا تو اندرونی حصہ میں ایک سمت کتے کا پاخانہ دیکھا اور دوسری طرف اس کی قے مشاہدہ کی، تو مسجد کی صفائی اور مشکوک صفوں کی پاکی کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا محض قے کو اس کے مقام سے دور کر دینا کافی ہوگا، یا شک وشبہ کے ماتحت تمام مسجد اور سب صفوں کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے؟ اور کتنی مرتبہ دھونا درست ہوگا؟ صرف سرسری اور محدود صفائی سے زید کو اطمینان نہیں ہے، اس لئے جب سے یہ صورت پیش آئی ہے مسجد مذکور میں نماز ادا کرنے کے بجائے گھر پر ہی نماز ادا کرنا مناسب خیال کیا ہے، اس کا کچھ جواز ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ ''مسجد یا صف پر'' کتے کا پاخانہ یا قے موجود ہو اس کو صاف اور پاک کر دینا ضروری ہے، تب اس جگہ نماز پڑھی جائے، تمام مسجد اور تمام صف پاک کرنا ضروری نہیں، شک کو ختم کر دیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) قبیل فصل فی البئر. مطبوعہ سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح علیٰ الطحطاوی ص ۱۳۱ باب الانجاس، مطبوعہ مصر. شامی کراچی ص ۳۱۱ ج ۱ باب الانجاس والمحیط البرهانی ص ۳۸۱ ج ۱ الفصل الثامن فی تطهیر النجاسات، مطبوعہ ڈابهیل.

(صفحہ ہٰذا) [1] وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسة محلا منه ونسی المحل مطهر له وان وقع الغسل بغیر تحر وهو المختار (قوله نسی المحل) ثم ان النسیان یقتضی سبق العلم (در مختار مع الشامی کوئٹه ص ۲۴۰/ج ۱ کتاب الطهارة، باب الانجاس، مطلب العرقی الذی یستقطر من دردی الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر، شامی زکریا ص ۵۳۴/ ۱، مجمع الأنهر ص ۹۶/ ۱، کتاب الطهارة، باب الانجاس، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المنتقی مع مجمع الأنهر ص ۹۶/ ۱، مطبوعہ بیروت.

نجس جگہ کو تحری سے پاک کیا جائے!

سوال: -جب نجاست کا مقام یاد نہ رہے تو گمان غالب کر کے غور وخوض کر کے ایک جگہ دھوڈالنا کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کافی ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نجس زمین پر خشک ہونے کے بعد پانی گرنے سے کیا وہ پھر ناپاک ہوجائے گی؟

سوال: -زمین نجس دھوپ سے پاک ہوگئی مگر اسپر پانی پڑا تو نجاست عود کر آئیگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] إذا تنجس طرف من اطراف الثوب ونسيه فغسل طرفاً من اطراف الثوب من غير تحرى حكم بطهارة الثوب وهو المختار (عالمگیری ص۴۳ ج۱ الفصل الاول في تطهير الانجاس) كتاب الطهارة الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص:۲۱۸، ج:۱، باب الانجاس. مطلب العرقى الذى يستقطر من دردى الخمر. النهرالفائق ص۱۴۲ ج۱ باب الانجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. الاشباه و النظائر ص۱۰۰ تحت القاعدة الثانيه، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

[2] الارض اذا اصابها نجس وجفت وحكم بطهارتها ثم اصابها الماء في رواية تعود نجسة وفي رواية لا والمختار الثاني لما قلنا وكذا قال قاضي خان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ظاہر زمین پر نجاست نہ ہوتو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا

سوال:- وضو کرنے کے بعد گیلے پیر سے جہاں پر جوتے رکھے ہوئے ہوں، سوکھی جگہ پر کو جانا کیسا ہے؟ پھر پیر دھونا ضروری ہے کہ نہیں، پیر ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں نجاست ظاہراً موجود نہ ہوتو پیر ناپاک نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مٹی کے مکان میں بچہ بار بار پیشاب کرتا ہے اس کی تطہیر

سوال:- بچے مٹی کے گھر میں بار بار پیشاب کرتے ہیں اس مکان کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ زمین سوکھ جائے گی اس پر نماز پڑھنا درست ہوجائے گا[2]۔ اس پر بوریہ بچھا کر نماز پڑھ لیا جائے تو شبہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) الصحیح انها لاتعود نجسة (کبیری ص ۱۵۶ فصل فی الانجاس. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فتاویٰ قاضیخان ص۶۵ ج ۱ فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب الخ دارالکتاب دیوبند. عالمگیری ص۴۴ ج ۱ الباب السابع فی النجاسة الخ، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] لووضع رجله المبلولة علی ارض نجسة أوبساط نجس لایتنجس (عالمگیری ص ۴۷ ج ۱ فصل في الاعیان النجسة، کتاب الطهارة. تاتارخانیه ص۲۹۲ ج ۱ الباب السابع فی النجاسات، مطبوعه کراچی. المحیط البرهانی ص۳۶۸ ج ۱ الفصل السابع فی النجاسات، مطبوعه ڈابهیل. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گوبر سے لیپی ہوئی زمین کا حکم

سوال: -مکانوں میں گوبری لیپتے ہیں اور اس میں گوبر ملاتے ہیں تو اس غیر خشک زمین پر مصلی یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ایسی گوبری کی ہوئی زمین خشک وتر کا حکم ایک ہے یا الگ الگ؟ گوبری شدہ خشک زمین پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خشک زمین پر کپڑا یا مصلّٰی بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے اگر چہ وہ ناپاک چیز سے لیپی گئی ہو، گوبر یا لید اگر تر ہے اور کپڑے یا مصلے پر اس کا اثر دوسری جانب نہ آئے تب بھی نماز درست ہو جائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پختہ فرش ناپاک ہو جائے تو اس پر نماز کا حکم

سوال: -عیدگاہ کا پختہ فرش بنانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ عیدگاہ کے صحن میں ایسا درخت موجود ہے جو پورے صحن کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور تمام سال جانور بیٹ کرتے رہتے ہیں جب فرش ہو جائے گا تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے پختہ اینٹ نجاست رقیقہ کو جذب کرتی ہے یا نہیں؟ جو ثواب مسجد کے پختہ فرش کا ہے وہی ثواب عیدگاہ کے فرش کا ہے یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) [2] وإذا ذهب اثر النجاسة عن الارض وقد جفت ولو بغير الشمس على الصحيح طهرت وجازت الصلاة عليها (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۳۱، باب الانجاس والطهارة عنها، مطبوعه مصر. شامى كراچى ص ۳۱۱ ج ۱ باب الانجاس. المحيط البرهانى ص ۳۸۱/۱، الباب الثامن فى تطهير النجاسات، مطبوعه ڈابهيل)

(صفحہ ہذا) [1] وإن كانت النجاسة يابسة جازت صلاته على كل حال لانها لاتلتصق بالثوب الملقى عليها (الخانيه على هامش الهندية ص ۲۶ ج ۱، فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب اوالخف الخ

الجواب حامداً ومصلیاً

پختہ فرش بنانا بھی جائز ہے[1] متولی اور نمازیوں کی جیسی رائے ہو عمل کرلیا جائے جن پرند جانوروں کا گوشت حلال ہے انکی بیٹ کی وجہ سے فرش نجس نہیں ہوتا پختہ فرش پر رقیق نجاست گرکر جب خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ فرش نماز کیلئے پاک ہوجائیگا[2] نجاست خشک ہونے کی وجہ سے فرش کو ناپاک نہیں کہا جائیگا، اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو خواہ رقیق یا کثیف تو بغیر پاک کئے وہاں نماز درست نہیں ہوگی، مسجد کے پختہ فرش پر جس طرح نماز کا ثواب ہے اسی طرح عیدگاہ کے پختہ فرش پر بھی ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی مٹی کا حکم

سوال:- قبرستان کی مٹی یا قبرستان کی جگہ پاک ہے یا نجاست غلیظہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی نجاست نہیں ہے تو محض قبروں کے اندر میت ہونے کی وجہ سے اوپر کی مٹی کو نجس نہیں کہا جائے گا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لابأس بان ينقش المسجد بالجص الخ (الهنديه ص۱۴۴ ج ۱ قبيل باب صلوة الوتر، مطبوعه كوئٹه.

[2] وحكم آجر ونحوه كلبن مفروش وخص بالخاء تحجيرة سطح وشجر وكلأ قائمين في ارض كذلك اي كارض فيطهر بجفاف وكذا كل ماكان ثابتا فيها لاخذه حكمها باتصاله بها (درمختار على الشامي نعمانيه ص ۲۰۷ ج ۱ مطبوعه زكريا ص:۵۱۳، ج: ۱، باب الانجاس.

[3] ولهذا لو تيمم بتراب المقبرة يجوز إذالم يغلب على ظنه نجاسته كذا في الطحطاوي ص ۶۴، مدارج النبوة ص ۴۲۴ ج ۱. ومطبوعه نوريه رضويه پاكستان ص ۳۴۴ ج ۱ باب دهم در انواع عبادات، وصل در تيمم.

بارش سے تر ہوکر زمین ناپاک نہیں ہوتی

سوال:- کسی جنگل کی زمین بارش کی وجہ سے تر ہوگئی لہٰذا وہ جگہ پاک رہی یا ناپاک؟ ہم اس جگہ بغیر کپڑا بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہاں کوئی نجاست نہیں ہے تو محض بارش سے تر ہوجانے سے اس کو نجس نہیں کہا جائیگا، بغیر کپڑا بچھائے بھی وہاں نماز درست ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

راستوں کی کیچڑ کا حکم

سوال:- راستوں کی کیچڑ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ کیچڑ بارش کے پانی سے پیدا ہو اور اس میں نجاست غلاظت محسوس نہ ہو تو یہ پاک ہے۔ (شامی ص:۲۱۶، ج:۱)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ فِي حَدِيْثِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلىٰ عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلىٰ جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ (مشكوة شريف ص ۱۸۲، باب ليلة القدر. الفصل الاول)

ترجمہ:- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے راوی نے کہا اس رات بارش ہوئی مسجد کا چھپر کھجور کے پتوں سے بنا ہوا تھا وہ ٹپک پڑی میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا نشان دیکھا۔

[2] طين الشوارع عفو الىٰ ماقال والعفو مقيد بما اذا لم يظهر فيه أثر النجاسة الخ. (شامی ص ۲۱۶ ج ۱) مطبوعه نعمانيه، طبع زكريا ص ۵۳۰، ۵۳۱ ج ۱، مطلب في العفو عن طين الشارع، باب الانجاس،

تم

الجزء الثامن

بحمد اللہ واحسانہ

وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ وکرمہ

ویلیہ الجزء التاسع مطلعہ کتاب

الصلوٰۃ انشاء اللہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک

انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب

الرحیم بحرمۃ حبیبک سید المرسلین

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی اٰلہ

واصحابہ اجمعین الی

یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ

ھٰذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

نماز کے اوقات کا بیان

اوقات صلاۃ

سوال:-نماز پنجگانہ کے لیے جماعت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے یانہیں؟ مثلاً بنگال میں ظہر کا وقت ۱۲/ بجے سے پہلے شروع ہوجاتا ہے اور۴/ بجے کے بعدتک رہتا ہے مگر جماعت کسی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے، کسی میں ایک بجے، کسی میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے، مگر وقت مقرر ہر جماعت کا ہونا واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اگر امام وقت مقررہ کی پابندی نہ کرے تو ہٹادیا جاتا ہے، زید کہتا ہے ساڑھے۱۲/ بجے یا ایک ڈیڑھ بجے کی قید لگانا اس کو ضروری سمجھنا ناجائز وحرام ہے، اور ایسی قید والی جماعت کے لیے ساڑھے بارہ بجے یا ایک ڈیڑھ بجے کی قید لگانا اس کو ضروری سمجھنا ناجائز وحرام ہے اور ایسی قید والی جماعت میں شریک ہونا بھی ناجائز وحرام ہے۔ جب۱۲/ بجے سے لے کر۴/ بجے تک وقت رہتا ہے تو اس درمیان میں جس وقت بھی جماعت کریں ہوسکتی ہے، یہ قید لگانے کا حکم کب نازل ہوا؟

الجواب حامداًومصلیاً

نماز تو اس پورے وقت میں جب بھی کوئی پڑھے گا ادا ہوجائے گی، مگر سب نمازیوں کی جماعت کی سہولت کیلئے وقت مقرر کرلینا حرام نہیں ہے، بعض آدمی شروع وقت میں آجائیگا ان

کو دیر تک انتظار کرنا پڑے گا، بعض آدمی اخیر وقت میں آویں گے کبھی ایسا ہوگا کہ ان کو جماعت نہیں ملے گی، یہی حالت شروع میں تھی، تب اذان کا حکم ہوا کہ اسکو سن کر سب آجائیں اور کوئی جماعت سے نہ رہ جائے۔[1] اس وقت گھڑی نہیں تھی، اذان کی آواز سنکر آجاتے تھے، یہی حدیث پاک میں ارشاد ہے[2] کہ اذان اور جماعت میں اتنا وقت رکھا جائے کہ آدمی استنجاء طہارت وغیرہ سہولت سے کرلے تاکہ جماعت فوت نہ ہو، اسطرح تخمینی طور پر اوقات حضور اکرم ﷺ کے مبارک وقت میں بھی مقرر تھے بعض نمازوں کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے[3] بعض میں کچھ تاخیر کی ترغیب ہے[4]، موسم کی بھی رعایت کی گئی ہے، لہٰذا اوقاتِ نماز کی ایسی تعیین

---

[1] وبعض الصحابة كان يبادر حرصاً على الصلاة مع النبي ﷺ فيفوته بعض مقاصده وبعضهم يشغله ذلک عن المبادرة لظن التاخير فتشاوروا لئلا تفوتهم الجماعة (طحطاوي على المراقى ص ۱۵۵) باب الاذان مطبوعه مصر، تاتارخانيه ص ۵۱۴ ج ۱ باب الاذان، مطبوعه كراچى.

[2] في حديث جابر مرفوعاً واجعل بين اذانک واقامتک قدرمايفرغ الآكل من اكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته (ترمذي ص ۴۸، ج ۱، الترسل في الاذن)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے تم اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقت کرلیا کرو کہ کھانے والا اپنے کھانے اور پینے والا اپنے پینے سے فارغ ہوجائے اور پائخانہ و پیشاب کے تقاضہ والا جب تقاضہ وحاجت کے لیے داخل ہو وہ اپنے تقاضہ سے فارغ ہوجائے۔

[3] عن ام سلمة قالت كان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم اشد تعجيلا للظهر منكم وانتم اشد تعجيلا للعصر منه رواه احمد والترمذى، مشكوٰة شريف ص ۲۶ ج ۱ الفصل الثالث، باب تعجيل الصلوة، وعن ابى ايوب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال امتى بخير او قال على الفطرة مالم يؤخر والمغرب الى ان تشتبک النجوم رواه ابوداؤد ورواه الدارمى عن العباسؓ، مشكوة شريف ص ۱۶ الفصل الثانى باب تعجيل الصلوة مطبوعه ياسر نديم ديوبند ترمذى شريف ص ۲۲ باب تعجيل بالظهر مطبوعه رشيديه دهلى.

[4] عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشتدالحر فابردوا بالصلوة، مشكوة شريف ص ۶۰ باب تعجيل الصلاة الفصل الاول، ترمذى شريف ص ۲۳ باب ماجاء فى تاخير الظهر فى شدة الحر مطبوعه رشيديه دهلى، بخارى شريف ص ۷۶ ج ۱ باب الابراد بالظهر فى شدة الحر مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند.

کو بے اصل کہنا بے اصل اور غلط ہے، جماعت کے انتظام واہتمام کی خاطر یہ تعیین کیجاتی ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس تعین کے خلاف کرنے سے نماز نہیں ہوتی، امام کو وقت کی پابندی کرنا بھی اس انتظام کی سہولت کیلئے ہے، اگر اتفاقیہ کبھی کچھ تاخیر ہوجائے تو چشم پوشی کی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/ ۸۹ھ

اوقات صلاۃ

سوال:- نماز پنجگانہ کی ابتداء اور انتہا ظاہر فرما کر اس کے اندر یہ بھی ظاہر فرمادیجیے کہ مکروہ وقت محض ادا فرض نماز کے لیے کب سے شروع ہوتا ہے اور پھر حرام وقت کی کب سے نوبت آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقت فجر صبح صادق سے شرع ہوکر طلوع آفتاب سے کچھ پہلے تک رہتا ہے، جب کنارہ طلوع ہوگیا وقت فجر ختم ہوگیا یہ تمام وقت کامل ہے، وقت ظہر زوال آفتاب سے شروع ہوکر مثلین تک رہتا ہے، یعنی استواء کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہر شئے کا سایہ اس کے دو مثل ہوجائے، یہی تمام وقت کامل ہے، اس کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروب تک باقی رہتا ہے، لیکن آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے وقت مستحب ہے[1] اور اسکے بعد مکروہ ہوجاتا ہے غروب ہونے تک[2] غروب ہوجانے پر مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے،

---

[1] وقت الفجر من الصبح الصادق الی طلوع الشمس والظهر من الزوال الی بلوغ الظل مثليه سوی الفیء والعصر منه الی الغروب والمغرب منه الی غروب الشفق وهو البیاض والعشاء والوتر منه الی الصبح کنزالدقائق ص:۱۷، بدائع ص:۳۱۵، ج:۱، شامی کراچی ص:۳۵۹، کتاب الصلاة. تاتارخاینه ص ۴۰۱ ج ۱ الفصل الاول فی المواقیت، مطبوعه کراچی.

[2] وندب تاخیره مالم تتغیر الشمس فان تاخیرها الیه مکروه (البحر ص:۲۴۷، ج:۱، تاتارخاینه ص ۴۰۵ ج ۱ نوع آخر فی بیان فضیلة الاوقات، المواقیت، مطبوعه کراچی.

تاروں کے خوب پھیلنے سے پہلے پہلے وقت مباح رہتا ہے جب تارے خوب پھیل جاویں تو وقت مکروہ ہوجاتا ہے[1] اور شفق ابیض کے غائب ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، صبح صادق طلوع ہونے پر ختم ہوجاتا ہے اور اس میں سے ایک ثلث رات تک وقت مستحب رہتا ہے اور نصف رات تک مباح اور اس کے بعد مکروہ ہوجاتا ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷ ۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

پنجگانہ نماز کے مستحب اوقات

سوال:- باجماعت نماز پنجگانہ کے خصوصاً آج کل موسم گرما میں اوّل و بہتر اوقات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا مستحب ہے۔ لقوله عليه الصلاة والسلام اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رواه الترمذي (مشکوٰۃ شریف[3] ص ۶۱ ج ۱)

---

[1] ويكره تاخيرها الى اشتباك النجوم (البحر ص:۲۴۸، ج:۱، كتاب الصلاة. تاتارخاينه ص۴۰۶ ج ۱ المواقيت، مطبوعه كراچى.

[2] ندب تاخيرها الى ثلث اليل، التاخير الى نصف الليل ليس بمستحب وقالوا انه مباح والى مابعده مكروه (البحر ص:۲۴۸، ج:۱، تاتارخاينه ص۴۰۶ جفى بيان فضيل الاوقات، مطبوعه كراچى.

[3] مشكوٰة شريف ص ۶۱، باب تعجيل الصلاة الفصل الثاني مطبوعه ياسرنديم ديوبند. تاتارخانيه ص۴۰۴ ج ۱ بيان فضيلة الاوقات، المواقيت مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص۷ ج۲ المواقيت مطبوعه ڈابهيل.

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھو اس لیے کہ یہ اجر کے واسطے بہت بڑی ہے۔

ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر اندر ایسے وقت مستحب ہے کہ گرمی کی شدت میں کمی آجائے۔ لقوله عليه الصلاة والسلام اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (رواه البخاري[1] ص ۷۷ ج ۱)

عصر کی نماز ایسے وقت مستحب ہے کہ دو مثل کے بعد سورج میں تغیر پیدا نہ ہو۔ لانه عليه الصلاة والسلام فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَادَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً. (رواه أبو داؤد[2] ص ۵۹ ج ۱)

مغرب کی نماز آفتاب غروب ہونے پر جلد ہی پڑھنا مستحب ہے، ولان عليه الصلاة والسلام كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (رواه ترمذي[3]

عشاء کی نماز کو ثلث لیل تک مؤخر کرنا مستحب ہے، لقوله عليه الصلاة والسلام لَوْلَا أَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِي لَاَمَرْتُهُمْ اَن يُّؤَخِّرُوْا الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْنِصْفِهٖ. (رواه الترمذي[4]) وقال حديث حسن صحيح (تبيين الحقائق ص ۸۴-۸۳ ج ۱) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بخاري شريف ص۷۷ ج ۱، باب الابراد بالظهر في شدة الحر حديث نمبر ۵۳۰، مطبوعه اشرفی دیوبند، المحيط البرهانی ص ۸ ج ۲ المواقيت، مطبوعه ڈابهيل.

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈ میں پڑھو اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

[2] أبوداؤد شريف ص ۵۹، باب وقت العصر مطبوعه رشيديه دهلی . المحيط البرهانی ص ۸ ج ۲ المواقيت مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانيه ص ۴۰۵ ج ۱ المواقيت مطبوعه كراچی.

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ عصر کی نماز اس وقت تک مؤخر کرتے تھے جب تک سورج سفید اور صاف رہتا تھا۔

[3] ترمذي شريف ص ۴۲، باب ماجاء في وقت المغرب مطبوعه ياسرنديم ديوبند، المحيط البرهانی ص ۹ ج ۲ المواقيت مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانيه ص ۴۰۵ ج ۱ المواقيت مطبوعه كراچی.

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہوجاتا اور پردے میں چھپ جاتا تھا۔

[4] ترمذي شريف ص ۴۲ ج ۱، باب ماجاء تاخير عشاء الاخرة مطبوعه ياسرنديم ديوبند. تبيين الحقائق ص ۸۴ ج ۱، كتاب الصلاة مطبوعه امداديه ملتان باكستان، تاتارخانيه ص ۴۰۶ المواقيت مطبوعه كراچی، شامی زكريا ص ۲۶ ج ۲ اوقات الصلوة، المحيط البرهانی ص ۹ ج ۲ المواقيت مطبوعه ڈابهيل.

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں اس کو حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز تہائی رات یا نصف رات تک تاخیر کریں۔

فجر کی نماز کا وقت مستحب

سوال:- حنفی صاحب کے نزدیک فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور بطریق سنت نماز جماعت کس ٹائم گھڑی گھنٹہ کے وقت کے مطابق ہونی چاہیئے، میں شرع کے مطابق وقت معلوم کرنا چاہتا ہوں جو کہ ہمارے آقائے نامدار کا نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی کریم ﷺ فجر کی نماز عامۃً صبح صادق ہونے پر اتنی دیر کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے زیادہ تاریکی ختم ہو کر ایسی حالت ہو جائے کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر صورت پہچان لیں جس کو عربی میں اسفار کہتے ہیں[1] اس کا اندازہ یہ ہے کہ نماز ختم ہونے پر اگر یہ معلوم ہو کہ نماز صبح نہیں ہوئی تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ اس کو سورج نکلنے سے پہلے لوٹا لیا جائے اس طرح اس زمانہ کا نمازوں کے وقت کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اس وقت گھڑی گھنٹہ منٹ کا حساب نہیں کیا جاتا تھا، آپ سورج نکلنے سے پندرہ منٹ پہلے نماز ختم کر دیں گے تو انشاء اللہ یہ نماز سنت کے موافق ہوگی۔ طلوع وغروب سال بھر میں مختلف رہتا ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املا العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱ ۱۴۰۰ھ

---

[1] عن رافع بن خديج قال قال رسول الله ﷺ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِلاَجْرِ رواه الترمذي، وأبوداؤد، والدارمی، (مشکوٰۃ شریف ص ۶۱) باب تعجيل الصلاة، المحيط البرهانی ص۷ ج۲ المواقيت مطبوعه ڈابھیل، تاتارخانیه ص۴۰۴ ج ۱ المواقيت مطبوعه کراچی.

ترجمہ:- حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فجر میں اسفار کرو اس لیے کہ یہ اجر بڑھانے والا ہے۔

[2] ويستحب تأخير الفجر ولا يؤخرها بحيث يقع الشک في طلوع الشمس بل يسفر بها بحيث لوظهر فساد صلاته يمكنه ان يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين (عالمگیر ص۵۲ ج۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقت فجر میں تین طرح کا عمل

سوال:- جب کہ مسجد کی گھڑی کا وقت ریڈیو وقت کے مطابق ہو اور نقشہ طلوع وغروب میں طلوع آفتاب کا وقت سات بجکر ۲۰ رمنٹ دکھایا گیا ہو۔

(الف) وضو کر کے سات بجکر دس منٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کا انتظار کرتا ہے اور تیس منٹ گذارنے کے بعد سات بجکر چالیس منٹ پر نماز فجر قضا پڑھتا ہے۔

(ب) وضو کر کے سات بجکر ۱۵ر پندرہ منٹ پر مسجد میں آتا ہے اور فوراً دو رکعت نماز فجر ادا کر لیتا ہے جو ۷ر سات بجکر ۱۸ رمنٹ میں فارغ ہوسکتا ہے۔ دو سنت ۷ر بجکر ۳۵ رمنٹ پر قضا پڑھتا ہے۔

(ب) کا خیال یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے دو منٹ قبل تک ادا نماز کا وقت ہے۔ صرف طلوع آفتاب کے وقت سجدہ حرام ہے۔

(ج) وضو کر کے سات بجکر ۳۰ رمنٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ فوراً دو رکعت نماز سنت قضا پڑھ کر دو رکعت نماز فرض قضا پڑھتا ہے۔

(ج) کا خیال ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت گذر چکا سورج باہر ہو چکا، چونکہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے لہٰذا نماز فجر پڑھنی چاہئے۔

استفسار یہ ہے کہ ان تینوں حضرات الف، ب، ج، کے عمل میں کیا کوتاہی ہے کس کو کس جگہ اصلاح کر لینا چاہئے کس کا خیال درست اور کسکا نادرست ہے کس کو نماز لوٹانا واجب ہے کس کو نہیں مسئلہ صرف نماز فجر سے متعلق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ طلوع شمس سے دس منٹ قبل الف کو نماز کا وقت ملا پھر بھی اسنے نماز فجر ادا نہیں کی

(صفحہ گذشتہ) الفصل الاول في بيان فضيلة الاوقات. مطبوعه كوئٹه، شامی زكريا ص ۲۴ ج ۲ مواقيت الصلوة، النهر الفائق ص ۱۶۲ ج ۱ مواقيت الصلوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بلکہ بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اسنے قضا نماز پڑھی تو الف گنہگار رہوا، کنارۂ آفتاب ظاہر ہونے سے پہلے تک نماز فجر کا وقت رہتا ہے[1] اس کا یہ کہنا کہ نماز اور سجدہ اس وقت ہی حرام ہے غلط ہے البتہ کنارہ آفتاب ظاہر ہونے پر نماز فجر کا وقت ختم ہوگیا اس وقت سجدہ کرنا بھی منع ہے[2] البتہ اس کی تحقیق اگر کی ہے کہ نقشہ طلوع وغروب میں تحریر کردہ وقت صحیح نہیں بلکہ کنارۂ آفتاب سات بجکر دس منٹ پر ظاہر ہوتا ہے تو الف کا اسوقت نماز نہ پڑھنا درست ہوا اور طلوع کے بعد آفتاب کی زردی ختم ہوکر سفیدی نمایاں ہوجائے اس وقت نماز پڑھنا درست ہوتا ہے[3] اور ۲۰ رمنٹ گذرنے پر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے پہلے ہی سورج کا رنگ صاف ہوجاتا ہے۔

(ب) سب نے جو نماز فجر ادا کی ہے وہ صحیح وقت پر ادا کرلی ہے پھر اگر یہ اندیشہ تھا کہ سنت ختم ہونے سے پہلے ہی کنارۂ آفتاب ظاہر ہوجائے گا اسلئے اس وقت سنت ادا نہ کی بلکہ طلوع آفتاب کے ۱۵ رمنٹ بعد قضا پڑھی تو وہ صحیح ہوگی۔ سنت کا وقت فرض سے پہلے ہے البتہ فرض کے بعد طلوع سے پہلے سنت کا پڑھنا بھی مکروہ ہے[4]۔

---

[1] وآخروقتها قبيل طلوع الشمس أي الجزء الكائن قبيل طلوع الشمس من الزمان الخ. حلبی کبیر ص۲۲۷، فروع في شرح الطحاوي، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، النهرالفائق ص۱۵۸ ج۱ المواقيت مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۱۴ ج۲ اوقات الصلوة.

[2] ثلثة أي ثلاثة أوقات من تلک الخمسة يكره فيها الفرض والتطوع وكذا الواجبات الفائتة كسجدة تلاوة وذلک عند طلوع الشمس الخ حلبی کبیر ص ۲۳۶، فروع في شرح الطحاوي مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲، الفصل الثالث في بيان الاوقات اللتی لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۰ ج۲ مواقيت الصلوة، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وإذا طلعت الشمس حتى ارتفعت قدر رمحين أوقدر رمح تباح الصلاة الخ حلبی کبیر ص۲۴۶، قبيل الشرط السادس النية، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. النهر الفائق ص۱۶۵ ج۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت شامی زکریا ص ۳۱ ج۲ اوقات الصلوة.

[4] ويكره التنفل بعد صلاته أي فرض الصبح ولوسنة سواء تركها بعذر أوبدنة الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(ج) کی یہ بات صحیح ہے کہ موت کا بھروسہ نہیں مگر نماز پڑھنے کیلئے اتنا لحاظ کرنا چاہئے کہ سورج صاف ہوجائے زردی ختم ہوجائے اگر یہ بات دل میں پختہ ہوجائے کہ موت کا بھروسہ نہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ نماز قضا کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴ھ

وقت فجر کا اختتام

سوال:- چاند کی روشنی ختم ہوجانے کے بعد سورج نکلنے تک جو وقت تقریباً ۱۰/۱۵/ منٹ کا رہ جاتا ہے، کیا وہ وقت بھی فجر کا وقت شمار کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سورج کا کنارہ ظاہر ہونے پر وقت فجر ختم ہوتا ہے اس سے پہلے باقی رہتا ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فجر کیلئے کب کھڑے ہوں

سوال:- (۱) فجر کا وقت ختم ہونے سے کتنی دیر پہلے نماز جماعت ہوجانا چاہئے؟

(صفحہ گذشتہ) طحطاوي مع المراقی ص ۱۵۱، فصل في الاوقات المكروهة، مطبوعه مصر. عالمگیری کوئٹہ ص۵۳، ج ۱، الفصل الثالث في بيان الاوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، النهر الفائق ص۱۶۶ ج ۱، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] وقت صلاة الفجر من اول طلوع الفجر الثاني الى قبيل طلوع ذكاء (ملخصاً الدرالمختار على الشامی کراچی ص ۳۵۹، ج ۱، كتاب الصلاة، مطلب فی تعبده عليه الصلوة والسلام، مطبوعه نعمانيه ص ۲۴۰ ج ۱، البحرالرائق ص ۲۴۴ ج ۱، بدائع ص ۳۱۶ ج ۱) النهر الفائق ص ۱۵۸ ج ۱ كتاب الصلوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۲) نماز فجر کے لئے اس وقت کھڑا ہونا کیسا ہے جبکہ ایک رکعت کے بعد یا سلام پھیرنے سے پہلے قضاء کا وقت ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اتنی دیر پہلے کہ اگر نماز ختم ہوجانے پر معلوم ہو کہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے کسی وجہ سے نماز خراب ہوگئی ہے تو سنت کے موافق دوبارہ سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاسکے۔[۱]

(۲) اس سے نماز فاسد ہوجائے گی، اتنی دیر تک مؤخر کرنا جائز نہیں گناہ ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چاند کی روشنی کا ختم ہونا وقت فجر کے ختم ہونے کی علامت نہیں

سوال:- چاند کی روشنی کا ختم ہوجانا فجر کا وقت ختم ہوجانے کی علامت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وقت فجر ختم ہونے کی علامت نہیں ہے۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[۱] يسفر بها بحيث لوظهر فساد صلاته يمكنه ان يعيدها في الوقت بقراء ة مستحبة (البحر الرائق ص ۲۴۷ ج ۱، كتاب الصلاة، شامی کراچی ص ۳۶۶ ج ۱)، عالمگیری ص ۵۱، ۵۲ ج ۱، الفصل الثانی فی بیان فضیلة الاوقات مطبوعه کوئٹه.

[۲] لايودى فجر يومه وقت الطلوع. الشامی ص ۳۷۳ ج ۱، طبع کراچی، کتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج ۱، بدائع ص ۳۲۷ ج ۱، بيان الوقت المكروه.

(حاشیہ [۳] اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نماز فجر اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ طلوع بالکل قریب ہو جائے

سوال:- ایک مسجد کا امام جو مسجد ہی کے حجرہ میں رہتے ہوئے فجر کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی ایک یا دو منٹ کے بعد طلوع شروع ہو جاتا ہے اکثر ایسا کرتے ہیں امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے[1]۔ اس کی اصلاح کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱/۴ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین ۲/۲ ۹۲ھ

رمضان میں نماز فجر اوّل وقت میں

سوال:- (۱) کیا صرف رمضان المبارک میں بعد اذان فوری جماعت بہتر ہے یا بعد اذان گیارہ ماہ کی طرح وقت حنفی پر جماعت کے درمیان وقت کے انتظار میں حسب حال عادت ذکر اللہ کرنا بہتر ہے جب کہ بارہ ماہ ظہر عشاء فجر کی اذان اور جماعت میں نصف گھنٹہ اور ایک گھنٹہ تک درمیانی وقت ہوتا ہے۔

(صفحہ گذشتہ) [۳] وقت فجر ختم ہونے کی علامت سورج کے اول کنارہ کا طلوع ہونا ہے۔ وآخر وقتها قبيل طلوع الشمس اى الجزء الكائن قبيل طلوع الشمس من الزمان الخ حلبى كبيرى ص۲۷۷ فروع فى شرح الطحاوى مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، النهر الفائق ص۱۵۸ ج۱، دار الكتب العلميه بيروت، در مختار على الشامى زكريا ص۱۴ ج۲ اوقات الصلوة.

(صفحہ ہذا) [۱] وقالوا يسفربها بحيث لوظهر فساد صلاته ان يعيدها في الوقت بقراء ة مستحبة إلى قوله لايؤخرها بحيث يقع الشک في طلوع الشمس. البحر الرائق ص:۲۴۷: ج۱، كتاب الصلاة، عالمگيرى ص۵۱ ج۱ الفصل الثانى فى بيان فضيل الاوقات مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه كراچى ص۴۰۴ ج۱ فضيلة الاوقات.

(۲) کیا حضور مقبول ﷺ کا مستقل تمام ماہِ رمضان المبارک میں یہی معمول رہا کہ اذان کے فوری بعد نماز باجماعت ادا کی ہو، یا کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ماہِ رمضان المبارک میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ایسا کرلیا جائے؟

(۳) جو متولی جماعت کا پابند نہ ہو بارہ ماہ نماز ظہر، عشاء ومغرب گھر پر پڑھتا ہو اور عشاء اور فجر صرف مسجد میں یا کوئی متولی مسجد میں بالکل کسی وقت نہ جائے اس کو متولی ہونے کی حیثیت سے یہ حکم صادر کرنا کہ جماعت فجر رمضان میں فوری بعد اذان فجر کی جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جس مسجد میں اکثریت ۲۵-۳۰، نمازیوں کی ماہِ رمضان میں حسب معمول گیارہ ماہ کی طرح جماعت کے لیے رضامند ہوں اور ۸-۱۰، آدمی متولی مسجد کے حکم سے بعد اذان فجر فوراً جماعت کریں، دوسری جماعت پھر اکثریت کی تعداد کے ساتھ کی جائے تو اس میں کونسی جماعت کے افراد حق پر ہیں؟

(۵) متولی امام کو مسجد وقف سے بارہ روپئے ماہانہ دیتا ہے، نیز روپیہ محلّہ کے نمازی بصورت چندہ دیتے ہیں، ایسی صورت میں متولی امام کو حکم دے کہ تم کو ہماری جماعت کی نماز پڑھانی ہے، کیا یہ حکم متولی کا دینا اور امام کے لیے اس کی تعمیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کے بجائے روشنی پھیل جانے پر پڑھنے کا حکم ہے، اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ (الحدیث[۱]) فقہائے احناف نے بھی ایسا ہی لکھا ہے[۲] گو صبح صادق ہوتے ہی پڑھ لینے سے بھی نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی مگر عامۃً

---

[۱] ترمذي ص ۴۰ ج ۱ باب ما جاء في الاسفار بالفجر، مشكوٰة شريف ص ۶۱ ج ۱، عن رافع بن خديج باب تعجيل الصلاة.

ترجمہ:- فجر میں اسفار کرو (یعنی روشنی ہو جائے اس وقت پڑھو) اس میں اجر زیادہ ہے۔

[۲] والمستحب للرجل الابتداء في الفجر باسفار (الدر مع الرد كراچی ص ۳۶۶ ج ۱، ونعمانيه ص ۲۴۵ ج ۱، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، البحرالرائق ص ۲۴۷ ج ۱، بدائع ص ۳۲۲ ج ۱ مكتبه زكريا ديوبند)

نمازی اس وقت پر حاضر نہیں ہو پاتے، جماعت کی شرکت سے محروم ہو جاتے ہیں، ویسے ہی اذان و جماعت میں اتنے فصل کا حکم ہے کہ نماز کی تیاری کر سکے (مغرب میں یہ بات نہیں[1]) فیض الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں سحری کے بعد عامۃً لوگ سو جاتے ہیں دیر میں اٹھتے ہیں نماز قضا ہو جاتی ہے، اسلیے صبحِ صادق کے بعد اول وقت میں فجر کی نماز پڑھ لی جائے تو سب کو جماعت مل جاتی ہے، نمازیوں کے جمع ہونے کی سہولت کی خاطر اور ان کی نماز کو فوت ہونے سے بچانے کیلئے اسپر عمل کرلیا جائے لیکن اگر نمازی گیارہ ماہ کے وقت پر حاضر ہو کر شرکتِ جماعت کریں اور اسی کو پسند کریں تو یہ بھی درست ہے بلکہ اصل مذہب ہے، اب نمازیوں کو ایک دوسرے پر طعن کرنا اور جائز و ناجائز کی بحث کرنا اس مسئلہ میں ٹھیک نہیں، جب نماز دونوں طرح بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے تو نزاع کو ختم کیا جائے، پابند نمازیوں کی اکثریت کو ترجیح دی جائے، امام اگرچہ تنخواہ دار ہو مگر اس کے ساتھ معاملہ ماتحت نوکر اور خادم جیسا نہ کیا جائے اس کا منصب قابلِ احترام ہے۔ تنخواہ دینے والوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم خادم ہیں امام مخدوم۔ امام کو بھی مقتدیوں کی رعایت لازم ہے۔ احکام شرع کی رعایت رکھتے ہوئے مقتدیوں کا لحاظ کیا جائے متولی کو بھی سب نمازیوں کا لحاظ لازم ہے، ضد سے سب کو باز آنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۸ھ

رمضان میں نماز فجر غلس میں

سوال:- رمضان شریف کے دنوں میں سحری کھانے کے بعد اگر احتمال ہو کہ فجر کے

---

[1] ولعل هذا التغليس كان في رمضان خاصة وهكذا ينبغي عندنا اذا اجتمع الناس وعليه العمل في دارالعلوم بديوبند من عهد الاكابر. (فيض الباری ص ۱۳۶ ج ۲، وقت الفجر، ربانی بکڈپو دهلی، فتح الملهم ص ۱۲۱ ج ۳، كتاب الصيام)

وقت آنکھ نہ کھلے گی تو اول وقت نماز پڑھ لینا کیسا ہے؟ اور اسی وقت اذان کہہ کر جماعت کر لینا اس وجہ سے کہ لوگوں کی اکثر و بیشتر نماز چھوٹ جاتی ہے اور بسا اوقات نماز قضا ہو جاتی ہے بہتر ہے یا ہر حال میں مسنون وقت میں نماز پڑھی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان المبارک میں سحری کے بعد اول وقت فجر کی نماز کے لیے اگر نمازی جمع ہو جائیں اور روزانہ کے وقت معمول تک تاخیر ہونے سے جماعت چھوٹنے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اول وقت جماعت کر لینا بہتر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رمضان میں فجر کی نماز ابتدائے وقت میں ادا کرنا

سوال:- رمضان المبارک میں کثرت سے یہ معمول ہو گیا ہے کہ وقت سحر ختم ہوتے ہی فوراً اذان کہی جاتی ہے اور دو سنتیں پڑھ کر فوراً نمازِ فجر ادا کر لی جاتی ہے۔ مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں میں نماز اور اذان میں کس قدر وقفہ ہونا چاہیے؟ اسفروا بالفجر والی حدیث سے رمضان مستثنیٰ ہے؟ معمول مذکور غلط ہے یا صحیح؟ غلس میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا اسفار میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کا اصل مسلک تو یہی ہے اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ[2] لیکن اس کی وجہ تکثیر جماعت ہے[3]۔

---

[1] يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس (فيض البارى ص ۱۳۶، ج۲، وقت الفجر، ربانى بكڈپو دهلى، فتح الملهم ص ۱۲۱ ج۳) فضل السحور.

[2] ترمذى شريف ص ۴۰ ج ۱ باب ما جاء فى الاسفار بالفجر، تاتارخانيه كراچى ص ۴۰۴ ج ۱، فضيلة ال الاوقات. عالمگيرى ص ۵۱ ج ۱ الفصل الثانى فى بيان فضيلة الاوقات تاتارخانيه كراچى ص ۴۰۴ ج ۱ فى بيان فضيلة الاوقات. **(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)**

رمضان المبارک میں اگر غلس میں جماعت میں حاضرین حاضر ہوں اور اسفار میں تقلیل ہو جائے، لوگ سو جائیں جماعت یا نماز فوت ہو جائے تو پھر غلس کو اختیار کیا جائیگا جیسا کہ فیض الباری میں بحوالہ مبسوط نقل کیا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز فجر دن کی نماز ہے یا رات کی

سوال:- زید کہتا ہے کہ فجر دن کی نماز ہے، اور عمر کہتا ہے کہ رات کی نماز ہے اور زید اپنی تائید میں جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ اور مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ میرٹھی اور حضرت تھانوری رحمہ اللہ کے قول اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ بطور استدلال پیش کرتا ہے اور عمر نہار عرفی کو استدلال میں پیش کرتا ہے تو شرعاً فجر کی نماز دن کی نماز ہے یا رات کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک حدیث شریف میں ہے کہ صَلاَةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ[2] یعنی دن کی نماز میں قرأت زور سے نہیں کی جاتی، اس حدیث کے اعتبار سے فجر کی نماز کو دن کی نمازوں میں شمار نہ کرنا بھی درست ہے، اس لئے کہ اسمیں قرأت زور سے کی جاتی ہے اس لئے یہ رات کی نماز ہے نیز لغۃً

(صفحہ گذشتہ) ۳ ولان فی الإسفار تکثیر الجماعة وفی التغلیس تقلیلها وما یؤدی الی تکثیر الجماعة فهو افضل الخ مبسوط للسرخسی ص ۱۴۶ ج ۱ مواقیت الصلوة مطبوعه دار الفکر.

(صفحہ ہذا) ۱ في مبسوط السرخسی في باب التیمم انه یستحب التغلیس في الفجر والتعجیل في الظهر اذا اجتمع الناس (فیض الباري ص ۱۳۶ ج ۲، وقت الفجر، ربانی بکڈپو دهلی، فتح الملهم ص ۱۲۱، ج ۳، فضل السحور)

۲ کشف الخفا ص ۲۸ ج ۲، رقم الحدیث ۱۶۰۹، دار احیاء التراث العربی.

عرفاً دن سورج نکلنے سے شروع ہوتا ہے اس لئے بھی فجر کی نماز دن کی نمازوں میں داخل نہیں کیونکہ طلوع شمس سے پہلے پڑھی جاتی ہے اصطلاح شرع میں نہار (دن) کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے صوم وغیرہ میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے[1] اور نماز فجر کا وقت صبح صادق ہونے پر شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ رات میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی اذان بھی درست نہیں[2] نماز فجر دن کی نمازوں میں داخل ہے اس لئے نہ یہ اختلاف کی چیز ہے نہ آپس میں لڑنے اور بحث کرنے کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۹ ۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴ ۸۶ھ

الجواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴ ۸۶ھ

وقت استواء

سوال: - زوال کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے شروع اور آخر کی مقدار گھڑی رائج کے وقت سے کیا ہے؟ یعنی موسم گرما میں کب سے کب تک وقت زوال کا انتظار کر کے کوئی نفل مثلاً تحیۃ المسجد وغیرہ شروع کی جائے اور موسم سرما میں موسم گرما سے کس قدر اور کتنا فرق رکھا جائے سورج کے قائم ہونے سے زوال تک صحیح وقت اور احتیاط کا درجہ دونوں کی مقدار کی وقت ابتداء اور انتہاء سے الگ الگ مطلع فرمائیں۔

---

[1] هو امساک عن المفطرات في وقت مخصوص وهو اليوم (درالمختار) قوله وهو اليوم اي اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب، شامی نعمانیه ص ۸۰ ج۲، اول کتاب الصوم.

[2] تقديم الاذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقاً وكذا في الصبح عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وإن قدم يعاد في الوقت (عالمگیری ص۵۳ ج ۱، کتاب الصلاة، الباب الثاني فی الاذان. مطبوعه کوئٹه) شامی کراچی ص۳۸۵ ج ۱ باب الآذان، النهر الفائق ص۱۷۸ ج ۱ باب الآذان مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

نصف النہار یعنی استواء شمس کے وقت نماز مکروہ تحریمی ہے اوراس وقت کی مقدار اس قدر نہیں ہوتی کہ اس میں نماز ادا کی جاسکے بلکہ بہت قلیل ہوتی ہے گھڑی رائج الوقت کے اعتبار سے ایک منٹ بھی نہیں ہوتی اور وقت موسم اور بلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے ہمارے اطراف میں ایک زمانہ میں ۱۲/ بجکر آٹھ منٹ پر ہوتا ہے اور ایک زمانہ میں ۱۲/ بجکر اڑتیس منٹ پر ہوتا ہے، بس اسی کے درمیان درمیان رہتا ہے جیسا کہ اسلامی جنتری میں ہے جس زمانہ میں جس وقت استواء ہو اس وقت سے کچھ منٹ پہلے اور کچھ منٹ بعد نماز نہ پڑھنا احتیاط ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/ ۷ ۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

ظہر اور عصر کا وقت

سوال: -ظہر اور عصر کا وقت احادیث کی روشنی میں کونسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ

---

[1] وكره تحريماً صلاة مطلقاً مع شروق واستواء (ملخصاً الدرالمختار) إن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلافصل وفي هذا القدر من الزمان لايمكن اداء صلاة فيه. (شامی کراچی ص ۳۷۱، ج ۱، شامی نعمانیه ص ۲۴۸ ج ۱، يشترط العلم بدخول الوقت كتاب الصلاة)، تاتارخانيه ص۴۰۷ ج ۱ الاوقات التى يكره فيها الصلاة مطبوعه كراچى، النهر الفائق ص۱۶۵ ج ۱ كتاب الصلاة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

استواء کے بعد زوال ہوکر سایہ بڑھنا شروع ہوجائے اور انتہا اس وقت ہے جب کہ ہر شئ کا سایہ اس کے دو مثل ہوجائے سایۂ اصلی کے علاوہ[1]۔

عصر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب ظہر کا وقت ختم ہوجائے اور انتہاء غروب شمس تک ہے[2]۔

ظہر کے وقت کی ابتداء اور عصر کے وقت کی انتہاء میں جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔ ظہر کے وقت کی انتہاء اور عصر کے وقت کی ابتداء میں اختلاف ہے، دلائل سب کے پاس ہیں۔

گرمی میں ظہر کے وقت تاخیر مستحب ہے، امام اعظم کی دلیل ظہر کے وقت کی ابتداء کے لئے یہ حدیث ہے، فَصَلّٰى بِيْ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ قَدْرُ الشِّرَاكِ اھ (أبوداؤد شریف)[3] والمرادمنه أن وقت الظهر حين ياخذ الظل في الزيادة بعد الزوال اھ (بذل المجهود[4] ص ۲۲۶ ج ۱) ظہر کے وقت کی انتہاء کیلئے یہ حدیث ہے، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرُ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ اھ (أبوداؤد شریف[5]) عصر کے وقت کی ابتداء کیلئے یہ دلیل ہے، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ اھ (أبوداؤد شریف[6]) أي فرغ من الظهر حينئذ كما شرع في العصر في اليوم الاول حينئذ قال الشافعي وبه يندفع اشتراكهما في وقت واحد ويدل له خبر مسلم وقت الظهر مالم يحضر العصر اھ (بذل المجهود[7] ص ۲۲۷)

---

[1] ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه وعنه مثله وفى الرد تحت قوله عنه أى عن الإمام، شامی کراچ ص ۱۳۹ ج ۱ کتاب الصلوة.

[2] ووقت العصر منه إلى قبيل الغروب، وفى الرد تحت قوله منه أى من بلوغ الظل مثليه على رواية المتن، شامی کراچی ص ۳۶۰ ج ۱ کتاب الصلوة.

[3] أبوداؤد شريف ص ۵۶، باب المواقيت، مكتبه بلال ديوبند.

[4] بذل المجهود ص ۲۲۶ ج ۱، باب المواقيت مطبع قاسميه باكستان.

[5] أبوداؤد شريف ص ۵۶، باب المواقيت، مكتبه بلال ديوبند.

[6] بذل المجهود ص ۲۲۷ ج ۱، باب المواقيت مكتبه قاسميه باكستان.

عصر کے وقت کی انتہاء کیلئے یہ دلیل ہے۔ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسَ فَقَدْ اَدْرَکَهَا اھ (بذل المجهود[1] ص ۲۲۷، ج ۱) ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جانے پر ظہر کی نماز پڑھنا امام اعظم کے مسلک کے خلاف نہیں، بلکہ عین موافق ہے، دلائل کے تعارض ترجیح، تضعیف، تنسیخ، تعدیل، تجریح وغیرہ مباحث کی تفصیل مطلوب ہو تو شروح حدیث فتح الملہم، بذل المجہود، فیض[2] الباری، اوجز المسالک[3] وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جمعہ کی نماز اوّل وقت میں

سوال:-تقریباً چالیس برس سے ہماری مسجد میں اذان جمعہ کا وقت ایک بجے اور خطبہ پونے دو بجے ہے، یہ مسجد شہر کے وسط میں ہے، حنفیہ مذہب کی مرکزی جامع مسجد تصور ہوتی ہے کیونکہ پرانی جامع مسجد اہل حدیث حضرات کے انتظام میں ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ ۱½ بجے ہو، اور بعض کہتے ہیں کہ پونے دو بجے ہو دو فریق بن گئے ہیں، وقت کی تبدیلی ہمیشہ سے امام صاحب کے ذمہ تھی اب وہ کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں، سوال یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کا افضل وقت کیا ہے؟ تاخیر مناسب ہے یا عجلت بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔[4] نمازیوں کی سہولت کے لیے اگر کچھ تاخیر

---

[1] بذل المجهود ص ۲۲۷ ج ۱، باب المواقيت، مكتبه قاسميه.

[2] ملاحظہ ہو فيض الباری ص ۹۰ ج ۲ كتاب مواقيت الصلاة مطبوعه ربانی بکڈپو دهلی.

[3] اوجز المسالک ص ۱۴۱ تا ۱۵۵ ج ۱ باب مواقيت الصلاة مطبوعه مكة المكرمة.

[4] وحمل الجمهور هذه الاحاديث على المبالغة في تعجيلها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عصر کا وقت

سوال:- حنفیہ کے نزدیک نمازِ عصر کا ابتدائی وقت انگریزی مہینوں کے حساب سے یعنی جنوری میں جو وقت ہے کب تک رہے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وقت بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں جو گھڑی کے اعتبار سے یکساں ہو بلکہ طلوع غروب کے اعتبار سے مختلف شہروں کا وقت متفاوت ہے[1]۔ اسلئے آپ اپنے شہر کے طلوع غروب کا سالانہ نقشہ کسی کتب خانہ سے لے کر رکھ لیں، عامتاً تاجر لوگ دیگر کتب کی طرح یہ نقشہ بھی برائے فروخت رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مثل واحد پر عصر پڑھنے کی تفصیل

سوال:- اس ادارہ میں کوکن کے اور کچھ دوسرے علاقہ کے حنفی طلباء بھی تعلیم پاتے ہیں

(صفحہ گذشتہ) (اعلاء السنن ص ۴۹ ج۸، مطبوعہ کراچی، ابواب الجمعہ) وجمعه كظهر اصلاً واستحباباً فی الزمانین لأنها خلفه وفی الرد تحت قوله و استحبابا فی الزمانین أی الشتاء والصیف لکن جزم فی الاشباہ من فن الأحکام أنه لا یسن لها الإبراد إلی قوله وقال الجمهور لیس بمشروع لأنها بجمع عظیم، فتأخیرها مفض إلی الحرج ولا کذلک الظهر وموافقتة الخلف لأصله من کل وجه لیس بشرط. شامی کراچی ص۳۶۷ ج ۱ مطلب فی طلوع الشمس من مغربها کتاب الصلوة، مطبوعہ زکریا ص۲۵ ج۲.

(صفحہ ہذا) [1] لان الوقت یختلف باختلاف کثیر من الاقطار (شامی کراچی ص:۳۶۳/۱، کتاب الصلوة، مطلب فی فاقد وقت العشاء کاهل بلغار)

اور چند مدرسین بھی حنفی المسلک ہیں سوال درپیش یہ ہے کہ چونکہ ہم شوافع کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل کے بعد ہوتا ہے اور احناف کا مسلک دو مثل کا ہے، لہٰذا یہ طلباء و مدرسین شوافع کے ساتھ عصر کی نماز ادا کریں تو درست ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں چند امور ضرور ملحوظ خاطر رہیں (۱) صاحبین ایک مثل کے قائل ہیں (۲) علاقہ شافعی ہے، لہٰذا یہاں ایک مثل پر نماز ہوتی ہے، اگر دو مثل پر پڑھیں تو انتشار بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے، یہ معاملہ گاہے گاہے کا نہ ہوگا بلکہ روزانہ کا ہوگا۔ اگر ایک مثل پر روزانہ نماز ادا کرنا درست نہ ہو تو کیا حنفی المسلک طلباء واساتذہ کے لیے دوبارہ اذان دینا ہوگی یا ایک مثل کی اذان کافی ہوگی، نیز یہ دوسری جماعت مسجد میں قائم کی جاسکتی ہے؟ یا جماعتِ ثانیہ میں شمار ہو کر مسجد کے علاوہ کہیں قائم کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً ہمیشہ مثلِ واحد پر نماز عصر ادا کرنا گویا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو ترک کرنا ہے، اسلئے ایسا نہ کیا جائے کبھی اتفاقیہ ایسی نوبت آجائے تو امر آخر ہے، اگر مثلین پر نماز ادا کی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وامام شافعی رحمہ اللہ دونوں حضرات کے نزدیک بالاتفاق نماز ہوجائے گی، اگر مصالح سمجھ کر یہ صورت اختیار کرلی جائے کہ مثلین پر سب آمادہ ہوجائیں تو اعلیٰ بات ہے[1] لیکن اس کی خاطر مجبور نہ کیا جائے نہ خلفشار، اگر یہ صورت نہ ہوسکے تو حنفی حضرات دوسری مسجد میں جاکر مثلین پر جماعت کرلیا کریں یہ بھی نہ ہوسکے تو مدرسہ کے ایک کمرہ میں مثلین پر جماعت کرلیا کریں۔ اذان زیادہ بلند آواز سے کہنے کی ضرورت نہیں، اتنی آواز کافی ہے کہ مدرسہ کے مدرسین وطلباء سن لیں جن کو نماز مثلین پر پڑھنی ہے، جہاں تک

---

[1] والأحسن مافي السراج عن شيخ الإسلام أن الإحتياط أن لايؤخر الظهر إلى المثل وأن لايصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالإجماع شامی کراچی ص ۳۵۹ ج ۱، کتاب الصلاة. حلبی کبیری ص ۲۲۷ کتاب الصلوة، فروع فی شرح الطحاوی، سهيل اكيڈمی لاهور.

ہو سکے خلفشار اور فتنہ سے پورا پرہیز کیا جائے، حق تعالیٰ مدرسہ کو ترقی دے اور علم وعمل کی صحیح اشاعت کا ذریعہ بنائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عصر کی نماز مثل واحد پر

سوال: -زید مسجد اہل حدیث میں امام ہے حالانکہ زید حنفی ہے، مگر مسجد اہل حدیث میں امام ہونے کی وجہ سے نماز عصر، وقت عصر شافعی میں پڑھاتا ہے جو وقت حنفی سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے، اب اگر زید نماز پڑھا دینے کے بعد وہ وقت حنفی میں نمازِ عصر کا پھر تنہا اعادہ کرے تو زید کی نماز اور اہل حدیث حضرات کی نماز کا حکم کیا ہوگا؟ زید نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟ دیگر اوقات گو کہ اوّل وقت میں پڑھاتا ہے مگر یہ اوقات حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قولِ مختار اور مفتی بہ تو یہی ہے کہ وقت عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے مگر دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مثل واحد کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوتا[1] یہ طریقہ صحیح نہیں کہ اہل حدیث کو نماز پڑھا دے اور پھر اپنی نماز کا اعادہ کر لیا کرے اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ جو نماز ان کو پڑھائی ہے وہ زید کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/ ۹۲ھ

---

[1] وقت العصر من بلوغ الظل مثليه، والثانية رواية الحسن إذا صار ظل كل شيء مثله سوى الفئ وهو قولهما البحر الرائق ص۲۴۵ ج ۱، قوله الى بلوغ مثليه هذا ظاهر الرواية عن الامام نهاية وهو الصحيح الخ، شامی کراچی ص۳۵۹ ج ۱، كتاب الصلاة. المحيط البرهانی ص۶ ج۲ الفصل الاول فی المواقيت، مطبوعه ڈابھیل

عصر کی نماز مثلین سے پہلے

سوال :-آج کل ہمارے یہاں ساڑھے چھ بجے غروب آفتاب ہے اگر مسجد میں ساڑھے چار بجے اذان عصر اور جماعت پونے پانچ بجے ہو تو فقہ حنفی کی رو سے یہ اذان اور جماعتِ عصر دونوں قبل از وقت سمجھی جائیں گی اور دونوں واجب الاعادہ ہوں گی یا صرف اذان قبل از وقت سمجھی جائیں گی؟ اور عصر کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مثلین پر جماعت عصر ہوئی تو بالاتفاق اس کا اعادہ نہیں، اذان کچھ پہلے ہوئی ہو تو اس کی وجہ سے جماعت کا اعادہ لازم نہیں ہوتا مثلین سے کچھ پہلے مثلِ واحد کے بعد جو جماعت ہو جائے اس کا بھی ایک قول پر اعادہ نہیں، علمائے احناف حرمین شریفین میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں کرتے جو کہ بالیقین مثلین سے پہلے ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک مثل پر عصر کی نماز

سوال :- زید نے سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل ہونے پر عصر کی نماز پڑھی زید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقلد ہے، اس کی نماز ہوگئی یا اعادہ واجب ہے؟ اگر نماز ہوگئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عصر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت نکل گیا اب اگر عمر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر میں آج کی ظہر کی ادا پڑھوں تو تین طلاق ہے اور ایک مثل کے بعد دو مثل پورے ہونے سے پہلے ظہر پڑھی تو عمر کی بیوی کا کیا حکم ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

---

[1] وقت العصر من بلوغ الظل مثليه، والثانيه رواية الحسن إذا صار ظل كل شيء مثله سوى الفئ وهو قولهما (البحرالرائق ص۲۴۵ ج۱، شامی کراچی ص۳۵۹ ج۱) كتاب الصلاة، المحيط البرهانی ص۶ ج۲ الفصل الأول فی المواقيت، مطبوعه ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کو صاحبین کے قول کے موافق اس نماز کا اعادہ لازم نہیں، نماز صحیح ہوگئی، امام طحطاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ وبقولهما ناخذ[1] امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظہر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل ہونے تک رہتا ہے، اس لحاظ سے شخص مذکور کی ظہر کی نماز ادا ہوئی، صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے، اس اعتبار سے اس کی یہ ظہر کی نماز قضا ہوئی، دونوں قولوں کو مختلف حضرات فقہاء نے اختیار کیا ہے، عمر کو ملک بضع بذریعہ نکاح متعین طریق پر حاصل ہے اس کے خروج کیلئے بھی غیر مشکوک متعین درجہ درکار ہے، إذا تعارضت الآثار لاینقضی الوقت بالشک (بحر[2] ص ۲۴۵، ج ۱) وقت کے اندر پڑھنا ادا ہے، یہاں تعارض آثار کی وجہ سے وقت کے منقضی ہوجانے میں شک ہے اور شک سے وقت پر خارج ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا، اسی شک پر طلاق کے وقوع کا بھی حکم ہوگا، علم انه حلف ولم یدر بطلاق أوغیره لغا کما لوشک اطلق ام لا (درمختار[3] ص ۴۵۳، ج ۲) طلاق ابغض المباحات بھی ہے اسلئے اس سے بھی ممکن اجتناب چاہیئے[4]، وقت مذکور میں عصر کو غیر صحیح قرار دینے سے فریضہ ذمہ میں باقی رہتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو گناہ سے بچانے کیلئے اس کی نماز کو صحیح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ ہذا) [1] وقول الطحاوي وبقولهما ناخذ يدل على أنه المذهب في البرهان قولهما هو الأظهر اهـ فقد اختلف الترجيح طحطاوي على المراقى ص ۱۴۱، كتاب الصلاة. در مختار على الشامى كراچى ص ۳۵۹ ج ۲ مطلب فى تعبده عليه الصلوة السلام قبل البعثة.

[2] البحر الرائق ص: ۲۴۵/۱، اول كتاب الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. المبسوط للسرخسى ص ۱۴۲ ج ۱ فصل فى المواقيت، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[3] شامى نعمانيه ص ۴۵۳ ج ۲، قبيل باب طلاق غير المدخول بها. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر ایک مثل پر پڑھنا

سوال:- میں مقامی کالج میں ایم، اے، اردو سال اول کا متعلم ہوں، ہماری کلاس شام کے اوقات میں لگتی ہیں، کوئی نہ کوئی نماز بروقت شروع ہوکر ختم ہوجاتی ہے، جبکہ ہم پڑھ رہے ہوتے ہیں، جواب طلب بات یہ ہیکہ آپ بتائیں کہ کیا میں اس نماز کو قبل از وقت پڑھ سکتا ہوں، یا پھر قضاء پڑھوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے پڑھنے کا کوئی حق نہیں[1]، الا یہ کہ اجازت ہو جیسے عصر کی نماز کہ عامۃً سایہ دو مثل ہونے پر ادا کی جاتی ہے، مگر ایک مثل پر بھی گنجائش ہے، لہٰذا عصر کی نماز مثل واحد پر پڑھ سکتے ہیں، اس کی قضاء نہ کریں، لیکن مغرب کی نماز غروب سے پہلے نہیں ہوسکتی، اسی طرح ظہر کی نماز زوال آفتاب سے پہلے نہیں ہوسکتی، مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، مگر ایک قول میں مثلین تک گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱۷/۱۱/۹۰ھ

عصر کی نماز وقت کامل میں شروع کی ناقص میں ختم کی

سوال:- سبب وجوب نماز جزء متصل الادا ہوتا ہے، اس بنا پر علماء احناف یہ کہتے ہیں کہ

(صفحہ گذشتہ) [4] عن محارب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مااحل اللّٰہ شیئاً. ابغض الیہ من الطلاق. ابو داؤد ص ۱۹۶ ج ۱ کتاب الطلاق باب فی کراھیۃ الطلاق، مطبوعہ سعد دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [1] ان الصلاۃ لا تجوز قبلھا (ای الوقت) طحطاوی علی المراقی ص:۱۳۸، اول کتاب الصلاۃ، مطبوعہ مصری.

[2] ملاحظہ ہو طحطاوی علی المراقی ص: ۱۴۱-۱۴۰، اول کتاب الصلاۃ، مطبوعہ مصری. البحر الرائق ص ۲۴۵ المواقیت کتاب الصلوۃ مطبوعہ الماجد یہ کوئٹہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقت مکروہ میں شروع کیا اور پھر اثنائے صلاۃ میں آفتاب غروب ہوگیا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی، کیونکہ اداء کما وجب پایا گیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقت کامل میں شروع کرے اور نیت باندھنے کے بعد وقت ناقص شروع ہوگیا، لیکن ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے تو اس کی یہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ شبہ کی وجہ یہ پیش آئی کہ اداء کما وجب نہیں پایا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی یہ نماز صحیح ہوگئی، آپ کا شبہ اور اس کا جواب شرح منیۃ المصلی ص ۲۴۷، میں مذکور ہے، **قدیقال فینبغي أنه لوشرع فیها اول الوقت قبل الاصفرار ثم اصفرت وهوفي خلالها ان تفسد لعروض النقصان علی ماوجب بالسبب الکامل والجواب ان الشرع لمّا جعل للمکلف شغل کل الوقت بالعبادة وهو العزیمة فقد اغتفر في حقه مالا یمکن ذلک الابه لکونه من جملة اجزاء الوقت به**[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۳ ۹۳ھ

مثل واحد پر نماز عصر

سوال:- امام اہل حدیث اگر عصر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھے تو کیا حنفی کی نماز ہوجائے گی؟

(صفحہ گذشتہ) النهر الفائق ص۱۵۸ ج ۱ کتاب الصلوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [2] حلبی کبیر ص۲۴۷، طبع سهیل اکیدمی لاهور. عالمگیری ص ۵۲ ج ۱ الفصل الثانی فی بیان فضیل الاوقات، مطبوعه کوئٹه بحر ج ۲۴۸ ج ۱ فصل فی المواقیت، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، نور الانوار ص۵۸ بحث اختلاف الوقت فی عصر امسه وعصر یومه مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت ایسا نہ کرے ضرورۃً گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۷ھ

وقت مغرب کی توضیح

سوال: -مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد فوراً شروع ہوجاتا ہے یا کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے، غفلت کرکے نماز کے وقت کو باطل کردیا تو اب نماز ادا ہوگی یا قضاء؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سورج غروب ہوتے ہی فوراً مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے، جب بادل ہو تو کسی قدر احتیاط کرلی جائے تاکہ غروب کا یقین ہوجائے، غروب کے بعد مغرب کی جانب کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے مغرب کی نماز کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ سرخی ختم ہونے سے پہلے ہی نماز مغرب سے فراغت کرلی جائے، دیر کرنے سے نماز مکروہ ہوگی[2] قضا ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے، نماز کو قضا کرنا وقت پر ادا نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔ **كذا في الزواجر عن اقتراف الكبائر**[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وذكر شيخ الاسلام أن الاحتياط أن لايؤخر الظهر إلى المثل وأن لايصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالاجماع الخ البحر الرائق ص۲۴۵، (مكتبه الماجديه كوئٹه) كتاب الصلاة. مجمع الانهر ص۱۰۶ ج۱ كتاب الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری ص ۵۱ ج ۱ الفصل الاول فی اوقات الصلوة، مطبوعه كوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مغرب کا کل وقت کتنا ہے؟

سوال: -مغرب کا وقت اذان مغرب کے بعد کتنے گھنٹے رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مغرب کا وقت عامۃً ہمارے اطراف میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کچھ کم رہتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم رجب ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷ ۸۸ھ

اذان مغرب کے بعد کتنی تاخیر ہونی چاہئے

سوال: -مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کس قدر تاخیر مناسب ہے؟ بعض جگہ بہت ہی جلدی کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنا وقفہ کر لینا چاہئے کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو کر صف میں پہونچ جائے اور اذان

(صفحہ گذشتہ) [2] وقت المغرب من غروب الشمس الى غروب الشفق وهو البياض، ملخصاً البحر الرائق ص۲۴۵، ج ۱، شامی ص ۳۶۱ ج ۱، بدائع الصنائع ص ۳۲۰ ج ۱، كتاب الصلاة مكتبه زكريا ديوبند، كان تاخيرها مكروهاً الافي يوم غيم فتؤخر فيه حتى يتيقن الغروب، مراقى مع الطحطاوي مختصراً ص ۱۴۷، مطبوعه مصرى. مجمع الانهر ص ۱۰۹ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[3] الكبيرة السابعة والسبعون تعمد تاخير الصلاة عن وقتها، (الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۱۰۴، ج ۱)

(صفحہ ہذا) [1] ووقت المغرب منه الى غروب الشفق الخ شامى كراچى ص ۳۶۱ ج ۱، كتاب الصلاة. مجمع الانهر ص ۱۰۵ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص ۵۱ ج ۱ الفصل الاول فى الاوقات، مطبوعه كوئٹه.

کے بعد دعا بھی پوری ہو جائے[1]۔ جب مؤذن موجود ہو تو بہتر ہے کہ وہی تکبیر کہے یا دوسرے کو اجازت دیدے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۵ ۱۴۰۱ھ

نماز مغرب غروب کے ساٹھ منٹ بعد ادا کرنا

سوال:- اگر کسی نمازی نے نماز مغرب غروب شمسی کے ساٹھ منٹ بعد پڑھی تو نماز مغرب ادا ہوئی یا قضاء رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے اطراف میں نماز مغرب کا وقت ساٹھ منٹ سے زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اس کی نماز قضاء نہیں ہوئی، بلکہ ادا ہوئی[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

---

[1] وأما إذا كان فى المغرب فالمستحب ان يفصل بسكتة يسكت قائما مقدار بما يتمكن من قراء ة آيات قصار الخ عالمگيرى ص۵۷ ج ۱، مطبوعه كوئٹه، الباب الثانى فى الأذان، شامى زكريا ص ۳۸۹ج ۱ باب الأذان، مراقى الفلاح ص ۱۵۹ باب الأذان، مصرى.

[2] اقام غير من اذن بغيبة لايكره مطلقاً وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة أي لم يرض به الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص۶۵ ج۲ باب الأذان مطلب فى المؤذن اذا كان غير محتسب فى أذانه، عالمگيرى ص۵۴ ج ۱ الفصل الأول باب الأذان كوئٹه.

[3] واٰخر المغرب الى اشتباک النجوم الخ درمختار على الشامى زكريا، ص:۲۷، ج:۲، كتاب الصلوٰة.تاتارخانية ص ۴۰۳ ج ۱ المواقيت كتاب الصلوة مطبوعه كراچى، النهر الفائق ص ۱۵۹ ج ۱ كتاب الصلوة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

عصر اور مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

سوال:- (۱) سایہ اصلی چھوڑ کر ابتدائے مثلین سے غروب آفتاب تک دو گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے یا پونے دو گھنٹہ کا اور کیا کسی موسم میں یہ فاصلہ دو گھنٹہ کا ہوتا ہے؟

(۲) ابتدائے مثلین سے غروب آفتاب تک کا درمیانی فاصلہ گرمی سردی وغیرہ اختلاف موسم کی بناء پر بدلتا رہتا ہے یا ہمیشہ یکساں ہی رہتا ہے؟ اگر درمیانی فاصلہ بدلتا ہے تو کس موسم میں کس جگہ تقریباً کتنے منٹ کا فرق رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ سب جگہ اور ہمیشہ یکساں نہیں؟

(۲) بدلتا رہتا ہے سردی میں کم ہوتا ہے، مقامات کے لحاظ سے تفاوت بھی مختلف ہوتا ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/ ۹۵ھ

مغرب اور فجر کا وقت برابر ہے

سوال:- نقشہ دائمی (جو سید طاہر حسین کا تیار کردہ اور مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب، مولوی حاجی کرامت اللہ صاحب، مفتی نورالدین صاحب کا تصدیق شدہ ہے) میں تحریر ہے کہ مغرب کا وقت بھی فجر کے وقت کے برابر ہے یعنی ایک گھنٹہ بیس منٹ ہے مگر ایک صاحب

---

[۱] لان الوقت يختلف باختلاف كثير من الاقطار شامی کراچی ص ۳۶۳ ج۲، كتاب الصلوة، مطلب في فاقد وقت العشاء كاهل بلغار. ويختلف باختلاف الزمان والمكان اى طولاً وقصراً او انعداما بالكلية در مختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰ ج ۱ اوقات الصلوة مطلب فی تعبده عليه الصلاة والسلام مجمع الانهر ص ۱۰۵ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت.

فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت تارے چمکنے پر ختم ہو جاتا ہے۔ صرف آدھ گھنٹہ ہے، کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فجر کا وقت اور مغرب کا وقت تقریباً برابر ہے محض تارے چمکنے پر مفتیٰ بہ قول کے موافق ختم نہیں ہوتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مغرب وعشاء کی نمازوں میں فاصلہ

سوال: -مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک کا کم از کم کیا فاصلہ ہونا چاہئے یہاں عام طور پر رواج بنایا گیا ہے کہ اس کے درمیان زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فاصلہ رکھتے ہیں اگر کوئی عالم یا عابد اس طریق کار کا شکار بن جائے تو آپ اس کی نماز ہونے نہ ہونے کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے اطراف میں مغرب سے عشاء تک کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، غروب شمس سے شفق ابیض کے غروب ہونے تک اتنا ہی وقت ہوتا ہے جس کا دل چاہے مشاہدہ کر لے یا یہاں کی جنتریوں میں دیکھ لے اس سے کم فاصلہ پر عشاء کا وقت شروع نہیں ہوتا لہٰذا یہ نماز قبل از وقت ہوئی جس کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے، ایک قول پر صحیح بھی ہو جائیگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/ ۹۲ھ

---

[1] أنظر البحر الرائق ص۲۴۸ ج۱، كتاب الصلاة، طبع كوئٹه. مجمع الانهر ص۱۰۵ ج۱ اوقات الصلوة، دار الكتب العلمية بيروت عالمگيرى ص۵۱ ج۱ الفصل الاول فى اوقات الصلوة، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص۳۶۱ ج۱ قبيل مطلب فى صلوة الوسطىٰ.

[2] ووقت المغرب من غروبها إلى مغيب الشفق وهو البياض الكائن في الأفق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقت عشاء وتراویح

سوال: -نقشہ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰ ؍رمضان المبارک کو افطار ریواڑی کا ۶ ؍بجکر ۲۹ ؍منٹ پر تھا شبینہ کی وجہ سے عشاء کی اذان ۷ ؍بجکر ۳۰ ؍منٹ پر دی گئی اور ۵ ؍منٹ بعد یعنی ۳۵ ؍ پر جماعت کردی گئی لہٰذا اذان وجماعت ہوئی یا نہیں اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یا نہیں؟ اور تراویح ہوئی یا نہیں؟ اور اس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عشاء کا وقت مغرب کے وقت کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے، شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں، اول یہ کہ اس سے مراد حمرت ہے اسی کو مراقی[1] الفلاح (ص ۵۹) میں مفتی بہ کہا گیا ہے یہی صاحبین کا قول ہے، دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرت کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے[2] لہٰذا اگر اس روز ۷ ؍بجکر ۳۰ منٹ پر شفق احمر غائب ہوچکی تھی مگر شفق ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قول اول پر نماز واذان درست ہوگی اور قول ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرض عشاء کا اعادہ کرلیا جائے اور بس اور اگر شفق ابیض

(صفحہ گذشتہ) بعد الحمرة وقالا هو الحمرة، قال ابن نجيم ان الصحيح المفتى به قول صاحب المذهب لاقول صاحبيه واستفيد منه إنه لايفتى، ولايعمل الابقول الإمام (مجمع الأنهر ص۱۰۵-۱۰۶، ج۱) كتاب الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. الدر المختار على الشامى كراچى ص ۳۶۱ ج۱ مطلب فى الصلاة الوسطى، عالمگيرى ص ۵۱ ج۱، الفصل الاول فى اوقات الصلاة مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [1] والمغرب منه إلى غروب الشفق الاحمر على المفتى به وهو رواية عن الامام وعليها الفتوى وبها قالا (مراقى مع الطحطاوي ملخصاً ص ۱۴۲) كتاب الصلاة مصرى.

[2] إن النظر عند الترجيح افاد ترجيح أنه البياض هنا (فتح القدير ص۲۲۳، ج۱) باب المواقيت، دار الفكر بيروت، البحر الرائق ص ۲۴۶، كوئٹه، كتاب الصلاة.

بھی غائب ہو چکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی، اگر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے[1] سنن وتراویح کا اعادہ نہیں[2] نماز وتر تو بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا۔ اس کا بھی اعادہ نہیں۔

تنبیہ:- غروب شفق کا وقت اختلافات زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بارہ بجے کے بعد نماز عشاء

سوال:- کیا بارہ بجے کے بعد عشاء کی نماز مکروہ ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نصف شب کے بعد تک نماز عشاء کو مؤخر کرنا مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عشاء کی نماز تین بجے رات میں

سوال:- عشاء کی نماز اگر ایک یا دو یا تین بجے رات میں پڑھی جائے تو یہ ادا ہوگی یا قضاء؟

---

[1] القضاء فرض في الفرض (عالمگیری ص ۱۲۱، ج ۱، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

[2] والسنن إذا فاتت عن وقتها لم يقضها الا ركعتي الفجر (عالمگیری ص ۱۱۲، ج ۱، الباب التاسع فی النوافل) إذا فاتت التراويح لاتقضى بجماعة ولابغيرها وهو الصحيح (عالمگیری ص ۱۱۷، ج ۱، فصل فی التراویح، مطبوعه کوئٹه) تاتارخانیه ص ۶۴۲ ج ۱ الفصل الحادی عشر فی التطوع قبل الفرض وبعده الخ مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۲۳۵ ج ۲ الفصل الحادی عشر التطوع قبل الفرض وبعده مطبوعه ڈابھیل.

[3] ان التاخير الى نصف الليل ليس بمستحب وقالو انه مباح والى مابعده مكروه (البحر ص ۲۴۸ ج ۱، شامی کراچی ص ۳۶۸ ج ۱، اول کتاب الصلوة)

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت پڑھنے سے بھی نماز ادا ہی ہوگی قضا نہیں ہوگی، مگر اتنی دیر تک مؤخر نہ کریں، جماعت کے ساتھ وقت مقررہ پر ادا کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۵ ۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۵ ۹۳ھ

انگلینڈ میں وقت عشاء

سوال:- یہاں انگلینڈ میں آج کل چھ گھنٹے کی رات ہوتی ہے تو اکثر فتوے کے مطابق شفق احمر کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے، کوئی ایک گھنٹہ کے بعد، ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد، کوئی سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتا ہے لیکن ابھی بعض لوگ غروب کے بعد ۳۶/منٹ کے بعد یا ۴۳/منٹ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے ہیں تو کیا عشاء کی نماز ہو جاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شفق احمر غروب ہونے پر بھی نماز عشاء کا وقت آجائے گا۔ جتنے منٹ بعد بھی غروب ہو، شفق ابیض غروب ہونے پر بالاتفاق وقت عشاء شروع ہو جائے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وقت العشاء والوتر من غروب الشفق الى الصبح كذا في الكافي (هنديه ص ۵۱، ج ۱، مطبوعه كوئٹه، بحر ص ۲۴۶، ج ۱، شامی کراچی ص ۳۶۱، ج ۱) كتاب الصلاة.

[2] أي وقت العشاء والوتر من غروب الشفق الى طلوع الفجر اما اوله فقد اجمعوا انه يدخل بمغيب الشفق على اختلافهم في الشفق الخ. (زيلعى ص: ۸۱، ج: ۱، كتاب الصلاة، مطبوعه امداديه ملتان) الدر المختار على الشامى كراچى ص ۳۶۱ ج ۱ كتاب الصلوة، تاتارخانيه ص ۴۰۳ ج ۱ المواقيت مطبوعه كراچى.

تہجد کا وقت

سوال:-ایک شخص دس گیارہ بجے نفل وتر پڑھ کر سو جاتا ہے کہ اگر تہجد کیلئے بیدار نہ ہوا جائے تو نفل رات کی اسکو تہجد میں مجرا ملیں گے یہ شخص بارہ ایک بجے جاگتا ہے لیکن اس وقت تہجد اس نیت سے نہیں پڑھتا کہ شاید صبح کی نماز کیلئے بعد میں نہ جاگ سکے اور اخیر رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہے اور اس وقت تہجد بھی ادا کرے اور ساتھ ہی نماز صبح بھی ادا کرے اگر یہ شخص تہجد کیلیے صبح نہیں جاگتا تو کیا سونے کے وقت کے نفل اسکو تہجد میں مجرا کیا ہے یا بارہ ایک بجے جب کہ وہ جاگے اسی وقت تہجد ادا کرے بہتر طریقہ سے مطلع فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تہجد کا اصل وقت سو کر اٹھ کر اخیر شب ہے[1] اگر اس وقت نہ اٹھ سکے تو سونے سے پہلے بھی پڑھ لینے سے ثواب مل جائیگا پھر سونے سے پہلے جس قدر تاخیر ہو جائے مثلاً ایک بجے سوئیگا تو اسی وقت پڑھ لے یہ زیادہ اچھا ہے اگر چہ دس بجے پڑھنے سے بھی اجر کا مستحق ہوگا[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ

تہجد کا وقت کس وقت تک

سوال:-مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۸۹/ جلد اول مکتوبات نمبر ۷۷/ میں شیخ الاسلام

---

[1] يحسب احدكم اذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد ان يصلى الصلاة بعده رقدة. وتلك كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ اعلاء السنن ص ۴۹ ج۷ كتاب الصلوة باب فصل صلوة الليل، مطبوعه امداديه مكة المكرمة.

[2] هذه السنة تحصل التنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم (شامی زكريا ص ۴۶۷ ج۲) باب الوتر والنفل مطلب في صلاة الليل، وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل وهو يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم الخ البحر الرائق ص ۵۲ ج۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجديه كوئٹه، اعلاء السنن ص ۵۰ ج۷ قبيل باب جواز التنفل قائماً، مطبوعه امداديه مكة المكرمة.

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے صلاۃ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک بیان فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور اخیر شب میں بھی تہجد پڑھی ہے مگر آخری ایام میں اور زیادہ اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے جس قدر بھی رات کا حصہ متأخر ہوتا جاتا ہے برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سدس اخیر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں تہجد ترک ہجود یعنی ترک نوم سے عبارت ہے اس لیے اوقات نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں اتنا ارشاد کیا گیا ہے لیکن یہ بات ارشاد نہیں کی کہ کوئی شخص اگر نماز تہجد کا پابند ہو اور کسی وجہ سے سفر میں تھا، نیند آ گئی آنکھ نہ کھل سکی اور نماز تہجد رہ گئی ساتھ ہی تسبیح وغیرہ اذکار رہ گئے تو دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے یا دس بجے کے اتنی ہی پڑھ لے تو کیا نماز تہجد اداء میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اس ناکارہ نے حضرت محمد یوسف صاحب خلیفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ سے سنا تھا کیا ایسا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں ایسا شخص تہجد کی فضیلت سے محروم نہیں رہے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۶ھ

عشاء سحری تہجد وغیرہ کے اوقات

سوال:- کیا نماز عشاء اور نماز تہجد اور سحری کھانے کے وقت کی انتہاء ایک ہے، یعنی صبح

---

[1] عن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيْمَا بَيْنَ صَلاةِ الْفَجْرِ وَصَلاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ رواه مسلم.(مشكوة شريف ص ۱۱۰، باب القصد في العمل)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے وظیفے یا اس میں سے کچھ حصے (کے پڑھنے سے) سو جائے پھر اس کو فجر اور ظہر کے درمیانی وقت میں پڑھا تو اس کے لئے ثواب اسی طرح لکھا جائے گا جیسا کہ اس نے رات میں پڑھا ہو۔

صادق کے اندر تک ان تینوں کی انتہاء ہے اور تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہاء کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان سب کا انتہائی وقت ایک ہے طلوع صبح صادق سے کچھ دیر پہلے سحری کھانا افضل ہے سحری میں دیر چاہیے مگر نہ اس قدر کہ صبح صادق ہو جانے کا شک ہو جائے بلکہ اس سے پہلے پہلے ختم ہونی چاہیے[1] اور تہجد کا وقت بھی عشاء کے بعد تمام رات ہے لیکن سو کر اٹھ کر پڑھنا زیادہ موجب ثواب ہے اور سب سے آخر میں پڑھنا افضل ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تہجد کا وقت

سوال:- تہجد کی نماز کب لاگو ہوتی ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی انسان رات بھر نہ سوئے اس پر تہجد کی نماز لاگو نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ ایک نیند نکالنے کے بعد ہی نماز تہجد لاگو ہوتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عامۃً بعد عشاء لوگ سو جاتے ہیں پھر اٹھ کر نماز پڑھی جاتی ہے تو وہ تہجد کہلاتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص تمام رات بیداری اور نماز میں مشغول رہے تو اس کا اجر عام تہجد

---

[1] ویستحب السحور وتاخیره الدرالمختار فان شک کره الأکل في الصحیح، (شامی کراچی ص۴۱۹ ج۲، بدائع ص۲۶۶ ج۲، کتاب الصوم، مکتبه زکریا دیوبند الهندیه ص۲۰۰ ج۱، مطبوعه کوئٹه).

[2] وماکان بعد صلاة العشاء فهو من اللیل، انما التهجد المرء یصلی الصلاة بعد رقدة. شامی کراچی ص۲۴، ج۲، مطلب في صلاة اللیل أن قیام اللیل وقته بعد صلوة العشاء الخ اعلاء السنن ص۵۰ ج۷ قبیل باب جواز النفل قاعداً. مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

سے کم ہے بلکہ اجر زیادہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تہجد اور وتر کا آخری وقت

سوال:- غلبۂ نیند کی وجہ سے نماز تہجد کی پابندی نہیں ہوتی، سو تہجد اور وتر کی نمازوں کا آخری وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صبح صادق پر تہجد اور وتر کا وقت ختم ہو جائے[2]۔ اگر ابھی آخر شب میں اٹھنے کی عادت پختہ نہیں تو وتر سونے سے پہلے ہی پڑھ لیا کریں[3]۔ قضا کرنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۴/ ۸۹ھ

وقت اشراق

سوال:- طلوع آفتاب ۴/ بج کر اٹھارہ منٹ پر ہے اور ایک شخص اشراق کی نماز ۴/ بجکر ۲۵/ منٹ پر شروع کرے تو کیا صحیح نہیں ہوئی کم سے کم کتنا توقف کیا جائے۔

---

[1] وماكان بعد صلاة العشاء فهو من الليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم (شامی کراچی ص۲۴ ج۲) مطلب في صلاة الليل باب الوتر والنوافل. إنما التهجد ان يصلى بعد رقدة الخ اعلاء السنن ص ۵۰ ج۷ قبيل باب جواز النفل قاعداً الخ مطبوعه مكة المكرة.

[2] ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح (الدرمع الرد كراچی ص ۳۶۱ ج۱) كتاب الصلاة. عالمگیری ص۵۱ ج۱ الفصل الاول فی اوقات الصلوة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۰۶ ج۱ مواقيت الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وتاخير الوتر الى آخر الليل لواثق بالانتباه وإلا فقبل النوم (الدرمع الرد ص ۳۶۹ ج۱) مطلب يشترط العلم بدخول الوقت. عالمگیری ص۵۲ ج۱ الفصل الثانی فضيلة الاوقات مطبوعه كوئٹه. مجمع الانهر اوقات الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی دیر میں شعاع شمس صاف نہیں ہوتی بلکہ وقت مکروہ رہتا ہے بیس منٹ میں بالکل وقت مکروہ خارج ہوجاتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/ ۹۶ھ

سورج طلوع ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے اور وقت اشراق

سوال:- جب سورج نکلنا شروع ہوتا ہے تو کتنے منٹ میں پورا نکل آتا ہے اور اشراق کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سورج جب نکلنا شروع ہوتا ہے تو دو منٹ چوبیس سکنڈ میں پورا نکل آتا ہے، پھر جب اس کی طرف نظر نہ کی جاسکے اور بالکل سفید ہوجائے تب اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ عامۃً بیس منٹ کے بعد بالکل سفید ہوجاتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عید کا وقت

سوال:- (۱) نماز عید الفطر عید الاضحیٰ میں اگر صبح سے بارش شروع ہوگئی اور دو بجے دن

---

[1] وندب أربع فصاعداً في الضحى على الصحيح من بعد الطلوع إلى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار (درمختار مع الشامی ص ۲۲ ج۲، مطلب سنة الضحى باب الوتر والنوافل). وابتداء ه من ارتفاع الشمس الى قبيل زوالها الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۲۱ فصل فی تحية المسجد الخ مطبوعه مصری.

[2] مادامت العين لاتحار فيها فهی في حكم الشروق (شامی نعمانيه ص۲۴۸، ج۱، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت طحطاوي ص ۱۴۹) قاضيخان ص۷۴ ج۱ كوئٹه كتاب الصلوة.

تک بہت زوروں کی بارش ہوتی رہی سردست شامیانہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکا مسجد میں برساتی نہیں ہے جس سے کہ بارش کا بچاؤ ہوسکے تو کیا بعد دو بجے دن کے نماز عیدالفطر یا نماز عیدالاضحیٰ پڑھی جاسکتی ہے؟

(۲) اگر نہیں پڑھی جاسکتی تو کیا کرنا چاہیے کیسے نماز ادا ہو کوئی عمارت نہیں ہے جس میں نمازی آسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زوال آفتاب کے بعد نماز عیدین درست نہیں، مجبوری کی حالت میں عیدالفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے اور عیدالاضحیٰ کی نماز دوسرے دن بھی نہ ہوسکے تو تیسرے دن پڑھی جائے، **وابتداء وقت صلاة العيد من ارتفاع الشمس الى قبيل زوالها وتوخر صلاة عيد الفطر بعذر كالمطر ونحوه الى الغد فقط وتؤخر صلاة عيد الاضحى بعد ذلك الى ثلاثة ايام اهـ (طحطاوي ومراقى الفلاح)**[1]

(۲) ع۱ میں جواب آگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے اوقات کی تعیین!

سوال: - پابندیٔ وقت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازوں کیلئے جو اوقات مقرر کئے جاتے ہیں اسمیں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ سب

---

[1] طحطاوی مع المراقی الفلاح ص:۴۳۶، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، الشامی کراچی ص۱۷۶ ج۲، باب العیدین والبحر ص۱۶۲ - ۱۶۳ ج۲. مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کو جماعت مل جائے کسی کو شکایت کا موقع نہ ہوتا ہم ضرورت عذر کی وجہ سے کچھ تقدیم وتاخیر کردی جائے تو مضائقہ نہیں، جب تک کہ حد کراہت میں نہ آئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اوقات نماز کی تعیین جنتریوں سے

سوال:- ہر شہر میں مقامی ریلوے وقت، پوسٹ کا وقت نماز کے لیے مقامی وقت میں آدھا گھنٹہ سے زیادہ فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے شریعت کے مسئلہ سے واقف کرائیں تاکہ مقامی لوگوں کو وقت نماز صحیح معلوم ہوجائے، چند لوگوں نے ریڈیو کے وقت پر زور دیا ہے، مشاہدہ ہے کہ بجلی کی کڑک اور چمک سے دو تین سکنڈ اور زیادہ بھی فرق پڑ جاتا ہے گو ایک ہی میل کے اندر ہی واقع ہوتے ہیں بجلی سے چلائی جانے والی ریڈیو رسدگاہ مدراس سے ہم تک ۱۰۰ر کلومیٹر سے زائد ہے چار پانچ منٹ کا فرق ہوجاتا ہے اکثر مسجدوں میں صحیح وقت بتانے والی گھڑی مستعمل ہے جو بہت ہی قیمتی ہے، اس کے پرزے گرمی اور جاڑے میں صحیح وقت بتاتے ہیں، ایسی گھڑی کا استعمال کرنا لازم ہے یا اندازہ سے نماز ادا کرلینی چاہیے مقامی وقت (جس مسجد میں) دریافت کرلینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اوقات الصلاۃ کے مطابق غروب آفتاب میں دس منٹ زیادہ کرلیتے ہیں، ایک مقام پر طلوع اور غروب میں کتنے منٹ کا اضافہ کرلینا چاہیے؟ شہر میں کئی مسجدیں ہوں ایک ساتھ اذان دینا ناممکن ہے، اگر آگے پیچھے ہوجائیں تو کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اوقات نماز کی تعیین اصالۃً علامات سماویہ سے کی جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم، حدیث

---

[1] وينتظر الاقامة ليدرک الناس الجماعة يجوز ولو اخر بعد الاجتماع لا بزازية ص ۲۵ ج۴، مطبوعه كوئٹه، وفي الشامية رئيس المحلة لاينتظر مالم يكن شريراً والوقت متسع الدرالمختار على الشامي كراچی ص ۴۰۰ ج ۱، باب الاذان شامی زکریا ص ۷۱ ج ۲.

شریف اور کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے[۱] انہیں علامات سے جنتریاں بنائی جاتی ہیں، اگر ان علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر وباراں وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفین فن کی بنائی جنتریوں پر مجبوراً اعتماد کرنا پڑتا ہے جس جنتری اور جس گھڑی پر صحت کا ظن غالب ہو اور تجربہ سے اسکا صحیح ہونا معلوم ہو چکا ہو اسکے مطابق عمل کر لینا براءۃِ ذمہ کیلیے انشاء اللہ کافی ہے[۲] طلوع، غروب، زوال، صبح صادق کا وقت ہر علاقہ میں یکساں نہیں، اسلیے اوقات نماز میں بھی تفاوت ہو جاتا ہے۔[۳] ایک ہی شہر کی متعدد مساجد میں اگر اذانیں قدرے تفاوت سے ہوں تب بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازوں کے اوقات جنتری سے مقرر کرنا

سوال:- حاجی اور نمازی کچھ اس قدر نیک ہیں کہ ان کی باتیں سمجھ سے بالاتر ہیں ان کے آئے دن کے مسائل سے مساجد ویران ہیں یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ کسی بھی وقت کی

---

[۱] قال اللّٰہ تعالیٰ : إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً سورة نساء آيت ۱۰۳ . عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم ان للصلوة اولاً واٰخراً وان اول وقت صلوة الظهر حين تزول الشمس واٰخر وقتها حين يدخل وقت العصر الحديث. ترمذی شريف ص۳۹ ج۱ باب ماجاء فی مواقيت الصلوة الخ مطبوعه اشرفی ديوبند. در مختار على الشامی كراچی ص۳۵۷ ج۱ مواقيت الصلوة ، البحر الرائق ص۲۴۴ ج۱ مواقيت الصلوة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] فينبغی الاعتماد فی أوقات الصلوة وفی القبلة علىٰ ما ذكره العلماء الثقات فی كتب المواقيت وعلىٰ ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب فانها وإن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية. شامی كراچی ص ۴۳۱ ج۱ باب شروط الصلوة مبحث فی استقبال القبلة.

[۳] لأن الوقت يختلف باختلاف كثير من الأقطار شامی كراچی ص ۳۶۳ج۲، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار.

جماعت کی نماز میں لوگوں کی رعایت ضروری ہے۔ یا جوٹائم مقرر علی الاعلان کیا گیا ہے کبھی معترض حاجی ونمازی کہتے ہیں کہ میں سنتیں پڑھ رہا تھا کہ امام نے جماعت کی تکبیر کیوں پڑھنے دی، کبھی کہتے ہیں کہ جماعت کی نماز بہت طویل ہونی چاہیے اگر کبھی اتفاق سے پہلے آ گئے تو سارے اعتراض مفقود ورنہ اعتراض کی باری ہے، سوال یہ ہے کہ

(۱) نماز جماعت میں کسی کا لحاظ پاس ہے یا ٹائم مقررہ کا سنت کے مطابق؟

(۲) کیا نماز جماعت کو آدمیوں کی کھانسی یا آواز سن کر طویل کر دیا جائے یا نہیں؟

(۳) فجر کی نماز کی جماعت کس وقت ہونی چاہیے، کیا پندرہ منٹ تک جماعت کھڑی رہے یا اتنی طویل ہونی جاہیے کہ اگر کسی کو غسل جنابت کی ضرورت ہو تو وہ غسل کر کے سنتیں پڑھے اور اس کی پہلی رکعت نہ نکل سکے اور آفتاب طلوع ہونے سے کتنی دیر پہلے جماعت ختم ہو جانی چاہیے اور کتنی طویل؟

(۴) جو امام مسجد سے بدتمیزی سے پیش آئے خواہ حاجی ہو یا نمازی وہ کیسا ہے؟ آیا اس کی نماز بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس پریشانی سے نجات کیلئے سلامتی اس میں ہے کہ سال بھر کی نمازوں کے اوقات وہاں کے حالات کے مناسب جنتریوں کو دیکھ کر نیز آس پاس کی مسجدوں کا حال معلوم کر کے متعین کر لئے جائیں اور ہر ماہ کا نقشہ اوقات مسجد میں لگا دیا جائے تا کہ امام صاحب اس وقت پر جماعت شروع کرا دیا کریں اور آنے والے اس کی پابندی کریں[۱]۔

(۲) لوگوں کا جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد پہونچ کر اس لیے کھانسنا کہ امام صاحب نماز طویل کر دیں اور اس پر امام صاحب کا نماز طویل کرنا شرعاً درست نہیں[۲]

---

[۱] ملاحظه هو احسن الفتاوی ص ۱۶۳، ج ۱ اشرفی دیوبند.

[۲] و کره تحریما اطالة رکوع او قرأة لادراک الجائی الخ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۳) فجر کی جماعت آفتاب نکلنے سے اتنے پہلے ختم کردی جائے کہ اگر سلام کے بعد معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوئی مثلاً امام صاحب نے بے خبری میں بلا غسل پڑھادی پھر ان کو معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت ہے تو وہ جلدی جلدی غسل کر کے دوبارہ جماعت طلوع سے پہلے کرادیں تب سورج نکلے مثلاً طلوع سے ۱۵ر منٹ پہلے ختم ہوجائے[۱] اور نماز فجر میں قراءت طویل مسنون ہے۔ سورۂ حجرات سے سورۃ البروج تک[۲] جب جماعت کا وقت متعین کردیا جائے گا۔ تو امید ہے کہ شکایت ختم ہوجائے گی۔

(۴) امام کا احترام واجب ہے اس سے بدتمیزی سے پیش آنا بڑی غلطی ہے کہ جس کی اقتداء میں سب سے افضل عبادت ادا کرنا ہے اس کا احترام کرنا انتہائی ضروری ہے تاہم نماز اس کی بھی ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پاکستان سے شائع شدہ جنتری کا حال

سوال:- پاکستان سے ایک تحقیقی بہ سلسلہ وقت فجر وعشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا

(صفحہ گذشتہ) الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۱۹۸ ج۲، باب صفة الصلاة مطلب في اطالة الركوع للجائی. البحر الرائق ص ۳۵۱ باب الامامة مطبوعه الماجديه ج ۱ کوئٹه، تاتارخانيه کراچی ص ۵۲۰ ج ۱ الآذان نوع آخر فی آذان المحدث والجنب الخ.

(صفحہ ہذا) [۱] والمستحب الابتداء في الفجر باسفار والختم به هو المختار بحيث يرتل اربعين آية ثم يعيده بطهارة لوفسد الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۴ ج۲، کتاب الصلاة في بيان أوقات الصلاة. المحيط البرهانی ص۷ ج۲ فضيلة الاوقات، الفصل الاول فی المواقيت مطبوعه ڈابھیل تاتارخانيه ص۴۰۴ ج ۱ فضيلة الاوقات، مطبوعه کراچی.

[۲] ويسن في الحضر طوال المفصل من الحجرات الى البروج في الفجر والظهر الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۶۱ ج۲، باب صفة الصلاة. مجمع الانهر ص۱۵۸ ج ۱ فصل فی القرأة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری ص۷۷ ج ۱ الفصل الرابع فی القرأة مطبوعه کوئٹه.

وقت جو کہ جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نماز فجر قبل طلوع صبح صادق ہو جاتی ہے جب کہ متصل ختم وقت سحر پڑھی جائے، دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تحقیق آپکے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نمازِ فجر متصل ختم وقت سحر پڑھے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے، ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے افطار وسحر سے متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کر دیا گیا تھا اس لئے صبح صادق، طلوع یا زوال مثلین یا غروب شمس، غروب شفق کی تحقیق وتفتیش کیلئے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دوربین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما وقبلہ نما سے مدد لی ایک ہی مقام سے متعلق ایک سے لے کر ۱۸/منٹ تک فرق نکلا، تقریباً دو ہفتے تک کوشش کر کے معذرت کر دی تھی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نماز فجر ادا کی جارہی ہے، اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط یا دوسرے قصبہ والوں کی نمازِ فجر غلط، جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور ہر جنتری کو تصدیق علماء کا شرف بھی حاصل ہے، اگر سحری صبح کے وقت مشتہر سے قبل ختم کر دیجائے اور نماز فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے[1] تو کوئی خدشہ نہ رہے یا اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا تو لحاظ کر لیا جائے یہ خدشہ دفع ہو کر نماز بالتعین صحیح وقت پر ادا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ويكره تأخير السحور الى وقت يقع فيه الشك الخ عالمگيرى ص ۲۰۰ ج ۱ الباب الثالث فيما يكره للصائم الخ والمستحب للرجل الإبتداء في الفجر بإسفار والختم به شامى كراچى ص ۳۶۶ ج ۲.

اذان سے قبل نماز پڑھنے کا حکم

سوال :-اگر ہم صبح صادق یا اذان فجر سے پہلے فجر کی دو رکعت پڑھ لیں تو کیا ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صبح صادق کے بعد اذان فجر سے پہلے اگر دو سنت پڑھی تو ادا ہو جائے گی اگر صبح صادق سے پہلے پڑھی تو ادا نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز وقتِ مقررہ سے ایک دو منٹ آگے پیچھے ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال :- پانچوں نمازوں کا جو وقت مقرر کر لیا جاتا ہے جیسے فجر کا ۵/ بجے ظہر ۲½ بجے عصر ۵½ بجے وغیرہ وغیرہ ان مقررہ وقت کو اتنا سمجھنا ضروری ہے کہ ایک منٹ آگے ہو نہ پیچھے یہ کیسا ہے؟

(صفحہ گذشتہ) ویستحب تأخیر الفجر ولا یؤخرها بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس الخ عالمگیری ص ۵۲ ج ۱ الفصل الثانی فی بیان فضیلة الاوقات.

(صفحہ ہذا) [1] لایجوز اداؤهما (أي رکعتی الفجر) قبل طلوع الفجر (عالمگیری ص ۱۱۲، ج ۱، کتاب الصلوة، الباب التاسع، مطبوعه کوئٹه) سن للفرائض فلا اذان للوتر ولا للعبد الیٰ قوله ولا للکسوف والاستسقاء والتراویح والسنن الروتب الخ البحر الرائق ص ۲۵۶ ج ۱ باب الاذان مطبوعه الماجدیه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۲۳۷ ج ۲ الفصل الحادی عشر التطوع قبل الفرض وبعده مطبوعه ڈابهیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک منٹ آگے پیچھے ہونے سے نماز ناجائز نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷ ۹۳ھ

وقت مقررہ سے کچھ پہلے نماز

سوال:- امام اپنی خوشی کے مطابق نماز پڑھاوے وقت کے خلاف یہ عمل کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نماز کا وقت ہی نہ ہوا ہو تو نماز پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے[۲]۔ اگر وقت تو ہوگیا لیکن کسی عارض کی وجہ سے وقت مقررہ سے دو چار منٹ پہلے امام نے نماز پڑھادی اور پابند جماعت نمازی بھی آچکے تھے تو اس میں مضائقہ نہیں اگر پابند جماعت نمازی نہیں آئے تھے تو وقت مقررہ تک ان کا انتظار کرنا چاہئے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۶/۶/۵۷ھ

---

[۱] وأجمعوا أن خيار التاخير الى ان لايسع الاجميع الصلاة (شامی کراچی ص ۳۵۶ ج ۱) کتاب الصلاة، مطلب فيما يصير به الكافر مسلماً، وراجع فتاوى دارالعلوم ص ۵۱ ج ۲، أوقات الصلاة.

[۲] يشترط لصحة الصلاة دخول الوقت واعتماد دخوله (شامی ص ۳۷۰ ج ۱، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت كتاب الصلاة، شامی نعمانيه ص ۲۴۷ ج ۱، مراقی الفلاح ص ۱۷۳)

[۳] ويفصل بين الاذان والاقامة بقدر مايحضر الملازمون للصلاة (بقيه آئنده صفحه پر)

وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کرنا کسی کے انتظار میں!

سوال:- مساجد میں عموماً جماعت کیلئے وقت مقرر ہوتا ہے لیکن اگر کبھی کسی وجہ اور کسی ضرورت سے امام پانچ سات منٹ کی تاخیر کردے وقت مقررہ سے تو کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی معزز عالم دین اور کسی بزرگ کے انتقال پر بھی تھوڑی سی تاخیر ہوسکتی ہے، اکثر لوگ اس پر خفا ہوجاتے ہیں اور وقت مقرر پر تاخیر کو حرام اور گناہ تصور کرتے ہیں، لہٰذا اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازوں کے اوقات میں موجودہ مروجہ گھڑی کے اعتبار سے سہولت پیدا ہوتی ہے کہ پابند جماعت نمازی شرکت جماعت سے محروم نہ رہیں اگر اسمیں قدرے تغیر ہوجائے اور شرعی طریقے پر وقت مکروہ داخل نہ ہو تب بھی نماز بالیقین درست ہوجاتی ہے، یہ عقیدہ رکھنا کہ پانچ سات منٹ تاخیر کرنے سے نماز درست نہیں ہوگی یا یہ تاخیر کرنا حرام ہے غلط عقیدہ ہے اس کی اصلاح ضروری ہے، جو شخص جماعت کا پابند ہو اور اتفاق قیہ طور پر کبھی اس کو تاخیر ہوجائے تو اس کی خاطر سب کو انتظار کرنے میں مضائقہ نہیں اگر کوئی شخص شریر ہو کہ جماعت نہ ملنے کی وجہ سے فتنہ برپا ہوجائے تو اس کی خاطر بھی تاخیر کرنا درست ہے، البتہ باوجاہت کی وجہ سے خوشامدانہ انتظار نہیں ہونا چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ) مع مراعاة الوقت المستحب (نورالایضاح ص ۶۱) باب الاذان. عالمگیری ص۵۷ ج ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ مطبوعه کوئٹه، در مختار علی الشامی زکریا ص ۵۶ ج ۲ باب الاذان.

[1] وینتظر الاقامة لیدرک الناس الجماعة یجوز ولواخر بعد الاجتماع لا الا اذا کان ذاعداء شریرالنقص مساویه والامام کذلک. بزازیة علی هامش الهندیة ص ۲۵، ج ۴، کتاب الصلوة، الفصل الاول فی الاذان مطبوعه کوئٹه، وقال في الشامیة. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

جمع بین الصلوٰتین باعتبار وقت

سوال: -جمع بین الصلوٰتین بحالت سفر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین سفر میں بھی جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دھوپ سے عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ!

سوال: -ہمارے یہاں راجستھان میں آج کل طلوع وغروب کے اوقات میں اور یہاں کے اوقات میں بارہ منٹ کا فرق ہے حسینی دوامی جنتری میں یہاں کا طلوع آفتاب کا وقت ۶/۳۳/ اور نصف نہار کا وقت ۱۲/۳۰/ اور غروب آفتاب کا وقت ۶/۳۹/ لکھا ہے اور ہمارے یہاں ۱۲/منٹ بعد یہ اوقات ہوتے ہیں یعنی ۶/۴۵/ پر طلوع آفتاب اور ۱۲/۴۲/ پر نصف النہار اور ۶/۵۱/ پر غروب آفتاب اس لحاظ سے ہمارے یہاں اگر عصر کی نماز ساڑھے چار بجے ہو تو کیا صحیح ہوگی یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ) رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریر والوقت متسع (الدر المختار علی الشامی کراچی ص۴۰۰، ج ۱) باب الاذان شامی زکریا ص ۷۱ ج۲.تاتارخانیه کراچی ص۵۲۰ ج ۱ نوع آخر فی آذان المحدث والجنب الخ.

(صفحہ ہذا) [1] ولاجمع بین فرضین في وقت بعذر سفر ومطر (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۳۸۱ ج ۱) قبیل باب الاذان، وشامی نعمانیه ص۲۵۵ ج ۱، المراقی الفلاح مع الطحطاوي ص۱۴۳ مطبوعه مصری مواقیت الصلوة، البحر ص۲۵۴ ج ۱ قبیل باب الآذان مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هندیة ص ۵۲ ج ۱ . الفصل الثانی فی فضیلة الاوقات مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت سورج بالکل سر پر ہو کسی سیدھی چیز مثلاً لکڑی زمین میں گاڑ کر دیکھ لیا جائے کہ اس کا کتنا سایہ ہے اس کو سایہ اصلی کہتے ہیں پھر جب اس لکڑی کا سایہ دو مثل ہو جائے سایہ اصلی کے علاوہ تب عصر کا وقت شمار کیا جائے گا مثلاً لکڑی ایک گز کی ہے اور سورج سر پر ہونے کے وقت اس کا سایہ ایک بالشت ہے تو جب اس کا سایہ دو گز اور ایک بالشت ہو جائیگا تو سمجھئے کہ عصر کا وقت ہو گیا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قطب جنوبی وشمالی میں روزہ نماز کس طرح ہے؟

سوال :- قطب شمالی وقطب جنوبی کے مسلمان جہاں چھ مہینہ رات اور چھ مہینہ دن رہتا ہے، وہاں کے لوگ روزہ نماز کس طرح پورا کرتے ہیں؟ گھڑی گھنٹہ کے اعتبار سے یا دن رات کے اعتبار سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قطب شمال اور قطب جنوب میں کیا ہوتا ہے، وہ لوگ کس طرح روزہ نماز ادا کرتے ہیں، اس کا جواب ان سے ہی حاصل کیجئے پھر میرے پاس بھی بھیج دیجئے اسکے بعد دیکھ لیا جائیگا کہ

---

[1] ووقت العصر من صيرورة الظل مثليه غير فئ الزول الى غروب الشمس هكذا في شرح المجمع : (عالمگیری ص ۵۱ ج ۱) باب الاول في المواقيت، مطبوعه كوئٹه.وفى الشامى إن وجد خشبة يغرزها فى الأرض قبل الزوال وينتظر الظل مادام متراجعا الٰى الخشبة فإذا اخذ فى الزيادة حفظ الظل الذى قبلها فهو ظل الزوال الخ شامى زكريا ص۱۵ ج۲ فى مواقيت الصلوة البحر الرائق ص۲۴۵ ج ۱ فى مواقيت الصلوة مطبوعه الماجديه كوئٹه. تاتارخانيه ص۴۰۲ ج ۱ الفصل الاول فى المواقيت مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

ان کا عمل موافق شرع ہے یا نہیں؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷ ۹۵ھ

چھ مہینہ دن چھ مہینہ رات والے مقام پر نماز کی کیفیت

سوال:-جس ملک میں چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن رہتا ہے۔ وہاں دن والی نمازیں اور رات والی نمازیں دن میں ادا کرسکیں گے یا نہیں؟ اور اگر ادا کریں گے تو کس طرح ادا کرینگے آیا گھنٹوں کے اعتبار سے یا کسی اور اعتبار سے جواب مدلل اور واضح تحریر فرمائیں، نیز جس جگہ ادھر سورج غروب ہوا اور ادھر طلوع ہوا، اس کا کیا حکم ہے اور ہر دو ملک کس جگہ واقع ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گھنٹوں کے اعتبار سے ادا کریں گے مگر محققین فن جغرافیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ مقامات غیر آباد ہیں کسی حیوان کی زندگی وہاں دشوار ہے ایسے مقامات کو عرض تسعین کہتے ہیں[1] منتہائے آبادی جزیرۂ تولی ہے جس کا عرض خط استوا سے ترسٹھ درجہ ہے اور بعض ۶۴½ درجہ تک آبادی کے قائل ہیں۔ **ناظورة الحق وغيرها** سے معلوم ہوتا ہے کہ ازمنہ متاخرہ میں عرض ۶۶/ درجہ تک آبادی کے نشانات موجود تھے گھنٹوں کی تعیین وتفصیل آفتاب کی گردش کے ماتحت ہوگی پوری وضاحت مطلوب ہو تو مسٹر فریجر کے سوالات کے جوابات تحریر فرمودہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی دیکھئے مجموعہ الفتاوی[2] میں بھی اس کا ذکر ہے۔

اس مقام کا نام بلغار ہے یہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت نہیں ملتا بلکہ غروب کے بعد جلد ہی آفتاب طلوع ہو جاتا ہے مورخ مغربی ابن بطوطہ نے بھی تحفہ **النظار في غرائب**

---

[1] این موضع یعنی عرض تسعین مسکن حیوان نمی تواند شد چہ جائے انسان، فتاوی عزیزی ص: ۱۴۰/۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔ **ترجمہ**:-وہ جگہ عرض تسعین کی حیوان کا مسکن نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ کسی انسان کا۔

[2] مجمعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى ص ۵۲ ج ۱ كتاب الصلوة مطبوعه رشيديه كوئٹه.

الامصار میں اپنا اس مقام پر پہونچنا درج کیا ہے[1] اس مقام والوں کیلئے نماز عشاء کے متعلق کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ فرض ہی نہیں اسی پر علامہ شامی نے فتوی دیا ہے اور اسی کی موافقت حلوانی اور مرغینانی نے کی ہے، اسی کو شرنبلالی اور حلبی نے راجح کہا ہے۔

تنویر الابصار میں لکھا ہے کہ فرض ہے اندازہ سے پڑھیں قضاء کی نیت نہ کریں برہان کبیر نے اسی پر فتوی دیا ہے کمال نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ابن شحنہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، زیادہ بسط و تفصیل درکار ہو تو ردالمحتار[2] اور بحر کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کے لئے کس کا اعتبار کیا جائے

سوال:- دوامی اسلامی جنتری اور قاسمی جنتری میں کم وبیش ۴ رمنٹ کا فرق ہے، جنتری ریڈیو ٹائم کے مطابق تیار کی گئی ہے، قاسمی جنتری کے اول صفحہ پر نوٹ درج ہے کہ اس جنتری کو استعمال کرنے والے اپنی گھڑیاں ریڈیو ٹائم سے ملا کر رکھیں، اب صورت یہ ہیکہ گھڑیاں سب مسجدوں کی ریڈیو ٹائم سے چلتی ہیں، اور جنتری سے چار منٹ کے دوران نماز فجر ادا پڑھتے ہیں، ان کی نماز صحیح ہوتی

---

[1] وكنت سمعت بمدينة بلغار، وصلتها في رمضان فلما صلينا المغرب افطرنا واذن بالعشاء في اثناء افطارنا فصليناها وصلينا التراويح والشفع والوتر وطلع الفجر اثر ذلک (تحفة النظار ص۲۱۷ ج ۱، ایضاً ص: ۳۵۰، الفصل السابع مطبوعه در الکتب العلمية بيروت)

[2] وفاقد وقتهما كبلغار مكلف بهما فيقدر لهما ولاينوى القضاء لفقد وقت الأداء به افتى البرهان الكبير واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنه في الفازة وقيل لايكلف بهما لعدم سببهما وبه جزم في الكنز والدر والمنتقى وبه افتى البقال ووافقه الحلوانى والمرغينانى رجحه الشرنبلالى والحلبي (الدرالمختار مع الشامى كراچى ص۳۶۳، ج ۱، شامى نعمانيه ص ۲۴۲، ج ۱) مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار، كتاب الصلاة، البحر الرائق ص۲۴۶، ج ۱، كتاب الصلوة. منتخبات نظام الفتاویٰ ص۴۵ ج ۱ مطبوعه اسلامی فقه اکیڈمی انڈیا.

ہے، یا نہیں؟ ہمارے یہاں کی اکثریت دوامی اسلامی جنتری کو ہی صحیح مانتی ہے، جبکہ دوامی اسلامی جنتری کے ضمیمہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ریڈیو ٹائم سے ملانے والے تجاوت کرلیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چار منٹ کا فرق ایسا نہیں کہ جس کا لحاظ رکھنے سے کچھ پریشانی لاحق ہو اس کی رعایت ہی سے نماز ادا کی جائے، تاکہ دونوں کے موافق نماز صحیح ہو جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۱۴۰۶ھ

حنفی کو غیر حنفی کے پیچھے جمع بین الصلوٰتین کرنا

سوال:- یوم عرفہ نویں ذی الحجہ کو مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں جماعت سے ایک ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، اس مسجد میں حنبلی امام نے اگر امامت کی تو ایسی حالت میں حنفی فقہ کی رُو سے مصلی کو کیا قصر کرنا درست ہے جبکہ امام یہ دونوں نمازیں قصر ہی ادا کرتا ہے حنبلی فقہ کی رُو سے کیا چار پانچ میل پر قصر واجب ہو جاتا ہے، اس حالت میں حنفی مصلی جماعت سے عصر کی نماز ادا کرے یا الگ نماز پڑھ لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں حنفی اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے دونوں نمازیں الگ الگ اپنے وقت پر پڑھے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۱ھ

---

[1] يشترط لصحة الصلاة دخول الوقت واعتماد دخوله الخ شامی زکریا ص۲۹ ج۲ فی مواقیت الصلوة مطلب يشترط العلم بدخول الوقت.

[2] ولايجوز لامام مكة أن يقصر الصلاة اذالم يكن مسافراً ولاللحاج أن يقتدوا به اذا كان يقصر الصلاة (فتاوی تاتارخانیه ص ۴۵۴ ج۲تعليم أعمال الحج، الوقوف بعرفة مناسک، شامی کراچی ص ۵۰۵ ج۲، شروط الجمع بين الصلاتين كتاب الحج شامی نعمانیه ص ۱۷۴ ج۲. منحة الخالق على البحر الرائق ص۳۷۷ ج۲ باب الاحرام، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول

اوقات مکروہہ

اوقات مکروہہ

سوال:- نکلتے ہوئے سورج اور ڈوبتے ہوئے سورج اور ٹھیک دوپہر کے وقت کوئی نماز جائز نہیں تو اب سوال یہ ہے کہ

(۱) ان تینوں وقت نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہے؟

(۲) تینوں اوقات مندرجہ بالا کی ابتداء اور انتہاء وقت (کسی پہچان اور علامت کے ذریعہ) سے آگاہ بخشی جائے۔ ان تینوں وقتوں میں مکروہ وقت کب سے کب تک رہتا ہے اور پھر حرام کا درجہ کب سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً صبح کو سورج پورا نکل آیا اور پھر روشنی ذرا بھی نہیں آئی اور بے تکلف دکھائی دیتا ہے یا شام کو عصر کے وقت دھوپ میں زردی آگئی اور روشنی پھیکی پڑ گئی تو کیا یہ اوقات بھی نکلتے ہوئے اور ڈوبتے ہوئے سورج کے حکم میں ہیں یا یہ وقت مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہیں یعنی دونوں کا ایک حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مکروہ تحریمی ہے[۱]

(صفحہ ہذا) [۱] اکرہ تحریماً صلاۃ مطلقاً مع شروق واستواء وغروب إلا عصر یومه الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۳۷۰، ج ۱، کتاب الصلاۃ. مطلب یشترط العلم بدخول الوقت. تاتارخانیه ص ۴۰۷ ج ۱ المواقیت بیان یکره فیها الصلوۃ مطبوعه کراچی.

(۲) جس وقت سے آفتاب کا کنارہ طلوع ہو، ایک نیزہ بلند ہونے تک اور جس وقت سے آفتاب سرخ ہوجائے غروب ہونے تک نماز مکروہ تحریمی ہے صبح کی نماز میں اگر آفتاب طلوع ہوجائے تو نماز بالکل فاسد ہوجاتی ہے[۱] اور اسی روز کی عصر کی نماز میں اگر آفتاب غروب ہوجائے تو نماز ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے۔[۲] استواء کا وقت اس سے پہلے استفتا کے جواب میں بیان ہو چکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷/۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ

اوقات مکروہہ میں نماز کا حکم

سوال:- قضاء نماز اور سجدۂ تلاوت کیلئے بجز ان اوقات مذکورہ کے اور کوئی وقت دوسرا مکروہ تحریمی تو نہیں ہے؟ یعنی ان تمام اوقات مذکورہ کے علاوہ ہر وقت قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے مثلاً صبح صادق اور فجر کی سنت کے درمیان یا سنت فجر اور فجر کے فرض کے درمیان یا فرض کے بعد سے سورج نکلنے کے وقت تک یا عصر کی نماز کے بعد سے دھوپ کی زردی سے قبل تک قضا نمازیں بلا کراہت ادا کر سکتے ہیں اور ان تین اوقات مذکورہ میں قضا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

---

[۱] ووقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطرؤ الطلوع الذى هو وقت فساد الخ بحر ص ۲۵۱ ج ۱ مواقيت الصلوة مطبوعه الماجديه كوئٹه. شامی کراچی ۳۷۳۲ ج ۱ تاتارخانیه کراچی ص ۴۱۱ ج ۱ نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکره فیها الصلوة.

[۲] الأوقات المكروهة أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين والثاني عند استوائها والثالث عند اصفرارها عصر كما صح اليوم عند الغروب مع الكراهة المراقى مع الطحطاوي مصرى ص ۱۴۹، فصل في الاوقات المكروهة الشامى نعمانية ص ۲۴۸ ج ۱. كتاب الصلوة. مطلب يشترط العلم بدخول الوقت.

الجواب حامداًومصلیاً

اوقات ثلاثہ طلوع، استوا، غروب میں قضا نماز اور سجدۂ تلاوت اور ادا نماز کا ایک ہی حکم ہے البتہ آفتاب سرخ ہونے سے غروب ہونے تک اسی روز کی عصر کی نماز مکروہ نہیں کوئی دوسری قضا اس وقت بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اوقات ثلاثہ کے علاوہ کسی دوسرے وقت قضا نماز منع نہیں بلکہ درست ہے۔ اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷ ۵۵ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف

کیا نصف اللیل میں بھی نماز ممنوع ہے

سوال:- نصف النہار یعنی زوال کے وقت نماز منع ہے کیا ایسا رات کو بھی ہے کہ ٹھیک آدھی رات کو زوال کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت بھی نماز منع ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

تین وقت ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے۔ اوّل جب سورج نکلتا ہے، دوسرے جب سورج بالکل سر پر ہو، تیسرے جب سورج غروب ہوتا ہے[2]۔ رات کے کسی بھی حصہ میں

---

[1] ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عند الطلوع والإستواء والغروب الاعصر يومه، بعد صلاة الفجر والعصر لاعن قضاء فائتة وسجدة تلاوة، مجمع الانهر ص ۱۱۰، ج ۱، كتاب الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۴۹ فصل فى الأوقات المكروهة مصرى، البحر كوئٹه ص ۲۴۹ ج ۱ كتاب الصلاة.

[2] ثلاثة أوقات لايصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التى لزمت في الذمة قبل دخولها أي الأوقات المكروهات أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين الثاني عند استوائها والثالث عند اصفرارها إلى أن تغرب الخ. المراقى مع الطحطاوي ص ۱۴۹، مطبوعه مصر. فصل فى الاوقات المكروهة. تاتارخانية ص ۴۰۷ ج ۱ نوع آخر فى بيان الأوقات التى يكره فيها الصلاة مطبوعه كراچي، البحر الرائق ص ۲۴۹ ج ۱ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

نماز ممنوع نہیں، بارہ بجے ہوں یا کم وبیش۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷ ۹۳ھ

عصر کے بعد قضا نماز

سوال:- عصر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے جب تک آفتاب غروب کے قریب نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اوقات مکروہہ میں قضا نماز کا حکم

سوال:- کیا قضائے عمری نمازیں فجر کی نماز سے پہلے یا بعد میں یا عصر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قضا نماز ان اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہے[2] مگر قضا نماز تنہائی میں پڑھنی چاہیے[3] کسی

---

[1] وعن التنفل بعد صلاة العصر لاعن قضاء فائتة البحر الرائق ص ۲۵۱ ج ۱، کتاب الصلاة مراقی الفلاح ص ۱۵۱، مطبوعه مصر. فصل فی الاوقات المکروهة. تاتارخانية ص ۴۰۹ ج ۱ نوع آخر فی بیان الأوقات التی یکره فیها الصلوة مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۱۰ ج ۲ نوع آخر فی بیان الأوقات التی تکره فیها الصلوة مطبوعه المجلس العلمی ادارة القرآن.

[2] ویکره قضاء ها فیه لأن التاخیر معصیة فلا یظهرها قال الشامی ویظهر من التعلیل ان المکروه قضاء ها مع الاطلاح علیها الخ شامی کراچی ص ۳۹۱ ج ۱ باب الاذان مطلب فی اذان الجوق. عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت مطبوعه کوئٹه. الدار المنتقی ص ۲۱۸ ج ۱ باب قضاء الفوائت، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کوعلم نہ ہو کہ یہ قضا نماز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوال سے ادھر ادھر کتنا مکروہ وقت ہے

سوال:- دوپہر کو کتنی دیر نصف النہار سے اِدھر اُدھر مکروہ وقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نصف النہار سے ادھر ادھر کتنی دیر بھی مکروہ نہیں لیکن عین نصف النہار کا صحیح علم بھی کچھ آسان نہیں[1] اسلئے نصف النہار کا اندازہ کرنے میں جس قدر غلطی کا احتمال ہو تو اس قدر مقدم ومؤخر وقت میں نماز پڑھنے سے احتیاط کرے اگر کہیں دس منٹ کا احتمال ہو تو دس منٹ، پندرہ منٹ کا احتمال ہو تو پندرہ منٹ، پانچ منٹ کا احتمال ہو تو پانچ منٹ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلوعِ شمس کے وقت نماز

سوال:- اکثر اوقات مکروہ میں جماعت اولیٰ ہوتی ہے۔ مثلاً ۵/بج کر ۱۵/منٹ پر فجر کی نماز ۵/بج کر ۱۰/منٹ پر آفتاب ہی طلوع ہوتا ہے ایسی صورت میں نماز ادا ہو جائیگی یا قضا

(صفحہ گذشتہ) [۳] ویکره ان يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب، ولابأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت هداية ص ۸۶ ج ۱، قبيل باب الأذان (دارالكتاب) شامی کراچی ص ۳۷۳، ج ۲. مجمع الأنهر ص ۱۱۱ ج ۱ فی المواقيت. دار الكتب العلمية بيروت. البحرالرائق ص ۱۵۱ ج ۱ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] أن الوقت المكروه هوعند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس ولايخفى أن زوال الشمس انما هو عقيب انتصاف النهار بلافصل وفي هذا القدر من الزمان لايمكن اداء صلاة فيه فلعل المراد انه لاتجوز الصلاة الخ الشامی نعمانيه ص ۲۴۸ ج ۱، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت.

پڑھی جائے گی یا ایسے وقت میں نمازی اپنی تنہا نماز پڑھ لے جب کہ دیر ہو رہی ہو اور آفتاب طلوع ہونے کا خیال ہو یا جماعت کا انتظار کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

طلوعِ آفتاب کے وقت نماز ناجائز ہے اگر عین نماز میں آفتاب طلوع ہو جائے تو اس کو وہیں ختم کر دیں اور آفتاب بلند ہونے پر قضا پڑھیں[1] اور جب وقت تنگ ہو جائے تو اپنی تنہا نماز پڑھے جماعت کا انتظار نہ کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۴/۶/۶۱ھ

طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے کی مخالفت کی وجہ

سوال:- حدیث شریف میں طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے اور ممانعت کی وجہ طلوع شمس بین قرنی الشیطان جس کی وجہ سے شیطان کی عبادت کا شبہ معلوم ہوتا ہے۔

پھر یہ حکم عام کیوں ہے؟ اس وجہ سے کہ جو لوگ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں، تو ان کے لیے غروب آفتاب کے وقت ممانعت سمجھ میں آتی ہے اس لئے کہ سورج مصلی کے سامنے ہوتا ہے، مگر طلوع کے وقت یہ بات سمجھ میں نہیں آتی جو کہ سورج وقرن شیطان اور شیطان مصلی کے پیچھے ہوتے ہیں، تو اس صورت میں بجائے شیطان کی تعظیم کے توہین

---

[1] لاتجوز الصلاة عندطلوع الشمس، حتی ترتفع الهداية ص ۸۴ ج ۱، دارالكتاب، كتاب الصلاة. مجمع الأنهر ص ۱۱۰ ج ۱ فی مواقيت الصلوة. دار الكتب العلمية بيروت. البحر الرائق ص ۲۴۹ ج ۱ مطبوعه كوئٹه.

[2] وإذا خاف فوت ركعتی الفجر لإشتغاله سنتها تركها الدر المختار نعمانية ص ۴۸۱ ج ۱. المحيط البرهانی ص ۱۱ ج ۲ نوع آخر فی بيان الأوقات التی تكره فيها الصلاة مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

وتذلیل ہوتی ہے، جس طرح اگر تصویر مصلی کے سامنے ہوتو نماز پڑھنے کے لیے ممانعت آئی ہے، اس لیے کہ تصویر کی تعظیم ہوتی ہے اور عبادت کا بھی شبہ ہوتا ہے، مگر جب تصویر مصلیٰ کے پیچھے یا قدموں کے نیچے ہوتو یہ شبہ جاتا رہتا ہے اور بجائے تعظیم کے تذلیل ہوتی ہے، تو اس صورت میں نماز کی اجازت ہے۔

پھر ایک حدیث ہے، اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلاَتَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَلاَتَسْتَدْبِرُوهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْغَرِّبُوْا أَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام جس طرح حدیث مذکور آں حضرت ﷺ نے مدینہ والوں کیلیے ارشاد فرمائی ہے۔ اور جولوگ خانہ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں ان کے لیے شرقوا أوغربوا کا حکم نہیں ہے، اسی طرح اوپر کا مسئلہ ہونا چاہیے تھا کہ جولوگ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں ان کے لیے غروب آفتاب کے وقت ممانعت ہونی چاہیے تھی اور جولوگ خانہ کعبہ سے مغرب کی جانب رہتے ہیں تو ان کے لیے غروب کے بجائے طلوع کے وقت ممانعت ہونی چاہیے تھی پھر اس حکم کو عموم پر محمول کرنے کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلوع، استواء، غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اسلئے کہ یہ اوقات عبدۃ الشّمس کے عبادت کے اوقات ہیں تشبہ فی الوقت کی بناء پر منع کیا گیا ہے، یہ مقصود نہیں ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا لازم آتا ہے، یا سورج کے قریب شیطان یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ مجھے سجدہ کیا جارہا ہے، ورنہ جو اشکال آپ نے مشرق اور مغرب کے رہنے والوں پر ایک ایک شق لیکر تقسیم کردیا ہے، (شمال وجنوب والوں کو اشکال سے حصہ نہیں ملا) وہ اشکال استواء کے وقت کسی جگہ رہنے والوں پر بھی نہیں ہوئے پس اسکا محل کسی خطۂ ارض کے باشندے بھی نہیں ہوں گے۔ حالانکہ نہی کے مخاطب ضرور ہیں ورنہ بلامخاطب کے نہی لازم آئے گی۔ لہٰذا مناط حکم صرف تشبہ فی الوقت ہے نہ کہ جہت متعینہ، تاکہ دوسری جہات کو خارج کرنے کا واہمہ پیدا ہو، بعض وقت

نفسِ وقت میں کراہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے، جیسے تسخیر جہنم کا وقت بعض دفعہ وقت میں کسی مجاور کی وجہ سے کراہت آجاتی ہے، غرض اسبابِ کراہت مختلف ہوتے ہیں، منع عن الصلوٰة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عندطلوع الشمس والاستواء والغروب الاعصر يومه اهـ كنز لماروى الجماعة الا البخاري من حديث عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا ان نصلى فيه وإن نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف للغروب حتى تغرب والمراد أن نقبر صلاة الجنازة عن عقبة رضي الله عنه قال نهانا رسول الله ﷺ ان نصلى على موتانا اطلق الصلاة فشمل فرضها ونفلها لان الكل ممنوع فان كانت الصلاة فرضاً أو واجبة فهى غير صحيحة لانها نقصان في الوقت بسبب الاداء فيه تشبيهاً بعبادة الكفار المستفاد من قوله ﷺ ان الشمس تطلع بين قرنى الشيطان إذا ارتفعت فارقها ثم استوت قارنها فإذا زالت فارقها فإذا دنت للغروب قارنها وإذا غربت فارقها ونهى عن الصلاة في تلك الساعات رواه مالک في المؤطا اهـ (البحر الرائق[1] ص ۲۴۹ ج ۱) فقط والله تعالیٰ اعلم.

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۹۰ھ

صبح صادق کے بعد نفل نماز مکروہ ہے

سوال: -صبح صادق کے وقت جو وضو کیا جائے فجر کی نماز کے لیے اس سے وضو کے بعد

[1] البحرالرائق ص ۲۴۹ ج ۱، كتاب الصلاة، مطبوعه كوئٹه پاكستان. حلبى كبيرى ص ۲۳۶، ۲۳۷ كتاب الصلوة فروع شرح الطحاوى مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، حاشية الشلبى على الزيلعى ص ۸۵ ج ۱ فى المواقيت. مطبوعه امداديه ملتان پاكستان، بل فى الاداء فيه من التشبه بعبدة الشمس الخ شامى كراچى ص ۳۷۲ ج ۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت.

دو رکعت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد سنت فجر سے قبل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتے ہیں تو افضل کیا ہے؟ پڑھنا یا نہ پڑھنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت سنت فجر پڑھیں اس سے تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کا بھی ثواب مل جائیگا، مستقلاً تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد یا کوئی اور نفل نماز اس وقت پڑھنا مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صبح صادق کے بعد دو رکعت نفل

سوال:- صبح کی اذان کے بعد سنت سے قبل تحیۃ الوضو ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور اکرم ﷺ کا تہجد سے قبل تحیۃ الوضو پڑھنا کتابوں سے ثابت ہے کہ وتر پڑھ کر راحت فرمایا کرتے، کیونکہ حضور ﷺ کا سونا ناقضِ وضو نہیں تھا، اس لئے اسی وضو سے ادا فرماتے تھے، اسی طرح صبح کی اذان کے بعد اگر کوئی بعد الوضو تحیۃ الوضو ادا کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد نفل یا دیگر سنت یا قضا ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صبحِ صادق کے بعد تحیۃ الوضو کی اجازت نہیں[2] سنت فجر سے تحیۃ الوضو کا بھی اجر مل جائیگا[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1] ویکرہ التنفل بعد طلوع الفجر باکثر سننه قبل اداء الفرض الخ المراقی علی الطحطاوي ص ۱۵۱، مطبوعه مصر. فصل فی الاوقات المکروهة. زیلعی ص۸۷ ج ۱ فی المواقیت للصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان. المحیط البرهانی ص ۱۰ ج ۲ نوع آخر فی بیان الاوقات التی تکره فیها الصلوة مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

صلاۃ جنازہ بوقت استواء

سوال:- اگر ظہر کے وقت جنازہ حاضر کیا جائے تو اسی وقت صلاۃ جنازہ جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین استواء کے وقت اگر جنازہ حاضر ہو تو اسی وقت صلاۃ جنازہ مکروہ نہیں لیکن اگر استواء سے قبل حاضر ہو تو عین استواء کے وقت مکروہ تحریمی ہے۔ **وکرہ تحریماً صلاۃ ولو علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسھو مع شروق واستواء وغروب الاعصر یوم وینعقد نفل بشروع فیھا بکراھۃ التحریم لاالفرض وسجدۃ تلاوۃ وصلاۃ جنازۃ تلیت الآیۃ في کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملاً فلایتادی ناقصاً فلو وجبتا فیھا لم یکرہ فعلھما اھ** درمختار مختصراً **قال الشامی قولہ وجبتا فیھا بان تلیت الآیۃ في تلک الاوقات أوحضرت فیھا الجنازۃ اھ** (درمختار[1] ص ۳۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۳ ۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

(صفحہ گذشتہ) [2] ومنع عن النفل بعد طلوع الفجر الصادق باکثر من سنتہ مجمع الأنھر ص ۱۱۱، ج ۱، کتاب الصلاۃ. مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. زیلعی ص ۸۷ ج ۱ فی مواقیت الصلوۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۵۳ ج ۱ فی مواقیت الصلوۃ.

(صفحہ ھذا) [2] الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص ۲۴۸ ج ۱، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت.

[3] وأما إذا نوی نافلتین کما إذا نوی برکعتی الفجر التحیۃ والسنۃ أجرأت عنھما ص ۱۷۰ ج ۱ الاشباہ والنظائر تحت القاعدۃ الثانیۃ الأمور بمقاصدھا. الفن الأول فی القواعد الکلیۃ مطبوعہ فقیہ الامت دیوبند وفی رد المختار (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نماز جنازہ کس وقت مکروہ ہے

سوال:-نماز جنازہ کے لیے بھی کیا کوئی وقت حرام یا مکروہ تحریمی کا ہے اگر ہے تو اسکے درجہ سے آگاہی بخشیں، اس کے علاوہ کیا دن رات میں ہر وقت نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، سنت مؤکدہ وغیرہ، مکروہ تحریمی، تنزیہی، مستحب ہر ایک کا درجہ کیا ہے؟ اردو کی کتابوں میں ممنوع، ناجائز لکھا رہتا ہے جس سے کوئی درجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن اوقات ثلاثہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ان میں نماز جنازہ بھی مکروہ تحریمی ہے باقی سب اوقات میں درست ہے۔[1]

چونکہ عوام مؤکد وغیر مؤکد، مکروہ تحریمی وتنزیہی فرض وواجب وغیرہ کے درمیان فرق کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں کیونکہ یہ درجات نص، ظاہر، مفسر، محکم، قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ وغیرہ دلائل پر متفرع ہیں اور عوام کی فہم سے یہ اصطلاحات بالاتر ہیں اس لئے اردو کی کتابوں میں ہر جگہ ان سب کی تصریحات نہیں کرتے بلکہ ممنوع اور

(صفحہ گذشتہ) وهي افضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد العصر أو العصر فانه يسبح ويهلل ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم فإنه حينئذٍ يؤذي حق المسجد الخ شامی کراچی ص۱۸ ج۱ کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل.

[1] الدر المختار مع الشامي نعمانية ص۲۴۸ ج۱، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، كتاب الصلوة. تاتارخانيه ص۴۰۸ ج۱ نوع آخر في بيان الاوقات التي يكره فيها الصلاة، مطبوعه كراچی. المحيط البرهاني ص۱۰ ج۲ الفصل الاول في المواقيت مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

(صفحہ ہذا) [1] وكره تحريماً صلاة ولو على جنازة إلى قوله مع شروق واستواء وغروب الخ شامی کراچی ص۳۷۰، ج۱، كتاب الصلوة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها. البحر ص۲۴۹ ج۱ مواقيت الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. مجمع الانهر ص۱۱۰ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

ناجائز وغیرہ الفاظ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اہل علم درجات کو سمجھتے ہیں وہ کتب عربیہ سے ان درجات کو معلوم کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱/۷ ۵۷ھ
صحیح: عبد اللطیف
جواب صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہٗ

وقت مکروہ میں سجدۂ دعا اور سجدۂ شکر

سوال:- بعد نماز عصر و بعد نماز فجر سجدۂ دعا یا سجدۂ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب

سوال:- جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقت ناقص میں ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت سورج غروب ہو جائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آیت سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کر لیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ناقص ادا

---

[۱] وفي النهر أن سجدة الشكر لنعمة سابقة ينبغي أن تصح أخذاً من قولهم لأنها وجبت كاملة وهذه لم تجب اهـ فتحصل من كلام النهر مع كلام القنية أنها تصح مع الكراهة شامی کراچی ص ۳۷۱، ج ۱، کتاب الصلوة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت. وفي القنية لا يكره سجدة الشكر الخ مجمع الانهر ص ۱۱۰ ج ۱ باب مواقيت الصلوة. دار الكتب العلمية بيروت.

ہوگیا اور اگر وقت کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقت غروب کیا تو یہ عصر یومہ کی طرح نہیں بلکہ یہ ادا ہی نہیں ہوا، اسی طرح اگر جنازہ وقت ناقص میں آیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ہے، اگر وقت کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا ہی نہیں ہوئی، **ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الاوقات وصلاة الجنازة حضرت قبلها لان ماوجب كاملاً لايتأدى بالناقص واما المتلوة أو الحاضرة فيها لايكره أي تحريماً لانها وجبت ناقصة اديت فيها كما وجبت اهـ** (سکب[1] الانهر ص ۷۲ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اوقات منہیہ میں تلاوت کا حکم

سوال: -طلوع وغروب اور زوال میں تلاوت کی سخت ممانعت ہے یا معمولی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثلاثة اوقات لايصح فيها شيء من الفرائض والو اجبات الذي لزمت في الذمة قبل دخول لها أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أورمحين والثاني عند استوائها في بطن السماء إلى أن تزول أي تميل إلى المغرب والثالث عند اصفرارها إلى أن تغرب (مراقی الفلاح[2] ص ۱۰۰) ان اوقات میں نماز پڑھنے سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث مذکور ہے[3]، خارج نماز تلاوت قرآن

---

[1] سكب الانهر على مجمع الانهر ص: ۱۱۰، ج: ۱، كتاب الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق ص ۲۵۰ ج ۱ فی مواقيت الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. تاتارخانيه ص ۴۰۸ ج ۱ نوع آخر فی بيان الأوقات التی يكره فيها الصلاة.

[2] المراقی على الطحطاوي ص ۱۴۸، مطبوعه مصر. فصل فی الاوقات المكروهة. (بقیہ آئندہ پر)

پاک ان اوقات میں منع نہیں، البتہ ان اوقات میں ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اولی ہے، الصلاۃ فیھا علی النبي ﷺ افضل من قرأت القرآن اھ أي في الاوقات الثلاثة وکان الصلاۃ الدعاء والتسبیح الخ[1] (ص۳۴۷، ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فجر کے وقت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا

سوال:- ہم صبح فجر کی سنت گھر سے پڑھ کر چلتے ہیں اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دس پانچ منٹ باقی ہیں ایسی صورت میں دو رکعت آداب مسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقت فجر میں اس کی اجازت نہیں اگر چہ جماعت میں کچھ دیر ہو کذا فی الشامی[2].

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/ ۱۴۰۱ھ

(صفحہ گذشتہ) [3] عن عقبة بن عامر رضی الله عنه یقول ثلث ساعاتٍ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهانا عن نصلی فیهن او أن نقبر فیهن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب، مسلم شریف ص۲۷۶ ج ۱ کتاب فضائل القرآن باب اوقات التی نهی عن الصلوة فیها مطبوعه بلال دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۳۵، ج:۲، مطبوعه کراچی ص:۳۷۴، ج:۱، کتاب الصلوة، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت.

[2] وکذا الحکم من کراهة نفل وواجب لغیره بعد طلوع فجر سوی سنة الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۳۷ج۲ فی مواقیت الصلوة. زیلعی ص۸۷ ج ۱ فی اوقات الصلوة. مطبوعه امدادیه ملتان. البحر ص۲۵۳ ج ۱ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

سایہ اصلی!

سوال: -لکڑی کا سایہ دوگنا ہونے پر اہل حدیث لوگ عصر کی نماز پڑھتے ہیں وہ سایہ اصلی کا خیال نہیں رکھتے ہیں، ان کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل حدیث کے نزدیک ایک مثل سایہ پر سوائے سایۂ اصلی کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب ہر شئ کا سایہ دو مثل ہوجائے سوائے سایۂ اصلی کے تب عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے[1] حنفی کو اہل حدیث کے پیچھے ایسی نماز ان کے مذہب کے مطابق نہیں پڑھنی چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز فجر ختم ہونے سے پہلے سورج نکل آیا

سوال: -انتہائے وقت فجر ۳۸/۵، منٹ تھا تو ابر کی وجہ سے سورتیں لمبی ہوکر ۴۳/۵ کو ختم ہوئی۔

---

[1] ووقت العصر من صيرورة الظل مثليه غير فئ الزوال الى غروب الشمس هكذا في شرح المجمع: عالمگيري ص ۵۱ ج ۱، الباب الاول في المواقيت. المحيط البرهانی ص ۶ ج ۲ الفصل الاول فی المواقيت مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل. شامی زكريا ص ۱۶ ج ۲ كتاب الصلوة.

[2] وصح الاقتداء فيه ففي غيره اولى ان لم يتحقق منه مايفسد ها في اعتقاده في الاصح كما بسطه في البحر، الدرالمختار، مع الشامی كراچی ص۷/ ج۲، زكريا ص۴۴۴ ج۲ .باب الوتر والنوافل. البحر الرائق ص ۳۵۱ ج ۱ باب الإمامة. مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز فجر ختم ہونے سے پہلے اگر سورج نکل آیا تو اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے وہ نماز صحیح نہیں ہوئی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۸۷ھ

مغرب کی اذان کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:-مغرب کی اذان ہوگئی ہے لوگ نفل پڑھتے ہیں میں جناب امام ابوحنیفہ کا قائل ہوں کیا فرض کی نماز سے پہلے میں بھی دو نفل وضو کر کے پڑھ لوں اگر پڑھ لوں تو اس نماز میں فرض پہلے کیوں دیئے گئے اور مغرب کا تقریباً کتنا وقت ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وكره نفل بعد صلاة فجر وعصر وقبل صلاة مغرب لكراهة تاخيره الايسيرا: اهـ (درمختار[2] ص ۲۵ ج ۱) وقوله الايسيرا: افاد انه مادون صلاة ركعتين بقدر جلسة وقدمنا ان الزائد عليه مكروه تنزيها مالم تشتبك النجوم وافاد في الفتح واقرّهُ في الحلية والبحران صلاة ركعتين إذا تجوز فيها لاتزيد على اليسير فيباح فعلهما وقد اطال في تحقيق ذلك في الفتح في باب الوتر والنوافل (شامی[3] ص ۲۵۲، ج ۱)

---

[1] والفجر كله وقت كامل الى قوله فوجب كاملا فإذا اعترض الفساد بالطلوع تفسد (طحطاوي على مراقى الفلاح ص ۱۵۰، فصل في الاوقات المكروهة) البحر الرائق ص ۲۵۱ ج ۱ كتاب الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. شامی زكريا ص ۳۳ ج ۲ كتاب الصلوة فى اوقات الصلوة المحيط البرهانى ص ۱۲ ج ۲ الفصل الاول فى المواقيت مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] درمختار على هامش الشامى ص ۳۷۴، زكريا ص ۳۶، ج ۲. كتاب الصلاة.

[3] شامی كراچی ص ۳۷۶ ج ۱، شامی زكريا ص ۳۸ ج ۲. قبيل مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالخالف، كتاب الصلوة.

قوله قبل صلاة مغرب عليه اكثر اهل العلم منهم اصحابنا ومالک واحد الوجهين عن الشافعي لما ثبت في الصحيحين وغيرهما مما يفيد انهﷺ كان يواظب على صلاة المغرب باصحابه عقب الغروب: ولقول ابن عمر رضي الله عنه مارايت احداً على عهد رسول اللهﷺ يصليهما رواه أبوداؤد وسكت عنه والمنذرى فى مختصره واسناده حسن وروى محمد عن أبي حنيفة عن حماد انه سئل ابراهيم النخعي عن الصلاة قبل المغرب قال فنهى عنها وقال أن رسول اللهﷺ وابابكر وعمر لم يكونوا يصلونها وقال القاضي أبوبكر بن العربي اختلف الصحابة في ذلک ولم يفعله أحد بعدهم فهذا يعارض ما روى من فعل الصحابة ومن امره ﷺ بصلاتها لانه إذا اتفق الناس على ترک العمل بالحديث المرفوع لايجوز العمل به لانه دليل ضعفه على ماعرف في موضعه اهـ (درمختار[1] ص ۲۵۲ ج ۱)

عبارت منقولہ بالا میں حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور بعد کے اکابر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا عمل ومسلک بیان ہوگیا آپ کیلئے راہ عمل یہ ہے کہ خود اس سے پرہیز کریں دوسروں کو اس عمل سے نہ روکیں، کسی سے بحث نہ کریں اگر آپ کبھی پڑھ لیں گے تب بھی گنہگار نہیں ہوں گے، مغرب کا وقت یہاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴ ۱۴۰۱ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۷۶ ج ۱، شامی زکریا ص ۳۸ ج ۲. قبيل مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف. كتاب الصلوة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

اذان واقامت کا بیان

فصل اوّل

اذان کا بیان

مکبرّ الصوت سے مسجد میں اذان دینا

سوال:- ایک مقامی مسجد مین اذان کے لیے آلہ مکبرّ الصوت (لاؤڈ اسپیکر) مسجد کے اندر صف اول داہنی جانب الماری میں نصب کر دیا گیا ہے اوراس کے متعلقہ برقی تار پن وغیرہ دیوار میں مستقل طور پر لگا دی گئی ہیں اور یہ محض اس کی حفاظت کے پیش نظر مسجد کے اندر رکھا گیا ہے۔ دوسری جگہ مسجد کے باہر کے حصہ میں رکھتے ہیں، چوری ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے موجودہ صورت میں اذان مسجد کے اندر پہلی صف کی جگہ پر کھڑے ہوکر پڑھنی پڑتی ہے، اس پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے، براہِ کرم تحریر فرمائیں کہ موجودہ حالت کے پیش نظر بصورتِ مذکورہ مسجد کے اندر اذان پڑھنا از روئے فقہ حنفی کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہونچتی

جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے[۱]، تاکہ دور تک آواز پہونچے فی نفسہٖ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو۔ صورت مسؤلہ میں اذان کی آواز مکبر الصوت سے دور تک پہونچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے گا۔ البتہ مکبر الصوت کبھی خراب ہو کر اس کی آواز بند ہو جاتی ہے، یا خراب ہو کر آواز وحشتناک نکلتی ہے، اس لیے اس کا انتظام باہر ہی رہے تو اچھا ہے۔ قفل وغیرہ سے حفاظت کی جائے، مسجد کے علاوہ حجرہ وغیرہ ہو اس میں رکھا جائے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

کیا اذان کے لئے کوئی سمت متعین ہے؟

سوال:- کیا اذان دینے کی کوئی سمت متعین ہے یا کوئی سمت افضل ہے؟ اگر مسجد کی چھت سے اذان دی جائے تو کیسا ہے؟ کیا بے حرمتی نہیں ہوگی؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے لیے اتنا خیال رکھا جائے کہ قبلہ رو ہو اور بلند جگہ پر ہو تاکہ دور تک آواز پہونچ سکے، منار پر ہو یا مسجد کی دیوار پر ہو، سب درست ہے خواہ داہنے منار پر ہو یا بائیں پر[۱] غرض

---

[۱] ویسن الأذان فی موضع عال الی ما قال وفی السراج وینبغی للمؤذن أن یؤذن فی موضع یکون أسمع للجیران الخ شامی زکریا ص۴۸ ج۲ باب الأذان، عالمگیری ص۵۵ ج۱ الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۵۵ ج۱ باب الأذان، مطبوعه کوئٹه.

[۲] ویکره أن یوذن في المسجد (الطحطاوي علی المراقی الفلاح ص ۱۵۹) مطبوعه مصر، باب الاذان. عالمگیری ص۵۵ ج۱، الفصل الثانی فی کلمات الاذان، مطبوعه کوئٹه.

[۱] وینبغي للمؤذن أن یوذن في موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوته، (بقیہ آئندہ پر)

اذان کا معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان ہوتی ہے اور بائیں میں تکبیر۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۷ھ

اذان بائیں جانب، اقامت دائیں جانب کا التزام

سوال:-صلوٰۃ خمسہ کے لیے اذان بائیں جانب سے کہنا اور اقامت دائیں جانب سے کہنا کیسا ہے؟ اس کی سنّیت کا خیال کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس التزام کا کہیں ثبوت نہیں، بالکل بے اصل ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان بائیں جانب

سوال:-کیا مسجد میں اذان کے لیے کوئی جگہ مخصوص ہے جیسا کہ بعض لوگ بائیں جانب ہی کھڑے ہو کر اذان کہتے ہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) درمختار ص ۲۵۹، مکتبہ نعمانیہ، شامی زکریا ص ۴۸ ج ۲، اول باب الاذان ویستقبل القبلة بهما أي بالاذان والاقامة الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۶ ج ۲، باب الاذان. مطلب فی اول من بنی المنائر للاذان. تاتارخانیه ص ۵۱۵ ج ۱، نوع آخر فی بیان مایفعل فیه کتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه کراچی. عالمگیری ص ۵۵، ۵۶ ج ۱، الفصل الثانی فی کلمات الاذان، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] اغلاط العوام ص ۵۲، عنوان اذان واقامت کی اغلاط، مطبوعه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اغلاط العوام میں سے ہے شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹ ؍رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ ؍رمضان ۶۷ھ

اذان میں حیعلتین پر گردن نہ پھیرنا!

سوال:- اذان میں اگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر مؤذن قصداً یا بھول سے گردن نہیں گھماتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نے خلاف سنت کیا ہے اذان ہوگئی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں اذان

سوال:- نماز کے لیے اذان خارج مسجد پڑھنا درست ہے یا مسجد کے کسی حصہ میں کھڑے ہوکر پڑھ سکتے ہیں؟ مثلاً مسجد کی چھت پر پڑھنا یا باہر کے دالان میں داخل مسجد پڑھنا کیسا ہے؟

---

[۱] اغلاط العوام ص ۵۲، عنوان اذان واقامت کی اغلاط، مطبوعہ دیوبند.

[۲] ویلتفت فیہ وکذا فیھا مطلقاً یمیناً ویساراً بصلاۃ وفلاح ولووحدہ أولمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقاً الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۳۸۷ ج ۱، شامی زکریا ص۵۳، ج ۲، باب الاذان مطلب فی الکلام علی حدیث الاذان جزم. مجمع الانھر ص ۱۱۶ ج ۱، باب الاذان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت. عالمگیری ص ۵۶ ج ۱، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الثانی فی کلمات الاذان، مطبوعہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان پنجگانہ بلند جگہ (منار، چھت وغیرہ) پر کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے جہاں سے آواز دور تک پہونچ سکے کسی ایسی جگہ پر اذان پڑھنے سے اذان کا مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا جہاں سے آواز دور تک نہ جاتی ہو[1]

تنبیہ:- جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس کا مقصود حاضرین مسجد کو مطلع کرنا ہے کہ وہ نوافل وتلاوت وغیرہ سے فارغ ہوکر خطبہ سننے کے لیے متوجہ ہوجائیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵ ۸۸ھ

مسجد کے برآمدے میں اذان

سوال:- مسجد کے برآمدہ میں اذان دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ آواز پہونچنے میں کوئی کمی نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر کہی جائے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ دور تک آواز پہونچ جائے

---

[1] وهو سنة للرجال في مكان عال قال الشامي وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون اسمع للجيران ويرفع صوته ولايجهد نفسه لانه يتضرر، درمختار مع الشامی زکریا ص۴۸ ج۲، اول باب الاذان. البحر الرائق ص۲۵۵ ج ۱، باب الاذان قبيل سن للفرائض، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگیری ص۵۵ ج ۱ الباب الثانی فی الاذان، الفصل الثانی فی كلمات الاذان.

[2] أيّ اذانٍ لايستحب رفع الصوت فيه قل هوالاذان الثانی يوم الجمعة الذی يكون بين يدی الخطيب لانه كالإقامة لإعلام الحاضرين سعايه ص۳۸ ج۲ باب الاذان، المقام الثانی فی ذكراحوال المؤذن، سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ص۴۸ ج۲ باب الاذان.

کیوں کہ جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک کے حجر و مدر سب گواہی دیں گے[۱] اذان کا مقصود اعلامِ غائبین ہے۔ اسلئے اس میں ایسی طرح اذان کہنا جس سے آواز وہیں گھٹ کر رہ جائے دور تک نہ پہونچ سکے مکروہ ہے۔ اذان کوئی ایسا کام نہیں جو شانِ مسجد کے خلاف ہو اگر برآمدہ میں اذان کہنے سے بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو وہاں بھی اذان درست ہے[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱ ۱۴۰۶ھ

گھر پر نماز کے لیے اذان واقامت

سوال:- ایک بستی کے محلّہ میں زید رہتا ہے اس محلّہ میں کوئی مسجد نہیں دوسرا محلّہ اتنی دور ہے کہ کبھی آواز اذان کی آتی ہے کبھی نہیں۔ یہ شخص اگر گھر پر تنہا نماز پڑھے تو اذان واقامت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وكره تركهما للمسافر لالمصل في بيته في المصر وندبالهما اهـ (كنز علىٰ هامش البحر[۳] ص ۲۶۵ ج ۱) قوله في بيته أي فيما يتعلق بالبلد من الدار والكرم وغيرهما

---

[۱] عن ابی سعیدؓ الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لایسمع مدی صوت المؤذن جن و لا انس ولاشئی الاشهد له يوم القيمة. مشکوٰۃ شریف ص ۶۴ باب الاذان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] وينبغي أن يوذن على المئدنة اوخارج المسجد ولايوذن في المسجد كذا في فتاوى قاضيخان والسنة أن يوذن في موضع عال يكون اسمع لجير انه ويرفع صوته ولايجهد نفسه، الهندية ص ۵۵ ج ۱، مطبوعه مصر، الباب الثاني في الاذان الفصل الثاني. شامی زکریا ص ۴۸ ج ۲ اول باب الاذان.

[۳] كنز الدقائق علىٰ هامش البحر ص ۲۶۵ ج ۱ باب الأذان مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگیری ص ۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی الاذان، الفصل الاول الخ مطبوعه كوئٹه.

قهستاني في التفاريق وإن كان في كرم أوضيعة يكتفى باذان القرية أو البلدة إن كان قريباً والا فلا وحد القرب ان يبلغ الاذان اليه منها اهـ اسماعيل، والظاهر انه لايشترط سماعه بالفعل تامل اهـ (درالمختار[1] ص ۴۰۹ ج ۱)

ضروری بمعنی فرض کا تو احتمال ہی نہیں البتہ صورت مسئولہ میں اذان واقامت مستحب ہے۔ كما في الكنز، سنت مؤکدہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متعدد آدمیوں کا اذان دینا

سوال:- تین آدمی ایک ساتھ ہوکر رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کی اذان دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بہت سے روزہ دار افطار کے وقت اذان کے منتظر رہتے ہیں اس لیے تین آدمی ملکر ایک ساتھ اذان دیتے ہیں۔ اس پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرورت کے وقت چند آدمیوں کا ایک ساتھ ایک مسجد میں اذان دینا درست ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۶۳ ج ۲، ونعمانية ص ۲۶۴ ج ۱، باب الاذان. مطلب فی المؤذن اذا كان غير محتسب فی اذانه.

[2] وإذا اذن المؤذنون الأذان الاول ترک الناس البيع، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ اصواتهم الى اطراف المصر الجامع اهـ ففيه دليل على انه غير مكروه الى ما قال ولا خصوصية للجمعة اذ الفروض الخمسة تحتاج للإعلام الخ، (الشامی ص ۲۶۱ ج ۱ مكتبه نعمانيه، وشامی زكريا ص ۵۷ ج ۲، باب الاذان مطلب في اذان الجوق)

غیر مسلموں کی بستی میں اذان کا حکم

سوال: -جس گاؤں میں مسجد نہ ہو اور اذان کی آواز نہ آتی ہو، نیز ہندوؤں کی زیادتی ہو تو کیا وہاں بغیر اذان کہے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز وہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زیادہ بلند آواز سے اذان پر قدرت نہ ہو تو پست آواز سے اذان کہے[۲] اذان سنت ہے نماز بغیر اذان بھی درست ہو جاتی ہے۔ البتہ سنت ترک ہوتی ہے۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/رجب ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/رجب ۶۷ھ

اگر مسجد میں امام ومؤذن نہ ہو تو وہاں اذان واقامت کہہ کر نماز ادا کرے

سوال: -اگر گھر سے مسجد تقریباً دو فرلانگ ہو اور وہاں کی نماز کا کوئی وقت امام مؤذن

---

۲ والمؤذن فی بیته یرفع دون ذلک فوق مایسمع لنفسه الخ شامی کراچی ص ۳۹۰ ج ۱، باب الاذان.

۳ وهو سنة مؤكدة (هي كالواجب في لحوق الاثم) للفرائض الخمس الخ (درمختار ص ۲۵۷ ج ۱، مكتبه نعمانيه، درمختار على الشامي زكريا ص ۴۸ ج ۲، باب الاذان) النهر الفائق ص ۱۷۰ ج ۱، كتاب الصلوٰة باب الاذان، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت. تاتارخانيه ص ۵۱۲ ج ۱، كتاب الصلوٰة، الاذان، نوع فی بيان صفته، مطبوعه كراچی.

کچھ نہ ہو ایسی حالت میں اگر گھر میں اذان کہے اور گھر میں جماعت کرے جس میں بیوی ماں بچے ہوں تو ظاہر ہے کہ اقامت ماں بیوی کہیں گی کیا یہ مکروہ ہے؟ جماعت افضل ہوگی یا انفراد۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں مسجد جا کر اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا افضل ہے[1] اگرچہ وہاں تنہا ہی نماز پڑھنے کا موقع ملے کہ اس میں مسجد کی آبادی ہے مکان پر تنہا یا جماعت سے پڑھنے سے وہ فضیلت نہیں ہوگی۔ مکان پر جماعت کرتے وقت مرد جبکہ امام بنتا ہے تو خود ہی اقامت بھی کہہ لے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر اذان سے جھگڑے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے

سوال: -ایک شخص ایسے محلّہ میں ہے کہ وہاں آواز اذان آتی ہی نہیں تو اس کیلیے کیا حکم ہے؟ اور اگر اذان دینے سے اہل ہنود سے نزاع کا اندیشہ ہو، (لکثرتهم وغلبتهم) تو ایسا شخص کیا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کو خود اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا چاہئے کیونکہ اذان کی آواز آتی ہی نہیں

---

[1] بل في الخانيه لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فانه يذهب اليه ويؤذن فيه يصلي ولو كان وحده لان له حقا عليه فيؤديه (الشامی نعمانیه ص ۴۴۳ ج ۱) وشامی زکریا ص ۴۳۳ ج ۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب في افضل المساجد (شامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۲) باب الامامة.

[2] قال في القنية واختلف العلماء في اقامتها في البيت والاصح انها كاقامتها في المسجد الافي الافضلية (الشامی نعمانية ص ۳۷۲ ج ۱) وشامی زکریا ص ۲۹۰ ج ۲، باب الامامة مطلب في تكرار الجماعة في المسجد.

تو وہ اس کے حق میں بمنزلۂ عدم کے ہے۔ کذا فی العبارۃ المذکورۃ من ردالمحتار[1]۔ جب نزاع کا ظن غالب ہے اور اس کا نتیجہ اس کے حق میں نقصان اور مغلوبیت ہے، تو اذان زیادہ بلند آواز سے نہ کہے بلکہ معمولی طریقے سے کہدے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۱/۲۶ ۵۸ھ

اگر دو مسجدیں قریب قریب ہوں تب بھی دونوں میں اذان کہنا چاہئے

سوال:- دو مسجدیں قریب قریب ہیں ایک مسجد کی اذان دوسری تک سنائی دیتی ہے تو کیا ایک ہی مسجد میں پڑھنی کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں تو دوسری مسجد والے کہ جس میں اذان نہیں ہوتی تھی گنہ گار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں مسجدوں میں علیٰحدہ علیٰحدہ اذان مسنون ہے صرف ایک پر اکتفاء کرنا خلاف

---

[1] وفی التفاریق وإن کان فی کرم او ضیعۃ یکتفی بأذان القریۃ أو البلدۃ إن کان قریبا والا فلا وحد القرب أن یبلغ الأذان الیہ منہا، والظاہر أنہ لا یشترط سماعہ بالفعل الخ شامی زکریا ص ۶۳ ج ۲ باب الأذان.

[2] مستفاد صرحوا بان الفائتۃ لاتقضیٰ في المسجد لما فیہ من اظہار التکاسل في اخراج الصلاۃ عن وقتہا فالاخفاء بالاذان لہا اولی بالمنع اھ (طحطاوي علی مراقی الفلاح ص ۱۶۱) باب الاذان، مطبوعہ مصر. والمؤذن فی بیتہ یرفع دون ذلک فوق مایسمع نفسہ شامی کراچی ص ۳۹۰ ج ۱، باب الاذان.

مسنون ہے جولوگ ایسا کریں گے وہ تارک سنت ہوں گے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک مسجد کی اذان دوسری متصل مسجد میں کافی نہیں

سوال:-سوال یہ ہے کہ دو مسجدیں بالکل متصل ہیں، ایک چھوٹی ہے ایک بڑی دونوں میں الگ الگ جماعتیں ہوتی ہیں، تو کیا ایک مسجد کی اذان کافی نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دو مسجدیں مستقل ہیں اور دونوں میں جداگانہ جماعت ہوتی ہے تو ہر مسجد میں اذان بھی جماعت کے لیے مستقل کہی جائے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۳ ۸۹ھ

ایک مسجد میں اذان کے بعد دوسری مسجد میں مائک پر اذان!

سوال:۔میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک مسجد کے امام کا دوسری مسجد

---

[1] أذان الحي يكون أذانا للافراد ولا يكون أذاناً للجماعة (بدائع الصنائع ص ۱۵۳ ج ۱) مطبوعه كراچی، فصل في كيفية الاذان.

[2] أذان الحي يكون أذانا للافراد ولايكون أذاناً للجماعة الخ بدائع الصنائع ص ۱۵۳ ج ۱، (مطبوعه كراچی) فصل في كيفية الاذان.

میں اذان پڑھنا مکروہ ہے، کیا ایسا ہی ہے وجہ استفسار یہ ہے کہ عمر ایک مسجد میں مستقل امام ہے، دوسری مسجد میں چونکہ مائک ہے، عمر کی آواز بھی اچھی ہے، تو اپنی مسجد کے علاوہ دوسری مسجد میں مائک سے اذان پڑھ کر اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھاتا ہے، تو کیا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس میں اذان دے اس مسجد کا حق ہو جاتا ہے، کہ نماز بھی وہیں پڑھے بلکہ جو شخص اذان دے، حدیث میں ہے کہ وہی اقامت کہے "من اذن فھو یقیم"[1] اس لئے صورت مسئولہ غلط ہے، اس کی اصلاح کی جائے، کہ مؤذن کوئی دوسرا مقرر کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

اذان مائک سے ایک جگہ پر جماعت دوسری جگہ پر

سوال:۔ مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر ہے اور جامع مسجد میں نہیں ہے، اعلان کے لئے جمعہ کی اذان پہلے مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر سے دیدی جاتی ہے، اور پھر جامع مسجد میں بھی اذان بغیر اسپیکر کے ہوتی ہے، لیکن نماز جمعہ پابندی سے جامع مسجد میں ہوتی ہے، مدرسہ میں جماعت جمعہ نہیں ہوتی، تو یہ بات درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان اگر لاؤڈ اسپیکر سے مدرسہ میں دی جائے، اور نماز جامع مسجد میں ہو اور

---

[1] ترمذی شریف، ج ۱/ص ۵۰/ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان من اذن فھو یقیم، مطبوعہ دیوبند، شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۰۰/ باب الاذان.

جامع مسجد میں بھی جمعہ کی اذان بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کسی منارہ وغیرہ پر ہوتو بھی درست ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جمعہ مسجد میں ہوتی ہے اور اذان مدرسہ کے اسپیکر سے دی جاتی ہے

سوال:۔ ہمارے یہاں مدرسہ میں اسپیکر ہے اس میں پنجوقتہ اذانیں دی جاتی ہیں، اوراذان جمعہ بھی مدرسہ میں اسپیکر میں دی جاتی ہے، اور مسجد میں بغیر اسپیکر کے اذان دی جاتی ہے، مدرسہ کے اسپیکر کی آواز سن کر لوگ اپنے کھیتوں سے نماز جمعہ صحیح وقت پر ادا کر لیتے ہیں، مدرسہ میں نماز جمعہ نہیں ہوتی، مدرسہ گاؤں کے کنارے پر ہے، مسجد اور مدرسہ کا فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ ہے، براہ کرم تحریر فرمائیں، کہ مدرسہ میں اذان جمعہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مدرسہ میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاتی تو وہاں اذان جمعہ کی ضرورت نہیں، مسجد کے آس پاس ہی اسپیکر سے اذان دی جائے تو مناسب ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] واذاذن المؤذنون الاول ترک الناس البیع ذکر المؤذنین بلفظ الجمع اخراجا للکلام مخرج العادة لأن المتوارث فیه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم الیٰ اطراف المصر الجامع ففیه دلیل علیٰ أنه غیرمکروه الخ شامی زکریا ،ج ۱/ص۵۷/ باب الاذان ،مطلب فی اذان الجومن.

" لأن تکرار الاذان مشروع الخ البحرالرائق ، ۱/ص۲۵۷/ باب الاذان ،مطبوعه کوئٹه شامی کراچی، ج ۱/ص۳۹۳/ باب الاذان. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار

سوال:-اذان کے بعد جماعت کے واسطے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی دیر کہ وقت مکروہ داخل نہ ہو اور جماعت کے پابند لوگ آجائیں نیز جو شروع میں آچکے ہیں ان کو گرانی نہ ہو۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پست آواز سے اذان

سوال:۔جو شخص کسی مخالفت کی وجہ سے پروپیگنڈہ بناتا ہے، خود بھی دوسروں کو بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] کمایستفاد: وقال ابن سعد بالسندالیٰ ام زید بن ثابت کان بیتی أطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول مااذن الیٰ أن بنٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد الخ ،شامی زکریا، ج ۲/ص ۵۴/ باب الاذان مطلب فی اول من بنی المنابر للأذان.

(صفحہ ہٰذا) [1] ویفصل بین الاذان والاقامة بقدر مایحضر الملازمون للصلاة مع مراعاة الوقت المستحب فلا یجوز التاخیر عنه الی المکروه مطلقاً، الطحطاوي علی المراقی ص ۱۵۹ مطبوعه مصر ، باب الاذان. درمختار علی الشامی کراچی ص ۳۸۹ ج ۱، باب الاذان. تاتارخانیه ص ۵۲۰ ج ۱، نوع آخر فی اذان المحدث والجنب الخ کتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه کراچی.

تبلیغ کرے کہ اذان آہستہ دینی چاہئے، جہاں سے بعض نہ سن سکیں، اور ایسا کرتا ہے، مثلاً اذان کی جگہ مسجد کے آگے ہے وہ کہتا ہے کہ یہ مسجد کے پیچھے دینی چاہئے، تاکہ دوسرے نہ سنیں، اور ہم پہلے ہی نماز پڑھ لیں وہ یوں ہی علیحدہ ہوکر پڑھیں گے، مقصد سوال یہ ہے کہ شرعاً ایسے شخص کا کیا درجہ ہے، کیا ایسا شخص بھی امامت کا مستحق ہے، اور مقتدیوں کو ایسے شخص کی اقتدا کرنا چاہئے، نیز ایسے شخص کو اذان دینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر دی جائے، کہ زیادہ دور تک آواز پہنچے، جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچے گی وہاں تک کی ہر چیز مؤذن کے حق میں گواہی دے گی، اذان آہستہ کہنا تاکہ دوسروں تک آواز نہ پہنچے، مقصد اذان کو فوت کرتا ہے، اور ایسا کرنا مکروہ ہے[1] پھر اس نیت سے آہستہ اذان کہنا کہ کچھ لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں نہایت غلط اور پست قسم کا قابل ملامت جذبہ ہے، جو روح اذان اور اخوت اسلام کے خلاف ہے جس میں یہ جذبہ ہو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے، امام کے صفات واخلاق بہت اعلیٰ قسم کے ہوتے ہیں، نہ کہ ایسے گرے ہوئے، اگرچہ فریضۂ نماز اس کے پیچھے بھی ادا ہوجائے گا۔

"صلوٰۃ خلف کل برو فاجرٍ رواہ ابوداؤد"[2] ردالمحتار، ج ۱/ میں[3] امامت کے شرائط

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولاشئی الاشھد لہ یوم القیمۃ، مشکوٰۃ شریف، ص ۶۴/ باب فضل الاذان، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] ابوداؤد، ج ۱/ص ۳۴۳/ کتاب الجھاد فی الغزو مع ائمۃ الجور، مطبوعہ سعدیوبند

[3] شامی زکریا، ج ۲/ص ۲۹۴ تا ۳۰۱/ باب الامامۃ، تارتارخانیہ، ج ۱/ص ۶۰۰/ فی بیان من ھو احق بالامامۃ، مطبوعہ کراچی، بدائع زکریا، ج ۱/ص ۳۸۸/ باب الامامۃ فصل واما بیان من یصلح للامامۃ.

وصفات درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

جس کی آواز ضعیف ہو اور اس کو اذان کہنے کا شوق ہو تو اس کی کیا صورت ہے

سوال:۔ایک بوڑھا شخص ہے وہ مسجد میں پہلے چلا آتا ہے، اور وہ اپنے گھر سے بے فکر ہے، اذان پڑھنے کا شوق ہے، لیکن اس کی آواز جاتی رہے، اگر کوئی اور اذان پڑھتا ہے، تو اس کو برا محسوس کرتا ہے، اور منع کرتا ہے، کہ تم اذان مت پڑھو میں اس کی خدمت کرتا ہوں، میں ہی اذان پڑھونگا، لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے، اس کو اس حالت میں اذان وتکبیر کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کا ثواب تو اس کو بھی ملتا ہے، اگر اس کی آواز اہل محلّہ تک نہیں پہنچتی، تو دوسرے آدمی کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے، اس ضعیف آدمی کو اذان سے منع نہیں کیا جاسکتا ہے[1] اور منع کرنے سے باز نہیں آتا تو اس کی اذان کے بعد دوسرا شخص پڑھ دیا کرے، اس سے آواز بھی

---

[1] منها أن يجهر بالاذان فيرفع به صوته لان المقصود وهو الاعلام يحصل به الخ بدائع الصنائع، ج ۱/ص ۳۶۹/ كتاب الصلوٰة ،سنن الأذان، مطبوعه زكريا ،ديوبند.

''فى حديث عبد اللّٰه بن زيد بن عبد ربه فانه اندى صوتاً منك وقال الامام النووى من هذاالحديث يؤخذ استحباب كون المؤذن رفع الصوت ،الخ مرقات، ج ۱/ص ۴۲۰/ باب الاذان الفصل الثالث.

باہر تک پہنچ جائے گی اور ضعیف کا شوق بھی پورا ہو جائیگا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند // //

سحری کے لیے اذان

سوال:-سحری تناول کرنے سے پہلے ماہِ رمضان شریف میں اذان جگانے اور سحری کھانے کے لیے دی جائے، تو کیا یہ اذان بموجب شریعت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقارہ وغیرہ کے ذریعہ سونے والوں کو جگا دیا جائے[۲]، سحری تناول کرنے کے لیے اذان نہ دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

آندھی کے دن اذان!

سوال:-آندھی کے دن اذان پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شامی رحمہ اللہ نے مواقع اذان میں اس کو ذکر نہیں کیا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لان تكرار الأذان مشروع الخ البحر الرائق، ج ۱/ص ۲۵۷/ باب الاذان.

[۲] وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام شامي زكريا ص ۵۰۵ ج ۹، قبيل فصل في اللبس كتاب الحظر والإباحة.

[۳] وقد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذن المولود، والمهموم، (بقیہ آئندہ پر)

اذان سن کر کتّے کا رونا

سوال :- یہاں سے قریب ایک بستی ہے موضع سپناوت وہاں ایک مسجد ہے۔ ایک صاحب عرصہ سے وہاں اذان دیتے ہیں تقریباً پندرہ بیس دن سے جب اذان ہوتی ہے تو گاؤں کے کتّے روتے ہیں، اور گیدڑ بھی بولتے ہیں اس کی وجہ سے نمازی لوگ بہت متحیر ہیں، اور اس کو خرابی پر محمول کرتے ہیں اور آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے، میں نے ان کو سمجھایا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان سن کر ایک کتا ہمارے مدرسہ کے سامنے ہمیشہ روتا ہے اور چلاتا ہے، اور جگہ بھی ایسا ہوتا ہے یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اذان سے شیطان بھاگتا ہے[1] بعض دفعہ بعض جانوروں کو بھی نظر آتا ہے اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۷/۹۳ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) والمصروع، والغضبان. ومن ساء خلقه من انسان أو بهيمة، وعند مزدحم الجيش وعند الحريق! شامی کراچی ص۳۸۵ ج۱، مطبوعہ زکریا ص ۵۰ ج۲، باب الاذان. منحة الخالق ص۲۵۶ ج۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. مطلب في المواضع التي يندب لها الاذان في غير الصلاة.

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلاةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ الخ (أبو داؤد شريف ص۷۶ ج۱) باب رفع الصوت بالاذان. مطبوعه رشيديه دهلی.

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے شیطان پشت پھرا کر بھاگتا ہے۔

مؤذن کے ساتھ زیادتی

سوال:۔ اگر کوئی مؤذن کسی وقت کی اذان مقررہ وقت گذر جانے اور نماز کا وقت قریب آ جانے پر بے وضو کہہ دے اور باز پرس پر جواب دے کہ آج کی فلاں اذان وقت کی تنگی کی وجہ سے بے وضو دی ہے، جب کہ میری عادت بلا وضو کہنے کی نہیں ہے، بلکہ وضو کر کے ہی اذان دیتا ہوں، اس جواب پر مسجد کے منتظم حضرات سخت کلامی اور سخت گفتگو کرتے ہوئے، گریباں کشی اور ہاتا پائی کا سلوک مؤذن کے ساتھ کریں تو کیا ان لوگوں کا یہ فعل از روئے شرع جائز ہے، اگر جائز نہیں ہے تو ایسے شخص کا خدا کے یہاں کیا حشر ہوگا، جس نے بہانہ بنا کر مؤذن کو مارا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مؤذن کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کیا جائے، ورنہ آخرت کا وبال سر پر رہے گا، دنیا میں بھی بدلہ ملنے کا اندیشہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۶ھ

---

[1] واما ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها مع ماقد مناه فى حقوق الله ان يخبر اصحابها بماقال من ذٰلک ويتحل منهم الخ شرح فقه اكبر، ص ۱۹۵/ بحث التوبة ،مطبوعه رحيميه ديوبند ، مشكوٰة شريف ،ص ۴۳۵/ باب الظلم، الفصل الاول ،مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

﴿کلمات اذان کا بیان﴾

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال:- ہمارے یہاں ہر اذان سے پہلے یارسول اللہ ﷺ کا درود شریف پڑھتے ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، خلاف سنت ہے۔ البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا حدیث شریف سے ثابت ہے، ہر کام حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوة صلی اللّٰہ علیه عشراً ثم سلوا اللّٰہ الوسیلة الحدیث مشکوٰة شریف ص ۶۴، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب فضل الاذان واجابة المؤذن.

ترجمہ:- جب تم مؤذن کو سنو پس مؤذن ہی کی طرح کہو، پھر میرے اوپر درود پڑھو اس لئے کہ جو میرے اوپر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمت نازل فرماتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو۔

اذان سے پہلے درود شریف

سوال: ۔اذان دینے کے وقت اذان سے پہلے درود شریف یا کوئی تسبیحات آواز سے کہہ کر اذان شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو درود شریف پڑھ کر اذان دینا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درود شریف اور تسبیح بہت فضیلت اور ثواب کی چیز ہے، مگر اذان سے پہلے ثابت نہیں، لہٰذا اذان سے قبل اس کا اضافہ نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کلمہ میں محمدٌ اور اذان میں محمدًا کیوں

سوال: ۔کلمہ میں محمدٌ رسول اللہ اور اذان میں محمدًا رسول اللہ یہ کیوں اور اگر اذان میں پیش کہے اور کلمہ میں زبر کہے تو غلط ہے کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عربی زبان کے قواعد کا تقاضا یہی ہے اس کے خلاف پڑھنا غلط ہے۔[2]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احدث فی أمر نا ھذامالیس منہ فھو رد،مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب ،والسنۃ ،الفصل الاول ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] الحروف المشبھۃ تنصب المبتدأ و ترفع الخبر و ھی ستۃ حروف إنَّ وأنَّ الخ شرح مأۃ عامل ص ۳۲، مطبوعہ کانپور. النوع الثانی الحروف المشبھۃ بالفعل.

اذان میں اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبار کہنا

سوال:- اذان میں مؤذن اللّٰہ اکبر کے بجائے اللّٰہ اکبار کہتا ہے۔ اذان ادا ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کہنا غلط ہے مگر اذان ادا ہوگئی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان میں اللّٰہ اکبرُ اللّٰہ اکبر پڑھنے کا طریقہ

سوال:- اذان دیتے وقت اللّٰہ اکبرُ اللّٰہ اکبر یعنی پہلی راء پر پیش لگا کر لام سے ملا کر اذان دیتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس طرح پڑھے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر یعنی دونوں جگہ راء کو ساکن کردے اس پر کوئی حرکت نہ پڑھے اگر پہلی راء پر حرکت پڑھتا ہے تو زبر پڑھے اس طرح: اللّٰہ اکبرُ اللّٰہ اکبر پیش لگا کر پڑھنے کو ردالمحتار[2] ص ۲۵۹، ج ۱، میں خلاف سنت

---

[1] وفي النهاية لوادخل المد بين الباء والراء في لفظ اكبر عند اختتام الصلاة لايصير شارعاً في الصلاة بخلاف مالوفعل الموذن في اذانه حيث لاتجب الاعادة وإن كان خطأ لأن امر الاذان أوسع كذا في الجامع الصغير للامام المحبوبى انتهى (سعاية ص ۱۵۱، ج۲، مطبوعه پاكستان) باب صفة الصلاة، بيان رفع اليدين مع التكبير وكيفيته. حلبى كبيرى ص ۲۵۹ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، باب الصلوٰة الاول تكبيرة الافتتاح.

[2] قوله وبفتح راء اكبر الى قوله ولا ترجيع) نقل أنه ملحق بخط الشارح، قال ابن الانبارى عوام الناس يضمون الراء في اكبر وكان المبرّد يقول الاذان سمع موقوفاً في مقاطيعه (بقیہ آئندہ پر)

لکھا ہے۔ دوسرے اکبر کی راء کو بہر حال ساکن پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۰ھ

اذان واقامت میں اکبر کی را کو اللہ کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھنا!

سوال: - اللہ کا ہمزہ اصلی ہے اذان میں اکبر کی (ر) کو (ل) کے ساتھ ملا کر ہمزہ اصلی کو گرا کر پڑھنا یعنی اللہ اکبرُ اللہ اکبرُ پڑھنا اور اس طریقہ پر تکبیر میں پڑھنا پہلے اللہ اکبر کے لام کے ساتھ ملا دیا جائے اور ہمزہ اصلی کو گرا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح تکبیر حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کا پڑھنا الخ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ اللہ اکبر کی را کو ساکن پڑھا جائے اور اس پر سکتہ کیا جائے، اگر ملایا جائے اس طرح کہ دوسرے اللہ اکبر کے (الف ہمزہ) کو ساقط کیا جائے اور الف کا فتحہ را پر لے آیا جائے، اگر را پر بجائے فتحہ کے ضمہ پڑھا جائے جو کہ ضمہ اعراب ہے تو بعض حضرات نے اسکی بھی اجازت دی ہے بعض نے اس کو خلاف سنت فرمایا ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس کا نام تصدیق من أخبر بفتح راء اللّٰہ اکبرُ، شامی میں لکھا ہے، حاصلها أن السنة أن يسكن الراء من اللّٰه اكبر الاول أويصلها باللّٰه اكبر الثانية فإن سكنها كفى وإن

(گذشتہ کا بقیہ) والاصل في اكبر تسكين الراء الخ (الشامی نعمانیه ص ۲۵۸ ج ۱) شامی زکریا ص ۵۱ ج ۲، قبیل مطلب فی الکلام علی حدیث الاذان جزم، باب الاذان، الطحطاوي على مراقی الفلاح ص ۱۵۷، مطبوعه مصر، باب الاذان. وحاصلها ان السنة ان يسكن الراء من "اللّٰه اكبر" الاول او يصلها باللّٰه اكبر الثانية فان سكنها كفى و ان وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة فان ضمها خالف السنة الخ شامی کراچی ص ۳۸۶ ج ۱، باب الاذان، سعایه ص ۱۵ ج ۲ باب الاذان، مطبوعه سهيل اكيڈمی پاکستان.

وصلها نوی السکون فحرک الراء بالفتحة فإن ضمها خالف السنة لان طلب الوقف علی اکبر الاول صیره کالساکن اصالة فحرک بالفتح (ردالمحتار[1] ص ۲۵۹، ج ۱)

اذان واقامت دونوں کا حکم یہی ہے اقامت میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علیٰ الفلاح اور قدقامت الصلوٰۃ پر سکتہ انسب ہے۔ اگر مجرور پر جر اور مرفوع پر رفع پڑھیں تب بھی اقامت درست ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان میں کلمات کو کھینچنا

سوال:- اگر کوئی مؤذن اذان کو کھینچ کر پڑھتا ہے اور آواز کو بناتا ہے اور الفاظ اذان صحیح ہیں تو کیا اذان ہوجائے گی، اور اگر صحیح نہیں پڑھتا ہے صرف آواز اچھی ہے اس وجہ سے عوام اس کو چاہتی ہے تو کیا اس مؤذن کی اذان اور اقامت ہوجائے گی آیا نماز ہوگی کہ نہیں؟ اور اگر اذان صحیح طریقہ سے پڑھتا ہے اور تکبیر میں غلطی ہے تو کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بے موقع کھینچنا جس سے الفاظ مسخ ہوجاویں درست نہیں ایسی اذان کا اعادہ کیا جائے تکبیر میں بھی اگر ایسا ہی حال ہو وہ بھی درست نہیں ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوگی۔ صحیح پڑھنے والے کو امام ومکبّر مقرر کیا جائے۔ ولا لحن فیه أي تغنی بغیر کلماته فإنه لایحل فعله وسماعه اھ (درمختار[2]) قوله بغیر کلماته أي بزیادة حرکة أو حرف أو مد أو غیرها في

---

[1] شامی کراچی ص ۳۸۶، ج ۱، (مطلب في الکلام علی حدیث "الاذان جزم") باب الاذان، شامی زکریا ص ۵۲ ج ۲. سعایه ص ۱۵ ج ۲ باب الآذان، مطبوعه سهیل اکیڈمی پاکستان.

[2] درمختار ص ۲۵۹ ج ۱، مکتبه نعمانیه . باب الاذان، مطلب فی الکلام علی حدیث الاذان جزم.

الاوائل والاواخر[1] اھ (ردالمحتار). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/ ۹۰ھ

اذان میں لفظ اللہ کو کھینچنا

سوال: ۔جولوگ اذان کے دوسرے اللہ اکبر کے لام کو کھینچتے ہیں اور ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' میں لام کو خوب کھینچ کر پڑھتے ہیں، اذان میں خوب چڑھاؤ اُتار کیا جاتا ہے، آج کل اکثر مسجدوں میں ایسی ہی اذانیں پڑھی جاتی ہیں، شرعی طور پر لفظ اللہ اکبر کے لام کو کتنا کھینچا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ اللّٰہ اکبر کے لام پر مد تعظیمی کرنے کو بعض قراء نے درست لکھا ہے[2]، اور اذان میں مدصوت مقصود بھی ہے، تاکہ دور تک آواز پہنچے فقہاء نے بھی اطالت کلمات کی تصریح کی ہے[3]، مگر موسیقی کے طور پر اُتار چڑھاؤ کرنا غلط ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الشامی نعمانیہ ص ۲۵۹، ج ۱، مکتبہ نعمانیہ، مطبوعہ زکریا ص ۵۳، ج ۲، باب الاذان. قبیل مطلب فی اول من بنی المنائر للاذان. البحر الرائق ص ۲۵۶، ج ۱، باب الاذان مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ. زیلعی ص ۹۰، ج ۱، امدادیہ پاکستان.

[2] ویجوز اجراء وجہ مد "لااله الا اللّٰه" عندی من أجری المد للتعظیم الخ، النشر فی القرأت العشر، ج ۲/ص ۴۳۹/حکم الاتیان بالتکبیر وسببه مطبوعہ بیروت.

[3] وفشر الترسل فی الفوائد باطالة کلمات الاذان، البحر الرائق، ج ۱/ص ۲۵۷/ باب الاذان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، وقیل بتطویل الکلمات کمافی البحر عن عقد انفرائد وکل ذٰلک مطلوب فی الاذان فیطول الکلمات بدون تغنٍ وتطریبٍ. طحطاوی علی المراقی الفلاح، ص ۱۵۸/باب الاذان، مطبوعہ مصری، عنایة علی فتح القدیر، ج ۱/ص ۲۲۴/باب الاذان مطبوعہ دارالفکر بیروت.

کلمات اذان میں فصل وصل

سوال:- ہمارے یہاں اذان سننے کے بارے میں سخت اختلاف ہو چکا ہے یعنی ایک شخص نے اذان کہتے وقت اللہ اکبر کے کلمہ کو ایک سانس میں دو مرتبہ نہ کہا ہر کلمہ کو چار مرتبہ علیحدہ علیحدہ کہہ دیا تو اس پر بعضوں نے کہا کہ اس کی اذان درست نہیں بعض نے کہا کہ درست ہے اس پر سخت جھگڑا ہو گیا۔ حقیقۃً یہ اذان درست ہوئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شروع اذان میں جب مؤذن چار مرتبہ **اللّٰہ اکبر** کہتا ہے تو اس کو چار آواز سے علیحدہ علیحدہ نہیں کہنا چاہیے بلکہ دو آواز سے کہنا چاہیے یعنی ایک آواز میں دو مرتبہ **اللّٰہ اکبر** کہے: **هكذا في الطحطاوي**[1] تاہم اگر سانس کم ہو اور ایک سانس میں دو مرتبہ نہ کہہ سکے تو ایسی طرح کہے کہ جس سے دو مرتبہ اللہ اکبر میں اتنا فصل نہ ہو جتنا چار مرتبہ میں ہوتا ہے اسطرح اذان درست ہو جائے گی[2] اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ کوئی بڑے سانس والا اذان کہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲ رصفر ۵۷ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳ رصفر ۵۷ھ

---

[1] قول يكبر في اوله اربعاً، بصوتين (الطحطاوي على المراقى الفلاح ص ١٥٦) مطبوعه مصر، باب الاذان. ويتمهل، يترسل (في الاذان) بالفصل بسكتة بين كل كلمتين أي جملتين الافي التكبير الاول فان السكتة تكون بعد تكبيرتين (الطحطاوي على المراقى الفلاح ص١٥٨) مطبوعه مصر، باب الاذان.

[2] وفي الكافي من انه لوترسل فيهما أو حدر فيهما اوترسل في الاقامة وحدر في الاذان جاز لحصول المقصود وهو الاعلام وترک ماهو زينة لايضر يدل على عدم الكراهة والاعاده (البحر الرائق ص ٢٥٧ ج ١) مطبوعه كوئٹه، باب الاذان. عالمگیری ص٥٦، ج ١، الفصل الثانی، مطبوعه كوئٹه.

ایضاً

سوال: -شروع اذان میں ''اللّٰہ اکبر'' چار مرتبہ ہے ان کو بغیر سکتہ کے ایک آواز میں دو بار پڑھیں یا سکتہ کے ساتھ ایک آواز میں ایک بار علی ہذا القیاس شہادتیں وغیرہ پوری ترکیب مع اقوال فقہاء تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک سانس میں دو مرتبہ لفظ ''اللّٰہ اکبر'' کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ اکبر کی را ساکن ہو اور بغیر سکتہ کے دو بار پڑھا جائے دو مرتبہ پڑھ کر سکتہ کر کے پھر دوسرے سانس میں اسی طرح دو بار پڑھنا چاہیے۔ کلمۂ شہادتین ایک سانس میں ایک مرتبہ پڑھ کر سکتہ کر کے دوسری سانس میں دوسری مرتبہ پڑھا جائے غرض جس طرح لفظ ''اللّٰہ اکبر'' دو مرتبہ ایک سانس میں پڑھ کر سکتہ کیا جاتا ہے اسی طرح کلمہ شہادت ایک سانس میں ایک مرتبہ کہہ کر سکتہ کرنا چاہئے۔ یہی حکم تہلیل کا ہے۔ **ویترسل فیه ویحدر فیها أي یتمهل في الاذان ویسرع في الاقامة وحده أن یفعل بین کلمتی الاذان بسکتة بخلاف الاقامة إلی أن قال ویسکن کلمات الاذان والاقامة** (بحر[1] ص۲۵۷ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۸ھ

حی علی الصلوٰۃ چار مرتبہ کہنا!

سوال: -تکبیر کہتے وقت حی علی الصلوٰۃ چار مرتبہ پڑھنے سے تکبیر ہو جاتی ہے یا کچھ کمی رہتی ہے؟

---

[1] البحر الرائق ص۲۵۷ ج ۱، مطبوعه کوئٹه باب الاذان. عالمگیری ص ۵۶ ج ۱، الفصل الثانی، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

حی علی الصلوٰۃ چار مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہے، چار مرتبہ غلط ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الصلوٰۃ خیر من النوم کا قصداً دو ٹکڑوں میں پڑھنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک حافظ صاحب صبح کو اذان پڑھتے ہیں، تو وہ "الصلوٰۃ" پڑھ کر قصداً سانس توڑ دیتے ہیں، اور پھر "خیر من النوم" پڑھتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ یہ سانس توڑنا سنت رسول ہے، اور بڑا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس مؤذن کا یہ طریقہ غلط ہے، اور اس کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا بڑی غلطی ہے، "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے دو ٹکڑے نہ کئے جائیں۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] واما الاقامة فمثنى مثنى عند عامة العلماء كالاذان الخ بدائع ،زكريا ، ج ۱/ص ۳۶۶/ فصل واما بيان كيفية الاذان الخ ،البحر الرائق كوئٹه ، ج ۱/ص ۲۵۶/باب الاذان ،والا قامة سبع عشر كلمة الىٰ قوله وفيه تثنية التشهدين والحيعلتين الخ فتح القدير ، ج ۱/ص ۲۴۳/ باب الاذان،دار الفكر بيروت.

[۲] هو(اى الترسل)أن يفصل بين كل كلمتين من كلماته بسكتة والحدر ان لايفصل ولوتسرسل فيها قبل يكره لمخالفة السنة الخ فتح القدير ، ج ۱/ص ۲۴۴/ باب الاذان دارالفكر ،البحر ،ج ۱/ص ۲۵۷/ باب الاذان كوئٹه ،طحطاوى على المراقى ص ۱۵۸/ باب الاذان،مصرى قال والأذان والاقامة مثنى مثنىٰ عندنا، المحيط البرهانى، ج ۲/ص ۹۰/ كتاب الصلوٰة الفصل الثانى فى الفرائض والواجبات والسنن نوع آخرفى بيان مايفعل فيه، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

اذان میں سانس ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال:-جس موذن کا سانس اتنا کم ہو کہ وہ جب اذان دے تو سانس ختم ہونے کی وجہ سے کلمہ کا آخری حرف ختم ہو جاتا ہے۔ اور دانت ٹوٹنے کی وجہ سے سامعین کو ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف معلوم ہوتا ہو تو کیا ایسے شخص کی اذان ہو جائے گی؟ اور ایسے شخص کو اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اذان دینے کے لیے ملازم ہے تو صحیح حروف ادا کرے، کوئی حرف کم نہ کرے، ورنہ دوسرا شخص جو اہل ہو وہ اذان دیا کرے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

اذان ترنم کے ساتھ

سوال:-آج کل ہمارے یہاں نوجوانوں کو اذان دینے کا شوق اس قدر ہو گیا ہے کہ ایک وقت کی بھی بانگی صاحب کے حصے میں آتی نہیں ہے لیکن یہ نوجوان اذان کے ہر کلمہ کے یعنی

---

[1] ثم اعلم أنه ذكر في الحاوى القدسى من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحا عالماً بالسنن والاوقات مواظباً عليه الخ شامى زكريا ص ٦٢ ج ٢، باب الاذان. تاتارخانيه ص ٥١٩ ج ١، نوع آخر فى اذان المحدث والجنب الخ مطبوعه كراچى. عالمگيرى ص ٥٣ ج ١، الباب الثانى فى الاذان، الوضوء الاوّل فى صفته وأحوال المؤذن، مطبوعه كوئٹه.

جملہ کے اخیر میں اس قدر آ آ آ آ آ آ آ آ آ آ اور ان الفاظ میں چڑھاؤ اتار کا موسیقی ترنم لگاتے ہیں کہ ہر جملہ سے تین چار گنا وقت کھینچ کر سامعین کو پریشان کرتے ہیں، گھڑی کا شمار چھ سے سات منٹ سے بڑھ جاتی ہے لہٰذا اس ترنم والی موسیقی اذان دینے میں ازروئے شریعت کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بعدہٗ اذان کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان موسیقی ترنم کے ساتھ دینا جس سے اصلی حروف میں زیادہ کھینچ تان ہو جائے منع ہے، خلاف سنت ہے ایسی اذان کا جواب بھی لازم نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] بلالحن هو التطرب وقيل الخطاء في الاعراب وكلاهما ممنوعان فلذلك اشار الشارح إلى منعهما وقد صرح الفقهاء بانه لايحل فيه كذا صرحوا بانه لايحل سماع الاذان الذي يلحن فيه قال في البحر إذا كان هذا في الاذان ففى القرأة بالطريق الاولى، يكره التلحين عندنا، لقول ابن عمر لمؤذن والله إني لابغضك في الله لأنك تغنى في الأذان انتهى (سعاية ص۱۳، ج۲، مطبوعه لاهور) باب الاذان. شامی کراچی ص۳۸۷ ج ۱، باب الآذان. زیلعی ص۹۰ ج ۱ باب الآذان، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. تاتارخانيه ص۵۲۸ ج ۱ قبيل فصل فی بيان أداب الصلوٰة، مطبوعه كراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

﴿اذان کے جواب کا بیان﴾

اذان کا جواب دینا کیا ہے؟

سوال:- اذان کے وقت اذان کا جواب دینا کیا ہے فرض ہے، یا سنت ہے، یا واجب ہے، یا مستحب ہے، اذان و جماعت میں کتنا فصل ہونا چاہئے امید ہے کہ حدیث کی روشنی میں سلف وخلف کے واقعات کیساتھ مفصل جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کا جواب مستحب ہے[1]۔ مغرب کی اذان و جماعت میں کچھ زیادہ فصل کی ضرورت نہیں، دوسرے اوقات اذان و جماعت میں نصف گھنٹہ کا فصل کافی مناسب ہے، جمعہ کی اذان اول اور اذان ثانی مین بھی فصل مناسب ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۵ھ

---

[1] وانها مستحبة حتى قالوا ان فعل نال الثوب والحاصل انه اختلف التصحيح فى وجوب الاجابة باللسان والاظهر عدمه. طحطاوى ص: ۱۶۲، مصرى، باب الاذان. شامى زكريا ص ۶۵ ج ۲، باب الآذان قبيل مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد. حلبى كبيرى ص ۳۷۸ فصل فى السنن، مطبوعه لاهور.

[2] ويفصل بين الاذان والاقامة بقدر ما يحضر القوم الملازمون للصلاة (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اذان کا جواب دینا واجب ہے

سوال:-اذان کا جواب دینا کیسا ہے؟ جو شخص مسجد میں موجود ہو تو کیا اس کے لیے جواب دینا واجب ہے اور مسجد کے باہر ہو تو اس کے لیے مستحب ہے مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنے ایک رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے اس شخص کے واسطے جو مسجد میں موجود ہے اور جو مسجد کے باہر ہے تو اس کے واسطے مستحب ہے جو موذن کہے سننے والا بھی وہی جواب میں کہے یہ کہاں تک صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(کذا فی ردالمحتار[1] ص ۲۷۹، ج ۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اثناء وضو میں اذان کا جواب دے یا دعاء وضو پڑھے

سوال:-اگر وضو کر رہا ہے مسجد میں اور اذان بھی ہو رہی ہے تو وضو کی دعا پڑھے یا اذان کے الفاظ دُہرائے جائیں؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مع مرعاة الوقت المستحب ويفصل بينهما فى المغرب بسكتة هى قدر قراء ة ثلاث آيات قصار او آية طويلة، (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى، ص ۱۵۹، مصرى، باب الاذان. البحر الرائق ص ۲۶۱ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. عالمگيرى ص ۵۶-۵۷ ج ۱، الفصل الثانى فى كلمات الاذان والاقامة الخ، مطبوعه كوئٹه.

[1] ويجيب وجوباً وقال الحلواني ندباً الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۶۵، ج ۲، باب الاذان، مطلب فى كراهة تكرار الجماعة الخ. حلبى كبيرى ص ۳۷۸ فصل فى السنن، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. عالمگيرى ص ۵۷ ج ۱، الفصل الثانى فى كلمات الاذان الخ، مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

جوابِ اذان کی حدیث بہ نسبت دعاء وضو کی حدیث کے قوی ہے[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متوضی وضو کی دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے

سوال: ۔زید نے وضو شروع کیا اور مؤذن نے اذان شروع کردی تو اس متوضی کے لئے وضو کی دعاء پڑھنا افضل ہے یا اذن کا جواب دینا افضل ہے؟

---

[۱] قال النووي جاء في التسمية أحاديث ضعيفة ثبت عن احمد بن حنبل رحمه الله أنه قال لااعلم في التسمية حديثاً ثابتاً (للنووی ص ۲۹، مطبوعه دارالكتاب العربی) أما الدعاء على اعضاء الوضوء فلم يجئ فيه شيء عن النبي ﷺ (الاذکار ص ۳۰)، البته اللهم اغفرلي ذنبی الخ کونسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے (الاذکار ص ۳۱)، نیز ملاحظہ ہو شامی ص ۱۲۷ ج ۱، كتاب الطهارة، مطبوعه كراچی. طحطاوی على المراقی ص ۶۰ فصل من آداب الوضوء، مطبوعه مصری. جب کہ جواب اذان کی حدیث متعدد اسناد سے صحاح ستہ بخاری شریف ص ۸۶، ج كتاب الاذان، باب ما يقول اذا سمع المنادی، مطبوعه اشرفی دیوبند، ۱، مسلم: ۱۶۶ ج ۱ كتاب الصلوٰة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ مطبوعه مكتبه بلال دیوبند، ترمذی شریف ص ۵۱، ج ۱ ابواب الصلوٰة باب ما يقول اذا اذن المؤذن، مطبوعه مكتبه بلال دیوبند، اور ابوداؤد ص ۷۷ ج ۱ باب ما يقول اذا سمع المؤذن، كتاب الصلوٰة، مطبوعه سعد بكڈپو دیوبند، نسائی ص ۷۸ ج ۱، كتاب الاذان القول مثل ما يقول المؤذن، مطبوعه فيصل دیوبند، ابن ماجه ص ۵۳ ج ۱ ابواب الاذان، ما يقال اذا اذن المؤذن، مطبوعه اشرفی دیوبند، میں اس مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ رقمطراز ہیں بہتر ہے کہ کلمات اذان کا جواب دیا جائے نظام الفتاوی ص ۳۵۸، ج ۱.

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کا جواب دینا بہتر ہے کہ اس کے لئے صیغۂ امر ہے "قولو مثل مایقول المؤذن"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تلاوت ووضو وغیرہ کے درمیان اذان کا جواب

سوال:- اذان کے وقت قضاء نمازیں، نوافل یا تلاوت قرآن پاک جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت جاری رکھے یا اذان کا جواب دے اسی طرح وضو کرتے وقت اذان سنائی دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نماز قضا یا نفل پہلے شروع کر دی ہے اور درمیان میں اذان ہو جائے[2] تو بہتر یہ ہے کہ اول اذان کا جواب دے پھر دعاء وسیلہ پڑھے پھر نماز شروع کرے اگر حالت تلاوت میں

---

[1] بخاری شریف، ج ۱/ص ۸۶/ کتاب الاذان باب مایقول اذاسمع النداء، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف، ج ۱/ص ۱۶۶/ کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن، مطبوعہ سعدیہ دیوبند، ترمذی، ج ۱/ص ۵۱/ باب مایقول اذا اذن المؤذن، مطبوعہ بلال اشرفی دیوبند.

[2] وفي الجواهران اجابة المؤذن سنة فإذا فرغ المؤذن من الاذان يقول المستمع اللهم رب هذه الدعوة الى قوله ويقطع قراء ة القران الخ مجمع الانهر ص ۱۱۶، ج ۱، (مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) باب الاذان. شامی کراچی ص ۳۹۸ ج ۱، باب الآذان. طحطاوی مع المراقی ص ۱۶۳ باب الآذان، مطبوعه مصری.

اذان ہوجائے تو یہ بہتر ہے کہ تلاوت روک کر اذان کا جواب دے پھر دعا پڑھے پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔ وضو کی حالت میں اذان کا جواب بھی دیتا رہے وضو بھی کرتا رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وضو، تلاوت اور تعلیم کرتے وقت اذان کا جواب

سوال:۔ایک آدمی مسجد میں وضو کررہا ہے، یا قرآن پڑھ رہا ہے، یا حدیث وفقہ پڑھ رہا ہے، یا وعظ وتقریر کررہا ہے، اور ادھر مؤذن نے اذان شروع کردی، تو کیا یہ اپنا عمل روک کر اذان کا جواب دے، یا اپنا عمل جاری رکھے، مفصل تحریر فرمائیں، کن صورتوں میں کیا کیا احکام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وضو تو کرتا رہے، بقیہ امور میں افضل یہ ہے کہ ان کو بند کرکے اذان کا جواب دے، لیکن اگر ان کو جاری رکھا تب بھی گناہ نہیں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل مايقول المؤذن بخاری شریف، ج ۱/ص ۸۶/ باب مايقول اذا سمع الندا، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف، ج ۱/ ص ۱۶۶/ باب استحباب القول مثل قول المؤذن، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

"وفی البحر، ولايقرأ السامع ولايسلم ولا يردالسلام ولا يشتغل بشئی سوی الاجابة، ولوكان السامع يقرأ يقطع القرأة ويجيب البحرالرائق، ج ۱/ص ۲۵۹/ باب الاذان مطبوعه الماجديه كوئٹه، الدالمختار على الشامی زكريا، ج ۲/ص ۶۸/باب الاذان، مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی المسجد.

بوقت اذان تلاوت کو جاری رکھے یا موقوف کردے

سوال:-جس وقت اذان سنے اس وقت تلاوت موقوف کردے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں تلاوت کررہا تھا تب تو تلاوت کو جاری رکھے اگر خارج مسجد یا اپنے مکان وغیرہ میں تھا تو تلاوت کو موقوف کرکے اذان کا جواب دے۔[1] (تنویر الابصار ص ۴۱۴، ج ۱)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ کے دوران اذان شروع ہوجائے

سوال:-ایک شخص چند آدمیوں کو لے کر مسجد میں یا بیرون مسجد درس کی صورت میں کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہے یا زبانی وعظ کررہا ہے، اسی دوران کسی نماز کی اذان کا وقت ہوجاتا ہے اور اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، اب کتاب سنانے والے کو کتاب پڑھنا بند کردینا چاہیے یا کہ جاری رکھنا چاہیے نیز اس صورت میں کتاب پڑھنے والے یا وعظ کہنے والے کو اور سننے والے اصحاب کو اذان کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟

---

[1] لایشتغل بشيء سوی الاجابة ولو کان السامع یقرأ یقطع القرآة ویجیب (البحر ص ۲۵۹، ج ۱، مطبوعه کوئٹه) باب الاذان. ولو کان فی المسجد حین سمعه لیس علیه الإجابة ولو کان خارجه اجاب الخ تنویر الابصار ص ۶۸ ج ۲، مطبوعه زکریا دیوبند، باب الاذان. حلبی کبیری ص ۳۷۸ سنن الصلاة وفیه الاذان، سهیل اکیڈمی لاهور. شامی زکریا ص: ۷۰، ج: ۲، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ جب اذان شروع ہوجائے تو کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر بند کرکے اذان کا جواب دیا جائے پھر دعائے اذان پڑھ کر کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر حسب موقع شروع کریں۔ ردالمحتار[1] وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ قولوا مثل مایقول المؤذن[2]۔ فتح القدیر[3] میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

حیعلتین کا جواب

سوال: -بہشتی زیور جلد ۱۱/ باب اجابت المؤذن کے ایک مسئلہ سے شبہ واقع ہوتا ہے مہربانی کرکے اس کا ازالہ فرمائیں۔ حضرت مولانا یہ بیان فرماتے ہیں۔

''جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے مگر حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی کہے''

بظاہر اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے جواب میں اس لفظ کو بھی دہرائے اور ساتھ ہی لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی کہے لیکن اس مسئلے کے حوالہ میں جو عبارت مراقی الفلاح کی پیش کی گئی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی کہے اس کے ساتھ حیعلتین بھی کہے۔ پوری عبارت مراقی الفلاح کی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ولایقرأ بل یقطعها ویجیب ولایشتغل بغیر الاجابة الخ (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۷۰ ج ۲) باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة الخ. عالمگیری ص ۵۷ ج ۱ الفصل الثالث فی کلمات الاذان الخ، مطبوعه کوئٹه، کتاب الصلوٰة. البحرالرائق ص ۲۵۹ ج ۱، باب الآذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] مشکوٰة شریف ص ۶۴ ۱ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب فضل الاذان واجابة المؤذن.

[3] فتح القدیر ص ۲۴۸ ج ۱، (مطبوعه دارالفکر بیروت) باب الاذان.

الحيعلتين هما حي على الصلوٰة وحي على الفلاح كما ورد لانه لوقال مثلهما كالمستهزئي لان من حكى لفظ الآمر بشئ كان مستهزئًابه بخلاف باقي الكلمات لانه ثناء والدعاء مستجاب بعد اجابته بمثل ماقال، باب الاذان (ص ۳۴)

الجواب حامداًومصلیاً

مراقی الفلاح[1] شرح طحطاوی ص۱۱۰ میں ہے۔ واختار المحقق في الفتح الجمع بين الحيعلة والحوقلة عملاً بالاحاديث الواردة وجمعاً بينهما. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

باتیں کرتے ہوئے اذان کا جواب

سوال:-بوقت اذان جوشخص باتیں کررہاہے اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا، یہ لکھا ہے بہارِشریعت میں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اذان کا جواب دینا چاہیے باتیں بندکردینا چاہیے یہ طریقہ ناپسند ہے کہ باتیں ہوتی رہیں اوراذان کا جواب نہ دیا جائے[2] مگر یہ غلط ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۸ھ

---

[1] الطحطاوي على مراقي الفلاح ص ۱۶۴، مطبوعه مصر باب الاذان. شامي زكريا ص۶۷ ج۳ باب الاذان.

[2] لاينبغي ان يتكلم السامع في خلال الاذان والاقامة (الهنديه ص۵۷، ج: ۱) الباب الثاني في الاذان تحت الفصل الثاني في كلمات الاذان (مطبوعه كوئٹه) مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۱۶۱، باب الاذان، مطبوعه مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

﴿اذان کے بعد دعا کا بیان﴾

اذان کے بعد دعا کا حکم

سوال:- اذان کے بعد مناجات کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے بعد دعاء وسیلہ مستحب ہے۔ ویندب القیام عند سماع الاذان ویدعوا عند فراغه بالوسیلة لرسول اللہ ﷺ اھ (درمختار[1] ص ۴۱۳ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/۱۰ ۵۹ھ الجواب صحیح: عبد اللطیف ۹/۱۰ ۵۹ھ

اذان کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

سوال:- اذان کی جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۶۶-۲۶۷، ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۶۷، ج ۲، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۶۴ باب الاذان، مطبوعه مصری. البحر الرائق ص ۲۶۰ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

کتب حدیث وفقہ میں اس دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال:- بعد اذان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے یا بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کسی روایت میں نظر سے نہیں گذرا۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان کے بعد کی دعا میں رفع یدین

سوال:- بوقت دعائے اذان دست برداشتن چہ حکم دارد۔[۳]

---

[۱] والمسنون في هذا الدعاء ان لاترفع الأيدى لانه لم يثبت عن النبي ﷺ رفعها الخ فيض الباري ص۱۶۷ ج۲، (مكتبه خضرراه ديوبند) كتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء.

[۲] والمسنون في هذا الدعاء ان لاترفع الأيدى لأنه لم يثبت عن النبى ﷺ رفعها الخ فيض البارى ص ۱۶۷ ج۲، (مكتبه خضرراه ديوبند) باب الدعاء عند النداء. باب الاذان.

[۳] **ترجمہ سوال:**- اذان کی دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے۔

ترجمہ جواب:- اس مقام میں خصوصاً ہاتھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کی کوئی روایت نظر سے نہیں گذری لیکن چونکہ مطلق دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا مستحب ہے پس اس جگہ میں بھی اگر کوئی اس استحباب پر عمل کرے گنجائش ہے اور اگر ہاتھ نہ اٹھائے تب بھی کوئی حرج نہیں پس ہاتھ نہ اٹھانے سے استحباب کا ترک بھی لازم نہیں آئے گا امداد الفتاویٰ اور مجموعۃ الفتاویٰ میں اسی طرح ہے اور بعض عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے نقل صریح نہ ہونے کی وجہ سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دریں مقام خصوصاً رفع یدین وعدم رفع، ہیچ در روایتے از نظر نگذشتہ ولیکن چونکہ برائے دعا مطلقاً رفع یدین مستحب است پس دریں موضع نیز اگر کسے بریں استحباب عمل نماید گنجایش دارد واگر ترک رفع کند نیز لاباًس بہ است وچوں خصوصاً دریں مقام رفع نیز ثابت نیست چنانکہ عدم رفع ثابت نیست پس فوت ثواب استحباب از ترک رفع نیز لازم نہ آید ہکذا في امداد الفتاویٰ[1] ومجموعۃ الفتاویٰ وغیرہما واز بعض عبارت معلوم میشود کہ عدم رفع افضل است[2] لعدم النقل الصریح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۵۶ھ

اذان کے ختم پر محمد رسول اللہ کہنا

سوال:- جواب اذان میں اخیر کلمہ لاالہ الااللّٰہ کے بعد اگر کوئی شخص محمد رسول اللّٰہ پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جگہ ثابت نہیں[3] ویسے جس طرح لاالہ الااللہ پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح

---

[1] ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص ۱۶۱-۱۶۴ ج ۱، حکم رفع یدین در دعاء اذان مطبوعہ زکریا دیوبند، کفایت المفتی ص ۱۵، ج ۳ پہلا باب اذان وتکبیر، مطبوعہ اعزازیہ دیوبند۔

[2] المسنون في هذا الدعاء ان لاترفع الأيدى لانه لم يثبت عن النبي ﷺ والتشبث فيه بالعمومات بعد وردفيه خصوص فعله ﷺ لغو الخ (فيض الباري ص ۱۶۷ ج ۱). باب الاذان، باب الدعاء عند النداء. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محمد رسول اللہ پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳۰ ۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] کفایت المفتی ص ۱۰ ج ۳ کتاب الصلوٰۃ، پہلا باب اذان وتکبیر، مطبوعہ اعزازیہ دیوبند، ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن، بخاری شریف ص ۸۶ باب ما یقول اذا سمع النداء، مطبوع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۱۶۶ ج ۱، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال فاخبرني عن الإيمان قال أن تومن باللّٰہ وملائكته وكتبه ورسله الخ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۱، اول کتاب الإیمان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم

﴿دوبارہ اذان دینے کا بیان﴾

اذان قبل الوقت

سوال:۔ ہمارے یہاں تھوڑی بات پر جھگڑا ہو رہا ہے، وہ یہ کہ مورخہ ۲۵/جنوری ۷۴ء بروز جمعہ پیش امام صاحب ۱۲/۲۸/کو اذان دی، اذان کے صدر مجلس کو اعتراض ہے کہ ۱۲/۳۰/کو اذان دی جائے، کیونکہ ۱۲/۲۸/کو وقت شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا قبل از وقت اذان صحیح نہیں؟ صدر صاحب کہتے ہیں کہ کریم نگر حیدر آباد جیسے مقام پر ۱۲/۳۰/ہی کو اذان دی جاتی ہے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ موسم کے لحاظ سے زوال کے وقت میں تبدیلی آتی ہے، لہٰذا آپ صحیح مسئلہ سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان بھی وقت سے پہلے صحیح نہیں، جب زوال آفتاب ہو جائے اس وقت اذان کہی جائے، زوال آفتاب ہر مقام پر اور ہر موسم میں ایک ہی وقت نہیں ہوتا، بلکہ مختلف اور متغیر ہوتا رہتا ہے، ''**فیعاد اذان وقع بعضه قبل الوقت کالاقامة الخ درمختار قوله وقع وکذا کله بالاولی قوله کالاقامة ای فی انها تعاد اذاوقعت قبل**

الوقت الخ[1] (درمختار، ج ۱/ص ۲۵۸/) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غروب سے پہلے اذان ہوجائے اس کا حکم

سوال: -امام صاحب کی گھڑی میں دومنٹ باقی تھے مغرب کی اذان میں مگر قاری صاحب نے اذان پڑھوادی جب کہ امام صاحب نے منع کیا تھا مگر وہ نہیں مانے۔ جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے تب سائرن ہوا، اس پر امام صاحب نے کہا دومنٹ رک جاؤ، قاری صاحب اس سے پہلے بھی امام صاحب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھا چکے تھے اور پہلے امام صاحب کو ہٹایا ہے، ان قاری کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غروب آفتاب سے پہلے مغرب کی اذان جائز نہیں اگر اذان وقت سے پہلے ہوگئی تو اس اذان کا اعادہ لازم ہے[2] اور نماز مغرب غروب سے پہلے جائز نہیں۔ اس طرح پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوئی[3]۔

ضد کی وجہ سے مخالفت کر کے امامت سے الگ کرادینا بہت بیجا اور غلط حرکت ہے۔ لازم ہے کہ آپس میں صلح وصفائی کر کے ہر ایک اپنی غلطی کی دوسرے سے معافی مانگے اور غلط

---

[1] شامی کراچی، ج ۱/ص ۳۸۵/ باب الاذان البحرالرائق، ص ۲۶۲/مطبوع الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر، ج ۱/ص ۲۵۳/باب الاذان، مطبوعه دارالفکر بیروت، المحیط البرهانی، ج۲/ص ۹۸/ کتاب الصلوٰة الفصل فی الفرائض والواجبات والسنن، مطبوعه ڈابهیل.

[2] لوأذن قبل الوقت يعاد في دخول الوقت (مجمع الأنهر ص ۱۱۴ ج ۱، باب الأذان) مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. درمختار على الشامي زكريا ص ۵۰ ج۲، باب الاذان كتاب الصلوٰة. البحرالرائق ص ۲۶۲ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] ووقت المغرب من غروبها إلى مغيب الشفق هو البياض الكائن في الأفق بعد الحمرة (مجمع الأنهر ص ۱۰۵، ج ۱، اول كتاب الصلاة) مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

طریقہ چھوڑ کر صحیح طریقہ اختیار کرے۔ جو شخص تمام نمازیوں میں صحیح العقیدۃ صحیح العمل صحیح الاخلاق مسائل نماز وطہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا ہو اس کو امام تجویز کریں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲۳ ۱۴۰۰ھ

اوّل وقت اذان کہہ دی کیا اعادہ کرے؟

سوال:- آج کل عصر کا وقت چار بج کر پندرہ منٹ پر شروع ہوتا ہے، دوامی جنتری کے حساب سے، اتفاق سے زید نے چار بجے عصر کی اذان پڑھ دی اب اس اذان کا اعادہ ضروری ہے یا صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے کافی سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احوط یہ ہے کہ اذان دوبارہ کہی جائے، تکرارِ اذان مشروع ہے، اگر اذان دوبارہ نہ کہی گئی تب بھی یہ نہیں کہا جائے گا کہ جماعت بلا اذان ہوئی، کیونکہ صاحبین کے نزدیک وقت ہو گیا تھا[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱ ۹۳ھ

---

[1] والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة للقرآة ثم الأورع أي الأكثر إتقاء للشبهات والتقوى: اتقاء المحرمات ثم الاسن ثم الأحسن خلقاً الخ (درمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۴-۲۹۵، ج۲، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد باب الإمامة). تاتارخانیه ص ۶۰۰ ج ۱، الفصل السادس من هو احق الامامة، مطبوعه کراچی.

[2] وقت الظهر من زواله الى بلوغ ظل مثليه وعنه مثله وهو قولهما قال الشامی أن الاحتياط ان لايؤخر الظهر الى المثل وان لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۴/۱۵ ج۲، باب الاذان لان تكرار الأذان مشروع فی الجملة الخ. زیلعی ص ۹۳ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه ملتان. درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۰ ج ۲ باب الاذان.

اذان میں غلطی کی وجہ سے اس کا اعادہ

سوال:- (الف) اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْل اللّٰه میں مؤذن نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ الرَّسُوْل اللّٰه پڑھا تو اذان فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(ب) ایسی اذان کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

(ج) ایسی غلط اذان پر مؤذن گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ معنی نہیں سمجھتا اور محض نادانی اور جہل کے باعث غلط پڑھتا ہے۔

(د) پہلی مرتبہ غلط پڑھنے پر یعنی اَنَّ کی جگہ انا پڑھنا مؤذن کو دوبارہ اشهد ان محمداً رسول اللّٰه نہ پڑھنے دینا اور اذان ایسے ہی روک دینا اور خود یا دوسرے سے جو صحیح پڑھ سکے اسی سے اذان پڑھوانا شروع کر دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اذان میں پڑھنا ناجائز اور غلط ہے[1] مؤذن کو چاہیے کہ اذان کے کلمات کو صحیح کرے اگر وہ بالقصد اس طرح پڑھتا ہے تو گنہ گار ہے اگر وہ صحیح طریقہ سے اذان کے کلمات کو ادا نہیں کر سکتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اذان کہنے سے احتراز کرے اگر وہ اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرے اور غلط اذان کہنے سے باز نہ آئے اور دوسرا شخص صحیح اذان کہنے والا موجود ہو تو پھر اس دوسرے شخص کو اذان کے لیے متعین کر دیا جائے[2] تاہم جو اذانیں وہ اس غلط طریق پر پڑھ

---

[1] ويترسل فيه أي يتمهل م بلالحن قال بلالحن هو التطرب وقيل الخطاء في الاعراب وكلاهما ممنوعان فذلك اشار الشارح الى منعهما وقد صرح الفقهاء بان لايحل فيه (السعاية ص ۱۳ ج ۱، مطبوعه لاهور). باب الاذان.

[2] ان المستحب كون المؤذن عالما بالسنة (هداية ص ۹۰ ج ۱، باب الاذان) مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

چکا ہے ان کا اعادہ واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۲ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ یکم ربیع الاول الجواب صحیح: عبد اللطیف یکم ربیع الاول ۵۹ھ

بجلی چلی جانے کی وجہ سے دوبارہ اذان

سوال: ۔مسجد میں اذان مائک سے شروع ہوتے ہی بجلی چلی گئی، مگر مؤذن نے اذان بلا مائک ہی پڑھ دی، ایک صاحب نے کہا کہ محلّہ کی عورتیں اذان مسجد کے انتظار میں ہونگیں، لہٰذا اذان دوبارہ مسجد کے باہر پڑھ دی جائے، کیونکہ پہلی اذان حجرہ میں ہوئی ہے، آواز مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچی ہے، کچھ لوگوں نے دوسری اذان کو منع کیا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس اذان کی خبر سب کو ہوگئی اور بجلی کے بھاگ جانے سے پوری اذان کی آواز نہیں پہنچ سکی تو یہ بھی کافی ہے دوسری اذان کی ضرورت نہیں، تاہم اگر دوسری اذان بھی پڑھ دی جائے، تب بھی کوئی گناہ نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اذاغشی علی المؤذن ساعة فی الاذان اوفی الاقامة قال محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ علیه احب الٰی أن یبتدی بهما من اولهما الخ المحیط البرهانی، ج۲/ص۹۸/ کتاب الصلوٰة، الفصل الثانی فی الفرائض، نوع آخر تدارک والخلل الواقع فی الاذان، مطبوعه ڈابهیل، البحر الرائق ص۲۶۴ ج۱ باب الاذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، خانیه علی الهندیة ص۷۷ ج۱ مسائل الاذان، مطبوعه کوئٹه.

اذان یا درمیان نماز میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ

سوال: ۔لاؤڈ اسپیکر کی مشین بالکل ملحق ایک کمرہ میں رکھی ہوئی ہے، اسی میں کھڑے ہوکر اذان کہی جاتی ہے، کبھی کبھی درمیان اذان لائٹ غائب ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آکر بقیہ اذان پوری کی جائے، یا کمرہ میں اور پھر کمرہ سے باہر آکر پوری اذان کا اعادہ کیا جائے، از روئے شرع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آکر پوری اذان مستقل کہی جائے، تاکہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن لیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۴ھ

---

[1] اذا عرض للمؤذن مایمنعه عن الاتمام وأراد آخر أن یوذن یلزمه استقبال الاذان من اوله ان اراد اقامة سنة الأذان الخ شامی زکریا، ج۲/ص ۶۱/ باب الاذان.

"فتکریره مفید لاحتمال عدم سماع البعض الخ البحر، ج ۱/ص ۲۶۳/ باب الاذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه"

"واذا غشی علیه فی اذانه اوأحدث فتوضا اومات او ارتد فالاحب استقبال الاذان الخ البحرالرائق، ج ۱/ص ۲۶۴/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، خانیه علی الهندیه، ج ۱/ص ۷۷ مسائل الاذان، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

﴿مکروہات اذان کا بیان﴾

بلا وضو اذان

سوال: - بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا وضو بھی اذان ہو جاتی ہے مگر ایسا کرنا بہتر نہیں وضو کر کے اذان کہنا مستحب ہے۔

ویستحب أن یکون المؤذن صالحاً وأن یکون علی وضوء ویکره اقامة المحدث وأذانه لما روینا من قوله ﷺ لایؤذن الامتوضئی واتبعت هذه الروایة لموافقتها نص الحدیث وإن صحح عدم کراهة اذان المحدث وهوظاهر الروایة والمذهب کما في الدرر اهـ (مراقی الفلاح وطحطاوي)[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوي ص ۱۵۸-۱۶۰، مطبوعه مصر، باب الاذان. تاتارخانیه ص ۵۱۹ ج ۱، نوع آخر فی آذان المحدث والجنب الخ مطبوعه کراچی. عالمگیری ص ۵۴ ج ۱، الفصل الاول الخ مطبوعه کوئٹه.

بلا وضو اذان دینے سے کیا نحوست برستی ہے

سوال:- ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بے وضو اذان پڑھی جائے تو جہاں تک اذان کی آواز پہونچتی ہے وہاں تک نحوست برستی ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا وضو اذان کہنا شرعاً ناپسند ہے، (کما فی کتب الفقہ) مگر نحوست والی بات کتاب میں نہیں دیکھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۸ ۸۸ھ

بلا وضو اذان کی وعید

سوال:- ایک مؤذن روزانہ پانچوں وقت کی اذان بغیر وضو کے دیتا ہے، جب اس کا جی چاہے تو کبھی وضو بھی کر لیتا ہے لیکن اکثر بغیر وضو کے اذان دیتا ہے تو کیا شریعت مطہرہ میں اس کی اجازت ہے کہ بغیر وضو کے اذان پر دوام کیا جائے اور کیا شخصِ مذکور کو فاسق کہہ سکتے ہیں امید ہے کہ جواب باحوالہ عنایت فرمایا جائے۔

نوٹ:- اور مؤذن کا یہ عمل عمداً اور معمولاً بلا وضو اذان دینے کا ہے، لوگوں کے سمجھانے کے بعد بھی وہ اس فعل سے باز نہیں آتا۔

---

[1] ویستحب أن یکون المؤذن صالحا وأن یکون علی وضوء ویکرہ اقامة المحدث واذانه (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۵۸) مطبوعہ مصر، باب الاذان. تاتارخانیہ ص ۵۱۹ ج ۱، نوع آخر فی اذان المحدث الخ، مطبوعہ کراچی. البحرالرائق ص ۲۶۳ ج ۱، باب الاذان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

ویکره اقامة المحدث وأذانه لما روينا (مراقی الفلاح) (إلى قوله) وإن صح عدم كراهية المحدث وهو ظاهر الرواية والمذهب (قوله واذانه لما روينا) من قوله ﷺ لايؤذن الاّ متوضئ (طحطاوي على مراقي الفلاح[1] ص ۱۱۸) مؤذن کا بلا وضو اذان دینے پر دوام کرنا اس حدیث کے خلاف ہے، اس کو ڈرنا چاہیے اور اس فعل سے بچنا چاہیے، تاہم اس کو فاسق کہنے سے بھی احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۸۸ھ

اذان کے درمیان اگر وضو ساقط ہو جائے تو کیا حکم ہے

سوال: -اذان دیتے وقت وضو ساقط ہو جائے تو اذان پوری کرنا چاہیے یا نہیں؟ اعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان پوری کر لینا ہی درست ہے۔ اعادہ لازم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشية الطحطاوي ص۱۵۸ - ۱۶۰، مطبوعه مصر، باب الاذان. النهر الفائق ص ۱۷۹ ج ۱، باب الاذان، دار الكتب العلميه، بيروت. زيلعی ص۹۳ ج ۱، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وينبغي أن يوذن ويقيم على طهر فان اذن على غير وضوء جاز لانه ذكر وليس بصلاة فكان الوضوء فيه استحباب كما في القراءة (هدايه ص ۹۰، ج ۱) مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب الاذان، البحر الرائق ص ۲۶۴، ج ۱، مطبوعه كراچی، باب الاذان، بدائع الصنائع ص ۱۴۹، ج ۱. (مطبوعه كوئٹه باب الاذان).

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

سوال:- اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلاضرورت دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ جا کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں وہیں جا کر نماز پڑھے۔ اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلاضرورت مکروہ ہے۔ **کره خروجه من مسجد اذن فيه أوفي غيره حتى يصلى لقوله عليه السلام لايخرج من المسجد بعد النداء الامنافق أورجل يخرج لحاجة يريد الرجوع الااذا كان مقيم جماعة اخرى كامام ومؤذن لمسجد آخر لانه تكميل معنى مراقى الفلاح قال الطحطاوي كامام قيده في الكبير وشرح السيد وغيرهما بامام تتفرق الناس بغيبته فيفيد انه لولم يكن بهذه المثابة لايخرج والظاهران المؤذن اذا كان من يقوم مقامه عند غيبته يكره له الخروج أيضاً** طحطاوي ص ۲۶۵.[1]

بحالت نشہ اذان ونماز

سوال:- ایک مسلمان جو شراب پینے کا عادی ہے مگر اتنی نہیں پیتا ہے کہ مدہوش

---

[1] طحطاوی مع المراقی، مطبوعه مصر ص ۳۷۲، طحطاوي مطبوعه دمشق ص ۲۴۹، باب ادراک الفريضة مع الامام وغيره. شامی کراچی ص ۵۴ ج ۲، باب ادراک الفريضة. النهر الفائق ص ۳۰۹ ج ۱، باب ادراک الفريضة. دارالكتب العلميه بيروت.

ہوجائے اپنے ہوش وحواس میں رہتا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص بات چیت کرے تو تمیز نہیں کرسکتا ہے کہ یہ شراب پیئے ہے نماز کا جب وقت ہوتا ہے تو باقاعدہ وضو کرکے نماز ادا کرتا ہے اور اکثر مسجد میں اذان بھی دیدیا کرتا ہے۔ تو براہ کرم تحریر فرمائیے کہ ایسے شراب پیئے ہوئے شخص کو ایک مسلمان نماز پڑھنے سے اس کو ایسی حالت میں روک سکتا ہے یا نہیں؟ اور اذان دینے پر منع کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شراب پینا حرام ہے[1] لیکن اگر اس سے نشہ نہ ہو ہوش وحواس درست رہیں تو اس حالت میں ایسے شخص کو نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہئے جب کہ وہ باقاعدہ وضو کرکے نماز ادا کرتا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کرتا جو کہ احترام مسجد اور احترام نماز کے خلاف ہو[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نشے کے عادی شخص کو مؤذن مقرر کرنا!

سوال: ۔مؤذن نشہ کرتا ہے، اور منع کرنے سے کہتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، پورے محلّہ کو علم ہے اس کو مؤذنی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام. مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۰ باب بیان الخمر و وعید شاربھا الفصل الاول. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. تاتارخانیہ ص ۵۲۰ ج ۱، نوع آخر فی اذان المحدث الخ، مطبوعہ کراچی.

[2] ان السکران الذي منع من الصلاۃ ھو الذي قد بلغ بہ السکر الی حال لایدری مایقول وإن السکران الذي یدری مایقول لم یتناولہ النھی عن فعل الصلاۃ (احکام القرآن للجصاص ص ۲۰۲ ج ۲) مطبوعہ بیروت. تحت قولہ تعالیٰ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی (الآیۃ).

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب تک کہ وہ نشہ سے پکی سچی توبہ نہ کرلے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

شطرنج کھیلنے والے کی اذان

سوال: -مؤذن شطرنج کھیلتا ہے تو اس کی اذان میں شرعاً کچھ خرابی تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مؤذن متبع سنت ہونا چاہیے[۲] اذان بہت بڑی امانت ہے[۳] شطرنج ممنوع ہے اس سے امانت میں فرق آتا ہے علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نے اس کو گناہ کبیرہ لکھا ہے۔ اخرج ابو بکر الآجری بسنده عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا مررتم بهؤلاء الذين يلعبون بهذه الأزلام النردو الشطرنج وما كان من اللهوفلا

---

[۱] ويكره آذان جنب ومجنون ومعتوه وسكران الخ قال الشامي وظاهره ان الكراهية تحريمية الخ درمختار مع الشامي زكريا، ج۲/ص ۶۰/ باب الاذان ،طحطاوی علی المراقی، ص ۱۶۰/ باب الاذان مصری، هنديه ،ج ۱/ص ۵۴/الفصل الاول الباب الثانی فی الاذان، مطبوعه كوئٹه .

[۲] وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة (الهندية ص ۵۳، ج ۱، مطبوعه كوئته) الباب الثاني في الاذان تحت الفصل الاول، مراقی الفلاح ص ۱۵۵، مطبوعه مصر، باب الاذان. شامی كراچی ص ۳۹۳ ج ۱، باب الاذان. تارتارخانيه ص ۵۱۹ ج ۱، نوع آخر فی اذان المحدث الخ كتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه كراچی.

[۳] قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم الامام ضامن والمؤذن مؤتمن الحديث مشكوٰة شريف ص ۶۵ باب فصل الاذان الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

تسلموا عليهم فانهم اذا اجتمعوا واكبوا عليها جاء هم الشيطان بجنوده فاحدق بهم كلما ذهب واحدمنهم يصرف بصره عنها لكزه الشيطان بجنوده فما يزالون يلعبون حتى يتفرقوا كالكلاب اجتمعت على جيفة فأكلت منها حتى ملأت بطونها ثم تفرقت وفي فتاوى النووى الشطرنج حرام عند اكثر العلماء وكذا عندنا ان فوت به صلاة عن وقتها أولعب به على عوض فإن انتفى ذلك كره الشافعى رحمه الله وحرم عند غيره اهـ (الزواجر عن اقتراف الكبائر[1])

اس عبارت سے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب معلوم ہوگیا ہر شخص کو اس سے بچنا لازم ہے۔ مؤذن کو اور بھی پرہیز ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹ ربیع الاول ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

ڈاڑھی منڈانے والے کا اذان دینا

سوال: - ڈاڑھی منڈانے والا اذان دے سکتا ہے یا تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الزواجر ص ۱۶۹، ج ۲، الكبيره الخامسة والاربعون بعد الاربعمائة. شامی کراچی ص ۴۸۳ ج ۵ كتاب الشهادت باب القبول وعدمه. شامی زکریا ص ۵۶۵ ج ۹ كتاب الخطر والاباحة فصل فى البيع.

[2] ويكره اذان جنب واقامة محدث لاأذانه وأذان امرأة وفاسق الخ، الشامی ص ۲۶۳ ج ۱، مكتبه نعمانيه، شامی زکریا ص ۶۰، ج ۲، باب الاذان، (بقیہ اگلے پر)

داڑھی منڈے کی اذان

سوال: ۔جس طرح سے جناب نے شرح عقود کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے، قرآن خوانی کے مسئلہ کے تحت کہ اب جو لوگ معترض تھے، ان کی بولتی بند ہے، اسی طریقہ سے جو شخص داڑھی منڈاتا ہے، یا خلاف سنت رکھتا ہے، اس کی اذان مکروہ ہے، اس کا اعادہ ضروری ہے، اگر اس کا حوالہ تحریر فرمادیں تو کم علم معترض کے لئے سکوت کا باعث ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"یحرم علی الرجل قطع لحیته الخ درمختار[1] واما الأخذ منها وهی دون ذالک (ای دون القبضة) کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد الخ واخذ کلها کمایفعل یهود الهند ومجوس الاعاجم قبیح ، درمختار[2] ویکره اذان فاسق لأن خبرهٗ لایقبل فی الدیانات (مراقی الفلاح) قوله اذان فاسق هوالخارج عن امرشرع بارتکاب کبیرة کذافی الحموی، قوله لان خبره لایقبل الخ فلم یوجد الاعلام المقصود الکامل ،طحطاوی ،[3] ویعاداذان جنب الخ زادالقهستانی الفاجر والراکب والقاعدوالماشی والمنحرف عن القبلة وعلل الوجوب فی الکل بانه غیرمعتدبه والندب بأنه معتد به الا انه ناقص قال

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۶۰ ، مطبوعه مصر ،باب الاذان، الهندیه ص ۵۴ ج ۱ (الباب الثاني في الاذان) طبع کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] درمختار علی الشامی کراچی، ج۶/ص۴۰۷/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع.

[2] درمختار مع الشامی کراچی، ج۲/ص۴۱۸/باب مایفسد الصوم الخ مطلب فی أخذ اللحیة فتح القدیر ، ج۲/ص۳۴۸/ باب مایوجب القضاء والکفارة، دارالفکر بیروت، البحرالرائق، ص ۲۸۰/ج ۱/ کتاب الصوم قبیل فصل العوارض، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ، ص ۱۶۰/ باب الاذان مصری.

وهو الاصح كمافي التمرتاشي(الشامي) وينبغي ان لايصح لاذان الفاسق بالنسبة الىٰ قبول خبره والاعتماد عليه اى لانه لايقبل قوله في الامور الدينية فلم يوجد الاعلام[1].صرح في البحر ومنحة الخالق.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۴ھ

نابالغ کی اذان اور بلوغ کی حد شرعی

سوال:- نابالغ لڑکے کی اذان کا کیا حکم ہے؟ بلوغ کی حد شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکا سمجھدار ہے تو اس کی اذان صحیح ہے لیکن بالغ کی افضل ہے۔ اگر ناسمجھ ہے اور اس نے اذان دی ہے تو وہ صحیح نہیں دوبارہ اذان دی جائے۔ شامی[2] ص۲۶۳ ج۱.

جب لڑکے کو احتلام وانزال ہونے لگے تو سمجھو کہ وہ بالغ ہوگیا ورنہ پندرہ سال کی عمر

---

[1] درمختار مع الشامي كراچي ،ج ۱/ص ۳۹۳/ باب الاذان البحر الرائق مع منحة الخالق ، ص ۲۶۳/ج ۱/ باب الاذان ،مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وجزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبى لايعقل درمختار قال الشامي في شرح المنية من أنه يجب اعادة أذان السكران والمجنون والصبي غير العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد على قولهم. (الشامي نعمانيه ص ۲۶۳ ج ۱ ، وشامي زكريا ص ۶۰ ج۲ ، باب الاذان) اذان الصبى المراهق لايكره، تاتارخانيه ص ۵۲۰ ج ۱ نوع آخر فى اذان المحدث والجنب كتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه كراچى. اذان الصبى العاقل صحيح من غير كراهة فى ظاهر الرواية ولكن اذان البالغ افضل الخ عالمگيرى ص ۵۴ ج ۱ ، الفصل الاول فى صفت المؤذن، الباب الثانى فى الاذان، مطبوعه كوئٹه.

ہوجانے پر شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا۔ (شامی[1] ص ۹۷ ج ۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا

سوال: -عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کردی جاتی ہے اور اس کے بعد جماعت ہوتی ہے کیونکہ کچھ اندھیرا ہوجاتا ہے ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے اس لیے انہیں خلجان رہتا ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہیے۔ ازروئے شرع کیا حکم ہے کیا ان کا یہ خلجان صحیح ہے جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے آتش پرستی سے اس کو کوئی مشابہت نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (الی قوله) فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرسنة به يفتى (قوله به يفتى) هذا عندهما وهو رواية عن الامام وبه قالت الائمة الثلاثة (الشامی نعمانیه ص ۹۷ ج۵، والدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۲۵ ج ۹) كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام.

[2] ثم اعلم ان التشبه باهل الكتاب لايكره فی كل شئی فإنا ناكل و نشرب كمايفعلون إنما الحرام هوالتشبه فيما كان مذموماً وفيمايقصد به التشبه الخ. تكمله فتح الملهم كتاب اللباس والزينة ص ۸۸ ج۴ مطبوعه كراچی. شامی زكريا ص ۳۸۴ ج ۲، مطلب فی التشبه باهل الكتاب، كتاب الصلوٰة باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها.

پیشہ ور پھرائی کو مؤذن بنانا

سوال:- پیشہ ور پھرائی کی اذان جبکہ وہ ڈھولک اور سارنگی کے ساتھ مانگتا ہو اور ساتھ ہی غیر اللہ کے نام کا کھانا پینا بھی بلا تکلف کھاتا پیتا ہو، نرمی اور گرمی کے ساتھ منع کرنے کے باوجود بھی اپنے اس کام سے باز نہ آتا ہو کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شخص کو مؤذن نہ بنایا جائے، اس کی اذان مکروہ ہے، ڈھولک سارنگی وغیرہ لیکر مستقلاً مانگنے کا پیشہ کرنے والے اور غیر اللہ کے نام کی نذر وغیرہ کھانے والے بھی اس میں شامل ہیں، یعنی ان کی اذان بھی مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح:- بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

---

[1] ویکرہ أذان جنب واقامتہ واقامة محدث واذان امرأة وفاسق (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۳۹۲، ج ۱، کتاب الصلوة، باب الاذان، مطلب فی المؤذن اذان کان غیر محتسب فی اذانہ) البحر الرائق ص ۲۵۴ ج ۱، باب الاذان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. وینبغی ان یکون المؤذن رجلًا عاقلًا صالحًا تقیًا عالمًا بالسنة الخ عالمگیری ص ۵۳ ج ۱، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الاول، مطبوعہ کوئٹہ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم

﴿بچے کے کان میں اذان دینے کا بیان﴾

بچے کے کان میں اذان کا طریقہ

سوال:- بچہ پیدا ہونے کے وقت اذان وتکبیر بچے کے کان میں پڑھے تو قبلہ کے طرف منہ کرکے کان میں انگلیاں لگا کر کھڑے ہوکر جس طرح نماز کے لیے اذان وتکبیر پڑھی جاتی ہے پڑھے یا اذان وتکبیر کے الفاظ کہنا کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان وتکبیر کے الفاظ کافی ہیں کانوں میں انگلیاں دینے کی ضرورت نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳ ۵۳ھ

---

[1] مسنون است کہ بگوش راست اذان وبگوش چپ اقامت مثل اذان واقامت نماز بگویند الخ مالابدمنہ ص ۱۷۵ (مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند) ویجعل ندبا اصبعیه فی صماخ اذنیه فأذانه بدونه حسن و به احسن. درمختار کراچی ص ۳۸۸ ج ۱، باب الاذان.

ترجمہ: مسنون ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت، نماز کی اذان واقامت کی طرح کہے۔

بچے کے کان میں کئی روز بعد اذان دینا

سوال:-بعض ملکوں میں قانون ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد ایک کانچ کے صندوق میں رکھ دیتے ہیں، ہفتہ عشرہ کے بعد بچہ کو دیتے ہیں، ان ایام میں ماں بھی ہسپتال میں رہتی ہے۔ بچہ کو دیکھ تو سکتی ہے مگر چھو نہیں سکتی، تو اس حالت میں ہفتہ عشرہ کے بعد اذان کہیں تو مضائقہ نہیں اذان واقامت کس کان میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجبوری کے وقت اس کو مکان پر لاکر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہدی جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴ ۸۸ھ

بچے کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کہی جائے

سوال:- بچہ کو غسل دیئے بغیر اذان کہے یا پاک صاف کر کے اذان کہے؟ اگر کوئی لفظ بھول جائے تو کیا کرے؟

---

[1] مسنون است کہ بگوش راست اذان وبگوش چپ اقامت مثل اذان واقامت نماز گویند الخ مالابدمنہ ص ۱۷۵، (مطبوعہ ہم رنگ کتاب گھر دیوبند۔ قولہ حتی قالوا فی الذی یؤذن للمولود ینبغی ان یحول) قال السندی فیرفع المولود عند الولادة علی یدیه مستقبل القبلة ویؤذن فی أذنه الیمنیٰ ویقیم فی الیسریٰ ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار وفائدة الاذان فی اذنه انه یدفع أم الصبیان عنه. تقریرات رافعی علی الشامی زکریا ص ۴۵ ج ۲ باب الاذان.

ترجمہ :-مسنون ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت، نماز کی اذان واقامت کی طرح کہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ کو غسل دیکر پاک صاف کر کے دائیں کان میں پوری اذان اور بائیں کان میں پوری اقامت کہی جائے۔ اگر بھولے سے کوئی لفظ رہ جائے تو اس کو کہہ کر اذان واقامت مکمل کر دے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴ ۸۸ھ

زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا

سوال:- زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر مرد نہ ہو تو عورتیں بچے کی اذان کہہ سکتی ہیں یا نہیں؟ یا نابالغ لڑکا یا لڑکی کہے تو کیا حکم ہے؟ حالت جنابت میں بچے کی اذان کہی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں؟ یا وضو ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو عورت کو یہ اذان واقامت کہنا درست ہے۔ نابالغ سمجھدار بچہ بھی کہہ سکتا ہے۔ اگر کوئی نہ ہو تو بچہ کی ماں بھی کہہ سکتی ہے اگر وہ حالت نفاس میں نہ ہو[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ہرگاہ طفل پیدا شود ناف بریدہ غسل دادہ پارچہ پوشانند ومسنون است کہ بگوش راست اذان بگوش چپ اقامت مثل اذان واقامت نماز گویند الخ مالابد منہ ص ۱۷۵ (مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند)

ترجمہ:- جب بچہ پیدا ہو تو ناف کاٹ کر نہلا کر کپڑا پہنائیں اور مسنون ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت، نماز کی اذان واقامت کی طرح کہیں۔

[2] عن الحسين بن علي رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ من ولد له مولود فأذن في اذنه اليمنىٰ واقام في اذنه اليسرىٰ لم تضره ام الصبيان (الاذكار ص ۲۵۳، (بقیہ آئندہ پر)

بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر

سوال:- بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر کا رواج کب سے ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سنت طریقہ ہے۔ کذا فی رد المختار ص ۳۵۷ ج ۱[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب الاذان في اذن المولود). اذان الصبی المراهق لایکره. فتاوی تاتارخانیه ص ۵۲۰ ج ۱، نوع اخر فی اذان المحدث والجنب الخ کتاب الصلوٰة باب الاذان، مطبوعه کراچی.

ترجمہ:- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے بچہ پیدا ہو پس وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں کان میں اقامت کہے ام الصبیان اس کو نقصان نہیں پہونچائے گا۔

حدیث پاک میں مطلق اذان دینے کا ذکر ہے جو مرد عورت سب کو شامل ہے۔

(صفحہ ہذا) [1] یسن الاذان لغیر الصلاة کما فی اذن المولود والمهموم والمصروع الخ شامی زکریا ص ۵۰ ج ۲ باب الاذان، مطلب فی المواضع التی یندب لها الاذان الخ، ومسنون است کہ بگوش راست وبگوش چپ اقامت مثل اذان واقامت نماز بگویند الخ مالا بدمنہ ص ۱۷۵ رسالہ احکام عقیقہ، مطبوعہ دیوبند، رسالہ عقیقہ ص ۱۴، مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہشتم

اقامت کا بیان

اقامت میں عجلت

سوال:- اقامت جلدی جلدی کہنا چاہئے یا ٹھہر ٹھہر کر یا ان دونوں کے درمیان؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ویترسل فیه ویحدر[1] فیها اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے اعتبار سے اقامت جلدی جلدی کہی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

منفرد کے لئے اقامت

سوال:- اگر اکیلے فرض نماز ادا کرے تو اقامت کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

---

[1] مجمع الانهر ص ۱۱۵ ج ۱، دارالكتب العلمية بيروت، باب الأذان. البحر الرائق ص۲۵۷ ج ۱، مطبوعه الماجديه كوئٹه. زيلعى ص ۹۱ ج ۱، امداديه ملتان. تاتارخانيه ص۵۱۸ ج ۱، مطبوعه كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

اکیلے فرض نماز پڑھتے وقت بھی نیت سے پہلے اقامت مستحب ہے[۱]؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنہا نماز اذان واقامت کے ساتھ

سوال:- ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اور نیت جماعت کی کر لیتا ہے اور جہری نماز میں قراءت بالجہر وتکبیرات انتقالات بالجہر کرتا ہے تو کیا اس شخص کو جماعت کا ثواب ہو جائے گا۔ جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر نماز شروع کرے اور آغاز میں تکبیر تحریمہ بھی بالجہر کہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعت کو چھوڑ کر بلا عذر گھر میں یا جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر قراءت وتکبیراتِ انتقالات بالجہر کر کے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب نہیں ہوگا البتہ جو شخص جماعت کا عادی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو اس کو اپنی نماز بصورت جماعت ادا کرنا افضل ہے[۲] تدوير الفلك في حصول الجماعة بالجن والملك میں حدیث

---

[۱] اذا أذن المقيم وأقام وحده فهو حسن وكذا اذا قام ولم يؤذن (تاتارخانية ص ۵۲۵ ج ۱) نوع آخر في المتفرقات من هذ الفصل، باب الاذان. البحر الرائق ص ۲۶۵ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. سعايه ص ۳۵ ج ۲، باب الاذان، مطبوعه سهيل اكيڈمی، لاهور.

[۲] ولو فاتته الجماعة فلايجب عليه الطلب في المساجد بلاخلاف بين اصحابنا بل إن أتى مسجدا للجماعة آخر فحسن وإن صلى في مسجد حية منفرداً فحسن وذكر القدورى أنه يجمع باهله ويصلى لهم يعني وينال ثواب الجماعة شامی زكريا ص ۲۹۱ ج ۲، باب الامامة.

نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو جنّات اور ملائکہ اس کی اقتداء کرتے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۲۶ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۲۶ ۶۴ھ

جماعت ثانیہ کے لیے اقامت

سوال:- اگر جماعت ثانیہ مسجد سے باہر ہو تو تکبیر کہی جائے گی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حصۂ مسجد سے خارج وضوخانہ وغیرہ میں جب جماعت کی جائے تب بھی تکبیر کہی جائے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کی اقامت

سوال:- میاں بیوی دونوں باجماعت نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ

---

[1] اخرج سعيد بن منصور وابن أبي شيبة في المصنف والبيهقي في سننه عن سلمان الفارسي قال اذا كان الرجل في ارض فاقام الصلاة صلى خلفه ملكان فإذا اذن واقام صلى خلفه من الملائكة الحديث وأخرجه البيهقي بطريق آخرعن سلمان مرفوعاً. (تدوير الفلك في حصول الجماعة بالجن والملك، الفصل الثاني في حصول الجماعة بالملائكة ص ۱۹).

[2] والتقييد بالبيت ليس احترازيا بل المصلى في المسجد اذا صلى بعد صلاة الجماعة لايكره له تركهما بل ليس له ان يؤذن (البحر الرائق ص۲۶۵ ج ۱) باب الاذان، وفي الظهيرية بيت له مسجد يكره أن يصلى فيه ويترك الاقامة (البحر الرائق ص ۲۶۶، ج ۱، باب الاذان مطبوعه الماجديه كوئٹه، النافع الكبير شرح الجامع الصغير ص۸۵-۸۶) میں صراحت ہے۔ (بقیہ آئندہ پر)

عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے کہنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کا اذان دینا بھی مکروہ ہے اور تکبیر کہنا بھی مکروہ ہے (کذافی نورالایضاح[1]) لیکن فقہاء نے دو علتیں کراہت کی لکھی ہیں ایک یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے مگر اس کی تضعیف کی گئی ہے، دوسری علت خوفِ فتنہ ہے[2] وہ اس صورت میں مفقود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مخنث کا اقامت کہنا

سوال: -مخنث اور وہ شخص جس نے اپنے آلۂ تناسل کو کٹوا دیا ہو وہ تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر اگر یہ کہے تب بھی کافی ہو جائے گی، مگر تکبیر کہنا ثقہ اور معزز آدمی کا حق ہے[3] اس

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) البحرالرائق ص۲۵۷ ج ۱، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. زیلعی ص ۹۱ ج ۱، امدادیہ ملتان. تاتارخانیہ ص۵۱۸ ج ۱، مطبوعہ کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] ویکرہ التلحین واقامة المحدث واذانه وأذان الجنب، الی قوله وامرأة (نورالایضاح ص۷۳) مراقی الفلاح ص۱۶۰، مطبوعہ مصر باب الاذان. تاتارخانیہ ص۵۲۰ ج ۱، نوع آخر فی اذان المحدث الخ کتاب الصلوٰة الاذان، مطبوعہ کراچی.

[2] قوله لانه عورة) ضعیف والمعتمد انه فتنة (طحطاوي ص۱۶۰) مطبوعہ مصر، (باب الاذان). سعایہ ص۳۳ ج۲ باب الاذان، سهیل اکیڈمی لاهور، پاکستان. بحرالرائق ص۲۶۳ ج ۱، باب الاذان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[3] وینبغي أن یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیاً عالماً بالسنة کذا في النهایة (الهندیة ص۵۳ ج ۱) الباب الثاني في الاذان تحت الفصل الاول، مطبوعہ کوئٹة. تاتارخانیہ ص۵۱۹ ج ۱، مطبوعہ کراچی، نوع آخر فی اذان المحدث الخ کتاب الصلوٰة الاذان.

لیے مخنث وغیرہ کو اس سے روک دیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

غیر مؤذن کا تکبیر کہنا

سوال: -حق تکبیر مؤذن کو ہے یا عام ہے اگر حق تکبیر مؤذن ہی کے لیے ہے تو اس کی اجازت سے ہر شخص کا تکبیر پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے اگر اجازت نہ ہو تو بلا اجازت پڑھنا غصب حق تکبیر ہے یا نہیں؟ اور غاصب کا کیا حکم ہے تکبیر امام کے مصلے پر آنے کے بعد پڑھنی چاہئے یا بعد میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جماعت کا وقت آ گیا اور مؤذن موجود نہیں تو جس کا دل چاہے تکبیر کہہ لے، اگر مؤذن موجود ہے تو بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر نہ کہے، کیونکہ تکبیر مؤذن ہی کا حق ہے۔ لحديث من اذن فهو يقيم الخ (مشکوٰۃ شریف[2] ص ۶۴، ج ۱)

اگر بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر کہے تو یہ مکروہ ہے، اقام غير من اذن بغيبته أي المؤذن لايكره مطلقاً وإن بحضوره كره ان لحقه وحشة درقال الشامی[3] (ص ۳۶۷) أي بان لم يرض به.

---

[1] ويكره اذان جنب واقامته واذان امرأة وخنثىٰ الخ الدرالمختار على الشامی ص ۶۰ ج ۲، (مطبوعه زكريا ديوبند) باب الاذان. بحر ص ۲۶۳ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] مشكوٰة شريف ص ۶۴، باب الاذان (مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمه حديث: -جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کہے۔

[3] الدر المختار مع الشامی نعمانية ص ۲۶۵ ج ۱، درمختار مع الشامی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے مصلے پر آنے سے پہلے تکبیر جائز ہے بشرطیکہ مصلے کے قریب ہو۔ تاکہ فصل مزید لازم نہ آئے مگر بہتر یہ ہے کہ آنے کے بعد ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۷ ۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۸/شعبان ۱۳۵۲ھ

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت

جس شخص نے اذان کہی بغیر اس شخص کی اجازت کے جب کہ وہ صف میں موجود ہے کوئی دوسرا اقامت کہے درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اقامت درست تو ہو جائے گی، مگر ایسا کرنا مناسب نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مؤذن کی اجازت سے تکبیر کہنا بہتر ہے

سوال: - بلا اجازت اذان دینے والے کے تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) زکریا ص ۶۴ ج ۲، باب الاذان. مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد. بدائع الصنائع ص ۳۷۵ ج ۱، باب الاذان فی صفات المؤذن، مطبوعه زکریا دیوبند.

[1] اقام غیر من أذن بغیبته أي المؤذن لایکره مطلقاً وإن بحضوره کره ان لحقه وحشة درمختار وکذا یدل علیه اطلاق الکافی معللا بان کل واحد ذکر فلابأس بان یاتي بکل واحد رجل آخر ولکن الافضل أن یکون المؤذن هوالمقیم (الشامی نعمانیه ص ۲۶۵ ج ۱، درمختار مع الشامی زکریا ص ۶۴ ج ۲، باب الأذان. مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد. البحرالرائق ص ۲۵۷ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص ۵۴ ج ۱، الفصل الاول فی صفة الاذان، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر تو ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ اس کی مرضی سے کہے وہ موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو اور بات ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لیجائے

سوال:- اگر مؤذن کسی شخص سے صرف ایک مرتبہ یہ کہدے کہ جب بھی آپ مسجد میں تشریف لائیں آپ میرے بغیر کچھ کہے تکبیر کہہ دیا کریں تو کیا اس شخص کا ایک مرتبہ کی اجازت کے بعد پھر دوبارہ اجازت نہ لینا اور تکبیر کہہ دینا جائز اور درست ہوگا یا ہر مرتبہ اور ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک دفعہ کی اجازت بھی کافی ہے جب کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لايكره مطلقاً وإن بحضوره كره ان لحقه وحشة اي بان لم يرض به (درمختار مع الشامي نعمانيه ص ۲۶۰، ج ۱، ودرمختار مع الشامي زكريا ص ۶۴ ج ۲، باب الاذان.

[2] وإن اذن رجل واقام آخران غاب الاول جاز من غير كراهة وإن كان حاضراً ويلحقه الوحشة باقامة غيره يكره وإن رضى به لايكره عندنا (عالمگيری ص ۵۴ ج ۱) الباب الثاني في الاذان. تحت الفصل الثانی، مطبوعه كوئٹه. الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۶۴ ج ۲، قبيل مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی المسجد، باب الاذان. البحرالرائق ص ۲۵۷ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے؟

سوال:- اقامت کا کہنے والا کیا ضروری ہے کہ امام کے داہنے ہی طرف ہو اور امام کے بائیں طرف والا آدمی کہدے تو کیا کوئی سقم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اقامت کو داہنی طرف سمجھنا غلط ہے۔ بائیں طرف بھی درست ہے، کیونکہ شریعت میں اقامت کے لیے کوئی جگہ متعین نہیں کی گئی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اقامت کہنے والا دوسری تیسری صف میں ہو

سوال:- اقامت کہنے والا اگر دوسری یا تیسری صف میں ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تب بھی درست ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اغلاط العوام ص ۵۲، مطبوعہ دیوبند عنوان اذان واقامت کی اغلاط۔

[2] ویقیم علی الارض هكذا في القنية وفي المسجد (الهندية ص ۵۶ ج ۱) مطبوعه كوءٹه، الباب الثاني في الاذان الفصل الثاني في كلمات الاذان والاقامة الخ.

اقامت میں تحویلِ وجہ

سوال: -اقامت میں حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کے وقت مثل اذان دونوں طرف منہ پھیرنا کیا سنتِ زوائد یا سنت مؤکدہ ہے؟ دیوبند میں اس کا رواج کیوں نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اقامت کے وقت تحویل وجہ حیعلتین کے وقت سنت مؤکدہ نہیں۔اس لیے یہاں اس کا اہتمام نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱ ۸۸ھ

اقامت میں التفات ہے یا نہیں؟

سوال: -مؤذن اذان کہتے وقت حی علی الفلاح، حی علی الصلوٰۃ میں جس طرح منہ دائیں بائیں پھیر لیتا ہے، کیا اس طرح اقامت میں بھی حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر منہ دائیں بائیں پھیر لے۔مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے علم الفقہ ص۱۰ ج ۲ر میں صرف اذان میں حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر منہ دائیں بائیں پھیرنے کو مسنون لکھا ہے۔لیکن صاحب درمختار دونوں کو مسنون کہتے ہیں، ان کی عبارت یہ ہے۔ ویلتفت فیہ وکذا فیھا مطلقاً (کتاب الصلاۃ باب الاذان) صحیح مسئلہ کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

---

[1] فرع هل يحول وجهه فى الاقامة ايضاً فيه ثلثة اقوال. الاول أنه لايحول لانه لاعلام الحاضرين بخلاف الاذان فانه يكون للغائبين والثانى أنه يحول فيها لو المحل متصلا إلافلا والثالث أنه يحول فيها مطلقاً قلت الحق الصريح هوالقول الاول سعاية ص۱۸ ج۲، باب الاذان، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۹۹ ج۲، الباب الثاني فى الاذان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں دونوں قول ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اگر جگہ بڑی ہو تو دونوں طرف پھرا لے ورنہ نہیں۔ واطلق في الالتفات و لم يقيده بالاذان وقدمنا عن القنية ان يحول في الاقامة أيضاً وفي السراج الوهاج لايحول فيها لانها لاعلام الحاضرين بخلاف الاذان فانه اعلام للغائبين وقيل يحول اذا كان الموضع متسعاً[1] الخ ص ۲۵۸ ج ۱.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ترکِ اقامت سے اعادۂ نماز

سوال: - جمعہ کے روز امام نے خطبہ دیا خطبہ کے بعد اقامت کہنا بھول گئے اور نماز جمعہ جماعت سے پڑھ لی گئی پھر بعد سلام یاد آیا کہ اقامت نہیں کہی گئی، پھر دوبارہ فرض نمازِ جمعہ سب لوگوں نے پڑھی، تو دوبارہ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوا یا مکروہ تحریمی ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کی طرح اقامت بھی سنت ہے جو سنت داخلِ نماز ہو اس کے ترک سے اعادہ لازم نہیں ہوتا، جو سنت خارج نماز ہو اس کے ترک سے بطریق اولیٰ اعادہ لازم نہیں، ہاں سنت مؤکدہ کو قصداً ترک کرنے پر وعید آئی ہے۔ وهو أي الاذان سنة مؤ **كدة** هي كالواجب[2] والاقامة

---

[1] البحر الرائق ص ۲۵۸ ج ۱، (مكتبه الماجديه كوئته) باب الاذان. درمختار على الشامي كراچي ص ۳۸۷ ج ۱ باب الاذان. النهر الفائق ص ۱۷۴ ج ۱ باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت.

[2] درمختار مكتبه نعمانية ص ۲۵۷ ج ۱، ودرمختار على شامي زكريا ص ۴۸ ج ۲، باب الاذان.

کالاذان[1] الخ درمختار، قوله کالواجب بل اطلق بعضهم اسم الواجب علیه قال في المعراج وغیره والقولان متقاربان لانَّ المؤکدة في حکم الواجب في لحوق الاثم بالترک یعنی وان کان مقولاً بالتشکیک[2] شامی، ترک السنة لایوجب فساداً ولاسهواً بل اساء ة لوعامداً، درمختار فلوغیر عامد فلا اساء ة أیضاً شامي[3] ص ۱، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بھول کر ترک کرنے پر وعید ہی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹ ۸۸ھ

تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے کیا تکبیر شروع سے پڑھے

سوال: تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو شروع سے پڑھے یا جہاں سے غلطی ہو وہاں سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر پڑھتے ہوئے اگر کچھ چھوٹ جائے تو جس جگہ سے غلطی ہوئی ہے اسی جگہ سے صحیح کرکے پڑھے، شروع سے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] درمختار مکتبه نعمانیه ص ۲۶۰ ج ۱، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۵ ج ۲، باب الاذان.

[2] درمختار مکتبه نعمانیة ص ۲۵۷ ج ۱، شامی زکریا ص ۴۹ ج ۲، باب الاذان.

[3] درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۰ ج ۲، باب صفة الصلاة مطلب سنن الصلاة.

[4] ومنها ان یرتب بین کلمات الاذان والاقامة حتی لوقدم البعض علی البعض ترک المقدم ثم یرتب ویؤلف ویعید المقدم الخ بدائع، ج ۱/ص ۳۶۹/کتاب الصلوٰة سنن الاذان، مطبوعه زکریا دیوبند، وفی العالمگیریه، حتی یعیده فی أوانه وموضعه الخ عالمگیری، ج ۱/ص ۵۶/ الفصل الثانی، فی بیان کلمات الاذان (مطبوعه کوئٹه). **(بقیه آئنده پر)**

قد قامت الصلوٰۃ کی تاء پر کیا حرکت پڑھیں

سوال: ۔ایک شخص کہتا ہے کہ " **قدقامت الصلوٰۃُ قد قامت الصلوٰۃُ** " پڑھا جائے گا، اس کے خلاف نہیں ورنہ اقامت ادا نہ ہوگی، دوسرا شخص کہتا ہے کہ " **قدقامت الصلوٰۃِ** " پڑھا جائیگا، یعنی تا کسرہ کے ساتھ پڑھی جائے گا، ایک فریق دوسرے فریق کو کہتا ہے کہ تمہارے طریقے کے مطابق اقامت ادا نہ ہوگی، تو اب کس فریق کا اعتبار کیا جائے، اور صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آخر والی تا، وقف وسکتہ کی حالت میں ہا ہو جائے گی، لہٰذا اس پر نہ پیش پڑھا جائیگا، نہ زیر، اصل کے اعتبار سے اس پر پیش تھا، جب کہ اس پر وقف وسکتہ نہ ہوسکتہ کے بعد وہ ساکن ہے، زیر غلط ہے، ترکیب نحوی کے اعتبار سے "الصلوٰۃ" قد قامت" کا فاعل ہے، جس پر پیش آئیگا، زیر غلط ہے، غلط سے پورا اجتناب کیا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) المحیط البرهانی ، ج۲/ص ۹۹/الفصل الثانی فی فرائض الصلوٰۃ ،الخ نوع آخر فی تدارک الخلل الواقع فی الاذان .(مطبوعه ڈابهیل).

[1] ویجزم الراء ای یسکنها فی التکبیرقال الزیلعی یعنی علی الوقف لکن فی الاذان حقیقة وفی الاقامة ینوی الوقف ای للحدر الیٰ ماقال والحاصل ان التکبیرة الثانیة، فی الاذان ساکنة الراء للوقف حقیقة ورفعها خطأ واما التکبیرة الاولیٰ من کل تکبیر تین منه وجمیع تکبیرات الاقامة الیٰ قوله قیل ساکنة بلاحرکة علی ماهو ظاهر کلام الامدا د والزیلعی ،والبدائع وجماعة من الشافعیة ،شامی زکریا، ج۲/ص ۵۱/ باب الاذان مطلب فی الکلام علی حدیث الاذان جزم ،بدائع ،ج ۱/ص ۳۷۰/ کتاب الصلوٰۃ سنن الاذان ،مطبوعه زکریا دیوبند، زیلعی ، ج ۱/ص ۹۱/ مطبوعه امدادیه،ملتان.

بوقت اقامت نماز کے لیے مقتدی کب کھڑے ہوں

سوال: -بوقت اقامت کھڑے ہوکر صف درست کریں یا کہ مقتدی وامام بیٹھے رہیں اورحی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں، صحیح: مسئلہ کیا ہے؟ جواب بحوالۂ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تسویہ صفوف کی تاکید کی گئی ہے[1] اگر سب بیٹھے رہیں اورحی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں تو پھر تسویہ صفوف نہیں ہوسکے گا[2] خاص کر قد قامت الصلوٰۃ پر امام صاحب نماز شروع کردیں جیسا کہ اس کو بھی آداب صلاۃ میں شمار کیا گیا ہے[3] طحطاوی میں ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ'' (یا حی علی الفلاح) پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے اگر شروع اقامت پر کھڑا ہوجائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ اگر امام سامنے حجرہ وغیرہ سے آئے تو جیسے ہی اس پر نظر پڑے سب کھڑے ہوجائیں اگر صفوف کی پشت کی طرف وضوخانہ وغیرہ سے آئے۔ تو جس صف پر پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے حتی کہ جب امام مصلیٰ پر پہونچے تو سب کھڑے ہوچکے ہوں۔ **والقیام لإمام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح (خلافا لزفر فعنده عند حی علی الصلاة) ان کان الامام بقرب المحراب والافیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر وإن دخل من قدام قامو حین یقع بصرهم علیه) وشروع الامام (في الصلاة)**

---

[1] قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلاة مشکوٰۃ شریف ص۹۸ باب تسویة الصفوف الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وظاهر ان التسویة لاتمکن الابقیام المأمومین فإذن یجب ان یقوموا قبل الاقامة اوفي وسطها فان تسویة الصفوف واجبة من اقامة الصلاة وتمامها (معارف السنن شرح سنن الترمذي ص۲۱۲ ج۲) مطبوعه المکتبة النوریة دیوبند. باب ماجاء ان الامام احق بالاقامة.

[3] (من آدابها) الی قوله وشروع الامام مذ قیل قد قامت الصلاة (نورالایضاح ص ۷۶) فصل فی آدابها.

قد مذ قيل قد قامت الصلاة اھ (درمختار ص ۳۲۲ج ۱)[1] والظاهر أنه احتراز عن التاخير لاالتقديم حتى لوقام اول الاقامة لابأس اھ (طحطاوي[2] ص ۳۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال: -تکبیر یعنی اقامت کے وقت مقتدیوں کو نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے شروع تکبیر کے وقت یا کہ حی علی الفلاح کے وقت۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اقامت کے وقت امام نمازیوں کی پشت کی طرف سے مثلاً حوض یا وضوخانہ سے آتا ہے تو جس صف تک امام پہونچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب مصلیٰ پر پہونچے تو تمام صفوف کھڑی ہوچکی ہوں اگر سامنے سے آتا ہو مثلاً حجرۂ امام اندرون مسجد ہو وہاں سے آئے تو جب امام پر نظر پڑے فوراً تمام نمازی کھڑے ہوجائیں حضور اکرم ﷺ جیسے ہی قدم مبارک حجرۂ مبارک سے نکالتے فوراً سب نمازی کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ یہ طریقہ نہیں تھا کہ پہلے مصلے پر آکر تشریف رکھتے اور اقامت میں جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچتا اس وقت کھڑے ہوتے ابوداؤد شریف[3] اور اس کی شرح بذل المجهود[4] میں

---

[1] در مختار مع الشامی زکریا ص۱۷۷ ج۲ باب صفة الصلوة، آداب الصلوٰة.

[2] طحطاوي مع الدر ص ۳۳۱ ج ۱، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة.

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ الصَّلاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَيَاخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَّاخُذَ النَّبِي ﷺ (ابوداؤد شريف ص ۸۰ ج ۱) باب فی الصلوة تقام الخ، مطبوعه سعد ديوبند.

[3] ان بلالا كان يراقب خروج النبي ﷺ فاول مايراه يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذا رأوه قاموا فلايقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم الخ (بذل المجهود ص۳۰۷، ج ۱) مطبوعه رشيديه سهارنپور بذل المجهود ص۱۱۵ ج۲، **(بقیه آئندہ پر)**

حضرت نبی اکرم ﷺ کا معمول مذکور ہے۔ درمختار وغیرہ میں جولکھا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے تو طحطاوی[1] نے اس کی شرح میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھے الہٰذا اگر شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے تو مضائقہ نہیں اور اس کی ممانعت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال: -امام کا عین نماز جماعت کے وقت آکر مصلے پر بیٹھنا پھر مکبّر کا اقامت کہنا اور حی علی الصلوٰۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین یا تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے بحوالۂ کتاب مع عبارت کے جواب مرحمت فرماویں اگر ثابت نہیں تو یہ عمل خلاف سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا ایسا عمل کسی حدیث شریف میں میری نظر سے نہیں گذرا بلکہ اسکے خلاف صراحت کے ساتھ معمول منقول ہے وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ جیسے ہی حجرۂ شریفہ سے قدم مبارک باہر نکالتے فوراً تکبیر شروع ہو جاتی اور تمام نمازی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ مصلےٰ پر جس وقت پہونچتے تو سب نمازی کھڑے ہو چکے ہوتے یہ معمول نہیں تھا کہ پہلے سے مصلے پر آکر بیٹھ جائیں پھر تکبیر شروع ہو اور جب مکبّر حی علی الصلوٰۃ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مطبوعه بيروت. باب فى الصلوة تقام الخ. الدر المنتقى ص ۱۱۸ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالكتب بيروت. درمختار على الشامى ص ۴۷۹ ج ۱، باب صفة الصلوٰة، آداب الصلوة، مطبوعه كراچى.

(صفحہ ہذا) [1] والظاهر أنه احتراز عن التأخير لاالتقديم حتى لو قام اول الاقامة لابأس به طحطاوى على الدر ص ۳۳۱ ج ۱، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة.

پر پہونچے تو اس وقت کھڑے ہوں۔ لہٰذا اس معمول کا خلاف سنت ہونا ظاہر ہے[1] ان بلالا كان يراقب خروج النبي ﷺ فاول مايراه يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذا رأوه قاموا فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم قلت ويشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر يقومون الى الصلاة فلاياتى النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف اهـ (بذل المجهود[2] ص۳۰۷ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا، امام ومقتدی نماز باجماعت کیلئے کس وقت کھڑے ہوں؟

مرتبہ:- حضرت مولانا مفتی حافظ محمد لقمان صاحب قادری ربانی نائب شیخ الحدیث دارالعلوم ربانیہ باندہ یوپی۔

سوال:- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اقامت شروع ہوتی تھی تو ہم لوگ کھڑے ہوجاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے حجرے سے نکلنے سے پہلے صفوں کی درستگی کرلیتے تھے، یہ حدیث مسلم شریف میں (ص۲۲۰/ پر) ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حی علی

---

[1] من الجهل الفاضح والغباوة الفاحشة ان الامام ياتي المصلى والمحراب والمؤذن ياخذ في الاقامة فيجلس الامام وينتظر الخ (معارف السنن ص ۲۱۲ ج۲) باب ما جاء ان الامام احق بالاقامة، مطبوعه المكتبة النورية ديوبند.

[2] بذل المجهود ص ۳۰۷ ج ۱، مطبوعه يحيوى سهارنپور، بذل المجهود ص ۱۱۵ ج۲، مطبوعه بيروت. باب فى الصلوة تقام. فتح البارى ص ۱۰۰ ج۲، باب متى يقوم الناس عندالاقامة كتاب الصلوٰة، مطبوعه يوسفى ديوبند.

الفلاح کے وقت کھڑے ہونے پر صفوں کی درستگی نہیں ہو سکے گی جس کی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث کی بناء پر ابتداءِ اقامت ہی پر کھڑا ہو جانا ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح صف بندی کی خاطر خلاف سنت فعل مکروہ نہ کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور اسی طرح بعض اور روایتیں ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم سرکار کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے اور صفوں میں اپنی جگہ لے لیتے نیز صفوں کی درستگی کر لیتے۔ لیکن اس سے ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کا استدلال کس طرح کیا جا سکتا ہے جبکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسی طرزِ عمل پر نکیر فرمائی۔ اذا اقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتی ترونی قد خرجت (بخاری مسلم وترمذي ومشکوٰۃ) یعنی اے صحابہ جب اقامت کہی جائے نماز کے لیے تو تم لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ میں (حجرۂ اقدس سے) نکل گیا ہوں لہٰذا صحابہ کے اس عمل کے لیے "لاتقوموا حتی ترونی" والی حدیث ناسخ ہوگی اور صحابہ کا عمل ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا اس حدیث سے منسوخ ہوگا۔ دینی مدارس کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عمل حدیث ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں، فتح الباری شرح بخاری جلد دوم ص ۱۰۰ ر پر ہے۔

حدیث أبي هريرة كان بسبب النهي عن ذلک في حديث أبي قتادة . علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں ص ۲۲۱ ر میں فرماتے ہیں۔ ولعل قوله صلى الله عليه وسلم فلاتقوموا حتى تروني كان بعد ذلک یعنی سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ صحابہ کے اس عمل کے بعد ہے۔ چنانچہ یہی علامہ نووی رحمہ اللہ صحابیٔ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل شرح مسلم جلد اوّل ص ۲۲۱ ر میں نقل فرماتے ہیں۔ وكان انس رحمه الله تعالى يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلاة یعنی

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ جب مکبّر قد قامت الصلوٰۃ کہتا اس وقت قیام فرماتے۔ پھر یہی علامہ نووی شارحِ مسلم اقامت کے متعلق روایت مختلفہ کی توضیح وتشریح کے بعد ائمۂ کرام کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام المشارق والمغارب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک بیان فرماتے ہیں قال ابوحنیفه رضی الله عنه والكوفيون يقومون في الصف اذا قال حی علی الصلاة شرح مسلم جلداول ص ۲۲۱، نیز فتح الباری شرح بخاری ص۱۰۰ ج۲، میں ہے۔ وعن أبی حنيفة يقومون اذا قال حی علی الفلاح یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں شلبی حاشیہ زیلعی کے ص۱۰۸/ میں ہے۔ قال في الوجيز والسنة ان يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح یعنی وجیز میں فرمایا کہ جب مکبّر حی علی الفلاح کہے اس وقت امام ومقتدی کا کھڑا ہونا سنت ہے۔

فقہِ حنفی کی مشہور کتاب شرح وقایہ ص۱۵۵ ج۱، پر ہے کہ (یہ کتاب ہر مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی بریلوی مسلک کے مدرسہ میں بھی اور دیوبندی مسلک کے مدرسہ میں بھی) ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاة (كذا في نور الايضاح ص ۲۴) درمختار ص۲۹۳، پر ہے۔ والموذن يقيم قعد رد المحتار کے اسی صفحہ پر ہے (قوله قعد) ويكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح، فتاوی عالمگیری ص۲۹ ج۱/ پر ہے۔ اذادخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح درمختار ص ۳۵۲-۳۵۳ پر ہے۔ والقيام لامام ومؤتم حين قيل حی علی الفلاح طحطاوي مطبوعه قسطنطنيه ص ۱۵۱، پر ہے واذا أخذ المؤذن في الاقامة ودخل رجل في المسجد فانه يقعد ولاينتظر قائماً فانه مكروه كذا في المضمرات قهستانی ويفهم منه كراهة القيام ابتداءً والناس عنه

غافلون، یعنی جب مکبرّ کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لیے کہ تکبیر کے وقت کھڑا ہونا مکروہ ہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے۔(قہستانی) اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے۔قال أبو حنيفة و محمد يقومون في الصف اذا قال حي على الصلاة. یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ علیہما نے فرمایا کہ صف میں لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کا فرمان واجب الاذعان مدلل بحدیث نبی کریم ﷺ ہے تو یہ حکم امام اعظم و دیگر فقہاء کرام کے نزدیک سنت ٹھہرا لہٰذا اس کے خلاف عمل کرنا (یعنی ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا) خلاف سنت اور مکروہ ہے، جو لوگ صفوں کی درستگی کا بہانہ بنا کر شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ اپنی کم علمی اور مسائل شرعیہ سے عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں کیا علماءِ متقدمین ومتأخرین یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور محرر مذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم) جو امام ومقتدی کو حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں ان لوگوں کے سامنے صفوں کی درستگی کا مسئلہ نہیں تھا اور یقیناً تھا جتنا ان لوگوں نے احادیث کریمہ کے مفہوم کو سمجھا ہے مخالفین سمجھنے سے قاصر ہیں، خود امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اذا صح الحديث فهو مذهبي.

حدیث شریف سے بعد اقامت بھی صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت ہے، حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہتے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندو اپنی صفوں کو برابر کرو۔حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں خرج يوماً فقام حتى كاد أن يكبر فرأى رجلاً بادياً صدره من الصف فقال عباد الله اقيموا صفوفكم. یقیناً صفوں کی درستگی کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔لیکن تاکید کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ صفوں کی درستگی

اس کے مقررہ وقت سے پہلے کی جائے کیا نمازوں کی تاکید قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے؟ آئی ہے اور یقیناً آئی ہے تو کیا اس کو وقت سے پہلے ادا کریں گے بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کریں گے، نماز باجماعت کے لیے کھڑے ہونے کا وقت قولِ رسول اللہ ﷺ، عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور مذہب حنیفہ سے ثابت ہے، اسی وقت پر کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کریں، جیسا کہ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ اپنی کتاب مؤطا امام محمد میں فرماتے ہیں۔ **ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقیموا الی الصلاۃ فیصفوا ویسووا الصفوف** یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب نماز کے لیے کھڑے ہوں پھر صف بندی کریں اور صفوں کو سیدھی کریں خود مخالفین کے علماء نے بھی یہی فتوی دیا ہے کہ جب مکبّر حی علی الفلاح کہے تب امام ومقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے چنانچہ نواب قطب الدین خاں مشکوٰۃ شریف کا اردو ترجمہ مظاہر حق جدید مطبوعہ ادارہ اسلامیات دیوبند قسط ہشتم ص ۳۴/ پر لکھتے ہیں فقہاء نے لکھا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب حی علی الصلوٰۃ کہے تو مقتدیوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ مالا بدمنہ ص ۲۴/ میں فرماتے ہیں، نزد حی علی الصلوٰۃ امام برخیزد یعنی حی علی الصلوٰۃ کے وقت امام اٹھے۔ اس عبارت کی شرح میں مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں امام برخیزد ومقتدیاں نیز زیرا کہ حی علی الصلوٰۃ امر است بجا آوردہ شود امام اٹھے اور مقتدی بھی اس لیے کہ حی علی الصلوٰۃ میں حکم ہے جس کی بجا آوری کی جائے ''صراط مستقیم'' مصدقہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ومولوی عبدالماجد صاحب دریابادی مطبوعہ مینار بکڈپو چارکمان حیدآباد ص ۱۸۲/ میں ہے ائمہ احناف نے کہا کہ امام ومقتدی سب حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوجائیں۔ فتاوی عالمگیری اردو جدید جز ۲/ میں ہے (جس کے مترجم ومحشی مفتی کفیل الرحمٰن صاحب نشاط عثمانی فاضل دیوبند ہیں) نمازی امام سمیت مسجد میں ہے اس صورت میں جب مؤذن اقامت کہتے ہوئے حی علی الفلاح پر پہونچے تو ہمارے تینوں ائمہ کرام (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہ اللہ علیہم) کے

نزدیک امام اور نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہئے درست یہی ہے۔ (فتاوی عالمگیری اردو جدید ص ۲۴/ جز نمبر ۲/ ناشر وسیم بکڈپو دیوبند ضلع سہارن پور)

مذکورہ بالا حدیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے اچھی طرح یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ امام اور مقتدی کا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا سنت ہے جولوگ اسکے خلاف کرتے ہیں یا دوسروں کو کرنے کیلئے کہتے ہیں وہ اس سنت کو مٹانا چاہتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ **من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد** جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب ورسوله صلی اللّٰه علیه وسلم هذا هو الحق والحق بالاتباع احق حدیث نعمان بن بشیر رضي اللہ عنہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہوگیا کہ صفوں کی درستگی حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بعد کرنا چاہئے صف بندی کا بہانہ کرکے شروع اقامت پر کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ وجہالت ہے۔

سید مظہر ربانی غفرلہٗ مہتمم اعلیٰ دارالعلوم ربانیہ باندہ، سید غازی ربانی غفرلہٗ ناظم اعلیٰ دارالعلوم ربانیہ میں اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں، سید محمد احسن ربانی غفرلہٗ امیر شعبۂ تبلیغ فقیر بھی اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہے سید محمود القادری غفرلہٗ (نائب صدر دارالعلوم ربانیہ) **هذا هو الحق والصواب**، مولانا قاری سرتاج مسعودی غفرلہ (فاضل دارالعلوم ربانیہ)

اذقول رسول اللّٰه ﷺ وعمل الصحابة ومذهب علماء الحنفية شاهدٌ علی ماقاله المرتب فهو الصواب ومن یوفق علیه فهو یصاب حدیث پاک **احب الاعمال ادومها** کے تحت مسلسل حی علی الفلاح پر نماز باجماعت کیلیے سنت اور مستحب جانتے ہوئے کھڑا ہونا عنداللہ محبوب ہے جولوگ اس کو مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب کہتے ہیں شریعت پر افتراء کررہے ہیں، محمد طبیب الدین قادری غفرلہ خادم دارالعلوم ربانیہ (مفتی دارالافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم)

قول المرتب صحیح:- مولانا قاری سید منظر ربانی مدرسہ دارالعلوم ربانیہ ہذا
ھذا القول صحیح:- مولانا قاری سید خوشتر ربانی مدرس دارالعلوم ربانیہ

نوٹ از ناقل:- یہ ایک اشتہار ہے جسے کسی نے استفتاء کے طور پر بھیجا ہے وہ مطبوعہ اشتہار رجسٹر نقول فتاویٰ دارالافتاء دارالعلوم ربانیہ باندہ میں لگا ہوا ہے اس سے بعینہ یہ نقل ہے بغیر کسی ایک لفظ کے ترک کے الاّ یہ کہ سہواً ترک ہو گیا ہو یہ تو کسی کو بھی دعویٰ کرنے کا حق نہیں کہ سہواً بھی کچھ نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ نہ فرائض میں سے ہے نہ واجبات میں سے نہ سنن مؤکدہ میں سے بلکہ مستحبات میں سے ہے[1]۔ اور کسی مستحب چیز پر ایسا اصرار کرنا جیسا کہ واجب پر کیا جاتا ہے درست نہیں بلکہ اس سے اس کا استحباب ختم ہو کر اس میں کراہت آجاتی ہے۔ الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة سباحة الفکر[2] اور مسئلہ میں بھی تفصیل ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر امام پہلے ہی سے مصلی کے قریب موجود ہو، مثلاً عصر کی نماز پڑھی اور وہیں مصلےٰ پر بیٹھے ہوئے وعظ کہنا یا کتاب سنانا شروع کیا یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا، اذان ہوئی اور اقامت ہوئی ایسی

---

[1] وقد اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوة فذهب مالک و جمهور العلماء الیٰ انه لیس لقیامهم حد ولکن استحب عامتهم القیام اذا أخذ المؤذن فی الإقامة الخ بذل المجهود ص۳۰۷ ج ۱، باب فی الصلوة تقام ولم یأت الامام الخ مطبوعه رشیدیه سهارنپور. اعلاء السنن ص۳۶۷ ج۴، ابواب الامامة باب وقت قیام الإمام الخ مطبوعه کراچی.

[2] لم اجد في سباحة الفکر في الجهر بالذکر للعلامة أبي الحسنات محمد عبدالحي اللکنوی رحمه الله غیر هذا کم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها ص ۶۳ مطبوعه لکهنؤ وفي السعایة في کشف مافي شرح وقایه، الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة السعایة . ص۲۶۵، ج۲، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب صفة الصلوة. قبیل فصل فی القرأة.

حالت میں کہ جب امام اور مقتدی اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں تو جس وقت اقامت کہنے والا حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر پہونچے تو امام اور مقتدی سب کے سب کھڑے ہو جائیں، تاکہ حی علی الصلوٰۃ کے خطاب پر عمل ہو جائے، اگر امام سامنے سے آئے مثلاً جدار قبلہ میں اس کا کمرہ ہے یا آنے کا دروازہ ہے تو جیسے ہی اس پر نظر پڑے سب کے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام مصلیوں کی پشت کی جانب سے مثلاً حوض یا وضو خانہ سے آئے تو جس صف پر پہونچتا رہے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ امام جب مصلیٰ پر پہونچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں۔ ولها آدابٌ تركه لايوجب اساء ة ولاعتاباً كترك السنة الزوائد لكن فعله افضل الى ان قال والقيام لامام ومؤتم حين قيل حى على الفلاح خلافاً لزفر رحمه الله فعنده عند حى على الصلاة إن كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كلّ صف ينتهى اليه الامام على الاظهر وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه اهـ درمختار على هامش رد المحتار قوله وإلاّ اي وإن لم يكن الامام بقرب المحراب بان كان في موضع آخر من المسجد أو خارجه ودخل من خلف اهـ (شامی[1] ص ۳۲۲ ج ۱)

نیز طحطاوی علی الدر المختار میں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے، پس اگر کوئی شخص شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی جرم نہیں۔ مثلاً ایک شخص وظیفہ پڑھ رہا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ چاہتا ہے کہ اپنا وظیفہ پورا کرے تو اس کو گنجائش ہے کہ حی علی الصلوٰۃ سے پہلے پہلے جلدی جلدی جس قدر پڑھ سکے پڑھ لے۔ اس کے بعد نہ بیٹھا رہے بلکہ کھڑا ہو جائے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ "لاحرج"

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۵-۱۷۷ ج ۲، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة. النهر الفائق ص ۱۰۳ ج ۱، باب صفة الصلوٰة، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت.

پھر پوچھا کہ ایک شخص شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب دیا کہ "لاحرج" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا اہم بنالیا ہے اور اس کو ایک شعار قرار دے لیا گیا۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح[1] کی عبارت سے ایک فریق نے استدلال کیا کہ حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ایسے ہی قریب قریب عالمگیری[2] کی عبارت ہے اور اس پر اتنا زور باندھا کہ مستقل نزاعات شروع ہو گئے۔ حالانکہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانہ میں اوّل اوّل یہ طریقہ تھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہو جاتے اور انتظار کرتے تھے حالانکہ اس وقت نبی کریم ﷺ حجرہ مبارکہ میں ہی تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کھڑے مت ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ میں حجرہ سے باہر آ گیا، اور پھر یہ معمول ہو گیا کہ صف بنا کر صحابہ کرام بیٹھے رہتے اور مؤذن کی نظر حجرۂ مبارکہ کی طرف ہوتی، جیسے ہی حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر مؤذن کی نظر جاتی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو فوراً کھڑے ہو کر اقامت شروع کر دیتے اور سب نمازی کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ جب مصلیٰ مبارک پر پہونچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے اور نماز شروع فرما دیتے یہ تفصیل بذل المجہود[3] شرح ابی داؤد ص ۳۰۷ ج ۱ میں ہے

---

[1] قوله والقيام لامام ومؤتم الخ) مسارعة لامتثال امره والظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لوقام اول الاقام لابأس (الطحطاوي على الدر ص ۳۳۱ ج ۱ باب صفة الصلوة آداب الصلوة) مطبوعه كراچى.

[2] ويفهم منه كراهية القيام ابتداء الاقامة والناس عنه غافلون الخ طحطاوى على المراقى ص ۲۲۵، مطبوعه مصر، كتاب الصلوة. فصل من آدابها.

[2] (قوله قعد) ويكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن حى على الفلاح (الهندية ص ۵۷ ج ۱) الباب الثانى فى الاذان تحت الفصل الثانى، فى كلمات الاذان، مطبوعه كوئٹه.

[3] عن أبي قتادة عن ابيه عن النبى ﷺ قال اذا اقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى ترونى قال الحافظ في الفتح قال القرطبى ظاهر الحديث أن الصلاة كانت تقام قبل ان تخرج النبي ﷺ من بيته وهو معارض لحديث جابر بن سمرة ان بلالا (بقيه آئنده صفحه پر)

اوراس میں زہری مالک، سعید ابن مسیّب، عمر ابن عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ اکابر کے اقوال بھی موجود ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے لہٰذا ایک جہت پر اصرار کرنا اوراس کے خلاف کو معصیت سمجھنا درست نہیں، ترک افضل بہرحال ترکِ افضل ہی ہے معصیت نہیں ہے۔ دونوں جانب کو ملحوظ رکھنا چاہئے نہ بیٹھنے والوں پر ایسی نکیر کی جائے جیسے گناہ کرنے والوں پر ہوتی ہے نہ کھڑے ہونے والوں پر ایسی نکیر کی جائے، اوراس مسئلہ کو لے کر نزاع پیدا کرنا اور مسجد کو اکھاڑا بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن پاک میں صریح حکم ہے وَلَاتَنَازَعُوْا.[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۱۴۰۶ھ

حی علی الصلوٰۃ پر قیام

سوال:- جگدل ضلع چوبیس پرگنہ میں، کی چند مسجد اس میں فرض نماز اور جمعہ کے لیے لوگ آتے ہیں اور کیف ما اتفق بیٹھ جاتے ہیں جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پر پہونچتا ہے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ تسویۂ صفوف کا انتظام بالکل نہیں کرتے ہیں تاکید کرنے سے بھی صفیں سیدھی نہیں ہوتیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہوتا ہے، صفوف کا سیدھا کرنا واجب ہے کیونکہ حدیث صحیحہ میں تاکید آئی ہے آیا بغیر صفوف کسی امر مندوب یا جائز پر عمل کرنا درست ہے واجب کے ترک سے امر مندوب یا جائز میں کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آئے گی، مؤطاء امام محمد ص ۸۶/ باب تسویۃ الصّف میں حتی ینبغي للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوم الی

(بقیہ آئندہ صفحہ پر) کان یقیم حتی یخرج النبي ﷺ الخ (بذل المجهود ص ۱۱۰-۱۱۶ ج ۲) مطبوعه بیروت. مطبوعه رشیدیه سهارنپور ص ۳۰۷، ج ۱، باب فی الصلوة تقام ولم یأت الامام ینتظر الخ، فتح الباری ص ۱۰۰ ج ۲ کتاب الصلوٰة، باب متی یقوم الناس عند الإقامة، مطبوعه یوسفی لکهنؤ.

(صفحہ ہذا) [1] سورۂ انفال آیت ص ۴۶.

الصلاة فيصفوا ويستووا الصفوف يحاذوا بين المناكب الخ. سے ثابت ہوتا ہے کہ تسویہ صف کا وقت حی علی الفلاح پر اٹھنے کے بعد ہے یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ **سووا صفوفكم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلاة.**

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویۃ الصفوف کا وقت قبل اقامت ہے اور بدائع الصنائع (ص ۱۰۰ ج ۱) میں حی علی الفلاح کے قبل اٹھنا ممنوع لکھا ہے عالمگیری وغیرہ میں اس کے خلاف مسئلہ لکھا گیا ہے جو باعث خلجان ہے اب سوال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء میں کیا تطبیق ہے۔ مؤطاء امام محمد رحمہ اللہ اور بدائع الصنائع کے اقوال پر عمل کرنا دیگر کتب فقہ کے اقوال کو چھوڑ کر کیسے ممکن ہے عمل واجب مقدم ہے یا مستحب، استحباب ثابت کرنے کے لیے ینبغي کا لفظ جیسا کہ مؤطا امام محمد رحمہ اللہ میں منقول ہے۔ کافی ہے حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا التزام عملاً مثل واجب کرنا واجب کو چھوڑتے ہوئے جائز یا درست ہے یا ممنوع ہے اس عمل میں واجب پہچاننے کے لیے کیا معیار ہے لہٰذا اس مسئلہ میں آج کل جگدل میں جو طریق مروج ہے اس پر اس قسم کے اشکالات ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ کا حکم اس سے قبل عبارت فقہ سے استشہاد کے ساتھ آپکے پاس ارسال کیا جا چکا ہے اب بحث اسکے مأخذ اور حدیث وفقہ میں تعارض وتطابق سے باقی رہ گئی، فقہاء کے کلام میں عبارتیں بہت مختلف ہیں بلکہ ایک ہی مصنف نے ایک جگہ کچھ لکھا دوسری جگہ اسکے خلاف لکھا ہے، اسی طرح اقوال صحابہ وتابعین کا حال ہے اس لیے جس جگہ اختلاف مذاہب کی تصریح ہو تو اختلاف مذاہب پر حمل کرلیا جائے، اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں تقیید کے ذریعہ سے محل علیٰحدہ علیٰحدہ متعین کرلیا جائے اور تقیید کی صورت وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوئی یعنی اگر امام محراب کے قریب مصلے پر ہو اور سب مقتدی اپنی اپنی جگہ پر ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت (علی النقل الصحیح) زفر رحمہ اللہ

وحسنؒ کے نزدیک کھڑے ہوں اگر امام مصلی پر موجود نہ ہو بلکہ صفوف کی طرف سے داخل ہو جن صفوں تک پہنچتا جائے مقتدی کھڑے ہوتے جائیں۔ اگر سامنے کی جانب سے آئے تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت فوراً کھڑے ہو جائیں یہ تفصیل درمختار[1] (ص۴۵۹ج۱) سے نقل کی گئی ہے، بدائع[2] (ص۲۰ج۱) عالمگیری[3] (ص۵۷ج۱) وغیرہ میں بھی یہ تفصیل موجود ہے لہٰذا اگر کسی جگہ حی علی الصلوٰۃ یا حی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کی کراہت یا ممانعت مذکور ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ امام محراب کے قریب مصلے پر موجود نہ ہو، یا کراہت تنزیہی مراد لی جائے جس کو جائز خلاف اولیٰ لاباس سے تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یا قیام سے مراد قیام بحقیقۃ الصلوٰۃ یعنی تکبیر ہو مگر یہ احتمال حدیث میں ہوسکتا ہے یا تاخیر سے احتراز ہو تقدم سے نہ ہو۔

عن أبي قتادة رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰهﷺ اذا اقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى ترونى قد خرجت رواه الجماعة الا ابن ماجة ولم يذكر البخاري فيه قد خرجت كذا في نيل الاوطار عن انس رضي اللّٰه عنه أنه كان يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلاة رواه ابن المنذر وغيره عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن الصلاة كانت تقام لرسول اللّٰهﷺ فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي ﷺ مقامه رواه مسلم واخرج عن جابر ابن سمرة رضي اللّٰه عنه ان بلالا كان لايقيم حتى يخرج النبي ﷺ فاذا خرج اقام الصلاة حين يراه الخ قوله عن أبي قتادة رضي اللّٰه عنه الخ قلت فيه دلالة على ان لايقوم الناس في الصف ولوشرع المؤذن في الاقامة بل ولوكان اتمها

---

[1] والقيام لامام ومؤتم حين قيل حى على الفلاح خلافا لزفر الى قوله ان كان الامام بقرب المحراب والايقوم كل صف ينتهى اليه الامام على الاظهر الخ (الدرالمختار على الشامى نعمانية ص ۳۲۲ ج ۱) باب صفه الصلوة، آداب الصلاة.

[2] بدائع الصنائع ص ۲۰۰ ج ۱، مطبوعه كراچى . كتاب الصلوة، فى سنن الصلوة.

[3] الهندية ص ۵۷ ج ۱ .مطبوعه كوئٹه، الباب الثانى فى الاذان تحت الفصل الثانى .

حتی یرووا الامام خارجا من حجرته أومن باب المسجد متوجهاً الی الصلاة هذا اذا کان الامام غائباً عن المسجد وقت الاقامة عازبا عن القوم وأما اذا کان فیه أوبقربه بمرأ منهم فسیاتی حکمه قال الحافظ فی[1] الفتح (ص۱۰۰ ج۲) قال القرطبی ظاهر الحدیث ان الصلاة کانت تقام قبل ان یخرج النبي ﷺ من بیته وهو معارض لحدیث جابر ابن سمرة رضي اللّٰه عنه ان بلالاً کان لایقیم حتی یخرج النبي ﷺ اخرجه مسلم ویجمع بینهما بان بلالاً کان یراقب خروج النبي ﷺ فاول مایراه یشرع في الاقامة قبل ان یراه غالب الناس ثم اذا راؤه قاموا فلایقوم في مقامه حتی تعتدل صفوفهم قلت ویشهد له مارواه عبدالرزاق عن ابن جریج عن ابن شهاب ان الناس کانوا ساعة یقول المؤذن اللّٰه اکبر یقومون الی الصلاة فلایاتی النبي ﷺ مقامه حتی تعتدل الصفوف قال المؤلف ویمکن حمل حدیث جابر رضي اللّٰه تعالیٰ عنه علی ما بعد النهی أیضاً اما حدیث أبي هریرة الذي اخرجه البخاري بلفظ اقیمت الصلاة فتسوی الناس صفوفهم فخرج النبي ﷺ ولفظه في مستخرج أبي نعیم فصف الناس صفوفهم ثم خرج علینا ولفظه عند مسلم اقیمت الصلاة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا النبي ﷺ فیجمع بینه وبین حدیث أبي قتادة رضي اللّٰه عنه بان ذالک ربما وقع لبیان الجواز وبان صنیعهم في حدیث أبي هریرة کان سبب النهی عن ذلک في حدیث أبي قتاده رضي اللّٰه عنه وأنهم کانوا یقومون ساعة تقام الصلاة ولولم یخرج النبي ﷺ فنهاهم عن ذلک لاحتمال أن یقع له شغل یبطی فیه عن الخروج فیشق علیهم انتظاره الخ[2] وبالجملة اذا لم یکن الامام مع القوم فالجمهور علی

---

[1] فتح الباری ص ۱۰۰ ج۲، باب متی یقوم الناس عند الاقامة، کتاب الصلوة، مطبوعه یوسفی لکهنؤو.

[2] فتح الباری ص ۳۳۲ ج۲، کتاب الاذان، باب متی یقوم الناس إذا رأوا الامام عندالاقامة، طبع بیروت.

انهم لايقومون حتى يروه بمقتضى حديث المتن كما في العمدة للعيني[1] ص ۲۷۶، ج ۲. وهو قولنا معشر الحنفيه الىٰ ما قال قلت اثر انس في الظاهر دليل لزفر رحمه الله وفي المعنى دليل للطرفين اذا اريد بالقيام القيام بحقيقة الصلاة وهو التكبير واما القيام من الجلوس فلابد ان يتقدمه والامر في كل ذلک واسع والله تعالىٰ اعلم وقال العلامة الطحطاوي والظاهر انه احتراز عن التاخير لاالتقدم حتى لوقام اول الاقامة لابأس وحرر الخ (اعلاء السنن[2] ص ۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸، ج ۴)

مؤطا[3] امام محمد رحمہ اللہ کے حاشیہ پر طویل بحث کے بعد لکھا ہے۔ والامر في هذا الباب واسع ليس له حد مضيق في الشرع واختلاف العلماء في ذلک لاختيار الافضل بحسب مالا ح لهم الخ مندوبات پر اصرار کرنا اوران کو وجوب کا درجہ دینا جائز نہیں[4]۔ بلکہ اس سے کراہت آجاتی ہے اور جس مندوب سے ترک واجب ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہوتا ہے لہٰذا جب کہ تسویہ صفوف میں خلل پڑتا ہو تو اوّل اقامت سے قیام کر کے تسویہ صفوف کرلیا جائے ایسی حالت میں کوئی کراہت کسی قول کے مطابق نہیں۔ واجب پہچاننے کا معیار دلیل ہے جس درجہ کی دلیل اسی درجہ کا حکم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۷/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] عمدة القاري للعيني ص ۶۷۶ ج ۲. ايضاً ص ۱۵۴ ج ۳، طبع دار الفكر، كتاب الاذان، باب متى يقوم الناس إذا رأو الامام عندالاقامة.

[2] اعلاء السنن ص ۳۲۵ ج ۴، مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی پاكستان. ابواب الامامة. باب وقت قيام الامام والمأمومين الخ.

[3] حاشيه موطا امام محمد ص ۸۹، مطبوعه رحيميه ديوبند. باب تسوية الصف.

[4] أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال الخ مرقات ص ۱۴ ج ۲، مطبع بمبئ، باب الدعاء في التشهد. سعايه ص ۲۶۳ ج ۲، باب صفة الصلوة قبيل فصل فى القرأة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، سباحة الفكر ص ۶۳، مطبوعه يوسفی لكهنؤ.

مقتدیوں کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا

سوال:- اقامت جب کہی جائے تو امام اور مقتدیوں کو کب کھڑے ہو جانا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام پہلے سے مصلےٰ کے قریب ہے تو جب مکبّر حی علی الصلوٰۃ کہے امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جائیں۔ اگر صفوف کی طرف سے آئے تو جس صف پر پہونچتا جائے اس صف کے نمازی کھڑے ہوتے جائیں یہاں تک کہ جب مصلےٰ پر پہونچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں، اگر سامنے سے آئے تو جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب نمازی کھڑے ہو جائیں۔ مصلےٰ تک پہونچنے کا بھی انتظار نہ کریں[1]۔ پہلی صورت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو جو لکھا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد نہ بیٹھا رہے۔ (مثلاً کوئی شخص تسبیح پڑھ رہا ہے اور ختم ہونے سے پہلے تکبیر شروع ہوگئی تو وہ مکبّر کے حی علی الصلوٰۃ پر پہونچنے تک اگر پوری کر سکے پوری کر لے اس کے بعد نہ بیٹھا رہے) پس اگر شروع اقامت ہی کے وقت کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ (طحطاوی[2] ص۲۱۵ ج۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وإذقال المقيم حي على الصلاة قام الإمام بقرب المحراب والجماعة وإذقال قدقامت الصلوٰة الاولىٰ شرعوا وعندابى يوسف اذا فرغ من الصلاة الىٰ قوله فان كان غائباً ودخل من قدامهم قاموا حين يقع بصرهم عليه وإلا فيقوم كل صف ينتهى اليه الإمام علىٰ الاظهر الخ. الدرالمنتقى ص۱۱۸ ج۱، باب الاذان. دارالكتب العلميه، بيروت. بذل المجهود ص۳۰۷ ج۱، باب فى الصلوة تقام ولم يأت الإمام الخ مطبوعه رشيديه سهارنپور. شامى زكريا ص۱۷۷ ج۲ باب صفة الصلوة، آداب الصلوة.

[2] الظاهر أنه احتراز عن التاخير لاالتقديم حتى لوقام اول الاقامة لابأس به. طحطاوي على الدر ص ۳۳۱-۳۳۲، ج۱، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة.

حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا

سوال: -کٹیہار کے اکثر مقامات پر اقامتِ صلاۃ کی یہ صورت رائج ہے کہ مؤذن تنہا کھڑا رہ کر اقامت صلاۃ شروع کرتا ہے اور تمام مصلی بیٹھے رہتے ہیں حی علی الصلوٰۃ پر امام اور مقتدی کھڑے ہوتے ہیں اور قد قامت الصلوٰۃ پر امام نیت باندھتا ہے اس طریقہ پر بعض جگہ اس قدر اشتداد برتا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑا ہو جائے تو اسے بالجبر بیٹھا دیا جاتا ہے پس کیا اس طریقہ کو مسنون اور مطابق فقہ حنفی کہا جائے گا۔ اور کیا درجۂ وجوب میں ہے کہ خلاف اس کا موجب گناہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ومن الأدب القيام أي قيام القوم والإمام إن كان حاضراً بقرب المحراب حين قيل أي وقت قول المقيم حى على الفلاح لانه امربه فيجاب وان لم يكن حاضراً يقوم كل صف حين ينتهى إليه الامام في الاظهر، ومن الأدب شروع الامام أي احرامه مذقيل أي عند قول المقيم قد قامت الصلاة عندهما وقال أبويوسف رحمه اللّٰه يشرع اذا فرغ من الاقامة فلو اخر حتى يفرغ من الاقامة لابأس به (مراقى الفلاح[1] ص ۱۶۱)

وأيضاً والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حى على الفلاح خلافاً لزفر رحمه اللّٰه فعنده عند حى على الصلاة ابن كمال ان كان الامام بقرب المحراب والافيقوم كل صف ينتهى اليه الامام على الاظهر وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه الاّ إذا اقام الإمام بنفسه في مسجد فلايقفوا حتى يتم اقامته ظهيرية وإن خارجه قام كل صف ينتهى إليه بحر وشروع الامام في الصلاة مذ قيل قد قامت الصلاة ولواخر حتى

---

[1] مراقى الفلاح على الطحطاوي ص ۲۲۵ ج ۱، مطبوعه مصر، كتاب الصلاة فصل في بيان اداب الصلاة.

اتمها لابأس به اجماعاً وهو قول الثاني والثلاثة وهو اعدل المذاهب كمافي شرح المجمع لمصنفه وفي القهستاني معزياً للخلاصة أنه الاصح درمختار[1] قال الطحطاوي (قوله والقيام لامام ومؤتم الخ مسارعة لامتثال امره والظاهر أنه احتراز عن التاخير لاالتقديم حتى لوقام اوّل الاقامة لابأس ودر، قوله انه الاصح) أي فالاخذ به اولى لانه لايقع اشتباه على المصلين. (طحطاوي على الدرالمختار[2] ص ۴۱۵ ج ۱)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح یاحی علی الصلوٰۃ کے وقت قوم اورامام کا کھڑا ہونا صرف آداب میں ہے واجبات میں سے نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ ہو، اور یہ بھی اس وقت ہے کہ امام مصلے پر یا اس کے قریب پہلے سے موجود ہو، اگر امام وہاں موجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری جگہ سے سامنے آئے تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے اگر مصلے کے سامنے نہیں ہے بلکہ مقتدیوں میں کو ہو کر دوسرے جانب سے یعنی پیچھے سے آئے تو جس صف میں پہنچا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے حتی کہ مصلےٰ پر پہنچنے کے وقت تک سب صفیں کھڑی ہو جائیں۔ نیز حی علی الصلوٰۃ یاحی علی الفلاح کے وقت کی تعیین اسلئے ہے کہ اسکے بعد تک بیٹھے رہنا نہیں چاہئے، یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا منع ہے۔

امام کو قدقامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کر دینا بھی واجب نہیں پس اگر تکبیر ختم ہونے کا انتظار کیا اور ختم ہونے پر امام نے نماز شروع کی، تو بالاتفاق اس میں کوئی گنہ نہیں بلکہ بہت سے فقہاء نے اسی کو اختیار فرمایا ہے پس ان چیزوں پر اتنا تشدد کرنا مسائل سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اس تشدد سے روکنا واجب ہے نہ مقتدی کو ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا گنہ ہے کہ اس کو جبراً بیٹھایا جائے، نہ امام کو قدقامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کرنا واجب ہے، کہ

---

[1] درمختار ص ۳۲۲ ج ۱، مکتبه نعمانيه ودرمختار زكريا ص ۱۷۷ ج ۲، باب صفة الصلاة آداب الصلاة. الدرالمنتقى ص ۱۱۸ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت. سعايه ص ۳۶ ج ۲، باب الاذان، سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] طحطاوي على الدرالمختار ص ۳۳۱- ۳۳۲ ج ۱، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة.

ختم کے انتظار کو گنہ کہا جائے۔ جو شئ بالاتفاق مستحب ہو اس کے ساتھ واجب کا سا معاملہ کرنا بھی ناجائز ہے[1] ہر شئ کو اس کی حد پر رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۰ ۵۷ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

قدقامت الصلوٰۃ پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا!

سوال:- حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص اقامت کے وقت بیٹھا رہتا ہے اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے تو فرمایا لاحرج، پھر پوچھا ایک شخص شروع اقامت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا لاحرج۔

حضرت سے دریافت طلب ہے کہ آیا یہ روایت صحیح ہے اور کتاب الصلوٰۃ سے کونسی کتاب مراد ہے اس کتاب کا کیا نام ہے جس کتاب الصلوٰۃ میں آپ نے فرمایا، یعنی باب الصلوٰۃ اور کتاب الصلوٰۃ سے مطلب نہیں ہے، مطلب کونسی کتاب ہے جس میں آپ نے کتاب الصلوٰۃ میں یہ فرمایا؟

۲- اور اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

عن ابن شهاب ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر يقومون الى الصلاة فلايأتى النبي عليه الصلاة والسلام مقامه حتى تعتدل الصفوف (فتح الباري[2]) **بينوا وتوجروا.**

---

[1] الاصرار على المندوب يبلغه الى حد الكراهة الخ سعاية ص ۲۶۵ ج ۲ باب صفة الصلوة، قبيل فصل فى القراءة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، سباحة الفكر ص ۶۳، مطبوعه لكهنؤ.

[2] فتح الباري ص ۳۳۲، ج ۲، كتاب الاذان باب متى يقوم الناس عن الاقامة مطبع مكة المكرمة.

الجواب حامداً ومصلیاً

''کتاب الصلوٰۃ ''کا قلمی نسخہ حیدر آباد دکن میں موجود تھا، جس میں مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی شروع اقامت کے وقت کھڑا ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا لاحرج میں نے پوچھا کہ ایک آدمی حی علی الفلاح پر کھڑا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا لاحرج۔

۲- پہلے ایسا ہوتا تھا کہ تشریف آوری سے قبل ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صف بستہ کھڑے ہوجاتے، ارشاد ہوا کہ جب تک مجھے نہ دیکھ لو کہ میں آ گیا ہوں کھڑے مت ہوا کرو اس ارشاد پر معمول یہ ہوگیا کہ سب بیٹھے رہتے جب حجرۂ مبارک سے پردہ اٹھتا اور روئے انور پر مؤذن کی نظر پڑتی وہ فوراً کھڑے ہوکر تکبیر شروع کردیتے جب ہی سب کھڑے ہوجاتے حتی کہ مصلیٰ مبارک پر جب پہونچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے، نماز شروع ہوجاتی۔

عن النبی ﷺ قال اذا اقیمت الصلاۃ أي نودی بالفاظ الاقامة للصلاة فلا تقوموا منتظرین للصلاة حتی ترونی أي تبصرونی خرجت قال الحافظ في الفتح.

قال القرطبی ظاهر الحدیث أن الصلاة کانت تقام قبل أن یخرج النبي ﷺ من بیته وهو معارض لحدیث جابربن سمرة ان بلالاً کان لایقیم حتی یخرج النبي ﷺ اخرجه مسلم ویجمع بینهما بان بلالاً کان یراقب خروج النبي ﷺ فاول مایراه یشرع في الاقامة قبل أن یراه غالب الناس ثم اذا رأوه قاموا، فلایقوم في مکانه حتی تعتدل صفوفهم الی قوله فیجمع بینه وبین حدیث أبي قتادة رضي اللّٰه عنه بان ذلک ربما وقع لبیان الجواز وبان صنیعهم في حدیث أبي هریرة رضي اللّٰه عنه کان سبب النهی عن ذلک في حدیث أبي قتادة وانهم کانوا یقومون ساعة تقام الصلاة ولولم یخرج النبي

ﷺ فنهاهم عن ذلک[1] (بذل المجهود شرح أبي داؤد[2] ص ۳۰۷ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتح الباري ص ۳۳۲ ج ۲، کتاب الاذان باب متی یقوم الناس اذا راؤ الامام عند الاقامة، مطبوعه المكة المكرمة.

[2] بذل المجهود شرح أبي داؤد ص ۳۰۷ ج ۱، باب في الصلاة تقام ولم يات الامام ينتظرونه قعوداً. مطبوعه رشيديه سهارنپور، اعلاء السنن ص ۳۲۶ ج ۴ ابواب الإمامة باب وقت قيام الإمام الخ مطبوعه كراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل نہم

تثویب کا بیان

صبح صادق سے پہلے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارنا

سوال:- ہمارے یہاں رمضان المبارک کی سحری میں صبح صادق سے پہلے مؤذن منارہ پر چڑھ کر صلاۃ صلاۃ چلاتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چیز ثابت نہیں اس کو بند کرنا چاہئے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان کے بعد یہ اعلان کہ پندرہ منٹ باقی ہے

سوال:- دارالعلوم میں اذان لاؤڈ اسپیکر پر دی جاتی ہے اور لڑکے یہ بھی کہنے لگیں کہ

---

[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ مشکوۃ شریف ص ۲۷، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ. وکمایستفاد. ولاتثویب الا فی صلاۃ الفجر لما روی أن علیاً رضی اللّٰہ عنہ رأی مؤذناً یثوب فی العشاء فقال أخرجوا ھذاالمبتدع من المسجد. المبسوط للسرخسی ص ۱۳۰ ج ۱، باب الاذان، دارالفکر، بیروت.

پندرہ منٹ پہلے یہ اعلان بھی کر دیا جایا کرے کہ نماز تیار ہے یا نماز کا وقت ہو گیا ہے، اور اس کو منظور کر لیا جاوے تو کوئی نقص یا کراہت تو نہیں آتی ہے یا بدعت کے اندر داخل تو نہیں؟ جو بھی ہو اس کو مع حوالہ ذکر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے گھڑی عامۃً ہاتھ پر یا جیب میں موجود رہتی ہے۔ اذان ونماز کا فصل متعین ہے، وقت کی تبدیلی کا اعلان باقاعدہ ہوتا ہے، ماشاء اللہ سبھی نماز وجماعت کا اہتمام رکھنے والے ہیں، اتفاقیہ کسی ایک کو غفلت ہو جائے تو دوسرے ساتھی تنبیہ کر دیتے ہیں، ان حالات میں پندرہ منٹ پہلے نماز تیار ہے کا اعلان کرنا گویا کہ اذان کو غیر معتبر قرار دینا ہے جن عوارض کے تحت تثویب کی گنجائش دی گئی ہے وہ یہاں موجود نہیں؟ **قالو لابأس بالتثويب للمحدث في سائر الصلوات لفرط غلبة الغفلة على الناس في زماننا وشدة ركونهم الى الدنيا وتهاونهم بامور الدنيا اهـ** (بدائع الصنائع[1] ص ۱۴۸ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان سے پانچ منٹ قبل لاؤڈ اسپیکر سے نماز کا اعلان

سوال:- اگر فجر کی اذان سے پانچ منٹ پہلے آدمیوں کو نماز کے لیے اٹھانے کی نیت سے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر ''صلوٰۃ'' کہا جائے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان تو اسی مقصد کے لیے دی جاتی ہے قبل اذان مستقلاً لاؤڈ اسپیکر پر ''الصلوٰۃ'' کی پابندی کرنے سے نفس اذان کا خاص فائدہ نہیں رہے گا اور لوگ اس کو اذان کی طرح مستقل

---

[1] بدائع الصنائع ص ۱۴۸ ج ۱، مطبوعه كراچی فصل في كيفية الاذان. مبسوط سرخسی ص ۳۱ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالفكر، بيروت. مجمع الانهر ص ۱۱۷ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العلميه، بيروت.

شرعی حکم سمجھ لیں گے اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کی اطلاع گھنٹہ کی آواز سے

سوال:- جہاں اہل محلّہ کو اذان کی آواز نہ آتی ہو کیا وہاں گھنٹہ سے جیسے دربان آپ کے یہاں اسباق کے لیے بجاتا ہے تثویب کرنا کیسا ہے یعنی جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو علامہ شامی رحمہ اللہ کے وان خالف ذلک کا کیا مطلب ہے اور اگر جائز ہے تو تشبہ بالکفار ہے، مع حوالہ کتب مفصل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اور صورت غیر مخدوش تثویب کی نہ ہو تو پھر اس طرح بھی درست ہے اور کیفیت دق کو ممتاز کر دیا جائے تا کہ تشبہ نہ رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۲ ۶۴ھ

اذان کے بعد نقارہ

سوال:-ضرب نقارہ قبل یا بعد اذان بغرض ہوشیاری وبیداری غافلین ومتساہلین واطلاع دور دور مسجد سے رہنے والے مسلمانوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ علاقۂ مدراس میں اکثر شہروں میں رواج ہے۔ بینوا توجروا

---

[1] کمایستفاد ان علیاً رضی اللّٰہ عنہ رأی مؤذناً یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد الخ المبسوط للسرخسی ص ۱۳۰ ج ۱، باب الاذان، دارالفکر بیروت.

[2] ویثوب بین الاذان والاقامۃ في الکل للکل بما تعارفوہ کتنحنح أوقامت قامت او الصلاۃ الصلاۃ ولواحد ثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبی (الشامی نعمانیہ ص ۲۶۱ ج ۱، شامی زکریا، ص ۵۶ ج۲، باب الاذان. قبیل مطلب فی اذان الجوق. مجمع الانھر ص۱۱۷ ج ۱ باب الاذان. دارالکتب العلمیہ بیروت. البحر ص ۲۶۰ ج ۱، باب الاذان، الماجدیہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے بعد دوبارہ اعلان کرنے کو تثویب کہتے ہیں متاخرین نے علیٰ الاطلاق اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے فی المراقی[1] ص۱۴۴ ج۱ ویثوب بعد الاذان في جميع الاوقات لظهور التواني في الامور الدينية في الاصح وتثويب كل بلد بحسب ما تعارفه اهلها قال الطحطاوي قوله في جميع الاوقات استحسنه المتأخرون الخ قال الشامی[2] ص ۲۴۷ ج۵، اقول وينبغي ان يكون طبل المسحر في رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تامل.

مسلمانوں کو خود شرم وحیا کا موقعہ ہے کہ فریضہ مذہبی ادا کرنے کے لیے اذان کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ نقارہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/محرم الحرام ۵۴ھ

گھنٹی اذان کے قائم مقام ہرگز نہیں

سوال:- اگر کسی گاؤں میں مسجد ایک کنارے پر ہے اور اذان پورے گاؤں میں نہ پہونچتی ہو، نمازی لوگ جماعت سے رہ جاتے ہوں تو اذان پڑھ کر اگر خبر کرنے کے لیے گھنٹی بجادی جائے تو ٹھیک ہے یا نہیں، اگر ٹھیک ہے تو کس طرح پوری تفصیل سے تحریر فرمائیں کیونکہ کچھ حضرات کا قول ہے کہ گھنٹی بجانا جائز نہیں جب کہ ہمارے مذہب نے خبر دینے کے لیے اذان مقرر کی ہے اس لیے صحیح جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوي ص ۱۵۹، مطبوعه مصر باب الاذان.

[2] شامی زکریا ص ۵۰۵ ج۹، وشامی نعمانیه ص ۲۲۳ ج۵، كتاب الحظر والاباحة قبيل فصل في اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کو ترک کر کے اس کی جگہ گھنٹی بجانے کی کسی طرح اجازت نہیں[1] اذان کے بعد بھی گھنٹی نہ بجائی جائے خاص کر جب کہ لوگوں کے پاس آج کل گھڑی کا بھی دستور ہے ہر شخص کا نماز کی طرف دھیان لگا رہنا چاہئے بے فکر نہیں رہنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز فجر کے لئے لوگوں کو جگانا

سوال:- میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو روز تین بجے صبح کو جگا دیا کروں، تا کہ لوگ نماز کے لئے اٹھیں، اور اپنے کاروبار میں لگ جائیں، میں یہ کام صرف اللہ کے واسطے کرتا ہوں اگر لوگ میری امداد فطرے سے کریں تو لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تیرے پھیری دینے سے ہماری نیند خراب ہو جاتی ہے، تو کیا ان کے کہنے سے پھیری دینا چھوڑ دوں، یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو لوگ یہ کہیں کہ ہمیں فلاں وقت جگا دیا کرو، ان کو اس وقت جگا دینا درست ہے، نماز

---

[1] هو لغة الاعلام وشرعا إعلام مخصوص على وجه مخصوص بالفاظ كذلك أي مخصوصة، لايصح بالفارسية و إن علم أنه اذان وهو الأظهر الخ شامی کراچی ص ۳۸۳ ج ۱، شامی زکریا ص ۴۷ ج ۲. باب الاذان. ولايؤذن بالفارسية ولا بلسان آخر غير العربية كذا فى فتاوى قاضيخان. عالمگیری ص ۵۵ ج ۱، الفصل الثانى فى كلمات الاذان الخ، الباب الثانى فى الاذان، مطبوعه كوئٹه، فتاویٰ قاضیخان ص ۸۰ ج ۱ مسائل الاذان، مطبوعه كوئٹه.

کے لئے بھی جگا دینا درست ہے[1]، مگر کوئی ایسا طریقہ جگانے کا اختیار کرنا جس سے بے وقت لوگوں کی نیند خراب ہو درست نہیں، اگر اس جگانے کا پیشہ بنایا ہے تو اس کی وجہ سے بطور معاوضہ فطرہ زکوۃ چرم قربانی لینا درست نہیں[2]، اسکے علاوہ نفلی صدقہ خیرات دیں تو حسب ضرورت لینے میں مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۸ھ

نماز فجر سے پہلے نمازیوں کو بیدار کرنے کیلئے قرآن کریم اور مناجات پڑھنا

سوال:- ہمارے قصبہ کی مسجد میں روزانہ فجر کی اذان کے بعد ایک یا دو رکوع پڑھتے ہیں، اس کے بعد نظم پڑھتے ہیں، جماعت ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے رک جاتے ہیں، اس نیت سے کہ لوگوں کو فجر کی نماز جماعت سے مل جائے، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پڑھنا غالباً ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر پر ہوتا ہوگا، ایسے وقت پر کچھ لوگ سو رہے ہونگے،

---

[1] عَنْ اَبِی بَکْرَۃَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ لِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَکَانَ لَا یَمُرُّ بِرَجُلٍ اِلَّا نَادَاہُ بِالصَّلٰوۃِ اَوْ حَرَّکَہٗ بِرِجْلِہٖ رواہ ابو داؤد، مشکوۃ شریف ص ۶۴، باب، الاذان الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. مسند احمد ص ۴۲۶، ج۵، حدیث طخفۃ الغفاریؓ، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[2] اس لئے کہ صدقات واجبہ کے لئے قطع منفعت ضروری ہے۔ھی تملیک جز مال عینہ الشارع مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۷۱-۱۷۲، ج۳، اول کتاب الزکوۃ.

کچھ ضرورت میں مشغول ہونگے، قرآن پاک کی طرف توجہ دینے سے قاصر ہونگے، اس لئے اس کو ترک کیا جائے، ویسے ہی نماز کے واسطے بلانے کے لئے شریعت نے اذان تجویز کی ہے، ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر پر قرآن پاک نظم پڑھنا تجویز نہیں کیا[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لو قرأ على السطح والناس نيام يأ ثم لانه يكون سبباً لا عراضهم عن استماعه، او لانه يؤذيهم بايقاظهم (الىٰ قوله) يجب على القارى احترامهٗ بأن لا يقرأ ه فى الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته (شامى كراچى ص ۵۴۶، ج ۱، كتاب الصلوة، فروع فى القرأة خارج الصلوة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دھم

قضانمازوں کے لئے اذان واقامت

قضانماز کے لیے اذان

سوال: -ایک شخص کی سالوں کی نماز قضا ہوئی ہے اوراب وہ مستحبات بھی چھوڑنا نہیں چاہتا وہ مسجد میں ظہر کی ادا نماز پڑھنے کے بعد یا پہلے قضا نماز پڑھے تو اذان کہے جب کہ وہاں اذان ہو چکی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں اذان نہ کہے بلکہ وہاں نماز قضا بھی کسی کے سامنے نہ پڑھے قضا نماز مخفی طور پر پڑھ لی جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولافيما يقضى من الفوائت في مسجد ويكره قضاؤها فيه (الشامي نعمانيه ص ٢٦٦) الدر المختار على الشامي زكريا ص ٥٨ ج٢، باب الاذان. البحر الرائق ص ٢٦٢ ج ١، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. النهر الفائق ص ١٧٨ ج ١، باب الاذان، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت.

نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہو تو اس میں بھی اذان واقامت ہوگی؟

سوال: -اگر چند دنوں کے بعد نماز باجماعت نہ ہونے کی تحقیق ہو تو ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مذکورہ میں اذان اور اقامت کیساتھ باجماعت نماز ادا کریں۔ وفي المجتبى قوم ذكروا فساد الصلوة صلّوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولايعيدون الاذان والاقامة وإن قضوها بعد الوقت قضوها في غير ذلك المسجد بأذان واقامة (شامی[1] ص ۳۶۳ ج ۱) وفي الامداد أنه إذا كان التفويت لامرعام فالاذان في المسجد لايكره لانتفاء العلة كذا في الشامی[2] ص ۲۶۳ ج ۱.

مگر مسجد کے علاوہ دوسرے جگہ پڑھیں اور اذان اتنی بلند نہ ہو کہ دوسرے لوگ اشتباہ میں پڑ جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷ ۸۸ھ

---

[1] شامی ص ۲۶۲ ج ۱، مكتبه نعمانيه، وشامی زكريا ص ۵۸ ج ۲، باب الاذان مطلب في اذان الجوق. البحرالرائق ص ۲۶۲ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه الماجديه كوئٹه. تاتارخانيه ص ۵۲۴ ج ۱، نوع آخر فيمن يقضى الفوائت الخ كتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه كراچی.

[2] الشامی ص ۲۶۲ ج ۱، مكتبه نعمانيه وشامی زكريا ص ۵۹ ج ۲، باب الاذان قبيل مطلب في المؤذن اذا كان غير محتسب في أذانه.

قضاء نماز کے لیے اذان واقامت کا حکم

سوال:- بہشتی گوہر کا ایک حصہ آپ سے سمجھنے کے لیے لکھ رہا ہوں اگر کئی نمازیں قضاء ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کیلیے صرف اقامت، ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک نماز کے واسطے اذان بھی علیٰحدہ دی جائے!

الجواب حامداً ومصلیاً

غزوۂ خندق میں مشغولی کی بناء پر نبی اکرم ﷺ کی نماز قضا ہوگئی تھیں جب ان کو عشاء کے وقت آپ نے پڑھا تو جماعت کے ساتھ پڑھا پہلی نماز کے لیے اذان واقامت کہی گئی بقیہ کے لیے اقامت پر اکتفاء کیا گیا[1]۔ یہی مسئلہ بہشتی گوہر میں بیان کیا گیا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قضا نماز میں اقامت

سوال:- فرض نماز قضا پڑھنے کی حالت میں اقامت کہہ کر نماز پڑھے یا بغیر اقامت بھی نماز ہوسکتی ہے اگر بلا اقامت نماز پڑھی ہو تو ان کا اعادہ کرے یا کہ درست ہوگئیں؟

---

[1] وقد اختلفت الروايات في قضاء رسول الله ﷺ الصلوات التى فاتته يوم الخندق (الى قوله) وفي بعضها أنه اذن واقام للاولىٰ ثم اقام لكل صلاة بعدها (بدائع الصنائع ص ۱۵۴ ج ۱، كراچى) كتاب الصلاة فصل وأما بيان محل وجوب الاذان. تاتارخانيه ص ۵۲۴ ج ۱، نوع آخر فيمن يقضى الفوائت الخ كتاب الصلوٰة، الاذان، مطبوعه كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا اقامت بھی درست ہے لہٰذا جو پڑھی گئی اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اگر جماعت کے ساتھ قضا کی جائے تو اقامت مسنون ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۱۲ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ

قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم

سوال:- میں قضا نماز کبھی گھر پر پڑھتا ہوں کبھی مسجد میں؟ مسجد میں قضا نماز اکثر جماعت کے بعد ادا کرتا ہوں اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا مجھے گھر پر قضا نماز کیلئے اذان واقامت دونوں کہنا ہے یانہیں؟ اور مسجد میں کیا اذان واقامت بھی کہنی ہے یانہیں اور اگر اذان واقامت کہنی ضروری ہے تو آہستہ کہنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قضاء نماز اس طرح پڑھنی چاہئے کہ کسی کو علم نہ ہو کہ یہ قضاء نماز پڑھ رہے ہیں[2]،

---

[1] ومن فاتته صلاة في وقتها فقضاها اذن لها واقام واحدا كان أو جماعة هكذا في المحيط وإن فاتته صلوات اذن للاولى واقام وكان مخيرا في الباقي إن شاء اذن واقام وإن شاء اقتصر على الاقامة كذا في الهداية الخ (الهندية ص ۵۵ ج ۱) الباب الثاني في الاذان، تحت الفصل الاول. النهر الفائق ص۱۷۷ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت.

[2] قد صرحوا! بان الفائتة لاتقضٰى فى المسجد لما فيه من اظهار التكاسل فى اخراج الصلاة عن وقتها فالوا جب الاخفار. البحر الرائق كوئٹه ص ۲۶۲ ج ۱، باب الاذان. وفى الدرالمختار ويكره قضاؤها فيه لان التاخير معصية فلايظهرها الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۵۸، ۵۹ ج۲، باب الاذان. الدرلمنتقٰى مع مجمع الانهر ص۱۱۴ ج ۱، باب الاذان طبع دارالكتب العلميه، بيروت.

اسلئے مسجد میں فجر نماز کے بعد اور عصر نماز کے بعد نہ پڑھیں جب مسجد میں قضاء نماز پڑھتے ہیں تو وہاں اذان واقامت ہوتی ہی ہے[1] اور مکان پر جب پڑھتے ہیں تو وہاں مسجد کی اذان کافی سمجھی جاتی ہے[2]، اگر اذان واقامت کی انوبت آئے تو آہستہ آہستہ کہیں تاکہ دوسروں کو اشتباہ نہ ہو[3]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] فالاذان للفائتة فی المسجد اولٰی بالمنع بحر کوئٹہ ص ۲۶۲ ج ۱، باب الاذان. الدرالمنتقٰی مع مجمع الانهر ص ۱۱۴ ج ۱، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۸ ج ۲ باب الاذان مطلب فی اذان الجوق.

[2] لایکره ترکهما (الاذن والاقامة) معاً لمصل فی بیته اذا وجد فی مسجد المحلة لقول ابن مسعود رضی اللّٰه عنه فی روایة یکفینا اذان الحیّ و اقامته وندبا الاذان والاقامة معاً لهما ای المسافر والمصلی فی بیته. مجمع الانهر ص ۱۱۴-۱۱۵ ج ۱، باب الاذان طبع دارالکتب العلمیه، بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۶۲ ج ۱ باب الاذان.

[3] الحق هوالتفصیل بان القضاء لوکان لامر اعم یوذن فیه وان کان فی المسجد لیحضر من فاتته **الصلوٰة** لکن لا یجهر کثیرا لئلا یشوش فیه علی غیرهم من الناس واما اذا لم یکن کذلک فلایؤذن له فی المسجد لخوف التشویش و احب ان یؤذن لنفسه بحیث لایسمعه من سواه، السعایه فی کشفِ ما فی شرح الوقایه ص ۱۰ ج ۲ طبع لاهور. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۸ ج ۲، مطلب فی اذان الجوق.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

نماز کے شرائط وارکان

فصل اول

نماز کے شرائط

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال: ۔اقتداء کے لئے یہ نیت کافی ہوجائے گی کہ جونیت امام کی وہ میری؟

الجواب حامداًومصلیاً

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے وقت اس طرح نیت کی جائے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے پڑھتا ہوں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] اذا ارادالمقتدی تیسیر الامر علی نفسه ینبغی ان ینوی صلاة الامام والاقتداء به او ینوی ان یصلی مع الامام مایصلی الامام کذا فی المحیط (عالمگیری، ج ۱/ص ۶۷/ الفصل الرابع فی النیة، شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۸۲/. شامی کراچی ص ۴۲۰/ج ۱/باب شروط **الصلاة** مطلب فی حضور القلب والخشوع. البحر ص ۲۸۲/ج ۱/ مبطوعه الماجدیه کوئٹه.

تنبیہ:. جماعت کی نماز کے لئے دو چیزوں کی نیت ہونی چاہئے اول نماز کی نیت، دوم اقتداء کی نیت اور یہ کہنا کہ جونیت امام کی وہ میری، اس میں نماز کی نیت ہوئی، اقتداء کی نیت نہیں ہوئی۔

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال:۔ہم لوگوں کے یہاں نیت کے بارے میں کچھ اختلاف چل رہا ہے وہ یہ کہ لوگ اس طرح نیت کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں واسطے نماز فرض، فرض پڑھتا ہوں، واسطے اللہ کے چار رکعت اللہ اکبر، اور سنت کی بھی اسی طرح کرتے ہیں، اور منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر، میں نے ان سے اس طرح کہہ دیا کہ نیت صرف اس طرح کیا کرو کہ نیت کرتا ہوں اس نماز کی واسطے اللہ کے چار رکعت نماز فرض جو وقت ہو اس کا نام بھی لیوے تو اس پر سوال یہ ہوا کہ سنت رسول کو اس بات پر بھول ہوا کہ ہم رسول کا نام چھوڑ رہے ہیں، اور اس بارے میں اب حدیث مانگتے ہیں حاصل یہ کہ سنت رسول کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ طریقہ رسول کہنا ضروری ہے اگر دونوں نہ کہیں تو نماز ہو جائیگی، سنت میں سنت رسول کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے اور چار اماموں کے نزدیک کوئی اختلاف ہے یا نہیں، اس کا جواب حدیث سے چاہتے ہیں کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے کبھی عالم نہیں تھے، اب نئے طریقے نکل رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح وہ لوگ نیت کرتے ہیں، اس طرح بھی درست ہے، اور جس طرح آپ نے نیت بتائی ہے وہ بھی ٹھیک ہے، ناواقف لوگوں سے اس قسم کے مسائل میں نہیں الجھنا چاہئے، اتنا خیال رہے کہ جو جماعت کے ساتھ نماز ہو تو مقتدی کو یہ بھی نیت کرنی چاہئے کہ پیچھے اس امام کے،[1] اور نیت اصل میں دل سے ہوتی ہے، اگر زبان سے کچھ بھی نہ کہا اور صرف

---

[1] لو كان مقتد ياينوى ماينوى المنفرد وينوى الاقتداء ايضاً لان الاقتداء لايجوز بدون النية كذافى فتاوىٰ قاضى خان .(عالمگيرى ،ج ۱/ص ٦٦/ الفصل الرابع فى النية. بحر ص ۲۸۲/ج ۱/باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. شامى كراچى ص ۴۲۰/ج ۱/باب شروط الصلاة.

دل میں ارادہ کر کے اللہ اکبر کہہ دیا تب بھی درست ہے[۱] سنت نام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا ہے[۲] جب سنت کہا تو گویا طریقہ بھی کہہ دیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

سنت میں نیت کا طریقہ

سوال: ۔سنتوں کی نیت کیسے کرنا چاہئے تحریر فرمائیگا یہاں کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں سنت اللہ رسول اور کچھ کہتے ہیں، طریقہ رسول کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنتوں کی نیت اس طرح کرے کہ مثلاً مغرب کی دو رکعت سنت اللہ کے واسطے پڑھتا ہوں[۳] سنت رسول کے طریقہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا ضروری نہیں[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

۱ وقد اجمع العلماء علی انه لو نوی بقلبه ولم یتکلم فانه یجوز کما حکاه غیر واحد. البحر الرائق، ج ۱/ص ۲۷۷/ باب شروط الصلاة. شامی کراچی ص ۴۲۰/ ج ۱/ باب شروط **الصلاة**. طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۳/ مطبوعه مصری.

۲ السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین من غیر افتراض ولاوجوب، کتاب التعریفات ص ۱۱۸/ مکتبه فقیه الامت دیوبند. طحطاوی مع المراقی ص ۵۰/ فصل فی سنن الوضوء، مصری. قواعد الفقه ص ۳۲۸/ دارالکتاب دیوبند.

۳ وقد اجمع العلماء علی انه لو نوی بقلبه ولم یتکلم فانه یجوز کما حکاه غیر واحد، البحر کوئٹه ص ۲۷۷ ج ۱ باب شروط الصلاة، شامی کراچی ص ۴۲۰ ج ۱ باب ایضا، طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۳ مطبوعه مصر.

۴ السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین من غیر افتراض ولا وجوب کتاب التعریفات ص ۱۱۸ مکتبه فقیه الأمت دیوبند، طحطاوی علی المراقی ص ۵۰ فصل فی سنن الوضوء، مصری، قواعد الفقه ص ۳۲۸ دار الکتاب.

عربی میں نیت نماز

سوال: ۔کوئی آدمی مثلاً فجر کی نماز میں نیت عربی میں یوں کرے کہ ''**نویت ان اصلی للّٰہ تعالیٰ رکعتی صلوٰۃ الفجر فرض اللّٰہ تعالیٰ متوجھاً الیٰ جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللّٰہ اکبر**'' اس طریقہ سے نیت کر کے نماز پڑھنا نماز ہو جائے گی یا نہیں کیا یہ الفاظ قرآن واحادیث سے ثابت ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیت نام ہے ارادۂ قلبی کا جو چیز کرنے کے لئے دل میں سوچ لی جاوے وہی نیت ہے یہی چیز دل میں سوچی گئی ہے، اس کو زبان سے استحباباً کہا تو اس سے نماز میں خرابی نہیں آئی، بغیر زبان سے کہے صرف دل کی سوچی ہوئی نیت پر کفایت کرے تب بھی کافی اور درست ہے، طریقۂ مذکورہ پر زبان سے کہنا قرآن واحادیث سے ثابت نہیں'' **النیۃ ھی الارادۃ لاالعلم والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ وھو ان یعلم بداھۃ ایّ صلوٰۃ یصلی والتلفظ بھا مستحب ھوالمختار وقیل سنۃ (درمختارعلیٰ ھامش الشامی، ج ۱/ص ۲۷۸/)**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

نماز میں نیت

سوال: ۔نماز میں نیت ضروری ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار علی ھامش الشامی کراچی، ج ۱/ص ۴۱۴/ بحث النیۃ باب شروط الصلاۃ. زکریا، ج۲/ص ۹۰/. طحطاوی مع المراقی ص۱۷۳/ مطبوعہ مصری. البحر ص۲۷۶/ج ۱/ باب شروط الصلاۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز میں نیت ضروری ہے یعنی دل میں یہ بات پکی کرلے کہ فلاں وقت کی فرض یا سنت نماز پڑھتا ہوں، اگر امام کے پیچھے پڑھے تو اقتداء کی نیت بھی کرلے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

زبان سے نیت

سوال:۔ کیا نماز کی نیت زبان سے ادا کرنا بدعت ہے، اگر بدعت ہے تو جس نے زبان سے نیت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے، کہ وہ بدعت فرماتے ہیں، صحیح مسلک کیا ہے؟ اگر حنفی مذہب میں بدعت ہے تو فقہ کی دوسری کتابوں میں زبان سے نیت کرنا کیوں سکھلایا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں، اور بدعت ممنوعہ بھی نہیں، ادا کرلیگا تو گنہگار نہیں ہوگا، نہیں ادا کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، نیت تو مرادِ قلبی کا نام ہے، ادائے نماز کے لئے کافی ہے، لوگوں کے قلوب پر عامۃً افکار کا ہجوم رہتا ہے، اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کرپاتے، اس لئے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں، تاکہ حضورِ قلب میں جس قدر کمی ہے وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہوجائے، اگر کوئی شخص احضار قلب پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے الفاظ کا ادا کرلینا بھی کافی ہے ''وتشترط ای النية وهی الارادة الجازمة لتمييز العبادة عن العادة ويتحقق الا خلاص فيها لله سبحانه

---

[1] والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة وهو ان يعلم بداهة ای صلاة يصلی .....وينوی المقتدی المتابعة (الدرالمختار مع الشامی نعمانيه، ج ۱/ص ۲۷۸-۲۸۲/ باب شروط الصلاة. شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۱۵.

وتعالیٰ (مراقی الفلاح) قوله هی الارادة الجازمة ای لغةً لانها فسرت لغةً بالعزم والعزم هوالارادة الجازمة القاطعة وفی الشرع قصد الطاعة والتقرب الٰی اللّٰه تعالیٰ فی ایجاد فعل کمافی التلویح وهو یعم فعل الجوارح وفعل القلب سواءٌ کان ایجاداً او کفا"[1]

فقہاء کے کلام میں تلفظ باللسان کے متعلق سنت، مستحب، مکروہ، بدعت، مباح سب الفاظ موجود ہیں، صاحب بحر نے ان سب کو نقل کر کے لکھا ہے، "لم ینقل عن الائمة الاربعة ایضاً فتحرر من هذا انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزیمة وقد استفاض ظهور العمل بذٰلک فی کثیر من الاعصار فی عامة الامصار"[2] (البحر الرائق، ج ۱/ص ۲۷۸/ متن تنویر میں ہے " والتلفظ بها مستحب وقیل سنة" درمختار میں قول مستحب کے متعلق لکھا ہے هو المختار تیسرا قول قیل بدعة کا ہے اس پر شامی نے حلبیہ سے نقل کیا ہے، "لعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزیمة لان الانسان قدتغلب علیه تفرق خاطره، ج ۱/ص ۳۸۶/[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۹ھ

کیا نیت کیلئے زبان سے کہنا ضروری ہے

سوال: ۔ جو کام نماز سے پہلے جائز تھے نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد جائز ہے کیا، امام

---

[1] الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۷۳/ مطبوعه مصر/ باب شروط الصلاة. النهر الفائق ص ۱۸۷/ ج ۱/ دارالکتب العلمیه، بیروت. شامی کراچی ص ۴۱۴/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، بحث النیة.

[2] باب شروط الصلاة، مطبوعه کوئٹه.

[3] شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۱۶/ بحث النیة. شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۷۹. شامی زکریا ص ۹۲/ ج ۲/ باب شروط الصلاة.

نے تکبیر تحریمہ کر لی اس کے بعد مقتدی کا نیت کرنا یعنی زبان سے نیت کے الفاظ کا دہرانا کیسا ہے، ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ مقتدی اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے، ان کا یہ کلام درست ہے کیا؟ نیت کی کیا تعریف ہے جس کام کے کرنے کا ارادہ دل سے ہوا سے نیت کہتے ہیں یا دل کی بات کو زبان سے دہرایا جاتا ہے، اس کو نیت کہتے ہیں کسی مقصد کے تحت جو کلمات زبان سے نکلتے ہیں اس کو اقرار کہتے ہیں کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قطعاً نہیں "النية عزم القلب على الفعل[1]"، کسی بھی کام کے لئے دل کی آمادگی کا نام نیت ہے، اور شرعی اصطلاح میں اطاعت وقرب خداوندی کے لئے کسی کام کے کرنے کا نام اس کو نیت کہتے ہیں، زبان سے اقرار ضروری نہیں، اور زبان سے کہنا بھی ممنوع نہیں "واصطلاحًا قصد الطاعة والتقرب الى الله تعالىٰ فى ايجاد فعل[2] (حموى على الاشباه، ص ۲۹)۔

بہت سی باتیں مقصد واضح کرنے کی نظر سے مثال کے طور پر بھی پیش کی جاتی ہیں، اس کو فقہ کی اصطلاح میں اقرار نہیں کہا جاتا[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] حموى على الاشباه، ص ۲۹/ الفن الاول، مطبوعه دار العلوم ديوبند. البحر الرائق ص ۲۴/ ج ۱/ باب الوضوء، الباب الثانى، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] حموى على الاشباء، ص ۲۹/ الفن الاول قول فى القواعد الكليه، مطبوعه دار اللعلوم ديوبند، طحطاوى على المراقى ص ۱۷۳ باب شروط الصلاة مطبوعه مصرى، بحر ص ۲۴ ج ۱ باب الوضوء قواعد الفقه ص ۵۳۷ مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للاردة فلاعبرة للذكر باللسان وان خالف القلب لانه كلام لانية (شامى زكريا، ج ۲/ص ۹۱/ بحث النية، باب شروط الصلوٰة) شامى كراچى، ج ۱/ص ۴۱۵.

امام اور مقتدی کی نیت میں فرق

سوال: ۔جو شخص امام ہو اس کیلئے کیا نیت ہونی چاہئے نیت مقتدی سے کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے، اور امامت کی نیت نہ کرے، تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، البتہ تحصیل ثواب جماعت کیلئے امامت کی نیت بھی ضروری ہے، اور صورت استخلاف میں بلا نیت امامت امامت درست نہیں، اور مقتدی کو صحت اقتداء کے لئے متابعت بھی ضروری ہے، ''**لایصح الاقتداء الابنیة وتصح الامامة بدون نیتها والا مام ینوی صلٰوته فقط ولایشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب لکن یستثنیٰ من کانت امامته بطریق الاستخلاف فانه لایصیر اماماً مالم ینو الامامة بالاتفاق**[1]، در مختار وشامی، ج ۱/ص ۴۴۰/''.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

نفل نماز میں اپنے نفل کی نیت کرنا

سوال: ۔ایک شخص عرصہ سے نفل نماز کی نیت اس طرح باندھتا ہے ''نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی نفل اپنے واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وقت فلاں'' کیا یہ طریقہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

---

[1] شامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۲۸۴/ مطلب مضی علیه سنوات وهو یصلی الظهر قبل وقتها شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۲۴/باب شروط الصلاة. البحر الرائق ص ۲۸۳/ج ۱/ باب شروط الصلاة. الماجدیه کوئٹه. المحیط البرهانی ص ۲۵/ج ۲/ الفصل الثانی فی الفرائض الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا مطلب یہ ہے کہ نفل اللہ نے لازم قرار نہیں دی اس لئے اس کے نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہیں، بلکہ میرا اپنا حق ہے[1] اگر پڑھوں گا تو مجھے ثواب ملے گا، نہیں پڑھوں گا تو ثواب سے محروم رہونگا، اس لئے یہ شرک نہیں اور ایسے شخص کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۶ھ

نیت میں ایک نماز کی جگہ دوسری نماز کا نام یا تعداد رکعت میں غلطی کی

سوال:۔ اگر ظہر کی فرض نماز شروع کرتے وقت دل میں تو نیت فرض ظہر ہی کی تھی، مگر زبان سے بجائے ظہر کے عصر کہہ دیا یا بجائے فرض کے نفل کہہ دیا یا بجائے، چار رکعت کے تین رکعت کہہ دیا تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی۔ رد المحتار، ج ۱/ص ۲۷۸-۲۸۱/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والنفل فی الشریعة زیادة عبادة شرعت لنا لاعلینا الخ شامی زکریا ص ۴۳۸/ج ۲/ باب الوتر والنوافل. وفی الشرع فعل مالیس بفرض ولاواجب ولامسنون من العبادة مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۱۴/ فصل فی بیان النوافل، مطبوعه مصری. البحر ص ۳۶/ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه کوئٹه.

[2] والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان (بقیہ آئندہ پر)

وتر کی نیت سے تراویح پڑھنا

سوال: ۔سنت تراویح کی نیت سہواً کر کے وتر پڑھنے سے وتر ادا ہوجائیگا، بموجب درمختار، ج ۱/ص ۳۸۷/ -۳۸۸/ میں اکثر وتر کی نیت کرلیتا ہوں یہ سمجھ کر کہ امام بیس رکعت سنت تراویح پڑھا کر اب وتر پڑھا رہے ہیں، جب امام قراءت شروع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے، کہ امام تراویح پڑھا رہے ہیں، میری نماز فاسد نہیں ہوتی، کیا چاہئے یہ تھا کہ نیت توڑ کر سنت تراویح کی نیت کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ کے تابع ہوکر ادنیٰ کا ادا ہوجانا مصرح ہے[1]، آپ کی تراویح اس طرح بھی ادا ہوجاتی ہے، لیکن آپ کو اس قدر بے خبر نہ رہنا چاہئے کہ تراویح اور وتر کا پتہ نہ چلے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان خالف القلب فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزأهٗ (شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۷۸/ کراچی، ج ۱/ص ۴۱۵/ بحث النية)

الخطأ فيما لايشترط له التعيين لايضر كتعيين مكان الصلاة وزمانها وعدد الركعات (شامی نعمانية، ج ۱/ص ۲۸۱/ بحث النية وكراچی، ج ۱/ص ۴۲۰. سعايه ص ۹۹/ج ۲/ الكلام فی النية وكيفيتها باب شروع الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. الاشباه والنظائر ص ۱۸۴/ج ۱/ الفن الاول، القاعدة الثانية الامور بمقاصدها، ضابطه فيما إذاعيّن وأخطأ رقم ص ۲۵۴/ مطبوعه فقيه الامت ديوبند.

[1] اذا علم ان منها فريضة ومنها سنة لكن لم يعلم الفريضة من السنة فان نوى الفريضة فی الكل جاز الخ البحر الرائق ص ۲۸۱/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. شامی كراچی ص ۴۱۸/ج ۱/ باب شروط الصلوة. تاتارخانيه كراچی ص ۴۳۳/ج ۱. الاشباه والنظائر ص ۱۵۲/ج ۱/ الفن الاول القاعدة الثانية، ضابطة فيما إذاعيّن وأخطأ مطبوعه فقيه الامت ديوبند.

نماز بحالت جنابت

سوال:۔زید نے ناپاکی کی حالت میں بھول کر صبح کی نماز پڑھ لی بعد میں اس کو خیال آیا کہ میرے اوپر غسل واجب تھا اب نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے یا نہیں اور بے غسل پڑھنے سے زید پر شریعت کی طرف سے کچھ گرفت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعادہ لازم ہے[۱]، اس بھول پر گرفت نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صلوٰۃ مظنون

سوال:۔ایک آدمی اپنے آپ کو باوضو سمجھ کر یعنی اس یقین سے کہ میرا وضو ابھی تک نہیں ٹوٹا کچھ نفلیں یا فرائض پڑھ لے، اور بعد میں یاد آجائے کہ اس کا وضو نماز سے پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا، تو اس کیلئے کیا حکم ہے، اور اس طرح نماز کے دوران یاد آجائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوران نماز یاد آجائے تو فوراً نماز ختم کردے، اور جب یاد آجائے ایسی نوافل کی

---

[۱] وجد فی ثوبه منیا أو بولاً أو دماً أعاد من آخر احتلام الخ. شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۱۴۷/ فصل فی البئر ،شامی کراچی، ج ۱/ص ۲۱۹/. البحرالرائق ص ۱۲۵/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. طحطاوی مع المراقی ص ۳۳/ قبیل فصل فی الاستنجاء، مطبوعه مصری.

[۲] عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ .الحدیث،رواه ابن ماجة والبیهقی.(مشکوٰة شریف، ص ۵۸۴/ باب ثواب هذه الامة.

ترجمہ :. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور بھول کو معاف کردیا ہے۔

قضا لازم نہیں اور فرض کو دوبارہ پڑھنا ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

نماز کے دوران ناپاک کپڑے کا بدن سے لگنا

سوال:۔ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اس کے قریب ایک کپڑا پڑا ہوا ہے ، جو ناپاک ہے ، جب رکوع یا سجدہ میں جاتا ہے تو وہ کپڑا اس کے جسم کے کسی حصے سے چھو جاتا ہے، ایسی صورت میں اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایک رکن کی مقدار تک اس کے بدن سے متصل نہیں رہتا بلکہ چھو کر فوراً جدا ہو جاتا ہے، تو نماز درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوپ کی حالت میں نماز

سوال:۔لوپ لگوانے سے عورتوں کی نماز، قرآن شریف کی تلاوت میں تو کسی قسم کی خرابی نہیں آتی ، اگرچہ لوپ بعض دفعہ بطور علاج بھی لگایا جاتا ہے؟

---

[1] شروط **الصلاة طهارة** بدنه من حدث وخبث و ثوبه ومكانه لقوله تعالىٰ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا الخ تبيين الحقائق ص ۹۵/ج ۱/ باب شروط **الصلاة**، مطبوعه امداديه ملتان. اذا ظهر حدث امامه بطلت فيلزم اعادتها الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۳۹-۳۴۰/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب المواضع اللتى لفسد صلاة الامام الخ

[2] ويفسدها اداء ركن اوتمكنه مع كشف عورة اونجاسة مانعة ملخصاً(الدرمع الشامى، ج ۱/ص ۴۲۰/ نعمانيه ،شامى كراچى ،ج ۱/ ص ۶۲۵/ مطلب فى التشبه، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها.

الجواب حامداً ومصلیاً

لوپ اگر پاک ہے اور علاج کے لئے لگا رکھا ہے، تو ایسی حالت میں نماز، تلاوت وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں، سب درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۸ھ

رنگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھنا

سوال:۔ آج کل کے ولایتی کچے رنگوں پر اگر کوئی کپڑا رنگوایا جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے سے صحیح ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ نیز اگر اس رنگ کو خوب جوش دیکر کپڑے کو دھو دیا جائے، اور پھر اس کپڑے کے سوکھنے کے بعد دھویا جائے تو ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے[2]، کہ ولایتی رنگ میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے، اس لئے یہ رنگ ناپاک ہے، ناپاک رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہن کر اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں، اگر رنگ پختہ ہے تو کپڑے کو رنگنے کے بعد پاک کرلیا جائے، پھر اس سے نماز درست ہوجائیگی، اور جب تک رنگ کٹتا رہے گا، یعنی دھونے سے پانی صاف نہ آئے اس وقت تک اس سے نماز

---

[1] هی ای شرائط الصلاة ستة طهارة بدنه و ثوبه وكذا مايتحرك بحركته اويعد حاملاً له الخ درمختار على الشامی كراچی ص ۴۰۲/ج ۱/ باب شروط الصلوٰة. البحر الرائق ص۲۶۷/ج ۱/ باب شروط **الصلوٰة**، مطبوعه الماجديه كوئٹه. مراقی الفلاح على الطحطاوی ص۱۶۷ مطبوعه مصری.

[2] مستفاد از فتاویٰ رشیدیه، ج۳/ص ۳۳/ كتاب الطهارة.

درست نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵ رمحرم ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رمحرم ۵۹ھ

فجر کی نماز پڑھ کر کپڑوں پر منی دیکھی

سوال:۔ اگر کسی کو رات میں احتلام ہو جائے اور اسے صبح کو یاد نہیں رہا کہ اس کو رات میں احتلام ہوا ہے، اور اس نے فجر کی نماز ادا کی پھر دوپہر کو اس نے نجاست دیکھی آیا اس کی نماز ادا ہوئی یا نہیں، اگر نہیں تو اعادۂ نماز کر کے کوئی گناہ اس پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر فجر کے بعد نہیں سویا تو نماز فجر کا اعادہ لازم ہے کذا فی در المختار[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

نجاست پر کپڑا بچھا کر نماز

سوال:۔ خشک پاخانہ کیسا ہے خشک پاخانہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں

---

[1] بل یطهر ماصبغ او خضب بنجس بغسله ثلاثاً والأولیٰ غسله إلیٰ أن یصفو الماء الخ درمختار علیٰ الشامی کراچی ص ۳۲۹ ج ۱ باب الانجاس، مطلب فی حکم الصبغ الخ. البحر الرائق ص ۲۳۷ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وجدفی ثوبه منیاً اوبولاً اودماً اعادمن اٰخر احتلام الخ شامی نعمانیه، ج ۱ ص ۱۴۷ مطلب مهم فی تعریف الاستحسان فصل فی البئر. شامی کراچی، ج ۱ ص ۲۱۹. طحطاوی مع المراقی ص ۳۳ قبیل فصل فی الاستنجاء، مطبوعه مصری. بحر کوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ فصل فی البئر. طحطاوی مع المراقی ص ۳۳ قبیل فصل فی الاستنجاء، مطبوعه مصری. بحر کوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ فصل فی البئر.

جب کہ نماز کی شرطوں میں ایک شرط جائے پاک بھی ہے، جو فرض عین ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پاخانہ خشک ہوکر بھی ناپاک ہی رہتا ہے، جب تک اس کی ماہیت نہ بدل جائے[1] اس پر پاک کپڑا یا بوریہ بچھا کر نماز درست ہے[2]، اور اس وقت نماز کی جگہ کپڑا یا بوریا ہے جو پاک ہے پاخانہ نہیں، لہٰذا نماز کی شرط مفقود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۵۳ھ

گوبر سے لپی ہوئی زمین پر نماز

سوال:۔ اگر کسی مکان میں گوبر مع مٹی کے لیپا گیا ہو اور اول گوبر بعد میں مٹی یا بالعکس یا صرف گوبر ان صورتوں میں سے کسی صورت میں نماز اس پر ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اول گوبر سے زمین کو لیپا گیا ہے اور بعد میں مٹی سے اس طرح پر کہ گوبر بالکل چھپ گیا اور اس کی بو وغیرہ کچھ محسوس نہیں ہوتی تو اس پر نماز جائز ہے، ''**هٰكذا يفهم من الخانية حيث قال فيها ارادان يصلى علىٰ ارض عليها نجاسة فكنسها**

---

[1] **وعذرة** صارت رماداً او **حمأة** فان ذلک کله انقلاب حقيقة الىٰ حقيقة اخرىٰ لامجرد انقلاب وصف الخ شامی کراچی ص ۳۱۶/ج ۱/ باب الانجاس. العذرات اذا دفنت فی موضع حتی صار تراباً قيل تطهر الخ . البحر ۲۲۷/ج ۱/ باب الانجاس، مطبوعه کوئٹه. عالمگیری ص ۴۴/ج ۱/ الفصل الاول فی تطهير الانجاس، مطبوعه کوئٹه.

[2] لوبسط الثوب الطاهر علی الارض النجسة وصلی عليه جاز (البحرالرائق ، ج ۱/ص ۲۶۸/ باب شروط الصلاة، مطبوعه کوئٹه. شامی کراچی ص ۶۲۶/ج ۱/ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها.

بالتراب نظران کان التراب قلیلاً بحیث لو استشمه یجدرائحة النجاسة لایجوز والا فیجوز. انتهیٰ نفع المفتی، ص ۴۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوبر سے دیوار لیپ کر وہاں نماز پڑھنا

سوال:۔ خام مسجدوں کی دیواروں میں مٹی میں گوبر ملا کر اور سڑا کر پتوانا کیسا ہے، جبکہ گوبر نجاست غلیظہ ہے، اور ایسی مسجدوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گوبر قلیل ہو اور مٹی زیادہ ہو اور گوبر کا اثر ظاہر نہ ہو تو وہاں نماز درست ہے، فقہا نے گنجائش لکھی ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برسات میں جب زمین خشک نہ ملے تو نماز کس طرح پڑھے

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں زمین برسات کے موقع پر ڈوب جاتی ہے، اور کاشتکار آدمی

---

[1] طهارة المكان مايتعلق بشروط الصلوٰة، كتاب الصلوٰة، نفع المفتی طبع رحيميه، ص ۴۹. شامی کراچی ص ۶۲۶/ج ۱/ باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها. خانيه على الهنديه ص ۲۳/ج ۱/ فصل فی النجاسة التی تصيب الثوب.

[2] يكره ان يطين المسجد بطين قدبل بماء نجس، بخلاف السرقين اذاجعل فيه الطين لان فی ذٰلک ضرورة (شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۵۶/ كتاب الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد. هنديه كوئٹه ص ۳۱۹/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ)

جب کام پر جاتا ہے، تو صرف پانی ہی پانی ملتا ہے، ایسی صورت میں وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین خشک نہ ملے پانی ہی پانی ہو سجدہ نہ کر سکے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے یعنی سجدہ کے لئے پانی کے کچھ قریب تک سر جھکا کر اشارہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۱ھ

چارپائی پر نماز

سوال: ۔ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے جنگل میں رات کو عشاء کی نماز چارپائی پر پڑھی اندھیرے اور گھاس کباڑ کی وجہ سے چارپائی پر پڑھی اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چارپائی پاک ہے یا اس پر پاک کپڑا یا بوریا وغیرہ ہے اور سجدہ صحیح طریقہ سے ہو جائے تو اس پر نماز ہو جائے گی اندھیرے اور گھاس کی وجہ سے اس کی نوبت آ جاتی ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۱۴۰۰ھ

---

[1] والذی لادابة له یصلی قائما فی الطین بالایماء الخ مراقی الفلاح علیٰ الطحطاوی ص ۳۳۱/ فصل فی صلاة الفرض والواجب علیٰ الدابة، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۴۰/ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی الصلاة علی الدابة.

[2] لوسجد علی الحشیش اوالتبن او علیٰ القطن اوالطنفسة اوالثلج ان استقرت جبهته وانفه ویجد حجمه یجوز وان لم تستقر لا (عالمگیری، ج ۱/ص ۷۰/ باب صفة الصلاة) تاتارخانیة ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الثالث فی بیان ما یفعله المصلی الخ مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۱۲۳ ج ۲ الفصل الثالث مطبوعه ڈابهیل.

تنہائی میں برہنہ نماز

سوال:۔ وقت تنگ ہے کہ فرض ادا کرسکتا ہے ،ایسی صورت میں کپڑا پاک کرنا ضروری ہے، اگر تنہائی کی جگہ میسر ہو تو ننگا پڑھ لے یا نہیں؟ اور اگر تنہائی میسر نہ ہو تو انہی کپڑوں سے نماز ادا کرے تو نماز ہو جائے گی یا قضا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تنگیٔ وقت کی وجہ سے ناپاک کپڑے سے نماز درست نہیں اس کو پاک کرنا ضروری ہے[1] تنہائی میں بھی برہنہ نماز جائز نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

لنگوٹ باندھ کر نماز

سوال:۔ تہبند کے نیچے لنگوٹ باندھ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] النجاسة ان كانت غليظة وهى اكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة (عالمگيرى ،ج ۱/ص ۵۷/ الباب الثالث فى شروط الصلاة. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۱۹۷/ باب شروط الصلاة، مطبوعه مصرى. بحر ص۲۶۷/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] والرابع سترعورته ووجوبه عام ولوفى الخلوة على الصحيح (الدر)فى الصلاة وخارجها شامى نعمانيه، ج ۱/ص ۲۷۰/ مطلب فى ستر العورة ،شروط الصلاة. وستر عورته للإجماع علىٰ انه فرض فى الصلاة الخ. البحر الرائق ص۲۶۸/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. طحطاوى مع المراقى ص ۱۶۹ مطبوعه مصرى.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پاک ہے تو جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۶ھ

جواب درست ہے۔ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۶ھ

دھوتی پہنکر نماز

سوال: ۔بعض لوگ دھوتی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد وہ لوگ ٹانگ اٹھا کر اور دھوتی کمر میں باندھ کر چلے جاتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دھوتی اس طرح باندھی جائے کہ گھٹنے اور اوپر کا حصہ (رانیں) نہ کھلیں اگر اس طرح نماز پڑھی جائے کہ گھٹنے یا رانیں کھلی رہیں تو نماز نہیں ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۴ھ

---

[1] هی (ای الشرط لصحة الصلاة)طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه وكذا مايتحرك بحركته اويعد حاملاً له ٗقال الشامی وكذا ماای شئی متصل به الخ الدرالمختار علی الشامی زكريا، ج۲/ص۷۳/ باب شروط الصلاة، طحطاوی علی المراقی ،ص۱۶۷/ (مطبوعه مصر) باب شروط الصلاة.

[2] ويفسدها اداء ركن اوتمكنه مع كشف عورة اونجاسة مانعة (ملخصاً الدرمع الشامی نعمانيه، ج۱/ص ۴۲۰/ مطلب فی التشبة باب مايفسد الصلاة ومايكره فيهاشامی كراچی، ج۱/ص ۶۲۵. طحطاوی مع المراقی ص ۲۶۹ باب مايفسد الصلاة، مطبوعه مصری. عالمگيری ص۵۸/ج۱/ كتاب الصلاة، الفصل الاول فی الطهارة و ستره العورة)

جس کپڑے سے بدن نظر آئے اس سے نماز

سوال: ۔ٹرالین کپڑا جس میں بعض میں تمام بدن نظر آتا ہے، بعض میں نہیں آتا، اس کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے کیسا ہے، اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ عورتوں کے لباس میں اوڑھنی ہو یا ساڑھی یا کرتا سب کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کپڑے میں اعضاء نظر آتے ہیں اور ستر عورت نہیں ہوتا تو اس کا پہننا مرد اور عورت ہر دو کے لئے ناجائز ہے[1] الا یہ کہ اس سے اوپر یا اس کے نیچے ساتر عورت کپڑا ہو اگر اس میں اعضاء نظر نہ آئیں بلکہ وہ ساتر عورت ہو یعنی گاڑھی قسم کا ہو تو دونوں کے لئے درست ہے اس کو پہن کر نماز بھی درست ہے، اگر اس میں ریشم غالب ہو تو مردوں کے لئے منع ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۸۸ھ

باریک دوپٹے میں نماز

سوال: ۔آج کل بہت باریک روپٹے چلے ہیں جس میں سر کے بال صاف نظر آتے ہیں، اس قسم کا روپٹہ اوڑھ کر نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] والثوب الرقيق الذی يصف ماتحته لاتجوز الصلوٰة فيه كذافی التبيين (عالمگيری ج ۱/ص ۵۸/ الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة. شامی نعمانيه ص ۲۷۴/ج ۱/ باب شروط الصلاة. كبيری ص ۲۱۴/ مطبوعه لاهور)

[2] ويحرم لبس الحرير ولو بحائل علىٰ المذهب علىٰ الرجل الخ درمختار علىٰ الشامی زكريا ص ۵۰۶/ج ۹/ كتاب الحظر والإباحة فصل فی اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت اگر ایسا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے گی تو نماز درست نہ ہوگی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مستورات کیلئے ٹخنہ عورت ہے یا نہیں

سوال:۔ عورتوں کے ٹخنے بسا اوقات نماز میں کھل جاتے ہیں، لہٰذا اعادۂ نماز کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ٹخنہ ایک عضو ہے یا کسی عضو کا جزو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"الکعب تبع للساق اھ سکب الانھر[2]، ج ۱/ص ۸۱/" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ٹخنے مستقل عضو نہیں بلکہ تابع ساق ہیں، ان کے کھل جانے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں کیونکہ یہ ربع ساق نہیں گو احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۸ھ

---

[1] والثوب الرقیق الذی یصف ماتحته لاتجوز الصلاة فیه (عالمگیری، ج ۱/ص ۵۸/ الباب الثالث فی شروط الصلاة، کبیری، ص ۲۱۴/ مطبوعه لاهور. شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۷۴/ شروط الصلاة.

[2] سکب الانهر مع مجمع الانهر، ج ۱/ص ۱۲۲/ باب شروط الصلوٰة. (مطبع بیروت)

احتلام یا صحبت کے بعد نجاست صاف کر کے جانگھیا پہن کر کپڑے پہن لئے جائیں اس کا حکم

سوال:۔ احتلام ہونے کے بعد یا صحبت کرنے کے بعد نجاست صاف کر کے جانگھیا پہن لیا جائے، اور اس پر کپڑے پہن لئے جائیں بعد میں غسل کر کے وہی کپڑے پہن لئے جائیں، تو ایسی حالت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کپڑوں پر نجاست نہیں لگی تو ان کپڑوں سے نماز درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سمت قبلہ، گاڑی میں ہو تو کیا کرے

سوال:۔ ریل گاڑی یا اور کسی قسم کی سواری پر اگر چہ صحیح قبلہ رخ ہو کر نمازی نے نماز کی نیت باندھی ہو اور پھر سواری کا رخ بدلنے سے نمازی نے بھی اپنا رخ ٹھیک کر لیا ہو، یا اس کو نماز میں سواری کے گھومنے کا پتہ نہ لگا اور نہ رُخ سیدھا کیا، تو کیا سواری سے اتر کر اس نماز کا یا ان تمام نمازوں کا اعادہ کرنا لازمی ہوگا؟

---

[1] هی (الشروط) ستة طهارة بدنه وثوبه (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۰۲/ باب شروط الصلوٰة. عالمگیری ص۵۸/ج ۱/ الباب الثالث فی شروط الصلاة، مطبوعه کوئٹه. بحر ص ۲۶۶/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں گاڑی کا رُخ بدلنے سے جب اپنا رُخ بھی صحیح کرلیا (قبلہ رخ) تو نماز ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں[1]، اور جب اپنا رخ صحیح قبلہ کی طرف قدرت کے باوجود نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

چلتی گاڑی میں قطب نما کی طرف توجہ

سوال: ۔چلتی گاڑی میں نماز شروع کرنے سے پہلے قطب نما سے سمت قبلہ دیکھ لیا اور پھر سمت شمال یا جنوب کو ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا قطب نما کھول کر رکھ لیں اور جدھر قبلہ ہو گھومتے جائیں، اس صورت میں توجہ قطب نما کیطرف ہوگی، تو کیا نماز میں نقص ہوگا؟

---

[1] لودارت السفينة وهو يصلي توجه الى القبلة حيث دارت (عالمگیری، ج ۱/ص ۶۴/ الفصل الثالث فی استقبال القبلة الباب الثالث فی شروط الصلوٰة. شامی کراچی ص ۱۰۲/ج۲/ باب **صلاة** المريض. المحيط البرهانی ص ۴۳۲/ج۲/ الفصل الرابع والعشرون **الصلاة** فی السفينة، مطبوعه ڈابهيل. البحرالرائق ص۱۱۷/ج۲/ باب صلاة المريض، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وينبغی لزوم الاستدارة على الفور حتى لومكث قدر ركن فسدت (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۳۳/ مطلب مسائل التحری فی القبلة باب صفة الصلوٰة ،شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۹۱. لوترک استقبال وجهه الى القبلة وهو قادر عليه لايجزئه فی قولهم جميعاً. البحرالرائق ص۱۱۷/ج۲/ باب صلاة المريض، مطبوعه الماجديه كوئٹه. المحيط البرهانی ص ۴۳۲/ج۲/ الفصل الرابع والعشرون، مطبوعه ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ابتداءً قطب نما دیکھ کر صحیح رُخ پر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگئی جب تک درمیان میں رخ بدل جانے کا ظن غالب حاصل نہ ہو[1] اگر قطب نما کھول کر سامنے رکھ لیا جائے، اور وقتاً فوقتاً اس پر بھی نظر پڑتی رہے تب بھی نماز ہو جائے گی، اس پر گاہے گاہے نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، ہاں توجہ میں کچھ فرق آئے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو تحرّی کا حکم

سوال: ۔قبلہ کا رُخ معلوم نہیں تھا، تحری کر کے نماز پڑھی گئی، خالد صاحب بعد میں آئے، انہوں نے دیکھتے ہی کہا کہ رخ غلط ہے، ان کے پاس قطب نما تھا، قطب نما سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ٹھیک مابین شمال ومغرب نماز پڑھی گئی تھی، آیا اس نماز کو دہرانے کی ضرورت تھی یا نہیں؟ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ قبلہ کا رخ یہاں سے مابین گوشہ شمال ومغرب وگوشہ جنوب ومغرب ہے، ان کے درمیان کس رُخ پر نماز پڑھیں؟ بعض علماء کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

---

[1] وينبغي للمصلي فيها أن يتوجّه للقبلة كيف مادارت السفينة سواء كان عند افتتاح الصلاة أو في خلال **الصلاة** لأن التوجه فرض عند القدرة إلىٰ قوله حتى إن راكب الدابة إن كان يسير نحو القبلة فأعرض عن القبلة لم تجز صلاته. المحيط البرهاني ص ۴۳۲/ ج ۲/ الفصل الرابع والعشرون، للصلاة في السفينة، مطبوعه ڈابهيل. بحر الرائق ص ۱۱۷/ ج ۲/ باب **صلاة** المريض، مطبوعه كوئٹه. عالمگيري ص ۶۳/ ج ۱/ الفصل الثالث في استقبال القبلة، مطبوعه كوئٹه.

[2] ولايفسدها نظره الىٰ مكتوب وفهمه ولومستفهماً وإن كره أي لاشتغاله بماليس من أعمال الصلوة. الدرالمختار على الشامي كراچي ص ۶۳۴/ ج ۱/ باب ما يفسدالصلاة ومايكره.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب قبلہ رُخ معلوم نہیں تھا اور کوئی بتانے والا بھی نہ تھا، تحری کر کے نماز پڑھ لی تو وہ نماز درست ہوگئی اگر چہ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط رخ پر پڑھی گئی، اس کا دہرانا لازم نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بغیر تحری خلافِ قبلہ نماز دہرانی ہوگی

سوال:۔ کسی شخص نے شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی اور اس کو اس بات کا یقین تھا کہ پچھّم ادھر ہی ہے اس لئے تحری نہیں کی، کیونکہ تحری کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے، جبکہ قبلہ کے مشتبہ ہونے کا علم ہو، اور فارغ ہونے کے بعد اسے اپنی خطا کا علم ہوگیا تو اب اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی نماز کا لوٹانا ضروری ہے،[2] جیسے اگر کوئی شخص پانی کو پاک سمجھتے ہوئے

---

[1] ویتحری عاجز عن معرفة القبلة بما مر فان ظهر خطؤه لم يعد (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۴۳۳/ مطلب کرامات الاولیاء باب شروط الصلاة ،شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۹۰. عالمگیری ص ۶۴/ج ۱/ الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثالث فی استقبال القبلة، مطبوعه کوئٹه. البحرالرائق ص ۲۸۷/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] فلو شرع بلاتحرلم تجز صلاته مالم يتيقن بعد فراغه انه اصاب القبلة (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۳۵/ مطلب اذاذکر فی مسألة ثلاثة اقوال ،باب شروط الصلوٰة ،شامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۲۹۲/. لوصلی فی الصحراء الیٰ جهة من غیرشک ولاتحران تبین أنه أصاب أوکان أکبر رایه أو لم يظهر من حاله شئی حتی ذهب عن الموضع فصلاته **جائزة** وان تبین أنه أخطا أو کان اکبر رایه فعلیه الاعادة. البحرالرائق ص ۲۸۷/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

وضو کرلے یا کپڑا ناپاک تھا، ایسی نماز کا اعادہ لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۳ھ

اگر سڑک پر نمازی ہوں اور رُخ قبلہ سے کچھ پھرا ہوا ہو

محلّہ میں صرف ایک مسجد ہے اور جمعہ کی نماز میں نیز عیدین کی نماز میں بعد پر ہونے مسجد کے دیگر مصلیان سڑک پر نماز بوجہ مجبوری ادا کرتے ہیں، اور سڑک پر نماز پڑھنے کی شکل میں کسی کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہو پاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ تھوڑا سا ٹیڑھا ہے اور سڑک بالکل سیدھی ہے، اور کوئی شکل بھی نہیں ہے، اگر صفیں قبلہ کی شکل میں لے جائیں تو تمام راستہ بند ہوجاتا ہے، اور موٹر وغیرہ سب رُک جاتی ہیں، اس سے بھی ٹریفک والے اعتراض کرتے ہیں تو اس شکل سے ان مجبوریوں کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان میں مغرب کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی جاتی ہے، معمولی انحراف ہوتو بھی ادا ہوجاتی ہے،[2] اگر شمال یا جنوب کی طرف رخ ہوجائے گا تو نماز نہیں ہوگی اب آپ خود اندازہ کرلیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ثم الشرط لغةً العلامة اللازمة وشرعاً مايتوقف عليه الشي ولايدخل فيه هي ستة طهارة بدنه من حدث الى قوله ثوبه (الدرالمختار على الشامي كراچي، ج ۱/ص ۴۰۲/) باب شروط الصلاة.

[2] فعلم ان الإنحراف اليسير لا يضر وهو الذى يبقى معه الوجه او شي من جوانبه مسامتالعين الكعبة او لهواء ها شامي كراچي ص ۴۳۰ ج ۱ مبحث استقبال القبلة شامي زكريا ص ۱۱۱ ج ۲ سعاية ص ۶۷ ج ۲ باب شروط الصلاة مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور، البحر الرائق ص ۲۸۴ ج ۱ باب ايضاً، ماجديه كوئٹه.

[3] وانمافرض استقبال الكعبة. سعايه ص ۶۵/ ج ۲/ استقبال القبلة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور

چاند پر سمتِ قبلہ

سوال:۔ابھی امریکی خلاباز جو چاند پر سیر وتفریح کر کے آئے اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہوگیا کہ اگر وہاں نماز پڑھنے کی حاجت ہو تو تعین سمت قبلہ کس طرح کیا جائے؟ جب چاند پر جانا متیقن ہو چکا ہے تو اس کا بھی امکان ہے کہ مسلمان بھی چاند پر جائیں، اور ان کو وہاں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آ جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہاں جا کر رہنا دشوار نہیں، تو سمت قبلہ معلوم کرنا کیا دشوار ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چاند پر سمتِ قبلہ

سوال:۔اگر کوئی مسلمان چاند پر پہنچے اور نماز پڑھنا چاہے تو اسکا قبلہ کونسی سمت ہوگا

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین پر رہتے ہوئے جس سمت نماز پڑھی جاتی ہے اسی سمت پر اس جگہ نماز کا حکم ہے۔"حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَه الاية"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] فينبغي الاعتماد في امر اوقات الصلوة وفي القبلة على ماذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت وعلى ماوضعوه لها من الآلات كالربع والاسطرلاب فانها ان لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها البتة وغلبة الظن كافية في ذلك. سعايه ص ۶۹ / ج ۲ / استقبال القبلة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور. شامي كراچي ص ۴۳۱ / ج ۱ / باب شروط الصلاة مبحث استقبال القبلة.

[2] سورۂ بقرہ پارہ ۲۔ **ترجمہ**:۔تم جہاں بھی رہو اپنے چہرے کو اسی کی سمت پھیر لو۔

کعبہ قبلہ نہیں قبلہ نما ہے

سوال:۔ ایک غیر مسلم نے ہم سے سوال کیا کہ مسلمان سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو پھر مسلمان کعبہ کے رخ کیوں سجدہ کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کعبہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سجدہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ہی کیا جاتا ہے، کعبہ کو ہرگز نہیں کیا جاتا جو شخص کعبہ کو سجدہ کرے اسلام اس کو مشرک قرار دیتا ہے[1] سجدہ کرتے وقت رخ کسی جانب ضرور ہوگا اس کیلئے سمت کعبہ کو تجویز کر دیا گیا، اس کی خصوصیت معلوم کرنا چاہیں تو قبلہ نما مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا مطالعہ کریں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

نماز کے بعد معلوم ہوا کہ رخ صحیح نہیں تھا

سوال:۔ نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ غلط رخ پر نماز پڑھی گئی ہے، تو کیا نماز ہو جائے گی؟

---

[1] لان العبادة لاتجوز لغير اللّٰه الخ .احكام القرآن للجصاص ، ج ۱/ص ۳۱/ (مطبوعه لبنان) باب السجود لغير اللّٰه. حتى لو سجد للكعبة نفسها كفر يعنى لما كان المسجود له هو اللّٰه تعالىٰ الخ درمختار مع الشامى كراچى ص۴۲۷/ج ۱/ باب شروط الصلوٰة،مبحث فى استقبال القبلة. البحرالرائق ص ۲۸۶/ج ۱/ باب شروط الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] ليس المراد بالقبلة الكعبة التى هى البناء المرتفع علىٰ الأرض الخ شامى كراچى ص ۴۳۲/ج ۱/ باب شروط الصلاة مبحث فى استقبال القبلة.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی قبلہ کا رخ بتانے والا نہیں تھا، اور مسجد کے ذریعہ بھی معلوم نہیں ہوسکا اور تحری کر کے نماز پڑھی تو ہوگئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

عورت کا کھلی جگہ میں نماز پڑھنا

سوال: ۔عورت اگر مسافر ہو تو وہ قصر کرے گی، لیکن اگر کہیں سیر وتفریح کے لئے گئی جہاں قصر کی نماز اس کیلئے لاگو نہیں، مگر نماز کا وقت ہوگیا ہے، کیا وہ کھلی جگہ نماز ادا کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی سفر میں تو بہرحال وہ قصر کرے گی[2] اگر سیر وتفریح کیلئے گئی ہے اور نماز کھلی جگہ میں پڑھے گی تب بھی اس کو پڑھنا درست ہے۔[3] تمام بدن کو ڈھانک کر اس طرح کہ صرف

---

[1] ویتحری عاجز عن معرفة القبلة بمامر فان ظهر خطؤه بعد ماصلی لم یعد لما مر وهو کون الطاعة بحسب الطاقة ،درمختارعلی هامش الشامی کراچی، ج ۱/ ص ۴۳۳/ شامی زکریا، ج ۲/ص ۱۱۵. باب شروط الصلاة، مطلب مسائل التحری فی القبلة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۹۶، ۱۹۷/ فصل فی متعلقات الشروط و فروعها. عالمگیری کوئٹه ص ۶۴/ ج ۱/ الفصل الثالث فی استقبال القبلة. حلبی کبیر ص ۲۲۰، ۲۲۱/ الشرط الرابع، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] والقصر واجب عندنا الخ عالمگیری ص ۱۳۹/ ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه. البحرالرائق ص ۳۰/ ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. الفقه الحنفی وادلته ص ۲۷۶، مطبوعه بیروت.

[3] (ستر عورة) للحرة ولوخنثی جمع ما حتی شعرها النازل فی الاصح خلاالوجه والکفین والقدمین (الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی، ص ۴۰۵/ ج ۱/ باب شروط الصلوٰة. عالمگیری ص ۵۸/ ج ۱/ الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الاول فی الطهارة وسترالعورة ، مطبوعه کوئٹه. حلبی کبیری ص ۲۱۰/ الشرط الثالث، شرائط الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ہاتھ اور قدم اور چہرہ کھلا رہے اس کی نماز درست ہے۔ اگر پیروں میں موزے ہوں اور ہاتھوں میں دستانے تب بھی نماز درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

سمت قبلہ

(۱) ایک مسجد جامع ہے جو تقریباً ایک سو تین برس کی تعمیر شدہ ہے، آج کل اس میں بوجہ تنگی نمازیوں کی سخت تکلیف ہو رہی تھی، مسجد ہذا کو بغرض توسیع و تعمیر جدید منہدم کرایا گیا کہ پہلی بنیاد سے اسے سیدھی کرنے میں اُتر کا مغربی گوشہ تین ہاتھ پچھّم جانب، بڑھایا گیا، اور دکھن کا مشرقی گوشہ تین ہاتھ پورب ہٹایا گیا، مگر پھر بھی قطب سے کچھ فرق رہ گیا، کوئی صورت ایسی نہیں ہوسکتی جو قطب سے بالکل سیدھی کی جاسکے، بہت بڑا کنواں مسجد کی بنیاد میں پڑ رہا تھا، ایسی صورت میں مسجد ہذا میں شرعاً کوئی نقص نماز کی ادائیگی وغیرہ میں وقوع پذیر ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور قطب کو تعمیر مسجد میں شرعاً کیا حیثیت حاصل ہے، قبلہ رخ جو معتبر ہے جس کو فقہاء نے بین الفرقدین والجدی لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنے معمولی فرق سے نماز میں نقصان نہیں آتا، تاہم اگر دوبارہ تعمیر سے اصلاح نہ ہوسکی تو صفوف کے نشان صحیح طور پر مسجد میں لگا دیئے جائیں اور انکے موافق رخ صحیح کرلیا جائے مسجد کو گرا کر از سرِ نو تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں، سمت معلوم کرنے کی بہت سی علامات فقہاء نے لکھی ہیں، قطب بھی ایک دلیل ہے، بلکہ اقوی الادلہ ہے، اہل ہند سے قبلہ کا رخ عامۃً جانب مغرب میں ہے، پس اگر سردی وگرمی میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہے، اس کی طرف رخ

کر کے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہوجائے گی، یعنی دونوں موسموں کے جائے غروب کے درمیان کا حصہ جہت کعبہ ہے، یہی مطلب بین الفرقدین والجدی کا ہے،"**وتعرف بالدليل وهو في القرىٰ والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اھ درمختار قال الشامي هو اقوى الادلة وهو نجم صغير في بنات نعش الصغرىٰ بين الفرقدين والجدى اذ جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبلا القبلة ان كان الكوفة وبغداد وهمدان الخ ردالمحتار**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

۱۸/ ڈگری کا فرق ہو تو

سوال:۔ ہم انگلینڈ کے وسلالیٹر شہر کے جو لندن سے ۱۰۰/ میل کے فاصلہ پر ہے، باشندے ہیں، وہیں سے یہ مسئلہ پوچھ رہے ہیں، یہ قبلہ کے سلسلے میں اختلاف ہونے کی وجہ

---

[1] لو انحرف عن العين انحرافا تزول منه المقابلة بالكلية جاز ويؤيد ما في الظهيرية اذا تيامن او تياسر تجوز، لان وجه الانسان مقوس، لان عند التيامن او التياسر يكون احد جوانبه الى القبلة، الى قوله فعلم ان انحراف اليسير لا يضر، شامی کراچی ص۲۸-۴۳۰/۱، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مبحث في استقبال القبلة.

[2] فقبلة اهل المشرق الى المغرب عندنا تاتارخانية ص۲/۴۲۳، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، المحيط البرهاني ص۲/۲۲، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[3] در مختار مع الشامي نعمانيه، ص۲۸۸/ج۱ كتاب الصلوة، مبحث في استقبال القبلة، شامي كراچی ص۱/۴۳۰، تاتارخانية ص۱/۴۲۴، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها، مطبوعه كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۱/۲۸۵-۸۴، باب شروط الصلوة.

سے نقشہ کے ساتھ درج ذیل خلاصہ پیش کر کے جواب کے لئے گزارش کرتے ہیں، امید ہے کہ منسلک نقشہ کے مطابق جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں گے؟

شکل اوّل:۔ اس صورت میں جب ہم (ہوکالینگ) آلہ رصدیہ سے دیکھتے ہیں تو ۱۸ر ڈگری تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔

شکل دوم:۔ دوسری شکل نقشہ کے مطابق نماز پڑھیں تو قبلہ کا رخ (آلہ مذکور سے) تو صحیح ہوجاتا ہے، مگر صفوں کو ٹیڑھی کرنا پڑتا ہے، جس سے نمازیوں کے لئے بھی تنگی ہوجاتی ہے۔

شکل سوم:۔ اس میں صفیں بھی سیدھی ہوجاتی ہیں اور نمازیوں کیلئے بھی سہولت ہوجاتی ہے، مگر (رہی پہلی خرابی کہ ۱۸ر ڈگری تفاوتِ قبلہ سے نقشہ کے مطابق عمل کریں گے آلۂ صدیہ سے متعین کیا ہوا قبلہ:۔

نقشہ نمبر۱:۔

۱۸ر ڈگری کمرے میں قبلہ کا رخ سیدھا آتا ہے

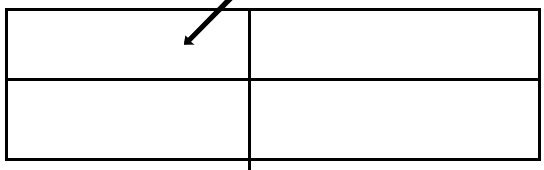

نقشہ نمبر۲:۔

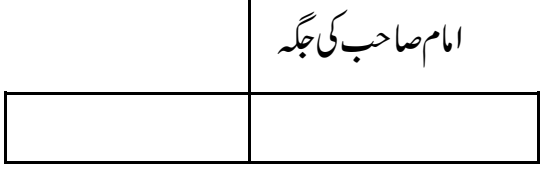

اسی طرح کی ایک ہی صف پوری اور سیدھی آتی ہے، اور باقی دوسری صف ادھوری رہتی ہے۔

نقشہ نمبر۳:۔

۱۸ر ڈگری

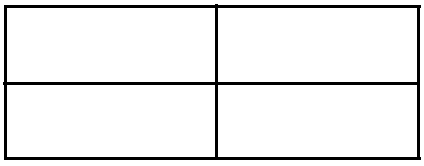

۱۸ر ڈگری کے تفاوت کرنے میں تنگی کیوجہ سے سیدھی صف رکھنے سے نماز پڑھ سکتے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقام پر زمانہ قدیم کی مساجد نہ ہوں اور قواعد شرعیہ کے موافق قبلہ کا رخ معین کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھ کر بھی واقف کار مسلمان رخ متعین نہ کر سکتے ہوں اور آلات رصدیہ کے ذریعہ قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے تو اسی طرح رخ متعین کر کے اس کے موافق نماز ادا کرتے رہیں[1]

آپ کی لکھی ہوئی تین صورتوں میں سے نقشہ نمبر۲/ کے موافق نماز ادا کرنا بلاشبہ درست ہے، اگرچہ صفیں ٹیڑھی ہی ہونگی مگر رخ صحیح ہوگا، اس لئے کہ یہ ٹیڑھا پن کمرہ کی تعمیر کے لحاظ سے ہے، قبلہ کے رخ کے لحاظ سے نہیں، سوا اس میں مضائقہ نہیں[2]

نقشہ نمبر۱/ اور نقشہ نمبر۳/ کی صورت میں کمرہ کے اعتبار سے تو صفیں سیدھی ہیں ٹیڑھی نہیں، لیکن قبلہ کا رخ برابر نہیں، اگرچہ اتنا فرق نہیں کہ بالکل سمت قبلہ باقی نہ رہے، اور نماز کو قطعاً فاسد قرار دیا جائے، لیکن قصداً اتنا فرق بھی نہ کیا جائے، اس سے بھی بچنا چاہئے، ردالمحتار، ج ۲/ میں اس کی تفصیل مذکور ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۸۹ھ

---

[1] وتعرف بالدليل وهو فى القرىٰ والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفى المفاوز والبحار والنجوم كالقطب والا فمن الاهل العالم بها فينبغى الاعتماد فى اوقات الصلوة وفى القبلة على ما ذكره العلماء الثقات فى كتب المواقيت وعلى ما وضعوها من الآلات والاصطرلاب فانها لم تفد اليقين تفد عليه الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية فى ذلك فصار الحاصل ان الاستدلال على القبلة فى الحضر انما يكون بالمحاريب القديمة فان لم توجد فبالسوال من اهل ذلك المكان وفى المفازة بالنجوم فان لم يكن لوجود غيم او لعدم معرفته بها فبالسوال من العالم بها فان لم يكن فيتحرى (شامى كراچى ص ۴۳۱-۴۳۰ ج ۱/ كتاب الصلوة، مبحث فى استقبال القبلة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۵/۱، باب شروط الصلاة، طحطاوى مع المراقى مصرى ص ۱۷۱، باب شروط الصلوة.

[2] والسادس استقبال القبلة حقيقة او حكما فللمكى اصابة عينها (بقيه اگلے صفحه پر)

۳۵/درجہ شمال منحرف مسجد کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جو خط استواء سے ۳۵/درجہ شمال کی جانب منحرف ہے، معارف مدنیہ میں لکھا ہے کہ کعبہ سے ۲۴/درجہ انحراف تک بلا کراہت نماز درست ہوتی ہے، لہٰذا میرے خیال میں اس مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہوگی اور ہمارے یہاں ایک دوسرے صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس مسجد کو ۳۴/درجہ منحرف شمار کی جائے گی اور اس میں نماز مکروہ ہوگی، تو حضرت والا سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کو ۳۴/درجہ منحرف شمار کی، ۱۴/درجہ (یہاں تک کہ عرض البلد ۲۴)۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر تو یہی ہے کہ اس مسجد میں نماز مکروہ نہیں[۱] تاہم قدرے انحراف کر کے رخ بالکل سیدھا کرلیں تو خلفشار نہ رہے اور سب کو سکون حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۱۳۹۹ھ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) ولغیرہ اصابة جهتها بان يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة او لهوائها الخ، الدر المختار على الشامي كراچی ص۴۲۷-۴۲۸/۱، كتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۷۰، باب شروط الصلوة واركانها، حلبی كبيری ص۲۱۷ بحث القبلة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[۳] لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز (رد المحتار كراچی، ص۴۲۸/ج۱ كتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۴/۲۸۵/۱، باب شروط الصلوة، مجمع الانهر ص ۱۲۵/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

(**صفحه هذا**) [۳] فيعلم منه انه لو انحرف عن العين انحرافا لا تزول منه المقابل بالكلية جاز ويؤيده ما قال فی الظهيرية اذا تيامن او تياسر تجوز (**بقیه اگلے صفحه پر**)

قدیم مسجد کا رخ مکمل صحیح نہیں ہے تو کیا کرے؟

سوال:۔ ہمارے محلّہ کی ایک قدیم مسجد ہے جس پر آج تک لکڑی کی چھت تھی، اب اس پر لینٹر ڈلوانے کا پروگرام ہے، مسجد کو جب ناپا گیا تو اس کے اندر تقریباً چھ فٹ کا فرق نکلا، بالکل قبلہ رخ نہیں تھی، یہ فرق بائیں جانب ہے، اب اس صورت میں مسجد کو قبلہ رخ بنانے کے مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرائی جائے یا اس صورت پر باقی رکھ کر لینٹر ڈلوایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز تو اتنے فرق سے بھی ادا ہو جاتی ہے،[1] تاہم اس فرق کو نکالنے اور صفوف کا رخ صحیح کرنے کے لئے صفوف کے نشانات کو صحیح کر دینا بھی کافی ہے، تاکہ ان نشانات پر نماز ادا کی جائے، تمام مسجد کو گرانے اور شہید کرنے کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۱۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لان وجه الانسان لان عند التيامن او التياسر يكون احد جوانبه الى القبلة الى قوله فعلم ان الانحراف اليسير لا يضر (شامی زکریا ص ۱۰۹ تا ۱۱۱/۲، باب شروط القبلة، مطبوعه لاهور، مجمع الأنهر ص ۱۲۴/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الانحراف المفسد ان يجاوز المشارق الى المغارب، بحر كوئٹه ص ۲۸۵/ج ۱، كتاب الصلوة باب شروط الصلوة).

(صفحه هذا) [1] لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز وفيه ان الانحراف اليسير لا يضر وهو الذى يبقى معه الوجه او شئ من جوانبه مسامتا لعين القبلة او لهوائها (شامی کراچی ص ۴۲۸/ج ۱/ كتاب الصلوة، مبحث فى استقبال القبلة، شامی زکریا ص ۱۰۹/۲، مطبوعه ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۴/۱، باب شروط الصلوة، النهر الفائق ص ۱۹۱/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت).

پرانی مسجد کا رخ اگر صحیح نہ ہو تو ؟

سوال: ۔ہم لوگ ساکنان نکما شاہ قصبہ شیر کوٹ ایک مدت دراز سے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں، مسجد بہت پرانی اور ہماری یاد سے پہلے کی ہے، فی الحال یہ بات چلی کہ مسجد کا رخ غلط ہے، بذریعہ قطب نما اس کی جانچ کی گئی تو اصل میں مسجد میں قطب نما کی رو سے ۲ رفٹ کا فرق ہے، مطلب یہ کہ مسجد کا شمالی سرا ۲۱ رفٹ ۶ رانچ پچھّم کی طرف ہونا چاہئے یا پھر دکھنی سرا ۲۱ رفٹ مشرق کی طرف ہونا چاہئے، دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز ہوگی یا کہ نہیں، اور جو نمازیں اس میں پڑھی گئی ہیں ان کا حال کیا ہے؟ بہت چھوٹی مسجد ہے جس میں صرف اندر ایک جماعت ہوسکتی ہے، آٹھ ہاتھ لمبی ہے، بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب قطب نما کے ذریعہ وہاں صفوں کے نشان صحیح رخ پر لگادیئے جائیں، اور ان نشانوں کے موافق جماعت کھڑی ہوکر نماز پڑھا کرے[۱] تمام مسجد کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اور وسعت بھی نہیں ہے[۲] جو نمازیں اب تک پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ لازم نہیں ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۰ھ

---

[۱] وتعرف بالدليل وهو فى القرى والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفى المفاوز والبحار النجوم كالقطب وهو اقوى وهو نجم صغير فى بنات نعش الصرى بين الفرقدين والجدى اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبلا القبلة ان كان بناحية للكوفة الخ، الدر المختار مع الشامى كراچى ص ۴۳۰/۱، كتاب الصلوة، مبحث فى استقبال القبلة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۵/۱، باب شروط الصلوة، تاتارخانية كراچى ص ۴۲۳/۴۲۴/۱، استقبال القبلة ومعرفتها.

[۲] لايجوز نقض المسجد ولابيعه (قرطبى، دارالفكر، ص ۷۵/ج ۱/ تحت قوله تعالىٰ "ومن اظلم ممن الخ سوره بقره تحت آيت ۱۱۴) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قبلہ سے معمولی انحراف

سوال: ۔ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی ساڑھے نو گز ہے، چوڑائی پونے چار گز ہے، جس میں یہ مسجد قبلہ کے رُخ سے تین ہاتھ ہٹی ہے، اُتّر کی طرف دیوار کو جب پچھّم تین ہاتھ لی جائے تب اس کا رخ صحیح ہوگا اور جہت میں سے دکھن قبلہ سے رخ زیادہ ہٹائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معمولی فرق سے نماز خراب نہیں ہوگی، البتہ اگر بجائے مغرب کے شمال یا جنوب کا رخ ہوجائے تو نماز نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۵/۹۵ھ

تعیین قبلہ میں معمولی فرق

سوال: ۔ گاؤں کے علاقہ میں مسجد بناتے وقت عامۃً تعیین قبلہ میں کچھ نہ کچھ گڑ بڑ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] لو انحرف انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز الى قوله فعلم ان الانحراف اليسير لايضر وهو الذى يبقى معه الوجه او شيء من جوانبه مسامتا لعين القبلة او لهوائها (شامی کراچی ص۴۲۸-۴۳۰/ج ۱/ کتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۷۱-۱۷۲، باب شروط الصلوة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۴/۱، باب شروط الصلوة.

(صفحہ ہذا) [۱] فيعلم منه انه لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز (شامی کراچی، ص۴۲۸ ج ۱، کتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، شامی زکریا ص ۱۰۹ ج ۲، المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴/۱، باب شروط الصلوة، النهر الفائق ص ۱۹۱/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس قطب نما نہیں ہوتا تو کیا اس سے کچھ خرابی لازم آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معمولی فرق سے نماز میں خرابی نہیں آتی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۹ھ

جدید مسجد کی سمت قبلہ میں تردد

سوال:۔ حاجی عبدالرشید، مستری عبدالعزیز، حاجی رفیق احمد، ماسٹر شاہد حسین، منشی اختر حسین نے ایک مشورہ ۱۹۶۹ء میں مسجد بنانے کے لئے کیا، اور کمیٹی کی تشکیل کر کے ۲۰۰۰/ مربع گز زمین خرید کر مسجد بنانی شروع کر دی جو تھوڑے ہی دنوں میں پایہ تکمیل کو پہنچی جس مسجد کا نام مسجد نبی کریم رکھا گیا، جو ۱۹۷۰ء میں چالو ہوگئی یعنی نماز پڑھنی شروع کر دی گئی، محلّہ کا ایک شخص جس کا نام عبدالشکور ہے اس نے ایک شبہ ڈالا کہ مسجد کا رخ صحیح نہیں ہے، جس پر مدرسہ محمودیہ سروٹ سے عالموں کو دعوت دی گئی، جس میں (۱) مولانا نثار احمد صاحب مہتمم مدرسہ محمودیہ سروٹ، (۲) مفتی شکیل احمد صاحب (۳) مولانا نصیب الدین صاحب (۴) مولانا مہربان صاحب (۵) مولانا ظریف احمد صاحب (۶) قاری عابد صاحب (۷) قاری محمد مصطفیٰ صاحب (۸) حافظ محمد عمر صاحب (۹) حافظ سلیم الدین صاحب (۱۰) حاجی صغیر احمد صاحب انصاری وائس چیرمین میونسپل بورڈ اور بہت سے لوگ شامل تھے، کمیٹی ہذا کی موجودگی میں محلّہ کی سب مسجد چیک کی پھر مسجد نبی کریم بھی چیک کی جس میں تین قطب نما تھے علماء دین نے چیک

---

[1] فیعلم منه انه لو انحرف عن العین انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالکلیة جاز (شامی کراچی، ص ۴۲۸ ج ۱، کتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، مجمع الأنهر ص ۱۲۵/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۸۴/۳۸۵/۱، باب شروط الصلوة)

کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ مسجد کا رخ ٹھیک ہے کوئی خاص فرق نہیں ضلع مظفر نگر کی مسجد قطب نما کے پوائنٹ ۹/ سے ۱۰/ تک آئی ہیں، سب ٹھیک ہیں اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اور نہ مسجد کا رخ غلط ہے، اس کے باوجود مستری عبدالشکور ماننے کیلئے تیار نہیں ہے، جبکہ موقع پر مفتی شکیل احمد اور مفتی مراد آباد موجود تھے، جنہوں نے فتویٰ دیا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ اپنی ضد پر ہے کیا ۹/ پوائنٹ سے دس پوائنٹ تک مسجد کا رخ ٹھیک مانا جاتا ہے یا نہیں (۲) جبکہ مندرجہ بالا مسجد کا مندرجہ بالا عالموں نے فیصلہ دیا تو مستری عبدالشکور صاحب کا نہ ماننا اور افواہیں پھیلانے کا فعل کیسا ہے، اور کس حد تک پہنچتا ہے، (۳) مندرجہ بالا عالموں کی رائے کے مطابق مستری عبدالشکور کی پیروی کرنیوالا شخص شرعاً سزا کا مستحق ہے یا نہیں (۴) عالموں کی رائے کے خلاف بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متدین اہل علم اور اہل تجربہ نے معائنہ کیا، قطب نما سے دیکھا، دیگر مساجد سے بھی رخ کو ملایا، اور اس مسجد کے رخ کو صحیح بتا کر نماز کو اس میں صحیح قرار دیا تو اس کو تسلیم کر لینا چاہئے بلا دلیل شرعی کے انکار کا حق نہیں[1]، اگر معمولی فرق بھی ہو تب بھی مسجد کو نہ گرایا جائے، سمت قبلہ میں توسع ہے، موسم سردی اور موسم گرمی میں جہاں جہاں سورج غروب ہوتا ہے اور دونوں

---

[1] فصار الحاصل ان الاستدلال علی القبلة فی الحضر انمایکون بالمحاریب القدیمة فان لم توجد فبالسوال من اهل ذٰلک المکان وفی المفازة باالنجوم فا ن لم یکن لوجودغیم اولعدم معرفته بها فبالسوال من العالم بها فان لم یکن فیتحری (شامی کراچی، ص ۴۳۱/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مبحث فی استقبال القبلة، شامی زکریا ص ۱۱۳/ ۲، کتاب الصلوة، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، سعایه ص ۶۷/ ۲، باب شروط الصلوة، فی استقبال القبلة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸۶/ ۱، باب شروط الصلوة.

جگہوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بھی نماز ادا ہوجاتی ہے[1]، اب تفرقہ پیدا نہ کیا جائے، اور جن حضرات نے دیکھ کر رخ کو صحیح بتایا ہے ان پر اعتماد کیا جائے، صحت نماز کی ذمہ داری انہوں نے لی ہے، وہ خود جواب دہ ہوں گے۔

جو شخص شرعی صحیح فتوے کو تسلیم نہ کرے اس کو سزا دینے کی آج قوت نہیں ہے، اس کو نرمی اور شفقت سے فہمائش کی جائے، وہ نہ مانے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] فیعلم منه انه لو انحرف عن العین انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالکلیة جاز (شامی کراچی، ص ۴۲۸ ج ۱، کتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، شامی زکریا ص ۱۰۹ ج ۲، المصدر السابق مطبوعه دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸۴/۱، باب شروط الصلوة، النهر الفائق ص ۱۹۱/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. سورة مائدة، پاره ۶/آیت ۲.

ترجمه : اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

﴿ارکان نماز﴾

جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہونا

سوال:۔ امام رکوع میں تھا ایک شخص بعد میں آیا اور جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہوگیا، تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر نہیں کہی بلکہ اس طرح جھکتے ہوئے کہی ہے کہ رکوع میں تکبیر پوری ہوئی تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی[1]، شامی، ج ۱ ص ۳۰۴/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] لو ادرک الامام راکعا فکبر منحنیاً لم تصح تحریمته (شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۰۴/ بحث شروط التحریمة باب صفة الصلوٰة، شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۵۲. البحر الرائق ص ۲۹۱/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص ۶۹/ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، الفصل الاول فی فرائض الصلوٰة، مطبوعه کوئٹه.

تکبیر تحریمہ کہکر رکوع میں چلے جانے سے رکعت مل گئی

سوال: ۔کوئی شخص آیا اس حالت میں کہ امام رکوع میں ہے اب اس شخص نے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہکر فوراً رکوع میں چلا گیا ہاتھ ناف پر نہیں باندھے تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بظاہر تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ قیام جو فرض ہے، اس کی ادائیگی نہیں ہوئی، نیز پہلی رکعت یا اور کسی رکعت کا سجدۂ ثانیہ سہواً ترک ہو گیا تو نماز ہی نہیں ہوگی، یا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر رکوع میں گیا تو اس کی شرکت معتبر ہوگئی اگر چہ ہاتھ نہ باندھے ہوں قیام ہو گیا وہ ہاتھ باندھنے پر موقوف نہیں[1] سجدۂ ثانیہ سہواً ترک ہو جانے سے سجدۂ سہو کافی نہیں، سجدہ بھی کرے پھر مؤخر ہو جانے کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کرے[2] ایسا نہیں کیا، تو نماز نہیں ہوئی،[3] ہر رکن کا یہی حال ہے کہ اس کے ترک سے نماز نہیں ہوتی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۶ھ

---

[1] لو ادرک الامام راکعاً فحنی ظهره ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع الخ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۱۷۶/ مصری باب شروط الصلوٰة وارکانها. عالمگیری ص۶۸/ج ۱/ الفصل الاول فی فرائض الصلوة، مطبوعه کوئٹه. درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۳۱/ج ۲/ باب صفة الصلوٰة بحث القیام)

[2] ویجب بتاخیر رکن نحو ان یترک سجدة صلبیة فاذا ترک سجدة من رکعة سهواً فتذکرها فی الرکعة الثانیة بعد تلک الرکعة اوفیما بعد ها فسجد ها فقط اخر رکنا عن محله (حلبی کبیر ،ص ۴۵۶/ فصل فی سجود السهو. بحر کوئٹه ص۹۸/ج ۲/ باب سجود السهو. عالمگیری ص۱۲۶ ج ۱/ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه کوئٹه) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فرض نماز کے لئے تکبیر تحریمہ بحالت قعود

سوال:۔ اگر کوئی شخص فرض نماز کی تکبیر تحریمہ بغیر عذر بیٹھ کر کہے اور فوراً کھڑا ہو جائے، اَیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"لوقال المصنف فرضها التحريمة قائماً لكان اولىٰ لان الافتتاح لايصح الافي حالة القيام حتى لو كبر قاعداً ثم قام لايصير شارعاً لان القيام فرض حالة الا فتتاح الخ.[1] بحرالرائق، ج ۱/ص ۲۹۱/"

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس طرح شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

قیام کی کتنی مقدار فرض ہے

سوال:۔ (الف) کیا قیام فرض واجب اور سنت سب نمازوں میں فرض ہے یا کچھ قید ہے؟

(ب) فرض پچھلی دو رکعتوں میں قیام کی فرض مقدار اور واجب کی کتنی مقدار ہے؟

بہشتی زیور میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک چپ کھڑا رہنے پر نماز کا درست ہونا

(گذشتہ کا بقیہ) ۳ انه لايجب الابترک الواجب الى قوله ولا بترک الفرائض لان تركها لاينجبر بسجود السهو بل هو مفسد ان لم يتدارک فيعاد.(حلبی کبير ،ص۴۵۵/ فصل فی سجود السهو) سهيل اکيڈمی لاهور. البحرالرائق ص۹۸/ج۲/ باب سجود السهو، کتاب الصلوٰة، مطبوعه کوئٹه. عالمگيری ص۱۲۶/۱/ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه کوئٹه)

(صفحہ ہٰذا) [1] باب صفة الصلاة ،کتاب الصلوٰة. درمختار علىٰ الشامی زکريا ص۱۲۸/ج۲/ باب صفة الصلاة. عالمگيری کوئٹه ص۶۸/ج۱/ الفصل الاول فی فرائض الصلاة.

بتایا گیا ہے، جبکہ آپ نے قرأت مفروضہ کی مقدار قیام کو فرض بتلایا ہے۔ (بحوالہ درمختار)

فرض کی ادائیگی سے نماز ناقص ہوتی ہے، اور دوبارہ پڑھنا واجب ہے، جب تک کہ واجبات کی ادائیگی نہ کرے، اس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے صرف قرأتِ مفروضہ کی ادائے گی ہوئی، اور واجب ترک ہوگیا، اس مسئلہ کو صاف کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) "ومنها القيام في فرض وملحق به كنذر اوسنة فجر في الاصح اھ. درمختار"[1] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیام نماز فرض ہے اور جو نماز فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جیسے واجب اور سنت فجر اس میں بھی فرض ہے۔

(ب) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں بلکہ قرأۃ فاتحہ اور تین بار سبحان اللہ اور اتنی دیر سکوت کا اختیار ہے، جو صورت بھی اختیار کریگا، نماز ہو جائے گی، سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، ہاں سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے پس سورۂ فاتحہ کی مقدار قیام سنت ہے، اور تین تسبیح کی مقدار قیام بھی کافی ہے، اگر قرأت فرض ہوتی تو اس کے قیام کو فرض کہا جاتا اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس موقع پر واجب ہوتا تو اتنی مقدار قیام کو واجب کہا جاتا، جسکے سہواً ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوتا اور عمداً ترک سے اعادہ واجب ہوتا " ومفروضه وواجبه ومسنونه ومندوبه بقدر القرأة فيه اھ[1] درمختار، واكتفى فيها بعد الاوّليين بالفاتحة فانها سنة وهو مخير بين قرأة الفاتحة وتسبيح ثلاثاً وسكوت قدرها على المذهب[2] درمختار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۴۴۴/ باب صفة الصلوٰة شامی نعمانیه ج ۱/ص ۲۹۹. طحطاوی مع المراقی ص ۳۲۷/ فصل فی صلاة النفل جالساً، مطبوعه مصری. حلبی کبیری ص ۳۸۳/ فصل فی النوافل، سهیل اکیڈمی لاهور. (بقیه اگلے پر)

فرض نماز میں قیام فرض ہے

سوال: ۔نماز کے فرائض میں قیام بھی ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ قیام سے کیا مراد ہے، بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ تین بار سبحان اللّٰہ کہنے کی مقدار قیام فرض ہے، اس سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ نماز بیٹھ کر جائز ہی نہیں کیونکہ ایک فرض قیام کی کمی رہ جاتی ہے، اور کسی فرض کے رہنے پر نماز نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض نماز میں قیام فرض ہے بلا عذر ترک قیام سے نماز فرض ادا نہیں ہوگی[1]، نفل میں قیام فرض نہیں وہ بیٹھ کر بھی درست ہے، البتہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے نصف اجر ملتا ہے۔ کذا فی البحر الرائق۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۱۱/ قبیل مطلب فی جواز الترحم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب صفة الصلوٰة ،شامی نعمانیہ ،ج ۱/ص ۳۴۳.

(صفحہ ہذا) [1] القیام فی الصلاة باجماع المفسرین وهو فرض فی الصلاة للقادر علیه فی الفرض وماهو ملحق به واتفقوا علی رکنیته. البحر الرائق کراچی، ج ۱/ص ۲۹۲/باب صفة الصلاة. المحیط البرهانی ص ۲۹/ج ۲/ الفصل الثانی فی فرائض الصلاة، مطبوعه ڈابهیل. شامی زکریا ص ۱۳/ج ۲/ باب صفة الصلوٰة.

[2] ویتنفل قاعداً مع قدرته علی القیام ابتداءً وبناءً إلٰی قوله وقدحکی فیه اجماع العلماء إلی ماقال وروی البخاری عن عمر ان بن الصحین مرفوعا من صلی قائماً فو أفضل ومن صلی قاعداً فله نصف أجر القائم إلٰی قوله وأما اذا صلاه مع عجزه فلاینقص ثوابه عن ثوابه قائماً. بحر الرائق ص ۶۲/ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۲۷/ فصل فی صلاة النفل جالساً، مطبوعه مصری.

کیا سنت میں قیام فرض ہے

سوال:۔ آپ نے میرے استفسار میں قیام کی فرضیت کے بارے میں بتایا ہے کہ قیام فرض ہے اور جو فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جیسے واجب اور سنت فجر میں بھی قیام فرض ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ مسئلہ فرض اور واجب اور سنت فجر کے ساتھ مخصوص ہے، یا اس میں سنت مؤکدہ بھی شامل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں (ومنها القيام في فرض) وملحق به كنذر وسنةفجر في الاصح (لقادرعليه) درمختار (قوله وسنة فجر في الاصح) اما على القول بوجوبها فظاهر واما على القول بسنتيها فمراعاة للقول بالوجوب ونقل في مراقي الفلاح ان الاصح جواز ها من قعود اقول لكن في الحلية عند الكلام على صلوٰة التراويح لو صلى التراويح قاعداً بلاعذر قيل لاتجوز قياسا على سنن الفجر فان كلامنها سنة مؤكدة وسنة الفجر لاتجوز قاعداً من غير عذر باجماعهم كما هورواية الحسن عن ابي حنيفة كما صرح به في الخلاصة، شامي، ج ۱/ص ۲۹۹/ نعمانيه[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۱ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامي كراچي، ج ۱/ص ۴۴۴/ باب صفة الصلوٰة شامي نعمانيه ج ۱/ص ۲۹۹. طحطاوي مع المراقي ص ۳۲۷/ فصل في صلاة النفل جالساً، مطبوعه مصري. حلبي كبيري ص ۳۸۳/ فصل في النوافل، سهيل اكيڈمي لاهور.

عورتوں کے لئے نماز میں قیام کا حکم

سوال:۔ کیا عورتوں کی نماز میں قیام فرض ہے، مرد کی طرح اگر کوئی عورت بیٹھ کر پڑھے بے عذر، تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرضیت قیام سے عورتیں مستثنیٰ نہیں بلکہ مرد عورت کا حکم یکساں ہے، جن مسائل میں فرق ہے، ان کو طحطاوی میں بیان کیا گیا ہے، ان میں قیام نہیں ہے[1]، ترک فرض سے جس طرح مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، عورت کی بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

فرض نماز میں عورتوں کے لئے بھی قیام فرض ہے

سوال:۔ (۱) ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، باوجود سمجھانے کے اور باوجود کتابوں کے بتلانے کے عورتیں یقین نہیں کرتیں اور فتویٰ کی خواہاں ہوتی ہیں؟

(۲) آج تک جن عورتوں نے جانتے بوجھتے بھی بیٹھ کر نمازیں ادا کی ہیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟ آیا اس کی قضا کرنی پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) فرض نماز میں قیام فرض ہے، بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے فرض نماز ادا نہیں ہوگی[2]

---

[1] طحطاوی علی المراقی، ص ۲۰۹/ فصل فی بیان سننها. طحطاوی علی الدر ص ۲۲۳/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، الفصل الشروع فی الصلوٰۃ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت. شامی کراچی ص ۵۰۴/ج ۱ و شامی زکریا ص ۲۱۱/ج۲/ باب صفۃ الصلوٰۃ، تحت قولہ والمرأۃ تنخفض. (بقیہ اگلے پر)

(۲) وہ نمازیں ادا نہیں ہوئیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

قیام، قرات، رکوع، سجود کی فرض مقدار

سوال:۔ارکان نماز میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کم سے کم قیام تکبیر تحریمہ تک فرض ہے، اسی طرح کم سے کم قرأت ایک آیت تک فرض ہے، اسی طرح کم سے کم رکوع ایک تسبیح پڑھنے تک اور کم سے کم سجدہ بھی ایک تسبیح ادا کرنے تک فرض ہے، لیکن توضیح طلب امر یہ ہے کہ زیادہ کی کیا حد ہے؟ اگر کوئی مصلی قیام میں دس آیت تک قرأۃ کرے تو وہ قیام اور قرأۃ پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں، اسی طرح اگر کوئی رکوع وسجدہ میں دس دس بار تسبیح کہنے تک ٹھہرے تو وہ رکوع وسجدہ پورے کے پورے فرض ہونگے یا نہیں، یا کچھ فرض کچھ واجب اور کچھ سنت ہوں گے۔

درمختار میں ارکان نماز کے ایک دوسرے کے فضائل میں بتایا ہے کہ تمام ارکانِ نماز میں قیام افضل ہے، کیونکہ اس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، اور جتنا قرآن کریم پڑھا جائیگا وہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] من فرائضها التی لاتصح بدونها التحریمة قائماً ومنها القیام فی فرض وملحق به لقادرعلیه (ملخصاً الدر مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۴۴۲/ باب صفة الصلوٰة ،شامی نعمانیه ج ۱/ص۲۹۷/ البحرالرائق ،ج ۱/ص ۲۹۲/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. طحطاوی، ص ۱۸۱/ باب شروط الصلوٰة، مطبوعه مصری.

(صفحہ ہذا) [1] ولابترک الفرائض لان ترکها لاینجبر بسجود السهو بل هو مفسد ان لم یتدارک فیعاد الخ حلبی کبیری ص ۴۵۵/ فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فان کان المتروک فرضاً فسدت الخ البحرالرائق ص ۹۸/ج ۲/ باب سجود السهو، الماجدیه کوئٹه. عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۶/ج ۱/ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

پورے کا پورا فرض ہوگا چاہے پورا قرآن کریم پڑھے، فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں قربانی کے بیان میں بتایا گیا ہے، ایک صاحب نصاب پر بیل یا اونٹ کا ساتواں حصہ فرض ہے، لیکن اگر وہ پورا بیل قربانی کی نیت سے خریدے تو قربانی کے پورے حصے اس کے لئے فرض ہوجائیں گے، جس طرح قرآن کریم کی قرأت کے متعلق کہ مصلی جتنا قرآن کریم پڑھے گا سب فرض ہوگا اگرچہ پورا قرآن کریم پڑھ لے اسی طرح درمختار میں ہے، امام احمدؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ سے جب تک سر نہ اٹھایا جائے سجدہ کی تکمیل نہ ہوگی، چاہے وہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہے، جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے گا، اس وقت سجدہ پورا ہوگا، اسی طرح رکوع بھی جب تک سر نہ اٹھایا جائے، مکمل نہیں ہوگا، امام احمدؒ کے یہاں سر جھکانا رکوع میں اور ٹیکنا سجدہ میں یہ رکوع اور سجدہ کی شرطیں ہیں، اسی طرح سر کا اٹھانا بھی شرط ہے، درمختار میں اس قول کے تحت یہ بھی بتایا کہ اگر کسی رکن میں حدث ہوجائے اور بے وضو ہوجائے تو اب وضو کرلے اگر وہ اس نماز کو پوری کرنا چاہے تو اسی رکن سے بنا کرے اگر سجدہ میں حدث ہوجائے تو سجدہ ہی سے بنا کرے، کیونکہ اس نے بے وضو سجدہ سے سر اٹھایا تھا، اس لئے سجدہ مکمل نہیں ہوا، چاہے وہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہا ہو ایسے ہی معلوم ہوا کہ ارکان میں کم کی حد تو ہے، لیکن زیادہ کی حد مصلی کا اپنے ارادہ سے رکن ختم کرنا ہے، ایسے شرائط کے ساتھ اگر مان ہی لیا جائے، کہ قیام ایک آیت تک ہی فرض ہے، اور تین آیت کی حد تک واجب باقی قرأۃ اور قیام سنت ہے، تو ایک شخص نے پچیس آیت پڑھنے کا قصد کیا اور دس آیت کھڑے رہ کر پڑھنے کے بعد باقی پندرہ آیت بیٹھ کر پڑھیں، پھر اُٹھ کر رکوع کیا تو کیا اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، اور اگر سنت قرار دیا جائے، تو نماز ہوجائے گی، جس میں سجدہ بھی ہے، اس طرح ایک شخص کی نیت بیس آیت پڑھنے کی تھی، اور وہ دس آیت پڑھنے کے بعد باقی آیت بھول گیا اور اس کے یاد آنے تک اتنی دیر تک توقف کیا کہ تاخیر رکن کی وجہ سے سجدہ عائد ہوجائے، اس تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا، اور یہ تاخیر کون سی وجہ سے ہوگی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیام، قراءت اور رکوع سجود فرض ہیں ان کی جتنی مقدار بھی ادا کی جائیگی ادا ہو چکنے کے بعد سب کو فرض ہی کہا جائے گا، یہ تقسیم نہ ہوگی کہ ایک تسبیح یا تین تسبیح کے برابر پر رکن فرض ادا ہو باقی واجب یا سنت یا نفل ہو جس نماز میں قیام فرض ہے، اگر ادنیٰ مقدار فرض قیام کرنے کے بعد بقیہ طویل قراءت بحالت قعود کرے پھر کھڑے ہو کر رکوع کرے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح مقدار فرض ادا کرنے کے بعد اگر بھول جائے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش کھڑا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یہ نہیں کہا جائیگا کہ مقدار فرض قراءت ادا کر لی تھی، اب سہو تو غیر رکن میں ہوا۔

''القرأة وان انقسمت الیٰ فرض وواجب وسنة الا انهٔ مهما اطال یقع فرضاً وکذا اذا اطال الرکوع والسجود ماهو قول الا کثر والاصح لان قولهٔ تعالیٰ فاقرأوا ماتیسر من القرآن لوجوب احد الامرین الایة فما فوقها مطلقاً لصدق ماتیسر علیٰ کل فرد فمهما قرأ یکون الفرض ومعنی الاقسام المذکورة ان جعل الفرض مقدار کذا واجب وجعله دون ذٰلک مکروه وجعلهٔ فوق ذٰلک الیٰ حد کذا سنة لانه یقع اول اٰیة یقرأها فرضاً ومابعد ها الیٰ حد کذا واجباً ومابعد ذٰلک الیٰ حد کذا سنة لان ان اعتبرنا الواجب مابعد الاٰیة الا ولیٰ منضماً الیهما انقلب الفرض واجباً وان اعتبرناه منفرداً کان الواجب بعض الفاتحة وقالوا الفاتحة واجب وکذا الکلام فیما بعد الواجب الیٰ حد السنة فلیتأمل اھ کذا فی شرح المنیة من باب السجود ونحوه فی الفتح وهو تحقیق دقیق فاغتنم.[1] ردالمحتار، ج ۱/ص ۵۰۰/''

---

[1] مطلب تحقیق مهم فصل فی القرأة، ج ۱/ص ۵۳۶/ شامی کراچی، وشامی نعمانیه ج ۱/ص ۳۶۰/ حلبی کبیری ص ۴۶۱/ فصل فی سجود السهو، سهیل اکیڈمی لاهور. فتح القدیر ص ۳۳۱/ج ۱/ فصل فی القراءة، دارالفکر بیروت.

اگر ابتداء میں بیس آیات قراءت کرنے کا ارادہ تھا تو محض اس ارادے سے ان بیس آیات کا پڑھنا فرض نہیں ہوگیا، بلکہ جتنی مقدار پڑھی اتنی مقدار فرض ہوئی، اب اگر دس آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ رکن قراءت ناتمام رہا بلکہ وہ تو پورا ہوگیا، اب بھول کر خاموش کھڑے رہنے سے رکوع میں تاخیر ہوگی، جو کہ موجب سہو ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال: ۔ریل گاڑی میں اگر بھیڑ ہو تو بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے تاکہ قضا نہ ہو پھر جگہ ملنے پر کھڑے ہو کر اعادہ کرلے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وجوب السجود فی مسألة التفکر عمداً بانه وجب لمایلزم منه من ترک واجب هو تاخیر الرکن اوالواجب عما قبله فانه نوع سهو(شامی کراچی ،ج۲/ص ۸۱/ باب سجود السهو، شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۴۹۷. عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۶/ج ۱/ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

[2] الأسیر فی ید العدوّ اذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة ویصلی بالایماء ثم یعید اذا خرج إلٰی ماقال رجل أراد أن یتوضأ فمنعه انسان عن أن یتوضأ بوعید قیل ینبغی أن یتیمم ویصلی ثم یعید الصلاة بعد ما زال عنه لان هذا عذر جاء من قبل العباد فلایسقط فرض الوضوء عنه فعلم منه أن العذر ان کان من قبل اللّٰه تعالٰی لاتجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة. البحر الرائق ص ۱۴۲/ج ۱/ باب التیمم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. فتاوٰی قاضیخان علی الهندیه ص ۵۹/ج ۱/ باب التیمم،مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه کراچی ص ۲۴۶/ج ۱/ باب التیمم.

طول قیام کی حالت میں پیر پر سہارا لینا

سوال: ۔ جناب مفتی صاحب مسئلہ ذیل میں جواب سے نوازا جائے، عالمگیری میں ''قیام فی الصلوٰۃ'' کی بحث میں یہ عبارت منقول ہے، ''ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃ وعلٰی یسراہ اخریٰ کذافی الذخیرۃ ویکرہ التراوح بین القدمین فی الصلوٰۃ الابعذر وکذا القیام باحدی القدمین کذافی الظھیریۃ (عالمگیری ج ۱/ص ۵۶[1]) شامی میں یہ عبارت منقول ہے، ''ویکرہ القیام علی احدی القدمین فی الصلوٰۃ بلاعذر[2] شامی، ج۱/ص۴۱۴/اور مراقی الفلاح میں یہ عبارت ہے ''والتراوح افضل من نصب القدمین وتفسیر التراوح ان یعتمد علیٰ قدم مرۃ وعلی الآخر مرۃ لانہ ایسر وامکن لطول القیام[3] طحطاوی نے کہا ''وروی عن الامام التراوح فی الصلوٰۃ احب الی من ان ینصب قدمیہ نصباً'' نیز یہ بھی کہا ہے ''فمافی منیۃ المصلی من کراھۃ التمایل یمیناً ویساراً محمول علی التمایل علی سبیل التعاقب من غیر تخلل سکون کمایفعلہ بعضھم حال الذکر لاالمیل علیٰ احدی القدمین بالاعتماد ساعۃ ثم المیل علی الأخریٰ کذالک بل ھوسنۃ الخ طحطاوی، ج ۱/ص ۱۵۷/''[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ص۱۰۸ ج ۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالایکرہ.

[2] شامی کراچی ص۴۴۴ ج ۱ باب صفۃ الصلوۃ بحث القیام.

[3] مراقی الفلاح ص ۳۹ فصل فی بیان سننھا.

[4] طحطاوی علی المراقی ص ۲۱۲ فصل فی بیان سننھا، مطبوعہ مصر.

ایضاً

سوال:۔(۱) کیا بغیر طول قیام کی ضرورت کے مطلقاً نماز کے قیام میں تراوح مسنون ہے مفتی بہ قول سے آگاہ فرمایا جائے؟

(۲) عالمگیری اور طحطاوی کی عبارتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

(۳) نصب القدمین کو سنت اور تراوح بلا عذر کو خلافِ سنت اور مکروہ کہینگے یا نہیں؟

(۴) تراوح تمایل قیام علیٰ احد القدمین کی تعریف کیا ہے، اور کون مکروہ ہے اور کون افضل اور مسنون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراوح کو فقہاء نے افضل لکھا ہے، اور اس کی علت بیان کی ہے، "**لانه ایسر وامکن لطول القیام الخ**[1]" اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر طول قیام نہ ہو تو عدم تراوح اصل ہے، چنانچہ طحطاوی میں ہے "**ثم ان هذه العلة لاتظهر فیما اذاکان القیام قصیراً**" امام اعظمؒ نے کعبہ مکرمہ میں داخل ہو کر قیام طویل کیا یعنی دو رکعت میں قرآن پاک ختم فرمایا، پہلی رکعت میں ایک قدم پر بوجھ دیا، دوسری رکعت میں دوسرے قدم پر "**قال السید فی شرحه وهذا هو محمل ما نقل عن الامام حین دخل الکعبة فصلی رکعتین بجمیع القرآن واقفاً علی احدی قدمیه فی الرکعة الاولیٰ وفی الثانیة علی قدمه الاخریٰ الخ (طحطاوی)**[2]

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲۱۲/ فصل فی بیان سننها.

[2] لودارت السفینة وهو یصلی توجه الی القبلة حیث دارت (عالمگیری، ج ۱/ص ۶۴/ الفصل الثالث فی استقبال القبلة الباب الثالث فی شروط الصلوٰة. شامی کراچی ص ۱۰۲/ج ۲/ باب **صلاة** المریض. المحیط البرهانی ص ۴۳۲/ج ۲/ الفصل الرابع والعشرون **الصلاة** فی السفینة، مطبوعه ڈابھیل. البحر الرائق ص ۱۱۷/ج ۲/ باب صلاة المریض، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

بار بار تراوح تمایل قیام احدی القدمین میں شبہ تلعب ہے بضرورت طول قیام افضل ہے اس تقریر سے آپ کے سوالات کا جواب ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سجدہ میں انگلی ٹیکنا

سوال: ۔سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین سے لگانے نہ لگانے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ کس مقدار تک لگانے میں فرض ادا ہوتا ہے، اور کتنے میں واجب اور کس قدر لگانا سنت ہے؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ صرف اگر ایک انگلی زمین سے لگ گئی تو نماز ہوجائے گی ،دوسرے مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ صرف فرض کی ادائیگی سے نماز نہیں ہوتی، بلکہ واجبات کا ادا کرنا بھی ضروری ہے، اگر ترک واجب عمداً ہے تو نماز فاسد ہوگئی اور سہواً ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اور عدم ادائیگی سجدۂ سہو پر اعادۂ نماز واجب ہے، اپنے ثبوت میں حسب ذیل کتابوں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا زمین سے لگانا سجدہ میں فرض ہے، عامۂ کتب میں اسکی تصریح موجود ہے، ''درمختار، ص ۴۱۶/ میں ہے ''ومنها السجود بجبهته وقدميه وضع اصبع واحدة منهما شرط'' نیز اس کے، ص ۴۶۶/ میں ہے '' وفيه اى فى شرح الملتقى يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة غنية شرح منيه ،ص ۲۸۰/'' میں ہے ''سجد ولم يضع قدميه اواحدٰهما على الارض لايجوز سجودهٗ ولو وضع احدهما جاز كما لوقام علىٰ قدم واحدة '' رہا ہر قدم کی تمام انگلیوں یا ہر قدم کی تین تین انگلیوں کا زمین سے لگانا تو مقتضی ہائے دلیل اس کا وجوب ہے، احادیث کثیرہ اس باب میں وارد ہیں کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مامور بہ ہے، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم بلکہ ایک

روایت میں یہ بھی ہے کہ اس میں جس کسی کو اس نے نہیں رکھا تو اس نے بیشک ناقص کردیا، بخاری، ص ۱۱۲/مسلم، ص ۱۹۳/ترمذی، ص ۳۷/ابوداؤد، ص ۱۳۶/نسائی، ص ۱۲۴/طحاوی، ص ۱۵۰/علامہ ابن امیر الحاجؒ تلمیذ امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے حلیہ شرح منیہ میں اسی بناء پر دونوں قدم رکھنے کی بابت فرمایا کہ اوجہ وجوب ہے، علامہ شامیؒ نے حلیہ کے کلام کو نقل کرکے فرمایا کہ اسے بحر وشرنبلالیہ نے اختیار فرمایا ہے بلکہ بعض ائمہ سے دونوں قدم رکھنے کی فرضیت مروی ہے، مثلاً قدوری اور کافی میں دونوں قدم رکھنے کو فرض فرمایا علامہ شامیؒ نے اسے واجب پر محمول کیا، نیز یہ کہ ایک پاؤں پر سجدہ کرنے سے فقہاء کرام کا حکم کراہیت فرمانا بھی ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے، کہ دونوں قدم کا رکھنا واجب ہے، کہ کراہیت مطلقہ سے کراہت تحریمہ مراد ہوتی ہے، اور یہ وجوب کو مقتضی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض کتب فقہ میں سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھے رہنا فرض لکھا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر پیر اُٹھ جائے تو ترک فرض کی وجہ سے نماز ہی باطل ہوجائے[1] لیکن بحر میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے، ''وذکر القدوری ان وضعهما فرض و هو ضعیف[2]، البحر رائق، ج ۱/ص ۳۱۸/'' اگر پیروں کی کوئی انگلی بھی نہ ٹھہری رہے، بلکہ دونوں پیر کلیۃً اُٹھ جائیں تو جائز نہیں، نماز فاسد ہوجائے گی[3] ''واذا وضع قدماً ورفع اٰخر جازمع الکراهة من غیرعذر کما افادهٗ قاضی خان، البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۱۸/'' شیخ الاسلام کا قول

---

[1] وترک رکن بلا قضاء وشرط بلاعذر. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹۲/ج ۲/ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها قبیل مطلب مسائل زَلَّةِ القاری.

[2] البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۱۸/ باب صفة الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] قوله قدمیه، وأفاد انه لو لم یضع شیئا من القدمین لم یصح السجود. شامی کراچی ص ۴۴۷/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة.

یہ ہے کہ دونوں پیروں کا رکھا رہنا سنت ہے، لہٰذا ایک پیر کے اُٹھ جانے سے کراہت تنزیہی ہوگی، ''وذهب شيخ الاسلام الیٰ ان وضعهما سنة فتكون الكراهة تنزيهية''لیکن البحر الرائق میں کراہت کا تحریمی ہونا اوجہ قرار دیا ہے،''والاوجه علیٰ منوال ما سبق هو الوجوب فتكون الكراهة تحريمية ،البحر الرائق ،ج ۱/ص ۳۱۸/ وجیز میں وضع القدمین کو فرض قرار دینے کے باوجود ایک کے وضع پر کفایت کرنے کو جائز مع الکراہۃ لکھا ہے ''وفی الوجيز وضع القدمين فرض فان وضع احدیٰ هما دون الاخریٰ جاز ويكره[1] فتح القدير ، ج ۱/ص ۲۱۴/'' وضع القدمین کے وجوب کو اوجہ واعدل کہنا شیخ ابن ہمامؒ کی رائے ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صراحتاً منقول نہیں بلکہ ان کے اصول کا تقاضا ہے ''وقد روى ابوحنيفةؒ نفسه هذا الحديث بطرق والفاظ منها بسنده الیٰ ابی سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم الا نسان يسجد علیٰ سبعة اعظم جبهته ويديه وركبتيه وصدور قدميه فالحق ان مقتضاه ومقتضى المواظبة المذكورة الوجوب ولايبعد ان يقول به ابو حنيفة[2] فتح القدير، ج ۱/ص ۲۱۳/''واضح رہے کہ شیخ ابن ہمامؒ نے یہ بحث وضع انف وجبہہ کے ذیل میں کی ہے، تمرتاشیؒ نے عدمِ فرضیتِ وضع قدمین کو حق کہا ہے، ''وذكر الامام التمرتاشی ان اليدين والقدمين سواء فی عدم الفرضية وهو الذی يدل عليه كلام شيخ الاسلام فی مبسوطه وهو الحق ،[3] عناية ، ج ۱/ص ۲۱۴/'' علامہ حلبی نے تاشی کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے،''فبعيد عن الحق وبضده احق ،[4] كبيری

---

[1] فتح القدير، ج ۱/ص ۳۰۵/باب صفة الصلاة. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] فتح القدير ،ج ۱/ص ۳۰۴/ باب صفة الصلاة. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] عناية على فتح القدير ،ج ۱/ص ۳۰۵/باب صفة الصلاة. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[4] كبيری لاهور ،ص ۲۸۵/ الخامس السجدة.

ص ۲۸۰ ر'' علامہ حصکفی نے شرح ملتقی میں ایک جگہ ایک ہی بات پر مجملاً قناعت کی ہے، "فوضع اصبع واحد من القدمین شرط اھ . سکب الانھر ،ج ۱ ر ص ۸۷ ر[1] فتاویٰ عالمگیری میں ہے،''وضع القدم بوضع اصابعہٖ وان وضع اصبعاً واحدۃ[2] فتاویٰ عالمگیری، ج ۱ ر ص ۳۶ ر کامل سجدہ تو جب ہی ادا ہوگا کہ دونوں پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رہیں، لیکن اگر ایک انگلی بھی متوجہ رہے تب بھی نفس سجدہ ادا ہو جائیگا اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، نہ اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا''وتمام السجدۃ باتیانہ بالواجب فیہ ویتحقق بوضع جیمع الیدین والرکبتین والقدمین والجبھۃ والانف کماذکرہ الکمال وغیرہ[3] اھ الطحطاوی علیٰ ھامش مراقی الفلاح ومنھا السجود بجبھتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ یعنی شرط اھ (درمختار) وقولہ قدمیہ یجب اسقاطہ لان وضع اصبع واحدۃ منھما یکفی کماذکرہ بعدح، ردالمحتار[4]، ج ۱ ر ص ۳۰۰۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۹ھ

سجدہ میں پیر زمین پر ٹیکنا

سوال: ۔سجدہ کی حالت میں اگر دونوں پیر زمین پر سے اٹھ جاویں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

---

[1] الدر المنتقی المعروف بسکب الأنھر ص ۱۳۱ ج ۱ باب صفۃ الصلوۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] عالمگیری ،ج ۱ ر ص ۷۰ ر الفصل الاول فی فرائض الصلوٰۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، مطبوعہ کوئٹہ.

[3] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۱۸۶ ر شروط الصلوٰۃ.

[4] شامی کراچی، ج ۱ ر ص ۴۴۸ ر بحث الرکوع والسجود ،صفۃ الصلاۃ شامی نعمانیہ ، ج ۱ ر ص ۳۰۰.

الجواب حامداً ومصلیاً

سجدہ کی حالت میں پیروں کو زمین پر رکھنے کے متعلق تین روایتیں ہیں اوّل یہ کہ دونوں پیر زمین پر رکھنا فرض ہے، دوم یہ کہ ایک کا رکھنا فرض ہے ان دونوں روایتوں کی بناء پر صورت مسئولہ میں سجدہ ادا نہ ہوگا، لہٰذا نماز صحیح نہ ہوگی، سوم یہ کہ سنت ہے، تو اس روایت کی بناء پر نماز مکروہ ہوگی۔

''یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والالم تجز والناس عنها غافلون اھ درمختار قال الشامی، ج ۱/ص ۵۲۱/ بعد نقل العبارات فصار فی المسئلة ثلث روایات الاولیٰ فرضیة وضعهما الثانیة فرضیة احدهما والثالث عدم الفرضیة وظاهرهٗ انه سنة اھ[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں

سوال:۔ کیا دوسرا سجدہ واجب ہے؟ اگر امام کا ایک سجدہ چھوٹا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا نیز مقتدی کا ایک سجدہ چھوٹا یعنی امام سجدہ سے کھڑے ہوکر مثلاً امام سورۃ پڑھنے لگا یا مقتدی کا رکوع چھوٹا جب تک امام سجدۂ ثانیہ میں پہنچا تو اب مقتدی کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں[2] ایک بھی ترک ہوجائے گا، تو نماز صحیح نہیں ہوگی

---

[1] شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۹/مطلب فی اطالة الرکوع شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۳۶. فتح القدیر ص ۳۰۵/ ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت. فتاویٰ هندیه ص ۷۰/ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

تنبیہ: (البحرالرائق، فتح، شامی، میں وجوب کا قول اوجہہ وارجح قرار دیا ہے، لہٰذا دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تحریمی ہوگا۔

[2] السجود الثانی فرض کالاول باجماع الامة (عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۷۰/ فی صفة الصلاة. طحطاوی علی المراقی ص ۱۸۵/ باب شروط الصلوة، مطبوعه مصری. سعایه ص ۱۱۴/ ۲/ السجود، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

،سجدۂ سہو کافی نہیں ہوگا،[۱] جس مقتدی سے شرکت کے بعد رکوع چھوٹ گیا تو وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ میں امام کے ساتھ جا ملے جس سجدہ میں بھی شریک ہو جائے گا درست ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۱ھ

سجدہ میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھنا

سوال:۔ اگر سجدہ کرتے وقت دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دونوں پیروں کی انگلیاں بالکل زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ درست نہیں ہوگا، اور سجدہ درست نہ ہونے سے نماز درست نہیں ہوگی۔[۳] طحطاوی، ص ۱۲۶/[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الأصل فی هذا أن المتروک ثلاثة انواع فرض و سنة وواجب ففی الأول إن امکنه التدارک بالقضاء یقضی والا فسدت صلاته. فتاویٰ عالمگیری ص ۱۲۶/ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه کوئٹه. تاتارخانیه ص ۷۱۴/ج ۱/ باب سجود السهو فی بیان مایجب به سجود السهو، مطبوعه کراچی.

[۲] تکون المتابعة فرضاً بمعنی ان یاتی بالفرض مع امامه اوبعدهٗ کمالو رکع امامه فرکع معه مقارناً اومعاقباً وشارکه فیه اوبعد مارفع منه(شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۷۱/ مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام باب صفة الصلاة ،شامی نعمانیه ، ج ۱/ص ۳۱۷.

[۳] اذا رفع قدمیه فی السجود فانه لایصح (البحرالرائق ،ج ۱/ص ۳۱۸/ صفة الصلاة. عالمگیری ص ۷۰/ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوة. شامی کراچی ص ۴۹۹/ج ۱/ فصل فی اتیان الصلوة الی انتهائها. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدہ میں دونوں پیروں کا اٹھ جانا

سوال: ۔نماز پڑھتے وقت اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، کہ نہیں؟ حوالہ کتب وصفحات کا ہونا ضروری ہے، اوراس مسئلہ میں کسی فقیہ کی نظر فقہی بھی ضروری درج فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایسا کرنے سے سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور جب سجدہ صحیح نہ ہونماز صحیح نہ ہوگی ''وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیه عن الارض لاتجوز اھ[1] غنیة ، ص ۲۸۰/ ومن شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیه فیه فان رفعهما فی حال سجوده لاتجزیه السجدة اھ[2] جوهرة ،ص ۵۲/ قال المحقق ابن الهمام اما افتراض وضع القدم فلان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والا جلال ویکفیه وضع اصبع واحدة وفی الوجیز وضع القدمین فرضٌ فان وضع احدهما دون الاخر جاز ویکره اھ[3] فتح القدیر ، ج ۱/ص ۲۱۲/ یہ حکم اس وقت

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [4] فان وضع ظاهر قدمیه اورؤوس الاصابع لایصح لعدم الاعتماد علی شئی من رجلیه ومالایتوصل الا به فهو فرض .(طحطاوی ،ص ۱۸۶/ شروط الصلاة. حلبی کبیری ص ۲۸۵/ مطبوعه لاهور.

[1] غنیة لاهور،ص ۲۸۵/الخامس من الفرائض السجدة، مطبوعه لاهور. فتاویٰ هندیه ص ۷۰/ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[2] الجوهرة النیرة ،ج ۱/ص ۵۰/ باب صفة الصلوٰة (مطبوعه نعمانیه)

[3] فتح القدیر ،ج ۱/ص ۳۰۵/باب صفة الصلوٰة، مطبوعه دارالفکر بیروت. البحرالرائق ص ۳۱۸/ باب صفة الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. شامی کراچی ص ۴۹۹/ج ۱/ فصل فی اتیان الصلوة الخ

ہے جبکہ دونوں پیر اٹھانے کی مقدار ایک رکن کی ادائیگی تک پہنچ جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱/۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/محرم الحرام ۶۱ھ

ہاتھوں، پیروں اور گھٹنوں کے درمیان سجدے میں فرق

سوال: ۔حضرت مفتی صاحب زید مجدہم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا فتویٰ ۶۲/جس کا سوال میرے عزیز القدر برادر ثانی نصیر احمد متعلم مدرسہ ہذا نے پیش کیا تھا بالکل بحیثیت فتویٰ درست ہے، البتہ میرے دل میں جو تردد ہے اس کو عزیز الممذ کور نے سوال میں پیش نہیں کیا، یہاں بوجہ عدم سامان کتب معذور ہوں، اس واسطے مکرر عرض ہے کہ مطابق روایت مسلم شریف کہ وہ "اُمِرْتُ أنْ اَسْجُدَ عَلیٰ سَبْعَةِ اَعْظَمٍ" (الحدیث) ہے یہ حدیث مقتضی فرضیتِ سبعۃ اعظم ہے پس وضع قدمین کو سجدہ میں فرض کہنا اور "وضع یدین" اور "رکبتین" کو فرض نہ کہنا کیسا ہے؟ اور "مالا یتوسل الی الفرض الا بہ فھو فرض" کو دلیل فرضیت وضع قدمین میں بیان کرنا خلافِ منصوص ہے، نص میں سبعۃ اعظم میں کوئی فرق نہیں، اور کف الثیاب والشعر کو قرینہ فرضیت وضع رکبتین اور وضع یدین قرار دینا اور وضع قدمین کو فرض ہی رکھنا حالانکہ وضع قدمین ان کا معطوف علیہ ہے اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، ایسے ہی امر کو مشترک بین الواجب والمندوب سے تفریق درست نہیں، اور رفع رکبتین بھی اشبہ بالتلاعب ہے، لیکن نفس جواز فی الصلوٰۃ میں مخل نہیں، پس دلیل حضرت ابن ہمام بھی دل میں پوری نہیں بیٹھی ادھر امام الائمہؒ کے نزدیک صلوٰۃِ وتر فرض عملی ہے اور اس کی فرضیت بھی ایسی خبر کے ساتھ ہے ان اللّٰہ امرکم (الحدیث) بس امرت سے

وضع قدمین اور فرض اور وضع رکبتین اور یدین کو سنت کہنا سمجھ میں نہیں آتا، اور یہ امر ضروری ہے کسی فقیہ نے اس کی ضرور تنقیح کی ہوگی، مگر بوجہ عدم سامان کے معذور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ص ۶۲ میں شبہ مذکورہ تحریر نہیں تھا بلکہ صرف وضع قدمین ورفعِ قدمین فی السجود کا سوال تھا۔ شبہ مذکورہ کا منشاء بظاہر یہ ہے کہ آپ وضع قدمین فی السجود کی فرضیت کو حدیث ''اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ'' سے ثابت سمجھ رہے ہیں، اسی پر وضع قدمین اور رکبتین اور معطوف ومعطوف علیہ کی بحث متفرع ہے، حالانکہ یہ خبر واحد ہے، جس سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی لہٰذا اس حدیث سے تو کسی چیز کی بھی فرضیت ثابت نہیں، سجود کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، جس کی حقیقت وضع الجبہۃ علی الارض، پیشانی کی فرضیت تو یوں ہوئی[1] اور چونکہ وضع الجبہۃ کے لئے وضع قدمین یا رکبتین یا یدین ضروری ہے، اس لئے ان میں سے ایک کی فرضیت ضروری ہے، اور شروع سے قدمین زمین پر موجود ہیں، اور نیز ہر رکن کی ادائیگی کے وقت قدمین کا زمین پر ہونا ضروری اور ظاہر ہے، اس لئے قدمین کی فرضیت وضع پر اکتفا کیا گیا، اور اب یدین والرکبتین کا ثبوت خبر واحد سے ہے، لہٰذا ان کا وضع مسنون ہوگا، فقہاء کے کلام میں روایات مختلف ہیں، قدوری، کرخی، جصاص نے وضع قدمین کو فرض کہا ہے، تمرتاشی شیخ الاسلام صاحب نہایہ نے قدمین اور یدین کو عدم فرضیت میں مساوی قرار دیا ہے، نہایہ، ج ۱/ص ۲۱۴/ اس میں اسی روایت کو لکھا ہے[2] وہوالحق پھر اسی میں دو صورتیں ہیں، ایک وجوب دوسری سنت اور وجہ

---

[1] الرکوع والسجود لقولہٖ تعالیٰ ارکعوا واسجدوا علی مامر من وجه الاستدلال (عنایة مع فتح القدیر، ج ۱/ص ۲۷۵/ باب صفة الصلوٰة.

[2] واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انه فرض فی السجود، کذا ذکره الکرخی والجصاص وذکر الامام التمرتاشی ان الیدین والقدمین سواء فی عدم الفرضیة وهو الذی یدل علیه کلام شیخ الاسلام فی مبسوط وهو الحق عنایة مع الفتح، ج ۱/ص ۳۰۵/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت. شامی کراچی ص ۴۹۹/ ج ۱/ باب صفة الصلوة.

''ان السجود لایتوقف تحققه علیٰ وضع القدمین فیکون افتراض وضعهما زیادة علی الکتاب اھ[1] شامی، ج۱/ص۵۲۱/لیکن حصکفی نے شرح ملتقیٰ[2] ص۹۸/میں لکھا ہے ''ومانقله فی الدرر عن العنایة من ان عدم الفرضیة هوالحق فبعید عن الحق وبضده احق اھ حلبی نے شرح منیہ ص۲۸۰/میں اس کی وجہ لکھی ہے ''اذلا روایة تساعده والد رایة تنفیه علیٰ مامر من ان مالا یتوصل الی الفرض الا به فهوفرض وحیث تواطأ الروایات وتظافرت یتوصل عن ائمتناان وضع الرکبتین سنة ولم ترد روایة قط بانه فرض وکذا وضع الیدین تعین وضع القدمین اواحدیهما للفرضیة ضرورة ولولم ترد عنهم روایة فکیف والروایات فیه متوافرة ایضاً علیٰ مالا یخفیٰ علی المتبتع واللّٰه الموفق''[3] رفع رکبتین اشبه بالتلاعب'' ہونے کا اشکال شامی نے بھی نقل کیا ہے[4] لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ بن ہمام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ علت کے درجہ میں نہیں بلکہ حکمت کے درجہ میں ہے لہٰذا طرد وعکس ضروری نہیں، شیخ ابن ہمامؒ کے تلمیذ علامہ حلبی نے یدین اور رکبتین اور قدمین کی مساوات کا اشکال کر کے ترجیح قدمین کی وجہ صرف یہ بیان کی ہے کہ رکبتین اور یدین کی فرضیت کی کوئی روایت ائمۂ مذاہب سے ثابت نہیں، اس لئے لامحالہ قدمین کی فرضیت توسل

---

[1] شامی نعمانیه، ج۱/ص ۳۳۶/ فصل فی بیان تالیف الصلاة، شامی کراچی، ج۱/ ص۴۹۹.

[2] الدرالمنتقیٰ ص۱۴۸/ج۱/ باب صفة الصلوة، فصل فی بیان صفة الشروع، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] حلبی، ص۲۸۵/فرائض الصلوٰة الخامس السجدة. (مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

[4] وأمااذا رفع قدمیه فی السجود فانه مامع رفع القدمین بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاجلال شامی کراچی ص۴۴۷/ج۱/ بحث الرکوع والسجود، باب صفة الصلوة. فتح القدیر ص۳۰۵/ج۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت. البحرالرائق ص۲۹۳/ج۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الی الفرض کی حیثیت سے مانی جائیگی، صاحب بحر[1] نے قدوری کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن شرح المجمع کفایہ شرح فیض وغیرہ میں قدوری کے قول ہی کو ترجیح دی ہے، اور اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے[2]، علامہ شامی نے سب کچھ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "**والحاصل ان المشهور فی کتب مذهبه اعتماد الفرضية والا رجح من حيث الدليل والقوائد عدم الفرضية ولذاقال فی العناية والدررانه الحق ثم الاوجه حمل عدم الفرضية علی الوجوب واللّٰه اعلم شامی ، ج ۱ /ص ۲۲۲ /**[3]"، یہ سب کچھ کلام قدمین کے متعلق ہے، یدین اور رکبتین میں بھی فقہا کی تین روایتیں ہیں، فرض، وجوب، سنت عامۃ الفقہاء قول ثالث کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن شیخ ابن ہمام نے وجوب کو اختیار کیا ہے اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فرض کو ترجیح دی ہے، علامہ شامیؒ کی رائے یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام کا قول راجح ہے، کیونکہ خبرِ واحد سے جس میں امر کا صیغہ ہو وجوب ثابت ہوتا ہے[4]، فرض عملی وجوب کو کہتے ہیں، چنانچہ اخبارِ احاد سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے، امام اعظم سے وتر کے متعلق تین روایتیں ہیں ،فرض، واجب، سنت ان میں تمرتاشی نے تطبیق دی ہے "**وهو فرض عملاً واجب اعتقاداً**

---

[1] وذكر القدوری ان وضعهما فرض وهو ضعيف، بحرالرائق ص۳۱۸/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، بيان شروع الصلوٰة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] ويؤيده مافی شرح المجمع لمصنفه حيث استدل علیٰ ان وضع اليدين والركبتين سنه الیٰ قوله وكذا مافی الكفاية عن الزاهدی من ان ظاهرالرواية ماذكر فی مختصر الكرخی وبه جزم فی السراج الخ شامی كراچی ص ۴۹۹/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة.

[3] شامی نعمانيه، ج ۱/ص ۳۳۶/ مطلب فی اطالة الركوع للجائی شامی كراچی، ج ۱/ص ۵۰۰/ باب صفة الصلوٰة.

[4] شامی نعمانيه، ج ۱/ص ۳۲۰/-۳۳۵/ج ۱/ صفة الصلاة شامی كراچی، ج ۱/ص ۴۷۶/-۴۹۷/. البحرالرائق ص۳۱۸/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. فتح القدير ص۳۰۵/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

وسنة ثبوتاً بهذا وفقوا بين الروايات[1] الخ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ ر ربیع الثانی ۶۷ھ

رفع قدمین

سوال:۔ سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگانا ضروری ہے یا نہیں، اور اگر پاؤں اٹھ گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سجدہ میں پیر کی کسی انگلی کا زمین سے لگا رہنا ضروری ہے، اگر دونوں پیر اس طرح زمین سے اٹھے رہے کہ کسی انگلی کا کوئی حصہ بھی زمین سے لگا ہوا نہیں رہا، اور تین تسبیح کی مقدار یہی کیفیت رہی تو نماز درست نہیں ہوگی، سجدہ سہو بھی اسکے لئے کافی نہیں ''ومنها السجود بجهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما شرط اھ درمختار وافادانه لولم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود[2] اھ ردالمحتار، ج ۱ ر ص ۴۱۶ ر۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی نعمانیه، ج ۱ ر ص ۴۴۶ ر مطلب فی الفرض العلمی والعملی باب الوتر والنوافل، شامی کراچی، ج ۲ ر ص ۳.

[2] شامی نعمانیه، ج ۱ ر ص ۳۰۰ ر بحث الركوع والسجود. بحرالرائق ص ۳۱۸ ر ج ۱ ر باب صفة الصلوٰة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. فتح القدير ص ۳۰۵ ر ج ۱ ر باب صفة الصلوٰة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

موضع سجود کا ارتفاع موضع القدمین سے

سوال:۔ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور حالت سجدہ میں اس کے ہاتھ اور ناک و پیشانی بلندی پر رہتے ہیں، اور گھٹنے پستی میں رہتے ہیں ،اس صورت میں کیا قباحت ہے، اور کتنی بلندی کس حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پیشانی اور ناک قدم سے نصف ذراع سے کم بلندی پر ہو تو سجدہ ادا ہو جائیگا، اگر اس سے زیادہ بلندی پر ہو تو سجدہ ادا نہیں ہوگا،اور سجدہ نہ ہونے کی صورت میں نماز بھی نہیں ہوگی، ''**ومن شروط صحة السجود عدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين باكثر من نصف ذراع ليتحقق صفة الساجد والارتفاع القليل لايضروان زاد على نصف ذراع لم يجز السجود اى لم يقع معتمداً بهٖ فان فعل غيره معتبراً صحت وان انصرف من صلوتهٖ ولم يعده بطلت** اھ[1] مراقی الفلاح، ص ۱۲۶/''۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائیگی

سوال:۔نماز میں ایک سجدہ بھول گیا پھر آخر میں سجدۂ سہو کرلیا کیا نماز درست ہوگئی

---

[1] طحطاوی مع المراقی ص ۱۸۷/ باب شروط **الصلاۃ** وارکانها، مطبوعه مصری. البحرالرائق ص ۳۲۰/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه الماجديه كوئٹه تحت قوله وكره باحدهما او بكورعمامته. درمختار علىٰ الشامی زکریا ص ۲۰۶/ ج۲/ باب صفة الصلوٰة.

یا نہیں، ایک فرض ہے دوسرا واجب خیال رہے کہ جو سجدہ بھولا ہے وہ دوسرا سجدہ ہے، کیا دونوں سجدے فرض ہیں، یا ایک فرض ہے، دوسرا واجب، بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں سجدتان کا لفظ نہیں آیا ہے، دونوں کیسے فرض ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں سجدے فرض ہیں ترک فرض سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اعادہ ضروری ہے[1] سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا، کتب فقہ میں سجدۂ ثانیہ کی تصریح موجود ہے۔

(کبیری، ص ۳۱۳ر[2] البحر الرائق، ج ۱ر ص ۲۹۳ر[3] ردالمحتار، ج ۱ر ص ۳۰۰ر[4] وغیرہ جملہ کتب میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترک رکوع اور ترکِ قعدۂ اولیٰ کا حکم

سوال: ۔ جو شخص عمداً امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہ ہوا، اور قراءت میں مشغول رہا

---

[1] ولایجب بترک الفرائض لان ترکها لاینجبر بسجود السهو بل هو مفسد ان لم یتدارک فیعاد حلبی کبیری ص ۴۵۵ر فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] فاذا أطمأن حال کونه قاعدا وسکن اضطراب اعضائه کبروسجد ثانیاً کبیری، ص ۳۱۳ر فصل فی صفة الصلاة.

[3] المراد من السجود السجدتان فاصله ثابت بالکتاب والسنة والاجماع وکونه مثنی فی کل رکعة بالسنة والاجماع، البحر الرائق، ج ۱ر ص ۲۹۳ر باب صفة الصلاة، مطبع کراچی.

[4] قوله وتکراره تعبد ای تکرار السجود امر تعبدی، شامی کراچی، ج ۱ر ص ۴۴۷ر بحث الرکوع والسجود، شامی زکریا، ج ۲ر ص ۱۳۵ر.

تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور یہ مسئلہ متفقہ بین الائمۃ الاربعہ ہے یا نہیں؟ فساد صلوٰۃ کی صورت میں، اسی طرح اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں عمداً نہ بیٹھے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے پیچھے قراءت کی اجازت نہیں، پھر اس میں مشغول رہنے کی وجہ سے رکوع میں شریک نہ ہونے کا کیا مطلب ہے، اگر رکوع ترک کر دیا تو ترک فرض کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی[1]، قعدۂ اولیٰ واجب ہے، عمداً ترک واجب سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، اور اعادہ واجب ہوتا ہے، ''وحکم الواجب استحقاق العذاب بترکه عمداً اوعدم اکفار جاحده والثواب بفعلهٖ ولزوم سجدة السهو لنقص الصلوٰة بترکهٖ سهواً واعادتها بترکه عمداً وسقوط الفرض ناقصاً ان لم یسجد ولم یعد (مراقی الفلاح[2]) ''

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

رکوع میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنے سے مدرک رکوع شمار ہوگا

سوال: ۔کوئی شخص اگر امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو کتنی مرتبہ سبحان ربی العظیم

---

[1] واما الفرض فیفوت بفواته الاصل لاالوصف فلاینجبر بغیرهٖ (مراقی مع الطحطاوی، ص ۳۷۴/باب سجود السهو.

[2] مراقی مع الطحطاوی ،ص ۲۰۰/ فصل فی واجبات **الصلاة**. البحر ص ۲۹۵/ج ۱/ باب شروط **الصلاة**، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. سعایه ص ۱۲۶/ج ۲/ باب شروط الصلاة)

پڑھنے سے اس رکعت کا مدرک شمار کیا جائے گا، کیا ایک مرتبہ پڑھا پھر امام کھڑا ہوگیا تو اس رکعت کا مدرک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں بھی مدرک رکوع ہے[1]، ایک دفعہ بھی نہ کہا صرف رکوع میں اس سے پہلے پہنچ گیا ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھائے تب بھی وہ مدرک رکوع ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۶ھ

امام کی قرأت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا

سوال:۔ زید امام ہے اور اکثر اس سے قرأت میں متشابہ یا بھول ہوتی ہے، اور یہ متشابہ یا بھول کبھی ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے بعد اور کبھی اس سے پہلے ہوتی ہے، زید متشابہ لگنے پر پیچھے سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کوشش میں سکتہ واقع ہوجایا کرتا ہے، اس کی مقدار کبھی تین تسبیح اور کبھی اس سے کم ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ:۔

الف:۔ کیا اس صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

ب:۔ امام کی قراءۃ اور اس کی تسبیح کا اعتبار کیا جائے گا یا مقتدی کی تسبیح کا؟

---

[1] ولو رفع الامام رأسه من الركوع اوالسجود قبل ان يسبح المقتدى ثلاثاً الصحيح انه يتابع الامام (عالمگيری، ج ۱/ص ۹۰/ الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لايتابعه. الدرالمختار على الشامی كراچی ص ۴۹۵/ج ۱/ مطلب فی إطالة الركوع للجائی باب صفة الصلوٰة. سعايه ص ۱۱۳/ج ۲/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور)

[2] لوادرک الامام راكعاً فحنى ظهره ثم كبران كان الى القيام اقرب صح الشروع الخ (مراقی الفلاح على حاشية الطحطاوی، ص ۱۷۶/ مصری، باب شروط الصلاة واركانها. بحرالرائق ص ۲۹۱/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

الف:۔اگر یاد نہیں آیا کہ کیا پڑھے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا[1]

ب:۔امام کی قراءت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

گونگے کی نماز

سوال:۔مادرزاد گونگا بہرہ آدمی جس نے کبھی نہ کوئی بات کان سے سنی نہ زبان سے بولی وہ نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص جب کہ قراءت پر قادر نہیں تو قراءۃ اس پر فرض نہیں، باقی جن ارکان قیام وقعود وغیرہ پر قادر ہے ان کو سب لوگوں کی طرح ادا کرتا رہے، اگر اس کو اتنی سمجھ ہے کہ نماز فرض ہے، اور پھر نماز کو بقدر طاقت ادا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا ''من فرائضها التحريمة وهي

---

[1] اعلم انه اذاشغله ذٰلک قدراداء رکن ولم يشتغل حالة الشک بقراءة ولاتسبيح وجب عليه سجود السهو فی جميع صور الشک .شامی کراچی، ج۲/ص ۹۳/ باب سجود السهو، شامی زکريا ، ج۲/ص ۵۶۱. البحرالرائق ص۹۷/ ج۲/ باب سجود السهو، مطبوعه الماجديه کوئٹه. فتح القدير ص ۵۰۲/ج ۱/ باب سجود السهو، دارالفکر بيروت.

[2] عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلّم من صلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِراءَةٌ،موطأ امام محمدؒ ، ص ۹۸/ مکتبه رحيميه ديوبند. باب القراءة فی الصلوة خلف الامام، نصب الراية ص۶/ ج۲/ الحديث السابع والخمسون فصل فی القراءت، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

شرط فی غیر جنازة علیٰ القادر قال الشامی اما الا می والاخرس لوافتتحابالنیة جاز لانهما اتیاباقصیٰ مافی وسعهما، شامی ج ۱/ ص ۴۶۰/،[1] ولایلزم العاجز عن النطق کأخرس وامی تحریک لسانه وکذا فی القرائة هوالصحیح. در،ص ۵۰۲/ج ۱/[2] هی فرض عین علیٰ کل مکلف (تنویر) ثم المکلف هوالمسلم البالغ العاقل ولوانثیٰ اوعبدا[3] شامی،ص ۳۶۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/شعبان ۵۴ھ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۲۹۷/شامی زکریا، ج۲/ص ۱۲۷/ مطلب قد یطلق الفرض علی مایقابل الرکن الخ باب صفة الصلاة. بحر کوئٹه ص ۲۹۱/ج ۱/ باب صفة الصلاة. النهرالفائق ص ۱۹۴-۱۹۵/ج ۱/ باب صفة الصلاة، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۳۲۴/ شامی زکریا، ج۲/ص ۱۸۱/باب صفة الصلوٰة مطلب فی حدیث الاذان جزم. النهرالفائق ص ۱۹۵/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، طبع دارالکتب العلمیه بیروت. بحرکوئٹه ص ۲۹۱/ج ۱/ باب صفة الصلوة.

[3] شامی زکریا، ج۲/ص ۴/ الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۲۳۴/ اوّل کتاب الصلوٰة. فتاویٰ التاتارخانیه ص ۴۰۱/ج ۱/ اوّل کتاب الصلوة، طبع ادارة القران کراچی. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۳۸/ کتاب الصلوة، مطبوعه مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

صفت صلوٰۃ

فصل اول

واجبات نماز

واجبات نماز کتنے ہیں

سوال: ۔نماز کے واجبات کتنے ہیں؟ اور سجدہ میں پیر کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے یا نہیں؟ ''ووجه اصابعه نحو القبلة'' کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ ابوالاخلاص حسن الوفائی الشرنبلالی نے واجباتِ نماز کی تعداد اٹھارہ تحریر کی ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں، ''فصل فی واجبات الصلوٰة وهو ثمانية عشر شيئاً قراء ة الفاتحة وضم سورة اوثلاث اٰيات فی ركعتين غرمتعينتين من الفرض وفی جميع ركعات الوتر والنفل وتعيين القرأة فی الاوليين وتقديم الفاتحة علی السورة وضم الانف للجبهة فی السجود والاتيان بالسجدة الثانية فی كل ركعة قبل الانتقال لغيرها والاطمينان فی الاركان والقعود الاول

وقرائة التشهدفيه فى الصحيح وقرأته فى الجلوس الاخير والقيام الى الثالثة من غير تراخ بعد التشهد ولفظ السلام دون عليكم وقنوت الوتر وتكبيرات العيدين وتعيين التكبير لافتتاح كل صلوٰة لاالعيدين خاصة وتكبيرة الركوع فى ثانية العيدين وجهر الامام بقرأة الفجر واوليى العشائين ولوقضاء والجمعة والعيدين والتراويح والوتر فى رمضان والاسرار فى الظهر والعصر وفيما بعد اوليى العشائين ونفل النهار والمنفرد مخير كمتنفل بالليل اھ[1] (متن امدادالفتاح علىٰ هامش الطحطاوى، ص ۱۵۱/)

عبارت مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے، یہ بات درجۂ وجوب میں نہیں کہ پیروں کی سب انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رہیں، ایک انگلی بھی زمین پر رہے گی، تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا، جیسا کہ اس متن کی شرح کرتے ہوئے علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے:۔

''ولابد من وضع احدى القدمين ووضع القدم بوضع اصابعهاو يكفى وضع اصبع واحدة كذافى السيداھ طحطاوى،[2] ص ۱۶۹/''.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۵ھ

---

[1] طحطاوى ،ص ۲۰۰/ فصل فى بيان واجبات الصلوٰة ،نور الايضاح ،ص ۶۷. المحيط البرهانى ص۸۵/ج۲/ الفصل الثانى، فصل فى الخروج عن الصلوة بفصل مصلى، مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل. سعايه ص۱۲۶/ج۲/ باب صفة الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] طحطاوى ،ص ۲۲۹/ فصل فى كيفية تركيب افعال الصلاة. شامى كراچى ص۴۹۹/ج۱/ فصل فى تاليف الصلوة الخ. بحر ص۲۹۳/ج۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه كوئٹه.

[3] طحطاوى على المراقى ،ص ۲۲۹/ فصل فى كيفية تركيب افعال الصلوٰة ،مطبوعه مصر.

واجبات نماز

سوال:۔(۱) نماز کے واجبات کیا کیا ہیں؟

(۲) تکبیر قنوت یعنی ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا دعاء قنوت پڑھنے کے واسطے کیا یہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱-۲) ''ولها واجبات وهی قرأة فاتحة الكتاب وضم سورة وتعيين القرأة فی الاوليين وتقديم الفاتحة على السورة ورعاية الترتيب فيما يتكرر وتعديل الاركان والقعود الاول وتشهد ان ولفظ السلام وقنوت الوتر وكذا تكبير قنوته[۱]''اھ درمختار۔

اس عبارت میں واجبات کی بھی کافی تعداد آگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا بھی واجب ہے لیکن رفع یدین واجب نہیں صرف سنت ہے،''ولا يسن رفع يديه الا فی تكبيرة افتتاح وقنوت وعيد الخ''[۲] درمختار۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۸۵ھ

---

[۱] درمختار مع ردالمحتار نعمانیه، ج ۱/ص ۳۱۵/ شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۶۸/ قبیل مطلب مهم فی تحقيق متابعة الامام، باب صفة الصلاة. المحيط البرهانی ص ۸۵/ ج ۲/ الفصل الثانی، فصل فی الخروج عن الصلوة بفعل المصلی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل. طحطاوی ص ۲۰۰/ فصل فی بيان واجبات الصلوٰة.

[۲] درمختار مع ردالمحتار نعمانيه، ج ۱/ص ۳۴۰/ شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۰۴/ قبيل مطلب فی عقد الاصابع. عالمگيری کوئٹه ص ۷۳/ ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلوٰة الخ.

تعدیل ارکان کی مقدار

سوال:۔ ہمارے امام صاحب رکوع سے قومہ میں پہنچتے پہنچتے ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہہ لیتے ہیں، اور پھر فوراً ''اللّٰہ اکبر'' کہہ کر سجدہ میں چلے جاتے ہیں، تعدیل ارکان واجب ہے، کیا اس سے تعدیل ارکان ادا ہوتا ہے، اور نماز فاسد نہیں ہوتی ہے؟ مقتدیوں کو تحمید اس وقت کہنا چاہئے جب امام پورا ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہہ چکے، اور امام صاحب قومہ میں مقتدیوں کو تحمید کا ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ رکوع سے سیدھے کھڑے ہوجاتے ہیں، کہ تمام اعضاء معتدل ہوجائیں تو قومہ ادا ہوجاتا ہے، اس سے فساد نماز کا حکم نہ ہوگا، کچھ قدرِ قلیل وقفہ کرلیا کریں، جس میں مقتدی ربنا لک الحمد پڑھ لیں تو بہتر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں کوئی واجب ترک ہوگیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے

سوال:۔ ایک شخص نے نماز میں واجب ترک کردیا اس نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ

---

[1] ثم یرفع راسه من رکوعه مسمِّعا ویکتفی به الامام ویکتفی بالتحمید المؤتم .....ویقوم مستویاً (الدرمع الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۳۴/ باب صفة الصلاة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۶)

وتعدیل الأرکان ای تسکین الجوارح قدرتسبیحة فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منهما قال الشامی فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومة بینهما حتی یطمئن کل عضو منه الخ درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۶۴/ج ۱/ باب صفة الصلوٰة، مطلب قدیشار الیٰ المثنی باسم الاشارة الخ مجمع الانهر ص ۱۳۲/ج ۱/ باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت. البحر ص ۲۹۹/ج ۱/ الماجدیه کوئٹه.

ادا کیا، واجب نماز کے اندر چھوٹا تھا، اور سجدۂ سہو نماز کے بعد کیوں ادا کیا، کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی اور بھول کر سلام پھیر دیا جب ہی یاد آ گیا اور کھڑے ہوکر نماز پوری کر لی اور سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز ہوگئی، شامی وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۵ھ

نماز میں غلطی کی وجہ سے اعادہ!

سوال:۔ کچھ لوگ کافی دنوں سے نماز پڑھ رہے تھے، مگر انہیں غلط یاد تھی، اب امام صاحب سے صحیح کر لی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ پچھلی دس بیس تیس سال کی غلط نمازوں کی قضا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابتداء سے نماز کو صحیح نہ کرنا بہت بڑی کوتاہی ہے، تاہم جیسی نماز ان کو آتی تھی انہوں نے پابندی سے ادا کی جو کوتاہی اور غلطی ہوئی حق تعالیٰ معاف فرمائے، اب دس بیس تیس سال کی نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سلم مصلی الظهر مثلاً علی راس الرکعتین توهماً اتمامها اتمها رابعاً وسجد للسهو لان السلام ساهیا لایبطل (الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص ۵۵۹/) کتاب الصلاة باب سجود السهو. المحیط البرهانی ص۳۲۵/ج۲/ الفصل السابع عشر سجود السهو، نوع آخر فی سلام السهو، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] ولو أخبر هم الامام انه أمهم شهرا بغیر طهارة او مع علمهٔ بالنجاسة المانعة لایلزم الاعادة. البحر الرائق ،ج ۱/ص ۳۶۶/ باب الامامة. النهر الفائق ص۲۵۵/ج ۱/ باب الامامة، دارالکتب العلمیه بیروت. فتح القدیر ص۳۷۵/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالکفر بیروت.

تین سجدے کرنے سے نماز کا اعادہ

سوال:۔ایک شخص نے ایک رکعت میں تین سجدے کئے اور آخر میں سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا اس کی نماز درست ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز واجب الاعادہ ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ اگر وقت کے اندر بالغ ہو جائے تو اس نماز کا اعادہ

سوال:۔زید صبح صادق سے قبل بالغ ہوا تو اس پر عشاء کی نماز پڑھنا ضروری ہوگی یا نہیں؟ اور اگر عشاء کی نماز پڑھ کر سویا تھا تو عشاء کی نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید پر صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز فرض ہوگی، لہٰذا اگر بلوغ سے پہلے پڑھ چکا ہے تو اس کا اعادہ کرے کیونکہ بلوغ سے پہلے جو نماز اس نے پڑھی ہے وہ نفل ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بعد بلوغ اس فرض کو ادا کرے اگر وقت کے بعد بیدار ہوا ہے تو قضا ضروری ہے، ''**صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضائھا درمختار قال الشامی لانھا وقعت نافلۃ ولما احتلم فی وقتھا صارت فرضاً**

---

[1] **قال فی التجنیس کل صلاۃ أدیت مع الکراھۃ فانھا تعاد، طحطاوی علی المراقی** ص ۲۸۰/ **فصل فی المکروھات، مطبوعہ مصری. شامی زکریا** ص ۱۴۷/ ج ۲/ **مطلب کل صلاۃ ادیت مع الکراھۃ الخ باب صفۃ الصلوۃ. بحرالرائق** ص ۳۰۰/ ج ۱/ **باب صفۃ الصلوۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.**

علیہ لان النوم لایمنع الخطاب فلیزمہ قضائھا فی المختار ولو استیقظ قبل الفجر لزمہ اعادتھا اجماعاً۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی ۶/۱/۵۴ھ

امام سے پہلے رکوع یا سجدہ

سوال:۔اگر کوئی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا مکروہ ہے ،لیکن اگر اس رکوع وسجدہ میں امام بھی پہنچ گیا تو نماز درست ہوجائے گی ،اگر اس مقتدی نے امام کے رکوع یا سجدہ میں پہنچنے سے پہلے سر اُٹھالیا، یعنی امام کے ساتھ رکوع وسجدہ میں شرکت بالکل نہیں کی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی" لورکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریماً والا لایجزیہ الخ درمختار علی ردالمحتار ج ۱/ص ۴۸۸/ نعمانیہ۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

قومہ اور جلسے میں تاخیر

سوال:۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قومہ اور جلسہ میں اتنی دیر ٹھہرتے تھے کہ گمان

---

[1] درمختار مع ردالمحتار ،ج ۱/ص ۴۹۴/ نعمانیہ مطلب اذااسلم المرتد باب قضاء الفوائت شامی کراچی ،ج۲/ص ۷۶/ قبیل باب سجود السھو. البحر ص ۹۰/ج۲/ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. سکب الانھر ص۲۱۸/ج ۱/ باب قضاء الفوائت، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[1] قبیل باب قضاء الفوائت ،شامی کراچی، ج۲/ص ۶۱. طحطاوی علی المراقی ص ۳۷۱/ باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مصری.

ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے کیا آج کل امام بھی سنت کی پیروی میں ایسا کر سکتے ہیں بشرطیکہ مقتدیوں کو گراں نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تاکید ہے کہ نماز ہلکی پڑھائی جائے کیونکہ نماز میں بیمار ضعیف، حاجتمند (جس کو جلدی فارغ ہوکر جانا ہے) ہوتے ہیں، البتہ تنہا پڑھے تو جس قدر چاہے طویل پڑھے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں متعدد امور کی کوتاہی

سوال:۔ وہ ارکان جن کی ادائیگی دانستہ طور پر اس طرح کی جاتی ہے، اور اب ایک رواج کی صورت تک پہنچ چکی ہے۔

(۱) قومہ صحیح ادا نہ کرنا، رکوع سے حسب سابق سیدھا کھڑا نہ ہونا، اور سجدہ میں چلے جانا۔

(۲) جلسہ صحیح ادا نہ کرنا، پہلے سجدہ کے بعد حسب سابق سیدھا نہ بیٹھنا اور فوراً دوسرے سجدہ میں چلے جانا۔

(۳) دوران نماز خصوصاً قیام میں بار بار کھانسنا، بار بار ہاتھ اُٹھا کر کسی جگہ کھجلانا، کپڑے سمیٹنا۔

---

[1] عن ابی هريرة ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلّم قَالَ اِذَااَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَالْمَرِيْضَ فَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ (ترمذی شريف، ج ۱/ص ۳۲ (مطبوعه رشيديه دهلی) ابواب الصلوٰة ،باب ماجاء اذا ام احد كم الناس فليخفف.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی لوگوں کی امامت کرے تو نماز ہلکی پڑھائے کیونکہ اس میں بچے، کمزور لوگ اور بیمار لوگ بھی ہوتے ہیں، پس جب تنہا پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔

(۴) التحیات میں بیٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے قمیص کے دامن کو کھینچ کر درست کرنا

(۵) دورانِ رکوع اپنے ہاتھ گھٹنے سے ہٹا کر پنڈلی اور ران وغیرہ کو کھجلانا۔

(۶) دورانِ سجدہ ایک ہاتھ اُٹھا کر کانوں، منہ وغیرہ کو کھجلانا، اسی طرح پاؤں کو دورانِ سجدہ اٹھالینا۔

(۷) دورانِ نماز آستین چڑھا کر رکھنا، جبکہ قمیص بھی پوری آستین والی ہے، ان تمام امور سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی ہے تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان جملہ امور میں احکام شرعی کی رعایت لازم ہے، بعض کے ارتکاب میں کراہت ہلکی ہے، بعض میں شدید ہے بعض میں فسادِ نماز کا بھی مظنہ ہے، نماز ام العبادات ہے، تھوڑی سی بے توجہی اور غفلت سے اس کو ناقص اور فاسد کر دینا بڑا خسارہ ہے، اپنے عمدہ لباس پر معمولی دھبہ برداشت نہیں کیا جاتا، جو فریضہ اور تحفہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ عالی میں پیش کیا جائے اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ہر قسم کے دھبہ سے صاف رکھ کر پیش کیا جائے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] العمل الکثیر یفسد الصلاۃ والقلیل لا واختلفوا فی الفاصل بینهما علی ثلاثة اقوال الی قوم الثالث انه لو نظر الیه ناظر من بعید ان کان لایشک انه فی غیر الصلوۃ فهو کثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد وهٰذا هو الاصح الخ عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۱-۱۰۲/ الفصل الاول فیمایفسدها، المحیط البرهانی ص۱۶۳/ج۲/ النوع الثانی فی بیان الافعال المفسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۸۴-۳۸۵/ج۲/ باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطلب فی التشبه باهل الکتاب ویکره للمصلی ان یعبث بثوبه او لحبته او جسده وان یکف ثوبه بان یفرع ثوبه من بین ایدیه او من خلفه اذا اردا السجود. عالمگیری کوئٹه ص۱۰۵/ج۱/ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاۃ الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۰۶/ج۲/ باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطلب فی کراهة التحریمة الخ. بدائع الصنائع زکریا ص۵۰۶/ج۱/ مایستحب فی الصلاۃ ومایکره.

رکوع میں جاتے وقت پائجامہ اوپر کرنا

سوال:۔ ایک حافظ قرآن عالم دین مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، دیکھا گیا کہ ان کا پائجامہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا ہے، البتہ بوقت رکوع ٹخنوں سے نیچے ہوجاتا ہے، بربناء احتیاط امام صاحب موصوف ٹخنے والا حصہ قدرے اوپر کرلیتے ہیں، کیونکہ ٹخنے چھپ جانے پر احادیث مقدسہ میں سخت وعید وارد ہوئی ہیں، نیز کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کورے کپڑے کا کرتہ پائجامہ دھلنے کے بعد چھوٹا ہونے کے خیال سے اکثر بڑھا کر سلوائے جاتے ہیں، بہرکیف مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں بوقت ضرورت ٹخنے والا حصہ تھوڑا سا اوپر کرلیا جائے تو آیا اس سے نماز فاسد اور باطل ہوجاتی ہے؟

ایک صاحب پابند صوم وصلوٰۃ نے اس مذکورہ فعل سے فتنہ کی صورت پیدا کرکے باجماعت نماز ترک کرکے اکیلے پڑھنا شروع کردی ہے، دوسرے نمازیوں نے شخص مذکور کے فعل ترک جماعت سے کوئی اثر نہیں لیا ہے، لیکن اس طرح نمازیوں کو شک میں ڈالنا بھی اچھا نہیں ہے، اب جواب طلب امور یہ ہیں:۔

(۱) امام صاحب کا مندرجہ بالا فعل ایسا ہے کہ اس سے نماز فاسد اور باطل ہوجاتی ہے؟

(۲) نیز شخص مذکور کا اعتراض اور باجماعت نماز ترک کرکے اپنی علیحدہ نماز صحیح ہے یا غلط؟

(۳) شخص مذکور بظاہر فتنہ کا دروازہ کھول کر جو کہ قتل سے بدتر فعل ہے اس کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ امام صاحب پائجامہ اوپر باندھتے ہیں تاکہ ٹخنے نہ ڈھکنے پائیں، تو اس سے نماز میں کراہت نہیں، حرکت خفیفہ سے اگر پائجامہ اوپر کرلیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی[1]

---

[1] ویکرہ ایضا ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ (بقیہ آئندہ پر)

(۲) جبکہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے تو جماعت ترک کرکے الگ نماز پڑھنا غلط طریقہ ہے[۱]

(۳) ایک غلطی انہوں نے کی اور دوسری غلطی اور لوگ کریں کہ ان کے اسی فعل کو قتل سے زیادہ بدتر بتلائیں دونوں غلط ہے ان کو اپنے فعل کی اصلاح لازم ہے، اور دوسرے لوگوں کو اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے، ایسے الفاظ ہرگز نہ کہیں کہ قتل سے زیادہ سخت ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۰ھ

الفاظ تشہد میں اضافہ

سوال: ۔التحیات میں " اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ " کے بعد وحدہٗ لاشریک لہٗ پڑھنا چاہئے یا نہیں، یہ سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جگہ " وحدہٗ لاشریک لہٗ" پڑھنا بعض روایات میں آیا ہے[۳] لیکن عبداللہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) او من خلفه عند السجود الخ حلبی کبیر ص ۳۴۸ کراهية الصلوة مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۶ فصلی فی المكروهات.

[۱] والجماعة سنة مؤكدة للرجال وفی الشامية ان تركها مرة بلاعذر يوجب اثما الخ الدرالمختار مع الشامی زكريا، ج۲/ص ۲۸۷/باب الامامة قبيل مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۳۱-۲۳۲/ باب الامامة. حلبی كبير ص۵۰۸/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[۲] اعلم ان احسن احوالک ان تحفظ الفاظک من جميع الآفات اللتی ذكر نا ها من الغيبة والنميمة والكذب والمراء والجدال وغيره الخ اتحاف السادة المتقين، ج۷/ص ۴۵۹/ الآفة الاولی الكلام فيما لايعينک (مطبوعه دارالفكر بيروت)

[۳] "قال ابن عمر زدت فيه وحده لاشريک له الحديث. (ابوداؤد شريف، ج۱/ص ۱۳۹/ كتاب الصلوٰة باب التشهد)

ابن مسعودؓ کی روایت میں نہیں[1]، اسی کو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار فرمایا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تشہد میں والطیبات کو السلام کے ساتھ ملا کر پڑھنا

سوال: ۔تشہد میں لفظ والطیبات کو لفظ السلام علیک سے ملانا افضل ہے، یا جدا پڑھنا افضل ہے اور دوسرے لفظ وبرکاتہٗ کو السلام علیک سے ملانا افضل ہے یا جدا پڑھنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جدا کر کے پڑھنا افضل ہے، یہ مقولہ الگ الگ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد مقتدی کا رکوع میں جانا

سوال: ۔جس جگہ نماز میں بہت زیادہ آدمی ہوں وہاں کوئی شخص آکر نماز میں ملا امام رکوع سے اُٹھ گیا اس شخص کو معلوم نہیں ہوا، تو آیا اس شخص کو نماز ملی یا نہیں؟

---

[1] راجع لحدیث ابن مسعود مرفوعاً سنن ابی داؤد، ج ۱/ص ۱۳۹/ باب الشتهد.

[2] "واشهرها واصحها تشهد عبداللّٰه بن مسعودؓ ..... ولذاختاره الحنفية وكذا الحنابلة" (معارف السنن، ج۳/ص ۸۳/ باب ماجاء فی التشهد، مكتبه نوريه ديوبند)

[3] رُوِیَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰه عليه وَسلّم لَمَّا عُرِجَ بِهٖ اَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ تَعَالیٰ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اھ مرقاة المفاتيح، ج ۱/ص ۵۵۶/ باب التشهد مطبع اصح المطابع ممبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تحقیق ہو جائے کہ امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد کوئی شخص شامل نماز ہوا تو اس کو وہ رکعت نہیں ملی، اگر اس نے بعد میں نہیں پڑھی تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مقتدی کی رکوع میں شرکت بغیر تسبیح

سوال: ۔ایک آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہوا کہ امام رکوع میں تھا، رکوع میں امام کے ساتھ شرکت تو ہوئی مگر بہت کم یہاں تک کہ رکوع کی تسبیح ایک مرتبہ بھی نہیں پڑھی کہ امام نے سر اٹھالیا تو رکعت مل گئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مقتدی کو یہ رکعت مل گئی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۸۶ھ

---

[1] نعم تکون المتابعة فرضاً، بمعنیٰ ان یأتی بالفرض مع امامه اوبعده کمالورکع امامه فرکع معه مقارنا اومعاقباً اوشارکه فیه اوبعد مارفع منه فلولم یرکع اصلا اورکع ورفع قبل ان یرکع امامه ولم یعده معه او بعده بطلت صلاته،شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۷۱/ مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام)شامی زکریا ،ج۲/ص ۱۶۶/. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۷۰/ باب ادراک الفریضة، مطبوعه مصری.

[2] ادرک الامام فی الرکوع فکبر قائما ثم شرع فی الانحطاط وشرع الامام فی الرفع الاصح أن یعتدبها اذا وجدت المشارکة قبل أن یستقیم قائما وان قل (هندیه کوئٹه ص ۱۲۰/ج۱/ کتاب الصلاة. الباب العاشر فی ادراک الفریضه. حلبی کبیری ص ۳۰۵/ صفة الصلوة، طبع لاهور. طحطاوی ص ۳۷۰/باب ادارک الفریضه، طبع مصر)

سنن میں قعدۂ اولیٰ فرض ہے یا واجب

سوال:۔ (۱) سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ ونوافل کی چار رکعت میں درمیان کا قعدہ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) اگر چار رکعت سنت ظہر یا سنت جمعہ کی نیت کرے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھے یا چار رکعت، نیز دو یا چار کا پڑھنا واجب ہے؟

(۳) اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ابتداء دو رکعت واجب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں فقہاء کے دو قول ہیں بعض فرضیت کے قائل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو قعدہ فرض واجب ہو گیا[۱]

(۲) چار پڑھے اور ان کا پڑھنا سنت ہے واجب نہیں[۲] (۳) نہیں[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۵۹ھ

جواب صحیح ہے، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۵۹ھ

---

[۱] ولها واجبات .....والقعود الاول ولوفی نفل فی الاصح (الدر) فاذا قام الی الثالثة تبین ان ماقبلها لم یکن اوان الخروج من الصلاة فلم تبق القعدة فریضة(شامی نعانیه ، ج ۱/ص ۳۱۳/ مطلب قدیشار الی المثنی باسم الاشارة الموضوع للمفرد. المحیط البرهانی ص ۲۲۰/ج ۲/ صلاة التطوع، مطبوعه ڈابهیل.

[۲] والقضاء سنة فی السنة (بحر ملخصاً ، ۲/ص ۸۰/قضاء الفوائت)

[۳] نوی ان یتطوع اربعاً وشرع فهو شارع فی الرکعتین عندابی حنیفة ومحمد(عالمگیری، ج ۱/ص ۱۱۳/ فی النوافل. شامی کراچی ص ۴۵۹/ج ۱/ باب صفة الصلوة)

بغیر سلام پھیرے نماز کو ختم کرنا

سوال:۔ اگر امام کسی فرض نماز میں آخری قعدہ میں بغیر کسی طرف سلام پھیرے ہوئے دعا مانگنا شروع کردے، اور دعا کے ختم پر مصلیٰ سے اٹھ جائے مقتدیوں نے جب امام سے پوچھا کہ آپ نے بغیر کسی طرف سلام پھیرے دعاء کیسے مانگی، کیا نماز ہوئی امام صاحب نے جواب دیا نماز ہوگئی، امام صاحب ایک عالم ہیں، اس لئے براہ کرم واضح حوالہ کے ساتھ جواب ارسال کریں، کیا واقعۃً نماز بغیر سلام پھیرے ہوئے ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز کے ختم پر سلام واجب ہے جیسا کہ کتب فقہ درمختار بحر[1] وغیرہ میں مذکور ہے، ترک واجب اگر سہواً ہوا ہو سجدہ سہو لازم ہوتا ہے[2]، اگر سجدہ سہو نہیں کیا، یا واجب کو عمداً ترک کیا تو اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے۔[3]

---

[1] (ولها واجبات)منها)لفظ السلام (شامی زکریا، ج۲/ص ۱۶۲/مطلب واجبات الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة) بحر ،ج ۱/ص ۳۰۱/ باب صفة الصلوٰة (مطبوعه پاکستان) حلبی کبیر ص۲۹۸/ج ۱/ قبیل بیان صفة الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی علی الطحطاوی ص۲۰۳/ فصل فی بیان واجبات الصلاة.

[2] ویجب السجود بترک واجب سهوا الخ سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۲۰/ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت. تاتارخانیه کراچی ص۷۱۴/ج ۱/ فی بیان مایجب به سجود السهو. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۴-۵۴۳/ج۲/باب سجود السهو.

[3] وتعادو جوباًفی العمدوالسهوأن لم یسجد لهٗ (درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۴۵۶/ کتاب الصلاة، مطلب واجبات الصلاة)

تنبیہ :۔اگر ختم نماز پر سلام زبان سے تو کہا اور منھ نہیں پھیرا تو نہ سجدہ سہو واجب ہوا نہ اعادۂ نماز واجب ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۱۴۰۰ھ

نماز میں کیا خیال رکھنا چاہئے

سوال:۔(۱) نماز میں اگر کسی چیز کا خیال آوے مثلاً شہر دوکان مکان کا اور وہیں جم جاوے اور نماز پڑھتا رہے کچھ بھول بھی نہ ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) ایک شخص ایک کونے میں نماز پڑھ رہا ہے، مگر وعظ ونصیحت بھی ہو رہا تھا، وہ بھی سن رہا ہے، اور نماز ادا کر رہا ہے، تو اس سے نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟

(۳) اگر کوئی حاجی کعبہ شریف کا اور رخ اقدس کا نماز میں دل میں خیال رکھے تو اس کی بھی نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/ اگر فرض وواجبات صحیح ادا کردے تو فریضہ نماز ادا ہو جائے گا، مگر اللہ پاک کی خوشنودی کا ذریعہ اور گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ نماز اس وقت بنے گی جب دل بھی اللہ کے سامنے حاضر رہے گا اور اس کی عظمت سے بھرا ہوگا، اس لئے پوری کوشش کی جاوے کہ دل میں کوئی دوسرا خیال جمنے نہ پائے۔[2]

---

[1] وفی قوله لفظ السلام اشارة الی ان الالتفات به یمیناً ویساراً لیس بواجب وانما هوسنة (البحرالرائق، ج ۱/ص ۳۰۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه پاکستان. مجمع الانهر ص ۱۳۳/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت. النهرالفائق ص ۱۹۹/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه، بیروت)

[2] یجب حضور القلب عند التحریمة فلواشتغل قلبه یتفکر مسألة مثلا فی اثناء الارکان فلانستحب الاعادة وقال البقالی لم ینقص اجره الا اذا قصرالخ شامی زکریا، ص ۹۴/ کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، مطلب فی حضور القلب والخشوع.

(۳) عین نماز کی حالت میں یہ دھیان جمائے کہ اللہ پاک کو میں دیکھ رہا ہوں اور اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۷ھ

[1] فی روایة عمربن الخطاب اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ الْحَدِيْث، مشكوٰة شريف ،ص ۱۱/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الايمان. مسلم شريف ص۲۷/ج ۱/ كتاب الايمان، مطبوعه رشيديه دهلى. بخارى شريف ص ۱۲/ج ۱/ كتاب الايمان، باب سوال جبريل النبى صلى الله عليه وسلم عن الايمان الخ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

سننِ نماز

حالت قیام میں کھڑے ہونے کی کیفیت

سوال:۔نمازی کو حالت قیام میں سیدھا کھڑا ہونا چاہئے یا آگے کی طرف سر جھکا کر کھڑا ہونا چاہئے؟ اگر سر جھکانے کا حکم ہے تو کتنی مقدار جھکائے؟ ایک عالم صاحب حضرت گنگوہیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حالت قیام میں آگے کی طرف سر اتنا جھکانا چاہئے کہ سر قدم کے محاذاۃ سے آٹھ انگلیوں کی مقدار آگے بڑھ جائے، کمر سے جھکانا شروع کرتے ہیں اور آٹھ انگلیوں کی مقدار قدم سے بڑھاتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا حوالہ دیا جائے کہ مولانا گنگوہیؒ نے کس کتاب میں لکھا ہے، ان کی عبارت نقل کی جائے، تب اس میں غور کیا جاسکے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۰ھ

---

[1] **تنبیہ**: کھڑے ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جھکا ہوا نہ ہو بلا عذر اتنا جھکنا کہ آدمی اپنے گھٹنوں کو پکڑ سکے درست نہیں۔ قولہ منها القيام يشمل التام منه وهو الانتصاب مع الاعتدال وغير التام وهو الانحناء القليل بحيث لاتنال يداه ركبتيه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قدمین کے درمیان فاصلہ

سوال:۔ حالت نماز میں پہلی رکعت میں دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ چھ انگل تھا اور دوسری رکعت میں وہ فاصلہ چار انگل رہ گیا، تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کوئی خرابی نہیں مگر چار انگل کا فصل مستحب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۰ھ

رفع یدین

سوال:۔ رفع یدین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رفع یدین سات جگہ سنت مؤکدہ ہے تکبیر تحریمہ کے وقت، دعاءِ قنوت، تکبیرات عیدین استیلام حجر، صفا ومروہ، عرفات، جمرات "ولا یسن مؤکدامع رفع یدیه الا فی سبع مواطن کما ورد تکبیرة افتتاح وقنوت وعید واستیلام والصفا والمروة وعرفات والجمرات"[2]، درمختار، ج ۱/ص ۵۴۸/ان مواضع کے علاوہ سنت مؤکدہ نہیں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ردالمحتار علی الدرالمختار کراچی ص ۴۴۴/ج ۱/ باب صفة الصلاة بحث القیام. البحرالرائق ص ۲۹۲/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [1] ویسن تفریج القدمین فی القیام قدراربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع اماإذا کان به سمن فالامر علیه سهل (طحطاوی علی المراقی، ص ۲۱۲/ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۴۴۴/ج ۱/ باب صفة الصلاة مبحث القیام. عالمگیری ص ۷۳/ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلاة الخ، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور عام نمازوں میں بجز تکبیر تحریمہ اور کسی جگہ سنت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

رفع یدین

سوال:۔ رفع یدین کرنا چاہئے یا نہیں، اگر نہیں کرنا چاہئے تو اس کی دلیل لکھئے کہ کہیں منع ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر افتتاح کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے ''عن علقمة قال قال عبداللّٰه ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلوٰة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة رواه الثلاثة وهو حدیث صحیح [۱] آثار السنن، ج ۱/ص ۹۶/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

عورتوں کے ذمہ نمازِ عید نیز رفع یدین وغیرہ

سوال:۔ میں نے سنا ہے کہ عورت نماز عید نہ گھر اور نہ عیدگاہ میں پڑھے گویا عورت پر واجب نہیں، اس کے متعلق جلد آگاہ کریں، عورت اگر نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھے تو کیسا ہے؟ جو جماعت اہل حدیث کہلاتی ہے وہ قرآن میں آیتیں نکال نکال کر دکھاتی ہے، اور کہتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو فرمایا ہے، یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] الدر المختار مع الشامی، ج ۱/ص ۳۴۰/ قبیل مطلب فی عقد الاصابع، شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۰۶/ باب صفه الصلاة.

(صفحہ ہذا) [۱] آثار السنن، ج ۱/ص ۱۰۳/ باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح (طبع کلکتہ)

کر کے یعنی اتنی رکعت فرض یا سنت واسطے اللہ پاک کے میرا منہ طرف کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر یہ غلط ہے، اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کیلئے کیا ہے، آپ ہم کو بتلائیں ،قرآن پاک میں کس جگہ انکار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت پر نماز عیدین نہیں[۱]، نہ اس کے ذمہ عیدگاہ میں جانا ہے[۲]، نہ گھر پر نماز عید لازم ہے، عورت پر جمعہ بھی نہیں[۳]، اس کو چاہئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز ادا کرے، جمعہ کے لئے جامع مسجد نہ جائے[۴]، اگر دل کے ارادہ کو زبان سے بھی کہے تو منع نہیں[۵]، قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو کہا ہے، کسی حدیث شریف میں یہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین ہمیشہ کرنے کو فرمایا ہو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز

---

۱ تجب صلاة العيدين على من تجب عليه الجمعة بشرائطها. النهر الفائق ص ۳۶۶/ ج ۱/ باب صلاة العيدين، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت. طحطاوى ص ۴۳۳/ باب احكام العيدين، مطبوعه مصرى.

۲ ويكره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعيد الخ شامى كراچى ص ۵۶۶/ ج ۱ باب الامامة.

۳ والجمعة فرض آكد من الظهر على كل من اجتمع فيه سبعة شرائط وهى الذكورة خرج به النساء، مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۴۱۱/ باب الجمعة، مطبوعه مصرى.

۴ ومن لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادى لهم ان يصولو الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان واقامة. فتاوىٰ قاضيخان على الهنديه ص۱۷۷/ ج ۱/ باب صلاة الجمعة. فتاوىٰ هنديه ص۱۴۵/ ج ۱/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة.

۵ ومن عجز عن احضار القلب فى النية او يشك فى النية يكفيه اللسان، طحطاوى على المراقى ص۱۷۴/ باب شروط الصلاة، مطبوعه مصرى. نهر الفائق ص۱۸۷/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت. الدر المختار على الشامى كراچى ص ۴۱۵/ ج ۱/ باب شروط الصلاة.

شروع فرماتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے، اور بس پھر کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ زیلعی[۱] میں اسکی سند مذکور ہے قرآن پاک میں تو رفع یدین کا حکم تو کہیں مذکور نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۸ھ

رفع یدین کی حکمت

سوال: ۔شیعہ مجتہد نے بیان کیا کہ حدیث اہل سنت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ آستین میں بت لیکر نماز پڑھتے تھے حکم ہوا کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو کیا یہ مضمون کسی حدیث کا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ تھا کہ وہ اشتہار بھیج دیا جاتا تا کہ اس کا منشاء معلوم ہو جاتا کہ ان روایات کو غیر معتبر اور موضوع قرار دینا ہے، کتب سے بدظن کرنا مقصود ہے یا اپنے مسائل کتب مذکورہ سے ثابت کرنا ہے، یا یہ بتانا ہے کہ ان لوگوں کا عمل اپنی کتب پر نہیں یا کچھ اور مقصود ہے، تا کہ اس کے مطابق جواب تحریر کیا جاتا، تاہم مختصراً عرض ہے کہ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ،

---

[۱] حدیث اخر اخرجه ابوداؤد والترمذی عن وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه قال قال عبداللّٰه بن مسعود اَلَااُصَلِّی بِکُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم؟ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّافِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ انْتَهی وِفِیْ لَفْظٍ فَکَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اَوَّلِ مَرَّةٍ ثُمَّ لَایَعُوْدُ قال الترمذی حدیث حسن (نصب الرایة ،ج ۱ /ص ۳۹۴/)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز نہ پڑھاؤ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اول مرتبہ (تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ج ۱/ص ۲۰۲/ میں رفع یدین کی متعدد حکمتیں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے[۱] ''وَزَادَبُنُ رُسْلَانَ قِيْلَ اِنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَغَيْرَهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلّى اللّٰه عليه وسلّم وَاَصْنَامُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَاُمِرُوْا بِالرَّفْعِ لِيَسْقُطُوْا'' مجتہد شیعہ نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں ہے اور اعتراض مقصود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

رفع یدین کتنی جگہ ہے

سوال:۔ ایک جماعت اہل حدیث ہے جن کی نمازوں میں فرق ہے وہ جماعت ایک رکعت میں تین مرتبہ رفع یدین کرتی ہے، اور وہ جماعت عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق نہیں بتلاتے مرد بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھتے ہیں اور عورتیں بھی مردوں کی طرح سجدہ کرتیں ہیں، صحیح حدیثوں کا حوالہ دے کر بتلایئے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور وتر میں بھی ان کے یہاں فرق ہے، دو رکعت وتر پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور الحمد للہ اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں پہلے جاتے ہیں پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد میں تسبیح پڑھ کر سیدھے کھڑے ہو کر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء قنوت پڑھتے ہیں پھر سجدہ میں جاتے ہیں غرض کہ ہماری نماز سے بالکل مختلف آپ لکھیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے ؟ تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور زور سے نماز میں آمین کہتے ہیں، یہ کون سے دور کی حدیثوں میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابتداء میں رفع یدین ایک رکعت میں کئی مرتبہ کیا جاتا تھا، اس کے بعد صرف نماز

---

[۱] اوجز المسالک، ج ۲/ص ۴۴/ افتتاح الصلاۃ، رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ الخ، طبع مکۃ المکرمۃ.

شروع کرتے وقت رفع یدین باقی رہ گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسی طرح ثابت ہے پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین فرماتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس کو اختیار فرمایا ہے، دوسرے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کیا جاوے ان کے پاس بھی روایات موجود ہیں، اور یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے جیسا کہ ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں تصریح کی ہے[1] مستقل رسائل بھی لکھے ہیں، بحرالرائق، ج۱ص۳۲۲[2] میں ہے "فلایرفع یدیه عندالرکوع ولاعندالرفع منه ولافی تکبیرات الجنائز لحدیث ابی داؤد عن البراء قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلَم یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِیْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلٰوۃ ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْهُمَا حَتّٰی انْصَرَفَ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی دونوں طرح کے عمل کی روایات ثابت ہیں، "وفی فتح القدیر واعلم ان الاثار عن الصحابة والطرق عنه صلی اللّٰه علیه وسلم کثیرة جد اوالکلام فیها واسع من جهة الطحاوی وغیره والقدرالمتحقق بعد ذٰلک کله ثبوت روایة کل من الامرین عنه علیه الصلوٰة والسلام الرفع عندالرکوع کمارواه الائمة الستة فی کتبهم عن ابن عمر وعدمه کمارواه ابوداؤد وغیره عن ابن مسعود وغیره الخ. البحرالرائق[3]، ج۱/ص۳۲۳/عن عبداللّٰه بن مسعود اَنَّ النَّبِیَّ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم

---

[1] أما ماليس بفرض فهم مخيرون فی ان يفعلوا ماشاؤ وا منه فن الخلاف بين الفقهاء فيه فی الأفضل منه الی قوله وهذا سبيل ماذكرت من امرالآذان والاقامة وتكبيرالعيدين والتشريق ونحوها من الامور التی نحن مخيرون فيها الخ احكام القرآن للجصّاص الرازی ص۲۸۲/ج۱/ سوره بقره باب كيفيت شهود الشهر، مطبوعه قديمی كراچی.

[2] البحرالرائق، ج۱/ص۳۲۲/(مطبوعه كراچی) باب فصل اذا اراد الدخول فی الصلوٰة.

[3] البحرالرائق ص۳۲۳/ج۱/ فصل اذا اراد دخول فی الصلوة، مطبوعه كوئٹه. فتح القدير ص۳۱۱/ج۱/ بيان شروط الصلاة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

كَانَ لَايَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُ بِشَئٍ مِنْ ذَالِكَ[1]، مجمع الزوائد میں روایت موجود ہے کہ دوعورتیں نماز پڑھ رہی تھیں، حضور اکرم ﷺ نے ان کو فرمایا بعض اعضاء کو بعض اعضاء سے ملا کر چپکا کر سجدہ کیا کریں، یعنی مردوں کی طرح کشادگی کیساتھ سجدہ نہ کریں، بلکہ سجدہ کی حالت میں اپنے ذراعین کو زمین سے لگالیں اور عضدین کو سینے سے اور شکم (پیٹ) کو زانو پر رکھ لیا کریں ان کا قعود بھی تورک کیساتھ ہوتا ہے رفع یدین بھی مردوں کی طرح نہیں کریں گی، کسی روایت میں ایسا بھی ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر بعد میں ایک رکعت مستقل پڑھی[2] مگر عامۃً تین رکعت ایک ہی سلام کیساتھ پڑھنے کا معمول تھا[3] حضرت عمر فاروقؓ نے بیس رکعت تراویح کا اہتمام فرمایا اور دیگر صحابہ کا بھی یہی معمول تھا[4] آمین زور سے بھی ثابت ہے[5] یہ کہنا غلط ہے کہ آہستہ سے ثابت نہیں[6] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] طحاوی شریف، ج ۱/ص ۱۳۲/ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

[2] عن ابن عمر ان رجلا من اهل بادية سال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من صلاة اللیل فقال باصبعه هكذا مثنی مثنی والوتر ركعة من آخر اللیل. ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۲۰۱) باب كم الوتر.

ترجمہ: ۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح دو دو رکعت اور وتر کی ایک رکعت رات کے اخیر میں۔

[3] قال النیموی وَعَنْ اَبِیْ خَالِدَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَاالْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍصَلَّی اللّٰه علیه وسلَم اَوْعَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ اَنَّا نَقْرَءُ فِی الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُاللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُالنَّهَارِ رواه الطحاوی (اوجز المسالک، ج۲/ص ۳۵۳/عدد ركعات الوتر ودلائل الثلاث، طبع مكتبه امداديه مكه مكرمه)

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلَم يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَءُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ الحديث (ترمذی، ج ۱/ص ۱۰۶/)باب ماجاء فی الوتر بثلاث. (باقی اگلے صفحہ پر)

مرد وعورت کی نماز میں فرق

سوال:۔ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ مختلف ہے، ایسا کیوں ہے کیا کسی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو اور طریقہ سے نماز ادا کرنی چاہئے یہ طریقہ ہے میرا مطلب سجدہ میں جانے کا طریقہ پاؤں خاص طرح سے رکھنے کا طریقہ ہے جب کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسجد میں یوں نہ بیٹھو جس طرح کتا بیٹھتا ہے بہر حال کچھ اس طرح کے الفاظ ہیں مگر عورتوں کو جس طرح جانا سکھایا جاتا ہے، اس سے کچھ وہی صورت پیدا ہوتی ہے، عورتوں کو اس طرح سجدہ وغیرہ پردہ داری کے خیال سے علماء نے سکھایا ہے تو کیا حدیث اور قرآن کے علاوہ خود ایسے طریقے رائج کئے جاسکتے ہیں مجھے اس سلسلہ میں واضح جواب چاہئے؟

(بقیہ گذشتہ صفحہ) **ترجمہ**:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے،اوران میں مفصلات میں سے نوسورتیں پڑھتے تھے۔

۴ کَانُوْایَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَعَلٰی عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِیِّ مِثْلَهٗ وَفِی الْمُغْنِیْ عَنْ عَلِیِّ اَنَّهٗ أَمَرَ رَجُلًا اَنْ یُّصَلِّی رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً ،قَالَ وَهٰذَا کَالْاِجْمَاعِ (اوجز المسالک، ج۲/ص ۳۰۴/ فصل رکعات التراویح عند الائمة) مطبوعه مکة المکرمه.

۵ عَنْ وَائِلُ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَ صَلَّی اللّٰه علیه وسلّم قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ وَقَالَ آمِیْنَ وَمَدَّبِهَا صَوْتَهٗ (ترمذی شریف، ج ۱/ص ۵۷/ باب ماجاء فی التامین.

ترجمہ:۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول پاک سے سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھی اور آخر میں کہا آمین، اوراس میں اپنی آواز کو بلند فرمایا۔

۶ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم قَرأ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ فَقَالَ آمِیْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ (ترمذی شریف ، ج ۱/ص ۵۸/ باب ماجاء فی التامین.

ترجمہ:. حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے" غیر المغضوب علیهم ولاالضالین" پڑھی اوراس کے بعد کہا آمین اوراس میں اپنی آواز کو پست کیا (یعنی آہستہ سے کہا)

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کے لئے اس طرح سجدہ کرنے کا حکم خود حدیث شریف میں ہے علماء نے حدیث کی مخالفت کرکے یا حدیث سے بے نیاز ہوکر کے کسی مصلحت کی بناء پر یہ حکم اپنی طرف سے نہیں دیا ہے، ''والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها لما روى عن يزيدابن ابى حبيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على امراتين تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الىٰ بعض فان المرأة ليست فى ذٰلک كالرجل اھ زیلعی، ج ۱/ص ۱۱۸/''[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قراءت فاتحہ، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح

سوال:۔ (۱) زید امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا، اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوگی اور کس کی نہیں؟

(۲) بکر آمین بالجہر کا قائل ہے، اور زید آمین بالجہر کا قائل نہیں، کس کا عمل اور قول صحیح ہے؟

(۳) رفع یدین کرنا شریعت محمدیہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۴) زید صلوٰۃ عیدین میں بارہ تکبیر کہتا ہے اور عمر چھ تکبیروں کا قائل ہے، آخر صحیح حدیث کیا ہے؟

(۵) بیس رکعات تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت ہیں یا نہیں؟

---

[1] زیلعی، ج ۱/ص ۱۱۸/ باب صفة الصلاة، مطبوعه ملتان. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۱۷/ طبع مصر. حلبی کبیر ص ۳۲۲/ صفة الصلاة، لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں؟ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا یہ نسبت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اور امام کی طرف، جیسے امام محمد بن حسن یا امام محمد ابن ادریس وغیرہما، یہ لفظ کتب حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا، آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محاکمہ چاہتے ہیں، تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل کے معلوم ہونے پر آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی؟

(۲) یہاں بھی دونوں کی دلیل لکھئے تب محاکمہ سوال کیجئے؟

(۳) افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع یدین احادیث کثیرہ سے ثابت ہے[۱]، اس کے علاوہ بعض مواقع میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔

(۴) یہاں بھی دونوں کی دلیلیں لکھئے، نیز صحیح حدیث کی تعریف کیجئے، مگر یہ تعریف کتاب وسنت سے کیجئے۔

(۵) کیا کسی صحیح حدیث میں تراویح کا لفظ آیا ہے نیز مرفوع حدیث کی تعریف کیا ہے، جو بات لکھیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح فرمان سے لکھیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۸ھ

---

[۱] راجع للبسط باب رفع اليدين فى الصلاة من مجمع الزوائد، ج۲/ص ۲۶۹/ دارالفكر.

مقتدیوں کی اطلاع کیلئے کسی کو آمین بالجہر کیلئے متعین کرنا

سوال:۔ امام صاحب بکر کو حکم دیتے ہیں، کہ میری آواز دور تک نہیں جاتی، لہٰذا تم آمین زور سے (بالجہر) کہدیا کرو تاکہ دوسرے لوگ اس کی آمین سنکر آمین کہیں، جو حنفی مسلک کے خلاف ہے، امام صاحب ضعیف آدمی ہیں، ایک مرتبہ انہوں نے بوجہ کثرت جماعت بکر کو کہا کہ تم آمین بالجہر کہنا تاکہ باقی مقتدیوں کو پتہ چل جائے، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، امام صاحب نے جواب دیا کہ بکر بھی مقتدی ہے اس کو آمین جہراً کہنا جائز ہے، تمام ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف افضلیت میں ہے، احناف کے نزدیک سراً افضل ہے، اور شوافع کے نزدیک جہراً افضل ہے، جیسا کہ اطلاع امام کے لئے سبحان اللہ کہنا شارع علیہ السلام سے ثابت ہے، اس پر عوام الناس نے شور مچایا ہے امام صاحب غیر مقلد ہیں، حالانکہ امام صاحب نے آمین بالجہر کو نہ سنت مؤکدہ کہا ہے نہ اس کے تارک کو مجرم اسلام کہا ہے، بلکہ ایک دفعہ واقعہ ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اطلاع کے لئے آمین بالجہر کہنے کی کیا ضرورت ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا سنت ہے بالجہر سنت نہیں[1] تو پھر بالجہر کہہ کر یا کسی مقتدی سے کہلوا کر شور وشغب کا دروازہ کھولنا قرین دانشمندی نہیں، اور محض ایک مرتبہ آمین بالجہر کہنے سے مقتدیوں کا امام کو غیر مقلد کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/شعبان ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/شعبان ۶۴ھ

---

[1] ویخفونها ای ویخفی الامام والمقتدون اٰمین لقول ابن مسعودؓ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آمین بالجہر سے دوسروں کی نماز پر اثر

سوال: ۔ہم حنفیوں کی جماعت میں اہل حدیث مسلک کے لوگ شریک نماز ہوکر الحمد کے بعد آمین بالجہر اپنے طریقہ کے مطابق بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا بلند آواز سے کہنے سے ہماری نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی، اوران کو مسجد میں آنے سے روکنے کا حق ہم لوگوں کو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کے زور سے آمین کہنے کی وجہ سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوگی، اگر وہ کوئی فتنہ فساد نہیں کرتے، مسجد میں آکر صرف اپنے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں، تو ان کو مسجد میں آنے سے نہ روکیں، نہ ان سے بحث کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

جواب صحیح ہے، لیکن اہل حدیث حضرات کے نزدیک بھی بالجہر آمین کہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف اتنی آواز سے کہنا کافی ہے کہ پاس کا آدمی سن سکے، اسلئے بلاوجہ زور سے چیخنے کے بجائے جہر ادنیٰ پر کفایت کرنی چاہئے، اور حنفیوں کی رعایت کرنی چاہئے کیونکہ اس چیخنے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) اربع یخفیهن الامام التعوذ والتسمیة وآمین وربنالک الحمد الخ، کبیری، ص ۳۰۹/مطبوعه مصر. عالمگیری ص ۷۴/ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلوة وآدابها وکیفیتهما، مطبوعه کوئٹه. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۷۵/ج ۱/ مطلب فی التبلیغ خلف الامام باب صفة الصلوة.

[1] فلایجوز لاحد مطلقاً ان یمنع مؤمناً من عبادة یاتی بها فی المسجد لان المسجد مابنی الا لها من صلاة واعتکاف، البحرالرائق، ص ۳۴/ج ۲/ فصل لمافرغ من بیان الکراهة فی الصلوٰة، مطبوعه کوئٹه. قرطبی ص ۷۴/ج ۱/ الجزء الثانی سوره بقره آیت ص ۱۱۴/ دارالفکر بیروت.

سے یقیناً حنفیوں کی توجہ نماز سے ہٹ کر اس آواز پر جائیگی، لہٰذا یہ طریقہ مذموم ومعیوب ہوگا۔

فقط والسلام

بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۷ھ

تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک ہے

سوال: ۔تکبیر تحریمہ میں شامل ہونے کی حد کیا ہے، پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے پہلے اگر شامل ہوجائے تو تکبیر تحریمہ کی فضیلت ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے) تکبیر اولیٰ میں شامل ہونے کی حد میں اختلاف ہے، مگر صحیح قول یہی ہے کہ جس نے پہلی رکعت پالی اس کو تکبیر اولیٰ کی بھی فضیلت حاصل ہوگئی، ''اما فضیلة تکبیرة الافتتاح فتکلموا فی وقت ادراکها والصحیح من ادرک الرکعة الاولیٰ فقد ادرک فضیلة تکبیرة الافتتاح . کذا فی الحصر فی باب ابی یوسف [1] عالمگیری، مطبوعہ کانپور، ج ۱/ص ۳۵/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، ج ۱/ص ۶۹/ مطبوعہ مصر الباب الرابع، فی صفة الصلوٰة. درمختار مع الشامی زکریا ص ۲۴۰/ج ۲/ وشامی کراچی ص ۵۲۶/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطلب فی وقت ادراک فضیلة الافتتاح. طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۸/ فصل فی بیان سنن الصلوة، مطبوعه مصری.

تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہے

سوال:۔ کسے اگر در رکوع رکعت اولیٰ بجماعت شریک باشد اور ثواب تکبیر اولیٰ حاصل شود یا نہ ثواب تکبیر اولیٰ تا کدام وقت از رکعت اولیٰ باقی ماند۔

الجواب حامداً ومصلیاً

برقول صحیح حاصل شود ہر کہ رکعت اولیٰ نہ یافت ثواب تکبیر تحریمہ نہ یافت ودریں مسئلہ اقوال دیگر نیز ذکر کردہ شدہ قول صحیح ہمیں است کہ تحریر نمودیم کذا فی الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ص ۱۴۹ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہ، الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۵۶ھ

تکبیر اولیٰ کے لئے دوسری مسجد میں جانا

سوال:۔ زید ایک مدرسہ میں پڑھتا ہے، مدرسہ کی مسجد میں اس نے وضو کیا جماعت کھڑی ہو چکی تھی، اور کچھ نماز ہو چکی تھی، کہ وہ وضو سے فارغ ہو کر کسی قریب کی مسجد میں اس لئے جاتا ہے کہ وہاں تکبیر اولیٰ کا ثواب بھی مل جائے گا، یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ کیا

---

[1] واختلف فی ادراک فضل التحریمة علیٰ قولهما فقیل الیٰ الثناء کما فی الحقائق وقیل الیٰ نصف الفاتحة کما فی النظم وقیل فی الفاتحة کلها وهو المختار کما فی الخلاصة وقیل الی الرکعة الاولیٰ وهو الصحیح الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۸ / فصل فی بیان سنن الصلاة، مطبوعه مصری. شامی زکریا ص ۲۴۰ / ج ۲ / باب صفة الصلوة، مطلب فی وقت ادراک فضیلة الافتتاح. هندیه ص ۶۹ / ج ۱ / الباب الرابع فی صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

حکم ہے؟''خروج من المسجد قبل ان یصلی '' مکروہ تحریمی ہے،اورعلت یا حکمت ہے تہمت یا مخالفت امام، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تہمت حکمت ہے (کہ جس کے ساتھ حکم وجوداً یا عدماً دائر نہیں ہوتا) یا یہ علت ہے (کہ جس کے ساتھ حکم وجوداً یا عدماً دائر ہوتا ہے) زید کہتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو کوئی تہمت نہیں لگائے گا، بلکہ سب جانتے ہیں کہ یہ فلاں مسجد میں نماز با جماعت ادا کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱،ص ۲۸ر[1] میں ہے، جماعت کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں کہ پوری نماز امام کے ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعت مسلمین سے ظاہر ہے،اور دوسری جگہ نماز کا ملنا محتمل ہے،اوراس مسجد کا حق تلف ہوتا ہے،اورصورت تہمت واعراض ہے، یہ علت حقیقیہ نہیں کہ طرد وعکس لازم ہو بلکہ یہ امارات ہیں نیز جب کہ خروج عن المسجد بعد النداء کی مخالفت پر نص موجود ہے۔

''ثُمَّ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰه ﷺ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَلَايَخْرُجُ اَحَدُكُمْ ح. حتّٰى يُصَلّٰى اھ'' (اوجز ،ج۲ر ص ۱۳۳).[2]

پھر زید کا تکمیل کو علت قرار دے کر خروج کرنا تعلیل فی مقابلۃ النص ہے، ایسی تعلیل جس سے بطلان نص لازم آئے درست نہیں،اور جن کو فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے،ان کے استثناء پر دلائل موجود ہیں،حتی کہ اگر امام مسجد آخر ہو اوراس کی غیبوبت سے تفریق ناس نہ ہو تو اس کو بھی خروج سے منع کیا گیا ہے، اگر مسجد آخر کا مؤذن ہو لیکن دوسرا شخص اس کی نیابت کر لیتا ہے،تو اس کو بھی منع کیا گیا ہے''قال شرنبلا لی وکرہ خروجه من المسجد اذن فیه

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۴۳ر باب امامت اور جماعت کا بیان، مطبوعہ محمودیہ سہارنپور۔

[2] اوجز المسالک ص ۱۳۳ر ج ۲ر القنوت فی الصحیح، لایخرج احد من المسجد ولایرید الرجوع الخ، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

حتی یصلی الا اذا کان یقیم جماعة اخریٰ کامام وموذن لمسجد اٰخر اھ قوله کامام قیده فی الکبیر وشرح السیر وغیرهما بامام تتفرق الناس بغیبته انه لولم یکن بهذه المثابة لایخرج والظاهر ان المؤذن اذکان من یقوم مقامه عند غیبته یکره لهٗ الخروج ایضاً اھ[1] طحطاوی ،ص ۲۴۹[2] وقد بقی الجنایافی الزوایا۔

فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

تکبیر تحریمہ کے وقت کان کی لو کو چھونا

سوال:۔ ایک صاحب نے مجھ سے اعتراض کیا کہ کان کی لو مس کر کے نیت نہیں باندھئے نماز نہیں ہوتی دریافت طلب امر یہ ہے کہ نیت باندھنے میں ہاتھ کی ہتھیلی کا کان تک یا کان کی لو تک اٹھانا فرض ہے؟ یا سنت؟ یا واجب کیا ہے؟ اگر کسی نے سینے تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی تو نماز ہوگئی یا نہیں یا مکروہ ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر افتتاح کے وقت کانوں کی لو کو مس کرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ حرام ہے، مس کرنے سے اور مس نہ کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس سے معلوم ہوگیا کہ مس کی کیا حیثیت ہے؟ کرے تب بھی مضائقہ نہیں نہ کرے تب بھی حرج نہیں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اوجز المسالک ص۱۳۳ ج۲ القنوت فی الصبح لا یخرج احد من المسجد ولا یرید الرجوع الخ مطبوعه یحیوی سهارنپور.

[2] الطحطاوی علی المراقی ،ص ۳۷۲/ مطبوعه مصر (باب ادراک الفریضة)قبیل باب السجود. درمختار مع الشامی زکریا ص۵۰۸/ج۲/ باب ادراک الفریضة، مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان. فتح القدیر ص۴۷۴/ج۱/ باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالفکر، بیروت.

[3] رفع یدیه غیر مفرج اصابعه ولاضام بل یترکها علی حالها ماسا بابها میه شحمتی اذنیه وقال فی حاشیته هولیس بسنة مستقلة فانه لادلیل علیه فی روایة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بوقت تحریمہ مس اذنین

سوال: ۔شرح وقایہ میں حاشیہ کے اوپر مولانا عبدالحیؒ نے لکھا ہے "**وھو لیس بسنة مستقلة فانه لادلیل علیه فی روایة** "لہٰذا اگر کسی شخص نے رفع یدین کے وقت مس اذنین کیا تو خلاف سنت ہوگا، اور بغیر مس کے سنت ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ نیز مس اذنین کے وقت اکثر لوگوں کی ہتھیلی قبلہ رخ نہیں ہوتی تو یہ خلاف سنت ہوگا یا نہیں، اور بغیر مس کے بھی ہتھیلی قبلہ رخ نہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبارت منقولہ فی السوال کے متصلاً بعد یہ عبارت بھی ہے "**ولعل من استحبه انما استحبه تحقیقا للمحاذاة ودفعًا للوسوسة**[1]"، حاصل یہ ہے کہ اصل سنت (رفع یدین) کی مقدار وتحدید کی تحقیق کے لئے مس ہے پس یہ سنت کی ادائیگی میں معین ہے معارض نہیں ہتھیلی کا قبلہ رخ ہونا مستحب ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

تحریمہ کے بعد ہاتھ کس وقت باندھے

سوال: ۔نیت باندھنے کے بعد دونوں ہاتھ چھوڑ دینا مکروہ ہے یا حرام؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ولعل من استحبه انما استحبه تحقیقا للمحاذاة ،شرح وقایه مع حاشیه، ج ۱/ص ۱۴۳/باب صفة الصلوٰة. شامی کراچی ص ۴۸۲/ج ۱/ باب صفة الصلوة. سعایه ص ۱۵۲/ج ۲/ باب صفة الصلوة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[1] عمدة الرعایة علیٰ شرح وقایه ،نمبر ۱۱/ص ۱۴۳/.

[2] ورفع یدیه ماسا بابهامیه شحمتی اُذنیه هوالمراد بالمحاذاة لانها لاتتیقن الا بذلک ویستقبل بکفیه القبلة. الدرالمختار علی الشامی کراچی ،ج ۱/ص ۴۸۲/ فصل فی بیان تالیف الصلاة الخ شامی زکریا ،ج ۲/ص ۱۸۲/.

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاف سنت ہے، حرام نہیں ظاہر روایت میں تو یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہی فوراً ہاتھ باندھنا سنت ہے، امام محمدؒ سے نوادر کی ایک روایت میں ہے کہ ثناء تک چھوڑے رکھے، ثناء سے فارغ ہوکر ہاتھ باندھ لے ''ووضع یمینه علی یساره کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح اھ درمختار، وھو ظاھر الروایة وروی عن محمد فی النوادر انه یرسلھا حالة الثناء فاذا فرغ منه یضع اھ ردالمحتار، ج ۱/ص ۵۰۸/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف، صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۷ھ

عورتوں کیلئے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا

سوال: ۔عورتوں کے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کیا حدیث اور کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیل، ج ۲/ص ۷۸/ میں ہے[2] " عَنْ وَائِلُ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

---

[1] شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۲۷/مطلب فی بیان المتواتر والشاذ باب صفة الصلاة، شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۸۶. فتح القدیر ص ۲۸۷/ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت. سعایه ص ۱۵۶-۱۵۷/ج ۲/ باب صفة الصلاة، مطبوعه لاھور.

[2] نیل الاوطار للشوکانی، ج ۲/ص ۱۹۱/ باب ماجاء فی وضع الیمین تحت الشمال.

ترجمہ: ۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے سینہ مبارک کے اوپر رکھا۔

ترجمہ: ۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ شرح ترمذی ابی طیب، ص۲۷۷/ عن وائل بن حجر قال رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهٖ تَحْتَ السُّرَّةِ،اعلاء السنن ،ج۲/ص ۱۴۸/[1]

سینے پر ہاتھ رکھنے کی بھی حدیث ہے اور ناف کے نیچے رکھنے کی بھی حدیث ہے، حنفیہ نے اول کو عورتوں کے لئے اور ثانی کو مردوں کے لئے مانا ہے، کیونکہ دوسری حدیث کے لئے حدیث قولی بھی موجود ہے[2]، نیز آثار سے بھی مؤید ہے[3]، پہلی حدیث کے عورتوں کے لئے ہونے کی وجہ بھی بیان کی ہے "لانه استر لها"[4] (اس میں پردہ زیادہ ہے۱۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم صفر ۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم صفر ۵۲ھ

---

[1] اعلاء السنن ،ج۲/ص ۱۷۰/ باب وضع اليدين تحت السرة، مكتبه امداديه مكه مكرمه.

[2] عن ابن عباس رضى اللّٰه عنه قال سمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول (اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ اُمِرْنَا بِتَعْجِيْلِ فِطْرِنَا وَتَاخِيْرِ سَحُوْرِنَا وَاَنْ نَضَعَ اَيْمَانَنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِى الصَّلَاةِ (المعجم الكبير للطبرانى ،ج۱۱/ص ۱۵۹/ حديث ص۱۱۴۸۵/ طبع دارالاحياء التراث العربى.

ترجمہ:۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی اکرم کو سنا آپ نے ارشاد فرمارہے تھے ہم (انبیاءؑ کی جماعت) کو افطار میں تعجیل سحر میں تاخیر کا حکم دیا گیا ہے اور اسکا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

[3] راجع اعلاء السنن للاثار عن ابى مجلز وعلى وابى هريرة اعلاء السنن، ص۱۶۵/ج۲/ باب وضع اليدين تحت السرة، مكتبه امداديه مكه مكرمه.

[4] سعايه ،ج۲/ص۱۵۶/ صفة الصلوٰة (مطبوعه كراچى). بحر ص۳۰۳/ج۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. مراقى الفلاح علىٰ الطحطاوى ص۲۰۹/ فصل فى بيان سنن الصلاة، مطبوعه مصرى.

وضع یدین علی الصدر

سوال: ۔سینہ پر ہاتھ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور عورت کو سینہ پر اگر مرد نے سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تب بھی نماز ہو جائے گی، مگر تارک سنت ہوا "**ووضع یمینه علیٰ یساره تحت سرته مستفتحا لمارویناوهوسنة القیام زیلعی**[1]، ص ۱۱۱/ صفة الصلاة" (ملتان)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز شروع کرتے وقت بسم اللہ

سوال: ۔جب کوئی مصلے پر نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں اور اگر حکم ہے تو کتب نماز میں درج کیوں نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھڑے ہونے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم نہیں[2] بلکہ الحمد للہ شریف شروع کرنے کے وقت حکم ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] زیلعی، ج۱/ص۱۱۱/(مطبوعہ امدادیہ ملتان) باب صفۃ الصلوٰۃ۔

[2] **وفی ذکر التسمیة بعد التعوذ اشارة الی محلها فلو سمی قبل التعوذ اعاد ها بعده لعدم وقوعها فی محلها ولو نسیها حتی فرغ لایسمی لاجل فوات محلها (البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۱۲/ باب صفة الصلاة فصل واذا اراد الدخول شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۲۹/ شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۰/.**

[3] **ویسمی فی کل رکعة قبل الفاتحة ثم قراءة الفاتحة طحطاوی علی المراقی ص۲۲۸/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلوة، طبع مصر.**

ثناء کی حیثیت

سوال: ۔ثناء ہر نماز میں ایک حیثیت رکھتی ہے یا سنت ونفل میں دوسری اور فرض نماز میں کوئی اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض، سنت، وتر، نفل غرض ہر نماز میں پہلی رکعت میں ثناء پڑھی جائے گی، سب میں حیثیت ایک ہی ہے " ویستفتح کل مصل الخ نورالایضاح، ص[1] ۷۳/".

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ثناء پڑھنے کا وقت

سوال: ۔زید امامت کے لئے کھڑا ہوا، اور قد قامت الصلوٰۃ پر نیت باندھ لی، مقتدی اور مکبّر حضرات نے بعد تمام اقامت فوراً نیت باندھی، لیکن امام کے سورہ فاتحہ شروع کرنے کی وجہ سے ثناء نہیں پڑھ سکے، یہ زید کی عادت ہے کہ ثنا پڑھنے کی مہلت نہیں دیتا، بعد نماز عمر نے اعتراض کیا کہ اے زید امام ہم تمام مقتدی مکبّر کب ثنا پڑھیں، زید جواب دیتا ہے کہ ثناء نہ پڑھی جائے تو کوئی بات نہیں، اگر ثناء پڑھنا ہو تو قد قامت الصلوٰۃ پر فوراً میرے ہمراہ نیت باندھو اور ثنا پڑھو، اور ثنا کی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ہے، عمر سوال کرتا ہے زید سے کہ مقتدیوں کو اقامت کا جواب بھی دینا ہوتا ہے، زید کہتا ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دینا چاہئے، عمر زید سے کہتا ہے کہ اگر ہم لوگ قد قامت الصلوٰۃ پر نیت باندھ لیں اور لیکن بکر کب

---

[1] ویسن الثناء لمارویناا (مراقی مع الطحطاوی، ص ۲۰۹/ بیان سننها. بحر کوئٹه ص ۳۰۹/ج ۱/ بیان شروع **الصلوة**. عنایه علی فتح القدیر ص ۲۸۸/ج ۱، دارالفکر بیروت. عالمگیری کوئٹه ص ۲۳/ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلوة و آدابها.)

نیت باندھے اور کب ثنا پڑھے؟ تو زید کہتا ہے کہ زیادہ بولو نہیں ورنہ پٹک کر چڑھ بیٹھونگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''وشروع الامام فی الصلوٰۃ مذقیل قد قامت الصلوٰۃ ولواخرحتی اتمها لابأس به اجماعاً وهو قول الثانی والثلاثة وهو اعدل المذاهب کمافی شرح المجمع لمصنفه وفی القهستانی معزیاً للخلاصة انه الا صح اھ (درمختار)قوله وهوالتاخیرالمفهوم من قوله اخرقوله انه الا صح لان فیه محافظة علیٰ فضیلة متابعة المؤذن واعانة لهٗ علی الشروع مع الامام اھ[1] (ردالمحتار، ج ۱/ص ۳۲۲/) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر نماز شروع کرے تاکہ مکبّر امام کی متابعت بروقت کرلے، امام کو جواب کا وہ طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہئے، جو سوال میں مذکور ہے، ثناء پڑھنا سنت ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۳ھ

سری نماز میں ثناء کا حکم

سوال:۔ سری نماز میں مقتدی کو پہلی رکعت میں رکوع سے تھوڑی دیر پہلے آکر ملنے تک ثناء پڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

---

[1] شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۲۲/ اٰخرباب صفة الصلاة شامی کراچی، ج ۱/ ص ۴۷۹/.

[2] وسننها رفع الیدین للتحریمة ونشر الاصابع الی قوله والثناء والتعوذ الخ (الدرالمختار علی هامش رد المحتار کراچی، ج ۱/ص ۴۷۴-۴۷۵/مطلب سنن الصلوٰۃ. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۰۹/ بیان سنن الصلوة. مصری عالمگیری ص ۷۳/ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلوة الخ، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کے پیچھے ثناء پڑھنا

سوال:۔ اگر آہستہ نمازوں میں یا فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کوئی مقتدی نماز میں شامل ہو جائے کیا وہ اس وقت ثنا پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں پڑھے گا[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقتدی کے لئے ثناء کا پڑھنا

سوال:۔ امام قرائت کر رہا ہے تو مقتدی کو ثنا پڑھنا کیسا ہے اسی طرح سری نماز میں جب یہ یقین ہو کہ امام قرائت کر رہا ہے تو مقتدی کا ثناء پڑھنا کیسا ہے؟

---

[۱] ادرک الامام فی القیام یثنی مالم یبداء بالقرأ ۃ وقیل فی المخافتة یثنی ولو ادرکه راکعا اوساجداً ان اکبر رایه ان یدرکه اتی به (الدرمع الشامی نعمانیه ، ج ۱/ص ۳۲۸/ قبیل مطلب لفظة الفتویٰ اکدوابلغ ،باب صفة الصلاة. منحة الخالق علی البحرالرائق ص ۳۱۰/ج ۱/ باب بیان شروع الصلوة. خانیه علی الهندیه ص ۸۸/ج ۱/ مطبوعه کوئٹه.

[۲] وقرأ کما کبر سبحانک اللهم تارکًا وجل ثناؤ ک الی قوله الا اذا شرع الامام فی القرأة سواء کان مسبوقاً اومدرکاً وسواء امامه یجهر بالقرأة اولافانه لایأتی به. (شامی زکریا، ج۲/ص ۱۸۹/ باب صفة الصلوٰة ،مطلب فی بیان المتواتر بالشاذ)شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۸۸/. خانیه علی الهندیه ص ۸۸/ج ۱/ مطبوعه کوئٹه. بحر ص ۳۰۹/ج ۱/ بیان شروع الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

جہری نماز میں امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد مقتدی ثنا نہ پڑھے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز شروع ہونے کے بعد مقتدی آیا وہ ثنا کب پڑھے

سوال:۔ امام نے سری نماز میں قراءت شروع کردی اس کے بعد زید نماز میں آکر ملا تو وہ اب ثنا کب پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سورت شروع کردی ہے تو زید ثنا نہ پڑھے[2] اگر فاتحہ شروع کی ہے اور امام کے سکتات اور آیات کے وقف کے وقت پڑھ سکتا ہے تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف، الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۶۴ھ

---

[1] ان کان الامام یجهر لایثنیٰ (شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۲۸/ مطلب فی بیان المتواتر باب صفة الصلاة. شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۸۸/.

[2] ویسفتح کل مصل مالم یبدأ الامام بالقراء ة ولو سریةً علیٰ المعتمد الخ، طحطاوی مع المراقی مصری ۲۲۸/ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوة.

[3] واذاادرک الامام وهو یجهر لایأتی بالثناء بل یستمع وینصت وقال بعضهم یأتی بالثناء عند سکتات الاما م کلمة کلمة او کلمتین کلمتین بحسب مایمکنه، غنیة المستملی ملخصاً، ص ۳۰۴/ صفة الصلاة. طحطاوی علی المراقی ص ۲۲۸/ باب فی کیفیة ترکیب الصلوة، مطبوعه مصری. منحة الخالق مع البحر ص ۳۰۹/ ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ثنا کے آخر میں کاف پر زبر ہے یا جزم

سوال:۔نماز میں جو ثنا پڑھتے ہیں، ثنا کے آخر میں ''وَلَااِلٰـــهَ غَیْـرُکَ'' پڑھنا چاہئے یا ''غَیْرُکُ'' پڑھا جائے؟ کتاب اور سنت کی روشنی میں مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثنا کے بعد اگر اعوذ پڑھنا ہو تو ''غَیْـرُکَ'' کاف کے زبر کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں، اگر کاف پر سانس ختم کرنا ہو تو کاف کو ساکن کردیں، اگر ثنا کے بعد اعوذ نہ پڑھنا ہو جیسا کہ مقتدی کا حال ہوتا ہے تو کاف کو ساکن کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

فاتحہ سے پہلے بسم اللہ

سوال:۔کیا جب سورۂ فاتحہ پڑھی جائیگی اس سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز میں جب بھی سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی اس سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۳/۲/۹۰ھ

اعوذ باللہ اور بسم اللہ

سوال:۔نماز کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا نہیں اور رکعت کے

---

[1] وسننها رفع اليدين للتحريمة .....والثناء والتعوذ والتسمية (الدر مع الشامي، نعمانيه ج ۱/ص ۳۲۰/ مطلب سنن الصلاة .شامی کراچی ،ج ۱/ص ۴۷۳/. فتح القدير ص ۲۹۱/ج ۱/ دارالفكر. بحر ص ۳۰۳/ج ۱/ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

شروع میں بھی قرأۃ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص ثناء کے بعد الحمد پڑھے گا جیسے امام اور منفرد وہ اعوذ باللہ وبسم اللہ بھی پڑھے گا اور جو شخص ثنا کے بعد الحمد نہیں پڑھیگا جیسے مقتدی وہ اعوذ باللہ وبسم اللہ بھی نہیں پڑھے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سورۃ سے پہلے بسم اللہ

سوال:۔(۱) سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین امام ومقتدی دونوں کو کہنا چاہئے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورۃ شروع کرنی چاہئے یا بغیر بسم اللہ کے پڑھنا چاہئے؟

پیش امام صاحب سورہ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورۃ شروع کرتے ہیں ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) قد قامت الصلوٰۃ پر نیت باندھنا چاہئے مگر ہمارے پیش امام تکبیر کے کافی دیر بعد نیت باندھتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس نماز میں قراءت آہستہ کی جاتی ہے، اس میں الحمد کے بعد آمین کہہ کر بسم اللہ پڑھ کر سورۃ شروع کی جائے اور جس نماز میں آواز سے قراءت کی جاتی ہے سورت سے

---

[1] ویسن التعوذ فیقول اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم وھو ظاھر المذھب للقرأۃ فیأتی بہ المسبوق کالامام والمنفرد لاالمقتدی لانہ تبع للقرأۃ عندھما وتسن التسمیۃ اول کل رکعۃ قبل الفاتحۃ ،مراقی الفلاح ،ص ۳۹/ فصل فی بیان سننھا، مصری. شامی کراچی ص ۴۸۹/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ. فتح القدیر ص ۲۹۱/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ، دارالفکر، بیروت.

پہلے پڑھنا مسنون نہیں[1] مقتدی نہ الحمد للہ پڑھتا ہے نہ سورت۔

(۲) اقامت ختم ہونے پر بھی نماز شروع کرنا درست ہے، قد قامت الصلوٰۃ پر بھی اجازت ہے تکبیر ختم ہونے کے بعد بلا وجہ تاخیر مناسب نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سورۂ فاتحہ اور سورہ کے درمیان تسمیہ کا حکم

سوال: ۔سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان تسمیہ پڑھنا کیسا ہے اگر پڑھ لیا جائے تو حنفیہ کے نزدیک کیا ہوگا جہراً وسراً بھی تشریح کردیں گے اس کے متعلق صاحب درمختار لکھتے ہیں

"لاتسن بین الفاتحة والسورة مطلقاً ولوسرية ولاتكره اتفاقاً (باب صفة الصلوٰة)

الجواب حامداً ومصلیاً

ردالمحتار، ج ۱/ص ۴۵۷/ اور شرح مراقی الفلاح میں تصحیح اور فتویٰ مذکور ہے، نیز بحر، ج ۱/ص ۳۱۲/ میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وعند محمد یاتی بها ای بالتسمية فی اول السورة اذاخافت بالقرأة لااذا جهر، حلبی کبیر، ص ۳۰۸-۳۰۹/ صفة الصلوٰة. شامی کراچی ص ۴۹۰/ ج ۱/ باب صفة الصلوة. البحر ص ۳۱۲/ ج/ فی بیان شروع الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[2] وشروع الامام فی الصلوٰة مذقد قامت الصلاة ولواخر حتی اتمها لاباس به اجماعاً وهو قول الثانی والثالث وهواعدل المذاهب (الدرالمختار علی الشامی کراچی ج ۱/ص ۴۷۹/ باب صفة الصلاة وآداب الصلاة.

[3] (قوله لاتسن)ان هذا قولهما وصححه فی البدائع وقال محمد تسن ان خافت لاان جهر بحر ..... وذکر فی المصفی ان الفتوی علی قول ابی یوسف انه یسمی فی اول رکعة ویخفیها (شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۲۹/ مطلب لفظة الفتویٰ (بقیه اگلے صفحه پر)

آمین بالجہر

سوال:۔ امام کے پیچھے آمین بلند آواز سے کہنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے پیچھے مقتدیوں کو اور خود امام کو آمین آہستہ کہنا چاہئے ''عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ صَلّٰی بِنَا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فَلَمَّا قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ وَاَخْفٰی بِھَا صَوْتَہٗ ''[1] رواہ احمد والترمذی (آثار السنن، ج ۱/ص ۹۶/)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آمین بالجہر

سوال:۔ آمین بالجہر حدیث شریف سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکے متعلق حدیثیں دونوں قسم کی ہیں بعض میں بالجہر ہے بعض میں بالسر، امام ابوحنیفہؒ

(گذشتہ کا بقیہ) اکدوابلغ باب صفة الصلاة، شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۰/ طحطاوی علی المراقی، ص ۲۲۸/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلوة. مصری البحرالرائق، ج ۱/ص ۳۱۲/ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة باب صفة الصلاة، طبع کوئٹہ.

(صفحہ ہذا) [1] آثار السنن ص ۹۶/ ج ۱/ کتاب الصلوة باب ترک الجهر بالتامین، مطبوعه دارالاشاعت کلکته. ترمذی شریف ص ۵۸/ ج ۱/ ابواب الصلوة، باب ماجاء فی التامین، اشرفی بکڈپو دیوبند. مسند احمد ص ۳۱۶/ ج ۴/ حدیث وائل ابن حجرؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی، پس جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا، آمین کہا اور (آمین کہتے ہوئے) اپنی آواز کو پست فرمایا، یعنی آہستہ کہا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آمین بالسر[1] کہا جائے، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کہی جائے امام شافعیؒ کے دوقول ہیں قول قدیم امام احمد کے موافق ہے قول جدید امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے موافق ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

آمین بالجہر، رفع یدین میں اختلاف اولویت کا ہے

سوال:۔ آج تک بعض علماءِ دین سے قراءت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ مسائل کے بارے میں ہم لوگ یہ سنتے تھے کہ اس میں قراءت خلف الامام کے علاوہ باقی تمام مسائل میں اختلاف اولویت وغیر اولویت میں ہے، لیکن شامی میں بحوالہ مکحول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، نیز اسی جگہ تحریر ہے کہ مکروہ ہے، لفظ مکروہ مطلقاً ہے جس سے ذہن میں تبادر مکروہ تحریمی کی طرف ہوتا ہے، صحیح نوعیت بیان فرمائی جائے۔

---

[1] قال الحنفیه ومالک والشافعی فی الجدید یأتی بها سراً وقال الشافعی فی القدیم واحمد یجهر بها فی الجهریة کذافی العینی والبذل ،(اوجز المسالک، ج۲/ص۱۰۸/ ماجاء فی التامین خلف الامام طبع مکة المکرمة. بذل ص۱۰۰/ج۲/ کتاب الصلوة، باب التامین وراء الامام، طبع رشیدیه سهارنپور. سعایه ص۱۷۳/ج۲/ باب صفة الصلوة، صفة التامین، طبع لاهور.

[2] عن وائل بن حجرؓ قال کان رسول اللّٰه علیه وسلّم إذا قرأ ولاالضالین قال آمین ورفع بها صوته. ابو داؤد ص۱۳۴/ج۱/ کتاب الصلوة، باب التامین وراء الامام، سعد بکڈپو دیوبند. عن وائل ابن حجرؓ قال صلی بنا رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلّم فلما قرأ غیرالمغضوب علیهم ولاالضالین قال آمین واخفی بها صوته، ترمذی ص۵۸/ج۱/ ابواب الصلوة، باب ماجاء فی التامین، اشرفی بکڈپو دیوبند. مسند احمد ص۳۱۶/ج۴/ حدیث وائل بن حجرؓ، طبع دارالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

امام جصاص رازی وسرخسی[1] وغیرہ نے اس کو اختلافِ اولویت ہی قرار دیا ہے، مفسد صلوٰۃ قرار نہیں دیا، یہی روایت امام صاحبؒ کی روایت مشہورہ متواترہ ہے، روایت مکحول اس کے مقابلہ میں قابل احتجاج نہیں[2] علامہ شامی نے روایت مرفوعہ نقل کی ہے اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے، مگر ملا علی قاریؒ اور علامہ پٹنی نے اس کو موضوع لکھا ہے[3] اس لئے نہ یہ روایت سند صحیح سے ثابت ہے نہ امام اعظم کی طرف اس کی نسبت صحیح سے ثابت ہے، مکروہ کے متعلق تحقیق یہ ہے "واذاذکروامکروهاً فلا بدمن النظر فی دلیله[4] شامی ج ۱/ص ۳۲۹/" اس لئے مکروہ تحریمی قرار دینا دشوار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۷ھ

---

[1] احکام القرآن للجصاص ص ۲۰۴/ج ۱/ سورۂ بقرہ آیت ص ۱۸۳/ باب کیفیة شهودالشهر، طبع دارالکتاب العربی بیروت. مبسوط سرخسی ص ۱۴/ج ۱/ کتاب الصلوة، کیفیة الدخول فی الصلوة، طبع دارالفکر بیروت.

[2] فلاتفسد برفع یدیه فی تکبیرات الزوائد وماروی من الفساد فشاذ (الدر المختار)تفریع علی اصح الاقوال خلافاً لماروی مکحول عن ابی حنیفة انه لورفع یدیه عندالرکوع وعند الرفع منه تفسد(شامی کراچی،ج ۱/ص ۶۲۵/ مطلب فی التشبه باهل الکتاب باب مایفسد الصلاة ومایکره شامی نعمانیه ، ج ۱/ص ۴۲۰)

[3] حدیث من رفع یدیه فلاصلاة له موضوع (موضوعات ،ص ۱۱۹/ للملا علی القاری، طبع نورمحمد اصح المطابع کراچی) من رفع یدیه فی الصلاة فلاصلاة له موضوع (تذکرة الموضاعات، ص ۳۹/ للبتنی، طبع مکتبه قیمه بمبئی)

[4] شامی کراچی،ج ۱/ص ۶۳۹/ باب مایفسد الصلوة ومایکره، مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهة.

رکوع میں سبحان ربی الکریم پڑھنا

سوال:۔نماز کے اندر رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' کے بجائے ''سبحان ربی الکریم'' پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص العظیم کے بجائے اجیم پڑھتا ہے تو وہ دائرۂ اسلام میں رہتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا ایمان کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں سبحان ربی العظیم ہے سبحان ربی الکریم پڑھنا حدیث شریف کے خلاف ہے[۱]، جو شخص عین وظا ادا نہیں کرتا وہ اجیم پڑھتا ہوگا اس طرح پڑھنا غلط ہے، لیکن اس سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص عین وظاء ادا نہیں کر پاتا وہ مجبور ہے اس کو صحیح ادا کرنے کی کوشش لازم ہے، جب تک صحیح ادا نہ کر سکے اس کو سبحان ربی الکریم پڑھنا چاہئے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ

رکوع، سجدے کی تسبیح کا موقع نہ ملے تو کیا کرے

سوال:۔مقتدی نے رکوع وسجود میں تین تسبیح نہیں کہی کہ امام نے تکبیر کہدی ایسی

---

[۱] عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه، الحدیث مشکوٰة شریف ص ۸۳/ باب الرکوع، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لایحسن الظاء فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلاة .کذا فی شرح درر البحار فلیحفظ فان العامة عنه غافلون (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۴/قبیل مطلب فی اطالة الرکوع الخ باب صفة الصلاة.

صورتوں میں شرکت ہوگی اور ایسی صورتوں میں امام کی متابعت ضروری ہے، یا تسبیح کی مقدار پوری کرے، حنفیہ کا اصح قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام اتنا تیز رفتار ہے کہ مقتدی تین دفعہ تسبیح رکوع پڑھے تو قومہ نہ پا سکے، اور تسبیح سجدہ پڑھے تو دوسرے سجدہ میں پکڑنا مشکل ہو جائے، تو ایک تسبیح پر قناعت کرلے، اور امام کی متابعت کرتا رہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۷ھ

رکوع وسجدہ کتنا طویل ہو؟

سوال:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع وسجدہ دیر تک کرنا ثابت ہے، کیا آج کل امام صاحب اس کا اتباع کر سکتے ہیں، یا صرف منفرد کو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو امام کو تین یا پانچ بار تسبیح پر قناعت کرنا چاہئے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

---

[1] لو رفع الامام رأسه من الركوع او السجود قبل ان يتم المأموم التسبيحات الثلاث وجب متابعته (الدر مع الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۳۳/ مطلب فی اطالة الركوع صفة **الصلاة**، شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۵. سکب الانهر ص ۱۴۵/ج ۱/ باب صفة الصلوة، بيان شروع الصلوة، دار الكتب العلميه بيروت. بحر ص ۳۱۶/ج ۱/ مطبوعه الماجديه كوئٹه)

[2] يكره ان ينقص عن الثلاث وان الزيادة مستحبة بعد ان يختم على وتر خمس اوسبع اوتسع مالم يكن اماماً فلايطول (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۴/ قبيل مطلب فی اطالة الركوع. باب صفة الصلاة. فتح القدير ص ۲۹۸/ج ۱/ دار الفكر بيروت. بحر كوئٹه ص ۳۱۶/ج ۱/ باب بيان شروع الصلوة.

تسمیع وتحمید

سوال: ۔بہشتی زیور حصہ دویم میں فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہوجاوے اور بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ منفرد دونوں پڑھے یعنی **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** اور **ربنا لک الحمد** سواب دریافت طلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کو دونوں پڑھنا چاہئے یا عورت کو صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور مرد کو دونوں یا صرف سمع اللہ لمن حمدہ مرد کے لئے سنت ہے یا دونوں سنت ہیں بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ رکوع سے کھڑے ہوکر منفرد سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور کوئی شخص نہ معلوم ہونے کی وجہ سے صرف سمع اللہ لمن حمدہ پڑھ دیا بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں پڑھنا چاہئے اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد اور عورت دونوں کو جب کہ وہ منفرد ہوں **سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد** پورا پڑھنا چاہئے[1] اگر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے کسی نے صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہا ربنا لک الحمد نہیں کہا تو اس کے ذمہ گناہ نہیں نماز ہوگئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین المفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۶/۳/۵۵ھ

جواب صحیح ہے، سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف ۱۸/ربیع الاول ۵۵ھ

---

[1] ان المعتمد ان المنفرد یجمع بین التسمیع والتحمید(شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۷۷/ قبیل اٰداب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ .شامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۳۲۱. فتح القدیر ص ۲۹۹/ج ۱/ دار الفکر بیروت. بحر ص ۳۱۶/ج ۱/ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

دعاء ماثورہ کا حکم اور قومہ میں تحمید اور تسبیح

سوال:۔(۱) نماز میں قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد دعاء ماثورہ پڑھنا ضروری ہے؟ (۲) رکوع سے کھڑے ہونے پر "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد" دونوں کا پڑھنا ضروری ہے؟ اس کے متعلق علماء کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سنت ہے[۱]، (۲) منفرد تو دونوں کو پڑھے، مقتدی صرف "ربنا لک الحمد" پڑھے امام صرف "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پڑھے یہ طریقہ سنت ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رکوع میں الصاق کعبین کی بحث

سوال:۔الصاق کعبین حالت رکوع میں سنت ہے، یا نہیں؟ مع دلائل تحریر فرمائیں،

---

[۱] ویسن الدعا بعد الصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اِذَاصَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَ أ بِتَحْمِیْدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ ثُمَّ لْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ثُمَّ لْیَدْعُ بَعْدَ مَاشَاءَ لٰکِنْ لَمَّا وَرَدَعَنْہُ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَنَّ صَلاتنَا ھٰذِہٖ لایَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ فَلَایَدْعُوْ فِیْھَا اِلَّابِمَا یَشْبَہُ اَلْفَاظَ الْقُرْآنِ وَبِمَایَشْبَہُ اَلْفَاظَ السُّنَّۃَ مراقی الفلاح مع طحطاوی، ص ۲۲۱ /فصل فی بیان سننھا)(مطبوعہ مصری. البحر ص ۳۳۰/ج ۱/ بیان شروع الصلوۃ، مطبوعہ کوئٹہ. عالمگیری ص ۷۳/ج ۱/ الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ،مطبوعہ کوئٹہ)

[۲] ثم یرکع رأسہ من رکوعہ مسمعًا ای قائلاً سمع اللّٰہ لمن حمدہ ویکتفی بہ الامام ویکتفی بالتمحید المؤتم ویجمع بینھما لومنفردًا علی المعتمد یسمع رافعاً ویحمد مستویا ..... شامی زکریا، ج۲/ص ۲۰۲/ مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی باب صفۃ الصلوٰۃ) شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۷/. فتح القدیر ص ۲۹۹/ج ۱/ دارالفکر بیروت. البحرالرائق ص ۳۱۶/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

سعایہ، ص ۱۸ر میں عدم سنت کی دلیل نقل کی گئی ہے، اس کے رد میں اگر دلائل ہوں تو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت رکوع میں الصاق کعبین کا مسئلہ فقہ کے متون متقدمہ میں موجود نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہر الروایہ کا مسئلہ نہیں اس لئے کہ جو متون ظاہر الروایہ سے لئے گئے ہیں وہ بھی اس سے خالی ہیں، بعض شروح میں البتہ اس کو سنت رکوع قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہاں الصاق حقیقی مراد نہیں بلکہ حکمی مراد ہے جیسے "**مررت بزید ای بمکان یقرب منه زید** غالباً اس لئے لفظ یضم نہیں فرمایا گیا ہے، جیسے حالت سجود میں انگلیوں کے متعلق کہا گیا ہے "**ویضمها کل الضم**" نیز اگر الصاقِ کعبین حقیقۃً کو سنت کہا جائے تو تمام قدم کا قدم سے الصاق ہونا چاہئے، ورنہ انگلیاں پورے طور پر قبلہ رو نہیں ہوں گی، ایک کی مائل شمال ہونگی اور دوسرے کی مائل جنوب، حالانکہ فقہاء انگلیوں کو قبلہ رو رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں حتی کہ حالت سجود اور حالت قعود میں بھی تاکید ہے اگر چہ اس میں دشواری ہوتی ہے، اگر قبلہ رو کیا گیا الصاق کے ساتھ ہی تو محض کعبین کا الصاق نہیں ہوگا، بلکہ قدمین کا الصاق ہوگا، پھر الصاقِ کعبین سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ نیز رکوع میں نماز کا نصف اول بحکم قیام رکھتا ہے، اور حالت قیام میں قدمین کے درمیان اربع اصابع کا فاصلہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور الصاق کعبین اس کے منافی ہے، کیونکہ اس قیام میں قدمین کا لفظ کعبین پر بھی مشتمل ہے[1] بعض روایات حدیث میں الصاقِ کعبین کا تذکرہ ہے تو وہ درحقیقت تسویہ صفوف کے لئے ہے اور اس کی تائید میں "**حاذ والمناکب اورسووا**" وغیرہ الفاظ مذکور ہیں[2] یعنی صفیں سیدھی رکھنے کی تدبیر یہ ہے کہ کعبین

---

[1] سعایه ص ۱۸۱ / ج ۲ / باب صفة الصلوة، تتمة من السنن التی تسن فی الرکوع الخ، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] قال رسول اللّٰه صلّی الله علیه وسلم سووا صفوفکم وحاذوا بین مناکبکم ولینوا فی ایدی اخوانکم وسدو الخلل الخ، مشکوة شریف ص ۹۸ / باب تسویة الصف، (بقیه اگلے صفحه پر)

محاذی رہیں اورایک کامنکب دوسرے کے منکب سے مل جائے ، کتب فقہ[1] فتح القدیر، بدائع ،البحر ،زیلعی ،طحطاوی ،شامی ،عالمگیری ،خانیہ وغیرہ اورشروحِ احادیث بذل المجہود[2]، منہل[3]، معالم السنن وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال والیه الرجوع فی المبدأ والمآل

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۸۷ھ

الصاق کعبین رکوع میں

سوال: ۔صورت الصاق کعبین (بوقت رکوع) وحکمش چیست ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"سننها تکبیر الرکوع والرفع منه بحیث یستوی قائماً والتسبیح فیه ثلاثاً والصاق کعبیه اھ درمختار[4] قال الطحطاوی[5]، ص ۲۱۳/ (قوله والصاق کعبیه)

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) طبع یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد ص۹۷/ج ۱/ کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف، سعد بکڈپو دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] فتح القدیر ص ۳۵۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالفکر. بدائع ص ۱۵۹/ج ۱/ فصل وأما بیان مقام الامام والمأموم، مطبوعه کراچی. بحر ص۳۵۳/ج ۱/ باب الامامة. زیلعی ص۱۳۶/ج ۱/ باب الامامة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان. طحطاوی مصری ۲۴۸/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. شامی زکریا ص ۳۱۰/ج۲/ باب الامامة. عالمگیری ص ۸۹/ج ۱/ مطبع کوئٹه، الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمأموم.

[2] بذل المجهود ص ۳۶۰/ج ۱/ باب تسویة الصفوف کتاب الصلاة، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد ص۴۵ج۵ کتاب الصلوة باب تسویة الصفوف، مطبوعه دار المنافر قاهرة.

[4] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۴۷۶/ج ۱/ مطلب فی التبلیغ خلف الامام باب صفة الصلوة.

[5] طحطاوی علی الدر ص۲۱۳/ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه بیروت. سعایه ص ۱۸۰/ج۲/ باب صفة الصلوة، تتمه من السنن التی تسن فی الرکوع، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

حالة الركوع هذا ان تيسر له والا فكيف يتيسر له علىٰ الظاهر اھ ازیں عبارت واضح شد کہ اگر آسان شود بحالت رکوع الصاق کعبین مسنون است ولیکن بعض محققین انکار سنتش نمودہ اند[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۳/۵۶ھ

صحیح عبد اللطیف ۶/ربیع الاول ۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

رکوع میں الصاق کعبین

سوال:۔ الصاق الكعبين في الركوع والسجود سنة ام لا، شامی کی روایت پر اکتفاء کر کے عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

''فتاویٰ دار العلوم میں بھی کسی نے اس قسم کا سوال کیا اسکے جواب میں مفتی صاحب نے کہا شامی کی روایت پر عمل کرنا درست ہے ہاں اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس پر ملامت نہیں کی جائے گی، لیکن مفتی صاحب کے عمل اور عدم عمل کی جانب میں سے کسی کو ترجیح نہ دینے کی وجہ سے اس مسئلہ نے معرکۃ الآراء صورت اختیار کر لی، اب سوال یہ ہے کہ اس مدت میں آپ کی تحقیق میں کوئی نئی بات آئی ہے یا نہیں؟ سعایہ میں ہے کہ ''**الصاق الكعبين في الركوع والسجود**'' مناسب ہے، کیا شامی معتبر کتابوں میں سے نہیں ہے؟ صاحب سعایہ کا کیا مطلب ہے؟ نیز کتب فقہیہ میں سعایہ کا درجہ کیا ہے؟

---

[1] **ترجمہ سوال:۔** بوقت رکوع الصاق کعبین (دونوں ٹخنوں کا ملانا) کی صورت اور اس کا حکم کیا ہے۔

خلاصہ جواب:۔ رکوع کی حالت میں الصاق کعبین (دونوں ٹخنوں کا ملانا) اگر آسان ہو تو مسنون ہے لیکن بعض محققین نے اس کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پہلے بھی اس مسئلہ پر آپ کے اطراف میں بہت بحث ہوچکی ہے، اہل علم حضرات نے زورِ قلم صرف کیا ہے، احقر کے خیال میں یہ اتنا اہم نہیں کہ اس طرح پر مناظرہ ومجادلہ کیا جائے؟

الصاق کعبین کی دونوں تفسیریں کی گئی ہیں، محاذاۃ والزاق، اول تو قیام، رکوع، سجود سب ہی جگہ ہے، ثانی کو بعض نے رکوع کی سنت قرار دیا ہے، بعض نے سجود میں بھی مانا ہے، اور قیام میں چار انگل کا فصل مسنون ہے جو کہ معنیٰ ثانی کے منافی ہے[1]، " **وتفريج القدمين في القيام قدر اربع اصابع اھ** (نورالایضاح[2]) **ويسن ان يلصق كعبيه وينصب ساقيه اھ** (درمختار) **قال السيد ابوالسعود وكذا في السجود ايضاً وسبق في السنن ايضاً والذي هو سبق هو قوله والصاق كعبيه في السجود سنة ولايخفىٰ ان هذا سبق نظر فان شارحنالم يذكر لافي الدر المختار ولا في الدر المنتقىٰ ولم ارهٗ لغيره ايضاً فافهم ،نعم ربما يفهم ذٰلک من انه اذاكان السنة في الركوع الصاق الكعبين ولم يذكر واتفريجهما بعدهٗ فالاصل بقاء**

---

[1] والقول الفيصل أن يقال إن كان المراد بالصاق الكعبين أن يلزق المصلى احد كعبيه بالأخر ولايفرج بينهما فليس هو من السنن على الأصح كيف وقدذكر المحققون من الفقهاء، أن الأولىٰ للمصلى أن يجعل بين قدميه نحو اربعة اصابع ..... وإن كان المراد به محاذاة إحدى الكعبين بالأخر كما ابدع العلامة السندى فهو امرحق ولابعد فى حمل الالصاق على المحاذاة فانه جاء استعماله فى القرب، سعايه ص ۱۸۱ / ج۲ / باب صفة الصلوة، تتمه من السنن التى تسن فى الركوع، طبع سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] نورالايضاح ،ص ۷۱ /باب شروط الصلوة واركانها، فصل فى سننها، كتب خانه سلطانيه ديوبند.

هما ملصقين في حالة السجود ايضاً تأمل اھ[1] (شامی) سعایہ میں اس کا التزام نہیں کہ قول راجح ہی کو نقل کیا جائے، اس کا بھی اہتمام نہیں کہ اقوال مختلفہ کو نقل کر کے قول راجح کو ترجیح دی جائے، اسلئے کہ وہ فتوے کی کتاب نہیں، شرح وقایہ کی شرح شروع کی تھی مگر اس میں بسط بہت کیا گیا، قدر قلیل کی شرح ہوسکی تمام نہیں ہوئی، یہ بھی ممکن ہے کہ نظر چوک گئی ہو، صاحب سعایہ میں بعض جگہ شانِ اجتہاد بھی معلوم ہوتی ہے، حتی کہ فقہ کے متونِ مسلمہ کے خلاف بھی اپنی ذاتی تحقیق کی، بنا پر لکھ جاتے ہیں، چنانچہ ان کا ایک رسالہ[2] ہے جس میں جماعۃ النساء کے لئے ثبوت فراہم کیا ہے، جو کہ مسلک امام اعظمؒ کے خلاف ہے، نصاب زکوٰۃ صدقۃ الفطر کے متعلق بھی ان کی رائے دیگر اکابر کے خلاف ہے[3] جس کی تغلیط کی گئی ہے[4]، حواشی لامع الدراری وغیرہ شروح حدیث میں کسی قول کا نقل کرنا فتوے کے لئے نہیں ہوتا، کبھی غرابت کے لئے بھی نقل کیا جاتا ہے، اور بھی وجوہ نقل ہوئی ہیں، اسلم طریقہ احقر کے خیال میں وہ ہے جو

---

[1] شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۳/ قبیل مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، فصل فی بیان تالیف الصلاة، شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۳۲/باب صفة الصلاة.

[2] "تحفة النبلاء فی جماعة النساء" مع مجموعه رسائل لکنوی مطبوعه لکهنو.

[3] اعلم أن الوزن المعروف فی بلادنا ماهجة وتولجة هو الذی یقال له توله (إلی قوله) فیکون نصاب الذهب وهو عشرون مثقالا مقدار خمس تولجة واثنتین ونصف ماهجة، واما الفضة فقد عرفت أن نصابه مئتادرهم ... فیکون مقدار مائتی درهم ستا وثلثین تولجة ونصف ماهجة (عمدة الرعایه حاشیه شرح وقایه ص ۲۸۵/کتاب الزکاة، بیان الزکاة فی اموال التجارة) رقم الحاشیة ص ۳/ طبع رحیمیه دیوبند. أیضاً ص ۳۰۰/ج ۱/ بیان تعریف الصاع وتحقیقه رقم الحاشیة ۴.

[4] اس تمام تحقیق وتفتیش اور مختلف قسم گنجیوں اور ماشوں وغیرہ سے بار بار وزن کرنے سے یہ بات تو بالکل متعین اور متیقن ہوگئی کہ درہم کا وزن دو ماشہ ڈیڑھ رتی اور مثقال کا تین ماشیہ ایک رتی جو حضرت لکھنویؒ کی تحریر ہے، کسی طرح اور کسی حساب سے صحیح نہیں ہوتا جواہر الفقہ ص ۴۱۳/ج ۱/اوزان شرعیہ، مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند، فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۴/ج ۶/ مسائل صدقۂ فطر، طبع زکریا دیوبند۔ کفایت المفتی ص ۲۵۲/ج ۴/ کتاب الزکاۃ، دوسرا باب، نصاب زکوۃ، طبع اعزازیہ دیوبند۔ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۳-۱۷۴/ج ۵/ باب صدقۃ الفطر، مکتبہ رحیمیہ گجرات۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے اختیار فرمایا ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں الصاق کعبین

سوال: ۔نماز میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا چاہئے یا نہیں کیا حدیث وفقہ میں اس کی ممانعت ہے یا اس کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح[۲] میں تصریح کی ہے کہ دونوں قدم کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھے اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ سے ٹخنہ نہیں ملایا جائے گا، علاوہ ازیں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر نماز پڑھنا بہت دشوار ہے، اور قعدہ تو اس حالت میں ممکن بھی نہیں ہے، البتہ ایک نمازی دوسرے نمازی کے ساتھ صف میں کھڑا ہو کر اپنا ٹخنہ دوسرے کے ساتھ سیدھ میں رکھے آگے پیچھے نہ رکھے تاکہ صف سیدھی رہے یہی حکم حدیث[۳] وفقہ[۴] سے ثابت ہے یہ نہیں کہ ایک نمازی

---

[۱] راجع فتاویٰ دارالعلوم، ج ۲/ص ۲۰۲/سنن وکیفیت نماز، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

[۲] ویسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع الخ مراقی الفلاح علیٰ حاشیة الطحطاوی، ص ۲۱۲/ (مصری) کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان سننها.

[۳] وقال النعمان بن بشیر رأیت الرجل منا یلزق کعبه بکعب صاحبه، بخاری شریف، ص ۱۰۰/ج ۱/ کتاب **الصلوٰة** باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف (مطبوعه اشرفی دیوبند) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سووا صفوفکم وحاذوا بین مناکبکم الخ (**مشکوة** شریف ص ۹۸/باب تسویة الصف، یاسر ندیم دیوبند. ابوداؤد ص ۹۷/ باب تسویة الصفوف، سعد بکڈپو دیوبند)

[۴] وینبغی للقوم اذا قاموا الیٰ الصلوٰة ان یتراصوا ویسد والخلل ویسووا بین مناکبهم فی الصفوف الخ البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۵۳/باب الامامة (مکتبه الماجدیه کویٹه)

ٹخنہ کو دوسرے نمازی کے ٹخنہ سے ملالے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۵ھ

سجدہ میں جاتے ہوئے مقتدی کو تکبیر کہنا

سوال:۔امام صاحب تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، تو مقتدی تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کریں یا بلا تکبیر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مقتدی بھی تکبیر کہے گا جیسا کہ شامی میں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا

سوال:۔قومہ سے جاتے ہوئے ہاتھوں کو کس ہیئت پر رکھا جائیگا، آیا وضع الیدین علی الرکبتین پر عمل کیا جائیگا یا ارسال یدین پر عمل کیا جائے گا، نیز بہشتی زیور کی عبارت کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ہوئے سجدہ میں جائے اس پر نہ کوئی حاشیہ اور نہ کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے، نیز فقہاء کرام نے بھی اس مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا، کسی فقہی کتاب سے یہ مسئلہ ثابت نہیں پھر علماء ہند حالت مذکورہ میں وضع کو مستحب اور علماء پاکستان ارسال کو افضل کیوں بتاتے ہیں

---

[1] فائدہ خمس یتبع فیھا الإ مام قنوت الی قولہ و ثمانیة تفعل مطلقاً الرفع لتحریمة والثناء وتکبیر انتقال وتسمیع الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۲/ ج ۲/ شامی زکریا ص ۴۴۹ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطلب فی القنوت للنازلة. حلبی کبیری ص ۵۲۸/ باب الإ مامة قبیل فصل فی قضاء الفوائت، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

جیسا کہ احسن الفتاویٰ کی عبارت سے ظاہر و باہر ہے، پس وضع یا ارسال اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو تحریر فرمائیں، نیز افضل و مفضول کو بھی تحریر فرمائیں، نیز دونوں شقوں میں سے کونسی شق پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ و انسب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صراحۃً یہ جزئیہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا، معمول یہ ہے کہ ہاتھوں کو رانوں اور گھٹنوں پر رکھ کر یعنی سہارا لے کر قومہ سے سجدہ میں چلے جاتے ہیں، جیسے کہ سجدہ سے اُٹھ کر رانوں اور گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہیں، ''**ویمکن ان یشم رائحۃ الاستدلال من حدیث استعینوا بالرکب**[1] **اھ الجامع الصغیر**'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

سجدہ میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر رکھنا

سوال:۔ علم الفقہ (مصنفہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی) میں نماز کی سنتوں کے بیان میں ہے کہ سجدے کی حالت میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر (جوڑ کر) رکھیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا واقعی مسنون ہے؟ آج تک میں نے کسی کتاب میں بھی نہیں دیکھا اور نہ کسی عالم سے سنا۔

---

[1] **عن ابی ھریرۃ قال اشتکی اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مُشَقَّۃَ السُّجُوْدِ عَلَیْھِمْ اِذَاتَفَرَّجُوْا فَقَالَ اِسْتَعِیْنُوْا بِالرُّکَبِ** (ترمذی، ج ۱/ص ۶۴/ کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الاعتماد فی السجود، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابو داؤد شریف، ج ۱/ص ۱۳۰/ کتاب الصلوۃ باب الرخصۃ فی ذلک مطبوعہ سعد دیوبند، مسند احمد، ج ۲/ص ۳۴۰/ مطبوعہ دار الفکر بیروت، کنز الحقائق، علیٰ ھامش الجامع الصغیر ص ۳۵.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے سجدہ کی مشقت کی شکایت کی جبکہ وہ ہاتھوں کو کشادہ رکھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھٹنوں سے مدد حاصل کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جوڑ کر یا ملا کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ایک ساتھ رکھے، یہ نہ کرے کہ مثلاً ایک گھٹنا داہنا پہلے رکھے اور دوسرا (بایاں) بعد میں رکھے اور یہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھے جائیں، اس کو لفظ ملا کر سے تعبیر کیا ہے " **لاتیامن فی وضع الرکبتین ،شامی**[1]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۳ھ

سجدۂ مسنونہ

سوال:۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے، کیا اس سے یہ مراد ہے کہ سجدہ میں دیر تک رہتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تنہا نماز پڑھتے تو سجدہ میں دیر تک رہتے تھے، اور سجدہ ایسا کشادہ کرتے تھے کہ بکری کا بچہ آپ کے نیچے کو نکلنا چاہے تو نکل جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] شامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۳۳۵/ مطلب فی اطالة الرکوع باب صفة الصلاة شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۸/. سعایہ ص ۱۹۳/ ج ۲/ باب صفة الصلوٰة، تتمة من السنن التی تسن فی الرکوع، طبع لاهور.

[2] عَنْ مَيْمُوْنَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم كَانَ اِذَا سَجَدَ جَافیٰ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْاَنَّ بُهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّتَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ، ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۱۳۰/ باب صفة السجود، مطبوعه سعد دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی فرماتے تھے، حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے کو گزرنا چاہے تو گزر سکتا تھا۔

عورت کے لئے سجدہ اور جلسہ کی ہیئت

سوال: ۔عورت کی نماز میں بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ سجدہ کے وقت ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکالدے انتہیٰ ایضاً جب دوسرا سجدہ کرے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے، انتہیٰ پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے "**انها لاتنصب اصابع القدمين ۱۲**" مجھ کو یہ علم تھا کہ پہلے سجدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دایاں پاؤں مثل مرد کے کھڑا رکھے اور خوب سمٹ کر اور دبکر سجدہ کرے، اگر بقول مولانا پاؤں دائیں طرف نکالدے گی تو تورک کی صورت ہوگی جو تشہد کے سوا نہ چاہئے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا نہ کرے، بلکہ داہنے طرف نکالدے یا کھڑا رکھے، بہر حال تفصیل ہونی چاہئے مع حوالہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بحر والی عبارت طحطاوی شامی سعایہ میں بھی موجود[1] ہے اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کہیں نہیں دیکھا اگر چہ پاؤں داہنی طرف نکالنے کی کوشش کہیں نہیں ملی، لیکن پاؤں کھڑے نہ کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے "**والمرأة مستثناة من امر النصب لما ان الا حب فی حقها ماهو استر لها كمايفهم من الروايات الاخر كما رواه ابو داؤد مرسلاً اھ الكوكب الدری، ج ۱/ص[2] ۱۳۶/۔**

---

[1] انها لاتنصب أصابع القدمين الخ طحطاوی علی الدر ص ۲۲۳/ج ۱/ بيان شروع الصلوة، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت. شامی كراچی ص ۵۰۴/ج ۱/ فصل فی بيان تاليف الصلوة الی انتهائها. سعايه ص ۲۰۶/ج ۲/ سهيل اكيڈمی لاهور. البحر ص ۳۲۱/ج ۱/ بيان شروع الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] الكوكب الدری، ص ۱۳۶/ باب ماجاء فی وضع القدمين ونصب القدمين. (مطبوعه سهارنپور)

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہاء نے بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی ''والمرأة تخفض فتضم عضد یها لجنبیها وتلزق بطنهابفخذیها لانه استر[1] اھ طحطاوی، ص ۲۲۳/ پیر کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود تشہد کی طرح ہے اور قعود تشہد میں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے ''ویرفع راسه مکبرا ویجلس ولم یذکر کیفیته وفسره القهستانی بقوله ای یوقع الجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهیٰ فاشار الیٰ ان کیفیة هذا الجلوس هو کیفیة جلوس التشهد عندنا وقال العلامه قاسم ابن قطلو بغاء فی رسالته الأسوس فی کیفیة الجلوس بعض اخوانی سألنی عن کیفیة الجلوس بین السجدتین عند علمائنا فاجبت بانها کجلسة التشهد اھ سعایه، ج۲/ص ۲۰۷/.[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ج ۲/۵۷ھ

ہیئت سجدہ مرد اور عورت کے لئے

سوال:۔ میں نے عرض کیا تھا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ سجدہ کے وقت ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکالدے، انتھیٰ ایضاً جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے، انتہیٰ پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے ''انها لاتنصب اصابع القدمین'' آپ نے جواب ارسال فرمایا ہے:-

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۲۲۹/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلوٰة، طبع مصر.

[2] سعایه، ج۲/ص۲۰۷/ باب صفة السجود (طبع سهیل اکیڈمی لاهور)

بحر والی عبارت طحطاوی سعایہ وغیرہ میں بھی موجود ہے اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کبھی کوئی جزئیہ نہیں دیکھا مگر پاؤں داہنی طرف نکالنے کی تصریح بھی نہیں مل سکی لیکن پاؤں نہ کھڑے کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے" **والمرأة مستثناة من امر النصب بما ان الاحب فی حقها هو استرلها كمايفهم من الروايات الاخر** كما رواه ابوداؤد مرسلاً .الكوكب الدری، ج۱/ص۱۳۶/ جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہاء نے بیان کی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی" **والمرأة تنخفض فلاتبدی عضديها وتلصق بطنها بفخذيها لانه استرلها** " طحطاوی، ج۲/ص۳۲۳/ کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے، کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود وتشہد کی طرح ہے اور قعود وتشہد میں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے "**ويرفع راسه مكبراً ويجلس ولم يذكر كيفيته وفسره القهستانی بقوله ای يوقع الجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهیٰ فاشار الیٰ ان كيفية هذا الجلوس كيفية جلوس التشهد عنده فقال العلامة القاسم بن قطلوبغافی رسالة الاسوس فی كيفية الجلوس بعض اخوانی سألنی عن كيفية الجلوس بين سجد تين عند علمائنا فاجبته بانها كجلسة التشهد.** سعاية، ج۲/ص ۲۰۷/ " اب آپ کا ارشاد ختم ہوا مجھے جناب کے اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جلوس بین السجدتین میں عورت تورک کرے حالانکہ بہشتی زیور میں تشہد میں تورک کی تصریح کی ہے یہاں بھی تورک ہوتا تو تورک لکھدیتے، لہٰذا اگر دونوں جگہ تورک ہو تو ضرور تورک کرنا چاہئے بائیں پیر پر بیٹھنا جائز نہ ہوگا، یعنی جلوس بین السجدتین۔

اب ارشاد فرمائیے کہ میں نے عبارت کا مطلب صحیح سمجھا یا نہیں، حالانکہ بائیں پیر پر بیٹھنے میں الصاق بطن بخوبی ہوتا ہے اور جلوس بین السجدتین وجلسۂ تشہد میں فرق ہے، دونوں جگہ تورک نہیں ہے، قاسم بن قطلو بغا کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جلسہ بین السجدتین کی کیفیت حنفیہ کے نزدیک ایسی ہے جیسی جلوس تشہد کی ہے یعنی مرد کے حق میں داہنا پیر کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھنا اور عورت کے حق میں تورک کرنا[1] بہشتی زیور[2] میں اس کی کیفیت ذکر نہیں کی صرف اس قدر لکھا ہے کہ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جاوے، تب دوسرا سجدہ اللہ اکبر کہہ کر کرے، لیکن سعایہ کی عبارت منقولہ میں اس کی تصریح موجود ہے، لہٰذا عورت جلسہ بین السجدتین اور قعدۂ تشہد دونوں میں تورک ہی کرے اور بہشتی زیور کی کوئی عبارت اس کے خلاف بھی نہیں صرف اتنا ہے کہ قعدۂ تشہد کی کیفیت صراحت فرما کر ذکر کر دی ہے، اور جلسہ بین السجدتین کی کیفیت ذکر نہیں کی ہے، الصاق بطن کا مسئلہ جلسہ کے متعلق نہیں بلکہ سجدہ کے متعلق ہے یعنی سجدہ میں پیر کھڑے کرنے سے الصاق بطن نہیں ہوتا، بلکہ داہنی طرف نکالنے سے ہوتا ہے، پس سجدہ میں عورت کو چاہئے کہ پیر کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکال لے کہ الصاق بطن ہو جائے، نیز آپ نے فرمایا کہ بائیں پیر پر بیٹھنے سے الصاق بطن بخوبی ہو جاتا ہے بے محل ہے، قاسم ابن قطلو بغا ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، شیخ ابن حجر شافعی شارح بخاری اور شیخ ابن ہمام حنفی شارح ہدایہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، بہت بڑے درجہ کے محدث اور فقیہ ہیں، ۸۷۹ھ میں وفات پائی ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وافتراش رجله اليسرى أى مع نصب اليمنٰى سواء كان فى القعدة الاولٰى او الأخرى الى قوله فى تشهد الرجال أى هو سنة فيه بخالف المرأة فانها تتورك الخ الدر المختار مع الردالمحتار كراچى ص۴۷۷/ج ۱/ مطلب فى التبليغ خلف الإمام قبيل آداب الصلوة. سعايه ص ۲۰۶/ج ۲/ باب صفة الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] بہشتی زیور مکمل ومدلل ص ۱۷ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔ (بقیہ اگلے پر)

سجدہ میں الصاق کعبین

سوال: ۔''العرف الشذی ،ص ۱۳۴/ باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے ''الرص بین العقبین فی السجدة ای ضمهما الخ'' اس ''الرص ،بمعنی الضم '' سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایڑیاں صرف سجدہ میں ملائی جائیں اور پنجے الگ رہیں، اس ملانے کی حیثیت صرف مستحب کی ہوگی، یا سنت کی، ورنہ اگر کوئی نہ ملائے جیسا کہ عام معمول ہے، تو نماز پر کیا اثر ہوگا، خلافِ ادبی یا کراہت؟ فقہ کی جو کتابیں عموماً پڑھائی جاتی ہیں، اس کا ان میں تذکرہ نہیں ملتا، وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔

الجواب حامداومصلیاً

چونکہ حالت سجود میں بھی الصاق کعبین کا حکم ہے ''اذا کان السنة فی الرکوع الصاق الکعبین ولم یذکروا تفریجهما بعده فالاصل بقاء هما ملصقین فی حالة السجود ایضاً، الشامی[1]، ج ۱/ص ۳۳۲/''اور الصاق کعبین ضم عقبین کو مستلزم ہے اس لئے اسکے بغیر الصاق کعبین کما حقہ نہیں ہوگا، اور جو چیز سنت کے لئے معین

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] قاسم بن قطلو بغا حنفی ولد ۸۰۲ھ بالقاهرة واخذ عن التاج والحافظ ابن حجر واشتدت عنایته بملازمة ،ابن الهمام وکان اماماً علامة قوی المشارکة فی فنون وکانت وفاته بحارة الدیلم رابع ربیع الاخر ۸۷۹ھ (ملخصاً التعلیقات السنیة علی الفوائد البهیة ،ص ۸۴/)

(صفحہ ہذا) [۱] شامی نعمانیه ص ۳۳۲/ج ۱/ قبیل مطلب فی اطالة الرکوع للجائی ،باب صفة الصلاة شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۳/. سعایه ص ۱۸۱/ج۲/ باب صفة الصلوة، تتمه من السنن التی تسن فی الرکوع، طبع لاهور.

بنے وہ کم ازکم استحباب کے درجہ میں ہوگی[1] خصوصاً جبکہ روایت مذکورہ فی السوال میں اس کی تائید ہوتی ہے، تاہم پنجوں میں کچھ فصل ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہٹ جائے

سوال:۔ نماز میں قیام کے وقت داہنے پیر کا انگوٹھا ایک جگہ رہنا ضروری ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنے پیر کا انگوٹھا اگر ہٹ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عندالاحناف رفع سبّابہ مسنون ہے

سوال:۔ اشارة فی التشهد بالسبابة متقدمین کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، اگر شق اول ہے تو متقدمین کی عبارت مع حوالۂ کتب وصفحہ وغیرہ تحریر فرمائیں مبسوط میں کوئی ایسی عبارت ہے کہ جس میں مذہب متقدمین کی تصریح موجود ہے، امام محمد صاحبؒ مبسوط میں کیا فرماتے ہیں تحریر فرمائیں؟

---

[1] کما یستفاد مالا یتوصل إلی الفرض إلا بہ فھو فرض. شامی کراچی ص ۴۹۹/ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی.

[2] وضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعاً واحدة اووضع ظهر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذٰلک احدی قدمیه صح والا فلا، حلبی کبیری ،ص ۲۸۵/ باب فرائض الصلوٰة، الخامس السجدة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحرالرائق کوئٹه ص ۳۱۸/ فصل واذا اراد الدخول الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۳۵/ج ۲/ باب صفة الصلاة، بحث الرکوع والسجود.

الجواب حامداً ومصلیاً

ائمۂ احناف کے نزدیک رفع سبابہ عندالتشہد مسنون ہے اورامام صاحب کے اصحاب میں کوئی اس کا مخالف نہیں سب متفق ہیں، البتہ مشائخ ماوراء النہر میں مبسوط کی ایک عبارت کی وجہ سے اختلاف واضطراب پیدا ہوگیا، اوروہ یہ سمجھے کہ اس میں دوروایتیں ہیں، اسی بناء پر خلاصہ کیدانی، سراجیہ، بزازیہ، منیہ وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے[1] علماء نے اس کے ثبوت وسنیت میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں، ملاعلی قاری، علی متقی، علامہ شامی وغیرہ نے اپنے اپنے رسائل میں حدیث وفقہ کے بکثرت دلائل پیش کئے ہیں[2] سعایہ شرح وقایہ میں اس کی نہایت مفصل بحث ہے[3] "امارفع السبابة علیٰ الوجه المذکورفمنقول عن ائمتنا فان الامام محمدؒ روىٰ اولا فی المؤطا، ص ۸۴/[4] بروایة مالک اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنىٰ وَقَبَضَ الْخِنْصَرَ وَالْبِنْصَرَ وَحَلَّقَ بَيْنَ الْوُسْطىٰ وَالْاِبْهَام، وَاشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ يَصْنَعُ

---

[1] والاشارة بالسبابة كاهل الحديث (خلاصه كيدانى ،(مطبوعه مجتبائى ص ۱۳/ محرمات صلوٰة)يكره ان يشير بالسبابة فى الصلوٰة (فتاوىٰ سراجيه ،ص ۱۱/ باب مايكره فى الصلوٰة، مطبوعه لكهنؤ، ولايشير عند قوله اشهد ان لااله الا اللّٰه فى المختار (بزازيه على الهنديه ،ج۴/ص ۲۶/ كتاب الصلوة الثانى فى مقدمتها وصفتها مطبوعه كوئٹه، قال فى الواقعات لايشير (منية المصلى مجتبائى، ص ۱۰۱/ باب صفة الصلوٰة)

[2] وجملة ماوقفت عليه من التاليف فيها نحوثلاثين رسالة .....تزيين العبارة بتحسين الاشارة للقارى صاحب المرقاة ورسالة لابن عابدين ،رفع التردد فى عقد الاصابع عند التشهد ..... ورسالة للشيخ على المتقى صاحب كنزالعمال وغيرها(معارف السنن ملخصاً، ج۳/ص۹۷/ باب ماجاء فى الاشارة، مطبوعه نوريه ديوبند.

[3] ملاحظه هوسعايه از ،ج۲/ص۲۱۵/ تا ۲۲۱/ باب صفة الصلوة الكلام فى الإشارة بالسبابة مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[4] مؤطا امام محمد ،ص ۱۰۸/ كتاب الصلوة باب العبث بالحصىٰ فى الصلوة الخ(مطبوعه مكتبه رحيميه ديوبند)

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ثم قال الامام محمدؒ وبصنیع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نأخذ وھوقول ابی حنیفۃؒ وعامۃ اصحابہ، ونقل الشیخ ابن الھمام[1] فی الفتح، ج ۱/ص ۲۲۱/ عن ابی یوسفؒ فی الامالی مثلہ فقد ثبت بھٰذا ان الاشارۃ ثابتۃ عن ائمتنا ولم یخالف فیہ من اصحاب الامام ابی حنیفۃ احد والمتاخرون من مشائخ ماوراء النھر اضطر بوا لمارأو فی عبارۃ المبسوط وبسط اصابعہ وان البسط ینافی القبض والتحلیق فزعم البعض منھم ان فی المسئلۃ روایتین فی روایۃ الاشارۃ مع القبض والتحلیق وفی روایۃ البسط وزعموا ان منافی البسط مکروہ فقالوافی روایۃ یکرہ الاشارۃ وفی روایۃ لایکرہ بل یندب واختار صاحب الھدایۃ القول بعدم الکراھۃ وکذا شمس الائمۃ وبعضھم شددوا وافتوبالکراھۃ بل بالحرمۃ لجھلھم عمافی الموطا والمحققون من المشائخ قالوا لیس ھناک روایتان والاشارۃ ثابتۃ عن ائمتنا قطعاً ولیس فی المبسوط ان یبسط الاصابع فی تمام التشھد بل فیہ بسط الاصابع واذا بلغ عند التلفظ بالشھادۃ یحلق ویشیر ھذا ھوالحق المختار ویدل علیہ روایۃ المسلم التی ذکرناھا والاشارۃ والتحلیق سنتان ترکھا یوجب الاساءۃ وھو مذھب ائمتنا بلاخلاف اھ رسائل الارکان، ص ۸۱/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تشہد میں السلام علیک پر کیا نیت کرے

سوال: ۔ جوہرۃ النیرہ میں ایک مرتبہ دیکھا تھا کہ تشہد میں السلام علیک کہتے وقت

---

[1] فتح القدیر، ج ۱/ص ۳۱۳/ باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] رسائل الارکان ص ۸۱ فصل فی صفۃ الصلوۃ بیان رفع السبابۃ فی التشھد، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ.

حکایۃ صلوٰۃ کا خیال ہونا چاہئے جو معراج میں ہوئی تھی، شامی میں اس کے برخلاف لکھا ہے، کہ انشاء صلوٰۃ مدنظر رہنا چاہئے اور اخبار اور حکایت نہیں، ان دونوں قولوں میں کون صحیح ہے؟ دوسرے یہ کہ انشاء صلوٰۃ کی صورت حضور ﷺ کو خطاب بالواسطہ ہوگا یا بلا واسطہ اگر بالواسطہ ہوگا تو اس کی تصریح کہاں ہے، اور اگر بلا واسطہ ہے تو کیا حضور ﷺ حاضر بھی ہیں، صاحب جوہرہ کون ہیں ان کے ہمنوا اس مسئلہ میں کون کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی کا قول اقرب معلوم ہوتا ہے خطاب حاضر ناظر جان کر نہیں بلکہ اس اعتقاد کے ماتحت ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے پیش کیا جائے جیسا کہ خط میں کسی کو خطاب کیا جاتا ہے، اور یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ حاضر ہے بلکہ یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ ڈاک کے ذریعہ سے یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہنچ جائے گا، حدیث شریف میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقرر فرما رکھے ہیں جو درود وسلام پہنچاتے ہیں، البتہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر جو درود وسلام پڑھا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں[1]۔

(ابن مسعودؓ) رَفَعَه اَنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْلُغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِيْ السَّلَامَ للنسائی[2].

(عمار بن یاسر) اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِيْ مَلَكاً اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَايُصَلِّيْ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَبْلَغَنِيْ بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم مَنْ صَلّٰى عَلٰى عِنْدَقَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِياً اُبْلِغْتُهٗ. رواه البيهقي في شعب الايمان. مشكوة المصابيح ص۸۷/ج ۱/ باب الصلوة على النبيؐ وفضلها، طبع ياسر نديم ديوبند.

[2] نسائی شریف ص۱۴۳/ج ۱/ كتاب الافتتاح باب التسليم على النبي صلّى الله عليه وسلم، مطبوعه فيصل ديوبند.

قَدْ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْکَ للبَزَار بِضُعْف[1].

(عبداللّٰہ بن دینار) رَأَیْتُ اِبْنُ عُمَرَؓ یَقِفُ عَلیٰ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُصَلِّی عَلیٰ النَّبِیِّ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَؓ اھ جمع الفوائد، ج ۲/ص ۲۷۲-۲۷۳/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہ عفا اللہ عنہ

تشہد میں اشارۂ سبّابہ

سوال: ۔قعدہ میں التحیات پڑھتے ہیں، بہت سے لوگ مٹھی باندھ کر کلمہ کی انگلی اٹھاتے ہیں اور آخیر تک رہنے دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، یا تمام انگلیاں پھیلی رہنے دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

التحیات میں اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے، اس طرح کہ دو انگلیاں ہتھیلی سے ملی رہیں، بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنالیا جائے، پھر ''الا اللّٰہ'' پر انگلی کے اشارہ کو ختم کر کے کچھ نیچے کو رُخ کر دیا جائے، اور یہ ہیئت اخیر تک باقی رہے، سب انگلیاں کھول کر نہ پھیلائی جائیں،[3] اس مسئلہ پر بعض علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۲/۸۹ھ

---

[1] جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد ص ۲۷۲/ ج ۲/ الاستغفار والتسبیح الخ، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

[2] جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، ص ۲۷۲-۲۷۳/ ج ۲/ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند الاستغفار والتسبیح الخ.

[3] قال علی القاری فی رسالتہ تزیین العبارۃ والصحیح المختار عند جمھور اصحابنا ان یضع کفیہ علی فخدیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابھام ویشیر بالمسبحۃ رافعاً لھا عندالنفی واضعاً عند الاثبات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رفع سبابہ

سوال: ۔جس مصلی کو تشہد میں انگشت اٹھانے کی ترکیب معلوم نہیں کیا اس کے لئے ترک رفع سبابہ ہی اولیٰ ہے، یا جس طرح دانستہ آدمی انگشت اٹھاتے ہیں اسی طرح وہ بھی اٹھاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نادانستہ آدمی کو دانستہ آدمی کی طرح انگشت اٹھانا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ

تشہد میں وسطیٰ وابہام کا حلقہ کب تک رکھا جائے

سوال: ۔التحیات جس کو تشہد کہتے ہیں ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کے وقت کلمہ کی انگلی کے بازو کی انگلی سے حلقہ بنا کر جو کلمہ کی انگلی اٹھائی جاتی ہے، وہ حلقہ تاختم نماز رکھا جائے، یا "اِلَّا اللّٰه" پر انگلی اٹھا کر حلقہ کھولدیا جائے؟ حقیقت نماز کی روشنی میں مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حلقہ اخیر تک رکھا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ثم یستمر علی ذٰلک. التعلیق الممجد، ص ۱۰۸/ علی مؤطا امام محمد، باب العبث بالحصٰی فی الصلوۃ، اشرفی بکڈپو، دیوبند. شامی کراچی ص۵۰۸/ج ۱/ کتاب الصلوۃ فصل فی بیان تالیف الصلوۃ. فتح القدیر ص ۳۱۲/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ دارالفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] قال علی القاری فی رسالتہ تزیین العبارۃ والصحیح المختار (باقی اگلے صفحہ پر)

انگشت شہادت نہ ہو تو التحیات میں کیا کرے

سوال: ۔جس کی انگشت شہادت نہ ہو، قعدہ میں شہادت کے وقت کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی دوسری انگلی سے اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۹۰ھ

افضل درود شریف

سوال: ۔نماز کے باہر کونسا درود شریف پڑھنا چاہئے؟ وہ درود شریف تحریر کیجئے جس کی فضیلت احادیث میں آئی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب سے افضل درود شریف وہی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) عند جمهور اصحابنا ان يضع كفيه على فخديه ثم عند وصوله الى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والابهام ويشير بالمسبحة رافعاً لها عندالنفى واضعاً عند الاثبات ثم يستمر على ذٰلک. التعليق الممجد، على مؤطا امام محمد ص ۱۰۸، باب العبث بالحصٰى فى الصلوة، اشرفى بكڈپو، ديوبند. شامى كراچى ص۵۰۸/ج ۱/ كتاب الصلوة فصل فى بيان تاليف الصلوة. فتح القدير ص ۳۱۲/ج ۱/ دارالفكر بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] لايشير بغير المسبحة حتى لو كانت مقطوعة اوعليلة لم يشربغير ها من اصابع اليمنىٰ ولاباليسرىٰ الخ طحطاوى على المراقى مصرى ،ص۲۱۸/ كتاب الصلوٰة ، (بقیہ اگلے پر)

السلام کا الف لام اور اللہ اکبر کی را کو صاف ادا کیا جائے

سوال:۔امام کے لئے نماز کی تکبیرات میں اللہ اکبر اس طرح کہنا کہ ''ر'' قطعاً ظاہر نہ ہو اور سلام اس طرح ادا کرنا کہ السلام کے بجائے پوری طرح سلام علیکم بغیر الف لام کے ظاہر ہو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شخص خاص کر امام قصداً تو السلام ہی کہتا ہے لیکن بعض دفعہ الف لام ظاہر نہیں ہوتا سننے والے سمجھتے ہیں کہ سلام کہا ہے، اسی طرح قصداً تو اللہ اکبر ہی کہا جاتا ہے، لیکن کبھی اکبر کی ''ر'' اتنی مخفی ہو جاتی ہے کہ لوگ سن نہیں پاتے نماز اس طرح بھی ہو جاتی ہے، تاہم دونوں چیزوں کو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فصل فی بیان سننها. شامی زکریا ص۲۱۸/ج۲/ باب صفة الصلوة، قبیل مطلب مهم فی عقد الاصابع عندالتشهد. حلبی کبیر ص۳۲۸/ صفة الصلوة، طبع لاهور.

۲ وافضل العبارات علی ماقال المرزوقی اللّٰهم صل علی محمدٍ وعلی اٰل محمدٍ. شامی کراچی، ج۱/ص ۱۳/ خطبة الکتاب مطلب افضل صیغ الصلاة)شامی نعمانیه ، ج۱/ص ۹/. مجمع الانهر ص۱۵۳/ج۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. زیلعی شرح کنز ص۱۲۳/ج۱/ باب صفة الصلوة واذا اراد الدخول الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) ۱ ومن لایحسن بعض الحروف ینبغی أن یجهد الخ عالمگیری، ج۱/ص ۷۹/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الصلوٰة الفصل الخامس فی زلة القاری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

آدابِ نماز

مسنون لباس میں نماز

سوال:۔ یہاں افریقہ میں مکان سے باہر بازار وغیرہ میں بغیر کوٹ پتلون پہنے ہوئے نکلنے کا رواج نہیں ہے، یہاں کا یونیفارم ہی کوٹ پتلون ہے تو جو شخص اپنے مکان میں یا مسجد میں کوٹ یا پتلون نکال کر پائجامہ یا لنگی پہن کر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بغیر کراہت ہوگی، یا کراہت کیساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو لباس مسنون ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے[1]، اگر چہ وہاں کا یونیفارم اس کے خلاف ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صرف بنڈی میں نماز

سوال:۔ کیا صرف واسکٹ جس کو بنڈی کہتے ہیں پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ

---

[1] والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة. شرح منیه، ص ۲۱۶/ فروع من بحث الستر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۱۷۰/ شروط الصلوة وارکانها.

پائجامہ باندھنے کی جگہ سے ناف تک کا حصہ کھلا ہوا ہو جس کا ستر ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدن کے جس حصہ کو چھپانا فرض ہے، اگر وہ چھپا رہے تب بھی ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا جس کو پہن کر آدمی معزز مجلس میں نہ جاسکتا ہو وہ مکروہ ہے[1]، چہ جائیکہ فرض ستر ہی ادا نہ ہو تو ایسی حالت میں نماز ہی نہ ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرتا گھٹنے سے اوپر ہو تو نماز کا حکم

سوال: ۔ گھٹنے کے اوپر کرتا پہن کر امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کرتا گھٹنوں تک نہیں پہنچتا بلکہ کچھ کم ہے تو اس سے بھی نماز وامامت درست ہو جاتی ہے، اگرچہ اعلیٰ بات یہ ہے کہ کرتا اس سے بڑا ہو[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۲ھ

---

[1] وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ولایذهب به الی الاکابر، شامی، ج ۱/ص ۴۳۰/ نعمانیه، مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها. عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۷/ج ۱/ الفصل الثانی فیمایکره فی الصلاة، مطبوعه مصری. طحطاوی مع المراقی ص ۲۹۲/ باب مایفسد الصلوة، مطبوعه مصری

[2] والرابع ستر عورته. درمختار، ج ۱/ص ۲۷۰/ شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۰۴/ باب شروط الصلاة. مطلب فی ستر **العورة**. وستر عورته للاجماع علیٰ انه فرض فی الصلاة الخ. البحر الرائق ص ۲۶۸/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. طحطاوی مصری ص ۱۶۹ باب شروط الصلوة وأرکانها.

[3] والا ولی کونه من القطن او الکتان او الصوف علی وفاق السنة (**بقیه اگلے صفحه پر**)

بیٹھ کر نماز میں نظر کہاں رکھیں

سوال: ۔نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں تلاوت کے وقت نگاہ سجدہ کی جگہ رکھنا بہتر ہے یا گود میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گود میں مناسب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دو قدموں کے درمیان فصل

سوال: ۔حالت نماز میں پہلی رکعت میں دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ چھ انگل تھا، اور دوسری رکعت میں وہ فاصلہ چار انگل رہ گیا، تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کوئی خرابی نہیں مگر چار انگل کا فصل مستحب ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۰ھ

(گذشتہ کا بقیہ) بان یکون ذیله لنصف ساقه. شامی کراچی، ج۶/ص ۳۵۱/ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحة شامی نعمانیه، ج۵/ص ۲۲۳/ سکب الانهر علی المجمع ص ۱۹۰/ج۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت. زاد المعاد، ج۴/ص ۲۱۸/ فصل فی تدبیره لامر الملبس، طبع مؤسسة الرسالة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] ولها آداب .....نظره الی موضع سجوده حال قیامه..... والی حجره حال قعوده (الدرمع الشامی، ج۱/ص ۳۲۱/ اٰداب الصلاة باب صفة الصلاة شامی کراچی، ج۱/ص۴۷۷/. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۲۴/ (بقیہ اگلے پر)

بائیں ہاتھ سے کھجانا

سوال: ۔نماز میں قیام کی حالت میں اگر کسی جگہ بدن پر خارش آئے، اور کسی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھجایا تو نماز ٹوٹ گئی یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے یہاں امام صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی، داہنے ہاتھ سے کھُجایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خارش کو ضبط نہیں کرسکتا تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ سے کھجائے[۱]، لیکن اگر بائیں ہاتھ سے بھی کھجایا تو محض بایاں ہونیکی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فصل من آدابها. بحر کوئٹه ص ۳۰۴/ج ۱/ قبیل فصل وإذا اراد الدخول الخ.

۲ ویسن تفریج القدمین فی القیام قدراربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع امااذا کان به سمن فالامر علیه سهل (طحطاوی علی المراقی، ص ۲۱۲/ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۴۴۴/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مبحث القیام. عالمگیری ص ۷۳/ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة الخ، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) ۱ مستفاد :- یغطی فاه بیمینه، وقیل بیمینه فی القیام وفی غیره بیساره (الیٰ قوله) لکن فی حالة القیام لماکان یلزم من دفعه بالیسار کثرة العمل بتحریک الیدین کانت الیمنی اولیٰ. شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۴۵/ باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب اذاترددالحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة اولیٰ، مطبوعه زکریا دیوبند ص ۴۱۳/ج ۲/. عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۷/ج ۱/ الفصل الثانی فیمایکره فی الصلوة ومالا یکره. و إنْ حَکَّ ثَلاثاً فِیْ رُکْنٍ یَرْفَعُ یَدَهٗ کُلَّ مَرَّةٍ ..... تفسد. فتح القدیر ص ۴۰۴/ج ۱/ باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطبوعه دارالفکر بیروت. النهر الفائق ص ۲۷۴/ج ۱/ باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۹/ج ۴/ الثالث عشر فیمایفسد ومالایفسد.

ٹوپی پر سجدہ

سوال:۔ ایک شخص ٹوپی پیشانی پر لگاتا ہے، اور سر کا پچھلا حصہ کھلا رہتا ہے، جس سے سجدہ ٹوپی کے اوپر ہوتا ہے، اس طرح نماز ہوگی یا نہیں؟ یہ شخص امامت بھی کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

افضل یہ ہے کہ پیشانی سجدہ کرتے وقت زمین پر رہے اگر چہ سجدہ اس طرح بھی ادا ہوجاتا ہے کہ ٹوپی پیشانی پر ہو اور اس پر سجدہ کیا جائے[1] لیکن اگر پیشانی بالکل نہیں رکھی گئی، نہ بلا واسطہ زمین پر نہ ٹوپی کے واسطہ سے زمین پر بلکہ اٹھی رہی کہ صرف ٹوپی کا کچھ حصہ زمین پر رکھا گیا، اور پیشانی علیحدہ اوپر اٹھی رہی، جیسا کہ بعض دفعہ عمامہ کی صورت میں ہوسکتا ہے، کہ اسکا پیچ کچھ زمین پر رکھا گیا اور پیشانی کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہوا نہ بالواسطہ نہ بلا واسطہ تو ایسی صورت میں سجدہ درست نہیں ہوتا، نماز صحیح نہیں ہوتی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد رُخ کس طرف کرے

سوال:۔ وضو کند برہمان نماز بنا کند اگر منفرد باشد اور اازسر نو نماز خواندن افضل است واگر امام باشد خلیفہ گیرد وضو کند وداخل مقتدیان شود، ومقتدی وضو کردہ باز آید بمکان کہ آنجا بود

---

[1] یشترط فی صحة السجود علی العمامة کون ماسجد علیه منها متصلا بالجبهة. حلبی کبیر ص۲۸۷/ فرائض الصلاة الخامس السجدة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. درمختار علی الشامی زکریا ص۲۰۶/ج۲/ باب صفة الصلوة.

[2] فلوسجد علی مااتصل بما فوق الجبهة لایجوز. حلبی کبیر، ص۲۸۷/ الخامس السجدة، مطبع لاهور. درمختار علی الشامی زکریا ص۲۰۶/ج۲/ باب صفة الصلاة. طحطاوی علی المراقی ص۱۸۷/ باب شروط الصلاة، مطبوعه مصری.

(۱) سوال یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے امام مقتدی اور منفرد تین قسم کے لوگ ہیں، پہلے ایک حکم ہے درنماز حدث لاحق شود وضوکند، پھر امام اور منفرد ومقتدی کے لئے الگ الگ حالتیں بیان کی گئیں، اس عبارت کا صحیح محمل کیا ہے؟

(۲) دوآدمی برابر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، ایک امام تھا دوسرا مقتدی تیسرے شخص نے امام کو آگے بڑھا کر امام کی جگہ کھڑا کر دیا اور خود اسی ایک مقتدی کے ساتھ صف میں کھڑا ہوگیا، اب بعد سلام کے امام اپنی جگہ علیٰ حالہ بیٹھا رہے یا داہنے طرف مڑ کر بیٹھے پھر دعا کرے یہ عصر کی نماز تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منفرد کے لئے اس صورت میں استیناف افضل ہے[۱]، اس کا اپنا تنہا کا معاملہ ہے امام کے لئے خلیفہ بنادینا افضل ہے، اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی ہیں، ان سب کی نماز بھی اس کیساتھ وابستہ ہے اسکو خلیفہ بنادینا افضل ہے تاکہ وقت حدث تک جتنی نماز پڑھ چکے ہیں وہ خراب اور بیکار نہ ہو[۲]، انکو استیناف (ازسرِنو پڑھنا اور پڑھی ہوئی کو بیکار قرار دینا) شاق ہوگا بنا میں یہ بات نہ ہوگی۔

(۲) دائیں بائیں اس طرح مڑ کر بیٹھ سکتا ہے کہ مسبوق کی طرف اسکا رخ نہ ہو[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من سبقه حدث توضا وبنى كذا فى الكنز والاستئناف افضل كذافى المتون وهذا فى حق الكل عند بعض المشائخ وقيل هذا فى حق المنفرد قطعاً. عالمگیری، ج ۱/ص ۹۳/الباب السادس فى الحدث فى الصلاة. الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۳۵۵، ۳۵۶/ج ۲/ باب الاستخلاف. مجمع الانهر ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الحدث فى الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلميه، بيروت.

[۲] من سبقه حدث وكان اماماً فانه يستخلف رجلا مكانه ياخذ بثوب رجل الى المحراب أويشير اليه (البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۶۹/ باب الحدث فى الصلاة. (بقیہ اگلے پر)

نماز کے بعد رُخ کس طرف کرے

سوال: ۔نماز فجر کے بعد حضور ﷺ سے ہر چہار جانب دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین جانب بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے، قبلہ رو اور شمال وجنوب[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

(**گذشتہ کا بقیہ**) مجمع الانهر ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. تبیین الحقائق ص۱۴۷/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

۳ ان کان فی صلاة لاتطوع بعدها فان شاء انحرف عن یمینه اویساره اواستقبل الناس بوجهه، شامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۸/ شامی کراچی ص ۵۳۱/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطلب فیما لوزاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقب الصلاة. مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۵۴/ فصل فی صفة الاذکار الواردة الخ. بدائع الصنائع زکریا ص۳۹۴/ج ۱/ فصل فی بیان مایستحب للامام ان یفعله عقیب الفراغ من الصلاة.

(**صفحہ ہٰذا**) ۱ عن **سمرة** بن جندب قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلّم اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَابِوَجْهِهٖ. رواه البخاری.

''وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِهٖ رواه مسلم وَعَنْ عَبد اللّٰه بن مسعود قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلَم کَثِیْراً یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِهٖ متفق علیه ،مشکوٰة شریف، ص۸۷/ باب الدعاء فی التشهد الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۵۴/ فصل فی الأذکار الواردة بعد الفرض، مطبوعه مصر. تاتارخانیه ص۵۵۶/ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان مایفلعه المصلی فی صلاته الخ، قبیل ومایتصل بهذالفصل، مطبوعه کراچی.

ترجمہ :۔حضرت سمرہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی نماز پڑھتے تو ہماری طرف رخ کرتے فراغت کے بعد۔

''اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد داہنے جانب پھرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ مین نے اکثر آپ کو بائیں جانب پھرتے دیکھا۔''

نماز کے ختم پر دائیں بائیں منہ پھیرنا

سوال:۔نماز میں سلام دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے لیکن کہیں منہ قبلہ کی طرف ہی کر کے پھیر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ سلام ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنے بائیں منہ پھرانا سنت ہے،"ویسن الالتفات یمیناً ثم یساراً بالتسلیمتین (مراقی الفلاح[1]، ص ۱۶۳) اس کے خلاف کرنے سے سنت ترک ہوگی نماز ادا ہوگئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد داہنی یا بائیں طرف رُخ کرنا

سوال:۔ایک مقامی مسجد جس میں دس سال سے تبلیغی مرکز ہے،اور ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے،اجتماع کے ایک روز جمعہ کی نماز میں مقرر امام کے نہ آنے کی وجہ سے ایک اجنبی شخص نے امامت کی،بعد سلام تسبیح اور دعاء کے لئے بجائے داہنی طرف مڑنے کے یہ خیال کرتے ہوئے کہ بائیں طرف مڑنا سنت ہے اور عام طور پر کرتے بھی نہیں ہیں،بائیں جانب مڑ کر تسبیح پڑھی اور دعاء کے بعد فراغ،عوام میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ یہ نیا طریقہ اس نے کہاں سے نکالا،چندروز بعد بعض مخلص سمجھدار معاونین وکارکنان جماعت نے اس دن فجر کے وقت امام صاحب کو اپنی مخلصانہ رائے پیش کی کہ یہاں کی فضا میں عوام کو ابھی تک تبلیغی کام سے مناسبت نہیں ہوئی ہے، اور آپ سے بھی ابھی تک عوام کا ربط نہیں ہوا ہے،برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] مراقی الفلاح ص ۱۰۱/ فصل فی سننها، مطبوعه المکتبة الأسعدی سهارنپور. مجمع الانهر ص ۱۵۴/ج ۱/ قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. بدائع الصنائع ص ۵۰۲/ج ۱/ مایستحب فی الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه زکریا دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنی طرف رخ کرنے سے اصل امام یا کوئی بھی اس کا نائب گنہگار نہیں، جب دونوں ہی سنت ہیں داہنی طرف رخ کرنا بھی بائیں طرف رخ کرنا بھی تو کسی ایک طریقہ پر عمل کرنے سے ترک سنت نہیں ہوگا، اسکے شواہد شریعت میں بے شمار ہیں، لیکن کسی ایک طریقہ کو لازم قرار دینا جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ دوسرا سنت سے ثابت شدہ طریقہ غلط اور خلاف شرع ہے جائز نہیں[1]، مشکوٰۃ ص ۷۸/ سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ سے داہنی طرف رخ فرمانا بھی ثابت ہے اور بائیں طرف رخ کرنا بھی ثابت ہے[2]، بہتر یہ ہے کہ حضور ﷺ کی احادیث کوئی عالم نمازیوں کو سنایا کرے تاکہ ان کے سامنے ہر چیز کا سنت طریقہ آئے اور جن غلط فہمیوں میں وہ گرفتار ہیں وہ دور ہوں فتنہ سے پورا پرہیز کیا جائے، اور ایسا عمل اختیار نہ کیا جائے جن سے غلط عقیدہ کی تائید ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان من أصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال ،مرقاة المفاتیح ،ج۲/ص ۱۴/ باب الدعاء فی التشهد الفصل الاول، سعایة ص ۲۶۵ ج۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراء ة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن انسؓ قال کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم ینصرف عن یمینه رواه مسلم وعن عبداللّٰه بن مسعودؓ قال لقد رایت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کَثِیْراً یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِهٖ متفق علیه، **مشکوٰۃ** شریف، ص ۸۷/ باب الدعاء فی التشهد ،الفصل الاول. بخاری شریف ص ۱۱۸/ج ۱/ کتاب الاذان، باب الانتقال والانصراف عن الیمین والشمال، مطبوعه اشرفی دیوبند. ترمذی شریف ص ۶۶/ج ۱/ ابواب الصلاة، باب ماجاء فی الانصراف عن یمینه وعن یساره، مطبوعه بلال دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مصلّے سے داہنے جانب پھرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے دیکھا ہے۔

جمائی روکنے کا طریقہ

سوال:۔ بحالت نماز اگر جمائی آئے تو اس کو کیسے روکیں؟ خاص کر رکوع وسجود میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لی جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بعض حروف ادا کرتے وقت گردن جھکانا

سوال:۔ ہمارے امام صاحب جب نماز پڑھاتے وقت گردن اور سر کو جہاں بھی ع، یا، ح، ہو اس طرح کرتے ہیں جیسے مرغ اذان پڑھتا ہے اور اپنی گردن کو اوپر نیچے کرتا ہے، کبھی ایک ٹانگ کے اوپر کھڑے ہوجاتے ہیں، یعنی ایک ہی ٹانگ پر سارا زور دیکر کھڑے ہوتے ہیں، تو ان صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیام طویل ہو تو کبھی ایک ٹانگ پر بوجھ دینا کبھی تھک جائے تو دوسری پر بوجھ دینا درست ہے، اس سے نماز خراب نہیں ہوتی[1] البتہ ع، اور ح ''ادا کرتے وقت سر جھکانے کی ضرورت

---

[1] وامساک فمه عندالتثاؤب فان لم یقدر غطاه بیده (تنویر) وعبارة الشارح فی الخزائن ای بظهر یده الیمنی (شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۷۸. شامی نعمانیه اٰداب الصلاة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۲۴/ فصل فی آدابها. المحیط البرهانی ص ۱۰۴/ج ۲/ فصل فی بیان آداب الصلاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل. تاتارخانیه کراچی ص ۵۲۹/ج ۱/ فصل فی بیان آداب الصلاة.

نہیں ، یہ بلاضرورت ہے، اگرچہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، تاہم اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۹۵ھ

نماز میں نگاہ پھیرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ اگر کوئی نماز میں دوسری طرف نگاہ کرے اس طرح کہ گردن نہ ہلایا ہو یعنی سر نہ پھیرا ہو تو کیا اس کی نماز جاتی رہی یا باقی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہاں خلاف استحباب ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

---

[۱] وللمتطوع الاتكاء على شئى كعصا و جدار مع الاعياء اى التعب بلاكراهة وبدونه يكره وفى الشامية وقوله للمتطوع لعل وجهه ان التطوع قديكثر كالتهجد فيؤدى الى التعب فلم يكره له الاتكاء بخلاف الفرض فان زمنه يسير والا فالمفترض ان عجز قدمر حكمه وان تعب فالظاهر انه لايكره له الاتكاء. شامى زكريا ص ۵۷۲/ج ۲/ باب صلاة المريض، قبيل مطلب فى الصلاة فى السفينة. حاشية الطحطاوى على الدر ص ۳۲۰/ج ۱/ باب صلاة المريض، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

[۲] والا لتفات بوجهه كله اوبعضه للنهى وببصره يكره تنزيهاً. شامى زكريا، ج ۲/ ص ۴۱۰/ مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولى، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها . عالمگيرى كوئٹه ص ۱۰۶/ج ۱/ الباب السابع فيما يفسد الصلوة الخ الفصل الثانى فيمايكره فى الصلاة ومالايكره. تاتارخانيه كراچى ص ۵۶۵/ج ۱/ الفصل الرابع فى بيان مايكره اللمصلى ان يفعل فى صلاته الخ.

جائے نماز اگر چھوٹی ہو

سوال:۔ اگر کپڑا چھوٹا ہے نماز کے لئے تو وہ پاؤں کے نیچے ہونا چاہئے یعنی جس پر نمازی نماز پڑھتا ہو تو وہ اتنا بڑا کپڑا نہیں کہ پاؤں سے سر تک آجائے، اگر پاؤں نیچے کرتے ہیں تو سر کپڑے کے نیچے ہو جاتا ہے، آپ فرماویں کہ کپڑا نیچے ہو یا پاؤں تک؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ کپڑا سردی یا گرمی سے حفاظت کے لئے ہے تو جس عضو کی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہو تو اس کے نیچے کرلیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۹ھ

---

[1] عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فیضع احدنا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود، الحدیث. قال فی الفتح وفی الحدیث جواز استعمال الثیاب وکذا غیرھا فی الحیلولۃ بین المصلی وبین الأرض لاتقاء حرھا وکذا برد ھا الخ. فتح الباری ص ۴۹/ج ۲/ کتاب الصلوۃ باب السجود علیٰ الثوب فی شدۃ الحر، مطبوعہ مکۃ المکرمہ. ارشاد الساری ص ۵۴/ج ۲/ دارالفکر عمدۃ القاری ص ۱۱۷/ج ۲. جز ۴، دارالفکر بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

جماعت کا بیان

فصل اول

﴿جماعت کی فضیلت واہمیت کا بیان﴾

نماز باجماعت کی فضیلت

سوال: باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے حضور ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی ترغیب اور فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے[1]۔ جماعت میں شریک نہ ہونا منافق کی نشانی تھی[2]۔ ارشاد فرمایا کہ معذورین بچوں وغیرہ کا خیال نہ

---

[1] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صَلوٰةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلوٰةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. مشكوة شريف ص ۹۵ (مطبوعه يا سرنديم ديوبند) باب الجماعة وفضلها. مسلم شريف ص ۲۳۱/ ج ۱/ باب فضل صلاة الجماعة. ابن ماجه ص ۵۷/ باب فضل الصلاة في جماعة.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ ہوتی ہے۔

[2] عن عبدالله بن مسعود قال لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَايَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلوٰةِ اِلاَّمُنَافِقٌ الحديث مشكوة شريف ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، مطبوعه ياسرنديم ديوبند. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ہوتا تو ان کے مکان میں آگ لگا دیتا جو جماعت میں نہیں آتے حدیث پاک میں یہ مضمون ہے۔[۱] آج بھی ترغیب پر ہی کفایت کی جائے کسی کے مکان میں آگ نہ لگائی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جماعت کا اہتمام

سوال: اگر مسجد میں کوئی امام نہ ہو تو اکیلے اکیلے تکبیر پڑھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

پڑھ سکتا ہے[۱]۔ لیکن ہمیشہ کے لئے امام بنانا اور جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے[۲]۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مسلم شریف ص ۲۳۲/ ج ۱/ باب فضل صلاة الجماعة، مطبوعه رشيديه دهلی.

ترجمہ: عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا تحقیق دیکھا میں نے خود کو اور صحابہ کو کہ پیچھے نہیں رہتا تھا نماز با جماعت سے مگر منافق الخ۔

۳ عن النبی صلی الله علیه وسلم لَوْلَامَافِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّیَةِ اَقَمْتُ صَلوٰة الْعِشَاءِ وَاَمَرْتُ فُتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ مَافِی الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ. مشکوٰة شریف ۹۷ باب الجماعة وفضلها. الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: نبی ﷺ سے روایت ہے اگر گھر میں عورتیں نہ ہوتی اور اولاد۔ حکم کرتا میں عشاء کی نماز کو قائم کرنے کا اور حکم کرتا اپنے خادموں کو کہ جلاتے اس چیز کو جو گھروں میں ہے آگ سے۔

۱ فی الخانیة لولم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویوذن فیه ویصلی ولو کان وحده لان له حقا علیه فیودیه (الشامی نعمانیه ص ۴۴۳ ج ۱) شامی زکریا ص ۴۳۳/ ج ۲، مطلب فی افضل المساجد. باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها. خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۶۷/ ج ۱/ فصل فی المسجد. المحیط البرهانی ص ۲۴۷/ ج ۲/ الفصل الثانی عشر، ومما یتصل بهٰذا الفصل، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

۲ والجماعة سنة مؤکدة للرجال وقیل واجبة وعلیه العامة شامی زکریا ص ۲۸۷ تا ۲۹۰/ ج ۲، باب الامامة. المحیط البرهانی ص ۲۱۰/ ج ۲/ الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

اس لئے کوشش کرے کہ کوئی اچھا امام مقرر کرے اگر اچھا امام نہ ملے تو سب نمازیوں میں سے جو بھی اچھا ہو اسے امام بنالیا جائے اگر سب یکساں ہی سے ہوں تو جو امام بن جائے گا نماز ہو جائے گی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۵۶ھ

مسجد میں جماعت ہو چکی، کیا گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب ملے گا؟

سوال: زید سو رہا تھا یا کوئی کام کر رہا تھا اور مسجد میں جماعت ہوگئی۔ اب اگر وہ کسی کمرہ میں باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملے گا؟ اور اس جماعت کو جماعت ثانیہ سے موسوم کریں گے یا نہیں؟ جب کہ مسجد کی جماعت اولیٰ فوت ہو چکی ہے۔ بکر جماعتِ اولیٰ ہونے کا داعی ہے۔ حضرت سے ابھی قریب ہی میں جماعت ثانیہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا کہ مسجد کے علاوہ جو لوگ جماعت کرتے ہیں تو انھیں ثواب ملے گا یا نہیں؟ تو بندہ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس شخص کے بارے میں کہ جس کی جماعت اُولیٰ فوت ہوگئی ہے علماء کے تین قول ہیں (۱) مسجد میں تنہا نماز پڑھے (۲) کسی دوسری مسجد میں تلاش کرے (۳) گھر میں مع اہل کے جماعت سے نماز پڑھے۔ تو یہ تینوں قول زجراً وتنبیہاً ہیں، سزا کے طور پر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو پھر ان کو جماعت کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ سزا میں جزا نہیں ہوا کرتی۔ امر طلب یہ ہے کہ اس بات میں کتب فقہ کی عبارتوں سے ٹکراؤ پیدا ہو رہا ہے۔ کتابوں میں ہے کہ فضیلت جماعت اس کو حاصل ہوگی اگر چہ مسجد کی

---

[۱] تقدم تخریجه تحت عنوان غلط خواں کی امامت.

نہیں۔ تطبیق کی کیا صورت ہے؟ نیز سوجانا عذر ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

گھر میں جماعت کرنے سے فضیلت جماعت تو حاصل ہوجائے گی مگر مسجد کی فضیلت اس سے زیادہ ہے وہ حاصل نہیں ہوگی۔ ولو صلی فی بیتہٖ بزوجتہٖ او جاریتہٖ او ولدہ فقد اتیٰ بفضیلۃ الجماعۃ ولکن فضیلۃ المسجد اتم۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[1]۔

فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک مسجد کی جماعت چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ٹھیک نہیں

سوال: کسی مسجد میں زید وضو کررہا تھا کہ ادھر جماعت کی رکعتیں ہوگئیں، یا صرف قعدہ اخیرہ ہی ملنے کی امید ہے، تو زید نے سمجھا کہ اچھا ہے چلو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لیں جہاں پوری جماعت ملنے کی امید ہے۔ تو ایسی صورت میں ایک مسجد سے دوسری مسجد کی طرف انتقال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

زید کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اس مسجد کا حق قائم ہوگیا وہیں جماعت میں شریک ہوجائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۳ھ

---

[1] وإن صلی أحد فی البیت بالجماعۃ لم ینالوا فضل جماعۃ المسجد. شامی زکریا ص۴۹۵/ج۲/ کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاۃ التراویح. طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۳۲/ مصری، باب الامامۃ. فتاوی ھندیہ ۱۱۶/ج۱/ الباب التاسع فی النوافل، فص فی التراویح، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] واتفقوا علی انھا ان فاتت فی مسجد فلایجب طلبھا فی مسجد أخر (رسائل الارکان ص۵۵) شامی کراچی ص۵۴/ج۲/ باب ادراک الفریضۃ، مطلب فی کراھۃ الخروج من المسجد بعد الآذان. البحرالرائق ص۷۲/ج۲/ باب ادراک الفریضۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی.

مشق کے لئے بچوں کی جماعت کرانا

سوال: اگر بچوں کو نماز کی مشق کرائی جائے تو تکبیر پڑھیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بچوں کو اگر بطورِ تعلیم نماز کی مشق کرائی جائے اور وہ جماعت کرتے ہیں تو ان کی جماعت مصلی سے علیحدہ کرائی جائے اور وہ تکبیر بھی کہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/ ۸۹ھ

امام تنہا اذان واقامت کے بعد نماز پڑھے تو جماعت کا ثواب ملے گا

سوال: اذان کے بعد مسجد میں کوئی دوسرا نمازی نہ ہو تو امام تنہا ہی جماعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں امام صاحب تنہا ہی تکبیر کہہ کر نماز ادا کرلیں[2]۔ اس سے جماعت کا ثواب ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور محلّہ میں تبلیغ کرکے لوگوں میں نماز کا شوق واہتمام پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/ ۸۹ھ

---

[1] اسلئے کہ نابالغ بچے کا نابالغ بچوں کی امامت کرنا درست ہے واما غیر البالغ فان کان ذکر اتصح امامته لمثله من ذکر (الشامی نعمانیه ص ۳۸۸/ج ۱) شامی زکریا ص ۳۲۱/ج ۲، باب الامامة قبیل مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی الخ.

[2] فی الخانیة لولم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویؤذن فیه ویصلی ولو کان وحده لان له حقا علیه فیؤدیه الشامی نعمانیه ص ۴۴۳/ج ۱. شامی زکریا ص ۴۳۳/ج ۲، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها. مطلب فی افضل المساجد. خانیه علی الهندیه ص ۶۷/ج ۱/ کتاب الطهارة فصل فی المسجد، قبیل کتاب الصلوة.

اپنی نماز کے بعد جماعت میں شرکت کس نیت سے کرے

سوال: جس شخص نے اپنی نماز ظہر یا عشاء پڑھ لی ہو، پھر جماعت میں شرکت کس نیت سے کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نفل کی نیت سے۔ ثم اقتدیٰ متنفلاً الخ درمختار علیٰ ردالمحتار[1] ص ۴۷۹ ج ۱ نعمانیہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

بہرے مقتدی کے لئے جماعت میں شرکت

سوال: ایک شخص بہرا ہے اور بینائی بھی کم ہے، جب وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو کبھی امام کی آواز سنائی نہ دینے کی وجہ سے سجدہ چھوٹ جاتا ہے تو آیا ان کو ایسی حالت میں امام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے یا تنہا؟ اور اگر رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر رکوع یا سجدہ بالکل چھوٹ گیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اگر امام کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد ادا کرلیا تو نماز ہوگئی[2] پاس والے کے رکوع سجدہ سے احساس کرکے رکوع سجدہ کرلیا

---

[1] درمختار علی ردالمحتار نعمانیہ ص ۴۷۹ ج ۱ شامی زکریا ص ۵۰۶/ج ۲ باب ادراک الفضیلة مطلب صلاة رکعة واحدة باطلة الخ. عالمگیری ص ۱۲۰/ج ۱/ باب العاشر فی ادراک الفریضة، مطبوعه کوئٹه. بحرالرائق ص ۷۲/ج ۲/ باب ادراک الفریضه، مطبوعه کوئٹه.

[2] الاصل فی هٰذا ان المتروک ثلاثة انواع فرض وسنة وواجب (بقیه آئنده پر)

کرے۔ جماعت کی فضیلت ایسی معذوری کی حالت میں بھی وہ حاصل کرتا ہے تو بڑے اجر کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/ ۹۲ھ

کوڑھی کا مسجد میں جانا

سوال: زید کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہے۔ دیکھنے میں تندرست معلوم ہوتا ہے مگر زیر علاج ہے۔ بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں کجی آ گئی۔ ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس وقت تمہارے خون میں کوئی خرابی نہیں۔ ایسی حالت میں زید مسجد میں جا کر نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے، لہٰذا زید کو مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر کوڑھ کا اثر خون میں نہیں ہے بدن سے رطوبت نہیں نکلتی، بدبو نہیں آتی تو مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت میں شریک ہونا درست ہے۔ محض دو انگلیوں میں کجی آ جانے کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے اس شخص کو محروم نہ کیا جائے۔ مرضِ متعدی کے عقیدہ کو شریعت نے غلط قرار دیا ہے کوئی بھی مرض ذاتی طور پر متعدی نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر نمازیوں میں وحشت پیدا ہو اور اس کی وجہ سے لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہو یا اس کے جانے کی وجہ سے نزاع کا اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو خود ہی اس کا لحاظ رکھتے ہوئے مکان پر نماز ادا کر لینی چاہئے۔ مشکوٰۃ شریف میں کوڑھی سے الگ رہنے کی بھی تاکید ہے[1] اور

(گذشته کا بقیه) ففی الاول ان امکنه التدارک بالقضاء یقضی والافسدت صلاته. عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو. البحر الرائق ص ۹۸/ ج ۲/ باب سجود السهو، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحه هذا) [1] عن ابی هریرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ وَلَاهَامَةَ وَلَاصَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّمِنَ الْاَسَدِ مشکوٰة ص ۳۹۱/ (بقیه آئنده)

اس کے ساتھ کھانا کھانے کی بھی تصریح ہے[۲]۔ دونوں کا محمل یہی ہے کہ ذاتی طور پر ہر مرض کو متعدی سمجھنا غلط ہے اور احتیاط کے درجہ میں پرہیز کرنا درست ہے[۳]۔ مگر جب معالج کے ماتحت مرض موجود نہیں پھر اس سے یہ پرہیز بھی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جذام والے کا جماعت کے لئے مسجد میں آنا

سوال: ایک شخص جو جذام وبرص کی بیماری میں مبتلا ہے اس کو نماز با جماعت میں کس جگہ

(گذشته کا بقیه) باب الفال والطیرة الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری کا لگنا۔ بدشگونی ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں ہے اور تم جذامی آدمی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

(صفحہ ہذا) ۲ وعن جابر اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَبِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهٗ فِي الْقِصَّةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلًا عَلَيْهِ. مشکوٰة ص ۳۹۲/ باب الفال والطیرة، الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے پیالہ میں (کھانا کھانے کے لئے) شریک کرلیا اور فرمایا تو کھا میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھتا ہوں۔

۳ و منهم من یریٰ انه لم یرد ابطاله فقد قال صلی اللّٰه علیه وسلم فر من المجذوم فرارک من الاسد وقال لا یوردن ذوعاهة علی مصح و إنما أراد بذالک نفی ماکان یعتقده اصحاب الطبیعة فانهم کانوا یرون العلل المعدیة مؤثرة لامحالة فاعلمهم بقوله هذا ان لیس الامر علی مایتوهمون بل هو متعلق بالمشیئة إن شاء کان و إن شاء لم یکن (إلی قوله) و بین بقوله فر من المجذوم وبقوله لایوردن ذوعاهة علی مصح أن مد اناة ذالک یسبب العلة فلیتقه اتقاه من الجدار المائل والسفیه المعیوبة مرقاة ص ۵۱۹/ ج۴، کتاب الطب والرقی، باب الفال والطیرة.

کھڑا ہونا چاہئے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر بدن سے رطوبات بہتی ہیں جس سے مسجد بھی گندی ہوتی ہو اور نمازیوں کے کپڑے بھی خراب ہوں، یا اس کے بدن سے بدبو آتی ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو اذیت ہوتی ہو جیسا کہ برص یا جذام والے مریض کو بعض دفعہ ہوتا ہے تو ایسے شخص کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے[1]۔ اس سے جماعت ساقط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تہجد جماعت کے ساتھ

سوال: نماز تہجد کی اصل نوعیت شریعت میں کس پر ہے رمضان یا غیر رمضان میں علی الاعلان یا بغیر اعلان تہجد کی جاوے کیا ہے۔ بہر حال سنت طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تہجد کی نماز سنت ہے[2] ادائیگی اس کی بہ نیت نفل کی جاوے[3] نفل نماز رمضان غیر رمضان

---

[1] واکل نحو ثوم، ویمنع منه الی قوله علة النهی أذی الملائکة وأذی المسلمین وکذلک الحق بعضهم بذلک من بفیه بخر اوبه جرح له رائحة وکذلک القصاب، والسماک والمجذوم والابرص اولیٰ بالالحاق. شامی کراچی ص ۶۶۱ ج ۱ شامی زکریا ص ۴۳۵ ج ۲ مطلب فی الغرس فی المسجد باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها. عمدة القاری ص ۱۴۶ / ج ۳، الجزء السادس، کتاب الاذان، باب ماجاء فی الثوم النّئی والبصل والکراث الخ، دار الفکر بیروت.

[2] وندب صلاة اللیل خصوصا آخره کما ذکرنا واقل ماینبغی أن یتنفل باللیل ثمان رکعات. مراقی مع الطحطاوی ص ۳۲۱ / فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ الخ، مصری، شامی زکریا ص ۴۶۸ / ج ۲، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة اللیل. حلبی کبیر ص ۳۹۰ / فصل فی النوافل، طبع لاهور.

(باقی اگلے صفحہ پر)

میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے علی الاعلان ہو یا بغیر اعلان کے البتہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ رمضان میں اگر بغیر تراویح کے دو تین آدمی مل کر تہجد با جماعت پڑھیں تو اجازت ہے ورنہ جماعت مکروہ ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہر جگہ افضل نہیں

سوال: انفرادی عبادت سے اجتماعی عبادت افضل واعلیٰ ہے یا نہیں اکثر لوگ عام طور سے ہر جگہ جماعت سے نماز پڑھ لینے کے بعد دعا مانگتے ہیں اس طرح کہ امام دعا پڑھتے جاتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے جاتے ہیں جس کو عرف میں دعا ثانی کہا جاتا ہے یہ دعا ثانی ہیئت مذکورہ میں مانگنا شریعت میں کس درجہ کا گناہ ہے اور دعا ثانی مانگنے والا گنہ گار ہے یا کہ نہیں اور اس سے رک جانے والے یا روک دینے والے کے متعلق کیا اجر وثواب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہرگز افضل نہیں بلکہ جس جگہ اجتماع کی ترغیب ہے وہاں افضل ہے مثلاً عیدین اور نصف شعبان کی شب بیداری اور اس میں عبادات

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۳ ویحتاج هنا إلى ثلاث نيات نية **الصلوة** التى يدخل فيها زيلعى ص ۹۹/ج ۱، باب شروط الصلوة، امداديه ملتان. سعايه ص ۹۸/ج ۲، باب شروط الصلوة، الكلام فى النية، طبع لاهور.

۱ والجماعة فى النفل فى غير التراويح مكروهة فالاحتياط تركها فى الوتر خارج رمضان، وعن شمس الائمة ان هذا فيما كان على سبيل التداعى: اما لواقتدى واحد بواحد او اثنان بواحد لايكره: مراقى الفلاح على مع الطحطاوى ص ۳۱۳ باب الوتر واحكامه: شامى زكريا ص ۵۰۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل. مطلب فى كراهة الاقتداء فى النفل الخ. بحر كوئٹه ص ۳۴۵/ج ۱، باب الامامة. حلبى كبير ص ۴۳۲/ تتمات من النوافل، طبع لاهور.

نوافل وتلاوت وغیرہ کی ترغیب آتی ہے اور فقہاء نے اس کو مستحب کہا ہے لیکن راتوں میں تہجد وغیرہ میں اجتماعی عبادت کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ شرنبلالی ص ۲۱۸ رمیں فرماتے ہیں ''وندب احیاء لیلتی العیدین ولیالی عشر ذی الحجه ولیلة النصف من شعبان ویکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هٰذه اللیالی فی المساجد وغیرها'' (طحطاوی[1] ص ۳۲۶، فصل فی بیان النوافل) اوراس کی علت بھی بیان کی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے ''لانه لم یفعل النبی صلی الله علیه وسلم ولا اصحابهٖ الخ ''اس طرح نفل نماز کو تنہا پڑھنا چاہئے اجتماعی طور پر یعنی نفل نماز جماعت کے ساتھ علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے۔ کذافی الطحطاوی[2] دعا ثانی کا یہ طریقہ حضور اکرم ﷺ نے تعلیم نہیں فرمایا ہے اور صحابہ کرامؓ نے اس کو اختیار نہیں کیا ہے کیا صحابہ کرامؓ اس دعا سے بے نیاز تھے کیا معاذ اللہ سستی کرنے والے تھے اور آج کے لوگ زیادہ مستعد اور شوقین ہیں اور پھر جو شخص اس دعاء ثانیہ میں شرکت نہ کرے اس کو بنظر غیظ دیکھا جاتا ہے اگر کوئی شئی فی نفسہٖ مندوب ومستحب ہو اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگے تو وہ مکروہ ہو جاتی ہے۔ الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة سباحة[3] الفکر جو چیز واجب اور مکروہ کے درمیان دائر ہو اس کو تو ادا کر لیا جائے اور جو چیز سنت ومکروہ کے درمیان دائر ہو اس کو ترک کر دیا جائے ''وماداربین کونه واجبا وکونه مکروها

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۲۶، فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ واحیاء اللیالی وغیرها، مطبوعه مصری.

[2] والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة فالاحتیاط ترکها فی الوتر خارج رمضان، وعن شمس الائمة أن هذا فیما کان علی سبیل التداعی: مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۱۳، باب الوتر واحکامه، طبع مصر.

[3] سعایه ص ۲۶۵ رج ۲، باب صفة الصلاة. ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلوة الفجر الخ، مطبوعه مصر، سباحة الفکر مع مجموعه رسائل ص ۷۲، مطبوعه دبدۂ احمدی لکھنؤ.

یوتی بہ احتیاطا بخلاف ماداربین کونہ سنۃ اومکروھا فانہ یترک اھ[۱] کبیری ص ۴۰۲،اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحاً علیٰ فعل البدعۃ ''اھ شامی[۲] ص ۴۳۱/ج ۱. اس دعاء ثانی پر علماء نے رسائل بھی تحریر کئے ہیں جب اس دعاء کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا ہے تو اس کو نہ واجب کہا جا سکتا ہے۔ نہ مستحب بلکہ اس کو مکروہ کہا جائے گا پھر اس پر اصرار اس کو شدید تر بنا دے گا آپ خود غور کر لیں کہ اختیار کرنے اور اس کو روکنے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۸۵ھ

اوابین وتہجد جماعت سے

سوال: نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان شریف میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نوافل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے۔ رمضان المبارک میں تراویح کی جماعت کا ذکر تو ہے کسی اور نفل (بعد مغرب یا اخیر شب) کو کراہت سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] کبیری ص ۴۰۲، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند. قبیل تتمات من النوافل.

[۲] شامی کراچی ص ۶۴۲ ج ۱ مطلب اذا تردالحکم بین سنۃ وبدعۃ: باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا.

[۳] من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فیکف من اصر علی بدعۃ أو منکر. مرقاۃ ص ۱۵/ج ۲، باب الدعاء فی التشھد، الفصل الاول، طبع بمبئی.

[۴] ولا یصلی الوتر ولاالتطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک لوعلی سبیل التداعی شامی کراچی ص ۴۸/ ج ۲. شامی زکریا ص ۵۰۰/ج ۲، مبحث صلوٰۃ التراویح. مراقی مع الطحطاوی مصری ۳۱۳، باب الوتر واحکام. حلبی کبیر ص ۴۳۲/ تتمات من النوافل، طبع لاھور.

نوافل کی نماز جماعت سے

سوال: صلوٰۃ کسوف تراویح اور استسقاء کے علاوہ دیگر نوافل کو بتداعی باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، تداعی سے مراد چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے یہ حکم رمضان اور غیر رمضان دونوں کے لئے ہے یا فقط غیر رمضان کے لئے؟ خصوصاً رمضان شریف میں تہجد و اوابین کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اور بعض کتب فقہ میں ہے کہ تداعی سے مراد اذان واقامت ہے اس تقدیر پر بدون اذان واقامت کے تہجد وغیرہ نوافل کی جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ان کی جماعت بدستور مکروہ ہے مسجد میں جماعت ثانی کو علیٰ سبیل التداعی مکروہ لکھا ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اذان واقامت کے ساتھ ہو، چنانچہ بعض کتب فقہ میں علیٰ ہیئۃ الاولیٰ کا لفظ ہے اس پر بعض حضرات نے تفریع کی ہے کہ بلا اذان واقامت کے اور محراب سے الگ ہوکر زاویہ مسجد میں دو تین آدمی جماعت کرلیں تو اجازت ہے تاکہ فضیلت جماعت سے محروم نہ ہوجائیں[1] فرض نماز کے لئے جماعت بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے بعض کے نزدیک واجب ہے بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے[2] اور اہل اصول کے نزدیک بلا جماعت

---

[1] وتطوع علی سبیل التداعی مکروهة ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة. وفی الشامی اذا لم تکن الجماعة علیٰ الهیئة الاولیٰ لاتکره والاتکره وهو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف الهیئة الیٰ قوله وبه ناخذالخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۲۸۸ تا ۲۸۹ ج ۲ باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. حلبی کبیر ص ۶۱۵/ فصل فی احکام المساجد، طبع لاهور. بحر کوئٹه ص ۳۴۶/ج ۱، باب الامامة، کتاب الصلوة.

[2] والجماعة سنة مؤکدة للرجال. وفی النهر عن المفید الجماعة واجبة الیٰ قوله یأثم بترکها مرة مبنی علی القول بأنها فرض عین الخ. شامی زکریا ص ۲۸۷/ج ۲، باب الامامة. مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج ۱، کتاب الصلاة، فصل فی الجماعة، دارالکتب العلمیه بیروت. تبیین الحقائق ص ۱۳۲/ج ۱، باب الامامة، طبع امدادیه ملتان.

ادائے ناقص ہے نوافل میں اصل اخفاء وانفراد ہے رمضان المبارک میں تراویح کے لئے مطلقاً اور بقیہ نوافل کے لئے بغیر تداعی کے جماعت کی گنجائش دی گئی[1] ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گنجائش کو گنجائش ہی کی حد تک رکھا جاتا ہے اس کے اصل کے درجہ تک پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۷/۱۴۰۰ھ

اپنی مسجد کو راستہ کی مسجد پر فوقیت ہے

سوال: اگر کوئی شخص کسی کام کی وجہ سے کہیں جائے اور اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھر واپس ہوتا ہے (گھر کے پاس مسجد ہی کا وہ مقامی نمازی بھی ہے) راستے میں اذان ہوگئی اور اس شخص کے پاس اتنا وقت ہے اور اسے یقین ہے کہ اگر وہ اپنی مقامی مسجد میں پہنچ جائے تو اس کو جماعت مع تکبیر اولیٰ کے مل جائے گی تو کون سی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے اس مسجد میں جہاں پر کہ راستہ میں اذان ہوئی یا اس میں جس کا وہ مقامی نمازی ہے اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

جب اپنی مسجد میں پہنچ کر تکبیر اولیٰ سے جماعت مل جائے گی تو محض راستے میں کسی مسجد کی اذان سن کر اپنی مسجد چھوڑنے کی ضرورت نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ ۲۲/۳/۹۲ھ

---

[1] والجماعة فيها سنة على الكفاية الىٰ قوله لاالتطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذالك لوعلى سبيل التداعى. الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۴۹۵/ تا ۵۰۰/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل مطلب فى كراهة الاقتداء فى النفل على سبيل التداعى. مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۱۳/ باب الوتر و احكام. حلبى كبير ص ۴۳۲/ تتمات من النوافل، طبع لاهور.

[2] ومسجد حيه افضل من جامعه الخ. درمختار على الشامى زكريا ص ۴۳۳/ ج ۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب فى افضل المساجد. طحطاوى على المراقى ص ۲۳۲، باب الامامة، طبع مصر. فتح القدير ص ۳۴۵/ ج ۱، باب الامامة، دارالفكر بيروت.

نمازیوں کے شریک جماعت ہونے کی خاطر تسبیح میں اضافہ کرنا

سوال: نماز میں امام رکوع وسجود کی تسبیحوں کو مقتدیوں کی زیادہ تعداد کی شرکت کی غرض سے سات سات بار پڑھتے ہیں تو اس سے امام ومقتدیوں کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں یا کسی اور قسم کا نقص پیدا ہو جائے گا اور کبھی سات بار سے زائد امام بھولے سے تسبیحات پڑھ لے تو کیا فساد لازم آئے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو مقتدی امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے اگر ان کو گرانی ہو تو رکوع وسجدہ کی تسبیح کی اولیٰ مقدار (تین دفعہ پر) کفایت کی جائے۔ اس مقصد سے کہ زیادہ آدمی شریک ہو جائیں۔ سات دفعہ رکوع اور سجدہ کی تسبیح نہ پڑھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دھوپ یا بارش کی وجہ سے برآمدہ میں جماعت

سوال: دھوپ یا بارش کی وجہ سے مسجد کے برآمدہ میں جو خارج مسجد ہے ایک دو صف بنالیں تو کیا ان کی اقتداء صحیح ہو جائے گی؟ اور ان کی نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر خارجِ مسجد میں اتنا فاصلہ نہیں جس میں ایک اونٹ گاڑی گذر سکے تو درست ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ینبغی للامام ان لا یطول بهم الصلاة بعد القدر المسنون وینبغی له ان یراعی حال الجماعة عالمگیری کوئٹہ ص۸۷/ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره. الدر مع الرد زکریا ص۳۰۴/ج۲، باب الامامة، مطلب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ مراقی مع الطحطاوی ص۲۴۶، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق با لامامة، طبع مصر. (بقیہ آئندہ)

صحنِ مسجد میں جماعت کرنا

سوال: صحنِ مسجد میں جماعت کرنا خصوصاً گرمی کے ایام میں اطمینان کے لئے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صحنِ مسجد یعنی مسجد کے حصہ غیر مسقّف[1] میں نماز وجماعت بلاتردد صحیح ودرست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/ ۹۲ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لایمرفیه العجلة والاوقار لایمنع الخ. عالمگیری کوئٹه ص۸۷/ ج ۱، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الامامة. الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع. مراقی مع الطحطاوی مصری ۲۳۷، باب الامامة. حلبی کبیر ص ۵۲۴، فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) ۱ اس لیے کہ مسجد ہونے کے لیے عمارت شرط نہیں ہے لہٰذا حصۂ مسقّف وغیر مسقّف دونوں کا حکم نماز وجماعت کی ادائیگی کے اعتبار سے یکساں ہوگا۔ رجل له ساحة لابناء فیها أمر قوما أن یصلوا فیها بجماعة فهذا علی ثلاثة أوجه احدها إما أن امرهم بالصلاة فیها أبدا نصا بأن قال صلوا فیها أبدا أو امرهم **بالصلاة** مطلقا ونوی الأبد ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجداً لو مات لایورث عنه الخ. هندیه کوئٹه ص۴۵۵/ ج۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد الخ. خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۰/ ج۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ. امداد الفتاوی مبوب ص۶۳۶ تا ۴۹/ ج۲، احکام المسجد، صحن مسجد وقف، طبع زکریا دیوبند.

۲ السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وهی قد عینت لمقام الامام والظاهر ان هٰذا فی الامام الراتب لجماعة کثیرة لئلایلزم عدم قیامه فی الوسط فلولم یلزم لم یکره شامی زکریا ص ۳۱۰/ ج۲، باب الامامة مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب.

جماعت کے لئے نمازیوں کا انتظار

سوال: (۱) کسی مسجد میں اگر کوئی مصلی ہی نہیں آیا فجر یا مغرب کی نماز میں اور توقع ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی آئے، ایسی صورت میں امام صاحب اخیر وقت تک مصلیوں کا انتظار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر انتظار کئے بغیر امام صاحب نے مقررہ وقت پر اکیلے نماز پڑھ لی تو امام صاحب کو جماعت کی نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقتِ مقررہ پر امام صاحب کو پڑھ لینا چاہئے کوئی آئے یا نہ آئے۔ فرشتے اور جنات امام صاحب کی اقتداء کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) وقت مکروہ آنے سے پہلے تک انتظار کرے جہاں آس پاس مسلمان موجود ہوں وہاں سب کو مل کر اس کا انتظام کرنا چاہئے کہ سب لوگ نماز کے لئے آیا کریں[۱]۔ اس مقصد کے لئے گشت بھی کیا جائے، اجتماع بھی کیا جائے، فضائل نماز وغیرہ پڑھنے اور سنانے کا بھی انتظام کیا جائے۔ جگہ جگہ تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں، اپنے محلّہ میں بلا کر تشکیل کر لی جائے اور ان کے ساتھ دوسرے محلوں میں بھی جا کر کام کریں۔ اس سے نماز کی اہمیت بھی دلوں میں پیدا ہوگی اور مسجد بھی آباد ہوگی۔

---

[۱] وینتظر الموذن الناس الخ. عالمگیری ص۵۷/ج ۱، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان. الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ، مطبوعہ کوئٹہ. ویجلس بینھما بقدر مایحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب. الدرمع الشامی زکریا ص۵۶/ج۲، باب الاذان، مطلب فی اول من بنی المنائر للأذان. فتاوی التاتارخانیہ ص۵۱۵/ج ۱، کتاب الصلوۃ، بیان صفۃ الاذان، نوع آخر فی بیان مایفعل فیہ، طبع ادارۃ القرآن، کراچی.

(۲) امام صاحب اگر تنہا اذان واقامت کہہ کر امام کی طرح نماز پڑھ لیں گے تو ملائکہ اور جنات ان کا اقتدیٰ کریں گے[۱] مگر انتظار کرنا پھر بھی مناسب ہے بلکہ مکان سے بلا کر لائیں گے تو زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/ ۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بلند مقام پر ضعیف آدمی کو نماز پڑھنے سے حرم شریف کا ثواب

سوال: مکہ شریف میں بعض مکان بہت اونچائی پر ہیں۔ کمزور آدمی کو اترنا اور چڑھنا مشکل ہوتا ہے، اس کا دل حرم شریف میں نماز ادا کرنے کے لئے بے چین ہے مگر کمزوری مانع ہے۔ لہٰذا اگر بمجبوری وہ مکان میں نماز ادا کر لیتا ہے تو کیا اس کو حرم شریف میں نماز ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا؟

---

[۱] وكره تركهما معا لمسافر ولو منفرداً الخ لانه إن أذن واقام صلى خلفه من جنود الله مالايرى طرفاه. الدر مع الشامى ص ۳۹۴/ج ۱، باب الاذان، مطلب فى المؤذن إذا كان غير محتسب فى أذانه، طبع كراچى. فتح القدير ص ۲۵۴/ج ۱، باب الاذان، قبيل باب شروط الصلوة التى تقدمها، دارالفكر بيروت. مصنف عبدالرزاق ص ۵۱۰/ج ۱، ابواب الاذان باب الرجل يصلى باقامة وحده، طبع مجلس علمى ڈابھيل گجرات. كنز العمّال ص ۶۸۸/ج ۷، رقم الحديث ص ۲۰۹۳۱، الباب الرابع فى الجماعة الخ، الفصل الرابع فى الاذان الخ، طبع مؤسسة الرساله بيروت.

[۲] فى الخانية لولم يكن لمسجد منزله موذن فانه يذهب اليه ويوذن فيه ويصلى ولو كان وحده لان له حقا عليه فيؤديه. الشامى نعمانيه ص ۴۴۳ ج ۱ شامى زكريا ص ۴۳۳ ج ۲ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب فى افضل المساجد. فتاوى التاتارخانيه ص ۶۲۸/ج ۱، كتاب الصلوة، الفصل الثامن فى الحث على الجماعة، مطبوعه كراچى.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس بے چینی اور کمزوری کے تحت کیا بعید ہے کہ اس کو حرم شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/ ۹۵ھ

ضعف اور بیماری کی وجہ سے پنکھے سے کچھ دور نماز پڑھنا

سوال: میری عمر تقریباً سینتالیس سال ہے ضعفِ دماغ کافی بڑھ گیا۔ چند سال پیشتر مالیخولیا ہوگیا تھا۔ اکثر سردی وزکام کی شکایت رہتی ہے۔ اس حالت میں مسجد میں جماعت کے وقت بجلی کے پنکھے کے نیچے کھڑے ہونے سے زکام وغیرہ کی اور بھی شکایت ہوجاتی ہے جس کے باعث ضعفِ دماغ میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے اور سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہمارے محلے کے اطراف میں مساجد کے اندر کافی بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ بعض مسجدوں میں تو ہلکی ہلکی سردی کے دنوں میں بھی پنکھے چلتے رہتے ہیں۔ ان حالات کے مدنظر میں کبھی کبھی صف سے الگ ہوکر یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر بجلی کے پنکھے سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوکر نماز ادا کرتا ہوں، جس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں تو مجبوراً اسی حالت میں جماعت چھوڑ کر گھر پر تنہا نماز ادا کرنی پڑتی ہے۔ براہِ کرم تحریر فرمائیں کہ ان حالات کے

---

[1] قال النبیؐ اذا مرض العبد اوسافر کتب مثل ماکان یعمل مقیما صحیحاً وفی فتح الباری هذا الحدیث وهوفی حق من کان یعمل طاعة فمنع منها وکانت نیته لولاالمانع ان یدوم علیها. فتح الباری ص ۲۴۲، کتاب الجهاد باب مایکتب للمسافر مثل ماکان یعمل الخ. مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه، بخاری ص۶۰۷/ج ۱، مطبوعه دارالسلام بیروت. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۲، باب الامامة، فصل یسقط حضور الجماعة، طبع مصر. شامی زکریا ص ۲۹۱/ج۲، کتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد.

ہوتے ہوئے میرے لئے کونسی صورت بہتر ہے؟ اور معترض حضرات حق بجانب ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

آپ کی وجہ سے پنکھے بند نہیں کئے جاسکتے کیوں کہ سب نمازیوں کو تکلیف ہوگی اور پنکھے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ معذور ہیں[۱]۔ اپنے مکان پر ایک دو آدمی کو لے کر بھی جماعت کر سکتے ہیں[۲]۔ ایک دو آدمی آپ کے ساتھ ہوں تو پنکھے سے دور بھی گنجائش ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا

سوال: میں اپنے مکان پر قرآن شریف سنا رہا ہوں اور عشاء کی فرض نماز با جماعت

---

۱ فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی الخ. الدرالمختار علی هامش رد المحتارزکریا ص ۲۹۲/ج۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. فتاوی التاتارخانیه ص۶۲۷/ج۱، کتاب الصلوة، الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة، مطبوعه کراچی. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۱، باب الامامة، فصل یسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانیة عشر، طبع مصر.

۲ ولنا انه علیه الصلوة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی المسجد فرجع الی منزله فجمع اهله وصلّی . شامی زکریا ص۲۸۸/ج۲، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. ذکر القدوری یجمع بأهله ویصلی بهم یعنی بینال ثواب الجماعة ..... سئل الحلوانی عمن یجمع بأهله احیانا هل ینال ثواب الجماعة ؟ فقال لا ویکون بدعة ومکروهاً بلاعذر. فتح القدیر ص۳۴۵/ج۱، باب الامامة، طبع دارالفکر بیروت.

۳ ولو اقتدی بالامام فی اقصیٰ المسجد والامام فی المحراب فانه یجوز فتاوی الهندیه ص۸۸/ج۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع، طبع کوئٹه . شامی زکریا ص ۳۳۲/ج۲، مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد الخ.

مکان پر پڑھتا ہوں بوجہ سوسالہ ضعیفی کے کہ رات کے وقت سب کے ساتھ مسجد میں فرض نماز ادا نہیں کرسکتا۔ اس لئے ہم اپنے مکان پر ہی جماعت سے عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اس میں کوئی اشکال تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

معذوری کی وجہ سے آپ مسجد نہیں جاسکتے اور مکان پر ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو آپ کے لئے اس کی گنجائش ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/ ۹۱ھ

سنت پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی

سوال: اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہوجاوے تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی؟ جیسا کہ مشہور ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز تو فاسد نہیں ہوگی[2] لیکن اس کو چاہئے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل پوری کر کے

---

[1] ذکر القدوری یجمع باهله ویصلی بهم یعنی ینال ثواب الجماعة سئل الحلوانی عمن یجمع باهله احیانا هل ینال ثواب الجماعة فقال لا. ویکون بدعة ومکروهاً بلاعذر. فتح القدیر ص۳۴۵/ج۱، باب طبع دارالفکر بیروت. شامی زکریا ص۲۸۸/ج۲، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. الاعذاراللتی تبیح التخلف عن الجماعة فمنها المرض الذی یبیح التیمم وکونه مقطوع الید الی قوله او لایستطیع المشی کالشیخ العاجز وغیره وان لم یکن به الم الخ. کبیری ص ۵۰۹ فصل فی الامامة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] إذا شرع فی فرض أو فی نفل فاقیمت الجماعة قطع و اقتدیٰ إن لم یسجد لماشرع فیه أو سجد فی غیررباعیة و إن سجد فی رباعیة ضم رکعة ثانیة و إن صلی ثلاثا اتمها اربعاً. طحطاوی مع المراقی ص ۳۶۶، باب ادراک الفریضة، مصری. الدر مع الرد زکریا ص ۵۰۲ تا ۵۰۷/ج۲، کتاب الصلاة، باب ادراک الفریضة. هندیه کوئٹه ص ۱۱۹/ج۱، کتاب الصلاة، باب ادراک الفریضة.

جماعت میں شریک ہوجائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/ ۸۹ھ

سوتے ہوئے کو نماز کے لئے جگانا

سوال:۔ایک پابند جماعت شخص نماز کے وقت سورہا ہے، اگرچہ اس نے جگانے کے لئے نہیں کہا تو کیا اگر نماز قضاء ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کو جگایا جائے، یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کو جگادیا جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عشاء کی نماز سے پہلے سونا

سوال:۔مغرب اور عشاء کے درمیان سونا کیسا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سونے سے عشاء کی نماز قضا ہوجاتی ہے، چاہے سونے والا جماعت میں بھی شریک ہوگیا ہو چاہے کچھ دیر سونے کے بعد اُٹھ گیا ہو، پھر اس کی نماز قضا ہوجاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

---

[1] لایجب انتباہ النائم فی اول الوقت ویجب إذا ضاق الوقت. شامی کراچی ص ۳۵۸/ ج ۱، اول کتاب **الصلوۃ**، قبیل مطلب فی تعبدہ علیہ الصلوۃ والسلام قبل البعثۃ. منحۃ الخالق علی ہامش البحر ص ۲۴۴/ ج ۱، اول کتاب الصلاۃ، طبع کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

عشاء کا وقت غیبوبت شفق سے شروع ہوکر صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے[۱]، اتنے وقت میں نماز عشا پڑھنے سے ادا ہی ہوتی ہے، قضاء نہیں خواہ سوکر اٹھے تب پڑھے یا سونے سے پہلے پڑھے، البتہ عشاء پڑھنے سے پہلے سونا نہیں چاہئے، کہ جماعت ترک ہونے کا خطرہ نہ رہے، ہاں اگر کوئی خاص ضرورت تکلیف، سفر، تکان وغیرہ ہو اور اس کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر سو جائے، تو اس سے نماز قضا نہیں قرار پائے گی، جبکہ اس نے وقت کے اندر اندر پڑھ لی ہو خاص کر جماعت سے پڑھی تو ترک جماعت سے محرومی نہیں ہوئی۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جماعت سے پہلے تجارتی دھندوں میں لگنا

سوال:۔ الحمدللہ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا کی نماز جماعت سے پڑھتا ہوں، لیکن میں پھیری کرتا ہوں، اور میرا معمول یہ ہے کہ میں جہاں پھیری کرتا ہوں، وہ پونا سٹی سے پانچ میل باہر ہے، وہاں صبح صادق سے پہلے پہنچ جاتا ہوں اور اذان کے بعد جماعت سے پہلے سنت فرض پڑھ کر اپنی پھیری کو چلا جاتا ہوں، کیونکہ اگر میں جماعت کا انتظار کروں تو جو میری ڈیوٹی والے گاہک ہیں وہ چلے جاتے ہیں، اور دوسرے پھیری والے میرے سے پہلے دھندا

---

[۱] ووقت العشاء والوتر منه ای من غروب الشفق الی الصبح. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۴۱/ مطلب فی الصلوٰة الوسطیٰ. هندیه کوئٹه ص ۵۱/ج ۱/ الباب الاول فی المواقیت. تبیین الحقائق ص ۸۱/ج ۱/ اول کتاب الصلوة، طبع امدادیه ملتان.

[۲] قال الطحاوی انماکره النوم قبلها لمن خشی علیه فوت وقتها اوفوت الجماعة فیها واما من وکل نفسه الی من یوقظه فیباح له النوم (الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۴۶/ کتاب الصلوٰة مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، الشامی کراچی، ج ۱/ص ۳۶۸. بحر کوئٹه ص ۲۴۸/ج ۱/ کتاب **الصلاة**. طحطاوی علی المراقی مصری ص ۱۴۷/ قبیل فصل فی الاوقات المکروهة.

شروع کر دیتے ہیں، تو کیا میں اس وعید میں داخل ہوں، کہ جو اذان سنکر مسجد سے نکل جائے، کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ وقت ہونے کے بعد اذان سے پہلے نماز پڑھ کر نکل جاؤں تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ اور کیا میں اس وعید میں داخل ہوں کہ جو صبح بازار کی طرف جائے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے، کیونکہ میں چار بجے رات سے ہی اپنی پھیری کے مقام کو چل دیتا ہوں، لیکن میں پہلے مسجد ہی میں پہنچ جاتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صبح صادق سے پہلے اپنی بیوپار کی جگہ پہنچ جانے میں حرج نہیں، پھر اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آپ مسجد میں فجر کی نماز باجماعت ادا کریں، جس کا حق آپ مسجد میں ادا کریں گے، وہ آپ کے بیوپار کو اس کی وجہ سے فیل نہیں ہونے دے گا، جس قدر آمدنی آپ کو اس بیوپار سے ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ نماز باجماعت کا اجر ہے[1]، جو پیسہ آپ کے مقدر کا ہے، وہ آپ کو مل کر رہے گا، انتظارِ جماعت کی وجہ سے وہ ہرگز ضائع نہیں ہوگا، آپ کے گاہک ڈیوٹی پر جائیں یا نہ جائیں، مقدر کو کوئی بدل نہیں سکتا، تاہم اگر اتنی گنجائش نہیں تو مسجد سے علاحدہ کسی اور کو ساتھ لے کر جماعت کر لیں[2]، امید ہے اللہ تعالیٰ فضل وکرم کا معاملہ فرمائیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم رجب ۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/رجب ۸۸ھ

---

[1] عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم صَلوٰۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَوٰۃ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً. (مشکوٰۃ، ج ۱/ص ۹۵/ باب الجماعۃ وفضلھا، طبع یاسر ندیم دیوبند)

[2] ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ (الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۵۲) باب الامامۃ (مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد. ھندیہ کوئٹہ ص ۸۳/ج ۱/ الباب الخامس فی الامامۃ)

جس نے فعل بد کیا ہو اس کو مسجد میں آنے سے روکنا

سوال:۔ ایک شخص خوب تہجد گذار تھا اور مسجد میں روزانہ نماز میں ۱۵/منٹ پہلے آتا اور آدھے گھنٹہ بعد مسجد سے جاتا تھا، ایک دن اس کو ایک لڑکے کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پکڑا، اس نے معافی مانگی اس کو چھوڑ دیا گیا، اس کے باوجود پھر اس نے وہی حرکت کی اور اس کو پکڑ لیا گیا، اس نے خود بھی اقرار کرلیا، لیکن معافی نہیں مانگی، زنا مسجد کے قریب کمرہ میں کیا گیا، لوگوں نے اس کو مسجد میں آنے سے روک دیا، اب وہ مسجد میں نہیں آتا گھر میں نماز پڑھتا ہے۔ لوگوں نے اس کو مسجد میں آنے سے روکا، شریعت کی حیثیت سے اچھا کیا یا برا کیا؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد میں آنے سے اور نماز پڑھنے سے اس کو نہ روکا جائے[1]، البتہ اس کا انتظام کیا جائے کہ پھر وہ خبیث حرکت نہ کرنے پاوے، وہ صرف فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لیا کرے، اس لئے عین جماعت کے وقت آوے اور فرض پڑھ کر فوراً چلا جائے، سنن ونوافل مکان پر جاکر پڑھا کرے، خدا تعالیٰ ہدایت دے کہ وہ اس فعل سے باز آجائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد بیت میں جماعت کی حیثیت

سوال:۔ کیا گھر کی مذکورہ بالا مسجد میں (جبکہ اتفاقیہ) جماعت نماز کی ضرورت پڑ جائے،

---

[1] فلا یجوز لاحد مطلقاً ان یمنع مؤمنا من عبادة یأتی بها فی المسجدلان المسجد مابنی الالها من صلوة واعتکاف الخ (البحر الرائق، ج۲/ص ۳۴) باب مایفسد ومایکره فیها) قبیل باب الوتر والنوافل.

مکان کی طرح اتصال امام اور اتصال صفوف صحتِ اقتدا کے لئے شرط ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جو چیز مسجد میں مانع اقتداء ہے وہ مکان پر بھی مانع ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے مجبوراً خارج مسجد نماز پڑھنا

سوال:۔ جب کہ مسجد سابق توڑ دی گئی اور اس میں فرش وغیرہ پر اتنی جگہ نہیں کہ نماز باجماعت ادا ہوجائے، تو کسی دوسری جگہ یا مکان میں نماز باجماعت پڑھنے میں کیا مسجد کا ثواب ہوگا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کے متعلق صحن وغیرہ میں بھی جگہ نہیں تو پھر مجبوری کی حالت میں بجائے مسجد کے جس جگہ بھی جماعت کی جائے گی انشاء اللہ مسجد کا ثواب ملے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۱۴۰۰ھ

---

[1] وكذا البيت حكمه حكم المسجد في ذلك لا حكم الصحراء، شامي كراچي ص ۵۸۶/۱، كتاب الصلوة، باب الامامة.

[2] يستفاد مما يلي، وكانت نيته حضورها لولا العذر الحاصل يحصل له ثوابها لقوله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى، (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۲۴۲، فصل يسقط حضور الجماعت بواحد من ثمانية عشر شيئا، مطبوعه مصر، ان الاصح انه لو جمع باهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة لكن جماعة المسجد افضل، شامي زكريا ص ۲/۶۵، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

﴿ترکِ جماعت﴾

ترک جماعت کا حکم

سوال:۔ ایک گھر کے چند آدمی بلا جماعت گھر میں ہی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ فرداً فرداً نماز ادا کرتے ہیں۔ ترک جماعت کی وجہ سے ان کی فرض نماز ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے بلا عذر ترک اس کا جائز نہیں اور تارک پر شرعاً تعزیر ہے والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى اراد وابالتاكيد الوجوب وقيل واجبة وعليه العامة قال فى شرح المنية والاحكام تدل علىٰ الوجوب من ان تاركها بلاعذر يعزر وتردشهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه اھ شامی ص ۵۷۶/ج ۱۔[1]

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زکریا ص۲۸۷/ج۲، باب الامامة. کبیری ص ۵۰۹، فصل فی الامامة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فتح القدیر ص ۳۴۴/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه دارالفکر بیروت، مراقی الفلاح ص ۲۳۲/ باب الامامة، مطبوعه مصر.

لیکن صلوٰۃ خمسہ کے لئے شرط نہیں۔ پس فرائض خمسہ کی ادائیگی بلا جماعت بھی ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

ترک جماعت

سوال:۔ پڑوس کی مسجد میں نماز نہ پڑھ کر گھر پر ہی پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا عذر شرعی مسجد کی نماز چھوڑ کر گھر پر ہی پڑھنا بہت بڑی محرومی ہے اور اسلام کے بڑے شعار کو ترک کرنا ہے حدیث شریف میں اس پر سخت وعید ہے[۱]۔ ایک حدیث میں اس کی نماز کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] عن ابی هريرة قال قال رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامُ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلاً فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ انْطَلِقُ مَعِيْ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حُطَبٍ اِلٰى قَوْمٍ لَايَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَاُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ ابو داؤد ص ۸۱/ج ۱، باب الشتديد فى ترک الجماعة، مطبوعه رشيديه دهلى. مشكوة شريف ص ۹۵، باب الجماعة وفضلها، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. بخارى شريف ص ۸۹/ج ۱، باب وجوب صلوٰة الجماعة الخ، كتاب الاذان، مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں نماز قائم کی جائے پھر کسی کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر کچھ لڑکوں کو لے کر جن کے پاس لکڑیاں ہوں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں میں آگ لگادوں۔

[۲] عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيْ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى (بقيه آئنده)

ترک جماعت

سوال:۔ ہمارے یہاں زیادہ تر دیہاتی کسان لوگ ہیں جو کہ کاشتکاری کا کام کرتے ہیں ان کی سہولت کے لیے صبح کی نماز اول وقت میں بہت تڑکے پڑھی جاتی ہے پھر بھی بعض لوگ ایسے ہیں کہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اور جماعت ترک کر کے کھیت چلے جاتے ہیں کیا یہ لوگ تارک جماعت ہیں کیا ان پر کفارہ لازم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جو شخص جماعت سے نماز نہ پڑھے وہ تارک جماعت ہے لیکن سخت ضرورت کی وجہ سے اگر کسی کی جماعت فوت ہو جائے۔ اس پر کوئی گرفت نہیں محض معمولی سہولت کے لئے ترک جماعت کی عادت ڈالنا سخت مذموم ہے۔ توبہ واستغفار کر کے آئندہ پابندی کر لینا بھی کفارہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) (ابوداؤد شریف ص ۸۱/ج ۱) باب التشدید فی ترک الجماعة مطبوعه رشید یه دهلی. مشکوة شریف ص ۹۶، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے منادی (مؤذن) کو سنا اور اس کا اتباع کرنے سے کوئی عذر بھی مانع نہیں، لوگوں نے پوچھا عذر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا خوف یا مرض تو اس کی نماز قبول نہیں ہوئی جو اس نے پڑھی۔

[1] والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدی اردوابالتاكيد الوجوب وقيل واجبة وعليه العامة قال فی شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته ويا ثم الجيران بالسكوت عنه (الشامی نعمانيه ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زكريا ص ۲۸۷/ج ۲/ باب الامامة)، كبيری ص ۵۰۹/ فصل فی الامامة مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. مراقی الفلاح ص ۲۳۲/ باب الامامة، مطبوعه مصر. فتح القدير ص ۳۴۴ تا ۳۴۵/ باب الامامة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

تارک جماعت کا حکم

سوال:۔ زید ایک مالدار آدمی ہیں اور حاجی بھی ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن محلّہ کی مسجد میں صرف ایک مہینہ رمضان شریف میں آتے ہیں۔ بقیہ گیارہ مہینے مسجد میں نہیں آتے ایسے شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص بلا عذر اس طرح جماعت کو دائماً ترک کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ اس کی شہادت قبول نہیں۔ قال فی شرح المنیة والاحکام تدل علیٰ الوجوب من ان تارکها بلاعذر یعزر وترد شهادته ویأثم الجیران بالسکوت عنه اھ شامی[1] ص ۳۷۱ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مجاہدہ کے لئے ترکِ جماعت

سوال:۔ کسی ذی ہوش تندرست بزرگ فقیر اور ولی کار رمضان المبارک میں مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھنا اور قرآن پاک تراویح میں نہ سننا بلکہ جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کرنا یعنی چلہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جماعت کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے[2]۔ بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کا عادی شخص

---

[1] الشامی نعمانیہ ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زکریا ص ۲۸۷/ج ۲/ باب الامامة. کبیری ص ۵۰۹/ فصل فی الامامة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح ص ۲۳۲/ باب الامامة، مطبوعه مصر. فتح القدیر ص ۳۴۵/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیْ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَاالْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فاسق اور مردود الشہادۃ ہے[۱]۔ حتی کہ ایسا شخص منافقین کے مشابہ ہے[۲]۔ خدائے پاک کی بارگاہ میں موجبِ قرب صرف حضرت نبی اکرم ﷺ کا اتباع ہے۔ اس کے علاوہ جو مجاہدات ہیں وہ موجبِ قرب نہیں[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

ملازمت کی وجہ سے ترک جماعت کا حکم

سوال:۔ زید جماعت سے قبل نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر جماعت سے قبل نماز نہ پڑھے تو زید ملازم پیشہ ہے ملازمت چھوٹنے کا خطرہ ہے اور اس کے گھر میں کوئی جگہ اس قابل نہیں جہاں وہ نماز ادا کر سکے اس حالت میں وہ مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں یا مسجد کے کسی ایسے حصہ میں جو مسجد کی حدود سے خارج ہو؟

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) (ابوداؤد شریف ص ۸۱/ج ۱) باب التشدید فی ترک الجماعة، مطبوعه رشیدیه دهلی. مشکوٰة شریف ص ۹۶/ باب الجماعة وفضلها، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند (ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے)

(صفحہ ہٰذا) [۱] قال فی شرح المنیة والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکها بلاعذر یعزر وترد شهادته ویاثم الجیران بالسکوت عنه اھ الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زکریا ص ۲۸۷/ج ۲/ باب الامامة. کبیری ص ۵۰۹/ فصل فی الامامة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح ص ۲۳۲/ باب الامامة، مطبوعه مصر.

[۲] الجماعة سنة من سنن الهدی لایتخلف عنها الامنافق (هدایه علی فتح القدیر ص ۳۴۵/ج ۱/ باب الامامة مطبوعه دارالفکر بیروت. مشکوٰة شریف ص ۹۶/ باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مسلم شریف ص ۲۳۲/ج ۱/ باب فضل صلاة الجماعة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[۳] وعن جابرؓ قال جاء ت ملائکة الی النبی صلی الله علیه وسلم إلی ماقال فمن اطاع محمداً فقد اطاع الله ومن عصیٰ محمداً فقد عصی الله ومحمد فرق بین الناس رواه البخاری. مشکوٰة شریف ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

زید کو ایسی ملازمت کرنا جس میں کبھی ترک جماعت بغیر کام نہ چلے منع ہے[1] اس کو چاہئے کہ کوئی دوسری ملازمت یا گذران کی دوسری صورت اختیار کرے جو اداء فرض وسنن میں حارج نہ ہو اور جب مل جائے تو ملازمت موجودہ کو ترک کردے بحالت مجبوری مسجد میں بھی تنہا نماز درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۸/رجب ۵۸ھ

مسجد میں امام سے قبل تنہا نماز پڑھنا

سوال:۔ میں نے ایک روز فجر کی نماز میں امام صاحب کا انتظار کرتے ہوئے تنہا نماز پڑھ لی۔ اس سے پہلے بھی کبھی کبھی تنہا نماز پڑھ لیتا تھا۔ کیوں کہ فرض نماز کے بعد کچھ وظیفہ وغیرہ پڑھتا ہوں، مجھے امام صاحب برابر معاف کرتے رہے مگر اس دن معاف نہیں کیا۔ دل میں شک ہوا۔ اس دن عصر کی نماز بھی تنہا پڑھی کہ امام صاحب کچھ کہتے ہیں یا نہیں، مگر کچھ نہیں کہا۔ ایک مقتدی نے امام صاحب سے میرے بارے میں پوچھا کہ انھوں نے تنہا نماز کیوں پڑھی؟ تو امام صاحب نے کہا کہ ان کی نماز تو من چاہی ہے، کبھی پڑھتے ہیں کبھی نہیں پڑھتے۔

---

[1] يَـاأَيُّهَـا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُلْهِكُمْ لَايُشْغِلُكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَااَوْلَادُ كُمْ اَىْ تَدْبِيْرُهَا وَالْاِهْتِمَامُ بِهَا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قال المفسرون يعنى الصلوات الخمس واللفظ اعم ليشمل جميع العبادات (تفسير مظهرى ص ۳۰۹/ج۹) سوره منافقون آيت: ۹ مطبوعه رشيديه كوئٹه.

[1] من غير حرج. قال الشامى فبالحرج يرتفع الاثم ويرخص فى تركها الخ. شامى زكريا ص ۲۹۱/ج۲/ باب الامامة. المحيط البرهانى ص ۲۱۰/ج۲/ الفصل الثامن فى الحث على الجماعة، مطبوعه ڈابهيل. عالمگيرى ص ۸۳/ج۱/ الباب الخامس فى الامامة، الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه.

میں نے ان کے پیچھے اور بھی نماز نہیں پڑھی تھی، کیونکہ امام صاحب شروع سے کم ڈاڑھی رکھتے ہیں، جن کے بارے میں آپ صاحبان سے مسئلہ معلوم کر کے علیٰحدہ نماز پڑھتا تھا کیا ایسی حالت میں اور مقتدیوں کی نماز ہو رہی ہے یا نہیں؟ کیونکہ امام صاحب تکبر و گھمنڈ والے آدمی ہیں، کیا امام صاحب کا میری نماز کے متعلق ایسا کہنا صحیح ہے۔ نیز امام صاحب حافظ کہلاتے ہیں مگر چند سورتیں ہیں جن کو وہ روزانہ پڑھتے ہیں۔ اگر امام صاحب سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جیسے مجھے آتی ہے ویسے ہی پڑھاتا ہوں، جب کہ ان کے مقابلہ میں ایک ناظرہ خواں بھی اچھی طرح سے نماز پڑھا لیتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اپنا وظیفہ پڑھنے کی خاطر جماعت سے پہلے ہی تنہا نماز پڑھ لینا بڑی غلطی اور محرومی ہے[1]۔ نیز بلا عذر کے محض اس وجہ سے تنہا پڑھنا کہ امام صاحب پوچھیں گے یا نہیں، یہ بھی غلطی ہے[2]۔ ایسا ہرگز نہ کرے۔ اپنے عمل سے آپ نے ظاہر کر ہی دیا کہ جب آپ کا دل چاہا آپ نے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھ لی، نہیں دل چاہا تو نہیں پڑھی، یہی بات امام صاحب نے بھی کہدی تو آپ کیوں ناخوش ہیں۔ اگر یہ وجہ ہے کہ ان کی ڈاڑھی شریعت کے مطابق نہیں بلکہ کٹا کر کم کرا لیتے ہیں تو یہ وجہ سب نمازوں میں مشترک ہے، پھر کسی روز ان کے پیچھے نماز پڑھنا کسی روز نہ پڑھنا کس لئے ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ متفق علیہ. مشکوٰۃ شریف ص ۹۵/ باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] وفی روایۃ یصلون فی بیوتھم لیست بھم علۃ فیکون الوعید علی ترک الجماعۃ بغیر عذر (مرقاۃ ص ۶۷/ ج ۲) باب الجماعۃ و فضلھا . مطبوعہ بمبئی . مکشوۃ شریف ص ۹۵/ باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. شامی زکریا ص ۲۸۷/ ج ۲/ باب الامامۃ. مراقی الفلاح ص ۲۳۲/ باب الامامۃ، مطبوعہ مصر.

جھگڑے سے بچنے کے لئے گھر پر نماز

سوال:۔ زید کے مسجد میں جانے اور جماعت سے نماز ادا کرنے سے جھگڑے کا اندیشہ ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز گھر پر بغیر جماعت کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے؟ یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جھگڑے کا منشاء اور سبب کیا ہے؟ کیا زید خود جھگڑا کرتا ہے یا کسی خاص طرز پر نماز پڑھتا ہے جس سے لوگ جھگڑے کرتے ہیں، یا زید کو اپنی زبان پر قابو نہیں اور جھگڑے سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور دوسری مسجد بھی نہیں یا وہاں بھی جھگڑے کا اندیشہ ہے تو جھگڑے سے بچنے کے لئے اپنے مکان پر نماز ادا کر لی جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گھر میں جماعت کرنا

سوال:۔ مولانا تھانویؒ کی کسی تصنیف میں جو کہ یاد نہیں ہے اور ایضاح البخاری کے کسی جز میں مولانا سید فخر الدین صاحب مدظلہٗ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے کہیں تحریر فرمایا ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز غیر مسجد میں پڑھنا جائز نہیں اور یہ حکم حنفیوں کے لئے تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ جماعت کرے تو جائز ہے، وہ بھی جب کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہو تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] وخوف علی ماله او من غریم او ظالم یخاف علی نفسه الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۳/ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. المحیط البرهانی ص ۲۱۰/ج ۲، الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة، مطبوعه ڈابهیل. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۱، فصل یسقط حضور الجماعة، مطبوعه مصری.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد قریب موجود ہو اور پھر وہاں کی جماعت بلا عذر ترک کر کے مکان پر کوئی شخص اپنی نماز پڑھ لے تو اگر چہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے مگر یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ **لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد**[1]۔ اگر مسجد میں جا کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو اپنے مکان پر اہل وعیال کو لے کر جماعت کر لی جائے۔ مسجد کی جماعت کا مستقلاً ترک کرنا گناہ ہے۔ **والجماعة سنة مؤكدة للرجال وقيل واجبة وعليه العامة (تنوير) قال شارح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلاعذر يعز وترد شهادته**۔ شامی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

گھر یا حجرہ میں جماعت یا جمعہ

سوال:۔ حجرہ یا گھر میں ۲۰/۲۰/ طالب علم وقتی نماز ادا کرتے ہیں۔ قریب آس پاس میں جامع مسجد بھی موجود ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ تو کیا گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جمعہ کی نماز ہوگی تو آس پاس کے محلّہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہاں پارٹی بازی یا جھگڑا ہو سکتا ہے، کیا حکم ہے؟

---

[1] کنز العمال ص ۶۵۰/ج۷، حدیث نمبر ۲۰۷۳۷ فی فضائل المسجد وآدابه، مطبوعه موسسته الرسالة بيروت. ترجمه: مسجد کی پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ میں نہیں ہوتی ہے۔

[2] الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱. الشامی زکریا ص ۲۸۷/ج ۲، باب الامامة. کبیری ص ۵۰۹، فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح ص ۲۳۲/باب الامامة مطبوعه مصر. فتح القدیر ص ۳۴۵/ باب الامامة مطبوعه دارالفکر بیروت.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہر نماز کو مسجد میں ادا کیا جائے۔ مسجد کو چھوڑ کر بلا عذر شرعی گھر میں نماز کا اہتمام کرنا مسجد کے حق کو تلف کرنا ہے خاص کر نماز جمعہ، اس کے لئے جامع مسجد کا اہتمام کیا جائے۔ اپنے ذاتی گھر میں ہرگز جمعہ نہ پڑھا جائے۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذاتی رنجش کی بناء پر جماعت سے گریز

سوال:۔ بعض لوگ ذاتی رنجش کی بناء پر اپنے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور دوسرے مصلیان کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارا دل صاف نہیں تو ہماری نماز نہیں ہوتی کیا ان کا یہ فعل درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

غلط ہے۔ امام سے دل صاف نہ رکھنا اگرچہ برا ہے لیکن نماز پھر بھی ہو جاتی ہے فاسد نہیں ہوتی۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] والجماعة سنة موكده للرجال قال الزاهدى ارادوا باالتاكيد الوجوب وقيل واجبة وعليه العامة اى عامة مشايخنا الخ. الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار زكريا ص۲۸۷/ج۲، باب الامامة اوفى رواية يصلون فى بيوتهم ليست بهم علة فيكون الوعيد على ترك الجماعة بغير عذر الخ. (مرقاة ص۶۷/ج۲) باب الجماعة وفضلها الفصل الاول مطبوعه بمبئى. لأن اداء **الصلاة** بالجماعة حق المسلمين الخ. بحر ص۳۵۴/ج۱، باب الإمامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] وإن كان هو احق بها منهم ولافساد فيه ومع هذا يكرهونه لايكره له التقدم لان الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح الخ. مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۲۴۴، **(بقیہ آئندہ)**

مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونا اپنی تنہا نماز پڑھنا

سوال:۔نماز پڑھنے کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے اور جماعت سے الگ وہ شخص اپنی نماز فرض ادا کرنے کے لئے علیحدہ کھڑا ہوگیا اوراس کومنع کیا گیا کہ آپ جماعت سے بعد میں یا پہلے اپنی فرض نماز ادا کریں تواس نے جواب دیا کہ میری نماز میں کوئی فرق یا کمی نہیں آئی اور مسئلہ یہ کہتا ہے کہ کوئی فرق میری نماز میں نہیں آتا اور دوسرے نمازی امام صاحب سے لڑتے ہیں، براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب فرض نماز جماعت سے صحیح طریقہ پر ہورہی ہوتو اپنی نماز علیحدہ پڑھنا شرعاً نہایت ممنوع اور ناپسند ہے، جماعت کی مخالفت کی اجازت نہیں کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔[1] اس شخص کو اپنے اس فعل سے باز آنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں جماعت سے پہلے اپنی نماز پڑھنا

سوال:۔ایک شخص اذان ہونے کے بعد مسجد میں جماعت ہونے سے پہلے انفراداً نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں وہ عالم ہونے کے باوجود امام سے حسد، کینہ کی وجہ سے بغیر جماعت کے

(گذشتہ کا بقیہ) فصل فی بیان الاحق بالإمامة الخ. مطبوعه مصری. بحر ص۳۴۸/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. درمختار علی الشامی زکریا ص۲۹۷/ج۲، باب الامامة.

[1] والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکها بلاعذر یعزر وترد شهادته، ویا ثم الجیران بالسکوت عنه. شامی کراچی ص۵۵۲/ج ۱. شامی زکریا ص۲۸۷/ج۲، مطلب شروط الامامة الکبری. البحر الرائق ص۳۴۴/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. حاشیة الشبلی علی الزیلعی ص۱۳۳/ج ۱، مطبوعه امدادیه ملتان.

نماز پڑھتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام میں شرعی خرابی نہیں بلکہ ذاتی عداوت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو یہ بہت مذموم طریقہ ہے اس سے باز آنا چاہئے۔[1]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کی خرابی کی وجہ سے نماز گھر پر پڑھنا

سوال:۔ ایک شخص دیکھتا ہے کہ مسجد کے عمارت میں روپیہ سود کھانے والوں کا لگا ہے اور چندہ وغیرہ کا روپیہ بھی زیادہ لگا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص امام کی حالت باطنی کو دیکھتا ہے تو اس کو حالت خراب معلوم ہوتی ہے تو اس سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہے کیا وہ بوجہ ایں اعذار نماز گھر میں پڑھ سکتا ہے یا اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں جاوے اور باجماعت نماز پڑھے اور یہی حالت اس کی اردگرد والی مسجدوں کی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب کہ کسی دوسری مسجد میں جانے سے معذوری ہے اور اس مسجد میں زیادہ روپیہ چندہ کا ہے (جو کہ بظاہر جائز ہے) تو ایسی حالت میں نماز مسجد میں پڑھنی چاہئے گھر میں نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ جماعت کی بہت تاکید کی گئی ہے تارک جماعت (یعنی جو کہ ترک جماعت

---

[1] لاتقبل شهادته اذا تركها استخفافاً بذالک ومجانة، اما اذا تركها سهوا او تركها بتاويل بان يكون الامام من اهل الاهواء او مخالفا لمذهب المقتدى لايراعى مذهبه. البحرالرائق كراچی ص ۳۴۵/ج ۱، باب الامامة. شامی زكريا ص ۲۸۷/ج ۲، باب الامامة. مراقی الفلاح ص ۲۳۲، باب الامامة، مطبوعه مصر.

کا عادی ہو) کو فاسق لکھا ہے[۱] اور جماعت کا ثواب بھی تنہا سے زیادہ ہے۔[۲] امام میں اگر کوئی ایسی خرابی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ فاسق ہوجاتا ہے تب تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر موجود ہو اور اگر امام مذکور توبہ کرلے تو پھر اس کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی نہیں[۳] اور اگر امام مذکور میں کوئی باطنی خرابی ایسی ہے کہ جس سے اس کو فاسق نہیں کہا جاسکتا یعنی محرمات شرعیہ کا وہ مرتکب نہیں تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔ **الجماعة سنة موكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب درمختار[۴] ويكره امامة عبد واعرابى وفاسق۔[۵]**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۶/محرم ۱۳۵۶ھ

مدرسین کے لئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ

سوال:۔ مدرسہ کی مینجنگ باڈی نے یہ فیصلہ کیا کہ مدرسین نمازِ ظہر علیحدہ جماعت سے پہلے

---

۱ وذكر فى غاية البيان معزيا الى الاجناس ان تارك الجماعة يستوجب اساءة ولاتقبل شهادة اذا تركها استخفافاً البحر الرائق ص ۳۴۵/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. شامى كراچى ص ۵۵۴/ج ۱، باب الامامة.

۲ لان ثواب الجماعة اعظم والوعيد بالترك الزم حاشيه ترمذى ص ۹۶ ج ۱ باب ماجاء اذا اقيمت الصلاة فلاصلاة الاالمكتوبة مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عن ابن عمر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة متفق عليه، مشكوة شريف ص ۹۵ باب الجماعة وفضلها الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۳ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ. مشكوة ص ۲۰۶، باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۴ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۸۷/ج ۲، باب الامامة.

۵ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۹۸/ج ۲، باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام.

پڑھ لیں اور پھر تعلیم شروع کر دیں، حالانکہ مدرسین وقفہ میں جماعت سے نماز پڑھتے تھے وقفہ ایک بجے سے دو بجے تک رہتا تھا۔ اب ساڑھے بارہ بجے سے سوا بجے تک کر دیا، ایسے حضرات کے لئے کیا حکم ہے؟ اسکول میں جہاں سنت مؤکدہ حکماً ترک کردی جائے چرم قربانی زکوٰۃ وغیرہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد کی جماعت میں مدرسین کو شرکت کی اجازت دی جائے، جتنا وقت اس میں صرف ہو اس کی تلافی شروع یا آخر میں ہوسکتی ہے۔ ترک جماعت کا جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ قابل تنفیذ نہیں، اس کو واپس لیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/ ۹۰ھ

دکان کی مشغولی میں مغرب کی نماز دیر سے پڑھنا

سوال:۔ ایک شخص ہے جو تجارت کرتا ہے جب مغرب کا وقت ہوتا ہے تو وہ دوکاندار نماز پڑھنے مسجد چلا جاتا ہے اور اپنی جگہ پر دوکان چلانے کے لئے دوسرے آدمی کو بٹھا دیتا ہے جب دوکاندار نماز پڑھ کر آجاتا ہے تو اس دوسرے آدمی کو نماز پڑھنے کے لئے بھیج دیتا ہے جس

---

[1] الجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۲۸۷/ج۲، باب الامامة. البحرالرائق ص۳۴۴/ج۱، باب الامامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. عالمگيرى ص۸۲، الباب الخامس فى الامامة، الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه.

[2] اسلئے کہ بالغ بچے کا نابالغ بچوں کی امامت کرنا درست ہے واما غير البالغ فان كان ذكر اتصح امامته لمثله من ذكر (الشامى نعمانيه ص۳۸۸/ج۱) شامى زكريا ص۳۲۱/ج۲، باب الامامة قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى الخ.

نے ابتک نمازِ مغرب نہیں پڑھی ہے، اس طرح کرنے سے نماز کا آخری وقت ہوجاتا ہے، ہر روز عادۃً ایسا ہی کرتا ہے تو کیا اس طرح کرنے سے اس کی نماز درست ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ بات یہ ہے کہ ہر نماز باجماعت مسجد میں جاکر تکبیر اولیٰ سے شریک ہوکر ادا کی جائے، مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے مسجد میں جاکر پڑھنا کہ ستاروں کا ہجوم ہوکر آخر وقت ہوجائے مکروہ تحریمی ہے[1]۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کسی کو ساتھ ملا کر دوکان پر وقت مستحب میں ہی جماعت کرلی جائے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بوجہ کمزوری فجر کی سنت پڑھ کر جماعت سے پہلے لیٹنا

سوال:۔ میں کبھی کبھی کھانا کھا کر اور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہے بوجہ کمزوری لیٹ جاتا ہوں مسجد میں اعتکاف کی نیت سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جماعت کے انتظار میں سنتیں پڑھ کر یا پہلے مسجد میں جب کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشوار ہو، کچھ دیر کے لئے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں خاص کر اعتکاف کی نیت کرکے مگر اس

---

[1] والظاهر أن السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح الى اشتباك النجوم فيكره بلاعذر قلت اى يكره تحريماً: شامى كراچى ص ۳۶۸ ج ۱ شامى زكريا ص ۲۷ ج ۲ مطلب فى طلوع الشمس من مغربها كتاب الصلاة. مراقى مع الطحطاوى مصر ص ۱۴۷، كتاب الصلاة. بحر كوئٹه ص ۲۴۸ / ج ۱، كتاب الصلاة.

طرح ہو کہ نیند نہ آ جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ساٹھ سال کے بعد گھر پر نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ

سوال:۔ کیا ساٹھ سال کی عمر کے بعد آدمی نمازیں گھر ادا کرسکتا ہے؟ ملاحظہ ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ در نہج البلاغہ کتاب شیعہ۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص مسجد جانے سے معذور ہو اپنے گھر پر نماز پڑھ لے عمر ساٹھ سال سے کم ہو یا زائد ہو اس کا مدار تو عذر پر ہے[2] عمر پر نہیں۔ نہج البلاغہ تو جھوٹ اور بہتان کا پلندہ ہے۔ حضرت علی

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ. بخاری شریف ص۱۲۷/ج۱، باب من انتظر الاقامة مطبوعه دارالسلام ریاض حدیث ص۶۲۶، قوله علی شقه أی علی جنبه الایمن قال الکرمانی والحکمة فیه أن لایستغرق فی النوم لان القلب من جهة الیسار و یعلق حینئذ غیرمستقر الخ. عمدةالقاری ص۱۴۱/ج۳، الجزء الخامس کتاب الأذان، باب من انتظر الاقامة، طبع دارالفکر بیروت. شرح الکرمانی ص۳۴/ج۵، کتاب الاذان، باب من النتظر الاقامة. دار احیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب موذن فجر کی اذان کہکر چپ ہو جاتا تو آپ فجر کے فرض سے پہلے صبح ہو جانے کے بعد دو رکعتیں ہلکی سے پڑھ لیتے تھے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔

[2] وتسقط الجماعة بالاعذار حتی لاتجب علی المریض الخ. عالمگیری ص۸۳/ج۱ الباب الخامس فی الامامة الفصل الاول فی الجماعة، مطبوعه کوئٹه. ان الجماعة تسقط بالعذر فمن الاعذار المرض ..... أو لا یستطیع المشی کالشیخ العاجز وغیره الخ. فتح القدیر ص۳۴۵/ج۱، باب الامامة، دارالفکر بیروت. طحطاوی علی المراقی ص۲۴۱، باب الامامة، فصل یسقط حضور الجماعة، طبع مصر.

کرم اللہ وجہہٗ کی طرف رافضیوں نے بے شمار غلط باتیں منسوب کر رکھی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس شخص کے منہ میں تعفن ہو اس سے جماعت ساقط ہے

سوال:۔ زید کے منہ سے اس قدر تعفن نکل رہا ہے کہ اس کے پاس کھڑا ہونا مشکل ہے تو ایسا شخص مسجد میں جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا تو گھر پر اس کو مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ردالمحتار[1] میں لکھا ہے کہ جس شخص کے منہ میں ایسا تعفن ہو کہ دوسروں کو اذیت ہوتی ہے اور نمازی پاس کھڑے ہونے سے پریشان ہوتے ہیں تو ایسے شخص سے جماعت ساقط ہے اس کو چاہئے کہ مسجد میں نہ جائے مکان پر نماز پڑھے۔ چونکہ وہ شرعی حکم کی بناء پر مسجد جانے سے روک دیا گیا اس لئے وہ اجر سے محروم نہیں رہے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكذلك الحق بعضهم بذلك من بفيه بخراوبه جرح له رائحة الى قوله وقوله صلى الله صلى الله عليه وسلم وليقعد فى بيته صريح فى ان اكل هٰذه الاشياء عذر فى التخلف عن الجماعة الخ. شامى زكريا ص ۴۳۵/ ج ۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فى الغرس فى المسجد. عمدة القارى ص ۱۴۶/ ج ۳، الجزء السادس، كتاب الأذان، باب ماجاء فى الثوم النئى والبصل وغيره من كل ماله رائحة كريهة والكراث الخ. دارالفكر بيروت. حلبى كبير ص ۶۱۰، فصل فى احكام المسجد، لاهور.

تیمارداری کی وجہ سے ترکِ جماعت

سوال:۔ مریض کے دائمی تیماردار کے لئے جماعت کی رخصت ہے کیا؟ اگر ایسا ہے تو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً ظہر وعصر اکٹھا پڑھنا اور مغرب وعشاء اکٹھا پڑھنا، خصوصاً ہسپتال وغیرہ میں کہ جہاں اسباب بآسانی مہیا نہ ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مریض کے پاس رہنا ضروری ہو اور کوئی دوسرا تیماردار نہ ہو تو ترکِ جماعتِ کی گنجائش ہے[۱]۔ اس کی بھی اجازت ہے کہ ظہر آخر وقت میں پڑھے اور عصر اول وقت میں۔ مغرب آخر وقت میں پڑھے اور عشاء اول وقت میں۔ لیکن ہر نماز کو اس کے ہی وقت میں پڑھے۔ نہ فوت کر کے قضا کرے، نہ وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۸/ ۹۵ھ

دو شریک تجارت کا یکے بعد دیگرے مسجد میں جا کر نمازِ مغرب ادا کرنا

سوال:۔ دو شخص شریک تجارت ہیں۔ جب مغرب کا وقت ہوتا ہے تو ایک شریک نماز

---

[۱] فلا تجب علی مریض الی قوله وقیامه بمریض ای یحصل له بغیبته المشقة والوحشة الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۳/ ج۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. البحرالرائق ص۳۴۶/ ج ۱، باب الامامة مطبوعه کوئٹه. فتاوی الهندیه ص۸۳/ ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الاول فی الجماعة، طبع کوئٹه.

[۲] ولاجمع بین فرضین فی وقت بعذر ومارواه محمول علی الجمع فعلا لاوقتا أی فعل الاولیٰ فی اخر وقتها والثانیة فی اول وقتها. الدر مع الرد زکریا ص۴۵/ ج۲، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة الخ. تبیین الحقائق ص۸۸/ ج ۱، کتاب الصلاة قبل باب الاذان، طبع امدادیه ملتان. بحر کوئٹه ص۲۵۴/ ج ۱، کتاب الصلاة، قبیل باب الاذان.

پڑھنے مسجد چلا جاتا ہے اور دوسرا شریک دوکان پر رہتا ہے۔ جب پہلا شریک جماعت سے نماز پڑھ کر آتا ہے اور دوکان پر رہتا ہے، تو دوسرا شریک نماز پڑھنے جاتا ہے، اس کو نماز پڑھتے وقت نماز کا آخری وقت ہو جاتا ہے، ہر روز عادۃً ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی نماز کا کیا حال ہے؟ اس کی نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ بات یہ ہے کہ ہر نماز باجماعت مسجد میں جا کر تکبیر اولیٰ سے شریک ہو کر ادا کی جائے[1]۔ مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے مسجد میں جا کر پڑھنا کہ ستاروں کا ہجوم ہو کر آخر وقت ہو جائے، اس سے بہتر ہے کہ کسی کو ساتھ ملا کر دوکان پر وقت مستحب میں ہی جماعت کر لی جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز کے وقت کو ٹالدینا

سوال: ۔نماز کے وقت کو بغیر عذر شرعی کے ٹالدینا طلباء کیلئے کیسا ہے؟

---

[1] عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة مشكوٰة ص ۹۵ باب الجماعة وفضلها الفصل الاول.

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت سے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ ہوتی ہے۔

[2] والظاهر أن السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح الى اشتباك النجوم فيكره بلاعذر قلت أى يكره تحريما. شامى زكريا ص۲۷/ج۲، كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس من مغربها. مراقى مع الطحطاوى ص۱۴۷، كتاب الصلاة، مصرى. بحر كوئٹه ص۲۴۸/ج۱، كتاب الصلاة.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

برا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جماعت ہوچکی ہوتو نماز کہاں پڑھے

سوال: ۔مسجد جاتے ہوئے راستے میں معلوم ہوا جماعت ہوگئی اور مسجد اور مکان کی مسافت برابر ہے تو گھر میں جا کر نماز ادا کرنا کیسا ہے یا مسجد میں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر تنہا ہی نماز پڑھنا ہے تو مسجد میں افضل ہے اگرچہ مسافت مسجد کی زیادہ ہو۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کی غلط کاریوں کی وجہ سے گھر میں جماعت

سوال: ۔اگر محلّہ کے اکثر نمازی امام کے خلاف ہوں اور وہ امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوں اور فتنہ کی وجہ سے مسجد میں نہ جا کر کسی گھر میں جماعت کر لیتے ہوں تو کیا انکی نماز باجماعت ہو جائیگی یا نہیں؟

---

[1] ان تارکھا (الجماعة) من غیر عذر یعزر وتردشهادته و یاثم الجیران بالسکوت عنه (حلبی کبیری، مطبوعه رحیمیه دیوبند، ص۴۷۵/ فصل فی الامامة) طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۳۲، باب الامامة. الدرمع الرد زکریا ص۲۸۷/ج۲، باب الامامة، مطلب شروط الامامة الکبریٰ.

[2] وان صلی فی مسجد حیه منفرداً فحسن (الشامی نعمانیه، ج۱/ص۳۷۳) مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، باب الامامة. زیلعی ص۱۳۳/ج۱، باب الامامة والحدث فی الصلاة، طبع امدادیه ملتان. حلبی کبیری ص۶۱۳، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور.

الجواب: حامداً ومصلیاً

نماز ان کی بھی ہو جائے گی لیکن مسجد کا ثواب نہیں ملے گا[۱] جہاں تک ہو سکے اختلاف کو ختم کیا جائے، صبر وسکون سے مسجد کو آباد کیا جائے۔ امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ ان امور کی اصلاح کرلیں غلط طریقہ چھوڑ دیں۔ وہ اگر نہ مانیں تو وہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے۔[۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وإن صلّٰی احدٌ فی البیت الجماعة لم ینالُوا فضل جماعة المسجد، شامی زکریا ص ۴۹۵ ج ۲ کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح، طحطاوی مع المراقی ص ۲۳۲ باب الامامة، مطبوعه مصر.

[۲] الاحق بالامامة ..... فالاعلم بأحکام الصلوٰة صحة وفساداً لحافظ ما به سنة القرأة ویجتنب الفواحش الظاهرة واما حفظ مقدار الفرض فمعلوم انه من شروط الصحة وهذه شروط کمال وفی الدر بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۲ باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۴ ج ۲.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

﴿جماعتِ ثانیہ﴾

جماعت ثانیہ

سوال:۔ جماعت ثانیہ کرنی ایسی مسجد میں جہاں پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہوں، نیز جمعہ بھی منعقد ہوتا ہو کیسا ہے؟ جہاں امام ومؤذن بھی مقرر ہوں، کبھی کبھی لوگوں کی کسل وسستی کی بنا پر جماعت واذان نہ دی جاتی ہو یا لوگ اپنی سستی کی بنا پر جماعت اولیٰ میں شریک نہ ہوں اور باتیں کرتے رہیں اور بعد میں جا کر جماعت کریں۔ دیہات کی وجہ سے اوقات مقررہ میں تغیر ضرور ہو جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد محلّہ میں جب کہ امام ومؤذن پنجوقتہ نمازی مقرر ہوں ھیئۃ اولیٰ کے مطابق تکرار جماعت مکروہ ہے لیکن غیر اہل محلّہ نے آ کر جماعت کر لی ہے تو پھر اہل محلّہ کو جماعت ثانیہ اپنے وقت معمول پر کر لینا درست ہے ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طریق او مسجد لاامام له ولا مؤذن اھ درمختار[1]۔ الااذ اصلی بهمافیه اولاً

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، (بقیہ آئندہ پر)

غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان اھ شامی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ہیئت اولیٰ بدل کر جماعت ثانیہ کرنا

سوال:۔ جماعت ثانیہ اگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہوتو مسجد میں جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک روایت میں مکروہ نہ ہوگی[1]۔ مگر ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے البتہ تبدیل ہیئت اور بلا تبدیل ہیئت میں تنزیہی وتحریمی کا فرق ہوجائے گا ولو دخل جماعة المسجد بعد ماصلی فیه اهله یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة والبسط فی شرح شمس الائمة شامی[2] ص ۲۷۱/ج ۱، نعمانیه۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۲/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۶/صفر ۵۳ھ

جماعت ثانیہ

سوال:۔ مسجد محلّہ میں امام اور مؤذن متعین ہیں نماز کے وقت پر دو چار آدمی کی جماعت کر

---

[1] وعن ابی یوسف انما یکره تکرارها بقوم کثیر اما اذا اصلی واحد بواحد واثنین فلا بأس به وعنه لابأس به مطلقاً اذا صلی فے غیر مقام الامام. البحر الرائق ص ۳۴۶/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه ایچ. ایم. سعید کراچی.

[2] الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱. شامی زکریا ص ۲۸۹/ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة المسجد. مبسوط السرخسی ص ۱۳۵/ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دار الفکر بیروت. حلبی کبیری ص ۶۱۵/ فصل فی احکام المسجد، الفصل الثالث فی مسائل المتفرقة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

لی۔ بعد میں ۱۰/۲۰/ آدمی آ گئے، اب وہ کیا کریں؟ دوبارہ جماعت مسجد میں کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ یا سب الگ الگ پڑھیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

محلّہ کے روزانہ کے نمازی جب وقت معین پر جماعت کرلیں تو بعد میں آنے والوں کو ایسی مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے[۱]۔ اس مسئلہ میں مستقل رسالہ ''القطوف الدانیہ[۲]'' ہے اس میں دلائل مذکور ہیں۔ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ حضرت رسول مقبول ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ جماعت ہوچکی ہے۔ تو آپؐ نے وہاں جماعتِ ثانیہ نہیں کی بلکہ مکان پر تشریف لاکر جماعت کی[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/ ۸۹ھ

امام کا جماعت ثانیہ کرنا

سوال:۔ جس مسجد میں اذان وجماعت ہوچکی ہو پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان جماعت

(گذشتہ کا بقیہ) باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. البحرالرائق ص ۳۴۶/ ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص ۸۳/ ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الاول فی الجماعة، مطبوعه کوئٹه. منحة الخالق ص ۳۴۵/ ج ۱، باب الجماعة، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) ۱ ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۸/ ج ۲، باب الامامة. مطلب فی تکرار الجماعة فی السمجد. البحرالرائق ص ۳۴۶/ ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص ۸۳/ ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الاول فی الجماعة، مطبوعه کوئٹه.

۲ القطوف الدانیه فی تحقیق الجماعة الثانیة مؤلفه حضرت مولانا رشید احمد گنگوهیؒ.

۳ انه علیه الصلاة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اهل المسجد فرجع الی منزله فجمع اهله وصلی الخ. شامی زکریا ص ۲۸۸/ ج ۲، باب الامامة. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۵۶/ ج ۱، فصل فی بیان مایفعله بعد فوات الجماعة.

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر امام کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اذان و جماعت کرلے تو پھر امام دوبارہ اذان و جماعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ہر روز کے مقررہ امام اور مقتدیوں نے اذان و جماعت وقت مقرر پر کی ہے تو اب اس مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے[۱]۔

(۲) اگر دوسرے محلّہ کے لوگوں نے کی ہے تو اس محلّہ والوں کو دوبارہ جماعت کرنا درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۸/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۷/شعبان المعظم ۵۸ھ

محراب سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کرنا

سوال:۔ یہاں کے ایک عالم نے جماعت ثانیہ کا فتویٰ دیا ہے۔

مسجد میں ایک دفعہ جماعت مع اذان واقامت ہوچکی ہو تو پھر اس میں دوسری جماعت کرنا کیسا ہے؟

---

[۱] ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طریق او مسجد لاامام له ولا موذن (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱) شامی زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. البحرالرائق ص ۳۴۶/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص ۸۳/ج ۱، الباب الخامس، الفصل الاول فی الجماعة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] الااذا صلی بهما فیه اولاً غیر اهله (فیجوز) شامی زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. منحة الخالق علی البحرالرائق ص ۳۴۶/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر یہ مسجد محلّہ کی ہو جس میں امام ومؤذن اور نمازی معین ہیں تو جماعت ثانی محراب سے ہٹ کر بغیر دوسری اذان کے بالاتفاق وبالاجماع جائز ہے دوسری اذان کے ساتھ اس مسجد میں جماعت ثانی مکروہ تحریمی ہے اگر یہ مسجد ایسی ہے جس میں نہ امام مقرر ہے نہ مؤذن نہ نمازی تو اس میں دوسری اذان کے ساتھ جماعت بلا کراہت درست ہے (عالمگیری شامی) دریافت یہ کرنا ہے کہ جماعت ثانی مسجد کے اندر بالاتفاق وبالاجماع جائز ہے یا نہیں یا مسجد کے باہر۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مسجد میں امام مؤذن نمازی معین ہوں تو وہاں بعض حضرات نے جماعت ثانیہ کو بلا کراہت درست لکھا ہے، جبکہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو یعنی بلا اذان وبلا اقامت کے ہو اور اس پر اجماع بھی ہے پھر بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر محراب چھوڑ کر دوسری جگہ جماعت کی جائے تو وہ بھی ھیئت اولیٰ پر نہ ہوگی۔

(علامہ شامی نے درمختار[1] ص ۳۵۰ ر ج ۱، ص[2] ۳۶۷) میں اس مسئلہ کو ذکر کر کے پوری بحث کی ہے اور اخیر میں لکھا ہے ومقتضی هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ويؤيدمافی الظهيرية لودخل جماعة المسجد بعد ماصلی فيه اهله يصلون وحدانا وهوظاهر الرواية اھ شامی نعمانیہ[3] ص ۳۷۱ ر ج ۱، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ بہر صورت مکروہ ہے خواہ ہیئت اولیٰ پر ہو یا نہ ہو یہی ظاہر الروایہ ہے البتہ اگر ہیئت اولیٰ پر ہو تو کراہت شدیدہ ہے ورنہ خفیف ہے اس مسئلہ پر علماء نے مستقل

---

[1] شامی زکریا ص ۶۵ ر ج ۲، باب الاذان، مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی المسجد.

[2] شامی زکریا ص ۲۸۸ ر ج ۲، باب الامامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد.

[3] شامی زکریا ص ۲۸۹ ر ج ۲، باب الامامة مطلب فی تكرار الجماعة.

رسائل بھی تصنیف کئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۶ھ

صحن مسجد میں جماعت ثانیہ

سوال:۔ مسجد کے کسی بھی حصہ میں جماعت ثانی کو علماء کرام (خصوصاً تھانویؒ) نے مکروہ لکھا ہے، لیکن اکثر اہل علم نیز تبلیغی جماعت والوں کو مسجد کے صحن وغیرہ میں جماعت ثانی کا اتباع کرتے دیکھا ہے، اگر جماعت ثانی ہورہی ہو تو اس میں ایسا شخص جس نے ابھی تک جماعت سے نماز نہیں پڑھی، وہ شرکت کرے یا علیحدہ نماز پڑھے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو جگہ نماز کے لئے متعین ہو خواہ مسقّف ہو یا غیر مسقّف اور وہاں پنجگانہ اذان و جماعت کا مستقل معمول ہو، وہاں ایک جماعت حسب معمول ہوجانے کے بعد جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اگرچہ فریضہ ادا ہوجائے گا،[1] القطوف الدانیہ میں دلائل مذکور ہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۹۳ھ

---

[1] واذا دخل القوم مسجداً قد صلی فیه اهله کرهت لهم ان یصلوا جماعة بأذان واقامة ولکنهم یصلون وحدانا بغیر اذان واقامة (مبسوط سرخسی دارالفکر ج ۱/ص ۱۳۵/باب الاذان) شامی زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. البحر الرائق ص ۲۴۶/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] القطوف الدانیة فی تحقیق الجماعة الثانیة (فارسی) ص ۷۲۹ تا ۷۵۱ القطوف الدانیة فی تحقیق الجماعة الثانیة (ترجمه اردو) ۷۵۷ تا ۷۸۱ تالیفات رشدیه، مطبوعه ادارۂ اسلامیات لاهور.

وضوخانہ میں جماعت ثانیہ

سوال:۔جس مسجد میں نماز ہوچکی اسی مسجد کے وضوخانہ میں کچھ لوگ دوبارہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ مسجد کے فرش پر بھی آجاتے ہیں تو ان کی نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اتفاقیہ اگر ایسی نوبت آجائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔ ایسی جماعت میں جو نمازی فرشِ مسجد پر ہوں گے ان کے حق میں کراہت ہوگی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز کے لئے خریدی ہوئی جگہ میں جماعت ثانیہ کا حکم

سوال:۔(۱) مسئلہ یہ ہے کہ ایک گھر کو خرید کر مسجد کی طرح نماز کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اسکے دو حصہ ہیں اور باہر سے اگر کوئی دیکھے تو دو عمارت نظر آتی ہیں، جسکی شکل اس طرح ہے :

جماعت خانہ میں اگر نماز ہوگئی باجماعت تو کیا یہ دوسرا حصہ جو مدرسہ کے لئے استعمال

---

[1] ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة الخ. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. مبسوط سرخسی ص ۱۳۵/ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالفکر بیروت. منحة الخالق علی هامش البحر ص ۳۴۵/ج ۱، باب الجماعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. حلبی کبیری ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، الفصل الثالث فی مسائل المتفرقة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ہوتا ہے دوسری جماعت کرنا جائز ہے یانہیں؟ اسی طرح اگر جماعت خانہ میں نماز جمعہ اول وقت ہوگئی، تاخیر سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جولوگ فیکٹری وغیرہ سے آتے ہیں ان کی رعایت کرکے دوسری جماعت جمعہ کرسکتے ہیں یانہیں، اگر مدرسہ کے حصہ میں دوسری جماعت جمعہ پڑھ سکتے ہیں تو دواذان دینی ہونگیں، یاصرف ایک اذان خطیب کے سامنے؟

نوٹ:۔ مدرسہ میں جانیکا راستہ اور جماعت خانہ میں جانے کا راستہ باہر سے الگ الگ ہے، نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر جماعت خانہ میں امام کھڑا ہے تو مدرسہ میں جومقتدی اس امام کی اقتداء کرنا چاہے تو نہیں کرسکتے کیونکہ یہ لوگ امام سے آگے ہوجائینگے۔

(۲) برطانیہ میں جونماز پڑھنے کے لئے مکانات خریدے جاتے ہیں، ان کی حیثیت مسجد شرعی کی نہیں ہوتی صرف نماز پڑھنے کے لئے بنائی جاتی ہیں، ان جگہوں میں جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے یانہیں؟

(۳) جونمازیں بکراہت تحریمی اداہوئی ہو ان کا اعادہ واجب ہے یانہیں مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ واجب لکھتے ہیں اور مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں اور وجہ تطبیق کیا ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

(۱) وقت ضرورت عمارت مدرسہ میں بھی جماعت درست ہے امام سے آگے ہونے سے مقتدی کی نماز درست نہیں ہوگی[۱]، نماز جمعہ کو پنجگانہ نماز کی طرح نہ بنایا جائے کہ اگر مسجد میں جماعت نہ ملی تو مدرسہ میں جماعت کرلی، البتہ فیکٹری کے اوقات کی رعایت کرکے دوجگہ

---

[۱] ولوتقدم علی الامام من غیر عذر فسدت صلاته ،عالمگیری کوئٹه ،ج ۱/ص ۱۰۳/ الفصل الاول فیما یفسدها. درمختار علی الشامی کراچی ص ۶۲۶/ج ۱، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها. الدرالمنتقی ص ۲۸۱/ج ۱، باب الصلوة فی داخل الکعبة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

مستقلاً نماز جمعہ کو تجویز کرلیا جائے کہ اتنے بجے فلاں جگہ ہوگی، اتنے بجے فلاں جگہ ہوگی[۱] ہر جماعت جمعہ کیلئے اذان کی جائے اور خطبہ بھی مستقل ہو۔

(۲) اگر وہ شرعی مسجد نہیں تو وہاں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں[۲]

(۳) اگر وہ کراہت ایسی ہے کہ اس کا تعلق صلب صلوٰۃ سے ہے مثلاً سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب تھا بھولکر اس کو ترک کردیا، اور سجدہ سہو بھی سہواً ترک کردیا، تو اس کا اعادہ واجب ہے، اس میں واجب صلوٰۃ کے ترک سے کراہت آگئی[۳] اگر سورتوں کی ترتیب بدل دی کہ مقدم کو مؤخر کردیا تو بھی کراہت آگئی، لیکن یہ کراہت صلوٰۃ سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق ترتیب قرآن کریم سے ہے اسی وجہ سے اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، اور ایسی نماز کا اعادہ لازم نہیں[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۱۴۰۲ھ

---

[۱] وتودی (أی الجمعة) فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۳/ص ۱۵، باب الجمعة. البحرالرائق ص ۱۴۰/ج۲، باب الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص۱۴۵/ج۱، الباب السادس عشر فی صلاةالجمعة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] وتکرار الجماعة الافی مسجدعلی طریق فلابأس بذٰلک الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاج۲/ص ۶۴، باب الاذان.

[۳] لهاواجبات لاتفسد بترکها وتعادوجوبافی العمد والسهوان لم یسجد له وفی الشامیة لوترک الفاتحة یؤمر بالاعادة الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۱۴۶، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة. الرابع سببه ترک واجب من واجبات الصلاة الاصلیة سهوا وهوالمراد بقوله بترک واجب لاکُل واجب بدلیل ماسنذکره من انه لو ترک ترتیب السور لایلزمه شئی مع کونه واجبا. البحرالرائق ص۹۳/ج۲، باب سجود السهو، مطبوعه ایچ. ایم. سعید کراچی.

[۴] یجب الترتیب فی سورالقرآن فلوقرأ منکوسًاأثم لکن لایلزمه سجود السهو لان ذٰلک من واجبات القرأة لامن واجبات الصلاة الخ شامی زکریاج۲/ص ۱۴۸، باب صفة الصلوٰة، مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها. البحرالرائق ص۳۱۳/ج۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه کراچی. زیلعی ص۱۱۳/ج۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان.

بریلوی امام ہونے کی وجہ سے جماعتِ ثانی کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں دوعقیدے کے لوگ ہیں (دیوبندی، بریلوی) بریلوی والے جہلاء لوگ ہیں اور مسجد میں قبضہ جمائے ہوئے ہیں امامت کرتے ہیں دیوبندی علماء کو کافر اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں علاوہ ازیں دیوبندی علماء تنازع اور تصادم کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے سے گریز کرتے ہیں اس حالت میں ہم چند عوام جو جماعت سے محروم رہ جاتے ہیں حالانکہ دیوبندی علماء بھی موجود ہیں۔اس لئے ہم جماعتِ اولیٰ ترک کر کے جماعتِ ثانیہ سے نماز ادا کرتے ہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بریلوی لوگوں کے اس تشدد کے باوجود یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے کہ وہ لوگ وہاں جماعت سے نماز پڑھیں اور آپ لوگ بیٹھے رہیں۔ پھر ان کے بعد اپنے امام کے پیچھے جماعت ثانی کریں یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے[1]، یا تو ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں[2] یا دوسری مسجد میں پڑھیں اور اعلیٰ بات یہ ہے کہ ان کے امام کی اصلاح کریں کہ وہ فتنہ کی بات نہ کہے اور عقیدہ صحیح کرے اور اس کو جو غلط فہمی ہو اس کو اہل علم سے حل کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة الخ. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸/ ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. مبسوط سرخسی ص ۱۳۵/ ج ۱، باب الاذان، مطبوعه دارالفکر بیروت. منحة الخالق علی هامش البحر ص ۳۴۵/ ج ۱، باب الجماعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. حلبی کبیری ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، الفصل الثالث فی مسائل المتفرقة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. (بقیہ آئندہ پر)

دو مسجدیں ملی ہوئی نئی مسجد میں جماعت ثانیہ

سوال:۔ قدیم مسجد میں عذر سے تنگی کے باعث بازو میں مسجد ثانی موسوم کر کے جدید مسجد تعمیر کی ہے، یہ تعمیر قدیم ہی مسجد کی ہے، چونکہ بعض لوگوں کی جماعت چوک جاتی ہے تو اس لئے اس نئی مسجد میں لوگ جماعتِ ثانیہ کر لیتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر جدید وقدیم دونوں مسجدوں میں مستقل اذان، نماز، جماعت کا اہتمام ہوتا ہے اور پابندی سے ہوتی ہے تو دوسری جماعت کسی میں نہ کی جائے، اگر دونوں کا امام ومؤذن ایک ہی ہے اور ایک ہی جماعت ہو تو محض بعد کے اضافہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری مسجد مستقل مسجد نہیں ہے بلکہ دونوں مل کر ایک ہی مسجد ہے، وہاں جماعت ثانیہ نہ کی جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آپسی جھگڑے کی وجہ سے تکرار جماعت

سوال:۔ زید اور عمر وبکر کے مابین ایک عرصہ سے معاملاتی نزاع چل رہی ہے جس کی بناء پر عمر وبکر وغیرہ بجائے ایک جمعہ وجماعت کے علیٰحدہ طور پر ایک ہی مسجد میں دو جمعہ وجماعت

(گذشتہ کا بقیہ) [۲] صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۳۰۱/ج ۲، باب الامامة قبیل مطلب فی امامة الامرد.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة الخ (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱، باب الامامة) البحرالرائق ۲۶۵/ج ۱، باب الامامة مطبوعه کوئٹه.

زید مذکورہ بالا امام سے علیٰحدہ قائم کریں کہ جس پر ایک غیر مسلم شخص نے دونوں فریقوں کو بلا کر یہ کہا کہ تم لوگ آپس میں جھگڑا نہ کرو ایک ہی مسجد میں علیٰحدہ علیٰحدہ طور پر نماز پڑھ لیا کرو تو اس کے جواب میں زید مذکورہ امام نے یہ کہا کہ ہمارے مذہب میں اللہ ورسول کی طرف سے قرآن وحدیث مسئلہ ومسائل سے ایک ہی مسجد میں دو جمعہ و جماعت جائز نہیں ہے اب اس کے جواب میں فریق ثانی عمر وبکر وغیرہ نے زید مذکورہ بالا امام سے یہ کہا ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ ورسول قرآن وحدیث مسئلہ ومسائل اور نماز کا درست ونادرست سے کوئی سروکار نہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایک مسجد جماعت میں تکرار جماعت حنفیہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة درمختار قال الشامی قوله (ویکره) ای تحریماً لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیر انه بدعة کمافی رسالة السندی والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون کما فی الدر روغیرها الیٰ ان قال ومثله فی البدائع وغیرها ومقتضیٰ هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجدالمحلة. ولوبدون اذان و یؤیده مافی الظهیرة لودخل جماعة المسجد بعد ما صلیٰ فیه اهله یصلون وحداناً وهوظاهر الروایة اھ شامی[1] ص۵۷۷/ج ۱۔ عمر وبکر وغیرہ کے کہے ہوئے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں وہ بہت سخت ہیں اگر واقعی انہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں تو ان کو فوراً توبہ کرنی چاہئے

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۷۱/ج ۱ . شامی زکریا ص ۲۸۸/ج ۲، باب الامامة مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. البحرالرائق ص ۳۴۶/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری کوئٹه ص ۸۳/ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الاول فی الجماعة. منحة الخالق علی هامش البحرص ۲۴۵/ج ۱، باب الجماعة، مطبوعه کوئٹه.

اوراحتیاطاً تجدیدایمان وتجدیدنکاح بھی کرلیناچاہئے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

جواب : درست ہے محض ذاتی نزاع کی بناء پر جمعہ وجماعت میں تفریق کرنا اوردوجماعتیں کرنابہت برافعل ہےاس سے بچناچاہئے[۲]۔ سعیداحمد

صحیح: عبداللطیف ۹/ج۱/ ۵۴ھ

ظہروعشاء پڑھ کرپھراسی جماعت میں شرکت

سوال:۔ایک بارظہریاعشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لینے کے بعددوبارہ اسی نماز کی جماعت میں شریک ہوسکتاہے یانہیں؟

زیدکہتاہے کہ شریک ہوسکتاہے جماعت کے ساتھ پڑھی یاتنہااس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی بِالنَّاسِ وَدَخَلَ شَخْصٌ بَعْدَمَا صَلَّی النَّاسُ یَقُوْلُ مَنْ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذا فَیُصَلِّی مَعَہٗ فَیَقُوْمُ النَّاسُ یُصَلِّیْ جَمَاعَۃً ثَانِیَۃً۔

---

[۱] اذا قال الرجل لغیره حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا فقال ذلک الغیر من برسم کارمیکنم نه بشرع یکفر عندبعض المشائخ رحمهم الله تعالیٰ (فتاویٰ هندیه ص ۲۷۲/ج ۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین. ومنها یتعلق بالعلم والعلماء.

ماکان فی کونه کفراًاختلاف فان قائله یؤمربتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط (فتاویٰ هندیه ص ۲۸۳/ج ۲) الباب التاسع فی احکام المرتدین قبیل الباب العاشر فی البغاة. مطبوعه کوئٹه.

[۲] عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال إن الشیطان ذئب الإنسان کذئب الغنم یأخذ الشاة القاصیة والناحیة فایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعةو العامة والمسجد. مسند احمد ص ۳۰۷/ج ۶، رقم الحدیث ص ۲۱۵۲۴، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

عمرو کہتا ہے کہ اگر جماعت کے ساتھ پڑھی تو شریک نہیں ہوسکتا اگر تنہا پڑھی تو شرکت دوبارہ روا ہے اور یہ حدیث بیان کرتا ہے۔ وَجآءَ ابْنُ عُمَرؓ یَوْماً لِمَسْجِدٍ فَصَلَّی النَّاسُ وَلَمْ یُصَلِّ مَعَهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَامَنَعَکَ اَنْ تُصَلِّی مَعَ النَّاسِ فَقَالَ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتُصَلُّوْا صَلٰوةً فِی یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب: وبیدہ ازمۃ الحق والصواب حامداً ومصلیاً!

اگر بہ نیت فرض شریک ہوتا ہے تو دونوں کا قول غلط ہے لایصلی بعد صلوٰۃ مثلہا[1] اگر بہ نیت نفل شریک ہوتا ہے تو زید کا قول صحیح ہے۔ عمرو کی بیان کردہ تفصیل غلط ہے۔ رجل دخل مسجداً قداذن فیہ کرہ لہ ان یخرج حتیٰ یصلی فان کان قد صلی وکانت الظہر والعشاء فلا بأس بان یخرج ما لم یاخذ فی الاقامۃ فان اخذ فیہا لم یخرج حتیٰ یصلیہما تطوعاً اھ[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذی الحجہ ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۹/ذی الحجہ ۶۶ھ

---

[1] نور الایضاح ص ۱۲۹، باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ امدادیہ دیوبند. الدرالمختار ص۳۷/ج۲، باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ، مطبوعہ کراچی. مجمع الانہر ص ۲۰۰/ج ۱، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] عالمگیری ملخصاً ص ۱۲۰ ج ۱ الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ مطبوعہ کوئٹہ. الدرالمختار ص۵۴-۵۵/ج۲، باب ادارک الفریضۃ، مطلب فی کراھۃ الخروج من المسجد بعد الاذان. البحرالرائق ص ۷۲/ج۲، باب ادراک الفریضۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

ترک واجب کی بناء پر اعادہ والی نماز میں نو وارد شخص کی شرکت کا مفصل حکم

سوال: ۔ترک واجب کی بناء پر نماز کا اعادہ کیا گیا، نو وارد شخص اس دوسری جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاویٰ مختلف ہیں، تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی تحقیق فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مجتہدین کے کلام میں باوجود تتبع کے نو وارد کی شرکت یا عدم شرکت کی تصریح تو نہیں ملی ،غالباً اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ معادہ بالفعل الثانی نفل ہے یا فرض، اس کا فیصلہ حضرت علامہ ابن العابدین شامیؒ نے باین الفاظ فرمایا "**یؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعریفها بما مرانهٗ ینوی بالثانیة الفرض لان مافعل اولاهو الفرض فاعادته فعله ثانیاً اما علی القول بان الفرض یسقط بالثانیة فظاهر واما علی القول الاٰخر فلان المقصود من تکرار ها ثانیا جبر نقصان الاولیٰ فالاولیٰ فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الاولیٰ ذاتا مع زیادة وصف الکمال ولو کانت الثانیة نفلاً لزم ان تجب القرأة فی رکعاتها الا ربعة** (ردالمحتار باب قضاء الفوات، ج ۱/ص ۴۸۷)[1] فقہا کی تعبیر میں ضرور اختلاف ہے، بعض نے "**ان الفرض یسقط بالاولیٰ**" اور بعض نے "**ان الفرض یسقط بالثانیة**" کے ساتھ تعبیر فرمایا، مگر علامہ شامیؒ کی تحقیق کے مطابق یہ اختلاف تعبیرات کا ہے حقیقی نہیں، کیونکہ سقوط الفرض بالثانیہ کا یہ مطلب نہیں کہ اولیٰ سے سقوطِ فرض بالکل نہیں ہوا، اور ثانیہ

---

[1] الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۴۸۷/ باب قضاء الفوائت مطلب فی تعریف الاعادة، مطبوعه زکریا ص ۵۲۲/ج ۲.

پراس طرح موقوف ہے کہ اگر بالفرض ثانیاً اس فعل کو نہ کیا جائے ،تو مصلی خارج عن العہدہ نہیں ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ سقوطِ فرض موقوف ہے عدم اعادہ پر (نظائر مندرجہ بالا عبارت کے بعد شامی میں مذکور ہے) اور جب اعادہ ہوگیا تو یہ فرض متحول الی النفل ہوگئے ،جیسا کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر صلوٰۃ جمعہ میں شریک ہوجائے تو فرضیت کا بطلان ہوکر **عندالامام وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ** نفلیت باقی رہ جاتی ہے، چنانچہ اگر صلوٰۃ جمعہ میں اس سے ترک رکن ہوجائے تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا، اور سقوط الفرض بالاولیٰ والثانی جابر للاول کا قول بھی ثانیہ کے فرض ہونے کو مستلزم نہیں، کیونکہ اس کے معنی بحسب تحقیق علامہ شامی رحمہ اللہ یہ ہے کہ فرض کا سقوط ثانیہ کے شروع کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ سقوطِ فرض ہوچکا، اب اس نقصان کو پورا کرنے کی خاطر ذاتِ اول کا کمال کے ساتھ اعادہ کیا جارہا ہے، جس طریقے سے قعدۂ اخیرہ پر ارکان پورے ہوجاتے ہیں، سقوط فرض اور کسی چیز پر موقوف نہیں، مگر سلام بسجدتی السہو کے بعد سے آخر تک جو حصہ ہے فرض ہی واقع ہوتا ہے، چنانچہ اس حالت میں جو اقتداء کریگا، اس کی اقتداء صحیح ہوجائے گی بالاتفاق، تو یہ ثانیہ مثل سجود سہو ہے، کمافی ردالمحتار ''**جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو**[1]''، چونکہ سجود سہو کی صورت میں منافیٔ صلوٰۃ کوئی عمل نہیں ہوا، اس لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سجود سہو کی زیادتی کو مربوط بمحل السہو قرار دیکر لجبر النقصان کا بھی اعتبار کیا، اور اعادہ کی صورت میں منافی صلوٰۃ عمل ہوچکا، لہٰذا اس زیادتی کی بناء اصل صلوٰۃ پر ممکن نہیں رہی ،اس لئے جدید تحریم کے ساتھ مستقل نماز کو جابر قبول کیا، چار رکعت والی نماز کے لئے چار رکعت اور تین والی کے لئے تین رکعت کو جابر قرار دینا دلیل ہے، کہ **معاده بالفعل الاول وبالفعل الثانی** میں اتحاد ذات ہے محض صورۃً تغایر وتعدد ہے، اگر محض لجبر النقصان محض زیادتی مقصود ہوتی تو نماز کی دو رکعت مشروع ہے، ہر نماز کے لئے

---

[1] الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۳۰۷، مطبوعه زکریا ص ۱۴۸/ج ۲، باب صفة الصلوة، مطلب کل صلوة أديت مع كراهة التحريم الخ.

دو رکعت جابر ہوسکتی تھی، مگر ایسا نہیں، تو معلوم ہوا کہ محض زیادتی مطلوب نہیں بلکہ زیادتی مع اتحاد ذات در مجبور منہ وجابر مطلوب ہے، اور جب اتحاد فی الذات بھی مطلوب ہے تو مثلاً ذات صلوٰۃ ظہر کا وجود چار رکعت سے ہوتا ہے، لہٰذا لجبر النقصان چار رکعت مطلوب ہوئی، "علیٰ ہذا القیاس معادۃ صلوٰۃ بالفعل الثانی متروک" واجب کے قائم مقام ہے اور واجبات سب نمازوں کے مساوی ہوں، اس لئے ایک ہی مقدار لجبر النقصان قرین قیاس تھی" الغرض معادہ بالفعل الثانی کا مماثل بالفعل الاول فی سائر الاجزاء" مطلوب ہونا دلیل ہے کہ ثانیہ مثل اولیٰ کے عقب الوقوع فرض ہے، ذات کی ذاتیات واوصافِ ذاتیہ میں سے اگر کوئی معدوم ہوجائے تو ذات ہی باقی نہیں رہتی اور اگر اوصاف عارضیہ میں خلل واقع ہوجائے تو ذات باقی رہتی ہے، مگر اس "وقوع خلل فی الاوصاف" کا نقص ذات ہی کی طرف راجع ہوتا پھر اگر اس نقصان کو پورا کیا جائے تو یہ جبر نقصان بلا واسطۂ ذات ممکن نہیں، یہ بھی تصریح سامنے نہیں کہ ثانیہ سے نفل کی نیت کافی ہوجائے گی، طحطاوی علی مراقی الفلاح[1] میں نفل جابر للاول مذکور ہے، اس کے معنی بصورت تطبیق یہ ہے کہ جب ارکان وشروطِ صلوٰۃ مکمل ہوچکے تو اب ثانیاً شروع فی الفعل فرض نہیں بلکہ غیر فرض ہے، چونکہ اعادہ عند البعض واجب ہے، اور عند البعض مستحب ہے، اور بعض نے فی الوقت اور بعد الوقت کی تفصیل فرمائی[2]، اس لئے لفظ نفل ذکر فرمادیا، جو دونوں کو شامل ہے، اول کے نقصان کو پورا کرنا ہے، لہٰذا یہ ابتداء فعل کے معاقب فرض واقع ہونے کے منافی نہیں، مسافر پر صلوٰۃِ جمعہ فرض نہیں، مگر جب پڑھے گا تو واقع فرض ہوگی، چنانچہ مسافر کی اقتداء صلوٰۃ جمعہ میں بالاتفاق صحیح ہے۔

---

[1] والمختار أن المعادة لترک واجب نفل جابر والفرض سقط بالأولیٰ لأن الفرض لایتکرر الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۰، فصل فی بیان واجب الصلوة، مطبوعه مصر.

[2] کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تعاد : ای وجوباً فی الوقت وأما بعده فندباً وفی المبسوط مایدل علی لأولویة والإستحباب. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۲۱/ج۲، باب قضاء الفوائت.

الحاصل بعض نے قبل الاعادہ کے اعتبار سے اولیٰ کو اور بعض نے بعد الاعادہ کے اعتبار سے ثانیہ کو ''سقط الفریضہ'' سے تعبیر فرمایا مآل سب کا واحد ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وبهذا ظهر التوفيق بين القولين وان الخلاف بينهما لفظي[1]'' اس وضاحت کے بعد نو وارد کی عدمِ شرکت کے قول کو مختار تسلیم کرنے میں تأمل ہے، بندہ سے یہ جرأت ممکن نہیں کہ عدم شرکت کے قول کو غلط کہدے، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ عدم شرکت پر ہے[2]، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کا فتویٰ شرکت پر ہے[3]، اور یہ ممکن ہے بلکہ ظن ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے سامنے عدم شرکت کی بہت زیادہ قوی دلیل ہو، جس کے سامنے خاکسار کی یہ تحریر، ہیچ کس ہو، دونوں حضرات ہمارے مقتدیٰ ہیں، مگر چونکہ حضرت مفتی صاحب کی دلیل مستور ہے، اور حضرت حکیم الامت کے فتوے کی دلیل اور مآخذ ظاہر ہے اس لئے قولِ شرکت کو مختار تسلیم کرنا قریب الفہم ہے، اور یہی اَیسر ہے، جو کچھ فہم ناقص میں آیا عرض کر دیا، تاہم اعتماد کے لئے حضرت مفتی صاحب بالخصوص دار العلوم دیو بند کی توثیق ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ محمد عرفان عفا اللہ عنہ مسجد عمر خاں والی کھالا پار مظفر نگر (یو پی)

---

[1] شامی نعمانیه ص ۴۸۷/ ج ۱، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف ا لإعادة، مطبوعه زکریا ص ۵۲۲/ ج ۲.

[2] اگر پہلی دفعہ میں نماز بالکل نہیں ہوئی تھی مثلاً باطل ہوئی تھی۔ نئے نمازیوں کی نماز بوقت اِعادہ کرنے نماز کے ادا ہوگئی اور اگر کسی واجب کے ترک ہوجانے سے اعادہ نماز کا واجب تھا تو نئے نمازیوں کی نماز نہ ہوگی۔ فتاوی دار العلوم ص ۵۱/ ج ۳، الباب الخامس فی الإمامۃ، فصل اول جماعت اور اسکی اہمیت، مطبوعہ دار العلوم دیو بند۔

[3] الجواب : فی رد المحتار، باب الجنائز فإذا أعادها (الولی) وقعت فرضاً مكملاً للفرض الأول نظير إعادة الصلوة المؤداة بكراهة فإن كلا منهما فرض كما حققناه فی محله ص ۹۳۳/ ج ۱. اس سے ثابت ہوا کہ نو وارد کا فرض شریک ہونے سے اداء ہوگا، امداد الفتاوی ص ۵۴۵، ۵۴۶/ ج ۱، باب السہو فی الصلوٰۃ واحکامہ، امام تارک سجدۂ سہو کے اعادہ کے وقت اقتداء کا حکم، مطبوعہ زکریا دیو بند۔

الجواب حامداً ومصلیاً: من جانب دارالعلوم دیوبند

ماشاء اللہ بہت کنج وکاؤ اورمحنت سے جواب مرتب کیا گیا ہے، لیکن آخیر میں اس اختلاف کواختلاف لفظی قرار دیکر معاملہ بالکل ہلکا کردیا گیا، حضرت مفتی نظام الدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ، حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ کے فتوے کواختیار فرماتے ہیں، یہ ناکارہ احتیاطاً حضرت مفتی اعظم مولانا عزیزالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے فتوے کا اتباع کرتا ہے، اورحضرت مفتی نظام الدین صاحب بھی دستخط فرمادیتے ہیں، اپنی رائے پران کو اصرار نہیں، اختلافی اقوال میں نظائر سے کام اس وقت لیا جائے جب کسی قول کی ترجیح منقول نہ ہو، جب قول مختار صراحۃً موجود ہوتو پھر نظائر پرنظر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ''والمختار ان المعادة لترک واجب نفل جابر والفرض سقط بالاولیٰ لان الفرض لایتکرر کما فی الدرالمختار وغیره (طحطاوی[1] ص۱۳۴) وان لایکون الامام ادنیٰ حالاً من الماموم کافتراضه وتنفل الامام اھ[2] (مراقی الفلاح ص۱۵۸) علامہ شامیؒ نے والمختار انه جابر للاول کے تحت اس کا اصح ہونا نقل کیا ہے، شیخ المحققین ابن الہمام کا مختار ہی اس کو لکھا ہے، ''قوله والمختار انهٗ ای الفعل الثانی جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول یخرج عن العهدة وان کان علیٰ وجه الکراهة علی الاصح کذافی شرح الا کمل علیٰ اصول البزدوی، ومقابله مانقلوه عن ابی الیسر من ان الفرض هذاالثانی واختار ابن الهمام الاول قال لان الفرض لایتکرر اھ (شامی ج۱/ص ۳۰۷/[3])

---

[1] الطحطاوی علی المراقی ص۳۰۰/ فصل فی متعلقات الشروط وفروعها مطبوعه مصر.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۳۰/ باب الامامة مطبوعه مصر. درمختار علی هامش الشامی ص۲۸۶/ج۲، باب الإمامة، قبیل مطلب فی تکرار الجماعة، مطبوعه زکریا دیوبند.

[3] الشامی نعمانیه، ج۱/ص ۳۰۷/ مطلب کل صلوٰة ادیت مع کراهة الخ. مطبوعه زکریا ص۱۴۸/ج۲. حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص۱۰۶/ج۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان.

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتویٰ کا ماخذ یہ منقولہ عبارات ہوسکتی ہیں اس کے مقابل قول کے لئے بھی اگر مختار یا اصح وغیرہ کوئی لفظ مل جاتا تو زیادہ موجب تشفی ہوتا، اور تحریر کردہ نظائر سے زیادہ مؤثر ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

اعادہ والی نماز میں شرکت

سوال:۔ اگر جماعت میں شبہ ہوجائے اور اس شبہ کی وجہ سے پھر اعادہ کیا جاوے، تو جو نمازی پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے، ابھی آتے ہوں تو وہ اس نماز میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں کہ کس صورت میں شرکت جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر فرض ترک ہونے کی بناء پر اعادہ ہوا ہے تو اس میں شریک ہونا نئے آدمی کا درست ہے، کیونکہ پہلی نماز باطل ہوگئی، اور اگر ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ ہوا ہے، تو نئے آدمی کی شرکت درست نہیں کیونکہ فرض پہلی نماز سے ادا ہوچکا اور یہ صرف تکمیل ہے، ''**المعادة لترک واجب نفل جابرٌ والفرض سقط بالاولی اھ طحطاوی**، ص ۱۳۴/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۶۱ھ

---

[1] الطحطاوی علی المراقی ص ۲۰۰/ فصل فی بیان واجب الصلوٰة مطبوعه مصر. الدرالمختار علی الشامی ج ۱/ص ۳۰۷، مطبوعه نعمانیه مطلب کل صلوٰة ادیت مع کراهة الخ. البحرالرائق ص ۳۰۰/ج ۱، باب صفةالصلوة، مطبوعه کراچی. حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص ۱۰۶/ج ۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان.

ایضاً

سوال:۔اگرامام کو نماز میں سہو ہوا مگر سجدۂ سہو نہیں کیا، جب نماز دوہرانے لگا تو مسبوقین نے نماز توڑ دی اور جماعت ثانی میں شامل ہو گئے، ایک مسبوق نے اپنی نماز پوری کر کے شرکت کی مگر سجدۂ سہو نہیں کیا، جو کہ امام پر واجب تھا، ایک مسبوق نے نماز بمعہ سجدۂ سہو ادا کی، پھر جماعت ثانیہ میں شریک ہوا تو ان مسبوقین کی نمازیں صحیح ہوئیں یا نہیں اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگرامام کو نماز میں ایسا سہو ہوا جس کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی، بلکہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اور پھر امام نے سجدۂ سہو نہ کیا بلکہ اعادہ کیا تو ان مسبوقین کی نماز صحیح ہوگئی، جو اپنی نماز پوری کر کے بلا سجدۂ سہو کئے ہوئے امام کے ساتھ شریک ہو گئے اور ان کی نماز مع الکراہت صحیح ہوئی، جنہوں نے نماز پوری کی اور سجدۂ سہو کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہو گئے، کیونکہ اگر امام سجدۂ سہو نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہ کرنا چاہئے "**فان لم یسجد الامام لم یسجد المؤتم**"[1] اور جن مسبوقین نے نماز توڑ کر امام کے ساتھ شرکت کی ہے، ان کی نماز صحیح نہیں ہوئی، ان کو نماز لوٹانی چاہئے کیونکہ امام کے ذمہ سے فرض پہلی نماز کی وجہ سے ساقط ہو گیا، اور اعادہ جبر نقصان کی وجہ سے واجب ہے، لہٰذا ابتداء فرض پڑھنے والے کو اس کی اقتداء صحیح نہیں، **فی المراقی ص ۲۶۸/ووجب علیه اعادة الصلوٰة بجبر نقصها فتكون مكملة وسقط الفرض**

---

[1] قدوری، ص ۱۳۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)باب سجود السهو. تبیین الحقائق ص ۱۹۵/ج ۱، باب سجود السهو، مطبوعه امدادیه ملتان. عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۸/ج ۱، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، فصل سهو الإمام یوجب علیه وعلی من خلفه الخ.

بالاولی[1]، اگر امام سے ایسا سہو ہوا ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تو پہلی نماز کسی کی صحیح نہیں ہوئی، دوسری سب کی صحیح ہوگئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۷/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/رجب ۵۲ھ

---

[1] المراقی مع الطحطاوی، ص ۳۷۶/ باب سجود السهو. مطبوعه مصر. سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱۳۳/ج ۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. حاشية الشلبى على هامش الزيلعى ص ۱۰۶/ج ۱، باب صفة الصلوة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

﴿عورتوں کی جماعت﴾

جماعت النساء

سوال:۔ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے میں کیا حکم ہے یعنی صرف عورتیں جماعت منعقد کرسکتی ہیں یا نہیں؟ فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عورتوں کو صرف جماعت کرنا خواہ فرائض کی ہو یا نوافل کی مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریماً جماعة النساء ولوفی التراویح۔ افادان الکراهة فی کل ماتشرع فیه جماعة الرجال فرضاً او نفلاً درمختار وشامی ص ۵۹۰[1]۔

عورتوں کو مردوں کے ساتھ بھی جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے۔ خواہ وہ پنجوقتہ جماعت ہو خواہ جمعہ وعیدین کی۔ ویکرہ حضورهن الجماعة ولجمعةٍ وعیدٍ ووعظٍ مطلقاً ولو

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۸۰/ج ۱. شامی زکریا ص ۳۰۵/ج ۲، باب الامامة مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ. عالمگیری ص ۸۵/ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث، مطبوعه کوئٹه. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری.

عجوز الیلاعلی المذهب المفتی به اھ درمختار ص ۵۹۱[1] جمعہ وعیدین کی جماعت بھی عورتوں کے لئے ممنوع ہے بلکہ اگر ان کو مرد جمعہ وعیدین میں امام بن کر پڑھائے اور کوئی مقتدی مرد نہ ہو تب بھی ناجائز ہے۔ والسادس الجماعة واقلها ثلاثة رجال احترز بالرجال عن النساء والصبیان فان الجمعة لاتصح بهم وحدهم لعدم صلاحیتهم للامامة فیها بحال بحر عن المحیط شامی ص ۸۵۰/ ج ۱[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی ۶/۶/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عورتوں کی جماعت

سوال:۔ کتاب علم الفقہ حصہ دوم مقتدی اور امام کے مسائل کے ضمن میں فقرہ ۱۵/ اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی عورت ہو تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد، صحیح یہ ہے کہ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں، بلکہ جائز ہے۔

حاشیہ۔ ہمارے فقہاء صرف عورتوں کی جماعت کو مکروہ لکھتے ہیں مگر چونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے امامت کی اجازت دی تھی اس لئے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلافِ

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۸۰/ ج ۱. شامی زکریا ص ۳۰۷، باب الامامة مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۴۶، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری. سکب الانهر ص ۱۶۴/ ج ۱، فصل الجماعة سنة مؤکدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۴ ج ۳ مطبوعه نعمانیه ص ۵۴۵ ج ۱ باب الجمعة مطلب فی قول الخطیب قال الله تعالیٰ الخ. المحیط البرهانی ص ۲/۴۴۶، الفصل الخامس والعشرون صلاة الجمعة، مطبوعه ڈابهیل. البحرالرائق ص ۱۵۰/ ج ۲، باب صلاة الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

تحقیق ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ہم کو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ عورت امامت کرے۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے نہ کہ مکروہ ہے۔ معلوم نہیں کہ ہمارے فقہاء نے کراہت کہاں سے ثابت کی۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ایک جامع اور محقق رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عنایہ شرح ہدایہ برحاشیہ فتح القدیر[۱] ص ۲۵۰ ر ج ۱ ر میں جماعت النساء کی سنیت کو منسوخ لکھا ہے۔ اس کے قریب تبیین الحقائق[۲]، نصب الرایہ[۳]، طحطاوی[۴] وغیرہ میں موجود ہے۔ علت کراہت، بحر[۵] کبیری[۶] بدائع[۷] میں ذکر کی گئی ہے۔ مولانا ابوالحسنات کے رسالہ کو محقق علماء نے پسند نہیں فرمایا[۸] بلکہ رد کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۸۸ھ

---

۱ (وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الاسلام) جواب عما يقال اذا كانت اما متهن مكروهة فكيف فعلت عائشة ووجهه انها فعلت ذلك فى ابتداء الاسلام وكانت جائزة سنة تقف الامام وسطهن فنسخت سنيتها (عناية شرح الهداية الموضوعة بهامش فتح القدير ص ۳۵۳ ر ج ۱، باب الامامة مطبوعه دارالفكر بيروت.

۲ لان عائشة رضى الله عنها فعلت كذلك حين كانت جماعتهن مستحبة ثم نسخ الاستحباب (تبيين الحقائق للزيلعى ص ۱۳۶ ر ج ۱) باب الامامة والحدث فى الصلاة مطبوعه امداديه ملتان.

۳ لكن يمكن ان يقال انه منسوخ وفعلن ذلك حين كان النساء يحضرن الجماعات ثم نسخت جماعتهن انتهى (نصب الراية ص ۳۳ ر ج ۲) باب الامامة قبيل الحديث السادس والستون مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

۴ طحطاوى ص ۲۴۶، فصل فى بيان الاحق بالامامة. مطبوعه مصر.

۵ وكره جماعة النساء لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الامام وسط الصف فيكره الخ. (البحرالرائق ص ۳۵۱ ر ج ۱) باب الامامة مطبوعه كوئٹه.

عورتوں کی نماز جماعت سے

سوال:۔ بہت سی عورتیں حافظ قرآن ہیں، رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت گھر میں پڑھتی ہیں۔ٹھیک اسی طرح جس طرح مرد مسجد میں پڑھتے ہیں کہ عورت ہی امام ہوتی ہے اوراس کے پیچھے عورتیں اقتداء کرتی ہیں، البتہ صف بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امام عورت صف سے بس تھوڑا سا آگے ہوجاتی ہے جس مکان میں جماعت ہوتی ہے اس میں مردوں کی شرکت بالکل نہیں ہوتی۔عورتوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس طریقہ کو ترک کردیا جائے تو جن لڑکیوں نے حفظ کیا ہے اور سنانے کے شوق میں یاد کرتی اور رکھتی ہیں وہ قرآن مجید بھول جائیں گی اوراس بہانے بہت سی عورتیں تراویح پابندی سے ادا کرتی ہیں نیز یہ کہ طریقہ نماز کی اصلاح ہوجاتی ہے کچھ قبل غالباً جمعہ کی نماز بھی اسی طرح ادا کی جاتی تھی اور غالباً سابق مفتی مالیرکوٹلہ نے نماز تراویح کے سلسلہ میں کچھ سہولت کی اجازت دے دی تھی، مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو اپنے دارالعلوم کے مسلک کے مطابق میں نے مکروہ تحریمی بتایا اور دلیل میں درمختار کی یہ عبارت بھی پیش کردی، ''ویکرہ تحریماً جماعة النساء'' مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور مولانا موصوف کا رجحان جواز کی طرف ہے وہ رسالہ یہاں میرے پاس نہیں ہے بہرصورت میری خواہش یہ ہے کہ تنہا عورتوں کی نفل نماز کی جماعت کے مسئلہ پر اچھے اور برے دونوں پہلو سامنے رکھ کر آنجناب کی بصیرت افروز رائے معلوم ہوجائے؟

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، دارالافتاء مالیرکوٹلہ، پنجاب

(گذشتہ کا بقیہ) ۶ حلبی کبیری ملاحظہ ہو باب الامامۃ ص۵۱۹/لاہور اکیڈمی فصل من لایصح الاقتداء به.

۷ بدائع الصنائع کراچی ص۱۵۷/ج۱، فصل فی بیان من یصلح للامامة فی الجملة.

۸ اعلاء السنن ملاحظه هو ص۲۱۴/ج۴، باب کراهة جماعة النساء، المکتبة الامدادیة مکه مکرمه.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

محض عورتوں کی جماعت سے نماز پڑھنا کہ عورت ہی امام ہو اور عورت ہی مقتدی ہوں مکروہ تحریمی ہے۔ پنجگانہ فرض نماز ہو یا تراویح کی نماز ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ یہ مسئلہ کتب فقہ میں اور متون وشروح میں صراحۃً مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو[1] نورالایضاح، قدوری، کنز، طحطاوی، بحر، زیلعی، رمز، ہدایہ، مجمع الانہر، درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، نہایہ، کفایۃ، عنایہ۔

ویکرہ تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح (درمختار ص ۲۸۰/ج ۱)

مکروہ تحریمی ہونے کے باوجود اگر وہ جماعت کریں تو امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہئے اس حالت میں ان کی نماز ہو جائے گی، ارتکاب تحریمی سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

کرہ جماعة النساء لانه لایخلو عن ارتکاب محرم وهو قیام الامام وسط الصف فیکره کالعراة کذا فی الهدایة وهو یدل علی کارهة تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبة علیه من النبی ﷺ وترک الواجب موجب لکراهة التحریم المقتضیة الاثم الخ. البحر الرائق[2]، ولانه یلزمهن احد المحظورین اما قیام الامام وسط الصف وهو مکروه او تقدم الامام وهو ایضاً مکروه فی حقهن کالعراة فلم یشرع فی

---

[1] نورالایضاح ص ۹۵/ فصل فی الاحق بالامامة و ترتیب الصفوف، مکتبه امدادیه دیوبند. قدوری ص ۲۹/ باب صفة الصلوة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. کنز ص ۲۸/ باب الامامة، مطبوعه دارلاشاعة الاسلامیه کلکته. طحطاوی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص ۳۵۱/ج ۱، باب الامامة. زیلعی ص ۱۳۵/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. رمز الحقائق ص ۳۹/ج ۱. هدایه ص ۱۲۳/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. مجمع الانهر ص ۱۶۴/ج ۱، باب صفة الصلوة، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. الدرالمختار ص ۸۳/ج ۱، باب الامامة، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند. ردالمحتار ص ۵۶۵/ج ۱، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی. کراچی، فتح القدیر ص ۳۵۲/ج ۱، مطبوعه دارالفکر. بنایة ص ۳۹۶/ج ۲. کفایه ص ۲۵۲/ج ۱. عنایه ص ۳۵۲/ج ۱، باب الامامة، کتاب الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] البحرالرائق کوئٹه ص ۳۵۱/ج ۱، باب الامامة.

حقهن الجماعة اصلاً ولذا لم يشرع لهن الاذان وهو دعاء الى الجماعة ولو لا كراهة جماعتهن شرع الخ. زيلعی[1]۔

حفظ کو باقی رکھنے کے لئے خارج نماز حافظہ سنائے، دیگر مستورات بیٹھ کر سن لیں۔ ہر ایک اپنی تراویح میں اوابین میں تہجد پڑھا کرے اس طرح حفظ بھی باقی رہے گا اور کراہت تحریم کے ارتکاب سے بھی حفاظت رہے گی۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ پر ایک زمانے میں اجتہاد کا اثر رہا، یہ مسئلہ بھی اسی دور میں انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے جس کا نام ہے ''تحفۃ النبلاء[2]'' یا پھر ان کے تفردات میں سے ہے[3] جس کی وجہ سے اصل مذہب کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے[4]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/ ۹۴ھ

عورتوں کے لئے مسجد کی نماز میں شرکت

سوال:۔ جس مسجد میں بندہ نماز پڑھتا ہے وہ شوافع کی ہے، مسجد سے متصل ایک درسگاہ ہے جس میں شوافعی مستورات نماز پڑھنے حاضر ہوتی ہیں، تو کیا ان کی نماز ہوجاتی ہے۔ آواز مائک سے جاتی رہتی ہے؟

---

[1] زيلعی ص ۱۳۵/ ج ۱، باب الامامة والحدث فی الصلوة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] تحفة النبلاء فی جماعة النساء من مجموعه رسائل للكنوی ص ۲۱۴/ مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

[3] ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ فارسی ص ۱۸۰/ ج ۱، کتاب الصلوۃ، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ.

[4] ان صدر الدين قال إن هذه الفتاویٰ هی اختيارات المشائخ فلاتعارض كتب المذهب. قال وكذكان يقول غيره من مشائخنا وبه اقول انتهى رسم المفتی ص ۱۵۳/ المتون مقدمه مكتبه زكريا.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عورتوں کا نماز کی شرکت کے لئے آنا ممنوع ہے[۱]۔ وہ اپنے مکان پر نماز پڑھا کریں[۲]۔ تاہم اگر مسجد اور مدرسہ میں اتنا فصل نہیں کہ ایک گاڑی گذر سکے اور وہ پڑھ لیں تو فرض ادا ہوجائے گا لیکن کوشش یہ کی جائے کہ وہ آنا بند کردیں[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کی جماعت تراویح اور وتر میں

سوال:۔ میں نے اپنے بھائی سے قرآن حفظ کیا اور میں تراویح سنانا چاہتی ہوں، اس کی

---

[۱] وکره لهن حضور الجماعة الاللعجوز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی الکراهية فی کل الصلوات لظهور الفساد کذا فی الکافی (الهندیه ص ۸۹/ج ۱) الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمامموم، الدرالمختار علی هامش ردالمحتا رزکریا ص۳۰۷/ج۲، باب الامامة قبیل مطلب هل **الاساءة** دون الکراهة. البحرالرائق ص۳۵۸/ج ۱، باب الامامة مطبوعه کوئٹه بدائع الصنائع زکریا ص۳۸۸/ج ۱، باب الامامة، هداية ص۱۲۶/ج ۱، باب الامامة مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، العناية علی هامش فتح القدیر باب الامامة ص۳۶۵/ج ۱ مطبوعه دار الفکر بیروت. مراقی الفلاح ص۲۴۶/مصری. قدوری ص ۳۹/ باب الامامة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال صلوٰة المرأة فی بیتها افضل من صلوٰتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها (ابوداؤد شریف ص ۸۴ ج ۱) کتاب الصلاة باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد باب التشدید فی ذلک مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمه: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی نماز اس کے گھر میں افضل ہے اس کے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے اور کوٹھری میں بہتر ہے۔ اس کے کھلے مکان میں نماز پڑھنے سے۔

[۳] اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لایمر فیه العجلة والاوقار لایمنع الخ. عالمگیری کوئٹه ص۸۷/ج ۱، الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء ومالا یمنع الفصل الخامس فی الامامة. درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۱/ج ۲، باب الامامة. حلبی کبیری ص ۵۲۵/ باب الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

کیا شکل ہوسکتی ہے؟ اور سامع کس کو بناؤں جب کہ کوئی حافظ نہ ملتا ہو، کیا نابالغ لڑکا سامع بن سکتا ہے اور یہ بھی تحریر فرماویں وتر کیسے پڑھی جائے گی اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نابالغ کا سامع بننا درست ہے[۱]۔ جب کہ اس کو یاد ہو اور لقمہ دے سکے۔ مگر آپ کو امام بن کر جماعت کرانا اور تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چاہئے۔ تنہا تراویح میں یا نوافل میں جتنا چاہیں پڑھا کریں بغیر نماز کے نابالغ حافظ کو سنا دیا کریں۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے فرض میں بھی وتر میں تراویح میں بھی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۳/۹/ ۸۸ھ

نامحرم عورتوں کے ساتھ جماعت

سوال:۔ اگر کچھ نامحرم عورتیں ہوں اور بچے بھی اور صف ایک ہی ہو تب جماعت کرنا چاہئے یا اکیلے نماز پڑھنا چاہئے اور اگر نابالغ اقامت کہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

درمیان میں پردہ ڈال کر جماعت کرلی جائے اور اقامت امام خود کہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] وفتح المراهق كالبالغ (البحر الرائق ص ٦/ ج ٢، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها. مطبوعه كوئٹه، طحطاوى على المراقى ص ٢٧١/ ج ١، باب مايفسد الصلاة مطبوعه مصر. عالمگيرى ص ٩٩/ ج ١، باب السابع فيمايفسد الصلاة ومايكره، مطبوعه كوئٹه.

[۲] ويكره تحريماً جماعة النساء ولوفى التراويح فى غير صلاة الجنازه (قال فى الرد) افادان الكراهة فى كل ماتشرع فيه جماعة الرجال فرضاً اونفلا (الشامى نعمانيه ص ٣٨٠ ج ١) شامى زكريا ص ٣٠٥ ج ٢ باب الامامة مطلب اذا صلى الشافعى قبل الحنفى الخ. (بقیہ آئندہ پر)

عورتوں کی انفراداً نماز صف کی طرح

سوال:۔ اگر عورتیں جگہ کی قلت کی وجہ سے صف لگا کر کھڑی ہوں اور اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھ رہی ہوں تو اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں۔ اگر کسی تقریب میں عورتیں زیادہ ہوں اور مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا تو کیا ایسا کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عورتیں جب اپنی اپنی نماز بلا جماعت پڑھیں اور آگے پیچھے عورتیں صفوں کی طرح پڑھیں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں[1]، اس میں یہی ہوگا کہ کسی کا قیام ہے تو کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے، کوئی قعدہ میں ہے۔ جیسے سنت اور نفلیں متعدد صفوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ نماز مغرب کی ہو یا اور کوئی، سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۹/ ۹۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند ۱۶/۹/ ۹۷ھ

(گذشتہ کا بقیہ) عالمگیری ص ۸۵/ ج ۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح امام لغیرہ، مطبوعہ کوئٹہ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعہ مصری.

۳ وینبغی ان یکون الموذن رجلا عاقلاً والافضل ان یکون الموذن هو المقیم، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۳تا ۵۴ ج ۱ الفصل الاول فی صفة احوال الموذن. الباب الثانی فی الاذان. الافضل کون الإمام هو المؤذن وفی الضیاء أنه علیه السلام أذن فی سفر بنفسه و أقام وصلی الظهر و فی السراج أن اباحنفیة کان یباشر الأذان والإقامة بنفسه الخ. درمختار مع الشامی زکریا ص ۷۱/ ج ۲، باب الأذان، مطلب هل باشر النبی ﷺ الأذان بنفسه.

(صفحہ ہذا) ۱ بلکہ عورتوں کا تنہا نماز پڑھنا ہی افضل ہے۔ وصلاتهن فرادی افضل، عالمگیری کوئٹہ ص ۸۵/ ج ۱، الفصل الثالث فی بیان من یصلح امامالغیرہ.

عورتیں کیا مردوں کی جماعت میں شریک ہوں؟

سوال:۔ کچھ برقعہ پوش مستورات بھی جماعت میں ایک خاص جگہ مردوں سے دور جماعت میں شامل ہوتی ہیں درمیانی فاصلہ کم سے کم بارہ صفوں کا ہوتا ہے جمعہ کی نماز میں درمیانی فاصلہ کا نمازیوں سے پر ہونا ممکن ہے مگر روزمرہ کی نمازوں میں صفوں کا اتصال خارج از امکان ہے لہٰذا عورتوں کا شامل نماز ہونا اس صورت میں عملاً ممکن ہے کہ وہ امام اور مرد مقتدیوں سے اتنے زیادہ فاصلہ پر الگ تھلگ کھڑی ہوں کیا اس غیر معمولی خلاء کی موجودگی میں عورتوں کی جماعت صحیح ہوسکتی ہے اور امام کے پیچھے صورت مسئولہ میں ان کی اقتداء درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مستورات کو برقعہ پوشی کے باوجود جماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں آنے سے روکنا چاہئے اور اتنا خلاء بھی مانع اقتداء ہے ولا یحضرن الجماعات لقولہٖ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن وقال صلی اللہ علیہ وسلم صلوتھا فی قعربیتھا افضل من صلوتھا فی صحن دارھا وصلوتھا فی صحن دارھا افضل من صلوتھا فی مسجد ھا وبیوتھن خیرلھن ولانہ لایؤمن الفتنۃ من خروجھن اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلوٰۃ النھاریۃ واللیلۃ. قال المصنف فی الکافی والفتویٰ الیوم علیٰ الکراھۃ فی الصلوٰۃ کلھا لظھور الفساد اھ البحرالرائق[1] ص۶۲۸/ج ۱، مطبوعہ زکریا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/ ۹۱ھ

شوہر بیوی کی جماعت کا طریقہ

سوال:۔ کیا خاوند اپنی بیگم کو نماز پڑھوا سکتا ہے کہ نہیں؟

---

[1] البحرالرائق ص۳۵۸/ج ۱، باب الامامۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. فتح القدیر ص۳۶۶/ج ۱، باب الامامۃ، دارالفکر بیروت. الدر مع الرد زکریا ص۳۰۷/ج ۲، باب الامامۃ، مطلب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی ھل الافضل الخ.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

پڑھوا سکتا ہے لیکن اگر جماعت کریں تو بیگم پیچھے کھڑی ہو۔ برابر میں شوہر سے مل کر نہ کھڑی ہو[1]۔ فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

عورتوں کے لئے حرم شریف میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر؟

سوال:۔ ایک مولانا صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ عورتوں کے لئے مسجد میں پانچوں وقت جماعت کے لئے جانا جائز نہیں ہے کہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں بھی عورت کے لئے مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ میں ان دونوں مسجدوں میں بھی جانے کی اجازت نہیں ہے ان کے لئے نماز تو گھر پر پڑھنا افضل ہے ہاں طواف کے لئے اور زیارت قبر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرم شریف میں اور مسجد نبوی میں احتیاط کے ساتھ جانے کی اجازت ہے اور ان مولانا صاحب نے ابوداؤد شریف کی احادیث پیش کی ہیں۔

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَاتَمْنَعُوْا نِسَاءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ۔

(۲) قال عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِئْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ اِلَی الْمَسَاجِدَ بِاللَّیْلِ فَقَالَ ابْنُ لَہٗ وَاللّٰہُ لَانَاذَنُ لَھُنَّ فَیَتَّخِذْنَہٗ دَغَلاً. وَاللّٰہُ لَانَاذَنُ لَھُنَّ۔

(۳) ان عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالت لَوْاَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَااَحْدَثَ النِّسَاءَ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِی اِسْرَائِیْلَ۔

---

[1] وتاخر الواحدۃ محلہ اذا اقتدت برجل (الشامی نعمانیہ ص ۳۸۱/ج ۱) شامی زکریا ص ۳۰۷/ج ۲، باب الامامۃ قبیل مطلب ھل الاساءۃ دون الکراھۃ اوافحش منھا. المراقی علی الطحطاوی ص ۲۵۰/ قبیل فصل فیمایفعلہ المقتدی بعد فراغ إمامہ من واجب وغیرہ، مطبوعہ مصر. بحرالرائق ص ۳۵۳/ج ۱، باب الامامۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

(۴) عن عبدالله بن مسعود رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم صَلوٰةُ الْمَرأةِ فِیْ بَیْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِی حُجْرَتِهَا وَصَلوٰتُهَا فِی مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِیْ بَیْتِهَا۔ابوداؤد[۱] ص ۸۴/ج ۱ .مولانا صاحب نے فرمایالمنعهن المسجد میں مسجد نبوی مراد ہے اور دوسری حدیث میں مساجد کا لفظ جو تمام عالم کی مساجد جس میں مسجد حرام بھی داخل ہے شامل ہے اب حضرت والا سے دریافت طلب ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کی اس بارے میں کیارائے ہے مفصل اور مدلل تحریر فرمائیں کیوں کہ دنیا کی عورتیں حرمین میں جاتی ہیں۔اورمردوں کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں۔بینوا توجروا

الجواب: حامداًومصلیاً!

ان مولانا صاحب نے وعظ میں صحیح فرمایا استدلال بالکل صحیح ہے فقہاء نے بھی ایسا ہی لکھا۔شراح حدیث نے اس کی تصریح کی ہے کہ حرمین شریفین میں مضاعفت اجر مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/ ۸۶ھ

---

[۱] ابوداؤد شریف ص ۸۴/ج ۱ ، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الأذان، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، سعد بکڈپو دیوبند.

[۲] عن عبد الله بن الزبیر رضی الله عنها قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوٰة فی مسجدی هذا افضل من الف صلوة فیما سواه من المساجد الا المسجد الحرام وصلوة فی المسجد الحرام افضل من مائة صلو ة فی هذا. رواه احمد والبزاز وابن خزیمة الخ. ثم هذه المضاعفة تختص بالفرائض عند ناوعند المالکیة اما النوافل ففی البیت افضل للنص القولی والفعلی وکذا هی فی حق الرجال دون النساء کما حققه فی الفتح: (غنیة الناسک ص ۷۶/ مطلب فی مضاعفة الصلوة فی المسجد الحرام) (مطبع خیریه میرٹھ). فتح القدیر ص ۱۸۲/ج ۳، کتاب الحج، خاتمه : المقصد الثالث فی زیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم، دارالفکر بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم

﴿جماعت کا وقت متعین کرنے کا بیان﴾

جماعت کا وقت کون متعین کرے؟

سوال:۔نماز کے اوقات متعین کرنا، آیا مصلی کرے یا مؤذن یا گھڑی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

متولّی امام، مؤذن، مقتدی سب کے مصالح کی رعایت چاہئے۔سب لوگ امام کے سپرد کردیں کہ وہ مصالح کی رعایت کرتے ہوئے، جماعت کا وقت مقرر کردیا کریں جس سے نماز وقتِ مستحب پر ادا ہو اور سب کو شریک ہونے میں سہولت رہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کفایت المفتی ص۲۷/ج۳،اوقات نماز، مطبوعہ کوہِ نور پریس دھلی، عن جابر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذّنت فترسل فی اذانک واذا اقمت فاحدر اِجْعَلْ بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاٰکل من اکلہ والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی، ترمذی شریف ص۴۸ ج ۱ ابواب الصلوۃ، باب ما جاء فی الترسل فی الاذان، مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے اوقات امام مقرر کرے یا مقتدی

سوال:۔ امام مقتدیوں کے تابع ہے یا مقتدی امام کے یعنی نماز کے لئے خود وقت دیکھ کر کھڑا ہو جاوے یا مقتدیوں کے حکم کے مطابق؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بہتر یہ ہے کہ امام ومقتدی سب کی متفقہ رائے سے شریعت کے مطابق وقت مقرر کیا جائے اگر مقتدی ناواقف ہوں اور شرعی وقت کی شناخت نہ رکھتے ہوں تو امام مقرر کر کے اعلان کردے اسکی پابندی سب کریں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تبدیلیٔ اوقات کا اختیار کس کو ہے؟

سوال:۔ (۱) اوقاتِ نماز و جماعت کا تعین کرنے کا مجاز متولی مسجد ہے یا نہیں؟ قدیم روایت کے مطابق امام صاحب ہی وقت کا تعین کرتے آئے ہیں۔

ایضاً

سوال:۔ (۲) اگر متولّی مسجد ہی کو تبدیلی اوقات کا اختیار ہے تو وہ کس کس سے مشورہ کرے؟ اہلِ محلّہ سے یا نمازیوں سے یا متولیانِ مسجد سے جہاں کہ جمعہ ہوتا ہے یا مصلیانِ

گذشته صفحه کا بقیه) مشکوٰۃ شریف ص ۶۳ باب الاذان الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۶۱ ج ۱ باب الاذان.

(صفحہ ہذا) [۱] کفایت المفتی ص ۲۷ / ج ۳، اوقات نماز.

جمعہ سے یا امام وخطیب سے؟ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی پارٹی بندی ہوگئی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) امام صاحب ہی کو حق ہے مگر وہ بھی نمازیوں کا خیال رکھیں[۱]۔

(۲) جواب (۱) کے بعد اس کے جواب کی حاجت نہیں، اپنی اپنی ذاتی مصالح کے پیش نظر یا محض مخالفت کی خاطر نزاع وخلفشار بہت ہی منحوس چیز ہے اس سے پورا پرہیز لازم ہے، جو طرز مدّت سے چلا آرہا ہے جس پر سب رضامند رہتے ہیں اس میں اب کیا اشکال ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۰ھ

وقت مقررہ کے بعد نمازیوں کا انتظار

سوال:۔ مسجد میں اوقات اذان وجماعت مقرر کردیئے گئے ہیں، اور مابین اذان وجماعت نصف گھنٹہ کا وقت فاصل متعین ہے تاکہ لوگ آسانی سے حاضر ہوکر شرکت کرسکیں مگر باوجود اس کے بعض حضرات تاخیر سے تشریف لاتے ہیں، اور اقامت جماعت کے وقت وضو ہی کرتے رہتے ہیں، تو اس حالت میں کیا امام پر فرض ہے کہ ان لوگوں کا منتظر ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر وقت مقررہ پر اکثر نمازی آگئے اور ایک دو شخص ہی نہیں آئے تو امام کو انتظار فرض نہیں

---

[۱] کفایت المفتی ص ۲۷/ج ۳، اوقات نماز، مطبوعہ کوہِ نور پریس دھلی.
کما یستفاد من ھٰذا الحدیث ان المؤذن املک بالاذان والاِمام املک بالاِقامة، ترمذی شریف ص ۵۰/ج ۱، باب ان الامام احق بالامامة، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

بلکہ مکروہ ہے، لیکن اگر وہ شریر اور فتنہ پرور ہوں تو دفع فتنہ کے واسطے انتظار کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ وقت میں بھی گنجائش ہو" رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریراً والوقت متسع شامی[1] باب الاذان فلو انتظر قبل الصلوٰة ففی اذان البزازیة لو انتظر الاقامة لیدرک الناس الجماعة یجوز ولو احدبعد الاجتماع لاالا اذاکان داعراً شریراً۔ شامی[2] ج ۱/ص ۵۱۶/" نیز اگر وقت میں تنگی ہو اور قوم پر گراں نہ گذرے تب بھی انتظار جائز ہے، (اگر چہ خوف فتنہ نہ ہو)" اما الانتظار قبل الشروع فی غیرما یکرہ تاخیرہ کمغرب وعند ضیق وقت فالظاهر عدم الکراهة ولو لمعین الاذاثقل علیٰ القوم طحطاوی ج ۱/ص ۲۲۰/"[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب ۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۵۲ھ

نماز مغرب میں امام کا انتظار

سوال:۔ کیا مغرب کی نماز کے وقت اذان ہوتے ہی نماز جماعت پڑھ لیجاوے، اور اتنا انتظار نہ کیا جاوے کہ امام مقرر شدہ وضو کر سکے اور اس کا وضو بغیر کئے دوسرے شخص کو نماز کے لئے کھڑا کر دیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور اس میں بلاوجہ اتنی دیر کرنا کہ دو رکعت پڑھی جا سکے مکروہ ہے، اس سے کم دیر کرنا مکروہ نہیں پس اگر

---

[1] درالمختار علی الشامی نعمانیه ج ۱/ص ۲۶۸/باب الاذان. طحطاوی مع المراقی ص ۱۵۹/ باب الاذان، مطبوعه مصر. فتاوی البزازیه علی هامش الهندیه ص ۲۵/ج ۴، طبع کوئٹه.

[2] الشامی نعمانیه ج ۱/ص ۳۳۳/ مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، باب صفة الصلاة.

[3] طحطاوی علی الدرالمختار ج ۱/ص ۲۲۰، فصل الشروع فی الصلاة، طبع دارالمعرفة بیروت.

امام وضو کر رہا ہے، تو اس کے انتظار میں مضائقہ نہیں بلکہ مناسب ہے کہ اس کا انتظار کرلیا جائے، ''قال فی النهر وفی الأذان من الفتح قولهم بكراهته الركعتين قبل المغرب يشير الىٰ ان تأخير المغرب قدر هما مكروه وقد مناعن القنية استثناء القليل فيجب حمله علىٰ ماهو اقل من قد رهما اذا توسط فيهما ليتفق كلام الاصحاب وهذا هو الحق اھ منحة الخالق ج ۱/ص ۲۴۸/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

[1] منحة الخالق ،على البحر الرائق ج ۱/ص ۲۴۸/ مطبوعه پاكستان. اوّل كتاب الصلوٰة. الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۲۹/ج ۲، كتاب الصلوة، قبيل مطلب يشترط العلم بدخول الوقت. طحطاوی مع المراقی ص ۱۴۷، كتاب الصلوة، مطبوعه مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

صفیں درست کرنے کے احکام

تسویۃ الصفوف کا مطلب

سوال:۔ مقتدیوں کو صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم چسپاں اور ملا کر کھڑا ہونا سنت ہے یا الگ الگ چار انگل کا فاصلہ رہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے تو اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتے اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملائے رہتے تھے۔ ایسے طور پر کہ دونوں قدموں یعنی اپنے ساتھی کا قدم اور اپنا قدم دونوں ایسے ملے رہتے تھے کہ ذرا بھی فرجہ باقی نہیں رہتا ایسا تھا یا نہیں؟ یہ مسئلہ حدیثوں سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت حدیث سے دیا جائے اور حدیثیں مع حوالہ کتب ہونی چاہئیں۔ اگر یہ مسئلہ زمانہ نبی اکرم ﷺ میں جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے تمام صحابہ اس پر عامل تھے تو اس وقت یہ سنت مردہ ہوگئی ہے اس کو زندہ کرنا چاہئے تاکہ سو شہیدوں کا ثواب پانے کے مستحق ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

احادیث میں صفوف کے ہموار کرنے کا حکم وارد ہوا ہے یعنی قیام کی جگہ ایک ہو، ایسا نہ

ہو کہ کوئی بلندی پر کھڑا ہو کوئی پستی پر اور اقدام برابر ہوں یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی آگے کھڑا ہو کوئی پیچھے اور اتصال ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ دو شخص کے درمیان ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور پہلی صف پوری ہونے پر دوسری صف شروع کی جائے یعنی ایسا نہ ہو کہ پہلی صف میں جگہ باقی ہو اور دوسری صف شروع کی جائے۔ تسویۃ الصفوف ان چار امور کو مشتمل ہے۔

اس مضمون کو مختلف احادیث میں مختلف الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

استووا واعدلوا صفوفکم اعتدلوا سووا صفوفکم. اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف الموخر الاتصفون کماتصف الملائکة عندربهم قلنا وکیف تصف الملائکة عندربهم قال یتمون الصفوف المقدمة ویتراصون فی الصف والله لتقیمن صفوفکم او لیخالفن الله بین قلوبکم قال فرأیت الرجل یلزق منکبه بمنکب صاحبه ورکبته برکبة صاحبه وکعبه بکعبه کان النبی صلی الله علیه وسلم یسوینا فی الصفوف کمایقوم القدح حتیٰ اذا ظن ان قد اخذنا ذلک عنه وفقهنا اقبل ذات یوم بوجهه اذا رجل منتبذ بصدره فقال لتسون صفوفکم او لیخالفن اللّٰه بین وجوهکم کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخلل الصف من ناحیة الیٰ ناحیة یمسح صدورنا ومناکبنا ویقول لاتختلفوا فتختلف قلوبکم. اقیموا الصفوف وحاذوابین المناکب وسدوالخلل ولینوابایدی اخوانکم والا تذروا فرجات للشیطان ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله رصواصفوفکم. وقار بوا بینها وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیده انی لاری الشیطٰن یدخل من خلل الصف کانها الحذف اھ

یہ کل الفاظ ابوداؤد شریف[1] میں موجود ہیں اور بذل المجہود[2] ص ۳۶۰/تا ۳۶۴/ج ۱، میں

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۹۷ تا ۹۸/ ج ۱ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الصلوٰة، باب تسویة الصفوف.

[2] بذل المجهود ص ۳۲۸ تا ۳۳۷/ ج ۴/ مطبوعه بیروت، بذل المجهود ص ۳۶۰ تا ۳۶۴/ ج ۱ (مطبوعه رشیدیه سهارنپور) باب تسویة الصفوف. اعلاء السنن ص ۳۱۳، ۳۲۲/ ج ۴/ ابواب الامامة، باب تسویة الصفوف، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

اس کی شرح کی گئی ہے۔صحیح مسلم[۱] میں یتراصون فی الصف وارد ہے۔امام بخاری نے مختلف عنوانات سے تبویب کر کے مسائل کو ثابت فرمایا ہے[۲]۔

باب الزاق المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف و سد خللہ[۳]۔ قلت وھو مرادہ

---

۱ مسلم شریف ص ۱۸۱/ج ۱ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب الصلوٰة، باب الامر بالسکون فی الصلوٰة

۲ ملاحظہ ہو بخاری شریف ص ۱۰۰/ج ۱ (مطبوعہ اشرفی دیوبند) کتاب الاذان، باب تسویة الصفوف عندالاقامة وبعدھا الخ.

۳ فتح الباری ص ۴۴۸/ج ۲ (مطبوعہ نزار مصطفی الباز المکة المکرمة) کتاب الأذان، باب الزاق المنکب بالمنکب الخ.

ترجمہ: صفحہ ۵، ۶، ۷، عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔سیدھے ہو جاؤ اپنی صفیں سیدھی کرلو۔درست ہو جاؤ اپنی صفیں برابر کرلو۔اگلی صف کو پوری کرو پھر اس کے بعد والی پھر جو کمی رہے پچھلی صف میں رہے کیا تم اس طرح صف نہیں لگاتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف لگاتے ہیں ہم نے عرض کیا اور فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف لگاتے ہیں۔ارشاد فرمایا اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں قسم بخدا اپنی صفوں کو ضرور قائم کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بدل دے گا۔کہا میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے مونڈھے کو اپنے ساتھی کے مونڈھے سے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اپنے ٹخنے کو اس کے ٹخنے سے ملا رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ہمیں صفوں میں اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔یہاں تک کہ جب حضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ ہم نے اس کو قبول کرلیا اور سمجھ لیا ہے ایک روز اپنے چہرۂ مبارک سے متوجہ ہوئے دیکھا تو ایک شخص اپنا سینا نکالے ہوئے ہے ارشاد فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو۔ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بدل دے گا۔

رسول اکرم ﷺ صف کے اندر ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک داخل ہوتے ہمارے سینوں مونڈھوں کو چھوتے اور فرماتے مختلف (آگے پیچھے) مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے صفیں سیدھی کرو۔مونڈھوں کے درمیان برابری کرو۔خالی جگہ پُر کرو۔اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ۔شیطان کے لئے خالی جگہ نہ چھوڑو۔جو صف کو ملائے گا۔اللہ تعالیٰ اس کو ملائیگا جو صف کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قطع کرے گا۔

ترجمہ: اپنی صفوں کی خالی جگہ بھرلو اور قریب قریب ہو کر کھڑے ہو اور گردنوں کو سیدھ میں کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔بیشک میں شیطان کو دیکھتا ہوں صف کی خالی جگہ سے بکری کے بچہ کی طرح داخل ہوتا ہے۔اس سے مراد صف کی درستگی و برابری اور خالی جگہ پُر کرنے میں مبالغہ کرنا ہے اور اس کی یہی مراد فقہاء اربعہ کے نزدیک ہے یعنی درمیان میں ایسی خالی جگہ نہ چھوڑی جائے جس میں تیسرا آدمی آسکے دونوں پیروں کے درمیان فصل باقی رہے۔شرح وقایہ میں ہے کہ چار انگشت کے برابر فصل رکھے یہی قول شافعیہ کے نزدیک ہے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

عند فقهاء الاربعة ای لایترک فی البین فرجة تسع فیها ثالثا بقی الفصل بین الرجلین ففی شرح الوقایة انه یفصل بینهما بقدر اربع اصابع وهو قول عند الشافعیة وفی قول اٰخر قدر شبر قلت ولم اجد عند السلف فرقا بین حال الجماعة والانفراد فی حق الفصل بان کانوا یفصلون بین قدمیهم فی الجماعة ازید من حال الانفراد وهٰذه المسئلة اوجدها غیر المقلدین فقط ولیس عندهم الالفظ الالزاق ولیت شعری ماذا یفهمون من قولهم الباء للالصاق ثم یمثلونه مررت بزید فهل کان مروره به متصلا بعضه ببعض ام کیف معناه ثم ان الامر لاینفصل قط الابالتعامل وفی مسائل التعامل

(**گذشتہ کا بقیہ**) دوسرے قول میں ایک بالشت ہے میں کہتا ہوں میں نے سلف کے نزدیک جماعت وانفراد کی حالت میں کوئی فرق نہیں پایا اور اس مسئلہ کو صرف غیر مقلدوں نے ایجاد کیا ہے اور ان کے پاس لفظ الزاق کے علاوہ کوئی دلیل نہیں اور کاش کہ میں جان لیتا وہ اس سے کہ باالصاق کے لئے ہوتا ہے کیا سمجھتے ہیں پھر اس کی مثال دیتے ہیں۔ **مررت بزید** میں زید کے ساتھ گذرا کیا اس کا اس کے ساتھ گذرنا بعض حصہ کا بعض سے متصل ہوکر ہوتا ہے یا اس کے کیا معنیٰ ہیں پھر بیشک امر نہیں ٹوٹتا مگر تعامل سے اور تعامل کے مسئلہ میں الفاظ کو نہیں لیا جاتا ہے جیسے **فوق الصدر** کا لفظ ابن خزیمہ کے نزدیک پس بیشک وہ قطعی طور پر راویوں کی وسعت پسندی سے ہے۔ چونکہ ائمہ میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اور یہ راستہ نہیں ہے کہ دین کی بنیاد ہر نئے لفظ پر ہو تعامل کی طرف نظر کئے بغیر اور جو ایسا کریگا اس کا قدم کسی جگہ نہ ٹھہرے گا اور ہر دن وہ نیا مسئلہ گھڑے گا اس لئے کہ راویوں کی وسعت پسندی معلوم ہے اور عبارات وتعبیرات کا اختلاف بھی مخفی نہیں ہے اس کو اچھی طرح جان لے۔

ترجمہ: اور یہ چیز محدثین کو پیش آئی چونکہ وہ صرف اسناد کی حالت دیکھتے ہیں تعامل کا خیال نہیں کرتے۔ پس بہت دفعہ حدیث ان کے طریقہ پر صحیح ہوتی ہے پھر اس پر عمل مفقود پاتے ہیں جس سے حیران ہوتے ہیں حتی کہ ترمذی نے اپنی جامعِ میں دو حدیثیں بیان کی ہیں جو عمل کی صلاحیت رکھتی ہیں پھر فرمایا کہ اس پر کسی نے عمل نہیں کیا اور یہ صرف عمل کا فقدان ہے ورنہ تو اسناد ان کی صحیح ہے۔ ایسے ہی ایک حدیث کو اسناد کی وجہ سے ہی ضعیف کہتے ہیں حالانکہ وہ ان کے نزدیک دائر وسائر ہوتی ہے اور معمول بہ ہوتی ہے۔ پس یہاں دوسری طرف سے کمی ہوتی ہے پس ضروری ہے کہ اسناد کے ساتھ ساتھ تعامل کا بھی خیال رکھا جائے۔ چونکہ شریعت تعامل وتوارث پر ہی دائر ہے۔

اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے صحابہ وتابعین کو نہیں پایا کہ انہوں نے جماعت اور انفراد کی حالت میں اپنے کھڑے ہونے میں کوئی فرق کیا ہو اس سے ہم نے جان لیا کہ مونڈھے کے ملانے سے مراد صرف مل کر کھڑا ہونا اور خالی جگہ نہ چھوڑنا ہے۔

پھر تو ذرا اپنے دل میں سوچ اور جلدی نہ کر کہ کیا مونڈھے کا ملانا قدم ملانے کے ساتھ ممکن بھی ہے مگر سخت مشق کے بعد اور اس کے بعد بھی ممکن نہیں پس یہ ان (غیر مقلدوں) کی گھڑی ہوئی چیزوں میں سے ہے۔ سلف میں جس کی کوئی دلیل ونشان نہیں۔

لایوخذ بالالفاظ کلفظ فوق الصدر عند ابن خزیمة فانه من توسع الرواة قطعا لانه لم یعمل به احد من الائمة الیٰ ان قال ولیس الطریق ان یبنٰی الدین علی کل لفظ جدید بدون النظر الی التعامل ومن یفعل ذالک لایثبت قدمه فی موضع ویخترع کل یوم مسئلة فان توسع الرواة معلوم واختلاف العبارات والتعبیرات غیرخفی فاعلمه الی ان قال وهذا الذی عرض للمحدثین فانهم ینظرون الیٰ حال الاسناد فقط ولایراعون التعامل فکثیراً ما یصح الحدیث علی طورهم ثم یفقدون به العمل فیتحیرون حتیٰ ان الترمذی اخرج فی جامعه حدیثین صالحین للعمل ثم قال انه لم یعمل به احدوذلک لفقدان العمل لاغیروالافاسناد هما صحیح وکذلک قد یضعفون حدیثا من حیث الاسناد مع انه یکون دائرا سائراً فیما بینهم ویکون معمولابه فیتضررهناک من جهة اخریٰ فلابدان یراعی مع الاسناد التعامل ایضا فان الشرع یدورعلی التعامل والتوارث والحاصل انا لم نجد الصحابة والتابعین یفرقون فی قیامهم بین الجماعة والانفراد علمنا انه لم یرد بقوله الزاق المنکب الاالتراص وترک الفرجة ثم فکرفی نفسک ولاتعجل انه هل یمکن الزاق المنکب مع الزا ق القدم الا بعد مما رسة شاقة ولایمکن بعده ایضا فهو اذن من مخترعا تهم لاا ثرله فی السلف اھ فیض الباری[1] جلد ۲/ ص ۲۳۶۔

ایسی مخترع چیز کو جس پر صحابہ، تابعین، مجتہدین، فقہاء، محدثین کسی کا بھی عمل نہ ہو آج سنت مردہ قرار دیکر اس پر عمل کر کے احیاء سنت کا دعویٰ کرنا اور سو شہیدوں کے اجر کی توقع رکھنا اور جملہ سلفِ صالحین کو تارک سنت سمجھنا اہل علم وفہم ودیانت سے بعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۵/ ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۶/ ۶۶ھ

صحیح: عبداللطیف

---

[1] فیض الباری ص ۲۳۶/ ج ۲ (مطبوعه دیوبند) کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب.

تسویۂ صفوف

سوال:۔ نمازیوں کی صفیں ستون کے درمیان اس طرح قائم کرنا کہ ہر ستون کے آگے ایک مصلی کھڑا ہو، تاکہ صف درمیان سے منقطع نہ ہو۔ البتہ صف سیدھی باقی نہیں رہتی اس سے نماز میں کوئی خلل تو نہیں پڑتا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا مکروہ ہے صفوف سیدھی کرنے کی بہت تاکید آئی ہے[۱]۔ ستون درمیان میں آجانے سے نماز میں خرابی نہیں آتی کذا فی المبسوط[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صف سیدھی کرنے کا طریقہ

سوال:۔ کتب میں درج ہے نماز میں صف برابر کرے آیا آگے کی طرف سے برابر کرے یا پیچھے سے کیوں کہ یہاں کے بعض علماء کہتے ہیں کہ آگے کی طرف سے چھوٹی انگشت برابر کرے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پیچھے کی طرف سے ایڑیاں برابر کرے تو ان میں سے کونسا قول معتبر ہے؟ بینوا وتوجروا۔

---

[۱] عن نعمان بن بشیر یقول قال النبی صلی اللّٰہ علیہ سلم لتسون صفوفکم او لیخالفن اللّٰہ بین وجوھکم، بخاری شریف ص ۱۰۰ / ج ۱ / کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عندالاقامۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند. مسلم ص ۱۸۱ / ج ۱ / کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ رشیدیہ دھلی. مشکوۃ شریف ص ۹۸ / باب تسویۃ الصفوف.

[۲] الاصطفاف بین الاسطوانتین غیرمکروہ المبسوط للسرخسی ص ۳۵ / ج ۲ (مطبوعہ دارالفکر) باب الجمعۃ . بذل المجھود ص ۳۶۳ / ج ۱ / کتاب الصلاۃ، باب الصفوف بین السواری، مطبوعہ رشیدیہ سھارنپور.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ٹخنے اور ایڑیاں برابر کر کے کھڑے ہوں آگے سے انگلیوں کو برابر کرنے کی ضرورت نہیں۔ وان تفاوتت الاقدام صغراً او کبراً فالعبرة بالساق والکعب الخ بحر ص ۳۰۳/ ج ا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/۱۱/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ ہذا

صف کس طرح سیدھی کی جائے

سوال:۔ صف نماز سیدھی کرتے وقت پاؤں کی انگلیاں برابر کرنی چاہئیں یا ایڑیوں کے برابر رکھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایڑیوں کو برابر رکھنا چاہئے۔ انگلیوں کی برابری کا اہتمام ضروری نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۲/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۵/ صفر ۵۸ھ

---

[1] البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ا (مطبوعه کراچی) کتاب الصلوٰة، باب الامامة. شامی کراچی ص ۳۰۸/ ج ۲/ باب الامامة، قبیل مطلب هل الاساءة دون الکراهة الخ. قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص ۹۵/ ج ا/ امامة الالثغ لغیر الالثغ.

[2] ان تفاوتت الاقدام صغرا او کبراً فالعبرة بالساق و الکعب البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ا/ باب الامامة (مطبوعه کراچی).

اتصال صفوف برائے اقتداء

سوال:۔(۱) اگر بارش ہو اور مسجد کے صحن میں مقتدی کھڑے نہ ہو سکتے ہوں اور صحن کے پاس متصل دوسرا مکان اوپر ہو یا نیچے وہاں کھڑے ہو کر مسجد کے امام کے پیچھے اقتداء کر کے نماز پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں جب کہ اتصال صفوف بارش کی وجہ سے نہیں۔

(۲) امام مسجد میں نماز پڑھا رہے ہوں اور مقتدی بالکل منتہٰی مسجد میں ہے اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر وہ مسجد مسجد صغیر ہے اور اس مکان کو مسجد سے دو صفوں کی مقدار کا فصل نہیں اور امام کے انتقالات واحوال کا اشتباہ نہیں ہوتا بلکہ علم ہوتا رہتا ہے خواہ امام کی آواز سے یا مکبر کی آواز سے تو اقتداء صحیح ہے اور اگر مسجد کبیر ہے جیسے مسجد قدس یا دو صفوں کی مقدار کا فصل ہے یا امام کا حال مشتبہ رہتا ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے ھکذا یفھم من شروط الاقتداء المذکورة فی الشامی[۱].

(۲) عدم اتصال کی صورت میں مسجد صغیر میں اقتداء صحیح ہوتی ہے[۲] بہت بڑی میں صحیح نہیں

---

[۱] ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة اونهر تجری فیه السفن او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقاً والحائل لایمنع الاقتداء ان لم یشتبه حال امامه بسماع اوؤیة ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد و بیت فی الاصح، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۰/ ج ۲/ شامی نعمانیه ص ۳۹۳، ۳۹۴ ج ۱ باب الامامة،مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد، عالمگیری کوئٹه ص ۸۷، ۸۸/ ج ۱/ الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء. بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۵۵/ ج ۴/ کتاب الصلاة، نوع فی المانع.

[۲] فلو اقتدی بالامام فی اقصی المسجد والامام فی المحراب جاز کما فی الهندیة (طحطاوی علی المراقی ص ۱۶۰/ مطبوعه دمشق) باب الامامة. عالمگیری کوٹه ص ۸۸/ ج ۱/ الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء.

جیسے مسجد قدس کہ بہت بڑی مسجد ہے اس میں صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲/۸/ ۵۳ھ

مسجد اور متصل حجرہ میں جماعت کی صف بنانا

سوال:۔ مسجد کی دائیں جانب میں ایک کمرہ ہے اور اس کا دروازہ مسجد میں کھلا ہوا ہے اور برآمدہ میں بھی۔ برآمدہ مسجد اور کمرہ کا ایک سا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگلی صف مسجد اور کمرے میں سیدھی ہو کر ایک ہی آجاتی ہے۔ تو اس حالت میں جماعت ہوتے ہوئے اگلی صف کمرے اور مسجد دونوں کی ایک جماعت ہو جاوے یا کہ مسجد کی جماعت پوری کر کے پھر مسجد میں ہی دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے جب کہ نمازی اتنے ہیں کہ کمرے اور مسجد کی ایک صف پوری ہو کر شاید ہی کبھی دو چار آدمی بچے ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد میں صف پوری ہو جائے تو اس کے پیچھے دوسری صف بنالی جائے[1]۔ کمرے اور اس کے آگے برآمدے میں اس وقت کھڑے ہوں جب مسجد میں اور اس کے برآمدہ میں اور صحن

---

[1] وفیه الامر باتمام الصفوف الاول و معنیٰ اتمام الصفوف الاول ان یتم الاول ولایشرع فی الثانی حتی یتم الاول ولافی الثالث حتی یتم الثانی ولا فی الرابع حتی یتم الثالث وهکذا الی آخرها، نووی علی مسلم ص ۱۸۱/ج ۱/ کتاب الصلاة، باب الامر بالسکون فی **الصلاة**. مرقاة شرح **مشکوة** ص ۸۱/ج ۲/ باب تسویة الصفوف، قبیل الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی. بذل المجهود ص ۳۶۲/ج ۱/ باب تسویة الصفوف، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

میں جگہ نہ ہو[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صف میں نابالغ بچوں کے سامنے سے گذرنا

سوال:۔ نابالغ بچے اگر نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے سامنے سے مرور جائز ہے یا نہیں ؟اور اگر وہ نماز کے ارکان وشرائط سے بخوبی واقف ہوں اور طفلِ لایعقل نہ ہوں بلکہ طفلِ یعقل ہوں اور مراہق ہوں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صفوفِ متقدمہ میں جا کر قیام کرنے کے لئے اس مرور کی ضرورت پیش آئے تو اجازت ہے، ورنہ بلاضرورت ان کے سامنے کو بھی مرور نہ کیا جاوے[2] ان کی نماز بھی شرعاً نماز ہے اگرچہ وہ سات سال کے ہوں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۳ھ

---

[1] ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنه مکانا کره کقیامیه فی صف خلف صف فیه فرجة، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۱۲/ ج۲/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

[2] قام فی آخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلایاثم المار بین یدیه (الشامی نعمانیه ص ۳۸۳/ ج ۱) و شامی زکریا ص ۳۱۳/ ج۲/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول. عالمگیری کوئٹه ص ۸۹/ ج ۱/ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والماموم. البحرالرائق کوئٹه ص ۳۵۴/ ج ۱/ باب الامامة.

[3] ویصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء الخ مجمع الانهر ص ۱۶۵/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بچوں کی صف کا اعتبار کیا گیا ہے چنانچہ ان کو مردوں کے بعد اور مکلّف عورتوں سے پہلے کھڑے ہونے کا حکم ہے لہٰذا ان کی نماز کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

مردوں کی صف کے درمیان بچوں کی صف

سوال:۔ اگر مردوں کی صف کے درمیان کوئی صف بچوں کی ہو۔ تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بچوں کی صف مردوں کے پیچھے ہونا چاہئے صورت مسئولہ میں بھی نماز صحیح ہوگئی اور بچوں کی صف کا مردوں کی صف کے درمیان یا ان سے آگے کرنا مکروہ ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

لڑکوں کی صف پیچھے کی جائے

سوال:۔ اگر صف اول میں جگہ موجود ہے تو کیا پھر بھی نابالغ لڑکوں کو صف سے پیچھے اپنی مستقل صف بنانے کی ضرورت ہے یا صف اول ہی میں کھڑے ہو جائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صف اول میں نہ کھڑے ہوں بلکہ مستقل اپنی صف پیچھے بنائیں۔ ردالمحتار[2] ص ۳۸۴ ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف (درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۸۲/ج ۱) و شامی زکریا ص ۳۱۴/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول. مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۲۴۸، ۲۴۹/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. عالمگیری کوئٹه ص ۸۹/ج ۱/ الفصل الخامس فی بیان الامام والماموم.

[2] ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ کی جگہ صف میں

سوال:۔[1] چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر نابالغ تنہا در جماعت نماز حاضر شود آیا آں نابالغ درصف بالغاں استادہ نماز گذارد یا درپس صف بالغاں اگر درصف بالغاں استد بجانب راست استد یا بجانب چپ وآیا ہمراہ بالغاں متصلاً استد یا منفصل از بالغاں واگر بہ بالغاں استد درآں صورت اگر دیگر نمازیاں بیایند در کدام جانب آں نابالغ استند اگر بجانب راست آں نابالغ متصل بہ بالغاں استند پس آں نمازی مجبور شود کہ اورا گرفتہ برطرف کند یا اینکہ آں نمازی از فعل خود اورا برطرف نہ کرد بلکہ آں نمازی چوں درمیاں آمد آں نابالغ راخود برطرف شدن افتاد وہمچنیں مسلسل ہر نمازی کہ یکے بعد

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) (الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ص ۳۸۴/ ج ۱) درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۱۴/ باب الامامۃ، البحر الرائق ص ۳۵۳/ کراچی، باب الامامۃ.

(صفحہ ہذا) [1] **ترجمہ سوال:**۔ اگر ایک نابالغ نماز کی جماعت میں ہوتو وہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہوکر نماز پڑھے یا ان کی صف کے پیچھے اگر بڑوں کی صف میں کھڑا ہوتو ان کی دائیں جانب کھڑا ہو یا بائیں جانب اور ان سے مل کر کھڑا ہو یا جدا ہوکر مل کر کھڑے ہونے کی صورت میں دوسرے نمازی اگر آئیں تو اس نابالغ کی کس جانب کھڑے ہوں گے اگر نابالغ کی دائیں جانب بالغوں سے مل کر کھڑے ہوں تو وہ آنے والا نمازی اس کو پکڑ کر ایک طرف کردے یا وہ نابالغ خود نمازی کے درمیان میں آنے کی وجہ سے ایک طرف ہوجائے اسی طرح جو بھی نمازی آتا رہے یہ نابالغ ایک طرف ہوتا رہے یا کس طرح کرے؟ اور اگر آنے والا اس نابالغ کے بائیں ہاتھ کی طرف کھڑا ہوتو نابالغ کا بالغوں کی صف کے درمیان کھڑا ہونا لازم آئے گا کونسا طریقہ اختیار کرے اور کونسا طریقہ مکروہ ہے اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی مع حوالہ کتب وعبارات اس کی وضاحت فرمائیں۔

اور اگر وہ بالغ بڑوں کی صف کے پیچھے کھڑا ہوکر نماز پڑھے تو یہ مکروہ ہوگا یا نہیں اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی اور یہ کراہت نابالغ کی نماز ہی میں ہوگی یا بالغوں کی نماز میں بھی؟ ہر سوال کا جواب مدلل مع نقل عبارات کتب بیان فرمایا جائے؟

اور اگر نابالغ دو یا زیادہ ہوں تو بالغوں کی صف میں کھڑے ہوں یا پیچھے جب کہ بالغوں کی صف میں دائیں بائیں جگہ خالی ہو۔ اگر بالغوں کی صف میں کھڑے ہوں تو مکروہ ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو تحریمی تنزیہی اور کراہت کا اثر صرف نابالغوں کی نماز ہی میں ہوگا یا تمام بالغوں کی نماز میں بھی؟ مدلل جواب مرحمت فرما کر اجر وثواب حاصل کریں۔

دیگرے بیاید آیا چنیں فعل روا باشد یا چہ۔ واگر بجانب چپ آں نابالغ استد آں نابالغ درمیاں صف بالغاں افتادن لازم آید کدام طریقہ اختیار کند وکدام طریقہ مکروہ باشد اگر مکروہ باشد تحریمی است یا تنزیہی تصریح فرمودہ حوالہ کتب وعبارتش نقل باید فرمود واگر آں نابالغ درصف بالغاں نیستا دو در پس صف بالغاں استادہ نماز گذارد در آں صورت مکروہ شود یا نہ اگر مکروہ باشد تحریمی باشد یا تنزیہی وآیا اثر کراہت درنماز آں نابالغ واقع شود فقط یا درنماز بالغاں نیز جواب ہر سوال مدلل وعبارات کتب نیز نقل باید فرمود۔ توجروا۔

واگر دو یا زائد از دو نابالغ حاضر شوند پس اوشاں درصف بالغاں استند یا درپس صف حالانکہ درصف بالغاں چپ وراست جائے خالی است درنیصورت اگر درصف بالغاں استادہ نماز گذارند مکروہ شود یا نہ اگر مکروہ شود تحریمی است یا تنزیہی وآیا اثر کراہت درنماز آں نابالغاں واقع شود تنہا یا درنماز جمیع بالغاں ہم جواب سوال مدلل وعبارات کتب نقل باید فرمود۔ توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر نابالغاں متعدد باشند امام را باید کہ ایشانرا مستقل صف نمودہ درپس بالغاں ایستادہ کند وہر بالغیکہ بعد ازاں بیاید درصف بالغاں بایستد ونابالغ درصف نابالغاں۔ واگر نابالغ یکے باشد آں درصف بالغاں بایستد دراں وقت آں نابالغ درحکم بالغاں باشد پس تعین جانب راست وچپ وبحث اتصال وانفصال بے سود است وبرطرف کردن آں عبث ولغو است وہمچنیں اوراخود

ترجمہ جواب: اگر نابالغ متعدد ہوں تو امام کو چاہئے کہ بالغوں کی صف کے پیچھے ان کی مستقل صف بنا کر کھڑا کرے پھر بعد میں جو بالغ آئے وہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہو اور نابالغ نابالغوں کی صف میں اور اگر نابالغ ایک ہو تو وہ بالغوں کی صف میں کھڑا ہو جائے اس وقت وہ نابالغ بالغوں کے حکم میں ہوگا۔ لہٰذا دائیں بائیں جانب کا متعین کرنا اور اتصال وانفصال کی بحث کرنا بے سود ہے اور اس کو ایک طرف ہٹانا عبث اور لغو ہے اسی طرح خود اس کو ایک طرف ہونا اور اس طریقہ کے خلاف کھڑا ہونا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔

امام ان کی صف بنائے اس طرح کہ پہلے مرد ہوں پھر بچے بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے جب چند ہوں تو ایسا کرے اور اگر ایک ہو تو بڑوں کی صف میں داخل ہو جائے، فقط۔

برطرف شدن۔ خلاف ایں طریق ایستادن مکروہ تنزیہی است و یصف ای یصفهم الامام بان یامرهم بذلک الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف[1] اھ درمختار۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/محرم ۶۸ھ

ایک نابالغ بچہ کس صف میں کھڑا ہو

سوال:۔ جماعت کی نماز کے موقع پر چھوٹے بچوں کا کیا حکم ہے، ان کو جماعت میں کہاں کھڑا کیا جائے، اگر صرف ایک ہی بچہ ہے اور باقی تمام مقتدی بڑے ہیں، اور بچہ تقریباً بارہ یا تیرہ سال کا ہے، اگر اس بچہ کو مقتدیوں کے بائیں جانب ملا کر کھڑا کر دیا جائے، تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، یا نہیں، بائیں جانب کھڑا کرنے کے بعد مسبوق لوگ آکر اس لڑکے کی بائیں جانب کھڑے ہو جائیں کیا اس صورت میں ان کی نماز درست ہوگی یا فاسد ہو جائے گی، کیا تنہا بچہ جو کہ بارہ تیرہ سال کا ہے، پیچھے کھڑا کیا جائے، جبکہ پیچھے کوئی دوسرا بچہ ہے اور نہ کوئی بڑا نمازی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب بچے کئی ہوں تو ان کی صف مردوں کی صف سے پیچھے مستقل بنادی جائے، اگر بچہ ایک ہی ہو تو اس کو مردوں کی صف ہی میں کھڑا کرلیا جائے، چاہے اس کے بائیں جانب ہو

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۸۴/ج ۱، وشامی زکریاص ۳۱۳/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول. البحرالرائق ص ۳۵۳/ج ۱ (مطبوعه کراچی) باب الامامة.

چاہے کسی اور جگہ ہو تنہا صف کے پیچھے کھڑا نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۷ھ

نابالغ کے کھڑے ہونے کی جگہ

سوال:۔ نماز کی صف بندی کے لئے صاف ذہنیت ہونے کے باوجود بچوں کی صف پیچھے رکھی جاتی ہے درانحالیکہ اگلی صف خالی ہوتی ہے جب کہ صف خالی نہ رکھنے کا حکم ہے جب آدمی ہوں۔ پھر یہ کہ بعد میں آنے والے نمازی کو بچوں کے آگے سے گذر کر اگلی صف میں جانا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ بچوں کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا تو اسی بچوں کی صف میں کھڑے ہونا پڑتا ہے حالانکہ اگلی صف پُر نہیں ہوتی۔ تو جو نقصان بچوں کو جوانوں کے ساتھ رکھنے میں ہوتا ہے وہ آخرکار ہوتا ہی ہے۔ تو کیا بچوں سے گذر کر اگلی صف میں جانا درست ہے۔ اگر بچوں کو بیچ میں ایک صف چھوڑ کر رکھتے ہیں۔ مگر ان نوجونوں سے بھی (جو ۱۵ و ۲۰ سال تک ہوتے ہیں) اسی بچوں کی سی کراہت ہوتی ہے کیا امرد کو ابتداء ہی سے نوجوانوں کی اگلی صف میں رکھا جائے۔ کیونکہ کسی حال میں بچ نہیں سکتے نابالغ کو ایک صف چھوڑ کر رکھا نہیں جاسکتا ہے اور رکھنے میں آگے سے گذرنا پڑتا ہے۔ آخر کیا کیا جائے۔ عام حالت میں نوجوانوں (امرد) کو عام لوگوں کے ساتھ کراہت کا سبب بنے گا کراہت کا حکم عام ہے یا معلول ہے۔ کیونکہ دیہاتی سیدھے سادھے لوگ ذہن ان کا صاف ہوتا ہے۔ کیا اپنے امرد بیٹے کے کھڑے ہونے سے بھی نماز مکروہ ہوتی ہے؟ اسی طرح بھائی کے بارے میں سوال ہے۔

---

[1] ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۷۱ ج ۱ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، مجمع الأنهر ص ۱۶۵ ج ۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲۴۶ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ نابالغوں کی مستقل صف بالغین کی صف سے پیچھے ہو، بالغین کی صف میں نہ کھڑے ہوں اگر بالغین کی صف میں جگہ باقی ہے اور کوئی بالغ آ جائے تو وہ نابالغوں کی صف میں نہ کھڑا ہو۔ بلکہ ان سے آگے بڑھ کر بالغین کی صف میں کھڑا ہو، اس سب کے باوجود اگر کوئی امرد بالغ قریب کھڑا ہو جائے تو اس سے اس بالغ کی نماز خراب نہیں ہوگی[۱]، وہ عورت کے حکم میں نہیں نابالغ اگر تنہا ہو تو وہ بالغین کی صف میں ہی کھڑا ہوگا۔ کذا فی الدر المختار[۲] ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال اھ مراقی الفلاح[۳] ص ۱۸۴۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکا ایک ہو تو مردوں کی صف میں کھڑا ہو

سوال:۔ اگر نابالغ لڑکا صرف ایک ہو تو کیا وہ مستقل تنہا کھڑا ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نہیں وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو جائے ردالمحتار[۴] ص ۳۸۴/ ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہ

---

۱ والأمرد قد صرح الکل بعدم الفساد، النهر الفائق ص۲۴۷/ج ۱/ باب الإمامة والحدث فی **الصلاة**، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. ردالمحتار علی الدر المختار، مطبوعه زکریا ص۳۱۶/ج۲/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول. البحرالرائق ص۳۵۴/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف (الدرالمختار علی نعمانیه ص۴۸۴/ج ۱. مطبوعه زکریا ص۲۱۳/ج۲/ باب الامامة) البحر الرائق ص۳۵۳/ج ۱ (مطبوعه کراچی، باب الامامة)

۳ طحطاوی علی المراقی ص۱۶۸. مطبوعه دمشق، ص ۲۴۹/ مصری، باب الامامة.

۴ ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۳۸۴/ج ۱، وشامی زکریا ص۳۱۴/ج۲/ باب الامامة. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

بچوں کی صف سے بڑھ کر بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا

سوال: (۱) جس وقت چند صفیں نمازیوں سے پر ہوجائیں تو اس وقت بچوں کو کون سی صف میں کھڑا کریں؟

(۲) بعض دفعہ بچے بہت ہوتے ہیں اور آنے والے نمازیوں کو آگے سے گذرنا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں بچوں کو کس طرح کھڑا کریں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) جس وقت بڑے آدمیوں کی صفیں پر ہوجائیں اور پیچھے جگہ موجود ہو تو بچوں کی صف ان کے پیچھے بنالی جائے۔[۱]

(۲) بچوں کی صف جب بڑی ہو اور کوئی بالغ آدمی آکر بالغین کی صف میں کھڑا ہونا چاہے تو بچوں کے سامنے سے گذر کر آگے بڑھ جائے[۲] بچوں کی صف میں کھڑا نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) وان لم یمکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال، مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ص ۱۶۸/ مطبوعه دمشق، مصری ص ۲۴۹/ کتاب **الصلوٰة**، فصل فی بیان الاحق بالامامة. النهر الفائق ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الإمامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

(صفحہ ہذا) ۱ ویصف ای یصفهم الامام بأن یأمرهم بذالک الرجال ثم الصبیان الخ. الدرالمختار علی الشامی ص ۳۱۴/ ج ۲ (مطبوعه زکریا دیوبند) باب الامامة، مطلب هل الإساءة دون الکراهة او أفحش منها. مجمع الانهر ص ۱۶۵/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. مراقی الفلاح علی هامش الطحاوی ص ۲۴۹/ کتاب الصلوة، فصل فی بیان الاحق بالإمامة، مطبوعه مصری.

۲ ولو وجد فرجة فی الأول لاالثانی له خرق الثانی لتقصیرهم وفی الحدیث من سد فرجةً غفرله وصح خیارکم الینکم مناکب فی الصلوة، الدرالمختار و فی الشامی وفی القنیة قام فی آخر صف و بینه وبین الصفوف مواضع خالیة فلداخل ان یمر بین یدیه (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نابالغ کا صف اول میں کھڑا ہونا

سوال: جمعہ اور عیدین کی نماز میں نابالغ صف اول میں کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نابالغ اگر متعدد ہوں تو مسنون یہ ہے کہ ان کی علیحدہ صف مردوں کے پیچھے کی جاوے اگر ایک ہو تو بالغین ہی کی صف میں کھڑا ہو جاوے **یصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف**[1] اھ درمختار۔ اس حکم میں صلوٰۃ خمسہ یا جمعہ یا عیدین کی کہیں تخصیص نہیں دیکھی۔ اسی طرح نابالغ کے تنہا ہونے کی شکل میں مردوں کی صف میں کھڑے ہونے کے متعلق صف اول یا ثانی کی بھی تخصیص نہیں دیکھی بظاہر حکم عام ہے[2] لیکن امام کے قریب **اولو الاحلام والنهی** کو کھڑے ہونے کا حکم روایات سے ثابت ہے[3] اس لئے اگر نابالغ صف اول میں کھڑا ہو تو ایک طرف کنارہ پر ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/محرم ۵۷ھ

(گذشتہ کا بقیہ) **لیصل الصوف لانه اسقط حرمة نفسه فلایأثم المار بین یدیه** شامی زکریا ص ۳۱۲، ۳۱۳/ ج ۲/ **باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول. النهر الفائق** ص ۲۴۶/ ج ۱/ **باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. مراقی الفلاح** ص ۱۱۴/ **فصل فی الأحق بالامامة و ترتیب الصفوف، مطبوعه مکتبه اسعدی سهارنپور.**

(صفحہ ہٰذا) [1] **الدر المختار علی الشامی نعمانیه** ص ۳۸۴/ ج ۱، **مطبوعه زکریا** ص ۳۱۴/ ج ۲/ **باب الامامة، البحر الرائق** ص ۳۵۳/ ج ۱ **کراچی، باب الامامة.**

[2] **وان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال (طحطاوی علی المراقی** ص ۱۶۸/ **مطبوعه دمشق،** ص ۲۴۹/ **مصری، باب الامامة. مجمع الانهر** ص ۶۵/ ج ۱/ **فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.**

[3] **عن ابی مسعود قال قال رسول الله ﷺ لیلینی منکم اولوا الاحلام والنهی الحدیث، ابوداؤد شریف** ص ۹۸/ ج ۱ **(مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الصلوٰة،** **(بقیہ آئندہ صفحہ پر)**

اٹھارہ سالہ بے ڈاڑھی مونچھ لڑکے کا صف میں کھڑا ہونا

سوال: ۱۸/سال کی عمر کا لڑکا ہے نہ ڈاڑھی نہ مونچھ ہے اور جماعت ہو رہی ہے اور دائیں طرف ایک آدمی کی جگہ خالی ہے پہلی صف میں۔ اور کوئی آدمی دوسری صف میں نہیں ہے تو شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

اور وہ کون سے دس شخص ہیں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں یہ حدیث قوی ہے یا ضعیف؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

۱۸/سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے نابالغ نہیں ڈاڑھی مونچھ کا کوئی اعتبار نہیں۔[1] لہٰذا اس کو بھی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

اگر کوئی لڑکا نابالغ ہو اور وہ تنہا ہو یعنی اس کے ساتھ کوئی دوسرا نابالغ لڑکا نہ ہو بلکہ اور سب بالغ ہوں تو اس کو بھی مردوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہئے مردوں کی صف سے علیحدہ تنہا نہیں کھڑا ہونا چاہئے البتہ اگر لڑکے نابالغ کئی ہوں تو ان کی صف مردوں کے پیچھے مستقل کردی جائے وہ مردوں کی صف میں نہ کھڑے ہوں۔ **ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف** اھ درمختار۔[2]

(**گذشتہ کا بقیہ**) باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف. مسلم شریف ص ۱۸۱/ج ۱/ باب تسویة الصفوف واقامتها الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی. نسائی شریف ص ۹۲/ج ۱/ الامامة، باب من یلی الإمام ثم الذی یلیه، مطبوعه فیصل دیوبند. مسند احمد ص۴۵۷/ج ۱/ مسند عبدالله ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] وبلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال فان لم یوجد فیهما شئی فحتی یتم لکل منهما خمس **عشرة** سنة به یفتی قال الشامی مفاده انه لااعتبار لنبات العانة ولااللحیة الخ. درمختار مع الشامی مختصراً، زکریا ص ۲۲۶/ج ۹/ کتاب الحجر. فصل بلوغ الغلام بالاحتلام. عالمگیری کوئٹه ص ۶۱/ کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفة البلوغ. هدایه ص۳۵۷/ج ۳/ کتاب الحجر، فصل فی حد البلوغ، مطبوعه تهانوی دیوبند. (**بقیہ آئندہ پر**)

کسی حدیث کے قوی یا ضعیف ہونے کو معلوم کرنا ہے اس کے الفاظ لکھئے نیز حوالہ دیجئے کس کتاب میں ہے اس کا جواب دیا جائیگا اس میں ان دس آدمیوں کا ذکر بھی ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۸/صفر ۵۸ھ

مسجد میں جگہ تنگ ہو تو امام کے دائیں بائیں کھڑا ہونا

سوال: مسجد میں بوجہ تنگی کے دو صف نہیں ہوسکتی ہیں اس لئے امام کے دائیں بائیں پیچھے کو خالی چھوڑ کر صف کر لیتے ہیں۔ آیا اس طرح نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

صف اول مقتدی امام مقتدی

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صف کو بھرنے اور خالی جگہ کو پُر کرنے کی بہت تاکید آئی ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب و سدوا الخلل ولينوا بايديكم اخوانكم لاتذروا فرجات للشيطان من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله. مراقی الفلاح[1]، اس لئے درمیان میں جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے اگر عذر ہو اور کوئی صورت

(گذشتہ کا بقیہ) [1] درمختار على الشامي نعمانيه ص ۳۸۴ ج ۱ مطبوعه زكريا ص ۳۱۴ ج ۲ باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۵۳ ج ۱ (مطبوعه كراچی) باب الامامة. النهر الفائق ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت. مجمع الانهر ص ۱۶۵/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح ص ۱۱۴/ فصل فی الأحق بالإمامة الخ، مطبوعه المكتبة الأسعدی سهارنپور. الفقه الحنفی و أدلته ص ۱۹۳/ ج ۱/ صفة الصلاة، تسوية الصف، مطبوعه دار الفكر بيروت. مسند احمد ص ۲۶۲/ ج ۵/ حديث أبی أمامة الباهلیؓ، (بقیہ آئندہ پر)

نہیں ہوسکتی ہوتو امام کو زیادہ آگے نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس قدر آگے ہوجائے کہ امام کے پیر مقتدیوں کے پیروں سے آگے رہیں یعنی ایڑی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ آگے بڑھنا کچھ پیچھے ہٹنا

سوال: مسجد میں جو نمازی دیوار کے پاس ہوتا ہے تو جب رکوع میں جاتا ہے تو سرین دیوار سے لگتے ہیں اس لئے تھوڑا سا آگے کو بڑھنا پڑتا ہے پھر اٹھتے وقت تھوڑا سا پیچھے کو ہٹنا پڑتا ہے۔ ہر رکعت میں ایسا ہی ہوتا ہے، تو اس حرکت سے نماز میں نقص ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جگہ کی تنگی کی وجہ سے اتنی قلیل حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۷ھ

(گذشتہ کا بقیہ) مطبوعه دارالفكر بيروت. مجمع الزوائد ص ۲۵۲/ ج ۲/ كتاب **الصلاة**، باب فى الصف الاول، رقم (۲۵۰۹)، مطبوعه دارالفكر بيروت. طحطاوى على المراقى ص ۲۴۸/ مصرى، مطبوعه دمشق ص ۱۶۷/ كتاب الصلوٰة، باب الامامة.

(صفحہ ہذا) [1] والاصح مالم يتقدم اكثر قدم المؤتم لاتفسد ومعنى المحاذاة المحاذاة بعصبه الخ. درمختار مع الشامى زكريا ص ۳۰۸/ ج ۲/ باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الإمامه، مطبوعه كوئٹه. النهر الفائق ص ۲۴۵/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] وهذا بناء على ان الفعل القليل غير مفسد مالم يتكرر متواليا وعلى ان اختلاف المكان مبطل مالم يكن لاصلاحها وهذا اذا كان قدامه صفوف (الى قوله) وان كان منفرداً فالمعتبر موضع سجوده فان جاوز فسدت والا فلا (الشامى نعمانيه ص ۴۲۱/ ج ۱) شامى زكريا ص ۳۸۸/ ج ۲/ باب مايفسد الصلوٰة، قبيل مطلب فى المشى فى الصلاة. (بقیہ آئندہ پر)

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے جماعت کی کیفیت

سوال: لندن میں بواسطہ ورکنگ کمیٹی مانسک بھوپال (جسے بیگم نے مسجد کے نام سے گذشتہ صدی میں بنوایا تھا اور اسلامک کلچرل سینٹر ایسٹ لندن ماسک کیونکہ ان دونوں میں بڑے ہال ہیں اکثر مساجد او رمکانات ایسے ہیں جن کے کمرے بمشکل ۴/ گز لمبے اور ۳/ گز چوڑے ہوتے ہیں کہ دو صفیں اس حالت میں بنتی ہیں جب کہ پہلی صف امام کے دائیں بائیں صرف تین چار انگل فاصلہ سے بنائی جاتی ہے جمعہ کے دن مندرجہ حالات ہیں۔ دوسری صف کے اس غیر محتاط مقتدی کا سر جو امام سے بالکل پیچھے ہوتا ہے، مسجد میں بسا اوقات امام کے پیروں سے ٹکرا جاتا ہے کیا اس طرح نماز با جماعت بوجہ مجبوری بلا کراہت صحیح ہے؟

(نوٹ) یہاں پر مکان دومنزلہ ہوتا ہے، کیا امام کے دائیں بائیں صف بنا کر کھڑے ہونے والے مقتدیوں کے لئے اسی امام کی اقتداء میں اوپر کی منزل کے کسی کمرے میں انتظام کرنا ضروری ہے؟ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت ہے کہ امام کے دائیں اور بائیں صفیں ہوں[1]

(گذشتہ کا بقیہ) حلبی کبیری ص ۴۵۰/ فصل فیمایفسد الصلوة، قبیل فروع، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. طحطاوی علی المراقی ص ۲۶۳/ باب مایفسدالصلوة، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] ویکره ان یقوم فی غیر المحراب الالضرورة ومقتضاه ان الامام لوترک المحراب وقام فی غیره یکره ولوکان قیامه وسط الصف شامی زکریا ص ۴۱۵/ ج ۲ (الشامی نعمانیه ص ۲۳۴/ ج ۱) باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۷/ فصل فی بیان الأحق با لإمامة الخ، مطبوعه مصر. النهر الفائق ص ۲۴۵/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

صرف امام کی ایڑی مقتدیوں کی ایڑی سے آگے رہے[۱]۔ پس چار انگل بھی اگر امام آگے رہے گا تب بھی اقتدا درست ہوگی۔ اوپر کی منزل میں بھی اس کا انتظام کیا جاوے کہ امام کے انتقالات (رکوع، سجدہ وغیرہ) کا مقتدیوں کو صحیح علم ہوتا رہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

جماعت میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا

سوال: جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹخنے برابر ہی کرنے چاہئیں کہ صف سیدھی

---

۲ ومعنی **المحاذاة** بالقدم المحاذاة بعقبه فلايضر قدم اصابع المقتدی علی الامام حيث حاذاه بالعقب مالم يفحش التفاوت بين القدمين (الشامی نعمانيه ص ۳۸۱ ج ۱) شامی زکريا ص ۳۰۸/ ج ۲/ باب الامامة، قبيل مطلب هل **الإساءة** دون الكراهة الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۷/ فصل فی بيان الأحق بالإمامة الخ، مطبوعه مصر. البحرالرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۱ ولوقام علی سطح المسجد واقتدی بإمام فی المسجد ان كان للسطح باب فی المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام يصح الإقتداء ..... وان لم يكن له باب فی المسجد لكن لايشتبه عليه حال الإمام صح الإقتداء ايضاً، عالمگيری كوئٹه ص ۸۸/ ج ۱/ الفصل الرابع فی بيان مايمنع صحة الإقتداء الخ. قاضی خان علی الهنديه ص ۹۴/ ج ۱/ فصل فيمن يصح الإقتداء به الخ. تاتارخانيه ص ۶۱۶/ ج ۱/ الفصل السادس الكلام فی بيان من هو احق بالإمامة، بيان مايمنع صحة الاقتداء، مطبوعه كراچی.

رہے۔ شرح ابوداؤد میں یہی تشریح کی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بعد میں آنے والا شخص کسی مقتدی کو پیچھے کھینچ لے

سوال: (۱) زید امام کے پیچھے بکر نے نماز پڑھی اس کے بعد عمر آ کر شامل ہوا تو بکر پیچھے ہٹ گیا لیکن عمر کو اس مسئلہ کی واقفیت نہ تھی وہ کھڑا رہا اس پر بکر نے اپنے ہاتھ سے اس کو پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا کیا یہ فعل بکر کا مفسد صلوٰۃ تھا یا نہ؟

(۲) کیا بکر کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا؟

(۳) اگر شامل ہونے والا مقتدی پیچھے نہ ہٹے تو پھر پہلا مقتدی اپنی پہلی جگہ کھڑا ہو جاوے یا وہیں کھڑا رہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) بہتر یہ ہے کہ بعد میں آ کر شامل ہونے والا مقتدی اس پہلے سے شریک ہونے والے مقتدی کو کھینچ لے۔ اگر نہ کھینچے تو اس مقتدی کو خود پیچھے ہٹ جانے میں بھی مضائقہ نہیں اگر وہ دوسرا پہلے کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے کہ امام ان دونوں کو خفیف سا

---

[1] قال ای نعمان ابن بشیر فرأیت الرجل ای من الصحابة المصلین بالجماعة بعد صدور ذالک القول من رسول الله صلی الله علیه وسلم یلزق ای یلصق منکبه بمنکب صاحبه ورکبته برکبة صاحبه وکعبه بکعبه ولعل المراد بالزاق المحاذاة فان الزاق الرکبة بالرکبة والکعب بالکعب فی الصلوٰة مشکل واما الزاق المنکب بالمنکب فمحمول علی الحقیقة بذل المجهود ص ۳۶۰/ج ۱ (مطبوعه رشیدیه سهارنپور) کتاب الصلوٰة، باب تسویة الصفوف. فیض الباری ص ۲۳۶/ج ۲/ کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب، مطبوعه خضرراه دیوبند. اعلاء السنن ص ۳۱۹/ج ۴/ ابواب الامامة، باب سنیة تسویة الصف الخ، مطبوعه ادارة القران کراچی.

اشارہ کردے کہ وہ دونوں پیچھے ہٹ جائیں اور یہ بھی درست ہے کہ امام خود آگے بڑھ جائے اگر مسئلہ معلوم نہ ہوتو پھر دوسرے مقتدی کو امام کے برابر کھڑے ہونے میں بھی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی حالت میں کوئی کسی کو نہ کھینچے کیونکہ ناواقفیت کی وجہ سے فساد نماز کا اندیشہ ہے۔ بکر کے اس فعل سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔[1]

(۲) ایسا کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے کہ نہ کرنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی۔

(۳) ناواقفیت کی صورت میں پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں اگر ہٹ گیا اور دوسرا مقتدی پیچھے نہیں ہٹا تو پہلے مقتدی کو دوبارہ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۶/محرم ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

ایک نمازی کو صف اول سے پیچھے کھینچنا اور اس جگہ کا پر کرنا

سوال: زید جب مسجد میں پہونچا تو نماز جماعت شروع ہوچکی تھی مسجد کی پہلی صف پوری

---

[1] فی الفتح ولو اقتدی واحد بآخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبه قبل التکبیر لایضره وقیل یتقدم الامام اھ ومقتضاه ان الثالث یقتدی متأخراً ومقتضی القول بتقدم الامام انه یقوم بجنب المقتدی الاول والذی یظهر انه ینبغی للمقتدی التاخر اذاجاء ثالث فان تاخر والا جذبه الثالث ان لم یخش افساد صلاته فان اقتدی عن یسار ا لامام یشیر الیهما بالتأخر وهو اولیٰ من تقدمه لانه متبوع (الی قوله فی الفتح عن صحیح مسلم قال جابر سرت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غزوة فقام یصلی فجئت حتی قمت عن یساره فاخذ بیدی فادارنی عن یمینه فجاء ابن صخرحتی قام عن یساره فاخذ بیدیه جمیعا فدفعنا حتی اقامنا خلفه اه وهذا کله عندالامکان والا تعین الممکن (الشامی نعمانیه ص ۳۸۲ ج ۱) وشامی زکریا ص ۳۰۹ ج ۲ باب الامامةهل الاسادة دون الکراهة الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۷ مطبوعه مصری، باب الامامة،البحرالرائق ص ۳۵۲/ج ۱/ مطبوعه کراچی، باب الامامة.

ہو چکی تھی اس پر زید نے پہلی صف میں سے ایک نمازی کو جو امام کے دائیں طرف تھا پیچھے کو کر دیا اب جو جگہ پہلی صف میں خالی ہوگی اس کو کس طرح پر کیا جائے کیا اسی طرح خالی رکھا جائے یا اور کوئی صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کے آس پاس دائیں بائیں جو لوگ موجود ہیں وہ ذرا ذرا ہٹ کر دونوں طرف سے اس جگہ کو پُر کر لیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آ گیا تو کہاں کھڑا ہو

سوال: امام اور ایک مقتدی اس کے داھنی طرف ہو اور دونوں حالت رکوع میں ہوں ایک نمازی اور آ گیا اب یا تو وہ نمازی ایک رکعت ضائع کرے یا امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے کیا حکم ہے اگر امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تب رکوع کے بعد امام کو بڑھنا چاہیے اگر جگہ ہو۔ ورنہ کیا مقتدیوں کو پیچھے کھسکنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کے ساتھ اگر ایک مقتدی ہو اور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور پھر کوئی مقتدی آ کر شریک ہو تو یہ بھی درست ہے کہ امام آگے بڑھ جائے یہ بھی درست ہے کہ مقتدی کو اشارہ کر دے کہ وہ پیچھے ہو جائے۔ یہ بھی درست ہے کہ بعد میں آنے والا خود پہلے کو پیچھے کھسکا لے اگر بعد میں آنے والا بائیں جانب کھڑا ہو گیا اور امام رکوع میں ہے تو رکوع سے فارغ

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سدوا الخلل الحديث. مشكوٰة ص ۹۹ باب تسوية الصفوف. الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شگافوں کو بند کرو۔

ہوکر امام آگے بڑھ جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آ گیا تو وہ کس طرف شرکت کرے

سوال: ایک امام اور ایک مقتدی امام کے داہنی طرف قعدہ میں بیٹھے ہیں ایک اور مقتدی آ گیا وہ امام کے کس طرف بیٹھے؟ آخری قعدہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بائیں طرف[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک مقتدی ہو تو کہاں کھڑا ہو

سوال: اگر ایک مقتدی اور ایک امام ہے دونوں برابر میں کھڑے ہو گئے تو نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو کس طرح کھڑے ہوں؟

---

[1] اذا اقتدی بامام فجاء آخر یتقدم الامام موضع سجوده کذا فی مختارات النوازل وفی القهستانی عن الجلابی أن المقتدی یتأخر عن الیمین الیٰ خلف اِذاجاء آخر وفی الفتح ولو اقتدیٰ بأخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر الخ. شامی زکریا ص ۳۰۹/ج۲. شامی نعمانیه ص ۳۸۲/ج ۱/ باب الامامة، مطلب هل الإساء ة دون الکراهة او افحش منها. طحطاوی علی المراقی ص۲۴۷/ باب الامامة، مطبوعه مصری. البحر الرائق ص ۳۵۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه کراچی. فتح القدیر ص۳۵۷/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] والظاهر ایضا ان هذا اذا لم یکن فی القعدة الاخیرة والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولاتقدم ولاتاخر شامی نعمانیه ص ۳۸۲/ج ۱. شامی زکریا ص ۳۰۹/ج ۲/ باب الامامة، مطلب هل الاساء ة دون الکراهة الخ.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے رہے[1] اور بس۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صف کے پیچھے تنہا ایک آدمی کا کھڑا ہونا

سوال: (۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ بہتر ہے کہ اگلی صف سے ایک آدمی پیچھے کھینچ لے۔ تو اس آدمی کو کس طرف سے کھینچے وسط سے یا درمیان سے یا نہیں اور کہاں کھڑا ہو یعنی امام کے پیچھے لاوے یا نہیں یا وہیں کھڑا ہو جائے جہاں سے آدمی کو پیچھے لاوے اور کیا جس کو پیچھے لاوے گا اس کی نماز میں کچھ نقصان نہ ہوگا؟

(۲) حضرت مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ نے کسی رسالہ میں لکھا ہے کہ اگر امام مایجوز به الصلوٰۃ پڑھ چکا ہے صحت کے ساتھ اور پھر آگے چل کر کہیں بھول گیا یا غلط پڑھ گیا یا کوئی اور بات آ گئی تو نماز ہو جائے گی۔ لہٰذا گذارش ہے کہ اگر سورۃ بینہ میں خیر البریہ کی جگہ شر البریہ پڑھ دے تو کیا نماز ہو جائے گی۔ فقط بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر ایک صف پوری ہو چکی اس کے بعد کوئی نمازی آیا ہے تو اس کو چاہئے کہ کچھ انتظار کر لے اور اگر رکوع سے پہلے پہلے کوئی اور مقتدی آ جائے تو اس کے ساتھ مل کر کھڑا

---

[1] ومعنى المحاذاة بالقدم المحاذاة بعقبه فلايضر تقدم اصابع المقتدى على الامام حيث حاذاه بالعقب مالم يفحش التفاوت بين القدمين (الشامى نعمانيه ص ۳۸۱ ج ۱) شامى زكريا ص ۳۰۸/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب هل الاساءة دون الكراهة الخ. مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۲۳۵/ باب الامامة، مطبوعه مصرى. مجمع الانهر ص ۱۶۵/ ج ۱/ باب الإمامة، دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

ہوجائے اگر کوئی اور نمازی نہیں آیا تو اس کو چاہئے کہ کسی شخص کو جو کہ اس مسئلہ سے واقف ہو صف میں سے کھینچ لے اور جس جگہ سے کھینچا ہے اسی جگہ سے پچھلی صف میں دونوں کھڑے ہوجائیں (تقلیلاً للمشی فی الصلوٰۃ) اور اگر کوئی اس مسئلہ کا جاننے والا نہ ہو تو پھر تنہا ہی کھڑا ہوجائے ومتیٰ استویٰ جانباہ یقوم عن یمین الامام ان امکنه وان وجد فی الصف فرجة سدها والاانتظر حتیٰ یجئی اٰخر فیقفان خلفه وان لم یجئی حتیٰ رکع الامام یختار أعلم الناس بهذه المسئلة فیجذبه ویقفان خلفه ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلاته ردالمحتار[1] ص ۵۹۴ ج ۱۔

(۲) حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ مضمون کس رسالہ میں تحریر فرمایا ہے اس کی عبارت نقل فرمایئے تب جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۰/شعبان ۱۳۵۵ھ

تنہا آدمی صف کے پیچھے کھڑا ہو

سوال: اگر جماعت قعدہ اخیرہ میں بیٹھی ہے تو پیچھے آنے والا اکیلا آدمی کیا کرے، کیا پیچھے تنہا بیٹھ جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب قعدۂ اخیرہ میں آکر شریک ہوا اور صف پُر ہو تو پیچھے تنہا بیٹھ جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم صفر ۸۹ھ

---

[1] الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۸۲/ج ۱. شامی زکریا ص ۳۱۰/ج ۲ (بقیہ آئندہ)

اگر مقتدی ایک نابالغ لڑکا اور ایک بالغ ہو تو کس طرح کھڑے ہوں

سوال: ایک مقتدی اور ایک لڑکا نابالغ ان دونوں کو امام اپنے پیچھے کھڑا کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کرسکتا ہے بلکہ اسی طرح کرنا چاہئے کذا فی الطحطاوی[1] ص ۱۶۸۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) باب الامامة، قبیل مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب. البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. فتح القدیر ص ۳۵۷/ ج ۱/ باب الإمامة، دار الفکر بیروت. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۹/ فصل فی بیان الأحق بالامامة، مطبوعه مصری.

[2] استوی جانباه یقوم عن یمین الامام ان امکنه وان وجد فی الصف فرجة سدها والا انتظر حتی یجئی آخر فیقفان خلفه وان لم یجئی حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسئلة فیجذبه ویقفان خلفه ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلاته عندنا (الشامی نعمانیه ص ۳۸۲/ ج ۱) وشامی زکریا ص ۳۱۰/ ج ۲/ باب الامامة، قبیل مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب. البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۹/ فصل بیان الأحق بالامامة، مطبوعه مصری.

(صفحہ ہذا) [1] وإن لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال (قوله یقوم الصبی ولو کان مع رجل تقدمهما الامام الخ. (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۹/ مطبوعه مصری) باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۵۳/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. شامی کراچی ص ۵۷۱/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، اذا کان معه اثنان قاما خلفه وکذلک اذا کان احدهما صبیا. عالمگیری ص ۸۸/ ج ۱/ الفصل الخامس فی بیان مقام الام الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

مسجد میں ایک جانب اضافہ ہوگیا تو امام کہاں کھڑا ہو؟

سوال: مسجد کے اندرونی حصہ کو ضرورۃً شمال کی جانب سے بڑھا دیا گیا۔ اب امام کے داہنے جانب تیس نمازی اور بائیں جانب پندرہ نمازی رہتے ہیں۔ بحالتِ موجودہ کسی قسم کی کراہت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہئے تاکہ دونوں طرف مقتدی برابر ہوں ورنہ کراہت ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقام امام وسط مسجد ہے

سوال: امام بجائے درمیانی دروازے کے ایک جانب میں کھڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے مقتدی بعض مسجد سے خارج حصہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر امام وسط صحن میں کھڑا ہو تو سب مقتدی مسجد میں کھڑے ہو سکتے ہیں خارج مسجد کی ضرورت نہیں۔ پس دونوں صورتیں مساوی ہیں یا ایک اولیٰ دوسری غیر اولیٰ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہئے کہ یہی سنت ہے وسط کو چھوڑ کر کسی ایک جانب کھڑا ہونا یہ

---

[1] السنة أن يقوم الإمام ازاء وسط الصف الخ. شامی زکریا ص ۳۱۰/ج ۲ وشامی نعمانیه ص ۳۸۲/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب. سکب الانهر ص ۱۶۵/ج ۱/ فصل فی الجماعة، دارالکتب العلمیه بیروت. عالمگیری ص ۸۹/ج ۱/ الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام والمأموم، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

خلافِ سنت ہے۔ مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے جولوگ خارج مسجد کھڑے ہوں گے ان کو مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔ السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتریٰ انَّ المحاریب مانصبت الا وسط المساجد وهی قدعینت مقام الامام. درمختار[1] ص ۵۹۴ ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۸/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/شعبان ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/شعبان ۶۱ھ

امام مسجد کا وسط میں کھڑا ہونا

سوال:۔ ہماری مسجد کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے۔

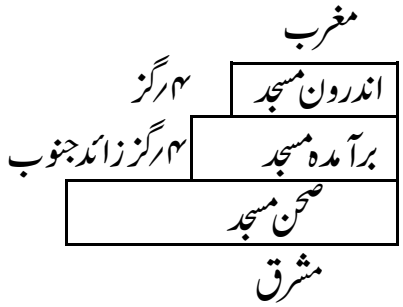

مسئلہ ذیل کی رو سے امام بیچ میں بروقت نماز ہونا چاہئے مگر برآمدہ مسجد سے جنوب کی طرف ۴/گز بڑھا ہوا ہے اب اگر جماعت برآمدہ میں ہو تو امام کو کہاں کھڑا ہونا چاہئے، کیونکہ برآمدہ کی مغرب والی دیوار جو مسجد کے اندرون کی دیوار ہے، اس میں تین دروازے ہیں، اب ان میں سے امام کو کونسے دروازے پر کھڑا ہونا چاہئے۔

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۸۲/ ج ۱. شامی زکریا ص ۳۱۰/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب. بذل المجهود ص ۳۶۵/ ج ۱/ باب مقام الامام من الصف، مطبوعه رشیدیه سهارنپور. عالمگیری ص ۸۹/ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمأموم، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(ب) برآمدہ سے مسجد صحن مسجد بھی اس طرح سے ۴ رگز جنوب کو بڑھا ہوا ہے، اب اگر امام جماعت صحن میں کرے تو وہ کہاں کھڑا ہو چونکہ مسجد کی مغرب والی دیوار جو برآمدہ کی ہے اس میں پانچ دروازے ہیں، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ امام کونسے دروازے میں کھڑا ہو، کیونکہ اگر صحن کا بیچ کر کے امام کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ برآمدہ کے چوتھے دروازہ میں کھڑا ہوتا ہے، جو مسجد کی جنوبی دیوار کے سامنے امام کھڑا ہو جاتا ہے۔

(ج) اگر محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، تو جماعت جنوب کی طرف ۸ رگز بڑھ جاتی ہے، یہ پوزیشن مسجد کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کو ایسی جگہ کھڑا ہونا چاہئے کہ اس کے شمال وجنوب میں حدود مسجد کے اندر دونوں طرف نمازی برابر ہوں، یہی حکم برآمدہ اور صحن مسجد کا ہے، اگر اس مسجد کی محراب بالکل وسط میں ہے اور برآمدہ وصحن میں کسی جانب اضافہ ہے تو اصل مسجد کی محراب کی سیدھ میں برآمدہ وصحن میں کھڑا ہونا ضروری نہیں، بلکہ برآمدہ وصحن میں جو جگہ وسط ہو وہاں کھڑا ہو۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

امام کے پیچھے کیسا آدمی کھڑا ہو

سوال: امام صاحب سے بار بار کہا گیا ہے کہ آپ کے پیچھے پہلی صف میں ایسا شخص کھڑا

---

[1] السنة ان يقوم فى المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فى احد جانبى الصف يكره ولو كان المسجد الصيفى بجنب الشتوى وامتلاء المسجد يقوم الامام فى جانب الحائط ليستوى القائم من جانبيه الخ، شامی کراچی ص ۵۶۸/۱، باب الامامة، قبيل مطلب فى كراهية قيام الامام فى غير المحراب عالمگیری کوئٹہ ص ۸۹/۱، الفصل الخامس فى بيان مقام الامام والماموم، تبيين الحقائق ص ۱۳۶/۱، باب الامامة، مطبوعه امداديه ملتان.

ہو جو شخص امامت کے قابل ہو۔ وقت آنے پر بآسانی امامت کر سکے امام صاحب کا کہنا ہے کہ میرے پیچھے والی صف میں ان پڑھ جاہل کوئی بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ ثانی امام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور میرا وضو کسی بھی صورت میں ٹوٹتا نہیں، شرعی حکم سے مطلع کیجئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حدیث پاک میں موجود ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم وعقل والے میرے قریب نماز میں (صف اول میں) کھڑے ہوا کریں[1] بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کو بھی سہو ہوا جس پر سجدہ سہو کیا گیا[2] یہ ہر ایک کو پیش آ سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلينى منكم اولوا الاحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثلاثاً واياكم وهيشات الاسواق مسلم شريف ص ۱۸۱/ج ۱/ مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب الصلوٰة (باب تسوية الصفوف، مشكوٰة شريف ص ۹۸/ باب تسوية الصف، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. مبسوط سرحسى ص ۳۰/ج ۱/ كيفية الدخول فى الصلاة، قبيل باب افتتاح الصلوة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے نزدیک وہ لوگ کھڑے ہوں جو عقل وشعور کے مالک ہوں ان کے بعد متوسط لوگ پھر ان کے بعد اور لوگ نیز بازاری حرکات سے تم لوگ پرہیز کرو۔

[2] عن عبدالله قال صلى بنا رسول الله ﷺ خمساً فقلنا يارسول الله ﷺ زيد فى الصلوٰة قال وما ذاك قالوا صليت خمساً قال انما انا بشر مثلكم اذكر كما تذكرون وانسى كما تنسون ثم سجد سجدتى السهو مسلم شريف ص ۲۱۳ ج ۱ مطبوعه (رشيديه دهلى) (باب من صلى خمسا او نحوه فليسجد سجدتين .) كتاب الصلوٰة. مشكوٰة شريف ص ۹۲/ باب السهو، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں پانچ رکعتیں پڑھائیں ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کیسے صحابہ نے جواب دیا کہ آپؐ نے پانچ رکعتیں پڑھا دیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی تم ہی جیسا کہ انسان ہوں مجھے یادداشت رہتی ہے جس طرح تمہیں یاداشت رہتی ہے اور بھول جاتا ہوں اسی طرح تم سب بھول جاتے ہو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے سجدہ سہو کیا۔

صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا

سوال: نماز میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ پہلی صف میں ایک آدمی کی جگہ خالی تھی اور دوسری صف میں کھڑا ہوگیا جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ میں دوسری صف میں اس لئے کھڑا رہا کہ اس دوسری صف میں صرف ایک آدمی تھا اور ایک آدمی کو صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہئے اس وجہ سے میں ان کے ساتھ دوسری صف میں کھڑا ہوگیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی صف میں جگہ خالی ہے ایک آدمی کی اور دوسری صف میں ایک آدمی کھڑا ہے تو ایسی صورت میں بعد میں آنے والا کیا کرے کیا دوسری صف میں کھڑے ہونے کیوجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

غلطی پہلے شخص کی ہے کہ صف اول میں جگہ باقی رہتے ہوئے بھی صف ثانی میں کھڑا ہوا پھر دوسرا شخص جب اس کے برابر اس نیت سے کھڑا ہوگیا کہ اس کے تنہا کھڑا رہنے سے جو کراہت ہے وہ ختم ہوجائے تو اس کی یہ نیت غلط نہیں تاہم یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس میں نزاع کیا جائے نماز سب کی ہوگئی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/ ۸۹ھ

---

[1] ولو وجد فرجة فی الأول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم وفی الحدیث "من سد فرجة غفرله" (درمختار علی الشامی کراچی ص ۵۷۰/ج ۱) باب الامامة مطلب فی الکلام علی الصف الاول. عالمگیری ص ۸۹/ج ۱/ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمأموم، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. بحر الرائق ص ۳۵۳/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

امام کے پیچھے والی صف چھوٹی بعد والی بڑی

سوال: ہمارے یہاں ایک عیدگاہ ہے جس کی مرمت کرائی جارہی ہے اور پیش امام کی جگہ کو تھوڑا آگے کردیا گیا ہے جس کے نتیجہ کے طور پر پیش امام کے پیچھے جو صف بنے گی وہ چودہ آدمیوں پر مشتمل ہوگی اس کے بعد کی صف تقریباً ۱۰۰/آدمیوں کی ہے کیا چھوٹی صف پہلے بن سکتی ہے اور اس کے پیچھے بڑی صف بن جائے، شرعاً اس پر روشنی ڈالنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام کے پیچھے جگہ کم ہونے کی وجہ سے چودہ آدمیوں کی صف ہو اس کے پیچھے ۱۰۰/سو آدمیوں کی صف ہو تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں درست ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صفوف میں جہت قبلہ کی رعایت میں ان کا چھوٹا بڑا ہونا

سوال:۔ ایک مکان ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے مگر بوجہ مکانیت کے صفیں چھوٹی بڑی، بچھائی جاتی ہیں، تو اس طرح نماز باجماعت وجمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً

---

[۱] تکلموا فی الصف الاول قیل هو خلف الامام فی المقصورة وقیل مایلی المقصورة وبه أخذ الفقیه ابو اللیث لأنه یمنع العامة عن الدخول فی المقصورة فلاتتوصل العامة الیٰ نیل فضیلة الصف. اقول والظاهر أن المقصورة فی زمانهم اسم لبیت فی داخل الجدار القبلی من المسجد کان یصلی فها الامراء الجمعة ویمنعون الناس من دخولها خوفاً من العدو الخ شامی کراچی ص ۵۶۹/ج ۱/ باب الإمامة، مطلب فی الکلام علیٰ الصف الاول.

نوٹ: مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے صف اول یعنی مقصورہ میں جو نماز پڑھتے تھے وہ چھوٹی ہوتی تھی۔

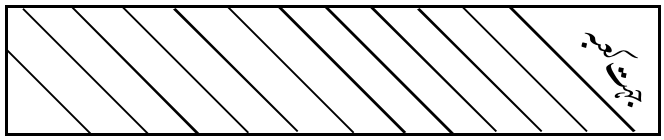

اس طرح صفیں بچھتی ہیں، ان پر نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مکان کے رخ پر صفوف کا ہونا ضروری نہیں جہت قبلہ پر صفوف قائم کی جائیں[۱] اگرچہ بعض چھوٹی بعض بڑی ہوجائیں، پنج وقتہ نماز درست ہے، اگر وہاں ہر ایک کو شرکت نماز کی اجازت ہو کوئی رکاوٹ نہ ہو تو وہاں جمعہ بھی درست ہے[۲] اگر وہاں مسجد نہیں ہے تو مسجد بنانے کی کوشش کی جائے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۴ھ

---

۱ السادس استقبال القبلة فللمكى اصابة جهتها بان يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة او لهوائها ﷺ در مختار مع الشامى كراچى ص۴۲۷/ج ۱ كتاب الصلوة، مبحث فى استقبال القبلة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۱۷۰/ج ۱۷۱، باب شروط الصلوة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۴ ج ۱، باب شروط الصلوة.

۲ ويشترط لصحتها (اى الجمعة) سبعة اشياء (الى قوله) والسابع الاذن العام ان يأذن للناس اذنا عاما، بان لا يمنع احداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه (رد مختار مع الشامى كراچى، ص ۱۵۱/ج ۲ باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب قال الله تعالىٰ الخ، تاتارخانيه كراچى ص ۷۰/ج ۲، شرائط الجمعة، والشرط السادس الاذن العام، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۴۱۷، باب الجمعة.

۳ عن انس رضى الله تعالىٰ عنه قال امر النبى صلى الله عليه وسلم ببناء المسجد فقال يا بنى النجار ثامنونى بحائطكم هذا قال لا والله لا نطلب ثمنه الا الى الله (بخارى شريف ص ۳۸۸ ج ۱، كتاب الوصايا، باب اذا وقف جماعة ارضا مشاعا فهو جائز، مطبوعه اشرفى ديوبند، مشكوٰة، شريف ص ۶۹، باب المساجد، ومواضع الصلوة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۵۸ ج ۱، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى.

جگہ تنگ ہوتو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا

سوال: ایک مسجد ہے جس میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی نہیں ہے امام صف سے ایک قدم کے قریب آگے کھڑا ہوتا ہے آدھی صف اس کے دائیں آدھی صف اس کے بائیں۔ نماز درست ہے۔ بیچ میں جگہ خالی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب مسجد اتنی تنگ ہے تو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا درست ہے جس طرح ایک مقتدی ہو تو داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام آدمی داہنی طرف اور بائیں طرف کھڑے ہوجائیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تنگی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں سے دو چار انچ آگے ہونا

سوال: مسجد میں محراب نہیں ہے اور امام صف پر کھڑا ہوتا ہے اور جمعہ کے روز جگہ کی تنگی رہتی ہے۔ تو امام دو چار انچ آگے بڑھ جاتا ہے اور مقتدی بھی اسی صف پر، تو امام درمیان میں ہوگیا۔ تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اگر درست ہے تو حوالہ کتب کی اہم ضرورت ہے۔ اگر درست نہیں ہے تو کیوں؟ اور تنگی کی صورت میں یہ جماعت مانند عورتوں کے ہوگی یا نہیں؟

---

[1] وإن صلى مع اثنين تقدم عليهما الىٰ ماقال ان الإمام لوقام فى وسط القوم او قاموا فى ميمنته او ميسرته فقد أساؤوا الخ حلبى كبيرى ص ۵۲۱/ باب الإمامة، سهيل اكيڈمى لاهور. عالمگيرى ص ۸۸/ج ۱/ الفصل الخامس فى بيان مقام الإمام، مطبوعه دارالكتاب ديوبند. بحرالرائق ص ۳۵۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کو مقتدیوں سے آگے کھڑا ہونا چاہئے[۱]۔ لیکن اگر نمازیوں کی کثرت اور جگہ تنگ ہو اس لئے چند انچ ہی مقتدیوں سے آگے ہے تب بھی کافی ہے[۲]۔ یہ عذر شرعاً معتبر ہے، جیسا کہ ازدحام میں پچھلی صف والے اگلی صف والوں کی کمر پر سجدہ کرلیں[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/ ۹۵ھ

نیت باندھنے کے بعد صف میں کھڑے ہونے والوں کو جگہ کرنے کیلئے حرکت دینا

سوال: امام صاحب نے نیت باندھ کر قراءت شروع کردی ایک شخص آیا اس نے کسی مقتدی کے پیچھے کچھ جگہ دیکھی اس نے اپنی نیت باندھنے سے پہلے قریب چھ آدمیوں کو حرکت دی یعنی ان کو ہلایا کیوں کہ جب بیچ میں ایک شخص کے برابر میں کچھ جگہ خالی تھی محض اس شخص کی ناواقفیت یا کوتاہی سے آنے والے شخص نے جگہ خالی دیکھ کر چھ یا پانچ نمازیوں کو حرکت دی

---

[۱] ومعنی المحاذاة بالقدم المحاذاة بعقبه فلایضر تقدم اصابع المقتدی علی الامام حیث حاذاه بالعقب مالم یتفحش التفاوت بین القدمین (الشامی نعمانیه ص ۳۸۱ ج ۱) شامی زکریا ص ۳۰۸/ ج ۲/ باب الامامة قبیل مطلب مطلب هل الإساءة دون الکراهة او افحش منها.

[۲] وإن صلی مع اثنین تقدم علیهما الخ حلبی کبیری ص ۵۲۱/ باب الإمامة، سهیل اکیڈمی لاهور. شامی کراچی ص ۵۶۵/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب هل الإساءة دون الکراهة الخ. بحر ص ۳۵۲/ ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] وان سجد للزحام علیٰ ظهر مصل صلاته اللتی هوفیها جاز للضرورة الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۰۹ ج ۲ باب صفة الصلوٰة. مطلب فی اطاعة الرکوع للجائی. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۸۷/ باب شروط الصلاة، مطبوعه مصری. البحرالرائق ص ۳۱۹/ ج ۱/ فصل اذا اراد الدخول فی **الصلاة**، باب صفة **الصلوٰة**، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

اس کے بعد خود نیت باندھی ان چھ آدمیوں میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا تھا کیوں کہ میری نماز کا تمام خشوع وخضوع جاتا رہا ہے اب میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آنے والے شخص نے صحیح فرمایا۔ جواب تحریر فرماویں کہ نماز میں اس طرح نیت باندھنے کے بعد حرکت دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر تھوڑی جگہ تھی جس میں کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں تھی تو پانچ چھ آدمیوں کو حرکت نہیں دینی چاہئے تھی جس سے ان سب کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور ان کو تنگی بھی ہوئی[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال: مسجد کے اندرونی حصہ میں دو صفوں کی جگہ ہے، محراب اتنا کشادہ ہے کہ امام بآسانی رکوع وسجدہ کرسکتا ہے؟

(۱) اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے تو مقتدیوں کو کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ نماز درست نہیں ہوگی؟

---

[1] الافضل أن يقف فى الصف الاخر اذا خاف ايذاء احد قال عليه الصلوٰة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان يوذى مسلماً أضعف له اجر الصف الاول. شامی زکریا ص ۳۱۱/ج۲/ باب الامامة مطلب فى كراهة قيام الامام فى غير المحراب. فتح القدير ص۳۵۷/ج۱/ باب الإمامة، دارالفكر بيروت.

(۲) اگر امام محراب سے صرف ایڑیاں باہر رکھتا ہے تو قعدہ کی حالت میں امام کا جسم محراب کے اندر ہو جاتا ہے لہذا نماز درست نہ ہوگی؟

(۳) اگر امام محراب سے بالکل باہر کھڑا ہوتا ہے تو مقتدیوں کے سر امام کے سرین سے ٹکراتے ہیں جس کی وجہ سے مقتدی کچھ کھسک جاتے ہیں اور صف ٹیڑھی ہو جاتی ہے تب سجدہ کرنا پڑتا ہے اور بعض لوگ امام کے پیچھے کھڑے ہونے سے کتراتے ہیں لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے، شرعی اعتبار سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ کہنا غلط ہے کہ شکل (۱) و (۲) میں نماز درست نہ ہوگی، ہاں شکل نمبر ایک میں امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے[۱]۔ شکل (۲) میں نہ مقتدی کو دشواری ہے نہ امام کو، تو شکل (۲) کو اختیار کرلیا جائے جگہ کی قلت اور جگہ کی دشواری اور نمازیوں کی کثرت کے وقت خود محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں[۲]۔ شکل (۳) میں صف ٹیڑھی نہ کی جائے نہ دوسری صف والوں کے لئے تنگی کی جائے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

امام مسجد کے اندر ہو اور کچھ مقتدی باہر صحن میں ہوں دروازے پر پردہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: موسم سرما میں مسجد میں دروازوں پر کپڑے یا ٹاٹ کے پردے ڈالدیئے جاتے

---

[۱] ویکره قیام الإمام بجملته فی المحراب لاقیامه خارجه وسجود فیه، مراقی الفلاح ص ۵۵، مطبوعه امدادیه دیوبند، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی مصری ص ۲۹۴/ فصل فی المکروهات.

[۲] ویکره قیام الامام فی المحراب واذا ضاق المکان فلاکراهة، (بقیه آئنده صفحه پر)

ہیں اگر سب دروازوں پر پردے پڑے ہوں اور مقتدی پردے کے بھی باہر کھڑے ہوں تو ان کی نماز ہوجاتی ہے کہ نہیں جب کہ امام صاحب کی قراءت اور تکبیر کی آواز آرہی ہو نیز یہ کہ اگر آواز نہ آتی ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام کی قراءت اور انتقالات کا مقتدیوں کو صحیح علم ہوتا ہے تو نماز درست ہوجاتی ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۱۲/۱۵ھ

دو ستون کے درمیان صف بنانا

سوال: ایک مسجد ہے جس میں امام کے پیچھے ایک صف کھڑی ہوجاتی ہے اسی طرح پھر دوسری صف لگ جاتی ہے، لیکن ان دونوں صفوں کے درمیان ستون آجاتے ہیں، ان ستونوں کے درمیان ایک صف کھڑی ہوسکتی ہے، لیکن وہ صف مسلسل نہیں ہوسکتی بلکہ ستون کی آڑ کی وجہ سے صف میں خلاء ہوجاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان ستونوں کے درمیان صف ثانی کھڑی ہوسکتی یا ان ستونوں کے درمیان کی جگہ خالی چھوڑ دی جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مبسوط سرخسی میں موجود ہے کہ اگر ستون درمیان میں ہو تو اس سے نہ اقتداء ممنوع

(گذشتہ کا بقیہ) مراقی الفلاح ص ۵۵، فصل فی المکروهات، مطبوعه امدادیه دیوبند، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۹۴، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۶۴۵/ج ۱/ باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها. عالمگیری ص ۱۰۸/ج ۱/ الفصل الثانی فیمایکره فی الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] والحائل لایمنع الاقتداء ان لم یشتبه حال امامه بسماع او روية ولو من باب شبک یمنع الوصول ولم یختلف المکان (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵۸۶/ج ۱) باب الامامة مطلب الکافی للحکم جمع کلام محمدالخ. مراقی الفلاح مع الطحطاوی (بقیہ اگلے پر)

ہوتا ہے نہ کراہیت پیدا ہوتی ہے و الاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانه صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلاً وتخلل الاسطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجة بین رجلین وذلک لایمنع صحة الاقتداء ولایوجب الکراهة[1] اگر مسجد میں وسعت ہو تو اچھا یہ ہے کہ اس جگہ اصطفاف سے احتراز کیا جائے جہاں ستون بیچ میں آ جائے کیونکہ بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے[2]۔

فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام اور ممبر کے درمیان آدمی کھڑا کرنا

سوال: بوقت ادائے نمازِ جمعہ امام صاحب کے بائیں بازو ایک صف کھڑی ہے منبر کے دائیں بازو بھی ایک صف کھڑی ہے، محراب میں امام صاحب کھڑے ہیں امام صاحب دائیں بازو ایک شخص کھڑا کر دیتے ہیں، اس شخص کی سیدھی جانب منبر بالکل متصل ہے اور بائیں جانب پیش امام فاصلہ سے آگے اور پیش امام کے بائیں جانب ایک صف کھڑی ہے، امام کے دائیں بازو اور منبر کے بائیں بازو ایک شخص بحیثیت مقتدی تنہا کھڑا کر سکتے ہیں کیا؟ اور اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ واضح ہو کہ مقتدیوں کے لئے مسجد میں جگہ کی کمی نہیں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام اور منبر کے درمیان ایک آدمی کو کھڑا کرنا ضروری نہیں۔ اگر وہ جگہ خالی رہے تب بھی

(بقیہ گذشتہ کا) ص ۲۳۷/ باب الإمامة، مطبوعه مصری. حلبی کبیری ص ۵۲۴/ فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی لاهور. بحر ص ۳۶۲/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] مبسوط سرخسی ص ۳۵/ ج ۲/ باب صلوٰة الجمعة، قبیل باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی زکریا ص ۳۳۴، ۳۳۰ ج ۲ باب الامامة، مطلب الکافی للحاکم الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۶۲ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه.

[2] وقد کره قوم من اهل العلم ان یصف بین السواری وبه یقول احمد واسحق (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو وہاں کھڑا کر دیا گیا تو اس کی وجہ سے کسی اور کی نماز میں خلل نہیں آیا، سب کی نماز درست ہے کوئی نزاع نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام اور مقتدیوں کے درمیان منبر کا فصل

سوال: امام کے قریب منبر ہے اور منبر کے قریب دو مقتدی نماز پڑھ رہے ہیں اور دوسری جانب ۶/۱۰ مقتدی نماز پڑھ رہے ہیں گویا منبر قدرے درمیان میں ہے تو اس سے صف ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر منبر صف کے درمیان آ جائے کہ کچھ مقتدی صف کی ایک جانب ہوں اور کچھ دوسری جانب ہوں تو اس کی وجہ سے صف میں خلل نہیں آتا صف درست ہو جائے گی، مبسوط سرخسی میں ایسا ہی مذکور ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشته کا بقیه) وقد رخص قوم من اهل العلم فی ذلک: ترمذی شریف ص ۵۴/ ج ۱/ باب ماجاء فی کراهية الصف بين السواری، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] ويمنع من الاقتداء طريق تجری فيه عجلة الی قوله إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقاً والحائل لايمنع الاقتداء ان لم يشتبه حال إمامه بسماع أو روية، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد و بيت فی الأصح، قنية، ولاحكماً عند اتصال الصفوف، الدرالمختار علی الردالمحتار زكريا ص ۳۳۰/ ج ۲/ كتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب الكافی للحاكم جمع كلام محمد فی كتبه التی هی ظاهر الرواية. البحرالرائق ص ۳۶۲/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه. فتاوی عالمگيری ص ۸۷/ ج ۱/ الباب الخامس فی الامامة، الفصل الرابع فی بيان مايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[2] والا صطفاف بين الاسطوانتين غيرمكروه لانه صف فی حق كل فريق (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کتنا

سوال: ایک لمبی چوڑی مسجد ہے جمعہ کی نماز سے پہلے تیز بارش ہونے لگی لوگ صحن مسجد کو (جس میں سات آٹھ صفیں ہوتی ہیں) چھوڑ کر دومنزلہ مدرسہ میں جا کر نیچے اوپر نماز پڑھنے لگے بیچ میں یہ جگہ خالی رہی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کی نماز جنہوں نے مدرسہ کے اوپر نیچے پڑھی ہیں ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر دو تین صف کا فاصلہ درمیان میں خالی نہیں تو نماز ہوگئی یجوز اقتداء جار المسجد بامام المسجد وهو فی بیته اذا لم یکن بینه وبین المسجد طریق عام الخ. فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۴۶ ج ۱.

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام اور مقتدیوں کے درمیان فصل

سوال: ایک جامع مسجد ہے اسکی دائیں جانب دیوار کے بعد ایک چھوٹا راستہ ہے، اس

(بقیہ گذشتہ کا) وان لم یکن طویلا. وتخلل الاسطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجة بین رجلین وذلک لایمنع صحة الاقتداء ولایوجب الکراهة. مبسوط سرخسی ص ۳۵ ج ۲ باب صلاة الجمعة: مطبوعه دارالفکر بیروت. شامی زکریا ص ۳۳۰/ تا ۳۳۴/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب الکافی للحاکم الخ البحرالرائق ص ۳۶۲/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری ص ۸۸/ ج ۱/ الباب الخامس فی الامامة، الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع. مطبوعه دارالکتاب دیوبند. تاتارخانیه ص ۶۱۶/ ج ۱/ کتاب الصلوة بیان مایمنع صحة الاقتداء ولایمنع، مطبوعه کراچی. حلبی کبیری ص ۵۲۴/ فصل فی الامامة و فیها مباحث، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

کے بعد تقریباً آٹھ ہاتھ عرض کے حجرہ ہے اور حجرہ میں لوگوں کے کھڑے ہونے کی گنجائش بھی نہیں ہے، چونکہ بعض حجرے میں اسباب بعض حجرے کرایہ پر اب اس حجرہ کی دائیں جانب جو سڑک ہے اس پر کھڑے ہونے والے کی اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اگر مسجد کے پیچھے تقریباً پندرہ گز دیوار اور حجرہ کے بعد لوگ کھڑے ہوجائیں تو کیا وہ مقتدی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح سڑک پر کھڑے ہونے والوں کی نماز درست نہیں ہوگی، پانچ گز کا فاصلہ اقتداء سے مانع ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۵ھ

مسجد کے دروں میں صف بنانا

سوال: زید اس بات پر مصر ہے کہ جس طرح امام کا محرابِ مسجد اور درہائے مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، اسی طرح مقتدی کا بھی درہائے مساجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، حالانکہ کتب فقہ شرح وقایہ، ہدایہ، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار وغیرہ میں صرف امام ہی کے لئے مکروہ تنزیہی تحریر ہے۔ مقتدی کیلئے کوئی قید نہیں۔ لیکن زید اس اس امر پر مصر ہے کہ اندر کے صحن میں دو صف پوری ہوچکیں۔ اب جو درہائے مساجد ہیں ان میں اگر مقتدی کھڑے ہوں گے تو صفوف کے ٹکڑے ہوجائیں گے اور صفوف کے ٹکڑے کرنا جائز نہیں، بلکہ درہائے مساجد میں جن کے اندر ہر در میں قریب پانچ آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اس جگہ کو خالی چھوڑ کر باہر

---

[1] اذاکان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقاً لایمرفیه العجلة والاوقار لایمنع وان کان واسعاً یمرفیه العجلة والا وقار یمنع، عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۸۷/ کتاب الصلوٰة الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الا قتداء الخ . خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۹۳/ج ۱/ کتاب الصلوة، فصل فیمن لایصح الإقتداء به الخ. حلبی کبیری ص ۵۲۵/ فصل فی الإمامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

کے صحن میں کھڑا ہونا چاہئے۔ تاکہ صف نہ ٹوٹے۔ تو کیا بقولِ زید درہائے مساجد میں مقتدیوں کا کھڑا ہونا قطعِ صفوف کا مرادف ہے اور کیا اس قدر خالی جگہ بلاوجہ چھوڑ کر صفوف میں فاصلہ کرنا جائز ہے۔ زید مکروہ کی دلیل پیش نہیں کرتا بلکہ درہائے مساجد میں مقتدیوں کے کھڑے ہوکر اقتداء کرنے کا ثبوت طلب کرتا ہے۔ مفصل برائے خدا جواب بحوالہ کتب جلد از جلد عنایت فرمائیں۔ خدا آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر زید کو صرف اس امر کا ثبوت درکار ہے کہ بوقت ضرورت مقتدیوں کو درہائے مساجد میں کھڑا ہوکر پانچ آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی صفیں بنا کر نماز پڑھنا درست ہے تو اس کا مبسوط سرخسی میں جزئیہ موجود ہے۔ والاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانه صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلاً وتخلل الا سطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجة بین رجلین وذلک لایمنع صحة الاقتداء ولایوجب الکراهة اھ مبسوط[1] ص ۳۵/ ج ۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور صحیح: عبد اللطیف

صف ٹیڑھی ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: ایک قدیم مسجد ہے جس میں صفیں کچھ ٹیڑھی بچھائی جاتی ہیں رخ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ نماز میں عین قبلہ ضروری ہے یا جہت قبلہ۔ اور قطبین پر جو مساجد ہوں وہ صحیح اور جو اس کے تھوڑے فرق پر ہوں وہ غیر صحیح۔ یہ قطب تارے شرعاً حجت ہیں یا

[1] المبسوط للسرخسی ص ۳۵/ ج ۲ (مطبوعه دارالفکر) باب صلاة الجمعة، شامی زکریا ص ۳۳۴-۳۳۰ ج ۲ باب الامامة، مطلب الکافی للحاکم الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۶۲ ج ۱ باب الامامة مطبوعه کوئٹه.

نہیں؟ اگر اس مسجد میں صفیں قطب تارے کے رخ پر بچھاتے ہیں مسجد سے کافی جگہ نکل جاتی ہے اور جگہ کی تنگی ہے تو اب کیا کریں، آیا جہت کعبہ پر عمل کریں یا سمت کعبہ پر نقشہ ذیل میں ہے۔

نقشہ

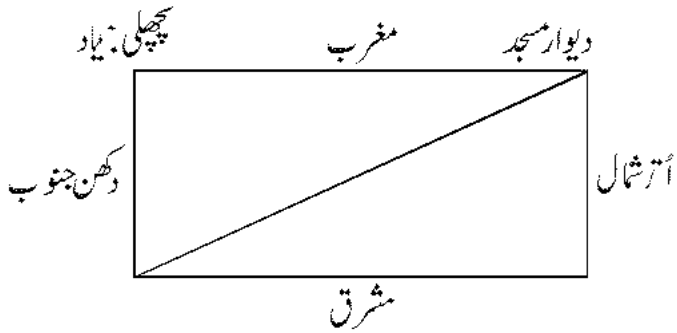

مسجد میں صرف اتنا فرق ہے۔ اب دیوار مغرب قطب والے نشان پر رکھی جائے یا اخیر والے خط پر۔ مفصل بیان فرمائیے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بہتر یہ ہے کہ کسی عالم تجربہ کار کو جو کہ سمت قبلہ معلوم کرنے میں ماہر ہو، بلا کر معائنہ کرادیا جائے کہ اتنا تفاوت قابل تسامح ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کا صف پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا

سوال: ایک مسجد کے اندر کا صحن تین صفوں کا ہے اور امام کے پاس محراب تک پنکھے کی ہوا نہیں پہنچتی تو کیا امام پہلی رصف پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو کسی قسم کا نماز کے اندر فرق تو نہیں آتا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مقتدیوں کو تنگی نہ ہو سب مسجد میں سما جائیں تو بجائے محراب کے صف اول میں محراب کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کے کسی جانب نمازیوں کا زیادہ ہونا

سوال: اگر نماز جماعت میں دائیں یا بائیں طرف آدمی زیادہ ہو جائیں تو نماز کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کی ایک جانب مقتدیوں کا زیادہ ہونا اور دوسری جانب کم ہونا مکروہ ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

---

[1] السنة ان يقوم الامام ازاء وسط الصف الى قوله والظاهر أن هذا فى الامام الراتب لجماعة **كثيرة** لئلا يلزم عدم قيامه فى الوسط فلو لم يلزم ذلك لايكره. (الشامى نعمانيه ص ۳۸۲/ج ۱) شامى زكريا ص ۳۱۰/ج ۲ باب الامامة مطلب فى كراهة قيام الامام فى غير المحراب. طحطاوى على المراقى ص ۲۴۷/ فصل فى بيان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر. النهر الفائق ص ۲۴۵/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

[2] السنة ان يقوم فى المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام فى احد جانبى الصف يكره ملخصاً (الشامى نعمانيه ص ۳۸۲/ج ۱) شامى زكرياص ۳۱۰/ج ۲/ باب الامامة قبيل مطلب فى كراهة قيام الامام فى غير المحراب. تاتارخانيه ص ۶۲۳/ج ۱/ الفصل السابع فى بيان مقام الإمام والمأموم، مطبوعه كراچى.

امام کے پیچھے ملائکہ کے لئے صف چھوڑنا

سوال: امام کے پیچھے ایک صف کا چھوڑنا فرشتوں کے لئے ضروری ہے اگر ہے تو اس کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کے پیچھے فرشتوں کے لئے صف چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حدیث وفقہ کی کتابوں میں صف چھوڑنے کے لئے کہیں نہیں لکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحن کا شمالی وجنوبی حصہ مسقّف بنا کر اس میں نمازیوں کا کھڑا ہونا

سوال:۔ ایک مسجد جس کا صحن کافی لمبا، چوڑا ہے موسم گرما وبرسات میں نمازیوں کو صحن میں نماز ادا کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اب اس صحن کو نقشہ مذکورہ کے اعتبار سے برآمدہ کی شکل دینا چاہتے ہیں، کہ شمالی اور مشرقی حصہ تھوڑا سا برآمدہ بنادیا جائے، اور بیچ میں صحن وغیرہ مسقّف چھوڑ دیا جائے تاکہ موسم گرما وبرسات میں لوگ دونوں برآمدہ میں نماز ادا کریں، لیکن بیچ میں صحن جو ۴۲ رفٹ ہے وہاں مصلیوں کی صفیں نہ ہوا کریں گی، بلکہ وہ خالی جگہ رہا کرے گی، آیا اس صورت میں شمالی اور مشرقی جانب برآمدہ بنادیا جائے یا نہیں؟ اور اس طرح نماز میں کوئی خلل واقع ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس طرح برآمدہ باہمی مشورہ کرکے حسب ضرورت بنانا درست ہے، اندرونی مسجد کی

صفوف سے برآمدہ کی صفوف کا اتصال رہے گا، سخت دھوپ اور بارش کے وقت

[1] لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية جاز (شامی کراچی، ص ۴۲۸/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، بحث فی استقبال القبلة)

اگر صحن خالی رہے اور اندرونی مسجد نیز برآمدہ میں نمازی کھڑے ہوں تو بھی نماز درست ہوجائے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۴ھ

[1] وذكر في البحر عن المجتبى ان فناء المسجد له حكم المسجد (شامی کراچی، ص ۵۸۵ ج ۱، فان المسجد مكان واحد ولذا لم يعتبر فيه الفصل بالخلاء (شامی کراچی، ص ۵۸۶ ج ۱، كتاب الصلوة باب الامامة، مطلب الكافي للحاكم جمع كلام محمد في كتبه التي هي ظاهر الرواية، شامی زکریا ص ۲/۲۳۳، مطبوعه دیوبند ع فناء المسجد له حكم المسجد يجوز الاقتداء فيه وان لم تكن الصفوف متصلة، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۶۳ ج ۱، باب الامامة، عالمگیری كوئٹه ۱/۱۰۹، الباب السابع فيما يفسد الصلوة، فصل كره غلق باب المسجد.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم

امام اور مقتدی کے درمیانی فاصلہ کا بیان

بند کواڑ یا پردے کے پیچھے سے اقتداء

سوال: ۔اندر جماعت ہورہی ہے پردے سب چھوٹے ہوئے ہیں، یا کواڑ سب بند ہیں، باہر والوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردہ ہٹائے بھی باہر والوں کی نماز درست ہوجائے گی، اچھا یہ ہے کہ کوئی پردہ اٹھا دیا جائے یا کوئی کواڑ کھول دیا جائے تاکہ انتقالات کا مشاہدہ ہوتا رہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۰ھ

---

[1] والحائل لایمنع الاقتداء ان لم یشتبه حال امامه بسماع اوروية ولم يختلف المكان. شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۹۴. شامی زکریا ص ۳۳۳/ج ۲/ باب الإمامة، مطلب الكافي للحاكم الخ. المحيط البرهاني ص ۱۹۱/ج ۲/ الفصل السادس احكام الإمامة والإقتداء، واما بيان ماينمع صحة الاقتداء الخ، مطبوعه ڈابهيل. تاتارخانيه ص ۶۱۲/ج ۱/ الفصل السادس، مايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع، مطبوعه كراچي.

امام نیچے کی منزل پر اور مقتدی اوپر

سوال:۔ اگر کوئی مسجد دومنزلہ تین منزلہ یا اس سے زائد منزلوں کی ہو اور سب سے نیچے کے حصے میں جماعت ہو رہی ہو، اور چند آدمی بجائے نیچے جماعت میں کھڑے ہونے کے اوپر کے حصوں میں سے کسی بھی حصے میں امام کی اقتداء میں نماز ادا کرلیں جبکہ مصلیان فوق کو امام کی آواز اوپر کے حصوں میں خوب آتی ہے، مائک کے ذریعہ سے ہو یا بغیر مائک کے اور رکوع وسجود کا بخوبی علم ہوتا ہو امام کے اوپر نیچے کے حصہ میں کئی صفیں بھی خالی ہیں، پورا حصہ بھرا ہوا نہیں ہے، تو اس صورت میں مصلیان فوق کی نماز ادا ہوگی یا نہیں، آیا یہ کہ وہ پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کریں گے، ایسے ہی اگر کوئی بیمار آدمی جو کہ نیچے نہیں جاسکتا وہ اوپر کے حصے میں اقتداء کرسکتا ہے، یا نہیں؟ ایسے ہی اگر امام اوپر نماز پڑھا رہا ہو اور نیچے کے حصہ میں مرمت وغیرہ کا کام جاری ہو تو کچھ مصلیان نیچے کے حصے میں کھڑے رہ کر اوپر کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ اوپر جگہ بھی خالی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی جس منزل میں امام ہے مقتدی بھی اسی منزل میں اقتداء کریں، جب وہاں جگہ نہ رہے تب اوپر کی منزل میں کھڑے ہوں، وہاں جگہ رہتے ہوئے اوپر کی منزل میں کھڑا ہونا پسندیدہ نہیں[1]، اگرچہ آواز آتی ہو، تاہم بیماری کے عذر کی وجہ سے ایسا ہوجائے تو دوسری

---

[1] وافضل مکان الماموم حیث یکون اقرب الی الامام. عالمگیری کوئٹہ، ج ۱/ص ۸۹/باب الامامة، الفصل الخامس فی بیان مقام الإمام الخ. تاتارخانیه کراچی ص ۲۲۳/ج ۱/ الفصل السابع فی بیان مقام الامام والمأموم، ولوقام علی سطح المسجد واقتدیٰ بأمام فی المسجد ان کان للسطح باب فی المسجد ولایشتبه علیه حال الإمام یصح الاقتداء الخ. عالمگیری ص ۸۸/ج ۱/ الفصل الرابع فی بیان مایمنع الاقتداء الخ. تاتارخانیه ص ۶۱۶/ج ۱/ الفصل السادس، مایمنع صحة الاقتداء الخ، مطبوعه کراچی. **(بقیه اگلے صفحه پر)**

بات ہے اس کے لئے وسعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کی اقتداء نیچے کی منزل پر

سوال:۔ایسا دومنزلہ مکان جس میں اوپر کی منزل پر کوئی دریچہ یا سوراخ وغیرہ نہیں ہے، جس سے نیچے کی منزل میں رہنے والوں کو دیکھا جاسکے، اگر اس مذکورہ دومنزلہ مکان میں نماز جماعت ادا کی جائے اور امام اوپر کی منزل میں ہو اور کچھ مقتدی نیچے کی منزل یا نیچے کے سائبان میں اس امام کی اقتداء کریں تو یہ اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ امام یا مکبّر کی آواز سنائی دیتی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مکان ایک ہی ہے، اوپر کی منزل میں امام ہو اور کچھ مقتدی نیچے کی منزل میں مسقّف یا سائبان میں ہوں اور امام کی تکبیرات کی ان کو پوری طرح خبر ہو تو یہ اقتدا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) المحیط البرهانی ص ۱۹۵/ج ۲/ الفصل السادس، احکام الامامة والإقتداء، واما بیان مایمنع صحة الإقتداء الخ، مطبوعه ڈابھیل.

(صفحہ ہذا) [1] والحائل لایمنع الا قتداء ان لم یشتبه حال امامه بسماع اورویة ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت. الدرالمختار "فان المسجد مکان واحد وکذا البیت حکمه حکم المسجد فی ذٰلک ملخصاً. شامی کراچی، ص ۵۸۶/ج ۱/" باب الامامة ،شامی نعمانیه، ص ۳۹۴/ج ۱. تاتارخانیه ص ۶۱۶/ج ۱/ الفصل السادس، واما بیان مایمنع صحة الاقتداء الخ، مطبوعه کراچی. بزازیه علی الهندیه ص ۵۵/ج ۴/ الخامس عشر فی الإ مامة والاقتداء، نوع فی المانع، مطبوعه مصر.

امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ صحت سے مانع ہے

سوال:۔(۱) جن مقامات میں امام اور مقتدیوں کے درمیان ایک بیل گاڑی وغیرہ کا فاصلہ مفسدِ نماز ہوتا ہے، کیا وہاں دو صفوں کے درمیان بھی اتنا فاصلہ مفسد نماز ہوتا ہے؟

(۲) بعض مسائل میں جو درمیانی فاصلہ کہیں ایک رہ گذر کا اور کہیں ایک بیل گاڑی گذر جانے کا اور کہیں درمیان میں دو صفیں ہو سکنے کا مذکور ہے، ان تینوں چیزوں کے فاصلوں سے ایک ہی فاصلہ مراد ہے، یا الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خارج مسجد مثلاً میدان میں جماعت ہو تو وہاں اتنا فاصلہ مانع ہے[۱]

(۲) ایک ہی مراد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

امام مسجد کی اقتداء خارج مسجد اور مدرسے سے

سوال:۔ مسجد اور مدرسہ کے درمیان ایک راستہ ہے، جمعہ کے روز جب نمازی زیادہ ہو جاتے ہیں تو بہت سے لوگ مدرسہ میں جمعہ ادا کرتے ہیں جبکہ اس گلیاری میں جوتے وغیرہ

---

[۱] والمانع من الاقتداء فی الفلوات قدر مایسع فیه صفین. عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۸۷/ مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع الباب الخامس فی الامامة. المحیط البرهانی ص ۱۹۳/ ج ۲/ الفصل السادس، احکام الإمامة الخ، وامابیان مایمنع صحة الإقتداء الخ، مطبوعه ڈابهیل. تاتارخانیه ص ۶۱۴/ ج ۱/ الفصل السادس، وامابیان مایمنع صحة الإقتداء الخ، مطبوعه کراچی.

پڑے رہتے ہیں، نیز مدرسہ کی چھت پر بھی لوگ نماز پڑھتے ہیں تو ان کی شرکت نماز میں ہوگی یا نہیں؟ یا ناجائز ہے جبکہ راستہ چھٹا ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ گلی اتنی کشادہ ہے کہ اس میں گاڑی گزر سکتی ہے تو یہ مانع اقتداء ہے ورنہ مانع نہیں، مسجد میں جگہ نہ رہنے کی وجہ سے اگر باقی ماندہ نمازی مسجد کی چھت پر کھڑے ہو جائیں تو درست ہے، کذا فی الفتاویٰ الھندیہ[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

جوتے اُتارنے کی جگہ سے اقتداء

سوال:۔ وضو کرنے کی جگہ سے ایک فٹ نیچائی پر قریب دو میٹر چوڑی جوتے اتارنے کی زمین ہے، یہاں جوتے اتارے جاتے ہیں، یہاں نل کی لائن ہے جو ایک میٹر اونچی دیوار سے ملحق ہے، یہاں بھی وضو کیا جاتا ہے، اس ایک میٹر اونچی دیوار کے بعد ایک جگہ جہاں مؤذن وغیرہ سوتے ہیں، اور مسجد کا دیگر سامان رکھا رہتا ہے یہ جگہ صحن مسجد سے قریب چار صفوں کی دوری کی مقدار پر ہے، درمیان میں جوتے اُتارنے کی جگہ دونوں جانب وضو

---

[1] اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لایمر فیه العجلة والا وقار لایمنع وان کان واسعاً یمر فیه العجلة والاوقار یمنع ..... ولوقام علی سطح المسجد واقتدی بامام فی المسجد..... لایشتبه علیه حال الامام صح الاقتداء ..... عالمگیری، ج ۱/ص ۸۸/ مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع ، الباب الخامس فی الامامة. تاتارخانیه ص ۶۱۲، ۶۱۶/ج ۱/ الفصل السادس، واما بیان مایمنع صحة الاقتداء الخ، مطبوعه کراچی. قاضیخاں علی الهندیه ص ۹۳، ۹۴/ج ۱/ فصل فیمن یصح الاقتداء به الخ، مطبوعه کوئٹه.

کرنے کا مقام ہے، یہاں امام کی اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:۔ صحن مسجد سے اوپر چھت پر جانے کا راستہ ہے، یہ راستہ اس جگہ کے اوپر ہے جہاں مؤذن وغیرہ سوتے ہیں، مسجد کی چھت پر جاتا ہے، اس جگہ اوپر بھی چھت ہے جو کہ صحن مسجد سے ملحق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جوتے اتارنے کی جگہ طریق عام خارج مسجد ہے، اس کے محض راستہ ہونے کی وجہ سے تو یہ اقتداء سے مانع نہیں، لیکن یہ جگہ مسجد نہیں خارجِ مسجد ہے، اور خارج مسجد بقدر چار صفوں کے جگہ خالی رہنا بھی اقتداء سے مانع ہے، پس اس کا انتظام کیا جائے، کہ اس خالی جگہ میں تین چار مقتدی کھڑے ہو جایا کریں ''**ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة، درمختار ویفهم ذٰلک من التعبیر عنه فی عدة کتب بالطریق العام وفی التاتارخانیه الطریق فی مسجد الرباط الخ** شامی[1]، ج ۱/ص ۳۹۳/''۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۳ھ

امام مقتدیوں سے کتنی اونچائی پر ہو

سوال:۔ مسجد کے اندرون حصہ کے علاوہ باہر برآمدہ ہے اس کے بعد صحن ہے برآمدہ سے صحن تھوڑا نشیب میں ہے چھ، سات، انچ نیچے فرش مسجد ہے برآمدہ میں کھڑے ہو کر امام

---

[1] شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۸۴/باب الامامة. مطبوعه زکریا ص ۳۳۰/ج ۲/ مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد الخ. تاتارخانیه ص ۶۱۲/ج ۱/ الفصل السادس، وامابیان مایمنع صحة الاقتداء، مطبوعه کراچی. خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۹۳/ج ۱/ فصل فیمن یصح الاقتداء به الخ.

امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ برآمدہ میں محراب نہیں ہے، صرف لوہے کے دو کھمبے ہیں اس کے بیچ میں امام کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں در کے درمیان امامت درست ہے یا نہیں، امام کتنے اونچے پر رہ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی اونچائی امامت یا صحت نماز سے مانع نہیں محراب میں امام کھڑا ہوکر نماز پڑھائے، تو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے[1] دو کھنبوں کے درمیان پڑھائے یا در میں پڑھائے تو بعض حضرات نے اس سے بھی منع کیا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۴۰۱ھ

تم الجزء التاسع بحمد الله تعالیٰ ویلیه الجزء العاشر
مطلعه باب الامامة انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ علیه
وعلی اٰله واصحابه اجمعین الی یوم الدین
محمد فاروق غفرله
جامعه هٰذا

---

[1] وقیام الامام فی المحراب وانفرادالامام علی الدکان للنهی وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بما دونه وقیل مایقع به الامتیاز وهو الاوجه ذکره الکمال وغیره ،قال الشامی تحت قوله قیل الخ، هوظاهر الروایة والاولیٰ العمل بظاهر الروایة ،الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۴۱۴/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة الخ. مجمع الانهر ص۱۸۷، ۱۸۸/ج ۱/ فصل فی المکروهات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. النهرالفائق ص ۲۸۳/ج ۱/ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عن ابی حنیفة أنه قال اکره ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویة اوفی ناحیة المسجد اوالیٰ ساریة لانه خلاف عمل الامة قال علیه الصلوٰة والسلام توسطوا الامام الخ شامی زکریا، ج۲/ص ۳۱۰/ کتاب الصلوٰة باب الامامة قبیل مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

امامت کا بیان

فصل اول : امام کے اوصاف

اوصافِ امامت

سوال:۔ نماز پڑھانے والے میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں۔ اگر نماز پڑھانے والے سے بہتر اوصاف والا بھی کوئی مقتدی موجود ہو تو کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ از خود جا کر مصلیٰ پر کھڑا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعلم اور اقرء اور اورع ہونا چاہئے یعنی شرعی مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو اور متبعِ شریعت اور پابندِ سنت ہو ایسے شخص کو جب امام مقرر کر دیا جائے اور مقتدیوں میں کوئی ان اوصاف میں اس سے افضل ہو تو اس کو خود مصلے پر پہونچ کر امامت کرانا بغیر اجازت امام ممنوع ہے۔ ولا یُؤم (بصیغة المجهول) الرجل فی بیته ولا فی سلطانه ای محل ولایته او فی محل یکون فی حکمهٖ ولذٰلک کان ابن عمرؓ یصلی خلف الحجاج وتحریره ان الجماعة شرعت لاجتماع المومنین علی الطاعة وتألّفهم وتوادهم فاذا

ام الرجل الرجل فی سلطانه افضیٰ ذٰلک الیٰ توهین امر السَلطنة وخلع ربقة الطاعة وکذا اذا امّه فی قومه واهلهٖ ادّیٰ ذٰلک الیٰ التباعد والتقاطع ولا یتقدم رجل علیٰ ذی السَّلطنة لاسیما فی الاعیاد والجمعات ولا علیٰ امام الحی ورب البیت الا بالاذن نقله القاری عن الطیبی اھ (بذل المجهود[1] ج ۱ ص ۳۲۶). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

امامت کے اوصاف

سوال:۔ایک خصی آدمی کو امامت سے ہٹا کر غیر خصی کو امام بنایا گیا مگر یہ غیر خصی فجر کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا بلکہ وہ (سابق امام) خصی ودیگر خصی مقتدی (بعض مقتدی غیر خصی بھی) موجود ہوتے ہیں۔تو کیا عارضی طور پر فجر کی نماز یہ خصی سابق امام پڑھا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو آدمی سب نمازیوں میں زیادہ لائق ہو،طہارت ونماز کے مسائل سے زیادہ واقف ہو، متبع شریعت ہو،قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو اس کو امام بنایا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۲/۱۱ھ

---

[1] بذل المجهود ص ۲۳۶/ج ۱/ باب من احق بالامامة، کتاب الصلاة (طبع سهارنفور). مرقات ص ۹۰/ج ۲/ باب الامامة الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. طیبی ص ۲۶/ج ۳/ ادارة القرآن، کراچی.

[2] الاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلاة ثم الاحسن تلاوة وتجویداً للقراءة (الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۷ ج ۱ باب الامامة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۲/فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری. النهر الفائق ص ۲۳۹/ج ۱/ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

منصب امامت

سوال:۔ پیش امام یا خطیبِ مسجد، متولی مسجد کا کیا ملازم ہوتا ہے اور اگر متولی مسجد کا نہیں تو جماعت کا نوکر یا تابعدار کہلایا جاسکتا ہے کیا؟ اس مسئلہ کا میں نے یہ جواب دیا کہ پیش امام نہ تو متولی کا نہ تو جماعت کا نہ مسجد کا ملازم ہوتا ہے۔ بلکہ امام ایک ذمہ دار یا حاکم وقت کے قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے اور جو شخص بھی پیش امام کو نوکر یا ملازم سمجھے گا اس کی نماز امام کے پیچھے نہ ہوگی لیکن افسوس متولی مسجد ماننے کے لئے تیار نہیں اور بتلائیں کہ ایسی حالت میں کیا امام اپنی یونین بنا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منصب امامت ایک جلیل القدر منصب ہے جو گویا کہ نیابتِ رسالت ہے۔ امام کا اکرام واحترام لازم ہے، اس کو نوکر سمجھنا بہت غلط اور اس کی حق تلفی ہے[۱]۔ متولی حضرات اگر امام کو اپنا ملازم اور خدمتگار تصور کرتے ہیں تو ان کو اپنی اصلاح ضروری ہے اور ہرگز ایسا نہ کرے، متولی اگر بے علم ہے اور امامت کا رتبہ نہیں جانتا تو اس کو بتایا جائے۔ امام کو بھی لازم ہے کہ وہ اس امامت کو روٹی کھانیکا ذریعہ نہ بنائے اور اخلاق فاضلہ واعمالِ صالحہ سے آراستہ رہے ورنہ اس کی قدر و قیمت کچھ نہیں ہوگی اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ اماموں کا یونین بنانا جیسے مِل مزدوروں کی ہوتی ہے وہ نہایت غلط ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو انہوں نے اپنا موقف خود ہی تجویز کرلیا امام تنخواہ کی پرواہ نہ کرے۔ نمازیوں اور تمام مخلوق سے دینی ہمدردی رکھے یعنی اخلاق سے مقتدیوں کے اصلاحِ اخلاق کی کوشش کرتا رہے۔ اگر کوئی شخص نامناسب الفاظ کہدے

---

[۱] والامامة علی الحقیقة انما هی للّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه وخلفائه ولهذا وصفهم بصفاته قال ﷺ ائمتکم شفعاء کم اوقال وفدکم الی اللّٰه فان أردتم ان تزکو صلاتکم فقد مواخیارکم (اتحاف السادة المتقین ص۱۷۵ ج۳ کتاب اسرار الصلاة، الباب الرابع فی الإمامة والقدوة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

اس سے متأثر نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخلوق کے قلوب میں بھی ان کی وقعت پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی بلند درجہ ملے گا مگر مخلوق سے کسی وقعت وعزت کا خواہش مند نہ رہے۔

واللہ الموفق فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۹۲ھ

امام کس کو بنائیں!

سوال:۔ محلّہ کی مسجد امامت سے بالکل خالی ہے لیکن دو حضرات ہیں جن سے یہ خدمت لی جاتی ہے۔ ایک صاحب ہیں جو بظاہر وضع قطع شرعی رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ عیوب ہیں مثلاً چوری، غیبت، حسد، گالی گلوچ، دوسرے صاحب جو ڈاڑھی نہیں رکھتے ہیں اور پائجامہ بھی غیر شرعی ہے، ہر دو حضرات میں امامت کے لئے کون افضل ومناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں کے علاوہ تیسرے صالح شخص کو امام بنالیا جائے[۱] بہت ہی بدقسمتی ہے کہ مسجد میں امام نہیں۔[۲] سب جمع ہوکر باہمی مشورہ سے اس کا انتظام کریں۔[۳] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفساداً شرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة للقراءة ثم الاورع اى الاكثر اتقاء للشبهات والتقوى اتقاء المحرمات (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۲۹۴/ ج ۲/ باب الامامة. طحطاوى مع المراقى ص ۲۴۲/ فصل فى بيان الاحق بالإمامة، مطبوعه مصر. بحر كوئٹه ص ۳۴۷/ ج ۱/ باب الامامة)

[۲] والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب فاذا تركها الكل مرة بلاعذر أثمو (الدر مع االشامى زكريا ص ۲۸۸-۲۸۷/ ج ۲/ باب الامامة. زيلعى ص ۱۳۲/ ج ۱/ باب الامامة، طبع امداديه ملتان. حلبى كبير ص ۵۰۸/ فصل فى الامامة، طبع لاهور)

[۳] وإن تنازع البانى فى نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولىٰ من الذى اختاره البانى فاختيار اهل المحلة اولىٰ. (حلبى كبير ص ۶۱۵/ فصل فى احكام المسجد، طبع لاهور. شامى كراچى ص ۴۳۰/ ج ۴/ كتاب الوقف)

امام کس کو بنایا جائے کم داڑھی والے عالم کو یا دوسرے متبعِ سُنّت کو؟

سوال:۔ ایک موضع میں ایک صاحب ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے لیکن قرآن کریم تجوید سے پڑھتے ہیں مسائل میں خاص جانکاری رکھتے ہیں، باعلم باشعور ہیں، حلال وحرام کی حدود قائم رکھتے ہیں، دوسرے لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو تجوید سے قرآن پڑھتا ہو یا مسائل نماز ودیگر مسائلِ ضروریہ سے واقف ہو۔ مگر داڑھی ایک مشت والے ہیں۔ ایسی صورت میں کس کو امام بنایا جائے؟

(۲) اگر کوئی شخص لمبی داڑھی والا یہ کہہ کر جماعت میں نہ شریک ہو کہ داڑی چھوٹی ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ ساتھ ہی چھوٹی داڑھی والے کو یہ کہنا کہ تم اپنی نماز گھر پر ادا کرو امامت نہ کرو یہ کیسا ہے؟ حالانکہ بغیر تجوید والے کے پیچھے تجوید سے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ تو یہ چھوٹی ڈاڑھی والے صاحب دوسرے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص ضروری مسائل طہارت ونماز سے واقف ہو اور قرآن پاک اتنا صحیح پڑھ لیتا ہو جس سے نماز درست ہو جائے اگرچہ باقاعدہ تجوید سے واقف نہ ہو اور عمومی زندگی میں متبعِ سنت ہو اس کو امام بنالیا جائے اور جو شخص مسائلِ کثیرہ سے واقف ہو اور اس کا مطالعہ بھی وسیع ہو مگر عملی زندگی اس کی سنت کے مطابق نہ ہو۔ علی الاعلان سنت وشعار کی مخالفت کرتا ہو کہ ڈاڑھی کو ایک مشت نہ بڑھنے دیتا ہو اس سے پہلے ہی کٹا کر کم کرا دیتا ہو اس کو امام نہ بنایا جائے۔[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

---

[۱] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ باب الإمامة سهیل اکیڈمی لاهور)

دیوبندی عالمِ کی نماز کی امامت

سوال:۔ ایک شخص عالم دین ہے فارغ دیوبند پابند شرع ہے امام مسجد ہے، کیا ایسا شخص امام بننے کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دارالعلوم دیوبند کا مسلک قرآن کریم، حدیث شریف اجماع امت فقہ امام ابوحنیفہؒ کے مطابق ہے، علم کلام میں اہل حق کے عقائد یہاں تعلیم دیئے جاتے ہیں، تصوف میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حضرت عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ اجمعین کے طریقہ تربیت کو اختیار کیا جاتا ہے، یہاں کا سلسلۂ اسناد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ سے مربوط ہے اس مسلک کے آدمی کو امام بنانا اور اس کے پیچھے فریضۂ نماز کو ادا کرنا شرعاً درست اور عین سعادت ہے، متقی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ہدایہ[1] میں روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ بہت بلند ہیں والاعلم احق بالامامة ثم الاقرء ثم الاورع، وقدم ابویوسف الاقرأ[2]۔ یہ حدیث صحیحین[3] میں ہے یؤم القوم اقرءھم لکتاب اللّٰہ تعالیٰ فان کانوافی القراءة سواء فاعلمھم بالسنة، بحر[4]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان تساووا فأورعھم لقوله علیه السلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی الخ (ھدایه ص ۱۲۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه تھانوی دیوبند. بدائع زکریا ص ۳۸۹/ج ۱/ فصل فی بیان من احق بالامامة. مجمع الانھر ص ۱۶۲/ج ۱/مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، فصل فی الجماعة)

[2] البحر الرائق کوئٹه ص۳۴۷/ج ۱/ باب الامامة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۲-۲۴۳/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. تیبیین الحقائق ص ۱۳۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کو مقتدیوں کی رعایت چاہئے

سوال:۔ امام کے لئے اتنی جلدی نماز پڑھنا کہ مقتدی رکوع وسجود میں تین تین مرتبہ بھی تسبیح نہ پڑھ سکتے ہوں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کو اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے اتنی جلدی نہ کیا کریں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امامت کی شرائط اور چمڑا کی بیع بغیر دباغت

سوال: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑا کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے۔ وہ شخص امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صحیح العقیدہ قرآن پاک صحیح پڑھنے والا، مسائل نماز وطہارت سے واقف متبع سنت ہونا

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] بخاری شریف ص ۹۶ ج ۱ باب امامة العبد، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۳۶/ ج ۱/ باب من احق بالامامة، مطبوعه سعد دیوبند.

[۴] بحر کوئٹه ص ۳۴۷ ج ۱ باب الإمامة.

(صفحہ ہذا) [۱] ویکره للإمام أن یعجلهم عن إکمال السنة ونقل فی الحلیة عن عبدالله بن المبارک واسحٰق وابرهیم الثوری انه یستحب للإمام أن یسبح خمس تسبیحات لیدرک من خلفه الثلاث الخ (شامی کراچی ص ۴۹۵/ ج ۱/ فصل فی بیان تالیف الصلاة الخ، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی. عالمگیری ص ۷۴/ ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث، مطبوعه کوئٹه)

چاہئے[۱] مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں یہ بیع باطل ہے[۲] ایسے کاروبار کرنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ دباغت کے بعد بیع وشراء درست ہے[۴] دباغت کے لئے کھال کو باقاعدہ پکانا بھی ضروری نہیں بلکہ دھوپ میں یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر ایسا بنا لینا بھی کافی ہے کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہو جائے[۵] جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے[۶]۔ خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی وہ نجس العین ہے[۷]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ والأحق بالامامة ..... الاعلم باحكام **الصلاة** بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری. النهرالفائق ص ۲۳۹/ج ۱/ دار الكتب العلمية بيروت)

۲ ولا (یجوز) بیع جلود المیتة قبل ان تدبغ (هدایه ص ۵۵ ج ۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه تهانوی دیوبند) وجلدمیتة قبل الدبغ ولو بعوض ولوبالثمن فباطل (شامی کراچی ص ۷۳/ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع)

۳ امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة. النهرالفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

۴ لا بأس بيعها والانتفاع بها بعد الدباغ (هدایه ص ۵۵/ج۳/ باب البیع الفاسد. شامی کراچی ص ۷۳/ج۵/ باب بیع الفاسد)

۵ ما يمنع النتن والفساد فهو دباغ وان كان تشميساً اوتتريباً (هدایه ص ۴۱ ج ۱ قبیل فصل فی البیر، کتاب الطهارة. شامی کراچی ص ۲۰۳/ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب فی احکام الدباغة)

۶ ما يطهر بالدباغ يطهر بالذكاة (هداية ص ۴۱ ج ۱ باب الماء الذی یجوزبه الوضور. شامی کراچی ص ۲۰۵/ج ۱/ مطلب فی احکام الدباغة)

۷ كل اهاب دبغ فقد طهر.....الا جلد الخنزير لانه نجس العين (هدایه ص ۴۰ ج ۱ قبیل فصل فی البیر. شامی کراچی ص ۲۰۴/ج ۱/ مطلب فی احکام الدباغة)

جس کے چند بال ٹھوڑی پر ہوں اس کی امامت

سوال:۔ ایک شخص کی موقوف علیہ تک تعلیم ہے اور عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہے، نیز ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے کچھ بال نکل رہے ہیں۔ باقی جگہ بال نکلنے کا امکان کم ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی یا تنزیہی؟ اور اگر باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ شخص جس کی عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کچھ بال نکلے ہوں اور باقی حصہ چہرہ میں بال نکلنے کا امکان کم ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گول ڈاڑھی اس کی نہیں ہوگی اور وہ نماز کے مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔ **قد نبت لهٗ شعرات فی ذقنه توذن بانه لیس من مستدیری اللحی فهل حکمه فی الامامة کالرجال الکاملین ام لا ؟ أجاب سئل العلامة الشیخ احمد بن یونس المعروف بابن الشلبی من متأخری عُلماء الحنفیة عن هٰذهِ المسئلة فاجاب بالجواز من غیر کراهة.** شامی[1] ص۵۸۷/ج ۱ .

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

---

[1] شامی نعمانیہ ص۳۷۸ ج ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة وشامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱ .

امامت کی تمنا

سوال:۔ امامت کی خود حرص وتمنا کرنا اور کسی مسجد یا مجمع کی امامت کا خود کو مستحق قرار دینا کیا کسی شخص کے لئے جائز ہے؟ خواہ وہ مولوی یا حافظ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امامت کی ذمہ داری بہت اہم ہے جس کے سر پڑ جائے وہ بھی ڈرتا اور خدا سے دعاء کرتا رہے کہ یا اللہ صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے، اس کی تمنا اور حرص ہرگز نہ کی جائے۔ سب نمازیوں کا بوجھ اٹھانا معمولی بات نہیں۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۹۲ھ

غیر حافظ کی امامت

سوال:۔ ہم نے نماز پڑھانے کے لئے ایک امام رکھا تھا اور ان سے یہ وعدہ تھا کہ ہم حافظ قرآن رکھتے ہیں اور انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں حافظ ہوں وہ حافظ نہیں، یہ کہتے رہے کہ میں حافظ ہوں اور جب ان سے کہا کہ سناؤ گے یا نہیں انہوں نے کہا میں حافظ نہیں۔ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللهم ارشد الأئمة واغفر للمؤذنين (مشكوٰة شريف ص۶۵/ باب فضل الاذان، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند) قال القاضی الامام متكفل امور صلاة الجمع الیٰ قوله ويتولیٰ السفارة بينهم وبين ربهم فی الدعاء الخ (مرقات ص۴۲۷/ ج ۱/ باب فضل الاذان، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر انہوں نے اتفاقیہ غلط بیانی کی کہ حافظ نہ ہونے کے باوجود کہہ دیا کہ میں حافظ ہوں، اور پھر ظاہر کر کے کہ میں نے غلط کہا تھا توبہ کر لی کہ آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تو ان کے پیچھے نماز درست ہوگی[1] ہوسکتا ہے کہ حفظ کیا ہوگا مگر کچا یاد ہو کہ سنانے پر قابو نہ ہو۔ اب اگر اہل مسجد حافظ کو رکھنا چاہتے ہیں جو تراویح میں سنا سکے تو ان کو پورا اختیار ہے کہ وہ دوسرے امام حافظ کو تجویز کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۸/۳

حقہ نوش کی امامت

سوال:۔ حقہ پینے والے امام کا کیا حکم ہے، کیا حقہ نوش امام کی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حقہ پینے سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے[2] اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ حقہ بالکل نہ پیا جائے، اگر معدہ کی اصلاح وغیرہ کے مقصد کے لئے بقدر ضرورت پیا جائے تو اس کا پینا حرام نہیں[3] البتہ مسواک وغیرہ سے منہ خوب صاف کر لیا جائے۔ پھر مسجد

---

[1] عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لاذنب له (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] يجب أن تصان (المساجد) عن إدخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام فان الملائكة تتأذى ممايتأذىٰ منه بنو آدم متفق عليه (حلبی کبیری ص ۱۶۰/ احكام المسجد. شامی کراچی ص ۶۶۱/ ج ۱/ مكروهات الصلاة)

[3] (فيفهم منه حكم البنات الذى شاع فى زماننا)وهو الاباحة على المختار(شامی کراچی ص ۴۶۰ ج ۶ كتاب الاشربة قبيل كتاب الصيد شامی نعمانيه ص ۲۹۶ ج ۵.

میں جائے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ امام کی اور نہ مقتدی کی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

تمبا کو پینے والے کی امامت

سوال:۔ جو امام تمبا کو نوشی کرتا ہے اس کی امامت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو امام تمبا کو پیتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز درست ہے لیکن بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے وضو اور مسواک سے منہ خوب صاف کر کے مسجد میں آئے ورنہ فرشتوں کو بھی اذیت ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تمبا کو کا منجن استعمال کرنے والے کی امامت

سوال:۔ ہماری مسجد میں ایک امام صاحب ہیں وہ توحید کے قائل اور شرک وبدعت کے خلاف ہیں، بہت سے بدعتی کام مسجد میں ہوتے تھے وہ بند ہو گئے ہیں کسی قسم کا فساد وغیرہ کچھ نہیں ہوا، مگر اب چند لوگ محرم والے، جنگ نامہ والے گیارہویں کرنے والے ان کے خلاف کچھ بھی الزام لگا کر ان کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اللہ کے فضل سے امام صاحب اپنی باتوں پر اٹل ہیں وہی لوگ عوام میں کچھ نہ کچھ باتیں امام صاحب کے خلاف پھیلا رہے ہیں۔

---

[1] یجب ان تصان (المساجد) عن ادخال الرائحة الکریهة لقوله علیه السلام.....فان الملائکة تتأذی مما یتأذیٰ منه بنو اٰدم متفق علیه (حلبی کبیر ص ۶۱۰/احکام المسجد شامی کراچی ۶۶۱/ج ۱/ مکروهات الصلوة)

وہ یہ کہ امام صاحب تمبا کو کا منجن دانتوں پر لگاتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ایسا کہتے ہیں تو یہ بتایئے کہ جو امام تمبا کو جلا کر دانتوں پر ملتے ہیں اور نماز سے پہلے مسواک لگا کر وضوء کرتے اور نماز پڑھاتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص تمبا کو کا منجن دانتوں میں استعمال کرے اور پھر مسواک وغیرہ سے اچھی طرح منہ صاف کرلے تو اس منجن کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقصان نہیں بلا کراہت درست ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ

کیا امام صاحب کو پابندی ضروری ہے

سوال:۔ شہر کی دینی ضروریات اور جامع مسجد کی امامت کے لئے ایک مولوی صاحب کا تقرر کیا گیا، جن کی تنخواہ نصف سے زائد حصہ اوقاف کی آمدنی سے دیا جاتا ہے، نیز جامع مسجد کے وقت کی آمدنی سے پچاس روپیہ ماہوار اور اسی حیثیت کے کرایہ کے مکان جو کہ جامع مسجد کے لئے وقف ہے، مولوی صاحب موصوف کو بغرضِ رہائش دیا گیا ہے، لیکن مولوی صاحب موصوف نہ تو نماز کے اوقات کی پابندی کرتے ہیں، نہ قرآن پاک کا ترجمہ وغیرہ نہ امامت، طبیعت چاہی تو نماز پڑھادی ورنہ جہاں چاہا نماز پڑھ لی، نیز دوسرے تیسرے مہینہ ہفتہ عشرہ کی چھٹی منالی اور پھر گھر آگئے، خورجہ رہتے ہوئے بھی طبیعت چاہی تو قرآن پاک کا ترجمہ کردیا ورنہ نہیں، ہر معاملہ میں گویا آزاد ہیں، آیا ایسی صورت میں مولوی صاحب کو وقف کی

---

[1] یفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا وهو الاباحة علی المختار (شامی ص ۴۶۰/ج۶/ کتاب الاشربه قبیل کتاب الصید شامی نعمانیه ص ۲۹۶/ج۵)

آمدنی سے تنخواہ لینا یا مسجد کے مکان میں رہنا جائز ہے؟ جبکہ مولوی صاحب کے اس عمل سے مسجد کے نمازی صاحبان کو تکلیف ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امامت اور ترجمہ کا جو کچھ مولوی صاحب سے معاہدہ کیا گیا ہے، اس کی پابندی لازم ہے[۱]، اتفاقیہ کبھی کوئی سخت ضرورت پیش آجائے، اور اس کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکیں، یا ترجمہ نہ کرسکیں تو قابل مصالحت ہے، اس پر زیادہ دارو گیر نہ کی جائے۔[۲] لیکن آزادی کی عادت بنالینا اور اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرتے ہوئے، طبیعت چاہنے پر کام کرنا شرعاً درست نہیں، اس لئے ان کی تنخواہ خالص حلال نہیں رہے گی، اور متولی صاحب کو بھی پوری دینا درست نہیں۔[۳]

فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مشرک کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص مشرک انسان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

---

[۱] وَاَوْفُوْ بِالْعَهَدِ اِنَّ الْعَهَدَ كَانَ مَسْئُولاً. الاية (سوره بنی اسرائیل آیت، ۳۴)

ترجمہ:۔ اور عہد کو پورا کیا کرو، بیشک عہد کی باز پرس ہونے والی ہے۔ (از بیان القرآن)

اراد بالعهد مايلتزمه الانسان علىٰ نفسه تفسير خازن، ج۳/ص ۱۶۴/تحت الايت المذكورة

[۲] اما يترك الامامة لزيارة اقربائه فى الرساتيق مسبوعاً اونحوه اولمصيبة اولا ستراحة لابأس به ومثله عفو فى العادة والشرع (شامى زكريا، ج۶/ص ۶۳۰/كتاب الوقف، مطلب فيما اذا قبض المعلوم وغاب الخ)

[۳] لايحل له اخذ الاجر عن يوم لم يدرس فيه مطلقاً سواء قدر له اجر كل يوم اولا ..... لوقال يعطى المدرس كل يوم كذا فينبغى ان يعطى ليوم البطالة المتعارفة (شامى كراچى ص ۳۷۲/ج۴/كتاب الوقف، استحقاق القاضى والمدرس الوضيفة فى يوم البطالة)

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں۔ ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین، الاٰیۃ[1] جو آدمی علم کے باوجود ایسا کرے اس کو امام بنانا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ

جو امام مقتدی سے صلح نہ کرے اس کی امامت

سوال:۔ ایک امام اور مقتدی میں کچھ جھگڑا ہوا بروز جمعہ یہ معاملہ پیش ہو کر یہ بات طے ہوئی کہ خطا کسی کی نہیں بلکہ دونوں صاحب کی بھول ہے اس لئے صلح کرلو کیوں کہ مرتبہ میں تو امام صاحب بڑے اور عمر میں مقتدی صاحب بڑے ہیں۔ لہٰذا دونوں مصافحہ ملالو مگر سارے گاؤں کے کہنے پر بھی پیش امام صاحب نے مصافحہ نہیں کیا اس مقتدی کی نماز اس پیش امام کے پیچھے ہو رہی ہے یا نہیں اس طرح سے بہت سے مقتدیوں کے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جو اپنے مقتدیوں سے بغض وکینہ رکھے اور صلح پر رضامند نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز تو اس مقتدی کی بلکہ سب مقتدیوں کی ان کے پیچھے بھی درست ہو گئی لیکن امام صاحب کے لئے یہ طریقہ اچھا نہیں بہت غلط اور سخت ناپسندیدہ ہے جو شخص مصافحہ کے لئے

---

[1] سورۃ التوبۃ ۱۱۳ (ترجمہ) پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں (بیان القرآن)

[2] ویکرہ امامۃ عبد وفاسق الخ (شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامۃ، طحطاوی مصری ۲۴۴/فصل فی بیان الأحق بالامامۃ. تاتارخانیہ ص ۶۳۱/ج ۱/ الفصل السادس، من ھو احق بالامامۃ، مطبوعہ کراچی)

ہاتھ بڑھاتا ہو اور صلح کرنا چاہتا ہے اور بستی کے لوگ بھی سب خواہشمند ہیں تو امام صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ وہ مصافحہ نہ کریں اور دل میں کینہ رکھیں ان کی بھی اپنی اصلاح ضروری ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ ۱/۲/۹۲ھ

جو شخص پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اس کو امامت جمعہ کے لئے تجویز کیا جائے

سوال:۔ دو مسجدوں کے اماموں میں ایک امام روزانہ چار وقت نماز پڑھتا ہے صبح کی نماز نہیں پڑھتا قضا پڑھتا ہے دوسرا امام باقاعدہ پنج گانہ نماز کا پابند ہے۔ اب دونوں اماموں میں نمازِ جمعہ کے لئے کس کا انتخاب کیا جائے کون افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرتا ہے اور اس میں امامت کے دیگر اوصاف بھی موجود ہیں اس کو ہی امامِ جمعہ تجویز کیا جائے اور جو نماز قضا کرنے کا عادی ہے اگر ایک ہی وقت کی قضا کرتا ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرفوعاً) یا بُنی ان قدرت اَنْ تُصْبِحَ اَوْ تُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غَشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ. الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ اے پیارے بیٹے اگر تم قدرت رکھو (بقیہ آئندہ)

امامت نہ کرنے کا عہد کر کے پھر امامت کرنا

سوال:۔ ایک شخص نے منبر پر وعدہ کیا (خطبہ ہاتھ میں لیکر) کہ اب میں امامت نہیں کروں گا۔ لیکن اب کچھ لوگ پھر اس کو امام مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ وعدہ کے بعد اس کا امامت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے منبر پر خطبہ ہاتھ میں لیکر وعدہ کیا کہ میں امامت نہیں کروں گا اس کو چاہئے کہ اپنا وعدہ پورا کرے امامت نہ کرے[1] لیکن اگر لوگ اس کو امام بنادیں تو اس کی اور سب کی نماز ہوجائے گی۔ بشرطیکہ امامت کی اہلیت اس میں موجود ہو اور منصب امامت کے خلاف کوئی چیز نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

وقت جماعت سے پہلے امام کی آمد

سوال:۔ ہماری مسجد میں امام دانستہ اذان سن کر وقت مقررہ پر جماعت کے وقت آتا ہے وقت جماعت سے دس پانچ منٹ قبل بھی اور عین وقت پر بھی ایسی صورت میں کچھ لوگ خوش ہیں اور کچھ ناراض ایسے امام کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ یہ سوال لکھ کر مفتی صاحب کے پاس بھیجا

(گذشتہ کا بقیہ) کہ صبح رات اس حال میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی طرف سے میل کچیل نہ ہو تو ایسا کرلیا کرو اور یہ میری سنت ہے۔

[2] أن امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی، مصری ص ۲۴۴/باب الإمامة. شامی کراچی ص ۵۵۹/ باب الإمامة. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

(صفحہ ہذا) [1] من وعد انسانا شيئاً ليس بمنهي عنه فينبغي أن يفي بوعده (مرقات ص ۶۵۳ ج ۴ باب المزاح اصح المطابع بمبئ.

مفتی صاحب نے جواب دیا کہ نماز ایسے امام کے پیچھے مکروہ ہے۔ ایک مولوی صاحب سے اس کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ امام کا اذان سنتے ہی مسجد میں آنا ضروری ہے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ بخاری شریف باب الاذان میں حدیث نبویؐ ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت رسول کریم ﷺ کو نماز کے وقت بلانے مکان پر جاتے تھے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام ٹھیک وقت پر تیار ہو کر نماز کے لئے مسجد میں پہونچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں وقت سے پہلے مسجد میں نہ آنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ البتہ اذان سن کر فوری تیاری شروع کر دینا چاہئے تا کہ عین وقت پر مقتدیوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کو بلانے کے لئے آنا **بخاری شریف باب من انتظر الاقامة ص ۸۷** میں مذکور ہے[۱] اور جس فتویٰ پر نماز کو مکروہ لکھا ہے بغیر اس کو دیکھے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۸/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف ۴ر شعبان ۵۳ھ

---

[۱] ان عائشة رضی الله عنها قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ (بخاری شریف ۸۷ کتاب الاذان، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مؤذن فجر کی اذان دے کر خاموش ہوتا کھڑے ہو کر دو رکعت مختصر پڑھتے فجر کی نماز سے قبل پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اقامت کی آ کر اطلاع کرتا۔

برہمن بچہ کو پال کر امام بنانا

سوال:۔ زید مسلمان ہے اور اس نے بے اولاد ہونے کے سبب ایک ہندو برہمن بچے کو پال پوس کر ایک خاندان کی لڑکی سے شادی کی۔ اس برہمن کی طرف سے دو اولاد ہوئی۔ وہ بھی تعلیم یافتہ رہی تقریباً ۲۲ رسال کی ہوئی وہ مسجد کے امام ہونے اور نماز پڑھانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو ایسے شخص کا امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس برہمن بچہ کو پرورش کیا اگر وہ مسلمان ہو گیا تھا پھر مسلمان لڑکی سے اس کی شادی کی تب تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ اس سے پیدا شدہ اولاد میں جب اوصافِ امامت موجود ہوں تو ان کی امامت درست ہے۔ اگر وہ برہمن بچّہ (خدانخواستہ) مسلمان نہیں ہوا تھا، اس حالت میں اس کی شادی مسلمان لڑکی سے کر دی گئی تو یہ شادی سخت معصیت ہوئی۔ یہ شرعی نکاح نہیں بلکہ زنا ہے[1]۔ اس سے پیدا شدہ اولاد نے اسلام قبول کر لیا ہے اور لوگوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہے تو ان کو امامت نہیں کرنا چاہئے[2]۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۷ھ

---

[1] ولاتنکحوا المشرکین حی یؤمنوا الایة سورۂ بقرہ آیت ۲۲۱/ لایجوز تزوج المسلمة من مشرک (الهندیه ص ۲۸۲/ کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع طبع کوئٹه. تبیین الحقائق ص ۱۰۹/ ج ۲/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، طبع امدادیه ملتان)

[2] (ولد الزنا) واختار العینی التعلیل بنفرة الناس عنه لکونه متهما (طحطاوی ص ۲۴۵ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. شامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ باب الامامة. بحر کوئٹه ص ۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة)

جس کی اہلیہ اُستانی ہو اس کی امامت

سوال:۔ ہماری مسجد کے ایک امام مدرسہ کے استاذ ہیں اوران کی اہلیہ بھی ایک مدرسۂ بنات کی استانی ہے بعض لوگ اسے کراہت وعدم جواز امامت کا حکم دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی اہلیہ اُستانی ہیں۔ ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب اوران کی اہلیہ صاحبہ اگر احکامِ شرع کی پابندی کے ساتھ تعلیم دیں تو اس کی وجہ سے امامت میں نقصان نہیں آئے گا۔ بلاشبہ ان کے پیچھے نماز درست ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۹ھ

جس امام کی بیوی کا تعلق کسی غیر سے ہو اس کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ صاحب ایک محلّہ کی مسجد میں امامت کرتے تھے، اس محلّہ کا ایک لڑکا امام صاحب کے گھر آتا جاتا تھا۔ بتلایا گیا کہ امام صاحب کی بیوی سے اس لڑکے کا ناجائز تعلق ہے اتفاق سے ایک روز وہ لڑکا پکڑا گیا اس حالت میں کہ عورت مکان کے باہر صحن میں تھی اور لڑکا مکان کے اندر دروازہ بند کئے ہوئے تھا۔ اس پر کچھ تنبیہ کرکے چھوڑ دیا گیا، اس کے بعد امام صاحب نے مسجد سے امامت چھوڑ دی اور اپنے گھر رہے اور کوئی بات آج تک نہیں ہوئی۔ امام صاحب بذاتِ خود نیک اور شریف ہیں۔ دوسرے محلّہ کے لوگ ان کو امام رکھنا چاہتے ہیں۔ آیا ان کو امام رکھنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شخص مذکور کی امامت جب کہ وہ نیک شریف ہیں قطعاً جائز ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۱ھ

فاجرہ کے شوہر کی امامت

سوال: ایک شخص کی بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ چلی گئی اور کافی عرصہ اس کے پاس رہی، اس عرصہ میں اس عورت سے ایک بچہ اغوا کنندہ کا پیدا ہوا ہے بعدہٗ اس کا خاوند عورت مذکورہ کو لایا اور اپنے گھر عورت مذکورہ کو آباد کرلیا۔ کیا اس عورت کا خاوند امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس کا خاوند یہ بھی کہتا ہے کہ عورت تائب ہوگئی ہے۔ بالدلیل بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت فاجرہ ہو اور شوہر اس کے فجور سے رضامند نہ ہو بلکہ اس کو منع کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو اس کا گناہ شوہر پر کچھ نہیں اور شوہر کے ذمہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ ''لهٗ امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا يجب تطليقها كذا في القنية اھ عالمگیری[۲] ص ۳۷۲ ج ۵ لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة اھ درمختار ولا عليها تسريح الفاجر الا اذا خافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس ان يتفرقا اھ (مجتبیٰ) والفجور يعم الزنا وغيره وقد قال ﷺ لمن زوجته لا ترديد لا مس وقد قال انى احبها استمتع بها اھ

[۱] والاحق بالامامة الأعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقراءة ثم الاورع ثم الاسن (الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۷/۱/ باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۲/فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص ۳۴۷/ج ۱/ باب الامامة)

[۲] عالمگیری ص ۳۷۲ ج ۵، الباب الثلاثون فی المتفرقات کتاب الکراهیة مطبوعه کوئٹه.

(در مختار[1] ص ۳۰۳/ ج۵)

اور پھر جب کہ زوجہ نے توبہ کرلی ہے تو شوہر کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴/۱/۶۳ھ

جس کی بیوی قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ کرے اس کی امامت

سوال:۔ (۱) زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے۔ مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے اور کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا مکروہ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہئے اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو پھر بھی تشدد کرے یا نہیں؟

(۲) اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی عمرو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو۔ ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی اگر زید کی بیوی عمر سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمرو کو بھی ہوگا یا نہیں۔ اگر اندیشہ فساد کا نہ ہو تو پھر بھی پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر زید اوپر جو مذکور ہے مسائل خوب جانتا ہو تو جاہل کے مقابلہ میں امامت کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

---

[1] شامی کراچی ص۴۲۷ ج۶، فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحۃ قبیل کتاب احیاء الموات.

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لاذنب لہ (مشکوٰۃ ص۲۰۶/باب الاستغفار والتوبۃ، طبع یاسر ندیم دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو وہ گنہگار ہے[۱] اور زید کو منع کرنا ضروری ہے[۲]۔ اگر منع نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا زید کو تشدد کرنا اور اپنی زوجہ کو پردہ نہ کرنے سے شرعاً مارنا بھی درست ہے اگر نا قابل برداشت فساد کا خیال ہو اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے اور بلا تشدد کے وہ نہ مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں۔ اول صورت میں زید کی امامت مکروہ ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو[۳]۔ ثانی صورت میں زید کی امامت مکروہ نہیں۔ یجوز له (ای الزوج) ان یضربها فی اربعة امور ومافی معناها الیٰ قوله ومنه مااذا کشفت وجهها لغیر محرم ومنه ما اذا اسمعت صوتها للاجنبی کذا فی البحر[۴]۔

---

[۱] وَقُلْ لِّلْمُؤمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلىٰ جُيُوْبِهِنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إلَّالِبُعُوْلَتِهِنَّ أوْ اٰبَائِهِنَّ أو اٰبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أوْ اَبْنَاءِ هِنَّ أواَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهَنَّ أوْ اِخْوَانِهِنَّ أوبَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ أوْبَنِيْ اَخَوَاتِهِنَّ أوْ نِسَاءِ هِنَّ أوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ الخ (سورۂ نور آیت ۳۱)

[۲] سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته الامام راع ومسئول عن رعیته والرجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعیته الخ (بخاری شریف ص ۱۲۲/ج ۱/ کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند)

[۳] کره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولد الزنا (إلی قوله) وینبغی أن یکون محل کراهة الاقتداء بهم عندوجودغیره و إلا فلاکراهة (بحر کوئٹه ص ۳۴۸-۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة. الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۹ تا ۵۶۲/ج ۱/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

[۴] نفع المفتی والسائل ص ۱۰۳ ما یتعلق باطاعة الزوجات کتاب الحظر والاباحة، طبع مکتبه رحیمیه دیوبند. البحر الرائق ص ۴۸ ج۵ فصل فی التعزیر قبیل کتاب السرقة، طبع کراچی. الدرمع الرد زکریا ص ۱۲۹ ج۶/ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم.

(۲) پردہ کرنا ہر حال میں ضروری ہے خواہ اندیشہ فساد ہو یا نہ ہو مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کر دیا ہے وہ مستثنیٰ ہیں[۱] اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی عورت کے لئے مستقل مکان یعنی (کوٹھا) دینا ضروری ہے۔ جس میں اس کا بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو[۲] اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے اور زید کی بیوی باوجود کوشش وفہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اس کا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا۔

(۳) اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایسے شخص کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو

سوال:۔ ایک حافظ اور اس کی بیوی بے پردہ ہو کر بازار میں دوکان لگا کر مال کی خرید و فروخت کرتے ہیں اس حافظ کے پیچھے نماز فرض یا تراویح درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس حافظ کی بیوی شرعی طور پر پردہ نہیں کرتی اور وہ بے پردگی سے نہیں روکتا بلکہ اس کے اس فعل سے خوش ہے اور اس سے بہتر امام کا اہل دوسرا شخص موجود ہے تو ایسی حالت میں اس حافظ کو امام بنانا مکروہ ہے کیوں کہ ایسا شخص شرعاً فاسق ہوتا ہے۔ اگر وہ بے پردگی سے روکتا

---

[۱] فان خاف **الشهوة** أو شک امتنع نظره إلى وجهها إلا لحاجة كقاض وشاهد يحكم ويشهد عليها وكذا مريدنكاحها (الدر مع الشامی کراچی ص ۳۷۰/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس. بحر کوئٹہ ص ۱۹۲/ج۸/کتاب الکراهية، فصل فی النظر والمس)

[۲] تجب لها السكنى فی بيت خال عن اهله واهلها (شامی نعمانیه ص ۶۶۲/ج۲/ باب النفقة، مطلب فی مسكن الزوجة. بحر کوئٹہ ص ۱۹۳/ج۴/ باب النفقة)

ہے اور بیوی نہیں مانتی تو امامت مکروہ نہیں۔ ویکرہ امامة عبد و اعرابی و فاسق[1] (تنویر ج ۱ ص ۵۸۴) واللّٰہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب فقط

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۷/ج ۲/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۲۰/ج ۲/۵۲ھ

جس کی بیوی گھاس کاٹتی ہو اس کی امامت

سوال:۔ جس امام کی بیوی گھاس کاٹتی ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تنگ دستی اور عسرت کی وجہ سے مجبوراً باہر جا کر گھاس کاٹتی ہے کہ بغیر اس طرح کے کام کے گذارہ نہیں ہوتا اور اپنی حیثیت کے موافق میلے کچیلے کپڑوں میں جاتی ہے۔ اور چہرہ نامحرم کے سامنے نہیں کھولتی تو اس میں مضائقہ نہیں اس سے اس کے شوہر کی امامت میں فرق نہیں آتا[2] اگر کوئی اور صورت ہے تو اس کو لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدر مع الرد کراچی ص ۵۵۹ ج ۱ باب الامامة قبیل البدعة خمسة اقسام. بحر کوئٹہ ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیہ ملتان.

[2] وقرن فی بیوتکن الخ الایة. فعلم أن المراد الامر بالاستقرار الذی یحصل به وقارهن وامتیازهن علی سائر النساء بان یلازمن البیوت فی اغلب اوقاتهن ولایکن خراجات ولاجات طوافات فی الطرق والاسواق و بیوت الناس وهذا لاینافی خروجهن للحج أو لمافیه مصلحة دینیة مع التستر وعدم الابتذال (روح المعانی ص ۹/ج ۲۲/ سورۂ احزاب آیت ۳۳/ طبع ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا

سوال:۔ مسجد کے امام صاحب صرف نماز پڑھاتے وقت عمامہ باندھتے ہیں کیا اس سے عمامہ کی سنت حاصل ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز بلا عمامہ کے بھی ثابت اور درست ہے۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے اور پڑھانے میں زیادہ ثواب ہے۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۵ھ

امام کے لئے عمامہ

سوال:۔ کیا امامت کے وقت عمامہ کا سر پر لپیٹنا لازمی ہے اور اگر کوئی شخص بوقت امامت عمامہ نہ لپیٹے تو آیا اس کا نماز پڑھانا درست ہوگا یا نہیں اور عمامہ کا لپیٹنا سنت ہے یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے لیکن بلا عمامہ کے بھی بلا کراہت درست ہے[2]

---

[1] والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لوصلی فی ثوب واحد متوشحا به جمیع بدنه کازارالمیت تجوز صلاته من غیر کراهة (حلبی کبیر ص ۲۱۶/ شرائط الصلوة، فروع فی الستر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۰/ باب شروط الصلاة. البحرالرائق کوئٹه ص ۲۶۹/ ج ۱/ باب شروط الصلاة)

[2] والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لوصلی فی ثوب واحد متوشحا به جمیع بدنه کازارالمیت تجوز صلاته من غیر کراهة (حلبی کبیر ص ۲۱۶/ شرائط الصلوة، فروع فی الستر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۰/ باب شروط الصلاة. البحرالرائق کوئٹه ص ۲۶۹/ ج ۱/ باب شروط الصلاة)

البتہ جس جگہ عمامہ کا اتنا رواج ہو کہ بغیر عمامہ کسی معزز مجلس میں نہ جاتے ہوں بلکہ اپنے گھر سے بھی نہ نکلتے ہوں تو ایسی جگہ بلا عمامہ نماز پڑھانا اور پڑھنا مکروہ ہے۔ **کذا فی نفع المفتی والسائل**[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کے لئے عمامہ

سوال:۔ کسی مسجد کا مقررہ امام عمامہ کے ہوتے ہوئے پنجوقتہ نماز یا جمعہ ٹوپی سے پڑھاتا ہے حالانکہ جماعت میں اکثر لوگ عمامہ باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور جماعت بھی بضد ہے کہ امام عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے مگر امام یہ کہہ کر کہ ٹوپی پہن کر بھی نماز ہو جاتی ہے کوئی حرج نہیں ہے ٹال دیتا ہے۔ ایسی حالت میں امام اور مقتدیوں کی نماز میں کراہت پیدا ہوگی یا نماز صحیح بلا کراہت سب کی ہو جائیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا افضل ہے بلا عمامہ صرف ٹوپی سے بھی بلا کراہت جائز ہے۔ **المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلیٰ فی ثوب واحد متوشحاً به جمیع بدنه کازار المیت تجوز صلوٰته من غیر کراهة وتفسیرهٗ ما یفعله القصار فی المقصرة کبیری**[2] ص ۱۹۲۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/ج ۲/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۰/ج ۲/۵۲ھ، صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

---

[1] **تکره الصلاة بدونها فی البلاد التی عادة سکانها انهم لا یذهبون الی الکبراء بدون العمامة ولا یخرجون من بیوتهم الّا متعممین (نفع المفتی والسائل ۷۰/ ذکر المکروهات، مکتبه رحیمیه دیوبند)** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بلاعمامہ امامت

سوال:۔ امام مسجد ہر نماز میں رومال باندھ کر نماز پڑھاوے مقتدی صافہ باندھے ہوں۔ یہ عمل ہر وقت پر کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رومال باندھ کر عمامہ باندھ کر ٹوپی اوڑھ کر ہر طرح نماز پڑھانا درست ہے چاہے مقتدی نے عمامہ باندھا ہو یا رومال باندھا ہو یا ٹوپی اوڑھی ہو کوئی صورت ناجائز نہیں۔ البتہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے میں زیادہ ثواب ہے۔ اسی طرح خود پڑھنے میں بھی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

بلاٹوپی وعمامہ امامت

سوال:۔ ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف

(گذشتہ کا بقیہ) [2] کبیری ص ۲۱۶/ شرائط الصلوۃ، فروع فی الستر. طبع لاھور. عالمگیری کوئٹہ ص ۵۹/ج ۱/ الفصل الاول فی الطھارۃ وستر العورۃ. البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۶۹/ج ۱/ باب شروط الصلاۃ.

(صفحہ ہذا) [1] والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ اما لو صلی فی ثوب واحد متوشحا به جمیع بدنه کازار المیت تجوز صلاته من غیر کراھۃ (حلبی کبیر ص ۲۱۶/ شرائط الصلوۃ، فروع فی الستر، مطبوعه سھیل اکیڈمی لاھور. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۰/ باب شروط الصلاۃ. البحر الرائق کوئٹه ص ۲۶۹/ج ۱/ باب شروط الصلاۃ)

ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ اسی طرح پڑھاؤں گا جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو نہ پڑھو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے[1] معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہئے۔ تاہم فریضہ صورت مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

صرف ٹوپی سے امامت

سوال:۔ امام صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھائے تو فقط امام ہی اس فضیلت سے محروم رہے گا یا مقتدیوں کو بھی امام کی ٹوپی کے سبب ثواب کم ملے گا (مقتدی خواہ صافہ باندھے یا ٹوپی پہنے ہوں)

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ فضیلت امام ہی کو حاصل نہیں ہوئی تو مقتدیوں کو کہاں سے حاصل ہوگی۔ ہاں اگر مقتدی نے خود عمامہ باندھ کر نماز پڑھی ہے تو اپنے عمامہ کی افضلیت اس کو حاصل ہوگی اگر امام عمامہ باندھے گا تو اس کی افضلیت بھی حاصل ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتکرہ وھو مکشوف الراس تکاسلا لترک الوقار (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۹۲/ فصل فی المکروھات. شامی نعمانیہ ۴۳۱/ج ۱/ باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطلب فی الخشوع. عالمگیری کوئٹہ ص ۱۰۶/ج ۱/ الباب السابع فیما یفسد الصلوۃ الخ، الفصل الثانی فیمایکرہ فی الصلاۃ.

[2] وروی ابن عساکر عن ابن عمر مرفوعا صلاۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ الحدیث (مرقاۃ شرح مکشوۃ ص ۴۲۷/ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی)

کرتا کا بٹن کھول کر نماز پڑھانا

سوال:۔ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے جناب نبی کریمؐ نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں داخل نہیں سَدل میں چادر لمبے اچکن کی صورتیں آتی ہیں۔ لیکن کرتہ کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں یہ مزید برآں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم ﷺ کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب وصفحہ بیان فرمایئے اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے یا نہیں۔ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر کا بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گریبان کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ معاویہ ابن قرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: **قال اتیت رسول اللہ ﷺ فی رھطٍ من مزینة فبایعناہ وان قمیصہ لمطلق الازرار ای مفتوحھایعنی کان جیب قمیصہ غیر مشدود وکانت عادة العرب ان تکون جیوبھم واسعة فربما یشدونھا وربما یترکونھا**

مفتوحة۔[1] لیکن یہ آپ کی دائمی عادت نہیں پس زید کا یہ کہنا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے۔ البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہؓ اور ان کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کر لی تھی۔ قال عروة فما رأيت مُعاويةؓ ولا ابنه قط الا مطلقي ازرارهما قط في شتاءٍ ولا حر ولا يزران ازرارهما[2]۔

نماز میں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے گو سَدل میں داخل نہیں۔ سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں جن کو زید نے بیان کیا ہے۔ فقہاء نے کرتہ کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کو سدل میں ذکر نہیں کیا۔ قوله فما رأيت معاوية الىٰ آخره وهٰذا وان كان اختياراً لما هو خلاف الاولىٰ خصوصاً في الصلوٰة لكنَّهما احبّا ان يكون علىٰ مارأيا النبي ﷺ وان كان اطلاق ازراره اذا ذاك لعارض ولم يكن هٰذا من عامة احواله ﷺ وذلك لما فيه من قلة المبالاة بامر الصلوٰة الا ان الكراهة لعلها لا تبقى في حق معاويةؓ وابنه لكون الباعث لهما حب النبي ﷺ واتباعه فيما رأياه من الكيفية بذل المجهود[3] شرح ابوداؤد شريف ص ۵۲/ ج۵۔

قبا کی جو صورت سَدل ہے وہ یہ ہے کہ: عن الفقيه ابي جعفر الهندواني انه كان يقول اذا صلى مع القباء وهو غير مشدود الوسط فهو مسئ يعني ولو ادخل يديه في كميه وينبغي ان يقيد بما اذا لم يزر ازراره لايشبه السدل اما اذا زرالازرارفقد التحق بغيره من الثياب في اللبس فلا سدل فيه فلا يكره واما الاقبية الرومية التي يجعل لا كمامها

---

[1] بذل المجهود ص ۵۲ ج۵ باب في حل الازرار، كتاب اللباس، مطبوعه رشيديه سهارنپور. عون المعبود ص۹۷/ ج۴/ مطبوعه نشرالسنة ملتان. مرقاة شرح مشكوة ص ۴۲۵/ ج۴/ كتاب اللباس، الفصل الثاني، مطبوعه بمبئي.

[2] ابوداؤد شريف ص ۵۶۴/ ج۲/ كتاب اللباس، باب في حل الازرار، مطبوعه سعد بكڈپور ديوبند وكذا في بذل المجهود ص ۵۲/ ج۵/ باب ايضاً.

[3] بذل المجهود ص ۵۲/ ج۵/ كتاب اللباس، باب في حل الازرار، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

خروق عند اعلیٰ العضد اذا اخرج المصلی یده من الخرق وارسل الکم فانه یکره ایضاً لصدق السدل علیه[1] کبیری ص ۳۳۶۔

وقد اخرج البیهقی فی شعبه هٰذاالحدیث من طریق ابی داؤد بلفظ وان قمیصه لمطلق ومن طریق اخریٰ فرأیته مطلقَ القمیص وهٰذا یؤید ان یکون روایة الازرار برائین ولا یلزم ان یکون له ازرار وعروة بل المراد ان جیب قمیصه ﷺ کان مفتوحاً بحیث یمکن ان یدخل فیه الید من غیر کلفة ویؤید هٰذا ما ذکره ابن الجوزی فی الوفاء عن ابن عمرؓ انه قال ما اتخذ رسول الله قمیصاًله زر انتهیٰ قال ابن حجرؒ تبعاً للعصام فیه حل لبس القمیص وحل الزرفیه وحل اطلاقه[2] جمع الوسائل (شرح شمائل ترمذی قلمی ص ۸۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپؐ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہوگیا اور ایسی حالت میں نماز خلاف اولیٰ بھی نہیں اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۶/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۷ھ

شلوار وقمیص پہن کر امامت

سوال: امام کو شلوار جو کہ ۲ ۱/۴ یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے پہننا منع ہے یا نہیں۔

---

[1] حلبی کبیری ص ۳۴۸ کراهیة الصلوٰة، مطبوعه لاهور.

[2] جمع الوسائل شرح شمائل ص ۱۳۶/ج ۱/ باب ماجاء فی لباس رسول الله ﷺ، مطبوعه اعزازیه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے[1] اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے قمیص پہننا جائز ہے لیکن کرتہ افضل ہے ہر جگہ جو صلحاء کا لباس ہے وہ اختیار کرنا چاہئے خصوصاً نماز وامامت کے وقت ولو ستر قدميه في السجدة يكره هندية[2] ص۱۱۴۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غسال میت کی امامت

سوال:۔ غسّال امامت نماز کا فریضہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر کرسکتا ہے تو کیا انہیں کپڑوں سے امامت کرسکتا ہے جن کو پہنے ہوئے میت کو غسل دیا تھا۔ جواب بسند ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو غسل دینا مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ والصلوٰة عليه فرض كفاية كدفنه وغسله وتجهيزه فانها فرض كفاية اھ در مختار[3]۔ جس طرح نماز جنازہ پڑھنے والے کی امامت میں اس فرض کفایہ کی ادائیگی سے

---

[1] ولا يجوز الاسبال تحت الكعبين (مرقاة ۴۱۸ ج۴ كتاب اللباس، مطبوعه بمبئی)

[2] فتاویٰ هنديه كوئٹه ص۱۰۸ ج۱ الباب السابع، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما لا يكره. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۸۰/ فصل فی المكروهات.

[3] الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص۵۸۱/ج۱/، مطبوعه كراچی ص۲۰۷/ج۲/ مطلب فی صلاة الجنازه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۴۷۷/ فصل الصلاة على الميت فرض كفاية. حلبی كبير ص۵۷۹/ فصل فی الجنائز، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

کوئی خرابی نہیں آتی اسی طرح میت کے غسل دینے والے کی امامت میں اس فرض کفایہ کی ادائیگی کی وجہ سے کچھ نقصان نہیں آتا۔ یہی حال تجہیز و تکفین، دفن میں سب شریک ہونے والوں کا ہے کہ سب نے فرض کفایہ ادا کیا ہے ان سے امامت کرانا بلا تردد درست ہے یہ عوام کی خام خیالی اور جہالت ہیکہ میت کو غسل دینا عیب سمجھتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ غسل دینے والے غسالۂ میت سے احتیاط کریں کہ وہ نجس ہے اگر وہ کپڑوں پر گرے گا تو کپڑے نجس ہوجائیں گے اور میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا بھی مستحب ہے۔ ویندب الاغتسال لمن اسلم طاهراً وعند الفراغ من حجامة وغسل ميت اھ مراقی الفلاح[1] ص ۶۲ قوله قيل نجاسة خبث لان الآدمی حيوان دموی فينجس بالموت كسائر الحيوانات وهو قول عامة المشائخ وهو الاظهر بدائع وصححه فی الكافی قلت ويؤيده اطلاق محمد نجاسة غسالته وكذا قولهم لو وقع فی بير قبل غسله نجسها وكذا لو حمل ميتاً قبل غسله و صلیٰ به لم تصح وعليه فانما يطهر بالغسل كرامة للمسلم ولذالو كان كافراً نجس البئر ولو بعد غسله اھ رد المحتار[2] ص ۸۹۴/ ج ۱۔

کوئی اور وجہ اشکال کی ہو تو اس کو بیان کر کے دریافت کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۲۴/۶/۵۹ھ

---

[1] ملخصاً نور الايضاح ص ۵۲ قبيل باب التيمم، راجع المراقی مع الطحطاوی ص ۸۶/ فصل يسن الاغتسال لاربعة اشياء، مطبوعه مصر. البحرالرائق كوئٹه ص ۶۶/ ج ۱/ كتاب الطهارة. حلبی كبير ص ۵۵/ سنن الغسل، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] شامی نعمانيه ص ۵۷۳/ ج ۱/ و شامی كراچی ص ۱۹۴ ج ۲ شامی زكريا ۸۴/ ج ۳/ كتاب الجنائز، مطلب فی القراءة عند الميت. حلبی كبير ص ۵۷۹/ فصل فی الجنائز، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

غاسلِ میت کی امامت

سوال:۔ آج کل ائمہ مساجد میں عموماً غسل مردوں کا ان کے ذمہ ہوتا ہے اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ غاسل میت کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں اگر جائز نہیں تو دیہاتی امام محض اسی لئے رکھے جاتے ہیں۔ کہ اگر غسل میت کو نہ دیں تو ان کو امامت سے علیٰحدہ کر دیا جاتا ہے۔ مفصل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل وکفن ونمازِ جنازہ دفن میت سب کا حکم یکساں ہے۔ کذا فی الدر المختار[1] لہٰذا چاہئے کہ ان میں سے کسی ایک کام کرنے والے کے پیچھے بھی نماز جائز نہ ہو اور مُردے بلا غسل، کفن، نماز، دفن ہی پڑے رہا کریں چونکہ جو یہ کام کرے گا اس کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی۔ پھر اس غسل دینے والے نے کیا قصور کیا ہے۔ اس سے پوچھیں کہ عدمِ جواز کی وجہ کیا ہے۔ البتہ اس خدمت کو امام کے حقیر سمجھتے ہوئے سپرد کر دینا بُرا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

---

[1] والصلاة علیه فرض کفایة کدفنه وغسله وتجهیزه فانها فرض کفایة (الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۸۱/ ج ۱/ مطبوعه کراچی ص۲۰۷/ ج۲/ مطلب فی صلاة الجنازة باب الجنائز. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۴۷۷/ فصل الصلاة علی المیت فرض کفایة. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۶۸/ ج ۱/ باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

جو امام صاحبِ وقار نہ ہو اس کی امامت

سوال:۔ وہ امام جس کا وقار جماعت میں نہ ہو کیسا ہے، نیز مسائل کے بتانے کے بعد بھی نہ مانے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ پابند شریعت اور متبع سنت ہے تو ٹھیک ہے[1] اور پھر جو لوگ وقار نہیں کرتے وہ غلطی پر ہیں ان کو اپنی اصلاح ضروری ہے اور اگر امام پابند نہیں تو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے، صحیح مسائل کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرنا

سوال:۔ آیا امام نماز ظہر سنتیں پڑھنے سے پہلے پڑھا سکتا ہے کیا نماز ہو جائے گی نماز میں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں فرض ظہر ادا ہو جائے گا[2] لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے کیوں کہ

---

[1] والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۲۹۴/ج۲/ باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة. مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج۱/ فصل في الجماعة، دارالكتب العلميه بيروت. مراقي الفلاح ص ۱۱۱/ فصل في بيان من الأحق بالإمامة الخ مطبوعه الأسعدي سهارنپور)

[2] فتاوی دارالعلوم ۹۶/ج۳/ استحقاق امامت، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

ظہر کی چار سنتیں سنت مؤکدہ ہیں اور ان کا وقت فرض سے پہلے ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الاول ۵۶ھ

سنت ظہر پڑھے بغیر فرض ظہر کی امامت

سوال:۔ظہر سے پہلے چار سنت ہیں ان کے ادا کئے بغیر امامت کرنا کیسا ہے کسی طرح کی کراہت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل سنت تو یہی ہے کہ پہلے سنن ادا کرے پھر نماز ظہر پڑھائے اگر اتفاقیہ ایسا ہو جائے کہ بغیر سنت پڑھے نماز ظہر پڑھائے تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ابن ماجہ کی روایت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۱/۲۶ھ

---

[۱] وسن مؤكداً اربع قبل الظهر الخ(شامی کراچی ص ۱۴/ج ۲/ مطلب فی السنن والنوافل، باب الوتر والنوافل، مطبوعه زکریا ص ۴۵۱ ج ۲. مجمع الانهر ص ۱۹۴/ج ۱/ کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. مراقی الفلاح ص ۱۴۶/ فصل فی النوافل، مطبوعه الأسعدی سهارنپور)

[۲] عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاها بعد الركعتين بعد الظهر (ابن ماجة ص ۸۰ باب من فاتته الاربع قبل الظهر، مطبوعه اشرفی دیوبند، وراجع رد المحتار کراچی ص ۵۶/ج ۲/ مطبوعه نعمانیه ص ۴۸۲ ج ۱ باب ادراک الفریضة)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ کی ظہر سے قبل کی چار سنتیں اگر فوت ہو جاتی تھیں تو ان کو ظہر بعد دو رکعت کے بعد پڑھتے تھے۔

جو امام نماز میں تاخیر کرے اس کی امامت

سوال:۔ رمضان کے مہینہ میں امام عصر کے وقت کپڑا فروخت کر رہے تھے جس کی وجہ سے پندرہ منٹ تاخیر ہونے پر ایک نمازی کے توجہ دلانے پر ماں کی گالی دیتے ہوئے کہا کہ کیا نماز پڑھنے کو دوسری مسجد نہیں ہے جو یہاں آئے ہو دیر ہوگئی تو ہو جانے دو، کیا ایسا امام امامت کے لائق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کی یہ روش غلط ہے اگر وہ اصلاح نہ کرے تو امامت سے علیحدہ کئے جانے کے لائق ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

غیر شادی شدہ کی امامت

سوال: ایک شخص رنڈوہ ہے اور ذی علم عاقل بالغ جوان عمر مرد ہے نامرد بھی نہیں ہے ایسے شخص کو ہمیشگی کیلئے پیش امام بنانا کیسا ہے۔ شادی کا نام بھی نہیں لیتا کیا نماز شادی شدہ شخص کے پیچھے فضلیت وشان رکھتی ہے یا کچھ فرق ہے۔ عندالشرع الشریف جواب از حوالہ تحریر فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

---

[۱] لقوله عليه السلام سباب المسلم فسوق الحديث . (مشكوٰة شريف ص ۴۱۱ مطبوعه ياسر نديم ديوبند)باب حفظ اللسان (ترجمہ) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

ويعزل به اى بالفسق لوطرأ عليه والمراد أنه يستحق العزل الخ (شامى كراچى ص ۵۴۹/ج ۱/ باب الإمامة)

اگر اس کو شہوت کا غلبہ نہیں تو اس کے ذمہ شادی ضروری نہیں[1]۔ اور اس سے اس کی امامت میں خلل نہیں آتا البتہ اگر اس کو شہوت کا غلبہ ہے اور خیالات پراگندہ رہتے ہیں تو بہ نسبت اس کے ایسے شخص کو امام بنانا افضل ہے جس کے بیوی موجود ہے اور خیالات پراگندہ نہیں رہتے بلکہ اس کو اطمینان حاصل ہے اور امامت کی اہلیت بھی رکھتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۸/رجب ۵۶ھ

بے شادی شدہ کی امامت

سوال:۔ ہماری مسجد کے پیش امام نماز روزہ کے پابند فقہ حنفی سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۵۰ یا ۵۵/ برس کے درمیان ہوگی لیکن وہ ابھی تک شادی نہیں کئے۔ ان کی امامت کے متعلق یہاں کے لوگوں میں شکوک پائے جاتے ہیں۔ از روئے فقہ حنفی ایسے امام کی امامت درست ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس امام کی عمر ۵۰ یا ۵۵ برس کی ہے اور اس نے شادی نہیں کی اس کو شادی کی ضرورت

---

[1] واما صفته فهو فی حالة الاعتدال سنة مؤكدة الخ (عالمگیری کوئٹہ ص۲۶۷/ج۱/ کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیره شرعاً الخ . شامی کراچی ص۷/ج۳/ کتاب النکاح. مجمع الانهر ص۴۶۷/ج۱/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] وفی الأشباه قبيل ثمن المثل ثم الأحسن زوجة لانه غالباً يكون أحب لها وأعف لعدم تعلقه بغيرها الخ (شامی زکریا ص۲۹۵/ج۲/ باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد)

بھی نہیں اور امامت کی اہلیت ہے تو اس کو شادی نہ کرنے کی وجہ سے اس کی امامت میں خرابی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۵/۱۰ھ

جس کی بیوی نہ ہو اس کی امامت

سوال:۔ زید اور اس کے بھائی دونوں ادھیڑ عمر میں ہیں لیکن نہ بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ زید کا عذر یہ ہے کہ ماں کی خدمت نہ بیوی کر سکتی ہے نہ اس کے مزاج کو سمجھ سکتی ہے نہ نبھا سکتی ہے اس لئے میں شادی نہیں کرتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور زید کی شادی ہوئی تھی مدت ہوئی بیوی کو مرے۔ ایسی حالت میں کیا امامت کر سکتا ہے؟ اور اگر زید کی شادی ہوئی ہی نہیں تو اس کا ایسی حالت میں امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اخلاق وعادات واعمال مطابق سنت ہیں تو ان کی امامت میں یہ چیز مانع نہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۷/۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویجب ان یکون امام القوم فی **الصلاۃ** افضلهم فی العلم والورع والتقویٰ والقراءۃ والحسب والنسب والجمال وعلیٰ هٰذا اجماع الامة. (تاتارخانیه ص ۶۰۰/ج ۱/ اما الکلام فی بیان من هو بالامامة، مطبوعه کراچی) واولیٰ الناس بالامامة اعلمهم بالسنة الی قوله ثم الأورع .... ثم احسنهم خلقاً. (مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. البحر الرائق ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

راہن کی امامت

سوال:۔ ایک شخص امام مسجد ہے اور قوم سے راعی ہے اور وہ زمین رہن رکھتا ہے اور بٹائی کے لئے دیا ہے اس کے پیچھے نماز جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس امام سے جو دریافت کیا کہ آپ کے پاس زمین رہن ہے تو امام صاحب نے قرآن شریف کی قسم کھائی کہ میرے پاس زمین رہن نہیں اس کے پیچھے پٹواری صاحب حلقہ کے جو کاغذات رجسٹری انتقال دیکھا تو کئی رہن امام صاحب کے نام نکلے اب عندالشرع اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رہن کی آمدنی مرتہن کو کھانا جائز نہیں[۱] امام اگر اس سے باز نہ آئے تو اس کی امامت ناجائز ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا اور امام موجود ہو البتہ اگر اس آمدنی کو زر رہن میں منہا کر دے تو درست ہے۔

(۲) اگر واقعۃً امام نے جھوٹی قسم کھائی ہے اور وہ رہن کی آمدنی لیتا ہے تو جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا مکروہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/شعبان ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ ہٰذا

---

[۱] لا يحل للمرتهن لانه ربا وقيل ان شرطه كان ربا قال فى المنح وعن عبدالله محمد بن أسلم السمرقندى وكان من كبار علماء سمرقند أنه لايحل له أن يتنفع بشئى منه بوجه من الوجوه وإن اَذِن له الراهن لأنه اذن له فى الربا الخ (الدرالمختار مع الشامى ص ۴۸۲/ج ۶/ كتاب الرهن، مطبوعه كراچى. مجمع الانهر ص ۲۷۳/ج ۴/ كتاب الرهن، دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء علىٰ ان كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ (كبيرى ص ۵۱۳/ مطبوعه لاهور پاكستان) وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وأكل الربا بنحو ذالك الخ (شامى زكريا ص ۲۹۸/ باب الإمامة، قبيل مطلب البدعة خمسه اقسام)

خادم مسجد اور مؤذن کی امامت

سوال:۔ ایک پیش امام مستقل ہیں وہ ہی صفائی کی خدمت اور مؤذن کی خدمت بھی انجام دیتا ہے مسجد کی صفائی غسل خانہ وغیرہ کی صفائی کی اجرت الگ لیتے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جو مؤذن بھی ہو نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے الافضل کون الامام هو المؤذن الخ[1] در مختار ص۲۶۸ ج ۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

وقتِ ملازمت میں امامت کرنا

سوال:۔ ایک شخص زید سرکاری ملازم ہے ملازمت کے ساتھ ساتھ امامت بھی کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وقتِ ملازمت میں امامت کرنا یا اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بلا اجازت سرکار وقت ملازمت میں کار ملازمت کا حرج کر کے اذان وامامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو اجازت نہیں۔ اگر حرج نہیں کرتا تو اجازت ہے[1]۔ چونکہ نفس ملازمت منصب امامت کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۲/۱۳ھ

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار نعمانیه ص۲۶۸/ج ۱/ باب الاذان قبیل باب شروط الصلاة شامی کراچی ص ۴۰۱/ج ۱ . البحر الرائق ص۲۵۵/ج ۱/ باب الأذان، مطبوعه کوئٹه. فتح القدیر ص۲۵۵/ج ۱/ باب الأذان، قبیل باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

خطا کی توبہ کے بعد دوبارہ امامت

سوال:۔ ہماری مسجد کے امام صاحب جو کہ بتیس ۳۲ سال سے امامت کرتے ہیں ان سے یہ غلطی ہوئی کہ مسجد کے باہر کچھ خشت پختہ ایک ہندو ٹھیکیدار کی پڑی ہوئی تھی اس میں سے کچھ اٹھا کر حجرہ میں رکھ لی اور ایک دو یوم کے بعد اسی جگہ پر جوں کی توں بغیر تصرف اور بغیر کسی کمی وبیشی کے واپس رکھ دی۔ مہتمم صاحب اور مقتدیوں کو یہ حرکت ناگوارِ خاطر ہوئی، امام ملازمت سے برطرف ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کیا اور مقتدیوں سے معذرت چاہی، ان سب حضرات نے معاف کیا اور سب خوش ہو گئے۔ مہتمم اور مقتدیوں کی یہ خواہش ہے کہ امام عیالدار ہیں اور بتقاضائے بشری غلطی ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں ہم سب نے بھی معاف کیا۔ حسبِ سابق ان کو امام رکھا جائے ان کے پیچھے ہماری نماز درست وصحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آدمی سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ کو قبول فرما کر معاف فرما دیتے ہیں، قرآن کریم میں ہے ''اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ[۲]'' لہٰذا صورت مذکورہ میں ان امام صاحب کے پیچھے مقتدیوں کی نماز درست ہوگی ان کا توبہ واستغفار کرنا اور اپنی غلطی کی معافی چاہنا قابلِ قدر ہے[۱]۔ حق تعالیٰ استقامت بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۲۸ھ

---

[۱] ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ الخ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۰/ج۶/ و شامی زکریا ص ۹۶/ج۹/ کتاب الإجازۃ، باب ضمان الاجیر)

[۲] سورہ طٰہٰ الآیۃ ۸۲ (ترجمہ) اور ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں (بیان القرآن)

مقتدیوں میں اختلاف ہوتو امام کیا کرے؟

سوال:۔ کسی جگہ ایک مسجد ہے اور ایک امام ہے، لوگ کسی وجہ سے اٹھانوے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونے کا اندیشہ ہے ایسے نازک دور میں امام کا اپنا فرض ہے، اس کو اس مسجد میں رہنا چاہئے یا نہیں اور اس فساد کو جو کہ خود اس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے کس طرح روک سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو خود اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علیٰحدہ ہو جائے۔ یا اس شرعی قباحت کو دور کرے۔ اگر اغراض نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کے وجہ سے خلاف ہیں یا وہ اہلِ باطل ہیں اور امام اہلِ حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں۔ بہر حال جس شخص کی غلطی ہو اس کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۷/۶۴ھ

---

[۱] اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ اَلْحَدِیْث مِشکوٰۃ ص ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

[۲] ولو ام قوماً وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره له ذٰلک تحریماً.....وان هو احق لاوالکراهة علیهم الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۷۶/ج ۱ مطوبعه نعمانیه باب الإمامة، بحث البدعة خمسة اقسام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صحیح گواہی دینے والے کی امامت

سوال:۔ زید اپنے محلّہ کی مسجد میں امام ہے۔ اپنی چچی ماں کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں کے اندر کسی بات کا جھگڑا بابت جائیداد ہوا۔ تب زید جو محلّہ کی مسجد میں امام ہے اس سے کسی نے کہا کہ تم بھی رشتہ دار ہو۔ کورٹ میں گواہی دینا ہوگی۔ تو زید نے کہا ٹھیک جہاں چاہو وہاں گواہی لو مگر مجھے جو صحیح معلوم ہے گواہی دوں گا۔ تو بہر حال زید نے کورٹ میں جا کر یہ گواہی دیا کہ مجھے اتنا ہی معلوم ہے کہ میری چچی اپنی زندگی تک اس جائیداد کو اپنے دخل کرتی رہیں اور زندگی میں کسی کو فروخت کیا یا نہیں مجھے معلوم نہیں۔ کیا امام کو کسی قسم کی گواہی کورٹ میں دینے کی اجازت شریعت میں نہیں، گواہی دیتے ہی اس کے پیچھے نماز درست نہیں؟ زید صرف مذکورہ بالا گواہی دینے کے بعد وہ امامت کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر واقعہ معلوم ہے اس کی صحیح گواہی کورٹ میں دینے کی وجہ سے امام کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آئی بلا شبہ اس کی امامت بدستور صحیح و درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۱۲/۲۸ھ

(گذشتہ کا بقیہ) شامی کراچی ص ۵۵۹/ ج ۱. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان من الأحق بالامامة، مطبوعه مصری. النهر الفائق ص ۲۴۲/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وَلَاتَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (سورة البقره آیت ۲۸۳)

مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی

سوال:۔ امامت مقیم کی اولیٰ ہے یا مسافر کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مقیم کی امامت اولیٰ ہے۔ والاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوٰة ..... وثم المقیم علی المسافر (درمختار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کرتا گھٹنے سے اوپر ہو تو امامت کا حکم

سوال:۔ گھٹنے کے اوپر کرتا پہن کر امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کرتا گھٹنوں تک نہیں پہونچتا بلکہ کچھ کم ہے تو اس سے بھی نماز وامامت درست ہو جاتی ہے۔ اگر چہ اعلیٰ بات یہ ہے کہ کُرتا اس سے بڑا ہو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۲ھ

---

[1] الدرالمختار مع الرد المختار کراچی ص۵۵۷/ج۱/ باب الامامة بحث تکرار الجماعة. شامی نعمانیه ص۳۷۴/ج۱. فتح القدیر ص۳۴۹/ج۱/ باب الإمامة، دارالفکر بیروت. النهرالفائق ص۲۴۱/ج۱/ دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] اعلم ان الکسوة منها فرض وهو ما یستر العورة ویدفع الحروالبرد والاولیٰ کونه من القطن او الکتان أو الصوف علیٰ وفاق السنّة بِأن یکون ذیله لنصف ساقه الخ شامی زکریا ص۵۰۵/ج۹/کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس. شامی کراچی ص۳۵۱/ج۶.

زبردستی طلاق کی وجہ سے امامت درست ہوگی یا نہیں؟

سوال:۔ زید کو بہکا کر سسرال والوں نے اپنے گھر بلا لیا اور کورے کاغذ پر انگوٹھے کا نشان لگوالیا اس کے بعد زید گھر آ گیا مگر چند لوگ امام مسجد کے ساتھ ہیں اور خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ کوئی دھوکہ والی بات نہیں، زید اپنی بیوی کے پاس گیا، امام ہونے کی وجہ سے لوگوں نے یقین کرلیا اور لڑکا یعنی زید اس کے ساتھ کر دیا، لڑکی والے نے گھر لیجا کر اس کو مارا پیٹا اور زبردستی طلاق لے لی۔ لڑکی بے پردہ رہتی ہے وہ امامت کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام صاحب نے بلا وجہ شرعی محض دھوکہ دے کر دیدہ ودانستہ اس طرح جبراً طلاق دلوانے میں مدد کی ہے تو وہ بھی گنہگار ہوئے کہ انہوں نے ظلم کی مدد کی ہے[1] اگر وہ توبہ نہ کریں اور اپنی غلطی کا اقرار نہ کریں تو ان کو امام بنانا مکروہ ہوگا،[2] اگر حالات دوسرے ہوں تو حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

غصہ اور جھنجھلاہٹ کی وجہ سے قرأت طویل کرنا!

سوال:۔ امام کی طبیعت میں تکدر ہے بعض دفعہ حالات خفگی میں قرأت اس قدر طویل

---

[1] وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الاثم وَالْعُدْوَانِ، اَلْاٰيَة سورة المآئدة آيت ۲.

ترجمہ:۔ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کے اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

[2] ويكره إمامة عبد واعرابى و فاسق قال الشامى تحته (وفاسق) من الفسق ..... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر الخ (الدر المختار مع الشامى ص ۲۹۸/ج ۲/ باب الإمامة، قبيل مطلب البدعة خمسه أقسام. مطبوعه زكريا ديوبند. طحطاوى مع المراقى ص ۲۴۵/ باب فى بيان من الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر)

کرتے ہیں کہ جس سے مقتدی تکلیف محسوس کرکے یہ ارادہ کرنے لگتے ہیں کہ نیت توڑ کر بھاگ جائیں امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی جھنجھلاہٹ یا خفگی کی وجہ سے قراءت طویل کرنا غلط ہے ایسا نہیں چاہئے، مقتدیوں کے حال کی رعایت رہنی چاہئے کہ ان میں بوڑھے ضعیف بیمار سبب قسم کے لوگ ہوتے ہیں[1] شریعت نے اس کی رعایت رکھتے ہوئے طوال، اوساط، قصار کی قراءت تجویز کی ہے[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کی امامت وتراویح

سوال:۔ زید ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اس سال بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، مگر امامت کرتا رہا اور تراویح بھی پڑھاتا رہا کسی نے کہا کہ امام صاحب تراویح پڑھا نہیں سکتے کیوں کہ روزہ نہیں رکھ رہے ہیں۔ اب اس گاؤں یا اطراف

---

[1] یکرہ تحریماً تطویل الصلاۃ علی القوم (الدر)فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر (شامی کراچی ص ۵۶۴/ج ۱/ مطلب فی الاقتداء بالشافعی، باب الامامۃ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶/ باب الأحق با لإمامۃ، مطبوعہ مصر. عمدۃ القاری ص ۲۴۰/ج ۳/ الجزء الخامس قبیل باب تخفیف الإمام فی القیام الخ. مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] ویسن فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظھر واوساطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب (الدر مع الشامی کراچی ۵۳۹ ج ۱ فصل فی القراءۃ. شامی زکریا ص ۲۵۹/ مطلب السنۃ تکون سنۃ عین الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۱۲/ کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننھا، مطبوعہ مصر. البحرالرائق کوئٹہ ص ۳۳۹/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل وإذا أراد الدخول الخ)

وجوانب میں اس لائق آدمی نہیں جو امامت کرے تو اس صورت میں زید کا امامت کرنا جائز ہوگا، یا اگر دوسرا کوئی امامت کے لائق ہے مگر امام نہیں یہی امام مقرر ہے اس صورت میں کہ زید روزہ سے نہیں ہے امامت کرسکیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اللہ پاک نے اس کو مہلت دی ہے کہ پھر بعد میں رکھے اس کو مجرم قرار نہیں دیا کہ اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا جائے، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (الاٰية)[1] لہٰذا زید مذکور کی امامت فرض وتر تراویح سب میں درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

مقررہ خطیب وامام کی موجودگی میں بلا اجازت کسی عالم کا امامت وخطابت کرنا!

سوال:۔ احقر ایک عرصہ سے جامع مسجد کیوڑائی پر خدمت امامت انجام دے رہا ہے۔ احقر کی عین تمنا ہے کہ خدمات شرعیہ امامت وخطابت ودرسیات تاحد معلومات انجام دوں، حالانکہ احقر ملازم سرکاری دواخانہ ہے۔

احقر گورنمنٹ میں اپنی رضا سے وظیفہ پر سبکدوشی کی درخواست دے کر متفقہ رخصت پر مستقر پر کام کرتا رہا پھر خادم زادہ عبدالغنی کے کام امامت اور مدرسہ کا سپرد کرکے جائے ملازمت پر چلا گیا، ہفتہ دو ہفتہ میں ایام تعطیلات میں مستقر پر آکر مدرسہ کی نگرانی کرتا ہوں۔ جب مستقر پر آتا ہوں امامت بھی کرلیتا ہوں۔ لیکن ایک عالم صاحب جمعہ کے دن احقر کی

[1] سورة البقرة الاٰية ۱۸۴ (ترجمہ) پھر جو شخص تم میں بیمار یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے (بیان القرآن).

اجازت اور خادم زادہ کی اجازت کے بغیر خطابت وامامت کر رہے ہیں دعویٰ عالم ہونے کا ہے، یہ خطابت وامامت عالم صاحب کی کیسی ہے، محض نزاع امت کے تحت صبر کر رہا ہوں، نہ تو مجلس ومدرسہ نے مجھے معزول کیا نہ استحقاق امامت کے تحت کچھ خامی ہے۔ ایسی صورت میں احقر اور خادم زادہ مستحق ہیں یا نہیں یہ عالم صاحب خادم زادہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کو امامت کی اجازت دے کر امامت کرواتے ہیں ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کو خطیب وامام مقرر کر دیا جائے بغیر وجہ شرعی کے اس کو لگ کرنا غلط ہے[۱] اور اس کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے کسی عالم کا خود بخود امامت وخطابت پر قبضہ کرنا درست نہیں۔ غلط طریقہ ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجُنْحَة عدمها لصاحب وظيفة فی وقف بغير جُنْحَة وعدم اهلية الخ (شامی زکریا ص ۵۸۱/ج ۱/ کتاب الوقف، مطلب لايصح عزل صاحب وظيفة بلاجُنْحَة أو عدم اهلية. البحرالرائق ص۲۲۷/ج۵/ کتاب الوقف، مطبوعه الماجديه کوئٹه)

[۲] امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غيره مطلقاً ای وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأمنه (شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ قبيل مطلب البدعة خمسة باب الامامة. شامی نعمانیه ص۳۷۵/ج ۱. شامی زکریا ص۲۹۷/ج۲) وعن ابی مسعود الأنصاریؓ قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ..... ولايؤم الرجل فی سلطانه ای فی مظهرسلطنته ومحل ولايته أو فيما يملكه أو فی محل يكون فی حكمه (إلی قوله) أدی ذلک الی التباغض والتقاطع وظهور الخلاف الذی شرع لدفعه الإجتماع فلايقدم رجل علی ذی السلطنة لاسيما فی الأعياد والجمعات ولاعلی إمام الحی ورب البيت إلا با لإذن. (مرقاة شرح مشكوة ص ۹۰/ج۲/ باب الإمامة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی)

کسی مصلحت سے نماز میں ۵/منٹ تاخیر کرنا!

سوال:۔فرض نماز کا وقت جو مقرر ہے امام کسی مصلحت سے پانچ یا چھ منٹ دیر کرسکتا ہے اور امام پر تقاضہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مصلحت یا ضرورت سے اتفاقی طور پر اگر امام ۶/۵/منٹ کی تاخیر کردے تو مقتدی تقاضہ نہ کریں[1] امام کو بھی پابندی کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

جو شخص درس قرآن کو لازم نہ سمجھے اس کی امامت!

سوال:۔ایک امام مسجد نے ایک گروہ کے سامنے یہ الفاظ طنزیہ انداز میں کہے جب کہ ان سے درس قرآن پڑھنے کے لئے کہا گیا کہ درس قرآن پڑھنا کوئی سنت فرض ہے، از روئے شریعت ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ نیز امام صاحب پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟

---

[1] وانتظار الجماعة لإمامهم مادام فی سعة من الوقت الخ (عمدة القاری ص ۱۵۶/ج۳/ الجزء الخامس، باب هل يخرج من المسجد لعلة، مطبوعه دارالفكر بيروت) ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعيا لوقت الندب الا فی المغرب (الدر مع الشامی کراچی ص ۳۸۹/ج ۱/ باب الاذان، مطلب فی اول من بنی المناتر للاذان. مجمع الانهر ص۱۱۷/ باب الاذان، طبع دارالكتب العلميه بيروت. بحر كوئٹه ص ۲۶۱/ج ۱/ باب الاذان)

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض اس کہنے کی وجہ سے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے رسالہ ''تفسیر درس قرآن'' مفید مضامین پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس کا مخصوص طور پر پڑھنا فرض یا سنت نہیں، ضروری مضامین دیگر کتب ورسائل میں بھی موجود ہیں جس کو جس کتاب سے مناسبت ہو وہ کتاب پڑھ سکتا ہے۔ بس اتنی بات ضروری ہے کہ وہ صحیح ہو غلط نہ ہو اور فہم سے اونچی نہ ہو[1] نیز ایسی طرح نہ پڑھیں کہ نمازیوں کی نماز میں خلل آئے[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عورت کی امامت تراویح میں

سوال:۔ اگر کوئی عورت حافظ قرآن ہو تو مثل مردوں کے ختم فی التراویح بصورت امامت اور جماعت نساء اس کے لئے درست ہے یا کسی شرعی قباحت کو مستلزم ہے، اگر کوئی قباحت ہے

---

[1] قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کلموا الناس بمایعرفون ودعوا ماینکرون أتریدون أن یکذب اللّٰہ ورسولہ وھذا فیمایفھمہ صاحبہ ولایبلغہ عقل المستمع فکیف فیما لایفھمہ قائلہ فمن کان یفھمہ القائل دون السامع فلایحل ذکرہ (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص۲۵۳/ج ۱/ کتاب العلم) الباب الثالث فیما تعدہ العامۃ من العلوم المحمودۃ ولیس منھا بیان ما بدل من الفاظ العلوم (طبع دارالفکر بیروت احیاء علوم الدین ص۳۳/ج ۱/ بحث سابق المطبعۃ العثمانیۃ المصریۃ)

[2] مستفاد اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا إلّا ان یشوش جھرھم علی نائم أو مصلّ او قارئ (شامی کراچی ص۶۶۰/ج ۱/ باب مایفسد **الصلوۃ** ومایکرہ فیھا، مطلب رفع الصوت بالذکر. سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر ص۵۰-۵۲/ مجموعۃ رسائل لکنوی، طبع لکھنؤ)

تو بقاء حفظ کی اہمیت وضرورت بقاعدہ ''الضرورات تبیح المحظورات'' وبقاعدۃ'' الکراھیۃ ترتفع عند العذر والحاجۃ'' اس قباحت پر غالب ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وکرہ جماعۃ النساء بواحدۃ منھن (مراقی الفلاح) قولہ وکرہ جماعۃ النساء تحریماً للزوم احد المحظورین قیام الامام فی الصف الاول وھو مکروہ اوتقدم الامام وھو ایضاً مکروہ فی حقھن الخ (طحطاوی ص ۱۶۶)[۱]

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ بقائے حفظ کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ خارج نماز میں روزانہ والدہ والد بھائی بہن شوہر اولاد کسی کو سنا دیا کرے اور جتنا سنائے اس کو تراویح یا دوسری نماز میں پڑھ لیا کرے اس سے حفظ بھی باقی رہے گا، اور نمازوں میں طویل قراءت کی عادت بھی ہو جائے گی اور کوئی محظور بھی لازم نہیں آئیگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام نماز کب شروع کرے

سوال:۔ امام صاحب کس وقت تکبیر تحریمہ یعنی نیت باندھے کتاب وسنت کے مطابق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں یہ قول بھی ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ پر امام نماز شروع کردے اور سب مقتدی بھی

---

[۱] طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶ فصل فی بیان من الاحق بالامامۃ. مجمع الانھر ص ۱۶۴/ج ۱/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل فی الجماعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. شامی کراچی ص ۵۶۵/ج ۱/ باب الامامۃ، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی.

اس کی اقتداء میں شروع کر دیں دوسرا قول یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر شروع کرے امام بھی مقتدی بھی اس میں بھی کوئی تشدد اختیار نہ کیا جائے دونوں قول درمختار اور شامی میں مذکور ہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۵ھ

مبتلائے خارش کی امامت

سوال:۔ زید امام مسجد ہے خارش میں مبتلا ہے ہر نماز میں تین بار سے زیادہ کھجاتے ہیں۔ یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو نماز پڑھانے سے احتیاط کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو جائے[۲]۔

فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وشروع الامام فی الصلاة منذ قیل قد قامت الصلاة ولواخرحتی اتمها لابأس به اجماعاً وهو قول الثانی والثلاثة وهو اعدل المذاهب کما فی شرح المجمع لمصنفه وفی القهستانی معزیا للخلاصة انه الاصح(الدرالمختار)لان فیه محافظة علی فضیله متابعة المؤذن واعانة له علی الشروع مع الامام(شامی کراچی ص ۴۷۹ ج ۱ قبیل فصل فی بیان تالیف الصلاة باب صفة الصلاة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۲۵/ کتاب الصلوة، فصل فی آدابها (ای الصلوة)، مطبوعه مصر. فتاوی التاتارخانیه ص ۵۳۱-۵۳۰/ ج ۱/ فصل فی بیان آداب الصلوة، طبع ادارة القرآن کراچی)

[۲] ویفسدها کل عمل کثیر مالا یشک الناظر فی فاعله انه لیس فیها(الدر)من اعتبر التکرار ثلاثاً متوالیة فانه یغلب الظن بذلک (شامی ص ۶۲۵ ج ۱ مطلب فی التشبه، باب مایفسد الصلاة. عالمگیری کوٹه ص ۱۰۲/ج ۱/ الفصل الاول فیمایفسدها. البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱/ج ۲/ باب مایفسد الصلاة الخ)

قرآن سے فال نکالنے والے آدمی کی امامت

سوال:-قرآن کے ذریعہ فال کھولنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے عامل کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح دوسرے ذرائع سے فال کھولنا کیسا ہے؟ اور سگریٹ نوشی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف یا کسی اور کتاب سے فال کھول کر اس کو حجت شرعیہ سمجھنا اور اس پر حق و باطل کا فیصلہ رکھنا صحیح نہیں غلط ہے[۱]۔ حق اور باطل کے فیصلے کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، محض رجحان قلبی کے لئے اگر فال لی جائے تو مضائقہ نہیں[۲]۔

ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں لگے گا اور نہ اس کی امامت میں کوئی خرابی آئے گی۔ جو شخص پیٹ کی خرابی کی وجہ سے بطور دوا سگریٹ پیتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، مگر مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے مسجد میں آئے[۳]، اس کی امامت بھی درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۲/۱۴۰۰ھ

---

[۱] جس طرح مروج ہے وہ ناجائز ہے اور جب بحب الفال کے درجہ میں ہو تو جائز ہے۔ (ملخصاً امداد الفتاویٰ، ص ۴۰۰/ج ۵/کتاب العقائد والکلام، طبع زکریا دیوبند)

لایاخذ الفال من المصحف فان العلماء اختلفوا فی ذٰلک فکرهه بعضهم واجازه بعضهم ونص المالکیة علی تحریمه (شرح فقه اکبر ص ۱۸۳/ طبع مجتبائی دهلی. الفتاوی الحدیثیة ص ۲۳۱/ مطلب فی أنه یکره اخذ الفال من المصحف، طبع دارالمعروف بیروت. المدخل ص ۲۷۸/ج ۱/ کراهة اخذ الفال من المصحف، مطبوعه مصر)

[۲] أن الفال أمل ورجاء للخیر من اللّٰه تعالیٰ عند کل سبب ضعیف او قوی (شامی زکریا ص ۴۵-۴۴/ج ۳/ باب العیدین، مطلب فی الفال والطیرة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گانے بجانے فحش مجلس اور اسکے روکنے والے امام کا حکم

سوال:۔ ایک قریہ کے لوگوں نے بوقت نماز عشاء بالمقابل مسجد ایک مکان پر باجہ گراموفون لگا کر عوام الناس مذکر ومونث کو ہر قسم کے اور ہر عمر کے جمع کر کے تمام رات ایسی بے حیائی میں گزاری قریہ مذکورہ کے امام نے بایں الفاظ منع کیا، کہ او بے حیاؤ، بے شرموں اور بے سلیقہ کنجرو، دیوّثو، تمہیں شرم نہیں آتی کہ بچوں کو جمع کر کے عورتوں کو بھی شامل کرتے ہو یہ اغوا ہو جائیں گے ایسی بے حیائی کی تعلیم دے رہے ہو، آخر قوم نے یوں ہی رات بے ہودگی میں گزاری جیسے کہ مثال کے طور پر ایک مصرع نقل کرتا ہوں۔

جس کے معنی یہ ہیں:۔

اس سے قبل بھی چند مرتبہ ان کو منع کر دیا گیا تھا، مگر قوم باز نہ آئی تو امام نے اس قوم کی امامت چھوڑ دی تعلیم قرآن چھوڑ دی، اب قوم اپنے استاد جو کہ ان کی چند پشتوں کا امام رہ چکا ہے) کے خلاف طرح طرح کے منصوبے، غیبت وناجائز حملے کر رہی ہے اور اپنا دوسرا امام تلاش کر رہی ہے، اور قوم کہتی ہے کہ باجے ہمارے پیر صاحب سنتے اور بجاتے آئے ہیں، منع کہاں؟ اگر یہ بے حیائی ہوتی تو پیر صاحب کہاں سنتے وغیرہ وغیرہ اور امام کہتا ہے کہ اگر اسلام میں ایسے کھیل کود تماشے کے کام جائز ہیں تو میں ایسے اسلام وایمان سے بیزار ہوں، جو سکھوں کی طرح ہر حال میں یعنی شادی میں ساز وغیرہ کے ساتھ شادی منائی جاوے، اور موت کے وقت میں وہی ڈھولک مولک سے ماتم کی رسم ادا کی جاوے، علاوہ اس کے چند یوم کے بعد

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۳ واکل نحو ثوم ای کبصل ونحوہ مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد (شامی زکریا ص ۴۳۵/ج ۲/ باب مایفسد الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد. حلبی کبیر ص ۶۱۰/فصل فی احکام المسجد طبع لاهور)

وہی باجہ بجانیوالے دوسرے گاؤں سے ایک عورت بال بچے اور شوہر والی عورت اغوا کر کے رائے پور لے گئے، اور مغویہ کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے، تاکہ مرتدہ کر کے نکاح اول گر جائے یہ ہے اس وقت کے مسلمانوں کا ایمان اب یہ قوم حق پرست ہے یا امام قوم، اب قوم حق استادی فراموش کرسکتی ہے، یا نہیں اب قوم امام ثانی قائم کرسکتی ہے، یا نہیں، ایسی قوم کا صوم وصلوٰۃ درست ہے یا نہیں، امام عنداللہ مجرم ہے، یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیا

قوم کے یہ افعال شنیعہ ناجائز اور کبیرہ گناہ ہیں[۱] خاص کر غیر کی عورت کو اغوا کر کے مرتد بنانا کفر ہے[۲] اگر وہ خدانخواستہ مرتد ہو کر مسیحی مذہب میں داخل ہوگئی تب بھی مفتیٰ بہ قول کے موافق پہلا نکاح فسخ نہ ہوگا،[۳] اور اس کو مرتد بنانے والا یا اس کے لئے مشورہ دینے والا کافر

---

[۱] أن الملاهی کلها حرام الی قوله قال ابن مسعودؓ صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات الی قوله الغناء الذی یسمونه وجداً ومحبة فانه مکروه لااصل له فی الدین ومایفعله المتصوفة فی زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس الیه (شامی زکریا ص۵۰۳-۵۰۲/ج۹/ کتاب الحظر وا لإباحة. فتاوی عالمگیری ص۳۵۲/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی اللهو والغناء، طبع کوئٹه. مجمع الانهر ص۲۱۹/ج۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، طبع دارالکتب العلمیه بیروت)

[۲] ویکفر بامره امرأة بالارتداد لتبین من زوجها وبعزمه علی ان یامر بالکفر (البحرالرائق، ص۱۲۴/ج۵/احکام المرتدین، طبع کوئٹه. شرح فقه اکبر ص۲۲۵/ مطبع مجتبائی دهلی. تاتارخانیه ص۵۲۶/ج۵/ فصل فی تعلیم الکفر وتلقینه والأمر با لإرتداد، طبع ادارة القرآن کراچی)

[۳] ولوارتدت الی قوله وأفتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً تیسیراً لاسیما التی تقع فی المکفر ولایخفیٰ ان الإفتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولیٰ من الافتاء فی النوادر. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۶۷/ج۴/ باب نکاح الکافر. مجمع الانهر ص۵۴۷/ج۱/ باب نکاح الکافر، طبع دارالکتب العلمیه بیروت. بحر کوئٹه ص۲۱۴/ج۳/ باب نکاح الکافر. منحة الخالق علی هامش البحر ص۲۱۵/ج۳/ باب نکاح الکافر، طبع کوئٹه)

ہوجائے گا اس عورت کو اس کے شوہر کے پاس واپس کرنا فرض ہے[۱]۔ اسی طرح گانے بجانے وغیرہ حرکات سے بھی توبہ لازم ہے[۲]۔ اور جس طرح ہوسکے اپنے ناشائستہ افعال سے توبہ کرکے امام صاحب کو راضی کریں اور امام صاحب کو بھی چاہئے کہ ان لوگوں کو نرمی اور شفقت کے ساتھ نصیحت کریں کہ اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اور سخت الفاظ استعمال نہ کریں[۳]۔ اور ان کیلئے دعا بھی کریں اور امام صاحب کو بھی چاہئے دوسری جگہ نہ جائیں۔

کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے قوم کی اصلاح فرمادیں، البتہ اگر قوم سخت مخالف ہوجاوے اور امام صاحب کا رہنا دشوار کردے اور ان کے وہاں رہنے سے اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ فتنہ پیدا ہو تو امام صاحب کو چاہئے کہ کسی دوسری جگہ اپنا انتظام کرلیں[۴]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۸/۵۷ھ

---

۱ ان من امر امرأة حتى ترتد عن الاسلام لتبين من زوجها فهو كافر الى قوله فى المضمرات وتجبر **المرأة** على الاسلام ..... وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها الاوّل (تاتارخانيه ص ۵۲۶/ج۵/ احكام المرتدين، فى تعليم الكفر، طبع ادارة القرآن كراچى. مجمع الانهر ص۵۴۷/ج ۱/ باب نكاح الكافر، طبع دارالكتب العلميه بيروت. بحر كوئٹه ص ۲۱۵/ج۳/ باب نكاح الكافر)

۲ أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفور ولايجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة (روح المعانى ص ۲۳۶/ج۱۵/ سوره تحريم تفسير الاية ۸، طبع دارالفكر بيروت. شرح للنووى على الصحيح المسلم ص ۳۵۴/ج۲/ كتاب التوبة، طبع مكتبه سعد ديوبند)

۳ وينبغى ان يكون التعريف اوّلا باللطف والرفق ليكون ابلغ فى الموعظة والنصيحة ثم بالتعنيف لابالسب والفحش. (عالمگيرى ص ۳۵۲/ج۵/ طبع كوئٹه) كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو الخ. وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق واخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم وتخولهم بالموعظة الحسنة شرح للنووى على الصحيح المسلم ص۵۴/ج ۱/ باب بيان ان الدين النصيحة، طبع مكتبه سعد ديوبند)

۴ لوعلم انهم يضر بونه ولايصبر على ذٰلک ويقع بينهم عداوة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امامت چھوڑ کر کوئی اور کام کرنا

سوال:۔ میں ایک بستی میں امامت کا کام کرتا ہوں پچاس روپیہ ماہوار پر مگر عزت نہیں ہے، نیز خواہش نفسانی بڑھ جاتی ہے جب گھر پر ہوتا ہوں نفس بھی تابع رہتا ہے اور دل چاہتا ہے کوئی فری کام کروں، اب بتلایئے میں کیا کروں جب کہ امامت ۱۲/سال سے کرتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امامت کو محض پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ دینی خدمات مسجد کی آبادی جماعت کی پابندی خدا کی رضامندی کی نیت ہونی چاہئے، اگر تنخواہ میں گذارہ نہیں ہوتا تو کوئی دوسرا بہتر کام کر سکتے ہیں، اپنی مصالح کو خود ہی سمجھ لیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جس نے نس بندی کرائی ہو اس کی امامت

سوال: زید اپنی بستی کی مسجد کا امام ہے چند سال قبل زید دہلی جامع مسجد کے امام کے حسب فتویٰ خصی ہو گئے زید کے پیچھے لوگ طوعاً وکرہاً اقتدا کرتے ہیں آیا زید کی امامت شرعاً درست اور صحیح ہے یا نہیں؟ لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن امام صاحب کے فتوے کے متعلق آپ نے لکھا ہے خود ان کے پیچھے اس فتوے کی وجہ

(**گذشتہ کا بقیہ**) ویهیج منه القتال فترکه افضل (عالمگیری ص ۳۵۳/ج۵/ طبع کوئٹہ) کتاب الکراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو. شرح للنووی علی الصحیح المسلم ص ۵۴/ج ۱/ باب بیان ان الدین النصیحة، طبع مکتبه سعد دیوبند)

سے لوگوں نے نماز پڑھنی چھوڑ دی تھی اور ان کو مصلیٰ سے ہٹا دیا تھا لیکن اب وہ اپنے فتوے سابق کے خلاف تقریر کرتے ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۹/۴ھ

غیر سید کے پیچھے سید کی نماز!

سوال:۔ اگر کوئی سید گھرانے کا عالم مگر قاری نہیں ہے، قرآن کچھ حسن صوت سے اٹک اٹک کر پڑھے اور قاری کسی نیچے خاندان کا ہے تو سید کا اس قاری کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اقتداء درست ہو جائے گی، یہ بات نہیں ہے کہ سید کی نماز غیر سید کے پیچھے اس کی اہلیت کے باوجود درست نہ ہو[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[۱] واما خصاء الآدمی فحرام الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۵۷ ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع ویکره امامة عبد و اعرابی وفاسق قال الشامی لعل المراد به من یرتکب الکبائر الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۸ ج۲، باب الامامة. الفتاوی الهندیه ص۳۵۷/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ. خانیه علی هامش الهندیه ص۴۰۹/ج۳/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الختان.

[۲] والأحق بالامامة الأعلم بأحکام الصلاةثم الأحسن تلاوة ثم الأورع الخ الدر المختار علی الشامی زکریا، ص۲۹۴/ج۲/ باب الامامة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : فاسق کی امامت

فاسق کی امامت

سوال: زید ایک جگہ امامت کرتا ہے وہ افعال قبیحہ میں بھی شرکت کرتا ہے مثلاً ناچ دیکھنا، سنیما دیکھنا، گندے اور فحش مذاق کرنا۔ دین کا مذاق اڑانا وغیرہ وغیرہ کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کی اقتداء کرنا جائز ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے کو امام بنانا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فاسق کی امامت

سوال:۔ فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بصورت اول مع الکراہت یا بغیر کراہت۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علیٰ ان کراھة تقدیمه

---

[1] لو قدموا فاسقا یاثمون بناءً علیٰ ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم (غنیة ص ۵۱۳/ فصل فی الإمامة، طبع لاھور، شامی کراچی ۵۶۰ ج ۱ مطلب البدعة خمسه اقسام، باب الامامة)

کراهة تحریم لعدم اعتنائهٖ بامور دینه وتساهله بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ما ینافیها بل هو الغالب بالنظر الیٰ فسقه ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلاً عند مالک[۱] اھ غنیه ص ۴۷۹ لیکن اگر اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی نہ ہو تو مجبوری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۱۱/صفر ۵۶ھ

امامتِ فاسق

سوال:۔ زید ایک دار العلوم میں تعلیم وتدریس دیتا ہے اور جامع کا خطیب بھی ہے بکر اس کا تلمیذ رشید ہے زید اس کے ساتھ لواطت کرتا ہے زید کی اس حرکت شنیعہ سے مطلع ہونے کے بعد بکر سے حلف دے کر دریافت کیا جاتا ہے وہ (بکر) اس حرکت کا اعتراف کرتا ہے تو کیا ایسے خطیب کی امامت شرعاً جائز ہے؟

زید عرصہ دو سال سے ایک دار العلوم میں درس وتدریس کرتا ہے اور ایک سال سے جامع کا خطیب بھی ہے زید چند طلباء سے لواطت کا مرتکب ہوا چنانچہ نہایت خلوص اور ادب سے زید سے استفسارات کئے گئے جس پر زید نے انکار کیا اور قسمیں اٹھائیں زید ہر بڑی اور چھوٹی بات پر قسمیں اٹھانے کا عادی بھی ہے۔ عمر نے تفتیش حالات کے لئے گرد ونواح کے شہروں میں سے (جہاں زید قبل ازیں رہ چکا تھا اور جہاں اس کے شاگرد اور آشنا ہیں) پتہ لگایا تو خلاف زید ہی شہادت ملی اب ضروری معلوم ہوا کہ لواطت کردہ شدگاں سے بھی پوچھنا لازمی ہے چنانچہ

---

[۱] غنیة المستملی ص ۵۱۳/ لاهور، وغنیة مطبوعه رحیمیه ص ۴۷۹/ فصل فی الامامة. مجمع الانهر ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت. شامی کراچی ص ۵۶۰/ ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الإمامة.

بکر اور دوسرے طالب علم بلائے جن کا پتہ مل سکا بکر نے مسجد میں بیٹھ کر ایک مستند عالم اور ایک مدیر اخبار کی موجودگی میں حلفیہ تمام واقعات صحیح طور پر الم نشرح کر دیئے کہ زید فی الواقع اور دیگر طلباء سے اس جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ فتویٰ صادر فرما کر عندی مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ کیا زید خطیب رہ سکتا ہے یا ایسی دینی درسگاہ کا مہتمم رہ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب تک وہ پختہ توبہ نہ کرے اور دوسرا امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے بلکہ اس دوسرے آدمی کو امام بنانا چاہئے۔ کرہ امامة العبد والاعمیٰ والاعرابی وولد الزنا الجاهل والفاسق[1] اھ۔

فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۸/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف یکم رمضان ۵۵ھ

اگر شرعی ثبوت ان واقعات کا موجود ہے تو مفتی صاحب کا جواب صحیح ہے محض شبہ کی بناء پر یا کسی لڑکے یا غیر معتبر شخص کے کہنے کا اعتبار نہیں۔ سعید احمد غفرلہ

امامت فاسق

سوال:۔ جو شخص خائن فاسق فاجر ہو اس کی امامت وان الفجار لفی جحیم کے تحت کیسی ہے اور نیز فاسق وفاجر کی کھلی علامتیں کیا کیا ہیں۔

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة . الدر المنتقی ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل فی الجماعة، دار الکتب العلمیه بیروت. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس من هو احق بالامامة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

فاسق وفاجر کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۱] بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا صالح شخص موجود ہو[۲] فاسق وہ شخص ہے جو کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حافظ فاسق کی امامت

سوال:۔ ایک شخص حافظ قرآن ہے لیکن وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے اور یہ حافظ صاحب رمضان المبارک میں قرآن شریف بھی سناتے ہے اور جس مسجد میں یہ حافظ قرآن شریف سناتے ہیں اس میں حافظ صاحب معین ہیں جو کہ تمام سال اس مسجد میں امامت کراتے ہیں یہ امام صاحب اس کے پیچھے تراویح کی نماز اور عشاء کے فرض وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور اہل محلّہ میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے ہماری تو نماز نہیں ہوتی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب مکمل اور مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سائل نے ان حافظ صاحب کے فسق کی کوئی تفصیل بیان نہیں کہ بلکہ مجمل سوال کیا لہٰذا

---

۲ ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ مصری، باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۶۰. کبیری ص ۵۱۳ لاهور الاولی بالامامة.

۳ هٰذا ان وجد غیرهم (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ مطلب فی امامة الامرد، باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، باب الامامة

۴ المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی (شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل البدعة خمسة اقسام، باب الامامة

جواب مطلق فاسق کی امامت کا دیا جاتا ہے اب اس کی تحقیق خود سائل کے ذمہ ہے کہ صورت مسئولہ میں فاسق کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔

فاسق کو امام بنانا مطلقاً نماز میں خواہ، نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ ہو۔ مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس سے بہتر متبع سنت مسائل نماز سے واقف امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔

لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علیٰ ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الیٰ فسقه[1] اھ کبیری ص ۴۷۹. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سارنپور ۲۳/ج ۱/۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

جھوٹے کو امام ومؤذن بنانا

سوال: ۔ زید کی کذب بیانی پایہ تکمیل کو پہونچ گئی ہے، دھوکے باز ہے جھوٹے کیس علماء واہل اللہ پر ڈالے تو کیا اس کو مؤذن رکھا جاسکتا ہے اور امام بنایا جاسکتا ہے۔ اس کی مؤذنی اور امامت دائمی طور پر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی ہے[2] اور مؤذن بنانا بھی مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

---

[1] کبیری رحیمیه ص ۴۷۹ کبیری لاهور ص ۵۱۳، فصل فی الإمامة، شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الإمامة. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری.

[2] ملاحظہ ہو حوالۂ بالا۔

[3] ویکره اذان جنب وفاسق (الدر) وظاهر ان الکراهة تحریمیة (شامی ص ۳۹۲/ج ۱/ مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب، باب الاذان. عالمگیری ص ۵۴/ج ۱/ الباب الثانی فی الاذان، مطبوعه کوئٹه. بحر ص ۲۶۳/ج ۱/ باب الأذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

زانی کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ صاحب کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اوراس کو سمجھایا مگر وہ اپنی اس حرکت بد کو نہیں چھوڑتا میں نے ان سے کتنی ہی مرتبہ یہ بھی کہا کہ تم نماز مت پڑھایا کرو تمہارے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے اس لئے حضور سے اس مسئلہ کا فتویٰ تحریراً دریافت ہے تاکہ میں حافظ صاحب کو دکھادوں اور چار آدمی اس کے شاہد ہیں۔

الجواب حامداًوّمصلیاً!

زنا کا ثبوت زانی کے اقرار یا چار عینی ثقہ شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے بغیر اس کے ثبوت نہیں ہوتا۔[1] اگر شرعی ثبوت ہے اور امام نے توبہ نہیں کی تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ اس سے بہتر امامت کے لائق موجود ہو۔ اگر شرعی ثبوت نہیں تو محض بدگمانی کی بنا پر اس کو زانی کہنا جائز نہیں البتہ امام کو اپنا چال چلن ایسا رکھنا ضروری ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔[2]

ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق وکراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم الخ درمختار وشامی.[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ویثبت **بشهادة** اربعة رجال فی مجلس واحدٍ بلفظِ الزنا ویثبت ایضاً باقراره اربعاً فی مجالسه الاربعة (ملخصاً الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۹/۷ ج۴ کتاب الحدود. عالمگیری ص۱۴۳/ج۲/ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه. بحر ص۴ تا ۶/ج۵/ اول کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] اتقوا مواضع التهم الحدیث (کشف الخفاء ص۴۴/ج۱/ رقم الحدیث ۸۸، مطبوعه بیروت لبنان) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت

سوال:۔ زید وعمر مثلاً آپس میں ہمزلف ہیں اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ مذاق کرتا ہے اور دواعیِ جماع کا ظاہراً ارتکاب کرتا ہے۔ اسی بناء پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا لہٰذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں لہٰذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یا ظالم اور مظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے۔ سالی کو پردہ کرنا لازم ہے۔ تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے۔[1] اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کے لئے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا اس کو ایسا ہی کرنا چاہئے[2] ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں، زید البتہ خطاوار ہے اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے ورنہ وہ منصبِ امامت سے علیٰحدہ کرنے کے قابل ہوگا۔ جن

(گذشتہ کا بقیہ) ۳ الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/و ۵۶۰/ج ۱/ شامی نعمانیہ ص ۳۷۶/ج ۱/ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. بحر ص ۳۴۸/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، باب الإمامة، حلبی کبیری ص ۱۴-۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) ۱ الخلوة بالاجنبية حرام (الدر المختار مع الرد ص ۳۳۵ ج ۵ نعمانیه، شامی کراچی ص ۳۶۸ ج ۶ فصل فی النظر والمس کتاب الحظر والاباحة.

۲ هو (حدیث النهی عن الکلام) دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیتهٗ (المفهم ص ۹۸ ج ۷ کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیة، مطبوعه بیروت)

لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۵ھ

سالی کے ساتھ زنا سے نہ روکنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص کی سالی سے دوسرا شخص زنا کرتا ہے کیا پہلا شخص دیّوث ہوگا یا نہیں اور اسے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وہ شخص دیوث نہیں[۲] البتہ اگر باوجود قدرت کے زنا سے نہیں روکتا تو گنہگار ہے[۳] اور اگر سالی اس کی پرورش میں ہے پھر نہیں روکتا تو انتہائی بے غیرتی ہے اور ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے، زانی کی امامت کا ناجائز ہونا بالکل ظاہر ہے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۱/شعبان ۵۸ھ

---

[۱] وینظر من الاجنبیة الیٰ وجهها و کفیها فقط وهٰذا فی زماننهم واما فی زماننا فمنع من الشابة (شامی کراچی ص ۳۷۰ ج ۶، شامی نعمانیه ص ۲۳۷ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس)

[۲] الدیوث هو من لا یغار علی امرأته او محرمه (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۷۰/ج ۴/ باب التعزیر، بعد مطلب فی الجرح المجرد. البحر ص ۴۴/ج ۵/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، طبع کوئٹه.

[۳] ان تارک النهی عن المنکر کمرتکب المنکر (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۷۴/ج ۳/ الجزء السادس، سورۂ مائده تحت آیت ۶۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۴] ویکره إمامة عبد إلی قوله وفاسق من الفسق وهوالخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الربا ونحو ذلک. شامی کراچی ص ۵۵۹، ۵۶۰/ باب الامامة.

امام صاحب اگر غلط مذاق کریں تو کیا حکم ہے

سوال:۔امام صاحب وضوء کی جگہ بیٹھ کر گندہ گندہ مذاق کرتے ہیں، اور بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جس سے جماعت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے اور مسجد کی صفائی بند ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ یہ چیز آپ کے منصب کے خلاف ہے اس سے احتیاط فرمائیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۴/۶ھ

زانی کی توبہ کے بعد امامت!

سوال:۔اگر زانی ایک مرتبہ زنا کرلے تو اس کے پیچھے کتنے روز تک نماز مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زانی کی توبہ پر جب وثوق ہو جائے اور وہ اعمال صالحہ اختیار کرے اور اعمال سیئہ سے اجتناب کرنے لگے تو اسکی امامت درست ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولاالفاحش ولاالبذی رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ۴۱۳، کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ(مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶/ مطبع یاسر ندیم دیوبند، باب الاستغفار، الفصل الثالث)

ترجمہ:۔گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

چغل خور کی امامت

سوال:۔ جو آدمی چغلخوری کرتا ہو اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چغل خوری کبیرہ گناہ ہے[۱] اگر امام اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

مرتکب کبائر کی امامت

سوال:۔ ایک شخص کسی محلّہ کی مسجد میں امام ہے اکثر اوقات محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں بہت باتوں میں جھوٹ کہنا بھی ثابت ہوا۔ عفیفہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی کسبی وغیرہ ناشائستہ الفاظ کہے۔ چنانچہ ایسی بے گناہ عورت پر تہمت زنا لگانے کی وجہ سے ایک دفعہ سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر ہو کر ماخوذ ہو کر قانوناً جرم ثابت ہونے کے بعد تیس روپیہ جرمانہ بھی دیا ہے اور بھی بعض بعض باتیں مثلاً بیگانہ عورتوں کے سینہ پر ہاتھ پھیرنا۔ چوتڑ پر تھپڑ مارنا۔ کپڑا پکڑ کر کھینچنا وغیرہ افواہ ان کی بابت سنی جارہی ہے اب شرعاً ایسے آدمی کو فاسق

---

[۱] النميمة من الكبائر اى من الذنوب الكبائر (عمدة القارى ص ۱۲۹/ج ۱۱/ الجزء الثانى والعشرون، باب النميمة من الكبائر، كتاب الادب، مطبوعه دارالفكر بيروت. شامى كراچى ص ۵۶۲/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فى امامة الامرد)

[۲] وكذا تكره خلف امرد الى قوله وشارب الخمر واكل الربا ونمَّام (شامى كراچى ص ۵۶۲/ج ۱/ شامى نعمانيه ص ۳۷۸/۱/ مطلب فى امامة الامرد، باب الامامة. مجمع الانهر ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل فى الجماعة، دارالكتب العلميه بيروت.

کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر شرعاً یہ فاسق ٹھہرا تو اس کے پیچھے جمعہ جماعت مکروہ ہے یا بلا کراہت جائز ہے اگر مکروہ ہے تو کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، واضح رہے کہ محلّہ کے اکثر مصلیوں کو ان کے عیوب پر واقفیت ہونے کی وجہ سے رغبت اٹھ گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔

اگر وہ شخص مذکور بزور امام رہے تو جمعہ جماعت میں انتشار پیدا ہو کر سوائے چند ان کے قریبی رشتہ داروں کے سارے مصلیان کا دوسری مسجدوں میں منتقل ہونیکا قوی اندیشہ ہے اب کیا اس شخص کو شرعاً امام رکھنا ضروری ہوگا یا ان کو معزول کر کے کسی نیک چلن آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیبت کرنا کسی پاکدامن پر تہمت لگانا وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں اور ایسے امور کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امور مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہئے بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہئے۔ اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکور کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے۔ اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیٰحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کر دیا جائے۔ اگر اس کی علیٰحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شخص مذکور کے پیچھے بھی نماز مکروہ نہ ہوگی۔ اعلم ان الغیبة حرام بنص الکتاب العزیز وشبه المغتاب باکل لحم اخیه میتاً اذ هو اقبح من الاجنبی ومن الحی[1]

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۶۲ ج۵ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة.

شامی ص ۲۶۲ ج۵ هو (القذف) من الكبائر باجماع الامة فتح[1] ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق تنوير، قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذٰلک كذا في البرجندي اسماعيل وفي المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدىٰ بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجداماماً غيره اه قال في الفتح وعليه فيكره في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر علىٰ قول محمد المفتي به لانه بسبيل الى التحول اه رد المحتار[2] ص ۵۸۴ لو قدموا فاسقاً ياثمون بناء علىٰ ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه كبيرى[3] ص ۴۷۹۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۸/۵۵ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۹/شعبان ۱۳۵۵ھ

معاصی متعددہ کے مرتکب کی امامت

سوال:۔(۱) جو شخص ہمیشہ اپنی نماز پنجگانہ ادا نہ کرتا ہو بلکہ دیکھا دیکھی کبھی کبھی نماز پڑھتا ہو یا اگر کہیں مسجد میں کبھی کسی نے امام بنایا ہو تو نماز ادا کر لی ورنہ نہیں۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنایا جاوے یا نہیں؟

---

[1] شامی نعمانیه ص ۱۶۶/ج۳. شامی کراچی ص ۴۳/ج۴/ باب حد القذف. فتح القدير ص ۳۱۶/ج۵/ باب حد القذف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] شامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة.

[3] كبيرى رحيميه ص ۴۷۹ كبيرى لاهور ۵۱۳ الاولى بالامامة، فصل في الامامة.

جو شخص نماز پنج گانہ ہمیشہ ادا کرتے ہیں ان کی نماز ایسے شخص کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اس شخص کو ایک مرتبہ بستی والوں نے مسجد سے بنظر حقارت علیحدہ کر دیا ہو اور یہ پھر دوبارہ آنے کی کوشش کر رہا ہو اور اس کی کوشش میں اگر کوئی دوسرا آدمی بستی والے اپنی مسجد میں امام بنانے کو لا رہے ہوں تو یہ امام اپنی طمع نفسی کی وجہ سے ایسے شخص کی برائی کرے اور لوگوں کو اس آدمی کی ناجائز اور جھوٹی برائی کرے جو ہمیشہ علاوہ نماز پنجگانہ ادا کرنے کے نفل اور نماز اشراق بھی ادا کرتا ہے۔

(۳) یہ کہ جس وقت یہ شخص جس کے لئے دریافت کیا جا رہا ہے۔ دوبارہ بستی مذکورہ میں اپنے امام ہونے کی خواہش میں آیا ہے اس کو بستی مذکورہ کے باشندے اس کے سامنے یہ لفظ کہیں کہ میاں جی صاحب ہم تم کو دوبارہ امام رکھ لیتے لیکن تمہارے اندر چار عیب سخت ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا ہیں؟ بستی والے بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ ہیں:

(۱) ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تم سوتے رہتے ہو۔

(۲) اگر تمہارے ہم عمر تم کو سونے سے کبھی آ کر جگا دیویں تو تم اذان بے وضو مسجد میں جا کر پڑھ دیتے ہو۔

(۳) جب کہ تم نوجوان ہو اور تمہاری بیوی نوجوان ہے اور تم اپنے بستر راحت پر لیٹے ہوئے ہو ہمیں کیا معلوم کہ تم غسل کئے ہوئے ہو یا تم کو غسل کی حاجت ہے ہمارے اٹھانے پر اور جگانے پر تم اٹھ کر مسجد میں فوراً مصلیٰ پر آ کر جماعت کرا دیتے ہو۔

(۴) تم اکثر مویشی رکھتے ہو جس کے واسطے گھاس وغیرہ کو تم گھسیارے کی شکل ہو کر ہمارے کھیت وغیرہ میں کام کرتے ہو۔ ہم لوگ دور سے کیا شناخت کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام مسجد ہیں اگر ہم کوئی لفظ گستاخانہ گھسیارہ سمجھ کر کہتے ہیں تو بے ادبی ہے۔ اس لئے یہ دریافت طلب ہے کہ ایسی حالت جس شخص کی ہے اس کو امام مسجد بنایا جاوے یا نہیں اور جو شخص نماز پنجگانہ کا نمازی ہے اس کی نماز ایسے شخص کے ساتھ ہو جائے گی یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنے جانوروں کے لئے گھاس کھود کر جائز طریقہ سے لانا اور محنت مزدوری کرنا شرعاً کوئی عیب کی چیز نہیں اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا اور گھسیارہ یا کوئی اور لفظ تحقیر وتذلیل کی نیت سے کہنا کسی کو بھی جائز نہیں[۱]۔ اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے۔لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ وضو سے کہی جائے[۲] جو شخص اپنے مکان سے اپنی بیوی کے پاس سے آیا ہے اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ بے غسل ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں یہ گمان لغو اور ممنوع ہے[۳]۔ البتہ اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو غسل کی حاجت ہے تو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے[۴]۔غیبت کرنا حرام ہے[۵]۔ پنجگانہ نماز فرض عین ہے اس کا تارک فاسق ہے[۶]۔ پس شخص مذکور کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۷] خصوصاً جب کہ دوسرا نیک آدمی امامت

---

[۱] ان کل مایکرہ الانسان اذا نودی بہ فلا یجوز (قرطبی ص ۲۹۸/ ج۸/ الجزء السادس عشر سورۂ حجرات تحت آیت ۱۱/ طبع دار الفکر بیروت، عن رافع بن خدیجؓ قال قیل یا رسول اللّٰہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور رواہ احمد قال علی القاری عمل الرجل بیدہ ای من زراعۃ أو تجارۃ أو کتابۃ أو صناعۃ مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۸ ج۳ باب بلا عنوان بعد الکسب، الفصل الثالث، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

[۲] وینبغی ان یوذن ویقیم علی طھر فان اذن علی غیر وضوء جاز .....فکان الوضوء فیہ استحباباً (ھدایۃ ص ۷۴ ج ۱ باب الاذان)

[۳] یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم، سورۃ الحجرات الأیۃ. ۱۲

ترجمہ:۔اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں۔

[۴] لا تصح امامتہ (ای امامۃ غیر الطاھر) لطاھر(مراقی مع الطحطاوی ص ۲۳۴ باب الامامۃ (مصری)

[۵] ان الغیبۃ حرام بنص الکتاب العزیز (شامی نعمانیہ ص ۲۶۲ ج۵ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحۃ)

[۶] وتارکھا عمداً مجانۃ ای تکاسلاً فاسق (شامی نعمانیہ ص ۲۳۵ ج ۱. شامی کراچی ص ۳۵۲/ ج ۱/ اول کتاب الصلاۃ)

[۷] ان امامۃ الفاسق مکروھۃ تحریماً (طحطاوی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ. شامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱. شامی نعمانیہ ص ۳۷۶/ ج ۱/ باب الامامۃ، قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام)

کے لائق تہجد گذار موجود ہے۔ ایسے غیر پابندِ نماز اور غیبت کرنے والے کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جاوے۔ تاہم اگر وہ توبہ کرلے اور جس کی غیبت کرتا ہے اس سے بھی معاف کرالے اور نماز وجماعت کا پابند ہوجائے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱۲/۵۷ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ ۵۷ھ

مرتکب مکروہ کی امامت

سوال:۔ مکروہات کے مرتکب اور سنت ومستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکروہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ ہیں پورا یاد نہیں کبھی تراویح نہیں پڑھتے کانوں سے بہرے ہیں مگر جمعہ وعیدین کی امامت ضرور کرتے ہیں۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

---

[1] کرہ امامة الفاسق (مراقی) والفسق شرعاً خروج عن طاعة الله تعالیٰ بارتکاب کبیرة قال القهستانی ای او اصرارٍ علیٰ صغیرةٍ (طحطاوی ملخصاً ص ۲۴۵ فصل فی بیان الاحق بالامامة (مصری)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھا دیتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے[۱] لیکن ان کو چاہئے کہ وہ خود ہی امامت سے دست بردار ہو جائیں۔ تراویح مستقل ترک کرنا ایک سنت کو ترک کرنا ہے جس کا انجام عتابِ الٰہی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۴ھ

جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اس کو امام مقرر کرنا

سوال:۔ زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں مگر وہ امامت کرانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہل محلّہ اس کے واسطے کچھ ٹھہرا کر اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو وہ

---

[۱] صلی خلف فاسق نال فضل الجماعة افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد (شامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ باب الامامة قبیل مطلب فی امامة الامرد. البحرالرائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه. قاضی خان علی الهندیه ص ۹۲/ ج ۱/ فصل فیمن یصح الاقتداء به، مطبوعه کوئٹه)

[۲] (الف) ان اصل التراویح سنة عین فلو ترکها واحد کُرِهَ (شامی کراچی ص ۴۵/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، باب الوتر والنوافل)

(ب) ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعة لقوله علیه الصلوٰة والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اه وفی التحریر ان تارکها یستوجب التضلیل واللوم والمراد الترک بلا عذر علی سبیل الاصرار (شامی کراچی ص ۱۰۴/ ج ۱/ مطلب فی السنة، کتاب **الطهارة**. طحطاوی علیٰ المراقی ص ۵۱/ فصل سنن الوضوء، مطبوعه مصری. النهرالفائق ص ۳۵/ ج ۱/ کتاب الطهارة، دارالکتب العلمیه بیروت.

نماز مکروہ ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو وہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی اگر بغیر کچھ ٹھہرائے اس خیال سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک زید نماز کا عادی نہیں تو فاسق تھا اس کی امامت مکروہ تحریمی تھی[۱]۔ جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی کچھ ٹھہرا کر امامت کرائے یا بلا ٹھہرائے دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے رہا نیت کا حال سو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فجر کے وقت سوئے رہنے اور کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے کی امامت

سوال:۔ زید ایک مسجد کا امام ہے، ساتھ ہی بچوں کو تعلیم کا بھی کام ان کے ذمہ ہے۔ امام موصوف بسا اوقات فجر کی نماز مقتدیوں کے بار بار بلانے پر بھی نہیں پڑھاتے۔ تو عاجز آ کر دوسرے آدمی کو پڑھانا پڑتا ہے اور امام صاحب سوئے رہتے ہیں۔ کچھ کم سن بچے ایسے بھی ہیں جن کی عمر بارہ چودہ برس کی ہوگی، اپنے کمرہ میں بند کر لینے کے بعد ان بچوں کے ساتھ کیا

---

[۱] ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً (طحاوی علی المراقی ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامة. شامی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ ج ۱/ الفصل السادس، من هو احق بالامامة، مطبوعه کراچی)

[۲] اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ الحدیث (مشکوٰة شریف ص ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

معاملہ ہوتا ہے، وہ اللہ جانے لیکن بار بار ایسا دیکھنے کے بعد جب ان سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ کمرہ بند کر کے ان سے کچھ خدمت کرا لیتے ہیں۔ جس پر سائل نے ان سے کہا کہ خدمت کرانے کے لئے کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس پر قطعاً ان کا دھیان نہیں۔ ایسی شکل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ امامِ موصوف کا یہ عمل ان کے لئے اچھا ہے؟ اگر نہیں تو امامت کے منافی تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نیند کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے بیدار نہیں ہو پاتے تب تو ان کو علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ اس کا انتظام ضروری ہے کہ وقت پر بیدار ہو جایا کریں، رات کو بعد عشاء جلد سو جائیں، گھڑی الارم کا انتظام کیا جائے۔ ایسی جگہ اور اس طرح سوئیں کہ ان کو بیدار کرنا سہل ہو، مؤذن یا کوئی اور شخص بیدار کر دیا کریں۔ اگر امام صاحب اسکی فکر اور انتظام نہ کریں بلکہ لاپرواہی سے رہیں جب چاہیں پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، وقت پر اٹھیں یا سوتے رہ جائیں، نماز ادا ہو یا قضا ہو جائے ان کو پرواہ بھی نہ ہو تو پھر وہ علیحدہ کئے جانے کے قابل ہوں گے[1]، ایسے بچوں کو بند کمرہ میں ساتھ رہنے سے پرہیز کریں جن سے تہمت کا اندیشہ ہو اور دوسروں کو بھی تہمت لگانے سے بچنا ضروری ہے یہ سخت معصیت ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔ ۹۲/۹/۳ھ

---

[1] ویکرہ امامة عبد و فاسق واعمی (شامی زکریا ص۲۹۸/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. تاتارخانیه ص۶۰۳/ج۱/ الفصل السادس من احق بالامامة، مطبوعه کراچی. طحطاوی ص۲۴۵/باب الامامة، مطبوعه مصری.)

[2] لیس شئ من العصیان اعظم من البهتان (شرح الفقه الاکبر ص۱۹۶/ مطبوعه رحیمیه دیوبند)

تارک نماز کی امامت

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی ہے جس کا کام ذبح وکفن ودفن کا ہے اوراس نے کبھی ہر روز کی نماز اورعیدین کی نماز وخطبہ نہیں پڑھی اور نہ پڑھائی اس پر بھی وہ کہتا ہے کہ عیدین کی نماز پڑھانے والا میں ہوں اور یہ میرا ہی حق ہے اس میں جماعت کا کوئی حق نہیں میرا ہی رائٹ ہے۔ کلکٹر کو فریب دے کر اپنا رائٹ لے کر آیا ہے۔ اس لئے ہم جماعت والے کورٹ میں مقدمہ چلانے والے ہیں کہ پیش امام مسجد کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے یا کہ ملاں کی طرف سے؟ اس باب میں مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو ہر روز کی نماز پابندی سے نہ پڑھتا ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ **وکره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة اھ (مراقی الفلاح) كون الكراهة فی الفاسق تحريمية اھ (طحطاوی[1] ص ۱۶۵)۔**

امام مقرر کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے پھر اس کے خاندان والوں کو اولا دوغیرہ کو پھر اہل محلّہ کو لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے۔ **البانی الاولی بنصب الامام والمؤذن وولدالبانی وعشيرته اولیٰ من غيرهم بنیٰ مسجداً فی محلة فنازعه بعض اهل المحلة فالبانی اولی مطلقاً وان تنازعوا فی نصب الامام والموذن مع اهل المحلة ان كان مااختاره اهل المحلة اولی من الذی اختاره البانی فمااختاره اهل المحلة اولیٰ وان كانا سواء**

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۵ باب الامامة، طبع مصر. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ ج ۱/ الفصل السادس من هو احق بالامامة، مطبوعه كراچی. حلبی كبيری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

فمنصوب البانی اولیٰ اھ (اشباہ[1] ص ۱۴۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تارک فرض کو امام بنانا

سوال:۔ایک شخص فرض نماز کا تارک ہے تو اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کو تراویح کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جو فرض نماز ترک کرنے کا عادی ہے اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو امام نماز کی پابندی نہ کرے اس کا حکم

سوال:۔زید بکر کی مسجد کا امام ہے زید کو مسجد کی طرف سے تنخواہ اور نمازیوں کی طرف سے کھانا پابندی سے ملتا ہے زید زیادہ تر سوتا رہتا ہے یہاں تک کہ نماز کا مقررہ وقت نکل جاتا ہے اور بعض اوقات اپنے ذاتی کاروبار یعنی تجارت کی غرض سے دن بھر غائب رہتا ہے اور لوگ فرداً فرداً نماز پڑھ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے

---

[1] الاشباہ ۱۰۴ کتاب الوقف، الفن الثانی فن الفوائد، طبع اشاعة الاسلام دهلی. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۳۰/ ج۴/ کتاب الوقف قبیل مطلب فی الوقف المنقطع الخ. البحر الرائق ص ۲۳۲/ ج۵/ کتاب الوقف، مطوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ویکره امامة عبد وفاسق واعمی وفی الشامیة بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم الخ. (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۸تا۲۹۹/ ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

والوں کو بوجہ مجبوری امام کے جماعت کا ثواب ملے گا یا اپنی تنہا نماز کا اور اس کا مواخذہ امام سے قیامت میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب امام تنخواہ لیکر امامت کرتا ہے تو اس کو پابندی لازم ہے عموماً اوقات نماز میں مسجد میں حاضر ہو اور تجارت وغیرہ میں مشغول رہنا اوقات نماز میں اور لوگوں کے واسطے بھی جائز نہیں چہ جائے کہ تنخواہ دار امام کے لئے ایسا شخص حق اللہ اور حق العباد ہر دو کو ضائع کرتا ہے ایسی صورت میں مسجد میں جماعت نہ ہونے کی ذمہ داری امام کے سر ہے مقتدیوں کو چاہئے کہ امام سے پابندی وقت کا مطالبہ کریں اگر امام پابندی نہ کرے تو اس کی تنخواہ وضع کرلیں[1] اور اس کی عدم حاضری کی صورت میں کسی دوسرے شخص کو امام بنا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تنہا تنہا نہ پڑھیں اگر امام پھر بھی پابندی نہ کرے تو اس کو علیٰحدہ کر کے کسی دوسرے لائق اور پابند کو امام بنائیں اگر کبھی اتفاقیہ طور پر امام کو ضرورت کی وجہ سے کہیں جانا ہو تو مقتدیوں کو اطلاع کر کے یا اپنا نائب مقرر کر کے جانا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۲۴/۶/۶۱ھ

تارک جماعت کی امامت

سوال:۔ تارک جماعت کی امامت جمعہ وعیدین میں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ماعمل الخ (الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۷۰/۶/ باب **الاجارۃ** الفاسدۃ، مطلب لیس للاجیر الخاص ان یصلی النافلۃ)

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوشخص بلا عذر ترک جماعت کا عادی ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بحالت مجبوری اس کے پیچھے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

قال فی شرح المنیة والاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکھا بلا عذر یعزر وترد شھادتہ ویاثم الجیران بالسکوت عنہ وقد یوفق بان ذالک مقید بالمداومة علی الترک کما ھو ظاھر قولہ ﷺ لا یشھدون الصلوٰة اھ رد المحتار[1] ج ۱ ص ۳۷۱ کراھة تقدیمہ کراھة تحریم[2] اھ ج ۱ ص ۳۷۶ شامی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کاروبار کی وجہ سے تارک جماعت کی امامت!

سوال: زید کاروباری مصروفیات کی بنا پر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز ہو جائے گی مگر اس کو امام بنانا مکروہ ہے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] شامی نعانیہ ص ۳۷۱/ ج ۱. شامی کراچی ص ۵۵۲/ ج ۱. البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۴۵/ ج ۱/ باب الإمامة، قبیل مطلب فی تکرار الجماعة، باب الامامة. کبیری شرح منیة المصلی ص ۴۷۵/ فصل فی الامامة، طبع مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

[2] شامی نعمانیہ ص ۳۷۶ ج ۱، شامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱ باب الإمامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص ۵۱۳/ کتاب **الصلوة**، فصل فی الامامة، طبع لاھور. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵، فصل فی بیان الأحق بالامامة.

(باقی اگلے صفحہ پر)

مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت!

سوال:۔ زید ایک مسجد میں امام ہے اور حفظ کے بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے جس کی وجہ سے دو تنخواہیں الگ الگ ملتی ہے۔ مذکورہ امام تمام وقت کی سنتیں نہیں پڑھتا، خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، کہے جانے پر کہتے ہیں کہ غیر مؤکدہ نہ پڑھنے پر کوئی بات نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں لیکن ہر وقت قصداً نہ پڑھنا کیسا ہے ان کے اس فعل سے جاہل طبقہ پر بھی اثر پڑتا ہے، اور ان کے شاگرد ایسا ہی کرتے ہیں۔ ایک نمازی صاحب نے ان کے اس فعل پر ان سے کہا بھی جس کا انہوں نے مذکورہ جواب دیا، مسجد زیادہ تر جاہل محلے والوں کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت مؤکدہ کا مستقلاً ترک کرنا اور ترک کی عادت ڈال لینا بدنصیبی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا سبب ہے[1]، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے[2]، سنتوں کا اہتمام چاہئے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) [3] ان تارکها (الجماعة) بلا عذر یعذر وتردشهادته (شامی کراچی ص ۵۵۲ ج ۱ قبیل مطلب فی تکرار الجماعة، باب الامامة شرح منیه ۵۰۹/ فصل فی الامامة، طبع لاهور. بحر کوئٹه ص ۳۴۵/ ج ۱/ باب الامامة. لو قدموا فاسقاً یا ثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، طبع لاهور. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. شامی نعمانیه ص ۳۷۱/ ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب فی تکرار الجماعة)

[1] ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعة لقوله علیه الصلوٰة والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اه والمراد الترک بلا عذر علی سبیل الاصرار (شامی کراچی ۱۰۴ ج ۱/ شامی نعمانیه ص ۷۱ ج ۱. مطلب فی السنة وتعریفها، کتاب الطهارة، حلبی کبیر ص ۳۸۹/ فصل فی النوافل تحت فروع. طحطاوی مع المراقی ص ۵۱/ کتاب الطهارة، فصل فی سنن الوضوء، وکتاب الصلوة، فصل فی النوافل ص ۳۱۵/ طبع مصر)

[2] یکره امامة عبد واعرابی وفاسق .... واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه (شامی زکریا ص ۲۹۹-۲۹۸/ ج ۲/ کتاب الصلوة، باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. مجمع الانهر ص ۱۶۳/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، طبع دارالکتب العلمیه بیروت)

سنت غیر مؤکدہ کا پڑھنا بھی فضیلت کی چیز اور حسنات میں ترقی کا ذریعہ ہے[۱] لیکن اگر کوئی شخص ترک کرے تو اس پر مواخذہ نہیں مگر غیر مؤکدہ کو بھی حقیر اور خفیف سمجھنا درست نہیں[۲] تحفۃ الاخیار میں سنت سے متعلق نہایت اعلیٰ مضامین ومسائل مذکور ہیں استدلال میں حدیث بھی نقل کی گئی ہے[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جو امام سنت نہ پڑھے اس کی امامت

سوال:۔ ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہمارے یہاں پر ایک آدمی نماز پڑھاتا ہے اور عشاء کی سنت نہیں پڑھتا ہے اگر اس کو کہتے ہیں تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں کہنے سے نہیں

---

[۱] عن ام حبیبة قالت سمعت رسول الله ﷺ ما من عبد مسلم یصلی لله کل یوم ثنتی عشرة رکعة تطوعاً غیر فریضة الا بنی الله له بیتاً فی الجنة (مشکوٰة شریف ص ۱۰۳ / ج ۱ / باب السنن وفضائلها، مکتبه یاسر ندیم دیوبند. ترمذی شریف ص ۹۴ / ج ۱ / کتاب الصلوة، باب ماجاء فی من صلّی ثنتی عشرة رکعة من السنة، طبع مکتبه اشرفیه دیوبند)

ترجمہ:۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو مسلمان بندہ ہر روز بارہ رکعت نفل نماز پڑھے فرض کے علاوہ اللہ کے واسطے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔

[۲] ترک السنة لایوجب فساداً ولاسهواً بل **اساءة** لوعامداً غیر مستخف ولوغیر عامد فلااساءة ایضا .... ان السنة احد الاحکام الشرعیة المتفق علی مشروعیتها عند علماء الدین فاذا انکر ذلک ولم یرها شیئاً ثابتاً و معتبراً فی الدین یکون قد استخف بها واستهانها وذلک کفر (شامی زکریا ص ۱۷۰ / ج ۲ / قبیل مطلب فی قولهم الاساءة دون الکراهة، کتاب الصلاة، حلبی کبیر ص ۳۸۹ / فصل فی النوافل، فروع لوترک سنة، طبع لاهور. مجمع الانهر ص ۱۹۴ / ج ۱ / باب الوتر والنوافل) مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار مع حاشیة نخبة الانظار من مجموعة رسائل الکنوی ج ۴ / طبع ادارة القرآن کراچی.

پڑھنے کا اور اذان بھی نہیں دیتا کہتا ہے کہ میرے اوپر واجب نہیں ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کے ذمہ اذان نہیں ہے اس لئے وہ اذان نہیں دیتا تو کوئی حرج نہیں ہے دوسرا آدمی اذان دیا کرے، اگر وہ سنتیں وہاں نہیں پڑھتا ہے اپنے مکان پر یا کسی اور جگہ پڑھتا ہے یا لوگوں کے کہنے سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ کے فرمانے سے پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں اس سے اس کی امامت میں نقصان نہیں آتا ہے، اگر وہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے اور نمازیوں کے کہنے سے ضد ہوگئی ہے تو اس کو سمجھا دیا جاوے کہ یہ ضد ٹھیک نہیں ہے اس کا انجام خراب ہے[1] اور اگر پھر بھی نہ مانے بلکہ سنتوں کو مستقل ترک کردے تو اس سے بہتر متبع سنت کو امام تجویز کرلیا جائے تارک سنت کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رکوع سجدہ میں جلدی کرنے والے کی امامت

سوال:۔ جو نماز میں اس قدر جلدی کرے کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہ کرسکے تو ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنی جلدی کرنا مکروہ ہے امام کو مقتدیوں کی رعایت اس قدر چاہئے کہ جس سے وہ لوگ

---

[1] ان الاثم منوط بترک الواجب او السنة الموکدة لتصریحهم باثم من ترک سنن الصلوات الخمس علی الصحیح.....المراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار (شامی کراچی ص ۴۷۴/ج ۱/ مطلب فی قولهم الاساءة دون الکراهة، باب صفة الصلاة، مطبوعه زکریا ص ۱۷۰ ج ۲، البحر الرائق ص ۳۰۲/ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

بھی کم از کم تین تین مرتبہ رکوع سجدہ میں تسبیحیں کہہ لیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف ۹/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، صحیح: سعید احمد غفرلہ

رشوت خور کی امامت

سوال:۔ رشوت خور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ایک حافظ صاحب کے متعلق شبہ ہے کہ وہ رشوت کا مال بھی کھاتا ہے اور زمین بھی لیتا ہے تو آیا اس صورت میں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس سے بہتر امام موجود ہو تو رشوت خور کو امام بنانا مکروہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

سود خور کی امامت

سوال:۔ زید سود کھاتا ہے اور لوگوں کا سامان رہن پہ سود رکھتا ہے اور فال وغیرہ دیکھتا ہے

---

[۱] ویکرہ ان یعجلهم عن اکمال السنة کذا فی المنیة(عالمگیری ص ۱۰۹ ج ۱ مایکرہ فی **الصلوٰة** الباب السابع، کتاب الصلاة. شامی زکریا ص ۱۹۹ / ج ۲ / باب صفة الصلوة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی)

[۲] ویکرہ امامة عبد واعرابی و فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک (شامی زکریا ص۲۹۸ / ج۲ / قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی مع المراقی ص۲۴۵ / فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. تاتارخانیه ص۶۰۳ / ج ۱ / الفصل السادس اما الکلام فی بیان من هو احق بالامامة، طبع ادارة القرآن کراچی)

اورلوگوں کی قسمت کا حال بیان کرتا ہے اورکان سے بہرا ہے۔قرآن مجید غلط پڑھتا ہے تعویذات قیمۃً فروخت کرتا ہے۔زید مذکوربستی کا امام اورقاضی ہے اورمعمولی مدرس مذکورہ صفات کا حامل ہوکر زید امامت اورقضاۃ کرسکتا ہے یا نہیں، اس کا جواب قرآن کریم اوراحادیث مقطوع وفقہ ائمہ مجتہدین اہل السنّت والجماعت کی روسے عنایت فرماویں۔

الجواب حامداًوّمصلیاً!

سود کھانا حرام ہے[۱] اسی طرح سود پر سامان رکھنا حرام ہے[۲]۔ فال دیکھنا بھی منع ہے[۳]۔ اورقسمت کا حال خداتعالیٰ کے سواکسی کومعلوم نہیں۔ولا تدری نفس ماذاتکسب غداً الآیۃ[۴] لہٰذاقسمت کا حال بیان کرناغیب کا دعویٰ کرنا ہے یہ سخت خطرناک کبیرہ گناہ بلکہ شرک ہے[۵] بہرا

---

۱ عن جابر قال لعن رسول الله ﷺ اٰکل الربوا وموکله (الحدیث رواه مسلم، مشکوٰۃ ۲۴۴ باب الربوا) رسول اللہ ﷺ نے سودکھانے اورکھلانے والے پرلعنت فرمائی ہے۔

۲ لایحل للمرتهن لانه رباً وقیل إن شرطه کان رباً وإلّا لا .... وعن عبد اللّٰه محمد بن اسلم انه لایحل له أن ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له فی الربا ..... قلت والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عندالدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع (شامی زکریا ص۸۳/۱۰/ کتاب الرهن. بحر کوئٹه ص۲۳۸/ج۸/ کتاب الرهن)

۳ لا یاخذ الفال من المصحف (شرح فقه اکبر ۱۸۳/ مطبع مجتبائی دهلی. المدخل ص۲۷۸/ج۱/ کراهة اخذ الفال من المصحف، مطبوعه مصر)

۴ سورہ لقمان الآیۃ۳۴/(ترجمہ)اورکوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیاعمل کریگا۔(بیان القرآن)

۵ فالعلم بالغیب امر تفرد به سبحانه ولا سبیل الیه للعباد الا باعلام منه وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر(شرح فقه اکبر بتلخیص ۱۸۵/ مطبع مجبتائی دهلی). وحاصله أن دعوی علم الغیب معارضة لنص القرآن فیکفر بها إلّا اذا اسند ذلک صریحاً او دلالة الی سبب من اللّٰه تعالیٰ کوحی والهام ..... ولولم یعتقد بقضاء اللّٰه تعالیٰ او ادّعی علم الغیب بنفسه یکفر (شامی زکریا ص۳۸۵/ج۶/ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی دعوی علم الغیب. النبراس ص۳۴۳/ مسئلة علم الغیب، طبع امدادیه ملتان)

ہونے میں اس کے اختیار کو کچھ دخل نہیں اس میں وہ معذور ہے اور نہ اس سے امامت وغیرہ ناجائز ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید غلط پڑھنے سے بسا اوقات ایسی غلطی ہوتی ہے۔ کہ اس میں معنیٰ بگڑ کر نماز فاسد ہو جاتی ہے[1] جائز تعویذ پر معاوضہ لینا یا اس کو فروخت کرنا بھی منافی امامت نہیں[2] یہ جملہ امور زید کو اوّلاً نرمی سے سمجھا دیئے جاویں اگر وہ ناجائز امور سے توبہ کر لے تب تو خیر ورنہ اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔ اس کو امامت سے علیٰحدہ کر کے دوسرے صالح اور لائق شخص کو امام بنایا جائے زید اگر توبہ کر کے امام رہے یا امامت سے علیٰحدہ کر دیا جائے۔ ہر صورت میں اس کو قرآن مجید صحیح کرنا ضروری ہے غلط پڑھنے سے خود اس کی نماز خرابی ہوگی اور مقتدی بھی کم از کم دو تین سورتیں ضرور صحیح کر لے اتنے بقیہ قرآن مجید صحیح ہو۔ انہیں صحیح سورتوں کو نماز میں پڑھا کرے[3]۔

ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق اھ تنویر[4] لو قدموا فاسقاً یاثمون بناءً علیٰ ان کراھة

---

[1] ما غیر المعنیٰ تغییراً یکون اعتقادہ کفراً یفسد فی جمیع ذٰلک (شامی نعمانیہ ۴۲۴/ج ۱/ مسائل زلة القاری، طحطاوی مع المراقی ص ۲۷۶/ باب مایفسد الصلوٰة، طبع مصر. فتاویٰ تاتارخانیہ ص ۴۶۶/ج ۱/ کتاب الصلوة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الاول، طبع ادارة القرآن کراچی)

[2] یجوز الاجر علی الرقی (عمدة القاری ص ۹۶/ج ۱۲/ کتاب الاجارہ. شامی کراچی ص ۵۷/ج ۱۶/ شامی نعمانیہ ص ۳۶ ج ۵، باب الاجارة الفاسدة العرف الشذی علی ھامش الترمذی ص ۲۷/ج ۲/ ابواب الطب عن رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، باب ماجاء فی اخذ الاجر علی التعویذ، طبع رشیدیہ دھلی)

[3] واما حفظ مقدار الفرض فمعلوم أنه من شروط الصحة (طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. الدرالمختار مع الشامی ص ۲۹۴/ج ۲/ کتاب الصلوة، باب الامامة، طبع مکتبہ زکریا دیوبند)

[4] الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ شامی نعمانیہ ص ۳۷۶ ج ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة.

تقدیمہ کراھۃ تحریم اھ کبیری[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۵/صفر، صحیح: عبد اللطیف ۲۷/صفر ۵۹ھ

غاصب کی امامت

سوال:۔ایک امام جو مدت سے مسجد میں رہتا تھا اس نے پانچ ملزموں پر دعویٰ کیا کہ ان لوگوں نے زمین مسجد معافی خدمت بوئی ہے یا جبراً گاؤں والوں نے بوائی ہے اور میرے ہل چھڑا دیئے اور یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ملک مسجد معافی خدمت نہیں ہے اور زمیندار اہل ھنود سے ہے جس نے زمین مسجد کے نام کی ہے وہ کہتا ہے کہ ملک مسجد معافی خدمت ہے اور امام کہتا ہے کہ میری ہے اس میں مسجد کا کوئی حق نہیں تو اس شخص کے پیچھے یا اس کے بھائی اولاد وغیرہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص مسجد کی ملک کو اپنی ملک بتائے اور دعویٰ اپنی ملک کا کرے اور زمین مسجد دبانا چاہے وہ شخص شرعاً فاسق ہے لہٰذا اس سے بہتر اگر امامت کا اہل کوئی دوسرا شخص مل جاوے تو اس کو امام بنانا چاہئے۔اس کو امام بنانا مکروہ ہے جب تک وہ پختہ توبہ نہ کرے اسی طرح اس کا بھائی یا اولاد اس کے فعل پر راضی اور اس کے مددگار رہوں تو ان کو بھی امام نہ بنانا چاہئے۔[2] جب

---

[1] کبیری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامۃ (طبع لاھور)

[2] ویکرہ ان یکون الامام فاسقاً (تاتارخانیہ ص ۶۰۳/ ج ۱/ کتاب الصلوۃ، الفصل السادس اما الکلام فی بیان من ھو أحق بالامامۃ، طبع ادارۃ القرآن کراچی. حلبی ص ۵۱۳/ فصل فی الامامۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور. شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الامامۃ، قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام، طبع کراچی)

تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔لیکن اگر وہ نماز پڑھادے تو ادا ہو جائے گی[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/رجب المرجب ۵۲ھ

جعلساز وفریبی کی امامت

سوال:۔ ایک شخص مسمیٰ محی الدین جس پر ہم لوگوں کے بہت احسان ہیں۔ چچا مرحوم نے انہیں نہایت پریشانی اور خستہ حالی کے وقت ایک کمرہ کرایہ پر دلایا، کھانے وغیرہ کا انتظام کیا اور ایک مسجد میں کمیٹی والوں سے بڑی سفارش کر کے ان کو مسجد کی امامت دلوائی وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہ شخص نہایت جعل ساز فریبی اور جھوٹا ثابت ہوا، کرایہ کا مکان بھی جعل کر کے غصب کر لیا اور مسجد میں تفرقہ فتنہ وفساد پیدا کر دیا جس کی وجہ سے کافی خلفشار ہے اور متولیان وممبرانِ مسجد نے آنا چھوڑ دیا اور اس کی نازیبا حرکتوں کی وجہ سے الگ جماعت اسی مسجد کے بالائی حصہ میں کرتے ہیں جن کی تعداد بیس، چالیس آدمی ہیں۔تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جو اپنے مفاد کی خاطر غلط بیانی اور کذب بیانی سے مسجد کے اندر شر وفساد برپا کئے ہوئے ہیں اور بہت خلفشار پھیلا دیا۔امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دیکر جعلی بیع نامہ بنانا اور دوسرے کے مکان پر غاصبانہ قبضہ کرنا شرعاً

---

[۱] واذا صلّی خلف فاسق او مبتدع یکون محرزاً ثواب الجماعة ای مع الکراهة إن وجد غیرهم وإلا فلاکراهة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۴۶/کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالامامة، طبع مصر. تبیین الحقائق ص۱۳۶-۱۳۵/ج۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۰۱/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب فی امامة الامرد)

ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے[۱] اگر یہ تحریر کردہ واقعات اسی طرح ہیں۔ ان میں جھوٹ نہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۲] تاوقتیکہ امام توبہ کرکے اپنی اصلاح نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ ادا ہوگی۔ دوسری جماعت اسی مسجد میں کرنا بھی مکروہ ہے[۳] اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔ اس سے مستقل خلفشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی اجازت نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ چند معزز دیندار آدمی سر جوڑ کر تعصب سے علیٰحدہ ہوکر اصل واقعہ کی تحقیق و تفتیش کرکے خلفشار کو ختم کردیں یا امام کو الگ کردیں یا جماعتِ ثانیہ کو ختم کردیں۔ جس کی غلطی ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کرے اور سب اتفاق کے ساتھ رہیں۔

تنبیہ:۔ اس کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی ہر ایک منصب کی رعایت رکھتے ہوئے بیان لیا جائے اور معاملہ نمٹا دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۴ھ

جعلسازی کرنے والے کی امامت

سوال:۔ زید ایک اسلامی ادارہ میں تنخواہ دار امام ہے۔ زید نے ادارہ کو اپنے حجرہ مسکونہ کی مرمّت کرانے کی اطلاع دی اور مبلغ چالیس ۴۰ روپئے مطالبہ کیا۔ ادارہ نے اس سے

---

[۱] عن ابی هريرةقال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من علامات المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا أوتمن خان "وزاد فی رواية" وان صام وصلى وزعم انه مسلم (مسلم شريف ص ۵۶/ج ۱/ كتاب الايمان، باب خصال المنافق، طبع مكتبه سعد ديوبند)

[۲] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی على المراقی ص ۲۴۴، فصل فی بيان الاحق باب الامامة، شامی ص ۵۶۰/ج ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة.، طبع كراچی. تاتارخانيه ص ۶۰۳/ج ۱/ كتاب الصلوة، الفصل السادس اما الكلام فی بيان من هو احق بالامامة، طبع ادارة القرآن كراچی)

[۳] ويكره تكرار الجماعة، فی مسجد محلة باذان واقامة (شامی كراچی ص ۵۵۲/ج ۱/ مطلب فی تكرار الجماعة باب الامامة. بحر كوئٹه ص ۳۵۶/ج ۱/ كتاب الصلوة باب الامامة)

ادائیگی مبلغ چالیس ۴۰ روپئے کی رسید طلب کی تو امام مذکور نے ایک رسید اپنی ادائیگی کی تصدیق کر کے ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ ادارہ کے افسر اعلیٰ نے اس مرمّت کی جانچ کے لئے ایک شخص کو متعین کر دیا جس پر اس نے رپوٹ دی کی حجرہ کی مرمّت ایک صاحبِ خیر نے اپنی جانب سے کرادی ہے اور امام مذکور کا مطالبہ غلط ہے اور رسید جعلی ہے۔ امام مذکور نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ کیا اس صورت میں امام قابلِ امامت ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام نے جعلسازی کر کے غلط طریقہ پر ناحق روپیہ وصول کرنا چاہا مگر اللہ پاک نے ناکام کر کے اس کو بچا دیا وہ ناحق روپیہ وصول نہیں کر سکا جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی اور کرم کر کے ناجائز روپیہ اس تک نہیں پہونچنے دیا تو اب اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کر لے تو مقتدی کو بھی چاہئے کہ اس کو معاف کر دیں۔ التَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَنْ لَّا ذَنبَ لَهٗ[1] الحدیث۔

امید ہے کہ اس سے امام کی اصلاح ہوگی اور وہ آئندہ ایسا اقدام نہیں کرے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۹/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۹/۱۸ھ

وقف بورڈ سے متعلق ایک مسجد کے امام کے حالات

سوال:۔ (۱) امام مسجد کا عام رویہ مقتدیانِ مسجد کے ساتھ ترش روئی کا رہتا ہے اور مقتدی ان سے ہمیشہ ناراض رہتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] من حديث ابن مسعود مشكوٰة ۶۰۲/ج ۱/ باب الاستغفار والتوبة، طبع ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند، ابن ماجه ص ۳۱۳ ابواب الزهد، باب ذكر التوبة طبع مكتبه اشرفيه ديوبند. ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

(۲) جب جی میں آیا اذان دیتے ہیں اور جب جی میں آیا جماعت کرتے ہیں جن سے مقتدیوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان سے بارہا کہا گیا کہ اذان اور جماعت کا وقت مقرر فرمادیجئے آج تک امام صاحب مذکور نے وقتِ اذان و جماعتِ پنجگانہ مقرر نہیں کیا۔ اس بات پر اصرار کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ میں بورڈ کا ملازم ہوں، میرا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۳) امام صاحب مذکور کھُلا جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں۔ کیا ایسے امام کے پیچھے شرعی طور پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امامِ موصوف پنجاب ہریانہ مسلم وقف بورڈ سے فرائضِ امامت کی تنخواہ پاتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ مسجد میں جو تیل سرسوں آتا ہے اس کو اپنی ذات پر استعمال نہ کریں۔ قبل ازیں ان سے اس بات پر جھگڑا ہوا، اور فتویٰ منگایا گیا جس میں مسجد کا تیل ان کے لئے ناجائز قرار دیا گیا۔ امام صاحب نے تیل اپنی ذات پر استعمال نہ کرنے کا وعدہ کیا اور تیل مقتدیوں کے حوالہ کرتے رہے جس کو فروخت کر کے چھوٹے چھوٹے مصارف کی تکمیل کی جانے لگی۔ اب پھر امام مذکور نے یہ تیل اپنی ذات پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا یہ تیل امام صاحب کیلئے جائز ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کی ان کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود جو نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھی گئی ہیں وہ ادا ہوگئیں۔ ان کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ جب کہ دوسری مسجد نماز کے لئے وہاں کھلی ہوئی نہیں ہے تو مجبوراً امامِ موصوف کے پیچھے نماز ادا کرتے رہیں۔ جماعتِ مسجد ترک نہ کریں[۱]۔

---

[۱] وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة. افاد ان الصلاة خلفهما اولىٰ من الانفراد (شامی کراچی ص ۵۶۲/ ج ۱/ قبيل مطلب فی امامة الامرد، باب الامامة. المحيط البرهانی ص ۱۸۰/ ج ۲/ الفصل السادس احكام الامامة والاقتداء، طبع بيروت. فتاویٰ تاتارخانيه ص ۶۰۳/ ج ۱/ الفصل السادس من هو احق بالامامة، كتاب الصلاة، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے حجاج ابن یوسف کے پیچھے نماز پڑھی ہے[۱]۔ جماعت ترک نہیں کی۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے صلوا خلف کل برٍ وفاجر[۲] (ابوداؤد شریف[۳]) جس میں ہر فاجر اور نیک کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔ ذاتی رنجش سے متاثر ہو کر جماعت ترک کر کے گھر پر نماز پڑھنا غلط اور شرعاً مذموم ہے۔ امام صاحب سے جو شکایات ہیں ان کی اطلاع باقاعدہ وقف بورڈ کو کی جائے وہاں سے فہمائش ہوگی، تو امید ہے کہ شکایات دور ہو جائیں گی ورنہ وقف بورڈ کی طرف سے شکایات دور کرنے کا انتظام کر دیا جائے گا۔ مثلاً جنتری سامنے رکھ کر اوقاتِ نماز کے لئے سال بھر کا نقشہ بنا کر مسجد میں لٹکا دیا جائے گا جس سے سب کو سہولت ہو جائے گی۔ جو بچے امام صاحب کے سپرد ہیں ان کا امتحان لیا جائے گا کوتاہی ہوگی تو تنبیہ کی جائے گی۔ وقت پر غیر حاضری ہوگی تو اس کا بھی انتظام کیا جائیگا۔ جب امام صاحب سے آپ لوگوں نے خود معاملہ نہیں کیا تو آپ بازپُرس قوت سے نہیں کر سکتے۔ وقف بورڈ سے معاملہ کیا ہے وہاں سے بازپُرس خوب ہو سکتی ہے۔ اس کا اثر بھی امام صاحب پر ہوگا۔

---

[۱] وروی الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج و کذا کان انس یصلی خلفه ایضاً (بذل المجهود ص ۳۳۲ ج ۱ باب امامة البر والفاجر. مکتبه رشیدیه سهارنپور. بدائع الصنائع ص ۳۸۶/ ج ۱/ فصل من یصلح للامامة، مکتبه زکریا دیوبند. اعلاء السنن ص ۲۰۶/ ج ۴/ باب جواز الصلاة خلف الفاسق، مکتبه امدادیه مکة مکرمة)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ایسے ہی حضرت انسؓ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

[۲] سنن البیهقی ص ۱۹ ج ۴ باب الصلاة علی من قتل نفسه، کتاب الجنائز من حدیث ابی هریرة. اداره تالیفات اشرفیه، ملتان پاکستان.

[۳] واخرج ابوداؤد بمعناهٗ فی کتاب الجهاد ص ۳۴۳ ج ۱ باب فی الغزو مع ائمة الجور. واما فی کتاب الصلوة، باب امامة البر والفاجر فمذکور فی المتن فی النسخة المصریة (بذل المجهود ص ۳۳۲/ ج ۱/ باب امامة البر والفاجر، کتاب الصلوة، طبع مکتبه رشیدیه سهارنپور)

(تنبیہ) آپس کے اختلافات کو ختم کیجئے اس اختلاف کی وجہ سے مسجد کو ویران نہ کیجئے ایسا نہ ہو کہ اس مخالفت کی نحوست سے یہ مسجد بھی دیگر مساجد کی طرح بند ہو جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۵ھ

امام کے متعلق چند خرابیاں!

سوال:۔ جس امام کے اندر مندرجہ ذیل کمزوریاں ہوں تو اس امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

(۱) جو اپنے مقتدیوں میں سے کسی ایک سے ترک موالات کرے۔

(۲) جو بڑے دنوں پر گھر گھر جا کر چاول یا آٹا جمع کرے۔

(۳) جو نماز پڑھانے کی اجرت طلب کرتا ہو۔

(۴) جس کے متعلق یہ شبہ ہو کہ زانی ہے اگر چہ شرعاً اس پر زنا ثابت نہ ہو۔

(۵) جو شخص کسی پر جان بوجھ کر قرض جتائے، اس نے لیا ہی نہ ہو صرف اپنے آپ کو کسی جرم سے بچانے کی خاطر۔

(۶) جو بستی کے چند نکھٹو پنچوں کی کٹھ پتلی بن گیا ہو؟۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) ترک موالات کی وجہ معلوم ہونی چاہئے شرعی ہے یا غیر شرعی؟

(۲) یہ جمع کرنا کس نظم اور کس مقصد کے تحت ہے؟

(۳) کیا تنخواہ ماہانہ یا ششماہی یا سالانہ طلب کرتا ہے یا ایک نماز پڑھانیکی اجرت طلب کرتا ہے؟

(۴) شبہ کرنے والے مجرم ہیں۔ جب کہ بلا ثبوت شرعی شبہ کرتے ہیں[۱]۔

---

[۱] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ایاکم والظن فان الظنّ اکذب الحدیث ولاتحسسوا ولاتجسّسوا الخ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷/ج۲/ کتاب الادب، باب ماینھی عنہ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات، طبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

(۵) اگر یہ قرض جتانا جھوٹ ہے تو وہ شخص کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں نے قرض نہیں لیا، نیز کوئی جرم اس پر ثابت ہے جس سے بچنے کی خاطر یہ قرض جتایا ہے یا یہ بھی ۴۔ کی طرح ہے غرض بات مجمل ہے۔

(۶) اس کی بھی تفصیل سامنے آنی ضروری ہے۔

کسی کی امامت کو مجروح کرنے کے لئے غلط قسم کی کوشش کرنا قبیح و مذموم ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایک امام صاحب کی کوتاہیاں

سوال:۔ آج سے ایک ماہ قبل ایک صاحب اپنے پیسے کاغذ کے ٹھونگے میں رکھ کر مسجد کے برآمدہ میں بھول کر چلے گئے تھے۔ نماز عشاء میں ایک گھنٹے بعد جب ان کو یاد آیا تو وہ دوبارہ مسجد آئے جب کہ مسجد کھلی تھی اور امام صاحب موجود نہیں تھے قریب ہی ایک دعوت میں شریک تھے۔ اس شخص نے متولی مسجد سے رجوع کیا جو کہ مسجد ہی میں موجود تھے۔ متولی نے امام صاحب کے لڑکے کو امام صاحب سے معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ امام صاحب نے کھانے کے درمیان اس واقعہ سے انکار کر دیا مگر دوسرے ہی دن صبح کو خود جا کر مذکورہ رقم اس شخص کے گھر پہنچا دی دریافت کرنے پر امام صاحب نے فرمایا کہ محض تنبیہ کی غرض سے رات کو نہیں بتلایا۔ اس واقعہ کا بیان امام صاحب نے ہر موقعہ پر مختلف دیا جس کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی اور لوگ ان کو بدنیت تصور کرنے لگے۔ اس واقعہ سے ان چند حضرات نے نمازِ جماعت و مسجد دونوں ترک کر دی ہے اور اپنے گھروں پر پنج وقتہ نمازیں ادا کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ دوسری مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بظاہر دو جماعتیں بن گئی ہیں۔ اکثریت امام کی ہمدرد ہے اور سختی سے ان کی بحالی اور مشاہرہ میں اضافہ کی متمنی ہے جب کہ ان چند افراد کا مطالبہ

ہے کہ امام صاحب کوفوراً برطرف کردیا جائے۔

(۲) ایک بیمار نے نذر مانی تھی کہ صحت مند ہونے پر ایک گائے قصائی سے خرید کر صدقہ کردوں گا۔امام صاحب قصائی سے پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ گائے کی جو بھی قیمت ہو میں تم سے مبلغ سو روپئے لے لوں گا۔ جوں ہی وہ شخص قصائی کو گائے کی قیمت دیکر گیا امام نے قصائی سے طے شدہ رقم وصول کر لی۔اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام صاحب صدقہ لینے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

(۳) زید نے مسجد کی موم بتیاں کئی مرتبہ فروخت کی ہیں اور کمیٹی کی میٹنگ میں دریافت کرنے پر بتایا کہ سب جلا دی گئی ہیں۔اس پر ممبر کمیٹی نے بیان دیا کہ فلاں شخص نے موم بتیاں فروخت کی ہیں جس کا میں ثبوت دے سکتا ہوں۔تب زید نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے کچھ موم بتیاں فروخت بھی کی ہیں۔اس واقعہ سے غلط بیانی کا ثبوت ملتا ہے۔

(۴) زید کے بارے میں یہ بھی شکایت ہے کہ پنجوقتہ نمازیں وقتِ مقرر پر نہیں پڑھاتے ہیں اور خصوصاً فجر میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں اکثر اوقات میں وقت مقررہ پر مسجد کھلتی بھی نہیں ہے۔

(۵) زید مسائل سے بھی ناواقف ہے۔مندرجہ بالا عیوب کی بناء پر کیا ان کی امامت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ فی الحال ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نمازیں ہوں گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب اپنی ان غلطیوں کا اعتراف کر کے آئندہ کو احتیاط رکھیں، سب لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں خلفشار وتفریق پیدا نہ کریں، جمعہ وجماعت ترک نہ کریں، مسجد کو نہ چھوڑیں۔ البتہ اگر امام صاحب مسائل نماز، طہارت سے واقف نہیں تو پھر دوسرا مسائل

طہارت ونماز سے واقف پابند شریعت امام تجویز کیا جائے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۱۸ھ

ایک امام صاحب کی خرابیاں!

سوال:۔(۱) زید وعمرو، بکر پر دیوث اوراس کی بیوی ہندہ پر زانیہ اوراس کے دیور پر زانی کا الزام لگاتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس باہمی ناجائز تعلق کی خبر ہم لوگوں کو سالوں سے ہے، مگر ذکر اس کا اب کرتے ہیں اور ثبوت میں بکر ہی کو جو ہندہ کا شوہر ہے پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگوں سے بکر ہی نے کہا تھا کہ ہماری بیوی سے ہمارے بھائی کا ناجائز تعلق ہے، حالانکہ بکر اب اس بات کا انکار کرتا ہے، کیا زید وغیرہ کتمان شہادت کی وجہ سے مجرم ہوکر امامت کرسکتے ہیں۔

(۲) لواطت پر بلا عینی وشرعی ثبوت پیش کئے کسی پر الزام لگادینے والا امامت کرسکتا ہے؟

(۳) امانت کے طور پر بوعدہ واپسی ایک کاغذ زید نے لیا اور باوجود واپس نہ کرنے کے بھی امامت کرتا ہے، کیا یہ امامت صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اصل پورا واقعہ ہمارے علم میں نہیں، باہمی مخالفت کی بناء پر جن امور کو سوال میں لکھا ہے ان کا جواب

---

[1] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقراءة ..... ثم الاورع (شامی کراچی ص۵۵۷/ج۱/ شامی نعمانیه ص۳۷۴ج۱ قبل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. مجمع الانهر ص۱۶۱-۱۶۲/ج۱/ فصل فی الجماعة، طبع دارالكتب العلميه بيروت. البحرالرائق ص۳۷۴/ج۱/ باب الامامة، طبع كوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۴۲/ فصل فی بيان الاحق بالامامة) مطبوعه مصر.

خود بھی واضح ہے تاہم نمبر وار تحریر ہے۔

(۱) بغیر ثبوت شرعی کے ایسا کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے[۱] اگر شرعی حکومت ہو تو ایسے لوگوں کو سخت سزا دی جائے، جب بکر حلفیہ انکار کرتا ہے تو اس کو ثبوت میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے، جو لوگ ایسے اتہامات لگانے میں ملوث ہیں ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۲] جب تک وہ توبہ کر کے اصلاح نہ کر لیں۔

(۲) اس کا حکم بھی نمبر ا کی طرح ہے۔

(۳) جس کی امانت واپسی کے وعدہ پر لی تھی اس کو واپس کرنا ضروری ہے واپس نہ کرنا خیانت ہے، جو شخص ایسا کرے وہ بھی مستحق امامت نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] القذف ایضا من الکبائر (ملخصاً شرح طیبی ص ۲۰۰/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب الکبائر، طبع مکتبہ زکریا دیوبند. مرقاۃ ص ۱۰۵/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب الکبائر، طبع بمبئی)

[۲] ویکرہ امامۃ عبد وا عرابی، فاسق بل مشی فی شرح المنیۃ علیٰ ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم، (در مختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۸ ج ۲ باب الامامۃ، قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامۃ، طبع لاھور)

[۳] عن ابی **ھریرۃ** قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من علامات المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا أوتمن خان (مسلم شریف ص ۵۶/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب خصال المنافق، طبع مکتبہ سعدیہ دیوبند. مشکوۃ شریف ص ۱۷/ ج ۱/ باب الکبائر وعلامات النفاق، طبع یاسر ندیم دیوبند. یکرہ امامۃ عبد واعرابی وفاسق ..... لعل المراد بہ من یرتکب الکبائر. شامی زکریا ص ۲۹۸/ ج ۲/ باب الامامۃ، قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامۃ، طبع لاھور. مجمع الانھر ص ۱۶۳/ ج ۱/ فصل فی الجماعۃ، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام کی خرابیاں

سوال:۔ ایک شخص عالم ہے لیکن بہرہ ہے۔ چیخ پکار کے ذریعہ ہی سن سکتا ہے۔ نماز میں مقتدی آواز سے اشارہ کرتے ہیں تو بعض وقت درستی کر لیتا ہے اور بعض وقت نہیں منبر پر ایسے شخص کی تعریف کرتا ہے جس سے ذاتی مفاد ہو اور جس سے رنجیدگی ہوتی ہے اس کی مذمت وعیب جوئی کرتا ہے جھوٹے مقدمہ پر اپنے احباب واقارب کی اعانت کرتا ہے اور خاص دلچسپی رکھتا ہے سیاسی پارٹیوں کے ساتھ اس کا کافی دخل ہے، کیا ان سب نقائص کے پیش نظر ایسے امام کی امامت ناجائز ہے یا جائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر حالات یہی ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے[1] جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو، غیبت، عیب جوئی، غلط تعریف، جھوٹے مقدمہ بازی میں اعانت ،ان میں ہر وجہ مستقل نقص ہے، سیاسی پارٹی سے تعلق صحیح نقص نہیں[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] أن امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/باب الامامة، مصری. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة. البدعة خمسة اقسام. تاتارخانیه ص۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس، مطبوعه کراچی)

[2] فالسياسة استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجى فى الدنيا والآخرة، فهى من الأنبياء على الخاصة والعامة فى ظاهرهم وباطنهم ..... ومن علماء ورثة الانبياء على الخاصة فى باطنهم لاغير (شامی کراچی ص ۱۵/ج ۴/ کتاب الحدود، مطلب فی الکلام علی السیاسة)

ایک امام کے حالات

سوال:۔ زید پیش امام ہے وہ اپنی گذراوقات کے لئے تجارت بھی کرتا ہے لیکن اس کا معاملہ اچھا نہیں اکثر اشخاص ان سے شاکی ہیں اکثر اوقات اپنی مصروفیت کی بناء پر جماعت بھی دیر سے ہوتی ہے اور نمازیوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز مکروہ ہے بہتر ہے کہ غیر محلّہ میں نماز ادا کی جائے بکر کا یہ کہنا از روئے شرع کہاں تک صحیح اور درست ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو جو نمازیں آج تک پڑھی ہیں ان کو لوٹایا جائے۔

اگر مکروہ ہوتی ہیں تو تحریمی یا تنزیہی۔ احکام شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً!

معاملہ کیا اچھا نہیں؟ اکثر لوگ کس بات کے شاکی ہیں اگر وہ کوئی گناہ کی بات اور خلاف شرع کام ہے تو زید کو اس سے توبہ ضروری ہے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امام بنانا منع ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔ اگر وہ گناہ کی بات نہیں اور نہ خلاف شرع کام ہے تو اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا[1] اپنی مسجد کو چھوڑنا اور دوسری مسجد میں جانا گویا اپنی مسجد کو ویران کرنا ہے اس لئے جب تک اپنی مسجد میں نماز صحیح ہوسکتی ہے مستقلاً

---

[1] ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريماً وان هو احق لا والكراهة عليهم(الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ قبل مطلب البدعة خمسة، باب الامامة. المحيط البرهانی ص ۱۸۰/ج۲/ الفصل السادس احكام الامامة والاقتداء، كتاب الصلاة، طبع بيروت. فتاوی عالمگیری ص۸۷/ج ۱/ الفصل الثالث من يصلح اما مالغيره، الباب الخامس فی الامامة، كتاب الصلاة، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ناجائز ہے۔[۱]

اور گزشتہ نمازوں میں سے اگر کسی نماز کے فساد کا علم ہو تو اس کا اعادہ ضروری ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۶/۶۵ھ

جاہل چور کی امامت

سوال:۔ زید امام ہے اور بے علم ہے فقط قرآن شریف پڑھا ہوا ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے اور معلوم نہیں کہ کس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور کس طرح نہیں اگر موقعہ ملے تو چوری بھی کر لیتا ہے اور غسالی اس کا پیشہ ہے نکاح سابقہ پر دیگر نکاح کرا دیتا ہے۔ مسجد میں آ کر نماز پڑھ لی اگر کسی دوسری جگہ ہو تو نماز قضا کر دیتا ہے۔ قوم کو اس سے نفرت ہے۔ زید کی وجہ سے جامع مسجد میں صرف بیس پچیس آدمی موجود رہتے ہیں حالانکہ آبادی گاؤں کی ہزار تک ہے۔ اب ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر واقعی یہ امور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو

---

[۱] لو لم یکن لمسجد منزله موذن فانه یذهب الیه یؤذن فیه ویصلی ولو کان وحده لان له حقاً علیه فیودیه (شامی کراچی ۶۵۹ ج ۱ مطلب فی افضل المساجد، قبیل باب الوتر والنوافل، سأل رجل محمداً رحمه اللّٰه تعالیٰ، ان لنا مسجدا ظاهرا علی الطریق اؤذن فیه واقیم ولایجتمع فیه احد الّا انا وابن عمی وربما کنت وحدی و بقربی مسجد یجتمع فیه جمع عظیم اتریٰ لی ان اعطل هذ االمسجد واصلی فی المسجد الکثیر الجماعة ؟ قال لا تعطله ماقدرت علیه. (المحیط البرهانی ص ۲۱۱/ ج۲/ الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة، کتاب الصلوة، طبع المجلس العلمی).

امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[1] بہتر شخص کو امام بنانا چاہئے۔ اگر یہ شخص ان امور سے توبہ کرلے اور آئندہ ایسی ممنوعات نہ کرے۔ نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اس کی امامت منع نہیں ہے اگر گاؤں کی آبادی صرف ایک ہزار ہے تو اس میں جمعہ جائز نہیں ہے جواز جمعہ کے لئے کم از کم تین چار ہزار آدمی اور بازار میں ضروریات کا وہاں پایا جانا ضروری ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۹ رشعبان ۱۳۵۵ھ

چور کی امامت چوری سے توبہ کے بعد

سوال:۔ ایک شخص کو چوری کے معاملہ میں کئی مرتبہ سزا ہو چکی ہے، اب بھی اس کا اندیشہ ہے مگر وہ شخص توبہ کر چکا ہے، نماز کا پابند ہے، یہ شخص لوگوں کو نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اپنی گذشتہ زندگی پر نادم ہو کر اس نے سچی توبہ کر لی اور جنکا مال چوری کیا تھا ان سے معاف کرالیا یا اس کے واپس کرنے کی فکر میں لگ گیا تو امید قوی ہے کہ حق تعالیٰ معاف

---

[1] لو قدموا فاسقا یاثمون بناءً علیٰ ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (شرح منیه ۵۱۳/ فصل فی الامامة، طبع لاهور. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر).

[2] واختلفوا فیما یتحقق به المصریة فقیل مافیه امیر .....وقیل مافیه اربعة آلاف رجال (الکوکب الدری ص ۱۹۹ ج ۱ ابواب الجمعه، طبع مکتبه یحیوی سهارنپور. عمدة القاری ص ۱۸۷/ج ۳/ الجزء السادس، باب الجمعة فی القری والمدن، طبع دار الفکر بیروت. فتاوی دار العلوم ۱۲۵/ج ۵/ مسائل نماز جمعه، طبع زکریا دیوبند.

فرمادیں[1] اوراس حالت میں اس کی امامت بھی درست ہوگی[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایک امام کے خراب حالات ڈاڑھی کی حد!

سوال:۔ ہمارے محلے کی مسجد میں جو پیش امام ہے اس محلّہ سے کچھ دوری پر ایک جامع مسجد آباد ہے جس میں چند اشخاص زیادہ تر نماز ادا کرتے ہیں، صرف فجر کی نماز ایسی ہے کہ جس میں کم وقت رہتا ہے اور جامع مسجد پہونچنے میں نماز نکل جانے کا خدشہ رہتا ہے ایسی صورت میں یہ لوگ اس محلّہ کی مسجد میں مقیم پیش امام کے پیچھے اپنی نماز ادا کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اورامام صاحب کے عقائد یہ ہیں بزرگوں کی نیاز وغیرہ کو ضروری سمجھتے ہیں اورقبروں کوسجدہ کرنا جائز کہتے ہیں اورعوام جتنے بھی افعال آج کل بزرگوں کی قبروں پر کرتے ہیں اسکو اچھا سمجھتے ہیں۔انبیاء کرام حضرات اولیاء کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور بوقت مصیبت بزرگوں سے استمداد واستعانت کو جائز کہتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو رب العزت کی ذات میں حلول سمجھتے ہیں۔کسی نے سمجھا ہی نہیں اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان جب کامل ہوتا ہے تو وہ ہر وقت ذکر میں رہتا ہے نماز میں الٹا سیدھا ہونا ضروری نہیں، علماء کو گالی دیتے ہیں اورلوگوں میں علماء کے خلاف بدظنی پیدا کرتے

---

[1] وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الایة سورہ طٰہٰ آیت ۸۶.

ترجمہ:۔اور میں ایسے لوگوں کے لے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جوتوبہ کرلیں۔(بیان القرآن ص۲۹/ج۲/طبع بمبئی)

[2] لحدیث ''التائب من الذنب کمن لا ذنب له'' مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الاستغفار، الفصل الثالث

ترجمہ:۔گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

ہیں ڈاڑھی فرنچ کٹ رکھتے ہیں، انگریزی بال سر پر رکھتے ہیں اگر ان سے کہو تو کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا کچھ ضروری نہیں لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے تعزیہ وغیرہ کو شوکت اسلام کہتے ہیں۔ داڑھی رکھنا کیسا ہے اور اسکی حد کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں[۱]، اگر یہ امام اپنے عقائد فاسدہ اقوال کاسدہ اعمال قبیحہ سے تائب ہو کر اپنی اصلاح نہ کرے اور متبع سنت نہ بن جائے تو اس کو امامت سے جدا کرنا واجب ہے، جدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے دوسری مسجد میں جا کر جہاں کا امام صحیح العقیدہ اور متبع سنت ہو نماز پڑھا کریں[۲] ورنہ اپنی نماز کو تو یہ امام تباہ کرتا ہی ہے مقتدیوں کی نماز بھی اس کے پیچھے تباہ و برباد ہوگی ڈاڑھی کی حد ایک مشت ہے۔ اس سے پہلے کٹانا جائز نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

۱ چونکہ امام کے حالات میں جو چیزیں ذکر کی گئی ہیں ان میں بعض چیزیں کفر و شرک ہیں۔ ویکرہ امامة عبد و اعرابی الی قوله و مبتدع لایکفر بها و إن کفر بها فلایصح الاقتداء به (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت).

۲ اذا کان إمامه لحاناً لا بأس بأن یترک مسجده ویطوف الخ. (فتاوی عالمگیری ص ۱۱۶/ج ۱/ الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، مطبوعه کوئٹه. حلبی ۸-۴۰۷/ فصل فی التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور).

۳ القدر المسنون فی اللحیة القبضة..... واما الاخذ منها وهی دون ذٰلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد (فتح القدیر ص ۳۴۷/ج ۲، ۳۴۸/ج ۲) کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء. (الدر مع الشامی کراچی ص ۴۱۸ ج ۲، کتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من اللحیة، البحر الرائق ص ۲۸۰/ج ۲/ کتاب الصوم، قبیل فصل فی العوارض، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۵)، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان.

سودخوراورمحلوق اللحیہ کی امامت

سوال:۔سودخوراورڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یانہیں اوران کوامام بنانا درست ہے یانہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

ایسے شخص کوامام بنانامکروہ تحریمی ہے۔اس کے پیچھے نمازمکروہ ہوگی (درمختار[1])۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند

تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت

سوال:۔ایک موضع میں مسجد ہے جس میں زیدامامت کرتا ہے زیدداڑھی نہیں رکھتا۔موضع میں صِرف زیدہی ایسا ہے جوامامت کے قابل تعلیم یافتہ ہے۔دیگراشخاص صرف نماز پڑھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خطبہ وغیرہ نہیں پڑھ سکتے ایسی صورت میں امامت کے متعلق زیدکوکیاحکم ہے۔حالانکہ جولوگ خطبہ پڑھنے کی قابلیت نہیں رکھتے ان میں سے چنندداڑھی بھی رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے شخص آجاتے ہیں جوکافی علم داں ہوتے ہیں اورداڑھی بھی رکھتے ہیں۔

ان لوگوں کی موجودگی میں امام مذکوربالاکیاامامت نہیں کرسکتے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

زیدکوچاہئے کہ داڑھی شریعت کے موافق رکھے پھرامامت کرے جوشخص نماز پڑھاسکتا

---

[1] وکذا تکرہ خلف اٰکل الربوا (ملخصاً الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص۳۷۸/ج ۱/ مطلب فی امامۃ الامرد، باب الامامۃ)

ہے خطبہ نہیں جانتا اس کو چاہئے کہ الحمد شریف اور درود شریف، سوم کلمہ، استغفار پڑھ دے۔ بس خطبہ ادا ہو جائے گا یہ ضروری نہیں کہ جو خطبہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے وہی پڑھے[۱] اور جب مسائل سے واقف متبع سنت شخص موجود ہو تو داڑھی نہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رمضان ۶۷ھ

محلوق اللحیہ کی امامت

سوال:۔ جو شخص ڈاڑھی کا بالکل صفایا کراتا ہو اس کو امام بنانا کیسا ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کو امام بنانا مکروہ البتہ اگر وہ خود امام بنکر نماز پڑھاوے تو نماز ہو جائیگی گو وہ ثواب نہ ملے گا جو متقی امام کے پیچھے پڑھنے سے ملتا۔ واذا صلی الرجل خلف فاسق او مبتدع یکون محرزاً ثواب الجماعة لما روینا من الحدیث (صلوا خلف کل بر وفاجر) لکن لا ینال

---

[۱] وکفت تحمیدة او تهلیلة او تسبیحة بنیتها. ویسن خطبتان خفیفتان (تنویر الابصار مع الشامی نعمانیه ص۵۴۳/ج۱/ مطلب فی قول الخطیب، باب الجمعة. النهر الفائق ص۳۵۷/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. حلبی کبیری ص۵۵۶/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور).

[۲] ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم.....ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد (شامی نعمانیه ص۳۷۶/ج۱، مطلب البدعة خمسة اقسام، شامی کراچی ص۵۶۰ ج۱، باب الامامة. حلبی کبیری ص۵۱۳/ فصل فی الإمامة، سهیل اکیڈمی لاهور. طحطاوی علیٰ المراقی ص۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری).

ثواب من یصلی خلف عالم تقی قال علیه السلام من صلیٰ خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی من الانبیاء. قاضی خاں ص ۱۱۳ ج ۱[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

الجواب صحیح : بندہ عبدالرحمٰن یکم صفر ۵۲ھ

محلوق اللحیہ کی امامت

سوال:۔ یہاں ایک مسجد میں کسی نماز میں پیش امام صاحب کسی کام کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہونچ پائے تو ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو پڑھا لکھا ہے مگر داڑھی ترشواتا ہے نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے جو مقتدی داڑھی صاف کراتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں اپنی نماز دہراتے ہیں۔ان کو ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام متبع سنت ہونا چاہئے لیکن ایسے مقتدیوں کو ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا لازم نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (فتاویٰ قاضی خاں مع فتاویٰ عالمگیری ص ۹۲/ ج ۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی من یصح الاقتداء به، شامی کراچی ص ۵۶۲/ ج ۱/ باب الامامة. البحرالرائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه).

[2] صلی خلف فاسق او مبتدعٍ نال فضل الجماعة (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۲/ ج ۱/ قبیل مطلب فی امامة الامرد، باب الامامة. البحرالرائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

یکمشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت

سوال:۔اگر کوئی امام مشت سے کم مقدار میں ڈاڑھی رکھ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا تنہا پڑھی جائے جو صورت بہتر ہو تحریر کیجئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو امام ڈاڑھی ایک مشت نہیں رکھتا پہلے ہی کٹا کر کم کرا دیتا ہے۔اس کو امام نہ بنایا جائے اس کو امام بنانا مکروہ ہے اس کے پیچھے نماز بکراہت ادا ہوگی[1] اگر دوسرا لائق امام نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے ہی پڑھ لی جائے جماعت ترک نہ کریں[2]۔صالح ومتبع سنت امام کا تلاش کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۱۹ھ

داڑھی کٹانے سے توبہ کرلی مگر ایک مشت تک نہیں پہنچا

سوال:۔ایک حافظ قرآن ہے اس نے شروع شروع میں داڑھی کٹائی ہے اور اب ایک سال سے تائب ہو کر ایک مدرسہ میں خدمت دین انجام دے رہا ہے، اتنے عرصہ کے بعد

---

[1] أن امامة الفاسق مكروهة تحريماً الخ (طحطاوی علیٰ المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور).

[2] صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد (شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. قاضیخان ص ۹۲/ج ۱/ فصل فیمن یصح الإقتداء، مطبوعه کوئٹه).

اس نے امامت کرائی ایک شخص نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی تاوقتیکہ اس کی داڑھی ایک قبضہ نہ ہوجائے، حافظ مذکور کی داڑھی بہت چھیدی اور کم ہے اور کم بڑھتی ہے، اس صورت میں آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، یا داڑھی کے ایک مشت ہونے کا انتظار کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سال بھر سے توبہ کرنے کے بعد وہ داڑھی کٹا کر چھوٹی نہیں کرتا، بلکہ قدرتی طور پر اس کی داڑھی کم نکلتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خرابی نہیں آئے گی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۱۴۰۱ھ

داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ

سوال:۔ ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں جن کی ڈاڑھی مونچھ صاف ہے۔ نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں۔ دعا تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب ڈاڑھی کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لئے ڈاڑھی کی کوئی قید نہیں اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسمی ڈاڑھی رکھ لیں گے، یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے۔ اگرچہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہوجائیں گے[2]۔ وکیل صاحب حضرت رسولِ مقبول ﷺ کا

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ (مشکوٰۃ شریف، ج ۱/ص ۲۰۶/ باب التوبۃ الاستغفار).

[2] لا ینبغی أن یصلی غیر الخطیب لا نهما کشئ واحد فان فعل بأن خطب صبی بإذن السلطان صلی بالغ جاز. (الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۹ ج۳، باب الجمعة. البحر الرائق ص۱۴۷/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. النهر الفائق ص ۳۵۸/ج ۱/ باب الجمعة، دار الکتب العلمیه بیروت).

حکم مان کر شرعی ڈاڑھی رکھ لیں تو بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں گے۔ موسمی ڈاڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے کہ خطبہ پڑھنے کے خاطر رکھی گئی ہے۔ تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں کام وہ مقبول ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے ہو۔

دعا کے لئے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی دعا جس طرح پنجگانہ نماز کے بعد مانگتا ہے اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۱/۵ھ

داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں

سوال:۔ داڑھی کتروا کر ایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ نیز شرعی ڈاڑھی کی کیا مقدار ہے۔ حدیث کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصول فقہ چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس جس اصل سے بھی جو مسئلہ ثابت ہو اور ثبوت بھی عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص جس طرح بھی ہو وہ قابل تسلیم ہے۔ کسی ایک دلیل میں منحصر قرار دیکر اس دلیل کا مطالبہ منصب مقلد کے خلاف ہے اور مجیب اس کا مکلّف بھی نہیں اس بنیادی تمہید کے بعد عرض ہے کہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار

میں حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے۔[۱] صحابہ کرامؓ کا بھی عامۃً معمول یہی تھا۔ تو گویا یہ چیزیں اجماعی ہیں اسی وجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے۔ **ویحرم علی الرجل قطع لحیتہٖ**[۲] ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا، یا چھوٹی چھوٹی رکھنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔ **واما الاخذ منها وهی دون ذلک کمایفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد** (شامی[۳] ص۱۱۳/ج۲)۔

جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۴]۔ **لانه فاسقٌ وکراهة تقدیمه کراهة تحریم کما فی الغنیة ورد المحتار وغیرهما**[۵]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ والسنة فیها القبضة کذا ذکره محمد فی کتاب الآثار عن الامام (شامی کراچی ص۴۰۸/ج۶/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة. فتاوی عالمگیری ص۳۵۸/ج۵/ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ کتاب الکراهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. عنایه علی فتح القدیر ص۳۴۷/ج۲/ کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، دارالکفر بیروت. تبیین الحقائق ص۳۳۱/ج۲/ کتاب الصوم، مایفسد الصوم ومالا یفسد، قبیل فصل فی العوارض، مطبوعه امدادیه ملتان).

۲ شامی کراچی ص۴۰۸ ج۶ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع.

۳ شامی کراچی ص۴۱۸/ج۲/ مطلب فی الاخذ من اللحیة، کتاب الصوم. فتح القدیر ص۳۴۸/ج۲/ کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، دارالفکر بیروت. حاشیة الشبلی ص۳۳۲/ج۲/ قبیل فصل فی العوارض، کتاب الصوم، مطبوعه ملتان.

۴ ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً (طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴ باب الامامة، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص۵۵۹/ج۱/ باب الامامة).

۵ شامی زکریا ص۲۹۹/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. حلبی کبیری ص۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت اور داڑھی کی حد

سوال:۔ اگر کسی شخص کے ٹھوڑی کے بال کٹے ہوئے ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز داڑھی طول میں کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو بال داڑھی کا جزو ہیں ان کو ایک مُشت تک پہونچنے سے پہلے کٹوانا اور منڈوانا جائز نہیں[1] جو امام ایسا کرتا ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔ داڑھی ایک مٹھی رکھی جائے جب تک ایک مٹھی نہ ہو جائے کٹوانا درست نہیں۔ جو مقدار ایک مٹھی سے زائد ہے اس کو کٹوانا درست ہے[2]

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۹ھ

داڑھی منڈے وانگریزی بال والے کی امامت

سوال:۔ انگریزی بال جس کے ہوں اس کے پیچھے نماز یا تراویح اور داڑھی بوجہ مونڈنے

---

[1] واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد (شامی کراچی ص۴۱۸ ج۲ مطلب فی الاخذ من اللحیة، کتاب الصوم. عالمگیری ص۳۵۸/ج۵/ الباب التاسع عشر فی الختان الخ، کتاب الکراهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. عنایه علی فتح القدیر ص۳۴۷/ج۲/ کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، دارالفکر بیروت. تبیین الحقائق ص ۳۳۱/ج۲/ کتاب الصوم، مایفسد الصوم الخ، قبیل فصل فی العوارض، مطبوعه امدادیه ملتان).

[2] لا بأس بان یقبض علی لحیته فاذا زاد علی قبضته شئ جزهٔ (شامی کراچی ص۴۱۸/ج۲/ کتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من اللحیة، عالمگیری ص۳۵۸/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

کے نماز یا تراویح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو۔ وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق[1] بحر ص ۳۴۸ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۱۴/۸/۵۷ھ

انگریزی بال والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کو بغیر بڑھائے امامت کے مصلیٰ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص کے سر کے بال داڑھی، لباس، خلاف شرع ہو اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں نہ وہ خود امامت کے لئے مصلے پر جائے۔ چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق ص ۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه.

[2] ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ مصری، باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، کبیری ۵۱۳/ فصل فی الامامة، سهیل اکیڈمی لاهور.

بڑی مونچھ والے کی امامت

سوال:۔ اگر امام حافظ ہو اور وہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہو جن سے ہونٹ ڈھکے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ داڑھی میں مونچھ رکھتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اتنی بڑی مونچھ رکھنا جس سے ہونٹ بالکل ڈھک جائے حدیث شریف کے خلاف اور مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے اس کی امامت

سوال:۔ جو امام لڑکوں کو داڑھی رکھنے کو منع کرتا ہو کہ ابھی تمہاری عمر داڑھی رکھنے کی نہیں ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

داڑھی رکھنے سے منع کرنا حدیثِ پاک کا مقابلہ کرنا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وکرہ ترکہ وراء الاربعین .....روی مسلم عن انس بن مالک وقت لنا فی تقلیم الاظفار وقص الشارب ونتف الابط ان لا نترک اکثر من اربعین لیلة (شامی کراچی ۴۰۷/ج۶/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة. وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم خالفوا المشرکین اوفرو اللحی واحفوا الشوارب وفی روایة انهکوا الشوارب وعفوا اللحی متفق علیه (مشکوٰة شریف ص ۳۸۰/ اباب الترجل، الفصل الاول، کتاب اللباس، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند).

[2] ان النص لا یعارض بالرای (شرح طیبی ص ۴۰/ج۳ مرقاة ص۷۷/ج۲/ کتاب الصلاة) پس شخص مذکورہ جب تک پختہ توبہ نہ کرے مستحق امامت نہیں۔ نیز حوالہ مذکورہ بالا (عن ابن عمر الخ) ملاحظہ ہو۔

کبوتر باز امام کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو!

سوال:۔ جو امام کبوتر بازی کھلی کرتا ہو وہ نہ مانے تو شریعت میں نماز کے لئے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، شریعت میں امام کی بیوی کے لئے پردہ کے کیا شرائط ہیں وہ بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب نے شوقیہ کبوتر پال رکھے ہیں جن کو اڑاتے بھی ہیں تب تو محض نامناسب کام کیا ہے جس کی وجہ سے امامت میں خلل نہیں، اگر ہار جیت میں اڑاتے ہیں تو پھر ان کی امامت مکروہ ہے[1] جب تک کہ توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کرلیں۔ ہر ایسے آدمی سے پردہ لازم ہے جس سے نکاح جائز ہو[2] اگر گھر سے باہر کا بھی عورت کو کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو میلے کپڑے پہن کر سب بدن ڈھانپ کر باہر جائے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے، اچھے کپڑے

---

[1] اذا کان البدل من الجانبین فهو قمار حرام (عالمگیری ص ۳۲۴ ج۵ الباب السادس فی المسابقة، کتاب الکراهیة. ویکره امامة عبد وأعرابی وفاسق ولعل المراد به من یرتکب الکبائر (الدر مع الرد کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. بحر کوئٹه ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة)

[2] وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولایبدین زینتهن إلا ماظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولایبدین زینتهن الخ (سورۂ نور آیت ۳۱)

کمایحرم نظر الرجل للمرأة یحرم نظرهاإلیه ولوبلاشهوة ولاخوف فتنة نعم إن کان بینهما لحرمیة نسب أو رضاع أو مصاهرة (روح المعانی ص ۱۴۰/ج۱۸/ سورۂ نور آیت ۳۱/ طبع ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند. تفسیر مظهری ص ۴۹۲/ج۶/ سورۂ نور آیت ۳۱/ طبع رشیدیه کوئٹه).

پہن کر اور خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت نہیں[1] اگر کوئی امام اپنی بیوی کو پردہ میں رکھنا چاہتا ہے اور اس پر زور بھی دیتا ہے مگر بیوی نہیں مانتی گھر سے نکلتی ہے، امام اس سے ناخوش ہے تو اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خلل نہیں آئے گا۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کے ساتھ بازار میں بے پردہ گھومنے والے کی امامت

سوال:۔ ہمارے یہاں جامع مسجد کے پیش امام صاحب اپنا لباس پینٹ شرٹ وغیرہ بھی پہنتے ہیں اور دوسرے ان کے گھر کے اندر بھی بالکل بے پردگی ہے۔ میاں بیوی دونوں کو بازار اور تمام جگہوں پر گھومتے دیکھا گیا ہے۔ امام صاحب سے جب کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ احمد آباد اور مہاراشٹر کے لئے پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے اور دوسرے یہ بھی روزانہ کا معمول ہے کہ دونوں میاں بیوی دروازے اور کھڑکی وغیرہ کھلی رہتی ہے مستی کرتے رہتے ہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور ان سے کہنے پر انہوں نے کہا ہے کہ جو میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا وہ مشرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو امام بیوی کو ساتھ لے کر اس کی بے پردگی کی حالت میں بازار میں گھومتا پھرتا ہے

---

[1] ولا یجوز لهن الطیب بماله رائحة طیبة عند الخروج من بیوتهن الخ مرقات ص۴۳۳/ ج۴/ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی) کتاب اللباس، تحت الفصل الثانی.

[2] اذا اعتادت الزوجة الفسق علیه الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فان لم تنز جر لا یجب التطلیق علیه لان الزوج قد ادی حقها والاثم علیها (نفع المفتی والسائل ص۱۰۳/ کتاب الحظر والاباحة، ما یتعلق باطاعة الزوجات، طبع مکتبه رحیمیه دیوبند. شامی کراچی ص۴۲۷/ ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع).

اور سوقیانہ زندگی بسر کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۲ھ

جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اس کی امامت

سوال:۔ جس شخص کے والدین اس سے ناراض ہوں اور جس نے اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم اشخاص کے یہاں رکھ رکھی ہوں اور اس کو سمجھایا جاتا ہے تو گمراہی کے الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سوال میں والدین کے ناراض ہونے کی وجہ ذکر نہیں کی گئی لہٰذا اس کے متعلق بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نامحرم اشخاص سے پردہ فرض ہے اور نامحرم کے ساتھ خلوت حرام ہے[۲] پس اگر شخص مذکور اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم سے پردہ کرانے پر قادر ہے اور پھر پردہ نہیں کراتا تو گنہگار ہے[۳] اس کو اپنے فعل سے بچنا ضروری ہے اگر وہ باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو شخص مذکور کو امام نہ بنایا جائے ایسی حالت میں اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[۴] دوسرے اہل شخص کو امام بنانا چاہئے اور خاص کر جب کہ سمجھانے پر گمراہی کے الفاظ

---

[۱] امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. شرح منیه ص ۵۱۳/فصل فی الامامة، طبع لاهور. الدر مع الشامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام).

[۲] الخلوة بالاجنبية حرام (الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۳۵/ج۵/ فصل فی النظر، کتاب الحظر والاباحة).

[۳] وتمكن منه وتركه بلاعذر أثم وقديتعين كماإذا كان فی موضع لايعلم به الاهوأ ولايتمكن من ازالته إلاهو وكمن يری زوجته أو ولده أو غلامه علی منكر قالوا ولايسقط عن المكلف لظنه أن لايفيد بل يجب عليه فعله (مرقاة ص ۳/ ج۵/ باب الامر بالمعروف، طبع بمبئی).

[۴] امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، طبع لاهور. الدر مع الرد کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام).

بھی زبان سے نکالتا ہو ایسی حالت میں اس کی امامت سے زیادہ احتراز چاہئے۔ گو ان الفاظ پر جب تک اس کا علم نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے۔ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۱۸/ربیع الاول ۵۵ھ

جو امام اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کرے اس کے پیچھے نماز

سوال:۔ ایک صاحب امام مسجد ہیں ان کے دو لڑکیاں ہیں۔ ایک کی عمر ۳۰/سال اور ایک کی ۲۵/سال ہے جب ان کو شادی کے لئے کہا جاتا ہے تو عذر کر دیتے ہیں شادی کرنے کو تیار نہیں ہوتے اس لئے اکثر مقتدیان ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے کراہیت کرتے ہیں اب اس میں کیا حکم ہے؟ شرع شریف کا مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کیا عذر کر دیتے ہیں وہ معلوم ہونا چاہئے تاکہ اس پر غور کیا جا سکے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول تاہم نماز اگر شریعت کے مطابق پڑھاتے ہیں۔ تو نماز ان کے پیچھے صحیح ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/جمادی الاولیٰ ۶۶ھ

جس امام کے بیٹے گنہگار ہوں اس کی امامت

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں ایک حافظ صاحب ہیں ان کی تین اولاد ہیں۔ بڑا بیٹا بلیک مارکٹنگ کرتا ہے منجھلا بیٹا ڈاکو کے نام پر اپنے اطراف میں مشہور ہے۔ مذکورہ حافظ صاحب

اپنے ان دونوں بیٹوں سے برابر مِل جُل کر رہتے ہیں۔ اب وہ ایک محلّہ اور علاقہ کے امام ہیں، ان کی زبان بہت ہی کڑوی ہے۔ دنیوی مال ومتاع کے بہت حریص بھی ہیں۔ ادنیٰ شئ کے لئے وہ لوگوں کے دل دکھانے کو گناہ نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کے مال اور شخصی قوت کے بہت زوردار ہونے کی وجہ سے طوعاً وکرہاً لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں۔ بہرحال اب ایسے امام کے پیچھے مقتدی کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام ایسے شخص کو تجویز کیا جائے جو اوروں سے زیادہ علمِ دین رکھتا ہو، صحیح قرآن شریف پڑھتا ہو، متبعِ سنت ہو گناہوں سے بچتا ہو[1]، اگر نمازیوں میں تو یہ اوصاف موجود ہوں لیکن امام ان سے خالی ہو یعنی نہ علمِ دین زیادہ رکھتا ہو نہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو نہ متبعِ سنّت ہو نہ گناہوں سے بچتا ہو تو پھر ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2] بیٹوں کے گناہوں کا وبال والد پر اس وقت ہے کہ وہ ان کے گناہوں سے ناخوش نہ ہو۔ ان کی اصلاح کی فکر نہ کرتا ہو۔ اگر ان کے گناہوں سے ناخوش ہے اور ان کی اصلاح کی خاطر ان سے مل جُل کر تعلق رکھتا ہے تو

---

[1] فالاعلم باحکام الصلاة الحافظ مابه سنة القراء ة یجتنب الفواحش الظاهرة احق بالامامة ثم الأقرأ ثم الاورع الخ (مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد. بحر کوئٹه ص۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة)

[2] لو قدموا فاسقاً یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (غینة المستملی شرح منیه ص۵۱۳/ فصل فی الامامة، طبع لاهور. شامی کراچی ص۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی مع المراقی ص۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مصری).

والد گنہگار نہیں[1]۔ مال ومتاع کی حرص مذموم ہے بلا وجہِ شرعی کے کسی کا دل دُکھانا بہت برا ہے لیکن اس کو گناہ نہ سمجھنا قلبی چیز ہے۔ بلا تحقیق کسی کے متعلق ایسا کہنا بڑا گناہ ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

مرشد کے نام کا جھنڈا لگانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک مسجد کے پیش امام اپنے مرشد کے نام کا جھنڈا لگاتے ہیں اور نیاز وغیرہ کر کے کھالیتے ہیں اور مزار کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر خدا کے نام پر غریبوں کو دے کر اپنے مرشد کو ثواب پہونچادیں تو درست ہے اگر

---

[1] من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الإيمان والمعنى انه اقلها ثمرة فمن غير المراتب مع القدرة كان عاصياً (إلىٰ قوله) فمن وجب عليه وفعله ولم يمتثل المخاطب فلاعتب بعد ذالك عليه لكونه ادى ماعليه وماعليه أن يقبل منه وهو فرض كفاية ومن تمكن منه وتركه بلاعذر اثم وقد يتعين (إلى قوله) كمن يرى زوجته أو ولده أو غلامه على منكر (مرقاة ص۳/ج۵/ باب الامر بالمعروف، طبع بمبئی).

[2] ان بعض الظن اثم الآية سورۂ حجرات آیت ۱۲ کیوں کہ بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ از بیان القرآن ایاکم والظن الحديث مشكوٰة شريف ص۴۲۷/مكتبه ياسر نديم ديوبند، باب ماينهىٰ عنه من التهاجر والتقاطع الخ

ترجمہ:۔ اپنے کو گمان سے بچاؤ۔

مرشد ہی کے نام پر نیاز کرتے ہیں اور خود کھا لیتے ہیں تو یہ طریقہ غلط ہے[۱]، پیر کے نام کا جھنڈا لگانا بھی غلط ہے[۲] مزار کی پرستش (سجدہ کرنا) تو مشرکانہ طریقہ ہے[۳]۔ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں۔ جب تک توبہ کر کے اصلاح نہ کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۱/۱/۹۳ھ

جس امام کا بیٹا چوری کرتا ہو اس کی امامت!

سوال:۔ ایک شخص مسجد میں امام ہے اور اس کا بیٹا چوری کا ارتکاب کر چکا ہے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس نے اپنے بیٹے کو چوری کے لئے خود ترغیب نہ دی ہو اور اس کی حرکت سے خوش

---

[۱] ویکرہ امامة عبد ..... ومبتدع لا یکفربها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً (تنویر الابصار مع الشامی نعمانیه ص ۳۷۶ ج ۱ شامی کراچی ص ۵۵۹ ج ۱ البدعة خمسة اقسام، باب الامامة، حلبی کبیری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور)

[۲] وکره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والأولیاء (رد المحتار علی الدرالمختار زکریا ص ۵۲۲/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس).

[۳] قال فی الدر: واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من اکثر العوام، ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلیٰ ضرائح الأولیاء الکرام تقربا إلیهم فهو باطل و حرام. طحطاوی ص ۵۷۱/ کتاب الصوم، باب مایلزم الوفا به الخ، مطبوعه مصری. شامی کراچی ص ۴۳۹/ ج ۲/ کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم. البحرالرائق ص ۲۹۸/ ج ۲/ کتاب الصوم، فصل فی النذر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه).

نہیں تو اس کی وجہ سے امام کی امامت میں خلل نہ آئے گا؟[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جس کا والد ناجائز کاروبار کرے اس کی امامت

سوال:۔ ایک لڑکا عالم فارغ دارالعلوم ہے اور اس کا والد نکاح پر نکاح کا کاروبار کرے تو لڑکے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

والد کے اس ناجائز کاروبار سے لڑکے کی امامت میں کوئی خرابی نہیں[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جو شخص ستر کا اہتمام نہ کرے اس کی امامت

سوال:۔ (۱) اگر کوئی شخص بسا اوقات کاشف العورۃ رہے یعنی بکار دنیوی مشغول ہو کر مانند لنگوٹ کے کپڑا پہنے رہے تو اس عالم باصفت مذکورہ کے پیچھے عندالشرع نماز جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا يَحْمِلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰی الآیة سورة الفاطر پاره ۲۲/آیت ۱۸.

ترجمہ:۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ کا لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا تب بھی اس میں کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگر چہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔

[۲] وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا يَحْمِلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰی الآیة سورة الفاطر پاره ۲۲/آیت ۱۸.

ترجمہ:۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ کا لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا تب بھی اس میں کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا اگر چہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔

(۲) اگر کوئی عالم ننگا ہو کر نہر یا چشمہ پار ہو جاوے دریں حالت کہ اس کے آس پاس آدمی بھی موجود ہوں تو اس شخص پر منجانب شرع کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

لنگوٹ باندھنے میں ران اور گھٹنے کھلے رہتے ہیں حنفیہ کے نزدیک یہ عورت میں داخل ہیں اور ان کا چھپانا ضروری ہے ان کو علانیہ کھولنے والا فاسق ہے[1] ان عالم کو اس سے اجتناب اور توبہ لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2] بشرطیکہ ان سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔

(۲) اس کا جواب (۱) سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

گانے بجانے کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص ایسی مجلس میں نکاح پڑھائے جس میں باجے بجتے ہوں، تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شادی میں خلافِ شرع امور گانا بجانا وغیرہ ہوں اور پہلے سے معلوم بھی ہو تو اس

---

[1] **الفخذ عورة** .....ان كاشف الركبة ينكر عليه برفق وكاشف الفخذ يعنف عليه وكاشف السوء يودب عليه ان لج (شامی نعمانیه ص ۲۳۴ ج ۵ فصل فی النظر، كتاب الحظر والاباحة. مجمع الانهر ص ۱۲۲ / ج ۱ / باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق كوئٹه ص ۲۶۹ / ج ۱ / باب شروط الصلاة).

[2] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی على المراقی ص ۲۴۴ / مطبوعه مصر، فصل فی بيان الاحق بالامامة. شامی كراچی ۵۶۰ / ج ۱ / باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام).

میں شرکت منع ہے[۱] امام کو بھی اور مقتدی کو بھی اگر امام نے ایسی جگہ نکاح پڑھا دیا اور شرکت کر لی ہے تو اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ کو پرہیز کرنا چاہئے[۲] اگر امام باز نہ آئے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

غلط محفل میں شریک ہونے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص ہنسی کھیل کی جگہ اور گانے بجانے کی جگہ شوق سے بیٹھتا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسی مجالس میں شرکت ناجائز ہے[۴] اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی

---

[۱] ولو علم قبل الحضور لا یحضر لانه لم یلزمه حق الدعوة .....ودلت المسألة علی ان الملاهی کلها حرام (هدایه ص۴۵۵ ج۴ کتاب الکراهیة، عالمگیری ص۳۴۳/ ج۵/ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة. الدر مع الشامی ص۲۲۲/ ج۵/ نعمانیه، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس).

[۲] وهی (التوبة) فرض علی الاعیان فی کل الاحوال والازمان الی قوله قال الکلبی التوبة النصوح الندم بالقلب والاستغفار باللسان والاقلاع عن الذنب والاطمئنان علی انه لایعود الخ. (الجامع لاحکام القرآن ص۱۸۲/ ج۹/ الجزء الثامن عشر، سوره التحریم تحت آیت۸، مطبوعه دارالفکر بیروت. تفسیر مظهری ص۳۴۵/ ج۹/ مطبوعه رشیدیه کوئٹه. المفهم شرح مسلم ص۶۹/ ج۷/ کتاب الرقاق، باب وجوب التوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت).

[۳] ان امامة الفاسق مکروهة تحریما، طحطاوی مع المراقی مصری ص۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة.

[۴] ان المغنی للناس انما لا یقبل شهادته لانه یجمعهم علی کبیرة والقرطبی علی ان هٰذا الغنا وضرب القضیب والرقص حرام بالاجماع (بزازیه علیٰ الهندیه ص۳۴۹/ ج۶/ قبیل کتاب الکراهیة، هدایه ص۱۶۲/ ج۳/ باب من یقبل شهادته الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند).

موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے دوسرے کو امام بنانا چاہئے تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قوالی سننے والے کی امامت

سوال:۔ جیسا کہ آج کل عرسوں میں قوالی ہوتی ہے۔ ان میں کسی امام مسجد کا شریک ہو کر سننا یا اس کو اچھا کہنا کیسا ہے؟ آیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب تک دوسرا آدمی موجود ہو تو قوالی سننے والے عرس میں شریک ہونے والے کو امام نہیں بنانا چاہئے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

قوالی سننے والے کی امامت

سوال:۔ زید پیرزادہ ہے، موجودہ دور کی قوالی مع مزامیر سنتا ہے، رسم گاگر کرتا ہے، چادر مرغا جو لوگ قبر پر چڑھاتے ہیں اس کو بھی منع نہیں کرتا۔ حتی کہ طواف قبر وسجدہ سے مانع نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس نماز کا کیا حکم ہے جو ایسے شخص کی امامت میں ادا کی گئی ہو؟

---

[۱] کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۵/ فصل فی بيان الاحق بالامامة. شامی زکریا ص ۲۹۹/ ج ۲/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. البحر الرائق كوئٹه ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الامامة).

[۲] حوالہ ۱/ ملاحظہ ہو۔

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

من ذهب الى الغزووفاتته صلوٰة فقد ارتكب سبع مأة كبيرة كذا عن الشيخ الرازى فما ظنك فيمن فاتته صلوٰة لمثل هٰذالحضور.....وغرضه استماع الدف والمزمار واللعب بالرقص الذى احدثهٗ اولاً السامرى حين اخرج لهم عجلا جسداً لهٗ خوار وقد نقل صاحب الهداية فيها انّ المغنى للناس انما لا يقبل شهادته لانهٗ يجمعهم على كبيرة والقرطبى علىٰ ان هٰذا الغنا وضرب القضيب والرقص حرامٌ بالاجماع عند مالك وابى حنيفة والشافعى واحمد فى مواضع من كتابه الفتاوىٰ البزازية[1] ص ۳۴۹ ج۳ علىٰ هامش الهندية ج٦ وبسط الكلام فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية[2] ص ۳۵۵ ج۲.

اعلم ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام ومَا يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطلٌ وحرامٌ مالم يقصد وا صرفها لفقراء الانام الدرالمختار[3] علىٰ هامش رد المحتار ص ۱۲۸ ج۲.

لايجوز مايفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعيادِ ويسمونه عُرساً اھ التفسير المظهرى[4].

---

[1] بزازيه ص ۳۴۹/ج٦/ كتاب الفاظ تكون اسلاماا وكفراً، فى المتفرقات.

[2] تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۳۲۲/ ج۲/ بولاق مصر ص ۳۷۴/ج۲/مطلب فى سماعة الآلات المطربة، مسائل وفوائد شتى من الحظروالاباحة. الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۳۴۹/ج٦/ كتاب الحظر والاباحة. عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۲/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو الخ.

[3] الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۴۳۹/ج۲/ قبيل باب الاعتكاف. طحطاوى على المراقى مصرى ص ۵۷۱/ باب مايلزم الوفا به الخ. البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۸/ج۲/ قبيل باب الاعتكاف.

[4] التفسير المظهرى ص ٦۵/ج۲/اٰلِ عمران تحت آيت ٦۴/مطبوعه رشيديه كوئٹه.

جو شخص امور مذکورہ کا ارتکاب کرتا ہے، یا قدرت کے باوجود ان امور کو منع نہیں کرتا بلکہ بلاتکلف دیکھتا رہتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان امور سے ناخوش نہیں۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۴ھ

سینما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی امامت

سوال:۔ ایک پیش امام صاحب جو ہمیشہ سینما دیکھتے ہیں اور قوالی بھی سننے جاتے ہیں اور ان کے لڑکے کی تجارت بھی سینما کی ہے اور خود امامت کرتے ہیں اور مصلّے پر کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ ہم میں کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سینما دیکھنا اور قوالی سننا مستقل عیب ہے۔ اس کے باوجود اپنے کو بے عیب سمجھنا بہت بڑا عیب ہے۔ قوالی کی حرمت سکب الانہر[۲] اور فتاویٰ بزازیہ[۳] و تنقیح[۴] الفتاویٰ الحامدیہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً طحطاوى على المراقى ص ۲۴۴/ باب الامامة. شامى زكريا ص ۲۹۹/ ج۲/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام.

[۲] سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۲۱۹/ ج۴/ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۳] ان هذا الغنا وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع الخ (بزازيه على الهندية ص ۳۴۹/ ج۶/ فى المتفرقات، قبل كتاب الكراهية).

[۴] تنقيح الفتاوى الحامديه ص۳۵۵/ ج۲/ مسائل وفوائد شتى من الحظر والاباحة، (بقیہ آئندہ)

گانا بجانے والی عورت کے شوہر کی امامت

سوال:۔ (الف) وہ حفاظ جو مختلف مساجد میں امامت کراتے ہوں اوران کے مکانات مسکونہ کسی ایک مسجد سے بہت ہی ملحق ہوں مگران کی عورتیں ان کی موجودگی ہی میں اپنے ناچ گانے اور بے ہودہ نغمات سے نمازیوں کے خیالات منتشر کرتی ہوں حالانکہ مسلمان غیر مسلموں سے فوراً دست وگریباں ہو جاتے ہیں اگروہ کسی مسجد کے پاس سے باجا بجاتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

(ب) اگران کے ان شوہروں کو کہ وہ امام ہیں روکنے کے لئے کہا جاتا ہے۔تو وہ حجت کرتے ہیں اور دین سے بے خبر لوگوں کی عورتوں کو اپنی عورتوں کے لئے مثال بناتے ہیں۔ لہٰذا۔

(الف) ان کا یہ فعل دین میں کس قسم کا ہے؟

(ب) ان لوگوں کی امامت جائز ہے یا نہیں اوران کی سزا کیا ہے۔ نیز وہ عورتیں جن کے شوہر امام ہیں اوروہ اگر تقاریب میں اپنے اس بیہودہ گانے کی آواز سے طوفانِ بدتمیزی اٹھائیں اوراسے جائز سمجھیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے اس قسم کے گھروں کا مسلمان اگر مقاطعہ کردیں توان کا یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

اگروہ امام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہیں اور پھرنہیں روکتے تو وہ لوگ گنہگار ہیں ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں۔اگروہ روکنے پر قادر

(گذشته کا بقیه) مطلب فی سماعة الآلات المطربة. عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۲/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ.

نہیں یا روکتے ہیں لیکن نہیں مانتیں پھر ان اماموں پر عورتوں کے ان افعال کا گنہ نہیں[1] اور اس صورت میں انکی امامت میں بھی اس سے نقصان نہیں آتا۔ البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے بلکہ عورتوں کے افعالِ مذکورہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔تو ان کی امامت منع ہے[2] بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو۔اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہوتو مقاطعہ کرنا مناسب ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ربیع ۲/۵۸ھ

ناچ گانے میں شرکت کرنے والے کی امامت!

سوال:۔امام نماز پڑھا کر گھر چلا گیا محلّہ میں ناچ گانا یا بھیڑ ہو رہی تھی، محلّہ کے کافی مسلمان اس میں شرکت فرماتے تھے، اس مجلس میں روشنی کی ضرورت تھی ایک شخص نے کہا گیس جلالو، مگر حاضرین میں جتنے لوگ تھے گیس جلانا نہیں جانتے تھے لوگوں نے کہا کہ امام صاحب کو بلا لو وہ

---

[1] اذا اعتادت الزوجة الفسق علیه الامر بالمعروف والنهی عن المنکر والضرب فی ما یجوز فیه فان لم تنزجر لا یجب التطلیق لان الزوج قد ادی حقه والاثم علیها(نفع المفتی والسائل ص۱۰۳ ما یتعلق باطاعة الزوجات، کتاب الحظر والاباحة).

[2] تقدم تخریجه تحت عنوان ''جوشخص ستر کا اہتمام نہ کرے اسکی امامت''.

[3] وهو (ای حدیث مالک)دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته (المفهم ص۹۸/ج۷/ کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت. راجع المرقاة ص۷۱۶/ج۴/ کتاب الأداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ طبع بمبئی. نووی علی مسلم ص۳۶۳/ج۲/ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

جلادیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر امام صاحب واپس گھر چلے گئے، اب محلّہ کے ایک سود خوار حاجی صاحب کہتے ہیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، علیحدہ نماز پڑھتا ہے۔ باقی سب محلّہ کے لوگ امام صاحب کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں سب کی نماز درست ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ناچ وغیرہ کام کرنا اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے[۱] جو لوگ اس میں شریک تھے سب ہی گنہگار ہوں گے، گیس جلانے کے لئے امام صاحب کو بلانا اور بھی غلط ہے۔ ان کے بلانے پر امام صاحب نے گیس جلادیا، اگر نہ آتے تو اس کے سب مخالف ہوجاتے ابھی تو ایک ہی آدمی مخالفت کرتا ہے۔ پھر سب مخالفت کرتے اس ڈر کے مارے اگر امام نے آکر گیس جلادی تو اس کو ایسی سزا دینا کہ ایک حاجی صاحب اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ نماز کو ناجائز بتلاتے ہیں تو یہ زیادتی ہے۔ امام صاحب بھی استغفار کریں[۲] اور حاجی صاحب بھی ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں، سود کا لینا دینا حرام اور موجب لعنت ہے[۳] اس سے بھی حاجی صاحب باز آئیں

---

۱ الرقص حرام بالاجماع (بزازیه علی الهندیه ص ۳۴۹ ج۶ قبیل کتاب الکراهیة. الجامع لاحکام القرآن ص ۵۱/ ج۷/ الجزء الثالث عشر، سوره لقمان تحت آیت ۶/ مطبوعه دارالفکر بیروت. روح المعانی ص۱۰۵/ ج۱۲/ الجزء الحادی والعشرون، مطبوعه دارالفکر بیروت).

۲ واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور ولایجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة (روح المعانی ص ۲۳۶/ ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرین، سوره لقمان تحت آیت ۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت. مسلم شریف ص ۳۵۴/ ج۲/ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی).

۳ عن جابر قال لعن رسول الله ﷺ اٰکل الربوا وموکله الحدیث (مسلم ص۲۷/ ج۲/ باب الربوا. مشکوٰة ص ۲۴۴) باب الربا.

ترجمہ:۔ رسول خدا ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اورتوبہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ساز پر گانے والے کی امامت!

سوال:۔ایک شخص نائی ہے اور ساز پر گاتا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نائی کا پیشہ درست ہے بشرطیکہ ڈاڑھی نہ مونڈتا ہو، ساز پر گانا ناجائز ہے[1]، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جو امام لڑکے کا بوسہ لے اس کی امامت!

سوال: ایک شخص دو سال سے امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے ایک بچہ جو نہایت خوبصورت ہے اس کو کمرہ میں لے جاتے تھے اور بوسہ لیتے تھے، ایک مرتبہ اس بچے نے شکایت کی کہ امام صاحب نے میرا بوسہ لیا ہے، امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں اس کو بیٹا سمجھ کر بوسہ لیا ہوں اور مصری لوگ بھی بوسہ لیتے ہیں، میں کیوں جھوٹ

---

[1] ان المغنی للناس انما لا یقبل شهادته لانه یجمعهم علی کبیرة والقرطبی علی ان هٰذا الغنا وضرب القضیب والرقص حرام بالاجماع (بزازیة علی الهندیة، ص۳۴۹/ج۳/ فصل فی المتفرقات، قبیل کتاب الکراهیة، هدایة ۴۵۵/ج۴/ کتاب الکراهیة).

[2] ویکره امامةعبد وفاسق وفی الشامیة بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم .(الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۸/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی علی المراقی مصری ۲۴۴/فصل فی بیان الاحق بالامامة).

بولوں، اس پر مسجد میں ہنگامہ ہوا اور دو پارٹیاں بن گئیں بعدہٗ اس کو مسجد سے الگ کر دیا گیا، اب وہ پھر آنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے نمازی ان کو لانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ایسے امام کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام صاحب سے بہتر صحیح العقیدہ مسائل نماز اور طہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا متبع سنت دوسرا امام مل جائے تو سابق امام کو دوبارہ لانے اور امام بنانے پر ہرگز اصرار نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت

سوال: اگر کوئی شخص کسی لڑکے کا بوسہ لے لے اور اس کو انزال ہو جائے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

شہوت پوری کرنے کے لئے لڑکے کا بوسہ لینا ناجائز ہے[2] جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام

---

[1] ویجب ان یکون امام القوم فی الصلاۃ افضلھم فی العلم والورع والتقویٰ والقراءۃ والحسب والنسب والجمال وعلیٰ ھٰذا اجماع الامۃ الخ (تاتارخانیہ ص ۶۰۰/ج ۱/ مطبوعہ کراچی، اما الکلام فی بیان من ھو احق بالامامۃ. شامی کراچی ۵۵۹/ج ۱. شامی زکریا ص ۲۹۸/ج ۲/ باب الامامۃ. عالمگیری کوئٹہ ص ۸۳/ الفصل الثانی فی بیان من ھو احق بالامامۃ).

[2] وکرہ تحریماً تقبیل الرجل فم الرجل او یدہ او شیئاً منہ.....وھٰذا لو عن شھوۃ (الدر مع الشامی کراچی ص ۳۸۰/ج ۶/ باب الاستبراء، کتاب الحظر والاباحۃ. عالمگیری کوئٹہ ص ۳۶۸/ج ۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاۃ الملوک الخ. المحیط البرھانی ص ۱۱۸/ج ۸/ کتاب الکراھیۃ، الفصل الثلاثون فی ملاقاۃ الملوک الخ مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل).

بنانا مکروہ تحریمی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے[۱]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز!

سوال: ایک مسجد کا امام اگر کسی مولانا صاحب کو حرام زادہ یا حرام خور اور گدھے کی طرح چلاتا ہے وغیرہ کہہ کر گالی دے تو اس سے امام صاحب کو کسی قسم کا گناہ ہوسکتا ہے یا نہیں اور اب گالی دینے کے بعد جتنے دن وہ نماز پڑھایا ہے ان نمازوں کی حالت کیا ہوگی اور کیا امامت میں کوئی نقص پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

معمولی مسلمان کو گالی دینا بھی فسق ہے۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الحدیث[۲] عالم دین کو اگر بلاوجہ گالی دے تو ایمان کا خطرہ ہے[۳] امام صاحب کو اس کا تدارک ضروری ہے معافی مانگیں

---

[۱] واما الفاسق فقدعللوا کراهة تقديمه بانه لايهتم لامردينه بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامی زکریا ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی على المراقى مصرى ۲۴۴/فصل فى بيان الاحق بالامامة).

[۲] راجع حديث عبدالله بن مسعود مرفوعاً متفق عليه (مشكوٰة ص ۴۱۱/باب حفظ اللسان. بخارى شريف ص ۱۲/ج ۱/ كتاب الايمان، باب خوف المؤمن ان يحبط عمله، مطبوعه اشرفى ديوبند. مسلم شريف ص ۵۸/ج ۱/ كتاب الايمان، باب قول النبى ﷺ سباب المسلم فسوق، مطبوعه رشيديه دهلى).

[۳] يخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً اوفقيها من غير سبب (عالمگيرى ص ۲۷۰/ج۲/ موجبات الكفر كتاب السير. الباب التاسع فى احكام المرتدين. البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱۳/ج۵/ باب احكام المرتدين).

توبہ کریں[۱] ورنہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے اور ان کو امام بنانا جائز نہ ہوگا[۲] جو نماز پڑھیں جا چکی ان کا اعادہ لازم نہیں[۳]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۱/۶ھ

جھگڑالو اور فسادی کی امامت!

سوال:۔ گذارش ہے کہ اس سے قبل خط روانہ کر چکا ہوں اس میں آپ نے پانی کے متعلق تو تحریر کر دیا لیکن حافظ جی کے متعلق کچھ نہیں تحریر کیا۔ جو حافظ جھگڑے فساد گالی وغیرہ سے پیش آتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بے وجہ جھگڑا فساد کرنا اور گالی دینا بہت برا ہے[۴]، امام اور مقتدی سب کو اس سے باز آنا چاہئے توبہ کرنا چاہئے جو نمازیں اس امام کے پیچھے پڑھی گئی ہیں ادا ہو گئیں ہیں آئندہ ایسا نہ کریں۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[۱] تقدم تخریجه تحت عنوان ''ناچ گانے میں شرکت کرنے والے کی امامت''۔

[۲] تقدم تخریجه تحت عنوان ''لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت''۔

[۳] چونکہ منافیٔ صلاۃ کوئی عمل نماز میں نہیں کیا اسلئے نماز کا اعادہ لازم نہیں۔

[۴] سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ الحديث مشكوٰة شريف ص ۴۱۱، مطبع یاسر ندیم دیوبند باب حفظ اللسان۔ **ترجمہ**:۔ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر (کا کام) ہے۔

گالی کی عادت والے کی امامت!

سوال:۔ جس آدمی کی عادت ہو کہ وہ بات کرنے میں گالی دیتا ہو اور مقتدیوں کو گالی دیتا ہو منافق کہتا ہو تو کیا وہ شخص امامت کے قابل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ وصف ہرگز امامت کے لئے زیبا نہیں اس کا منصب جلیل ہے شان امامت کے خلاف ہے اس کو اصلاح کرنی چاہئے ورنہ تو وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوگا[1]۔

تنبیہ:۔ مقتدیوں کے لئے سخت ابتلا ہوتا ہے جب ان کو ایسے امام ملتے ہیں حق تعالیٰ کی رحمت ہو تو مقتدیٰ بھی اچھے ہوں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام صاحب کے لئے کسی عامل کی منی پینا!

سوال:۔ یہاں پر پیش امام حافظ ہے اخلاق اچھے ہیں شریعت کے پابند ہیں پوری جماعت ان سے خوش ہے مگر ایک بار ایسی غلطی سرزد ہوگئی کہ امام نے ایک عامل متقی پرہیزگار کی منی پی لی (پیالہ میں لے کر) اور کہا مجھے یہ بشارت ہوئی تھی کہ ان کی منی پینے سے دلی مراد حاصل ہوگی۔

---

[1] یجب أن یکون امام القوم فی الصلاۃ افضلهم فی الورع والتقویٰ والقراءۃ والحسب والنسب والجمال وعلیٰ هٰذا اجماع الامة تاتارخانیه ص ۶۰۰/ج ۱/ (مطبوعه کراچی) فی بیان من هو احق بالامامة. تبیین الحقائق ص ۱۳۳/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. عالمگیری کوئٹه ص ۸۳/ج ۱/ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة.

[2] روی أن اعمالکم عمالکم وکما تکونوا یولی علیکم کشف الخفاء ص ۱۴۷ ج ۱ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

مگر اب امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ شیطان کا غلبہ تھا جس کی بنا پر یہ عظیم غلطی سرزد ہوئی، معافی کا خواستگار ہوں، وہ بیچارے خدا کے حضور میں بھی گڑگڑاتے ہیں، اپنی جہالت کے قائل ہیں، اب آپ بتائیں کہ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور شرعاً کیا سزا ہوگی، وہ شریعت کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

منی خواہ کسی عامل متقی کی ہو یا کسی فاسق وفاجر کی ہو نجس اور حرام ہے[1] اس کا پینا نجس اور حرام چیز پینا ہے۔ جس کو ایسی بشارت ہو کہ منی پینے سے مراد پوری ہوگی اس کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ ایسی بشارت شیطان کی طرف سے ہے، اف: امام صاحب سے سخت غلطی ہوگئی، اگر وہ سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کریں اور اطمینان ہو کہ ان عامل صاحب یا کسی بھی عامل صاحب کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے تو ان کی امامت درست ہوگی[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک امام نے ایک شخص کے گھر میں اسکی سگی ہمشیرہ کا نکاح بغیر طلاق کر دیا اگر

---

[1] ثم ان نجاسة المنی عندنا مغلظة الی قوله وفی المسعودی منی الانسان نجس وکذامنی کل حیوان (البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۵/ج ۱/ باب الانجاس. شامی کراچی ص ۳۱۳/ج ۱. شامی نعمانیه ص ۲۰۸/ج ۱/ باب الانجاس. ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۸۸/ج ۱/ باب الانجاس، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت).

[2] ..... لحدیث اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ مشکوٰة شریف ص ۲۰۶ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث. گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

چہ لوگوں نے منع بھی کیا اوراس نے بعد میں اقرار کرکے توبہ بھی کر لی ہے تو اب اسکی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیوں کہ جب تک پہلا شوہر زندہ ہے اوراس نے طلاق وغیرہ بھی نہیں دی تو اس کی عورت کا نکاح کسی جگہ شرعاً درست نہیں[1] اورامام نے جو باوجود علم کے وہ نکاح پڑھایا تو امام گنہگار رہوا اورلوگوں کے سمجھانے سے نہ ماننے کی وجہ سے اورسخت گناہ ہوا لہٰذا ایسے شخص کوامام بنانا مکروہ ہے۔ جب کہ کوئی دوسرا شخص اہل امامت موجود ہو۔ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسقٍ در مختار ج ۱/ص ۵۲۳[2]۔

لیکن جب سب کے سامنے توبہ کر لی اوراپنی غلطی کا اقرار کرکے نادم ہوا تو اب اس کی امامت جائز ہے لقولہ علیہ السلام اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ ۶/۸/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۶/شعبان ۵۲ھ

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته..... لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا (شامی کراچی ۱۳۲ ج۳ مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر. عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/ کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر. قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/ باب فی المحرمات).

[2] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱. مطبوعه کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ قبیل البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. ملقتی الابحر علی مجمع الانهر ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. البحرالرائق کوئٹه ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة).

[3] فی حدیث عبدالله بن مسعود رواه ابن ماجة(مشکوٰة ص ۲۰۶ باب الاستغفار والتوبة **ترجمه**:۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مثل ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

خالہ بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے صحیح سے قرآن وقراءت نہیں پڑھ سکتا ہے۔ نماز جمعہ بھی وہی پڑھاتے ہیں جو کہ خطبہ میں پڑھتے ہیں۔ ہر روز پنجگانہ اذان بلا وضو کے دیتے ہیں چند اشخاص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا ٹھیک نہیں لیکن امام صاحب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بلا وضوء اذان دینا جائز ہے اور صحیح ہو جاتی ہے اور وہ پیش امام عقائد نکاح سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے۔ ایک نکاح امام صاحب موصوف نے ناجائز پڑھا دیا ہے۔ نکاح بحیثیت دستور طریقہ سے پڑھایا ایک شخص کے گھر میں خالہ موجود ہے اس کی بھانجی سے اس کا نکاح جائز قرار دے دیا۔ آیا یہ مسئلہ جائز ہے یا نہیں، خالہ اور بھانجی ایک مرد کے عقد میں رہ سکتی ہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

آپ نے لکھا ہے کہ ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے۔ اس کا مطلب میں نہیں سمجھا ناظرہ حافظ کسے کہتے ہیں۔ قراءت قرآن شریف میں کیا غلطی کرتے ہیں۔ اس کو لکھئے کیوں کہ بعض غلطی معمولی ہوتی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور بعض غلطی سخت ہوتی ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ خطبہ کے متعلق کیا لکھا ہے سمجھ میں نہیں آیا صاف صاف لکھئے۔

اذان کیلئے افضل یہ ہے کہ باوضو کہے لیکن اگر بے وضو کہدے تب بھی ناجائز نہیں بلکہ درست ہے۔ ویکرہ اذان جنب واقامة محدث لااذانه علی المذهب الخ در مختار[1] ص۴۰۷ ج ۱۔

---

[1] ..... الدر المختار مع الشامی ص۲۶۳/ج ۱ . شامی کراچی ۳۹۲/ج ۱/ باب الاذان، مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب الخ. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱۱۷/ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. تاتارخانیه کراچی ص۵۱۹/ج ۱/ نوع آخر فی اذان المحدث والجنب.

امام صاحب کو اگر معلوم تھا کہ اس شخص کے گھر میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اور اب دوسری سے نکاح کرتا ہے اور وہ دوسری بھانجی ہے پہلی خالہ ہے اور یہ ناجائز ہے تو وہ شخص اور وہ عورت اور امام صاحب جس قدر لوگ نکاح میں شریک ہوئے سب پر توبہ لازم ہے اور جس کو علم نہیں تھا وہ گنہگار نہیں ہوگا۔[1] اب لازم ہے کہ اس مرد اور عورت میں تفریق کرادیں[2] اور امام صاحب اور سب شریک ہونے والے توبہ کریں اور امام صاحب توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے بشرطیکہ دوسرا آدمی امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو۔ وہ مرد وعورت اگر مفارقت نہ کریں اور باوجود فہمائش کے نہ مانیں تو سب مل کر ان سے قطع تعلق کرلیں[3] تاکہ وہ دونوں تنگ آکر توبہ کریں اگر وہ شخص دوسری عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو فی الحال

---

[1] قال الفتوی علی الترديد ان استعمل مستحلا كفر والا لا فان ارتكب من غير استحلال فسق (شرح فقه اكبر ص ۲۳۲/فی الاشعار الحافظية الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند).

[2] لايجوز الجمع بين المرأة وعمتها او خالتها او بنت اختها او بنت اخيها الخ (مجمع الانهر ص ۴۸۰/ج ۱/ باب المحرمات، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. سكب الانهر ص ۴۷۹/ج ۱/ باب المحرمات، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. تبيين الحقائق ص ۱۰۵/ج ۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعه امداديه ملتان). ويجب على القاضی التفريق بينهما (البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۹/ج ۳/ باب المهر. الدرالمختار على الشامی زكريا ص ۲۷۶/ج ۴/ باب المهر، مطلب فی النكاح الفاسد. عالمگيری كوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/ الباب الثامن فی النكاح الفاسد واحكامه).

[3] وهو (ای حديث مالک) دليل على وجوب هجران من ظهرت معصية فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم ص ۹۸/ج ۷/ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير بيروت. مرقاة شرح مشكوة ص ۷۱۶/ج ۴/ كتاب الادب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه ممبئی. نووی على مسلم ص ۳۶۳/ج ۲/ كتاب التوبة، توبة كعب بن مالک، مطبوعه رشيديه دهلی).

دونوں کو الگ کردے اور پہلی کو طلاق دیدے جب اس کی عدت ختم ہو جائے تب دوسری سے نکاح کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی ماں کی ماں سے یعنی سوتیلی نانی سے نکاح کرلیا ہے آیا یہ نکاح کیسا ہوا ہے اور سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے یا نہیں؟

(۲) اگر محرمات میں ہے تو جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اور جو لوگ اس میں شامل ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو تو اس کے لئے امامت درست ہے یا نہیں اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے تو نکاح فسخ کر دیا جائے یا نہیں اور امام صاحب جتنے دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے ہیں وہ نماز لوٹانا پڑے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

---

[1] وان اراد ان یتزوج احداهما بعدالتفریق فله ذلک ان کان التفریق قبل الدخول وان کان بعد الدخول فلیس له ذلک حتی تنقضی عدتهما وان انقضت عدة احداهما دون الاخری فله ان یتزوج بالمعتدة دون الاخری کیلایکون جامعا بینهما وان دخل باحداهما فله ان یتزوجها دون الاخری مالم تنقض عدتها لان عدتها تمنع التزوج باختها وان انقضت عدتها جاز له ان یتزوج بایهما شاء لعدم المانع (تبیین الحقائق ص۱۰۴/ج۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان. عالمگیری کوئٹه ص۲۷۸/ج۱/ القسم الرابع المحرمات بالجمع. شامی زکریا ص۱۲۰/ج۴/ فصل فی المحرمات. البحرالرائق کوئٹه ص۹۶/ج۳/ فصل فی المحرمات).

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

(۱) سوتیلی نانی سے کیا مراد ہے اگر ماں کی سوتیلی ماں یعنی حقیقی نانا کی بیوی پھر تو اس سے نکاح ناجائز ہے حرم اصله وفرعه وزوجة اصله وفرعه ولو بعيداً اھ درمختار[۱]۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یعنی کسی عورت سے اس کے باپ نے دوسرا نکاح کرلیا اس عورت کی حقیقی ماں یا سوتیلی ماں سے اس نے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے۔

قال الخير الرملي ولا تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا ام زوجة الاب ولابنتها ولا ام زوجة الابن ولابنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب الخ رد محتار[۲]

(۲) جائز نکاح پڑھانا اور اس میں شامل ہونا تو جائز ہے اور ناجائز نکاح پڑھانا اور اس میں شامل ہونا جائز نہیں جواز عدم وجواز (۱) سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر جائز نکاح پڑھایا ہے پھر تو اس کی امامت میں کوئی اشکال نہیں۔ اگر ناجائز نکاح پڑھایا ہے اور مسئلہ سے واقف ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور مرد اور عورت نیز شرکاء سب کو گناہ ہوا سب کو توبہ لازم ہے[۳] اور مرد وعورت میں تفریق ضروری ہے[۴] اگر امام

---

[۱] ملخصاً الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۷۹-۲۷۷/ج۲، مطبوعه کراچی ص۲۸، ۳۱/ج۳/ فصل فی المحرمات، کتاب النکاح. البحر الرائق کوئٹه ص ۹۳/ج۳/ فصل فی المحرمات. تبیین الحقائق ص ۱۰۲/ج۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] رد المحتار علی الدر المختار نعمانیه ص ۲۷۹/ج۲. شامی کراچی ص ۳۱/ج۳/ فصل فی المحرمات، کتاب النکاح.

[۳] واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة علی الفور سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة (روح المعانی ص ۲۳۶/ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرین، سورۂ لقمان تحت آیت ۸، مطبوعه دارالفکر بیروت. نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ج۲/ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی).

[۴] ویجب علی القاضی التفریق بینهما البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۹ ج۳ باب المهر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۷۶ ج۴، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰ ج۱ الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه.

توبہ نہ کرے تو اسکو امام نہ بنایا جائے[1] اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کیا ہے تو گناہ نہیں ہوا[2] البتہ تفریق پھر بھی ضروری ہے جو نمازیں ایسے امام کے پیچھے لوگ پڑھ چکے ہیں۔ اس نکاح پڑھانے کی وجہ سے ان کا اعادہ کسی حال میں لازم نہیں خواہ نکاح جائز پڑھایا ہو خواہ ناجائز جواز عدم جواز کا حال نمبر ا میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۵۹ھ

مطلقہ مغلظہ کو بلا حلالہ رکھنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اس پر حکم شرعی معلوم کیا گیا تو علماء کرام نے طلاق مغلظہ ثابت کرتے ہوئے حلالہ کا حکم دیا لیکن یہ شخص مذکور حلالہ کو عار خیال کرتا ہے اور تعلق زوجین قائم رکھتے ہوئے اپنے پاس زوجہ کو رکھے ہوئے ہے یہ شخص پنج وقتہ نماز کا امام ہے جمعہ وعیدین وغیرہ کا امام کبھی برابر ہوتا ہے صورت بالا کے ہوتے ہوئے یہ امامت کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی جائیں گی وہ صحیح ہوں گی یا نہیں۔ اکثر لوگ اس واقعہ کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایسی صورت میں اس کو امامت کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس عورت کو طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہو اس کو بلا حلالہ کے رکھنا حرام ہے اس کی حرمت

---

[1] تقدم تخریجه تحت عنوان ''قوالی سننے والے کی امامت''.

[2] رفع عن امتی الخطا والنسیان ای اثمه لاحکمه الخ (السراج المنیر ص ۳۱۶/ج ۲/ حرف الراء، مطبوعه دارالفکر بیروت. فیض القدیر ص ۳۴/۴/ حرف الراء، مطبوعه دارالفکر بیروت).

نص قطعی سے ثابت ہے۔فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ الاٰية[1]

پھر جب تک شخص مذکور عورت کو جدا کر کے حرام کاری سے توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو جائیگا۔مگر اس کو امام بنانے سے کراہت تحریمی کا گناہ ہوگا۔

لوقدموافاسقا یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائهٖ بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ماینافیها بل هوا لغالب بالنظر الیٰ فسقهٖ ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلاً عند مالک وروایة عن احمد الاناجوزناهامع الکراهة لقولهٖ علیه السلام صلواخلف کل بر وفاجرروا ه الدار قطنی الیٰ قوله لکن قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی به الافی الجمعة للضرورة فیها بخلاف سائر الصلاٰة للتمکن من التحول الی مسجد اٰخر فیماسوی الجمعة وعلیه یحمل عمل الصحابة والتابعین فی الاقتداء بالحجاج وعلیٰ هٰذا فینبغی ان تکره الجمعة ایضاً اذا تعددت الجوامع کما فی زماننا لامکان التحول اذا الفتویٰ علیٰ جوازالتعدد کبیری[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف ۲۶/۷/۶۱ھ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۳۰ **ترجمہ**:۔پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔

[2] .....کبیری ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور. شامی زکریا ص ۲۹۸-۲۹۹/ ج ۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۸-۳۴۹/ ج ۱/ باب الامامة.

تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام (امامت جنازہ معاشرت وغیرہ)

سوال:۔(۱) زید نے بقائمی ہوش وحواس معززین شہر کے سامنے بجبر واکراہ تین طلاق دیدی آیا وہ دوبار اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کرسکتا ہے۔اگر کرسکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

(۲) اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے اس لئے میں نے ایسا کیا کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟

(الف) کیا امام شافعیؒ یا کسی اور امام کا یہ مسلک ہے کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کر کے مطلقہ کو رکھے؟

(ب) مقلد امام ابوحنیفہؒ ہو کر ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) ایسے شخص کے ساتھ معاشرت خورد ونوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(د) اگر یہ شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

(ہ) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(و) کیا اس کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

(ز) اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد بھی اس بیوی کو مثل منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اس سے نکاح حرام ہے۔"حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ الاٰیۃ"[۱]۔

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت ۲۳۰ **ترجمہ**:۔یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ کرے (بیان القرآن)

(۲) اگر کوئی شخص بیک لفظ تین طلاق دے مثلاً کہے " اَنْتِ طَالِقٌ ثَلاثاً" تو یہ طلاق مغلظہ باتفاق ائمہ اربعہ واقع ہوجاتی ہے امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف نہیں۔ ان کے نزدیک بھی تجدید نکاح (بلا حلالہ) کے کافی نہیں لہٰذا زید کا قول غلط ہے ایسا شخص ائمہ اربعہ اور اجماع اور نص قطعی کے خلاف کرتا ہے جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی توبہ نہ کرے اس سے معاشرت ومجالست ترک کردی جائے تاکہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے[۱]۔ اس کے جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے[۲]۔ البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں۔ تو گنجائش ہے[۳]۔

زید مذکور کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے[۴] پس کفارہ یہی ہے کہ عورت مذکور کو علیحدہ کردے

---

[۱] وهو (اى حديث مالک) دليل على وجوب هجران من ظهرت معصية فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ (المفهم شرح مسلم ص۹۸/ج۷/ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير بيروت. نووى على مسلم ص۳۶۳/ج۲/ كتاب التوبة، توبة كعب بن مالک، مطبوعه رشيديه دهلى. مرقاة شرح مشكوة ص۷۱۶/ج۴/ كتاب الادب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه ممبئى).

[۲] والصلاة اى صلاة الجنازة واجبة اى فرض كفاية عليكم ان تصلوا على كل مسلم براً كان او فاجراً وان عمل الكبائر. مرقاة شرح مشكوة ص۹۳/ج۲/ باب الامامة، قبيل الفصل الثالث، مطبوعه ممبئى.

[۳] غير ان اهل الفضل يجتنبون الصلاة على المبتدعة والبغاة واصحاب الكبائر ردعا لامثالهم الخ (المفهم شرح مسلم ۶۳۸/ج۲/ كتاب الجنائز، باب من لايصلى عليه، مطبوعه دار ابن كثير بيروت. نووى على مسلم ص۳۱۴/ج۱/ كتاب الجنائز، قبيل كتاب الزكاة، مطبوعه رشيديه دهلى).

[۴] امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوى على المراقى ص۲۴۴/ فصل فى بيان الاحق بالامامة، طبع مصر. تاتارخانيه ص۶۰۳/ج۱/ اما الكلام فى بيان من هو احق بالامامة، مطبوعه كراچى. شامى زكريا ص۲۹۹/ج۲/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. حلبى كبيرى ص۵۱۳/ فصل فى الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور).

اور خدا کے سامنے رو کر سچی توبہ کرے۔ اس نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے اس مسئلہ پر مستقل رسائل الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ اور الازہار المربوعہ وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے۔ وذھب جمھور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الىٰ انه يقع ثلاث قال فى الفتح بعد سوق الاحاديث الدالة عليه وهٰذا يعارض ما تقدم واما امضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلا يمكن الاوقد اطلعوا فى الزمن المتأخر على وجودنا سخ اولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بانا طته بمعان علموا انتفاؤها فى الزمن المتاخر وقول بعض الحنابلة توفى رسول الله ﷺ عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم او عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل اما اولافاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمرؓ حين امضى الثلاث ولا يلزم فى نقل الحكم الاجماعى عن مأة الف تسمية كل فى مجلد كبير لحكم واحد على انه اجماع سكوتى واما ثانيا فالعبرة فى نقل الاجماع نقل ما عن المجتهدين والمائة الف لا يبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم اكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وانس وابى هريرة والباقون يرجعون اليهم ويستفتون منهم وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحاً بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الاالضلال وعن هٰذا قلنا لو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف شامی[1] ص ۵۷۶ ج ۲۔

اعلاء السنن جلد ۱۱ ر کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط و مدلل کلام کیا ہے من شاء البسط فليراجع اليه۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸ر شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور یوپی ۱۹ر شوال ۶۶ھ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۴۱۹ ج ۲. شامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۳ کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور. فتح القدير ص ۴۶۹ ر ج ۳ر باب طلاق السنة، مطبوعه مصر). (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محض ضد میں طلاق دینے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص مولوی عالم ہوکر اپنی عورت کو محض اس وجہ سے طلاق دی کہ میرے بہنوئی نے میری بہن کو طلاق دی ہے یعنی ایک کی بہن دوسرے کو بیاہی تھی جب پہلے اس نے مولوی صاحب کی بہن کو طلاق دے دی ہے تو مولوی صاحب نے بھی ضداً اس کی بہن کو طلاق دیدی پھر علاوہ ازیں مہر خرچ وغیرہ نہیں دیتا تو ایسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنا اور سلام طعام کا معاملہ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جولوگ اس ظلم یا اس سے بڑے ظلم (حق اللہ یا حق العباد کے تلف کرنے میں) ملوث نہ ہوں ان کو چاہئے کہ ایسے شخص کو اپنی نماز کے لئے امام نہ تجویز کریں[1]۔ سلام طعام ترک کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کو اصلاح پر آمادہ کریں ورنہ آج کل سلام وطعام کے ترک کرنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے خاص کر اہل علم حضرات جن کا کسی صاحب نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق نہ ہو اور وہ خود فکر اصلاح سے خارج ہوں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) [2] اعلاء السنن ص ۱۴۸/۱۱/ باب ایقاع الثلاث مجموعة معصية وان وقعن كلهن، كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه مكه مكرمه).

[1] ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للإمامة وفي الطحطاوي والفسق لغة : خروج عن الإستقامة..... وشرعاً خروج عن طاعة الله تعالى بإرتكاب كبيرة الخ (طحطاوي مع المراقي ص ۲۴۵/فصل في بيان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر. مجمع الانهر ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل في الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت).

مکان کا کرایہ نہ دینے والے کی امامت!

سوال:۔ جو شخص نہ مکان خالی کرے اور نہ ہی کرایہ ادا کرے اور مالک مکان کو پریشان کرے تو ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نہ مکان خالی کرنا، نہ کرایہ ادا کرنا یہ ظلم وغصب ہے[1] ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2] جب تک وہ توبہ کرکے اصلاح نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

جس کو امام کے گناہ کا علم ہے اس کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا

سوال:۔ نعوذ باللہ زید زانی ہے اس کا علم سوائے عمر کے کسی کو نہیں ہے زید امام ہے عمر چاہتا ہے کہ اس کی برائی ظاہر نہ ہو اور عمر اگر اس کے اس فعل کے بعد اقتداء نہ کرے تو اس کی برائی ظاہر ہو جائے گی اس بناء پر یہ اقتداء کرتا ہے تو کیا ان کا یہ ارادہ درست ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو یوم القیامۃ میں مستحق شر ہوگا یا خیر؟

---

[1] فی الحدیث تحریم الظلم والغصب وتغلیظ عقوبته وامکان غصب الارض وانه من الکبائر (فتح الباری ص ۳۹۵/ج۵/ کتاب المظالم راجع عمدة القاری ص ۲۹۹/ج۱۲/ مطبوعه دار الفکر بیروت).

[2] ویکره امامة فاسق و أعمی وفی الشامی (قوله وفاسق) عن الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الرباء ونحوها الی قوله بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیم کراهة تحریم. (شامی زکریا ص ۲۹۸-۲۹۹/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة أقسام. طحطاوی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الأحق بالإمامة الخ، مطبوعه مصر).

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھائے[۱]۔ نیز یہ کہ منصب امامت جلیل منصب ہے اس کا بھی لحاظ ضروری ہے[۲]۔ اگر علم ہو گیا تو مقتدیوں کو بھی نفرت ہو جائے گی۔ خدائے تعالیٰ کا عذاب مستقل ہے۔ اگر امام توبہ کرلے تو بس کافی ہے[۳]۔ بات آگے نہ بڑھائیں ورنہ عمر خود نماز دوسری جگہ پڑھ لیا کرے اور دوسرے لوگوں پر امام کی بات ظاہر نہ کرے۔ یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ زید کے متعلق عمر کو صحیح علم ہو ورنہ محض بدگمانی کا اعتبار نہیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۲/۱۶ھ

استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت

سوال:۔ ایک استاد مثلاً (زید نے) اپنے شاگرد (مثلاً عمرو) کو کسی ناراضگی کی بناء پر عاق کردیا کیا عاق کرنا شرعاً کوئی حکم رکھتا ہے بصورتِ دوم کیا حکم ہے اور اس شخص کو امام مسجد بنانا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ: استاذ کی ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

---

۱ الامر بالمعروف یحتاج إلی خمسة أشیاء ..... والثالث الشفقة علی المأمور فیأمره باللین والشفقة (عالمگیری ص ۳۵۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، مطبوعه کوئٹه)

۲ والامامة علی الحقیقة انما هی للّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه وخلفائه (اتحاف السادة المتیقن، ص ۱۷۵/ ج۳/ کتاب اسرار الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت).

۳ قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم التائب من الذنب کمن لاذنب لهٗ (مشکوة شریف ص ۲۰۶/ ج۲/ باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

۴ فی حدیث **ابی هریرة** ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (الحدیث مشکوة شریف ص ۴۲۷/ باب ماینهی عنه من التهاجر الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) عاق کہتے ہیں نافرمان کو، شاگرد صورت مسئولہ میں یقیناً ایسی حرکت کا مرتکب ہے کہ جو استاد کی ناخوشی کا موجب ہے۔ شاگرد کو ایسی حرکت سے توبہ کرنا اور استاد کو راضی کرنا ضروری ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے تب تک اس کو امام نہ بنانا چاہئے[۱]۔ بعد توبہ اس کی امامت درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

استاد کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی امامت!

سوال:۔ عالم خالد نے عباس کو عرصہ دراز تک دینی تعلیم پڑھا لکھا کر دین اسلام سے آشنا کیا، علم فقہ سے مفصل واقف کار کرایا، بعد ازیں اگر عباس مذکور اپنے پدر بزرگوار یا برادر کے کہنے پر مولوی خالد کو کسی مجلس سے برخواست کردے زدوکوب کی دھمکی دے اور خود پیشوا بنے کیا ایسا بے ادب شاگرد امام بن سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) جب تک عباس توبہ واستغفار نہ کرے یا تو اپنی خطا کی اپنے استاد سے معافی نہ مانگے کیا اس کے پیچھے نماز جنازہ نماز عید وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس استاد نے دین اسلام کی تعلیم دی اور علم فقہ سے مفصل واقف بنایا وہ بہت بڑا محسن ہے

---

[۱] أن امامة الفاسق مكروهة (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الأحق بالامامة، طبع مصر. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ ج ۱/ الفصل السادس فی بیان الامامة، مطبوعه کراچی. شامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام).

[۲] قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ (مشکوٰة ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبة، طبع دیوبند)

اس کا حق باپ بھائی سے زیادہ ہے[1]۔ باپ بھائی یا کسی اور کے کہنے پر استاذ کو زدوکوب کی دھمکی دینا نہایت کمینہ حرکت ہے ایسا شخص امامت کا مستحق نہیں جب تک نالائق حرکت پر نادم ہو کر توبہ نہ کرے اور استاذ سے معافی نہ مانگ لے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۶ھ

باپ کو گالی دینے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص باپ کو حرامی، تیرے جنم میں نطفہ کا فرق ہے بول کر گالی دے اس کے اوپر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا شخص فاسق اور نہایت کمینہ ہے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

باپ کو گالی دینے اور ستانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص اپنے بوڑھے باپ کو بہت ستاتا ہے اس پر کبھی کبھی فاقہ ڈالتا ہے جھگڑتا

---

[1] ان حق الشیخ کحق الوالد بل اولیٰ منه ولذا قالوا ان عقوقه لا یغفر بالتوبة(حاشیه البذل ص ۶ ج ۱ باب کراهیة استقبال القبلة. عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۸/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات)..

[2] لوقدموا فاسقاً یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (حلبی ص ۵۱۳، فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس فی بیان الامامة، شامی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل البدعة خمسة اقسام باب الامامة).

ہے کبھی والد کو دھوکا بھی دیا، والد بے نمازی ہے۔ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب باپ غریب اور ضعیف ہو کھانے کمانے کے قابل نہ ہو تو اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ ہوتا ہے[۱]۔ باپ اگر چہ بے نمازی اور گنہ گار ہو تب بھی باپ کا احترام واجب اور لازم ہے اس کو گالی دینا اور ستانا حرام ہے[۲]۔ جو شخص باپ کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو سوال میں درج ہے وہ فاسق اور بہت بڑا گنہگار و ظالم ہے اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۹۰ھ

گالی دینے والے کی امامت

سوال:۔ ایک مسجد کے امام صاحب اگر کسی مولانا صاحب کو حرام زادہ یا حرام خور اور گدھے کی طرح چلاتا ہے وغیرہ کہہ کر گالی دیں تو اس سے امام صاحب کو کس قسم کا گناہ ہو سکتا ہے اور یہ گالی بکنے کے بعد جتنے روز نماز پڑھائی ہے تو اس نماز کی کیا حالت ہوگی اور امامت میں کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

[۱] ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا اوذمیین (عالمگیری ص ۵۶۴ ج ۱ الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام)

[۲] فی حدیث عبدالله بن عمروبن العاص مرفوعاً من الکبائر شتم الرجل والدیه" الحدیث (مسلم ص ۶۴ ج ۱ باب الکبائر، کتاب الایمان)

[۳] ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً (طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامة، تاتارخانیه ص ۶۰۳/الفصل السا دس من هو احق بالامامة، مطبوعه کراچی. شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

معمولی مسلمان کو گالی دینا بھی فسق ہے۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ[1] عالم دین کو بلا وجہ گالی دے تو ایمان کا خطرہ ہے[2] امام صاحب کو اس کا تدارک ضروری ہے۔ معافی مانگے توبہ کرے ورنہ وہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے اور ان کو امام بنانا جائز نہ ہوگا[3] جو نمازیں پڑھی جا چکی ہیں ان کا اعادہ لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۲ھ

جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اس کی امامت

سوال:۔ جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اور مسجد کا احترام نہ کرے ایسے امام کی امامت کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسی حرکت سے تو ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے[4]۔ امام کا منصب تو بلند ہے اگر امام باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے[5]۔ فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من حديث عبدالله بن مسعود متفق عليه (مشكوٰة ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] يخاف عليه الكفر اذا شتم عالماً اوفقيها من غير سبب (عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۰/ج ۲/ موجبات الكفر، ما يتعلق بالعلم والعلماء. البحرالرائق ص ۱۲۳/باب احكام المرتدين كتاب السير، مطبوعه ايم، اے سعيد كراچی)

[3] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی على المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بيان الاحق بالامامة، تاتارخانيه ص ۶۰۳/ج ۱/ كراچی الفصل السادس من هو احق بالامامة، شامی كراچی ص ۵۶۰/باب الامامة، البدعة خمسة اقسام)

[4] فی حديث عبدالله بن مسعود مرفوعاً سباب المسلم فسوق، الحديث متفق عليه (مشكوٰة ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان) **ترجمه**:۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

حمل ساقط کرانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا بعد دو ماہ کے پتہ چلا تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے تب اس حمل کو ایک ناگوار سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر پھر دوبارہ الٹا کر نکاح کیا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا۔ حمل ساقط کرا کے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی البتہ وضع حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا[1] قصداً حمل کو ساقط کرنا ایسی صورت میں سخت گناہ ہے[2]۔ اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو توبہ کرنا لازم ہے اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہو اور یہ جب صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۸/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/شعبان ۵۳ھ

---

[1] وصح نكاح حبلى من زنا من غيره وان حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع (الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۹۱/ج۲/ شامی کراچی ص۴۸/ج۳، فصل فی المحرمات، هدایه ص ۳۱۲/ج۲/ کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات)

[2] لوارادت القاء الماء بعد وصوله الى الرحم قالوا ان مضت مدة ينفخ فيه الروح لا يباح لها والنفخ مقدر بمأة وعشرين يوماً بالحديث (شامی کراچی ص۳۷۴ج۶قبیل باب الاستبراء، کتاب الحظر والاباحة. عالمگیری ص۳۵۶/ج۵/ کتاب الکراهية، قبيل الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه کوئٹه)

کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت

سوال:۔کمیونسٹ پاٹی کا ممبر بننا اوراس کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں اورووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲۔زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اوراس کا حمایتی بھی ہے۔اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۳۔بکر حافظ قرآن ہے اور کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ بھی دیا ہے اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہب اسلام کے مخالف ہیں اوران کی اس اصل کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بننا مذہب اسلام کی مخالفت کرنا ہے ان کو ووٹ دینا ایک مذہب اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے[۱]۔اس بات کو سمجھتے اوراعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اوراس کو ووٹ دینے والے کو امام بنانا درست نہیں[۲] بعض آدمی مذاہب اسلام کے معتقد اور پابند ہو کر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بناء پر کمیونسٹ یا کسی اور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اوران کی اس مصلحت کے پیش نظر سچے پکّے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں لیکن ان کی اس روش سے ایک مخالف اسلام پارٹی کو فروغ ہو کر اقتدار حاصل ہوتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام

---

۱ تَعَاوَنُوْا عَلیٰ البِرِّ وَ التَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلیٰ الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. سورۂ مائدہ آیت ۳.

۲ ان امامة الفاسق مکروهة تحریماً الخ (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/باب الامامة، مصری. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام. تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس من هو احق بالامامة)

کے خلاف نہیں بلکہ موافق سمجھیں گے اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کو ووٹ دیا ہے ان سے اپنے ایسے مطالبات منظور کرائیں گے جو کہ اسلام کے مخالف ہوں گے اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکّار قرار دیں گے اور یہ غداری ومکّاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔ نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کرسکتا۔ کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک وحدیث شریف میں آئی ہے ایسے لوگوں پر نبی کریم ﷺ کو اعتماد تھا نہ خود ان کی پارٹی کو ان لوگوں کا حال یہ تھا۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

وقت کی پابندی نہ کرنیوالے کی امامت

سوال:۔ ایک پیش امام نماز کے ٹائم کی پابندی نہیں کرتا۔ ان سے ایک دو دفعہ کہا بھی گیا ہے۔ انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی، ان کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کو چاہئے کہ وقتِ مقررہ کی پابندی کیا کریں۔ مقتدیوں کو پریشانی نہ ہونے

---

[1] سورۃ النساء آیت ۱۴۳.

دیں۔ جب وقتِ جائز میں نماز پڑھا دیتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۴ھ

جو امام مسجد کی دوکان بیچ دے اس کی امامت!

سوال:۔ مسجد کے دروازہ میں ایک دوکان تھی امام مسجد نے اس دوکان کو فروخت کر دیا جب لوگوں نے شور مچایا تو رقم واپس کی کیا ایسے امام کے لئے امامت کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کر لیا تھا پھر توبہ کر لی تو وہ درگذر کے قابل ہے[1]، ورنہ اس کی امامت مکروہ ہے[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

جو امام مسجد کے دروازے پر دوکان لگائے اس کی امامت

سوال: ایک امام نے مسجد کے دروازے پر الماری کھڑی کر کے دوکان لگالی جس کی بناء پر راستہ مسجد کا نمازیوں کی آمد ورفت کے لئے تنگ ہو گیا کیا ایسے امام لائق امامت ہیں؟

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ (مشکوۃ شریف ص ۲۰۶/باب الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ دیوبند)

[2] فی الحدیث تحریم الظلم والغصب وتغلیظ عقوبتہ وامکان غصب الارض وانہ من الکبائر (فتح الباری ص ۳۹۵ ج۵ کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض وراجع عمدۃ القاری ص ۲۹۹/ج۶/ الجزء ۱۲/ مطبوعہ دارالفکر)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کو ایسے تصرف کا حق نہیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

جو امام تبلیغی نصاب پڑھنے سے روک دے اس کی امامت!

سوال:۔ مسجد میں بعد نماز فجر تبلیغی نصاب کی تعلیم ہوا کرتی تھی، اس کو اس امام نے روک دیا کیا ایسا امام امامت کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کیوں روک دیا، کیا اس میں کوئی خلاف شرع بات تھی، دین کی اشاعت کی تو امام پر بھی بڑی ذمہ داری ہے[۲]، جو امام نہ خود دین حق کی اشاعت کرے اور نہ دوسروں کو اشاعت کرنے دے وہ امام بنانے کے لائق کہاں ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] از عج القاعد فیها (ای فی المواضع التی تضر العامة) مطلقاً (شامی ص کراچی ۶۶۲/ج ۱ مطلب فیمن سبقت یده الی مباح احکام المسجد قبیل باب الوتر والنوافل). لایجوز للقیم أن یضیق فناء المسجد **للمارّة** والجماعة ببناء الحانوت فیه (بزازیه مع الهندیه ص ۲۷۲/ج۶/ کتاب الوقف، الرابع فی المسجد و مایتصل به، مطبوعه کوئٹه)

[۲] کُنْتُمْ خَیْرَاُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ، الآیة (سوره آل عمران آیت ۱۱۰) عن عبداللّٰه ابن عمرؓ قال قال رسول صلی اللّٰه علیه وسلّم بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً اِلیٰ قَوْلِهٖ رواه البخاری (مشکوٰة شریف ص ۳۲/کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

غیر مسلم سے سارق کا نام معلوم کرنے والے کی امامت!

سوال:۔ کسی مسلم یا غیر مسلم سے سارق کا نام اور شئ مسروقہ کے پتہ پوچھنے جانے والے اور یہ ظاہر کرنے والے کہ وہ ہر ایسی باتوں پر یقین رکھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا عقیدہ اور عمل غلط ہے خلاف شرع ہے[1]۔ جب تک اس سے توبہ نہ کرلے ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

امام کا مقتدی کو کتّا کہنا!

سوال:۔ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ مقتدی کو کتّا کہے اور یہ بھی کہے کہ دفع ہو جا اور کہیں جا کر نماز پڑھو اور یوں کہے کہ اگر مجھے ہٹا دیا گیا میرا قائم مقام لایا گیا تو مسجد میں خون کی ندیاں بہادونگا اور میں اپنے مخالف کو ہلاک کردوں گا میرے پاس ایسے بہت لوگ ہیں جو یہ کام کرسکتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ اپنے مقتدی کو بلا وجہ کتا کہیں اور مسجد سے نکالیں امام صاحب کے لئے تو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے لئے بھی دعائے خیر کیا کریں اور مسجد کو

---

[1] ان تصدیق الکاھن بما یخبرہ من الغیب کفر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۲ /مطبوعہ مجتبائی دھلی)

اور زیادہ آباد کرنے کی کوشش کریں اور اگر مقتدی نے کچھ نالائقی کی ہو اور اس پر ڈانٹ دیا ہو تو یہ ممکن ہے تاہم مقتدیوں کے ذمہ امام کا ادب واحترام واجب ہے[1] اور امام صاحب کو بھی چاہئے کہ سب سے اخلاق ومروت کا معاملہ کریں سخت الفاظ خصوصاً خلاف شرع الفاظ بولنے سے پوری احتیاط برتیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ

جو امام دینی وعظ کی اجازت نہ دے سیاسی تقریروں کی اجازت دے

سوال:۔ جو امام ملت سے غداری کرے۔ جو مسجد میں دینی وعظ خدا اور رسول کے ذکر کی اجازت نہ دے دینی وعظ اور جلسوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے بے شرع لوگوں کو سیاسی جلسوں کی اجازت دے اور ان کی ہر طرح مدد کرے جو بڑے متکبر اور مغرور ہوں، غریب اور کمزور کو دھونس دیں کیا ان کی یہ باتیں ٹھیک ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ مسئلہ تو اتنا صاف ہے کہ ہر شخص جانتا ہے۔ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں[3]۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی مسلمان خاص کر امام ان امور کا کیسے مرتکب ہوسکتا ہے دینی وعظ اور خدا اور رسول کے ذکر کی اجازت نہ دے اور اس کو اس سے تکلیف ہوتی ہو۔ واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] تعظیم اولی الامر واجب (شامی کراچی ص ۲۲۰/ ج ۲/ باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب تعظیم اولی الامر واجب)

[2] فی الحدیث، علیک بالرفق و ایاک والعنف والفحش، الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۱/باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[3] ویکرہ امامۃ عبد وفاسق. قال الشامی ولعل المراد من یرتکب الکبائر الخ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الإمامۃ)

جوامام تنخواہ لینے کے باوجود نماز نہ پڑھائے اس کا حکم!

سوال:۔ایک جامع مسجد کے امام سے مقتدی اس لئے ناراض ہے کہ وہ کبھی وقت پر نماز نہیں پڑھاتے اور جب مقتدی عرض کرتے ہیں کہ آپ جماعت میں پابندی سے تشریف لاکر نماز پڑھائیں تو فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ میں تنخواہ پاتا ہوں اس لئے مسجد کی امامت کا پابند نہیں۔ حالانکہ ہر سال ان کو رمضان المبارک میں بڑی رقم پیش کی جاتی ہے۔مزید ان کو دو سو روپیہ پیش کئے گئے تاکہ وہ نماز پڑھانے کی پابندی کریں تو انھوں نے فرمایا کہ یہ روپیہ حرام ہے مگر تھوڑی دیر میں کوئی تاویل کر کے اس وقت ہم سے لے لیا اور فرمایا کہ اس جامع مسجد میں چار خاندان کے لوگ نماز پڑھتے ہیں فی خاندان سو روپئے لوں گا چنانچہ ہم چار خاندان والے ۱۰۰/۱۰۰ روپئے پیش کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی نماز نہیں پڑھاتے امام صاحب کے گھر میں ایک نوجوان لڑکا رہتا ہے جس کے سارے مصارف امام صاحب ہی برداشت کرتے ہیں اور اپنی بیوی کا بھی ان سے پردہ نہیں کراتے غرض خلاف شرع کام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں بہت بڑا عالم ہوں، ابھی اسی بقرعید پر امام صاحب نے نماز عید پڑھائی ہے اتنی جلدی کہ سینکڑوں نمازی رہ گئے، اور عیدگاہ کے علاوہ مسجدوں میں دو نمازیں ہوئیں دیہات کے جو مسلمان آئے ہیں وہ بغیر نماز پڑھے چلے گئے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جوامام تنخواہ لینے کے باوجود پابندی نہ کرے اور نماز پڑھانے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں مدرسہ سے تنخواہ پاتا ہوں امامت کا پابند نہیں تو وہ امامت کی تنخواہ کا حقدار نہیں[1]،

---

[1] فان الواقف اذا شرط علی المدرسین والطلبة حضور الدرس أیاماً معلومة فی کل جمعة فانه لایستحق المعلوم إلا من باشر خصوصاً اذا قال الواقف ان من غاب عن المدرسة تقطع معلومة فان یجب اتباعه (البحر الرائق ص۲۲۷/ج۵/ کتاب الوقف، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی)

نمازیوں کو چاہئے کہ اپنے امام کا مستقل انتظام کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۸ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ ۲۷/۱/۹۸ھ

ہندوؤں کا بکرا ذبح کرنے والے کی امامت

سوال:۔ اہل ہنود کافر، زید کے مکان پر آئے اور کہا چلو صاحب ہمارے دو بکرے ذبح کردو یہ مسلمان اس کے ساتھ دریا پر بلا روک ٹوک چلا گیا ذبح کرنے سے پہلے اس مسلمان نے ان آدمیوں (کفاروں) سے دریافت کیا کہ بکروں کو کس کے واسطے ذبح کرتے ہو۔ کہا کہ ہمیں خواجہ کی بھینٹ دینی منظور ہے ان اہل ہنود کے ساتھ سوائے بکروں کے دلیا بھی بھینٹ کے لئے موجود تھا جو مسلمانوں کی نظروں نے بھی دیکھا ہے اب پوچھنا اس امر کا ضروری ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

۲۔ اب اس مسلمان آدمی سے دو چار گاؤں کے آدمیوں نے جو اس گاؤں میں رہتے ہیں جہاں یہ پڑھا لکھا مسلمان رہتا ہے پوچھا کہ تم نے ان اہلِ ہنود کے وہ بکرے کیوں ذبح کئے یا ایسا امر کیوں کیا تو اب وہ مسلمان پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ تم اس کو رب کے واسطے ذبح کرو اور ثواب اس کا خواجہ کو پہونچاؤ یہ مسلمان آدمی شاید ان پوچھنے والوں کے رعب داب سے یہ بات کہتا ہے یا شریعت کے ڈر سے ہمیں کافی ثبوت نہیں کہ اس نے ان سے ایسا کہا یا نہیں کہا کیوں کہ دوسرا سوائے اہل ہنود اور اس ذبح کرنے والے کے اور مسلمان وہاں نہیں تھا باقی وہ اپنی زبان سے اس بات کو ضرور کہتا ہے اس آدمی کا ان کو ایسا جواب دینا کیسا ہے؟

۳۔ یہ مسلمان ہر ایک پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ مسئلہ صحیح ہے اس مسئلہ کو وہ مسلمان

صحیح اس واسطے کہتا ہے کہ اگر وہ ان بکروں کو گنڈا سے سے مارتے تو ان کی جان بری طرح سے نکلتی چلو شریعت کی تکبیر سے حلال ہی کرو اس خیال سے حلال کرنا کیسا ہے اور اس مسلمان کی سب باتیں شریعت کی رو سے تحریر کرنی ضروری ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس مسلمان نے ان کفار سے یہ کہا ہے کہ ان بکروں کو خدا کے نام پر ذبح کرو اور ثواب خواجہ کو پہونچاؤ تب تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی نقصان نہیں اس سے اس کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آئی اور جب کہ کوئی اور شخص وہاں موجود نہیں تھا اور وہ مسلمان کہتا ہے کہ میں نے ایسا کہا ہے تو پھر اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا جاتا تردید کی وجہ کیا ہے اس کا اعتبار کرنا چاہئے محض اس وجہ سے کہ شاید پوچھنے والوں کے رعب سے یا شریعت کے مسئلہ سے ڈر کر اب بات بناتا ہے اور اس وقت اس نے کہا نہیں ہوگا اس کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا سمجھنا جائز نہیں[1] جب کوئی پکی دلیل نہ ہو مسلمان کے قول کا اعتبار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵۹ھ

خائن کی امامت

سوال:۔ امام صاحب حج کو گئے مسجد کا گھنٹہ لانے کے لئے پیسے دیئے گئے، انہوں نے بمبئی میں لاکر بیچ دیا اور کم روپئے کا بمبئی سے خرید کر مسجد میں دے دیا۔ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ان الظن القبیح بمن ظاهره الخیر لا یجوز (تفسیر قرطبی ص ۳۰۱/ ج۸/ سورۂ حجرات آیت ۱۲، مطبوعه دار الفکر بیروت)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو گھنٹہ مسجد کے روپئے سے خریدا اس کو فروخت کر کے خود نفع کمانا جائز نہیں[۱]، یہ خیانت ہے، پھر جو پرانا گھنٹہ خرید کر دیا ہے اگر وہ مسجد کے لئے مناسب ہو تو اس کو رکھ لیا جائے اور جو نفع پہلے گھنٹہ کو فروخت کرنے سے ملا ہے وہ بھی مسجد کے واسطے لے لیا جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۳ھ

خائن کی امامت

سوال:۔ ایک صاحب راشن کی دکان میں سرکاری ریٹ کے علاوہ بلیک کرتے ہیں مثلاً چینی بلیک سے چار روپیہ پچھتر پیسہ فروخت کرتے ہیں تو امانت میں خیانت کرنا کیسا ہے؟ ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امانت میں خیانت کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے بلکہ نفاق کی علامت ہے[۳] جس شخص کا یہ

---

[۱] ولو وکلہ بشراء شئٍ بعینہ فلیس لہ ان یشتریہ لنفسہ (ھدایۃ ۱۸۴/ج۳/ باب الوکالۃ بالبیع والشراء شامی ص۵۱۷ ج۵ طبع کراچی وبیروت)

[۲] أن الغاصب والمودع اذا تصرف فی المغصوب او الودیعۃ وربح لا یطیب لہ الربح الخ (ھدایہ ص۳۷۵/ ج۳/ کتاب الغصب، مطبوعہ تھانوی دیوبند)

[۳] الخیانۃ ھو التصرف فی الامانۃ علی خلاف الشرع..... ان النبی ﷺ قال اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذااؤتمن خان .....الحدیث (عمدۃ القاری ص۲۲۰/ ج۱/ باب علامات المنافق، بیان انساب رجالہ وبیان لغاتہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت. مشکوٰۃ ص۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق.

حال ہو اس کو امام بنانا مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ

کمیٹی کا حساب امام کے سپرد کر دیا اس میں امام کی گونا گوں خیانتیں!

سوال:۔ اگر کسی مسجد کے پیش امام نے مسجد یا مدرسہ کے حساب وکتاب میں جو کہ منتظمین کمیٹی نے اس کے ذمہ کر دیا ہو اور اس نے کوئی خیانت کی ہو، اور منتظمہ کمیٹی کو اس کا مکمل ثبوت بھی مل گیا ہو ایسی حالت میں مذکورہ کمیٹی پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے امام موصوف سے امامت کراتے رہیں یا منصب امامت سے انہیں علیٰحدہ کر دیں، ایسی حالت میں نمازیوں کی نماز کے بگڑنے کے ذمہ دار صرف امام صاحب ہوں گے یا کہ مذکورہ کمیٹی پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اللہ کے یہاں مذکورہ کمیٹی بھی ذمہ دار ٹھہرائی جائے گی؟

۲۔ پیش امام کی سپردگی میں ایک دینی مدرسہ ہے مسجد کی منتظمہ کمیٹی امام صاحب کو مدرسہ کے چندہ وغیرہ صدقۃ الفطر، زکوٰۃ، عطیات وخیرات وچرم قربانی کی رقومات جمع کر کے باقاعدہ حساب رکھتے ہوئے مناسب خرچ کرنے کا ذمہ دار بنا دیتی ہے جب ان سے حساب مانگا گیا اور انہوں نے حساب پیش کیا اس میں کچھ رسیدات واخراجات پیش نہیں کئے گئے اور تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حساب اخراجات سے بے شمار زیادہ ہے جس سے بد دیانتی ثابت ہوتی ہے کیا از روئے شریعت ایسا حساب جائز ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس سے نماز پڑھوانا کیسا ہے اور شریعت مطہرہ میں ایسے امام کی کیا سزا مقرر ہے؟

۳۔ امام موصوف نے چار طلباء کو کپڑے بنا کر دینا حساب میں لکھا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا نہ کپڑے بنوائے گئے اور نہ طلباء کو دیئے گئے اور بد دیانتی سے وہ رقم حساب میں لکھ دی گئی،

---

[1] امامة الفاسق مكروهة تحريما، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الامامة، حلبی کبیر ص ۵۱۳ فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

اس پیسہ کی خیانت ہوئی اور جھوٹا حساب منتظم کمیٹی کو دیا گیا کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع جائز ہے؟

۴۔امام صاحب کے حساب پیش کرنے کے بعد جو رقم تحویل میں باقی نکالی جو کہ اخراجات کے علاوہ ان کے پاس باقی رہی تھی انہوں نے اس میں سے کچھ رقم جمع کر کے لکھ دیا۔

۵۔امام موصوف سے جب ایک دوسرے مد کا حساب لیا گیا تو انہوں نے بہت کم رقم تحویل باقی میں بتلائی اور جب ان سے حساب کے مطابق پانچ کمیٹی کے معزز اہل شرع حضرات نے جانچ کی تو وہ رقم تحویل باقی جو امام صاحب نے پیش کی تھی اس سے چار گنا زیادہ نکلی تحویل کی یہ رقم موصوف نے خود خرچ کر ڈالی۔مطلوبہ رقم مانگنے پر تنخواہ میں سے کاٹنے کو کہدیا، حالانکہ یہ رقم موصوف کے پاس ہمیشہ امانت رکھی جاتی تھی۔

۶۔امام موصوف کو جب یہ پتہ چلا کہ میرے دیئے ہوئے حساب کے لئے کمیٹی مقرر کردی گئی ہے اور میری خیانتیں اب منظر عام پر منتظمہ کمیٹی کے اور عوام کے سامنے آجائینگی تو امام صاحب نے سیدھے سادے مسلمانوں کو منتظمہ کمیٹی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور اپنے بچاؤ کے لئے ایک گٹ بنایا اور پارٹی بندی کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی بھرپور کوشش کی اور قوم کے اندر تفرقہ پیدا کردیا، اس امام کا یہ عمل کیسا ہے اور ایسے امام کی کیا سزا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا یا پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱تا۶) جھوٹ، خیانت، غبن، اپنے قصور کو چھپانے کے لئے تفرقہ وانتشار پھیلانا یہ امور ایسے ہیں جن کا حکم کسی مسلمان پر بھی مخفی نہیں سب ہی جانتے ہیں کہ یہ چیزیں ناجائز اور گناہ ہیں[1]

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اٰية المنافق ثلٰث إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أوتمن خان (**مشكوٰة** شريف ص۱۷/باب الكبائر وعلامات النفاق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

اور منصب امامت بلند منصب ہے[۱] امام کو سب مقتدیوں سے زیادہ متبع سنت اور بلند کردار ہونا چاہئے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ مقتدیوں کو ایسے امام ملتے ہیں، تاہم اگر امام صاحب امانت کی چیزیں اوران کا حساب صحیح صحیح دیں اور پختہ توبہ کرلیں اور یہ توبہ امامت کی خاطر نہ ہو بلکہ حقوق اللہ اورحقوق العباد کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ہواوران کے حالات سے اطمینان ہوجائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو معاف کردیا جائے[۲]، ورنہ دوسرے دیانت دار لائق امام کو تجویز کرلیا جائے۔ اولاً کچھ روز کے لئے عارضی طور پر امانت کا انتظام کسی اوردیانت دار کے سپرد کردیا جائے تو بہتر ہے تاکہ امام موصوف اس الجھن سے علیٰحدہ رہیں اورصرف نماز پڑھانا ان کے ذمہ رہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۱ھ

جھوٹ بولنے والے اورغیبت کرنے والے کی امامت

سوال:۔ زید نے جھوٹ غیبت بکر کی کی تو کیا زید قابل امامت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جھوٹ اورغیبت ناجائز ہے[۳] لہٰذا زید کو اس سے توبہ ضروری ہے اگر زید توبہ نہ کرے بلکہ

---

[۱] والإمامة علیٰ الحقیقة انما هی للّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه و خلفائه الخ (اتحاف السادة ص ۱۷۵ / ج۳/ کتاب اسرار الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] قال النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (مشکوٰة شریف ص ۲۰۶/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب الاستغفار، الفصل الثالث)

ترجمہ:۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

[۳] (الف) فیکون الکذب حراماً فی الاصل الا لضرورة عارضةٍ (اتحاف السادة ص ۵۲۳/ ج۷/ الآفة الرابعة عشر الکذب) مطبوعه دار الفکر بیروت.

(ب) کل مایفهم المقصود فهو داخل فی الغیبة وهو حرام (اتحاف ص ۵۴۱/ ج۷/ کتاب افات اللسان) مطبوعه دار الفکر بیروت.

جھوٹ اور غیبت پر اصرار کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے[1] بشرطیکہ دوسرا شخص اس سے بہتر امامت کے لائق ہو اور زید کو امامت سے علیٰحدہ کرنے میں فتنہ فساد یا مسجد کی ویرانی کا خوف نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف ۹/صفر ۵۹ھ

جھوٹے شخص کو امام مقرر کرنا

سوال:۔ ہم نے ایک فارغ التحصیل مولوی امام کو اپنی مسجد میں امام رکھا اس نے اپنے آپ کو یتیم ظاہر کیا تھا، اور ہم نے اس کی زکوٰۃ فطرہ وغیرہ سے کافی مدد کی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قوم کا تو فقیر ہے اور سب بیانات غلط ظاہر ہوئے، اب ایسے شخص کو امام رکھا جائے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس نے اپنے آپ کو یتیم ظاہر کیا یتیم تو نابالغ ہوتا ہے، نابالغ کو امام مقرر کرنا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی[2]، بالغ ہونے پر یتیم نہیں رہتا[3]، اگر اس نے غلط بیانی سے کام

---

[1] ویکرہ امامة عبد ..... وفاسق (شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة. طحطاوی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان من الاحق بالامامة، مطبوعه مصر. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس، من هو احق بالامامة، مطبوعه کراچی)

[2] لایصح اقتداء البالغ غیر البالغ فی الفرض وغیره (حلبی کبیری، سهیل اکیڈمی لاهور، ص ۵۱۶/فصل فی الامامة. عنایة علی فتح القدیر ص ۳۵۷/ج ۱/ باب الإمامة، دارالفکر بیروت. زیلعی ص ۱۴۰/ج ۱/ مطبوعه امدایه ملتان. عالمگیری ص ۸۵/ج ۱/ الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث، مطبوعه کوئٹه)

[3] قال علی بن ابی طالبؓ حفظت عن رسول اللّٰه ﷺ لایتم بعد احتلام (ابوداؤد شریف، رشیدیه دهلی، ج ۲/ص ۳۹۷/کتاب الوصایا، باب ماجاء متی ینقطع الیتم)

ترجمہ:۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے یہ بات محفوظ کی ہے کہ بلوغ کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

لیا، پھر اس کا جھوٹ اور فریب ظاہر ہوگیا، تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے[۱]، جب تک وہ توبہ نہ کرے امام کی تنخواہ رضامندی پر ہے، اگر مقررہ تنخواہ دینے پر رضامندی نہیں ہے، تو امام کو خود بھی حق ہے کہ چھوڑ دے اور جتنی تنخواہ طلب کرتا ہے، اگر مقتدی نہیں دے سکتے تو امام کو بھی انکار بھی کر سکتے ہیں تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۸ھ

حاسد کی امامت

سوال:۔ حاسدوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حسد کرنا گناہ ہے[۲]، امامت مکروہ ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

وعدہ خلاف کی امامت

سوال:۔ زید تجارت کرتا ہے مگر قرض وقت پر ادا نہیں کرتا بلکہ وعدہ پر وعدہ کرتا رہتا ہے

---

[۱] لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (حلبی كبير سهيل اكيڈمی لاهور پاكستان، ص ۵۱۳/فصل فی الامامة. شامی كراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. طحطاوی ص ۲۴۴/فی بيان من الاحق بالامامة، مطبوعه مصر)

[۲] ان الحسد حرام (اتحاف السادة المتقين ص ۵۹ ج ۸ كتاب ذم الغضب و العقد و الحسد، بيان حقيقة الحسد وحكمه مطبوعه دار الفكر بيروت)

[۳] ان امامة الفاسق مكروهة (طحطاوی على المراقی ص ۲۴۴/فصل فی بيان الاحق بالامامة، طبع مصر. تاتارخانيه كراچی ص ۶۰۳/ج ۱/باب الامامة، الفصل السادس من هو احق بالامامة، شامی ص ۵۶۰/ج ۱/ كراچی البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

اکثر اشخاص کو تجارت میں شرکت کی دعوت دے کر روپیہ وصول کر لیتا ہے اور ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرتا رہتا ہے۔ بکر سے زیور مستعار لیا جاتا ہے کہ ان کی اہلیہ کسی شادی میں شریک ہوں گی اور تین چار یوم کا وعدہ کیا جاتا ہے مگر وقت پر واپس نہیں کیا جاتا۔ متعدد تقاضوں پر مختلف بہانوں سے جواب ملتا ہے بالآخر اقرار کیا جاتا ہے کہ زیور رہن رکھا ہے اور اہلیہ کہیں نہیں گئی۔ اگر کوئی بات مسئلہ کی اسے کہی جاتی ہے تو تیوری پر شکن ڈال لیتے ہیں اور ترش روئی سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ زید امامت کے قابل ہے یا نہیں، زید کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا ہوگا۔ عمر زید کی ان حرکات کی بناء پر زید کے پیچھے نماز ترک کر دیتا ہے مگر کلام ترک نہیں کرتا تا کہ شر پیدا نہ ہو، زید عمر کو منافق کہتا ہے۔ زید کا یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ شرعی وعدہ خلافی کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اگر وعدہ کرتے وقت تو پورا کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں کسی مجبوری سے پورا نہیں کر سکا تو اس میں مضائقہ نہیں[1] مسئلہ بتانے پر چیں بجبیں ہونا بھی برا ہے۔ اگر زید کی وعدہ خلافی اور بد معاملگی کی عادت ہو گئی ہے جس سے دوسروں کو بھی اذیت ہوتی ہے تو اولاً زید کو نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ یہ عادت خلاف شرع اور ناجائز ہے۔ اسی طرح مسئلہ شرعیہ پر ترش رو ہونا اور سخت کلام ہونا بھی منع ہے اس سے توبہ لازم ہے اسی طرح کسی مسلم کو بلا وجہ شرعی منافق کہنا سخت گناہ ہے[2] اس سے بھی توبہ ضروری ہے۔ اگر زید توبہ کر لے اور آئندہ ان چیزوں کو چھوڑ دے تب تو خیر ورنہ زید کو امامت سے

---

[1] ذم الاخلاف انما هو من حيث تضمينه الكذب المذموم ان عزم علىٰ الاخلاف حال الوعد لاان طرأ له، مرقاة المفاتيح ص۱۰۶ج۱/ باب الكبائر وعلامات النفاق، مطبع اصح المطابع بمبئی.

[2] ولا تنابزوا بالالقاب هو قول الرجل للرجل يا فاسق يا منافق(قرطبی ص۲۹۷،۲۹۸/ج۸/ سورۂ حجرات آیت ۱۱)

علیحدہ کر دیا جائے بشرطیکہ زید سے بہتر امامت کے لائق دوسرا موجود ہو۔ عمر حرکات مذکورہ کی بناء پر زید کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے منافق نہیں ہوا۔ زید کا اس کو منافق کہنا جائز نہیں۔ بلکہ سخت گناہ ہے ایسے کلام سے زبان کو روکنا نہایت ضروری ہے جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ لازم نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ج ۲/۵۷ھ

منافق کے پیچھے نماز اور وعدہ خلافی کا حکم!

سوال:۔ وعدہ شکن کو منافق کہتے ہیں یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا منافق کے پیچھے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھے کہ وعدہ کو نہیں پورا کروں گا محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کرتا ہے۔ اس کو حدیث شریف میں منافق فرمایا گیا ہے[۱] یعنی اس میں ایک علامت منافق کی ہے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ مومن نہیں رہا اور جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں جائے گا اور اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کی نیت تھی مگر کسی عارض کی وجہ

---

[۱] فی حدیث ابی ھریرۃ مرفوعاً اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذِبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (بخاری شریف ص ۱۰/ج ۱/ کتاب الایمان باب علامۃ المنافق، مشکوٰۃ شریف ص۱۷ ج ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ منافق کی نشانی تین چیزیں ہیں (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۳) جب اس کے امانت سپرد کی جائے خیانت کرے۔

سے پورا نہیں کرسکا تو یہ منافق کی علامت نہیں بلکہ اس میں گناہ بھی نہیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

صدقۃ الفطر اور چرم قربانی لینے والے امام کی امامت

سوال:۔ ایک شخص قوم سید متمول صاحب ایک مسجد میں امام ہیں اور اس مسجد میں دو طرح کی آمدنی ہے ایک آمدنی شبِ قدر رمضان میں ۴۰/۵۰ روپیہ ہے اور دوسری آمدنی فطرہ اور صدقہ اور کھالیں قربانی کی ہیں تو ان دونوں آمدنیوں میں سے امام کے لئے کونسی جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے باوجود اس کے کہ امام کو صدقات اور قربانی کی کھالیں لینا ناجائز ہونے کا علم ہے اور پھر وہ منت اور خوشامد سے لیتا ہے اور دینے والوں کو بھی معلوم ہے کہ یہ امام متمول سید ہے مگر چوں کہ سید منت خوشامد کرتا ہے اسکی منت خوشامد کی وجہ سے ان کو دیتے ہیں پس ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے کہ جو دانستہ کھلم کھلا ناجائز آمدنی لے رہا ہے اور اہلِ قربانی جو علم کے باوجود کھالیں ان کو دیتے ہیں ان کی قربانیوں کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مالدار صاحب نصاب آدمی کو صدقہ فطر لینا ناجائز ہے اور ایسے شخص کو دینے سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا[۲]۔ نیز امامت وغیرہ کی اجرت میں دینا بھی جائز نہیں قربانی کی کھال خود استعمال

---

[۱] ذم الاخلاف انما هو من حيث تضمينه الكذب المذموم ان عزم علىٰ الاخلاف حال الوعد لاإن طرأله كما هو واضح (مرقاة ۱۰۶ باب الكبائر وعلامات النفاق، مطبع اصح المطابع بمبئی طیبی ص ۱۹۱/ج ۱ مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

[۲] ولا إلى غنى يملك قدر نصاب الخ الدر المختار على الشامی ص ۲۹۵/ج۳/ زکریا کتاب الزکوٰة باب المصرف. تبيين الحقائق ص ۳۰۲/ج ۱/ کتاب الزکوٰة باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان. عالمگیری ص ۱۸۹/ج ۱/ الباب السابع فی المصارف کتاب الزکاة)

کرنا امیر وغریب سب کو دینا جائز ہے لیکن امامت وغیرہ کی اجرت میں اس کو دینا بھی درست نہیں۔ اگر کھال فروخت کردی ہے تو اس کی قیمت کو کسی غریب مستحق کو صدقہ کرنا واجب ہے کسی مالدار کو دینا یا کسی اجرت میں یا خود رکھنا ہرگز جائز نہیں[1] تاہم قربانی میں اس سے خرابی نہیں آتی قربانی ادا ہو جاتی ہے صرف کھال یا اس کی قیمت کو بے محل صرف کرنے کا گناہ ہوتا ہے جس کی مکافات لازم ہے اگر امام اس کا مستحق نہیں اور پھر لیتا ہے اور اس کو مسئلہ بھی معلوم ہے تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے بشرطیکہ اس سے بہتر امام موجود ہو۔ صدقة الفطر كالزكوٰة فى المصارف اھ[2]۔ ويتصدق بجلدها اويعمل منه نحو غربال فان بيع تصدق بثمنه اھ درمختار[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف ۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

ایک شخص کا دو مسجدوں میں امامت کرنا

سوال:۔ ایک شخص یا ایک امام دو مسجدوں میں ایک وقت میں کیسے امامت واقامت کراسکتا ہے کسی امام کو ایک ایسی مسجد ملی ہوئی ہے کہ جس کی آمدنی کے لئے پچاس چالیس بیگہ

---

[1] ولا يعطى اجرا الجزار منها لانه كبيع لان كلامنهما معاوضة الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۴۷۵/ج ۹/ كتاب الاضحية. مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج ۴/ كتاب الاضحية، قبيل كتاب الكراهية، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[2] الدر المختار على رد المحتار زكريا ص ۳۲۵ ج ۳ باب صدقة الفطر. عالمگيرى ۱۹۴/ج ۱/ الباب الثامن فى صدقة الفطر، مطبوعه كوئٹه. بحر ۲۵۶/ج ۲/ باب صدقة الفطر، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

[3] الدر المختار على الشامى زكريا ص ۵۷۵ ج ۹ كتاب الاضحية. مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج ۴/ كتاب الاضحية. الدر المنتقىٰ ص ۱۷۴/ج ۴/ كتاب الاضحية، دار الكتب العلميه بيروت)

زمین صحرائی ملک ہے اوراس میں ایک باغ اورتکیہ جس کی آمدنی امام مذکوراپنے خرچ میں لاتے ہوں اوراس تکیہ وباغ میں ایک مزاربھی ہے جس کا چڑھاواوغیرہ بھی امام صاحب لیتے ہوں،اس باغ کی مسجد کی امامت واقامت امام صاحب مذکور پرفرض ہے یانہیں اورپھر یہ امام صاحب اپنی طمع نفسی کی وجہ سے بستی کی مسجد کے بھی امام رہتے ہیں ایسے شخص کے ساتھ یا پیچھے نماز درست یا جائز ہے یانہیں۔فقط

الجواب: حامداًومصلیاً!

جب ایک شخص کو معاوضہ مقرر کر کے ایک مسجد کی امامت کے لئے رکھا ہوتو اس مسجد کی امامت اس کے ذمہ ضروری ہے اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کے لئے جانا ناجائز ہے اگراس مسجد کوچھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر امامت کرائے گا تو وہ اس معاوضہ مقررہ کا مستحق نہ ہوگا[۱]۔اگرامام مذکورایک ہی نماز دومرتبہ دومسجدوں میں پڑھاتا ہےتو دوسری نماز درست نہیں ہوتی۔فرض نماز مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی بلکہ بدستور ذمہ میں باقی رہتی ہے[۲]۔مزار کا چڑھاوالینا ناجائز ہےاوراس پر چڑھانا بھی ناجائز ہے[۳]۔

---

[۱] ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من أجرتہ بقدر ماعمل (شامی کراچی ص ۷۰/ج۶/ کتاب الإجارہ، باب ضمان الاجیر. عالمگیری ص ۴۱۶/ج۴/ کتاب الإجارہ، الباب الثالث فی الأوقات التی یقع الخ، مطبوعہ کوئٹہ)

[۲] چونکہ امام کی اوّل مرتبہ فرض نماز ادا ہوگئی دوسری مرتبہ امام کی نفل نماز ہوگی مقتدیوں کی فرض اور یہ جائز نہیں۔ ولا مفترض بمتنفل ص ۳۸۹/ج ۱/ در مختار علی ھامش رد المحتار. نعمانیة، باب الامامة، مطلب الواجب کفایة ھل یسط یفعل الصبی وحدہ)

[۳] وما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیا الکرام تقرباً الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام (الدر المختار مع الشامی ص ۴۳۹/ج۲/ کراچی قبیل باب الاعتکاف کتاب الصوم. البحر الرائق ص ۲۹۸/ج۲/ کتاب الصوم، فصل عقد لبیان مایوجب العبد الخ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی. طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱/ باب مایلزم الوفاء بہ الخ کتاب الصوم، مطبوعہ مصری)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ کامل پوری

بہتان لگانا

سوال:۔ لوگ زید پر الزام لگاتے ہیں اور اتہام باندھتے ہیں کہ زید خالدہ سے بدکاری کراتا ہے اور اس کو دھمکاتے ہیں کہ تیرا وارنٹ نکلوادیں گے اور زید کو دیوث بتاتے ہیں شرعاً یہ لوگ گنہگار ہیں یا نہیں اور زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا دلیل کسی پر بہتان لگانا کبیرہ گناہ ہے[1] جو لوگ بلا شہادت شرعیہ زید پر الزام لگاتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں اور جب تک شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو اس سے زید کی امامت میں نقصان نہ آئے گا۔ بلکہ نماز پنجگانہ وجمعہ وعیدین سب کچھ زید کے پیچھے حسبِ سابق درست ہے۔ البتہ زید کو بھی چاہئے کہ اپنا طرز عمل بلا وجہ ایسا نہ رکھے جس سے تہمت کا موقع ہاتھ آئے خالدہ کا انتظام اگر ممکن ہو کرادے اور ایسی مجبوری کی حالت میں لڑکی کی امداد ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۳/صفر ۵۷ھ

---

[1] القذف ایضاً من الکبائر (ملخصاً شرح طیبی ص ۱۸۸/ج ۱/ کتاب الایمان، باب الکبائر، ادارۃ القرآن کراچی. مرقاۃ ص ۱۰۵/ج ۱ باب الکبائر مطبع اصح المطابع بمبئی)

تمباکونوش اور سنیما بیں شخص کی امامت

سوال:۔ ایک امام مسجد ہے وہ سنیما وغیرہ دیکھتا ہے، حالانکہ وہ عالم بھی ہے، بیڑی، سگریٹ کثرت سے پیتا ہے اور پان میں تمباکو چونا وغیرہ ملا کر کھاتا ہے، مسجد کے تمام مقتدی اس کے اس فعل سے سخت ناراض ہیں، کئی بار سمجھایا گیا مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے بلکہ حجت سے کام لیتے ہیں اور ہم ناخواندہ کو مکروہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں، ہماری ان کی گفتگو نا گفتہ بہ ہو چکی ہے اب سوال یہ ہے کہ تمباکو اور اس کے استعمال کرنے والے کے لئے کتاب وسنت وفقہ کے اعتبار سے کیا حکم ہے اور اس کی امامت کیسی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بدبودار تمباکو کھانا بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے[1]۔ البتہ مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ کے ذریعہ منہ صاف کر لینا چاہئے اگر تمباکو خوشبودار ہو تو وہ مکروہ بھی نہیں البتہ اگر تمباکو نشہ آور ہو جس سے عقل جاتی رہے تو اس کا کھانا پینا حرام ہے[2]۔ سینما دیکھنے سے ان کو منع کر دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اگر آئندہ یہ ثابت ہو گیا کہ آپ سنیما تشریف لے گئے ہیں تو آپ کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه: وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا له بالثوم والبصل بالاولی. (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۴۴/ج۱۰/ کتاب الاشربه. شامی کراچی ص۴۶۰ج۶)

[2] ویحرم اکل البنج والحشیشة والافیون لانه مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللّٰه وعن **الصلاة** (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۴۰/ج۱۰/ باب الاشربه. شامی کراچی ص۴۵۷/ج۶)

امام کا نوجوان بیواؤں سے پاؤں دبوانا!

سوال:۔ ایک امام مسجد کچھ دنوں سے بیمار تھے نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ بھی انہوں نے بھتیجے کی بیوی کو جو بیوہ ہے اور نوجوان بھی ہے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا ہے اس سے پیر بھی دبواتے ہیں، جب نمازیوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ہسپتالوں میں نرسیں بھی تو رہتی ہیں، اب نمازیوں میں دو گروپ ہو گئے ہیں ایک کہتا ہے کہ وہ بیٹی سمجھ کر پیر دبواتے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ یہ عورت بیوہ غیر محرم ہے اس سے ایسی خدمت کیوں لی گئی۔ اب ان امام کے متعلق علماء دین کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کو چاہئے کہ اس بیوہ سے نکاح کر لیں پھر اس طرح کی خدمت لیں نامحرم سے اس طرح خلط ملط نہ رکھیں[1] اگر امام نہ مانیں تو ان کو امامت سے الگ کر کے کسی پابند شریعت اور متبع سنت کو امام تجویز کر لیا جائے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فیملی پلاننگ سے توبہ!

سوال:۔ یہ تو معلوم ہے کہ فیملی پلاننگ ناجائز ہے، اور خشیۃِ املاق قلتِ رزق کی وجہ سے

---

[1] **الخلوة** بالاجنبية حرام (الدر المختار على الشامي زكريا ص ۵۲۹/ج ۹/ فصل في المس والنظر كتاب الحظر والاباحة)

[2] والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً ألأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ (الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۲۹۴/ج ۲/ بالإمامة. مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج ۱/ فصل في الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. طحطاوى مع المراقى ص ۲۴۲/باب الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر)

آپریشن یا مانع حمل کی ادویہ استعمال کرنا یا عزل یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی نیم تعلیم یافتہ آپریشن کرائے اور بعد میں جب پوچھ تاچھ شروع ہو تو وہ مولوی صاحب مجمع عام میں جامع مسجد کے ایک مفتی صاحب کے سامنے اعلانیہ توبہ کریں اور مفتی صاحب اس کو توبہ کرانے کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز قرار دے تو آیا اس کی توبہ قبول ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے اس لئے مفصل ومدلل جواب جلد از جلد عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

۲۔ صورت ثانیہ اس مولوی صاحب سے جب مفتیوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ آپریشن کیوں کرایا تو مولوی صاحب حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی اور اہلیہ کی بھی تو میں نے چند اشخاص کے کہنے پر یہ آپریشن کرالیا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ علماء لوگ اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں اب آپ مفتی حضرات کے سامنے اور تمام مقتدیوں کے سامنے جامع مسجد میں توبہ کرتا ہوں اور اپنے کئے کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے فعل پر خود نادم اور پشیمان ہوں۔

لہٰذا خدارا! میری توبہ قبول ہونے کا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں۔ مفتی صاحب نے جو کہ دارالعلوم کے فاضل ہیں عام لوگوں کے سامنے اس مولوی سے اعلانیہ توبہ کرائی اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا حکم فرمایا ان صورتوں کی علیحدہ علیحدہ تشریح فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

توبہ جب سچے دل سے ہوگئی تو انشاء اللہ توبہ قبول ہوگئی اللہ پاک کا وعدہ ہے[1] کسی کو کہنے

---

[1] وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ الأیة. ۸۲/ سورة طه. ترجمہ:۔ اور میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں، جو توبہ کرلیں (بیان)

کا حق نہیں کہ فلاں کی توبہ قبول نہیں البتہ اگر کوئی شخص اس لئے توبہ کا اعلان کرے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیا گیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اب وہ گویا کہ بے روزگار ہو گیا اس کا اقتدار جاتا رہے تو ظاہر ہے کہ یہ تو حقیقی توبہ نہیں نمازی اس کو تسلیم کرنے کے مکلّف بھی نہیں مگر دل کا حال اللہ کو معلوم ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کا نفقہ نہ دینے والے کی امامت!

سوال:۔ زید نے اپنی لڑکی کی شادی کی، جب داماد سے خرچہ نہ چلا تو باپ نے عدالت سے نکاح فسخ کرالیا جس سے نکاح ہوا تھا وہ طلاق نہیں دیتا اور امامت کرتا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

محض یکطرفہ درخواست پر نکاح ثانی کی عدالت کی طرف سے اجازت مل جانے پر پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا دوسرے نکاح کی ابھی اجازت نہیں[۲]، جو امام بیوی کو نہ آباد کرتا ہے نہ طلاق

---

[۱] قولہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم افلا شققت عن قلبہ الی قولہ معناہ انک انما کلفت بالعمل بالظاھر وماینطق بہ اللسان واماالقلب فلیس لک طریق الی معرفۃ مافیہ شرح للنووی علی مسلم. (مسلم شریف ص۶۸/ج ۱/ باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لااله الااللّٰہ، مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند)

[۲] و لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ الخ (الدرا لمختار علی ھامش رد المحتار زکریا ص ۹۹/ج۸/کتاب القضاء، مطلب فی امر الامیر وقضائہٖ. مجمع الانھر ص۲۳۸-۲۳۹/ج۳/ کتاب القضاء، فصل ثانی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. البحر الرائق کوئٹہ ص۱۷/ج۷/ کتاب القضاء، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ)

دیکر آزاد کرتا ہے وہ گنہگار ہے[۱]۔ اس کو برادری اور پنچایت کے ذریعہ سے روکا جائے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرے یا اس کو طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ بعد عدت وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہو جائے ورنہ امامت سے الگ کر دیا جائے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ساحر اور عامل کی امامت

سوال:۔ عمل کرنے والا یا کرانے والا نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ساحر کو امام بنانا درست نہیں[۳]۔ عامل قرآن وحدیث کی امامت درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۴ھ

امامت جنب

سوال: اگر کوئی شخص حالت جنابت میں امامت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

---

[۱] ویجب ای الطلاق لوفات الامساک بالمعروف الخ (الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۲۸ ج۴ اول کتاب الطلاق) البحر الرائق کوئٹہ ص۲۳۷ ج۳ کتاب الطلاق، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ویعزل به الالفتنة ای بالفحش لو طرأ علیه والمراد انه یستحق العزل الخ (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۸۲-۲۸۳/ ج۲/ باب الامامة)

[۳] ویکره امامة عبدواعرابی وفاسق(الدر المختار) ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانیواکل الرباونحوذٰلک(شامی کراچی، ج۱/ص۵۶۰/باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۴۵/فصل فی بیان من الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری. بحرکوئٹه ص۳۴۸/ج۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

"(السحر) تعلمه وتعلیمه حرام (شامی کراچی، ج۱/ص۴۴/مطلب فی التنجیم والرمل، فی المقدمة"

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو بھی غارت کرتا ہے اگر اس طرح نماز پڑھنے سے نماز کا استخفاف مقصود ہے تو یہ کفر ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

اجرت پر قرآن شریف پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ میت کی قبر پر جو آدمی قرآن شریف پڑھے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اجرت لے کر قبر پر قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے[۲] اگر وہ امام ایسا کرتا ہے اور باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے توبہ نہیں کرتا تو اس کو امام بنانا مکروہ[۳] ہے۔ بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا موجود ہو[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

---

[۱] ولو صلی بغیر طهارة عمداً قال الصدر الشهید حسام الائمة یکون کفراً وان کان علی وجه الاستخفاف بالدین ینبغی ان یکون کفراً عند الکل (فتاویٰ خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۵۷۲/ج۳/ باب مایکون کفراً من المسلم ومالایکون، کتاب السیر. شامی نعمانیه ص۵۵/ج ۱/ کتاب الطهارة. شامی کراچی ص ۸۱/ج ۱. عالمگیری ص ۲۶۹/ج۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه)

[۲] ان ما شاعَ فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لا یجوز (شامی ص۵۶/ج۶/ عدم جواز الاستئجار علی التلاوة کتاب الاجارة، مطبوعه کراچی)

[۳] لو قدموا فاسقا یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم(حلبی کبیری ص۵۱۳ شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامة. مجمع الانهر ص۱۶۳/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج میں افیون کی اسمگلنگ کرنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک امام مسجد حج کے بہانہ افیون لیکر عرب جاتے ہیں اور وہاں سے سونا لاتے ہیں اور رشوت دے کر نکل آتے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس سے اکثر مقتدی ناراض ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر شخص مذکور کو اس کا اعتراف ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[1] جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

حدیث شریف کی توہین کرنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص مسجد سے نکل کر جارہا تھا اور دنیا کے مال واسباب کی تعریف کررہا تھا، دوسرا شخص مسجد میں تھا۔ مسجد والے شخص نے باہر جانے والے سے کہا کہ حضور ﷺ کی حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس نے دنیا کے مال کو مال کہا اس کا آگے مال نہیں اور دنیا کے گھر کو گھر کہا اس کا آگے گھر نہیں، تو باہر جانے والے نے لوٹ کر جواب دیا (نعوذ باللہ) ''حدیث گئی ایسی تیسی میں''۔ ایسا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) [1] هٰذا ان وجد غيرهم والا فلا كراهة (الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ باب الامامة. مطبوعه زكريا ديوبند ص ۳۰۱/ ج ۲/ باب الإمامة، قبيل مطلب فی إمامة الأمرد. نفع المفتی والسائل ص ۹۵/ مايتعلق بالإمامة والإقتداء، يكره امامة العبد الأعرابی الخ مطبوعه يوسفی لكهنؤ)

(صفحه هذا) [1] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴ بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصری. حلبی كبير ص ۵۱۳، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. شامی كراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام شامی نعمانيه ص ۳۷۶/ ج ۱)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس نے بہت سخت بات کہی۔ جب تک وہ نادم ہوکر سچی پکی توبہ نہ کرے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ بحر عالمگیری وغیرہ میں اس کا حکم سخت لکھا ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۳ھ

جو شخص علماء حق کی تکفیر کر چکا ہو اس کی امامت

سوال:۔ کیا کسی ایسے حافظ وقاری کو جامع مسجد کا امام بنانا شرعاً جائز ہے جو زمانۂ سابق میں علماء حق اور اکابر دین کو اپنے قلم سے کافر لکھ چکا ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر صدق دل سے توبہ کرے اور اعلان کردے کہ میں نے غلط فہمی اور نفسانیت کی وجہ سے علمائے حق کو کافر لکھا تھا میں اب توبہ کرتا ہوں اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ کافر نہیں کیونکہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے اور واقعتاً وہ کافر نہیں تو یہ کلمہ خود اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے اور اس پر اس کا وبال پڑتا ہے[۲] پھر قوم کو اطمینان ہو جائے کہ اس کا یہ اعلان واقرار خطیب بننے کے لئے نہیں بلکہ اصلاح نفس اور اپنے گناہ سے ندامت کی بنا پر ہے تو اس قاری حافظ کو امام وخطیب بنانا درست ہے جب کہ اس میں امامت کی دوسری شرائط بھی موجود ہوں[۳]۔ قال اللّٰہ

---

[۱] یکفر.....برده حدیثاً مرویّا ان کان متواتراً او قال علیٰ وجه الاستخفاف سمعناه کثیراً (البحر الرائق ص ۱۲۱/ج۵/ باب احکام المرتدین. عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۵/ج۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه)

[۲] وعن ابی ذرؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولایرمیه بالکفر الاارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذالک (مشکوٰة شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۳] والاحق بالامة الأعلم باحکام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۵۵۷/ج۱/ باب الامامة. (بقیہ آئندہ)

تعالیٰ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (الایۃ[۱])۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منکرین قرآن وحدیث اور فاسق کے مرید کی امامت

سوال:۔ایک امام ہے وہ ایک بے نمازی ڈاڑھی منڈے ہوئے فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہوگیا اوراس کو دو عالموں نے سمجھایا اور کہا کہ جب تک شریعت ساتھ نہ ہوگی طریقت حاصل نہیں ہوسکتی ہے کلام پاک وحدیث سے ثابت ہے تو وہ غصہ ہوگیا اور کہا کہ میں کلام پاک وحدیث کونہیں مانتا اس معاملے میں شریعت کا کیا حکم ہے کیا کرنا چاہئے۔اب اس نے بیعت کو فسخ کردیا ہے کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب امام صاحب نے کہا کہ میں کلام پاک وحدیث شریف کونہیں مانتا تو اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے،[۲] جب تک کہ وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کرکے[۳] توبہ واستغفار وتجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کرے شریعت کو ترک کرکے طریقت حاصل نہیں کی جاسکتی بے نمازی ڈاڑھی منڈے

(گذشتہ کا بقیہ) شامی زکریا ص۲۹۴/ج۲. طحطاوی ص۲۴۳/ فصل فی بیان الأحق بالامامة، مطبوعه مصر. مجمع الانهر ص۱۶۱/ج۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. فتح القدیر ص۳۴۸/ باب الامامة، دارالفکر بیروت)

(صفحہ ہذا) [۱] ترجمہ:۔ میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں جو (کفر ومعصیت) سے توبہ کرلیں۔ (بیان القرآن ص۳۲/ج۳۔سورہ طہ پارہ۱۶/آیت۸۲)

[۲] ولاخلف من انکر بعض ماعلم من الدین ضرورة لکفره، ولایلتفت الی تاویله واجتهادهٖ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۴۶/باب الامامة، طبع مصر)

[۳] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فإن قائله یومر بالتوبة الرجوع عن ذلک وتجدید النکاح بینه وبین إمرأته. عالمگیری ص۲۸۳/ج۲/ کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، قبیل الباب العاشر، مطبوعه کوئٹه)

فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہ ہوگی بلکہ شیطان کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت

سوال:۔ میں اپنی آنکھیں بنوانے کے سلسلہ میں تیار ہی تھا کہ اتنے میں رجعت نامہ مل گیا۔ مرتکبینِ جرم کو سنایا گیا لیکن ان پر جہل اس قدر غالب ہے کہ کسی مفتی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم توبہ نہیں کریں گے۔ ہندوستان کے مفتیوں کے خلاف ہیں، ایسی صورت میں ان پر شرعاً معصیت عائد ہوتی ہے جو فسق پر دلالت کرتی ہے۔ مسلمانوں کی کوئی حکومت نہیں اور نہ پنچایت ہی قائم رہی کوئی کسی کی نہیں سنتا اور سخن پروری مسلط ہو چکی ہے۔ اب ان کی امامت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں سے معاملات رکھنے چاہئیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

فتوے کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا بڑا جرم ہے جس کی سخت سزا ہے[۱]۔ امامت کا منصب تو جلیل القدر منصب ہے[۲]۔ ایسا آدمی اس کا اہل نہیں۔ البتہ کسی اہلِ علم کے نزدیک اس کے علم وبصیرت کی روشنی میں فتویٰ ہی صحیح نہ ہو، یا اس کے نزدیک سوال ہی غلط قائم کیا گیا ہو تو اس کا حکم یہ نہیں۔ توبہ واستغفار بہر حال امر خیر ہے جس کا حکم نص قطعی میں موجود ہے[۳]

---

۱ اذا جاء احد الخصمین الیٰ صاحبه بفتوی الأئمة فقال صاحبه لیس کماافتوا او قال لانعمل بهذا کان علیه التعزیر الخ (عالمگیری ص ۲۷۲/ ج۲/ کتاب السیر، باب احکام المرتدین ومنها مایتعلق بالعلم والعلماء مطبوعه کوئٹه)

۲ والإمامة علی الحقیقة انما هی للّٰه تعالیٰ الحق جلّ جلالهٗ واصحاب هذه الاحوال انماهی نوابه وخلفائه الخ (اتحاف السادة ص ۱۷۵/ ج۳/ کتاب اسرار الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۳ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً (سورۂ نوح آیت ۱۰) (از بیان القرآن) ترجمہ:۔ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔

اور حضرت نبی اکرم ﷺ سے بکثرت منقول ہے۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

دوسروں کا روپیہ نہ دینا یہ کہہ کر کہ میرا روپیہ دوسروں کے پاس ہے

سوال:۔ اگر کوئی آدمی تاجر تھا اس کا کام فیل ہوگیا۔ لوگوں کا پیسہ اس کے پاس موجود ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس اس کا روپیہ موجود ہے۔ جب وہ دائن اپنا قرض طلب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے ہمارا روپیہ مارلیا ہم تمہارا پیسہ نہیں دیں گے۔ تو حق العباد تلف کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے جب کہ وہ معاف بھی نہ کرایا ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص دوسروں کا روپیہ مارلے اور استطاعت کے باوجود واپس نہ دے اور مطالبہ کرنے پر یہ کہدے کہ میرا روپیہ غیروں کے پاس مارا گیا اس لئے میں تمہارا روپیہ نہیں دیتا۔ وہ شخص بہت گنہگار ہے[۲] اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔[۳] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

---

[۱] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ واللّٰهِ اِنّی لَاَسْتَغْفِرُاللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَر مِّنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً رواه البخاری (مشكوة ص ۲۰۳/باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول خدا ﷺ کا پاک ارشاد منقول ہے۔ قسم بخدا میں ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

[۲] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ نَفْسُ الْمُؤمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدِيْنِهٖ حَتّٰى يَقْضِىَ عَنْهُ (مشكوٰة شريف ص ۲۵۲/باب الإفلاس والانظار، الفصل الثانی مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[۳] لوقدموا فاسقا ياثمون بناءً على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم(حلبی كبير ص ۵۱۳، فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی ص ۵۶۰/ج ۱/ كراچی البدعة خمسة اقسام باب الامامة. شامی نعمانيه ص ۶۷۶. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بيان من الاحق بالإمامة، مطبوعه مصری)

غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص اکثر مسئلہ غلط بتاتا ہو اور اپنے اندر عالم ہونے کا فخر رکھتا ہو تو اہلِ محلّہ کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر نماز صحیح پڑھادی تو نماز ادا ہو ہی جائے گی اگر غلط پڑھائی تو غلط ہوگی۔ اکثر مسئلہ غلط بتانے میں ہر نماز سے متعلق احتمال رہے گا۔ جب صحیح مسائل جاننے اور بتانے والا موجود ہو تو غلط مسئلہ بتانے والے کو امام نہ بنایا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۲ھ

بغیر علم کے مسئلہ بتانے والے اور حدیث کی طرف منسوب کرنے والے کی امامت

سوال:۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کے ایک مسجد کا امام بن گیا پھر وہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے وقت کہتا ہے کہ یہ مسئلہ حدیث کا قول ہے حتیٰ کہ ہر ایک مسئلہ میں کہتا ہے تو اگر حدیث کا قول نہ ہو تو اس امام کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص خود واقف نہ ہو اس کے لئے مسئلہ بتانے کی اجازت نہیں اور جو شخص اپنی طرف سے بات بنا کر کہدے کہ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے تو وہ جھوٹا

---

[1] العالم اولیٰ بالتقدیم (حلبی کبیر ص ۵۱۳) فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، امامة الجاهل مکروهة کیف ما کان لعدم علمه باحکام الصلوٰة (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۵/بیان الاحق بالامامة مطبوعه مصر)

اور کذّاب ہے حدیث شریف میں ہے۔مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ[1] رواه البخاری وعن سمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة قالا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّهٗ کَذِب فَهُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ[2] رواه مسلم اھ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۔

ایسا شخص فاسق ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو[3]۔لو قد موا فاسقاً يأثمون بناء علىٰ ان كراهية تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فى الاتيان بلوازمه فلا يبعدمنه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ما ينافيها بل هو الغالب بالنظر الى فسقه اھ کبیری ص[4] ۵۱۳۔

جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر کہنے والے کی امامت

سوال:۔ایک صاحب جو فاضل عربی یعنی مولوی ہیں اور پیش امام بھی، نیز ایک دینی ادارہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں۔ایک دوسرے معلم کے بارے میں جو کافی دنوں سے امام شہر بھی تھے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم، الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند.
ترجمہ: جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۲/ کتاب العلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.
ترجمہ: جو شخص میری طرف سے حدیث بیان کرے جس کو وہ جھوٹ خیال کرتا ہے وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

[3] ويكره امامة عبد اعرابى وفاسق الىٰ قوله هذا اى ماذكر من كراهة امامة المذكورين ان وجد غيرهم اى من هو أحق بالامامة (الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۹۸-۳۰۱/ج۲/ مطلب البدعة خمسة اقسام. بحر كوئٹه ص ۳۴۹/ج ۱/باب الامامة. طحطاوى مع المراقى ص ۲۴۶/ فصل فى بيان الاحق بالامامة، طبع مصر)

[4] كبيرى ص ۵۱۳/فصل فى الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. طحطاوى مع المراقى ص ۲۴۵/ فصل فى بيان الاحق بالامامة، طبع مصر. شامى زكريا ص ۲۹۹/ج ۲/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

ان پر اغلام بازی اور مشت زنی کے واقعہ کا چرچا ہوا، اس سے پہلے بھی چند بار ہو چکا تھا جب معاملہ کی تحقیق وتفتیش کا موقع آیا تو مذکورہ فاضل عربی امام نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں البتہ جو باتیں میں نے سنی ہیں ان الفاظ کو دہراتے ہوئے واقعہ کی سچائی اور ثبوت میں ان الفاظ سے قسم کھائی کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر ہو، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے جو قسم کھائی ہے کچھ صاحبان کو شبہ ہے کہ ان کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کسی کو مجرم قرار دینے کے لئے اس کا اقرار ضروری ہے یا شرعی ثبوت (چشم دید گواہوں کا بیان) ضروری ہے جب تک ان میں سے کوئی بات نہ ہو اس کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔[1] پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر ہو، نہایت خطرناک ہے،[2] امام صاحب فاضل عربی موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نہیں، محض سنی ہوئی بات پر بغیر خود دیکھے اور بغیر گواہی کے ایسی سخت بات کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے ہم معنیٰ ہے۔ ان کو لازم ہے کہ فوراً اپنی اس غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کریں اور جن کے سامنے ایسا کہا ان کے سامنے بھی اپنی توبہ کا اظہار کریں ورنہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۶ھ

---

[1] واماالشرائط التی تخص بعض الشهادات دون البعض فانواع أيضاً منها الدعوى فى الشهادة القائمة على حقوق العباد من المدعى بنفسه الى قوله ومنها العدو فى الشهادة بمايطلع عليه الرجال لقوله تعالىٰ فَاسْتَشْهِدُوا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ الخ (بدائع الصنائع ص۲۷۷/ج۶ كتاب الشهادة، فصل وأما الشرائط الخ، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى)

[2] ومن رضى بكفر نفسه فقد كفر اتفاقاً (شرح فقه اكبر ص ۵۰ مطبوعه مجتبائى دهلى)

نامحرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت

سوال:۔ زید ایک مسجد میں امام ہے اور قرآن مجید کا حافظ ہے اور پانی پتی لہجہ میں پڑھتا ہے مگر اس کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض بعض باتیں خلاف شرع معلوم ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی ہے اور بعض بادل ناخواستہ پڑھتے ہیں اور خلاف شرع یہ باتیں ہیں۔

کہ ایک دفعہ حافظ صاحب نمونیہ میں مبتلا ہو گئے تو مرض میں غیر محرم مستورات سے بدن دبواتے رہے جو کہ حافظ کی دور کی رشتہ دار ہیں مثلاً ایک چچی ہے جس میں بہت دور کا واسطہ ہے اور اسی طرح سے ایک دور کے چچازاد بھائی کی عورت جس کو حافظ صاحب بھاوج کہہ کر پکارا کرتے ہیں اور ایک دو عورتیں ایسی اور بھی ہیں جن کے ساتھ دور کا رشتہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو نفرت ہوگئی ہے۔

اور ایسے ہی ایک شکایت اور ہے کہ ایک دفعہ حافظ جی صاحب اسی مذکورہ بھاوج کے ساتھ بازار میں جاتے دیکھے گئے ہیں اور ایسے ہی ایک دفعہ اسی بھاوج کے ساتھ ہنسی اور دل لگی بھی کرتے دیکھا گیا ہے جس کے باعث لوگ بہت متنفر ہیں اور بعض نے ان کے پیچھے نماز بھی ترک کر دی ہے۔ لہٰذا ارشاد فرماویں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صرف اتنی باتوں سے بدگمان ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دینا اور ان سے نفرت کرنا مناسب نہیں بہتر یہ ہے کہ نرمی اور مناسب طریقہ سے ان کو سمجھا دیا جائے[1] کہ آپ کی ان

---

[1] وینبغی ان یکون التعریف اولاً باللطف والرفق لیکون ابلغ فی الموعظة والنصیحة (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۲/ج۵/ الباب السابع عشر فی الغناء ..... والامر بالمعروف کتاب الکراهیة، طبع دارالکتاب دیوبند)

باتوں سے لوگوں کو بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ احتیاط کریں۔ خصوصاً جب کہ آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تو اور زیادہ بدگمانی کا موقعہ ہے ویسے بھی شرعاً اجنبی عورت کے ساتھ یعنی نامحرم (جس سے پردہ فرض ہو) خلوت ممنوع ہے[1]۔ ذرا ذرا سی بات پر امام کو علیحدہ کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن صالح اور صحیح پڑھنے والے امام کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،

صحیح: عبداللطیف ۲۴ صفر ۵۸ھ

ناجائز رقم سے خریدے ہوئے پنکھے کی ہوا کھانے والے امام کی امامت

سوال:۔ زید مسجد کا امام ہے مگر زید کے حجرے میں جو بجلی کا پنکھا لگا ہے وہ چندہ سے لایا گیا ہے جس میں ایسے لوگوں کا پیسہ ہے جن کا شراب کا مکمل دھندہ ہے اور سنیما کا بھی پیسہ ہے اور زید ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا جو امام ایسے روپئے سے لائے ہوئے پنکھے سے ہوا استعمال کرتا ہے تو کیا شریعت کے نزدیک ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

---

[1] عن عمر عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال لایخلون رجل بامرأۃ الّا کان ثالثھما الشیطان (ترمذی ۲۲۱/ج۱/ باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، ابواب الرضاع، مکتبہ اشرفیہ دیوبند. مشکوۃ شریف ص ۲۶۹/ الفصل الثانی، باب النظر الی المخطوبۃ، کتاب النکاح، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) **الخلوۃ** بالاجنبیۃ حرام (الدر المختار مع الشامی نعمانیہ ص ۲۳۵/ج۵/ فصل فی النظر والمس، کتاب الحظر والاباحۃ. شامی کراچی ص ۳۶۸/ج۶، بدائع الصنائع ص ۱۲۵/ج۸/ کتاب الاستحسان، طبع کراچی ایچ ایم سعید)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کو ناجائز پیسوں سے پنکھا خرید نا درست نہیں تھا، اگر جائز و ناجائز دونوں قسم کا پیسہ پنکھے کی قیمت میں لگایا تو اس میں گنجائش ہے تاہم شراب کی قیمت اور سنیما کی آمدنی سے امام صاحب کو پیسہ لینا نہیں چاہئے اگر سنیما وشراب والوں کے پاس جائز پیسہ بھی ہو تو وہ پیسہ لینا درست ہے[1]، امامت ان امام صاحب کی درست ہے ایسے پنکھے کی حجرہ میں ہوا لگنے کی وجہ سے ان کی نماز اوران کے پیچھے مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر امام صاحب ناجائز پیسے سے خریدے ہوئے پنکھے کو وہاں سے ہٹا کر جائز پیسے سے خریدا ہوا پنکھا استعمال کریں تو معترض کا یہ اعتراض بالکل ختم ہو جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جھوٹے، ناپاک، بھکاری اور بہرے کی امامت

سوال:۔امور ذیل دریافت وضاحت طلب ہیں۔

(۱) مسمّٰی حاجی محمد شفیع صاحب نقشبندی جامع مسجد کے پیش امام ہیں جن کے تعلق سے آپ کی رائے درکار ہے۔ جو بوقت امامت زبان سے صحیح طور پر الفاظ ادا کرنے کے بجائے عربی الفاظ کی ترتیب بدل دیتے ہیں۔

(۲) جھوٹ بولتے ہیں۔

(۳) طہارت صحیح طور پر ادا نہیں کرتے۔

---

[1] اکل الربا وکاسب الحرام اهدی الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه وان کان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هدیته والاکل منها (عالمگیری ص ۳۴۳/ ج۵/ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات کتاب الکراهیة. بزازیه علی الهندیه ص ۳۶۰/ ج۶/ کتاب الکراهیة، الرابع فی الهدیة، مطبوعه کوئٹه)

(۴) بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں حالانکہ مسجد جماعت سے پیش امام صاحب کو تنخواہ بھی ملتی ہے جن کے زیرِ پرورش کوئی نہیں ہے جو مسجدِ ہٰذا میں رہتے ہیں۔

(۵) مسجد کے قرآن شریف کے حفاظت کی الماری میں اپنا بستر اور استعمال شدہ کپڑے وغیرہ رکھتے ہیں اور کلام پاک کو باہر رکھ کر بے حرمتی کرتے ہیں۔

(۶) پیش امام صاحب کان سے بہرے ہیں۔

(۷) آنکھ کی بینائی بھی برابر نہیں ہے۔

(۸) پیش امام صاحب مسجد ہٰذا ہی کے اندر رہتے ہیں، خورد ونوش کرتے ہیں، جہاں ہم مسلمان وضو کرتے ہیں پیش امام صاحب اس جگہ غسل وغیرہ کرتے ہیں اور جب ضرورت پڑتی ہے تو اپنے کپڑے وغیرہ وہیں دھوتے ہیں۔

(۹) اکثر نماز کے بعد ڈراؤنی آواز میں روتے ہیں۔

(۱۰) نماز میں عربی الفاظ کو جھٹکے دیکر ادا کرتے ہیں۔

(۱۱) نماز کے وقت پیش امام صاحب سورہ میں اکثر غلطی کردیتے ہیں تو لقمہ دینے کے باوجود توجہ نہیں کرتے اس لئے کہ بہرے ہیں۔ اگر کوئی پیش امام صاحب سے دریافت کرے تو موصوف جہالت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تو پیش امام ہوں۔ جن کا اکثر یہ کہتے رہنا ہے کہ میں پیش امام ہوں اور اکثر یہ بھی ادا کرتے ہیں کہ میں اپنی نماز ادا کرتا ہوں۔ اگر کوئی میرے ساتھ نماز پڑھے تو ان کی مرضی۔ اس کے علاوہ بلا وجہ کسی مسلم پر جھوٹ کا الزام عائد کردیتے ہیں موصوف شرعی مسائل سے واقف نہیں اور نہ کوئی عربی ترجمہ سے واقف ہیں غرض کہ کوئی بات نہیں سنتے۔ لہٰذا عرض ہے کہ اگر مندرجہ بالا عنوان پیش امام کی عادت میں داخل ہیں تو برائے کرم فرمایا جائے کہ اس خصوص میں کیا فتواجات عائد ہوتے ہیں معلوم فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

(۱) ترتیب کس طرح بدل دیتے ہیں کیا (رب کو) بر، اور (من) کو نم اور (ما) کو ام پڑھتے ہے یا کیا صورت ہے؟

(۲) صریح جھوٹ بولتے ہیں یا توریہ وتعریض سے کام لیتے ہیں۔ اول تو عین الکذب کو درمختار میں حرام لکھا ہے۔ توریہ وتعریض کی گنجائش بھی دی ہے[۱] پھر اتفاقاً گناہ کا سرزد ہوجانا جس پر ندامت وتوبہ بھی ہو اور بات ہے اور گناہ کا عادی ہونا جس پر عموماً ندامت بھی نہیں ہوتی ہے یہ اور بات ہے جو کہ پہلی بات سے بہت سخت ہے[۲]۔ (اللہ محفوظ رکھے)

(۳) وضوو غسل صحیح طور پر ادا نہیں کرتے، یا حقیقی نجاست کو صحیح طور پر دور نہیں کرتے، وضوو غسل صحیح طور پر ادا نہیں کرنیکا کیا مطلب ہے؟ آیا فرض ترک کرتے ہیں اس طرح کہ اعضاء خشک رہ جاتے ہیں یا نہیں تین دفعہ دھوکر پورے سنن ومستحبات کو ادا نہیں کرتے، اسی طرح نجاستِ حقیقی بدن یا کپڑے پر لگی رہ جاتی ہے یا تین تین دفعہ نہیں دھوتے؟ حکم سب کا یکساں نہیں اس لئے تفصیل کی ضرورت ہے۔

(۴) جتنی تنخواہ ملتی ہے کیا وہ سب ضروریات کے لئے کافی ہوتی ہے اور بلاضرورت محض لالچ کی وجہ سے بھیک مانگتے ہیں تو شرعاً وعرفاً بہت قبیح اور مذموم ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنا

---

[۱] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۷۴ ج۵ فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة. شامی کراچی ص۴۲۷/ ج۶. مجمع الانهر ص ۲۲۱/ج۴/ فی المتفرقات، کتاب الکراهیة، طبع دارالفکر بیروت. احیاء علوم الدین ص ۱۱۹/ج۳/ بیان مارخص من الکذب الأفة الرابعة عشرة کتاب اٰفات اللسان، مطبعه عثمانیه مصر.

[۲] عن عبدالله من مسعود رضی اللّٰه تعالی عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ رواه ابن ماجه والبیهقی فی شعب الإیمان. وفی شرح للسنة روی عنه موقوفاً اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ (مشکوة شریف ۲۰۶۰/ باب الاستغفار والتصدیق، کتاب الدعوات اصح المطابع دهلی)

چاہئے[1]۔ کسی بے تکلف دوست سے کسی وقت یہ کہہ دینا کہ فلاں چیز کھلاؤ مثلاً چائے پلاؤ، بھیک میں داخل نہیں ہے کیونکہ بے تکلف دوستوں میں کھانے اور کھلانے کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے، ایک دوسرے کو کھلاتے پلاتے رہتے ہیں[2]۔

(۵) اگر ان کے پاس رہنے اور سامان رکھنے کے لئے موجود ہے تو پھر ان کو مسجد کی الماری کو جو کہ قرآن پاک رکھنے کے لئے ہے۔ اپنے کام میں نہیں لانا چاہیے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن شریف اگر بجائے الماری کے طاق میں رکھ دیا جائے تو اس میں بے حرمتی کیا کی۔

(۶) یہ بے اختیاری چیز ہے لیکن اگر کبھی ان کو غلطی ہو جائے تو بہرے پن کی وجہ سے لقمہ میں دشواری پیش آئیگی۔

(۷) یہ بھی معذوری ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے طہارت میں کمی رہے ان کو پتہ ہی نہ چلے کہ کپڑے پر ناپاک چھینٹ پڑ گئی تو اشکال ہوگا[3]۔

---

[1] ولایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۴/ج ۲/ مطلب فی الحوائج الاصلیة، باب المصرف کتاب الزکوة. البحرالرائق ص ۲۵۰/ج ۲/ باب المصرف، ایچ ایم سعید کمپنی. فتاوی عالمگیری ص ۱۸۸/ج ۱/ الباب السابع فی المصارف، کتاب الزکوة، مطبوعه کوئٹه)

[2] قال معمر قلت لقتادة الااشرب من هذا الحب قال انت لی صدیق فما هذا الاستئذان وکان صلّی اللّٰه علیه وسلّم یدخل حائط ابی طلحة المسمٰی بَیْرحا ویشرب من ماء فیها طیب بغیراذنه واذا جاز الشرب من ماء الصدیق بغیراذنه جاز الاکل من ثماره وطعامه اذا علم ان نفس صاحبه تطیب به لنفاهته ویسیر مؤنته او لما بینهما من المودة (الجامع لاحکام القرآن ص ۲۹۳/ج ۶/ الجزء الثانی عشر سورة النور آیت ۶۱، دار الفکر)

[3] تکره امامة العبد والاعرابی والاعمیٰ لانه لایتوقی النجاسة ولایهتدی الی القبلة بنفسه ولایقدر علی استیعاب الوضوء غالباً (مجمع الانهر ص ۱۶۲-۱۶۳/ج ۱/ فصل کتاب الصلوة، طبع دارالفکر) ویکره امامة عبد واعرابی وفاسق واعمی ونحوه الاعشی نهر (الدر) قوله ونحوه الاعشی هو سیئی البصر لیلاً ونهاراً (قاموس وهذا ذکره فی النهر بحثاً اخذاً من تعلیل الاعمیٰ بانه لایتوقی النجاسة (شامی کراچی ص ۵۶۰/قبل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة، کتاب الصلوة. المحیط البرهانی ص ۱۷۷/ج ۲/ الفصل السادس، احکام الامامة، طبع المجلس العلمی ڈابھیل)

(۸) مسجد میں مستقلاً رہنا نہیں چاہئے، ان کے لئے کمرہ کا انتظام کر دیا جائے وضو کی جگہ خارج مسجد ہو تو وہاں غسل کرنا کپڑے دھونا درست ہے۔

(۹) خدا کے ڈر سے رونا تو عیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ بہت خوش قسمت ہے وہ شخص جس کو یہ دولت نصیب ہو، اور وہ مقتدی بھی خوش قسمت ہیں جن کو خوفِ خدا سے رونے والا امام مل جائے۔

(۱۰) عربی کے بعض حروف جھٹکے سے ادا ہوتے ہیں، اسی طرح وہ بھی ادا کرتے ہوں گے۔ اگر ملاقات ہو اور زبانی ادا کر کے آپ بتلاتے تو اچھی طرح پتہ چل جائے کہ یہ صورت ہے تب اس کا حکم معلوم ہوتا۔

(۱۱) وہ لقمہ دینے پر توجہ تو جب کریں جب وہ لقموں کو سنیں، بہرے پن کی وجہ سے نہ وہ لقمہ سنیں نہ وہ توجہ دیں جہالت سے پیش آنا جہالت ہے جب کہ ان کے ساتھ کوئی جہالت نہ کرے تو وہ کیوں جہالت کریں۔ اگر کسی مقتدی کو واقعۃً کوئی اشکال پیش آئے تو اس کو چاہئے کہ اپنے امام کا احترام ملحوظ رکھ کر ادب سے ان کی خدمت میں عرض کریں اور ان کو چاہئے کہ وہ نرمی اور شفقت سے اس کا جواب دیں، نہ مقتدی امام صاحب کے احترام کے خلاف کوئی بات کہے نہ امام صاحب کسی کو حقیر و ذلیل کریں۔ اسی میں خیر ہے۔ نماز وطہارت کے مسائل سے واقف ہونا تو بہت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات نماز خراب ہو جائے گی اور پتہ بھی نہیں چلے گا، مقتدی کی نماز کا وبال بھی امام کے ذمہ رہے گا جو شخص نماز وطہارت کے مسائل سے واقف نہ ہو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ جھوٹا الزام عائد کرنا کبیرہ گناہ ہے اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے[۱]،

---

[۱] وهما حرامان (اى الغيبة والبهتان) نووى على المسلم ۳۲۲ ج۲ (مطبوعه سعيد ديوبند) باب تحريم الغيبة كتاب البر والصلة، وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر الخ شامى زكريا ص ۲۹۸ ج ۲ باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. احياء علوم الدين ص ۱۴۲ / ج ۳/ الافة الخامسة عشرة، بيان ان الغيبة لاتقتصر على اللسان مطبوعه مصر)

جو شخص صحیح پڑھتا ہوا گر عربی ترجمہ نہ جانتا ہو نماز اس کی بھی صحیح ہو جائیگی۔ امام ہو یا مقتدی سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

تاڑی فروخت کرنے والے کی امامت

سوال:۔ (۱) زید حافظ قاری ہیں، بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، عقد ثانی نہیں کیا ہے، چال چلن مشکوک ہونے کی شہرت ہے داڑھی صرف دو انگل رکھتے ہیں، جس کی ہمیشہ تراش خراش کرتے رہتے ہیں، کھجور کا باغ ان کی ملکیت میں ہے، جس سے تاڑی نکالی جاتی ہے، تاڑی والوں کو یہ باغ فروخت کرتے رہتے ہیں، زید کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بکر حافظ ہیں معمر ہیں شرعی داڑھی ہے، صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، مسائل سے بخوبی واقف ہیں، بیوی بچے موجود ہیں، چال چلن مشکوک نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ زید کی امامت اولیٰ ہے یا بکر کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ان دونوں صورتوں میں بکر امامت کے لئے مستحق واولیٰ ہے[۱]، ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے داڑھی کٹانا درست نہیں ہے[۲]، تاڑی والوں کو کھجور فروخت کرنا مکروہ ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱/۸۷

---

[۱] والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة إلى قوله ثم الأورع ثم الأسن الخ (الدرالمختار على الشامي كراچي ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. النهر الفائق ص ۲۳۹/ج ۱/ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۲۴۲/ فصل في بيان الأحق بالإمامة الخ مطبوعه مصر)

[۲] يحرم على الرجال قطع لحيته الخ (الدار المختار على الشامي، ج ۹/ص ۵۸۴/ (بقیہ آئندہ پر)

مستوارت کو بے پردہ بیعت کرنے والے کی امامت

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ ایک عالم صاحب نے کسی پیر صاحب سے خلافت حاصل کر کے عورتوں کا حلقہ باندھ کر بیٹھا کر نصیحت کرتے ہیں اور بے پردگی سے مرید بھی کرتے ہیں، اور عورتیں ان کی قدم بوسی بھی کرتی ہیں، اس وجہ سے مسجد کے امام صاحب اور متولی اور اکثر اہل قریہ اس پر ناراض ہیں، یہ عالم صاحب امام ومتولی کے بغیر اجازت کے کسی دن جمعہ کی نماز پڑھا دیں تو نماز ہوگی یا نہیں، کوئی غیر آدمی امام کے علاوہ نماز پڑھانے کا حکم کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نامحرم عورتوں کو بے پردہ سامنے بیٹھانا اور حلقہ بنا کر یا بغیر حلقہ ہی ان کو اس طرح مرید کرنا اور عورتوں کا ان کی قدم بوسی کرنا خلاف سنت اور شرعاً ممنوع ہے[1]، اس کو بالکل بند کیا جائے، جب کسی مسجد میں امام مقرر ہیں وہ امامت کا اہل ہے تو کسی عالم صاحب کو بغیر امام کی اجازت کے خود آگے بڑھ کر جمعہ یا کوئی نماز پڑھانے کا حق نہیں، حدیث پاک میں اس سے منع فرمایا گیا ہے[2]۔ اور کسی آدمی کو حق نہیں کہ بلا اجازت امام کسی دوسرے شخص عالم یا غیر عالم کو امامت

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) (مطبوعہ زکریا، کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع. عالمگیری ص ۳۵۸/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه کوئٹه. فتح القدیر ص ۳۴۷/ ج۲/ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۳ ما قامت المعیصة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیهاً. (درمختار علی الشامی، ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

(صفحہ ہذا) ۱ الخلوة بالاجنبیة حرام (الدرالمختار علی رد المحتار کراچی، ج۶/ص ۳۶۸/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر واللمس)

۲ عن ابی مسعود قال قال رسول الله ﷺ ولایؤمن الرجل الرجل فی سلطانه ولایقعد فی بیته علی تکرمته الاباذنه رواه مسلم، مشکوٰة شریف ج ۱/ص ۱۰۰/ باب الامامة (مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی)

ترجمہ:۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص کسی شخص کی امامت اس کی جائے اقتدار میں نہ کرے اور اس کے گھر میں اس کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

کیلئے کہے[1]، مگر نماز اس صورت میں بھی ادا ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۸۹ھ

لڑکی کو نامحرم سے تعلیم دلانے والے کی امامت

سوال:۔ زید کی ایک سولہ سالہ لڑکی قمر النساء کو معین پرائیویٹ طور پر پڑھاتا تھا، معین روزانہ شام کو قمر النساء اور اس کے دو چھوٹے بھائی اور بہن کو پڑھانے آتا تھا، معین نے زید کی سخت نگرانی دیکھ کر زید سے کہا کہ آپ مجھ پر شبہ نہ کریں، میں تو آپ کی ہی لڑکی سے شادی کرونگا، مجھے روپیہ وغیرہ کا لالچ نہیں ہے، نوبت بایں جارسید معین نے ایک روز قمر النساء سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی، دو ماہ بعد جب معلوم ہوگیا تو معین سے شادی کے لئے کہا گیا، معین نے جواب دیا چند روز بعد شادی کرلونگا، چند روز بعد معین نہیں آیا، اور اس نے دوسری جگہ مالدار گھرانے میں شادی کرلی، تین ماہ بعد قمر النساء کے والدین نے کافی روپیہ خرچ کرکے قمر النساء کا حمل گروادیا تاکہ وہ بدنام نہ ہو، اور اس کی شادی ہوسکے، زید ایک عالم شخص ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، نیز زید اور اس کی بیوی اور قمر النساء اور معین کے لئے شرعی سزا کیا ہے، اس کا تدارک کیسے ہوگا؟

---

[1] واعلم ان صاحب البیت ومثله امام المجسد الراتب اولیٰ بالامامة من غیره مطلقاً (الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۵۹/باب الامامة. البحر الرائق ص ۳۴۷/ج ۱/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الأحق بالامامة، مطبوعه مصری)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

شریعت نے پردہ لازم قرار دیا ہے[۱]، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں، اور خراب ماحول سے بچنے کی سخت تاکید ہے[۲]، اس میں بہت سے مصالح ہیں اور اس میں بہت سے منافع ہیں، احکام شریعت پر عمل نہ کرنے میں عزت وآبرو کی بھی بربادی ہے، اور آخرت کی بھی تباہی ہے جو ناگوار صورت پیش آچکی ہے، وہ نہایت مذموم اور معصیت ہے، زید اس کی بیوی اس کا لڑکا استاذ سب ہی حسب حیثیت گناہگار ہیں، سب کو توبہ اور اپنی حرکت پر ندامت واستغفار لازم ہے، خدا کے سامنے روئیں اور پوری لجاجت کے ساتھ معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے پختہ عہد کریں کہ ایسا کبھی نہیں کریں گے[۳]، لڑکی کی اس قسم کی تعلیم کو ختم کریں، کبھی کسی نامحرم پر اعتماد کرکے اس کو تنہائی اور تعلق کا موقع نہ دیں، شیطان کسی وقت بھی شرارت پر آمادہ کرسکتا ہے، اگر زید واقعی توبہ ونصوح کرے اور یہ اندازہ ہوجائے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریگا تو پھر زید کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۸۶ھ

---

[۱] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة (درمختارمع الشامی کراچی، ص ۴۰۶ ج ۱ کتاب الصلوٰة، مطلب فی ستر العورة) يَآيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ الاية الخامسة أمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ جَمِيْعَ النِّسَاءِ بِالسَّتْرِ (قرطبی ص ۲۲۰ / ج۷/ سورہ أحزاب آیت ۵۹، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، (سورۂ انعام آیت ۶۸) ترجمہ:۔ اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔

[۳] ولم يختلف اهل السنة وغيرهم فی وجوب التوبة علیٰ ارباب الكبائر الیٰ ماقال واتفقوا علیٰ ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علیٰ الفور الخ (روح المعانی ص ۲۳۶ / ج۱۵ / تحت قوله تعالیٰ يَآيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً، سورۂ تحریم آیت ۸، دارالفکر بیروت)

[۴] اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ (مشکوٰة شریف، ص ۲۰۶ / آخر باب الاستغفار والتوبة) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. ترجمہ:۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : بدعتی کی امامت

بدعتی کی امامت

سوال:۔اگر امام بدعتی ہوتو اس کے پیچھے نماز ہوجائیگی یا نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعة حتیٰ یدع بدعته (ابن ماجه) اسی طرح برے گمراہ فرقوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

اگر بدعتی امام ایسی بدعت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے کفر عائد ہوجاتا ہے تو اس کی امامت جائز نہیں اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی۔اگر اس کی بدعت ایسی بدعت نہیں اور وہ نماز کے فرائض وواجبات کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی[1] صلوا خلف کل بر وفاجر[2] (ابوداؤد شریف) اور ایسی حالت میں اس کی نماز قبول نہ

---

[1] ویکره امامة عبد.....ومبتدع لا یکفر بها وان کفربها فلا یصح الاقتداء به اصلاً (تنویر الابصار مع الشامی نعمانیه ص ۳۷۶/ ج ۱/ مطلب البدعة خمسة باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۵۹/ ج ۱. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور)

[2] رواه البیهقی عن ابی هریرة مرفوعاً (سنن بیهقی ص ۱۹/ ج۴/ باب الصلاة علی من قتل نفسه، کتاب الجنائز مطبوعه ادارۂ تالیفات اشرفیه ملتان) روی ابوداؤد بمعناه "الصلوٰة واجبة علیکم خلف کل مسلم براً کان اوفاجراً وان عمل الکبائر (ابوداؤد ص ۳۴۳/ ج ۱/ کتاب الجهاد باب فی الغزو مع ائمة الجور) مکتبۂ نوریه دیوبند.

ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک اس سے راضی نہیں اور اس کو قرب خداوندی حاصل نہ ہوگا[1] لیکن ایسے شخص کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کراھة تقدیم الفاسق کراھة تحریم[2] (غنیة)

اس عبارت سے ہر فرقہ کی امامت کا حکم معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بدعتی کی امامت

سوال:۔ زید ایک عالم ہونے کی حیثیت رکھتا ہے مگر بدعتیوں کا ساتھ دیتا ہے انکی دعوتیں وغیرہ کھاتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ جو لاعلمی میں نمازیں پڑھی گئی ہیں وہ ہوئیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کیا زید خود بھی بدعت کرتا ہے پھر وہ بدعت کیسی ہے اگر شرک کی حد تک پہونچتی ہے جیسے قبر کو سجدہ کرنا تو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگر معمولی بدعت ہے جو گناہ صغیرہ کے درجہ میں ہے تو نماز جائز ہے۔ اگر گناہ کبیرہ کے درجہ میں ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[3] جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو۔ تاوقتیکہ بدعت کی تعیین نہ کی جائے کہ وہ کیا بدعت کرتا ہے۔ کوئی قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/ج ۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۸/ج ۲/۵۶ھ

---

[1] القبول قسمان. الثانی کون الشئ یترتب علیه من وقوعه عند الله جل ذکرهٗ موقع الرضا ویترتب علیه الثواب والدرجات (معارف السنن ص ۲۹/ج ۱/ باب ماجاء لا تقبل صلاة بغیر طهور.

[2] کراهة تقدیمه کراهة تحریم (کبیری غنیه المستملی ص ۵۱۳/ لاهور. شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

[3] ویکره امامة عبد وفاسق ومبتدع لا یکفربها وان کفربها فلایصح الاقتداء به اصلاً (تنویر الابصار مع الشامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱/ مطلب البدعه خمسة باب الامامة (بقیہ آئندہ)

بدعتی کی امامت

سوال:۔ جو شخص علم غیب حضور ﷺ کو بتلاتا ہو اور عقیدہ رکھتا ہو تو اس کی اقتداء کرنی درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص کا عقیدہ کفریہ ہو اس کا امام بنانا اور اس کی اقتداء کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق واعمیٰ الا ان یکون اعلم القوم ومبتدع لا یکفر بها وان کفربها فلا یصح الاقتداء به اصلاً اھ[1] تنویر الابصار ص ۳۹۲/ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید بدعتی کے پیچھے

سوال:۔ ایک امام نے کئی نکاح حمل والی عورتوں کے پڑھائے ہیں۔ سجدۂ تعظیمی جائز قرار دیتا ہے۔ بدعتیوں کا حامی ہے اور مفتی بھی ہے تو عیدگاہ میں اداء واجب (نماز عید) کے لئے جانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر عید کی نماز کسی دوسری جگہ بھی ہوتی ہو اور وہاں کا امام متبع سنت ہو۔ تو صورت مسئولہ

(گذشتہ کا بقیہ) شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ مطبوعه لاهور. بحرالرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

(صفحہ ہذا) [1] الدر المختار مع رد المحتار نعمانیه ۳۷۶ج ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱. بحرالرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس من هو أحق بالامامة، مطبوعه کراچی)

میں عیدگاہ نہ جائے بلکہ دوسری جگہ پڑھ لے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مبتدع کی امامت

سوال:۔ ایک چھوٹی اسٹیٹ میں صرف ایک مسجد ہے جس میں نماز ہوتی ہے مسجد کی امامت شہر قاضی صاحب کے (جو شافعی مذہب کے ہونے کے علاوہ رسومات محرم الحرام کے حامی، عربی علوم میں بھی کما حقہ عبور نہیں)

نائب جو حنفی ہیں اور ملازم سرکار مغرب میں صرف آ کر نماز پڑھاتے ہیں اور گاہ بگاہ عشاء بھی اور نماز جمعہ ہمیشہ بقیہ اوقات میں جماعت نہ ہونے کے باعث مقتدیان نے دوسرے پیش امام کا تقرر کیا جو حالات حاضرہ کے مطابق خطبہ دیتے ہیں اور قرآن شریف تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بخلاف سابق امام کے کہ اکثر مقامات پر کچھ غلطیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں اب کثرت مقتدیان کی امام ثانی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہے چنانچہ ثانی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں اگر سابق امام صاحب جن کو مقتدی اپنا امام مقرر کرنا نہیں چاہتے نماز جمعہ چند اشخاص کو لیکر جن کی تعداد غالباً چھ سات یا اور کچھ زائد ہو اول ادا کرلیں بنا بر شر و فساد کے (امام اول امام ثانی کی اقتداء کرتے چلے آ رہے ہیں)

تو دوسری جماعت جمعہ کی جس میں ساٹھ ستر کے قریب اشخاص ہیں ادا کریں یا ظہر یا فرداً فرداً نماز ظہر پڑھیں۔

---

[۱] (المستفادمنه) یکره (ای اقتداء الامام الفاسق) فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر لانه سبیل الی التحول (شامی کراچی بتصرف ص ۵۶۰/ج ۱/ قبیل مطلب البدعة خمسة باب الامامة. فتح القدیر ص ۳۵۰/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دارالفکر بیروت. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. بحرالرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

امام صاحب کے صاحبزادے کی شادی قادیانیوں میں ہوئی اوران کے ان سے تعلقات ہیں۔قاضی صاحب کسی نماز میں بھی نہیں آتے ہیں بجز عیدین کے۔

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

سوال میں چندامورغورطلب ہیں :

اول: یہ کہ امام شافعی المذہب ہے اس کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر امام شافعی المذہب کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تب تو اس کا اقتداء صحیح ہے اگر معلوم ہو کہ وہ رعایت نہیں کرتا تو اقتداء صحیح نہیں اگر رعایت وعدم رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کا اقتداء مکروہ ہے اگر بعد میں امام کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے مفسد صلوٰۃ ہے تو مقتدی کو اعادہ نماز ضروری ہے۔**الحاصل انه ان علم الاحتياط منه فی مذهبنا فلا كراهة فی الاقتداء به وان علم عدمهٖ فلا صحة وان لم يعلم شيئاً كره**[1] شامی ص۶۹۸۔

دوم: یہ کہ امام رسومات محرم کا حامی ہے پس اگر ایسی رسوم کرتا ہے جو شرک نہیں فقط گناہ ہیں تو وہ فاسق ہے فاسق کا اقتداء مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی رسوم کرتا ہے جو شرک تک پہونچ جاتی ہیں تو اس کا اقتداء کسی حال میں درست نہیں جب تک توبہ کر کے تجدید ایمان نہ کرے۔[2]

سوم: یہ کہ عربی علوم میں بھی اس کو کما حقہ عبور نہیں پس اگر روزمرہ کے مسائل ضروریہ سے واقف ہے تو عبور نہ ہونا مفسد صلوٰۃ نہیں اور مسائل ضروریہ فساد صلوٰۃ وصحت صلوٰۃ وغیرہ سے

---

[1] شامی نعمانیه ص۴۴۸ج۱ وشامی کراچی ص۷ج۲قبیل مطلب الاقتداء بالشافعی باب الوترو النوافل.

[2] ويكره امامة عبد اومبتدع ای صاحب بدعة لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلا (الدر المختار مع الشامی نعمانيه ملخصاً ص۳۷۶/ج۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة. طحطاوی علی المراقی ص۲۴۵/ باب الامامة، مطبوعه مصری. الدرالمنتقی ص۱۶۳/ج۱/ فصل فی الجماعة، دارالكتب العلميه بيروت) ماكان فی كونه كفراً اختلاف، فإن قاله يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک بتجديد النكاح بينه وبين امرأته (عالمگيری ص۲۸۳/ج۲/ كتاب السير، باب احكام المرتدين، قبيل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه كوئٹه)

بھی واقف نہیں تو اسکی امامت ناجائز ہے کیونکہ صحت وفساد صلوٰۃ کا اس کو علم ہی نہ ہوگا۔[۱]

چہارم: یہ کہ اکثر مقامات پر غلطیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں پس اگر وہ غلطیاں مفسد صلوٰۃ ہیں تو نماز کا اعادہ ضروری ہے ورنہ نہیں۔

پنجم: یہ کہ مقتدی ان کو امام بنانا نہیں چاہتے اور بظاہر افعال مذکورہ کی وجہ سے امام بنانا نہیں چاہتے ہوں گے تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔[۲]

ششم: یہ کہ اس کی قادیانیوں سے رشتہ داری وغیرہ کے تعلقات ہیں سو یہ بھی بہت مخدوش اور خطرناک حالت ہے اگر اس کے عقائد بھی قادیانیوں کے ہی ہیں تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔[۳]

ہفتم: یہ کہ وہ بجز عیدین کے کسی نماز میں نہیں آتا تو تارک جماعت ہے۔[۴]

---

[۱] والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، قوله بأحكام الصلاة فقط. أى وإن كان غيرمتبحر فى بقية العلوم وهو اولىٰ من المتبحر (درمختار مع الشامى كراچى ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. زيلعى ص۱۳۳/ج ۱/ باب الامامة والحدث فى الصلاة، مطبوعه ملتان. النهر الفائق ص۲۴۰/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

[۲] وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ثلثة لاتقبل منه صلوٰتهم من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل الى الصلوة دباراً والدبار ان ياتيها بعد ان تفوته ورجل اعتبد **محررة** رواه ابوداؤد وابن ماجه (مكشوٰة شريف ص۱۰۰/ باب الامامة، الفصل الثانى، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

[۳] أن كل ماثبت كونه من الدين بالضرورة الإيمان به واجب و إن الإنكار عنه كفر، وكذلك التأويل فى ضروريات الدين يرادف الانكار فالتأويل فيها كفر مثل الإنكار سواءً بسواء (مجموعه رسائل كشميرى ج۳. رساله اكفار الملحدين فى ضروريات الدين "كلمة عن كتاب اكفار الملحدين" وسبب تاليفهٗ (الف) مطبوعه المجلس العلمى كراچى)

[۴] أن **صلاة** الجماعة واجبة على الراجح فى المذهب أوسنه مؤكدة فى حكم الواجب وصرحوا بفسق تاركها وتعزيره وأنه يأثم (شامى كراچى ص۴۵۷/ج ۱/ باب صفة الصلاة. النهر الفائق ص۲۳۸/باب الإمامة والحدث فى الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق ص۳۴۴/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

غرض: امور مذکورہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جاوے[1] ثانی امام میں اگر منکرات یا دوسرے اس قسم کے منکرات جو امام کے خلاف ہوں موجود نہ ہوں تو ان کو مستقل امام بنالیا جاوے اور نماز جمعہ صورت مسئولہ میں مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ آبادی میں یا آبادی کے بالکل متصل عیدگاہ وغیرہ میں پڑھ لی جائے[2] اور اگر وہ جگہ اتنی چھوٹی ہے کہ جہاں جمعہ جائز نہیں تو پھر سب کو ظہر پڑھنی چاہئے[3] اور جواز جمعہ کے متعلق وہاں کی آبادی اور بازار وغیرہ کی حالت لکھ کر دریافت کرلیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۵/۱/۵۴ھ، صحیح: عبداللطیف ۲۶/محرم الحرام ۵۴ھ

تیجہ چالیسواں کرانے والے کی امامت

سوال:۔ ایک امام تیجہ، دسواں، چالیسواں بھی حدیث سے ثابت فرماتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ان صاحب سے وہ حدیث مع پورے حوالہ کے لکھوایئے تب اس کے متعلق کچھ لکھا جائیگا۔ فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] چونکہ یہ سب چیزیں شریعت میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بدعت ہیں جنکا ترک کرنا لازم ہے اوران کے مرتکب کوامام تجویز کرنا مکروہ تحریمی ہے فقط۔

ویکرہ امامة عبد وفاسق ومبتدع الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۲۹۸/ج۲/ باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

[2] وتؤدی الجمعة فی مصر فی مواضع (النهر الفائق ص۳۵۴/ج۱/ باب صلاة الجمعة، دارالکتب العلمیه بیروت. زیلعی ص۲۱۸/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان)

[3] ومن لم تجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی، لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة (عالمگیری ص۱۴۵/ج۱/ کتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. زیلعی ص۲۱۷/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه ملتان)

مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص مزار کی مٹی کھاتا ہے اور مزار پر سجدہ کرتا ہے اگر وہ شخص مرغی یا خصّی یا مٹھائی خادم کو دے تو کیا وہ سب چیزیں حرام ہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر یہ چیزیں بزرگ کے نام پر چڑھاوے کی ہیں تو ان کا لینا حرام ہے[1]۔ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۸۹ھ

چڑھاوا اور دیگ چڑھانے والے کی امامت

سوال:۔ ہم لوگ جماعتِ دیوبندیہ کے ساتھ ہیں اور ہماری مسجد کے امام صاحب قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور پیروں کے نام کی دیگیں بھی کرتے ہیں اور دیوبندی علماء کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں نے سب پر ہاتھ پھیر رکھا ہے۔ وہ تبلیغ کو غلط بات کہتے ہیں، وہ سُنّت کو ایک ایک رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔ کیا ہماری نماز ایسے امام کے پیچھے

---

[1] وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام (الدرالمختارمع الشامی کراچی ص ۴۳۹/ ج۲/قبیل باب الاعتکاف کتاب الصوم) طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۵۷۱ باب ما یلزم الوفاء به، کتاب الصوم، مطبوعه مصر، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۸ ج۲ کتاب الصوم، فصل عقد لبیان ما یوجب العبد علی نفسه.

[2] لو قدموا فاسقا یاثمون بناءً علیٰ ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (حلبی ص ۵۱۳، فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی ص۵۶۰/ج۱/ باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، مطبوعه کراچی، بحر ص۳۴۸/ج۱/ باب الامامة. تاتار خانیه ص۶۰۳/ج۱/ الفصل السادس من هو احق بالامامة، مطبوعه کراچی)

ہوجاتی ہے یانہیں؟ ان کا رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، پیروں کے نام کی دیگیں کرنا، علماءِ حق کو بُرا کہنا، سُنّتیں مستقل ترک کرنا، یہ ایسی خرابیاں ہیں کہ جب تک ان سے توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

میلاد اور دسویں میں شریک نہ ہونے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص صرف اس وجہ سے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا کہ امام صاحب دسویں اور میلاد شریف میں شرکت نہیں کرتے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے امام کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یانہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

میلاد مروّجہ[2] دسویں[3] وغیرہ ثابت نہیں بدعت ہیں۔ ان چیزوں میں اگر امام شرکت نہ کرے تو امامت میں خلل نہیں آتا۔ جو شخص ان باتوں میں شریک نہ ہونے والے امام کے

---

[1] ان امامة الفاسق مكروهة تحريماً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/الاحق بالامامة. حلبی کبیر ص ۵۱۳ فصل فی الامامة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱/ قبیل البدعة خمسة اقسام. شامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱)

[2] ومن جملة مااحدثوه من البدع .....مایفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد (المدخل لابن امیر الحاج ۲/۲فصل فی المولد، مطبوعه مصری)

[3] فاما اصلاح اهل المیت طعاماً وجمع الناس علیه فلم ینقل فیه شئ وهو بدعة غیر مستحب (المدخل ص ۲۷۵/ج۳/ طعام اهل البیت، مطبوعه مصری) شامی زکریا ص ۱۴۸ ج ۳ باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت.

پیچھے نماز نہیں پڑھتا وہ غلطی پر ہے، تارکِ سُنَّت ہے، جماعت کے ثواب سے محروم ہے، اس کو باز آنا چاہئے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۱ھ

بریلوی کی امامت

سوال:۔ ایک شخص بریلوی خیال کا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں اور آپ مختار کل ہیں۔ نیز آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور یہ شخص ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے آیا اس شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے حضور اکرم ﷺ کے لئے اس صفت کو ماننا بے دلیل ہے بلکہ خلاف نص ہے[۲] اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں[۳]۔ تمام نمازیوں کو چاہئے کہ

---

[۱] ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريماً..... وان هو احق لا والكراهة عليهم (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۳۷۶ ج ۱. نعمانيه بحث البدعة خمسة اقسام. شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۴/ فصل فی بيان من الأحق بالامامة، مطبوعه مصری. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

[۲] وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی عليه الصلوٰة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا يعلم من فی السموات والارض الغيب الّا اللّٰه (شرح الفقه الاكبر مجتبائی ص ۱۸۵)

[۳] ويكره امامة عبد.....ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة (الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص ۳۷۶/ج ۱/ قبيل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. زيلعی ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه امداديه ملتان. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

ایسے شخص کو امامت سے ہٹا کر دوسرے صحیح العقیدہ مسائل طہارت ونماز سے واقف متبع سنت آدمی کو امام تجویز کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بریلوی کی امامت

سوال:۔ بریلوی عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بریلوی عقیدہ کیا ہے۔ تحقیق کر کے بھیجئے تب غور کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دیوبندی کی بریلوی مسجد میں امامت

سوال:۔ میں دیوبندی عقائد کا حامل ہوکر بریلوی عقیدہ والوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ان کی خاطر غلط کام نہیں کرتے تو جائز ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اپنے کو چھپانا خطرناک ہے۔ جب مقتدیوں کو معلوم ہوگا کہ یہ دیوبندی عقیدہ کا آدمی ہے جس کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی تو پھر کیا حال ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۵ھ

---

[1] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ص ۵۰/ج ۲/ابواب الفتن، مطبوعه رشیدیه دهلی)

رضا خانی کے پیچھے نماز

سوال:۔ ہندوستان میں جو فرقہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے اور احمد رضا خاں بریلوی کو اپنا مقتدا مانتا ہے اس فرقہ سے متعلق یا اس فرقہ کا عقیدہ کھنے والا شخص اگر کسی مسجد کا امام ہو تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہر بدعتی کا حال یکساں نہیں بعض بدعتی بہت غالی ہیں جو کفر وشرک میں مبتلا ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں[1] لاعلمی کی وجہ سے اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو اس کا اعادہ لازم نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۱۹ھ

ایضاً

سوال:۔ فرقہ رضا خانی جنہوں نے طرح طرح کی بدعات دین میں ایجاد کیں اکابر علماء حق اور ان کے متبعین کی تکفیر اور تفسیق کو اپنا شیوہ بنایا اور مسلمانوں میں افتراق اور انتشار ان کا خاص مقصد ہے ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ بڑے پیر صاحبؒ کو عالم میں تصرف کرنے والا اور ہر ایک کی فریاد سننے والا اور مدد کرنے والا سمجھتے ہیں اسی لئے یا غوث المدد ان کا خاص نعرہ ہے اس فرقہ کے بانی نے رسولؐ کی

---

[1] وتکرہ امامة العبد والفاسق والمبتدع ای صاحب هوی لا یکفر به صاحبه حتی اذا کفر انه لم تجز اصلا (مجمع الانهر ص ۱۶۳/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. شامی کراچی ۵۶۱/ج ۱/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام. البحرالرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

شہادت کا انکار کر کے قرآن کی نص صریح کا انکار کیا، حضرت صدیقہؓ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں روافض سے بڑھ کر گستاخی کا ارتکاب کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن القاریؓ جو بالاتفاق صحابیٔ رسولؐ ہیں اس جماعت کے بانی نے ان کو کافر اور خوک سے بدتر قرار دیا ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا رضا خانی اور اس کا بانی اسلام میں داخل ہے یا عقائد مذکورہ کی بناء پر اسلام سے خارج ہیں اور کیا ایسے لوگوں کے پیچھے اہل حق کو نماز پڑھنا درست ہے، رضا خانی یہ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند اور ان کے متبعین مرتد ہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں اور علماء دیوبند اور ان کے ماننے والوں کی نماز ہمارے پیچھے ہو جاتی ہے، اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کا حوالہ دیتے ہیں ان کے اس قول کی حقیقت کیا ہے اور کیا واقعہ یہی ہے کہ رضا خانی جیسا کہتے ہیں۔ وضاحت اور تفصیل سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امور مذکورۂ سوال بعض کفر ہیں، بعض شرک، بعض حرام اور سخت معصیت ہیں[1] ان کے تحقق وثبوت کے بعد امامت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دارالعلوم کے جس فتویٰ کا حوالہ دیا جاتا ہے کیا ان امور کو لکھ کر استفتاء کیا گیا ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے اس کو بطور سند پیش کرنا تلبیس ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۲۶ھ

بریلوی کی نماز دیوبندی کے پیچھے

سوال:۔ جب چاروں امام درست ہیں تو دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز کیوں نہیں ہوتی؟

---

[1] ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ رد بدعات کے بیان میں تحت عنوان علم غیب، حاضر وناظر، یاغوث المدد، عبدالرحمٰن قاری کا حال۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ اختلاف ایسا نہیں ہے جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے بلکہ بریلوی لوگ حضراتِ علماءِ دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جوان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے[1]۔ پھر وہ کسی کے پیچھے کیوں نماز پڑھیں گے اس وجہ سے وہ علماء حرمین کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے تو اس سے اس کی جماعت باز پرس اور مطالبہ کرتی ہے اس سال مولانا حبیب الرحمٰن کٹکی (بریلوی) نے مدینہ طیبہ میں اپنی جماعت الگ کی اور امام مسجد نبوی کو مسلمان نہیں قرار دیا جس کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان کو بغیر حج کئے واپس ہندوستان بھیج دیا گیا۔ یہاں پہونچ کر انہوں نے بہت پوسٹر شائع کئے اور حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاج کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] جوان کے کافر اور مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد (تجانب اہل سنت ص ۸۶ بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص ۱۵۰ رتلک عشرۃ کاملہ کی فہرست)

سنی (یعنی رضا خانی) مسلمانوں کے سوا تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لیام ہیں (مظاہر الحق ص ۲۵) بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص ۱۵۰ رمطبوعہ دہلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم :

حقیر پیشہ اور متہم کی امامت

متہم کی امامت!

سوال:۔ (۱) ایک امام جب کہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے ایک دوسرے امام صاحب پر ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کا الزام رکھتا ہے۔ امام مسجد خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ہم نے کوئی بدفعلی نہیں کی تو اب لڑکے کی بات پر اعتبار کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ہم سے تین چار بار بدتمیزی کی یا امام کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) امام نے دوسرے امام کے اوپر اغلام بازی کا الزام لگایا ہے ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ امام پنجوقتہ نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب یہ باہر جاتے ہیں تو کسی وقت کی نماز نہیں پڑھتے، جب ملازمت پر رہتے ہیں تو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟ یہ اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں ان دونوں میں کون امام افضل ہیں کس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کو محض اس نابالغ لڑکے کے بیان پر مجرم قرار دے کر شرعی سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا[۱]۔ امام صاحب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا[۲] بغیر ثبوت شرعی کے کسی کے متعلق الزام لگانا کبیرہ گناہ ہے[۳] امام صاحب کو بھی احتیاط سے رہنا چاہئے تاکہ بدگمانی کا موقع کسی کو نہ ملے[۴]۔

(۲) الزام لگانا فرض نماز ترک کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا تینوں سخت قسم کے گناہ ہیں اگر واقعۃً ان میں یہ چیزیں موجود ہیں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۵]۔ جب تک وہ ان سب چیزوں سے پختہ توبہ نہ کرلیں۔ ہرگز ان کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۷ھ

جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہو اس کی امامت

سوال:۔ زید حافظِ قرآن ہے اور محلّہ کی مسجد میں امام ہے وہ اس محلّہ کے ایک شخص کی لڑکی

---

۱ ومنها البلوغ فلاتقبل شهادة الصبى العاقل لأنه لايقدر على الأداء إلا بالتحفظ الخ (بدائع الصنائع ص ۴۰۱/ج۴/ كتاب الشهادة، شرائط اداء الشهادة، مطبوعه زكريا ديوبند)

۲ وفى الحديث : البينة على المدعى واليمين على من أنكر (مكشوٰة المصابيح ص ۳۲۶/ باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

۳ القذف ايضاً من الكبائر (ملخصاً طيبى ص۱۸۸/ج۱، كتاب الايمان باب الكبائر، ادارة القرآن كراچى. مرقاة ص۱۰۵/ج۱ مطبع اصح المطابع بمبئى، شامى كراچى ص۴۳ج۴ باب حد القذف، فتح القدير ص۳۱۶ج۵ باب حد القذف مطبوعه دار الفكر بيروت)

۴ رواه الخرائطى فى مكارم الاخلاق مرفوعاً بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا يلومن من اساء الظن به، كشف الخفاء ص۴۴ج۱ تحت حديث (اتقوا مواضع التهم) الرقم ۸۸، مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت.

۵ ويكره امامة عبد الى ما قال وفاسق ..... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربا ونحو ذلك، شامى زكريا ص۲۹۸ج۲ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، شامى كراچى ص۵۶۰ج۱، امامة الفائق مكروهة تحريما، طحطاوى مع المراقى ص۲۴۴ فصل فى بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر.

کو پڑھاتے بھی تھے۔لڑکی کی عمر ۱۱رسال ہوگی ۔ نابالغہ ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ زیتون پڑھائی کے کمرہ سے روتی ہوئی نکلی اور اس کی اندام نہانی سے خون بہہ رہا تھا۔ گھر والے دوڑے ہوئے آئے اور امام صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔انہوں نے کہا کہ مارنے کی چھڑی سے جو کہ بانس کی تھی کونچہ لگایا۔غصہ میں وہ غلطی سے اندام نہانی میں لگ گئی اور خون نکلنے لگا۔ بہرحال بچی کوفوراً ہسپتال پہونچایا گیا، وہاں ایک ہندو ڈاکٹرنی اور ایک مسلمان ڈاکٹر علاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ دونوں نے ان کے رشتہ داروں سے کہا کہ خاص جگہ پھٹ گئی ہے اس کوسی دیا گیا ہے اب کوئی خطرہ نہیں اور ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی کا کہنا ہے کہ زنا سے ہی ایسا زخم ہو سکتا ہے۔ چھڑی کا یہ زخم نہیں ہے۔لڑکی نے بھی ڈاکٹروں کے سامنے زنا کا اقرار کیا ہے۔ کہ امام صاحب نے مجھ سے زنا کیا ہے۔اب اس بات پر محلّہ میں دوفریق ہوگئے ہیں۔ایک فریق کا کہنا ہے کہ امام صاحب زنا میں مبتلا ہوئے ہیں۔اس لئے ان کی امامت اب صحیح نہیں ہوگی۔ دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ شریعت کی رو سے عدم شہادت کی وجہ سے زنا ثابت نہیں ہوتا۔اس لئے امامت کرسکتے ہیں۔ بلکہ امامت کربھی رہے ہیں۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ امام صاحب زنا کے مجرم ہوئے یا نہیں؟ اور اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ امام صاحب اس فعل کی نفی کرتے ہیں اور قسم کھانے کو تیار ہیں۔

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

صورتِ مذکورہ میں امام صاحب مذکور کوزانی قرار دینا اوران پر زانی کے احکام جاری کرنا درست نہیں۔ جوثبوت زنا کے لئے شرعاً ضروری ہے وہ موجود نہیں[1] لیکن بچی کو بانس کی چھڑی سے مارنے کا بھی حق نہیں۔رد المحتار میں اس کی ممانعت موجود ہے[2]۔امام صاحب کواپنے

---

[1] ویثبت بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحدٍ بلفظ الزنا ویثبت ایضاً باقراره اربعاً فی مجالسه الاربعة (الدرالمختار ملخصاًمع الشامی ص۹/۷/ ج۴/ کتاب الحدود) مطلب الزنا شرعاً لایختص بمایوجب الحد الخ. (البحرالرائق ص۴ ج۵/اول کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. عالمگیری ص۱۴۳/ ج۲/ الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس جرم کا اقرار ہے کہ وہ مجرم اور گنہگار ہیں جو صورت پیش آئی ہے وہ ان سے بدگمانی کا سبب بن سکتی ہے۔ لڑکی اور اس کے گھر والے اور دوسرے لوگ ان سے ناراض ہوں تو ان کی ناراضی درست ہے اگر امام صاحب اپنے جرم سے توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کریں تو وہ امامت سے علیحدگی کے قابل ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۴ھ

زانیہ کے شوہر کی امامت

سوال:۔ زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی جس کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی لڑکی جب دو سال کی ہوئی تو عورت مذکور دیگر شخص سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے اس کے ہمراہ چلی گئی زید کی عدم موجودگی میں زید اور اس کے اعزہ واقارب ایک برس تک تلاش کرنے میں نہایت پریشان رہے عدالتی کارروائی بھی چھ ماہ تک رہی لیکن ناکامیاب رہے بعد عرصہ ایک برس تقریباً اتفاقاً ایک جگہ سے ہمراہ زانی وہ پکڑی گئی جب کہ وہ حاملہ تھی بدکاری سے اس وقت قطعاً زید کے ساتھ رہنے کو پسند نہ کرتی تھی لیکن زبردستی زید نے پکڑ کر اس کے والدین کے سپرد کردی کچھ روز بعد اس کے بطن سے زنا کا لڑکا تولد ہوا اس کے تولد ہونے کی خبر اس کے والدین نے زید کو بھی دی اس وقت زید کی رضامندی بھی اس کو اپنے گھر میں آباد کرنے کی نہ تھی لیکن بعد از ایک برس اس کے والدین نے منت سماجت کی کہ ہماری عزت اسی میں ہے کہ

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) [۲] لا یضرب بالعصا فی غیر الصلاۃ ایضاً (شامی کراچی ص ۳۵۲ ج ۱ اولُ کتاب الصلاۃ)

(صفحہ ہذا) [۳] ویکرہ إمامۃ عبد الی ماقال وفاسق، من الفسق ..... ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی وآکل الرباء ونحوذلک (شامی کراچی ص ۵۵۹ تا ۵۶۰/ج ۱/ باب الامامۃ) شامی زکریا ص ۲۹۸ ج ۲، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ مصر.

آپ ہماری لڑکی کو مع لڑکے مذکور کے گھر میں آباد کرلیں زید نے اس خیال سے کہ اس کے والدین نہایت دیندار اور مخلص ہیں اور لڑکی نے بقول اس کے والدین توبہ بھی کرلی ہے اس کو اپنے گھر آباد کرلیا ہمراہ لڑکا بھی آیا جس پر لوگوں کا خیال ہے بہت برا ہوا کیونکہ زید بذات خود بہت دیندار حافظ قرآن اور متقی ہے نیز امام مسجد اور پیری مریدی بھی کرتا ہے کیونکہ امام کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا جب زنا سے پیدا ہوا لڑکا بھی زید کے گھر میں ہے اور وہ عورت مذکور بھی اس صورت میں شریعت اسلامیہ کے نزدیک امامت کرانے میں کوئی قباحت تو نہیں اگر ہے تو شریعت اسلامیہ کا ایسے متقی امام کے لئے کیا حکم ہے اس معاملہ کی بنا پر انگشت نمائی بہت ہوتی ہے اس لئے فتویٰ کی ضرورت ہوئی تاکہ جواب ہو سکے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

زید اپنی بیوی کی اس حرکت سے خوش نہیں بلکہ ناخوش ہے اور اب جبکہ زوجہ نے توبہ کرلی ہے تو پھر کیا اشکال ہے قرآن کریم اور حدیث شریف سے سچی توبہ کا مقبول ہونا ثابت ہے[1] اگر بالفرض زید کی زوجہ اب بھی حرام کاری میں مبتلا ہے اور زید اس حرام کاری سے ناخوش ہے اور زوجہ کو روکتا ہے مگر وہ باز نہیں آتی تو ایسی صورت میں بھی زید کے ذمہ واجب نہیں کہ اس زوجہ کو طلاق دے۔ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2] اھ در مختار ص ۳۳/ج۵/ زید کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

صحیح: عبداللطیف غفرلہ ۲۳/ذی الحجہ ۶۲ھ

---

[1] قَالَ تَعَالیٰ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (شوریٰ ۲۵) فی حدیث عائشة مرفوعاً اِنَّ الْعَبْدَاِذَااعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ متفق علیه (مشکوٰۃ ۲۰۳/ باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ بندہ اعتراف گناہ کے بعد جب توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (بقیہ آئندہ پر)

امام پر غلط الزام

سوال:۔ خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہماری مسجد کے امام صاحب ایک متقی عالم ہیں۔ ایک بدمعاش نے ان سے گھڑی چھین لی۔ جب معاملہ بڑھا تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے مجھ سے بدفعلی کی اس لئے میں نے گھڑی چھین لی ہے۔ مگر امام صاحب نے حلفیہ بیان دیا کہ یہ قطعاً جھوٹ ہے میں اس الزام میں بری ہوں اور لوگوں کا اندازہ ہوا کہ یہ شخص مختلف بہانے کر کے لوگوں کو لوٹتا رہتا ہے۔ پھر پنچایت ہوئی مگر پنچایت نے بھی مولوی صاحب کو بری رکھا۔ اس مردود نے کپڑے پر پانی ڈال لیا اور کہتا تھا کہ دیکھو بدفعلی کی نشانی ہے۔ لوگوں نے کپڑے پر ہاتھ نہیں لگایا صرف پانی معلوم ہوتا تھا، نہ کہ مادہ نسبی اس کے متعلق شرعی طور پر مولانا اس الزام سے بری ہیں یا نہیں؟

۲۔ عبدالغفار نامی ایک شخص نے حضرت مولانا کو بلا تحقیق فجر کی نماز میں مصلیٰ سے ہٹا دیا یہ فعل کیسا ہے؟ اور ان کا اذان دینا کیسا ہے؟

۳۔ مولانا سے بغیر معافی مانگے عبدالغفار حق اللہ اور حق العباد سے سبکدوش ہوگا یا نہیں؟

۴۔ عالم کی توہین کرنا شرعاً فسق ہے یا کفر؟ اور اس گناہ کی تلافی کے لئے توبہ ضروری ہے یا نہیں؟

۵۔ عالم کی موجودگی میں غیر عالم کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۶۔ اسی واقعہ پر عبدالغفار کے متعلق یہ فتویٰ آیا کہ ان کا اذان دینا مکروہ ہے اور ان پر توبہ واستغفار فرض ہے اور انہیں مولانا موصوف سے معافی مانگنا چاہئے اور اب پھر واقعۂ مذکورہ کو ایک ماہ بعد از سرِ نو ابھارنا قابلِ سماعت ہوگا یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) ۲ الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۷۴/ج۵. شامی کراچی ص۴۲۸/ج۶/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة، قبیل کتاب احیاء الموات. عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۲/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اتنا بڑا جرم ثابت کرنے کے لئے اس بے شرم نے یہ بیان دیا اوراس طرح ہرگز کافی نہیں۔ کپڑے کا بھیگا ہونا شرعی دلیل نہیں ہے۔ پھر جب اس حیا سوز بے دلیل دعویٰ کی تردید کے لئے حلفیہ بیان موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس گندے الزام کوان پر عائد کیا جائے[1]۔

۲۔ مذکورہ بنیاد پر مصلیٰ سے ہٹانے کا ہرگز حق نہیں، ان کی اذان وامامت درست ہے ان کو جس نے ہٹایا ہے وہ مجرم ہے اس کو توبہ کرنا چاہئے۔ ورنہ اس کی اذان مکروہ ہوگی[2]۔

۳۔ معافی مانگنا اوراپنی غلطی کا اقرار کرنا سب کے سامنے ضروری ہے ورنہ یہ بار گردن پر رہے گا۔

۴۔ عالم دین کی جو توہین اس کے علمِ دین کی وجہ سے کی جائے تو وہ کفر تک پہونچا دیتی ہے[3] یہاں اس کی وجہ علمِ دین نہیں بلکہ بلاثبوتِ شرعی ایک غلط فہمی کی وجہ سے کی گئی اوران کو شرعی مجرم سمجھتے ہوئے کی گئی ہے۔ اس لئے کفر نہیں کہا جائے گا لیکن بلاثبوتِ شرعی اتنے بڑے جُرم کا مجرم سمجھا ہے۔ یہ سخت غلطی ہے اوراس پر خارجی اقدام بھی کیا ہے؟ اس لئے یہ فسق ہے جس سے توبہ لازم ہے[4]۔

---

[1] واکثر العلماء علیٰ أن الظن القبیح بمن ظاهره الخیر لایجوز الخ (احکام القرآن للقرطبی ص ۳۰۱/ ج۸/ تفسیر حجرات ۱۲/ مطبوعه بیروت)

[2] ویکره اذان الجنب واذان فاسق (مراقی مع الطحطاوی ص۱۶۰ باب الاذان، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص۳۹۲/ج۱/ باب الاذان. بحرص۲۶۳/ج۱/ باب الاذان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[3] من ابغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر (عالمگیری ص ۲۷۰/ج۲/ موجبات الکفر ما یتعلق بالعلم والعلماء)

[4] التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة الخ، شرح للنووی علی الصحیح المسلم، ص ۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، تفسیر روح المعانی ص ۲۳۶ ج۱۵، الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم الایة ۸ مطبوعه دار الفکر بیروت.

۵۔ جب عالم متبعِ سُنَّت صحیح العقیدہ موجود ہو تو اسی کو امام تجویز کیا جائے[۱] غیر عالم کو امام نہ تجویز کیا جائے۔ اگر چہ نماز اس کے پیچھے بھی ادا ہو جائے گی۔

۶۔ فیصلہ کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرنا اور پھر اس بات کو از سرِ نو اُبھارنا ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ ہرگز ایسا نہ کیا جائے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے بات کو وہیں ختم کر دینا چاہئے۔ قیامت کا بار سر پر رکھنا ناعاقبت اندیشی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

غیر مختون کی امامت

سوال:۔ بغیر ختنہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ختنہ سنت ہے جو شخص بلا عذر اس کو چھوڑ دے وہ تارک سنت ہے[۲]۔ اگر باوجود قدرت ووسعت کے بدن کو غسل واستنجاء میں پاک نہیں رکھتا ہے تب اس کو امام ہرگز نہ بنایا جائے اگر پاک رکھتا ہے تو اس کی امامت درست ہے[۳] نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی اگر چہ اس تارک

---

[۱] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة (شامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة ۳۷۴/ج ۱. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۴۳/ فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری. فتح القدير ص۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[۲] الختان سنة وهو من شعائرا لاسلام فلا يترک الالعذر (ملخصاً الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۷۵۱/ج۶/مسائل شتی قبل کتاب الفرائض. شامی نعمانیه ص۴۷۸/ج۵/ الفتاوی الهندیه ص۳۵۷/ج۵/ کتاب الکراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ. الفتاوی الخانیه علی هامش الهندیه ص ۴۰۹/ج۳/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الختان، طبع کوئٹه)

[۳] ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم ص۱۹۶/ج۳/ باب الامامۃ/طبع زکریا دیوبند۔ کفایت المفتی ص۴۴/ج۳/ باب سوم فصل اول امامت، طبع کوہِ نور پریس دہلی)

سنت کے مقابلہ میں عامل سنت کی امامت مقدم ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نکاح محرم سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت

سوال: ایک شخص نے اپنی محرم عورت سے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اگر وہ لڑکا بالغ اور عالم ہونے کے بعد امامت کرے تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امامت عنین

سوال:۔(۱) کسی وجہ سے کوئی شخص اگر نامرد ہو جائے تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

(۲) شروع پیدائش ہی سے کوئی شخص اگر نامرد ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] ان سرّکم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیومکم خیارکم (شامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹہ ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الامامة)

[۲] فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۳۰/ ج۳/ باب الامامة، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند، لوتحقق منہ عدم الجهل لا یکره تقدیمه کالعبدوالاعرابی کبیری ص ۳۶۵ لاهور، فصل فی بیان الذی یکره فعله فی الصلوٰة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان من الأحق بالإمامة، مطبوعه مصری. بحر ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر کوئی مانع نہ ہو تو جائز ہے[۱]۔

(۲) جائز ہے بشرطیکہ کہ خنثیٰ نہ ہو اور خنثی کی امامت عورت کے لئے جائز ہے مرد کے لئے ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۵۵ھ

لاولد کی امامت

سوال:۔ ایک مولانا مدرسہ کے مدرس اعلیٰ ہیں مگر وہ لاولد ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس کو اولاد پیدا نہ ہوئی وہ شرعی مجرم اور گنہگار نہیں اس کی وجہ سے اس کی امامت میں نقصان نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

میراثی کی امامت

سوال:۔ ہماری مسجد میں جو امام ہیں قوم کے میراثی ہیں، گانا، بجانا تو کچھ نہیں کرتے ان کے

---

[۱] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۲۲/ج۳/ باب الامامة. کفایت المفتی ص ۶۰/ج۳/ باب سوم، فصل اول امامت، طبع کوہِ نور پریس دهلی.

[۲] والخنثی البالغ تصح امامته للانثیٰ مطلقاً فقط لالرجل (شامی نعمانیه ص ۳۸۸/ج ۱/ مطلب الواجب کفایة هل یسقط باب الامامة وشامی کراچی ص۵۷۷ ج ۱. بحر کوئٹه ص ۳۵۹/ باب الامامة. تبیین الحقائق ص ۱۴۰/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلوة، طبع مکتبۂ امدادیه، ملتان)

یہاں پردہ بھی ہوتا ہے مگر اس کے پاس چار بیگہ زمین خدمتی دی ہوئی ہے پہلے اس کے باپ کے پاس رہا کرتی تھی اس کا انتقال ہو گیا ہے اس کا حق اس کے پاس آ گیا وہ ہماری خدمت کرے تھا ویسے حافظ بھی ہے۔ اس کو مسجد میں امام رکھنا چاہئے یا نہیں۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص سب میں افضل ہو، علم، قرأت، تقویٰ، نسب وغیرہ کے اعتبار سے اس کو امام بنانا افضل ہے۔ الاعلم احق بالامامة ثم الاقرء ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجهاً ثم الاشرف نسباً[1] مراقی الفلاح ص ۱۷۴۔

البتہ اگر کسی جگہ ان صفات کا آدمی نہ ہو تو ایسے حافظ کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے بشرطیکہ کوئی اور شرعی قباحت موجود نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۵۲ھ

مسجد میں جھاڑو دینا یا حمام میں پانی بھرنا کیا امام کے ذمّہ ضروری ہے

سوال:۔ مقتدیوں کا امام سے اصرار کہ جھاڑو لگاؤ یا حمام میں پانی بھرو کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام مقرر کرتے وقت سب نے امام کے ذمہ جھاڑو دینا اور حمام میں پانی بھرنے کی

---

[1] المسلمون علىٰ شروطهم إلّا شرطاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً الحديث (كنز العمال ص ۳۶۷/ج ۴. رقم الحديث ص ۱۰۹۴۸/ مطبوعه بيروت) مگر امام سے ان چیزوں کی شرط کرنا عظمت امام سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ والامامة على الحقيقة انما هى للّٰه تعالىٰ الحق جلّ جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هى نوابه وخلفائه، اتحاف السادة ص ۱۷۵ ج ۳ كتاب اسرار الصلوة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

شرط قرار دی ہے تو امامت کی طرح یہ بھی امام کے ذمہ ضروری ہوگا۔ اگر تقرر صرف امامت پر ہوا ہے تو یہ امام کے ذمہ ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

کیا چار قوموں کے علاوہ کے پیچھے نماز درست نہیں؟

سوال:۔ مولانا تھانویؒ نے جو کسی وقت میں فتویٰ دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ وہ فتویٰ ایک شخص کے پاس ہے۔ کیا واقعی نماز نہیں ہوتی۔ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے۔ کیا یہ فاسق ہے؟ تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں، نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے۔ جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا۔ تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے خواہ وہ کسی قوم سے ہو[2]۔ حضرت مولانا تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اور قوم کے

---

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۲ باب الامامة، فصل الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۲۳۹ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[1] وأما شروط الإمامة فقد عدها في نور الايضاح علىٰ حدة فقال وشروط الإمامة للرجال الإصحاء ستة اشياء الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار الخ (شامی زکریا ص ۲۸۴/ج ۲/ باب الإمامة. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۳۳/ باب الإمامة، مطبوعه مصری)

پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے۔ جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے[۱] گنہگار ہے اس کو توبہ لازم ہے[۲] جماعت کو ترک نہ کرے۔ بعض احادیث میں ترکِ جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے[۳]۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ندّاف (دھنے) کی امامت

سوال:۔ زید نداف ذات سے تعلق رکھتا ہے البتہ اس میں امامت کی صلاحیت بہ نسبت وہاں کے اور لوگوں کے زیادہ ہے وہ بعض اوقات امامت بھی کرتا ہے لیکن لوگ اسے کم درجے کا مسلمان تصور کر کے اقتداء سے گریز کرتے ہیں تو کیا گریز کرنا درست ہے، کیا اسلام ذات پات کو کوئی حیثیت دیتا ہے۔ ندافی یا اس قسم کا کوئی پیشہ اختیار کرنے سے مسلمان کی ذات میں اونچائی نیچائی ہوسکتی ہے؟

---

۱ ان تارکها بلا عذر یعزر وترد شهادته (شامی ص ۵۵۲ ج ۱ قبیل تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة. النهر الفائق ص ۲۳۸/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت. البحر الرائق ص ۳۴۵/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

۲ التوبة من جمیع المعاصی واجبة الخ، شرح للنووی علی الصحیح المسلم ص ۳۵۴ ج ۲ کتاب التوبة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، تفسیر روح المعانی ص ۲۳۶ ج ۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت الایة ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۳ عن عبداللّٰه بن مسعودؓ قال لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوٰة الاّ منافق قد علم نفاقه اومریض الحدیث رواه مسلم (مشکوٰة ص ۹۶/ باب الجماعة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم میں کوئی نماز (باجماعت) سے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر منافق جس کا نفاق معلوم (ظاہر) ہو یا مریض۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ندافی کا پیشہ دیانت داری کے ساتھ ہو تو ناجائز نہیں ہے اس کو حقیر وذلیل سمجھنا غلط اور خلاف شرع ہے[1]، جس میں امامت کے اوصاف موجود ہوں اس کے پیشہ کی وجہ سے ہرگز درست نہیں کہ اس کی اقتداء سے گریز کریں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نائی کی امامت

سوال:۔ ایک لڑکا حجام کا ہے جو حافظ قرآن ہے جس کی عمر ۱۵/۱۶/سال کے قریب ہے کیا وہ تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض پڑھی ہوئی جائز ہوسکتی ہے یا نہیں حال یہ ہے کہ اس کا والد حجامت بنانے پر مامور ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حجامت (سر مونڈنے کا پیشہ) ناجائز نہیں[3] اسکی وجہ سے اسکی امامت میں خرابی نہیں آئیگی

---

[1] بہتر می نماید بعد ازاں دیگر حرفتہا وصنعتہا کہ تعلق ببقاء عالم دارند مثل معماری وپونبہ بیزی وتارریسی وجولاہ گری ودرزی گری، وآردسازی بہتر اند، تفسیر عزیزی فارسی، ص ۷۷۵/ج ۱/تحت قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِیُ الْاَرْضِ حَلَالاً طیباً الأیة (سورة بقره) تحت آیت ۱۶۸.

[2] وشروط الإمامة للرجال الإصحاء ستة اشياء الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار كالرعاف الخ (لرد المحتار على الدرالمختار ص ۲۸۴/ج ۲/ باب الامامة، مطبوعه زكريا ديوبند. نورالايضاح ص ۹۲/امداديه ديوبند)

[3] بشرطیکہ ڈاڑھی نہ مونڈتا ہو! حرفتها وصنعتها کہ تعلق بہ بقائے عالم دارند۔ بہتر اند ازاں صنعتہا کہ محض برائے تکلف وتزین وتفاخر ورونق ودولت میباشد بموقع خود باشند نیز وجہی از کراہت ندارند بخلاف مکاسبے کہ درانہا آلوگی بہ نجاست یابدخواہی خلایق یا اعانت بر معصیت الٰہی یا دین فروشے یا بسیار گفتن دروغ وفریب ودغا لازم میباشد..... ہمہ اینہا مکروہ اند۔ تفسیر عزیزی ص ۷۷۵۔ سورۃ البقرہ الایۃ ۱۷۲، طبع حیدری بمبئی۔

اگر وہ مسائل طہارت ونماز سے واقف اور امامت کا اہل ہے تو قرآن کریم اسکے پیچھے تراویح میں سننا بھی درست ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۹۱ھ

---

[۳] والاحق بالامامة باحكام الصلاة صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن **تلاوة** تجويداً للقراء ةثم الاورع (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۴/ج۲/ باب الامامة، مطلب تکرار الجماعة فی المسجد. طحطاوی مع المراقی ص۲۴۲/ج / فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص۳۴۷/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم : معذور کی امامت

معذور کی تعریف اور اس کی امامت

سوال:۔(۱) اذا ام حافظ معذور (من به انفلات الريح اومثله) بقوم غير حافظين فی التراويح عند امام من الائمة هل تصح صلوٰتهم ؟ وقال بعض الناس تصح ان نوينا مسلک زفراومالک هل هٰذا القول صحيح.

(۲) هل الفرق فی جواز امامة المعذور اوفی عدمه بين الفرائض والنوافل؟

(۳) ماحد العذر فی الشريعة؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

من كان به عذر شرعی لا تبقی معه طهارته لا تجوز خلفه صلوٰة من ليس كذٰلک سواء كانت فرضا اوغيره[۱] والمعذور من مضی عليه وقت صلوٰة واحدة لا يقدر فيه علی ان يصلی مع الطهارة هٰذا حد المعذور ثم لابد فی كل وقت صلوٰة تحقق العذر مرة اومرتين حتیٰ اذا خلا وقت صلوٰة واحدة من العذر لم يبق معذوراًقال فی شرح المنية ص۱۳۳/ هو من لا يمضی

---

[۱] فسد اقتداء طاهر بصاحب العذر المفوت للطهارة (بحر كوئٹه ص ۳۶۰/ج ۱/ باب الامامة. الدر مع الشامی ص۵۷۸/ج ۱/ باب الامامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی، طبع كراچی. حلبی كبير ص۵۱۶/باب الامامة، طبع لاهور)

علیہ وقت صلوۃ کامل الاوالحدث الذی ابتلی به یوجد منه فیه وهٰذاالذی ذکره تعریف صاحب العذر فی البقاء یعنی بعد تقرر کونه صاحب عذر فما دام لا یمضی علیه وقت صلوٰۃ الاوعذرهٗ یوجد فیه فهو باق علیٰ کونه صاحب عذر لکن تقرره ابتداء انما یکون بما اذا مضیٰ علیه وقت صلوۃ ولم یمکن ان یتوضأ ویصلی خالیاً من ذالک الحدث فیه فیشترط فی الثبوت استیعاب الوقت بالحدث علیٰ هٰذهٖ الصفة کما یشترط فی الزوال استیعاب الوقت بالطهارة منه بان یمضی الوقت ولا یوجد ذٰلک الحدث فیه وفیما بین ذالک یکفی بقاء وجود الحدث فی کل وقت مرة الخ[1]. فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امامتِ معذور

سوال:۔ معذور کی امامت کا کیا حکم ہے بہشتی گوہر میں تحریر ہے کہ ریح سلس البول وغیرہ

---

[1] فصل فی نواقض الوضوء شرح منیه ۱۳۵ حلبی کبیر طبع لاهور. بحر کوئٹه ص۲۱۷/ج۱/ باب الحیض. الدر مع الشامی کراچی ص۳۰۵/ج۱/ باب الحیض، مطلب فی احکام المعذور.

ترجمہ سوال: سوال نمبر(۱) معذور حافظ صاحب (جن کو خروج الریح وغیرہ کا عذر ہو) ایسے لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھائیں جو حافظ نہیں ہیں۔ تو کیا کسی امام کے نزدیک ان کی نماز درست ہو جائے گی۔ بعض لوگوں نے کہا اگر امام زفر یا امام مالک کے مسلک کی نیت کر لیں تو نماز صحیح ہو جائے گی کیا یہ بات درست ہے؟

(۲) فرائض ونوافل میں معذور کی امامت جواز وعدم جواز کے بارے میں کیا کوئی فرق ہے؟

(۳) شریعت میں عذر کی کیا حد ہے؟

ترجمہ جواب: جس شخص کو عذر شرعی ہو کہ اس کے ساتھ اس کی طہارت باقی نہ رہتی ہو تو ایسے شخص کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جائز نہیں ہے جو ایسے (معذور) نہیں ہیں خواہ فرض ہو یا غیر فرض ہو اور معذور وہ شخص ہے جس پر ایک نماز کا ایسا وقت گذر جائے کہ جس میں طہارت کے ساتھ نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو یہ معذور کی حد ہے پھر نماز کے پورے وقت میں ایک یا دو بار عذر کا پایا جانا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ ایک نماز کا وقت عذر سے خالی ہو جائے تو وہ معذور باقی نہیں رہے گا۔

جس میں ہوں اس کی اقتداء جائز نہیں جب کہ مقتدیوں میں طاہر ہو اور اگر کوئی شخص طاہر نہ ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے نیز جس شخص کو ایسا مرض ہے کہ جس وقت ان کو محسوس ہوتا ہے تو وہ اعلان کرتے ہیں اور نماز کا اعادہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی وقت ان کو محسوس نہ ہو اور حدث ہو جاوے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

معذور کی اقتداء طاہر کو کسی طرح جائز نہیں۔ ہاں طاہر کی اقتداء معذور کو جائز ہے[1] اور ایک معذور کا اقتداء دوسرے معذور کو جائز ہے۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں۔ اگر دونوں کا علیحدہ علیحدہ ہے تو جائز نہیں[2] بہشتی گوہر کی عبارت یہ ہے۔

''طاہر کی اقتداء معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل بول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں[3] اھ'' جب کہ مقتدیوں میں طاہر ہو بہشتی گوہر میں نہیں۔

اگر امام شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ طور پر کبھی ہو جایا کرتا ہے ان کی امامت درست ہے اور جب اس کو وضو ٹوٹنے کا علم اور احساس نہیں ہوا۔ (حالانکہ وضو ٹوٹ گیا) تو نماز بھی نہیں ہوئی اگر کسی مقتدی کو اس کا علم ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے امام کو اطلاع کر دے

---

[1] وطاهر بمعذور اى وفسد اقتداء طاهر بصاحب العذر المفوت للطهارة لان الصحيح اقوى حالاً من المعذور بحر كوئٹه ص ۳۶۰/ ج ۱/ باب الامامة. شامى زكريا ص ۳۲۳/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب الواجب كفاية. الفتاوى الهنديه ص ۸۴/ ج ۱/ الباب الخامس فى الامامة، الفصل الثالث من يصلح اماما لغيره، طبع كوئٹه)

[2] ويجوز اقتداء المعذور بالمعذور ان اتحد عذرهما وان اختلف فلايجوز (فتاوىٰ الهنديه ص ۸۴/ ج ۱/ الباب الخماس فى الامامة، الفصل الثالث من يصلح اماما لغيره، طبع كوئٹه. طحطاوى مع المراقى ص ۲۳۴/باب الامامة، طبع مصر. شامى زكريا ص ۳۲۳/ ج ۱/ مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى)

[3] جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں (طبع مظفر نگر)، بہشتی زیور مکمل و مدلل ص ۵۲-۵۳/ حصہ گیارہواں، جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں، طبع مکتبۂ تھانوی دیوبند۔

اور نماز لوٹائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۳/۵۵ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۱۸/ربیع الاول ۵۵ھ

معذور کی امامت

سوال:۔ میں ایک مرض میں عرصۂ دراز سے مبتلا ہوں اور وہ ہے کثرتِ ریاح کا خروج، ہر ۲/۳ منٹ پر خروج ریاح ہوتا رہتا ہے۔ تو کیا میں فجر کے وضو سے نمازِ اشراق اور تلاوت قرآن پاک کرسکتا ہوں؟ یعنی ہوا کو روک کر رکھوں اور باوضو رہوں۔

ب: جس گاؤں میں رہتا ہوں اس میں معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ اکثر قراءت نماز میں غلط پڑھتے ہیں، اعضاء وضو خشک رہ جاتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے میری نماز درست ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو پنجگانہ نماز کی امامت کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یعنی جب تک امامت کروں ہوا کو زبردستی روکے رکھوں۔ اگر نہیں کرسکتا تو پھر میں نماز ادا کروں؟ نیز اس حالت میں نمازِ تراویح کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص شرعاً معذور ہے اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے وضو ضروری ہے[2] پھر وقت ختم

---

[1] واذا ظهر حدث امامه وكذا كل مفسد فى رأى مقتد بطلت فيلزم اعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً كما يلزم الامام اخبار القوم اذا أمهم وهو محدث أو جنب بالعذر الممكن بلسانه او بكتاب او رسول على الاصح (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۴۰-۳۴۱/ج ۲/ باب الامامة، مطلب المواضع التى تفسد صلاة الامام. بحر كوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/ باب الامامة. زيلعى ص ۱۴۴/ج ۱/ باب الامامة والحدث فى الصلاة، طبع مكتبۂ امدايه ملتان)

[2] وحكمه الوضوء لكل فرض اى لوقت كل صلوة تنوير (الدرمع الشامى نعمانيه ص ۲۰۳/ج ۱/ مطلب فى احكام المعذور قبيل باب الانجاس، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہونے سے اس کا وضوء باقی نہیں رہے گا۔[۱] فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہو جائے گا۔ اشراق کیلئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی۔ حتی کہ ظہر کیلئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی[۲]۔ الا یہ کہ اس عذر کے علاوہ کوئی اور حدث پیش آجائے[۳]۔

ب: اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو، اعضاءِ وضو خشک رہ جائیں، یا نماز میں قرأت کی غلطی سے فساد آجائے اور امام اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں[۴]۔ اور صاحبِ

(گذشتہ کا بقیہ) شامی کراچی ص ۳۰۵/ ج ۱ . مجمع الانهر ص ۸۴/ ج ۱ / باب الحيض، فصل المستحاضة ومن به سلسل بول، طبع دارالكتب العلميه بيروت. بحر كوئٹه ص ۲۱۵/ ج ۱ / كتاب الطهارة، باب الحيض)

(صفحہ ہذا) [۱] ان الوضوء انما يبطل بخروج الوقت (شامی ۲۰۳/ ج ۱ . نعمانيه سابقه بحث. شامی کراچی ص ۳۰۶/ ج ۱ . مجمع الانهر ص ۸۴/ ج ۱ / باب الحيض، فصل المستحاضة ومن به سلسل بول. بحر كوئٹه ص ۲۱۶/ ج ۱ / كتاب الطهارة، باب الحيض)

[۲] لوتوضأ بعد الطلوع ولو لعيد اوضحى لم يبطل الا بخروج وقت الظهر (الدرمع الشامی ص ۲۰۳/ ج ۱ . نعمانيه سابقه بحث. شامی کراچی ص ۳۰۶/ ج ۱ . بحر كوئٹه ص ۳۱۶/ ج ۱ / كتاب الطهارة، باب الحيض. فتاوى الهنديه ص ۴۱/ ج ۱ / كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع فی احكام الحيض ومما يتصل بذلک احكام المعذور)

[۳] اما اذا طرأ عليه حدث اٰخر فلا تبقى طهارته (الدرمع الشامی ص ۲۰۴/ ج ۱ / نعمانيه، مطلب فی احكام المعذور قبيل باب الانجاس. شامی کراچی ص ۳۰۷/ ج ۱ . فتاوى الهنديه ص ۴۱/ ج ۱ / كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع فی احكام الحيض ومما يتصل بذلک احكام المعذور. طحطاوی مع المراقی ص ۱۱۹/ باب الحيض والنفاس والاستحاضة، طبع مصر)

[۴] لا تصح امامته لطاهر (مراقی ۲۳۴/ لا يصح اقتداء القاری بامی. طحطاوی ۱۲۳۳/ مطبوعه مصر، فصل فی بيان الاحق بالامامة. بحر كوئٹه ص ۳۶۰/ ج ۱ / باب الامامة. حلبی كبير ص ۵۱۶/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور)

عذر بھی امامت نہیں کرسکتا[1] لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے۔ ترکِ جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا۔ اسی طرح نمازِ تراویح بھی درست نہیں ہوئی۔ ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

معذور نابینا کی امامت

سوال: ۔ زید جس کو خروج ریح کا مرض ہے جس کا وضوء نہیں ٹھہرتا۔ ایک مسجد میں امامت کررہا ہے قرآن کا حافظ ہے البتہ آنکھوں سے نابینا ہے امامت کے علاوہ کوئی اور ذریعۂ معاش نہیں اس نے اس مرض کا علاج بھی کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا اس کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر یہ شخص معذور ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے اگر معذور نہیں تو امامت جائز ہے بشرطیکہ پاکی کا اہتمام کرتا ہو اور نجاست سے بچتا ہو اور اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی آدمی موجود نہ ہو ورنہ اس کی امامت مکروہ ہے۔ **وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمیٰ لانه لا یتوقی النجاسة ولا یهتدی الی القبلة بنفسه ولا یقدر علی استیعاب الوضوء غالباً وفی البدائع اذا کان لایوازیه غیره فی الفضیلة فی مسجده فهو اولیٰ زیلعی**[2] **ج ۱/ص ۱۳۴۔**

---

[1] ان المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۴/باب الامامة. البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۶۰/ج ۱/ باب الامامة. حلبی کبیر ص ۵۱۶/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اکیڈمی لاهور)

[2] زیلعی ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع ملتان. شامی زکریا ص ۲۵۸/ج ۲/ باب الامامة. طحطاوی مع المراقی مصری ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة)

اگر وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اسکی امداد دوسری طرح کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نابینا امام کے کچھ اوصاف

سوال:۔ اس شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں اول تو نابینا ہے دوسرے ڈرے کے حرف بتلاتا ہے اب تو یہ ڈراشاہ آباد سے جاتا ہی رہا پہلے سٹا بتلاتا تھا۔ تیسرے مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر حجرہ ہی میں نماز پڑھ لیتے ہیں چوتھے اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ ایک غیر عورت غیر وقت یعنی رات کے گیارہ بجے تک آتی ہے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ عورت چال چلن کی خراب ہے کچھ لوگ امام صاحب سے بدظن ہو گئے اور اپنی جماعت اسی مسجد میں علیحدہ پڑھتے ہیں اور جماعت ثانیہ کے لئے تکبیر جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب بے وضو اذان کہہ دیتے ہیں حقہ کثرت سے پیتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سوال میں امام مذکور کے متعلق چند امور قابل اعتراض ذکر کئے گئے ہیں اول نابینا ہونا دوم ڈرے کے حرف بتلانا، سوم جماعت کی پابندی نہ کرنا۔ چہارم غیر عورت سے باتیں کرنا، پنجم بلا وضو اذان کہنا۔ ششم حقہ پینا۔

امر اول: کے متعلق یہ ہے کہ اگر نابینا پاکی اور طہارت کا اچھی طرح خیال رکھتا ہو تو اسکی امامت بلا کراہت درست ہے اگر گلی کوچوں میں پھرتا ہو پاکی اور طہارت کا خیال نہ کرتا ہو تو اسکی امامت مکروہ ہے[1]۔

[1] یکرہ تقدیم الاعمی اذا کان غیرہ افضل منہ لانہ لایری النجاسۃ لیتحرز عنھا (بقیہ آئندہ پر)

امر دوم: کو خود ہی سوال میں لکھ دیا گیا ہے کہ یہ موجود نہیں۔

امر سوم: سے متعلق یہ ہے کہ اگر نابینا مسجد میں جماعت کے وقت بسہولت جا سکتا ہو تب تو اس کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے اور اگر اس کو دقت ہو مثلاً کوئی لیجانیوالا موجود نہ ہو اور وہ خود نہ آ سکتا ہو تو اس سے جماعت ساقط ہے[1] اور صورت مسئولہ میں جب کہ امام مسجد کے حجرہ میں موجود ہو تو اس کو بظاہر کوئی دقت نہیں اس لئے اس سے جماعت ساقط نہیں جماعت کی پابندی نہ کرنے سے ایسی حالت میں گنہگار ہوگا[2]۔

امر چہارم: کے متعلق یہ ہے کہ نامحرم عورت کے ساتھ خلوت کرنا ناجائز ہے[3] اس لئے امام کو اس سے توبہ کرنا ضروری اگر کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس عورت سے بواسطہ یا کسی اور کی موجودگی میں گفتگو کی جائے اور اگر وہ واقعی بدچلن ہے تو اس سے نہایت اجتناب ضروری ہے کیونکہ موضع تہمت سے بچنا بھی واجب ہے[4] اور پردہ نابینا سے بھی کرنا چاہئے[5]۔

(گذشتہ کا بقیہ) وقد ینحرف عن القبلة وهو لا یشعر (شرح منیه ص ۵۱۴/ بتقدیم وتاخیر فصل الامامة، لاهور. بحر کوئٹه ص ۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

(صفحہ ہذا) ۱ فالاتفاق ای علی سقوطها اذا لم یجد قائداً (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۱/ فصل یسقط حضور الجماعة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص ۳۴۶/ ج ۱/ باب الامامة. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۵/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

۲ یاثم اذا اعتاد الترک (طحطاوی ص ۲۳۲/ باب الامامة، طبع مصر. شامی کراچی ص ۵۵۲/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب شروط الامامة الکبری. بحر کوئٹه ص ۳۴۴-۳۴۵/ باب الامامة)

۳ **الخلوة** بالاجنبیة حرام (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۳۵ ج ۵ فصل فی النظر کتاب الحظر والاباحة. بحر کوئٹه ص ۱۹۴/ ج ۸/ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس)

۴ رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق مرفوعاً بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا یلومن من اساء الظن به، تحت حدیث، اتقوا مواضع التهم (کشف الخفاء ص ۴۴/ ج ۱/ طبع، دار احیاء التراث العربی.

۵ ان ام سلمةؓ حدثته انها کانت عندرسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ومیمونة (بقیه آئنده پر)

امر پنجم: کے متعلق یہ ہے کہ اذان بلا وضو بھی صحیح ہو جاتی ہے گو وضو سے کہنا بہتر ہے۔[۱]

امر ششم: کے متعلق یہ ہے کہ بضرورت مرض حقہ پینا درست ہے اور تازہ کر کے پیا جاوے اور دوا کے طور پر ضرورت کے موافق پیا جاوے بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد نہیں پینا چاہئے۔ نیز مسجد میں منہ مسواک وغیرہ سے صاف کر کے آنا چاہئے بلا منہ صاف کئے بدبودار منہ سے مسجد میں آنا جائز نہیں[۲]۔

محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ منع ہے[۳] اگر اس امام سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو اس کو امام بنالیا جائے[۴] آپس میں تفریق کر کے دو جماعتیں نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۶/۵۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) قالت فبینما نحن عندہ اقبل ابن ام مکتومؓ فدخل علیہ وذلک بعدماامرنا بالحجاب فقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللّٰہ الیس ھو اعمیٰ لایبصرنا ولایعرفنا فقال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم افعمیا وان انتما الستما تبصر انہ (ترمذی شریف ص۱۰۶/ج۲/ ابواب الاداب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند. مشکوۃ شریف ص۲۶۹/ باب النظر إلی المخطوبۃ، طبع یاسرندیم دیوبند)

(صفحہ ہذا) [۱] ویستحب ان یکون المؤذن صالحاً....وان یکون علی وضوءٍ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۱۵۸/باب الاذان، مطبوعہ مصر. الدر مع الشامی کراچی ص۳۹۲/ج۱/ باب الاذان، مطلب فی المؤذن إذا کان غیرمحتسب فی اذانہ. ھندیہ کوئٹہ ص۵۴/ج۱/ الباب الثانی فی الأذان، الفصل الاول)

[۲] یکرہ اکل نحو ثوم ویمنع منہ (الدر)ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ مأکولاً اوغیرہ (شامی کراچی ص۶۶۱/ج۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. **عمدۃ** القاری ص۱۴۷/ج۳/ الجزء السادس، کتاب الاذان، باب ماجاء فی الثوم النیئ والبصل الخ، طبع دارالفکر بیروت)

[۳] ویکرہ تکرارالجماعۃ فی مسجد محلۃ (شامی کراچی ۵۵۲ ج۱ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد باب الامامۃ. ھندیہ کوئٹہ ص۸۳/ج۱/ الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الاول فی الجماعۃ. بحر کوئٹہ ص۳۴۶/ج۱/ باب الامامۃ)

[۴] فالاعلم باحکام الصلوۃ الحافظ مابہ سنۃ القراءۃ ویجتنب الفواحش الظاھرۃ (بقیہ آئندہ پر)

نابینا کی امامت

سوال:۔ ایک حافظ جو کہ قاری بھی ہیں۔ایک مسجد میں بحیثیت امام مسجد تقرر کیا گیا یہ صاحب مسائل نماز اور دیگر امور دینی سے واقف ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی دینی تعلیم دیتے ہیں حافظ موصوف نابینا شادی شدہ ہیں اور ان کے والد اور چھوٹے بھائی ان کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں ان کو اپنی طہارت و پاکی کا بہت خیال ہے نیز خطبات جمعہ کافی تعداد میں ان کو یاد ہیں جس کی تصدیق امتحان لے کر دو مستند علماء نے کی ہے اس کے برعکس اور دو تین اصحاب مسجد کی امامت کے لئے کوشاں ہیں اور وہ مسائل نماز اور مسائل دین سے ناواقف ہیں اور زبان عربی سے تو بالکل بے بہرہ ہیں قرآن پاک بھی اچھا نہیں پڑھتے یہ ہر سہ اصحاب کہتے ہیں کہ ہر نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ادھر حافظ صاحب نابینا اپنی امامت کے جواز میں اس واقعہ سے استناد کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا تھے امام مقرر فرمایا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحبِ طہارت نابینا کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمایا جائے کہ موجودہ صورت میں ان نابینا صاحب کی امامت درست ہے یا نہیں اور ان کو اپنے تمام اوصاوف کے لحاظ سے ان اشخاص پر فوقیت حاصل ہے یا نہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کرہ امامة العبد والاعرابی والمبتدع والاعمیٰ لانه لا یتوقی النجاسة ولا یهتدی الی القبلة بنفسه ولا یقدرعلی استیعاب الوضوء غالباً وفی البدائع اذا کان لا یؤازیه

(گذشتہ کا بقیہ) احق بالامامة (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. الدرمع الشامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

غیرہ فی الفضیلۃ فی مسجدہ فھو اولیٰ ومثلہ فی المحیط وقد استخلف النبی ﷺ ابن ام مکتومؓ وعتبان بن مالکؓ علی المدینۃ وکانا اعمیین اھ زیلعی[1] ص ۱۳۴۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے کہ وہ نجاست سے نہ بچ سکتا ہو استقبال قبلہ پر بنفسہ قادر نہ ہو وضو وغیرہ طہارت کے استیعاب سے قاصر ہو اور جب یہ امور اس میں نہ ہوں تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔ نیز جب کہ دیگر نمازیان مسجد سے اپنے اوصاف معتبرہ میں افضل ہو تو اس کی امامت دوسروں سے اولیٰ وافضل ہوگی جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود نبی کریم ﷺ نے امامت کا حکم فرمایا حالانکہ یہ دونوں صحابی نابینا تھے کیوں کہ اس وقت اس جگہ ان سے افضل کوئی شخص موجود نہ تھا۔ لانہ لم یبق من الرجال من ھو اصلح منھما اھ رد المحتار[2] ص ۵۸۵/ج ۱۔

پس صورتِ مسئولہ میں حسب بیان سائل حافظ کی امامت افضل ہوگی ان دو تین آدمیوں کی امامت سے اگر کوئی شخص ان نابینا سے افضل ہو تو اس کی امامت افضل ہوگی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۹/۵/۵۹ھ

نابینا کی امامت

سوال:۔ نابینا اور کانا شخص جو اپنے بدن اور کپڑے کو محفوظ رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، حدیث وقرآن کا حوالہ دیکر تحریر کیجئے۔

---

[1] تبیین الحقائق للزیلعی ص ۱۳۴ ج ۱ باب الامامۃ مطبوعہ ملتان. بحر کوئٹہ ص ۳۴۸، ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامۃ. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، طبع مصر.

[2] قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام باب الامامۃ شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

درست ہے بشرطیکہ عالم محتاط ہو اور کوئی بات اس میں منصب امامت کے خلاف نہ ہو[۱]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ۲۸/صفر ۵۸ھ

ایک چشم کی امامت

سوال:۔ اگر کانا آدمی نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

درست ہے[۲]۔ فقط

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۸۸ھ

جس کو ایک آنکھ سے نظر آتا ہو اس کی امامت

سوال:۔ ہماری بستی میں مسجد کے امام صاحب کی ایک آنکھ میں کسی وجہ سے نقص ہوگیا اس لئے اس کو آپریشن کی ضرورت ہوئی اور اسی حالت میں امام صاحب کی آنکھ بے کار ہوگئی،

---

[۱] وکرہ امامة العبد والاعمیٰ لعدم اهتدائه إلی القبلة وصون ثیابه عن الدنس و إن لم یوجد افضل منه فلاکراهة (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۴/فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة. تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان)

[۲] جبکہ نابینا شخص کی امامت بشرطیکہ عالم محتاط ہو اور کوئی بات منصب امامت کے خلاف نہ ہو درست ہے تو اس شخص کی امامت جس کی ایک آنکھ خراب ہو شرائط مذکورہ کے ساتھ بدرجہ اولیٰ درست ہوگی۔ وکره امامة العبد والاعمی لعدم اهتدائه إلی القبلة وصون ثیابه عن الدنس (طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. بحر کوئٹه ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة. تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع امادیه ملتان)

لیکن دوسری آنکھ بالکل صحیح سالم ہے کتاب وغیرہ اچھی طرح دیکھ سکتا ہے تو اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

محض اتنی سی بات کی وجہ سے اس کی امامت ناجائز نہیں کہی جائے گی کہ اس نے آنکھ میں آپریشن کرایا ہے اور ایک ہی آنکھ سے اس کو نظر آتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بینا اور نابینا میں امام کون ہو

سوال:۔(۱) زید نابینا غیر متقی عمر بینا متقی کی موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے یہ صورت بہتر ہے یا نہیں؟

(۲) نابینا اور بینا دونوں ایک درجہ رکھتے ہیں نماز پڑھنا کس کے پیچھے افضل ہے؟

(۳) اقتداء مطلقاً نابینا اور بینا میں کیا فرق ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) نابینا اگر گلی کوچے میں پھرتا ہے اور ناپاکی سے احتیاط نہیں کرتا تو اس کی امامت مکروہ

---

[1] نابینا شخص کی امامت کو فقہاء نے اس بناء پر مکروہ لکھا ہے کہ وہ دکھائی نہ دینے کی وجہ سے پاکی کا خیال نہیں رکھ پاتا اور قبلہ کی صحیح تعیین نہیں کر پاتا اگر پاکی وغیرہ کا خیال رکھے تو اسکی امامت بلا کراھت درست ہے لہٰذا جس شخص کو ایک آنکھ سے نظر آتا ہو اور اس میں امامت کے اوصاف موجود ہوں تو اسکی امامت بلاشبہ درست ہے۔ وکرہ امامة العبد والاعمیٰ لعدم اهتدائه إلى القبلة وصون ثيابه عن الدنس (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۴/ فصل فی بیان الاحق بالامامة. بحر کوئٹہ ص ۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة. تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان)

ہے۔ بینا میں اگر وہ خرابی موجود نہیں جو نابینا میں ہے نہ اس کے مثل نہ اس سے بڑی کوئی خرابی موجود ہے تو ایسی حالت میں نابینا کو امام بنانا ممنوع ہے چاہئے کہ ایسی حالت میں بینا ہی کو امام بنایا جائے۔ البتہ اگر نابینا سب نمازیوں سے افضل ہو علم وعمل وتقویٰ کی حیثیت سے ناپاکی وغیرہ سے احتیاط کرتا ہو تو پھر ایسے نابینا کی امامت مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔ ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق واعمیٰ الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولیٰ قید کراھة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ درمختار[1] وشامی ص ۵۸۲/ج ۱۔

اور بصورتِ کراہت اگر نابینا کی علیحدگی میں فتنہ ہو تو بمجبوری تا انتظامِ ثانی نابینا ہی کو امام بنالیا جائے۔[2]

(۲) تمام اوصاف میں بالکل مساوی ہوں کسی قسم کا کوئی فرق کمی زیادتی کا ادنیٰ سا بھی نہ ہو (اگر چہ یہ دشوار ہے) تو بینا کی امامت افضل ہے۔[3]

(۳) اوپر کے دونوں جوابوں سے فرق واضح ہو گیا۔ مستقل فرق کی علیحدہ ضرورت نہیں رہی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/ربیع الثانی ۵۸ھ

---

[1] مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة شامی کراچی ص ۵۶۰/ج ۱. تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان. بدائع زکریا ص ۳۸۷/ج ۱/ فصل فی بیان من یصلح للامامة علی التفصیل.

[2] مستفاد ویکرہ تقلید الفاسق ویعزل به إلا لفتنة (الدر مع الشامی کراچی ص ۵۴۹/ج ۱/ باب الامامة، مطلب شروط الامامة الکبریٰ) قول الشارح الالفتنة أی إلا إذا خیف حصول فتنة من عزله بسبب فسقه فلایسعی فی عزله لان ضرر الفتنة فوق ضرر خلعه (تقریرات رافعی ص ۶۹/ج ۱/ مطبوعه مع الشامی کراچی)

[3] البصیر اولی من الأعمی (بدائع زکریا ص ۳۸۸/ج ۱/ فصل فی بیان من هو احق بالامامة. تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۲/ج ۱/ کتاب الصلوة، من هو احق بالامامة)

اندھے جھوٹے کی امامت!

سوال:۔کوئی شخص اندھا ہواور امامت کرتا ہو، یا قرأت غلط پڑھتا ہو ہدایت کرنے پر عمل نہ کرتا ہواور جھوٹ بولتا ہو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔اگر بوجہ ثواب جماعت کی نماز پڑھے اور نماز اپنی دہرالے تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب تک کوئی ایسی چیز معلوم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو نماز ادا ہو جائیگی[۱] ہاں اگر کوئی چیز ایسی معلوم ہو مثلاً قرأۃ میں ایسی غلطی کی جس سے معنیٰ بگڑ گئے یا اس کے جسم یا کپڑے پر نجاست مانعہ موجود تھی تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے[۲]، جب کہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا طہارت ونماز کے مسائل سے واقف متبع سنت امامت کے لئے موجود ہو تو جھوٹ بولنے والے غلط قرأۃ کرنے والے نابینا کو امام بنانا مکروہ ہے۔[۳] جب تک بہتر امام کا

---

[۱] من شروط صحة الاقتداء أن لایعلم المقتدی من حال امامه مفسداً (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۳۸/ باب الامامة، طبع مصر. شامی زکریا ص ۳۴۰/ ج ۲/ مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون المؤتم. مجمع الانهر ص ۱۷۰/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، طبع دارالفکر بیروت)

[۲] واذا ظهر حدث امامه وکذا کل مفسد فی رأی مقتد بطلت فیلزم اعادتها (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۴۰/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب قبیل مطلب المواد التی تفسد صلاة الامام. مجمع الانهر ص ۱۷۰/ ج ۱/ فصل فی الجماعة، طبع دارالفکر بیروت)

[۳] قید کراهة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم (شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة شامی نعمانیه ص ۳۷۶/ ج ۱/ ولا یجوز امامة الالثغ الذی لا یقدر علی التکلم ببعض الحروف الیٰ ماقال ومن یقف فی غیره مواضعه ولا یقف فی مواضعه لا ینبغی له ان یؤم الخ عالمگیری ص ۸۶ ج ۱ (مطبوعه کوئٹه)باب الامامة فی الفصل الثالث، تاتارخانیه کراچی ص۴۷۷ ج ۱ الفصل الاول من قرأة الألثغ، کتاب الصلاة، الفرائض، یکره امامة عبد واعرابی وفاسق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

انتظام نہ ہوتو ایسی موجودہ صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایک آنکھ اور ایک ہاتھ والے کی امامت!

سوال:۔ جو ایک ہاتھ اور ایک آنکھ سے معذور ہے معلوم نہیں کہ استنجاء ٹھیک سے کرتا ہے یا نہیں وضو کا معلوم ہے کہ ایک فریضہ ترک ہو جاتا ہے یعنی چوتھائی سر کا مسح اور ہاتھ کہنیوں تک ہاتھ نہیں دھلتے، بعض مرتبہ ٹخنوں تک پیر بھی نہیں دھلتے، ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہ ان سے بہتر نماز پڑھانیوالا کوئی نہ ہوتو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب وہ مسح نہ کرنے کی وجہ سے وضو کامل نہیں کر سکتے تو ان کو امام بنانا جائز نہیں[۲] خواہ دوسرا آدمی ان سے بہتر امامت کے لائق موجود ہو یا نہ ہو، اگر دوسرا آدمی موجود نہیں تو اس کا انتظام

(گذشتہ کا بقیہ) واعمیٰ الی قوله هذا (ای حکم الکراهة) ان وجد غیرهم ای من هو أحق بالامامة. شامی زکریا ص ۳۰۱/ج۲/ باب الامامة قبیل مطلب فی امامة الامرد. بحر کوئٹه ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶/ فصل الاحق بالامامة، طبع مصر. تاتارخانیه ص۴۷۷/ج ۱/ الفصل الاول من قرأة الخ)

(صفحہ ہذا) [۱] لو صلّی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۲ باب الامامة، مطلب فی الامرد، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶ فصل فی بیان الاحق بالامامة طبع مصر، فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل واِلّا فالاقتداء من الانفراد اولیٰ، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۹ ج ۱ باب الامامة.

[۲] فسد اقتداء رجل بامرأة او صبی وطاهر بمعذور (تبیین الحقائق ص ۱۴۰/ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان. شامی کراچی ص۵۷۸/ج ۱/ مطلب الواجب کفایة هل یسقط. مراقی مع الطحطاوی ص ۲۳۴/باب الامامة، طبع مصر)

کیا جائے انتظام نہ کرنے کی وجہ سے سب ہی محلّہ کے لوگ قصوروار ہیں، معذور شرعی کی امامت کا ناجائز ہونا کتب فقہ شامی وغیرہ میں موجود ہے۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

بہرہ کی امامت

سوال:۔ ایک عالم بالکل بہرہ ہے وہ امامت کرتا ہے تکبیر ہوتے وقت نیت باندھ لیتا ہے بعض اوقات تکبیر ختم ہوگئی اور وہ کھڑا ہے، جب لوگ اشارہ کرتے ہیں تو نیت باندھ لیتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اور اسے امام رکھنا مناسب ہوگا جبکہ شہر میں اور بھی عالم ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بہرہ آدمی نماز پڑھادے تب بھی درست ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی اس کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے اور وہ نہ سنے اس لئے افضل یہ ہے کہ جو شخص بہرہ نہ ہو اور امام کی صفات اس میں موجود ہوں اس کو امام بنایا جائے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۴ھ

امامتِ مرتعش

سوال:۔ اگر کسی کے ہاتھ میں رعشہ ہو یا پاؤں کے اکثر حصہ میں تو امامت کیسی ہے؟

---

[۱] والسلامة من فقد شرط **كطهارة** لاتصح امامته لطاهرٍ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۴/ باب الامامة، طبع مصر. شامی زکریا ص ۳۲۳/ ج ۲/ مطلب الواجب كفاية هل يسقط الخ. تبيين الحقائق ص ۱۴۰/ ج ۱/ باب الامامة، طبع امدايه ملتان)

[۲] الباب الخامس فی الامامة فصل ثالث فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۸۲/ ج ۳/ مطبوعه زکریا دیوبند.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر معمولی ہلتا ہو کہ ارکانِ نماز میں دشواری نہ ہوتی ہو تو امامت منع نہیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ابرص اور جذامی کے پیچھے نماز

سوال:۔ مبروص اور جذامی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے یعنی (مبروص اور جذامی) کو امام بنانا کیسا ہے؟ جواب کتاب کے حوالہ سے ہو۔ فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس کو برص ہو اور برص بھی معمولی نہ ہو بلکہ بدن میں شائع ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔ کذا فی رد المحتار[۲] ج ۱/ص ۳۷۸۔

جذامی کا درجہ تو اس معاملہ میں ابرص سے بڑھا ہوا ہے کہ جذام اگر شائع ہو اور ہر وقت ٹپکتا ہو تو ایسے شخص کو مسجد میں آنا منع ہے اس سے جماعت بھی ساقط ہے وہ امام بھی نہیں بنایا جاسکتا[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتاوی دارالعلوم ص ۱۰۴/ ج۳/ باب الامامة، طبع زکریا دیوبند.

[۲] وکذا تکره خلف امرد وسفیه ومفلوج وابرص شاع برصه (الدر) والظاهر ان العلة النفرة ولذا قید الابرص بالشیوع لیکون ظاهراً(شامی نعمانیه ص۳۷۸/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶/فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر)

[۳] وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولیٰ بالالحاق (شامی نعمانیه ص ۴۴۴/ج ۱/ ای الالحاق بالنهی عن قربان المسجد شامی کراچی ص ۶۶۱/ج ۱). وتکره الصلاة خلف امرد وسفیه ومفلوج وابرص شاع برصه ومراء ومتصنع ومجذوم (طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد)

مقطوع الید کی امامت

سوال:۔(۱) مقطوع الید کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر عرصۂ دراز تک اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں بعد میں کچھ خودغرض کسی وجہ سے مقطوع الید ہونے کا الزام دے کر خود بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں دوسروں کو بھی روکتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے اکثر سربرآوردہ علماء کے دستخط ثبت ہوں۔

۲۰/ج۲/۱۳۵۵ھ

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

اگر وہ شخص طہارت اور پاکی ٹھیک طور پر کرلیتا ہے اور اس کا اہتمام رکھتا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے ورنہ مکروہ ہے صحیح اور سالم کی امامت بہرحال اولیٰ ہے۔ **وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص فالاقتداء بغیرہ اولیٰ تاترخانیہ وکذا اجذم ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاویٰ الصوفیۃ عن التحفۃ والظاھران العلۃ النفرۃ ولذا قید االابرص بالشیوع لیکون ظاھرا ولعدم امکان کمال الطھارۃ ایضاً فی المفلوج والاقطع** اھ رد المحتار[1] ج ۱/ ص ۵۸۷۔

(۲) اختلاف سے بچنا چاہئے اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کوئی شرعی عذر مانع ہو تو اتفاق کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرلیا جائے[2] محض خودغرضی کی بناء پر اختلاف پیدا

---

[1] شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامۃ الامرد باب الامامۃ. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، طبع مصر.

[2] تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولیٰ (شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ باب الامامۃ، مطلب فی امامۃ الامرد). فان أمکن الصلوۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد. بحر کوئٹہ ص ۳۴۹/ باب الامامۃ)

کرنا گناہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۶/۵۵ھ

امام صاحب ایک ہاتھ سے معذور ہے!

سوال:۔ ایک شخص صالح پابند شرع ہے۔ حافظ قرآن ہے، مجبوری یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے معذور ہے صرف بائیں ہاتھ سے سب کام کرتا ہے کم گو اور صفائی پسند ہے تو ایسے حافظ کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو امام داہنے ہاتھ سے معذور ہو، اور طہارت وصفائی پوری طرح کر لیتا ہو اور امامت کی صلاحیت ہو اس کی امامت شرعاً درست ہے اگر چہ ایسے شخص کی امامت اولیٰ ہے جو معذور نہ ہو[2]، حق تعالیٰ آپ کے امام صاحب کو صحت وتندرستی دے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اعرج وابرص کی امامت

سوال:۔ وہ فہرست جن کو امامت کرنا مکروہ ہے، اس میں اعرج ابرص داخل ہیں کہ نہیں؟ اگر داخل ہیں تو کیا تفصیل ہے؟ نیز یہ کراہت اس کے مقابل میں اگر کوئی اعلم بالسُّنَّہ موجود ہو تب ہے یا علی الاطلاق؟

---

[1] ویجوز ان یکون معناه ولاتفرقوا متابعین للهوی والاغراض المختلفة وکونوا فی دین الله اخوانا (تفسیر الجامع لاحکام القرآن القرطبی ص ۱۵۱/ج۲، تفسیر الایة ص۱۰۳/الجزء الرابع، سوره آل عمران، طبع دارالفکر بیروت)

[2] (قوله ومفلوج)فالاقتداء بغیره اولیٰ (شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان الاحق بالامامة)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

درمختار میں ابرص بھی مذکور ہے[1] شامی میں ہے قید البرص بالشیوع لیکون ظاهراً وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ تاترخانیه[2]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اعرج کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ اعمیٰ واعرج عامل بالسُّنّہ ہوں تو ان کی امامت عالم بالسُّنّہ غیر عامل بالسُّنۃ کے مقابلہ میں راجح ہے۔ ابن ام مکتوم اور عتبان بن مالک کی امامت دلیل ترجیح ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۸ھ

لنگڑے کی امامت

سوال:۔ زید امام مسجد کے پاؤں میں کچھ کجی واقع ہے جس کی وجہ سے تو چلنے میں سالم پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا مگر نماز پڑھاتے وقت سالم پاؤں زمین پر رکھتا ہے آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت؟

---

[1] تکره خلف امرد وابرص شاع برصهٔ (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان من هو احق بالامامة، طبع مصر)

[2] شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فی امامة الامرد. تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۲/ج ۱/ کتاب الصلاة بیان من هو احق بالامامة)

[3] ورد فی الاعمیٰ نص خاص هو استخلافه ﷺ لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینة وکانا اعمیین لانه لم یبق من الرجال من هو اصلح منهما (شامی کراچی ۵۶۰/ج ۱/ قبیل البدعة خمسة اقسام باب الامامة. تبیین الحقائق ص ۱۳۴/ج ۱/ باب الامامة، طبع امدادیه ملتان. طحطاوی مع المراقی مصری ص ۲۴۴/ فصل فی بیان من هواحق بالامامة)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن اگر سالم پاؤں زمین پر دقّت سے رکھا جاتا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے شخص کو امام بنانا اولیٰ ہے۔ ولو کان بقدم الامام عوج فقام علیٰ بعضها یجوز وغیره اولیٰ اھ زیلعی[1] ج ۱/ص ۱۴۳۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۱۳۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/ج ۲/۱۳۵۷ھ

لنگڑے کی امامت

سوال: ایک شخص لنگڑا ہے اور وہ باوجود لنگڑا ہونے کے حافظ وقاری بھی ہے بہت اچھا قرآن پڑھتا ہے تو جب وہ نماز پڑھاتا ہے تو عوام الناس اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ لنگڑے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی لہٰذا ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا لنگڑے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور اگر کراہت ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی اور عوام الناس کا یہ اعتراض کرنا بجا ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو یہ لوگ اس معاملہ میں کیسے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

لنگڑے کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں اس کے پیچھے نماز ادا ہو جائے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہ ناواقف ہیں۔ کذا تکره خلف مفلوج وابرص شاع برصه وکذا اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ تاترخانیه وکذا اجذم

---

[1] زیلعی ص ۱۴۳/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، طبع امدادیه ملتان. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس امالکلام فی بیان من هو احق بالامامة، طبع ادارة القرآن، کراچی. شامی زکریا ص ۳۰۲/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی امامة الامرد)

بر جندی (شامی[1] ص ۳۷۸ ج ۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

مفلوج کی امامت

سوال:۔ مذکورین میں کس کی امامت درست ہے اور کس کی نہیں جواب سے مطلع فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

(۱) جس کے کسی ہاتھ پیر پر فالج ہو۔

(۲) یا قدرتی طور پر ہاتھ خشک ہوگیا ہو۔

(۳) جس کے پیر پر فالج ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر وہ ہاتھ کام نہ دیتا ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے[2]۔

(۲) اس کی امامت مکروہ ہے[3]۔

(۳) اگر پیر کارآمد نہیں یعنی بدن کا وزن برداشت نہیں کرتا تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۹۱ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ مطلب فی امامة الامرد، ونعمانیه ص ۳۷۸/ ج ۱/ باب الامامة. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ ج ۱/ الفصل السادس امالکلام فی بیان من هو احق بالامامة.، طبع ادارة القران کراچی. زیلعی ص ۱۴۳/ ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، طبع امدادیه ملتان)

[2] وکذا تکره خلف امرد وسفیه ومفلوج وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ تاتارخانیه (شامی کراچی ص ۵۶۲/ ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة. شامی نعمانیه ص ۳۷۸/ ج ۱)

[3] .....ایضاً

[4] .....ایضاً

مصنوعی دانت والے کی امامت

سوال:۔ اگر امام چوکڑہ لگانے والا ہو اور مقتدی دانت رکھنے والے ہوں تو کیا ایسی صورت میں امام معذور کی تعریف میں داخل ہوگا؟ ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا امام معذور نہیں اس کی امامت درست ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۰/۱۸ھ

مصنوعی دانت والے امام کے پیچھے نماز!

سوال:۔ زید ایک مسجد کا امام ہے اس کے دانتوں میں درد شدید رہتا ہے ڈاکٹر کے مشورہ سے تمام دانت نکلوا کر مصنوعی دانت پتھر کے لگالئے، دانت لگانے کی وجہ سے حروف صحیح نہیں نکلتے ہیں، آگاہ فرمایا جائے کہ مصنوعی دانت لگانے سے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جب کہ یہ امام ۳۲/۳۴/سال سے امامت کررہا ہے کیا مصنوعی دانت لگانے کی وجہ سے اس امام کا عزل جائز ہے۔

---

[۱] فقہاء نے دانت لگوانے کو درست لکھا ہے بلکہ چاندی وسونے کے دانت لگوانے کی بھی اجازت دی ہے اسلئے امامت میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ اذا جدع أنفه أو اذنه أو سقط سنه فاراد أن يتخذ سنا آخر فعند الامام يتخذ ذلک من الفضة فقط وعند محمد من الذهب ايضاً (شامی زکریا ۵۲۱/ج۹/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس. مجمع الانهر ص ۱۹۶/ج۴/ کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، طبع دارالفکر بيروت. فتاوی الهنديه کوئٹه ص ۳۳۶/ج ۱/ کتاب الکراهية، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، نیز ملاحظہ ہو فتاوی دارالعلوم ص۲۰۶/ج۳/ الباب الخامس فی الامامة، فصل ثالث، طبع زکریا دیوبند)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

پتھر کے مصنوعی دانت لگوانے کی وجہ سے امامت میں خرابی نہیں ہوتی[1] اس بنا پر اس کا عزل صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱/۲/۹۲ھ

جریان والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص جس کو جریان کا عارضہ ہو پیشاب کے بعد مسلسل قطرات آتے رہتے ہوں بغیر پیشاب کئے بھی قطرات پائجامے میں نکل جاتے ہیں تو کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر وہ شرعی معذور ہے تو اس کی امامت درست نہیں[2] ورنہ درست ہے بشرطیکہ کپڑے بھی پاک ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۴/رجب ۶۸ھ

صاحبِ جریان کی نماز وامامت

سوال:۔ احقر مدّت سے مرضِ جریان میں مبتلا ہے۔ اکثر اوقات بدون دفق وشہوت

---

[1] ملاحظہ ہو حاشیہ تحت عنوان ''مصنوعی دانت والے کی امامت''۔

[2] ان المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۳۴/ باب الامامة مصری. شامی ص ۳۸۹/ ج ۱ نعمانیه باب الامامة مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی. بحر كوئٹه ص ۳۶۰/ ج ۱/ باب الامامة)

کے مذی کی قسم کی کوئی چیز نکل کر کبھی مخرج کے منہ پر رہتی ہے اور کبھی مخرج سے تعدّی کر کے کچھ پھیل جاتی ہے مگر چمڑے سے الگ ہو کر ساقط نہیں ہوتی، کبھی کپڑے پر بھی لگ جاتی ہے اور اکثر اوقات نماز میں بھی مذکورہ حالت ہو جاتی ہے۔ بعض وقت دو تین دفعہ نماز دہرانے تک یہی حالت رہتی ہے اور بعض وقت نہیں رہتی۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز دہراؤں یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مجبوراً امام بننا پڑتا ہے کہ جماعت میں عوام ہوتے ہیں جن کی قرأت صحیح نہیں ہے اور بعض کی قرأت صحیح ہے مگر مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اور بعض کے طہارت وغیرہ کے مسائل پر عمل نہیں ہے چال چلن لباس وغیرہ شریعت کے موافق نہیں ہے اور اگر کبھی جاننے والا آدمی موجود بھی ہے تو وہ امام نہیں ہوتا۔ تو حالتِ مذکورہ میں احقر کو امام بننا درست ہوگا یا نہیں؟ بر تقدیرِ ثانی کیا کروں؟ فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس چیز کے ناقض وضو ہونے میں شک نہیں[1] لیکن اس کی نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ شرعاً آپ کو معذور کہا جا سکے تو اس وقت آپ کے لئے یہ حکم ہوگا کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا آپ کو ضروری ہوگا اور اس وضو سے فرض نفل سب پڑھ سکتے ہیں۔ پھر جب نماز کا وقت خارج ہوگا تو یہ خروجِ وقت آپ کے حق میں ناقضِ وضو ہوگا عذر ناقض نہ ہوگا۔[2] شرعاً

---

[1] نواقض الوضوء منها مایخرج من السبیلین من البول والغائط والریح الخارجة من الدبر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة (هندیه کوئٹه ص۹/ج۱/ کتاب الطهارة، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء. مجمع الانهر ص۳۱/ج۱/ کتاب الطهارة، طبع دارالکتب العلمیه بیروت. طحطاوی مع المراقی ص۶۸/فصل ینقض الوضوء اثنا عشر شیئاً، طبع مصر)

[2] وحکمه الوضوء لکل فرض الامام للوقت کما فی لدلوک الشمس ثم یصلی به فرضاً ونفلاً فاذا خرج الوقت بطل ای ظهر حدثه السابق (شامی کراچی ص۳۰۵، ۳۰۶/ مطلب فی احکام المعذور. مجمع الانهر ص۸۴/ج۱/ فصل فی المستحاضة ومن به سلسل بول، طبع دارالکتب العلمیه بیروت. هندیه کوئٹه ص۴۱/الباب السادس، الفصل الرابع ومما یتصل بذلک احکام المعذور)

معذور وہ شخص ہے کہ جس پر نماز کا ایک مکمل وقت اسی حالت میں گذر جائے کہ اس میں وہ عذر برابر ملحق رہے اور اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ جس میں وہ وضو کر کے اس وقت کی فرض نماز ادا کر سکے۔ جب ایک نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گذر گیا تو یہ شخص شرعاً معذور ہوگا۔ اس کے بعد ہر نماز کے مکمل وقت میں اس عذر کا متحقق ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ مکمل وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پایا جانا کافی ہے پھر اگر کسی نماز کا مکمل وقت ایسی حالت میں گذر گیا کہ ایک مرتبہ بھی عذر نہ پایا گیا تو یہ شخص شرعاً معذور نہیں رہے گا۔[1] اب آپ اپنی حالت کو خود ملاحظہ کر لیں آپ شرعاً معذور ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ خروجِ مذی آپ کے حق میں ناقض نہیں، لہٰذا اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ بھی درست نہیں۔ اگر آپ معذور نہیں تو یہ خروجِ مذی ناقضِ وضو ہے۔[2]

اگر نماز میں خروج ہو جائے تو وضو اور نماز ہر دو کا اعادہ لازم ہے۔ معذور کی امامت درست نہیں[3] جب آپ معذور ہوں تو آپ ہرگز امام نہ بنیں۔ جو امام احسن حالاً ہو اس کا اقتداء

---

[1] وصاحب عذر ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكماً وهٰذا شرط العذر فی حق الابتداء وفی حق البقاء كفی وجودهٗ فی جزء من الوقت ولو مرة.....وحكمه الوضوء لكل فرض ثم يصلی فيه فرضا ونفلاً فاذا خرج الوقت بطل (ملخصاً الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص ۲۰۳/ج ۱/ فی احكام المعذور قبيل باب الانجاس. شامی كراچی ۳۰۵/ج ۱. مجمع الانهر ص ۸۵/ج ۱/ كتاب الطهارة فصل المستحاضة ومن به سلسل بول، طبع دارالكتب العلميه بيروت. هنديه كوئٹه ص ۴۱/ج ۱/ الباب السادس، الفصل الرابع ومما يتصل بذلک احكام المعذور)

[1] نواقض الوضوء منها مايخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة (هنديه كوئٹه ص۹/ج۱/ كتاب الطهارة، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء. مجمع الانهر ص۳۱/ج۱/ كتاب الطهارة، طبع دارالكتب العلميه بيروت. طحطاوی مع المراقی ص۶۸/ فصل ينقض الوضوء اثنا عشر شيئاً، طبع مصر)

[2] ان المعذور صلاته ضرورية فلايصح اقتداء غيره به(مراقی مع الطحطاوی ص ۲۳۴/باب الامامة، طبع مصر. شامی نعمانيه ص ۳۸۹/ج ۱/ باب الامامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی. بحر كوئٹه ص ۳۶۰/ج ۱/ باب الامامة)

کرلیں اور جب معذور نہ ہوں تو پھر امام بننے میں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن اگر ایسی حالت میں خروجِ مذی ہوگیا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۹/۶۲ھ

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۷/رمضان ۶۲ھ

جریان کے مریض کی امامت!

سوال:۔ جس آدمی کو جریان کا مرض ہو یعنی منی کے خارج ہونے کے بعد کچھ دیر تک مذی نکلتی رہتی ہے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس کو اتنا وقت مل جائے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے اور وضو برقرار رہے تو اس کی امامت درست ہے۔ ورنہ درست نہیں۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امامت کے وقت اپنی عاجزی کا اعتراف

سوال:۔ جب کبھی اتفاق سے امامت کا موقع ملتا ہے تو میں مصلیٰ پر کھڑے ہوکر نیت

---

[1] واذا ظهر حدث امامه وكذا كل مفسد فى رائ مقتد بطلت فيلزم اعادتها، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۳۴۰ ج ۲ باب الامامة، قبيل مطلب المواد التى تفسد صلوة الامام، مجمع الانهر ص ۱۷۰ ج ۱ فصل فى الجماعة، طبع دار الفكر بيروت.

[2] لا يجوز اقتداء العاقل بالمعتوه.....والطاهر بصاحب العذر (شرح منيه ص ۵۱۶/ فصل فى الامامة، طبع لاهور. هنديه كوئٹه الباب الخامس فى الامامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح امام لغيره. ص ۸۴/ج ۱ . شامى كراچى ص ۵۷۸/ج ۱/ مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى)

باندھنے سے پہلے اپنے دل میں خیال کرلیتا ہوں کہ یا اللہ میں اپنی ناقص توحید وایمان اورطہارت کے ساتھ تیرے ان بندوں کے بیچ میں واسطہ بن کر کھڑا ہوتا ہوں اسے معاف فرما اورمیری نماز میں خشوع اورخضوع عطا فرما۔اس کے بعد نیت باندھتا ہوں۔اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

نماز شروع کرنے سے پہلے اس طرح اپنی عاجزی اورکمزوری کے اعتراف کا اظہار مناسب ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۸۱ھ

[1] ان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من أفعال القلب وتعقبه فی الإمداد بما فی التجنیس من أنه یستحب له ذلک لان مبنی الصلوة علی الخشوع الخ (شامی زکریا ص۴۰۷/ج۲/ باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها مطلب فی الخشوع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم : نابالغ کی امامت

نابالغ کی امامت

سوال:۔ ایک محلّہ میں قدیم زمانہ سے محلّہ کے باہر ایک مسجد بنی ہوئی ہے مگر مسجد میں پنجگانہ نماز پابندی سے نہیں پڑھی جاتی بلکہ صرف جمعہ کے روز کچھ مخلوق خدا جمع ہو جاتی ہے اور نماز جمعہ ادا کر لیتی ہے مگر ہمیشہ جھگڑا برپا ہوتا رہتا تھا چونکہ امام صاحب کے بلوغ میں شبہ تھا اور قرأت صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے اور مسائل صلوٰۃ سے بھی ناواقف تھے۔ بناءً علیہ ایک روز نمازیوں نے متولی سے شکایت کی کہ اس امام موصوف بصفات کذائیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی لہٰذا ہمارے لئے کوئی دوسرا امام تجویز فرمایئے تو ان کے جواب میں متولی کی طرف سے ایک معتمد علیہ شخص بول اٹھے تھے کہ مسجد تمہارے لئے نہیں بنائی گئی۔ اگر مرضی ہو تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ تمہاری مرضی کے مطابق دوسرا امام ہرگز نہیں دیا جائیگا ان کی اس ترش روئی پر متولی بھی خاموش رہ گئے تھے اس اثناء میں اکثر لوگ مسجد مذکور سے انحراف کر گئے تھے اور دوسری مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے لگے تھے مگر اپنے مشاغلِ ذاتیہ و دیگر اغراض کی وجہ سے اتنے فاصلہ میں جا کر نماز پڑھنے سے از حد تکلیف ہوتی تھی اور ادھر متولی صاحب بھی برے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے اور پھر حضور مسجد مذکور پر عار دلایا کرتے تھے الغرض مختلف تکالیف جھیلنے کے بعد علماء کرام کے مشورہ پر محض لوجہ اللہ ایک مسجد تعمیر کرائی گئی چنانچہ بانیان

مسجد جدید محض لوجہ اللہ تعمیر کرنے پر اور بغض وعداوت نہ ہونے پر قسمیں کھاتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں اور امام ومؤذن بھی بدستور متعین ہیں اور پنجگانہ نماز باجماعت پابندی سے ہوتی ہے نیز مدرسہ اسلامیہ سے ملی ہوئی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں مساجد کا شرعاً کیا فیصلہ ہے ہر ایک کا حکم الگ الگ مفصلاً مع حوالہ کتب وتعیین صفحات بیان فرمایا جائے۔ بینوا وتوجروا

الجواب: حامداًومصلیاً!

مسجد میں صرف نماز جمعہ پڑھنا اور پنجگانہ نماز اس میں نہ پڑھنا درحقیقت ہفتہ بھر میں ایک روز بلکہ ایک وقت آباد رکھنا اور باقی ایام واوقات میں اس کو ویران وغیر آباد رکھنا ہے جو کہ سخت مذموم وممنوع ہے[1]۔

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ پنجگانہ نماز بھی اس میں پڑھ کر آباد رکھیں اور نابالغ امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے[2] اگر درحقیقت وہ امام نابالغ ہے تو اس کو تبدیل کرنا اور دوسرا بالغ وصالح امام مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح پر جو شخص قرأت صحیح نہیں کرتا اس کو بھی امام نہیں بنانا چاہئے کیوں کہ بسا اوقات قرأت میں غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور غلط پڑھنا گناہ ہر حال میں ہے نیز امام کا مسائل نماز سے بھی بقدر ضرورت واقف ہونا لازم ہے اگر فی الواقع

---

[1] وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴. أی هدمها وتعطيلها وقال الواحدی انه عطف تفسير لان عمارتها بالعبادة فيها (روح المعانی ص۵۷۳/ج۱/ مطبوعه دارالفكر بيروت. تفسير بيضاوی ص۳۸۶/ج۱/ طبع دارالفكر بيروت)

[2] ولا يصح اقتداء البالغ بغير البالغ فی الفرض وغيره وهو الصحيح (حلبی كبير ص۵۱۶/ طبع لاهور، فصل فی الامامة) من لا يصح الاقتداء به (طحطاوی علی المراقی ص۲۳۳/ اول باب الامامة، مصری. الدرمع الرد كراچی ص۵۷۷/ج۱/ باب الامامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی وحدهٗ)

امام مذکور ایسا ہی ہے تو اس کو بدل کر دوسرا امام بنانا اور اس کا مطالبہ کرنا بالکل صحیح اور حق ہے اس پر ترش رو ہونا اور ایسا سخت جواب دینا شریعت اور انسانیت کے خلاف ہے[۱]۔ جب دوسری مسجد باقاعدہ مسجد بن گئی اور وقف ہوگئی تو وہاں کے مسلمانوں کے ذمہ دونوں کو آباد رکھنا لازم ہے اور جہاں تک ہو سکے سب کو اتحاد و اتفاق سے رہنا اور متحد طریقہ سے احکام خداوندی پر عمل کرنا ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/ذی الحجہ ۵۷ھ

امامت صبی

سوال:۔ رمضان شریف میں نابالغ بچوں کے پیچھے بعض لوگ قرآن پاک سننے کے لئے نفل کی نیت کر لیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کی نمازیں ہو جاتی ہیں جب کہ بچہ امامت کا اہل نہیں اگر نہیں ہوتی ہے تو کیا پھر اعادہ کرنا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغ کو نفل میں بھی اقتداء کرنا صحیح نہیں[۳]۔ اگر ایسا کر لیا

---

[۱] فالاعلم باحکام الصلاۃ احق بالامامۃ ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجھا الخ (مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ. الدر مع الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد. بحر کوئٹہ ص۳۴۷/ج ۱/ باب الامامۃ)

[۲] عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم إن الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاذۃ والقاصیۃ والنامیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ (مشکوۃ شریف ص ۱۰۰/ج ۱/ باب الاعتصام، الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسند احمد ص۲۳۳ ج۵ حدیث معاذ بن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت) (بقیہ حاشیہ آئندہ پر)

گیا تو نفل کا اعادہ احتیاطاً کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بالغ کا اقتداء نابالغ کے پیچھے

سوال: نابالغ کی اپنی فرض نماز فرض قرار دی جائے گی یا نفل وسُنّت؟ اگر نفل وسنت ہے تو نابالغ کا امام بننا اور بالغ کا اس کا اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نابالغ پر نماز فرض نہیں لہٰذا بالغ کو نابالغ کا اقتداء کرنا درست نہیں۔ **فلا یصح اقتداء بالغ بصبی مطلقاً سواء کان فی فرض لانَّ صلوٰۃ الصبی ولو نوی الفرض نفل او فی نفل لان نفله لا یلزمه طحطاوی**[1] ص۱۵۷۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امامت امرد

سوال:۔ لڑکا اگرچہ بالغ ہوگیا مگر امرد ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) [3] ولا یصح اقتداء البالغ بغیر البالغ فی الفرض وغیرہ وھو الصحیح (حلبی کبیری ص۵۱۶/ طبع لاھور من لا یصح الاقتداء به (طحطاوی علی المراقی ص۲۳۳/اول باب الامامة، مصری. الدر مع الشامی کراچی ص۵۷۷، ۵۷۸/ باب الامامة، مطلب الواجب کفایة ھل یسقط بفعل الصبی وحدہٗ)

(صفحہ ہٰذا) [1] طحطاوی علی المراقی ص۲۳۳/اول باب الامامة، مصر. حلبی کبیر ص۵۱۶/ فصل فی الامامة، طبع لاھور. الدرمع الرد کراچی ص۵۷۷/ ج۱/ باب الامامة، مطلب الواجب کفایة ھل یسقط بفعل الصبی وحدہٗ)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جائز ہے مگر غیر امرد اس سے مقدم ہے خاص کر جب کہ وہ امرد صبیح وملیح ہو[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] تکرہ خلف امرد الظاهر انها تنزيهية ايضاً والظاهر ايضاً كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة (شامی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد، باب الامامة. شامی نعمانیه ص ۳۷۸/ج ۱ . طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶/ فصل فی بیان من هو احق بالامامة، طبع مصر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم :

امام کو برطرف کرنا اور حقیر سمجھنا

امام باصلاحیت ہوتو اسے امامت سے ہٹانا!

سوال:۔ مسجد کے امام صاحب باصلاحیت دیوبندی عقائد کے ہیں چند آدمی ان سے ناراض ہیں، اکثر آدمی امام صاحب سے خوش ہیں ان کی تنخواہ بھی روک لی ہے کہتے ہیں کہ امام نے نماز فی سبیل اللہ پڑھائی ہے۔ امام کئی ماہ صبر وتحمل سے گذار چکا ہے کیا ان کی تنخواہ بلا عذر روکی جاسکتی ہے۔ اوران کو منصب امامت سے ہٹایا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب امام میں کوئی شرعی نقص نہیں اوراس سے اصلاح بھی ہورہی ہے، نیز اکثر مقتدی خوش ہیں تو امام کو ہرگز الگ نہ کیا جائے[1]، اس کی ضروریات پوری ہونے کے لئے تنخواہ بھی دی

---

[1] وإن كان هو أحق بها منهم ولافساد فيه ومع هذا يكرهونه لايكره له التقدم لان الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح الخ (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۴۴/فصل فی بیان من هو الأحق بالامامة، مطبوعه مصری. درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الإمامة. النهرالفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ دارالکتب العلمیه بیروت)

جائے ایک آدمی کو یہ حق نہیں کہ امام کو الگ کردے بلکہ بلاقصور کسی کو بھی حق نہیں[1]، امام میں کوئی قصور اور کمی ہو تو اس کو لکھ کر دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بلا وجہ امام کی مخالفت

سوال:۔ ایک شخص کسی موضع میں بہت مدت سے عید کی نماز پڑھاتا ہوا آرہا ہے اب امسال بروز عید نماز کے عین وقت پر ایک شخص باہر سے آکر مخالفت ظاہر کرکے یا امام صاحب کو حقیر سمجھ کر چند اشخاص قلیل الافراد کو ساتھ لے کر دوسری جگہ میں جو کہ منجانب مالک وقف معروف بالوقف نہیں بلکہ وقف ہی نہیں نماز پڑھاتا ہے آیا مطابق مذہب امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں کی نماز صحیح ہوجائے گی۔ یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جواز جمعہ کے لئے مسجد یا وقف معروف بالوقف شرط نہیں جس بستی میں جمعہ جائز ہے وہاں بغیر مسجد کے بھی جائز ہوگا پس اگر وہ بستی بڑی ہے جس کو مصر یا قصبہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی آبادی تین چار ہزار ہے اور اس میں بازار بھی ہے اور دیگر ضروریات فصل خصومات وغیرہ کا بھی بندوبست ہے تو وہاں مسجد کے علاوہ بھی کسی دوسری جگہ مالک کی اجازت سے جمعہ درست ہے۔ وفی الفتاویٰ الغیاثیة لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم ینوا وهو قول ابی قاسم الصفار وهٰذا اقرب الاقاویل الیٰ الصواب انتهیٰ وهو لیس ببعید مما قبله والمسجد الجامع لیس بشرط ولِهٰذا اجمعوا علیٰ جوازها بالمصلیٰ فی فناء المصر وهو مااتصل

[1] واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحةٍ عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اهلیه (شامی کراچی ص ۳۸۲/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب لایصح عزل صاحب الخ)

بالمصر معداً لمصالحه من ركض الخيل وجمع العساكر والمناضلة ودفن الموتىٰ وصلوٰة الجنازة ونحو ذٰلک لان له حكم المصر باعتبار حاجة اهله اليه وقدره محمدؒ بالغلوة اھ[1] کبیری ص ۵۰۰۔ اور جس بستی میں ایک جگہ جائز ہے وہاں ایک جگہ سے زیادہ بھی جائز ہے۔ وتؤدى اى الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقاً علىٰ المذهب وعليه الفتوىٰ[2] اھ در المختار۔

اور عیدین کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں پس اگر کسی بستی میں جمعہ جائز ہے تو عیدین بھی جائز ہے اور عیدین کے لئے وقف معروف بالوقف شرط نہیں کسی اور جگہ بھی مالک کی اجازت سے درست ہے اور ایک بستی میں دو جگہ بھی درست ہے۔ فتجب صلوٰتها (اى العيدين) فى الاصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمه سوى الخطبة فانها سنة بعدها وفى القنية صلوٰة العيد فى القرىٰ تكره تحريماً اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة اھ[3] در مختار ص ۸۶۵۔ السنة ان يخرج الامام الىٰ الجُبَّانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء بناء علىٰ ان صلوٰة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق[4] اھ شامی ص ۸۶۷۔ لیکن بلا وجہ شرعی کسی کو حقیر سمجھنا بڑا گناہ ہے[5] اور بلا ضرورت

---

[1] كبيرى شرح منيه ص ۵۵۱/ فصل فى صلاة الجمعة طبع لاهور.

[2] الدر المختار على الشامى ص ۵۴۱/ج ۱/ نعمانيه. شامى كراچى ص ۱۴۴/ج ۲/ قبيل مطلب فى نية اخر ظهر باب الجمعة.

[3] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۵۵/ج ۱/ باب العيدين. شامى كراچى ص ۱۶۷/ ج ۲/ مطلب فى الفال والطيرة.

[4] شامى ص ۵۵۷/ج ۱/ نعمانيه بعد مطلب يطلق المستحب على السنة. شامى كراچى ۱۶۹/ج ۲.

[5] وعن ابى اهريرة قال قال رسول الله ﷺ اَلْمُسْلِمُ اَخُوْالْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ (مشكوٰة شريف ص ۴۲۲/ج ۲/ باب الشفقة والرحمة، كتاب الآداب)

ترجمہ:۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ رسوا کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے۔

جماعت میں تفریق ڈال کر دو جگہ عید کی نماز پڑھنا بھی برا ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۱۱/صفر ۵۶ھ

ایک شخص کے ناخوش ہونے کی وجہ سے امام کی علیحدگی

سوال:۔ کسی مسجد کے امام صاحب کو بلا کسی ظاہری سبب کے ایک آدھ آدمی کے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے امام کو امامت سے علیٰحدہ کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ شخص وجہِ خلاف ہی نہ بتلاتا ہو، اور امام عالم بھی ہوگا، گاہ بگاہ مسائلِ ضروری و وعظ و نصائح سے قوم کو آگاہ کرتا ہو، باطن کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ امام صاحب شکل وصورت اور لباس وغیرہ میں پابندِ شرع بھی ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

بلا وجہ شرعی کسی متبع سنت، صحیح العقیدہ صحیح پڑھنے والے امام کے پیچھے اگر کوئی شخص طبعی کراہت و ناگواری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا تو اس کی وجہ سے ایسے امام کو علیٰحدہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ مقتدی کو تفہیم کی جائیگی وہ نہ مانے تو اس سے لڑنے کی ضرورت نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وإن كان هو أحق بها منهم ولافساد فيه و مع هذا يكرهونه لايكره له التقدم لان الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح الخ (مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۲۴۴/ فصل فى بيان من هو الأحق بالإمامة، مطبوعه مصرى. درمختار مع الشامى كراچى ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الإمامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ دارالكتب العلميه بيروت)

ضد کی وجہ سے امام کو تبدیل کرنا

سوال:۔ کیا سابق امام اور سابق امام کے والد جس کو عرصہ ۶۵ سال اور امام سابق کے پسر جس کو عرصہ ۲۲ رسال سے زائد امامت کراتے ہوئے گذرا ہو اور ان کا کوئی حق امامت اس مسجد میں نہیں رہا کیوں کہ اس وقت مسجد کے تعمیر کنندہ کا خیال ہے کہ میں نے مسجد کی تعمیر صرف اس خیال پر کی ہے کہ ان میں سے کوئی شخص امامت نہ کرائے آیا ایسی مسجد جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ شرعی امام سابق کو علیحدہ نہیں کرنا چاہئے[۱] اور نیت مذکورہ سے مسجد بنانا ثواب کا کام نہیں بلکہ ضد ہے جو کہ گناہ ہے تاہم اگر وہ باقاعدہ وقف اور مسجد ہے تو اس میں نماز درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کو ملازم کہنا

سوال:۔ پیش امام کو ملازم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ملازم کہہ کر اس کی تحقیر وتوہین مقصود ہے تو یہ ناجائز ہے۔ امام کا احترام لازم ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

---

[۱] قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم أهلیة (شامی دار الفکر ص ۳۸۲/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب لایصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحة أو عدم أهلیة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام کو برا کہہ کر نکال دینا

سوال:۔ یہاں پر ایک چھوٹی سی بستی کُل ۲۴ رگھر ہیں جس میں سے سات گھر بہت خلاف ہیں یہاں پر ایک چھوٹی بستی کے حساب سے ایک پرانے وقتوں کی مسجد ہے جس کے پندرہ گھر تو خوب دل وجان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو بھی پیش امام لاکر رکھتے ہیں دوسرے لوگ اس کو برا بھلا کہہ کر نکال دیتے ہیں۔ یہ سات گھر نہ تو امام رہنے دیتے ہیں نہ اس کی تنخواہ دیتے ہیں۔اب اس وقت امام کی تنخواہ تین ماہ کی چڑھ رہی ہے اور مُلّا ان سے کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز کم از کم پڑھ لیا کرو،تو کہتے ہیں کہ کوئی پابندی ہم پر نہیں ایسا لکھا کہیں کہ نماز پڑھو، ہماری مرضی ہے پڑھیں یا نہ پڑھیں۔اور شرک وکفر تو ان کے لئے بہت اچھا لگتا ہے۔بھجن گانا، دیوی ماتا کو پوجنا، ہولی پر ڈھب بجانا، میلہ میں جانا، ایسی باتوں کو ملا روکتا ہے۔تو ملا کی تنخواہ میں رکاوٹ کرکے۔آپس میں پھوٹ ڈال کر،آدمیوں کو بہکا کر ملا کو پیسے نہیں ملیں گے تو بھاگ جائے گا اس طرح سے یہاں سے چار پانچ ملا چلے گئے۔ہم پندرہ گھر ہی ان کو پیسے دے کر رکھا کرتے ہیں تاکہ رمضان شریف میں تراویح اور عید کی نماز ہو جائے ہم نے دو چار لوگوں سے ان کے بارے میں بات چیت کی، ایسے لوگوں کا حکم کیا ہے۔انہوں نے ہم سے کہا کہ ان لوگوں کا حوالہ اور نام لکھوا کر دیوبند بھیجو، ان کے نام فتویٰ بھیج دیں گے شریعت کے مطابق ہم ان کو سنا دیں گے تو شاید ان لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں اور خدا کو پہچانیں اور ایمان لے آویں تو اچھا ہے ورنہ ان لوگوں کا حقہ پانی بند کر دیں گے، نہ ان کے یہاں درود فاتحہ ہوتی ہے سب کام ہندوؤں کے کرتے ہیں۔دو آدمی سب سے زیادہ خراب ہیں ایک فہد، ایک سفیرا۔یہ دو

۲ والامامة علی الحقیقة انما هی لِلّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه وخلفائه ولهذا وصفهم بصفاتهم قال صلی اللّٰه علیه وسلم شفائکم أو قال وفدکم إلی اللّٰه تعالیٰ فان اردتم أن تزکو صلاتکم فقدموا خیارکم (اتحاف السادة المتقین ص ۱۷۵ ر ج ۳ ر کتاب اسرار الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

آدمی ایسے ہیں کہ انہوں نے ۹/ملا بھگا دیئے یہ دو آدمی پانچ گھر تیلی کے ہیں۔ان کو بہکا کر اپنی طرف مائل کر کے ملا کی تنخواہ رکوا کر پھوٹ کرتے ہیں مسجد کو ویران کر دیتے ہیں۔ہم ۱۰/آدمیوں کے بس کی بات تو ہے نہیں جو ملا کو رکھ سکیں۔چھوٹی سی بستی ہے۔ہمارے لئے ایسے آدمیوں کے موافقِ شرع فتوی دیدیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی ہماری مسجد میں چراغ بتی وعید وتراویح رمضان ہو جاوے گی۔ یہ اسلام کی بات ہے۔آپ کی تعریف سن کر آپ کا سہارا لیا ہے۔ہم جاہلوں کو راستہ بتانا آپ کا کام عمل کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سات گھر کے آدمی ہیں فہد، سفیراء، جھوٹیا، مداری، سبحان، بنور پیا، کڑوے آدمی ہیں ۵/گھر تیلیوں کے ہیں ایک لوہار کا ایک شیخ کا ہم ان پانچوں آدمیوں کے لئے آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں ان کی آنکھیں کھولدیں، آپ کے لئے ہم اللہ سے دعاء مانگتے رہیں گے ہماری مسجد آباد رہے گی تو خدا ہم کو بھی آباد رکھے گا۔ یہاں پر عید کی نماز ہو جاوے گی۔ یہ سات گھر بہت جاہل ہیں ایک کتاب دیدیں تو مہربانی ہوگی۔فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو لوگ امام کو برا کہتے ہیں تا کہ وہ تنگ آ کر چلا جائے اور مسجد ویران ہو جائے وہ بڑے ظالم گنہگار ہیں[1] ان کو توبہ کرنا امام سے معافی مانگنا ضروری ہے اور دیوی ماتا کے پوجنے سے تو ایمان ہی جاتا رہتا ہے ان کو کلمہ پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان کیا جائے اور ان کا نکاح بھی دوبارہ پڑھائے جائیں۔ورنہ یہاں بھی وبال ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی جہنم ہے[2] بہتر یہ ہے کہ کسی عالمِ دین کے ذریعہ سے ان کو سمجھایا جائے۔اگر نہ مانیں اور اپنی ضد پر قائم رہیں تو ان سے

---

[1] وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰئِكَ مَاكَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَائِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرة ۱۱۴)

[2] وما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح وفى الشامى ذكر فى نور العين ويجدد بينهما النكاح الخ (در مختار مع الشامى زكريا ص ۳۹۰ ج ۶ باب المرتد مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتدت. عالمگيرى ص ۲۸۳/ج ۱/ الباب التاسع فى احكام المرتدين قبيل الباب العاشر، مطبوعه كوئٹه) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترکِ تعلق کردیا جائے بول چال بند کردی جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

مقتدی کا امام پر حکم کرنا

سوال:۔امام پر مقتدی کو حکم کرنا اور ذلیل سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام پر حکومت کرنا اور ان کو ذلیل سمجھنا ناجائز ہے[۱]۔ اگر امام میں کوئی بات خلاف شرع ہو تو اس کو تنہائی میں نرمی سے سمجھا دیا جائے۔ تاکہ امام اپنی اصلاح کرلے اور امام کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ حد شرع میں رہتے ہوئے مقتدیوں کی رعایت کرے اور جو بات اس میں خلاف شرع ہو اس سے تائب ہو جائے اور اپنی بات پر بلا وجہ ضد اور اصرار نہ کرے اور کسی کو وہ خود بھی ذلیل نہ سمجھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا

سوال:۔مقتدی پیش امام کو ہر وقت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور تھوڑی سی بات پر

---

[۱] نهى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن كلامنا ايها الثلاثة هو دليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ (المفهم شرح المسلم ص۹۸/ج۷/ باب يهجر من ظهره معصيته، مطبوعه دار ابن كثير بيروت)

[۲] فى حديث ابن مسعود مرفوعاً الكبر بطر الحق وغمط الناس الحديث مسلم ص۶۵/ج۱/ باب تحريم الكبر، مطبوعه بلال ديوبند (مشكوٰة ص۴۳۳/ باب الغضب والكبر) وعن ابى هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره (مشكوٰة شريف ص۴۲۲/ج۲/ كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

تکرار کرنے بیٹھتے ہیں باوجودیکہ کچھ مسئلہ سے بھی واقف نہوں اور اپنی طرف سے فتویٰ نکالتے ہیں اور مسجد میں آکر سوائے شر وفساد کے کچھ مطلب نہیں تو ایسے مقتدی کا کیا حکم ہے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو کس درجہ کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ان سب باتوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا[1] اور بغیر واقفیت کے اپنی طرف سے فتویٰ دینا[2] اور مسجد میں آکر شر وفساد کرنا[3] کبیرہ گناہ ہے ایسے شخص کو توبہ لازم ہے[4]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبد اللطیف ۲۴/ربیع الاول ۵۸ھ

امام کو حقیر وذلیل سمجھنا

سوال:۔ امام کو ذلیل نظر سے دیکھنے اور ذلیل سمجھنے اور اس کی کمائی کو حرام قرار دینے والے لوگوں کی نماز عند اللہ مقبول ہوگی یا نہیں؟

---

[1] الکبر معصیة وکبیرة (ملخصاً المفهم ص ۲۸۸/ج ۱/ کتاب الایمان، باب لایدخل الجنة من فی قلبه کبر مطبوعه دار ابن کثیر بیروت)

[2] الفتوی بغیر علم حرام (اعلام الموقعین ص ۴۵/ج ۱/ کلام الائمة فی ادوات الفتیا دار الجیل بیروت)

[3] الرفع المتفاحش مکروه مطلقاً (اعلاء السنن ص ۱۳۱/ج۵/ کتاب الصلاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

[4] ولم یختلف اهل السنة وغیرهم فی وجوب التوبة علیٰ أرباب الکبائر الیٰ قوله واتفقوا علیٰ أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور الخ (روح المعانی ص ۲۳۶/ج۱۵/ تحت قوله تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحاً الآیة. سورۂ تحریم آیت ۸، مطبوعه دار الفکر، بیروت)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کسی چھوٹے سے چھوٹے مسلمان کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً درست نہیں[۱]۔ یہ تکبر ہے جو کہ حرام ہے حدیث پاک میں ہے کہ دوزخ میں جب تک جلا کر تکبر کو نہ نکال دیا جائے گا متکبر آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا[۲] اور پھر امام کو حقیر سمجھنا اور ذلت کی نظر سے دیکھنا کیسے جائز ہوگا جب کہ وہ واجب الاحترام ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱ھ

ذاتی عداوت کی وجہ سے امام کو گالیاں دینا

سوال:۔ کسی امام کے اتفاقی مکروہ الفاظ سے اہلِ جماعت ناراض ہو گئے اپنی غلطی کا اقرار اور توبہ الی اللہ کرتے ہوئے خواستگارِ معافی ہونے سے جماعت کی ناراضگی جاتی رہی، مگر ان میں سے ۳/۱ لوگوں نے امام صاحب کو معزول کر دیا، تو باقی ۳/۲ لوگ اور خود امام صاحب اس عزل پر معترض نہ ہوئے تاکہ نامناسب فساد نہ اٹھے مگر ادائیگی تنخواہ کی غرض سے ایک ماہ سات دن رکنا اور رکھنا طے پایا مدتِ متعینہ کے لئے دو شخصوں نے جن کی عادت شرکت جماعت الخمس کی پہلے سے نہ تھی امام مذکور کی اقتداء کو مکروہ سمجھ کر نمازِ جمعہ چھوڑ دی۔ مہلتِ مذکور جب ختم

---

[۱] عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره (مشكوٰة شريف ص ۴۲۲/ ج ۲/ كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[۲] فی حديث ابن مسعود مرفوعاً لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ (الحديث راوه مسلم مشكوٰة ص ۴۳۳/ باب الغضب والكبر مطبوعه ياسر نديم ديوبند)
جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا (جبتک سزا نہ بھگت لے)

[۲] والامامة على الحقيقة انما هی لِلّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه وخلفائه (اتحاف السادة المتقين ص ۱۷۵/ ج ۳/ كتاب اسرار الصلاة، الباب الرابع فی الامامة والقدوة مطبوعه دارالفكر بيروت)

ہورہی تھی تو آخری جمعہ کے روز قبل الجمعہ امامِ مذکور نے اہلِ جماعت سے کہا کہ میرے اور آپ لوگوں کے مابین طے شدہ ایام میں سے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا میں آپ صاحبان کو خبردار کرتا ہوں کہ آخری دن تک میری تنخواہ ادا ہو جائے اور میں یہاں سے چلا جاؤں اس خبرداری پر کسی نے کچھ نہ کہا بلکہ خاموشی کے ساتھ سب نے اپنا اپنا راستہ لیا دوسرے دن بعد نماز مغرب یہاں ناشتہ خوری میں مشغول تھے کہ عابد نامی ایک شخص ایس، اے، ایس، آئی، کو چند پولیس اور چند نوجوانوں کے ساتھ حاضر ہوا اور شارع عام پر کھڑے ہو کر شور مچایا کہ ہمارا امام کہاں ہے کسی عورت کے پیٹی کوٹ کے نیچے چھپ گیا ہوگا نکل آؤ کتا کہیں کا۔ پولیس کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔ پہلے ہم نمٹ لیں گے امام نہ آسکے مذکورہ بالا عابد علی کے اسلام اور نکاح کی نسبت شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جب امام صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی مانگ لی تو پھر ان سے ناراض رہنا بے محل ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دینا غلط ہے[1] اور جس نے امام صاحب کو گالیاں دے کر شارع عام پر شور مچایا اور سخت الفاظ کہے وہ سخت گنہگار ہوا معمولی مسلم کو بھی گالی دینا فسق[2] ہے چہ جائے کہ امام کو اس پر توبہ کرنا اور امام صاحب سے معافی مانگنا واجب ہے یہ گالیاں دینا ذاتی عداوت کی وجہ سے ہے۔ اسلام یا منصب امامت کو ذلیل کرنے کے لئے نہیں اس لئے اس کو ارتداد اور فسخ نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ البتہ فسق اور گناہ کبیرہ کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۹۲ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلّی علیہ وسلّم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَاذَنْبَ لَہٗ (مکشوۃ شریف ص ۲۰۳/ کتاب الدعوات، باب الاستغفار و التوبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] عن عبداللّٰہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

امام سے مسائل میں بحث!

سوال:۔مقتدی کا یہ کہنا ہے کہ امام اسی طرح نماز پڑھائے جس طرح ہم کہتے ہیں تو کیا امام کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی کے قول پر عمل کرے اور اگر امام نے مقتدی کے قول پر عمل کرلیا اور اسی طرح نماز پڑھائی تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲۔اگر کوئی شخص امام کو ذلیل کرنے کے لئے سب کے سامنے اعتراضات کرے اور عقلی دلائل پیش کرے تو ایسا کرنا کیسا ہے اور امام اس کے اعتراضات کا جواب دے یا نہ دے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

۱۔۲۔ایسی باتیں امام کے وقار اور منصب امامت کے منافی ہیں اس سے سب کو پرہیز کرنا چاہئے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کو سود کھلانا!

سوال:۔زید کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو بہت متقی وپرہیزگار ہیں اور محلّہ میں سود دینے والوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں تو انکا یہ کھانا کھانا جائز ہوگا یا نہیں اور انکے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

محلّہ والوں کی ذمہ داری ہے کہ امام صاحب کو حلال کمائی سے کھانا کھلائیں یا حلال کمائی سے اتنی تنخواہ دیں کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کرلیں، سود لینا حرام اور سود سے بچنا فرض

---

[۱] قال القرطبی تحت قوله تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ الاٰیة ویترتب علیها عدم الاِحتقار لمسلم (احکام القرآن للقرطبی ص ۲۹۵ / ج۸ / مکتبه دارالفکر)

ہے[۱]، خود بھی وہ توبہ کریں، اور امام صاحب کو بھی سود نہ کھلائیں، اگر امام صاحب کو معلوم ہو کہ یہ سودی مال سے نہیں کھلاتے بلکہ حلال کمائی سے کھلاتے ہیں۔ مثلاً سود کے علاوہ بھی کوئی ذریعۂ آمدنی ہے یا قرض لے کر کھلاتے ہیں تو وہ مال حرام نہیں اس کا کھانا درست ہے[۲] حرام کھانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی جو سود دیتا ہے وہ گنہگار ہے مگر اس کا مال حرام نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کی غیبت وغیرہ

سوال:۔ کیا کسی امام کا دوسروں کو سخت سست کہنا مقتدیوں میں نشانہ بناتے ہوئے عزت ریزی کے الفاظ استعمال کرنا اور احاطۂ مسجد میں چند لوگوں کے ہمراہ پیٹھ پیچھے برائیاں کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ کسی کو سخت سست کہنے کا حق نہیں کسی بھی مسلمان کی عزت ریزی نہ کی جائے[۳]۔ کسی

---

۱ قال اللّٰہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاکُلُوْ الرِّبٰوا اَضْعَافاً مُّضَاعَفَۃً (سورۃ آل عمران ۱۳۰)

۲ آکل الربا وکاسب الحرام أهدى اليه او أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره أن ذالک المال اصله حال ورثه واستقرضه و إن كان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هديته والأكل منها الخ (عالمگیری ص ۳۴۳/ج۵/ کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر الخ مطبوعه کوئٹه. بزازیه علی الهندية کوئٹه ص ۳۶۰/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، الرابع فی الهدية)

۳ وكذا تكره خلف امرد..... وشارب الخمر واٰكل الربوا (الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱/ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة وشامی نعمانیه ص ۳۷۸/ج ۱)

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ التَّقْوٰی ھٰھُنَا ویُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ اَمْرٍ مِنَ الشَّرِ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ رواہ مسلم (مشکوۃ شریف ص ۴۲۲/ کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو ذلیل کرتا ہے، نہ اس کی تحقیر کرتا ہے، تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف **(بقیہ آئندہ)**

خاص آدمی کی طرف اشارہ نہ کیا جائے مقتدیوں کی نرمی اور حکمت کے ساتھ اصلاح کی جائے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کو ذلیل سمجھنا

سوال:۔امام مسجد فصلانہ پر نماز پڑھاتے ہیں، مگر بعض لوگ امام کو ذلیل غلام سمجھتے ہیں اور فقیر کہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کی تنخواہ یا فصلانہ دینے کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ وہ ہمارا غلام ہوگیا ہے ہم نے اس کو خرید لیا ہے غلط ہے یہ خیال تکبر سے پیدا ہوتا ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، جب تک اس کو دوزخ میں جلا کر نکال نہیں دیا جائے گا وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔[1] امام صاحب کا احترام واکرام لازم ہے۔[2]

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ کا بقیہ**) تین مرتبہ اشارہ فرمایا آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے ہر مسلمان مسلمان پر حرام ہے اسکا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت۔

[1] فی حدیث ابن مسعود مرفوعاً لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ کِبَرٍ (مسلم ص ۶۵/ ج ۱/ باب تحریم الکبر کتاب الایمان، مکتبه بلال دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۴۳۳/ باب الغضب والکبر یاسر ندیم دیوبند)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

[2] والامامة علی الحقیقة انما هی لِلّٰه الحق جل جلاله واصحاب هذه الاحوال انما هی نوابه وخلفائه (اتحاف السادة المتقین ص ۱۷۵/ ج ۳/ کتاب اسرار الصلاة، الباب الرابع فی الامامة والقدة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت!

سوال:۔ ہماری مسجد میں ایک امام ہیں اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ پانچ منٹ دیر سے آتے ہیں نماز پڑھانے، لہٰذا ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ظہر کی نماز میں امام آئے نہیں تو امام کے چھوٹے بھائی نے نماز پڑھائی لیکن بعد میں امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو وہ مؤذن پر بہت ناراض ہوئے اور یوں کہا کہ تمہاری آنکھیں نہیں تھیں دیکھنے کے لئے جو تم نے مجھے دیکھا نہیں میں حوض پر وضو کر رہا تھا بہر حال میں نے مؤذن کی حمایت کی اور کہا کہ جب آپ نہیں تھے تو آپ کے بھائی نے نماز پڑھادی آپ مؤذن پر بے کار گرم ہو رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے نماز پڑھانی چھوڑ دی اس کے بعد نمازیوں نے ان سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے تو انہوں نے کہا لعنت ہے ایسی امامت پر اور کئی مرتبہ کہا تو آپ بتائیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جب کہ وہ تین سال سے امامت کر رہے ہیں اور کئی دفعہ ایسا ہی ہو چکا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جن امام صاحب کے متعلق آپ کو تشویش ہے اور ان کی خرابی لکھ کر فتویٰ دریافت کیا ہے، پھر آپ کو موقع مل گیا ہے کہ ان امام صاحب نے خود ہی نماز پڑھانا چھوڑ دیا ہے، غنیمت جانئے ان سے امامت کے لئے دوبارہ عرض کر دیا گیا انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ ایسی امامت پر لعنت کی اب بہتر ہے کہ کوئی دوسرا امام جو عقائد کے اعتبار سے صحیح ہو اور مسائل طہارت وصلوٰۃ سے واقف ہو قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو متبع سنت ہو تجویز کر لیا جائے[1]۔ موجودہ امام صاحب کو لعنت سے بچایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویجب أن یکون امام القوم فی الصلاۃ افضلھم فی العلم والورع والتقویٰ والقراءۃ والحسب والنسب والجمال علیٰ ھٰذا اجماع الامۃ (تاتارخانیہ ص ۶۰۰/ج ۱/ کراچی باب فی بیان من ھو احق بالامامۃ. شامی کراچی ص ۵۵۷/ج ۱/ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

جو شخص امام کی بات نہ مانے اس کی نماز کا حکم

سوال:۔ امام صاحب تبلیغی جماعت کے اجتماع میں لوگوں کو ٹھہرنے کے لئے کہتے ہیں بعض آدمی نہیں ٹھہرتے چلے جاتے ہیں۔ امام صاحب کا کہنا ہے کہ جو امام کا کہنا نہیں مانتا اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوتی، صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کی بناء پر چلا جاوے وہاں نہ ٹھہرے تو وہاں کے فوائد کو نہیں حاصل کر سکے گا بس اس سے زیادہ نہیں اس امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ وہاں نہ ٹھہرنے سے اس کی نماز میں خلل نہیں آئے گا امام صاحب کو ایسا نہیں کہنا چاہئے ان کا کہنا غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز!

سوال:۔ اگر امام کی کسی مقتدی کو نفرت ہو تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز اس مقتدی کی بھی ہو جائے گی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) باب الامامة. النهر الفائق ص ۲۳۹/ج ۱/ باب الامامة، دار الكتب العلميه بيروت. مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج ۱/ فصل فی الجماعة، دار الكتب العلميه بيروت)

(صفحہ ہذا) [1] گو بلا وجہ شرعی امام سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔

جو شخص اپنی امامت پر مصر ہو اور مقتدی نہ چاہتے ہوں اس کی امامت!

سوال:۔ بہت سے مسلمان ایک شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے لیکن وہ شخص نماز پڑھانے پر مصر ہے خون خرابہ کی نوبت ہو جاتی ہے یہاں تک کہ حکومت کو دفعہ ۱۴۴/ نافذ کر کے عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے روکنا پڑتا ہے اور اس شخص کی ضد پر قوم دو ٹکڑوں میں بٹ جاتی ہے عید کی نماز دو جگہ ادا کی جاتی ہے شریعت کی رو سے امام کا یہ عمل کیسا ہے؟ شرعی نقطہ سے ایسے مواقع پر امام کا کیا فرض ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص میں شرعی خرابی ہو جس کی وجہ سے نماز اس کے پیچھے ادا نہ ہوتی ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۱] اس بناء پر اس کے پیچھے مسلمان نماز نہ پڑھنا چاہتے ہوں پھر بھی وہ نماز پڑھانے کے لئے ضد کرے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے اور اس کی وجہ سے جو تفرقہ پیدا ہو اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہے اس کو لازم ہے کہ فوراً امامت کو ترک کر دے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرے، اگر اس کے اندر شرعی خرابی نہیں لیکن غلط اغراض کی وجہ سے لوگ اس کو امامت سے علیحدہ کرنا اور کسی غلط آدمی کو امام بنانا چاہتے ہوں تو وہ لوگ گنہگار اور سخت مجرم ہیں[۲] ان کو توبہ واستغفار لازم ہے وہ اپنی حرکتوں سے باز

---

[۱] أن امامة الفاسق مكروهة تحريما (طحطاوی عل المراقی ص ۲۴۴/ باب الامامة، مطبوعه مصر. شامی کراچی ص ۵۵۶/باب الامامة. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس، مطبوعه کراچی)

[۲] ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره له ذلک تحريماً لحديث ابی داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون وان هو احق لاوالكراهة عليهم (الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. شامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱. تاتارخانیه ص ۶۰۳/ج ۱/ الفصل السادس من هو أحق بالامامة، مطبوعه کراچی. النهر الفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت. البحر الرائق ص ۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، طبعه ماجديه كوئٹه)

آجائیں اور امام سے معافی مانگیں فتنہ وتفرقہ برپا نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۱ھ

متولی کا امام کے علاوہ جمعہ کے لئے کسی اور کو آگے بڑھانا

سوال:۔ بموجودگیٔ مستقل امام صاحب جن میں تمام خوبیاں موجود ہیں حافظ قاری عالم حاجی وغیرہ، ایک خوش الحان آٹھ پاروں کا طالب علم سولہ سالہ متولی مسجد کی رائے سے امام صاحب کو رسمی اطلاع دی گئی کہ آج فرزند متولی صاحب یعنی خوش الحان آٹھ پاروں کا حافظ نماز پڑھائے گا نماز پڑھائی گئی۔ امام صاحب نے اجازت نہیں دی اور ان کا یہی کہنا ہے کہ کیا نماز جمعہ ادا ہوگئی کہ نہیں اور اقتدا درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ امام صاحب خود پیش کش کرتے تو دوسری بات تھی۔ امامت اس حالت میں مستقل امام مذکور ہی کی مقدم تھی[1] تاہم اقتداء صحیح ہو کر صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اب اس قضیے کو ختم کیا جائے آئندہ احتیاط کی جائے بات کو زیادہ نہ بڑھایا جائے ورنہ اس سے خلفشار پیدا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۷۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

محرم میں چندہ نہ دینے کی وجہ سے امام صاحب کی مخالفت

سوال:۔ زید جو حافظِ قرآن ہے، محرم کی رسم تعزیہ داری کے سلسلہ میں گاؤں والوں نے

---

[1] واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب اولىٰ بالإمامة مطلقاً الخ. شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الإمامة. عالمگیری ص ۸۳/ج ۱/ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالإمامة، مطبوعه کوئٹه. البحر الرائق ص ۳۴۷/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

چندہ مانگا تو زید نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کردیا کہ اس میں بہت سی ناجائز باتیں مثلاً باجہ وغیرہ ہوتے ہیں اس لئے میں شرکت نہ کروں گا۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نیاز فاتحہ دلائیں گے آپ چندہ دیجئے۔ حافظ جی نے کہا کھیل کود تعزیہ بند کردیجئے میں شریک ہو جاؤں گا مگر ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسموں کو بند نہ کریں گے۔ آپ کو خواہ مخواہ چندہ دینا پڑیگا۔ مگر حافظ صاحب انکار کرتے رہے۔ چنانچہ گاؤں والوں نے متفق ہو کر حافظ مذکور کے بارے میں بائیکاٹ کا فیصلہ کر کے گاؤں بھر میں منادی کرا کے حافظ صاحب کی سخت بے آبروئی کی اور بائیکاٹ کردیا، تو آیا بائیکاٹ بذریعہ منادی اور حافظ صاحب کی بے آبروئی صحیح ہے؟ اور ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

گاؤں والوں نے یہ سب کچھ خلافِ شرع اور گناہ کا کام کیا ہے[۱] ان کو توبہ لازم ہے[۲]۔ اگر اپنی عاقبت درست کرنا چاہتے ہیں تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے امام صاحب سے معافی مانگیں[۳]

---

[۱] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة رَضِیَ اللّٰهُ تعالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ بِحَسْبِ اَمْرٍ مِنَ الشَّرِ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِم کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ رواه مسلم (مشکوة شریف ص ۴۲۲/ کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲] ولم یختلف اهل السنة وغیرهم فی وجوب التوبة علیٰ أرباب الکبائر الیٰ قوله وعبارة المازری واتفقوا علیٰ أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور ولایجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة الخ (روح المعانی ص۲۳۶/ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرون. سورۂ تحریم آیت ۸، مطبوعه دارالفکر، بیروت)

[۳] وفی شرح المقاصد قالوا إن کانت المعصیة فی خالص حق اللّٰه تعالیٰ فقد یکفی الندم الی قوله وإن تعلقت بحقوق العباد لزم مع الندم، والعزم إیصال حق العبد او بدله إلیه إن کان الذنب ظلماً والإعتذار الیه إن کان إیذاءً الخ (روح المعانی ص۲۳۵/ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرون. سورة تحریم، تحت آیت۸، مطبوعه دارالفکر بیروت. شرح نووی علی مسلم ص۳۴۶/ج۲/ کتاب الذکر والدعاء الخ باب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی)

اور غلط رسموں کو بالکل بند کر کے حضور اکرم ﷺ کی سنت پر پابندی سے عمل کیا کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۴ھ

---

[1] التوبة ماستجمعت ثلاثة أمور : أن يقلع عن المعصية وأن يندم على فعلها وأن يعزم عزماً جازماً على أن لايعود إلى مثلها ابدا الخ (روح المعانی ص ۲۳۵/ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرون. سروة تحريم، تحت آيت ۸. شرح نووی على المسلم ص ۳۴۶/ج۲/ كتاب الذكر والدعاء باب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلی. قال فی المفهم (ای التوبة) فی اللغة الرجوع .. وفی الشرع الرجوع عما هو مذموم فی الشرع الى ماهو محمود فيه. المفهم ص۲۷/ج۷/ باب تجديد الإستغفار والتوبة الخ، مطبوعه دارابن كثير دمشق، بيروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہشتم : نیابتِ امام

امام بنانے کا حق کس کو ہے

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ملاں نامی ایک آدمی ہے جس کا کام ذبح، کفن ودفن کا ہے اور وہ کبھی ہر روز کی نماز اور عیدین کی نماز اور خطبہ نہیں پڑھی اور نہ پڑھائی ایسا رہنے پر بھی وہ کہتا ہے کہ عیدین کی نماز پڑھانے کا حق میرا ہی ہے اور اس میں جماعت کا کوئی حق نہیں میرا ہی واٹ ہے کر کے کلکٹر کی طرف سے فریب دیکر اپنا ہی واٹ لیکر آیا ہے اس لئے ہم جماعت والے کورٹ میں کام چلانے والے ہیں کہ پیش امام جماعت کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے یا کہ ملاں کی طرف سے اس بات میں حدیث اور دلیلوں سے خلاصہ ثابت کر کے ان کتابوں کے نام اور صفحہ درج کر کے آپ کے دستخط مع مہر کے ذیل میں تحریر کر کے بذریعہ ڈاک ارسال فرمادیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو ہر روز کی نماز پابندی سے نہ پڑھتا ہو وہ فاسق ہے۔ اسکو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ **وکرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامهٖ بالدین فتجب اهانتهٗ شرعاً فلا یعظم بتقدیمهٖ للامامةِ اھ** (مراقی الفلاح) **الکراهة فی الفاسق تحریمیة اھ** (طحطاوی[1] ص ۱۶۵)

---

[1] مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۵/ فصل فی بیان الاحق بالامامة (مصری). شامی زکریا ص ۳۹۹/ ج ۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. حلبی کبیر ص ۵۱۳/ فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

امام مقرر کرنے کا حق بانیٔ مسجد کو ہے۔ پھر اس کے خاندان والوں اولاد وغیرہ پھر اہل محلّہ کو لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے۔ البانی اولیٰ بنصب الامام والمؤذن وولد البانی وعشیرتہٗ اولیٰ من غیرھم بنی مسجداً فی محلة ونصب الامام والمؤذن فنازعه بعض اهل المحلة فی العمارة فالبانی اولیٰ مطلقاً وان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة ان کان مااختارہٗ اهل المحلة اولیٰ من الذی اختاره البانی فما اختاره اهل المحلة اولیٰ وان کانا سواء فمنصوب البانی اولیٰ اھ (الاشباہ[1] ص ۱۴۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۶۲ھ

نائب امام کی موجودگی میں کسی اور کی امامت

سوال:۔ محلّہ کے امام صاحب موجود نہیں لیکن وہ اپنا نائب کسی مقتدی کو بنا گئے اس نائب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کرانی کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لئے آگے نہیں بڑھنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اشباہ ص۱۰۴/ الفن الثانی، کتاب الوقف، طبع اشاعة الاسلام دهلی. المحیط البرهانی ص۱۳۹ج۹ کتاب الوقف، نوع آخر منه فی المسائل اللتی تعود الی قیم المسجد الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل. البحرالرائق کوئٹه ص۲۳۲/ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[2] وأعلم أن صاحب البیت ومثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقاً الخ (شامی مع الدر المختار ص۲۹۷/ج۲/ باب الإمامة، قبیل مطلب البدعة خمسة أقسام، مطبوعه زکریا دیوبند. البحرالرائق کوئٹه ص۳۴۷/ج۱/ باب الإمامة)

امام کے علاوہ دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حق

سوال:۔ امام جو مسجد میں مقرر ہوتے ہیں کیا ان کو شرعاً پورا حق ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بھی مصلیٰ پر کھڑے ہونے کی اجازت دیں یا نہ دیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو امام مقرر ہو اس کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کو مصلیٰ پر پہنچ کر نماز پڑھانے کی اجازت نہیں پس اگر کوئی آدمی کسی ایسی مسجد میں جا پہنچے جہاں روزانہ کا امام ہو اس کو چاہئے کہ روزانہ کے امام کے پیچھے ہی نماز پڑھے ہاں اگر خود ہی اس سے امامت کی درخواست کرے تو پڑھادے۔ **ولا یومّنّ الرجل الرجل فی سلطانه ولا یقعد فی بیتهٖ علیٰ تکرمتهٖ الا باذنهٖ رواه مسلم اھ** (**مشکوٰۃ** شریف[1] ص ۱۰۰) **واعلم ان صاحب البیت ومثلهٗ امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیره مطلقاً ای وان کان غیرهٗ من الحاضرین من هو اعلم واقرأ منه اھ**[2] **کذا فی الدر المختار ورد المحتار ص ۳۷۵/ج ۱۔** واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۳ھ

وقت ضرورت بلا اجازت کسی کو امام بنانا

سوال:۔ صبح یا عصر کی نماز کا وقت قریب الختم ہے اور پیش امام موجود نہیں مکان میں آواز

---

[1] فی حدیث ابی مسعود باب الامامة مشکوٰۃ ص ۱۰۰. کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة، شامی طبع بیروت وکراچی مطبوعه زکریا ص ۲۹۷/ج ۲.

دینے پر بھی نہیں آئے (نہ معلوم ضرورت کی بناء پر یا سستی کیوجہ سے) تو کسی پڑھے لکھے کو مقتدیوں کے آگے کرنے پر بلا اجازت امامت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام کی امامت استاد کی موجودگی میں!

سوال:۔ ایک شخص امام حافظ قاری مشروع وضع قطع میں نہایت نیک صالح استاذ ووالد وجملہ نمازی بہت خوش، ایک دن باصرار امام صاحب نے اپنے استاذ بزرگ بعمر ۷۰/سال سے نماز مغرب پڑھوادی دو تین مقتدیوں نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی (بسبب باطنی) کہیں اور جا کر مغرب کی نماز ادا کی بعد میں امام صاحب سے کہا کہ اپنے استاذ سے نماز نہ پڑھوایا کریں۔ اس کے بعد امام صاحب نے استعفاء دے دیا اور کہا میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ استاذ محترم شہر کی کسی بھی مسجد میں ہوتے ہیں ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ نماز یہی پڑھائیں تمام شہر عزت کرتا ہے اور میں ان سے نماز کے لئے نہ کہوں، میں برابر کہوں گا اگر یہ شرط منظور ہو تو نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں، امام صاحب نہیں چاہتے تھے کہ بغیر میری شرط منظور کئے نماز پڑھاؤں، برادری کے لوگوں نے امام کے والد پر دباؤ ڈالا اور والد نے اپنی برادری کی

---

[1] ان الامام اذا تاخر عن الصلاة تقدم غيره اذالم يخف فتنة وانكاراًمن الامام الخ. اوجز المسالک ص ۲۰۶/ ج۳/ باب الا لتفات والتصفيق عندالحاجة تحت حديث امامة ابی بکر رضی اللّٰہ عنه عندذهابه صلی اللّٰہ عيه وسلّم الی بنی عمرو الخ المكتبة الامداديه، مكه مكرمه. عمدة القاری ص ۲۱۱/ ج۳/الجزء الخامس، باب من دخل ليؤم الناس فجاء الامام الاول، ذكرما يستفاد منه من الأحكام، مطبوعه دارالفكر بيروت)

لاج رکھتے ہوئے نہ بیٹے کی شرط کی پرواہ کی نہ استاذ کی بے عزتی کی اور بیٹے کو مسجد میں لے جا کر خود مصلے پر کھڑا کر کے نماز پڑھوادی اور بعد میں والد نے نمازیوں سے معافی مانگی کہ بھائیو امام صاحب سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے اس کی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، امام صاحب والد کے آگے کچھ نہ کہہ سکے ایسی حالت میں جب کہ استاد کی بے عزتی کی گئی اور والد نے بھی برداشت کر لی تو ایسی حالت میں امام کو والد کی اطاعت واجب ہے یا استاذ کی بے عزتی گوارہ کرے اور استاذ کا ادب واحترام ختم کر دے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ تصور ہی غلط ہے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد نماز پڑھادے تو استاد کی بے عزتی ہوگئی، خاص کر جب کہ شاگرد کی درخواست پر بھی استاذ امام ہونا پسند نہ کرے۔ البتہ بلا وجہ شرعی دل میں رنجش رکھنا بہت برا ہے امام صاحب اگر فتنہ کو ختم کرنے کے لئے والد کا کہنا مانیں اور نماز پڑھادیا کریں تو اس میں نہ استاد کی بے عزتی ہے اور نہ اور کوئی گناہ ہے جو لوگ استاد سے رنجش رکھتے ہیں ان کو دل صاف کرنا ضروری ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] عن سعید بن المسیبؒ قال انس بن مالک قال لی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یَابُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اِنْ تُصْبِحَ اَوْتُمْسِیْ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غَشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا بُنَیَّ وَذَالِکَ مِنْ سُنَّتِیْ الحدیث (کتاب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة ترمذی شریف ص ۹۶ / ج ۲ / مطبوعہ بلال دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اے پیارے بیٹے اگر تو قدرت رکھتا ہے کہ صبح اور شام اس حال میں کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے میل کچیل نہ ہو تو ایسا کر لیا کر اور یہ میری سنت ہے۔ الخ

امام کا بضرورت کسی کو اپنا قائم مقام بنا دینا!

سوال:۔ کوئی شخص کسی مسجد میں امامت کرتا ہو اور ایک ماہ کے لئے کسی وجہ سے گھر جاتا ہو اور اپنی جگہ ایک شخص کو عارضی طور پر رکھ دیا اور باہم یہ معاہدہ ہوا تھا کہ تم جب تک گھر سے نہیں آؤ گے میں تمہاری جگہ پر کام کروں گا اس شخص کو اپنی جگہ پر رکھ کر چلا گیا اور کسی اہم معاملہ کے پیش نظر گھر سے تین چار روز کے بعد آئے اور گھر سے سابق امام نے عارضی امام کو اطلاع کر دیا کہ میں سخت پریشان ہوں انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آ رہا ہوں جواب میں عارضی امام لکھے کہ کوئی بات نہیں تم اپنی پریشانی کو دیکھتے ہوئے جلد آنے کی کوشش مت کرو میں آپ کی جگہ پر کام کر رہا ہوں تین چار روز کی تاخیر کر کے سابق امام آ جائے۔ اس کے بعد وہ عارضی امام اپنے قول سے پھر جائے اور ہٹ دھرمی پر اتر جائے کہ میں آپ کی مسجد اس حالت میں چھوڑ سکتا ہوں جب کہ ہمارے لئے کہیں مسجد کا انتظام کرو اس کے قول کے مطابق مسجد کا انتظام بھی کر دے اس کے باوجود بھی سابق امام کی جگہ کو جبری طور پر قبضہ کر لے اور ایک دو شخص کسی وجہ سے عارضی امام کی حمایت کرے اور قبضہ جمائے رکھے اور تین چار شخصوں میں ایک دوسرے کا کافی ہمدرد غمگسار ہو اور عارضی امام ان لوگوں میں دشمنی وانتشار پیدا کر دے حتی کہ اتنا تفرقہ ڈال دے کہ ایک دوسرے کی برائی کرنے پر اتر آئیں اور جو وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے اور طرح طرح کی برائیاں کر کے اتنا انتشار پیدا کر دے کہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو یہ کس کی علامت ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

اور ایسے امام کا مسجد میں رکھنا کیسا ہے اور جو عارضی امام کی حمایت کرے ان کے لئے کیا حکم ہے۔

اگر کوئی شخص انگریزی بال رکھتا ہو وہ شخص وقت ضرورت نماز پڑھائے تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ہم لوگ مجبوراً اسکے پیچھے نماز پڑھیں اور امام وقت پر نہ آتا ہو جب اس شخص سے وقت پر آنے کیلئے کہا جائے تو مندرجہ بالا اشخاص اسکی حمایت میں کہتے ہیں کہ کسی وقت بھی وقت پر نہ آئے تو ان کو کوئی نکال نہیں سکتا اور یہ لوگوں پر زور ڈالتا ہو، حتی کہ سنیما بیں کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے امام خود مجبور کرتا ہے۔

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

جب قدیم امام آ گیا تو عارضی امام کو مسجد چھوڑنا یعنی امامت سے علیٰحدہ ہونا لازم ہے[۱]، زبردستی قبضہ جمانا چھوڑنے کے لئے کوئی بھی شرط لگانا جائز نہیں اس کی حمایت کرنا بھی جائز نہیں۔

غلط حمایت کر کے تفرقہ ڈالنا تو بہت بڑا جرم ہے[۲] کسی کی بدگوئی بھی گناہ ہے[۳] امام صاحب کو لازم ہے کہ وقت کی پابندی کرے اگر اتفاقیہ طور پر دیر ہو جائے تو مقتدی لوگ کسی متبع سنت کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز ادا کرلیں[۴] یا امام صاحب بھی کسی اہل شخص کو اپنا نائب تجویز

---

[۱] عَلامة المُنافقِ ثَلاثٌ اذا حدَّثَ کَذِبَ واذا وَعَدَاَخْلَفَ واذا اُؤتمِنُ خَانَ (مشکوٰة شریف ص۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق، قبیل الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲] عن اوس بن شرحبیل انه سمع رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول من مشی مع ظالم لیقوّیه وهو یعلم انه ظالم فقد خرج من الإسلام (مشکوة شریف ص۴۳۶/۲/ قبیل باب الأمر بالمعروف، الفصل الثالث من باب الظلم) وعن حبیر بن مطعم قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لایدخل الجنة قاطع متفق علیه (مشکوة شریف ص۴۱۲/ج۲/ کتاب البر والصلة، قبیل الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۳] عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لیس المؤمن بالطَّعَانِ ولاالبذی راه الترمذی والبیهقی فی شعب الإیمان وفی اخری له والاالفاحش البذی (**مشکوة** شریف ص۴۱۳/ج۲/ باب حفظ اللسان والغیبة الخ، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم)

[۴] السابع عشر فیه تقدیم غیرا لإمام إذا تاخر ولم یخف فتنة ولاانکار من الإمام (عمدة القاری) ص۲۱۱/ج۳/ الجزء الخامس، باب من دخل لیؤم الناس فجاء الإمام الأول الخ ذکرمایستفاد منه من الأحکام، مطبوعه دارالفکر بیروت. أوجز المسالک ص۲۰۶/ج۳/ باب الإلتفات والتصفیق عن الحاجة، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

کردیں نااہل کوامام بنانا درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۱ھ

رمضان میں وتر کی امامت کون کرائے؟

سوال:۔ ہماری مسجد میں مقیم امام فاضلِ دارالعلوم دیوبند ہیں فرض نماز عشاء پڑھانیکے بعد تراویح حافظ صاحب جن کو رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لئے رکھا گیا ہے پڑھاتے ہیں۔ وتر جماعت کے لئے امامت کا مستحق امام مقیم ہے یا حافظ صاحب؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس امام نے عشاء کی فرض نماز پڑھائی، وتر بھی وہی پڑھائے[۲] لیکن اگر تراویح پڑھانیوالا وتر پڑھائے گا تب بھی درست ہے[۳] کوئی کراہت نہیں اس میں تنازع نہ کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۲ھ

---

[۱] مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه (أی الفاسق) کراهة تحریم (شامی زکریا ص ۲۹۹/ج۲/ باب الإمامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ باب الإمامة، الرابع فی الأولی بالإمامة، طبع لاهور)

[۲] وقد کان عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یؤمهم فی الفریضه والوتر وکان أبی یومهم فی التراویح کذا فی السراج الوهاج (عالمگیری ص ۱۱۶/ج۱/ الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

[۳] وتر کی جماعت کا امام جماعت فرض کے امام کا غیر ہوسکتا ہے (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۸/ج۴/ الباب الثامن فی الوتر والنوافل، فصل اول، مسائل وتر، مطبوعہ زکریا دیوبند۔ إمداد الاحکام ص ۲۱۸/ج۲/ فصل فی الوتر ودعاء القنوت، مطبوعه زکریا دیوبند)

امام صاحب نہ آئیں تو کیا نماز الگ الگ پڑھیں

سوال:۔ وقتی نماز کیلئے ہم تقریباً پچاس مسلمان مسجد شریف میں ہوتے ہیں۔ اگر بدقسمتی سے امام صاحب حاضر نہیں ہوتے تو ہم سب علیٰحدہ علیٰحدہ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس جماعت میں پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں۔ مگر یہاں کے مسلمان ایک دوسرے پر الزامات سچ کا جھوٹ لگاتے ہیں اوران پڑھے لکھے مسلمانوں کو قابلِ امامت نہیں سمجھتے کیا یہ مسلمان کا طریقۂ جائز ہے اور ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب امام صاحب کو کوئی ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے وہ جماعت کے وقت مسجد تشریف نہ لاسکیں تو ان کو چاہئے کہ کسی مناسب آدمی کو ہدایت کردیں کہ وہ نماز پڑھادے سب کا بلا جماعت نماز پڑھنا بڑی کوتاہی ہے[۱] اگر امام صاحب کسی کو تجویز نہ کریں تو نمازی خود ہی اپنے میں سے جو زیادہ اہل ہو اس کو امام بنا کر جماعت سے پڑھا کریں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۵ھ

بلا وجہ شرعی دوسرا امام بنانا

سوال:۔ سابقہ امام مسجد کے بجائے متولی اپنے برادر کو امام مسجد بنانا چاہتا ہے۔ حالانکہ

---

[۱] صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذِّ بسبع و عشرين درجة، متفق عليه (مشكوة شريف ص ۹۵/ج ۱/ كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[۲] واذا تعذر حضور الإمام فعلى المسلمين إقامة رجل منهم يقوم به الخ (عمدة القارى ص ۲۳۲/ج۳/ الجزء الخامس، باب إمامة المفتون والمبتدع، ذكر مايستفاد منه، مطبوعه دار الفكر بيروت)

سابق امام سے کم علم رکھتا ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب زیادہ علم والا امامت کا اہل موجود ہو تو اس کو امام بنانا افضل اور اولیٰ ہے بہ نسبت کم علم والے کے گو نماز دونوں کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو[۱]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو کہ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں اس شخص کے دادا مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور گورنمنٹ سے منظور شدہ قاضی تھے اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے اندر ان کاموں کو انجام دینے کی لیاقت تھی۔ اب قاضی صاحب تو مرحوم ہو چکے بہت مدّت ہوئی بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ اب ان مرحوم کے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہمارا خاندانی کام ہے۔ لہٰذا کسی کو اس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں اور نکاح میری موجودگی میں پڑھائے یہ دعویٰ انہوں نے کورٹ کے اندر کیا ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں کوئی اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے۔ اسلئے گاؤں کے لوگوں نے ملکر ایک حافظ عالم کو بلا لیا۔ لہٰذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پر قاضی صاحب کے پوتے نے دعویٰ کر

---

[۱] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة (شامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. شامی نعمانیه ص ۳۷۴/ج ۱. النهر الفائق ص ۲۳۹/ج ۱/ باب ا لإمامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مجمع الانهر ص ۱۶۱/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

دیا حالانکہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی نہیں۔ تو کیا امامت اور اس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امامت کا مستحق وہ ہے جو طہارت اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، متبعِ سُنّت، پابندِ شریعت ہو اگر مرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے۔ ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہو جاتی ہے کوئی نزاع نہ کیا جائے۔ اگر یہ صفات موجود نہ ہو تو محض سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے۔ کیوں کہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی بلکہ اہلیت سے ملتی ہے[1]۔ ایسی حالت میں ان کے لئے زیبا ہے کہ وہ مصلّٰی چھوڑ کر دوسرے ''اہل'' شخص کی امامت کے لئے تجویز پیش کریں۔ نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے۔ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہئے۔ نکاح مرد عورت خود بھی کر سکتے ہیں کسی اور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں۔ کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں[2]۔ لیکن جو شخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو، اس کے پاس رجسٹر ہو جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقتِ ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو اس کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے۔ مفاہمت کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔ کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوا لیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر

---

[1] والا حق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة ثم الاحسن تلاوة وتجويد اللقراءة ثم الاورع (شامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۴۳/ فصل فی بیان الأحق بالامامة، مطبوعه مصر. فتح القدير ص۳۴۸/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2] وينعقد بايجاب من الزوج او من الزوجة وقبول من الآخر الخ (سكب الانهر ص۴۶۷/ج ۱/ اول كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مجمع الانهر ص۴۶۸/ج ۱/ اول كتاب النكاح. شامی کراچی ص ۹/ج۳/ كتاب النكاح)

کرلیں کہ جو شخص قانونی تحفظ وپیش بندی کے لئے درج کرانا چاہے وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دے دے۔اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام اپنی عدم موجودگی میں متولی کو امامت سپرد کر گیا

سوال:۔امام مسجد کے متولی صاحب کو فرائض امامت سپرد کر گیا متولی صاحب حافظ نہیں ہیں مگر ایک بزرگ شخصیت ہیں صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند ہیں نیز نماز اور امامت کے مسائل ضروریہ سے بخوبی واقف ہیں۔ایک دینی ادارہ کو بھی اپنی کوشش سے چلا رہے ہیں۔یتامیٰ اور غرباء کی بھی ہر قسم کی امداد کرتے رہتے ہیں۔مقتدیوں میں ایک صاحب ہیں جو صرف حافظ قرآن ہیں متولی صاحب از راہ کسر نفسی امام کی عدم موجودگی میں ان کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں لیکن کبھی تو وہ کسل اور سستی کی وجہ سے اس درجہ تاخیر کر دیتے ہیں کہ دیگر مقتدیوں پر پریشانی ہوتی ہے اور کبھی صاف انکار بھی کر دیتے ہیں ایک شخص محلّہ میں ہے جو ہمیشہ کہتا رہتا ہے کہ امامت کے زیادہ مستحق متولی صاحب نہیں بلکہ وہ حافظ صاحب ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں خلفشار رہتا ہے کئی مرتبہ اس نے بے ہودہ پوسٹر بھی شائع کر دیئے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ جب کہ امام اپنی عدم موجودگی میں متولی صاحب کو منصب امامت سپرد کر گیا اور حافظ صاحب کا حال یہ ہے تو اس صورت میں امامت کا مستحق کون ہے؟ نیز اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جبکہ متولی میں امامت کی اہلیت پوری موجود ہے اور امام نے امامت متولی کے سپرد کی ہے

تو متولی صاحب امامت کے حقدار ہیں بلاوجہ ان کو بدنام اور ذلیل کرنا سخت مذموم اور قابل نفرت ہے[۱] جولوگ ان کو ذلیل کرتے ہیں ان کو توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے[۲]۔ متولی صاحب اگر کسی شخص کو کسی وقت امامت کے لئے آگے بڑھا دیں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/ ۸۸ھ

امام کے قریب اہل علم وفہم کو کھڑا ہونا چاہئے

سوال:۔ امام کے پیچھے علم دار بینا کھڑا ہونا چاہئے یا نابینا جاہل؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سب مقتدی امام کے پیچھے ہی کھڑے ہوتے ہیں البتہ امام کے قریب تو ایسے لوگ کھڑے ہوں جو علم رکھتے ہوں تاکہ اگر لقمہ دینے یا کسی اور اصلاح نماز کی ضرورت پیش آئے تو سہولت رہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] رجل ام قوما وهم له كارهون ان كانت الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة يكره له ذلك وان كان هو احق بالامامة لايكره (عالمگیری ص۸۷/ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من يصلح اماماً لغيره مطبوعه كوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۴۴/ فصل فی بيان الاحق بالامامة. الدرالمختار على الشامی زكريا ص۲۹۷/ج۲/ باب الامامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد)

[۲] واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة (روح المعانی ص۲۳۶/ج۱۵/ الجزء الثامن والعشرين. سورۂ لقمان تحت آيت۸، مطبوعه دارالفكر بيروت. نووی مع مسلم شريف ص۳۵۴/ج۲/ اول كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلی) (بقیہ آئندہ پر)

امامت میں کسی کو اپنا نائب بنا کر رخصت پر جانا

سوال:۔ امام صاحب بعض مرتبہ ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور امامت کے لئے دوسرا آدمی مقرر کر جاتے ہیں تنخواہ رخصت لینا پسند نہیں کرتے کیا امام صاحب اس طرح بغیر اجازت کے جاسکتے ہیں اور کیا ان کے پیچھے نماز درست ہوگی، کیا یہ فریب تو نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر وہ اپنا نائب ایسے شخص کو بنا دیتے ہیں جو امامت کے اوصاف رکھتا ہو تو امام صاحب کو پوری تنخواہ لینا درست ہے یہ فریب نہیں، کذا فی البحر الرائق[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] وینبغی ان یکون بحذاء الامام من هو افضل الخ (البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۵۲/ج ۱/ باب الامامة) ویصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لقوله علیه الصلاة والسلام لیلینی منکم اولوالاحلام والنهیٰ الخ (زیلعی ص ۱۳۶/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. النهر الفائق ص ۲۴۶/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

(صفحہ ہٰذا) [۱] استخلف الإمام خلیفة فی المسجد لیؤم فیه زمان غیبته لا یستحق الخلیفة من اوقاف الامامة شیئاً إن کان الإمام أم أکثر السنة اه وحاصله أن النائب لا یستحق من الوقف شیئاً لأن الاستحقاق بالتقریر ولم یوجد ویستحق الأصیل الکل (بحر کوئٹه ص ۲۳۱ ج۵ کتاب الوقف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل نہم : غلط خواں کی امامت

غلط خواں کی امامت

سوال:۔ اگر کوئی پیش امام قرآن شریف غلط پڑھے تو اس کے پیچھے انجان لوگوں کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں اگر کوئی عالم کہے۔ یہ شخص قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا اب وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نماز تو ہوجاتی ہے تو ان لوگوں کو پتہ لگ گیا اب ان لوگوں کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے معنیٰ بگڑ جاتے ہیں تو اس کے پیچھے بالکل اَن پڑھ لوگوں کو جن کو تین آیتیں بھی صحیح یاد نہیں نماز درست ہے[1] اور جس کو تین آیتیں صحیح یاد ہیں اس کی نماز درست نہیں[2] کسی صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے کہ جس سے سب کی نماز درست ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۶/۵۶ھ

---

[1] واما اقتداء امی بامیٍ .....فصحیح (طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۳/باب الامامة، طبع مصر. المحیط البرهانی ص ۱۸۲/ج۲/ باب الامامة، فصل فی نوادر الصلوة. عالمگیری کوئٹه ص ۸۵/ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من یصلح امام لغیره)

[2] لا یصح اقتداء القاری بامیٍ (طحطاوی ص ۲۳۳/ مصری. المحیط البرهانی ص ۱۸۲/ج۲/ فصل فی نوادر الصلاة علی هٰذا الاصل، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل. عالمگیری کوئٹه ۸۶/ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من یصلح امام لغیره)

غلط خواں کی امامت

سوال:۔ ایک امام ہے وہ کبھی تو حروف کو صحیح ادا کرتا ہے اور کبھی غلطی کرتا ہے۔ تو جہری نماز میں تو پتہ لگ جاتا ہے لہٰذا غلطی کے موقعہ پر مقتدی اعادہ کر لیتا ہے مگر سرّی نماز میں پتہ نہیں لگتا تو اس کی اقتداء کرے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس کو اس طرح غلط پڑھنے کی عادت ہے تو اس کے علاوہ دوسرے کو امام بنایا جائے جو بالیقین صحیح پڑھنے کا عادی ہو[1] اور اس کے پیچھے جو نماز سرّی یا جہری پڑھی ہو تو جب تک اس میں ایسی غلطی کا علم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کی نماز کو صحیح کہا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲/۹/۶۴ھ

غلط خواں کی امامت

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک لڑکا پندرہ سال کا حافظ ہو گیا ہے لیکن دینیات ومسائل سے بالکل واقفیت نہیں، نہ تو قرآن صحیح پڑھنے کی کسی مولوی حافظ قاری نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ایسے لڑکے کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة و تجويداً للقراء ة ثم الاورع (تنوير الابصار مع الشامی نعمانيه ص۳۷۴/ج ۱ . شامی کراچی ص۵۵۷/ج ۱/ قبل مطلب البدعة خمسة، باب الامامة. المحيط البرهانی ص۱۷۷/ج۲/ الفصل السادس فی بيان من احق بالامامة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل. تاتارخانيه كراچی ص ۶۰۰/ج ۱/ اما الكلام فی بيان من هو احق بالامامة)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ابھی وقت کافی ہے۔ طہارت ونماز کے ضروری مسائل تعلیم الاسلام وغیرہ معتبر کتابوں کے ذریعہ اس کو پڑھادیئے جائیں اور کسی حافظ صاحب سے دریافت کرلیں کہ وہ صحیح پڑھتا ہے۔ یا پھر اس کے پیچھے تراویح میں قرآن کریم سن لیا جائے، صحیح نہ پڑھتا ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور ایسے شخص کے پیچھے تراویح پڑھیں جو صحیح پڑھتا ہو۔

''قال الامام اذا کان امامهٔ لحّاناً لا بأس بان یترک مسجدهٔ ویطوف'' لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرست خوان''۔(فتاوی عالمگیری[1] ص ۱۱۶/ج ۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۰ھ

غلط خواں کی امامت

سوال:۔ نماز کے اندر امام سے اگر قراءت کی اس قسم کی غلطیاں واقع ہوں کہ بجائے زیر کے زبر پڑھ جائے، یا جہاں الف ہے الف کو نہ پڑھے یا بیچ میں لفظ کے سانس توڑ دے کہ لفظ کٹ جائے جیسے میت کی یاء کے زیر کو زبر پڑھے یا فی دین اللہ میں الف نہ پڑھے۔ ابائنا میں الف نہ پڑھے بلکہ ابائن پڑھے۔ اس قسم کی غلطیاں ہونے سے نماز صحیح ہوجائیگی یا نہیں؟ اگر صحیح ہوگی تو بلا کراہت یا با کراہت، اس شخص کو امام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ان مواقع میں یہ غلطیاں کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی البتہ کراہت آگئی لیکن ہر جگہ کی

---

[1] فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۶/ج ۱/ فصل فی التراویح، طبع کوئٹہ. تاتارخانیہ کراچی ص۶۶۰/ج۱/ نوع آخر بیان **القراءة** فی التراویح. قاضیخان علی الهندیة ص۲۳۸، ۲۳۹/ج ۱/ فصل فی مقدار القراءة فی التراویح. حلبی کبیر ص۴۰۷، ۴۰۸/ بحث التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

غلطی کا یہ حکم نہیں۔ بلکہ بعض جگہ ایسی غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ فسادِ نماز کا مدار معنیٰ کی خرابی پر ہے[۱]۔ اگر صحیح طور پر قراءت کرنے والا امام متبع شریعت اور مسائل سے واقف میسر آجائے تو اس کو امام بنالیا جائے[۲] یا کم از کم اتنی مدت کے لئے دوسرا امام رکھ لیا جائے کہ موجودہ امام قراءت کی مشق کر کے صحیح پڑھنے لگے اور قواعد قراءت سے واقفیت حاصل کر لے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور،

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۶۴ھ

غلط خواں کی امامت

سوال:۔ ایک مسجد میں ایسا امام ہے جو قرآن کو صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے حتی کہ تلفظ میں غلطی کرتا ہے، تجوید تو درکنار ہے، ایسے امام کے پیچھے ایک تجوید جاننے والے اور صحیح تلفظ ادا کرنے والے کی نماز جائز ہوگی؟

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص مایجوز بہ الصلوٰۃ قراءۃ پر قادر نہ ہو اس کے پیچھے اس کی نماز درست نہیں، جو مایجوز بہ الصلوٰۃ پر قادر ہو[۳] اس امام کو چاہئے کہ سورۂ الحمد اور کم از کم ایک سورہ کو اتنا صحیح

---

[۱] ماغیر المعنی تغییراً یکون اعتقادہٗ کفراً یفسد فی جمیع ذٰلک (شامی نعمانیہ ص ۴۲۴/ج ۱. شامی کراچی ص ۶۳۱/ج ۱/ مسائل زلۃ القاری. المحیط البرھانی ص ۷۲/ج ۲/ الفصل الخامس فی حذف حرف من الکلمۃ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل. عالمگیری کوئٹہ ص ۸۱/ج ۱/ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)

[۲] الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوۃ ثم الاحسن تلاوۃً وتجویدا للقراءۃ الخ، (شامی کراچی ص ۵۵۷ ج ۱ باب الامامۃ، قبیل مطل البدعۃ خمسۃ اقسام).

[۳] لا یصح اقتداء القاری بامی (طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۳/باب الامامۃ، (بقیہ آئندہ پر)

طور پر مشق کرلے کہ تلفظ صحیح ہو جائے اور نماز درست ہو سکے جب تک ایسی مشق نہ کرے امامت نہ کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

غلط خواں امام کے پیچھے نماز

سوال: ۔آج کل مساجد کے پیش امام حضرات قرآن شریف نماز کی حالت میں غلط پڑھتے ہیں مثلاً کہیں الف زیادہ کردیتے ہیں یا کہیں سے حذف کردیتے ہیں اور بھی دوسرے حروف کسی دوسرے حرف کی جگہ پڑھ دیتے ہیں قریب المخرج ہونے کی وجہ سے حتیٰ کہ سورۂ فاتحہ میں غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کے (ض) کو ادا کرنے میں ایسا تکلف برتتے ہیں کہ وہ (د) کی آواز معلوم ہوتی ہے جو نہ دال ہی میں شمار ہوسکتا ہے نہ ضاد میں ان تمام صورتوں میں نماز کا کیا حکم ہے صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسی غلطی کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے یا تنہا نماز جو بھی صورت اختیار کی جائے مع دلائل از قرآن وسنت کی جائے یا کتاب وسنت سے مستنبط اصول کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

علم کی کمی اور غلبۂ جہل کی وجہ سے فقہاء نے بہت سے مسائل میں تسہیل فرمائی ہے ان

(گذشتہ کا بقیہ) مطبوعہ مصر. المحیط البرھانی ص ۱۸۲/ج۲/ فصل فی نوادر الصلاۃ علی ھٰذا الاصل، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل. تاتارخانیہ ص ۶۰۶/ج ۱/ واما بیان من یصلح امام لغیرہ. مجمع الانھر ص۱۶۸/ج ۱/ فصل فی الجماعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(صفحہ ہٰذا) [1] وحفظ فاتحۃ الکتاب و سورۃ واجب علی کل مسلم ویکرہ نقص شئی من الواجب الخ (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۸/ج۲/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی الفرق بین فرض العین الخ. سکب الانھر علی مجمع الانھر ص۱۵۸/ج ۱/ فصل فی الجماعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. حلبی کبیر ص۴۹۵/ امالقراءۃ خارج الصلاۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

میں زلۃ القاری بھی ہے اعراب وحروف کی ادائیگی میں تغیر ہونے کی وجہ سے معنیٰ کو درست کرنے کی بہت کوشش کی اور دور دور کی تاویل کر کے نماز کو فساد سے بچایا ہے[1] پس اگر کسی غلطی کی وجہ سے معنیٰ بگڑ جائیں اور درست نہ ہوسکیں تو فساد نماز کا حکم ہوگا اگر صحیح پڑھنے والا موجود ہو تو ایسی صورت میں غلط پڑھنے والے کو امام ہرگز نہ بنایا جائے ورنہ معنیٰ بگڑ کر نماز فاسد ہوجائے گی صحیح پڑھنے والے لائق امامت کو امام بنایا جائے اور سب نمازی مل کر اس کی فکر کریں۔ بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے کہ نماز جیسی عبادت کے واسطے بھی غلط پڑھنے والا امام ہو جو صحیح ترجمانی بھی نہ کر سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۱۹ھ

قواعد تجوید کی رعایت نہ کرنے والے کی امامت

سوال:۔ اگر کسی کی ادائیگی مع جمع صفات کے نہیں ہوتی حالانکہ وہ حتی الامکان کوشش کے ساتھ ادا کرنا چاہتا ہے اور یقین بھی ہے کہ باقواعد تجوید ادا کر رہے ہیں مگر مقتدیوں کو ٹھیک سمجھ میں نہیں آتی ہے اس صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس سے بہتر امامت کے لائق قواعد تجوید کی رعایت کرنے والا دوسرا شخص موجود ہو تو

---

[1] والقاعدة عند المتقدمين ان ماغير المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً يفسد فى جميع ذٰلك سواء كان فى القران اولا.....واما المتاخرون فاتفقوا علىٰ ان الخطاء فى الاعراب لا يفسد مطلقاً ولواعتقادهٗ كفراً وان كان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهما بلا كلفة فاتفقوا على انه مُفسِدٌ وان لم يكن الابمشقة فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ (ملخصاً شامى كراچى ص ۶۳۱/ج ۱، مسائل زلة القارى، هندية ص ۷۹/ج ۱/ الفصل الخامس فى زلة القارى. خانيه ص ۱۳۹/ج ۱/ فصل فى قراء ة القرآن خطأ الخ)

اس کی امامت اولیٰ ہے[1] اور نماز شخص مذکور کے پیچھے بھی درست ہے جب تک نماز میں کوئی مفسد صلوٰۃ غلطی نہ کرے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،

صحیح: عبداللطیف ۲۹/ربیع الاول ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۳/۵۶ھ

جو شخص ''ق'' اور ''ک'' کو صحیح ادا نہ کرے اس کی امامت

سوال:۔ اگر ایک شخص حافظ ہے مگر وہ مخارج اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا مثلاً 'ق' کی جگہ ک اور 'ک' کی جگہ 'ق' پڑھ جاتا ہے اور بعض جگہ 'ق' کی جگہ 'ق' بھی پڑھ دیتا ہے اور وہ اپنے مخارج درست کرنے کی کوشش نہیں کرتا کیا اس کے پیچھے نماز ہوجائیگی جب کہ وہ مقابر کی جگہ مکابر اور یقدر اللیل کی جگہ یکدر اللیل پڑھ جاتا ہے، مستقیم کی جگہ مستکیم، علیٰ ھذا القیاس جن سے معنیٰ بدلنے کا خوف ہوتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس سے بہتر شخص امامت کے لائق قرآن کریم کو صحیح پڑھنے والا موجود ہو تو اس غلط پڑھنے والے کو امام بنانا درست نہیں اس کو علیحدہ کرکے دوسرے کو امام بنایا جائے کہ مخارج صحیح

---

[1] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقراءة (تنوير الابصار مع الشامي نعمانيه ص ۳۷۴/ج ۱. شامی کراچی ص ۵۵۷/ج ۱/ قبل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. مجمع الانهر ص ۱۶۱، ۱۶۲/ج ۱/ فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحر الرائق كوئٹه ص ۳۴۷/ج ۱/ باب الامامة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ۲۴۲، ۲۴۳/ فصل فی بيان الاحق بالامامة)

نہ ہونے کی بناء پر معنیٰ بگڑ کر نماز فاسد ہونے کا قوی اندیشہ ہے[۱] اور اس کے ذمہ واجب ہے کہ مخارج کی تصحیح میں کوشش کرے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

لحن خفی کرنے والے کی امامت

سوال:۔ زید جامع مسجد شریف میں امام اور خطیب ہے نیز طرہ باز ہے۔ صافہ کے بالائی طرہ کو نکال کر رکھتا ہے۔ قرأت میں بعض آیات کو غیر معمولی طور پر بہت طول دے کر پڑھتا ہے اور اس کو وہ اپنی خوش الحانی پر محمول کرتا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الف کو بہت لمبا کرتا ہے راگ کی صورت میں لے جاتا ہے۔ اور اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے علیہ کو بہت لمبا کرتا ہے اور ولا الضالین امین کو مختصر کر دیتا ہے غرض قرأت میں اکثر حروف کو بلا ضرورت طول دے کر دیگر راگ کی صورت میں کرتا ہے ایسی صورت میں امام کی اقتداء میں نماز جائز ہے؟ اگر علماء کرام اس کی کراہت کا فتویٰ صادر فرمائیں تو کراہت کی تشریح ضرور فرمائی جائے۔ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے۔

---

[۱] ماغیر المعنیٰ تغییراً یکون اعتقادہٗ کفراً یفسد فی جمیع ذلک (شامی نعمانیہ ص ۴۲۴/ ج ۱/ مسائل زلۃ القاری. شامی کراچی ص ۶۳۱/ ج ۱. عالمگیری کوئٹہ ص ۸۱/ ج ۱/ الفصل الخامس فی زلۃ القاری. المحیط البرھانی ص ۷۲/ ج ۲/ الفصل الخامس فی حذف حرف من الکلمۃ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[۲] تصحیح الحروف امر لازم لابدمنہ ولاتصیر قراءۃ الابعد تصحیح الحروف. تاتارخانیہ کراچی ص ۴۴۳/ ج ۱/ فصل فی القراءۃ. المحیط البرھانی ص ۳۸/ ج ۲/ فصل فی القراءۃ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۲۸/ ج ۲/ باب الامامۃ، مطلب فی الالثغ)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام تمام نمازیوں میں ایسا ہونا چاہئے کہ جو سب سے زیادہ مسائل نماز سے واقف۔ قرآن کریم صحیح پڑھنے والا ہو۔ متبع سنت ہو[۱]۔

اگر مسائل نماز سے واقف نہ ہو قرآن کریم غلط پڑھتا ہو، پابند سنت وشریعت نہ ہو تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[۲]۔

صورت مسئولہ میں امام کی جو غلطی تحریر کی ہیں وہ لحن خفی کے درجہ میں ہیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی خفیف کراہت پیدا ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کسی صحیح پڑھنے والے قاری صاحب سے کچھ مشق کرلیں۔ قرآن کریم کو گا کر راگ کیساتھ گانے کے قواعد کے موافق پڑھنا جائز نہیں۔ خوش الحانی کے ساتھ تمام حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور اخفاء، اظہار، ادغام، مد وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے قواعد تجوید کے موافق پڑھنا مطلوب وثواب ہے[۳]۔

---

[۱] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة للقراء ة ثم الاورع الخ ثم الاسن الخ (تنوير الابصار شامی جلد ۱ /ص ۳۷۴/ نعمانيه، باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام. النهرالفائق ص ۲۳۹/ ج ۱ / باب الامامة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. بدائع الصنائع زكريا ص ۳۸۸/ ج ۱ / فصل فی بيان من هو احق بالامامة الخ)

[۲] ويكره امامة عبد واعرابی وفاسق ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی واٰكل الرّبوا الخ (شامی ص ۳۷۶/ ج ۱ / نعمانيه، باب الامامة. البحرالرائق كوئٹه ص ۳۴۸/ ج ۱ / باب الامامة. مجمع الانهر ص ۱۶۳ / ج ۱ / فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالكتب العميه بيروت)

[۳] ان القراءة بالالحان اذا لم تغير الكلمة من وضعها ولم يحصل بها تطويل الحروف حتیٰ لا يصير الحرف حرفين بل مجرد تحسين الصوت وتزئين القرأة لا يضر بل يستحب عندنا فی الصلاة وخارجها كذا فی التتارخانيه شامی ص ۴۲۴/ ج ۱ / نعمانيه ديوبند، قبيل مسائل زلة القاری، باب مايفسد الصلاة. تاتارخانيه كراچی ص ۵۰۰/ ج ۱ / الفصل السادس عشر فی التغنی بالقرآن والالحان. المحيط البرهانی ص ۸۱/ ج ۲ / الفصل السادس عشر فی التغنی بالقرآن والالحان، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اگر معمولی اشباع ہوتا ہے تو فاسد نہیں ہوگی۔ جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے اور اگر 'الف' یا 'واؤ' میں ایّاک کے علاوہ بھی اشباع کرتے ہیں جیسے نعبد، الحمد، وغیرہ میں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے[1]۔

سعید احمد غفرلہ ۱۹/۲/۶۶ھ

بے علم غلط پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ ہمارے گاؤں کے امام صاحب عید الفطر کی نماز پڑھا کر بخوشی اپنے گھر چلے گئے ان کے جانے کے بعد امام کی ضرورت ہوئی گاؤں میں ایک شخص کے یہاں ایک ملا عرصہ تین ماہ سے مقیم تھا جو درزی کا پیشہ کرتا ہے۔ نام کا ملا ہے قرآن شریف وعربی غلط پڑھتا ہے یعنی کم علم ہے اس شخص کے اور قریبی رشتہ دار ہیں جنہوں نے آپس میں اتفاق کر کے بغیر گاؤں والوں کے مشورہ کے اس ملا کو کہا کہ تم مسجد میں بیٹھ جاؤ اور وہیں کپڑے سیا کرو۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہم ایسے ناعلم آدمی کو نہیں رکھتے کسی عالم کو رکھنا چاہئے تاکہ دین کی تلقین کرے ایسے آدمی کو نہیں رکھنا چاہئے کہ جو خود بھی واقفیت نہ رکھتا ہو۔ دوسرے جمعہ کی نماز ان کے پیچھے پڑھی گئی جو قرآن شریف پڑھے ہوئے ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ ایسے آدمی کو نہیں رکھتے کہ جو خود غلط پڑھتا ہے ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی دوسرے آدمی کا

---

[1] منها القراء ة بالحان ان غير المعنى و الا لا وفى الشاميه الا فى حرف مد و لين ان فحش فانه يفسد الخ (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۹۲،۳۹۳/ ج ۲/ باب مايفسد الصلاة الخ قبيل مطلب مسائل زلة القارى. تاتارخانيه كراچى ص ۵۰۰/ ج ۱/ الفصل السادس عشر فى التغنى بالقرآن)

انتظام رکھنا چاہئے۔ مگر جن لوگوں نے ان کو رکھا تھا اس بات کو برا سمجھا اور اس ضد پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ ہم اسی آدمی کو امام رکھیں گے چاہے تم ان کے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔ اس بات سے گاؤں میں بہت زیادہ مخالفت ہوگئی ہے مگر ملا نے آج تک کسی سے نہیں کہا کہ تم سلوک کر کے رکھتے ہو تو رکھو ورنہ میں نہیں رہتا متواتر رہ رہا ہے گاؤں میں آدھے سے زیادہ آدمی مخالف ہیں مگر یہ لوگ کمزور ہیں غریب ہیں اور جن آدمیوں نے رکھ رکھا ہے اچھی حالت میں ہیں اور پوری ضد پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ آدمی ایک ذات کے ہیں اس واسطے انہیں زعم ہے۔ مخالفوں نے کہا اگر ہم ملا کے ساتھ ضد کرتے ہیں تو تم کسی عالم کو بلا کر امتحان کر لو اگر وہ یہ کہے کہ یہ صحیح پڑھتا ہے تو رکھنا ورنہ نکال دینا، صحیح پڑھنے والے کے پیچھے ہم بخوشی نماز پڑھیں گے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو نہیں بلاتے اور تمہارے لئے غلط پڑھتا ہوگا ہمارے واسطے تو یہی قاری ہے کیونکہ وہ سب آدمی جاہل، علم دین سے بالکل ناواقف ہیں کوئی بچہ آج تک بھی واقف نہیں ہے۔ دوسرے فریق میں چند آدمی دین کی باتوں سے واقف ہیں اور نمازی بھی زیادہ ہیں دوسرے فریق کے مقابلہ میں شریعت ایسے امام کو مسجد میں رہنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ اگر امام صاحب الگ ہو جائیں تو گاؤں کی مخالفت کا خاتمہ ہو جاتا ہے صرف انہیں کا یہ مبارک اثر ہو رہا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص قرآن غلط پڑھتا ہے جس سے کہ معنیٰ خراب ہو جاتے ہیں اور صحیح نہیں پڑھ سکتا اس کی امامت ناجائز ہے[1]۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو مُلّا مذکور کو امامت سے علیٰحدہ کر کے دوسرے صحیح پڑھنے والے امامت کے اہل کو امام مقرر کرنا ضروری ہے[2] جو لوگ غلط پڑھنے والے کی امامت

---

[1] انه بعد بذل جهده دائماً حتماً كالامى فلا يوم الامثله ولا تصح صلاته اذا امكنه الاقتداء بمن يحسنهٗ اوترک جهده الخ (شامی کراچی ص ۵۸۲/ج ۱/ مطلب فی الالثغ، باب الامامة.

[2] تقدم تخريجه.

پر باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے اصرار کرتے ہیں اور صحیح پڑھنے والے امامت کے اہل کے موجود ہوتے ہوئے اس کو امام نہیں بناتے وہ گنہگار ہیں[۱] ان کو اپنے اصرار سے رکنا اور توبہ کرنا ضروری ہے اگر ملا مذکور کو علیحدہ کرنا دشوار ہو اور اس میں فتنہ اور تفرقہ ہوتا ہو تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اس ملا کو چند صورتیں صحیح یاد کرادیں اور ضروری روزمرہ کے پیش آنے والے نماز کی صحت وفساد کے مسائل بھی سکھادیں اور آپس میں جھگڑا اور تفرقہ نہ ڈالیں کہ یہ بہت خرابی کی چیز ہے[۲] اگر ملا بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ میں واقعی قرآن شریف غلط پڑھتا ہوں جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کو امامت کرنا سخت گناہ ہے تمام نمازیوں کی نماز کا بار اس کے ذمہ رہے گا اسلئے خود چاہئے کہ امام نہ بنے[۳] اگر دوسرے لوگ جبراً قہراً امام بنائیں اور اسے انکار ممکن نہ ہو تو اسے چاہئے کہ سب مقتدیوں سے کہدے کہ میں قرآن شریف غلط پڑھتا ہوں جس سے سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے تم سب بھی گنہگار ہوتے ہو اور میں بھی گنہگار ہوتا ہوں یا تو مجھے بالکل امام مت بناؤ یا میں پہلے چند سورتیں صحیح کرلوں تاکہ نماز صحیح ہو سکے اس کے بعد امام بنانا۔

مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر سینا بھی ناجائز ہے مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ بیٹھ کر سینا چاہئے۔[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] لوقدموا فاسقاً (قلت وكذا من لا تصح امامته) ياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله في الاتيان بلوازمه فلايبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماينافيها (شرح منيه المصلى ص۵۱۳/ فصل الامامة الاولى بالامامة، طبع لاهور. شامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ باب الامامة)

[۲] ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم سورۂ انفال آیت ۴۶.

[۳] وكذا يخلعه نفسه لعجزه عن القيام بمصالح المسلمين وان لم يكن ظاهراً بل استشعره من نفسه (شامی کراچی ص۲۶۴/ج۴/ مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل، باب البغاة، كتاب الجهاد)

[۴] الخياط إذا كان يخيط في المسجد يكره (عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۰/ج ۱/ كتاب الصلوة، قبيل الباب الثامن)

اگر اس سے غلط پڑھنے کی چند مثالیں بیان کر دی جائیں تو اچھی طرح انداز ہو جائے کہ ایسی غلطی سے نماز صحیح ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ذی الحجہ ۵۶ھ

غیر پابند شرع غلط خواں سزا یافتہ کی امامت

سوال:۔ ہماری مسجد کے امام صاحب قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے ہیں جبکہ قاریٔ قرآن کے لئے قواعدِ تجوید سے واقفیت ضروری ہے وہ بالکل خلافِ تجوید پڑھتے ہیں۔ اکثر مجہول پڑھتے ہیں اور تلفّظ بھی صحیح نہیں ہے۔ حروف بدل دیتے ہیں جیسے "عین الیقین "کی جگہ این الیقین '' کیا ایسے حرف کے بدلنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ چند حضرات ان کے پیچھے اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہیں جو کہ فتنہ بازی و پارٹی قائم ہونے کا سبب ہے۔ امام صاحب میں پابندیٔ شرع نہیں ہے۔ وہ جب امامت سے الگ ہوتے ہیں تو پابندیٔ جماعت تو بڑی چیز ہے پابندیٔ نماز بھی نہیں کرتے۔ گھر میں پردہ نہیں ہے، بیوی رفعِ حاجت کے لئے جنگل جاتی ہے، امام صاحب ناظرہ خواں ہیں، مسائل نماز سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ جو شخص قانون کی خلاف ورزی کر کے ایک مدت جیل میں رہا ہو، اس کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر اس شخص کے مقابلہ میں کوئی فن تجوید سے واقف ہو، دارالعلوم دیوبند مظاہر علوم سہارنپور سے سند یافتہ ہو اور حافظ بھی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہئے جو صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، مسائلِ طہارت ونماز سے واقف ہو، پابند شریعت ومتبعِ سنت ہو، اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو[1]، موجودہ

امام کی جو غلطیاں سوال میں لکھی ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے[۲]۔ جیسے سورۂ القارعہ میں ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پر فَاُمُّهٗ هَاوِيَة کا مرتب کرنا فن تجوید اور قواعد عربیہ سے متعلق جو غلطیاں لکھی ہیں عموماً فقہاء ان کی وجہ سے نماز فاسد قرار نہیں دیتے۔[۳] لیکن جب دوسرا آدمی اوصافِ امامت سے متصف موجود ہو تو اس کو ہی امامت کے لئے کیوں نہ تجویز کرلیا جائے مگر اس کا خیال رہے کہ جو کچھ کیا جائے للّٰہیت سے کیا جائے، کسی دوسرے جذبہ سے نہ ہو اور باہمی مشورہ سے کیا جائے[۴] تاکہ فتنہ برپا نہ ہو۔ قلوب کا حال اللہ پاک کو خوب معلوم ہے مجرم اگر سزا پاکر اپنی اصلاح کرلے تو اس کو ہمیشہ کے لئے مجرم قرار دینا اور اس کے

---

[۱] والاحق بالامامة تقديماً بل نصباً الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوةً و تجويداً للقراء ة ثم الاورع اى الاكثر اتقاءً للشبهات (شامی کراچی ۵۵۷/ ج ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة)

[۲] ولو لم يقف ووصل قال عامة المشائخ تفسد صلاته لانه اخبر بخلاف ما اخبر اللّٰه تعالىٰ به (كبيرى ص۴۸۷/ زلة القارى، طبع كراچى. فتاوىٰ عالمگيرى ص ۸۰/ج ۱/ الفصل الخامس فى مسائل زلة القارى ومنها ذكر اٰية مكان اٰية، طبع دارالكتاب ديوبند)

[۳] وامّا الخطأ فى الاعراب اذا لم يغير المعنى لاتفسد الصلاة عندالكل ..... وان غير المعنىٰ تغيراً فاحشاً ..... ممالو تعمد به يكفر اذا قرأ خطأ فسدت صلاته فى قول المتقدمين ..... قال محمد بن مقاتل وابو نصر محمد بن سلام ..... لاتفسد صلاته و ماقاله المتاخرون اوسع لان الناس لايميزون بين اعراب واعراب فلاتفسد الصلاة (فتاوىٰ قاضيخان فصل فى قراء ة القرآن خطأ ص ۱۳۹/ ج ۱/ طبع دارالكتاب ديوبند. فتاوى عالمگيرى ص ۸۱/ ج ۱/ منها اللحن فى الاعراب، الفصل الخامس فى زلة القارى. شامى كراچى ص ۶۳۱/ ج ۱/ مطلب مسائل زلة القارى، باب الامامة)

[۴] اخرج عبد بن حميد والبخارى فى الادب وابن المنذر عن الحسن قال ماتشاور قوم قط الاهدوا وارشد امرهم (روح المعانى ص ۷۱/ج ۱۴/ شورى ۳۸/ دارالفكر بيروت. الجامع لاحكام القران ص ۳۵/ج ۸/ دارالفكر بيروت. تفسير ابن كثير ص ۱۷۸/ج ۴/ مكتبه تجاريه مكة المكرمه)

ساتھ مجرم جیسا معاملہ کرنا اوراس کو عار دلانا درست نہیں، اس پر حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص ایسے آدمی کو عار دلائے گا مرنے سے پہلے خود اس کو بھی اس جرم میں مبتلا ہونا پڑیگا۔[1] نستغفر اللّٰہ۔

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ امام صاحب سے درخواست کی جائے کہ آپ کا یہ منصب (امامت) جلیل القدر منصب ہے۔ آپ قرآن کریم کو صحیح کرلیں تا کہ دوسروں کی نماز خراب نہ ہو۔ سارے مقتدیوں کا بوجھ امام کے سر ہوتا ہے اور جو بھی باتیں قابلِ اصلاح ہوں ان کی ابھی اصلاح کریں۔ اس مقصد کے لئے آپ چھٹی لے لیں۔ پھر بعد اصلاح اپنی جگہ واپس آجائیں۔ اگر امام صاحب تسلیم کرلیں تو بہتر ہے ورنہ ادب واحترام کے ساتھ ان کو سبکدوش کرکے دوسرے آدمی کو جس میں اوصافِ امامت موجود ہوں امام تجویز کرلیا جائے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۹/۱۸ھ

صحت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ جو شخص قرأت صاف صحت کے ساتھ نہ پڑھا سکے یعنی اَ اور عَ تَ اور طَ ثَ اور سَ حَ اور ہَ اور ضَ، ذ، ز، ظ میں فرق نہ کرے تو ایسے امام کی اقتداء کرنی درست ہے یا

---

[1] فی حدیث معاذ مرفوعاً من عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِى مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ رواه الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۱۴/ باب حفظ اللسان، طبع یاسر ندیم دیوبند)

[2] وتفسخ الاجارة بالاعذار عندنا ..... وهو عجز العاقد عن المضی فی موجبه الّا بتحمل ضررٍ زائدٍ لم يستحق به وهذا هو معنى العذر عندنا (هدایه ص ۳۱۵/ ج۳/ باب فسخ الاجارة، کتاب الاجارات، مکتبه تهانوی دیوبند. فتاوی عالمگیری ص ۴۵۸/ ج۴/ الباب التاسع عشر فی فسخ الاجارة بالعذر، طبع دارالکتاب دیوبند. شامی کراچی ص ۷۶/ ج۶/ باب فسخ الاجارة، کتاب الاجارة)

نہیں اور اگر بعض لوگ بستی والے ایسے امام کو رکھیں تو ان کا گناہ امام پر یا بستی والوں پر ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس سے بہتر مسائل سے واقف قرآن صحیح پڑھنے والا متبع سنت ہے تو اس کو امام بنانا چاہئے اور امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو[1]۔ اگر اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود نہ ہو بلکہ سب اسی طرح پڑھنے والے ہیں تو پھر اس کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں[2]۔ لیکن تصحیح حروف کی کوشش بہر حال لازم ہے جس کا تارک گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنے والے کی امامت

سوال:۔ ایک شخص صفِ اولیٰ میں بیٹھنے کے باوجود تکبیر اولیٰ کی پرواہ نہیں کرتا، تسبیحات میں لگا رہتا ہے اور سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرتا ہے۔ نیز امام قاعدۂ اخیرہ کتنا ہی طویل کرے امام کے بائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد دائیں جانب سلام پھیرتا ہے۔ ایسے شخص کو امامت کے لئے متعین کرنا جائز ہے یا نہیں، با کراہت جائز ہے یا بلا کراہت؟

---

[1] وفی المواقف وشرحه ان للامة خلع الامام وعزله بسبب يوجبه مثل ان يوجد منه مايوجب اختلال احوال المسلمين و انتكاس امور الدين كماكان لهم نصبه واقامته لانتظامها واعلائها وان ادى خلعه الى فتنة احتمل ادنى المضرتين (شامی کراچی ص ۲۶۴/ج ۴/ مطلب فيمايستحق به الخليفة العزل، باب البغاة، كتاب الجهاد)

[2] هٰذا ان وجد غيرهم والا فلا كراهة (در مختار مع الشامی نعمانيه ص ۳۷۷/ج ۱/مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۶۲/ج ۱. البحرالرائق ص ۳۴۹/ج ۱/ باب الامامة، طبع ايچ ايم سعيد)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب وہ امام بنے گا تو کیا پھر بھی تکبیر اولیٰ کی پرواہ نہیں کریگا۔ اور اس کی صورت کیا ہوگی۔ سورۂ فاتحہ میں سکتہ ثابت نہیں ہاں سات جگہ آیت ہے[1]، سلام میں بھی امام کا اتباع کیا جائے[2] تا ہم یہ امور ایسے نہیں کہ ان کی وجہ سے امامت مکروہ ہو اور جب امام بنے گا تو کیا پھر بھی سلام میں اتنی تاخیر کریگا اور اس کی صورت کیا ہوگی یعنی پہلا اور تیسرا حال اس کا خود بخود ختم ہو جائیگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۹ھ

سری قراءت میں تیز اور جہری میں ٹھہر کر پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ جو امام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو اس کی امامت پر کیا حکم ہے کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں ایسے ہی اکثر امام قراءت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدھی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے کیوں کہ وہ عوام کی نماز

---

[1] ولقد اٰتیناک سبعا سبع اٰیات وھی الفاتحة (بیضاوی) قیل ھذا اصح الاقوال وھو المصرح بہ فی صحیح البخاری نقلاً عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی قولہٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ھی السبع المثانی (حاشیہ الشھاب علی تفسیر البیضاوی ص۵۳۸/ج۵/ طبع بیروت. حاشیہ القونوی ص۱۹۴/ج۱/ سورۂ حجر مکتبہ عباس احمد باز)

[2] ولو سلم قبل ان یاتی المقتدی بالصلوٰۃ والدعوات فانہ یتابعہ لانھا سنة (شرح منیة المصلی ص۵۲۷/ فصل فی الامامة، طبع لاھور. فتاوی عالمگیری ص۹۰/ج۱/ الفصل السادس فیمایتابع الامام. شامی کراچی ص۴۹۶/ج۱/ مطلب فی اطالة الرکوع، فصل فی بیان تالیف الصلاۃ الی انتھائھا)

خدا کے ہاں پیش کرنے کا وکیل ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو اگر چہ امام کو چاہئے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد وآداب قرآن شریف کی رعایت رکھے[1]۔ بحالت امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالت انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں آتی اور اس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر وباطن یکساں نہیں یہ بھی ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۴/۵/۵۸ھ

امام کی قراءت اگر سمجھ میں نہ آئے!

سوال:۔ جس شخص کا قرآن پاک مقتدیوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ امام صاحب کیا پڑھ رہے ہیں نیز آیا صحیح پڑھ رہے ہیں یا غلط تو کیا ایسا شخص بھی اس بار عظیم کے اٹھانے کا مستحق سمجھا جائیگا یا نہیں؟

---

[1] ثم الأحسن **تلاوة** وتجويداً الخ قال الشامي ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق به الخ (درمختار مع الشامي كراچي ص۵۵۷/ج ۱/ باب الامامة. عناية مع فتح القدير ص ۳۴۶/ج ۱/ باب الامامة، دارالفكر. حلبي كبير ص ۵۱۲/فصل في الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور)

[2] واكثر العلماء على ان الظن القبيح بمن ظاهره الخير لا يجوز (قرطبي ۳۰۱/ج۸/ تفسير حجرات ۱۲، طبع بيروت)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مقتدی کم فہم ہیں، یا امام نااہل ہے، پہلی صورت میں نماز ٹھیک ادا ہو جائے گی دوسری صورت میں کراہت کے ساتھ ہوگی بشرطیکہ کوئی مفسد صلوٰۃ پیش نہ آئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اگر امام صاحب کی آواز آخری صف تک نہ پہنچے

سوال:۔ وہ امام جس کی آواز آخری صف تک نہ پہنچے اور اس کے علاوہ بھی امامت کے قابل حضرات موجود ہیں لیکن پرہیزگاری میں امام سابق زیادہ ہے، ایسے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے[2]، اگر اس کی آواز آخری صف تک نہیں پہنچتی تو مکبر کا انتظام کرلیا جائے، کوئی صاحب تکبیر کہہ دیا کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۶ھ

---

[1] الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیره ممن لیس به لثغة (شامی کراچی ص ۵۸۲/ج ۱/ مطلب فی الالثغ، باب الامامة. شامی زکریا ص ۳۲۸/ج ۲. تاتارخانیه ص ۶۰۹/ج ۱/ کتاب الصلاة، من یصلح امام لغیره ومن لا یصلح، مطبوعه إدارة القرآن کراچی)

[2] فان تساووا فأورعهم (هدایه، ج ۱/ص ۱۲۲/ باب الامامة، طبع یاسر ندیم دیوبند. طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۲/ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر. الدر مع الشامی زکریا ص ۲۹۴/۲/ باب الامامة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دھم : غیر حنفی کی اقتداء

حنفی کے پیچھے شافعی کی نماز

سوال:۔ یہاں پر مساجد میں مصلیانِ شوافع امام حنفی کے پیچھے اکثر جگہ نماز پڑھتے ہیں۔تو جب فجر کی نماز مصلیانِ شوافع امام حنفی کے پیچھے پڑھتے ہیں تو جن کی پوری نماز امام کے ساتھ مل جاتی ہے تو جب امام حنفی دائیں طرف پہلا سلام پھیرتا ہے تو مصلیانِ شوافع جن کو پوری نماز ملی ہے وہ بھی امام کے ساتھ دائیں طرف سلام پھیرتے ہیں اور جب امام بائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو مصلیانِ شوافع بجائے بائیں طرف سلام پھیرنے کے امام کے سلام کے ساتھ دو سجدے کرتے ہیں اور دو سجدے کر کے فوراً بیٹھتے ہی پھر دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی قنوتِ نازلہ چھوٹ جاتی ہے بظاہر امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔آیا اس صورت میں حضراتِ شوافع مصلیان کی نماز پوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حضرات شوافع اپنے امام شافعیؒ کے متبع ہیں۔ان پر اعتراض کی ضرورت نہیں ان کو جو کچھ تحقیق کرنا ہو وہ شافعی مفتی سے تحقیق کریں گے۔احناف کے نزدیک نماز فجر میں قنوتِ نازلہ واجب نہیں کہ اس کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہو۔ نیز عمداً ترکِ واجب سے حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو لازم

نہیں آتا[1] کمافی کتب الفقه من الدر المختار والبحر الرائق وفتح القدیر[2] وغیرها۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

احناف کی نمازِ عیدین شوافع کے پیچھے

سوال:۔ درنمازِ عیدین اگر امام شافعی المذہب باشد مقتدیانِ احناف کہ نزدِ ایشاں نمازِ عیدین واجب است ونزدِ شافعی سنت است نمازِ عیدین احناف درست وروا باشد یا نہ؟ اگر اقتدائے احناف بہ شافعی درست وروا نباشد پس برائے درست وروا شدن چہ صورت دارد[3]؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام مذہب احناف را رعایت می دارد یعنی فرائض وواجبات را ادا می نماید فرونمی گذارد۔

---

[1] یجب سجدتان بترک واجب سهواً فلا سجود فی العمد(الدر المختار ملخصاً مع الشامی نعمانیه ص۴۹۵/ج۱/ باب سجود السهو. البحر الرائق ص ۹۱/ج۲/ باب سجود السهو کوئٹه. مراقی علی الطحطاوی ص ۳۷۶/ باب سجود السهو، مطبوعه مصری)

[2] ویأتی الامام بقنوت الوتر لاالفجر لأنه منسوخ الخ (درمختار علی الشامی کراچی ص۸/ج۲/ باب الوتر والنوافل. البحر الرائق کوئٹه ص ۴۴/ج۲. فتح القدیر ص ۴۳۴/ج۱/ باب صلاة الوتر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[3] **ترجمہ سوال:**۔ نمازِ عیدین میں اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی ہوں ان کے نزدیک نمازِ عیدین واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے احناف کی نمازِ عید جائز ودرست ہوگی یا نہیں؟ اگر شافعی امام کے پیچھے احناف کی اقتداء درست نہ ہو تو پھر درست ہونے کی کیا صورت ہے؟

ترجمہ جواب:۔ اگر امام احناف کے مذہب کی رعایت رکھتا ہے یعنی فرائض وواجبات کو صحیح ادا کرتا ہے کوئی کمی نہیں چھوڑتا تو احناف کی نماز ایسے امام کی اقتداء میں بلاتردد ادا ہو جائے گی۔

پس نمازِ احناف در اقتداء چنیں امام بلا تردد ادا شود[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حنفی کے لئے شیعہ مرزائی کی امامت

سوال:۔ ایک گاؤں میں تین مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔شیعہ ،مرزائی، اہل سنت والجماعت ،مگر امام حنفی عقیدہ رکھتا ہے یعنی اہل سنت والجماعت ہے کیا وہ امام ہر سہ مذہب کے لوگوں کی امامت کرسکتا ہے اوران کی شادی،غمی ودیگر مواقع پر شریک ہوسکتا ہے یا نہیں۔ جواب بسند ہو،مرزائی وشیعہ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانے میں استعمال کرنا امام کے لئے جائز ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

شیعہ اورمرزائی اپنے مذہب والوں سے خود دریافت کریں گے کہ حنفی امام کے پیچھے ان کی نماز درست ہے یانہیں۔آپ کوان کی کیا فکر پڑی اوروہ آپ کے مذہبی مسائل کوتسلیم ہی کب کریں گے۔علماء اہل سنت والجماعت کے فتویٰ کے مطابق مرزائی عقیدہ والے کافر ہیں ان کی شادی غمی میں شرکت ان کی میت پر نماز جنازہ ان کے امام کا اقتداء کرنا وغیرہ جملہ امور ناجائز وممنوع ہیں ان کا ذبیحہ بھی ناجائز ہے[۲]۔شیعہ کا جوفرقہ نصوص قطعیہ کا منکر ہے اس کا بھی یہی حکم

---

[۱] ان علم الاحتیاط منه فی مذهبنا فلا کراهة فی الاقتداء به (شامی نعمانیه ص ۴۴۸/ج ۱/ الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل. النهرالفائق ص ۲۹۴/ج ۱/ باب الوتر النوافل، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. زیلعی ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الوتر النوافل، مطبوعه امدادیه ملتان)

[۲] ملاحظہ ہو،محاضرہ ردقادیانیت جز۵/ص۲۵/عنوان قادیانی ذبیحہ حرام ہے۔

ہے اور جو فرقہ نصوص قطعیہ کا منکر نہیں وہ کافر نہیں اس کا ذبیحہ درست ہے لیکن حتی الوسع اختلاط اس سے بھی نہیں چاہئے کہ فساد عقائد کا قوی اندیشہ ہے۔

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق رضی الله عنه او اعتقد الالوهیة فی علی رضی الله تعالیٰ عنه او ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی او نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن اھ شامی[1] ج۳/ ص۴۵۳. **ومنهاای من شرائط الزکوٰة ان یکون مسلماً او کتابیاً فلا تؤکل ذبیحة اهل الشرک والمرتد[2] اھ** هندیة ج۵/ص۲۸۵۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/ج۲/۵۹ھ

صحیح عبد اللطیف ۲۴/ج۲/۵۹ھ

شافعی امام کا اتباع مسائل اختلافیہ میں

سوال:۔ (۱) امام شافعی المذہب کے پیچھے حنفی مقتدی کو سورۂ حج کے سجدۂ ثانیہ کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے یا نہیں نیز سورۂ ص میں شافعی امام تو سجدہ نہ کرے گا مقتدی اس وقت کرے یا بعد میں یا ساقط ہو گیا؟

---

[1] شامی نعمانیہ ص۲۹۴/ج۳/ قبیل مطلب فی حال الشیخ الاکبر، باب المرتد. عالمگیری ص۲۶۴/ج۲/ کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین منها مایتعلق بالأنبیاء علیهم الصلاة والسلام، مطبوعه کوئٹه)

[2] هندیه ص۲۸۵/ج۵/ کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه وشرائطه. تنویر الابصار مع الدرالمختار ص۲۹۶/ج۶/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالفکر بیروت. البحرالرائق ص۱۶۸/ج۸/ کتاب الذبائح، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی)

(۲) نیز حنفی امام کے ساتھ فجر میں قنوت پڑھے یا نہیں اگر پڑھ لیا تو نماز فاسد تو نہ ہوگی؟

(۳) نیز عید میں تکبیرات زائدہ شافعیؒ کے نزدیک چھ کہیں یا بوجہ متابعت نو اگر نو پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(۴) اگر عصر کا وقت عند الحنفیہ نہ ہوا ہو اور شافعی ابتداء وقت میں عصر پڑھے تو حنفی اقتداء کر سکتا ہے اگر کر لی تو اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کی متابعت میں سورۂ حج کا سجدۂ ثانیہ مقتدی کو کر لینا چاہیے۔ وظاهره انه (اى المؤتم) يتبعه (اى الامام) فيها (اى فى ثانية الحج) لو كان فى الصلوٰة لكونه تابعاً تحقيقاً افاده ط الشامی[1] ج ۱/ص ۸۰۱۔

اور سورۂ صٓ کا سجدہ اگر امام نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہیں کرنا چاہئے[2] کیونکہ سجدۂ ص مختلف فیہ ہے[3] اور وجوب اتباع امام متفق علیہ کذا فی الشامی[4] ج ۱ ص ۴۹۰ اور جب نماز میں سجدہ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۵۱۴/ج ۱. شامی کراچی ص ۱۰۵/ج ۲/ باب سجود التلاوة.

[2] تجب متابعته للامام فى الواجبات فعلا وكذا تركا ان لزم من فعله مخالفة الامام فى الفعل كتركه القنوت او سجود السهو او التلاوة فيتركه المؤتم ايضاً. شامی نعمانیه ص ۳۱۶/ج ۱. شامی کراچی ص ۴۷۰/ج ۱/ مطلب مهم فى تحقيق متابعة الإمام، باب صفة الصلاة)

[3] يجب بسبب تلاوة آية من أربع عشرة آية منها أولىٰ الحج، وص خلافا للشافعى وأحمد الخ (شامی نعمانیه ص ۵۱۳/ج ۱/ باب سجود التلاوة. بدائع زكريا ص ۴۵۲/ج ۱/ بيان مواضع السجود، كتاب الصلاة. البحر الرائق ص ۱۱۹/ج ۲/ باب سجود التلاوة، مطبوعه كراچی)

[4] لا خلاف فى لزوم المتابعة فى الاركان الفعلية اذ هى موضوع الاقتداء (شامی نعمانیه ص ۳۱۶/ج ۱. شامی كراچی ص ۴۷۰/ج ۱/ مطلب مهم فى تحقيق متابعة الامام، باب صفة الصلاة)

نہیں کیا تو بعد میں بھی نہ کرے گا۔[۱]

(۲) مقتدی کو ایسی حالت میں خاموش کھڑا رہنا چاہئے۔

ویاتی المأموم بقنوت الوتر ولو بشافعی ویقنت بعد الرکوع لانه مجتهد فیه لاالفجر لانه منسوخ بل یقف ساکتاً علیٰ الاظهر مرسلاً یدیه[۲] در مختار ص ۷۰۰/ج ۱، اگر قنوت پڑھے گا تو مکروہ کا مرتکب ہوگا۔

(۳) نو تکبیریں امام کی متابعت میں کہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔

قال الشیخ ابن عابدین تحت قول الحصکفی (متابعة الامام فی المجتهد فیه لا فی المقطوع بنسخهٖ او بعدم سنیته کقنوت فجر) ومثال ما تجب فیه المتابعة مما یسوغ فیه الاجتهادما ذکره القهستانی فی شرح الکیدانیة عن الجلابی بقوله کتکبیرات العید وسجدتی السهو قبل السلام والقنوت بعد الرکوع فی الوتراهـ والمراد بتکبیرات العید مازاد علی الثلاث فی کل رکعة ممالم یخرج عن اقوال الصحابة کما لو اقتدیٰ بمن یراها خمساً مثلاً کشافعی ومثل لما لا یسوغ الاجتهاد فیه فی شرح الکیدانیه عن الجلابی ایضاً بقوله کالقنوت فی الفجر الخ[۳] شامی ص ۴۹۲۔

(۴) بہتر اور احوط یہ ہے کہ عصر کی نماز مثلین سے قبل نہ پڑھی جائے تاہم اگر کسی نے

---

[۱] کل سجدة وجبت فی الصلاة ولم تؤد فیها سقطت (شامی نعمانیه ص۵۱۷/ج ۱. شامی کراچی ص ۱۱۰/ج۲/ باب سجود التلاوة. فتح القدیر ص۱۸/ج۲/ باب سجود التلاوة، دارالفکر بیروت. البحرالرائق ص۱۸۲/ج۲/ باب سجود التلاوة، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی)

[۲] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۴۴۹ ج ۱ مطلب الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل. البحرالرائق ص۴۴/ج۲/ کوئٹه. فتح القدیر ص۴۳۴/ج ۱/ باب صلاة الوتر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۳] شامی نعمانیه ۳۱۷/ج ۱/ مطلب المراد بالمجتهد فیه، باب صفة الصلاة.

پڑھی تو صحیح ہو جائے گی۔

قال المشائخ ینبغی ان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین ولا یؤخر الظهر الیٰ ان یبلغ المثل لیخرج من الخلاف فیهما کبیری[1] ص ۲۲۶۔

امام شافعی المذہب کے متعلق اگر وثوق ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو حنفی کو اس کا اقتداء جائز ہے اگر وثوق سے معلوم ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کا اقتداء درست نہیں اور اگر رعایت وعدم رعایت کچھ معلوم نہیں تو اقتداء مکروہ ہے[2] اور ہر حال میں اگر معلوم ہو جائے کہ مقتدی کے مذہب کے موافق امام کی نماز درست نہیں ہوئی مقتدی کو اپنی نماز کا اعادہ ضروری ہے[3]۔

فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی ۳/۱۲/۵۳ھ

اہل حدیث کے پیچھے نماز

سوال:۔ اہل حدیث کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور وہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اہل حدیث اگر مجتہدین پر سب وشتم نہ کریں اور فرائض وواجبات میں حنفی مسلک کی

---

[1] کبیری ص ۲۲۶/ طبع رحیمیه وکبیری لاهور ص ۲۲۷/ الشرط الخامس هو الوقت.

[2] ان علم الاحتیاط منه فی مذهبنا فلا کراهة فی الاقتداء به وان علم عدمه فلا صحة وان لم یعلم شیئاً کره (شامی نعمانیه ص ۴۴۸/ ج ۱. شامی کراچی ص ۷/ ج ۲/ الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل.

[3] وکذا (لا تصح صلاة المقتدی ویلزم اعادتها) لو کانت صحیحة فی زعم الامام فاسدة فی زعم المقتدی (شامی ص ۳۷۰/ ج ۱/ نعمانیه. شامی کراچی ص ۵۵۱/ ج ۱/ قبل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، باب الامامة.

رعایت کر کے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی[۱] ایسے اہل حدیث بھی اہل سنت والجماعت سے الگ نہیں جو کہ دیانت داری سے حدیث پر عمل کرتے ہیں اور فقہاء سے بغض نہیں رکھتے۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

حنفی کی نماز غیر مقلد کے پیچھے!

سوال:۔ غیر مقلدین اہل حدیث کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، اگر درست نہیں تو کس اصول کی بنا پر؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص تقلید ائمہ مجتہدین کو شرک نہیں کہتا اور ان ائمہ کرام (حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد (رحمہم اللہ) کو برا نہیں کہتا، مسائل طہارت وصلوٰۃ میں حنفی مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھتا ہے، وہ اگرچہ کسی متعین امام کی تقلید نہیں کرتا اور حدیث شریف میں جو کچھ ثابت ہے دیانت داری سے اس پر عمل کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے حنفی کی نماز درست ہے۔ **ان علم انه راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراهة وان علم ترکها فی الثلاثة لم یصح وان لم یدر شیئاً کره لان بعض مایجب ترکه عندنا یسن فعله عنده فالظاهر انه یفعله وان علم ترکها فی الاخیرین فقط ینبغی ان یکره**

---

[۱] ان کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز والا فلا (شامی نعمانیه ص ۳۷۸/ج ۱. شامی کراچی ص ۵۶۳/ج ۱/ قبیل مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوه)

[۲] وبالجملة الآن مصداق الحدیث اتباع المذاهب الاربعة والظاهری (العرف الشذی ص ۹۲/ج ۲/ ابواب الایمان، باب افتراق هٰذه الامة. وراجع امداد الفتاویٰ ص ۳۸۵/ج ۱/ وکفایت المفتی ص ۳۲۴/ج ۱، ص ۳۲۵/ج ۱/ کتاب العقائد.

لانہ اذاکرہ عند احتمال ترک الواجب فعند تحققہ بالاولیٰ وان علم ترکھا فی الثالث فقط، ینبغی ان یقتدی بہ لان الجماعۃ واجبۃ فتقدم علی ترک کراھۃ التنزیہ الخ[1]

شامی ص ۲۷۸/ج۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

غیر مقلد کی امامت

سوال:۔زید حافظ قرآن ہے غیر مقلد ہے۔علماء بزرگان دین وغیرہ کو بھی نہیں مانتا۔اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ اس نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ ہے:

(خواب) زید کہتا ہے کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بڑے میدان میں جانب پورب غیر مسلم، جانب مغرب عام مسلمان اور جانب اتر کچھ لوگ عمامہ وغیرہ باندھے ہوئے موٹی موٹی کتابیں ہاتھ میں تھیں کھڑے ہیں اور باقی مجمع بیٹھا ہے۔میں نے پوچھا کہ یہ کیسا مجمع ہے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی سواری آنیوالی ہے، میں جانب پورب اتر کر کونے میں کھڑا ہو گیا۔دیر کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کی سواری آ گئی میں جانب مغرب آ کر کھڑا ہو گیا اور عام مسلمان ملنے لگے اور وہ کتابیں والے آدمی یعنی علماء ویسے ہی کھڑے رہے ان کی طرف اشارہ کر کے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو بھگاؤ یہ مجھے بدنام کرنے والے ہیں۔آج مزید زید نے بتایا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ چاک کے بٹن کھلے تھے اور ایک شخص نے حضور ﷺ کے کان میں آ کر کچھ کہا اور عالموں کی طرف اشارہ کیا کہ ان کو بھگاؤ کہ جب مجھے حضور ﷺ مل گئے تو مجھے کسی امام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔زید برابر گلا کھلا رکھتا ہے جمعہ کے دن بٹن وغیرہ لگائے بغیر نماز جمعہ پڑھاتا ہے۔زید کا کچھ طریقہ اہل سنت کا بھی ہے، رفع یدین

---

[1] مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ باب الامامۃ وشامی کراچی ص ۵۶۳/ج ۱. شامی نعمانیہ ص ۳۷۸/ ج ۱/ باب الامامۃ، مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ.

نہیں کرتا، زید نے بوجہ بارش کم ہونیکے نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنا شروع کیا ہے۔ یہاں پر ہم لوگ سب مقلد ہیں، یہ غیر مقلد اپنی تبلیغ کر کے سب کو غیر مقلد بنانے کی فکر میں ہے۔ اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ حافظ قرآن کی موجودگی میں کوئی دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا تو کیا کیا جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جملہ سوالات اور خواب زید دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید مبتدع بدعتی ہے اور امامت مبتدع مکروہ تحریمی ہے۔ زید کا خواب میں دیکھنا کہ رسول اللہ ﷺ علماء کو بھگا رہے ہیں اس سے مراد علماء سوء ہیں اس لئے کہ جو علماء اہل حق ہیں ان کے تو فضائل بحالت بیداری بیان فرماتے ہیں ان کو کیسے بھگا سکتے ہیں۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً (الحدیث[1]) رواہ البخاری، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۲۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَجُلَانِ اَحَدُھُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِی عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِی جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ[2] رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص ۳۴۔

---

[1] مشکوۃ ص ۳۲، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رسول پاک ﷺ کا ارشاد پاک منقول ہے میری طرف سے پہونچا دو اگر چہ ایک آیت ہی ہو۔

[2] مشکوۃ ص ۳۴، کتاب العلم، الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند. حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ایک ان میں سے عالم ہے اور ایک عابد۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور تمام آسمان اور تمام زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور حتی کہ مچھلیاں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں باقی مخلوق رحمت کی دعا کرتی ہے۔

زید کی بدعت پر کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے استسقاء پڑھی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے[1]۔ وہ قنوت نازلہ پڑھتا ہے۔ زید کے نزدیک دین وہ ہے جس کو اس کا نفس چاہے یہ اہل ہوٰی کا طریقہ ہے۔

ویکرہ امامة عبدٍ وفاسقٍ الی قولہ ومبتدعٍ الخ[2] (رد المحتار باب الامامة ص۵۲۳ ج۱)

حافظِ قرآن کریم کی موجودگی میں کوئی دوسرا امامت نہیں کرسکتا یہ لغو ہے۔ البتہ اگر حافظِ قرآن کریم قرآن کریم صحیح پڑھتا ہے اور نماز کے مسائل سے بھی واقف ہے کہ کس فعل سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کیا کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو بہ نسبت دوسرے لوگوں کے جو غیر حافظ اور غیر عالم ہیں، حافظ کا امام بنانا افضل ہے لیکن عالم متبع شریعت ہر صورت میں حافظ سے افضل ہے۔ پھر یہ کہ فلاں کی امامت افضل ہے فلاں سے، یہ امام مقرر کرتے وقت دیکھا جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص شرعاً امامت کا اہل تھا اس کو امام مقرر کردیا گیا پھر وقتی طور پر کوئی بڑا عالم آگیا اس مسجد میں جہاں امام مقرر ہوگیا ہے تو اس وقت امامت اس امام کی افضل ہے جو مقرر ہوچکا ہے۔ مگر یہ سعادت کی بات ہے کہ اصل امام بڑے عالم سے یہ عرض کرے کہ آپ پڑھادیں[3] ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کے بغیر اس دور میں چارۂ کار نہیں اس سب سے

---

[1] عن عبداللّٰہ بن زید قال خرج رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بالناس إلی المصلی یستسقی فصلی بھم رکعتین الحدیث (مشکوۃ شریف ص ۱۳۱/ الفصل الاول، باب الاستسقاء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص۳۷۶/ ج ۱. مطبوعہ کراچی ص ۵۶۰/ ج ۱/ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة. البحرالرائق ص۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ. حلبی کبیر ص۵۱۴/ فصل فی الامامة، مطبوعہ لاھور.

[3] امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرہ و(الدر) فان قدم واحدامنھم لعلمہ وکبرہ فھو افضل (شامی کراچی ص ۵۵۹/ ج ۱/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

اپنے کو بے نیاز سمجھ کر تقلید سے آزاد ہونا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۸/۵ھ

غیر مقلد کی اقتداء

سوال:۔ غیر مقلد کے پیچھے نماز فرض ہوگی یا نہیں۔ نیز غیر مقلد کا عقیدہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بعض غیر مقلد منصف مزاج ہوتے ہیں جن میں تشدد وتعصب نہیں ہوتا اگر وہ امامت کے اہل ہوں اور حنفی مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے حنفی کی نماز درست ہے اگر وہ حنفی مذہب کی رعایت نہ کریں تو درست نہیں اگر ان کے متعلق رعایت وعدم رعایت کا حال کچھ معلوم نہ ہو تو مکروہ ہے۔ **الحاصل انه ان علم الاحتياط منه في مذهبنا فلا كراهة في الاقتداء به وان علم عدمه فلا صحة وان لم يعلم شيئا كره**[۲] ردمحتار ص ۶۹۸ اور بعض غیر مقلد متعصب ومتشدد ہوتے ہیں۔ جو امام اعظم ودیگر ائمہ ومقلدین اکابر اہل اللہ کو لعن وطعن سب وشتم کرتے ہیں تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ ان کو امام بنانا حرام ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۴/۱۲/۱۴ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/ذی الحجہ ۵۴ھ،

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

---

[۱] **ان هٰذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هٰذا وفي ذٰلك من المصالح مالا يخفى لا سيماً في هٰذه الايام التي قصرت فيها الهمم جداً (حجة الله البالغة ص ۱۵۳ ج ۱ المبحث السابع، (بقیہ آئندہ پر)**

غیر مقلد کی اقتداء

سوال:۔اہل حدیث کے پیچھے حنفیہ مسلک کی تقلید کرنے والے حضرات کی نماز جائز ہے یانہیں۔اگر جواب نفی میں ہے تو ثابت کرنے والوں کا کیا جواب ہے؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

جو اہل حدیث تقلید کو شرک نہیں کہتا اور ائمہ مجتہدین وسلف صالحینؒ کو سب وشتم نہیں کرتا اور حنفیہ کے مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے حنفیہ کی نماز درست ہے جو حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا اس کے پیچھے درست نہیں۔جس کے متعلق رعایت وعدمِ رعایت کا علم نہیں اس کے پیچھے مکروہ ہے مگر نماز درست ہو جائے گی جب تک امام کے متعلق کسی وصف مفسد صلوٰۃ کا علم نہ ہوا گر علم ہو جائے مثلاً امام کے بدن سے خون نکلا جو اس کے مذہب کے موافق ناقضِ وضو نہیں اور حنفی مذہب کے موافق ناقض وضو ہے تو نماز نہیں ہوئی حنفی کو اپنی نماز کا اعادہ لازم ہے اور جو اہل حدیث تقلید کو شرک کہتا ہے اور ائمہ مجتہدین وسلف صالحین پر سب وشتم کرتا ہے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اس کو امام بنانا ہی جائز نہیں۔اس میں نفی واثبات دونوں پہلو ہیں۔

والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء ان لا يعلم المقتدى من حال امامه

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة الخ، مطبوعه مصر).

۲ شامی نعمانیه ص۴۴۸/ج ۱ . شامی کراچی ص۷/ج۲/قبیل مطلب الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل..... آج کل غیر مقلد عموماً متعصب اور متشدّد ہی ہیں۔

۳ ومنهم من يختلف معهم فی الاجماعيات وتجويز سب السلف وامثال ذٰلک وحكمهم كاهل البدعة حيث يكره الاقتداء بهم تحريماً (ملخصاً) امداد الفتاویٰ ص۳۸۶/ج ۱/ باب الامامة، غیر مقلد کے پیچھے نماز کا حکم، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

المخالف لمذهبه مفسداً فی زعم الماموم یعنی فی مذهب الماموم کخروج دم سائل اوقیئ یملاء الفم وتیقن انه لم یعد بعده وضوء ه حتیٰ لو غاب بعد ماشاهد منه ذلک بقدر ما یعید الوضوء ولم یعلم حاله فالصحیح جواز الاقتداء مع الکراهة کما لو جهل حاله بالمرة و اما اذا علم منه انه لا یحتاط فی مواضع الخلاف فلا یصح الاقتداء به وان علم انه یحتاط فی مواضع الخلاف یصح الاقتداء به علی الاصح ویکره کما فی المجتبیٰ وقال الدیری فی شرحه لا یکره اذا علم منه الاحتیاط فی مذهبهٖ الحنفی[1]، اھ مراقی الفلاح۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/محرم ۸۶ھ

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۸/باب الامامة، مطبوعه مصر، وراجع امدادا لفتاوی ص ۳۸۶/ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه زکریا دیوبند، شامی کراچی ص ۷/ج ۲/ قبیل مطلب الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل. زیلعی ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل یازدھم : متفرقات امامت

نماز میں امام کو حدث لاحق ہونا

سوال:۔ اگر امام کا حالت رکوع میں وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے اوراسی طرح سجدہ اورقعدۂ اخیرہ میں ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

امام کو چاہئے کہ اپنے قریب سے کسی مقتدی کو جو کہ نماز پوری کراسکے اپنی جگہ آگے بڑھا دے وہ بحیثیت خلیفہ اس رکوع یا سجدہ یا قعدہ کوادا کرے اور بقیہ نماز کوختم تک پہونچادے امام وضوکرے اورآکر اتنی دیر میں جتنی نماز خلیفہ نے پڑھ لی ہو پہلے اس کو پڑھے اوراس میں قرأت نہ کرے پھرخلیفہ کی نماز میں شریک ہوجائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] وإن كان المحدث إماماً جرّ آخر ممن يصلح للإمامة فإذا توضأ عاد واتم فى مكانه حتما إن كان إمامه أى الذى استخلفه فإنه امام له وللقوم لم يفرغ عن الصلاة وفى شرح الطحاوى يشتغل أولا بقضاء ما سبقه الإمام بغير قراء ة لأنه لا حق ثم يقضى آخر صلاته (مجمع الأنهر ص ۱۷۲ باب الحدث فى الصلاة، دار الكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچى ص ۶۹۶ كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر فى الاستخلاف.

برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی اور اسکی امامت

سوال:۔ کسی شخص قصاب نے کسی بامن کا بیل منڈی میں بکتا ہوا مول لے لیا۔ اب وہ کھانے کے واسطے ذبح کرنا چاہتا ہے اور بامن وقصاب مسلمان ایک ہی گاؤں کے ہیں۔ اب بامن واپس مڑوانا چاہتا ہے وہ نہیں موڑتا مگر کسی دیگر شخص نے بیل قصاب مذکور سے واپس کردیا ہے۔ اب وہ بامن اس کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں کیوں کہ ذبح ہونے سے بچ گیا۔ آیا اس کا موڑنا کیسا تھا اور مڑانے والا مسلمان ہوا۔ اس نے اچھا کام کیا یا شرع شریف کے اندر حرج ہے اور اس کا امام بنانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہندو سے بیل وغیرہ کی خرید وفروخت جائز ہے۔[۱] جب ناپسند ہو یا کسی مصلحت کے خلاف ہو تو واپس کرنا بھی درست ہے[۲]۔ مگر خیال مذکور سے واپس کرنا برا ہے تاہم اس کی امامت میں اس کی وجہ سے خرابی نہیں آتی۔ پوجا پاٹ کرنا ہندوانہ فعل ہے یہ اس کا ذمہ دار نہیں جس نے واپس کرایا اس نے بھی برا کیا مگر اس سے اسلام سے خارج نہیں ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبد اللطیف ۸/رجب ۵۶ھ

---

[۱] لابأس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذا کان ممالابد منه کذا فی السراجیة (عالمگیری ص ۳۴۸/ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام الخ مطبوعه کوئٹه)

[۲] حکم البیع نوعان نوع یرتفع بالفسخ وهو الذی یقوم برفعه احد العاقدین ونوع لا یرتفع الا بالاقالة وهو حکم کل بیع لازم (بدائع ص ۵۹۲/ج۴/ فصل بیان مایرفع حکم البیع، کتاب البیوع مطبوعه زکریا)

امام کی خدمات

سوال:۔ (۱) ایک شخص پیش امام مسجد ہے اور وہی روٹیاں بھی محلّہ میں سے لاتا ہے مسجد کا پانی بھی گرم کرتا ہے اور کوئی مرجائے تو تجہیز و تکفین غسل وغیرہ کرتا ہے کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور نماز پڑھنا اس کے پیچھے درست ہے؟

(۲) اگر شخص مذکور کی جگہ کوئی دیگر شخص جبراً نماز پڑھانے لگ جائے اور قدیمی پیش امام کو روک دیا جائے آدھا محلّہ اِدھر آدھا محلّہ اُدھر اور پہلا پیش امام بھی ناراض ہے کہ مجھ کو کس واسطے ہٹا دیا گیا ہے دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے؟ فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امامت اور پانی گرم کرنے پر وہ ملازم ہے اور اس کی اجرت میں محلّہ سے روٹیاں لاتا بھی ہے تو اس سے اس کی امامت میں نقصان لازم نہیں آتا اگر محلّہ سے روٹیاں لانا اجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی از خود مانگ کر لاتا ہے اور باوجود کسی مشروع طریق پر کمانے کی قدرت کے اس مانگنے کو پیشہ بنا رکھا ہے تو یہ پیشہ ناجائز ہے[۱]۔ ایسے شخص کو پیش امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب کہ کوئی دوسرا آدمی امام کا اہل موجود ہو۔

مردہ کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین کرنے سے امامت میں خرابی نہیں آتی لیکن اہل محلّہ کیلئے نہایت بری اور شرم کی بات ہے کہ وہ اپنے امام سے ایسے کام لیتے ہیں جن کو خود کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذلت کا کام سمجھتے ہیں ان کو چاہئے کہ امام کو روٹیاں خود لا کر دیا کریں اسی طرح غسل میت وغیرہ میں خود بھی حصہ لیں اگر نہ جانتے ہوں تو امام سے سیکھ لیں اور اس کو ذلت کا

---

[۱] ولا یحل ان یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب (الدر المختار مع الشامی ص ۳۵۴/ ج ۲/ باب المصرف کتاب الزکوٰة، مطبوعه کراچی. طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۴/ کتاب الزکوة، باب المصرف، مطبوعه مصر)

کام نہ سمجھیں۔ کیوں کہ میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے[۲] اور ثواب کا کام ہے پہلے امام کو کیوں علیٰحدہ کیا گیا اگر اس کا کچھ قصور ہے تو اس کو ظاہر کیا جاوے اور امور مذکورہ کی بناء پر اگر علیٰحدہ کیا گیا ہے اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/رجب ۵۶ھ

تنخواہ دار امام کی امامت

سوال:۔ کسی مسجد کے پیش امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں مدرس بھی ہیں اکثر اوقات پابندیٔ وقت سے مسجد میں تشریف نہیں لاتے۔ مزدور پیشہ لوگ پریشان ہوتے ہیں ایک روز بوقت عصر نمازیوں نے ان کو ٹوکا تو انہوں نے برجستہ انگلیوں کی طرف روپیہ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مدرسہ میں ۱۰۰/ملتا ہے اور یہاں مسجد میں کیا حالانکہ ۲۵/روپیہ ملتا ہے دو سال سے وہ خدمت کر رہے ہیں۔ کیا اس قسم کا جواب ان کی شان کے لائق ہے اسی وجہ سے ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے نمازیوں کو کراہت ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا جواب امام صاحب کی شان کے لائق نہیں مقتدیوں کو بھی امام صاحب کے تاخیر سے آنے پر اس طرح نہیں ٹوکنا چاہئے جو ان کی شان کے خلاف ہو ان کو اپنا تنخواہ دار ملازم نہ سمجھیں، نماز پڑھانے کا معاوضہ اس دنیا میں کوئی نہیں دے سکتا ۲۵/روپیہ ماہوار جو دیا جاتا

---

۲ وغسله فرض كفاية بالاجماع (طحطاوی علی المراقی ص۴۶۷/ مطبوعه مصر. عالمگیری کوئٹه ص۱۵۸/ج۱/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل. النهر الفائق ص ۳۸۲/ج۱/ باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

ہے وہ ہرگز معاوضۂ امامت نہیں بلکہ بہت معمولی خدمت ہے اتنی سی بات سے غصہ ہو کر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا نہ چھوڑیں۔ امام صاحب کو مقتدیوں کی رعایت رکھنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام اور قاضی کی تنخواہ کا معیار!

سوال:۔ (۱) میں اپنے یہاں کی مسجد میں امام ہوں اور قاضی بھی دین کا کام فی سبیل اللہ عرصہ سے کرتا آرہا ہوں نیز گاؤں میں ایک عالی شان مسجد اور کنواں بھی تعمیر کروادیا ہے۔ مگر اب میں مجبور اور ضعیف ہوگیا ہوں، گاؤں کے لوگ میری مجبوری کو دیکھتے ہوئے تنخواہ دینے کو تیار ہیں تو کیا چندہ کی رقم سے گھر کے اخراجات کے لئے تنخواہ لینا درست ہے۔

(۲) سفیر امام عالم کو اندازاً کتنا روپیہ لینا چاہئے ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

آپ نے اتنی مدت تک خدمت کی ہے حق تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے اور آپ کی تنگ دستی دور کرے۔ جو چندہ مسجد وغیرہ کے لئے کرتے ہیں اس میں سے آپ اپنے خرچ کے لئے نہ لیں[2]، ہاں آپ کو یہ حق ہے کہ اہل مسجد سے کہدیں کہ پہلے مجھے ضرورت نہیں تھی تنخواہ کی اب

---

[1] لحدیث معاذ بن جبلؓ اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَامُعَاذُ الخ (بخاری شریف ص۹۸/ج۱. رقم الحدیث ص۶۹۵ مطبوعہ اشرفی دیوبند، باب تخفیف الامام فی القیام الخ جامع الاصول ص۳۸/ج۶ دار احیاء التراث)

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے طویل نماز پڑھنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مذکورہ بالا جملے ارشاد فرمائے۔ اے معاذ کیا تم (لوگوں کو) فتنہ میں ڈالنے والے ہو تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرمایا۔

[2] هکذا یستفاد وعلی هذا لایملک القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبله الخ (شامی زکریا ص۵۷۰/ج۶/ کتاب الوقف، مطلب لایملک القاضی التصرف فی الوقف الخ)

مجھے ضرورت ہے اس لئے تنخواہ دی جائے اہل مسجد کو بھی چاہئے وہ مناسب تنخواہ مقرر کردیں۔ قاضی کا کام جن لوگوں کے لئے کرتے ہیں ان سے بھی مناسب تنخواہ لے سکتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی چاہئے کہ دیدیا کریں۔ اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو جو لوگ چندہ دیتے ہیں ان کو اطلاع کردیں کہ اس میں سے میں اتنا روپیہ اپنے گھر کے لئے رکھوں گا اور وہ اس پر رضامند ہوں تو اجازت کے مطابق لینا درست ہے[۱]۔

(۲) سفیر امام معلم اپنی حیثیت ضرورت اور کام کے مناسب جو تنخواہ مقرر کرے اور ذمہ دار حضرات اس کو منظور کرلیں اس کا لینا درست ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تدریس وامامت کی قلیل تنخواہ میں اضافہ پر طنز آمیز مطالبہ

سوال:۔ زید ایک مسجد کا امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے ۱۷۵/روپئے ماہوار تنخواہ ملتی ہے چند ماہ بعد زید نے تمام نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ باری باری ہر فرد مجھے کھانا بھیج دیا کرے ورنہ وہ سچا مومن نہیں ہوسکتا، مزید اس نے بچوں کا داخلہ بند کردیا جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم پر اثر پڑ رہا ہے تو کیا زید اور اس کے حامیوں کی اطاعت از روئے شرع واجب ہے یا نہیں؟

---

[۱] يستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر مايجوز لغيره كالمفتي فانه يستحق أجر المثل على كتابة الفتوى (الدرالمختار على الشامي ص ۹۲/ج۶/ كتاب **الإجارة**، مسائل شتّى، مطلب في أجرة صك القاضي والمفتي، مطبوعه دارالفكر بيروت. مطبوعه زكريا ص۱۲۷/ج۹)

[۲] لاتصح **الإجارة** ..... لأجل الطاعات مثل الأذان والحج والإمامة الى قوله ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة و الأذان الخ (الدرالمختار مع الشامي ص۵۵/ج۶/ كتاب الإجارة، مطلب في الإستئجار على الطاعات، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحرالرائق ص۲۰/ج۸/ كتاب **الإجارة**، مطبوعه كوئٹه. مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) جولوگ امام صاحب کی اس بات پر حامی نہیں ان کو سوقیانہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں، کیا یہی اسلامی شعار ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام موصوف کو ایسا اعلان نہیں کرنا چاہئے اس قسم کی وعید سنانے کا حق نہیں۔ جب معاملہ ۱۷۵/روپیہ ماہانہ پر ہوا ہے کھانا شرط نہیں تھا تو اب ایسا طریقہ اختیار کرنا غلط ہے[۱]۔ غلط بات کو تسلیم نہ کرنے سے ایمان میں فرق نہیں آئے گا بچوں کی تعلیم کا انتظام ضروری ہے۔

(۲) بلا وجہ شرعی کسی کے لئے سوقیانہ الفاظ اختیار کرنا درست نہیں[۲]۔ یہ ہرگز اسلامی شعار نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز!

سوال:۔ زید قوم کا ایک فرد ہے وہ اس لائق ہے کہ امامت کر سکے مگر وہ مجبوراً صدقات واجبہ کی رقم لے کر کھاتا ہے ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر یہ چیزیں امامت کے عوض نہیں لیتا تو اس کی امامت درست ہے، امامت یا کسی

---

[۱] وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ الخ (ترمذی شریف ص ۲۵۱/ج ۱/ باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس طبع مکتبہ بلال دیوبند)

ترجمہ:۔ اور مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔

[۲] یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی أَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْراً مِّنْهُمْ وَلَا تَلْمِزُوا اَنْفُسَکُمْ سورۃ حجرات پارہ ۲۶ آیت ۱۱۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجیب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو۔ (از بیان القرآن)

دوسرے کام کے عوض میں فطرہ و چرم قربانی کی قیمت لینا اور دینا درست نہیں۔ اگر زبان سے معاوضہ کا تذکرہ نہ کیا جائے لیکن حال یہ ہو کہ اگر اس کو یہ چیزیں نہ دیں تو وہ ناراض ہو اور اپنا حق سمجھ کر مطالبہ کرتا ہو نہ دینے کی صورت میں امامت ترک کرنے پر آمادہ ہو تو یہ بھی معاوضہ کی صورت ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

امام کی تنخواہ وقف زمین کی آمدنی سے!

سوال:۔ ایک امام صاحب کی تنخواہ کم ہے متولی اوقاف میں خیانت کر رہے ہیں، ایک شخص نے کچھ زمین مسجد کے لئے وقف کر رکھی ہے خود کاشت کاری کرتے ہیں اور آمدنی مسجد میں دیتے ہیں اگر یہ شخص کچھ غلہ اپنی زمین سے امام صاحب کو بغیر متولی کی اطلاع کے دے دیں تو دے سکتے ہیں۔ اور امام اس کو لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام کی تنخواہ متولی نہیں دیتا تو بقدر تنخواہ مسجد کی زمین کی پیداوار سے وصول کرنے کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] هكذا يستفاد من ولايعطى اجرة الجزار منها شيئاً لأنه يأخذه بمقالبة عمله فصار معاوضةً كالبيع (البحرالرائق ص۱۷۸/ ج۸/ كتاب الأضحية، مطبوعه كوئٹه)

[2] ويدخل فى وقف المصالح قِيّمٌ إمَامٌ خَطِيْبٌ وَالْمُؤَذِّنُ يَعْبُرُ قال الشامى تحته : قوله فى وقف المصالح اى فيمالو وقف على مصالح المسجد قوله يعبر من العبور بمعنىٰ الدخول الخ (شامى زكريا ص۵۶۶/ ج۶/ كتاب الوقف، قبيل مطلب فيمن لم يدرس الخ)

امام کے لئے مشاہرہ لینا!

سوال:۔ ہمارے محلّہ کی مسجد میں عرصۂ دراز سے کوئی باضابطہ امام مقرر نہیں ہے جب کہ وقتی طور پر مناسب آدمی کی امامت میں فرض نمازیں ادا کی جاتی رہی ہیں اب مصلیان مسجد کے دو گروہ ہو گئے ہیں ایک گروہ کا کہنا ہے باضابطہ امام صاحب کا تقرر کیا جائے ان کو کچھ ماہانہ مشاہرہ دینا چاہئے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ تنخواہ پانے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور چونکہ باپ دادا کے زمانے سے کوئی امام مقرر نہیں کیا گیا ہے اس میں کوئی شرعی مصلحت ہوگی، ایک گروہ کی جانب سے جس امام کی نشاندہی کی جارہی ہے ان کا ماضی نہایت قابل اعتراض ہے وہ اپنے زمانہ کا مشہور شرابی، جواری چور ہے اس محلّہ میں کچھ دن ان کے پیچھے نمازیں بھی ادا کی گئیں ان حافظ صاحب کے مشاہرہ کے لئے کہا۔ ایک گروہ تیار نہیں ہوا۔ حافظ صاحب نے کہا اگر مشاہرہ مقرر نہیں کیا گیا تو سب ڈاڑھی منڈوادوں گا شراب پینا شروع کر دوں گا چنانچہ انہوں نے ڈاڑھی منڈوادی۔ شراب بھی پی، بعد میں لوگوں کے سمجھانے پر وہ درست ہو گئے پھر ایک گروہ ان کو امام مقرر کرنا چاہتا ہے اور ایک مخالف ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر بغیر تنخواہ دار امام مقرر کئے ہوئے پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ہوتی ہے اور بلا تنخواہ ایسا آدمی نماز پڑھاتا ہے جو کہ امامت کے قابل ہو اگر چہ وہ ایک شخص نہ ہو بلکہ متعدد آدمی ہوں کہ کبھی کسی نے نماز پڑھادی اور کبھی کسی نے اور اس میں کوئی دشواری نہ ہوتی ہو تو پھر تنخواہ دار امام مقرر کرنے کی ضرورت نہیں البتہ تعلیم وتدریس کے لئے مدرس مقرر کیا جائے تا کہ دینی تعلیم دے سکے اگر نماز پنجگانہ باجماعت نہیں ہوتی اور وقت پر ایسا آدمی میسر نہیں آتا جو

جماعت کرا سکے یا اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں خلفشار ہوتا ہے اور سب لوگ اس پر متفق نہیں اور کسی اور آدمی پر متفق ہو سکتے ہیں جو کہ امامت کا اہل ہے اور بلا تنخواہ نہیں ملتا تو اب تنخواہ دار امام مقرر کر دیا جائے[۱] جس شخص نے اس ضد میں ڈاڑھی منڈا دی اور شراب پی لی اس کا مشاہرہ مقرر نہیں کیا گیا تو وہ اس لائق نہیں کہ اس کو امام بنایا جائے جب تک کہ اس کی سچی توبہ پر اطمینان نہ ہو جائے[۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۴ھ

امام کا دیر سے آنا اور تنخواہ لینا

سوال:۔ زید ایک ادارہ میں ملازم ہے اور ایک مسجد میں امامت کرتا ہے امام صاحب کہتے ہیں کہ میں اوقات کی پابندی کی تنخواہ لیتا ہوں نماز پڑھانے کی نہیں لیتا ہوں، اکثر اوقات نماز میں دیر سے آتے ہیں، کیا امام صاحب کا اس طرح تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اہل مسجد کی طرف سے اگر امام صاحب کو اس کی گنجائش دی گئی ہے اور اس تاخیر سے

---

[۱] ویفتی الیوم بالجواز علی الإمامة وتعلیم القرآن والفقه الخ (مجمع الانهر ص ۵۳۳/ ج ۳/ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۷۶/ ج ۹/ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الإستجار علی الطاعات)

[۲] ویکره إمامة عبد واعرابی وفاسق من الفسق ..... ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمر الخ الیٰ ان قال .... بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم الخ (شامی زکریا ص ۲۹۸، ۲۹۹/ ج ۲/ باب الإمامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام. منحة الخالق علی البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۹/ باب الإمامة. حلبی کبیری ص ۵۱۳/ باب الإمامة، الرابع فی الأولی بالإمامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

ناخوش نہیں ہیں تو امام صاحب کے لئے یہ تنخواہ درست ہے[۱]۔ ورنہ اس کا یہ طریقہ غلط ہے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کی تنخواہ اور کھانا حرام آمدنی سے!

سوال:۔ بکر ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کی تنخواہ مقرر ہے جو تنخواہ مسجد کے متولی بکر کو دیتے ہیں وہ چندہ وغیرہ کر کے دی جاتی ہے اور اس چندہ میں سود خور سے رشوت خور سے بھی چندہ لیا جاتا ہے۔ کیا ایسے لوگوں سے چندہ لے کر پھر امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے جب امامت کرنے میں تقویٰ کا زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے پھر امام کو بھی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمانے میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے اور اسی طرح مدرسہ کے مدرس کا بھی مسئلہ ہے وہ بھی تحریر فرمائیں بعض جگہ اماموں کا مستقل کھانے کا نظم ہوتا ہے اور جن گھروں سے کھانا آتا ہے ان میں سے بعض گھر والے سود لیتے ہیں اور بعض ملازمین رشوت لیتے ہیں، تو کیا امام کو ایسا کھانا کھانا جائز ہے امام اور مدرس محنت سے کام کرتے ہیں اور اگر کھانا بند کر کے تنخواہ بڑھانے کی بات کرتے ہیں تو تنخواہ بہت ہی کم بڑھائی جاتی ہے جو کھانے کی بہ نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے اور تنخواہ بڑھائی جاتی ہے تو وہ بھی اسی آمدنی سے، ایسی صورت میں امام و مدرس کیا کرے، ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کون سی ہے آیا صرف پوری تنخواہ ہی لی جائے یا کھانے کو بھی جاری رکھا جائے؟ جو صورت بہتر ہو تحریر فرمائیں۔

---

[۱] رجل استأجر أجيراً يوما ليعمل له كذا قالوا ان كان العرف بينهم انهم يعملون من طلوع الشمس الى العصر فهو على ذلك وان كان العرف انهم يعملون من طلوع الشمس الى غروب الشمس فهو على ذلك وان كان العرف مشتر كا فهو على طلوع الشمس الى غروبها اعتبارا لذكر اليوم (عالمگيری ص ۴۱۶ ج ۴، كتاب الإجارة الباب الثالث فى الاوقات التى يقع عليها عقدالاجارة)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

متعین طور پر جو شخص رشوت یا سود کی آمدنی امام یا مدرس کو دے خواہ روپیہ کی صورت میں ہو یا کھانے کی صورت میں ہو اس کا لینا حرام ہے اگر کسی کی آمدنی حلال وحرام دونوں قسم کی ہو مگر حلال آمدنی زیادہ ہو حرام کم ہو ایسی مخلوط آمدنی سے امام یا مدرس کو کھانا یا نقد دے تو ایسا لینا درست ہے اگر حرام زیادہ ہو حلال کم ہو تو لینا درست نہیں، ایسا آدمی اگر حلال سے دے مثلاً قرض لے کر یا اس کو وراثت میں حلال چیز ملی ہو اس میں سے دے تو لینا درست ہے[1]۔ فقط

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اُجرت پر نمازِ عید کی امامت

سوال:۔ بعض علاقہ میں دستور ہے کہ عید کے روز خصوصیت سے عید ہی کی نماز پڑھانے کے لئے ایک امام مقرر کیا جاتا ہے۔، بلکہ بعض ائمہ اپنی اُجرت متعین کر لیتے ہیں کہ مثلاً بیس روپئے دو گے تو عید کی نماز پڑھاؤں گا اور بعض ائمہ اپنی اجرت تو مقرر نہیں کرتے مگر بعض مقتدی حسبِ وسعت امام کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اگر مقتدی روپیہ نہیں دیتے ہیں تو امام ناراض ہو جاتے ہیں اور یہ بھی دستور ہے کہ عید کے روز ہر شخص اپنے احباب وعزیزوں وبزرگوں کے ساتھ معانقہ ومصافحہ کرتے ہیں، عید کے روز مصافحہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

---

[1] اکل الربوا وکاسب الحرام اهدیٰ الیه او اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبره ان ذٰلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان کان غالب ماله حلالا لابأس بقبول هدیته والاکل منها(عالمگیری ص۳۴۳/ج۵/ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات . کتاب الکراهیة. بزازیه ص۳۶۰/ج۶/ الرابع فی الهدیة، کتاب الکراهیة، مطبوعه کوئٹه. مجمع الانهر ص۱۸۶/ج۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح امامت پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ عید کا مصافحہ اور معانقہ جیسا کہ بعض جگہ رائج ہے، بدعت اور ممنوع ہے۔

یکره ان استاجروا رجلاً یؤمهم اه ماثبت بالسنة ص ۹۴ ونقل فی تبین المحارم عن الملتقط انهٗ تکره المصافحة بعد اداء الصلوٰة لکل حال لان الصحابةؓ ما صافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض اھ[1] ردالمحتار ص ۳۳۶/ج۵۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مدرّس اور امام کی تنخواہ کی حیثیت

سوال: ۔ائمۂ مساجد اور مدرسین کی تنخواہیں چونکہ مقرر ہوتی ہیں اور قلیل بھی ہوتی ۔لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ حق الخدمت ہے۔

لیکن زید ایک عالمِ دین ہے، اس کا خیال ہے کہ یہ نفقہ ہے حق الخدمت نہیں ہے اور تعیین دفعِ نزاع کے لئے ہوتی ہے۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ اور اس تنخواہ کا لینا معاوضۂ دین ہونے کی وجہ سے حرام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ مقام تو یہ ہے کہ مدرسین اور ائمۂ مساجد ان خدمات کو بلا معاوضہ ادا کریں اور نیت

---

[1] شامی نعمانیه ص ۳۴۴/ج۵/ باب الاستبراء کتاب الحظر والاباحة شامی کراچی ص ۳۸۱/ج۶.
مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح ص ۵۷۴/ج۴/ کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، مطبوعه اصح المطابع، بمبئی.

محض اللہ پاک کو راضی کرنا ہو مگر چونکہ ضروریاتِ نفقۂ واجبہ ان کے ذمہ بھی ہے اور ہر شخص کے پاس آمدنی کے ذرائع موجود نہیں۔ اگر یہ حضرات امامت وتدریس کی پابندی کرتے ہیں تو نفقاتِ واجبہ کے ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر نفقاتِ واجبہ کی تحصیل میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ خدمات معطل رہتی ہیں۔ جس سے دین ضائع ہوتا ہے۔ اس مجبوری کی بناء پر فقہاء کرام نے اجازت دی ہے تاکہ نفقاتِ واجبہ بھی ادا ہوتے رہیں اور یہ حضرات بے فکر ہو کر اپنی دینی خدمات میں مشغول رہیں۔ تنخواہ اور تعطیل وغیرہ کے معاملہ کو صاف کرلیا جائے۔ کوئی بات گول مول نہ رہے جس سے نزاع پیدا ہو۔ چنانچہ بڑے مدارس میں اس کے متعلق بات صاف رہتی ہے، اور دستور میں چھپی رہتی ہے چھوٹے مدارس ان کے تابع ہوتے ہیں۔ اس طرح نزاع نہیں ہوتا بعض مساجد میں بھی یہ طریقہ ہے اور بعض میں عُرف کے ماتحت عمل ہوتا ہے۔ البحر الرائق میں کتاب الوقف میں اس پر بحث موجود ہے[1] معاہدہ اور معاملہ کرنے والے کے متعلق ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا کہ وہ حرام لیتے ہیں، حرام کھاتے ہیں یہ جہالت اور حدود شرعیہ سے تجاوز ہے ہرگز جائز نہیں۔ پھر جس کو اپنے دین کا رہبر تجویز کیا اور سب سے بڑی عبادت اس کی اقتداء میں ادا کرتے ہیں اس کے متعلق ایسا کہنا انتہائی بے غیرتی بھی ہے تاہم نماز اس کی بھی ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بیوی یا بیٹی کی تنخواہ سے انتفاع

سوال:۔ اگر کسی مرد کی بیوی یا بیٹی سرکاری ملازم ہے اور وہ مرد اس کی تنخواہ سے انتفاع

---

[1] واستفید من قوله لا يستحق غلتها بتمامها انه يستحق بقدر عمله وهي كثيرة الوقوع في اصحاب الوظائف في زماننا وحاصله انه ينظر الى ماشرطه الواقف له وعليه من العمل (البحر الرائق ۲۱۴/ج۵/ طبع كوئٹه، كتاب الوقف)

کرتا ہے، تو ایسے مرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس بیٹی یا بیوی کی اجازت سے اس رقم سے نفع اٹھانا درست ہے[1] ایسے شخص کے پیچھے نماز بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام سے معاہدہ غیر حاضری کی تنخواہ وضع نہ کی جائے درست ہے

سوال:۔ امام صاحب کو ان کی امامت کا معاوضہ مسجد کے فنڈ سے ادا کیا جاتا ہے، لیکن امام ہر ماہ تقریباً ایک چوتھائی اوقات میں تشریف نہیں لاتے، مقتدیوں کے اعتراض پر مہتمم نے مقتدیوں کو کچھ سمجھا بجھا کر طے کرلیا ہے کہ اگر ایک ماہ میں ۲۰/وقت یا اس سے کم نہ آویں، تو ان کی پوری تنخواہ میں سے جو مسجد فنڈ سے ادا کی جاتی ہے کچھ وضع نہ کیا جائے، اگر ۲۰/وقت سے زائد غیر حاضری ہو تو وضع کیا جائے، کیا یہ معاہدہ جائز ہے؟ اکثر مقتدی اس طریقہ کو صحیح نہیں کہتے کیونکہ اول تو یہ معاملہ مسجد فنڈ کا ہے، دوسرے یہ کہ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ مقتدیوں کی کتنی مقدار اس معاہدہ سے راضی ہے، قلیل یا کثیر پھر یہ کہ جب اہتمام ان کے بدستور مختلف طریقوں سے رکھنے پر مفید معلوم ہوتا ہے، تو ۲۰/وقت کی غیر حاضری کون شمار کرے گا؟

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الخ الدر المختار علی الشامی زکریا، ص ۲۹۱ ج ۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، القواعد الفقھیۃ، قعدہ : ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح معاملہ بھی درست ہے، مقتدی غنیمت سمجھ کر اس پر رضامند ہوجائیں، مہتمم صاحب سے درخواست کریں کہ وہ ان کی غیر حاضری کا صحیح اندازہ کرنے کا انتظام کردیں، مدرسہ کے ملازمین کے لئے حاضری کا رجسٹر ہوتا ہے، جس سے صحیح علم ہوجاتا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۱۳۹۵ھ

عوض دے کر چلّہ میں جانے والے امام کی تنخواہ

سوال:۔ زید تنخواہ مقررہ پر نماز پڑھاتا ہے اور وہ چالیس دن کے لئے تبلیغی جماعت میں چلا جاتا ہے اور کسی مقتدی سے کہہ جاتا ہے کہ تم میرے جانے کے بعد جماعت کی دیکھ بھال کرنا اور نماز جماعت پڑھادیا کرنا۔ جواباً مقتدی کہتا ہے کہ اگر وقت پر آگیا تو نماز پڑھادونگا ورنہ نہیں۔ چالیس دن بعد امام صاحب واپس آتے ہیں اور تنخواہ طلب کرتے ہیں مقتدی کہتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں کہ میں اپنے عوض امام مقرر کرگیا تھا۔ عوض والے امام سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے فی سبیل اللہ نماز پڑھائی ہے، مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔ تو ایسی صورت میں امام تنخواہ کا مستحق کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام نے جب اپنا عوض دے دیا خواہ اس سے روپے کا معاملہ کیا ہو یا نہ کیا ہو تو امام تنخواہ کا

---

[1] وفی القنیة باب الإمامة امام یترک الامامة لزیارة اقربائه فی الرساتیق اسبوعاً او نحوه او لمصیبة او لاستراحة لا بأس به ومثله عفو فی العادة والشرع اهـ هذا مبنی علی القول بأن خروجه اقل من خمسة عشر یوماً بلا عذر شرعی، لایسقط معلومه الخ (شامی کراچی، ص ۴۱۹/ کتاب الوقف مطلب فیما اذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة، اشباه ص ۴۸، الفن الاول، القاعدة السادسة، العادة محکمة، مطبوعه دار الاشاعة دهلی)

حقدار ہے اس کی تنخواہ دی جائے کذیٰ فی البحر الرائق[1] اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۰/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے تو

سوال:۔ امام صاحب جن کو ختم ماہ پر ایک دو روز بعد نمازی تنخواہ دیدیتے ہیں مگر پھر بھی امام صاحب کہتے ہیں کہ تم نے نماز ادھار پڑھی ہے ماہ ختم ہوتے ہی تنخواہ ملنی چاہئے۔ کیا امام صاحب کا یہ قول درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز یا امامت کوئی دوکانداری اور تجارتی پیشہ یا کمائی کا پیشہ نہیں ہے۔ ضرورتِ شرعیہ کی بناء پر تنخواہ کو مجبوراً جائز قرار دیا گیا ہے[2]۔ امام کو ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ مقتدیوں کو بھی خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان اطلق کان لہ ان یستاجر غیرہٗ لان المستحق عمل فی ذمتہ ویمکن استیفاء ہٗ بنفسہ وبالاستعانۃ بغیرہ (البحر الرائق ص ۳۰۳/ ج۷/ کتاب الاجارۃ) استخلف الامام خلیفۃ فی المسجد لیؤم فیہ زمان غیبۃ لا یستحق الخلیفۃ من اوقاف الامامۃ شیئاً (إلی قولہ) ویستحق الاصیل الکل (بحر کوئٹہ ص ۲۳۰ ج۵ کتاب الوقف)

[2] المفتی بہ مذھب المتاخرین من جواز الاستئجار علی تعلیم القرآن والامامۃ والاذان للضرورۃ (شامی کراچی ۵۶۲/ ج ۱/ امامۃ الامرد، باب الامامۃ وکتاب الاجارۃ ۵۶/ ج۶/ وشامی نعمانیہ ص ۳۷۸/ ج ۱، ص ۳۵/ ج۵)

مسجد کا روپیہ اپنی تنخواہ میں وصول کرنے والے کی امامت!

سوال:۔ امام صاحب کی تنخواہ بتائی گئی کہ جو مسجد کی دکانوں کا کرایہ ہے وہ اپنی تنخواہ میں لے لیا کرو، جو روپئے شادی میں لوگ دے گئے کیا اس امانت کو بغیر محلّہ والوں کے یا بغیر ان لوگوں کے اٹھا سکتا ہے۔ اگر اٹھائے تو کیا امانت میں خیانت کرنے سے اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو روپیہ مسجد کے لئے دیا گیا ہو امام کو اس کے رکھنے کا حق نہیں[۱]، وہ اپنی تنخواہ وصول کرسکتا ہے[۲]۔ اس کے علاوہ مسجد کی امانت میں خیانت کرے گا تو اس کی امامت مکروہ ہوگی[۳]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۹۶ھ

امام استعفیٰ دینے کے بعد جب تک دوبارہ ملازمت کا معاملہ طے نہ ہو تنخواہ کا مستحق نہیں!

سوال:۔ ایک امام صاحب محرم کی ۶/ یا ۷ تاریخ کو جمعہ سے کچھ دیر پہلے یہ عہد نامہ لکھ کر

---

[۱] وبعث شمعا فی شهر رمضان إلی مسجد فاحترق وبقی منه **ثلثة** أو دونه لیس للإمام ولا للمؤذن أن یأخذه بغیر اذن الدافع الخ (البحر الرائق ص ۲۵۰/ ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد، مطبوعه کوئٹه)

[۲] المتولی إذا أمر المؤذن أن یخدم المسجد وسمی له أجراً معلوماً لکل سنة الی قوله فإذا نقد الأجر من مال المسجد حل للمؤذن أخذه الخ (البحر االرائق ص ۲۴۲/ ج۵/ کتاب الوقف، قبیل قوله وینزع او خائناالخ، مطبوعه المکتبة الماجدیه کوئٹه)

[۳] ویکره امامة عبد واعرابی وفاسق الخ (در مختار علی الشامی زکریا ص۲۹۸/ج۲/ باب الامامة)

اور مسجد میں رکھ کر اپنے گاؤں چلے گئے کہ میں اس بستی میں نہیں رہنا چاہتا جہاں بت پرستی ہوتی ہو لہٰذا میری تنخواہ کے چار سو روپے سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ ادا کر دینا یہ روپیہ اس لئے چڑھ گئے کہ بہت سے لوگ ان سے ناراض تھے، قریب پانچ مہینے تک ان کے روپئے ادا نہیں ہوئے اور یہ اس بستی پر اپنی روزی سمجھتے ہوئے اپنے گھر بیٹھے رہے اور کہیں پیش امامت اختیار نہیں کی لہٰذا اپنے ساتھیوں سے ضرور ملتے رہے اور تقاضا بھی جاری رکھا غرض جوں توں کر کے سب پیسہ ادا کر دیا پس پیسہ ادا ہوتے ہی پھر یہ اپنی امامت پر قائم ہوئے اور کسی ایک سے بھی یہ عہد نہیں لیا، بستی بت پرستی چھوڑتی ہے تو میں رہتا ہوں ورنہ نہیں، نہ کسی گاؤں والے نے یہ کہا کہ ہم آپ کو ضرور رکھیں گے، چاہے ہمیں تعزیہ چھوڑنے پڑ جائیں اس عہد شکنی کو کرتے ہوئے ان کا یہاں پر نماز پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر وہ اپنی ملازمت ختم کر کے چلے گئے تھے تو جب تک دوبارہ ملازمت کا معاملہ طے نہ ہو جائے وہ تنخواہ کے مستحق نہیں ہوں[۱] گے جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ہیں وہ ادا ہو گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۳ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۲/۴ھ

امام کے پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مقتدیوں کا دوسری مسجد میں جانا

سوال:۔ مسئلہ ہے کہ محلّہ کے قریب کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے اگر امام وقت کا تعین

---

[۱] وشرطها كون **الأجرة** والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة (الدر المختار على الشامي، مطبوعه زكريا ص ۹/۷/ كتاب الإجارة. البحر الرائق ص ۸/۲/ كتاب **الإجارة**، مطبوعه ماجديه كوئٹه. مجمع الانهر ص ۵۱۱/ج۳/ كتاب الإجارة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

نہ کرتا ہوتو کیسا ہے۔ دوسرے محلّہ کی مسجد میں جماعت کی غرض سے مقتدی پہنچا عین جماعت کے وقت معلوم ہوا کہ امام صاحب نہیں ہیں بغیر اطلاع گئے ہیں اور اکثر ایسا ہوجاتا ہے اور دوسرا کوئی نماز پڑھانے والا نہیں نہ مقتدیوں میں اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی کو چن لیں۔ اکثر ایسا ہوجاتا ہے کہ پابندِ جماعت مقتدی کی جماعت جاتی رہتی ہے کیوں کہ دوسری مسجد کا بھی وقت نکل جاتا ہے ایسی حالت میں مقتدی پیشتر ہی سے دوسری مسجد کی راہ اختیار کرے یا نہیں، کیونکہ اکثر وقت کی پابندی نہ کرنے سے امام کے مقتدیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کا بغیر اطلاع کئے اور بغیر جماعت کا انتظام کئے اکثر چلا جانا جس کی وجہ سے مسجد میں جماعت ہی نہ ہو بہت بُرا ہے امام صاحب کو خود بھی اس کا خیال رکھنا لازم ہے، اور سب نمازی اس کا انتظام کریں ورنہ جماعت کی پابندی کی خاطر نمازیوں کے دوسری مساجد میں چلے جانے سے مسجد کے ویران وغیر آباد ہونے کا اندیشہ ہے۔ سب نمازیوں کا اس طرح محلّہ کی مسجد کو غیر آباد کر کے دوسری مسجد میں جانا بھی درست نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

منفرد کے پیچھے اقتداء

سوال:۔ اگر منفرد عشاء کی نماز جہر سے ادا کر رہا ہے اور کوئی اور مقتدی شریک ہوگیا۔ مگر وہ منفرد امامت کی نیت نہیں کرتا اور پھر تکبیرات انتقال بھی زور سے نہیں کہتا ایسی حالت میں

---

[1] وان لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویؤذن فیه ویصلی وان کان واحداً لان لمسجد منزله حقاً علیه فیودی حقه (شامی نعمانیه ص ۳۷۳/ج ۱/ باب الامامة. شامی کراچی ص ۵۵۵/ج ۱)

مقتدی بغیر امام کے تکبیر کہے اس کی اتباع کرتا رہے۔ نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز ہو جائے گی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

زبردستی امام مقرر کرنا

سوال: ایک شخص دوسرے کو زبردستی سے امام مقرر کرتا ہے کیا شرعاً درست ہے اور اگر زبردستی سے امام بنایا گیا تو کیا اس کی امامت درست ہوگی اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

زبردستی امام بنانا درست نہیں[۲] تاہم اگر امام کو کوئی شرعی عذر نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف ۲۱/شعبان ۵۸ھ

---

[۱] واما نية الامامة فليست بشرط (طحطاوی على المراقی ص ۲۳۵/باب الامامة. الدرالمختار على الشامی كراچی ص ۴۲۴/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطلب مضى عليه سنوات الخ. بحر ص ۲۸۳/ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه)

[۲] امام مقرر کرنے کا حق اصل میں بانی کو پھر اہل محلّہ کو ہے اور اگر دونوں میں تنازع ہو جائے تو جس کا مقرر کیا ہوا امام زیادہ اہل ہوگا وہ زیادہ لائق ہے البتہ کسی ایک شخص کو زبردستی امام مقرر کرنے کا حق نہیں ہے۔

البانی اولى بنصب الامام والمؤذن وان تنازعوا فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة ان كان ما اختاره اهل المحلة اولى من الذى اختاره البانی فما اختاره اهل المحلة اولىٰ وان كانا سواء فمنصوب البانی اولىٰ (اشباه ص ۱۴۱. ايضاً ۱۰۴/الفن الثانی، كتاب الوقف، طبع اشاعة الاسلام، دهلی. الدرالمختار على الشامی كراچی ص ۴۳۰/ج ۴/ كتاب الوقف، قبيل مطلب فی الوقف المنقطع الخ. البحرالرائق ص ۲۳۲/ج ۵/ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

امام صاحب کا اعلان کہ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض

سوال:۔ دو شخصوں میں کوئی رنجش تھی، ان میں سے ایک نے بعد نمازِ جمعہ اعلان کیا کہ جس سے میں ناراض ہو جاؤں گا اس سے خدا ناراض ہو جائیگا اور ان دونوں میں سے ایک امام ہے اور ایک مقتدی۔ اعلان کرنے والا امام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ناراضگی کی وجہ کچھ ایسی ہی ہے جس سے خدائے پاک بھی ناراض ہو تو اس اعلان کی وجہ سے اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز نہیں کہا جائیگا۔ البتہ اعلان کا یہ طریقہ غلط ہے کیوں کہ اس میں اپنی ناراضگی کو اصل قرار دیا گیا ہے، اگر اس طرح بات کہی جائے کہ جس سے خدا ناراض ہے اس سے میں ناراض ہوں تو فی نفسہٖ بات صحیح ہے[۱] لیکن بجائے اعلان کے اس کو تفہیم کرنا امید ہے کہ نافع ہوگا۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) کتاب الوقف، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ)

۲ شروط الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقرءة والسلامة من الاعذار (شامی کراچی ص ۵۵۰ ج ۱ باب الامامة. طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۳/ باب الامامة، مطبوعہ مصری)

(صفحہ ہذا) ۱ عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم إنَّ اللّٰهَ إذَا أحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ إنِّیْ اَحَبُّ فَلانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيْلَ الى قوله ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الأرْضِ وَإذَا أبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلُ فَيَقُوْلُ إنِّی اَبْغَضُ فُلاناً فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضِهُ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ إنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلانًا فَاَبْغِضُوهُ قَالَ فَيُبْغِضُونَهُ ثُمَّ يُوْضِعُ لَهُ الْبُغْضَاءَ فِی الأرْضِ راه مسلم (مشكوة شريف ص ۴۲۵/ ج ۲/ كتاب الأدب، باب الحب فی اللّٰه ومن اللّٰه، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام عالم نہ ہوتو مسئلہ کس سے پوچھیں

سوال:۔ زید سے الفاظ قرآنی بھی اکثر صاف نہیں نکلتے۔ ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ اور ایسے شخص سے آئندہ مسئلہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام عالم نہیں تو مسئلہ کسی عالم سے پوچھا جائے[۱] وہ الفاظِ قرآن میں کیا غلطی کرتا ہے تشریح کے ساتھ لکھیں تو حکم معلوم ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۳ھ

امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا

سوال:۔ یہاں کی جامع مسجد کا امام نیم ملا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے بغیر تبلیغ کریگا تو امام صاحب کو ناگوار گذرتا ہے۔ حالانکہ خود تبلیغ کرنے کا طریقہ نہیں رکھتا ہے۔ کیا یہ طریقہ جو امام صاحب نے اختیار کر رکھا ہے قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس میں تبلیغ کی اہلیت ہو امام صاحب کو چاہئے کہ خود ہی اس کو تبلیغ کے لئے فرماویں وقتِ ضرورت ہرگز اس کو منع نہ کریں ان کا منع کرنا غلط ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ وینبغی أن یکون التعریف اولاً بالـلطف والـرفق لیکون أبلغ فی الموعظة والـنصیحة ثم التعنیف بالـقول لابالسب والفحش الخ (عالمگیری ص ۳۵۲/ ج۵/ الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

(صفحہ ہذا) ۱ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون سورۂ انبیاء۷.

۲ چونکہ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً الحدیث کے خلاف ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۲/ کتاب العلم مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)
ترجمہ:۔ میری طرف سے پہونچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔

امام صاحب کے کھانے کے لئے شرائط

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک مدرس ہیں جو اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں لیکن ان کے کارنامے ایسے ہیں کہ اکثریت ان کے خلاف ہے صرف چار پانچ آدمی جو کارکن بنے ہوئے ہیں انہوں نے زبردستی روک رکھا ہے اور جھگڑا ہر وقت تیار رہتا ہے کیوں کہ کھانے میں ان کی کچھ ایسی شرطیں ہیں جو غریب عوام برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کی عمر ۳۵ سال ہے شادی ابھی تک نہیں کی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جہاں پر اتنے لوگ ناخوش ہوں امام صاحب کو خود ہی استعفیٰ دینا نہیں چاہئے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں تاکہ عوام وامام خود سمجھ لیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کے متعلق آپ نے اتنا ہی لکھا ہے کہ ان کی کھانے کی شرائط ایسی ہیں غریب عوام برداشت نہیں کر سکتے۔ تو یہ کچھ لڑائی اور اختلاف کی بات نہیں۔ اگر وہاں کے لوگ ان کی شرائط کے موافق کھانا نہیں دے سکتے تو عذر کر دیں، جو لوگ دے سکتے ہیں وہ اپنے ذمہ کھانا متعین کر لیں غرض جھگڑے سے بچنا لازم ہے۔ اگر امام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو جس سے امامت میں نقصان آتا ہو تو جو لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ قصوروار ہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۴ھ

---

[۱] ولو امّ قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره لهٰ ذٰلک تحريماً وان هو احق لا والكراهة عليهم (الدرالمختار مع الرد نعمانيه ۳۷۶ وشامی کراچی ص ۵۵۹/ج ۱/ مطلب البدعة خمسة اقسام. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۴۴/ فصل فی بيان من الأحق با لإمامة، مطبوعه مصر. النهرالفائق ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الامامة، دارالكتب العلميه بيروت)

دوسرے کے گھر پان لگا کر کھانے والے کی امامت

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک عالم بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، اور امام بھی ہیں کبھی کبھی ظہر وعصر مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور کبھی مسجد میں اسی لئے ان کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے عصر کی نماز پڑھ کر ایک آدمی کا دروازہ بند تھا، مولوی صاحب دروازہ کھول کر پان کھا کر آئے تو انہوں نے دیکھا اور کہا کہ چچا جب بھی ہمارے گھر میں ہوتا ہے تب پان لگا کر کھا لیتے ہیں، اتنا مہنگا پان ہے جس کو کھانا ہو وہ اپنے پاس رکھے اور ابھی کوئی دیکھے تو ہمارے اوپر الزم لگائے گا یہ آواز جب ہم نے سنی تو ناظم سے کہا اور چار چھ آدمیوں سے کہا کہ ان کو پچاس روپئے تنخواہ ملتی ہے اور تین روپئے پان کو ملتا ہے تو ان کا خیال منتشر ہو گیا ہم سب کو اکٹھا کیا، سب کی رائے ہوئی کہ ان صاحب کو بلایا جائے وہ پنچائت میں پہنچ گئے۔ ہم نے کہا کہ مولوی صاحب کا گھر پانچ کوس پر ہے ان کے گھر میں پان لگا کر کیوں کھا لیا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب کو نہیں نکالیں گے، تب انہوں نے ہم پر جوتا اٹھایا اور گالی دی کہ اس کا جواب دیجئے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بے تکلفی کی بناء پر اگر پان وہاں سے کھا لیا اور یہ ناگوار ہے تو امام صاحب کو کہہ دیا جائے کہ آپ کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں آئندہ ایسا نہ کریں[1]۔ ان امام صاحب کو بھی چاہئے کہ ایسی روش اختیار نہ کریں جس سے ان کے وقار کو نقصان پہنچے۔ بہر حال اتنی بات کو سمجھا کر ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسی چیز نہیں جس سے امام کو بدل کر دوسرا امام بلانا ضروری ہو۔ آپس کا اختلاف

---

[1] کما یستفاد ..... ولو أخذ من کرم صدیقه شیئاً وهو یعلم ان صاحب الکرم لایکره ذلک لابأس به ولینظر فان الطامع غالط الخ (عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۰/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر الخ)

نہایت خراب نتائج پیدا کرتا ہے[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۰/۷/۸۹ھ

امام کے دروازہ پر جا کر سوتے کو جگانا

سوال:۔ امام صاحب کا گھر بالکل مسجد سے متصل ہے اور امام صاحب گھر پر سو رہے ہوں تو امام صاحب کو مقتدی پکار کر یا گھر جا کر بلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بلا سکتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اتفاقیہ ایسی نوبت آجائے تو دروازے پر جا کر جگا دیا جائے اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ امام کو خود ہی وقت پر اٹھنے اور مسجد پہونچنے کا اہتمام کرنا چاہئے کبھی اتفاق سے بیدار نہ ہوسکیں تو مؤذن یا مقتدی جا کر بیدار کردیں اس میں مضائقہ نہیں)۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ایاکم وسوء ذات البین فانها هی الحالقه الحدیث (مشکوٰة ص ۴۲۸ باب ما ینهی عنه من التهاجر الخ الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند، جامع الاصول ص ۴۲۶/ ج۷/ باب العداوة حدیث ۴۹۶۶، مطبوعه داراحیاء التراث العربی باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ (فیض القدیر ص ۱۲۶/ ج۳/ حدیث ۲۹۱۲، مطبوعه دارالفکر بیروت) باہمی فساد سے بچو اس لئے کہ یہ (دین کو) مونڈ دینے والا ہے۔

[۲] لا ینبغی لأحد أن یقول لمن فوقه فی العلم والجاه حان وقت الصلاة سوی المؤذن لأنه استفضال لنفسه (بحر) قلت وهٰذا خاص بالتثویب للامیر ونحوه علیٰ قول ابی یوسف الخ (شامی زکریا ص ۵۶/ ج۲/ کتاب الصلوٰة، باب الاذان، قبل مطلب فی اذان الجوق. شامی کراچی ص ۳۸۹/ ج۱)

امام صاحب سو رہے ہوں تو ان کو جگانا

سوال:۔ اگر امام صاحب مسجد میں نماز کے وقت سے پہلے ہی بیٹھے سو رہے ہوں تو ان کو مقتدی جگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جگا سکتے تو کیوں؟ اگر جگا سکتے ہوں تو اس میں کوئی ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جماعت سے اتنے پہلے جگا دیں کہ اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضوء کر لیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کا اقتداء کیا؟

سوال:۔ مسلم شریف میں حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کی حدیث ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی اقتداء کی کیا آپؐ نے کسی اور صحابی کو بھی اقتداء کی، خصوصاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چاہے کسی عارض کی وجہ سے ہو۔ ایک صاحب اس کی نفی کر رہے ہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام تجویز فرمایا، اور خود بھی ان کی اقتداء کے لئے تشریف لائے مگر وہ نماز نہیں پڑھا سکے بالکل بے اختیار ہو کر رُک گئے۔ اس لئے اس نماز

---

[۱] ولایجب انتباہ النائم فی اول الوقت ویجب اذا ضاق الوقت الخ (شامی کراچی ص ۳۵۸/ اول کتاب الصلوۃ، قبیل مطلب فی تعبدہ علیہ الصلوۃ والسلام قبل البعثۃ)

کی تکمیل حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمائی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام صاحب کا گھر گھر کھانا!

سوال:۔ ہمارے یہاں امام مسجد تمام گھروں میں فرداً فرداً کھانا کھاتے ہیں اور کوئی شخص مصلی کی دعوت کرتا ہے یعنی فقیروں کی ،تو کیا امام صاحب کی بھی دعوت کرسکتا ہے، امام صاحب کے لئے ایسی دعوت میں کھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

امام صاحب کے کھانے کا انتظام مشترکہ طور پر گاؤں والے اس طرح کریں کہ دن مقرر

---

[۱] فی حدیث عائشة مروا ابابکر ان یصلی بالناس فصلی ابوبکر تلک الایام..... فلما سمع ابوبکر حسۂ ذهب یتأخر فاومیٰ الیه رسول اللهﷺان لا یتاخر فجاء حتی جلس عن یسار ابی بکر فکان ابوبکر یصلی قائماً وکان رسول اللهﷺیصلی قاعداً یقتدی ابوبکر بصلوٰة رسول اللهﷺوالناس یقتدون بصلوٰة ابی بکر متفق علیه (مشکوٰة ص ۱۰۲/باب ماعلی الماموم، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. بخاری ص ۹۹ ج ۱ کتاب الاذان، مطبوعه اشرفی دیوبند. مسلم ص ۱۷۸/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ:۔ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس ان دنوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے بائیں جانب تشریف فرما ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے۔

تنبیه: راجع لحدیث امامة عبدالرحمن عوف رضی الله عنه (صحیح مسلم ۱۷۹/ج ۱/ باب تقدیم الجماعة من یصلی بهم اذاتاخرالامام ولم یخافوا مفسدة بالتقدیم، کتاب الصلوٰة، مطبوعه رشیدیه دهلی)

کرلیں کہ فلاں روز فلاں شخص کے مکان پر کھانا ہے فلاں روز فلاں شخص کے مکان پر ہے تو یہ درست ہے پھر چاہے تو امام صاحب کو مکان پر بلا کر معزز مہمان کی طرح کھانا کھلا دیا کرے، چاہے امام کے مکان پر یا حجرہ میں جہاں وہ ہوں بھیج دیا کریں، جس طرح رضامندی سے طے ہو جائے[1] کسی کو ثواب پہونچانے کے لئے اگر غریبوں کو کھانا کھلانا ہو تو امام صاحب کو وہ کھانا نہ کھلایا جائے جو امامت کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔ (چونکہ وہ معاوضۂ امامت ہے)۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

جس جس کی امامت مکروہ ہے اس کی کراہت کیوجہ کیا ہے!

سوال:۔ ''عبارت'' **والاولیٰ بالامامة الاعلم بالسنة ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسن فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعمیٰ او مبتدع او ولد الزنا کره**، اس عبارت میں جن افراد کا ذکر ہے ان میں سے ہر ایک کی وجہ کراہت حدیث کی روشنی میں مدلل بیان فرمائیں، مذکورہ اشخاص میں سے اگر حافظ اور سبعہ عشرہ کے قاری اور عالم ہوں تو کیا کراہت سے نکل کر اقرأ ثم الاقرأ میں شامل ہو سکتے ہیں اگر ہو سکتے ہیں تو کون کون؟ تشریح فرمائیں۔

ضروری دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالخصوص اعمیٰ کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالئے گا کہ اگر وہ حافظ اور سبعہ عشرہ کا قاری اور عالم ہو تو کیا کراہت باقی رہے گی، اور ایسی مثال کوئی حضور ﷺ کے خیر القرون میں ملتی ہے کہ اعمیٰ ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے

---

[1] ویفتی الیوم بالجواز علی الإمامة الی قوله ویجبر المستأجر علی رفع ماسمی ویحبس به وعلی الحلوة المرسومة الخ (مجمع الانهر ص۵۳۳/ ج۳/ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. الدرالمختار علی الشامی ص۷۷/ ج۹/ باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستیجار الخ، مطبوعه زکریا دیوبند)

امامت کے لئے منتخب فرمایا ہو؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

یہ اعمیٰ اگر مسائل طہارت میں محتاط ہو اور افضل ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں، حضرت ابن ام مکتومؓ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے سفر کے وقت مدینہ طیبہ میں امام تجویز فرمایا، فاسق اور مبتدع اگر عالم اور قاری ہو تو اس کی امامت پھر بھی مکروہ ہوگی، عبد، اعرابی، ولدالزنا کے متعلق دو قول ہیں ایک قول میں کراہت ختم ہو جائے گی دوسرے قول میں باقی رہے گی۔ پہلا قول قوی معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ علت کراہت غلبۂ جہل اور تنفیر جماعت ہے جو علم وتقویٰ کی وجہ سے ختم ہو جائے گی۔

ویکره امامة عبد واعرابی وفاسق واعمیٰ الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم الخ (قوله ای غیر الفاسق)تبع فی ذٰلک صاحب البحر حیث قید کراهة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولیٰ اه ثم ذکر انه ینبغی جریان هٰذالقید فی العبد والاعرابی وولد الزنا ونازعه فی النهر فی الهدایة بانه علل للکراهة بغلبة الجهل فیهم وبان فی تقدیمهم تنفیر الجماعة ومقتضی الثانیة ثبوت الکراهة مع انتفاء الجهل لکن ورد فی الاعمیٰ نص خاص هو استخلافه ﷺ لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینة وکانا اعمیین لانه لم یبق من الرجال من هو اصلح منهما وهٰذا هو المناسب لاطلاقهم واقتصارهم علی استثناء الاعمیٰ اه وحاصله ان قوله الا ان یکون اعلم القوم خاص بالاعمیٰ اما غیره فلا تنتفی الکراهة بعلمه لکن ما بحثه فی البحر صرح به فی الاختیار حیث قال ولو عدمت ای علة الکراهة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشد والاعمیٰ من البصیر فالحکم بالضد اه ونحوه فی شرح المنتقیٰ للبهنسی ، وشرح درر البحار، ولعل

وجهه ان تنفير الجماعة بتقديمه يزول اذا كان افضل من غيره بل التنفير يكون فى تقديم غيره واما الفاسق فقد عللوا كراهية تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليه اهانته شرعاً ولا يخفىٰ انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يومن ان يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرناولذا لم تجز الصلوٰةخلفه اصلاً عند مالک وروايةعن احمد الخ[1] (رد المحتار ص ۳۷۶/ج ۱)۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں چماروں کوتعویذ دینا!

سوال:۔ ہماری مسجد میں ایک امام صاحب نے ایک شخص کو جس کے دو بیویاں تھیں تعویذ دے کر ایک بیوی کو طلاق دلا دی، نیز چماروں کو مسجد میں تعویذ دیتے ہیں جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، امام کے والد اور چند لوگ انہیں وجوہات کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب: حامداًوّمصلیاً!

بغیر شرعی ثبوت کے یہ کہنا کہ فلاں شخص نے تعویذ کے ذریعہ طلاق دے دی ناجائز اور گناہ[1]

---

[1] شامی کراچی ۵۵۹/ج ۱/ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، باب الامامة وشامی نعمانیه ص ۳۷۶/ج ۱/ شامی زکریا ص ۲۹۸، ۲۹۹/ج ۲. البحر الرائق ص ۳۴۸، ۳۴۹/ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه كوئٹه.

[1] عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ألا اخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلوة قال قلنا بلى قال اصلاح ذات البين و فساد ذات البين هى الحالقة **(بقیه آئندہ پر)**

ہے جس طرح کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرادینا اور بلا وجہ شرعی طلاق دلوادینا گناہ ہے[۱]۔ پس اگر مقتدیوں نے امام پر بہتان لگایا ہے تو وہ توبہ کریں اور معافی مانگیں[۲]، آئندہ احتیاط رکھیں، مسجد میں ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہو، تعویذ کسی اور جگہ بیٹھ کر دیں[۳]، لوگوں میں لڑائی کرادینا بھی گناہ ہے، اگر امام صاحب کا گناہ ثابت ہو جائے اور وہ توبہ نہ کریں تو علیٰحدہ گی کے مستحق ہیں[۴]۔ تاہم مقتدی ترک جماعت نہ کریں[۵]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) (ای المزیلة للخیرات) رواہ ابو داؤد والترمذی (مشکوة شریف ص ۴۲۸/ ج ۲/ کتاب الادب، باب ماینهیٰ عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

۲ عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال أتدرون ماالغیبة قالوا أللّٰه ورسوله اعلم إلی قوله إن کان فیه ماتقول فقد إغتبته وإن لم یکن فیه ماتقول فقد بهته قال علی القاری تحت هذا الحدیث بفتح التاء المخففة وتشدید التاء علی الخطاب أی قلت علیه البهتان وهو کذب عظیم یبهت فیه من یقال فی حقه (رواه مسلم) (مرقاة شرح مشکوٰة ص ۱۴۳/ ج ۹/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول، کتاب الآداب، مطبوعه امدادیه ملتان)

۳ للتوبة ثلاثة شروط ۱. ان یقلع عن المعصیة ۲. وان یندم علی فعلها ۳. وان یعزم عزماً جازماً ان لایعود الی مثلها ابداً فان کانت المعصیة تتعلق بآدمی فلها شرط رابع وهورد الظلامة الی صاحبها أو تحصیل البراء ة منه (شرح نووی علی مسلم ص ۳۴۶/ ج ۲/ کتاب الذکر والدعاء، باب التوبة. روح المعانی ص ۲۳۵/ ج ۱۵/ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم، تحت آیت ۸، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۴ فالحاصل أن المساجد بنیت لأعمال الآخرة ممالیس فیه توهم إهانتها وتلویثها مما ینبغی التنظیف منه ولم تبن لأعمال الدنیا ولو لم یکن فیه توهم تلویث وإهانة علی ماأشار إلیه قوله علیه الصلوة والسلام فان المساجد لم تبن لهٰذا الخ (حلبی کبیری ص ۶۱۱/ فصل فی احکام المساجد، مطبوعه لاهور) (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

امام صاحب کا کھانے کے لئے در در جانا!

سوال:۔ ہمارے محلے کی مسجد میں جو امام نماز پڑھاتے ہیں منجانب محلّہ کھانے کا انتظام ہے جس کو اب تک خود امام صاحب محلے کے گھروں پر جا کر لاتے ہیں، بسا اوقات ایک وقت کے کھانے کے لئے ان کو بار بار دروازہ یا زنجیر کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور ایسا بھی کثرت سے ہوتا ہے کہ اہل خانہ کی طرف سے بے جا کلمات تک سننا پڑتا ہے۔ تو کیا امام صاحب کے لئے مناسب ہوگا کہ مسجد کے متولی صاحب سے کھانے کا معقول نظم کرائیں۔ کیونکہ مسجد کی اپنی جائیداد اور معقول آمدنی بھی ہے، اسی طرح مؤذن صاحب کو علاوہ کھانے کے دس روپیہ ماہوار مسجد کے سرمایہ سے دیا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مذکورہ صورت یقیناً امام صاحب کے منصب کے خلاف ہے، متولی صاحب ان کا انتظام کریں اور کھانا امام صاحب کے پاس پہونچا دیا کریں امام صاحب کو خود در در پر نہ جانا پڑے اور جب کہ مسجد کی آمدنی میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہے تو امام صاحب کے لئے تنخواہ کا انتظام بھی کیا جائے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) [۱] ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق بل مشی فی شرح المنیة علیٰ ان کراهة تقدیمه کراهة تحریمه الخ در مختار مع الشامی زکریا ص۲۹۸ ج۲ باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام

[۲] صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (الدر) افاد ان الصلاة خلفها اولیٰ من الانفراد (شامی کراچی ص ۵۶۲ ج ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد. البحرالرائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب الإمامة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه. طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶/ باب الأحق بالإمامة الخ، مطبوعه مصر) (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز قضا ہونے پر امام کا یہ جواب کہ حضور ﷺ کی بھی نماز قضا ہوئی تھی!

سوال:۔ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضا ہوگئی جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم نے نماز قضا کردی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا،تو برجستہ انہوں نے کہا کہ نماز حضور ﷺ کی بھی قضا ہوئی ہے۔اس جملے سے لوگوں پر غلط اثر پڑا ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے علماء کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی[۲] نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ملی نہیں۔اس وقت نماز قضا ہوئی جس کا حضور اکرم ﷺ کو بے حد افسوس اور قلق ہوا،حتی کہ آپ نے بد دعا بھی فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے،انہوں نے ہم کو نماز بھی نہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۱] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (الدر المختار على الشامی ص ۵۶۰/ ج۶/ كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعدالعمارة بما هو أقرب اليها، مطبوعه زكريا ديوبند. سكب الانهر على مجمع الانهر ص۵۸۷/ ج۲/ كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

(صفحہ ہذا) [۱] عن ابی هريرة رضؓ قال عرّسنا مع النبی ﷺ فلم نستيقظ حتى طلعت الشمس ثم اقيمت الصلوٰة فصلىٰ الغداة(باب قضاء الصلوٰة كتاب المساجد مسلم ص۲۳۸/ ج۱، مطبوعه رشيديه دهلی)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رات کے اخیر حصہ میں پڑاؤ ڈالا اور ہم بیدار نہیں ہوئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا اس کے بعد نماز کی اقامت ہوئی اور فجر کی نماز پڑھی الخ۔

پڑھنے دی[1] لیکن آج اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس قضا ہوئی نماز پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگے نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور ﷺ کی بھی نماز قضا ہوئی ہے۔ ایسا کہنے سے پورا اجتناب لازم ہے[2] ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے، نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ بھی اس میں مبتلا ہوئے یا مطلب ہوگا کہ نماز کا قضاء کر دینا سنت ہے، استغفر اللہ العظیم نبی اکرم ﷺ کی نماز قضا ہو جانے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا

سوال:۔ اگر امام طغرے کے روبرو کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ استیلام اور پھر اس کا بھی التزام بر بنائے عقیدت واحترام موجبِ فساد عقائد عوام

---

[1] فی حدیث علی مرفوعاً مَلأ اللّٰہُ بُیُوتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلاۃِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ (بخاری ص ۴۱۰/ج ۱/ باب الدعاء علی المشرکین، کتاب الجهاد والسیر، مطبوعه رشیدیه دهلی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ (صلوٰۃ عصر) سے مشغول کر دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا الخ

[2] لم یقل المتروکات ظناً بالمسلم خیراً إذا التأخیر بلاعذر کبیرة لاتزول بالقضاء بل بالتوبة او الحج قال الشامی تحته و انما یزول اثم الترک فلایعاقب علیها إذا قضاها وإثم التأخیر باقٍ (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۱۸/باب قضاء الفوائت. طحطاوی علی المراقی ص۳۵۸/ باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۱۴/ج ۱/ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

اور خلافِ طریقہ سیّد الانام علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے کہنے والے کی امامت

سوال:۔ جس امام کو یہ کہا گیا کہ دو حجرے ہیں، ایک میں جو سامان مسجد کا ہے اس کو رکھ لو، وہ یہ جواب دے دے کہ جو کوئی آ کر مجھ کو گلا گھونٹ کر مار گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے اس نے اللہ کی ذمہ داری ختم کر دی اور انسان کی ذمہ داری طلب کرے وہ شخص کون ہوتا ہے خواہ امام ہو یا عام مسلمان اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ انتظام اور تدبیر کی بات ہے اللہ کی ذمہ داری ختم کرنا نہیں ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۵/۱۲ھ

امام پر غشی بناء سے مانع ہے

سوال:۔ امام کو غشی آ گئی لوگ چند منٹ متردد تھے کہ کون خلیفہ بنے اور بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے توقف کر کے پھر ایک شخص خلیفہ ہو گیا تو کیا اس زمانۂ تردد کی تاخیر سبب وجوب سجدۂ سہو ہو گی یا نہیں اگر نہ ہو گی تو کیوں؟ اور جب امام کو ہوش آیا تو وہ وضو کر کے دوسرے امام

---

[۱] وفیہ کراھۃ تقبیل مالم یرد الشرع بتقبیلہ من الاحجار وغیرھا (عمدۃ القاری ص ۲۴۱/ج۵/ الجزء التاسع، کتاب الحج باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ دارالفکر. فتح الباری ص ۲۶۱/ج۴/ کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[۲] اس کہنے کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

یعنی خلیفہ کی اقتداء کرسکتا ہے یانہیں؟ اسی طرح وہ امام جس کو حدث ہوگیا ہوتو کتنی دور وضو کے لئے جاسکتا ہے اور کیسے جائے گا پیچھے پاؤں جاوے گا کہ انحراف صدر عن القبلہ نہ ہو یا منحرف ہوکر اور صورت ثانیہ میں بناء کرسکتا ہے یانہیں کیا انحراف صدر عن القبلہ مفسدات صلوٰۃ ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں امام کو بناء کرنا درست نہیں لہٰذا استخلاف بھی درست نہیں۔ اعلم ان لجواز البناء ثلٰثة عشر شرطا کون الحدث سماویاً من بدنه غیر موجب لغسل ولانادر وجود اھـ درمختار قال الشامی ولما کان الاستخلاف مشروطابکون الحدث غیر مانع للبناء ذکر الشارح شروط البناء لانه فی الحقیقة بناء من الخلیفة علی ماصلاه الامام قوله ولانادر وجود خرج نحو القهقه والاغماء[1] اھ درمختار علیٰ هامش الشامی ص ۴۰۳/ باب الاستخلاف۔ لہٰذا اس نماز کو از سرنو پڑھنا ہوگا جس صورت میں بناء درست ہے اس کے لئے جہاں پانی ہو وہاں تک جائے گا اور انحراف از قبلہ اس کے حق میں مفسد یا مانع عن البناء نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جس سے مقتدی ناخوش ہوں

سوال:۔ ایک امام صاحب سات سال سے امامت کررہے ہیں۔ موضع قاسم پور میں اور لوگ ان کی امامت سے سخت ناراض ہیں اور بڑے پریشان ہیں اور امام سے جھگڑا بھی ہوگیا

[1] درمختار علی هامش الشامی کراچی ص ۵۹۹/ج ۱. زکریا ص ۳۵۱/ج ۲/ باب الاستخلاف. البحر الرائق کوئٹه ۳۶۷/ج ۱/ باب الحدث فی الصلاة. تبیین الحقائق ص ۱۴۸/ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہے۔کئی مرتبہ مگر یہ امامت کئے جارہے ہیں وجہ امامت کی یہ ہے کہ انھوں نے دو چار آدمیوں کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے۔

سب نمازی ناراض ہیں ایسے شخص کی امامت کیسی ہے مکروہ ہے یا کہ حرام؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام میں کوئی ایسی وجہ موجود ہے جس سے اس کی امامت ناجائز ہوتی ہو تو امام کو خود اپنی اصلاح لازم ہے اور جب تک وہ وجہ موجود ہے وہ امامت نہ کرے۔خود ہی علیحدہ ہو جائے ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں جس کے پیچھے شرعی وجہ کی بنا پر مقتدی نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے اگر امام میں کوئی ایسی وجہ موجود نہیں بلکہ وہ صالح اور امامت کا اہل ہے تو جو مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں وہ مجرم ہیں ان کو اپنی ضد سے باز آجانا چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/ ۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/ ۸۶ھ

امام کا مصلے پر ہی سنن ونوافل پڑھنا

سوال:۔ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام کو مصلّے پر جماعت کی نماز پڑھانے کے بعد خود کی

---

[1] رجل ام قوماً وهم له كارهون ان كانت الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة يكره له ذلك وان كان هو احق بالامامة لايكره الخ (عالمگیری کوئٹہ ص۸۷/ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً الخ. مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص۲۴۴/ فصل بیان الاحق بالامامة. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۷/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

سنت ونوافل پڑھنا مکروہ فعل ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایک قول یہ بھی ہے مگر غیر مفتی بہ ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک ہی امام کا دوجگہ نماز عید پڑھانا

سوال:۔ دوجگہ ہیں اور دونوں کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے اور ایک امام ہے اور وہ دوسری جگہ نماز پڑھاتا ہے اور اس جگہ اپنے نائب وغیرہ کو کر دیتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ ایک بستی والے چاند کی خبر سن کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور دوسری جگہ والے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور وہی امام دونوں جگہ نماز پڑھاتا ہے، حالانکہ امام روزہ سے ہے تو کیا اول جماعت والے کی نماز ہوگی اور اس امام کی نماز ہوگی یا نہیں ہوگی دوسری جماعت والے دوسرے دن نماز پڑھتے ہیں اور وہی امام پڑھاتا ہے تو اس صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب پہلی دفعہ (چاند ہوجانے پر) نماز عید امام نے ایک جگہ پڑھ لی تو دوسرے دن دوسری بستی میں اس کو نماز عید پڑھانے کا حق نہیں رہا اور اس کے پیچھے دوسرے دن پڑھنے

---

[1] ویکرہ للامام التنفل فی مکانہ بل یتحول مخیرا والکراھۃ تنزیھیۃ کما دلت علیہ عبارۃ الخانیۃ (شامی زکریا ص۲۴۸/ج۲. شامی کراچی ص ۵۳۱/ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ. مطلب فیما لوزاد علی العدد فی التسبیح عقب الصلاۃ. عالمگیری کوئٹہ ص۷۷/ج ۱/ قبیل الفصل الرابع فی القراءۃ. حلبی کبیر ص ۳۴۲/ صفۃ الصلاۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور)

والوں کی نماز درست نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

احتیاط الظہر پڑھنے والے کی امامت

سوال:۔ جو امام احتیاط الظہر کا قائل ہے اور علانیہ طور پر کہتا ہے کہ ہمارا جمعہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا احتیاط الظہر کا بعد جمعہ پڑھنا واجب ہے اور مسجد بھی شہر یا قصبہ میں واقع ہو تو ایسے امام کے پیچھے ایسے شخص کو جو احتیاط الظہر کا قائل نہ ہو کیا کرنا چاہئے کیوں کہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنے میں جمعہ تو ادا نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ امام خود قائل نہیں ہے۔ ہمیشہ کے لئے جمعہ کا ترک کرنا شرعاً نامناسب ہے جیسا کہ اکثر روایات سے ظاہر اور بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے اگر نماز کا اعادہ کر لے گا تو پھر بھی جمعہ کا ترک لازم آئے گا۔ برائے کرم تفصیل سے تحریر فرمائیے!

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کا کہنا قول مفتیٰ بہ کے خلاف ہے تاہم اس کے پیچھے ایسے شخص کا جمعہ پڑھنا درست ہے جو وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ شروط متحقق ہونے پر جمعہ درست ہوجاتا ہے اور احتیاط الظہر واجب نہیں اس میں اعتقاد مقتدی کا اعتبار ہے جیسے کہ جو شخص وتر کو واجب اعتقاد کرتا ہے اور جیسے کہ ایک شخص کے اعتقاد میں ایک چیز ناقض وضوء یا مبطل صلوٰۃ ہے وہ امام ہے اور مقتدی کے حق میں وہ چیز ناقض اور مبطل صلوٰۃ نہیں تو ایسے مقتدی کی نماز اصح قول کی بناء پر صحیح درست ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی شخص مذکور کے پیچھے جمعہ درست ہے۔

---

[1] صلاة العيدين واجبة :مراقي الفلاح ص ۸۵ باب صلاة العيدين، ولا (اى لايصح الاقتداء) مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلاتين شرط عندنا (الدرالمختار على الشامي كراچي ص ۵۷۹/ج ۱/ باب الامامة. شامي زكريا ص ۳۲۴/ج ۲. عناية علىٰ فتح القدير ص ۳۷۱/ج ۱/ باب الامامة، دارالفكر بيروت. النهر الفائق ص ۲۵۵/ باب الإمامة، دارالكتب العلميه بيروت)

واما اذا علم المقتدی من الامام ما یفسد الصلوٰۃ علیٰ زعم الامام دون المقتدی کمس المرأۃ اوالذکر او حمل نجاسۃ قدر الدراھم والامام لا یدری بذالک فانہ یجوز اقتداء ہ بہ علیٰ قول الاکثر وقال بعضھم لا یجوز منھم الھندوانی. لان الامام یریٰ بطلان ھٰذہٖ الصلوٰۃ فتبطل صلوٰۃ المقتدی تبعاً لہ وجہ الاول وھو الاصح ان المقتدی یری جواز صلوٰۃ امامہ والمعتبر فی حقہ رأی نفسہ فوجب القول بجوازھا کما فی التبیین وفتح القدیر اھ[1] الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۱۶۱. لو اقتدیٰ من یریٰ وجوب الوتر بمن یریٰ سنتیہ فان ذالک صحیح للاتحاد ولا یختلف باختلاف الاعتقاد طحطاوی ص۱۵۸[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

مسبوق لاحق (امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء)

سوال:۔ اگر امام بھول کر چار رکعت کے بعد کھڑا ہوگیا پانچویں رکعت میں ایک شخص شریک ہوگیا تو وہ شخص کیسے اور کتنی رکعت ادا کرے؟

الجواب: حامدً ومصلیاً!

وہ بہ نیت فرض شریک ہوا ہے۔ اسکی شرکت درست نہیں۔ اس کو ایسے امام کے ساتھ

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۳۸/باب الامامۃ. تبیین الحقائق ص۱۷۱/ج۱/باب الوتر والنوافل، مطبوعہ امدادیہ ملتان. فتح القدیر ص۴۳۷/ج۱/باب الوتر، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ص۲۳۵/باب الامامۃ. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۵۹۱/ج۱/باب الامامۃ، قبیل مطلب المواضع التی تفسد صلاۃ الام دون المؤتم. النھرالفائق ص۲۵۵/ج۱/باب الامامۃ والحدث فی الصلاۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

شریک نہیں ہونا چاہئے۔شامی[1] ص ۵۰۳/ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

[1] شامی زکریا ص ۵۵۵/ج ۲/ باب سجود السهو تتمة. البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۰۵/ج ۲/ باب ایضاً. اعلاء السنن ص ۲۵۷/ج ۴/ باب جواز النافلة خلف المفترض وعدم جوازہٖ، مکتبه امدادیه، مکة المکرمه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوازدھم : مسبوق اور لاحق

مسبوق کی تعریف

سوال: مسبوق کسے کہتے ہیں اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو شخص جماعت میں شروع سے شریک نہ ہو بلکہ اس کی کوئی رکعت فوت ہوگئی ہو اسے مسبوق کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد فوت شدہ نماز پوری کرے اور پہلی دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ بھی پڑھے۔ شامی[1] ص ۴۰۰/ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] المسبوق من سبقه الامام بها اوببعضها (درمختار) وفی الفیض عن المستصفی لو ادرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یأتی بالثالثة بفاتحة خاصة عندابی حنیفة وقالا رکعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم رکعتین او لاهما بفاتحة وسورة وثانیتهما بفاتحة خاصة اه وظاهر کلامهم اعتماد قول محمد (الشامی نعمانیه ص ۴۰۰/ج ۱) شامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۲/ باب الامامة. مطلب لواتی بالرکوع او السجود الخ. الهندیة کوئٹه ص ۹۱/ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. البحرالرائق کوئٹه ص ۳۵۶/ج ۱/ باب الامامة.

مسبوق کی نماز کا طریقہ

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام نے دو ایک رکعت پڑھ لی ہو تو جب یہ شخص اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو ثناء تعوذ، تسمیہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ شخص ثناء، تعوذ، تسمیہ تینوں چیزیں پڑھے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق کا حکم

سوال: جماعت ہو رہی ہے اور امام کی ایک رکعت ہوگئی دوسری رکعت میں مقتدی آ کر ملا جو ایک رکعت مقتدی کی رہ گئی ہے وہ خالی پڑھنی چاہئے یا بھری پڑھنی چاہئے اور امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور اور دوسری میں قل اعوذ برب الناس پڑھی امام قرآن کی ترتیب ختم کر چکا تو مقتدی کو کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بھری پڑھے اور قل اعوذ برب الفلق پڑھے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] (قولہ حتی یثنی الخ) تفریع علی قولہ منفرد فیما یقضیہ بعدفراغ امامہ فیاتی بالثناء والتعوذ لانہ للقراءۃ (الشامی نعمانیہ ۴۰۱/ج ۱. شامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۲/ باب الامامۃ. مطلب فیما لو اتی بالرکوع والسجود الخ، الھندیہ کوئٹہ ص ۹۱/ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. تاتارخانیہ کراچی ۵۵۸/ج ۱/ ومما یتصل بھٰذا الفصل من مسائل المسبوق.

[2] المسبوق انہ یقضی اول صلاتہ فی حق القراءۃ وآخرھا فی حق التشھد حتی لو ادرک رکعۃ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فیکون بثلاث قعدات (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر نماز پوری کرنا

سوال: دو شخص ایک ساتھ جماعت میں آ کر شریک ہوئے اور دونوں مسبوق تھے جب امام نے نماز ختم کی تو دونوں اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن ایک کو یاد تھا کہ میری کتنی نماز چھوٹی ہے دوسرے کو یاد نہیں رہا تو کیا یہ جائز ہے کہ دوسرا شخص جس کو یاد نہیں اتنی ہی رکعتیں پوری کرے جتنی یاد والا کرتا ہے یعنی اس کی یاد پر اعتماد کر کے اس کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرے اس طرح اس کی نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح اس کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر اس کی اقتداء کی نیت نہ کرے بلکہ ویسے ہی جتنی رکعتیں وہ پڑھے یہ بھی پڑھ لے۔ طحطاوی[1] ص ۱۵۹۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق امام کے سجدہ سہو کے بعد شریک ہوا

سوال: اگر مسبوق سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں شریک ہوا تو وہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے یا نہیں؟ جب کہ امام بقدرِ تشہد بیٹھ کر قعدہ کر چکا ہے۔ تو اب سجدۂ سہو کے بعد جو قعدہ ہوگا وہ فرض ہوگا یا واجب؟

(گذشتہ کا بقیہ) وقرأ فی کل فاتحة و سورة. عالمگیری ص ۹۱/ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. مطبوعه کوئٹه. شامی زکریا ص ۳۴۷/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فیما لواتی بالرکوع والسجود او بهما مع الامام الخ.

[1] اذا قضی المسبوقان ملاحظا احدهما الآخر لیعلم عددماعلیه من فعله فلابأس به، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۳۶/ باب الامامة لو نسی احد المسبوقین فقضی ملاحظا للآخر بلااقتداء صح. (طحطاوی علی الدرص ۴۰۰/ج ۱/ باب الامامة. الهندیة ص ۹۲/ج ۱) الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. مطبوعه کوئٹه. شامی زکریا ص ۳۴۸/ج ۲/ باب الامامة، مطلب فیما لو اتی بالرکوع والسجود الخ قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص ۱۰۴/ج ۱/ فصل فی المسبوق.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو مسبوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد قعدہ میں شریک ہوا اس کے ذمہ اس کی وجہ سے سجدۂ سہو مستقلاً واجب نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/ ۸۸ھ

مسبوق نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا

سوال: مسبوق یا منفرد بھولے سے دونوں جانب سلام پھیر دے، پھر خود بخود یاد آ جانے پر یا کسی کے یاد دلانے پر فوراً اُٹھ کر اس صورت میں کہ سینہ ہنوز قبلہ ہی کی طرف تھا اپنی بقیہ رکعت سجدۂ سہو کے ساتھ تمام کرے تو حسبِ ارشاد حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن یہاں بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیر دے تو نماز از سرنو ہی پڑھنا چاہئے۔ اس صورت میں اصح قول کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا حالانکہ ابھی نماز پوری نہیں ہوئی تھی، کوئی رکعت باقی تھی، پھر جب ہی قبلہ کی طرف سے سینہ پھرانے اور کسی مفسدِ نماز کے ارتکاب سے پہلے فوراً یاد آ گیا یا کسی کے یاد دلانے سے یاد آ گیا اور بقیہ نماز سجدۂ سہو کے ساتھ پوری کر لی تو نماز درست ہوگئی۔ یہی حکم ایک طرف سلام پھرانے کی صورت میں ہے۔ سلام سے قطع کی نیت اس

---

[1] وان دخل بعد ماسجدهما لايقضيهما. عالمگيری كوئٹه ص ۱۲۸/ ج ۱/ الباب الثانی عشر فی سجود السهو. فصل سهو الامام يوجب عليه الخ. شامی زكريا ص ۵۴۷/ ج ۲/ باب سجود السهو. البحر الرائق كوئٹه ص ۹۹/ ج ۲/ باب سجود السهو.

حالت میں معتبر نہیں اور ایک ہی سلام سے نماز ختم ہوجاتی ہے جب کہ وہ اپنے محل میں ہو، او یسجد للسهو ولومع سلامهٖ ناویاً للقطع لان نية تغييرالمشروع. لغومالم يتحول عن القبلة اويتكلم سلم مصلى الظهر مثلاً علىٰ راسِ الركعتين توهمااتمامها اتمها اربعاً وسجد للسهو لان السلام ساهياً لايبطل لانه دعاء من وجه(درمختار[1] ص ۵ ج ۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۳ھ

اگر مسبوق بھول کر ایک طرف سلام پھیر دے

سوال: مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیر لیا دوسری طرف سلام پھیرنے سے پہلے اس کو یاد آ گیا کہ میری رکعت چھوٹی ہوئی ہے۔ اب اس کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام نے جب داہنی طرف سلام پھیرا اور اس میں لفظ السلام کے میم پر پہونچا اگر اسی وقت مسبوق کو یاد آیا اور وہ رک گیا تب تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو نہیں اگر اس کے بعد سلام پھیرا اور یاد آیا تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو ہوگا۔ شامی[2] ص ۴۹۹/ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص ۵۰۵/ ج ۱/ مطبوعه زكريا ص ۵۵۸/ ج ۲/ باب سجود السهو. مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۳۸۴/ باب سجود السهو مطبوعه مصر. البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۹، ۱۱۱/ ج ۲/ باب سجود السهو.

[2] ولاسجود عليه ان سلم سهوا قبل الامام اومعه وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداً حينئذ واراد بالمعية المقارنة الخ.(الشامي نعمانيه ص ۴۹۹/ ج ۱) مطبوعه زكريا ص ۵۴۶/ ج ۲/ اول باب سجود السهو. الهنديه ص ۹۱/ ج ۱/ الفصل السابع في المسبوق واللاحق. مطبوعه كوئٹه. البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۰/ ج ۲/ باب سجود السهو. مجمع الانهر ص ۲۲۲/ ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا

سوال: مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ بعد میں یاد آیا تو کھڑے ہوکر نماز پوری کرلی ایسے شخص پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں اور اس کا کھڑا ہونا صحیح ہوا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگر سلام کے بعد بغیر کلام کئے ہوئے کچھ درود وغیرہ بھی پڑھ لیا تو بھی کئی حرج نہیں پھر یاد آنے پر کھڑے ہوکر پورا کر لینے سے صحیح ہو جائے گی۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب تک کوئی قول یا فعل منافی صلوٰۃ نہیں کیا تو کھڑا ہوکر اپنی نماز پوری کرلے اور سجدہ سہو کرلے نماز صحیح ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

اگر مسبوق قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے

سوال: امام نے سجدۂ سہو کرنے کے لئے سلام پھیرا مسبوق نے بھی قصداً امام کے ساتھ

---

[1] ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع لان نیة تغیر المشروع لغو ما لم یتحول عن القبلة او یتکلم، الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۰۴، ۵۰۵ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۵۸ ج ۲ باب سجود السهو، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۸۴ باب سجود السهو، مطبوعه مصر ولاسجود علیه ان سلم سهوا قبل الامام اومعه وان سلم بعده لزمه لکونه منفرداً حینئذ واراد بالمعیة المقارنة الخ. (الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱) مطبوعه زکریا ص ۵۴۶/ج ۲/ اول باب سجود السهو. الهندیه ص ۹۱/ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. مطبوعه کوئٹه. البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ج ۲/ باب سجود السهو. مجمع الانهر ص ۲۲۲/ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

سلام پھیر لیا اس نے یہ سمجھا کہ سجدۂ سہو کا سلام مجھے بھی امام کے ساتھ کرنا چاہئے تو ایسی صورت میں اس مسبوق کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ شامی[1] ص ۴۹۹/ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق تشہد سے فارغ نہیں ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا

سوال: کسے گر در جماعت داخل شدہ تشہد خواندن آغاز کند و در آن وقت امام بسلام از نماز فارغ شود آنکس تشہد اول خواندہ قیام کند یا نہ[2]

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تشہد اول خواندہ قیام کند کذا فی رد المحتار[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] فان سلم فان کان عامداً فسدت والالا (الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱) مطبوعه زکریا ص ۵۴۶/ ج ۲/ اول باب سجود السهو. الهندیه ص ۹۱/ج ۱، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، مطبوعه کوئٹه. البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ج ۲/ باب سجود السهو.

[2] ترجمہ سوال: کسی شخص نے جماعت میں داخل ہو کر تشہد پڑھنا شروع کیا اور اسی وقت امام سلام کے ذریعہ نماز سے فارغ ہو جائے وہ شخص تشہد پڑھ کر کھڑا ہو یا نہیں؟

[3] ترجمہ جواب: تشہد پڑھ کر کھڑا ہو۔ فقط

[4] (قوله فانه لایتابعه الخ) ای ولو خاف ان تفوته الرکعة الثالثة مع الامام کماصرح به فی الظهیریة وشمل باطلاقه مالو اقتدی به فی اثناء التشهد الاول اوالأخیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا مسبوق پر تشہد واجب ہے؟

سوال: مسبوق دوسری رکعت میں ہو، اب سوال یہ ہے کہ تشہد اس پر واجب ہے یا سنت یا مستحب ہے؟ پھر چوتھی رکعت میں (اس کی تیسری) پڑھنا کیسا ہے؟ نیز جب آخری رکعت میں مسبوق ہو تب بھی یہی سوال ہے۔ درجہ کا تعین حوالہ سے کریں۔ نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسبوق پر امام کے تابع ہو کر تشہد واجب ہے۔ کیونکہ وہ بھی مقتدی ہے۔ سلام امام کے بعد جب اپنی بقیہ نماز پوری کرے تو ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہوگا۔ لو سلم الامام قبل فراغ المقتدی من التشهد يتمهٗ لانهٗ من الواجبات اھ مراقی الفلاح[1] ص ۱۸۵، ويجب القعود الاول ويجبُ قراءة التشهد فيه فی الصحيح متعلق بكل من القعود وتشهده وهو احتراز عن القول بسنتيها او سنية الشتهد وحده ويجبُ قراءة التشهد فی الجلوس الاخير ايضاً فالمسبوق بثلاث فی الرباعية يقعدثلاث قعدات، قوله ويجب قراءة فيسجد للسهوبترک بعضه ككله اھ مراقی الفلاح[2] والطحطاوی ص ۱۴۹ تا ۱۵۰۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) فحين قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم ولم اره صريحاً ثم رأيته فی الذخيرة ناقلاً عن ابی الليث المختار عندی انه يتم التشهد وان لم يفعل اجزاه اھ (الشامی نعمانيه ص ۳۳۳/ج ۱ شامی زکریا ص ۲۰۰/ج۲/ باب صفة الصلاة. مطلب فی اطالة الركوع للجائی. مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۲۵۲/ فصل فيمايفعله المقتدی بعد فراغ امامه الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۳۲۰/ج ۱/ فصل واذا اراد الدخول فی الصلوة.

(صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح مصری ص ۲۵۰/ فصل فيما يفعله المقتدی بعدفراغ امامه الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/ فصل و اذا اراد الدخول فی الصلاة. شامی زكريا ص ۲۰۰/ج۲/ باب صفة الصلاة، مطلب فی اطالة الركوع للجائی. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھے

سوال: مسبوق قعدہ اخیرہ میں ملا تو امام کے ساتھ تشہد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ اور تشہد اخیرہ میں درود کے بعد دعاء پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسبوق کو بھی امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے[۱]۔ تشہد اخیرہ میں بعد درود شریف دعا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

تشہد میں شریک ہونے والا کیا کرے؟

سوال: جو شخص آخری قعدہ میں شریک ہوا ہو اس کو بھی پوری التحیات پڑھنی ضروری ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۰۲ تا ۲۰۳/ فصل فی بیان واجبات الصلاۃ. البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۰، ۳۰۱/ ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۹/ ج ۲/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب لاینبغی ان یعدل عن الروایۃ.

(صفحہ ہذا) ۱ ان المسبوق ببعض الرکعات یتابع الامام فی التشہد الاخیر (الھندیہ ص ۹۱/ ج ۱/ کوئٹہ) الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. شامی زکریا ص ۲۰۰/ ج ۲/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی.

۲ ویسن الدعاء بعد الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ مراقی الفلاح مصری ص ۲۲۰/ فصل فی بیان سننھا. ملتقی الابحر علی مجمع الانھر ص ۱۳۴، ۱۳۵/ ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. تبیین الحقائق ص ۱۲۴/ ج ۱/ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ، مطبوعہ امدادیہ ملتان. البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۲۸/ ج ۱/ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وہ بھی التحیات پوری کر کے ہی نماز پوری کرے۔[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا

سوال: زید کو مغرب میں دو رکعت ملی۔ اب امام دوسرے قعدہ میں نہیں بیٹھا بلکہ کھڑا ہوگیا۔ یاد آنے پر پھر بیٹھ گیا۔ اب امام نے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کیا۔ زید کسی بھول کی وجہ سے سجدۂ سہو میں شریک نہ ہوسکا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد زید نے رکعت پوری کی۔ اب اس کو یاد آیا کہ امام نے سجدۂ سہو کیا تھا۔ اس نے بھی سہو کا سجدہ کر کے اخیر رکعت میں سلام پھیر دیا۔ زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس مسبوق کی نماز درست ہوگئی۔[۲] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لو سلم الامام قبل فراغ المقتدی من قراءة التشهد يتمه لانه من الواجبات مراقی الفلاح مصری ص ۲۵۰/ فصل فيما يفعله المقتدی بعدفراغ امامه الخ. شامی زکریا ص ۳۰۰/ ج ۲/ باب صفة **الصلاة**، مطلب فی اطالة الركوع للجائی. عالمگیری کوئٹه ص ۹۱/ ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق.

[۲] و لولم يتابع الامام فی سجود السهو وقام الی القضاء لايسقط عنه ويسجد فی آخر صلاته. عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۸/ ج ۱/ فصل سهوالامام يوجب عليه. حلبی کبیری ص ۴۶۶/ فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. شامی زکریا ص ۵۴۷/ ج ۲/ باب سجود السهو. البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ ج ۲/ باب سجود السهو.

مسبوق سجدۂ سہو کرے سلام نہ پھیرے

سوال: ماتقول العلماء الحنفية فی مسئلة ؟ اذا كان الامام وعليه سجدتی السهو وخلفه مسبوق هل يسلم مع الامام سلام التشهد ام لا. وان كان الثانی هل بقی اقتداء ه وان كان الاول فهل فرق بين تسليم العمد و النسيان. بينوا بالصواب مع صفحات الكتاب[1]۔

الجواب: حامداً ومصلياً!

المسبوق يتبع امامه فی سجود السهو لافی السلام واذا سجد الامام سجد معه وهو فی اقتداء ه حتی يقطع الامام صلوٰته فاذا قطع قام واتم ماعليه وقضیٰ فان سلم مع الامام فان كان عامداً فسدت صلوٰته والا لاهكذا فی رد المحتار[2] ص ۵۲۱ ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سلامِ سہو میں مسبوق کا اتباعِ امام

سوال: زید نماز جماعت میں مسبوق ہے اور امام کو سجدہ سہو کرنا پڑا زید نے بھی سہواً امام

---

[1] **ترجمہ سوال:** جب امام کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہو تو مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیرے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی اقتداء باقی رہے گی یا نہیں؟ اور اگر سلام پھیرے گا تو سلام عمد وسلام نسیان میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب: مسبوق سجدۂ سہو میں امام کا اتباع کرے گا سلام میں نہیں جب امام سجدۂ سہو کرے تو وہ بھی سجدہ کرے اور مسبوق امام کے نماز ختم کرنے تک اقتداء ہی میں رہے گا جب امام نماز پوری کرلے گا تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے اور مسبوق نے اگر امام کے ساتھ عمداً سلام پھیرا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی ورنہ نہیں۔ فقط۔

[2] (قوله والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود لانه لايتابعه فی السلام بل يسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان كان عامداً فسدت والا لا (الشامی نعمانيه ص ۴۹۹/ج ۱) شامی زكريا ص ۵۴۶/ج ۲/ باب سجود السهو. البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۰/ج ۲/ باب سجود السهو. عالمگيری كوئٹه ص ۹۱/ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق.

کے ساتھ دائیں طرف سلام پھیر دیا اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا بعدازاں امام نے نماز ختم کردی زید نے کھڑے ہوکر اپنی بقیہ رکعت پوری کر لی۔ آیا زید کو دوبارہ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت تھی یا نماز کا اعادہ کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں زید کی نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں اور ایسی حالت میں مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا تو ضروری ہے لیکن سجدہ سہو کے لئے سلام میں امام کا اتباع ناجائز ہوتا ہے اگر قصداً امام کے ساتھ سلام پھیریگا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی اور سہواً پھیرنے سے فاسد نہ ہوگی اور زید نے صورت مسئولہ میں سہواً سلام پھیرا ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی اور بحالت اقتداء سہواً سلام پھیرا ہے اور مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا اس لئے بقیہ نماز پوری کرنے میں سجدہ سہو لازم نہیں۔ **والمسبوق یسجد مع امامه قید بالسجدة لانه لایتابع فی السلام بل یسجد معه ویتشهد. فاذا سلم الامام قام الیٰ القضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا لا.** درمختار و ردالمحتار[1] ۷۷۷/ج ۱، باب سجود السهو۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

سجدۂ سہو کے سلام میں مسبوق کا حکم

سوال: نظام کے پچھلے شمارے میں یہ فتویٰ شائع ہوا تھا کہ سجدہ سہو کا سلام اگر مسبوق نے

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱. شامی زکریا ص ۵۴۶/ج ۲/ باب سجود السهو. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۶/ج ۱. زکریا ص ۴۲۲/ج ۱/ فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ومن لایجب علیه. البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ج ۲/ باب سجود السهو.

قصداً امام کے ساتھ پھیر لیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی اس پر عوام تو درکنار بعض اہل علم بھی خلجان میں پڑ گئے لہٰذا براہ کرم عبارت محولہ تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

متن درمختار میں ہے والمسبوق یسجدمع امامه اس پر ردالمحتار[1] ص ۴۹۹/ج ۱/ میں لکھا ہے قید بالسجود لانه لایتابعه فی السلام بل یسجد معه ویتشهد فاذا سلم الامام قام الیٰ القضاء فان سلم فان کان عامداً فسدت والا لا اھ یہ مسئلہ بحر شرح کنز[2] ص ۱۰۸/ج ۲/اور بدائع[3] ص ۱۷۶/ج ۱/میں بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق نے سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیر دیا

سوال: ایک آدمی مسبوق ہے اور امام کو سجدہ سہو لاحق ہو گیا امام نے سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرا ہے مسبوق کو یہ بات یاد نہ رہی کہ میں مسبوق ہوں یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا ان سب صورتوں میں مسبوق کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ اگر بھول کر پھیرا ہو تو کس صورت میں جائز ہے اور کس میں نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مسبوق نے بھول کر سلام میں امام کا اتباع کیا ہے تو اس سے اس کی نماز میں نقصان

---

[1] درمختار علی الشامی نعمانیه ۴۹۹/ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۵۴۶/ج ۲، باب سجود السهو.

[2] البحرالرائق ص ۱۰۰/ج ۲، باب سجود السهو، مطبوعه کوئٹه.

[3] بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۶/ج ۱، فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ومن لایجب علیه، بدائع زکریا ص ۴۲۲ ج ۱.

نہیں آیا۔ اگر جان کر قصداً یعنی اتباع کیا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔[۱]

(تنبیہ) یہ یاد ہوتے ہوئے کہ میں مسبوق ہوں مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سلام پھیرنا سہو میں داخل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ سہو کے بعد اقتداء

سوال: اگر امام نے سجدہ سہو کیا اور اس کے بعد ایک شخص آ کر جماعت میں شریک ہوا تو امام کے سلام کے بعد وہ شخص آیا اسی نیت اور تحریمہ سے نماز پوری کرے یا دوبارہ مستقل نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اسی نیت اور تحریمہ سے نماز پوری کرے طحطاوی[۲] ص ۲۵۶۔ فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ سہو کے بعد اقتداء

سوال: ایک شخص فرضوں یا وتروں یا تراویح میں امام کے ساتھ سجدہ سہو کے بعد آ کر شامل ہوا تو اس کی نماز ہو جاوے گی یا نہیں یا اس کو نماز لوٹانا پڑے گی؟

---

[۱] ان سلم (المسبوق) فان كان عامداً فسدت والا لا. ولو سلم على ظن ان عليه السهو فهو سلام عمداً يمنع البناء الخ. الشامي نعمانيه ص ۴۹۹/ج ۱، مطبوعه زكريا ص ۵۴۶/ج ۱، باب سجود السهو.

[۲] (ولو سلم من عليه) سجود سهو فاقتدى به غيره صح (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۳۸۴/ مصري باب سجود السهو. الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۵۴۷/ج ۲، باب سجود السهو. النهر الفائق ص ۳۲۶/ج ۱، باب سجود السهو، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سجدہ سہو کے بعد امام کا اقتداء کرنا درست ہے اس وجہ سے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں کذا فی مراقی الفلاح[1] ص ۲۷۳۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۲/شوال ۵۵ھ

سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اقتداء درست ہے؟

سوال: امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا۔ سجدۂ سہو کے بعد اور سلام سے پہلے اگر کوئی مسبوق نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہو گیا، تو کیا اس کی اقتداء درست ہے؟ ہمارے یہاں بعض مفتی نے فتویٰ دیا کہ اقتداء درست ہے اور بعض نے کہا کہ اقتداء درست نہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس حالت میں بھی اقتداء درست ہے۔ والمسبوق یسجد مع امامه مطلقاً سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعده اھ درمختار[2] وشمل ایضاً ما اذا سجد الامام واحدة ثم اقتدیٰ به قال فی البحر فانه یتابعه فی الاخریٰ ولایقضی الا ولیٰ کما لایقضیهما لو اقتدیٰ بعد ما سجدهما اھ شامی[3] ص ۶۹۶ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۴/۱/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] (ولو سلم من علیه) سجود سهو فاقتدی به غیره صح (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۸۴/ مصری باب سجود السهو. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۴۷/ج ۲، باب سجود السهو. النهر الفائق ص ۳۲۶/ج ۱، باب سجود السهو، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۴۶ تا ۵۴۷/ج ۲، باب سجود السهو. النهر الفائق ص ۳۲۶/ج ۱، باب سجود السهو. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء

سوال: اگر امام بھول کر چار رکعت کے بعد کھڑا ہوگیا پانچویں رکعت میں ایک شخص شریک ہوگیا تو وہ شخص کیسے اور کتنی رکعت ادا کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وہ بہ نیت فرض شریک ہوا ہے، اس کی شرکت درست نہیں، اس کو ایسے امام کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہئے شامی[1] ص۵۰۳ ج۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اقتداء بعد لفظ السلام

سوال: ایک شخص ایسے وقت آیا جب امام صاحب نے سلام پھیرنا شروع کیا ابھی امام صاحب السلام ہی کہنے پائے تھے کہ یہ شخص شامل ہوگیا کیا ایسی صورت میں اقتدا صحیح ہوگئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ اقتداء صحیح نہیں ہوئی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] الشامی نعمانیه ص ۴۹۹ ج ۱ مطبوعه زکریا ص۵۴۷/ج۲، باب سجود والسهو، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. البحر الرائق کوئٹه ص ۹۹/ج۲، باب سجود السهو.

(صفحہ ہٰذا) [۱] لو اقتدی به مفترض فی قیام الخامسة بعد العقود قدر التشهد لم یصح الخ (الشامی ص۵۰۳ ج ۱ باب سجود السهو، مکتبه نعمانیه، شامی زکریا ص۵۵۵ ج۲ باب سجود السهو تتمة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۰۵ ج۲ باب ایضاً، اعلاء السنن ص۲۵۷ ج۴ باب جواز النافلة خلف المفترض وعدم جواز، مکتبه امدادیه مکة المکرمة. (بقیہ آئندہ پر)

دائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد امام کی اقتداء

سوال: امام نے دائیں جانب سلام پھیرا تھا بائیں جانب سلام پھیرنے سے قبل ایک شخص نے آ کر اقتداء کر لی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نہیں صحیح ہوئی وتنقض قدوة بالاول قبل علیکم درمختار ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلوتہٖ فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لایصیر داخلا فی صلوته (شامی[1] ص ۴۳۶ ج ۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا

سوال: مسبوق نے آ کر نیت باندھی تھی ابھی وہ کھڑا ہی تھا بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا اب یہ مسبوق کیا کرے۔ باندھے ہوئے تحریمہ کی نماز پوری کرے یا نئے سرے سے پھر نیت باندھے اور اکیلا نماز پڑھے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لایصیر داخلاً فی صلاته الخ.(الشامی نعمانیه ص ۳۱۴ ج ۱ شامی زکریا ص ۱۶۲ / ج ۲، باب صفة الصلاة، مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایة الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۳ / بیان واجب الصلاة، مطبوعه مصر. مجمع الانهر ص ۱۳۳ / ج ۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. البحرالرائق کوئٹه ص ۳۰۱ ج ۱ / باب صفة الصلوة.

(صفحہ ہذا) [1] الشامی نعمانیه ص ۳۱۴ / ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۱۶۲ / ج ۲، باب صفة الصلاة. مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایة الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۳، بیان واجب الصلاة، مطبوعه مصر. النهرالفائق ص ۱۹۹ / ج ۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ مسئلہ مجھے نہیں ملا بہت جگہ تلاش کیا۔ضابطہ کلیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کے کسی فعل میں شریک نہیں ہوا صرف تکبیر کہہ کر کھڑا ہوا۔ جب امام قعدہ میں ہے اور اس نے سلام پھیر دیا۔تو اس نے امام کے ساتھ قعدہ میں شرکت نہیں کی بلکہ امام سلام کی وجہ سے نماز سے خارج ہو گیا اور اس مسبوق نے اقتداء کی نیت کی ہے سلام امام کی وجہ سے جو مسبوق پہلے سے شریک ہو منفرد ہو جاتا ہے۔نیت اقتداء محل انفراد میں مفسد ہے[۱]۔اس کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنا چاہئے مگر اس کو دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جاوے۔شاید کسی صاحب کے سامنے فقہی جزئیہ موجود ہو[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

۲ لما تقرر ان الاقتداء فی موضع الانفراد مفسد کعکسه (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۹۰/ج ۱) مطبوعه زکریا ص ۳۲۶/ج ۲ باب الامامة. مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ.

۱ قد اختلف علماؤنا فی هذه المسئلة لیس عند احد جزئیة صریحة واستدل کلهم بالضابطة المقررة فی باب الاقتداء ان الشیخ المفتی نظام الدین وافق صاحب الفتاویٰ (نظام الفتاویٰ ص ۱۹۱ تا ۱۹۴ ج ۱) کانهما یقولان لایصح الاقتداء فی المسئلة المذکورة ولکن قال الشیخ المحدث النبیل ظفر احمد العثمانی ابن اخت العلامة التهانوی والمفتی الاول بدیوبند المفتی عزیز الرحمٰن العثمانی والمفتی الاکبر فی الهند المفتی کفایت اللّٰه طیب الله ثراهم واکرم فی الفردوس قراهم یصح الاقتداء (امدادالاحکام ص۴۵۷/ج ۱، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند ص۱۶۳/ج۲/ کتاب الصلاة فصل فی المسبوق واللاحق. کفایت المفتی ص۴۱۷/ج۳، ص ۳۹۲/ج۳، مدرک مسبوق لاحق، مطبوعه کوہِ نور پریس دهلی. الفتاویٰ الرحیمیه ص ۲۰۵/ج ۱، متفرق مسائل ص ۱۳۵ تا ص۱۳۷/ج۵، نماز کے متفرق مسائل، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر سورت گجرات۔فتاویٰ دارالعلوم ص۶۹/ج۳) فصل اول جماعت اور اس کی اہمیت، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

امام کی تبعیت کا ایک مسئلہ

سوال: اگر ہر دو سلام یا سلام سجدۂ سہو شروع امام کے ساتھ یا بعد میں کرے مگر ختم پہلے کرے تو نماز ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے ''وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم'' الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار ص ۴۳۶ رج ۱، بموجب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۴۴۔ حضرت والا کا فتویٰ یہ ہے کہ داہنی طرف ختم نماز کا سلام پھیرتے وقت اگر مقتدی السلام کی میم امام کی میم سے پہلے ادا کردے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ان دونوں فتوؤں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس فتویٰ پر درمختار کی عبارت منقولہ کا حاصل بھی وہی ہے جو احقر نے لکھا ہے۔ الاول سے مراد پہلا سلام جو داہنی طرف ہوتا ہے۔ قبل علیکم سے مراد السلامُ علیکم کا میم ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق کی نماز میں قراءت

سوال: زید عشاء کی نمازِ فرض میں اول رکعت کا مسبوق ہوا۔ بعد سلام امام یہ رکعت قراءت کے لحاظ سے کونسی رکعت سمجھی جائے گی یعنی قدرِ قراءت اور سورہ کے تقدیم وتاخیر میں کیا حکم رکھے گی اور اگر اول کا حکم رکھے گی تو کیا امام کی قراءت کردہ سورہ کو اس میں تلاوت کرنا افضل ہے یا نہیں؟ حوالہ کتب بیان فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ رکعت اپنے قراءت کے لحاظ سے اول رکعت سمجھی جائے گی۔ لہٰذا اس پر جمیع احکام قراءت اول رکعت کے جاری ہونگے مثلاً اس رکعت میں ثنا بھی پڑھے گا تعوذ بھی پڑھیگا سورہ فاتحہ بھی

---

[1] قولہ (وتنقضی قدوة بالأول) ای بالسلام الاول اقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلا فی صلاته الخ، شامی زکریا ص ۱۶۲ رج ۲، باب صفة الصلوة، مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایة الخ.

پڑھیگا، سورہ بھی پڑھے گا۔ وھٰھنا من احکام المسبوق انه یقضی اول صلوٰته فی حق القراء ة واخرها فی حق التشهد حتیٰ لوادرک رکعةً من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدةفیکون بثلاث قعدات وقرأفی کل فاتحة وسورة ولوترک القراء ة فی احدهٰما تفسد ولوادرک رکعةً من الرباعیة فعلیه ان یقضی رکعة یقرأفیها الفاتحة والسورة ویتشهد ویقضی رکعة اخریٰ کذٰلک ولایتشهد وفی الثالثة بالخیارو والقراء ة افضل هٰکذا فی الخلاصة[1]۔ مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہوتا ہے ان دونوں باتوں کا تقاضہ ہے کہ مسبوق قدرِ قراءت اور ترتیب کے اعتبار سے بھی اپنی اس رکعت کو اول رکعت سمجھے اور امام کی قراءت کردہ سورہ سے پہلی اور اس کے برابر بڑی سورۃ کی قراءت کرے اور درمیان کے فصل کا بھی خیال رکھے اھ امام کی قراءت کردہ سورہ کو پڑھنا سورہ واحدہ کا رکعتین میں تکرار ہوگا وھٰھنا انمامنفرد وفیما یقضی اھ اذا قرأ فی الرکعة سورة و فی الرکعةالاخریٰ او فی تلک الرکعة سورة فی تلک السورة یکره لابأس ان یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة افادانه یکره تنزیها وعلیه یحمل جزم القنیة بالکراهیة ویحمل فعله علیه الصلوٰة والسلام لذٰلک علیٰ بیان الجواز هٰذا اذا لم یضطر فان اضطربان قرأ فی الاولیٰ قل اعوذبرب الناس اعادها فی الثانیة ان لم یختم (نهر) لان التکرار اهون من القراء ة منکوساً. بزازیه واما لوختم القراٰن فی رکعة فیاتی قریباً انه یقرأ من البقرة ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ والسلام

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی مظاہر العلوم سہارنپور ۴/۶/ ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۹۱/ج ۱، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. خلاصة الفتاویٰ ص۱۶۵ تا ۱۶۶/ج ۱. البحرالرائق ص۳۷۹/ج ۱، باب الحدث فی الصلاة، مطبوعه کوئٹه.

[2] شامی نعمانیه ص۳۶۷/ج ۱، مطبوعه کراچی ص۵۴۶/ج ۱، مطبوعه زکریا ص۲۶۸/ج ۲، قبیل باب الامامة. النهرالفائق ص۲۳۷/ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. طحطاوی مع المراقی ص۲۸۶، فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر.

مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟

سوال: جس شخص کی نماز میں کوئی رکعت رہ گئی تو

(الف) جب امام داہنے طرف سلام پھیرتے وقت صرف لفظ سلام نکالے اسی وقت کھڑا ہو جائے؟ یا

(ب) بائیں طرف کے لفظ سلام کے وقت کھڑا ہو؟ یا

(ج) بائیں طرف کا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو؟ ان تینوں سے کونسا طریقہ احسن ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

طریقہ (ج) اسلم اور احسن ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۰ھ

مقتدی مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے

سوال: امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو، مقتدی اپنی نماز پوری کرنے میں مسبوق کا حکم رکھتا ہے یا لاحق کا، یعنی لاحق کی طرح خاموش اپنی نماز پوری کریگا یا مسبوق کی طرح باقی میں قراءت کرے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مقیم مقتدی جو کہ شروع سے مسافر امام کے ساتھ شریک ہے وہ سلام امام کے بعد اپنی نماز

---

[1] انه لایقوم الی القضاء بعد التسلمتین بل ینتظر فراغ الامام (الهندیه کوئٹه ص ۹۱/ج ۱، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق. البحر الرائق ص ۳۷۸/ج ۱/ باب الحدث فی الصلاة، مطبوعه کوئٹه. شامی علی الدرالمختار زکریا ص ۳۴۸/ج ۲، باب الإمامة، مطلب فیما لو أتی بالرکوع والسجود الخ.

کو لاحق کی طرح تمام کرے اس میں قراءت نہ کرے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تین رکعت کا مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

سوال: زید کی عصر کے وقت تین رکعتیں چھوٹیں تو زید امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب کھڑا ہوگا تو کتنی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملائیگا اور کتنی رکعتوں میں سورت نہیں ملائیگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب زید کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی ہے تو سلام امام کے بعد وہ ایک رکعت ثناء الحمد سورۃ کے ساتھ پڑھے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت الحمد اور سورت کے ساتھ پھر ایک صرف الحمد کے ساتھ پڑھے[۲]۔ الحاصل بعد سلام امام دو رکعت میں سورۃ بھی پڑھے گا ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مقیم ائتم بمسافر قوله ومقیم ای فهو لاحق بالنظر للاخیرتین وحکمه کمؤتم فلایاتی بقرأة. شامی کراچی ص۵۹۴/ج۱. شامی زکریا ص۳۴۴/ج۲، باب الامامة، مطلب فی احکام المسبوق. مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۳۴۸/ باب صلاة المسافر، مطبوعه مصر. البحر الرائق کوئٹه ص۱۳۵/ج۱/ باب المسافر.

[۲] فمدرک رکعة من غیر فجریاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما، وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولایقعد قبلها،وفی الفیض عن المستصفی لوادرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یاتی بالثالثة بفاتحة خاصة. شامی کراچی ص۵۹۷/ج۱. شامی زکریا.۳۴۷/ج۲، مطلب فیما لواتی بالرکوع او السجود او بهما مع الامام الخ.باب الامامة. عالمگیری کوئٹه ص۹۱/ج۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق.

سلام مسبوق کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ اور تعلیم الاسلام کی عبارت میں تطبیق

سوال: اس سے پہلے بندہ نے ایک استفتاء روانہ کیا تھا کہ مسبوق اگر امام کے ساتھ غلطی سے سلام پھیر دے تو سجدۂ سہو یہ مسبوق مقتدی کب کرے، اگر ایک طرف سلام پھیر دے تب یا دونوں طرف پھیر دے تب؟

حضرت مفتی صاحب نے تحریر فرمایا کہ مسبوق نے اگر ایک طرف بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو یہ مسبوق جب اپنی نماز کا سلام پھیرے تو سجدۂ سہو کرے وجہ یہ تحریر فرمائی تھی کہ چونکہ واجب صرف لفظ سلام تھا آگے علیکم ورحمۃ اللہ کلمات زائد ہیں، تو یہ مسبوق امام کی اقتداء میں لفظ سلام تک تھا پورا سلام امام کے ہمراہ پھیرنے سے تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا ، یہ فتویٰ شعبۂ افتاء دارالعلوم دیوبند سے حاصل کردہ ہے جو میرے پاس ہے، لیکن جب اس مسئلہ کو سنایا گیا تو کچھ آدمیوں نے تعلیم الاسلام کے حوالہ سے یہ بتایا کہ ایک طرف سلام اگر مسبوق سہواً امام کے ساتھ پورا پھیر دے تو سجدۂ نہیں، مجھے اس مسئلہ میں چپ ہونا پڑا، تو مذکورہ مسئلہ کہ اگر ایک طرف سلام پھیر دے اور مسبوق پر سجدۂ سہو ہو تو کیا کیا ثبوت ہے، اور مسئلہ کیا اسی طرح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تعلیم الاسلام حصہ ۴/ میں یہ عبارت ہے۔ اگر امام کے سلام کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اس میں ایک دو طرف سلام کی بحث نہیں، نہ یہ کہ پورا السلام یعنی علیکم ورحمۃ اللہ کہے یا فقط السلام کہے، تعلیم الاسلام حصہ ۳/ میں واجبات نماز کے بیان میں ہے ۱۲/ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے علیحدہ ہونا، اس میں علیکم ورحمۃ اللہ نہیں ہے۔

الحاصل جب لفظ سلام امام نے کہا نماز سے خارج ہوگیا اور مسبوق اقتداء سے خارج ہوکر منفرد ہوگیا اور مقتدی امام کے پیچھے ہی چلتا ہے نہ پہلے نہ بالکل ساتھ، اس لئے جب مسبوق بھول کر امام کے لفظ السلام کے بعد سلام پھیرے گا تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو لازم ہوگا،[1] دارالعلوم کا فتویٰ تعلیم الاسلام کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وتر کی نماز میں مسبوق قنوت پڑھے گا یا نہیں؟

سوال: وتر کی نماز باجماعت ہورہی تھی ایک آدمی آیا اور آخری رکعت میں جب کہ امام نے رکوع کردیا تھا شامل ہوگیا۔ اب وہ آدمی اپنی نماز کیسے پوری کرے؟ یعنی اس کو آخری رکعت میں قنوت پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

ہم سے کہا گیا ہے کہ اس کو پڑھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس نے آخری رکعت پالی قنوت پڑھنے کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے جولوگ قنوت کو واجب مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی اس صورت میں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی کیوں کہ وہ مسبوق ہے۔ لیکن فتویٰ اسلامیہ امینیہ میں پڑھنے کو کہا گیا ہے آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ نہ پڑھنے کی صورت میں کیا دلیل ہے اور پڑھنے کی صورت میں کہاں سے استدلال کرتے ہیں اور دونوں میں مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

قنوت وتر کی تیسری رکعت میں پڑھنا واجب ہے رمضان المبارک میں جب کہ امام

---

[1] (والمسبوق يسجد مع امامه) ولا سجود عليه ان سلم سهوا قبل الامام او معه، وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداحينئذ بحر: شامی کراچی ص ۸۲/ ج ۲. شامی زکریا ص ۵۴۶/ ج ۲، باب سجود السهو. البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۰۰/ ج ۲، باب سجود السهو. مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۷۸/ باب سجود السهو، مطبوعه مصر.

تیسری رکعت میں قنوت پڑھ کر رکوع میں گیا اس وقت کوئی مسبوق آ کر رکوع میں شامل ہوگیا۔ تو اس کو تیسری رکعت مل گئی اب سلام امام کے بعد یہ شخص دو رکعت پڑھے گا قنوت نہیں پڑھے گا کیوں کہ قنوت نہ پہلی رکعت میں پڑھی جاتی ہے نہ دوسری میں بلکہ وہ تیسری میں پڑھی جاتی ہے جو اس کو امام کے ساتھ مل گئی۔

ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثة من الوتر کان مدرکا للقنوت حکما فلایأتی به فیما سبق به کما لو قنت المسبوق معه فی الثالثة اجمعوا انه لایقنت مرة اخریٰ فیما یقضیه لانه غیر مشروع اھ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی[1] ص ۳۱۳)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۴۰۰ھ

مسبوق ولاحق سے متعلق

سوال: مقیم مقتدی جب کہ مسبوق ہو، اس کے بقیہ نماز کے پوری کرنے کا جو طریقہ کتبِ فقہ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی دو رکعت بلا قراءت ادا کرے اور پھر ایک رکعت مع قراءت کے ادا کرے اور یہ ترتیب بنا بر واجبیت کے ہے **کما فی شرح المنیة. وھٰذا علیٰ سبیل الوجوب ولو عکس صح واثم**۔ علی الترتیب اس میں تین باتیں دریافت طلب ہیں۔ اول اگر عمداً برعکس کرے گا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ کیونکہ کسی واجب کو عمداً ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ قاعدہ یہاں پر چلے گا یا نہیں؟

(۱) بھول کر اگر عکس کر دے گا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

---

[1] **مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۱۳، مطبوعه مصری باب الوتر. فتح القدیر ص ۴۳۶/ج ۱، باب صلاة الوتر، فرع، مطبوعه دارالفکر بیروت. تاتارخانیه ص ۶۷۷/ج ۱، الفصل الثالث عشر فی التراویح، مسائل الوتر، مطبوعه کراچی.**

(۲) مولانا اشرف علی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں اس ترتیب کو بجائے واجب کے افضل بیان کیا ہے اور علت افضلیت کی ابتلاء عام کو قرار دیا ہے چونکہ اکثر لوگ بلکہ پڑھے لکھے بھی اس مسئلہ سے واقف نہیں۔ ترتیب کو واجب قرار دے کر لوگوں کو حرج میں ڈالنا ہے اور قاعدہ فقہاء کا بیان ہے ماضاق امر الا اتسع. امداد الفتاویٰ ص ۵۶۵ ج ۱، لیکن مولانا نے بیان کیا ہے کہ یہ میرا قیاس ہے۔ دوسرے علماء سے مزید اس کی تحقیق کر لی جائے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ مفصل بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(۳) جن چیزوں میں امام کی متابعت واجب ہے اگر کوئی شخص عمداً متابعت نہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اور دلیل میں غایۃ وغیرہ کا یہ جزئیہ پیش کرتا ہے۔ انما تفسد بمخالفته فی الفروض. غاية الاوطار ص ۲۱۷، باب صفة الصلوٰة اور دوسرا جزئیہ یہ پیش کرتا ہے۔ متیٰ لم یدرک الرکوع تجب المتابعة فی السجدتین وان لم تحسبا لهٗ ولاتفسد بتركها ۔غاية الاوطار ص ۳۳۲/ ج ۱، باب ادراک الفریضة اور اس میں جیسے کہ مسبوق کا مابقیہ کے واسطے کھڑا ہو جانا امام کے سلام سے پہلے، بعد بیٹھنے بقدر تشہد کے آپ بیان فرمادیں۔ ہمارے ذہن میں تو اب تک یہ بھی نہیں کہ ترکِ واجب سے عمداً نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) کتب فقہیہ کی اصل عبارت سے مسبوق لاحق کی مابقیہ نماز میں ترتیب کا وجوب سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن ابتلائے عام اور نشر جہل کی بناء پر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے امداد الفتاویٰ[1] میں استنباط فرماتے ہوئے جو استحباب کا حکم فرمایا ہے وہی اوسع اور ارفق للزمان ہے۔ اور جب بر بنائے قولِ ثانی وجوب باقی نہ رہا تو عمداً ترک سے بھی اعادہ واجب نہ ہوگا۔

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۱۵ تا ۵۲۷/ ج ۱ فصل فی المسبوق واللاحق، مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند.

ھو التوسع ۔اور اعادہ میں احتیاط ہے۔ھو التورع۔اسی طرح سہواً ترک ترتیب سے وجوب سجدۂ سہو میں یہی تفصیل ہے۔

(۲) متابعت امام جیسا کہ فرائض میں واجب ہے اسی طرح واجبات میں بھی ضروری ہے۔علامہ شامیؒ ولھا واجبات وانصات المقتدی ومتابعة الامام کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تاخیر واجبة ۔آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔ثم ذکر ما حاصله انهٗ تجب متابعته للامام فی الواجبات فعلاً وکذا ترکاً ۔شامی[1] ص ۴۳۹/ج ۱،البتہ متابعت کی مختلف صورتیں ہیں۔ایک مقارنت مع الامام،ایک مقارنت لابتداء امامه مع المشارکة فی باقیه ۔ان میں سے کوئی ایک متابعت اپنے اپنے موقع پر کافی ہوگی۔والحاصل ان المتابعة فی ذاتها ثلاثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل ان یقارن احرامه لاحرام امامه ورکوعه لرکوعه وسلامه لسلامه ویدخل فیها مالورکع قبل امامه ودام حتی ادرکه امامه فیه ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشارکة فی باقیه ومتراخیه عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذٰه الانواع الثلاثة یکون فرضاً فی الفرض وواجباًفی الواجب وسنة فی السنة عندعدم المعارض شامی[2] ص ۴۳۹و ۴۴۰/ج ۱۔

لہٰذا زید کا استدلال غایۃ الاوطار کی عبارت متیٰ لم یدرک الرکوع الخ سے درست نہیں۔کیونکہ اس میں متابعت کی نوع ثالث یعنی متابعت موجود ہے۔کیونکہ امام کے بعد وہ ان رکوع وسجود کو ادا کرے گا۔نیز چوں کہ اس کا یہ رکوع معتبر نہ ہوگا۔اس لئے ترکِ سجدہ سے فساد لازم نہ آئے گا۔ولاتفسدبترکهماای السجدتین لان وجوب الاتیان بهما انماهو

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۳۱۲/ج ۱، شامی زکریا ص ۱۶۵/ج ۲باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام.

[2] الشامی نعمانیه ص ۳۱۲/ج ۱مطبوعه زکریا ص ۱۶۵/ج ۲ باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام.

لوجوب متابعة الامام لئلا یکون مخالفاله کماتجب متابعة المسبوق فی ا لقعدة وان لم تکن علیٰ ترتیب صلوٰته والا فهاتان السجدتان لیستا بعض الرکعة التی فاتته لان السجود لایصح الامرتباً علی رکوع صحیح ولذالزمه الاتیان برکعة تامة ۔شامی[۱] ص۶۷۵/ج ا، باب ادراک الفریضة ص۴۸۴/ج ا شامی نعمانیه۔

اوراس مسبوق کے مسئلہ سے بھی استدلال صحیح نہیں۔

لان القعدة وان کانت فرضاً لکنه یأتی بها فی اٰخر صلوٰته التی یقضیها بعد سلام امامه فقدوجدت المتابعة المتراخیة فلذا صحت صلوٰته۔شامی[۲] ص۴۴۰/ج ا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق لاحق کی نماز

سوال: اگر مقیم آدمی مسافر امام کی اقتداء کرے درآں حالیکہ اس کی تین رکعت چھوٹ گئیں ہوں تو اب مقتدی مقیم بقیہ تین رکعت کو کس طرح ادا کرے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

اس میں فقہاء کی عبارات سے مختلف صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔بعض حضرات نے اسی شخص کو مسبوق مانا ہے بعض مسبوق لاحق کہتے ہیں۔بعضوں نے صرف لاحق مانا ہے۔درمختار[۳]

---

[۱] شامی نعمانیه ۴۸۴ج۱، مطبوعه زکریاص۵۱۷ج۲باب ادراک الفضیلة قبیل باب قضاء الفوائت.

[۲] الشامی نعمانیه ص۳۱۷/ج ا، مطبوعه زکریا ص۱۶۷/ج۲، باب صفة الصلاة .مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام.

[۳] (ومقیم إئتم بمسافر ای فهو لاحق بالنظر للاخیرین وقدیکون مسبوقاً ایضاً کما اذا فاتته اول صلاة امامه المسافر الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۳۴۴/ج۲، باب الامامة مطلب فی احکام المسبوق والمدرک الخ.

طحطاوی[1] میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسبوق لاحق کس طرح سجدۂ سہو کرے؟

سوال: اگر مسبوق وضوٹوٹ جانے کی بناء پر لاحق ہوجائے اوراس وقت امام سجدۂ سہو کرے اور لاحق بعد امام رکعت فائتہ ادا کررہا ہو تو اس کو بھی کوئی ایسا امر پیش آجاوے جس سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو یہ شخص دو سجدہ سہو کرے یا ایک ہی سے کام چل جائے گا۔اس کو کفایت کرے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں یہ مسبوق لاحق ایک ہی دفعہ سجدۂ سہو کرے۔فی الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار والمسبوق يسجدمع امامه مطلقاً (الی قوله) ثم يقضی مافاته ولوسهافيه سجد ثانيا اھ ص۶۹۶ ج ۱ و فی ردا لمحتار[2] ص۶۹۶ ج ۱ قوله ولوسهافيه ای فيما يقضيه بعد فراغ الامام يسجد ثانياً لانه منفردفيه و المنفرد يسجد لسهوه وان كان لم يسجد مع الامام لسهوه ثم سهاهوايضاً كفتهٗ سجدتان عن السهوين لان السجود لايتكرر الخ[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۹ھ

---

[1] طحطاوی علیٰ المراقی ص ۳۸۴ (مطبوعه مصری) باب صلوٰة المسافر.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۴۶/ج ۲، باب سجود السهو. تاتارخانیه ص ۷۳۱/ج ۱/ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی الرجل سلم وعلیه سجود السهو، مطبوعه کراچی.

[3] الشامی نعمانیه ص ۴۹۹/ج ۱، مطبوعه زکریاص ۵۴۷/ج ۲، باب سجود السهو. طحطاوی مع المراقی ص ۳۷۸/ باب سجود السهو، مطبوعه مصر.

مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم

سوال: مسبوق کو چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ملی اپنی بقیہ دو رکعت پڑھتے ہوئے کچھ سہو ہوا ہو تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ادا ہو جائیگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی بقیہ نماز پوری کرنے میں ایسا سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ بغیر سجدۂ سہو کے نماز ناقص رہے گی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اگر بعد میں ایک مقتدی رہ جائے تو مقتدی کیا کرے

سوال: اگر امام اور دو مقتدی نماز ادا کر رہے ہیں ایک مقتدی کا وضو ساقط ہو جاتا ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور وہ مقتدی اپنی ہی جگہ اور امام اپنی جگہ رہ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہوگئی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (قوله ولوسها فيه) اى فيما يقضيه بعد فراغ الامام يسجد ثانيا لانه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه، شامی نعمانیه ص ۴۴۹/ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۵۴۶/ج ۲، باب سجود السهو. مجمع الانهر ص ۲۲۲/ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] جمعہ کی طرح دیگر نمازوں میں جماعت یعنی تین مقتدیوں کا ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر جمعہ میں امام کے سجدہ کرنے سے پہلے مقتدی بھاگ جائیں تو جمعہ کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن دوسری نماز میں بالکل نہیں ہوگی اسلئے صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی۔ وشرط صحتها اى الجمعة ان يصلى مع الامام ثلاثة فاكثر فان نفروا قبل سجوده بطلت، البحر الرائق ص ۱۵۰/ج ۲/ باب الجمعة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۲۵۰/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه بيروت۔

لحوقِ حدث سے بناء کا حکم

سوال: مقتدی کو نماز میں حدث اصغر ہو جائے تو وضو کرے یا نہیں؟ اگر وضو کرنے جائے تو کتنی دور جا سکتا ہے اور اسی نیت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو فوت شدہ کو کس وقت پڑھے غرضیکہ بناء کے متعلق جملہ صورتیں ارشاد فرمائی جائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر نماز میں کسی کو بلا قصد حدث اصغر غیر اختیاری لاحق ہو جائے تو شرعاً اس کو اجازت ہے کہ وہ فوراً خاموش چلا جائے اور جس قدر قریب پانی ہو اس سے وضو کر کے دوبارہ اپنی جگہ آ جائے اور اسی پر بناء کرے اور جس رکن میں حدث ہوا تھا اس کا اعادہ کرے اگر یہ نمازی مقتدی تھا اور امام اتنے میں نماز سے فارغ ہو چکا تو اس کو اختیار ہے خواہ پہلی جگہ لوٹ آئے خواہ وضو کی جگہ ہی پڑھ لے اور اگر امام فارغ نہیں ہوا تو پہلی جگہ لوٹ آئے اور اتنی دیر میں امام نے جس قدر نماز پڑھی ہے اس کے اعتبار سے یہ مقتدی لاحق ہے پس اگر یہ چھوٹی ہوئی نماز کو پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے تب تو اس کو بلا قراءت مقتدی کی طرح پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے ورنہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور فراغت امام کے بعد چھوٹی ہوئی نماز بلا قراءت پڑھ لے[1]۔ اگر امام تھا تو کسی مدرک کو اپنا خلیفہ بنا دے اور رکعات

---

[1] وحق التعبير ان يقول ويبدأ بقضاء مافاته بلاقراء ة عكس المسبوق ثم يتابع امامه ان ادركه ثم ماسبق به وان فرغ منها الامام صلاها وحده بلاقراء ة، فلوتابع الامام ثم قضى الثالثة بعد سلام الامام صح و اثم الخ. شامی زکریا ص ۳۴۵/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب فيما لواتى بالركوع والسجود الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۳۵۶/ ج ۱/ باب الامامة. عالمگیری كوئٹه ص ۹۲/ ج ۱/ الفصل السابع فى المسبوق واللاحق.

کی مقدار انگلی کے اشارہ سے بتائے۔ رکوع کے لئے گھٹنے اور سجدہ کے لئے پیشانی اور زبان پر اور سجدۂ سہو کے لئے سینہ پر ہاتھ سے اشارہ کرے[1] اور پھر بطریق مذکور وضو کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور نماز پوری کرے لیکن استیناف بہر حال افضل ہے کیوں کہ جواز بناء کے لئے تیرہ شرطیں ہیں جن کی حفاظت ہر شخص سے دشوار ہے کذا فی الطحطاوی[2] ص۱۴۹ وغنیۃ المستملی[3] ص۴۲۷ و درمختار[4] ص۶۲۶ اور علامہ شامی نے اس مسئلہ کی تفصیل پندرہ صفحات میں لکھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۰/۷/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۲/رجب ۵۵ھ

---

[1] من سبقه حدث وكان اماما فانه يستخلف رجلا مكانه ياخذ بثوب رجل الى المحراب او يشير اليه والسنة ان يفعله محدوب الظهر واضعا يده فى انفه يوهم انه قدر عف لينقطع عنه كلام الناس ولو ترك ركوعا يشير بوضع يده على ركبتيه او سجودا يشير بوضعها على جبهته او قراءة يشير بوضعها على فمه وان بقى عليه ركعة واحدة يشير باصبع واحدة وان كان اثنين فباصبعين وبسجدة التلاوة بوضع اصبعه على الجبهة واللسان وللسهو على صدره و ظاهر كلام المتون ان الاستئناف افضل الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۳۶۹/ج ۱/ باب الحدث فى **الصلاة** . تاتارخانيه كراچى ص۶۹۷/ج ۱/ الفصل السادس عشر فى الاستخلاف. مجمع الانهر ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الحدث فى الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] طحطاوى على المراقى مصرى ص ۲۶۹/ باب مايفسد الصلاة.

[3] من سبقه حدث فى الصلوٰة انصرف من فوره وتوضامن غير ان يشتغل بشئى غير ضرورى فى وضوئه وبنى على صلاته ولكن الاستيناف افضل. والمقتدى يعود الى مكانه البتة ان لم يفرغ امامه وان كان امامه قد فرغ يتخير كالمنفرد (مختصراً) الخ. حلبى كبير ۴۵۲،۴۵۳ تذييل فى الحدث فى الصلاة مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور

[4] الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۵۱ ج۲ باب الاستخلاف. عالمگيرى كوئٹه ص۹۳/ج ۱/ الباب السادس فى الحدث فى الصلاة.

پہلی صف میں نمازی کا وضوٹوٹ گیا کیا کرے؟

سوال: بڑے اژدھام کے موقع پر کوئی شخص اگلی صف میں ہو اور اس کا وضوٹوٹ گیا ہو تو وہ شخص نمازیوں کے سامنے سے ہو کر گذر سکتا ہے یا صفوں کو پھاڑتے ہوئے چیرتے ہوئے نکلے تو اس صورت میں ایذائے مسلم لازم آئیگی اور اژدھام کی صورت میں صفوفِ کثیرہ کو چیرتے پھاڑتے ہوئے گزرنا بڑا دشوار ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہر صف کے دو آدمیوں کے درمیان سے نکلنا ہوگا اس کی اجازت ہے۔ تاہم اگر دشوار ہو تو وہیں بیٹھ جائے۔[1] نماز میں شریک نہ رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۳ھ

وضوٹوٹ گیا باہر جانے کو جگہ نہیں تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کا وضوٹوٹ گیا کئی صفوں کے درمیان کھڑا ہے۔ اب باہر کس طرح نکلے جبکہ جگہ نہ ہو؟

---

[1] اور پھر وضو کر کے بناء کر سکتا ہے لیکن از سر نو نماز بہتر ہے۔ (ومکثه قدر اداء رکن بعد سبق الحدث مستیقظا بلاعذر فلو مکث لزحام او لینقطع رعافه او نوم رعف فیه متمکنا فانه یبنی (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۸۲/ دمشق. باب مایفسد الصلاة) لکن الاستیناف افضل حلبی کبیر ص ۴۵۲/ تذییل فی الحدث فی الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. خرج عمر لصلاة الظهر فلمادخل فی الصلاة فاخذ بیدرجل کان عن یمینه ثم رجع یخرق الصفوف فلما قضی الصلاة قال لما دخلت فی الصلاة وکبرت رابنی شئی فلمست بیدی فوجدت بلة الخ. حلبی کبیر ۴۵۳ تذییل فی الحدث فی الصلاة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر باہر نکلنے کی جگہ ہو تو چلا آئے ورنہ نیت ختم کر کے وہیں بیٹھ جائے پھر وضو کر کے دوبارہ پوری نماز پڑھے[۱]۔ اگر اپنی پہلی جگہ جماعت میں شرکت کر سکتا ہے تو جا کر شریک ہو جائے ورنہ جہاں جگہ ملے وہیں پڑھ لے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں حدث ہو جائے اور پانی دور ہو تو کیا کرے؟

سوال: کسی مصلی نے حالتِ صلوٰۃ میں جو ریح نکلنے والی تھی اس کو دبا لیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟ نیز اگر اس نے حالتِ نماز میں ریح خارج کیا تو وضو کے لئے ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جانا پڑے گا، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ریح خارج نہیں ہوئی تو نماز ہوگئی۔ اگر ریح خارج ہوگئی تو وضو باقی نہیں رہا۔ پانی کہیں

---

[۱] اگر بغیر نیت ختم کئے ہی وہاں بیٹھا رہا تو وضو کر کے بناء کر سکتا ہے لیکن استیناف افضل ہے ومکث قدر اداء رکن بعد سبق الحدث مستقیظا بلاعذر فلومکث لزحام او لینقطع رعافه اونوم رعف فیه متمکنا فانه یبنی مراقی الفلاح مصری ص ۲۶۹ باب مایفسد الصلاة ولکن الاستیناف افضل. حلبی کبیر ص ۴۵۲ تذییل فی الحدث فی الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور

[۲] والمقتدی یعود الی مکانه البتة ان لم یفرغ امامه وان کان امامه قد فرغ یتخیر کالمنفرد الخ. حلبی کبیر ص ۴۵۴ تذییل فی الحدث فی الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. عالمگیری کوئٹه ص ۹۵ ج ۱ الباب السادس فی الحدث فی الصلاة. مجمع الانهر ص ۱۷۲/ج ۱/ باب الحدث فی الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. تاتارخانیه کراچی ص ۶۸۸/ج ۱/ الفصل الخامس عشر فی الحدث فی الصلاة.

بھی ہو خواہ دوسری مسجد میں یا مکان پر وہاں جا کر وضو کرے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/ ۸۵ھ

قعدۂ اخیرہ میں بعد التشہد حدث کا حکم

سوال: نوافل نماز میں اگر قعدۂ اخیرہ میں التحیات اور درود کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو کیا نماز ہو جائے گی یا دوبارہ وضو کرے اور التحیات اور درود پڑھ کر سلام پھیرے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

افضل یہ ہے کہ دہرائی جائے۔ اجازت اس کی بھی ہے کہ وضو کر کے بنا کر لی جائے یعنی وضو کر کے سلام پھیر دیا جائے مگر اس کی شرائط سخت ہیں عامۃ لوگ ان سے واقف نہیں اس لئے دہرانا ہی بہتر ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] المشی لایخلوا ما ان یکون بلاعذر او بعذر وان کان بعذر فان کان للطهارة عند سبق الحدث او فی **صلاة** الخوف لم یفسدها ولم یکره قل او کثر استدبر او لا. شامی کراچی ص۶۲۸/ج ۱/ باب مایفسد الصلاة، مطلب فی المشی فی الصلاة. حلبی کبیر ص۳۵۳/ کراهیة **الصلاة**، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. طحطاوی علی المراقی ص۲۶۳/ باب ما یفسد الصلاة، مطبوعه مصر.

[۲] ولو سبقه الحدث بعدماقعد قدرالتشهد فی آخر الصلاة توضأ بلاتوقف وسلم لانه لم یبق علیه سوی السلام ولان التسلیم واجب فیتوضا لیأتی به مجمع الانهر ص۱۷۳/ج ۱/ باب الحدث فی **الصلاة**، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱۷۳/ج ۱/ باب الحدث فی الصلاة لکن الاستیناف افضل للبعد عن شبهة الخلاف وقیل ذلک فی حق المنفرد الخ. حلبی کبیر ص۴۵۲ تذییل فی الحدث فی الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۳۵۵/ج۲، مطبوعه نعمانیه ص۴۰۳ تا ۴۱۲/ج ۱. باب الاستخلاف. بدائع الصنائع کراچی ص۲۲۲/ج ۱ فصل فی شرائط جواز البناء.

ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ حدث لاحق ہوگیا

سوال: سلام ایک طرف پھیرا اور فوراً حدث اصغر لاحق ہوگیا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز ہوجائے گی فیحصل التحلیل بسلامٍ واحدٍ درمختار[1] ص ۴۹۰/ج ۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اخیرہ کے بعد ضرورۃً امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو اور قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد اس کو سخت عارضہ پیش آجائے مثلاً ہوا خارج ہونے والی ہے یا قضاء حاجت کی ضرورت پیش آجائے تو ایسا شخص خود سلام پھیر کر نماز پوری کرلے تو اس کی نماز ہوجائے گی، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوجائے گی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۳۹ ج ۲ باب صفة الصلاة. مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء الخ. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۹۵/ج ۱/ کتاب الصلاة، فصل و اماالذی هو عند الخروج من الصلاة.

[2] وکره سلام المقتدی بعد تشهد الامام قبل سلامه (نورالایضاح) ص ۸۰/ قبیل فصل فی الاذکار **الواردة** بعدالفرض مطبوعه معراج دیوبند. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۴۰/ج ۲/ باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعید الخ.

گمانِ حدث پر رکوع سجدہ کرتا رہا

سوال: لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے سمجھا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اور ویسے ہی رکوع سجدہ کرتا رہا سمجھا کہ نماز سے خارج ہوں۔ پھر یقین ہوا کہ وضو نہ ٹوٹا تھا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وضو ٹوٹنے کے گمان پر اگر نماز سے خارج ہونے کی نیت کر لی اور بغیر نیت نماز قیام، رکوع، سجدہ کرتا رہا تو نماز صحیح نہیں ہوئی[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد

لاحق تسمیع کہے یا تحمید؟

سوال: مقتدی مقیم بعد سلام امام مسافر باقی رکعتیں جو اپنی پڑھے گا ان میں تسمیع پڑھے گا یا تحمید یا دونوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صریح جزئیہ نہیں دیکھا۔ حکماً مقتدی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ تحمید پر کفایت کرے

---

[۱] ولو صلی عن ظن انه محدث او علیه نجاسة مانعة ثم تبین خلاف ذلک لاتجزئه تلک الصلوة (طحطاوی ص ۱۶۱، مطبوعه دمشق) مطبوعه مصر ص ۲۳۹، باب الامامة. شامی زکریا ص ۳۵۶/ج ۲، باب الاستخلاف. عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۱/ج ۱/ ومما یتصل بذلک مسائل الشک والاختلاف الواقع بین الامام الخ. خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۱۰۸/ج ۱/ فصل فی مسائل الشک والاختلاف بین القوم.

اور مسبوق ہونے کا تقاضا ہے کہ جمع کرے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] مسبوق منفرد ہوتا ہے اس لئے وہ دونوں کو جمع کرے۔ یکتفی بالتحمید الموتم ویجمع بینهمالو منفرداً علی المعتمد یسمع رافعا ویحمد مستویاً الخ. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۰۱/ ج۲/ باب صفة الصلاة مطلب فی اطالة الرکوع للجائی. عالمگیری کوئٹہ ص ۷۴/ ج ۱/ الفصل الثالث فی سنن الصلاة. مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۲۲۹/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلاة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم

نماز میں قراءت

فصل اول : فرضیت قراءت

قراءت کی فرضیت

سوال: چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں قراءت کرنا واجب ہے۔ مالابدمنہ میں اس کو واجبات نماز میں شمار کیا ہے۔ تو کیا یہ واجبات نماز میں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۃ ملانا واجب ہے۔ فی مراقی الفلاح[1] ص ۱۳۸ والثانی ضم سورة قصيرة او ثلاث اٰيات قصار (الى قوله) فى ركعتين غير متعينتين من الفرض غير الثنائى وفى جميع الثنائى وفى الهداية والقراء ة فى الفرض واجبة فى الركعتين[2] اھ۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۰۰ مطبوعه مصر، فصل فى بيان واجب الصلوٰة

[2] هداية ص ۱۴۷ ج ۱ باب النوافل ،مطبوعه ياسرند يم اينڈ كمپنى ديوبند، تاتارخانيه ص ۴۴۴ ج ۱ الفصل الثانى فى فرائض الصلوة وواجباتها الخ، فصل فى القرأة، مبطوعه ادارة القرآن كراچى مجمع الانهر ص ۱۳۰ ج ۱ كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت

نماز میں کتنی قراءت واجب ہے

سوال: نماز میں سورۃ کا ملانا واجب ہے سوال یہ ہے کہ کتنا ملانا واجب ہے آیا تین چھوٹی آیت ملانا واجب ہے یا ایک بڑی آیت بھی کافی ہے اور ایک بڑی آیت کس کو کہتے ہیں۔ ایک بڑی آیت میں کتنے لفظ ہونا چاہئے جس سے اس کو بڑی آیت کہہ سکیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایک سورۃ ملائے یا تین چھوٹی آیت ملائے کہ مجموعہ تین آیات میں کم از کم تیس ۳۰ حروف ہوں جیسے ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ یا ایک بڑی آیت ملائے جیسے آیت الکرسی یا آیت المداینہ اگر اتنی مقدار پڑھی کہ تیس حروف ہو جائیں تب بھی کفایت ہو جائیگی۔ ہکذا فی رد المحتار[1] ص ۳۶۱ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ محرم ۷۰ھ

تین آیت کی مقدار

سوال: امام صاحب نے تراویح کی اول رکعت میں فاتحہ کے بعد خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ اور دوم رکعت میں فاتحہ کے بعد رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پڑھ کر نماز پوری کی اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1]..... وعلى هذا لو اراد قراءة قدر ثلاث آيات التى هى واجبة عندالامام لابد ان يقرأ من الا ية الطويلة مقدارثلاثة ولذا فرضوا المسألة باية الكرسى و آية المداينة الى قوله ولو قرأ آية تعدل اقصر سورة اى كقوله ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ وقدرها من حيث الكلمات عشر و من حيث الحروف ثلاثون الخ .(الشامى نعمانيه ص ۳۶۱ ج ۱ فصل فى القراة مطلب تحقيق مهم فمالو تذكر فى ركوعه انه لم يقرأ الخ كبيرى ص۲۷۷ فرائض الصلاة، الثالث القرأة. مطبوعه لاهور التاتارخانيه ص۴۴۵ ج ۱ فصل فى القرأة. مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچى

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ درست ہوگئی۔ وضم اقصر سورة كالكوثر او ما قام مقامها وهو ثلاث ايات قصار نحوثُمَّ نَظَرَثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرْ وكذالو كانت الاية اوايتان تعدل ثلاثا قصاراً اھ درمختار قوله تعدل ثلاثا قصارا اى مثل ثم نظرالخ. وهى ثلاثون حرفا فلوقرأاية طويلة قدر ثلاثين حرفا يكون قداتى بقدر ثلاث ايات لكن سياتى فى فصل يجهرالامام ان فرض القرأة اية وان الاية عرفا طائفة من القراٰن مترجمة اقلها ستة احرف ولوتقديراً كلَمْ يَلِدْ الااذاكانت كلمة فالاصح عدم الصحة اھ ومقتضاه انه لوقرأاية طويلة قدر ثمانية عشرحرفاً يكون قد اتى بقدر ثلاث ايات اھ شامی[1] ص۴۲۷ ج ۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/محرم ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱/ ۶۷ھ

جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم

سوال: ایک بوڑھی عورت ہے اس کو صرف دو۲ سورتیں یاد ہیں۔ انا اعطینا. اور قل هو اللّٰه . کوئی اور سورہ یاد نہیں۔ کیا اس سے اس کی نماز ہو جائے گی؟ دعاءِ قنوت بھی یاد نہیں ہے، اس کی جگہ بھی قل هو الله پڑھتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کوئی چھوٹی دعا تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ہر نماز میں انا اعطینا اور قل هو الله پڑھنے سے بھی اس کی نماز ہو جاتی ہے[2]۔ قنوت کی جگہ وتر میں

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص۳۰۸ ج ۱ مطبوعه زكريا ص ۱۴۹ ج ۲ باب صفة الصلوٰة مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها، تاتارخانيه ص ۴۴۶ ج ۱ الفصل الثانى فى فرائض الصلوة وواجباتها الخ، الكلام فى قدر القراء ة، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۴۱ ج ۲ الفصل الثانى فى الفرائض والواجبات الخ، فصل فى القراء ة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] فان عجز الآن يقرء السورة فى الركعتين(عالمگيرى ص۷۸ ج ۱ كوئٹه) الفصل الرابع فى القراء ة.

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آخر تک پڑھ لیا کرے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

محض بسم اللہ کی قراءت سے نماز

سوال: کسی شخص نے محض تسمیہ سے نماز پڑھی، تمام اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جائز نہیں ہوگی، باوجودیکہ ہمارے امام صاحب سے ایک روایت جواز صلوٰۃ کے بارے میں موجود ہے۔ کما فی شرح الجامع الصغیر.

اَمَّا قولُهُم بشبهةٍ فی کونها اٰیةً تامةً اس عبارت سے عدم جوازِ صلوٰۃ مفید نہیں۔ لا نه لوقرأ اٰیة طویلة فی کل رکعة بعضها عامة علیٰ انه یجوز الصَّلوٰة وفی الکافی وهوالا صح ماقیل من ان الاولیٰ ان یعلل عدم الجواز بالشبهة فی القراٰنیة فلیس بشییءٍ لانها عند المتأخرین قراٰن قطعاً فکیف یعلل عدمه بالشبهة فیها عندهم واما قولهم انما هو لقوة شبهة فی ذلک علامہ تفتازانی اپنے کلام سے اس کا مفہوم شرح الشرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان المراد من قوة االشبهة قوتها عندهم من یتمسک بها وهوغیرشدید لانه یلزم ان لایکفراحدحتی الکفار الغیر المعاندین ایضاً وقد کفر الامام الحکماء ان لهم فیه شبهات فی غایة القوة عندهم. منکرِ تسمیہ کو کافر کیوں نہیں قرار دیتے۔ بدلائل عقلی ونقلی واضح فرمائیں۔

---

[۱] قراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وفی الشامیة ای القنوت الواجب یحصل بای دعاء کان واما خصوص اللهم انا نستعینک فسنة فقط حتی لو اتی بغیره جاز اجماعا، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۶۳ ج۲ باب صفة الصلاة مطلب لا ینبغی ان یعدل عن الدرایة الخ ومن لایحسن القنوت یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وقال ابو اللیث یقول اللهم اغفرلی یکررها ثلاثاً یقول یارب ثلاثاً (شامی نعمانیه ص۴۴۸ ج۱) باب الوتر والنوافل عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۱ ج۱ الباب الثامن فی صلاة الوتر، المحیط البرهانی ص ۲۶۸ ج۲ جئنا الی مسائل الوتر، مطبوعه ڈابهیل، ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وقال ابو اللیث یقول اللهم اغفرلی یکررها ثلاثاً یقول یارب ثلاثاً (شامی نعمانیه ص۴۴۸ ج۱) باب الوتر والنوافل عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۱ ج۱ الباب الثامن فی صلاة الوتر، المحیط البرهانی ص ۲۶۸ جئنا الی مسائل الوتر، مطبوعه ڈابهیل.

الجواب: حامداًومصلیاً!

وهی اٰیة من القراٰن انزلت للفصل بین السُّورِ فما فی النمل بعض آیة اجماعاً ولیست من الفاتحة ولامن کل سورة فی الاصح فتحرم علی الجنب ولم تجز الصَّلوٰة بها احتیاطاً ولم یکفر جاهدها بشبه اختلاف مَالک فیها ا ھ درمختار قوله وهی اٰیة ای خلافاً لقول مَالک وبعض اصحابنا انها لیست من القراٰن اصلاً قال القهستانی ولم یوجد مافی الحواشی الکشاف والتلویح انها لیست من القراٰن فی المشهور من مذهب ابی حنیفةؒ اھ ای بل هوقول ضعیف عندنا قوله ولیست من الفاتحة قال فی النهر فیه رد لقول الحلوانی اکثر المشائخ علیٰ انها من الفاتحة ومن ثم قیل بوجوبها و جعله فی الذخیرة روایة الثانی عن الامام وبه اخذوهو احوط اھ ومانقله عن الحلوانی ذکره القهستانی عن المحیط والذخیرة والخلاصة قوله ولامن کل سورة ای خلافًا لقول الشافعی انها اٰیة من کل سورة ماعدا براءة قولهٗ احتیاطاً علة للمسئلتین وذلک ان مذهب الجمهور انها من القراٰن لتواترها فی محلها وخالف فی ذلک مالک فکان الاحتیاط حرمتها علی الجنب نظراً الیٰ مذهب الجمهور وعدم جوازِ الاقتصارعلیها فی الصلوٰة نظراً الیٰ شبهة الخلاف لان فرض القراءة ثابت بیقین فلایسقط بما فیه شبهة قوله ولم یکفر جاهدها جواب عما قیل من الاشکال فی التسمیة انها ان کانت متواترة لزم تکفیر منکرها والّا فلیست قراٰناً والجوابُ کما فی التحریران القطعی انما یکفر منکره اذا لم تثبت فیه شبهة قویة کانکاررکن وهٰهنا قد وجدت الیٰ اٰخرها بسطه العلامة ابن عابدین فی ردالمختار[1] ص۳۳۰ ج۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۳۹۵ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۳۰ ج ۱ شامی زکریا ص ۱۹۳ ج ۲ باب صفة الصلاة. مطلب قرأة البسلمة بین الفاتحة الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۱۲ ج ۱ فصل باب صفة الصلوة واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ، مجمع الانهر ص ۱۴۲ ج ۱ باب صفة الصلاة، فصل اول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر ص ۱۴۲ ج ۱ باب ایضا، طبع بیروت.

تشریح اِقرأ

سوال: (۱) اقرأ قرآن مجید کے ۳۰ ویں پارے سے لیا گیا ہے اس کی تشریح کیجئے۔ کس علم سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) اقرأ یہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے جو بھی صورت ہو اس کی آواز کس کو بلند کرنی چاہئے اور اس کا انتظام کس کو کرنا چاہئے اقرأ کا امام اور مقتدی سے کیا تعلق ہے

(۳) اقرأ کے جزوی انکار کرنے والے کو یا مکمل انکار کرنے والے کو کیا کہیں گے۔

(۴) اگر امام اقرأ یعنی پڑھو کو اپنی ذمہ داری نہیں لیتا یا اس کی مدد بالفعل نہیں کرتا اور مخالفت کم یا زیادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اس کی ذمہ داری نہ لینے کی وجہ سے پورے قصبے کی حمایت اس کو نہیں ملتی۔ جس کی وجہ سے چندہ بخوبی وصول نہیں ہوتا اور لڑکوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی اس امام پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

(۱) سب سے پہلے جب جبریل امین علیہ السلام وحی خداوندی لے کر آئے اس وقت مخصوص طور پر نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا۔ ''اقرأ'' اس پر ارشاد فرمایا ما انا بقارئ پھر بحکم الٰہی تدبیر کی جس سے وحی الٰہی کے پڑھنے پر قدرت حاصل ہوگئی۔[۱]

(۲) یہ خطاب نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ (۱) میں گذرا۔ اس کا تعلق امام

---

[۱] وهو فی غار حراء فجاء ه الملک فقال اقرء فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرء قلت ماانابقاری قال فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرء فقلت ماانا بقاریً فاخذنی فغطنی الثالثة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرءَ باسم ربک الذی (بخاری شریف ص ۷۳۹ ج ۲) کتاب التفسیر، سورة اقرء مطبوعه رشیدیه دهلی، مسلم شریف ص ۸۸ ج ۱ کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ مطبوعه رشیدیه دهلی، مسند احمد ص ۲۳۳ ج ۶ حدیث اخت مسعود العجماء، مطبوعه دار الفکر بیروت.

یا مقتدی سے نہیں نہ اس سے نماز کی قرأت مراد ہے۔

(۳) جو شخص یہ کہے کہ یہ سورۂ اقرأ قرآن پاک کی سورت نہیں اللہ پاک نے نازل نہیں فرمائی تو وہ غلط کہتا ہے جیسا کہ (۱) میں مذکور ہے۔

(۴) اگر امام اپنے مقتدیوں کو یہ کہتا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے قرأت مت کرو بلکہ خاموش رہو تو یہ امام اقرأ کا منکر ومخالف نہیں وہ صحیح راستہ پر ہے خود مسلم[۱] شریف کی حدیث میں ہے اذا قرأ فانصتوا جب امام قرأت کرے تو اس کے پیچھے مقتدی خاموش رہیں کسی خارجی رعایت سے حدیث شریف کی مخالفت کرنا جائز نہیں اگر امام کا مطلب کچھ اور ہے تو واضح کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قراءت میں متشابہ

سوال: نماز میں کوئی سورت شروع کی اور کسی جگہ سے درمیان میں دوسری سورت پر پہونچ گیا اب اس کو کیا کرنا چاہئے پہلی سورت کی طرف مراجعت یا دوسری سورت جاری رکھے اور کیا سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اتنی مقدار پڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد رکوع کر دینا چاہئے تب رکوع کر دے[۲] ورنہ

---

[۱] مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ باب التشهد فی الصلوٰة مطبوعه رشیدیه دهلی، نسائی شریف ص ۱۰۶ ج ۱ کتاب الافتتاح من کتاب الصلوة، تاویل قوله عز وجل واذا قُرِئ القرآن الخ، مطبوعه فیصل دیوبند.

[۲] او یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدر المستحب کمارجحه الکمال الخ (الشامی نعمانیه ص ۴۱۸ ج ۱، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها)مطلب المواضع اللتی لایجب فیها ردالسلام، تاتارخانیه ص ۵۸۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلومة وما لا یفسد، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص ۱۵۵ ج ۲، الفصل الخامس فی بیان ما یفسد الصلوة ومالایفسد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۳] لو انتقل فی الرکعة الواحدة من آیة إلٰی آیة یکره وان کانت بینهما آیات بلا ضرورة فإن سها ثم تذکر یعود مراعاةً لترتیب الآیات، شامی زکریا ص ۲۶۹ ج ۲ فصل فی القراة مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة.

اگر ایک دو لفظ پڑھ کر یاد آ گیا ہے تو جو سورت اول شروع کی تھی اس کی طرف لوٹ جائے[۳] اگر زیادہ پڑھ کر یاد آئے تو نہ لوٹے بلکہ جس سورت پر پہونچ گیا ہے اسی کو پڑھے سجدہ سہو ایسی سورت میں نہیں ہے[۱]۔

تنبیہ :. اگر ایک سورت سے دوسری سورت میں چلے جانے سے معنیٰ بگڑ جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ترک واجب کی وجہ سے نماز کا اعادہ ہوا کیا اُخریین میں ضم سورہ واجب ہے؟

سوال:۔ نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء با جماعت ادا کی گئی۔ امام نے قعدۂ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور کسی شخص نے لقمہ بھی نہیں دیا۔ تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے نماز ختم کر دی گئی اور آخر میں ترک قعدہ اولیٰ کا انجبار سجدۂ سہو سے بھی نہیں ہوا۔ بعد اختتام نماز بالاتفاق محقق ہوا کہ قعدہ اولیٰ واقعی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے طے ہوا کہ نماز کا اعادہ کیا جائے۔ مگر امام صاحب نے فرمایا کہ جماعت ثانی میں بہت سے نئے آدمی شریک ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی نماز نہ ہوگی

---

[۱] اذا اراد ان یقرأ فی صلاته سورة فاخطأ فقرأ سورة اخری لا سهو علیه، خانیه علی الهندیه ص۱۲۴ ج۱ فصل فیما یوجب السهو وما لایوجب السهو، عالمگیری ص۱۲۷ ج۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، ثم واجبات الصلوة انواع، مطبوعه کوئٹه.

[۲] اما اذا تغیر به المعنی بأن قرأ وَّجُوهٌ يَّومَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤمِنُونَ حقّاً قال عامة اصحابنا تفسد صلاته، تاتارخانیه ص۴۸۵ ج۱ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص۷۱ ج۲ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری ص۸۱ ج۱ الباب الرابع، الفصل الخامس فی زلة القاری، مطبوعه کوئٹه.

کیونکہ ان کے ذمہ فرض ہے۔ اس واسطے فرداً فرداً ہر شخص اپنی نماز دوبارہ پڑھ لے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہوا کہ اب یہ نماز پہلی والی جماعت کی کمی کی اصلاح کے لئے ادا کی جارہی ہے۔ اس لئے فرض تو ہے نہیں واجب ہوگئی اور واجب یا نفل کی تیسری و چوتھی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ ضم سورت ضروری ہے۔ اس لئے اس صورت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملائی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس اعادہ والی نماز میں دو رکعت کے بعد والی رکعات میں الحمد کے بعد ضم سورۃ واجب نہیں، نہ جماعۃً نہ انفراداً[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/ ۹۲ھ

وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت لازم ہے

سوال: ایک امام نے تراویح کے بعد لوگوں کو وتر پڑھائے۔ سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ فلق پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ ناس میں سے شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ پڑھی اور تیسری رکعت میں یُوَسْوِسُ فِی صُدُوْرِ النَّاسِ الخ پڑھی۔ آیا یہ وتر صحیح ہوگئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت یعنی الحمد کے بعد سورت یا تین آیات کا ملانا واجب ہے۔[2]

---

[1] وتجب قراء ة الفاتحة وضم السورة او مايقوم مقامها من ثلاث قصاراو آية طويلة فى الاوليين بعد الفاتحة (عالمگیری مطبوعه کوئٹه ص ۷۱ ج ۱) الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۶ ج ۱ باب صفة الصلاة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۴۹، ۱۵۰ ج ۲ باب صفة الصلاة، مطلب کل صلاة ادیت الخ.

[2] والقرأة واجبة فی جميع ركعات النفل وجميع الوتر (قدوری ص ۳۲) باب النوافل مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، وتجب قراء ة الفاتحة وضم السورة او ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار او آية طويلة فى الاوليين بعد الفاتحة كذا فى النهر الفائق وفى جميع ركعات التنفل والوتر هكذا فى البحر، عالمگیری کوئٹه ص ۷۱ ج ۱ الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، الدر المختار على الشامی زکریا ص ۱۴۹ ج ۲ باب صفة الصلاة، مطلب کل صلاة ادیت الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۳ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

صورت مسئولہ میں تین آیات نہیں پڑھی گئیں۔اس لئے یہ نماز قابل اعادہ ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/ ۹۰ھ

[1] وقرأ الفاتحة وسورة او ثلاث آيات لان كل منهما واجب اتفاقا وبترك الواجب تثبت كراهة التحريم وقد قالوا كل صلاة اديت مع كراهة التحريم يجب اعادتها فتعين القول بوجوب الاعادة عند ترك السورة وما يقوم مقامها كترك الفاتحة الى قوله فاذا نقص عن ثلاث قصار او آية طويلة فقد ارتكب كراهة التحريم لتركه الواجب الخ البحر الرائق كوئٹه ص۳۱۳ج ۱ فصل واذا اراد الدخول الخ حلبی کبیر ص ۳۰۹ صفة الصلاة، مطبوعه لاهور.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : جہری اور سری قراءت

تشریح جہر وسر

سوال: اگر قراءت اتنی آواز سے ہو کہ قریبی شخص کو آواز بھن بھن کی سنائی دے تو اس سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور کس قدر آواز سے قراءت جہری قرار پائیگی تشریح کے ساتھ تحریر فرماویں اس لئے کہ بعض اوقات جہر اور سر میں اختلاف مشکل ہو جاتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر ایک دو آدمی کو اس طرح سنائی دے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ سر ہی ہے امام کی آواز کو پہلی صف عموماً سن لے تو یہ جہر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جہر وسر کی ادنی مقدار

سوال: نماز میں قراءت بالسر کی حد یہ ہے کہ کم از کم خود سنے صرف زبان سے ادا کرنا کافی

---

[1] ولذا قال فی الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير ان الامام اذا قرأ فی الصلوٰة المخافتة بحيث سمع رجل اور رجلان لايكون جهراً والجهر ان يسمع الكل ای كل الصف الاول لاكل المصلين بدليل مافی القهستانی عن المسعودية ان جهر الامام اسماع الصف الاول الخ. (الشامی نعمانيه ص ۳۵۹ ج ۱) فصل فی القراءة مطلب فی الكلام على الجهر والمخافتة، مجمع الأنهر ص۱۵۷ ج ۱ فصل فی القراءة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۳۳۶ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه كوئٹه.

نہیں۔ کذافی حاشیۂ شرح الوقایہ۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ خود سننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ پاس کھڑا ہونے والا بھی سنے، کیونکہ جو آواز اپنے کان میں آئے گی وہ پاس والے کو بھی پہونچے گی اور یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پس بندہ کو اشکال یہ ہے کہ سر جہر ہو گیا۔ ورنہ پھر اپنے آپ کو سنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ دل میں محسوس ہو کہ میں پڑھ رہا ہوں تو حاشیہ شرح وقایہ کی یہ بات کیسے درست ہوگی کہ قراءت صرف ادائے حروف کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں صوت بھی ہونی ضروری ہے۔ بہر حال اس سلسلہ میں بندہ کو الجھن ہے کہ جو آواز قراءت اپنے کان میں سنائی نہ دے اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یہ ضروری نہیں کہ اپنی جو آواز بھی خود سنتا ہو وہ دوسرا بھی سن لیا کرے۔ ہاں کوئی لفظ اگر پاس والا بھی سن لے تو یہ منافی سر نہیں۔ قالوا لایضر اسماع بعض الکلمات احیاناً لحدیث ابی قتادۃؓ وھو فی الصحیحین عن النبی ﷺ کان یقرأ فی الرکعتین الاخیرتین بفاتحۃ الکتاب ویسمعنا الأیۃ احیاناً ولان الیسیر من الجھر والاخفاء لایمکن الاحتراز عنہ لاسیما عندمبادی التنفسات افادہٗ فی الفتح وفی او اخر الحلبی عن کفایۃ الشعبی یخافت الامن عذر وھوان یکون ھناک من یتحدث او یغلبہ النوم فیجھر لدفع النوم ودفع الکلام اھ وفی القھستانی اذا جھر لتبیین الکلمۃ لیس علیہ شئ اھ طحطاوی[1] ص ۱۵۱ تحت قول المراقی ویجب الاسرار ھو اسماع النفس الصحیح فصل فی بیان واجب الصلوٰۃ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

نماز کے سرّی و جہری کا سبب

سوال: نمازِ مغرب، عشاء اور فجر جہری کیوں ہے اور ظہر، عصر سرّی کیوں ہے؟

---

[1] الطحطاوی علی المراقی ص ۲۰۴ مطبوعہ مصر، فصل فی بیان واجب الصلاۃ، اعلاء السنن ص ۱۱ فائدہ ج۴ حد الجھر والاخفاء، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حدیث وفقہ سے اسی طرح ثابت ہے اس کی علت میں بحث کی ضرورت نہیں۔ ورنہ یہ باب اگر مفتوح ہوا تو یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ فجر کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت کیوں ہیں۔ اسی طرح بے شمار امور ہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جہری وسری نماز میں جہر وسر کی وجہ

سوال: ایک آدمی یہ بات دریافت کرتا ہے کہ بوقت ظہر عصر قرأت آہستہ کیوں پڑھی جاتی ہے اور باقی وقتوں میں زور سے پڑھی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حضور اقدس ﷺ سے ایسا ہی ثابت ہے، اور اللہ پاک کی مرضی اسی طرح ہے اس کے خلاف کرنے سے آنحضرت ﷺ کی مخالفت ہوگی۔ ویجهر الامام بالقرأة فی الفجر و اولی المغرب والعشاء والجمعة والعیدین للتوارث من ازمن رسول الله صلی الله علیه وسلم الیٰ هذا الأن . والجهر واجب ویخفی الامام فی الظهر والعصر للتوارث المذکور اهـ رسائل[2] الارکان بحذف ص۱۰۰، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ ہذا

---

[1] رسائل الارکان ص ۱۰۰، مطبوعه المطبع العلوی لکهنؤ، طحطاوی مصری ص ۲۰۵ فصل فی بیان واجبات الصلاة، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۵ ج ۱ فصل فی بیان واجبات الاصلیة فی الصلاة.

[2] واوجبت ایضا انه لا یحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذا صحت بها الروایة علی معرفة تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیر من الناس فی معرفة کثیر من المصالح ولکون النبی صلی الله علیه وسلم اوثق عندنا من عقولنا الی قوله ویحرم الخوض فیه بالرای الخالص غیر المستند الی السنن والآثار، حجة الله البالغة ص ۶ ج ۱ مقدمه، مطبوعه مصر.

قراءت جہری وسرّی کی حکمت

سوال: پانچ وقت کی نمازوں میں تین نمازوں میں قراءت جہری اور دو میں سرّی کی حکمت کیا ہے؟

الجواب: حامداًو مصلیاً!

اللہ ورسولہ اعلم[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سری قراءت میں تیز اور جہری میں ٹھہرا کر پڑھنا

سوال: جوامام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو اس کی امامت پر کیا حکم ہے کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں ایسے ہی اکثر امام قراءت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدھی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے کیونکہ وہ عوام کی نماز خدا کے ہاں پیش کرنے کا وکیل ہے۔

---

[1] علامہ طحطاوی نے اس کی حکمت لکھی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

والاصل فی الجهر والا سرار ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یجهر بالقراء ة فی الصلوات کلها فی الابتداء وکان المشرکون یوذونه ویقولون لا تباعهم اذا سمعتموه یقرأ فارفعوا اصواتکم بالاشعار الخ. طحطاوی ص ۲۰۵ (فصل فی بیان واجبات الصلوٰة) مطبوعه بمصر، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۵ ج ۱ فصل فی بیان واجبات الاصلیة فی الصلاة، اعلاء السنن ص ۳ ج ۴ باب وجوب الجهر فی الجهریة الخ مطبوعه امدادیه مکه مکرمة.

ترجمہ:۔ سر اور جہر میں اصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ابتداء میں تمام نمازوں میں جہر کیا کرتے تھے اور مشرکین حضور اکرم ﷺ کو تکلیف دیا کرتے تھے اور متبعین سے کہا کرتے تھے جب تم ان کو قرآن پڑھتے سنو تو اشعار وغیرہ سے اپنی آواز بلند کرو۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو۔ اگر چہ امام کو چاہئے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد و آداب قرآن شریف کی رعایت رکھے بحالتِ امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالتِ انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں آتی اور اس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں یہ بھی ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۵/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۳/ج ۱/ ۵۸ھ

نماز میں قراءت کتنے زور سے پڑھے

سوال: بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت میں مقتدیوں کو یا منفرد نماز پڑھنے والے کو ایسی نماز پڑھنی چاہئے جو کہ خود ہی سنائی دے کہ کیا پڑھا ہے۔ یہ درست ہے یا کہ نہیں سوچ کر جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فرض قراءت کو نماز میں اتنے زور سے پڑھنا کہ اپنی آواز خود ہی سنے بہت سے فقہاء کے نزدیک لازم ہے اور یہی احتیاط ہے[2]۔ امام کی رکوع سجدے کی تسبیح کی آواز اگر کسی قریبی مقتدی نے

---

[1] قال اللّٰہ تعالیٰ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ سورة حجرات آلایة ۱۲، ترجمہ: کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں۔

[2] ان ادنی المخافة اسماع نفسه او من بقربه من رجل او رجلین مثلاً واعلاها تصحیح الحروف کما هو مذهب الکرخی ولا تعتبر هنا فی الاصح (شامی زکریا ص ۲۵۳ ج ۲ شامی کراچی ص ۵۳۵ ج ۱ مطلب فی الکلام علی الجهر و المخافتة، فصل فی القرأة، مجمع الأنهر ص ۱۵۷ ج ۱ فصل فی القراءة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق، ص ۲۲۹ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

بھی سنی تو اس سے اس کی نماز میں خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/ ۸۶ھ

سری نماز میں قراءت کی آواز چار آدمی تک پہنچے یہ سر ہے یا جہر

سوال: نماز سری (فرض یا سنت) میں تکبیر تسبیح یا قرأت اس طرح پڑھے کہ بعد والے چار آدمی تک آواز پہونچ جاتی ہے یہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب آواز منہ سے نکل کر تین چار آدمی تک پہونچ جائے تو یہ جہر ہو گیا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

اپنے جی میں قراءت کرنا

سوال: مصلی بلاحرکت شفتین وبلاتحریک لسان اپنے جی میں قراءت کرتا ہے تو اس کی نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح فریضہ ادا نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قال الفقیہ ابوجعفر والشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل ادنی الجھر ان یسمع غیرہ وادنی المخافتة ان یسمع نفسه وعلیٰ ھذا یعتمد الخ. عالمگیری ص ۷۲ (مطبوعه کوئٹه) الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، الفصل الثانی فی واجبات الصلوٰة، شامی کراچی ص ۵۳۴، باب صفة الصلوٰة، فصل فی القراءة، مطلب فی الکلام علی الجھر والمخافتة الخ، تاتارخانیه ص ۴۴۷ ج ۱ فصل فی القراءة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] ولوقرأ بقلبه ولم یحرک لسانه فانه لایجوز (التاتارخانیہ ص ۴۴۷ ج ۱) کتاب الصلاة، **(بقیه آئنده پر)**

قرأت بغیر آواز کا حکم

سوال: اگر کوئی نماز میں اتنا آہستہ پڑھے کہ خود بھی نہ سن سکے تو کیا اس کی نماز بلا کراہت درست ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر اتنا آہستہ پڑھا کہ حروف تو صحیح ادا ہو گئے لیکن آواز بالکل نہیں سنائی دی تو کرخیؒ اور ابوبکر بلخیؒ کے نزدیک نماز صحیح ادا ہوگئی اور ہندوانیؒ اور فضلؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کے نزدیک صرف تصحیح حروف کافی نہیں بلکہ آواز کا کان تک پہنچنا بھی ضروری ہے اور شیخ الاسلام وقاضی خاں وصاحب محیط وحلوانی نے ہندوانی کے قول کو اختیار کیا ہے۔ کذا فی[1] ردالمحتار ص ۵۵۷۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ جامع العلوم کانپور

اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز

سوال: اگر ہونٹ اور زبان نہ ہلے اسی طرح اللّٰہ اللّٰہ یا درود شریف یا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ورد کرے یا استغفر اللّٰہ وغیرہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ) فصل فی القراءۃ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شامی زکریا ص ۲۵۲ ج ۲ فصل فی القراءۃ، حلبی کبیری ص ۲۷۵ فرائض الصلوۃ، الثالث القراءۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور.

[1].....اعلم انھم اختلفوا فی حد وجود القراءۃ علی ثلاثۃ اقوال فشرط الھندوانی والفضلی لوجودھا خروج صوت یصل الی اذنہ (الی قولہ) ولم یشترط الکرخی وابوبکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الھندوانی کذا فی معراج الدرایۃ (الشامی نعمانیہ ص ۳۵۸ تا ۳۵۹ ج ۱) مطلب فی الکلام علی الجھر والمخافتۃ، فصل فی القراءۃ، مجمع الأنھر ص ۱۵۷ ج ۱ فصل فی القراءۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تاتارخانیہ ص ۴۴۷ ج ۱ الفصل الثانی فی فرائض الصلوۃ وواجباتھا الخ، فصل فی القراءۃ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/ ۹۰ھ

نماز میں قراءت بغیر ہونٹوں کی حرکت کے

سوال: ایک صاحب نماز کے جواذکار ہیں سب دل ہی دل میں پڑھتے ہیں ہونٹوں کو بالکل حرکت نہیں دیتے کیا ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر وہ صاحب امام بن کر یا منفرد ہو کر اس طرح پڑھتے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوئی کیوں کہ فریضۂ قراءت ادا نہیں ہوا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۱۴/۶/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

نماز کے سری ہونے کا معیار یہ ہے کہ خود سن لے

سوال: نماز اگر اتنی زور سے نہیں پڑھتا کہ خود سن سکے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ مفتی بہ قول کیا ہے؟

---

[۱] اکثر المشائخ علی ان الصحیح ان الجهر حقیقته ان یسمع غیره والمخافتة ان یسمع نفسه وقال الهندوانی لاتجزیه مالم تسمع اذناه ومن بقربه فالسماع شرط فیما یتعلق بالنطق باللسان التحریمة والقراءة السریة والتشهد والاذکار الخ. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۷۶) باب شروط الصلاة وارکانها. مطبوعه مصر.

[۲] اکثر المشائخ علی ان الصحیح ان الجهر حقیقته ان یسمع غیره والمخافتة ان یسمع نفسه (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۷۶) باب شروط الصلاة وارکانها، مطبوعه مصر، حلبی کبیری ص ۲۷۵ فرائض الصلوة، الثالث فی القراءة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، النهر الفائق ص ۲۲۹ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۳۳۶ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

احوط تو یہی ہے کہ اتنی زور سے پڑھے کہ خود سن[1] سکے البتہ گذشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

وَلاَ الضَّآلِّیْن میں لین کی آواز پست ہونے کا حکم

سوال: جہری نماز میں جب زید ولاالضالین پڑھتا ہے تو لین کی آواز اس قدر پست ہوجاتی ہے کہ پہلی صف کے لوگ بھی نہیں سن پاتے۔ تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں اگر لین کی آواز پست ہوجاتی ہے حتیٰ کہ صفِ اوّل کے بھی پورے آدمی نہیں سنتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/ ۹۱ھ

فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر

سوال: فجر کی سنت میں قراءت جہری جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۱۷۶ باب شروط الصلاۃ وارکانها، مطبوعه مصر.

[2] وادنی الجهر فی حق الامام إسماع غیره ای احداً سواه الی قوله واعلاه ان یسمع الکل لکن الاولی ان لا یجتهد نفسه بالجهر فان سماع بعض القوم یکفی کما فی اکثر الکتب، مجمع الانهر ص۱۵۷ ج ۱ فصل فی القراءة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی، ص۲۰۴ فصل فی بیان واجبات الصلاة، مطبوعه مصر، البحر الرائق ص۳۳۶ ج ۱ صفة الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فجر کی سنت میں قراءت جہراً ثابت نہیں، سراً ثابت ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قراءت تکبیر کے علاوہ دل سے پڑھنا

سوال: نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے قراءت تکبیر کے علاوہ جو امام آواز سے پڑھتے ہیں ان کے علاوہ زبان سے کام نہ لیا جاوے دل ہی دل میں پڑھیں اس طرح نماز ہو جائے گی یا کچھ کمی رہ جائیگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز میں جو کچھ پڑھنے کا حکم ہے اس کو زبان سے پڑھنا چاہئے۔ دل ہی دل کے خیال پر کفایت نہ کی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویجب الاسرار فی نفل النهار للمواظبة علیٰ ذلک الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۰۵ فصل فی بیان واجبات الصلاة، مطبوعه مصر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۰، ۲۵۱ ج ۲ فصل فی القراء ة، البحر الرائق کوئٹه ۳۳۵ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ.

[2] ولو قرأ بقلبه ولم یحرک لسانه فانه لا یجوز الخ منحة الخالق علی هامش البحر الرائق کوئٹه ص ۳۳۶ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ، حلبی کبیر ص ۲۷۵ فصل فی القراء ة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیه ص ۴۴۳ ج ۱ فصل فی القراء ة، مطبوعه کراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : امام کے پیچھے قراءت

قراءت خلف الامام

سوال: اگر مقتدی قصداً امام کے پیچھے کوئی سورت یا کوئی دعا پڑھے تو نماز میں خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حالت قیام میں ثناء کے علاوہ کچھ اور پڑھنا مقتدی کو مکروہ ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قراءت خلف الامام

سوال: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں اس کا جواب قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل مرحمت فرمایا جائے۔ کیونکہ استفتاء ہذا سے قبل دو فتاوی حاصل کئے گئے جس میں سے ایک میں ممانعت اور دوسرے میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہاں پر دونوں قسم

[1] .....والمؤتم لایقراء مطلقاً ولاالفاتحة فی السریة فان قرأ کره تحریما (الشامی نعمانیه ص۳۶۶ ج۱) فصل فی القراء ة، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۱۶۰ ج۱ کتاب الصلوة، فصل فی القراء ة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۱۸۳ کتاب الصلاة، شروط الصلاة وارکانها، مطبوعه مصر.

کے خیالات کے ہی اشخاص موجود ہیں اور ہر دو فتاویٰ سے ہر دو فریق کے خیالات کی تقویت ہوگئی لیکن خدا کے فضل سے رنجش و درشتی کی نوبت نہیں بلکہ ہر دو خیالات کے اشخاص صحیح راستہ حاصل کرنے کے آرزومند ہیں اس کے علاوہ ہر دو فتاویٰ میں عربی عبارت ہے جس کو اردو داں نہیں سمجھ سکے اس لئے عرض ہے کہ جو عبارت عربی کی درج فرمائی جائے اس کا ترجمہ مفصل تحریر فرما دیا جائے۔ نیز دیوبند کے فتویٰ میں جو قراءت قرآن کریم کی آیت نقل کی گئی ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہے کہ نماز میں جب قرآن پڑھا جاوے اس وقت خاموش رہو یا نہ رہو بلکہ علاوہ نماز کے یہ حکم ہے فقط ہر دو فتاویٰ ہم رشتہ ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سمجھ کر جو مسائل استنباط کئے ہیں ان پر عمل کرے ماخذ اور دلیل کے علم پر عمل کو موقوف نہ رکھے اگر ہر ہر مسئلہ کی دلیل اور ماخذ پر عمل کو موقوف رکھے گا تو سخت دشواری کا سامنا ہوگا کیونکہ ہر مقلد کا علم اور فہم اس قدر وسیع نہیں کہ ہر ہر مسئلہ کی دلیل کو معلوم کر سکے اور سمجھ سکے اس لئے اسلم طریقہ یہ ہے کہ جو مسائل امام سے منقول ہیں ان پر عمل کرے اور دلیل اور ماخذ کا طالب نہ ہو خصوصاً جب کسی مقلد کے علم کی یہ حالت ہو کہ معمولی عربی عبارت بھی سمجھنے سے قاصر ہو اور ترجمہ اردو کا محتاج ہو۔

والمؤتم لایقرأ مطلقاً فان قرأ کرہ تحریماً بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر لقول ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کنانقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا درمختار علیٰ الشامی[1] ص ۵۶۸ ج ۱

ترجمہ: اور مقتدی کچھ قرأت نہ کرے (نہ فاتحہ نہ سورت) اگر مقتدی قرأت کرے گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ متوجہ ہو کر سنے جب امام زور سے پڑھے اور چپ رہے جب امام آہستہ

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۳۶۶ ج ۱ فصل فی القرأۃ، قبیل مطلب الاستماع للقرآن الخ، سکب الأنھر مع مجمع الأنھر ص ۱۶۰ ج ۱ فصل فی القراءۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱ قبیل باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

پڑھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنو۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا ناجائز ہے دلیل اوپر مذکور ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن شریف میں اس کا ذکر نہیں کہ نماز میں جب قرآن شریف پڑھا جائے خاموش رہو اور سنو مگر ساتھ ساتھ یہ بھی قرآن شریف میں نہیں کہ یہ حکم علاوہ نماز کے ہے بلکہ مطلق ہے خواہ نماز کی حالت ہو خواہ علاوہ نماز کے ہر حال میں خاموش رہنا اور سننا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اِنَّمَاجُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِ ذَا قَرَأَفَانْصِتُوا رواه ابوداؤد[1] والنسائی[2] وابن ماجه[3] مشكوٰة شريف[4] ص ۸۱ ج ۱

ترجمہ: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جاوے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ کچھ پڑھے تم خاموش رہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی وابن ماجہ نے۔ حنفی مقلد کے لئے اتنا جواب کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رشعبان ۵۴ھ

قراءت خلف الامام

سوال: زید کا قول ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ بلا فاتحہ کے

---

[1] ابوداؤد شريف ص ۸۹ ج ۱ كتاب الصلوة، باب الامام يصلى من قعود، مطبوعه سعد ديوبند.

[2] نسائی شريف ص ۱۰۶ ج ۱ كتاب الافتتاح من كتاب الصلوة، تاويل قوله عز وجل وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآن الآية، مطبوعه فيصل ديوبند.

[3] ابن ماجه شريف ص ۶۱ ج ۱ باب اذا قرأ الإمام فانصتوا، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[4] (مشكوٰة شريف ۸۱) باب القرأة فى الصلوٰة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

نماز نہیں ہوگی اور حضور ﷺ نے ہمیشہ اس کو کیا ہے۔ اگر نہ پڑھنا ثابت ہے تو قرآن وحدیث وآثارِ صحابہؓ سے ثابت کیجئے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کی دلیل اس مسئلہ میں اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الآیہ[1] ہے۔ اور مؤطا[2] کی یہ روایت ہے عن جابر بن عبداللہؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلّٰى خلف الامام فان قراء ة الامام لهٗ قراء ة اھ یہ حدیث جابر بن عبداللہؓ، ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ہر ایک کی پوری تخریج نصب[3] الرایہ میں ہے۔ واذا قرأ فانصتوا الحدیث۔ جس کی تخریج امام مسلم[4] نے کی ہے بکر کسی ایک روایت کو پیش کرے جس میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم ہو یا حضور ﷺ سے خود پڑھنا ثابت ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قراءت خلف الامام

سوال: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہئے؟ یا نہیں بعض حنفی المذہب سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور جہری میں نہیں یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے، جیسا کہ کوئی اور سورت پڑھنا ناجائز ہے

---

[1] سورہ اعراف آیت ۲۰۴، پارہ نمبر ۹، **ترجمہ:** جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو۔

[2] (مؤطا محمد ص ۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند) باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام۔ ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

[3] نصب الرایۃ ص ۲۱ ج ۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل۔

[4] مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ باب التشهدفی الصلوٰة، مطبوعه رشيديه دهلی، نسائی شريف ص ۱۰۶ ج ۱ كتاب الصلوة، تاويل قوله عز وجل، واِذَا قُرِئَ القُرآنُ الآية، مطبوعه فيصل ديوبند، ابن ماجه شريف ص ۶۱ ج ۱، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، مطبوعه تهانوی ديوبند، مسند احمد ص ۴۱۵ ج ۴ حديث ابی موسی الأشعری رضی الله عنه، مطبوعه دار الفكر بيروت.

اور بعض حنفی المذہب کا جو طریقہ سوال میں نقل کیا ہے وہ بھی درست نہیں، اس کی بھی صراحۃً ممانعت ہے. والموتم لایقرأ مطلقاً ولاالفاتحة فی السریة اتفاقاً ومانسب لمحمد ضعیف کما بسط الکمال فان قرأ کره تحریماً درمختار[1] ص ۵۶۸۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۴/ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/ذی الحجہ ۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

قراءت فاتحہ خلف الامام

سوال: خلف الامام سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کیسا ہے بعض علماء حدیث کہتے ہیں کہ سری اور جہری ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہئے اور بعض علماء حنفی کہتے ہیں کہ سری میں پڑھنا چاہئے۔ جہری میں نہیں، مع دلائل جواب دیں۔ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب متون فقہ میں منقول ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے، جہری نماز ہو یا سری۔ نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ کچھ اور قال محمد لاقرأة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیمایجهر بذلک جاء ت عامة الآثار و قول ابی حنیفةؒ قال محمد اخبرنا عبیدالله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمربن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قا ل من صلی خلف الامام کفته قرأته قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمرؓ انه سئل عن القرا ء ة خلف الامام قال

[1] (الشامی نعمانیہ ص ۳۶۶ ج ۱) فصل فی القرأة، قبیل مطلب الاستماع للقرآن الخ، مطبوعه زکریا ص ۲۶۶ ج ۲، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۶۰ ج ۱ کتاب الصلوة، فصل فی القراء ة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱ قبیل باب الإمامة والحدث فی الصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان.

تکفیک قراء ۃ الامام . قال محمد اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبداللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراء ۃالامام لہ قراء ۃ اھ مؤطا محمد[1] زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو اوجز المسالک[2]، بذل المجہود[3]، اعلاء السنن[4] وغیرہ دیکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳؍رمضان ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۳؍رمضان ۶۶ھ

قراءت فاتحہ خلف الامام

سوال: مکرمی عالی جناب قبلہ مولانا حافظ قاری ومفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض ہے کہ فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لئے مقتدی کھڑا ہوتو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کھڑا ہو تو الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے اور قرأت والی نماز میں مقتدی نے امام کے پیچھے الحمد شریف نہیں پڑھی تو نماز نہیں ہوتی حدیث یہ ہے ابوداؤد ص ۱۱۹، ترمذی ص ۱۴، حضرت عبادہ ابن صامتؓ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں ہم رسول کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہوگیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پاک سے کچھ پڑھتے رہتے ہو ہم نے کہا ہاں یارسول اللہ ہم جلدی جلدی

---

[1] مؤطا امام محمد ص ۹۸ تا ۹۹، باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

[2] اوجز المسالک ص ۹۳ تا ۱۰۶ ج ۲ باب القراء ۃ خلف الامام فیما لا یجھر فیہ الخ، مطبوعہ امدادیہ مکۃ المکرمۃ.

[3] بذل المجہود ص ۲۳۸ تا ۲۴۷ ج ۴، مطبوعہ یحیوی سہارنپور۔

[4] اعلاء السنن ص ۴۲ تا ۱۰۸ ج ۴ باب قولہ تعالی اذا قُرِئَ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا والنھی عن القراء ۃ خلف الامام مطلقاً، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یادرکھوسورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جوشخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اور حضرت امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ترمذی ص۱۴ یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اکثر اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کا اس حدیث عبادہ پر عمل ہے۔ امام مالکؒ، عبداللہ ابن مبارک شاگرد امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام اسحاقؒ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔ شرح ابوداؤد ص ۲۰۵، میں لکھتے ہیں، یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قرأت بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ سے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ کا حکم دیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں اس بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔ صحیح مسلم ص۱۶۹ ج۱، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جوشخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے کہا گیا ہے کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں تب بھی پڑھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ ہاں اس کو آہستہ پڑھا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

مکرمی عالی جناب قبلہ مفتی صاحب ہم معذرت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوگی لیکن ہمارے لئے باعث مسرت ثابت ہوگی۔ تحریر کی ہوئی عبارت پر غور فرما کر شریعت محمدی سے خلاصہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب: حامداً و مصلیاً!

محترمی زیداحترامہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ مسئلہ متن حدیث، شرح حدیث، تفسیر، فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اس پر مستقل رسائل

عربی، فارسی، اردو میں لکھے گئے ہیں[۱] جب دلائل متعارض ہوں تو ترجیح دیکر راجح کو اختیار کرنا یا تطبیق دینا لازم ہے اور یہ کام اعلیٰ طرز پر مجتہد سے انجام پاتا ہے۔ جولوگ صرف ایک طرف کے دلائل دیکھتے ہیں وہ اسی طرف جھک جاتے ہیں، چنانچہ آپ کے سوال میں صرف ایک طرف کے دلائل ہیں وہ بھی اصل حدیث نہیں بلکہ اردو کا ترجمہ یا حوالہ ہے دوسری طرف کے دلائل اصل احادیث مبارکہ کے الفاظ میں پیش خدمت ہیں ان میں غور کیجئے امید ہے کہ آپ احادیث کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہوں گے اور علم حدیث کو آپ نے اساتذہ سے حاصل کیا ہوگا اور ہر حدیث کی قوت وضعف سے باخبر ہونگے ورنہ اس طرز پر سوال نہ لکھتے بلکہ صرف مسئلہ دریافت کرنے پر کفایت کرتے اس لئے میں نے ان احادیث کا ترجمہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال علمنا رسول اللّٰہ ﷺ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا[۲] اخرجه حمد[۳] ص ۴۱۵ ج ۴ (اسناده اسناد مسلم) ولفظ مسلم[۴] ص ۱۷۴ ج ۱ فی حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ مرفوعاً واذا قرأ فانصتوا. ولاحمد[۵] ص ۳۷۶ ج ۲ وابی داؤد ص ۳۳۵[۶] ج ۱، وابن[۷] ماجه ص ۶۱ والنسائی[۸] مثله عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً وقد صححه مسلم[۹] وکذا صححه[۱۰] ابن حزم فی المحلی ص ۳۳۹ ج ۳.

---

۱ اول من افردها بالتالیف من قدماء المحدثین الامام ابوعبدالله البخاری وسماه جزء القراءة وهو مطبوع ومنها تالیف الامام ابی بکر البیهقی وسماه، کتاب القراءة وهو کذلک مطبوع بالهند ومنها هدایة المقتدی فی قراءة المقتدی للشیخ المحدث رشیداحمد الکنکوهی من مشائخ دیوبند الخ (معارف السنن ملخصاً ص ۱۸۳ تا ۱۸۴ ج ۳) باب ماجاء فی القراءة خلف الامام مکتبہ اشرفی دیوبند

۲ ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص تمہاری امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

۳ مسند احمد ص ۴۱۵ ج ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۴ مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ باب التشهد فی الصلوة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

۵ مسند احمد ص ۳۷۶ ج ۲ مسند ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۶ ابوداؤد شریف ص ۸۹ ج ۱، باب الامام یصلی من قعود، مطبوعہ اشرفی دیوبند۔

۷ ابن ماجه ص ۶۱ ج ۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا، مطبوعه رشیدیه دهلی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ اخرجہ محمد [۱] ص۷۷ واحمد [۲] ص۳۳۹ ج۳ (وفی شرح لمقنع [۳] ص ۱۱ ج ۱، ھذا اسناد صحیح متصل رجالہ کلھم ثقات) [۴] والطحاوی ص۱۲۸ ج۱، واحمد بن منیع والحدیث صحیح ولما لک [۵] ص ۲۹ عنہ مرفوعاً بسند صحیح من صلیٰ رکعۃ ولم یقرأ فیھا بام القراٰن فلم یصل الاوراء الامام ولہ بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبداللہ لایقرأ خلف الامام . وفی الباب عن ابن مسعودؓ عند الطحاوی [۶] ص ۱۲۹ ج ۱ بسند صحیح . وعن ابن عباسؓ وابی الدرداءؓ عندہ بسند حسن کذا فی فقہ السنن والاٰثار.

ان احادیث میں کوئی اشکال اور الجھن ہو تو تحریر کریں اور اس تحریر کو بھی بھیجیں اگر خدانخواستہ عبارات عربیہ کے سمجھنے سے آپ قاصر ہوں تب بھی اس تحریر کو یہاں بھیجدیں۔ تاکہ اردو میں بھی مسئلہ کو حل کر دیا جائے اور آپ کی استعداد کے مطابق جواب لکھدیا جائے۔

(صفحہ گذشتہ) ۸ النسائی ص ۱۴۶ ج ۱ تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ مطبوعہ تھانوی دیوبند.

۹ قال ابواسحاق قال ابوبکر بن اخت ابی النصر فی ھذا الحدیث فقال مسلم تریداحفظ من سلیمن فقال لہ ابوبکر فحدیث ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرأ فانصتوا فقال ھوعندی صحیح (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱) باب التشھد فی الصلاۃ. مطبوعہ سعد دیوبند

۱۰ قال علی واما نحن فانہ عندنا صحیح (وقال فی موضع اخر) واما نحن فلا نقول فیما رواہ الثقۃ انہ خطأ (المحلی لابن جزم ص ۲۴۰ وص ۲۴۲ ج۳)، مطبوعہ دار الفکر بیروت ص ۲۷۰، ۲۷۲ ج۲، ماورد فی القراءۃ خلف الامام وتفصیل مذاھب العلماء فی ذلک الخ.

(صفحہ ہذا) ۱ مؤطا امام محمد ص ۹۸ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام. مطبوعہ اشرفی دیوبند

۲ ھامش نصب الرایہ ص ۱۰ ج۲ فصل فی القرأۃ. حدیث من کان لہ امام فقرأۃ الامام الخ مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، مسند احمد ص ۳۳۹ ج۳، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

۳ ھامش نصب الرایۃ ص ۱۰ ج۲، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

۴ طحاوی ص ۱۲۸ ج ۱ باب القرأۃ خلف الامام. مطبوعہ دارالاشاعت کلکتہ.

۵ مؤطا امام مالک ص ۲۹.۲۸ ترک القرأۃ خلف الامام، وباب ماجاء فی ام القرآن، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

۶ طحاوی ص ۱۲۹ باب القرأۃ خلف الامام، مطبوعہ دار الاشاعت کلکتہ.

تنبیہ: آپ نے شروع خط میں لکھا ہے۔فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہو تو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔مگر سارے خط میں ایک بھی حدیث بخاری شریف کی نہیں ہے۔مہربانی فرما کر اپنے خط کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ اس میں بخاری شریف کی کونسی حدیث ہے۔اگر نہیں ہے تو پھر بخاری شریف کا حوالہ کس لئے دیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/ ۹۳ھ

قراءت فاتحہ خلف الامام

سوال: کیا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنا چاہئے حالانکہ ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۲۶ پر ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ آپ پر قرآن پڑھنا مشکل ہوگیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔تو فرمایا شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو ہم نے کہا۔ہاں یارسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیوں کہ جو شخص اس کو نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی یہ فجر کی نماز ہے امام جہر سے قرأت کرتا ہے اس وقت بھی سورہ فاتحہ آپ ﷺ ضروری قرار دیتے ہیں جزء القرأت ص ۴ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث متواتر سے آئی ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی غیب الغمام ص ۱۴۷ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ کرام جہری اور سری دونوں طرح کی نمازوں میں مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے یہ ان کا آنکھوں دیکھا بیان ہے کیوں کہ انھوں نے دوسو ۲۰۰ رصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا تھا رہی وہ حدیث جس کا ترجمہ۔جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس کے امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔اس حدیث کی بابت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جزء القرأت میں کہتے ہیں کہ ثابت نہیں۔دوسرے محدثین قریب قریب ایسا ہی حکم

لگاتے ہیں۔ ہدایہ کی تخریج میں حافظ زیلعی ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی۔ نیز اس حدیث (من کان له الحدیث) کا ایک راوی موسیٰ بن ابی عائشہ ہے اور وہ پانچویں طبقہ کا ہے اور وہ عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں جن کا انتقال ۸۰ھ میں ہوا خلاصہ میں لکھا ہے پانچویں طبقوں والوں کی ملاقات ان سے ہرگز نہیں ہے جو ۸۰ھ میں وفات پائے اس لئے یہ روایت منقطع ہے جو کسی بھی حال میں صحیح حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سوال میں نقل کردہ ابوداؤد کی روایت اگر متواتر ہے جیسا کہ امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کو اپنی صحیح میں لینا کیوں پسند نہیں فرمایا حضرت نبی اکرم ﷺ وسلم کا بعد فراغت دریافت فرمانا خود قرینہ قویہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول نہیں تھا نیز جس نے پڑھا حضور اکرم ﷺ سے اس کے پڑھنے کا حکم سنکر نہیں پڑھا جو چیز حکم سے پڑھی جاتی تھی اس کے متعلق کبھی استفسار نہیں فرمایا مثلاً تشہد تسبیح، رکوع، سجود، ثناء کے متعلق کبھی نہیں فرمایا کہ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو نیز اگر پڑھنے کا عام معمول ہوتا تو سب کہہ دیتے جی ہاں حضورؐ ہم سب پڑھتے ہیں۔ ام الصحیحین مؤطا امام مالک ص ۲۹ میں[1] ہے۔

(۱) عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَ ةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَمَعِيْ مِنْكُمْ آنِفاً فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَفِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِالْقِرَاءَ ةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْ لِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1] ھ۔ یہ روایت ابوداؤد[2]، ترمذی[3]، نسائی[4]، ابن ماجہ[5]،

---

[1] المؤطا الامام مالک ص ۲۹ (ترک القراء ة خلف الامام فيما جهر فيه) کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔

[2] ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ ایک ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں قرأت میں جہر فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا۔ کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا۔ میں نے یارسول اللہ ﷺ، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میں بھی تو کہوں کہ میں قرآن پاک میں جھگڑا کئے (اگلے صفحہ پر)

احمد[1] نے بھی بیان کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ اگر کبھی کوئی امام کے پیچھے قرأت کر لیتا تھا تو اس ارشاد کے بعد وہ ختم کر دیا حنفیہ کی دلیل اولا آیت قرآنی ہے وَاِذَا قُرِأَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا. الآیہ[2] نیز حدیث اِذَا قُرِأَ فَاَنْصِتُوْا امام مسلمؒ نے اپنی صحیح ص۷۴ میں[3] اس کو صحیح کہا ہے امام عطا ابن ابی رباح کا ارشاد جنھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا اس کے معارض ہیں جو اوپر حضرت ابو ہریرہؓ سے بسند صحیح بحوالہ مؤطا وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ واحمد نقل کیا گیا ہے۔ جس میں صاف صاف موجود ہے۔

فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور رہی وہ روایت کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی تو یہ امام ومنفرد کے حق میں ہے مقتدی کے حق میں نہیں کیوں کہ اس روایت کو تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی میں تو اتنا ہی ہے "لاصلوٰۃ لمن لَمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ[4]" کسی میں اس کے بعد " فصاعداً" بھی ہے[5] کسی میں "فمازاد" ہے

(صفحہ گذشتہ) رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے۔

[2] ابوداؤد شریف ص۱۲۰ ج۱ (باب من رأى القراءة اذا لم يجهر) مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

[3] ترمذی شریف ص۷۱ ج۱ (باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الامام اذا جهر بالقراءة) مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی

[4] نسائی شریف ص۱۰۶ ج۱ (ترک القراءة خلف الامام فيما جهر به) مطبوعہ دار الکتاب دیوبند

[5] ابن ماجہ شریف ص۶۱ (باب اذا قراء الامام فانصتوا) مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

(صفحہ ہذا) [1] مسند احمد ص۲۴۰ ج۲ (مسند ابی ہریرہ) مطبوعہ دار الفکر۔ بیروت

[2] سورہ اعراف آیت ۲۰۴

ترجمہ:۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (بیان القرآن)

[3] مسلم شریف ص۷۴ ج۱ (باب التشهد فی الصلوٰة) کتب خانہ رشیدیہ دہلی

[4] عن عبادة ابن الصامت ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاصلوٰة لمن لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب سنن ابن ماجه ص ۶۰ (باب القرأة خلف الامام) مکتبہ مجتبائی دہلی، بخاری شریف ص۱۰۴ ج۱ کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم الخ حضرت عبادۃ بن صامت سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کسی میں "فمافوقها" ہے کسی میں "واٰیة او آیتین" ہے کسی میں "وشئی من القرآن" ہے کسی میں "وماسواها" کسی میں "وسورة معها" ہے اور یہ حال امام منفرد کا ہے مقتدی کا نہیں اگر سب کے لئے یہ حکم ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھا کرو تو پھر "فصاعداً" اور "فمازاد" کس لئے فرمایا یہ تو سب فاتحہ کے علاوہ ہے کس چیز کے پڑھنے سے روکا ہے حنفیہ کے دلائل بہت ہیں۔

(۳) عن ابی موسیٰؓ قال علمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اِذَا قُمْتُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَؤُمّکم احدکم واذا قرء الامام فانصتوا رواہ احمد[۱] ومسلم[۲] وھو حدیث صحیح.

(۴) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اِنَّمَاجُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قُرِأَ فَاَنْصِتُوْا رواہ الخمسه[۳] الا الترمذی وھٰذا حدیث صحیح.

(۵) عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مَنْ کَانَ لَه' اِمَامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الْاِمَامِ لَه' قِرَاءَ ۃٌ. رواہ الحافظ احمد بن منیع فی.مسنده ومحمد بن الحسن فی المؤطاء[۴] والطحاوی واسناده صحیح[۵].

(۶) عن عمران بن حصینؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ یَقْرَأُ خَلْفَه' سَبِّحَ اِسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قَالَ اَیُّکُمْ قَرَأَ اَوْ اَیُّکُمُ الْقَارِیُ قَالَ

(صفحہ گذشتہ) ۵ عن عبادة بن صامت یبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم قال لاصلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا وفی روایة آخر فمازاد، ابوداؤد شریف ص۱۱۸ ج۱ (باب من ترک القراءة فی صلاته مطبوعه اشرفی دیوبند)

(صفحہ ہذا) ۱ مسند احمد ص۴۱۵ ج۴ مسندابی موسی اشعریؓ (مکتبه دارالفکر) بیروت

۲ مسلم شریف ص۱۷۴ ج۱ (باب التشهد فی الصلاة) کتب خانه رشیدیه دهلی

۳ سنن ابن ماجه ص۶۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا، مکتبه مجتبائی دهلی، نسائی شریف ص۱۰۶ ج۱ تاویل قوله عز وجل واذا قُرأَ القرآن فاستمعوا له الخ، مطبوعه فیصل دیوبند، مسلم شریف ص۱۷۴ ج۱ باب التشهد فی الصلوة، مطبوعه رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ص۱۴۰ ج۱ کتاب الصلوة، باب التشهد، مطبوعه اشرفی دیوبند.

۴ مؤطا امام محمد ص۹۸ باب القراءة فی الصلوة خلف الامام، مطبوعه اشرفی دیوبند

۵ طحاوی شریف ص۱۲۸ ج۱ باب القراءة خلف الامام، مطبوعه دارالاشاعت کلکته.

رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ اَنْ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا رواه مسلم[1].

(۷) عن ابن عمرؓ قال اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيَقْرأ قَالَ وَكَانَ عَبْدُاللّٰه لايَقْرَأ خَلْفَ الْاِمَامِ. رواه مالكؒ فی الموطا[2] واسناده صحيح.

(۸) عن وهب ابن كيسان انه سمع جابر ابن عبداللّٰه يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الاوراء الامام. رواه مالک[3] واسناده صحيح. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

اہل حدیث کا چیلنج قراءت فاتحہ کے متعلق

سوال: اہل حدیث نے ایک رسالہ جس کا نام ہے ''فصل الخطاب فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب'' اس میں ان لوگوں نے دس حدیثیں درج کی ہیں، درج کرنے کے بعد ان لوگوں نے یہ بھی چیلنج دیا ہے، کہ ہم تمام علماء احناف ہند، خراساں، سندھ، پنجاب، عربستان، چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ وغیرہ کو بذریعہ چیلنج واشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان رسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں نص صریح ہو صحاح ستہ سے ثابت فرمادیں، تو یہ ان کو ہر آیت وحدیث کے بدلہ میں پچیس روپے انعام دیں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اہل حدیث حضرات کا چیلنج کوئی نیا چیلنج نہیں اور انعام کا وعدہ کوئی نیا وعدہ نہیں اور کتنی کمزور بات ہے کہ حق کی راہ میں خدمت کرنے کا صلہ ان کے نزدیک پچیس روپے انعام ہے، اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم حق قبول کرلیں گے تو بات وزنی ہوتی مسائل مسئولہ کے متعلق رسالے لکھے گئے،

---

[1] مسلم شریف ص۱۷۲ ج۱ (باب منهى الماموم عن جهره بالقراءة خلف امامه) کتب خانہ رشیدیہ دہلی

[2] الموطا لامام مالک ص ۲۹ ترک القراءة خلف الامام فيما جهر فيه، مكتبه اعزازيه ديوبند

[3] المؤطا لامام مالک ص ۲۸ ماجاء فی ام القرآن، مطبوعہ کتب خانہ عزازیہ دیوبند

مناظرے کئے گئے، ہر چیز کی دلیل پیش کردی گئی، مگر یہ لوگ ان مسائل کو ایسی طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا ان پر کبھی کلام ہی نہیں ہوا، آج کے پیدا شدہ مسائل ہیں، کارڈ میں اتنی تفصیل نہیں آسکتی جو آپ نے دریافت کی ہے، تاہم جو کارڈ میں آسکتا ہے عرض ہے۔ صحیح مسلم، ص ۱۷۴[1] پر ہے ''اِذَا قُرِأَ فَانْصِتُوْا'' امام مسلم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مسلم شریف، ص ۱۸۴ ج ۱ باب التشهد فی الصلوة، مطبوعه رشیدیه دهلی، اعلاء السنن ص ۴۸ ج ۴ باب قوله تعالی واذا قرأ القرآن فاستمعوا له، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، مسند احمد ص ۴۱۵ ج ۴ حدیث ابی موسی الاشعری رضی اللّٰه تعالی عنه، مطبوعه دا رالفکر بیروت.

ترجمه : جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : قراءت مسنونہ

قراءت مسنونہ

سوال: قراءۃ مسنونہ درمیان نماز میں جو کتب میں لکھی ہے مثلاً مغرب میں لم یکن الذین سے سورۂ ناس تک اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی لمبی قراءت کی جائے جیسی ان سورتوں میں کی جاتی ہے یا ان ہی درمیانی سورتوں کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مسنون یہ ہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے[1] کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے[2] مگر عامۃ ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ویسن فی الحضر طوال المفصل من الحجرات الی آخر البروج فی الفجر والظهر الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۹، ۲۶۰، فصل فی القراء ة مطلب، السنة تکون سنة عین وسنة کفایة عالمگیری کوئٹه ص۷۷ ج ۱ الباب الرابع، الفصل الرابع فی القراء ة، مجمع الأنهر ص۱۵۸ ج ۱ فصل فی القراء ة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] تارة یقتصر علی ادنی ماورد کأقصر سورة من طوال المفصل فی الفجر او اقصر سورة من قصاره عند ضیق وقت او نحوه من الاعذار لانه علیه الصلوٰة والسلام قرأ فی الفجر بالمعوذتین لماسمع بکاء صبی خشیة ان یشق علی امه (الشامی نعمانیه ص۳۶۳ ج ۱) فصل فی القراء ة)مطلب ان تکون سنة عین الخ.

نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم

سوال: فقہ کی تمام کتب میں نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی سنتوں میں ایک میں ایک سنت قراءۃ مسنونہ بیان کی گئی ہے۔ لیکن عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ امام اس کی مطلق پابندی نہیں کرتے، بلکہ مغرب میں طوالِ مفصل یا عشاء میں سورہ بقرہ وغیرہ پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا اماموں کا یہ عمل ترکِ سنت کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا پڑھنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ اکثر و بیشتر مفصلات کی قراءت کی جائے، لیکن کبھی اس کے خلاف کر دیا جائے تو اس پر بھی کراہت کا حکم نہیں ہوگا۔ البتہ مقتدیوں کی رعایت بھی اہم ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۴ھ

مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا

سوال: (۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ تفصیل طوال مفصل، اوساط مفصل، قصار مفصل کے ساتھ قرأت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ حکم صرف ائمہ کیلئے ہے یا منفرد کو بھی ہے؟

---

[1] واستحسنوا فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظهر واوساطه فی العصر والعشاء وقصاره فی المغرب لكن عن النبی صلی الله علیه وسلم انه اوتر بسبح اسم ربک الاعلی وقل یاایها الكافرون وقل هو الله احد فیقرأ احیاناً هذا للتبرک واحیانا غیر ذلک للتحرز عن هجران باقی القرآن كذا فی التهذیب ولایزید علی القراءة المستحبة ولایثقل علی القوم (الهندیة ص۷۸ ج۱ الفصل الرابع فی القرأة مطبوعه مصر) رد المحتار علی الدر المختار زكریا ص ۲۶۱، ۲۶۲ ج۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تكون سنة عین وسنة كفایة.

(۲) اسی ترتیب کو بلا کسی عذر کے عادۃً ترک کرنا یا مکمل سورت کے بجائے درمیانِ سورت سے چند آیات یا ایک آدھ رکوع پڑھنا اور عادۃً اکثر و بیشتر یا ہمیشہ اس طرح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کوئی عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کو ٹوکنا اور مکمل سورت کے لئے متوجہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

(۱) اس سنت کے مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ہونے کی تصریح نہیں دیکھی، البتہ امام اور منفرد کا حکم مقدار قراءت میں یکساں ہے۔ کما فی شرح المنیۃ[۱] ص ۲۰۳ والدر المختار علی الشامی[۲] ص ۵۰۴ ج ۱ والبحر الرائق[۳] ص ۳۴۰ ج ۱ و مراقی الفلاح[۴] ص ۱۴۳، اس تفصیل کو فقہاء اہتمام سے ذکر کرتے ہیں اور اس کے دلائل بھی لکھتے ہیں۔ بعض کتب میں سنن کو جداگانہ بیان کیا ہے اور مستحبات کو جداگانہ اور اس تفصیل کو سنن میں شمار کیا ہے۔

(۲) عادۃً ایسا کرنا خلافِ افضل کو اختیار کرنا ہے، توجہ دلانا چاہئے۔ بِاَنَّ الافضل فی کل رکعة الفاتحة وسورة تامة اھ شامی[۵] ص ۵۰۵۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۸۹ھ

تطویل قراءۃ علیٰ قدر السنۃ کی کراہت

سوال: درمختار میں تطویلِ قراءۃ علیٰ قدر السنۃ کو مکروہ تحریمی کہا ہے اور اس میں مقتدی راضی

---

[۱] غنیة المستملی ص ۳۱۲ اما الطوال فمن سورة الحجرات الی البروج الخ صفة الصلوة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] ان القرآة المسنونة یستوی فیها الامام والمنفرد (شامی نعمانیه ص ۳۶۲ ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۲۶۰ ج ۲ فصل فی القراء ة) مطلب السنة تکون سنة عین الخ.

[۳] البحر الرائق مطبوعه ماجدیه کوئٹه ص ۳۴۰ ج ۱ قبیل باب الامامة

[۴] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۱۳ مطبوعه مصر فصل فی بیان سننها

[۵] شامی زکریا ص ۲۶۱ ج ۲ باب صفة الصلاة. فصل فی القراء ة. مطلب السنة تکون عین و سنة کفایة.

ہو یا ناراض اس کی بھی قید مذکور ہے۔ اگر مقتدی راضی نہ ہوں تب تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن اگر راضی ہوں تو پھر کیا وجہ ہے پھر مکروہ تحریمی کیوں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

درمختار کی وہ عبارت معہ حوالہ باب نقل کیجئے تب اس کا جواب ہو سکے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مغرب کی نماز طویل، فجر عشاء مختصراً پڑھانا

سوال: مغرب کی نماز میں رکوع پڑھنا اور عشاء و فجر میں سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے۔ امام صاحب قصداً سورہ الشّمس عشاء کی پہلی رکعت میں ایک ہفتہ تک برابر روزانہ پڑھاتے ہیں جب کہ دونوں رکعتوں میں رکوع پورا نہیں ہوتا تھا اور کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں رکوع شروع کیا اور تھوڑا سا پڑھا، رکعت پوری کی، دوسری رکعت میں دوسرا رکوع شروع کر دیا اور وہ بھی پورا نہیں کیا۔ کیا آج کل کے اماموں کو بھی اجازت ہے کہ مغرب کی عشاء اور فجر و عشاء کی مغرب، مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے ؎

آج کل کے نوجوانوں کا یہ حلیہ کچھ نہ پوچھ
مونچھ کی ڈاڑھی بنی اور بن گئی ڈاڑھی کی مونچھ

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح سب کی نماز ادا ہو جائے گی، امام صاحب پر اعتراض غلط ہے۔ اولیٰ بات یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورۃ پڑھی جائے[1]۔ فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ

[1] الافضل ان یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة (عالمگیری ص ۷۸ ج ۱) فصل فی القراءة شامی زکریا ص ۲۶۱ ج ۲ باب صفة الصلوة، فصل فی القراءة، مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة، تاتارخانیه ص ۴۵۱ ج ۱ فصل فی القراءة، نوع آخر فی الافضل بان یقرأ فی کل رکعة الخ، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

مفصل (سورہ بروج سے سورہ لم یکن تک) مغرب میں قصارِ مفصل (پارہ عم کے اخیر کی سورتیں[۱]) عشاء میں سورۂ والشّمس پڑھنے کی ترغیب خود حدیث پاک میں ہے[۲]۔ لہٰذا اس پر اعتراض کرنا غلط اور ناواقفیت ہے۔ مغرب کی نماز میں اگر کوئی رکوع یا چند آیت پڑھ لے تب بھی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ۔ امام صاحب بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں اور مقتدی بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں، بے فکر نہ ہوں اور اپنی کوتاہیوں سے غافل ہو کر دوسروں ہی کی عیب جوئی میں لگ جائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے اور کبھی اپنی اصلاح کی توفیق نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۳ھ

مقدار قراءت

سوال: نماز میں کتنی مقدار قراءت فرض کتنی واجب اور کتنی سنت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایک آیت کی مقدار فرض[۳] ہے الحمد اور کوئی سورۃ یا تین آیات یا ایک آیت طویلہ واجب ہے[۴]۔

(صفحہ ہٰذا) [۱] قال القدوری یقرأ فی الفجر بطوال المفصل وفی الظهر والعصر والعشاء باواساط المفصل فی المغرب بقصار المفصل اما الطوال المفصل فمن سورة الحجرات ای سورة البروج الخ. (کبیری ص ۳۱۲) صفة الصلاة سہیل اکیڈمی لاہور البحر الرائق ص ۳۴۰ ج ۱ قبیل باب الامامۃ الہندیہ ص ۷۷ ج ۱ الشامی نعمانیہ ص ۳۶۳ ج ۱۔ مطبوعہ زکریا ص ۶۱۔۲۶۰ ج ۲ فصل فی القرأۃ۔ مطلب السنة تكون عين سنة كفاية.

[۲] اقرأوا الشمس وضحٰها والليل اذا يغشى وسبح اسم ربک الاعلى. مشكوة شريف ص ۷۹ باب القرأة فی الصلاة. الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۱۸۷ ج ۱ كتاب الصلوة، باب القراءة فی العشاء، مطبوعه رشيديه دهلی، نسائی شريف ص ۱۱۴ ج ۱ كتاب الصلوة، القراءة فی العشاء الآخرة بالشمس وضحٰها، مطبوعه بلال ديوبند.

[۳] ومنها القراءة وفرضها عند أبی حنيفة رحمه الله يتادی بآية واحدة وان كانت قصيرة عالمگيری ص ۶۹ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، تاتارخانية ص ۴۴۵ ج ۱ كتاب الصلوم، (بقیہ آئندہ پر)

حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے[۱] یعنی فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخر بروج تک کوئی سورۃ اور عصر وعشا میں اس کے بعد سے لم یکن تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک[۲] اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم[۳] ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ) الفصل الثانی فی فرائض الصلوة، الکلام فی قدر القراءة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص ۴۰ ج ۲ کتاب الصلوة، الفصل الثانی فی الفرائض الخ، فصل فی القراءة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

۴ وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما یقوم مقامها من ثلاث آیات قصار أو آیة طویلة (عالمگیری ص ۷۱ ج ۱ الفصل الرابع فی الواجبات مطبوعه کوئٹه، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۵۹ ج ۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة، حلبی کبیری ص ۳۰۹ صفة الصلوة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) ۱ ویسن فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظهر الخ اور الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۶۰ ج ۲ فصل فی القرأة. مطلب السنة تکون سنة عین الخ

۲ قال القدوری یقرأ فی الفجر بطوال المفصل وفی الظهر والعصر والعشاء باوساط المفصل فی المغرب بقصار المفصل الخ (کبیری ص ۳۱۲) صفة الصلوٰة قبیل اما الطوال المفصل فمن سورة الحجرت الخ مطبوعه لاهور البحرالرائق ص ۳۴۰ ج ۱ قبیل باب الامامة. الهندیه ص ۷۷ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءة الشامی نعمانیه ص ۳۶۲ ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۲۶۰ ج ۲ فصل فی القرأة. مطلب السنة تکون سنة عین الخ.

۳ والظاهر ان المراد عدم التقدیر بمقدار معین لکل احد وفی کل وقت کما یفیده تمام العبارة بل تارة یقتصر علی ادنی ماورد کأقصر سورة من طوال المفصل فی الفجر او أقصر سورة من قصار عند ضیق وقت او نحوه من الاعذار لانه علیه الصلاة والسلام قرأ فی الفجر بالمعوذتین لما سمع بکاء صبی خشیة ان یشق علی امه الی قوله ولذا قال فی البحر عن البدائع والجماعة فیه انه ینبغی للإمام ان یقرأ مقدار ما یخفف علی القوم الخ رد المحتار مع الدر المختار، زکریا ص ۲۶۲ ج ۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تکون سنة عین الخ، البحر الرائق ص ۳۴۱ ج ۱ قبیل باب الإمامة، مطبوعه کوئٹه، بدائع ص ۴۸۱ ج ۱ کتاب الصلوة، بیان قدر المستحب من القراءة مطبوعه زکریا دیوبند.

قراءت کے اخیر لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال: امام کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ یا آیت کے آخری لفظ پر وقف نہ کرنا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ وصل کر کے رکوع کو جانا (مثلاً وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلیٰ مَاتَصِفُوْنَ اَللّٰہُ اَکْبَر) سنت کے موافق ہے یا نہیں

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر آخری لفظ ثناء پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ وصل کرنا اولیٰ ہے اگر ایسا نہ ہو تو وقف کر کے تکبیر کہنا اولیٰ ہے۔ ذکر فی التاتر خانیة تفصیلاً حسناً وھو انه اذا کان اٰخر السورة ثناء مثل وکبره تکبیرا فالوصل اولیٰ والافالفصل اولیٰ مثل ان شانئک ھو الابتر فیقف ویفصل ثم یکبر للرکوع. اھ شامی[1] ص ۳۳۱ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا

سوال: نماز میں حضور ﷺ سے سورتیں ہی پڑھنا ثابت ہے یا کہیں مختلف بھی پڑھنا ثابت ہے یعنی کوئی رکوع کسی سورت کا اور کوئی رکوع کسی سورت کا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حضور ﷺ سے ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا بھی ثابت ہے اور ایک سورت سے کم پڑھنا بھی ثابت ہے۔ بخاری[2] شریف ص ۱۰۶ ج ۱ میں ہے عن عبداللہ بن السائب قرأ النبی صلی اللہ علیه وسلم المؤمنون" فی الصبح حتیٰ اذا جاء ذکر موسیٰ وھارون او ذکر

---

[1] شامی نعمانیه ص ۳۳۲، ۳۳۳ ج ۱ فصل فی صفة الصلاة، قبیل مطلب فی اطالة الرکوع للجائی.

[2] بخاری شریف ص ۱۰۶ ج ۱ کتاب الأذان، باب الجمع بین السورتین فی رکعة الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوة شریف ص ۸۰ باب القراءة فی الصلاة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

عیسیٰ اخذته سعلةفرکع الخ. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ الجواب: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ

پہلی رکعت میں ایک سورت کا آخر اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا اول پڑھنا

سوال: ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے متصل دوسری سورت والصافات کا پہلا رکوع پورا پڑھا۔ ایسا کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ درست ہوتی ہے۔ لیکن ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے۔ الافضل ان یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة فی المکتوبة ولو قرأ بعض السورة فی رکعة والبعض فی رکعة قیل یکره وقیل لایکره وهو الصحیح ولو قرأ فی رکعة من وسط سورة او من اٰخر سورة وقرأ فی الرکعة الاخریٰ من وسط سورة اخریٰ او من اٰخر سورة اخریٰ لاینبغی له ان یفعل ذلک علیٰ ماهو ظاهر الروایة ولٰکن لو فعل ذٰلک لاباس به. لو قرأ فی الرکعة الاولیٰ اٰخر سورة وفی الرکعة الثانیة سورة قصیرة کما لوقرأ اٰمن الرسول فی رکعة وقل هو الله احد فی رکعة لایکره کذا فی التاتارخانیة[1] اھ فتاویٰ عالمگیری[2] ص ۷۸ ج ۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] التاتارخانیۃ ص ۴۵۱ تا ۴۵۲ ج انوع آخر فی الافضل ان یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب. مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءة، المحیط البرهانی ص ۴۶، ۴۷ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض الخ، فصل فی القراءة، نوع آخر فی الافضل الخ مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

عشاء میں قراءت طویل کرنا

سوال: عشاء کی نماز میں تین چار رکوع کی مقدار قراءت طویل کرنا کیسا ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ عموماً مصلیوں کو اس قسم کے طول قراءت کی شکایت ہو، بینوا وتوجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عشاء کی نماز میں اوساط مفصل یعنی سورۂ بروج سے لم یکن تک بیچ کی سورتیں پڑھنا مسنون ومستحب ہے اگر مقتدی راغب ہوں تو اس سے طویل قرات بھی جائز ہے[1] اگر مقتدی راغب نہ ہوں بلکہ چھوٹی سورتوں کو پڑھنے سے خوش ہوں تو قراءت مختصر کرنی چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے امام کو طویل قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ مقتدی راغب نہ ہوں ویسن طوال المفصل من الحجرات الیٰ اٰخر البروج فی الفجر والظهر ومنها الیٰ اٰخر لم یکن او ساطه فی العصر والعشاء درمختار[2] ص ۸۰ ج ۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الصَّغِیْرَ وَالضَّعِیْفَ وَالْمَرِیْضَ فَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیُصَلِّ کَیْفَ شَاءَ رواه الترمذی[3]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۳/۵/ ۵۲ھ

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱/۱۳۵۲ھ

---

[1] تارة یقرأ اکثر ماورد اذا لم یمل القوم (الشامی نعمانیه ص ۳۶۳ ج ۱) فصل فی القراء ة.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۶۲ تا ۳۶۳ ج ۱) فصل فی القراء ة، مجمع الأنهر ص ۱۵۹ ج ۱ باب صفة الصلاة، فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۷۷ ج ۱ الفصل الرابع فی القراء ة.

[3] (ترمذی شریف ص ۳۲ ج ۱) باب ماجاء اذا ام احدکم فلیخفف، مطبوعه رشیدیه دهلی.

پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا

سوال: ایک رکعت میں زیادہ پڑھنا اور ایک میں کم کیسا ہے مثلاً کوئی شخص تراویح کی ایک رکعت میں عم کا تمام پارہ پڑھے اور دوسری رکعت میں الم کا نصف رکوع نماز میں کچھ فساد تو نہ ہوگا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اس قدر پہلی رکعت کو لمبا کرنا خلاف افضل ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبد اللطیف ۱۲/شوال ۵۵ھ

دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا

سوال: زید نے نماز فجر کی اول رکعت میں سورۂ قلم کا اخیر رکوع تلاوت کیا اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ قیامہ تلاوت کی دریافت طلب امر یہ ہے کہ درصورت ہذا نماز میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا کمی ہوئی برائے مہربانی مع حوالہ کتاب اللہ و کتب احادیث معتبرہ و کتب فقہ سے مفصل مدلل تحریر فرمائیے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے اور فجر کی پہلی رکعت کا

---

[1] وفی شرح الطحطاوی وینبغی ان یقرأ فی الاولی بثلاثین آیة وفی الثانیة بقدر عشر آیات او عشرین کذا فی المحیط هذا لبیان الا ولیٰ واما لبیان الحکم، فالتفاوت وان کان فاحشا بان قرأ فی الاولی سورة طویلة وفی الثانیة ثلاث آیات لاباس به کذا فی الظهیر یة (الهندیة ص ۷۸ ج ۱) الفصل الرابع فی القراء ة، حلبی کبیر ص ۳۱۲ صفة الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۱ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة کبر الخ.

طویل کرنا دوسری سے بہتر ہے اوراس کا عکس مکروہ ہے۔یعنی دوسری طویل کی جائے اور پہلی قصیر لیکن معمولی طور پر فجر کی کبھی دوسری رکعت طویل ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ چنانچہ کلمات اور حروف کی شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں اتنا طول نہیں ہوا جس سے نماز مکروہ ہوتی۔ وتطال اُولی الفجر فقط وقید بالاولیٰ لان اطالة الثانية على الاولیٰ تكره اجماعاً اھ بحر[1].

اقول وفی شرح منية المصلی للحلبی وفی القنية ان قرأ فی الاولیٰ والعصر وفی الثانية الهمزة يكره لان الاولیٰ ثلث اٰيات والثانية تسع اٰيات وتكره الزيادة الكثيرة واماماروی انه صلی الله عليه وسلم قرأ فی الاولیٰ من الجمعة سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانية هل اتاک حديث الغاشية فزاد الثانية على الاولیٰ بسبع لكن السبع فی السور الطوال يسير دون القصار لان الست هنا ضعف الاصل والسبع ثمة اقل من نصفه فعلم منه ان الاطالة المذكورة انما تكره اذا كانت فاحشة الطول من غير نظر الیٰ عدد الاٰيات بحر ص ۳۴۲ ج ۱[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ جمادی الاولیٰ ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ جمادی الاولیٰ ۶۶ھ

صحیح: عبداللطیف

دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے

سوال: بعض مساجد کے امام پہلی رکعت میں صرف ایک دو بڑی آیتیں پڑھتے ہیں اور دوسری

---

[1]..... البحر الرائق ص ۳۴۱ ج ۱ باب صفة الصلاة، مطبوعه كوئٹه الدر المختار على الشامی زكريا ص ۲۶۲، ۲۶۳ ج ۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تكون الخ، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۱۵۹، ۱۶۰ ج ۱ باب صفة الصلاة، فصل ثانی، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۳۴۲ ج ۱، باب صفة الصلاة. مطبوعه كوئٹه، الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۲۶۳، ۲۶۴ ج ۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تكون سنة عين الخ، حلبی كبير ص ۳۱۳ صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

رکعت میں دس پندرہ آیتوں والی سورہ مثلاً والضحیٰ و الطارق وغیرہ پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟ آیتوں کے حروف کی تعداد پہلی رکعت سے حروف کی تعداد میں کتنا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسی صورت میں حرف گن کر دیکھ لیں۔ دوسری رکعت میں جس قدر حروف زائد ہوں وہ اگر پہلی رکعت والی سورت کے نصف سے زائد ہیں تو مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے نماز مکروہ ہوگی

سوال: پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کس قدر آیتیں زیادہ ہو جائیں جو نماز کے مکروہ ہونے کا سبب ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

تین آیات کی مقدار زیادتی سے کراہت تنزیہی ہوگی طحطاوی[2] ص۱۹۳ مگر یہ ان چھوٹی سورتوں میں ہے جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن

---

[1] فان تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات فاذا قرأ في الاولىٰ من الفجر عشرين آية طويلة وفي الثانية منها عشرين آية قصيرة تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الاولىٰ فقد حصل السنة ولوعكس يكره (الشامي نعمانيه ص۳۶۴ ج ۱) فصل في القراءة. حلبي كبير ص ۳۱۴ صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور تبيين الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱، قبيل باب الامامة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ويكره تطويل الركعة الثانية على الركعة الاولىٰ بثلاث آيات (مراقي الفلاح) وكراهة الاطال بالثلاث فاكثر في غير ما وردت به السنة تنزيهية (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص۲۸۶) مطبوعه مصري فصل في المكروهات، حلبي كبير ص ۳۱۳ صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور، النهر الفائق ص ۲۳۴ ج ۱ قبيل باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کی آیات میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو حروف کی گنتی کا اعتبار ہوگا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی ہے اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کے سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں۔ جو سورتیں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں۔ شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کر دیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں قراءت طویل ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے ایسا طویل کر دینا کہ طول فاحش ہو جائے مکروہ ہے جہاں ثابت ہے وہاں مکروہ نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/ ۸۹ھ

سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل پڑھنا

سوال: چار رکعت سنت نماز میں پہلے چھوٹی سورت بعد میں بڑی سورت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] واستثنیٰ فی البحر ماوردت به السنة ای کقراء ته علیه الصلاة والسلام فی الجمعة والعیدین فی الاولیٰ بالاعلیٰ وفی الثانیة بالغاشیة فانه ثبت فی الصحیحین الخ. (الشامی نعمانیه ص۳۶۵ ج ۱) فصل فی القراء ة، مطلب السنة تکون سنة عین الخ، البحر الرائق کوئٹه ص۳۴۲ ج ۱ قبیل باب الامامة.

[2] واطالة الثانیة علی الاولی یکره تنزیها اجماعا ان بثلاث آیات ان تقاربت طولا وقصراً واعتبر الحلبی فحش الطول لاعداد الآیات واستثنی فی البحر ماوردت به السنة الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۶۳، ۲۶۴ ج ۲ فصل فی القراء ة، مطلب السنة تکون سنة عین الخ، حلبی کبیر ص۳۵۶ کراهیة الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح کرنا مناسب نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/ ۸۹ھ

امام کا فرض نماز میں ختمِ قرآن

سوال: ایک امام صاحب فجر کی نماز میں قرآن مجید کو آلٓمٓ سے پڑھتے ہیں جس طرح تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اور ختم ہوجاتا ہے۔ تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں، ان کا کئی سال سے یہی دستور ہے۔ علاوہ ازیں بہت جلدی جلدی آہستہ آواز سے، بسا اوقات مقتدی سننے سے محروم رہتے ہیں اور مقتدی ان کے اس پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع امام کے اس فعل میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام صاحب کا اس طرح پڑھنا خلافِ سنت ہے ان کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ خصوصاً جب کہ مقتدی اس سے راضی نہیں ہیں، گو نماز اس سے صحیح ہوجاتی ہے فاسد نہیں ہوتی۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر میں طوالِ مفصل یعنی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں وقت کی گنجائش اور مقتدیوں کے تحمل کی رعایت سے پڑھا کریں[2]۔ اگر وقت میں کمی ہو یا مقتدیوں میں تحمل

---

[1] ویکرہ تطویل الثانیة علی الاولیٰ فی جمیع الصلوٰت الفرض بالاتفاق والنفل علی الاصح الحاقا لہ بالفرض (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۶ مطبوعہ بمصر فصل فی المکروھات) الھندیہ ص ۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءۃ. الشامی نعمانیہ ص ۳۶۴ ج ۱ .فصل فی القراءۃ، مطلب السنة تکون سنة عین الخ. حلبی کبیر ص ۳۵۶ کراھیة الصلاۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

[2] قولہ الا بالمسنون وھو القراءۃ من طوال المفصل فی الفجر والظھر واوساطہ فی العصر، والعشاء وقصارہ فی المغرب (الشامی نعمانیہ ص ۳۳۰ ج ۱ فصل فی صفة الصلوٰۃ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نہ ہوتو اس سے چھوٹی سورتیں پڑھیں[1]۔ اگر وقت زیادہ ہو اور مقتدی راغب ہوں تو اس سے بڑی سورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک رکعت میں پوری سورہ پڑھنا افضل ہے[2]۔ اگر تمام قرآن کریم نماز میں پڑھنا ہو تو اپنی تنہا نماز میں پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ گنگوہی

الجواب صحیح: سعید احمد مظاہر علوم سہارنپور ۲/ جمادی الاول ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف

ترتیل کے ساتھ قراءت

سوال: ایک قاری صاحب امام مسجد ہیں جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں قرآن پڑھتے ہیں اسی طرح نماز کے اندر بھی پڑھتے ہیں۔ آیا نماز کے اندر قرآن حدر کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں پڑھتے ہیں اس طرح سے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا امر قرآن کریم میں وارد ہے اور یہ نماز کیلئے ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ

(صفحہ گذشتہ) مطلب قراء ة البسلمة بين الفاتحة الخ) كبيرى ص ۳۱۲، باب صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحر الرائق كوئٹه ۳۴۰ ج ۱ قبيل باب الامامة، الهندية ص ۷۷ ج ۱ الفصل الرابع فى القراء ة مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] او اقصر سورة من قصاره عندضيق وقت او نحوه من الا عذار لانه عليه السلام قرء فى الفجر بالمعوذ تين (الى قوله) وتارة يقرأ اكثر ماورد اذا لم يمل القوم (الشامى نعمانيه ص ۳۶۳ ج ۱ فصل فى القراء ة، مطلب السنة تكون سنة عين الخ كبيرى ص ۳۱۷، صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۴۱ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فى الصلاة الخ.

[2] ان الافضل قراء ة سورة واحدة ففى جامع الفتاوىٰ روى الحسن عن ابى حنيفة انه قال لااحب ان يقرأ سورتين بعد الفاتحه فى المكتوبات ولوفعل لايكره وفى النوافل لابأس به (الشامى نعمانيه ص ۳۳۰ ج ۱) فصل فى صفة الصلاة، مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة الخ، تاتارخانية كراچى ص ۴۵۱ ج ۱ نوع آخر الافضل ان يقرأ الخ، المحيط البرهانى ص ۴۶ ج ۲ نوع آخر الافضل ان يقرأ الخ مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً (الآية[1])

حضرت نبی کریم ﷺ کا معمول بھی یہی تھا[2] حدراً پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی فقہ میں تاکید ہے[3] مگر قواعد تجوید کی رعایت لازم ہے۔ الاخذ بالتجويد حتم لازم من لم يجود القراٰن اثم (جزری[4])

نیت یہ رکھے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے۔ مقتدیوں کے حال کی رعایت چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸ / ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اپنی نماز پڑھ کر امام کی نماز میں شریک ہوا تو اس پر قراءت لازم نہیں

سوال: ایک شخص فرض نماز ادا کر چکا تھا مثلاً ظہر عشاء کی، بعد میں یہ شخص کسی دوسری مسجد میں پہونچا اور وہاں نماز نہ ہوئی تھی۔ اس کے پہونچنے پر نماز شروع ہوئی۔ یہ بھی اس نماز میں نفل کی نیت سے شریک ہوگیا اور امام فرض پڑھا رہا ہے۔ ادا فرض کی آخیر کی دو رکعتوں میں قراءت ضروری نہیں اور نفل میں چاروں رکعتوں میں الحمد اور ضم سورہ ضروری ہے۔ تو کیا یہ شخص جو نفل کی نیت سے شریک ہے آخیر کی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے بھی سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرے گا یا نہیں؟ اسی طرح

---

[1] سورۃ المزمل ۱،۳ ترجمہ:۔ اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو (بیان القرآن ص۵۰ ج۳)

[2] عن يعلى ابن مملكِ انه سأل ام سلمة عن قراء ة رسول الله صلى الله عليه وسلم وصلاته قالت مالكم وصلاته ثم نعتت قراء ته فاذا هى قَنَعَتُ قراء ةً مفسرةً حرفاً حرفاً (نسائی ص۱۱۶ ج۸ تزيين القرآن بالصوت كتاب الافتتاح، مطبوعه فيصل ديوبند)

[3] يقرءُ فى الفرض بالترسل حرفاً حرفاً (الدرالمختار على رد المحتار نعمانيه ص۳۶۳ ج ۱) فصل فى القراء ة، تاتارخانية كراچى ص ۴۵۲ ج ۱ نوع آخر الافضل ان يقرأ الخ.

[4] المقدمة الجزرية على هامش فوائد التجويدية ص۴۳، باب التجويد، مطبوعه مدينه منوره.

ایک شخص جو کہ مفترض ہے اور امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے اور سرّی نماز ہے ظہر کی یا عصر کی یا مغرب وعشاء کی آخیر دو رکعتوں میں قصداً یا نسیاناً قراءت کرے امام کے پیچھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مقتدی فرض پڑھے یا نفل، سرّی نماز ہو یا جہری اس کو قراءت کی اجازت نہیں، خواہ امام کی نماز فرض ہو یا نفل۔ اذا قرأ فانصتوا (الحدیث) مسلم شریف[1]۔ اگر مقتدی نے قصداً قراءۃ کی تو مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا۔ نماز فاسد نہیں ہوئی[2]۔ سہواً قراءت سے اس کے ذمہ سجدۂ سہو واجب نہیں۔ کذا فی ردالمحتار[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/ ۹۲ھ

مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا

سوال: ہماری مسجد میں امام ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آج یہ سورت پڑھئے اور آج یہ سورت پڑھئے اور وہ اسی پر عمل کرتے ہیں یہ کیسا ہے اور مصلیان کا کہنا جائز ہے یا نہیں، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ہو جائے گی مگر مقتدیوں کو نہیں چاہئے کہ امام کو اپنے پابند کریں اور امام کے لئے بھی یہ

---

[1] (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱) باب التشهد فی الصلوٰة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] المؤتم لا یقرأ مطلقاً فان قرأ کره تحریماً وتصح فی الاصح (درمختار مع الشامی نعمانیہ ص ۳۶۶ ج ۱) فصل فی القرأة.

[3] ویجب السهو بهما ای بالجهر والمخافتة علی منفرد ومقتدٍ بسهو امامه ان سجد امامه لا بسهوه اصلا (درمختار) وفی الشامیة روی ابن عمر عنه صلی الله علیه وسلم لیس علی من خلف الامام سهو (شامی نعمانیه ص ۴۹۹ ج ۱) باب سجود السهو.

پابندی لازم نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آیات پر وصل اور بغیر آیات کے فصل کرنا

سوال: کیا امام کے لئے جائز ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں وصل اور فصل اپنے اختیار سے کرے یعنی جہاں آیات ہیں وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں آیات نہیں وہاں ٹھہرے اور یہ بات ان کی عادت میں داخل ہو اور اگر ان کو سمجھایا جائے تو وہ کہدیں کہ قرآن پڑھنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے کیا یہ جائز ہے اور اس طرح کہنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بے موقع سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے اگر فصل کردے تو معذوری ہے قصداً ایسا نہیں کرنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ

فجر کی نماز میں کیا سورتیں پڑھی جائیں

سوال: امام صاحب نماز فجر پڑھا رہے ہیں وقت مکروہ ہونے میں دیر ہے قراءت میں سورۂ نباء، بروج یا اسی کی مقدار میں دوسری سورت قراءت فرماتے ہیں تسبیحات پانچ بار ادا کرتے ہیں

---

[1] ویکره تعیین سورة غیر الفاتحة لانها متعینه وجوباً و کذا المسنون المعین هذا بحیث لایقرأ غیرها لمافیه من هجر الباقی الایسرعلیه او تبرکابقراء ة النبی صلی الله علیه وسلم فلایکره. مراقی الفلاح ص۵۵ فصل فی المکروهات، عالمگیری کوئٹه ص۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراء ة، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة الخ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] اما الوقف فی غیر موضعه والابتداء من غیر موضعه فلا یوجب ذلک فساد الصلاة ایضا لعموم البلوی بانقطاع النفس او النسیان وعدم معرفة المعنی فی حق العجم واکثر العوام وهٰذا عند عامة علمائنا الخ حلبی کبیر ص ۴۸۰ زلة القاری، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۲ زلة القاری.

لیکن کچھ مقتدی کہتے ہیں کہ نماز میں دیر ہو جاتی ہے۔ کھڑے کھڑے پیر درد کرنے لگتے ہیں آپ اپنی نماز پڑھیں جب دیر تک کھڑے رہو حالاں کہ مقتدی تندرست ہیں کوئی کمزور نہیں ہے محض نفس کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں جب کہ کچھ مقتدی کہتے ہیں کہ دیر نہیں ہوتی۔ اب یہ تحریر فرمائیے کہ مقتدی کی رعایت کر کے نماز مختصر پڑھائی جاوے یا نماز میں خشوع خضوع لایا جاوے کیوں کہ شریعت نے مقتدی کی رعایت کرنا بھی ضروری بتایا ہے اور نماز میں خشوع خضوع لانے کے لئے تسبیحات، قیام قعود کو لمبا کرنے کا حکم آیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

عام مقتدیوں کی رعایت کے تحت ہی فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مستحب ہے پس سورہ نباء اور سورہ بروج کا پڑھنا خلاف رعایت اور خلاف مستحب نہیں خاص کر جب کہ مقتدی تندرست اور قوی ہوں۔ (کذا فی الطحطاوی[1])۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حافظ کو قرآن کریم پڑھنے میں گرانی ہو تو وہ کیا کرے

سوال: اگر کسی کو کچھ قرآن حفظ ہو مگر اس قدر تراویح میں بحالت قیام پڑھنا گراں ہو تو ایسا کمزور شخص بیٹھ کر تراویح اور تہجد پڑھے یا کھڑے ہو کر صرف الم ترکیف سے اور چھوٹی چھوٹی سورتوں سے تراویح اور تہجد ادا کرے۔؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جب تک کھڑا ہو کر پڑھ سکے کھڑا ہو کر پڑھے[2] بقیہ طویل قرأت دو رکعت میں یا زیادہ

---

[1] ویسن ان تکون السورة المضمومة للفاتحة من طوال المفصل فی صلوٰة الفجر والظهر (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۲ فصل فی بیان سننها)، مطبوعه مصر، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۰ ج ۱ قبیل باب الامامة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۶۰ ج ۲ فصل فی القراءة، مطلب السنة تکون سنة عین الخ. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

میں بیٹھ کر پوری کرلے۔ تراویح اور تہجد دونوں میں ایسا ہی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مغرب کی نماز میں سورہ کافرون وسورہ لہب پڑھنا

سوال: امام نے مغرب کی نماز میں "قل یایھاالکافرون الخ" کو پڑھا اور دوسری میں "تبت یدا الخ" تو کیا نماز میں کچھ خرابی ہوگی یا نہیں یا سجدہ سہو کرنا پڑے گا؟ عمداً یا سہواً دونوں صورتیں ذکر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

فرض نماز میں عمداً یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے[1] سجدہ سہو واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۸/۳/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین ۱۹/۳/۹۲ھ

(صفحہ گذشتہ) [2] اما لو قدر علی بعض القراء ة اذا قام فانه یلزمه ان یقرأ مقدار قدرته والباقی قاعدا شامی زکریا ص ۱۳۳ ج ۲ باب صفة الصلاة، بحث القیام، حلبی کبیر ص ۲۶۲ الثانی القیام، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، سعایه ص ۱۱۱ ج ۲ باب صفة الصلاة، القیام، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] ویکره فصله بسورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین لما فیه من شبهة التفضیل والهجر وقال بعضهم لایکره اذا کانت السورة طویلة کما لو کان بینهما سورتان قصیرتان. مراقی الفلاح ص ۵۳ فصل فی المکروهات، شامی کراچی ص ۵۴۶ ج ۱ قبیل باب الامامة، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۲ ج ۱ نوع آخر فی الافضل بان یقرأ فی کل رکعة الخ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم :

سورت اور آیت کا تکرار و ترتیب

چھوٹی سورت کا درمیان میں چھوڑ دینا

سوال: اگر حالت نماز میں سورہ کوثر چھوڑ دی جائے پہلے اور بعد کی سورہ پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ادا ہو جائیگی مگر فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۸۶ھ

جواب درست ہے:۔ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1].....ویکرہ فصله بسورة بين سورتين قرأ هما فی رکعتين لمافيه من شبهة التفضيل والهجر، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۲۸۷ فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر، الدر المختار علی الشامی ص ۲۶۹ ج۲ فصل فی القراءة، مطلب الإستماع للقرآن فرض کفاية، مطبوعه زکريا ديوبند، تاتارخانية، ص ۴۵۲ ج ۱ الفصل الثانی فی فرائض الصلوة وواجباتها، نوع آخر فی الافضل بأن يقرأ فی کل رکعة الخ مطبوعه کراچی.

ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا

سوال: اگر کوئی شخص کسی ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھے مثلاً سورہ نبا کے بعد قل ہو اللہ پھر ناس، کیا یہ جائز ہے؟

دوم کیا ہر سورت کے شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فرائض میں نامناسب، نوافل میں مضائقہ نہیں طحطاوی[1] جہری نماز میں سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے۔ سری میں پڑھے۔ یہی طریقہ بہتر ہے۔ طحطاوی[2] ص ۱۴۲۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا

سوال: ایک امام نے صبح کی نماز میں فاتحہ کے بعد سورہ جمعہ پڑھا پھر انا انزلنا پڑھا اور دوسری رکعت میں سورہ الم ترکیف سے لے کر سورہ ناس تک پڑھا۔ کیا اس طرح فرض نمازوں میں سورتوں کا ملانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح ایک رکعت میں متعدد سورتوں کو فرض نماز میں جمع کرنا ثابت نہیں۔ اس لئے

---

[1] والجمع بين سورتين بينهما سوراو سورة وفى الخلاصة لايكره هذا فى النفل (قوله والجمع الخ.) اى فى ركعة واحدة كمافيه من شبهة التفضيل الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۲۸۷) فصل فى المكروهات، شامى على الدر المختار زكريا ص ۲۶۹ ج ۲ فصل فى القراء ة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية تاتارخانية ص ۴۵۲ ج ۱ الفصل الثانى فى فرائض الصلوة الخ، نوع آخر فى الافضل ان يقرأ فى كل ركعة الخ مطبوعه كراچى.

[2] وعن محمد انها تسن فى السرية دون الجهرية لئلا يلزم الاخفاء بين جهرين وهو شنيع (طحطاوى ص ۲۱۰) فصل بيان سننها كتاب الصلاة،مطبوعه مصر، بدائع الصنائع ص ۴۷۸ ج ۱ سنن الصلاة، الكلام فى التسمية، مطبوعه زكريا ديوبند.

خلافِ سنت ہے۔ لیکن نماز پھر بھی ادا ہوگئی سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا۔ کیونکہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۹۴ھ

ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا

سوال: ہر رکعت میں اگر ایک ہی سورت پڑھی جائے تو جائز ہے یا ناجائز اگر مجبوری کے سبب ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر کسی کو ایک ہی سورت یاد ہو تو وہ اسی سورت کو پڑھے گا اور اس میں کوئی کراہت[2] نہیں اگر اور سورت بھی یاد ہو تو فرض نماز میں قصداً ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا مکروہ ہے۔ بھولے سے ایسا کرنا مکروہ نہیں[3] نوافل میں مطلقاً مکروہ نہیں[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا

سوال: ایک امام نے صبح کی نماز میں سورہ دہر کا پہلا رکوع پہلی رکعت میں پڑھا اور دوسرا

---

[1] انه لایجب الا بترک الواجب من واجبات الصلاة فلا یجب بترک السنن الخ حلبی کبیر ص ۴۵۵ فصل فی سجود السهو. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وکذا (یکره) تکرارها فی الرکعتین ان حفظ غیرها وتعمده لعدم وروده فان لم یحفظه وجب قراء تها (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶) فصل فی المکروهات. مطبوعه مصر

[3] واذا قرأ فی الاولیٰ قل اعوذ برب الناس لاعن قصد یکررها فی الثانیه ولاکراهة فیه اما اذا قرأها عن قصد فیکره (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۶) فصل فی المکروهات،مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۲۶۸ ج ۲ فصل فی القراء ة، مطلب الاستماع للقرآن الخ، عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراء ة، مطبوعه کوئٹه.

[4] ویکره تکرار السورة فی رکعة واحدة من الفرض (الی قوله)وقید بالفرض لانه لایکره التکرار فی النفل مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶ ج ۱) فصل فی المکروهات، عالمگیری کوئٹه ص ۷۸ الفصل الرابع فی القراء ة.

رکوع دوسری رکعت میں پڑھا یعنی ایک ہی سورت کے دونوں رکوع سے دونوں رکعت پڑھا دی اور یہ نہیں کیا کہ ہر رکعت میں مستقل پوری سورت پڑھے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑی ایک سورت میں دو رکعت پوری کر دے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس طرح نماز نہیں ہوئی اور وہ ایک سورت کو ایک ہی رکعت میں تمام کرنا ضروری سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ فقط

الجواب: حامداً و مصلیاً!

افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے[1] مگر صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی جو شخص فاسد کہتا ہے اس کا یہ خیال خود فاسد ہے اس طرح تو خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورۂ اذا زلزلت الارض سے دو رکعت پڑھائی کچھ حصہ پہلی رکعت میں کچھ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۹/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

سورۂ فتح کے ختم ہونے سے پہلے رکوع کرنا

سوال: قرآن کریم کے چھبیسویں پارہ حٰمٓ کے سورۂ فتح کے آخری رکوع میں امام یا

---

[1] الافضل ان یقرأ فی کل رکعة الفاتحة وسورة کاملة فی المکتوبة الی قوله وقو قرأ بعض السورة فی رکعة والبعض فی رکعة قیل یکره وقیل لا یکره وهو الصحیح ولکن لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا بأس به هندیة ص۷۸ ج ۱، الفصل الرابع فی القرأة، تاتارخانیة ص ۴۵۱ ج ۱ الفصل الثانی فی فرائض الصلوة الخ نوع آخر فی الأفضل الخ، مطبوعه طراچی.

[2] ورد انه صلی الله علیه وسلم قرأ فی اولی المغرب اذا زلزلت واعادها فی الثانیة فیحمل علی بیان الجواز والکراهة تنزیهیة افاده السید (طحطاوی ص ۲۸۶) فصل فی المکروهات،مطبوعه مصر. عن رجل من جهنیة انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الصبح إذا زلزلت الأرض فی الرکعتین کلتیهما قال فلا أدری أنسی رسول الله صلی الله علیه وسلم أم قرأ ذلک عمداً، ابوداؤد شریف ص۱۱۸ ج ۱ باب القراءة فی العشاء، مطبوعه اشرفی دیوبند، اعلاء السنن ص۱۲۸ ج۴ باب کراهة قراءة القرآن منکوساً فی الصلوة الخ، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

منفرد ''لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ'' سے ''فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً'' تک پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری رکعت میں ''سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ'' سے ختم سورۃ تک پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح بھی نماز ہو جائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۳ھ

ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار

سوال: کسی نماز کی پہلی ہی رکعت میں بھول کر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. پڑھ دی تو اب دوسری تیسری اور چوتھی میں کونسی سورت پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اسی سورت کو ہر رکعت میں پڑھ کر نماز پوری کرے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

ایک رکعت میں آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا

سوال: کیا نماز میں ایک رکعت میں ایک سورت یا ایک آیت مکرر سکرر پڑھنا جائز ہے یا نہیں یعنی

---

[1] ثم يضم الى الفاتحة سورة او ثلث آيات قصار، ان قرأ ثلث آيات قصار او كانت الاية والأيتان تعدل ثلث آيات قصار خرج عن حد الكراهة (كبيرى ص ۳۰۲ باب صفة الصلوة)، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۲۲۹ فصل فى كيفية افعال الصلوة، الدر مع الرد زكريا ص ۱۹۴ ج ۲ باب صفة الصلاة، مطلب قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن.

[2] قال اضطر بان قرأ فى الاولى قل اعوذ برب الناس اعادها فى الثانية ان لم يختم نهر لان التكرار اهون من القراء ة منكوساً الشامى نعمانيه ص ۳۶۷ ج ۱، فصل فى القراء ة، قبيل باب الامامة، النهر الفائق ص ۲۳۷ ج ۱ آخر باب صفة الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بزازيه على الهنديه ص ۴۰ ج ۴ مصرى.

اگر کوئی سورت یا آیت ایک ہی رکعت میں مکرر سکرر پڑھی جاوے تو کیا نماز میں حرج واقع ہوگا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ہو جاتی ہے لیکن فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے نفل میں مکروہ نہیں۔ ویکرہ تکرار السورة فی رکعة واحدة من الفرض و قید بالفرض لانه لایکره فی النفل لان شانه اوسع لانه صلی الله علیه وسلم قام الی الصباح بایٰة واحدة یکررها فی تهجد اھ مراقی الفلاح[1] ص ۲۰۵. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا

سوال: مختلف پاروں سے نماز میں ایک ایک آیت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز میں اس طرح پڑھنا کہ ایک آیت ایک پارہ کی پھر دوسری آیت کسی اور پارہ کی تیسری آیت کسی اور پارہ کی پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/ ۸۷ھ

ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہو گیا

سوال: اگر کوئی نماز میں ایک سورت یا ایک رکوع شروع کرے اور پھر فوراً ہی دوسری سورت

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶ فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر (الهندیة ص۱۰۷ ج ۱) الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره، مطبوعه کوئٹه، اعلاء السنن ص ۱۱۸ ج ۴ باب استحباب سورة فی رکعة الخ، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

[2] لوانتقل فی الرکعة الواحدة من آیة الی ایة یکره وان کان بینهما آیات بلاضرورة (الشامی نعمانیه ص۳۶۷ ج ۱) فصل فی القراءة .قبیل باب الامامة. عالمگیری کوئٹه ص۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءة، اعلاء السنن ص ۱۲۲ ج ۴ باب استحباب سورة فی رکعة وجواز سورتین الخ مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

یا رکوع شروع کردے ترتیب وغیرہ کا خیال کرکے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ترتیب کا خیال تو رکھنا چاہئے لیکن اگر بھول اور غلطی سے کوئی سورت یا رکوع خلاف ترتیب شروع کردے تو اس کو چھوڑ کر ترتیب وار سورت اور رکوع پڑھنے کی ضرورت نہیں یہ مکروہ ہے۔ وفی القنية قرأ فی الاولیٰ قل یا ایها الکافرون وفی الثانية الم تر اوتبّت ای نکس اوفصل بسورة قصيرة قوله ثم ذکر يتم افادان التنکيس او الفصل بالقصيرة انما يکره اذا کان عن قصد فلو سهواً فلاکما فی شرح المنية واذا انتفت الکراهة فاعراضه عن التی شرع فيها لاينبغی وفی الخلاصة افتتح سورة وقصده سورة اخری فلما قرأ اٰية اوٰ يتين ارادان يترک تلک السورة ويفتتح التی ارادها يکره اھ وفی الفتح ولوکان ای المقروء حرفا واحداً شامی[1] ص ۵۷۱ ج ۱ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ

دو سورتوں میں فصل

سوال: امام نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں اذا جآء پڑھی اور دوسری میں قل ھو اللہ ایسا کرنا منع تو نہیں؟

---

[1] (الشامی نعمانیه ص۳۶۷ج۱) فصل فی القراءة قبيل باب الامامة ، التاتارخانيه کراچی ص ۴۵۱ ج ۱ نوع آخر فی الافضل بان يقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب الخ، عالمگيری کوئٹه ص ۷۹ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءة.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر قصداً ایسا کیا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے[1] اگر بھول کر ایسا ہو گیا تو مکروہ بھی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دو سورتوں کے درمیان فصل

سوال: پہلی رکعت میں قل، یا دوسری میں قل ھو اللّٰہ تیسری میں فلق چوتھی میں ناس جائز ہے یا نہیں مکروہ تو نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بلا کراہت جائز ہے۔ شامی[2] ص ۳۶۵ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چھوٹی سورت کو درمیان میں چھوڑنا!

سوال: امام صاحب نے مغرب کی پہلی رکعت میں الم تر پڑھا اور دوسری میں لایلٰف چھوڑ کر ارأیت الذی، پڑھا تو اس طرح نماز ہو گئی یا نہیں کوئی کہتا ہے ہو گئی، کوئی کہتا ہے نہیں ہوئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مغرب کی پہلی رکعت میں الم تر کیف پڑھ کر دوسری رکعت میں لایلٰف چھوڑ کر ارأیت

---

[1] یکرہ فصله سورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۸۷) فصل فی المکروهات، مطبوعه بمصر، تاتارخانیة کراچی ص ۲۵۲ ج۴ نوع آخر فی الافضل بان یقرأ کل رکعة بفاتحة الخ شامی کراچی ص ۵۴۶ ج ۱ قبیل باب الامامة.

[2] ویکره الفصل بسورة قصیرة أما بسورة طویلة بحیث یلزم منه اطالة الرکعة الثانیة اطالة کثیرة فلایکره کما إذا کانت سورتان قصیرتان شامی نعمانیه ص۳۶۷ ج ۱ قبیل باب الإمامة، تاتارخانیة کراچی ص ۴۵۲ ج ۱ نوع آخر فی الافضل بان یقرأ فی کل رکعة الخ.

الذی پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے[۱]۔ نماز ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار

سوال: سورتوں کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا کیا معیار ہے مزمل اونباء میں دوگنا فرق ہے مگر برابر ہیں تقریباً۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر آیات گنتی میں برابر ہوں مگر وہ زیادہ چھوٹی بڑی ہوں تو حروف کو شمار کرلیا جائے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ دی تو پھر کیا کرے

سوال: کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ دے

---

[۱] ویکره فصله بسورة بين سورتين قرأهما فی رکعتين لمافيه من شبهة التفضيل والهجروقال بعضهم لايکره اذکانت السورة طويلة کما لوکان بينهما سورتان قصيرتان مراقی الفلاح ص۵۳ فصل فی المکروهات.

[۲] واطالة الثانية علی الاولی يکره تنزيها اجماعاً ان بثلاث آيات ان تقاربت طولاً وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات (درمختار علی الشامی نعمانيه ص۳۶۴ ج ۱)فصل فی القراء ة، مطلب السنة تکون سنة عين الخ عالمگيری کوئٹه ص۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراء ة، تبيين الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاة کبر الخ مطبوعه امداديه ملتان. فان تفاوتت تعتبر من حيث الکلمات فاذا قرأ فی الا ولی من الفجر عشرين آية طويلة وفی الثانية منها عشرين آية قصيرة تبلغ کلماتها قدرنصف کلمات الاولی فقد حصل السنة ولوعکس يکره (الشامی نعمانيه ص۳۶۴ ج ۱)فصل فی القراء ة، مطلب السنة تکون سنة عين وسنة کفاية

تو اس کے لئے بقیہ تینوں رکعتوں میں کونسی سورت پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بقیہ میں بھی "قل اعوذ برب الناس" ہی پڑھے[1]۔ اگر یہ فرض نماز ہے تو صرف دوسری میں پڑھے گا۔ اگر نفل یا سنت یا واجب ہے تو بقیہ سب رکعت میں پڑھے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/ ۵۶ھ

الجواب حامداً: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو دوبارہ پڑھنا

سوال: زید نے سورۂ فاتحہ مستقیم تک پڑھا اور پھر زید نے صرف اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ دوبارہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کو مکمل کیا تو ایسی صورت میں جب کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو مکرر پڑھ لیا گیا تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوئی یا نہیں جب کہ سجدۂ سہو وغیرہ نہیں کیا گیا آپ دونوں طرح کا جواب لکھئے یا عمداً کیا ہو یا شک کی وجہ سے؟

(۲) بعض آدمی نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر سجدہ میں جاتے وقت زانوں سے کپڑا اٹھاتے ہوئے یا سمیٹتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں دونوں ہاتھوں سے کیا اس سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

عمداً اهدنا الصراط المستقیم کو دوبارہ پڑھا ہو یا شک کی وجہ سے، بہر صورت سجدۂ سہو واجب نہیں نماز ہوگئی[2]۔

---

[1] فان اضطربان قرأ فی الاولی قل اعوذبرب الناس اعادها فی الثانیة ان لم یختم نهر لان التکرار اهون من القراء ة منکوساً (الشامی نعمانیہ ص۳۶۷ ج۱) فصل فی القراء ة، قبیل باب الامامة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۸۶ فصل فی المکروهات النهر الفائق ص۲۳۷ ج ۱ قبیل باب الامامة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت المحیط البرهانی ص۴۸ ج۲ فصل فی القراء ة، نوع آخر الافضل ان یقرأ الخ مطبوعه ڈابهیل. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اگر معمولی حرکت سے کپڑے کو درست کرتے ہیں تا کہ سجدہ آسانی سے ہو جائے کوئی تنگی نہ ہو تو بھی نماز ہو جائے گی ناجائز نہیں ہوگی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

درمیان سے ایک آیت چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز

سوال: زید نے مغرب کی نماز میں سورہ ہمزہ کی دوسری آیت میں بجائے ممددہ کے اَخلدہ پڑھا اور تیسری آیت چھوڑ کر چوتھی آیت پڑھی تو اس سے تین آیتوں کا وجوب ترک ہو گیا یا نہیں۔ نماز لوٹانی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔ تین آیتوں کا مسلسل ہونا ضروری نہیں[۲] مجموعہ تین آیات سے بھی نماز درست ہو جاتی ہے[۳]۔ قراءت ایسی نہ ہونی چاہئے جس سے نماز میں خرابی لازم آئے[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۱] واذا کرر آیة واحدة مرارا فان کان ذلک فی التطوع الذی یصلی وحده فذلک غیر مکروه وان کان ذلک فی الصلاة المفروضة فهو مکروه وهٰذا فی حالة الاختیار اما فی حالة العذر والنسیان فلا بأس به تاتارخانیة کراچی ص۴۵۵ ج۱ المحیط البرهانی ص۴۹ ج۲ قبیل نوع آخر فی معرفة طوال المفصل الخ مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۱۰۷ ج۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة الخ.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وکره عبثه به ای بثوبه وبجسده للنهی الالحاجة ولابأس به: وحاصله ان کل عمل هو مفید للمصلی فلابأس به: شامی کراچی ص۶۴۰ ج۱ شامی زکریا ص۴۰۶ ج۲ مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹ ج۲، باب ما یفسد الصلاة الخ النهر الفائق ص۲۷۷ ج۱ باب ما یفسد الصلاة الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] واذا جمع بین آیتین بینهما آیات او آیة واحدة فی رکعة واحدة او فی رکعتین فهو علی ما ذکرنا فی السور ای مکروه عالمگیری کوئٹه ص۷۸ الفصل الرابع فی القراءة، المحیط البرهانی ص۴۸ ج۲ نوع آخر الافضل ان یقرأ الخ مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۱ الافضل ان یقرأ الخ. **(بقیه آئنده)**

نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا

سوال: قرآن کریم نماز میں ترتیب کے خلاف اگر دھوکے سے پڑھ لیا تو کیا سجدہ سہو واجب ہے مثلاً پہلی رکعت میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور دوسری رکعت میں وَیْلٌ لِّکُلِّ پڑھ لیا تو ترتیب فوت ہوگئی کیا ترتیب واجب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ترتیب تلاوت واجب ہے مگر واجبات نماز سے نہیں کہ اس کے سہواً ترک سے سجدہ سہو واجب ہو بلکہ واجبات تلاوت سے ہے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔[۱] طحطاوی میں یہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۴۰۱ھ

خلاف ترتیب پڑھنا

سوال: امام نے نماز میں خلاف ترتیب قراءت کی اور سلام پھیرنے تک اس کو یاد نہیں تھا بعد سلام مقتدیوں نے بتلایا تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] والثانی ضم سورة قصيرة اوثلاث آيات قصار الخ مراقی علی الطحطاوی ص ۲۰۰ فصل فی بيان واجب الصلاة. مطبوعه مصر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۶ ج ۱ باب صفة الصلاة، عالمگيری كوئٹه ص ۷۱ ج ۱ الفصل الثانی فی واجبات الصلاة.

[۴] ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً لم تفسد مالم يتغير المعنى: درمختار على الشامی كراچی ص ۶۳۲ ج ۱ شامی زكريا ص ۳۹۵ ج ۲، باب زلة القاری. تاتارخانية كراچی ص ۴۸۶ ج ۱ الفصل الخامس فی حذف حرف عن كلمة، المحيط البرهانی ص ۷۲ ج ۲ الفصل الخامس فی حذف حرف من الكلمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

(صفحہ ہذا) [۱] قالوا يجب الترتيب فی سور القرآن، فلو قرأ منكوساً أثم لكن لايلزمه سجود السهو، لان ذلک من واجبات القراءة لا من واجبات الصلاة كما ذكره فی البحر فی باب السهو (شامی کراچی ص ۴۵۷ ج ۱ مطبوعہ زکریا ص ۴۸۱ ج ۲ باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها) البحر الرائق كوئٹه ص ۹۴ ج ۲ باب سجود السهو، طحطاوی على المراقی مصری ص ۳۷۴ باب سجود السهو.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر بھولے سے خلاف ترتیب سورت نماز میں پڑھی گئی تو اس سے سجدہ لازم نہیں، نماز ہوگئی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں قراءت معکوس

سوال: اگر نماز میں قراءت میں سہواً قرآن کو الٹا پڑھ لیا جائے تو کیا حکم ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورہ فلق دوسری میں سورہ اخلاص؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۹/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفی التجنیس لو قرأ سورة ثم قرأ فی الثانیة سورة قبلها ساهیا لا یجب علیه السجود لان مراعاة ترتیب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلاة فترکها لایوجب سجود السهو، البحر الرائق ص۹۴ ج۲، باب سجود السهو، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی مصری ص۳۷۴ باب سجود السهو، شامی زکریا ص۱۴۸ ج۲ باب صفة الصلاة مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم الخ.

[2] وإذا قرأ فی الرکعة الاولیٰ سورة وفی الرکعة الثانیة سورة قبلها فلا سهوعلیه کذا فی المحیط (عالمگیری کوئٹه ص۱۲۶ ج۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو) المحیط البرهانی ص۳۱۰ ج۲ نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیة کراچی ص۱۷۱ ج۱ نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو الخ.

تم الجزء العاشر

من الفتاوٰی المحمودية

بحمد اللّٰه واحسانه تعالیٰ

ويليه الجزء الحادی عشر

اوله باب مايفسد الصلوة

انشاء الله تعالیٰ

وصلی اللّٰه تعالیٰ علیٰ خير خلقه

سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد

واٰله وصحبه وبارک وسلم تسليماً

كثيراً كثيرا ابداً دائما

برحمتک يا ارحم الراحمين

آمين

يا رب العالمين

العبد محمد فاروق عفا الله عنه

جامعه محموديه علی فور ميروت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

نماز کے مفسدات ومکروہات

فصل اول : مفسدات نماز

امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل

سوال: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی آیت پر اٹک گیا اب مقتدی اس کو لقمہ دے تو نماز صحیح ہوگی یا فاسد ہو جائیگی یا قرات تین آیات کی مقدار ہو چکنے کے بعد لقمہ نہ دیا جائے؟

الجواب: حامداًو مصلیاً!

امام اگر اتنی مقدار پڑھنے کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کر دینا مناسب تھا تب تو امام کو رکوع کر دینا چاہئے اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے وہیں اٹکا نہ رہے امام کے لئے اسی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کر دے یا دوسری سورت پڑھ دے یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے جب امام نہ رکوع کرے نہ دوسری سورت پڑھے نہ خود نکال پائے تو لقمہ دیدے۔ خواہ تین آیت

پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی نہ امام کی نہ مقتدی کی طحطاوی[1] ص۱۸۳۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اُولیٰ میں قعدۂ اُولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا

سوال: امام قعدۂ اولیٰ اور تشہد میں جتنا روز بیٹھتا ہے آج اس سے زیادہ بیٹھا تو مقتدی کو شبہ ہوگیا کہ امام کو سہو ہوگیا۔ اس نے سبحان اللہ کہہ دیا اور امام کھڑا ہوگیا اور اس نے سجدۂ سہو بھی کرلیا۔ نماز کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ امام جب تک سلام شروع نہ کرے لقمہ نہ دینا چاہئے۔ تو اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مقتدی امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور محض شبہ کی بنیاد پر لقمہ نہ دے۔ کما فی الطحطاوی[2] محض معمولی سے کسی قدر تشہد کے ختم ہونے میں تاخیر ہوجانے سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ امام کو سہو ہوگیا اور اس نے تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ معنی کی طرف دھیان کرنے

---

[1] وفتحه على امامه جائز ولو قرأ المفروض او انتقل لأية اخرى على الصحيح لاصلاح صلا تهما (مراقى الفلاح) ويكره للمقتدى ان يعجل بالفتح لان الامام ربما يتذكر فيكون التلقين من غير حاجة ويكره للامام ان يلجئهم اليه بان يقف ساكتا بعدالحصر او يكرر الآية بل ينتقل الى آية آخرى اويركع ان قرأ قدر المستحب وقيل قدر الفرض والاول هو الظاهر طحطاوى على المراقى ص ۲۷۱ مصرى باب مايفسد الصلاة، المحيط البرهانى ص۱۵۴ ج۲ كتاب الصلوة الفصل الخامس ما يفسد الصلوة وما لا يفسد مطبوعه ڈابهيل، حلبى كبيرى ص۴۴۰ فصل فيما يفسد الصلوة مطبوعه لاهور، تاتارخانية ص۵۸۰ ج۱ الفصل الخامس ما يفسد الصلوة، مطبوعه كراچى.

[2] ويكره للمتقدى أن يعجل بالفتح لأن الامام ربما يتذكر فيكون التلقين من غير حاجة: طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۷۱ باب مايفسد الصلوة، حلبى كبيرى ص۴۴۰ فصل فيما يفسد الصلوة، مطبوعه سهيل لاهور، المحيط البرهانى ص۱۵۵ ج۲ الفصل الخامس فى بيان ما يفسد الصلوة، مطبوعه ڈابهيل، شامى كراچى ص۶۲۲ ج۲ باب مايفسد الصلوة الخ تاتارخانيه ص ۵۸۱ ج۱ الفصل الخامس ما يفسد الصلاة و مالايفسد، مطبوعه كراچى.

سے یا کسی دوسری حضوری کی کیفیت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔لیکن جب وہ سلام پھیرنے لگے تو البتہ یقینی بات ہے کہ اس نے اس قعدہ کو قعدۂ اخیرہ تصور کیا تب لقمہ دینا لازم ہے تاہم اگر کسی نے شبہ کی بنا پر لقمہ دیدیا تو نماز تب بھی فاسد نہیں ہوئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/ ۸۹ھ

امام کو لقمہ دینے کا طریقہ

سوال: ہماری مسجد کے امام نے عصر کی نماز پڑھی اور چوتھی رکعت میں بجائے بیٹھنے کے سہواً کھڑے ہوگئے، تو کسی مقتدی نے اللہ اکبر کہدیا تاکہ وہ اپنے سہو پر مطلع ہوجائیں۔نماز پوری کرلینے کے بعد امام صاحب نے بتایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ امام سہو کرے تو اس کو سُبْحَانَ اللّٰہ کے ذریعہ تنبیہ کرنا چاہئے اور اللّٰہ اَکْبَر کہنا جائز ہے اور انھوں نے ترمذی شریف ص ۴۸ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے عمل کو دلیل میں پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان سے سہو ہوا تو فَسَبَّحَ بِهٖ مَنْ خَلْفَهٗ روایت میں ہے۔ هكذا صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم اور دوسری دلیل عالمگیری کی ص ۱۰۴ پر ولو عرض الامام شيئى فسبح الماموم لابأس به لان القصد به اصلاح الصلوٰة. اب دریافت طلب یہ ہیکہ مغیرہ بن شعبہؓ والی حدیث ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں اور ان پر تحویل کیا گیا ہے۔ نیز امام کو اس کی سہو پر اللہ اکبر کے ذریعہ تنبہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَ ةُ الْقُرْاٰنِ رواه مسلم ۲۰۳ . اور عالمگیری ص ۱۰۴ میں مذکور ہے۔ واذا اخبر بما يعجبهٗ فقال سبحان الله اولا اله الا الله او الله اكبران لم يردبهٖ الجواب لاتفسد صلوٰته عندالكل . اور اسی کتاب میں مذکور ہے۔ لو اخطاء الامام ففتح المقتدى على الامام لاتفسد صلوٰتهٗ. پھر ایک مقامی عالم نے مجھے بتایا کہ جس رکعت میں امام کو کھڑا ہونا چاہئے تھا اور وہ سہواً بیٹھ گئے تو مقتدی کو چاہئے کہ اللہ اکبر کے ذریعہ امام کو اس

[1] لان القصد به اصلاح الصلوة عالمگیری ص ۹۹ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد الصلوة الخ مطبوعه كوئٹه.

کی سہو پر تنبہ کرے اور جس رکعت میں امام کو بیٹھنا چاہیئے اور سہواً کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں سبحان اللہ کے ذریعہ امام کو تنبہ کرنا چاہئے۔ آپ سے گذارش ہے کہ الله اکبر کے جواز وعدمِ جواز پر اور سبحان الله الحمد الله کی افضیلت پھر ایک مقامی عالم دین کا فرمان کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کریں تا کہ آئندہ سے ہم لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہو۔

الجواب: حامداًومصلیاً!

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے علاوہ دیگر طُرق سے بھی یہ روایت مروی ہے جن میں وجہ ضعف موجود ہے اور خود اس کا ضعف بھی ہو جاتا ہے۔ ترمذی شریف کے صفحہ محولہ[1] پر ملاحظہ ہو۔ امام سے اگر سہو ہو جائے تو اس کو یاد دلانا چاہئے اور یاد کے لئے سبحان الله کہنا چاہئے خواہ قیام کی جگہ قعود ہو یا برعکس ہو، لیکن اگر امام دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا تو اب اس کو یاد نہ دلائے۔[2] لوفتح علیٰ امامه فلافساد لانه تعلق به اصلاح صلوٰته البحر الرائق[3] ص۶ ج۲ اس میں لفظ شئی عام ہے۔ یہی لفظ شئی حدیث میں بھی ہے۔ نابه شئ فی صلوٰة فلیسبح کذا فی البحر الرائق[4]. جس کا تقاضا یہ ہے کہ قیام وقعود کے لئے یکساں تنبیہ کی جائے۔ دونوں کا فرق مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں۔ تاہم الله اکبر کہہ کر تنبیہ کی جائے تب بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/ ۸۸ھ

نابالغ لقمہ امام کو دے سکتا ہے

سوال: ہمارے یہاں مدرسہ میں بہت سے طلباء نابالغ درجۂ حفظ میں پڑھتے ہیں، نماز

---

[1] ترمذی شریف ص۴۸ ابواب الصلاة. باب ماجاء فی الامام ینهض فی الرکعتین ناسیاً.

[2] ولایسبح للامام اذا قام الی الاخریین لانه لایجوزله الرجوع اذا کان الی القیام اقرب فلم یکن التسبیح مفیداکذا فی البدائع (البحرالرائق ص۷ ج۲ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها

[3] البحرالرائق ص۶ ج۲، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها.

[4] البحرالرائق ص۷ ج۲، باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها.

میں یہ لقمہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نابالغ سمجھدار جو کہ مفسداتِ صلوٰۃ سے بچتا ہوا امام کو لقمہ دے سکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/ ۸۹ھ

لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم

سوال: امام نے بجائے لقمہ لینے کے دوسری سورت شروع کردی دریافت طلب یہ بات ہے کہ مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوئی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

لقمہ دینا

سوال: امام صاحب جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہیں نہ تو وہ عالم ہیں نہ ہی حافظِ قرآن، محض چند سورتیں یاد کرلی ہیں۔ امام صاحب نے جمعہ کی نماز میں آخری رکعت میں ایک سورہ تیسویں پارہ کی ملائی جو تین آیتوں سے زیادہ آیتوں کی تھی، ان کو تین آیتوں کے بعد متشابہ ہونے لگا۔ تین

---

[1] وفتح المراهق كالبالغ (البحر الرائق ص ٦ ج ٢ مطبع كراچی) باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، عالمگيری ص ٩٩ ج ١ الباب السابع فيما يفسد الصلاة ما يكره فيها مطبوعه كوئٹه، طحطاوی على المراقی ص ٢٧١، باب ما يفسد الصلوة مطبوعه مصری.

[2] وإن انتقل الٰی آية اخری ففتح عليه المؤتم بعد الانتقال تفسد صلاة الفاتح وإن أخذ الإمام تفسد صلوة الكل وهذا قول بعض المشائخ الٰی قوله وعامة المشائخ علٰی ما يفيده لفظ المحيط على عدم الفساد قال فی الكافی والصحيح ان لا تفسد بكل حال الخ حلبی كبيری ص ۴۴۰ فصل فيما يفسد الصوم مطبوعه لاهور، شامی زكريا ص ۳۸۲ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۷۲، مطبوعه مصری.

بار کے بعد ایک مقتدی جو حافظ قرآن تھے انھوں نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے آگے پڑھ کر نماز پوری کی۔ دو عالم اس جماعت میں تھے، انھوں نے اپنی دلیلیں پیش کرنا شروع کیں۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ بالکل ہوئی نہیں، دلیل بھی انھوں نے پیش کی کہ ناحق نمازوں میں لقمہ جائز نہیں۔ دوسرے عالم نے نماز کے غلط ہونے کے دعویٰ میں دلیل پیش کی کہ امام نے چونکہ لقمہ لے لیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا۔ اس لئے نماز درست نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے اپنی نماز کے ہونے کا اعلان کر دیا۔ بعدہٗ سنت بھی ادا کر لی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام اگر اٹک جائے یا اس کو تشابہ لگ جائے تو مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے تا کہ امام خود نکال لے یا رکوع کر دے۔ یا دوسری جگہ سے پڑھ دے، جلدی میں لقمہ دینا مکروہ ہے۔ امام کو بھی چاہئے کہ وہیں اٹکا نہ رہے کسی اور جگہ سے پڑھ دے، وہیں اٹکے رہنا اور بار بار اسی کو پڑھنا امام کے لئے مکروہ ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے[1] اس کے باوجود جب مقتدی لقمہ دے تو مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام لقمہ لے تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ خواہ تین آیت کے مقدار پڑھی ہو یا کم زیادہ سب کا یہی حکم ہے[2] اور اس لقمہ دینے اور لینے سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ فرض نماز ہو یا عید و تراویح سب کا حال اس مسئلہ میں یکساں ہے جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر لوگوں کو روکنا اور جمعہ وجہ مذکورہ کی بناء پر دوبارہ پڑھنا غلط ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/ ۹۲ھ

---

[1] ویکره للمقتدی أن یعجل بالفتح لان الإمام ربما یتذکر فیکون من غیر حاجة. ویکره للإمام ان یلجئهم إلیه، بأن یقف ساکتاً بعدالحصر أو یکرر الآیة بل ینتقل الی آیة آخری او یرکع ان قرأ القدر المستحب (طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۲۷۱ باب مایفسد الصلوٰة)حلبی کبیری ص ۴۴۰ فصل فیما یفسد الصلوة، مطبوعه سهیل لاهور، شامی کراچی ص ۶۲۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة الخ.

[2] بخلاف فتح علی امامه فانه لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال ای سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلوة أم لا انتقل الیٰ آیة اخری ام لا لا الخ در مختار مع الشامی زکریا ص ۳۸۲ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة حلبی کبیری ص ۴۴۰ مطبوعه سهیل لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۷۱ مطبوعه مصری.

غلط لقمہ دینے کی تفصیل

سوال: مقتدی نے امام کو تعدادِ رکعات کے اندر غلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ یا کسی اور قسم کا غلط لقمہ دیا۔ اگر ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے مطابق قرأت کر چکا ہے۔ پھر قصداً دوسری جگہ سے قرأت کرنے لگتا ہے یا نسیاناً دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ اگر ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے مطابق قرأت نہیں کی ہے اور قصداً یا سہواً منتقل ہو گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر مقتدی نے عمداً غلط لقمہ نہیں دیا تو اس کی بھی نماز فاسد نہیں[1] ہوئی، ما یجوز بہ الصلوٰۃ قراءت کے مطابق یا اس سے پہلے اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں قراءت کی، قصداً یا نسیاناً تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی الا یہ کہ معنیٰ بگڑ جائیں، مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمنُوْا وعملوا الصالحاتِ کے بعد بغیر وقف کئے دوسری جگہ سے اُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فیها خالدون پڑھ دیا تو معنیٰ بگڑ گئے اور نماز فاسد ہو گئی۔ بلا مجبوری کے قصداً دوسری جگہ منتقل ہونا غلط ہے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1] بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال الخ در مختار مع الشامی زکریا ص ۳۸۲ ج ۲، باب ما یفسد الصلاة، حلبی کبیری ص ۴۴۰، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۷۱، مطبوعه مصری.

[2] وقرأ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات.....اما اذا لم یقف وصل ان لم یغیر المعنی لاتفسد (الهندیة ص ۸۱ ج ۱ مطبوعه بلوچستان الفصل الخامس فی زلة القاری، التاتارخانیه ص ۴۸۵ ج ۱ الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة مطبوعه پاکستان، قاضیخان ص ۱۳ ج ۱ فصل فی قراء ة القرآن خطأً، مطبوعه کوئٹه.

لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم

سوال: امام نے بجائے لقمہ لینے کے دوسری سورت شروع کردی دریافت طلب یہ بات ہے کہ مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوئی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: اگر امام تین آیت سے زائد قراءت کر چکا ہو اور امام اگلی آیت پڑھتے ہوئے بھول جائے تو مقتدی نے لقمہ دیدیا۔ لیکن امام نے لقمہ نہ لے کر بعد میں سجدہ سہو کرلیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

لقمہ دینے والے کی نماز تو فاسد نہیں ہوئی[2] لیکن اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا غلط ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] بخلاف فتحه على امامه فانه لايفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بكل حال الخ. درمختار مکتبہ نعمانیہ ص۴۱۸ ج۱ شامی کراچی ص۶۲۲ ج۱ ،مطلب المواضع التی لایجب فیها ردالسلام. باب مایفسد الصلاة و ما یکره فیها، فتح القدیر ص۴۴۰ ج۱ دار الفکر بیروت قاضی خان ص۱۳۷ ج۱ فصل فیما یفسد الصلوة مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] بخلاف فتحه على امامه فانه لايفسد مطلقاً لفاتح وأخذ بكل حال اى سواء قراء الامام قدرماتجوز به الصلوٰة ام لا. (الدرالمختار مکتبه نعمانیه ص۴۱۸ ج۱ مطلب المواضع التي لايجب فيها ردالسلام باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها. شامی کراچی ص۶۲۲ ج۱، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، النهر الفائق ص۲۶۹ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت قاضيخان ص۱۳۷ ج۱ فصل فيما يفسد الصلوة مطبوعه دار الكتاب ديوبند فتح القدير ص۴۴۰ ج۱ مطبوعه دار الفكر بيروت.

کیا ناپاک بدن و کپڑے والے شخص سے لقمہ لینے سے نماز فاسد ہو جائیگی

سوال: ایک شخص نابینا ہے اور وہ نماز میں شریک ہو کر امام کو لقمہ بھی دیتا ہے اور اس کا بدن بھی ناپاک رہتا ہے اور کپڑے بھی ناپاک رہتے ہیں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے نہ وہ بدن پاک کرتا ہے نہ کپڑے پاک کرتا ہے۔ فقط

باسمہ سبحانہٗ

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جس شخص کا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ پاک کرنے پر قادر ہو اس کو بغیر پاک کئے نماز میں شرکت جائز نہیں اگر وہ نماز پڑھے گا تو فریضہ ادا نہیں ہوگا[۱] اور بجائے ثواب کے ایسا شخص سخت عذاب کا مستحق ہوگا حتیٰ کہ ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار[۲] ہے۔ وہ شخص خواہ آنکھوں والا ہو خواہ نابینا ہو اگر ایسا شخص نماز میں شریک ہو کر امام کو لقمہ دے گا اور امام اس کا لقمہ لے گا تو امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۹/۶۷ھ

اگر ناپاکی کی مقدار عفو سے زیادہ ہے تو جواب صحیح ہے۔ معمولی چھینٹیں یا اتنی ناپاکی جو معاف

---

[۱] تطهير النجاسة من بدن المصلى وثوبه والمكان الذى يصلى عليه واجب الخ عالمگيرى ص۶۸ ج۱ الباب الثالث فى شروط الصلوة مطبوعه كوئٹه. هداية ص۹۲ ج۱ باب شروط الصلوة الخ مطبوعه تهانوى ديوبند، شامى كراچى ص ۴۰۱ ج۱ باب شروط الصلوة.

[۲] وان تعمد الصلاة بلاطهر غير مكفر كصلاته لغير القبلة اومع ثوب نجس (درمختار) وانما اختلفوا اذا صلى لاعلى وجه الاستخفاف بالدين فان كان على وجه الاستخفاف ينبغى ان يكون كفرا عند الكل (الشامى نعمانيه ص۵۵ ج۱ شامى كراچى ص ۸۱ ج۱. اول كتاب الطهارة، شرح فقه اكبر ص۲۱۲ الصلوة بغير الطهارة الخ مطبوعه مجتبائى دهلى. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس سے نماز ہوجاتی ہے[1] اور لقمہ دینا بھی درست ہے اور جب تک ظن غالب نہ ہو محض احتمال کی بناء پر کسی کو ناپاک کہنا[2] اور نماز کو فاسد قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ سائل کو خود تحقیق کرنی چاہئے۔

سعید احمد

امام کے سورۂ فاتحہ ختم کرنے پر مقتدی کا کلمۂ طیبہ پڑھنا

سوال: میں جب امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تو امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد میری زبان سے خود بخود کلمہ طیبہ جاری ہوجاتا ہے۔ کافی کوشش کرتا ہوں کہ روکوں مگر نہیں رکتا۔ ایسی صورت میں میری نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوگی لیکن اس کی اصلاح کیجئے۔ امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم ہے۔[3] اس حکم پر عمل کا تصور کیجئے اور کوشش بھی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ

(گذشتہ کا بقیہ) [3] وان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحه تفسد کذافی منیة المصلی (الهندیة ص۹۹ ج۱، الباب السا بع فیما یفسد الصلاة و مایکره فیها) مطبوعہ مصر، ہدایہ ص۱۳۶ ج۱ مطبوعہ تھانوی دیوبند، سکب الانهر ص ۱۸۰ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة دار الکتب العلمیة.

(صفحہ ہذا) [1] وعفی الشارح ان قدر درهم وان کره تحریماً اشار الی ان العفوعنه بالنسبة الی صحة الصلاة به، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۲۰ ج ۱ باب الانجاس.

[2] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن الخ شامی زکریا ص۵۸۳ ج ۱ قبیل مطلب فی اباحث الغسل.

[3] اذا قرأ فانصتوا (مسلم شریف ص۱۷۴ ج۱، باب التشهد فی الصلوة کتب خانہ رشیدیہ دھلی) والمؤتم لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السریة اتفاقاً قال الشامی لا غیر الفاتحة ولا الفاتحة الخ در مختار مع الشامی کراچی ص ۵۴۴ فصل فی القراء ة.

نماز میں نامِ مبارکؐ سنکر درود شریف پڑھنے کا حکم

سوال: اگر امام نے نماز میں آیت وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل پڑھی اور کسی مقتدی نے یہ سوچ کر کہ حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہئے اس لیے اس نے نام مبارک سنتے ہی ﷺ کہہ دیا۔ تو اس سے نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس کا یہ خیال صحیح ہے کہ نام مبارک سنکر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے[1] لیکن یہ حکم خارج نماز کا ہے۔ نماز میں یہ حکم نہیں۔[2] پس اگر نماز میں اس قصد سے درود شریف پڑھا ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔ جیسے کہ امام سے اللہ پاک کا نام سنکر جل جلالہٗ کہہ دیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ پاک کا نام سنکر تعظیمی لفظ کہنا چاہئے۔ یا امام سے کسی آیت کو سنکر کہہ دیا صدق اللہ ورسولہ ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں قصد جواب ملحوظ ہے۔ اگر بغیر قصد جواب کے درود شریف پڑھا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی کیونکہ درود شریف ایسی چیز نہیں جس کے پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے بلکہ نماز میں اس کو مستقلاً پڑھا جاتا ہے (قعدہ اخیرہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے) اور اللہ پاک کیلئے تعظیمی الفاظ مستقلاً پڑھے جاتے ہیں (جیسے رکوع میں سبحان ربی العظیم) اھ شامی[3] ص ۴۱۷ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى الْحَدِيْثِ. مشكوٰه شريف ص ۸۶ باب الصلوة على النبیﷺ وفضلها. كتاب الصلاة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند. ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔

[2] ومكروهة فی صلوة غير تشهداخير (الدرالمختار مع الشامی مكتبه نعمانيه ص ۳۴۸ ج ۱ الدرالمختار مع شامی كراچی ص ۵۱۸ ايچ ايم سعيد مطلب فی المواضع التی تكره فيها الصلاة على النبیﷺ.

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

نماز کی حالت میں کوئی پکارے تو کیا کیا جائے؟

سوال: گھر کے اندر نماز پڑھنے والے کو کوئی باہر سے پکارے تو پکارنے والے کو نمازی کسی طرح آگاہ کرسکتا ہے یا نہیں کہ میں نماز میں ہوں اس وجہ سے باہر نہیں آسکتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا قراءت آیت کے ذریعہ سے ہوسکے تو اجازت ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

خارج آدمی کے تکبیر کہنے سے نماز فاسد ہوگئی؟

سوال: ایک مسجد میں فرض نماز باجماعت ہورہی ہے اوپر کئی منزلیں ہیں۔ بالائی حصّہ میں بھی جماعت ملحق ہورہی ہے۔ سوءِ اتفاق سے آلۂ مکبر الصوت خراب ہوگیا یا امام کی آواز اوپر نہیں پہنچی ایک صاحب نے اوپر سے زینے پر آکر آواز دیا تکبیر بولو اوپر آواز نہیں آتی۔ نمازی میں ایک صاحب نے پست آواز سے تکبیر کہنا شروع کیا۔ دوبارہ آواز دینے والے نے کہا زور سے تکبیر کہو۔ دوسرے صاحب نے نماز ہی میں زور سے تکبیر کہنا شروع کیا۔ پس دریافت طلب

(گذشتہ کا بقیہ) ۳ سمع اسم اللّٰہ تعالیٰ فقال جل جلاله او النبی ﷺ فصلی علیه اوقرأة الامام فقال صدق اللّٰہ ورسوله تفسد ان قصد جوابه (درمختار مکتبہ نعمانیہ ص ۴۱۷ ج ۱، الدرالمختار شامی کراچی ص ۶۲۱ ج ۱ مطلب المواضع اللتی لایجب فیها ردالسلام باب مایفسد الصلاة الخ، عالمگیری ص ۹۹ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه دار الکتاب دیوبند البحر ص ۵ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] سمع اسم الله تعالیٰ فقال جل جلاله تفسد الی ما قال وقید بقصد الجواب لانه لو لم یرد جوابه بل اراد اعلامه بانه فی الصلاة لا تفسد اتفاقا در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۸۱ ج ۲ کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلاة الخ.

امر یہ ہے کہ خارج اور نمازی شخص کا لقمہ نمازی نے لیا اور اس پر تکبیر کہنا شروع کیا۔ اس حالت میں میں تکبیر کہنے والے نمازی کی نماز ہو جائے گی یا فاسد ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جب کسی نے جو کہ نماز میں شریک نہیں تھا کہا کہ تکبیر بولو، اس پر اگر کسی نمازی نے فوراً تکبیر آواز سے نہیں کہی مثلاً امام اس وقت قراءۃ میں مشغول تھا۔ جب وہ فارغ ہو کر رکوع میں گیا تب کسی نمازی نے تکبیر کہدی تا کہ اوپر کے نمازیوں تک بھی پہونچ جائے تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اسی طرح اگر خارج نماز آدمی نے پھر کہا کہ زور سے تکبیر کہو تو فوراً آواز سے تکبیر نہیں کہی بلکہ جب امام سجدہ میں گیا یا سجدہ سے اٹھا اس وقت تکبیر زور سے کہی تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اگر خارج نماز آدمی کے کہنے پر فوراً تکبیر آواز سے کہدی تو نماز فاسد ہوگئی۔ کذا فی[1] ردالمحتار والبحر[2] الرائق والہدایہ[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نمازی کا غیر نمازی کے کہنے پر عمل کرنا

سوال: ایک آدمی مسبوق فی الصلوٰۃ ہے مگر اس کو اپنی مسبوقیت یاد نہیں ہے جس وقت امام نے سلام پھیرا تو ساتھ ساتھ اس نے بھی پھیر لیا ایک دوسرا آدمی پہلو میں کھڑا تھا سلام پھیرنے کے بعد اس نے یاد دلایا کہ تمہاری ایک رکعت باقی ہے۔ فاتح سے فتح لیکر رکعت کو پورا کرلیا آیا مستفتح کی نماز ہوگی یا نہیں؟ عبارت مع حوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمائیں گے!

---

[1] حتی لو امتثل امرغیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف احدفوسع لہ فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیہ ملخصا(الدرالمختار علی ردالمحتار ص۴۱۸ ج۱ باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا مکتبہ نعمانیہ الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار ص۶۲۲ ج۱ مکتبہ دارالفکر.

[2] البحر الرائق ص۶ ج۲ باب مایفسد الصلاة وما یکرہ فیھا مطبوعہ کوئٹہ پاکستان. (حاشیہ ۳ آئندہ صفحہ پر)

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر محض فاتح کے فتح کی وجہ سے کھڑا ہوگیا خود یاد نہیں آیا تو نماز فاسد ہوگئی (وفتحه علی غیرامامه)الا اذا اراد التلاوة وکذا الاخذ الا اذا تذکرفتلاقبل تمام الفتح اھ۔ درمختار مع ردالمحتار ص۴۱۸ ج۱ (قوله وکذا الاخذ) ای اخذ المصلی غیر الامام بفتح من فتح علیه مفسدٌ ایضاً کما فی البحر عن الخلاصة او اخذ الامام بفتح من لیس فی صلاته کما فیه عن القنیة اھ شامی[۴] ص۴۱۸ ج۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں ٹوپی پر خون گرنا

سوال: زید نماز پڑھ رہا تھا کہ پنکھے سے ٹکرا کر چڑیا گر گئی اس کا بازو ٹوٹ گیا اور خون جاری ہوگیا اور اس کا خون زید کی ٹوپی پر گر پڑا۔ بعد میں معلوم ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ایک درہم سے زائد خون لگ گیا تو نماز فاسد ہوگئی۔ عین نماز میں پتہ چل جائے تو اسی وقت نماز ختم کردے کپڑا پاک کرکے دوبارہ پڑھے۔ اگر پتہ نہ چلے تو جب معلوم ہو کپڑا پاک کرکے اعادہ کرے[۲] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۱۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] هدایه ص۱۳۶ ج۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۶۲۲ ج۱ مطلب المواضع التی لایجب فیهاردالسلام. باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، عالمگیری ص۹۹ ج۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة الخ مطبوعه کوئٹه، عنایه مع فتح القدیر ص۳۹۹ ج۱ دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص۲۶۹ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت، قاضی خان علی الهندیه ص۱۳۷ ج۱ فصل فیما یفسد الصلوة مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] اذا ازادت علی قدر الدرهم تمنع جوازالصلاة. خانیه علی هامش الهندیة ص۱۸.۱۹ ج۱ کتاب الطهارة. فصل فی النجاسة اللتی تصیب الثوب الخ، عالمگیری ص۵۸ ج۱ الباب الثالث فی شروط الصلاة مطبوعه دار الکتاب دیوبند، شامی زکریا ص۵۲۰ ج۱ باب الانجاس.

نماز میں یاد آیا کہ بڑا استنجاء نہیں کیا

سوال: کوئی شخص بڑا استنجاء کرنا بھول گیا اور نماز میں یاد آ گیا۔ تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جب تک نجاست مخرج نجاست سے متجاوز نہ ہو تو استنجا سنت ہے جب مخرج سے متجاوز ہو جائے اور مقدار درہم ہو تو پانی سے اس کا ازالہ واجب ہے اور جب مقدار درہم سے بھی متجاوز ہو جائے تو پانی سے اس کا دھونا فرض ہے[۱] تو یہ تین صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت میں تو نماز تمام کرے[۲] اور بس دوسری صورت میں نماز تمام کر کے اس کا اعادہ بھی استجاء کرنے کے بعد کرے[۳] تیسری صورت میں نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔ لہٰذا نماز توڑ کر استنجاء کرے اور از سرِ نو نماز پڑھے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۸ رصفر ۵۸ھ

---

[۱] والاستنجاء سنة من نجس يخرج من السبيلين مالم يتجاوز المخرج وان تجاوز وكان قدر درهم وجب ازالته بالماء وان زاد على الدرهم افترض غسله (نورالايضاح ص۳۸ فصل فی الاستنجاء مطبوعه ديوبند ، حلبی كبيری ص۲۹ آداب الوضوء مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی كراچی ص۳۳۸ج۱ فصل الاستنجاء، تاتارخانية ص۹۹ ج۱ نوع منه فی بيان سنن الوضوء الخ مطبوعه كراچی.

[۲] الاستنجاء بالحجر سنة مؤكدة عندنا لو تركها وصلى بغير استنجاء اجزته صلاته، تاتارخانية ص۹۸ج۱ كتاب الطهارة نوع منه فی بيان سنن الوضوء وآدابه مطبوعه كراچی، فتح القدير ص۲۱۲ ج۱ فصل فی الاستنجاء مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] انظر تحت قولهم كل صلوة اديت مع كراهة التحريم تعادای وجوبافی الوقت وامابعده فندباً (الشامی نعمانيه ص۴۸۶ج۱ شامی كراچی ص۶۴ج۲ ايچ ايم سعيد مطلب فی تعريف الاعادة، البحر الرائق ص۳۰۰ج۱ باب صفة الصلاة تحت قول وتعديل الاركان مطبوعه ماجديه كوئٹه، فتح القدير ص۳۰۱ج۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الفكر بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں چلنے سے نماز کا حکم

سوال: امام صحن مسجد میں مع مقتدیوں کے نماز ادا کر رہے ہیں اسی حالت میں بارش ہونے لگی تو ایسی صورت میں کیا امام اور مقتدیوں کو اجازت ہے کہ نماز کے اندر اندر اس مقدار میں چلیں کہ دالان مسجد میں داخل ہو کر بارش سے بچ سکیں جواب مفصل اور مدلل مرحمت فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر مسجد کے صحن سے دالان تین قدم کے فاصلے پر ہے اور اس طرح چل کر وہاں پہونچیں کہ درمیان میں وقفہ نہ کریں بلکہ مسلسل چلیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اگر ایک قدم چل کر ایک رکن کی مقدار ٹھہر جائیں پھر چلیں پھر ٹھہر جائیں پھر چل کر پہونچیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر فاصلہ اس سے کم ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مشٰی مستقبل القبلة هل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشٰی و وقف کذا لک و هٰکذا لاتفسدوان کثرمالم یختلف المکان اھ درمختار وبسط الشامی[1] ص ۴۲۱ ج ۱۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں داڑھی کو ہلاتے رہنا

سوال: اگر کوئی امام نماز کے دوران لگاتار داڑھی کو آگے پیچھے ہاتھ سے ہلاتے رہیں ٹائم

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۴] النجاسة ان کانت غلیظة وهی اکثر من قدر الدرهم فغسلها فریضة والصلوة بها باطلة (الهندیة ص ۵۸ ج ۱ ،الباب الثالث فی شروط الصلوة مطبوعہ مصر فاذا زاد علیه یکون مانعاً الخ عنایه ص ۲۱۶ ج ۱ فصل فی الاستنجاء قبیل کتاب الصلوة دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] الدرالمختار نعمانیه ص ۴۲۱ ج ۱ ،الدرالمختار ص ۶۲۷ ج ۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی مطلب فی المشی فی الصلاة. باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، فتاوی قاضی خان ص ۱۳۴ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلوة مطبوعه دار الکتاب دیوبند، فتاوی هندیه ص ۱۰۳ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة الخ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

دیکھنے کے لئے اور بعض اوقات نماز کے دوران ایسا محسوس ہو کہ یہ نماز کی حالت میں نہیں اور اکثر دونوں ہاتھ سے کپڑے درست کرتا ہو تو ایسے امام کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ امور خشوع وخضوع کے خلاف ہیں۔ ایک رکن میں اگر تین بار ہاتھ اٹھا کر داڑھی کو آگے پیچھے کیا تو بعض فقہاء نے اس کو عمل کثیر قرار دیا ہے جو کہ مفسد صلوٰۃ ہے اسی طرح کوئی ایسا کام کرنا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں یہ بھی عمل کثیر ہے[1] امام صاحب کو چاہئے کہ پوری احتیاط رکھیں اور سنت کے مطابق نماز پڑھایا کریں ورنہ امکان ہے کہ مقتدی ان کو الگ کردیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۱۴۰۰ھ

ایک سے زائد ضرب میں سانپ کو مارنا!

سوال: نماز میں سانپ مارنا جب کہ اس سے تکلیف کا قوی اندیشہ ہو اگرچہ خارج مسجد سے آلۂ ضرب لاکر ہو یا مسجد میں رہتے ہوئے انحراف قبلہ بھی ہو جائے یا تین ضربات سے مارا جائے یا دو تین قدم چلنا پڑے کیسا ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ نورالایضاح، فصل فیما یکرہ للمصلی کے ذیل میں مرقوم ہے وقتل حیة وعقرب خاف اذا هما بضربات وانحراف القبلة.

---

[1] ویفسد ها العمل الکثیر لاالقلیل والفاصل بینهما أن الکثیر هوالذی لایشک الناظرلفاعله أنه لیس فی الصلاة وان اشتبه فهوقلیل علی الاصح وقیل فی تفسیره غیرهذاکالحرکات الثلاث المتوالیات کثیر ودونها قلیل (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۶۲باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها) مطبوعہ مصر۔ النهر الفائق ص۳۷۴ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۳۸۵ج۲ مطلب فی التشبیه باهل الکتاب باب ما یفسد الصلوة الخ.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ عمل ممنوع ومکروہ نہیں لیکن عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجائے گی، یہی قول صحیح ہے قال السرخسی انها لاتفسد بقتلها ولوبعمل كثير ولوبانحراف عن القبلة وصح الحلبی الفساد وهو ماعليهعامة شروح الجامع الصغير ورواية مبسوط شيخ ا لاسلام قال الكمال الحق الفساد فيما يظهر لكن لا اثم بمباشرته فی الصلوة (بحر) ملخصاً الخ الطحطاوی علی مراقی الفلاح [1] (نورالایضاح [2] ص۲۲۲) فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دونوں ہاتھ سے کپڑا ٹھیک کرنا کیا عمل کثیر ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں دونوں ہاتھ سے کپڑا اٹھائے تو نماز کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر اس طرح دونوں ہاتھوں سے اٹھائے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو نماز درست نہیں ہوگی یہ عمل کثیر ہے۔ عمل قلیل سے نماز درست ہوجاتی ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۱ فصل فيما لايكره للمصلی من الافعال، البحر الرائق ص ۳۰ ج ۲ مطبوعه ماجديه كوئٹه، شامی زكريا ص ۴۲۲ ج ۲ مطلب الكلام على اتخاذ المسبحة باب ما يفسد الصلوة الخ، حلبی كبيری ص ۳۵۴ كراهية الصلوة مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] نورالایضاح ص۹۰، فصل فيما لايكره للمصلی.

[3] ويفسد ها العمل الكثير لاالقليل والفاصل بينهما ان الكثير هوالذی لايشک الناظر لفاعله انه ليس فی الصلوٰة وان اشتبه فهو قليل على الاصح (مراقی الفلاح على الطحطاوی ص ۲۶۲ فصل فيما يفسد الصلاة مطبوعه مصر، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۳۸۴ باب ما يفسد الصلاة الخ مطلب فی التشبه باهل الكتاب النهر الفائق ص ۲۷۴ ج ۱ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح على الطحطاوی ص ۲۶۲ باب ما يفسد الصلوة مطبوعه مصر.

ایک رکن میں تین بار کھجلانے سے کیا نماز کو توڑ دے؟

سوال: فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نماز میں کوئی تین مرتبہ ایک رکن میں کھجلائے اور ہر بار حرکت دے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ تو کیا اس صورت میں نیت توڑ دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر ایک رکن میں تین بار کھجلائے تو نیت نہ توڑے پھر بعد میں دوبارہ اس نماز کو ادا کریں تو اچھا ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۹/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۹/۶ھ

پکی گھموری کا کھجلانا

سوال: نماز پڑھتے وقت اگر پکی گھموری کھجلا دی (اندھوری) تو اس سے پانی نکل آئے گا، کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی (اندھوری گھموری سے مراد گرمی کا دانہ ہے)۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر وہ پانی بہہ جائے تو نماز بھی فاسد ہوجائیگی اور وضو کی بھی دوبارہ ضرورت ہوگی ورنہ نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۷/۳ھ

---

[1] ولوحک المصلی (جسده مرة او مرتين)متواليتين (لاتفسد)صلوته للقلة ولوفعل ذلک (مرارامتواليات) ای فی رکن واحد (تفسد صلاته لانه کثير (حلبی کبیری ص۴۴۸ فصل فيما يفسد الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، رد المحتار علی الدر الختار زکریا ص۴۰۷ ج۲ باب ما يفسد الصلوة الخ قبيل مطلب فی الخشوع، فتاوی هنديه، ص۱۰۴ ج۱ الباب السابع فيما يفسد الصلاة الخ النوع الثانی فی الافعال المفسدة للصلاة مطبوعه دار الکتاب ديوبند. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عمل کثیر کا حکم

سوال: دونوں ہاتھوں سے ایک وقت میں کام کرنا نماز پڑھتے ہوئے کیسا ہے۔ مثلاً رکوع میں سے کھڑے ہوکراور سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائجامہ یادھوتی کو درست کرنا کیسا ہےاوراگرکوئی شخص جان بوجھ کرایسا کرتا ہےتوایسے شخص کا کیا حکم ہے آیا نماز ہوگی یانہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جوکام عادۃً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہےبعض فقہاء کے نزدیک ایسا کام نماز میں کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے معمولی طریقہ سے اگر پائجامہ یادھوتی کومختصر سا سہارا دیا کہ سجدہ میں رکاوٹ نہ ہو یا کشف عورت نہ ہوزیادہ حرکت نہیں ہوتی تواس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور ہاتھوں کوایسی حالت میں زیادہ حرکت دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے[1]۔ تاہم اس سے اجتناب کرنا بہرحال بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عمل کثیر کی تفصیل

سوال: نماز کے کسی رکن میں تین مرتبہ کھجلانا نماز کے لئے مفسد ہے؟ آج کل ایک عالم

(گذشتہ کا بقیہ) [2] ومنها (اى من النواقض) ما يخرج من غير السبلين ويسيل الىٰ مايطهرمن الدم والقيح والماء لعلة الخ عالمگیری ص۱۰ ج۱ (مطبوعه كوئٹه) هدايه ص۲۸ ج۱ فصل فى نواقض الوضوء مطبوعه ياسر نديم ديوبند، الدر مع الرد كراچى ص۱۳۴ ج۱ كتاب الطهارة، مطلب نواقض الوضوء.

(صفحہ ہذا) [1] ان مايعمل عادة باليدين كثير وان عمل بواحدة كالتعمم وشدالسراويل وماعمل بواحدة قليل وان عمل بهما كحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها الا اذا تكررثلاثاً متوالية(الشامى ص۴۲۰ ج۱، مكتبه نعمانيه مطلب فى التشبه باهل الكتاب . باب ما يفسد الصلاة، رد المحتار على الدر المختار زكريا ص۳۸۵ ج۲ طحطاوى على مراقى الفلاح ص۲۶۲ باب ما يفسد الصلاة مطبوعه مصر فتاوى هنديه ص۱۰۲ ج۱ الباب السابع فيما يفسد الصلاة الخ النوع الثانى فى الافعال المفسدة للصلاة مطبوعه دار الكتاب ديوبند النهر الفائق ص۲۷۴ ج۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اپنے وعظوں میں اکثر بیان کرتے رہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے نماز نہیں ہوتی ہے اور حوالہ فتاویٰ عالمگیری کا دیتے ہیں غالباً اس کو عمل کثیر جان کر مذکورہ فتوی دیا جاتا ہے حالاں کہ عمل کثیر کے متعلق کئی قول ہیں۔ تین قول فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لئے حکم لگانے میں احتیاط ضروری ہے نماز کی جس قدر تاکید ہے اسی قدر شریعت نے رخصتیں بھی دی ہیں، سو ضرورت کے تحت جسم کھجلانے کی اجازت ہونی چاہئے جب کہ عرب کے موسم پانی کی کمی اور موٹے کپڑوں کے عام استعمال سے اس کی ضرورتیں عہد رسالت کے اندر لوگوں کو پیش آتی رہی ہوں گی، بے ضرورت جسم یا کپڑے سے کھیلنا تو ضرور مفسد نماز اور عمل کثیر ہونا چاہئے مگر ضرورت کے تحت اگر ہاتھ بغیر کسی التفات قلبی کے تین مرتبہ لگ گیا تو کیا عمل کثیر کا ہونا یقینی ہو گیا اور ایسا کرنے والے کو نماز دوہرانا ضروری ہے حدیث وفقہ کے سلسلہ میں مفسدات نماز میں اس کا تذکرہ نہ مل سکا فی رکن کا ماخذ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے اس کی تفسیر میں پانچ قول ہیں، کبیری[1] شرح منیۃ المصلی ص ۴۱۸ میں تفصیل مذکور ہے۔ الدر المختار[2] ص ۴۱۹ میں پانچ اقوال نقل کئے ہیں فیه اقوال خمسة اصحها مالا یشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله انه لیس فیها اھ بدائع[3]، زیلعی[4]، محیط[5]، قاضی[6] خاں، خلاصہ سے اسی قول کی ترجیح، تحسین تصویب نقل کی ہے[7] ایک رکن میں تین دفعہ مستقلاً ہاتھ

---

[1] کبیری ص ۴۱۸ باب مایفسد الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] درمختار علی الشامی کراچی ص ۶۲۴ ج ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها مطبوعه زکریا ص ۳۸۵ ج ۲.

[3] بدائع الصنائع کراچی ص ۲۴۱ ج ۱ کتاب الصلاة. فصل فی بیان حکم الاستخلاف

[4] زیلعی ص ۱۶۵ ج ۱ مطبوعه امدادیه ملتان. باب ما یفسد الصلاة.

[5] محیط ص ۱۶۳ ج ۲ الفصل الخامس فی بیان ما یفسد الصلاة، النوع الثانی فی بیان الافعال المفسدة. مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[6] قاضی خان علی هامش الهندیة ص ۱۳۰ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[7] وفیه أقوال خمسة اصحها مالا یشک الخ صححه فی البدائع وتابعه الزیلعی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اٹھا کر کھجلانے کو کبیری میں مفسد صلوٰۃ لکھا ہے[1] اس صریح جزئیہ کی وجہ سے غالباً ان عالم صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہوگا اس جزئیہ کی بنیاد بھی عمل کثیر ہے جس کی تشریح میں پانچ قول ہیں راجح قول اوپر مذکور ہوا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹۶ھ

قہقہہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے

سوال: رکوع سجدہ والی نماز میں بالغ مرد کے قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ نماز میں ہنسی کا واقعہ عملاً شاید ظہور پذیر ہوتا ہو۔ میرے علم میں تو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ پھر یہ کہ اس صورت میں کسی چیز کا جسم سے اخراج بھی نہیں ہوتا ہے، کہ وضوٹوٹ جائے، اس طرح یہ ایک غیر عقلی بات ہے۔ اس لئے لامحالہ اس کے لئے کوئی نص ہونی چاہئے جب ہی یہ امر لائق اتباع ہوسکتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس مسئلہ سے متعلق متعدد صحابہؓ نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے احادیث نقل کی ہیں۔ امام زیلعی[3] نے نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷ سے ۵۰ تک ان کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مراسیل ان کے علاوہ ہیں جو ص ۵۴ تک ہیں۔ جن صحابہ کرامؓ نے مرفوعاً احادیث نقل کی ہیں ان کے اسماء یہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) والوالجی وفی المحیط أنه الأحسن وقال الصدر الشهید إنه الصواب وفی الخانیة والخلاصة إنه اختیار العامة وقال فی المحیط وغیره رواه الثلجی عن اصحابنا، حلیه، رد المحتار علی الدر المختار زکریا ص ۳۸۵ ج ۲ مطلب فی التشبه باهل الکتاب الخ باب ما یفسد الصلوة الخ.

(صفحہ ہذا) [1] وحک المصلی جسده مرة او مرتین متوالیتین لاتفسد صلوته للقلة وکذا لاتفسد اذا فعل ذلک الحک مرارا غیر متوالیات بان لم تکن فی رکن واحد ولو فعل ذلک مراراً متوالیات ای فی رکن واحد تفسد صلاته لانه کثیر (کبیری ص ۴۴۸ باب مایفسد ومایکره فیها مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ملاحظه هو البحر الرائق ص ۱۱ ج ۲ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[3] نصب الرایة ص ۴۷ تا ۵۴ ج ۱ کتاب الطهارة حکم القهقهة فی الصلاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عمران ابن الحصین، حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہم[1] نیز اس مسئلہ پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے ''السهسهة فی نقض الوضوء بالقهقهة'' فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۹۵ھ

معمولی ہنسی سے نماز فاسد ہوگئی وضو نہیں ٹوٹا

سوال: جمعۃ الوداع کے دن زید کو جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت پڑھتے وقت کچھ ایسی بات ذہن میں آ گئی کہ اس کو بہت ہی ہلکی سی ہنسی آ گئی کہ اس کے کانوں تک ہی آواز پہونچی۔ لیکن اتنی آواز ہنسی میں نہیں نکلی کہ بغل میں بیٹھا ہوا شخص سن سکے۔ تو کیا ایسا کرنے سے وضو ٹوٹ جائیگا اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور ایک شخص سے اس نے یہ بھی سنا تھا کہ جو بغیر وضو کے نماز پڑھے وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ تو کیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس نے جتنے بھی پہلے نیکی کے کام کئے وہ سب ضائع ہوگئے۔ تو کیا اس کو پھر سے کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہونا چاہئے۔ اگر یہ سب جانتے ہوئے کہ وضو ٹوٹ گیا ہنسنے سے اور پھر بھی اس خوف سے کہ وضو کرنے جائے گا تو اس کی جگہ چلی جائے گی تو وہ وضو کرنے نہیں گیا اور جمعہ کی جماعت سے فرض پڑھے اور پھر سنن ونوافل پڑھ کر گھر چلا گیا۔ تو کیا اس کو اس پوری نماز کا اعادہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور وہ یہ سب جاننے کے لئے بہت بیقرار ہے۔ آپ برائے مہربانی جواب نیچے لکھ کر ارسال فرمائیں۔ وہ سنن ونوافل کا اعادہ تو کرسکتا ہے لیکن وہ فرائض کا اعادہ کیسے کرے؟ جب کہ اس نے

---

[1] الحديث الثانی والعشرون قال النبی صلی الله عليه وسلم ألامن ضحک منكم قهقهة فليعد الصلاة والوضوء جميعا، قلت فيه أحاديث مسندة وأحاديث مرسلة أما المسندة فرويت من حديث ابی موسٰی الأشعری وأبی هريرة وعبد الله بن عمر وأنس بن مالک وجابر بن عبد الله وعمران ابن الحصين وأبی المليحؓ، نصب الراية ص۴۷ ج۱ كتاب الطهارة حكم القهقهة فی الصلاة مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

فرض نماز جماعت سے پڑھی اور جمعہ کے دو فرض ہوتے ہیں اور ظہر کے چار۔ تو چار دہرائے یا دو؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جس نماز میں اس کو اتنی ہنسی آئی کہ خود اپنی آواز سن لی اور بغل والے آدمی نے نہیں سنی تو اس سے اسکی وہ نماز ٹوٹ گئی مگر وضو پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑا[1] لہٰذا اس کے بعد نماز جمعۃ الوداع اور بعد والی سنت ونوافل سب درست ہوگئی۔ نہ اسلام سے خارج ہوا اور نہ اس نماز کا اعادہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۱ھ

خیالات آنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی

سوال: نماز میں طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور سجدہ میں دعائیں دل سے نکلنے لگتی ہیں۔ نماز میں کچھ حرج واقع ہونے لگتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے کیا کرنا چاہئے

الجواب: حامداً و مصلیاً!

محض خیالات آنے یا دل سے دعا نکلنے سے نماز میں خلل نہیں آتا[2] خداوند تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا تصور کر کے نماز پڑھے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔[3] اور ہر رکن کے آداب

---

[1] مایکون مسموعاً له دون جیرانه وهوعلی ماقیل تفسد الصلاة دون الوضوء (هدایه ص۲۷ ج ۱ فصل فی نواقض الوضوء عالمگیری ص۱۲ ج ۱ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء مطبوعه دار الکتاب دیوبند، شامی کراچی ص۱۴۵ ج ۱ کتاب الطهارة، مطلب نوم الأنبیاء غیر ناقض.

[2].....عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ فِی صَدْرِهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَکَلَّمْ مشکوٰة شریف ص۱۸ باب فی الوسوسة مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے دلوں میں آنے والے وساوس کو معاف کر دیا ہے جب تک اس پر عمل یا کلام نہ کیا جائے۔

[3].....قال ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک مشکوٰة شریف ص۱۱ ج۱، کتاب الایمان مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اسلئے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔

کی رعایت رکھی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ نماز کا حظ حاصل ہوگا اور خیالات بھی پریشان نہیں کریں گے۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ

چوتھی رکعت پر قعدہ نہیں کیا

سوال: ایک روز نماز عصر ہو رہی تھی۔ پوری چار رکعت ہوگئیں امام صاحب پانچویں رکعت کے واسطے کھڑے ہوگئے مقتدیوں نے لقمہ بھی دیا مگر اس کو یاد تھا کہ رکعتیں تین ہوئی ہیں اور پانچویں رکعت پوری کر کے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا نماز ہوئی یا کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر وہ چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا اور پانچ رکعت پڑھ لی ہیں تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھی جائے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دوسری رکعت پڑھ کر قیام پھر فوراً ہی قعود کیا مفسد صلوٰۃ ہے

سوال: چار رکعت والی نماز میں اگر امام صاحب قعدۂ اولیٰ نہ کر کے بالکل کھڑا ہو جائے

---

[۱] ولها آداب تركه لا يوجب إساء ة ولا عتابا لكن فعله افصل، نظره الى موضع سجوده حال قيامه والٰى ظهر قدميه حال ركوعه والٰى ارنبة أنفه حال سجوده والٰى حجره حال قعوده والٰى منكبه الأيمن والأيسر عند التسليمة الاولٰى والثانية لتحصيل الخشوع الخ در مختار مختصراً ص۱۷۵ ج۲ كتاب الصلوة آداب الصلوة، مطبوعه زكريا طحطاوى مع المراقى ص۲۲۴ فصل من آدابها، مطبوعه مصرى، سكب الانهر ص۱۳۶ ج۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲].....والقعدة الاخيرة فرض فى الفرض والتطوع حتى لو صلى ركعتين ولم يقعد فى آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته. عالمگيرى كوئٹه ص۷۱ الفصل الاول فى فرائض الصلاة. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۳۸۱ ج۱ باب سجود السهو. مطبوعه مصر، حلبى كبيرى ص۲۸۹ السادس القعدة الأخيرة مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

اور پھر قعود کی طرف لوٹ آئے اور بعد میں سجدۂ سہو بھی ادا کرے تو کیا نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں اگر صحیح ہوجائے تو کتب فقہ کی یہ تصریح کہ فسدت صلوته علی الصحیح کمافی الحاشیة نورالایضاح کنزالدقائق وغیرہ اور بعض کتابوں کے اندر بطلت صلوٰته کمافی القدوری اس کی کیا صورت ہے اور کیا جواب ہے اور اگر صحیح نہ ہو تو بعض کتبِ فقہ کے اندر بلا کراہت نماز جائز ہے کہنے کی کیا وجہ ہے۔ کمافی فتاویٰ رحیمیہ۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

وان عاد الساهی عن القعود الاول الیه بعد ما استتم قائما اختلف التصحیح فی فساد صلاته وارجحهما عدم الفساد لان غایة مافی الرجوع الی القعدة زیادة قیام فی الصلوٰة وهو وان کان لا یخل لکنه بالصحة لایحل لان زیادة مادون رکعة لایفسد وقد یقال انه نقص للاکمال فانه اکمال لانه لم یفعله الاّ لاحکام الصلوٰة . وقال صاحب البحر والحق عدم الفساداھ قوله: ارجحهما عدم الفساد قد بالغ فی المنتقیٰ فی رد القول بالفساد وجعله غلطاً لانه تاخیر لارفض اھ (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[1] ص ۳۸۰ مطبوعه مصریه باب سجود السهو) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ عدم فساد کا قول راجح ہے حق ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/ ۱۴۰۱ھ

عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا

سوال: عورتوں کا افرادِ خانہ کے سامنے باریک دوپٹہ یا رومال کی قسم کا چھوٹا کپڑا جس سے بال نہیں چھپتے اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1].....(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸۰ باب سجود السهو مطبوعه مصر، البحر الرائق ص ۱۰۱ ج ۲ باب سجود السهو، مطبوعه کوئٹه، الدر المنتقی ص ۲۲۲ ج ۱ باب سجود السهو، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر سر کے بال نہیں چھپتے تو نماز نہیں ہوتی، اگر چہ وہاں کوئی نامحرم نہ ہو بلکہ سب محرم ہوں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کا جہراً نماز پڑھنا

سوال: عورت اگر بالجہر نماز پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور اس طرح جس نے نماز پڑھی ہے ان نمازوں کو قضا کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بعض فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے[2] جہر سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی[3] اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جہر سے نہ پڑھے۔ جو نمازیں جہر سے پڑھ چکی ہے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/ ۹۰ھ

---

[1] لایجوز الا اذا سترت به رأسها وجميع جسدها كذا فی محيط السرخسی (الهندية ص ۵۹ ج ۱ مطبوعه مصر الباب الثالث فی شروط الصلاة وكشف ربع ساقيها يمنع وكذا الشعر الخ البحر الرائق ص ۲۷۰ ج ۱ مطبوعه ماجديه كوئٹه، زيلعی ص ۹۶ ج ۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[2] لانها ان خفضت صوتها اخلت بالاعلام وان رفعته ارتكبت معصية لانه عورة (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۶۰ مطبوعه مصر) باب الاذان

لا تلبی جهراً لان صوتها عورة (الشامی نعمانيه ص ۲۷۲ ج ۱ مطلب فی سترالعورة شامی ص ۴۰۶ ج ۱ دارالفكر، بيروت، النهر الفائق ص ۱۸۳ ج ۱ باب شروط الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وعلی هٰذا لو قيل اذا جهرت بالقراء ة فی الصلوة فسدت كان متجها الخ شامی كراچی ص ۴۰۶ ج ۱ باب شروط الصلوة.

محاذاۃ

سوال: اس عورت کی بابت کیا حکم ہے جس کی عمر تقریباً ۴۵/ یا ۵۰/سال ہے وہ ہر وقت مسجد میں باجماعت نماز کو آتی ہے کبھی پیچھے تنہا کھڑی ہوتی ہے کبھی مردوں کے ساتھ بائیں طرف ہاتھ دو ہاتھ فاصلہ پر کھڑی ہوتی ہے کیا شرعاً جائز ہے یا کیا صورت کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

الفتویٰ فی زماننا علیٰ انهن لایخرجن وان کن عجائز الیٰ الجماعات لا فی اللیل ولافی النهار لغلبة الفتنة والفساد وقرب یوم المعاد[1] اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو جماعت کی شرکت کے لئے مسجد میں آنا منع ہے یہ حکم تو مسجد میں آنے کے متعلق ہے نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورت کی نماز صحیح نہیں ہوئی مردوں کی صحیح ہوگئی اگر عورت کی امامت کی نیت کی ہے اور عورت بھی اس نماز میں ہے جس میں اس کے قریب کھڑا ہونے والا مرد ہے اور مکان بھی متحد ہے اور مکان کے درمیان کوئی حائل بھی نہیں ہے تو جس مرد کے پاس وہ عورت کھڑی ہے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر کم از کم ایک ہاتھ کے فصل سے کھڑی ہے یا مرد نے اس کو پیچھے ہونے کا اشارہ کیا اور وہ پیچھے نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ **ومحاذاة المشتهاة بساقها وکعبها فی الاصح ولومحرماله اوزوجة اشتهیت ولوماضیاً کعجوز شوهاء فی اداء رکن عند محمد اوقدره عند ابی یوسف فی صلاة ولو بالایماء مطلقة فلاتبطل صلاة الجنازة اذلاسجودلها مشترکة تحریمة باقتدائهما بامام او اقتدائها به فی مکان متحدولوحکما بقیا مها علیٰ مادون قامة بلاحائل قدرذراع او فرجة تسع رجلا ولم یشرالیها لتتأخرعنه فان لم تتأخر باشارته فسدت صلاتها لاصلاته ولا یکلف بالتقدم عنها لکراهته وتاسع شروط**

---

[1].....نفع المفتی والسائل ص۷۴ باب ما یتعلق بالجماعة. فی زماننا الفتوی علی حرمة خروج المرأة شابة مکتبه رحیمیه دیوبند، فتح القدیر ص۳۶۶ج۱ باب الامامة، دار الفکر بیروت، الدر مع الرد زکریا ص۳۰۷ج۲ باب الامامة، مطلب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ.

المحاذاة المفسدة ان یکون الامام قدنویٰ بامامتها فان لم ینوها لاتکون فی الصلوٰة فانتفت المحاذاة اھ مراقی[1] الفلاح هامش الطحطاوی ص۱۹۲۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/۳/۵۵ھ، صحیح: عبداللطیف ۱۰/ربیع الاول ۵۵ھ

محاذاۃ

سوال: زید اور اس کی بیوی ایک مصلے پر ایک دوسرے سے مل کر نماز گذارتے ہیں اور نیت بھی ہر ایک کی علیحدہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز درست ہے کس کا قول صحیح ہے اور کس امام کے قول پر فتویٰ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب دونوں کی نماز علیحدہ علیحدہ ہے تب تو ایسی صورت میں کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے مکروہ ہوتی ہے **(ویفسدها) محاذاة المشتهاة بساقها وکعبها فی الاصح ولومحرماً له اوزوجته فی صلا ته مطلقة مشترکة مراقی الفلاح قوله مشترکة احترزبه عن محاذاة المصلیة لمصل لیس هوفی صلا تها حیث تکره ولاتفسد اھ طحطاوی[2]** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۹/شعبان

---

[1] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۲۶۷.۶۸ مطبوعه مصر. مطبوعه دمشق ص۱۸۰، ۱۸۱ باب مایفسدالصلاة، بحر کوئٹه ص۳۵۴ج ۱ باب الامامة، الدر مع الشامی زکریا ص۳۱۴تا۳۲۰ج۲ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۶۷.۶۸ مطبوعه مصرباب مایفسد الصلاة، الدر مع الشامی زکریا ص۳۱۷ج۲ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، بحر کوئٹه ص۳۵۵ج ۱ باب الامامة.

حرمین شریفین میں محاذات

سوال: حرمین شریفین میں حج کے موقعہ پر بھیڑ کے سبب عورتیں مردوں کے ساتھ مل کر نمازِ فرض شروع کر دیتی ہیں تو ایسے موقع پر کئی صورتیں ہوتی ہیں۔(۱) سامنے اگلی صف میں عورت ہے۔(۲) بغیر فصل دائیں اور بائیں ہے۔(۳) ایک آدمی کے فصل سے دائیں اور بائیں ہے۔ (۴) عین پیچھے ہے۔(۵) آگے ایک دو صف بعد ہے۔تو ان صورتوں میں سے کس کس میں نماز درست ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حنفیہ کے نزدیک عورت اگر جماعت میں شریک ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔ ایسی حالت میں عورت اگر دائیں یا بائیں ہو متصلاً یا سامنے ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی جس کے دائیں یا بائیں یا آگے ہے۔ اگر دائیں یا بائیں فاصلے سے ہے یا پیچھے ہے تو اس مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔لیکن اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی ہے تو مرد کی نماز عورت کے داہنے یا بائیں یا آگے ہونے سے فاسد نہیں ہوگی البتہ عورت کی نماز صحیح نہیں ہوگی **واذا حاذته امرأة مشتهاة ولاحائل بينهما فی صلوٰة مطلقة مشتركة تحريمة واداءً واتحدت الجهة فسدت صلوته ان نویٰ الامام امامتها والا فسدت صلوٰتها. تنویر الابصار.** شامی[1] ص ۳۸۷ ج ۱۔

عرصہ ہوا امامِ حرم سے دریافت کیا گیا تھا، انہوں نے بتایا تھا کہ ہم عورت کی امامت کی نیت کرتے ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۱۴۰۶ھ

---

[1].....الشامی ص ۳۸۴ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ شامی کراچی ص ۵۷۲ ج ۱ مطلب فی الکلام علی الصف الاول. باب الامامة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۶۷ باب ما یفسد الصلاة، بحر کوئٹہ ص ۳۵۴ ج ۱ باب الامامة.

مسئلۂ محاذاۃ

سوال: زید امام ہے تنہا اس کی بیوی اس کے اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتی ہے تو وہ کہاں کھڑی ہو وہ اور زید کی نابالغ لڑکی زید سے مل کر داہنی طرف کھڑی ہوسکتی ہے یا زید کی کوئی بالغ محرم اس کے داہنے طرف مل کر کھڑی ہوسکتی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بیوی نابالغ لڑکی بالغ لڑکی سب ہی پیچھے کھڑی ہوں کوئی برابر میں نہ کھڑی ہو[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۸۹ھ

گھر میں محارم کے ساتھ محاذات

سوال: اگر مرد اپنے گھر میں جماعت کرائے اور اس کے پیچھے ماں بہن بیٹی اقتداء کریں اور جب وہ سجدہ میں جائیں تو ان میں سے کسی ایک کا سر مرد کے پاؤں سے لگ جائے تو کیا دونوں میں سے کسی کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

(۲) اگر اسی طرح گھر کی جماعت میں بیوی بھی شریک ہو اور سجدہ کے وقت بیوی کا سر مرد کے پاؤں سے (بقدر ایک رکن) لگ جائے تو کیا کسی کی نماز فاسد ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہ محاذاۃ مفسدہ کی صورت نہیں۔ لو اقتدیت به متاخرة عنه

---

[1] وإذا حاذته مشتهاة حالا كبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمة (در مختار) ولو محرمه أو زوجته..... وصحح الزيلعي وغيره أنه لا اعتبار بالسن من السبع انما المعتبر أن تصلح للجماع بان تكون عبلة ضخمة، والعبلة المرأة التامة الخلق (شامی زکریا ص۳۱۶ ج۲ باب الامامة مطلب فی الكلام على الصف الاول، طحطاوی على المراقی ص۲۶۷ باب ما يفسد الصلاة، طبع مصر بحر كوئٹه ص۳۵۵ ج۱ باب الامامة.

بقد مها صحت صلا تهما وان لزم منه محاذاة بعض اعضائها لقدمه او غيره فی حالة الركوع او السجود لان المانع ليس محاذاة ای عضومنها لای عضومنه ولا محاذاة قد مه لای عضو منها بل المانع محاذاة قد مها فقط لای عضومنه اھ ردالمحتار ص۴۲۳۔[1]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۶ھ

سلام قبل الامام سے متعلق تذکرۃ الرشید اور تذکرۃ الخلیل کی عبارتوں میں تعارض

سوال: اگر مقتدی امام سے پہلے کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ختم کردے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگی تو اس عبارت اور حاشیہ کا کیا مطلب ہے جو کہ تذکرۃ الرشید ص ۱۷۹ میں لکھی ہوئی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

اس عنوان کو اس مسئلہ پر ختم کرتا ہوں جس کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے نہایت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا اور کہا کہ سننے والے دوسروں کو پہونچادیں۔ عام لوگ اس کی طرف سے غافل ہیں اور یہ غفلت ان کو بہت نقصان پہونچارہی ہے۔ وہ یہ کہ امام کے پہلے سلام ختم ہونے سے پہلے اگر مقتدی سلام ختم کردے گا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (اور حاشیہ یہ ہے) مطلب یہ ہے کہ امام اکثر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہے اور سلام پھیرتا ہے اور مقتدی اس کلمہ کو جلد ختم کرلیتے ہیں۔ پس اگر امام کی زبان سے لفظ ''ورحمۃ اللہ'' ختم ہونے سے پہلے مقتدی نے یہ الفاظ تمام کرلئے تو چونکہ امام سے پہلے مقتدی نے نماز ختم کی۔ اس لئے مقتدی کی نماز جاتی رہی۔

[1] شامی کراچی ص ۵۷۲ ج ۱ باب الامامة، مطلب فی الكلام على الصف الاول، شامی زکریا ص ۳۱۵ ج ۲، بحر کوئٹہ ص ۳۵۴ ج ۱ باب الامامة.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مقتدی نے امام کے لفظ السلام ختم کرنے کے بعد اپنا سلام شروع کیا ہے تو اس کی نماز درست ہوگئی اگر چہ ورحمۃ اللہ امام سے پہلے ہی ختم کر دیا ہو۔ وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیه درمختار علیٰ هامش الشامیه[1] ص ۴۳۸ ج ۱، تذکرۃ الرشید میں جو مسئلہ ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے، وہاں صرف سلام مذکور ہے۔ نہ کہ ورحمۃ اللہ محشی نے تذکرۃ الخلیل[2] میں خود اس کے خلاف کہا ہے اور تذکرۃ الرشید[3] کا حوالہ بھی اس کے حاشیہ میں دیا ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

---

[1] الدرالمختارعلی الشامی ص ۳۱۴ ج ۱ مکتبه نعمانیه باب صفة الصلوٰة مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایه اذا وافقها روایة الخ. مطبوعه کراچی ص ۴۶۸ ج ۱.

[2] تذکرۃ الخلیل کی عبارت یہ ہے ''ایک دن عصر کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شویل صاحب نے اس شامی حاجی کو کشاں کشاں لاکر حضرت کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اس نے دوسرا سلام امام سے پہلے پھیر دیا جب اسکو منع کیا تو اس نے کہا میں نے تو حضرت کو ایسا کرتے دیکھا ہے، کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں کر سکتے ہیں'' اس پر حاشیہ ہے ''تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۷۹ میں یہ مسئلہ غلط لکھا گیا صحیح یہ ہے کہ جو یہاں مذکور ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی (عاشق الٰہی)'' اسی حاشیہ میں آگے یہ عبارت مرقوم ہے ''از مفتی محمود صاحب گنگوہی تذکرۃ الرشید میں ص ۱۷۹ پر سلام اول کا ذکر ہے یہاں دوسرے سلام کا لہذا دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں ۱۲۔'' تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۲ بعنوان ''قاضی شویل کی ہٹ دھرمی اور عہدہ سے تنزلی'' مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور۔

[3] ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید ص ۱۷۹ ج ۱ اشبہات فقہیہ ومسائل مختلف فیہا ش ۳۵، کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور۔

[4] نعم تکون المتابعة فرضا بمعنی أن یاتی بالفرض مع امامه او بعده کما لو رکع امامه فرکع معه مقارناً او معاقباً (إلی قوله) والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلاثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل ان یقارن احرامه لاحرام إمامه. ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشارکة فی باقیة ومتراخیة عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلاثة یکون فرضاً فی الفرض وواجبا فی الواجب وسنة فی السنة الخ (شامی زکریا ص ۱۶۶ ج ۲ باب صفة الصلوة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام)

حضرت فقیہ الامتؒ کے تحریر فرمودہ جواب کی دلیل مذکورہ عبارت معلوم ہوتی ہے، تذکرۃ الرشید میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح ہے، البتہ عام کتب میں مسئلہ اس طرح ہے کہ ''اگر مقتدی نے قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے نماز پوری کر دی اور منافیٔ صلات کوئی کام بھی کر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے، عذراً گر ہو تو کراہت بھی نہیں۔ ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز وکره أی لو اتم المؤتم التشهد (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سلام قبل الامام

سوال: ایک مقتدی مدرک نے امام کے سلام سے قبل سلام پھیر دیا خواہ سہواً یا عمداً تو اس شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر سہواً امام سے پہلے سلام پھیر دیا پھر یاد آ گیا تو ٹھہرا رہے اور امام کے اتباع میں دوبارہ سلام

(گذشتہ کا بقیہ) بأن اسرع فيه وفرغ منه قبل اتمام امامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أو قيام جاز لأن المفروض من القعدة قدر اسرع ما يكون من قراء ة التشهد وقد حصل وإنما كره للمؤتم ذالک لتركه متابعة الامام بلا عذر فلو به كخوف حدث أو خروج وقت أو مرور مار بين يديه فلا كراهة (الدر مع الرد زكريا ص ۲۴۰ ج ۲ باب صفة الصلوة، مطلب فی خلف الوعيد وحكم الدعاء بالمغفرة الخ، هنديه كوئٹه ص ۷۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الاول ..... اس سلسلہ میں بغرض بصیرت فتاویٰ دارالعلوم سے ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال : تذکرۃ الرشید میں ہے کہ اگر مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی اور شامی بحر عالمگیری بحر الرائق وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مقتدی کی اس صورت میں ہوجائے گی لیکن مع الکراہت اس مسئلہ کو مصرح تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب : یہ مسئلہ جو تذکرۃ الرشید سے نقل فرمایا ہے یہ فرع ہے وجوب متابعت امام کی کیونکہ متابعت کے معنی یہ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ ارکان وواجبات کو ادا کرے یا اس کے بعد ادا کرے پہلے نہ کرے یعنی تقدیم ممنوع ہے جیسا کہ شامی میں تحقیق متابعت میں نقل فرمایا ہے نعم تكون المتابعة فرضا بمعنى أن يأتى بالفرض مع امامه أو بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارنا أو معاقبا (إلى أن قال) والحاصل أن المتابعة فى ثلثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل أن يقارن احرامه لاحرامه وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه اور چونکہ اس میں دو قول ہیں کہ مقتدی اقتداء امام سے کس وقت خارج ہوتا ہے درمختار میں مشہور مذہب یہ لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظ السلام کہا تو اقتداء ختم ہوجاتی ہے پس اس قول کے موافق تو لفظ السلام میں تقدیم نہ کرنی چاہئے ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سلام ثانی سے اقتداء ختم ہوتی ہے تو اس قول کے موافق پورا السلام علیکم ورحمۃ اللہ امام کے ساتھ یا پیچھے ہونا چاہئے اگر پہلے ختم کردے تو نماز مقتدی کی موافق اس قول کے فاسد ہوگی پس تذکرۃ الرشید میں احتیاطاً اس قول کو اختیار فرمایا ہوگا وتنقضى قدوة بالاول قبل عليكم على المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافا للتكملة (در مختار) حيث صحح ان التحريمة انما تنقطع بالسلام الثانى (شامى) اور اگر کوئی دوسری عبارت پیش نظر ہے تو اس سے مطلع فرمائیے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۳۷۳ ج ۳ فصل خامس امام کی پیروی اور دیگر مسائل، طبع زکریا دیوبند)

پھیر دے بشرطیکہ کوئی اور قول یا فعل منافی صلوٰۃ نہ کیا ہو ورنہ اس کے ذمہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا[1] اگر عمداً امام سے پہلے سلام پھیر کر نماز سے خارج ہوگیا تو دوبارہ پڑھے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اللہ کے شروع میں مَد

سوال: ایک امام بجائے اللّٰہ اکبر کے آللّٰہ اکبر پڑھتا ہے۔ اس کو کہا گیا کہ تم صحیح پڑھا کرو تو وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نزدیک بالکل اللّٰہ اکبر ہی پڑھتا ہوں۔ مگر تمہیں آللّٰہ اکبر معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ کبھی اللّٰہ اکبر صحیح کہتا ہے اور کبھی غلط اب اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ رکھی ہے جیسا حکم ہو کروں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر امام مذکور اللّٰہ اکبر میں اللہ کے شروع میں الف پر مد پڑھتا ہو اور اس کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ میں ایسا کرتا ہے تو نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا۔ اگر علم ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ اس سے معنی میں کیا خرابی ہے تو پھر قصداً ایسا کرنے سے کفر کا خوف ہے لومدالف اللّٰہ لایصیر شارعاً خیف علیہ الکفران کان قاصدا.اھ

---

[1] ان سلم قبل تسلیم الامام او سلمامعاً لایلزمہ لان سہوہ سہوالمقتدی وسہو المقتدی متعطل (بدائع الصنائع ص۱۷۶ج۱مطبوعہ کراچی) فصل واما بیان من یجب علیہ سجود سہو.

[2] فاذا سلم الامام فان کان ذاکراً لماعلیہ من القضاء فسدت صلاتہ لانہ سلام عمدوان لم یکن ذاکراً لہ لاتفسد لانہ سلام سہو فلم یخرجہ عن الصلاۃ (بدائع ص۱۷۶ ج ۱ مطبوعہ کراچی فصل فی بیان من یجب علیہ سجود السہو.) الشامی نعمانیہ ص۴۹۹ج ۱ (باب سجود السہومکتبہ نعمانیہ دیوبند) ہندیہ ص۹۱ج ۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق البحرالرائق ص۱۰۰ ج۲ باب سجود السہومکتبہ ایچ ایم سعید کراچی.

بحر[1] ج ۱ ص ۳۱۴، اعلم ان المدان کان فی اللّٰہ فاما فی اولہ او اوسطہ او اٰخرہ فان کان فی اولہ لم یصربہ شارعاً وافسد الصلوٰۃ لوفی اثنائھا ولایکفر ان کان جاھلاً لانہ جازم والاکفار للشک فی مضمون الجملۃ اھ شامی[2] ص ۵۰۰ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سمع اللّٰہ لمن حمدہ کے بجائے سمع اللّٰہ من حمدہ کہا

سوال: امام بجائے سمع اللہ لمن حمدہ کے سمع اللہ من حمدہ کہتا ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہ ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن صحیح الفاظ ادا کرنیکی کوشش واہتمام لازم ہے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

امام سے پہلے سانس توڑنے کی بحث

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر امام نے دونوں سلام کے اندر سانس توڑ دیا تو کسی کی نماز نہ ہوگی۔ بکر کہتا ہے کہ امام قرأت سے آہستگی سے سلام پھیر لے اور اس کے قبل یعنی امام سے پہلے مقتدی

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۱۴ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ. واذا راد الدخول فی الصلاۃ کبر الخ

[2] الشامی ۳۲۳ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ شامی کراچی ص ۴۸۰ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ. فصل فی بیان تالیف الصلاۃ الی انتھائھاالخ، حلبی کبیری ص ۲۶۰ فرائض الصلاۃ، الاول تکبیرۃ الافتتاح طبع لاھور.

[3]..... اوسمع اللّٰہ لمن حمدہ ووصل الھاء من اللّٰہ باللام فالصحیح انہ لا یفسد الی قولہ ومن لا یحسن بعض الحروف ینبغی ان یجھد ولا یعذر. عالمگیری ص ۷۹ ج ۱ مطبوعہ کوئٹہ. کتاب الصلاۃ. الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری، تاتارخانیۃ کراچی ص ۴۹۱ ج ۱ کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی فی فرائض الصلاۃ، نوع آخر فی زلۃ القاری، الفصل الثامن فی الوقف والوصل الخ خانیہ علی الھندیۃ ص ۱۵۵ ج ۱ کتاب الصلاۃ، فصل فی قراءۃ القرآن خطاء طبع کوئٹہ.

سانس توڑ دے تو جن لوگوں کا سانس ٹوٹا ان کی نماز نہ ہوگی۔ کیا ان دونوں کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

دونوں سلام کے درمیان سانس ختم ہوجانے پر دوسرا سانس لینے سے نماز میں نقص نہیں آئے گا۔ امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہیں کرتا بلکہ خاموش کھڑا رہتا ہے[1] تو اس کے سانس ٹوٹے کی بحث بے محل ہے۔ البتہ سلام مقتدی بھی پھیرتا ہے۔ اگر امام نے السلام کہا اس کے بعد مقتدی کا سانس ٹوٹ گیا۔ حالانکہ ابھی امام کا سانس باقی ہے تو مقتدی کی نماز صحیح ہوجائے گی[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

نماز کا اعادہ گمانِ فساد پر

سوال: اگر جماعت کی نماز لوٹائی جائے اس یقین کے ساتھ کہ اوّلاً نماز نہیں ہوئی اور بعد کو تحقیق ہوجائے کہ اوّلاً نماز ہوگئی تھی لوٹانا مناسب نہ تھا تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ خصوصاً فجر اور عصر کی نماز میں اگر ایسا اتفاق ہو جب کہ اس کے بعد نفل کا وقت بھی نہیں رہتا۔ نیز اس صورت میں اگر کچھ لوگ جماعت اول میں شریک نہ تھے اور جماعت ثانی میں شریک ہوجائیں تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1] بل یستمع اذا جهرو ینصت اذا اسر لقول ابی هریرة رضی اللّٰه عنه کنانقرأ خلف الامام فنزل اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا (الدرالمختار مع الشامی مکتبه نعمانیه ص۳۶۶ ج۱ باب صفة الصلوة فصل فی القراء ة مطلب السنة تکون سنة عین وسنة کفایة مطبوعه کراچی ص۵۴۵ ج۱، مراقی مع الطحطاوی ص۱۸۳ باب شروط الصلوة وارکانها طبع مصر، حلبی کبیر ص۳۰۴ صفة الصلوة، طبع لاهور.

[2] وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة (الدر مع الرد زکریا ص۱۶۲ ج۲ باب صفة الصلاة، مطلب لا ینبغی أن یعدل عن الدرایة إذا وافقتها روایة.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر فجر کی نماز اس یقین کی بناء پر لوٹائی گئی کہ نماز درست نہیں ہوئی اور واقعۃً نماز درست ہوگئی تو دوسری مرتبہ ادا کی گئی نماز نفل ہوئی اور نمازی کراہت کے مرتکب نہیں ہوئے۔ وکرہ نفل قصداً. کذا فی درمختار علی هامش رد المحتار[1] ص ۳۴۹ ج ۱، اور جو لوگ اول نماز میں شریک نہیں تھے اور دوسری مرتبہ ادا کی گئی نماز میں شریک ہوئے ان کی نمازِ فجر صحیح نہیں ہوئی۔ ان کے ذمہ نماز کا اعادہ لازم ہے۔ لعدم صحة اقتداء المفترض خلف المتنفل.[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۸ھ

نماز میں قرأت مع التفسیر

سوال: کسی شخص نے تفسیر کے ساتھ قرأت پڑھی ہے نماز میں آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا بالدلیل۔ فقط

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تفسیر قرآن نہیں۔ غیر قرآن کو قرآن کے ساتھ نماز میں پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے الصلوٰة يمنع فيها عن غيرالقرأة والذكرقطعاً وماكان قصة ولم تثبت قرانيته لم يكن قرأة ولاذكراً فيفسدالخ. ردالمحتار[3] ص ۵۰۶ ج ۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/۱/۵۸ھ

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص ۳۷۴ ج ۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت كتاب الصلوة.

[2] ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر لان اتحادالصلوتين شرط عندنا الدرالمختار على ردالمحتار كراچی ص ۵۷۹ ج ۱ مطلب الواجب كفاية فعل يسقط بفصل الصبى وحدهٗ باب الامامة، مراقى مع الطحطاوى ص ۳۳۵ باب الامامة طبع مصر، حلبى كبير ص ۵۱۶ فصل فى الامامة، طبع لاهور.

[3] شامى ص ۳۲۶ ج ۱ مكتبه نعمانيه. شامى كراچى ص ۴۸۵ ج ۱ مطلب فى حكم القراء ة بالشاذ باب صفة الصلاة، بحر كوئٹه ص ۳۰۷ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فى الصلاة الخ تبيين الحقائق ص ۱۱۱ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فى الصلوة، طبع امداديه ملتان، پاكستان

نماز میں غیر عربی میں دُعا مانگنا

سوال: میں نے عصر کی نماز میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے درود شریف کے بعد کی دُعا پڑھ کر کلام پاک اور حدیث شریف کی دوسری دعاؤں کے بعد اردو میں بھی سہواً دعا مانگ لیا۔ غالبًا یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اپنے شایانِ شان فضل فرما۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا حرام ہے، مفسد صلوٰۃ نہیں۔ یہ مسئلہ یاد نہیں رہا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی نماز دہرائی، آیا بہتر کیا یا مجھے دہرانے کی ضرورت ہی نہ تھی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آپ نے ٹھیک کیا کہ نماز دہرالی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

امام کا اگر سجدہ میں انتقال ہو جائے

سوال: امام نماز پڑھا رہا ہے اور سجدہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ دوسری رکعت میں یا تیسری رکعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مقتدی از سرِ نو نماز پڑھیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ویفسد الدعاء بمایشبه کلامنا الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۶۱ مطبوعه مصر باب مایفسد الصلاة الهندیةص۷۶ج۱ مطبوعه مصر الباب السابع فیما یفسدالصلاة، بحر کوئٹه ص۳ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها.

[2] بقی من المفسدات ارتداد بقلبه وموت وفی الشامیة تظهر ثمرته فی الامام لومات بعد القعدة الاخیرة بطلت صلاة المقتدین به فیلزمهم استینافها الخ (درمختار مع الشامی ص۴۲۳ج۱ مکتبه نعمانیه شامی کراچی ص۶۲۹ ج۱، مطلب فی المشی فی الصلاة باب مایفسد الصلاة، بحر کوئٹه ص۱۴ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، بدائع زکریا ص۵۵۲ج۱ فصل فی بیان حکم الاستخلاف.

عین نماز میں طلوعِ شمس

سوال: فجر کی نماز میں نیت باندھنے کے بعد یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد آفتاب طلوع ہوگیا تو ایسی حالت میں نماز ہوگی یا نہیں یا قضا نماز جماعت سے ادا کی جائے یا فرداً فرداً قضاء کی جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ادا نہیں ہوگی[۱] اگر سب کی فوت ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد العبد محمود عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

بلغم منہ میں لئے ہوئے نماز

سوال: بلغم منہ میں لیے لیے مگر منہ کھول کر نماز ادا کرلے تب کیا حکم ہے اور اگر تسبیح منہ بند کرکے کہدے تب کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر اس سے قرات ترک ہوجائے گی تو نماز نہیں ہوگی[۳] بغیر زبان اور لبوں کو حرکت دیئے تسبیحات کس طرح کہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] بخلاف الفجر فانه لايودى فجر يومه وقت الطلوع لان وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطرو الطلوع الذى هو وقت فساد الخ. الشامى ص۲۴۹ ج۱ مكتبه نعمانيه شامى كراچى ص۳۷۳ ج۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت. بحر كوئٹه ص۲۵۱ ج۱ كتاب الصلوة، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۱۵۰ فصل فى الاوقات المكروهة.

[۲] وامربلالاً ان ينادى بالصلاة اويقيم فصلى رسول اللهﷺبالناس اى قضى صلاة الصبح. جماعة الخ مشكوٰة مع مرقاة ص۴۳۹ج۱ قبيل باب المساجد و مواضع الصلاة. مطبوعه بمبئى. شامى كراچى ص۳۹۱ ج۱ باب الاذان (مطلب فى اذا ان الجوق) مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى، هنديه كوئٹه ص۵۵ ج۱ الباب الثانى فى الأذان.

[۳] واخذ درهم ونحوه (فى فيه) لم يمنعه من القرأة فلومنعه تفسد (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

سوال: کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس نماز میں واجب نماز ترک ہوگیا ہو وہ واجب الاعادہ ہے مگر یہ اعادہ وقت باقی رہنے تک ہے وقت ختم ہونے پر وجوب ساقط ہو جاتا ہے اس وقت استغفار کے ذریعہ مکافات کی جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کُلُّ صَلوٰۃٍ اُدِّیَتْ مَعَ کَرَاھَۃِ التَّحْرِیْمِ تَجِبُ اِعَادَتُھَا

سوال: کُلُّ صَلوٰۃٍ اَدِّیَتْ مَعَ کَرَاھَۃِ التَّحْرِیْمَۃِ وَجَبَ اِعَادَتُھَا یہ قاعدہ اپنے عموم کے اعتبار سے صحیح ہے۔ امداد الفتاویٰ میں اس کی عمومیت پر انکار کیا ہے اور شامی کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں مکمل بیان فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جی ہاں، اس میں اتنی عمومیت نہیں جتنا الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے شامی[2] ص ۳۰۷ وص ۴۸۶[3] ج ۱ میں تفصیل مذکور ہے۔ وہ ملاحظہ کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) (الدرالمختار ص ۴۳۵ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ، شامی کراچی ص ۶۴۰ ج ۱ مطلب فی الکراھۃ التحریمۃ والتنزیھیۃ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، حلبی کبیری ص ۳۵۲ کراھیۃ الصلاۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور، تاتارخانیہ کراچی ص ۵۶۵ ج ۱ کتاب الصلاۃ، الفصل الرابع فی بیان ما یکرہ المصلی الخ، محیط برھانی ص ۱۴۱ ج ۲ کتاب الصلاۃ، الفصل الرابع ما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، طبع مجلس علمی ڈابھیل گجرات.

[1].....فالحاصل ان من ترک واجبا من واجباتھا اوارتکب مکروھا تحریمیا لزمہ وجوبا ان یعید فی الوقت فان خرج اثم ولایجب جبرالنقصان بعدہ فلوفعل فھوافضل الخ (الشامی ص ۴۸۶ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ) شامی کراچی ص ۶۴ ج ۲ مکتبہ ایچ ایم سعید مطلب فی تعریف الاعادہ. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بھول کر بلا وضو نماز پڑھادی

سوال: ایک روز میں گھر سے عصر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دور بازار گیا اور مغرب تک وہیں رہ گیا جب مغرب کی اذان ہوئی میں مسجد میں گیا وہاں نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا میں نے کچھ روز تک وہاں نماز پڑھائی تھی اس لئے لوگوں نے مجھ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی۔اس دن مجھ کو وضو کا خیال نہیں تھا جب تکبیر ہوچکی اور میں نے نیت باندھ لی تو خیال پڑا مگر میں نے نماز پڑھادی۔ اور سلام پھیرنے کے بعد بہت دیر بیٹھا رہا اور سوچتا رہا کہ اب کیا کروں اس حالت میں اب کیا کروں میرے پیچھے چار آدمی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ کئی جگہ کے تھے۔

الجواب: حامداًومصلیاً!

اگر بھول سے بے وضو نماز شروع کردی تھی پھر یاد آ گیا تو اس وقت نمازیوں کو خبر کرنا لازم تھا کہ مجھے وضو نہیں وضو کرلوں تب پڑھاؤں گا یاد آنے پر بلا وضو نماز پڑھانا سخت گناہ ہے۔خدا کے سامنے توبہ واستغفار لازم ہے[1] نیز سب مقتدیوں کو اعلان کرکے خبر کردیں کہ فلاں روز فلاں وقت

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) باب قضاء الفوائت، فتح القدير ص ۴۱۴ ج ۱ باب مايفسد الصلوة الخ فصل ويكره للمصلى الخ مطبوعه دار الفكر بيروت البحر الرائق ص ۸۰ ج ۲ باب قضاء الفوائت مطبوعه ماجديه كوئٹه منحة الخالق على البحر ص ۸۰ ج ۲ باب قضاء الفوائت مطبوعه كوئٹه.

۲ شامی کراچی ص۴۵۷ج۱ وشامی ص۳۰۷ج ۱ مكتبه نعمانيه باب صفة الصلوٰة . مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم الخ.

۳ كل صلاة اديت مع كراهة الخ. الشامی نعمانيه ص۴۸۶ج ۱ شامی کراچی ص۶۴ج۲ باب قضاء الفوائت. مطلب فی تعريف الاعادة.

مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۰ مطبوعه مصر. فصل فی المكروهات، منحة الخالق على البحر ص ۸۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت مطبوعه ماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۴۱۹ ج ۱ فصل ويكره للمصلى الخ مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ ومقتضى ترک الفرض عدم الصحة مطلقا والإثم إن عمداً (طحطاوی على المراقی ص۴۵ فصل فی الحكام الوضوء، طبع مصر، مجمع الانهر ص۱۹ ج ۱ كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص۱۸۶ ج ۱ كتاب الطهارة.

کی نماز نہیں ہوئی اس کو سب دوبارہ پڑھ لیں جو مقتدی اعلان کے وقت موجود نہ ہوں تو ان کو دوسرے وقت اطلاع کرنا واجب ہے ورنہ ان کی نماز خراب ہونے کا وبال سر پر رہے گا۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۴ھ

سجدہ میں دونوں پیر کی سب انگلیاں اٹھ جائیں تو کیا حکم ہے

سوال: سجدہ میں جا کر اگر دونوں پاؤں اٹھ جائیں تو یہ کیا ہے (لیکن مقدار میں تین تسبیح کے نہیں) اگر تین تسبیح کی مقدار ہو تو کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر تین تسبیح سے کم مقدار تک دونوں پیر بالکل زمین سے اٹھے رہے پھر دونوں پیر یا ایک پیر کی انگلی رکھ لی تو نماز درست ہو جائے گی[۲] اگر تین تسبیح کی مقدار پیر بالکل اٹھے رہے تو نماز درست نہیں ہوگی۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

---

[۱] کما یلزم الامام الاخبار القوم اذا امهم وهومحدث اوجنب بالقدر الممکن بلسانه او بکتاب او رسول علی الاصح الخ. الدرالمختار علی هامش رد المختار زکریا ص۳۴۰ج۲ باب الامامة مطلب المواضع اللتی تفسدصلاة الامام الخ، طحطاوی مع المراقی ص۲۴۰ باب مامة طبع مصر، بحر کوئٹه ص۳۶۶ج۱ باب الامامة.

[۲] ووضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعاً واحدة الی قوله تجوز صلاته. (عالمگیری ص۷۰ج۱) الفصل الاول فی فرائض الصلاة کتاب الصلاة کوئٹه.

[۳] ولوسجد ولم یضع قد میه علی الارض لایجوز (عالمگیری ص۷۰ج۱) الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الاول فی فرائض الصلاة، طبع کوئٹه الدر مع الشامی زکریا ص۱۳۵ ج۲ باب صفة الصلوة بحث الرکوع والسجود طحطاوی علی المراقی ص۱۸۶ باب شروط الصلوة وارکانها، طبع مصر ایضا ص۲۲۹ کیفیة افعال الصلوة، ویفسدها اداء رکن أو تمکنه منه بسنة وهو قدر ثلاث تسبیحات (الدر مع الرد زکریا ص۳۸۶ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطلب فی التشبه باهل الکتاب طحطاوی مع المراقی ص۲۷۴ باب ما یفسد الصلوة طبع مصر.

نماز پڑھتے ہوئے بارش آجائے تو کیا کرے

سوال: اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے نماز پوری ہونے سے پہلے بارش آگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا نماز کو اسی جگہ پورا کیا جائے گا یا دوسری جگہ جا کر استیناف کیا جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر عین نماز میں بارش آجائے اور برداشت نہ ہو سکے تو استیناف کیا جائے، بناء کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۵ھ

کتنے نقصان پر نماز توڑنے کی اجازت ہے

سوال: نماز پڑھتے ہوئے کتنے نقصان پر نیت توڑنا جائز ہے؟

الجواب: **حامداً و مصلیاً!**

تقریباً ۴/ کی مالیت پر بھی گنجائش ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز میں مقتدی کا انتقال ہو جائے

سوال: جماعت ہو رہی ہے اور کسی مقتدی کا انتقال ہو گیا ہے اور جماعت کے سامنے پڑا

---

[1] منها ای من شروط البناء ان یکون الحدث موجباً للوضوء لا یندر وجوده الخ البحر الرائق ص۳۶۷ج ۱ باب الحدث فی الصلوة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] یباح قطعها ای الصلوة لنحو قتل حیة الی قوله وضیاع ما قیمته درهم له او لغیره (الدر المختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص۴۲۶ کتاب الصلوة ما یفسد الصلوة وما یکره فیها. عالمگیری ص۱۰۹ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة الخ الفصل الثانی فیما یکره الصلوة، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص۴۱۸ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها فصل ویکره للمصلی، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہے اور امام کی دو رکعت یا ایک رکعت رہ گئی تو کیا حکم ہے، کیونکہ جنازہ سامنے پڑا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جن لوگوں کے سامنے اس طرح پڑا ہے کہ سجدہ کی جگہ بالکل نہیں رہی، سجدہ کرنا دشوار ہو گیا ہے، ان کو چاہئے کہ وہ اس کو اٹھا کر سامنے سے ہٹا دیں، پھر نماز میں شریک ہو جائیں۔[1] باقی لوگ اپنی حالت پر نماز پوری کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

جماعت شروع ہونے پر مسجد میں سونے والا کیا کرے؟

سوال: کوئی شخص مسجد میں سو گیا ہے اور معلوم کسی کو نہیں اور باہر جماعت ہو رہی ہے اور جگہ خالی نہیں کہ کسی طرف کو نکل جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر نمازیوں کے درمیان کو نکلتا ہے اس طرح پر کہ کسی کی نماز قبلہ کی طرف سے سینہ پھر جانے کی وجہ سے فاسد نہ کرے تو نکل آئے، ورنہ وہیں بیٹھا رہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] **تنبیہ**: میت کو سامنے سے ہٹا دینا اگر عمل قلیل ذریعے ہوا تو سابقہ تکبیر تحریمہ سے شرکت درست ہے اور اگر عمل کثیر پایا گیا تو ان ہٹانے والوں کی نماز فاسد ہو جائے گی از سر نو شرکت کریں، ویفسدها كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۳۸۴ ج ۲. ان المشي لا يخلو اما ان يكون بلا عذر أو بعذر فالاول ان كان كثيرا متوالياً تفسد وان لم يستدبر القبلة الى قوله وان كان بعذر فان كان لطهارة عند سبق الحدث او في صلاة الخوف لم يفسدها ولم يكره قل او كثر استدبر او لا، وان كا لغير ما ذكر فان استدبر معه فسدت قل او كثر وان لم يستدبر فان قل لم يفسد ولم يكره وان كان كثيراً متلاحقا أفسد، شامي زكريا مع الدر المختار ص ۳۸۹ ج ۲ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها مطلب في المشي في الصلاة. فتاوى هنديه ص ۱۰۳/۱۰۲ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد الصلوة طبع كوئٹه طحطاوى مع المراقى ص ۲۶۲ باب ما يفسد الصلوة مطبوعه مصر.

[2] مستفاد عن ابن عباس قال خرج علينا عمر لصلاة الظهر فلما دخل في الصلوة اخذ بيد رجل كان عن يمينه ثم رجع يخرق الصفوف حلبى كبير ص ۴۵۳ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، والحاصل أن المذهب أنه إذا حول صدره فسد الخ شامى كراچى ص ۶۲۷ باب ما يفسد الصلوة الخ قبيل مطلب في المشي، عالمگيرى ص ۴۹۷ ج ۱ باب شروط الصلاة طبع كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : مکروہاتِ نماز

اگر امام کا چہرہ شمال یا جنوب کی طرف گھوم جائے

سوال: اگر امام نماز میں اتنا جھومتا ہو کہ قبلہ کی طرف سے اس کا منھ پھر جائے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر بالکل شمال یا جنوب کی طرف منھ ہو جاتا ہے جیسا کہ سلام پھیرتے وقت تو یہ مکرہ تحریمی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں ٹوپی گر جائے تو اس کو اوڑھنا یا اوڑھانا

سوال: نماز پڑھتے ہوئے اگر نمازی کی ٹوپی سر سے اُتر جائے تو کیا دوسرا آدمی نماز پڑھنے

---

[1].....أما إذا حوله بأن لوى عنقه حتى أخرج وجهه عن أن يكون إلىٰ جهة القبلة فإنه مكروه طحطاوى على المراقى ص ۳۰۱ فصل فيما لايكره للمصلى من الأفعال مطبع مصری، باب مايفسد الصلاة، فتح القدير ص ۴۱۰ ج ۱ فصل فى المكروه تحت قوله ولا يلتفت الخ مطبوعه دار الفكر بيروت، الدر المختار شامى زكريا ص ۳۸۸ ج ۲ قبل مطلب فى المشى فى الصلوة، مجمع الانهر ص ۲۷۹ ج ۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

والے کے سر پر ٹوپی اٹھا کر رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود نماز پڑھنے والا ہی رکھ سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

دوسرا آدمی بھی اس کے سر پر ٹوپی رکھ سکتا ہے معمولی ہاتھ کی حرکت سے خود بھی رکھ سکتا ہے۔ اگر ٹوپی سر پر نہ رکھی اور بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی۔ ولو سقطت قلنسوتہٗ فاعَادتها افضل الاّ اذا احتاجت لتكوير او عمل كثير. درمختار على رد المحتار ص ۳۴۱ ج ۱ نعمانیہ[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املأہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/ ۱۴۰۶ھ

امام صاحب کی چند قابلِ اصلاح غلطیاں جو کہ مفسد صلوٰۃ نہیں

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد کے پیش امام صاحب نماز پڑھاتے وقت حسبِ ذیل عمل خلافِ سنت اور خلافِ آدابِ نماز عمل میں لاتے ہیں۔ کیا ان کی غلطیوں پر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مقتدیوں کی بھی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) نماز پڑھاتے وقت جب امام صاحب مصلّے پر کھڑے ہوتے ہیں تو رکوع وسجود کے وقت ان کے داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں رہتا۔ اس حرکت سے وہ نماز ختم ہونے تک تقریباً پانچ انگل وہ مصلے سے بھی پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اپنی اصل جگہ پر قائم نہیں رہتے۔

(۲) امام صاحب قرأت ختم کے بعد رکوع میں چلے جاتے ہیں تب اللہ اکبر کہتے ہیں، جس سے مقتدی ان کے بعد یہ عمل کرتے ہیں، گویا مؤخر میں عمل کرتے ہیں۔ اس میں امام کی اتباع نہیں ہوتی۔

---

[1] الدرالمختار نعمانیہ ص ۳۴۱ ج ۱ مطلب فی الخشوع باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا. الدرالمختار علی الشامی ص ۶۴۱ ج ۱ ایچ ایم سعید کراچی، حلبی کبیر ص ۴۴۳ باب ما یفسد الصلاۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

(۳) امام صاحب رکوع سے بغیر کچھ کہے ہوئے سیدھے کھڑے ہوجاتے ہیں تب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے ہیں۔اس حالت میں بھی مقتدیوں نے امام کی اتباع نہیں کی، بلکہ امام کے عمل کے بعد مقتدیوں نے عمل کیا۔

(۴) پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جاتے ہیں تب اللہ اکبر کہتے ہیں،اس وقت مقتدی سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں۔اس حالت میں بھی امام کی اتباع نہیں ہوتی۔

(۵) دوسرے سجدہ سے اُٹھ کر سیدھے کھڑے ہوجاتے ہیں تب اللہ اکبر کہتے ہیں،تب مقتدی سجدہ سے سر اُٹھاتے ہیں۔غرض ہر عمل مقتدی امام صاحب کے بعد کرتے ہیں، کسی عمل میں بھی امام کی اتباع نہیں ہوتی۔

(۶) امام صاحب ہر رکعت میں سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامہ کے پائچوں کو دونوں ہاتھوں سے اوپر چڑھاتے ہیں جب سجدہ میں جاتے ہیں۔ان غلطیوں کی بناء پر مقتدیوں کو یہ تشویش ہے کہ ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

(۱) اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، لیکن اس کی اصلاح کی جائے۔[۱] (۲) اس کا بھی یہی حکم ہے،[۲] (۳) اس کا جواب بھی یہی ہے۔[۳] (۴) اس کا حکم بھی یہی ہے۔[۴] (۵) اس کا حکم بھی یہی

---

[۱] ولا بد من وضع إحد القدمين ووضع القدم بوضع أصابعها ويكفى وضع اصبع واحدة كذا فى السيد، طحطاوى على المراقى ص ۲۲۹ فصل فى كيفية تركيب أفعال الصلاة، مطبوعه مصر، هنديه ص ۱۰۳ ج ۱ الباب السابع، مطبوعه كوئٹه حلبى كبيرى ص ۴۴۸ مفسدات صلاة، مطبوعه لاهور.

[۲] يكبر تكبيراً الى قوله وهو يفيد مقارنة التكبير الركوع ثم صرح به فقال وينبغى أن يكون ابتداء تكبيره عند اول الخرور والفراغ منه عند الاستواء الى قوله والقول الاول وهو المقارنة اصح الاقوال، حلبى كبيرى ص ۳۱۴ بيان صفة الصلوة مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور طحطاوى ص ۲۲۹ فى كيفية تركيب افعال الصلوة الخ مطبوعه مصر، شامى كراچى ص ۴۹۳ ج ۱ باب صفة الصلوة مطلب قراءة البسملة الخ.

[۳] ويقول الامام حال الرفع سمع الله لمن حمده، حلبى كبير ص ۳۱۸ صفة الصلوة مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، هنديه ص ۷۴ ج ۱ فصل ثالث مطبوعه كوئٹه، تنوير الابصار مع الدر المختار كراچى ص ۴۹۶ ج ۱ باب صفة الصلوة. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے(۶)اس کا حکم بھی یہی ہے۔نماز ان سب صورتوں میں ہوجاتی ہے[۱] اور اقتداء واتباع میں خرابی نہیں آتی۔تاہم ان امور کی امام صاحب کو اصلاح کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۹۲ھ

عضو کا چوتھائی حصّہ کھلا رہنے سے نماز کا حکم

سوال: زید بیان کرتا ہے کہ نماز میں کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے علاوہ ستر کے یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

زید سے اس کی دلیل دریافت کیجئے اور کیا ہاتھ و پیر و منہ کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے بھی نماز مکروہ ہوتی ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھلی کہنی سے نماز پڑھنا

سوال: ہاف گنجی اور نیم آستین اور ہاف قمیص جس کے پہننے سے کہنی کھلی رہے ایسا لباس پہن کر نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۴] کبر بالخرور بأن یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور وانتهاؤه عن انتهائه حلبی کبیری ص ۳۲۰ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی ص ۲۲۹ مطبوعه مصر، هندیه ص ۷۵ ج ۱ الفصل الثالث فی سنن الصلاة الخ مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] ویفسدها العمل الکثیر لا القلیل. مراقی علی هامش الطحطاوی ص ۲۶۲ مطبوعه مصر فصل فیما یفسد الصلاة، شامی زکریا ص ۳۸۴ ج ۲ مطلب فی التشبه باهل الکتاب الخ، النهر الفائق ص ۳۷۴ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] جن اعضاء کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی یا زیادہ کھل گیا اور رکن کی مقدار رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی اعضاء ستر کے علاوہ یہ حکم نہیں۔شامی کراچی ص ۴۰۴ ج ۱ باب شروط الصلوة.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ہمارے اطراف میں یہ لباس صلحاء کا لباس نہیں، محض ہاف گنجی یا نیم آستین قمیص پہن کر نماز پڑھنا خلاف احترام نماز ہے اول میں کراہت قوی ہے ثانی میں خفیف۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۶ھ

سلام اور تکبیرات کا امام سے پہلے ختم کرنا

سوال: نماز پنجگانہ وغیرہ کی جماعت میں امام کی تکبیر اُولیٰ اور تکبیراتِ دیگر اور سلام ختم کرنے سے پہلے اگر مقتدیوں کی تکبیرات اور سلام ختم ہو گئے تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی۔ یہ مشہور ہے۔ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے۔ یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امام کی تکبیرات اُولیٰ (تحریمہ) سے پہلے اگر مقتدی نے اپنی تکبیرِ تحریمہ ختم کردی تو نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا۔[۳] امام کے لفظ السلام سے پہلے ہی اگر مقتدی نے اپنا سلام پورا کردیا تو نماز درست[۴] نہیں ہوئی۔ بقیہ تکبیرات اگر امام سے پہلے کہی ہیں تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔

---

[۱] لوصلی رافعاً کمیه الی المرفقین کره کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری ص۱۰۶ ج۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰة ومالایکره مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۸۳ کتاب الصلوٰة فصل فی المکروهات مطبوعه مصر، حلبی کبیری ص۳۴۸ فصل فی المکروهات مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] فان قال المقتدی اللّٰه اکبر ووقع قوله مع الامام وقوله اکبر وقع قبل قول الامام ذالک قال الفقیه ابوجعفر الاصح انه لایکون شارعاً عنه فتاویٰ عالمگیری ص۶۸ ج۱ (الباب الرابع فی صفة الصلاة ومنها التحریمة مکتبه المصر، بحر کوئٹه ص۲۹۱ باب صفة الصلوٰة، الدر مع الشامی زکریا ص۱۷۸ ج۲ باب صفة الصلاة فصل إذا اراد الشروع الخ.

[۳] وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص۴۶۸ ج۱ باب صفة الصلاة. مطلب لا ینبغی ان یعدل عن الدرایة الخ

[۴]..... عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبر و او لاتکبر واحتی یکبر الحدیث ابوداؤد شریف ص۸۹ ج۱ باب الامام یصلی من قعود کتب خانه رشیدیه دهلی

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کا اقتداء کیا جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور تکبیر نہ کہو یہاں تک وہ (امام) تکبیر کہے۔ (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

البتہ مکروہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

امام نماز میں سو جائے تو کیا کریں؟

سوال: اگر امام صاحب قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ ثانیہ میں سو جائیں تو مقتدی امام صاحب کا انتظار کرتے رہیں یا کوئی بیدار کرنے کی شکل ہو تو آپ مطلع فرمائیں اور قعدۂ اولیٰ میں جو فرض میں تاخیر ہو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

سبحان اللہ کہہ کر جگا دیا جائے[۱] ادائے واجب یا ادائے فرض میں تاخیر ہو جائے تو امام سجدۂ سہو کرے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] ویکره للماموم أن یسبق الامام بالرکوع والسجود و أن یرفع رأسه فیهما قبل الإمام هندیه، کوئٹه ص۱۰۷ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة وما یکره فیها، الفصل الثانی شامی زکریا ص ۳۹۲ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها. مطلب فی المشی فی الصلوة.

[۲] سمع اسم اللّٰه تعالی فقال جل جلاله ..... تفسد إن قصد جوابه (در مختار) واحترز بقصد الجواب عما لو سبح لمن استأذنه فی الدخول علی قصد اعلامه أنه فی الصلاة أو سبح لتنبیه إمامه (إلی قوله) بالحدیث الصحیح إذا نابت احدکم نائبة وهو فی الصلاة فلیسبح (شامی زکریا ص ۳۸۰ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام بحر کوئٹه ص۷ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها هندیه کوئٹه ص ۹۹ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة.

[۳] یجب علیه سجود السهو لتأخیر الرکن (کبیری ص ۴۵۶ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فصل فی سجود السهو، هندیه کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو بدائع زکریا ص ۴۰۱ ج ۱ کتاب الصلوة، فصل فی بیان سبب الوجوب.

آئینہ سامنے ہوتو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: مسجد میں ڈیکولم کے بنے ہوئے دروازے لگے ہوئے ہیں، اس کی وجہ سے نمازیوں کے اپنے عکس اس میں پڑتے ہیں جیسے سامنے آئینہ ہو۔تو کیا اس سے نماز میں کوئی حرج ہوتا ہے اور یہ مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نہایت غلط صورتِ حال ہے، اس سے حفاظت کی کوئی تدبیر اختیار کی جائے۔گذشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

آئینہ دار مسجد میں نماز

سوال: ایک مسجد سہارنپور میں متصل چوکی پولیس واقع ہے مسجد کے اندر حصہ گنبد کے نیچے غربی جنوبی اور شمالی دیواروں پر ایسے شیشے کے بیل بوٹے تیار کرائے گئے ہیں جس میں چہرہ اور عکس نظر آتا ہے جو کہ مثل شیش محل کے ہوگیا ہے اس صورت میں مسجد کے اندر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسی مسجد میں نماز جائز ہے، نمازی کو چاہئے کہ نظر نیچی رکھے تاکہ خشوع حاصل ہو اور دھیان نہ بٹنے پائے ورنہ اگر اس طرف توجہ کی اور خشوع نہ رہا تو نماز مکروہ ہوگی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولا باس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى درمختار مع الشامى نعمانيه ص ۴۴۲ ج ۱ الشامى كراچى ص ۶۵۸ ج ۱ مطلب فى احكام المسجد. باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها.

[2] ولاباس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى (درمختار) اى فيخل بخشوعه من النظرالى موضع سجوده (الى قوله) صرح فى الاشباه ان الخشوع فى الصلاة مستحب والظاهر من هذا ان الكراهة هنا تنزيهية فافهم (الشامى نعمانيه ص ۴۴۲ ج ۱) شامى ص ۶۵۸ ج ۱ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہاتھ پر تصویر گدی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز

سوال: کسی شخص کے ہاتھ پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہوتو اس کی نماز میں فرق آئے گا یا نہیں اور اگر فرق آئے گا تو جواز کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ تصویر تو بغیر کھال یا گوشت کاٹے علیحدہ نہیں ہوسکتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب کہ اس تصویر کو ختم کرنا دشوار ہے تو مجبوری ہے۔ نماز درست ہوگی ہوسکے تو کپڑے یا دستانہ سے ہاتھ ڈھانپ لیا کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تصویر پر سجدہ

سوال: تصویر پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر مصلےٰ پر جاندار کی تصویر ہوتو اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ایسی تصویر پر سجدہ کرنے میں شدید کراہت ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) دارالفکر مطلب فی احکام المسجد باب ما یفسد الصلاۃ. وتکرہ بحضرۃ کل ما یشغل البال کزینۃ وبحضرۃ مایخل بالخشوع (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۹۳ باب کراھیۃ الصلاۃ، طبع مصری، حلبی کبیری ص۳۴۵ کراھیۃ الصلاۃ، طبع لاھور.

(صفحہ ہذا) [1] ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ اوفی یدہ لانھا مستورۃ بثیابہ وفی الشامیۃ واراد بنحو ذلک مالو کانت مرسومۃ فی یدہ (إلی قولہ) وظاھرہ عدم الکراھۃ ولو کانت بالوشم الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۱۷ ج۲ مطبوعہ کراچی ص۶۴۸ ج۱ باب مایفسد الصلاۃ الخ مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ الخ، بحر کوئٹہ ص۲۷ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا. حلبی کبیر ص۳۶۰ فروع بعد کراھیۃ الصلاۃ، طبع لاھور. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

مصلّٰی پر تصویر

سوال: (۱) مسجد کی دیواروں پر اندرونی حصہ میں پھول پتی اور چاند کی تصویر بنانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) جائے نماز پر پھول پتی یا چاند کی تصویر بنی ہوئی ہے جس حصہ پر پیشانی رکھی جاتی ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱-۲) پھول پتی چاند وغیرہ کی تصویر دیوار چھت اور مصلے وغیرہ پر درست ہے اس کا شبہ نہ ہو کہ چاند کی پرستش کی جارہی ہے[۱] بہتر یہ ہے کہ مصلے پر کوئی تصویر نہ ہو۔ بالکل سادہ ہو[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹۰/۲/۵ھ

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۲/۵ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ اطلق الكراهة فى الاصل فيما إذا كان على البساط المصلى عليه صورة لان الذى يصلى عليه معظم فوضع الصورة فيه تعظيم لها، بحر كوئٹه ص ۲۸ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، وقيد فى الجامع الصغير بان تكون فى موضع السجود، حلبى كبير ص ۳۵۹ كراهية الصلوة، قبيل فروع فى الخلاصة، محيط برهانى ص ۵۰۶ ج ۷ كتاب الكراهية الفصل الرابع فى الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن الخ طبع مجلس علمى ڈابھيل گجرات.

(صفحہ ہٰذا) ۱ اولغيرذى روح لايكره لانها لا تعبد الخ الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص ۴۱۸ ج ۲ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها. مطلب اذا ترددالحكم بين سنة وبدعة الخ، طحطاوى مع المراقى ص ۲۸۹ كتاب الصلوة فصل فى المكروهات طبع مصر، حلبى كبير ص ۳۵۹ كراهية الصلوة طبع لاهور.

۲ **مستفاد :** ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى أى فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه وقد صرح فى البدائع فى مستحبات الصلوة أنه ينبغى الخشوع فيها ويكون منتهٰى بصره إلى موضع سجوده الخ وكذا صرح فى الاشباه أن الخشوع فى الصلاة مستحب والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية (شامى زكريا ص ۴۳۱ ج ۲ مكروهات صلوة، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره الخ بحر كوئٹه ص ۳۷ ج ۲ قبيل باب الوتر والنوافل، حلبى كبير ص ۳۴۵ كراهية الصلاة، طبع لاهور.

خانۂ کعبہ کی تصویر دار مصلّے پر نماز

سوال: جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہے ان پر نماز پڑھنا کیسا ہے آیا اس تصویر کو دوسرا کپڑا چڑھا کر چھپا دیا جائے یا کیا کیا جائے اگر فروخت کرتے ہیں تو چوتھائی قیمت ملتی ہے اور مسجد کا نقصان ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

صورت مسئولہ میں ان مصلوں پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں نہ ان پر کپڑا چڑھانے کی ضرورت ہے نہ ان کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے۔" **فی غنیة المستملی و اما صورة غیر ذی الروح فلاخلاف فی عدم کراهة الصلوٰة علیها او الیها**"[1] اور اس تصویر سے خانہ کعبہ کی تعظیم میں بھی کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ تصویر کا حکم عین شئی کا حکم نہیں ہوتا۔ دوسرے خود خانہ کعبہ میں جب نماز پڑھی جاتی ہے تو وہاں بھی زمین پیروں کے نیچے ہوتی ہے جب وہ تعظیم کے منافی نہیں تو تصویر کا پیروں کے نیچے ہونا بطریق اولیٰ تعظیم کے منافی نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲/۶/ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۰/ جمادی الثانی/ ۵۲ھ،

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

اس مصلیٰ پر نماز جس پر روضۂ اقدس کی تصویر ہو

سوال: اگر خانۂ کعبہ اور روضۂ اقدس کی تصویر وہاں سے لی گئی یہاں مسجد کے امام اور مقتدی کے مصلوں پر خانہ کعبہ کی اور روضۂ اقدس کی تصویر بنائی گئی ہے ان صفوں اور مصلوں پر امام اور مقتدی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] حلبی کبیری ص ۳۵۹ مطبوعہ سهیل اکیڈمی لاهور (باب کراهیة الصلوٰة، زیلعی ص ۱۶۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۲۸ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعه ماجدیه کوئٹه شامی زکریا ص ۴۱۸ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة الخ.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مصلیٰ پر آج کل خانہ کعبہ یا روضۂ اقدس یا کسی بھی مسجد کی تصویر ہوتی ہے وہ درحقیقت نہ فوٹو ہے نہ اصل تصویر ہے بلکہ ایک صنعت کاری ہے جو کہ خوشنمائی اور اپنے کارخانہ کی شہرت کے لئے بنائی جاتی ہے اس پر نماز پڑھنے سے بسا اوقات نمازی کا دھیان تصویر میں لگ جاتا ہے جو کہ مخل خشوع ہے نیز بیت اللہ اور روضۂ اقدس کا تصور بھی کبھی آ جاتا ہے اور یہ خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ میں بیت اللہ اور روضۂ اقدس پر نماز پڑھ رہا ہوں ان عوارض کی وجہ سے اس پر نماز پڑھنے سے احتیاط کر لی جائے تو اچھا ہے تاہم اس پر ادا کی ہوئی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ واجب الاعادہ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۲/۱۴۰۰ھ

جس مصلّٰی پر بیت اللہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا

سوال: جس مصلّٰی پر بیت اللہ کی تصویر ہو اور یہ کہ اس تصویر کو یہودی اہانت کیلئے بناتے ہیں، تو اس مصلّٰی پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

تصویر کا حکم اصلی کا حکم نہیں ہوتا۔ اس مصلّٰی پر نماز پڑھنا ایسا نہیں جیسے بیت اللہ پر نماز پڑھنا۔ لہٰذا اس سے بیت اللہ کی اہانت نہیں ہوتی، یہودیوں کی نیت ناکام رہتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے مصلّٰی کو خریدا ہی نہ جائے تاکہ وہ بنانا ہی چھوڑ دیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۹ھ

---

[1] لایکرہ تمثال غیر ذی الروح (عالمگیری ص۱۰۷ ج۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، البحر الرائق ص۲۸ ج۲ باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ، حلبی کبیری ص ۳۵۹ مطبوعہ لاہور، شامی زکریا ص۴۱۸ ج۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، زیلعی ص۱۶۶ ج۱ مطبوعہ ملتان.

[2]..... واما صورۃ غیر ذی روح فلا خلاف فی عدم کراھۃ الصلاۃ علیھا او الیھا الخ حلبی کبیری ص ۳۵۹ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور. باب کراھیۃ الصلاۃ، البحر الرائق ص۲۸ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ الخ مطبوعہ کوئٹہ شامی زکریا ص۴۱۸ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ الخ.

منقش مصلّے پر نماز

سوال: مفتی عزیزالرحمٰن صاحب بجنوری نے ایک تحقیقی مضمون سپردِ قلم کیا ہے۔ جس میں اٹلی کی جانمازوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ان پر نمازیں نہ پڑھی جائیں۔ اس مضمون کے بعد سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک کا خیال ہے کہ ایسے مصلّوں پر نماز بالکل نہ پڑھی جائے، جس کی وجوہ حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) ایسے منقش جانمازوں پر خیال پراگندہ ہوتا ہے خشوع میں فرق پڑتا ہے۔

(۲) اٹلی کی تیارشدہ جانمازوں پر نقش ونگار صیہونی سازش کے ماتحت بنائے جاتے ہیں جس کا مقصود شعائر اسلام کی توہین ہوتی ہے۔

(۳) ان حضرات کی طرف سے استدلال میں وہ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں آپؐ کا منقش پردہ کو واپس کر دینے کا واقعہ مذکور ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے گروپ کا کہنا یہ ہے کہ ایسے منقش مصلّوں کا استعمال پورے عالم اسلام میں ہے۔ خیال کی پراگندگی کا کوئی ادنیٰ تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ ایسے منقش مصلّے بہت سے خوش مزاج اور نفاست پسند لوگوں کی مزید دل جمعی اور خشوع وخضوع کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ محض ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔ لہٰذا اسے فتوے کی بُنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ یہ بات بھی سمجھنے میں نہیں آئی کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خشوع وخضوع پر یہ نقش ونگار کیونکر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ آپؐ کی ذات تو اس سے بہت بالاتر تھی۔ لہٰذا اب آنجناب سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات تحریر فرمائیں، تاکہ باہمی فساد ونزاع کا دروازہ بند ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس مصلّے پر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی، اس کے نقش ونگار کی وجہ سے اگر خشوع میں فرق آئے تو تحفظ کے لئے اس پر ایک سادہ کپڑا بچھا لیا جائے۔ آج کل اٹلی کے علاوہ دیگر مقامات کے

بنے ہوئے مصلّے بھی عامۃً نقش ونگار سے خالی نہیں ہوتے۔ بسا اوقات بڑی دری میں بھی نقش ونگار ہوتے ہیں۔ اکثر آدمیوں کا دھیان بھی ان نقوش کی طرف نہیں جاتا۔ اس پر خانہ کعبہ یا مسجد کا نقش بھی عامۃً ہوتا ہے۔ تو یہ بھی اٹلی کے مصلّے کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مسجد یا کعبہ کے نقش پر عامۃً کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ نقش سجدہ گاہ کی طرف ہوتا ہے، جس سے اس کو پائمال کرنا لازم نہیں آتا جو احترام کے خلاف ہو۔ نیز تصویر و نقش کعبہ کو بعینہٖ کعبہ کا حکم دینا بھی صحیح نہیں، ورنہ اس کی طرف رُخ کر کے کیا نماز کو بھی صحیح کہا جائے؟ اگرچہ وہ کسی بھی سمت میں ہو۔ اگر بغور دیکھا جائے تو وہ کعبہ کا نقش ہوتا بھی نہیں، محض ایک صنعت کاری ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۳ھ

ایضاً

سوال: کچھ روز قبل مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے ایک فتویٰ شائع کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ اٹلی کا مخمل جائے نماز (مصلّٰی) جو عام طور سے حجاج اپنے ہمراہ حجاز سے لاتے ہیں اور اس پر حرمین شریفین کی تصویر ہوتی ہے، اس کا استعمال نماز کے لئے درست نہیں ہے اور اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ یہودیوں کی سازش ہے اور اس کا مقصد نماز میں دھیان بانٹنا اور مناجات کی لذت سے غافل کر دینا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے اس مسئلہ پر بنارس میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ بعض لوگ مفتی صاحب کے فتوے کی بناء پر اس قسم کے مصلّٰی کو مساجد سے نکال دینے پر مُصر ہیں اور کم لوگ عمومِ بلویٰ اور مصالح مرسلہ جیسی اصطلاحات کا استعمال کر کے

[1] واختلف فيما اذا كان التمثال خلفه والا ظهر الكراهة ولايكره لوكانت تحت قدميه اومحل جلوسه لانها مهانة الخ. اوعلى خاتمه بنقش غير مستبين قال فى البحرومفاده كراهة المستبين لاالمستتربكيس او صرة او ثوب اخر درمختار قوله اوثوب آخر بأن كان فوق الثوب الذى فيه صورة ثوب ساترله فلا تكره الصلاة فيه لاستتارها بالثوب (الدرالمختار ص۴۳۵ تا۴۳۶ ج ۱ مكتبه نعمانيه باب ما يفسد الصلاة الخ مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ.....ولاباس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلىٰ (درمختار) فيخل بخشوعه من النظرالى موضع سجوده الخ (شامى ص ۴۴۲ ج ۱ مكتبه نعمانيه شامى كراچى ص۶۸۵ ج ۱ مطلب فى احكام المسجد باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها.

اس مصلے کو کراہت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ میرے پاس بھی اس سلسلہ میں ایک استفتاء آیا ہے لیکن میرے سامنے اس سلسلہ میں کوئی واضح بات نہیں ہے۔ براہِ کرم اپنی رائے سے نوازیں۔ تاکہ یہاں کا بتایا ہوا مسئلہ مرکز کے خلاف نہ ہو جائے۔

سائل: مولانا ابوالقاسم نعمانی جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب وارانسی

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حرمین شریفین سے لائے ہوئے مصلّے کے متعلق یہودیوں کی سازش اور نیت کا مجھے علم نہیں۔ اس پر جو تصویر ہے وہ ذی روح کی نہیں اس لئے تو اس حکم میں یہ داخل نہیں[1] جس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے جس میں تشبہ بعبادۃ الاوثان لازم آتا ہو۔ رہا نقش ونگار کا قصد تو اس میں ہی کیا منحصر ہے۔ وہ تو آج عام ہے۔ مسجد کے درودیوار، صفوف، دری، جائے نماز، لباس کی بناوٹ، کرتہ، گھڑی، لنگی، تسبیح کون سی چیز ایسی ہے جو دل ہٹا کر مخلِ خشوع نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اکثر نفوس ایسے ہیں کہ ان کو ایسے نقوش کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ مولانا ارشاد احمد صاحب نے بھی یہاں بیان کیا تھا کہ یہود کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں حرمین کو مسلمانوں کے قدموں سے روندا جائے۔ اس لئے وہ یہ تصویر بناتے ہیں۔ مجھے ان کی اس نیت کا بھی علم نہیں اور ایسے مصلّے پر قدم کی جگہ یہ تصویر ہوتی بھی نہیں، بلکہ سجدہ کی جگہ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تصویر وہ بھی جعلی جس کو اصل کے ساتھ مشابہت بھی نہیں۔ اصل کے حکم میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۹۳ھ

روپیہ پیسہ کے ساتھ نماز کا حکم

سوال: تصویر گھر میں رکھنے کی جو ممانعت احادیث میں ہے اکثر لوگ اس پر حجت قائم

---

[1].....واما صورة غير ذى فلا خلاف فى عدم كراهة الصلاة عليها او اليها الخ حلبى كبيرى ص ۳۵۹ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. باب كراهية الصلاة، هنديه ص۱۰۷ ج ۱ الفصل الثانى فيما يكره الخ مطبوعه كوئٹه، شامى زكريا ص۴۱۸ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة الخ البحر الرائق ص۲۸ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة الخ مطبوعه كوئٹه.

کرتے ہیں کہ وہ ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر کی ممانعت ہے فوٹو کی نہیں ہے دوسرے یہ کہتے ہیں کہ جس پر ذی روح کی تصویر ہو جیسے روپے پیسے اسے پاس رکھنا اور پاس ہوتے ہوئے نماز کیسے ادا ہوسکتی ہے ہر دو باتوں کا جواب خوب اچھی طرح سے دیجئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر اور فوٹو سے بنی ہوئی دونوں کا شرعاً ایک حکم ہے[۱] پیسے روپے پر اولاً تو تصویر چھوٹی ہے جس کا کوئی اعزاز نہیں ہوتا دوسرے جیب یا کسی اور کپڑے میں نماز کے وقت مخفی رہتی ہے سامنے نہیں ہوتی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

چوری کے کپڑے میں نماز کا حکم

سوال: اکثر درزی کپڑا چراتے ہیں اور اس کی ٹوپی یا صدری بنا کر پہنتے ہیں۔ اس سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یہ فعل حرام ہے ایسے کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱].....ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص۲۲۳ ج۳ احکام تصویر. مطبوعہ سیرت النبی دیوبند.

[۲].....وفی المعراج لاتکرہ امامۃ من فی یدہ تصاویر لانھا مستورۃ بالثیاب لاتستبین فصارت کصورۃ نقش خاتم (الشامی ص۴۳۶ ج۱ مکتبہ نعمانیہ شامی کراچی ص۶۴۸ ج۱ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ اولیٰ. باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا) ولو صلی وبہ دراھم علیھا تماثیل ملک لاباس بہ لان ھذا یصغر من البصر (طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۲۹۵ مطبوعہ د مشق فصل فی المکروھات، بحر الرائق ص۲۷ ج۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ) ولو کان الصورۃ صغیرہ بحیث لا تبدو للناظر لا یکرہ لأن الصغار جداً لا تعبد الخ فتح القدیر ص۴۱۵ ج۱ فصل فی المکروھات، دار الفکر بیروت. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہنی تک آستین چڑھا کر نماز

سوال: کہنی کھلی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ سراجیہ[1] ص ۱۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال: (۱) کیا قمیص کی آستین چڑھی ہوئی ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اگر کہنیاں ڈھکی ہوئی ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

۱-۲ ہر وہ وضع جس کو اختیار کر کے کسی معزز مجلس میں نہ جا سکتا ہو نماز کی حالت میں مکروہ ہے[2] بشرطیکہ اس کا سنت سے ثبوت نہ ہو پس چونکہ آستین چڑھا کر اکابر کے سامنے جانے سے حجاب ہوتا ہے تو نماز ایسی حالت میں مکروہ ہے اور آداب نماز کا تقاضہ یہ ہے کہ آستین اتار کر وقار

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [3] تکره الصلاة فی الثوب المغصوب وان لم یجد غیره لعدم جواز الانتفاع بملک الغیر قبل الاذن او أداء الضمان (الطحطاوی ص ۲۹۱ مطبوعه مصر فصل فی المکروهات، نفع المفتی والسائل ص ۷۱ باب ذکر ثیاب التی تکره الصلوة فیها وما یتعلق به مطبوعه رحیمیه دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] ولو صلی وقد رفع کمیه الی المرفقین یکره (فتاویٰ سراجیه ص ۱۱، باب کراهیة الصلاة)، فتح القدیر ص ۴۱۸ ج ۱ فصل فی المکروهات مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر ص ۲۴ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] فصلاته فی ثیاب بذلة وفسرها فی شرح الو قایه بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر (شامی ص ۲۵۴ ج ۱ مکتبه نعمانیه شامی کراچی ص ۶۴۰ ج ۱ باب مایفسد الصلاة. مطلب مکروهات الصلاة. مراقی الفلاح ص ۲۹۲ مطبوعه مصرفصل فی المکروهات.

اور تہذیب کے ساتھ نماز پڑھے اور کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا بہر حال مکروہ ہے کذافی قاضیخان[۱] اور گلے کے بٹن کھلے رہنے سے نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس کا ثبوت سنت سے ہے[۲] اور کفوں کے بٹن کا وہ حکم ہے جو کہ آستین چڑھانے کا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال: کہنی کھول کر نماز پڑھنی کیسی ہے یہاں ایک صاحب اس کو صحیح کہتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آستین چڑھا کر کہ کہنی کھلی رہے نماز پڑھنا مکروہ ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نیم آستین سے نماز

سوال: بہ نیمہ آستین نماز گذاردن چہ حکم دارد؟[۴]

---

[۱] ولو صلی رافعا کمیه الی المرفقین کره الخ قاضیخان علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة. نفع المفتی والسائل ص ۶۵ مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، باب ما یتعلق بما یفسد وما یکره فیها، ویکره الصلاة ایضاً مع تشمیر الکم عن الساعد الخ فتح القدیر ص ۴۱۸ ج ۱ فصل فی آخر المکروهات دار الفکر بیروت.

[۲] عن معاویه بن قرة عن ابیه قال اتیت رسول الله ﷺ فی رهط من مزینة لنبایعه وان قمیصه لمطلق اوقال زرقمیصه مطلق الخ. (شمائل ترمذی ص ۵ باب فی لباس رسول الله ﷺ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند بذل المجهود ص ۵۲ ج ۵ مطبوعه دیوبند بذل المجهود ص ۴۰۸ ج ۱۶ مطبوعه بیروت. کتاب اللباس باب فی حل الازرار.

[۳] وکره کفه ای رفعه ولو لتراب کمشمر کم اوذیل الی قوله : وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بان یکون رافعا کمیه الی المرفقین وظاهره انه لایکره الی مادونهما شامی کراچی ص ۶۴۰ ج ۱ شامی زکریا ص ۴۰۶ ج ۲ مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة :باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، قاضیخان ص ۱۳۵ ج ۱ مطبوعه کوئٹه.

[۴] ترجمہ سوال: نیم آستین کے ساتھ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

ہرلباسیکہ آنراپوشیدہ درجلسہ معززۂ شرعیہ نتواندرفت آنراپوشیدہ نمازگزاردن مکروہ است[۱]

کماصرح به فی کتب الفقه الاستفسار صلی رافعا کمی قمیصه الیٰ المرفقین هل تجوز الصلوٰة الاستبشار. نعم لکن یکره کذا فی فتاویٰ قاضی خان الخ. نفع المفتی والسائل.[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۳/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۶/ربیع الاول ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نیم آستین کرتہ، ٹخنوں سے نیچا پائجامہ سے نماز

سوال: نیم آستین کا کرتہ یا بنڈی یا ٹخنہ سے نیچا پائجامہ (جیسا فی زمانہ رواج ہوگیا ہے) پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مکروہ ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] ترجمہ جواب: جس لباس کو پہنکر کسی معزز شرعی مجلس میں نہ جاسکتے ہوں اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ فقط

[۲] **نفع المفتی والسائل ص ۶۵ مکتبه رحیمیه دیوبند باب ما یتعلق بما یفسد وما یکره فیها. قاضیخان علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة.**

[۳] **اِنَّ اللّٰهَ لَایَقْبَلُ صَلاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ (ابوداؤد شریف ص ۵۶۵ ج ۲ باب مایفسدالصلوٰة مطبوعه مصر، ولو صلی رافعا کمیه الی المرفقین کره الخ، قاضی خان علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة، فتح القدیر ص ۴۱۸ ج ۱ فصل فی آخر المکروهات مطبوعه دار الفکر بیروت.**

نصف آستین کی قمیص سے نماز پڑھنا

سوال: نصف آستین کی قمیص پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

حضرت نبی اکرم ﷺ سے نصف آستین کی قمیص پہننا منقول نہیں ہے۔ ایسی قمیص خلافِ سنت ہے۔ اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی خلافِ سنت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں آستین کہنی سے اُتارنا

سوال: اگر بحالتِ نماز آستین کہنی سے نیچے کر دی جائے تو درست ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آستین کہنی سے اتار کر اطمینان سے نماز میں شرکت کی جائے، اگر آستین کہنی تک چڑھی رہے تو نماز مکروہ ہوگی[2]۔ اگر اسی طرح نماز میں شرکت کر لی تو آہستہ ہلکی حرکت سے آستین اتار لے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الاستفسار صلی رافعا کمی قمیصه الی المرفقین هل یجوز الصلاة الاستبشار، نعم لکن یکره کذافی فتاویٰ قاضیخان (نفع المفتی والسائل ص ۶۵ مطبوعه رحیمیه دیوبند. باب ما یتعلق بما یفسد وما یکره فیها، فتح القدیر ص ۴۱۸ ج ۱ مطبوعه دار الفکر بیروت، قاضیخان ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة مطبوعه کوئٹه.

[2] ولو صلی رافعا کمیه الی المرفقین کره. قاضیخان علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فیما یفسد الصلاة نفع المفتی والسائل ص ۶۵ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند باب ما یتعلق بما یفسد وما یکره، البحر الرائق ص ۲۴ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطبوعه ماجدیه کوئٹه فتح القدیر ص ۴۱۸ ج ۱ فصل فی المکروهات مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] لو شمّر للوضوء ثم عجل لإدراک الرکعة مع الإمام وإذا دخل فی الصلاة کذلک وقلنا بالکراهة فهل الأفضل إرخاء کمیه فیها بعمل قلیل أو ترکهما والأظهر الأول، شامی زکریا ص ۴۰۶ ج ۲، باب ما یفسد الصلاة الخ مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة.

ساڑھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال: بہت سی عورتیں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔ تو وہ سب کہتی ہیں کہ ساڑھی پہن کر کھڑے ہو کر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ عورتیں ساڑیاں ٹخنوں سے اوپر پہنتی ہیں اور ان کے رکوع کرنے پر پنڈلیاں زیادہ کھل جاتی ہیں، تو کیا نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسی ساڑھی پہن کر نماز ہرگز نہ پڑھیں جس سے پنڈلیاں کھلتی ہوں[1] اور قیام صحیح ادا نہ ہوتا ہو۔ فریضۂ قیام ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ساڑھی میں نماز

سوال: یہاں پر خواتین میں کرتہ اور پائجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے اور وہ لہنگا پر ساڑی باندھ لیتی ہیں اور کسی قسم کا کپڑا اندر استعمال نہیں ہوتا ہے تو کیا اس صورت میں ان کی نماز ادا ہو جائے گی یا پھر ان کو ساڑی کے اندر پاجامہ یا اس قسم کا کپڑا پہننا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر لہنگا اور ساڑی اس طرح ہے کہ جسم نظر نہیں آتا ان کی نماز ادا ہو جائے گی اس کے اندر

---

[1] وکشف ربع ساقیها یمنع یعنی جواز الصلاة الخ تبیین الحقائق ص ۹۶ ج ۱ باب شروط الصلوة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۲۷۰ ج ۱ مطبوعه ماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص ۸۳ ج ۱ باب شروط الصلوة.

[2] ولو صلی الفریضة قاعداً مع القدرة علی القیام لا تجوز صلوته الخ حلبی کبیر ص ۲۶۱ فرائض الصلاة الثانی القیام. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، زیلعی ص ۱۷۶ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطبوعه امدادیه ملتان پاکستان، البحر الرائق ص ۶۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه کوئٹه.

پائجامہ ہو یا نہ ہو ورنہ انکشاف کی حالت میں نماز نہیں ہوگی۔ کیوں کہ ستر عورت فرض ہے اور عورت کو چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں قدم کے سوا تمام بدن کو چھپانا نماز میں فرض ہے۔ والرابع ستر العورة وهي للمرأة جميع بدنها خلاالوجه والكفين والقدمين[1] اھ درمختار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ساڑھی پہن کر نماز

سوال: کیا عورت ساڑھی پہنے ہوئے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس حصۂ بدن کا نماز میں چھپانا فرض ہے اگر وہ ساڑھی سے چھپا رہتا ہے تو اس سے نماز درست ہوگی[2] اور جس جگہ ساڑھی کا عام رواج ہے فساق یا کفار کا یہ مخصوص شعار نہیں وہاں اس کا پہننا درست ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمبل سے بغیر ہاتھ نکالے نماز

سوال: سردی کے ایام میں صرف چادر، کمبل اوڑھکر نماز ادا کرنا اس طرح کہ صرف چہرہ

---

[1] الدرالمختار ص ۲۷۰ تا ۲۷۱ ج ۱، مکتبہ نعمانیہ الدرالمختار علی ردالمحتار ص ۴۰۵ ج ۱ مکتبہ دارالفکر. باب شروط الصلاة. مطلب فی ستر العورة، هدایه مع فتح القدیر ص ۲۵۸ ج ۱ باب شروط الصلوة مطبوعه دار الفکر بیروت زیلعی ص ۹۶ ج ۱ مطبوعه ملتان.

[2] والرابع ستر عورته والحرة جمیع بدنها خلا الوجه والکفین الخ در مختار علی الشامی ص ۷۵ ج ۲ باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة، هدایه مع فتح القدیر ص ۶۵۸ ج ۱ باب شروط الصلوة مطبوعه دار الفکر بیروت زیلعی ص ۹۶ ج ۱ مطبوعه ملتان.

[3] من تشبه بقوم ای شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره او بالفساق فهو منهم ای فی الاثم قال الطیبی هذا عام فی الخلق والشعار الخ مرقات ص ۴۳۱ ج ۴ کتاب اللباس، الفصل الثانی (مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

کھلا رہے اور دونوں ہاتھ کمبل کے اندر ہوں کیسا ہے؟ یا دونوں ہاتھ کا باہر کھلا رہنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

دونوں ہاتھ کا اس طرح رکھنا کہ رکوع سجدہ کی حالت میں بھی اندر ہی رہیں، نہیں چاہئے۔ سخت سردی کی حالت میں گنجائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

نماز میں گریبان کھلا رکھنا

سوال: حضور ﷺ کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہتا تھا یا نہیں اگر کسی کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہے تو اس کی وجہ سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کبھی کھلا رکھنا بھی ثابت اور بعض صحابہؓ نے اس کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ ہمیشہ کھلا ہی رکھا عن معاویہ بن قرۃ .....عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ ﷺ فی رھط من مزینۃ لنبایعہ وان قمیصہ لمطلق او قال زر قمیصہ مطلق الخ شمائل[2] ص ۳۸ قال عروۃ فما رائیت معاویہؓ ولا ابنہ قط الا مطلقے ازرارھما فی شتاء ولا حر ولا یزرر ان ازرارھما ابو داؤد شریف قولہ فما رائیت معاویۃ الخ وھٰذا وان کان اختیاراً لما ھو خلاف الاولیٰ خصوصاً فی الصلوات

---

[1] (اخراج الرجل کفیہ من کمیہ عندالتکبیر) للاحرام لقربۃ من التواضع الالضرورۃ کبرد مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۳۴ ج ۱ مکتبہ مصر (فصل من ادابھا)، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۷۸ ج ۱ باب شروط الصلاۃ.

[2] شمائل ترمذی ص ۵ باب ماجاء فی لباس رسول اللہ ﷺ. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی قمیص کھلی ہوئی تھی یا یہ فرمایا کہ قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

لکنهما احبان یکون علیٰ مارایا النبی ﷺ وان کان اطلاقه ازراره اذ ذاک لعارض ولم یکن هذا من عامة احواله ﷺ وذٰلک لمافیه من قلة المبالاة بامر الصلوٰة الا ان الکراهة لعلها لاتبقی فی حق معاویة وابنه لکون الباعث لهماحب النبی ﷺ واتباعه فیما رایاه من الکیفیة الخ[1] بذل المجہود ص۵۲ جلد پنجم

اس حالت میں نماز کا حکم بھی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/رجب ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۲/رجب ۷۰ھ

کھلے گریبان سے نماز

سوال: بحالتِ نماز اگر گریبان کھلا رہے تو صحتِ نماز کے لئے کیا مانع ہے؟ کتنا کھلا رہنے سے نماز ہو جائے گی

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا

سوال: گریبان کے بٹن بلا عذر کھول کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور آستین کے بٹن کھلے رہنے

---

[1] بذل المجهود ص ۵۲ ج۵ مطبوعه سهارنپور باب فی حل الازرار کتاب اللباس.

[2] ولم یزر ازراره فهومسئی لانه یشبه السدل (الشامی نعمانیہ ۴۳۰ ج اباب ما یفسد الصلاة الخ مطلب فی الکراهة التحریمیة و التنزهیة شمائل ترمذی ص۵ ملاحظہ ہو باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰہ ﷺ لوکان یصلی فی قباء غیرمشدود الوسط فهومسئی وفی غیرالقباء قیل بکراهته (مراقی الفلاح) اشار بقیل الی ضعفه لمافیه من الحرج (الطحطاوی ص ۳۰۰) فصل فیما لایکره للمصلی من الافعال مکتبه مصر.

سے نماز میں کیا خرابی ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

گریبان کے بٹن کھلے رہ جائیں یا لگائے جائیں دونوں طرح نماز درست ہے یہ سمجھنا غلط ہے کہ بٹن کھول کر ہی نماز پڑھی جائے، یہی حکم آستین کے بٹن کا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/ ۹۲ھ

بٹن کھلے رہنے سے نماز کا حکم

سوال: کیا قمیص کے کفوں کے بٹن کھلے رہنے سے اور گلے کے بٹن کھلے رہنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

۱-۲ ہر وہ وضع جس کو اختیار کر کے کسی معزز مجلس میں نہ جاسکتا ہو نماز کی حالت میں مکروہ ہے[2] بشرطیکہ اس کا سنت سے ثبوت نہ ہو پس چونکہ آستین چڑھا کر اکابر کے سامنے جانے سے حجاب ہوتا ہے تو نماز ایسی حالت میں مکروہ ہے اور آداب نماز کا تقاضہ یہ ہے کہ آستین اتار کر وقار اور تہذیب کے ساتھ نماز پڑھے اور کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا بہر حال مکروہ ہے کذافی قاضیخان[3] اور گلے کے بٹن کھلے رہنے سے نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس کا ثبوت سنت سے ہے[4] اور کفوں کے بٹن کا وہ حکم ہے جو کہ آستین چڑھانے کا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1].....اولم یزر ازراره فهو مسئی لانه یشبه السدل (الشامی نعمانیه ۴۳۰ ج ۱)شامی کراچی ایچ ایم سعید مطلب فی الکراهیة التحریمة والتنزیهة باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها. شمائل ترمذی ص ۵ باب ماجاء فی لباس رسول الله ﷺ بذل المجهود ص ۵۲ ج ۵ مطبوعه سهارنپور کتاب اللباس. باب فی حل الازرار. مراقی الفلاح ص ۲۰۲ مطبوعه دمشق فصل فی المکروهات

[2] فصلاته فی ثیاب بذلة وفسرها فی شرح الو قایه بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر شامی ص ۲۵۴ ج ۱ مکتبه نعمانیه شامی کراچی ص ۶۴۰ ج ۱ باب مایفسد الصلاة. مطلب مکروهات الصلاة. مراقی الفلاح ص ۲۹۲ مطبوعه مصر)فصل فی المکروهات. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

پتلون پہن کر نماز

سوال: پتلون پہنکر جوانگریزی لباس میں سے ہے نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

پتلون جس جگہ کفار کا مخصوص شعار ہے اس جگہ اس کو پہننا ناجائز ہے اور پہنکر نماز مکروہ ہوتی ہے **هكذا يفهم مماذكروا انه لو صلى فى ثوب حرير اوثوب مغصوب لم تصح صلاته فى احدى الروايتين عن احمدبن حنبلؒ وفى اخرى تصح مع التحريم وعندنا يصح ويكره كذا فى مطالب المومنين عن تتمة المنظومة اھ نفع المفتی والسائل**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۴/۱۱/ ۵۶ھ

ترکی ٹوپی سے نماز وحرام خور کی نماز

سوال: ترکی ٹوپی سے نماز درست ہوجاتی ہے یانہیں۔ جس کی روزی حرام ہے اس کی عبادت اور دعا قبول ہوتی ہے یانہیں؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [3] ولو صلى رافعا كميه الى المرفقين كره الخ قاضيخان على هامش الهندية كوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ فصل فيما يفسد الصلاة. نفع المفتى والسائل ص ۶۵ مطبوعه مكتبه رحيميه ديوبند، باب ما يتعلق بما يفسد وما يكره فيها، ويكره الصلاة ايضاً مع تشمير الكم عن الساعد الخ فتح القدير ص ۴۱۸ ج ۱ فصل فى آخر المكروهات دار الفكر بيروت.

[4] عن معاويه بن قرة عن ابيه قال اتيت رسول الله ﷺ فى رهط من مزينة لنبايعه وان قميصه لمطلق اوقال زرقميصه مطلق الخ. (شمائل ترمذى ص ۵ باب فى لباس رسول الله ﷺ مطبوعه ياسر نديم ديوبند بذل المجهود ص ۵۲ ج ۵ مطبوعه ديوبند بذل المجهود ص ۴۰۸ ج ۱۶ مطبوعه بيروت. كتاب اللباس باب فى حل الازرار.

(صفحہ ہذا) [1] نفع المفتى والسائل ص ۷۱ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند باب ذكر الثياب التى تكره الصلوٰة فيها ومايتعلق به، طحطاوى ص ۲۹۱ فصل فى المكروهات مطبوعه مصر.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر ترکی ٹوپی ناپاک رنگ سے رنگی ہوئی ہے تو اس سے نماز درست نہیں ہے۔ جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے[1] اگر ترکی ٹوپی کا سرخ رنگ ناپاک نہیں۔ یا پختہ رنگ ہے اس کو پاک کرلیا گیا تب بھی خالص سرخ رنگ مرد کو منع ہے اس لئے اس سے نماز مکروہ ہوگی[2] جس کی روزی حرام ہے اس کی متعلق روایات میں آتا ہے کہ اس کی نماز ودعا مقبول نہیں ہوتی۔ کما فی طیب الشذی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۴/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۳۰/ربیع الثانی ۵۴ھ

---

[1] او صبغ بالصبغ النجس ثم غسل کل ثلاثا طهر ثم ذکر عن المحیط انه یطهر ان غسل الثوب حتی یصفوا الماء ویسیل أبیض. شامی زکریا ص۵۳۷ ج ۱ باب الانجاس. ملاحظه هو تالیفات رشیدیه ص ۲۵۰، فتح القدیر ص ۲۰۹ ج ۱ باب الأنجاس، دار الفکر بیروت، البحر الرائق ص۲۳۷ ج ۱ مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] لا بأس بلبس الثوب الاحمر ومفاده ان الکراهة تنزیهیة لکن صرح فی التحفة بالحرمة فافادانها تحریمیة. شامی زکریا ص۵۳۷ ج ۱ باب الانجاس. مطلب فی حکم الصبغ، مجمع الانهر ص ۱۹۱ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی اللبس مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر ص ۱۹۲ ج۴ کتاب الکراهیة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] عن ابن عمر قال مَنِ اشْتَرىٰ ثَوْباً بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالىٰ لَهٗ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ الحدیث (مشکوٰة شریف ص۲۴۳ ج ۱) کتاب البیوع الفصل الثالث مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند وفی حدیث ابی هریرة ثم ذکر (یعنی النبی ﷺ) الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمدیدیه الی السماء یارب یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص ۲۴۱ ج ۱) کتاب البیوع الباب الاول مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا جس شخص نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا ان میں ایک درہم حرام ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتے جب تک وہ کپڑا اس کے اوپر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ سر غبار آلود دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے کہ یارب یارب حالانکہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اس کا لباس حرام اس کی غذا حرام پس اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔

شرابی کی نماز

سوال : (۱) شراب پیئے ہوئے شخص کو نماز ادا کرنی چاہئے یا نہیں اور شراب پی کر نماز ادا کرنے پر گنہگار ہوا یا نہیں؟

(۲) ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اول شراب پی کر گنہگار ہوا۔ دوسرے شراب پیئے ہوئے نماز پڑھی تو اور دوسرا گناہ اس نے کیا، دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ شراب پینے پر گنہگار ضرور ہوا مگر نماز ادا کرنے پر نماز کا اجر وثواب ضرور پائے گا ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

(۱) ایسے شخص کو اس حالت میں بھی نماز ضرور پڑھنی چاہئے لیکن شراب کو ترک کرنا بھی لازم اور فرض ہے جب تک شراب کا کوئی قطرہ پیٹ میں رہے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں نماز قبول نہیں ہوگی[۱]

(۲) شراب سے گنہگار ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے اس لئے اس کا چھوڑنا بھی سب کے نزدیک ضروری ہے نشہ نہ ہونے کی حالت میں ہوش وحواس صحیح رہتے ہوئے نماز پڑھنے سے فریضۂ نماز ادا ہو جائے گا اور اس نماز سے وہ گنہگار نہیں ہوگا لیکن اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور خدا تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوں گے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح : سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شَرِبِ الْخَمَرَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهِ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهِ لَهٗ صَلٰوةِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلُ اللّٰهِ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِينَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ فِى الرَّابِعَةِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ (مشکوٰۃ شریف ص۳۱۷ ج۲) باب بیان الخمر ووعید شاربها.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا پس اگر وہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر پھر شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں فرماتا پھر اگر توبہ کرتا ہے (بقیہ ترجمہ اگلے صفحہ پر)

جالی دار ٹوپی سے نماز

سوال: جالی دار ٹوپی اوڑھ کر جس میں سارا سر نظر آتا ہے اس سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جالی دار ٹوپی سے اگر چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے سر نظر آتا ہے تو اس سے نماز میں خرابی نہیں۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین

الٹا کرتا پہن کر نماز

سوال: الٹا کرتا پہن کر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں جیسے الٹی ٹوپی الٹا کرتا اور الٹا پائجامہ پہن کر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں اور الٹے مصلیٰ یا الٹی صف پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اگر پھر شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں فرماتا پھر چوتھی مرتبہ اگر شراب پیتا ہے تو پھر چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرتا اور اس کو نہر خبال (جہنمیوں کے لہو پیپ کی نہر) سے پلائیگا (چوتھی مرتبہ کے بعد توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی)

[۲] قال المظهر : هذا وامثاله مبنى على الزجر ولا يسقط عنه فرض الصلاة إذا اداها بشرائطها ولكن ليس ثواب صلاة الفاسق كثواب صلاة الصالح بل الفسق ينفى كمال الصلاة وغيرها من الطاعات، مرقاة شرح مشكوة ص ۱۱۳ ج۴ كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى، طيبى شرح مشكاة ص ۲۰۸ ج۷ كتاب الحدود، باب بيان شرب الخمر الخ مطبوعه زكريا ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] هكذ يستفاد من قولهم وتكره الصلاة فى ثياب البذلة ومكشوف الرأس، الظاهر أن الكراهة للتنزية كما فى البحر، طحطاوى مع المراقى ص ۲۹۲ فصل فى المكروهات، مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامى كراچى ص ۲۴۱ ج ۱ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، قبيل مطلب فى الخشوع، مطبوعه زكريا ص ۴۰۷ ج ۲، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۱ باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز تو ادا ہو جائے گی مگر الٹا پہن کر پڑھنا مکروہ ہے بدتمیزی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۲/۱۴۰۰ھ

نماز میں ٹوپی عمامہ سے کھلی رہنے کا حکم

سوال: امام صاحب پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں اور سر پر دو پلی ٹوپی اوڑھتے ہیں اور ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں لیکن عمامہ سے ٹوپی سر پر کھلی رہتی ہے جس پر بعض نمازیوں کو اعتراض ہے اور کہتے ہیں کہ عمامہ سے ٹوپی کھلے رہنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ بعض مقتدی حضرات امام صاحب سے متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹوپی کھلے رہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوتی براہ کرم اس مسئلہ کو صاف کر دیں کہ کون حق پر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو لوگ عمامہ پر ٹوپی کھلے رہنے پر اعتراض کرتے ہیں ان سے پوچھائے جائے کہ اعتراض کی کیا وجہ ہے نیز جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عمامہ سے ٹوپی کھلی رکھنا مکروہ تحریمی ہے ان سے دریافت کیا جائے کہ کس کتاب میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ نماز میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کو فقہ کی کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے اور اس چیز کو اس میں شمار نہیں کیا گیا۔ مکروہ نہ ہونے کیلئے بس اتنی ہی بات کافی ہے کسی اور حوالہ کی ضرورت نہیں البتہ مکروہ[2] تحریمی قرار دینے کیلئے حوالہ کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] هكذا يستفاد من الشامي وصلاته في ثياب بذله ومهنة اى خدمة ان له غيرها والالا (درمختار) وفسرها في شرح الوقاية بمايلبسه في بيته ولايذهب به الى الاكابر والظاهر ان الكراهة تنزيهية (شامی کراچی ص۶۴۱ ج۱) باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها. قبيل مطلب في الخشوع.

[2] قال في البحر والمكروه في هذا الباب نوعان احدهما ما يكره تحريماً ..... وذكر انه في رتبة الواجب لا يثبت الا بمايثبت به الواجب يعنى بالنهى الظنى الثبوت أو الدلالة، شامي زكريا ص۴۰۴ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية، طحطاوى مع المراقى (بقیہ صفحہ اگلے پر)

استعمالی رومال کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا

سوال : ایک رومال جس سے وضو کا پانی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے پونچھ کر اسی رومال کو بجائے ٹوپی یا دوپٹہ کے سر پر باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب : حامداً و مصلیاً !

پڑھ سکتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

طبعی کراہت کی وجہ سے نماز میں کراہت

سوال: بکر امام کے مصلّے پر آ کر سوتا ہے جس سے پسینہ کی بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ امام کو اس فعل سے طبعی کراہت ہے۔ تو اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بکر کا یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

طبعی کراہت کی وجہ سے نماز مکروہ تو نہیں ہوئی[2] لیکن بکر کا یہ عمل غلط ہے اس کو باز آنا چاہئے[3]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/ ۸۹ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ص ۲۷۹ فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها.

(صفحہ ہذا) [1] اذا مسح اعضائه بالمندیل وابتل حتی صار کثیراً الی قوله جازت الصلاة معه، عالمگیری ص ۲۵ ج ۱ الباب الثالث فی المیاه، قبیل الباب الرابع فی التیمم الخ، البحر الرائق ص ۹۳ ج ۱ کتاب الطهارة، قوله والماء المستعمل الخ، مطبوعه کوئٹه، بدائع الصنائع ص ۶۸ ج ۱ فصل فی الطهارة الحقیقیة، واما غسالة النجاسة الحکمیة وهی الماء المستعمل الخ، مطبوعه کراچی.

[2] نماز میں جو چیزیں مکروہ ہیں وہ فقہ کی کتابوں میں مصرح ہیں، ان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا نماز مکروہ نہ ہوگی، اذا ذکروا مکروهاً فلا بد من النظر فی دلیله فان کان نهیاً ظنیاً یحکم بکراهة التحریم الی قوله فان لم یکن الدلیل نهیا بل کان مفیداً للترک الغیر الجازم فهی تنزیهیة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دیوارِ قبلہ پر نظر پڑنا

سوال: اگر رکوع یا سجدہ سے اٹھتے بیٹھتے وقت امام یا منفرد یا مقتدی کی نگاہ دیوار پر اتفاقاً پڑ جائے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟ اور اگر قصداً ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سامنے کی دیوار پر نظر پڑ جانے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ قصداً ایسا کرنا خلافِ مستحب ہے۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/ ۹۱ھ

منھ ڈھانک کر نماز پڑھنا

سوال: اگر کوئی شخص ایسے طریق سے نماز پڑھے کہ اس کا سر اور بدن کا اکثر حصّہ چادر کمبل لحاف سے ڈھکا ہوا ہے جیسا کہ آج کل سردی میں لوگ لحاف وغیرہ اوڑھ کر پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) البحر الرائق ص ۱۹ ج ۲ باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها، رد المحتار علی الدر المختار ص ۴۰۴ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب فی الکراهة التحریمیة الخ مطبوعه زکریا دیوبند.

[۳] اسلئے کہ ایذائے مسلم ممنوع ہے، ومنها ان لا یؤذی احداً بفعل ولا قول قال صلی الله علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده وانما خصصهما بالذکر لأن الأذی بهما أکثر وأغلب، اتحاف السادة المتقین بشرح إحیاء علوم الدین ص ۲۵۳ ج ۶ کتاب آداب الأخوة والصحبة، الباب الثالث الخ حقوق المسلم، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] (قوله لانه یلهی المصلی) ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقدصرح فی البدائع فی مستحبات الصلاة انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصره الی موضع سجوده (الشامی نعمانیه ص ۴۴۲ ج ۱) الشامی ص ۶۵۸ ج ۱، دارالفکر مطلب کلمة لا بأس دلیل علی أن المستحب غیره الخ، عالمگیری ص ۷۲ الفصل الثالث فی سنن الصلوة وآدابها، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، المحیط البرهانی ص ۱۰۴ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض والواجبات الخ، فصل فی بیان آداب الصلاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

الجواب: حامداًو مصلیاً!

بدن کا اکثر حصہ اور سر ڈھکا ہوا ہونے سے نماز میں نقصان نہیں آتا۔ البتہ منہ اور ناک ڈھک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فیکرہ التلثم وتغطیة الانف والفم فی الصلوٰة لانه یشبه فعل المجوس اھ مراقی[1] الفلاح ص ۲۰۵ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ باہر نکالنا چاہئے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۴ر شوال ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ ھذا

کسی معین شخص کا نماز کے لئے انتظار کرنا

سوال: (۱) نماز باجماعت کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ وقت پورا ہو جانے کے بعد دس پانچ منٹ تک کسی خاص یا عام شخص کا انتظار کرنا کیسا ہے؟ جب کہ امام بھی موجود ہو اور مقتدی حضرات بھی جمع ہوں۔

(۲) کسی خاص شخص یا اپنے محبوب دوست کا انتظار کرتے کرتے وقت تنگ رہ جانے پر نماز کے لئے کھڑا ہونا کیسا ہے، جب کہ دیگر مقتدی موجود ہوں؟

الجواب: حامداًو مصلیاً!

اگر مقتدیوں کو گرانی نہ ہو اور وقت کے مکروہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کسی پابند جماعت کے لئے کچھ انتظار کرنے میں مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت نہ ڈالی جائے، نہ یہ ہو کہ باوجاہت کا انتظار

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۵ مطبوعه مصر فصل فی المکروهات الهندیه کوئٹه ص ۱۰۷ ج ۱ الباب السابع فی ما یفسد الصلاة وما یکره فیها الفصل الثانی تبیین الحقائق ص ۱۶۴ ج ۱، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، طبع امدادیه ملتان.

[2] فمنها (أی الأداب) اخراج الرجل کفیه من کمیه عند التکبیر (مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۲۴ فصل فی آدابها، هندیه کوئٹه ص ۷۳ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها بحر کوئٹه ص ۳۰۴ ج ۱ باب صفة الصلوة، قبیل فصل وإذا اراد الدخول الخ.

کیا جائے اور غریب کا انتظار نہ کیا جائے اگر چہ یہ زیادہ پابند ہو[۱]

(۲) مکروہ وممنوع ہے[۲] تفصیل (۱) میں آ گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند ۲۲/۲/۹۱ھ

نماز میں معین آدمی کا انتظار

سوال: کیا ایک شخص کے باعث جماعت میں تاخیر کرنا جائز ہے جب کہ مستقل امام موجود ہو اگر وہ شخص نہیں آتا تو بجائے ایک بجے کے ڈیڑھ اور ۲/ بجے جماعت ہوتی ہے اور اس کے بلانے کے لئے پے در پے آدمی بھیجا جاتا ہے یہ فعل عندالشرع مذموم ہے یا ممدوح؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وقت مقررہ پر اگر اور نمازی آ جائیں تو کسی خاص شخص کا انتظار جائز نہیں مگر جب وقت مستحب میں گنجائش ہو اور قوم پر گرانی بھی نہ ہو یا وہ شخص شریر اور فتنہ پرداز ہو تو کسی قدر انتظار میں مضائقہ نہیں۔ رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریر او الوقت متسع درمختار[۳] ج ۱ ص ۴۱۵ واما الا نتظار قبل الشروع فی غیر مایکرہ تاخیرہ کمغرب وعندضیق وقت فالظاهرعدم الکراهة ولولمعین الا اذا ثقل علیٰ القوم طحطاوی[۴] ص ۲۲۰ ج ۱

---

[۱] رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریرا والوقت متسع (درمختار کراچی ص ۴۰۰ ج ۱) الدرالمختار نعمانیه ص ۲۶۸ ج ۱ باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد، هندیه کوئٹه ص ۵۷ ج ۱ الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی.

[۲] واماالانتظار قبل الشروع فی غیرمایکره تاخیره کمغرب وعندضیق وقت فالظاهر عدم الکراهة ولولمعین الااذا ثقل علی القوم (طحطاوی علی الدرص ۲۲۰ ج ۱) باب الاذان. الدر مع الشامی کراچی ص ۴۰۰ ج ۱ باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد.

[۳] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۶۸ الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۴۰۰ ج ۱ باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار جماعة فی المسجد.

[۴] طحطاوی علی الدر ص ۲۲۰ ج ۱ باب الاذان.

اگر وہ شخص دینی امور میں مشغول رہتا ہے تو اس کو نماز کی اطلاع کرنے میں مضائقہ نہیں۔[۱]

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ محمود گنگوہی عفی عنہٗ ۲۶/۴/۵۳ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۷/ربیع ۲/۵۳ھ

امام مصلّے پر مقتدی فرش پر

سوال: اکثر امام مصلّٰی پر نماز پڑھاتے ہیں اور مقتدی فرش پر بغیر مصلّٰی کے نماز امام کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ کیا ایسی جماعت میں مقتدیوں کی نماز میں کچھ کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نہیں بلکہ زمین کی نماز بہ نسبت مصلّٰی کے افضل ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ذی قعدہ ۶۱ھ

---

[۱] ویثوب بین الاذان والاقامة ..... وخصه ابو یوسف بمن یشتغل بمصالح العامة کالقاضی والمفتی والمدرس واختاره قاضیخان وغیره (شامی کراچی ص ۳۸۹ ج ۱ باب الاذان، مطلب فی اول من بنی المنائر للأذان، بحر کوئٹه ص ۲۶۱ ج ۱ باب الاذان، بدائع زکریا ص ۳۶۸ ج ۱ کیفیة الأذان، الکلام فی التثویب.

[۲] والحاصل انه لاکراهة فی السجود علی شئ مما فرش علی الارض مما لا یتحرک بحرکة المصلی بالاجماع ولکن الافضل عندنا السجود علیٰ الارض او علی ماتنبته کما فی نور الایضاح ومنیة المصلی (الشامی مکتبه نعمانیه ص ۳۳۸ ج ۱ شامی کراچی ص ۵۰۲ ج ۱ اداب الصلوٰة. مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، نور الایضاح مع المراقی ص ۱۳۸ فصل فیما لا یکره للمصلی، طبع مکتبه اسعدی سهارنپور، حلبی ص ۳۶۰ کراهیة الصلوة، فروع فی الخلاصة، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

نماز کم عرض کی دری پر

سوال: ایسی کم عرض کی دری پر (جس پر پیر اور انگوٹھے تو آتے ہیں باقی ہاتھ اور سر سجدہ میں فرش پر ٹکتا ہے) نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسی حالت میں نماز بلا کراہت درست ہے کیونکہ زمین پر نماز پڑھنا بہ نسبت دری کے افضل ہے اور سر جو کہ اشرف ہے وہ زمین پر ہی رہنا افضل ہے و لابأس بالصلوٰۃ علیٰ الطنافس و اللبود وسائر الفرش اذا کان المفروش رقیقاً ولکن علیٰ الارض وعلیٰ ماانبتہ الارض افضل منیۃ وکبیری[1] ص ۳۴۷۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴ رشوال ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۶ رشعبان

جوتے پہن کر نماز

سوال: نئی جوتی پہن کر عید کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اہل حدیث کے نزدیک کوئی حدیث ہے کہ جس سے صلوٰۃِ مذکورہ کا جواز ہو؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جوتی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے[2] اس وقت عامۃً راستوں کا وہ حال نہیں تھا جو کہ جگہ جگہ

---

[1] حلبی کبیری ص ۳۶۰ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور باب کراھیۃ الصلاۃ، فروع فی الخلاصۃ، شامی کراچی ص ۵۰۲ ج ۱ باب صفۃ الصلوۃ، مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی نور الایضاح مع المراقی ص ۱۳۸ فصل فیما لا یکرہ للمصلی، طبع مکتبہ اسعدیہ سہارنپور.

[2] عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حافیا متنعلا (ابوداؤد شریف ص ۹۶ ج ۱ کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی النعل طبع سعد بکڈپو دیوبند.

غلاظت کی وجہ سے اب ہوگیا ہے۔ نیز مسجد میں کنکر پڑی ہوئی تھی، دری فرش وغیرہ بچھا ہوا نہیں تھا۔ جیسا کہ اب ہے[1]۔ اس لئے اب فقہاء نے جوتا پہنکر مسجد میں داخل ہونے کو مکروہ لکھا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[2] میں ہے کہ اگر جوتا پاک ہو تب بھی یہ احترام مسجد کے خلاف ہے۔ عیدگاہ میں اگر گھاس پر نماز پڑھی جائے تو وہاں توسع ہے مگر فتنہ سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۸۹ھ

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال: جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو لوگ کس امام کی پیروی کرتے ہیں جو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جوتے پہن کر نماز پڑھنا حضرت نبی اکرم ﷺ وصحابہ کرام سے بھی منقول ہے[3]۔ اب

---

[1] وفی الحدیث صلوا فی نعالکم ولا تشبھوا بالیھود رواہ الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزاً لصحتہ واخذ منہ جمع من الحنابلہ انہ سنۃ لو کان یمشی بھا فی الشوارع لان النبی ﷺ وصحبہ کانوا یمشون بھافی طرق المدینۃ ثم یصلون بھا قلت لکن اذا خشی تلویث فرش المسجد بھا ینبغی عدمہ وان کانت طاھرۃ واما المسجد النبویؐ فقدکان مفروشابالحصافی زمنہ ﷺ بخلافہ فی زماننا ولعل ذلک محمل مافی عمدۃ المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب شامی کراچی ص۶۵۷ ج ۱ مطلب فی احکام المسجد باب ما یفسد الصلاۃ، بذل المجھود ص۳۵۸ ج ۱ کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی النعل، طبع مکتبہ رشیدیہ سھارنپور.

[2] دخول السمجد متنعلاً مکروہ کذافی السراجیہ (الھندیۃ ص ۳۲۱ ج۵ مصری کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلۃ وغیرہ.

[3] عن یعلی بن اوس عن ابیہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ خالفوا الیھود بان تصلوا فی النعال فانھم لایصلون فی نعالھم ولاخفافھم (ابوداؤد ص ۹۵ ج ۱ باب الصلوۃ فی النعل، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جوتوں میں نماز پڑھ کر یہود کی مخالفت کرو اس لئے کہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

ہماری مساجد کی وہ حالت نہیں جو اس زمانہ میں تھی اب فقہاء نے لکھا ہے کہ جوتہ پہن کر مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ کذا فی عالمگیری[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ

قرآن کریم کے سامنے سجدہ

سوال: امام صاحب ظہر کی نماز سے قبل مسجد میں پہلی صف میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ جماعت کے کھڑی ہونے کے وقت قرآن مجید بند کر کے مصلّٰی کے بالکل سامنے رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا مقامِ سجدہ کے سامنے بالکل قرآن مجید رکھ کر سجدہ کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز باجماعت میں جب کلام مجید امام کے سر کے آگے نہیں ہے تو کسی اشتباہ کا بھی موقعہ یا اندیشہ نہیں ہے۔ یہ عمل بلاشبہ درست ہے۔ بلکہ سجدہ کے سامنے رکھا ہو تب بھی مضائقہ نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ودخول المسجد متنعلاً مکروہ الخ. عالمگیری ص ۳۲۱ ج۵ مطبوعہ کوئٹہ کتاب الکراھیة الباب الخامس فی آداب المسجد الخ، شامی کراچی ص۶۵۷ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیھا، مطلب فی احکام المسجد، بذل ص۳۵۸ ج ۱ کتاب الصلوة، باب الصلوة فی الفعل، طبع مکتبہ رشیدیہ سہارنپور.

[2] ولا الی مصحف او سیف مطلقاً او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لاالنار الموقدة قنیة (الدرالمختار علی الشامی ۴۳۸ ج ۱ مکتبہ نعمانیة مطلب الکلام علی اتخاذ المسبحة. باب ما یفسد الصلاة. وما یکرہ فیھا. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۶۵۱ ج ۱ ایچ ایم سعید کمپنی، بحر کوئٹہ ص ۳۱ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیھا، ھندیہ کوئٹہ ص۱۰۸ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوة الخ الفصل الثانی.

نمازی کے سامنے چراغ جلنا

سوال: اگر نمازی کے آگے چراغ جلتا ہو تو نماز میں کچھ کراہت تو نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ مسجد میں نماز پڑھتے وقت چراغ جلاتے ہیں آگے رکھتے ہیں ایک یا آدھا ہاتھ دوری پر اور نماز پڑھتے ہیں۔ مگر کوئی عالم کہتے ہیں کہ اس چراغ کو آگے نہ رکھیں بلکہ دائیں یا بائیں یا پیچھے رکھ کر نماز پڑھو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز باجماعت میں چراغ اگر سامنے ہو جیسا کہ عامۃً مساجد میں جدارِ غربی میں رکھا ہوتا ہے تو اس سے نماز خراب نہیں ہوتی۔ اگر داہنے یا بائیں یا پیچھے رکھا ہو تو کسی کو اعتراض کا موقعہ بھی نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایکرہ صلاۃ الی ظہر قاعد یتحدث ولا الی مصحف او سیف ملطقاً اوشمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لاالنار الموقدۃ قنیۃ (الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص۴۳۸ ج ۱) الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۶۵۱ ج ۱ مطبوعہ کراچی مطلب الکلام علیٰ اتخاذ المسبحۃ باب ما یفسد الصلاۃ الخ، بحر کوئٹہ ص ۳۲ ج ۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، ھندیہ کوئٹہ ص ۱۰۸ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، الفصل الثانی.

[2] ولاالی مصحف او سیف مطلقاً او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیۃ درمختار علی ردالمحتار ص ۴۳۸ ج ۱ نعمانیہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز روشنی میں ہو یا اندھیرے میں

سوال: ایک مسجد میں بجلی کی روشنی کا معقول انتظام ہے اور رات میں برابر روشنی ہوتی ہے لیکن فرض نماز کے وقت امام صاحب روشنی بجھا کر نماز با جماعت بلکہ نماز تراویح بھی پڑھتے ہیں دریافت کرنے پر فرمایا کہ حضور ﷺ نے اکثر اندھیرے میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیل نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں نماز ادا فرمائی ہے نیز یہ سوال ہے کہ روشنی کی موجودگی میں روشنی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ وضاحت کیلئے عرض ہے کہ مسجد کے اگلے حصہ میں بھی روشنی کا انتظام ہے اور بلب ایسے کنارے پر لگا ہوا ہے کہ اگر وہ روشن ہو تو اس کی روشنی مسجد کے اندرونی حصہ میں نہیں پہنچ سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ مسئلہ شرعی نہیں۔ بتی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنے کی کوئی تاکید نہیں بوقت ضرورت بقدر ضرورت روشنی کرنا ضروری اور اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست اور ثابت ہے بلا ضرورت اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا اسراف میں داخل اور ممنوع ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار علی ردالمحتار ص ۶۵۱ ج ۱ مطبوعہ کراچی مطلب الکلام علیٰ اتخاذ المسبحة. باب مایفسد الصلاة الخ، ولو توجه الی قندیل أو إلی سراج لم یکره کذا فی المحیط السرخسی وهو الاصح کذا فی خزانة الفتاویٰ عالمگیری ص۱۰۸ ج ۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوة وما لا یکره مطبوعه دار الکتاب دیوبند، بحر الرائق ص ۳۲ ج ۲، باب مایفسد الصلوة الخ قبیل فصل کره استقبال الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [1] صرح ائمتنا الاعلام رضی الله تعالیٰ عنهم بانه لایجوز ان یزادعلی سراج المسجد سواء کان فی شهر رمضان اوغیره لان فیه اسرافا کما فی الذخیرة وغیرها (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۳۲۶ ج۲ عالمگیری ص۴۵۹ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق ص۲۵۰ ج۵ فصل فی احکام المساجد کتاب الوقف مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی.

اندھیرے میں نماز پڑھنا

سوال: اندھیرے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر قبلہ کا رخ صحیح ہو تو اندھیرے میں نماز پڑھنا منع نہیں[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

تقاضائے ریح کے وقت نماز

سوال: مرض ریح میں کیا حکم ہے کہتے ہیں غلبۂ ریح کو روکنا نماز کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس وقت پاخانہ، پیشاب ریح کا تقاضہ ہو اور طبیعت میں تشویش ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے[2] پہلے ان اشیاء سے فراغت پالے اس کے بعد اطمینان سے نماز پڑھے۔ اگر کوئی

---

[1] رجل صلی فی المسجد فی لیلة مظلمة بالتحری فتبین انه صلی الی غیر القبلة جازت صلاته (فتاوی هندیة ص ۶۴ ج ۱ مطبوعه مصر الفصل الثالث فی استقبال القبلة)، البحر الرائق ص ۲۸۷ ج ۱ باب شروط الصلاة تحت قوله ومن اشتبهت علیه القبلة تحری، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۱ باب شروط الصلاة مطلب مسائل التحری فی القبلة . عائشة قالت کن نساء من المؤمنات یصلین مع رسول الله ﷺ صلوة الصبح متلففات بمروطهن ثم یرجعن الی اهلهن ومایعرفهن احد وفی روایة ومایعرف بعضهن بعضامن الغلس قال بعض الشراح من غلس المسجد ای من اجل ظلمة وعدم اسفاره لانه ماکان یظهر فیه النور الاقریباً من طلوع الشمس لقرب السقف من الارض وضیق المسجد وعدم السرج والشماع (طحاوی وهامشه ص ۱۰۴ . باب الوقت الذی یصلی فیه الفجر ای وقت هو مکتبہ دارالاشاعت اسلامیہ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ۔

[2] وصلاته مع مدافعة الاخبثین او احدهما او الریح للنهی (درمختار علی الشامی ص ۴۳۱ ج ۱ مکتبه نعمانیه مطلب فی الخشوع باب ما یفسد الصلاة الخ، زیلعی ص ۱۶۴ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها تحت قوله وتغمیض عینیه، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص ۱۰۷ ج ۱ الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص ۳۴۶ ج ۱ باب الامامة قبیل قوله والأعلم أحق بالامامة الخ مطبوعه کوئٹه.

شخص معذور ہو کہ ریح کا مرض ہے اور اتنا وقت اس کو نہیں ملتا کہ وضو کر کے بلا ریح نماز پڑھ سکے تو وہ مستثنیٰ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

صعود باسور علامت ریح ہے یا نہیں

سوال: بواسیر سے نماز کی حالت میں اثناء صلوٰۃ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسّہ اوپر کو چڑھا مبرز کا انفتاح لازم ہے چڑھاؤ اتار میں مبرز میں گرمی بھی محسوس ہوتی ہے نہیں کہا جا سکتا کہ ریح خارج ہوئی۔ بسا اوقات مبرز گرم ہوتے ہی پیر کے تلوے فوراً گرم ہو جاتے ہیں کیا اس کو خروج ریح قرار دیا جائے یا محل کا بخار (ریاح متولدہ کی اثناء صلوٰۃ میں کیا علامت ہے اس میں گرمی ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) معذور کے سلسلہ میں جو فقہاء کرام تین درجے قائم فرماتے ہیں ابتدائے عذر بقائے عذر انتہاء عذر۔ بقائے عذر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فی وقت ایک مرتبہ اس کا ظہور کافی ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا فی وقت سے فی وقت کی نماز مراد ہے یا مطلق وقت؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر اجابت کے بعد مسوں کو خشک کر لیا جائے کہ پانی باقی نہ رہے پھر وہ چڑھ جائیں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا ورنہ ان کے ساتھ پانی اندر جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا اترنے سے

---

[1] (ومن به عذر كسلسل بول او استطلاق بطن) وانفلات ريح (الى قوله) فبهذا يتوضؤن (لوقت كل فرض) مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۱۱۸ مطبوعه مصر باب الحيض والنفاس والاستحاضة، الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۰۵ ج۱ باب الحيض مطلب فى احكام المعذور، زيلعى ص۶۴ ج۱ باب الحيض مطبوعه امداديه ملتان عالمگيرى ص۴۱ ج۱ الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس مطبوعه كوئٹه.

روزہ فاسد نہیں ہوتا خود بخود چڑھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ہاتھ یا کپڑے کے ذریعہ چڑھانے سے اگر نجاست ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے تو طہارت منتقض ہوجائے گی ورنہ نہیں۔ اتار چڑھاؤ میں مبرز میں یا پیر کے تلوے میں گرمی محسوس ہونا خروج ریح کی قطعی دلیل نہیں بلکہ محل کی گرمی اور تبخیر ہے۔ صوت یا بدبو کو خروج ریح کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔[1]

(۲) مراد یہ ہے کہ مثلاً ظہر کا وقت چار گھنٹے ہے تو اتنے وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا ظہور ہوجائے۔ بقائے عذر کے لئے اتنا کافی ہے اگر ابتداءً عذر کا تحقق ہوجائے تو پھر ایک وقت کی نماز کے لئے ایک ہی وضو کافی ہے اس سے مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۸۵ھ

منفرد کے لئے تکبیر کا جہر

سوال: منفرد مغرب، عشاء اور فجر کی فرض نمازوں میں سمع اللہ لمن حمدہ اور تکبیریں آہستہ کہے یا بلند آواز سے؟

---

[1] ومناط النقض العلم بكونه من الاعلى فلانقض مع الاشتباه وهو موافق للفقه والحديث الصحيح "حتى يسمع صوتا أو يشم ريحا" وبه يعلم انه من الاعلى: شامی کراچی ص ۱۳۶ ج ۱ مطلب فی نواقض الوضوء، مشکوٰۃ شریف ص ۴۰ باب ما یوجب الوضوء الفصل الاوّل مطبوعہ یاسر ندیم دیوبندی، مسلم شریف ص ۱۵۸ ج ۱ باب الدلیل علی ان من تیقن الطهارة ثم شک فی الحدث الخ کتاب الحیض مطبوعہ بلال دیوبند.

[2] وفی حق البقاء کفی وجوده فی جزء من الوقت ولو مرة وحکمه الوضوء لکل فرض اللام للوقت ای فالمعنی لوقت کل صلاة بقرینة قوله بعده فاذا خرج الوقت بطل: درمختار علی الشامی کراچی ص ۳۰۵ ج ۱ مطلب فی احکام المعذور، زیلعی ص ۶۵ ج ۱ باب الحیض مطبوعہ امدادیہ ملتان، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۲۰ باب الحیض الخ قبیل باب الانجاس والطهارة عنها مطبوعہ مصری.

الجواب: حامداًومصلیاً!

منفردان نمازوں میں تکبیر وتسمیع آہستہ کہے۔ وجهر الامام بالتكبير لحاجته الى الاعلام بالدخول والا نتقال قيدبالامام والماموم لان المنفرد لايسن لهما الجهربه لان الاصل فى الذكر الاخفاء ولا حاجة لهما الى الجهر[1] ص ۳۰۳ ج ۱ وجهر الامام بالتكبير اى قوله وكذا بالتسميع والسلام واما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسهٗ الخ. درمختار[2] ص ۳۱۹ ج ۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/ ۹۱ھ

منفرد کو تکبیرات بالجہر کہنا

سوال: کوئی شخص فرض یا نفل نماز رات کو منفرداً ادا کرتا ہے تو اس کو قرأۃ بالجہر وبالمخافت میں اختیار دیا گیا ہے باقی وظیفہ صلوٰۃ مثلاً سمع الله لمن حمده اور الله اكبر وغیرہ میں بھی اختیار ہے یا نہیں جواب مع الدلیل تشریح فرمائیں۔

الجواب: حامداًو مصلیاً!

ويسن جهر الامام بالتكبير والتسميع لحاجته الىٰ الاعلام بالشروع والانتقال ولاحاجة للمنفرد كالماموم ا ھ مراقى الفلاح بر طحطاوى[3] ص ۱۵۲ مابعد القرأة من الاذكار ان وجب للصلوٰة كتكبيرة الافتتاح يجهربه وكذا ماوضع للعلامة كتكبيرة الانتقالات للامام اما المنفرد والمتقدى فلايجهر ان الخ طحطاوى[4] درمختار ص ۲۳۴ اس سے

---

[1] البحر الرائق كوئٹه ص ۳۰۳ ج ۱ باب صفة الصلاة.

[2]..... الدرالمختار ص ۳۱۹ ج ۱ مكتبه نعمانيه الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۴۷۵ ج ۱ مطلب فى قولهم الاساء ة دون الكراهة باب صفة الصلاة، وأما المنفرد والمقتدى فلا يجهران به، عالمگيرى ص ۷۲ ج ۱ الفصل الثانى فى واجبات الصلوة مطبوعه كوئٹه بحر الرائق ص ۳۰۳ ج ۱ باب صفة الصلوة، تحت قوله وجهر الامام بالتكبير مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3]..... مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۱۲ مطبوعه مصر. باب صفة الصلاة

[4]..... طحطاوى على الدر ص ۲۳۴ ج ۱. باب صفة الصلاة عالمگيرى ص ۷۲ ج ۱ الفصل الثانى فى واجبات الصلوة مطبوعه كوئٹه البحر الرائق ص ۳۰۳ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه كوئٹه.

معلوم ہوا کہ منفرد کو سمع الله لمن حمده اور الله اکبر آہستہ کہنا چاہئے کیونکہ جہر کی علت اعلام ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۲/ ۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۴ رصفر ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

جہر مفسد صلوٰۃ نہیں

سوال: ایک فارغ التحصیل قاسمی ہیں۔ جہری نمازوں میں قراءت پر اتنا جہر کرتے ہیں کہ آواز مسجد کے باہر تک پہونچ جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انھوں نے یہ معذرت کی کہ آہستہ پڑھنے سے دل متأثر نہیں ہوتا اور بھول جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ تو کیا اس سے نماز میں کراہت تنزیہی یا تحریمی ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے نماز مکروہ نہیں[1] ہوگی، مگر اس کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ رہ گذر ہر قسم کے ہوتے ہیں، کوئی احترام کرتا ہے کوئی نہیں کرتا ہے۔ ہاں اگر مسجد کہیں سڑک کے قریب ہو تو لامحالہ آواز جائے گی گرچہ معمولی جہر ہو۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۸۹ھ

مقتدی کا امام سے پہلے تکبیرات انتقال کہنا

سوال: اگر تکبیرات انتقال مقتدی پہلے ادا کر جائے تو نماز میں کیا نقصان آتا ہے ؟

---

[1] (فان زاد علیه اساء) هذا احد اقوال الثانی ماحکاه الزاهدی عن ابی جعفر انه یزید فی الرفع علی قدر الحاجة وفی القهستانی انه افضل الااذا اجهد نفسه او آذی غیره (طحطاوی علی الدر ص ۳۶۴ ج ۱، فصل فی القراءة وشامی کراچی ص ۵۳۲ ج ۱ باب صفة الصلوة فصل فی القراءة، عالمگیری ص ۷۲ ج ۱ الفصل الثانی فی واجبات الصلوة مطبوعه کوئٹه.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز مکروہ ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال: امام صاحب کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ لیکن گرمی کے زمانہ میں لوگوں کا کہنا ہے کہ صحن میں صرف ایک ہی صف کی جگہ ہے۔ نمازیوں کو بیحد تنگی ہوتی ہے تو مجبوراً اگر امام صاحب محراب میں کھڑے ہو جائیں تو گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تنگی اور ضرورت کی حالت میں محراب میں کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کذا فی البحر[2] ص ۲۶ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۸/۳/۱ھ

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا ولا تكبروا حتى يكبر (الحديث ابو داؤد شريف ص ۸۹ ج ۱) يكره للمصلى سبعة وسبعون شيئا ترك واجب او سنة عمداً (الى قوله) كترك الاطمئنان فى الاركان وكمسابقة الامام لما فيهامن الوعيد الخ (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۸۰ ج ۱) فصل فى المكروهات، طبع مصر رد المحتار مع الدر المختار كراچى ص ۴۷۱ ج ۱ باب صفة الصلوة مطلب مهم فى تحقيق متابعة الامام، عالمگيرى ص ۱۰۷ ج ۱ الفصل الثانى فيما يكره الصلوة وما لا يكره مطبوعه كوئٹه، شامى زكريا ص ۱۹۹ ج ۲ مطلب فى إطالة الركوع للجائى، باب صفة الصلوة.

[2] قال الولوالجى فى فتاواه وصاحب التجنيس اذا ضاق المسجد بمن خلف الامام على القوم لابأس بان يقوم الامام فى الطاق لانه تعذر الامر عليه (البحر الرائق ص ۲۶ ج ۲ مكتبه كوئٹه كراچى باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، عالمگيرى ص ۱۰۸ ج ۱ الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة وما لا يكره مطبوعه كوئٹه، شامى زكريا ص ۴۱۴ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها.

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال: تنہا امام کا مسجد محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب سے کیا مراد ہے اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی

الجواب: حامداً و مصلیاً!

عامۃً وسط مساجد میں جدار قبلہ میں امام کے لئے جگہ بنی رہتی ہے امام کے قدم باہر ہوتے ہیں اور سجدہ محراب میں کرتا ہے علامہ شامی نے علت کراہت پر بحث کر کے حاشیہ بحر سے نقل کیا ہے۔ الذی یظهر من کلامهم کراهة تنزیة تامل اھ شامی[1] ص ۶۷۰ ج ۱، یعنی یہ کراہت تنزیہی ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے صرف اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ محراب ہی کے حکم میں باہر کا دروازہ بھی ہے اس میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے[2]۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم ۲۲/۱۲/۵۹ھ

---

[1] الشامی ص ۴۳۴ ج ۱ مکتبه نعمانیه شامی ص ۶۴۶ ج ۱ دارالفکر مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة الخ باب ما یفسد الصلاة الخ، البحر الرائق ص ۲۶ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۱۰۸ ج ۱ الفصل الثانی فیما یکره الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] یعنی جبکہ امام کے قدم محراب کے اندر ہوں۔

[2] (قوله ان علل بالتشبه) قید للکراهة وحاصله انه صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر ممتازا عنهم فی المکان لان المحراب فی معنی بیت آخر وذلک صنیع اهل الکتاب واقتصر علیه فی الهدایة واختاره الامام السرخسی وقال انه الاوجه (الشامی ص ۴۳۴ ج ۱ مکتبه نعمانیه، شامی ص ۶۴۳ ج ۱ دارالفکر شامی زکریا ص ۴۱۴ ج ۲ مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک سنة اولیٰ. باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، والأصح ما روی عن الإمام اکره للإمام أن یقوم بین الساریتین أو سارية أو ناحية المسجد إلی سارية لانه خلاف عمل الأئمة، النهر الفائق ص ۲۴۵ ج ۱ باب الامامة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام کا وسط محراب میں کھڑا ہونا

سوال[۱]: فاذا صلی الامام فی المحراب یتخلل الصف الاول بالمنبر والاعمدة وغیرها اما اذا نزل من المحراب فلایتخلل بشئ فیضطر الی التحول بیمنة ویسرة لئلایفوت السترة فان تحول یفوت التوسط فالافضل للامام ان یقف فی المحراب ام لافی الحالة المذکورة. اجیبواله جوابا شافیا کافیا علی المذهب الامام الشافعیؒ مع الادلة المعتمدة عندهم. قد اختلف الأراء نحوهذا الاقطار .فالمطلوب من حضرتکم ان شرحوا فی الجواب کافیا شافیا لانقض ولاسقم بعده لوجه اللّٰه الکریم المنان مع رعایة اخوة الاسلام.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ینبغی للامام ان یقف عندالمحراب حیث یکون من عن یمینه ومن عن یساره سواء وان تخلل شئی من المنبر والأعمدة فی الصف الاول لایلتفت الیه ولایتأخر لاحدٍ عن مکانه فان هٰذا التخلل لایخل فی الاصطفاف ولایمنع عن الاقتداء ولایؤجب الاساءة وهو الماخوذ به عند الشافعیة کذا فی اعانة الطالبین[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) رد المحتار علی الدر المختار کراچی ص۵۶۸ ج ۱ باب الامامة قبیل مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب، فتح القدیر ص۳۵۶ ج ۱ باب الامامة مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۱] ترجمہ سوال: جب امام محراب میں نماز پڑھے تو صف اول میں منبر اور ستون وغیرہ سے خلل پڑتا ہے البتہ جب محراب سے نیچے اتریں تو پھر صف میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پھر دائیں اور بائیں پلٹنے کی ضرورت ہوگی تاکہ سترہ فوت نہ ہو اگر پلٹے تو صف کا بیچ ہونا فوت ہوجاتا ہے تو اس صورت میں امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا افضل ہے یا نہیں شافعی مذہب کے مطابق کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں شوافع کے بیان قابل اعتماد دلائل کے ساتھ اس علاقہ میں آراء میں اختلاف ہوگیا ہے ،حضرت والا سے درخواست ہے کہ جواب تشفی بخش عنایت فرمائیں جس پر کوئی اعتراض وخلل وارد نہ ہو۔

ترجمہ جواب: امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ محراب کے پاس اس طرح کھڑا ہو کہ جو دائیں بائیں لوگ ہیں وہ برابر ہوں اگر منبر وستون وغیرہ صف اول کے بیچ میں آجائیں تو یہ قابل التفات نہیں اور کسی کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہٹے اس لئے کہ یہ بیچ میں آجانا صف بننے میں مخل اور اقتداء سے مانع نہیں اور نہ ہی اساءت (کراہت) کا موجب ہے یہی شافعیہ کے نزدیک قابل عمل ہے اعانت الطالبین میں اسی طرح ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے دروں میں کھڑا ہونا

سوال: اگر مسجد کے اندر جماعت ہورہی ہو اور باہر محراب میں جگہ خالی ہو اور باہر فرش پر بھی نمازی ہوں تو اس صورت میں نماز میں کچھ خلل تو نہیں آئے گا۔ نیز اگر درمیان محراب میں ایک آدمی یا دو چار آدمی کھڑے ہو جاویں تو کچھ حرج تو نہ ہوگا یعنی درمیان محراب میں خالی جگہ چھوڑنا اور تنہا آدمی اور دو چار آدمیوں کا کھڑا ہونا کیسا ہے کونسی شکل جائز اور کونسی ناجائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں محراب کو خالی چھوڑنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا اور دو چار آدمی کا صف بنا کر کھڑا ہونا بھی درست ہے[1] ایک آدمی کو تنہا نہیں کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ یہ مکروہ ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ حاشیہ) [1] .....وندب وقوف فی صف أول وهو مایلی الامام وإن تخلله منبر أو عمود الخ. اعانة الطالبین ص۲۳ ج۲ مطبوعه داراحیاء التراث العربی کتاب الصلاة، فصل فی صلاة الجماعة، مطلب ندب الوقوف والمبادرة فی الصف والتسویة الخ، شامی زکریا ص۳۱۰ ج۲ باب الامامة، مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب.

[1] والا صطفاف بین اسطوانتین غیرمکروه مبسوط (للسرخسی ص۳۵ ج۲) مطبوعه دارالفکر بیروت. باب صلاة الجمعة، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۵۸ ج۱ باب الامامة مطلب الکافی للحاکم الخ.

[2] .....وقد منا کراهة القیام فی صف خلف صف فیه فرجة للنهی وکذا القیام منفردا، وان لم یجد فرجة الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۱۶ ج۱ الدرالمختار مع الشامی ص۶۴۷ ج۱ مکتبه دارالفکر. مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة. باب ما یفسد الصلاة، البحر الرائق ص۳۵۲ ج۱ باب الامامة تحت قوله ویقف الواحد الخ مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص۸۸ ج۱ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمأموم مطبوعه کوئٹه.

(تنبیه) ویفهم من قوله: أوإلی سارية، کراهة قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیده قوله قبله السنة أن یقوم فی المحراب (شامی زکریا ص۳۱۰ ج۲ باب الإمامة مطلب فی کراهة قیام الإمام فی غیر المحراب

مسجد کے در میں امام کا کھڑا ہونا

سوال: امام مسجد کے دودروں کے درمیانی دروازہ میں اندر کھڑے ہوئے اور مقتدی باہر رہے ایسی شکل میں نماز میں کوئی خرابی تو نہیں ہوئی۔ اگر امام صاحب کے لئے دروازہ سے باہر کھڑا ہونا ضروری ہے تو اس کی کیا مقدار ہے ایک صاحب نے ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے حوالہ سے بتایا کہ اگر وہ دروازہ ڈیڑھ گز یا اس سے زیادہ چوڑا ہے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۲۸۱ میں یہ عبارت ہے[۱] باہر کے دروں کا بھی محراب کا ہی حکم ہے اس میں بھی امام کو قیام مکروہ ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی چھت پر نماز

سوال: مسجد کے اوپر جو چھت ہوتی ہے اس پر گرمیوں میں مغرب وعشاء وصبح کی نماز ٹھنڈک کی غرض سے اور جاڑوں میں دھوپ کی غرض سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(الف) زید کہتا ہے کہ مکروہ ہے اور شامی کا حوالہ دیتا ہے زید کا قول کہاں تک صحیح ہے؟

---

[۱] فتاوی رشیدیه مبوب، ص ۳۲۸، بیان کن امور سے نماز میں کراہت آتی ہے الخ مطبوعه محمودیه سهارنپور.

[۲] ویکره قیام الإمام بجملته فی المحراب لا قیامه خارجه وسجود فیه، مراقی الفلاح ص ۵۵ طحطاوی مصری ص ۳۹۴ فصل فی المکروهات، شامی کراچی ص ۶۴۵ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها عالمگیری ص ۱۰۸ ج ۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوة مطبوعه کوئٹه، والأصح ما روی عن الإمام أکره للإمام ان یقوم بین الساریتین أو سارية أو ناحية المسجد إلی سارية الخ النهر الفائق ص ۲۴۵ ج ۱ باب الامامة مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، شامی کراچی ص ۵۶۸ ج ۱ باب الامامة قبیل مطلب فی کراهة قیام الخ، فتح القدیر ص ۳۵۶ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مکروہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسجد کی چھت پر نماز

سوال: بعض مسجدوں میں ظہر وعصر کی نماز مسجد کے نیچے کے درجے میں ہوتی ہے اور بوجہ گرمی کی شدت کے مغرب، عشاء، فجر کی نماز موسمِ گرما میں صرف مسجد کی چھت پر ادا ہوتی ہے جب کہ مسجد کی چھت پر محض چہار دیواری کھینچی ہے نہ کوئی محراب ہے نہ کوئی سائبان، ایسی حالت میں کھلی ہوئی چھت پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور چھت تابع، مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ ہے۔ اصل مسجد چھوڑ کر چھت پر نماز پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ البتہ اگر جگہ کی قلت ہو تو چھت پر کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں اور جب گرمی ناقابلِ برداشت ہو تب بھی چھت پر کھڑے ہونے کی گنجائش ہے[۲] محراب کا نہ ہونا مضر نہیں[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۶/۶۱ھ

---

[۱] الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتدالحريكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الخ (الهنديه ص ۳۲۲ ج۵) كتاب الكراهية. الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة الخ الشامى نعمانيه ص ۴۴۱ ج ۱ شامى ص ۶۵۶ ج ۱ مكتبه دارالفكر بيروت مطلب فى احكام المسجد باب ما يفسد الصلاة الخ، تاتارخانية ص ۵۶۹ ج ۱ كتاب الصلوة ما يكره للمصلى وما لا يكره ومما يتصل بهذا الفصل قبيل الفصل الخامس فى بيان ما يفسد الصلاة الخ مطبوعه كراچى.

[۲] ويكره أن يقوم فى غير المحراب إلا للضرورة، رد المحتار زكريا ص ۴۱۴ ج ۲ باب يفسد الصلوة الخ تحت قوله وقيام الإمام فى المحراب تاتارخانية ص ۵۶۸ ما يكره للمصلى وما لا يكره مطبوعه كراچى.

[۳] ويكره أن يقوم فى غير المحراب إلا للضرورة، رد المحتار زكريا ص ۴۱۴ ج ۲ باب مايفسد الصلوة الخ قوله وقيام الإمام فى المحراب، تاتارخانيه ص ۵۶۸ ج ۱ ما يكره للمصلى ومالايكره مطبوعه كراچى.

سطح مسجد پر نماز

سوال: مکرمی ومحترمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم خیریت مزاج گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ گزارش خدمت گرامی اینکہ میں نے گذشتہ سال جمادی الاولیٰ کے ماہ میں ایک استفتاء بسلسلہ **صلوٰۃ علی سقف المسجد** ارسال خدمت کیا تھا اور حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب کا فتویٰ بھی ساتھ ہی ارسال کیا تھا جس میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ بھی درج تھا آنجناب نے ان حضرات کے فتاویٰ کی تردید بایں الفاظ کردی کہ قہستانی اور غرائب کے حوالہ کو رد کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ان سے زیادہ معتبر کتاب میں اس کے خلاف کوئی جزئیہ ہو اگر علامہ شامی کے قول مذکور سے سطح مسجد پر بلا کراہت کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو خود انہوں نے ''**ثم رأیت القهستانی انه**'' سے دور کردیا اس لئے عالمگیری اور شامی کی عبارت میں کچھ تعارض نہ رہا حدیث سے بھی کچھ تعارض نہ رہا ہے کیونکہ حدیث میں سطح کعبہ کا ذکر ہے اور غیر سطح کعبہ سے حدیث ساکت ہے اس عام مسجد کی چھت کو یہ کہنا کہ حکم مذکور فی الحدیث کے مستثنیٰ ہے صحیح نہیں کیا یہ کسی محدث یا فقیہ نے بیان کیا ہے صریح جزئیہ کے ہوتے ہوئے ان چیزوں کو کیسے مانا جائے انتہی کلامکم مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ آخر کوئی تو وجہ ہوگی کہ فقہ کی تمام کتابیں جو معتبر ہیں اس جزئیہ کے لکھنے سے ساکت ہیں پھر اتنی آسانی سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ کو علامہ شامیؒ کے قول کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے اب ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام کے اقوال وافعال کا اتباع کیا جائے کہ آیا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول وفعل تو کہیں اس جزئیہ کی علت کی تردید تو نہیں کررہا ہے، جب سے آپ کا فتویٰ آیا تھا مجھ کو اس کی تلاش رہی اور اس مسئلہ کے سلسلہ میں میں نے بہت ساری کتابوں کی طرف مراجعت کی جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوا کہ علت کراہت کی تردید ہوتی ہے خود صحابہ کرامؓ کے

عمل سے چنانچہ جلد اول، ص ۳۶۰ ر میں خود علامہ شامی نے یہ عبارت ''ولم تکن فی زمنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مئذنۃ انہ'' نقل فرمائی ہے جس سے یہ بات محقق نہیں ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ نبی کریم ﷺ کے سامنے مسجد کی چھت پر چڑھ کر اذان دیتے تھے، اگر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہوتا اور بے ادبی ہوتی تو مسجد نبویؐ کی چھت پر جو کہ عام مساجد کی چھتوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل احترام ہے اس پر بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوتا، پھر یہ کہ یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی جاری رہا اور سب سے پہلے مئذنۃ بقول علامہ شامیؒ کے حضرت معاویہؓ نے بنوایا ہے نیز یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا سقف مسجد پر نماز پڑھنا ثابت ہے اگر سقف مسجد پر نماز پڑھنا مکروہ ہوتا تو حضرت ابو ہریرہؓ اس سے ضرور پرہیز فرماتے چنانچہ امام بخاریؒ نے تو باب منعقد کیا ہے ''وصلّی ابوھریرۃؓ علی سقف المسجد'' اس کے تحت حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح تراجم ابواب بخاریؒ میں فرماتے ہیں ''غرضہ من عقد ھذاالباب اذماروی فی الحدیث وجعلت لی الارض مسجداً وطھوراً لایقتضی لزوم الصلوٰۃ علی الارض بل یجوز علی غیرذٰلک کالمنبروالخشب والسطوح ایضاً اذاکان طاھراً شرح تراجم ابواب بخاری، ص ۲۱ ر'' اور حضرت محدث کشمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''وصلی ابوھریرۃؓ انتقل الی مسئلۃ اخریٰ وھی ان الامام اذاکان تحت السقف والماموم فوقہ ھل تصح صلاتہ فتصح عندنااذاعلم انتقالات الامام الخ فیض الباری، ص ۲۰ ر ج ۲ ر'' نیز علامہ زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''فلایستقبل القبلۃ الی الکعبۃ واللام عھدیۃ فالمراد الکعبۃ لابیت المقدس ویحتمل شمولہ لہٗ حین کان قبلۃ واللّٰہ اعلم زرقانی علی الموطاء، ص ۳۹۱ ر اور نصب الرایہ میں ہے ''قال ابن عباس مااحب ان اصلی فی الکعبۃ من صلی فیھا فقد ترک شیئاً خلفہ، ج ۲ ر ص ۳۲۱ ر اور (باب الابواب

والغلق للکعبة والمساجد بخاری شریف ، ج ۱ /ص ۶۷/ وعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتشدوالرحال الاالیٰ ثلثة مساجد الخ بخاری شریف ، ج ۱ /ص ۱۵۹ / وعن سعید بن المسیب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من اکل ھذہ الشجر ۃ فلایقرب مساجد نا یؤذ ینا بریح الثوم قال الزرقانیؒ فلایقرب مساجدنا ایھاالمسلمون فالجمع فی ھذہ الروایة کروایة احمدؒ فیشمل جمیع المساجد وعلیہ الاکثر وقیل خاص لمسجد المدینة لاجل نزول جبرئیلؑ فیہ، زرقانی علی الموطأ ، ج ۱ /ص ۳۹۱/ ان عبارتوں میں غور فرمایئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ کشمیریؒ اور علامہ زرقانیؒ وغیرہم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد آخر اس بات سے کیوں ساکت ہیں کہ سطح مسجد پر چڑھنا مکروہ ہے اور زرقانی کو "فاالمراد الکعبة لاالبیت المقدس انہ " لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور انہوں نے بیت المقدس ودیگر مساجد کو کعبہ پر کیوں نہیں قیاس کیا، نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے " صلوٰۃ فی الکعبة" کو کیوں ناپسند کیا جبکہ کعبہ اور دیگر مساجد کا حکم ایک ہی ہے اور (بقول آپ کے) اور یہ کہ امام بخاریؒ کو "باب الابواب والغلق" میں کعبہ کے بعد مساجد کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے نیز یہ کہ علامہ زرقانیؒ کو "فیشمل جمیع المساجد وعلیہ الاکثر وقیل خاص انہٗ" کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں کہیں مسجد سے متعلق کوئی حکم بیان فرمایا ہے وہاں تو مسجد کا لفظ ارشاد فرمایا ہے یا مساجد کا نہ کہ کعبہ اور بیت اللہ کا ملاحظہ فرمایئے "فلایاتین المساجد وفی روایتہ فلایقربن مسجدنا وفی روایتہ فلایغشنا فی مسجد نا وفی روایتہ فلایقربنا فی المسجد (مسلم شریف ص ۲۰۹ ج ۱ وفی باب النھی عن نشد الضالة فی المسجد" عن ابی ھریر ۃ فان المساجد لم تبن لھذا وفی باب

النهی عن البصاق فی المسجد عن انس بن مالکؓ البزاق فی المسجد خطیئة وفی روایته التفل فی المسجد خطیئة وفی روایته النخاعة تکون فی المسجد الخ (مسلم شریف) آخر کوئی تو وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ تو مسجد یا مساجد کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور وہاں بیت اللہ کا اور یہ کہ جب محدثین کرام اس حدیث کی شرح کرتے ہیں تو لفظ مسجد کے استعمال سے ساکت نظر آتے ہیں اب آگے کچھ فقہی عبارت بھی نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) ''ویکره تحریماً الوطئی فوقه والبول والتغوط لانه مسجدالی عنان السماء قال الطحطاویؒ والقول بالکراهة هوالحق لان قوله تعالیٰ ولا تباشروهن الآیة الخ یحتمل الحرمة للاعتکاف والمسجد فکانت ظنیة ومثلها تثبت الکراهة لاالحرمة طحطاوی علی الدر ،ج ۱/ص۲۷۷/''

(۲) ''ویکره المجامعة والبول والتخلی فوق المسجد لان سطح المسجد له حکم المسجد حتی یصح الاقتداء منه بمن تحته ولایبطل الاعتکاف بالصعود الیه ولا یحل للجنب الوقوف علیه هدایه ،ج ۱/ ص۱۰۳/ (قال المحشی قوله، له حکم المسجد)لان حکم المسجد فی السقف والهواء جمیعاً. حواله بالا.

(۳) والوطئ والبول والتخلی فوق المسجد قال المحشی ای یکره الوطی ای المجامع بالنساء والبول والتخلی والتغوط علی سطح المسجد لانه فی حکم المسجد الخ شرح وقایه مکروهات للصلوٰة ،ج ۱/ص ۱۶۹/.

(۴) ثم جعل السرداب تحته لمصالح المسجد لایمنع کونه مسجداً قال المحشی وکذا بناء بیت فوقه الخ شرح وقایه ،ج ۱/ص ۲۵۲/ کتاب الوقف.

(۵) لوبنی فوقه بیتاً للامام لایکره لانه من المصالح الخ شامی ، ج ۱/ص ۵۱۲/

(٦) ”وتکره الصلاة فی معاطن وفی المجزرة وفی الحمام وفی المقبرة ویکره ایضاً علی سطح الکعبة للحدیث والمعنیٰ فیه عدم التعظیم وترک الادب حلبی کبیر، ص ۳٦۳/کراهیة الصلوٰة“

ان کتابوں کی عبارتوں میں غور فرمائیں کہ بول و براز اوران کاموں کومکروہ قرار دیا ہے، جوکہ اندرون مسجد بھی مکروہ ہی ہیں اورعلت یہ بیان فرمارہے ہیں کہ سقف مسجد مسجد کے حکم میں ہے پس جبکہ سطح مسجد مسجد کے حکم میں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اندرون مسجد میں تو نماز کسی حصہ میں بلاضرورت مکروہ نہ ہو اور سقف مسجد میں بلاضرورت مکروہ ہوجاوے اورضرورت بھی اسی کومخل خشوع ہو اور باعث اضطراب وپریشانی ”شامی“ کی عبارت سے بناء مسجد کے وقت امام کے لئے کمرہ بنوانے کی اجازت ہے ،اور جواز ثابت ہے ،اور یہ ظاہر ہے کہ جب امام کے لئے سقف مسجد پر کمرہ بنوایا جائیگا ،تو امام کا اس پر چڑھنا لازم آئیگا، حالانکہ ضرورت خارج مسجد میں بھی پوری ہوسکتی ہیں اور ”حلبی“ کی عبارت میں بھی سطح کعبہ کا بھی لفظ موجود ہے، حالانکہ مکروہات صلوٰۃ کے ہر باب میں اس کو لارہے ہیں اگراس قیام پر بجائے سطح کعبہ پر سطح مسجد کا لفظ استعمال ہے تو اشکال ہی ختم ہوجائیگا اورزیادہ مفید ثابت ہوتا ہے کیونکہ سطح کعبہ پر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اور دیگر مساجد کی چھتوں پر نماز پڑھنے کی ضرورت بہت سی مساجد میں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ نہ کسی محدث نے نہ کسی فقیہ نے سطح کعبہ پر بجائے سطح مسجد کا لفظ استعمال فرمایا اور نہ ہی کسی مفید کتاب میں یہ جزیہ مرقوم ہے، پس جبکہ کسی مفید کتاب میں یہ جزیہ موجود نہیں ہے پھر غرائب اور قہستانی جیسی غیر معتبر کتابوں کا حوالہ دیکر فتویٰ دینا اور لوگوں پر تنگی پیدا کرنا اور نماز کی اصل روح یعنی خشوع اور خضوع کو زائل کرنا اور دین کی بات میں تنگی کرنا کہاں تک مناسب ہے اس لئے آپ کا یہ فرمانا کہ کیا کسی محدث یا فقیہ نے بیان کیا ہے صریح جزئیہ ہوتے ہوئے ان باتوں کو کیسے مان لیا جائے یہ کہاں تک بجا ہے

یہ تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ کیا کسی محدث یا فقیہ نے سطح کعبہ کو سطح مسجد کے حکم میں اور اس کے برابر قرار دیا ہے یا کسی محدث یا فقیہ نے کعبہ کی تفسیر مسجد کیساتھ کی ہے، اگر کی ہے تو اس کو نقل فرمائیں، اس طرح حضرت مفتی عبداللہ صاحب مدظلہٗ اور مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کو جبکہ معقول ہے اور یہ کہ رافع حرج ہے، غیر معتبر کتابوں کے مقابلہ میں ترجیح دی جائیگی جبکہ اذان دینے کیلئے حضرت بلالؓ کا مسجد نبوی کی چھت پر چڑھنا روزانہ ثابت ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی منع نہیں فرمایا، اس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا سقف مسجد پر نماز پڑھنا ثابت ہے، اور ہدایہ جیسی معتبر کتاب میں یہ موجود ہے کہ سقف تمام احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے، اور کسی بھی فقہ میں سقف مسجد کا درجہ اندرون مسجد سے اونچا اور بہترین نہیں لکھا ہے، پھر کیسے باور کرلیا جائے کہ سقف مسجد پر چڑھنا مکروہ ہے، اور اس علت کی بناء پر نماز کو بھی مکروہ قرار دیا جائے، اگر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ تھا، تو آخر کسی فقیہ یا محدث یا شارح نے اس کو کیوں نہیں نقل کیا، اور بول و براز و مجامعت والے جزیہ کو اکثر فقہا کیوں نقل فرماتے ہیں، جبکہ سطح مسجد پر اس کا وقوع بھی بعید از قیاس ہے کیونکہ مسجد کی عظمت تو ہر ایک کے دل میں ہوتی ہے حتی کہ غیر مسلموں کے قلوب میں بھی ہوتی ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غرائب اور قہستانی کے بارے میں بھی کچھ نقل کر دیا جائے اگرچہ آپ کو اس کا علم ضرور ہوگا، اور آپ بھی اس سے باخبر ہوں گے:۔

(۱) واعلم انهم ذكروا ان مافى المتون مقدم على مافى الشروح ومافى الشروح مقدم على مافى الفتوىٰ فاذا وجدت مسئلة مافى المتون الموضوعة لنقل المذهب ووجد خلافها فى الشروح اخذ بما فى المتون واذا وقعت المخالفة بين مافى الشروح وبين مافى الفتاوىٰ اخذ بمافى الشروح لكن هذا اذالم توجد التصحيح الصريحى فى الطبقة التحتانية انتهى مقدمة شرح وقايه، ص ۱۰ ر"

(۲) لایجوز الافتاء من الکتب المختصرۃ کالنھر وشرح الکنز للعینی والدرالمختار شرح تنویر الابصار اولعدم الاطلاع علی حال مصنفیھا کشرح الکنز لملا مسکین وشرح النقایۃ للقھستانی اولنقل الاقوال الضعیفۃ فیھا کالقنیۃ للزاھدی فلایجوز الافتاء من ھذہ الا اذاعلم المنقول عنہ واخذ منہ انتھی"

(۳) "لایجوز الفتویٰ من التصانیف الغیر المشھورۃ"

(۴) "ومن الکتب الغیر المعتبرۃ شرح مختصر الوقایۃ للقھستانی الخ"

(۵) والقھستانی کجاوف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی"

(۶) "وقال علی القاری المکی فی رسالتہ لقد صدق عصام الدین فی حق القھستانی الی ان قال کان لایعرف بالفقہ وغیرہ بین اقرانہ"

ان عبارتوں میں غور فرمایئے جبکہ طبقہ تحتانیہ میں کسی نے بھی صعود علی سطح المسجد کو مکروہ نہیں فرمایا ہے، بلکہ بول وبراز وتخلی ہی کو لکھا ہے جس کسی نے بھی لکھا ہے اور جبکہ ہدایہ وغیرہ جیسی معتبر کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ سطح مسجد مسجد کے حکم میں ہے، اور قہستانی غیر معتبر کتاب ہے اور غرائب غیر مشہور ہے اور ان کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں اور حضرت بلالؓ کا مسجد کی چھت پر اذان دینے کے لئے روزانہ چڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ثابت ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کا نماز پڑھنا سقف مسجد پر خود بخاری کی روایت سے ثابت ہے اور کسی محدث نے بھی اس کیخلاف کوئی روایت نقل نہیں فرمائی، اور کسی شارح بخاری نے صلوٰۃ ابو ہریرہ کو ضرورت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور کسی امام یا مجتہد نے دیگر مساجد کو کعبہ پر قیاس نہیں کیا ہے، اور حدیث سطوح غیر کعبہ سے ساکت ہے اور بقول علامہ طحطاویؒ کے سطح کعبہ پر نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، پس ان غیر معتبر کتابوں کے حوالہ سے فتویٰ دیکر لوگوں پر حرج اور تنگی پیدا کرنا کہاں تک صحیح ہے اور مناسب ہے اگر کسی معتبر کتاب میں کوئی عبارت ہو تو اس کو نقل فرمادیں تاکہ اطمینان حاصل ہو اور ناچیز کی تشفی ہوجائے، اب آخر میں ایک اور عبارت نقل کرکے بات ختم کرتا ہوں

”وھو ھذہٖ و کلما یکرہ فی المسجد یکرہ فوقہ ایضاً،حلبی کبیری ،ص ۶۱۲/ اگر میری اس تحریر میں کوئی تلخی محسوس فرماویں تو معافی کا خواستگار ہوں کیونکہ بہر حال میں آپ کے سامنے طفل مکتب سا ہی ہوں۔

ضمیمہ(۱) ویکرہ ایضاً علی سطح الکعبۃ للحدیث و المعنیٰ فیہ عدم التعظیم وترک الادب کبیری شرح منیۃ،ص ۳۵۰/“

(۲) وتکرہ الصلوٰۃ علی سطح الکعبۃ عالمگیری ،ج ۱/ ص ۱۰۸/ مکروھات الصلوٰۃ“

(۳) وعلی سطح الکعبۃ بحرالرائق ،ج ۲/ص ۳۳/ مکروھات الصلوٰۃ “

(۴) ویکرہ علی سطح الکعبۃ منیۃ المصلی ،ص ۱۰۹/مکروھات صلوٰۃ “

(۵) و کلما یکرہ فی المسجد یکرہ فوقہ ایضاً کبیری ،ص ۵۶۸/ فصل فی احکام المسجد“

(۶) وکذا یکرہ الوطئ فوق المسجدلان سطحہ مسجد ولھذا یصح الاقتداء بمن فیہ (فی الحاشیۃ) ففی داخلہ بالاولیٰ الخ کنزالدقائق ، ص ۳۴/ فصل فی مکروھات الصلوٰۃ“

(۷) ثم ان ابسط لدفع الحروالبردلاکراھۃ فیہ لانہ یحصل بہ الحضور وزال الاضطراب الخ“

(۸) ”ویکرہ تغمیض عینیہ انتھی لاکمال الخشوع ای فلایکرہ کبیری شرح منیۃ ،ص ۲۸۳/“

(۹) ”بل ربما یکون اولی کمافی البحر طحطاوی علی الدر، ج ۱/ص ۲۷۲/“

نوٹ :۔ یہ عبارات بھی قابل غور ہے آخر کیا وجہ ہے کہ تمام مصنفین باب الصلوٰۃ فی الکعبہ اور مکروہات الصلوٰۃ دونوں ہی جگہ سطح کعبہ ہی کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اگر سطح مسجد کا لفظ

استعمال فرماتے تو پھر اشکال ہی ختم ہوجاتا ہے۔

(۲) کنزالدقائق کی عبارت مع حاشیہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اندورن مسجد کا درجہ سطح مسجد سے اعلیٰ ہے۔

(۳) صریح نہی کے ہوتے ہوئے آنکھ کا بند کرنا کمال خشوع کیلئے مکروہ نہیں بلکہ بسا اوقات بہتر ہے کمافی البحر۔

(۴) عبارت نمبر (۷) بھی قابل غور ہے کہ باوجود احادیث کے مختلف ہونے کے رفع حروبرد کیلئے کراہیت کی نفی ہے اس لئے کہ اس کی وجہ سے حضور اور زوال اضطراب حاصل ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

محترم مدت فیوضکم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مشتمل برتحقیقات علمیہ موجب مسرت ہوا۔

مسجد کی چھت پر چڑھنا اور گرمی کی شدت میں وہاں جماعت کرنا قہستانی اور غرائب میں مکروہ لکھا ہے، اور اس کراہیت کو شامی[۱] اور عالمگیری[۲] میں نقل کیا ہے نہ تغلیط کی ہے اور نہ تضعیف، قہستانی اور غرائب پر فتویٰ دینے کو شرح عقود رسم المفتی[۳] علامہ شامی نے ناجائز لکھا ہے جب تک مأخذ پر اطلاع نہ ہو فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں یہ مسئلہ نقل بھی کیا ہے، جو قرینہ ہے کہ صاحب رد المحتار اور عالمگیری کے نزدیک یہ مسئلہ غلط نہیں آپ نے تتبع بلیغ کے باوجود اس کی تردید میں کسی

---

[۱] رأیت القهستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد اھ ویلزمه کراهة الصلاة ایضاً فوقه (شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۵۶/ باب مایفسد الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد)

[۲] عالم گیری کوئٹہ، ج۵/ص ۳۲۲/کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد.

[۳] ومن الکتب الغریبة منلا مسکین شرح الکنز والقهستانی لعدم الاطلاع علی حال مؤلفیهما او لنقل الاقوال الضعیفة کصاحب القنیة او الاختصار کالدر المختار للحصکفی والنهر والعینی شرح الکنز قال شیخنا صالح الجنینی انه لا یجوز الافتاء من هٰذه الکتب الا اذا علم المنقول عنه والاطلاع علی مآخذها الخ. شرح عقود رسم المفتی، ص ۳۶/(مطبوعه سعید یه سهارنپور) مقدمه عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة ص ۱۱ ج ۱ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص ۷۰ ج ۱ مقدمه، مطلب فی طبقات المسائل وکتب ظاهر الروایة.

مصنف سے صریح جزئیہ نقل نہیں کیا ہے، اشارات اور التزامات سے احتجاج کیا ہے طالب علمانہ کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا'' آپ کے استدلالات کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزانہ مسجد کے چھت پر چڑھنا اور اذان دینا

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا۔

(۳) مسجد کی چھت پر جو چیزیں مکروہ ہیں ان میں صعود اور اس کے خلاف کا عام کتب میں ذکر نہ کرنا۔

(۴) چونکہ مسجد نیچے اور اوپر سب مسجد ہے اس لئے جو چیزیں اندرون مسجد مکروہ نہیں اسکی چھت پر بھی مکروہ نہ ہونا۔

(۵) فقہاء کا مسجد کی چھت پر امام کی رہائش کے لئے حجرہ بنانے کی اجازت دینا

(۶) سطح کعبہ پر سطح مسجد کے قیاس کا صحیح نہ ہونا، اب اسی ترتیب سے طالب علمانہ اشکالات پیش خدمت ہیں:۔

(۱) روایت ابوداؤد ''عن عروة بن الزُبير عَنْ اِمْرأةٍ مِنَ النَّجَّارِ قَالَتْ كَانَ بَيْتِيْ مِنْ اَطْوَلِ بَيْتٍ كَانَ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بَلالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِيْ بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ اِلَى الْفَجْرِ فَاِذَا رَاٰهُ تَمَطّٰى ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ وَاَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ قَالَتْ ثُمَّ يُؤَذِّنُ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُه كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً يَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ''[۱]

یہ مضمون دیگر کتب حدیث وشروح میں بھی مذکور ہے۔

(۲) مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت اس قابل نہیں تھی کہ جس پر نماز پڑھی جاسکے اس کی

---

[۱] ''ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۷۷/ کتاب الصلوٰة باب الاذان فوق المنارة'' جامع الاصول ۲۰۰ ج۶ حدیث ۳۳۷۱ کتاب الصلوة، الفرع الثانی فی احکام تتعلق بالاذان والاقامة، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت. جمع الفوائد ص ۱۷۶ ج ۱ حدیث ۱۱۵۸، بدأ الاذان والاقامة وکیفیتهما الخ.

حالت تو یہ تھی ''ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان بناء مسجدہ بالسمیط لبنۃ لبنۃ ثم ان المسلمین کثروا فبناہ بالسعیدۃ فقالوا یارسول اللّٰہ لو امرت من یزید فیہ فقال نعم فأمربہ فزید فیہ وبنیٰ جدارہ بالانثیٰ والذکر ثم اشتدعلیھم الحر فقالوا یارسول اللّٰہ لو امرت بالمسجد فظلل قال نعم فامربہ فاقیمت فیہ سواری من جزوع النخل ثم طرحت علیھا العوارض والخصف والاذخر فعاشوا فیہ واصابتھم الامطارفجعل المسجد

یکف علیھم فقالوا یارسول اللّٰہ لو امرت بالمسجد فطین فقال لاعریش کعریش موسیٰ فلم یزل کذالک حتی قبض رسول اللّٰہ ﷺ الخ ، وفاء الفا ج ۱ ر ص ۳۳۵ ر[۱]

وکذا فی فتح الباری ،[۲] والعینی[۳]''

(جدار مسجد پر کبھی اس کی نوبت آئی ہوگی نہ کہ چھت پر جماعت سے نماز پڑھنا) امام بخاریؒ اور شراح کا مقصد صرف اتنا ہے کہ نماز کے لئے ارض شرط نہیں ہے بلکہ اسکے علاوہ پر بھی نماز درست ہے۔

(۳) فقہاء کا قول التخلی والوطی وغیرہ کے ذکر سے حصر مقصود نہیں ہے کہ عدم ذکر کو ذکر عدم قرار دیکر استدلال کی گنجائش ہو آپ خود غور کریں گے تو اور بھی بے شمار اشیاء اسی میں ملیں گی جو مکروہ وممنوع ہیں۔

(۴) علامہ شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مسجد نیچے اوپر سب مسجد ہے جس سے حق العبد

---

[۱] وفاء الوفاء بیروت ، ج ۱ ر ص ۳۳۵ ر السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ ،الباب الثالث ، الفصل الاول فی اخذہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لموضع مسجدہ وکیفیۃ بنائہ .

[۲] فتح الباری ، ج ۲ ر ص ۱۱۰ ر باب بنیان المسجد ،کتاب الصلوٰۃ ،مطبوعہ نزار مصطفےٰ الباز مکہ مکرمہ .

[۳] عینی ، ج ۲ ر ص ۲۰۶ ر جزء ۴ ر مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

منقطع ہو[1]، کوئی شخص بالکلیہ تصرف نہ کر سکے مثلاً نیچے رہائش مملوکہ مکان ہے اور اوپر مسجد بنائی جائے، یا اس کا عکس ہو یہ درست نہیں اس لئے اس مسئلہ کو مسئلہ بحوث بناء سے کوئی تعلق نہیں۔

(۵) اس کا منشاء صرف یہ ہے کہ جب امام کے لئے کہیں رہنے کو جگہ نہیں تو مجبوراً مسجد کی چھت پر حجرہ بنانے کی اجازت ہے کیونکہ وہاں نہ جماعت ہوتی ہے اور نہ تنہا نماز پڑھتے ہیں، اسی لئے غرض مسجد (نماز) فوت ہو کر مسجد کا محبوس ہونا لازم نہیں آیا، نیز جب اوپر نیچے سب کا حکم یکساں ہے کیا آپ اس کی بھی اجازت دینگے کہ اندرون مسجد امام کے لئے حجرہ بنا دیا جائے جس سے اتنی جگہ محبوس ہو جائے اور وہاں نماز نہ پڑھی جا سکے اگر اجازت نہیں دینگے، اور امید بھی یہی ہے کہ اجازت نہیں دیں گے، تو یہاں اندرون مسجد اور سطح مسجد کا حکم کیوں الگ الگ ہوا، ضرورت نہ ہو تو سطح مسجد پر بھی حجرہ کی اجازت نہیں، نیز جس وقت جس صورت میں اجازت ہے اور آپ استدلال کرتے ہیں ضرور وہاں امام کے لئے چڑھنے اور رہنے کی اجازت ہوگی، تو کیا ایسی حالت میں دیگر امر پر تخلی وغیرہ کی بھی اجازت دینگے، ہرگز نہیں غور کریں کہ مساجد کی چھت پر گنبد بنانے کا دستور صدیوں سے چلا آ رہا ہے، شاید اس میں یہ مصلحت مضمر ہو کہ وہاں جماعت نہ کی جا سکے۔

(۶) یہ صحیح ہے کہ کعبۃ اللہ کی حرمت دیگر مساجد کو حاصل نہیں لیکن کچھ احکام مشترک ضرور ہیں، مساجد مطلقاً بھی شعائر اللہ میں سے ہے، نیز ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ منع دخول المشرک فی المسجد الحرام جو منصوص ہے اس کے ذیل میں دیگر مساجد بھی آتی ہے جیسا کہ امام رازیؒ نے تفسیر[2] کبیر میں لکھا ہے یہ قول حنفیہ کے نزدیک مختار نہ ہو اور اس وقت اس سے مقصود یہ فتویٰ دینا

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلاه مسجداً لينقطع حق العبد عنه، شامی کراچی، ج۴/ص ۳۵۸/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[2] قال الشافعیؒ الکفار یمنعون من المسجد الحرام خاصة وعند مالک یمنعون من کل الماسجدوعندابی حنیفةؒ لایمنعون من المسجد الحرام ولامن سائر المساجد(تفسیر کبیر، ج۴/ص ۴۱۸/ (بقیہ آئندہ پر)

بھی نہیں ہے، مقصود محض اشتراک فی بعض احکام کی نشاندہی کرنا ہے آخر میں گزارش یہ ہے کہ اشتدا دحر جو کہ مخل خشوع ہے جس کے ابتلاء عام کی وجہ سے تحصیل خشوع کے لئے مسجد کی چھت پر جماعت کرنے کی آپ بلا کراہت اجازت پر مصر ہیں

یہ اشتدا دحر اور ابتلاء عام نو پیدا شدہ نہیں ہمیشہ رہے ہیں، مدینہ منورہ کی گرمی بھی شدید ہوتی ہے اور شدید تھی مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتابعین عظامؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور کسی سے بھی منقول نہیں کہ تحصیل خشوع کے لئے چھت پر جماعت کی ہو اور اگر کبھی یہ چیز مل جائے تو بہت ہی مفید مطلب ہونگی، جتنی عبارتیں آپ نے نقل کی ہے، ان کی ضرورت نہیں رہے گی بات بالکل صاف ہو جائیگی، خط کے ختم پر آپ نے تلخی کی معذرت بھی لکھی ہے (اگر کوئی ہو) علمی تحقیقات میں تلخی کا کیا کام، اس سے مسرت ہوتی ہے، کہ حق تعالیٰ نے آپ کو علمی کاوش اور تفتیش کا ذوق عطا فرمایا ہے یہ ناکارہ آنکھوں کی مجبوری کی وجہ سے خود جواب تحریر نہ کرسکا دوسرے شخص سے املا کرایا ہے کوئی بات خلاف مزاج ہو تو درگزر فرمائیں، حق تعالیٰ علوم نافعہ اعمال صالحہ اخلاق فاضلہ میں ترقی عطاء فرمائے جو چیز نا قابل اصلاح ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائیں احسان ہوگا۔

نتیجہ:۔ جو کچھ تحریر کیا گیا یہ پریشان خیالات ہیں اگر غلط نہ ہوں اور کوئی قوی دلیل ان کے خلاف نہ ہو تو تسلیم کرنے سے ہرگز دریغ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے اندر کنویں پر نماز

سوال: ہمارے موضع میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اس میں کنواں فرش کے درمیان آ گیا ہے، کنویں کے اوپر پتھر رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) تحت قولہ تعالیٰ "انما المشرکون نجس الخ" سورۂ توبہ) تحت آیت ۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الجامع لاحکام القرآن ص ۴۰، ۴۱ الجزء الثامن، مطبوعہ دار الفکر بیروت تفسیر مظہری ص ۱۷۶، ۱۷۷ ج ۴ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نجاست بقدرِ عفو کے ساتھ نماز کا حکم

سوال: اگر کسی کی لنگی میں ایک قطرہ پیشاب کا ٹپکا جو پھیلاؤ میں ایک روپیہ سے کم ہے اوراس کو پہن کر نماز پڑھ لیتا ہے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں لنگی کھل جائے تو کیا کرے

سوال: نماز کی حالت میں اگر لنگی کھل گئی اور ایک ہاتھ سے باندھنا دشوار ہے تو کیا دونوں ہاتھ سے باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا پھر سے تکبیر تحریمہ باندھنا پڑیگا نیز اگر نماز کی حالت میں ازار بند ٹوٹ گیا فوراً بیٹھ جائے اور بیٹھ کر ادا کر لینے سے نماز ہو جائے گی یا اپنے پائجامے کے ازار بند کو باندھ کر پھر سے نماز شروع کرے یہ صورت فرض نماز کی تحریر کی گئی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایک ہاتھ سے سنبھال کر نماز پوری کر سکتا ہے تو کر لے ورنہ دونوں ہاتھ سے درست کر کے از

---

[1] وعفی الشارع عن قدر درهم وإن كره تحريما فيجب غسله ومادونه تنزيها شامی نعمانیه ص ۲۱۰ ج ۱ باب الأنجاس، طحطاوی مع المراقی ص ۱۲۴ باب الأنجاس والطهارة عنها طبع مصر، حلبی کبیر ۱۷۲/۱۷۳ فصل فی الآسار طبع لاهور.

سرے نو پڑھے[1] نفل میں اتنی گنجائش ہے کہ بیٹھ کر نماز پوری کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز میں لنگی یا پائجامہ درست کرنا!

سوال: یہاں اکثر مولوی حضرات نماز پڑھاتے وقت دونوں ہاتھ سے سجدہ میں جاتے وقت اپنی لنگی یا پائجامہ کو اوپر اٹھاتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں اور قعدہ کی حالت میں دونوں ہاتھ سے اپنا کرتہ یا قمیص ٹھیک کرتے ہیں جو نماز کی حالت میں ذرا سا اِدھر اُدھر سکڑا رہتا ہے یہ فعل ہر رکعت میں صادر ہوتا ہے اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں اور نماز میں ہمیشہ ادھر ادھر جھانکتے رہتے ہیں کبھی داہنے جانب کبھی بائیں جانب کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی اوپر کی جانب ایسے شخص کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز اس طرح بھی ادا ہو جائے گی مگر یہ چیزیں وقار نماز کے خلاف ہیں[3] اصل یہ ہے کہ جس

---

[1] دونوں ہاتھ سے لنگی درست کرنا یہ عمل کثیر ہے جو مفسد صلاۃ ہے اس لئے دونوں ہاتھ سے لنگی درست کرنے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائیگی اور از سر نو نماز پڑھنے کا حکم ہوگا۔ نیز فرض نماز میں قادر کے لئے بیٹھنا بھی جائز نہیں اس لئے بیٹھ کر بھی نماز پوری کرنا درست نہیں ہے۔ العمل الکثیر یفسد الصلاة الی قوله و ان مایقام بالیدین عادة کثیر عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۱ ج ۱ الفصل الاول فیما یفسدها، الدر مع الشامی زکریا ص ۳۸۵ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطلب فی التشبه باهل الکتب مجمع الانهر ص ۱۸۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها طبع دار الکتب العلمیة بیروت. ان قدر علی القیام والرکوع والسجود یصلی قائما برکوع وسجود لایجزیه الاذلک الخ. قاضیخان علی الهندیة ص ۱۷۱ ج ۱ باب صلاة المریض.

[2] واذا افتتح التطوع قائما ثم اراد ان یقعد من غیر عذر فله ذلک الخ. عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۴ ج ۱ الباب التاسع فی النوافل، مجمع الانهر ص ۲۰۱ ج ۱ باب الوتر والنوافل فصل اول مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی مع المراقی ص ۳۲۸ فصل فی صلاة النفل جالساً طبع مصر.

[3] وکره تشمیر کمیه عنهما للنهی عنه لما فیه من الجفا المنافی للخشوع. طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۸۳ فصل فی المکروهات. مطبوعه مصر البحر الرائق ص ۱۹ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة مطبوعه الماجدیه کوئٹه شامی کراچی ص ۲۴۰ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة الخ مطلب مکروهات الصلوة.

کے قلب میں خشوع ہوتا ہے اس کے جسم پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چار رکعت کی نیت کر کے تین پر بھول کر سلام پھیر دیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: زید نے چار رکعت فرض کی نیت باندھی بھول کر تیسری رکعت میں بیٹھ گیا اور التحیات درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیا نماز کے بعد یاد آ گیا کہ تین رکعت پڑھا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ نماز مذکور کا کیا ہوگا۔ کیا باطل ہوئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس نماز کی فرضیت باطل ہوگئی[۲] آخرت میں ممکن ہے کہ دو رکعت کا ثواب مل جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

---

[۱] وإختلف فی أن الخشوع من افعال القلب کالخوف او من افعال الجوارح کالسکون أو قال فی الحلیة والأشبه الاول وقد حکی اجماع العارفین علیه وأن من لوازمه ظهور الذل وغض الطرف وخفض الصوت وسکون الاطراف الخ شامی زکریا ص۴۰۷ ج۲ باب ما یفسد الصلوة، مطلب فی الخشوع.

[۲] والقعده الاخیرة فرض فی الفرض والتطوع حیث لوصلی رکعتین ولم یقعد فی آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته (عالمگیری ص ۷۱ ج ۱) الباب الرابع فی صفة الصلاة. الفصل الاول فی فرائض الصلاة، والسادسة من الفرائض القعدة الاخیرة الی قوله وتظهر فرضیتها فی هذه المسائل الاولیٰ رجل صلی الظهر ..... ولم یقعد علی رأس الرابعة بطلت فرضیته، لترکه الفرض علی وجه لا یمکن تدارکه، حلبی کبیر ص ۲۹۰/۲۸۹ السادس القعدة الاخیرة طبع لاهور.

بچہ نے اپنی ماں کا دودھ اس کی نماز کی حالت میں پی لیا

سوال: حالت نماز میں اگر بچہ دودھ پی لے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر بچہ نے خود بخود آ کر دودھ پی لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۶ھ

امام کا نماز کے لئے کچھ اونچا کھڑا ہونا

سوال: ایک امام صاحب ایک فٹ اونچے جگہ پر کھڑے رہتے ہیں اور تمام مقتدی نیچے کھڑے رہتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایک ذراع سے کم اونچا ہو یا کوئی مجبوری ہو تو درست ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اعلیٰ بات یہ ہے کہ امام ومقتدی سب ایک سطح پر برابر کھڑے ہوں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1].....(تنبیہ) یہ حکم اس وقت ہے جب کہ عورت کے پستان سے دودھ نہ نکلا ہو اور اگر دودھ نکل آیا تو پھر نماز فاسد ہو جائیگی اومص ثدیها ثلاثاً اومرة ونزل لبنها الخ. هذا التفصيل مذكور فى الخانية والخلاصة وهو مبنى علىٰ تفسير الكثير بما اشتمل على الثلاث المتواليات وليس الاعتماد عليه وفى المحيط ان خرج اللبن فسدت لأنه يكون ارضاعاً والا فلاولم يقيده بعدد وصححه فى المعراج.شامى زكريا ص ۳۹۰ ج ۲ مطلب فى المشى فى الصلوة، باب ما يفسد الصلاة الخ

عالمگيرى ص ۱۰۴ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد الصلوٰة الخ.(مطبوعه كوئٹه) خانيه على هامش الهندية ص ۱۳۲ ج ۱ باب ما يفسد الصلوة البحر الرائق ص ۱۲ ج ۲ (مكتبه الماجديه كوئٹه) باب مايفسد الصلوٰة طحطاوى على المراقى ص ۲۶۲ باب مايفسد الصلوة(مطبوعه مصر) بہشتی زیور ص ۲۳ ج ۲ (نماز توڑ دینے والی چیزوں کا بیان) مکتبہ تھانوی دیوبند) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں کھنکارنا

سوال: امام کے لئے نماز میں بغیر ضرورت کے بار بار گلا صاف کرنے کے لئے کھنکارنا جائز ہے یا مکروہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز کراہت یا بلا کراہت جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلاضرورت کھنکارنا مکروہ ہے اگر اس میں الفاظ بھی پیدا ہو جائیں تو مفسد صلوٰۃ ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں ڈکار لینا

سوال: نماز میں ڈکار لینا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۱۴۰۱ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ۲ وانفراد الامام علی الدکان للنهی وقدر الارتفاع بذراع ولابأس بمادونه وقیل مایقع به الامتیاز وهو الاوجه وهذا کله عند عدم العذر (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۴۶ ج۱ مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة اولیٰ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها)، حلبی کبیر ص ۳۶۱ فروع بعد کراهیة الصلوة، طبع لاهور، بحر کوئٹه ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها.

(صفحہ ہٰذا) ۱ ویفسدها التنحنح بلاعذر لمافیه من الحروف وان کان لعذر کمنعه البلغم من القراءة لایفسد (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۶۳ باب مایفسد الصلوٰة) حلبی کبیری ص ۳۵۱ کراهیة الصلاة مطبوعه لاهور، بحر کوئٹه ص۴،۵ باب ج۲ ما یفسد الصلاة وما یکره.

۲ ومن الأدب دفع السعال ما استطاع تحرزاً عن المفسد فانه اذا کان بغیرعذر یفسد ای اذا حصل به حروف ومثله الجشاء (مراقی الفلاح علی الطحطاوی مطبوعه مصری ص۲۲۴ فصل من ادابها) ولم یقل أو مضطراً کما لو غلبه سعال أو عطاس أو جشاء لانه غیر مفسد لتعذر الاحتراز عنه (شامی زکریا ص ۳۷۱ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب فی الفرق بین السهو والنسیان، بحر کوئٹه ص۳ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها.

نماز میں کھانسنا

سوال: (۱) ایک شخص کہتا ہے کہ جب امام مصلی پر نماز کی نیت باندھنے کے بعد کھانس پڑے تو اس نے اپنے اوپر کفر کیا وہ منافق بھی ہوگیا نماز بھی فاسد ہوگئی اور اس امام کے پیچھے نماز بھی جائز نہیں؟

(۲) میں نفیس احمد مجھے امامت کراتے ہوئے تقریباً چودہ سال ہوگئے ہیں اور میں نے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور میں تعلیم پائی ہے میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ وقت ضرورت کھانس سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) کھانسی غیر اختیاری چیز ہے حضرت نبی اکرم ﷺ کو بھی نماز پڑھانے کی حالت میں کھانسی آئی ہے جیسا کہ بخاری شریف[۱] میں ہے کھانسی آنے پر امام کو کافر یا منافق کہنا بہت سخت بات ہے وہ شخص فوراً توبہ کرے[۲]۔

(۲) (۱) میں اس کا جواب آ گیا۔ خود بھی ضرورت پر کھانسنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۶ھ

---

[۱] عن عبد اللّٰہ بن السائب قرأ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المؤمنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون أو ذکر عیسی اخذتہ سعلۃ فرکع الحدیث بخاری شریف ص ۱۵۴ ج ۱ باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ الخ مطبوعہ دار السلام ریاض، ترجمہ: عبداللہ بن سائب سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورۂ مومنون پڑھی یہاں تک کہ جب آپ موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آ گئی اور آپ نے رکوع کر دیا۔

[۲] وعذر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافراً نعم ای یکفر ان اعتقدہ کافراً الخ. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۱۶ ج ۶ کتاب الحدود باب التعزیر مطلب فی الجرح المجرد، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذالک (مشکوۃ شریف ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، طبع یاسر ندیم دیوبند.

نماز میں پاس انفاس

سوال: میں نے ہر سانس میں سے لاالہ الّا اللّٰہ کے نکلنے کی عادت ڈال لی ہے میں اگر جماعت سے نماز ادا کر رہا ہوں اور امام کی قرأت سنتے وقت یہ کلمہ نماز ادا کرتے وقت، ہر سانس سے نکلے تو میری نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز کی حالت میں اس سے پرہیز چاہئے قرأت امام کی طرف متوجہ رہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۶ھ

گالی دینے والے کی نماز

سوال: زید صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، لیکن گالی ہر وقت منہ سے جاری رہتی ہے، کا اس قبیح خصلت والے کی نماز، روزہ میں قباحت آئے گی ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس خصلت قبیحہ کے باوجود نماز، روزہ جو کچھ بھی شرعی طریقہ پر ادا کیا جائے وہ ادا ہو جائے گا،[2] اس خصلت کی قباحت حدیث میں ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] وصرح علماؤنا بكراهة الدعا والا ستغفار حال قراء ة القران وكذا كل ما يشغله عن الاستماع فلا يرد سلاماً ولايشمت عاطسالما فيه من الاخلال بفرض الاستماع (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۴ باب شروط الصلوٰة و أركانها) بل يستمع إذا جهر وينصت إذا اسر لقول ابی هريرة رضی اللّٰه عنه كنا نقرأ خلف الإمام فنزل وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا (الدر مع الشامی زكريا ص ۲۶۶ ج ۲ باب صفة الصلوة مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۱۸۳ باب شروط الصلوة، حلبی كبير ص ۳۰۴ صفة الصلوة طبع لاهور، بدائع زكريا ص ۵۴۱ ج ۱ كتاب الصلوة، مفسدات صلوة.

[2] وراج حديث ابی هريرة رضی الله عنه مرفوعاً آيةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ زَادَ مُسْلِمُ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (مرقاة ص ۱۰۶، ج ۱/ باب الكبائر، الفصل الاول) مطبوعه ممبئی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں ترجمہ کی طرف دھیان دینا

سوال: نماز میں دل لگنے کے لئے ایک صاحب آیت پڑھ کر پھر اس کے ترجمہ کی طرف دھیان دیتے ہیں اس میں سکوت کے ساتھ کچھ وقفہ ہو جاتا ہے، مگر تین تسبیح سے کم بتاتے ہیں، تاہم اس طرح چند آیتوں کا وقفہ جمع ہو کر تین تسبیح سے زیادہ ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں نماز درست رہتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز تو اس طرح بھی ہو جاتی ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مقتدی کا سہواً قرأت کرنا

سوال: اگر مقتدی بھول کر امام کے پیچھے قرآن یا دعا پڑھ دے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جی ہاں مگر بھول کی وجہ سے تخفیف ہوگی۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] راجع حديث عبد الله بن مسعود مرفوعاً سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، مشكوٰة شريف، ص ۴۱۱، ترجمہ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔

(صفحہ ہٰذا) [۱] كما يستفاد ولا يفسد نظره الى مكتوب وفهمه ولو مستفهما الخ، در مختار مع الشامی زكريا ج۲ ص۳۹۷ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب إذا قرأ قوله تعالىٰ جدك بدون ألف لا تفسد، بحر كوئٹه ص۱۴ ج۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، البتہ تفکر کے دوران زیادہ وقفہ درست نہیں ہے وإن طال تفكره ولم يسلم إن كان زمن التفكر زائداً عن التشهد قدر أداء ركن وجب عليه سجود السهو وإن لا أى إن لم يكن تفكره قدر اداء ركن لا يسجد لكونه عفواً، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۳۸۶ باب سجود السهو، فتح القدير ص۵۰۲ ج۱ باب سجود السهو، طبع دار الفكر بيروت.

[۲] الموتم لا يقرأ مطلقاً فان قرأ كره تحريماً الدر المختار مع الشامى، نعمانيه ص۳۶۶ ج۱ فصل فى القرأة البحر الرائق ص۴۳۳ ج۱ فصل وإذا اراد الدخول فى الصلاة الخ مطبوعه كوئٹه، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۱۶۰ ج۱ باب صفة الصلوة فصل ثانى مطبوعه دار الكتب العلمية.

اخراج ریح کا تقاضا نہ ہونے کی صورت میں نماز

سوال: وہ شخص جس کو بعد وضو کرنے کے خروج ریح کا شبہ ہو یا تقاضا ہوا مگر قصداً ریح خارج نہ کی پھر ریح جسم کے اندر سرایت کر گئی جس سے دماغ پر بھاری پن ظاہر ہو گیا، بعدہٗ یہ خیال کر کے کہ اب تقاضا نہیں رہا، نماز پڑھنی یا پڑھانی شروع کر دی، پھر درمیان نماز خروج ریح کا تقاضا ہوا، تو اب نماز مکمل کرے یا سلام پھیر دے وضو کے بعد جو صورت اختیار کی گئی اس سے نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب تقاضا ریح ختم ہو گیا خواہ کسی وجہ سے ہوا ہو اسکو نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت درست ہو گیا پھر درمیان نماز اگر تقاضہ شدید ہو کہ تدافع کی صورت پیدا ہو جائے تو نماز کو قطع کر دے [۱] اخراج ریح اور تجدید وضو کے بعد پھر پڑھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب درست ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۶ھ

اگربتی کا دھواں ناک میں جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص کستوری (مشک) جلا کر نماز پڑھے تو نماز میں کوئی نقصان ہوگا یا نہیں جیسے رمضان المبارک میں کوئی قصداً کستوری جلائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کیوں کہ دھواں منہ اور ناک میں چڑھ کر پیٹ اور دماغ میں پہنچتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگربتی جلا کر نماز

---

[۱] وکرہ صلاته مع مدافعة الاخبثين او احدهما او لريح للنهى الخ قال الشامى سواء كان بعد شروعه اوقبله فان شغله قطعها ان لم يخف فوت الجماعة وان اتمها اثم الخ الدر المختار على الشامى زكريا، ج ۲/ص ۴۰۸/ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها.

پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگر قصداً دھواں اندر پہونچائے گا جیسے سگریٹ میں پہنچایا جاتا ہے تب نماز فاسد ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند

تصویر یا بیڑی سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

سوال: تہبند شیر مارکہ جس پر کہ شیر کی تصویر ہوتی ہے، اور جو اپنا فوٹو جیب میں ڈال کر نماز پڑھتے ہیں اور نوٹ بھی جیب میں ڈالے رہتے ہیں اس پر ''اشوک'' کی تصویر ہوتی ہے، کیا ان سب باتوں سے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ اور بیڑی سگریٹ جو کہ نشہ والی چیز ہوتی ہے، ان کو جیب میں رکھ کر نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

تہبند وغیرہ پر شیر یا کوئی اور تصویر ہو تو اس کو دھلوا کر صاف کروا دیا جائے، تب تہبند وغیرہ کو استعمال کیا جائے، فوٹو اتروانا ہی جائز نہیں ہے[2]، جیب میں نہ رکھا جائے، بیڑی سگریٹ وغیرہ

---

[1] لوأدخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان لوعوداً او عنبراً لوذکراً لامکان التحرز عنه الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۳۶۶ ج ۳ کتاب الصوم مایفسد الصوم، تبیین الحقائق ص ۳۲۲ ج ۱ کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسده، بحر کوئٹه ص ۲۷۳ ج ۲ کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، الصحیح ان کل مایفسد یفسد به الصوم تفسد به الصلوٰة الخ. شامی زکریا ص ۳۸۳ ج ۲ باب مایفسد الصلوٰة مطلب فی المواضع التی لا یجب فیها رد السلام الخ، بدائع زکریا ص ۵۵۴ ج ۱ کتاب الصلاة، قبیل فصل فی صلاة الخوف، تبیین الحقائق ص ۱۵۹ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، طبع امدادیه ملتان.

[2] قال النوویؒ قال العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهومن الکبائر لانه متوعدبهذالوعید الشدید سواء صنعه لما یمتهن ام لغیره فصنعه حرام بکل حال. فتح الباری، ج ۱۱/ص ۵۸۳/ کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة مطبع مکة المکرمه.

بدبودار چیزیں مسجد میں لانا منع ہے[۱]، ان سب صورتوں سے نماز میں بھی کراہت آئے گی، نوٹ پر جو تصویر ہے وہ قانونی مجبوری ہے، اور ضرورت کی بنا پر جیب میں ہو تو نماز میں کراہت نہیں آئے گی[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں گھڑی دیکھنا

سوال: نماز کی حالت میں قصداً ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھنا کیسا ہے؟ کیا نماز فاسد ہوجائے گی، اگر بے ارادہ نظر پڑ گئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ بلاضرورت یہ فعل عبث ہے، جو کہ مکروہ ہے، بے ارادہ نظر پڑ گئی اور وقت بھی معلوم ہوگیا تو مکروہ بھی نہیں۔ ''ولا یفسدھا نظرہ الیٰ مکتوب وفھمہ لو مستفھما وان کرہ (درمختار) قولہ وان کرہ ای لا شتغالہ بما لیس من اعمال الصلوٰۃ واما لو وقع علیہ نظرہ بلاقصد وفھمہ فلایکرہ[۳]''، (شامی، ۱/ص ۴۲۶/)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] اکل نحوثوم ویمنع منہ الی قولہ علۃ النھی اذی الملائکۃ واذی المسلمین ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکولا اوغیرہ. شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۳۵/.

[۲] ولایکرہ لو کانت تحت قدمیہ الی قولہ بان صلی ومعہ صرۃ اوکیس فیہ دنانیر اودراھم فیھا صور صغار فلاتکرہ لاستتارھا. شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۴۸/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا. شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۱۷/.

[۳] شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۳۴/ باب مایفسد الصلوٰۃ مایکرہ فیھا، شامی زکریا، ج ۲/ص ۳۹۷/.

کپڑے میں الجھ کر دونوں پیر اکھڑ جائیں

سوال: نماز پڑھاتے وقت اگر امام کا پاؤں اس کے کپڑے میں الجھ کر گر پڑنے کی شکل پیدا ہو جائے اور دونوں پاؤں اکھڑ جائیں لیکن وہ سنبھل جائے تو کیا نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس عذر کی وجہ سے ایسا ہونے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ر محرم ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۳ر محرم ۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف ۳ر محرم ۵۹ھ

سُرخ کپڑے میں نماز

سوال: سرخ کپڑوں میں مثلاً سرخ قمیص، کوٹ، تہبند پہن کر نماز ادا کرنا شرعاً کیسا ہے کیا نماز مکروہ ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

خالص سرخ کپڑا مرد کے لئے ممنوع ہے۔[2] پس ایسا کپڑا پہن کر نماز بھی مکروہ ہوگی بشرطیکہ

---

[1] ویفسدها کل عمل کثیر من لیس اعمالها ولا لإصلاحها درمختار قال الشامی قلت وینبغی ان یزاد ولافعل لعذر (الشامی ص ۴۱۹ ج۱) مکتبه نعمانیه مطلب فی التشبه باهل الکتاب. باب مایفسدالصلاة شامی کراچی ص ۶۲۴ ج ۱۔

[2] وفی المجتبی والقهستانی وشرح النقایة لاباس بلبس الثوب الاحمر ومفاده ان الکراهة تنزیهیة لکن صرح فی التحفة بالحرمة فافاد انهاتحریمیة (الدرالمختارمع الشامی نعمانیه ص ۲۲۸ ج۵) الدرالمختار ص ۳۵۸ ج ۶ ایچ ایم سعید کراچی کتاب الحظر والاباحة. فصل فی اللبس، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج ۱ کتاب الکراهیة فصل فی اللبس، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

رنگ پاک ہو۔ اگر رنگ ناپاک ہوتو جب تک اس کو اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے اس کو پہن کر نماز قطعاً درست نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غیر مسلم کے معبد یا زمین میں نماز عید وغیرہ

سوال: کفار کے معبد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ہمارے یہاں ایک قوم ہے جن کو برما کہا جاتا ہے انہوں نے پہاڑ پر مندر بنا کر کے وہاں بت رکھے ہیں اور یہاں بھی ایک جاوی پہاڑ ہے جس کے نیچے ایک پہاڑ ہے اور اس کے نیچے ایک میدان ہے جس میں نماز پڑھنے سے جاوی نمازوں کے سامنے یعنی قبلہ کے جانب ہوگی اور میدان سمیت پہاڑ کو جاوی پہاڑ کہا جاتا ہے وایضاً میدان مذکورہ کفار کی ملک میں ہے تو ایسے میدان میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر میدان کفار کی ملک میں نہ ہو یا میدان اور جاوی کے درمیان کوئی گھر حائل ہوتو شرعاً کیا حکم ہے؟ مدلل اور واضح کر کے ممنوع فرمادیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

(۱) مکروہ ہے۔ وتکرہ الصلوٰۃ فی سائر محال الشیاطین ومنها الوادی الذی نام فیه صلی الله علیه وسلم عن صلوٰۃ الصبح ومنها کل محل حل به غضب کارض ثمود وبابل ودیارقوم لوط اھ قلت وبهذا یعلم کراهة الصلوٰۃ فی البیع والکنائس لمافیها من التماثیل فتکون ماوی الشیاطین کماافاده العینی فی شرح البخاری فی بحث المساجد من کتاب الصلوٰۃ وتکرہ فی ارض الغیر بلارضاه بان کانت لذمی مطلقالانه یابی او لمسلم وهی

[1] اوصبغ بالصبغ النجس ثم غسل کل ثلاثا طهر ثم ذکر عن المحیط انه یطهر ان غسل الثوب حتی یصفو الماء ویسیل الابیض الخ شامی زکریا ص۵۳۷ ج ۱ باب الانجاس مطلب فی حکم الصبع الخ، فتح القدیر ص ۲۰۹ ج ۱ باب الأنجاس، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق ص۲۳۷ ج ۱ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملاحظہ تالیفات رشیدیہ ص۲۵۰۔

مزروعة مكروبةولم يكن بينهما صداقة ولامودة او كان صاحبها سيئى الخلق اھ طحطاوی علی مراقی الفلاح[1] ص۱۹۷ قال فی البحر والظاهرانها تحريمية لانها المرادة عنداطلاقهم اھ شامی[2] ص۳۵۳ ج۱

(۲) جب کہ وہ میدان مسلمانوں کی ملک ہواور وہ لوگ خود اپنی زمین میں نماز پڑھیں اور سامنے کوئی بت وغیرہ نہ ہو بلکہ کوئی مستقل مکان مثلاً ستون وغیرہ حائل ہوتو وہاں نماز عید مکروہ نہیں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۹/۶۶ھ

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۹/شوال ۶۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۰/شوال ۶۶ھ

ہر رکن میں دھیان کا حاضر ہونا

سوال: ہر رکن میں دھیان نہیں رہتا کہ اب رکوع میں ہوں یا قومہ میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں ،تو کیا نماز ہو جائیگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی، مگر کوشش کرتا رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۹۱ مطبوعه مصر فصل فی المكروهات

[2] الشامی ص۲۵۴ مكتبه نعمانيه الشامی ص۳۸۰ ج۱ مكتبه دارالفكر مطلب تكره الصلوٰة فی الكنيسة . كتاب الصلاة.

[3] وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه تمثال أی مرسوم فی جدار أو غيره أو موضوع أو معلق لان فيه تشبها بالنصارىٰ (در مختار مع الشامی زكريا ص۴۱۷ ج۲ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ، حلبی كبيری ص ۳۵۹ كراهية الصلوة، طبع لاهور، مراقی مع الطحطاوی ص۲۹۴ فصل فی المكروهات طبع مصر.

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْب

سوال: "لَاصَلٰوۃَ اَلا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ" (ترجمہ) حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی، حضور قلب سے کیا مراد ہے؟ یہ جو دنیا کے خیالات نماز میں آتے ہیں، کبھی حضورِ قلب رہتا ہے، اور کبھی نہیں، تو جتنی دیر حضورِ قلب نہ ہو وہ نماز میں شمار آئے گی یا نہیں؟ اگر کسی شخص نے دو رکعت فرض کی نیت سے نماز شروع کی لیکن درمیان نماز میں اس نے خیال کیا کہ میں سنت پڑھ رہا ہوں، پھر سلام پھیر دیا بعد میں یاد آیا کہ نہیں وہ نماز فرض کی نیت سے شروع کی تھی، تو ایسی نماز فرض قرار پائے گی یا نہیں؟ کیا اس کو فرض مکرر پڑھنے ہوں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر حضورِ قلب باقی نہ رہے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، اور فریضہ ذمہ میں باقی رہتا ہے، اس لئے کہ ادائے فریضہ کے لئے جو شرائط وارکان فقہاء نے بیان کئے ہیں ان میں حضورِ قلب کو شمار نہیں کیا ہے، پس اگر نماز میں کچھ خیالات آئیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی[1] اگرچہ حضورِ قلب والی نماز کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوگا، محض اس درمیانی خیال سے وہ فرض نماز سنت نہیں بنے گی، جبکہ فرض کی نیت سے اس کو شروع کیا ہے، اور اس کو قطع کر کے سنت کی نیت سے تحریمہ نہیں کہی ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

کیا بغیر حضورِ قلب کے نماز نہیں ہوتی

سوال: بعض پیروں کے مریدین نماز کی پابندی نہیں کرتے اور بعض نماز بالکل نہیں پڑھتے،

---

[1] عن أبی هريرةؓ قال قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم اِنَّ اللهَ تَجاوَزَ عَنْ اُمَّتِی ما وَسْوَسَتْ به صُدُورُها ما لَمْ تعلمْ به اوْ تَتَكَلَّمْ (مشكوة شريف ص۱۸) باب فی الوسوسة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] رجل افتتح المكتوبة وظن انها تطوع فصلى على نية التطوع حتى فرغ فالصلوة هى المكتوبة الخ فتاوى قاضيخان كوئٹه ص ۸۲ ج ۱ باب افتتاح الصلوة، عالمگيرى ص ۶۶ ج ۱ باب شروط الصلوة الفصل الرابع فى النية البحر الرائق ص ۲۸۲ ج ۱ باب شروط الصلوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

اگر نماز کے بارے میں ان لوگوں کو کہا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ جب تک قلب حاضر نہ ہوگا نماز قبول نہیں ہوتی، اور بعض قائل ہیں کہ نماز صرف دل سے پڑھنی کافی ہے، شرعاً یہ لوگ کیا حکم رکھتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور بلا عذر شرعی اس کا تارک فاسق ہے[1] نماز فقط قلب سے ہرگز ادا نہیں ہوتی، یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے، ایسے عقیدہ والوں کو فوراً توبہ کرنا فرض ہے، اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۲/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۲/۵۵ھ

نماز میں حوروں کا تصور

سوال: زید جب نماز پڑھتا ہے تو اسے بذریعہ قرأت امام حوروں کا ذکر معلوم ہو جاتا ہے، اس کی وجہ سے اس کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے، اسی طرح کبھی بیوی کا خیال بھی آ جاتا ہے یہاں تک کہ پوری نماز ختم ہو جاتی ہے، اور یہ تصورات بغیر قصد کے ہوتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز میں بے اختیار بیوی اور حوروں کا تصور ہو جائے اور انتشار پیدا ہو جانے کے بعد اگر زید اس تصور سے لذت اندوز نہیں ہوتا اور ان خیالات میں منہمک نہیں ہوتا، بلکہ ان خیالات کو دور کر کے نماز کی طرف متوجہ رہنے کی کوشش کرتا ہے، تو زید گنہگار نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

---

[1] هي فرض عين على كل مكلف يكفر جاحدها وتاركها عمداً مجانةً أي تكاسلاً فاسق درمختار ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو انثى او عبداً شامی کراچی ص ۳۵۱ ج ۱ (الشامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۲۳۴) اول کتاب الصلاۃ.

[2] ويكفر بترك الصلوة متعمداً غيرنا وللقضاء وغير خائف من العقاب (البحر الرائق، ج۵/ص ۱۲۲/) باب احكام المرتدين مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج۲ باب المرتد مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : نماز میں لاؤڈ اسپیکر

لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لاوڈ اسپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے، امام صاحب کو چاہئے کہ اس کو روکدیں۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں لاؤڈ اسپیکر

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ ہماری مسجد میں ایک لاؤڈ اسپیکر لگا گیا ہے اس سے اذان دینے میں تو ساری جماعت متفق ہے کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اعلان ہوتا ہے اور شرع کا بھی یہی مقصود ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اس میں پانچ وقت نماز بھی پڑھائی جاسکتی ہے یا

[1] ''تاہم اگر نماز لاؤڈ اسپیکر پر ادا کرلی ہو تو نماز ادا ہوگئی، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص ۸۴۷/۸۴۰/ج۱، المقالات المفیدة فی حکم اصوات آلات الجدیدة، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند جواهر الفقه ص ۱۲۰-۹۹/ج۵، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، مطبوعہ مکتبہ سیرت النبی دیوبند۔

نہیں؟ سری نماز میں لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین صفیں ہوتی ہیں جس میں امام کی آواز بآسانی سب تک پہونچ جاتی ہے اس صورت میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بالکل اسراف ہے اور جہری نماز میں امام کی قراءت کی آواز دور سے دور تک جاتی ہے اور مسجد سے باہر ہر مشغول اور غیر مشغول آدمی کے کانوں تک قرآن کی تلاوت کی آواز پہونچتی ہے اور قرآن کا سننا واجب ہے اس لئے اس میں حرج ہے۔ جمعہ کے دن بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے مگر مسجد کے اوپر نیچے آدمی ہوتے ہیں اور مسجد کھچا کھچ بھری رہتی ہے اس سے امام کی قراءت کی آواز ان تک نہیں پہونچ پاتی اس لئے بہت لوگ کہتے ہیں کہ اگر جمعہ کے دن اس ضرورت سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس لئے آپ سوال کے ہر پہلو پر از روئے شرع روشنی ڈالیں نیز غالباً آج سے تراویح شروع ہوگی اس میں بھی قرآن پڑھا جائے گا یا نہیں؟ کیا تراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی کوئی وجہ جواز ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز کو جہاں تک ہوسکے اصلی اور سادہ طریقہ سے ادا کیا جائے۔ سری یا جہری نماز میں مقتدیوں تک اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو مکبرین کا انتظام کیا جاوے۔ امام کی آواز کا صف تک پہونچنا ضروری نہیں مقتدی امام سے قریب ہو دور ہو سبھی کو اجر ملے گا خواہ آواز سنی ہو یا نہ سنی۔ جمعہ کی نماز ہو یا تراویح یا پنجگانہ نماز ہو سب کا یہی حکم ہے بایں ہمہ اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھائی جائے گی تو اس کو بھی ناجائز نہیں کہا جائے گا[1]۔ ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر قرآن کریم کی آواز ایسے لوگوں تک بھی بعض اوقات پہنچتی ہے جو لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن سننے کو تیار نہیں ہوتے۔ اور اس آواز کا احترام نہیں کرتے بعض دفعہ کسی قریبی مسجد تک پہنچتی ہے جہاں

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص ۱۲۰-۹۹/ج ۵، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، مطبوعہ مکتبۂ سیرت النبیؐ دیوبند، امداد الفتاویٰ ص ۸۴۷-۸۴۰/ج ۱، المقالات المفیدة فی حکم اصوات آلات الجدیدة، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند.

جماعت ہورہی ہو اور وہاں کے امام کی آواز سے تصادم ہوتی ہے اس لئے اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جمعہ وعیدین میں

سوال: جمعہ وعیدین کے خطبہ اور نماز کی آواز مقتدیوں کو پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا جائز ہے اگر جائز ہے تو دلیل جواز کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نمازوں میں آلہ مکبر الصوت کا ترک اولیٰ اور افضل ہے اگر کسی جگہ کثرت جماعت کی وجہ سے تکبیرات انتقالیہ کی ضرورت درپیش ہو اور آواز تکبیرات دور تک پہنچانا مقصد ہو تو مکبرین کا انتظام کرلینا چاہئے لیکن اگر کسی نے مکبر الصوت کی آواز پر نقل وحرکت کی اور سجدہ و رکوع کیا اور کسی جگہ اس پر لوگ نماز میں بھی پڑھتے ہوں یا کہیں شرکت کا موقع ایسی جگہ ہوا جہاں مکبر الصوت پر نماز پڑھی جاتی ہے تو نماز کو فاسد نہیں کہا جاسکتا ہے[1] عدم فساد صلوٰۃ حسب ذیل بحث سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

فساد صلوٰۃ وعدم فساد کا دارومدار مکبر الصوت سے نکلی ہوئی آواز کے عین آواز امام یا غیر

---

[1] عن النبی ﷺ اَنَّهٗ كَرِهَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ الخ، شامی زکریا ص ۵۰۳ / ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، یجب علی القاری احترامه بان لا یقراء ه فی الاسواق ومواضع الاشتغال الخ، شامی زکریا ص ۲۶۸ / ج ۲، باب صفة الصلوٰة، فروع فی القراء ة خارج الصلوٰة.

[1] جدید مسائل کے شرعی احکام ص ۳۳ / آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام، تصنیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ جواہر الفقہ ص ۴۷ / ج ۵، آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام، خلاصۂ کلام، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند۔

ہونے پر موقوف ہے بس ماہر سائنس سے رابطہ ورائے طلب کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض تو مکبر الصوت کی آواز کو عین آواز امام اور بعض غیر کہتے ہیں اگر عین آواز امام مان لیا جائے تو نماز کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شبہ اور شک نہیں رہتا ہے۔ لیکن غیر ماننے میں دلائل پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

چوں کہ یہ آلہ عہد نبوی میں نہیں تھا اور نہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں تھا لہٰذا اس کی صریح جزئیات مسئلہ کتب فقہ میں نہیں ملتیں لہٰذا اصول وقواعد نیز فقہ کی دوسری جزئیات پر قیاس کیا گیا ہے چنانچہ کبیری شرح منیہ میں ہے کہ اگر مصلی نے سلام کا جواب اپنے سر سے اشارۃً دیا یا کسی نے کوئی چیز طلب کی بس سر سے اشارہ کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اسی طرح اگر ایک مصلی نماز پڑھ رہا تھا اور دوسرا آیا اور اس کو کہا کہ آگے بڑھ جا، تا کہ امام بنادے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھے تو اگر مصلی آگے بڑھ گیا یا صف میں جگہ خالی تھی اور جب دوسرا مصلی آیا تو قریب کے صف میں کھڑے ہوئے مصلی نے جگہ دے دی بس اس صورت میں امتثال امر غیر نہ ہونے پر مصلی ثانی کی نماز فاسد نہیں ہوگی جس کی شرح علامہ طحطاویؒ نے شرح منیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کی ہے کہ یہ امتثال امر غیر نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی ہے نیز شرح منیہ کبیری میں بھی امتثال امر غیر ہونے پر تصریح کی ہے۔

لورد المصلی السلام بیدہٖ او برأسہٖ او طلب منه شئی فاومیٰ براسه او عینیه او حاجبه ای قال نعم او لافان صلوته لاتفسد بذٰلک شرح منیة کبیری[1] ص ۴۲۲ منیه ص ۴۴۵ مطبوعه سهیل اکیڈمی، وقد یفرق بانها لیس فیها امتثال امر شرح منیه ص ۴۲۲.[2]

---

[1] کبیری ص ۴۲۲ (مطبوعه رحیمیه دیوبند) فصل فیما یفسد الصلوٰة، عالمگیری کوئٹه ص۹۸/ج ۱، الفصل الاول فیمایفسدها، تبیین الحقائق ص۱۵۷/ج ۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] حلبی کبیر ص ۴۴۶/ فصل فیمایفسد الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

المصرح به ان الاجابة بالراس لاباس بها ص ۱۴۰ رساله تنبیه[1] علامه شامی علیه الرحمة، لانه امتثال امر الباهلی لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی لاینطق عن الهویٰ اقول لوقیل بالتفصیل بین کونهٖ امتثال امر الشارع فلاتفسد وبین کونهٖ امتثال امر الداخل مراعاة لخاطر من غیر نظر الی امر الشارع تفسد مکاناحسنا طحطاوی[2] علی الدرالمختار ص۲۴۷ ج ۱ .

علامہ شامی نے بھی اس جگہ مصنف کا قول منیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **صحح فی شرح المنیة عدم الفساد مطلقاً لانه لم یتعارف جواباً** (شامی کراچی[3] ص۶۲۰ ج۱) البحرالرائق میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے **الاصح لا تفسد صلوٰته البحر الرائق**[4] ص۳۷۴ ج۱ ص۸ ج ۲، مذکورالصدر جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امتثال امر غیر کی نیت ہوتو مفسد صلوٰۃ ہے ورنہ نہیں بس مکبر الصوت کی آواز کو غیر آواز امام قرار دیں تب بھی اس میں امتثال امر غیر یعنی جس کی اقتداء کرتا ہے اس کے علاوہ کی تابعداری نماز میں لازم نہیں آتی کیوں کہ مکبر الصوت لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نقل وحرکت کر کے رکوع سجدہ کرنا کسی غیر کی فرماں برداری علاوہ امام کے غیر کا امتثال امر نہیں ہے بلکہ امام کی آواز کا انتظار تھا جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کے سجدہ اور رکوع میں جانے کی اطلاع ہوئی رکوع سجدہ کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی ہے جولوگ امام کو دیکھ کر یا ایسے مقتدیوں کو دیکھ کر رکوع سجدہ وغیرہ انتقالات کرتے ہیں جو کہ امام کو دیکھ کر کرتے ہیں ان کی نماز کے فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیوں کہ مکبر الصوت پر ان کا مدار نہیں جب یہ معلوم ہوا کہ مکبر الصوت پر پڑھی ہوئی نماز فاسد نہیں ہے جس میں امتثال حکم غیر کا شبہ تھا۔ تو خطبہ جمعہ اور عیدین اذان میں تو فساد کا شائبہ بھی نہیں ہے بلکہ خطبہ میں ایک پہلو وعظ ونصیحت بھی ہے جس میں مکبر الصوت کی امداد سے

---

[1] تنبیه ذوی الافهام من مجموعة رسائل ابن عابدین ص ۱۴۰ / ج ۱ ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] طحطاوی علی الدر ص۲۴۷ / ج ۱ ، باب مایفسد الصلاة.

[3] شامی کراچی ص ۶۲۰ ج ۱ باب مایفسد الصلوٰة،مطلب المواضع اللتی لا یجب فیهاردالسلام

[4] البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج ۲ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها.

آواز دور تک پہنچانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لہٰذا خطبہ اوراذان میں بلاکراہت کے مکبر الصوت کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/ ۸۵ھ

آلۂ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں

سوال: ان فی عصرنا هذايكون فی اكثر المساجد فی ديارنا مكبر الصوت يستعمل للاذان والخطبة وللصلوٰة ايضاً وفی مذهب الشافعیؒ اسماع الخطبة الا ربعين شرط ،فهل يجوز السماع بواسطة مكبر الصوت ام لا؟ ويدعی من ينكر ذٰلک فی ديارنا انهٗ صدی ليس هو صوت للخطيب[1]؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اختلف فی الصوت الذی يخرج من مكبر الصوت هل هو صوت المتكلم وتلک الاٰلة ترفعه وتجهره ام هو صدی واصل صوت المتكلم يختتم وينعدم فی الاٰلة واكثر مشهترة هذا الفن علی الاول فتجوز الصلوٰة بتلک الاٰلة علیٰ قولهم وهو الراجح عند اكثر اهل العلم فصوت الخطيب بتلک الاٰلة يصل الی السامعين ويتأدی الفرض واما لاذان بتلک الاٰلة فلا اشكال فيه ومع هذا لاينبغی استعمال هذه الاٰلة فی الصلوٰة من غير حاجة بان يصل صوت الامام الی الحاضرين بلاتكلف فان الصلوٰة علیٰ هيئة القديمة احسن واقرب۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/ ۸۹ھ

---

[1] **ترجمہ سوال**:۔ ہمارے دیار میں اذان، خطبہ اور نماز میں مائک کا استعمال ہوتا ہے، امام شافعی کے مذہب میں چالیس آدمیوں کو خطبہ سنانا شرط ہے، اب سوال یہ ہے کہ خطبہ میں مائک کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صدائے بازگشت ہے، یہ خطیب کی آواز نہیں ہے۔

[2] **ترجمہ جواب**:۔ اس میں اختلاف ہے کہ جو آواز مائک سے نکلتی ہے، ایا وہ متکلم کی آواز ہے اور مائک اس کو بلند کرتا ہے، یا وہ صدائے بازگشت ہے، اور متکلم کی اصل آواز معدوم وختم ہوجاتی ہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دارالعلوم میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال: دارالعلوم کی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر بوقت نماز باجماعت استعمال کرنے کے بارے میں جناب کی رائے گرامی مطلوب ہے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بالائی مسجد میں تکبیر کی آواز نہیں پہنچتی، دو ایک مرتبہ بالائی منزل کے نمازیوں کو نماز بھی لوٹانی پڑی ہے، جمعہ کے روز خصوصیت کے ساتھ اجتماع زیادہ ہوتا ہے، اندریں صورت حضرت والا رائے گرامی سے مطلع فرما کر شکر گذار فرمائیں؟ المستفتی حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ بات یہ ہے کہ نماز باجماعت سادہ طریقہ پر سنت کے مطابق (بغیر لاؤڈ اسپیکر) ادا کی جائے مجمع زیادہ ہو اور انتقالات امام کی آواز سب تک نہ پہنچ سکے تو مکبروں کا انتظام کیا جائے، ان کے لئے جگہ اور صف متعین کر دی جائے، تاکہ بالائی مسجد پر بھی آواز پہنچ جائے، قراءت امام کی آواز کا سب تک پہنچنا ضروری نہیں۔

تاہم جو نماز لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ادا کی جائے وہ بھی درست ہوگی یہ اصل مسئلہ ہے،[1] رائے ارباب انتظام کی مناسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح: کفیل الرحمٰن نشاط نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۴۰۸ھ

(گذشتہ کا بقیہ) اس فن کے اکثر ماہرین پہلے قول پر متفق ہیں، ان حضرات کے قول کی بناء پر مائک سے نماز جائز ہے اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے، خطیب کی آواز اس آلہ سے سامعین تک پہنچتی ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے، مائک سے اذان کے بارے میں کوئی اشکال نہیں، اسکے باوجود نماز میں بلاضرورت مائک کا استعمال مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ پرانی ہیئت پر نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ٹیپ ریکارڈ پر امام کا اقتداء کرنا

سوال: فرض نماز کو پیش امام قرأت لاؤڈ اسپیکر میں پڑھتے ہیں اگر قرأت کو ٹیپ کرلیا جائے اور پھر امام کا ٹیپ کیا ہوا ریکارڈ لگایا جائے تو کیا نماز جماعت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بالکل ادا نہیں ہوگی ٹیپ ریکارڈ کو الگ کردیا جائے۔ امام صاحب خود اپنی زبان سے قرأت ادا کریں تب نماز ادا ہوگی۔ ٹیپ ریکارڈ پر نماز میں کفایت وقناعت کرنا غلط ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ

ٹیپ ریکارڈ سے نماز

سوال: جرمنی میں تمام مسلمہ ممالک کے سفارتخانوں کے مسلمان عملے میں کوئی بھی عید کی نماز پڑھانے کے قابل نہ نکلا، آخر میں مصر کے سفارتخانے نے عید کی نماز کے لئے سب کو بلایا اور نماز اس طرح پڑھائی گئی کہ وہ ٹیپ کی ہوئی، اور امام کی جگہ پر ٹیپ ریکارڈ رکھا ہوا تھا، کیا اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(**گذشتہ کا حاشیہ**) [1] ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ، ج ۱/ص ۸۲۰/ سے آخیر تک " التحقیق الفرید فی حکم الة تقریب الصوت البعید" (مطبوعہ دہلی) جواہر الفقہ ص ۱۲۰-۹۹/ ج ۵، "لاؤڈ اسپیکر پر نماز" مطبوعہ مکتبۂ سیرت النبیؐ دیوبند۔

(**صفحہ ہٰذا**) [1] هكذا يستفاد من عالمگيرى القارى اذا اقتدى بالامى لايصير شارعاً حتى لو كان فى التطوع لايجب القضاء، عالمگيرى ص ۸۶ ج ۱ / الفصل الثالث فى بيان من يصح اماماً لغيره، البحر الرائق ص ۳۶ ج ۱ / باب الامامة، كوئٹه، حلبى كبير ص ۵۱۶ / فصل فى الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ٹیپ ریکارڈ مصلے پر رکھ دیا جائے اور اس کو امام کا قائم مقام قرار دیکر اس اقتداء میں نماز ادا کی جائے، تو نماز صحیح نہیں ہوئی[1]، مسلمانوں کے لئے نہایت افسوس ناک بات ہے کہ سارے عملہ میں کوئی بھی نماز پڑھانے کا اہل نہ ہو، **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

---

[1] **لا تجب بسماعه من الصدى والطير شامي نعمانيه ص۵۱۷ ج ۱ باب سجود التلاوة شامي زكريا ص۵۸۳ ج ۲ فتاوى الهندية كوئٹه ص۱۳۳ ج ۱ الباب الثالث عشر في سجود التلاوة** ٹیپ ریکارڈ وغیرہ جس میں متکلم کی آواز بعینہٖ نہیں آتی بلکہ آواز کی نقل وصدائے بازگشت ہوتی ہے۔ جس کی سماعت سے سجدۂ تلاوت بھی واجب نہ ہوگا، تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نظام الفتاویٰ ص۷۲ ج ۱ مطبوعہ دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : نماز میں سترہ

سترہ کی مکمل بحث

سوال: (۱) آج کل عموماً مساجد ومکانات میں بلا چوکھٹ کے دروازہ کے پلے لگائے جاتے ہیں اور وہ پلے زمین سے متصل نہیں ہوتے۔ بلکہ زمین سے بقدر ایک انگشت یا کم وبیش اوپر رہتے ہیں اور وہ پلے بند کر کے لوگ مصلی کے آگے سے گذر جاتے ہیں اور اس کو سترہ سمجھتے ہیں اور شرح وقایہ میں یہ عبارت ہے کہ ''ویغرز امامہ فی الصحراء سترۃ بقدر ذراع وغلظ اصبع'' ص۱۹۵ ج۱ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ کا زمین سے متصل ہونا شرط ہے تو اب یہ مساجد ومکانات کے پلے سترہ ہیں، یا نہیں؟

(۲) اگر پلوں کو بذریعہ چٹخنی بند کر دیا جائے تو اب ان پلوں کا زمین سے متصل ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟ اور یہ پلے شرعاً سترہ ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

فحاصل المذاهب على الصحيح ان الموضع الذى يكره المرور فيه هو امام المصلى فى مسجد صغير وموضع سجوده فى مسجد كبير او فى الصحراء او اسفل من الدكان امام المصلى لو كان يصلى عليها بشرط محاذاة اعضاء المار اعضاءهٗ قال فى النهاية انما شرط هٰذا فانه لو صلى على الدكان والدكان مثل قامة الرجل

وهو سترة فلاياثم المار وكذا السطح والسريرو كل مرتفع" البحر[1] ص۱۷ ج۲، (قوله بشرط محاذاة اعضاء المار اعضاء) اى اعضاء المصلى كلها كما قال بعضهم او اكثرها كما قال آخرون كما فى الكرمانى وفيه اشعار بانه لوحاذى اقلها او نصفها لم يكره وفى الزاد انه يكره اذا حاذى نصفه الا سفل النصف الاعلى من المصلى كما اذا كان المار على فرس اھ (منحة الخالق[2]) عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں مرور مکروہ نہیں کیوں کہ نصف اعضاء گزرنے والے کے نصف اعضاء مصلی کے محاذی نہیں ہوئے۔

(۲) اختلفوا فى مقدار غلظها ففى الهداية وينبغى ان تكون فى غلظ الاصبع لان مادونه لايبدو للناظر وكأن مستنده مارواه الحاكم مرفوعاً استتروا فى صلاتكم ولوبسهم ويشكل عليه مارواه الحاكم مرفوعاً عن ابى هريرة رضى الله عنه يجزئ من السترة قدر مؤخرة الرحل ولوبدقة شعرة ولهٰذا جعل بيان الغلظ فى البدائع قولاضعيفاً وانه لااعتبار بالعرض وظاهرهٗ انه المذهب اھ (البحرالرائق[3] ص۱۷ ج۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک انگشت کے برابر موٹا ہونا لازم نہیں بلکہ یہ قول ضعیف ہے اور اس قول کی جو علت ہے (لان مادونه لايبدوا للناظر) وہ بھی صورت مسئولہ میں معدوم ہے اور اصل مذہب بظاہر یہ ہے کہ عرض کا اعتبار نہیں لہٰذا ان اشیاء کے مفید سترہ ہونے میں کوئی تامل وتردد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/ ۸۷ھ

---

[1] البحرالرائق ص۱۷ ج۲ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، الدرالمختار على الشامى ص۳۹۸/۲، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب اذا قرأ قوله تعالىٰ جدك الخ، مطبوعه زكريا ديوبند.

[2] منحة الخالق على هامش البحر الرائق كوئٹه ص۱۷ ج۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کیا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے

سوال: مسجد میں سامنے کی بائیں طرف ایک جنگلہ باہر کی زمین سے سترہ گرہ کی اونچائی پر چار فٹ لمبا اور اڑھائی فٹ چوڑا لگا ہوا ہے، اور دوسرا جنگلہ امام کے سامنے محراب میں باہر کی زمین سے ڈیڑھ گز کی اونچائی پر سترہ انچ لمبا گیارہ انچ چوڑا روشنی کے واسطے لگا ہوا ہے، سامنے عام راستہ ہے جہاں جنگلہ لگا ہوا ہے، عورت مرد سامنے سے چلتے ہیں، ایسی حالت میں باجماعت یا منفرداً جنگلہ کے سامنے نماز پڑھنے میں نماز میں نقصان تو نہیں آتا، حکم شرعی سے مطلع فرمایا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جنگلہ کی سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ یعنی دو بالشت کی مقدار اونچی ہیں نیز انگلی کے برابر موٹی ہیں، تو مردوں اور عورتوں کو اس کے سامنے سے گذرنا جب کہ مسجد میں سے جنگلہ کی برابر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو خواہ تنہا خواہ جماعت کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے، اگر سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ نہیں بلکہ کم اونچی ہیں، تو ایسی حالت میں قریب ہو کر سامنے سے گذرنا گناہ ہے، ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلّم لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُکُمْ مَالَہٗ فِیْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَخِیْہِ مُعْتَرِضاً فِی الصَّلٰوۃِ کَانَ لاَنْ یُّقِیْمَ مِائَۃَ عَامٍ خَیْرٌلَہٗ مِنَ الْخُطْوَۃِ الَّتِی خَطَاَ وَبِھٰذَاعُلِّمَ اَنّ الْکَراھۃ تَحْرِیْمیۃ لتصریحَھمْ بِالْاثْمِ، الْمُسْتَحِبُ اَنْ یَکُوْنَ مِقْدَارھَا (ای السترۃ) ذراعاً فصاعداًوینبغی ان تکون فی

(گذشتہ کا بقیہ) باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ردالمحتار علی الدرالمختار ص ۲/۳۹۹، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطبوعہ زکریا دیوبند.

۳ البحرالرائق ص۱۷ ج۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا قبیل مکروھات الصلاۃ.

غلط الاصبح بحر، ج ۲/ص ۱۵-۱۶/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۵ھ

راستہ میں بغیر سترہ کے نماز

سوال: عام رہ گذر پر اگر سترہ نہ ہو سکے تو نماز قضا کر دینی چاہئے یا کیا صورت اختیار کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز قضاء کر دینا جائز نہیں[2] اگر سترہ کا انتظام نہ ہو اور گذرگاہ سے الگ جگہ نہ ہو جیسے کہ بعض دفعہ پلیٹ فارم پر ایسی نوبت آتی ہے تو نماز پھر بھی وقت پر ہی پڑھیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۰ھ

مسجد کے قریبی حصہ سے گذرنا

سوال: ایک مسجد جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت اور عیدین اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی

---

[1] البحر الرائق، ج ۲/ص ۱۵-۱۷/ مطبوعہ پاکستان. سکب الانہر ص ۱۸۳/ج ۱، باب مایفسد الصلوۃ الخ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. النہر الفائق ص ۲۷۷/ج ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] إذالتاخیر عن الوقت بلاعذر کبیرۃ. الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانہر ص ۲۱۴/ج ۱، باب قضاء الفوائت، مطبوعہ بیروت. البحر الرائق ص ۷۹/ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[3] ولو مر مار فی موضع سجودہ لاتفسدو إن أثم الیٰ قول ما وینبغی لمن یصلی فی الصحراء أن یتخذ امامہ سترۃ الخ عالمگیری ص ۱۰۴/ج ۱، الباب السابع فیمایفسد الصلوۃ. البحر الرائق ص ۱۷/ج ۱، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. مجمع الانہر ص ۱۸۳/ج ۱، دارالکتب العلمیہ بیروت.

ہے، اس مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک کمرہ ہے اور کمرہ کے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ ہے جہاں سے نمازی وضو اور طہارت کے لئے مسجد کے جنوبی حصہ میں جاتے ہیں، اور مسجد میں داخل ہونے کا دروازہ اور کمرہ میں داخل ہونے کا دروازہ بھی اسی حصہ میں ہے، جماعت کے وقت مسجد کا اندرونی حصہ بھر جانے کے بعد مقتدی اس کمرہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور درمیانی حصہ جو چھ فٹ چوڑا اور شمال سے جنوب میں ۲۳ رفٹ لمبا ہے، خالی رہتا ہے، جہاں سے بعد میں آنے والے نمازی جماعت کی ادائیگی کے وقت بھی گذرتے ہیں، جواب طلب امر یہ ہے کہ اس کمرہ میں صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ دونوں مقامات مختلف سمجھے جائیں گے، یا متحد؟ اس میں اقتداء درست ہے یا نہیں؟ درانحالیکہ امام اور کمرہ والے مقتدیوں کے درمیان دوسری صفیں بھی ہوتی ہیں، اور صرف راستہ خالی رہتا ہے، جو نمازیوں کے آنے جانے کے لئے کھلا رہتا ہے، اور جماعت کے نمازیوں کا اس کمرہ والے راستہ سے گذرنا کیسا ہے؟ جبکہ دوسرا راستہ نہیں، نیز مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے اگر مذکورہ جگہ میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا صحن نمازیوں سے بھر جانے کے بعد کمرہ میں بقیہ نمازی کھڑے ہو جائیں، اور مذکور راستہ آنے والوں کے لئے چھوڑ دیں، تو بھی اقتداء درست ہے، یہ فصل قلیل ہے، جو کہ اقتداء سے مانع نہیں اور نماز ہی کی ضرورت کے لئے چھوڑا گیا ہے، شرکتِ جماعت کے لئے اس راستہ سے بھی گذرنے کی گنجائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

---

[1] وقدتكلم المشائخ فى مقدار الطريق الذى يمنع الاقتداء قال بعضهم أن يكون مقدار مايمر فه العجلة أو حمل بعير ومادون ذالک لايمنع لانه يسير و قال بعضهم (بقیہ آئندہ پر)

صفوں کے درمیان راستہ کا ہونا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں مدرسہ رحمانی کے نام سے ایک مدرسہ ایک بڑی عمارت میں قائم ہے، عمارت تین منزلہ ہے، پنج وقتہ نماز نیز جمعہ وعیدین کی نماز بھی ہوتی ہے، یہ ایک بڑا کمرہ ہے اس میں منبر بھی ہے، گویا مسجد ہی ہے، اس کمرہ کے مقابل ایک اور کمرہ ہے، ان دونوں کمروں کے درمیان ایک صف سے زیادہ کی جگہ راستہ کے لئے ہے، جس میں آمد ورفت رہتی ہے، عیدین کے موقعہ پر جب نمازی زیادہ ہوتے ہیں، تو مقابل والے کمرہ میں بھی لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں، اور لوگ نماز کی حالت میں بھی اس درمیان والے راستہ میں آتے رہتے ہیں، تو ایسی صورت میں مقابل والے کمرہ میں نماز پڑھنا درست ہے؟ جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں یہ درمیانی راستہ اقتداء اور صحتِ نماز سے مانع نہیں، پس اس دوسرے کمرہ میں جو لوگ شریکِ نماز ہونگے ان کی بھی نماز درست ہوجائے گی، "**ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة التنویر، قوله او طریق ای نافذابو السعود عن شیخه قلت ویفهم ذٰلک من التعبیر عنه فی عدة کتب بالطریق العام وفی التاتارخانیه الطریق فی مسجد الرباط والحان[1] لایمنع لانه لیس بطریق[2] عام** اھ ردالمحتار، ج ۱/ص ۳۹۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

(**گذشتہ کا بقیہ**) إذا کان طریقا یمر فیه العامة یکون عظیما یمنع الاقتداء به وإن کان طریقا لایمر فیه العامة و انما یمر فیه الواحد والاثنان لایمنع الاقتداء، تاتارخانیه کراچی ص ۶۱۳/ج ۱، کتاب **الصلاة**، مایمنع صحة الاقتداء ومالایمنع، حلبی کبیر ص ۵۶۴، فصل فی الامامة، طبع لاهور. (**اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر**)

اونچائی پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا

سوال: ایک ہاتھ کی اونچائی پر نماز ادا کی جارہی ہوتو سامنے سے گذرنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی نمازی کے سامنے سے گذرنا مکروہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نمازی کے سامنے سے گذرنا

سوال: نمازی کے سامنے سے کتنا قریب ہوتب نہیں گذر سکتے ہیں، آیا نمازی کے منتہائے نظر سے نہیں گذر سکتے ہیں، یا جہاں پہ نمازی نماز پڑھ رہا ہے، وہاں سے عام آدمی کی نظر کی جہاں انتہاء ہے وہاں تک نہیں گذر سکتے یا اس میں کچھ گز وغیرہ کا حساب ہے؟

(گذشتہ کا حاشیہ) [1] الشامی نعمانیہ ج ۱/ص ۳۹۳ باب الامامة، مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبہ الخ، الشامی کراچی ج ۱/ص ۵۸۵، تاتارخانیہ کراچی ج ۱/ص ۶۱۳ کتاب الصلوٰۃ مایمنع صحة الاقتداء ومالا یمنع حلبی کبیر ص ۵۲۴، فصل فی الامامة.

[2] الشامی نعمانیہ، ج ۱/ص ۳۹۳/ مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبہ الخ الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۸۵/.

(صفحہ ہذا) [1] ولو کان یصلی فی الدکان فان کانت اعضاء المار تحاذی اعضاء المصلی یکرہ (الھندیہ، ج ۱/ص ۱۰۴/ الباب السابع فیمایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطبوعہ مصر، البحرالرائق، ج۲/ص ۱۰/ مطبوعہ پاکستان، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، شامی کراچی ج ۱/ص ۶۳۴/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے سامنے سے بالکل نہ گذرے خواہ کتنا ہی فاصلہ ہو اگر مسجد کبیر میں یا میدان میں ہے تو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے جتنی دور کا آدمی کو نظر آتا ہو، اتنی دور سے نہ گزرے جس کی مقدار تین صف کے قریب ہے، یعنی چار پانچ گز اگر کہیں گزرگاہ پر مثلاً اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ہے تو سجدہ کی حد میں کو نہ گزرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

جسکے پیچھے کوئی نماز شروع کردے اس کا اپنی جگہ سے ہٹنا

سوال: اگر کوئی شخص عین کسی کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے، تو اگلا شخص وہاں سے ہٹ سکتا ہے یا نہیں، یہ بھی مرور میں شامل ہوگا یا نہیں، حوالہ بھی دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پیچھے کسی نے آکر اپنی نماز شروع کردی وہ اگر اپنی ضرورت کے لئے وہاں سے ہٹ جائے تو یہ فعل ممنوع نہیں، امداد الفتاویٰ میں موجود ہے[2] اور حضرت عائشہؓ کی روایت

---

[1] ومرور مارفی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اومرورہ بین یدیہ فی بیت ومسجد صغیر وان اثم المارالخ ،الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص ۳۹۸/ کتاب الصلوٰۃ ،باب مایفسد الصلوٰۃ. مجمع الانہر ج ۱/ص ۱۸۳/ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحرالرائق ج۲/ص ۱۵/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] امدادالفتاویٰ ،ج ۱/ص ۷۹۲/)مسائل منثورہ متعلقہ بکتاب الصلوٰۃ .

سے استشہاد ہے کہ میرے پیچھے حضور ﷺ نماز اداء فرماتے اور میں کھسک جایا کرتی تھی، یہ روایت صحاح کی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن عائشةؓ ذكر عندها مايقطع الصلوٰة الكلب والحمار والمرأة فقالت شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللّٰه لَقَدْ رَاَئيْتُ النَّبِيَ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم وَاِنِّي عَلٰى السَّرِيْرِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتبدُوْلِيْ الْحَاجَةُ فَاُكْرِهُ اَنْ اَجْلِسَ فَاُوْذِي النَّبِيُّ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم فَانْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ (بخاری ، ج ۱ /ص ۷۳/) باب من لايقطع الصلوٰة شئی.

ترجمہ: . عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے پاس ان چیزوں کا ذکر ہوا کہ جو نماز کو قطع کر دیتی ہے، مثلاً کتے گدھے اور عورت کا، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ قرار دیا خدا کی قسم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس حال میں چارپائی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان چت لیٹی رہتی تھی، اسکے بعد مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تھی، تو میں اس بات کو ناپسند کرتی کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں بیٹھوں اور حضور کو تکلیف دوں اس لئے میں آہستہ سے کھسک جایا کرتی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم :

قاری کی لغزش کے مسائل

لایوقنون کی جگہ لایؤمنون پڑھ دیا

سوال: اپنے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے سورہ الطّور شریف کے دوسرے رکوع میں بل لایوقنون کے بجائے بل لایؤمنون پڑھ لے تو نماز ہو جاوے گی یا نہیں۔ فقط

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بھول کر اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ر محرم ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۳ر محرم ۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ر محرم ۵۹ھ

---

[1] ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ان کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معنا ها وهی فی القران لاتفسد صلاته (الهندیة ص ۸۰ ج ۱) الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الخامس فی زلةالقاری طبع کوئٹه، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۳۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مسائل زلة القاری، مطلب إذا قرأ تعالیٰ جدک بدون الف لا تفسد، حلبی کبیر ص ۴۸۸ فصل فی زلة القاری، طبع لاهور.

کافرون کی جگہ ظالمون پڑھ دیا

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں انہ لایفلح الکافرون کے بجائے انہ لایفلح الظالمون پڑھ دے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

قصداً ایسا پڑھنا جائز نہیں اور سہواً اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ولم یجدوا کی جگہ ولایجدوا پڑھنا

سوال: اگر امام صاحب نے قراءت پڑھی ایک بڑی آیت کی مقدار یا اس سے زائد یعنی واجب قراءت کی مقدار یا زائد صحیح پڑھ گیا تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟ جیسے ولم یجدوا کی بجائے ولایجدوا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر اتنا ہی تغیر ہوا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ان کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معنا ها وهی فی القران لاتفسد صلاته (الهندیة ص ۸۰ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الخامس فی زلة القاری طبع کوئٹه، حلبی کبیری ص ۴۸۸، مطبوعه لاهور فصل فی زلة القاری، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۳۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة الخ مطلب إذا قرأ تعالی جدک بدون الف لا تفسد.

[2] ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ان کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معنا ها وهی فی القران لاتفسد صلاته (الهندیة ص ۸۰ ج ۱) الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، طبع کوئٹه، حلبی کبیری ص ۴۸۸، مطبوعه لاهور فصل فی زلة القاری، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۳۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة الخ مطلب إذا قرأ تعالی جدک بدون الف لا تفسد.

الحمد کی جگہ الھمد پڑھنا

سوال: اگر امام الحمد کے بجائے الھمد پڑھے اسی طرح دوسرے الفاظ میں بھی غلطی کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جو شخص الحمد پڑھنے پر قادر نہیں بلکہ اس کی جگہ الھمد پڑھتا ہے یعنی حاء کی جگہ ہاء پڑھتا ہے نماز اس کی بھی صحیح ہو جائے گی، کذا فی الکبیری[1]

مگر ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے جبکہ صحیح پڑھنے والا امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فی احسن تقویم کو ما احسن تقویم پڑھنا!

سوال: اگر نماز میں قراءت کرتے ہوئے لَقَدْ خَلَقْنَا الانسَانَ کے بجائے لَقَدْ خلَقْنا الانسَانُ پیش کے ساتھ پڑھ دے اور فی احسن تقویم کے بجائے ما احسن تقویم پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

---

[1] لوقرأ فی الصلوٰۃ الحمد للّٰہ بالھاء مکان الحاء والحال انہ لایقدر علی غیرہ تجوز صلاتہ ولاتفسد: کبیری ص ۴۵۲ ایضا ص ۴۸۱ فصل فی بیان احکام زلۃ القاری، طبع لاھور، تاتارخانیۃ کراچی ص ۴۶۶ ج ۱ کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی فی فرائض الصلاۃ، نوع آخر فی زلۃ القاری، الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف.

[2] ولاتصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ: الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵۸۲ ج ۱ باب الامامۃ مطلب فی الالثغ .شامی زکریا ص ۳۲۸ ج ۲، ھندیہ کوئٹہ ص ۸۶ ج ۱ الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الثالث، حلبی کبیر ص ۴۸۲ فصل فی بیان احکام زلۃ القاری طبع لاھور.

الجواب: حامداًومصلیاً!

ہاں اس طرح بھی معنی نہیں بگڑیں گے بلکہ صحیح بن جائیں گے نماز درست ہوجائے گی[۱] مگر قصداً ایسا نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

للیسریٰ کی جگہ لِلْعُسریٰ پڑھ دیا

سوال: سائل نے بھول کر والـلّیـل اذا یـغشـیٰ میں فسـنُیسـرہ للیسـریٰ کے بجائے للعُسریٰ پڑھا تو کیا حکم ہے؟ پھر یاد آنے کی صورت میں دوسری سورت پڑھ لی تو نماز ہوگئی یا نہیں

الجواب: حامداًومصلیاً!

معنیٰ بگڑ گئے نماز فاسد ہوگئی[۲] دوسری سورۃ پڑھنے سے بھی نماز صحیح نہیں ہوئی[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] ان ذکر حرفاً مکان حرف ولم یغیر المعنی بأن قرأ ان المسلمون ان الظالمون وماشبه ذلک لم تفسد صلاته. عالمگیری ص ۷۹ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری. طبع کوئٹه، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۳۱تا۶۳۴ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری، تاتارخانیه کراچی ص ۴۷۹ ج ۱ کتاب الصلاة، الفصل الثانی فی فرائض الصلاة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الثانی ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ایضا ص ۴۹۳ ج ۱ الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب.

[۲] تفسد صلاته بالخطأ فیه وکذا ان لم یکن فی القراٰن وتغیر المعنی (الحلبی کبیری ص ۴۹۲ (تنبیه) فصل فی احکام زلة القاری مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فسنیسره للیسری قرأ للعسری تفسد صلاته التاتارخانیه ص ۴۷۴ ج ۱ کتاب الصلاة، الفصل الثانی فی فرائض الصلاة، نوع آخر فی زلة القاری. الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف مطبوعه پاکستان، هندیه کوئٹه ص ۸۰ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری.

[۳] وإن لحن القاری واصلح بعده، إذا غیر المعنی الفساد مقرر اشتمل علی اربع مسائل من زلة القاری : ألاولی اذا لحن المصلّی فی قراء ته لحنا یغیر المعنی کفتح لام الضالین لا تجوز صلاته وإن اعادها بعد ذلک علی الصواب الخ، شرح منظومة ابن وهبان ص ۴۵ ج ۱ فصل من کتاب الصلوة، رقم الشعر ۵۲، طبع الوقف المدنی الخیری دیوبند.

لِرَبِّہٖ کی جگہ لِلْاِنْسَانِ پڑھ دیا

سوال: امام نے وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا کے بجائے وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ کَفُوْراً پڑھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز فاسد نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عَمَلَ عَامِلٍ کے بجائے عَمَلَ عَمَلٍ پڑھ دیا

سوال: اگر امام نے فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّی لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْکُمْ کے بجائے عَمَلَ عَمَلٍ مِنْکُمْ پڑھا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

فاسد نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الأول ذکر کلمة مکان کلمة..... والاصل أنه إذا تقارب الکلمتان معنی ومثله فی القراٰن لا تفسد اتفاقا (إلی قوله) وإن لم تتقاربا والمبدلة فی القرآن تفسد علی قیاس قولهما ولا تفسد علی قیاس قول إبی یوسف (حلبی کبیر ص۴۸۸ فصل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور، شامی کراچی ص ۶۳۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری.

[2] ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ان کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معنا ها وهی فی القران لا تفسد صلاته (الهندیة ص۸۰ ج ۱) الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری طبع کوئٹه، حلبی کبیر ص۴۸۸ فضل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور، الدر مع الرد کراچی ص۶۳۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب إذا قرأ تعالی جدک بدون الف لا تفسد.

دال کا ضاد میں ادغام کر کے پڑھنا

سوال: ایک شخص فرض نماز میں وَمَنْ یَتَبَدَّلِ الکُفْرَ بِالْاِیمَانْ پر وقف کر کے ابتداء مابعد کے لفظ فَقَدْضلّ سے کرتا ہے فقد کی دال کو ضاد میں ادغام بھی کرتا ہے ایسا کرنے سے نماز میں نقص آتا ہے یا نہیں اور امام جزریؒ یہ فرماتے ہیں وغیرھا ثم قبیح وله زیادة والسلام

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں آتا نہ اس وقف سے نہ اس ادغام سے[1] البتہ اختیاراً ایسی جگہ وقف نہ کرنا چاہئے۔ جزری کا مطلب بھی یہی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/رجب ۵۶ھ

آیاتٍ کے بجائے آیاتی پڑھ دیا

سوال: پارہ ۲۴/رکوع میں یتلون علیکم اٰیات ربکم میں اگر اٰیا تی پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

---

[1] قال فی البزازیة الا بتداء ان کان لا یغیره المعنی تغیرا فاحشا لایفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والا بتداء بالجزاء (الشامی نعمانیه ص ۴۲۵ ج ۱ شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، زلة القاری، إن أتٰی بالادغام فی موضع لم یدغمه احد إلا أن المعنی لا یتغیر به ویفهم ما یفهم مع الاظهار نحو أن یقرأ قل سیروا بادغام اللام فی السین لا تفسد صلاته، هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الخامس فی زلة القاری، حلبی کبیر ص ۴۸۰ فصل فی بیان زلة القاری، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وغیر ما تم قبیح وله، یوقف مضطر او یبدا قبله أی الوقف علی غیر التام قبیح وحکمه أن لا یجوز الوقف علیه إلا عند الحاجة للقباحة اما الحاجة فهی الاضطرار (المقدمة الجزریة محشی ص ۳۱ طبع مکتبه نعمانیه دیوبند.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایات ربکم کی جگہ اگر ایاتی پڑھا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی[1]۔ لیکن آیت کو صحیح پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جَزَاءً وِّفَاقاً کی جگہ جَزَاءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَاءً پڑھ دیا

سوال: فجر کی نماز میں امام نے سورۂ نبا پڑھی۔ اِلَّا حمیماً وَغَسَّاقاً کے بعد بجائے جَزَاءً وِّفَاقاً کے جَزَاءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَاءً حِسابًا الخ. پڑھا۔ ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ یہاں دونوں قسم کی رائے ہوگئی، بعض نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ معنیٰ خراب ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ معنیٰ خراب نہیں ہوئے بلکہ مضمون بدل گیا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

صورت مذکورہ میں اگر وغسّاقًا پر آیت کردی تھی تو نماز فاسد نہیں ہوئی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/ ۸۸ھ

---

[1] زیادة حرف. ان زاد حرفاً فان کان لایغیر المعنی لاتفسد صلاته عند عامه المشائخ الخ (الهندية کوئٹه ص ۷۹ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، شامی کراچی ص ۶۳۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری، حلبی کبیر ص ۴۸۴ فصل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور.

[2] ولو قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت ووقف وقرأ بعد الوقف التام اولئک اصحاب الجحیم الی قوله وما اشبه ذلک مما فیه تغییر حکم الله علی احد الفریقین بضده لا تفسد لصیرورة الکلام الثانی مبتدأ به غیر متصل بالاول فلم یتعین الحکم بالضد ولو لم یقف ووصل قال عامة المشائخ تفسد صلوته الخ حلبی کبیری ص ۴۸۷ بی بیان زلة القاری مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، هندیه کوئٹه ص ۸۰ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها ذکر آیة مکان آیة.

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کی جگہ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَاعِمَۃٌ پڑھنا

سوال: فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں امام نے سورۂ الغاشیہ پڑھی۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ کے بجائے سہواً وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَاعِمَۃٌ پڑھا اور چھ آیات درمیان کی چھوٹ گئیں اور سورۃ ختم کی، سجدۂ سہو بھی نہ کیا۔ آیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سورہ الغاشیہ میں وجوہ یومئذ خاشعة کے بعد چند آیات سہواً چھوٹ گئیں اور وجوہ یومئذناعمة پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں نماز درست ہوگئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ میں صرف جَآءَ اَجَلھُمْ یا وَکان سَعْیُکم میں صرف سَعْیُکُمْ پڑھنا

سوال: جو امام نماز میں کوئی حرف بھول کر چھوڑ دے جیسا اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ میں جَآءَ اَجَلھُمْ یا وَکان سَعْیُکم مَشکوراً میں وَکان چھوڑ کر صرف سَعْیکم پڑھ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوئی[2]۔ اور ہر صورت کا حکم یکساں نہیں جیسی صورت

---

[1] وان ترک کلمة من آية فان لم تغير المعنى لا تفسد (الشامی نعمانیه ص ۴۲۵ ج ۱ شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما يفسد الصلوة الخ مطلب مسائل زلة القاری) حلبی کبیر ص ۴۷۶ فصل فی بیان احکام زلة القاری طبع لاهور.

[2] وان ترک کلمة من آية فان لم تغير المعنى مثل وجزاء سيئة مثلهابترک سيئة الثانية لاتفسد (الشامی نعمانیه ص ۴۲۵ ج ۱) شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة مطلب مسائل زلة القاری، هنديه كوئٹه ص ۷۹ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری.

ہوگی ویسا ہی حکم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۳/۵/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۴/ ۶۰ھ

قَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ کی جگہ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ پڑھنا

سوال: سورۂ ممتحنہ پارہ ۲۸/رکوع ۲/آیت ۳/یعنی انما ینها کم اللّٰه عن الذین قاتلو کم فی الدین کی جگہ لم یقاتلو کم فی الدین. ولم یخرجو کم تاهم الظالمون. پڑھا گیا، نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس تلاوت کو ایک ماہ گذر گیا ہے، کوئی مقتدی پردیسی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

معنیٰ بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی[1]۔ دن تاریخ یاد نہ ہو تو نیت اس طرح کی جائے کہ جس دن سورۂ ممتحنہ کی فلاں آیت غلط پڑھنے سے فلاں نماز خراب ہوئی تھی اس کا اعادہ کرتا ہوں[2]۔ جہاں تک مقتدیوں کو اطلاع کرنا اپنے قابو میں ہو اطلاع کردی جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/ ۹۲ھ

---

[1] وان تغیر المعنیٰ بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم (الی قوله) تفسد صلوته خانیه ص ۱۵۳ ج ۱ فصل فی قراءة القرآن خطا والاحکام المتعلقه بالقرآن طبع کوئٹه، هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری.

[2] وفی الصلاة أن یعین الصلاة ویمها بأن یعین ظهر یوم کذا ولو نوی أول ظهر علیه أو آخره جاز وهذا مخلص من لم یعرف الاوقات التی أو اشتبهت علیه أو اراد التسهیل علی نفسه (شامی کراچی ص ۷۳۴ ج ۶ مسائل شتی، اشباه والنظائر ص ۱۲۹ الفن الاول، القاعدة الثانیة الامور بمقاصدها، الثالث فی تعیین المنوی وعدمه، مکتبه فقیه الامت دیوبند.

[3] وإذا ظهر حدث امامه بطلت فیلزم اعادتها کما یلزم الامام اخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرطا او رکن بال القدر الممکن بلسانه أو بکتاب أو رسول علی الأصح (الدر مع الشامی کراچی ص ۵۹۱، ۵۹۲ ج ۱ باب الامامة، مطلب المواضع التی تفسد صلاة المام دون المؤتم، بحر کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ باب الامامة، قبیل باب الحدث فی الصلاة.

تکبیرات انتقالیہ وتشہد میں زبر، زیر کی غلطی

سوال: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب میں ہے کہ زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی غلطی سے صرف قراءت میں نماز فاسد ہوگی؟ ایک امام مقررہ سمع اللّٰہ لمن حمدہ میں ع کو زیر کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہیں اس سے نماز تو فاسد نہ ہوگی؟ اگر ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بعد ایسی غلطی ہوجائے کہ زیر کی جگہ زبر پڑھا جائے یا کوئی اور ایسی غلطی ہوجائے جس سے معنیٰ بگڑ جائیں تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟

(الف) سورۂ ملک میں بمصابیح کی ح کو زیر کے ساتھ اور سورۂ بروج میں اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ میں رَبَک کو اگر کوئی زبر کے ساتھ پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(ب) اگر قرأت میں کوئی سہواً زبر کی جگہ زیر یا برعکس پڑھ جائے اور فوراً درست کرلے خواہ لقمہ پانے پر، تو کیا تب بھی نماز فاسد ہوگی؟

(ج) وتر پڑھ کر معلوم ہوا کہ عشاء کی فرض نماز فاسد ہوگئی تو اب صرف عشاء دہرائیں یا وتر سنن بھی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مدار معنیٰ بگڑنے پر ہے۔ بعض جگہ زیر زبر کی غلطی سے معنیٰ بگڑ جاتے ہیں۔ تشہد اور تکبیر انتقال میں زیر زبر میں غلطی ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ قراءت میں تین آیات سے پہلے غلطی ہو یا بعد میں سب کا حکم ایک ہے۔

(الف) اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی[1]۔

---

[1] إذا لحن فی الاعراب لحنا لا یغیر المعنی لا تفسد صلاته بالاجماع وإن غیر المعنی تغیرا فاحشا بان قرأ وعصی اادم ربه بنصب المیم ورفع الرب وما اشبه ذالک مما لو تعمد به یکفر إذا قرأ خطا فسدت صلاته (هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، (بقیہ آئندہ)

(ب) قرأت کی غلطی سے اگر معنیٰ بگڑ گیا تو نماز فاسد ہوگئی، تو پھر لقمہ یا بغیر لقمہ کے درست کر لینے سے صحیح نہ ہوگی[۱]۔

(ج) فرض عشاء اور سنت دہرالے وتر نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

درمیان آیت سے ایک کلمہ کا چھوٹنا

سوال: سورۂ حشر کا آخری رکوع لایستوی سے شروع کیا اور وھو العزیز الحکیم تک پڑھا لیکن لفظ متصدعاً بھول گئے بعد ختم نماز ایک مولوی صاحب نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھائی جائے امام صاحب نے کہا کہ نماز ہوگئی اس لئے کہ چھوٹی یا بڑی تین آیت کے مطابق پڑھ چکا ہوں لیکن چند لوگوں نے نہیں مانا امام صاحب کا انکار اور چند لوگوں کا بزور جماعت دوبارہ پڑھوانا درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بلاشبہ نماز درست ہوگئی[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/ ۸۹ھ

(گذشتہ کا بقیہ) الفصل الخامس فی زلة القاری، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراء ة القرآن خطأ وفی الاحکام المتعلقة بالقراء ة.

(صفحہ ہذا) [۱] سئلت عمن لحن فی الصلاة لحناً یغیر المعنی ثم اعادها لحن فیه صحیحاً هل تفسد صلاته فالجواب ان صلاته تفسد بذالک وان اعاد الخ الفتاوی الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ص ۱۳، شرح منظمومة ابن وهیان ص ۴۵ ج ۱ فصل من کتاب الصلاة، رقم الشعر ۵۲ طبع الوقف المدنی دیوبند.

[۲] لو صلی العشاء بلا وضوء والوتر والسنة به یعید العشاء والسنة لا الوتر (شامی زکریا ص ۵۲۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، مسئلہ: اگر عشاء بفراموشی بے وضو خواند ست و وتر با وضو خواند، ہمراہ عشاء سنت باز خواند و اعادۂ وتر نہ کند مالا بدمنہ، ص ۴۴ مطبوعہ ہمہ رنگ دیوبند۔

[۳] ولوزاد کلمة أو نقص کلمة أو نقص حرفاً لم تفسد مالم یتغیر المعنی الا مایشق تمییزه (درمختار علی الشامی ص ۶۳۲ ج ۱ مطلب مسائل زلة القاری مطبوعه کراچی)، حلبی کبیر ص ۴۹۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور.

زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنا

سوال: زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی بموجب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۸۹ ج ۴۔ کیا اعادہ کرتے وقت نیا آدمی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

معنیٰ بگڑیں گے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں[1] اور جب تک معنیٰ بگڑنے کی تحقیق نہ ہوجائے اعادہ واجب نہیں ایسی صورت میں اعادہ والی نماز میں نئے آدمی کو شرکت کرنی درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اُدْخِلُوا کی جگہ اَدْخَلُوا اور ذال کی جگہ ظاء پڑھ دیا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام نے سورۂ نوح آیت مِمَّا خطیئٰتھم اغر قوا فاُدْخِلُوا نارًا کی جگہ فَاَدْخَلُوْا پڑھا چونکہ معنی بدل گئے اس لئے عرض ہے کہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

(۲) صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ قیامۃ (پارہ تبارک الذی) ورکعت ثانی میں سورۂ بقر (پارہ تلک الرسل) رکوع آخر لِلّٰہِ مَافِی السمٰوٰتِ الخ. پڑھا۔ چونکہ ترتیب بدل گئی اس لئے نماز ہوگئی یا نہیں؟

---

[1] إذا لحن فی الاعراب لحنا لا یغیر المعنی لا تفسد صلاته بالاجماع وإن غیر المعنی تغیرا فاحشا بان قرأ وعصٰی آدم ربه بنصب المیم ورفع الرب وما اشبه ذالک مما لو تعمد به یکفر إذا قرأ خطا فسدت صلاته (هنیده کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الخامس فی زلة القاری، تاتارخانیة کراچی ص ۳۹۴ ج ۱ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب، خانیة ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراءة القرآن خطاء وفی الاحکام المتعلقة بالقراءة، طبع کوئٹه.

(۳) نماز کی نیت باندھنے میں پہلے بسم الله الرحمن الرحیم پڑھنا بدعت بتلاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے بسم الله نہ پڑھنی چاہئے؟

(۴) نماز میں سورۂ کہف پارہ ۱۶/آیت قل هل انبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیهم الخ. اللظین یعنی بجائے (ذ) کے (ظ) پڑھی گئی، نماز میں تو کوئی شک نہیں یا لوٹائی جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ہوگئی معنی ایسے نہیں بدلے کہ جس سے نماز فاسد ہو جائے۔[۱]

(۲) نماز ہوگئی لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے ویکره الفصل بسورة قصیرة و یقرأ منکوساً.[۲] درمختار هذا اذا کان قصداً و اماسهواً فلا[۳] کبیری ص ۴۶۲۔

(۳) نیت باندھنے سے پہلے بسم الله پڑھنا ثابت نہیں۔

(۴) یہ لفظ مہمل ہوگیا نماز لوٹائی جاوے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۵۷ھ

---

[۱] وکذلک الاعراب ولو قرأ النصب مکان الرفع والرفع مکان النصب الیٰ قوله لا تفسد الخ عالمگیری ص ۸۲ ج ۱ مطبوعه کوئٹه. الفصل الخامس فی زلة القاری، تاتارخانیة کراچی ص ۴۹۳ ج ۱ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل العاشر فی اللّحن فی الاعراب، خانیة ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراءة القرآن القرآن وفی الاحکام المتعلقة بالقراءة، طبع کوئٹه.

[۲] شامی کراچی ص ۵۴۶ (مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة) الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۶۷ ج ۱.

[۳] حلبی کبیری ص ۴۹۴ تتمات فیما یکره من القرآن فی الصلاة الخ سهیل اکیڈمی لاهور.

[۴] اما اذا قرأ مکان الذال المعجمة ظاء معجمة فتفسد صلاته وعلیه اکثر الائمة وکذلک غظب بالظاء لیس له معنی وکذلک الظعف بالظاء لیس له معنی حلبی کبیری ص ۴۷۷ ج ۱ ملخصا مطبوعه لاهور، شامی کراچی ص ۶۳۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة ع مطلب مسائل زلة القاری.

پیش کی جگہ زبر یا 'ہ' کی 'ح' یا برعکس پڑھنا

سوال: (۱) اگر امام نے قراءت میں تحضون پیش کے بجائے زیر پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

ایضاً

سوال: (۲) مثلاً جیسے انفسکم کے س پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

ایضاً

سوال: (۳) اگر نماز میں لفظ صحیح پڑھا مگر ادا زبان سے چھوٹی ہ کے بجائے بڑی ح کی آواز معلوم ہوئی، یا بڑی ح کے بجائے چھوٹی ہ کی آواز معلوم ہوئی تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

ایضاً

سوال: (۴) اگر کچھ آیت پر سانس ٹوٹ جائے تو اس کی طرف لوٹ کر نہیں پڑھا تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

ایضاً

سوال: (۵) التحیات کے بعد سلام پھیر دیا گیا یا درود بھی پڑھ لیا مگر دُعا نہیں پڑھی اور سلام پھیر دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

(۱) ہوگئی اس سے معنیٰ نہیں بگڑے[۱]۔

---

[۱] والحاصل أنه تقدم أن مذهب المتاخرين عدم الافساد بالخطاء فی الاعراب وهو اوسع ومذهب المتقدمين انه إن كان فاحشا مما اعتقاده كفر يفسد وهو الاحوط (حلبی كبير ص ۴۸۴ (بقیہ آئندہ)

(۲) اگر معنیٰ نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی[۱]۔

(۳) اس کا جواب بھی (۲) کی طرح ہے[۲]۔

(۴) ہوگئی[۳] (۵) ہوگئی[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/ ۹۲ھ

نماز میں امام نے واللّٰہ خیر الرازقین کی جگہ خیر الظّالمین پڑھ دیا

سوال: نماز عشاء کی قراءت میں امام نے واللّٰہ خیر الرازقین کی جگہ واللہ خیر الظالمین

(گذشتہ کا بقیہ) فصل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور، هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری.

(صفحہ ہذا) [۱] حوالۂ بالا۔

[۲] وإن بدل القاری فی الصلاة حرفا مکان حرف الاصل فیه انه إن کان بینهما قرب المخرج کالقاف مکان الکاف أو کانا من مخرج واحد لا تفسد صلاته (حلبی کبیر ص۴۷۷ فصل فی بیان احکام زلة القاری، طبع لاهور. هندیه کوئٹه ص ۷۹ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، الدر مع الشامی کراچی ص۶۳۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری.

[۳] اما الوقف فی غیر موضعه والابتداء من غیر موضعه فلا یوجب فساد الصلاة أیضا لعموم البلوی بانقطاع النفس أو النسیان وعدم معرفة المعنی الخ (حلبی کبیر ص ۴۸۰ فصل فی بیان احکام زلة القاری طبع لاهور، هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، محیط برهانی ص۴۷ ج۲ کتاب الصلاة الفصل الثانی فی الفرائض، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء، طبع مجلس علمی ڈابھیل گجرات.

[۴] وسنتها ترک السنة لا یوجب فسادا ولا سهوا (إلی قوله) والصلاة علی النبیؐ والدعاء (الدر مع الشامی کراچی ص۴۷۳ تا۷۷ باب صفة الصلاة، مطلب فی قولهم الاساء ة دون الکراهة، طحطاوی علی المراقی ص۲۰۷ فصل فی بیان سننها طبع مصر، هندیه کوئٹه ص ۷۲ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة.

پڑھا میں نے کہا کفریہ معنی ہوگئے نماز دہرائی جائے ممبران میں ایک صاحب بغیر ڈاڑھی والے نے کہا کہ نماز ہوگئی ان صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟ نیز امامت کے لئے انھوں نے کہنے سننے سے کچھ ڈاڑھی رکھ لی ہے کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے اور نماز عشاء جو دہرائی نہیں گئی اس کا کیا حکم ہے؟ میں نے اپنی نماز دہرائی تھی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھ دینے سے اگر معنی بگڑ جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے فتاویٰ عالمگیری[۱] قاضی خاں[۲] طحطاوی[۳] شامی[۴] البحر الرائق۔ سب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ خداوند تعالیٰ کو ظالم یا خیر الظالمین کہنا اور اعتقاد کرنا بالکل اسلامی عقائد کے خلاف ہے غلطی سے اس طرح پڑھ دینے کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مگر نماز کا اعادہ ضروری ہوگا آپ نے نماز کا اعادہ کرلیا اچھا کیا دوسرے نمازیوں کو تحقیق ہوجائے کہ نماز نہیں ہوئی تھی اس نماز کا اعادہ کرلیں اس کے بعد جو نماز پڑھی گئیں اس کا اعادہ لازم نہیں۔

ڈاڑھی کی مقدار ایک قبضہ (ایک مٹھی) قرار دی گئی ہے ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔ درمختار[۵] فتح القدیر[۶] وغیرہ میں ایسے شخص کے لئے بہت سخت الفاظ

---

[۱] وان کان فی القرآن ولکن لاتتقاربان فی المعنی نحو ان قرء وعداً علینا ان کنا غافلین مکان فاعلین ونحو مما لو اعتقده یکفر تفسد عند عامة مشایخنا (عالمگیری ص ۸۰ ج ۱) الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری طبع کوئٹه.

[۲] (فتاوی قاضی خاں ص ۱۴۹ ج ۱) فصل فی قراء ة القرآن خطاء طبع کوئٹه.

[۳] (طحطاوی ص ۲۷۶) زلة القاری فصل فیمایفسد الصلوة تکمیل فیما یفسد الصلوة مطبوعه مصر.

[۴] (شامی نعمانیه ص ۴۲۶ ج ۱) مطلب مسائل زلة القاری باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها.

[۵] واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم (الدرالمختار علی رد المحتار کراچی ص ۴۱۸ ج ۲) مطلب فی الاخذ من اللحیة کتاب الصوم.

[۶] (فتح القدیر ص ۳۴۸ ج ۲) کتاب الصوم مطبوعه دار الفکر.

لکھے ہیں ڈاڑھی ایک مشت شرعی حکم تصور کرتے ہوئے رکھنا موجب اجر وثواب ہے اور اس لئے رکھنا کہ امامت کا سرٹیفکٹ مل جائے اور مصلیٰ پر آنے سے کوئی نہیں روکے گا یہ تو گویا مصلیٰ کی فیس ہے اللہ پاک قلوب اور نیات کو دیکھتے ہیں نیت کے صحیح کر لینے کا وقت ہر وقت ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

"لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَاباً" کے بجائے "لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ اِلّاخِطَاباً" پڑھ دیا

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں "لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَاباً" کے بجائے "لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ اِلَّاخِطَاباً" پڑھ جائے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں معنی میں تغیر فاحش ہو گیا جو کہ مقصود قرآن کریم کے خلاف ہے لہٰذا نماز فاسد ہو گئی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] إن الله لا ينظر إلى صوركم واموالك ولكن ينظر إلى قلوبكم واعمالكم (مشكوة شريف ص ۴۵۴ باب الرياء والسمعة، طبع ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۹۹ ج۸ كتاب البرو الصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله الخ رقم الحديث ۳۴ دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اعلم ان الكلمة الزائدة اما ان تكون فى القرآن او لاوعلى كل اما ان تغير اولا فان غيرت افسدت مطلقاً (الشامى نعمانيه ص ۴۲۵ ج ۱) شامى كراچى ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القارى هنديه كوئٹه ص ۸۰ ج ۱ الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الخامس فى زلة القارى، حلبى كبير ص ۴۹۲ فصل فى بيان احكام زلة القارى، طبع لاهور.

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ میں لام تاکید کے بجائے لائے نفی اور مالُہ کو مالَہ پڑھ دیا

سوال: زید نے عشاء کی نماز کے اندر تین دن میں تین غلطیاں کیں (۱) پارۂ دوم رکوع ۳ر میں آیت ولنبلونکم بشئٍ من الخوف الخ. میں لام تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھ دیا جس کی وجہ سے معنیٰ بالکل الٹ گئے سورۂ تبت یدا میں ماا غنی عنه ماله بضم اللام کے بجائے بفتح اللام پڑھ دیا۔ پارہ ۲۷ر سورۂ رحمٰن میں خلق الانسان من صلصال الخ. کے بعد آیت رب المشرقین ورب المغربین کو پڑھنا چاہئے تھا لیکن ثانی آیت چھوڑ کر آگے والی آیت یخرج منهما اللؤلؤ پڑھ دیا۔ اس کے بعد رب المشرقین کو پڑھا ہے ان تینوں صورتوں میں کون سی حالتوں میں نماز ہوئی اور کونسی صورت میں فاسد ہوئی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

بعض علاقوں میں لوگ فتحہ کو کچھ کھینچ کر ہی پڑھتے ہیں۔ یہ غلطی ان سے غیر شعوری طور پر ہو ہی جاتی ہے جس کی وجہ سے سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ لام تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھا گیا ہے۔ غلبۂ جہل کی وجہ سے متأخرین ایسی صورت میں نماز کے فساد کا حکم نہیں لگاتے[۱]۔

سورۂ تبت میں جو حرکت لام کی غلطی ہوئی اس سے معنی فاسد نہیں ہوئے[۲]۔ سورۂ رحمٰن میں جو

---

[۱] وفی الظهیریة : والمتاخرون من أصحابنا یقولون الخطأ فی الاعراب لاتفسد صلاته وعلیه الفتویٰ (تاتارخانیه ص ۴۹۵ ج ۱ الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب فصل فی القراء ة شامی کراچی ۶۳۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری.

[۲] والحاصل أن مذهب المتاخرین عدم الافساد بالخطاء فی الاعراب وهو اوسع ومذهب المتقدمین أنه إن کان فاحشاً مما اعتقاده کفر یفسد وهو الاحوط (حلبی کبیر ص ۴۸۴ فصل فی بیان احکام زلة القاری طبع لاهور، شامی کراچی ص ۶۳۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری، هندیه کوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الخامس فی زلة القاری.

آیت کی تقدیم وتاخیر ہوئی اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی[۱]۔ تاہم امام صاحب کو پوری احتیاط سے نماز پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چند سورتیں خوب صحیح یاد کرلیں، ان کو ہی پڑھا کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/ ۹۵ھ

ایک اعرابی غلطی سے نماز کا حکم

سوال: امام صاحب نے نمازِ جمعہ میں سورہ دہر پڑھی۔ اس میں "مذکوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفوراً" کی جگہ "کفور" پڑھا۔ یعنی راء کو ساکن کرکے پڑھا۔ ایک مقتدی نے لقمہ بھی دیا۔ لیکن امام صاحب نے لقمہ نہیں لیا۔ اب عرض ہے کہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس اعرابی غلطی سے معنیٰ نہیں بگڑے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی[۲]۔ لقمہ دینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ جس نے لقمہ دیا اسکی نماز بھی فاسد نہیں ہوئی۔ والبسط فی الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[۳] ص۱۸۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۵ھ

---

[۱] والثانی ان یقدم جملة علی جملة و یفهم بالتقدیم مایفهم بالتأخیر نحو ان یقرأ "یوم تسود وجوه وتبیض وجوه الخ. لاتفسد صلاته (تاتارخانیہ ص۴۸۸ ج۱ الفصل الثانی فی الفرائض، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل السابع فی الخطأ فی التقدیم والتاخیر، محیط برهانی ص۷۳ ج۲ کتاب الصلاة، الفصل الثانی فی الفرائض، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل السابع فی الخطاء فی التقدیم والتاخیر، طبع مجلس علمی ڈابھیل گجرات، شامی کراچی ص ۶۳۱ ج ۱، باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری.

[۲] الاولی الخطاء فی الاعراب ویدخل فیه تخفیف المشدد وعکسه وقصر الممدود وعکسه وفک المدغم وعکسه فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد به صلاته بالاجماع (الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص۲۷۶ مصری باب مایفسد الصلوٰة، شامی کراچی ص۶۳۱ ج۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب مسائل زلة القاری، هندیه کوئٹه ص۸۱ ج۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خطاء فاحش سے فساد نماز

سوال: حافظ اگر غلط پڑھ کر نماز ختم کردے اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر ایسی غلطی کی جس سے معنیٰ میں تغیر فاحش ہوگیا اور کسی قاعدہ عربیہ سے معنی کی تصحیح نہیں ہوسکتی تو نماز فاسد ہوگئی اعادہ لازم ہے وان غیر المعنیٰ تغیراً فاحشاً بان قرأ وعصیٰ اٰدم ربہ فغوی بنصب میم اٰدم ورفع باء ربہ الیٰ ان قال وما اشبہ ذٰلک لوتعمد بہ یکفر اذا قرأ خطأ فسدت صلوٰتہ الخ. قاضی خاں[1] ص۱۶۸ ج۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن صحیح: عبداللطیف ۱۷ محرم الحرام ۵۱ھ

نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا

سوال: اگر کسی نے نماز کے اندر بجائے معروف کے مجہول پڑھا دیا یعنی سورۂ والعٰدیٰت کے

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) [3] ویفسدھا فتحہ أی المصلی علی غیر امامہ وفتحہ علی امامہ جائز (مراقی) ویکرہ للمقتدی أن یعجل بالفتح لان الامام ربما یتذکر فیکون التلقین من غیر حاجۃ ویکرہ للامام أن یلجئھم إلیہ بان یقف ساکتا بعد الحصر أو یکرر الایۃ بل ینتقل غلی آیۃ أخریٰ أو یرکع إن قرأ القدر المستحب وقیل قدر الفرض والاوھو الظاھر طحطاوی علی المراقی ص ۲۷۱ باب ما یفسد الصلاۃ، طبع مصر، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۲۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاۃ، مطلب المواضع التی لا یجب فیھا رد السلام.

(صفحہ ہٰذا) [1] قاضی خان علی ھامش الھندیۃ کوئٹہ، ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراءۃ القراٰن خطأ وفی الاحکام المتعلقۃبالقراءۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری ومنھا اللحن فی الإعراب، طحطاوی علی المراقی ص۲۷۷، تکمیل زلۃ القاری، قبیل فصل فیما لا یفسد الصلوۃ مطبوعہ مصری، در مختار مع الشامی کراچی ص ۶۳۰ ج ۱ قبیل مطلب مسائل زلۃ القاری باب ما یفسد الصلوۃ.

اندر اَفَلَایَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَافِی الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَافِی الصُّدُوْرِاِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْر آیت مذکورہ کے اندر جولفظ یَعْلَمُ معروف کیساتھ ہے اسکو یُعْلَمُ مجہول کے ساتھ پڑھادیا۔ آیا اسکی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی لیکن ہر معروف کو مجہول پڑھنے کا یہ حکم نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۳/ ۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

قراءت میں صیغہ واحد مؤنّث کی جگہ صیغہ واحد متکلم کا پڑھنا

سوال: امام نے فجر میں یوم نقول لجھنم ھل امتلأت کی جگہ ھَلْ امتلأتُ پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

قرأت نماز میں اگر کوئی لفظ غلط زبان سے نکل گیا تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے فقہاء دور دراز کی تاویل سے بھی کام لے کر جوازِ نماز کا حکم فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ زلۃ القاری کے مسائل عالمگیری، بزازیہ، خانیہ، کبیری وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں خطاب

---

[1] اذا لحن فی الاعراب لحناً اما ان لایغیر المعنیٰ لاتفسد الصلوٰۃ بالاجماع واما ان تغیر المعنیٰ تفسد صلاتہ تاتارخانیہ(ص۴۹۳ ج۱ و۴۹۴ الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب فصل فی القراءۃ)، فتاویٰ عالمگیری ص۸۱ ج۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری، ومنھا اللحن فی الاعراب مطبوعہ کوئٹہ، طحطاوی ص۲۶۷ زلۃ القاری قبیل فصل فیما لایفسد الصلاۃ، مطبوعہ مصری.

جہنم کو ہے اور صیغہ واحد مؤنث کا ہے۔ پڑھنے میں غلطی یہ ہوئی کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہوگیا۔ اگر امام ابو یوسفؒ کے اصول کہ (خطاءِ اعراب مفسدِ صلوٰۃ نہیں) سے صرفِ نظر بھی کرلیا جائے تب بھی ایک تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ جہنم مظہر غضب ہے۔ جتنا غضب الٰہی شدید ہوتا ہے اسی قدر جہنم پر اثر ہوتا ہے۔ ھل امتلاتُ کا مطلب یہ ہوگا کہ ھل امتلاتُ غضباً. یعنی کیا میرا غضب شدید ہوگیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں تجھ کو بھر جانا چاہئے، تو کیا تو بھر گئی۔ یہ مطلب مقصدِ قرآن کے خلاف نہیں۔ اس لئے فسادِ نماز کا حکم نہیں دیا جائے مگر قصداً اس طرح پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

اُولٰئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ کی جگہ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ الخ پڑھنا

سوال: امر ذیل دریافت طلب ہے کہ ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے اور اول رکعت میں سورۂ البینہ کے پہلے حصہ کو اولٰئک ھم شر البریّہ تک صحیح پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں باقی حصہ سورۂ مذکورہ کا سمجھ کر اس طرح پڑھ جاتا ہے ان الذین اٰمنوا وعلموا الصّٰلحت لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خلدین فھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ اور باقی نماز حسب ضرورت پوری کر کے سلام پھیر لیتا ہے اور کسی نمازی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور خود پڑھانے والا بھی شک ہی میں ہے کہ اگر یہ غلطی اس طرح ہوتی تو اعتراض ضرور ہوتا ایسی حالت میں نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں اگر نہیں تو کیا چارۂ کار ہے؟

---

[۱] اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنیٰ لاتفسد الصلوٰۃ عند الکل .....لان الخطأ فی الاعراب مما لایمکن الاحتراز عنہ فیعذر (خانیہ ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراءۃ القراٰن خطاء وفی الاحکام المتعلقۃ بالقراءۃ)، عالمگیری ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری ومنھا اللحن الخ مطبوعہ کوئٹہ، حلبی کبیری ص ۴۷۶ فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، بزازیہ علی الھندیہ ص ۴۵ ج ۴ کتاب الصلوۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح پڑھنے سے معنیٰ نہیں بگڑے لہٰذا نماز خراب نہیں ہوئی بلکہ صحیح ہوگئی[۱] ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھنا افضل ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غیر المغضوب علیھم میں تغیر کرنا

سوال: سورۂ فاتحہ میں اگر غیر المغضوب کے بجائے امام غلطی سے ضیر المغضوب پڑھ جائے بجائے (غ) کے (ض) پڑھے اور یہ امام صاحب عادی ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں غ کو ض پڑھتے ہیں تو کیا نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں دوسری جگہوں میں غ کو غ ہی پڑھتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

قصداً ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس سے نماز فاسد ہو جائیگی[۳] لیکن امید ہے کہ سننے والے اس کو ض سمجھتے ہونگے وہ تو اس کو غ ہی پڑھتے ہوں گے ورنہ قرآن پاک میں غ موجود ہوتے ہوئے اس کو قصداً ض پڑھنے کی جرأت کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/ ۸۷ھ

---

[۱] لم تفسد مالم یتغیر المعنی (درمختار نعمانیه ص۴۲۵ ج۱ شامی کراچی ص۶۳۳ ج۱ باب زلة القاری، طحطاوی ص۲۶۷ زلة القاری قبیل فصل فیما لایفسد الصلاة، مطبوعه مصری، عالمگیری ص۸۰ ج۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعه کوئٹه.

[۲] (قوله سورة) اشار الی ان الافضل قراءة سورة واحده الخ (درمختار زکریا ص۱۹۴ ج۲ باب صفة الصلاة. مطلب قراءة البسلمة بین الفاتحة والسورة) تاتارخانیة ص۴۵۱ ج۱ کتاب الصلوة، نوع آخر الأفضل أن یقرأ فی کل رکعة الخ مطبوعه کراچی.

[۳] ان ذکر حرفا مکان حرف الی قوله. وان غیر المعنی فان أمکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة تفسد صلاته عند الکل: (عالمگیری ص۷۹ ج۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)، حلبی کبیری ص۴۷۶ فصل فی بیان زلة القاری، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی ص۲۷۶ زلة القاری قبیل فصل فیما لا یفسد الصلوة مطبوعه مصری.

جوامام مستقیم کی جگہ مستخیم پڑھے اس کی امامت؟

سوال: ایک امام صاحب مستقیم کی جگہ مستخیم پڑھتے ہیں تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہ کہتے ہیں کہ ق اور خ میں کوئی فرق نہیں۔

(۳) اور بچوں کو بھی مستخیم ہی پڑھاتے ہیں تو ان کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام کا مستقیم کی جگہ قصداً مستخیم پڑھنا غلط اور ناجائز ہے[۱]۔

(۲) ق اور خ دو جداگانہ حروف ہیں دونوں کا مخرج الگ الگ ہے صفات میں بھی نمایاں فرق ہے مثلاً ق میں مجہورہ ہے اور خ میں مہموسہ ہے ق میں قلقلہ ہے خ میں نہیں ق میں شدیدہ ہے۔ خ میں رخوہ ہے۔

(۳) یہ ان کو غلط پڑھاتے ہیں جو شخص ق کو صحیح ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے بالقصد اس کو خ پڑھتا ہے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۸ھ

غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ

سوال: اگر امام پہلی رکعت میں کسی آیت کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن دوسری رکعت میں اس کی تصحیح کرے تو ایسی صورت میں نماز فاسد رہے گی یا اس

---

[۱] ان ذکر حرفا مکان حرف الی قوله وان غیر المعنی فان أمکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرأ الطا لحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل (عالمگیری ص ۷۹ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری) المحیط البرهانی ص ۶۲ ج ۲ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف الخ مطبوعه ڈابھیل، نورالایضاح ص ۱۰۴ باب زلة القاری مطبوعه امدادیه دیوبند.

کا فساد جاتا رہے گا اور نماز درست ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فاسد ہی رہے گی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا

سوال: امام نے جمعہ کی فرض نماز میں قراءۃ میں۔ اِنَّ الابرار لفی نعیم کی جگہ ان الابرار لفی جحیم پڑھا۔ مگر پھر دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھ لیا تو نماز صحیح ہوگئی یا نہیں اور اعادہ کی ضرورت تو نہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وان تغیر المعنٰی بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم او قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک هم شر البریّة او قرأ وجوه یومئذ علیها غبرة اولٰئک هم المؤمنون حقا تفسد صلوٰته لانه اخبر بخلاف ما اخبر اللّٰه تعالیٰ به وقال بعضهم لاتفسد صلوٰته لعموم البلوی والاول اصح اھ فتاویٰ قاضی خاں[2] ص۱۵۳ ج۱

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی۔ لہٰذا اس نماز کا اعادہ کرنا چاہئے اور چوں

---

[1] وإن لَحَنَ القاری واصلح بعدَهٗ. إذا غیر المعنٰی الفساد مقرَّرٌ، إذا لحن المصلی فی قراء ته لحناً یغیر المعنی کفتح لام الضالین لا تجوز صلاته، وإن أعادها بعد ذلک علی الصواب، شرح ابن وهبان ص۴۵ ج۱ فصل من کتاب الصلوة، مطبوعه الوقف المدنی دیوبند، الفتاوی الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ص۱۳.

[2] خانیه علی هامش الهندیة ص۱۵۳ ج۱ فصل فی قراءة القرآن خطأً وفی الاحکام المتعلقة بالقراءة مصری، عالمگیری ص۸۰ ج۱ الفصل الخامس زلة القاری مطبوعه کوئٹه.

کہ یہ نماز جمعہ کی ہے اس لئے بجائے جمعہ کے اس روز کی ظہر کی نماز قضاء پڑھی جائے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۲/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ یکم ربیع الاول ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الاول ۵۹ھ

للیسریٰ کی جگہ للعسریٰ پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنا

سوال: اگر امام نماز فرض میں غلط آیت پڑھ دے پھر صحیح کر کے لوٹالے تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟ مثلاً پہلے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی غلطی سے پڑھ دیا پھر لوٹا کر فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی پڑھ دیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس لوٹانے سے یہ نماز درست نہ ہوگی۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قراءت میں غلطی کے بعد اس کو صحیح پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال: نماز میں کس طرح کی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر معنیٰ بدل گئے پھر صحیح

---

[۱] وکذا اهل مصر فاتتهم الجمعة فانهم يصلون الظهر بغير اذان ولا اقامة ولا جماعة (درمختار نعمانيه ص ۵۴۹ ج ۱) باب الجمعة. مطلب فی شرط وجوب الجمعة، خانيه على الهندية ص ۷۷ ج ۱ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه. المحيط البرهانی ص ۴۷۳ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون صلاة الجمعة نوع آخر فی الرجل يصلی الظهر الخ مطبوعه ڈابهيل.

[۲] إذا لحن المصلی فی قراءته لحناً يغير المعنیٰ كفتح لام الضالين لا تجوز صلاته، وإن أعادها بعد ذلک علی الصواب، شرح منظومه ابن وهبان ص ۴۵ ج ۱ فصل من كتاب الصلاة، الاولیٰ اللحن الذی يغير المعنیٰ يفسد الصلاة، مطبوعه الوقف المدنی الخيری ديوبند، الفتاوی الكاملية فی الحوادث الطرابلسية ص ۱۳.

کر کے اعادہ کرلیا تو اس طرح سے نماز صحیح ہوگئی۔ کبھی وسط جملہ میں سانس ٹوٹ جاتا ہے اس سے کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور تشہد وغیرہ اور قراءت میں کچھ فرق ہے یا ایک حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جو غلطی منافی صلوٰۃ ہے اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر معنیٰ بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی تھی تو اس لفظ کا صحیح طور پر اعادہ کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوئی بلکہ نماز کا اعادہ ضروری ہوگا[1]۔ البتہ عالمگیری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز صحیح ہوجائے گی[2]۔ ہمارے[3] اکابر اس کو نفل وتر واتیح وغیرہ پر حمل کرتے ہیں۔ وسطِ کلمہ پر سانس توڑنے سے خواہ تشہد وغیرہ میں معنی صحیح رہیں یا بگڑیں سب کا ایک حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

فرض نماز میں اگر غلطی فاحشِ کی تو اصلاح سے بھی نماز نہ ہوگی

سوال: ایک امام صاحب نے فجر کی نماز میں درمیانِ قراءت پارہ ۲۴/ او تقول حین تری العذاب لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنین. اس آیت میں فاکون من الخاسرین پڑھا۔ اور پھر خود ہی فاکون مِنَ المحسنین. پڑھ لیا۔ اسی رکعت میں آگے چل کر بل اللّٰہ فاعبدو کن من الشاکرین اس آیت میں و کن من الخاسرین پڑھ دیا۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور اس کو امام نے

---

[1] (سئلت) عمن لحن فی الصلاۃ لحناً یغیر المعنی ثم اعادھا لحن فیه صحیحاً ھل تفسد صلاته (فالجواب) ان صلاته تفسد بذٰلک وان اعاد وقد اشار الی ذلک صاحب الوھبانیة وان لحن القاری واصلح بعده اذا غیر المعنی الفساد مقرر قال شارحھا الشرنبلالی صورتھا المصلی اذا لحن فی قراء ته لحنا یغیر المعنی کفتح لام الضالین لاتجوز صلاته وان اعادھا بعد ذلک علی الصواب ا ھ (الفتاویٰ الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ص ۱۳) شرح منظومه ابن وھبان ص ۴۵ ج ۱ فصل من کتاب الصلاۃ، الاولی اللحن الذی یغیر المعنی یفسد الصلاۃ، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند.

[2] ذکر فی الفوائد لوقرأ فی الصلاۃ بخطأ فاحش ثم، رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلاته جائزۃ (الھندیة ص ۸۲ ج ۱) الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعه مصر

وکن من الشاکرین پڑھ کر اصلاح کر لی۔ آیا ان اغلاط کی تصحیح کرنے پر نماز ہوگئی یا نہیں؟ نماز کے اندر غلطی فاحش سے مراد کونسی غلطی ہے جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قراءۃ کے اندر غلطی فاحش ہوگئی۔ خواہ اس کی اصلاح بھی کر لی گئی ہو از خود یا بتلانے سے تو نماز فاسد ہوگئی اور حضرت مولانا تھانویؒ کا حوالہ دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تراویح کے اندر اگر قراءۃ میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے۔ لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کر لی ہو تو گنجائش نہیں اور درمختار کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں۔ کما لو بدل کلمة بکلمة وغیره المعنی الیٰ آخره. درمختار ص ۳۳۳ ج ا براہِ کرم اس عبارت کا مطالعہ فرما کر مدلل بحوالہ کتاب جواب ارسال فرماویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

غلطی فاحش وہ ہے جس سے معنیٰ بگڑ جائیں مقصودِ قرآن کے خلاف ہوجائیں جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے، ایسی غلطی سے فرض نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اصلاح کر لینے پر بھی درست نہیں ہوگی۔ کذا فی منظومة ابن وهبان وان لحن القاری واصلح بعده اذا غیر المعنی الفساد مقرر[1]. ایسی نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔ تراویح میں ختم قرآن کریم مقصود ہوتا ہے اس میں ایسی غلطی کا ہوجانا نادر نہیں۔ اسلئے وہاں توسع ہے۔ یہی محمل ہے فتاویٰ درمختار کی عبارت کا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۹۱ھ

غلطی فاحش سے مراد؟

سوال: امام نے سورہ انفطار پڑھی الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوَّاکَ فَعَدَلَکَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ کے بعد کَلَّا بَلَّا. پھر معاً امام کو احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کے بقدر تین سکنڈ

[1] الفتاویٰ الکاملیة فی الحوادث الطرابلسیة ص ۱۳ شرح منظومه ابن وهبان ص ۴۵ ج ا فصل من کتاب الصلاة، الاولی اللحن الذی یغیر المعنی یفسد الصلاة، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند.

کے بعد بل تکذبون بالدین پڑھ کر رکوع کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ آیت تلاوت میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مع حوالہ جواب سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ کَلَّا بَلْ پڑھ کر یعنی غلطی سے لفظ بَلَّا زائد پڑھ کر غلطی کا احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کئے تقریباً تین سکنڈ کے بعد بل تکذبون بالدین پڑھ کر نماز پوری کر دی، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ فساد کا مدار معنیٰ بگڑنے پر ہے۔ یہاں یہ بات نہیں ہوئی لفظ بَلَّا لفظ کَلَّا کی تاکید بن جائے گا اور معنیٰ درست ہو جائیں گے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/ ۹۱ھ

اگر امام کی غلطی پر دو گواہ ہوں

سوال: ایک روز نماز فجر میں متشابہ لگا۔ ایک جگہ اَھَانَنْ ہے اور دوسری جگہ اَکْرَمَنْ ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ٹھیک پڑھا۔ مگر ہمارے دو مقتدی رمضانی اور حافظ عبدالحمید صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ ''اھانن'' پڑھا ہے۔ تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر امام کو پختہ یقین نہیں بلکہ شک ہے اور دو معتبر مقتدی کہتے ہیں کہ غلط پڑھا ہے، تو ان دونوں کا قول معتبر مانتے ہوئے نماز کو لوٹانا چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/ ۸۹ھ

---

[1] ولو زاد کلمة او نقص کلمة أو نقص حرفاً او قدمه أو بدله بآخر .....لم تفسد ما لم یتغیر المعنی الخ شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ مطلب مسائل زلة القاری، نور الایضاح ص ۱۰۵ باب زلة القاری، مطبوعه امدادیه دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری.

[2] .....ولو اخبره عدل بعد السلام انه نقص رکعة وعندالمصلی انه اتم لا یلتفت الی اخباره وإن اخبره عدلان لایعتبر شکه وعلیه الاخذ بقولهما. (طحطاوی علی المراقی ص ۳۸۷ مصری فصل فی الشک فی الصلاة والطهارة) المحیط البرهانی ص ۳۴۳ ج ۲ الفصل الثامن عشر الشک فی مقدار ما صلی، (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

ضاد کا مخرج

سوال: نماز میں لفظ ض کو کس طرح ادا کیا جائے۔ بعض لوگ اس کے اصل مخرج سے واقف نہ ہوتے ہوئے کبھی ظ پڑھ دیتے ہیں کبھی ز کبھی ذ، کبھی د، اصل مخرج اس لفظ کا کیا ہے۔ نماز اس طرح پڑھنے سے ادا ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ض مستقلاً حرف ہے اس کا مخرج حافۂ لسان اور اضراس علیا ہے[1] اس کی صفات مستقل ہیں۔ مجہورہ مستطیلہ رخوہ اس کو ادا کرنا تمام حروف سے زیادہ مشکل ہے[2] اس کے لئے بڑی مشق کی ضرورت ہے۔ کوشش یہ کی جائے کہ اپنے اصل مخرج سے اپنی پوری صفات کے ساتھ ادا ہو اور ممیّز ہو جائے قصداً اس کو دال یا زا یا ظ نہ پڑھے۔ کوشش کے باوجود جس طرح بھی ادا ہوگا نماز درست ہو جائے گی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) مسائل الإختلاف الواقع بين الإمام والقوم، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری ص ۹۳ ج ۱ الباب الخامس، ومما يتصل بذلک مسائل الاختلاف بين الامام والمأموم الخ مطبوعه كوئٹه.

[1] فمن حافة اللسان من اقصاها الٰی ما يلی الاضراس. الضاد– المحيط البرهانی ص ۵۹ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض الخ نوع آخر فی زلة القاری مطبوعه ڈابهيل. الفوائد التجويدية فی شرح المقدمة الجزرية ص ۲۳ مطبوعه المدنية المنورة.

[2] تخرج الضاد من المخرج الرابع من مخارج اللسان وهو حرف مجهور رخو مستعمل مطبق مصمت مستطيل قوی، وقد اتفقت كلمة العلماء فيما رأيت علی أنه أعسر الحروف علی اللسان وليس فيها ما يصعب عليه مثله، الفوائد التجويدية ص ۹۶ فصل فی ذكر الحروف الهجائية بالتفصيل الخ مطبوعه المدينة المنورة، فوائد مكية ص ۱۰ چوتھی فصل حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں مطبوعہ دیوبند۔

[3] اذا ذكر حرفاً مكان حرف ان امكن الفصل بينهما بلامشقة تفسد والا يمكن الا بمشقة كالطاء مع الضاء الخ. (الشامی نعمانيه ملخصاً ۴۲۵ ج ۱) شامی كراچی ص ۶۳۱ ج ۱ زلة القاری ولو قرأ الظالين بالظاء مكان الضاد او بالذال لاتفسد صلاته ولو قرأ الدالين تفسد الخ (التاتارخانيه ص ۴۶۵ ج ۱) حلبی كبيری ص ۴۹۲ باب زلة القاری، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور. المحيط البرهانی ص ۶۱ ج ۲ الفصل الثانی فی فرائض الصلاة الخ نوع آخر فی زلة القاری مطبوعه ڈابهيل.

ضاد کو ذال وغیرہ پڑھنے کا حکم

سوال: اگر کوئی امام ضاد کی ادائیگی مخرج سے نہ کر سکے تو وہ کس کے مشابہ اس کو ادا کرے آیا ذال کے یا دال کے یا ظا کے ہر ایک کے جواز وعدم جواز کی دلیل کہ اگر ذال کے ساتھ مثلاً ناجائز ہے تو کیوں۔ اور دوسرے کے ساتھ کیوں جائز ہے اور نماز کن کن صورتوں میں فاسد ہوگی اور کن کن میں نہیں فاسد ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

"ضـــاد" مستقل حرف ہے اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہئے "ظ" کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے نماز کی صحت وفساد معنی کی صحت وفساد اور قدرت ادا پر موقوف ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ضؔ کو بلفظ د پڑھنا

سوال: نماز میں وَلَا الضآلِّین کو بلفظ دال پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جو شخص ضؔ کو صحیح ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ دؔ پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو قرأ الظالین بالظاء مکان الضاد او بالذال لاتفسد صلاته ولوقرأ الدالین تفسد الخ. (التاتارخانیه ص۴۶۵ ج ۱ الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف فصل فی القراء ة) کبیری ص ۴۹۲ ج ۱ لاهور (تنبیه) فصل فی بیان احکام زلة القاری. الشامی نعمانیہ ملاحظہ ہو ص۴۲۵ ج ۱، شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ زلة القاری.

[2] اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلامشقة تفسد والا یمکن الا بمشقة لا تفسد الخ. (الشامی نعمانیه ص ۴۲۵ ج ۱ شامی کراچی ص ۶۳۳ ج ۱ زلة القاری (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سورہ جمعہ میں ایک غلطی پڑھی گئی

سوال: امام صاحب نے درحالت صلوٰۃ سورہ جمعہ کا آخری رکوع تلاوت فرمایا۔ واذا رأوْتجارةً اَوْ لَهْوَنِ انْفَضُّوْا کے بجائے انفض کہہ پائے تھے کہ سانس بھر آئی اور انفضوا کو پورا نہ کر سکے پھر جب قراءت شروع کیا تو بجائے انفضوا کے فضوا پڑھا۔ کیا ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی۔ اگر نہیں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ایسے ہی التکاثر پورا نہیں کیا بلکہ الھکم التکاثر کہہ کر سانس توڑی یا نہیں توڑی۔ مگر کچھ اس طرح الگ الگ پڑھا جس سے دھوکہ ہونے لگا، تو اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح نہیں پڑھنا چاہئے تاہم نماز ہوگئی اعادہ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سورہ لہب میں مَالُهُ کی جگہ مَالَهُ پڑھا

سوال: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں سورہ لہب پڑھا اور مَالُهٗ کی جگہ سهواً مَالَهٗ پڑھ دیا تو کیا نماز ہوجائے گی یا نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ولو قرأ الظالين بالظاء مكان الضاد او بالذال لاتفسد صلاته ولو قرأ الدالين تفسد الخ. (التاتارخانيه ص ۴۶۵ ج ۱ الفصل الاول فی ذكر حرف مكان حرف، مطبوعه پاكستان قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۱۴۳ ج ۱ فی قراء ة القرآن خطأً الخ. المحيط البرهانی ص ۶۱-۶۳ ج ۲ الفصل الثانی فی فرائض الوضوء الخ نوع آخر فی زلة القاری. الفصل الاول فی ذكر حرف مكان حرف الخ مطبوعه ڈابهيل.

[1] اذا وقف فی غير موضع الوقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء فانه علٰى وجهين الاول أن لا يتغير به المعنى تغير فاحشا لكن الوقف والابتدا قبيح الٰى قوله لا تفسد صلاته اجماعاً الخ المحيط البرهانی ص ۷۴ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض. نوع آخر فی زلة القاری الفصل الثامن فی الوقف الخ مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری كوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری، خانية ص ۱۵۴ ج ۱ فصل فی قراء ة القرآن خطأ الخ مطبوعه كوئٹه، تاتارخانية ص ۴۸۹ ج ۱ الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء، مطبوعه كراچی.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس غلطی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ معنیٰ نہیں بگڑے۔ صحیح پڑھنے کا خیال رکھا جائے۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/ ۹۲ھ

بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم

سوال: ایک شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملاتا ہے اور ایک آیت پڑھنے کے بعد بھول جاتا ہے پھر تین چار آیتیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے اس طرح شروع اخیر میں تین یا تین سے زائد آیتیں پڑھیں درمیان میں تین آیتیں بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اگر آیت پر سانس ختم کر کے دوسرے سانس میں تین چار آیت کے بعد پڑھتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] إذا لحن فی الإعراب لحنا فهو علی وجهنین إما أنه لا یغیر المعنی إلی قوله لا تفسد الصلاة بالاجماع وأما إن غیر المعنٰی الی قوله ففی هذا الوجه اختلف المشائخ الخ محیط برهانی ص ۷۶ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض، الفصل العاشر فی اللحن والاعراب، مطبوعه ڈابهیل. (الهندیة ص ۸۲ ج ۱ مطبوعه بلوچستان. الفصل الخامس فی زلة القاری، الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، حلبی کبیری ص ۴۷۶ مطبوعه لاهور، فصل فی بیان احکام زلةالقاری، فتاوی قاضیخان علی الهندیة ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراء ة القرآن خطأ الخ مطبوعه کوئٹه.

[۲] وکذا الکلام فی الخطاء بذکر کلمة مکان کلمة او آیة مکان آیة الا انه اذا وقف وقفاً تاما وکان الآیة او الکلمة فی القرآن لاتفسد ولو کان مما یکفر معتقده علی تقدیر الوصل لزوال ذلک المعنی بالفصل، حلبی کبیر ص ۴۹۳ (تنبیه) فصل فی بیان احکام زلة القاری، عالمگیری ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری منها ذکر أیة مکان أیة مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۷۰ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض الخ الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة، مطبوعه ڈابهیل.

دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں

سوال: قال لا تختصموا کے بجائے وما انا بظلام للعبید پڑھتا ہے۔اس کے بارے میں مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر غلطی سے دو آیتیں چھوٹ گئیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دو آیتوں کا چھوٹ جانا

سوال: نماز میں سورہ عَمَّ یتساءَ لُون میں حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا جَزَاءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَايَرْجُوْنَ حِسَاباً کے بعد کی آیتوں کو چھوڑ کر فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَاباً پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

ان دونوں غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوئی[۲] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/ ۸۹ھ

---

[۱] ولو ذكر آية مكان آية إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ باية أخرى أو ببعض آية لا تفسد كما لو قرأ (والعصر إن الانسان) ثم قال (إن الأبرار لفى نعيم)، عالمگیری ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فى زلة القارى ومنها ذكر آية مكان آية، مطبوعه كوئٹه، حلبى كبيرى ص ۴۹۳ مطبوعه لاهور، المحيط البرهانى ص ۷۰ ج ۲ مطبوعه ڈابهيل.

[۲] ولو ذكر آية مكان آية إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية لا تفسد، عالمگیری ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فى زلة القارى مطبوعه كوئٹه، تاتارخانية ص ۴۸۴ ج ۱ الفصل الرابع فى ذكر آية مكان آية مطبوعه كراچى. المحيط البرهانى ص ۷۰ ج ۱ الفصل الرابع الخ طبع ڈابهيل.

ایک آیت کے چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال: ایک امام نے جمعہ کی فرض نماز میں ''عم یتساء لون'' کے رکوع سے یعنی ''ان للمتقین مفازا'' سے قرأت شروع کی اور سورت ختم کر کے رکعت پوری کی مگر سہواً درمیان قراءت ''لایملکون منه'' چھوٹ گیا ایسی صورت میں کوئی خرابی پیدا ہوئی کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس ''لایَمْلِکُوْنَ مِنْهُ'' کے چھوٹ جانے سے معنی ایسے نہیں بگڑے کہ نماز فاسد ہو جائے بلکہ تاویل ممکن ہے جو کہ نماز کو فساد سے بچانے کے لئے کافی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا

سوال: فجر میں امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والفجر شروع کی تو پڑھتے پڑھتے ایک آیت واللیل اِذا یسر چھوڑ دی اور آگے پھر سورہ شریف پڑھ لی اس طرح اب نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ آدمیوں نے جو مقتدی شامل تھے مشکوک حالت میں انفرادی طور پر دوبارہ الگ الگ نماز پڑھی دوسری دفعہ پھر ایسی ہی غلطی ہوئی، والشمس پڑھی لیکن حسب سابق پڑھتے پڑھتے وَالاَرض وماطحٰها چھوڑ دی اور باقی سورہ مکمل کر کے نماز پڑھی اس طرح سہواً یا بوجہ یاد نہ ہونے کے قصداً نماز پڑھانے سے ادا ہو جاتی ہے اور اعراب کی غلطیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے جب کہ وہ معنی نہیں جانتے یہ دور افتادہ علاقہ ہے کوئی دینی ادارہ یا مفتی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے۔

---

[1] وان کان الحذف لایغیر المعنی لاتفسد صلاته (عالمگیری ص۷۹ ج۱) الفصل الخامس فی زلة القاری تاتارخانیة ص۴۸۶ ج۱ کتاب الصلوة الفرائض، الفصل الخامس فی حذف حرف عن کلمة. مطبوعه کراچی.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ان دونوں جگہ بھول کر امام نے جو آیتیں چھوڑ دی ہیں اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی[۱]۔ اگر کوئی صحیح العقیدہ مسائل سے واقف امام مل جائے تو وہ بڑی نعمت ہے لیکن جب سارا علاقہ یہی دورافتادہ ہے اور کوئی بھی معنی معانی کا سمجھنے والا نہ ہو تو ان میں سے جو بہتر حالت میں ہو اسی کو امام بنالیا جائے[۲]۔ ایسی حالت میں امام کو چاہئے کہ چند سورتیں صحیح اور پختہ یاد کرے اور ان کو ہی نماز میں پڑھا کرے تاکہ غلطی نہ ہو معنیٰ بگڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے جب تک غلطی کا علم نہ ہو تو کیا حکم لگایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آیت کا کچھ حصہ حذف کر دینے سے نماز کا حکم

سوال: امام صاحب نے سورۂ بینہ میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلحات کے بعد لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِی شروع کر دیا اور اسی پر نماز ختم کر دی۔ نماز لوٹائی نہیں گئی کیا نماز ہوگئی؟ امام صاحب کا خیال ہے کہ نماز صحیح ہوگئی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام صاحب کا خیال درست ہے، نماز صحیح ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ وان لم یکن (الحذف) علیٰ وجہ الایجاز والترخیم فان کان لایغیر المعنی لایفسد صلوتہ

---

[۱] ولو زاد کلمة او نقص کلمة او نقص حرفا الی قوله لم تفسد ما لم یتغیر المعنی الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۲۳۲ ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۳۹۵ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة، فی زلة القاری عالمگیری ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص ۴۸۴ ج ۱ الفصل الرابع مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۷۰ ج ۲ الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة مطبوعه ڈابھیل.

[۲] والاحق بالامامة الأعلم باحکام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۴ شامی کراچی ص ۵۵۷ ج ۱ باب الامامة.

[۳] الهندیه ص ۷۹ ج ۱ مطبوعه بلوچستان، الفصل الخامس فی زلة القاری. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(عالمگیری[۳] ص ۴۱ ج ۱ .مطبوعہ کانپور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/ ۸۸ھ

سورہ اذا زلزلت میں عکس کر کے پڑھ دیا

سوال: سورہ اذا زلزت میں فمن یعمل مثقال زرۃ خیراًیرہٗ کی جگہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرّاً یرہٗ یا اس کے عکس اگر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداًو مصلیاً!

اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سورہ الطارق کے کچھ اجزا چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال: ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔اس میں انھوں نے سورہ والطارق پڑھی اس کے اندر دو جگہ پر کچھ بھول گیا۔پہلی جگہ مما خلق میں عما خلق پڑھا اور سانس کو برابر جاری رکھا اور خلق کو چھوڑ کر من ماءٍ دافق الیٰ والسماء ذات الرجع صحیح پڑھتا چلا گیا۔پھر انہ لقول فصل

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، التاتارخانیه ص ۴۸۶ ج ۱ الفصل الخامس فی حذف حرف عن کلمة. مطبوعه ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراچی.

[۱] ولوزاد کلمة او نقص کلمة اونقص حرفا او قدمه او بدله باخرالی قوله. لم تفسد مالم یتغیر المعنی (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۲۴ ج ۱ شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة مطلب فی مسائل زلة القاری. أحدها أن یقدم جملة علی جملة ویفهم بالتقدیم ما یفهم بالتأخیر نحو أن یقرأ یوم تسود وجوه وتبیض وجوه الی قوله ونحو ذلک لا تفسد صلاته، المحیط البرهانی ص ۷۳ ج ۲ الفصل السابع فی الخطأ فی التقدیم والتأخیر، مطبوعه ڈابھیل، تاتاخانیة ص ۴۸۸ ج ۱ الفصل السابع فی الخطا فی التقدیم والتأخیر مطبوعه کراچی، عالمگیری ص ۸۰ الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعه کوئٹه.

پڑھتا چلا گیا اور درمیان میں وماھو بالھزل چھوڑ دیا یعنی انہ لقول فصل پر بغیر وقف تام کئے ہوئے انھم یکیدون پڑھا تو کیا ایسی صورت میں نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس صورت میں نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۷/ ۸۶ھ

اَلْحَمْدُوْ لِلّٰہ پڑھنا

سوال: امام نے سورہ فاتحہ میں الحمدُ کے بجائے الحمدُوْ لِلّٰہ پڑھا۔ معنی میں کوئی تبدیلی ہوئی یا نہیں ہوئی؟ نماز میں کوئی فساد لازم آیا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

الحمد کی دال کا پیش کچھ بڑھا دیا یا دال کے بعد فوراً للّٰہ پڑھا تو بھی نماز درست ہوگئی اس سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/ ۹۲ھ

سورہ فاتحہ کے بعض الفاظ کو غلط ادا کرنا

سوال: ایک امام رب العالمین کی جگہ راب العالمین، یوم الدین کی جگہ یاوم الدین،

---

[1] لوذکر آیة مکان آیة ان وقف وقفا تاما لاتفسد صلاته (الهندية ص ۸۰ ج ۱ مطبوعه بلوچستان) الفصل الخامس فی زلة القاری، التاتارخانیه ص ۴۸۴ ج ۱ الفصل الرابع فی زکر آیة مکان آیة (پاکستان)، المحیط البرهانی ص ۷۰ ج ۲ الفصل الرابع فی ذکر آیة مکان آیة مطبوعه ڈابهیل حلبی کبیری ص ۴۹۳. تنبیه فصل فی بیان احکام زلة القاری مطبوعه لاهور.

[2] اذا الحن فی الاعراب وهوعلی وجهین اماان لایغیرالمعنی الی قوله لوقرأالحمد لله. برفع اللام الاول لاتفسد صلاته(تاتارخانیہ ص ۴۹۳ تا ۴۹۴ ج ۱ الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب فصل فی القراء ة) خانية علی الهندیه کوئٹه ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن الخ، المحیط البرهانی ص ۷۶ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض الفصل العاشر فی اللحن والاعراب مطبوعه ڈابهیل.

مستقیم کی جگہ مستقَیم پڑھے تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر ان الفاظ کو اس طرح پڑھا کہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی رَاء کو مفخم پڑھا جس سے سننے والے کو اس کے ساتھ الف کا شبہ ہو گیا۔ اور یَوْمِ الدِّیْنِ کے واؤ کو بطریقِ لین پڑھا اور اس کے ماقبل فتحہ کو انفتاحِ فم اور انفتاحِ صوت کے ساتھ پڑھا جس سے شبہ ہو گیا کہ یاوم الدین ہو گیا اور مُسْتَقِیْمَ کے قاف کو صفتِ استعلاء کے ساتھ ادا کیا جس سے شبہ ہوا کہ مُسْتَقَیْم پڑھا ہے، تو نماز ادا ہو گئی اور اس کے ساتھ اقتداء بھی درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نستعین میں الف کا اضافہ

سوال: سورۂ فاتحہ میں نستعین کی جگہ "نستاعین" سورہ والضحیٰ کی آخری آیت "واما بنعمة ربک فحدث" پڑھنے میں "ربک" کے بعد الف کا اضافہ کر دیتے ہیں اور سورہ ماعون میں طَعَامٍ کو طُعَامٍ پڑھنے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ان غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم اصلاح انکی بھی لازم ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قرأ مالک یوم الدین بالامالة وماشاکل ذلک لاتفسد صلاته کذا فی المحیط (الهندیة ص ۸۱ ج ۱) الفصل الخامس فی زلة القاری. الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، المحیط البرهانی ص ۷۸ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض الخ نوع آخر فی زلة القاری الفصل الثانی عشر الخ مطبوعه ڈابهیل تاتارخانیة ص ۴۹۶ ج ۱ کتاب الصلوة الفرائض. الفصل الثانی عشر فی الإمالة فی غیر موضعها. مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] ان زاد حرفاً فان کان لایغیر المعنی لاتفسد صلاته (الهندیه ص ۷۹ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)، حلبی کبیری ص ۴۹۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری، مطبوعه لاهور. شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة . مطلب فی مسائل زلة القاری.

جمع متکلم کے الف کو گرانا

سوال: اگر قاری نے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ کے بجائے اَنْزَلْنَ پڑھا یعنی جمع متکلم کو جمع مؤنث غائب سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جمع متکلم کے اس الف کو اس جگہ گرادینا درست نہیں، پورا خیال رکھیں۔ لیکن دیگر مقامات پر اجتماع ساکنین کی صورت میں یہ الف گر جاتا ہے۔ جیسے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْد، نَزَّلْنَا الذِّكْر اس لئے ایسی حالت میں نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا۔ فساد کے بچانے کے لئے اتنا بھی کافی ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/ ۹۱ھ

زیر زبر پیش کی غلطیاں

سوال: یہاں جامع مسجد کے امام صاحب اکثر زبر کی جگہ پیش اور پیش کی جگہ زبر اور زبر کی جگہ زیر پڑھتے رہتے ہیں مثلاً سورۂ حشر میں لَوْ اَنْزَلْنَاهٰذَ الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَائَيْتَهٗ میں ت کے زبر کی جگہ پیش پڑھتے ہیں جیسا کہ سورۂ زلزال میں اَشْتَاتاً لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ میں اعمالھم کے اندر لام کے زبر کی جگہ پیش پڑھتے ہیں سورہ مزمل میں یوم ترجُفُ الاَرْضُ کے اندر جیم کے پیش کی جگہ زبر پڑھتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو نمازیں اس صریح غلطی کے ساتھ پڑھی گئیں ہیں ان کا کیا حکم ہوگا اگر نمازیں فاسد یا باطل ہوگئیں تو ان کو قضاء پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری ہے تو کس انداز سے قضاء پڑھی جائیں علاوہ ازیں چوں کہ یہ زبر زیر پیش کی غلطیاں بچپن میں پکی ہو چکی ہیں اس لئے ان کی زبان سے ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ خطبہ میں یہ غلطیاں ہوتی ہیں نیز ایسا شخص

---

[1] ولو زاد كلمة او نقص كلمة او نقص حرفا لم تفسد مالم يتغير المعنى درمختار على الشامى كراچى ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما يفسد الصلوة مطلب فى مسائل زلة القارى زلةالقارى شامى زكريا ص ۳۹۵ ج ۲، عالمگيرى ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فى زلة القارى مطبوعه كوئٹه، حلبى كبيرى ص ۴۹۲ فصل فى زلة القارى مطبوعه لاهور.

امامت کا مستحق ہوا یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ان چاروں غلطیوں کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ نہیں[1] ان کی توجیہ ہوسکتی ہے نماز کو فساد سے بچانے کے لئے دور کی تاویل وتوجیہ ہی کی جاتی ہے لیکن ان غلطیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب ایسی ہی غلطیاں کرتے ہوں گے جن کی توجیہ نہ ہوسکے اس لئے ان کو چاہئے کہ کم از کم دو چار سورتیں صحیح کر کے کسی واقف کو سنادیں پھر نماز میں وہی سورتیں پڑھا کریں اور خطبہ بھی بہت مختصر صحیح یاد کرلیں یا پھر جو شخص صحیح پڑھتا ہو اور اس میں دوسری صفات امامت کی موجود ہوں اس کو امام بنالیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

نون قطنی کے ساتھ نماز

سوال: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا۔ نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا۔ کیونکہ امام

---

[1].....وكذا لك الاعراب ولو قرأ النصب مكان الرفع والرفع مكان النصب او الخفض مكان الرفع أو النصب لاتفسد صلاته :(عالمگیری ص ۸۲ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)، خانية على الهندية ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن خطأ مطبوعه كوئٹه. المحيط البرهانی ص ۷۶ ج ۲ الفصل الثانی فی الفرائض، الفصل العاشر فی اللحن والاعراب مطبوعه ڈابھیل، حلبی كبيری ص ۴۷۶ فصل فی بيان احكام زلة القاری مطبوعه لاهور.

[2].....والأحق بالامامة تقديما الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، وحفظه قدرفرض وقيل واجب وقيل سنة:(درمختار علی ہامش الشامی ص ۵۵۷ ج ۱، باب الامامة) مطبوعه كراچی، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۲ بيان من الأحق بالامامة مطبوعه مصری، النهر الفائق ص ۲۳۹ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

صاحب قاری اور مولوی ہیں۔غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑ بڑ ہوتی ہے امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیوں کہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس کا فتویٰ منگائیے۔متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام صاحب نے یہ قواعدِ تجوید کے موافق پڑھا ہے کتب تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترتیب میں غلطی

سوال: امام صاحب نے والضُحیٰ واللیل اذا سجیٰ پڑھا اور پھر اس سے جو پہلی سورت ہے اس کی ایک آیت چھوڑی اور قرأت یہاں سے شروع کی والنھار اذا تجلّٰی وما خلق الخ. یعنی یہی سورت آخر تک پڑھی۔اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو ہوگا یا نماز لوٹانی پڑیگی یا بغیر کچھ کئے ہی نماز ہو جائے گی؟

---

[1].....أو بوصل حرف بكلمة نحوا يا كنعبد (الى قوله) قال فى البزازية: الصحيح انه لايفسد،شامى كراچى ص ۶۳۲ ج ۱ زلة القارى شامى زكرياص ۳۹۵ ج ۲، نون قطنی کا قاعدہ یہ ہے کہ جب پہلے کلمہ کے آخیر مین حرف منون ہو اور دوسرے کلمہ کے اوّل میں آجائے ہمزۂ وصلی اور اس کے بعد آجائے حرف ساکن یا حرف مشدد تو وہاں پر نون قطنی کا قاعدہ ہوگا یعنی حرف منون کی ایک حرکت کو باقی رکھ کر دوسری حرکت نون کو کسرہ دے کر دوسرے کلمہ سے ملا کر پڑھیں گے جیسے کِرَمَادٍ اِشْتَدَّتْ کو کِرَمَادِنِ اشْتَدَّت، مختصر تجوید القرآن ص ۴۷ نون قطنی کا بیان طبع طیب بکڈپو دیوبند، فوائد مکیہ ص ۲۱ تیسرا باب طبع دیوبند۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی۔ سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوا۔ اعادہ بھی لازم نہیں۔ اس غلطی کی وجہ سے معنی نہیں بگڑے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بے محل وقف اور مد کرنا

سوال: ہمارے یہاں کے امام صاحب قرأت کے اندر جہاں آیت ہوتی ہے وہاں پر نہیں رکتے اور جہاں آیت نہیں ہوتی وہاں رک جاتے ہیں۔ جہاں مد یا کھڑا الف ہوتا ہے وہاں پر نہیں ٹھہرتے ہیں، جہاں نہ مد ہو نہ الف وہاں ٹھہرتے ہیں۔ الف کو نہیں کھینچتے اور جہاں الف نہیں ہوتا وہاں کھینچتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جہاں آیت ہو وہاں آیت کرنا اچھا ہے، جہاں آیت نہ ہو وہاں آیت نہ کرنا اچھا ہے سانس بے جگہ ٹوٹ جائے تو آیت کرسکتا ہے۔ بلاوجہ بے موقع آیت نہ کی جائے مد کی جگہ مد پڑھیں جہاں مد نہ ہو وہاں مد نہ کیا جائے۔ معنیٰ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے[2] ایسے ہی جہاں الف نہ ہو وہاں کھینچ

---

[1] وان لم یکن علی وجه الایجاز والترخیم فان کان لایغیر المعنی لاتفسد صلاته (الہندیۃ ص۷۹ ج۱ مطبوعہ بلوچستان الفصل الخامس فی زلة القاری) التاتارخانیہ ص۴۸۶ ج۱ الفصل الخامس فی حذف حرف عن کلمة، المحیط البرهانی ص۷۳ ج۲ الفصل السابع فی الخطأ فی التقدیم والتأخیر، مطبوعه ڈابهیل.

[2] ترک المد والتشدید فی موضعهما والاتیان بهما فی غیر موضعهما إن کان لا یغیر المعنیٰ ولا یقبح الکلام لایوجب فساد الصلاة وإن کان یغیر المعنی ویقبح الکلام اختلف المشائخ قال بعضهم لا تفسد صلاته قال عامتهم تفسد صلاته وفی النصاب وعلیه الفتوی، تاتارخانیة ص۴۹۲ ج۱ الفصل التاسع فی ترک المد والتشدید الخ مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص۷۵ ج۲ الفصل التاسع فی ترک المد والتشدید الخ مطبوعه ڈابهیل. عالمگیری ص۸۱ ج۱ الفصل الخامس فی زلة القاری ومنها ترک التشدید والمد الخ مطبوعه کوئٹه.

کرالف بنانے اور جہاں الف ہو وہاں الف نہ پڑھنے سے بھی معنیٰ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔امام صاحب کو بہت احتیاط لازم ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/ ۹۴ھ

بغیر مد کے نماز ہو جاتی ہے

سوال: تجوید کے لحاظ سے انا اعطینا کے اندر کھینچنا لازم آتا ہے یا نہیں اگر کوئی شخص نماز میں بغیر کھینچے پڑھ دے تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر صحیح پڑھنے کی کوشش لازم ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قال فی البزازیة: الابتداء ان کان لایغیر المعنی تغییرا فاحشا لایفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء (شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة مطلب فی مسائل زلة القاری شامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۲، إذا وقف فی غیر موضع الوقف، أو ابتدأ من غیر موضع الابتداء فانه علی وجهین الأول أن لا یتغیر به المعنی تغیرا فاحشا لکن الوقف والابتداء قبیح، نحو أن وقف علی اسم "إنَّ" قبل ذکر الخبر، ثم ابتدأ بالخبر فقال إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات إلی قوله لا تفسد صلاته اجماعاً، الوجه الثانی أن یتغیر به المعنٰی تغیراً فاحشاً بأن قرأ شهد الله أنه لا إله ووقف ثم قال إلا هو إلی قوله وفی هذا الوجه لا تفسد الصلاة عند علمائنا رحمهم الله تعالٰی وعند بعض العلماء تفسد صلاته والفتوی علی عدم الفساد علی کل حال الخ، المحیط البرهانی ص ۷۴ ج ۲ الفصل الثامنی فی الوقف والوصل والابتداء مطبوعه ڈابهیل، التاتارخانیة ص ۴۸۹ ج ۱ الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء مطبوعه کراچی.

[2] وعامة المشایخ علی ان ترک التشدید والمد کالخطاء فی الاعراب لایفسد فی قول المتأخرین وقدمناعن الفتح انه الاصح: شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة مطلب فی مسائل زلة القاری شامی زکریاص ۳۹۵ ج ۲ وأما ترک المد إن کان لا یغیر بأن قرأ "أولئک" بلا مدّ وإنا أعطیناک بدون المد لا تفسد، عالمکیری ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص ۲۸۱ ج ۱ فصل فی القراء ة مطبوعه دار الفکر بیروت، تاتارخانیة ص ۴۹۲ ج ۱ الفصل التاسع فی ترک المد والتشدید الخ مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۷۵ ج ۲ الفصل التاسع مطبوعه ڈابهیل.

ایک ہی رکعت میں ایک ہی سورت پڑھی

سوال: مغرب کی دوسنتوں کے اندر میں نے پہلی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی اور ضم سورہ بھول کر رکوع کرلیا لیکن دوسری رکعت میں الحمدُ لِلّٰہِ سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ دونوں تلاوت کی اور اس کے بعد سجدہ سہو کر کے نماز ختم کیا اب بتلائیے میری نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ہوگئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/ ۸۹ھ

ایک حرف ''و'' چھوٹ جائے نماز میں فرق نہیں آتا

سوال: یہاں پر ایک شخص کا کہنا ہے کہ للّٰہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض وان تبدوا مافی انفسکم. میں ''و'' چھوٹ گیا ہے اس کے بارے میں کیا نقص آتا ہے معلوم کریں اس بات پر حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے بہت بڑا فتنہ کھڑا کردیا ہے اور اس وجہ سے وہ امام کو مردود شیطان اور وہابڑہ کہتے ہیں اور نماز بھی جماعت سے نہیں پڑھتے ہیں اس کے لئے کیا حکم آتا ہے تاکہ جماعت کو بھی معلوم ہوجائے کہ صحیح کون ہے؟ وہ بدعتی ہیں حتی کہ مکہ سے اونٹ پر بیٹھ کر دونوں میاں بیوی فوٹو کھینچ کر لائے ہیں اور ثانی دعاء اور کونڈے وغیرہ پر زور دیتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ. کے شروع میں واؤ ہے اگر وہ نماز میں پڑھتے ہوئے بھول

---

[1] لوقرأ الفاتحة وحدها وترک السورة يجب عليه سجود السهو (عالمگيری ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو) المحيط البرهانی ص ۳۰۹ ج ۲ الفصل السابع عشر سجود السهو، نوع آخر فی بيان ما يجب به سجود السهو الخ مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص ۷۱۶ ج ۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بيان ما يجب به سجود السهو الخ مطبوعه کراچی.

سے چھوٹ گیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی نہ سجدہ سہو واجب ہوا[۱] اس پر امام صاحب کو مردود اور شیطان وغیرہ کہنا جائز نہیں۔ سخت گناہ ہے[۲] جس نے ایسا کہا ہے اس کے ذمہ امام صاحب سے معافی مانگنا واجب ہے ورنہ قیامت کو مؤاخذہ ہوگا۔ بلا مجبوری محض شوقیہ فوٹو اتروانا جائز نہیں معصیت ہے[۳] کونڈے کرنا رجب کی مخصوص تاریخ میں روافض کا طریقہ ہے جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کرتے ہیں اور نام دیتے ہیں۔ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کا اس رسم کو ترک کرنا ضروری ہے[۴] مروجہ دعائے ثانی کا التزام بھی ثابت نہیں[۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/ ۹۶ھ

امام سے زلۃ القاری ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے اس نماز کا اعادہ

سوال: جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَاؤُهَا. اب اس سے آگے یہ گڑبڑ یعنی غلطی ہوتی ہے پڑھنا چاہئے تھا فُتِحَتْ

---

[۱] ولو زاد كلمة او نقص كلمة اونقص حرفاً الىٰ قوله لم تفسد مالم يتغير المعنى الخ. الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۹۶ ج ۲ باب مايفسد الصلوٰة الخ. عالمگيرى ص ۸۰ ج ۱ الفصل الخامس فى زلة القارى مطبوعه كوئٹه، حلبى كبيرى ص ۴۹۲ فصل فى زلة القارى، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[۲] ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالما او فقيها من غيرسبب الخ. عالمگيرى ص ۲۷۰ ج ۲ (مطبوعه كوئٹه) كتاب السيرالباب التاسع فى احكام المرتدين، مطلب موجبات الكفرانواع الخ. البحر الرائق ص ۱۲۳ ج ۵ باب احكام المرتدين مطبوعه الماجديه كوئٹه مجمع الانهر ص ۵۰۹ ج ۲ كتاب السير والجهاد ثم أنّ انواع الكفر انواع مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] عن عبد اللّٰه بن مسعود قال سمعت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يقول اشدالناس عذاباً عنداللّٰه المصورون مشكاة شريف ص ۳۸۵ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب التصاوير

ترجمه: حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے یہاں سخت سے سخت عذاب تصاویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔

[۴] ملاحظه المدخل ص ۲۹۱ ج ۱ المواسم التى ينسبونهاالىٰ الشرع ليست منه (مطبوعه مصر).

[۵] من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهورد. مشكوٰة شريف ص ۲۷ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب الاعتصام بالكتاب والسنة.

اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ الاية اور پڑھ گئے جنت والی آیت یعنی آگے یہ پڑھا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِيْنَ. آگے جو آیت سورہ ختم تک باقی تھی وہ بالکل ٹھیک پڑھی جو اتنی آیت ہے اگر صرف یہی آیتیں پڑھی جائیں جو غلطی کے بعد پڑھی گئیں تو نماز درست ہو جاتی دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہوگئی یا نہیں یعنی نماز لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح پڑھنے سے معنی بگڑ گئے۔ نماز فاسد ہوگئی[1] اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری تھا اب اس کی جگہ اپنی اپنی ظہر کی نماز پڑھ لیں[2] جتنی قرأت پڑھی گئی ہے وہ سب فرض کے درجہ میں آ گئی اس میں غلطی کرنا فرض ہی میں غلطی کرنا ہے تین آیات سے پہلے ہو یا بعد میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ

چند آیات موقوفہ پر وقف و وصل دونوں طرح درست ہے

سوال: سورۂ جمعہ میں وَذَرُوا الْبَيْعَ کو ساکن پڑھنا چاہئے یا اس پر زبر پڑھنی چاہئے اسی طرح سورہ والسماء والطارق میں لقادرٌ پڑھنا چاہئے یا لقادرٌ یّوم۔ نیز والعادیات میں لکنودُ پڑھنا چاہئے یا لکنودٌوَّ۔ وغیرہ دونوں طرح پڑھنے سے کچھ فرق تو نہیں آئے گا۔

---

[1] اما اذا غيربان قرأ ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات او لئک هم شرالبرية ان الذين كفروا من اهل الكتاب الى قوله خالدين فيها اولئک هم خيرالبرية تفسدعند عامة علمائنا وهوالصحيح. عالمگيری كوئٹه ص ۸۱ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری. التاتارخانية ص ۴۸۵ ج ۱ الفصل الرابع فی ذكر آية مكان آية مطبوعه كراچی، خانيه على الهندية ص ۱۵۳ ج ۱ فصل فی قراءة القرآن خطأً مطبوعه كوئٹه.

[2]..... فانهم يصلون الظهر بغير اذان واقامة ولاجماعة وفی الشامية يصلون (ای الظهر وحدانا الخ. الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳۳ ج ۳ باب الجمعة مطلب فی شرط وجوب الجمعة، خانيه على الهندية كوئٹه ص ۱۷۷ ج ۱ باب صلاة الجمعة، المحيط البرهانی ص ۴۷۳ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون صلاة الجمعة نوع آخر فی الرجل يصلی الظهر الخ مطبوعه ڈابهيل.

ایضاً (۲) قرآن پاک پڑھنے میں اکثر لکھا ہوا دیکھا پارہ چھبیس۔ سورہ حجرات سے والطارق تک فجر میں اور والسماء والطارق سے سورہ زلزال تک عشاء میں پڑھنا چاہئے لیکن آج کل امام دیکھے گئے کہ پچاس فیصد سورہ بقرہ سے تیس فیصد سورہ یوسف سے اور بیس فیصد باقی قرآن سے پڑھتے ہیں۔ اب ایسا کیوں ہو رہا ہے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سورہ جمعہ میں آیت کرنا اور البیع یعنی عین کو ساکن پڑھنا بہتر ہے۔ سورہ والطارق میں بھی لقادر یعنی را کو ساکن کرنا بہتر ہے اسی طرح سورہ والعادیات میں لکنود کی دال کو ساکن کرنا بہتر ہے ان جگہوں میں اگر ساکن نہ کیا جائے بلکہ بغیر آیت کئے ملا کر پڑھ دیا تب بھی معنی نہیں بگڑے گا نماز درست ہے[1]۔

(۲) سورہ حجرات سے اخیر تک کی ترتیب کی رعایت رکھنا اعلیٰ ثواب کی بات ہے جو امام اس کی رعایت رکھتا ہے وہ ثواب کا مستحق ہے جو رعایت نہیں کرتا نماز اس کی بھی فاسد نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] وكذا ان وصل فى غير موضع الوصل كمالولم يقف عند قوله اصحاب الناربل وصل بقوله الذين يحملون العرش لاتفسد لكنه قبيح (عالمگيرى ص ۸۱ ج ۱) الفصل الخامس فى زلة القارى، المحيط البرهانى ص ۷۴ ج ۲ الفصل الثامن فى الوقف والوصل الخ مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص ۴۸۹ ج ۱ الفصل الثامن فى الوقف والوصل والابتداء، مطبوعه كراچى.

[2] واستحسنوا فى الحضر طوال المفصل فى الفجر والظهر واوساطه فى العصر والعشاء وقصاره فى المغرب وطوال المفصل من الحجرات الى البروج والاوساط من سورة البروج الى لم يكن والقصار من سورة لم يكن الى الآخر (عالمگيرى ص ۷۷ ج ۱) الفصل الرابع فى القراءة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۱۲ كتاب الصلاة فصل فى بيان سننها، مطبوعه مصرى، المحيط البرهانى ص ۴۹ ج ۲ الفصل الثانى فى الفرائض الخ نوع آخر فى معرفة طوال المفصل الخ مطبوعه ڈابهيل.

ق والقراٰن المجید کا اعراب

سوال: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْد اس آیت کریمہ میں لفظ مجید کو دال کے کسرہ اور ضمہ اور سکون کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بضم الدال پڑھا گیا تو نماز کیا مکروہ ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْد میں دال پر کسرہ ہے۔ وقف کرنے کی وجہ سے دال پر سکون ہو جائے گا۔ دال پر قصداً ضمہ پڑھنا درست نہیں۔ اگر ضمہ پڑھا گیا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مأکول، بغیر لام کے پڑھ دیا نماز ہوگئی

سوال: سورۂ الم ترکیف میں مأکول کے بجائے (مأکو) بغیر لام کے پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سانس کم ہونے کی وجہ سے اخیر کا حرف بعض دفعہ آہستہ ادا ہوتا ہے اگر بالکل ادا نہیں ہوا تب بھی نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو قرأ النصب مکان الرفع والرفع مکان النصب اولخفض مکان الرفع او النصب لا تفسد صلاته (الهندية ص ۸۲ ج ۱ مطبوعه بلوجستان الفصل الخامس فی زلة القاری الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، شامی کراچی ص ۶۳۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة مطلب فی مسائل زلة القاری، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۱۳۹ ج ۱ فصل فی قراءة القرآن خطأ الخ حلبی کبیری ص ۴۷۶ فصل فی بیان احکام زلة القاری مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹۳ ج ۱ الفصل العاشر فی اللحن فی الاعراب الخ مطبوعه کراچی، بزازیه علی الهندیة ص ۴۵ ج ۵، کتاب الصلوة الثانی عشر فی زلة القاری.

[2] ولو زاد کلمة او نقص کلمة او نقص حرفاً الی قوله وان لم یغیر کالحذف علی وجه الترخیم بشروطه الجائزة فی العربیة نحو یا مال. فی یا مالک، لا یفسد اجماعاً: شامی کراچی ص ۶۳۲ ج ۱ شامی زکریا ص ۳۹۶ ج ۲ باب زلة القاری، المحیط البرهانی ص ۷۱ ج ۲ الفصل فی حذف الحرف من الکلمة، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۷۹ ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم

وتر ونوافل کا بیان

فصل اول : وتر کا بیان

تعداد رکعاتِ وتر

سوال: زید وتر کی تین رکعت کا قائل ہے اور علماء دیوبند اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر عمل تھا اور ہے۔ بکر یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں نہ ائمہ کا اور نہ کسی کا، بلکہ حضور ﷺ کے اقوال افعال سے ثابت کرو۔ اہلِ حدیث یعنی غیر مقلد کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو علماء مقلدین سے معلوم کرتے ہیں اب وہ ان کے مقلد ہوئے یا نہیں جب کہ اور کسی سے دریافت نہیں کرتے۔ تقلید کی تعریف لغوی اور اصطلاحی بھی تحریر فرماویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لایسلم الا فی آخرھن[1] دوسری روایت ہے۔ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الرکعة

[1] مستدرک علی الصحیحین ص۴۴۷ ج ۱ کتاب الوتر مطبوعہ مکة المکرمہ حدیث نمبر: ۱۱۴۰

الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة قل یاایھا الکافرون وفی الثالث قل ھو اللّٰہ احد والمعوذتین[1] اھ اس کو اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان، حاکم، طحاوی[2] نے روایت کیا ہے۔ مسئلہ تقلید پر بہت سے رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ اس مختصر سے کاغذ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اصل مسئلہ کا جواب ہی بہت اختصار کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے۔ پس اس مسئلہ کے لئے رسالہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتھاد" وغیرہ کوئی رسالہ مطالعہ کر لیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۳/ ۶۴ھ

صحیح:۔ عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ربیع ۲/ ۶۴ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ربیع ۲/ ۶۴ھ

وتر میں سورتوں کی تعیین

سوال: بعض حفاظ وتر میں ہمیشہ انا انزلناہ اور سورہ کافرون اور آخر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں حالانکہ ہمیشہ ایک سورت پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے۔ کہاں تک درست ہے

الجواب: حامداً و مصلیاً!

فقہاء نے جو منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو جائے اس مخصوص سورت کے علاوہ دوسری سورت پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی یا اس کے عمل سے دوسروں کو اس کا خیال نہ ہو جائے لیکن جن سورتوں کا کثرت سے پڑھنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے ان کو کثرت سے پڑھنا اتباع سنت کی نیت سے درست ہے بلکہ ثواب ہے البتہ کبھی کبھی مصلحت بالا کی وجہ سے

[1] مستدرک علی الصحیحین ص ۴۴۸ ج ۱ کتاب الوتر، حدیث نمبر: ۱۱۴۴

[2] سنن نسائی ص ۲۵۱ ج ۱ نوع من القراءة فی الوتر. مطبوعہ مجتبائی دہلی، طحاوی شریف ص ۱۷۱ ج ۱ باب الوتر مطبوعہ دار الاشاعت کلکتہ۔ سنن ابن ماجہ ص ۸۲ ابواب الوتر، باب ماجاء فیما یقرأ فی الوتر، مطبوعہ تھانوی دیوبند، جامع ترمذی ص ۱۰۶ ج ۱، باب ماجاء مایقرأ فی الوتر۔ مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔ ابوداؤد ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب الصلوة، باب مایقرأ فی الوتر، مطبوعہ سعد دیوبند، صحیح لابن حبان ص ۷۴ ج ۲ باب الوتر، ذکر الإباحة للمرأ أن یضم قرأة المعوذتین الخ، دار الکتب العلمیة بیروت.

دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ و قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کا پڑھنا حضور ﷺ سے کتب احادیث[1] میں مذکور ہے مگر اس پر مداومت ثابت نہیں لہٰذا اکثر ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے کذا فی الطحطاوی[2] انا انزلنا کا پڑھنا میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز وتر میں کونسی سورت پڑھی جائے

سوال: ایک صحابی نماز میں اکثر سورۂ لہب پڑھا کرتے تھے، جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کوئی دوسری سورت یاد نہیں، اور ہم نے سنا ہے کہ وتر میں سورہ لہب اور سورہ اخلاص کا پڑھنا مستحب ہے، یا مسنون؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وتر میں پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلیٰ دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ تیسری

---

[1] عن عبدالعزیزبن جریج قال سألنا عائشة بایّ شئی کان یوتر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قالت کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة بقل یاایها الکافرون وفی الثالثه بقل هو اللّٰہ احد والمعوذتین رواه الترمذی. مشکوٰة شریف ص ۱۱۲، ابواب الوتر)

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ سے ہم نے معلوم کیا کہ نبی اکرم ﷺ کس طریقہ پر وتر پڑھتے تو فرمایا کہ پہلی رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے، اور دوسری رکعت میں قل یاایھاالکافرون پڑھتے تھے، اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) پڑھتے تھے۔

[2] وکذا فی الشامی والسنة السور الثلاث ای الاعلی والکافرون والاخلاص لکن فی النهایة ان التعیین علی الدوام یفضی ای اعتقاد بعض الناس انه واجب وهولایجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احیانا بلا مواظبة یکون حسناً بحر (الشامی نعمانیه ص۴۴۷ ج ۱) مطلب فی منکر الوتر والسنن شامی طحطاوی ص۳۰۵ مصری، باب الوتر واحکامه، شامی کراچی ص ۶ ج ۲، مجمع الانهر ص ۱۹۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر ص ۴۳ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ احد کا پڑھنا احادیث صحاح میں موجود ہے[1] سورہ لہب کا پڑھنا جن صحابیؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان کا نام کیا ہے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۱ھ

قنوت کے لئے رفع یدین کانوں تک

سوال: وتر نماز میں دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کاندھوں تک اٹھانے چاہئے یا کانوں تک؟ کونسا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کانوں تک[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

وتر میں قنوت کے لئے رفع یدین

سوال: ایک شخص رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو وہ مسبوق رفع یدین کرے گا یا نہیں؟

---

[1] عن عبدالعزیز بن جریج قال سألنا عائشةؓ بای شئی کان یوتر رسول اللّٰہ ﷺ قالت کان یقرأ فی الاولیٰ سبح اسم رب الاعلیٰ وفی الثانیة بقل یا ایها الکفرون وفی الثالثة بقل هوا اللّٰہ احد والمعوذتین رواه الترمذی (مشکوٰة شریف ص ۱۱۲/باب الوتر، الفصل الثانی)

ترجمہ: عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی کریم ﷺ کن سورتوں کے ساتھ وتر پڑھا کرتے تھے، کہا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایها الکفرون، تیسری میں قل هو اللّٰہ احد اور معوذتین پڑھتے۔اھ

[2] ویکبر قبل رکوع ثالثته رافعا یدیه الی حذاء اذنیه کتکبیر الاحرام الخ. (الشامی نعمانیہ ص۴۴۷ ج۱) شامی زکریا ص۴۴۲ ج۱ (مطلب فی منکر الوتر والسنن او الاجماع باب الوتر والنوافل)، عالمگیری ص ۱۱۱ ج ۱، الباب الثامن فی صلاة الوتر، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۳۰۵ باب الوتر، مطبوعه مصری.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام وتر میں جب دعاءِ قنوت پڑھنے کیلئے رفع یدین کرے تکبیر کہے تو ہر مقتدی مسبوق وغیرہ کو بھی اسی طرح کرنا چاہئے[۱] رفع یدین فرض یا واجب نہیں سنت ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قنوت کیلئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد سبحان الملک القدوس کہنا

سوال: وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ اور سبوح قدوس بلند آواز سے کیوں کہتے ہیں یا آہستہ کہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وتر میں ایک واجب سے دوسرے واجب کی طرف انتقال ہے۔ اس لئے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں[۳] وتر کے بعد سبحان الملک القدوس کہنا تین دفعہ اور تیسری دفعہ آواز بلند کرنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۳/ذی قعدہ ۶۱ھ

---

[۱] اذا فرغ من القراءة فی الرکعة الثالثة کبر ورفع یدیه حذاء اذنیه ویقنت قبل الرکوع: عالمگیری ص ۱۱۱ ج ۱ الباب الثامن فی صلاة الوتر، زیلعی ص ۱۷۰ ج ۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان، حاشیة الشلبی ص ۱۷۰ ج ۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] عن ابی عثمان: کان عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یرفع یدیه فی القنوت اخرجه البخاری ایضا فی الجزاء المذکور (جزء رفع الیدین) وصححه: اعلاء السنن ص ۷۰ ج ۶، باب وجوب القنوت فی جمیع السنة.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

[۳] ولا یسن رفع یدیه إلا فی سبعة مواطن کما ورد تکبیرة افتتاح وقنوت وعید وخمسة فی الحج الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۱۴ ج ۲ باب صفة الصلاة مطلب فی سنن الصلاة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۷ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصر. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ترکِ قنوت پر لقمہ

سوال: عشاء میں نمازِ تراویح کے بعد وتر جماعت سے پڑھے جاتے ہیں ان میں اگر امام دعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے تو ان کو اشارہ دینا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ اگر اشارہ نہیں دیا گیا تو ممکن ہے وہ سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور پھر نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ واجب ترک ہو جاتا ہے اور پھر اشارہ نہیں دیا جاتا تو بہت سے مقتدی رکوع میں نہیں جاتے ہیں اور ان کا رکوع ترک ہو جاتا ہے اور فرض ترک ہونے سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ جواب جلد دیں

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر امام بجائے دعاءِ قنوت پڑھنے کے رکوع میں جانے کے لئے تیاری کر رہا ہو تو اس کو یاد دلایا جائے[1] لیکن اگر امام رکوع میں پہونچ گیا ہے تو پھر قنوت کے لئے کھڑا نہ ہو۔ اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔ اسی طرح نمازِ وتر صحیح ہو جائے گی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/ ۸۵ھ

دُعاءِ قنوت

سوال: دعاءِ قنوت وتر اللھم انا نستعینکُ الخ. بسند صحیح کس کتاب میں منقول ہے۔

(گذشتہ کا بقیہ) [2] عن عبدالرحمن بن ابزی عن ابیه قال کان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلثاً ویرفع صوته بالثالثة، مشکوٰة شریف ص ۱۱۲، باب الوتر، الفصل الثانی.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے، کہ جب حضور ﷺ سلام پھیرتے سبحان الملک القدوس تین مرتبہ کہتے اور تیسری مرتبہ آواز بلند فرماتے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] ولو عرض للإمام شئی فسبح المأموم لابأس به لان القصدبه اصلاح الصلاة (الهندیة ص۹۹ ج۱) (الباب السابع فیما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها)

[2] ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لایقنت فیه لفوات محله ولایعود الی القیام (درمختار علی الشامی نعمانیہ ص۴۵۰ ج۱، شامی زکریا ص۶۴۶ ج۲، مطلب الاقتداء بالشافعی، باب الوتر والنوافل)، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۳۲، باب الوتر، مطبوعه مصری، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۱ ج ۱ الفصل الثامن فی الوتر.

حصن حصین میں نؤمن بک ونتوکل علیک ونشکرک منقول نہیں یہ الفاظ کس حدیث میں منقول ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

دعاء قنوت کے یہ الفاظ مشہورہ ایسے حتمی نہیں کہ ان کے ترک یا تبدل سے نماز فاسد ہوجائے۔ جیسا کہ کتب فقہ زیلعی[1] شامی[2] طحطاوی[3] وغیرہ میں صراحۃً مذکور ہے دعاء اللھم انا نستعینک الخ. ابوداؤد کے حوالہ سے رسائل الارکان[4] اور فتح القدیر[5] میں منقول ہے اس میں لفظ نؤمن بک بھی مذکور ہے شرح سفر السعادۃ[6] اور اعلاء السنن[7] میں طبرانی۔ مدونۃ، بیہقی، ابن ابی شیبہ وغیرہ سے بھی اس دعاء کو نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ میں بھی کچھ فرق ہے۔ شرح حصن حصین[8] میں لکھا ہے کہ لفظ نشکرک اس دعاء میں روایۃً ثابت نہیں۔ لفظ نتوکل علیک بھی کسی روایت میں نہیں ملا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۸/ جمادالاولیٰ ۶۹ھ

---

[1] ولیس فی القنوت دعاء موقت (زیلعی شرح کنز ص ۱۷۰ ج ۱) باب الوتر والنوافل، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] ذکر فی البحر عن الکرخی ان القنوت لیس فیہ دعاء موقت لانہ روی عن الصحابۃ ادعیۃ مختلفۃ (الشامی نعمانیہ ص ۴۴۸ ج ۱) شامی کراچی ص ۶ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطلب قبیل الاقتداء بالشافعی.

[3] طحطاوی ص ۳۰۵ باب الوتر واحکامہ، مطبوعہ مصری.

[4] فی فتح القدیر روی ابوداؤد فی المراسیل عن خالد عن عمران قال بینما رسول اللہ ﷺ یدعو علی مصر اذجاءہٗ جبرئیل فاوحی الیہ ان اسکت فسکت فقال یامحمد ان اللہ لم یبعثک سبابا ولالعاناً انما بعثک رحمۃ لیس لک من الامر شئی ثم علمہ القنوت اللھم انا نستعینک الخ (رسائل الارکان ص ۱۲۷)، مراسیل ابوداؤد ص ۸، باب ما جاء فی الدعاء، مطبوعہ سعد دیوبند.

[5] فتح القدیر ص ۴۳۰ ج ۱، مطبوعہ مصر، ابواب الوتر.

[6] شرح سفر السعادۃ ص ۱۴۳

[7] اعلاء السنن ص ۹۰ ج ۶ ابواب الوتر، باب اخفاء القنوت فی الوتر، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ کنز العمال ص ۱۹۸ ج ۴

[8] حصن حصین ص ۷۴

وتر کے بعد دعا

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً مصلیاً!

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دعائے قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص

سوال: نمازِ وتر میں جو لوگ بجائے دعائے قنوت کے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

دعائے قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھی جائے نماز ہوجائے گی، مشہور و معروف دعا پر موقوف نہیں، بس دعا ہونی چاہئے[۲] سورۂ اخلاص دعا نہیں[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[۱] لا للإمام عقب الصلاة بقراء ة آية الكرسى الى قوله والإخفاء افضل شامی زکریا ص۶۰۷ ج۹، کتاب الحظر والاباحة. باب الاستبراء وغيره.

[۲] ان القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة لان المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب (شامی نعمانیه ص۴۴۸ ج۱، شامی زکریا ص۴۴۲ ج۲ باب الوتر والنفل البحر الرائق ص۴۲ ج۲) باب الوتر، زیلعی شرح کنز ص۱۷۰ ج۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] فقہاء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو ربنا اتنا فی الدنیا الیٰ آخره تین مرتبہ پڑھ لے یا تین مرتبہ اللهم اغفرلی یا تین مرتبہ یا ربّ پڑھے ومن لا يحسن القنوت يقول ربنا اتنا فى الدنيا الخ وقال ابو الليث يقول اللهم اغفرلى ثلاثا وقيل يقول يا رب ثلاثاً سعاية ص ۱۳۹ ج۲ باب صفة الصلوة وقنوت الوتر، مطبوعه لاهور، شامی زکریا ص۴۴۳ ج۲ باب الوتر والنوافل، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قنوت وتر میں تشہد کا پڑھنا

سوال: اگر وتر میں دعائے قنوت کے بجائے سہواً تشہد پڑھی گئی، یا قرآن پاک میں سے چند آیات پڑھیں تو نمازِ وتر درست ہو جائیگی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ قنوت کے لئے کوئی مخصوص دعا لازم نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا یا نماز فاسد ہو جاتی۔ تشہد میں بھی ایک قسم کی دعا ہے جو کہ قنوت کے لئے کافی ہو سکتی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عشاء کی نماز تنہا پڑھ کر وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

سوال: رمضان شریف میں زید نے عشاء کی نماز منفرد ہو کر پڑھی اور تراویح میں شریک ہو گیا تو وتر کی نماز زید جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا اس کو درست ہے ان فاتته مع الامام ترويحة او ترويحتان

(گذشتہ کا بقیہ) النهر الفائق ص ۲۹۲ ج ۱، دار الكتب العلمية بيروت۔ البتہ سعایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جس کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھ لے۔ وفي المقدمة الغزنوية ان كان لا يحسن القنوت يقرأ ثلاث مرات قل هو الله احد الخ سعايه ص ۱۳۹ ج ۲ باب صفة الصلوة وقنوت الوتر، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] وذكر في البحر عن الكرخي ان القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة ولان الموقت من الدعاء يذهب برقة القلب الخ (الشامی نعمانیه ص ۴۴۸ ج ۱) شامی کراچی ص ۶ ج ۲، قبيل مطلب الاقتداء بالشافعي، باب الوتر والنوافل، البحر الرائق ص ۴۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعي ص ۱۷۰ ج ۱، باب الوتر والنوافل، طبع امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۲۹۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اواکثرھل یقضیھا قبل الوتر اویوتر ثم یقضیھا ذکرہ فی الذخیرۃ فقال اختلف مشائخ زماننا قال بعضھم یوتر مع الامام ثم یقضی مافاتہ من التراویح وقال بعضھم یصلی التراویح المتروکۃ ثم یوتر (کبیری[1] ص ۳۸۶) صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام ولوترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح بجماعۃ واذا صلی معہ شیئاً من التراویح او لم یدرک شیئاً منھا او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ ھو الصحیح (فتاویٰ عالمگیری[2] ص ۱۱۷ ج ۱) فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/ ۸۹ھ

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟

سوال: یہاں ایک مدرسہ والوں نے اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عشاء کی جماعت نہیں ملی وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ جب کہ ہمارے تمام اسلاف نے اجازت دی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ وغیرہ نے صاف صاف الفاظ میں اجازت دی ہے اور اشتہار میں حوالہ شامی کا ہے۔ خصوصیت سے اس مسئلہ کو حوالہ کی بہت ضرورت ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ہوگئی اور کوئی شخص دیر میں پہونچا اس کو چاہئے کہ فرض

---

[1] کبیری مطبوعہ مجتبائی دھلی ص ۳۸۶، مطبوعہ لاھور ص ۴۰۴ فصل فی النوافل، المحیط البرھانی ص ۲۶۳ ج ۲ الفصل الثالث عشر التراویح والوتر، نوع آخر فی قضاء التراویح، مطبوعہ ڈابھیل، تاتارخانیۃ ص ۶۶۹ ج ۱ الفصل الثالث عشر فی التراویح، نوع آخر فی قضاء التراویح، مطبوعہ کراچی.

[2] عالمگیری ص ۱۱۷ ج ۱ مصری، فصل فی التراویح. الباب التاسع فی النوافل، البحر الرائق ص ۷۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، قبیل باب ادراک الفریضۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۹ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مبحث صلوۃ التراویح.

عشاء پڑھ کر تراویح میں شرکت کرے پھر وتر بھی جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے کذا فی شرح المنیۃ کبیری[1] ص ۳۹۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

جس نے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱) اگر کسی نے فرض جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) اور اگر فرض جماعت سے پڑھی مگر تراویح کی چند رکعت چھوٹ گئی تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جب مسجد میں جماعت عشاء ختم ہو چکی اور کوئی شخص بعد میں پہونچا تو اس کو چاہئے کہ اول عشاء کے فرض ادا کرے پھر سنت پھر تراویح میں شریک ہو پھر وتر کی جماعت میں شرکت کرے اس کے بعد بقیہ تراویح پڑھے۔ الذی یظهر ان جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح[2] اھ شامی نعمانیہ ص ۴۷۶ ج ۱ صلی العشاء وحده فله ان یصلی التراویح مع الامام ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس لهم ان یصلوا التراویح بجماعة واذا صلی معه شیئاً من التراویح اولم یدرک شیئاً منها او صلاها مع غیره له ان یصلی الوتر معه هو الصحیح اھ

---

[1] اذا لم یصل الفرض مع الإمام لایتبعه فی الوتر وقال ابویوسف البانی اذا صلی مع الامام شیًّا من التراویح یصلی معه الوتر وکذا اذ لم یدرک شیًّا منها وهو الصحیح. حلبی کبیر ص ۴۱۰ مطبوعه لاهور، بحث التراویح، فروع فصل فی النوافل، البحر الرائق ص ۷۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] شامی کراچی ص ۴۸ ج ۲، شامی زکریا ص ۵۰۰ ج ۲ مبحث صلوٰة التراویح.

عالمگیری[1] ص ۱۱۷ ج ۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رمضان کی وتر میں سورۂ قدر

سوال: "سورۂ إنا انزلناہ" رمضان میں وتروں میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں، ایک صاحب کہتے ہیں کہ سنت ہے دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں سنت اسکو نہیں مانتا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

سورہ إنا انزلناہ کا وتر میں پڑھنا متعین طور پر احادیث سے ثابت نہیں اور سورتوں کی طرح یہ بھی ایک سورت ہے وتر میں پڑھنا بھی درست ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تہجد وتر صلوٰۃ اللیل کا مصداق

سوال: تہجد اور وتر ایک نماز ہے یا الگ الگ دو نمازیں ہیں؟ احادیث مختلفہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کا اطلاق کبھی تہجد اور ہر قیام لیل پر ہوتا ہے اور دیگر بہت سی روایتیں اس پر دال ہیں کہ وتر اور تہجد میں مغائرت ہے نیز حضورؐ سے رمضان کے بعد راتوں میں تراویح اور صلوٰۃ لیل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ مجموعہ الفتاویٰ وغیرہ میں مذکور ہے اب تہجد کو صلوٰۃ

---

[1] عالمگیری ص ۱۱۷ ج ۱ فصل فی التراویح، البحر الرائق ص ۷۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۹ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مبحث صلوة التراویح.

[2] عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه أو تر بسبح اسم ربک الاعلی، وقل یاایها الکافرون وقل هو اللّٰه احد فیقرأ احیاناً هذا للتبرک واحیانا غیر ذلک للتحرز عن هجران باقی القرآن کذا فی التهذیب (عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الفصل الرابع فی القراءة، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۶ ج ۲، مطلب فی منکر الوتر والسنن، طحطاوی ص ۳۰۵ باب الوتر واحکامه، مطبوعه مصری.

لیل کہہ کر رمضان شریف میں جم غفیر کے ساتھ باجماعت ادا کرنا مکروہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وتر اور تہجد دونوں الگ الگ دو نمازیں ہیں وتر کے لئے حدیث شریف میں مخصوص تاکید آئی ہے[1] صلوٰۃ اللیل کا اطلاق ایک معنی کے اعتبار سے ہر اس نماز پر بھی درست ہے جو رات میں پڑھی جائے مغرب کی فرض، سنت، نفل اور عشاء کی فرض، سنت، وتر، نفل، تہجد سب کو صلوٰۃ اللیل کہنا درست ہے کیا ان سب کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہوگی؟ یا مخصوص طور پر رمضان میں ان سب کو جماعت کے ساتھ اجازت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۷/۱۴۰۰ھ

شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں رمضان کی تراویح میں کچھ شافعی بھی رہتے ہیں۔ تراویح کے ختم پر شافعی لوگ الگ ہو کر اپنی وتر کی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ یہ فعل شریعت کی رُو سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

آپ ان کو کچھ نہ کہیں وہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وتر کی نماز صرف ایک رکعت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۱ھ

---

[1] عن خارجة بن حذافة أنه قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله امدكم بصلاة هى خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلاة العشاء الىٰ ان يطلع الفجر. ترمذى شريف ص ٦٠ ج ١ ابواب الوتر، باب ماجاء فى فضل الوتر

[2] الوتر وهو ثلاث ركعات بسلام واحد (عند ابى حنيفةؒ) وعند الشافعى واحمدؒ أدناها ركعة واحدة واكثرها احدى عشر. مجمع الانهر ص ١٩٢ ج ١ باب الوتر والنوافل، مطبوعه بيروت، المحيط البرهانى ص ٢٦٥ ج ٢ الفصل الثالث عشر التراويح والوتر، جئنا إلىٰ مسائل الوتر، مطبوعه ادارة القرآن، المجلس العلمى ڈابهيل، زيلعى ص ١٧٠ ج ١ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امداديه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : قنوت نازلہ

قنوت نازلہ کے متعلق

سوال: مورخہ ۳/اپریل ۱۹۴۱ء بروز یکشنبہ سائل کا موقع اتفاقیہ نماز فجر باجماعت پڑھنے کا بڑی جامع مسجد سہارنپور میں ہوا۔ دوسری رکعت کی قراءت کے بعد رکوع کیا گیا۔ رکوع سے کھڑے ہوکر ہاتھ چھوڑے ہوئے امام صاحب نے کچھ دعا بجہر پڑھی کچھ مقتدی بجہر اور کچھ باخفاء آمین کہتے رہے یہ فعل تخمیناً دس منٹ تک ہوا اس دعا کے ختم کرنے کے بعد نماز کے دوسجدے کرکے التحیات وغیرہ پڑھ کر نماز ختم کی کیونکہ سائل نے اپنی ساٹھ سالہ عمر میں ایسا فعل جماعت احناف نماز فرض میں اول ہی مرتبہ دیکھا چنانچہ بڑے بڑے علماء جیسے حضرت تھانویؒ کی تصنیف وتالیف کردہ کتب کا بہت مطالعہ کیا اور بڑے بڑے علماء کی صحبت میں رہا مگر اس مسئلہ کا اتفاق نہیں پڑا اس لیے سائل کو تعجب سا معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے وہیں ایک عالم صاحب بھی موجود تھے پوچھا کہ ایسا فعل کیسا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ مصیبت کے وقت آنحضرت ﷺ نے نماز فجر میں یہ فعل کیا ہے اور سنت ہے بدعت نہیں چونکہ زبانی میں سائل کو پوری تسلی نہ ہوئی اس لیے عرض ہے کہ مسئلہ ہذا کو مشرح فرمادیا جائے۔ تاکہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہونچے۔ کس مقام پر، کس مصیبت پر اور مصیبت امام صاحب کی ہو یا کہ جمیع مسلمین کی یہ فعل جماعت میں ہوسکتا ہے یا نہیں اور کوئی تنہا بھی کرسکتا ہے اور تاخیر وتقدیم کی حالت میں سجدۂ سہو تو نہ لازم آئے گا۔ فقط

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم وتشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہو رہے ہوں اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوت نازلہ بعد رکوع گاہے گاہے پڑھ لے تو گنجائش ہے استحباب بھی ثابت ہوتا ہے مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہوسکتا ہے یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کرلیا جاوے ایسے ہی اگر کوئی اکیلا رات میں کسی نوافل میں کبھی پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات میں آمین کہتے رہیں اس پر کوئی اعتراض جائز نہ ہوگا۔ قال ابو جعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ۔ شامی[1] ص ۴۵۱ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

قنوت نازلہ

سوال: قنوتِ نازلہ روزانہ نمازِ فجر میں پابندی سے پڑھی جاوے جب کہ اس کا موجب علی التواتر پایا جاتا ہے۔ یعنی جنگ وقتال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک ماہ تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا لہٰذا ہر ماہ کے بعد چند روز چھوڑ دیا جائے۔ کیا ہونا چاہئے علی الاتصال یا ہر ماہ کے بعد کچھ انفصال کیا جاوے؟ جواب مدلل سے مشرف فرماویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کوئی مستقل اور اصلی چیز نہیں بلکہ وقوعِ نازلہ اس کا سبب ہے۔ بس جب پایا جائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے۔ جب سبب منقطع ہوجائے تو قنوت نازلہ کی ضرورت نہیں اس کو ترک

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۴۵۱ ج ۱ شامی زکریا ص ۴۴۹ ج ۲، مطلب فی القنوت للنازلۃ، اعلاء السنن ص ۹۵ ج ۶ تتمۃ فی بقیۃ احکام قنوت النازلۃ، طبع ادارۃ القرآن کراچی، شلبی علی الزیلعی ص ۱۷۰ ج ۱ باب والوتر والنوافل، مکتبہ امدادیہ ملتان.

کردیا جائے[1] جو فقہاء اور محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں انھوں نے ایک ماہ یا کچھ کم وبیش کی تحدید نہیں فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک واقعہ کے ذیل میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے۔ زیلعی شرح کنز ص ۱۷۱ میں لکھا ہے وروی فی الخبر انه علیه الصلوٰة والسلام قنت شهراً او اربعین یوماً[2] اھ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ص ۱۴۳ میں لکھا ہے عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِیْنَ یَوْماً[3] اھ معلوم ہوا کہ تین قسم کی روایتیں ہیں۔ بیس یوم، ایک ماہ، چالیس روز اور حضور اقدس ﷺ کا قنوتِ نازلہ کو موقوف فرمادینا ایک ماہ کی تحدید کی بنا پر نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم شهراً یدعو علیٰ عصیة وذکوان فلما ظهر علیهم ترک القنوت اھ عقود الجواهر المنیفة[4] ص ۸۸ ج ۱ لہٰذا استمرار نازلہ کی حالت میں ایک ماہ سے زائد مدت تک مسلسل پڑھتے رہنا بھی خلافِ شرع نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح : عبداللطیف

الجواب صحیح : سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قنوت نازلہ

سوال: عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْراً ثُمَّ تَرَکَهٗ رواه ابوداؤد

---

[1] ان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلاة الفجر انما لایقنت عندنا فی صلوٰة الفجر من غیر بلیة فان وقعت فتنة او بلیة فلابأس به شلبی علی الزیلعی ص ۱۷۰ ج ۱ باب الوتر والنوافل، طبع امدادیه ملتان، شامی زکریا ص ۴۴۹ ج ۲ مطلب فی القنوت للنازلة، اعلاء السنن ص ۹۵ ج ۶ تتمة فی احکام قنوت النازلة، طبع ادارة القرآن کراچی.

[2] زیلعی شرح الکنز ص ۱۷۱ ج ۱ باب الوتر والنوافل، طبع امدادیه ملتان.

[3] شرح معانی الآثار ص ۱۴۳ ج ۱، باب القنوت فی صلوٰة الفجر وغیرها، دارالاشاعت اسلامیہ کلکتہ

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس دن قنوت نازلہ پڑھی۔

[4] عقود الجواهر ص ۸۸ ج ۱ المطبع الوطنیة وص ۸۴ ج ۱ مطبوعه مصر، بیان الخبر الدال علیٰ نسخ القنوت فی الفجر.

والنسائی ''ثم ترکہٗ'' سے مراد قنوت کا پڑھنا امت کے لئے مسنون ہے یا متروک؟ وعن ابی مالک الاشجعی قال قُلْتُ لِاَبِی یَااَبَتِ اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْ لِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ھٰھُنَا بِالْکُوْفَۃِ نَحْوَمِنْ خَمْسِ سِنِیْنَ وَ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، حدیث مذکور میں لفظ ''محدث'' سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اگر کوئی امام مسجد نمازِ صبح کے بعد اور نماز جمعہ جو بدل نمازِ ظہر ہے کثرت جماعت اور قبولیت کی امید وخیال میں قنوت نازلہ پڑھتا ہے تو اس کا یہ عمل مستحسن اور محمود ہے یا معیوب اور متروک؟ اس امر کی تصریح فرما کر بصیرت کا موقع دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

استمرار متروک ہے۔ بلیہ شدیدہ عامہ کے وقت مشروع ہے۔ اس کا محل راجح قول پر صلوٰۃ فجر ہے۔ خلفاء راشدینؓ نے اپنے اپنے دور میں وقتِ ضرورت نمازِ فجر میں پڑھی ہے۔ القنوت فی الفجر لایشرع لمطلق الحرب عندنا وانما یشرع لبلیۃ شدیدۃ تبلغ بھا القلوب الحناجر ولو لاذٰلک للزم الصحابۃ القائلین بالقنوت للنازلۃ ان یقنتوا ابداً ولا یترکوہ یوماً لعدم خلو المسلمین عن نازلۃ ماغالباً. لاسیمافی زمن الخلفاء الا ربعۃ قلت وھذا ھوالذی یحصل بہ الجمع بین الاحادیث المختلفۃ فی الباب وامادعویٰ نسخ القنوت فی الفجر مطلقاً فتردھا اثار الصحابۃ وقنوتھم بعدوفاتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم احیاناً[1] یعنی اگر قنوت راساً ہی منسوخ ہوجاتی تو خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ کبھی نہ پڑھتے۔ اگر اس کا استمرار رہتا یعنی ہر لڑائی کے وقت پڑھنا مشروع رہتا تو ہمیشہ پڑھتے رہتے۔ اس لئے کہ جہاد کا سلسلہ تو مستمر رہا ہی ہے، مگر ان حضرات کا معمول یہ تھا کہ بلیہ شدیدہ عامہ کے وقت پڑھتے تھے بغیر اس کے نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ پڑھنا صرف فجر کی نماز میں تھا دیگر نمازوں میں نہیں تھا۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ نسخ بھی دو جہت سے ہے۔ ایک استمرار دوسرے ماعدا فجر۔ پس فجر کے علاوہ دیگر صلوٰۃ میں

[1] اعلاء السنن ص ۹۶ ج ۶ تتمۃ فی بقیہ احکام قنوت النازلۃ، طبع ادارۃ القرآن کراچی، منحۃ الخالق علی ھامش البحر کوئٹہ ص ۴۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

قنوت نہیں، خواہ سریۃً ہو خواہ جہریۃً ہو[1] بعض کتبِ فقہ میں جہریہ میں مشروعیت درج ہے۔ اس کی توضیح علامہ شامی[2] نے اس طرح کی ہے کہ یہ لفظ صلوٰۃ الفجر تھا۔ نقل میں تحریف ہو کر صلوٰۃ الجہر ہو گیا۔ لہٰذا صرف فجر میں مشروعیت ہے۔ کل صلوٰۃ جہریہ میں نہیں نہ جمعہ میں نہ کسی اور نماز میں۔ ہاں اگر وقت ضرورت خطبۂ جمعہ میں قنوت نازلہ پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں، قنوت کی مفصل بحث جس میں دس جہات سے کلام کیا ہے اور احادیث مختلفہ نیز عبارات فقہیہ کو پورے حوالوں سے نقل کر کے تعارض رفع کیا ہے اور روایات پر جرحاً وتعدیلاً بحث کر کے امر راجح کو محقق کیا ہے اعلاء السنن[3] کی جلد سادس میں مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۸ھ

قنوت نازلہ میں ہاتھوں کے اٹھانے اور آمین پڑھنے کا حکم

سوال: قنوتِ نازلہ فجر میں امام دوسری رکعت کے قومہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ امام کے قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟ کیا شوافع حضرات قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت امام کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت آمین جہر سے کہے یا آہستہ کہے؟ مقتدی زرو سے

---

[1] قال فی الصحاح النازلة الشديدة من شدائد الدهر ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل..... قال بعد كلام فتكون شرعية اى شرعية القنوت فى النوازل مستمرة وهومحمل قنوت من قنت من الصحابة بعدوفاته عليه الصلاة والسلام وهو صريح فى ان قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلوات الجهرية أو السرية الخ. (الشامی نعمانیه ص ۴۵۱ ج ۱)شامی کراچی ص ۱۱ ج ۲ مطلب فی القنوت للنازلة.

[2] وقد وضّح علامة الشامى فى منحة الخالق ومقتضٰى هذا ان القنوت النازلة خاص بالفجر ويخالفه ما ذكره المؤلف معزيا الى الغاية من قوله فى صلاة الجهر ولعله محرّف عن الفجر وقد وجدته بهذا اللفظ فى حواشى ابى مسكين وكذا فى الاشباه وكذا فى شرح الشيخ اسمعيل، منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۴۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل، طبع كوئٹه، اعلاء السنن ص ۹۶ ج ۶ تتمة فى بقية احكام قنوت النازلة، طبع امداديه مكة المكرمة.

[3] اعلاء السنن ص ۸۲ تا ۱۰۰ ج ۶ محل قنوت النوازل يكون بعد الركوع، طبع مكتبه امداديه مكة المكرمة.

آمین کہے یا آہستہ کہے؟ مقتدی حضرات حنفی ہوں اور امام شافعی مسلک کا ہو تو حنفی حضرات قنوتِ نازلہ سننے پر آمین جہر سے کہے یا آہستہ سے؟ امام صاحب ہمارے یہاں شافعی مسلک کے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

مصائب عامہ شدیدہ کے وقت فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام قنوتِ نازلہ پڑھ سکتا ہے۔ قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلابأس بہٖ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (شامی[1] ص۷۰۲ ج۱) شوافع قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں، حنفیہ ہاتھ نہیں اٹھاتے، اگر کوئی حنفی کسی شافعی امام کی اقتدا کرے تو ہاتھ چھوڑ کر کھڑا رہے اور دعاؤں کے آخر میں آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔ بل یقف ساکتاً علی الاظہر مرسلاً یدیہ (الدر المختار علیٰ ہامش رد المحتار[2] ص۷۰۰ ج۱) وھل المقتدی مثلہ (ای مثل الامام) ام لا وھل القنوت ھنا قبل الرکوع ام بعدہ لم ارہ والذی یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ الی ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ اھ (شامی[3] ص۷۰۲ ج۱)

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند

---

[1] الشامی نعمانیہ ص ۴۵۱ ج ۱، شامی کراچی ص ۱۱ ج ۲، مطلب فی القنوت للنازلۃ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر کوئٹہ ص ۴۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل، اعلاء السنن ص ۹۵ ج ۶ تتمۃ فی بقیۃ احکام قنوت النازلۃ، طبع امدادیہ مکۃ المکرمۃ.

[2] الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ص ۴۴۹ ج ۱ شامی کراچی ص ۹ ج ۲، مطلب فی القنوت للنازلۃ، بحر کوئٹہ ص ۴۵ ج ۲ باب الوتر والنوافل، اعلاء السنن ص ۱۰۰/۱۰۳ ج ۶ تتمۃ فی بقیۃ احکام قنوت النازلۃ، طبع امدادیہ مکۃ المکرمۃ.

[3] شامی نعمانیہ ۴۵۱ ج ۱ شامی کراچی ص ۱۱ ج ۲ مطلب فی القنوت للنازلۃ، اعلاء السنن ص ۱۰۰ ج ۶ تتمۃ فی بقیۃ احکام قنوت النازلۃ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ص ۴۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل، طبع کوئٹہ.

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے؟

سوال: قنوتِ نازلہ کے وقت ہاتھ باندھ لینا چاہئے یا چھوڑ دینا چاہئے؟ مسئلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس میں دونوں قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قیام کی طرح ہاتھ باندھ لے۔ دوسرا یہ ہے کہ قومہ کی طرح ہاتھ چھوڑے رکھے۔ لہٰذا کسی پر اعتراض نہ کیا جائے **والحاصل انہٗ یضع عندالشیخین فی القنوت سواء کان قبل الرکوع او بعدہٗ.**[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

قنوت نازلہ میں ''دَمِّرْ دیارھم'' کی جگہ دوسرا لفظ

سوال: قنوتِ نازلہ میں ایک لفظ ''دمر دیارھم'' ہے۔ اس کے متعلق ایک مولوی صاحب کا خیال ہے کہ جس دیار میں کفار رہتے ہیں اسی دیار میں ہم بھی مقیم ہیں، جب ان کے دیار برباد ہونگے تو ساتھ ساتھ ہم بھی برباد ہوں گے۔ فی الحال قنوتِ نازلہ گودھرا اور مرادآباد وغیرہ کے لئے پڑھا جاتا ہے اور ان شہروں میں مسلمان اور کفار مخلوط رہتے ہیں لہٰذا دیارھم کے بدلے اشرارھم پڑھنا چاہئے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ اس طرح تبدیلی کرنے سے نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

---

[1] الحاصل أنه يضع عند الشيخين فى القنوت سواء كان قبل الركوع أو بعده وعند محمد يرسل ولا يرفع يديه فى خلال القنوت اعلاء السنن ص ۱۰۲ ج۶ تتمة فى بقية احكام قنوت النازلة، طبع ادارة القرآن كراچى، امداديه مكة المكرمة، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۴۴۶ ج۲ باب الوتر والنوافل.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس مقصد سے یہ تغیر مناسب ہے نماز میں خرابی نہیں آئیگی۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قنوت نازلہ اور ختم یٰسین کی حد کیا ہے؟

سوال: جب سے گودھرا میں فساد ہوا ہے آج تک قنوتِ نازلہ پڑھی جاتی ہے۔ بعد نماز عشاء یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے پھر دعا ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قنوت نازلہ اور ختم یٰسین شریف کی کوئی حد بھی ہے؟ کب تک پڑھی جائے؟ ختم یٰسین شریف کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

قنوت نازلہ بمنزلہ علاج کے ہے، جب تک مرض ہے علاج جاری رہتا ہے[۲] اور یٰسین شریف کے فضائل احادیث میں موجود ہیں، دفع مصائب میں یہ بہت نافع اور مجرب ہے[۳] اور دعاؤں کا امر قرآن کریم میں ہے[۴] اس کو مخ[۵] العبادہ فرمایا گیا ہے۔ البتہ اس ختم اور اجتماعی دعا کو مستقل

---

[۱] مستفاد ذکر کلمة مکان کلمة علی وجه البدل ان کانت الکلمة التی قرأها مکان کلمة یقرب معناها وهی فی القرآن لا تفسد صلاته نحو ان قرأ مکان العلیم الحکیم وان لم تکن تلک الکلمة فی القرآن لکن یقرب معناها عن ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ لا تفسد فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۸۰ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الخامس فی زلة القاری، فتاوی التاتارخانیة ص ۴۶۵ ج ۱ نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف، طبع ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص ۶۱ ج ۲ نوع اخر فی زلة القاری، الفصل الاول فی ذکر حرف، طبع المجلس العلمی ڈابهیل گجرات.

[۲] قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی: انما لایقنت عند نا فی صلاة الفجر من غیربلیة فان وقعت فتنة او بلیلة فلابأس فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم: شامی کراچی ص ۱۱ ج ۲ مطلب فی القنوت للنازلة (طحطاوی ص ۳۰۶ مصری)، باب الوتر، زیلعی شرح کنز ص ۱۷۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] عن حسان بن عطیة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال سورة یٰس تُدعٰی فی التوراة المعمة تعمُّ صاحبها بغیر الدنیا والاخرة وتُکابِدُ عنه بلوی الدنیا والاخرة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

واجب یا سنت کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والے کو عاصی قرار دیا جائے درست نہیں[۱]

فقط واللہ علم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ

عام بدامنی کے موقع پر بعد نمازِ فجر آیتِ کریمہ کا ختم

سوال: جب بدامنی عام ہو جائے اور اہلِ اسلام کی جان واموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہو جائیں تو ایسی صورت میں اہلِ اسلام کو کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوٰۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظالمین پڑھ کر دعا کرتے ہیں۔ ایسے حوادث تو نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپؐ یا صحابہ کرامؓ سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مصیبت عامہ کے وقت جب بدامنی پھیل جائے، قتل وغارت کی وجہ سے جان، مال، اولاد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وتدفع عنه اهاويل الدنيا والاخرة وتدعى المدافعة القاضية تدفع عن صاحبها كل سوءٍ وتقضى له كل حاجة روح المعانى ص۳۱۲ ج۱۲ الجزء الثانى والعشرون، سورة يٰس تفسير الاية ۱، طبع دار الفكر تفسير القرطبى ص۴ ج۸ طبع دار الفكر.

۴ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِى اَستجب لكم سورة غافر آيت ۶۰. ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست کو قبول کرلوں گا۔ (بیان القرآن)

۵ الدعاء مخ العبادة، ترمذى شريف ص۱۷۵ ج۲ ابواب الدعوات، باب ماجاء فى فضل الدعاء.

(صفحہ ہذا) ۱ ان المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها فتح البارى ص۶۰۹ ج۲ باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال، طبع دار الفكر بيروت، مرقاة المفاتيح ص۱۴ ج۲ باب الدعا فى التشهد، طبع بمبئى، سباحة الفكر مع مجموعة الرسائل السنة ص۷۲ طبع لكهنؤ.

محفوظ نہ رہے تو قنوتِ نازلہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے[۱] آیت کریمہ کا عمل بھی مفید و مجرب ہے،[۲] توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے، یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب کوئی اہم امر پیش آتا بَادَرَاِلَی الصَّلٰوۃِ.[۳] اس لئے آیتِ کریمہ کی توفیق ہوجائے تو اعتراض کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز مغرب میں قنوت نازلہ

سوال: مشکوٰۃ شریف میں قنوت نازلہ کی ترکیب حنفی مذہب میں صرف فجر کے وقت ہے (یعنی فرض نماز کی فجر میں) ہمارے امام حنفی ہوتے ہوئے مغرب کی نماز میں فجر کی نیت سے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مغرب میں زیادہ آدمی رہتے ہیں کیا اس طرح درست ہے کہ ایک امام کے پیرو دوسرے امام کی پیروی کریں (حوالہ حدیث)

(۲) کیا قنوت نازلہ حوادثات کے وقت واجب اور لازم ہے یہاں مہینوں سے پڑھی جاتی ہے اور اس وقت معاملات سرد بھی ہیں لیکن رک نہیں رہے ہیں۔ یہاں کے علاوہ دیگر شہروں الہ آباد

---

[۱] قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: انما لایقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیة، فان وقعت فتنة او بلیة فلابأس به فعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۰۶ مصری، باب الوتر واحکامه)، شامی زکریا ص ۴۴۹ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطلب فی القنوت للنازلة، حلبی کبیری ص ۴۲۰ صلاة الوتر، فروع، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] عن سعدؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعوة ذی النون اذا دعا ربه وهو فی بطن الحوت لاإلٰه إلا أنت سبحانک اِنّی کُنتُ مِنَ الظّالِمین لم یدع بها أی بتلک الدعوة أو بهذه الکلمات رجل مسلم فی شیءٍ أی من الحاجات إلا استجاب له رواه احمد والترمذی الخ مرقاة شرح مشکوٰة ص ۴۸ ج ۳ کتاب الدعوات، کتاب اسماء الله تعالیٰ، قبیل الفصل الثالث، مطبوعه بمبئی مشکوة شریف ص ۲۰۰ ج ۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] عن حذیفة رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا حزبه أمر صلی رواه ابو داؤد، مشکوة شریف ص ۱۱۷ ج ۱ باب التطوع، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

لکھنؤ، جبل پور، سلطان پور وغیرہ میں یہ چیز نہیں نظر آتی، وہاں کے مسلمانوں کو ان حوادثات کی کوئی اہمیت نہیں (حوالہ حدیث)

الجواب: حامداً و مصلیاً!

امام صاحب کو اس چیز سے پرہیز کرنا چاہئے ابتلائے عام کے وقت بھی جب کہ عام مسلمان مصیبت میں گرفتار ہوں، تو قنوت نازلہ صرف نماز فجر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پڑھی جاتی ہے کسی اور نماز میں نہیں جیسا کہ اعلاء السنن[1] میں پوری تفصیل مذکور ہے۔ فقہ حنفی کی کتاب درمختار، شامی میں بھی اسی طرح ہے[2]۔

(۲) جواب نمبر ایک سے اس کا جواب ظاہر ہے اس کا پڑھنا واجب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۱۴۰۰ھ

قنوت نازلہ کے اخیر میں مقتدی نے کہا ''بے شک'' تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: نماز میں امام نے قنوت نازلہ پڑھی مقتدی ہر دعا پر آمین کہتا رہا لیکن تبارکت

---

[1] لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَانِتًا فِي الْفَجْرِ عِنْدَ النَّوَازِلِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا وَمُرَادُهٗ بِذٰلِكَ اَنَّ قُنُوْتَ النَّوَازِلِ لَمْ يُنْسَخْ بَلْ هُوَ مَشْرُوْعٌ اِذَا نَزَلَ بِالْمُسْلِمِيْنَ نَازِلَةٌ اَنْ يَّقْنُتَ الْاِمَامُ فِي الْفَجْرِ اعلاء السنن ص ۸۱ ج۶ ابواب الوتر، باب اخفاء القنوت فی الوتر، مطبع کراچی.

[2] ويؤيده مافی شرح المنية حيث قال بعد كلام: فتكون شرعيته ای شرعية القنوت فی النوازل مستمرة وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه الصلوٰة والسلام ،وهو مذهبنا وعليه الجمهور. وقال الحافظ ابوجعفر الطحاوی، انما لايقنت عندنا فی صلاة الفجر من غيربلية فان وقعت فتنة او بلية فلابأس به الخ شامی كراچی ص ۱۱ ج۲، مطبوعه زكريا ص ۴۴۹ ج۲ مطلب فی القنوت للنازلة) حلبی كبيری ص ۴۲۰ صلاة الوتر، فروع، مطبوعه لاهور، حاشية الشلبی علی الزيلعی ص ۱۷۰ ج۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امداديه ملتان.

وتعالیت یاذی الجلال والاکرام پر مقتدی نے ''بے شک'' کہا ایسی صورت میں مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

خداوند تعالیٰ کی صفات کی تصدیق سے نماز فاسد[1] نہیں ہوتی تاہم مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے۔ اس نماز کا اعادہ کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوقرأ الامام آية الترغيب اوالترهيب فقال المقتدى صدق الله. وبلغت رسله فقد اساء ولاتفسد صلاته (عالمگیری ص ۱۰۰ ج ۱) الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، مطبوعه كوئٹه، شامی زکریا ص ۳۸۱ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، قبيل مطلب فى التشبه بأهل الكتاب، حلبی کبیری ص ۴۴۴ فصل فيما يفسد الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : سنن مؤکدہ

سنن ہدیٰ اور سنن زوائد

سوال:- کپڑا وغیرہ یا اور چیز داہنی جانب سے شروع کرنا سنن زوائد ہیں جیسے نماز، وضو وغیرہ میں بتایا گیا ہے، یا سنت مؤکدہ یا مستحب ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سنن زوائد ہیں جب کہ ان کا تعلق عادات، معاشرات سے ہو اور سنن ہدیٰ ہیں جب کہ ان کا تعلق عبادت سے ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

فجر کی سنتوں کا وقت اداء وقضاء

سوال:- فجر کی سنتوں کا وقت فرض کے اول ہے یا بعد سنتیں پہلے پڑھے یا نہیں؟

---

[1] السنة ما واظب النبی علیه السلام علیه مع الترک احیانا فان کانت المواظبة المذکورة علی سبیل العبادة فسنن الهدی وان کانت علی سبیل العادة فسنن الزوائد کلبس الثیاب والا کل بالیمین (شرح الوقایه، ج ۱/ص ۶۸) کتاب الطهارة، مکتبه رحیمیه دیوبند، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۰-۵۱ فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصری قواعد الفقه ص ۳۲۸ (تحت اللفظ السنة) مطبوع اشرفی دیوبند، شامی کراچی ص ۱۰۳ ج ۱ کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها.

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی سنتیں فرض سے پہلے پڑھنی چاہئیں اگر وقت نہیں ملا طلوع شمس سے پہلے نہیں پڑھی جائیں گی بلکہ سورج کے بلند ہونے پر پڑھیں مگر قضا لازم نہیں بلکہ غیر مؤکدہ ہے اگر جماعت شروع ہوگئی تو جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہوکر سنت فجر نہ پڑھیں بلکہ دور وضوخانہ حجرہ وغیرہ میں پڑھ لیں۔ بشرطیکہ جماعت بالکلیہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو بلکہ ایک رکعت یا تشہد میں شریک ہونے کی توقع ہو یہ طریقہ حنفیہ نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ احادیث میں جماعت میں شریک ہونے کی بھی اہمیت وارد ہوئی ہے اور فجر کی سنتوں کی بھی تاکید شدید ہے اور جماعت شروع ہوجانے پر کوئی دوسری نماز پڑھنے پر نکیر بھی ہے اور نماز فجر کے بعد کسی اور نماز کی ممانعت بھی ہے اور سورج کچھ بلند ہونے پر فجر کی سنتوں کی قضاء بھی ثابت ہے اس طریق کو اختیار کرنے سے ان جملہ احادیث پر عمل ہوجاتا ہے اور کوئی حدیث ترک نہیں ہوتی حنیفہ کو اللہ پاک نے یہ خاص کمال عطا فرمایا ہے۔ **شکر الله سعيهم وكثر سوادهم.**

عَنْ اُبَیِّ بن کعبؓ قَالَ صَلّٰی بِنَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْماً الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَ شَاهِدٌ فُلَانٌ أَ قَالُوْا لاقَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ أَ قَالُوْا لا قَالَ اِنَّ هَاتَیْنِ الصَّلاتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْتَعْلَمُوْنَ مَافِیْهِمَا لَآتَیْتُمُوهُمَا وَلَوْحَبْواً عَلَی الرُّکَبِ وَاَنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَّی مِثْلُ صَّفِّ الْمَلَائِکَةِ وَلَوْعَلِمْتُمْ مَافَضِیْلَتَهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ وَاِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعُ الرَّجُلِ أَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتَهٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ أَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَاکَثُرَفَهُوَأَحَبُّ إِلٰی اللّٰهِ. رواه ابوداؤد والنسائی اھ مشکوٰة شریف[1] ص ۹۶ ج ۱.

---

[1] مشکوٰة شریف ص ۹۶، باب الجماعة فضلها، الفصل الثانی.

ترجمہ:- حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک روز صبح کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا ارشاد فرمایا۔ کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے کہا۔ نہیں ارشاد فرمایا: کیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں نمازیں منافقوں پر تمام نمازوں میں زیادہ بھاری ہیں اور اگر تم ان کی فضیلت جان لوتو تم ان نمازوں میں آؤ اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر آو اور بیشک پہلی صف فرشتوں کی صف کے مثل ہے اور اگر تم اس کی فضیلت جان لوتو اس کی طرف سبقت کرو اور آدمی کا ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لَاتَدَعُوْهُمَا (اَیِ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ) وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلَ اھ ابوداؤد شريف[۱] ص ۱۷۹ ج ۱ .

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةَ فَلَاصَلٰوةَ اِلَّاالْمَكْتُوْبَةَ. رواه مسلم اھ مشكوٰة شريف[۲] ص ۹۶ ج ۱ .

عن أبی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِيْبَ الشمس متفق عليه اھ مشكوٰة[۳] ص ۹۴ وقصة قضاء السنة صبيحة ليلة التعريس معروفة مشهورة فی كتب الحديث عن أبی مجلز قال دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِیْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَؓ وَابْنِ عَبَّاسٍؓ وَالْاِمَامُ يُصَلِّی فَأَمَّا ابن عمر فدخل فی الصف واَمَّا ابْنِ عَبَّاسٍ فَصَلّٰی رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامَ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ[۴] عَنِ ابن عمر اَنَّهُ جَاءَ

(گذشتہ کا بقیہ) اور دو کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جتنے لوگ (نماز میں) زیادہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(صفحہ ہذا) [۱] ابوداؤد شريف ص ۱۷۹ ج ۱ باب ركعتی الفجر. مطبوعه بلال ديوبند.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو (فجر سے قبل کی دو رکعت) نہ چھوڑنا اگرچہ گھوڑے تم کو روند ڈالیں۔

[۲] مشكوٰة شريف ص ۹۶، باب الجماعة وفضلها، الفصل الاول، ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب (فرض) نماز کی اقامت ہو جائے تو پھر فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

[۳] مشكوٰة شريف ص ۹۴ باب أوقات النهی، الفصل الاول.

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا صبح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں۔

[۴] طحاوی شريف ص ۲۱۹، باب الرجل يدخل المسجد والامام فی صلوة الفجر، مطبوعه دارالاشاعت كلكته.

ترجمہ: حدیث حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ فجر کی نماز میں مسجد میں داخل ہوا اور امام نماز پڑھا رہے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہ تو صف میں داخل ہو گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دو رکعت پڑھی پھر امام کے ساتھ داخل ہوئے جب امام نے سلام پھیرا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ رہے یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہو گیا کھڑے ہوئے اور دو رکعت پڑھی۔

وَالْاِمَامُ یُصَلِّی الصُّبْحَ وَلَمْ یَکُنْ صَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَصَلَّا ھُمَا فِیْ حُجْرَۃِ حَفْصَۃَؓ ثُمَّ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ اھ طحاوی[1] شریف ص ۴۵۶.

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلیھما بعد ما تطلع الشمس. رواہ الترمذی واسنادہ صحیح اھ آثار السنن.[2] والروایات مبسوطۃ فی ھذ الباب فی آثار السنن وشرح معانی الآثار واعلاء السنن وغیرہ من کتب الاحناف. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے

سوال: - بوقت اقامت جماعت درصف ثانی سنت فجر خواندن مکروہ است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا حائل مکروہ است ثم السنۃ المؤکدۃ التی یکرہ خلافھا فی سنۃ الفجر وکذا فی سائر السنن ھو أن لایاتی بھا مخالطاً للصف بعد شروع القیام فی الفریضۃ ولاخلف الصف من غیر حائل وأن یأتی بھا اما فی بیتہ وھو الافضل أو عندباب المسجد إن امکنہ ذٰلک بأن کان ثمہ موضع یلیق للصلوٰۃ وإن لم یمکنہ ذٰلک ففی المسجد الخارج إن کانوا یصلون فی الداخل أو فی الداخل إن کانوا فی الخارج ان کان ھناک مسجد إن صیفی وشتوی وإن کان المسجد واحداً فخلف أسطوانۃ ونحو ذٰلک کالعمود والشجر وما أشبھما فی کونھا حائلاً والاتیان

---

[1] طحاوی شریف ص ۲۲۰ ج ۱، باب اداء سنۃ الفجر بعد إقامۃ الصلوۃ، مطبوعہ دارالاشاعت کلکتہ.

ترجمہ :- حدیث ۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آئے اور امام فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے صبح کی نماز سے قبل کی دو رکعت نہیں پڑھی تھی تو انھوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دو رکعت پڑھی پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

[2] آثار السنن ص ۳۸ ج ۲، باب کراھۃ قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس، مطبوعہ دارالاشاعت کلکتہ.

ترجمہ :- حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے فجر سے قبل کی دو رکعت نہ پڑھی ہوں وہ ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔

بهاخلف الصف من غير حائل مكروه ومخالطاللصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة لمافيه من مخالفة الجماعة كبيرى[1] ص ۳۷۹، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

سنتِ الفجر بعد الاقامۃ

سوال: - فجر کی جماعت شروع ہو چکی ہے اب فجر کی سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں ایسے وقت میں سنت پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں حنفی لوگ جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ حدیث کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں ایک جلیل القدر صحابی کا اثر نقل کیا ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد پہونچے کہ نماز فجر شروع ہو چکی تھی انہوں نے دروازۂ مسجد پر سنتیں پڑھیں پھر جا کر جماعت میں شریک ہو گئے۔[1] جو صاحب اس کو غلط کہتے ہیں شاید ان کی نظر سے یہ چیز نہ گذری ہو۔ اس

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) **ترجمۂ سوال:** جماعت فجر کی اقامت کے وقت دوسری صف میں فجر کی سنت پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں۔

ترجمۂ جواب: بلا حائل مکروہ ہے۔ فقط

[2] كبيرى ص ۳۷۹، مطبوعه مجتبائى ودهلى ومكتبه رحيميه ديوبند، فصل فى النوافل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور ص ۳۹۶، فصل فى النوافل فروع: لو ترك الخ، شامى زكريا ص ۵۱۱ ج ۲ باب إدراك الفريضة، مطلب هل الإساءة دون الكراهة الخ، طحطاوى على المراقى ص ۳۶۷ باب إدراك الفريضة، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] حدثنى عبدالله بن أبى موسى عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص دعا أباموسى وحذيفة وعبدالله بن مسعودؓ قبل أن يصلى الغداة ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلوة فجلس عبد الله الى أسطوانته من المسجد فصلى الركعتين ثم دخل فى الصلوة فهذا عبدالله قد فعل هذا ومعه حذيفة وأبوموسى ماينكران ذلك عليه فدل ذلك على موافقتهما إياه، عن أبى مجلز قال دخلت المسجد فى صلوة الغداة مع إبن عمرؓ وإبن عباسؓ والامام يصلى فاماإبن عمرؓ فدخل فى الصف (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس میں حنفیہ کی تائید میں حدیث اوراس کے معارض سے پوری بحث کر کے مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنت فجر کو جماعت کے بعد پڑھنا

سوال:- صبح کی سنت جماعت میں شرکت کی وجہ سے جو ترک ہو جائیں کسی مجبوری سے طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طلوع آفتاب سے پہلے سنت قضا پڑھنا مکروہ ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) واما إبن عباسؓ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد إبن عمر مکانه حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین فهذا إبن عباسؓ قدصلی الرکعتین فی المسجد والامام فی صلوٰة الصبح طحاوی شریف ص ۲۱۹ ج ۱، مطبوعه دارالاشاعت، باب اداسنة الفجر بعد الاقامة الصلوة.

ترجمہ:- عبداللہ ابن ابوموسیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جس وقت ان کو سعید ابن العاص نے بلایا اور ابوموسیٰ وحذیفہ، اور عبداللہ بن مسعودؓ کو بلایا نماز فجر سے پہلے پھر وہ لوگ ان کے ساتھ نکلے اور نماز پڑھی، پھر حضرت عبداللہ مسجد کے ستون کے پاس بیٹھ گئے پھر دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد جماعت میں شامل ہو گئے پس یہ عبداللہ ہیں انہوں نے ایسا کیا حالانکہ ان کے ساتھ حضرت حذیفہ وابوموسیٰ تھے انہوں نے اسکے اوپر نکیر نہیں کی، پس یہ دلالت ہوئی ان دونوں حضرات کے موافق ہونے پر ان کے۔ حضرت ابومجلز نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز میں مسجد میں داخل ہوا ابن عمر اور ابن عباسؓ کے ساتھ اور امام نماز پڑھا رہے تھے، تو ابن عمرؓ تو صف میں شامل ہو گئے اور ابن عباس نے دو رکعت نماز پڑھی اور امام کے ساتھ شامل ہوئے۔ پھر جب امام نے سلام پھیرا، تو ابن عمرؓ اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج نکل گیا پھر دو رکعت پڑھی، پس یہ ابن عباس ہیں جنھوں نے دو رکعت مسجد میں پڑھیں حالانکہ امام صبح کی نماز میں مشغول تھے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] راجع للتفصیل : إعلاء السنن ص ۸۵-۱۰۸ ج ۷ باب جواز سنة الفجر عند شروع الإمام فی الفریضة، باب النوافل والسنن، مطبوعه إمدادیه مکة المکرمة.

[2] وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح (الشامی نعمانیه ص ۴۸۲ ج ۱ شامی کراچی ص ۵۷ ج ۲ مطلب هل الإسائة دون الکراهة أو أفحش، باب إدراک الفریضة، شامی زکریا ص ۵۲۱ ج ۲، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۶۸ باب إدراک الفریضة، مطبوعه مصر، تبیین الحقائق ص ۱۸۳ ج ۱ باب إدراک الفریضة، مطبوعه إمدادیه ملتان.

سنت فجر کی قضا

سوال:-کسی مقتدی کی فجر کی سنتیں باقی رہ گئیں۔ کیونکہ تکبیر اولیٰ شروع ہوگئی اور وہ سنتیں تکبیر شروع ہونے سے پہلے ادا نہیں کرسکا۔ اب جماعت ختم ہونے کے بعد وہ ان سنتوں کو جماعت کے بعد ہی ادا کرسکتا ہے یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

(۲) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جماعت کے بعد سنت فجر کی قضا درست نہیں، سورج نکلنے کے بعد بلند ہونے پر پڑھ لے، اگرچہ سنت مؤکدہ نہ رہی تقضیٰ إذا فاتت بلافرض بعد الطلوع إلی الزوال إستحساناً لأن النبی صلی الله علیه وسلم قضاهامع الفرض بعد إرتفاع الشمس. (مجمع الأنهر[1] قال محمد أحب إلی أن أقضیها إذا فاتت وحدها بعدطلوع الشمس قبل الزوال. کبیری[2] ص ۳۸۰.

(۲) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ عندالحنفیہ جائز نہیں، والموتم لایقرأ فان قرأ کره تحریماً بل یسمع وینصت. درمختار[3] ص ۸۱. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۸۸ھ

---

[1] مجمع الأنهر ص ۲۱۱ ج ۱، باب إدراک الفریضة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] مطبوعه دهلی، ورحیمیه دیوبند. فصل فی النوافل، مطبوعه سهیل اکیڈمی ص ۳۹۷، فروع: لو تکر الخ حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص ۱۸۳ ج ۱ باب إدراک الفریضة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] الدرالمختار، نعمانیه ص ۳۶۶ ج ۱، الدرالمختار علی الشامی، کراچی ص ۵۴۴ ج ۱، شامی زکریا ص ۲۶۶ ج ۲ باب صفة الصلوة، قبیل فروع فی القراءة خارج الصلوة، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۶۰ باب صفة الصلاة، فصل یجهر الإمام بالقراءة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول الخ، وسننها الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال:- اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہوجاوے تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والوں کی نماز نہ ہوگی؟ جیسا کہ مشہور ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز تو فاسد نہیں ہوگی، لیکن اس کو چاہئے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل پوری کر کے جماعت میں شریک ہوجاوے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/ ۸۹ھ

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں

سوال:- فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد نماز دو رکعت سنت پڑھتے ہیں پھر جماعت میں شریک ہوتے ہیں حالانکہ جماعت شروع ہونے اور قراءت کے بعد حکم یہ ہے کہ جماعت میں شریک ہوجائے، مگر لوگ پہلے سنت پڑھنا مقدم سمجھتے ہیں جس سے ان کی تکبیر اولیٰ بھی فوت ہوجاتی ہے، لیکن اگر سنت پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہوں تو پھر سنت کب پڑھیں جب کہ سنت کی قضا نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سلسلے میں چند احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اول جماعت کی شرکت کے اہتمام

---

[1] والشارع فی نفل لایقطع مطلقاً ویتمه رکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقیمت أو خطب الإمام یتمها أربعاً علی القول الراجح لأنها صلاة واحدة ولیس القطع للإکمال بل للإبطال. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۵۳ ج۲، باب إدراک الفریضة، شامی نعمانیه ص۴۷۹ ج۱، شامی زکریاص۵۰۶ ج۲ مطلب صلاة رکعة واحدة باطلة الخ، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۳۶۷ باب إدراک الفریضة، مطبوعه مصر، مجمع الأنهر ص۲۱۰ ج۱ باب إدراک الفریضة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کے متعلق، دوسرے سنت فجر کے اہتمام کے متعلق، سوم جماعت شروع ہو جانے پر کسی اور نماز میں مشغول ہونے کے متعلق، چہارم بعد نماز فجر کسی نماز کے نہ پڑھنے سے متعلق پنجم ارتفاع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضاء سنت کے متعلق، ان احادیث کو سامنے رکھ کر حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکان سے بغیر سنت فجر پڑھے مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہو چکی تو وہ غور کرے، اگر سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہو جانے کا ظن ہے تو جماعت میں شریک ہو جائے، پھر طلوع شمس سے کچھ دیر بعد سنتیں پڑھ لے اس سے قبل نہ پڑھے، اگر سنتیں پڑھ کر شریک جماعت ہو سکتا ہے جماعت فوت نہیں ہوگی تو مسجد کے قریب حجرہ، سہ دری وضوخانہ کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ لے[1] ایسی جگہ نہ ہو اور امام و جماعت اندرون مسجد ہوں تو یہ صحن مسجد میں کسی ایک طرف کسی ستون کی آڑ میں پڑھ لے، امام جماعت صحن میں ہوں اور اندرون مسجد کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہو کہ مرور بین یدی المصلی لازم نہ آئے تو اندر جا کر پڑھ لے غرض صفوف سے متصل نہ پڑھے جس قدر صفوف سے متصل پڑھے گا تو اسی قدر کراہت بھی ہوگی، شرح معانی الآثار میں دونوں قسم کے آثار موجود ہیں، دو صحابی مسجد میں گئے ایک نے باب مسجد میں سنتیں پڑھی، دوسرے صحابی جماعت میں شریک ہو گئے پھر طلوع کے کچھ دیر بعد انہوں نے سنتیں پڑھیں[2] اسی طرح جملہ

---

[1] وكذا يكره تطوع عند إقامة صلاة مكتوبة اى اقامة إمام مذهبه لحديث" اذا أقيمت الصلاة فلا صلوة إلاالمكتوبة" إلاسنة فجرإن لم يخف فوت جماعتها ولوبادراک تشهد فإن خاف تركها أصلا. الدرالمختارعلى الشامى ص ۲۵۲، ۲۵۳ ج ۱، كتاب الصلاة، مطلب فى تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف، شامى نعمانيه، مطبوعه زكرياص ۳۹، ۴۰ ج ۲ حلبى كبيرى ص ۳۹۶ فصل فى النوافل، فروع: لو ترک الخ، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الأنهر ص ۲۱۱ ج ۱ باب إدراک الفريضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عن أبى مجلز قال دخلت المسجد فى صلوة الغداة مع ابن عمر وابن عباسؓ والإمام يصلى فاما إبن عمر فدخل فى الصف واماابن عباسؓ فصلى ركعتين ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد إبن عمر مكانه حتى طلعت الشمس فقام فركع ركعتين فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين فى المسجد والامام فى صلوة الصبح: شرح معانى الآثارص ۲۱۹ ج ۱، باب اداء سنة الفجر بعد اقامة الصلوة، مطبوعه دار الإشاعت كلكته. (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

احادیث وآثار کی رعایت ہوگی کما لایخفی علیٰ من له مهارة فی الحدیث والفقه، اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی شائع شدہ ہے جس میں تفصیل مذکور ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جماعت فجر کے وقت سنت پڑھنا

سوال:- صبح کی سنتوں کے پڑھنے میں بہت اختلاف ہے بعض یوں کہتے ہیں

(الف) جس جگہ جماعت ہورہی ہے اس جگہ قطعاً نہ پڑھو۔ بلکہ آڑ میں جہاں امام نماز پڑھا رہا ہے تو دوسرے حلقہ میں وہ سنت پڑھے۔

(ب) بعض یوں کہتے ہیں کہ جہاں امام دکھائی نہ دیتا ہو اس جگہ سنت صبح پڑھنی چاہئیں۔

(ج) بعض یوں کہتے ہیں کہ امام کی آواز جہاں نہ آوے اس جگہ سنت صبح پڑھے۔

(د) نیز ایک مسجد کے اندر خارج مسجد جو دو تین صف ہیں اگر باہر فرش پر نماز صبح ادا کرلیں اور خارج مسجد جو کئی صفوں کے بعد مسجد کے فرش سے ہے اور خارج مسجد بھی کئی صف جگہ اس پر سنت ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(ہ) دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز باہر فرش پر ہوتی ہے یا اندر ہوتی ہے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:- ابومجلزؒ بیان کرتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ شریک ہوا اور امام نماز پڑھا رہے تھے پس ابن عمرؓ تو صف میں داخل ہوگئے اور ابن عباسؓ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر امام کے ساتھ شامل ہوگئے جب امام نے سلام پھیر دیا تو ابن عمرؓ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے تا آنکہ سورج طلوع ہوگیا، پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور ابن عباسؓ نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور امام صبح کی نماز میں تھے۔

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: إعلاء السنن ص ۸۵-۱۰۸ ج۷ باب جواز سنة الفجر عند شروع الإمام فی الفریضة، مطبوعه امدادیه مکته المکرمة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

صبح کی سنتوں کیلئے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مکان پر ہی پڑھ کر جائے اگر اس کا موقع نہیں ملا اور مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہو چکی ہے اور اسکو امید ہے کہ سنتیں پڑھ کر بھی جماعت میں شریک ہو سکے گا تو مسجد سے علیحدہ وضوخانہ، سہ دری، حجرہ وغیرہ میں پڑھ لے، اندرون مسجد جماعت ہو رہی ہو تو باہر صحن میں ایک طرف کو پڑھ لے، صحن میں جماعت ہو رہی ہو اور اندر جانے کا دوسرا راستہ ہو کہ نمازیوں کے سامنے کو نہ گذرے تو اندر جا کر پڑھ لے، اگر ایسی جگہ نہ ہو یا اتنا وقت نہ ہو کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو سکے تو جماعت میں شریک ہو جائے صفوف سے متصل سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ ہے پھر طلوع آفتاب کے کچھ بعد پڑھے یہ طریقہ غلط ہے کہ جماعت ہوتی رہی اور اسی جگہ دوسری تیسری صف میں آ کر سنتیں پڑھتے رہیں[1] یہ قید نہیں کہ اتنی دور پڑھے کہ امام کی آواز سنائی نہ دے یا امام یا کوئی مقتدی نظر نہ آئے۔ دارالعلوم دیوبند میں گرمی، سردی، برسات، عموماً امام اندر ہی کھڑا ہوتا ہے الا نادراً کہ گرمی میں بجلی موجود نہ ہو یا سردی میں ظہر کے وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/ ۹۴ھ

---

[1] ثم السنة فی سنة الفجر هو أن لایأتی بها مخالطاً للصف بعد شروع القوم فی الفریضة ولاخلف الصف من غیر حائل وان یأتی بها اما فی بیته وهو الأفضل أو عندباب المسجد ان امکنه ذلک بان کان ثمه موضع یلیق للصلوٰة وإن لم یمکنه ذلک ففی المسجد الخارج إن کانوا یصلون فی الداخل او فی الداخل إن کانوا فی الخارج إن کان هناک مسجد ان صیفی وشتوی وإن کان المسجد واحداً فخلف اسطوانة ونحو ذلک کالعمود والشجرة وماشبهها فی کونها حائلاً والایتان بها خلف الصف من غیر حائل مکروه ومخالطاً للصف کما یفلعه کثیرمن الجهال اشد کراهة لمافیه من مخالفة الجماعة الخ. حلبی کبیر ص۳۹۶ فصل فی النوافل. فروع لوترک، مطبوعه سیهل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص۵۱۱ ج۲ باب إدراک الفریضة، مطلب هل الإساء دون الکراهة أو أفحش، البحر الرائق ص۷۴ ج۲ باب إدراک الفریضة، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی.

سنت فجر کا تأکد

سوال:- ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز سنت نماز پڑھنے کے بغیر فرض نماز کیلئے جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ وہ فرض نماز جائز ہے، آیا یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی سنت کی زیادہ تاکید آئی ہے[1] تاہم اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں پہونچے کہ سنت پڑھنے کا وقت نہیں رہا اگر پڑھے گا تو جماعت میں شرکت نہیں کر سکے گا تو اسکو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے پھر آفتاب ذرا بلند ہو جانے پر سنت پڑھ لے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

جمعہ کی سنت میں تھا کہ خطبہ شروع ہو گیا

سوال:- خطبہ جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی نے سنت شروع کر دی تو اب وہ کیا کرے جب کہ خطبہ شروع ہو گیا۔

---

[1] عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت، لم یکن النبی صلی الله علیه وسلم أشد تعاهداً منه علی رکعتی الفجر، متفق علیه، مشکوة شریف ص ۱۰۴ ج ۱ باب السنن وفضائلها، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وإذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة أکمل قال محمد أحب إلی ان یقضیها إلی الزوال، کما فی الدرردر مختار مع الشامی کراچی ص ۵۶، ۵۷ ج ۲، باب إدراک الفریضة، مطلب هل الإساءة دون الکراهة أو أفحش، شامی، زکریا ص ۵۱۰، ۵۱۲ ج ۲، حلبی کبیری ص ۳۹۷ فصل فی النوافل، فروع لو ترک سنة الفجر الخ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح هامش علی الطحطاوی ص ۳۶۸ باب إدراک الفریضة، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت شروع کرنے کے بعد اگر خطبہ جمعہ شروع ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ ہلکی ہلکی رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے، ایسے ہی نماز نہ توڑے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/ ۸۸ھ

جمعہ کے بعد کتنی رکعت ہیں

سوال:- جمعہ کے دن بعد جمعہ ۶ رکعت مسنون ہیں یا چار رکعت بعض محقق عالم صرف چار رکعت پڑھتے ہیں مفتی بہ قول سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

احادیث قولیہ وفعلیہ سے بکثرت جمعہ کے بعد چار رکعت کا ثبوت ہے امام اعظمؒ کا مسلک بھی یہی نقل کیا گیا ہے لیکن بعض روایات میں دو کا ذکر ہے اسلئے امام ابو یوسفؒ اور دیگر بعض اکابر دونوں روایتوں پر عمل کرنے کیلئے چھ رکعت کو فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اسی قول پر عمل کرنے میں زیادہ اجر ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/ ۸۶ھ

---

[1] والشارع فی نفل لایقطع مطلقاً وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقیمت اوخطب الامام یتمها اربعاً علی القول الراجح وفی رد المحتار یتمها اربعاً ویخفف القراء ة (درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۴۷۹ ج ۱، شامی کراچی ص ۵۳ ج ۲، باب ادراک الفریضة، قبیل مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان، بحر کوئٹه ص ۷۱ ج ۲ باب ادراک الفریضة ایضاً ص ۱۵۵ ج ۲ باب صلاة الجمعة مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۶۷ باب ادراک الفریضة ایضاً ص ۴۲۴ باب الجمعة مطبوعه مصر.

[2]..... والسنة قبل الجمعة اربع وبعدها اربع، اماالأربع بعدها فلما روی مسلم عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعاً وعند ابی یوسف السنة بعد الجمعة ست رکعات وهو مروی عن علیؓ والافضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے نوافل پڑھنا

سوال: ظہر یا جمعہ کی چار سنت مؤکدہ پڑھ کر فرائض سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مناسب نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قبل الظہر کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم

سوال:- ایک شخص نے سنت مؤکدہ ظہر کیلئے چار رکعت کی نیت باندھی کہ فرض شروع ہو گیا۔ وہ شخص دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو گیا اب اسے جماعت کے بعد باقی دو رکعت پڑھنا چاہئے یا دو رکعتیں جو پڑھی ہوئی ہیں نفل بن گئیں، دوبارہ چار رکعت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں چار رکعت پڑھے۔ پہلے جو نیت باندھی تھی وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے نفل بن گئی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) کبیری ص ۳۸۹، فصل فی النوافل طبع لاهور، بحر کوئٹه ص ۴۹ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مجمع الأنهر ص ۱۹۵ ج ۱ باب الوتر والنوافل طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وسن مؤکداً اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۲ ج ۲، باب الوتر والنوافل، مجمع الأنهر ص ۱۹۴ ج ۱ باب الوتر والنوافل طبع دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۶ باب الوتر واحکامه فصل فی بیان النوافل طبع مصر.

تنبیہ: سنن وفرائض سے پہلے دیگر نوافل پڑھنا بلا کراہت درست ہے البتہ فرض وسنت کے درمیان اتصال بہتر ہے۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ظہر کی چار سنتوں کی قضا

سوال: -قبل از فرض ظہر چار رکعت سنت مؤکدہ ہے ایک شخص مقیم مسجد میں داخل ہوا اور نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی وہ شخص جماعت میں شریک ہو گیا، اب بعد فرض ادا کرنے کے وہ چار رکعت سنت مؤکدہ اس شخص کو بعد فرض پڑھنا چاہئے یا نہیں جب کہ وقت بھی باقی ہو، یا اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء احناف نے فرمایا اور ان کا فتویٰ ہیکہ وہ چار رکعت سنت مؤکدہ ضرور پڑھنا چاہئے اگر ظہر کا وقت باقی ہو اور بوجہ شامل ہو جانیکے اگر چہ ان چار رکعت سنت مؤکدہ میں تاخیر ہو گئی لیکن وہ ہرگز ساقط نہیں ہوں گی اس کا ادا کرنا لازمی ہے، چنانچہ شرح وقایہ[1] میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

فارجع الیه اوالیٰ غیره وجدت کماقال علمائنا. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) (ولو تکلم الخ) وکذا لو فصل بقراء ة الأوراد لأن السنة الفصل بقدر "الهم انت السلام الخ" حتی لو زاد تقع سنة لا فی محلها المسنون کما مر قبیل فصل الجهر بالقرأة قوله وقیل تسقط ای فیعیدها لو قبلیة الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۶۱ ج ۲ باب الوتر والنوافل قبیل مبحث مهم فی الکلام علی الضجعة.

[2] وکذا سنة الظهر و سنة الجمعة اذا اقیمت اوخطب الامام یتمها اربعا علی القول الراجح لانها صلاة واحدة ولیس القطع للاکمال بل للابطال الخ. درمختار قال فی البحر والظاهر ماصححه المشائخ لانه لاشک ان فی التسلیم علی الرکعتین ابطال وصف السنیة لا لا کمالها الخ. (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۴۷۹ ج ۱ مطلب صلاة رکعة واحدة باطلة لاصحیحة مکروهة باب ادراک الفریضة شامی زکریا ۵۶ تا ۵۷ ج ۲، بحر کوئٹه ص ۷۱ ج ۲ باب ادراک الفریضة، مراقی مع الطحطاوی ص ۳۶۷ باب ادراک الفریضة مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1]..... ویترک سنة الظهر فی الحالین ویتم ثم قضاها قبل شفعه ای قبل الرکعتین اللتین بعدالفرض وشرح وقایه ص ۱۸۰ ج ۱ باب اداراک الفریضة مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۶۸ باب ادراک الفریضة، بحر کوئٹه ص ۷۱ ج ۲، باب ادراک الفریضة، حلبی کبیری ص ۳۹۸ فصل فی النوافل، طبع لاهور.

ظہر کی پہلی سنتوں کی قضاء کا وقت

سوال: -قبل ظہر کی سنت اگر چھوٹ جائے۔ بعد فرض چار سنتوں کو پڑھے یا دو سنت اور پھر چار سنت۔ ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ پہلے چار سنت پڑھتے تھے پھر دو سنت اور حضرت والا کے متعلق سنا ہے کہ اس کے خلاف عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں طرح درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا

سوال: -چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر دو دو رکعت علیحدہ خواندن جائز است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہ والسنة قبل فرض الظهر وقبل الجمعة وبعدها اربع بتسليمة فلو صلى بتسليمتين لم يعد من السنة اھ مجمع الانہر[2] ص۱۳۰ ج۱۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] بخلاف سنة الظهر فانه ان خاف ركعة يتركها ويقتدى ثم يأتى بها فى وقته اى الظهر عند محمد وعند أبى يوسف بعده يحتمل ان يكون عن كل من الامامين روايتان. به يفتى اقول وعليه المتون لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين قال فى الامداد وفى فتاوىٰ العتابى انه المختار (شامى نعمانيه ص۴۸۳ ج ۱) مطلب هل الاساء ة دون الكراهة او افحش باب ادراک الفريضة شامى كراچى زكريا ص ۵۱۲ تا ۵۱۳ ج ۲، حلبى كبير ص ۳۹۹ فصل فى النوافل، طبع لاهور.

ترجمہ سوال جواب:

سوال: ظہر کی سنت موکدہ چار رکعات دو دو رکعت علیحدہ کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نفل قبل فجر

سوال:- کیا فجر کا وقت شروع ہوجانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے بھی کوئی نوافل نہیں پڑھی جاسکتیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس وقت کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے۔[1] فجر کی سنتیں پڑھنا منع نہیں بلکہ انکی تاکید آئی ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن غفرلہٗ

ظہر، مغرب، عشاء کے بعد دو نفلیں

سوال:- بعض لوگ دو رکعت نفل بعد سنت ظہر اور دو نفل بعد سنت مغرب اور دو نفل بعد سنت عشا کے پڑھتے ہیں جو نہیں پڑھتے ان پر اعتراض کرتے ہیں نہ پڑھنے والے کہتے ہیں کہ ان نوافل کا ثبوت حدیث وفقہ میں نہیں ہے لہٰذا انکا ثبوت مدلل تحریر فرماویں۔

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [1] مجمع الأنهر ص ۱۹۴ ج ۱ باب الوتر والنوافل، طبع دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۷۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل، طبع امداديه ملتان، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۱۶ فصل فى بيان النوافل.

(صفحہ ہٰذا) [1] وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره بعد طلوع فجر سوى سنته الخ (درمختار على الشامى زكريا ص: ۲/۳۷، اول كتاب الصلوة، فى بيان اوقات الصلوة)، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۵۱ فصل فى اوقات المكروهة مطبوعه مصرى عالمگيرى كوئٹه ص ۵۲ ج ۱ الفصل الثالث فى بيان الاوقات التى لا تجوز فيها الصلوة.

[2] والسنن آكدها سنة الفجر اتفاقاً الخ (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۲/۴۵۳، باب الوتر والنوفل)، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۳۴۱ فصل فى بيان النوافل، بحر ص ۴۷ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نوافل مذکورہ کا ثبوت کتب معتبرہ سے ہے فی المراقی[۱] ومنها ركعتان بعد الظهر ويندب ان يضم اليهما ركعتين فتصير اربعاً قال الطحطاوی[۲] وهو مخير ان شاء جعلها بسلام واحد وان شاء جعلها بسلامين اهـ بعد مغرب روایات میں دو نفلیں بھی ہیں ۴ رکعت بھی ۶ رکعت بھی حتیٰ کہ بیس بھی وارد ہیں عن ابن عباسؓ انه عليه الصلوٰة والسلام قال من صلى اربعا بعد المغرب قبل ان يكلم احد ارفعت له فی عليين وكان كمن ادرک ليلة القدر فی المسجد الاقصیٰ وهی خير من قيام نصف ليلة . الحديث: كبيری ص[۳] ۳۳۴ وفی المبسوط وان تطوع بعدالمغرب بست ركعات فهو افضل[۴] وفی الطحطاوی عن ابی هريرةؓ انه عليه والصلوٰة والسلام قال من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتا فی الجنة[۵]. درمختار میں ہے، ويستحب اربع قبل العصر وقبل العشا وبعد ها بتسليمة وان شاء ركعتين وكذا بعد الظهر لحديث الترمذی من حافظ علىٰ اربع قبل الظهر واربع بعد هاحرمه الله علىٰ النار وست بعدالمغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة اوثنتين او ثلاث والاول ادوم واشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويودی الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم قال الشامی تحت قوله وان شاء ركعتين كذا عبر فی منية المصلی وفی الامداد عن الاختيار يستحب ان يصلی قبل العشاء اربعاً وقيل ركعتين وبعدها اربعاً وقيل ركعتين اهـ والظاهر ان الركعتين المذكورتين غير المؤكدتين وقال تحت قوله اختار الكمال نعم ذكر الكمال فی فتح القدير انه وقع اختلاف بين اهل عصره فی ان الاربع المستحبة هل هی اربع مستقلة غير ركعتی الراتبة او اربع بهما وعلىٰ الثانی هل تؤدی

---

۱ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۵ مطبوعه مصر. فصل فی بيان النوافل

۲ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۱۵ مطبوعه مصر

۳ كبيری ص ۳۶۹، مطبوعه رحيميه ديوبند، فصل فی النوافل.

۴ المبسوط للسرخسی ص ۱۵۷ ج ۱ فصل فی مواقيت الصلوة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۵ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۷، مطبوعه مصر، فصل فی بيان النوافل.

معهما بتسليمة واحدة او لا فقال جماعة لاواختار هو انه اذا صلى اربعا بتسليمة او تسليمتين وقع عن السنة والمندوب الخ.[1] ص ۴۵۳ ج ۱ نعمانيه .

لہٰذا نوافل مذکورہ کا انکار ناواقفیت پر مبنی ہے البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور بُرا ہے اس سے اجتناب چاہئے اور ایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہئے[2] اور ان نوافل کے نہ پڑھنے والوں پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھنے سے کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۵/محرم الحرام ۵۳ھ

مسجد میں سنن ادا کرنا

سوال: - گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے، اس میں نماز اوابین وتہجد وغیرہ بھی پڑھنی چاہئے، یا پنجگانہ سنن موکدہ یا غیر موکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ سننِ موکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۴۵۳ ج ۱، شامی کراچی ص ۱۳ ج ۲، باب الوتر النوافل، مطلب فی السنن والنوافل.

[2] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة الخ سعایة ص ۲۶۵ ج ۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] والافضل فی السنن القبلیة والبعدیة اداها فی المنزل کما کان غالب حاله صلی الله علیه وسلم (الی قوله) الا ان یخشی ان یشتغل عنها اذا رجع الی منزله (طحطاوی علی المراقی ص ۳۱۶ مصری فصل فی بیان النوافل باب الوتر واحکامه، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۶۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب سنة الوضوء مجمع الانهر ص ۲۰۴ ج ۱ باب الوتر والنوافل الفصل الاول طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : سنن غیر مؤکدہ

ظہر کی چار سنت کے بعد دو نفل پڑھنا

سوال:- بہت سے حضرات چار سنت ظہر پڑھنے کے بعد فرضوں کے قبل دو نفل پڑھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں ایک صاحب ان نفلوں کو بدعت کہتے ہیں جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر ان دونوں نوافل کے بارے میں حدیث صریح میں تذکرہ ہو یا کسی فقہ کی کتاب میں تصریح ہو تو عبارت مع حوالہ کتب صفحہ مطلع فرمائیں نیز یہ کہ یہ طریقہ بدعت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان سنتوں کے بعد نوافل پڑھنے کا ذکر نہیں ملا مگر نوافل کی کثرت کی ترغیب کتب حدیث وفقہ میں موجود ہے[1] اس لئے ان کو بدعت کہنا درست نہیں البتہ اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے

---

[1] عن ابی امامة مرفوعاً إن الله تعالیٰ یقول : ما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتی احبه الخ وعن جابر بن سمرة قال کان شاب یخدم النبی صلی الله علیه وسلم ویخف فی حوائجه فقال سلنی حاجتک (إلی قوله) نعم ولکن اعنی بکثرة السجود. وعن ابی فاطمة مرفوعاً یا أبا فاطمة إن اردت أن تلقانی فاکثر السجود (انتهی) وعن ابی هریرة مرفوعا الصلوة خیر موضوع فمن استطاع أن یستکثر فلیستکثر (انتهی) (مجمع الزوائد ص ۵۱۴ تا ۱ کتاب الصلوة، باب فضل الصلوة رقم الاحادیث ص ۳۴۹۹، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، مطبوعه دار الفکر بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۳۱۴ فصل فی بیان النوافل.

کا حق نہیں اس سے کراہت پیدا ہو جائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ

سوال:- عشاء سے پہلے جو چار رکعت سنت سمجھ کر لوگ پڑھتے ہیں یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ ان کا ثبوت حضور اکرم ﷺ سے ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ ان کا ثبوت حضور اکرم ﷺ سے نہیں ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صراحۃً اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا، اس کو سنتِ مؤکدہ کہنا صحیح نہیں، ایک روایت عمومی ہے کہ ہر دو اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اس عام روایت کے ذیل میں یہ سنتیں بھی داخل ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/ ۹۳ھ

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة، سعایه ص ۲۶۵ ج ۶ باب صفة الصلاة، مرقاة ص ۱۴ ج ۲ باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبی.

[2] اما الاربع قبل العشاء فذکروا فی بیانه انه لم یثبت ان التطوع بها من السنن الراتبة فکان حسنا لان العشاء نظیر الظهر فی انه یجوز التطوع قبلها وبعدها کذا فی البدائع ولم ینقلوا حدیثا فیه بخصوصه لاستحبابه: البحر الرائق ص ۵۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، واما الاربع قبلها (العشاء) فلم یذکر فی خصوصها حدیث لکن یستدل له بعموم مارواه الجماعة من حدیث عبد الله بن مغفل أنه علیه قال بین کل اذانین صلوة بین کل اذانین صلوة ثم قال فی الثالثة لمن شاء فهذا مع عدم المانع التنفل یفید الاستحباب (حلبی کبیر ص ۳۸۵ فصل فی النوافل، طبع لاهور.

عشاء سے قبل سنت

سوال: -فرض عشاء سے قبل عام طور پر چار رکعت بہ نیت سنت لوگ پڑھتے ہیں۔ سنت موکدہ تو یہ ہے نہیں آیا سنت غیر مؤکدہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو سنت کی نیت کر کے پڑھی جاوے یا نفل کی تا کہ عوام مستفید ہو سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نماز سنت غیر مؤکدہ ہے اس کو نفل بھی کہتے ہیں نیت دونوں طرح کی جا سکتی ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عشاء سے قبل اور بعد سنت!

سوال: -عشاء کی فرض سے قبل عام طور سے لوگ ۴ رکعت بہ نیت سنت ادا کرتے ہیں، کتب احادیث میں اسکا ثبوت ہے یا نہیں؟ اور حضور اکرم ﷺ سے یہ عمل ثابت ہے یا نہیں؟

کبیری ص ۴۲۷ کی عبارت سے تو اس کی سند نہیں ملتی ملاحظہ ہو **وذکر فی المحیط : إن تطوع قبل العصر باربع وقبل العشاء بأربع فحسن لأن النبیؐ لم یواظب علیهما اماعدم مواظبته علیه الاسلام علی ماقبل العشاء فمقرر بل لم یروأنه صلاها فضلا عن المواظبة** (کبیری[2] ص ۳۸۸) **اما الأربع قبلها فلم یذکر فی خصوصها أیضاً**[3] ص ۴۳۴ اور اسی پر میرا عمل ہے لہٰذا اگر اس کی کوئی اور سند ہو تو تحریر فرمائیں۔

---

[1] وکفی مطلق نیة الصلاة لنفل وسنة الخ. مر فی الشامی نعمانیه ص ۲۷۹ ج ۱، بحث النیة شامی کراچی ص ۴۱۷ ج ۱، باب شروط الصلاة بحث النیة، باب شروط الصلاة بحث النیة، مطلب فی حضور القلب والخشوع بحر کوئٹه ص ۲۷۸ ج ۱ باب شروط الصلوة، تبیین الحقائق ص ۹۹ ج ۱ باب شروط الصلوة، طبع امدادیه ملتان.

[2] کبیری ص ۳۷۲، باب النوافل ص ۳۸۸ فصل فی النوافل

[3] کبیری ص ۳۸۵، فصل فی النوافل، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(۲) وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑا ہوکر پڑھنا سنت ہے، مشکوٰۃ شریف کی حسب ذیل عبارت پر میرا عمل ہے، اب حضرت والا مستند حدیث تحریر فرمائیں۔

(۱)عن ابی امامة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیهما بعد الوتر وهو جالس یقرأ فیهما إذا زلزلت الارض وقل یأیها الکفرون[۱].

(۲)عن أم سلمةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین رواه الترمذی، وزاد ابن ماجة خفیفتین وهو جالس[۲].

(۳) وعن عائشه رضی الله عنها کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بواحدة ثم یرکع رکعتین یقرءُ فیهما وهو جالس[۳].ص ۱۱۳

حضور والا آپس میں بہت اختلاف ہورہا ہے، فتنہ وفساد کا خوف ہے اس لئے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب بحوالہ کتب مستند اور ٹھوس تحریر فرمائیں تاکہ مصالحت ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) عشاء سے قبل چار رکعت کا ثبوت تلاش کے باوجود حدیث شریف میں نہیں ملا، درایۃً ہدایہ کے بعض نسخوں پر حاشیہ پر مطبوع ہے اس میں روایت موجود ہے مگر اس میں وہم ہے کہ اصلی روایت ظہر سے قبل کے متعلق ہے مگر اس میں عشاء سے قبل بھی بیان کردیا گیا ہے یہ اضافہ **عشائهم** ہے اس وجہ سے یہ اضافہ نصب الرایہ، فتح القدیر وغیرہ میں موجود نہیں، صاحب کبیری تلمیذ ہیں صاحب فتح القدیر کے، سنن وجوامع ومعاجم میں بھی کہیں نہیں ملا اس وجہ سے عموماً (بین اذانین صلوۃ) سے استدلال کرتے ہیں[۴]۔

---

[۱]، [۲]، [۳] مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۳، باب الوتر.

[۴] وأما الأربع قبلها (أی قبل صلاة العشاء) فلم یذکر فی خصوصها حدیث لکن یستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حدیث عبد الله بن مغفل رضی الله عنه فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها یفید الإستحباب لکن کونها أربعاً لتمشی علی قول أبی حنیفة رحمه الله لأنها الأفضل عنده، اعلاء السنن ص ۱۶ ج۷ باب النوافل والسنن، حدیث بین کل أذانین صلاة، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة، کبیری ص ۳۸۵ فصل فی النوافل، مطبوعه لاهور.

(۲) عادت مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ شب کا ایک حصہ گذرنے کے بعد بیدار ہوکر طویل تہجد پڑھتے مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، سورہ نساء، سورہ مائدہ چار رکعت میں پڑھتے کبھی ان چاروں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے حتیٰ کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا پھٹن ظاہر ہوجاتی، پھر وتر ادا فرماتے اس کے بعد دو رکعت جالساً پڑھتے کبھی یہ دو رکعت بحالت قیام شروع کی اور قدرے قراءۃ کرکے بیٹھ گئے پھر بقیہ قراءۃ طویلہ پڑھ کر کھڑے ہوکر رکوع کیا اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل داعیہ تو کھڑے ہوکر ہی پڑھنے کا تھا لیکن تعب وضعف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے تھے اس طریقے کو اختیار کرنے میں پورا اتباع ہے علاوہ ازیں صلوٰۃ قائماً کا اجر دوچند ہونا احادیث میں موجود ہے اور بعد وتر کی دونفلوں کا استثناء نہیں ہے، نیز حضرت رسول مقبول ﷺ کیلئے بیٹھ کر ادا فرمانے میں بھی وہی اجر ہے جو کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہے یہ خصوصیت ہے۔ **عن ابن عمرو بن العاص ان النبی صلی الله علیه وسلم قال "صلوٰة الرجل قاعداً نصف الصلوٰة" فأتیته فوجدته یصلی جالساً فوضعت یدی علیٰ راسه وفی روایة فوضعت یدی علیٰ راسی فقال مالک یاعبدالله بن عمر! "وقلت حُدِثْتُ انک قلت: صلوة الرجل قاعداً علی نصف الصلوة" وأنت تصلی قاعدا قال أجل ولکنی لست کأحدکم، لما لک والنسائی ولمسلم وابی داؤد بلفظهما الخ. (عائشهؓ) سئلت کیف کان یصنع رسول الله فی الرکعتین وهو جالس قالت : کان یقرأ فیهما فاذا أرادان یرکع قام فرکع. وفی أخریٰ کان یصلی جالسا فیقرء جالسافاذا بقی نحو ثلثین او اربعین آیة قام فقرأ هن قائما ثم رکع ثم سجد ففعل فی الرکعة الثانیة مثل ذالک فاذا قضیٰ صلوته فإن کنت مستیقظةً یحدث معی وإن کنت نائمة إضطجع للسنة، (جمع الفوائد[1] ص ۷۴ ج ۱)**

---

[1] جمع الفوائد ص ۷۴ ج ۱ باب کیفیة الصلوة وارکانها. مکتبه رحیمیه دیوبند.

ترجمہ:- حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے اس کے بعد ایک مرتبہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا یہ دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور ایک روایت میں ہے میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا تو حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اے عبداللہ بن عمرو آپ کو کیا ہوا میں نے جواب دیا مجھ سے یہ حدیث بیان کیا گیا کہ آپؐ نے فرمایا آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے حالانکہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا جی ہاں لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

بایں ہمہ اگر کوئی شخص محض اتباع کی نیت سے بیٹھ کر ہی پڑھے اور دو چند ثواب سے قطع نظر کرے تو کیا بعید ہے کہ اتباع کا ثواب بھی زیادہ ہو جائے لان الاعمال بالنیات[۱]۔

فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عشاء سے پہلے سنتوں کی تعداد رکعات

سوال:-عشاء کی نماز میں جو چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہے وقت کم ہونے کی بناء پر چار کے بجائے صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں، تو درست ہیں یا نہیں؟ اگر حوالہ دے دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہاں پر جاہلوں کی آبادی ہے تاکہ ان کو سمجھا سکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ یہ مستحب ہیں۔ دو پڑھ لے تو یہ بھی کافی ہے۔ یستحب ان یصلی قبل العشاء أربعاً وقیل رکعتین. درمختار[۲] مگر چار میں زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں کس طرح کرتے تھے حال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوں تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپ ان دونوں رکعتوں میں قرأت کیا کرتے تھے جب نبی کریم ﷺ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو کھڑے ہو جاتے اور رکوع کرتے اور دوسری روایت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور بیٹھ کر قرأت کرتے تھے جب تیس یا چالیس آیتوں کے بعد قرأت باقی رہ جاتی تو کھڑے ہو کر قراءت کرتے پھر رکوع اور سجدہ کرتے اور دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے جب آپ اپنی نماز پوری کر لیتے پس اگر میں جاگی ہوئی ہوتی تھی تو مجھ سے بات چیت کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو حضور اکرم ﷺ لیٹ جاتے۔

(صفحہ ہذا) [۱] بخاری شریف ص ۲ ج ۱ کتاب الإیمان، کیف کان بدء الوحی مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۱ کتاب الإیمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] ردالمحتار نعمانیہ ص ۴۵۳ ج ۱، مطلب فی السنن والنوافل. باب الوتر والنوافل کتاب الصلوٰۃ شامی زکریا ص ۴۵۲ ج ۲، کبیری ص ۳۸۵ فصل فی النوافل، مطبوعہ لاھور، النھر الفائق ص ۲۹۶ ج ۱ باب الوتر والنوافل، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

عشاء سے پہلے چار سنت

سوال:- رسولِ اکرم ﷺ سے ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان واقامت کے بیچ میں نماز ہے، کہا یہ جاتا ہے کہ عشاء کی چار سنتیں فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر داخل کی ہیں، کیا اس حدیث شریف کی بناء پر کسی سنت کا جبکہ نماز کا وقت ہو چکا ہو، اذان کے قبل پڑھنا غیر افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا جس سے یہ سنتیں ثابت کی جاتی ہیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

عشاء سے قبل چار رکعت

سوال:- قبل العشاء چار رکعت سنت کے بارے میں حضور والا کی رائے معلوم ہوئی حضور والا سے مراجعت کے بعد ہدایہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت نظر آئی ارسالِ خدمت کر رہا ہوں کہ صحیح اور سقم کا حق حضور والا ہی کو حاصل ہے اگر چہ مراراً حضرت کی نظر پڑی ہوگی۔ سنن سعید بن منصور من حدیث البراء رفعه مَنْ صَلّٰی قَبْلَ الْعِشَاءِ أَرْبَعاً كَانَ كَأَنَّمَا تَهَجَّدَ مِنْ لَيْلَةٍ وَمَنْ صَلَّاهُنَّ بَعْدَ الْعِشَاءِ كَمَنْ صَلَّاهُنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أخرجهٗ البيهقی من حديث عائشة رضی الله تعالیٰ عنها موقوفاً واخرجهٗ الدار قطنی والنسائی موقوفاً علیٰ كعب. هدايه[2] ص ۱۲۹ حاشية الدارية مكتبه رشيديه.

---

[1] أما الأربع قبلها فلم يذكر فی خصوصها حديث لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل أنه عليه السلام قال بين كل أذانين صلاة الخ ص ۳۸۵ فصل فی النوافل، مطبوعه لاهور، اعلاء السنن ص ۱۶ ج۷ باب النوافل والسنن حديث، "بين كل أذانين صلاة" مطبوعه امداديه مكة المكرمة، البحر الرائق ص ۵۰ ج۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه كراچی.

[2] الدراية فی تخريج احاديث الهداية علی هامش الهداية ص ۱۵۱ ج۱ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

حضرت والا نسائی میں روایت نظر نہیں آئی، دیگر کتابیں نصیب ہی نہیں کہ تلاش کروں۔ اب ۸/شعبان کو فرصت ہو رہی ہے اسلئے گھر کا پتہ جوابی پوسٹ کارڈ پر درج ہے، امید ہے کہ بے ادبی معاف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عشاء سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی، آپکے فرستادہ حوالہ کو میں نے تلاش کیا، متون حدیث میں کہیں نہیں پایا، فقہاء ومحدثین نے لکھا ہے۔ وأمـــا الأربـع قبـل الـعشاء فذكروا فی بیانہٖ أنه لم یثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة فكان حسناً لان الـعشـاء نظیر الظهر فی أنه یجوز التطوع قبلها وبعدها كذافی البدائع ولم ینقلوا حدیثاً فیه بخصوصہٖ لاستحبابه. البحر الرائق[1] ص ۵۰ ج ۲.

البتہ حاشیۃ البحر میں بحوالہ الاختیار حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے أنـه عـلیه الصلوٰة والسلام كَانَ یُصَلِّی قَبْلَ الْعِشَاءِ أَرْبَعاً الخ ص ۳۱۵،[2] ایک نقل کردہ عبارت میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے وهـو ماعزی الیٰ سعیدبن منصور من حدیث براء بن عـاذبؓ قـال قـال رسـول الـلهﷺ من صلی قبل الظهر اربعاً كان كأنما تهجد من لیلة ومن صـلا هن بعد العشاء كـمن صلاهن من لیلة القدر[3] رواه البیهـقـی من قوله عائشة والنسائی والدارقطنی من قوله كعب.[4]

---

[1] البحر الرائق ص ۵۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه ایچ ایم سعید كراچی، حلبی كبیری ص ۳۸۵ فصل فی النوافل مطبوعه سهیل اكیڈمی لاهور.

[2] منحة الخالق علی البحر الرائق ص ۵۰ ج ۲ مطبوعه سعید كراچی، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۱۷ فصل فی بیان النوافل مطبوعه مصر.

[3] **ترجمہ**:- نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے چار رکعات ظہر سے پہلے پڑھیں تو وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے رات میں تہجد پڑھی ہو اور جس شخص نے وہ چار رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے وہ چار رکعتیں شب قدر میں پڑھیں ہوں۔

[4] فتـح الـقـدیـر ص ۲۴۲ ج ۱ بـاب الـنـوافل، مطبوعه دار الفكر بیروت، نصب الرایة ص ۱۳۹ ج ۲ مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، طبع ثانی.

الحاصل قبل العشاء چار سنت کا ذکر کتب حدیث میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۳ھ

عشاء سے پہلے چار رکعت

سوال:- ایک حدیث کی تلاش میں چند ماہ گذر گئے مگر دستیاب نہ ہوسکی۔ حدیث عشاء کی چار رکعت کے بارے میں ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے عشاء کی چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی ہے تو کتنی مرتبہ آپ نے پڑھی، نفس پڑھنے کا بھی ثبوت مل جائے گا تو زہے قسمت، وہ حدیث نقل فرما کر کرم فرمائی کریں گے۔

مولانا عبدالحنان صاحب دارالعلوم چھاپی بناس کانٹھا، گجرات

الجواب حامداً ومصلیاً!

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا پڑھنا یا فرمانا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا، ہر دو اذان کے درمیان نماز کا ہونا ضرور حدیث شریف[1] میں موجود ہے، اس عموم میں نمازِ عشاء بھی داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نوافل مغرب میں اوابین کی نیت

سوال:- مغرب کے وقت سنتوں کے بعد دو رکعت نفل کی نیت اگر وقت مغرب کر کے کی جاوے تو ٹھیک ہے۔ یا اوابین کرنا چاہئے۔

---

[1] اما الأربع قبل العشاء فذكروا فى بيانه أنه لم يثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة فكان حسناً لان العشاء نظير الظهر فى أنه يجوز التطوع قبلها وبعدها ولم ينقلوا حديثا فيه بخصوصه لاستحبابه. البحرالرائق ص ۵۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعۂ ایچ ایم سعید پاکستان، حلبی کبیری ص ۳۸۵ فصل فى النوافل، مطبوعه لاهور، اعلاء السنن ص ۱۶ ج ۷ باب النوافل والسنن، مطبوعه امداديه امكة المكرمة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقت مغرب ٹھیک ہے گوضروری نہیں۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عصر کے وقت سنت ونفل

سوال: -عصر کی سنتیں پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سنتیں بھی نوافل ہی ہیں کیونکہ غیر مؤکدہ ہیں جس قدر دل چاہے پڑھے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مغرب، عشاء، ظہر کے بعد کی نفلیں

سوال: -مغرب، عشاء اور ظہر کے بعد عوام ۲-۲ رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں، کیا اسکی بھی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو رکعت بھی ثابت ہیں چار بھی ثابت ہیں چھ بھی اور مغرب میں بیس تک بھی ثابت ہیں۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۷/ ۹۲ھ

---

[۱] وکفی مطلق نیة الصلوة لنفل وسنة درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲۷۹ ج ۱ بحث النیة شامی کراچی ص ۴۱۷ ج ۱ باب شروط الصلاة، حلبی کبیری ص ۲۴۷ کتاب الصلوة الشرط السادس النیة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور الدر المنتقیٰ ص ۱۲۸ ج ۱ باب شروط الصلوة دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اوّابین کی تعداد

سوال:- اوّابین کی چھ رکعتیں دونفل مغرب کے علاوہ ہیں یا ان سمیت؟ اگر نفل مغرب سمیت ہیں تو کیا اوّابین کی چار رکعتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مراقی الفلاح کی ایک روایت میں چار نفل بھی مذکور ہیں، اس لحاظ سے دونوں ملا کر چھ ہو جائیں گی، عام روایت میں چھ ہیں اور دو سنت مؤکدہ مستقل ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۶/۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/ ۸۸ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] فمطلق جواز التطوع مجمع علیه فی جمیع الاوقات، حلبی کبیر ص۲۳۷ الشرط الخامس، طبع لاهور.

[1] عن علی رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی اثر کل صلاة مکتوبة رکعتین إلا الفجر والعصر (ابوداؤد شریف ص ۱۸۱ ج ۱ کتاب الصلوة، باب من رخص فیهما إذا کانت الشمس مرتفعة، طبع سعد بکڈپو دیوبند، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حافظ علی اربع رکعات قبل الظهر واربع بعدها حرم علی النار، ابوداؤد ص ۱۸۰ ج ۱ کتاب الصلوة، باب الاربع قبل الظهر وبعدها، طبع سعد بکڈپو دیوبند. ما صلی رسول الله علیه وسلم العشاء قط فدخل علی إلا صلی اربع رکعات أو ست رکعات، ابو داؤد ص ۱۸۵ ج ۱ کتاب الصلوت، باب الصلوة بعد العشاء، طبع سعد بکڈپو دیوبند. قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیها ینهن بسوء عدلن له بعبادة شتی عشر سنة ع ترمذی شریف ص۹۸ ج ۱ ابواب الصلوة، باب ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب، طبع مکتبه بلال دیوبند، من صلی بعد المغرب عشرین رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة، ترمذی شریف ص۹۸ ج ۱ ابواب الصلوة، باب ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] وندب (ست) رکعات بعد المغرب لقوله صلی الله علیه وسلم (من صلی بعد المغرب ست رکعات کتب من الاوابین (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۱۷ مطبوعه مصر عن ابن عباس انه علیه الصلاة والسلام قال من صلی اربع رکعات بعدالمغرب قبل أن یکلم احداً رفعت له فی علیین وکان کمن ادرک لیلة القدر فی المسجد الاقصی الخ حوالۂ بالا فصل فی بیان النوافل.

سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت

سوال:- سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت کی اور قیام جماعت عصر کی بنا پر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ چار جو اپنے ذمے واجب کر لی تھیں۔ ان کا کس وقت اتمام ضروری ہے یا مسنون ہے یا دو پڑھنے سے ساقط ہو گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض چار کی نیت کر کے شروع کرنے سے چار واجب نہیں ہوئیں، دو ہی واجب ہوئیں، جب دو پر سلام پھیر دیا تو واجب ادا ہو گیا اس کیلئے دو اور پڑھنا لازم نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اشراق پڑھنے سے حج وعمرہ کا ثواب کب ملتا ہے؟

سوال:- نماز اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے کم از کم کتنی دیر بعد میں شروع ہو جاتا ہے، نیز حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص نماز فجر کے بعد اسی جگہ پر بیٹھا رہے اور طلوع آفتاب کے بعد اشراق پڑھے تو اس کو ایک حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے تو جو شخص نہ بیٹھے اور ٹہل کر وظیفہ پڑھتا رہے یا سیر وتفریح کو چلا جائے پھر آ کر اشراق پڑھ لے تو بھی حدیث کے مطابق اسے ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعد فجر ٹہلنے اور ذکر کرتے رہنے کے بعد اشراق پڑھنے سے بھی بہت ثواب ملتا ہے مگر

---

[1] لو نویٰ اربعا لا یجب علیه بتحریمتها سوی الرکعتین فی المشهور عن اصحابنا وأن القیام إلی الثالثة بمنزلة تحریمة مبتدأةٍ (شامی کراچی ص ۴۵۹ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطلب کل شفع من النفل صلاة، تبیین الحقائق ص ۱۷۳ ج ۱ باب الوتر والنوافل، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۵۷ ج ۱ باب الوتر والنوافل.

باجماعت نماز پڑھ کر اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہ کر آفتاب کچھ بلند ہوکر اشراق پڑھنے کی جو فضیلت ہے وہ اپنی قیود سے حاصل ہوگی[1]۔ طلوع شمس سے تقریباً پندرہ منٹ گزرنے پر شعاع شمس صاف ہوجاتی ہے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب

سوال:- صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے بہشتی زیور میں لکھا ہے اس وقت تک کہ اشراق کا وقت ہو۔ اگر خاموشی کے ساتھ اپنے گھر آئے اور تلاوت قرآن کرتا رہے نماز اشراق پڑھ کر اٹھے آیا اس کو بھی وہی ثواب ملے گا یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کیلئے یہ ثواب نہیں کیونکہ بعض روایات میں اسکی تصریح ہے[2]۔ جیسا کہ خود بہشتی زیور میں

---

[1] وعن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللّٰہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہ کاجر حجۃ وعمرۃ (مشکوٰۃ ص ۸۹ ج ۱) باب الذکر بعد الصلوات، الفصل الثانی طبع یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۰ ج ۱ ابواب السفر باب ما ذکر مما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلوۃ الصبح حتی تطلع الشمس طبع مکتبۃ اشرفیہ دیوبند.

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر وہیں بیٹھ کر سورج نکلنے تک ذکر کرے اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے تو اس کو ایک حج وعمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔

[2] عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہ کاجر حجۃ وعمرۃ ترمذی شریف مع العرف الشذی، ابواب ما یتعلق بالصلاۃ باب ماذکر فیما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلوۃ الصبح حتی تطلع الشمس ص ۱۳۰ ج ۱، طبع مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر وہ اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا پھر اسنے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کیلئے حج وعمرہ کے مثل ثواب ہوگا۔

بھی موجود ہیکہ وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر وغیرہ میں مشغول رہے اور اس جگہ سے اٹھ کر گھر آ کر ذکر میں مشغول رہنے سے اس قدر ثواب نہیں ملتا۔ اسمیں کمی آ جاتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ذی الحجہ ۵۶ھ

[1] مکمل و مدلل بہشتی زیور ص ۳۰ ج ۲ مسئلہ ۱۰/سنت اور نفل نمازوں کا بیان مطبوعہ ادارہ تھانوی دیوبند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم : نوافل کا بیان

دن میں دو دو نفل کی نیت باندھے یا چار کی

سوال: -اگر کوئی شخص دن میں نوافل پڑھے اسکو کتنی کتنی رکعت کی نیت باندھنی چاہئے، دو دو کی یا چار چار کی اور مغرب کے وقت یا مغرب کے بعد نوافل پڑھی جائیں تو کتنی کتنی نیت باندھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دن اور رات میں ہر طرح اختیار ہے کہ دو دو کی نیت باندھے یا چار چار کی امام صاحب کے نزدیک چار چار کی افضل ہے صاحبینؒ کے نزدیک دو دو کی افضل ہے۔ بعض فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے دن میں چار سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے۔ رات میں آٹھ تک کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وتكره الزيادة على اربع فى نفل النهار وعلى ثمان ليلا بتسليمة والافضل فيهما الرباع بتسليمة وقالا فى الليل المثنى افضل وقيل به يفتىٰ، در مختار على الشامى زكريا، ص ۴۵۵ ج ۲ وكراچى ص ۱۶ ج ۲ ونعمانيه ص ۴۵۴ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطلب فى لفظة ثمان، تبيين الحقائق ص ۱۷۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق ص ۵۳ ج ۲ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا

سوال:- نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دو رکعت نفل بلا عذر بیٹھ کر پڑھتے ہیں کیا بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں اور بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ماہ رمضان میں بعد وتر نمازیں پڑھتے ہیں اور بعض بغیر پڑھے چلے جاتے ہیں اس معاملے میں تفصیلی جواب سے سرفراز فرمائیں!

الجواب حامداً ومصلیاً!

نوافل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا درست ہے[۱] لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے[۲]۔ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے[۳] جو پڑھے گا ثواب پائیگا نہیں پڑھے گا تو گناہ نہیں اس پر اعتراض نہ کیا جائے۔ ترغیب دینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال:- نوافل بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ اور وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اس میں کتنا ثواب ہے؟ رکن الدین میں مستحب لکھا ہے۔ یہ کتاب کیسی ہے؟

---

[۱] (قولہ یجوز النفل قاعداً) مطلقاً من غیر کراھة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۲۷ مصر، عالمگیری ص۱۱۴ ج۱ الباب التاسع فی النوافل، مطبوعہ کوئٹہ، شامی زکریا ص۴۸۳ ج۲ باب الوتر والنوافل.

[۲] من صلی قائما فھوافضل ومن صلی قاعداً فله نصف اجر القائم (مراقی الفلاح ص۳۲۷ مطبوعہ مصر (فصل فی صلاة النفل جالسا)الشامی نعمانیہ ص۴۶۸ ج۱ مبحث المسائل الستة عشرية، البحر الرائق ص۶۳ ج۲ باب الوتر والنوافل مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، شامی کراچی ص۳۶ ج۲ باب الوتر والنوافل.

[۳] عن ابی امامةان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیھما بعدالوتر وھوجالس یقرا فیھما اذا زلزلت وقل یاایھا الکافرون رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص۱۱۳، آخر باب الوتر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نوافل بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب نصف ملتا ہے بہ نسبت کھڑے ہوکر پڑھنے کے۔ اس قاعدہ کلیہ سے وتر کے بعد کی نفلیں مستثنیٰ نہیں حضرت نبی اکرم ﷺ کیلئے بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں[1] رکن دین[2] میں کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو کہ فقہ حنفی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک قابل تسلیم نہیں اس کتاب کی اصلاح بھی شائع ہوئی تھی اس کا نام ہے اصلاح رکن دین حوالہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/ ۸۵ھ

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت

سوال:- ایک شخص ہے جو کہ بیٹھ کر مستحب نماز ادا کرتا ہے آیا وہ سجدہ کس طرح کرے رانوں کو پیروں سے جدا کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس طرح کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرتا ہے اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرے رانوں کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[1] ای للمتنفل جالساً (نصف اجر القائم لقوله صلى الله عليه وسلم من صلى قائماً فهو افضل ومن صلى قاعداً فله نصف اجر) القائم يستثنى منه صاحب الشرع صلى الله عليه وسلم كما ورد عنه صلى الله عليه وسلم فان اجر صلاته قاعداً كأجر صلاته قائما من خصوصياته. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۲۷ مطبوعه مصر الشامی نعمانیه ص۴۶۸ ج ۱ شامی کراچی ص۳۶ ج ۲ باب الوتر والنوافل. مبحث المسائل الستة عشرية، البحر الرائق ص۶۳ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] مطبوعه دهلی، مصنفه حضرت مولان رکن الدين الوریؒ. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نفل چار کی نیت سے دو واجب ہونگی

سوال:- اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نماز باندھی تو وہ دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا، تو دو رکعت کی قضاً لازم ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

چار رکعت نفل کی نیت کرنے سے چاروں لازم نہیں ہوئیں، صرف دو لازم ہوئیں لہٰذا دو پر سلام پھیرنے سے دوسری دو کی قضاء لازم نہیں بغیر لازم سمجھے اگر پڑھے گا تو اجر ملے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے یا اس کا عکس

سوال: (الف) اگر کسی شخص نے بہت رکعت نماز، دو رکعت کر کے پڑھنا شروع کیں مگر توڑ دی تو اگر ایک دفعہ چار، چار، یا آٹھ، آٹھ کی نیت سے قضاء کر لیوے تو درست ہے یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۳] هكذا يستفاد من الهنديه ويضع يديه فى السجود حذاء اذنيه ويوجه اصابعه نحو القبله وكذا اصابع رجليه ويعتمد على راحتيه ويبدى ضبعيه عن جنبيه ولا يفترش ذراعيه ويجافى بطنه عن فخذيه (عالمگیری کوئٹه ص۷۵ ج ۱) الفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۲۰ ج ۱ باب صفة الصلوة فصل واذا اراد الدخول فى الصلوة مجمع الانهر ص ۱۴۶ ج ۱ باب صفة الصلوة الفصل الاول طبع دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] نعم اعتبروا كون كل شفع على حدة فى حق القرأة احتياطا وكذا فى عدم لزوم الشفع الثانى قبل القيام اليه لتردده بين اللزوم وعدمه فلايلزم بالشك ولذايقطع على رأس الشفع اذا اقيمت الصلوٰة او خرج الخطيب (الشامى نعمانيه ص۴۵۵ ج ۱، مطلب كل شفع من النفل صلاة ليس مطرداً كبيرى ص۳۹۳، مطبوعه لاهور پاكستان شامى كراچى ص۱۷ ج۲، باب الوتر والنوافل، البحر الرائق ص۵۸ ج۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(ب) اسی طرح اگر چار نفل یا سنن غیر موکدہ اکھٹے پڑھے مگر بعد میں فساد ظاہر ہوا یا چار رکعت نماز کی نذر کی مگر ادا دو دو کی تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(ج) تراویح کی نیت کر کے توڑ دی یا سنن موکدہ کی نیت کر کے توڑ دی تو بعد گذرنے وقت کے قضاء لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر وقت میں پڑھے تو نیت واجب کی کرے یا کس کی؟

(د) متصلا ظہر کے بعد دو نفلوں کی نیت کی مگر نیت کر کے توڑ دی پھر اسی وقت نفل اسی نیت سے پڑھ لئے کہ جو ظہر کے بعد کے پڑھے جاتے ہیں پڑھتا ہوں مگر واجب کی نیت نہ کی تو شروع فی النفل کی وجہ سے جو نفل لازم ہوئے تھے ادا ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) بہتر یہ ہے کہ دو دو کی الگ قضاء کرے چار چار کی بھی درست ہے رات میں چھ چھ، آٹھ آٹھ کی بھی درست ہے[1]

(ب) اس میں چار چار پڑھنا بہتر ہے دو دو بھی صحیح ہے[2]

(ج) سنن موکدہ کی صورت مسئولہ میں قضاء نہیں[3] تراویح کو بغیر جماعت کے قضاء پڑھے[4] وقت میں نیت اعادہ کرے بعد وقت کے نیت قضا فاسدہ کرے۔

---

[1] (قولہ والاعادۃ فعل مثلہ) ای مثل الواجب ویدخل فیہ النفل بعد الشروع بہ کما مر (الشامی نعمانیہ ص ۴۸۶ ج ۱ باب قضاء الفوائت مطلب فی تعریف الاعادۃ

وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ الخ (شامی کراچی ص: ۲/۱۶، باب الوتر والنوفل) تبیین الحقائق ص ۱۷۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحر الرائق ص ۵۳ ج ۲ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] ایضاً ص ۴۸۶ ج ۱، باب قضاء الفوائت مطلب فی تعریف الاعادۃ شامی کراچی ص ۶۳ ج ۲ .

[3] قولہ فی وقتہ فلا تفضیٰ بعدہ لا تبعاولا مقصوداً بخلاف سنۃ الفجر شامی نعمانیہ ص ۱۸۲ ج ۱، باب ادراک الفریضۃ مطلب ھل الاساءۃ دون الکراھۃ أوافحش شامی کراچی ص ۵۸ ج ۲، لاختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات الاماوردبہ شرع کبیری ص ۳۹۷ ج ۱، مطبوعہ لاھور.

[4] إذا فاتت التراویح لا تقضی بجماعۃ وھل تقضی بلا جماعۃ ؟ فقیل نعم ما لم یدخل وقت تراویح أخری، وقیل ما لم یمض رمضان وقیل لا تقضی وھو الصحیح الخ حلبی کبیری ص ۳۹۹ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(د) ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲/۹/ ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

فریضۂ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنا کافی نہیں

سوال: -فریضۂ ظہر سے پہلے چار سنتیں ہیں۔ کیا دو بھی پڑھی جا سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فریضۂ ظہر سے پہلے دو نہیں بلکہ چار سنت مؤکدہ ہیں، لما روی عن عائشةؓ انها قالت كان النبی ﷺ يصلی قبل الظهر اربعاً وبعده ركعتين وبعد المغرب ثنتين و بعد العشاء ركعتين وقبل الفجر ركعتين. رواه مسلم وابوداؤد تبيين الحقائق[1] ص ۱۷۱ ج ۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد

سوال: -میرا عقیدہ ہے کہ صبح کی سفیدی ہونے کے بعد جب سے ایک روزہ دار کیلئے کھانا پینا بند ہو جاتا ہے صرف دو رکعت سنت ہی ادا کرنی ہے اس کے علاوہ کوئی نوافل اشراق تک پڑھنی

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) فصل فی النوافل، فروع نو ترک، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، البحر الرائق ص ۶۸ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطبوعه كوئٹه، الدر المختار على الشامی كراچی ص ۴۴-۴۵ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

(صفحہ ہذا) [1] تبيين الحقائق ص ۱۷۱ ج ۱، باب الوتر والنوافل، طبع امداديه ملتان، مسلم شريف ص ۲۵۲ ج ۱، كتاب الصلوة، باب جواز النافلة قائما وقاعداً الخ طبع سعد بكڈپو ديوبند ابوداؤد شريف ص ۱۸۰ ج ۱ كتاب الصلوة، باب الاربع قبل الظهر وبعدها، سعد بكڈپو ديوبند.

جائز نہیں ہیں کیا صبح کی سنت گھر ادا کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد دو رکعت ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کے وقت میں جب کہ سنت گھر پر ادا کر لی تو مسجد میں جا کر تحیۃ المسجد نہ پڑھیں، جو فرض پڑھیں گے اسی سے تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرہٗ

رات کے اندھیرے میں نماز نفل

سوال:- کیا نفل نماز اندھیرے میں پڑھنی درست ہے مثلاً تہجد کی نماز میں مسجد میں یا گھر میں اندھیرے میں پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رات کو دیکھا کہ بستر خالی ہے حضور اکرم ﷺ تشریف فرما نہیں ہیں تو وہ تلاش کرتی ہوئی گئیں اندھیرے میں مسجد میں آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے یہ حدیث ابوداؤد شریف کتب صحاح میں مذکور ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سن تحية المسجد بركعتين قبل الجلوس لقوله صلى الله عليه وسلم إذا دخل أحد كم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين" وأداء الفرض ينوب عنها قاله الزيلعي. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي ص ۳۲۰، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحىٰ. تبيين الحقائق للزيلعي ص ۱۷۳ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطبوعه امداديه ملتان.

[2] عن عائشة قالت فقدت رسول الله ﷺ ذات ليلة فلمست المسجد فاذا هو ساجد وقدماه منصوبتان وهو يقول اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصي ثناءً عليك انت كما اثنيت على نفسك وابوداؤد شريف ص ۱۲۸ ج ۱) باب الدعاء في الركوع والسجود مطبوعه مكتبه سعد ديوبند (مجمع الزوائد ص ۳۱۴ ج ۲) باب مايقول في ركوعه وسجوده، مطبوعه دار الفكر بيروت. (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

نفل بعد الوتر کا حکم

سوال:- نماز عشاء میں جوسب سے بعد کی نفل نماز ہے اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے یا بیٹھ کر؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

کھڑے ہوکر نفل پڑھنے میں جس قدر ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس سے نصف ملتا ہے حضور اقدس ﷺ نے یہ قانون امت کیلئے بیان فرمایا ہے، نوافل مسئولہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا، لہٰذا ان میں بھی یہی قانون رہے گا۔[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا

سوال:- چندروز ہوئے ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا، کہ بعد نماز وتر سوائے

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) **ترجمہ:-** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت رسول مقبول ﷺ کو گم پایا میں نے مسجد میں ہاتھ سے تلاش کیا تو آنحضرت ﷺ کو سجدہ میں پایا کہ دونوں قدم مبارک (بحالت سجدہ) کھڑے ہوئے ہیں اور آپ یہ دعا پڑھ رہے ہیں، اے اللہ میں تیری رضامندی کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں اور میں خود تجھ سے تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور میں آپ کی تعریف کا شمار نہیں کرسکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

۲؎ (قولہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اما النبی ﷺ فمن خصائصہ ان نافلتہ قاعداً مع القدرۃ علی القیام کنافلتہ قائماً ففی صحیح مسلم عن عبداللہ بن عمر وقلت حدثت یارسول اللہ ﷺ انک قلت صلاۃ الرجل قاعداً علی نصف الصلاۃ وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحدمنکم الخ (شامی زکریا ص ۴۸۴ ج ۲، الشامی نعمانیہ ص ۴۶۸، ج ۱، محبث المسائل الستۃ عشریۃ، باب الوتر والنوافل، البحر الرائق ص ۶۳ ج ۲ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۲۷ فصل فی صلاۃ النفل جالساً وفی الصلاۃ علی الدابۃ الخ مطبوعہ مصری، حاشیۃ الشلبی علی الزیلعی ص ۱۷۵ ج ۱ مطبوعہ امدادیہ ملتان.

دو رکعت نفل کے دیگر کوئی نوافل نہیں، اسلئے جسکو جس قدر نفل نماز پڑھنا ہو قبل نماز وتر پڑھے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے، جن مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے ان سے دلیل پوچھی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۷/ج ۲/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۰/ج ۲/۵۲ھ،

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

وتر کے بعد کی نفلیں بیٹھ کر پڑھنا

سوال: - بعد وتر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے اور اولیٰ کیا ہے۔ بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع کس طرح کرنا چاہئے آیا سر اور سرین کو برابر کرنا ضروری ہے یا نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پڑھنے میں ضروری اور لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز دونوں طرح ہے کھڑے ہوکر بھی بیٹھ کر بھی لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ثواب ملتا ہے لہٰذا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے، **ویتنفل قاعداً مع القدرة علیٰ القیام ابتداءً و بناء اما الابتداء فلقوله علیه السلام من**

---

[1] فی حدیث ابی هریرة إذا صلیت العشاء صلیت بعدها خمس رکعات ثم أنام فإن قمت من اللیل صلیت مثنٰی مثنٰی فان أصبحت اصبحت علٰی وتر، قال محمدؒ وبقول أبی هریرة نأخذ لا نریٰ ان یشفع الی الوتر بعد الفراغ من صلوة الوتر ولکنه یصلی بعد وتره ما احب الخ مؤطا امام محمد ص۱۴۷-۱۴۸ باب الوتر مطبوعه اشرفی دیوبند.

صلی قائماً فهو افضل ومن صلی قاعداً فله نصف اجر القائم والمراد به النفل فی غیر حالة العذر اھ زیلعی۔[۱]

اور وتر کے بعد کی نفلیں حضور ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہیں قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَؓ عَنْ صَلوٰة رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوْتِرَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَ هُوَجَالِسٌ فَإِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلوٰةِ الصُّبْحِ. مسلم شریف۔[۲]

اس پر امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں الصواب ان هاتین الرکعتین فعلهما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوٰة بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علیٰ ذٰلک بل فعله مرة اومرتین او مرات قلیلة اھ[۳]

اگر ہمیشہ بیٹھ کر ہی پڑھنا ثابت ہوتا تب بھی اس میں حضور ﷺ کیلئے کامل ثواب تھا اوروں کیلئے کامل ثواب نہیں بلکہ نصف ثواب ہوگا، ثم هو صلی الله علیه وسلم مخصوص من ذلک لما فی حدیث مسلم عن ابن عمرؓ حدثت انه صلی اللّٰه علیه وسلم قال صلوٰة الرجل قاعداً نصف صلوٰة القائم فاتیته فوجدته یصلی جالسا قال حدثت یارسول الله انک قلت صلوٰة

---

[۱] تبیین الحقائق للزیلعی شرح الکنز ص۱۷۵ تا ۱۷۶، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه پاکستان، البحر الرائق ص۶۲ ج۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجدیه کوئٹه مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۲۷ فصل فی صلاة النفل جالساً، مطبوعه مصری.

[۲] مسلم شریف ص۲۵۴ ج۱، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ

ترجمہ:- حضرت ابوسلمہؒ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں معلوم کیا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اس طریقہ پر کہ پہلے آٹھ رکعات پڑھتے، پھر وتر پڑھتے تھے، پھر دو رکعات بیٹھ کر پڑھتے تھے اس میں جب آپ رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع فرماتے، پھر آپؐ دو رکعات فجر کی نماز اور تکبیر کے درمیان ادا فرماتے۔

[۳] نوویؒ علی مسلم شریف ص۲۵۴ ج۱، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ

الرجل قاعداً علیٰ النصف من صلوٰۃ القائم وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکن لست کاحدکم اھ شلبی[1] ص۱۷۵ ج۱

سر کو گھٹنوں کے برابر کرنا بہتر اور افضل ہے لازم نہیں، سر اور کمر کو جھکانے سے بھی رکوع ادا ہوجاتا ہے، لو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یحاذی جبهته قدام رکبتیه فیحصل الرکوع قلت ولعله محمول علیٰ تمام الرکوع والافقدعلمت حصوله باصل طأ طأة الرأس ای مع انحناء الظهر شامی ۴۶۵[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱۲/ ۵۵ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف ۲۲/ ذی الحجہ ۵۵ھ

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہوکر افضل ہیں یا بیٹھ کر

سوال: - وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا موجب زیادہ اجر ہے یا کھڑے ہوکر، چونکہ اس مسئلہ میں صرف عوام ہی مختلف نہیں بلکہ اہل علم کا بھی اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس حکم کو مدلل اور بحوالہ کتب احادیث شریفہ یا فتاویٰ سے وضاحت فرمائیں اور اگر خیر القرون وائمہ مجتہدین سے کسی کا قول وعمل بھی ثابت ہو تو تحریر فرما کر مشکور فرمایا جائے موجب اجر عظیم ہوگا؟

---

[1] حاشیة تبین الحقائق شرح الکنز الدقائق ص۱۷۵ ج۱، باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه پاکستان، البحر الرائق ص۶۳ ج۲ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجدیه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۳۲۷ فصل فی صلاة النفل جالساً مطبوعه مصری.

[2] شامی زکریا ص۱۳۸ والشامی نعمانیه ص۳۰۰ ج۱ باب صفة الصلوٰة، بحث الرکوع والسجود، طحطاوی علی المراقی ص۱۸۵ باب شروط الصلوة، مطبوعه مصری، سعایة ص۱۱۳ ج۲ باب صفة الصلوة، الرکوع مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب وبیدہ ازمۃ الحق والصواب حامداًومصلیاً!

عن ابن عمرؓ حدثت انه صلی اللّٰه علیه وسلم قال صلوٰۃ الرجل قاعداً نصف صلوٰۃ القائم فاتیته، فوجد ته یصلی جالساً قال حدثت یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انک قلت صلوٰۃ الرجل قاعداً علی النصف من صلوٰۃ القائم وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحدمنکم اھ فتح القدیر[1] ص ۳۲۹ ج ۱ انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر قاعداً الیٰ قوله ولکن له ای للمتنفل جالساً نصف اجر القائم اھ مراقی الفلا ح[2] یستثنٰی منه صاحب الشرع صلی اللّٰه علیه وسلم کما ورد عنهﷺ فان اجر صلوٰته قاعداً کاجر صلوٰتهٖ قائما فهو من خصوصیاتهٖ اھ طحطاوی[3] عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان رسول

---

[1] (فتح القدیر ص ۴۶۰ ج ۱ فصل فی القراء ۃ مطبوعه دارالفکر)

ترجمہ:-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ حضرت نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا اجر کھڑے ہوکر پڑھنے والے کے اجر کا آدھا ہے میں۔حضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرتﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا عرض کیا۔یارسول اللہﷺ مجھ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اجر کھڑے ہوکر پڑھنے والے کے اجر کا آدھا ہے اور آپ بھی بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ارشاد فرمایا۔ہاں،لیکن میں تم جیسا نہیں ہوں۔

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۲۷ مطبوعه مصر فصل فی صلوٰۃ النفل جالساً. باب الوتر واحکامه.

ترجمہ:-حضرت نبی اکرمﷺ وتر کے بعد بیٹھ کر کر نماز پڑھتے تھے۔الیٰ قولہ لیکن بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے کھڑے ہوکر پڑھنے والے کے اجر کا آدھا ہے۔

[3] طحطاوی علی المراقی ص ۳۲۷، مطبوعه مصر، فصل فی صلوٰۃ النفل جالساً. باب الوتر واحکامه. اس سے صاحب شرعﷺ مستثنیٰ ہیں جیسا کہ وارد ہوا ہے پس بیشک آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہوکر پڑھنے کے برابر ہی ملتا تھا اور یہ آنحضرتﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہﷺ نو رکعات وتر پڑھتے تھے پھر جب ضعف ہوگیا سات رکعات پڑھتے تھے اور وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔اس میں قرآن پاک پڑھتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے کھڑے ہوکر رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے یہ کلام اگر دو رکعتوں سے متعلق ہے پس جب دو رکعتوں میں لمبی لمبی سورتیں قراءت فرماتے تو بیٹھ کر قراءت فرماتے پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے کھڑے ہوتے اور کھڑے ہوکر رکوع اور سجدہ فرماتے۔اور جب چھوٹی سورتیں پڑھتے تو بیٹھ کر پڑھتے اور بیٹھ کر ہی رکوع اور سجدہ فرماتے اھ۔ابوداؤد نے کہا (جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے) ہمارے اصحاب وتر کے بعد کی دو رکعتوں کے قائل نہیں (بذل المجہود)

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یوتر بتسع رکعات ثم لماضعف اوتر بسبع رکعات ورکع رکعتین وھو جالس بعد الوتر یقرأ فیھما القراٰن فاذا ارادان یرکع قام فرکع ثم سجد ھذا الکلام ان تعلق بالرکعتین فاذا کان یقرأ فی الرکعتین سورا طوالا یقرأ قاعداً ثم اذا اراد ان یرکع یقوم فیرکع ویسجد وھو قائم واما اذا قرأ فیھما السور القصار یقرأ وھو قاعد ویرکع ویسجد وھو قاعد اھ قال ابوداؤد کما (فی بعض النسخ) اصحابنا لایرون الرکعتین بعدالوترا ھ بذل المجھود[1] ص۲۹۴و۲۹۵ جلد۲.

ھذا الحدیث اخذ بظاھرہ الاوزاعی واحمد فیما حکاہ القاضی عنھما فاباحا رکعتین بعد الوتر جالساً وقال احمد لا افعلہ ولا امنع من فعلہ قال وانکرہ مالک قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعد الوتر جالساً لبیان جواز الصلوٰۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علیٰ ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ اھ نووی شرح مسلم[2] ص۲۵۴، ج۱، والصواب ان یقال ان ھاتین الرکعتین تجری مجری السنۃ وتکمیل الوترفان الوتر عبادۃ مستقلۃ ولاسیما ان قیل بوجوبہ فتجری الرکعتان بعدہ مجری سنۃ المغرب من المغرب فانھا وتر النھار والرکعتان بعدھا تکمیل لھافکذالک الرکعتان بعد وترالليل اھ زادالمعاد[3] واکثر الصحابۃ ومن بعدھم من اھل العلم علی ترکھما اھ

---

[1] بذل المجھود ص۱۲۰ تا ۱۲۱، ج۷، مطبوعہ مصر. ابواب التطوع، تحقیق نفیس فیما وقع فی نسخ ابی داؤد من الغلط.

[2] نوی شرح مسلم ص۲۵۴ ج۱ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ. باب صلوٰۃ اللیل وعددرکعات النبی الخ.

امام اوزاعی اورامام احمد نے اس حدیث کے ظاہر کواختیار فرمایا جیسا کہ قاضی نے ان سے نقل کیا ہے کہ دونوں نے وتر کے بعد بیٹھ کر دورکعت کا انکار فرمایا ہےاورامام احمد نے کہا نہ میں پڑھتا ہوں نہ پڑھنے والوں کوروکتا ہوں۔

امام مالکؒ نے اسکا انکار کیا ہے میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے وتر کے بعدان دورکعتوں کوبیٹھ کر پڑھا ہے وتر کے بعد نماز پڑھنے کے جواز کو بیان فرمانے کے لئے اورنفل نماز کے بیٹھ کر جائز ہونے کو بیان فرمانے کیلئے، اوراس پرمواظبت نہیں فرمائی ہے بلکہ ایک یادو یاچندمرتبہ کیا ہے۔

[3] زاد المعاد ص۸۷ ج۱ مطبوعہ دارالفکر.

ترجمہ:-اورصحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ ایک یادونوں رکعتیں سنت کے قائم مقام اوروتر کی تکمیل کے لئے ہیں اس لئے کہ وتر عبادت مستقلہ ہے بالخصوص جب کہ اس کوواجب کہا جائے تواس کے بعد کی دورکعتیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والمحققون من اکابرنا علی ان اتیانهما قیاماً افضل ا ھ اعلاء السنن[۱] ص ۸۲، ج ۶،

عبارت منقولہ میں نوافل بعد الوتر کے متعلق تمام اختلافی پہلو اور دلائل آ گئے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے بیٹھ کر انکو پڑھنا مستحب فرمایا ہے کذا فی مالابدمنہ[۲] حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی رائے بھی یہی ہے کذا فی فیض الباری[۳] حضرت مولانا رشید احمد صاحب[۴] گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ،[۵] حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ دہلوی کی تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنا موجب زیادہ اجر ہے دونوں طرف علماء و محققین ہیں ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ سے کوئی تصریح منقول نہیں دیکھی اس اختلاف کے رفع کرنے کی سعی بے سود ہے، یہ کچھ اہم اختلاف نہیں، ضوابط کلیہ من الاحادیث کے مطابق قول ثانی ہے یعنی کھڑے ہوکر پڑھنا موجب زیادہ اجر ہے اور نفس اتباع فعل رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر پڑھنے میں ہے گو اسمیں بھی دو قسم کی روایتیں ہیں اکثر صحابہ و من بعدهم من اهل العلم کا مسلک اعلاء السنن کی عبارت میں منقول ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۰/۶۷ھ

الجواب صحیح : سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ذیقعدہ ۶۷ھ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) مغرب کے بعد کی سنت کے قائم مقام ہوں گی اس لئے کہ وہ دن کی وتر ہیں اور اس کے بعد کی دو رکعتیں اس کی تکمیل کے لئے ہیں اسی طرح وتر لیل کے بعد کی دو رکعتیں۔

(صفحہ ہذا) [۱] اعلاء السنن ص ۱۰۹، ج ۶، مطبوعہ پاکستان، حکم الرکعتین بعد الوتر، فصل فی قنوت الوتر.

ترجمہ : اکثر صحابہ اور ان کے بعد والے اہل علم ان کے ترک کے قائل ہیں اھ اور ہمارے اکابر محققین اس کے قائل ہیں کہ ان کا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے۔

[۲] بعد وتر دو رکعت نشسته خواندن مستحب است (مالابدمنه ص ۵۷، فصل درنوافل)

[۳] بقی ان الجلوس فیهما ا تفاقی اوقصدی فاختار النووی رحمه الله تعالیٰ الاول وعندی المختار هو الثانی لانهما لم تثبتا عنه قائما قط فحمل فعله فی جمیع عمره علی الاتفاق ممایصادم البداهة وإذن وهوقصدی (فیض الباری ص ۴۲۶، ج ۲، کتاب التهجد باب المداومة علی رکعتی الفجر، مطبوعه دیوبند).

[۴] ملاحظه هو تالیفات رشیدیه ص ۳۰۶، سنتوں اور نفلوں کا بیان، مطبوعه لاهور.

[۵] ملاحظه هو امداد الفتاوی ص ۴۶۱ ج ۱، باب النوافل، مطبوعه زکریا دیوبند.

شب برأت کی بعض نمازیں

سوال: -بعض کتابوں میں لکھا ہے، کہ شب برأت میں عبادت کی نیت سے غسل کرے دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور مغرب کے وقت ہی سے عبادت میں مشغول ہو جائے تا کہ نامۂ اعمال کی ابتداء اچھے کاموں سے ہو بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غسل تحیۃ الوضو تو اچھی چیز ہے تمام شب شام ہی سے عبادت میں مشغول رہنا بھی خوش قسمتی ہے، مگر اس کا اہتمام والتزام ثابت نہیں[1] ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا ثابت نہیں۔ غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا اور اس کو لازم سمجھ لینا دین میں مداخلت ہے اس کی اجازت نہیں۔ ہر چیز کو اس کی اصل پر رکھنا چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/ ۹۱ھ

شب براءت میں اجتماعی عبادات

سوال: -شب براءت وشب معراج کی راتوں کو مسجد کے قریبی مدرسہ میں نماز کے وقتوں

---

[1] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد قال فی الحاوی القدسی ولایصلی تطوع بجماعة غیر التراویح وماروی من الصلوات فی الاوقات الشریفة کلیلة القدر ولیلة النصف من شعبان ولیلتیی العیدوعرفة والجمعة وغیرها تصلی فرادی الخ البحرالرائق کوئٹه ص ۵۲ ج۲ باب الوتر والنوافل مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۲۶ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی واحیاء اللیالی الخ.

[2] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها (سباحة الفکر ص ۷۲ مع مجموعة الرسائل الست، مطبوعه لکهنؤ) فتح الباری ص ۶۰۹ ج۲ کتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، طبع دار الفکر بیروت، مرقاة ص ۱۴ ج۲ باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبئی.

کے بعد ساری رات تلاوت قرآن لاؤڈ اسپیکر پر کرنا جس کی آواز ساری بستی میں پہنچتی ہے ازروئے شریعت جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اس کی فضیلت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خلاف قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ یا تابعین کے کسی کا قول معتبر نہیں اور نہ شریعت مطہرہ میں حجت بن سکتا ہے اور اگر موافق ہے تو اس وقت قرآن وحدیث کی تائید اور دلیل بن جاویں گے۔

تلاوت کلام پاک خالص باری تعالیٰ کی عبادت ہے لہٰذا اس میں ریا اور سمعہ سے بچنا ضروری ہے نیز قرآن جہراً پڑھنے میں کسی کی نماز وغیرہ میں خلل نہ آوے اس کا خیال رکھنا بھی نہایت اہم ہے اگرچہ قرآن شریف کا زور سے پڑھنا افضل ہے لیکن بلند آواز سے پڑھنے میں ریا کا یا سمعہ کا خوف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے یا وظیفہ پڑھنے والے کو تکلیف ہو تو آہستہ پڑھنا چاہئے۔

شب قدر اور پندرہویں شعبان کو قرآن مکبر الصوت میں پڑھنے سے بہت سے اس شب میں نفل پڑھنے والے درود شریف پڑھنے والے یا وظائف پڑھنے والے ہوتے ہیں نیز شب کو سب لوگ بیدار نہیں رہتے اور نہ پوری شب بیدار رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اور ان کی نیند میں خلل پیدا ہونے کا قاری القرآن سبب بنتا ہے اور گنہگار ہوتا ہے نیز بلند آواز سے پڑھنے پر سننا ضروری ہو جاتا ہے اور سماع سے اعراض والا گنہگار ہو جاتا ہے جس کا سبب قاری القرآن بنتا ہے لہٰذا ان امور الصدر کے پیش نظر مکبر الصوت پر قرآن پڑھ کر دور تک آواز پہنچانا درست نہیں ہے نیز شب قدر اور شب براءت جیسی راتوں میں اجتماعاً قرآن خوانی کو فقہاء اہلسنت والجماعت نے مکروہ لکھا ہے لہٰذا تنہا پڑھنا افضل ہے اور زیادہ ثواب کا باعث ہے پس اجتماعاً شب بیداری نہیں کرنا چاہئے۔

لایقراء جهراً عندالمشتغلین بالاعمال. الافضل فی قرأة القرآن خارج الصّلوٰة. الجهر عالمگیری[1] ص ۳۱۶ ج ۵ ولو کان القاری واحداً فی المکتب یجب علی المارین

[1] عالمگیری ص ۳۱۶ ج ۵ (الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراء ة القرأن والذکر والدعاء طبع کوئٹه)

الاستماع. صبی یقرأ القرآن فی البیت واهله مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع. عالمگیری[1] ص۳۱۷ ج۵ وعلیٰ هذا لو قرأ علی السطح والناس ینام یأثم (قاری) ای لانه یکون سببا لاعراضهم عن استماعه او لانه یوذیهم بایقاظهم ونقل الحموی عن استاذه قاضی القضاة یحیی الشهیر عن قاضی زاده ان له رسالة حقق فیها ان سماع القرأن فرض عین شامی شرح[2] درمختار ص۵۷۰ ج ۱ ویکره الاجتماع علیٰ احیاء لیلة من هذهٖ اللیالی المتقدم ذکرها فی المساجد وغیرها لانه لم یفعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولاالصحابة فانکره اکثر العلماء من اهل الحجاز (مراقی[3] الفلاح شرح نورالایضاح. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/م ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مخصوص طرز پر آٹھ رکعت

سوال:- آٹھ رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورۂ اخلاص ۲۵/ بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں ممکن ہے کہ اسلاف میں سے کسی نے ایسا کیا ہو[4]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عالمگیری ص۳۱۷ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقرأة القران طبع کوئٹه.

[2] شامی زکریا ص۲۶۸ ج۲ باب صفة الصلاة مطلب فروع فی القرأة خارج الصلاة.

[3] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ص۶۴ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ واحیاء اللیالی، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص۵۲ ج۲ باب الوتر والنوافل.

[4] ومنها تخصیص سورة الاخلاص والقدر ولم یرد به الشرع، حلبی کبیر ص۴۳۳ تتمات من النوافل طبع لاهور.

مخصوص طرز پر چار رکعت

سوال: چار رکعت نفل ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پچاس بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا بھی یہی حال ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شب عیدین میں نفل

سوال: -عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے عیدین کی شب میں حضور ﷺ وصحابہؓ سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مراقی الفلاح میں لکھا ہیکہ عیدین کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے[۲]۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گذری ہے جس میں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اسکی قضا کی، جبکہ آپ مزدلفہ میں تھے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۲/ ۶۱ھ

وارد حال مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ، پنجاب۔

---

[۱] ومنها تخصيص سورة الاخلاص والقدر ولم يرد به الشرع، حلبى كبير ص ۴۳۳ تتمات من النوافل طبع سهيل اكيڈمى لاهور.

[۲] وندب(احياء ليلتى العيدين) الفطر والاضحىٰ لحديث(من احيا ليلة العيداحياالله قلبه يوم تموت القلوب) مراقى الفلاح ۳۲۵ مطبوعه مصر فصل فى تحية المسجد وصلاة الضحى واحياء الليالى باب الوتر واحكامه، بحر كوئٹه ص ۵۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل، الدر مع الشامى كراچى ص ۲۵ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطلب فى صلوة الليل. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم : تہجد کی نماز

سب سے افضل نماز

سوال: -وہ نماز کونسی ہے جو سب سے افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نوافل میں تہجد افضل ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تہجد کی نماز باجماعت

سوال: -تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [1] ثم دفع حتی اتی المزدلفة فصلی بها المغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یسبح بینهما ثم طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین له الصبح اقول انما لم یتهجد رسول صلی اللّٰه علیه وسلم فی لیلة مزدلفة لانه کان لایفعل من الاشیاء المستحبة فی المجامع لئلایتخذها الناس سنة (حجة اللّٰه البالغه ص ۵۹ ج ۲ من ابواب الحج قصة حجة الوداع مطبوعه المصریه السنیة.

(صفحہ ہذا) [1] عن ابی هریرة قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول. افضل صلاة بعد المفروضة صلاة اللیل: مسند احمد ص ۵۳۵ ج ۲ مکتبه دارالفکر بیروت. مشکوة المصابیح ص ۱۱۰ ج ۱ باب التحریض علی قیام اللیل الفصل الثالث طبع یاسر ندیم دیوبند شامی زکریا ص ۴۴۷ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاة اللیل طحطاوی مع المراقی ص ۳۲۲ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحٰی واحیاء اللیالی وغیر مطبوعه مصر. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے[۱]۔ کما مر فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن غفرلہٗ

باجماعت نمازِ تہجد

سوال:- تہجد کی نفلوں میں ایک حافظ صاحب قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں ایک مقتدی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو بھی اٹھا دیا کرو تو ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین مقتدیوں تک تو اجازت ہے اگر اس سے زائد ہوں تو مکروہ ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تہجد کی جماعت

سوال:- ہمارے علاقہ کی بعض مساجد میں تہجد کی جماعت ہوتی ہے اور اس میں بھی ایک قرآن مجید ہوتا ہے۔ تو تہجد کی نماز باجماعت پڑھنا ہے یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز (تہجد) ہے۔

(صفحہ ہذا) [۱] والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة.....ان هذافیماکان علی سبیل التداعی (مراقی الفلاح مصری مع الطحطاوی ص۳۱۳ مطبوعه مصر. باب الوتر واحکامه. الشامی نعمانیه ص۴۷۶ ج۱، البحرالرائق کوئٹه ص۵۲ ج۲، شامی کراچی ص۴۹ ج۲، باب صلاة التراویح.

[۲] والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة.....ان هذا فیما کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدیٰ واحد بواحد أو اثنان بواحد لایکره واذا اقتدیٰ ثلاثة بواحد اختلف فیه وان اقتدیٰ اربعة بواحد کره (مراقی الفلاح ص۳۱۳مصر الشامی نعمانیه ص۴۷۶ ج۱ شامی کراچی ص۴۹ ج۲، باب صلوٰةالتراویح، تاتارخانیة ص۶۷۰ ج۱ التراویح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض اکابر تہجد میں بھی بغیر اذان واقامت قرآن پاک سناتے اور سنتے رہے ہیں، مگر اس پر اہتمام نہیں چاہئے، تہجد تنہا تنہا ہی افضل ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/ ۸۹ھ

تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب

سوال:- اگر کوئی شخص رمضان میں تہجد کی نماز میں پورا قرآن شریف ترتیب سے پڑھے تو تہجد کی نماز باجماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب لکھا تھا کہ تہجد کی نماز رمضان میں باجماعت پڑھی جاسکتی ہے لیکن تداعی نہیں ہونا چاہئے۔

(۱) تداعی کا مطلب واضح طور پر بیان فرمائیں۔

(۲) اگر نماز میں اس کی جگہ تہجد کی نماز باجماعت ہورہی ہو اور اس میں قرآن شریف ترتیب سے پڑھا جارہا ہو جماعت میں دس یا پندرہ یا اس سے زیادہ آدمی روزانہ بغیر کسی دعوت واعلان کے شریک جماعت ہوجاتے ہیں تو کیسا ہے؟

(۳) جب تہجد کی نماز میں قرآن شریف ختم ہو تو اس ختم شریف میں کچھ علماء کرام کو دعا کرانے کیلئے بلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا اعلان کیا جاسکتا ہے یا نہیں کہ آج قرآن شریف ختم ہے سب لوگ دعا میں شریک ہوجائیں، اس طرح اعلان کرنا ختم کے روز کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایک امام ہو اس کے پیچھے ایک یا دو مقتدی ہوں تو بلاتکلف درست ہے۔ تین مقتدی

---

[1] الجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکرورهة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۳، مطبوعه مصر، باب الوتر واحکامه) تاتارخانیة ص ۶۷ ج ۱ التراویح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی البحر الرائق ص ۳۴۵ باب الإمامة الماجدیه کوئٹه، حلبی ص ۴۰۸ فصل فی النوافل، التراویح مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ہوں تب بھی گنجائش ہے۔اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہی تداعی ہے[۱]۔

(۲) بلا دعوت واعلان کے بھی، یہ صورت تداعی کی ہے[۲]۔

(۳) یہ بلانا اور اعلان کرنا بھی ثابت نہیں اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال:- شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاسکتی ہے اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم ازکم اس بابرکت رات میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہوجائیں اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے[۳]، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترکِ فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے

---

[۱] اما لو اقتدیٰ واحد بواحد او اثنان بواحد لایکره واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیه وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقاً مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصر ص۳۱۳، باب الوتر واحکامه، حلبی کبیری ص۴۰۸ فصل فی النوافل نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه لاهور، تاتارخانیة ص۶۷۰ التراویح، نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی.

[۲] علی سبیل التداعی ای طریق یدعو الناس للاجتماع علیهم طحطاوی علی المراقی ص۳۱۳ مصری علیٰ سبیل التداعی هو أن یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره فی الوافی بالکثرة وهو لازم معناه الخ شامی زکریا ص۵۰۰ ج۲ باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الإقتداء فی النفل علی سبیل التداعی.

[۳] ان النفل بالجماعة علی سبیل التداعی مکروه علی ما تقدم ما عدا التراویح وصلوٰة الکسوف والاستسقاء فعلم ان کُلاً من صلوة الرغائب لیلة اول جمعة من رجب وصلوة البراء ة لیلة النصف من شعبان وصلوة القدر لیلة السابع والعشرین من رمضان بالجماعة بدعة مکروه حلبی کبیری ص۴۳۲، تتمات من النوافل قبیل فصل فیما یفسد الصلاة مطبوعه لاهور، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کیلئے جمع ہونا بھی منع ہے۔ کذا فی المراقی الفلاح[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

بعد عشاء دو رکعت بہ نیت تہجد

سوال:- اگر عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل کی نیت وقت عشا کر کے کی جائے تو ٹھیک ہے یا بجائے اس کے تہجد کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقت عشاء ٹھیک ہے گو ضروری نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بعد وتر دو نفل بہ نیت تہجد

سوال:- کوئی شخص تہجد آخر شب میں پڑھنے کا عادی ہے لیکن عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی وہ تہجد کی نیت سے پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تہجد اصالۃً وہ ہیکہ سو کر اٹھ کر نصف شب گذرنے کے بعد پڑھے[۳]۔ وتر کے بعد دو نفل ہیں

(گذشتہ کا بقیہ) الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۰۱ ج ۲ باب الوتر والنوافل قبیل باب ادراک الفریضة. البحر الرائق ص ۵۳ ج ۲، باب الوتر والنوافل. مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] ویکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی المتقدم ذکرها (لیلة النصف من شعبان وغیرها) مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۲۶ فصل فی احیاء اللیالی، مطبوعه مصر.

[۲] (قوله وکفی الخ) ای بأن یقصد الصلاة بلاقید نفل او سنة او عدد (قوله لنفل) هذا بالاتفاق (الشامی نعمانیه ص ۲۷۹ ج ۱ بحث النیة باب شروط الصلاة شامی کراچی ص ۴۱۷ ج ۱) حلبی کبیری ص ۲۴۷-۲۴۸ کتاب الصلوة الشرط السادس النیة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الدر المنتقیٰ ص ۱۲۸ ج ۱ باب شروط الصلوة، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تہجد نہیں مگر ان دونفلوں میں تہجد کی نیت کرنے سے بھی نماز خراب نہ ہوگی۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قضاء تہجد

سوال:- عشاء کے وقت دو رکعت نفل بجائے تہجد پڑھی اور صبح تہجد کی قضاء بھی پڑھ لی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دو تو تہجد نہیں جو شخص تہجد نہیں پڑھ سکا وہ زوال سے پہلے بارہ رکعت پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کا ثواب پالے گا۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قضا تہجد اور نفل نماز میں جہر

سوال:- اگر تہجد فوت ہوجائے اور دن میں اس کے بجائے کچھ نفلیں پڑھ لے تو آیا

(گذشتہ کا بقیہ) [۳] وان صلاها بعد مااستيقظ من نومه سميت تهجداً فيض الباری ص۴۰۷ ج۲، وقت نماز تہجد نصف آخر شب تا طلوع صبح صادق است کما قال ﷺ افضل الصلوة بعد المفروضة صلوة فی جوف الليل رواه احمد كذا فی المشكوٰة الی قوله ومراد از جوف الليل نصف شب اخيرست وكذا فسره المحدثون (مجموعه فتاویٰ سعديه ص۷۲) شامی کراچی ص۲۴ باب ج۲ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاة الليل.

(صفحہ ہذا) [۱] كفی مطلق نية الصلاة أی بان يقصد الصلاة بلا قيد نفل أو عدد (شامی نعمانيه ص۲۷۹ ج۱، بحث النية باب شروط الصلاة) شامی کراچی ص۴۱۷ ج۱.

[۲] قال رسول الله صلى عليه وسلم من نام عن حزبه او عن شی منه فقرأه مابين صلوة الفجر وصلوة الظهر كتب له كانما قرأه من الليل ابوداؤد شريف ص۱۸۶ ج۱، كتاب الصلاة باب من نام عن حزبه مسلم شريف ص۲۵۶ ج۱ باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی صلى الله عليه وسلم الخ مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے حزب یا اور کسی چیز سے (پڑھے بغیر) سو جائے پھر اس کو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے ایسا ہے جیسا کہ رات ہی میں پڑھا ہو۔

جماعت بھی نفلوں کیلئے کرسکتا ہے یا نہیں اور جہراً بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زوال سے پہلے بارہ نفلیں پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کی مکافات ہوجائے گی[۱]، مثل فرض کے جماعت درست نہیں[۲]۔ دن میں نفلیں جہر سے پڑھنا مکروہ ہے۔ کذا فی الکبیری[۳] ۵۷۴۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ جامع العلوم کانپور

تہجد کی رکعات

سوال: - رکعاتِ تہجد کی مختلف روایتیں ہیں، صحیح روایت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عامۃً حضرت نبی اکرم ﷺ کی عادتِ مبارکہ آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کی تھی مگر یہ تحدید فرض نماز کی طرح نہیں کہ کمی بیشی جائز نہ ہو[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

---

[۱] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من نام عن حزبه او عن شئ منه فقرأه ما بين صلوة الفجر وصلوة الظهر كتب له كانما قرأ ه من الليل، ابو داؤد شريف ص ۱۸۶ ج ۱ كتاب الصلوة باب من نام عن حزبه، مسلم شريف باب صلوة الليل وعدد ركعات النبيؐ الخ مطبوعه سعد ديوبند.

[۲] والجماعة فى النفل فى غير التراويح مكروهة (مراقى الفلاح ص ۳۱۳، مطبوعه مصر، باب الوتر واحكامه، الشامى نعمانيه ص ۴۷۶ ج ۱، صلاة التراويح) تاتارخانية ص ۶۷۰ ج ۱ التراويح نوع آخر فى المتفرقات مطبوعه كراچى، بحر ص ۷۰ ج ۲ باب الوتر والنوافل، قبيل باب ادراك الفريضة، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى.

[۳] ويكره له الجهر فى نوافل النهار (كبيرى ص ۵۷۴ مطبوعه مجتبائى) فصل فى مسائل شتى.

[۴] واقل ماينبغى ان يتنفل بالليل ثمان ركعات كذا فى الجوهرة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تہجد اشراق اوابین کی رکعت

سوال:- (۱) حدیث پاک میں اشراق کی دو رکعت پر حج وعمرہ جیسا ثواب اور تمام اعضاء کی طرف سے دو رکعت پر صدقہ ہو جاتا ہے اور دو رکعت کے پڑھنے پر دن بھر کی ضرورتوں کی کفالت، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کے لئے الگ الگ دو رکعت پڑھنی پڑے گی یا صرف دو رکعت کافی ہیں۔

(۲) چاشت کی کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئیں زیادہ سے زیادہ کتنی اور کم سے کم کتنی نیز تہجد کی کتنی رکعت ہیں تحریر فرماویں۔

(۳) اوابین کی چار رکعت ہیں یا اس سے زیادہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر اشراق میں نیت کرلیں تو یہی دو رکعت ان سب مقاصد کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گی۔ لکل امرإ مانوی۔[۱]

(۲) چاشت کی چار یا آٹھ رکعات ہیں[۲]، تہجد میں کثرت سے آٹھ کا ذکر ہے کم زیادہ میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔[۳]

(گذشتہ کا بقیہ) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۲۲ (فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ واحیاء اللیالی) عالمگیری ص ۱۱۲ ج ۱ الباب التاسع فی النوافل، مطبوعه کوئٹه. شامی زکریا ص ۴۶۸ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوة اللیل.

(صفحہ ہذا) ۱ بخاری شریف ص ۲/۱، (باب کیف کان بدؤ الوحی الیٰ رسول الله ﷺ، مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند)

۲ (قوله وندب اربع الخ) الی قوله فالافضل عنده صلاتها ثمانی رکعات واماعلی قول من یقول اکثرها اثنتاعشرة رکعة لجواز العمل الضعیف، شامی کراچی ص ۲۲ ج ۲ مطلب سنة الضحیٰ مطبوعه ایچ ایم سعید، مراقی مع الطحطاوی مصری ۳۲۱ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ، بحر کوئٹه ص ۵۱ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

۳ ومنتهی تهجدهٔ علیه السلام ثمان رکعات واقله رکعتان کذا فی فتح القدیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) مغرب کے بعد ۶ رنوافل ہیں ۲ رکھی وارد ہیں، ترمذی شریف میں روایت موجود ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/ ۸۵ھ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) ناقلاً عن المبسوط فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۲ ج ۱ (الباب التاسع فی النوافل) مطبوعہ المصر، طحطاوی مع المراقی ۳۲۲ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی طبع مصر.

(صفحہ ہذا) [1] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَکَعَاتٍ لَمْ یَتَکَلَّمَ فِیْمَا بَیْنَهُنَّ بِسوءٍ عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنة، ترمذی شریف ص ۹۸ ج ۱ (باب ماجاء فی فضل التطوع ست رکعات بعدالمغرب) مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اور اس دوران کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے تو یہ چھ رکعت بارہ سال عبادت کے برابر درجہ رکھتی ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۲ ج ۲ (الباب التاسع فی النوافل) مطبوعہ بلوچستان. عن ابن عمرؓ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم رکعتین بعدالمغرب فی بیته ترمذی شریف ص ۹۸ ج ۱ (باب ماجاء ان یصلیهما فی البیت) مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل هفتم : نفل نماز کی جماعت

نفل کی جماعت

سوال:- رمضان المبارک میں بعدالتراویح صلوٰۃ نافلہ مع الجماعۃ پڑھنا درست ہے یانہیں ہمارے محلّہ کی مسجد میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس جماعت کے قیام سے باہم اختلافات بھی ہوگیا ہے مگر جہلاء اپنی ضد پر اڑے ہیں اور ہر شب میں ادا کرتے ہیں آپ دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ جماعت علی سبیل التداعی والاصرار ہے جو کہ مکروہ ہے، والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب الافى جمعة وعيد فشرط وفى التراويح سنة كفاية وفى وتر رمضان مستحبة علىٰ قول وفى وترغيره وتطوع علىٰ سبيل التداعى مكروهة اھ درمختار[1] قوله على سبيل التداعى راجع اليهما والتداعى ان يجتمع اربعة فاكثر علىٰ امام ودون ذلك لايكره اذا صلوافى ناحية من المسجد كذا فى القهستانى ونقله فى البحر عن الصدر الشهيد وظاهر اطلاقه الكراهة انهاالتحريمية اھ طحطاوی[2] ص ۲۴۰ وفى

[1] درمختار مع الشامى نعمانيه ص ۳۷۱ ج ۱، مطبوعه زكريا، ص ۲۸۷-۲۸۸ ج ۲، مطلب فى شروط الامامة الكبرى، باب الإمامة.

[2] طحطاوى على الدرالمختار ص ۳۷۵ ج ۱، باب الامامة، البحر الرائق ص ۳۴۵ ج ۱ (بقیہ آئندہ پر)

الاشباہ من البزازیة یکرہ الاقتداء فی صلوٰة الرغائب وبراء ة وقدراہ درمختارقولہ وبراء ة ھی لیلة النصف من شعبان اھ طحطاوی[1] ص ۲۹۷. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نفل نماز با جماعت قضائے عمری کیلئے

سوال:- (۱) کیا قضائے عمری اس خیال سے پڑھنا کہ تمام سال کی نمازیں جوفوت شدہ ہیں اسکے پڑھنے سے معاف ہوجاتی ہیں قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے، دو رکعت نماز نفل با جماعت، یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے یا نہیں فقہ کی کونسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

(۲) دو رکعت نماز نفل صبح یعنی دو رکعت نماز نفل پڑھنا با جماعت اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا اور اسکا اہتمام کرنا کیسا ہے اور یہ کہنا کہ اس سے حج کا ثواب مل جاتا ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ نماز شرعاً ثابت نہیں نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔[2] دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہوجاتی ہیں بالکل اصول شرع کے خلاف ہے جو فرض نماز فوت ہوتی ہے اسکی قضا فرض ہے جو واجب نماز فوت ہوتی ہے اسکی قضا واجب ہے جو سنت نماز فوت ہوتی ہو اسکی قضا بھی سنت ہے، **قضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء**

(گذشتہ کا بقیہ) باب الإمامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۴۷۰ ج ۱، باب الوتر والنوافل، بزازیه علی الهندیه ۵۴ ج ۲ الخامس عشر فی الامامة والاقتداء مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] الجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة فیما کان علی سبیل التداعی (مراقی الفلاح ص ۳۱۳، باب الوتر واحکامه، مطبوعه مصر، الشامی نعمانیه ص ۴۷۶ ج ۱، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی)، البحر الرائق ص ۳۴۵ ج ۱ باب الإمامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(درمختار[1] ص ۴۸۷ ج ۱) مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ نے قضائے عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ[2] تصنیف فرمایا ہے۔

(۲) یہ لغو اور باطل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

حضرت مدنی ؒ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا

سوال: -شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ غالباً نوافل جماعت سے پڑھتے تھے چنانچہ مکتوبات جلد سوم ص ۲۱۶ پر مکتوب ۷۸/ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں (تراویح کے بعد) ایک بجے پھر نفلوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہوکر سحری میں مشغول ہو جاتے ہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ شب میں نوافل باجماعت ادا فرماتے تھے اور لوگ مرشد کے پیچھے تبرکاً وتیمناً پڑھتے تھے تو کیا حصول یمن و برکت کے لیے ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے اس کی اصل حقیقت معلوم نہیں لیکن حضرت مدنی ؒ کی نظر حدیث وفقہ پر پوری تھی اور وہ حتی الوسع سنت پر عمل فرماتے تھے ممکن ہے کہ وہ تنہا نوافل کی نیت کر کے قراءت بالجہر کرتے ہوں یا دو تین کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہوں جس کی فقہاء کے کلام میں اجازت بھی ہے اس صورت میں تداعی نہیں اور یہ صورت مکروہ بھی نہیں، **لو لم ینو الامامة لا کراهة علیٰ الامام فلیحفظ اھ درمختار لان الکراهة انما تتحقق فیه بنیته اما اذا نویٰ النفل منفرداً فاقتدیٰ به فلا تلزمه الکراهة بفعل غیره اھ** طحطاوی[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۸۸ ج ۱، شامی کراچی ص ۶۶ ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، البحر الرائق ص ۸۰ ج ۲ باب قضاء الفوائت مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، مجموعه رسائل لکهنوی ص ۳۴۹ ج ۲ مطبوعه کراچی. (بقیہ آئندہ)

نوافل میں ختم قرآن باجماعت

سوال:- چند اشخاص کی خواہش تھی کہ نماز نفل میں ایک قرآن شریف ختم کیا جاوے حافظ نے بعد نماز مغرب وعشاء دو چار رکعت میں تھوڑا تھوڑا پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا اس دوران میں ایک شخص نے ٹوکا کہ اس طرح درست نہیں۔ نفل نماز باجماعت درست نہیں۔ اس حالت میں فعل مذکور حافظ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلما!

اگر امام کے علاوہ چار شخص یا زیادہ مقتدی تھے تو یہ فعل مکروہ ہے۔ اگر امام کے علاوہ صرف دو تین آدمی مقتدی تھے تو مکروہ نہیں، فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح[1] قال شمس الائمة الحلوانی ان اقتدیٰ به ثلاثة لایکون تداعیاً فلایکره اتفاقا وان اقتدیٰ به اربعة فالاصح الکراهة اھ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ج ۲/ ۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہٗ ۲۰/ج ۲/ ۵۲ھ صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

نوافل میں تداعی

سوال:- اگر نفلوں کی جماعت میں شروع میں تین آدمی اور ایک امام ہو اور پھر زیادہ آدمی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] طحطاوی علی الدرالختار ص ۴۷۰ ج ۱، هکذا فی الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۹ ج ۲، باب صلاة التراویح، البحر الرائق ص ۳۴۵ ج ۱ باب الإمامة مطبوعه کوئٹه، طحطاوی ص ۳۱۳ باب الوتر واحکامه مطبوعه مصری، تاتارخانیة ص ۶۷۰ ج ۱ باب التراویح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۲، مطبوعه مصر، باب الامامة، تاتاخانیة ص ۶۷۰ ج ۱ باب التراویح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۹ ج ۲ باب صلاة التراویح.

آ کر شریک ہوجائیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین آدمی مقتدی ہوں۔ایک امام ہوتو نفلوں کی جماعت درست ہے جولوگ بعد میں آ کر شریک ہوئے وہ مکروہ کے مرتکب ہوئے۔ان اقتدیٰ به ثلاثة لایکون تداعیاً فلایکره اتفاقاً وان اقتدیٰ به اربعة فالاصح الکراهة. (طحطاوی[1] ص ۱۶۶) لواقتدیٰ به واحد أواثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوابه قال الرحمتی ینبغی ان تکون الکراهة علیٰ المتاخرین.[2] شامی ص:۷۴۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جماعت نفل علی السبیل التداعی

سوال:-(۱) ہمارے یہاں قصبہ اورنگ آباد میں رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد کی نماز، درود کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتی ہے جسمیں تین آدمیوں سے زیادہ کافی آدمی ہوتے ہیں،

(۲) رمضان کے مبارک مہینہ کی طاق راتوں میں تراویح ختم ہونے کے بعد نفل نماز باجماعت ادا کیجاتی ہے اور تین آدمیوں سے بہت زیادہ آدمی ہوتے ہیں تہجد کی نماز کا بھی ان طاق راتوں میں اعلان کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے جماعت میں بہت زیادہ لوگ ہوجاتے ہیں۔

(۳) آج اس مسئلہ کو جو کہ بہشتی گوہر میں دیکھا گیا ہے تو احکام جماعت میں لکھا ہے کہ ۲/۳ آدمی مل کر نفل جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور دوام نہ کریں۔اگر دوام کریں تو مکروہ ہے۔

(۴) کیا رمضان کے مبارک مہینہ میں ۳/ سے زیادہ آدمیوں کو نفل نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے؟

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۲ مطبوعه مصر باب الامامة، تاتارخانية ص ۶۷۰ باب التراويح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی، البحر الرائق ص ۳۴۵ باب الإمامة مطبوعه الماجديه کوئٹه.

[2] الشامی نعمانیه ص ۴۷۶ ج ۱ شامی کراچی ص ۴۹ ج ۲ باب صلاة التراويح

(۵) دوام کے کیا معنیٰ ہیں؟ تشریح کیساتھ سمجھائیں تاکہ دوام کے معنی معلوم ہوجائیں،

(۶) قصبہ اورنگ آباد کے ایک امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں نوافل کا درجہ فرض جیسا ہوجاتا ہے، اسلئے کافی آدمی مل کر تہجد کی جماعت ونفل کی جماعت کرسکتے ہیں۔

(۷) ان تمام مسئلوں کو اطمینان بخش امام اعظمؒ کے مسلک کے مطابق حل کردیجئے تاکہ عوام کو تفصیلی معلومات ہوجائے اور فتویٰ پر عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایسا کرنا مکروہ ہے[۱] (۲) یہ بھی مکروہ ہے[۲] (۳) کتب فقہ درمختار وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے[۳] (۴) مکروہ ہے[۴] (۵) دوام کے معنیٰ ہمیشہ کے ہیں یعنی اتفاقیہ ایک دو دفعہ نہیں بلکہ ہمیشہ کیا جائے خواہ ایک ماہ تک ہمیشہ ہو۔

(۶) وہ کس دلیل کی بناء پر ایسا کہتے ہیں؟ کیا فقہ کی کسی کتاب میں ایسا لکھا ہے؟ کیا بعد مغرب وبعد عشاء کی سنت بھی جماعت سے پڑھیں گے؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ **والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة فالاحتیاط ترکها فی الوتر خارج رمضان وعن شمس الائمة ان هذا فیما کان علی سبیل التداعی امالو اقتدیٰ واحد بواحد أواثنان بواحدٍ لایکره وان اقتدیٰ ثلاثة بواحد اختلف فیه وان اقتدیٰ أربعة بواحد کره اتفاقاًاھ کذا فی مراقی الفلاح علی الطحطاوی[۵] ص۲۳۲، فقط واللہ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة طحطاوی علیٰ (مراقی الفلاح ص۳۱۳ ج۱، مطبوعه مصر، باب الوتر واحکامه)

[۲] کراهة الجماعة فی النفل .....اذا کان علی سبیل التداعی ای طریق یدعو الناس للاجتماع علیهم (طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۳۱۳، مطبوعه مصر)

[۳] اما لواقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکره الخ. (مراقی الفلاح ص۳۱۳، باب الوتر واحکامه، مطبوعه مصری، الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۳۷۱ ج۱، باب الامامة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نوافل کی جماعت رمضان میں

سوال:- تہجد کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ شامی جلد ۱ مصری ص ۵۲۷ کے اندر بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ مکروہ و بدعت ہے اور بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف رمضان المبارک کی اجازت ہے، مثلاً **فی البدائع من قولہٖ ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الافی قیام رمضان.** اور تہجد بھی نوافل میں شمار ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کی نفل میں شریک رہے ہیں، یعنی کان پکڑ کر داہنی طرف لانے والی روایات، تو ان سب عبارتوں سے اور بزرگانِ دین کے بعض افعال سے اجازت سمجھ میں آتی ہے۔ اگر جماعت کرے تو اس اقدام کو روکا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اوابین کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اگر تنہا آوازِ بلند پڑھے اور لوگ شریک ہو گئے، پھر دو رکعت کے بعد کسی حافظ کو بڑھا دیا جائے کہ زیادہ قرآن پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ نوافل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے رمضان ہو یا غیر رمضان، حکم عام ہے۔ ایک دو مقتدی ہوں تو تداعی نہیں تین میں اختلاف ہے چار ہوں تو تداعی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک ہی مقتدی تھے۔ بدائع کی جو عبارت شامی سے آپ نے نقل کی ہے۔ اس کے بعد علامہ شامیؒ نے لکھا ہے، **نعم ان کان مع المواظبة کان بدعة فیکرہ**[۱] اھ۔ نیز نوافل اور وتر دونوں کو بجماعت ادا کرنے کا مسئلہ ایک ہی ساتھ بیان کیا ہے،

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ۴ قد مرَّ. ۵ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۳ مطبوعہ مصر، باب الوتر واحکامہ، البحر الرائق ص ۳۴۵ ج ۱ باب الإمامة مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، تاتارخانیة ص ۶۷۰ ج ۱ التراویح نوع آخر فی المتفرقات مطبوعہ کراچی.

(صفحہ ہذا) ۱ اما اقتدأ واحد بواحد او اثنین بواحد فلایکرہ وثلاثة بواحد فیہ خلاف (الشامی نعمانیہ ص ۴۷۶ ج ۱، باب صلوٰة التراویح، مطلب فی کراھة الاقتداء فی النفل) طحطاوی ۳۱۳، مطبوعہ مصر.

ای یکرہ ذٰلک علیٰ سبیل التداعی بان یقتدیٰ اربعة بواحدٍ اھ درمختار. اما اقتدأ واحد بواحد او اثنین بواحد فلایکرہ وثلاثة بواحدٍ فیه خلاف (بحر[۱]) بعض اکابر اپنی تحقیق کی بنا پر رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ نوافل میں بھی تمام رات قرآن کریم پڑھتے اور سناتے تھے۔ مگر یہ اصل مذہب امام ابوحنیفہؒ کا نہیں ہے ان کے تبحر وتدین کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ان کے اتباع میں اصل مذہب سے عدول کیا جاتا ہے۔

(۲) اس کا جواب بھی (۱) سے واضح ہے یعنی علیٰ سبیل التداعی نہیں چاہئے یہ مکروہ ہے۔ تداعی کی تفصیل بھی آ گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الشامی نعمانیه ص۴۷۶ ج۱، شامی کراچی ص۴۹ ج۲، باب صلوٰة التراویح، البحر الرائق ص۳۴۵ ج۱ باب الإمامة مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیری ص۴۰۸ فصل فی النوافل، التراویح، مطبوعه لاهور.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل هشتم :

صلوۃ التسبیح وصلوۃ الرغائب واستخارہ

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ

سوال:- صلوٰۃ التسبیح میں ہر رکعت میں قرأت سے فراغت پر تیسرا کلمہ پندرہ مرتبہ اور دوسری جگہ پر دس دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اگر پہلی رکعت میں ۲۵ ؍مرتبہ پڑھ لیا جائے تو پھر سجدۂ ثانیہ کے بعد تاخیر القیام کی ضرورت نہیں، ایک بات تو یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ ۲۵ ؍مرتبہ کس طریقہ سے پڑھی جائے قرأت سے فراغت پر یا ثناء کے بعد؟ اس کی صورت بیان فرمادی جاوے، دوسری بات یہ ہے کہ ۲۵ ؍مرتبہ پڑھنا ہر رکعت میں ہوگا یا صرف پہلی رکعت میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثناء کے بعد ۱۵ ؍دفعہ پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ۱۰ ؍دفعہ، ۲۵ عدد ہوگیا پھر دوسری تیسری چوتھی رکعت میں قرأت الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ قرأت سورت کے بعد ۱۰ ؍مرتبہ یہ طریقہ

بھی ثابت ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ

سوال: -صلوٰۃ التسبیح کا مفصل طریقہ کیا ہے، تسبیحات کے اعداد اور مکمل طریقہ اور تسبیحات کس کس مقام پر کتنی کتنی پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چار رکعت کی نیت باندھ کر اول **سبحانک اللّٰھم** پڑھے پھر پندرہ دفعہ (**سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر**) پھر الحمد اور سورۃ پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پھر رکوع میں **سبحان ربی العظیم** پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پھر قومہ میں **سمع اللہ لمن حمدہ** کہہ کر **ربنا لک الحمد** کہکر دس مرتبہ تسبیح پھر سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر جلسہ میں دس مرتبہ تسبیح پھر سجدہ ثانیہ میں دس مرتبہ تسبیح یہ ایک رکعت میں پچھتر دفعہ تسبیح ہوگئی پھر دوسری رکعت میں **الحمد** سے پہلے پندرہ دفعہ اور اسی ترتیب کے ساتھ چاروں رکعات پڑھی جائیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فبعدالثناء خمسة عشرثم بعد القراة وفی رکوعه والرفع منه وکل من السجدتین وفی الجلسة بینهما عشر اعشراً بعد تسبیح الرکوع والسجود الخ. (الشامی نعمانیه ص ۴۶۱ ج ۱، شامی کراچی ص۲۷ ج۲، باب صلاة التسبیح، مطلب فی صلاة التسبیح کبیری ص ۴۳۱ فصل فی تتماة من النوافل، مطبوعه لاهور الهندیه ص ۱۱۲ ج ۱ مطبوعه کوئٹه.

[2] ابو وهب قال سألت عبد اللّٰه بن المبارک عن الصلوٰة التی یسج فیها قال یکبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صلوٰۃ تسبیح جماعت کے ساتھ

سوال:- (۱) صلوٰۃ التسبیح جماعت کیساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پڑھانے والے کا مقصد صرف مقتدیوں کا اصرار بغرض تعلیم وترکیب ہو؟

(۲) اگر شقِ ثانی مراد ہے تو امام اور مقتدیوں میں کس حد تک گناہ کے مرتکب ہیں؟

(۳) امام اور مقتدی کی صلوٰۃ التسبیح ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ درمختار کی عبارت السنۃ نافلۃ موجود ہے۔ اگر شقِ اولیٰ مراد ہو تو ثواب میں کچھ کمی ہوجائے گی یا ثواب برابر ملے گا؟

(۴) نماز تسبیح جماعت کیساتھ پڑھنے والوں کو بدعتی کہنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ موحد ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ منقول ومشروع نہیں[۱]۔

(۲) التزام کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے[۲]۔

(گذشتہ کا بقیہ) ثم یقول خمس عشر مرة سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر، ثم یتعوذ ویقرأ بسم الله الرحمن الرحیم وفاتحة اللکتاب وسورة ثم یقول عشرمرات سبحان الله والحمد لله ولااله الا الله والله اکبرثم یرکع فیقولها عشرا ثم یرفع راسه فیقولها عشرا ثم یسجد فیقولها عشراً ثم یرفع رأسه ویقولها عشراً ثم یسجد الثانیة فیقولها عشراً یصلی اربع رکعات علی هذا فذ لک خمس وسبعون تسبیحة فی کل رکعة یبدأ فی کل رکعة بخمس عشرة تسبیحة ثم یقرأ ثم یسبح عشراً. ترمذی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب ماجاء فی صلوٰة التسبیح، شامی کراچی ص ۲۷ ج ۲ باب صلاة التسبیح، کبیری ص ۴۳۱، فصل فی تتماةٍ من النوافل، مطبوعه لاهور.

(صفحہ ہذا) [۱] صلوٰۃ التسبیح نفل ہے اور نفل کی جماعت مکروہ ہے۔ والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة (طحطاوی علی المراقی ص ۳۱۳، مطبوعه مصر، باب الوتر واحکامه) البحر الرائق ص ۳۴۵ ج ۱ باب الإمامة مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی نعمانیه ص ۴۷۶ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل الخ.

[۲] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة، سعایه ص ۲۶۵ ج ۲، باب صفة الصلوٰة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، سباحة الفکر ص ۷۴ مطبوعه احمدی لکهنؤ.

(۳) کراہت کے ساتھ ہوگی۔

(۴) اگر وہ اس کی جماعت کو ثواب سمجھ کر کریں تو یہ بدعت بھی ہے اور مکروہ بھی ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صلوٰۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت

سوال: - ہمارے گاؤں میں عورتیں صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرتی ہیں اور جماعت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ان کا امام پیڑھا بچھا کر پیچھے بیٹھ جاتا ہے اور اگر بچہ روتا ہے تو اس کو چپکا کر دیا جاتا ہے اور کتا ہوتا ہے تو اس کو بھی دفع کر دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کی جماعت فرض نماز میں مکروہ ہے[۲] اور صلوٰۃ التسبیح تو نفل ہے اسکی جماعت مردوں کیلئے بھی مکروہ ہے[۳] عورتوں کیلئے اس کی کراہت میں زیادہ شدت ہوگی، اگر وہی نماز پڑھاتی ہے جو پیڑھا بچھا کے پیچھے بیٹھتی اور کتے وغیرہ کو دفع کرتی ہے تو بالکل نماز نہیں ہوتی اور یہ حقیقۃً نماز ہی

---

[۱] من قال انه بدعة اراد به ان ایقاعه علی وجه مخصوص والتزام ملتزم لم یعهد فی الشرع (سباحة الفکر ص ۷۶)

[۲] ویکره تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح افاد ان الکراهة فی کل ماتشرع فیه جماعة الرجال فرضا اونفلاً (درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۸۰ ج ۱) شامیکراچی ص ۵۶۵ ج ۱، باب الامامة. تاتارخانیة ص ۶۰۸ واما بیان من یصلح اماما لغیره الخ مطبوعه کراچی، مجمع الانهر ص ۱۶۴ ج ۱ فصل فی الجماعة سکب الانهر ص ۱۶۴ ج ۱ فصل فی الجماعة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] والجماعة فی النفل فی غیرالتراویح مکروهة. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۳، مطبوعه مصر، باب الوتر واحکامه) تاتارخانیة ص ۶۷۰ ج ۱ التراویح، نوع آخر فی المتفرقات، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۴۹ ج ۲ باب صلاة التراویح.

نہیں بلکہ جہالت کی پوٹ ہے۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/ ۸۵ھ

صلوٰۃ الرغائب

سوال:- صوبہ گجرات کے بعض اضلاع میں مسلمانان کرام شب برأت میں خصوصاً بعد عشاء دو رکعت نماز نفل جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور یہ عمل بالالتزام ہر سال ان کی جانب سے انجام پذیر ہوتا ہے کیا ایسی نماز نفل کی جماعت کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس جماعت کا کوئی ثبوت نہیں نہ حدیث میں نہ فقہ حنفی میں بلکہ حنفیہ کی معتبر کتب میں اس کو مکروہ لکھا ہے ومن المندوبات احیاء لیلة العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجة ویکون بلکل عبادة تعم اللیل او اکثره اھ درمختار[۲] ویکره الاجتماع علیٰ احیاء لیلة من هٰذهٖ اللیالی فی المساجد قال فی الحاوی القدسی ولایصلی تطوع بجماعة وماروی من الصلوٰت فی الاوقات الشریفة تصلی فرادیٰ ومن هٰهنا یعلم کراهیة الاجتماع علیٰ صلوٰة الرغائب التی تفعل فی رجب اول لیلة جمعة منه وانها بدعة ومایحتاله اهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والکراهة فباطل اھ بحر[۳] عن المحلی طحطاوی[۴] ص ۲۸۸. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] وإنما ارشد الٰی التوسط لأنه اقل کراهة من التقدم لکن لا بد أن یتقدم عقبها عن عقب من خلفها لیصح الإقتداء حتی لو تأخر لم یصح الخ مجمع الانهر ص ۱۶۴ ج ۱ فصل فی الجماعة دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۴۵۹ تا ۴۶۰ ج ۱ مطلب فی صلاة اللیل باب الوتر والنوافل شامی کراچی ص ۲۵ ج ۲ (حاشیہ ۳ و ۴ اگلے صفحہ پر)

صلوٰۃ الحاجت وغیرہ بعد مغرب

سوال: - کیا صلوٰۃ حاجت، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء بھی بعد المغرب بلا کراہت جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا کراہت اجازت ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۸۹ھ

صلوٰۃ الحاجت میں استغفار

سوال: - کیا صلوٰۃ حاجت میں بھی نوافل کی طرح حاجت کے ساتھ استغفار وغیرہ کی نیت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۸۹ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [3] بحر کوئٹہ ص ۵۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل

[4] طحطاوی علی المراقی ص ۳۲۶، فصل فی تحیة المسجد وصلوة الضحی واحیاء اللیالی، مطبوعه مصر حلبی کبیر ص ۴۳۲ تتمات من النوافل، طبع لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] ثلاث ساعات لاتجوز فیها المکتوبة ولاصلاة الجنازه ولاسجدة التلاوة اذا اطلعت الشمس حتی ترتفع وعند الانتصاف الی ان تزول وعند احمرارها الٰی ان تغیب الخ. عالمگیری کوئٹه ص ۵۲ ج ۱ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التی لاتجوز فیها المکتوبة، وتکره فیها البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج ۱ کتاب الصلوة، مجمع الانهر ص ۱۰۰ ج ۱ کتاب الصلوة طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] تنبیہ:- صلوٰۃ حاجت چونکہ اپنی ضرورت اور حاجت کو حاصل کرنے کیلئے مشروع کی گئی ہے اور انسان کو اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے سے بڑھ کر کیا حاجت ہوسکتی ہے لہٰذا اس میں استغفار کرنا جائز ہے۔ ثم لیقل لااله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله رب العرش العظیم الحمد لله رب العالمین اسئلت موجبات رحمتک (بقیہ آئندہ)

مسائل کیلئے استخارہ

سوال: -کسی بدعتی سے کہا جائے کہ میلاد کرنا بدعت ہے، تمہارا جی چاہے نماز استخارہ پڑھ لو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسائل کے جائز وناجائز ہونے کا دارومدار دلائل شرعیہ پر ہے، استخارہ پر نہیں، استخارہ ایسی چیز دیکھنے کیلئے نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

امام کے مصلیٰ پر کسی کا نماز پڑھنا

سوال: -کبھی جب کوئی دوسرا شخص امامت کرتا ہے فرض پڑھ کر مصلیٰ چھوڑ دیتا ہے، تو امام کے مصلیٰ پر سنت وغیرہ پڑھنے میں کیسا ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم لاتدع لی ذنباً الاغفرته ولاهما الافرجته الخ. (حلبی کبیر ص ۴۳۲، تتمات من النوافل) طبع لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۲۴ فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی واحیاء اللیالی وغیرها طبع مصر الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۷۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاة الحاجة.

(صفحہ ہذا) [1] اعلم ان محل ندب الاستخارة انما هو فی الامور التی لا یدری العبد وجه الصواب فیها اما ما هو معروف خیره او شره کالعبادات وصنائع المعروف والمعاصی والمنکرات فلا حاجة الی الاستخارة فیها، طحطاوی مع المراقی ص ۳۲۳ فصل تحیة المسجد وصلاة الضحی واحیاء اللیالی وغیرها، مطبوعه مصر، معارف السنن شرح سنن الترمذی ص ۲۷۸ ج ۵ باب ما جاء فی صلاة الاستخارة مطبوعه مکتبۂ اشرفیه دیوبند، عمدة القاری شرح صحیح البخاری ص ۲۲۴ ج ۴ الجزء السابع باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جماعت کے بعد جب امام نے مصلیٰ چھوڑ دیا اور کوئی دوسرا شخص وہاں سنت پڑھنا چاہے تو اجازت ہے، اگر امام کو ناگوار گذرے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند

---

[۲] کما یستفاد من هٰذه العبارة: ولا یقعد فی بیته علی تکرمته کسجادته او سریره الا باذنه، مرقاة شرح مشکوة ص۹۰ ج۲ باب الامامة، الفصل الاول، مطبوعه معارف السنن ص ۳۲۹ ج۲ باب الاحق بالامامة، مطبوعه المکتبة النوریة دیوبند، شرح الطیبی ص۵۸ ج۳ باب المامة، مطبوعه زکریا دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دہم

تراویح کا بیان

فصل اول : تراویح کی نماز

تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟

سوال:- تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تراویح پڑھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنیاد ڈالی ہے، اور پڑھی ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن زید بن ثابتؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیھا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قدنام فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم قال مازال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ماقمتم بہ. مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۴/ باب قیام شھر رمضان الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریا کا ایک حجرہ بنایا کئی راتوں تک اس میں نماز پڑھی یہاں تک کہ بہت لوگ جمع ہوگئے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال:-حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے، بیس رکعت تراویح پڑھنے کی صحیح حدیث تحریر کریں۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے؟ میں یہ نہیں معلوم کر رہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کتنی رکعت تراویح پڑھی گئی بلکہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا، حدیث صحیح تحریر کریں۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ سے بھی بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے: **احادیث العشرین رکعة. روی ابن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی فی معجمه وعنه البیهقی من حدیث ابراهیم بن عثمان ابی شیبة عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر، انتهی.** (نصب[1] الرایة ص ۱۵۳ / ج ۲/)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی تھی، چنانچہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: **کانَ الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب**

(**گذشتہ کا بقیہ**) پھر ایک رات انہوں نے آپ کی آواز گم پائی، انہوں نے خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں، پھر ان مین سے بعض کھنکارنے لگے تا کہ آپ ان کی طرف نکلیں آپ نے فرمایا میں نے وہ چیز جو تمہارے ساتھ رہی ہے دیکھی ہے، یہاں تک کہ میں ڈرا کہ تم پر فرض نہ کر دی جائے، اور اگر تم پر فرض ہو جاتی تو تم اسکو پڑھ نہ سکتے۔**وقال اهل السنة والجماعة انهاسنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فعلهاثلاث لیال الخ تاتارخانیه ص ۶۵۳ / ج ۱ /الفصل الثالث عشرفی التراویح ، مطبوعه کراچی.**

(**صفحہ ہذا**) [1] **نصب الرایة ص ۱۵۳ / ج ۲ / فصل فی قیام شهر رمضان مطبوعه المجلس العلمی گجرات.**

رضی اللّٰہ عنہ رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ (ص ۴۰/ ج ۲/)[1] اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہی تھا، چنانچہ مؤطا امام مالک ہی میں ہے: عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجتُ مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل ویصلی بصلوٰتہ الرھط. فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ واللّٰہ انی لأ رانی لو جمعت ھؤلاء علٰی قارئ واحد لکان امثل فجمعھم علٰی ابی بن کعبؓ (مؤطا[2] امام مالک ص ۴۰/)

ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ جمع الناس فی رمضان علٰی ابی بن کعبؓ وعلٰی تمیم الدّاریؓ الخ (عمدۃ القاری[3] ص ۳۵/ ج ۵/) رہا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیس رکعت پڑھنے کا ثبوت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے، جنکے متعلق قرآن میں آتا ہے: اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ[4] الخ.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۸۸/۸/۵ھ

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال: - کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ کو رمضان شریف میں تراویح آٹھ رکعت بھی پڑھنے کا حکم دیا تھا، یا صرف دو رکعت ہی پڑھنے کا؟

---

[1] مؤطا امام مالک ص ۴۰/ ما جاء فی قیام رمضان. مطبوعہ اشرفی دیوبند

[2] مؤطا امام مالک ص ۴۰/ ما جاء فی قیام رمضان مطبوعہ اشرفی دیوبند

[3] عمدۃ القاری ص ۱۲۷/ ۶/ الجزء الحادی عشر کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان. مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[4] سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۴/۔

ترجمہ: - کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداًومصلیاً

وللجمهور مارواه البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوايقومون على عهد عمرؓ عشرين ركعة وعلى عهد عثمانؓ وعليؓ مثله[1] وفي الموطاء عن يزيد ابن رومان قال كان الناس في عهد عمرؓ يقومون في رمضان بثلث وعشرين ركعة[2] وفي المغني عن عليؓ انه امررجلاً ان يصلي بهم في رمضان بعشرين ركعة قال وهذا كالاجماع[3] قال البيهقي والثلث في حديث ابن رومان صلى الوتر، كبيری[4] ص ۳۸۸/ ان روایات سے بیس رکعات ثابت ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا بیس رکعات تراویح حدیث مرفوع سے ثابت ہے؟

سوال:- بیس رکعات تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

کیا کسی صحیح حدیث میں تراویح کا لفظ آیا ہے نیز مرفوع حدیث کی تعریف کیا ہے جو بات لکھیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح فرمان سے لکھیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند // // //

---

[1] سنن كبيرى للبيهقى ج۴/ص ۴۹۶/باب ما روى فى عددركعات القيام فى شهررمضان، مطبوعه دارالفكربيروت.

[2] مؤطاامام مالکؒ ص ۴۰/ماجاء فى قيام رمضان، طبع زكرياديوبند.

[3] المغنى لابن قدامه ج ۱/ص ۴۵۶/حكم صلاة التراويح وعددهارقم الفصل ص ۱۰۹۵/طبع دارالفكربيروت.

[4] حلبى كبير، ص ۴۰۶/فصل فى النوافل تراويح، طبع سهيل اكيڈمى لاهور۔

دو دو رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے

سوال:- جہاں تراویح الم ترکیف سے پڑھی جاتی ہوں، وہاں لوگ چار چار رکعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو دو رکعت پڑھنا سنت ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آٹھ رکعات تراویح پڑھنا

سوال:- بہت سے حنفی المذہب لوگوں نے اہل حدیث کا اتنا اثر قبول کیا کہ آٹھ رکعتیں تراویح کی پڑھنے لگے، اگر یہ احتمال ہو کہ منع کرنے کی صورت میں وہ آٹھ رکعتیں بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت سنت ہیں[۲] آٹھ پڑھنے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی، جن

---

[۳] وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات) کما هو المتوارث یسلم علی رأس کل رکعتین فاذا وصلها وجلس علی کل شفع فالاصح انه ان تعمد ذلک کره وصحت مقابله ما فی منیة المصلیٰ، من عدم الکراهه لانه اکمل لزیادة المشقة ورد بأن الکمال لا یحصل بمجرد المشقة مالم یکن فیه اتباع السنة. (طحطاوی مع المراقی ص۲۲۵/) مطبوعه دمشق مطبوعه مصر ص ۳۳۶، فصل فی صلاة التراویح، المحیط البرهانی ص۲۵۰/ج۲/الفصل الثالث عشر، فی التراویح والوتر، النوع الاول فی بیان صفتهاالخ مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری ص۱۱۵/ج۱/الباب التاسع فی النوافل فصل فی التراویح مطبوعه کوئٹه.

[۲] وهی عشرون رکعة هو قول الجمهور وعلیه عمل الناس شرقاً وغرباً الخ. تنویر الابصار مع الشامی نعمانیه ص ۴۷۴/ ج۱/ شامی زکریا ص۴۹۵/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح، (بقیہ آئندہ)

لوگوں کی طبیعت میں ضد ہو ان کو کچھ نہ کہا جائے، دعاء خیر کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہر ترویحہ ایک نماز ہے، یا مجموعۂ تراویح ایک نماز ہے

سوال:- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے، اسلئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک نماز کے ہے، اسلئے اس کے ختم پر دعاء مانگتے ہیں، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعاء، درود، تلاوت جو چاہیں کریں[1] اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت نہیں، اس سے احتیاط کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کی تراویح میں امامت

سوال:- ایک حافظ صاحب گاؤں میں قرآن شریف سنا رہے تھے ایک رکعت میں کم از

(گذشتہ کا بقیہ) المحیط البرهانی ص ۲۴۹/ ج ۲/ الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر، النوع الاول فی بیان صفتها الخ، مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیه ص ۶۵۴/ ج ۱/ الفصل الثالث عشر فی التراویح، مطبوعه کراچی، البحر الرائق ص ۶۶/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] وهم مخیرون فی الجلوس بین التسبیح والقرأة والصلوٰة فرادی والسکوت مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۲۶/ دمشق مطبوعه مصر ص ۳۳۷/ فصل فی صلاة التراویح الشامی نعمانیه ص ۴۷۴/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۴۹۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، المحیط البرهانی ص ۲۵۰/ ج ۲/ الفصل الثالث عشر، فی التراویح والوتر، النوع الاول الخ مطبوعه ڈابهیل.

[2] ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۲/ ج ۱/۔

کم پانچ دفعہ غلطی کرتے تھے، کچھ لوگوں نے دوسرے حافظ صاحب کا تعین کردیا آیا ان کا یہ فعل صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کو قرآن یاد نہیں ہے اس کو تراویح کے لئے امام نہ بنایا جاوے جس کو یاد ہے اس کو امام بنایا جاوے اتفاقاً کہیں غلطی ہوجائے تو مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال:-ایک لڑکا حافظ قرآن ہے، اس کی عمر اس سال شعبان المعظم ختم ہونے پر چودہ سال نو ماہ ہوگی، بظاہر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی جاتی تو وہ اس سال رمضان میں تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسکو رمضان المبارک آنے سے پہلے احتلام شروع ہوجائے تو اس کو امام بنا کر تراویح اس کے پیچھے پڑھنا درست ہوگا ورنہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۸۹ھ

---

[1] ولکن یقدموا، الدرستخوان الخ کبیری ص:۴۰۷، باب التراویح مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،تاتارخانیه ص ۶۶۰/ ج ۱/الفصل الثالث عشرالتراویح مطبوعه کراچی ،عالمگیری ص۱۱۶/ج ۱/ الباب التاسع فی النوافل الخ، فصل فی التراویح،مطبوعه کوئٹه.

[2] ولا یصح اقتداء الرجل بامرأة وصبی مطلقاً ولوفی جنازة ونفل علی الاصح. (درمختار نعمانیه ص۳۸۸/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۲۱/ ج ۱/ باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی وحده)المحیط البرهانی ص ۱۷۹/ ج۲/الفصل السادس،احکام الامامة والاقتداء،مطبوعه ڈابهیل،تاتارخانیه ص۶۶۸/ج ۱/التراویح،نوع آخرفی امامة الصبی فی التراویح،مطبوعه کراچی.

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال:- زید کے لڑکے کی عمر ۱۳/سال ہے حافظ قرآن ہے تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے نہ سنانے کی حالت میں قرآن پاک بھول جانے کا اندیشہ ہے، اسکی امامت فرض و تراویح میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ لڑکا بالغ ہے تب تو اس کے پیچھے فرض اور تراویح سب نمازیں صحیح ہیں، اگر وہ نابالغ ہے، تو اس کے پیچھے نہ فرض نماز صحیح ہے، نہ تراویح، فرض اور تراویح سب کی امامت کیلئے مفتی بہ قول پر بلوغ شرط ہے اور اس بارہ میں خود لڑکے کا قول معتبر ہوگا، قرآن شریف بھول جانے کے خوف سے نابالغ کا تراویح پڑھانا درست نہیں، البتہ اگر اس کے سب مقتدی بھی نابالغ ہوں تو امامت درست ہوگی: **ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازة ونفل علیٰ الاصح درمختار قال الشامی[1] (ج ۱/ ص ۶۰۴/) والمختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها (کذا فی الهندیة[2] ج ۱/ص ۸۴/) وفیه امامة الصبی المراهق لصبیان مثله یجوز کذا فی الخلاصة[3] وادنی المدة فی حقه اثنا عشرة سنة وفی حقها تسع سنین یعنی لوادعیا البلوغ فی هٰذة المدة تقبل**

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۳، ۳۲۲، ج:۲، مطبوعه نعمانیه ص ۳۸۸/ ج ۱/ مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی وحده. باب الامامة، المحیط البرهانی ص ۱۷۹/ ج ۲/ الفصل السادس احکام الامامة والاقتداء، مطبوعه ڈابهیل تاتارخانیه ص ۶۶۸/ ج ۱/ التراویح نوع آخر امامة الصبی الخ مطبوعه کراچی.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۸۵/ ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره.

[3] عالمگیری ص ۸۵/ ج ۱/ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۵۷۷/ ج ۱/ باب الامامة قبیل مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی وحده، البحر الرائق ص ۳۵۹/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

منهما (بحر[1] ص ۸۵/ ج۸/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یکم شعبان ۵۳ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ ۲/شعبان ۵۲ھ

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال:- دس بارہ سال کا لڑکا حافظ قرآن ہوجائے، نابالغ ہے تو کیا وہ ماہ رمضان شریف میں تراویح دیگر لوگوں کو سنا سکتا ہے، مقتدیوں کی تراویح ختم ہوجائے گی۔

مولوی غلام احمد صاحب شیخ الجامعہ مدرسہ جامع عالیہ بھاولپور کا فتویٰ موجود ہے کہ نابالغ حافظ تراویح میں قرآن شریف سنا سکتا ہے اور تراویح ہوجاتی ہے کیا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اگر مختلف فیہ ہے تو فتویٰ کس پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ قاضی خاں فی امامۃ الصبیان فی التراویح میں ہے: **اختلفوا فيه قال مشائخ العراق وبعض مشائخ بلخ لا يجوز وقال بعضهم يجوز وعن نصير بن يحيٰى انه سئل عنها قال تجوز اذا كان ابن عشر سنين وقال شمس الائمة السرخسى الصحيح انه لا يجوز لانه غير مخاطب وصلاته ليست بصلوة على الحقيقة فلا تجوز امامته كامامة المجنون ان ام الصبيان يجوز لان صلوٰة الامام مثل صلوٰة المقتدى الخ** (ص ۲۴۳/ ج ۱/)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق كوئٹه ۸۵ / ج۸/ قبيل كتاب الماذون، شامى كراچى ص ۱۵۳ / ج۶ / كتاب الحجر، فصل فى بلوغ الغلام بالاحتلام الخ.

[2] خانية على هامش الهندية ص ۲۴۳ / ج ۱ / باب التراويح فصل فى امامة الصبيان فى التراويح. مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص ۶۶۸ / ج ۱ / التراويح نوع آخر فى امامة الصبى الخ مطبوعه كراچى، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۲۲ / ج ۲ / مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبى وحدهٗ باب الامامة.

اس امام کے پیچھے تراویح جو بیٹھ کر پڑھائے

سوال :- ایک حافظ صاحب بہ سبب کمزوری کے کھڑے ہو کر نماز تراویح میں قرآن شریف نہیں سنا سکتے ہیں اور ان کا دل چاہتا ہے کہ قرآن شریف سناؤں اور اکثر نمازی بھی ان کے پیچھے قرآن شریف سننا چاہتے ہیں ایسی حالت میں یہ صاحب بیٹھ کر تراویح یا فرض نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ امام صاحب کھڑے ہو کر پڑھانے پر قادر نہیں ہیں تو ان کو بیٹھ کر بھی نماز پڑھانا شرعاً درست ہے، اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ اگر ان سے بہتر امامت کے لائق یا کم از کم ان کے ہم رتبہ کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو کہ نماز کھڑا ہو کر پڑھا دیا کرے اور فرض وہ پڑھا دے اور تراویح یہ حافظ جی پڑھا دیا کریں: **وصح اقتداء متوضی بمتیمم، وغاسل بماسح وقائم بقاعد اھ** (تنویر ص ۶۱۰/ ج ۱/[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا صحیح: عبد اللطیف یکم رجب ۶۰ھ

امام تراویح میں سنائے اور سامع نہ ہو اور مقتدی سمجھے کہ امام نے غلط پڑھا تو کیا حکم ہے؟

سوال :- نماز تراویح اگر ایک ہی حافظ پڑھائے اور سامع کوئی نہ ہو اور حافظ کوئی

---

[1] تنویر الابصار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص ۳۹۶/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۳۶/ ج ۲/ باب الامامة، قبیل مطلب فی رفع المبلغ صوته الخ، البحر الرائق ص ۳۶۴/ ج ۱/ باب الامامة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۱۸۱/ ج ۲/ الفصل السادس احکام الامامة والاقتداء، مطبوعه ڈابهیل.

غلطی کر جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

(۱) ایسی صورت میں قرآن شریف تراویح میں سنے یا الم ترکیف سے؟

(۲) اگر مقتدیوں کو شبہ ہو جائے تو ایسی حالت میں مقتدی کیا کرے؟

(۳) اگر قرآن شریف کی وجہ سے مقتدی تراویح کم پڑھتے ہوں تو کیا مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے **الم ترکیف** سے پڑھے؟

(۴) اگر حافظ کو اطمینان ہو اور مقتدیوں کو نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

(۵) بعض مقتدیوں کا خیال ہے کہ اگر حافظ صاحب کو یوں اطمینان ہوتا تو قرآن شریف کو بار بار کھولنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی آیت چھوٹ جائے یا تغیر وتبدل پیدا ہو کہ جس کا علم نہ حافظ صاحب کو ہے، نہ مقتدیوں کو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر پختہ حافظ ہو کہ اسکو خوب یاد ہو، بغیر تراویح بھی پڑھنے اور سنانے کی وجہ سے بار بار تجربہ ہو چکا ہے تو اس کیلئے مضائقہ نہیں[۱] بلا وجہ غلطی کا اس پر وہم نہ کیا جائے[۲] اگر حافظ ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے کوئی حافظ رہنا چاہئے تا کہ بھول پر بتا سکے اور غلط نہ پڑھنے دے ورنہ الم ترکیف سے پڑھ لی جائے[۳]

---

[۱] کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۴/ ج۴/ تا ۲۵۵ /ج۴/، لاینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان (حلبی کبیر ص ۴۰۷/ فصل فی النوافل، تراویح طبع لاهور، خانیه علی الهندیه ص ۲۳۸/ ج ۱/ کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح.

[۲] والحالة الثانیة ان یقع فی النفس شئ من غیر دلالة فلا یکون ذلک اولی من ضده فهذا هو الشک فلا یجوز الحکم به. (الی قوله) واکثر العلماء علی ان الظن القبیح ممن ظاهره الخیر لا یجوز الخ. (احکام القرآن للتهانوی ص ۲۸۲/ ج۴/ تحت قوله تعالیٰ ان بعض الظن اثم، سورة حجرات، مطبوعه کراچی)

[۳] کیونکہ غلط پڑھنے کی صورت میں غلطی کا وبال مستقل ہوگا: لان اللحن حرام بلا خلاف. (الهندیه ص ۳۱۷/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع) نیز اگر کچھ حصہ چھوٹ گیا تو ختم قرآن کے ثواب سے بھی محرومی کا باعث ہے، لہٰذا (اس سے بچنے کے لئے) الم ترکیف سے پڑھنا ہی مناسب ہوگا، اور خطا فاحش فساد صلوٰۃ کو بھی مستلزم ہے۔

(۲) پختہ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ کر ختم قرآن کی فضیلت حاصل کرے، جو کچا حافظ ہو اور اٹکتا ہو غلط پڑھتا ہو اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے، اگر الم تر کیف سے پڑھائے تو اسکے پیچھے پڑھ لے ورنہ کسی دوسری جگہ پڑھے تاکہ غلطی سے حفاظت رہے، اگرچہ ختم کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے[۱] مقتدی کو جو شبہ ہو امام سے دریافت کرے اور بلا تحقیق عین نماز میں نہ کچھ بتائے نہ کچھ پوچھے بلکہ سلام کے بعد شبہ دور کرے۔

(۳) اگر مقتدی پورا قرآن نہ سنیں بلکہ اسکی وجہ سے جماعت میں آنا بھی بند کر دیں تو پھر مجبوراً ختم نہ کیا جائے، بلکہ اتنا پڑھاوے کہ مقتدی سن لیں اور مسجد کو نہ چھوڑیں لیکن ایسی حالت میں سنت ختم سے سب محروم رہیں گے، لہٰذا ہمت کر کے ختم کا اہتمام کیا جائے[۲]

(۴) امام نے تو پڑھایا دکیا سنایا اس کو تو اس لئے اطمینان ہے، مقتدی کو اطمینان کیوں نہیں؟ اگر مقتدی کے نزدیک امام غلط پڑھتا ہے، اور صحیح کرنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ ایسے امام کے پیچھے نہ پڑھے[۳]

---

[۱] اذا کان امامه لحانا لاباس بان یترک مسجده ویطوف. الهندیة کوئٹه ص ۱۱۶/ ج ۱/ الباب التاسع فی النوافل ،فصل فی التراویح،خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۳۹/ ج ۱/ باب التراویح فصل فی مقدار القراءة فی التراویح ،حلبی کبیر ص۴۰۸/فصل فی النوافل ،تراویح طبع سهیل اکیڈمی لاهور، ودرأ المفاسد اولی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة الخ. (الاشباه والنظائر ص۱۴۷/) القاعدة الخامسة، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

[۲] والختم مرة سنة ولا یترک الختم لکسل القوم لکن فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر مالا یثقل علیهم واقره المصنف الخ. الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۴۹۷/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح،بحر کوئٹه ص۶۸/ج۲/باب الوتر والنوافل مراقی مع الطحطاوی مصری ص۳۳۷/فصل فی صلاة التراویح.

[۳] ینبغی ان یستدل لهذه المسئلة بما ذکروا فی الاقتدأ بالمخالف مانصه وان الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منه مایفسد الصلاة علی اعتقاد المقتدی الخ. وذکر ایضاً هذا بناء علی ان العبرة لرأی اقتدی وهو الاصح الخ (الشامی نعمانیه ص ۳۷۸/ ج ۱/) باب الامامة. مطلب فی الاقتداء بشافعی.

(۵) اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے کہ امام کو متشابہ لگ گیا پھر اس نے قرآن شریف کھول کر دیکھ لیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے، جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں اور نماز فاسد ہو جاتی ہے، تاہم اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو ایسے شخص کو ایسی حالت میں امام نہ بنایا جائے، اگر دوسرا کوئی شخص امامت کا اہل نہ ہو تو امام کو چاہئے کہ دن میں خوب یاد کرے کسی کو سنایا کرے ورنہ الم ترکیف سے یا جہاں سے پختہ ہو وہاں سے ہی تراویح میں پڑھ دیا کرے غلط سلط پڑھ کر نماز خراب نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۸۷ھ

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت یا دو امام کامل کر تراویح پڑھانا

سوال:- ایک متوسط جامع مسجد میں دو حصے ہیں اوپر نیچے، تو رمضان المبارک میں اوپر نیچے دونوں جگہ تراویح ہو سکتی ہے، یعنی ہر حصہ کے علیحدہ امام ہیں، دونوں ایک ہی مکتبہ فکر کے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا اجازت ہے، جب کہ نیچے بہت جگہ ہے اور دونوں حافظوں کا کوئی سامع نہیں ہے، تو یہ صورت مناسب ہے کہ ایک حافظ پڑھے اور دوسرا سنے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اوپر نیچے تراویح علیحدہ علیحدہ ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح دو جگہ بھی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ آوازوں میں ٹکراؤ نہ ہو، مگر اچھا یہی ہے کہ امام کے پیچھے سب تراویح پڑھیں، اور دوسرے حافظ سامع کی حیثیت سے پیچھے رہیں تاکہ اگر لقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے تو آسانی رہے، پھر چاہیں ایسا کریں کہ ایک شب ایک امام

صاحب تراویح پڑھائیں ،اوردوسری شب دوسرے امام صاحب تراویح پڑھائیں، یا ۸/رکعت ایک امام صاحب پڑھائیں اور بارہ رکعت دوسرے امام صاحب پڑھائیں، تاکہ دونوں کو سنانے کا موقع مل جائے ،اور جماعت بھی ایک ہی رہے، حرم شریف میں ایسا ہی کرتے ہیں، کہ دونوں امام پڑھاتے ہیں، ''وفی الخلاصه اذا صلی التراویح الواحد اما مان کل امام رکعتین اختلف المشائخ والصحیح انه لایستحب لکن کل ترویحة یؤدیهاامام واحد[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسائل تراویح

مسئلہ (۱) کل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں[2] اوران کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اگر تمام اہل محلّہ تراویح چھوڑ دیں تو سب ترک سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔ (کبیری[3] ص۳۸۴/)

مسئلہ (۲) اکثر اہل محلّہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاقاً ایک دوشخص نے

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ج ۱/ص ۴۶/کتاب الصلاة ،الفصل الثالث فی التراویح ،طبع امجداکیڈمی لاهور،هندیه کوئٹه، ج ۱/ص ۱۱۶/الباب التاسع فی النوافل ،فصل فی التراویح ،تاتارخانیه کراچی ج ۱/ص ۶۵۵/الفصل الثالث عشرفی التراویح.

[2] التراویح عندناعشرون رکعة بعشرتسلیمات وهومذهب الجمهور،حلبی کبیرص ۴۰۶/التراویح ،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۳۶/فصل فی صلاة التراویح ،تنویر الابصارمع الشامی زکریاص ۴۹۵ ج۲/مبحث صلاة التراویح.

[3] ان الجماعة فیها سنة علی سبیل الکفایة حتی لو ترک اهل محلة کلهم الجماعةوصلوا فی بیوتهم فقد ترکوا السنة وقد اساؤا فی ذلک. (کبیری ص ۴۰۳/)مطبوعه سهیل اکیڈمی، لاهور باب التراویح،عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۶/ج ۱/فصل فی التراویح ،مجمع الانهرص ۲۰۳/ج ۱/باب الوترو النوافل ،فصل اول،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

جماعت سے نہیں پڑھی، بلکہ اپنے مکان میں تنہا پڑھی تب بھی سنت ادا ہوگئی۔ (کبیری ص۳۸۴/[1])

مسئلہ (۳) گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی فضیلت حاصل ہوجائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔ (کبیری ص۳۸۴/[2])

مسئلہ (۴) تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے، (لہٰذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی، وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں۔ (کبیری ص۳۹۱/[3])

مسئلہ (۵) ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہوکر اب اسی شب میں اسکو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں، البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہورہی ہو تو وہاں (بہ نیت نفل) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ (کبیری ص۳۸۹/[4])

---

[1] وان اقیمت التراویح فی المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلی فی بیته فقد ترک الفضیلة لا السنة الخ (کبیری ص۴۰۲/) باب التراویح. مطبوعه لاهور،عالمگیری کوئٹه ص۱۱۶/ج۱/فصل فی التراویح ،البحرالرائق کوئٹه ص۶۸/ج۲/باب التراویح والنوافل.

[2] وان صلی احد فی بیته بالجماعة حصل لهم ثوابها وادرکوا فضلها ولکن لم ینالوا فضل الجماعة اللتی تکون فی المسجد لزیادة فضیلة المسجد وتکثیر جماعته ، کبیری ص ۴۰۲/ باب التراویح ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،مجمع الانهرص۲۰۳/ج۱/باب الوتر والنوافل ، فصل اول مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،عالمگیری کوئٹه ص۱۱۶/ج۱/فصل فی التراویح.

[3] وفی القنیة لو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس لهم ان یصلوا التراویح جماعة لانها تبع للجماعة. (کبیری ص۴۰۳/) مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. مطبوعه رحیمیه دیوبند، ص ۳۹۱/ باب التراویح،مجمع الانهرص۲۰۴/ج۱/باب الوتروالنوافل ،فصل اول،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص۷۰/ج۲/قبیل باب ادارک الفضیلة.

[4] ولو ام رجل فی التراویح ثم اقتدی باخر فی تراویح تلک اللیلة ایضا لا یکره له ذلک ولو ام فی التراویح مرتین فی مسجد واحد کره،وان فی مسجدین اختلف فیه حکی عن ابی بکر الإسکاف انه لا یجوز الخ (کبیری ص ۴۰۸/ مطبوعه لاهور باب التراویح)عالمگیری کوئٹه ص۱۱۶/ج۱/فصل فی التراویح،طحطاوی علی المراقی مصری ص۳۳۵/فصل فی التراویح ،المحیط البرهانی ص۲۵۱،۲۵۲/ج۲/نوع آخر فی ان الجماعةهل هی سنة التراویح ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

مسئلہ (۶) ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ (کبیری[۱])

مسئلہ (۷) کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں، لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ (بحر[۲])

مسئلہ (۸) نابالغ کو تراویح کیلئے امام بنانا درست نہیں۔ (کبیری[۳]) البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (خانیہ[۴])

مسئلہ (۹) اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عالمگیری[۵])

---

[۱] لو صلی العشاء وحده فله ان یصلی التراویح مع الامام وهو الصحیح کبیری ص ۴۱۰/ باب التراویح مطبوعه لاهور، واذاجازت التراویح بامامین علی هذا الوجه جاز ان یصلی الفریضة احدهما ویصلی التراویح الآخروقد کان عمررضی اللّٰه عنه یؤمهم فی الفریضة والوتروکان ابّی یؤمهم فی التراویح هندیه کوئٹه ص ۱۱۶/ ج ۱/ فصل فی التراویح،تاتارخانیه کراچی ص ۶۵۵ ج ۱/الفصل الثالث عشرفی التراویح،قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۳/ ج ۱/باب التراویح.

[۲] ولو صلوا التراویح ثم اراد وان یصلوا ثانیا یصلون فرادی البحر الرائق ص ۶۸/ ج ۲/ آخر باب الوتر والنوافل، مطبوعه کوئٹه،عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۶/ ج ۱/فصل فی التراویح ،تاتار خانیه کراچی ص ۶۵۷/ ج ۱/نوع آخرفی ان الجماعة هل هی سنة التراویح.

[۳] ذکر فی بعض الفتاویٰ لا یجوز ان یوم البالغین فی التراویح ایضاً وهو المختار الخ (کبیری ص ۴۰۹/) باب التراویح، مطبوعه لاهور،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۸/ ج ۱/نوع آخر فی امامة الصبی فی التراویح عالمگیری کوئٹه ص ۸۵/ ج ۱/الفصل الثالث فی بیان من یصلح امامالغیره.

[۴] وان امّ الصبیان یجوز لان صلاة الامام مثل صلوٰة المقتدی. (خانیه علی هامش الهندیه ص ۲۴۳/) فصل فی امامة الصبیان فی التراویح مطبوعه کوئٹه،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۸/ ج ۱/ نوع آخرفی امامة الصبی فی التراویح المحیط البرهانی ص ۲۶۳/ ج ۲/نوع آخرفی امامة الصبی فی التراویح،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۵] قال الامام اذا کان امامه لحانا لاباس بان یترک مسجده ویطوف الخ. (الهندیه، ص ۱۱۶ ج ۱/) فصل فی التراویح، مطبوعه کوئٹه،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۰/ ج ۱/نوع آخربیان القراء ة فی التراویح ،خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۹/ ج ۱/فصل فی مقدارالقراء ة فی التراویح.

مسئلہ (۱۰) اجرت مقرر کر کے امام کو تراویح کے لئے بلانا مکروہ ہے۔ (عالمگیری[۱])

مسئلہ (۱۱) ہر ترویحہ پر یعنی چار رکعت پڑھ کر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسۂ استراحت مستحب ہے، (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے، لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے گرانی ہو تو نہ بیٹھے) (عالمگیری[۲]) اور اتنی دیر تک اختیار ہے کہ تسبیح، قرآن شریف، نفلیں جو دل چاہے پڑھتا رہے، اہل مکہ کا معمول طواف کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا ہے، اور اہل مدینہ کا معمول چار رکعت پڑھنے کا۔ (کبیری[۳]) اور یہ دعا بھی منقول ہے۔

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملائکة والروح لااله الا الله، نستغفر الله نسألک الجنة ونعوذبک من النار. (شامی[۴])

---

[۱] ویکره للرجال ان یستأجروا رجلا یؤمهم فی بیتهم الخ. (الهندیه ص ۱۱۶ / ج ۱ /) فصل فی التراویح، مطبوعه کوئٹه، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۳ / ج ۱ / باب التراویح، تاتارخانیه کراچی ص ۶۵۶ / ج ۱ / نوع آخر فی ان الجماعة هل هی سنة التراویح.

[۲] ویستحب الجلوس بین الترویحتین قدر ترویحة وکذا بین الخامسة والوتر کذا فی الکافی وهکذا فی الهدایة ولو علم ان الجلوس بین الخامسة والوتر یثقل علی القوم لا یجلس هکذا فی السراجیة. (الهندیة ص ۱۱۵ / ج ۱ /) فصل فی التراویح، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۶ / ج ۲ / مبحث صلاة التراویح، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۳۷ / فصل فی صلاة التراویح، مطبوعه مصر.

[۳] وهو مخیر فیه ان شاء جلس ساکتا وان شاء هلل اوسبح اوقرأ اوصلی نافلة منفردا وهذا الانتظار مستحب لعادة اهل الحرمین فان عادة اهل مکة ان یطوف بعد کل اربع اسبوعاً و یصلوا رکعتی الطواف وعادة اهل المدینة ان یصلوا اربع کعات الخ. (کبیری ص ۴۰۴ / باب التراویح، مطبوعه لاهور) عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۵ / ج ۱ / فصل فی التراویح، تبیین الحقائق ص ۱۸۰ / ج ۱ / قبیل باب ادراک الفضیلة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] شامی زکریا ص ۴۹۷ / ج ۲ / مبحث صلاة التراویح.

مسئلہ (۱۲) دس رکعت پر جلسۂ استراحت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (کبیری[۱])

مسئلہ (۱۳) ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے۔ (کبیری[۲])

مسئلہ (۱۴) دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں آٹھ رکعت بھی ایک سلام سے پڑھنا مکروہ نہیں، (مگر ہر ترویحہ پر جلسہ استراحت کی فضلیت حاصل نہ ہوگی) البتہ اس سے زائد خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ (کبیری[۳])

مسئلہ (۱۵) اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی، تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیان جلسہ کے وقت پوری کرلے، اگر موقعہ نہ ملے تو وتروں کے بعد پڑھے اور وتروں یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔ (کبیری[۴])

---

[۱] وان استراح علی خمس تسلیمات ای عقیب عشرہ رکعات قال بعضهم لاباس به ای لا یکرہ وقال اکثر المشائخ لا یستحب ذلک لمخالفة عمل اهل الحرمین وقوله لایستحب کنایة عن الکراهة التنزیهیة الخ (کبیری ص ۴۰۴/ مطبوعه لاهور باب التراویح)شامی زکریا ص۴۹۷/ ج۲/مبحث صلاة التراویح ،البحر الرائق کوئٹه ص ۶۹/ ج۲/باب الوتر والنوافل.

[۲] ومن المکروہ مایفعله بعض الجهال من صلوٰة رکعتین منفرداً بعد کل رکعتین لانها بدعة مع مخالفة الامام. (کبیری ص ۴۰۴/) باب التراویح، مطبوعه لاهور،طحطاوی علی المراقی مصری ص۳۳۷/فصل فی صلاة التراویح ،الدرالمختارمع الشامی زکریاص۴۹۷/ج۲/ مبحث صلاة التراویح.

[۳] وعند البیض یجوزالکل عن تسلیمة واحدة وفی ظاهر الروایة عنه یجوز عن اربع تسلیمات بناء علی ان الزیادة علی الثمان بتسلیمة واحدة یکرہ، کبیری ص۴۰۵/ باب الراویح. مطبوعه لاهور، المحیط البرهانی ص۲۵۷/ج۲/نوع آخرفیمااذاصلی الامام ترویحة واحدة الخ مطبوعه المجلس ڈابهیل تاتار خانیه کراچی ص۶۶۳/ج ۱/نوع آخرفیما اذا صلی الامام ترویحة الخ.

[۴] فاتته ترویحة او ترویحتان وقام الامام الی الوتر ذکر فی واقعات الناطفی عن ابی عبد الله الزعفرانی انه یوتر مع الامام ثم یقضی مافاته الی قوله حتی لودخل بعد ماصلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانه یصلی الفرض اولاوحده ثم یتابعه فی التراویح حلبی کبیری ص ۴۱۰/ باب التراویح ، مطبوعه لاهور،عالمگیری کوئٹه ص۱۱۷/ج ۱/فصل فی التراویح،البحرالرائق کوئٹه ص۶۷/ج۲/باب الوترالنوافل تاتارخانیه کراچی ص۶۶۹/ج ۱/نوع آخرفی المتفرقات.

مسئلہ (۱۶) اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے مثلاً امام نے بغیر وضو پڑھائے یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے، اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو۔ (کبیری[۱])

مسئلہ (۱۷) قیام لیل رمضان یا تراویح یا سنت وقت یا صلوٰۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا ہو جائیں گی۔ (خانیہ[۲])

مسئلہ (۱۸) مطلقاً نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۱۹) اگر کسی نے عشاء کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور امام تراویح کے پیچھے سنت عشاء کی نیت کر کے اقتداء کیا تو یہ جائز ہے۔ (خانیہ[۴])

---

[۱] ولو صلی العشاء بامام ای مع امام وصلی التراویح بامام آخر ثم علم ان الامام الاول کان قد صلی العشاء علی غیر وضوء اوعلم فسادها بوجه من الوجوه فانه یعید العشاء ولفسادها یعید التراویح تبعالها، کبیری ص ۴۰۳/ باب التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،تاتارخانیه کراچی ص۶۵۷/نوع آخرفی بیان وقت التراویح ،المحیط البرهانی ص ۲۵۲/ج۲/نوع آخرفی بیان وقت التراویح ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابیهل.

[۲] ان نوی التراویح او سنة اولوقت او قیام اللیل فی رمضان جاز خانیة علی الهندیة ص۲۳۶/ ج ۱/ باب التراویح فصل فی نیة التراویح مطبوعه کوئٹه،المحیط البرهانی ص ۲۵۲/ج۲/نوع آخرفی نیة التراویح ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل ،تاتارخانیه کراچی ص۶۵۷/ج ۱/نوع آخرفی نیة التراویح.

[۳] وان نوی الصلوٰة اوصلاة التطلوع اختلف المشائخ فیه قال بعضهم یجوز وقال بعضهم لایجوز وهو الصحیح فیجب مراعا ة الصفة للخروج عن العهدة وذالک بان ینوی السنة الخ، خانیه علی هامش الهندیة ص ۲۳۶/ ج ۱/ فصل فی نیة التراویح،المحیط البرهانی ص ۲۵۲/ج۲/نوع آخرفی نیة التراویح،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل،تاتارخانیه کراچی ص۶۵۸/ج ۱/نوع آخرفی نیة التراویح، حلبی کبیر ص۴۰۳/باب التراویح،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۴] ولو اقتدی بامام فی التراویح والمقتدی نوی سنة العشاء بان لم یکن صلی السنة بعدا لعشاء حتی قام الامام الی التراویح جاز خانیة علی الهندیة ص۲۳۷/ ج ۱/ فصل فی نیه التراویح،تاتار خانیه کراچی ص۶۶۸/ج ۱/قبیل نوع آخرفی امامة الصبی،المحیط البرهانی ص ۲۶۲/ج۲/ قبیل نوع آخرفی امامة الصبی،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

مسئلہ (۲۰) اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے، اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (خانیہ[۱])

مسئلہ (۲۱) اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضاء نہیں نہ جماعت کے ساتھ نہ بغیر جماعت کے اگر کسی نے قضاء کی تو تراویح نہ ہوں گی بلکہ نفلیں ہوں گی۔ (بحر[۲])

مسئلہ (۲۲) اگر یاد آیا کہ گذشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہو گیا، یا فاسد ہو گیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضاء کرنا مکروہ ہے۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۲۳) اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ اخیر کی دو رکعت شمار ہوں گی۔ (کبیری[۴])

مسئلہ (۲۴) اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا ایک شفعہ مثلاً رہ گیا تو اس کو بھی جماعت

---

[۱] ولو اقتدی بامام یصلی التسلیمة الثانیه او العاشرة والمقتدی نوی التسلیمة الاولی او الخامسة جاز خانیة علی الهندیة ص ۲۳۷/ ج ۱/ فصل فی نیة التراویح،عالمگیری کوئٹه ص۱۱۷/ج ۱/فصل فی التراویح ،المحیط البرهانی ص ۲۶۲/ج۲/قبیل نوع آخرفی امامة الصبی ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] واذا افاتت التراویح لا تقضی بجماعة والا صح انها لا تقضیٰ اصلا فان قضاها وحده کان نفلا مستحبا لا تراویح (البحر کوئٹه ص۶۸/ج۲/) آخرا باب الوتر والنوافل،المحیط البرهانی ص۲۶۳/ج۲/نوع آخر فی قضاء التراویح ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل،تاتار خانیه کراچی ص ۶۶۹/ج ۱/نوع آخرفی قضاء التراویح.

[۳] وان تذکر فی اللیل انه فسد علیهم شفع من اللیلة الماضیة فاراد القضاء بنیة التراویح یکره خانیة علی الهندیة ص۲۳۶/ ج ۱/ فصل فی وقت التراویح،عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۶/ج ۱/ فصل فی التراویح ،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۹/ج ۱/نوع آخرفی قضاء التراویح.

[۴] وان صلی اربع رکعات بتسلیمة واحدة والحال انه لم یقعد علی رکعتین منها قدر التشهد تجزی عن تسلیمة واحدة ای عن رکعتین الخ کبیری ص ۴۰۸/ باب التراویح ، مطبوعه لاهور،عالمگیری کوئٹه ص۱۱۸/ج ۱/فصل فی التراویح،قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۹،۲۴۰/ج ۱/باب التراویح، فصل فی السهو.

کے ساتھ پڑھنا چاہئے[۱]۔

مسئلہ (۲۵) اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوتی ہیں، تو دو رکعت اور پڑھ لی جائے۔ یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔ (کبیری[۲])

مسئلہ (۲۶) جب شفعۂ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا اس کا بھی اعادہ کرنا چاہئے تاکہ تمام قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۲۷) ایک شخص تراویح سمجھ کر نماز میں شریک ہوا پھر معلوم ہوا کہ امام وتر پڑھا رہا ہے، تو اس کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت بھی اپنی رکعت میں ملالے، لیکن اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور چوتھی رکعت نہیں ملائی تب بھی اس کے ذمہ اس کی قضاء نہیں[۴]۔

---

[۱] ولو تذكروا تسليمة كانوا قد سهوا عنها فتذكروها بعد صلوا صلاة الوتر اختلف المشائخ قال الصدر الشهيد يجوز ان يقال تصلى تلك التسليمة بجماعة والاظهر قول الصدر الخ حلبى كبير ص ۴۰۹/باب التراويح ،مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،عالمگيرى كوئٹه ص ۱۱۷/ج ۱/فصل فى التراويح ،البحر الرائق كوئٹه ص ۶۸/ج ۲/باب الوتر والنوافل.

[۲] ولو سلم الامام على رأس ركعة ساهيا فى الشفع الاول من التراويح ثم صلى مابقى منها على وجهها قيل ان يعيد ذالك الشفع قال مشائخ بخارى يقضى الشفع الاول لاغير الخ حلبى كبير ص ۴۰۹/با ب التراويح ،مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،تاتارخانيه كراچى ص ۶۶۶/ج ۱/نوع آخر فيما اذا صلى ترويحة واحدة.

[۳] واذا فسد الشفع من التراويح وقد قرأ فيه هل يعتد بما قرأ قال بعضهم لا يعتد ليحصل الختم فى الصلوت الجائزة (خانيه على الهندية ص ۲۳۸/ ج ۱/) فصل فى مقدار القرءة فى التراويح، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۱۸/ج ۱/فصل فى التراويح،تاتارخانيه كراچى ص ۶۶۰/ج ۱/نوع آخر بيان القراءة فى التراويح.

[۴] اقتدى به على ظن انه فى التراويح فاذا هو فى وتر يتمه معه ويضم اليها رابعة ولو افسدها لاشئ عليه الخ كبيرى ص ۴۱۰/ اول باب الوتر مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

مسئلہ (۲۸) اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ ۱۸ر تراویح ہوئی ہیں یا بیس پوری ہوگئیں تو دو رکعت بلا جماعت اور پڑھ لی جائیں۔ (کبیری[۱])

مسئلہ (۲۹) اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا لیکن امام کو شک نہیں ہوا بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور مقتدیوں کے قول کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ (کبیری[۲])

مسئلہ (۳۰) اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں، اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اٹھارہ ہوئی ہیں تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔ (کبیری[۳])

مسئلہ (۳۱) اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئی اور وتروں کی نیت باندھ لی مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ شفعۂ تراویح کا شمار نہ ہوگا۔ (خانیہ[۴])

---

[۱] واذا شکوا ای الامام والقوم فی انهم هل صلوا تسع تسلیمات ثمانی عشر رکعة او عشر تسلیمات ففیه اختلاف بین المشائخ والصحیح انهم یصلون بتسلیمة فرادی. کبیری ص ۴۰۵/ باب التراویح، مطبوعه لاهور، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۹/ ج ۱/فصل فی الشک فی التراویح، المحیط البرهانی ص ۲۶۱/ ج ۲/نوع آخرفی الشک فی التراویح، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] وکذا اذا کان الامام وحده فی طرف وهو متیقن عمل بما عنده ولا یلتفت الی قول الجماعة. کبیری ص ۴۰۶/ باب التراویح مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۷/ ج ۱/فصل فی التراویح، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۳۹/ ج ۱/فصل فی الشک فی التراویح.

[۳] فان اختلفوا وکان الامام مع بعضهم رجح اذا ادعی کل فریق الیقین کبیری ص ۴۰۵/ باب التراویح مطبوعه لاهور.

[۴] امام شرع فی الوتر علی ظن انه اتم التراویح فلما صلی رکعتین تذکر انه ترک تسلیمة واحدة فسلم علی رأس رکعتین لم یجز ذالک عن التراویح لانه ماصلی بنیة التراویح، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۴۳/ ج ۱/قبیل فی امامة الصبیان فی التراویح، المحیط البرهانی ص ۲۶۴/ ج ۲/الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر، نوع آخرفی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۹/ ج ۱/نوع آخر فی متفرقات التراویح.

مسئلہ (۳۲) اگر کسی کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی تھی، اس کی نیت سے تراویح پڑھی تو یہ تراویح ادا نہ ہوں گی۔ (خانیہ[۱])

مسئلہ (۳۳) اگر تین رکعت پر سلام پھیر دیا تو دو رکعت پر اگر بیٹھ چکا تھا تب تو ایک شفعہ صحیح ہوگا، اور چونکہ دوسرا شفعہ شروع کر چکا تھا، اس لئے اس کی قضاء ہوگی[۲]

مسئلہ (۳۴) اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو پہلا شفعہ بھی صحیح نہیں ہوا، لہٰذا اس کی قضاء ضروری ہے۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۳۵) بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہو جائے گی مگر ثواب نصف ملے گا۔ (عالمگیری[۴])

---

[۱] ولو صلی التراویح بنیة الفوائت من صلاة الفجر لم تکن محسوبة عن التراویح (الخانیة علی الهندیة ص۲۳۷/ ج ۱/) فصل فی نیة التراویح ،تاتارخانیه کراچی ص۶۵۸/ج ۱/نوع آخر فی نیة التراویح،المحیط البرهانی ص۶۵۳/ج۲/نوع آخرفی نیة التراویح،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] وان صلی ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة فهوعلی وجهین اما ان قعد فی الثانیة اولم یقعد فان قعد جاز عن تسلیمة واحدة ویجب علیه قضاء رکعتین الخ خانیة علی الهندیة ص ۲۴۰/ باب التراویح ،فصل فی السهو،تاتارخانیه کراچی ص۶۶۴/ج ۱/ نوع آخرفیمااذا صلی ترویحة واحدة، المحیط البرهانی ص۲۵۸/ج۲/نوع آخرفیمااذا صلی ترویحة واحدة،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۳] وان لم یقعد فی الثانیة ساهیا اوعامداً لاشک ان فی القیاس وقول محمد وزفر رحمهما اللّٰه تعالٰی واحدی الروایتین عن ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی تفسد صلاته ویلزمه قضاء رکعتین الخ خانیة علی الهندیة ص ۲۴۱/ ج ۱/ باب التراویح ،فصل فی السهو، مطبوعه کوئٹه،المحیط البرهانی ص۲۵۸/ج۲/نوع آخرفیمااذاصلی ترویحةالخ مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیة کراچی ص۶۶۴/ج ۱/نوع آخرفیمااذاصلی ترویحة.

[۴] اتفقوا علی ان اداء التراویح قاعداً لا یستحب بغیر عذر واختلفوا فی الجواز قال بعضهم یجوزهو الصحیح الا ان ثوابه یکون علی النصف من صلاة القائم، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۸/ ج ۱/ فصل فی التراویح،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲۴۳/ج ۱/فصل فی اداء التراویح قاعداً،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۱/ج ۱/نوع آخرفی القوم یصلون التراویح قعوداً.

مسئلہ (۳۶) اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہوکر پڑھنا مستحب ہے۔ (خانیہ[۱])

مسئلہ (۳۷) امام جب تشہد کیلئے بیٹھا تو ایک مقتدی سو گیا امام نے سلام پھیر کر دوسرا شفعہ پڑھا اور جب تشہد کیلئے بیٹھا تب یہ سونے والا جاگا پس اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ دوسرا شفعہ ہے، تو سلام پھیر کے دوسرے میں شریک ہوجائے، اور امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوکر مسبوق کی طرح دو رکعت پڑھے پھر امام کے ساتھ تیسرے شفعہ میں شریک ہو۔ (عالمگیری[۲])

مسئلہ (۳۸) جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے، تو فوراً یہ بھی نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجاتا ہے، یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔ (کبیری[۳])

مسئلہ (۳۹) جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہئے کہ کچھ دیر سو رہے اس کے بعد تراویح پڑھے۔ (شامی[۴])

---

[۱] قال القاضی الامام ابوعلی النسفی رحمه الله تعالیٰ الحاصل ان الامام اذا کان قاعداً یستحب القیام للقوم الخ خانیة علی الهندیة ص ۲۴۴/ ج ۱/ فصل فی اداء التراویح قاعداً،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۲/ج ۱/نوع آخرفی القوم یصلون التراویح قعوداً،المحیط البرهانی ص۲۵۵/ج ۲/نوع آخر فی القوم یصلون التراویح قعوداً،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] رجل شرع فی صلاة التراویح مع الامام فلما قعدا الامام نام هو وسلم الامام فاتی بالشفع الاخر وقعد للتشهد فانتبه الرجل ان علم ذلک یسلم ویدخل مع الامام ویوافقه فی التشهد فاذا سلم الامام یقوم ویاتی بالرکعتین سریعا ویسلم ویدخل مع الامام فی الشفع الثالث. عالمگیری کوئٹه ۱۱۹/ ج ۱/ فصل فی التراویح.

[۳] ویکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیه اظهار التکاسل والتشبه بالمنافقین کبیری ص ۴۱۰/ باب التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۴۴/ج ۱/ فصل فی اداء التراویح قاعداً ،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۹/ج ۱/ نوع آخرفی متفرقات التراویح.

[۴] وکذا اذا غلبه النوم یکره له ان یصلی بل ینصرف حتی یستیقظ، شامی کراچی ص۴۸/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح،خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۴۴/ج ۱/ فصل فی اداء التراویح قاعداً،عالمگیری کوئٹه ۱۱۹/ج ۱/فصل فی صلاة التراویح.

مسئلہ (۴۰) تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اکتا جانے کی علامت ہے۔ (خانیہ[۱])

مسئلہ (۴۱) مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔ (بحر[۲])

مسئلہ (۴۲) ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے، دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، لہٰذا ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہو جائے گا، اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۴۳) جو لوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آ کر بیس رکعت اور پڑھا کریں تا کہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (خانیہ[۴])

---

[۱] ویکرہ عد الرکعات فی التراویح لما فیہ من اظہار الملالۃ. خانیۃ علی ہامش الہندیۃ کوئٹہ: ص ۲۴۴/ ج ۱/ فصل فی اداء التراویح قاعداً،تاتارخانیہ کراچی ص ۶۷۰/ج ۱/نوع آخر فی متفرقات التراویح،المحیط البرہانی ص ۲۶۴/ج ۲/نوع آخرفی متفرقات التراویح، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[۲] والافضل استیعاب اکثر اللیل بالتراویح. البحر الرائق کوئٹہ ص ۶۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل،تاتارخانیہ کراچی ص۶۵۷/ج ۱/نوع آخرفی بیان وقت التراویح،خانیہ علی الہندیۃ کوئٹہ ص ۲۳۶/ج ۱/فصل فی وقت التراویح.

[۳] والختم فی التراویح مرۃ واحدۃ سنۃ وقال بعضہم یقرأ فی کل رکعۃ عشر آیات وہو الصحیح لان فیہ تخفیفاً علی الناس وبہ تحصل السنۃ وہی الختم مرۃ واحدۃ لان عدد رکعات التراویح فی ثلاثین لیلۃ ستمائۃ وآیات القرآن سۃ آلاف وشئ فاذا قرأ فی کل رکعۃ عشر آیات یحصل الختم فی التراویح والفضیلۃ فی الختم مرتین الخ ، خانیۃ علی ہامش الہندیہ کوئٹہ ص ۲۳۷/ج ۱/ فصل فی مقدار القراء ۃ فی التراویح،عالمگیری کوئٹہ ص۱۱۷/ج ۱/فصل فی التراویح،الدرالمختارمع الشامی زکریاص۴۹۷/ج ۲/مبحث صلاۃ التراویح.

[۴] ینبغی للامام وغیرہ اذا صلی التراویح وعاد الی منزلہ وہو یقرأ القرآن ان یصلی عشرین رکعۃ فی کل رکعۃ عشر آیات احراز للفضیلۃ وہی الختم مرتین . خانیۃ علی ہامش الہندیۃ ص۲۳۸/ ج ۱/ فصل فی مقدار القراء ۃ فی التراویح،حلبی کبیر ص۴۰۷/ باب التراویح، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور،تاتارخانیہ کراچی ص ۶۵۹/ج ۱/نوع آخربیان القراء ۃ فی التراویح.

مسئلہ (۴۴) ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔ (بحر[۱])

مسئلہ (۴۵) اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے، یا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھ لیا جائے۔ (بحر[۲]) لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ (خانیہ[۳])

مسئلہ (۴۶) ستائیسویں شب کو ختم کرنا مستحب ہے۔ (بحر[۴])

مسئلہ (۴۷) اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسرے مسجد میں

---

[۱] وثلاث مرات فی کل عشر مرة افضل. البحر الرائق ص ۶۸/ج۲/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه کوئٹه،تاتارخانیه کراچی ص۶۵۸/ج ۱/نوع آخربیان القراء ة فی التراویح،المحیط البرهانی ص۲۵۳/ج۲/نوع آخرفی بیان القراء ة فی التراویح.

[۲] وذکر فی المحیط والاختیار ان الافضل ان یقرأ فیها مقدار مالا یؤدی الی تنفیر القوم فی زماننا لان تکثیر الجمع افضل من تطویل القراء ة وفی المجتبی والمتأخرون کانو یفتون فی زماننا بثلاث آیات قصار او آیة طویلة حتی لا یمل القوم ولا یلزم تعطیلها وهٰذا حسن وبعضهم اختار واقراء ة سورة الفیل الی آخرالقرآن وهٰذا احسن الخ البحرالرائق کوئٹه ص ۶۸/ ج۲/ باب الوتر والنوافل،الدرالمختارمع الشامی زکریاص۴۹۷،۴۹۸/ج۲/مبحث صلاة التراویح، تاتارخانیه کراچی ص ۶۵۹/ج ۱/نوع آخربیان القراء ةفی التراویح.

[۳] ولو قرأ بعض القرآن فی سائر الصلوات بان کان القوم یملون من القرآن فی التراویح فلا بأس به لکن یکون لهم ثواب الصلاة لا ثواب الختم وقد ذکرنا ان السنة هی الختم فی التراویح، خانیة علی الهندیة کوئٹه ص ۲۳۸/ ج ۱/ فصل فی مقدار القراء ة فی التراویح،تاتارخانیه کراچی ص ۶۵۹/ج ۱/نوع آخربیان القراء ة فی التراویح،حلبی کبیرص۴۰۷/باب التراویح،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۴] ویختم فی اللیلة السابع والعشرین لکثرة الاخبار انها لیلة القدر، البحر الرائق کوئٹه ص ۶۸/ ج۲/ باب الوتر والنوافل،تاتارخانیه کراچی ص ۶۶۰/ج ۱/نوع آخربیان القراء ة فی التراویح،المحیط البرهانی ص۲۵۴/ج۲/نوع آخربیان القراء ة فی التراویح،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

جہاں پر ختم ہو تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (کبیری[1]) کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی۔

مسئلہ (۴۸) تراویح میں ایک مرتبہ کسی سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہئے، آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہو جائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا احکام البسلمۃ[2]

مسئلہ (۴۹) اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اسکے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔ (عالمگیری ص ۱۱۸/[3])

مسئلہ (۵۰) امام نے جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہیں یا تین تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔ (خانیہ[4])

---

[1] واذا کان امام مسجد حیه لایختم فله ان یترک الی غیره، کبیری ص۴۰۷/ باب التراویح مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۶/ج۱/فصل فی التراویح، تاتارخانیه کراچی ص۶۶۰/ج۱/نوع آخر بیان القراءة فی التراویح.

[2] لو قرأ تمام القرآن فی التراویح ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوا مافی النملة لم یخرج عن عهدة السنة ولو قرأها سراً خرج عن العهدة لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة الخ، احکام القنطرة فی احکام البسملة ص۲۷۳/.

[3] واذا غلط فی القراءة فی التراویح فترک سورة اوآیة وقرأ ما بعدها فالمستحب له ان یقرأ المتروکة ثم المقروءة لیکون علی الترتیب، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۸/ ج۱/ فصل فی التراویح، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص۲۳۸/ج۱/فصل فی مقدارالقراءة فی التراویح، تاتار خانیه کراچی ص۶۶۰/ج۱/نوع آخر بیان القراءة فی التراویح.

[4] اذا سلم الامام فی ترویحة فقال بعض القوم صلی ثلاث رکعات وقال بعضهم صلی رکعتین یأخذ الامام بما کان عنده ولا یدع علمه بقول الغیر خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۲۳۹/ ج۱/ فصل فی الشک فی التراویح، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۷/ج۱/فصل فی التراویح، المحیط البرهانی ص۲۶۰/ج۲/نوع آخر فی الشک فی التراویح، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

مسئلہ (۵۱) کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے، تراویح میں مکروہ نہیں۔ (بحر[۱])

مسئلہ (۵۲) اگر مقتدی ضعیف اور سست ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کر سکتے ہوں تو درود کے بعد دعا چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں، لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ (عالمگیری[۲])

مسئلہ (۵۳) کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قراءت شروع کر چکا تھا تو اس کو سبحانک اللّٰھم نہیں پڑھنا چاہئے۔ (کبیری[۳])

مسئلہ (۵۴) اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں اور امام کے لفظ السلام کہنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ (محیط[۴])

---

[۱] ولیس فیه کراهة فی الشفع الاول من الترویحة الاخیرة بسبب الفصل بین الرکعتین بسورة واحدة لانه خاص بالفرائض البحر الرائق کوئٹه، ص ۶۹/ ج۲/ باب الوتر والنوافل،شامی زکریا ص۴۹۸/ ج۲/مبحث صلاة التراویح.

[۲] بخلاف ما بعد التشهد من الدعوات فانه یترکها اذا علم انه یثقل علی القوم لکن ینبغی ان یأتی بالصلاة علی النبی الصلاة والسلام. عالمگیری کوئٹه، ص۱۱۷/ ج۱/ فصل فی التراویح، البحر الرائق کوئٹه ص ۶۹/ ج۲/باب الوتروالنوافل،مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص۳۳۸/ فصل فی صلاة التراویح.

[۳] واذا ادرک الشارع فی الصلوة عند شروعه الامام وهو ای والحال ان الامام یجهر بالقراء ة لایاتی بالثناء بل یستمع وینصت الخ کبیری ص ۳۰۴/ باب صفة الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،مجمع الانهر ص۲۵۴/ ج۱/باب صفة الصلاة، الفصل الاول،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۳۰۹/ ج۱/فصل واذا ارادالدخول فی الصلاة الخ.

[۴] واذا سلم المسبوق حین سلم الامام ساهیا بنی علی صلاته وعلیه سجود السهو واما وجوب سجدة السهو فلأنه حین سلم الامام صارهو کالمنفرد وقد سها حین سلم فیلزمه سجدتا السهو قیل هذا اذا سلم بعد ماسلم الامام فاما اذا سلم مع الامام فلاسهو علیه لان الامام لم یخرج عن الصلوة بعد وکان کانه سها خلف الامام، المحیط البرهانی ص۳۳۵/ ج۲/نوع آخر متفرقات سجودالسهو ،عالمگیری کوئٹه ص ۹۱/ ج۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، شامی کراچی ص ۸۲/ ج۲/ مطبوعه زکریا ص ۵۴۷/ ج۲/ باب سجود السهو.

مسئلہ (۵۵) مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کیلئے نہ اُٹھے جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے، (محیط[۱]) کیونکہ بعض دفعہ امام سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرتا ہے، اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہئے[۲]۔

مسئلہ (۵۶) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوا اور جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا پس اگر سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں گیا تھا، اور رکوع میں جھکنے سے پہلے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا، اور کمر کو رکوع میں برابر کر لیا تھا، اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا ہے تب رکعت مل گئی تسبیح اگرچہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کر سکا، تو رکعت نہیں ملی، اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہو کر نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی ہے، تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔ (محیط[۳])

---

[۱] وینبغی ان یصبر ای لا یقوم بعد التسلیمة او التسلیمتین بل ینظر فراغ الامام بعدهما قال الزندویستی فی النظم یمکث حتی یقوم الامام الی تطوعه اویستند الی المحراب ان کان لا تطوع بعدها الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۴۸/ ج۲/ مطلب فی احکام المسبوق والمدرک واللاحق، عالمگیری ص ۹۱/ ج۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، مطبوعه کوئٹه،المحیط البرهانی ص۱۳۶/ج۱/قبیل الفصل الرابع فی بیان مایکره للمصلی الخ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] لوقام الی قضاء ماسبق به وعلی الامام سجد سهو فعلیه ان یعود مالم یقید الرکعة بسجدة، الدر المختارمع الشامی زکریاص۳۴۸/ج۲/باب الامامة ،مطلب فیما لواتی بالرکوع اوالسجود الخ، عالمگیری کوئٹه ص۹۲/ج۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق ،طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۵۰/فصل فیمایفعله المقتدی بعد فراغ امامه الخ.

[۳] قال ابوحنیفة لووقع تکبیرة الافتتاح قائما وهو مستوٍایضا صح الشروع وان وقع وهو منحط غیرمستوٍ لایجوز ولورکع المسبوق وسوی ظهره فی الرکوع صارمدرکا کالرکعة قدرعلی التسبیح اولم یقدروان لم یقدر تسویة الظهر فی الرکوع حتی رفع الامام رأسه فاتته الرکعة الخ المحیط البرهانی ص۱۱۹/ج۳/الفصل الثالث والثلاثون فی بیان حکم المسبوق ،ومن فروعات هٰذه المسئلة،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۱۲۰/ ج۱/ الباب العاشرفی ادراک الفضیلة ،کبیری ص۲۸۰/الرابع الرکوع،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

مسئلہ (۵۷) اگر کوئی شخص رکوع میں آ کر شریک ہوا مگر رکوع اس کو نہیں ملا تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا تب بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (بحر[۱])

مسئلہ (۵۸) اگر قیام میں امام کے ساتھ شریک ہوگیا مگر رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا بلکہ سجدہ کے بعد امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کیا تب بھی رکعت مل گئی۔ (محیط[۲])

مسئلہ (۵۹) اگر رکوع میں امام کے ساتھ آ کر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی تب بھی نماز صحیح ہوگئی، اگر چہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (فتح القدیر[۳]) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی ہو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ (۶۰) آیت سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ (محیط[۴])

---

[۱] ثم اعلم انه اذا لم یکن مدرکاً للرکعة فانه یجب علیه ان یتابع الامام فی السجدتین وان لم یحتسبا له الی قوله وصرح فی الذخیرة بان المتابعة فیهما واجبة ومقتضاه انه لوترکهما لا تفسد صلاته الخ البحر الرائق کوئٹه ص ۷۷/ ج۲/ باب ادراک الفریضة،الدرالمختار مع الشامی زکریاص۵۱۷/قبیل قضاء الفوائت ،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۷۱/ باب ادراک الفضیلة.

[۲] ولوکبرقبل رکوع الامام ولم یرکع معه حتی رفع الامام رأسه ثم رکع هوصارمدرکاللرکعة، المحیط البرهانی ص۱۱۹/ج۳/الفصل الثالث والثلاثون فی بیان حکم المسبوق ،ومن فروعات هٰذه المسئلة،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل،طحطاوی علی المراقی مصری ص۳۷۰/باب ادراک الفضیلة، عالمگیری کوئٹه ص۱۲۰/ ج۱/ الباب العاشر فی ادراک الفریضة.

[۳] ومدرک الامام فی الرکوع لایحتاج الی تکبیرتین خلافا لبعضهم ولونوی بتلک التکبیرة الواحدة الرکوع لا الافتتاح جاز ولغت نیته. فتح القدیر ص ۴۸۳/ ج۱/ باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالفکر بیروت،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۳۷۰، ۳۷۱/باب ادراک الفضیلة، عالمگیری کوئٹه ۱۲۰/ج۱/الباب العاشرفی ادراک الفضیلة.

[۴] التالی لآیة السجدة تلزمه السجدة بتلاوته اذاکان اهلاً لوجوب الصلوة علیه وکذالک الحکم فی حکم السامع من کان اهلا لوجوب الصلوة علیه تلزمه السجده بالسماع المحیط البرهانی ص۳۶۵/ ج۲/ نوع آخرفی بیان من تجب علیه السجدة ،مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۱۳۲/ ج۱/ الباب الثالث عشرفی سجودالتلاوة البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۰/ ج۲/ باب سجود التلاوة.

مسئلہ (۶۱) سورۂ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے، دوسرا نہیں۔ (محیط[۱])

مسئلہ (۶۲) اگر خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے، اگر پہلے سجدہ کرلیا تھا، تو اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہئے۔ (محیط[۲])

مسئلہ (۶۳) اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیت سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہوگیا تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہوگیا، اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا، تو اس کو خارج صلوٰۃ علیحدہ سجدہ کرنا چاہئے۔ (محیط[۳])

مسئلہ (۶۴) آیت سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن اگر نماز میں آیت

---

[۱] عندنا سجدة التلاوة فی الحج واحدة وهی الاول، المحیط البرهانی ص ۳۶۰/ ج۲/ الفصل الحادی والعشرون فی سجدة التلاوة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۳۹۲/ باب سجود التلاوة الخ البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۹ ج۲/ باب سجود التلاوة.

[۲] وان قرأها فی غیر صلاة وسجد ثم افتتح الصلاة فی مکانه فقرأها فعلیه سجدة اخری الی قوله وان لم یکن سجد اولا حتی شرع فی الصلاة فی مکانه فقرأها فسجد لهما جمیعا اجزأته عنهما فی ظاهر الروایة، المحیط البرهانی ص ۳۷۲/ ج۲/ نوع آخر فی بیان، تکرار آیة السجدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۵/ ج۱/ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۴/ ج۲/ باب سجود التلاوة.

[۳] اذا قرأ الامام آیة السجدة فسمعها رجل لیس معه فی الصلاة ثم دخل الرجل فی صلاة الامام فهٰذه المسئلة علی وجهین الی قوله الوجه الثانی اذا اقتدی به بعد ماسجدفلیس علیه ان یسجدها فی الصلاة کیلایصیر مخالفاللامام ولیس علیه ان یسجد ها بعد الفراغ من الصلاة ایضا قالوا تاویل هذه المسئلة اذا ادرک الامام فی آخر تلک الرکعة فاما اذا ادرک الامام فی الرکعة الاخری کان علیه ان یسجد ها بعد الفراغ، المحیط البرهانی ص ۳۷۵/ ج۲/ نوع آخر فی سماع المصلی آیة السجدة، مطبوعه ڈابهیل، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۸۵/ ج۲/ باب سجود التلاوة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۲/ ج۲/ باب سجود التلاوة، کبیری ص ۵۰۱/ القراءة خارج الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا بلکہ رکوع کیا اور اس میں اس سجدہ کی نیت کر لی تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا، اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو اس کے بعد سجدہ نماز سے بلا نیت بھی ادا ہو جائے گا، یہ جب ہے کہ آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا نہ نماز میں ادا ہو سکتا ہے نہ خارج نماز توبہ استغفار کرنا چاہئے۔ (محیط[1])

مسئلہ (۶۵) اگر آیت سجدہ جو کہ سورۃ کے ختم پر ہے، پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے، (اس خیال سے کہ سورۃ تو ختم ہو ہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہئے۔ (محیط[2])

---

[1] اذاقرأآية السجدة فی صلاته وهی فی آخرالسورة الاآيات بقين فان شاء ركع لها وان شاء سجد فاعلم بان هذه المسئلة علی اربعة اوجه اما ان كانت السجدة من آخر السورة وبعد ها آيتان الی آخرالسورة فالجواب فيه ما ذكرنا انه بالخياران شاء ركع لها وان شاء سجد الی قوله ثم لاخلاف ان ركوع الصلاة لاينوب بدون النية واما سجدة الصلاة هل تنوب بدون النية، قالوا النية فيها ليست بشرط وسجدة الصلاة تقع عن الصلاة والتلاوة بدون النية،فلو انه فی هذه الوجوه لم يركع ولم يسجد علی الفورولكن قرأمابقی من السورة اوخرج الی سورة اخری وقرأ منها شيئا ان قرأ بعدها آية اوآيتين يجزئه الركوع وسجدة الصلاة عن سجدة التلاوة اما اذا قرأ بعدها ثلاث آياواوكانت اذا قرأثلاث آيات بعد آية السجدة فقد صارت السجدة دينا فی ذمته لفوات محل الاداء لان وقتها وقت وجوبها،المحيط البرهانی ص۳۷۶،۳۷۸/ج۲/ نوع آخر فيما اذا تلاآية السجدة واراداان يقيم الخ مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری كوئٹه ص۱۳۳/ ج۱/ الباب الثالث عشرفی سجودالتلاوة، الدرالمختار علی هامش رد المحتار زكريا ص ۸۷، ۵۸۶/ ج۲/ باب سجود التلاوة.

[2] واذا سجد يعودالی القيام لانه يحتاج الی الركوع ،والركوع انما يكون عن القيام ويقرأ بقية آيتين ثم يركع ان شاء وان شاء ضم اليها من السورة الاخری آية اخری حتی يصير ثلاث آيات قال الحاكم الشهيد وهو احب الیّ وهٰذه القراءة بعد السجدة بطريق الندب لابطريق الوجوب حتی انه لولم يقرأ بعدها شيئا اجزأه ويكره ،المحيط البرهانی ص۳۷۶/ج۲/نوع آخرفيما اذا تلا آية السجدة الخ مطبوعه ڈابهيل،تاتارخانيه كراچی ص۷۸۵/ج۱/نوع آخر فی الركوع مقام السجدة، عالمگيری كوئٹه ص۱۳۳/ ج۱/ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة.

چار رکعت تراویح بغیر قعدۂ اولیٰ کے

سوال:- (۱) دو رکعت تراویح کی نیت باندھی مگر التحیات کے واسطے دو رکعت کے بعد امام نہیں بیٹھا تیسری کے بعد بیٹھنے لگا تو مقتدی نے تکبیر کہہ کر اٹھا دیا پھر چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس صورت میں یہ امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) دو رکعت کے بجائے چار پڑھی گئیں، بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ امام نے تو دو ہی پوری کیں مگر ہو گئیں چار، یہ چار ہوئیں یا دو باطل ہو گئیں، اور اگر باطل ہو گئیں تو قضا دو کی آئے گی یا چار کی۔

(۲) اس صورت مذکورہ میں سجدۂ سہو آویگا یا نہیں اگر آویگا تو اسکی وجہ بیان فرمائی جائے۔

(۳) اس صورت مذکورہ میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کو لوٹایا جائے گا، یا نہیں۔

(۴) صورت مذکورہ میں دوسرے شفعہ کی نیت نہیں کی امام نے تیسری رکعت کو پہلی سمجھا جب کہ مقتدیوں نے تکبیر کہہ کر اٹھا دیا اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے چار پڑھی اور بیچ کی التحیات نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرتا، کیا بلانیت نماز ہو جاتی ہے، یا بلانیت کے بنا کرنا جائز ہے، اور جائز ہے تو بناء صحیح فاسد پر لازم آوے گی یا نہیں؟

(۵) دیوبند کے اشتہار میں لکھا ہے کہ تراویح میں دو کے بعد بیٹھنا بھول گیا اور چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان کو دو شمار کیا جائے، اس کی کیا صورت ہے، اور صورت بالا میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واراد بالعشرين ان تكون بعشر تسليمات كما هو المتوارث يسلم علىٰ رأس كل ركعتين فلو صلى الامام اربعاً بتسليمة ولم يقعد فى الثانية فاظهر الروايتين عن ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ عدم الفساد ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة او تسليمتين قال ابو الليث تنوب عن تسليمتين وقال ابو جعفر وابن

الفضل تنوب عن واحدة فهو الصحيح كذا فى الظهيرية والخانية وفى المجتبىٰ وعليه الفتوىٰ ولو قعد علىٰ راس الركعتين فالصحيح انه يجوز عن تسليمتين وهو قول العامة (بحر ص ۶۷/ ج۲[1])(قوله ثم اختلفوا الخ) قال الرَّملى اقول علىٰ القولين يجب سجود السهو فتامل (منحة[2] الخالق)

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اظہر روایت شیخین کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی اور مفتی بہ قول کے مطابق یہ دو رکعتیں ہوئیں، اور شفعۂ اولیٰ فاسد ہو گیا، اس کا اعادہ لازم ہے۔

(۲) سجدہ سہو لازم آئے گا، لمامر فى الجواب الاول.

(۳) پہلے شفعہ میں جو پڑھا گیا ہے اسکا لوٹانا مستحب ہے، کیونکہ پہلا فاسد ہوا ہے:

اذا صلى الامام اربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد فى الثانية فى القياس تفسد صلوٰته وهو قول محمّدؒ وزفرؒ ويلزمهٗ قضاء هٰذه التسليمة وهو رواية عن ابى حنيفةؒ وفى الاستحسان وهو اظهر الروايتين عن ابى حنيفة وابى يوسفؒ لا تفسد تسليمة واذا لم تفسد اختلفوا فى قول ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ انها تنوب عن تسليمة او تسليمتين قال الفقيه ابوالليث تنوب عن تسليمتين لان الاربع لما جاز وجب ان ينوب عن تسليمتين كمن اوجب علىٰ نفسه ان يصلى اربع ركعات بتسليمتين فصلى اربعاً بتسليمة واحدة ذكر فى الامالى عن ابى يوسفؒ انه يجوز فكذا هٰهنا وكذا الوصلى الاربع قبل الظهر ولم يقعد على رأس الركعتين جاز استحساناً وقال الفقيه ابوجعفرؒ والشيخ الامام ابوبكر محمّد بن الفضل فى التراويح تنوب الاربع عن تسليمة واحدة وهو الصحيح لان القعدة علىٰ رأس الثانية فرض فى التطوع فاذا تركها كان ينبغى ان تفسد صلٰوته اصلاً كما هو وجه القياس وانما جاز استحساناً فاخذنا بالقياس وقلنا بفساد

---

[1] البحرا لرائق ص ۶۷/ ج۲/ باب الوتر والنوافل مطبوعه كوئٹه.

[2] منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۶۷/ ج۲/ باب الوتر والنوافل مطبوعه كوئٹه.

الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة واذا بقیت التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی وقد اتمها بالقعد فجاز عن تسلیمة واحدة. (فتاویٰ قاضی خان[1] ج ۱/ ص ۱۱۲/) واذا فسد الشفع من التراویح وقد قرأ فیه هل یعتد بما قراء قال بعضهم لا یعتد لیحصل الختم فی الصلوٰت الجائزة وقال بعضهم یعتد بتلک القرأة لان المقصود هو القرأة ولا فساد فی القرأة (خانیة[2] ج ۱/ ص ۱۱۲/)

(۴)عن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الیٰ الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم ما لم یقید الثالثة بالسجدة وان لم تذکر بعد ما رکع للثالثة وسجد فان اضاف الیها رکعة اخریٰ فان هٰذه الاربع عن ترویحة واحدة یعنی عن الرکعتین،(خانیة[3] ج ۱/ ص ۱۱۳/)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تراویح میں شفعۂ ثانیہ کے لئے کھڑا ہوجانا بغیر شفعۂ اولیٰ کا قعدہ کئے اور بغیر شفعۂ ثانیہ کی نیت کئے ہوئے بھی شفعۂ ثانیہ کے شروع کے لئے صحیح ہے اگرچہ قعدہ نہ ہونے کی وجہ سے شفعہ اولیٰ فاسد ہوجائے گا، لیکن شفعۂ اولیٰ کا تحریمہ باقی رہنے کی وجہ سے شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہوگی، کما هو مصرح فی الجواب الثالث. بحر[4] ص ۵۷/ ج ۲/ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

(۵) دیوبند کا اشتہار میرے پاس نہیں، اس لئے بغیر دیکھے اسکے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا، صورت مسئولہ کا حکم تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۲/ ذیقعدہ ۵۷ھ

---

[1] خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۰، ۲۳۹/ ج ۱/ فصل فی السهو فی التراویح، باب التراویح.

[2] خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه، ص ۲۳۸/ ج ۱/ فی مقدار القرأة فی التراویح.

[3] خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه، ص ۲۴۰/ ج ۱/ فصل فی السهو فی التراویح.

[4] البحر الرائق کوئٹه ص ۵۹/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل،هندیه کوئٹه ص ۱۱۸/ ج ۱/الباب التاسع فی النوافل ،فصل فی التراویح.

مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا

سوال:- ایک امام پہلے اہلِ حدیث کو تراویح آٹھ رکعت پڑھا کر وتر پڑھا دیتا ہے اس کے بعد بارہ رکعت اپنی علیحدہ پوری کر لیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح ان کو آٹھ رکعت پڑھ کر بقیہ بارہ رکعت خود پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۷/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تراویح ایک سلام سے چار رکعت

سوال:- امام نے دو رکعت کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور مقتدیوں نے یاد دلایا لیکن امام نے کچھ نہیں سنا بلکہ قصداً پوری کر دی، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ امام نے قعدۂ اخیرہ جو کہ فرض تھا اس کو ترک کر دیا، دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ ایسی صورت میں تراویح کی دو رکعت شمار ہوں گی یا چار رکعت شمار ہوں گی؟

---

[1] ووقتها بعد صلاة العشاء الى الفجر قبل الوتر وبعده فى الاصح فلو فاته بعضها وقام الامام الى الوتر، اوتر معه ثم صلى مافاته (الدرمع الرد كراچى ص ۴۴/ج ۲/باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح، هنديه كوئٹه ص ۱۱۷/ج ۱/الباب التاسع فى النوافل، فصل فى التراويح، حلبى كبير ص ۴۰۴/ فصل فى النوافل، تراويح طبع لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

دو رکعت پر قعدہ نہ کرنے سے یہ دو رکعت فاسد ہوگئی مگر تحریمہ باقی ہے، اسپر دو رکعت کی بناء کی یہ صحیح ہوگی، لہٰذا ان چار رکعات میں سے اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئی[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۹ھ

تراویح فرض سے پہلے

سوال:- اگر کوئی شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھے اور تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو وہ شخص فرض پڑھنے سے پہلے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عشاء کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تراویح پڑھنا درست نہیں، نہ تنہا پڑھے، نہ تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ **کذا فی الدر المختار**[2]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال الفقیہ ابوجعفر فی التراویح تنوب عن الاربع عن تسلیمة واحدة وھو الصحیح لان القعدة علی رأس الثانیة فرض فی التطوع فاذا ترکھا کان ینبغی ان تفسد صلاته اصلا کما ھو وجه القیاس وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة واذا بقیت التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی وقد اتمھا بالقعدة فجاز عن تسلیمة واحدة خانیة علی ھامش الھندیة ص ۲۴۰/ ج ۱/ فصل فی السھو فی التراویح، باب التراویح مطبوعه کوئٹه،ھندیه کوئٹه ص ۱۱۷/ج ۱/الباب التاسع فی النوافل فصل فی التراویح،محیط برھانی ص ۲۵۸/ج ۲/الفصل الثالث عشر التراویح والوتر نوع آخر فیما اذا صلی الامام ترویحة واحدة بتسلیمة واحدة،طبع مجلس علمی گجرات.

[2] ولو ترکو الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة لانھا تبع الخ الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۴۹۹/ ج ۲/باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح،طحطاوی علی المراقی ص ۳۳۸/فصل فی صلاة التراویح،مطبوعه مصر،حلبی کبیر ص ۴۱۰/فصل فی النوافل ،تراویح،طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

تراویح کو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا

سوال:- اذاصلی رجل بالناس وھو امام الصلوۃ التراویح فھل یجوزلہٗ ان یصلی تلک الصلوۃ فی مکان اخری جماعۃ وھذہ العادۃ قدتجری فی مدارس فی بلاد الشافعین؟

الجواب حامداًومصلیاً

یجوزلہٗ الاقتداء فی مسجد اخرولیس لہٗ ان یوم فیھااذااصلی مرۃ[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فرض گھر پڑھ کر تراویح مسجد میں پڑھنا

سوال:- ایک شخص پابند صلوٰۃ وصوم محض ماہِ رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نمازِ تراویح کے اہتمام کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ گھر پر ہی ادا کر لیتا ہے کیونکہ عام طور پر مسجد سے گھر واپس آنے میں تراویح ساتھ پڑھنے والے نمازی مسجد میں رہ جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کیا ایسے شخص پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک جس میں آپ نے گھر میں نماز پڑھنے والوں کیلئے انکے گھروں میں آگ لگا دینے کو فرمایا ہے وعید عائد ہوتی ہے اور فرض عشاء گھر پر اداء کرنا کیسا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

یہ وعید تو ایسے لوگوں کے حق میں ہے جو لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے جماعت کا

---

[1] امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المحیط والمقتدی اذا صلاھا فی مسجدین لابأس بہ ھندیہ کوئٹہ ج ۱/ص ۱۱۶/الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح،حلبی کبیر ص ۴۰۸/فصل فی النوافل،تراویح،طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

اہتمام نہیں کرتے تھے، صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مجبوری ایسی ہے جسکی وجہ سے شریعت نے ترکِ جماعت کی اجازت دی ہے تو یہ شخص اس وعید میں داخل نہیں[۱] ہوگا، بغیر مجبوری کے جماعتِ مسجد کو ترک کر دینا بڑی محرومی ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۴ھ

سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح

سوال:- جس مسجد کا صحن مسجد میں داخل نہ ہو تو اگر سخت گرمی کی وجہ سے مصلی پریشان ہوتے ہوں، تو اس صورت میں صحنِ مسجد میں تراویح پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں، اور موجودہ صورت میں ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد نہیں وہاں تراویح پڑھنے سے تراویح کی فضیلت تو حاصل ہو جائیگی، لیکن سنت کفایہ مسجد میں حاصل نہ ہوگی، اور مسجد میں پڑھنے کا ستائیس درجہ ثواب ہے، وہ نہیں ملے گا۔ (کبیری ص:۳۸۴)[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وفی روایة یصلون فی بیوتهم لیست بهم علة فیکون الوعید علی ترک الجماعة بغیر عذر الخ (مرقاة ص۶۷/ ج۲/ باب الجماعة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی)حلبی کبیر ص۵۰۸/ فصل فی الامامة ،مطبوعه لاهور.

[۲] ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم الخ رواه مسلم (مشکوٰة شریف ص۹۷/) باب الجماعة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،وان صلی احد فی بیته بالجماعة حصل لهم ثوابها وادرکوا فضلها ولکن لم ینالوا فضل الجماعة التی تکون فی المسجد،حلبی کبیر ص۴۰۲/فصل فی النوافل، تراویح،طبع لاهور.

[۳] ان الجماعة فیها سنة علی سبیل الکفایة حتی لو ترک اهل محلة کلهم الجماعة وصلوا فی بیوتهم فقد ترکوا السنة وقد اساؤا فی ذلک وان اقیمت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پیچھے رہ جانے والوں کا تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا

سوال:- اگر تراویح کی جماعت ہوگئی اور کچھ آدمی رہ گئے تو وہ لوگ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ جماعت سے تراویح کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں پڑھ سکتے ہیں[۱]، یہ جماعتِ ثانیہ نہیں جس کو منع کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۰ھ

رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد

سوال:- جس شخص کی تراویح کی نماز دو چار رکعت رہ گئی وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اور اس کے بعد باقی تراویح نماز پڑھ لے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو چار رکعت تراویح کی باقی رہ گئی اور وتر کی جماعت میں شرکت کر کے وتر کے بعد

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) التراویح فی المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلی فی بیته بالجماعة حصل لهم ثوابها وادركوا فضلها ولكن لم ينالوا فضل الجماعة التی تكون فی المسجد لزيادة فضيلة المسجد وتكثير جماعته واظهار شعائر الاسلام،وهكذا فی المكتوبات ای الفرائض لوصلی جماعة فی البيت علی هيئة الجماعة فی المسجد نالوا فضيلة الجماعة وهی المضاعفة بسبع وعشرين درجة لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة فی المسجد، (كبيری ص ۴۰۲/ باب التروايح، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور)البحرالرائق ص ۶۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل ،مطبوعه الماجديه كوئٹه،عالمگيری كوئٹه ص ۱۱۶/ ج ۱/فصل فی التراويح مطبوعه كوئٹه،شامی كراچی ص ۴۵/ج ۲/باب الوتروالنوافل،مبحث صلوة التروايح.

[۱] وان صلی احد فی البيت بالجماعة لم ينالوافضل جماعة المسجد الخ شامی زكريا ص ۴۹۵/ ج ۲/ مبحث صلاة التراويح كبيری ص ۴۰۲/ باب التراويح مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور،البحر الرائق ص ۶۸/ ج ۲/الوتروالنوافل مطبوعه الماجديه كوئٹه.

رہی ہوئی تراویح پڑھ لے تب بھی درست ہے، (کذا فی العالمگیری[1]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۰ھ

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟

سوال:- جو شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھ سکا ہو تو کیا وہ تراویح اور وتر کی نماز جماعت سے ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب رمضان میں بہت سے لوگ عذر کی وجہ سے مسجد میں تاخیر سے آتے ہیں، اور فرض نماز جماعت ان کے آنے سے قبل ہوجاتی ہے، تو اب وہ فرض نماز علیحدہ سے پڑھے گا اور تراویح و وتر میں جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے گا، کسی ایک مدرسہ کا اشتہار آیا ہوا ہے، اس میں یہ درج ہے کہ جو عشاء فرض باجماعت نہ پڑھ سکتا ہو وہ وتر کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور حوالہ ''شامی'' کا دے رکھا ہے، عبارت یہ ہے ''**اذا لم یصل الفرض معہٗ لم یتبعه فی الوتر**'' (شامی مصری ص ۵۲۳/) یہ حوالہ اسی اشتہار میں درج ہے تو اس عبارت کا مطلب کیا ہے، معہٗ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اگر فرض نماز کوئی باجماعت ادا کرے وتر کو الگ پڑھا جائے اور اس کے جواز عدم جواز بحوالہ کتب مع عبارت تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظمؒ کے نزدیک وتر نماز مستقل نماز ہے، اس کی جماعت عشاء کی جماعت کے

---

[1] واذا فاتته ترويحة او ترويحتان فلوا اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر ثم يصلى مافاته من التراويح (الهندية ص ۱۱۷/ ج ۱/) فصل فى التراويح، مطبوعه كوئٹه، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۴۴/ ج ۲/ مبحث صلاة التراويح، المحيط البرهانى ص ۲۶۳/ ج ۲/ الفصل الثالث عشر نوع آخر فى قضاء التراويح، النهر الفائق ص ۳۰۶/ ج ۱/ باب الوتر والنوافل مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، حلبى كبيرى ص ۴۱۰/ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

تابع ہے، جو شخص جماعت فرض عشاء میں شریک نہیں ہوسکا، وہ جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے، جب مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی گئی اور کوئی شخص متخلف رہ گیا، بعد میں آیا تو وہ تنہا فرض پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے "ولوترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا لتراویح جماعة لانها تبع فمصلیه وحده یصلیها معه ولو لم یصلیها ای التراویح بالامام او صلها مع غیره له ان یصلی الوترمعه لوترکها الکل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع "(درمختار[1] قوله فلیراجع ففیه التعلیل بقولهم لانها تبع ان یصل الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولاللعشاء عند الامام رحمه اللّٰه ،انتهی طحطاوی[2] ص ۳۹۷/ شامی کی رائے کے مقابلہ میں اس مسئلہ میں طحطاوی کی رائے مقدم ہے، کیونکہ قواعد امام کے موافق ہے، مجموعہ الفتاویٰ[3] ج ۱/ص ۲۰۵/ میں ہے "وفی مختصره اذالم یصل الفرض مع امام قیل لایتبعه فی التراویح ولافی الوتر وکذا اذا لم یصل مع التراویح لایتبعه الوتر والصحیح انه یجوزان یتبعه فی ذالک کله، کبیری شرح منیة المصلی[4] ص ۲۹۱/ لودخل بعد ماصل الامام الفرض وشرع فی التراویح فانه یصل الفرض اولاوحدهٗ ثم یتابعه فی التراویح. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تراویح کے معروفات ومنکرات

سوال:-تراویح کا مسنون طریقہ لکھ دیں اور ساتھ ہی تراویح کے منکرات بھی لکھ دیں۔

---

[1] الدرمع الرد کراچی ج۲/ص ۴۸/باب الوترو النوافل،مبحث صلاة التراویح،قوله بقی الخ الذی یظهران جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وان کان الوتر نفسه اصلافی ذاته الخ شامی حواله بالا.

[2] طحطاوی علی الدرج ۱/ص ۲۹۷/باب الوترو النوافل ،طبع دارالمعرفة بیروت.

[3] مجموعه الفتاوی علی هامش الخلاصة ج ۱/ص ۱۲۴/کتاب الصلاة،طبع لاهور.

[4] حلبی کبیری ص ۴۱۰/فصل فی النوافل،تراویح،فروع طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

بیس رکعات ہر دو رکعت پر سلام، ہر چار رکعت پر وقفہ، پورا قرآن پاک ختم، کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً جو چیزیں سنت کے خلاف ہوں، یا نوایجاد ہوں وہ سب منکرات ہیں، آپکو جس چیز کے متعلق دریافت کرنا ہو کرلیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دعاءِ ترویحات سے متعلق اشتہار کی تحقیق

سوال:- بعض ثقہ اور مشہور اشتہاروں میں تراویح کے ترویحہ کی مسنون دعاء کے عنوان سے منتخب از احادیث صحیحہ یہ دعاء لکھی ہے: **سبحان الملک القدوس سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الّذی لاینام ولایموت سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکۃ والروح لا الٰہ انت استغفرک واسئلک الجنۃ واعوذ بک من النار اللھم اجرنی من النار یا مجیر یا مجیر یا مجیر.** اور بعض اشتہاروں میں بڑی لمبی

---

[1] وھی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات یجلس بین کل أربعۃ بقدرھا وکذا بین الخامسۃ والوتر والختم مرۃ سنۃ ویجتنب المنکرات ھذرمۃ القرأۃ الخ الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۴۹۵، ۴۹۹/ ج۲/ مبحث صلاۃ التراویح،مجمع الانھرص ۲۰۲، ۲۰۳/ج ۱/ باب الوتر والنوافل، فصل التراویح الخ،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،تبیین الحقائق مع الکنز ص۱۸۷/ ج ۱/باب الوتروالنوافل،مطبوعہ امدادیہ ملتان، لوقرأ تمام القرآن فی التراویح ولم یقرأ البسملۃ فی ابتداء سورۃ من السورسوامافی النملۃ لم یخرج من عھدۃ السنیۃ، ولوقرأھا سراً خرج من العھدۃ لکن لم یخرج المقتدون عن العھدۃ،احکام القنطرۃفی احکام البسملۃ ص۲۷۳/مطبوعہ کراچی مع مجموعہ رسائل اللکنوی ص ۷۱ج ۱/ادارۃ القرأن، سعایہ ص۱۷۰/ ج۲/التحقیق اخفاء التسمیۃ مطبوعہ لاھور.

دعا درج ہے، خلفاء اربعہ کے نام اوران کے القاب کلمات جن سے دعا، دعانہیں رہتی لکھے ہیں ترویحہ میں بعض جگہ تو سب مل کر پڑھتے ہیں اور بعض جگہ مؤذن کے ذمہ ہے کہ وہ تنہا یا دوچار آدمیوں کوشریک کر کے بڑے زور کی آواز سے یہ لمبی دعاء پڑھے وہ عبارت یہ ہے تراویح میں پڑھنے کی تسبیحات، تراویح سے پہلے پکار کر مؤذن کے ذمہ ہے، کہ یوں پکارے **الصلوٰۃ سنۃ التراویح رحمکم اللّٰہ** پھر لکھا ہے، کہ پہلے دوگانہ ترویحہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں: **فضل من اللّٰہ ونعمۃ ومغفرۃ ورحمۃ وعافیۃ وسلامۃ لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد خواجۂ عالم صلوٰۃ** کے بعد پہلی ترویحہ کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں، کلمہ شہادت پڑھیں، دعاء مانگنے کے بعد یوں کہیں: **العبد محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر خواجۂ عالم صلوٰۃ.**

(۲) دوسری ترویحہ کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں: **اللھم صل علٰی محمد وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین والملئکۃ المقربین وعلی کل ملک برحمتک یا ارحم الراحمین** دعاء مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھیں: **خلیفۃ رسول اللّٰہ خیر البشر بعد الانبیاء بالتصدیق والتحقیق امیر المومنین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** غرض اس طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات کے نام سے مروج ہیں تراویح کے ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو بتلایا ہے پھر خاتمہ پر ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار بتلایا یہ پڑھنے کو، **اسد اللّٰہ الغالب مظھر العجائب والغرائب امام المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب لا الٰہ اللّٰہ اکبر** وغیرہ شرعاً اس کے بارہ میں جواب مرحمت فرمائیں کہ اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور کیا یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے یا درود

شریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے، مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار تراویح کے بعد جداگانہ چار چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے[1] کلمات ذیل شامی میں منقول ہیں:

قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملٰئکة والروح لا اله الا اللّٰه نستغفر اللّٰه نسألک الجنة ونعوذبک من النار کما فی منهج العباد اهـ (شامی[2] ص ۴۷۴/ ج ۱/)

جو طریقہ ہر تراویح کے بعد مسئولہ کلمات اور اجتماعی دعاء کا سوال میں تحریر ہے، وہ کتب شرعیہ مستندہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں نے غالباً روافض وغیرہ کی تردید ومخالفت کے لئے ایجاد کیا ہے اور اس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دے دی اس کو ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۴ھ

---

[1] ویجلس ندبا بین کل اربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءةٍ وسکوت وصلاة فرادیٰ،قال الشامی واهل مکة یطوفون واهل المدینة یصلون أربعاً الخ، درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، زکریا ص ۴۹۶/ ج ۲/ ثم هم مخیرون فی حالة الجلوس ان شاؤاسبحوا وان شاؤ اقعدوساکتین واهل مکة یطوفون اسبوعاً ویصلون رکعتین اوهل المدینة یصلون اربع رکعات فرادی الخ عالمگیری ص ۱۱۵/ ج ۱/ فصل فی التراویح ،المحیط البرهانی ص ۲۵۰/ ج ۲/ الفصل الثالث عشرفی التراویح الخ النوع الاول الخ مطبوعه ڈابهیل،تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ص ۱۸۰/ ج ۱/ باب الوتروالنوافل قبیل باب ادراک الفریضة مطبوعه امدادیه ملتان،حلبی کبیری ص ۴۰۴/ باب الوتراوالنوافل، التراویح،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] شامی کراچی ص ۴۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، شامی زکریا ص ۴۹۷/ ج ۲/.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ثانی : تراویح میں قراءت کی کیفیت

تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت

سوال:- ختم تراویح میں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الخ پڑھنا جہراً یا سراً اس میں اختلاف ہے، یا نہیں؟ نیز ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الخ پڑھنا ضروری ہے یا ایک سورۃ کی ابتدا میں پڑھنا کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم یہ ایک آیت ہے جو کہ دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے، سورہ الحمد یا کسی دوسری سورۃ کی پہلی آیت نہیں: وھی اٰیة واحدة من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحة ولا من کُلّ سُورَةٍ (در المختار[1]) خارجِ نماز ہر سورۃ سے پہلے اس کا پڑھنا مسنون ہے[2]، نماز میں الحمد سے پہلے پڑھنا سراً

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۱۹۳/ ج۲/ باب صفة الصلاة، مطلب قرأة البسملة بین الفاتحة والسورة الخ، المحیط البرھانی ص۱۱۳/ ج۲/ الفصل الثالث فی مایفعله بعد الشروع فی الصلاة، مطبوعه ڈابھیل، تاتارخانیه ص۵۳۵/ ج۱/ الفصل الثالث فی بیان مایفعله المصلی الخ طبع کراچی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسنون ہے، الحمد کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے، اس کے شروع میں پڑھنا مسنون نہیں نہ سراً نہ جہراً[1] جب قرآن پاک تراویح میں ختم کیا جائے، تو کسی ایک سورۃ کے شروع میں اس کو جہراً پڑھنا چاہئے، اگر سراً پڑھا تو مقتدیوں کا قرآن شریف تمام نہیں ہوگا، ایک آیت کی کمی رہ جائے گی[2]۔ اسکے احکام کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی کا رسالہ "احکام القنطرہ فی احکام البسلمۃ" مطالعہ فرمائیں اس میں جزئیات اور اختلاف مبسوط ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۹۵ھ

ہر سورہ پر بسم اللہ

سوال:- عبداللہ نے تراویح میں قرآن کریم اس طرح پر سنایا کہ ہر سورۃ شریف سے

(گذشتہ کا بقیہ) [2] یسن لمن قرأ سورۃ تامۃ ان یتعوذ ویسمی قبلها الخ طحطاوی ص ۲۱۰/ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۴۹۰/ ج ۱/ کتاب الصلوۃ فصل فی تالیف الصلوۃ الخ قبیل مطلب لفظة الفتوی اکد الخ سعابة ص ۱۶۷/ ج ۲/ باب صفة الصلوۃ، التعوذ، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] سمی سرا فی کل رکعة ولو جهریة لاتسن بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سریة (درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۳۲۹، ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۲۹۱/ ج ۲/ باب صفة الصلاة. مطلب قرأة البسملة بین الفاتحة والسورة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۰/ کتاب الصلوۃ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصری، تبیین ص ۱۱۲/ ج ۱/ باب صفة الصلوۃ مطبوعه امدادیه ملتان، المحیط البرهانی ص ۱۱۴/ ج ۲/ الفصل الثالث فی مایفعله المصلی الخ مطبوعه ڈابهیل.

[2] لو قرأ تمام القرآن فی التراویح ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سواء ما فی النمله لم یخرج عن عهد السنیة ولو قرأها سراً خرج عن العهدة لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة احکام القنطرة فی احکام البسملة ص ۲۷۳/ سعایة ص ۱۷۰/ ج ۲/ باب صفة الصلوۃ، التحقیق اخفاء التسمیة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

پہلے بسم اللہ بالجہر پڑھی اور جب سورۃ والضحیٰ کو پہنچا تو ہر سورۃ شریف کے بعد والناس تک تکبیرات پڑھیں، دریافت کرنے پر اسنے کہا اگر چہ میں حنفی المذہب ہوں لیکن میں قراءت میں جس امام کی قراءت پڑھتا ہوں انکا پیرو ہوں، انکا طریقہ یہ ہی ہے، جسکو ائمہ قراءت نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، میں انکا اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ بین السورتین اور تکبیرات در آواخر السوراز والضحیٰ تا والناس پڑھیں، چونکہ مذہب کی کسی مستند کتاب میں اسکی ممانعت میری نظر سے نہیں گذری ہے، اسلئے میں اپنے طریقہ پر اچھی طرح ثابت ہوں اب دریافت طلب یہ تین امر ہیں، (۱) بسم اللہ بالجہر بین السور قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں پڑھنا چاہئے یا نہیں، (۲) تکبیرات کا پڑھنا قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں اور پھر خاص کر نوافل میں ائمہ مذاہب کے نزدیک جائز ہے، یا نہیں، (۳) ائمہ قراءت سے معتبر کتابوں میں جو کچھ منقول ہے، اس پر عمل کرنا کیا حکم رکھتا ہے، جواب مدلل بحوالہ کتاب ہو۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص تمام کلام اللہ تراویح میں سنائے اسکو کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ شریف بالجہر پڑھنا چاہئے، ورنہ ختم قرآن شریف کی سنت اداء نہیں ہوگی اگر آہستہ پڑھیگا تو مقتدیوں کا قرآن شریف پورا نہیں ہوگا، بلکہ ایک آیت کی کمی رہ جائیگی: **لو قرأ تمام القرآن فی التراویح ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سواء ما فی النملة لم یخرج عن عهدة السنیة ولو قرأها سراً خرج عن العهدة لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة اهـ (احکام القنطرة ص ۲۷۳ /[۱]** ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنا حتی کہ اگر ایک رکعت میں متعدد سورتیں بالجہر پڑھے تو انکے درمیان بالجہر پڑھنا خلاف سنت ہے، اور ایسی صورت میں آہستہ بھی نہ پڑھے البتہ اگر قراءت بالسر پڑھے تو ہر سورت کے شروع

---

[۱] احکام القنطر فی احکام البسملة ص ۲۷۳ /وسعایة ص ۱۷۰ /ج ۲ /باب صفة الصلوة، التحقیق اخفاء التسمیة ،مطبوعه سهیل لاهور.

میں بسم اللہ پڑھنا احسن ہے، بسم اللہ شریف حنفیہ کے نزدیک نہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے، نہ ہر سورۃ کا بلکہ کلام اللہ شریف کی ایک آیت ہے، جو سورتوں کے درمیان فصل کیلئے نازل ہوئی ہے:

وتسن التمسية اول كل ركعة قبل الفاتحة اهـ مراقى الفلاح وهى اٰية واحدة من القرآن انزلت للفصل بين السور وليست من الفاتحة ولا من كل سورة مختصراً (طحطاوی[1] ص ۱۴۱/) قال الجصاص واختلفوا فى تكرارها فى كل ركعة وعند افتتاح السورة فروىٰ ابويوسف عن ابى حنيفة انه يقرأها فى كل ركعةٍ مرة واحدة عند ابتداء قرأة فاتحة الكتاب ولا يعيدها مع السورة عند ابى حنيفةؒ وابى يوسف وقال محمدؒ والحسنؒ ابن زياد عن ابى حنيفة اذا قرأها فى اول ركعة عند ابتداء القراء ة لم يكن عليه ان يقرأها فى تلك الصّلوٰة حتى يُسلم وان قرأها مع كل سورة فحسن وروىٰ هشام عن ابى يوسفؒ قال سألت ابا حنيفة عن قراء ة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم قبل فاتحة الكتاب وتجديدها قبل السورة اللتى بعد فاتحة الكتاب فقال ابوحنيفةؒ يجزيه قرأتها قبل الحمد وقال ابويوسفؒ يقرأها فى كل ركعة قبل القرأة مرة واحدة ويعيدها فى الاخرى ايضاًقبل فاتحة الكتاب بعدها اذا ارادان يقرأ سورة قال محمدؒ فان قرأ سورا كثيرة وكانت قراته ويخفيها قرأها عند افتتاح كل سورة وان كان يجهر بها لم يقرأها لانه فى الجهر يفصل بين السورتين بسكتة اهـ (احکام القرآن[2] ج۱ص۱۳/)

(۲) عام شوافع کے نزدیک سنت ہر قراءت میں ہے بعض نے انکار بھی کیا ہے، قرائے حنابلہ کے نزدیک مستحب نہیں، سوائے ابن کثیر کے، حنفیہ اور مالکیہ کی کتب فقہ میں یہ

---

[1] مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۲۱۰/ فصل فى بيان سننها، الدرالمختار على الشامى زكرياص ۱۹۳/ ج۲/باب صفة الصلوة مطلب قراء ة البسملة الخ المحيط البرهانى ص ۱۱۳/ ج۲/الفصل الثالث فى مايفعله المصلى بعد الشروع فى الصلوة، مطبوعه ڈابهيل.

[2] احكام القرآن للجصاص ص ۱۳/ ج ۱/ فصل واما قرأتها فى الصلاة، مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

مسئلہ صراحۃً نہیں ملا: قال ابن الحجر المکی بعد الکلام علٰی الروایة فثبت بما ذکرناہ عن الشافعی وبعض مشائخه وغیرهم انه سنة فی الصلٰوة و وقع لبعض الشافعیة المتاخرین الانکار علٰی من کبر فی الصلٰوة فرد ذالک علیه غیر واحد وشنعوا علیه فی هذا الانکار قال ابن الجوزیؒ ولم اری للحنفیة ولا للمالکیة نقلاً بعد التتبع واما الحنابلة ففی فروعهم لابن مفلح وهل یکبر لختمه من الضحٰی اوالم نشرح اٰخر کل سورة فیه روایتان ولم یستحبه الحنابلة القراء غیر ابن کثیر اھ فتاویٰ[1] حدیثیة مختصراً ص ۱۵۹ / ملا علی قاریؒ نے شرح شاطبی[2] ص ۴۱۶ / میں لکھا ہے: والتکبیر المذکور سنة عند الشافعی فی کل قراء ة وروایة سواء کان بمکة او غیرها وعند الحنفیة فمختصة بقرأة ابن کثیر ولو کانت القراء ة بغیرمکة اھ ظاہر یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز میں یہ تکبیر مسنون نہیں اسلئے مسنونات نماز یا تراویح میں اس کو تحریر نہیں کیا نیز اس میں جزء قرآن ہونے کا شبہ ہوتا ہے، اس لئے بھی نماز میں اس سے احتراز مناسب ہے، علامہ[3] سیوطیؒ نے اتقان میں مانعین کی طرف سے اس کو نقل کیا ہے۔

(۳) ائمہ قراءت سے جو قواعد فن تجوید کی معتبر کتابوں میں منقول ہے، وہ معتبر و معمول بہا ہیں، اگر نماز میں کوئی مسئلہ قراءت فقہ سے مقابل ہوگا تو اس صورت میں فقہ کی معتبر کتابوں پر عمل کیا جائے گا، جیسا کہ بسم اللہ بین السور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الفتاوی الحدیثیة ص ۲۲۵ / باب الاحکام المتعلقة بالقرآن، مطلب التکبیر من الضحی الی سورة الناس الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[2] شرح شاطبی ص ۴۱۶ / باب التکبیر، تحت اذا کبر وافی آخر الناس اردفوا مع الحمد حتی المفلحون توسلاً، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[3] ومن لا یکبر من القراء حجتهم ان فی ذلک ذریعة الی الزیادةفی القرآن بان یداوم علیه فیتوهم انه منه (الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۱۲ / ج ۱ /) مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ص ۱۱۱ / قبیل الفصل الرابع فی الاقتباس وماجری مجراه الخ.

تکرار فاتحہ، وہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ

سوال: -بعض حافظوں کی یہ عادت ہے کہ آخری تراویح کی رکعت اخریٰ میں فاتحہ کے بعد سورۂ ناس پڑھ کر الحمد للہ اور سورۂ بقرہ کے کسی قدر ایک رکعت پڑھتے ہیں اب تکرار فاتحہ کی وجہ سے کیا کچھ خرابی نہیں ہے۔

دیگر اینکہ اگر ایک ہی رکعت میں کوئی شخص کئی سورۃ پڑھے تو ہر ایک سورۃ کے اول میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا نہیں، پڑھیں تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس میں کوئی خرابی نہیں، تکرار فاتحہ اگر متوالیاً ہو تو اس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے، اگر سورت کا فصل درمیان میں آجائے، تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا: **ولو کررھا (الفاتحة) فی الاولیین یجب علیه سجود السهو لانه اخر واجباً وهو السورة بخلاف مالو اعادها بعد السورة او کررها فی الاخریین اھ** (زیلعی[1] ص ۱۹۳/ ج ۱/) تاہم اسکو معمول نہیں بنانا چاہئے۔

(۲) اس میں چند اقوال ہیں پڑھنا بہتر ہے کذا فی ردالمحتار[2] **سمی سرا فی کل رکعة ولو جهرية لاتسن بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرّية ولا تكره اتفاقاً قوله ولوجهرية رد علٰی ما فی المنية من ان الامام لا يأتی بها اذا جهر بل اذا خافت فانه غلط فاحش بحرو اوله فی شرحها بانه لايأتی بها جهرا قوله لا تسن مقتضیٰ كلام المتن ان يقال لا**

---

[1] تبيين الحقائق للزيلعی شرح كنز الدقائق ص۱۹۳/ ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه امداديه ملتان، فتح القدير ص۵۰۳/ ج ۱/ باب سجود السهو، مطبوعه دارالفكر بيروت، المحيط البرهانی ص ۳۱۰/ ج ۲/ باب سجود السهو نوع آخر فی بيان مايجب به سجود السهو الخ مطبوعه ڈابهيل.

[2] الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص۳۲۸/ ج ۱/ تا ص ۳۲۹/ مطبوعه زكريا ص ۱۹۲/ ج ۲/ باب صفة الصلاة، مطلب قرأة البسملة الخ.

یسمی عدل عنه لابهامه الكراهة بخلاف نفى السنية ثم ان هٰذا قولهما وصححه فى البدائع وقال محمد تسن ان خافت لا إن جهر بحر ونسب ابن الضياء فى شرح الغزنوية الاول الىٰ ابى يوسفؒ فقط فقال وهٰذا قول ابى يوسفؒ وذكرفى المصفىٰ ان الفتوىٰ علىٰ قول ابى يوسف انه يسمى فى اول كل ركعة ويخفيها وذكر فى المحيط المختار قول محمدؒ وهو ان يسمى قبل الفاتحة وقبل كل سورة فى كل ركعة وفى رواية الحسن بن زياد انه يسمى فى الركعة الاولىٰ لا غير وانما اختير قول ابى يوسفؒ لان لفظة الفتوىٰ آكد وابلغ من لفظة المختار ولان قول ابى يوسف وسط وخير الامور اوسطها قوله ولاتكره اتفاقاً ولهٰذا صرح فى الذخيرة والمجتبىٰ بانه ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً اوجهراً كان حسناً عند ابى حنيفةؒ ورجحه المحقق بن الهمام وتلميذه الحلبى لشبهة الاختلاف فى كونها اٰية من كل سورة اهـ (شامی)[1]

وروىٰ هشام عن ابى يوسف قال سألت ابا حنيفةؒ عن قرأة بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم قبل فاتحة الكتاب وتجديدها قبل الحمد وقال ابويوسف يقرأها فى كل ركعة قبل القرأة مرة واحدة ويعيدها فى الاخرىٰ ايضا قبل فاتحة الكتاب وبعدها اذا ارادان يقرأ سورة قال محمد فان قرأ سورة كثيرة وكانت قرأته يخفيها قرأها عند افتتاح كل سورة وان كان يجهر بها لم يقرأها لانه فى الجهر يفصل بين السورتين بسكتة اهـ (احكام القرآن)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/ذیقعدہ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۹۲/ ج۲/ مطبوعه نعمانيه ص ۳۲۸/ ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطلب قرأة البسملة الخ،مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۲۱۰/كتاب الصلوة فصل فى بيان سننهامطبوعه مصرى،حلبى كبيرى ص ۴۶۰/كتاب الصلوة فصل فى سجودالسهو، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] احكام القرآن للجصاص ص۱۳ج۱، فصل واما قرأتها فى الصلاة،مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

تراویح میں قراءت کی مقدار

سوال:- کتنی مقدار چھوٹنے سے نماز ہوجاتی ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی، اور اگر دوسرے روز پتہ چلے کہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی، تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قراءت واجبہ سورۂ فاتحہ کے بعد مقدار تین قصیرہ ہے، یا ایک آیت طویلہ ہے، اس سے کم قراءت سے واجب ادا نہ ہوگا[۱] اور اگر درمیان سے کچھ قراءت چھوٹ جائے اور اس سے معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی[۲] اگر یاد آئے کہ گزشتہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی، تو تنہا تنہا دو رکعت پڑھے، جماعت سے نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الاول وجوب قراءة الفاتحة والثانی ضم سورة قصيرة اوثلاث آيات قصار، مراقی مع الطحطاوی مصری، ص ۲۰۰/فصل فی بيان واجب الصلاة، عالمگيری كوئٹه ج ۱/ص ۷۱/الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی واجبات الصلاة، بحر كوئٹه ج ۱/ص ۲۹۵، ۲۹۶/باب صفة الصلاة.

[۲] واما اذا لم يكن على وجه الايجاز والترخيم فان كان لايغير المعنى لاتفسد صلاته تاتارخانيه كراچی ج ۱/ص ۴۸۶/نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الخامس فی حذف حرف عن كلمة، محيط برهانی ج ۲/ص ۷۲/الفصل الثانی فی الفرائض، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الخامس فی حذف حرف من الكلمة، طبع مجلس علمی گجرات، حلبی كبيری ص ۴۸۴/فصل فی بيان احكام زلة القاری، طبع سهيل اكيڈمی لاهور.

[۳] ولاتقضی اذا فاتت اصلافان قضاها ای منفرداكانت نفلامستحبا، الدرمع الرد كراچی ج ۲/ص ۴۵/باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح، تاتارخانيه كراچی ج ۱/ص ۶۶۹/الفصل الثالث عشرفی التراويح، نوع آخرفی قضاء التراويح.

قل ھو اللّٰہ احد تین مرتبہ پڑھنا

سوال:- بعض عالم کہتے ہیں کہ: "قل ھو اللّٰہ احد" تین مرتبہ پڑھنا تراویح کے سلسلہ میں مستحب ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض فقہاء نے تین مرتبہ پڑھنے کو مستحب لکھا ہے[1] لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر التزام نہیں کرنا چاہئے، اور جہاں التزام ہو وہاں توڑنا چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۰/۶۷ھ

الم تر کیف سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا

سوال:- بعض مولوی تیسرے طریقہ سے پڑھتے ہیں، کہ ہر رکعت میں دو دو سورت ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں سورہ ناس تک جاتے ہیں تاکہ دوبارہ سورۂ ناس سے نہ پڑھے، اول رکعت میں الم تر کیف و لإیلاف اسی طرح تیسری رکعت میں ارأیت الذی و انا اعطینا اور چوتھی میں بھی یہی سورتیں یعنی ارأیت الَّذِی اور انا اعطینا اس طرح ہر رکعت میں دو دو سورتیں سورہ ناس تک پڑھتے ہیں الم تر کیف کا طریقہ کب اور کس طرح اور کس نے ایجاد کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے الم تر کیف سے تراویح پڑھنا کس طرح ثابت ہے، اور تین طریقوں میں سے کونسا افضل ہے، اور کس طریقہ کو ترک کرنا چاہئے؟

---

[1] وقراءة قل هو اللّٰه احد ثلٰث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشائخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلا باس به الا ان يكون الختم فى المكتوبة فلا يزيد على مرة (كبيرى ص ۴۹۶/ مطبوعه لاهور پاكستان) القراءة خارج الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی درست ہے، صحابہ کے زمانہ میں تو الم ترکیف سے پڑھنے کا رواج نہ تھا، متأخرین جب دیکھا کہ پورا قرآن ختم کرنے کی صورت میں نمازی سستی کرتے ہیں مسجد میں نہیں آتے مساجد ویران وغیر آباد ہو جاتی ہیں تب ان صورتوں کو اختیار کیا[1] شاید آپ نے شفعہ کی جگہ رکعت لکھ دیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الم ترکیف سے تراویح کا طریقہ

سوال:-تراویح میں بجائے الم ترکیف الآیۃ تا والناس پڑھنے کے ایک رکعت میں الم ترکیف سے والناس تک بالترتیب پڑھنا اور ہر دو رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے: وفی التنجس واختار بعضهم سُورة الاخلاص فی کل رکعة وبعضهم سورة الفیل ای البدائة منها ثُمَّ یعیدها الاّ انهم یبدؤن بقراء ة سورة التکاثر فی الاولٰی وَالاخلاص فی الثانیة هٰکذا الٰی ان تکون قراءتهم فی التاسعة عشر بسورة تبت وفی العشرین بالاخلاص قلت لکن الاحوط قراءة النصر وتبّت فی الشفع الاوّل من الترویحة الاخیرة والمعوذتین فی الشفع الثانی منها

---

[1] وبعضهم اختاروا قرأة سورة الفیل الی اٰخر القرآن وهذا احسن لانه لایشتبه علیه عدد الرکعات ولایشتغل قلبه بحفظها فیتفرغ للتدبر والتفکر (البحر الرائق ص۶۸/ ج۲/) باب الوتر والنوافل. مطبوعه کوئٹه،شامی زکریا ص۴۹۸/ ج۲/باب الوتر والنوافل ،مبحث التراویح،تاتارخانیه ص۶۶۰/ ج۱/کتاب الصلوة،التراویح نوع آخر بیان القراء ة فی التراویح،مطبوعه کراچی.

اھ شامی مختصر ج ۱/ص ۴۹۶[1]

احوط یہ ہے کہ ترویحہ واحدہ کے ہر دوشفعہ کی قراءت بالترتیب ہو، پورا قرآن کریم تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے[2] اگر مقتدی اس کے سننے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہو تب دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱۰/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

تراویح الم ترکیف سے

سوال:- صلوٰۃ تراویح میں کلام مجید کی آخری دس سورتیں ختم حکمی قرار دی جاسکتی ہیں، یا نہیں اور اس ختم حکمی کی اصل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے، اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنا مستقل سنت ہے: التراویح سنة موکدة للرجال والنساء (خانیۃ[3] ج ۱/ ص ۲۶۹/)

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۴۷۵/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۴۹۸/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، البحر الرائق ص ۶۹/ ج ۲/باب الوتر والنوافل،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] والختم مرة سنة ولا یترک الختم لکسل القوم الخ، الدرالمختار علی ردالمتحار زکریا ص ۴۹۷/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح،البحرالرائق ص ۶۸/ ج ۲/مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۳۵/فصل فی صلاة التراویح،مطبوعه مصری.

[3] خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۳۲/ ج ۱/ باب التراویح ،مطبوعه کوئٹه،المحیط البرهانی ص ۲۴۹/ ج ۲/الفصل الثالث عشرفی التراویح والوتر،النوع الاول فی بیان صفتهاالخ،مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیه ص ۶۵۳/ ج ۱/الفصل الثالث عشرفی التراویح،مطبوعه کراچی.

والختم مرة سنة مرتين فضيلة وثلاثا افضل ولا يترك الختم لكسل القوم قال الشامی[1] ص ۴۷۴/ ج ۱/ تحت قول الدر والختم مرة سنة اى قراء ة الختم فى صلاة التراويح سنة وصححه فى الخانية وغيرها وعزاه فى الهداية الٰى اكثر المشائخ وفى الكافى الٰى الجمهور وفى البرهان وهو المروى عن ابى حنيفةؒ والمنقول فى الاٰثار اھ.

مگر جہاں کے نمازی اس قدر ضعیف ہوں اور کم ہمت ہوں کہ پورا قرآن شریف سننے کیلئے تیار نہ ہوں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں، تو وہاں بہتر یہ ہے کہ جس قدر بسہولت سن سکتے ہوں، اس قدر پڑھا جائے: واما فى زماننا فالافضل ان يقرأ الامام علٰى حسب حال القوم من الرغبة والكسل فيقرأ قدر مالا يوجب تنفير القوم عن الجماعة لان تكثير الجماعة افضل من تطويل القراء ة (بدائع[2] ص ۲۸۹/ ج ۱/) لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا: ولو قرأ بعض القرآن فى سائر الصلوٰة بان كان القوم يملون من القراء ة فى التراويح فلا بأس به لكن يكون لهم ثواب الصلوٰة لا ثواب الختم وقد ذكرنا ان السنة هى الختم فى التراويح: (فتاویٰ قاضی[3] خاں ج ۱/ ص ۲۷۷/ اسکاہلی اور سستی کی وجہ سے بعض فقہاء نے اخیر کی دس سورتیں تجویز کردیں، تاکہ شمار میں بھی کوئی اشتباہ نہ ہو اور یاد کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہو اور تدبر وتفکر سے نماز بھی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۷/ ج ۲/ مطبوعه نعمانيه ص ۴۷۴/ ج ۱/ مبحث صلاة التراويح، تاتارخانيه ص ۶۵۹/ ج ۱/ التراويح نوع آخر بيان القراء ة فى التراويح، مطبوعه كراچى، عالمگيرى ص ۱۱۶/ ج ۱/ فصل فى التراويح، مطبوعه كوئٹه.

[2] بدائع الصنائع كراچى ص ۲۸۹/ ج ۱/ فصل فى سنن التراويح، البحرالرائق ص ۶۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى كراچى ص ۴۷/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل مبحث صلاة التراويح.

[3] قاضى خاں على هامش الهنديه كوئٹه ص ۲۳۸/ ج ۱/ باب التراويح فصل فى مقدار القرأة فى التراويح، المحيط البرهانى ص ۲۵۳/ ج ۲/ الفصل الثالث عشر التراويح، نوع آخر فى بيان القراء ة فى التراويح، مطبوعه ڈابھيل، تاتارخانيه ص ۶۵۹/ ج ۱/ التراويح نوع آخر بيان القراء ة فى التراويح، مطبوعه كراچى.

پوری ہوجائے: وبعضهم اختار روا قراءة سورة الفيل الىٰ اٰخر القراٰن وهٰذا احسن لانه لايشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها فيتفرغ للتدبر والتفكر اهـ (البحر[1] ج ۲/ص ۶۸/ معلوم ہوا اخیر کی دس سورتیں پڑھنے کی وجہ سے کاہلی، کم ہمتی اور قرآن شریف کی طرف سے بے رغبتی و بے توجہی ہے اور اس سے تمام قرآن کے ختم کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں پارہ عم پڑھے یاالم ترکیف؟

سوال:- اگر کسی شخص کو صرف کلام اللہ کا تیسواں پارہ (پارۂ عم) یاد ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ تراویح میں روزانہ صرف وہی ایک پارہ جو صاحب موصوف کو یاد ہے، بحیثیت امام کے پڑھیں اور سنائیں اس طرح ہر روز ایک ہی پارہ پڑھنا بہتر ہے یا الم ترکیف سے نمازِ تراویح ادا کرلی جائے؟ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں چونکہ رمضان المبارک میں ایک ہفتہ بھی باقی نہیں، تو اس جگہ اور بھی مشہور مساجد ہیں جہاں ختم قرآن ہوا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہ نسبت الم ترکیف کے ہر روز تیسواں پورا پارہ پڑھنا افضل ہے، پورا قرآن شریف تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۸/۶۲ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان ۶۲ھ

---

[1] البحر الرائق كوئٹه ص ۶۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل، تاتارخانيه ص ۶۶۰/ ج ۱/ التراويح نوع آخر بيان القراءة فى التراويح، مطبوعه كراچى، شامى زكرياص ۴۹۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل مبحث التراويح.

(نمبر۲/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تراویح میں الم ترکیف سے پڑھنے کی ترکیب

سوال: -بعض مسجدوں میں الم ترکیف سے جو تراویح پڑھی جاتی ہے وہ الم ترکیف سے سورہ ناس تک مسلسل نہیں پڑھتے، بلکہ سورہ اخلاص تک پڑھتے ہیں اور پھر نویں رکعت میں دوبارہ الم ترکیف اور دسویں میں لإیلاف پڑھتے ہیں اور پھر گیارہویں میں اور بارہویں میں معوذتین پڑھتے ہیں، اور پھر تیرہویں رکعت سے ارأیت الذی سے پڑھتے ہیں، سورہ ناس تک مسلسل پڑھتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ الم ترکیف سے سورہ ناس تک مسلسل کیوں نہیں پڑھتے جیسا کہ بحرالرائق شامی درمختار وغیرہ میں ہے الٹ پھیر کرنا بلا ترتیب کیسا ہے، اور اس سے ترتیب کو ترک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ ہر ترویحہ کی سورتیں ترتیب وار ہو جائیں اگر نویں دسویں میں معوذتین پڑھیں اور گیارہوں بارہویں میں الم ترکیف اور لإیلاف پڑھیں تو شفعہ اولیٰ کی سورتیں موخر ہو جائیں گی اور شفعہ ثانیہ کی مقدم، اس سے ترویحہ میں ترتیب نہ رہے گی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ باقی حاشیہ) [2] والختم فی التراویح مرة واحدة سنة، خانیة علی هامش الهندیة ص۲۳۷/ ج۱/ باب التراویح فصل فی مقدار القراءة فی التراویح، مطبوعه کوئٹه. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۴۹۷/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح، تاتارخانیه ص۶۵۳/ ج۱/ الفصل الثالث عشر فی التروایح، مطبوعه کراچی.

---

[1] قلت لکن الاحوط قراءة النصر وتبت فی الشفع الاول من الترویحة الاخیرة والمعوذتین فی الشفع الثانی منها وبعض ائمة زماننا یقرأ بالعصر والاخلاص فی الشفع الاول من کل ترویحة وبالکوثر والاخلاص فی الشفع الثانی شامی زکریاص۴۹۸/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح.

تراویح میں خلاف ترتیب قراءت

سوال:- بعد ختم قرآن حافظ مفلحون سے چند آیات دعائیہ وغیرہ پڑھتے ہیں بروئے احادیث وفقہ جائز ہے یا نہیں ودوگانہ مکمل سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا بہتر ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی: **ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ قال فی شرح المنیۃ وفی الولو الجیۃ من یختم القرآن فی الصلوٰۃ اذا فرغ من المعوذتین فی الرکعۃ الاولیٰ یرکع، ثم یقرأ فی الثانیۃ بالفاتحۃ وشئ من سورۃ البقرۃ لان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح. شامی ج ۱/ص ۵۷۰**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

تراویح میں غلبۂ ظن سے پڑھنا

سوال:- تراویح میں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو شک ہو جاتا ہے کہ یہاں واؤ ہے یا خا ہے، یا اور کسی طرح کا شک، تو حافظ نے غلبۂ ظن سے پڑھ دیا تو وہ صحیح نکلا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اسی طرح غلط پڑھا مگر معنی نہیں بدلے مثلاً من قبلھم کی جگہ قبلھم پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر یہ صورت فرائض میں پیش آجائے تو کیا حکم ہے؟

---

[1] الشامی نعمانیہ ص۳۶۷/ ج ۱/ مطبوعہ زکریا ص ۲۶۹/ ج ۲/ باب صفۃ الصلاۃ فروع فی القرائۃ خارج الصلاۃ، حلبی کبیر ص ۴۹۴/ فصل فیما یکرہ من القرآن فی الصلوۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور، ھندیہ کوئٹہ ص ۷۹/ ج ۱/ الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

سب صورتوں میں نماز صحیح ہوگئی۔[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

[۱] ولوزاد کلمة اونقص حرفا لوقدمه اوبدله بآخر الی قوله لم تفسد مالم یتغیر المعنی الخ. الدرالمختار علی هامش ردا لمحتار زکریا ص۳۹۶/ ج۲/ مطلب مسئلة زلة القاری،حلبی کبیری ص۴۷۷/فصل فی زلة القاری ،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،خانیه علی الهندیه ص۱۴۱/ج۱/ کتاب الصلوة فصل فی قراء ة القرآن الخ مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

تراویح میں قرآن ختم کرنا

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا

سوال:-آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے، کہ ختم قرآن کے بالکل آخری ترویحہ کے رکعت ثانی میں کسی قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعت اول میں سورۂ ناس، تو کیا اس صورت میں کچھ قباحت نہیں ہے، چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوتی ہے، اگر خرابی نہیں تو اس کا کیا جواب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے: **لو ختم القراٰن فی الاولٰی یقرأ من البقرة فی الثانیة لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم خیر الناس الحال المرتحل یعنی الخاتم المفتتح اھ.** (مراقی الفلاح[1] ص ۲۰۶/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۹۴/ مطبوعه دمشق، مطبوعه مصر ص ۲۸۶/ فصل فی المکروهات، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۴۷/ ج ۱/ قبیل باب الامامة، سعایه ص ۳۰۹/ ج ۲، فصل فی القراءة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا

سوال:- حفاظ رمضان شریف میں آج کل عموماً یوں ختم قرآن کرتے ہیں کہ انیسویں رکعت میں قرآن ختم کرتے ہیں، اور بیسویں رکعت میں الٓمٓ سے مفلحون تک پڑھتے ہیں، شامی نے بھی اس کو بغیر کراہت جائز لکھا ہے اور مولوی عبدالحئی صاحب فرنگی محلیؒ نے بھی اس کو مستحسن یا مستحب لکھا ہے، بہار شریعت میں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اسکو مستحب لکھا ہے مگر بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ اگر اٹھارویں رکعت میں قرآن ختم کیا جائے اور انیسویں اور بیسویں میں الٓمٓ سے حسب منشاء پڑھ کر ختم قرآن کریں تو زیادہ بہتر ہے، تاکہ ترتیب میں بھی فرق نہ ہو اور حدیث ہے کہ ختم کے بعد پھر شروع کریں اس کے مطابق بھی ہو جائے کیونکہ شامی وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انیسویں رکعت میں ختم کیا تو بجائے اخیر سورت کے تکرار کرنے سے الٓمٓ سے پڑھنا بہتر ہے مگر یہ معنی نہیں ہے، کہ ہمیشہ اسی طرح بالالتزام انیسویں رکعت میں ختم کر کے بیسویں میں الٓمٓ پڑھے، اب بتائیے ان دونوں طریقوں میں کون طریقہ بہتر ہے وافضل ہے، کون صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصود حدیث الحال المرتحل پر عمل کرنا ہے، وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے لیکن انیسویں میں ختم کر کے بیسویں میں شروع کرنے سے خلاف ترتیب لازم آتا ہے، جو کہ مکروہ ہے، شامی میں اس صورت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے[1]

---

[1] ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً الا اذا ختم فيقرأ من البقرة درمختار قال فی شرح المنية وفی الولو الجية من يختم القرآن فی الصلاة اذا فرغ من المعوذتين فی الركعة الاولیٰ يركع ثم يقرأ فی الثانية بالفاتحة وشئ من سورة البقرة لان النبی صلی الله عليه وسلم قال خير الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح ، الشامی نعمانيه ص ۳۶۷ / ج ۱ / مطبوعه زكريا ص ۲۶۹ / ج ۲ / باب صفة الصلاة، فروع فی القرأة خارج الصلاة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تنبیہ:-لیکن بیسویں میں الٓمّٓ سے شروع کرکے مفلحون تک پڑھ کر رکھ دینا اور پھر آئندہ سال رمضان شریف کی پہلی شب کو الٓمّٓ سے شروع کرنا اور درمیانی گیارہ ماہ تک بند اور ملتوی رکھنا مناسب نہیں بلکہ حفاظ کو تمام سال اپنی نوافل میں یہ سلسلہ ختم جاری رکھنا چاہئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۰/۶۷ھ

تراویح کی بیسویں رکعت میں سورہ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا

سوال:-تراویح کی نماز میں ختم قرآن اس طرح کیا جاتا ہے کہ انیسویں رکعت سورۂ ناس پر ہی ختم ہوجائے، اور بیسویں رکعت میں سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھی جاتی ہے، یہ بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے، جس میں قرآن ترتیب سے پڑھنا بیان کیا گیا، لیکن دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ قراءت ختم کرکے پھر شروع کرے، بظاہر پہلی روایت نماز کے لئے اور دوسری روایت غیر نماز کے لئے معلوم ہوتی ہے، جمع احادیث کی صورت یہی ہوسکتی ہے، کہ اٹھارویں رکعت پر ختم کردیا جائے اور انیسویں وبیسویں رکعت میں سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے، یہ حدیث کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ آج کل اس طریقہ پر کسی مسجد میں عمل نہیں ہوتا، دریافت طلب یہ ہے کہ ختم قرآن کی صحیح حدیث کیا ہے؟ کیا رائج شکل صحیح ہے، یا اٹھارہ رکعات ختم کرنے کے بعد آخری دو رکعت میں سورہ بقرہ پڑھنا صحیح ہے؟

(گذشتہ کا بقیہ) مطلب الاستماع للقرآن فرض کفاية،حلبی کبیری ص ۴۹۴/تتمات فیما یکره من القرآن فی الصلوة الخ مطبوعه سهیل لاهور،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶ فصل فی المکروهات،مطبوعه مصری.

(صفحہ ہذا) [1] ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین ان یختم مرة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۸۹/ ج ۱۰/ وشامی کراچی ص ۷۵۷/ج ۶/مسائل شتیٰ ،قبیل کتاب الفرائض، البحر الرائق ص ۴۸۷/ج ۸/ مسائل شتیٰ،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

جوصورت رائج ہے، وہ کتب فقہ میں موجود ہے[۱] آپ نے جوصورتیں لکھی ہیں ان میں سے یہ صورت کہ اٹھارویں میں ختم کردیا جائے اور انیسویں میں سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے یہ بھی درست ہے، اگر انیسویں ہی میں سورہ ناس کے ساتھ چند آیات سورہ بقرہ کی پڑھی جائے، تو رکعتِ واحدہ میں ترتیب کے خلاف ہوگا، جو اشکال خلافِ ترتیب کا آپ کو ہے وہ قوی تر ہوگا[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۲ھ

ختم قرآن سورۂ والناس پر ہو یا سورۂ بقرہ کی آیتوں پر

سوال:-حفاظ ختم قرآن سورہ ناس پر کرتے ہیں اور زیادہ حفاظ **هم المفلحون** تک پڑھتے ہیں کونسا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں صحیح ہیں، دوسرا افضل ہے۔ (کذا فی الدرالمختار[۳] ص ۵۷۰/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من یختم القرآن فی الصلاۃ اذا فرغ من المعوذتین فی الرکعۃ یرکع ثم یقراء فی الثانیۃ بالفاتحۃ وشئ من سورۃ البقرۃ لان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال خیر الناس الحال المرتحل یعنی الخاتم المفتتح، شامی زکریا ص ۲۶۹/ ج۲/ باب صفۃ الصلوۃ فروع فی القراء ۃ خارج الصلاۃ، مطلب الاستماع للقرأۃ الخ،حلبی کبیری ص ۴۹۴/تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوۃ الخ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶/فصل فی المکروھات،مطبوعہ مصری.

[۲] ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً الخ، الدرالمختار علی ردالحتار زکریا ص ۲۶۹/ ج۲/ فروع فی القرأۃ خارج الصلاۃ،حلبی کبیری ص ۴۹۴/تتمات فیمایکرہ من القرآن الخ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور،مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۶/فصل فی المکروھات،مطبوعہ مصری. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تراویح میں ختم قرآن کا طریقہ

سوال:-تراویح میں ختم قرآن کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی شخص ختم قرآن میں آخر کی دو رکعتوں میں پہلی میں الٓمٓ یا آیۃ الکرسی یا آمن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھ کر ایک رکعت کر کے اور دوسری میں قرآن کریم کی تمام آیتیں دعاؤں والی پڑھے جن کی وجہ سے پہلی رکعت چھوٹی اور دوسری رکعت طویل ہو جائے اور لوگ سن کر بہت زور سے رونے لگیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہر رکعت میں دس آیت پڑھے تو بہت اعتدال کے ساتھ قرآن پاک تراویح میں ختم ہو جائے، مقتدیوں میں ہمت ورغبت ہو تو دو ختم اور تین ختم کر لینا اعلیٰ وافضل ہے[1] ختم والی شب اگر انیسویں رکعت میں والناس تک پڑھ کر بیسویں رکعت میں سورہ بقرہ کی آیات المفلحون تک

(بقیہ گذشتہ کا) ۳ قال فی شرح المنیة وفی الولو الجیة من یختم القرآن فی الصلوٰة اذا فرغ من المعوذتین فی الرکعة الاولی یرکع ثم یقراء فی الثانیة بالفاتحة وشئ من سورة البقرة قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح شامی نعمانیه ص۳۶۷ ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۲۶۹/ ج۲/ فروع فی القراء ة خارج الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة، حلبی کبیری ص۴۹۴/تتمات فیمایکره من القرآن فی الصلوة الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸۶/فصل فی المکروهات،مطبوعه مصری .

(صفحہ ہذا) ۱ والختم مره سنة ومرتین فضیلة وثلاثا افضل (در مختار) وقال الحسن عن ابی حنیفة یقرأ فی کل رکعة عشر آیات ونحوها وهو الصحیح لان السنة. الختم فیها مرة ویحصل بذلک مع التخفیف، شامی نعمانیه ص۷۵،۴۷۶/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص۴۹۷/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح،البحرالرائق ص۶۸/ج۲/باب الوتر والنوافل،مطبوعه سعید کوئٹه،مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۳۵/فصل فی صلاة التراویح،مطبوعه مصری.

پڑھے تو یہ بھی مستحسن ہے،[1] دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنا یہ مستحسن نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۳ھ

ختمِ قرآن کے موقعہ پر آیاتِ متفرقہ بلاترتیب پڑھنا

سوال: -ایک حافظ صاحب تراویح میں ختم قرآن پر مُفْلِحُوْن تک پڑھتے ہیں پھر اسی رکعت میں آیاتِ متفرقات (بلاترتیب) ادعیہ وغیرہ پڑھتے ہیں، اور بھی بعض حفاظ کا معمول ہے کہ ختم کلام پاک پر آخری رکعت میں مختلف آیات بلاترتیب تلاوت کرتے ہیں، اسپر بعض حضرات کو اعتراض ہے کہ طحطاوی وعالمگیری میں اس کو مکروہ لکھا ہے، بلکہ خارجِ نماز مکروہ، چہ جائیکہ داخلِ نماز اس میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا، قاضی ابوبکر نے بھی اجماعاً ناجائز ہونا نقل کیا ہے، ان تمام روایتوں کو جو اس کے خلاف وارد ہیں مدِّ نظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں کہ کون سا عمل صحیح ہے؟ کیا یہ بدعاتِ حسنہ میں سے ہے بقول علامہ نووی۔

---

[1] من یختم القرآن فی الصلاۃ اذا فرغ من المعوذتین فی الرکعۃ الاولیٰ ثم یرکع ثم یقرأ فی الثانیۃ بالفاتحۃ وشئ من سورۃ البقرۃ لان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح. شامی زکریا ص ۲۶۹/ ج۲/ فروع فی القرأۃ خارج الصلاۃ، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایۃ، حلبی کبیری، ص ۴۹۴/ تتمات فیمایکرہ من القرآن فی الصلوۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور، مراقی مع الطحطاوی ص ۲۸۶/ فصل فی المکروھات مطبوعہ مصری.

[2] فلا یستحب تطویل القرأۃ فی الرکعۃ الثانیۃ الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۷/ ج ۱/ فصل فی التراویح، شامی کراچی ص ۵۴۳/ ج ۱/ فصل فی القراءۃ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۸۶/ فصل فی المکروھات، مطبوعہ مصری، تاتارخانیہ ص ۶۶۱/ ج ۱/ کتاب الصلوۃ، التراویح نوع آخر فی بیان القراءۃ فی التراویح، مطبوعہ کراچی.

الجواب حامداًومصلیاً

قرآن پاک کوترتیب سے ہی پڑھا جائے خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، بعض علماء نے نوافل کومستثنیٰ کیا ہے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کے متعلق بھی یہی سنا کہ وہ ختمِ قرآن پرمتفرق آیات ودعا پڑھتے تھے، ان میں ترتیب کی رعایت بھی غالبًا نہیں ہوتی تھی، شاید وہ اسی قول کو اختیار فرماتے ہوں گے، البتہ قرآن پاک جس رکعت میں ختم کیا جائے، اس کے بعد والی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا خلافِ ترتیب ہونے کے باوجود مستحسن ہے۔

ویکرہ قرائة سورة فوق التی قرأها قال ابن مسعودؓ من قرأ القراٰن منکوساً فهو منکوس الٰی قولهٖ ولو ختم القراٰن فی الاولٰی یقرأ من البقرة فی الثانیة لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم خیر الناس الحال المرتحل یعنی الخاتم المفتتح الٰی قوله ویکره الانتقال لاٰیة من سورتها ولو فصل باٰیة وَالجمع بین سورتین بینهما سور اوسورة وفی الخلاصَة لا یکره هٰذا فی النفل اھ (مراقی[1] الفلاح) (قوله ویکره قراءة سورة) وکذا الاٰیة فوق الاٰیة مطلقاً سواء کان فی رکعتین اورکعة واستثنیٰ فی الاشباه النافلة فلا یکره فیها ذٰلک واقره علیه الغزی والحموی نقله عن ابی الیسر وجزم بهٖ فی البحر والدروغیرهما قال بعض الفضلاء وفیه تأمل لان النکس اذا کره خارج الصَّلٰوة لکون الترتیب من واجبات التلاوة ففی النافلة اولٰی وکون باب النفل واسعاً لا یستلزم العموم بل فی بعض الاحکام اھ (قوله لایکره هٰذا فی النفل) نفی القراءة منکوساً وَالفصل والجمع کما هو حیث قال بعد ما ذکر المسائل الثلاث وهذا کله فی الفرائض اما فی

---

[1] مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۸۷، ۲۸۶/ فصل فی المکروهات،الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص۵۴۷/ج ۱/مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة قبیل باب الامامة،حلبی کبیری ص۴۹۴/تتمات فیمایکره من القرآن فی الصلوة الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

النوافل لایکرہ اھـ (طحطاوی[1] ص ۲۱۲/) اگر وہاں کے حفاظ اور قراء نہ مانیں اور اپنی بات پر قائم رہیں تو ان سے نزاع اور جدال کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۷ھ

تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب

سوال:- کسی شخص کی تراویح دو چار یوم چھوٹ جائے جس میں قرآن پڑھا جاتا ہو تو کس طرح ترکیب سے پڑھے کہ ترتیب قائم رہے کیونکہ جس حافظ کے پیچھے وہ پڑھ رہا ہے اس کے دوبارہ تراویح پڑھانے میں اس کا قرآن پڑھنا نفل ہوگا، اور مقتدی کا سنت اور کسی ایسے حافظ کے پیچھے پڑھے جس حافظ نے محراب میں کہیں نہیں سنایا یا سنا ہو، یا کسی حافظ کے پیچھے خواہ امام تراویح جس کے پیچھے سن رہا ہو وہ حافظ تراویح اپنے ذمہ اتنے پارے قرآن سنانے کی نذر مانے کہ مجھ کو اتنے پارے سنانا ہے نذر اپنے ذمہ کی اور بعد نذر ماننے کے اتنے پارہ سنانا اس مقتدی پر واجب ہو جائے گا، جیسا کہ فتاویٰ عبدالحیؒ میں ہے یا اور کوئی طریقہ جس سے ترتیب سننے و پڑھنے والے کی قائم رہے تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے امام سے کہے کہ وہ کسی شب سولہ تراویح پڑھائے ان میں جس قدر ہمیشہ بیس میں پڑھتا تھا اتنا پڑھے اور بقیہ چار رکعت میں کوئی اور شخص چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا دے وہ شخص اور امام جس نے سولہ پڑھائی ہیں ان چار میں نفل کی نیت کرے پھر یہ امام چار رکعت تراویح اس شخص کو پڑھائے جس کا کچھ قرآن کریم چھوٹ گیا ہے اور ان میں وہ چھوٹا ہوا قرآن شریف پڑھ دے، اس طرح ہر روز کی تراویح میں بھی نقصان نہ ہوگا، اور قرآن کریم بھی تراویح

---

[1] طحطاوی مع المراقی ص۲۸۷/ مطبوعہ مصری فصل فی المکروھات.

میں پورا ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/ ذی قعدہ ۶۱ھ

امام کو تراویح میں لقمہ دینا

سوال:- اگر کوئی شخص ختم تراویح میں لقمہ دیوے تو دینے والے کی خرابی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھ بھی خرابی نہیں بشرطیکہ اپنے ہی امام کو نماز میں بوقت ضرورت لقمہ دے: **وان فتح علٰی امامه لم یکن کلاماً وینوی الفتح علٰی امامه دون القراءة هو الصحیح لانه مرخص فیه وقرأته ممنوع عنها.** (هدایه[2] ص ۱۲۱/ ج ۱/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۱۷/ محرم الحرام ۵۱ھ

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ

صحیح: عبد الرحمٰن عفی عنہ

ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا

سوال:- کسی مسجد میں حافظ قرآن تراویح پڑھاتا ہے اور اس مسجد میں ختم قرآن کے

---

[1] والختم مرة سنة الخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۴۹۷/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح.

[2] هدایه ص ۱۱۶/ ج ۱/ مطبوعه مجتبائی دهلی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند ص ۱۳۶/ ج ۱/ باب ما یفسد الصلاة ومایکره، شامی کراچی ص ۶۲۲/ ج ۱/ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، قبیل مطلب فی التشبیه باهل الکتاب، حلبی کبیری ۴۴۰/ فصل فیما یفسد الصلاة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

دن خلاف شرع باتیں دیکھے، درمیان میں معلوم ہوجائے کہ اس مسجد میں چندہ وغیر چندہ کی رقم سے ختم قرآن کے دن کاغذ کی جھنڈیاں چراغاں کرنا اور تقسیم شیرنی کرنا باوجودیکہ حافظ قرآن نے متعدد بار اس رسم کو منع کرنے کو بھی کہا کہ بدعت ہے، مگر پھر بھی مقتدی اپنی ضد پر قائم ہیں تو ایسی مسجد میں حافظ کو ختم قرآن تک تراویح پڑھانا کیسا ہے یا برابر کی مسجد میں پڑھتا رہے، بعد منع کرنیکے اس مسجد میں تراویح پڑھانے کو ترک کردے اور بقیہ قرآن کہیں اور سنا کر ختم کردے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں امام کسی ایسی مسجد میں پڑھے جہاں یہ خرافات نہ ہوں[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختم کے دن پانی وغیرہ پر دم کرانا

سوال:- رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر امام صاحب سے پانی، سونف، نمک

---

[1] راجع المدخل لابن الحاج ص ۳۰۴/ ج۲/ مطبوعه مصر. فصل فی وقود القنادیل فی لیلة الختم، قال تعالی: وقد نزل علیکم فی الکتاب أن إذا سمعتم آیات اللّٰه یکفر بها ویستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره أنه ینبغی له أن یفعل ذلک أذا لم یکن فی تباعده وترک سماعه ترک الحق (الواجب) علیه من نحو ترک الصلاة فی الجماعة لاجل مایسمع من صوت الغناء والملاهی وترک حضور الجنازة لما معها من النوح وترک حضور الولیمة لما هناک من اللهو واللعب فأذا لم یکن هناک شیئ من ذلک (أی من ترک الحق الواجب علیه) فالتباعد عنهم أولی الخ. أحکام القرآن للتهانوی ص ۳۶۲/ ج۲/ سورة النساء آیت ۱۴۰/ مطبوعه أدارة القرآن کراچی، قال الجصاص فی هذه الآیة دلالة علی وجوب إنکار المنکر علی فاعله وان من انکاره اظهار الکراهة أذا لم یمکنه أزالته وترک مجالسة فاعله والقیام عنه حتی ینتهی ویصیر ألی حال غیرها (أیضاً) أحکام القرآن للجصاص ص ۲۸۹/ ج۲/ باب استتابة المرتد، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

سُرمہ، تیل وغیرہ پر نمازی دم کراتے ہیں، اور تبرک سمجھ کر اسکو استعمال کرتے ہیں اسوقت خاص برکت ہوتی ہے، یا ہمیشہ ختم کرا کے دم کرائے اس رسم کو جاری رکھنے میں حرج ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم کی برکت ہمیشہ ہوتی ہے، رمضان شریف کی برکت رمضان کے ساتھ خاص ہے ختم کی برکت ختم کے ساتھ خاص ہے، تراویح کی برکت تراویح کے ساتھ اسلئے اس وقت دم کرانے میں مضائقہ نہیں[1] مگر اس کو رسم بنانا اور التزام کرنا نہیں چاہئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف ۳/ ذیقعدہ ۶۱ھ

ختم قرآن میں چراغاں

سوال:- بعض لوگ ختم قرآن کے سلسلہ میں تراویح میں مثال دیتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں تو جھاڑ فانوس شمع کافوری اور کثرت سے چراغاں ہوتا ہے اگر ناجائز ہے تو کیوں نہیں منع کیا جاتا ہے، حالانکہ مکہ شریفہ و مدینہ منورہ میں بڑے بڑے جید عالم

---

[1] وینبغی له أن یتجنبه فی نفسه وینهی غیره عما أحد ثه بعضهم من احضارهم الکیزان وغیرها من أو انی الماء فی المسجد حین الختم فأذا ختم القاری شربوا من ذلک الماء ویرجعون به ألی بیوتهم فیسقونه لاهلیهم ومن شاؤا علی سبیل التبرک وهذه بدعة لم تنقل عن أحد من السف الخ (المدخل ص ۳۰۴/ ج ۲/) فصل فی وقود القنادیل لیلة الختم، مطبوعه مصر.

[2] (بوقت ختم) اجوائن دم کرانے کو ظاہر یہ معلوم ہوا ہے کہ کوئی ضروری نہیں سمجھتا صرف برکت کے لئے دم کراتے ہیں، اس لئے مضائقہ نہیں البتہ اس کو بھی ضروری سمجھیں تو بدعت ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۲۸۹/ ج ۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند)

موجود ہیں، یہ بجلی کی روشنی مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں ختم قرآن کے دن ہوتی ہے یا ہمیشہ اور کثرت سے چراغاں ہونے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہنا کہ منع نہیں کیا گیا غلط ہے، کتاب المدخل[1] ج ۲/ ص ۳۰۲/ میں دیکھئے کس شدت سے منع کیا گیا مگر اہل ثروت وبدعت اہل علم واہل حق کی کم مانتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کیلئے چندہ دینا

سوال:- رمضان میں ختم تراویح کے سلسلہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں حافظ کو دینے کے لئے شیرنی وچراغاں کرنے کے لئے آیا وہ لوگ ثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یا اپنے گناہوں میں چندہ دے کر اضافہ گناہوں کا کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ کو اجرت دینا حرام ہے، روشنی زیادہ بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدعت اور ناجائز کام کیلئے چندہ دینا ناجائز ہے: لَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[2] (الآیۃ) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۱۱/۶۱ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳/ ذیقعدہ ۶۱ھ
صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ ذیقعدہ ۶۱ھ

---

[1] وبعضهم يعلقون فيها القناديل وذلك محرم وسرف وخيلاء وأضاعة مال الخ المدخل ص ۳۰۲/ ج ۲/ فصل فی وقود القناديل ليلة الختم، مطبوعه مصر.

[2] سورۂ مائدہ آیت ۲۔

ترجمہ:- اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ از بیان القرآن۔

ختم شریف کا چندہ

سوال:- ختم شریف کی خوشی میں اللہ نام کا پیسہ اکٹھا کر کے مٹھائی چالیس کلو بنوانا اور اس میں روشنی کرنا، سجانا، خاص کر غیر مسلم کو دعوت دینا کیا یہ سب ہمارے مذہب میں جائز ہے یا صرف مٹھائی بانٹنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ختم قرآن شریف پر مٹھائی کیلئے چندہ کرنے میں عامۃً حدود کی رعایت نہیں کی جاتی اسکو لازم سمجھا جاتا ہے، چندہ لینے میں زور ڈالا جاتا ہے، عار دلائی جاتی ہے کہ فلاں نے کم کر دیا تفاخر کیا جاتا ہے، بعض آدمی مجبوراً قرض لے کر دیتے ہیں ان خرابیوں کی وجہ سے اسکو منع کیا جاتا ہے[1] روشنی اور سجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے اسکی اجازت نہیں، ختم کو خاندانی شادی کی تقریب قرار دے کر اس میں مدعو کرنا خاص کر غیر مسلم کو ہرگز نہیں چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹ھ

ختم تراویح پر روشنی اور امام کو ہدیہ

سوال:- ختم تراویح میں مسجد میں روشنی، پیش امام کو جوڑا، نقد روپیہ اور حافظ تراویح

---

[1] **(فائدہ)** من البدع المنكرة ما يفعل فى كثير من البلد ان من إيقاد القناديل الكثيرة السرف فى ليالى معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان فيحصل بذلك مفاسد كثيرة منها مضاهات المجوس فى أعتناء بالنار فى الأكثار منها ومنها أضاعة المال فى غير وجهه ومنها مايترتب على ذلك من المفاسد من أجتماع الصبيان وأهل البطالة ورفع أصواتهم وأمتهانهم المساجد وأنتهاك حرمتها وحصول أوساخ فيها وغيرذلك من المفاسد التى يجب صيانة المسجد عنها. تنقيح الفتاوىٰ الحامديه ص ۳۲۶/ ج۲/ المدخل ص ۲۹۹/ ج۲/فصل فيمايفعلون بعد الختم مما لاينبغى مطبوعه مصر.

میں سنانے والے قرآن پاک کے ان کو بھی جوڑا، نقد روپیہ اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے، لہٰذا ان تمام امور کی اجازت کا ثبوت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح میں قرآن پاک ختم ہوتے وقت اکثر مساجد میں بہت سی غلط باتیں رائج ہوگئی ہیں، جنکی کوئی اصل نہیں بلکہ انکی ممانعت موجود ہے، انکو ترک کرنا لازم ہے، انمیں شرکت نہ کی جائے، مثلاً ضرورت سے زائد روشنی کرتے ہیں یہ اسراف بیجا ہے، قرآن پاک میں اسراف کی ممانعت آئی ہے[1]، قرآن پاک سنانے والے کو جوڑا اور نقد دیا جاتا ہے، یہ بھی ناجائز ہے[2]، جو شخص پنجگانہ کا امام ہے، اور تمام سال اس نے امامت کا فریضہ ادا کیا ہے، اگر اس موقعہ پر اس کی مزید خدمت کردی جائے، تو مضائقہ نہیں، شیرینی تقسیم کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے، کہ بغیر شیرینی کے ختم ہی نہیں ہوگا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، ایسی پابندی درست نہیں، شیرینی کے لئے چندہ کیا جاتا ہے اور اکثر دباؤ ڈال کر عار دلا کر وصول کیا جاتا ہے یہ بالکل ہی ناجائز ہے، ایسے پیسہ کی شیرینی کسی کیلئے بھی روا نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

ختمِ قرآن پر مٹھائی

سوال:- عام طور سے قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے، اور بعد میں شیرینی تقسیم کی جاتی

---

[1] وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. سورہ اعراف آیت نمبر/ ۳۱/ راجع للتفصیل، تحریج تحت عنوان "ختم قرآن میں چراغاں"

ترجمہ: اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو۔ (بیان القرآن)

[2] والآخذ والمعطی اثمان (الشامی نعمانیه ص ۳۵/ ج۵/ مطبوعه زکریا ص ۷۷/ ج۹/ باب الأجارة الفاسد، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الأستئجار علی التلاوة الخ)

[3] لایحل مال أمرء الأ بطیب نفس منه، مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ہے اس میں بعض حفاظ ایسے بھی شریک ہوتے ہیں جنہیں اگر مٹھائی نہ ملے تو افسوس کرتے ہیں اور آئندہ آنے میں عذر کر دیتے ہیں، اس قسم کی قرآنی کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حفاظ شیرینی کو اپنا حق الخدمت یعنی اجرت قراءت تصور کرتے ہیں، اگر چہ اسکا نام اجرت نہ رکھیں اسلئے یہ صورت ناجائز ہے[۱] اگر چندہ کر کے تقسیم کی جائے تو اسمیں عموماً رعایت حدود نہیں کی جاتی، بلکہ کہیں جبر کی صورت ہوتی ہے[۲] کہیں ریا اور تفاخر کی، بعض دفعہ بچوں اور بڑوں کا مجمع ہوتا ہے، وہ شور وغل چھینا جھپٹی کرتے ہیں، بعض لوگ مٹھائی کے لالچ میں پیروں کی پاکی کا اہتمام کئے بغیر مسجد میں آجاتے ہیں جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا، ان صورتوں میں ناجائز ہونا شدید تر ہو جاتا ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام تراویح کی خدمت کرنا

سوال:- زید رمضان شریف میں تراویح کے اندر قرآن مجید سناتا ہے، اس میں اجرت وغیرہ کا کچھ تذکرہ نہیں کرتا ہے، بعد ختم قرآن قاری کی خاطر داری اور خوشی کے لئے

---

[۱] أن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب والآخذ والمعطى آثمان الخ الشامى نعمانيه ص: ۳۵، ج:۵، مطبوعه زكريا ص: ۷۷، ج:۹، باب الأجارة الفاسدة مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الأستئجار على التلاوة.

[۲] لايحل مال أمرء الأبطيب نفس منه، مشكوٰة ص ۲۵۵/ باب الغصب والعارية الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم.

[۳] فيحصل بذلك مفاسد كثيرة ومنها أضاعة المال فى غير ذلك ومنها ما يترتب على ذلك من المفاسد من أجتماع الصبيان وأهل البطالة ورفع أصواتهم وأمتهانهم المساجد وأنتهاك حرمتها وغير ذلك من المفاسدة التى يجب صيانة المسجد عنها، تنقيح الفتاوىٰ ص ۳۲۶/ ج۲/ المدخل ص ۲۹۹/ ج۲/ فصل فيما يفعلونه بعد الختم ممالاينبغى، مطبوعه مصر.

سامعین نے کچھ نقد وغیرہ اپنی خوشی سے زید کو عنایت کئے اب بعض علماء نے اس کو فقہاء رحمہم اللہ کے قاعدہ "المعروف کالمشروط" کی بناء پر اجرت میں شمار کر کے ناجائز قرار دیئے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں، اور اگر صحیح ہے تو اگر کوئی حافظ کسی مسجد میں امام ہے، صرف رمضان شریف کیلئے پانچوں وقت نماز پڑھاتے ہیں اور تراویح میں قرآن بھی سناتے ہیں، اور اس امامت پر اجرت مقرر کرتے ہیں اجرت معروف سے زائد بوجہ ختم قرآن کے دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ حیلہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض تراویح میں قرآن شریف سنا کر اجرت لینا ناجائز ہے، خواہ پہلے سے اجرت مقرر کی ہو یا بلا مقرر کئے ہوئے اجرت دی ہو[1]، ہاں اگر پنجگانہ نماز کی امامت کرتا ہے اور اس کیلئے اجرت مقرر ہے اور رمضان شریف میں اسمیں کچھ اضافہ کر دیا جائے تو اصل اجرت امامت میں تو بفتویٰ متاخرین کوئی اشکال نہیں اور اس اضافہ میں بھی بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ اضافہ اسی شئ کے تابع ہے، جو جائز ہے، اور کلام فقہاء پر بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ ایک شئ بالاصالۃ جائز نہیں ہوتی، بالتبع جائز ہوتی ہے: **وکم من شیئ یثبت تبعا لغیرہ وأن کان لایثبت قصداً ألاتری أن الأضحیة بالحمل لاتجوز ویجوز تبعا لامہ وکذا بیع الجنین لایجوز ویجوز تبعاً لامہ**[2] لیکن بالتصریح صورت مسئولہ کا حکم کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ

سوال: - ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن کریم نماز نفل باجماعت ایک ہی

---

[1] کذا فی الأشباہ والنظائر ص ۱۵۶/ مطبوعہ دار العلوم دیوبند.

[2] ألأشباہ والنظائر ص ۸۴، ۱۸۳/ ألقاعدة الرابعة التابع تابع، مطبوعہ دار العلوم دیوبند.

شب میں ختم کرلیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبہ کے باشعور اہلِ علم حضرات ختم قران شریف کیلئے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں تاکہ لوگوں میں حفظِ قرآن کا جذبہ پیدا ہو، اور حفاظ کی یادداشت بھی پختہ ہوجائے، ختم قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال ہوتا ہے، اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کرکے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد سوالات یہ ہیں کہ

(۱) ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تلاوتِ قرآن کی آواز جن جن لوگوں کو سنائی دے رہی ہے ان سب پر سماعِ قرآن فرض ہے، یا صرف حاضرینِ مجلس کا سننا کافی ہے۔

(۳) لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی یہ آواز قضائے حاجت کرنے والوں نیز کفار کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے[۱] ملائکہ تک سننے کیلئے آتے ہیں، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازہوتی ہیں[۲] حفظِ قرآن پاک کا جذبہ اور اس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک جذبہ اور مبارک داعیہ ہے، ایسی پاکیزہ مجالس کی برکت سے

---

[۱] قال علیه السلام افضل عبادة امتی تلاوة القرآن لانه أصل العلوم ورأسها وأهمها فالأشتغال به أفضل من غیره من سائر الأذکار الاماورد فیه نص خاص فی وقت مخصوص – أتحاف السادة المتقین ص ۴۶۴/ ج۴/ فضیلة القرآن مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] عن ابی سعیدن الخدری اَنَّ اُسیدبن حضیر قال بینما هو یقرأ من اللیل سورة البقرة وفرسه مربوطة عنده اذ جالت الفرس فسکت فسکنت الی قوله فانصرفت الیه ورفعت راسی الی السماء فاذا مثل الظلة فیها أمثال المصابیح فخرجت حتی لاأراها قال وتدری ماذاک قال لا،قال تلک الملائکة دنت لصوتک الخ متفق علیه و اللفظ للبخاری ،مشکوة شریف ص ۱۸۴/ج ۱/ کتاب فضائل القرآن ،الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

بہت سی واہیات، خرافات اور ممنوعات سے حفاظت بھی رہتی ہے[۱] اللہ تعالیٰ خود آوازِ تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان کے مناسب توجہ فرماتے ہیں[۲] اور جب سکون واطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب وشوق سے حاضر ہو کر سنیں، کسی کو گرانی اور بار نہ ہو تو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں تین روز سے کم میں ختم کرنے کو جو منع فرمایا گیا ہے اس کا بھی منشاء یہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حقِ تلاوت ادا نہیں ہوتا ہے، بلکہ بلا غور وتدبر کے جلدی جلدی گرانی اور ناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے[۳] عامۃً تراویح میں جن حالات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ان محاسن کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاءِ راشدین ودیگر صحابۂ کرام کی مجلس مبارکہ کو تتبع کر کے دیکھا جاتا ہے تو وہاں ایسی مجالس کا کہیں پتہ نہیں ملتا کہ ایک مجلس میں جمع کر کے ختم کیا گیا ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو یا نمبر وار چند حضرات نے ایک مجلس میں ختم کیا ہو، قرآن کریم کے ساتھ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا، کہ بعض صحابہ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے[۴] اور بعض اکابر سے ایک دن میں کئی کئی قرآن پاک ختم کرنا بھی منقول ہے، مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے، مجلس جمع کر کے نہیں۔

---

[۱] کمافی الوابل الغیب لأبن القیم (بحواله فضائل اعمال ج ۱/ فضائل ذکر ص ۵۰/)

[۲] قال ﷺ للّٰه أشد أذنا ألی قاری القرآن من صاحب القینة ألی قینته الخ أتحاف السادة المتقین بشرح أحیاء علوم الدین ص ۴۶۵/ ج۴/ فضیلة القرآن مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] عن عبد اللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث رواه الترمذی وابوداؤد والدارمی (مشکوٰة شریف ص ۱۹۱/ج ۱/ الفصل الثانی) لأنه أذا ذکر لم یتمکن من التدبر له والتفکر فیه بسبب العجلة والملالة، مرقاة ص ۶۱۵/ ج۲/ باب فضائل القرآن، باب اول، مطبوعه بمبئی.

[۴] وأما الذین ختموا القرآن فی رکعة فلا یحصون لکثرتهم فمنهم عثمان بن عفان وتمیم الداری وسعید بن جبیر رضی اللّٰه عنهم، فتاوی حدیثیه ص ۵۸/ مطلب فیمن کان یختم القرآن فی الیوم واللیلة أکثر من مرة، مطبوعه دارالفکر بیروت، أتحاف شرح أحیاء العلوم ص ۴۷۳/ الباب الثانی فی ظاهر آداب التلاوة مطبوعه دارالفکر بیروت، مرقاة المفاتیح ص ۶۱۵/ ج ۱/ باب فضائل القرآن باب اول، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

جوشوق وشغف اُن حضرات کوتھا اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کونصیب نہیں[۱] اُن حضرات کے اتباع ہی میں خیر وبرکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر وبرکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں[۲] ہوسکتا ہیکہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، مگر جب اسکا شیوع ہوگا، تو اس میں قراء وحفاظ کا تقابل وتفاخر بھی ہوگا، سامعین ایک کو دوسرے پر دادِ فضیلت دیں گے اور دوسرے کی تقبیح بھی کی جائے گی، پھر ہوسکتا ہے کہ کچھ انعام دینے کی نوبت آجائے اور حاضرین کیلئے طعام ودعوت کا بھی انتظام ہو، غرض اخلاص ورضاءِ خداوندی کا بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا، اسکے علاوہ بھی مفاسد کثیرہ کا مظنہ ہے[۳]

نیز اگر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام غائبین کے لئے ہے تو وہ بیچارے کچھ اپنی نماز تلاوت وظیفہ میں مشغول ہوں گے، مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کرسکیں گے، اور اُن پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی سب طاعات کو چھوڑ کر اس کے سننے کی طرف متوجہ رہیں یہ بھی زیادتی ہے، کچھ لوگ سوتے ہوں گے، یا اپنے دینی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے[۴] غرض ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جو سلف صالحین کے خلاف ہو امید ہے کہ جداگانہ نمبروار جواب کی ضرورت اب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۸۹ھ

---

[۱] قال النووی فی الأذکار وأکثر مابلغنا فی ذلک عن إبن الکاتب أنه کان یقرأ فی الیوم واللیلة ثمان ختمات أتحاف شرح أحیاء العلوم ص ۴۷۱/ ج۴/ الباب الثانی فی ظاهر آداب التلاوة مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] قال رسول اللّٰه من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه، (مشکوٰة شریف ص ۲۷/ باب الأعتصام بالکتاب والسنة الفصل الأول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۳] والبسیط فی المدخل لأبن الحاج (ص ۳۰۱/ ج۲/)مصری، فصل فی وقود القاندیل لیلة الختم.

[۴] لا یقرأ جهراً عند المشتغلین بالاعمال الخ کذا فی القنیة،عالمگیری ص ۲۱۶/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح والدعاء وقرأة القرآن، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، حلبی کبیری ص۴۹۷/تتمات فیما یکره القرآن فی الصلوة الخ،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

شبینہ

سوال:- یہاں بارہ گھنٹے میں قرآن ختم کیا جاتا ہے حفاظ شرطیہ اجرت لیتے ہیں، ان کی مانگ کے مطابق دیا جائے تو وہ قرآن خوانی کریں گے ورنہ نہیں، ساری رات لاؤڈ اسپیکر میں قرآن خوانی کرتے ہیں سامعین عدد میں کم ہوتے ہیں، قرآن کی آیات مجلس کے باہر کے لوگوں کے کانوں میں ایسے وقت میں پہنچتی ہیں جب کہ لوگ طرح طرح کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں کیا یہ حرکات قرآن کی آیت وانصتوا کے خلاف نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اجرت لینا دینا حرام ہے[1] اس طرح پڑھنے والے ثواب کے مستحق نہیں، بلکہ گنہگار ہیں (کذا[2] فی ردالمختار، وشروح الہدایہ[3]) ان حالات میں اتنا بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرنا احترام قرآن پاک کے خلاف ہے، کہ سننے والے حق سماعت ادا نہیں کر سکتے[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۷ھ

---

[1] فالحاصل أن ماشاع فی زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لایجوز، شامی زکریا ص۷۷/ ج۹/ مطبوعه کراچی ص۵۶/ ج۶/ کتاب الأجارة مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الأستئجار علی التلاوة الخ.

[2] ثم أعلم أن من الریاء التلاوة ونحوها بالأجرة لأنه أریدبها غیروجه اللّٰه تعالیٰ وهو المال ولذا قالو أنه لاثواب بها لاللقاری ولاللمیت الآخذ والمعطی آثمان الخ شامی زکریا ص۶۱۰/ ج۹/ مطبوعه کراچی ص ۴۲۵/ ج۶/ آخر کتاب الحظر والاباحة.

[3] البنایه شرح الهدایه ص ۳۳۹/ ج۹/ باب الأجارة الفاسدة، باب الخلاف فی أجرة الأمامة وتعلیم القرآن والفقه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] لا یقرأ جهراً عندا لمستغلین بالأعمال، عالمگیری کوئٹه ص۳۱۶/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقرأة القرآن الخ،حلبی کبیری ص۴۹۷/تتمات فیما یکره من القرآن فی الصلاة الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

شبینہ

سوال:- (۱) غیر رمضان میں تین شخصوں کی جماعت کر کے ایک کلام اللہ ایک ہی شب میں ختم کرنا جائز یا نہیں؟

(۲) اور رمضان المبارک میں شب قدر میں یعنی پانچ راتوں میں تہجد کی نماز با جماعت کر کے ایک کلام اللہ ختم کرنا کیسا ہے، بشرطیکہ اس جماعت میں تین آدمیوں سے زیادہ شریک ہوں؟

(۳) نیز اگر رمضان میں تراویح میں ایک قرآن شریف ایک ہی شب میں طلوع فجر سے قبل ختم کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اس صورت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا ثواب اس کے پڑھنے والے کو ملا یا نہیں جوابات بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ سب شوقین ہیں اور دل لگا کر سنیں تو جائز ہے اگر شوق نہیں اظہار فخر کے لئے ایسا کریں تو ناجائز ہے[۱]

(۲) تین آدمیوں سے زیادہ نفل نماز با جماعت مکروہ ہے۔

(۳) اس کا جواز بھی موقوف ہے، سب کے شوق پر اگر سب نے شوق سے دل لگا کر سنا تب تو جائز ہے، اگر گرانی سے جبراً سنایا فخر کیلئے سنا یہ ممنوع ہے، ایسی حالت میں تمام رمضان شریف میں ایک قرآن شریف ختم کرنا چاہئے بلکہ اگر سامعین پر گرانی ہو یا تقلیل جماعت کا اندیشہ ہو تو فقہاء نے لکھا ہے کہ **ألم تر کیف** سے تراویح پڑھا دے یا اور مختصر حصہ قرآن شریف پڑھ لے: **یکرہ ذٰلک علٰی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد**

---

[۱] أعلم أن أخلاص العبادة للّٰه تعالی واجب والرياء فيها،حرام بالأجماع للنصوص القطعية الی قوله وفی الينا بيع ،قال أبراهيم بن يوسف: لوصلی رياءً فلاأجرله وعليه الوزر،شامی زکريا ص ۶۰۹،۶۱۰/ کتاب الحظر والأباحة ،فصل فی البيع،فروع،تحت قوله:من صلی أوتصدق يرأی به الناس،شامی کراچی ص ۴۲۵/ج۶/.

(در مختار) قوله أربعة بواحد أما اقتداء واحد بواحد أو أثنتين بواحد فلا يكره وثلاثة بواحد فيه خلاف بحر عن الكافي وهل يحصل بهذا الأقتداء فضيلة الجماعة ظاهر ماقدمناه من أن الجماعة في التطوع ليست بسنة يفيد عدمه تامل اهـ ردالمحتار[1] ج ۱ / ص ۷۴ / قال شمس الائمة الحلواني ان اقتدیٰ به ثلاثة لا يكون تداعياً وأن اقتدیٰ به أربعة فالاصح الكراهة اهـ (طحطاوی[2] ص ۱۶۶ /) قال في البحر فالحاصل أن الصحيح في المذهب أن الختم سنة لكن لا يلزم منه عدم تركه أذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا فالظاهر أختيار الأخف علٰى القوم ألى قوله وفي التنجيس وأختار بعضهم سورة الأخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل أى البدأة منها ثم يعيدها وهٰذا أحسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات قال في الحلية وعلٰى هٰذا أستقر عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا ألا أنهم يبدؤن بقراءة سورة التكاثر في الأولٰى والأخلاص في الثانية وهكذا ألا أن تكون قرائتهم في التاسعة عشر بسورة تبت وفي العشرين بالأخلاص اهـ (شامی[3] ج ۱ / ص ۷۳۹ ۷۴۰ /) ایک شب میں تمام قرآن شریف ختم کرنے میں عامۃً حفاظ اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ حرکات بلکہ کلمات تک مخلوط اور غائب ہوجاتے ہیں، ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۹/۵۸ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۵۰۰ / ج ۲ / باب الوتر والنوافل، مطلب كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي الخ .

[2] طحطاوی على المراقي مطبوعه مصر ص ۲۳۲ / اول باب الامامة.

[3] شامي زكريا ص ۴۹۸ / ج ۲ / مطبوعه نعمانيه ص ۴۷۵ / ج ۱ / (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

شبینۂ مروجہ

سوال:- (۱) شبینۂ مروجہ میں پورا قرآن شریف تراویح میں پڑھنا اور مصلّیان کا کھانا حفاظ شبینہ پڑھنے والوں کیلئے لانا، حفاظ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) رمضان شریف میں ختم قرآن شریف پر شیرینی تقسیم کرنا جائز یا ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ مستورات اور بچوں اور مردوں کا ہجوم وہنگامہ اور شور وشغب ہوتا ہے اور بجائے ایک حصہ کے بعض شوخ چشمی سے دوسرا حصہ لینے سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور مٹھائی تقسیم نہ کرنے پر مصلیانِ مسجد مورد ِملامت ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

نفسِ ختم قرآن شریف خصوصاً نماز میں موجبِ اجر اور موجبِ سعادت وبرکت ہے، بشرطیکہ التزام مالا یلزم اور عوارضِ محظورہ سے خالی ہو، شبینہ مروجہ میں چند عوارض ایسے ہیں جو کہ مثلِ لازم غیر منفک کے ہیں۔

اوّلاً: عام طور پر ریا اور فخر کیلئے شبینہ کیا جاتا ہے، اخلاص نہیں ہوتا، چنانچہ اہلِ محلّہ اور حفاظ دوسرے اہلِ محلّہ وحفاظ کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ہماری مسجد میں صرف اتنی دیر میں ختم ہوا۔

ریا کی ممانعت قرآن کریم وحدیث شریف سے ثابت ہے، خصوصاً نماز میں ریا کے متعلق

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) مبحث صلاة التراويح .

۴ فی الدر المختار ويجتنب المنكرات هذرمة القراء ة وترک تعوذ وتسمية وطمأنينة وتسبيح وأستراحة قوله هذرمة، سرعة الكلام والقرأة ناكوس وهو منصوب على البدلية من المنكرات الخ . الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۹/ ج۲/ مطبوعه نعمانيه ص ۴۷۵/ ج ۱/ مبحث صلا ة التراويح، واما التغنی بحيث يخل بالحروف زيادة ونقصانا فهو حرام يفسق به القاری الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۳۸/فصل فی التراويح،مطبوعه مصر مرقاة ص ۶۱۴/ ج۲/ كتاب فضائل القرآن، باب اول، الفصل الثانی تحت حديث، زينوا القرآن بأصواتكم، مطبوعه بمبئی.

وارد ہے: "فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآؤُن"[1] (الآیۃ)

ثانیاً: نمازی خود اتنی طویل نماز کے شوقین نہیں، چنانچہ تنہائی میں کبھی اتنی طویل نماز نہ مقتدی پڑھتے ہیں نہ امام اور سستی وکسل کی حالت میں شبینہ کی شرکت کرتے ہیں، بلکہ اکثر بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں، جب رکوع کا وقت آتا ہے، تو جلدی سے کھڑے ہوکر، بعض بیٹھے ہی بیٹھے نیت باندھ کر شریک ہوجاتے ہیں: قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاؤُنَ النَّاسَ وَلاَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلاً.[2]

ثالثاً: حفاظ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ تدبر کے بجائے خود الفاظ تک صاف سمجھ میں نہیں آتے بلکہ پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوتے، حدیث شریف میں هذًّا كهذ الشعر کی ممانعت آئی ہے۔[3]

رابعاً: روشنی اور دیگر تکلّفات ایسے کئے جاتے ہیں جو کہ حدِ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے: لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لاَيُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.[4]

---

[1] سورۃ الماعون آیت نمبر ۷،۶/۔ **ترجمہ**:- سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں، کہ ریاکاری کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[2] سورۃ النساء آیت نمبر ۱۴۲/۔ **ترجمہ**:- اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں، تو بہت ہی کاھلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے، مگر بہت مختصر (بیان القرآن)۔
وفی البحر عن الخانیه، یکره للمقتدی أن یقعد فی التراویح فأذا أراد الأمام أن یرکع یقوم لأن فیه أظهار التکاسل فی الصلاة والتشبه، بالمنافقین قال اللّه تعالیٰ "وأذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالیٰ" شامی زکریا ص ۴۹۹/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح، قبیل مطلب فی کراهة الأقتداء فی النفل الخ.

[3] مسلم شریف ص ۲۷۴/ ج ۱/ باب ترتیل القراءة وأجتناب الهذ الخ، کتاب فضائل القرآن، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[4] سورہ اعراف آیت نمبر ۳۱/۔ **ترجمہ**:- اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو (بیان القرآن)

خامساً: حفاظ کیلئے نقد یا مٹھائی اور کچھ خورد ونوش کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ صورۃً اور حقیقۃً بھی تلاوت کی اُجرت ہے اور ممنوع ہے، عینی شرح ہدایہ میں "الآخذ والمعطی آثمان اھ"۔[۱]

سادساً: مردوں اور بچوں کا ہجوم ہو کر شور وشغب ہوتا ہے اور یہ شور وشغب احترام مسجد کے خلاف ہے[۲] اور ساتھ ساتھ اگر عورتیں بھی آئیں پھر تو اللہ کی پناہ مفاسد کی کچھ حد نہیں رہے گی: المرأة عورة إذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان. (الحدیث[۳]) اور پھر کبھی عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں جو کہ اکثر پیشاب کر کے مسجد کو ملوث کرتے ہیں، حدیث شریف میں بچوں سے خاص طور سے مسجد کو محفوظ رکھنے کا امر آیا ہے: جَنِّبُوا مَسَاجِدَ كُمْ صِبْيَانَكُمْ[۴]

سابعاً: اس سلسلہ میں عامۃً محلّہ سے چندہ وصول کیا جاتا ہے جن میں بعض غریب اور نادار ہوتے ہیں، وہ یا چندہ بالکل نہیں دینا چاہتے یا کم دینا چاہتے ہیں، مگر شبینہ اور ختم کے کارکن کبھی شرم وغیرت دلا کر کبھی ناجائز دباؤ ڈال کر ان سے زائد وصول کرتے ہیں: "لاَ يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ"[۵]

ثامناً: مٹھائی زیادہ تر فخر وریاء کے لئے تقسیم کی جاتی ہے، اور فخر وریاء کے کھانے کی

---

[۱] الشامی نعمانیه ص ۳۵/ ج۵/ باب الأجارة الفاسدة مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الأستئجار علی التلاوة الخ مطبوعه زکریا ص۷۷/ ج۹/ عینی شرح هدایه ص ۳۳۹/ ج۹/ باب الأجارة الفاسدة، باب الخلاف فی أجرة الأمامة وتعليم القرآن الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] ذکر الفقيه رحمه الله تعالیٰ فی التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر (ألی قوله) والسادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذکر الله تعالیٰ (الهنديه ص ۳۲۱/ ج۵/ الباب الخامس فی آداب المسجد)

[۳] ترمذی شریف ص ۲۲۲/ ج ۱/ قبيل أبواب الطلاق واللعان، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۴] ألمقاصد الحسنة ص۱۸۵/ باب الجيم حديث نمبر ۳۷۲/ مطبوعه دار الکتب العلميه بيروت.

[۵] مشکوٰة شريف ص۲۵۵/ باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ممانعت بھی احادیث میں آئی ہے[1]۔

تاسعاً: جوشخص چندہ نہ دے اس پر طعن کیا جاتا ہے، اس کیلئے القاب بخیل وغیرہ تجویز کئے جاتے ہیں: **قال اللّٰہ تعالیٰ وَلاَ تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ** (الآیۃ[2]) "**سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ**" (الحدیث[3])

عاشراً: ایسے لوگوں کے پیچھے غیبت کی جاتی ہے، اور مجامع میں ذلیل کیا جاتا ہے: **وَلاَیَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا** (الآیۃ[4])

اس کے علاوہ بعض جگہ لڑائی اور سخت کلامی کی نوبت آتی ہے، اور دوسرے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، عامۃً شبینہ اور ختم مروجہ میں یہ تمام مفاسد یا اکثر موجود ہوتے ہیں، اس لئے اس کو روکنا ہی حکم شرعی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۹/۶۴ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۸/رمضان ۶۴ھ
صحیح: عبد اللطیف ۱۹/رمضان ۶۴ھ

شبینہ کا حکم

سوال:- ایک بلڈنگ ہے جس میں مختلف کمروں میں بیک وقت نمازِ نفل میں قرآن پڑھا جارہا ہے، مثلاً ایک کمرہ میں پارہ نمبر ۱/ سے پارہ نمبر ۱۰/ تک پھر دوسرے کمرے میں پارہ

---

[1] عن عکرمة عن أبن عباسؓ أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن طعام المتبارئین أن یوکل الحدیث (مشکوٰة ص ۲۷۹/) باب الولیمة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] سورہ حجرات آیت ۱۱/۔ **ترجمہ**:- اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ (بیان القرآن)

[3] مشکوة شریف ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الأول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۲/۔ **ترجمہ**:- اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے۔ (بیان القرآن)

نمبر۱۱/ سے پارہ نمبر۲۰/ تک پھر تیسرے کمرہ میں پارہ نمبر۲۱/ سے پارہ نمبر۳۰/ تک پڑھا جارہا ہے تو اس پر شبینہ کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟

(۲) شبینہ کی تعریف اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر امام اطمینان سے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مقتدی شوق کے ساتھ ثواب کے لئے سنیں تو ممنوع نہیں اور شبینہ متعارفہ میں یہ داخل نہیں۔

(۲) ایک شب میں ایک قرآن کریم ختم کرنے کو عرفاً شبینہ کہتے ہیں، بعض جگہ تراویح میں اور بعض جگہ نوافل میں پورا قرآن شریف ایک ہی رات میں ختم کیا جاتا ہے، پھر سامعین اکثر بیٹھے رہتے ہیں، لیکن چائے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، کبھی کئی کئی حافظ ختم کرتے ہیں پھر کہیں مقابلہ اور مناظرہ ہوتا ہے کہ ہماری مسجد میں اتنے حافظوں نے پڑھا اتنی دیر میں ختم ہوا، اتنے آدمیوں میں چائے اور مٹھائی تقسیم ہوئی وغیرہ وغیرہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے[۱] تنہا آدمی اپنے ذوق وشوق سے جس قدر چاہے پڑھے، ایک دو مقتدی اس کے ساتھ ہوں تو مضائقہ نہیں، نوافل کی جماعت چار آدمیوں سے زائد نہ کی جائے[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۴ھ

---

[۱] عن عائشة رضی اللّٰه تعالی عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من أحدث فی أمرنا هذا لیس منه فهو رد، متفق علیه مشکوة شریف ص۲۷/ ج۱/ قال فی المرقاة: قال القاضی: المعنی من أحدث فی الأسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی ملفوظ أو مستنبط فهو مردود علیه الخ، مرقاة شرح مشکوة ص۱۷۷/ ج۱/ باب الأعتصام باالکتاب والسنة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی.

[۲] (والجماعة) فی وتر غیره وتطوع علٰی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة أو أکثر بواحد مکروهة الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۲۸۸/ ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۸۳/ ج۱/ الباب الخامس فی الأمامة، الفصل الأول فی الجماعة، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص۳۱۳/ باب الوتر، مطبوعه مصر.

ایک شب میں قرآن ختم کرنا

سوال:- زید نے کہا کہ تلاوتِ قرآن پاک ایک شخص ایک شب میں نہیں کرسکتا، اگر کسی نے کیا تو سنت کے خلاف کیا، قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، ایک شب میں جس نے تلاوت کر کے لوگوں کو سنایا وہ قرآن کا حق ادا نہ کیا خلافِ سنت ہے، قرآن کی بعض آیات یا تمام آیات کو جلد جلد پڑھنے کا حکم شرعاً نہیں ہے، کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کم از کم تین دن میں تلاوت کیا کرو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانا وہ گنہگار ہے، اس پر بکر نے کہا کہ ایک شب میں تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے، ہمارے علاقہ میں حافظ چند گھنٹے میں قرآن ختم کرتے ہیں اس پر زید نے کہا کہ وہ شیطان ہیں جو چند گھنٹے میں جیسا ویسا پڑھ دیا تمام آبادی زید پر ناراض ہے کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا، مگر زید نے حدیث نہ ماننے کی وجہ سے کہا، زید کی مندرجہ باتیں کس حد تک درست ہیں، اور بکر کی بات کہاں تک درست ہے؟ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں اس بات پر شدید اختلاف ہے، بکر نے کہا کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا زید نے کہا کہ رسول ﷺ کے فرمان کو جو نہ مانے اس بناء پر کہا، دونوں میں سے کس کا قول درست ہے، شرعاً جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیثِ پاک میں تین شب سے کم میں ختم قرآن پاک کو ناپسند فرمایا گیا ہے اس میں پورے تدبر کا عموماً موقع نہیں ملتا[1] اس کے باوجود صحابہ کرامؓ اور بہت سے اولیاءِ عظام سے

---

[1] عن ابن مسعود موقوفاً لا تقرؤا القرآن فی اقل من ثلاث الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۴ / ج ۱ / النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

تین شب سے کم میں بلکہ ایک شب میں بلکہ ایک رکعت میں پڑھنا بھی منقول ہے[۱] بلکہ ایک رات میں کئی کئی مرتبہ قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے[۲] اب بھی جو شخص قرآن پاک سے شوق ودلچسپی رکھتا ہو اور اس کو پختہ یاد ہو، صحیح پڑھتا ہو، دل جمعی سے تین شب سے کم میں ختم کرلے تو وہ گنہگار نہیں[۳] اور ایسے آدمی کو شیطان کہنا زیادتی ہے، جس نے کہا وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرکے رجوع کرلے، اس نے بھی حدیث شریف کی وجہ سے کہا ہوگا، مگر کہنے میں حد کی رعایت نہیں کی، غلطی سے غلط لفظ کہہ دیا اپنی غلطی کا اقرار کرکے اصلاح کرنا بہت عمدہ بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۹۴ھ

لیلۃ القدر میں تنہا عبادت شبینہ سے افضل ہے

رمضان المبارک کی شب قدر افضل ہے، ۲۷/شب کو عبادت کرنا، تلاوت قرآن، نفل نماز، درود واستغفار وغیرہ یا شبینہ میں جاکر ختم قرآن مین شرکت کرنا، ان دوعملوں میں سے

---

[۱] عن محمد بن سیرین ان عثمان کان یحیی اللیل فیختم القرآن فی رکعة طبقات ابن سعد ص۷۵/ج۳/ ذکر انه کان یقرأ القرآن فی رکعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] وقد کان للسلف فی قدر القرأة عادات فاکثرما ورد فی کثرة القرآن من کان یختم فی الیوم واللیلة ثمان ختمات اربعاً فی اللیل واربعا فی النهار ویلیه من کان یختم فی الیوم والیلة اربعا الخ الاتقان فی علوم القرآن ص۱۰۴/ النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۳۳۷/فصل فی التراویح، مطبوعه مصری.

[۳] والمختار أن ذالک یختلف باختلاف الاشخاص فمن کان یظهر له تدقیق الفکر اللطائف والمعارف فلیقتصر علیٰ قدر یحصل معه کمال فهم ما یقر ومن اشتغل بنشر العلم اوفصل الحکومات من مهمات المسلمین فلیتقصر علیٰ قدر لا یمنعه من ذالک ولا یختل بما هو مترصد له ومن لم یکن من هٰولاء فلیکتثر ما امکنه من غیر خروج الی حد الملال أو الهذرمة الخ طیبی ۲۸۱ ص۲۸۲/ ج۴/ کتاب فضائل القرآن، القول بجواز ختم القرآن فی اقل من ثلاثة ایام، (مطبوعه کراچی)

کون سا عمل بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل شبینہ میں اس قدر مفاسد پیدا ہوگئے ہیں، کہ اس کے جواز ہی میں کلام ہے چہ جائیکہ افضل ہو لہٰذا تنہا عبادت افضل ہے[1] مثلاً اس کیلئے چندہ کرنا جس میں حدود کی رعایت نہیں ہوتی، روشنی وغیرہ میں اسراف، تداعی واہتمام قراءت کے وقت امام کا اتنا تیز پڑھنا کہ حروف بھی صحیح ادا نہ ہوں، ارکان صلوٰۃ واجبات کو بھی اطمینان سے ادا نہ کرنا چہ جائیکہ سنن ومستحبات، بعض لوگوں کا لیٹے بیٹھے رہنا بعض کا باتوں میں مشغول رہنا اور امام کے رکوع کے وقت شریک ہونا بعض کا شور وشغب کرنا وغیرہ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ذی قعدہ ۶۱ھ

---

[1] ویکره الأجتماع علی أحیاء لیلة من هذه اللیالی المتقدم ذکرهافی المساجد وغیرها لأنه لم یفعله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولا أصحابه، مراقی الفلاح ص ۳۲۶/ مطبوعه مصر، فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی وأحیاء الیلالی الخ، الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۴۶۱/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۴۶۹/ ج ۲/ مطلب فی أحیاء اللیالی.

[2] **فائدة**:- من البدع المنکرة مایفعل فی کثیر من البلد أن من أیقاد القنادیل الکثیرة أسراف فی لیال معروفة من السنة کلیلة النصف من الشعبان ألی قوله ومن المفاسد من أجتماع الصبیان وأهل البطالة ورفع أصواتهم وأمتهانهم المساجد وأنتهاک حرمتها وحصول أوساخ فیها وغیر ذلک من المفاسدة التی یجب صیانة المسجد عنها تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۳۲۶/ ج ۲/ ویجتنب المنکرات هذرمة القراء ة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة قال الشامی تحته "هذرمة" بفتح الحاء وسکون الذال المعجمة وفتح الراء سرعة الکلام والقراء ة، الی قوله یکره للمقتدی أن یقعد فی التراویح فأذاأرادالأمام (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ختم تراویح کے بعد الصَّلوٰۃ والسَّلام یا آدم صفی اللہ پڑھنا

سوال:- بعد ختم تراویح الصلوٰۃ والسلام یا آدم صفی اللہ سب مصلّی بلند آواز سے کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کیا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختم قرآن تراویح میں سنت علیٰ الکفایہ ہے

سوال:- (۱) ایک گاؤں میں یا قصبہ میں تمام قرآن مجید کا تراویح میں جماعت کے ساتھ سننا سنت مؤکدہ ہے یا نہیں؟

(۲) اور تراویح جماعت کیساتھ پڑھنا مؤکدہ ہے یا علیٰ الکفایہ کہ ایک دو نے جماعت سے پڑھ لی۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) أن یرکع یقوم لأن فیہ أظهار التکاسل فی الصلاة والتشبه بالمنافقین الخ شامی زکریا ص ۴۹۹/ج۲/باب الوتر والنوافل، مبحث التراویح، قبیل مطلب: فی کراهة الأقتداء فی النفل الخ، طحطاوی مع المراقی ص۳۳۸/فصل فی صلاة التراویح، مطبوعه مصر، حلبی کبیری ص ۴۱۰/فروع، قبیل صلاة الوتر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[1] من احدث فی امرنا هٰذا مالیس منه فهو رد الحدیث، مشکوٰة ص ۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، المدخل ص۲۹۳/ج۲/فصل فی الذکر بعد التسلمتین من صلاة التراویح، طبع مصر، مرقاة المفاتیح ص۱۷۷/ج۱/باب الأعتصام باالکتاب والسنة طبع بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف کا ختم کرنا پڑھ کر یا سن کر سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح جماعت بھی سنت مؤکدہ ہے، اوراس میں گاؤں یا قصبہ کی کوئی تخصیص نہیں لیکن اگر سب لوگ تو جماعت سے تراویح پڑھیں، اورایک دو شخص بغیر جماعت تراویح پڑھیں تو یہ سنت سب کے ذمہ سے ادا ہوگئی اگر چہ اس بغیر جماعت پڑھنے والے کو سنت کا ثواب نہیں ملا، اوراگر سب نے جماعت چھوڑی بغیر جماعت تراویح پڑھی تو اگر چہ نفس تراویح کی سنت ادا ہوجائیگی لیکن جماعت کی سنت چھوڑنے کا وبال سب کے سر رہے گا: **والجماعة فيها سنة علىٰ الكفاية في الاصح افاد ان اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد كره بخلاف صلاتها بالجماعة فانها سنة كفاية فلو تركها الكل اساؤا اما لو تخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة والختم مرة سنة اهـ در مختار[1] وشامی.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

امام کا دو مرتبہ ختم کرنا تراویح میں

سوال: -ایک حافظ نے ایک مسجد میں ماہ رمضان شریف میں دس بارہ یوم کے اندر قرآن شریف تراویح میں سنا کر ختم کیا، پھر دوسری مسجد میں جہاں لوگوں نے قرآن شریف کا ختم نہیں سنا، اگر ان میں حافظ نے تراویح کا ختم سنایا ہے، کیا یہ درست ہے، مقتدیوں کو تمام رمضان شریف میں ایک دفعہ قرآن سننا سنت تھا، اور حافظ قرآن شریف کو ایک دفعہ سنانا سنت، کیا تراویح میں اور ثواب میں امام اور مقتدیوں کے لئے کوئی فرق تو نہ ہوگا۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص۴۷۳/ج ۱/ مطبوعه زکریا ص۴۹۷تا۴۹۵/ج ۲/ باب الوتر والنوافل،مبحث صلاة التراويح،حلبی کبیر ص ۴۴۰تا۴۰۷فصل فی النوافل،تراويح، طبع لاهور،مراقی الطحطاوی مصری ص ۳۳۴/فصل فی صلاة التراويح.

الجواب حامداًومصلیاً

السنة فی التراویح انما هو الختم مرة والختم مرتین فضیلة والختم ثلاث مراة افضل الخ (عالمگیری[1] ص۱۱۷/ج۱/) ینبغی للامام وغیره اذا صلی التراویح وعاد الی منزله وهو یقرأ القرآن ان یصلی عشرین رکعة یقرأ فی کل رکعة عشر اٰیات احرازاً للفضیلة وهی الختم مرتین (قال قاضی خان) و الزهاد واهل الاجتهاد کانوا یختمون فی کل عشر لیال الی قوله ولو عجل الختم له ان یفتح من اول القراٰن فی بقیة الشهر (خانیه ص۳۳/ج۱/[2])

اس صورت میں مقتدیوں کوسنت کا ثواب ہوگا، اورامام کوفضیلت کا ثواب ملے گا، کمی کسی کے ثواب میں نہ ہوگی۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

معوذتین کو وتر میں پڑھنے سے قرآن پاک تراویح میں ختم نہیں ہوتا

سوال:- تراویح کی بیس رکعت کوسہواً اٹھارہ خیال کرتے ہوئے ختم قرآن میں اگر معوذتین چھوٹ جائے تو ان کا نماز وتر کے اول دو رکعت میں ادا کرنا اور تیسری رکعت کیلئے پارہ الٓمّٓ کا کچھ شروع بنیت مزید کلام اللہ ادا کرنا کیسا ہے؟

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص۱۱۷/الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح.

[2] خانیة علی هامش الهندیه ص۲۳۸/ج۱/کتاب الصوم ،باب التراویح، فصل فی مقدار القرأة فی التراویح، مطبوعه کوئٹه،طحطاوی مع المراقی مصری ص۳۳۷/فصل فی صلاة التراویح.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قرآن کریم تو پورا ہو جائے گا، مگر تراویح میں پورا نہ ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۴ھ

---

[1] وسن ختم القرآن فيها أى التراويح مرة فى الشهر على الصحيح وهو قول الاكثر مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۳۳۷/ باب صلاة التراويح،عالمگیری ص۱۱۷/ج۱/ فصل فى التراويح،مطبوعه كوئٹه،المحيط البرهانى ص۲۵۳/ج۲/الفصل الثالث، نوع آخر فى بيان القراءة فى التراويح،مطبوعه ڈابهيل.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : ترویحہ اوراس کی تسبیح

ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟

سوال:- تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح اور چار رکعت کے بعد تسبیح اور دعاء کیا شریعت کے مطابق ہے یا بدعت ہے، تراویح کے ختم ہونے پر کچھ آدمی مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر سلام وغیرہ انبیاء کرام پر بآواز بلند فرماتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دو رکعت کے بعد جلسۂ استراحت نہیں چار رکعت کے بعد ہے[1] اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت دعا سب باتوں کا اختیار ہے[2] کسی ایک چیز پر اصرار

---

[1] ویستحب الجلوس بعد صلاة کل اربع رکعات بقدرها الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۳۳۷/ فصل فی صلاة التراویح ،مطبوعه مصر، الشامی نعمانیه ص۴۷۴/ ج۱/ مطبوعه زکریا ص۴۹۶/ ج۲/ مبحث صلاة التراویح ، سکب الانهر ص۲۳۶/ج۱/ باب الوتر والنوافل، فصل اول، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] ویخیرون بین تسبیح وقراء ة وسکون وصلاة فرادی، سکب الانهر ص۲۰۲/ج۱/ باب الوتر والنوافل، فصل اول، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،طحطاوی مع المراقی ص۳۳۷/ فصل فی صلاة التراویح،مطبوعه مصر ،بدائع الصنائع زکریاص۶۴۸/ ج۱/فصل فی سنتها.

نہیں چاہئے[1] یہاں سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ پڑھنا بھی دعا ہے، اور دعا میں اخفا افضل ہے[2] لہٰذا بلند آواز ترک کر کے آہستہ پڑھیں اور کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ بیٹھے بیٹھے جیسے ہر شخص آہستہ آہستہ پورے خشوع کے ساتھ دل لگا کر دعا کرتا ہے، اسی طرح ہر شخص صلوٰۃ وسلام بھی پڑھے اور جب تک توفیق ہو دن میں رات میں اس مبارک وظیفے میں مشغول رہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہر ترویحہ میں دعاء

سوال:-ما تقولون فی حق المناجاة فی کل ترویحة برفع الیدین هل ترکها اولٰی اتباعاً بخیر القرون اوفعلها اولٰی استحساناً لکن من لم یفعلها یذم ویلقب بالوهابیة ویقال هو خارج من اهل السنة والجماعة ولا تجوز خلفه الصلوٰة وایضاً بینوا ما العمل فیها للحرمین والهند.

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة السعایة ص۲۶۵/ج۲/ قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه لاهور، مرقاة المفاتیح ص۱۴/ج۲/باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبئی،فتح الباری ص۶۰۹/ج۲/کتاب الاذان باب الانفتال والانصراف عن الیمین اوالشمال، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

[2] ومن الادب فی الدعاء ان یکون بخشوع وتذلل وخفض صوت الخ طحطاوی علی المراقی ص۲۵۷/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر،فتاوی عالمگیری کوئٹه ص۳۱۸/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلوة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء،شامی کراچی ص۵۰۷/ج۲/کتاب الحج،قبیل مطلب الثناء علی الکریم دعاءٌ.

[3] عن ابی بن کعبؓ قال قلت یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انی اکثر الصلوة علیک فکم اجعل لک من صلوتی فقال ماشئت قلت الربع قال ماشئت فان زدت فهو خیرلک قلت النصف قال ماشئت فان لک صلٰوتی کلها قال اذایکفِی همّک ویکفّرلک ذنبک ،راوه الترمذی،مشکوة المصابیح ص۸۶/ج۱/باب الصلوة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، طبع یاسرندیم دیوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

المناجات المسئولة عنها لم تثبت عن احد لمن يقتدى به بل هى بدعة ينبغى تركها وينبغى له ان يتجنب ما احدثوه من الذكر بعد كل تسليمتين من صلوٰة التراويح ومن رفع اصواتهم بذالک الىٰ قوله والحدث فى الدين ممنوع وخير الهدى هدى محمد ﷺ ثم الخلفاء بعده ثم الصحابة رضى اللّٰه عنهم ولم يذكر عن احد من السلف فعل ذالک فيسعنا ما وسعهم[1] اهـ (المدخل[2] ص ۲۹۳ / ج ۳ /)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ معین مفتی بمدرسہ مظاہر علوم سہارنفور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ المبتلیٰ بامانة الافتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور يوپى ۷ / جمادى الاولىٰ سنہ ۶۷ھ

---

[1] **خلاصہ سوال**:- ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق کیا کہتے ہو اس کا ترک بہتر ہے، خیر القرون کا اتباع کرتے ہوئے یا فعل بہتر ہے، استحساناً پھر جو شخص نہ کرے کیا وہ لائق مذمت ہے اور وہابی کہلائے گا اور کیا وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا، اور کیا اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی، اور اس سلسلہ میں حرمین شریفین اور ہندوستان کا عمل بھی بیان فرمائیں۔

خلاصہ جواب:- جس دعاء کے متعلق سوال ہے وہ مقتدیٰ حضرات میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے، اس کا ترک ضروری ہے، اور نماز تراویح میں ہر دو سلام کے بعد جس ذکر کی ایجاد ان لوگو نے کر رکھی ہے، اس سے بھی بچنا ضروری ہے، اور اس ذکر میں آواز بلند کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے، اور دین میں نئی بات نکالنا ممنوع ہے، اور بہترین طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین کا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اور سلف میں سے کسی سے بھی ایسا فعل منقول نہیں ہے، پس ہمارے لئے اسی چیز کی گنجائش ہوگی جس کی گنجائش ان حضرات کیلئے ہوگی۔

[2] المدخل مصرى ص ۲۹۳ / ج ۲ / فصل فى الذكر بعد التسليمتين من صلاة التراويح، شرح الطيبى ص ۲۹۷، ۲۹۴ / ج ۱ / كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، تعريف البدعة، طبع ادارة القرآن كراچى، مرقاة المفاتيح ص ۱۷۷ / ج ۱ / باب الاعتصام بالكتاب والسنة، طبع بمبئى.

ہر ترویحہ کے بعد دعاء

سوال:-تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد امام بلند آواز سے اجتماعی دعا مانگے یا نہ مانگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آہستہ دعا مستحب ہے، مگر اجتماعی نہیں، بلکہ انفراداً جس کا دل چاہے دعا مانگے جس کا دل چاہے تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے، اہلِ مکہ کا ہر چار رکعت کے بعد طواف کا بھی معمول رہا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہر ترویحہ کے بعد دعا

سوال:- ہمارے یہاں تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت کرتے ہیں، اور ہر جلسۂ استراحت میں امام اور تمام مقتدی بآواز بلند درود اور کلمۂ توحید واستغفار پڑھتے ہیں، ایسے پڑھنا کیسا ہے، کتب فقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دعا درود آہستہ پڑھنا افضل ہے، **ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة** (الآیۃ[2])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یجلس ندبابین کل اربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلوة فرادی، واهل مکة یطوفون واهل المدینة یصلون اربعاً (الدرالمختار نعمانیه ص ۴۷۴/ج ۱/) مطبوعه زکریا ص ۴۹۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح، کبیری ص ۴۰۴/ مطبوعه لاهور پاکستان، باب التراویح، طحطاوی مع المراقی ص ۳۳۷/فصل فی صلاة التراویح، مطبوعه مصر.

[2] سورہ اعراف آیت ۵۵/۔ **ترجمہ**:-تم لوگ اپنے پروردگار سے دعاء کیا کرو تذلل ظاہر کرکے بھی **(بقیہ آئندہ)**

ہر ترویحہ کے اور نماز عید کے بعد دعا

سوال:- تراویح کی ہر چہار رکعت پڑھنے کے بعد دعاء کرنا اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا واجب ہے، یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر چہار رکعت تراویح کے بعد استراحت مستحب ہے، اوراس وقت اس کو اختیار ہے کہ چاہے تلاوت کرے، چاہے تسبیح وتہلیل، درود پڑھے، چاہے دعا کرے، چاہے نوافل پڑھے، لیکن دعاء کا التزام کرنا اور مجموعی حیثیت سے دعا پر اصرار کرنا، تارک پر ملامت کیا جانا منع ہے[1] کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں: **اما الاستراحة فی اثناء التراویح فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة ولیس المراد حقیقة الجلوس بل المراد الانتظار وهو مخیر فیه ان شاء جلس ساکتاً وان شاء هلل اوسبّح اوقرأ او صلیٰ نافلة منفرداً اھ** (کبیری[2] ص ۳۸۶/) اور عیدین کی نماز کے بعد خصوصیت سے دعا یا عدم دعاء منقول نہیں،

(**گذشتہ کا بقیہ**) اور چپکے چپکے بھی۔(بیان القرآن) واما الادعیة والاذکار فبالخفیفة اولیٰ، ویجتهد فی الدعاء والسنة ان یخفی صوته لقوله تعالی ادعوربکم تضرعاً وخفیة شامی کراچی ص۵۰۷/ج۲/کتاب الحج، قبیل مطلب الثناء علی الکریم دعاء، طحطاوی مع المراقی ص۲۵۷/فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص۳۱۸/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح والذکروالدعاء.

(**صفحہ ہذا**) [1] ان الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة، السعایة فی کشف مافی شرح الوقایه ص۲۶۵/ج۲/قبیل فصل فی القراءة، طبع لاهور، مرقاة المفاتیح ص۱۴/ج۲/باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبئی، فتح الباری ص۶۰۹/ج۲/باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، طبع دارالفکر.

[2] کبیری ص۴۰۴/ باب التراویح، مطبوعه لاهور، الشامی نمعانیه ص۴۷۴/ج۱/ مطبوعه زکریا ص۴۹۷، ۴۹۶/ج۲/مبحث صلاة التراویح، مجمع الانهر ص۲۰۳/ج۱/باب الوتر والنوافل، فصل اول، طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

لیکن مطلقاً ہر نماز کے بعد دعا روایات سے ثابت ہے۔پس عیدین کے بعد بھی دعا کرنا مسنون ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال[1]:-بعد چار رکعت تراویح مناجات کردن چہ حکم دارد۔

الجواب حامداًومصلیاً

بعد ہر چہار رکعت تراویح جلسۂ استراحت مستحب است ودریں اختیار است خواہ تسبیح ودرود خواند وخواہ درنوافل وتلاوت مشغول ماند خواہ ایں وقت دردعا ومناجات گزارند کذا فی سکب[2] الانہرج ۱ر ص ۲۳۶ ر ودست برداشتہ درترویحہ دعا کردن ثابت نیست۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳ر ربیع الثانی ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۳ر ربیع الثانی ۵۶ھ

---

[1] وعن المغيرة بن شعبة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة لااله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير (الحديث) مشكوٰة ص ۸۸ر باب الذكر بعد الصلاة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،واخرج ابن جرير وغيره من طرق عن ابن عباس انه قال (اِذَافَرَغْتَ)من الصلاة (فَانْصَبْ)فى الدعاء وروى نحوه عن الضحاك وقتادة،روح المعانى ص ۳۰۷ر ج ۱۶ ر سورۂ الم نشرح الاية ۷،۸ر طبع دارالفكر بيروت،تفسير قرطبى ص ۹۶ر ج ۱۰ر طبع دارالفكر،احكام القرآن للجصاص ۴۷۳ر ج ۳ر طبع دارالكتاب العربى بيروت.

[1] **خلاصہ سوال**:- تراویح کی چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے۔

خلاصہ جواب:- تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت مستحب ہے اوراس میں اختیار ہے خواہ درود و تسبیح پڑھے خواہ نفل وتلاوت میں مشغول رہے خواہ اس وقت کو دعاء مناجات میں گذاریں، کذا فی سکب الانہر ص ۲۳۶ر ج ۱ر اور ہاتھ اٹھا کر ہر ترویحہ میں دعاء کرنا ثابت نہیں۔ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

ہر ترویحہ پر صلوٰۃ بر محمد ﷺ

سوال:- بعد چار رکعت نماز تراویح کے جو شخص صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جہر کر کے نہ پڑھے بلکہ تسبیح اور درود شریف جو نماز میں تشہد کے بعد ہے، اس کو آہستہ پڑھ لے اس شخص کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے کیا یہ شخص قابل ملامت ہے یا نہیں، کیا الصلوٰۃ بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضروری جاننا اور کہنا کہ یہ شریعت میں حضور ﷺ سے ثابت ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تسبیح ودرود وتلاوت وذکر وغیرہ پڑھے، یا تنہا نفل پڑھے کسی چیز کی پابندی نہیں اہل مکہ اس وقت طواف کرتے ہیں: **یجلس ندبا بین کل اربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلوٰة فرادی اھ درمختار واهل مکة یطوفون واهل المدینة یصلون اربعاً اھ**[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترویحوں میں خلفاء راشدین کے نام

سوال:- اکثر مساجد میں تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد دعا کی جاتی ہے، اور بعد دعا خلفائے راشدین کا نام لیا جاتا ہے کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) [2] ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکون وصلاة فرادی الخ سکب الانهر ص۲۰۳/ج۱/ باب الوتر والنوافل، فصل اول، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۹۶/ج۲/مبحث صلاة التراویح حلبی کبیر ص۴۰۴/باب التراویح. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص۴۷۴/ج۱/ مطبوعه زکریا ص۴۹۶/ج۲/ مبحث صلاة التراویح، کبیری ص۴۰۴/ باب التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۲۰۳/ج۱/باب الوتر والنوافل، فصل اول، طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ چیز حدیث وفقہ میں میری نظر سے نہیں گذری جولوگ ایسے کرتے ہیں ان سے دریافت کرنے کی ضرورت ہے، کہ کس کتاب میں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چارترویحوں پرخلفاء کے نام

سوال:- ہمارے پورے حیدرآباد دکن میں دورکعت تراویح کے بعد بیٹھ کر کچھ تسبیح پڑھتے ہیں، پھر چار رکعت پر بیٹھ کر تسبیح اورامام دعا پڑھتا ہے، مقتدی آمین کہتے ہیں اور چار رکعت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اوراسی طرح چار چار رکعتوں کے ختم پر ایک ایک خلیفہ کا نام لے کر حضرت علی پر ختم کردیتے ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ بھی شریعت سے نہیں[2] کتبِ فقہ میں تمام مسائل لکھے ہیں ان میں یہ کہیں مذکور

---

[1] البتہ فقہاء نے ہرچار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت کو مستحب لکھا ہے اوراس میں اختیار ہے خواہ درود وتسبیح پڑھے یا نفل وتلاوت میں مشغول رہے یااس وقت کو دعاء ومناجات میں گزاریں یاخاموش رہیں۔

واما الاستراحة فی اثناء التراویح فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة ای بین کل اربع رکعات ولیس المراد حقیقة الجلوس بل المراد الانتظار وهو مخیران شاء جلس ساکتاً وان شاء هلل او سبح اذقرأ اوصلی نافلة منفرداً وهذا لانتظار مستحب حلبی کبیر ص۴۰۴/ باب التراویح، طبع لاهور،مجمع الانهر ص۲۰۳/ج ۱/باب الوتروالنوافل، فصل اول ،طبع دارالکتب العلمیة بیروت،شامی زکریاص ۴۹۶/ج ۲/مبحث صلاة التراویح.

[2] وینبغی له ان یجتنب ما احد ثوه من الذکر بعد کل تسلمتین من صلاة التراویح ومن رفع اصواتهم بذلک والمشی علی صوت واحدٍ فان ذالک کله من البدع والحدث فی الدین ممنوع الخ المدخل ص۲۹۳/ج ۲/فصل فی الذکر بعد التسلمتین من صلاة التراویح طبع مصر،مرقاة المفاتیح ص۱۷۷/ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، طبع بمبئی،شرح الطیبی ص۲۹۷،۲۹۴/ج ۱/باب الاعتصام بالکتاب والسنة، طبع ادارة القرآن کراچی.

نہیں صرف چار رکعت پر کچھ دیر کیلئے بیٹھ کر تسبیح ، درود شریف، استغفار اور تلاوت میں مشغول رہیں، جیسا کہ شامی[1] میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دو ترویحوں کے درمیان کیا کرے؟

سوال:- یہاں رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں ہر دو رکعت ختم کر کے اٹھتے ہیں تو مؤذن بآواز بلند حسب ذیل کلمات کہتا ہے: **فضل من اللّٰہ ورحمتہ ونعمتہ ومغفرتہ لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** اور ہر ایک ترویحہ میں امام اور مقتدی بآواز بلند حسب ذیل تسبیح پڑھتے ہیں، **سبحان ذی الملکوت** الخ اور بعد تسبیح کے امام بآواز بلند دعا مانگتا ہے، اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں اور پہلے ترویحہ میں مؤذن بآواز بلند **نبینا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** کہتا ہے اور دوسرے ترویحہ میں سیدنا ابوبکر صدیق خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ اور تیسرے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور چوتھے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور پانچویں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بلند آواز سے لیا جاتا ہے، اور یہ طریقہ ایک مدت دراز سے جاری ہے، عموماً گجرات میں اور افریقہ کے تمام شہروں وقصبوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہے اگر اس طریقہ کے خلاف کوئی کرے تو اس کو برا بھلا اور لعن طعن کیا جاتا ہے، اور فساد ہوتا ہے، تو کیا یہ طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، یا نہیں، اگر نہیں تو جو طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہو بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح کی نماز میں ہر دو رکعت ختم کر کے اٹھتے وقت مؤذن کا کلمات مذکورہ کہنا میری

---

[1] یجلس ندبا بین کل اربعة بقدر ھا وکذا بین الخامسة ویخیرون بین تسبیح وقراء ة وسکوت وصلوٰة فرادی، (الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۷۴/ ج ۱/) مطبوعه زکریا ص ۴۹۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح. واھل مکة یطوفون واھل مدینه یصلون اربعاً الخ، کبیری ص ۴۰۴/ باب التراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاھور، مجمع الانهر ص ۲۰۳/ ج ۱/ باب الوتر والنوافل، فصل اول، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

نظر سے کسی دینی کتاب (حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف کی) میں نہیں گذرا، نہ بلند آواز سے نہ آہستہ آواز سے، اگر یہ چیز ثابت (مسنون یا مستحب ہوتی) تو کتب دینیہ میں جہاں چھوٹے بڑے سب مستحبات ومسنونات مذکور ہیں اس کا بھی ذکر ہوتا ان کلمات کا مطلب کچھ برا نہیں، بلکہ ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم اور اس کا مبارک ذکر ہے، جو یقیناً موجب برکت اور باعث ثواب ہے، لیکن ان کلمات پر التزام اور اصرار کرنا منع ہے[1] نیز بلند آواز سے کہنے سے ان نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے، جو درود شریف یا دعاء یا تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں کیونکہ ہر شخص کو اس وقت (اگر چہ یہ وقت نہایت قلیل ہوتا ہے) ان سب چیزوں درود شریف وغیرہ میں مشغولی کی شرعاً اجازت ہے، لہٰذا نہ ان کلمات پر اصرار والتزام کیا جائے، (کیونکہ ثبوت نہیں) نہ ان کو بلند آواز سے کہا جائے[2] (کیونکہ دوسرے نمازیوں کے حق میں مشوش ہے) بلکہ ہر شخص آہستہ آہستہ جو دعا چاہے پڑھے، ہر ترویحہ کے بعد اختیار ہے خواہ امام ومقتدی خاموش بیٹھے رہیں خواہ ذکر، درود، تسبیح، دعا تلاوت میں مشغول رہیں یا نوافل (علیحدہ علیحدہ بلا جماعت) پڑھیں، اور سبحان ذی الملک والملکوت الخ بھی پڑھنا منقول ہے، اہل مکہ کا معمول لکھا ہے، کہ وہ اس وقت میں ایک طواف کرتے ہیں، اور دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، اہل مدینہ کا معمول لکھا ہے، کہ وہ چار رکعت پڑھتے ہیں: اما الاستراحة فی اثناء

---

[1] ان الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة فکیف اصرار البدعة التی لااصل لها فی الشرع السعایه ص۲۶۵/ج۲/قبیل فصل فی القراءة طبع لاهور، وینبغی له ان یجتنب ما احدثوه من الذکر بعد کل تسلمتین من صلاة التراویح ومن رفع اصواتهم الی قوله وکذالک ینهی عن قول المؤذن بعد ذکرهم بعد التسلمتین من صلاة التراویح یرحمکم اللّٰه فانه محدث ایضاً والحدث فی الدین ممنوع المدخل ص۲۹۴/ج۲/فصل فی الذکر بعدالتسلمتین من صلاة التراویح، طبع مصر، مرقاة الفاتیح ص۱۴/ج۱/باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبئی.

[2] فمتی خاف الریاء أو تأذی به أحد کان الاسرار افضل (طحطاوی علی المراقی ص۱۷۴/ج۱/ دمشق)، مطبوعه مصر، ص۲۵۸/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض الخ، شامی کراچی ص۶۶۰/ج۱/باب مایفسدالصلوة ومایکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

التراویح فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة ای بین کل اربع رکعات. مقدار اربع رکعات وکذا بین الاٰخرة والوتر ولیس المراد حقیقة الجلوس بل المراد الانتظار وهو مخیر فیه ان شاء جلس ساکتاً وان شاء هلل اوسبح اوقرأ او صلی نافلة منفرداً وهٰذا الانتظار مستحب لعادة اهل الحرمین فان عادة اهل مکة ان یطوفوا بعد کل اربع اسبوعاً ویصلوا رکعتی الطواف وعادة اهل المدینة ان یصلوا اربع رکعات وقد روی البیهقی باسناد صحیح انهم کانوا یقومون علٰی عهد عمرؓ یعنی بین کل ترویحتین فثبت من عادة اهل الحرمین الفصل بین کلّ ترویحتین ومقدار ذٰلک الفصل وهو مقدار ترویحة فکان مستحبا لان مارآه المومنون حسناً فهو عند اللّٰه حسن اهـ (غنیة المستملی[1] ص ۲۸۶/) ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلاة فرادیٰ نعم تکره صلاة رکعتین بعد کل رکعتین اهـ درمختار قوله بین تسبیح قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحٰن ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکة والروح لا الٰه الا اللّٰه نستغفر اللّٰه نسألک الجنة ونعوذ بک من النار کما فی منهج العباد اهـ الخ (رد المحتار ج ۱/ ص ۷۳۹/[2])

تسبیح دعا وغیرہ جو کچھ بھی پڑھا کریں آہستہ آہستہ پڑھیں، تاکہ آوازوں میں تصادم اور پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو اگر کوئی نماز پڑھے تو اس کا خیال نماز سے ہٹ کر اس طرح متوجہ نہ ہو جس سے نماز میں خلل آئے اور غلطی بھول وغیرہ واقع ہو ہر ترویحہ کے ختم پر امور

---

[1] غنیمة المستملی ص ۴۰۴/ مطبوعه لاهور، باب التراویح، مجمع الانهر ص ۲۰۳/ ج ۱/ باب الوتر والنوافل، فصل اول، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۶/ ج ۲/ مبحث صلاة التراویح.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹۷، ۴۹۶/ ج ۲/ مطبوعه نعمانیه ص ۴۷۴/ ج ۱/ مبحث صلاة التراویح، بحر کوئٹه ص ۶۹/ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

مذکورہ بالا کا شرعاً ثبوت اوراختیار ہے، جیسا کہ عبارات منقول میں تصریح ہے، آپ نے **سبحان ذی الملک** الخ کے بعد ہر ترویحہ کے لئے جوکلمات لکھے ہیں، کتب فقہیہ متداولہ میں کہیں ان کا ثبوت نہیں، پس ان کو پڑھنا امور ثابتہ منقولہ کو چھوڑ کر غیر منقولہ کلمات کو اختیار کرنا ہے، جو غیر مناسب اور قابل ترک ہے[1] تاہم ایسے لوگوں کو نرمی اور شفقت سے سمجھانا چاہئے، سختی اور تشدد سے نہیں[2] نیز فتنہ اور فساد سے اجتناب ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۷/رجب ۵۸ھ

ترویحہ میں احادیث سنانا

سوال: - یہاں مسجد میں نمازِ تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد کچھ حدیثیں سنائی جاتی ہیں، غرض اصلاح وتعلیم ہے، کچھ لوگ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعت قرار دیتے ہیں، اور بند کرنے کو کہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شریعتِ مطہرہ میں مداخلت سمجھا جائے گا، یا پسندیدہ؟ یہ طریقہ اس طرح دیگر مقامات میں بھی چل رہا ہے۔

---

[1] قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رایا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط فهو مردود علیها ،مرقاة المفاتیح ص۱۷۷/ج ۱/باب الاعتصام بالکتاب والسنة، طبع بمبئی، وینبغی له ان یجتنب مااحد ثوه من الذکر بعد کل تسلمتین من صلاة التراویح ومن رفع اصواتهم الی قوله وکذالک ینهی عن قول المؤذن بعد ذکرهم بعد التسلمتین من صلاة التراویح الصلوة یرحمکم اللّٰه فانه محدث ایضا الحدث فی الدین ممنوع ، المدخل ص۲۹۴/ج۲/فصل فی الذکربعد التسلمتین، طبع مصر.

[2] وامرهم بالمعروف ونهیهم عن المنکر برفق واخلاص والشفقة علیهم وتوقیر کبیرهم ورحمة صغیرهم وتخولهم بالموعظة الحسنة ،شرح للنوی علی الصحیح المسلم ص۵۴/ ج ۱/باب بیان ان الدین النصیحة، طبع مکتبه بلال دیوبند،فتاوی عالمگیری ص ۳۵۲/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشرفی الغناء واللهووسائرالمعاصی والامربالمعروف.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ بہت اچھا طریقہ ہے اس سے بہت معلوماتِ دین میں اضافہ ہوگا، کاش کہ سب لوگ اسپر متفق ہوجائیں، لیکن ان کو مجبور نہ کیا جائے[۱] اگر وہ انکار کریں اور مسجد چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں تو پھر یہ طریقہ بند کردیا جائے[۲] اور تراویح ووتر ختم ہونے کے بعد یا کسی دوسرے وقت حدیثیں سنائی جائیں جسکا دل چاہے بیٹھے اور سنے اور فائدہ حاصل کرے[۳]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

ترویحہ کی تسبیح جہراً

سوال:- ماہِ رمضان المبارک میں تراویح میں ہر ترویحہ پر تسبیح جو پڑھی جاتی ہے، شریعت میں کیا حکم ہے؟ اگر ایک شخص تسبیح کو بلند آواز سے پڑھے اور شرکاء بلند آواز سے کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس ترویحہ میں اختیار ہے کہ چاہے تو کوئی تلاوت کرے چاہے درود شریف یا

---

[۱] کما یستفاد من هٰذه العبارة ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلاة فرادی الخ الدر المختار علی هامش ردا لمحتار زکریا ص ۴۹۷/ج۲/ مبحث صلاة التراویح، کبیری ص ۴۰۴/باب التراویح، طبع لاهور، مجمع الانهر ص ۲۰۳/ج ۱/باب الوتر والنوافل، فصل اول، طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] عن ابن مسعودؓ قال کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم "یتخوّلنا بالموعظة فی الایام کراهة السامة علینا" عن انسؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم" یسروا ولا تعسّروا وبشروا ولا تنفروا" بخاری شریف ص ۱۶/کتاب العلم، باب ماکان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم "یتخولهم بالموعظة والعلم کی لاینفروا" طبع مکتبۂ اشرفیه دیوبند.

[۳] حوالۂ بالا.

استغفار یا تسبیح پڑھے[۱] اسمیں بھی سب کو بلند آواز سے آواز ملا کر نہیں پڑھنا چاہئے[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

ترویحہ کی تسبیح بلند آواز سے

سوال:- ترویحہ پر تسبیح سب مقتدیوں کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ آواز محلّہ بھر میں جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح زور سے پڑھنا بھی ثابت نہیں، اس کو بھی ترک کیا جائے[۳]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[۱] ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادی (سکب الانہر ص۲۰۳/ج ۱/باب الوتر والنوافل، فصل اول مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)بحر کوئٹہ ص ۶۹/ج ۱/باب الوتر والنوافل،حلبی کبیر ص ۴۰۴/فصل فی النوافل،تراویح،طبع سہیل اکیڈمی لاہور.

[۲] وقد نہی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن رفع الاصوات فی المساجد کما فی ابن ماجہ، (المقاصد الحسنۃ ص ۱۷۵/) باب الجیم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،شامی کراچی ص ۶۶۰/ج ۱/مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

[۳] اماالادعیۃ والاذکار فبالخفیۃ اولی (شامی کراچی ص۵۰۷/ج۲/کتاب الحج،مطلب الثناء علی الکریم دعاء، شامی کراچی ص ۶۶۰/ج ۱/مکروہات الصلوۃ ،مطلب فی رفع الصوت بالذکر،فالحاصل ان الجھر بالتکبیر بدعۃ فی کل وقت الا فی مواضع المستثناۃ وصرح قاضیخان فی فتاہ بکراھۃ الذکر جھراً (بحر کوئٹہ ص ۱۵۹/ج۲/باب العیدین)

ختم تراویح پر دُعا

سوال:- (۱) تراویح کی بیس رکعت ختم ہونے پر دعاء مانگنا کیسا ہے؟
(۲) بعد وتر ونفل تمام مقتدیوں اور امام کامل کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مستحب ہے[۱]
ہر شخص اپنی نفل کے بعد دعا کرے اس میں ایک دوسرے کا پابند کیوں کیا جائے[۲]؟ جو نماز مل کر جماعت سے پڑھی ہے، اس کے بعد مل کر دعا کریں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں تسبیحات

سوال:- تراویح میں تسبیحات پڑھتے ہیں، وہ آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے، اس

---

[۱] کذا فی استحباب الدعوات عقیب الصلوات (جواهر الفقه ص ۱۹ / ج۳ /)طبع مکتبه تفسیر القرآن دیوبند،عن ابی امامة قال قیل یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات :الاکثرون علی استحباب الدعاء مطلقا (مرقاة ص۲۳ / ج۲ /باب الذکربعد الصلوة،طبع بمبئی،روح المعانی ص ۱۷۲ / ج۳۰ / سورة الم نشرح ،طبع ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند.

[۲] من اصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة اومنکر (مرقاة ص ۱۴ / ج۲ /باب الدعاء، طبع بمبئی،سعایه ص۲۶۵ / ج۲ /باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراء ة ،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین بالادعیة الماثورة الجامعة لقول ابی امامة قیل یا رسول اللّٰه ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات الخ، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی مصری ص۲۵۶ / فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض.

لئے ان کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں ''الصلوۃ سنۃ التراویح رحمکم اللّٰہ'' ہر تراویح کے دوگانہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں ''فضل من اللّٰہ ونعمتہ ومغفرتہ ورحمتہ وعافیتہ والسلام لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر الی آخرہٖ'' بعد میں تراویح کے تین بار پڑھیں، ''اشھد ان لااله الااللّٰه وحدهٗ لاشریک لهٗ الی آخرہٖ'' امام کے دعاء مانگنے کے بعد یہ پڑھیں ''اللّٰھم صلی علی سیدنا الخ'' دعا مانگنے کے بعد اس کو ایک بار پڑھیں خلیفہ رسول اللّٰہ بالتحقیق اور چوتھی کے بعد پڑھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے جو تسبیحات کاغذ پر لکھیں ہیں ان کا پڑھنا نہ حدیث شریف سے ثابت ہے نہ کتب فقہ میں ہے، اس لئے جو تسبیح فقہاء نے لکھی ہے، اس کو پڑھیں یا درود شریف پڑھیں، اور استغفار میں مشغول رہیں[1] جہاں تک ہو سکے آہستہ پڑھیں، جو طریقہ رواج پکڑ چکا ہے، وہ ثابت نہیں ہے، اس کی اصلاح کریں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترویحہ میں کیا پڑھے؟

سوال: ۔بعض ثقہ اور مشہور اشتہاروں میں تراویح کے ترویحہ کی مسنون دعاؤں

---

[1] یجلس ندبا بین کل اربعة بقدرها وکذبین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت و صلاة فرادی (قال الشامی)قولهٗ بین تسبیح قال القهستانی فیقال ثلاث مرات، سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملائکة والروح لااله الااللّٰه نستغفر اللّٰه نسألک الجنة ونعوذبک من النار (الدرمع الشامی زکریاج۲/ص۴۶/باب الوتروالنوافل، مبحث صلاة التراویح، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۳۳۷/فصل فی صلاة التراویح ،فتح القدیرج ۱/ص۴۶۸/باب النوافل،فصل فی قیام رمضان، طبع دارلفکر بیروت.

[2] اماالادعیة والاذکارفبالخفیة اولی(شامی کراچی ج۲/ص۵۰۷/کتاب الحج،مطلب الثناء علی الکریم دعاء.

کے عنوان سے منتخب از احادیث صحیحہ یہ دعا لکھی ہے ''سبحان الملک القدوس سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت ،سبحان الملک الحی الذی لاینام ولایموت سبوحٌ قدوس ربنا ورب الملئکة والروح لااله الاانت استغفرک واسئلک الجنة واعوذبک من النار اللهم اجرنی من النار یامجیریامجیریامجیر'' اور بعض اشتہاروں میں بڑی لمبی قدرے لایعنی دعاء درج ہے،خلفاء اربعہ کے نام اوران کے القاب،کلمات جن سے دعاء دعاء نہیں رہتی۔

تراویح میں بعض جگہ تو سب مل کر پڑھتے ہیں اور بعض جگہ مؤذن کے ذمہ ہے کہ وہ تنہا یا دوچار آدمیوں کو شریک کر کے بڑے زور کی آواز سے یہ لمبی دعا پڑھے وہ عبارت یہ ہے تراویح میں پڑھنے کی تسبیحات تراویح سے پہلے پکار کر مؤذن کے ذمہ ہے کہ یوں پکارے ''الصلوة سنة التراویح رحمکم اللّٰه'' پھر لکھا ہے کہ پہلے دوگانہ تراویح کے بعد اس دعاء کو یکبار پڑھیں ''فضل من اللّٰه ونعمة ومغفرة ورحمة وعافیة وسلامة لااله الااللّٰه وللّٰه الحمد خواجه عالم صلو'' کے بعد پہلی تراویح کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں،کلمہ شہادت پڑھیں،دعا مانگنے کے بعد یوں کہے''البدر محمد صلی اللّٰه علیه وسلم لااله الااللّٰه واللّٰه اکبر خواجه عالم صلوة''

(۲) دوسری تراویح کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں،''اللهم صلی علی سیدنا محمد وعلی جمع الانبیاء والمرسلین والملٰئکة المقربین وعلی کل ملک برحمتک یاارحم الراحمین'' دعا مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھیں،''خلیفة رسول اللّٰه خیر البشر بعدالانبیاء بالتصدیق والتحقیق امیر المومنین حضرت ابوبکرن الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لااله الااللّٰه واللّٰه اکبر اللّٰه اکبر وللّٰه الحمد ولاحول ولاقوة الاباالله'' غرض اسی طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات میں ملے ہوئے ایک لمبی عبارت

دعاء وتسبیحات کے نام سے مروج ہے، تراویح ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو بتلایا ہے، پھر خاتمہ پر ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار بتلایا یہ پڑھنے کو ''اسد اللّٰہ الغالب مظهر العجائب والغرائب امام المشارق والمغارب علی بن ابی طالب لااله الااللّٰه واللّٰه اکبر وغیره'' شرعی حساب سے جواب عطا ہو، تراویح کے ترویحہ میں وہ ماثورہ الفاظ کی اور کیا ان الفاظ میں تسبیح ترویحہ صحیح العلم لوگوں سے ثابت ہے اور کیا ترویحہ میں یہ عبارت دعاء کے نام سے ثواب ہے، یہاں صورت تنازع ہے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے کہ مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار رکعت تراویح کے بعد جداگانہ چار چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے[1] کلمات ذیل شامی میں مذکور ہے ''قال القسهتانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لاینام ولایموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح لااله الااللّٰه نستغفر اللّٰه نسألک الجنة ونعوذبک من النار (شامی ج ۱ / ص ۴۷۴ /[2]

---

[1] والمستحب الانتظار بین الترویحتین لانه استدل بعادة الحرمین واهل المدینة کانوا یصلون بعد ذالک اربع رکعات فرادی واهل مکة یطوفون بینهما اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف (الی قوله) واهل کل بلدة بالخیار یسبحون، یهللون اوینتظرون سکوتا اویصلون اربعا فرادی (فتح القدیر ج ۱ / ص ۴۶۸ / باب النوافل، فصل فی قیام رمضان، طبع دارالفکر بیروت، عنایه مع فتح القدیر ج ۱ / ص ۴۶۸ / باب النوافل، فصل فی قیام رمضان، دارالفکر بیروت، هندیه کوئٹه ج ۱ / ص ۱۱۵ / الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح.

[2] شامی کراچی ج ۲ / ص ۴۶ / باب الوتر والنوافل، مبحث التراویح.

تراویح کے بعد پڑھنے والے کلمات وتسبیحات کا جو طریقہ سوال میں مذکورہ ہے وہ کتب شرعیہ مستندہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں سے غالبًا روافض وغیرہ کی تردید کے لئے ایجاد کیا ہے، اوراس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دیدی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح کی دو رکعت پر درود شریف اور چار پر تسبیح

سوال:- رمضان کے مہینہ میں ہمارے یہاں مسجد میں ایک واقعہ پیش آیا کہ پہلے ہم لوگ حسب معمول رمضان کے مہینہ میں تراویح کی دو رکعت کے بعد درود شریف دو مرتبہ پڑھتے ہیں، اور دو رکعت کے بعد یعنی چار رکعت کے بعد تسبیح یا مقلب العباد پڑھتے ہیں، اسی طرح روزانہ دونوں ورد پانچ مرتبہ پڑھ لیتے ہیں، لیکن اس کے بعد مقتدیوں نے گزارش کی کہ نماز میں جلدی کی جائے، کیونکہ گرمی کی شدت ہے، اور مچھر کاٹتے ہیں، امام صاحب نے حالات کو مدنظر رکھ کر دو رکعت کے بعد درود شریف بند کر دیا، اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تراویح کی چار رکعت کے بعد ایسے کلمات یا درود شریف پڑھے جائیں تا کہ اس میں اتنا وقت لگ جائے جتنا ان تراویح کی چار رکعت پر لگتا ہے، اس لئے مقتدیوں کی سہولت کے لئے دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھنا بند کرتا ہوں، مقتدی امام کے کہنے پر چلے، چند دن اور گزر گئے یعنی بدھ کی شام ماہ رمضان کی ساتویں تاریخ شام کو دو اور مقتدی آ گئے، جنہوں نے تراویح کی نماز پڑھتے وقت امام سے کہا کہ آپ درود شریف کیوں نہیں پڑھتے، امام صاحب نے خاموشی اختیار کی اور نماز پڑھاتے چلے گئے، نماز جب ختم ہوئی تو انہیں دو مقتدیوں نے دوبارہ امام صاحب سے سوال کیا، امام صاحب کے بھائی جو مسائل حدیث سے واقف ہیں، انہوں نے فرمایا اگر دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو ثواب ملے گا، اور اگر نہیں پڑھا جائے تو گناہ بھی نہیں ہوگا، ایک مقتدی کے نے کہا کہ آج اتنا کم کیا اور پتہ نہیں کل سب

کم کیا جائے گا، ایک تیسرے مقتدی نے جلد بازی سے کام لیا اور کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں گناہ نہیں ہوگا، ثواب ہوگا، امام صاحب نے بارہا سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اس نے ایک نہ مانا اور مسجد شریف سے باہر نکل گئے، بہرحال! امام صاحب کے بھائی نے مقتدیوں سے کہا کہ میں آپ کو کتابوں سے ثابت کردونگا اور دکھادونگا کہ کتابوں میں نماز تراویح کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا کہ آپ کتابوں کو کیا پڑھنا جانتے ہیں، دوبارہ امام صاحب کے بھائی نے کہا کہ میں فقہ سے ثابت کردوں گا کہ فقہ میں تراویح کی نماز کے متعلق کیا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، لیکن جواب میں اس مقتدی نے کہا کہ آپ نانی کا فقہ دکھاتے ہیں، بہرحال یہ سراسر امام صاحب کی شان کے خلاف ہے، خاص امام جو کہ نائب رسول ہے، اور ایک امام صاحب جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے، اور مسائل دین میں اس کے بھائی کو نانی کا فقہ دکھانے کو کہا، اس پر امام صاحب نے آنا ترک کردیا، بعد میں امام صاحب سے محلّہ کے ممبروں کو تحقیقات کرنے کے لئے کہا، وہ مقتدی جو کہ دیکھنے میں عابد لگتے ہیں، سفید لمبی چوڑی داڑھی رکھے ہوئے ہیں، چند برسوں سے امام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور گالیاں دے دے کر اب تین امام کو نکال دیا ہے، مقتدی اس کے رویہ سے بہت تنگ آگئے ہیں، ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں، ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا چاہئے اس وقت جس کا دل چاہے قرآن کریم کی تلاوت کرے، جس کا دل چاہے تسبیح واستغفار کرے، جس کا دل چاہے خاموش بیٹھا رہے، کسی بات کی شرعاً کوئی پابندی نہیں کسی پر کوئی اعتراض نہیں[1]، دو

---

[1] والمستحب الانتظار بين الترويحتين (الى قوله) واهل كل بلدة بالخيار يسبحون اويهللون او ينتظرون سكوتا اويصلون فرادى(فتح القدير ج ۱/ص ۴۶۸/باب النوافل،فصل فى قيام رمضان، دارالفكر بيروت،عنايه مع الفتح ج ۱/ص ۴۶۸/با ب النوافل فصل فى قيام رمضان، دارالفكر، هنديه كوئٹه، ج ۱/ص ۱۱۵/الباب التاسع فى النوافل ،فصل فى التراويح.

رکعت پر بیٹھنا یا کچھ پڑھنا ثابت نہیں کسی غیر ثابت چیز پر اصرار کرنا شرعاً غلط ہے[۱] ایک شخص نے چھینک کی اس پر کہا الحمدللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ ،دوسرے بڑے عالم فقہ صحابی نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں والسلام علی رسول اللّٰہ، لیکن چھینک پر الحمدللّٰہ ہی ثابت ہے، اس جگہ والسلام علی رسول اللّٰہ ثابت نہیں ،اسی طرح اس الحمدللّٰہ کے جواب میں یرحمک اللّٰہ ثابت ہے، یہاں بھی والصلوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ ثابت نہیں[۲] شریعت میں جو چیز جس جگہ متعین کردی گئی نہ اس پر زیادتی کی جائے ، نہ اس پر کمی کی جائے ،اگر مسئلہ معلوم نہ ہو اہل علم سے دریافت کرلیا جائے[۳] اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی غلط عمل کیا جارہا ہے تو واقف ہونے کے بعد اس غلطی سے رجوع کرکے اصلاح کرلینا چاہئے اور صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا،اس لئے غلط عمل ہوتا رہا،آئندہ صحیح عمل کیا جائے گا،صحیح کتابوں کی مخالفت کرنا بہت غلط طریقہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/ ۹۹ھ

---

[۱] من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة قصد اصاب من الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة اومنکر،مرقاة ج۲/ص۱۴/باب الدعاء فی التشهد،طبع بمبئی.

[۲] عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمدللّٰه والسلام علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ابن عمرؓ وانا اقول الحمد والسلام علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولیس هکذا علمنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان نقول الحمد للّٰه علی کل حال،مشکوة شریف ص۴۰۶/باب العطاس والتثاؤب،الفصل الثالث،طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۳] فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون(سورۂ نحل آیت ۴۳/.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب یازدھم

قضا نماز اور اس کا فدیہ

فصل اول : قضاء نماز

قضاء نمازوں کا طریقہ

سوال: ایک شخص کے ذمہ بہت سی نمازیں قضا ہیں مگر ان کی تعداد یاد نہیں وہ ان کو ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے وہ کس طرح ادا کرسکتا ہے کیا ایک وقت میں کئی اوقات کی نماز ادا کرسکتا ہے یا ایک وقت کے ساتھ ایک وقت ہی کی نماز ادا کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایک ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھے[1] بلکہ نوافل کی جگہ بھی قضا نماز پڑھے[2] یہاں تک کہ

---

[1] قال عبد الله ان المشركين شغلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فأمر بلالاً فاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء. ترمذی شریف ص ۴۳ ج ۱، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء فی الرجل تفوته الصلوات الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند، طحطاوی علی المراقی ص ۳۵۹ باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر، ویقضی ما قدر بعد فراغه ثم وثم الیٰ ان تتم الخ شامی زکریا ص ۵۳۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

[2] والاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا السنة المعروفة وصلاة الضحى الخ، طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۳ باب قضاء الفوائت، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه مصری، شامی کراچی ص ۷۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت، تاتارخانیة ص ۷۷۰ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، مطبوعه کراچی.

اس کا قلب گواہی دینے لگے کہ اب کوئی قضا نماز اس کے ذمہ باقی نہیں رہی[1] ہر قضاء نماز کے وقت اس طرح نیت کرے ۔ مثلاً ظہر کی سب سے پہلی قضاء نماز جو میرے ذمہ باقی ہے اس کو پڑھتا ہوں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/صفر ۶۸ھ

قضاء نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

سوال: ایک شخص کے ذمہ فرض قضا نمازیں باقی ہیں تقریباً بارہ سال کی نماز اس سے قضاء ہوئی ہے اب وہ ان کو پڑھنا چاہتا ہے اس کو دن اور تاریخ اور ماہ یاد نہیں ۔ وہ ان بقایا نمازوں کی کس طرح نیت کرے اور ادا کے لئے کیا نیت کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز جو مجھ پر فرض ہوئی اور میں نے ادا نہیں کی اس کو پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرے کہ میرے ذمہ جو سب سے آخر کی ظہر کی نماز فرض ہوئی ہے اور میں نے ادا نہیں کی اس کو پڑھتا ہوں اسی طرح سب نمازوں کی نیت کرے اور وتروں کی بھی قضا کرے واذا کثرت الفوائت یحتاج لتعیین کل صلوٰۃ یقضیھا فاذا اراد تسھیل الامر علیہ نویٰ اول ظھر علیہ ادرک وقتہ ولم یصل فاذا نواہ کذٰلک فیما یصلیہ یصیر اولاً

---

[1] من لایدری کمیۃ الفوائت یعمل باکبر رأیہ فان لم یکن لہ رأی حتی یتیقن انہ لم یبق علیہ شی. عالمگیری مصری ص ۳۶۳، باب قضاء الفوائت، طحطاوی ص ۳۶۳ باب قضاء الفوائت، قبیل باب ادراک الفریضۃ، مطبوعہ مصری.

[2] کثرت الفوائت نوی اول ظھر علیہ اواٰخرہ (درمختار، مع الشامی نعمانیہ ص ۴۹۵ ج ۱ مطبوعہ زکریا ص ۵۳۸ ج ۲ قبیل باب السجود ، مراقی علی الطحطاوی ص ۳۶۲ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ مصری، المحیط البرھانی ص ۳۵۸ ج ۲ الفصل العشرون قضاء الفوائت، ومما یتصل بھذا الفصل، من المسائل المتفرقات، مطبوعہ ڈابھیل، سکب الانھر ص ۲۱۸ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

فیصح بمثل ذٰلک وھٰکذا اذا نواہ اٰخرہ فیقول اصلی اٰخر ظھر ادرکتہ ولم اصلہ بعد ا ھ مراقی الفلاح[1] ص ۳۳۸۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح : سعید احمد غفرلہٗ صحیح : عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۹/ذی قعدہ ۵۶ھ

نماز اور روزے کی قضا کا طریقہ

سوال: ایک شخص کے ذمہ فرض روزے باقی ہیں یعنی جب سے بالغ ہوا تھا روزے فرض نہیں رکھتا تھا کئی سال متواتر نہیں رکھے اب چھ سات سال بالغ ہونے کے بعد سے رکھنے لگا ہے۔ تو ان فرض روزوں کے رکھنے کی کیا صورت ہوگی اور کتنے سال کی عمر کی فرض نمازیں اور فرض روزے اس پر رکھنے فرض ہوں گے

الجواب: حامداً و مصلیاً!

روزہ اور نماز دونوں چیزیں بالغ ہونے سے فرض ہوتی ہیں پس جیسے بالغ ہوا ہے اسی وقت سے حساب کر کے ہر روز کی چھ نمازیں یعنی پانچ فرض نمازیں چھٹی وتر کی نماز قضا کر لے اور اسی وقت سے ہر رمضان کے روزے رکھے اور روزہ میں رمضان کی تعیین کر دے پہلے رمضان کے روزے جو مجھ پر فرض ہوئے اور میں نے نہیں رکھے اس کے روزے رکھتا ہوں۔ اس نیت سے ایک مہینہ کے روزے رکھے اس کے بعد دوسرے رمضان کے اسی طرح رکھے یا یہ نیت کرے اخیر کے رمضان کے روزے جو مجھ پر فرض ہوئے اور میں نے نہیں رکھے وہ رکھتا ہوں ہکذا فی الطحطاوی[2] علی مراقی الفلاح ص ۲۵۹۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مراقی الفلاح مصری ۳۶۲ باب قضاء الفوائت، الشامی نعمانیہ ص ۴۹۵ ج ۱، مطبوعہ زکریا ص ۵۳۸ ج ۲ قبیل باب سجود السھو، الدر المنتقی ص ۲۱۸ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تاتارخانیۃ ص ۷۶۶ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتۃ، مطبوعہ کراچی، المحیط ص ۳۵۸ الفصل العشرون، قضاء الفوائت، مسائل المتفرقات، مطبوعہ ڈابھیل. (بقیہ آئندہ پر)

وتر کی قضا کا طریقہ

سوال: ایک شخص پر عشا کی نمازیں باقی ہیں یعنی کئی سال کی قضا ہوگئیں تو اب وہ عشا کی نماز کے فرض اور وتر دونوں کی قضا کرے یا محض فرضوں کی قضا پڑھے اگر وتر کی قضا کرے تو اس کی نیت کس طرح کرے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

وتر کی بھی قضا کرے[1] اور جس طرح فرض میں اول فرض یا آخر فرض کی نیت کرے اسی طرح وتر میں اول وتر یا آخر وتر کی نیت کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۹/ذی قعدہ ۵۶ھ

قضا اور ادا نماز میں فرق

سوال: قضا اور ادا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ مثلاً کسی نے چار وقت کی قضاء

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ واذا کثرت الفوائت یحتاج لتعیین کل صلاۃ فاذا اراد تسهیل الامر علیه نوی اول ظهر علیه ادرک وقته ولم یصله فاذا نواه کذا فیما یصلیه یصیر اولا فیصح بمثل ذلک وهکذا ان شاء نوی واٰخره فیقول اصلی اٰخر ظهر ادرکته ولم اصله بعد فاذافعل کذالک فیما یلیه یصیر اٰخر بالنظر لما قبله فیحصل التعیین (وکذا الصوم الذی علیه من رمضانین) اذا اراد قضائه یفعل مثل هذا(طحطاوی علی المراقی ص ۳۶۲،۳۶۳ مصری باب قضاء الفوائت، الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۹۵ ج ۱ مطبوعه زکریا ص ۵۳۸ ج ۲ قبیل باب سجود السهو. الدر منتقی ص ۲۱۸ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) ۱ کثرت الفوائت نوی اول ظهر علیه او آخره الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۵۳۸ ج ۲ قبیل باب سجود السهو، الدر المنتقیٰ ص ۲۱۸ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۳۶۳، باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصری.

۲ وکذا حکم الوتر لانه فرض عملی. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۳۳ ج ۲ باب قضاء الفوائت. مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت، فانه یقضی الوتر عالمگیری ص ۱۲۴ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه.

نماز پانچویں وقت ادا کی یا کسی نے آٹھ وقت کی قضا نمازیں نویں وقت ادا کی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جس نماز کو وقت پر پڑھا جائے تو وہ ادا ہے[1] اور جسے بعد وقت کے پڑھا جائے تو وہ قضاء ہے۔[2] صاحب ترتیب کو ترتیب لازم ہے جب قضاء نماز ذمہ میں لازم ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو۔ تو وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں۔[3] ہاں اگر کم از کم چھ نمازیں ذمہ میں ہوں تو پھر ترتیب لازم نہیں۔[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/ ۹۰ھ

قضا بہ نیت ادا

سوال: کسی شخص نے ظہر کی نماز بہت دیر سے پڑھی لیکن اس کا خیال تھا کہ ابھی ظہر کا وقت (بحساب مثلین) باقی ہے اس لئے قضا کی نیت نہیں کی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد اوقات کی جنتری دیکھی تو معلوم ہوا کہ جنتری کے حساب سے ایک منٹ قبل ظہر کا وقت ختم ہو چکا تھا یعنی جنتری میں چار بج کر گیارہ منٹ پر ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے اس شخص نے ۴/ بج کر ۱۲/ منٹ پر نیت باندھی تھی تو آیا اس کی نماز ہوگئی یا پھر قضا کی نیت سے اعادہ ضروری ہے؟

---

[1] الاداء فعل الواجب فی وقته (الدر المختار نعمانیه، ص ۴۸۶ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۱۹ ج ۲، اول باب قضاء الفوائت.

[2] والقضاء فعل الواجب بعد وقته (الدر المختار نعمانیه ص ۴۸۷ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۲۳ ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، بحر کوئٹه ص ۷۸، ۷۹ ج ۲ باب قضاء الفوائت، طحطاوی علی المراقی ص ۳۵۸ باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر.

[3] الترتیب بین الفروض الخمسة اداءً وقضاء لازم الا اذا ضاق الوقت المستحب (الدر المختار زکریا ص ۵۳۲ ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة) مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۸ باب قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۷۹ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

[4] نسیت الفائتة او فاتت ستة اعتقادیة بخروج وقت السادسة ای لا یلزم الترتیب بین الفائتة والوقتیة ولا بین الفوائت اذا کانت ستاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۵۲۶ ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة) مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۶۰ باب قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۸۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز ہوگئی اعادہ ضروری نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قضا بہ نیت ادا

سوال: ایک شخص نے ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ حالتِ نماز میں عصر کی اذان ہوگئی اور اپنی نماز کو اس نے پورا کرلیا، لیکن ادا کی نیت سے شروع کی تھی تو کیا دوبارہ قضا کی نیت سے پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یہ نماز درست ہوگئی (ونوی الاداء علی ظن بقاء الوقت فتبین خروجه اجزأه[۲] شامی ص ۲۸۳ ج ۱). فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

قضاء عمری کی نیت

سوال: قضاء عمری میں نماز کی نیت کس طرح کی جائے جب کہ دن تاریخ مہینہ، سال معلوم نہیں۔

---

[۱] لصحة القضاء بنية الاداء كعكسه هو المختار (درمختار على ردالمحتار نعمانيه ص ۲۸۳ ج ۱ مطبوعه زكريا ص ۱۰۰ ج ۲) باب شروط الصلاة. مطلب يصح القضاء بنية الاداء، أن القضاء بنية الأداء يجوز والأداء بنية القضاء ايضاً يجوز، تاتارخانيه ص ۴۳۳ ج ۱ الفصل الثانى فى فرائض الصلاة، قبيل النوع الثانى من فرائض الصلاة، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۲۵ الفصل الثانى فى الفرائض الخ، مطبوعه ڈابهيل.

[۲] شامى زكريا ص ۱۰۰ ج ۲، مطبوعه نعمانيه ص ۲۸۳ ج ۱ باب شروط الصلاة. مطلب يصح القضاء بنية الاداء الخ. المحيط البرهانى ص ۲۵ ج ۱ الفصل الثانى فى الفرائض الخ مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص ۴۳۳ ج ۲ الفصل الثانى فى فرائض الصلوة، مطبوعه كراچى.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے پہلی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں۔ یا اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے آخر کی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں۔ یہی حال دوسری نمازوں کا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھنی چاہئے

سوال: ایک انسان خاصی عمر میں نماز شروع کرے اور اشراق و تہجد وغیرہ پڑھے تو کیا اس کو ثواب ملے گا یا نہیں جب کہ قضاء عمری بھی پڑھ رہا ہو؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسا شخص نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری ہی پڑھا کرے۔ کیونکہ اگر موت آ گئی اور فرض نمازیں ذمہ رہیں تو پکڑ ہوگی۔ اگر نفلیں نہ پڑھیں تو ان پر پکڑ نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ

اشراق اور تہجد میں قضاءِ عمری کی نیت

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ تہجد کے وقت تہجد کی نماز کے بجائے قضاءِ عمری پڑھیں تو

---

[1] کثرت الفوائت نوی اول ظهر علیه او آخره الدرالمختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص ۴۹۵ ج ۱ قبیل باب سجود السهو، مراقی الفلاح ص ۳۶۳ مصری، باب قضاء الفوائت.

[2] الاشتغال بقضاء الفوائت اولی واهم من النوافل الا سنن المفروضة وصلاة الضحی وصلاة التسبیح والصلاة التی رویت فیها الاخبار ای کتحیة المسجد والاربع قبل العصر والست بعد المغرب شامی زکریا ص ۵۳۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل، عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۳۶۳ باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصری، تاتارخانیة ص ۷۷۰ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، مطبوعه کراچی.

قضاء عمری کے ساتھ تہجد کی نماز کا بھی ثواب ملے گا اسی طرح اشراق کی نماز کے بجائے قضاء عمری پڑھیں تو قضاء عمری کے ساتھ اشراق کی نماز کا بھی ثواب ملے گا اور اسی طرح شب برأت، شب قدر میں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

قضاء شدہ فرض نمازوں کا پڑھنا تہجد اشراق وغیرہ سے زیادہ قابل اہتمام ہے[1] امید ہے کہ ایسا کرنے سے تہجد و اشراق کا بھی ثواب ملے گا۔ شب برأت میں عبادت کا ثواب دوبالا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قضائے عمری میں کیا تحدید وقت ہے

سوال: نماز قضائے عمری میں اوقات کی رعایت ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یہ رعایت ضروری نہیں ایک وقت میں بھی ایک دن ایک رات کی جس قدر ہو سکے قضاء پڑھ لینا درست ہے[2] مگر قضاء نمازیں اس طرح پڑھی جائیں کہ دوسرے کو علم نہ ہو کہ یہ قضاء[3] ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/ ۸۸ھ

---

[1] وفی الحجة والاشتغال بالفوائت اولیٰ واهم من النوافل الخ. عالمگیری ص۱۲۵ ج۱ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الصلوٰة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۳۶۳ باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصری، تاتارخانية ص ۷۷۰ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، شامی زکریا ص ۵۳۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصية بالختمات والتهاليل.

[2] ويجوز تأخير الفوائت لعذر السعی علی العيال.....أی فيسعی و يقضی ماقدر بعد فراغة ثم وثم الی أن تتم (شامی زکریا ص ۵۳۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت)

[3] ولافيما يقضی من الفوائت فی مسجد ويكره قضاء ها فيه لأن التأخير معصية فلا يظهر ها. (درمختار مع الشامی ص ۵۸ ج ۲ مطلب فی اذان الجوق، باب الأذان) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قضائے عمری جماعت کے ساتھ رمضان میں

سوال: ایک شخص رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری بالجماعت ہر ایک نماز کو اذان دیتے ہوئے پڑھتا ہے اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ملامت کرتا ہے اور سخت گنہگار بتلاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ایسا کرنا جائز نہیں دلائل شرعیہ کے خلاف ہے۔ اس کے تارک کو گنہگار کہنا سخت گناہ ہے۔[1]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قضاء نمازوں کے لئے ایک موضوع دُعا

سوال: کیا مندرجہ ذیل دعا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں اور کیا اس کے پڑھنے سے قضاء نمازیں خواہ کتنی زیادہ ہوں معاف ہو جاتی ہیں؟ دُعا یہ ہے۔ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یااللّٰہ یارحمن اللّٰھُمَّ یاعظیم من کل عظیم یاکریم من کل کریم اللّٰھُمَّ یااجل من کل جلیل اللّٰھُمَّ یااعزمن کل عزیز اللّٰھُمَّ یاقدیم من کل قدیم اللھم یاموجود من**

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) وینبغی أن لا یطلع غیرہ علی قضائہ، الدر المنتقیٰ ص۲۱۸ ج۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ بیروت، عالمگیری ص۱۲۵ ج۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ہٰذا) [1] اعلم أنھم قد احدثوا فی آخر جمعة شھر رمضان اموراً مما لا اصل لھا والتزموا اموارً لا اصل للزومھا... فمنھا القضاء العمری حدث ذلک فی بلاد خراسان واطرافھا وبعض بلاد الیمن واکنافھا ولھم فی ذالک طرق مختلفة ومسالک متشنة. فمنھم من یصلی فی آخر جمعة رمضان خمس صلوات قضاءً بأذان واقامة مع الجماعة ویجھرون فی الجھریة ویسرون فی السریة وینوون لھا بقولھو نویت ان اصلی أربع رکعات مفروضة قضاءً لما فات من الصلوات فی تمام العمر مما مضی ویعتقدون انھا کفارة لجمیع الصلوات الفائتة فما مضی الخ ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ص۳۴۹ ج۲ مطبوعہ کراچی.

کل موجود خلصنا من النار یامجیر یامجیر یامجیر صَلَّی اللّٰہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد واٰلہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین. یہ دعا آثارِ سعید باب ذکر میں مذکور ہے۔ یہ کتاب معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یہ بات کہ ''اس دعا کے پڑھنے سے قضا نمازیں معاف ہوجاتی ہیں'' قطعاً اس کو نبی ﷺ کی حدیث کہنا جھوٹ ہے، حرام ہے، سخت وبال کا باعث ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد صحیح سند کے ساتھ کتبِ حدیث میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں'' من کذب علّی متعمداً فلیتبوّأ مقعدہٗ مِنَ النَّارِ''[1] شراح بخاری[2] اور مسلم[3] نے اس کی اسناد کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ شارح مشکوٰۃ[4] نے اس کو معنیً متواتر لکھا ہے۔ جو شخص حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپؐ نے ارشاد نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ موضوعات[5] کبیر میں کئی صفحات میں اس کے حوالہ نقل کئے ہیں۔ پس سوال میں لکھی ہوئی دعا کے پڑھنے سے قضا نمازوں کی معافی کا اعتقاد رکھنا اور یہ سمجھنا کہ بس یہ دعا ہی کافی ہے ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۴/۱۱/ ۹۲ھ

اگر نماز قضاء ہوگئی تو قضاء واجب ہے کفارہ نہیں

سوال: تکلیف کی وجہ سے ظہر وعصر کی نماز اور رمضان شریف کے چھ روزے قضاء ہوگئے،

---

[1] بخاری شریف ص ۲۱ ج ۱ حدیث نمبر ۱۱۰ کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ. مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] فتح الباری ص۲۷۴ ج۱ کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکۃ مکرمۃ.

[3] نووی علی ھامش مسلم ص۷ ج ۱ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، مطبوعہ رشیدیہ دہلی

[4] قال ابن الصلاح حدیث من کذب علیّ من المتواتر ولیس فی الاحادیث مافی مرتبتہ من التواتر فان ناقلیہ من الصحابۃ جم غفیر الخ. مرقاۃ ص ۲۱۹ ج ۱ کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی

[5] موضوعات کبیر ص ۲ تا ۱۰ مطبوعہ مجتبائی دھلی.

شرعاً ان دونوں کی قضاء کا کیا کفارہ ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کفارہ واجب نہیں صرف قضاء ضروری ہے، ''من فاتته صلوٰة قضاها اذا ذكرها هدايه، ج ۱/ص ۱۳۴ مطبوعه رشيديه دهلی''[1] فقط واللہ اعلم

العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۱/۵۱ھ

اگر نماز فوت ہوگئی تو قضاء ہے کفارہ نہیں۔

عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذیقعدہ ۵۱ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذیقعدہ ۵۱ھ

نمازوں کی قضا و کفارہ ایک نماز نفل سے

سوال: زید اپنی تصنیف میں لکھتا ہے کہ نماز، کفارہ قضاء عمری اس طرح پڑھے کہ بعد از نماز جمعہ چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ کوثر، پندرہ بار اور بعد نماز سلام دس دس بار استغفار و درود پڑھے کفارہ قضاء شدہ نمازوں کا ہو جائے گا۔

زید کا یہ کہنا کتب احادیث و دیگر کتب متبرک سے ثابت ہے یا نہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے مطلع فرمایا جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

کفارہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں نہ اس سے قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ زندگی میں ان نمازوں کا خود پڑھنا فرض ہے بغیر اس کے بریٔ الذمہ نہ ہوگا اگر نہیں پڑھ سکا تو مرتے وقت وصیت کرنا ضروری ہے مرنے کے بعد ہر نماز کے عوض ایک صدقہ فطر کی مقدار صدقہ کرنے سے نماز کا

---

[1] هدايه ج ۱/ص ۱۵۴/باب قضاء الفوائت، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند، عالمگيری ص ۱۲۱ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، عناية علىٰ فتح القدير ص ۴۸۵ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دار الفكر بيروت.

صدقہ ادا ہوگا اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۶/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۸/۲/ ۵۶ھ

صاحب ترتیب اگر قضا پڑھے تو جمعہ فوت ہو جائے

سوال: صاحب ترتیب اگر قضاء پڑھے تو جمعہ فوت ہو جائے، اس صورت میں راجح قول کے مطابق پہلے قضا پڑھے یا جمعہ؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

صاحبِ ترتیب پہلے قضا پڑھے پھر اگر جمعہ مل سکے تو بہتر ورنہ ظہر پڑھے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذاحكم الوتر الخ. درمختار على رد المحتار ص ۴۹۲ ج ۱ نعمانيه، مطبوعه زكريا ص ۵۳۲ تا ۵۳۳ ج ۲ باب قضاء الفوائت. مطلب فى اسقاط الصلاة عن الميت. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۳۵۶ فصل فى اسقاط الصلوة والصوم، قبيل باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصرى، تاتارخانية ص ۷۷۰ ج ۱ الفصل العشرون فى قضاء الفائتة، مطبوعه كراچى، عالمگيرى ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، مطبوعه كوئٹه.

[2] ولو ان مصلى الجمعة تذكر ان عليه الفجر فان كان بحيث لوقطعها واشتغل بالفجر تفوته الجمعة ولايفوته الوقت فعند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله يقطع الجمعة ويصلى الفجر ثم يصلى الظهر الخ. عالمگيرى ص ۱۲۲ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، مطبوعه كوئٹه، شامى زكريا ص ۵۲۵ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فى تعريف الاعادة، تاتارخانية ص ۷۵۶ ج ۱ الفصل العشرون فى قضاء الفائتة، مطبوعه كراچى.

فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے

سوال: امام صاحب اور صاحبین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، فتویٰ کس کے قول پر ہے، لو صلیٰ فرضاً ذاکراً ان علیه فائتة قبله فسدفرضه فساداً موقوفاً عندابی حنیفةؒ الخ. اس مسئلہ میں صاحبین کا قول کیا ہے؟

الجواب: حامداًو مصلیاً!

امام صاحب کا قول استحسان پر مبنی ہے اور صاحبین کا قول قیاس پر کما فی القنیة[1] ص۴۹۴ والبحر[2] ص۸۸ والمجمع[3] ص۱۴۰ والاول ارجح من الثانی الافیما استثنیٰ، کذا فی شرح عقود رسم المفتی[4] ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۷ھ

فائتہ قدیمہ اور فائتہ جدیدہ میں ترتیب

سوال: زید اپنی عمر کے بیسویں سال میں آ کر توبہ کرتا ہے اس عرصہ میں وہ کبھی نماز پڑھتا تھا اور کبھی نہیں پڑھتا تھا اس لئے اندازاً نمازوں کا حساب لگالیا اور قضاء عمری پڑھنے لگا اتفاق سے اس کی کوئی نماز قضا ہوگئی تو اب وہ اس نماز کو جو اب قضاء ہوئی ہے پہلے ادا کرے یا جب ادا کرے جب اسکی وہ پچھلی نمازیں سب ادا ہو جائیں اگر وہ نئی قضا نماز پہلے ادا کرے تو یہ ہو جائے گی یا نہیں؟

---

[1] حلبی کبیری ص ۵۳۰ فصل فی قضاء الفوائت، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وهٰذا عندابی حنیفة وعندهما الفساد متحتم لایزول وهو القیاس، البحرالرائق ص۸۸ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطبوعه کراچی.

[3] مجمع الانهر ص۲۱۵ ج۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[4] شرح عقود رسم المفتی ص۸ مطبوعه المکتبة السعیدیة سهارنپور.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اس نئی قضا نماز کو ابھی پڑھ لے گذشتہ مدتوں کی نمازوں کا انتظار نہ کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۲/محرم ۶۸ھ

جہل سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال: ترتیب کے ساقط کرنے میں جہل کا اعتبار ہے یا نہیں؟ غایۃ الاوطار ص ۳۳۴ ج ۱ میں تو اعتبار کیا ہے۔ من جهل فريضة الترتيب يلحق بالناسى واختاره جماعة من ائمة بخارى ۔ لیکن مراقی الفلاح میں بیان کیا ہے کہ جہل کا اعتبار نہیں۔ ولا يعتبر الجهل . و عبارة النقاية فى حق الترتيب ولو جاهلاً به. مراقی ص ۲۱۵ مفتیٰ بہ کونسا قول ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ظاہر روایت میں تو جہل مسقط ترتیب نہیں ہے۔ لیکن ایک روایت میں امام صاحب سے بواسطہ حسن بن زیاد اس کے خلاف بھی منقول ہے اور اس کو بہت سے مشائخ نے اختیار بھی فرمایا

---

[1] فالحديثة تسقط الترتيب اتفاقاً عند الكثرة واختلف فى القديمة كمن ترك صلوة شهر ثم ندم وشرع يصلى ولم يقض تلك الصلوات حتى لو ترك صلوةً ثم صلى اخرى ذاكراً للفائتة الحديثة لم يجز البعض وجعل الماضى من الفوائت كان لم يكن زجراً له عن التهاون وجوزه الاكثرون وعليه الفتوىٰ الخ حلبى كبيرى ص ۵۳۳ فصل فى قضاء الفوائت، مطبوعه لاهور، عالمگيرى ص ۱۲۳ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص ۸۶ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطبوعه الماجديه كوئٹه، المحيط البرهانى ص ۳۵۰ ج ۲ الفصل العشرون فى قضاء الفوائت، مطبوعه ڈابهيل.

ہے۔ کذافی البحر الرئق[1] ص ۸۴ ج ۲ ومنحة الخالق[2] ص ۸۴ ج ۲ وطحطاوی[3] علی المراقی ص ۴۴۰ ج ۱ والدر المختار[4] ص ۶۸۳ ج ۱ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

آدمی صاحب ترتیب کب کہلائے گا

سوال: زید کی ایک دو وقت کی نماز بعد از بلوغ قصد سے یا بلا قصد تساہل یا عذر کی وجہ سے فوت ہوگئی اس حال میں کیا عندالشرع صاحب ترتیب شمار کیا جائے گا اور جب تک اس کو ادا نہیں کرلے گا بعد کی نمازیں درست ہوں گی اور اگر بعد از بلوغ وہ بے نمازی تھا اور کچھ مدت مکلفہ گذر جانے کے بعد تائب ہوکر نمازی ہوا اس حالت میں بھی وہ صاحب ترتیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور فوائت نماز کا ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہوگا یا بلا ترتیب پھر غیر صاحب ترتیب کی طرح مقدم مؤخر کیف ماشاء ادا ہوجائیں گی مفصل شرح سے شرح صدر فرمایا جائے۔

---

[1] من جهل فريضة الترتيب لا يجب عليه كالناسى وهو قول جماعة من ائمة بلخ، البحر الرائق ص ۸۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطبوعه كراچى.

[2] .....وفيه تصريح بان محل اعتبار هذا الظن وعدمه فى الجاهل لا العالم بوجوب الترتيب كمايأتى عن القدورى الكبير واما سياتى ايضاً من انه لم يفرق فى الاصل بين العالم والجاهل وقال فى البناية انه ظاهر الرواية فقد قال فى النهر انه مشكل قوله فى المجتبى من جهل نقله قاضيخان فى شرحه عن الحسن بن زياد وقال كثيرمن المشايخ اخذوابقوله ومثله فى التتارخانيه منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۸۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطبوعه كراچى

[3] .....طحطاوى على المراقى مصرى ص ۳۶۰ باب قضاء الفوائت

[4] .....الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۵۲۹ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فى تعريف الاعادة، قاضى خان ص ۱۱۴ ج ۱ فصل فى الترتيب وقضاء المتروكات، تاتارخانية ص ۷۵۴ ج ۱ الفصل العشرون فى قضاء الفائتة، مطبوعه كراچى.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ترتیب فرائض خمسہ اور وتر میں لازم اور ضروری ہے ادا میں بھی قضاء میں بھی ایک دو وقت کی نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے ترتیب ساقط نہیں ہو جاتی لہٰذا جس صاحب ترتیب کے ذمہ ایک نماز فائتہ موجود ہے اس کو بلا عذر و تنگیٔ وقت و نسیان وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں جب تک اس فائتہ کو پہلے نہ پڑھ لے اگر ایسی حالت میں وقتیہ کو پڑھے گا تو وہ وقتیہ موقوف رہے گی اگر چھ وقتیہ نمازیں پڑھنے سے پہلے فائتہ پڑھی ہے تو وہ نمازیں نفل ہوں گی۔ فرائض ذمہ سے ساقط نہ ہوں گے اگر چھ کے بعد فائتہ پڑھی ہے تو وہ سب فرض نمازیں صحیح ہو گئیں اور فائتہ بھی صحیح ہو گئیں اور سب فائتہ نمازیں پڑھ کر پھر صاحب ترتیب بن جائے گا۔ **الترتیب بین الفروض الخمسة اداء وقضاء لازم الیٰ قوله فلم یجز فجر من تذکرانه لم یؤتر الا اذا ضاق الوقت اونسیت الفائتة الیٰ قوله وفساد الصلوٰة بترک الترتیب موقوف فان کثرت صارت الفوائت مع الفائتة ستاظهر صحتها والالاتظهر صحتها بل تصیر نفلاً.**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۰ / جمادی الاول ۵۴ھ

جس کی قضا نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے

سوال: نوافل کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ فرائض واجبات کی مکمل پابندی کے بعد میں ہے، چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک قضاء عمری نماز ادا نہ کی جائے جب تک نوافل کی جگہ قضائے عمری پڑھے، چاشت وغیرہ یا پنجگانہ۔

---

[1].....الشامی نعمانیه ص۴۸۷ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۲۳، ۵۳۲ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، النهر الفائق ص۳۱۷، ۳۱۶ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۱۲۱ تا ۱۲۴ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں قضا باقی ہوں اس کو چاہئے کہ قضا نماز پڑھنے کا اہتمام کرے ایسی حالت میں نوافل کا اہتمام کرنا اور قضا کو نہ پڑھنا پسندیدہ نہیں، خلاف دانشمندی بھی ہے اگرچہ یہ حکم نہیں لگایا جائے گا کہ نفلیں فاسد ہوگئیں ایسے شخص کو چاہئے کہ رات اور دن کی نفلیں اشراق، چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ ظہر وعصر کے اوقات میں بجائے ان نفلوں کے قضا نمازیں پڑھا کریں۔[1] اس کو ان اوقات میں نوافل پڑھنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ اجر وثواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تہجد کی قضاء

سوال: کبھی کوئی اشراق وتہجد کی نماز قضا کرسکتا ہے اور ادا پڑھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب بھی توفیق ہو پڑھ لیا کرے پابندی کرنا اعلیٰ بات ہے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قضاء نماز ذمہ میں باقی رہتے ہوئے وقتیہ پڑھنا

سوال: زید کی عصر کی نماز قضا ہوگئی مغرب کی نماز اس نے جماعت سے پڑھی پھر اس نے

---

[1] وفی الحجة والاشتغال بالفوائت اولیٰ واهم من النوافل الا سنن المفروضة وصلاة الضحیٰ و صلاة التسبیح والصلوات التی رویت فی الاخبار فیها سور معدودة واذکار معهودة فتلک بنیة النفل وغیرها بنیة القضاء کذا فی المضمرات: عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مسائل متفرقة، تاتارخانیة ص ۷۷۰ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، شامی کراچی ص ۷۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

[2] (ولها آداب) ترکه لایوجب إساءة ولا عتابا کترک سنة الزوائد لکن فعله افضل: شامی کراچی ص ۴۷۷ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۱۷۵ ج ۲ مطلب آداب الصلاة فی حدیث عائشةؓ أحب الاعمال الیٰ الله أدومها وإن قل الحدیث مسلم شریف ص ۲۶۶ کتاب صلوة المسافرین، باب فضیلة العمل الدائم الخ، مطبوعه بلال دیوبند.

عصر قضا پڑھی تو کیا اب پھر مغرب کی نماز پڑھے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر وہ صاحب ترتیب ہے اور اس کو یاد بھی تھا کہ اس کے ذمہ عصر کی نماز قضاء ہے تو اب پہلے عصر کی نماز پڑھے پھر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھے پھر عشاء کی نماز کا وقت آنے پر عشاء کی نماز[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/ ۸۸ھ

جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضا

سوال: اوقات نماز میں بمشکل محمد قاسم نماز پڑھتا ہے، مگر محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی کیا ان نمازوں کی قضا کرنی ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

جن نمازوں کی محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وقت گذر جاتا ہے ان کی قضا کرے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/۹۰ھ

---

[1] الترتیب بین الفروضه الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم فلم یجز الفجر من تذکرأنه لم یوتر الااذ نسیت الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص۵۲۳ ج۲ باب قضاء الفوائت، عالمگیری ص ۱۲۱ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص۷۵۴ ج ۱ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، مطبوعه کراچی.

[2] قال رسول الله ﷺ من نسی صلوٰة اونام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها (مشکوٰة شریف ص ۶۱ باب تعجیل الصلوٰة)

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی نماز بھول جائے یا نماز کے وقت سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی یاد آئے اس کو پڑھ لے۔ کل صلوة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فیه یلزم قضاءُ ها الخ عالمگیری ص ۱۲۱ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص۶۵ ج ۱ باب قضاء الفوائت.

احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے

سوال: امام مسجد کو احتلام ہوتا ہے صبح کو احتلام یاد نہیں، اور نہ کسی قسم کا اثر معلوم ہوا دو تین روز کے بعد اتفاقاً پائجامہ پر نشان منی کا دکھلائی دیا۔ اب سوچتا ہے کہ یہ کب سے ہے تو فکر کے بعد معلوم ہوا کہ غالباً دوسری تیسری رات کا واقعہ ہے اور اس اثناء میں وہ امام جتنی نمازیں پڑھاتا رہا اور گاہے گاہے دوسرا شخص بھی نمازیں پڑھاتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ دو تین روز میں جن لوگوں نے اس جنبی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ مقررہ خاص متعین نمازی نہیں ہیں بلکہ کوئی کسی جگہ کا اور کوئی کسی جگہ کا نامعلوم الاسم نامعلوم المکان ہیں اور مقررہ متعین نمازی تو چند ہیں۔ اب ان نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے اور وہ لوگ جو نام معلوم الاسم ہیں ان کی نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟ وہ نمازیں امام کو یاد نہیں کہ میں نے جنابت کی حالت میں کتنی پڑھائی ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

محض احتمال اور شک سے تو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا جاتا۔ بلکہ شک کی صورت میں یہ حکم ہے کہ جس وقت کپڑے پر منی کو دیکھا ہے اس سے قبل جو سویا تھا اس وقت سے جنابت کا حکم ہوگا اور بیدار ہو کر جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن اگر قرائن سے غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ مثلاً تیسری شب میں احتلام ہوا تھا تو پھر جب ہی سے حکمِ اعادہ کیا جاوے جب سے غلبۂ ظن حاصل ہو[1] اور جہاں تک اپنے امکان میں ہو تحقیق کر کے نمازیوں کو اطلاع کر دے، خواہ زبانی خواہ تحریری، خود یا کسی اور کے ذریعہ۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی بغیر اطلاع رہ گیا لاعلمی کی

---

[1] وجد فی ثوبه منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف شامی مطبوعه زکریا ص۳۷۸ ج ۱، مطبوعه نعمانیه ص۱۴۷ ج ۱، باب المیاه، مطلب مهم فی تعریف الاستحسان، البحر الرائق ص۱۲۵ ج ۱ کتاب الطهارة، (المیاه)، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۳۳، فصل فی مسائل الآبار، مطبوعه مصری.

وجہ سے تو انشاء اللہ معافی کی توقع ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع ۲/ ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف

مغرب و وتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا

سوال: بعض کتب میں دیکھا کہ اگر مغرب یا وتر میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور ادا کرنا یاد نہ رہا تو اعادہ کے وقت پوری ۴/رکعت پڑھے پس اس کی کوئی اصل ہے یا صرف اغلاط عوام سے ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر یہ کسی کتاب میں ہے تو اس کا منشا یہ ہوگا کہ ترک واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے، اگر سجدۂ سہو کرلیا تو جبر نقصان ہوگیا ورنہ اعادہ وقت کے اندر لازم ہوتا ہے اور بعد الوقت اعادہ کا وجوب ساقط ہو کر ندب باقی رہ جاتا ہے، تو اس پر ایسی نماز مندوب و نفل و مستحب ہوئی اور متنفل بالثلاث غیر مشروع ہے، لہٰذا ۴/رکعت بثلاث قعدات پڑھے[۲]، شامی[۳] اور بحر[۴] وغیر

---

[۱] واذا ظهر حدث امامه بطلت فيلزم اعادتها كما يلزم الامام اخبار القوم اذا أمهم وهو محدث اوجنب بالقدر الممكن بلسانه او بكتاب اورسول على الاصح لو معينين والا لا يلزمه الخ الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص۳۴۰ ج۲ باب الامامة، مطلب المواضع التى تفسد صلاة الامام الخ. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۴۰ باب الإمامة مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص ۳۶۶ ج ۱، باب الامامة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] وثانياً أنه لو صح نقول: إنه كان يصلى المغرب والوتر أربع ركعات بثلاث قعدات كما نقله فى البحر عن مآل الفتاوى إلى قوله لكن لما كانت الصلاة على هذا محتمله لوقوعها نفلاً .....نقول إنه كان يضم إلى المغرب والوتر ركعة فعلى إحتمال صحة ما كان صلاه أولاتقع هذه الصلاة نفلاً وزيادة القعدة على رأس الثالثة لا تبطلها الخ شامى زكريا ص۴۸۵ ج۲ باب الوتر والنوافل، قبيل مطلب فى الصلاة على الدابة.

[۳] قيد فى البحر فى باب قضاء الفوائت وجوب الاعادة فى اداء الصلوة مع كراهة التحريم بما قبل خروج الوقت اما بعده فتستحب الخ شامى زكريا، ج۲/ص۱۴۸ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں اس پر بحث کی ہے کہ ترک واجب سے اعادہ بعد الوقت واجب رہتا ہے، یا محض مندوب ہوجاتا ہے، باب قضاء الفوائت، باب سجود السہو، واجبات الصلوٰۃ تینوں جگہ اس کا ذکر ہے اور حکم مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ اعادہ بعد الوقت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۷/۵/۶۷ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) باب صفة الصلوة، مطلب كل صلاة اديت مع كراهة وزكريا، ج۲ ص ۵۲۱ باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعريف الاعادة، وشامی نعمانية، ج ۱ ص ۴۶۵ باب سجود السهو، مطبوعه زكريا ص ۵۲۱ ج۲، باب صفة الصلوة ص ۱۴۸ ج۲ مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم الخ، مطبوعه زكريا.

۴ البحر الرائق كوئٹه، ج۲ ص ۸۰ باب قضاء الفوائت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : نمازوں کی فدیہ کا بیان

فدیۂ نماز کی تفصیل

سوال: ایک شخص کی وفات ہوئی اوراس کے ورثاء کو یہ معلوم ہے کہ اسکی اتنے دن کی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے کیا اتنے دن کا کھانا ایک آدمی کو اتنے دن میں دیا جاسکتا ہے یا اتنے آدمیوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا چاہئے اور ایک دن میں کتنے وقت شمار ہونگے ؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ اس کا کفارہ ادا کرنا واجب نہیں تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے مال سے خواہ وہ مال ان کو اسی میت سے بصورت ترکہ ملا ہو فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار فقیر کو دیدیں اور وتر کو مستقل نماز شمار کریں یعنی ہر دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو چند نمازوں کا فدیہ دیدیں ایک دن میں دیں یا چند ایام میں۔ ایک شخص کو دیں یا متعدد کو ہر طرح درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله. ولو ادىٰ للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جاز درمختار نعمانيه ص ۴۹۲ تا ۴۹۳ ج ۱، باب قضاء الفوائت، شامی نعمانیه، مطبوعه زکریا ص ۵۳۲، ۵۳۳ ج ۲، مطلب فی اسقاط الصلاة عن الميت، عالمگیری ص ۱۲۵ ج ۱ (بقیہ آئندہ پر)

نماز وروزہ کے فدیہ کی ادائیگی

سوال: ہندہ بحالت ضعیفی پانچ ماہ از جمادی الآخر تا نصف شوال بمرض فالج بخار بیمار رہ کر فوت ہوگئی اس عرصہ میں کسی وقت افاقہ نہیں ہوا ان ایام کی نمازیں اس کی فوت ہوئیں اور روزے بھی نہ رکھ سکی البتہ اول الذکر دو ماہ پورے بے ہوش باقی رہے اور باقی عرصہ میں ہوش کی یہ حالت تھی کہ بیمار پرسی کرنے والوں کو پہچانتی تھی کھانا پانی طلب کرتی تھی اور بول وبراز کے اخراج کا اس کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور جس وقت تیمار دار وضو کرا کر چار پائی قبلہ رخ کر کے نماز کی کہہ کر نیت بندھواتے تو اس وقت رفع یدین کرا کے ہاتھ بندھوانے کے بعد پھر ایک دو منٹ کے بعد دعا کے لئے ہاتھ خود بخود اٹھا لیتی تھی۔ گویا نسیان تھا ہوش قائم نہ تھے بتانے پر کہ نماز پوری کر لی تو کہہ دیتی کہ ہاں نماز پڑھتی ہوں کیا ان ایام کی نمازیں روزے اس کے ذمے ہیں یا نہیں پھر کہکر نماز کے فدیہ کی وصیت کرائی تھی کہ میرے بعد میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیدینا اور روزوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

صورت مذکورہ میں روزوں کی قضا اس کے ذمہ واجب نہیں تھی۔ لہٰذا فدیہ بھی واجب نہیں ہوا جن نمازوں کے پڑھنے کا وقت پایا اور اس قدر حواس باقی رہے کہ اشارہ کر کے نماز پڑھ سکے اور پھر نہیں پڑھی نہ ادا نہ قضا اور ان کے متعلق وصیت کی ہے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ سے وصیت کو پورا کرنا واجب ہے حساب کر کے ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت ادا کریں وتر مستقل نماز ہے اگر تہائی ورثہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکے تو پھر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے[1]۔ اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب رضامند ہوں تو زیادہ میں وصیت پوری کر دی جائے

(گذشتہ کا بقیہ) الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعہ کوئٹہ، حلبی کبیری ص ۵۳۵ فصل فی قضاء الفوائت، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور.

(صفحہ ہذا) [1] ولومات وعلیہ صلوات فأتتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوٰة نصف صاع من برکالفطرة وکذاحکم الوترمن ثلث ماله ای فلوزادت الوصیة علی الثلث لایلزم الولی اخراج الزائد الاباجازة الورثة الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۵۳۲تا۵۳۳ ج ۲ باب قضاء الفوائت. مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۵، ۳۵۶ فصل فی اسقاط الصلاة والصوم.

ورنہ نہیں نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور جن نمازوں کا وقت ایسی حالت میں پایا کہ اس قدر حواس باقی نہیں تھے اور بعد میں حواس اس قدر درست نہیں ہوئے کہ ان کی قضا کر سکے تو ان کا فدیہ واجب نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ مظاہر علوم سہارنپور

نماز روزہ کا فدیہ

سوال: ایک شخص کی بحالت بیماری دو وقت کی نمازیں قضا ہوئیں اور چھ رمضان کے روزے قضا ہو گئے اور اس شخص کا انتقال ہو گیا اب ان روزوں اور نمازوں کا کفارہ کس حساب سے ادا کرنا یعنی فی نماز روزہ کیا فدیہ دیا جاوے اور کفارہ ایک ہی محتاج کو دیدیا جاوے یا کئی کو، بینوا توجروا.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ و کذا حکم الوتر والصوم. درمختار ص۱۰۱ ج۱ و فی الشامی[۲] ص۷۶۶ ای او من دقیقتہ او سویقہ او صاع تمر او زبیب او شعیر اوقیمتہ وھی افضل عندنا لاسراعھا بسدحاجۃ الفقراء

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز ہر روزہ کے فدیہ میں وہی مقدار دی جاتی ہیں جو صدقۃ الفطر میں دیجاتی ہیں اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے یہ تمام فدیہ ایک کو دینا بھی جائز ہے اور کئی کو بھی لیکن ایک فدیہ سے کم دینا جائز نہیں **وادی الی الفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل**

---

[۱] **اذا مات المریض ولم یقدر علی اداء الصلاۃ بالایماء برأسہ لایلزمہ الایصاء وان قلت بنقصھا عن صلاۃ یوم ولیلۃ الی قولہ وقبل الصحۃ الخ. (طحطاوی علی المراقی ص ۳۵۴ تا ۳۵۵ مصری) فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم، شامی زکریا ص ۵۳۲ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت.**

[۲] **الشامی نعمانیہ ص ۴۹۲ ج ۱ مطبوعہ زکریا ص ۵۳۲ تا ۵۳۳ ج ۲ باب قضاء الفوائت مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت، ھندیہ کوئٹہ ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، بحر کوئٹہ ص ۱۹۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت.**

جاز. درمختار ص۳۰۸ ج۱، ولو[1] اعطی فقیراً واحداجملة جاز بحر[2] ص۹۱ ج۲، فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/۳/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرحمان غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۹/ ذی الحجہ ۹۰ھ

قضا نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ

سوال: اگر کوئی شخص بے فکری کی وجہ سے یا دوسری اغراض کی وجہ سے اپنی نماز قضا کرتا ہو۔ یا تو بے فکر ہے۔ کیونکہ دل کا مالک خدا ہے کہ اس نے کیوں قضا کیا تو بظاہر اس کو کیا کہا جائے گا؟ اور اگر وہ اپنی طاقت کے موافق تو اس کو ادا کرتا ہے مگر پھر بھی عمر بھر کے اندر پانچ سو، ہزار وقت کی باقی رہ جائے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ اور فدیہ کے اندر کوئی ترکیب یعنی حیلہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ فدیہ غریب اور امیر دونوں کے واسطے ایک ہے یا الگ؟ ایسے ہی حیلہ کا حکم دونوں قسم کے آدمیوں کے واسطے ایک ہوگا یا الگ؟ اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی کچھ نماز ذمہ میں رہ جائے اور اس کو ادا نہ کرسکے تو چاہے امیر ہو یا غریب۔ کہ اتنا فدیہ اگر دیا جائے تو یا تو کل مال ختم ہوجائے گا تو وہ اس کو ادا کردے گا۔

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ وقت محدود ہو تو وہ اس کو آسانی کے ساتھ ادا کردے گا۔ تو کیا ان تینوں صورتوں کے اندر عالمگیری کا حیلہ کارگر ہوگا کہ صرف ایک قرآن شریف پانچ روپیہ کا خرید کر کوئی غریب کو یہ کہتا ہے کہ میری میت کے ذمہ جو اتنی نماز ہے کہ اس کا فدیہ ادا نہیں کرسکتا۔ ایسے ہی اس قرآن شریف کا اتنا ہدیہ کہ دینے والا بھی اس کو ادا نہیں کرسکتا۔ اس لئے ان تمام نمازوں کے عوض

---

[1] الدرالمختار زکریا ص۵۳۵ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل، هندیه کوئٹه ص۱۲۵ ج۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

[2] البحرالرائق کوئٹه ص۹۱ ج۲ قبیل باب السجود.

یہ قرآن شریف تم کو ان تمام فدیہ کے عوض میں دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس کو قبول کرتے ہو۔ تو وہ قرآن خواں اس کو کہتا ہے کہ ہاں میں نے ان تمام فدیہ کے عوض میں اس قرآن شریف کو قبول کیا۔ کیا یہ عالمگیری کا حوالہ صحیح ہے۔ پھر یہ زمانہ حال کے لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر پھر وہ کلی طور پر نماز کو ختم ہی کر دے گا اور ایک قرآن شریف ہدیہ کر دے گا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً!

نماز فرض عین ہے[۱] اس کو ترک کرنا خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے[۲] پھر اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے[۳] جتنی نمازیں بھی ذمہ میں ہوں سب کی قضا جلد از جلد پڑھے ہرگز غفلت نہ کرے پانچ سو ہوں یا ہزار ہوں سب کی قضا پڑھے۔ پوری کوشش کے باوجود اگر کچھ نمازیں ذمہ میں باقی رہ جائیں تو ان کے متعلق فدیہ کی وصیت کر دے۔ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر دینا لازم ہے یہ وصیت ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوگی۔ جب تک اتنا مال ہو کہ ایک تہائی ترکہ سے ہر نماز کے عوض صدقۃ الفطر دیا جا سکے۔ کوئی حیلہ کرنا درست نہیں[۴]۔

---

[۱] هی فرض عین علی کل مکلف درمختار ثم المکلف هو المسلم البالغ العاقل ولو انثٰی او عبداً (الشامی نعمانیه ص۲۳۴ ج ۱، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴ ج۲ اول کتاب الصلاة، هندیه کوئٹه ص ۵۰ ج ۱ اول کتاب الصلاة، حلبی کبیر ص ۶ فرضیة الصلوة ثابتة بالکتاب والسنة، طبع رحیمیه دیوبند.

[۲] وتارک الصلاة غیرمبال بها فاسق یحبس حتی یصلی طحطاوی علی المراقی ص۱۳۹ اول کتاب الصلاة، مطبوعه مصر، الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۵ ج۲ اول کتاب الصلاة، حلبی کبیر ص ۶ فرضیة الصلوة ثابتة بالکتاب والسنة، طبع رحیمیه دیوبند.

[۳] ..... قضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب الخ. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۵۲۴ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، هندیه کوئٹه ص ۱۲۱ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۷۹ ج۲ باب قضاء الفوائت.

[۴] ولومات وعلیه صلوات فائتة بان کان یقدر علی ادائها لوبالایماء فیلزمه الایصاء بها یعطی لکل صلاة نصف من برکا لفطرة وکذا حکم الوتر من ثلث ماله الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۳۳ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، هندیه کوئٹه ص۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۹۰، ۹۱ ج۲ باب قضاء الفوائت.

یہ کہنا کہ امیر وغریب سب کے لئے یہ حیلہ ہے غلط اور بے اصل ہے۔ ایک تہائی ترکہ سے زیادہ میں فدیہ کی وصیت پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے[1]۔ ایک قرآن شریف خرید کر دینے کو سب فرض نمازوں کا بدل سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے۔ عالمگیری کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۳/۶/ ۹۰ھ

نماز کا فدیہ شیعہ کو

سوال: زید اپنے بہنوئی اور بہن کو اپنی زوجہ کی نمازوں کا فدیہ (جس کا انتقال ہو چکا ہے) دے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ انھوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

ان کو نہیں دینا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/ ۸۸ھ

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/ ۸۸ھ

ایک دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ

سوال: دن رات میں کتنی نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا اور کس حساب سے؟

---

[1] فلو زادت الوصية على الثلث لايلزم الولى اخراج الزائد الاباجازة الورثة. شامی زکریا ص ۵۳۳ ج ۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاة عن الميت.

[2] وينبغى ان لايصرف الى من لايكفر من المبتدعة الخ. مجمع الانهر ص ۳۲۹ ج ۱ كتاب الزكاة، باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص ۳۰۴ ج ۳ باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص ۸۹ ج ۴ كتاب الزكاة، الثانى فى المصرف، نوع آخر المصدق إذا اخذ عمالته.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر فدیہ واجب ہو تو دن رات کی چھ نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا۔ (وتر مستقل نماز ہے[1])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقدار اس کا مستحق

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضا ہوئیں کہ اس کو ہوش تھا مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا ایسی صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

(۲) مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضا ہو گئے ہیں جس کے بعد بیماری نے سکوا تنی مہلت نہ دی کہ قضا ادا کر سکے ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے اسی طرح کئی نمازوں یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اس فدیہ کے مستحق کون ہیں مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے یا محض فقیروں کو دینا چاہئے؟

(۵) اگر کسی میت کے ورثاء غریب و مفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کر سکتے ہوں تو میت کی براءت کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟۔ فقط

---

[1] وكذا يخرج الصلاة كل وقت من فرض اليوم والليلة حتى الوتر لانه فرض عملى عند الامام نصف صاع من بر اودقيقة الخ. مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۳۵۶ مصرى فصل فى اسقاط الصلاة والصوم، شامى زكريا ص ۵۳۳ ج ۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فى اسقاط الصلوة، عن الميت بحر كوئٹه ص ۹۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

الجواب: حامداًومصلیاً ومسلما!

(۱) اگر ایسی حالت میں نمازیں قضا ہوئی ہیں کہ مریض میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور مرض سے صحت نہیں پائی بلکہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس پر ان نمازوں کی قضا فرض نہیں نہ اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے۔ وان تعذر الایماء برأسه وكثرت الفوائت بان زادت علىٰ يوم وليلة سقط القضاء عنه وان كان يفهم فى ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ درمختار قال الشامی[1] ص ۷۹۵ ج ۱ فلومات ولم يقدر علىٰ الصلوٰة لم يلزمه القضاء حتى لايلزمه الايصاء بها. شامی[2] ص ۵۱۰ ج ۲۔

(۲) ایسی حالت میں روزہ کی قضا بھی ضروری نہیں لہٰذا فدیہ بھی ضروری نہیں لاقضاء للصوم علىٰ المريض والمسافر اذا ماتاقبل الصحة اوالاقامة بحر[3] ص ۲۸۳ ج ۲ ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے فطرہ کی طرح اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے یعطی لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم. درمختار[4] ص ۷۶۶ ج ۱

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے کئی کو نہ دیا جائے ولو ادى الفقير اقل من نصف صاع لم يجز درمختار[5] ص ۷۶۸ ج ۱، البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے۔ ولو اعطاه

---

[1] الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۵۷۰ ج ۲ باب صلاة المريض.

[2] الشامى نعمانيه ص ۵۱۰ ج ۱، شامى زكريا ص ۵۷۰ ج ۲، باب صلاة المريض، بحر كوئٹه ص ۱۱۵ ج ۲ باب صلاة المريض، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۲، ۳۵۳ باب صلاة المريض.

[3] البحر الرائق ص ۲۸۳ ج ۲ كتاب الصوم، فصل فى العوارض، مطبوعه كراچى، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۵، فصل فى اسقاط الصلوة والصوم، شامى كراچى ص ۷۲ ج ۲ باب قضاء الفوائت، قبيل مطلب فى اسقاط الصلوة عن الميت.

[4] الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۵۳۲ تا ۵۳۳ ج ۲ مطبوعه نعمانيه ۴۹۲ ج ۱، باب قضاء الفوائت، مطلب فى اسقاط الصلاة عن الميت، بحر كوئٹه ص ۹۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت، هنديه كوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الکل جاز[۱]، اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے۔ ویجوز اعطاء فدیة صلوٰة وصیام ایام ونحوها لواحد من الفقراء جملة. مراقی الفلاح[۲] ص ۲۵۵ اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں۔ گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے قال الشامی ص ۷۶۶ ج ۱ تحت قول الدر (نصف صاع من بر) ای او من دقیقه او سویقه او صاع تمرا وزبیب او شعیر او قیمته وهی افضل عندنا لاسراعها لسدحاجة الفقیر[۳].

(۴) غریب مسکین لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں۔ مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں[۴]۔ کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطور تملیک دیدینا جائز ہے اسی طرح کپڑے بنا کر دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں مالدار نہ ہوں۔ فقیروں کو دینا بھی جائز ہے[۵]۔

(گذشتہ کا بقیہ) [۵] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۵۳۵ ج ۲ مطبوعه نعمانیه ص ۴۹۳ ج ۱ باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیة الخ، بحر کوئٹه ص ۹۱ ج ۲، باب قضاء الفوائت، هندیه کوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

(صفحہ ہذا) [۱] الدرالمختار علی رد المحتار زکریا ص ۵۳۵ ج ۲، مطبوعه نعمانیه ص ۴۹۳ ج ۱ باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة الخ، هندیه کوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۹۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

[۲] مراقی الفلاح ص ۳۵۷ قبیل باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر، هندیه کوئٹه ص ۱۲۵ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، بحر کوئٹه ص ۹۱ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

[۳] شامی زکریا ص ۵۳۳ ج ۲، مطبوعه نعمانیه ص ۴۹۳ ج ۱، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۶، فصل فی اسقاط الصلاة والصوم.

[۴] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة لایصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۳ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، هندیه کوئٹه ص ۱۸۸ ج ۱ کتاب الزکاة الباب السابع فی المصارف، هدایه ص ۲۰۵ کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقات الیه، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۵] فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لایجزیه الا اذادفع الیه المطعوم لانه بالدفع الیه بنیة الزکاة یملکه فیصیر اکلاً من ملکه کما لو کساه ای کمایجزئه لوکساه. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۱ ج ۳، اول کتاب الزکاة، طحطاوی علی المراقی ص ۵۸۷، اول کتاب الزکاة، طبع مصر، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۲، اول کتاب الزکاة.

(۵) اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصف صاع کسی فقیر کو دیدیں اور قبضہ کرادیں اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطور ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں۔ اسی طرح لیتے دیتے رہیں مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے۔ ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا۔ جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو وہ نصف صاع اگر فقیر کو دینا تھا تب تو اسی کو دیدیں اگر کسی سے قرض لیا تھا اس کا واپس کردیں[1]۔ انشاء اللہ امید ہے کہ میت کی براءت ہوجاوے گی اور ورثہ کا یہ معاملہ بطور احسان وتبرع ہوگا کیوں کہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں اور صورت مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بری ہے کیوں کہ نماز قضا کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا هٰكذا فی كتب الفقه نحو مراقی الفلاح ص۲۵۴ وشامی[2] ص۶۷ ج۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۱۲/رجب ۵۲ھ

مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہوا اور موت سے کچھ دن قبل ہوش وحواس باقی نہ رہے تو جو نمازیں اس بے ہوشی کے عالم میں قضا ہوجائیں، تو کیا ان قضا نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

---

[1] ولو لم يترک ما لا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم الخ. الدرالمختار على الشامی زكريا ص۵۳۴ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصية الخ، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۴۵۷ فصل فی اسقاط الصلوة والصوم، عالمگيری كوئٹه ص۱۲۵ ج۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

[2] شامی كراچی ص۷۲ ج۲، باب قضاء الفوائت، قبيل مطلب فی اسقاط الصلوة عن الميت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۳۵۵ فصل فی اسقاط الصلاة والصوم.

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر چوبیس ۲۴ رگھنٹے سے زیادہ چھ نماز کے وقت تک بے ہوشی رہی تو ان نمازوں کا فدیہ لازم نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۸ھ

مرض الوفات میں حواس باقی نہ رہنے سے فدیہ کا حکم

سوال: مرض الموت میں ہوش وحواس نہ رکھنے کی وجہ سے جو نمازیں ادا نہ ہوسکیں ان کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً!

اگر چھ نمازوں کے بقدر ہوش وحواس نہ رہے تو ان کا فدیہ واجب نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

غیر صاحب ترتیب کی ترتیب

سوال: - غیر صاحب ترتیب کیلئے صاحب ترتیب ہونے سے پہلے وقت معین کر کے نماز جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً عمر صاحب ترتیب نہیں (اس وجہ سے دوسال سے نامعلوم کتنی نمازیں قضا کی ہیں) ان دوسالوں کی نماز قضا کرنے سے پہلے عمر نے یہ چاہا کہ آج یکم محرم سے جو نماز قضا ہوگئی

---

[1] وان تعذر الایماء برأسه وكثرت الفوائت بان زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه وفى الشامية فلومات ولم يقدر على الصلاة لم يلزمه القضاء حتى لايلزمه الايصاء بها الخ. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۵۷۰ ج ۲ باب صلاة المريض، بحر كوئٹه ص ۱۱۵ ج ۲ باب صلاة المريض، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۲، ۳۵۳ باب صلاة المريض.

[2] ومن اغمى عليه خمس صلوات قضى ولو اكثر لا يقضى الخ عالمگيرى كوئٹه ص ۱۳۷ ج ۱ الباب الرابع عشر فى صلاة المريض، الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۵۷۳ ج ۲ باب صلاة المريض، مطلب فى الصلاة فى السفينة، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۴ باب صلاة المريض.

ہے اسے ادا کرلوں تو یہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً!

اس طرح درست ہے۔ کذا فی ردالمحتار[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

فدیۂ نماز کا حیلہ

سوال:- (۱) ایک شخص نے وصیت کی کہ میری کچھ نمازیں رہ گئیں تھیں جنکو میں قضا نہ کر سکا، اسلئے میری نمازوں کا فدیہ ادا کرنا، اب اگر اس کا صحیح فدیہ ادا کیا جائے تو اسکے گھر میں اتنا مال نہیں اور ورثاء میں بھی مقدور نہیں کہ اپنی طرف سے ادا کردیں، تو کیا اگر فدیہ حیلہ کے ساتھ ادا کیا جائے یعنی جتنا فدیہ پورا بنتا تھا، اس قیمت کے عوض ایک قرآن شریف ایک مسکین پر فروخت کیا جائے بعدہ اس سے کہا جائے کہ جو تم پر قرضہ ہوگیا تھا اس کو اس میت کے فدیہ میں بخشدیا ہے، شاید کہ اللہ جل شانہ اس کی خلاصی فرمادیں، تو کیا خلاصی کی امید پر اس طرح کا حیلہ کرنا جائز ہے؟ جس طرح طلاق اضافی کے متعلق فقہاء یہ لکھتے ہیں یا کہ نہیں؟

(۲) اگر ورثاء شرعاً کرنا چاہیں یعنی اس نے وصیت نہیں کی بلکہ ورثاء اپنی طرف سے کریں تو کیا ان کے لئے کوئی جواز صورت ہے یا کہ نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً!

بحالت افلاس اس نوع کے حیلہ کی اجازت ہے، مگر یہ قرآن شریف فروخت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایک ثلث ترکۂ میت مصرف زکوۃ کو دیا جائے، اور حساب کرکے دیکھ لیا جائے

---

[1] او نسیت الفائتة الخ وحاصله انه یسقط الترتیب اذا نسی الفائتة وصلی ماهو مرتب علیها من وقتیة او فائتة اخریٰ (شامی زکریا ص ۲/۵۲۶، شامی کراچی ص: ۲/۶۸، باب قضاء الفوائت، مطلب فی تعریف الاعادة، عالم گیری کوئٹه ص ۱۲۳ ج ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، محیط برهانی ص ۳۵۰ ج ۲ الفصل العشرون فی قضاء الفوائت، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

کہ کس قدر نمازوں کا فدیہ اس کے ذریعہ سے ادا ہو گیا، پھر وہ فقیر اس ثلث ترکہ کو میت کے وصی کو ہبہ کر دے اس کے بعد پھر وصی فقیر کو دیدے ثم وثم یہاں تک کہ کل نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے، یہ اس وقت ہے جبکہ کل فدیہ ایک ثلث ترکہ سے ادا نہ ہو سکتا ہو[1]، نیز یہ حیلہ لازم و واجب نہیں، بعض اطراف و بلاد میں اس حیلہ کا التزام ہے، خواہ میت کے ترکہ میں وسعت ہو یا نہ ہو یہ ناجائز ہے، اس لئے ایسے مواقع پر احتراز لازم ہے[2]، بلکہ جس قدر ثلث ترکہ سے ادا ہو سکتا ہو ادا کر دیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰ رذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ولو لم يترک ما لا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم (الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۲/۵۳۴، باب قضاء الفوائت، مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۲۵ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۷ فصل فى اسقاط الصلوة والصوم.

[2] كل حيلة اوجبت ابطال حكمة شرعية لا تقبل كحيلة سقوط الزكوة وحيلة سقوط الاستبراء (روح المعانى ص: ۲۳/۲۰۹، تحت قوله تعالىٰ "وخذ بيدک ضغثاً الخ" (سورۂ صٓ، مطبوعه مصطفائى ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوازدھم

سجدۂ سہو کے احکام

سری نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراً اور جہری میں سراً پڑھنے کا حکم

سوال:- اگر امام جہری نماز میں سورۂ فاتحہ بالکل خاموش پڑھ جائے یا سری نماز میں بلند آواز سے پڑھ جائے، تو اب یاد آنے پر جہاں تک پڑھ لی ہے وہیں سے صحیح کرے یا شروع سے پھر پڑھے ایسی غلطی سے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ یا سجدہ سہو لازم ہوگا اور کہاں تک پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہری نماز میں تین آیات کی مقدار سہواً سراً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، اسی طرح سری نماز میں جہراً پڑھنے کا حکم ہے سورۂ فاتحہ اگر سراً پڑھی ہے تو جہری نماز میں اس کو جہراً پڑھے پھر سجدۂ سہو کرے، اگر اس کو جہراً نہیں پڑھا بلکہ صرف سورت کو جہراً پڑھ کر سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز درست ہوجائے گی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر قدر ما تجوز به الصلاة يجب سجود السهو عليه وهو أى التقدير بمقدار ما تجوز به الصلوة هو الأصح وإلا وإن لم يكن ذلك مقدار ما تجوز به الصلوة فلا أى فلا يجب عليه سجود السهو ولم يفرق فى ظاهر الرواية بين الجهر والمخافة الى قوله (بقیہ آئندہ پر)

تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی

سوال:- ایک امام صاحب نے تیسری رکعت میں کھڑے ہوکر الحمد بالجہر پڑھ دی دوتین آیت پڑھنے کے بعد امام کو یاد آیا وہ خاموش ہوگیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر تین آیت بالجہر پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صلوٰۃ جہری میں سرّاً پڑھنا

سوال:- اگر جہری نماز میں امام دوتین آیتیں آہستہ پڑھ گیا بعد کو لقمہ دینے سے یا خود اس کو یاد آ گیا اب وہ سب کو جہر سے پڑھے یا جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے سجدۂ سہو تو کرے گا ہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) والصحیح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلوة من غير تفرقة لأن القليل من الجهر فی موضع المخافتة عفو ايضاً، (کبیری ص۴۵۷، مطبوعه لاهور سهيل اکیڈمی پاکستان، فصل سجود السهو، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۲ باب سجود السهو، البحر الرائق مطبوعه پاکستان، ص۹۶ ج۲، باب سجود السهو، الهندية ص۱۲۸ ج۱، مطبوعه مصر، الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

(صفحہ ہٰذا) [1] ولو جه الإمام فيما يخافت او خافت فيما يجهر قدر ما تجوز به الصلوة يجب سجود السهو عليه وهو الأصح ولم يفرق فی ظاهر الرواية بين الجهر والمخافتة (کبیری ص۴۵۷، مطبوعه لاهور، فصل فی سجود السهو، البحر الرائق ص۹۶ ج۲، فصل فی سجود السهو، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سرّی نماز میں جہر

سوال:-منفرد شخص نے اپنی جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کو قصداً زور سے پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر سنتوں میں قصداً قرأت زور سے پڑھے تو کیا حکم ہے اور کیا سہواً قرأت زور سے کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو کافی ہو جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ سرّاً پڑھنا واجب ہے وہاں قصداً سورۂ فاتحہ زور سے پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن ترک واجب کی وجہ سے مکروہ ہوگی اور اعادہ لازم ہوگا اور ایسے موقع میں سہواً زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا اور سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اولیین میں ضم سورہ بھول گیا

سوال:-وإن قرء الفاتحة في صلوٰة العشاء في الأولیین ولم یزدعلیها قرأ

(گذشتہ کا بقیہ) الشامی نعمانیہ ص۴۹۸ ج۱، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۲ فصل فی سجود السهو، طحطاوی علی المراقی ص۳۷۵، مطبوعه مصری، فصل فی سجود السهو، الهندیة ص۱۲۸ ج۱، مطبوعه مصر، الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

[2] ولو خافت بآیة أو أکثر یتمها جهراً ولایعید (شامی زکریا ص۲۵۰ ج۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القرأة)، حلبی کبیری ص۶۱۸ فصل فی مسائل شتی، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۱ باب سجود السهو، قبیل قول المصنف، "بترک واجب وإن تکرر" مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وفی الذخیرة: المنفرد إذا جهر فیما یخافت أن علیه السهو الی قوله وفی شرح المنیة ومیل الشیخ کمال الدین إبن الهمام إلی أن المخافتة واجبة علی المنفرد فی موضعها فیجب بترکها السهو وهو الإحتیاط، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق کراچی ص۹۶ ج۲ باب سجود السهو، حلبی کبیری ص۴۵۶ فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فتح القدیر ص۳۲۷ ج۱ باب صفة الصلاة فصل فی القرأة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

فی الاخریین الفاتحة والسورة وجهر (هدایه) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ نفسِ قرأت سورۃ فوت ہونے سے بعد والی رکعت میں فرض نماز میں تلافی ہوسکتی ہے تو کوئی شخص پہلی ایک رکعت یا دونوں رکعت میں ضم سورہ کی تلافی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں تلافی ہوسکتی ہے۔ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں ضم سورہ بھول جائے اور جہری طور پر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص کوئی اور سورہ علاوہ فاتحہ کے پڑھ لے (ایک یا دونوں رکعت میں) تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلی دونوں رکعتوں میں اگر ضم سورت بھول جائے یا مغرب کی پہلی رکعت میں بھول جائے تو اخیر کی دو میں اور مغرب کی تیسری میں فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کرے اور جہر بھی کرے، لوترک السورة فی رکعة من أولي المغرب أو فی جميع أولي العشائين قرأها ای السورة وجوباً علی الأصح فی الأخريين من العشاء والثالثة من المغرب مع الفاتحة جهراً بهما علی الأصح ويقدم الفاتحة ثم يقرأ السورة وهو الأشبه (مراقی الفلاح[1]) اگر مواقعِ مذکورہ میں فاتحہ کو بھول گیا تو بعد والی رکعتوں میں فاتحہ کو مکرر نہ پڑھے ولوترک الفاتحة فی الاولیین لایکررها فی الاخريين (مراقی الفلاح[2] مطبوعہ مصر) ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] المراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۰۵، مطبوعه مصری. فصل فی بيان واجب الصلاة، عالمگيری ص ۷۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثانی فی واجبات الصلوة، مطبوعه کوئٹه، فتح القدير مع الهداية ص ۴۵۱ ج ۱ باب النوافل، فصل فی القراءة، مطبوعه دار الفکر بيروت.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۲۰۶، مراقی علی نورالايضاح ص ۳۹، فصل فی بيان واجب الصلاة، عالمگيری کوئٹه ص ۷۱ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثانی فی واجبات الصلوت، تاتارخانية ص ۴۵۹ ج ۱ الفصل الثانی فی فرائض الصلوة وواجباتها الخ، نوع آخر فيمن نسی القراءة فی الأوليين، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

سوال:-امام نے **ألحمد** کے بعد ایسی سورت پڑھی جسمیں آیت سجدہ آ گئی اور سجدۂ تلاوت کیا پھر کھڑے ہوکر **ألحمد** پڑھی یعنی ایک رکعت میں **ألحمد** دودفعہ پڑھی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں سجدہ واجب نہیں اگر **ألحمد** دودفعہ مسلسل پڑھتا یعنی درمیان میں کسی اور قراءۃ کا فصل نہ ہوتا تب سجدۂ سہو واجب ہوتا[1] فتاویٰ قاضی ص ۶۱ خاں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو

سوال:-اگر بھول کر دومرتبہ **الحمد** پڑھ جائے سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مسلسل دومرتبہ پڑھے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا[2] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولوقرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا سهو عليه قاضی خان علی هامش الهندية كوئٹه ص ۱۲۱، ج ۱، فصل فيما يوجب السهو ومالايوجب، عالمگيری كوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱، الباب الثانی عشرفی سجود السهو، كبيری ص ۴۶۰، فصل فی سجود السهو. مطبوعه لاهور، تاتارخانية ص ۷۱۶ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بيان ما يجب به السهو وما لا يجب، مطبوعه كراچی.

[2] ولو كررها أی الفاتحة فی الأوليين يجب عليه سجود السهو (الهنديه ص ۱۲۶ ج ۱، مطبوعه مصری، الباب الثانی عشرفی سجود السهو. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۰۱، باب سجود السهو، مطبوعه دمشق، الشامی نعمانيه ص ۳۰۹ ج ۱، شامی زكريا ص ۱۵۲ ج ۲ باب صفة الصلوة، مطلب كل شفع من النفل صلوة، كبيری ص ۴۶۰، فصل فی سجود السهو مطبوعه لاهور.

بھول کر یا قصداً تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال:- اگر نماز میں کسی رکعت میں بھول کر یا قصداً سورۂ فاتحہ ایک سے زائد دفعہ پڑھی جاوے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر پہلی دو رکعت میں سہواً مسلسل مکرر پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے اگر اخیر کی دو رکعت میں مکرر پڑھا ہے یا پہلی ہی دو میں مکرر پڑھا ہے مگر مسلسل نہیں بلکہ ایک دفعہ سورت سے پہلے فاتحہ کو پڑھا ہے دوبارہ پھر سورت کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم نہیں۔ عمداً پڑھنے سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ البتہ ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی ولو کررها أی الفاتحة فی الأولیین یجب علیه سجود السهو بخلاف مالو أعادها بعد السورة أو کررها فی الأخریین، کذافی التبیین اھ عالمگیری[1] ص ۱۲۶ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الحمد کی جگہ التحیات پڑھ لی

سوال:- (۱) الحمد کی جگہ التحیات پڑھی۔

(۲) یاد آنے پر الحمد پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) کس رکعت میں؟ (۲) سجدۂ سہو واجب ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۸۸ھ

---

[1] الهندیه ص ۱۲۶ ج ۱، مطبوعه مصری، الباب الثانی فی سجود السهو، خانیه ص ۱۲۱ ج ۱، فصل فیما یوجب السهو وما لا یوجب الخ. الشامی نعمانیه ص ۳۰۹ ج ۱، شامی زکریا ص ۱۵۲ ج ۲ باب صفة الصلوة، مطلب کل شفع من النفل کبیری ص ۴۶۰، مطبوعه لاهور. فصل فی سجود السهر. (بقیہ آئندہ)

تشہد مکرر پڑھنا

سوال: -تکرارِ تشہد سے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ عمل ثنا اور دعا ہے مگر خلجان یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلام کے ذریعہ سے نماز سے باہر ہونا واجب ہے، اس میں تاخیر ہوئی۔ اس وجہ سے سجدۂ واجب ہونا چاہئے اس خلجان کو رفع فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعاءِ ماثور ہے، دعائیں متعدد وارد ہوئی ہیں، ایسا نہیں کہ اقل قلیل پر کفایت کرے اور سلام پھیرنا اور نماز سے باہر ہوجانا فوراً واجب ہوجائے، اسلئے طویل دعا سے یا تکرار تشہد سے ایسی تاخیر نہیں ہوتی جس سے سجدۂ سہو لازم آئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] اگر کسی شخص نے پہلی رکعت کے قیام میں سورۂ فاتحہ سے پہلے یا دوسری رکعت کے قیام میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ کے بعد التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور اگر پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ یا سورۃ کے بعد یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، تیسری یا چوتھی رکعت میں پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

إن قرأ (أی التشهد) فی قیام الأولی قبل الفاتحة أوفی الثانیة بعد السورة أوفی الاخیر تین مطلقاً لا سهو علیه وان قرأ فی الأولیین بعد الفاتحة والسورة اوفی الثانیة قبل الفاتحة وجب علیه السجود لانه اخر واجباً. طحطاوی علی المراقی ص ۳۷۵، باب سجود السهو مطبوعه مصر. البحر الرائق کوئٹه ص ۹۷ ج ۲، باب سجود السهو.

(صفحہ ہذا) [1] ولو قرأ التشهد مرتین فی القعدة الأ خیرة لا سهو علیه الخ، طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۳۷۵، باب سجود السهو، حلبی کبیری ص ۴۶۰ فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری ص ۱۲۷ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه دیوبند.

پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہو گیا

سوال:- ایک شخص پہلی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ گیا کچھ بھی نہیں پڑھا کہ اسے یاد آ گیا فوراً دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا سجدۂ سہو کی ضرورت تھی یا نہیں؟ اگر وہ اتنی دیر بیٹھا کہ تین مرتبہ **سبحان الله** کہا جا سکتا تھا تب ضرورت تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر تین مرتبہ **سبحان الله** کہنے کی مقدار بیٹھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے اس سے کم میں سجدہ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سنن ونوافل میں قعدۂ اولیٰ ترک ہونے میں سجدۂ سہو

سوال:- چار رکعت والی سنت کے قعدۂ اولیٰ یا دو رکعت والی سنت ونفل کے اندر التحیات بھول جائے پھر اس حالت میں بیٹھ کے سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے تو اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چار رکعت والی سنت میں قعدۂ اولیٰ اور تشہد واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہے اور نفل میں دو رکعت پر قعدہ فرض ہے اسکے ترک سے نماز درست نہ ہوگی پس اگر تیسری رکعت کیلئے

---

[1] وتاخير القيام للثالثة بزيادة قدراداء ركن ولوساكتا. باب سجود السهو. مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص ۳۷۶، باب سجود السهو، تاتاخانية ص ۷۲۴ ج ۱ الفصل السابع عشر فى سجود السهو، نوع آخر فى بيان ما يجب به السهو وما لا يجب مطبوعه إدارة القرآن كراچى، المحيط البرهانى ص ۳۱۴ ج ۲ الفصل السابع عشر فى سجود السهو، نوع آخر فى بيان ما يجب به السهو وما لا يجب، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

کھڑا ہوگا تو سجدہ سے پہلے پہلے جب یاد آئے فوراً بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔ اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو چوتھی رکعت بھی اس کے ساتھ ملائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر دے لیکن اس صورت میں دو رکعت معتبر ہوں گی اور پہلی دو رکعت قعدہ ترک ہونے کی وجہ سے فاسد ہوں گی اور اسی تحریمہ پر شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہوگی، مگر سجدۂ سہو ضروری ہوا، تشہد بہر حال واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، قعود واجب اگر سہواً چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اسکے بعد یاد آیا تو بیٹھنا نہیں چاہئے اگر بیٹھے گا تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ نماز فاسد ہو جائیگی کیوں کہ فرض کو ترک کر کے واجب کی طرف عود کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیوں کہ یہاں فرض کو ترک نہیں کیا بلکہ مؤخر کیا ہے، **سها عن القعود الأول من الفرض ولوعملياً اما النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكره عاد إليه وتشهد ولاسهوعليه فى الأصح مالم يستقم قائماً فى ظاهر المذهب وهوالأصح فتح والاای وإن استقام قائماً لايعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهولترک الواجب فلو عاد الى القعود بعدذٰلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما ليس بفرض وصححه الزيلعى وقيل لاتفسد لكنه يكون مسيئا ويسجد لتا خير الواجب وهو الاشبه. كما حققه الكمال وهو الحق** اھ درمختار[1] ص:۷۷۹ ج:۱، اور ایک قول پر نفل میں قعدہ اولیٰ واجب ہے فرض نہیں۔ **والقعود الأول ولوفى نفل فى الاصح خلافاً لمحمدؒ فى إفتراضه قعدة كل شفع نفل** اھ شامی[2] ص ۴۸۵ ج ۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۴ر شوال ۵۶ھ

جواب صحیح ہے۔ سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

---

[1] الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۵۴۷ ج۲، مطبوعه نعمانيه ص ۴۹۹ ج ۱، باب سجود السهو، البحر الرائق ص ۱۰۱ ج۲ باب سجود السهو، مطبوعه كراچى، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۲۲ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت

[2] الشامى نعمانيه ص ۳۱۲ ج ۱، مطبوعه زكريا ص ۱۵۸ ج ۲، مطبوعه كراچى ص ۴۶۵ ج ۱، لاينبغى ان يعدل عن الدراية اذا وافقتها رواية، باب صفة الصلاة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۰۲ فصل فى بيان واجب الصلاة، مطبوعه مصر، مجمع الأنهر ص ۱۳۲ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

قعدۂ اولیٰ ترک کرنے سے نماز کا حکم

سوال:-ایک امامِ مسجد چار رکعت فرض نماز کی امامت کرا رہے تھے سہواً دو رکعت کے بعد بلا التحیات پڑھے اٹھ کر کھڑے ہوگئے باوجود لقمہ کے واپس نہیں لوٹے چار رکعت نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں نماز سجدۂ سہو سے ہوگئی یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اگر نماز ہوگئی تو کس ثبوت سے اور اگر نہیں تو کس ثبوت سے برائے مہربانی جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیجئے مشکور ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز ہوگئی دہرانے کی ضرورت نہیں[1]۔ کذا فی الدر المختار وصحیح البخاری[2] ص ۱۶۳ ج ۱۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اولیٰ ترک ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال:-عشاء کی نماز میں امام نے قعدۂ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور اکثر مقتدیوں نے تشہد بیٹھ کر پڑھی جب امام رکوع میں گیا تو کچھ رکوع میں بھی گئے بہر حال بعد میں امام نے سجدۂ سہو کر کے نماز

---

[1] وإن استقام قائما لايعود لإشتغاله بفرض القيام وسجد للسهو لترك الواجب (الدر المختار ص ۵۰۰ ج ۱، نعمانیه مطبوعه کراچی ص ۸۴ ج ۲، مطبوعه زکریا ص ۵۴۹ ج ۲، باب سجود السهو) سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۲۲۲ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، حلبی کبیری ص ۴۵۸ فصل فی سجود السهو، مطبوعه لاهور.

[2] عن عبد الله بن بحنية رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام من الثنتين من الظهر ولم يجلس بينهما فلما قضٰى صلاته سجد سجدتين ثم سلم بعد ذلك، صحيح البخاری ص ۱۶۳ ج ۱، كتاب التهجد، باب ماجاء فی السهو اذا قام من ركعتی الفرض، مطبوعه رشيديه دهلی.

پوری کردی تو اس صورت میں امام کی نماز ہوگی یا نہیں امام کہتا ہے میرا اسپر یقین ہے کہ قعدۂ اولیٰ سہواً فوت ہوگیا ہے اور اسلئے میں نے سجدۂ سہو کیا ہے اور نماز پوری پڑھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب کی نماز ہوگئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۸۵ھ

دو رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا

سوال: -تراویح میں اگر امام دو رکعت کے بعد نصف سے زائد کھڑا ہو جائے اور کچھ مقتدی کھڑے ہوگئے اور کچھ بیٹھ گئے تو امام کے نصف سے زائد کھڑا ہونے کے بعد پھر بیٹھنا چاہئے یا کھڑا ہو کر پڑھتا ہی رہے یا امام کے کھڑا ہونے کے بعد بیٹھنا فوراً ضروری ہے یہ چار رکعت دو رکعت ہی سمجھی جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام ایسی حالت میں بیٹھ جائے جب کہ قیام کے قریب ہو چکا تھا اور بعد میں سجدۂ سہو کرے، **ولو سها عن القعود الاخير كله او بعضه عاد مالم يقيد ها بسجدةٍ وسجد للسهو لتاخير القعود قوله ولو سهاعن القعود الاخير ارادبهٖ القعود المفروض** شامی[2] ص ۷۹ ج ۱، اگر بغیر دو رکعت پر قعدہ کئے ہوئے چار رکعت پڑھ لی تو یہ دو ہی شمار ہونگی۔ کذا فی[3] الکبیری ص ۳۹۰۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وإن سها عن القعود الاول وهو اليه أقرب عاد وإلا لاويسجد للسهو الخ. كنز على حاشية البحر الرائق ص ۱۰۰ ج ۲، مكتبة الماجديه كوئٹه، باب سجود السهو) مجمع الأنهر ص ۲۲۲ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص ۵۴۹ ج ۲ باب سجود السهو.

[2] الشامی نعمانيه ص ۵۰۱ ج ۱، مطبوعه كراچی ص ۸۵ ج ۲، باب سجود السهو، (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال:- چار رکعت فرض میں امام صاحب قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے اس میں رجوع من الاعلیٰ الی الادنیٰ ہوا اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے صحیح ہوئی یا نہیں؟ امام صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک کیا ہے اور مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ارجح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی سجدۂ سہو لازم ہوگا، یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع ہونا اعلیٰ کو ترک کرنے کیلئے نہیں بلکہ اعلیٰ کو کامل طریقہ پر ادا کرنے کیلئے ہے وان عاد الساهی عن القعود الاول الیه بعدان استتم قائماً اختلف التصحیح فی فساد صلوته وارجحها عدم الفساد قد بالغ فی المنتقی فی رد القول بالفساد وجعله غلطاً لانه تاخیر لارفض اھ مراقی الفلاح[1] وطحطاوی ص۲۵۴۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا

سوال:- کسے اگر قعدہ اولیٰ فراموش کردہ باستاد باز چونکہ یاد آمد بنشست درفساد نمازش چہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) شامی زکریا ص ۵۵۰ ج ۲ مراقی علی هامش الطحطاوی ص ۳۸۱ باب سجود السهو، مطبوعه مصر، هدایه علی هامش الفتح وص ۵۰۹ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] وإن صلی أربع رکعات بتسلیمة واحدة والحال أنه لم یقعد علی رکعتین منها قدر التشهد تجزی الاربع عن تسلیمة واحدة ای عن رکعتین عند ابی حنیفة وأبی یوسف وهو المختار الخ (کبیری ص ۳۹۰، مطبوعه رحیمیه دیوبند. فصل فی النوافل) مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور ص ۴۰۸ فصل فی النوافل، فروع: لو ترک ترویحة الخ، طحطاوی مع المراقی ص ۳۱۸ فصل فی بیان النوافل، مطبوعه مصر: تاتارخانیة ص ۶۳۳ ج ۱ الفصل العاشر فی التطوع، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۸۰، مطبوعه مصر، باب سجود السهو، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حکم دارد؟ مع حوالہ کتب وصفحات واضح فرمایند۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دریں مسئلہ فقہاء را دو قول است در یکے نماز او فاسد شد واین قول را زیلعی تصحیح نمودہ است ودر دیگر نماز او فاسد نشد اگر چہ ازیں فعل گنہ گار شد وبذمہ او سجدۂ سہو لازم گشت وایں قول را شیخ ابن ہمام وابن نجیم وحلبی وغیرہم ترجیح دادہ اند، **فلو عاد إلیٰ القعود بعد ذٰلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی وقیل لاتفسد لکنہ یکون مسیئًا ویسجد لتأخیر الواجب وھو الأشبہ کماحققہ الکمال وھو الحق بحر اھ درمختار قال الشامی قولہ بعدذٰلک أی بعدما استقام قائماً الخ. قولہ. لکنہ یکون مسیئًا أی ویأثم کما فی الفتح اھ** ردالمحتار[1] ص ۷۷۹ ج ۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۳/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۶/ربیع الاول ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) سکب الأنھر علی ھامش مجمع الأنھر ص ۲۲۲ ج ۱ باب سجود السھو، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، در مختار مع الشامی ص ۵۴۷، ج ۲ ص ۵۴۹ باب سجود السھو، مطبوعہ زکریا دیوبند.

(صفحہ ہذا) **ترجمہ سوال وجواب**:-

سوال:- اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا پھر جب اس کو یاد آیا بیٹھ گیا اس کی نماز کے فساد کا کیا حکم ہے؟ حوالہ کتب وصفحات کے ساتھ واضح فرمائیں۔

جواب:- اس مسئلہ میں فقہاء کے دو قول ہیں ایک قول میں اس کی نماز فاسد ہو گئی اور اس قول کو زیلعی نے صحیح کہا ہے اور دوسرے قول میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی اگر چہ اس فعل سے گنہگار ہوا اور اس کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہو گیا اور اس قول کو شیخ ابن ہمام اور ابن نجیم اور حلبی وغیرہم نے ترجیح دی ہے۔ فقط

[1] الشامی نعمانیہ ص ۵۰۰ ج ۱، مطبوعہ کراچی ص ۸۵ ج ۲، باب سجود السھو، مطبوعہ زکریا ص ۵۴۷، ۵۴۹ ج ۲ مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۳۸۰ باب سجود السھو، مطبوعہ مصر، فتح القدیر ص ۵۰۹ ج ۱ باب سجود السھو، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

دو رکعت والی نماز میں بجائے قعود کے قیام کرلیا

سوال: -نماز تراویح یا اور کوئی نماز جو دو رکعت والی ہو اس میں اگر کوئی بجائے قعود کے کھڑا ہو جائے پھر اس کو لوٹایا جائے یا وہ خود لوٹ جائے تراویح یا دیگر دو رکعت والی نماز میں یہ صورت پائی گئی ہو اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں اور اگر لازم ہے اور نہیں کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب دو رکعت والی نماز میں دو رکعت پوری ہونے پر قعدہ نہیں کیا بلکہ بھول کر کھڑا ہو گیا پھر از خود یاد آ گیا یا کسی مقتدی کے لقمہ دینے سے یاد آیا اور بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے ورنہ اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔ **ولو سهىٰ عن القعود الأخير عاد مالم يقيدها بسجدة وسجد للسهو لتأخير القعود اھ درمختار قوله عن القعود الأخير اراد به القعود المفروض أو ماكان آخر الصلوٰة. فيشمل نحو الفجر أفاده في البحر[1] اھ** (شامی ص۵۰۱ ج۱) **ولها واجبات لاتفسد بتركها و تعادوجوبا في العمد والسهو إن لم يسجد له وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً[2] اھ درمختارعلى هامش الشامي** ص۳۰۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/ ۸۹ھ

---

[1] درمختار مع الشامي كراچي ص۸۵ ج۲ باب سجود السهو، مجمع الأنهر ص۲۲۳ ج۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۱۰۲ ج۲ باب سجود السهو، مطبوعه كراچي.

[2] درمختار على هامش الشامي كراچي ص۴۵۶ ج۱، مطبوعه زكريا ص۱۴۶ ج۲، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة، البحر الرائق ص۲۹۵ ج۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه كراچي، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۱۳۳ ج۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو

سوال:- اگر امام تیسری رکعت میں ظہر یا عصر کی بیٹھا قعدہ کی نیت سے لیکن مقتدی نے فوراً لقمہ دیا کہ ابھی بیٹھ کر کچھ بھی پڑھنے نہیں پایا تھا کہ "سبحان الله" کہہ کر متنبہ کر دیا امام فوراً کھڑا ہو گیا اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال:- امام سہواً قعدۂ اولیٰ کے بجائے رکعت ثالثہ کیلئے کھڑا ہو گیا اور فاتحہ بالجہر شروع کر دی دیر بعد یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اسلئے جہر بالقرأۃ کے بجائے بالسر شروع کر دی اور سجدۂ سہو بھی کر لیا، آیا نماز صحیح ہو گئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جس وقت یاد آیا تھا اسی وقت سلام پھیر دینا افضل ہے آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہو گئی، قعدۂ اولیٰ واجب ہے[2]، اور تیسری رکعت میں اسرار واجب

---

[1] إنما المعتبر قدر ما يؤدى فيه ركن (كبيرى ص: ۳۲۱، مطبوعه رحيميه ديوبند، فصل فى صفة الصلوة) مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور ص ۳۳۱، تاتارخانية ص ۷۲۴ ج ۱ الفصل السابع عشر فى سجود السهو، نوع آخر فى بيان ما يجب به السهو وما لا يجب، مطبوعه إدارة القرآن كراچى، المحيط البرهانى ص ۳۱۴ ج ۲ الفصل السابع عشر فى سجود السهو، نوع آخر فى بيان ما يجب به السهو ما لا يجب، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

ہے[1]۔ دو واجب بھول کر ترک کرنے سے ایک سجدۂ سہو کافی ہو جاتا ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

قعدہ اولیٰ یا اخریٰ بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو

سوال:- اگر قعدۂ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہونے لگے اور قبل پورا کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ نہیں؟ طحطاوی میں ہے ص ۲۷۱ پر لکھتے ہیں **سجد للسهو سواء كان الى القيام اقرب او الى القعود اقرب بخلاف السهو عن القعود الاولىٰ ففيه التفصيل علىٰ احد القولين** یہ قول مفتیٰ بہ ہے یا نہیں؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] وتجب القعدة الاولى قدر التشهد اذا رفع رأسه من السجدة الثانية فى الركعة الثانية فى ذوات الاربع والثلاث. (عالمگيرى كوئٹه ص ۷۱ ج ۱، الفصل الثانى فى واجبات الصلاة، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۲۰۲ فصل فى بيان واجب الصلاة، مطبوعه مصر، البحر الرائق ص ۳۰۲ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه كراچى.

(صفحہ ہٰذا) [1] والاسرار يجب على الإمام والمنفرد فيما يسرفيه وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والأخريان من العشاء الخ شامى زكريا ص ۱۶۳ ج ۲، باب صفة الصلاة. قبيل مطلب مهم فى تحقيق متعابعة الامام، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۲۰۴ فصل فى بيان واجب الصلاة، مطبوعه مصر سكب الانهر على مجمع الأنهر ص ۱۳۴ ج ۱ باب صفة الصلوة.

[2] الخامس انه لا يتكرر الوجوب بترك اكثر من واجب حتى لو ترك جميع واجبات الصلاة ساهياً فإنه لا يلزمه أكثر من سجدتين، البحر الرائق ص ۹۹ ج ۲ باب سجود السهو، مطبوعه كراچى، شامى زكريا ص ۵۴۳ ج ۲ باب سجود السهو، مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

شامی نے ہر دو قعود میں ایک ہی حکم لگایا ہے جیسا کہ قعودِ اول میں تفصیل ہے کہ اقرب الی القعود ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور اقرب الی القیام ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اسی طرح قعدہ اخیر کا حکم ہے صاحب نہر نے فرض اور واجب ہونے کا فرق ظاہر کیا ہے[1] اور علامہ طحطاویؒ نے حاشیہ درمختار میں اس فرق کا انکار کر کے قعود اول وثانی کا ایک ہی حکم تحریر فرمایا ہے **لم يفصل هنا بين ماإذا كان مستفتحاً للقيام أو لا وينبغي ان لايسجد في الثانية كما مرَّ في التشهد الأوّل** اھ ص ۳۱۳ ج ۱،[2] **وينبغي أن لايسجد فيما إذا كان إليه أي إلى القعود اقرب كمافي الأول** اھ شامی[3] ص ۷۸۰ ج ۱، نہر کا حال عقود رسم المفتی[4] میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ کتب معتبرہ میں سے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال:- قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھ کر بھول کر کھڑا ہو گیا کچھ پڑھا نہیں تو بغیر التحیات پڑھے داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کریں گے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کتنی مقدار بھر پڑھ لیں؟

---

[1] النهر الفائق ص ۳۲۷ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] حاشية الطحطاوى على الدر المختار ص ۳۱۳ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار المعرفة بيروت.

[3] شامى كراچى ص ۸۵ ج ۲، باب سجود السهو، شامى زكريا ص ۵۵۰ ج ۲ زيلعى شرح كنز ص ۱۹۵ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه امداديه ملتان، منحة الخالق على هامش البحر الرائق ص ۱۰۲ ج ۲ باب سجود السهو، مطبوعه كراچى.

[4] ومن الكتب الغريبة منلا مسكين شرح الكنزو القهستان لعدم الإطلاع على حال مؤلفيهما اولنقل الأقوال الضعيفة كصاحب القنية أوالإختصار كالدرالمختار والنهر الخ عقود رسم المفتى ص ۳۶، مطبوعه سعيديه سهارنپور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین آیات کی مقدار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام

سوال:- ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہوگیا پھر جب یاد آیا بیٹھ گیا، اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کو سجدۂ سہو کیلئے پھر تشہد پڑھنا پڑے گا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو کے بعد درود شریف کافی ہے یا التحیات بھی پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو سے پہلے تشہد کی ضرورت نہیں بلکہ جو تشہد پڑھ کر کھڑا ہوا تھا وہی کافی ہے البتہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد واجب ہے کیونکہ سجدۂ سہو کی وجہ سے پہلے پڑھا ہوا تشہد مرتفع ہوگیا، **وان قعد الأخیر ثم قام عادو سلم من غیر إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقیام إلیٰ ان قال وسجد للسهو اھ مراقی الفلاح[2] ص ۱۴۶، مختصراً. إنه (أی سجود السهو) یرفع الواجب من قرأة التشهد والسلام اھ مراقی[3] أی فیعاد ان بعد فعله**

---

[1] والصحیح ان قدر زیادة الحرف ونحوه غیر معتبرفی جنس مایجب به سجود السهو وإنما المعتبر قدر مایؤدی فیه رکن. (کبیری ص ۳۲۱، مطبوعه رحیمیه دیوبند. فصل فی صفة الصلاة)، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور ص ۳۳۱، تاتارخانیة ص ۷۲۴ ج ۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بیان ما یجب به السهو وما لا یجب، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۸۳، مطبوعه مصری، باب سجود السهو، شامی زکریا ص ۵۵۳ ج ۲ باب سجود السهو، مجمع الأنهر ص ۲۲۴ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۳، مطبوعه مصر، باب سجود السهو.

اھ یجب سجد تان بتشهد وتسليم اھ نور الایضاح[1] ھما واجبان بعدسجود السهو لأن الأولیین ارتفعا بالسجود اھ طحطاوی[2] ص ۲۶۸،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ جامع العلوم کانپور

قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا

سوال: - زید قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر بھول کر کھڑا ہوگیا اور فوراً ہی یاد آ گیا تو بیٹھ گیا اب اسکو سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں اگر کرنا ہوگا تو تشہد پڑھ کر کرے یا بغیر تشہد پڑھے ہی کر لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور اس کیلئے ایسی صورت میں تشہد لازم نہیں بلکہ جو تشہد پڑھ چکا ہے وہی کافی ہے شامی[3] ص ۵۰۳ ج ۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صلوٰۃ رباعی میں پانچویں کے لئے کھڑا ہوگیا

سوال: - چار رکعت والے فرض میں چار رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر امام غلطی سے کھڑا ہوگیا تو اب چھ رکعت پوری کر کے سلام پھیرے یا کیا کر کے اور اگر تشہد نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے اور ایسی

---

[1] نور الایضاح ص ۱۳۰، مطبوعه امدادیه دیوبند، باب سجود السهو.

[2] طحطاوی مصری ص ۳۷۴، باب سجود السهو، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۴۱ ج ۲ باب سجود السهو، فتح القدیر ص ۴۹۸ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] وإن قعد فی الرابعة مثلاً قدر التشهد ثم قام عاد وسلم وفی الشامیة تحت قوله عاد وسلم وفیه إشارة إلی أنه لا یعید التشهد (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۰۲، ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۵۵۳ ج ۲، باب سجود السهو، مجمع الأنهر ص ۲۲۴ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۸۳ باب سجود السهو، مطبوعه مصر.

حالت میں جولوگ امام کے ساتھ دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوئے ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر یاد آ گیا تو بیٹھ جائے ورنہ چھ پوری کرے اور ہر صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز درست نہیں ہوئی۔[1]

جولوگ دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوئے ہیں وہ پانچویں رکعت میں امام کی اقتداء کریں گے تو ان کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ شامی[2] ص ۵۰۳ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

پانچویں رکعت کیلئے کھڑے ہو جانے سے سجدۂ سہو

سوال:- زید عصر کی نماز پڑھ رہا ہے کہ سہواً چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا پھر رکوع میں اس کو خیال آیا کہ میں پانچویں رکعت پڑھ رہا ہوں یہ سوچ کر وہ اسی وقت بیٹھ گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز پوری کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز ہوگئی۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو سها عن القعود الأخير عاد ما لم يقيدها بسجدة وإن قيدها بسجدة تحول فرضه نفلاً الى قوله وضم اليها سادسة لتصير الركعتان له نفلاً وسجد للسهو فى الصورتين، تنوير مع الد المختار مطبوعه زكريا ص ۵۵۰، ۵۵۴ ج ۲ باب سجود السهو، مجمع الأنهر ص ۲۲۳ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية، كنز مع البحر ص ۱۰۲، ۱۰۵ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه كراچى.

[2] ولو إقتدى به مفترض فى قيام الخامسة بعد القعود قدر التشهد لم يصح (الشامى نعمانيه ص ۵۳ ج ۱) شامى ص ۸۸ ج ۲، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى، باب سجود السهو. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

دو رکعت کی نیت کے بعد تین یا چار پڑھنے کی تفصیلات

سوال:- (۱) اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدہ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

(۳) // // // // قعدہ کر کے // // // // // // // سجدہ کر کے // // // //

(۴) // // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدہ سہو کئے // // //

(۵) // // // // // // // // تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدہ سہو کر کے // //

(۶) // // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدہ سہو کئے // // // // // //

(۷) // // // // // // // // // // // قعدہ چھوڑ کر // // // // // // // //

(۸) // // // // // // // // // // // // // // // // // سجدۂ سہو کر کے // // //

(۹) اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت موکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

(۱۰) // // // // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدۂ سہو کئے // // // //

(۱۱) // // // // // // // // // قعدہ کر کے // // // // سجدۂ سہو کر کے // // //

(۱۲) // // // // // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدۂ سہو کئے // // // //

(۱۳) // // // // // // تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے۔

(۱۴) // // // // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدہ کئے // // // //

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) ۳ ولو سهاعن القعود الاخير عاد مالم يقيد ها بسجدة وسجدللسهو لتأخير القعود (درمختار مع الشامی نعمانیہ ص ۵۰۱، درمختارمع الشامی ص ۸۵ ج ۲، مطبوعه کراچی، باب سجود السهو، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۲۳ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۱۰۲ ج ۲، باب سجود السهو مطبوعه كراچی.

(۱۵)// // // // // // // قعدہ چھوڑ کر // // // سجدۂ سہو کر کے// // //

(۱۶)// // // // // // // // // // // // // // بغیر سجدۂ سہو کئے // // //

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نماز ہوگئی اور اخیر کی دو رکعت ہوگئیں پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں[۱]۔ (۲) پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں دوسری دو رکعت ترک سجدہ کی بناء پر واجب الاعادہ ہیں[۲]۔ (۳) اس حالت میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا بلاضرورت سجدۂ سہو کے اضافہ کی وجہ سے کراہت آ گئی۔ (۴) صحیح ہوگئی اور چاروں رکعت درست ہوگئیں[۳]۔ (۵) ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی پہلی دو رکعت صحیح ہوگئیں[۴]۔ (۶) ترک سجدۂ سہو کی بناء پر واجب الاعادہ ہے۔ (۷) کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی[۵]۔ (۸) ایضا۔ (۹) اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئیں (۱۰) اخیر کی دو رکعت کا اعادہ واجب ہے۔ (۱۱) سجدۂ سہو کی وجہ سے کراہت پیدا ہوگئی۔ (۱۲) سب صحیح ہوگئی۔ (۱۳) (۱۴) دو رکعت کا اعادہ واجب ہے۔ (۱۵) کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی۔ (۱۶) ایضاً۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۲/ ۵۹ھ

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف

---

[۱] وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة والحال أنه لم يقعد على ركعتين منها قدر التشهد تجزئ عن تسليمة واحدة أى عن ركعتين وهو المختار (كبيرى ص۴۰۸، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. مطبوعه رحيميه ديوبند ص ۳۹۰، فصل فى النوافل . تراويح)

[۲] وتعاد وجوبا فى العمد والسهو إن لم يسجد له (درمختار على الشامى كراچى ص: ۱/۴۵۶، باب صفة الصلوة، مطلب واجبات الصلوة)

[۳] وان قعد فى الثانية قدر التشهد إختلفوا فيه فعلى قول العامة تجوز عن تسليمتين وهو الصحيح. (عالمگيرى كوئٹه ص۱۱۸، فصل فى التراويح) (حاشیہ ۴ و ۵ اگلے صفحہ پر)

مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کیلئے کھڑا ہوگیا

سوال:- زید نماز مغرب پڑھ رہا تھا تیسری رکعت کے بعد بجائے سلام پھیرنے کے کھڑا ہونے لگا مگر مقتدی بیٹھے رہے اور زید بھی کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تھا کہ فوراً بیٹھ گیا پھر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا آیا نماز ہوگئی یا نہیں یا دوبارہ لوٹانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں اگر سجدۂ سہو کرلیا ہو۔ **وإن قعد في الرابعة قدر التشهد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح درمختار قال الشامي قوله مثلاً أي اوقعد في ثالثة الثلاثي أو في ثانية الثنائي** طحطاوی[1] ص۲۱۴ ج۱، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب تھا فرض ادا ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ) [4] وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة فهو على وجهين اما إن قعد في الثانية أو لم يقعد فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الاول فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الرابعة كان عليه قضاء ركعتين إلى قوله وقال بعضهم تجزئ عن تسليمة واحدة وعلى هذا الخلاف إذا انتقل بثلاث ركعات ولم يقعد في الثانية، قاضي خان على الهندية ص ۲۴۰ ج ۱ فصل في السهو، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، تاتارخانية ص ۶۶۴ ج ۱ الفصل الثالث عشر في التراويح، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحة واحدة بتسليمة واحدة، مطبوعه إدارة القرآن كراچي، المحيط البرهاني ص ۲۵۸ ج ۲ الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر، نوع آخر فيما إذا صلى الإمام ترويحة وحدة بتسليمة واحدة، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[5] تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغي الجواز اعتباراً بصلاة المغرب لكن الأصح عدمه لانه قد فسدما إتصلت به القعدة وهو الركعة الأخيرة لان التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها (شامي زكريا ص ۴۷۹ ج ۲، باب الوتر والنوافل. قبيل مبحث المسائل الستة عشرية)

(صفحہ ہذا) [1] طحطاوي على الدر ص ۲۱۴ ج ۱، باب سجود السهو، شامي نعمانيه ص ۵۰۲ ج ۱، شامي كراچي ص ۸۷ ج ۲، باب سجود السهو، شامي زكريا ص ۵۵۳ ج ۲، مجمع الأنهر ص ۲۲۴ ج ۱ باب سجود السهو، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

صلوٰۃ رباعی میں امام کا سجدۂ سہو کرنا

سوال:- چار رکعت والی نماز میں امام کو سجدۂ سہو لاحق ہو گیا امام نے دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیر دیا پھر یاد آیا کہ چار رکعت والی نماز ہے پھر دو رکعت ادا کی تو وہ ہی سجدہ کافی ہو گیا یا اور کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ختم نماز پر دوبارہ سجدۂ سہو کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذی الحجہ ۵۷ھ

چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا

سوال:- اگر چار رکعت والی فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کو آخری رکعت میں بھول کر پڑھ لی تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دار العلوم دیوبند

---

[1] فی البحر (قوله ولو سجد للسهو فی شفع التطوع لم یبن شفعا آخر علیه) لان السجود یبطل لوقوعه فی وسط الصلوٰة وهو غیر مشروع (الی قوله) کالمسافر اذا نوی الا قامة بعدما سجد للسهو یلزم الاربع ویعید السجود اهـ (البحر الرائق ص ۱۰۵ تا ۱۰۶ ج ۲، (بقیہ حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

بھول کر سلام پھیرنے کے بعد تکمیلِ صلوٰۃ

سوال: - اگر صلوٰۃ رباعیہ میں بھول کر دو پر سلام پھیر دے اور قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر چلدے اور پھر یاد آ جائے تو اس پر بنا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ طحطاوی میں لکھتے ہیں کہ جب تک مسجد سے خارج نہ ہو جائز ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اور کتب میں بھی یہی لکھا ہے ملاحظہ ہو[۱] بحر وطحطاوی[۲] علیٰ الدر المختار ومنیة وغنیة[۳] وغیرہ۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/ ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/صفر ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۰/۲/ ۶۱ھ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) مطبوعہ پاکستان، باب سجود السهو) طحطاوی مع المراقی ص ۳۸۴، ۳۸۳ باب سجود السهو طبع مصر فتاوی التاتارخانية ص ۷۳۹ ج ۱ نوع اخر فيمن يصلى التطوع ركعتين ويسهو فيهما ويسجد للسهو بعد السلام ثم اراد أن يبنىٰ عليهما ركعتين، طبع ادارة القرآن كراچى.

۲ وضم اقصر سورة الخ. فى الاولين من الفرض وهل يكره فى الاخريين المختار لا (درمختار) اى لايكره تحريماً بل تنزيها لانه خلاف السنة قال فى المنية وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدتا السهو فى قول ابى يوسف لتأخير الركوع عن محله وفى اظهر الروايات لايجب لان القرأة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لاوجب الخ. (الشامى نعمانيه ص ۳۰۸ ج ۱، شامى ص ۴۵۹ ج ۱، مطبوعه دارالفكر، باب صفة الصلاة. مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم الخ) ولوضم السورة الى الفاتحة فى الاخريين لاسهوعليه (البحر ص ۹۴ ج ۲، مطبوعه كوئٹه، پاكستان. باب سجود السهو، فتاوى التاتارخانية ص ۷۱۶ ج ۱ الفصل السابع عشر فى سجود السهو نوع آخر فى بيان يجب به سجود السهو وما لا يجب، طبع ادارة القرآن كراچى.

(صفحہ ہذا) ۱ وإن توهم مصلى الظهر أنه أتمها فسلم ثم علم أنه صلى ركعتين أتمها (بقیہ ۲، ۳ اگلے صفحہ پر)

جمعہ میں سجدۂ سہو

سوال:-نماز جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ نماز جمعہ وعیدین میں بوجہ کثرت ازدحام سجدۂ سہو ساقط ہے کثرت ازدحام کی کیا تعریف ہے اگر امام کے ساتھ اس قدر آدمی ہوں کہ امام کی آواز ہر ایک کو یا اکثر کو سنائی دے تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں اگر اس حالت میں سجدۂ سہو کرے گا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے اور ازدحام اس قدر ہو کہ مقتدیوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سلام ختم نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کیلئے ہے اور اس سے مقتدیوں میں تشویش پیدا ہو جائے تو امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے، **ولا یأتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة بکثرة الجماعة مراقی الفلاح**[1] **ص ۲۷۹.**

اگر ازدحام اس قدر نہ ہو بلکہ امام سمجھتا ہے کہ مقتدیوں کو تشویش نہ ہوگی اور سب کو بسہولت معلوم ہو جائے گا کہ یہ سلام سہو کے لئے ہے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے۔ **قال الطحطاوی قوله بکثرة الجماعة الباء للسببیة وهی متعلقة لقوله للفتنة واخذ العلامة الوانی من هٰذه السببیة ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما اذا لم یحضروا فالظاهر**

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) وسجد للسهو الی قوله وحکمه أنه إن کان فی المسجد ولم یتکلم وجب علیه أن یأتی به وإن انصرف عن القبلة لأن سلامه لم یخرجه عن الصلاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۱ ج۲ باب سجود السهو.

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ص۳۱۵ ج۱ باب سجود السهو مطبوعه دار المعرفه بیروت.

[3] غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۴۶۲ فصل فی سجود السهو طبع لاهور.

(صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۷۹، مطبوعه مصر، باب سجود السهو، فتاوی الهندیه کوئٹه ص۱۲۸ ج۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۶۰ ج۲ باب سجود السهو.

السجود لعدم الداعی الیٰ الترک وھو التشویش[1] ص ۲۷۹.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۷/ج ۲/ ۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ ۲۰/ج ۲/ ۵۲ھ

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال: -اگر جمعہ یا عید کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدۂ سہو کرلیا جائے اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کیلئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے[2]۔ طحطاوی ص ۲۵۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] طحطاوی علیٰ المراقی ص ۳۷۹، مطبوعہ مصری، باب سجود السھو، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۶۰ ج ۲ باب سجود السھو فتاوی الھندیہ کوئٹہ ص ۱۲۸ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السھو.

[2] ولا یأتی الإمام بسجود السھو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة أی افتتان الناس وکثرة الھرج (بکثرة الجماعة) الباء للسببیة وھی متعلقة بقول للفتنة واخذ العلامة الوانی من ھذہ السببیة ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیرا ما اذا لم یحضروا فالظاھر السجود لعدم الداعی الی الترک وھو التشویش طحطاوی مع المراقی ص ۳۷۹ باب سجود السھو مطبوعہ المصری، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۶۰ ج ۲ باب سجود السھو فتاوی الھندیہ کوئٹہ ص ۱۲۸ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السھو.

جماعت کثیرہ ہوتو سجدۂ سہو ساقط ہے

سوال:- اگر نماز جمعہ یا تراویح میں واجب ترک ہوجائے تو وہاں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا یا معاف ہے۔ جیسے نماز عیدین میں بسبب کثرت ہجوم کے سجدۂ سہو معاف ہے جیسے اور نمازوں میں قعدہ میں بیٹھا تھا کھڑا ہوگیا یا مقدار تین تسبیح خاموش کھڑا رہا وغیرہ تو یہاں پر سجدۂ سہو لازم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جمعہ، عیدین، تراویح میں اگر جماعت زیادہ ہو اور مقتدیوں کی تشویش کا خیال غالب ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے اور اگر مقتدیوں کی تشویش کا غالب خیال نہیں مثلاً جماعت مختصر ہے کہ سب کو سجدۂ سہو کا علم ہوجائے گا اور تشویش نہ ہوگی تو جس صورت میں کہ کوئی واجب سہواً ترک ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا ولا یأتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنه بکثرة الجماعة وبطلان صلاة من یری لزوم المتابعة وفساد الصلوٰة بترکه اھ مراقی الفلاح قوله بکثرة الجماعة الباء للسببیة وهی متعلقة بقوله للفتنة واخذالعلامة الوانی من هذه السببیة ان عدم الجواز مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما إذا لم یحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعی الی الترک وهوالتشویش اھ طحطاوی[1] وقال الشامی الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواهما کذلک کمابحثه الی قوله لیس المراد عدم جوازه بل الاولیٰ ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة اھ ردالمحتار[2] ص ۷۸۷. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۶/رمضان ۱۳۵۵ھ

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۹، مطبوعه مصری باب سجود السهو.

[2] شامی نعمانیه ص ۵۰۵، ج ۱، وکراچی ص ۹۲ ج ۲، باب سجود السهو، فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۱۲۸ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے

سوال:- اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں ایک سجدہ غلطی سے کیا ہو دوسری رکعت میں یاد آ جائے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب یاد آئے جب ہی سجدہ کر لے اگر دوسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آئے تو اس وقت کرے ورنہ اگر قیام قعود وغیرہ میں یاد آئے تو اس وقت کر کے جس رکن کو وسط میں چھوڑ کر سجدہ کیا ہے اسکا اعادہ کرے، **لوترک سجدة من رکعته فتذکر ها فی اٰخر صلوٰة سجدها وسجد للسهو لترک الترتیب فیه ولیس علیه اعادة ماقبلها بحر الرائق**[1] **ص ۹۴ ج ۲، وان کان اماماً وصلیٰ رکعة وترک منها سجدة فصلی رکعة اخریٰ وسجدلها فتذکر المتروکة فی السجود فانه یرفع رأسه من السجود ویسجد المتروکة ثم یعود ماکان فیها لانها ارتفضت فیعید ها استحساناً**[2] اور سجدہ سہو کر کے نماز ختم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۵/۲/۵۳ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد ۱۵/صفر ۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۵/صفر ۵۳ھ

---

[1] البحر الرائق ص ۹۴ ج ۲، باب سجود السهو، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی، فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۱۲۷ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، تاتارخانیة ص ۷۴۴ ج ۱ الفصل السابع عشر نوع آخر فی المتفرقات، طبع ادارة القرآن کراچی.

[2] فتاوی قاضی خان علی الهندیه ص ۱۲۷ ج ۱، مطبوعه کوئٹه، فصل فیما یوجب السهو ومالا یوجب الخ، المحیط البرهانی ص ۳۳۵ ج ۲ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی المتفرقات طبع المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، فتاویٰ عالمگیریه کوئٹه ص ۱۲۷ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا

سوال:- اگر کوئی شخص رکوع میں جانے کے بجائے بھولے سے سجدہ میں چلا جائے تو وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لوٹ کر آئے، رکوع کرے، پھر سجدہ کرے، اور سجدۂ سہو بھی کرے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بغیر رکوع کئے سجدہ میں جانا پھر اٹھنا

سوال:- ہمارے امام صاحب نے فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی پھر بغیر رکوع کئے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں کسی مقتدی نے زور سے کہا کہ رکوع نہیں ہوا تو پھر رکوع میں آ گئے اور پھر سجدہ کیا اور قدرے تشہد کے بعد پھر سجدۂ سہو کیا تو کیا اس طرح کرنے سے نماز ادا ہوگئی اور جس مقتدی نے یہ کہا کہ رکوع نہیں ہوا اس کی نماز بھی درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس مقتدی نے امام کو اس طرح کہا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی[۲]، اسکے اس طرح کہنے سے اگر

---

[۱] فیجب بتقدیم رکن نحو ان یرکع قبل ان یقرأ و یسجد قبل ان یرکع هذا التمثیل غیر واقع فی محله لان الرکوع قبل القرأة والسجود قبل الرکوع غیر معتدبه حتی یفترض علیه اعادة الرکوع بعدالقرأة واعادة السجود بعد الرکوع علی ما مرّ من ان الترتیب بین مالایتکرر فی الرکعة الواحدة وبین غیره فرض واذا لم یقع ذلک معتدابه لایکون فیه تقدیم الرکن نعم إذا فعل ذلک یجب علیه سجود السهو لتاخیر الرکن بسبب الزیادة التی زادها الخ. (کبیری ص ۴۵۶، مطبوعه لاهور پاکستان، فصل فی سجود السهو) شامی زکریا ص ۵۳ ا ج ۲ باب صفة الصلاة، شامی کراچی ص ۴۶۱ ج ا البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۷ ج ا باب صفة الصلاة.

[۲] إذا تکلم فی صلاته ناسیاً او عامداً خاطئاً أو قاصداً قلیلاً او کثیراً تکلم لإصلاح صلاته بأن قام الإمام فی موضع القعود فقال له المقتدی أقعد أو قعد فی موضع القیام فقال له قم اولا لإصلاح الصلاة ویکون الکلام من کلام الناس استقبل الصلاة عندنا کذا فی المحیط (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام کو خود بھی یاد آ گیا کہ رکوع نہیں ہوا اور وہ اپنی یاد پر اٹھا اور رکوع وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کر لیا تو امام کی نماز ہوگئی[1]، اور بقیہ سب مقتدیوں کی بھی ہوگئی، اگر امام کو یاد نہیں آیا محض اسکے کہنے پر کھڑا ہو گیا تو کسی کی نماز نہیں ہوئی، سب کو لوٹانا ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال: - چار رکعت نماز سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہوں دوسری رکعت میں **التحیات** کے بعد درود پڑھ گیا اس کے بعد یاد آیا چاروں رکعت پوری کر لیں کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کرنا چاہئے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) الفتاوی الهندية ص۹۸ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد وما يكره فيها، مطبوعه كوئٹه، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۷۲، ۳۷۰ ج ۲ / المحيط البرهانی ص ۱۴۶ ج ۲ الفصل الخامس فی بيان ما يفيد الصلوة وما لا يفسد مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

(صفحہ ہذا) [1] وكذا اذا سجد فی موضع الركوع (الی قوله) ففی هذه الفصول كلها يجب سجود السهو (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۲۷ ج ۱، باب سجود السهو، مطبوعه المصر) حلبی كبير ص ۴۵۶ فصل فی سجود السهو طبع سهيل اكيڈمی لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۷ ج ۱ باب صفة الصلوة.

[2] ان حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقا ای سواء شرع فی التلاوة قبل تمام الفتح اوبعده لو جود التعلم وان حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا. (شامی زکریا ص ۳۸۲ ج ۲، باب يفسد الصلاة وما يكره، مطلب المواضع اللتی لا يجب فيها ردالسلام)، فتاوی الهندية ص ۹۹ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق كوئٹه ص ۶ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها.

[3] ولا يصلی علی النبی صلی الله عليه وسلم فی القعدة الاولیٰ فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلی ناسياً فعليه السهو (درالمختار علی الشامی نعمانيه ص ۴۵۴ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۴۵۶ ج ۲، باب الوتر والنوافل، فتاوی الهندية ص ۱۲۷ الباب الثانی عشر فی سجود السهو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سنت و وتر کے قعدہ اولیٰ میں درود کا حکم

سوال: - چار رکعت والی نماز سنت و وتر میں دو رکعت کی التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟ یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چار رکعت سنت مؤکدہ اور وتر میں اگر دو رکعت پر بھول کر قعدہ اخیرہ سمجھتے ہوئے درود شریف پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو

سوال: - دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھ رہا ہوں دوسری رکعت میں بجائے زانو پر ہاتھ رکھنے کے نیت باندھ لی مگر فوراً یاد آ گیا کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے، جب کہ وقفہ تین تسبیح سے کم لگا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) مطبوعہ کوئٹہ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۶ باب سجود السهو مطبوعه مصری، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۴۴ ج ۲ باب سجود السهو.

(صفحہ ہذا) [1] ولوزاد فی التشهد فی القعدة الاولی علی التشهد شیئاً نظر ان قال اللهم صلی علی محمد وعلی آل محمد یجب علیه سجود السهو (کبیری ص ۴۶۰، مطبوعه لاهور پاکستان، فصل فی سجود السهو. تاتارخانیه ص ۷۲۳ ج ۱، نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو. درمختار ص ۴۵۴ ج ۱، مطبوعه نعمانیه. باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل)

[2] انه لا یجب الا بترک الواجب من واجبات الصلاة فلا یجب بترک السنن والمستحبات الخ (کبیری ص ۴۵۵، فصل فی سجود والسهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۴ باب سجود السهو، مطبوعه مصر، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں

سوال:- امام صاحب نے تکبیر تحریمہ بآواز بلند نہ کہا اسماعِ غیر نہیں ہوا اور دوسری تکبیرات بآواز کہا تب سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام صاحب پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا پھر بھی سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی یا نہیں ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نماز میں ترک مستحبات پر بھی سجدۂ سہو کرسکتا ہے نماز میں کوئی نقصان نہ ہوگا کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تکبیرات آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا[۱] مستحب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا[۲] اگر اس گمان سے سجدۂ سہو کرلیا کہ واجب ہوگیا تھا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی، **لوظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لاسهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد (درمختار) (قوله فالاشبه الفساد) وفی الفیض وقیل لاتفسد وبه یفتی وفی البحر عن الظهیریه قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لاتفسد لان الجهل فی القراء غالب** (شامی[۳] ص ۴۰۳ ج ۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۱۰/۱/ ۹۳ھ

---

[۱] وسننها رفع الیدین للتحریمة الی قوله وجهر الإمام بالتکبیر بقدر حاجته للإعلام بالدخول والإنتقال (وسننها) ترک السنة لا یوجب فساداً ولا سهواً، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۰ ج ۲ باب صفة الصلوة.

[۲] فلا یجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ والتسمیة والثناء والتأمین وتکبیرات الانتقالات حلبی کبیر ص ۴۵۵ فصل فی سجود السهو مطبوعه لاهور، الفتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۴ باب سجود السهو طبع مصر.

[۳] الشامی نعمانیه ص ۴۰۳ ج ۱، مطبوعه زکریا ص ۳۵۰ ج ۲، شامی کراچی ص ۵۹۹، ج ۱، قبیل باب الاستخلاف، تاتارخانیة ص ۷۴۳ ج ۱ باب سجود السهو نوع آخر فی المتفرقات طبع ادارة القرآن کراچی، حلبی کبیر ص ۴۶۵ فصل فی سجود السهو طبع لاهور.

قیام میں تشہد

سوال: -فرض نماز کی پہلی دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنے کے بعد بھول کر بجائے سورت پڑھنے کے اگر التحیات پڑھ دی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سجدۂ سہو واجب ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو

سوال: -ولو صلی اربعاً بتسلیمة ولم یقعد فی الثانیة ففی الاستحسان لاتفسد وھی اظھر الروایتین عن ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ واذا لم تفسد قال محمد بن الفضل تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة وھو الصحیح کذا فی السراج الوھاج وھٰکذا فی فتاویٰ قاضی خاں وعن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الیٰ الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ماسجد للثالثة فان اضاف الیھا رکعة اخریٰ کانت ھذہ الاربع عن تسلیمة واحدة وان قعد فی الثانیة قدر التشھد اختلفوا فیه فعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھٰکذا فی فتاویٰ قاضی خاں عالم گیری[2] ص۷۵ ج ۱ ازامدادی الفتاویٰ

---

[1] وذکر الناطفی فی الاجناس عن محمد لوتشھد فی قیامه قبل قرأة الفاتحة فلاسھو وبعد ھا یلزم (کبیری ص ۴۶۰، مطبوعه لاھور، فصل فی سجود السھو. تاتار خانیه ص ۷۲۰، ج ۱، مطبوعه کراچی پاکستان، نوع آخرفی بیان مایجب به سجود السھو الخ)، فتاوی الھندیة ص۱۲۷ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السھو طبع کوئٹه.

[2] عالمگیری کوئٹه ص۱۱۸ ج ۱ الباب التاسع فی النوافل فصل فی التراویح.

اس پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صلوٰۃ فجر میں قعدہ بھول گیا اور ثالثہ کا سجدہ کرلیا تو رابعہ ملانے سے ۴ رنفل نہ ہوں بلکہ دو ہوں، اسی طرح ظہر میں خامسہ کے ساتھ سادسہ ملانے سے بجائے چھ کے چار نفل نہ ہوں حالانکہ جہاں تک بندہ کا خیال ہے فجر میں ۴ راور ظہر میں ۶ کا نفل ہونا مذکور ہے جو تحقیق ہو مطلع فرمادیں نیز جس طرح فرض میں قعدہ ثانیہ چھوٹ گیا اور دو نفل ملائے تو سجدہ سہو نہیں اسی طرح نوافل میں بھی نہ ہونا چاہئے حالانکہ سجدہ سہو کا وجوب اس صورت میں ظاہر ہے اگر چہ عالمگیریہ میں اس کو ذکر نہیں کیا۔

اور اگر ثالثہ کے سجدہ سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو بھی سجدۂ سہو ضروری ہے حالانکہ عالمگیریہ کی عبارت (**ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم**) سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے اسکی کیا وجہ ہے نیز عالمگیریہ میں جو حکم محرر ہے اس میں اگر چار رکعت تراویح یا نوافل کی نیت کی اور قعدہ اولیٰ یاد نہ رہا یا دو رکعت کی نیت کی اور ثانیہ پر قعدہ بھول کر ۴ ررکعت پڑھ لی دونوں صورتیں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے، نیز چار رکعت نوافل میں بھول کر قعدہ اولیٰ پر سلام پھیر دیا بعدہ جدید تکبیر کے بغیر باقی دو رکعت پڑھی یا دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ بقدر تشہد بیٹھ کر بھول کر تیسری اور چوتھی بھی ملالی تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو ہوگا یا نہ اور قدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا تو تیسری کے سجدہ سے پہلے اگر یاد آ گیا تو عود کر کے سلام پھیرنا زیادہ افضل ہے یا کہ تیسری اور چوتھی کا پورا کرنا۔

فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہٗ

مدرس مدرسہ مدنیۃ العلوم بھینڈہ ضلع حیدرآباد سندھ ۲۱ ربیع الاول ۶۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سوال میں متعدد جزئیات کو دریافت کیا گیا ہے اسلئے ان جزئیات پر احقر نے نمبر لگادیئے، تاکہ جواب کے انطباق میں سہولت ہو۔

(۱) فتاویٰ عالمگیری کا یہ جزئیہ دیگر کتب میں بھی مذکور ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ دو رکعت

صحیح ہوئی اور دو فاسد اگر یہ مطلب ہوتا تو قیاس کی گنجائش نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت تراویح (سنت موکدہ) اور دو نفل اسی وجہ سے تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة کہا، ورنہ کہتے "صحت الرکعتان"۔ یعنی قائم مقام ۴ رتراویح کے نہیں ہوں گی بلکہ دو تراویح ہوں گی جیسا کہ ظہر کی صورت میں خامسہ وسادسہ قائم مقام دو رکعت سنت مؤکدہ بعدیہ نہیں ہوتی یہ مطلب نہیں کہ ان کی نفلیت بھی باطل ہوگئی وضم الیھا سادسة لتصیر الرکعتان له نفلاً وسجد للسهو ولاتنوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض فی الاصح اھ درمختار[1] باب سجود السهو. حالانکہ اس صورت میں قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے کہ ۴ رفرض بھی صحیح ہو گئے اور دو نفل بھی مگر چونکہ سنن بعدیہ کو تحریمہ مستقلہ کیساتھ پڑھنا چاہئے اسلئے یہ دو رکعت انکے قائم مقام نہیں ہوں گی۔

(۲) فرض میں قعدہ ثانیہ چھوڑ کر نفل ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کی وجہ درمختار میں موجود ہے ولایسجد للسهو علیٰ الاصح لان النقصان بالفساد لاینجبر اھ، علامہ شامی فرماتے ہیں قوله لان النقصان ای الحاصل بترک القعدة لاینجبر بسجود السهو اس پر اشکال فرماتے ہیں فان قلت انه وان فسد فرضاً فقد صح نفلاً ومن ترک القعدة فی النفل ساهیاً وجب علیه سجود السهو فلماذا لم یجب علیه السجود نظراً لهٰذا الوجه اھ اس کا جواب دیا ہے۔ قلت انه فی حال ترک القعدة لم یکن نفلاً انما تحققت النفلیة بتقیید الرکعة بسجدة والضم فالنفلیة عارضة ردالمحتار[2] ص ۷۰۰ ج ۱ اس سوال سے معلوم ہوا کہ نفل میں ترک قعدہ کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہونا چاہئے، یعنی جب وہ چار فرض ترک قعدہ کی وجہ سے نفل ہو گئے اور ان میں قعدہ چھوٹ گیا تو اس کی مکافات کیلئے سجدہ

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار زکریا ص ۵۵۴/۵۵۳ ج ۲ باب سجود السهو، فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۱۲۹ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، فتاوی التاتارخانیة ص ۲۷/۲۶/۷ ج ۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو نوع اخر فیمن صلی الظهر خمسا طبع ادارة القرآن کراچی.

[2] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۵۳ ج ۲ باب سجود السهو، شامی نعمانیة ص ۵۰۳ ج ۱.

سہو لازم ہو، جواب کا حاصل یہ ہے، سجدہ سہو کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ نماز ابتداءً نفل ہوتی حالانکہ یہ ابتداءً فرض تھی اور ترک قعدہ اور ضمِ خامسہ کے بعد نفل ہوئی لہٰذا سجدۂ سہو ساقط ہے، نفل کے متعلق شیخینؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے امام محمدؒ ترک قعدہ سے فساد کے قائل ہیں اور شیخین ضم ثالثہ کے وقت درمیانی قعدہ کے وجوب کے قائل ہیں، مشائخ کی تصحیح بھی مختلف ہیں لہٰذا قول شیخین کے موافق تو سجدہ سہو کا لزوم اصل ہے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق نفل فاسد ہوگئی، پھر آپ کا یہ تحریر کرنا کہ نوافل میں بھی سجدۂ سہو نہیں ہونا چاہئے یہ کس قول کے موافق ہے، او صلی اربعاً فاکثر ولم یقعد بینهما استحساناً لانه بقیامه جعلها صلوٰة واحدة فتبقی واجبة والخاتمة هی الفرضیة وفی التشریح صلی الف رکعة ولم یقعد الافی اٰخرها صح خلافاً لمحمدؒ ویسجد للسهو اهـ درمختار فتبقی واجبة ای کما فی نظیره من الفرض الرباعی فان قعدة الاولیٰ فیه واجبة لایبطل بترکها والفریضة اللتی. یبطل بترکها انما هی الاخیرة قوله صح خلافا لمحمدؒ لانه یقول بفساد الشفع بترک قعدته کماهو القیاس وقد مرلکن قوله صح مبنی علیٰ ان مازاد علی الاربع کالاربع فی جریان الاستحسان فیه وهوقول لبعض المشائخ وقد علمت اختلاف التصحیح فیه. قوله ویسجد للسهو سواء ترک القعدة عمداً او سهواً نعم فی العمد یسمی سجود عذر عن النهر وسیأتی ان المعتمد عدم السجود فی العمدط اهـ ردالمحتار[1] ص ۶۵۲ ج ۱ باب النوافل.

(۳) عالمگیری کی اس عبارت میں اگر چہ سجدۂ سہو کا ذکر نہیں، لیکن اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور یہاں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بحث سجدۂ سہو میں خود عالمگیری[2] میں ایک کلیہ بیان

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص ۴۶۸ ج ۱، مطبوعه نعمانیه دیوبند، مطبوعه زکریا ص ۴۸۳ ج ۲، باب الوتر والنوافل. بحث المسائل الستة عشریة.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۶، ج ۱، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، المحیط البرهانی ص ۳۰۸ ج ۲ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل گجرات، تاتارخانیة ص ۷۱۴ ج ۱ کتاب الصلوة الفصل السابع عشر فی سجود السهو النوع الاول طبع، ادارة القرآن کراچی.

کردیا ہے،وحکم السھو فی الفرض والنفل سواء کذافی المحیط اھ ص۱۲۶اور جس مسئلہ میں فرق ہے اس کو ذکر کردیا۔

(۴) دونوں صورتیں اس حکم میں برابر ہیں کوئی فرق نہیں، جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو شفعۂ اولیٰ تام ہوگیا اگر چہ ۴ رکی نیت کی تھی اس نیت کا اعتبار نہیں بلکہ شروع کرنے سے دو ہی لازم ہوتی ہیں جب ثالثہ کیلئے کھڑا ہوا تو یہ شفعہ ثانیہ متصلہ ہوگا۔ بوقت قیام اگر تکبیر کہی ہے تو وہی تحریمہ ہے اگر چہ بہ نیت قیام الیٰ الثالثہ کہی ہو اسکے بعد جو شفعہ پڑھے گا وہ صحیح ہوگا، اگر نہیں کہی تو شفعہ ثانیہ کا شروع صحیح نہیں ہوا فقہ میں اسکی نظیریں موجود ہیں کہ نفس تکبیر کو اگر چہ تحریمہ کے علاوہ کسی اور نیت سے کہی ہو تو بمنزلہ تکبیر تحریمہ کے قرار دیا گیا ہے اور نیت کا اعتبار نہیں کیا گیا یہ پہلی صورت کا حکم ہے، دوسری صورت بالکل ظاہر ہے کہ شفعۂ اولیٰ پر ثانیہ کی بناء صحیح ہے اگر چہ بوقت شروع ایک ہی شفعہ کی نیت کی تھی کل شفع منه صلوٰة اھ درمختار کانه واللّٰه اعلم لتمکنه من الخروج علیٰ رأس الرکعتین فاذا قام الیٰ شفع اٰخر کان بانیا صلوٰة علیٰ تحریمة صلوٰة ومن ثم صرحوا بانه لو نویٰ اربعاً لایجب علیه بتحریمتها سوی الرکعتین فی المشهور عن اصحابنا وان القیام الیٰ الثالثه بمنزلة تحریمة مبتدأة حتی ان فساد الشفع الثانی لایجب فسادالشفع الاولیٰ اھ شامی[1] ص۴۲۸ ج ۱، باب صفة الصلوٰة. لہٰذا دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں، بظاہر چوتھی کا پورا کرنا افضل ہے کیونکہ شفع ثانیہ کی بنا صحیح ہے،قال اللّٰه تعالیٰ وَلاَتُبْطِلُوْ اَعْمَالِکُمْ الآیة[2]. آیت کا تقاضا یہ ہے کہ عود جائز نہ ہو جیسا کہ لزم النوافل بالشروع کا تقاضا ہے،قال فی الدر المختار ولزم نفل شرع فیه بتکبیرة الاحرام او بقیام الثالثة شروعاً صحیحاً قصداً اھ قوله او بقیام الثالثة ای وقدا دی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۰ ج ۲، باب صفة الصلاة، مطلب کل شفع من النفل صلاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۶ ج ۲ باب الوتر والنوافل، زیلعی ص ۱۷۳ ج ۱ باب الوتر والنوافل مکتبۂ امدادیه ملتان.

[2] سورہ محمد، آیت: ۳۳، اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو (بیان القرآن)

الشفع الاولیٰ صحیحاًفاذا افسد الثانی لزمه قضائه فقط ولایسری الیٰ الاول لان کل شفع صلوٰة علیٰحدة بحر اھ. شامی[۳] ص ۶۴۵ ج ۱، باب النوافل، لیکن چونکہ شفعہ ثانیہ کی بناء قصداً نہیں کی بلکہ بھول کر کی ہے اس لئے عود کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ هکذا یفهم.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۵/ ۶۷ھ

سجدۂ سہو کے بعد قیام کرلیا

سوال:- ایک شخص نے فرض نماز میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد التحیات بیٹھ کر نہیں پڑھی اور سیدھا غلطی سے کھڑا ہوگیا، اب قیام کی حالت میں یاد آیا کہ تجھے بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرنا تھا، تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ یا اگر قیام کی حالت میں ہی سلام پھیر دے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ التحیات، درود اور دعا نہ پڑھے اور صرف کھڑے ہوتے ہی سلام پھیر دے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر التحیات پڑھ کر پھر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے، السجدة المتقدمة لاترفع النقصان المتأخر[۲]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/ ۸۹ھ

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۷۴، ج ۲، مطبوعه نعمانیه ص ۴۶۳ ج ۱، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الحاجة، زیلعی ص ۱۷۴ ج ۱ باب الوتر والنوافل مطبوعه مکتبۂ امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۵۷ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

[۲] البحرالرائق ص ۹۹ ج ۲، مطبوعه کوئٹه، باب سجود السهو.

بجائے السلام کے اللّٰہ اکبر کے ذریعہ نماز ختم کرنا

سوال:- اگر سلام پھیرتے وقت سہواً السلام علیکم کی جگہ الله اکبر کہہ دے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لفظ السلام واجب ہے[1] اس کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہوگا[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدہ سہو سے اٹھتے وقت سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہنا

سوال:- امام سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے اللّٰہ اکبر کے سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے ہوئے اٹھے تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے الله اکبر کے اگر سہواً سمع الله لمن حمده کہہ دیا تو بھی سجدۂ سہو لازم نہیں نماز ہوگئی[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/ ۹۲ھ

---

[1] و لفظ السلام واجب علی الاصح (الدرالمختار نعمانیه ص ۳۱۴ ج ۱، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۶۸ ج ۱، مطلب لاینبغی ان یعدل عن الدرایة اذا وافقها روایة، باب صفة الصلاة)، الفتاوی الهندیه کوئٹه ص ۷۳ ج ۱ الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الثانی فی واجبات الصلوة، زیلعی ص ۱۰۶ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه امدادیه ملتان. وانه لا یجب الابتراک الواجب من واجبات الصلوة الخ (کبیری ص: ۴۵۵، فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

[2] اقول وقد ذکر فی الامداد بحثاً ان کون الاعادة بترک الواجب واجبة. (شامی ص ۴۵۷، ج ۱، مطبوعه دارالفکر شامی نعمانیه ص ۳۰۷ ج ۱، مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم الخ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رکوع سجدہ کی تسبیح بدل گئی

سوال:- چندروز قبل نمازِ عشاء میں ایک رکعت کے اندر جب میں پہلے سجدہ میں گیا تھا تو تین مرتبہ بجائے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھنے کے **سبحان ربی العظیم** پڑھ کر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے پھر **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** اور پھر **ربنالک الحمد** پڑھا اور **اللّٰہ اکبر** کہہ کر دوسرے سجدہ میں چلا گیا، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھول کر ایسا کر لینے سے نہ نماز فاسد ہوئی نہ سجدۂ سہو لازم ہوا[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/ ۸۸ھ

دعا قنوت بھول کر رکوع کر دیا

سوال:- رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو اب کیا کرنا چاہئے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) باب صفة الصلاة)، طحطاوی مع المراقی ص ۳۷۶ باب سجود السهو مطبوعه مصری، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۶ ج ۱ باب صفة الصلوة.

[۳] انه لا یجب الابترک الواجب من واجبات الصلاة فلا یجب بترک السنن والمستحبات کا لتعوذ والثناء والتأمین وتکبیرات الانتقالات والتسبیحات الخ (کبیری ص ۴۵۵، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب سجود السهو)، فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۴ باب سجود السهو مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [۱] تکبیرات انتقال وتسبیحات رکوع وسجود سنن صلاۃ میں سے ہیں اسلئے ان کے ترک یا تبدیلیٔ ترتیب سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا فلا یجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ والتسمیة والثناء والتأمین وتکبیرات الانتقالات والتسبیحات، حلبی کبیر ص ۴۵۵ فصل فی سجود السهو، طبع لاهور، الفتاوی الهندیه کوئٹه ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۷۴ باب سجود السهو طبع مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دعاءِ قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں پہونچ کر یاد آیا تو اب اس کو کھڑے ہوکر یا رکوع میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے[1] طحطاوی ص۲۵۰۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دعاءِ قنوت بھول گیا پھر سجدہ سہو کرلیا

سوال:- کیا وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا بھول جانے پر رکوع میں یاد آجائے تو پڑھ کر سجدۂ سہو کر سکتے ہیں یا بغیر دعاءِ قنوت پڑھے ہی سجدہ کر لینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں بغیر دعاءِ قنوت پڑھے ہی سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتذكر القنوت فى الركوع فانه لا يعود ولا يقنت فيه لفوات محله الى قوله ويسجد للسهو على كل حال لترك الواجب اوتاخيره الخ (طحطاوى مع المراقى ص۳۷۵، باب سجود السهو، مطبوعه مصر، حلبى كبير ص ۴۶۱ فصل فى سجود السهو طبع لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۲ ج ۲، باب الوتر والنوافل.

[2] لو نسيه اى القنوت ثم تذكره فى الركوع لايقنت فيه لفوات محله ولايعود الى القيام فى الاصح الىٰ قوله. وسجد للسهو (درمختار مع الشامى كراچى ص ۹ ج ۲، مطبوعه زكريا ص ۴۴۶ ج ۲، مطلب الإقتداء بالشافعىؒ .باب الوتر والنوافل)، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل، طحطاوى مع المراقى ص ۳۷۵ باب سجود السهو مطبوعه مصرى.

امام قنوت کو بھول کر رکوع میں چلا گیا پھر کھڑے ہو کر قنوت پڑھی اور رکوع سجدہ کیا

سوال:- جب کہ امام رمضان میں وتر پڑھا رہا ہے اور تیسری رکعت میں دعاءِ قنوت بھول گیا اور رکوع کے اندر چلا گیا یعنی خوب جھک گیا اور بہت مقتدیوں نے **الله اکبر** کا لقمہ دیا اور اب امام لقمہ لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور تکبیر کہی اور دعاءِ قنوت پڑھی اور پھر رکوع میں چلا گیا وہ وتر ہو گئے ہیں یا نہیں؟ شرعاً جواب دیجئے اور کتاب کا حوالہ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعائے قنوت بھول کر جب امام رکوع میں چلا گیا تو اس کو لوٹنا نہیں چاہئے تھا تاہم جب دوبارہ لوٹا اور دعاءِ قنوت پڑھی پھر دوبارہ رکوع کی ضرورت نہیں تھی اگر رکوع دوبارہ کر لیا تب بھی نماز صحیح ہو گئی بشرطیکہ سجدۂ سہو کر لیا ہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے، **لو تذکر القنوت فی الرکوع فانه لا یعود ولایقنت فیه لفوات محله ولوعاد وقنت لم یرتفض رکوعه لان القنوت لایقع فرضاً فلا یرتفض به الفرض ویسجد للسهو علی کل حال اهـ طحطاوی**[1] ص ۲۵۰، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دعاءِ قنوت یا التحیات سے پہلے بسم اللّٰہ پڑھنا

سوال:- اگر کوئی شخص **التحیات** یا دعاءِ قنوت سے پہلے پوری **بسم اللّٰہ** سہواً پڑھ لے تو تاخیرِ واجب کی بناء پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر قصداً پڑھے تو کیا حکم ہے؟

---

[1] طحطاوی مع المراقی مصری ۳۷۵، باب سجود السهو، حلبی کبیر ص ۴۶۱ فصل فی سجود السهو طبع لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۲ ج ۲ باب الوتر والنوافل.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا[1] قصداً میں سجدۂ سہو کا سوال ہی نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کو سجدہ سہو میں سہو ہو گیا تو مقتدی کیا کریں

سوال:- امام کو سہو ہوا، اس نے سجدہ سہو کر لیا اور اس کے بعد پھر یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے سجدۂ سہو ادا کیا یا نہیں بالآخر اس کو یقین ہوتا ہے کہ نہیں کیا اور پھر وہ سجدۂ سہو کرتا ہے ایسی حالت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب وہ دوسری دفعہ سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرائے تو مقتدی دونوں طرف سلام پھیر کر اپنی نماز

---

[1] چونکہ بعض روایات میں التحیات ودعائے قنوت سے پہلے بسم اللہ وارد ہے اور تشہد ابن مسعود کا پڑھنا اولی ہے واجب نہیں، لہٰذا سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اب اگر محض "بسم اللہ" زیادہ کی تو یہ جائز ہے اس لئے کہ روایات سے ثابت ہے اور اگر پوری "بسم اللہ" پڑھ دی تو یہ خلاف اولی ہوگا۔ مستفاد امداد الاحکام. کتاب الصلوۃ ص۲۹۳ ج۲ فصل فی سجود السهو طبع زکریا دیوبند، عن جابر رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا التشهد کما یعلمنا السورة من القرآن، "بسم الله وبالله التحیات لله والصلوات والطیبات لله السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین الحدیث ابن ماجه شریف ص۶۴ ابواب اقامة الصلوة باب ما جاء فی التشهد طبع مکتبه اشرفیه دیوبند. "ذکر السیوطی أن دعاء القنوت من جملة الذی أنزله الله علی النبی صلی الله علیه وسلم وکانا سورتین کل سورة ببسملة وفواصل احداهما تسمیٰ سورة الخلع، وهی بسم الله الرحمٰن الرحیم، اللهم إنّا نستعینک إلی قوله من یکفرک. والاخریٰ تسمیٰ سورة الحفد، وهی بسم الله الرحمن الرحیم اللهم ایاک نعبد الیٰ ملحق، طحطاوی مع المراقی ص۳۰۷ باب الوتر مطبوعه مصر.

[2] فلاسجود فی العمد الخ (درمختارعلی الشامی زکریا ص۵۴۳ ج۲، باب سجود السهو)، طحطاوی مع المراقی ص۳۷۶ باب سجود السهو مطبوعه مصر، تاتارخانیة ص۷۱۴ ج۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو نوع آخر ما یجب به سجود السهو ومالا یجب، طبع إدارة القرآن کراچی.

پوری کردیں۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ سہو بھول سے رہ گیا

سوال:- اگر سجدۂ سہو بھولے سے رہ جائے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا تو نماز کو لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اعادہ ضروری ہے تو تمام نمازوں میں یا خاص ظہر وعشاء کی نمازوں میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سجدہ بھولے سے رہ جائے اور کوئی کام نماز کے خلاف نہ کیا پھر یاد آئے تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے ورنہ دوبارہ پڑھے خواہ کوئی سی نماز ہو سجدۂ سہو کیلئے اس مسئلہ میں ظہر وعشاء کی تخصیص نہیں، فجر، عصر، مغرب، کا بھی یہی حکم ہے، کتب فقہ، درمختار وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غلطی سے سجدۂ سہو کرلیا گیا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ سہو واجب نہیں تھا

سوال:- نماز میں ایسی غلطی ہوئی جس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اگر لاعلمی میں سہو سمجھ کر

---

[۱] (مستفاد) واربعة اشياء اذا تعمد الإمام لايتابعه المقتدى، زاد فى صلاته سجدة عمداً الى قوله فإن لم يقيد الخامسة بالسجدة وعادو سلم سلم المقتدى معه وان قيد الخامسة بالسجدة سلم المقتدى الفتاوى الهنديه كوئٹه ص ۹۰ ج ۱ الباب الخامس فى الامامة الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابع، حلبى كبير ص ۵۲۸ فصل فى الامامة، الثامن فيما يتابع المقتدى فيه الامام وما لا يتابعه فيه طبع لاهور، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۵۵۳ ج ۲ باب سجود السهو.

[۲] ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً فى العمد والسهو ان لم يسجد له اى للسهو وان لم يعدها يكون فاسقاً (الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۴۵۶ ج ۱، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة)، طحطاوى مع المراقى ص ۳۷۶ باب سجود السهو مطبوعه مصر البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۶ ج ۱ باب صفة الصلوة.

سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز نہیں ہوئی نماز لوٹا لی جائے اس لئے اعادہ کیا گیا اگر موصوف کے کہنے کے مطابق نماز نہیں ہوئی اور یہ بات کچھ روز کے بعد معلوم ہوئی تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی اب کسی مکافات کی ضرورت نہیں۔ ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لاسهوفا لاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد اهـ درمختار وفی الفیض وقیل لاتفسد وبه یفتی وفی البحر عن الظهیریة قال الفقیه ابوالليث فی زماننا لاتفسد لان الجهل فی القراء غالب اهـ شامی[1] ص ۴۰۳ ج ۱، نعمانیه، باب الامامة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/ ۹۱ھ
الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

امام نے سجدۂ سہو کیا پھر معلوم ہوا سجدۂ سہو واجب نہیں تھا نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: -ایک شخص نماز پڑھا رہا تھا قراءت میں بھول گیا لقمہ دینے پر صحیح کرلیا مگر آخر میں سجدہ سہوہٗ بھی کیا جب کہ سجدۂ سہو واجب ہی نہیں تھا ایسی شکل میں یہ ایک فعل زائد ہوا تو نماز درست ہوئی یا اعادہ کرنا پڑے گا؟

---

[1] (شامی زکریا ص ۳۵۰، ج ۲، مطبوعه کراچی ص ۵۹۸.۹۹ ج ۱، مطلب فیما لو اتی بالرکوع والسجود او بهما مع الإمام اوقبله او بعده باب الامامة)، حلبی کبیری ص ۴۶۵ فصل فی سجود السهو مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیة ص ۷۴۳ ج ۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز درست ہوگئی، ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لاسهو فالا شبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد وفی الفیض وقیل لاتفسد وبه یفتی وفی البحر عن الظهیریة قال الفقیه ابواللیث فی زماننا لاتفسد لان الجهل فی القراء غالب. الدرالمختار علی هامش الشامی[1] ص۴۰۳ قبیل الاستخلاف. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/ ۹۶ھ

گمان سے سجدۂ سہو کرنا

سوال:- اگر زید کو وتر کی آخری رکعت میں (بحالت تشہد) غالب گمان ہوا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے، تشہد کے بعد زید نے سلام پھیرا اور سجدۂ سہو کی نیت سے سجدہ میں گیا، ابھی سجدۂ اولیٰ میں پہونچا تھا کہ اچانک یقین ہوگیا کہ دعائے قنوت پڑھی تھی اس نے سجدۂ سہو کو پورا کرلیا اس کے بعد اپنی نماز پوری کرلی زید کی نماز ہوئی یا نہیں مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز ہوگئی اسمیں زائد از زائد یہ ہوا کہ سلام اور دو سجدے اور ایک قعدہ وتر سے زائد ادا کیا تو کہا جائیگا کہ جب سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرا تو وہی سلام قطع صلوٰۃ کا سلام تھا اور اسی پر نماز وتر ختم ہوگئی تھی پھر جو کچھ کیا وہ نماز سے خارج کیا اسکی وجہ سے نماز پر اثر نہیں پڑیگا[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۵۹۹ ج۱، مطبوعہ زکریا ص۳۵۰ ج۲، قبیل باب الاستخلاف، البحر الرائق ص۱۰۰ ج۲ باب سجود السهو مطبوعه الماجدیه کوئٹه، حلبی کبیری ص۴۶۵ باب سجود السهو مطبوعه لاهور.

[2] ولو ظن الامام ان علیه سهوا فسجد وتابعه المسبوق ثم علم ان لاسهوعلیه ففیه روایتان والحق انها لاتفسد بزیادة سجدتین. (کبیری ص۴۳۸، باب سجود السهو، مطبوعه رحیمیه دیوبند)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام نے سہو کے گمان پر سجدۂ سہو کیا

سوال:- (۱) اگر منفرد یا امام نے اپنے گمان کی بنا پر سجدۂ سہو کرلیا اور بعد فراغت معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہ تھا تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ہوگا یا نہیں اور اگر اعادہ ہوگا تو فرض کے درجہ میں یا واجب کے درجہ میں، عبارات ذیل سے عدم اعادہ معلوم ہوتا ہے۔ **والعبارات الفقهيه هذا**

ولوظن الامام السهو فسجد له فتابعه (اى المسبوق) فبان ان لاسهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فى موضع الانفراد (وفى شرحه) وفى الفيض وقيل لاتفسد وبه يفتى وفى البحرعن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث فى زماننا لاتفسد لان الجهل فى القراء غالب الخ.

وقيل لاتفسد وبه يفتى سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مسبوق کی نماز کا حکم ہے جس نے امام مذکور کی متابعت کی ہے اور آخر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود امام کی نماز کا حکم بیان ہو رہا ہے جس نے بر بناء ظن سجدۂ سہو کرلیا ہے اس لئے کہ قراء سے مراد غالباً ائمہ ہیں بہر حال جو مطلب ہو تحریر فرمایا جائے۔

ولوظن الامام ان عليه سهوا فسجدوتابعه المسبوق ثم علم ان لاسهو عليه ففيه روايتان وبناء عليهما اختلف المشائخ واشبههما فساد صلوٰة المسبوق وقال ابو حفص الكبير لاوبه اخذصدر الشهيد والاول بناء علىٰ ان زيادة سجدتين كزيادة الركعة مفسد والحق انها لاتفسد بزيادة سجدتين لان اللاحق لوسجد مع الامام للسهو لاتفسد مع انه زاد سجدتين غير معتبرتين لانه لايجزئ بهما بل عليه ان

(**صفحہ گذشتہ کا حاشیہ**) تاتاخانية ص ۷۴۳ ج ۱ سجود السهو، نوع آخر فى المتفرقات، مطبوعه كراچى شامى زكريا ص ۳۵۰ ج ۲ باب سجود السهو قبيل باب الاستخلاف، بدائع ص ۴۲۱ ج ۱ فصل من يجب عليه سجد السهو مطبوعه زكريا ديوبند.

یسجدلذالک السهو فی آخر الصلوٰة بل الموجب للفساد الاقتداء فی موضع لزمه فیه الانفراد، کبیری[1] ص ۴۶۶.

اس عبارت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو کی زیادتی کی وجہ سے امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ زیادتی سجدتین میں لاحق کی نماز درست ہونے کی نظیر موجود ہے البتہ مسبوق نے مقام انفراد میں اقتداء کی ہے اس لئے صرف مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، لیکن اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ لاحق امام کی اقتداء میں ہے اس لئے اس کیلئے سجدتین کی زیادتی کا تحمل امام کرے گا لیکن امام یا منفرد کی زیادتی کا کون متحمل ہوگا، اس طرح فتاویٰ دارالعلوم مدلل مکمل ص ۳۷۸ میں سوال وجواب اس طرح مذکور ہے۔

سوال:- بعض مرتبہ نماز میں سہو ہونے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں، ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:-اور جب کہ علم نہ ہو کہ اس سہو سے سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں تو سجدۂ سہو کر لینا احوط ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کا نام تو مدلل ہے مگر اس میں مسئلہ پر دلیل مذکور نہیں، امید ہے کہ اس مسئلے پر جلد غور فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک شخص نے اس گمان پر سلام پھیرا کہ اسکے ذمہ سجدۂ سہو ہے اور سلام کے ذریعہ **خروج عن الصلوٰة** کی نیت نہیں کی یعنی اس سلام کو سلام قاطع صلوٰۃ قرار نہیں دیا تو اس کی نیت پر اعتماد کیا جائے گا اور اس سلام کو قطع صلوٰۃ کا سلام قرار نہیں دیا جائے گا، نیت پر اعتماد کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا اس نے ایک مرتبہ **اللہ اکبر** کہا اور رکوع میں چلا گیا اور نیت یہ تھی تکبیر رکوع ہے اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہیں کی تو ضابطہ کے تحت اس کا شروع فی الصلوٰۃ

[1] کبیری ص ۴۳۸، باب سجود السهو، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

صحیح نہیں ہونا چاہئے، **تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم**[1] فقہاء نے لکھا ہے اس نے جو تکبیر بحالت قیام بہ نیت رکوع کہی ہے اس کو تکبیر تحریمہ قرار دیا جائیگا، **تصحیحاً للصلوٰۃ**[2]، اس تقریر کا تقاضہ یہ ہے کہ جس شخص نے اس سجدۂ سہو میں یا اس کے بعد اقتداء کی اس کی اقتداء صحیح نہ ہونی چاہئے مگر حسب تصریح فقہیہ ابی اللیث مفتی بہ یہ ہے کہ اسکی نماز صحیح ہو جائیگی اور یہ صحت اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سہو کو سلام قطع نہ قرار دیا جائے ورنہ لازم آئیگا کہ امام کی نماز غلط مقتدی کی نماز صحیح، اسلئے غلبہ جہل کو عذر قرار دے کر امام، منفرد، لاحق، مسبوق کسی کی نماز کو واجب الاعادہ قرار نہیں دیا جائے گا اور قول ابواللیث میں قراء سے مراد ائمہ ہی ہیں مسبوق کی نماز کے صحیح ہونے کی بنیاد امام ہی کا جہل ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کی ترتیب تو اسی نظریہ کے تحت ہوئی ہے اور ہو رہی ہے کہ جن مسائل کے ساتھ دلائل مذکور نہیں، ان کے ساتھ دلائل کو نقل کر دیا جائے مگر جس مسئلہ کا صراحۃً تذکرہ نہ ملے اور اصول سے اشارات فقہیہ کے ذریعہ حکم سمجھ میں آئے تو ان اشارات خفیہ کو صفحۂ قرطاس پر کیسے جلوہ گر کیا جائے یہ عذر قوی ہے **والعذر عند کرام الناس مقبول**. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سجدۂ تلاوت موخر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال:- تراویح میں حافظ قرآن نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ اس مقام پر نہیں کیا بلکہ رکوع دو رکوع کے بعد پھر سجدہ مع مقتدیوں کے کیا تو کیا سجدہ قرآن درست ہوا یا نہیں، بعد سلام کے مع مقتدیوں کے سجدہ کر لیا تو درست ہوا یا نہیں؟ اگر سجدہ سہو کرے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

---

[1] ترمذی شریف ص ۵۵ ج ۱، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی تحریم الصلاۃ و تحلیلها، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عالمگیری ص: ۶۹ ج ۱، الباب الرابع فی صفة الصفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه)، شامی کراچی ص ۴۸۱ ج ۱ باب صفة الصلوة البحر الرائق ص ۲۱۹ ج ۱ باب صفة الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں سجدہ ذمہ سے ساقط ہوگیا لیکن تاخیر کی وجہ سے ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور جو سجدہ حالتِ نماز میں امام پر تلاوت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ خارج نماز میں ادا کرنا درست نہیں بلکہ نماز ہی میں ادا کیا جائے۔ **المصلی اذا نسی سجدة التلاوة فی موضعها ثم ذکر ها فی الرکوع او السجود او فی القعود فانه یخر لها ساجداً ثم یعود الی ماکان ویعیدهٔ استحساناً وان لم یعد جازت صلوته. کذا فی الظهیریه عالمگیری[1] ص ۱۳۴ ج ۱، لواخر سجدة التلاوة عن موضعها فان علیه سجود السهو کما فی الخلاصة شامی[2] ص ۷۷۴ ج ۱ والسجدة التی وجبت للتلاوة فی الصلاة لاتقضیٰ الافی الصلاة رسائل الارکان. ص ۶۲ ۱[3]** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھیں

سوال: - سجدۂ سہو آخر رکعت میں کیا جاتا ہے، اس میں صرف تشہد پر ہی سلام پھیر دیں یا اس کے علاوہ درود بھی پڑھا جائے افضل کیا ہے؟

---

[1] الهندیة ص ۱۴۲، ج ۱، فصل فی سجدة التلاوة، مطبوعه المصر، المحیط البرهانی ص ۳۳۵ ج ۲ الفصل السابع عشر، نوع آخر فی المتفرقات مطبوعه ڈابهیل.

[2] الشامی نعمانیه ص ۴۹۷ ج ۱، شامی کراچی ص ۸۰ ج ۲، باب سجود السهو، النهر الفائق ص ۳۲۳ ج ۱ باب سجود السهو، دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۲۷۴ باب سجود السهو مطبوعه مصری.

[1] مجمع الأنهر ص ۲۳۴ ج ۱ باب سجود التلاوة، الدر المنتقی مع مجمع الأنهر ص ۲۳۴ ج ۱ باب سجود التلاوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۴۱ ج ۱ باب سجود التلاوة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار مع الشامی کراچی، ص ۱۱۰ ج ۱ باب سجود التلاوة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

درود ودعا بھی پڑھیں تب ختم صلوٰۃ کا سلام پھیریں[1]۔ سجدۂ سہو سے پہلے جو سلام ہے وہ صرف تشہد پڑھ کر پھیر دیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سجدۂ سہو کیلئے ایک سجدہ کافی نہیں

سوال:- امام صاحب سے غلطی ہوئی سجدۂ سہو واجب ہوگیا مثلاً چار رکعت والی نماز میں امام صاحب نے غلطی سے دو رکعت پر ایک طرف سلام پھیر دیا تو مقتدیوں نے لقمہ دیا اور پھر امام صاحب تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے، قعدہ اخیرہ میں سجدۂ سہو کر کے دو سجدوں میں سے ایک سجدہ کر کے التحیات اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیا مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب سجدۂ سہو میں دو سجدے ہوتے ہیں آپ نے صرف ایک سجدہ کیا جواب میں امام صاحب نے سجدۂ تلاوت کا عذر پیش کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی سوال یہ ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے، ترک واجب کی وجہ سے جب سجدہ سہو واجب ہو تو اس میں

---

[1] وکیفیته ان یکبر بعد سلامه الاول ویخر ساجداً ویسبح فی سجوده ثم یفعل ثانیاً کذالک ثم یتشهد ثانیاً ثم یسلم کذا فی المحیط ویاتی بالصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم والدعاء فی قعدة السهو وهو الصحیح (عالمگیری ص۱۲۵ ج۱، الباب الثانی عشره فی سجود السهو، مطبوعه المصر)، المحیط البرهانی ص۳۰۶ ج۲ الفصل السابع عشر فی سجود السهو مطبوعه ڈابهیل.

[2] ویقعد ویتشهد ویسلم کذا فی فتح القدیر (عالمگیری ص۱۲۹، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه مصر)، المحیط البرهانی ص۳۰۶ ج۲ الفصل السابع فی سجود السهو مطبوعه ڈابهیل، مراقی علی الطحطاوی ص۳۷۴ باب سجود السهو مطبوعه مصری.

دوسجدے ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ،یجب بعدالسلام سجدتان بتشهد وتسليم بترک واجب الخ. فی سنن ابی داؤد انه عليه السلام قال لكل سهو سجدتان بعدالسلام. بحر الرائق[1] ص۹۲ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۰ھ

سجدۂ سہو کے بعد امام کے ساتھ شرکت

سوال:-ایک آدمی سجدۂ سہو کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہوگیا تو اس کی یہ اقتداء امام کے ساتھ درست ہے یا نہیں یا دوبارہ نماز شروع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اقتداء صحیح ہے سلام امام کے بعد دوبارہ شروع کردینے کی ضرورت نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۸۶ھ

مقتدی کا سجدۂ سہو امام سے پہلے

سوال:-ایک شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے امام کو سجدۂ سہو لاحق نہیں ہوا اور مقتدی نے کوئی ایسی غلطی کی جس سے سجدۂ سہو لازم آ گیا اور مقتدی نے امام کے پیچھے بوجہ جہالت کے سجدۂ سہو کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

---

[1] البحرالرائق ص ۹۲ ج ۲، باب سجود السهو، مطبوعه كوئٹه پاكستان، المحيط البرهانی ص ۳۰۶ ج ۲ الفصل السابع فی سجود السهو مطبوعه ڈابهيل، طحطاوی علی المراقی ص ۳۷۴ باب سجود السهو مطبوعه مصری،

[2] وان ادركه بعد ما فرغ من السجود صح اقتدأه به وليس عليه السهو بعد فراغه من صلاة نفسه. بدائع الصنائع زكريا ص ۴۲۳ ج ۱، بيان من يجب عليه السهو، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج ۱ باب سجود السهو، دار الكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح ص ۳۷۷ مطبوعه مصر شامی كراچی ص ۸۳ ج ۲ باب سجود السهو.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسکے ذمہ سجدۂ سہو لازم نہیں تھا اگر امام کے سلام سے پہلے اس نے مستقلاً سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اگلی رکعت کا بھولا ہوا سجدہ بعد والی میں ادا کیا

سوال:- کسی نے نماز پڑھی اور رکعت اولیٰ میں سجدہ بھول گیا رکعت ثانیہ میں اس نے تین سجدے کر لئے تو کیا اسکی نماز درست ہوئی، اسی طرح سورۂ فاتحہ بھول گیا تو کیا کرے، اگر سہو کرے گا تو کیوں؟ با دلیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ایک رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا دوسرا بھول گیا اور دوسری رکعت میں تین سجدے کر لئے پھر سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز صحیح ہوگئی، پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھول جانے کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا، **ویجب مراعاة الترتیب فیما بین السجدتین وھو الاتیان بالسجدة الثانیة فی کل رکعة من الفرض وغیرہٗ قبل الانتقال لغیرھا ای لغیر السجدة من باقی افعال الصلوٰة للمواظبة فان فات یسجدھا ولوبعد القعود الاخیر الخ. (مراقی الفلاح[2])**

طریق الاتیان بھا انه اذا تذکرھا بعدا لسلام او قبله بعد القعود ان یسجد المتروکة

---

[1] وسھو المؤتم لایوجب السجود علی الامام لانه متبوع لاتابع ولاعلیه ای ولا علی المؤتم لانه ان سجده وحده کان مخالفاً لامامه. (کبیری ص۴۳۷، باب سجود السھو مطبوعه سھیل اکیڈمی لاھور)، المحیط البرھانی ص۳۱۶ ج۲ الفصل السابع عشر، نوع آخر فی سھو الإمام أوالمؤتم ھل یتعدی إلی صاحبه، مطبوعه ڈابھیل، در مختار مع الشامی کراچی، ص۸۲ ج۲ باب سجود السھو.

[2] مراقی الفلاح ص۳۸، فصل فی بیان واجبات الصلاة، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص۱۵۴ باب صفة الصلوة واجبات الصلوة، النھر الفائق ص۱۹۸ ج۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ثم یعید القعود والتشهد ثم یسلم ثم یسجد للسهو ثم یقعد ویتشهد الخ. (طحطاوی[1])

واذا ترک الفاتحة فی الاولیین او احدهما یلزمه السهو الخ. (هندیه[2])

نفل نماز کی کسی بھی رکعت میں فاتحہ بھول جانے سے سجدۂ سہو لازم ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قراءت میں کوئی لفظ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کا حکم

سوال:- امام فرض نماز پڑھ رہا ہے کوئی لفظ چھوٹ گیا مقتدی نے لقمہ دیا امام صحیح پڑھنے لگا کوئی لفظ چھوٹا نہیں ایسی حالت میں امام کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۰۱، فصل فی بیان واجبات الصلاة، شامی زکریا ص ۵۴ ۱ ج ۲ باب صفة الصلوة واجبات الصلوة، النهر الفائق ص ۱۹۸ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه کوئٹه وبحر ص ۹۴ ج ۲ باب سجود السهو.

[2] عالمگیری ص ۱۲۶ ج ۱، الباب الثانی عشر فی السجود السهو، مطبوعه کوئٹه، بدائع زکریا ص ۴۰۵ ج ۱ باب سجود السهو، المحیط البرهانی ص ۳۰۹ ج ۲ الفصل السابع عشر سجود السهو، مطبوعه ڈابهیل.

[3] وإن ترکها فی الاخریین لا یجب إن کان فی الفرض وإن کان فی النفل او الوتر وجب علیه الخ عالمگیری ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر ص ۹۴ ج ۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۵۰۲ ج ۱ باب سجود السهو، دار الفکر بیروت.

[4] سجدہ سہو کا وجوب ترک واجب سے ہوتا ہے اور صورت مسئولہ میں کسی واجب کا ترک نہیں ہوا اس لئے سجدہ سہو لازم نہیں۔ انه لایجب الابترک الواجب من واجبات الصلاة او بتاخیره او بتاخیر رکن الخ (حلبی کبیر ص ۴۵۵، فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)، البحر الرائق ص ۹۲ ج ۲ باب سجود السهو، هدایه مع فتح القدیر ص ۵۰۲ ج ۱ باب سجود السهو دار الفکر بیروت.

مدرک نے پانچ رکعت پڑھ دی

سوال:- مدرک جس نے امام کے ساتھ از اول تا آخر نماز کی اقتداء کی ہو قعدۂ اخیرہ میں یہ خیال ہوا تیری ابھی ایک یا دو رکعت باقی ہے اسلئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو گیا ایک رکعت پوری کر لی۔ پھر خیال ہوا کہ تیری چار رکعت پوری ہو گئی تو نے اتباع امام کے خلاف یہ رکعت پڑھی ہے پھر سجدۂ سہو کیا آیا اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں جب کہ سلام پھیرنے میں امام کا متبع نہیں رہا کیا اس کو نماز لوٹانی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کی نماز ہو گئی سلام میں اتباع امام نہ کر سکنے اور اس میں ایک رکعت زیادہ پڑھنے کی مکافات سجدہ سہو سے ہو گئی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فرض کی قراءت میں الحمد کا ایک لفظ رہ گیا لقمہ دینے پر امام نے لے لیا تو کیا سجدہ سہو واجب ہے؟

سوال:- امام سے نماز فرض میں پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ میں ایک لفظ چھوٹ گیا تو سجدۂ سہو کر لیا نماز ہو گئی یا نہیں؟ شروع کی تین آیت صحیح پڑھ لی ایاک چھوٹ گیا یا صراط المستقیم ایک چھوٹ گیا لقمہ دینے سے نماز صحیح ہو گئی یا نہیں؟ یا سورۂ فاتحہ نماز کی پہلی دو رکعت

---

[1] کما یستفاد من هذه العبارة: وان قعد فی الرابعة مثلاً قدر التشهد الی قوله وان سجد للخامسة ضم الیها سادسة لتصیر الرکعتان له نفلاً وسجد للسهو. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۵۵۳ ج۲، باب سجود السهو، المحیط البرهانی ص۳۱۷ ج۲ الفصل السابع عشر، نوع آخر فیمن صلی الظهر خمسا وفیه السهو عن القعدة مطبوعه ڈابهیل، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۳۸۳ باب سجود السهو، مطبوعه مصری.

میں فرض ہے یا واجب ہے سجدۂ سہو سے یا لقمہ دینے سے اور امام کا لقمہ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سورۂ فاتحہ میں پہلی یا دوسری رکعت میں امام سے ایک دو لفظ چھوٹ گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کو پڑھ دیا یا لقمہ نہیں دیا امام نے سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی۔[۱] پہلی اور دوسری رکعت فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۱۴۰۱ھ

مقتدی کا قعدۂ اولیٰ سہواً ترک ہوگیا

سوال:- جماعت میں قعدۂ اولیٰ کے وقت ایک آدمی سہواً سجدہ سے کھڑا ہوگیا جب تک امام نے قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھی یہ شخص کھڑا رہا پھر امام کے کھڑے ہونے پر رکوع بھی امام کے ساتھ کیا گویا قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو اس مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسکی نماز درست ہوگی قعدۂ اولیٰ ترک ہوا مقتدی کے سہواً ترک واجب سے سجدۂ سہو لازم نہیں۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] إذا ترک من الفاتحة آية وجب عليه السجود، البحر ص ۹۴ ج ۲ باب سجود السهو، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۳۲۳ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو مايقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة فى الاوليين بعد الفاتحة كذا فى النهر الفائق (عالمگيرى ص ۷۱ ج ۱، الفصل الثانى فى واجبات الصلاة) النهر الفائق ص ۱۹۷ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۲۹۶ ج ۱ باب صفة الصلوة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] سهو المؤتم لايوجب السجود على الامام لانه متبوع لاتابع ولاعليه اى ولاعلى المؤتم (كبيرى ص ۴۳۷، باب سجود السهو، مطوعه رحيميه ديوبند)، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے ساتھ چوتھی رکعت کا قیام کئے بغیر سلام پھیرنا

سوال:- (۱) ایک مقتدی، امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ تیسری رکعت کے ختم پر مقتدی یہ سمجھ کر کہ یہ چوتھی رکعت ہے قعدہ میں بیٹھ گیا، التحیات وغیرہ پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے کے قریب ہی امام صاحب چوتھی رکعت کے لئے رکوع میں جاتے ہیں تو اس وقت یہ مقتدی بھی سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ رکوع میں چلا گیا اور اسی طرح امام کے ساتھ پوری نماز ختم کر دی، تو کیا اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی؟

(۲) اسی طرح ایک اور صورت ہے کہ ایک مقتدی، ایک امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے چار رکعت پوری ہونے کے بعد امام صاحب التحیات کیلئے قعدہ میں بیٹھ گئے، مگر یہ مقتدی یہ سمجھ کر کہ یہ چوتھی رکعت ہے تکبیر باندھ لی، مگر جب امام صاحب سلام پھیرنے لگے تو یہ مقتدی سلام کی آواز سن کر تکبیر ختم کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا اس مقتدی کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اس کی نماز ہوگئی[۱] (۲) اس کی بھی نماز ہوگئی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۳/۶/۱۴۰۶ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) المحیط البرهانی ص ۳۱۶ ج ۲ الفصل السابع عشر، نوع آخر فی سهو الإمام الخ مطبوعه ڈابهیل، البحر الرائق ص ۱۰۰ ج ۲ باب سجود السهو، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی ص ۸۲ ج ۲ باب سجود السهو.

(صفحہ ہذا) ۱ و ۲ فإن سها المؤتم لم یلزم الامام ولا المؤتم السجود لانه لوسجدوحده کان مخالفا لإمامه ولوتابعه الإمام ینقلب الاصل تبعاً هدایه ص ۱۵۹ ج ۱، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی، باب سجود السهو، عالمگیری ص ۱۲۸ ج ۱، مطبوعه کوئٹه، الباب الثانی عشر فی السجود السهو)، المحیط البرهانی ص ۳۱۶ ج ۲ الفصل السابع عشر، مطبوعه ڈابهیل، البحر الرائق ص ۱۰۰ ج ۲ باب سجود السهو مطبوعه الماجدیه کوئٹه شامی کراچی ص ۸۲ ج ۲ باب سجود السهو.

تیسری چوتھی رکعت میں صرف بسم اللّٰہ پڑھی

سوال:- اگر فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں صرف بسم اللّٰہ پوری تسمیہ پڑھ لی پھر یاد آیا کہ رکوع کرنا ہے اور بغیر کوئی سورت پڑھے رکوع کیا تو سجدہ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تیسری یا چوتھی رکعت فرض میں ختم سورہ فاتحہ پر رکوع سے پہلے اگر بسم اللّٰہ پڑھ لی ہے تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قراءت کی غلطی سے سجدہ سہو

سوال:- اگر امام تراویح مین غلط پڑھے اور مقتدی صحیح بتلائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر امام نے تراویح میں قراءت کی غلطی کی ہے تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم نہیں، سجدۂ سہو کرنا اس مقصد کے لئے غلط ہے، امام لقمہ لے یا نہ لے اس سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو قرأ فی الأخریین الفاتحة والسورة لایلزمه السهو وهو الأصح، عالمگیری ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۳۱۰ ج ۲ الفصل السابع عشر، نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو وما لا یجب، مطبوعه ڈابهیل، البحر الرائق ص ۹۴ ج ۲ باب سجود السهو مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] لا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن ولکن او تقدیمه او تکراره او تغییر واجب (هندیه کوئٹه، ص ۱۲۶ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، المحیط البرهانی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ نہ کیا جائے تو اعادہ نماز کا حکم

سوال:- (۱) امام تراویح کی رکعت اول پوری کرنے کے بعد بیٹھ گیا مقتدیوں نے لقمہ دے کر امام کو کھڑا کیا، امام نے کھڑے ہوکر دوسری رکعت پوری کرنے کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی سجدۂ سہو نہیں کیا، آیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں اور نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) امام تراویح کی نماز میں دو رکعت پوری کرنے کے بعد بغیر قعدہ کئے کھڑا ہوگیا، مقتدیوں نے لقمہ دیا، تو امام نے بیٹھ کر بلا سجدۂ سہو کئے سلام پھیر دیا نماز ہوئی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر بیٹھتے ہی فوراً بلا تاخیر لقمہ دے کر اس کو کھڑا کر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر تاخیر ہوگئی تو سجدۂ سہو واجب ہے[۱]

(۲) اس صورت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اب اس نماز کا اعادہ واجب نہیں[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) ص۳۰۸ ج۲ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو، طبع مجلس علمی گجرات، تاتارخانیة کراچی، ص۷۱۴ ج۱ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو.

(صفحہ ہذا) [۱] لایجب السجود الا بترک واجب او تاخیر او تاخیر رکن او تقدیمه او تکراره او تغیر واجب (هندیه کوئٹه، ص۱۲۶ ج۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو، المحیط البرهانی، ص۳۰۸ ج۲ الفصل السابع عشر فی سجود السهو، نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو، تاتارخانیة کراچی، ص۷۱۴ ج۱ نوع آخر فی بیان ما یجب به سجود السهو.

[۲] ولزم سجود السهو لنقص الصلاة بترکه سهو او اعادتها بترکه عمداً أی مادام الوقت باقیا وکذا فی السهو ان لم یسجد له وإن لم یعدها حتی خرج الوقت تسقط مع النقصان وکراهة التحریم ویکون فاسقاً اثما (مراقی مع الطحطاوی مصری، ص۲۰۰، فصل فی بیان واجب الصلوة، شامی زکریا، ص۱۴۸ ج۲ باب صفة الصلاة، مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها، بحر کوئٹه، ص۸۰، ج۲ باب قضاء الفوائت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سیزدھم

سجدۂ تلاوت کے احکام

آیت سجدہ کی تفصیل

سوال: - یہ دونوں احادیث مسلم وترمذی سے مروی ہیں جن کو ابن کثیر اپنی تفسیر پارہ ۱۸/اور ۲۲/میں لائے ہیں، ان سے ایک طرح کا خلجان ہے، تشفی بخش جواب عطا فرمائیں۔

(الف) سورہ حج کو دوسجدوں سے فضیلت دی گئی ہے جوان پر سجدہ نہ کرے وہ اس سے پڑھے ہی نہیں۔

(ب) اہل جہنم پانچ قسم کے ہیں وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں اور جو تمہارے دامنوں سے لپٹے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) آیت سجدہ پڑھ کر مستحب یہ ہے کہ جلد ہی سجدہ کرلیا جائے[1]، جو شخص بے وضو ہو وہ حفظ تلاوت تو کرسکتا ہے مگر سجدہ نہیں کرسکتا[2]۔ اسلئے باوضو تلاوت کرنا اعلیٰ بات ہے، تاکہ آیت سجدہ

---

[1] الاجماع علی انه لو تراخی کان اداء مع ان المرجح انه علی الفور الخ شامی زکریا ص ۵۸۳، ج ۲ باب سجود التلاوة، طحطاوی مع المراقی ص ۳۹۰، باب سجود التلاوة، مطبوعه مصر.

[2] وشرائط هذه السجدة شرائط الصلاة الا التحریمة عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۵، ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، مراقی الفلاح مصری ص ۳۹۰، باب سجود التلاوة.

جب آئے تو فوراً سجدہ کرے جو شخص بے وضو ہو وہ ایسی سورت تلاوت کرے جس میں سجدہ نہ ہو ایسی سورت تلاوت نہ کرے جس میں سجدہ ہو، یہ محض استحبابی حکم ہے[۱]، وجوبی نہیں نیز اس حدیث کی سند میں کلام ہے[۲] اسکے مقابلہ میں دوسری حدیث قوی اور راجح ہے۔[۳]

(ب) یہ حدیث کہاں ہے پوری مع حوالہ نقل کریں تو تشریح کی جائیگی۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/ ۹۱ھ

پارہ نمبر ۱۷ میں سجدۂ تلاوت

سوال: -قرآن شریف میں جو چودہ سجدے کرنے کا حکم ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اور بھی ایک جگہ ۱۷ پارہ میں سجدہ لکھا ہے کیا اس کو بھی ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مطلب یہ ہے کہ جب کسی آیت سجدہ کو پڑھے یا سنے تو سجدہ کرے[۴]، اگر اس وقت موقع نہ ہو

---

[۱] ویستحب الوضو لقراءة القرآن لانه افضل الاذکار. الاتقان فی علوم القرآن ص۱۰۵ ج۱، النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته، سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] عن عقبة بن عامر قال قلت یا رسول الله فضلت سورة الحج بان فیها سجدتین قال نعم ومن لم یسجدهما فلا یقرأها، قال ابوعیسی هذا حدیث لیس اسناده بالقوی (ترمذی شریف ص۱۲۸ ج۱ ابواب السجود، بعد ابواب صلوة الخسوف، باب فی السجدة فی الحج، طبع اشرفی دیوبند، ابن کثیر ص۳۷۸ سورۂ حج آیت ۷۸، مطبوعه مکتبه تجاریه مکه مکرمه.

[۳] عن ابن عباسؓ قال فی سجود الحج الاول عزیمة والآخر تعلیم. اخرجه الطحاوی ورجاله کلهم ثقات (اعلاء السنن ص۲۱۲ ج۷ باب سجود التلاوة، مطبوعه کراچی، شرح معانی الآثار ص۲۱۳ ج۱، باب سجود التلاوة، کتاب الصلوة، طبع دار الاشاعت اسلامیه کلکته.

[۴] وتجب علی التالی وعلی السامع الخ کبیری ص: ۵۰۰، سجدة التلاوة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص: ۱۳۲/۱، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، بحر کوئٹه ص۱۱۸-۱۱۹ باب سجود التلاوة.

تو بعد میں کرلے، لیکن نماز میں جو آیت سجدہ واجب ہو چاہے خود اس آیت کو پڑھا ہو یا اس کے امام نے پڑھا ہو تو اس کا سجدہ نماز میں ہی کرے اس کو مؤخر نہ کرے[1]، پارہ ۱۷ر میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک ہی سجدہ واجب ہے دوسری دفعہ جو بعد میں حاشیہ پر لکھا ہے وہاں واجب نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۸ھ

سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب

سوال:- جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقت ناقص میں ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت سورج غروب ہو جائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر آیت سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کرلیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ناقص ادا ہو گیا اور اگر وقت کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقت غروب کیا تو یہ عصر یومہ کی طرح نہیں بلکہ یہ ادا ہی نہیں ہوا، اسی طرح اگر جنازہ وقت ناقص میں آیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ہے، اگر وقت کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا ہی نہیں ہوئی، **ومنع عن الصلوٰة وسجدة التلاوة المتلوة فی غیر هذا الاوقات وصلوة الجنازة حضرت قبلها لان ماوجب کاملاً لایتأدی بالناقص واما**

---

[1] والسجدة التی وجبت فی الصلوة لا تودی خارج الصلوة عالمگیری کوئٹه ص:۱۳۴/۱، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، بحر کوئٹه ص ۱۱۹ ج ۲ باب سجود التلاوة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۹۱ باب سجود التلاوة.

[2] فتجب السجدة فی الاعراف الی قوله والحج وفی الطحطاوی قوله والحج ای اولی الحج لاالثانیة، (مراقی مع الطحطاوی مصری ص: ۳۹۲، باب سجود التلاوة)، بحر کوئٹه ص ۱۱۹ ج ۲ باب سجود التلاوة، هندیه کوئٹه ص ۱۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة.

المتلوة او الحاضرة فيها لايكره اى تحريماً لانها وجبت ناقصة اديت فيها كما وجبت اھ (سكب الانهر[1] ص ۷۲ ج ۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ تلاوت میں تاخیر

سوال:- سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوری سجدہ نہیں کیا بلکہ دو تین آیتوں کے بعد دور جا کر یاد آیا اب اس نے سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدہ تو ادا ہو گیا لیکن گنہگار ہوگا آپ سے سوال یہ ہے کہ نماز بھی ہوگئی یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں نماز کے بعد یاد آیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور نماز کے اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر آیت سجدہ پڑھ کر فوراً یاد نہیں آیا۔ بلکہ اس کے بعد تین آیت پڑھ کر یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں اگر اس سے زائد پڑھ کر یاد آیا اور پھر سجدۂ تلاوت کیا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں تو گنہگار ہوا، توبہ واستغفار لازم ہے، نماز کراہت کے ساتھ ہوگئی، اس کا اعادہ لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱۱۰ ج ۱، كتاب الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۵۲ ج ۱ كتاب الصلوة، الباب الاول فى المواقيت، الفصل الثالث فى بيان الاوقات التى لاتجوز فيها الصلوة، مراقى مع الطحطاوى ص ۱۵۰ فصل فى الاوقات المكروهة، مطبوعه مصر.

[2] ولو تلاها فى الصلوٰة سجدها فيها واذا لم يسجد اثم فتلزمه التوبة (الى قوله) وتؤدى بركوع صلوة إذا كان الركوع على الفور من قراءة آية أو آيتين وكذا الثلاث على الظاهر، (در مختار، قال الشامى) قوله ويأتم تاخيرها : لانها وجبت بما هو من افعال الصلوة وهو القراءة وصارت من اجزائها فوجب اداؤها كما فى البدائع ولذا كان المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها، كما لو اخر السجدة الصلبية عن محلها. (الشامى نعمانيه ص ۵۱۸، ج ۱، الدرالمختار ص ۱۱۰ ج ۲، مطبوعه دارالفكر، مطبوعه زكريا ص ۵۸۵ ج ۲، باب سجود التلاوة، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

سجدۂ تلاوت بذریعہ رکوع

سوال: -سجدۂ تلاوت کرنا ہے اور بھول کر رکوع کرلیا تو اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نماز میں آیت سجدہ تلاوت کر کے قصداً یا بھول کر رکوع میں چلا گیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی یا اسمیں نیت نہیں کی بلکہ حسبِ معمول رکوع کے بعد سجدہ کیا اور اسمیں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی یا اس میں نیت نہیں کی بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ تلاوت رکوع میں

سوال: -تراویح میں آیت سجدہ آئی۔ اسی آیت پر یا ایک دو آیت کے بعد رکوع کرے اور اس میں سجدہ کی نیت بھی کر لے تو پھر کیا سجدۂ تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے سجدہ تلاوت ادا ہو جاویگا لیکن جو مقتدی اس رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے اس

(**گذشتہ کا بقیہ**) مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ۳۹۱-۳۹۷، باب سجود التلاوة، طبع مصر، هندیه کوئٹه ص ۱۳۵ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، المصلی إذا تلا آیة السجدة ونسی أن یسجد لها ثم ذکرها، وسجدها وجب علیه سجود السهود (هندیه کوئٹه ۱۲۷ ج ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو.

(**صفحہ ہذا**) [1] ولو رکع لصلاته علی الفور و سجد تسقط عنه سجدة التلاوة نوی فی السجدة للتلاوة او لم ینو. الفتاویٰ التاتارخانیه ص ۷۸۶ ج ۱، الفصل الحادی والعشرون فی سجدة التلاوة، باب سجدة التلاوة. نوع آخر فیما اذا تلا آیة السجدة الخ. مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی، شامی زکریا ص ۵۸۸ ج ۲، باب سجدة التلاوة. ویجزی عنها رکوع الصلاة إن نواها وسجودها وإن لم ینوها، مراقی مع الطحطاوی ص ۳۹۷ باب سجود التلاوة، مطبوعه مصر.

کا سجدہ ادا نہیں ہوگا[۱] اس لئے امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد نماز کے سجدہ کرنے سے بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا، خواہ سجدۂ تلاوت کی نیت کرے، یا نہ کرے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا

سوال:- زید نے نماز میں سورۂ "اقرأ" یا "نجم" یا سورۂ "فرقان" پڑھی اور سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا گیا اور نماز پوری کرلی، سلام کے بعد کسی صاحب نے یہ دریافت فرمایا کہ آپ نے سجدہ کیوں نہ کیا جب کہ واجب ہے، زید جواب دیتا ہے کہ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جاوے اور رکوع ہی میں سجدہ کے ادا ہونے کی نیت کرلے تو ادا ہوجاتا ہے اور اگر نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جو نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اس میں ادا ہوگیا۔ زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کا قول صحیح ہے آیت سجدہ پڑھ کر اگر فوراً رکوع کیا جائے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی جائے تو اس سے ہی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے ورنہ پھر سجدۂ صلوٰۃ سے بغیر نیت بھی ادا ہوجائے گا، اگرچہ افضل یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے کیوں کہ اگر امام نے رکوع میں تو نیت کی اور کسی مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کا سجدہ ادا نہ ہوگا بلکہ اس کو سلام امام کے بعد سجدہ کرنا ہوگا اور پھر قعدہ کا اعادہ بھی لازم ہوگا، لہٰذا امام کو چاہئے کہ رکوع میں نیت نہ کرے اور سجدہ

---

[۱] ولو نواها فی رکوعه ولم ینوها الموتم لم تجزه الخ. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۵۸۷ ج۲، باب سجدة التلاوة، طحطاوی علی المراقی ص۳۹۷ باب سجود التلاوة، طبع مصر هندیه کوئٹه ص۱۳۳ ج۱، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة.

[۲] سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلانیة تبعا لسجود امامه کما مر آنفا انها تودی بسجود الصلاة فوراً و ان لم ینو الی قوله ینبغی للامام ان لاینویها فی الرکوع لانه اذا لم ینوها فیه ونواها فی السجود او لم ینوه اصلا لاشیء علی الموتم (الشامی نعمانیه ص۵۱۹ ج۱، شامی زکریا ص۵۸۸ ج۲، باب سجدة التلاوة.

میں نیت کرے نہ کرے بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہٗ ۱۷/ رمضان المبارک ۵۶ھ

سجدۂ تلاوت کی جگہ رکوع

سوال:- اگر کوئی شخص اقرأ باسم ربک الذی خلق فرض نماز میں پڑھتا ہے یعنی جہری نماز میں مثلاً عشاء یا سری نماز میں مثلاً ظہر، وہ شخص اس سورۃ کے اخیر میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرتا تو کیا وہ سجدۂ نماز کے سجدہ سے ادا ہو جائے گا؟ یا سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرنا واجب ہوگا؟ اور تارکِ سجدہ گنہگار قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس سورۃ کے ختم پر سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کیا اور اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی ہے تو اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا اور اگر نیت نہیں کی تو سجدۂ صلوٰۃ سے یہ سجدۂ تلاوت بلا نیت ہی ادا ہو جائے گا، اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی ہے تو جس مقتدی نے اس میں نیت کی ہو اس کا سجدہ ادا ہو گیا اور جس نے نیت نہیں کی اس کا ادا نہیں ہوا، وہ نماز امام کے بعد سجدہ کرے، پھر قعدہ کرے ورنہ اسکی نماز فاسد ہو جائیگی، یہ صلوٰۃ جہری کا حکم ہے، صلوٰۃ سری میں

[1] وتودی برکوع صلوۃ علی الفور من قراءۃ آیۃ ان نواہ وبسجودھا کذلک وان لم ینو بالاجماع ولونواھا فی رکوعہ ولم ینوھا الموتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکھا فسدت صلاتہ کذا فی القنیۃ (درمختار مع الشامی نعمانیہ ص ۵۱۹ ج ۱، شامی زکریا ص ۵۸۶ تا ۵۸۷ ج ۲، باب سجدۃ التلاوۃ) وینبغی للامام ان لاینویھا فی الرکوع لانہ اذا لم ینوھا فیہ ونواھا فی السجود او لم ینوھا اصلا لاشئ علی الموتم، (شامی زکریا ص ۵۸۸ ج ۲، باب سجدۃ التلاوۃ، البحرالرائق ص ۱۲۳ ج ۲، باب سجدۃ التلاوۃ، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ)، مراقی مع الطحطاوی ص ۳۹۷ باب سجود التلاوۃ، طبع مصر، ھندیہ کوئٹہ ص ۱۳۳ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ.

اگر ایسا ہو کہ امام رکوع میں نیت کرے اور مقتدی کو معلوم ہی نہیں تو مقتدی کا بھی سجدہ ادا ہو جائیگا اور امام کی نیت کافی ہوگی، کذا فی ردالمحتار[1] ص ۵۱۹ ج ۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/ ۸۹ھ

آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کر دیا جائے

سوال: - گذشتہ رمضان شریف میں تراویح کے دوران سورۂ النحل کی ۵۰ ویں آیت پر جو یؤمرون پر ختم ہوتی ہے سجدۂ تلاوت کرنے کے بجائے اس سے ایک آیت قبل یعنی ۴۹/ویں آیت پر جو یستکبرون پر ختم ہوتی ہے، حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت فرمایا، پھر قیام میں آ کر ۵۰/ویں آیت کی تلاوت کی اور یؤمرون پر رکوع کیا فرمائیے کہ سجدۂ تلاوت ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آیت سجدہ پڑھ کر فوراً رکوع اور اس کے بعد سجدۂ صلوٰۃ کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/ ۹۱ھ

---

[1] وتودی برکوع صلاۃ علی الفور من قراءۃ آیۃ ان نواہ وبسجودھا کذلک وان لم ینوبالاجماع ولو نواھا فی رکوعہ ولم ینوھا الموتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولوترکھا فسدت صلاتہ وینبغی حملہ علی الجھریۃ فاما فی السریۃ فھو معذور وتکفیہ نیۃ امامہ الخ (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۸۷ تا ۵۸۸ ج۲، مطبوعہ نعمانیہ ص ۵۱۹ ج ۱ باب سجدۃ التلاوۃ، البحرالرائق ص ۱۲۹ ج۲، باب سجدۃ التلاوۃ، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ)، مراقی مع الطحطاوی ص۳۹۷ باب سجود التلاوۃ، مطبوعہ مصر.

[2] ولو رکع لصلاتہ علی الفور وسجد تسقط عنہ سجدۃ التلاوۃ نوی فی السجدۃ للتلاوۃ او لم ینو (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۷۸۶، سجدۃ التلاوۃ، نوع آخر فیما اذا تلاآیۃ السجدۃ واراد ان یقیم الرکوع مقام السجدۃ. مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی، الدر مع الشامی زکریا ص۵۸۸ ج۲ باب سجدۃ التلاوۃ، مراقی مع الطحطاوی ص۳۹۷ باب سجود التلاوۃ، طبع مصر.

سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے

سوال:- (۱) فرض نماز میں اگر سجدۂ تلاوت آجائے تو اس کو کیسے ادا کیا جائے؟

(۲) اور اگر سجدۂ تلاوت کی نیت سجدۂ فرض میں کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) آیت سجدہ پڑھ کر ایک سجدہ مثل سجدۂ نماز کے ادا کرلیا جائے۔[۱]

(۲) اگر آیت سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کردیا اس کے بعد سجدۂ نماز کیا تب بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا اور نماز درست ہوگئی **ویجزی عنها ایضاً سجدوها ای سجود الصلوٰة وان لم ینوها اذا لم ینقطع فور التلاوة اھ مراقی[۲] الفلاح ص ۲۸۲،**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۸/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

سجدۂ تلاوت کی قضاء

سوال:- ایک شخص کے ذمہ سینکڑوں کی تعداد میں سجدۂ تلاوت باقی ہیں، انکو کس طرح ادا کرے اور تلاوت کے فوراً بعد سجدہ نہ کرنا گناہ تو نہیں؟

---

[۱] ولو تلاها فی الصلاة سجدها فیها (الدر مع الرد کراچی ص ۱۱۰ ج ۲ باب سجود التلاوة، بحر کوئٹہ ص ۱۱۹ ج ۲ باب سجود التلاوة.

[۲] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۹۷، مطبوعه مصری، باب سجود التلاوة، تاتارخانیة کراچی ص ۷۸۶ ج ۱ الفصل الحادی والعشرون فی سجدة التلاوة، نوع آخر فیما إذا تلا آیة السجدة واراد أن یقیم الرکوع مقام السجدة، الدر مع الرد زکریا ص ۵۸۸ ج ۲ باب سجدة التلاوة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کرنا مستحب ہے تاخیر بھی گناہ نہیں[۱]۔ جسکے ذمہ بہت سے سجدے ہوں وہ بلاتعیین سجدے کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا دل گواہی دینے لگے کہ اب اسکے ذمہ کوئی سجدہ باقی نہیں[۲] رہا اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ تلاوت کے بعد فوراً سجدہ کرلیا جائے ورنہ بھول جانے کا احتمال ہے جس سے واجب ذمہ میں باقی رہ جائیگا اور گنہ گار ہوگا۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ریڈیو پر تلاوت کا سننا

سوال:- ریڈیو کی قرآن خوانی اور وعظ پر انصات (خاموشی) استماع (کان لگا کر سننا) سجدۂ تلاوت اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت تھانویؒ گراموفون کی تلاوت کے بارے میں فرماتے ہیں وہ تلاوت نہیں ہے بلکہ نقل اور عکس ہے تلاوت کا مشابہ صوت طیر اور صدا کا، اس استماع سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔[۴] فتاویٰ امداد[۵] یہ

---

[۱] وغیرها تجب موسعا ولکن کره تاخیره السجود عن وقت التلاوة فی الاصح. مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۳۹۱، باب سجدة التلاوة، مطبوعه مصر، وتاخیر سجدة التلاوة یجوز ان طالت المدة ولااثم علیه (تاتار خانیه ص۷۷۴ ج ۱، باب سجدة التلاوة، نوع آخر فی بیان شرائط جوازها وادائها. مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

[۲] حتی لوکان علیه سجدات متعددة فعلیه ان یسجد عددها ولیس علیه ان یعین ان هذه السجدة لآیة کذا وهذه لآیة کذاکبیری ص ۵۰۱، مطبوعه لاهور) القراءة خارج الصلاة. من لایدری کمیة الفوائت یعمل باکبررایه فان لم یکن له رای یقضی حتی یتقن لم یبق علیه شئی (طحطاوی علی المراقی ص۲۶۳، باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر)

[۳] ویکره تاخیرها تنزیها لان بطول الزمان قدینساها. (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۸۳ ج۲، باب سجدة التلاوة) ویکون آثما بترکها (هندیه کوئٹه ص۱۳۴ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، بحر کوئٹه ص ۲۲ ج ۲ باب سجود التلاوة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ص۱۸۲ ج ۲، میں ریڈیو کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال:- ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر قاری یا متکلم کی قراءت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اسمیں آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے[1]۔ اسکے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں،

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۴] لاتجب سجدة التلاوة بسماعها من الطير على الصحيح ولاتجب بسماعها من الصدى مراقى االفلاح ص ۳۹۶ باب سجود التلاوة، مطبوعه مصرى. الشامى نعمانيه ص۵۱۷ ج ۱، شامى زكريا ص۵۸۳ ج ۲، باب سجدة التلاوة، بدائع الصنائع ص ۴۴۰ ج ۱ فى بيان من تجب عليه السجدة، مطبوعه زكريا الهنديه ص ۱۲۳ ج ۱، الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص۷۷۳ ج ۱، الفصل الحادى والعشرون فى سجدة التلاوة. نوع آخر فى بيان سبب وجوبها. مطبوعه دارالقرآن والعلوم الاسلامية كراچى، خانيه ص۱۵۶ ج ۱، فصل فى قراءة القرآن خطأ وفى الاحكام المتعلقة بالقراءة، مطبوعه كوئٹه. كبيرى ص ۵۰۰، القراءة خارج الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

[۵] امدادالفتاویٰ ص ۲۴۵ ج ۴، غناومزامیر اورلہوولعب وتصویر کے احکام۔ حکم سماع قرآن از گراموفون، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

(صفحہ ہذا) [۱] لاتجب سجدة التلاوة بسماعها من الطير على الصحيح ولاتجب بسماعها من الصدى (مراقى الفلاح ص ۳۹۶، مطبوعه مصرى، باب سجود التلاوة، الشامى نعمانيه ص۵۱۷، ج ۱، شامى زكريا ص۵۸۳ ج۲، باب سجود التلاوة. بدائع الصنائع زكريا ص ۴۴۰ ج ۱، مطبوعه كراچى ص۱۸۶ ج۱ فى بيان من تجب عليه السجدة، الهندية ص ۱۳۲ ج ۱، الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة، تاتارخانيه ص۷۷۳ ج۱، باب سجدة التلاوة. نوع آخر فى بيان سبب وجوبها، مطبوعه كراچى، خانيه ص۱۵۶ ج۱، فصل فى قراءة القرآن خطأ الخ. مطبوعه كوئٹه)

ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے، اور اسکے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل آواز اس سے سنائی دے رہی ہو کوئی ریکارڈ نہ ہو[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۱۷/۵/ ۸۹ھ

ریڈیو سے آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت

سوال:- اگر قاری نے ریڈیو اسٹیشن پر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور دنیا میں ہزاروں آدمیوں نے ریڈیو پر اس آیت کو سنا تو کیا سارے سامعین پر سجدۂ تلاوت ضروری ہو گیا ہے، جبکہ وہ ایک مشین کے ذریعہ سے آواز پہونچائی گئی ہے گراموفون اور مشین میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، کیونکہ یہ قاری کی ہی آواز قرار دی گئی ہے[۲]۔ گراموفون سے جو آواز نکلتی ہے اس کو نقل اور عکسِ تلاوت لکھا ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] واما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها احد الشئين التلاوة او السماع كل واحد منهما على حاله موجب فيجب على التالى الاصم والسامع الذى لم يتل (بدائع الصنائع زكريا ص ۴۳۰ ج ۱، مطبوعه كراچى ص ۱۸۰ ج ۱، فصل واما سبب وجوب السجدة، الشامى نعمانيه ص ۵۱۴ ج ۱، شامى زكريا ص ۵۷۷ ج ۲، باب سجود التلاوة، البحر الرائق ص ۱۱۹، ج ۲، باب سجود التلاوة، مطبوعه كوئٹه، الهندية ص ۱۳۲ ج ۱، الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة، مطبوعه كوئٹه)

[۲] واما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها احد الشئين التلاوة او السماع كل واحد منهما على حاله موجب فيجب على التالى الاصم والسامع الذى لم يتل (بدائع الصنائع زكريا ص ۴۳۰ ج ۱، مطبوعه كراچى ص ۱۸۰ ج ۱. فصل واما سبب وجوب السجدة، شامى زكريا ص ۵۷۷ ج ۲ باب سجود التلاوة، بحر كوئٹه ص ۱۱۹ ج ۲ باب سجود التلاوة)

[۳] لاتجب سجدة التلاوة بسماعها من الطير على الصيح ولاتجب بسماعها من الصدى (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۳۹۶، باب سجود التلاوة، مطبوعه مصر)، شامى زكريا ص ۵۸۳ ج ۲ باب سجود التلاوة، هنديه كوئٹه ص ۱۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة.

گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت

سوال:- جو آیت سجدہ گراموفون میں پڑھی جائے تو کیا سامعین پر سجدہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حوادث الفتاویٰ ص ۸۱ میں لکھا ہے کہ جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں بلکہ نقل اور عکس ہے تلاوت کا مشابہ صوتِ طیر اور صدا کے پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا[1] بنا بر روایت درمختار وغیرہ مثلاً اس کے استماع سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا[2] لیکن قرآن شریف کا اس میں بھرنا اور سننا منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال:- قرآن پاک صحیح پڑھنے کیلئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اسکے موافق پڑھتا ہے

---

[1] لا تجب بسماعه من الصدى والطير الخ الدر مع الرد زكريا ص ۵۸۳ ج ۲ باب سجود التلاوت، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۳۹۶ باب سجود التلاوة، هنديه كوئٹه ص ۱۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة.

[2] امداد الفتاوى ص ۲۴۵ كتاب الحظر والاباحة، غناومزامیر اور لہو ولعب وتصویر کے احکام۔ حکم سماع قرآن از گراموفون، مطبوعہ زکریا۔

تو ضرور ثواب ملے گا اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا[۱]۔ فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ

آیت سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال: -ایک شخص کلام اللہ کی تلاوت کر رہا ہے اور دوسرے شخص بیٹھے ہیں اور دل ہی دل میں ورد ہے لیکن جب وہ شخص سجدہ کی آیت پر آتا ہے تو خاموش پڑھتا ہے۔ مگر سننے والے اس آیت کو دل دل میں پڑھ جاتے ہیں زبان سے کچھ نہیں پڑھتے، اب کیا سجدہ ہر ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دل میں پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا بلکہ زبان سے پڑھنے سے (خواہ بالجہر یا بالسر پڑھے) یا سننے سے واجب ہوتا ہے اور صورت مسئولہ میں پڑھنے والے پر واجب ہوا ہے، اگرچہ اس نے آہستہ ہی پڑھا ہے اور سننے والے نے اسکو سنا نہیں اور نہ زبان سے پڑھا ہے بلکہ دل میں پڑھا ہے اس لئے اس پر واجب نہیں ہوا، **یجب بسبب تلاوۃ اٰیۃ لو کتبھا او تھجاھا فلاسجود علیہ بشرط سماعھا فلاتجب علی من لم یسمعھا وان کان فی مجلس التلاوۃ اھ درمختار**[۲] **شامی ص ۸۰۰ ج ۱**. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۶/جمادی الثانیہ ۵۷ھ

---

[۱] کیوں کہ کیسٹ سے جو آواز آرہی ہے وہ تلاوت نہیں بلکہ نقل اور عکس ہے، تلاوت کا مشابہ صوت طیر اور صدا کے اس لیے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے خود پڑھتے ہوئے پر ہی ایک سجدہ واجب ہوا۔

لاتجب سجدۃ التلاوۃ بسماعھا من الطیر علی الصحیح ولاتجب بسماعھا من الصدی الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۵۸۳ ج ۲، باب سجودۃ التلاوۃ)، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۹۶، باب سجود التلاوۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سورۂ ص میں سجدہ کس آیت پر ہے

سوال:- سورہ ص میں آیت ۲۵ پر سجدہ ہے یا آیت ۲۴/ پر اگر کوئی آیت ۲۴/ پر سجدہ کردے تو سجدہ ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آیت ۲۵/ پر آیت سجدہ ہے اگر آیت ۲۴/ اناب پر سجدہ کریگا تب بھی ایک قول پر ادا ہوجائیگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرنا بھول گیا

سوال:- امام نے فرض نماز کی جماعت میں بحالت قراءت سجدۂ تلاوت والی آیت پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا اور نہ سجدۂ سہو کیا تو اس صورت میں نماز درست ہوگئی یا نہیں بالفرض ایسا اتفاق ہوجائے تو سجدہ کس طرح امام کو ادا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آیت سجدہ جب نماز میں پڑھی تو نماز ہی میں سجدہ تلاوت کرنا چاہئے اگر بھول گیا تو نماز ختم

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [2] درمختار مع الشامی نعمانیہ ص ۵۱۳ ج ۱، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۷۶ تا ۵۷۷ ج ۲، اول باب سجدة التلاوة، بحر کوئٹہ ص ۱۱۹ ج ۲ باب سجود التلاوة، هندیه کوئٹہ ص ۱۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة.

(صفحہ ہذا) [1] وفی ص عند وحسن مأب وهو اولیٰ من قول الزیلعی عندواناب (الشامی نعمانیه ص ۵۱۳، ج ۱، شامی زکریا ص ۵۷۶ ج ۲، باب سجود التلاوة، طحطاوی مع المراقی ص ۳۹۳، ج ۱، باب سجود التلاوة، مطبوعه المصر.

کرنے سے پہلے یاد ہونے پر سجدہ کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے[۱]۔ ورنہ پھر اس سجدہ کی قضا کرنے کا وقت نہیں رہے گا استغفار لازم ہوگا[۲] اور ایسی نماز کا بھی اعادہ کیا جائے تاکہ نماز کامل ہو جائے نقصان باقی نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین ۱۸/۲/ ۹۲ھ

آیت سجدہ پڑھ کر کیا ناواقف کو بتانا چاہئے

سوال:- سجدوں کی آیات سننے والوں میں اکثر ناواقف بھی ہوتے ہیں کیا ان کو بتانا ضروری ہے کہ تم نے سجدہ کی آیت سنی ہے لہٰذا سجدہ کر لینا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناواقف کو تو بتانا ہی چاہئے ورنہ آیت سجدہ آہستہ پڑھیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۶/۱/ ۸۹ھ

---

[۱] وفی الولوالجیہ لمصلی اذا تلاآیة السجدة ونسی ان یسجد لها ثم ذکرها وسجدها وجب علیه سجود السهو لانه تارک للوصل وهو واجب وقیل لاسهو علیه والاول اصح کذا فی التتارخانیه (عالمگیری ص ۱۲۶ ج ۱، باب سجود السهو)، شامی زکریا ص ۵۸۵ ج ۲ باب سجود التلاوة.

[۲] ولو تلاها فی الصلاة سجدها فیها وإذا لم یسجد اثم فتلزمه التوبة، شامی زکریا ص ۵۸۵ ج ۲ باب سجود التلاوة، طحطاوی علی المراقی ص ۳۹۱ باب سجود التلاوة، بحر کوئٹه ص ۱۲۲ ج ۲ باب سجود التلاوة.

[۳] واستحسن اخفاؤها عن سامع غیر متهیئی للسجود وفی الشامیة لانه لوجهر بها لصار موجبا علیهم شیئا ربما یتکاسلون عن ادائه فیقعون فی المعصیة الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار زکریا ص ۵۹۶ ج ۲، مطبوعه کراچی ص ۱۱۸ ج ۲، آخر باب سجدة التلاوة)، طحطاوی مع المراقی ص ۴۰۶ باب سجود التلاوة، طبع مصر، محیط برهانی ص ۳۸۰ ج ۲ کتاب الصلاة، الفصل الحادی والعشرون فی سجدة التلاوة، نوع آخر من هذا الفصل فی المتفرقات، طبع مجلس علمی گجرات.

ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا

سوال:-اس بارے میں حکم شرعی سے مطلع فرماویں۔

(الف) کہ معلم طالب علم کو سجدہ کی آیت پڑھاتے ہیں آیت کو خود بھی پڑھتا ہے اور طالب علم سے سنتا بھی ہے تو کیا معلم و طالب علم ہر دو کو دو دو سجدے کرنا ہوں گے ایک پڑھنے کا دوسرا سننے کا یا صرف ایک ایک۔

(ب) مدرسہ میں کسی طالب علم کو سجدہ کی آیت بار بار پڑھائی پھر دوسری تعلیمات میں مشغولی ہوئی پھر اسی طالب علم کو دو آیت یاد کرائی اسی طرح متعدد وقفوں کے بعد متعدد اوقات میں آیت سجدہ کی تعلیم جاری رہی ایسی حالت میں کیا وقفوں کی تعداد کی برابر سجدے کرنے ہوں گے؟

(ج) مسلسل ایک ہی آیت آیت سجدہ کی تعلیم یا تلاوت اگر بلا وقفہ کے ہو تو کتنے وقت تک کیلئے ایک ہی سجدہ (یا بصورت تعلیم اگر دو ہوں) تو دو کا وجوب ثابت ہوگا، مثلاً بعد فجر سے تا ظہر سلسلہ بلا وقفہ رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف، ب، ج) اگر ایک ہی مجلس میں بیٹھے یہ سب کیا یعنی پڑھا پڑھایا سنا سنایا ہے تو ایک ایک آیت کے تکرار سے ایک ہی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/ ۸۹ھ

---

[1] ولو كرر آية واحدة او سمعها من واحد او متعدد فى مجلس واحد كفته سجدة واحدة لان مبنى السجود على التداخل ماامكن الخ. (ملتقى الابحر مع مجمع الانهر ص۲۳۵، ج ۱، باب سجود التلاوة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۵۹۰، ج۲، مطبوعه كراچى ص۱۱۴، ج۲ باب سجود التلاوة، عالمگيرى كوئٹه ص۱۳۴، ج ۱، الباب الثالث عشر فى سجود ة التلاوة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہاردہم

مسافر کی نماز

مسافت شرعیہ

سوال:- انگریزی میل کتنے پر مسافر قصر کرسکتا ہے اور شرعی مسافر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص تین منزل مسافت کی نیت سے اپنی آبادی سے باہر نکلا وہ شرعاً مسافر ہے اس کے ذمہ قصر لازم ہے۔ ریل کی منزلیں معتبر نہیں بلکہ پیدل یا معتدل سواری کی منزلیں معتبر ہیں خواہ یہ سفر پیادہ طے کرے خواہ سواری پر۔ اگر منزلیں متعین نہ ہوں تو اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض سولہ میل انگریزی کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور تین منزلیں اس اعتبار سے اڑتالیس میل کی ہوتی ہیں۔ بعض اس سے کم اور بعض اس سے زائد کے قائل ہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۷/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۸/صفر ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] فان المسافر اذا بکر فی الیوم الاول وسار الی وقت الزوال حتی بلغ المرحلة فنزل بها للاستراحة وبات بهاثم بکرفی الیوم الثانی وسار الی مابعد الزوال ونزل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسافت شرعیہ طے کرنے کے بعد قصر کرے یا اس سے پہلے بھی قصر درست ہے

سوال:- زید نوگوان سے سنبھل کو چلا جو کہ ۴۸ رمیل سے زیادہ ہے۔ اگر زید براہِ راست سنبھل کو جائے تو اس صورت میں تو قصر کرے گا۔ لیکن اگر اس شکل سے چلے کہ منتہائے سفر تو سنبھل رہے لیکن درمیان کے مواضع میں دس میل کے فاصلہ سے رات کو قیام کرتا ہوا جاوے گا تو کیا ایسی صورت میں بھی قصر کرے گا؟ بنابریں اگر جماعت تو نوگوان سے چلے اور اسے تین دن قیام کرنا ہے۔ ایک دن تو امروہہ جو کہ دس میل ہے دوسرے مرادآباد جو کہ بیس میل ہے۔ تیسرے سنبھل جو کہ نوگوان سے اڑتالیس میل سے زائد ہے۔ تو اگر جماعت یہ قصد کر کے نوگوان سے چلے کہ مذکورہ تین جگہ قیام کرنا ہے اور ابتدائی قیام امروہہ ہوگا جو کہ صرف دس ہی میل ہے۔ پھر دوسرا مرادآباد ہوگا جو امروہہ سے دس بارہ میل پر ہے پھر سنبھل تو کیا مذکورہ جماعت کو ایسی حالت میں قصر کرنا ہوگا؟ نیز مقدارِ مسافت سنبھل کی نوگوان سے لگے گی یا مرادآباد سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سفر شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸ رمیل ہے جب اس مسافت کی نیت سے سفر شروع کیا جائے تو قصر لازم ہے اگر چہ درمیان میں تین چار جگہ ٹھہرتے ہوئے جانا ہو۔ مگر ٹھہرنے کی

(گذشتہ کا بقیہ) ثم بکر فی الیوم الثالث ومشی الی الزوال فبلغ المقصد قال شمس الائمة السرخسی الصحیح انه یصیر مسافراً عندالنیة وکذا مافی الفتح من انه قیل یقدر باحدوعشرین فرسخاً وقیل بثمانیة عشروقیل بخمسة عشر الخ. (الشامی نعمانیه ص ۵۲۶/ج ۱/) شامی کراچی ص ۱۲۲/ج۲/ باب صلاة المسافر کبیری ص ۵۳۵/ مطبوعه لاهور، فصل المسافر. هدایه ص ۱۶۵/ج ۱/ باب صلاة المسافر، دیوبند المحیط البرهانی ص ۳۸۴/ج ۲/ الفصل الثانی والعشرون صلاة المسافر، نوع فی بیان ادنی مدة السفر الخ، مطبوعه ڈابهیل.

مدت پندرہ یوم سے کم ہو۔ پس نوگوان سے سنبھل کی نیت سے چلنا جس کی مسافت ۴۸ رمیل سے زائد سفر شرعی ہے اگر چہ نوگوان سے چل کر دس بیس میل پر ایک دوشب کا قیام بھی منوی ہو۔ اس سے سفر کے احکام میں فرق نہیں آ گا۔ سفر کے درمیان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہرتے ہوئے جانا منع نہیں اور اس سے حکم سفر نہیں بدلتا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۵ھ

مسافت قصر

سوال:- نماز میں قصر کتنے میل پر کرنا چاہئے۔ نیز باعتبار میل قصر ضروری ہے مگر وہاں برادری کا تعلق بھی ہے اور اکثر جانے کا اتفاق ہوا کرتا ہے ایسی جگہ پر قصر ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین دن کی مسافت کا قصد کر کے جو شخص اپنی جائے اقامت سے نکلے گا وہ قصر کرے گا اور اس جگہ اگر پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہاں پہونچ کر بھی قصر کرے گا[2] اگر

[1] (ثلاثة ايام ولياليها) من اقصر ايام السنة ولايشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال الخ. بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة (قوله ولايشترط) اذلابدللمسافر من النزول للاكل والشرب والصلاة ولاكثر النهار حكم كله فان المسافر اذابكر فى اليوم الاول وسارالى وقت الزوال حتى بلغ المرحلة فنزل بها للاستراحة وبات بها ثم بكرفى اليوم الثانى وسار الى مابعد الزوال ونزل ثم بكر فى اليوم الثالث ومشى الى الزوال فبلغ المقصد قال شمس الائمة السرخسى الصحيح انه يصير مسافراً عند النية (الشامى كراچى ص ۱۲۲/تا ۱۲۳/ج۲/ باب صلاة المسافر، كبيرى ص۵۳۵/ فصل المسافر. مطبوعه لاهور. المحيط البرهانى ص۳۸۵/ ج۲/ الفصل الثانى والعشرون صلاة المسافر،نوع فى بيان أدنى مدة السفرالخ، مطبوعه ڈابهيل.

[2] من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً مسيرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعى ركعتين الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۱۲۱/ج۲/(الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص۵۲۷/ ج۱/باب صلاة المسافر. لايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة اوقرية خمسة عشريوما او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر (الهداية ص ۱۶۶/ ج۱/ باب صلاة المسافر. مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند،مجمع الانهر ص۲۳۸/ ج ۱/باب صلاة المسافر مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

پندرہ یوم یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو قصر نہیں کریگا رشتہ داری کا کوئی اثر قصر پر نہیں۔ البتہ اگر وہاں شادی کی ہے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا شروع کردیا یا بیوی کے یہاں رہنے کی شرط کرلی گئی ہے۔ غرض کہ اس کو وطن بنالیا تو وہ بمنزلہ وطن کے ہے وہاں قصر نہیں کرے گا[1] کذافی الشامی ص ۱۲۹/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

مسافت قصر کی مقدار

سوال: -کس قدر مسافت ہے جس سے مسافر کو قصر کی اجازت ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متوسط رفتار سے تین روز کی مسافت پر شرعاً قصر کیا جاتا ہے اور تمام دن چلنا ضروری نہیں بلکہ صبح سے سردی میں زوال تک چلنا معتبر ہے اور ہر جگہ کے سفر میں اسی کے موافق رفتار معتبر ہوگی مثلاً خشکی میں پیدل یا معمولی اونٹ وغیرہ کی رفتار اور دریا میں کشتی کی متوسط رفتار معتبر ہوگی اس مسافت کا اندازہ تقریباً ۴۸ میل ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۶/۱۲/۵۳ھ

---

[1] الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله وتوطنه (درمختار نعمانیه ص ۵۳۲/ج ۱/ الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار ص ۱۳۱/ج ۲/ مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی، مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة. باب صلاة المسافر، حلبی کبیری ص ۵۴۴/فصل فی صلاة المسافر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وان اعتبر ذلک بالایام المعتدلة کان مجموع لثلاثة ایام وقال فی الهدایة وهو الصحیح احترازاً عن قول عامة المشائخ من تقدیرها بالفراسخ ثم اختلفوا فقیل احدوعشرون وقیل ثمانیة عشر وقیل خمسة عشر والفتویٰ علی الثانی ای سیر الابل ومشی الاقدام ویعتبر فی الجبل بمایناسبه من السیر الخ. شامی کراچی ص ۱۲۳ ج ۲ (الشامی نعمانیه ص ۵۲۷ ج ۱ باب صلاة المسافر، کبیری ص ۵۳۵ مطبوعه لاهور، فصل المسافر، مجمع الانهر ص ۲۳۸/ج ۱/باب صلاة المسافر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

پندرہ دن کے قیام کی نیت سے سفر کرنے والا راستہ میں قصر کرے

سوال:- اگر ایک آدمی سفر کرتا ہے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ وہ راستہ میں قصر کرے تو کیا ہر حال میں قصر کرے گا یا مخصوص وقت میں کہ جو شخص پندرہ دن کی نیت کر کے سفر کرے صرف وہی قصر کرے۔ مگر یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پندرہ دن یا زائد کی نیت کر کے چلتا ہے تو وہ راستہ میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص تین منزل کی مسافت ۴۸ رمیل کا ارادہ کر کے سفر کرے وہ راستہ میں قصر کرے گا[۱] لیکن اگر راستہ میں ۴۸ رسے پہلے پندرہ روز یا زائد ایام ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو راستہ میں قصر نہیں کرے وہ شرعی مسافر نہیں[۲] اسی طرح اگر ابتداءً ۴۸ رمیل سے کم کی نیت سے چلا اور کسی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر وہاں سے ۴۸ رمیل سے کم کا ارادہ کر لیا تو یہ شخص مسافر نہیں ہوا اگر چہ ساری دنیا میں گھوم جائے یہ قصر نہیں کرے گا[۳] اگر چہ ۴۸ رمیل یا اس سے زائد کا سفر تو کرتا ہے مگر

---

[۱] قال محمد رحمه الله يقصر حين يخرج من مصره الخ عالمگيری ص ۱۳۹ / ج ۱ / الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر، مطبوعه كوئٹه المحيط ص ۳۸۷ / ج ۲ / صلوة المسافر، نوع آخر فی بيان ان المسافر متی يقصر الخ، مطبوعه ڈابهيل، شامی كراچی ص ۱۲۱ / ج ۲ / باب صلوة المسافر.

[۲] ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثه ايام حتی يترخص برخصة المسافرين والا لايترخص ابد او لو طاف الدنياجميعها الخ عالمگيری ص ۱۳۹ / ج ۱ / الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر، البحر ص ۱۲۹ / ج ۲ / مطبوعه كوئٹه، المحيط ص ۳۸۹ / ج ۲ / صلوة السفر، نوع آخر فی بيان مدة الاقامة، مطبوعه ڈابهيل.

[۳] اقل من ثلاثة ايام لايكون مسافراً وان طاف آفاق الدنيا علی هذاالسبيل لايكون مسافراً (البحر الرائق ص ۱۲۹ / ج ۲ /) باب صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانی ص ۳۸۹ / ج ۲ / صلاة السفر، نوع آخر فی بيان مدة الاقامة، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری ص ۱۳۹ / ج ۱ / الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه.

درمیان میں ٹھہرتا ہوا جائے گا اور یہ ٹھہرنا پندرہ روز سے کم ہوگا۔ تو یہ شخص مسافر ہے سفر میں قصر کرے گا[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مسافت سفر میں اعتبار صرف جانے کا ہے یا آنے کا بھی

سوال:- یہاں سے ضلع صدر جانے کے دو راستے ہیں ایک پچیس کوس دوسرا چونتیس کوس کا، چوبیس کوس والے راستہ سے جائے اور پچیس کوس والے راستہ سے واپس آئے تو اس پر واپسی میں قصر ہے یا نہیں اور جو پچیس کوس والے راستہ سے جاوے اور چوبیس کوس والے راستے سے آوے تو اس پر قصر ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں تین کوس چار میل کا ہوتا ہے۔

معتکف بخدمت شریف شاہ حبیب اللہ از خانقاہ مانکپور ضلع پرتا پگڑھ ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

قصر نماز کے لئے تین یوم کی مسافت کا سفر ضروری ہے[۲] اور یہ مسافت صرف ایک طرف کی ہے آنے اور جانے کی مجموعی مسافت نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں دونوں راستوں میں سے کسی ایک سے آنا جانا ہو یا دونوں سے دونوں صورتوں میں قصر جائز نہیں البتہ اگر کسی

---

[۱] وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشر یوماً قصر هکذا فی الهدایة، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۳۹/ ج ۱/ الباب الخامس عشره فی صلاة المسافر، مطبوعه المصر. هدایه ص ۱۶۶/ ج ۱/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. باب صلاة المسافر. بهشتی زیور ص ۱۰۹/ ج ۲/ مسافرت میں نماز کا بیان، شامی کراچی ص ۱۲۵/ ج ۲/ باب صلاة المسافر.

[۲] ادنی مدة السفر مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها المحیط ص ۳۸۴/ ج ۲/ صلاة السفر، نوع آخر فی بیان ادنی مدة السفر الخ، مطبوعه ڈابهیل، هندیه ص ۱۳۸/ ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه، بحر ص ۱۲۸/ ج ۲/ باب فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه.

جگہ کے دو راستے ہوں ایک مسافت قصر ہو اور دوسرا نہ ہو تو جس راستہ سے سفر اختیار کرے گا اس کا اعتبار ہوگا آنے میں جانے میں بھی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۹/الجمادی الثانی ۵۷ھ

آدمی مسافر کب شمار ہوتا ہے؟

سوال:- قصر کے احکام کیا تین منزل کی مسافت پوری ہونے پر شروع ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں بلکہ تین منزل کی مسافت کی نیت سے جب آدمی سفر شروع کرے اور آبادی سے باہر پہنچ جائے اسی وقت سے شروع ہو جاتے ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] (الف) الرجل اذا قصد بلدة والى مقصده طريقان احدهما مسيرة ثلاثة ايام ولياليها والآخر دونها سلك الابعد كان مسافراً عندنا (الخانية على هامش الهنديه ص ۱۶۵ ج ۱) الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، مطبوعه المصر، المحيط ص ۳۸۵/ج ۲/صلاة السفر، نوع آخر فى بيان ادنى مدة السفر، مطبوعه ڈابهيل، هنديه ص ۱۳۸/ج ۱/الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه. (ب) اما فى الرجوع فان كانت مدة سفر قصروا الخ البحر ص ۱۲۸/ج ۲/باب المسافر، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۳۴۴/ج ۱/باب المسافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً مسيرة ثلاثة ايام ولياليها صلى الفرض الرباعى ركعتين (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۵۲۷/ج ۱/الدر المختار على الشامى كراچى ص ۱۲۳/ج ۲/ مطبوعه زكريا ص ۶۰۳، ۵۹۹/ج ۲/باب صلاة المسافر، المحيط ص ۳۸۵/ج ۲/صلاة السفر، نوع آخر ادنى مدة السفر، مطبوعه ڈابهيل البحر ص ۱۲۸/ج ۲/باب المسافر، مطبوعه كوئٹه.

ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا؟

سوال:- جہاز کے اسٹیشن ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ گھر سے نیت ۵۰ رمیل سے زیادہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسٹیشن پر آبادی مسلسل ہے تو ابھی وہ مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے۔ وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تب قصر کرنا ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۹ھ

۴۲ رمیل کا سفر شرعی سفر نہیں

سوال:- اگر کسی نے ۴۲ رمیل کا سفر کیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی چاہئے یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا آدمی شرعی مسافر نہیں[2] وہ پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الصحیح ماذکر انه یعتبر مجاوزة عمران المصر لاغیر الااذا کان ثمة قریة او قری متصلة بربض المصر فحینئذ تعتبر مجاوزة القری بخلاف القریة التی تکون متصلة بفناء المصر فانه یقصر الصلاة وان لم یجاوز تلک القریة کذا فی المحیط فتاوی عالمگیری ص ۱۳۹/ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه المصر. بهشتی زیور ص ۱۰۹/ج ۲/ مسافرت میں نماز کا بیان. المحیط ص ۳۸۸/ج ۲/الفصل الثانی والعشرون صلاة السفر، نوع آخر فی بیان أن المسافر متی یقصر الصلاة، مطبوعه ڈابهیل، البحر ص ۱۲۸/ باب صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أیام حتی یترخص برخصة المسافرین والا لایترخص ابداً، عالمگیری ص ۱۳۹/ج ۱/الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه، البحر ص ۱۲۹/ج ۲/باب المسافر، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۲۰۹/ج ۱/باب المسافر، مطبوعه امدادیه ملتان.

سفر میں سنتیں

سوال:- کیا سفر میں سنتیں معاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گاڑی کی آمد یا روانگی کے وقت ہجوم کی حالت ہو کہ سوار ہونا یا اترنا دشوار ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا اندیشہ قوی ہو ایسے وقت نماز پڑھی جائے تو سنتوں کا تاکد نہیں رہتا[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سفر میں سنتوں کا قصر

سوال:- سفر کی حالت میں جب کہ فرائض نماز کا قصر کیا جائے، سنتوں کا قصر کیا جائے یا وہ پوری پڑھنی چاہئیں یا بحالت سفر قصر فرائض نماز کی حالت میں وہ معاف ہیں یا ان کا نہ پڑھنا نقص نماز کا موجب ہوگا۔ کیوں کہ اگر سنتیں بدستور ہیں تو سفر کی حالت میں صرف فرائض کا قصر کرنا اللہ میاں کی طرف سے پوری اعانت نہ ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسافر برسرسفر ہے اور کسی جگہ نماز کے لئے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں۔ تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو، چار روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں یہی قول راجح ہے ورنہ اقوال اور بھی

---

[1] ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والابان کان فی خوف وقرار لایاتی بها (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۳۲/ ج ۱/مطبوعه زکریا ص ۶۱۳/ ج ۲/ باب صلاة المسافر) الهندیة ص ۱۳۳/ ج ۱/ مطبوعه مصر، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، النهر الفائق ص ۳۴۶/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، دارالکتب العلمیة بیروت.

ہیں۔ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والابان کان فی خوف وفرار لا یاتی بھا، ھو المختار درمختار قال الشامی قیل الافضل، الترک ترخیصاً وقیل الفعل تقرباً وقال الھندوانی الفعل حال النزول والترک حال السیر وقیل یصلی سنة الفجر خاصة وقیل سنة المغرب ایضابحر قال فی شرح المنیة والاعدل ماقاله الھندوانی ا ھ قلت والظاھر ان مافی المتن ھوھٰذا وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السیر لکن قد منافی فصل القراء ة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانھا فی السفر تکون غالباً من الخوف تامل ص ۸۲۸/ج ۱/ شامی[1].

دراصل مغرب کے علاوہ ہر نماز دو دو ہی رکعت تھی بعد ہجرت صلوٰۃ حضر میں اضافہ ہوا سوائے فجر کی اور صلوٰۃ سفر اپنی اصلی حالت پر برقرار رہی. کما فی حدیث عائشةؓ فی الصحیحین قالت فرضت الصلوٰة رکعتین رکعتین فاقرت صلوٰة السفر وزیدت فی صلٰوة الحضر وفی لفظ البخاری قالت فرضت الصلوة رکعتین رکعتین ثم ھاجر النبی صلی الله علیه وسلم ففرضت اربعاً وترکت صلوٰة السفر علیٰ الاول. ردالمحتار[2] نعمانیه ص ۵۲۷/ ج ۱/ اور سنت جب پڑھی جائیں گی تو پوری پڑھی جائیں گی ان کا قصر نہ ہوگا۔جیسا فجر ومغرب ووتر کا قصر نہ ہوگا۔قال الشامی تحت قول الدر صلی الفرض الرباعی رکعتین. احترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۳۲ ج ۱ الدر المختار زکریا ص ۶۱۳/ ج ۲/باب صلاة المسافر، البحر ص ۱۳۰/ج ۲/باب المسافر، مطبوعه کوئٹه ،النھرالفائق ص ۳۴۶/ج ۱/ باب صلاة المسافر، دارالکتب العلمیة بیروت،ھندیه ص ۱۳۳/ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه،مجمع الانھرص ۲۳۹/ج ۱/ باب المسافرمطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی زکریا ص ۶۰۳ ج ۲ باب صلاة المسافر، مجمع الانھرص ۲۳۹/ج ۱/باب صلاة المسافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،المحیط ص ۳۸۳/ج ۲/الفصل الثانی والعشرون فی صلاة السفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، طحطاوی ص ۳۴۳/ باب صلاة المسافر، مطبوعه مصری.

عن الفجر والمغرب[1]. جو بات جسطرح شریعت میں مذکور ووارد ہو اس کو اسی طرح مان لینا چاہئے، اپنی رائے اور قیاس کو اس میں دخل دینا شان عبدیت کے منافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/صفر ۵۳ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/صفر ۵۳ھ

مقیم ومسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء

سوال:- (۱) مسافر امام کے پیچھے مقیم مصلی کس طرح سے نیت کرے؟ جس مقیم کو ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے وہ اپنی باقی تین یا دو رکعت کس طرح سے پوری کرے اور اس کا طریقۂ ادا کیا ہے؟

(۲) مسافر مقتدی نے مسافر امام کے پیچھے نیت یہ خیال کر کے کہ امام مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے چار رکعت کی نیت کر لی۔ پھر اسی مسافر (چار رکعت کی نیت کرنے والے) نے مسافر امام کے ساتھ دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ اس کی یہ نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح نیت کرے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کیلئے پڑھتا ہوں۔ اگر چار رکعت والی نماز ہو اور امام کے پیچھے اس کو ایک رکعت ملی ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثنا فاتحہ سورت پڑھ کر رکوع سجدہ کے بعد قعدہ کرے تشہد پڑھکر کھڑا ہو جائے فاتحہ وسورت پڑھکر رکوع سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھکر رکوع، سجدہ قعدہ کر کے سلام

---

[1] الشامی نعمانیہ ص ۵۲۷/ج ۱/مطبوعہ زکریا ص ۶۰۳/ج ۲/ باب صلاۃ المسافر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۳/باب صلاۃ المسافر، مطبوعہ مصری.

پھیر دے[1] اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثنا، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع سجدہ قعدہ کے بعد سلام پھیر دے اگر تین رکعت والی نماز ہے تو سلام کے بعد کھڑا ہو کر ثنا، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع سجدہ کر کے قعدہ کرے، تشہد کے بعد کھڑا ہو کر فاتحہ، سورۃ رکوع، سجدہ وقعدہ کے بعد سلام پھیر دے فقہاء کی بعض عبارات سے اس ترتیب کے خلاف بھی نکلتا ہے۔ اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو اس پر بھی اعتراض نہ کرے۔

(۲) اس کی نماز درست ہوگئی کوئی فکر نہ کرے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/ ۹۰ھ

مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے

سوال:- اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز قصر پڑھے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسافر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے، تو قصر جائز نہیں اتمام ضروری ہے لہٰذا اتمام ہی کی نیت کرے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۶/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۲/ ۵۶ھ

---

[1] ولو ادرک رکعة من الرباعية فعليه ان يقضي رکعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي رکعة اخرى کذلک ولايتشهد والثالثة بالخيار والقراءة افضل هکذا في الخلاصة (الهندية ص ۹۱ ج ۱ الفصل السابع في المسبوق واللاحق)، الدرالمختار مع الشامي زکريا ص ۳۴۷/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب في احکام المسبوق والمدرک واللاحق.

[2] ولايشترط نية عدد الرکعات حتى لو نواها خمس رکعات وقعد على رأس الرابعة اجزاه وتلغو نية الخمس (الهندية ص ۶۶ ج ۱ مطبوعه مصر، الباب الثالث في شروط الصلاة. الفصل الرابع في النية، شامي کراچي ص ۴۲۰/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، سکب الانهر ص ۱۲۹/ ج ۱/ قبيل باب صفة الصلوة، مطبوعه بيروت، مجمع الانهر ص ۱۲۹/ ج ۱/ مطبوعه بيروت. (نمبر ۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مقتدی مسافر نے امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کی

سوال:- زید ایک شرعی مسافر ہے اور دورانِ سفر کسی مقام پر ظہر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے اور زید وہاں کے امام کے پیچھے جو کہ مقیم ہے مسافر نہیں نماز پڑھتا ہے اور زید مسافر ہونے کی وجہ سے نیتِ قصر یعنی دو فرضوں کی نیت کرتا ہے اور نماز مقیم امام کے ساتھ پوری پڑھتا ہے۔ یعنی چار فرض۔ تو کیا نیت کے اس اختلاف سے زید کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور اگر زید کو معلوم ہے کہ امام مسافر ہے نہ کہ مقیم تو کیا نیت کرے؟ اور زید (جو کہ مسافر ہے) اس کے لئے نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسافر نے دو رکعت کی نیت کر کے بھی اگر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت صحیح طریقہ پر ادا کی ہے تب بھی اس کی نماز درست ہوگئی۔ اگر امام کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ہے تو دو یا چار کی تعیین کی کوئی ضرورت نہیں، محض ظہر کی نیت کافی ہے۔ عددِ رکعت کی تعیین نیت میں مسافر یا مقیم کسی کے لئے بھی ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] ان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً (الهندية ص ۱۴۲/ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه مصر هداية ص ۱۶۶/ ج ۱/ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، النهر الفائق ص ۳۴۷/ ج ۱/ باب المسافر، دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۲۴۲/ج ۱/ باب المسافر، دارالكتب العلمية بيروت.

[1] ولايشترط نية عدد الركعات حتى لونواها خمس ركعات وقعد على رأس الرابعة اجزاه وتلغو نية الخمس (الهندية ص ۶۶/ج ۱/ مطبوعه مصر، الفصل الرابع فی النية .الباب الثالث فی شروط الصلاة، مجمع الانهر ص ۱۲۹/ج ۱/قبيل باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۹/باب شروط الصلاة، مطبوعه مصری، سكب الانهر ص ۱۲۹/ج ۱/قبيل باب صفة الصلاة، مطبوعه بيروت.

مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت سے اقتداء کرنا

سوال:- ایک امام مسافر امامت کر رہا ہے دوسرے ایک مقتدی اور مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ امام مسافر ہے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی۔ امام مسافر نے دوسرا سلام پھیر لیا تو اب بعد والا چار رکعت پوری کرے اور سلام پھیر دے۔ جب کہ وہ بھی مسافر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقتدی مسافر کو امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت ملی ہے اس کو چاہئے کہ سلام امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔ امام کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۷ھ

مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے

سوال:- اگر مسافر امام کے پیچھے مسبوق کو ایک رکعت ظہر کی نماز ملے تو اب دوسری رکعت میں مسبوق کو کھڑا ہونا چاہئے یا بیٹھنا اور کچھ پڑھے یا خاموش رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شخص سلام امام کے بعد ایک رکعت بلاقراءت کے پڑھ کر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر

---

[1] ولایشترط نیة عدد الرکعات حتی لو نواها خمس رکعات وقعد علی رأس الرابعة اجزاه وتلغو نیة الخمس (الهندیة ص ۶۶/ج ۱/ مطبوعه مصر، الباب الثالث فی شروط الصلاة. الفصل الرابع فی النیة، مجمع الانهر ص ۱۲۹/ج ۱/قبیل باب صفة الصلوة، مطبوعه بیروت، شامی کراچی ص ۴۲۰/ج ۱/ باب شروط الصلوة.

دوسری رکعت بلاقراءت پڑھکر کھڑا ہوجائے اور تیسری رکعت مع قراءت پڑھے۔ کذافی الشامی[1] ص۶۲۳/ج۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ جامع العلوم کانپور

مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے

سوال:- امام مسافر ہے اگر التحیات میں کوئی مقتدی مسافر جس کو امام کا مسافر ہونا معلوم ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اپنی دونوں رکعت بھری پڑھے گا یا خالی۔ اگر مقتدی مقیم ہے تو امام کے سلام کے بعد وہ مقتدی پہلی اپنی دو رکعت بھری پڑھے گا اور آخری کی دونوں خالی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھری پڑھے گا کیونکہ وہ اس وقت مسبوق ہے اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔ **انه (ای المسبوق) منفرد فیما یقضیٰ.** اھ فتاویٰ عالمگیری ص۹۱[2]

اور مقیم مقتدی صورت مسئولہ میں لاحق مسبوق ہے لہٰذا سلام امام کے بعد اول دو رکعت بلاقراءت پڑھے گا اور پھر دو رکعت قراءت کے ساتھ **اللاحق یصلی علیٰ ترتیب**

---

[1] وحق التعبیر ان یقول ویبدأ بقضاء مافاته بلاقراء ة ثم یصلی التی انتبه فیها ویقعد متابعة لامامه لانها رابعة وکل ذلک بغیرقراء ة لانه مقتدثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراء ة الفاتحة وسورة والاصل ان اللا حق یصلی علی ترتیب صلاة الامام والمسبوق یقضی ماسبق به بعد فراغ الامام (الشامی نعمانیه ص۴۰۰/ج۱/ شامی کراچی ص۵۹۵/ تا۵۹۶/ج۱/ مطلب فیما لواتی بالرکوع او السجود اوبهما مع الامام او قبله او بعده، باب الامامة،عالمگیری ص۹۲/ج۱/الفصل السابع فی المسبوق واللاحق.

[2] الهندیه ص۹۲/ج۱/ مطبوعه مصر، الباب الخامس فی الامامة، وفیه سبعة فصول الفصل الرابع فی المسبوق واللاحق،البحرص۳۷۷/ج۱/باب الامامة،مطبوعه الماجدیه کوئٹه ، الدر المختارمع الشامی کراچی ص۵۹۶/ج۱/باب الامامة، فیما لواتی بالرکوع الخ.

صلوٰۃ الامام والمسبوق یقضی ماسبق به بعد فراغ الامام ا ھ ردالمحتار[1] ص ۶۲۳/ اور بعض علماء اس کے برعکس کا حکم فرماتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۷/ج ۱/۵۵ھ

مقیم مقتدی کی نماز مسافر امام کے پیچھے

سوال:- (۱) امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور مقتدی بقیہ دو رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں ان دونوں رکعتوں میں مقیم مقتدی الحمد شریف پڑھیں یا بمقدار الحمد شریف تک کھڑے رہیں اور پھر رکوع کر لیں؟

(۲) اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آ کر شریک ہوا تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے اور اگر اقتداء قعدہ میں کرے تو چاروں رکعتیں کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الحمد شریف نہ پڑھے بلکہ اتنی ہی دیر کھڑے ہو کر رکوع کر دے وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعده فاذا قام المقیم الیٰ الاتمام لایقرأ درمختار[2]۔

(۲) ہر دو صورت میں یہ شخص مسبوق لاحق ہے۔ اول صورت میں اس کو چاہئے کہ سلام امام کے بعد پہلے دو رکعت بلا قراءۃ لاحق کی طرح پڑھے پھر ایک رکعت قراءۃ کے ساتھ

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۴۰۰/ ج ۱/ مطبوعه کراچی ۵۹۶/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۴۶/ ج ۲/ مطلب فیما لواتی بالرکوع او السجود او بهما مع الامام او قبله او بعده، باب الامامة، عالمگیری ص ۹۱، ۹۲/ ج ۱/ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، کبیری ص ۴۴۲/ فصل فی سجود السهو، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۳۰/ ج ۱/ باب صلاة المسافر البحر الرائق ص ۱۳۴/ ج ۲/ باب صلاة المسافر.

پڑھے۔ ثانی صورت میں چاہئے کہ پہلے دو رکعت بلاقراءت پڑھے پھر دو رکعت قراءت کے ساتھ پڑھے والـلاحـق مـن فـاتتـه الـركـعـات كـلهـا او بـعضها لكن بعداقتدائـه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف ومقيم ائتم بمسافر وكذا بلاعذر بان سبق امامه فى ركوع وسجود فانه يقضى ركعة وحكمه كمؤتم فلايأتى بقرأة ولا سهـو ولا يتغير فرضه بنية اقامة ويبدأ القضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع امامه ان امكنه ادراكه والا تابعه ثم صلىٰ مانام فيه بلاقرأة ثم ماسبق به بها ان كان مسبـوقـاً ايـضـاً ولـوعكس صح واثم لترك الترتيب درمختار قال الشامى قوله ومـقيم الخ. اى فهو لاحق بالنظر للاخيرتين وقديكون مسبوقاً ايضاً كما اذا فاته اول صـلاة امامه المسافر (قوله ثم ماسبق به بها الخ.) اى ثم صلى اللاحق ماسبق بـه بقراء ة ان كان مسبوقاً ايضاً بان اقتدىٰ فى اثناء صلوٰة الامام ثم نام مثلاً وهذا بيـان لـلقسم الرابع وهوالمسبوق وحكمه انه يصلى اذا استيقظ مثلاً مانام فيه ثم يتـابـع الامـام فيما ادرك ثم يقضى مافاته الخ[1]. ردالمحتار ص ۶۲۳/ والاصل ان الـلاحـق يـصـلـى علىٰ ترتيب امامه والمسبوق يقضى ماسبق به بعد فراغ صلوٰة الامام اھ كبيرى[2] ص ۴۴۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ

---

[1] الـدرالـمختار مع الشامى نعمانيه ص ۳۹۹/ تا ۴۰۰/ ج ۱/ مطبوعه كراچى ص ۹۶، ۵۹۴/ ج ۱/ مـطبـوعه زكرياص ۴۶، ۳۴۵/ ج ۲/ باب الامامة، مطلب فيما لو اتى بالركوع والسجود. او بهما مع الامام الخ.

[2] كبيرى ص ۴۴۲/ مطبوعه رحيميه ديوبند. فصل فى سجود السهو.

مسافر قصر کب سے کرے؟

سوال:- ایک شخص کسی شہر کا جو تین دن اور تین رات کے فاصلے پر ہے ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی نیت ہے کہ وہاں پندرہ روز یا زیادہ قیام کرے گا۔ اب یہ آدمی راستے میں قصر کرے گا یا نہیں اگر قصر کا حکم ہے تو قاضی خاں کی عبارت **بخلاف ما اذا نوی الاقامة حیث یصیر مقیماً بمجرد النیة** کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذاجاوز المقیم عمران مصره قاصداً مسیرة ثلثة ایام ولیالیها بسیر الابل اومشی الاقدام یلزمه قصر الصلوٰة ویرخص له ترک الصیام اما شرط مجاوزة الاقدام لان السفر فعل فلایوجد بمجرد النیة فیشترط قران النیة بادنیٰ فعل بخلاف مااذا نویٰ الاقامة حیث یصیر مقیماً بمجرد النیة لان الاقامة ترک الفعل وترک الفعل لایحتاج الیٰ الفعل اھ فتاویٰ قاضی خاں ص ۸۶ ج ا[1]

اس سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور صورت مذکورہ میں قصر کرے گا اور عبارت مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ لزوم قصر کے لئے صرف نیت سفر کو شریعت نے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کیلئے **مجاوزة عمران** کو شرط قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ سفر ایک فعل ہے جو مسافر سے صادر ہوتا ہے جس پر لزوم قصر مرتب ہوتا ہے پس تاوقتیکہ اس فعل کا ادنیٰ حصہ (جو مجاوزۃ عمران ہے) صادر نہ ہوا سوقت تک مسافر کہلانے کا مستحق نہیں اور اس پر حکم سفر (لزوم سفر) مرتب نہ ہوگا اور جب کسی منزل صالح پر نیت اقامت کرلے تو اتمام لازم ہوتا ہے اور لزوم اتمام کے لئے نیت

---

[1] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ص ۱۶۴ / ج ۱ / مطبوعه مصر. باب صلاة المسافر، الشامی نعمانیه ص ۵۲۵ / ج ۱ / باب صلاة المسافر، البحر الرائق ص ۱۲۸ / ج ۲ / مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۶ / مطبوعه مصری باب صلاة المسافر، عالمگیری ص ۱۳۹ / ج ۱ / الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه.

اقامت کے بعد کسی اور فعل کی حاجت نہیں تھی جس طرح کہ نیت سفر کے بعد مجاوزۃ عمران کی ضرورت تھی کیونکہ اقامت کسی فعل کا نام نہیں کہ مقیم کے لئے اس کا صدور ضروری ہو جیسا کہ سفر فعل تھا اور مسافر کے لئے اس کا صدور ضروری تھا چونکہ اقامت ترک فعل (سفر) کا نام ہے جس کے لئے صرف نیت کافی ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ شخص مذکور چونکہ وہاں پہونچ کر پندرہ روز یا زیادہ قیام کرنے کی نیت رکھتا ہے اور یہ نیت ابتداء سفر میں کر لی ہے لہٰذا ابھی سے مقیم ہو گیا اور اس سفر کو کالعدم قرار دے کر لزوم اتمام کا حکم اس پر جاری کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر اس کو ابھی سے لزوم نیت کی بناء پر مقیم کہہ دیا جائے گا تو اقامت ترک فعل کا نام نہ رہے گا بلکہ اس فعل یعنی (سفر) کا نام ہو جائے گا وھو خلاف المفروض. نیز اس کا فعل اس کی نیت پر فی الحال آثار مرتب ہونے سے مانع ہے۔ المسافر یصیر مقیماً اذا دخل قریۃ او مصراً و نویٰ اقامۃ خمسۃ عشر یوماً فیہ ولا معتبر بالنیۃ وقت السیر قبل الدخول اھ رسائل الارکان ص ۱۴۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافت سفر نہیں

سوال:- (۱) زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفر نگر کے لئے روانہ ہوا جب کہ یہ مسافت ۲۵/ میل ہے۔ تو وہاں قصر نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑا تو مسافتِ قصر ہو جائے گی۔ تو اس صورت میں قصر کرے گا یا نہیں؟ اگر اس طرح سہارنپور یا دہرہ دون جانا پڑے تو مسافت قصر ہوگی یا نہیں؟

(۲) زید کی گاڑی آل یوپی ہے۔ ویسے مستقل چلتی ہے۔ ادھر دہلی لکھنؤ جانا پڑے

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۶۰۴/ ج ۲/ باب صلاۃ المسافر، ھندیہ ص ۱۳۹/ ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، مطبوعہ کوئٹہ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۶/ باب صلاۃ المسافر، مطبوعہ مصری.

تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر میرٹھ زید کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفر نگر کی نیت سے چلا جو کہ ۲۵ رمیل ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا۔ پھر مظفر نگر سے دیوبند کا ارادہ ہو گیا تو بھی قصر نہیں کرے گا۔ پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہو گیا تب بھی قصر نہیں کرے گا۔ اگر چہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافت قصر ہے۔ مگر چونکہ ابتداءِ سفر کے وقت مسافت قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ سے مسافت قصر کی نیت نہیں کی، جہاں سے بھی نیت کی، مسافت قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافت قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا۔ ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں گھوم جائے گا تب بھی قصر نہیں کرے گا۔[1]

(۲) جواب (۱) کے ضابطہ کے موافق حکم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۹ھ

مسافت سفر سے کم میں قصر نہیں

سوال:- زید جو اپنے کاروبار کی جگہ سے جہاں اس کی املاک ہے یعنی شہر مدراس اپنے مکان آیا جایا کرتا تھا اور جس کے درمیان مسافت قصر بھی ہے۔ ایسی صورت میں زید کے لئے مسافت قصر سے کم میں قصر صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] اذا قصد مصرا من الامصار وهو مادون مسيرة ثلاثة ايام لايكون مسافراً ولو انه خرج من ذلك المصر الذى قصد الى مصر آخر وهو ايضا اقل من ثلاثة ايام فانه لا يكون مسافراً وان طاف آفاق الدنيا على هذا السبيل لايكون مسافراً (البحر الرائق ص ۱۲۹ / ج ۲ /) باب المسافر مطبوعه كوئٹه، المحيط ص ۳۸۹ / ج ۲ / صلاة السفر، نوع آخر فى بيان مدة الاقامة مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى ص ۱۳۹ / ج ۱ / الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسافت قصر سے کم کی نیت سے جو شخص سفر کرے اس کو قصر صلوٰۃ جائز نہیں۔ اتمام واجب ہے۔ هكذا في كتب الفقه[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۵/ذی الحجہ ۵۶ھ

قصر واتمام

سوال:- (۱) بندہ ایک عرصہ سے الہ آباد میں دینی کام کرتا ہے۔ وطن اصلی بارہ بنکی ہے عموماً پندرہ بیس دن الہ آباد میں رہتا ہے اور تین چار دن کے لئے بارہ بنکی چلا جاتا ہے۔ غرضیکہ قیام کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ بیس دن رہوں گا، کبھی آٹھ ہی دن میں چلا جاتا ہوں۔ اس وقت مجھے نمازِ قصر پڑھنی پڑے گی یا پوری؟

(۲) کبھی پندرہ دن کی نیت ہوتی ہے، لیکن آس پاس کے دیہاتوں میں گذرتا ہے دن اور رات۔ الہٰ آباد میں قصر ہوگی یا نہیں؟ نیز جو نماز دیہاتوں میں پڑھی اس میں قصر ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بارہ بنکی میں آپ جب داخل ہوں گے پوری نماز پڑھیں گے خواہ وہاں ایک ہی

---

[1] ولابد للمسافرين من قصد مسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والا لايترخص ابدا ولو طاف الدنيا جميعها بان كان آبق او غريم او نحو ذٰلك، عالمگيری ص ۱۳۹/ ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص ۱۲۹/ ج ۲/ باب صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانی ص ۳۸۹/ ج ۲/ الفصل الثانی والعشرون، صلاة السفر، نوع آخر فی بيان مدة الاقامة، مطبوعه ڈابھيل.

نماز کے بقدر قیام ہو، الہٰ آباد میں اگر پندرہ روز مسلسل قیام کی نیت ہوتو وہاں بھی پوری نماز پڑھیں گے۔ اگرچہ پندرہ روز کی نیت کی صورت میں پہلے سفر کی نوبت آجائے۔ اگر پندرہ روز سے کم قیام کی نیت ہوتو وہاں نماز قصر کریں گے[1]

(۲) اگر الہٰ آباد میں پندرہ روز قیام کی نیت ہے مگر درمیان میں آس پاس دیہات میں جانے کی ضرورت پیش آگئی جو کہ سفر شرعی سے کم مسافرت پر واقع ہیں تب بھی پوری نماز پڑھی جائے گی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سفر میں قصر واتمام کی صورتیں

سوال:- ایک شخص اپنی ملازمت کے فرائض کی تکمیل میں اپنے ہیڈ کوارٹر مثلاً سہارنپور میں تعینات ہے اور ہیڈ کوارٹر کے باہر اکثر دورہ پر رہتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک یا دو روز کے خیال سے باہر گیا اور زیادہ عرصہ میں کام پڑ جانے پر واپس آیا۔ اس مقام سے کسی دوسرے مقام کو جانا پڑ گیا۔ یا امید کے خلاف کم عرصہ میں ہیڈ کوارٹر کو واپس آیا۔ کام گو زیادہ تر باہر ہی رہنے کا ہے اور روانگی و واپسی و باہر کے قیام اور اس کے فاصلے کا کوئی یقین نہیں ہے

---

[1] لا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشریوماً او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصرالی قوله واذا دخل المسافرفی مصره اتم الصلوة وان لم ینوا الاقامة فیه (الهدایة ص ۱۶۶/ج ۱/ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند. الهندیة ص ۱۳۹/ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه المصر،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۴۶/مطبوعه مصری، درمختارمع الشامی کراچی ص ۱۲۴/ج ۲/باب صلاة المسافر.

[2] ثم بالخروج الی الموضع الآخر لایصیرمسافرالان موضع اقامة الرجل حیث یبیت فیه الخ تاتار خانیه ص ۸/ج ۲/صلوة المسافر، فی بیان المواضع التی تصح فیها نیة الاقامة، مطبوعه کراچی،شامی کراچی ص ۱۲۶/ج ۲/باب صلاة المسافر،بحرص ۱۳۲/ج ۲ باب صلاة المسافر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

شاید سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ کے لئے بیک وقت برابر ہیڈکوارٹر پر رہنے کا موقعہ ملتا ہو۔ اندریں حالات نماز کے متعلق رجوع ہے کہ نماز قصر کن صورتوں میں کیجائے اور قصر سنن پر بھی اثر انداز ہوگا یا نہیں۔ جواب مفصل وشافی عطا فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وطن اصلی یا وطن اقامت (یعنی جہاں پندرہ یوم کے قیام کا قصد ہو) سے جب سفر شروع ہو تو دیکھنا چاہئے کہ کتنی دور چلنے کا مصمم ارادہ ہے اگر کم از کم تین منزل چلنے کا قصد ہے خواہ یکدم خواہ بیچ میں ٹھہرتے ہوئے (بشرطیکہ پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا قصد ہو) تو قصر کرنا یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا ضروری ہے اگر تین منزل چلنے کا قصد نہیں بلکہ کم کا ہے تو قصر جائز نہیں اسی طرح اگر تین منزل چلنے کا قصد ہے لیکن بیچ میں کسی ایسی جگہ کم از کم پندرہ یوم ٹھہرنے کا قصد ہے جو کہ تین منزل سے کم ہے تب بھی اس سفر میں قصر جائز نہیں اور اس جگہ سے چلنے کے لئے قصر کے لئے وہی مسافت معتبر ہوگی۔

اگر ابتداء سفر میں تین منزل کا ارادہ ہے لیکن تین منزل پوری ہونے سے پہلے اتفاقاً واپسی کا ارادہ ہوگیا تو واپسی کے ارادہ سے پہلے قصر کرنا چاہئے واپسی کے بعد قصر نہیں بلکہ اتمام ہے[1] اگر ابتداء سفر میں تین منزل سے کم قصد تھا لیکن کسی مقام پر پہونچ کر اتفاقاً تین منزل یا اس سے زائد کا قصد ہوگیا تو اس قصد سے پہلے قصر نہ تھا اس قصد کے بعد قصر ہوگا اگر کسی مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے تب قصر جائز نہیں۔ ہر حال میں اتمام ضروری ہے سفر میں قصر فرائض میں ہوگا سنن میں قصر نہیں۔ اگر چلتے چلتے سفر میں نماز کے لئے کچھ دیر ٹھہرنے کی

---

[1] المسافر اذا خرج من مصره ثم بداله ان يعود الى مصره لحاجة وذالک قبل ان يسير مسير ثلاثة ايام صلى صلاة المقيمين فى مكانه ذالک فى انصرافه الى المصر، الخ تاتارخانيه ص ۱۸/ج ۲/صلوة المسافر ، نوع آخرفى بيان مايصير المسافربه مقيما الخ، مطبوعه كراچى ،بحر ص ۱۳۱/ج ۲/ باب صلاة المسافر، مطبوعه الماجديه كوئٹه، المحيط البرهانى ص ۴۰۰/ج ۲/ صلوة المسافر نوع آخر فى بيان مايصير المسافربه مقيما الخ، مطبوعه ڈابهيل.

نوبت آئے تو ایسے وقت سنن کی ادائیگی کا حکم باقی نہیں رہتا اور پندرہ یوم سے کم کسی جگہ حالت سفر میں ٹھہرنے کے وقت سنن کو بھی ادا کرنا چاہئے۔ تین منزل کی تعیین میں اختلاف ہے متوسط منزل سولہ میل کی ہوتی ہے۔ تو ۴۸ رمیل مسافت سفر ہوئی اور بعض اس سے زیادہ طویل کہتے ہیں بعض قصیر اس کا مدار عرف پر ہے۔ **من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعى ركعتين ولوعاصيا بسفره حتىٰ يدخل موضع مقامه اوينوى اقامة نصف شهر بموضع صالح لها فيقصران نوىٰ اقل منه ويأتى بالسنن ان كان فى حال امن وقرار والالاتنوير**[1] ص ۸۲۸ ر. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مسافر کو اتمام

سوال:- زید دیوبند سے سفر شرعی پر گیا وہاں اس نے قصر کیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی نماز پڑھائی مگر اسے سفر کا کوئی خیال نہ تھا، کیا اس کا نماز پڑھانا اور خود چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں، یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہاں تک سفر کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے یا نہیں، یا سفر بھی قصر یا غیر قصر کی نیت سے کرنا ہوگی یا نہیں، نیت کے بارے میں ضرور روشنی ڈالیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مسافت سفر شرعی کا قصد کرکے آدمی چلے تو اس کے لئے قصر کرنا واجب ہوتا

[1] الدرالمختار نعمانيه ص ۵۲۵ ر ج ۱ ر الدرالمختار كراچى ص ۱۲۱ ر ج ۲ ر باب صلاة المسافر. مراقى على الطحطاوى مصرى ص ۳۴۲ ر باب صلاة المسافر، عالمگيرى ص ۱۳۸ ر ج ۱ ر الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه.

ہے[۱] تنہا نماز پڑھے یا امام ہوکر پڑھائے، اتمام کی اجازت نہیں اگر خیال سفر نہ رہے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اتمام کرلیا اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا ہے، تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوکر نماز ہوگئی[۲] لیکن جب مقیم نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اس کو اپنی نماز لوٹانی چاہئے[۳] امام کو چاہئے کہ مقتدی کو خبر کردے کہ فلاں روز فلاں وقت جس نے میرے پیچھے نماز پڑھی وہ اپنی نماز لوٹالے میں مسافر تھا، نیت اتنی کافی ہے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں[۴] پھر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور امام کے بعد مقتدی اپنی دو رکعت پوری کرلے، مگر ان دو رکعت میں نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑا ہوکر رکوع سجدہ کرکے نماز پوری کرلے[۵]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

---

[۱] والقصر واجب عند نا الخ عالمگیری ج ۱/ص ۱۳۹/الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، مطبوعہ کوئٹہ ،شامی کراچی ج۲/ ص ۱۲۳/ باب صلاۃ المسافر، قاضی خان، ج ۱/ ص ۱۶۴/ باب صلاۃ المسافر الفقہ الحنفی وادلتہ ج ۱/ص ۲۷۶/صلاۃ المسافر، مطبوعہ بیروت.

[۲] فان صلی اربعا وقعد فی الثانیۃ قدر التشہد اجزأتہ والاخریان نافلۃ الخ عالمگیری ج ۱/ ص ۱۳۹/ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر،زیلعی ج ۱/ ص ۲۱۱/ باب المسافر، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۴۵/ باب صلاۃ المسافر، مطبوعہ مصری.

[۳] فلو اتم المقیمون صلاتھم فسدت لان اقتداء المفترض بالمتنفل الخ شامی کراچی ج۲/ ص ۱۳۰/ باب صلاۃ المسافر منحۃ الخالق ج۲/ ص ۱۳۵/ باب المسافر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[۴] وانما یجزیہ ان ینوی فرض الوقت اذا کان یصلی فی الوقت الخ عالمگیری ج ۱/ص ۶۶/ الباب الثالث فی شروط الصلوۃ، الفصل الرابع فی النیۃ، مطبوعہ کوئٹہ تبیین الحقائق ج ۱/ ص ۹۹/ باب شروط الصلاۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان،بدائع زکریا ج ۱/ ص ۳۳۰/ کتاب الصلوۃ، الکلام فی النیۃ .

[۵] اقتدی مقیم بمسافر صح الاقتداء الی قولہ ویتم المقیمون منفردین بلاقراءۃ الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۴۷/باب صلاۃ المسافر،مطبوعہ مصر،عالمگیری ج ۱/ص ۱۴۲/ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، مطبوعہ کوئٹہ شامی کراچی ج ۱/ص ۲۳۸/باب صلاۃ المسافر.

مسافر کو اتمام

سوال:- اگر مسافر سہو سے چار رکعت پڑھ جاوے پھر بعد میں یاد آوے تو یہ نماز ہو جاوے گی یا یہ لوٹا کر پھر پڑھے گا؟ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سہواً سفر شرعی کی حالت میں اتمام کیا اور قعدہ اولیٰ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے۔ **فاذا اتم الرباعية والحال انه قعد القعود الاول قدر التشهد صحت صلاته مع الكراهة لتاخير الواجب وهو السلام عن محله ان كان عامداً فان كان ساهياً يسجد للسهو مراقى الفلاح**[1] **مختصراً ص ۲۴۶/.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ

امام مسافر کا اتمام کرنا

سوال:- چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے بحالت سفر نماز خود را بجائے دو رکعت چار رکعت ادا نمود عمداً یا سہواً منفرد باشد یا امام ودر ہر دو صورت مسئلہ مذکور بحکم شرع چہ حکم دارد آیا نمازش بحالت انفراد خود را ادا نمود دریں صورت مع احتمالات وہر چہ حکم دارد مفصل ومشرح با دلائل واضحہ تحریر فرمودہ ممنون فرمائید۔ **بینوا وتوجروا**[2]

---

[1] **مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۳۴۵/ مطبوعه مصر، باب صلاة المسافر، الدر المختار على الشامى زكرياص ۶۰۹/ ج ۲/ باب صلاة المسافر، حلبى كبيرى ص ۵۳۸/ صلاة المسافر، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.**

[2] **ترجمہ سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے متعلق (باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسافر شرعی کے لئے اتمام جائز نہیں بلکہ صلوٰۃ رباعی کو دو پڑھنا ضروری ہے صلی (المسافر) الفرض الرباعی رکعتین وجوباً درمختار[1] ص ۱۰۷ ج ۱، اگر مسافر نے اتمام کیا ہے اور قعدہ اولیٰ بھی کیا ہے تو اس کے فرض ادا ہو گئے لیکن یہ مکروہ ہے اور سجدہ سہو واجب ہے اگر عمداً ایسا کیا ہے تو گنہ گار ہوگا اور اعادہ واجب ہوگا۔ فلو اتم المسافر ان قعد فی قعدة الاولیٰ تم فرضه ولکنه اساء لو عامدا لتاخیر السلام[2] (درمختار ص ۵۳۰/ ج ۱/ نعمانیہ) دو رکعت ایسی صورت میں فرض ہوں گی اور دو نفل اگر امام نے حالت امامت میں کیا ہے اور مقیم مقتدیوں نے اخیر کی دو رکعت میں بھی امام کا اقتداء کیا ہے تو مقتدیوں کی نماز فرض نہیں ہوئی۔ فلو اتم المقیمون صلوٰتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة ای اذا قصدوا متابعته[3] شامی ص ۵۳۱/ ج ۱/ نعمانیہ۔

اگر مقتدیوں نے اخیر کی دو رکعت میں امام کا اقتداء نہیں کیا۔ تو مقتدیوں کی نماز درست ہوگئی۔ امالو نووا مفارقة ووافقواه صورة فلافساد افاده الخیر الرملی[4] شامی ص ۵۳۱/ ج ۱/ نعمانیہ۔

(پچھلے صفحہ کا باقی ترجمہ) کہ ایک شخص سفر کی حالت میں اپنی نماز دو رکعت کی بجائے چار رکعت ادا کرے عمداً یا سہواً منفرد ہو یا امام ان دونوں صورتوں میں شریعت کے حکم کے مطابق مسئلہ مذکور کا کیا حکم ہے آیا اس کی نماز منفرد ہونے کی حالت میں ادا ہوگئی؟ دیگر احتمالات کے ساتھ جو حکم ہو مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔

[1] الدرالمختار نعمانیہ ص ۵۲۷/ ج ۱/ درمختار علی الشامی کراچی ص ۱۲۱/ ج ۲/ باب صلاة المسافر، النهر الفائق ص ۳۴۵/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطبوعه بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۵۳۰ ج ۱، درمختار علی الشامی کراچی ص ۱۲۸ ج ۲، باب صلاة المسافر، النهر الفائق ص ۳۴۶/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطبوعه بیروت، حلبی کبیری ص ۵۳۹/ فصل فی صلاة المسافر، مطبوعه لاهور.

[3] الشامی نعمانیه ص ۵۳۱/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، منحة الخالق ص ۱۳۵/ ج ۲/ باب صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه.

[4] الشامی نعمانیه ص ۵۳۱/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، منحة الخالق ص ۱۳۵/ ج ۲/ باب صلاة المسافر مطبوعه کوئٹه.

اگر مسافر نے قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوئے بلکہ تمام نماز نفل ہوگئی وان لا لم یقعد (فی القعدة الاولیٰ) بطل فرضه وصار الکل نفلاً[1] اگر مسبوق کو اپنا مسبوق ہونا یاد نہیں تھا بلکہ دوسرے کے اشارہ سے کھڑا ہوا ہے کچھ توقف نہیں تو ان کی نماز فاسد ہوگئی اگر اشارہ کے بعد خود یاد آ گیا اور کچھ توقف کر کے کھڑا ہوگیا۔ تو نماز فاسد نہیں ہوئی والصحیح قولهما عملاً بقصد المتکلم حتی لو امتثل امر غیره فقیل له تقدم فتقدم الیٰ ان قال فسدبل یکمث ساعة ثم یتقدم برأیه درمختار[2] ص ۱۸۹ / ج ۱ / قال الطحطاوی (قوله فقیل له تقدم فتقدم) الفساد فیه ظاهر ص ۲۶۴ / ج ۱ /[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۵/۱/۵۲ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/۱/۵۲ھ

امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: -حضرت رائپوریؒ کے خلیفہ مولانا آزاد آئے ہوئے تھے انھوں نے غلطی سے پوری نمازِ ظہر پڑھ دی، حالانکہ وہ قصر کررہے تھے تو اب نماز ہوگی یا نہیں؟ بعد میں انہوں نے اعلان بھی کردیا تھا۔

---

[1] الدر المختار علی ردالمحتار زکریا ص ۶۱۰ / ج ۲ / باب صلاة المسافر، حلبی کبیری ص ۵۳۹ / فصل فی صلاة المسافر، النهر الفائق ص ۳۴۶ / ج ۱ / باب صلاة المسافر، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۴۱۸ / ج ۱ / مطبوعه زکریا ص ۳۸۱ / ج ۲ / باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب المواضع التی لا یجب فیها ردالسلام.

[3] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۲۶۴ / ج ۱ / باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه دارالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو رکعت پر قعدہ کر کے بھول کر کھڑے ہو گئے اور چار رکعت پوری کر لی تو فرض ادا ہو گیا، امام کا بھی اور مسافر مقتدیوں کا بھی لیکن وقت کے اندر اعادہ لازم ہے اور وقت گذر جانے کے بعد اعادہ لازم نہیں اور جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز نہیں ہوئی ان کو بہر صورت اعادہ لازم ہے وقت باقی ہو یا ختم ہو گیا ہو[1] اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوا نہ امام کا نہ مقتدیوں کا دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۷ھ

مسافر نے اتمام کیا

سوال:- اگر کوئی مسافر جس پر قصر واجب تھا امام ہو اور پوری چار رکعت مقیم مقتدیوں کو پڑھاوے تو مقیم مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ درمختار میں لکھا ہے کہ نہیں ہوگی اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مسافر پر دو ہی رکعت واجب تھی اس نے جو چار رکعت پڑھی ہیں اس کی دو رکعت فرض ہوگئی اور باقی دو رکعت نفل ہوگی۔ مقتدیوں کی چونکہ چاروں رکعتیں فرض ہیں باقی دو رکعتیں ان کی نفل پڑھانے والے کے پیچھے ادا ہوئی اور مسئلہ کی رو سے نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی۔ اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی اگر

---

[1] فلو اتم المقیمون صلوتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریه ای اذا قصد وا متابعته ، شامی نعمانیه ص ۵۳۱/ج ۱/ باب صلاة المسافر،منحة الخالق ص ۱۳۵/ج ۲/باب صلاةالمسافر ، مطبوعه کوئٹه.

[2] فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولیٰ تم فرضه ولکنه اساء لوعامداً لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وهذا لایحل وان لم یقعد بطل فرضه الدرالمختار نعمانیه ص ۵۳۰/ج ۱/ الدرالمختار علی الشامی ص ۱۲۸/ج ۲/ ایچ ایم سعید کراچی.باب صلاة المسافر،النهرالفائق ص ۳۴۶/ج ۱/باب صلاة المسافر،مطبوعه بیروت،حلبی کبیری ص ۵۳۹/ صلاة المسافر،مطبوعه لاهور.

وہی مسافر امام بن کر دو رکعت نماز کا اعادہ کرے اور مقیم مقتدی اس کی اقتداء کریں تو بھی مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ پہلی نماز میں مسافر امام کے فرض ادا ہو چکے ہیں اور اب اس کے ذمہ فرض نہیں اور مقتدیوں کے ابھی فرض ادا نہیں ہوئے اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ اب آپ فرمائیں کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مجھے اس میں جہاں مغالطہ ہوا ہے کتب کی وضاحت کریں۔ کیونکہ میں آپ کے سامنے ایک مبتدی کی حیثیت رکھتا ہوں اور مسئلہ ہذا میں تصحیح کا متمنی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ تو صاف ہے، وجہ مغالطہ کی شرح کریں تو معلوم ہو۔ مسافر امام نے جب دو رکعت پر قعدہ کیا اور چار پوری کی۔ دو فرض ہوئیں اور دو نفل جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز آخری دو رکعتوں میں صحیح نہیں ہوئی۔ کیونکہ **اقتداء المفترض خلف المتنفل** ناجائز ہے۔ اب امام نے جب اسی نماز کو دوبارہ پڑھا اور دو ہی پر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز میں **خلط النفل بالفرض** کی وجہ سے جو اساءت ہوئی تھی اس کی مکافات ہوگئی۔ یہ نماز اس کے حق میں پہلی نماز کے لئے ہوئی اور فریضہ پہلی ہی نماز میں پورا ہو چکا تھا۔ مقتدیوں کا فریضہ پہلی نماز میں فاسد ہو گیا تھا اس لئے ان کی دوسری نماز فرض ہوئی جو کہ **اقتداء الفرض خلف المتنفل** کی وجہ سے پھر فاسد ہوگئی۔ **فلو اتم المسافر ان قعدفی القعدة الاولیٰ تم فرضه، ولٰکنه اساء لو عامداً لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وهذا لایحل کماحررهٗ القهستانی بعد ان فسر اساء بأثم واستحق النار ومازاد نفل کمصلی الفجر اربعاً اھ** درمختار[1] ص ۷۳۹/ج ۱/ **والمختار ان المعادة لترک واجب نفل جابر والفرض سقط بالاولیٰ لان الفرض**

---

[1] درمختار نعمانیه ص ۵۳۰/ج ۱/ باب صلاة المسافر، منحة الخالق ص ۱۳۵/ج ۲/باب صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیری ص ۵۳۹/صلاة المسافر، مطبوعه لاهور.

لایتکرر اھ طحطاوی[1] ص ۱۲۴ ر. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ملاح مقیم ہیں یا مسافر

سوال:- ایک جماعت ملاحوں کی ہے جس کا دستور ہے کہ کسی بڑی آبادی شہر کی پناہ میں بازار کے متصل ندی کے کنارے جگہ خرید لیتے ہیں گورنمنٹ کو اس جگہ کا خراج ادا کرتے ہیں ایک مکان خواہ کرایہ کا خواہ ذاتی لیتے ہیں جس میں ان کا سردار اور سامان رہتا ہے وہیں ان کی مسجد ہوتی ہے جس میں نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں اگر کوئی مرجاتا ہے اسی شہر میں دفن کفن کرتے ہیں اور ندی کے اندر کشتیاں باندھ دیتے ہیں خود عموماً کشتیوں کے اندر رہتے ہیں اور آنے جانیوالوں سے کرایہ لے کر کشتی میں بٹھلا کر آٹھ دس میل تک پہونچا دیتے ہیں اور اسی جگہ واپس آجاتے ہیں۔ خط وکتابت بھی مکان سے اسی پتہ سے آتی جاتی ہے اسی طرح دو چار برس یا زیادہ روزگار کر کے گھر واپس آتے ہیں پس سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو شرعاً مقیم کا حکم دیا جائے گا یا مسافر کا اور نماز پوری ادا کریں یا قصر کریں یہاں پر علماء کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگ اگر پندرہ یوم اس جگہ پر ٹھہریں تو وہ جگہ ان کے لئے وطن اقامت ہے جب تک کم از کم تین یوم کی مسافت کی نیت سے وہاں سے نہیں چلیں گے اس وقت تک اتمام کریں گے قصر نہیں کریں گے۔ البتہ اگر کسی جگہ ان کو جانا ہو جو کم از کم تین یوم کی مسافت پر

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۰۰ر فصل بیان واجب الصلاۃ، درمختار علی رد المحتار ص ۱۲۸ر ج ۲ر ایچ ایم سعید کراچی. مطبوعہ زکریا ص ۱۴۸ر ج ۲ر باب صفۃ الصلاۃ، مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم الخ.

ہے (یعنی کشتی ہوا معتدل ہونے کے وقت آرام کے ساتھ تین یوم میں وہاں پہونچتی ہے) تو یہ لوگ قصر کریں گے اگر اتنی مسافت سے کم سفر کریں گے تو یہ شرعی سفر نہیں اس میں قصر نہیں کریں گے۔ واقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافي التبيين عالمگیری[1] ص ۱۳۶ / وفيها بعداسطر و المعتبر في البحر ثلثة ايام في ريح مستوية غير غالبة و لا ساكنة.[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۷/۱۱/۵۳ھ
صحیح: عبداللطیف ۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

ریلوے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم

سوال:- مسمّٰی زید ایک ریلوے ملازم ہے اور بعض دفعہ صبح ساٹھ میل کی مسافت طے کرتا ہے اور شام کو بھی اتنی ہی، یعنی صبح اپنی جائے اقامت سے بذریعہ ریل گاڑی بوجہ ملازمت جائے اقامت سے ساٹھ میل مسافت طے کرتا ہے اور اتنی ہی مسافت شام کو طے کر کے اپنی جائے اقامت پر آ جاتا ہے۔ زید راستے میں قصر نماز پڑھتا ہے مگر جائے اقامت پر یعنی وطن اقامت میں پوری نماز پڑھتا ہے۔ کیا زید کو جائے اقامت یعنی وطن اقامت میں قصر پڑھنی چاہئے یا کہ پوری جب کہ زید بوجہ مجبوری ملازمت دو تین دن سے زیادہ وطن اقامت میں مقیم نہیں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ صرف بارہ گھنٹے ہی مقیم وطن اقامت میں رہ سکتا ہے۔ اور بعض دفعہ چھٹی لینے، رخصت لینے یا بیمار ہونے کی وجہ سے پندرہ دن یا زیادہ دن جائے اقامت پر رہتا ہے مگر رخصت ختم ہونے یا بیماری سے شفا ہونے پر حسب معمول پھر

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۱۳۸ / ج ۱ / الباب الخامس عشر في صلاة المسافر.

[2] عالمگیری ص ۱۳۸ / ج ۱ / الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه، مراقي الفلاح على الطحطاوي ص ۳۴۲، ۳۴۳ / ج ۱ / صلاة المسافر، مطبوعه مصري، النهر الفائق ص ۳۴۵ / ج ۱ / صلاة المسافر، مطبوعه بيروت.

ملازمت پر جاتا ہے۔

آیا صورت ثانی میں زید کیونکر نماز پڑھا کرے اور اگر زید وطن اقامت پر بھی قصر پڑھا کرے تو سابقہ نمازوں کے لئے کیا حکم ہے۔ جو کہ زید وطن اقامت میں پوری پڑھتا رہا۔ آیا ان کو قصر کر کے قضا کرے یا رہنے دے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک زید وطن اقامت میں کم ازکم پندرہ یوم اقامت کی نیت نہ کرے صورت مسئولہ میں قصر نماز پڑھتا رہے۔ زید چونکہ ملازم ہے اس لئے اس کی نیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ قانوناً اس کو پندرہ روز ٹھہرنے کا اختیار بھی ہو ورنہ اس کے افسر کی نیت معتبر ہوگی[1] اب تک ایسی حالت میں جس قدر نمازیں اتمام کے ساتھ پڑھی ہیں اگر ان میں قعدہ اولیٰ کیا ہے تب تو وہ نمازیں کراہت کے ساتھ درست ہوگئیں اگر قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو ان کا اعادہ ضروری ہے۔ **صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامه او ینوی اقامته نصف شهر بموضع صالح لها فیقصرلها ان نویٰ اقل منه فلواتم مسافران قعدفی القعدة الاولیٰ تم فرضه واساء ومازاد نفل وان لم یقعد بطل فرضه در مختار**[2] **مختصراً** . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف یکم ذی قعدہ ۵۷ھ

---

[1] وکل من کان تبعا لغیره یلمزمه طاعته یصیر مقیما باقامته ومسافراً بنیته وخروجه الی السفرالخ عالمگیری ص ۱۴۱/ج ۱/ الباب الخامس عشرفی صلوة المسافر، تاتارخانیه ص ۹، ۱۰/ج۲/ نوع آخر فی بیان من لایصیر مقیماالخ، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص۳۹۳/ ج۲/نوع آخر فی بیان من لایصیر مقیماً الخ، مطبوعه ڈابھیل.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۳۰/ج ۱/ الدرالمختار علی ردالمحتار ص۱۲۷/ج۲/ مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی. باب صلاة المسافر، النهرالفائق ص ۳۴۵، ۳۴۶/ج ۱ صلاة المسافر، مطبوعه بیروت، حلبی کبیری ص ۵۳۹/ صلاة المسافر، مطبوعه لاهور، زیلعی ص ۲۰۹/ج ۱/ صلاة المسافر، مطبوعه امدادیه ملتان.

دوران سفر اپنے وطن کے اندر سے گزرنا، آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا

سوال:- (۱) موضع فیروز پور دہلی الور روڈ کے متصل واقع ہے۔ پہلے آبادی اور سڑک کے درمیانی زمین میں کاشت ہوتی تھی لیکن اب سڑک تک مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور کاشت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سڑک کے دوسرے رخ پر قبرستان اور مویشی کے بٹھانے کی جگہ ہے۔ ایسی صورت میں اس بستی کا رہنے والا دہلی سے الور یا الور سے دہلی کو گذرے تو اس کی مسافرت ختم ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) نیز قصبہ نوح سے پرانی دہلی ۴۸ رمیل تھی اور اب نئی دہلی بڑھتے بڑھتے نوح کے رخ پر تقریباً ۱۵ رمیل بڑھ چکی ہے۔ ایسی صورت میں نوح کا رہنے والا پُرانی دہلی کو اگر سفر کرے تو مسافر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ نئی دہلی اور پُرانی دہلی دونوں کی کمیٹیاں علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اب وہ سڑک آبادی سے خارج نہیں رہی جو شخص بارادہ سفر فیروز پور سے اس سڑک پر آئے وہ قصر نہیں کرے گا اور جب ایسا آدمی سفر شرعی سے چل کر اس سڑک پر پہونچ جائے جس کا وہ وطن ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا اگر چہ اس کا ارادہ وہاں قیام کا نہ ہو[1]

(۲) آبادی دیکھنے میں اگر متصل ہو تو محض کمیٹی الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کو

---

[1] واشار الی انه یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الاقامة کربض المصر و ماحول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر، وکذالقری المتصلة بالربض فی الصحیح،شامی زکریا ص ۵۹۹/ج۲/ اول باب صلاة المسافر،تاتارخانیه ص۵/ج۲/نوع آخر فی بیان ان المسافر متی یقصر الصلاة، مطبوعه کراچی،المحیط ص۳۸۸/ج۲/ نوع آخر متی یقصر الصلاة،الفصل الثانی والعشرون صلاة السفر، مطبوعه ڈابھیل.

دو بستیاں نہیں کہیں گے۔ جب ۴۸ رمیل کی مسافت نہیں رہی بلکہ صرف ۳۳ رمیل کی مسافت رہ گئی تو یہ سفر شرعی کے لئے کافی نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ہمیشہ مسافر رہنے والے کی نماز

سوال:- بہت سے سرکاری ملازمین ایسے ہیں جنہیں روزانہ اپنے آفس جانے کے لئے پچاس میل طے کرنا پڑتا ہے کیا مسافر ہو جائے گا اور نماز قصر کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو گویا وہ تا مدت ملازمت مسافر ہی رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ اپنے مکان سے ملازمت کے لئے دفتر جائے گا تو راستہ میں قصر کرے گا اور جب تک جائے ملازمت پر کم از کم پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہ ہو خواہ اسی روز واپسی کا ارادہ ہو یا ایک دو روز بعد جب بھی قصر ہی کرے گا۔ اگرچہ اسی حالت میں ساری عمر گزر جائے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویشترط لصحة نية السفر ثلاثة اشياء الاستقلال بالحكم والبلوغ والثالث عدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ايام، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۳۴۴/ باب صلاة المسافر، عالمگیری ص ۱۳۹/ ج ۱/الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر،مطبوعه کوئٹه.

[2] من جاوز مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة ايام فی براو بحرأو جبل قصر الفرض الرباعی ركعتين الیٰ قوله حتی يدخل مصره او ينوی الاقامة نصف شهر الخ. البحرالرائق ص۱۲۸/ ج۲/ (مكتبه الماجديه كوئٹه) كتاب الصلوٰة، باب المسافر،النهرالفائق ص ۳۴۴/ج ۱/باب صلاة المسافر، مطبوعه بيروت،المحيط ص۳۸۷/ج۲/نوع آخر متی يقصرالصلاة، مطبوعه ڈابهيل.

دورانِ سفر وطن اقامت سے گزرنا سفر کے پیش نظر تنہا نماز پڑھ لینا

سوال:- (۱) میں حسن پور ضلع فتح پور تحصیل بندکی کا رہنے والا ہوں۔ میرے والدین حسن پور دیہات میں رہتے ہیں۔ میں بسلسلۂ ملازمت بندکی میں مع اہل وعیال عرصہ ۵/سال سے رہ رہا ہوں اور ڈیوٹی کانپور کرنے چلا جاتا ہوں۔ ڈیوٹی کانپور سے باندہ نرینی اور نرینی سے واپس کان پور جا کر ختم کرتا ہوں پھر کسی دوسری سواری کے ذریعہ بندکی چلا آتا ہوں۔ دوسرے دن ڈیوٹی نہیں رہتی تیسرے دن پھر اسی طرح ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں میری سکونت کہاں تسلیم کی جائے حسن پور یا بندکی یا کانپور؟

(۲) بس میں کتنا سفر کرنے کے بعد نماز قصر ادا کرنی ہوگی؟

(۳) چونکہ بس بندکی ہو کر جاتی ہے اور آتی ہے اس لئے بندکی اسٹیشن پر نماز قصر ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

(۴) جماعت تیار ہے یا ہو رہی ہے اور مجھے فوراً نماز پڑھ کر بس لے کر روڈ پر جانا ہے تو جماعت چھوڑ کر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھ سکتا ہوں۔ کیونکہ نماز جماعت میں دیر لگنے کا سوال ہے اور مجھے جلدی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حسن پور آپ کا وطن اصلی ہے[۱]

(۲) ۴۸/میل پر نماز قصر کا حکم ہے[۲]

---

[۱] الوطن الاصلی هو موطن ولا دته اوتأهله او توطنه الخ شامی زکریا ص ۶۱۴/ج۲/ باب صلاة المسافر، عالمگیری ص ۱۴۲/ج۱/الباب الخامس عشر، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، تاتار خانیه ص ۱۹/ج۲/صلاة المسافر، نوع آخر فی بیان مایصیر المسافر به الخ، مطبوعه کراچی.

[۲] من جاوز مصره مریداً سیراً وسطاً ثلاثة ایام فی براو بحر اوجبل قصر الفرض الرباعی رکعتین الخ البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۸ ج۲ باب صلاة المسافر، شامی کراچی ص ۱۲۱، ۱۲۳/ج۲/باب صلاة المسافر، المحیط ص ۳۸۷/ج۲/صلاة السفر، نوع آخر فی بیان ان السفر الخ، مطبوعه ڈابھیل، النهر الفائق ص ۳۴۴/ج۱/صلاة المسافر، مطبوعه بیروت.

(۳) بند کی آپ کا وطن اصلی نہیں وہاں اتمام کا سوال نہیں۔ اگر مسافر ہیں تو قصر کریں گے۔ یعنی ۴۸ رمیل کا ارادہ کر کے چلے اور بند کی اسٹیشن پر پہونچ گئے تو قصر کریں گے۔

(۴) تنہا بھی پڑھنے سے ادا ہوجائے گی۔ ایک دو آدمی مسافر وغیرہ کو لے کر جماعت کرلیا کریں۔ جماعت چھوڑنا بڑی محرومی ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۳ھ

وطن اصلی دو جگہ

سوال:- ایک شخص اپنے وطن اصلی سے بیوی، بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا۔ لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سامان اور جائیداد سے اگرچہ خود ہی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرلی ہے۔ اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو وہ دوسری جگہ وطن اصلی بن گئی۔ لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آئے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطن اصلی ہوجائے گی۔ کذا فی البحر الرائق[۲]

---

[۱] عن ابن عمرؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذبسبع وعشرین درجۃ مشکوۃ شریف ص ۹۵/باب الجماعۃ وفضلھا،یاسر ندیم دیوبند.

[۲] وھو ان یتوطن فی بلدۃ اخری وینقل الاھل الیھا فیخرج الاول من ان یکون وطناً اصلیاً حتی لو دخلہ مسافراً لایتم قیدنا بکونہ انتقل عن الاول باھلہ لانہ لو لم ینتقل بھم ولکنہ استحدث اھلاً فی بلدۃ اخری فان الاول لم یبطل ویتم فیھما الخ البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۳۶/ج ۲/ باب صلاۃ المسافر،تاتار خانیہ ص ۱۹/ج ۲/نوع آخرفی بیان مایصیر المسافربہ مقیماالخ، مطبوعہ کراچی ،تبیین الحقائق ص ۲۱۴/ج ۱/صلاۃ المسافر، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

ص ۱۳۶/ج ۲/ پاکستان۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارلعلوم دیوبند

کیا والد کا مکان بھی وطن اصلی ہے؟

سوال:- ہندوستان سے ایک عالم آج سے پندرہ سال قبل ملازمت کی خاطر افریقہ مع بیوی بچے چلے گئے، اور وہیں کے باشندے بن گئے، مگر ان کے والدین ہندوستان ہی میں رہے اب کئی سالوں سے وہ ایک مقام پر تدریس وامامت کرتے ہیں، ان کا ایک لڑکا حافظ قرآن دوسو میل پر کام کرنے چلا گیا، چھٹیوں میں مکان پر آجاتا ہے، اب شادی کر کے بیوی کو ساتھ لے گیا، تعطیلات میں مکان آیا اور چار رکعت والی نماز میں پوری چار رکعت کی امامت کرائی، ایک مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ نماز نہیں ہوئی، اس لئے کہ یہاں والد کے مکان پر مسافر ہوگیا، والد نے کہا کہ نہیں ہے، اگر وہاں ملازمت چھوٹی تو والد ہی کے مکان آنا پڑے گا، ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے والد نے اس مقام کو اپنا وطن اصلی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بنالیا ہے، اور لڑکا اپنے والد کے تابع ہے تو وہ مقام لڑکے کے حق میں بھی وطن اصلی ہوگیا، جب بھی لڑکا جتنی مدت کے لئے بھی وہاں آئے گا پوری نماز پڑھے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وکل من کان تبعاً لغیرہ ویلزمہ طاعتہ یصیر مقیماً باقامتہ ومسافراً بنیتہ وخروجہ الی السفر (عالمگیری، ج ۱ ص ۱۴۱/) الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، تاتارخانیہ ص ۹، ۱۰/ ج ۲/ نوع آخر فی بیان من لایصیر مقیما الخ مطبوعہ کراچی، المحیط ص ۳۹۳/ ج ۲/ من لایصیر مقیماً الخ، مطبوعہ ڈابھیل.

متبنّٰی ہونے سے وطنِ اصلی نہیں بنا

سوال:- ایک شخص نے دیوبند سے تقریباً تین سومیل کا سفر کیا اور جہاں یہ شخص گیا وہاں کا یہ متبنی ہے اور وہاں پر آٹھ نو روز قیام کرنے کا ارادہ ہے۔ آیا اس شخص کو دورانِ قیام نماز پوری ادا کرنی ہوگی یا قصر ادا کرے گا؟ اگر یہ مذکور شخص نماز پڑھا دے بھول کر تو کیا حکم ہے؟ اور اگر جان کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مقام اس کا وطن اصلی نہیں ہے تو صورتِ مذکورہ میں وہ قصر کرے گا اتمام نہیں کرے گا[۱] اس کی امامت جائز ہے[۲] مگر قصر کرے، اتمام کرنے سے مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی[۳] جان کر اتمام کرنے سے گنہگار بھی ہوگا۔ بھول کر اتمام کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا[۴]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۹۰ھ

---

[۱] وان لم یکن له وطن اصلی یقصر (البحرالرائق ص ۱۳۱/ج۲/ مطبوعه کوئٹه، باب صلاة المسافر الخانیه ص ۱۶۵/ج۱/ باب صلاة المسافر.

[۲] یصح اقتداء المقیم بالمسافر (الهندیة ص ۸۵/ج۱/ باب الامامة، مطبوعه المصر، تبیین ص ۲۱۳/ج۱/صلاة المسافر، مطبوعه امدادیه ملتان، النهرالفائق ص ۳۴۸/ج۱/صلاة المسافر، مطبوعه بیروت.

[۳] فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المتنفل بالمفترض. الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۱۲۸/ج۲/ باب صلاة المسافر، منحة الخالق ص ۱۳۵/ج۲/باب صلاة المسافر، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیری ص ۵۳۹/صلاة المسافر، مطبوعه لاهور.

[۴] حتی لو اتم فانه آثم عاص لان الفرض عندنا من ذوات الاربع رکعتان فی حقه لاغیر (البحرالرائق ص ۱۳۰ ج۲ مطبوعه کوئٹه، باب صلاة المسافر، شامی زکریا ص ۶۰۹/ ج۲/ باب صلاة المسافر، حلبی کبیری ص ۵۳۸/فصل فی صلاة المسافر، مطبوعه لاهور.

داماد کے لئے سسرال میں اور عورت کے لئے میکہ میں قصر واتمام کا حکم

سوال:- (۱) زید کی سسرال اتنی دور ہے جتنی دور میں آدمی شرعی مسافر ہو جاتا ہے یا اس سے بھی دور ہے۔ زید اگر اپنی سسرال جائے تو زید کو وہاں پہونچ کر قصر نماز پڑھنی ہوگی۔ اگر پوری نماز پڑھنی ہوگی تو اس کی کیا وجہ ہے۔ قاعدہ کی رو سے وہ مسافر ہو چکا اور پھر وہ پوری نماز پڑھے اور زید کا ارادہ بھی وہاں ٹھہرنے کا دو دن یا کم وبیش کا ہے یعنی پندرہ یوم سے کم، پھر بھی وہ مسافر نہیں ہوا۔ فتاویٰ دار العلوم جلد ۴ رمیں ص ۴۷۱ پر تحریر ہے۔ اگر کسی آدمی کی زوجہ گھر پر ہو اور پھر وہ آدمی سسرال کو جائے جب کہ اس کی بیوی سسرال میں نہیں ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ مسافر رہے گا۔ اور جلد ۴ رص ۴۸۸ پر تحریر ہے کہ سسرال میں پہونچ کر پوری نماز پڑھے قصر نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیم رہے گا اور اوپر کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ مسافر رہے گا۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مسافر ہونے کیلئے سسرال میں عورت کا ہونا ضروری ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اگر عورت سسرال میں ہو تو زوجہ کا میکہ آدمی کی سسرال نہ رہیگا اور مسافر ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟ ایک شرط ۴۸ رمیل ہے اور اس کے علاوہ جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں اور کیا محض نکاح کی وجہ سے زید کی سسرال وطن بن جاتا ہے۔ جب کہ زید نہ سسرال میں رہتا ہے اور نہ آئندہ کیلئے اس کا کوئی وہاں رہنے کا قصد ہے۔

(۲) بہشتی زیور میں مسافرت کی نماز کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سسرال رہنے لگے تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے۔ تو اگر تین منزل چل کر میکہ گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی۔ مسافرت کے قاعدہ سے نماز روزہ کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی رہے گا عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ عورت بیاہ کے بعد سسرال ہی میں رہتی ہے لیکن رنج و

خوشی کے موقعہ پر میکہ چلی جاتی ہے۔ کیا مسئلہ مذکورہ میں یہی صورت مراد ہے؟ یا کوئی اور صورت مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ص ۴۸۸ ر کے سوال تصریح میں ہے سسرال میں اگر اسی ۸۰ رکوس کا فاصلہ ہے تو زید کو سسرال پہونچ کر پوری نماز پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا چاہئے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ پوری نماز پڑھے۔ اس کی مسافت پر شرعی سفر نہیں ہوتا۔ ص ۴۷۱ کے سوال میں سو ۱۰۰ میل کی تصریح ہے جس پر شرعی سفر کے احکامات جاری ہوتے ہیں، یہ فرق بدیہی ہے محض کسی جگہ نکاح کر لینے سے وہ جگہ وطن اصلی نہیں ہوجاتی جیسا کہ ص ۴۷۱ کے ایک سوال میں ہے کہ زید ساکن الہٰ آباد اور ہندہ ساکنہ سہارنپور، دونوں سفر کرتے ہوئے مراد آباد پہونچے، وہاں دونوں کا نکاح ہوگیا۔ تو زید کا مراد آباد وطن نہ ہوگا وہاں قصر ہی کرے گا۔ البتہ اگر کسی مقام پر جو کہ سسرال کا شہر ہے وہاں نکاح ہوا اور یہ طے پا جائے کہ باوجود نکاح کے زوجہ کو شوہر کے مکان پر رخصت کر کے نہیں بھیجا جائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے مکان ہی پر رہے گی اور شوہر کو بھی یہیں رہنا ہوگا جس کو خانہ دامادی کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں شوہر کے حق میں یہ سسرال بھی وطن اصلی کے حکم میں ہے۔ یہاں آ کر بھی اس کو اتمام کرنا ہوگا اگر چہ مسافت طے کر کے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنا ہو۔ **الوطن الاصلی هو وطن الانسان فی بلدته او بلدة اخریٰ اتخذها داراً او توطن بها مع اهلهٖ وولده ولیس من قصدهٖ الارتحال عنها بل التعیش بها وهذا الوطن یبطل بمثله لاغیر وهو ان یتوطن فی بلدة اخری وینقل الاهل الیها فیخرج الاول من ان یکون وطناً اصلیاً حتی لو دخله مسافراً لایتم قیدنابکونهٖ انتقل عن الاول باهلهٖ لانه لو لم ینتقل بهم ولکنه استحدث اهلاً فی بلدة اخریٰ فان الاول لم یبطل ویتم فیهما الخ، البحر الرائق[1] ص ۱۳۶ ر ج ۲ ر.**

---

[1] البحر الرائق ص ۱۳۶ ج ۲ مطبوعہ پاکستان باب صلاة المسافر. المراقی علی الطحطاوی ص ۳۴۹ ر مطبوعہ مصر، باب صلاة المسافر، تاتارخانیہ ص ۱۹ ر ج ۲ ر نوع آخر فی بیان مایصیر المسافر به مقیماً الخ، مطبوعہ کراچی، تبیین ص ۲۱۴ ر ج ۱ ر صلاة المسافر، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

جہاں نکاح کی یہ صورت نہ ہو وہ وطن اصلی کے حکم میں نہیں۔ مسافر ہونے کے لئے تین منزل کی مسافت تقریباً ۴۸ رمیل کی نیت سے جائے، وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت کی آبادی سے خارج ہو جائے بس اتنا ہی کافی ہے[1]۔

(۲) بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر ایک دو دن کے لئے بطور مہمان کے جاتی ہے پھر واپس چلی آتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد پھر دو چار روز کے لئے جاتی ہے اور چلی آتی ہے۔ کچھ عرصہ تک یہی حال رہتا ہے۔ اس صورت میں میکہ اس کا وطن اصلی رہتا ہے۔ وہ وہاں اتمام کرتی ہے اور شوہر کا مکان ابھی وطن اصلی نہیں بنا۔ پھر مستقلاً شوہر کے مکان پر قیام کے لئے آجاتی ہے کہ اصالۃً اب اسے یہاں رہنا ہے بوقتِ ضرورت میکہ جانا ہوگا۔ اس لئے شوہر کا وطن ہی اس کا وطن اصلی کہلاتا ہے۔ اب وہاں قصر نہیں کرے گی۔ بہشتی زیور[2] کی مراد یہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/ ۹۲ھ

وطن اصلی کب باطل ہوتا ہے

سوال:- زید کا وطن اصلی مدہول ہے چند وجوہات کی بنا پر وہ مدہول چھوڑ کر نظام آباد میں مع اپنے والدین کے آکر مقیم ہوتا ہے حالانکہ مدہول میں زید کا ایک مکان بھی ہے اور اس کا تعلق بھی مدہول سے ہے۔ اب زید کو نوکری ملنے پر وہ حیدرآباد آتا ہے جب کہ اس کے والدین نظام آباد میں مقیم ہیں۔ اب اگر زید اپنے والدین سے ملنے نظام آباد جائے

---

[1] من جاوز مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة ايام في براوبحراوجبل قصرالفرض الرباعي ركعتين الخ البحرالرائق ص ۱۲۸/ج۲/باب صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه، شامي كراچي ص ۱۲۱/ج۲/باب صلاة المسافر، النهرالفائق ص ۳۴۴/ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطبوعه بيروت.

[2] بہشتی زیور ص ۱۱۱، حصہ دوم، مطبوعہ فیض عام شاملی مظفرنگر۔ مسافرت میں نماز کا بیان۔

اور اپنے آبائی وطن مدہول جائے تو کیا زید مسافر کہلائے گا؟ کیا اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی یا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ جب کہ نظام آباد اور حیدرآباد کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ر میل ہے اور مدہول اور نظام آباد کا درمیانی فاصلہ ۳۰ر میل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مدہول وطن اصلی ہے جب تک اس کی وطنیت کو بالکلیہ ترک کر کے (مکان وغیرہ فروخت کر کے یا کسی کو دیکر) دوسرے کسی مقام کو وطن مستقل نہیں بنالیا جائے گا اس کی وطنیت ختم نہیں ہوگی، وہاں پہونچ کر پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوگا، خواہ دور سے پہونچے یا نزدیک سے۔ ملازمت کی وجہ سے نظام آباد وطن اصلی نہیں بنے گا جب تک مذکورہ بالا طریقہ پر اس کو مستقل وطن نہیں بنالیا جائے گا محض والدین کے وہاں موجود ہونے کی بنا پر وہاں اتمام (پوری نماز پڑھنے) کا حکم نہیں ہوگا[1] جب تک کم از کم پندرہ روز وہاں قیام کی نیت نہ ہو۔ پس اگر ۴۸ر میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے چل کر نظام آباد پہونچنا ہو اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو وہاں قصر کرنا ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالاصلی هو مولد الانسان او موضع تاهل به ومن قصده التعيش به لاالارتحال عنه اما لو كان له ابوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلك وطناله وفي المبسوط هو الذي نشأفيه اوتوطن فيه اوتأهل فقوله اوتوطن فيه يتناول ماعزم القرارفيه وعدم الارتحال وان لم يتاهل فعلى هذا لوعزم من له ابوان في بلد على القرارفيه وترك الوطن الذي كان له قبله يكون وطناً له ، حلبي كبيري ص ۵۴۴ر فصل في بيان صلاة المسافر، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور،شامي كراچي ص ۱۳۱ر ج ۲ر باب صلاة المسافر.

[2] ولابد للمسافرمن قصد مسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين الى قوله ولايزال علم حكم السفر حتى ينوى الاقامة في بلدة اوقرية خمسة عشريوماً الخ عالمگيري ص ۱۳۹ر ج ۱ر الباب الخامس عشرفي صلاة المسافر ،مطبوعه كوئٹه،مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۳۴۶ر باب صلاة المسافر، مطبوعه مصري.

وطن تاہل

سوال:- مرد اپنی سسرال میں نماز قصر پڑھے یا نہیں کیا بیوی کی نماز قصر اور حضر ہر صورت میں شوہر کے مطابق ہے یعنی جہاں شوہر قصر پڑھے بیوی بھی قصر پڑھے اور جہاں شوہر حضر پڑھے بیوی بھی حضر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شہر میں کسی نے شادی کی ہے اور وہاں اس کی زوجہ مستقل طور پر رہتی ہے تو وہاں قصر نہ کرے گا۔ **الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله اوتوطنه درمختار قال الشامی قوله او تاهله ای تزوجه قال فی شرح منية ولوتزوج المسافر ببلد ولم ينو الاقامة به فقيل لايصير مقيما وقيل يصير مقيما وهو الاوجه ردالمحتار[1] ص ۱۸۹ / دار** ومدار اقامت اور توطن پر ہے اگر شوہر نے اپنا وطن اصلی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن بنالیا ہے مگر زوجہ اسی جگہ کو جس کو شوہر نے چھوڑا ہے وطن اقامت بنائے ہوئے ہے۔ تو زوجہ اتمام کرے گی اور شوہر وہاں پہنچ کر اگر نیت اقامت نہ کرے تو قصر کرے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/ ۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۳۲ / ج ۱ / الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۳۱ / ج ۲ / باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطنی الاصلی ووطن الاقامة، حلبی کبیری ص ۵۴۴ / فصل فی صلاة المسافر، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۹ / باب صلاة المسافر، مطبوعه مصری.

وطن اقامت کیسے باطل ہوجاتا ہے؟

سوال:- وطنِ اقامت کے بُطلان کے لئے مطلق سفر کافی ہے یا کوئی خاص سفر؟ اسی طرح مطلق وطن اصلی کافی ہے یا کوئی خاص صورت؟ اگر کوئی اپنا سامان اپنے وطنِ اقامت میں چھوڑ کر لوٹ کر آنے کے ارادے سے سفر کرے یا وطن اصلی میں چلا جائے تو وطن اقامت باقی رہے گا یا باطل ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وطنِ اقامت سے ہجرت کرے اور پھر کبھی وہاں آنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس جگہ سے گیا ہے اور سامان وہاں موجود ہے۔ پھر جب وہ وہاں آئے گا اور پندرہ روز قیام کا ارادہ کرے گا تو وطنِ اقامت بنے گا۔ اس سے کم کی نیت سے وہ وطن اقامت نہیں بنے گا بلکہ وہ بحکم سفر ہی رہے گا۔ وطنِ اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے چاہے تھوڑی دیر ٹھہرے اس کے لئے پندرہ روز کی ضرورت نہیں **الوطن الاصلی یبطل بمثلہ لاغیر ویبطل وطن الاقامة بمثلہٖ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر الخ. درمختار علی ردالمحتار**[1] **ص ۵۳۳/ ج ۱/** (نعمانیہ) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

وطن اقامت

سوال:- احقر کچھ عرصہ طویل قیام کے ارادہ پر ہردوئی مع اہل وعیال مقیم ہے۔

---

[1] درمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۳۱/ ج ۲/ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة، باب صلاة المسافر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۸/ باب صلاة المسافر، مطبوعه مصری، النهر الفائق ص ۳۴۹/ ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطبوعه بیروت، البحر الرائق ص ۱۳۶/ ج ۲/ باب صلاة المسافر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

درمیان میں بعض ضروری کاموں کی وجہ سے وطن وغیرہ کا سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ ہردوئی میں پندرہ دن سے زائد مستقل ٹھہرنا پڑتا ہے اور بعض دفعہ کم۔ ایک صاحب نے بتلایا ہے کہ آپ ہردوئی میں مسافر ہیں، میں نماز کیسے ادا کروں؟ میری حیثیت ہردوئی میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ حالت میں جب کہ آپ نے ہردوئی کو وطنِ اصلی نہیں بنایا اور نہ اپنے وطن اصلی کو ترک کیا تو ہردوئی آپ کیلئے وطن اقامت ہے۔ جب تک کم از کم پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو آپ یہاں مسافر ہی رہیں گے[1] اور مسافر کے سب احکام آپ پر جاری ہوں گے۔ جن صاحب نے آپ کو مسافر تشخیص کیا ہے ان کی تشخیص صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وطن اقامت میں قصر

سوال:- میرے خویش جناب شیروانی صاحب ڈائرکٹر بورڈ کے چیرمین ہیں ان کا وطن آبائی قدیمی جس میں انہوں نے کبھی سکونت اختیار نہ کی ضلع علی گڈھ میں ہے غیر آباد ہے۔ فیکٹری کی ملکیت میں ایک کوٹھی الہٰ آباد میں ہے ایک نینی تال میں ایک دہلی میں۔ اہل وعیال کا قیام الہٰ آباد والی کوٹھی میں ہے اور بظاہر سکونت احباب میں ہے۔ اکثر سفر درپیش رہتا ہے۔ قیام کسی جگہ کم رہتا ہے ایسی صورت میں جب کہ چودہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو، دہلی، نینی تال میں قصر کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

[1] لایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشریوماً او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر (الهدایه ص ۱۶۶/ج ۱/باب صلاة المسافر، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، عالمگیری ص ۱۳۹/ج ۱/الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۳/ باب صلاة المسافر، مطبوعه مصری.

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے قدیمی وطن سے اگر کلیۃً ہجرت نہیں کی تو وہی وطن اصلی ہے[۱] وہاں پہنچ کر نماز پوری پڑھیں گے خواہ ایک ہی دن رہنا ہو[۲] مقامات مذکورہ سے اگر کسی جگہ مستقل سکونت کی نیت نہیں، تو جب تک کسی جگہ کم از کم پندرہ روز قیام کی نیت نہ ہو قصر کریں گے[۳] اگر مستقل قیام کی نیت ہے تو وہ وطن اصلی ہے وہاں پوری نماز پڑھیں گے۔ محض کوٹھی یا اسباب معیشت کا موجود ہونا وطنیت کے لئے کافی نہیں[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۹ھ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں نمازِ قصر سے متعلق تعارض کا رفع

سوال:- فتاویٰ دارالعلوم سوال نمبر ۵۸۴/۳۰۹ کے جواب میں نمازِ قصر کے متعلق چار رکعت فرض کو پوری پڑھنے کو فرمایا اور قصر کو منع فرمایا گیا۔ اور سوال ۳۱۳/۶۱۴ کے جواب میں چار

---

[۱] ولو انتقل باهله ومتاعه الى بلد وبقى له دور وعقار فى الاول قيل بقى الاول وطنا له واليه اشار محمد فى الكتاب كذا فى الزاهدى (هنديه كوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، بحر كوئٹه ص ۱۳۶/ج ۲/باب المسافر، شامى زكريا ص ۶۱۴/ج ۲/باب صلاة المسافر، مطلب فى الوطن الاصلى ووطن الاقامة.

[۲] واذا دخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ينو الاقامة فيه سواء دخله بنية الاختيار ودخله لقضاء الحاجة (هنديه كوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، بحر كوئٹه ص ۱۳۱/ج ۲/ باب المسافر، الدر مع الرد زكريا ص ۶۰۴/ج ۲/باب صلاة المسافر.

[۳] لايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة او قرية خمسة عشر يوماً او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر (الهدايه ص ۱۶۶/ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند، بحر كوئٹه ص ۱۳۱/ج ۲/باب المسافر، شامى زكريا ص ۶۰۵/ج ۲/باب صلاة المسافر.

[۴] الوطن الاصلى هو موطن ولادته اوتاهله اوتوطنه قوله اوتاهله اى تزوجه (الى قوله) اذا المعتبر الاهل دون الدار، وقوله اوتوطنه اى عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وان لم يتأهل (شامى زكريا ص ۶۱۴/ج ۲/باب صلاة المسافر، مطلب فى الوطن الاصلى ووطن الاقامة.

رکعت نمازِ فرض کو قصر پڑھنے کا حکم فرمایا گیا بظاہر دونوں سوال ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر یہ تعارض کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں فتووں کے درمیان تعارض ہے۔ اس کے دفع کی صورت یہ ہے کہ سوال نمبر ۵۸۴/ میں سفر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ابتداءً مقصود ہے اور دوسرے گاؤں پہونچ کر تیسرے گاؤں کا ارادہ ہوا۔ اس طرح پر چوتھے گاؤں کا ارادہ ہوا۔ غرض تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو شرعی سفر کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ اس لئے قصر کا حکم نہیں ہوگا[1] سوال نمبر ۶۱۴/ میں ابتداءً پوری مسافت کا قصد ہے اگر چہ یک دم نہیں بلکہ اس پوری مسافت کو ۲۰، ۲۵/ روز میں طے کرنا ہے اور مسافت سفر شرعی کی مسافت ہے اس لئے اس میں قصر کرنا ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/ ۹۱ھ

سفر غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا

سوال: – مسافر حالت سفر میں ایسی صورت میں جب کہ وہ اپنے گھر سے چلا تو شرعی

---

[1] اذا قصد مصراً من الامصار وهو مادون مسيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافراً ولو انه خرج من ذلک المصر الذی قصد الی مصر آخروهو ايضا اقل من ثلاثة ايام لايكون مسافراً وان طاف آفاق الدنيا علی هٰذا السبيل لا يكون مسافراً. البحر الرائق كوئٹه ص ۱۲۹/ ج۲/ باب صلاة المسافر، الدرمع الشامی زكرياص ۶۰۱/ ج۲/ باب صلاة المسافر، طحطاوی علی المراقی ص ۳۴۳/ باب صلاة المسافر، مطبوعه مصر.

[2] من جاوزبيوت مصره مريدا سيراوسطا ثلاثة ايام فی براوبحراوجبل قصرالفرض الرباعی ركعتين (بحر كوئٹه ص ۱۲۸/ ج۲ باب المسافر، الدرمع الشامی زكريا ص ۵۹۹ تا ۶۰۱/ ج۲/ باب صلاة المسافر، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۴۲/ باب صلاة المسافر.

مسافر بننے کی نیت نہیں تھی مگر درمیانی سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کر لی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے آیا جس جگہ پر یا بستی میں ہے وہیں قصر پڑھ لے یا اس گاؤں کے باہر نکلنے کے بعد قصر شروع کرے۔ مثلاً ایک شخص دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی صورت ایسی پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے باہر نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ ہی میں قصر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاہدرہ میں یہ شخص مسافر نہیں بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد۔ لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے اور شاہدرہ میں چونکہ بحکم مقیم ہے لہٰذا اتمام کرے۔ **ولا یصیر مسافراً بالنیۃ حتی یخرج ویصیر مقیماً بمجرد النیۃ کذافی محیط السرخسی اھ** هندیہ[1] ص ۱۳۹/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/ ۶۱ھ

نماز قصر

سوال: -قصر نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً ظہر کی نماز قصر پڑھنا ہے تو نیت کس طرح کرنا چاہئے؟

---

[1] الهندية ص ۱۳۹/ج ۱/ مطبوعه مصر، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، محيط برياني ص ۳۸۷/ج ۲/ الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر، نوع آخر فی بيان أن المسافر متی يقصر الصلاة، طبع مجلس علمی گجرات، تاتارخانيه كراچی ص ۴/ج ۲/ الفصل الثانی والعشرون فی صلاة السفر، نوع آخر فی بيان أن المسافر متی يقصر الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً

بس نماز ظہر کی نیت کر کے دو رکعت ادا کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسافر کے لئے جمعہ تراویح اور قصر

سوال:- میں روڈ ویز کنڈکٹر ہوں کیرانہ گھر ہے روزانہ کیرانہ سے دہلی جاتا ہوں اور دہلی سے روڑکی جاتا ہوں۔ کیا میں اس صورت میں روزانہ نمازِ سفر پڑھوں گا یا نہیں؟ سفر کی نماز گھر سے چلتے ہی شروع ہوجاتی ہے۔ یا ۴۸ رمیل کا سفر کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ سفر میں کس جگہ جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور دو رکعت نماز پڑھیں یا چار رکعت پڑھنا چاہئے۔ برائے مہربانی تفصیل سے تحریر فرماویں اور سفر میں تراویح کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں؟ جب کہ زیادہ تر تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے۔ میں خود پڑھتا ہوں چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں جب گھر پہونچ جاتا ہوں تو جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح قرآن پاک ترتیب سے نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس طرح جمعہ کی نماز کے بارے میں بتلائیں کہ سفر میں جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ ویسے میں زیادہ تر جمعہ ادا کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائیں گے تو مسافر ہوجائیں گے اس

---

[1] الواجبات والفرائض لا تتأوی بمطلق النية اجماعا فلا بدمن التعيين فيقول نويت ظهر اليوم او عصر اليوم اوفرض الوقت اوظهر الوقت الى قوله ولا يشترط نية عدد الركعات. عالمگيری كوئٹه ص ۶۵ / ج ۱ / الفصل الرابع فی النية، باب شروط الصلاة،مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۱۷۹ /باب شروط الصلوة وارکانها،بحر کوئٹه ص ۲۷۹ / ج ۱ / شروط الصلوة.

وقت سے نمازِ قصر پڑھیں گے[1] کہ راستہ میں بھی اور دہلی اور روڑکی میں بھی تنہا پڑھیں یا جماعت سے قصر ہی پڑھیں گے۔ اگر امام مقیم ہوتو پوری پڑھیں[2] گے تراویح بھی سفر میں پڑھیں۔ اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں، تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں[3] اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے تو معذوری ہے۔ مسافر پر جمعہ نہیں[4] موقع ملے تو پڑھ لے ورنہ ظہر پڑھے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لوجاوز عمران المصر قصر هندیه ص ۱۳۹/ج ۱/ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، مطبوعه مصر، محیط برهانی ص ۳۸۴/۲ الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر، نوع آخرفی بیان ان المسافرمتی یقصر الصلوة، مطبوعه مجلس علمی گجرات، تاتارخانیه کراچی ص ۴/ج ۲/کتاب الصلوة، صلاة المسافر متی یقصر.

[2] لو اقتدی مسافر بمقیم فی الوقت صح واتم لانه یتغیر فرضه الی الاربع للتبعیة. البحر الرائق کوئٹه ص ۱۳۴/ج ۲/ باب صلاة المسافر، تاتارخانیه کراچی ص ۴/ج ۲/کتاب الصلوة، صلاة المسافر، نوع آخرفی بیان من یثبت القصرفی حقه، محیط برهانی ص ۳۸۶/ج ۲/الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر، نوع آخرفی بیان من یثبت القصرفی حقه، مجلس علمی گجرات.

[3] فیقصرالفرض الرباعی فلاقصرللثانی والثلاثی ولاللوتر فانه فرض عملی ولافی السنن فان کان فی حال نزول وقراروامن یاتی بالسنن وان کان سائرا او خائفا فلایاتی بها وهو المختار (مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۴۲/باب صلاة المسافر، بحرکوئٹه ص ۱۳۰/ج ۲/باب المسافر، عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۹/ج ۱/الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر.

[4] لا تجب الجمعة علی المسافر (الهدایة ص ۱۶۹/ج ۱/ باب صلوٰة الجمعة، هندیه کوئٹه ص ۱۴۴/ج ۱/الباب السادس عشرفی صلاة الجمعة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۱۱/ باب الجمعة.

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال:- سفر میں ریل گاڑی کے اندر قیام اور جہت قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بیٹھ کر یا جس طرف بھی منہ ہو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیام اور استقبال قبلہ پر قدرت کے باوجود ان دونوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی۔ سفر میں ہو یا حضر میں، ریل میں ہو یا جہاز میں، سب کا یہی حکم ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بس میں نماز اشارہ سے

سوال:- عموماً بس کے سفر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے کہ بس اپنے مقام پر اس وقت پہنچتی ہے جب کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بس میں نماز پڑھنا بھی ناممکن ہے۔ تو کیا ایسی شکل میں اشارہ سے نماز پڑھ لینا درست ہوگا یا مؤخر کر دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی مجبوری کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر منزل پر پہنچ کر اعادہ

---

[1] ولو ترک تحویل وجهه الی القبلة وهو قادر علیه لایجزیه (الهندیة ص ۱۴۴/ج ۱/مطبوعه المصر، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، السادس استقبال القبلة حقیقة او حکما کعاجز والشرط حصوله لاطلبه وهو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز (الدرمع الردزکریا ص ۱۰۸/ج ۲/ باب شروط الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، ومنها القیام فی فرض لقادر علیه (الدرمع الرد زکریا ص ۱۳۱/ج ۲/باب صفة الصلوة، بحث القیام، حلبی کبیر ص ۲۱۹/الشرط الرابع ص ۲۶۱/فرائض الصلوة، الثانی القیام، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

کرلے۔ کیونکہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے۔ وفی الخلاصة وفتاویٰ قاضی خان وغیرهما الاسیر فی یدالعدو اذا منعه الکافر عن الوضوء والصلوة یتیمم ویصلی بالایماء ثم یعید اذاخرج الیٰ قوله لان هذا عذرجاء من قبل العباد فلایسقط فرض الوضوء عنه فعلم منه ان العذر ان کان من قبل الله تعالیٰ لاتجبُ الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة اھ بحر[1] ص ۱۴۲/ج ۱/ باب التیمم تحت قول الکنز او خوف عدو الخ، درالمختار[2] ص ۱۵۶/ج ۱/ وشرح منیة الکبیر[3] ص ۷۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

پانی کے جہاز میں نمازِ عید

سوال: -سفر کی حالت میں بحری جہاز میں عید کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازِ عید کی وہی شرائط ہیں جو نمازِ جمعہ کی ہیں سوی الخطبۃ یعنی جس بستی میں جمعہ درست ہے ایسی بستی میں نمازِ عید درست ہے اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں ہے۔ جمعہ کیلئے مصر یا قصبہ یا قریۂ کبیرہ ہونا شرط ہے[4] یہی عید کے لئے بھی شرط ہے[5] جہاز بحری

---

[1] البحرالرائق ص ۱۴۴/ج ۱/ مطبوعه کوئٹه، باب التیمم.

[2] درمختار نعمانیه ص ۱۵۶/ج ۱/ باب التیمم.

[3] کبیری ص ۷۵/ فصل فی التیمم، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

[4] ویشترط لصحتهاالمصراوفناؤه وهو مااتصل به لاجل مصالحه (الدرعلی الردنعمانیه ص ۵۳۶/ ج ۱/باب الجمعة،مجمع الانهرص ۲۴۴/ج ۱/باب الجمعة ،طبع بیروت ،هندیه کوئٹه ص ۱۴۵/ ج ۱/الباب السادس عشرفی صلاة الجمعة.

[5] صلاة العیدین واجبة علی من تجب علیه الجمعة بشرائطهاسوی الخطبة(مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۳۳/باب احکام العیدین،هندیه کوئٹه ص ۱۵۰/ج ۱/الباب السابع عشرفی صلاة العیدین،تاتارخانیه کراچی ص ۸۴/ج ۲/الفصل السادس والعشرون فی صلاة العیدین.

ہو یا ہوائی نہ مصر ہے نہ قصبہ ہے اور نہ قریۂ کبیرہ ہے نہ وہاں جمعہ درست ہے اور نہ ہی عید درست ہے۔

اگر جہاز میں پندرہ روز قیام رہے تو اس سے آدمی مقیم نہیں بن جائیگا و لاتصح نية الاقامة فی مفازة لغير اهل الاخبية الخ. مراقی الفلاح مثلها الجزيرة والبحر والسفينة والملاح مسافر وسفينة ليست بوطن الخ. طحطاوی[1].

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۸ھ

مسافر نے بے وضو نماز پڑھی وقت گزرنے کے بعد یاد آیا

سوال:- اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی اپنے وقت کے اندر نماز پڑھی، پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا۔ پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر وعصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کونسی نماز قصر پڑھے اور کونسی نماز پوری پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے۔ کیونکہ اس وقت سفر ختم کر چکا تھا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سفر شرعی ہو (مسافت قصر ہو) فقط

بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

---

[1] مراقی مع الطحطاوی ص ۳۴۶/ مطبوعه مصر، باب صلاة المسافر.

[2] رجل صلى الظهر ثم سافر فی الوقت ثم صلى العصر فی وقته ثم ترک السفر قبل غروب الشمس ثم ذكرانه صلى الظهر والعصر بغير وضوء يصلى الظهر ركعتين والعصر اربعاً (الهندية ص ۱۴۱/ج ۱/ مطبوعه مصر، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، البحر الرائق ص ۱۳۸/ج ۲/ مطبوعه كوئٹه، باب المسافر.

داماد سسرال میں قصر کرے گا یا اتمام؟

سوال:- مسافر سسرال میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کردی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہے گی رخصت ہوکر سسرال نہیں جائے گی تو ہاں پہونچ کر قصر نہیں کرے گا۔ وہ اس کے لئے وطن ہوگیا[1] اگر یہ شرط نہیں ہے تو وہاں قصر کرے گا۔ الا یہ کہ نیت اقامت کرے یعنی کم از کم پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرلے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۹ھ

سفر کی ابتداء وطن کے آخری گھر سے ہوگی

سوال:- ایک شہر یا قصبہ سے دوسرے شہر یا قصبہ کا فاصلہ قصر ہونے کے لئے کس طرح جوڑا جائے گا، ایک صورت تو یہ ہے کہ جس محلّہ سے چلے اس سے دوسرے شہر کے جس محلّہ تک جانا ہو وہاں تک کا فاصلہ، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے وطن کی آخری سرحد پہنچنے والے مقام کی شروع کی سرحد چونکہ دونوں طریقوں میں فاصلہ کا تفاوت میلوں کا ہوگا، مثلاً خط

---

[1] الوطن الاصلی هو موطن ولا دته اوتأهله اوتوطنه وفی الشامیة قوله اوتأهله ای تزوجه قال فی شرح المنیة ولو تزوج المسافر ببلدولم ینوا لاقامة به فقیل لا یصیر مقیماً وقیل یصیر مقیما وهو الاوجه، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۱۳۱/ج۲/ مطبوعه نعمانیه ص ۵۳۲/ج ۱/ باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة، بحرکوئٹه ص ۱۳۶/ج۲/باب المسافر، هندیه کوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر.

[2] وان لم یکن وطناً اصلیا له فانه یقصر الصلاة مالم ینو الاقامة بها خمسة عشریوماً (الخانیه علی هامش الهندیه ص ۱۶۵/ج ۱/ مطبوعه المصر باب صلاة المسافر، هندیه کوئٹه ص ۱۳۹/ ج ۱/ الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر، بحرکوئٹه ص ۱۳۱/ج۲/باب المسافر.

مستقیم کا فاصلہ الف، ب، ۴۳ رمیل ہے اور ج، د، ۵۰ رمیل ہے اور الف، س، ۵۵ رمیل ہے تو ج سے چلنے والا، د، س، تک جانا چاہتا ہے، اب مسافر ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا، پس صورت مسئولہ میں مسافت سفر ۴۳ رمیل ہوگی، اور قصر کا حکم نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر؟

سوال:- اگر عورت کا میکہ مسافت سفر پر واقع ہو تو عورت اپنے میکہ میں اتمام کرے گی، یا قصر؟ جبکہ بہشتی زیور میں اتمام کا فتویٰ ہے تو کونسا فتویٰ معتبر ہے، پھر دونوں فتوؤں میں تعارض کیسے پیدا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شادی کے بعد شوہر کے مکان پر ایک روز کے لئے آنا ہوتا ہے یہ آنا عارضی ہے، جب میکہ جائے گی، اتمام کرے گی پھر جب شوہر کے مکان پر مستقل قیام کے لئے آنا ہوگا، ایسی حالت میں میکہ عارضی طور پر پندرہ روز سے کم کے لئے جانا ہو تو قصر کرے گی، اس طرح

---

[1] فقال الحنفية ان يجاوز بيوت البلدالتي يقيم فيها من الجهة التي خرج منها وان لم يجاوز ها من جانب آخر وان يجاوز كل البيوت ولو كانت متفرقة متى كان اصلها من البلد وان يجاوز ماحول البلد من مساكن ان يقصد من ابتداء السفر موضعاً معيناً،ويعزم ان يقطع مسافة القصر من غير تردد، الفقه الاسلامي وادلته، ج۲/ص ۱۳۵۰/كتاب الصلاة، المبحث الثالث صلاة السفر،مطبوعه كوئٹه ،الفقه على مذاهب الاربعة، ج ۱/ص ۴۳۲/مباحث قصر الصلاة الرباعية ، المكان الذى يبدء فيه المسافر صلاة القصر ، مطبوعه المكتبة الرشيديه ديوبند.

تعارض رفع ہوجائے گا، کیونکہ ہر دو کا محل الگ الگ ہے، دفع تعارض کے لئے تطبیق کا طریقہ بھی اور ترجیح کا طریقہ بھی ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حالت سفر میں حیض آ گیا

سوال:- بہشتی زیور کے مندرجہ ذیل مسائل میں شک ہو رہا ہے، اس کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟

مسئلہ:- چار منزل کی نیت سے ایک عورت چلی تھی، لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں، تب بھی مسافر نہیں ہے، اب نہا دھو کر پوری چار رکعت پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل پر جاتے وقت پاک تھی، راستہ میں حیض آ گیا ہو، تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافر کی طرح پر حاشیہ نمبر ۷ **لحدیث الحائض وبقی لمقصدھا یومان تتم فی الصحیح شرح التنویر**، ج ۱/ص ۸۳۲/ تاج بہشتی زیور مکمل ومدلل، ج ۲/ص ۴۲/ بعض لوگ عبارت بالا سے درج ذیل تین صورتیں سمجھ رہے ہیں۔

(۱) حیض کی حالت میں شرعی حد کی مسافرت میں نکلی، جہاں جا کر حیض منقطع ہو گیا، اگر وہاں ٹھہر جائے یا اس سے آگے تین منزل سے کم اور جانا ہو تو دونوں صورت میں مسافر نہیں پوری نماز پڑھے خواہ کلکتہ سے دہلی جا کر یہ بات ہو یا بمبئی جا کر وغیرہ وغیرہ۔

(۲) مذکورہ عورت کو دم حیض منقطع ہونے کے بعد اگر آگے تین یا اس سے زائد منزلیں جانا ہو تو وہ مسافر ہے، مسافروں کی سی نماز پڑھے۔

---

[1] ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ، مجمع الانہر، ج ۱/ص ۲۴۳/ باب صلاۃ المسافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری ج ۱/ص ۱۴۲/ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، مطبوعہ کوئٹہ، بہشتی زیور مکمل ومدلل، ص ۷۰/ حصہ دوم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، مطبوعہ تھانوی دیوبند، تاتارخانیہ ج ۲/ ص ۱۹/ نوع آخر مایصیر المسافر الخ، مطبوعہ کراچی.

(۳) اگر گھر سے پاک نکلی تھی اور راستے میں حیض آ گیا تو بھی مسافر ہے اور مسافروں کی طرح نماز پڑھے، دم منقطع ہونے کے بعد کیا یہ صحیح ہے اگر نہیں تو عبارت بالا کا صحیح مطلب کیا ہے اور مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں یہ تینوں صورتیں اس مسئلہ میں داخل ہیں[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسافر کے حق میں سنن رواتب کا حکم

سوال:- (۱) مسافر کے لئے سنتوں کا کیا حکم؟

(۲) زید کہتا ہے کہ سفر میں سنتیں نفل کے حکم میں ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(۳) ایک صاحب کا کہنا ہے کہ مسافر کے لئے سنتیں معاف ہیں آیا ایسا کہنا کیسا ہے؟

(۴) سفر کے علاوہ اور بھی کسی حالت میں سنتیں معاف ہیں؟

مذکورہ چاروں جزئیات میں علماء دیوبند کا کیا خیال ہے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں سنتوں کی تاکید آئی ہے اور بلا عذر تارک السنۃ کے لئے شفاعت سے محرومی کی وعید ہے[۲] جہاں تک ہو سکے سنتوں کی پابندی کریں، مسافر اگر تشویش اور انتشار

---

[۱] طهرت الحائض وبقى لمقصدها يومان تتم فى الصحيح قال الشامى كانه لسقوط الصلوة عنها فيما مضى لم يعتبر حكم السفر فيه فلماتأهلت للاداء اعتبر من وقته الخ درمختار مع الشامى كراچى ج۲/ص۱۳۵/ باب صلاة المسافر، تاتارخانيه ص۲/ص۱۵/ صلاة المسافر، باب صلاة المسافر، نوع آخر فى بيان من لايصير مقيما بنية اقامته الخ، مطبوعه كراچى، منحة الخالق ج۲/ص۱۲۸/ باب صلاة المسافر، مطبوعه كوئٹه.

[۲] والسنن آكدها سنة الفجر اتفاقاً ثم الاربع قبل الظهر في الاصح لحديث من تركهالم تنله شفاعتى الخ درمختار على الشامى زكريا ج۲/ص۴۵۳/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کی حالت میں نماز پڑھتا ہے جیسے پلیٹ فارم پر گاڑی کا وقت قریب ہے، مسافروں کا ہجوم ہے یا کسی جگہ چلتے چلتے بس ٹھہری اور بہت جلد روانہ ہو جانے والی ہے، تو ایسی حالت میں وہ فرائض پر اکتفاء کرے کہ شریعت نے اس کی سہولت کی خاطر چار رکعت فرض کی جگہ دو ہی کو فرض قرار دیا تو سنتیں نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہ ہوگی، اور جب سکون کی حالت میں ہو مثلاً کسی شہر میں آٹھ دس روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے، اور ہر طرح اطمینان ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، مسافر کے لئے سنن کا تاکد نہیں ہے، کوئی مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے یا بیٹھ کر پڑھتا ہے، زیادہ دیر نہیں بیٹھ پاتا اس کے حق میں بھی سنتوں کا تاکد نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۹۹ھ

ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال:- اگر ٹرین میں یا بس میں نہ پانی میسر ہو نہ رکوع وقیام کی گنجائش ہو تو تیمّم کر کے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی جاسکتی ہے، یا قضا کر دی جائے، بعد میں پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ٹرین میں پانی نہ ہو اور رکوع وسجود کی بھی بھیڑ کی وجہ سے گنجائش نہ ہو اور یہ بھی توقع نہ ہو کہ وقت کے اندر اندر کسی اسٹیشن پر پہنچ جائیگی، جہاں پانی میسر آجائیگا، اور نماز کے لئے جگہ بھی مل جائے گی تو تیمّم کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر پانی اور جگہ ملنے پر وضو

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب الوتر والنوافل، ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق به حرمان الشفاعة لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم من ترک سنتی لم ینل شفاعتی الخ طحطاوی علی المراقی ص ۵۱/فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصری.

[1] وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار انه لایاتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والامن الخ عالمگیری ج ۱/ص ۱۳۹/الباب الخامس عشر فی صلوة المسافر، شامی کراچی ج۱/ص۱۳۱/ باب صلاة المسافر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۴۳/باب صلاة المسافر، مطبوعه مصری.

کر کے پورے طریقے پر دوبارہ نماز پڑھ لی جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسافت سفر پہاڑ میں

سوال:- پہاڑ کے سفر میں کتنے فاصلے پر آدمی مسافر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے وقت میں زمین پر چلنے سے ایک منزل طے ہوتی ہے، جس کی مسافت تقریباً ۱۶/ میل ہے، اور تین منزل کی مسافت ۴۸/ میل کے قریب ہے، اتنے وقت میں پہاڑی راستہ جس قدر طے ہوا اس کی مقدار کو ایک منزل قرار دیا جائے گا، اور تین منزل کو مسافت سفر کہا جائے گا، وہاں ۴۸/ میل کو مسافت سفر کہنا لازم نہیں ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اس سے نصف ہو یا کم و زیادہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفی الخلاصة وفتاویٰ قاضی خان وغیرهما الاسیر فی ید العدو اذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة یتیمم ویصلی بالایماء ثم یعید اذا خرج الی قوله فعلم منه ان العذر ان کان من قبل اللّٰه تعالیٰ لاتجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة ،البحر الرائق ج ۱/ص ۱۴۲/باب التیمم،مطبوعه الماجدیه کوئٹه، وفی العالمگیریة،لان العجز انما تحقق بصنع العباد، صنع العباد لایؤثر، فی اسقاط حق اللّٰه تعالیٰ، عالمگیری ج ۱/ص ۲۸/الباب الرابع فی التیمم، مطبوعه کوئٹه، فتاویٰ قاضی خان ج ۱/ ص ۵۹/باب التیمم، حاشیه الشلبی ج ۱/ص ۳۷/ باب التیمم مطبوعه امدادیه ملتان، شامی کراچی ج ۱/ص ۲۳۷/ با ب التیمم.

[2] فی الجبل یعتبر فیه ایضاً ثلاثة ایام وان کان فی السهل تقطع فی اقل منه الخ عالگیری ج ۱/ص ۱۳۹/الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ،مطبوعه کوئٹه،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۴۳/ مطبوعه مصر، باب صلاة المسافر، شامی کراچی ج ۲/ص ۱۲۳/باب صلاة لمسافر، البحر ج ۲/ ص ۱۳۰/ باب المسافر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قصر کرے گا

سوال:- مسافر ایک ہزار میل کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور اسی روز واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو یہ قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں پہنچے گا، قصر کرے گا، اس روز کی جو جو نمازیں وطن سے باہر پڑھے محض اس روز واپسی کے ارادہ کی وجہ سے پوری نہ پڑھے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم

سوال:- ریل میں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ مل سکے تو نماز کیسے ادا کی جائے، نیز گاڑی کا رخ بدلنے کے ساتھ ساتھ خود کا بدلنا بھی ضروری ہے، پانی نہ ملنے کی صورت میں بعض اوقات طہارت کاملہ نہیں رہتی، ایسی صورت میں قضا کرنا چاہیے یا اسی حالت میں نماز ادا کرلے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بیٹھنے تک کی جگہ نہیں تو آخر وقت میں اشارہ سے نماز پڑھ لے، پھر جگہ ملنے پر

---

[1] من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً مسيرة ثلاثة ايمام وليالیهابالسير الوسط مع الاستراحات صلى الفرض الرباعی ركعتين حتى يدخل موضع مقامه الخ الدرالمختارعلى الشامی كراچی ج۲/ص ۱۲۱، ۱۲۴/باب صلاة المسافر، النهرالفائق ج ۱/ ص ۳۴۴، ۳۴۶، باب المسافر، دارالكتب العلمية بيروت، البحرج ۱/ص ۱۲۸/ باب المسافر، مطبوعه كوئٹه.

اعادہ کرلے[1] پانی نہ ہونے کے وقت تیمّم کرے قضا نہ کرے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۷ھ

بہیلی میں نماز

سوال:- بہشتی زیور اختری، ج ۲/ص ۵۰/ کھڑی ہوئی بہیلی پر نماز پڑھنا ممنوع لکھا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ''صلوٰۃ الراحلۃ'' کی ممانعت تو اس صورت میں ہے جبکہ محمل پوری طرح جانور کی پیٹھ پر ہی ہو، اگر کجاوہ کسی لاٹھی وغیرہ سے اس طرح ٹیک دیا جاوے کہ کجاوے کا سرا زمین سے اوپر ہو جائے تو اس صورت میں نورالایضاح وغیرہ میں جائز لکھا ہے، طحطاوی ص ۲۲۲/ بہیلی میں تو لاٹھی کے لگاؤ سے کہیں زیادہ لگاؤ ہے، پھر اس میں کیوں جائز نہیں؟

---

[1] راکب السفینة اذالم یجد موضعا للسجود للزحمة ولواخر الصلوٰة تقل الزحمة فیجد موضعا یؤخر ها وان خرج الوقت علی قیاس قول ابی حنیفة فی المحبوس اذالم یجد ماء ولاتراباً نظیفاً اھ لکن تقدم فی التیمم ان الا صح رجوع الامام الی قولهما بانه لایؤخرها بل یتشبه بالمصلین ،ردالمحتار ،ج۲/ص ۴۱/ کراچی، شامی نعمانیه ص ۴۷۱/ج ۱/شامی زکریاص ۴۹۰/ج۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی القادر بقدرة غیره، طحطاوی مع المراقی ص۹۳/باب التیمم، طبع مصری،ان العذران کان من قبل اللّٰه تعالیٰ لاتجب الاعادة وان کان من قبل العبدتجب الاعادة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/باب التیمم،شامی زکریاص ۳۹۹/ ج ۱/ شامی کراچی ص ۲۳۵/ج ۱/باب التیمم.

[2] وان لم یکن علی طمع من وجود الماء لایؤخر ویتیمم (الهندیه ،ج ۱/ص ۳۰/ الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات، مطبوعه مصر، شامی زکریامع الدرالمختار ص۴۱۷/ج ۱ باب التیمم، مطلب فی الفرق بین الظن، وغلبة الظن طحطاوی مع المراقی ص۹۸/باب التیمم،مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

قطع نظر دیگر بحث سے ایک بات یہ ہے کہ بہیلی میں قیام ترک ہوتا ہے[۱]، اس میں اتنی جگہ نہیں ہوتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہوائی جہاز میں نماز

سوال:- میں حج فرض ادا کر چکا ہوں، اور آئندہ عمرہ یا نفل حج کا ارادہ ہے۔ ہمارے یہاں افریقہ سے پانی کا جہاز جدہ تک نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سواری اختیار کرنا پڑتا ہے، اب دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں دورانِ سفر دو یا تین نمازیں آجاتی ہیں، علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا نہیں ہوتی، اس لئے کہ نماز ادا کرنے کے لئے زمین ہونا شرط ہے، تو لامحالہ نمازیں قضا ہوں گی، تو کیا میرے لئے مناسب ہے کہ میں نفل حج کے لئے سفر کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہوائی جہاز میں نمازیں ادا کرلیں قضا نہ کریں، پھر زمین پر آکر اعادہ کرلیں، تو اس میں ان علماء کی رائے بھی محفوظ رہے گی جو ہوائی جہاز میں نماز کو جائز نہیں فرماتے[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۰ھ

---

[۱] منها ای من شروط الصلوٰة القيام (الدرالمختار على الشامی ،نعمانيه ،ج ۱ /ص ۲۹۸ / باب صفة الصلوٰة،فتاوٰی الهنديه ص ۶۹ /ج ۱ /الباب الرابع فی صفة الصلوة،الفصل الاول، طبع كوئٹه،البحرالرائق كوئٹه ص ۲۹۲ /ج ۱ /باب صفة الصلوة.

[۲] ومن اراد ان يصلی فی سفينة فرضاً او نفلافعليه ان يستقبل القبلة متى قدر على ذالک وليس له ان يصلی الیٰ غيرجهتهاالی قوله ومحل كل ذالک (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کسی عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال:- مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں۔

(۱) کسی عذر کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے، اگر کی جاسکتی ہے تو عذر کس انتہاء کو پہنچا ہوا ہو کہ اس کو عذر کہا جائے؟

کیا ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرسکتا ہے

(الف) ایک شخص ریل میں ہے ''تھرڈ کلاس'' میں سفر کر رہا ہے، اور بھیڑ اتنی شدید ہے کہ عادۃً وعرفاً اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا، ایسی حالت میں وہ نماز مؤخر کرسکتا ہے؟

ریل میں جہت قبلہ کا پانا مشکل ہو تو کیا کیا جائے؟

(ب) ریل کے ڈبے کے کئی کمرے ہوتے ہیں، اس میں تمام سیٹیں بنی رہتی ہیں، معمولی سی جگہ راستہ کے لئے چھٹی رہتی ہے، ریل میں نماز پڑھنے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے، کہ کبھی کبھی سمت کے مطابق جگہ نہیں ملتی ہے، مثلاً ریل شرق ومغرب کے رخ چلنے کے بجائے کچھ ترچھی سمت میں جارہی ہے، اس صورت میں صحیح طور پر جہت قبلہ کو پالینا ذرا مشکل ہوتا ہے، تو اس حالت میں آیا اس کے لئے کوئی گنجائش ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اذا خاف خروج الوقت قبل ان تصل السفينة او القاطرة الى المكان الذى يصلى فيه صلاة كاملة ولا تجب عليه الاعادة ومثل السفينة القطر البخارية البرية والطائرات المجوية ونحوها، كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص۱۸۷/ ج ۱/ كتاب الصلاة، مبحث صلاة الفرض فى السفينة وعلى الدابة ونحوها، مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ج ۴/ص ۱۵۸ تا ۱۶۴/ ہوائی جہاز میں نماز کے احکام، مطبوعہ سیرت دیوبند، نظام الفتاوی ص ۶۶/ تا ۷۸/ ج ۵/ جزء ۱/ مطبوعہ تاج پبلیشنگ دیوبند۔

چلتی ریل میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(ج) چلتی ریل پر اگر چہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہے، لیکن گرنے کا اندیشہ باقی رہتا ہے، اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ریل سے اتر کر نماز پڑھتے ہوئے ٹرین چل پڑے تو کیا کیا جائے؟

(د) ریل سے اُتر کر پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری نہیں ہوئی تھی کہ ریل چل پڑی، نماز پوری کرتا ہے تو ریل جاتی ہے، اور ریل پکڑتا ہے، تو نماز جیسی اہم عبادت کا ابطال لازم آتا ہے، ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہئے، اگر نماز توڑنا جائز ہے تو اس کو کیا چارہ ہے، جس حالت میں ہو خواہ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو، توڑ دے یا اس کو کسی حد تک رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے؟

بس میں کس طرح نماز پڑھے؟

(ہ) بس میں یہ پریشانی خصوصاً پیش آتی ہے، کہ وضو ہونے کے باوجود بھی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں کیا کرے، بیٹھا، بیٹھا یا کھڑا کھڑا نماز پڑھ لے؟

بس میں سفر کرتے وقت کسی جگہ وضو کر کے دوسری جگہ نماز پڑھنا

(و) بس اسٹاپوں پر بسیں رُکتی ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب تک رکیں گیں، کبھی فوراً دو چار منٹ کے بعد چل دیتی ہے، کبھی گھنٹوں بعد اتفاق سے جاتی ہے، لیکن آدمی ہر لمحہ اسی گومگو میں پڑا رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے نہیں کرتا کہ کہیں ادھر اتروں اور اُدھر گاڑی چل دے، ایسے صورت میں نماز کا کیا حکم ہے، جب کہ اس کے لئے وضو کرنے کا مسئلہ بھی ہو اور نماز پڑھنے کا حکم بھی، یہ صورت امکانی نکالی جاتی ہے، کہ کسی جگہ اتر کر جلدی سے

وضو کرلے اور کسی جگہ جلدی سے نماز پڑھ لے، لیکن یہ انتہائی بے اطمینانی اور بدسکونی کا عالم ہوتا ہے، جس پر عادۃً عمل محال کہا جاتا ہے، بتلائیں کہ کیا حکم ہے؟

ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے

(ز) ریل میں طبیعت کبھی اس بات سے جھجکتی ہے کہ آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر نماز کی جگہ نکالی جائے، دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ میں کہوں اور کوئی انکار کر جائے تو کیا اس صورت میں نماز کو افضل حالت سے چھوڑ کر ارذل حالت میں پڑھا جا سکتا ہے؟ یعنی سوال کے بعد جگہ نکالنے پر جس درجے کی نماز پڑھی جا سکتی تھی، اس سے کم درجہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے، مثلاً کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر۔

ریل میں تیمّم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟

(ح) ریل میں ایک معذور سفر کر رہا ہے، ریل پر تو تیمّم کے لئے کوئی چیز مل نہیں سکتی، اگر ریل کے ڈبے کی زمین پختہ ہے بھی تو امکان نجاست غالب ہی نہیں، بلکہ اغلب ہے، اس لئے کہ وہ ۲۴ر گھنٹے جوتوں سے روندی جاتی ہے، ایسی صورت میں کیا وہ نماز کو مؤخر کرے؟

سورج غروب ہونے کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والے پر عصر کی نماز چار رکعت واجب ہے یا دو رکعت؟

(ط) ایک شخص عین سورج غروب ہونے کے وقت سفر سے واپس ہو کر اپنے وطن میں داخل ہوا، عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھی تھی، اب اس پر دو رکعت قضا واجب ہے یا چار رکعت؟

بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے مسافر ہوگا یا حدودِ شہر کو پار کر کے؟

(ی) لکھنؤ، دہلی، بنارس، الہ آباد وغیرہ اس طرح کے شہر کوئی ایک دو کوس کے ہوتے نہیں، بلکہ ان کا سلسلہ کئی کئی کوسوں تک ہوتا ہے، ایسے مقامات میں آدمی کہاں سے مسافر شمار ہوگا، آیا اپنے محلے ہی سے نکلتے ہی مسافر ہوجائیگا، یا حدودِ شہر کو پار کرنے کے بعد مسافر شمار ہوگا، شہروں میں مسافرت کا معیار کیا ہے؟

ریل میں احتلام ہوجائے تو غسل کے لئے کیا کرے؟

(ک) ریل میں بیت الخلاء تو ہوتا ہے لیکن غسل خانہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو رات میں احتلام ہوجائے تو کیا کرے، گرمی کا معاملہ کچھ اہون ہے، لیکن سردی کا تو بہت کٹھن ہے، اگر کوئی ہمت کر کے بیت الخلاء میں نہانا بھی چاہے تو طبیعت کو ایک طرح کا انقباض ہوتا ہے، اس لئے کہ محل نجاست ہے دوسرے یہ کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہوتا ہے کہ سارا بدن شل ہوسکتا ہے، تیسرے یہ کہ دورانِ غسل میں پانی ختم ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اس میں زیادہ پانی نہیں ہوتا، ان مجبوریوں کے پیشِ نظر اس کو کیا کرنا چاہئے، مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) وقت مستحب سے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ مکروہ وقت تک تاخیر نہ ہو[۱] سفر میں پانی نہ ہو تو تیمّم اسکا بدل ہے، لیکن پانی ملنے کی توقع ہو تو مؤخر کرنا چاہئے[۲]

---

[۱] ثم اذا اخر لا یفرط فی التاخیر حتی لا تقع الصلاۃ فی وقت مکروہ الخ تاتارخانیہ کراچی ص ۲۳۸/ج ۱/نوع آخر فی بیان وقت التیمم، مجمع الانہر (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(الف) مؤخر کر کے قضا نہ کردے، انتہائی کوشش کے بعد جگہ نہ ملے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے، پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے[۱]

(ب) معمولی فرق ہو (شمال وجنوب کا فرق نہ ہو) تو گنجائش ہے[۲]

(ج) جو شخص اتنا ضعیف ہو کہ گر جانے کا ظن غالب ہو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے[۳]

(د) ریل کے چلے جانے کی وجہ سے اگر حرج قوی ہو تو ناتمام نماز چھوڑ کر ریل میں سوار ہو جائے، رکوع وسجود کی اس حالت میں پابندی نہیں[۴]

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ص ۶۶/ج ۱/باب التیمم،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،شامی کراچی ص ۲۴۹/ج ۱/باب التیمم،مطلب فی الفرق بین الظن وغلبة الظن.

۲ والحاصل انه اذارجاالماء یوخر الی آخر الوقت المستحب بحیث لایقع فی کراهة ، شامی کراچی، ج ۱/ص ۲۴۹/شامی زکریاص ۴۱۸/ج ۱/ باب التیمم،مطلب فی الفرق بین الظن وغلبة الظن، مجمع الانهر ص ۶۶/ج ۱/باب التیمم،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحر الرائق کوئٹه ص ۱۵۵/باب التیمم،تاتارخانیه کراچی ص ۲۳۸/ج ۱/نوع آخرفی بیان وقت التیمم.

---

۱ اسیرمنعه العدومن الوضووالصلوة یتیمم ویصلی بالایماء ثم یعید الخ،شامی کراچی ص ۲۳۵/ج ۱/باب التیمم،مجمع الانهرص ۵۹/ج ۱/باب التیمم،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت ،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/باب التیمم.

۲ فعلم ان الانحراف الیسیر لایضر،وهوالذی یبقی معه الوجه اوشئی من جوانبه مسامتاً لعین الکعبة او لهوائها ،شامی کراچی،ج ۱/ص ۴۳۰/ شامی زکریا ص ۱۱۱ ج۲ مبحث فی استقبال القبلة.

۳ تعذرعلیه القیام بحیث لوقام سقط صلی قاعدایرکع ویسجد،کنزمع البحرکوئٹه ص ۱۱۲/ ج۲/ باب صلوة المریض ،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۰/باب صلوة المریض، تبیین الحقائق ص ۲۰۰/ج ۱/باب صلاة المریض،مطبوعه امدادیه ملتان.

۴ رجل قام الی الصلاة فسرق منه شیء قیمته درهم له ان یقطع الصلاة ویطلب السارق سواء کان فریضة اوتطوعا وکذا المسافر اذندت دابته، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹/ج ۱/قبیل فصل کره غلق باب المسجد،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۴۲۵/ج ۲/باب مایفسدالصلاة الخ،مطلب فی بیان السنة والمستحب.

(ہ) ''الف'' کی صورت اختیار کرے[۱]

(و) ڈرائیور یا کینڈیکٹر سے دریافت کرلے کہ یہاں کتنے منٹ بس ٹھہرے گی؟ گومگو میں نہ رہے، پھر کسی جگہ وضو کرے کسی جگہ نماز پڑھ لے اگر چہ سکون تام میسر نہ ہو، سکون تام تو کسی کسی کو میسر ہوتا ہے، جو حالت سکون کی سمجھی جاتی ہے اس میں بھی ذہن میں افکار کا ہجوم رہتا ہے، اور سمندر کی طرح موجوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے، اس کی وجہ سے نماز ترک نہیں کی جاسکتی، عین حالت جہاد میں بھی صلوٰۃ خوف مشروع ہے[۲]

(ز) یہ جھجک بے محل ہے، قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء پہنچنے کے واسطے بھی بسا اوقات جگہ مانگنا پڑتی ہے، سوار ہونے بیٹھنے، سامان رکھنے کے لئے بھی جگہ طلب کی جاتی ہے ، اور جھجک محسوس نہیں کی جاتی، جگہ طلب کرلے اور کوشش کے باوجود کسی نے انکار کردیا اور قلب کو اذیت ہوئی تو اجر میں اضافہ ہوگا۔

(ح) وہ بھی مؤخر نہ کرے، ریل میں بعض دفعہ کھڑکیوں سے اتنا غبار آجاتا ہے، کہ تیمّم کیلئے کافی ہوجاتا ہے اگر وہاں کی مٹی یقیناً ناپاک ہے (موہوماً نہیں) اور پانی استعمال کرنیکی قدرت نہ ہو (مرض کیوجہ سے) تو آخر'' فاقدالطهورين'' کا مسئلہ بھی موجود ہے[۳]

---

[۱] اسیر منعه العدو من الوضوو الصلوة يتيمم ويصلى بالايماء ثم يعيد الخ،شامی کراچی ص ۲۳۵/ج ۱/باب التيمم،مجمع الانهر ص ۵۹/ج ۱/باب التيمم،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت ،البحرالرائق كوئٹه ص ۱۴۲/ج ۱/باب التيمم.

[۲] هی جائزة بشرط حضور عدو واو سبع ،شامی کراچی، ج۲/ص ۱۸۶/ شامی زکریا ، ج۳/ ص ۷۳/،باب صلاة الخوف،مجمع الانهر ص ۲۶۱/ج ۱/باب صلاة الخوف،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۴۵۶/باب صلاة الخوف.

[۳] (والمحصور فاقد) الماء والتراب (الطهورين) يوخر ها عنده وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجد ان وجد مكانا يابساولايومئی قائماًثم يعيد كالصوم به يفتى واليه صح رجوعه ای الامام كمافی الفيض، شامی ،ج ۱/ص ۲۵۲/شامی زکریا،ج ۱/ص ۴۲۳/،باب التيمم، مطلب فاقدالطهورين،بدائع صنائع زکریاص ۱۷۵/ج ۱/حكم المحبوس فی المصر، البحر الرائق كوئٹه،ص ۱۶۴/ج ۱/قبيل باب المسح على الخفين.

(ط) اگر وقت عصر ختم ہونے پر وطن میں داخل ہوا تو قصر کرے گا ورنہ اتمام کریگا[۱]

(ی) محلّہ سے نہیں بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا[۲]

(ک) طبعی انقباض تو نا قابل التفات ہے اوّل اس کی جگہ پر پانی بہادے پھر تھوڑا تھوڑا، پانی ڈال کر غسل کرے، ہاں اگر پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ بدن شل ہوجائے گا تو تیمّم کرلے، پھر جب قابل برداشت پانی مل جائے تو غسل کرلے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والمعتبر فیه ای لزوم الاربع بالحضر والرکعتین بالسفر آخر الوقت فان کان فی آخره مسافرا صلی رکعتین وان کان مقیماً صلی اربعاً .مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری، ص۳۴۸/ باب صلوٰة المسافر،مجمع الانهر ص۲۴۳/ج ۱/باب صلاة المسافر،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص۱۳۷/ج۲/باب المسافر.

[۲] والصحیح ماذکر انه یعتبر مجاوزة عمران المصر لاغیر الا ذاکان ثمه قریة اوقری متصلة بربض المصر فحینئذ تعتبرمجاوزة القریٰ (عالمگیری ،ج ۱/ص ۱۳۹/ باب صلاة المسافر) مجمع الانهر ص۲۳۸/ج ۱/باب المسافر،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۲۸/ج۲/باب المسافر.

[۳] الثانی من شروط صحة التیمم العذر المبیح للتیمم ومن الاعذار برد یخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الاعضاء.مراقی الفلاح ،ص ۱۸/باب التیمم،مجمع الانهر ص۵۸/ج ۱/باب التیمم ،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۰، ۱۴۱/ج ۱/باب التیمم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پانزدہم

بیمار کی نماز

حالت مرض میں فوت شدہ نماز کا فدیہ زندگی میں ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال:- اگر کسی شخص کی نماز جاتی رہے اور کمزوری کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو اس کا کفارہ ادا کردیا جائے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زندگی میں کفارہ ادا نہیں ہوسکتا[1] جس طرح ہو قضاء پڑھے کھڑا نہ ہوسکتا ہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر جس طرح قدرت ہو پڑھے[2] اگر کسی طرح بھی نہ پڑھا تو مرنے کے وقت وصیت لازم

---

[1] سئل الحسن بن علی عن الفدیة عن الصلوات فی مرض الموت هل یجوز فقال لا،وسئل حمیر الوبری ویوسف بن محمدعن الشیخ الفانی هل یجب علیه الفدیة عن الصلوات کمایجب علیه من الصوم وهو حی فقال لا،تاتارخانیه کراچی ص ۱۷۷/ج ۱/الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، عالمگیری کوئٹه ص ۱۲۵/ج ۱/الباب الحادی عشرفی قضاء الفوائت،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۵۳۵/ ج ۲/باب قضاء الفوائت ،مطلب فی بطلان الوصیة.

[2] عجز عن القیام صلی قاعدا وان تعذرالقعود اومأ مستلقیا الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے۔ایک ثلث ترکہ میں سے فدیہ دیا جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور یوپی

معذور تیمّم اور اشارہ سے نماز پڑھے

سوال:- زید بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا حتی کہ وضو تک کے لئے لوٹا نہیں اٹھا سکتا۔اس لئے پاس مٹی رکھ کر تیمّم کر کے قبلہ رخ ہوکر نماز ادا کر لیتا ہے۔اس طرح نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب خود وضو کی قدرت نہ ہو اور دوسرا آدمی وضو کرانے والا بھی نہ ہو تو مجبوراً تیمّم

(گذشتہ کا بقیہ) ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص ۲۲۴/ ج ۱/ باب صلاة المريض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،عالمگيری كوئٹه ص ۱۳۶/ ج ۱/ الباب الرابع عشرفی صلاة المريض،مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۰/با ب صلاة المريض.

(صفحہ ہذا) [1] لو مات وعليه صلوات فائتة ای بان كان يقدر علی ادائها ولوبالايماء فيلزمه الايصاء والا فلايلزمه وان قلت بان كانت دون ست صلوات لقوله عليه الصلاة والسلام فان لم يستطع فالله احق بقبول العذر منه (الشامی نعمانيه ص ۴۹۲/ ج ۱/) شامی زكريا ص ۵۳۲/ ج ۲/ باب قضاء الفوائت، ولومات وعليه صلوات فائتة يعطی لكل صلاة نصف صاع من برمن ثلث ماله (الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص ۴۹۲/ ج ۱/) درمختار مع الشامی زكريا ص ۵۳۲ تا ۵۳۳/ ج ۲/ باب قضاء الفوائت مطلب فی اسقاط الصلوٰة عن الميت ،البحر الرائق ص ۹۰/ ج ۲ مطبوعه كوئٹه پاكستان، باب قضاء الفوائت، الهندية ص ۱۲۵/ ج ۱/ الباب الحادی عشرفی قضاء الفوائت ،مصری، تاتار خانيه كراچی ص ۷۷۰/ ج ۱/ الفصل العشرون فی قضاء الفائتة، بزازية علی هامش الهندية ص ۶۹/ ج ۴/ التاسع عشرفی الفوائت، كبيری ص ۴۹۷/ فصل فی قضاء الفوائت،مطبوعه رحيميه ديوبند.

درست ہے[۱] جب کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہوتو بیٹھ کر نماز پڑھی جائے۔ بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھی جائے[۲] جب قبلہ کی طرف رخ کرنے کی قدرت نہ ہوتو جس طرف قدرت ہو اسی طرف رخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے[۳] اگر سجدہ کی قدرت ہوتو اشارہ کافی نہیں سجدہ ضروری ہے خواہ معمولی سی کوئی چیز تکیہ وغیرہ رکھ کر ہو[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۸۷ھ

آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم

سوال:- آنکھ قدح کرانے میں حس وحرکت سر وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی بستر پر

---

[۱] یجوز التیمم للمرض (الی قوله) او کان لایجد من یؤضئه ولایقدر بنفسه اتفاقاً وان وجد خادماً کعبده وولده واجیره لایجزیه التیمم. البحر الرائق ص ۱۴۰/ ج۱/ باب التیمم، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸/ ج ۱/ الفصل الاول فی امور ولابدمنها فی التیمم، تاتار خانیه کراچی ص ۲۴۳/ ج ۱/ نوع آخر فی بیان من یجوزله التیمم.

[۲] لقوله علیه السلام صلی قائماً فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی الجنب تؤمی ایماء ولان الطاعة بحسب الطاقة (الهدایه ص ۱۶۱/ ج ۱/) باب صلوٰة المریض، مطبوعه یاسر ندیم، البحر الرائق ۱۱۳/ ج۲/ باب صلاة المریض، مطبوعه ایچ ایم سعید پاکستان.

[۳] وان کان المصلی مریضا مرضا لایقدر معه علی التوجه الی القبلة ولیس معه احد یوجهه الیها اوکان صحیحا یقدر علی التوجه الاانه یخاف ان توجه من عدو اوسبع فیضره فی ماله او بدنه لایلزمه التوجه الی القبلة بل یصلی الی ای جهة قدر علی التوجه الیهامن غیر حصول ضرر علیه الخ حلبی کبیر ص ۲۱۹/ الرابع القبلة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص ۱۲۷/ ج ۱/ باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۴۲۷/ ج ۱/ استقبال القبلة ومعرفتها.

[۴] بل یظهر لی انه لوکان قادراً علی وضع شیء علی الارض مما یصح السجود علیه انه یلزمه ذالک لانه قادر علی الرکوع والسجود حقیقة ولایصح الایماء بهما مع القدرة علیهما بل شرطه تعذرهما، شامی زکریا ص ۵۶۹/ ج۲/ باب صلاة المریض، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۳/ ج۲/ باب صلاة المریض.

پیشاب کرنا پڑتا ہے بعض مرتبہ بدن و کپڑا پیشاب میں ملوث ہوجاتا ہے تو نماز قضا کرنا جائز ہے یا نہیں یا کس طرح نماز ووضو وتیمّم ادا کرے جب کہ سر تک کو حرکت نہیں دے سکتا اور آدھے چہرے تک پٹی لپٹی رہتی ہے جس سے پورا تیمّم چہرہ کا بھی نہیں ہوسکتا ہے جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سر کی حرکت اور اشارہ کو بھی دیندار ماہر معالج منع کرتا ہے اور آنکھ کے لئے ایسی حالت میں مضر بتلاتا ہے تو نماز کو قضا کرنا درست ہے ابرو یا آنکھ یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے۔ **فی الدر المختار ولم یؤم بعینه وقلبه وحاجبه وفیه قبله وان تعذر الایماء برأسه وکثرت الفوائت بان زادت علیٰ یوم ولیلة سقط القضاء عنه وان کان یفهم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتویٰ** درمختار ص ۷۹۵ ج ۱[1] اگر اشارۂ سر سے نماز پڑھنا مضر نہ ہو تو اشارۂ سر سے نماز پڑھنا ضروری ہے[2] اگر بستر ناپاک ہے اور اس کو بدل نہیں سکتا تو اس ناپاک ہی پر پڑھے وضو کی اجازت نہ ہو تو تیمّم سے ہی سہی پٹی کے اوپر مسح کرلے اگر وضو کی اجازت ہو تو وضو کرلے اور پٹی کے اوپر مسح کرلے باقی اعضاء کو دھولے[3]

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۱۰/ج ۱/ شامی زکریا ص ۵۷۰/ج ۲/باب صلوٰة المریض، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۶/، ۱۱۷/ج ۲/باب صلاة المریض، مجمع الانهر ص ۲۲۹، ۲۳۱/ج ۱/ باب صلاة المریض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وان تعذر القعود اومأبالرکوع والسجود مستلقیاعلی ظهره ورجلاه الی القبلة، مجمع الانهر ص۲۲۸/ج۱/ باب صلاة المریض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۳۵۲/ باب صلاة المریض، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۳/ج ۲/ باب صلاة المریض.

[3] اذا فتصد اوجرح او کسر عضوه فشده، بخرقة اوجبیرة وکان لایستطیع غسل العضو ولایستطیع مسحه وجب المسح علی اکثر ماشدبه العضو، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص۱۰۷/فصل فی الجبیرة ونحوها، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۲/ج ۱/المسح علی الجبائرة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵/ج ۱/الفصل الثانی فی نواقض المسح.

امره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه صلىٰ بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس مريض تحته ثياب نجسة وكلما بسط شيئاً يتنجس من ساعته صلى علىٰ حاله وكذا لولم يتنجس الا انه يلحقه مشقة بتحريكه درمختار وفي ردالمحتار قوله امره الطبيب اى المسلم الحاذق كما ذكره في الصوم[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۳/ذیقعدہ ۵۴ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲/۱۱/۵۴ھ

ایضاً

سوال:- حضرت مولانا محمود حسن صاحب معین المفتی عم فیضہ سلام مسنون!

جواب فتاویٰ ۱۰۷۴/مع اشتہار مطبوعہ کوکب دری موصول ہوا فقط، دلی شکریہ، مجھے قابلیت عربی کی زیادہ نہیں ہے آپ حضرات کی برکت سے کچھ سمجھ لیتا ہوں ایک مولوی صاحب رضائی ہیں ان کو یہ اشتہار دینا غیر مناسب ہے ایک صاحب اور ہیں وہ تشریف لائیں تو پیش کروں گا آنکھ کے قدح کے متعلق جو میں نے دریافت کیا تھا اس میں اس عبارت کا کیا مطلب ہے وان تعذر الايماء برأسه وكثرت الفوائت بان زادت علىٰ يوم وليلة سقط القضاء عنه. قدح میں تین روز تک چت لٹاتے ہیں حس وحرکت سے منع کرتے ہیں تو کیا نمازوں کی قضاء ناجائز اور قضاء ساقط ہو جائیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرم فرمائے بندہ حضرت شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ اگر مریض کی ایسی حالت ہو کہ وہ خطاب کو تو سمجھتا ہے۔

[1] شامی نعمانیہ ص ۵۱۳/ج ۱/ شامی زکریا ص ۵۷۴/ج ۲/تا ۵۸۵/ج ۲/باب صلوٰۃ المریض، عالمگیری کوئٹہ ۱۳۷/ج ۱/الباب الرابع عشر فی صلاۃ المریض، قاضیخان علی الهندية كوئٹه ص ۱۷۳/ج ۱/باب صلاۃ المریض.

لیکن اشارہ نہیں کرسکتا یا اس کو کسی حاذق دیندار معالج نے کہہ دیا ہے کہ اشارہ کرنے سے جان یا کسی عضو مثلاً آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی حالت میں اس کو ایک دن رات سے زائد گذر جائے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ تندرست ہونے کے بعد ایسی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضا کرے گا یا نہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کے ذمہ قضا لازم نہیں اور اسی پر علماء کا فتویٰ ہے اور یہ ہی تجنیس میں لکھا ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے مگر ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس پر قضا ضروری ہے اگر چہ جمہور علماء کا فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے ذمہ قضا ضروری نہیں[1] لیکن چونکہ بعض علماء جیسے صاحب ہدایہ نے ہدایہ[2] میں قضاء کو بھی تحریر فرمایا ہے۔اس لئے احوط یہ ہی ہے کہ قضا کی جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا

سوال:- زید کے فوطے نیچے لٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی ہے۔زید نے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اب زید کا ارادہ آپریشن کا ہے۔البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ کروٹ وغیرہ نہیں بدل سکتا اور نہ ہی بیت الخلاء جاسکتا ہے۔لہٰذا ان دنوں کی نمازوں کو بعد میں قضا کرے یا اسی حالت میں نماز پڑھا کرے؟

---

[1] وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه وان كان يفهم في ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وقيل لايسقط القضاء بل تؤخر عنه اذاكان يعقل وصححه في الهداية لكن خالف نفسه في كتابه التنجيس فصحح الاول (شامی زکریا ص۵۷۰/ج۲/ باب صلوٰة المريض، مراقي الفلاح مع الطحطاوی مصری ۳۵۲/باب صلاة المريض، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۳۶/ج ۱/الباب الرابع عشرفي صلاة المريض.

[2] فان لم يستطع الايماء برأسه اخرت عنه ولايومي بعينيه ولابقلبه ولابحاجبيه وقوله اخرت عنه اشارة الى انه لاتسقط الصلوٰة عنه وان كان العجز اكثرمن يوم وليلة (هدايه ص۶۱/۱/ باب صلوٰة المريض)

الجواب حامداًومصلیاً

فوطے لٹک جانے کی وجہ سے جب آپریشن کرایا جائے اوراس میں کروٹ بدلنے رکوع سجدہ کرنے سے زخم کونقصان پہنچے گا تو لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو اشارہ سے نماز ادا کرلے[1] اگر استنجاء کرنا بھی مضر ہوتو ویسے ہی پڑھ لے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۸ھ

آنکھ کے اشارہ سے نماز

سوال:- آنکھ قدح کرانے میں سرہلانے کی اجازت نہیں کیا جوآنکھ قدح نہیں ہوئی اس پر پٹی بندھی نہیں ہے اس کی پلک کے اشارہ سے نماز جائز ہے یانہیں؟ کیا قدوری میں لکھا ہے نہیں جائز ہے یہ مفتی بہ قول ہے یانہیں؟ نماز قضا ہونے کے خیال سے اندھا بنارہے تو شرعاً کیسا ہے؟

---

[1] یصلی مؤمیا وھوقاعد ان تعذر الرکوع والسجود بماقد مناہ وان تعذر القعود اومأ مستلقیااو علی جنبہ الخ(البحر الرائق ۱۱۳/ج۲/ باب صلوٰۃ المریض، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی پاکستان،مجمع الانہر ص۲۲۸/ج۱/باب صلاۃ المریض،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۲/باب صلاۃالمریض.

[2] مریض عجز عن الاستنجاء ولم یکن لہ من یحل جماعہ سقط عنہ الاستنجاء طحطاوی علی المراقی مصری ص۳۸/قبیل فیما یجوزبہ الاستنجاء ،شامی زکریا ص۵۵۳/ ج۱/فصل فی الاستنجاء ،مطلب اذا دخل المستنجی فی ماء قلیل، حلبی کبیر ص ۴۰/ آداب الوضوء،فروع فی فوائد ابی حفص،مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور، (عالمگیری ص ۴۹،۵۰/ ج۱/ الفصل الثالث فی الاستنجاء)

الجواب حامداً ومصلیاً

محض آنکھ کے اشارہ سے نماز درست نہیں[۱] قدوری میں بھی اسی طرح ہے[۲] یہی مفتی بہ قول ہے جس شخص کی آنکھ میں پانی آ گیا ہو اور وہ اس خیال سے قدح نہ کرائے کہ میری نماز قضاء ہوگی اور اپنے نابینا ہونے پر صبر کرے اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے[۳] آنکھ بنوانا بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

اعرج کی نماز کا طریقہ

سوال:- ایک شخص معذور ہے یعنی اس کا داہنا پاؤں خراب ہے اور وہ ٹوٹ گیا ہے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر بھی ہے لیکن جب کھڑا ہوتا ہے تو جو پاؤں ٹوٹا ہوا ہے اس کا انگوٹھا ہلتا رہتا ہے اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کوئی تو کہتا ہے کہ نماز ہوتی ہی نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر نماز میں انگوٹھا ہل جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی بلکہ ناقص رہتی ہے لہٰذا ان لوگوں کا اعتراض اس معذور کے حق میں باوجود قدرت علی القیام ہونے کے اور ارادۂ حصول زیادتی ثواب کے یہ اعتراض صحیح ہے یا نہیں اور اس طرح نماز پڑھنے کی شریعت

---

[۱] واذاعجز المریض عن الایماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلاة ولایعتبر الایماء بالعینین والحاجبین (عالمگیری ص۱۳۷/ج۱/ الباب الرابع عشر فی صلاة المریض، مطبوعه مصر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۳۵۳/باب صلاة المریض، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۷۱/ج۲/باب صلاة المریض.

[۲] قدوری ص۳۳/باب صلاة المریض، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[۳] عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال اللّٰه من سلبت کریمتیه عوضته الجنة مجمع الزاوئد ص۴۲/ج۳/کتاب الجنائز، باب فیمن ذهب بصره، مطبوعه دارالفکر بیروت.

اجازت دیتی ہے یا نہیں اور اگر اس طرح نماز پڑھے تو پوری ہوتی ہے یا ناقص رہتی ہے باجودیکہ معذور ہے مفصل جواب شافی تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر بلا عذر نماز نفل کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو کہ جس سے کھڑا نہ ہوسکتا ہو یا کھڑا ہونے سے کوئی دشواری پیش آتی ہو مثلاً کوئی زخم ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے وہ بند رہتا ہے اور قیام سے وہ جاری رہتا ہے یا قیام سے وہ قراءت نہیں کرسکتا یا سجدہ نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور صورت مسئولہ میں اس قسم کا کوئی عذر نہیں لہٰذا شخص مذکور کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں **ومنها القيام في مرض لقادر عليه وعلى السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب ايمائه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لو سجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه اذا قام او يسلسل بوله او يبدو ربع عورته او يضعف عن القراءة اصلاً اھ درمختار**[1]۔

ہاں اس کی رعایت ضرور رکھنی چاہئے کہ پیر کا انگوٹھا ہلنے سے کسی دوسرے کو اذیت نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۳/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۹/ربیع الاول ۵۶ھ

قصداً اگر انگوٹھا ہلاتا رہتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے خود ہلتا رہتا ہے اس سے کوئی نقصان نماز میں نہیں ہوتا[2] جو لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھا ہلجانے سے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتے ہیں۔ فقط سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۴۵/ج ۱/ شامی زکریا ص ۱۳۱/ج ۲/ باب صفة الصلاة، بحث القيام، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۸۱/باب شروط الصلاة وارکانها، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۲/ج ۲/باب صفة الصلاة. (نمبر ۲/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظ ہو)

معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال:- کوئی شخص مسجد میں آ سکتا ہے لیکن بوجہ مرض کھڑا ہو کر با جماعت نماز نہیں پڑھ سکتا ایسے شخص کو بیٹھ کر با جماعت فرض نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

رحم میں دوا رکھ کر نماز

سوال:- حالت بیماری میں عورتوں کو جو دوا اندر رکھانی پڑتی ہے اس حالت میں نماز کو ادا کرے یا قضاء؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] وکرہ کفہ وعبثہ بہ ای بثوبہ وبجسدہ للنھی الالحاجۃ الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۰۶/ ج ۲/ باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطلب فی الکراھۃ التحریمیۃ الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۹/ ج ۲/ باب مایفسد الصلاۃ الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۸۰/ فصل فی مکروھات الصلاۃ.

---

[1] اذا عجز المریض عن القیام صلی قاعداً یرکع ویسجد الخ. (الھدایہ ص ۱۶۱/ ج ۱/) باب صلوٰۃ المریض، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الشامی نعمانیہ ص ۵۰۸/ ج ۱/ باب صلاۃ المریض، تاتارخانیہ کراچی ص ۱۲۰/ ج ۲/ الفصل الحادی والثلاثون فی صلاۃ المریض، البحر الرائق ص ۱۱۲/ ج ۲/ باب صلاۃ المریض، ایچ ایم سعید کراچی پاکستان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی حالت میں نماز پڑھ لے قضا نہ کرے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور، یوپی

معذور کے لئے صف کے کنارہ پر ہونا ضروری نہیں

سوال:- اگر کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس صورت میں جماعت کے ساتھ صف کے درمیان بیٹھ کر نماز ادا کرنی زیادہ بہتر ہے یا صف کے بیچ میں جگہ چھوڑ کر بالکل آخر صف کے کنارے پر بیٹھ کر پڑھنا اولیٰ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کنارہ پر ہونا ضروری نہیں۔ درمیان صف میں بیٹھ کر بھی معذور آدمی نماز پڑھ سکتا ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۱ھ

---

[۱] کما ینقض لو حشا احلیله بقطنة وابتل الطرف الظاهر هذا الو القطنة عالية او محاذية لرأس الاحليل وان مستقلة عنه لاينقض وكذا لحكم فى الدبر والفرج الداخل الدر المختار على الشامى زكريا ص ۲۸۰/ ج ۱/ كتاب الطهارة، مطلب نوم الانبياء غير ناقض، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۲۴/ ج ۱/ ماينقض الوضوء، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۰/ ج ۱/ الفصل الخامس فى نواقض الوضو.

[۲] الافضل ان يقف فى الصف الآخر اذا خاف ايذاء احد الخ (شامى زكريا ص ۳۱۰/ ج ۲/ باب الامامة، قبيل مطلب فى جواز الايثار بالقرب)

اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال:- (۱) جس کو آپریشن کیا گیا ہو اور وہ بیڈ پر لیٹا ہو اور ڈاکٹر نے ہلنے سے منع کیا ہو تو ایسا شخص کس طرح نماز پڑھے گا؟

(۲) اگر مریض کو گلوکوز دیا جاتا ہو تو اس میں وہ نماز کیسے پڑھ سکتا ہے یا نماز قضا کر سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سر کے اشارہ سے نماز پڑھ لے کہ بدن کا کوئی حصہ حرکت نہ کرے صرف رکوع سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے[۱]

(۲) ایسی حالت میں ہی نماز پڑھ لے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء الحادی عشر بحمد اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء الثانی عشر مطلعہ باب الدعاء والاذکار انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر علی پور ھاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الھند

[۱] وان تعذر القعود اومأ بالرکوع والسجود مستلقیا علی ظھرہ الخ،(عالمگیری کوئٹہ ج ۱/ص ۱۳۶/ الباب الرابع عشرفی صلاۃ المریض،المحیط البرھانی ص ۱۲۶/ج۳/الفصل الحادی والثلاثون فی صلاۃ المریض،مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل،تاتارخانیہ ص ۱۲۱/ج۲/الفصل الحاوی والثلاثون فی صلاۃ المریض،مطبوعہ کراچی.

[۲] اذا عجز المریض عن القیام صلی قاعداً یرکع ویسجد کذا فی الھدایۃ، عالمگیری ج ۱/ص ۱۳۶/ الباب الرابع عشرفی صلاۃ المریض،تاتارخانیہ کراچی، ص ۱۲۰ ج۲ الفصل الحادی والثلاثون فی صلاۃ المریض، المحیط البرھانی ص ۲۶/ج۳/ الفصل الحادی والثلاثون الخ ،مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

باب شانزدھم

ذکر و دعاء کے احکام

فصل اول : نماز کے بعد اذکار و وظائف

نماز کے بعد ذکر جہری

سوال: ۔پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر مثلاً آیت الکرسی اس کے مثل اور دعا بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں اس نماز کا سلام پھیر کر مختصر سی دعا پڑھ کر وہاں سے ہٹ کر حجرہ شریف میں جا کر سنتیں پڑھنے کا معمول تھا، اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار وتلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] فان کان بعد ھا ای بعد المکتوبة تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام فاذا قام الامام الی التطوع لایتطوع فی مکانه بل یتقدم اویتاخر اوینحرف یمیناً وشمالاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فرض اور سنت کے درمیان وظیفہ

سوال:۔ یہاں کے امام صاحب بعد ظہر و مغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعاء مانگا کرتے ہیں، کبھی طویل مانگتے ہیں اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہئے، مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے ایسے امام کی اقتداء میں کچھ خرابی تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار وتشدد کی ضرورت نہیں کیونکہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی کچھ گناہ نہیں ''**ویکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ قال الحلوانی لابأس بالفصل بالاوراد واختاره الكمال قال الحلبی ان اراد بالكراهة التنزيهية ارتفع الخلاف لانه اذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهية كانت خلاف الاولیٰ الذی هو معنیٰ لابأس قوله وفی حفظی حمله علیٰ القليلة الیٰ قوله فالكراهة علیٰ الزيادة تنزيهة لماعلمت من عدم دليل التحريمية** اھ درمختار وشامی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/ربیع الاول ۷۰ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الاوّل ۷۰ھ

(گذشتہ کا بقیہ) کمافی ابو داؤد والترمذی عن المغيرة بن شعبة انه عليه السلام قال لايصلی الامام فی الموضع الذی يصلی فيه حتی يتحول اويذهب الی بيته فيتطوع ثمه لانه عليه السلام انما كان يصلی السنن فی بيته (ملخصاً من كبيری، ص ۳۳۱-۳۳۲/) يكره تاخير السنة عن الفريضة كتب خانه رحيميه ديوبند، ترمذی شريف ج ۱/ص ۴۰۰/ كتاب الصلوٰة باب مايقول اذا سلم مطبوعه بلال ديوبند. (اس صفحہ اگلے صفحہ پر)

تسبیحات فرض کے بعد ہیں یا سنن کے

سوال: ۔تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیت الکرسی وغیرہ وظیفہ پڑھنے کے لئے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے یا سنن ونوافل سے فارغ ہوکر؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر، تو بعد فرض متصلاً افضل ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً

سوال: ۔فرضوں کے بعد اکثر لوگ لاالہ الا اللّٰہ زور سے پڑھتے ہیں تین بار اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں اکثر لوگ منع کرتے ہیں،؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ذکر اللہ خاص کر ذکر لاَاِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی[2] ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] درمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۶-۲۴۷/ باب صفة الصلوة، مطلب هل يفارقه الملكان در مختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۳۰.

(صفحہ ہذا) [1] ويستحب ان يستقبل بعده اى بعد التطوع وعقب الفرض.....ان لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس ويستغفر ون الله العظيم ثلاثاً ويقرؤن آية الكرسى والمعوذات ويسبحون الله ثلاثاً وثلاثين ويحمدون كذلك ويكبرون كذلك الخ (مراقى الفلاح، ص ۴۹/ باب الامامة، شامی کراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوٰة مطلب هل يفارقه الملكان، اعلاء السنن ج۳/ص ۱۵۲/ كتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء، مطبوعه ادارة القرآن كراچى) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ذکر بلا شبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے، مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے التزام کرنا یعنی اسکو واجب اور ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے پر ملامت کرنا شرعاً ثابت نہیں، لہٰذا نفس ذکر جائز اور التزام منع ہے،[1] بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ ہوتے ہیں یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے، اس لئے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلام یَارَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئاً اَذْکُرُکَ بِہٖ اَوْاَدْعُوْکَ بِہٖ فَقَالَ یَامُوْسیٰ قُلْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ یَارَبِّ کُلُّ عِبَادِکَ یَقُوْلُ ھٰذَا اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئاً تَخُصُّنِیْ بِہٖ قَالَ یَامُوْسیٰ لَوْاَنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَعَامِرِ ھِنَّ غَیْرِیْ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِی کَفَّۃٍ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِیْ کَفَّۃٍ لَمَا لَتْ بِھِنَّ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ فی شرح السنہ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰۱/ باب ثواب التسبیح والتمھید والتھلیل والتکبیر) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں اور تجھ سے دعا مانگوں پروردگار نے فرمایا موسیٰ لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ کہو موسیٰ نے عرض کیا میرے پروردگار تیرے تمام بندے یہ کلمہ کہتے ہیں میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تو میرے ہی لئے مخصوص کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان کے سارے مکین اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً ان چیزوں کے پلڑے سے لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ کا پلڑا جھک جائے گا۔

(صفحہ ہٰذا) ۱ کم مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروھا، سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر ص ۷۲/ مطبوعہ لکھنؤ، سعایۃ ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفہ الصلوۃ قبیل فصل فی القراءۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، طیبی شرح مشکوٰۃ ج ۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فی التشھد الفصل الاول، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

۲ اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصل اوقاری (شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۳۴/ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کشمیر میں نماز کے بعد درود شریف

سوال:۔کشمیر میں نماز فجر اور عشاء کے بعد جو درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو درود شریف[1] نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے، لیکن جب[2] لوگ نماز میں مشغول ہوں تو

(گذشتہ کا بقیہ) مطبوعہ کراچی، ج۲/ص ۶۶۰/ باب مایفسد الصلاۃ مطلب فی رفع الصوت بالذکر) والجمع بینهما بان ذلک یختلف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تأذی المصلین أو النیام والجهر افضل حیث خلا الخ شامی کراچی ج۶/ص ۳۹۸/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

(صفحہ ہذا) [1] عَنْ اُبَیِّ بِنْ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُولَ اللّٰہ ﷺ اِنِّی اُکَثِّرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ اَلرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ اَلنِّصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّهَا قَالَ اِذَایُکْفٰی هَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۶/ الفصل الثانی، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلها)

ترجمہ:۔ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہا میں نے اے اللہ کے رسول میں آپؐ پر بہت درود بھیجتا ہوں پس میں اپنی دعا میں سے آپؐ کے لئے کتنا مقرر کروں، حضور ﷺ نے فرمایا جس قدر چاہو، میں نے کہا چوتھائی، فرمایا جس قدر چاہو، اگر زیادہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے میں نے کہا آدھا مقرر کروں فرمایا جس قدر تو چاہے، ہاں اگر تو زیادہ کریگا تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے پس میں نے کہا دو تہائی، فرمایا جس قدر چاہو، ہاں اگر زیادہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے کہا میں آپ کیلئے اپنی پوری دعا مقرر کروں فرمایا اب کفایت کیا جائیگا تو اپنے غموں سے اور مٹا دیا جائے گا، تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو۔

[1] اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقاری، (شامی زکریا، ج۲/ص ۴۳۴/ مطلب فی رفع الصوت بالذکر) شامی کراچی، ج۱/ص ۶۶۰/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها)

آہستہ پڑھیں جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں، اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ وسلام

سوال:۔ جب کہ مسلمان فرض اور سنت کی پابندی اور عمل آوری کو چھوڑ کر یوم الجمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی ادائیگی باجماعت بلند آواز سے پڑھنا فرض عین کا درجہ دیتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر اگر منع کیا جائے تو ہنگامہ کرتے ہیں اس صورت میں اس کا حاصل جواب کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، تقاضا ایمان ہے اداء حق کا ذریعہ ہے، [۱] لیکن فرائض [۲] وسنن مؤکدہ [۳] کو چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے، صلوٰۃ وسلام کے ذریعہ سے ترک فرائض کی ہرگز ہرگز مکافات نہیں ہوگی، اس کا وبال دنیا وآخرت میں نہایت سخت ہے، نہ اللہ اس سے خوش نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوں

---

[۱] مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلّی اللّٰہ علیہِ عَشَراً .مشکوٰۃ شریف،ص ۸۶/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبیؐ)

[۲] الفرض ماثبت بدلیل قطعیّ الثبوت وقطعیّ الدلالۃ حیث لاسبھۃ فیہ ویکفر جاحدہ ویعذّب تارکہ قواعد الفقہ ص ۴۱۰/ مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند.

[۳] وسننھا ترک السنۃ الی قولہ إساءۃ لوعامداً غیرمستخف وفی الردالمحتار وتارکھا یستوجب إساءۃ أی التضلیل واللوم و فی التلویح ترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام الدرالمختار علی الشامی کراچی ج ۱/ص ۴۷۳/ مطلب فی قولھم الإساءۃ دون الکراھۃ باب صفۃ الصلوۃ.

گے، پہلے فرائض کی پابندی کرے اور سنت مؤکدہ کو اختیار کرے اور حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھے اس کو پوری زندگی میں نافذ و جاری کرے تب تو صلوٰۃ وسلام کی کثرت نورعلیٰ نور ہے، لیکن صلوٰۃ وسلام کے لئے بھی اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو بیٹھ کر پوری توجہ واخلاص سے اس تصور سے پڑھا جائے کہ میری طرف سے ملائکہ تنہائی میں اس صلوٰۃ وسلام کو لیجا کر خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں،[1] اور دربار عالی سے جواب بھی ملتا ہے، اور بلند آواز سے جماعت کا صلوٰۃ وسلام پڑھنا صحابۂ کرام، محدثین ومتاخرین مجتہدین اور اولیاء کاملین سے ثابت نہیں اس طریقہ کو بند کیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۲ھ

فرض نماز کے بعد وظیفہ

سوال: ۔کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض کے بعد دو تین منٹ بیٹھ کر کچھ خصوصی وظائف پورے کر سکتے ہیں یا فرض کے بالکل فوراً بعد سنت پڑھ کر اس کے بعد وہ وظائف پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں طرح گنجائش ہے زیادہ بہتر یہ ہے کہ سنن کے بعد پڑھے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

---

[1] قَالَ قَالَ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ. مشکوٰۃ شریف، ص۸۷/ (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند)باب الصلوٰۃ علی النبیؐ

[2] مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ .مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ (مکتبہ یاسر ندیم دیوبند) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھنا

سوال: ۔نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید'' اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے بیشک یہ بہت بڑا استغفار ہے لیکن سلام کے بعد تو اللّٰہ اکبر اور تین مرتبہ استغفر اللّٰہ پڑھنا منقول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ منقول[۱] ہے، بعد کے صفات منقول نہیں، مگر ''عمل الیوم واللیلۃ'' ص ۳۵ ر میں ہے '' حَدَّثَنِیْ مَعَاذٌ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یَقُوْلُ مَنْ قَالَ بَعْدَ الْفَجْرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ کفر عنہ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحر[۲]'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ وقال الکمال عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ قال لابأس بقرأۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ فالا ولیٰ تاخیر الاوراد عن السنۃ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۳ ر فصل فی صفۃ الاذکار الواردۃ بعد صلاۃ الفرض، مطبوعہ مصری، شامی کراچی ج ۱ ر ص ۵۳۰ ر باب صفۃ **الصلوۃ** مطلب ھل یفارقہ الملکان، سعایہ ج ۲ ر ص ۲۶۴ ر باب صفۃ الصلوۃ قبیل فصل فی القراء ۃ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

(صفحہ ہذا) ۱ ویستحب ان یستغفر ثلاثاً الخ درمختار علی الشامی زکریا ج ۲ ر ص ۲۴۷ ر باب صفۃ الصلاۃ قبیل مطلب فیمالوزاد علی العدد فی التسبیح الخ.

۲ عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۵ ر باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح مطبوعہ حیدرآباد.

ترجمہ :۔حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر کے بعد تین مرتبہ اور عصر کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے، میں استغفار چاہتا ہوں اللہ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ زندہ رہنے والا اور قائم رہنے والا ہے، اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں تو اس سے اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم

سوال:۔ایک امام صاحب روزانہ بعد نماز فجر کے سلام کے بعد بغیر مناجات زبردستی مقتدیوں کو سورۂ یٰسین پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے ختم قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے، کیوں ذرا سے وقت کے لئے آپ اس سے محروم ہوں اس کے بعد دعا کرتے ہیں (مناجات کرتے ہیں) کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع صحیح ہے، یا ناجائز ہے احکام شرعی بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک مرتبہ سورۂ یٰسین شریف پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے، حدیث شریف میں موجود ہے،[1] اس سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے،[2] اپنے زیر تربیت لوگوں کو زور دیکر بھی عمل کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن سب کو مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے دعا کے بعد چلا جائے، یا تسبیح، نوافل، تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو جائے جس کا دل چاہے تلاوت یٰسین کرے، ترغیب کو جبر کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لکل شیئ قلبا وقلب القرآن یٰسین ومن قرأ یٰسین کتب اللّٰہ لہٗ بقراءتھا قرأۃ القرآن عشرمرات .رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ شریف، ص۱۸۷ / باب فضائل القرآن، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے، جو شخص ایک مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتا ہے تو اس کو دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

[2] عن ابن ابی رباح قال بلغنی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من قرأ یٰسین فی صدر النھار قضیت حوائجہ، مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹ / کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

فجر کے بعد امام کا مع مقتدی کے جہراً تسبیحات پڑھنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ کے آدمی چونکہ کاروبار میں رہتے ہیں محلّہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے ،صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں، اس لئے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف ''سبحان اللہ وبحمدہ صلّی اللہ علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم استغفر اللہ'' بلا ناغہ ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں، امام صاحب سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب و برکت کے لئے پڑھتے ہیں اگر چہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنیوالے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں، یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں ورنہ جہراً اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے یا منع ہے، نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فجر کے بعد درود شریف ذکر تسبیح استغفار سب کچھ درست ہے اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے،[1] مگر اس میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، امام صاحب کا جب تک دل چاہے پڑھتے رہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر جب تک چاہے پڑھتا رہے، اور جس کو کوئی کام کرنا ہو اس کو اختیار ہے کہ اپنا کام کرے مجبور کسی کو نہ کیا جائے ،اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے دعاء میں اصل اخفاء ہے۔[2] ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً

---

[1] اجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم اومصل اوقارى الخ شامى زكريا، ج۲/ص ۴۳۴/ مطلب رفع الصوت بالذكر شامى كراچى، ج ۱/ص ۶۶۰/ باب مايفسدالصلاة ومايكره فيها.

[2] لابأس للامام عقب الصلاة بقرأة آية الكرسى وخواتيم سورة البقرة والاخفاء افضل شامى زكريا، ج۹/ص۶۰۷/ كتاب الحظر والاباحة.

وَ خُفْيَةً"[1] تعلیم مقصود ہو یا کوئی اور دینی مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے۔[2]

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسب مصالح دونوں طرح دعاء ثابت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا

سوال:۔ایک شخص صبح کی نماز میں مختلف مسجدوں میں روزانہ جاتا ہے، اور سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو جاتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ نماز میں سجدہ اس طرح پر کرو رکوع اس طرح پر اگر ٹخنے خشک رہ گئے یا پیشاب کا قطرہ نکل گیا اور بھی چند باتیں بیان کرتا ہے، کہ یہ باتیں ہوں تو نماز نہیں ہوگی، یہ تو ٹھیک ہے مگر وہ سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو جاتا ہے، جو لوگ دوسری رکعت میں شریک ہوتے ہیں، ان کا دھیان اسکے وعظ میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس سے کہتے ہیں کہ جب سب نماز سے فارغ ہو جائیں اس وقت بیان کرو، بہتر تو یہ ہے کہ امام جب دعا سے فارغ ہو جائے تو اس وقت بیان کریں، مگر وہ نہیں مانتا اور ناراض ہوتا ہے حکم تو یہ ہے کہ قرآن شریف بھی زور سے نہ پڑھا جائے، مسجد میں داخل ہو تو سلام بھی مت کرو لوگوں کا دھیان ہٹے گا، کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟

---

[1] سورہ اعراف پارہ ۸/۔آیت ۵۵۔ **ترجمہ**:۔پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔(بیان القرآن)

[2] واولیٰ منه القول بتقديم الاخفاء على الجهر فيمااذا خيف الرياء او كان فى الجهر تشويش على نحو مصل او نائم الىٰ قوله و بتقديم الجهر على الاخفاء فيما اذا خلا عن ذلك وكان فيه قصد تعليم جاهل الخ روح المعانى ج۸/ص ۱۴۰/ مطبوعه مصطفائى ديوبند، سعايه ج۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلاة، سهيل اكيڈمى لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس وقت لوگ نماز میں مشغول ہوں اس وقت اس شخص کو بیان نہیں کرنا چاہئے اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

نماز فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر ونعت میلاد کا حکم

سوال:۔ جماعت ہونے کے بعد بالخصوص صبح اور عصر کی نماز کے بعد داخل مسجد میں تقریر یا کتابی تعلیم کرنا جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے صحن میں مولود اور قصیدہ وغیرہ آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی تقریر وتعلیم کتاب درست ومفید ہے صحیح قصیدہ بھی پڑھا جائے جس میں حمد ونعت ہو وہ بھی درست ہے مولود مروجہ درست نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هكذا يستفاد من الفتاوىٰ الحديثية ثم ان كان هناك من يتأذى بجهرهم كمصل او نائم ندب لهم الاسرار (الفتاوىٰ الحديثية ،ص ۷۶/) مطلب فی ان الجهر بالاوراد عقب الصلاة سنة و شامی کراچی ج ۱/ص ۶۶۰/ و شامی زکریا ج ۲/ص ۴۳۴/ باب مايفسد الصلاة الخ مطلب رفع الصوت بالذكر.

[2] واتباع السلف اولىٰ بل اوجب من ان يزيد نية مخالفة لماكانوا عليه لانهم اشدالناس اتباعاً لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعظيماً له ولسنته صلى الله عليه وسلم ولم ينقل عن احد منهم انه نوى المولد الخ المدخل ،ج ۲/ص ۱۰/ (مطبوعه مصرى) مولدالنبى صلى الله عليه وسلم .

فجر کے بعد ہواخوری افضل ہے یا اوراد وظائف؟

سوال:۔ فجر میں دعا کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد وظائف حمد ونعت ،صلوٰۃ وسلام یا تلاوت کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے، یا ہواخوری کے لئے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہواخوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے، تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائیگا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابل اہتمام ہے، ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

---

[1] وعنه (ای انسؓ) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كاجر حجة وعمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تامة تامةٍ رواه الترمذى (مشكوٰة شريف، ص ۸۹/ الفصل الثانى، باب الذكر بعد **الصلوٰة**، ترمذى شريف ج ۱/ص ۱۳۰/ ابواب السفر، باب ماذكر مما يستحب من الجلوس فى المسجد بعدصلاة الصبح الخ مطبوعه اشرفى ديوبند، مجمع الزوائد ج ۱۰/ص ۱۳۳/ باب مايفعل بعد صلاة الصبح والمغرب الخ، رقم (۱۶۵۳۸)، مطبوعه دارالفكر بيروت، مسلم شريف مطبوعه رشيديه دهلى ج ۱/ص ۲۳۵/ كتاب الصلوة، باب فضل الجلوس فى مصلاه بعد الصبح)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھ لی پھر وہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھ لی، تو اس کے لئے حج وعمرہ کی مانند ثواب ہوگا، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورے پورے حج وعمرہ کا ثواب ہوگا۔

عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم

سوال:۔ جب بدامنی عام ہوجائے اور اہل اسلام کی جان واموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہوجائیں، تو ایسی صورت میں اہل اسلام کو کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوٰۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے، اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحَـانَکَ اِنِّـیْ کُنْـتُ مِّنَ الـظَّالِمِیْن" پڑھ کر دعا کرتے ہیں، ایسے حوادث تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپؐ یا صحابہ کرامؓ سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصیبت عامہ کے وقت جب بدامنی پھیل جائے قتل وغارت کی وجہ سے جان ومال اولاد محفوظ نہ رہے، تو قنوت نازلہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے،[1] آیت کریمہ کا عمل بھی

---

[1] عن انس بن مالکؓ قال قنت النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم شهر ایدعو علی رعل وذکوان (بخاری شریف، ج ۱/ص ۱۳۶/ باب القنوت قبل الرکوع وبعدهٗ، ابواب الوتر، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسلم شریف ج ۱/ص ۲۳۷/ کتاب الصلوة، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۲۰۴/ کتاب الصلوة باب القنوت فی الصلوة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی اور آپ قبیلہ رعل وذکوان کو بددعا فرماتے تھے۔

"اذاوقعت نازلة قنت الامام فی الصلوٰة الجهریة ،لکن فی الاشباه عن الغایة قنت فی **صلاة الفجر** ..وهومذهبنا وعلیه الجمهور.(شامی زکریا، ج۲/ص۴۴۸/ باب الوتر مطلب فی القنوت للنازلة حاشیة الشلبی علی التبیین ج ۱/ص ۱۷۰/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الانهر علی مجمع الانهر ج ۱/ص ۱۹۳/ باب الوتر والنوافل مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

مفید و مجرب ہے توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے، یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب کوئی اہم امر پیش آتا تو ''بادر الی الصلوٰۃ[1]'' اس لئے آیت کریمہ کی توفیق ہو جائے تو اعتراض کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تسبیح فاطمی نہ پڑھنا

سوال:۔ ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا بلکہ جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، انکا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تسبیحات سنن مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے، بلکہ یہ مستحب ہے[2] جو

---

[1] عن حذیفة قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا حزبه امر فزع الی الصلوٰة (درمنثور، ج ۱/ص ۱۶۳/ سورۂ بقرہ تحت آیت ۴۵/ مطبوعه دارالفکر)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اہم امر پیش آتا تھا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے تھے۔

[2] عن زیدبن ثابت قال امرنا ای اَمر ندب ان نسبح فی دبر کل صلوٰة ثلاثا وثلاثین ونحمد ثلاثاً وثلاثین ونکبّر اَرْبَعًا وثلاثین ای تکملة للمائة .مرقاة المفاتیح، ج ۲/ص ۲۵/ باب الذکر بعد الصلوٰة، الفصل الثالث مطبوعه اصح المطابع ممبئی، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۵۵/ فصل فی صفة الأذکار الخ، مطبوعه مصر، الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۲/ص ۲۴۷/ باب صفة الصلاة، مطلب فیما لوزاد علی العدد الخ.

ترجمہ:۔ زید بن ثابتؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم کو حکم دیا گیا (بطور استحباب) کہ ہم ہر نماز کے بعد ۳۳/ بار سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳/ بار اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اور ۳۴/ بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں (۱۰۰/ کی تعداد مکمل کریں)

شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر و خیر حاصل کرے گا، نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا، تاہم گنہگار نہیں ہوگا، نمازی اس سے نفرت نہ کریں برا نہ کہیں محبت و ہمدردی سے سمجھائیں ترغیب دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] **ألدعوة** اليه (اى الى امر الاستحباب) على طريق الاستحباب دون الحتم والايجاب، وفى إتيانه ثواب وليس فى تركه عقاب، الفقه الحنفى وأولته ج ۱/ص ۴۴/ كتاب الطهارة، مستحبات الوضوء، مطبوعه دارالفيحاء بيروت، ردالمحتار على الدرالمختار ج ۱/ص ۱۰۳/ كتاب الطهارة، مطلب فى السنة و تعريفها، مطبوعه كراچى.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

درمیان نماز اور اس کے بعد دعاء وغیرہ

فرض نماز کے بعد دعا الحمد سے شروع کرنا

سوال: ۔فرض نماز کے بعد ''الحمد للّٰہ رب العالمین '' سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا سے پہلے حمد وثنا آدابِ دعا میں سے ہے ''الحمد للّٰہ'' اس کا اعلیٰ مصداق ہے جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعا ''اھدنا الصراط المستقیم الخ'' سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مِنْ حَدِیْثِ مُحْمُوْد بْنِ غَیْلانَ مَرْفُوْعًا اِذَاصَلَّی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدأ بِتَحْمِیْدِ اللّٰہِ وَالثَّنَاءِ عَلَیْہِ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیّ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ثُمَّ لِیَدْ عُ بَعْدُبِمَا شَاءَ ھَذَاحدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ،ج۲/ص۱۸۶/ باب ماجاء فی جامع الدعوات) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے ختم پر اللھم انت السلام کی دعا کہاں تک ہے

سوال: ۔نماز کی چھوٹی کتابوں میں بعد فرائض پڑھنے کے جو دعا ہے ''**اللّٰھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنادارالسلام تبارکت وتعالیت یاذالجلال والاکرام**'' اس کو نمازی سنت ہی سمجھ کر پڑھتے ہیں، مگر ایک عالم صاحب نے بتایا کہ سنت صرف اتنی دعا ہے ''**اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام**'' ان کی بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو الفاظ حدیث شریف میں نہیں ان کو اس طرح پڑھنا جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ بھی حدیث شریف کے الفاظ ہیں مغالطہ کا موجب ہے، اس لئے اس سے پرہیز چاہئے عالم صاحب نے جو بتایا وہ صحیح ہے[1]، جہاں مغالطہ نہ ہو وہاں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۲ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) (مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص ۲۲۰/ فصل فی بیان واجب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ۔محمود بن غیلان کی سند سے ایک مرفوع حدیث شریف ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء سے شروع کرے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر وہ اس کے بعد دعا مانگے جو وہ چاہے۔

(**صفحہ ہذا**) [1] **عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کَانَ اذا سلّم وقال خالد کان یقول هولاء الکمات اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام. عمل الیوم واللیلة، ص ۳۰/ باب مایقول اذاسلم من الصلاة، مطبوعه حیدرآباد.**

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تھے اور خالد نے کہا کہ یہ کلمات پڑھتے تھے ''اللّٰھم انت السلام الخ'' اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے، تو برکت والا ہے اے بزرگی اور اکرام والے۔

فجر کے بعد اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے

سوال: ۔حدیث شریف میں نماز صبح ونماز عصر کے بعد ذرا دیر ذکر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، تو اس تھوڑی دیر سے نماز فجر وعصر کے بعد پورا وقت مراد ہے، یا اس سے کم اگر کم مراد ہے تو کم از کم کتنی دیر ذکر کرنے سے فضیلت مل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کے بعد اشراق تک اور عصر کے بعد غروب تک ذکر میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت ہے[1]، اگر یہ سارا وقت نہ مل سکے تو کم سے کم تسبیحات فاطمہ کی مقدار پر ہی قناعت کرے، یعنی ''سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳/ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳/ اَللّٰہُ اَکْبَر ۳۴/ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وعن انس ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوٰۃ الغداۃ حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعۃ من ولد اسماعیل ولان اقعد مع قوم یذکرون اللّٰہ من صلوٰۃ العصر الٰی ان تغرب الشمس احب الی من ان اعتق اربعۃ مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بیٹھنا ایک قوم کے ساتھ کہ وہ یاد کریں اللہ کو صبح کی نماز سے آفتاب نکلنے تک بہتر ہے، میرے نزدیک اس سے کہ آزاد کروں میں چار غلام حضرت اسماعیل کی اولاد سے اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھنا کہ یاد کریں وہ اللہ کو عصر کی نماز کے وقت سے غروب آفتاب تک بہت بہتر ہے، میرے نزدیک اس سے کہ آزاد کروں چار غلام۔

[2] وعن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سبح اللّٰہ فی دبر کل صلوٰۃ ثلثا وثلثین وحمد اللّٰہ ثلثا وثلاثین وکبر اللّٰہ ثلثا وثلثین فتلک تسعۃ وتسعون وقال تمام المائۃ لااله الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہٗ لہٗ الملک ولہٗ الحمد وھوعلی کل شئی قدیر (بقیہ آئندہ پر)

پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام

سوال: ۔عرض خدمت یہ ہے کہ حسب ذیل مسائل کا حل از کتب احادیث برطریقہ حنفیہ مع دلائل و براہین صراحۃً تحریر فرما کر عنداللہ ماجور فرما کر عندالناس مشکور فرمائیں، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام بلاناغہ نماز پنجگانہ میں دو وقت دعا مانگتا ہے، اوّل بعد ادائے فریضہ، دوم بعد اتمام سنت ہر نماز میں بعد ادائے سنت جو دعا مانگی جاتی ہے اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہٰذا یہ تحریر فرمایئے گا کہ دعا اول وثانی کا حق امام کو ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس دعا مطلقاً مامور بہ ہے اور بعد صلوٰۃ خصوصیت سے مقرون بالاجابتہ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد[1] ہے لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا دعا مانگنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں کتب معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریق محدث ہے اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے، بعض نواح میں فرض جیسا

(گذشتہ کا بقیہ) غفرت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر، مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۲۱۹/ باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ، مطبوعہ سعد دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے ہر نماز کے بعد تینتیس بار اور الحمد للہ کہے تینتیس بار اور اللہ اکبر کہے تینتیس بار پس ننانوے ہوئے اور سینکڑا پورا کرنے کے واسطے یہ کلمہ کہے، نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے، نہیں شریک اسکا کوئی اسی کے لئے ہے بادشاہت اور اسی کے لئے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو بخش دیئے جائیں گے اسکے گناہ اگرچہ دریا کے جھاگ کے مانند ہوں۔

(صفحہ ہذا) [1] عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جوفَ اللَّیْلِ وَ دُبَرَ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوبَۃِ، مشکوٰۃ شریف ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلوات، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

معاملہ اس دعا کیساتھ کیا جاتا ہے، بلکہ فرض سے بڑھ کر مثلاً اگر کوئی تارک صلوٰۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرض عین اور قطعی الثبوت ہے اس پر طعن وتشنیع نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی دعائے ثانیہ کو چھوڑ کر آوے جو کہ مستحدث وبے اصل ہے[1]، اس پر سبّ وشتم لعن وطعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے آدمی ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے، اگر کسی جگہ امر مندوب پر اصرار کیا جائے، اور اس کو واجب کا درجہ دیدیا جائے تو وہ امر مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے، ''الاصرار علیٰ المندوب یبلغه الیٰ حد الکراهة من اصر علیٰ امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علیٰ بدعة اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعودؓ ان اللّٰه یحب ان تؤتیٰ رخصه کمایحب ان توتی عزائمه انتهی عن الطیبی[2] شرح مشکوٰۃ اھ سعایہ[3]، ج ۲/ بدعت پر عمل ہی جائز نہیں اصرار کی گنجائش تو کہاں ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عامہ یہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور سنن ونوافل مکان پر اگرچہ اس کے خلاف بھی ثابت ہے، مگر قلت کے ساتھ لہٰذا اصل مسنون طریقہ سنن ونوافل میں یہ ہے کہ مکان پر ادا کی جائیں، ایسی حالت میں دعاء

---

[1] ورحم اللّٰه طائفةً من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام و من معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم اللّٰهم انت السلام و منک السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقیب الفاتحة جهراً مرة ثانیة وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام وأیم اللّٰه إن هذا امر محدث فی الدین، اعلاء السنن مختصراً ج۳/ ص۱۳۷/ کتاب الصلوة، باب انحراف بعد السلام الخ مطبوعه کراچی.

[2] (طیبی شرح مشکوٰة، ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فی التشهد الفصل الاول)

[3] سعایه، ج۲/ص۲۶۵/ (مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) باب صفة الصلوٰة. سباحة الفکر ص ۷۲/ مطبوعه لکهنؤ.

ثانیہ بحیثیت اجتماعیہ کی کوئی صورت نہیں، نیز ہر فرض نماز کے بعد تو سنتیں ثابت بھی نہیں امام کا دعاء میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا اتباع کرنا بے اصل اور بدعت ہے، جولوگ اس کے ثبوت کے قائل ہیں ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

''عن زید بن ثابتؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْمَرْأِ فِیْ بَیْتِہٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہٖ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ رَوَاہُ ابو داؤد و سکت عنه والمنذری اھ اعلاء السنن، ج۷/۳۷/[1]''

''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عَائِشَۃَؓ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیه وسلّمَ عَنْ تَطُوْعٍ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ قَبْلَ الظُّھْرِ اَرْبَعاً ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّی بِالنَّاسِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَکَانَ یُصَلِّیْ النَّاسَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَیَدْخُلُ بَیْتِیْ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَکَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ تِسْعَ رَکْعَاتٍ فِیْھِنَّ الْوِتْرُ وَکَانَ یُصَلِّی لَیْلاً طَوِیْلاً قَائِماً وَلَیْلاً طَوِیْلاً قَاعِداً وَاِذَا قَرَأَ وَھُوَ قَائِمٌ رَکَعَ وَسَجَدَ وَھُوَقَائِمٌ وَکَانَ اِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَکَعَ وَسَجَدَ ھُوَقَاعِدٌ وَکَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ .رواہ مسلم وزادابو داؤد ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّی بِالنَّاسِ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۴/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۶۰ھ

---

[1] اعلاء السنن، ج۷/ص ۵۷/ باب افضلیة التطوع فی البیت مع جوازه فی المسجد، مطبوعه کراچی (سعایه، ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ابوداؤد شریف ج ۱/ص۱۵۶/ باب صلاة الرجل فی بیته التطوع) مطبوعه دیوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دعاء ثانی

سوال:۔دعاء ثانی شرعاً جائز ہے یا کہ ناجائز ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں کسی فعل کا عدم وقوع جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو ایسا فعل کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ عدم وقوع سے شرعاً عدم جواز لازم آیا یا کہ نہیں اور عدم وقوع اور عدم صدور زمانۂ نبوی حجت شرعیہ ہے یا کہ نہیں؟ اور حجت ادلۂ شرعیہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ کونسی چیز ائمہ اربعہ اور اجلہ علماء کا عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا ہر وقت جائز ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے دعاء ثانیہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز اس کے گھر میں زیادہ بہتر ہے اس نماز کی بنسبت جو میری اس مسجد میں ہو مگر فرض نماز۔

۲ **مشکوۃ شریف، ص ۱۰۴/ باب السنن وفضائلها الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ج ۱/ص ۲۵۲/ کتاب صلوة المسافرین باب سنن الراتبة قبل الفرائض الخ مطبوعه سعد دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۱/ ص ۱۸۵/ باب تفریع ابواب التطوع.**

ترجمہ:۔عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا آپؐ اپنے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے، پھر وہ نکلتے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر وہ گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور آپؐ لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر گھر میں داخل ہوکر دو رکعات نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعات نماز پڑھتے اور آپؐ رات میں ۹/رکعات پڑھتے تھے وتر کے ساتھ، اور آپؐ رات کو دیر تک کھڑے اور بیٹھے نماز پڑھتے اور جب آپ کھڑے ہوکر پڑھتے تو رکوع وسجدہ کرتے درانحالیکہ وہ کھڑے ہوتے، اور جب آپؐ بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع اور سجدہ کرتے درانحالیکہ وہ بیٹھے ہوتے اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعت نماز پڑھتے اور امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اس چیز کی زیادتی کی کہ پھر نکل کر لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے۔

ثابت نہیں ہے، اس کو سنت کہنا غلط ہے، جو فی نفسہٖ مباح ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جس سے اس چیز کا واجب یا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے درست نہیں[1]، جس چیز کا داعیہ شرعیہ زمانہ خیر القرون میں موجود ہو اور پھر بھی وہ چیز موجود نہ ہو تو یہ اسکی عدم مشروعیت کی دلیل ہے، ادلہ شرعیہ چار ہیں[2]، (۱) کتاب اللہ (۲) سنت، جس میں آثار صحابہ بھی شامل ہیں (۳) اجماع (۴) قیاس مجتہد اصول فقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے ان چار اصول (یعنی ادلۂ شرعیہ) کا تذکرہ اور ان کا حجت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۵ھ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

کو دعاء کے اخیر میں پڑھنا

سوال: ”فی زماننا بعد صلوٰۃ العصر وبعد الفجر“ دعائے معمولہ پڑھنے کے بعد لفظ الفاتحہ کہہ کر اس آیت مبارکہ ”اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الخ“ کو پڑھا جاتا ہے، بعدہٗ جمیع مقتدی و پیش امام درود شریف پڑھ کر دعا ختم کرتے ہیں۔

(۱) زمانہ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتب فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

---

[1] فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها الخ سباحة الفكر، ص ۷۲/ (مطبوعه لكهنؤ) طيبى شرح مشكوٰة ج ۲/ص ۳۷۴/ باب الدعاء فى التشهد الفصل الاول، سعايه ج ۲/ص ۲۶۵/ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فى القراءة.

[2] فان اصول الفقه اربعة كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الامة والقياس الخ اصول الشاشى، ص ۵/(مطبوعه معراج بكڈپو ديوبند) نورالانوار ص۷/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(۲) آیت مبارکہ کی تلاوت وجوب درود شریف پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ امر یا معمول بطور دعا نہ ہو بطریق ایصال ہو تو کیا اس کے کرنے میں کوئی سقم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہوسکتا ہے، یا کوئی شائبہ ممکن ہے؟

(۴) بعض جہلاء اس طریق پر اختتام دعا کو مکروہ تحریمی یا التزام مالا یلزم مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں، اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو "فَفِرُّوا اِلَی الْبَیْتِ" ہوجاتے ہیں وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے اس امر مستحسن بلکہ احسن پر طعن کرکے اہل حق کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں حالانکہ فقہاء کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارات حسب ذیل ہیں۔

(ا) عالمگیری ۴۱۲/ ج۵/ قال استاذ نا لکنها مستحسنة للعادة والاٰثار

(ب) ایضاً قرأة الفاتحة بعد المتکوبة لاجل المهمات مخافتةً اوجهراً مع الجمع مکروهة .

(ج) واختار القاضی بدیع الدین انه لاتکره.

(د) واختار القاضی الامام جلال الدین ان کانت الصلوٰة بعدها سنة تکره والا فلا ، کذافی التاتارخانیه.

(ر) قوم یجتمعون ویقرؤن الفاتحة جهراً دعاء لایمنعون عادة والاولیٰ المخافتة.

(ز) وفی خجندی امام یعتاد کل غدا ة مع الجماعة قرأة اٰیة الکرسی واٰخر البقرة وشهد اللّٰه ونحو ها جهراً لاباس به کذا فی القنیة.

عبارات مذکورہ سے جواز بالشرع موجود ہے، لیکن چونکہ بالشریعت ہے ونیز "بفحواء" آیت مبارکہ "فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون الخ" اہل ذکر ہی سے ہوسکتا ہے لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا، براہِ کرم مفصلاً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہِ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) میں نے قرون مشہود لہا بالخیر یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں اس مخصوص دعاء کا ثبوت کتب فقہ میں نہیں دیکھا۔[۱]

(۲) اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔'' وقوله یاایها الذین اٰمنوا صلوا علیه قد تضمن الامر بالصلوٰة علی النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم وظاهره یقتضی الوجوب وهو فرض عندنا الخ احکام، ج۳/ ص ۴۵۶/[۲] باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب مکروہ، حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں جنکی تفصیل طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص[۳] ۱۴۷/ میں موجود ہیں۔

(۳) جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرد[۴]، متفق علیہ۔

---

[۱] فتاوی رحیمیه، ج ۱/ص ۲۱۵/ کفایت المفتی، ج۳/ص ۲۷۹/ اغلاط العوام، ص ۹۷/امداد الاحکام، ج ۱/ص ۱۷۹/ احسن الفتاویٰ، ج ۱/ص ۳۴۴.

[۲] احکام القرآن للجصاص، ج۳/ص ۳۷۰/ سورة الاحزاب، باب ذکر حجاب النساء، مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت لبنان.

[۳] والصلوٰة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فرض فی العمرة مرة ابتداء ای من غیرتقدم ذکر وتفترض کلما ذکر اسمه هوقول الطحطاوی قال بعضهم یتداخل الوجوب اذا اتحد المجلس وتکفی صلاة واحدة کسجود التلاوة اذلووجبت کل مرة لأفضی الی الحرج وظاهر تعبیره بتفترض انه فرض عملی والذی فی کلام غیره ان المراد الوجوب المصطلح علیه قال السرخسی فی شرح الکافی ،وقول الطحطاوی مخالف للاجماع وعامة العلماء علی ان ذٰلک مستحب فقط لما فی غایة البیان وهوالمختار للفتویٰ .....والصلاة فی ضمن **صلاة** فلاتجب **الصلاة** لارتکاب المکروه (طحطاوی علی المراقی الفلاح ،ص ۲۲۰/ فصل فی بیان سننها، مطبوعه مصر، بحر ج ۱/ ص ۳۵۲/ بیان شروع الصلوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، درمختار مع الشامی کراچی ج ۱/ص ۵۱۸/ بیان شروع الصلوة مطلب نص العلماء علی استحباب الصلوة علی النبی) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۴) جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں، اوراس طریقۂ مروجہ کو محدث تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے بلکہ حدیث ''من احدث الخ'' پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں، تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے، اور وہ اپنے ادعاء اہل سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلاء کہہ کر حقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں بلکہ بڑی معصیت ہے، اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے تو ما، انا علیه واصحابی کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے، جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلافِ شرع واقع ہوا اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہل حق علماء سے حل کریں، نیز اگر کسی اہل حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلافِ شرع سرزد ہو جائے، تو اس فعل کی تردید حسبِ حیثیت لازم ہے، لیکن اس کی وجہ سے اہل حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام واعزاز اور اس کا حق بہت بڑا ہے، جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں، ان میں سے کسی میں الفاتحہ اور ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ الخ'' کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقہ مروجہ پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے، اس لئے کسی جواب کی ضرورت نہیں، تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جا سکتا ہے۔

(الف) اس عبارت میں ''لٰكنها'' کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے، اور یہ کس سے استدراک ہے۔

(ب) اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج) یہ اصل مذہب اور قول جمہوریت کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے اس سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د) انہوں نے تشقیق کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی دوسری میں مخالفت۔

---

۴ مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ الفصل الاوّل باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ جس شخص نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی جو کہ اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

(ر) اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے نہ کہ امر شرعی، اور امر شرعی وہ ہے جو کہ (ب) میں مذکور ہے۔

(ز) اس میں فقط لاباًس ہے جو کہ بالاصالہ خلافِ اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے، اسی عالمگیری کے اسی صفحہ پر (د) اور (ر) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جو کہ سہواً یا مصلحۃً سوال میں نہیں لکھی گئی وہ یہ ہے "**قرأة الكافرون الى الاخر مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين كذافى المحيط** اھ چند سطر بعد ہے "**يكره للقوم ان يقرأ القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والانصات المامور بهما كذا فى القنية**[1]"، یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے، جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استنا امورِ ذیل سے ہے۔

(۱) اس طریقۂ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا مضمون حدیث "**من احدث الخ**" کی وجہ سے قابل رد ہے۔

(۲) فاتحہ آیت "**ان اللّٰه الخ**" پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی[2] وغیرہ کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اس ہیئت کے اجتماع کو فقہاء کرام نے بدعت لکھا ہے، "**قد صح عن ابن مسعودؓ انه سمع قوماً اجتمعوا فى مسجد الخ** فتاویٰ بزازیہ[3]، ص ۳۷۸/۔

---

[1] عالمگیری، ج۵/ص ۳۱۷/. كتاب الكراهية، الباب الثالث فى الصلوٰة والتسبيح الخ.

[2] اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المسجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم اومصلى اوقارى (شامى زكريا، ج۲/ص ۴۳۴/مطلب فى دفع الصوت بالذكر) شامى كراچى، ج۱/ص ۶۶۰/ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها.

[3] وَقَدْ صَحَّ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ قَوْماً اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَسْجِدٍ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةَ وَالسَّلَامَ جَهْراً فَرَاحَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَاعَهِدْ نَا ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَاارَاكُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ فَمَا زَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى اَخْرَجَهُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ (فتاویٰ بزازیه، ج۶/ص ۳۷۸/ كتاب الاستحسان) (باقی اگلے پر)

(۴) اس پر اصرار کیا جاتا ہے، حالانکہ اصرار سے امر مندوب بھی مکروہ ہوجاتا ہے "الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة ،سعایه[1]"، بلکہ طیبی[2] شرح مشکوٰۃ میں رخصت کو عزیمت قرار دینے کو ضلالت لکھا ہے، جب امر مندوب مکروہ ہوجاتا ہے، تو مباح بطریق اولیٰ ہوجاتا ہے، "الجهر[3] المفرط ممنوع شرعاً و کذا الجهر الغیر المفرط اذاکان فیه ایذاء لاحد من نائم او مصل او حصلت فیه الخ کماصرح به علی القاری فی شرح مشکوٰة والحصکفی فی الدر المختار وغیرهما اھ سباحة الفکر ،ص ۷۲/۔

(۵) جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن سبّ وشتم کیا جاتا ہے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے "سباب المسلم فسوق[4] اھ والیٰ غیر ذٰلک من المفاسد"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۹/۶۲ھ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔اور حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کے متعلق سنا کہ وہ مسجد میں جمع ہوکر بلند آواز سے آپؐ پر درود بھیج رہے ہیں، تو آپؐ انکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ حضورؐ کے زمانہ میں ہم لوگ اسکو جانتے بھی نہیں تھے، اور میرے خیال سے تم لوگ محض دین میں نئی بات پیدا کرنے والے ہو اس کے بعد بھی حضرت ابن مسعودؓ برابر اسکا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکالدیا۔

[1] سعایه ،ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، قبیل فصل فی القراء ة مطبوعه لاهور.

[2] من اصر علی امرمندوب وجعله عزماً ولم یجعل بالرخصة فقداصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف بمن تصر علی بدعة ومنکر (طیبی شرح مشکوٰة شریف، ص ۲/ ج ۳۷۴/تحت باب الدعا فی التشهد، الفصل الاول)

[3] سباحة الفکر ،ص ۷۲/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر. (مطبوعه لکهنؤ)

[4] عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر (مسلم شریف مع نووی، ج ۱/ص ۵۸/ کتاب الایمان باب بیان قول النبیؐ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر) مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے۔

جواب صحیح ہیں اس مسئلہ پر ایک رسالہ " دلیل الخیرات فی ترک المنکرات " شائع ہو چکا ہے، جس میں مشاہیر علماء ہند کا فتویٰ درج ہے، مزید تحقیق کیلئے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۹/۶۲ھ

نماز جمعہ کے بعد دعاء ثانیہ

سوال: ۔ جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر لیا کرے، یہ بہتر اور مستحب ہے لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے، اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سبّ وشتم اور لعن طعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہے اس کو ترک کرنا چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ورحم اللّٰہ طائفةً من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علیٰ ان الامام و من معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم اللّٰهم انت السلام و منک السلام الخ فاذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الامام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانیةً والمقتدون یوقنون علیٰ ذلک وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام الی قوله وأیم اللّٰه إن هذا امر محدث فی الدین الخ اعلاء السنن ج۳/ص۱۶۷/ کتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام الخ مطبوعه ادارة القرآن کراچی، فتاویٰ رحیمیه ج۱/ص۲۱۵/ و ج۶/ص۱۸۴.

دعاء ثانیہ جبکہ نماز میں خلل واقع ہو

سوال: ۔ہم نماز مسجد میں ادا کر رہے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن نے دعا ثانی شروع کردی تو اس سے ہماری نماز میں خلل ہوتا ہے یا نہیں یا نماز کا اعادہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

اس طرح دعاء ثانیہ کرنا جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے، مکروہ[1] ہے اس کو ترک کرنا چاہئے، اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے،[2] دعاء ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض واجب ترک نہ ہو تو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۹ھ

نماز کے بعد دعاء ثانی

سوال: ۔بمبئی میں ہر نماز کے بعد الفاتحہ کہا جاتا ہے، اور ایک آیت کا وقت بھی نہیں لگتا، نہ معلوم کیا پڑھتے ہیں، لہٰذا اس کا صحیح طریقہ اور بمبئی کے فاتحہ کا درست طریقہ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور قبول ہوتی ہے،[3] جس کا جو دل چاہے دعا کرے، اس میں

---

[1] هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء قيل نعم و فى الشامى والأسرار افضل حيث خيف الرياء وتأذى المصلين او النيام الخ درمختار مع الشامى زكريا ج۹/ص ۵۷۰/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع.

[2] فتاویٰ رحیمیه، ج ۱/ص ۲۱۵/ ۱۸۴/ج۶/.

[3] عن ابى امامة رضى الله تعالىٰ عنه قال قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم أىُّ الدُّعَاءِ اسمع قال جوف الليل الآخر ودبرالصلوات المكتوبات، مكشوٰة شريف ص ۸۹/ باب الذكر بعد الصلاة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ترمذى شريف ج۲/ ص۱۸۷/ ابواب الدعوات، مطبوعه اشرفى ديوبند.

امام کو بھی حق ہے، اور مقتدیوں کو بھی حق ہے، لیکن سنتوں کے بعد سب کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس میں الفاتحہ پڑھنا اور اس کو اس طرح لازم سمجھنا کہ جو شخص اس میں شریک نہ ہو اس کو ملامت کی جائے، یہ غلط ہے، نہ قرآن پاک سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے ثابت ہے،[1] جو لوگ اس طریقہ کو لازم سمجھتے ہیں ان سے حوالہ طلب کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

دعاء ثانیہ وثالثہ

سوال:۔احادیث سے الفاظ دعا کو تین یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے، لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کو جزو دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/۵۷ھ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قيل النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم مَنْ أَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مشكوٰة شريف ص۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] مَنْ أَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ مشكوٰة شريف ص۲۷/ باب الاعتصام بالكتاب والسنة. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعلاء السنن ج۳/ص۱۶۷/کتاب الصلوۃ باب الانحراف بعد السلام الخ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا

سوال:۔ رواتب یا وقتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعا پڑھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں، بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے[1]، مسجد میں اس کی نوبت کم ہی آتی تھی، فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے "والافضل فی السنة اداء ها فی المنزل الا التراویح[2]، (بحر الرائق، ج ۲/ص ۵۰/)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

سنت ونفل کے بعد کس قدر طویل دعاء مسنون ہے

سوال:۔ سنت ونفل کے بعد طویل دعاء مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟

---

[1] لانه صلی الله علیه وسلم یصلی السنن فی بیته الخ کبیری ص ۳۳۲/ یکره تاخیر السنة عن الفریضة، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] البحر الرائق، ج۲/ص ۵۰/ باب الوتر والنوافل. (مطبوعه کراچی) درمختار علی الشامی زکریا ج۲/ص ۴۶۴/ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب سنة الوضوء، عالمگیری ج ۱/ص ۱۱۳/ الباب التاسع فی النوافل، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت ونفل کے بعد ہر شخص اپنے شرح صدر کے موافق جس قدر چاہے دعا کرے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا

سوال:۔فرائض کے بعد سنتوں کے قبل وہ دعائیں جو حصن حصین وغیرہ میں منقول ہیں ،مانگنا کیسا ہے؟ افضل ہے یا مکروہ جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں طویل دعائیں مانگنا مکروہ لکھا ہے، جب کہ حجۃ اللہ البالغہ[۲] میں شاہ صاحب فرماتے ہیں ''والاولیٰ ان یاتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب'' امید کہ تفصیل سے مشرف فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں دونوں قول ہیں۔ کذافی الدر المختار علی ھامش ردالمحتار[۳] ج ۱/ص ۳۵۶/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۱ھ

---

[۱] ثم یسأله اذا انصرف عنه لکن الاذکار الواردة بعد المکتوبة یستحب لمن اتی بها ان یصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بعد ان یفرغ منها ویدعو بماشاء الخ، سعایه ج۲/ص ۲۵۸/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] حجة اللّٰه البالغة ج۲/ص ۱۲/ اذکار الصلاة الخ مطبوعه مصری.

[۳] ویکره تاخیر السنة الابقدر اللهم انت السلام الخ قال الحلوانی لا بأس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال قال الحلبی ،ان ارید بالکراهة التنزیهیة ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حمله علی القلیلة ویستحب ان یستغفر ثلاثاً ،ویقرا آیة الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمده ویکبر ثلاثا وثلاثین ،ویهلل تمام المائة ویدعو ویختم بسبحان ربک ، شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۳۰/ قبیل فصل فی القراءة)

وتر کے بعد دعا

سوال:۔ تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ہر ترویحہ کے بعد دعا

سوال:۔ ہمارے یہاں بیس رکعت کی تراویح نماز میں پانچ دفعہ ہاتھ اٹھا کر مناجات ہوتی ہے، یعنی چار رکعت نماز کے بعد ایک دفعہ دعا ہوتی ہے، اس کے بعد پھر ہاتھ اٹھا کر دعا ہوتی ہے، مگر ساری یوپی میں صرف بیس رکعت پر دعا ہوتی ہے، اگر ہمارے وہاں بیس رکعت کے بعد دعا کے لئے کہا جاتا ہے، تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اگر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ چار پر ضروری سمجھ کر دعا مانگنا بدعت ہے، کیونکہ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، تو وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ بیس رکعت پر بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، وہ بھی بدعت ہونی چاہئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر چار پر بدعت ہے، تو فرض کے بعد بدعت ہونی چاہئے کیونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے، مگر ساری دنیا پر یہ دعا ہوتی ہے اگر چہ ضروری نہ سمجھتے ہوں مگر ظاہری طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ضروری نہیں سمجھتے تو کبھی کبھی ترک دعا ہونی چاہئے، مگر کبھی ایسا نہیں کرتے ہیں تو تراویح کی بیس رکعت نماز میں پانچ دفعہ دعا مانگنا بدعت کیوں ہوگی؟ یہ بدعتی کے قول ہیں، لہٰذا مع دلائل عقلی ونقلی سے تحریر فرماویں؟

---

[1] لابأس للامام عقب الصلاة بقرأة آية الكرسي وخواتيم سورة البقره والا خفاء افضل (شامی زکریا، ج۹/ص ۶۰۷/کتاب الحظر والاباحة) (شامی کراچی، ج۶/ص ۴۲۳)

الجواب حامداً ومصلیاً!

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ سے نہیں ہے، چہ جائے کہ اس پر اصرار اوراس کا التزام، اور بیس رکعت تراویح چونکہ پوری ایک نماز ہے جو دس سلام اور پانچ ترویحوں سے ادا کی جاتی ہے، اس لئے اس کے اختتام پر دعا کے ثبوت کے لئے ہر نماز کے بعد دعاء کا ثبوت کافی ہے، باقی رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ فرض نمازوں کے بعد بھی دعاء کا ثبوت نہیں ہے، یہ قول جہالت اور کتب حدیث وفقہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، فرض نمازوں کے بعد دعاء کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً موجود ہے۔

''عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم اِذَا اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ .رواه مسلم، مشكوٰة شريف ،ص ۸۸[1]، ثُمَّ يَدْعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِالْادْعِيَةِ الْمَاثُوْرَةِ الْجَامِعَةِ لِقَوْلِ اَبِىْ اُمَامَةَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَبِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّكَ اُوْصِيْكَ يَامُعَاذُ لَاتَدَعَنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ

---

[1] **مشكوٰة** شريف ،ص ۸۸/ باب الذكر بعد الصلوات الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ج ۱/ص ۲۱۸/ باب استحباب الذكر بعدالصلاة وبيان صفته كتاب المساجد مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے، تو برکت والا ہے، اے بزرگی اور اکرام والے۔

عِبَادَتِکَ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ، ج۲/ص ۲۵۷[1] مطبوعه مصر)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۸۸ھ

تراویح میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: ۔تراویح نماز میں چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا!

نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

بعد فجر سورۂ یٰسین شریف کا اہتمام

سوال: ۔ہمارے یہاں صبح بعد نماز فجر پابندی سے اسی جگہ سورۂ یٰسین ایک شخص پڑھتا ہے اور سب سنتے ہیں، تو عالیجناب فرمایئے یہ عمل ٹھیک ہے کہ نہیں، بلا ناغہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سورہ یٰسین شریف کے فضائل حدیث پاک میں وارد ہیں، ایک مرتبہ پڑھنے سے دس

---

[1] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ،ص ۲۵۶-۲۵۷/ مطبوعه مصر فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض الخ) مشکوٰة شریف ص ۸۹ باب الذکر بعد الصلاة، ترمذی شریف ج۲/ص۱۸۷/ ابواب الدعوات باب بلاترجمه، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ أَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ **مشکوٰة** شریف ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے[۱]، پریشانی اور مصائب کا دفعیہ بھی اس سے ہوتا ہے[۲]، وغیرہ وغیرہ لہٰذا اگر کوئی شخص پڑھے اور دوسرے لوگ سنیں تب بھی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی شخص شریک نہ ہو تو اس کو زبان سے برا کہنا یا دل سے برا سمجھنا درست نہیں کہ اس سے التزام اور اصرار کی شان پیدا ہوتی ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ

جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا

سوال:۔ میرا معمول ہے کہ بعد نماز فجر متصلاً وبعد اذان اول جمعہ کتاب مسجد میں سناتا رہتا ہوں، ایک نمازی نے اعتراض کیا کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے میں نے اس کو کچھ

---

[۱] عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لکل شئیی قلباً وقلب القرآن یٰسین ومن قرأ یٰسین کتب اللّٰہ لہٗ بقراتھا قرأۃ القرآن عشرمرات رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث غریب، مشکوٰۃ شریف ،ص ۱۸۷/ باب فضائل القرآن ،الفصل الاول) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے لئے دل ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے جو اس کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس قرآن کے برابر ثواب لکھتا ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے اور دارمی نے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

[۲] عن عطاء ابن ابی رباح قال بلغنی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ قَرأ یٰسین فِیْ صَدْرِالنَّھَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُہٗ، مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹/ کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند.

[۳] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیرلزوم والتخصیص من غیرمخصص مکروھا، سباحۃ الفکر ص ۷۲/ مطبوعہ لکھنؤ، سعایہ ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفۃ الصلوۃ قبیل فصل فی القراءۃ، مطبوعہ لاھور، طیبی شرح مشکوٰۃ ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعاء فی التشھدالفصل الاول.

جواب نہیں دیا، اور یہ استفتاء جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، آج کل تبلیغی جماعت اور علماء کا جو معمول ہے وہ بھی دیکھنے میں آتا ہے، اور آداب المساجد میں بھی جو دیکھا تو قول فیصل یہی نظر آیا کہ اگر نمازی اور نائم وغیرہ کو خلل انداز ہو تو ذکر جہری وغیرہ ممنوع ہے، یہاں تک کہ قرآن کریم بھی جہراً پڑھنا ممنوع لکھا ہے، اس کو مفصل تحریر فرمائیں نیز ہماری مسجد بہت تنگ ہے باہر برآمدہ پر بھی جگہ نہیں ہے، اس لئے مسجد کے اندر کے سوا نماز پڑھنا مشکل ہے، اور مسجد چھوٹی ہے کتنی ہی آہستہ سے پڑھیں آواز تو پہنچتی ہی ہے، اور فجر میں بعد نماز لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جمعہ کے لئے مشورہ سے طے کر کے سب نمازیوں کو اطلاع کر دیں کہ اذان اول کے بعد کتاب سنائی جائیگی، لوگ آ کر شریک ہوتے رہیں، جب اذان ثانی یعنی خطبہ میں ۵/منٹ باقی رہ جائیں، تو کتاب بند کر دی جائے اور اس وقت سب لوگ سنتیں پڑھ لیں اس سے کتاب بھی ہو جائے گی، اور کسی کی سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا، یہ تو سہل ہے، لیکن فجر کے بعد جو لوگ آئیں ان کی نماز کو خلل سے بچانے کی آپ کی چھوٹی مسجد میں کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی الا یہ کہ طلوع شمس کے قریب تک تسبیح وتلاوت میں مشغول رہیں پھر کتاب سنائیں، جب نماز کا وقت نہ رہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز میں درود کے بعد کی دعا

سوال:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں التحیات کی جگہ کونسی دعا پڑھی ہے، حدیث سے ثابت کیجئے، اور قعدہ میں درود ابراہیمی کی جگہ کونسی دعا پڑھی ہے، یا درود پڑھی ہے، حدیث سے ثابت کیجئے، اور فرض نماز میں کیا پڑھا ہے وہ لکھئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہر دو رکعت پر قعدہ میں التحیات پڑھا کرتے تھے، اور جب سلام پھیرنا ہو تو التحیات کے بعد درود ابراہیمیؑ پڑھا کرتے تھے، اور درود کے بعد دعا بھی پڑھتے تھے، ایک دعا یہ ہے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ''[1] اور بھی دعائیں منقول ہیں۔

رسالہ تعلیم الاسلام میں پوری طرح نماز کی ترکیب شروع سے اخیر تک درج ہے، یہ رسالہ عام طور پر اردو کتب فروشوں کی دوکانوں میں مل جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

بعد فجر وعصر تسبیح ودعا میں ترتیب

سوال:۔ فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعا مانگنے سے قبل تکبیر، تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا دعا مانگنے کے بعد؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعا کرنا مستحب ہے ''ویسبحون اللّٰہ تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین ویحمدونہ کذٰلک ویکبرونہ کذالک الیٰ قولہ ثم یدعون

---

[1] ابوداؤد شریف، ص ۱۴۱/ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشھد.

ترجمہ:۔ اے میرے اللہ میں تجھ سے جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں، اور تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ وفساد سے پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ چاہتا ہوں اور ہر قسم کے گناہوں اور تاوانوں سے پناہ چاہتا ہوں ۱۲۔

لانفسهم وللمسلمين بالادعية المأثورة الجامعة رافعي ايديهم ثم يمسحون بها بايديهم وجوههم في اٰخره اھ مراقي الفلاح ،مختصراً، ص ۴۹ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۵۷ھ

نماز کے بعد تسبیح صف سے ہٹ کر

سوال: ۔نماز فجر اور نماز عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ شخص محل اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہو رہی ہے ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لئے افضل ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۴/۳/۸۹ھ

---

[1] مراقي الفلاح ،ص ۴۹/ باب الامامة (فصل في بيان الاحق بالامامة) شامي كراچي ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل يفارقه الملكان.

[2] اما الصلوٰة التي لا يتطوع بعدها فيتشاغل الامام ومن معه بالذكر المأثور ولا يتعين لهٗ مكان بل ان شاؤوا انصرفوا وذكرو ان شاؤوا امكثوا وذكرو (فتح الباري، ج۲/ص ۶۰۵/ كتاب الاذان، باب مكث الامام في مصلاه بعد السلام مطبوعه دار الفكر) بذل المجهود، ج ۱/ص ۳۴۴ و ۳۴۵/ كتاب **الصلوة** باب الإمام ينحرف بعد التسليم مطبوعه رشيديه سهارنپور) شامي كراچي ج ۱ ص ۵۳۱/ باب صفة الصلوٰة مطلب فيما لوزاد على العدد الخ.

تشہد کے بعد کی دعاء

سوال: ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں کونسی دعائیں پڑھتے تھے؟ اور بعد نماز کونسی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلامُ وَمِنْکَ السَّلامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلام وَاَدْخِلْنَادَارالسَّلام تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام) دعا مانگی ہے، مشکوٰۃ شریف میں اتنی بھی کوئی دعاء نہیں مل رہی ہے بلکہ مختصر شک اس وجہ سے پیدا ہوا ہے، کہ یہ دعاء ایک دیوبندی فارغ التحصیل طالب علم نے اپنے کتابچہ میں درج فرمائی ہے، ملاحظہ ہو: کتابچہ شائع کردہ محمد شریف پونچھی کشمیر درسال ۱۹۴۹ء جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے، برائے مہربانی جواب سے مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حالت تشہد میں سلام سے پہلے " اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی الخ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ الخ "وغیرہ منقول ہیں، مشکوٰۃ شریف[1] میں باب الدعاء فی التشھد ملاحظہ کریں نیز باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں منقول ہے "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلامُ وَمِنْکَ السَّلامُ تَبَارَکْتَ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ[2]" اور دعائیں بھی منقول ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۱۲/۵ھ

---

[1] **مشکوٰۃ** شریف ،ص ۸۷/ باب الدعاء فی التشھد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ج ۱/ص ۱۱۵/ کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] **مشکوٰۃ** شریف،ص ۸۸/باب الذکر بعد الصلوٰۃ ،الفصل الاول عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰/ باب مایقول اذا سلم من الصلاۃ رقم الحدیث ص ۱۰۹/ مطبوعہ حیدرآباد۔

امام کی دعا پر آمین کہے یا اپنی دعا مانگے

سوال:۔ امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہئے یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے کون اولیٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنی دعا مانگے یا آمین کہتا رہے[۱] دونوں درست ہیں، دعا میں اخفاء افضل ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

دعا کے فوائد اور اس کے قبول ہونے کا مطلب

سوال:۔ ہمیں دعا کرنے کا حکم ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ واقعی دعا سے کچھ

---

[۱] عن حبیب بن مسلمة الفهری سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لایجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم اللّٰه تعالیٰ (فتح الباری، ج ۱۲/ص ۴۹۷/ باب التامین، کتاب الدعوات، مطبوعه دار الفکر، سعایه ج ۲/ص ۲۴۶/ باب صفة الصلوة تحت القول یدعو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

ترجمہ:۔ حبیب بن مسلمہ فہری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کوئی جماعت جمع نہیں ہوتی ہے اور بعض دعا کرتے ہوں اور بعض آمین کہتے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

[۲] لابأس للامام عقب الصلوٰة بقرأة آیة الکرسی الخ والاخفاء افضل (شامی زکریا ج ۹/ص ۶۰۷/ کتاب الحظر والاباحة) شامی کراچی، ج ۶/ص ۴۳۳/)

ہوتا ہے، طویل مدت سے اپنی اہلیہ کی صحت کی بھیک مانگ رہا ہوں مگر ہنوز ناکامی ہے، ہر ڈھنگ سے جیسا مجھے علم تھا آخری رات میں اور دوسرے جو طریقے معلوم ہو سکے اس طرح دعا مانگی مگر کچھ نہیں بنا دین مہر کی ادائیگی کے لئے عرصہ سے دعاء مانگتا ہوں مگر ادائیگی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی، ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہونا ہوتا ہے ہو جاتا ہے، اور جو کچھ نہیں ہونا ہوتا ہے نہیں ہوتا، محض طفل تسلی ہے ہمیں پردہ میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا کا حکم ہے[۱] اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے[۲] جن دعاؤں پر اس دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا، وہ بھی بیکار نہیں،[۳] قیامت میں ایسی دعاؤں کو دکھلا کر فرمایا جائیگا، کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات ونعمتیں ہیں جن کو دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ مجھے نہ ملتا (اس لئے کہ دنیا میں مانگنے کا جو صلہ بھی ملے کم ہے آخرت کے مقابلہ میں بہت مفید اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے، اور جو کچھ یہاں مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھدیا جاتا ہے اور سب کا معاوضہ آخرت میں ملتا ہے، پس دعا یقیناً نافع ہے،[۴] اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں حق تعالیٰ محترمہ کو صحت بخشے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ، سورۃ الغافر آیت ۶۰.

۲ إذا سألک عبادی عنی فإنّی قرِیْبٌ أجیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ إذا دَعانی، سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۶.

۳ ولا ینبغی للعبد أن یمل من الدعاء لأنه عبادۃ، وتاخیر الإجابۃ أما لأنه لم یأت وقته لأنّ لکل شیء وقتاً مقدراً فی الأول أو لأنه لم یقدر فی الأزل قبول دعائه فی الدنیا فیعطی فی الآخرۃ من الثواب عوضه الخ، مرقاۃ المفاتیح ص ۶۳۶ ج ۲ کتاب الدعوات الفصل الاول طبع بمبئی.

۴ اعلم ان دعاء المؤمن لایرد غیر انه قد یکون الاولیٰ لهٗ تاخیر الاجابۃ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درازیٔ عمر کی دعاء

کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ اللہ پاک تیری عمر دراز کرے تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دیگا، کیونکہ سنا ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھدی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقۃً اگر چہ عمر میں درازی نہ ہو، لیکن عمر میں دین کا کام زیادہ کر لینا یہ بھی برکت ہے، جو کہ ایک قسم کی درازیٔ عمر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ننگا ہونے کی حالت میں دعا ودرود

سوال:۔ ننگا ہونے کی حالت میں دعا درود شریف یا اس وقت کی ماثورہ دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟

(**گذشتہ کا بقیہ**) اویعوض بما هو اولیٰ عاجلاً او آجلاً فینبغی للمؤمن ان لایترک الطلب من ربه والاحادیث ایضاً تدل علی ان دعوة المؤمن لاتردوانما اما ان تعجل له الاجابة واما أن تدفع عنه السوء مثلها واما ان تدخر فی الاخرة خیر مماسأل (بذل المجهود، ج ۲/ص ۳۵۰/ مطبوعه سهارنپور باب الدعاء، مرقات شرح مشکوٰة ج ۲/ص ۵۳۵ و ۵۳۶ کتاب الدعوات الفصل الاول مطبوعه اصح المطابع ممبئی)

[1] ولایزید فی العمر الا البر معناه اذا أبر فلا یضیع عمره فکانه زاد الی قوله وذکر فی الکشاف انه لا یطول عمر انسان ولایقصر الا فی کتاب (طیبی شرح مشکوٰة شریف، ج۴/ص ۳۰۷/ کتاب الدعوات الفصل الثانی مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی) مرقاة، ج۲/ص ۶۳۷/ کتاب الدعوات، الفصل الثانی مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ننگا ہونے کی حالت میں درود شریف یا دعائیں ماثورہ وغیرہ زبان سے پڑھنا خلاف ادب اور مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۸ھ

مناجات مقبول اور حزب اعظم

سوال:۔ زید پابند شریعت ہے اور اکثر باوضو تمام ماثورہ دعائیں پڑھتا رہتا ہے، تو کیا اس کے لئے یہی کافی ہے یا مناجات مقبول بھی پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص شریعت کی بتائی ہوئی دعائیں ان کے اوقات میں پڑھنے کا اہتمام رکھتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے، جو شخص اہتمام نہیں رکھتا وہ مناجات مقبول یا الحزب الاعظم کی دعائیں پڑھ لیا کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم یوبند ۲۶/۱/۸۸ھ

حزب البحر پڑھنے کی اجازت

سوال:۔ دعاء حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت اور طریقۂ عمل بتلائیں؟

---

[1] یستعیذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم قبل دخولہ (الخلاء) و قبل کشف عورتہ و إن نسی ذالک أتی بہ فی نفسہ لابلسانہ (وکذا قال) لانہ موضع تکشف فیہ العورۃ ولایذکر فیہ اسم اللّٰہ تعالیٰ (طحطاوی مع المراقی مختصراً ص ۴۰/ فصل فی مایجوز بہ الاستنجاء الخ طبع مصر، ھندیہ کوئٹہ ج ۱/ص ۵۰/ قبیل کتاب الصلاۃ، شامی زکریا ج ۲/ص ۲۳۱/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی المواضع التی تکرہ فیھا الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر محض ثواب کے لئے پڑھنا ہو تو روزانہ ایک دفعہ کسی وقت پڑھ لیا کریں[1]، نہ کسی طریقۂ خاص کی ضرورت ہے، نہ کسی کی اجازت کی اگر کسی خاص عمل کے لئے پڑھنا ہو تو کسی عامل سے اجازت لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص اتباع سنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریفہ کی دعا کرے کہ مجھے بھی ۶۳ رسال کی عمر ملے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی شخص میں اتباعِ سنت کا داعیہ قوی ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ جملہ امور میں اتباع کامل کرتا ہے، اور کوئی چیز خلاف سنت اختیار نہیں کرتا، اور جذبۂ اتباع کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہے تو شرعاً مذموم نہیں بلکہ انشاء اللہ وہ اجر کا مستحق ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱/۸۶ھ

---

[1] قال النووی اجمع اهل الفتاویٰ فی الامصار فی جمیع الاعصار علی استحباب الدعاء (مرقاة ج ۲/ص ۶۳۳/ اول کتاب الدعوات، طبع بمبئی)

[2] تنبیہ:۔ تریسٹھ سال عمر کا ہونا یہ سنن زوائد کے قبیل سے ہے، لہٰذا اس میں اتباع کی خاطر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لافرق بین النفل وسنن الذوا ئد من حیث الحکم لانه لایکره ترک کل منهما انما الفرق کون الاول من العبادات والثانی من العادات الخ (شامی کراچی، ج ۱/ص ۱۰۳/ مطلب فی السنة وتعریفها)

ظالم کے لئے بددعا کرنا

سوال:۔ایک شخص بے نمازی ہے، نماز پڑھنے والوں کو بُرا کہتا ہے، شراب پیتا ہے جوا کھیلتا ہے علماء کرام کی توہین کرتا ہے، ہر معزز آدمی کو ناحق مقدمات کے چکر میں پھنسانے کی رات دن کوشش کرتا ہے، لہٰذا ایسے آدمی کے واسطے بددعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اپنی بددعا میں اتنی قوت کا یقین ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے گا، تو اس کے حق میں دعائے خیر کے ذریعہ اسکی اصلاح کا یقین کیوں نہیں، اس سے اسکو بھی نفع ہوگا اور سب کو بھی [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

وقت دعا دونوں ہاتھوں میں فصل

سوال:۔ دعا نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہئے یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے، ”والافضل فی الدعا ان یبسط کفیه ویکون بینهما

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله عنه قدم الطفيل بن عمرو علی رسول الله صلی الله عليه وسلّم فقال يا رسول اللهؐ إن روساً قد عصت و أبت فادع الله عليها فظن الناس أنه يدعو عليهم فقال اللّهم اهدر وسا رأت بهم (بخاری ج۲/ص۹۴۶/ کتاب الدعوات، باب الدعاء للمشركين، طبع اشرفی ديوبند)

فرجة وان قلت اھ عالمگیری، ج۵/ص ۳۱۸/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

دعا میں ہاتھ زیادہ اٹھانا

سوال: ۔کیا دعاء کے وقت منھ آسمان کی طرف کر کے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صلوٰۃ استسقاء کے بعد اسی طرح دعا کی جاتی ہے اس کو ابتہال کہتے ہیں[2]، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/صفر/۶۸ھ

---

[1] هنديه كوئٹه ج۵/ص۳۱۸، كتاب الكراهية الباب الرابع فى الصلوة والتسبيح و **قراءة** القرآن الخ، الدرمع الرد زكريا ج۲/ص ۲۱۵/ باب صفة **الصلوة**، مطلب فى اطالة الركوع للجائى، طحطاوى على المراقى ص۲۵۷/ فصل فى صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض، طبع مصر.

[2] ابن عباسؓ قال المسئلة أن ترفع يديک حذو منكبيک أو نحوهما والاستغفار أن تشير باصبع واحدة والابتهال أن تمد يديک جميعا ابو داؤد شريف ج۱/ص ۲۰۹/ كتاب **الصلوة**، تفريع ابواب الوتر، باب الدعاء طبع سعد بكڈپو ديوبند، اعلاء السنن ج۳/ص ۱۷۱/ باب فى بعض آداب الدعاء طبع امداديه مكه مكرمه، اتحاف ج۵/ص ۳۴/ كتاب الاذكار، اداب الدعاء، دارالفكر بيروت.

[3] ان ترفع يديک حذومنكبيک اودونهما واما ماروى انه كان يرفع يديه حتى يرى بياض ابطيه فمحمول على بيان الجواز اوعلى حالة الاستسقاء (طحطاوى على مراقى الفلاح، ص۲۵۷/ فصل فى صفة الاذكار الواردة بعد صلوٰة الفرض طبع مصر، شامى زكريا ج۲/ص ۲۱۵/ باب صفة الصلوة، مطلب فى اطالة الركوع للجائى)

قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال: ۔قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں[۱]، وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں، اس لئے فرائض کے قومہ، جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۰ھ

قومہ کی دعاء

سوال: ۔''یاایھا المفتی ماتقول فی ھذہ المسئلۃ رجل حنفی یتبع مذھب

---

[۱] کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم إذا رفع رأسہ من الرکوع قال : ربنا لک الحمد ملأالسموات وملأالأرض وملأ ماشئت من شئی بعد اھل الثناء والمجد احق ماقال العبد وکلنا لک عبد اللھم لامانع لماأعطیت ولامعطی لمامنعت ولاینفع ذالجد منک الجد (مسلم شریف ج ۱/ص ۱۹۰/ کتاب الصلوۃ، باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع، مکتبہ بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۱۲۳/ کتاب الصلوۃ باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع أیضا باب الدعاء بین السجدتین، سعد بکڈپو دیوبند)

[۲] ویجلس بین السجد تین مطمئناً ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا بعد رفعہ من الرکوع دعاء علی المذھب وماورد محمول علی النفل شامی زکریا ، ج۲/ص ۲۱۳/ مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی،باب صفۃ الصلوٰۃ)شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۰۵/ تبیین الحقائق ج ۱/ص ۱۱۸/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل و إذا اراد الدخول الصلاۃ کبر الخ طبع امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ج ۱/ص ۳۲۱/ باب صفۃ الصلوۃ، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوۃ الخ)

ابی حنیفة فی جمیع الافعال لکن فی الصلوٰة بعد الرکوع یقرء ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه لامن حیث انه یخالف مذهب ابی حنیفةؒ بل یفهم ذٰلک من ربنا لک الحمد فقط فما تقول فی هذه المسئلة صلوٰته صحیحة ام لا ان کانت صحیحة فکراهة اوبلاکراهة ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثم یرفع راسهٗ من رکوعه مسمعا ویکتفی به الامام وقالا یضم التحمید سراً

ترجمہ سوال:۔مفتی صاحب اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں ایک حنفی شخص ہے جو تمام افعال میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کا اتباع کرتا ہے، لیکن نماز میں رکوع کے بعد ''ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ'' پڑھتا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مخالفت کرے بلکہ وہ اس کو ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' سے سمجھتا ہے۔پس اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں اس کی نماز صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو بکراہت یا بلا کراہت۔

ترجمہ جواب:۔پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا اپنا سر رکوع سے اٹھائے اور امام اسی (تسمیع) پر اکتفاء کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تحمید کو بھی ملائے سراً، اور مقتدی تحمید پر اکتفا کرے اور اس (تحمید) میں افضل ''اللھم ربنا ولک الحمد'' ہے پھر واؤ کے حذف کے ساتھ (اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد) پھر اَللّٰھُمَّ کے حذف کیساتھ (رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد) اور منفرد معتمد قول پر دونوں کو جمع کرے تسمیع اوپر اٹھتا ہوا کہے اور تحمید سیدھا کھڑا ہوکر۔اھ درمختار۔

قولہ (صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تحمید کو بھی ملائے) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی کی طرف فضلی اور طحاوی مائل ہوئے ہیں، اور متاخرین کی ایک جماعت بھی۔

اور حاوی القدسی میں اسی کو اختیار کیا ہے، نورالایضاح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن متون میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیا گیا ہے۔

(قولہ پھر اللّٰھم کے حذف کے ساتھ) یعنی واؤ کے اثبات کے ساتھ (ربنا ولک الحمد) چوتھی صورت باقی رہ گئی اور وہ دونوں (اللّٰھم اور واؤ) کا حذف کرنا ہے (ربنا لک الحمد) اور افضلیت میں چاروں (جملے) اسی ترتیب پر ہیں، جیسا کہ ثم کے ذریعہ عطف لانے سے اس کا فائدہ حاصل ہوا۔

(قولہ علی المعتمد) یعنی تصحیح شدہ تینوں اقوال میں سے خزائن میں کہا ہے ''وھو الاصح'' جیسا کہ ہدایہ اور مجمع اور ملتقی میں ہے اور مبسوط میں اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ مثل مقتدی کے ہے، اور سراج میں شیخ الاسلام کی طرف منسوب کرکے اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ مثل امام کے ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ویکتفی بالتحمید المؤتم وافضله اللّٰهم رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد ثم حذف الواو ثم حذف اللّٰهم فقط ویجمع بینهما لومنفردًاعلی المعتمد بسمع رافعاً ویحمد مستویا اھ الدرالمختار قوله وقالا یضم التحمیدهورواية عن الامام ایضاً والیه مال الفضلی والطحاوی وجماعة من المتاخرین معراج عن الظهیریة واختاره فی الحاوی القدسی ومشی علیه فی نورالایضاح لکن المتون علی قول الامام قوله ثم حذف اللّٰهم ای مع اثبات الواؤ وبقی رابعة وهی حذفهما والاربعة فی الافضلیة علیٰ هذا الترتیب کما افاده بالعطف بثم قوله علی المعتمد ای من اقوال ثلاثة مصححة قال فی الخزائن وهو الاصح کمافی الهدایة والمجمع والملتقیٰ وصحح فی المبسوط انه کالمؤتم وصحح فی السراج معزیا لشیخ الاسلام انه کالامام قال الباقانی والمعتمد الاول اھ رد المحتار[1]، ج ۱/ص ۵۱۹/۔

''قال مولانا بحرالعلوم اعلم انه قد جآء فی ادعیة القومة زائداعلی

(گذشتہ کا بقیہ) باقانی نے کہا ہے اور قول معتمد اول ہے، ردالمحتار۔ ملا بحرالعلوم نے فرمایا ہے جان لے کہ قومہ کی دعاؤں میں اس سے بھی زیادہ وارد ہوا ہے، جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ''اللّٰهم ربنا لک الحمد ملاء السموات وملأ الارض وملأ ماشئت الخ رواه مسلم۔

اور بذل میں دعاء طویل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منفرد ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے ''باب ماجاء فی مایقول اذارفع رأسه من الرکوع ''میں اسی طرح ہے عبارات منقولہ سے مسئلہ کا جواب ظاہر ہو گیا''

''الحرزالثمین ''میں دعاؤں کی تفصیل ہے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہوتے تو پڑھتے ''رَبَّنَالَکَ الْحَمْد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه الخ۔

[1] (شامی زکریا، ج ۲/ص ۲۰۰-۲۰۱/باب صفة الصلوٰة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی) شامی کراچی، ج ۱/ص ۴۹۶-۴۹۷/)

ماذکرنا"[1]

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَأسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلأَ السَّمٰوٰاتِ وَمِلأَ الْاَرْضِ وَمِلأَ مَاشِئْتَ مِنْ شَئْیٍ بَعْدَ اَھْلِ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ رواہ مسلم[2]"

وقید فی البذل الدعاء الطویل بانفرادہ ﷺ کذافی باب ماجاء فی مایقول اذا رفع راسہ من الرکوع[3] فقد ظھر من العبارات المنقولۃ جواب المسئلۃ وبسط الادعیۃ فی الحرز[4] الثمین، ص ۲۶۲/۔

واذا قام من الرکوع قال ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکۃً فیہ خ، د، س، اھ حصن[5]، ص ۴۰/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف، صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ج ۱/ ۵۹ھ

---

[1] (قد وردت الروایات الصحیحۃ والاخبار الصریحۃ فی زیادۃ الاذکار والادعیۃ فی الرکوع والسجود والقومۃ" (سعایہ، ج ۲/ص ۱۸۸/ باب صفۃ الصلوٰۃ)

[2] (**مشکوٰۃ** شریف، ص ۸۲/باب الرکوع) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ج ۱/ص ۱۹۰/ کتاب الصلوۃ، باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع طبع بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۱۲۳/ کتاب الصلوۃ، باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع، سعد بکڈپو دیوبند.

[3] (والحدیث الذی استدلابہ محمول علی حالۃ الانفراد فی صلوٰۃ التطوع (بذل المجھود ج ۲/ص ۶۸/ باب ماجاء فی مایقول اذا رفع راسہٗ من الرکوع، طبع رشیدیہ سھارنپور)

[4] الحرز الثمین للحصن والحصین لملاعلی القاری ص ۲۶۲.

[5] حصن حصین، ص ۸۷/باب دعاء الرکوع (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند).

عصر کے بعد باتیں کرنا

سوال:۔ نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک باتیں جائز ہیں یا نہیں (۱) تلاوت قرآن (۲) درس قرآن (۳) دینی بحث ومباحثہ اور آخر میں یہ بھی معلوم کرادیں کہ اس وقت میں کس قسم کی عبادت ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب باتیں اس وقت بھی درست ہیں البتہ وقت غروب جب کہ نماز مکروہ ہوتی ہے، ذکر تسبیح وغیرہ میں مشغول ہونا تلاوت میں مشغول رہنے سے افضل ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قومہ کے بعد جلسہ کی دعا

سوال:۔ قومہ میں ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' کے بعد ''حَمْداً طیباً مبارکاً فیہ'' کے بجائے اگر جلسہ میں پڑھنے والی دعا منفرد سہواً پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، یا سجدۂ سہو سے درست ہوگئی، یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے؟

---

[1] والصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والدعاء والتسبیح افضل من قرأة القرآن فی الاوقات التی نھی عن الصلاة فیھا (شامی زکریا، ج۹/ص ۶۰۶/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع باب الاستبراء وغیرہ) شامی کراچی، ج۶/ص ۴۲۳/، عالمگیری ج۵/ص ۳۱۶/ کتاب الکراھیة الباب الرابع فی الصلوة والتسبیح الخ مطبوعہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً!

سجدۂ سہو لازم نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

دونوں سجدوں کے درمیان دعا کی تفصیل

سوال:۔ (۱) کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعا پڑھنی چاہئے؟

(۲) کیا دعا کا پڑھنا فرض ہے واجب ہے، سنت ہے مستحب ہے وغیرہ وغیرہ؟

(۳) جلسہ میں اگر کوئی دعا نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۴) امام کے لئے جلسہ میں دعا کا پڑھنا کیسا ہے اگر امام یہ دعا نہ پڑھے تو جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

(۵) مسجد میں میری نظر سے دفتی پر لگے ہوئے چند مسائل گذرے جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لئے لکھا ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِی وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ" اور یہ بھی لکھا تھا کہ جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہگار ہوتا ہے۔

(۶) لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو ایک بار معلوم ہوتا ہے ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۷) یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے تحریر فرما دیجئے؟

---

[1] انہ لایجب الا بترک الواجب فلایجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ ..... وتکبیرات الانتقالات والتسبیحات .(حلبی کبیری ،ص۴۵۵/فصل فی سجود السھو طبع لاھور، تبیین الحقائق ج ۱/ص۱۹۳/ باب سجود السھو، طبع امدادیہ ملتان، ھندیہ کوئٹہ ج ۱/ص۱۲۶/ الباب الثانی عشر فی سجودالسھو)

جملہ امور کی تحقیقات کر کے مطلع فرمائیے واجباً عرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ویجلس بین السجدتین مطمئناً ولیس بینهما ذکر مسنون علیٰ المذهب وما ورد محمول علیٰ النفل اھ درمختار قوله وماورد الخ وبین السجدتین اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ رواه ابوداؤد[1] وقوله محمول علی النفل ای تهجداً اوغیره ثم الحمل المذکور صرح به المشائخ فی الواردفی الرکوع والسجود وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال علیٰ انه ان ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد والجماعة والمامومون محصورون لایتثقلون بذٰلک[2] اھ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعا کا پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو، یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا، اور امام کیلئے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت ملجاتا ہے، تب تو مقتدی بھی پڑھے ورنہ امام کا اتباع کرے اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے یا دونوں نہ پڑھیں تب بھی نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی، اس دعا کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی، اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس

---

[1] ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۱۲۳/ کتاب **الصلوٰة**، باب الدعاء بین السجدتین طبع سعد بکڈپو دیوبند.

[2] شامی زکریا، ج۲/ص ۲۱۲-۲۱۳/مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، کتاب الصلوٰة شامی کراچی، ج ۱/ص ۵۰۵-۵۰۶، تبیین الحقائق ج ۱/ص ۱۱۸/ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوة، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ج ۱/ص ۳۲۱/ باب صفة الصلاة، فصل واذا ارادالدخول فی الصلوة.

سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کے چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا[۱]، بلکہ سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے،[۲] اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ نوافل میں ہے یا منفرد کے لئے، اور امام کے لئے اس شرط کے ساتھ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی ہو تب امام کے لئے مستحب نہیں اور ایسی حالت میں مقتدیوں کے لئے بھی مستحب نہیں اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے "رب اغفرلی"۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۶/ذیقعدہ ۵۸ھ صحیح عبداللطیف سہارنپور ۶/ذیقعدہ ۵۸ھ

سجدۂ نماز میں دعا

سوال:۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا مانگا کرتے تھے، اس سے کیا مراد ہے، آیا نماز ختم کرکے سجدہ میں جاکر کے دعا مانگتے یا پھر نماز کے دوران میں سجدہ کے دوران میں دعا مانگا کرتے تھے، کسی نے مجھے بتایا کہ نماز کے دوران سجدے میں جب جاتے تھے تو گھنٹوں سجدے میں گرے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کی تشریح مجھے چاہئے؟

---

۱ ترکه (أی المستحب والمندوب) لایوجب اساء ة ولاعتابا لکن فعله أفضل (طحطاوی ص ۲۲۴/ فصل من آدابها، مصری)

۲ الاصح أنه یأثم بترک المؤکدة (طحطاوی علی المراقی ص ۵۱/ فصل فی سنن الوضوء، طبع مصری)

۳ عن ابی حذیفة أنه انتهی إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقام إلی جنبه ..... وکان یقول بین السجدتین رب اغفرلی، رب اغفرلی (نسائی شریف ج ۱/ص ۱۲۹/ کتاب الافتتاح، باب الدعاء بین السجدتین مطبوعه فیصل دیوبند، تبیین الحقائق ج ۱/ص ۱۱۸/ باب صفه الصلوة، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوة الخ امدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفل نماز بہت طویل پڑھتے تھے، قیام بھی بہت طویل ہوتا تھا، بعض دفعہ سوا پارہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے، اتنے طویل قیام کے ساتھ رکوع بھی طویل ہوتا تھا، اور سجدہ بھی اسی کے موافق ہوتا تھا،[1] اور تسبیحات کے علاوہ کچھ[2] دعائیں بھی ہیں یہ نماز کے ساتھ انتہائی انس اور ذوق کی بات ہے، کہ اتنی دیر تک اپنے مولیٰ جل شانہٗ کے سامنے سر رکھے ہوئے دعائیں مانگ رہے ہیں، یہ صورت نہیں تھی کہ نماز سے فارغ ہوکر کے مستقل سجدہ کرکے اس میں دعا مانگتے تھے، جیسا کہ بعض آدمی کرتے ہیں، البتہ کسی خاص نعمت کے شکریہ میں[3] سجدہ بھی درست ہے

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۵ھ

الجواب صحیح محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۵ھ

---

[1] عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ اَنَّهٗ صلّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلّى اللّٰه عليه وسلّم مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّادَخَلَ فِيْ **الصَّلٰوةِ** قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ذُوْالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ **الْبَقَرَةَ** ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْواً مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَانَ قِيَامُهٗ نَحْوًامِنْ رُكُوْعِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًامِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَكَانَ مَابَيْنَ السَّجْدَ تَيْنِ نَحْوًامِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ (الحديث) شمائل ترمذی ،ص ۱۸/ (باب ماجاء فی عبادة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم) مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[2] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ كَانَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَّتَهٗ وَسِرَّهٗ .مشکوٰة شریف، ج ۱/ص ۸۴/ (باب السجود وفضله) مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[3] وصورتها عند هما أن من تجددت عنده نعمة ظاهرة (الیٰ قوله) يستحب لهٗ ان يسجد شكرًا للّٰه تعالیٰ .فتاوی عالمگیری ،ج ۱/ص ۱۳۶/(كتاب الصلاة ومما يتصل بذالك مسائل سجدة الشكر قبيل الباب الرابع عشر فی صلاة المريض) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا

سوال: ۔نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں انفرادی طور پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں مختلف جگہوں پر ہیں ان کو جمع کر کے فرض ونفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز میں رکوع سجدہ میں تسبیحات پر ہی کفایت مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا جائے، اگر چہ قرآنی دعا پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی،[1] بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۴ھ

(گذشتہ کا بقیہ) (مطبوعہ کوئٹہ بلوچستان، طحطاوی علی المراقی ص۴۰۸/ فصل سجدة الشکر، مطبوعه مصر، شامی زکریا ج۲/ص۵۹۷/ باب سجود التلاوة، مطلب فی سجدة الشکر)

(صفحہ ہذا) [1] لایأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح الی قوله ینهی عن القرأة فی الرکوع والسجود وعدم کونه مسنوناً لاینافی الجواز. (شامی زکریا، ج۲/ص ۲۱۲/ باب صفة الصلوٰة مطلب فی اطالة الرکوع للجائی) شامی کراچی، ج۱/ص ۵۰۵/۔

[2] لایاتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب و ماورد محمول علی النفل (الدر مع الرد زکریا ج۲/ص۲۱۳/ باب صفة الصلوة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی، تبیین الحقائق ج۱/ص۱۱۸/ باب صفة الصلوة، فصل و إذا اراد الدخول فی الصلوة، بحر کوئٹه ج۱/ص ۳۲۱/ باب صفة الصلوة فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوة)

نماز میں دعائے غیر ماثورہ

سوال:۔ جوالفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعا مانگنا نماز کے اندر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ تکلم بکلام الناس نہ ہو تو درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کی دعا کا اثر

سوال:۔ ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ہر نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا بڑے خلوص سے مانگتا ہے، مگر اس کے عقیدے درست نہیں ہوتے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھتا ہے، قبور پر سجدہ ریز ہوتا ہے، عرس، میلے، قوالی اور دیگر خرافات نذر ونیاز اولیاء کا قائل ہے، تو اس کے لئے اہدنا الصراط المستقیم کب قبول ہوگی، یا پھر وہ جو کچھ کرتا ہے وہی صراطِ مستقیم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

قبولِ دعا کے کچھ شرائط بھی ہیں، کھانا حلال، پینا حلال، لباس حلال، کسب حلال نہ

---

[1] ودعا بما يشبه الفاظ القرآن والسنة لا كلام الناس (البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۳۰/ باب صفة الصلوٰة، طبع كوئٹه، تبيين الحقائق ج ۱/ص ۱۲۲/ باب صفة الصلوة، طبع امداديه ملتان، الدرمع الرد ج ۲/ص ۲۳۷/ باب صفة الصلوة، مطلب فى الدعاء المحرم)

ہوتو دعا قبول نہیں ہوتی،[۱] ہدایت کے بھی درجات ہیں، نماز کی پابندی نصیب ہونا، یہ بھی صراط مستقیم کی ہدایت ہے،[۲] اور قبول دعا کا اثر ہے، کسی غیر مطلوب چیز کا ملنا یا مضر چیز کا دفع ہونا بھی دعا کے قبول کا اثر ہوتا ہے، کبھی دیر بعد مطلوب کا ملنا بھی اثر ہوتا ہے، الغرض کسی غلط چیز پر قائم رہنا صراط مستقیم کی ہدایت یا قبول دعا کا اثر نہیں ہے، ورنہ جس قدر معاصی اور فحش کاری میں مبتلا رہنے والے ہیں وہ سب بھی اپنی اختیار کردہ زندگی ہی کو صراط مستقیم قرار دیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دعا کس نیت سے مانگی جائے

سوال:۔ سب کچھ منجانب اللہ ہے، تو محض اس نیت سے دعا کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے، لہٰذا مانگیں، عطا ان کا فضل ہے نہ ملے تو اس میں عین خوشی، اور مل جائے تو شکر کریں ایسا خیال کیسا ہے؟

---

[۱] من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہِ الیٰ السماء یارب یارب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالک رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۱/ الفصل الاول باب الکسب وطلب الحلال طبع یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف کرتا ہے کہتا ہے: اے میرے رب اے میرے رب جبکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے، اور اس کی پرورش حرام غذا سے کی گئی ہو، ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو۔

[۲] ان **دعوۃ** المؤمن لاترد وانما اماان تعجل لہ الا جابۃ واما تدفع عنہ من السوء مثلھا واما ان تدخر لہ فی الاخرۃ خیر مما سأل .(بذل المجھود ، ج۲/ص ۳۵۰/ باب الدعا، مکتبہ یحیویہ سہارنپور)

الجواب حامداً ومصلیاً!

گو یہ خیال فی نفسہٖ صحیح ہے، لیکن اس میں ایک قسم کا استغناء ہے، اس لئے دعا اس طرح مانگنا چاہئے کہ بہت حاجت ہے مالک تو ہی حاجت پوری فرما، اور دل میں یہ بھی رکھے کہ اگر نہ دینے میں مصلحت ہو تو اس میں بھی راضی ہوں، اور اللہ پاک میرے دل کو اسی پر اطمینان ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

دعا کا ایک مخصوص طریقہ

سوال: ۔میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھ کر دعا کرلیا کرتا ہوں، لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں "**لاحَوْلَ وَلاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم حَسْبُنَا اللّٰه وَنِعْمَ الْوَكِيْل لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِّنَ الظَّالِمِيْن**"؟

---

[1] وعنه (ای ابی هريرة) قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا دعا احدكم فلايقل اللّٰهم اغفرلی ان شئت ولكن ليعزم وَلْيُعَظِّمُ الرغبةَ فان اللّٰه لايتعاظمه شيئی اعطاه. رواه مسلم (**مشكوٰة** شريف ،ص ۱۹۴/الفصل الاول كتاب الدعوات، مسلم شريف ج۲/ص ۳۴۲/ ماقال العلماء عزم المسئلة الشدة فی طلبها والجزم به من غيرضعف فی الطلب الیٰ قوله ومعنی الحديث استحباب الجزم فی الطلب وكراهة التعليق على المشية قال العلماء سبب كراهته انه لايتحقق استعمال المشية الا فی حق من يتوجه عليه الاكراه واللّٰه تعالیٰ منزه عن ذلک وقيل سبب الكراهة ان فی هذا اللفظ صورة الاستغناء على المطلوب والمطلوب منه، نووی على المسلم ج۲/ص ۳۴۲/ كتاب الذكر والدعاء، باب العزم فی الدعاء الخ، مطبوعه رشيديه دهلی، فضل اللّٰه الصمد فی توضيح الأدب المفرد ج ۱/ص ۵۹۰/ باب ليعزم الدعاء فان اللّٰه لامكره له، رقم الباب (۲۷۵)، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما، بلکہ وہ یقین کے ساتھ طلب کرے اور اپنی رغبت کو بڑا کرے کیونکہ اللہ کو کوئی چیز دینا مشکل نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

فاسق وفاجر کے لئے دعاء مغفرت

سوال: ۔مسلمان فاجر وفاسق کیلئے دعاء مغفرت کرنا بہتر ہے یانہیں زید کہتا ہے کہ مسلمان فاجر وفاسق کے لئے ہرگز دعائے مغفرت نہیں کرنا چاہئے ،اگرچہ حرام نہیں ہے، اورخالد کہتا ہے مسلمان فاسق وفاجر کے لئے بھی اس کے مرنے کے بعد بھی دعاء مغفرت کرنا چاہئے اوردعاء مغفرت نہ کرنے سے دعاء مغفرت ایسے مسلمان فاجروفاسق کے لئے بھی بہتر ہے۔

---

[۱] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم اكثر من قول لاحول ولاقوة الا باللّٰه فانها من كنز الجنة قال مكحول فمن قال لاحول ولاقوة الا باللّٰه ولامنجأ من اللّٰه الا اليه كشف عنه سبعون بابا من الضر ادناهن الفقر، ترمذی شريف ج۲/ص۲۰۰/ عن سعد قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم دعوة ذی النون إذ دعا و هو فی بطن الحوت لااله إلا انت سبحانک ..... فانه لم يدع بها رجل مسلم فی شئی قط الا استجاب اللّٰه له ترمذی ج۲/ص۱۸۸/ ابواب الدعوات، مطبوعه اشرفی ديوبند، واخرج ابن مردويه عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم اذا وقعتم فی الاسر العظيم فقولوا حسبنا اللّٰه ونعم الوكيل، روح المعانی ج۳/ص۲۰۱/ الجزء الرابع، تحت آيت ۷۳/ من سورة اٰل عمران، مطبوعه دارالفكر بيروت، صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا **بمعاندة** بل بنوع شبهة، الدرالمختار علی الشامی ج۲/ص۲۹۹/ باب الإمامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعه زكريا ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیا!

لقوله عليه الصلاة والسلام صَلُّوا عَلىٰ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ الحديث (ابوداؤد شریف[1]) خالد کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۶۷ھ

مشرک کے لئے دعائے مغفرت

سوال:۔ایک شخص عبدالحیٔ تھا اعمال شرکیہ میں مبتلا تھا، عقیدہ بھی شرک کا رکھتا تھا، اور لوگوں کو بھی شرک میں مبتلا کرتا تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کہتا تھا، نذر ونیاز کرتا اور کراتا تھا غیر اللہ کی، اکابرین امت کو کافر کہتا تھا اب وہ مرگیا، میں اس کو مشرک کہتا ہوں اور اس کے لئے دعاء مغفرت وغیرہ کچھ نہیں کرتا ہوں کیا میں اس کو شرعاً مشرک سمجھوں یا دعاء مغفرت وغیرہ کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص بحالت شرک مرے اس کے لئے دعاء مغفرت ناجائز ہے[2] مگر اس کا حکم

---

[1] ہر نیک وبد پر نماز (جنازہ) پڑھو ۱۲/ ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۳۴۳/ کتاب الجهاد باب فی الغزو مع ائمة الجور، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوٰة شریف، ص ۱۰۰/ الفصل الاول باب الامامة، والحديث لم يوجد بهذا اللفظ فی ابی داؤد بل وجدناه بهذا اللفظ فی السنن الكبرى للبيهقی ج۴/ص ۱۹/ کتاب الجنائز، باب الصلاة علی من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، مطبوعه دار المعرفة بيروت، كنز العمال ج۶/ص ۵۴/ الفرع الثانی فی اطاعة الأمير الخ، رقم (۱۴۸۱۵) مطبوعه موسسة الرسالة بيروت، كشف الخفاء ج۲/ص ۲۹/ حرف الصاد المهملة، رقم (۱۶۱۱) مطبوعه داراحياء التراث العربی.

[2] ماكان للنبی والذين آمنوا ان يستغفر واللمشركين ولو كانوا اولی قربی من بعد ماتبين لهم انهم اصحب الجحيم. سورة التوبة الاية، ۱۱۳/. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لگانا کہ فلاں شخص مشرک مرا ہے یہ بھی آسان کام نہیں،[۱] بہرحال جس پر شرک کا حکم نہ لگایا جائے دعائے مغفرت تو اس کے لئے بھی لازم نہیں سکوت ہی مناسب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

توبہ واستغفار میں فرق

سوال:۔توبہ واستغفار میں کیا فرق ہے؟ اگر زانی اور زانیہ نے صرف توبہ واستغفار کیا تو ان سے ہر قسم کی تعظیم وتکریم، سلام حسن سلوک کرنا چاہئے یا برائے تنبیہ ترک موالات ہو

الجواب حامداً ومصلیاً!

توبہ میں گذشتہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کا پہلو غالب ہے، اور استغفار میں جرم کی معافی کا پہلو غالب[۲] ہے، جبکہ بذریعہ توبہ واستغفار اصلاح کے آثار ظاہر ہوجائیں تو پھر

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔(بیان القرآن) **فان اللّٰہ لم یجعل للمؤمنین أن یستغفروا للمشرکین، فطلب الغفران للمشرک ممالایجوز، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج۴/ص ۱۹۲/ الجزء الثامن، سورة براءة تحت آیة ۱۱۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.**

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] **الکفر شئی عظیم فلااجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر، البحر الرائق ج۵/ص ۱۲۵/ باب احکام المرتدین، مطبوعه کوئٹه.**

[۲] **(الاستغفار) ای طلب المغفرة .....والتوبة فی الشرع ترک الذنب لقبحه والندم علی مافرط منه والعزیمة علی ترک المعاودة تدارک ماامکنه ان یتدارک من الاعمال بالاعادة (مرقاة، ج۳/ص ۵۹-۶۰/ باب الاستغفار، مطبوعه بمبئی، تنبیه الغافلین ص ۵۶/ باب التوبة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)**

ترک موالات نہیں چاہئے[1]، ہاں اگر ترک تعلق اصلاح کا ذریعہ بن سکے تو ترک تعلق ٹھیک ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۴۰۱ھ

افطار کے وقت اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے

سوال: بعض لوگ ماہِ رمضان المبارک میں افطار سے قبل ایک جگہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اوران میں سے ایک روزہ دار دعا کراتا ہے اور سب لوگ آمین کہتے ہیں کیا یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رائج تھا یا بعد کے بزرگوں نے رائج کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ کہ ایسے وقت میں اجتماعی دعا کی جائے حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور فقہائے مجتہدین سے ثابت نہیں، اگر امام صاحب تعلیم کے لئے ایک دو دفعہ دعا کرادیں، پھر روزہ دار اپنی اپنی جداگانہ دعا کرلیا کریں، تو بہتر ہے اور اس اجتماعی دعا کو ترک کیا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۰ھ

---

[1] وقوله (نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (مفهم شرح مسلم شريف، ج۷/ص۹۸/ باب يهجر من ظهرت معصية مطبوعه دار ابن كثير، بيروت)

[2] اذا دعا بالدعاء الماثور جهراً وجهر معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعا لابأس به واذا تعلموا يكون الجهر بدعة (سعايه، ج ۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه لاهور)

افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے لیکن اجتماعی دعا نہ ہو

سوال: ۔حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اپنی کتاب فضائل رمضان، ص ۲۰/ پر لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اس وقت کی بعض دعاء مخصوص لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کسی دعا کی تخصیص نہیں، اجابت دعا کے وقت اپنی اپنی ضرورت کے لئے دعا فرمائیں، یاد آجائے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے، اب یہاں پر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ پورے گاؤں کے ۶۰/۷۰/ آدمی ہیں، جو ایک ساتھ جمع ہو کر مسجد میں ایک دسترخوان پر روزہ افطار کرتے تھے، اکثریت جاہلوں کی ہے، جن کو صحیح طریقے پر آداب رمضان بھی نہیں معلوم ہیں، روزہ افطار کی دعا بھی سوائے دو چار آدمی کے کسی کو نہیں معلوم ہے اور سب اپنا اپنا افطار لیکر ٹھیک افطار کے وقت مسجد میں پہنچتے تھے، اسی حالت میں امام صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا متبرک وقت دعا کی مقبولیت کا ضائع نہ ہو جائے عوام سے یہ کہہ کر کہ بھائی یہ وقت بہت متبرک ہے دعا کرلو، اور دسترخوان بچھا ہوا ہے، امام صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور دل ہی دل میں دعا مانگی اور عوام نے بھی آمین کہا، اس کے بعد روزہ افطار کیا، امام صاحب نے محض اس خیال سے ایسا کیا تا کہ عوام کے ذہن نشین ہو جائے کہ اس وقت دعاء مانگنے کی بڑی فضیلت ہے، لہٰذا تفصیل سے جواب دیا جائے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسئلہ بتلانے کے لئے امام صاحب نے دعا کرادی ٹھیک کیا مگر اجتماعی حیثیت سے اس دعا کی پابندی نہ کریں[1] بلکہ وقتاً فوقتاً ان کو متنبہ کرتے رہا کریں، کہ اس وقت دعا قبول ہوتی

---

[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهةفکیف اصرار البدعة لا اصل لها فی الشرع (سعایه، ج۲/ص ۲۶۵/ الفصل قبیل فی القرأة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) سباحة الفکر ص ۷۲ مطبوعه لکهنؤ.

ہے،[1] ہر شخص اپنی اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ لے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترک دعا میں کتنا وقت صرف ہونا چاہئے

سوال:۔(۱) اشتراکی دعاء کتنی دیر تک مانگنی چاہئے؟ اگر آدھ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مشترکہ دعا میں وقت لگایا جائے جب کہ آج کی دنیا میں مختلف لوگوں کی مختلف مصروفیات ہیں تو کیا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

(۲) مسجد میں مشترکہ دعاء کے وقت الحاح وزاری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ہر شخص کا حال یکساں نہیں کسی کو دعاء میں وقت خرچ کرنا عین سعادت معلوم ہوتا ہے، اور واقعۃً ہے بھی بہت بڑی سعادت کسی کو یہ وقت بار معلوم ہوتا ہے، یا حوائج وضروریات کی وجہ سے گنجائش نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص بالکل شریک نہ ہو یا جلدی ہی ختم کر کے چلا آئے وہ اپنی مصالح کو خود جانتا ہے اس لئے کسی پر اصرار نہ کیا جائے،[2] ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔

---

[1] وتحری ساعات الاجابة ومنها يوم الجمعة .....وقت نزول الغيث والافطار (روح المعانی، ج۸/ص ۱۴۰/ تحت قوله تعالیٰ ادعوربكم تضرعاً الخ، سورة الاعراف آيت ۵۶/ مطبوعه مصطفائيه ديوبند، عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلّی الله عليه وسلم ثَلٰثَةٌ لاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يَفْطِرُ الحديث، مشكوٰة شريف ص ۱۹۵، كتاب الدعوات، الفصل الثانی، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

[2] الاصرار علی المندوب يبلغه الی حدالكراهة السعاية، ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة قبيل الفصل فی القرأة (مطبوعه لاهور) مجموعه رسائل لكهنوی رساله سباحة الفكر ص ۷۲ مطبوعه لكهنؤ.

(۲) بہت خوش نصیبی ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چلتے پھرتے اوقات میں ذکر

سوال:۔اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے تو میرے نزدیک عبادت درست ہے، کیا چلتے پھرتے بھی تسبیح تحمید وغیرہ یا درود شریف ادا کی جاسکتی ہے، اور کیا درود شریف بھی بغیر زبان ہلائے چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں یا زبان ہلا کر پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہاں زبان سے چلتے پھرتے بھی ذکر اللہ کیا جاسکتا ہے، حدیث پاک میں ہے ''**لایزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰہ**'' الحدیث[۲] یہ جملہ اوقات واحوال کو شامل ہے ہاں جس جگہ جس حال میں منع ہے اس سے اجتناب چاہئے جیسے بیت الخلاء میں پہنچ کر زبان ہلا کر پڑھنے سے زبان بھی عبادت میں مشغول رہے گی، صرف دل سے پڑھنے سے دل تو مشغول عبادت

---

[۱] ومن الآداب فی الدعاء أن یدعو بخشوع وتذلل وخفض صوت الخ طحطاوی علی المراقی، ص ۲۵۷/(مطبوعہ مصر) کتاب الصلوٰۃ فی صفۃ الاذکار الواردۃ بعد صلوٰۃ الفرض، احیاء العلوم ج ۱/ص ۲۷۶/ الباب الثانی فی آداب الدعاء، آداب الدعاء و ھی عشرۃ، مطبوعہ عثمانیہ مصر.

[۲] **مشکوٰۃ** شریف، ص ۱۹۸/ باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیہ الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ج ۲/ص ۱۷۵/ ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الذکر، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابن ماجہ شریف ج ۲/ص ۲۹۸/ ابواب الدعوات، باب فضل الذکر، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔تیری زبان خدا کی یاد سے ہمیشہ تر رہے۔

رہے گا زبان مشغول عبادت نہیں رہے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مذکورہ طریقہ پر دعاء سے متعلق سوال

سوال:۔ نماز استسقاء کو جاتے وقت جو بھی عمل ہو رہا تھا اس میں ذی علم حضرات بھی موجود تھے، یعنی عالم حافظ مفتی بھی موجود تھے، ان حضرات نے ان میں کچھ بھی نہیں کہا یعنی شرعی مسئلہ نہیں بتایا تو ان کا خاموش رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان عالم ومفتی ہی سے دریافت کریں ہوسکتا ہے کہ وہ خود خشوع وخضوع میں غرق ہوں، سر جھکا ہوا آنکھیں نیچی ہوں کسی چیز کی طرف التفات نہ ہو یا عوام نے نہ مانا ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۹۱ھ

دعاء بناء مسجد

سوال:۔ مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

''وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ

---

[1] ولایتکلم ولایذکر اللّٰہ تعالیٰ ولایشمت عاطسا ولایجیب المؤذن فان عطس یحمد اللّٰہ بقلبه ولایحرک لسانه الخ عالمگیری، کوئٹہ، ج ۱/ص ۵۰/ کتاب الطهارة الفصل الثالث فی الاستنجاء. قبیل کتاب الصلاة، مراقی الفلاح ص ۲۳/ کتاب الطهارة، فصل لایجوز کشف العورة الخ، مطبوعه المکتبة الأسعدی سهارنپور، شامی کراچی ج ۱/ص ۳۴۵/ باب الأنجاس، مطلب فی الفرق بین الاستبراء الخ.

اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذکر بالجہر والجماعۃ

سوال:۔دلیل الخیرات فی ترک المنکرات مولفہ جناب مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی ادام فیوضہم مصدقۂ علماء اطراف واکناف میں روایت دیکھی گئی ہے جو درج کی جاتی ہے۔

''اخبر عبداللّٰہ ابن مسعودؓ بالجماعۃ الذین یجلسون بعد المغرب وفیھم رجل یقول کبروا اللّٰہ کذاوکذا اوحمدواللّٰہ کذا وکذا فیفعلون فحضر ھم فلما سمع مایقولون قام فقال اناعبد اللّٰہ بن مسعود فوالذی لااله غیرہ لقد جئتم لقد جئتم بدعۃ ظلماً اولقد فقتم علی اصحاب محمد علیه الصلوٰۃ والسلام علماً''(مجالس ابرار)

دوسری عبارت نفائس مرغوبہ مؤلفہ مفتی علامہ دہلوی میں بحوالہ واقعات وبحرالرائق حسب ذیل درج ہے۔

''قال فی الواقعات قرأۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المھمات وغیرھا مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین وفی بحر الرائق عن ابن مسعودؓ انه سمع قوماً اجتمعوا فی المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم جھراً فراح الیھم فقال ماعھدنا ذٰلک فی عھدہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وما اراکم الامبتدعین'' اس روایت میں تسبیح وتہلیل کے علاوہ درود کا ذکر بھی ہے۔

---

[1] سورہ بقرہ پارہ ۱/آیت ۱۲۷۔

ترجمہ:۔اور جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل علیہ السلام بھی اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں۔(بیان القرآن)

مفتی صاحب نے دلیل الخیرات کے صفحہ ۴ رمیں روایت عبداللہ ابن مسعودؓ کی تشریح فرمائی ہے کہ اس روایت سے واضح ہوا کہ ان لوگوں کا فعل باوجود یہ کہ ذکر الٰہی و تسبیح وتہلیل تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا وجود شریعت مطہرہ سے نہ تھا، اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس کو بدعت قرار دیا۔

اوراحادیث میں ذکر باجماعت کی فضیلت ثابت ہے، ایک دوروایات نقل کی جاتی ہیں:

"ان للّٰہ ملٰئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللّٰہ عزوجل تناد واهلموا الیٰ حاجتکم قال فیحفونهم باجنحتهم الیٰ السماء الدنیا. (مسلم شریف)

دوسری حدیث **"لایقعد قوم یذکرون اللّٰہ الا حفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکر هم الله فیمن عنده. (مسلم شریف، ترمذی شریف، ابن ماجه شریف)**

اجمع العلماء سلفاوخلفا علیٰ استحباب ذکر الجماعةفی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اوعلیٰ مصلٍ اوقاریٍ (شامی ج ۱ رمطبوعه میمنه مصر ،ص ۴۶۳ ر)

اوراحادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدعت کی تشریح یہ ہے **"البدعة الشرعیة وهی مالیس له دلیل شرعی وکل مافعله الشارع علیه السلام اوامر به فهولیس ببدعة شرعیة"**

پس احادیث اورعبارت شامی ذکر باجماعت کی فضیلت ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے بدعت سیئہ ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے جماعت کے ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب ہے۔

پس روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور عبارت بحرالرائق اور روایت شامی اوراحادیث میں وجہ تطبیق کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو، خواہ اجتماعاً بالاجماع امر مستحسن ہے[۱]، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، نصوص[۲] قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے[۳]، البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت کی جاتی ہے، مثلاً کسی خاص ہیئت وضع وتاریخ وغیرہ جن کا ثبوت شرعی نہیں ہے، ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سبّ وشتم کرنا یا ریا کا پایا جانا یا جہر مفرط کا ہونا[۴] جس سے نائم مصلی قاری وغیرہ کو تشویش ہو۔

---

[۱] اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها (شامی زکریا، ج ۲/ص ۴۳۴/مطلب فی رفع الصوت بالذکر، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۲/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض مطبوعه مصر).

[۲] "فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَاتَكْفُرُوْن (القرآن) سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۲/۔

ترجمہ:۔ سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں گا تم کو اور میری شکر گذاری کرو اور ناشکری مت کرو۔

[۳] "عن ابی هريرة وابی سعيد رضی الله عنهما قَالَا قَالَ رَسُولُ الله صلّی الله عليه وسلّم لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهُمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ. (مشکوٰة شریف، ص ۱۹۶/ باب ذکر الله عزوجل والتقرب اليه، مسلم شريف ج۲/ص ۳۴۵/ كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، مسند احمد ج۳/ص ۴۴۷/ مسند ابی هريرة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت سعیدؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم نہیں بیٹھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، مگر ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں سے کرتا ہے، جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔

[۴] الجهر المفرط ممنوع شرعاً وكذاالجهر الغير المفرط اذكان فيه ايذاء لاحد من نائم اومصل اوحصلت فيه شبهة رياء اولوحظت فيه خصوصيات غيرمشروعة اوالتزم كالتزام الملتزمات فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً (سباحة الفكر، ص ۷۲/الباب الاول فی حكم الجهر بالذكر، مطبوعه يوسفی لكهنؤ، شامی زكريا ج۲/ص ۴۳۴/ باب مايفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذكر، سعايه ج۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے بحر، واقعات وغیرہ کا محمل بھی یہ ہی ہے بسا اوقات ایک مباح بلکہ مندوب شئی اصرار والتزام سے مکروہ ہوجاتی ہے۔

''الاصرا علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة ،من اصرعلی امرمندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال، سعایه، ج۲/ص ۲۶۵/[1]

اور یہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ماخوذ ہے '' کمافی الطیبی شرح مشکوٰة''[2]

شامی[3] نے جواز ذکر پر علامہ حموی سے بحوالہ امام شعرانی حنبلی اجماع نقل کیا ہے اس میں بھی ان عوارض کا استثناء موجود ہے[4]، چنانچہ امام شعرانی نے ''ذکر الذاکر للمذکور

---

[1] سعایه ،ج ۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن عبد اللّٰه ابن مسعودٍؓ قَالَ لَایَجْعَلُ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ شَیْئاً مِنْ صَلَاتِهٖ یَریٰ اَنَّ حَقًّا عَلَیْهِ اَنْ لَایَنْصَرِف اِلَّا عَنْ یَمِیْنِهٖ لَقَدْ رَائَیْتُ رَسُولَ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کَثِیْراً یَنْصَرِفُ عَنْ یَسَارِهٖ متفق علیه قوله(لایجعل) الی اخره فیه أن من اصرعلی امرٍ مندوب الخ(طیبی شرح مشکوٰة شریف، ج۲/ص ۳۷۴/ باب الدعا فی التشهد فصل اول، مرقاة شرح مشکوٰة ج۲/ص ۱۴/ مطبوعه بمبئی)

[3] وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکرالجماعة فی المساجد وغیرها الاان یشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقارئ، (شامی زکریا ،ج۲/ص ۴۳۴/ شامی کراچی،ج ۱/ص ۶۶۰/ باب مایفسد الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

[4] ونص الشعرانی فی ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور مالفظه واجمع سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الله تعالیٰ جماعةً فی المساجد وغیرها من غیر نکیرالا ان یشوش جهرهم بالذکر علی نائم اومصل اوقاری ،(طحطاوی علی المراقی، ص۲۵۸/ فصل فی صفة الاذکارالواردة بعد صلوٰة الفرض، قبیل باب ما یفسد الصلاة، مطبوعه مصری)

والشاکر للمشکور" میں اس کی تصریح کی ہے، اجتماعاً وانفراداً ذکر میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے، کہ ذکر جہراً افضل ہے یا سراً۔

علامہ طحطاویؒ نے شرح مراقی الفلاح[1] میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں، ان اختلافات اور دلائل کو اس میں دیکھئے پوری تفصیل اور بسط سے دیکھنا ہو تو "سباحة الفکر فی الجهر بالذکر" کو دیکھئے اس میں، ص ۴۸/ پر لکھا ہے[2]

"الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر اعلم انهم اختلفوا فی ذٰلک فجوزه بعضهم وحرمه بعضهم وجعله بعضهم بدعة الا فی مواضع ورد الشرع بالجهر فیها"

پھر ممانعت جہر کی روایات کو ذکر کر کے جوابات دئے ہیں، اس کے بعد اڑتالیس دلیلیں جواز جہر کی نقل کی ہیں، "خلاصة المرام فی هذاالمقام انه لاریب فی کون السر افضل من الجهر للتضرع والخیفة وکذا لاریب فی کون الجهر المفرط ممنوعا لحدیث اربعوا علیٰ انفسکم واماالجهرا لغیرا لمفرط فالاحادیث متظاهرة والاٰثار متوافقة علی جوازه ولم نجددلیلاً یدل صراحة علی حرمة اوکراهة (الی قوله) والظاهران مراد من قال الجهر حرام هوالجهر المفرط ومن قال انه بدعة ارادبه .....علی وجه مخصوص والتزام فتلزم مالم یعهد فی الشرع، ص ۷۰/[3]

اور سب روایات کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے:۔

"وهناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذٰلک

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۵۸/فصل فی صفة الاذکار الوارده بعدصلوٰة الفرض.

[2] سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ص ۴۸/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر، مطبوعه احمدی لکهنؤ.

[3] سباحة الفکر ص ۷۶/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر.

یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کی یجمع بین الاحادیث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقراء ة القرآن ولایعارض ذٰلک حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریا اوتأذی المصلین اوالنیام.[1]

اسی طرح علامہ شامی[2] نے جمع کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۱۳۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۱۳۵۷ھ

دعا جہر وسر کے درمیان

سوال: ۔قرآن پاک میں آیا ہے ''وَادْعُوْارَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً'' اس سے کیا مراد ہے دعا کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آداب دعاء میں یہ ہے کہ اس طرح دعا کریں کہ سر اور جہر کے درمیان ہو نہ تو بالکل دل میں ہو، نہ اتنے زور سے کہ دوسروں کے لئے مخل بنے ''**ومن الاداب فی الدعاء ان یدعو بخشوع وتذلل و خفض صوت ای بان یکون بین المخافة والجهر کمافی الاذکار عن الاحیاء لیکون اقرب الی الحاجة**

---

[1] سباحة الفکر ص ۵۲/ الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر، مطبوعه احمدی لکهنؤ.

[2] شامی زکریا، ج۹/ص ۵۷۰/ کتاب الحظر الاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ج۲/ص ۴۳۴/ باب مایفسد الصلاة الخ مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص ۱۷۳ /[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

ہمبستری کے وقت کی دعاء

سوال: ۔صحبت کرتے وقت جو دعا پڑھنی ہے وہ کس وقت پڑھنی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک دعاء صحبت کرنے سے پہلے پڑھی جائے،[2] اور ایک انزال ہونے پر[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۹/۱/۸۸ھ

---

[1] طحطاوی علی المراقی الفلاح ،ص ۲۵۷ / کتاب الصلاۃ باب الامامۃ، فصل فی صفۃ الاذکار **الواردۃ** بعد صلاۃ الفرض (مطبوعہ مصری)، احیاء العلوم ج ۱ /ص ۳۱۳، ۳۱۴ / کتاب الاذکار والدعوات، آداب الدعاء وھی عشرۃ، مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر، اتحاف السادۃ المتقین ج۵/ص ۳۶، ۳۸ / کتاب الاذکار، آداب الدعاء، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَرَادَاَن یَّأتِیَ اَھْلَہٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا. الحدیث مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۱۲ / باب الدعوات فی الاوقات (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ج ۱ /ص ۲۶ / کتاب الوضوء، باب التسمیۃ علی کل حال وعندالوقاع، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ج ۱ /ص ۴۶۳ / کتاب النکاح، باب مایستحب ان یقولہ عند الجماع، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ :۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے تو کہے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اے اللہ شیطان سے ہماری حفاظت فرما، اور شیطان کو دور فرما اس چیز سے جو تو ہم کو عطا فرمائیگا۔

[3] وَقَدْ رَوٰی ابنُ اَبِی شَیْبَۃَ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ مَوْقُوْفاً اَنَّہٗ اِذَا اَنْزَلَ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْباً. مرقات ،ص ۱۱۳ /ج ۳/باب الدعوات، الفصل الاول (مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، فتح الباری ج ۱ /ص ۳۲۶ / کتاب الوضوء، باب التسمیۃ علی کل حال الخ، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، حصن حصین ص ۹۹ / اذکار وقت الجماع، مطبوعہ حمیدیہ) (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ دعا کرنا کہ یا اللہ صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ

سوال:۔ اگر کوئی دعا کرتا ہے کہ یا اللہ نیک اولاد دے یا اس سے محروم رکھ تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس دعاء کی گنجائش ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۹۶۹ھ

دعا میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو؟

سوال:۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں نیز بیٹھنا بھی قعدۂ نماز کی طرح نہ ہو تو اس میں کوئی گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں گناہ نہیں ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفاً مروی ہے کہ انزال کے وقت یہ کہے اے اللہ شیطان کو اس چیز میں حصہ مت دیجئے جو آپ مجھ کو عطا فرمائیں گے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ، سورہ آل عمران آیت ۳۸.

[۲] دعاء میں سینہ اور مونڈھے تک ہاتھ اٹھانا آداب دعاء میں سے ہے اور آداب کے ترک سے کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعا ایدیهم حذاء الصدر الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۵۶/ فصل فیمایفعله المقتدی بعد فراغ امامه، التعلیق الصبیح ج۳/ص۴۴/ کتاب الدعوات، آداب الدعاء، مطبوعه المکتبة الفخریه دیوبند، اتحاف السادة المتقین ج۵/ص۴۱/ کتاب الاذکار، آداب الدعاء، مطبوعه دارالفکر بیروت، ولاترکه لایوجب اساءة و عتابا، طحطاوی علی المراقی ص۲۲۴/ فصل فی آدابها، مطبوعه مصر.

انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے

سوال:۔انڈا کھانے کے وقت پھوڑتے ہوئے دعا یا کچھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

بسم اللہ پڑھ کر کھالیا جائے اس کا کھانا جائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دل سے دعاء پڑھنا

سوال:۔وقتی دعائیں دل میں پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ درود وغیرہ، کلمہ سوم واستغفار میں اگر زبان سے حرکت نہ کرے صرف دل میں پڑھے تو یہ افضل ہے یا زبان سے حرکت دینا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ قلبی توجہ ہے جو کہ خیر ہے مگر پڑھنا زبان کا فعل ہے جس کا اجر کثیر ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۷ھ

---

[1] وسنة الاكل البسملة اوله (درمختا رمع الشامی کراچی ،ص ۲۴۰/ ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۷/ کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۸۱/ کتاب الکراهية فصل فی الاکل، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] اماذکر اللسان مجردا فهواضعف الاذکار ولکن فیه فضل عظیم کما جاء ت به الاحادیث الی قوله و ان ذکر اللسان مع حضور القلب افضل من القلب وحده، نووی شرح مسلم، ص۳۴۴/ج۲/ باب فضل مجالس الذکر، کتاب الذکر والدعاء والتوبة.

مختلف دعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا

سوال:۔ دعا مانگنے کے تین طریقے ہیں ہاتھ پھیلا کر، بغیر ہاتھ پھیلائے، صرف زبان سے یا صرف دل سے تینوں طریقوں کے مواقع اور اوقات وقواعد سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمازوں کے بعد عموماً ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا منقول ہے اوقات مختلفہ میں صبح وشام رات مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت، جانور خریدتے وقت، کھانا کھا کر لیٹتے وقت بغیر ہاتھ اُٹھائے منقول ہے، دل میں ہر وقت[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبولیت دعاء کے شرائط

سوال:۔ میں مقروض ہوں اور ہر عمل میں نے کیا ہے، اللہ رب العزت کے دربار میں میری کوئی دعاء مقبول نہیں ہوتی، اور نہ کوئی عمل مقبول ہوتا ہے، آپ نے بھی ایک بار یہ دعا

---

[1] ثم یدعون لانفسهم رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره وفی الطحطاوی لم یرفع یدیه فی الدعاء لم یمسح بهما وهو قید حسن لانه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو کثیراً کما هو فی الصلاة والطواف وغیرهما من الدعوات الماثورة دبر الصلوات وعند النوم وبعد الاکل وامثال ذالک ولم یرفع یدیه الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۷/ (مطبوعه مصر) کتاب الصلاة،فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض الخ، مرقاة شرح مشکوٰة ج۵/ص۴۶/ کتاب الدعوات، الفصل الثالث، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۱۸/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ اذا دخل احدکم المسجد فلیقل اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ و اذا خرج فلیقل اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ، مسلم شریف ج۱/ص۲۴۸/ کتاب صلاة المسافرین، باب مایقول اذا دخل المسجد.

بتلائی تھی، ''اللّٰھُمَّ اکفِنِی بِحَلالِکَ عَنْ حَرَامِک وَاغننِی بِفَضْلک عَمن سوَاک'' ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھتا ہوں، لیکن یہ بھی قبول اور منظور نہیں ہوتی ہے، درود شریف کے ساتھ پڑھتا ہوں، اور عاجزی بھی اللہ تعالیٰ سے بہت کرتا ہوں، لیکن عاجزی بھی منظور نہیں ہوتی ہے، اور مصیبت پر مصیبت آ رہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میری دعاء قبول نہیں ہوتی، اس کی دعاء واقعۃً اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، اس لئے ایسا ہرگز نہ کہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کا وقت مقرر ہے، ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے، اس لئے جلدی کا تقاضہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ سمجھنا چاہئے کہ دعاء کے قبول ہونے میں جو کچھ دیر ہو رہی ہے، تو اس میں بھی مصلحت ہے[1]، پھر یہ کہ دعاء کے قبول ہونے کے لئے شرائط بھی ہیں، کھانا حلال ہو، پینا حلال ہو، لباس حلال ہو، کمائی حلال ہو، دل حاضر ہو غافل نہ ہو، وغیرہ وغیرہ[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۰ھ

---

[1] ولاینبغی للعبد ان یمل من الدعاء لانه عبادة وتأخیر الاجابة امالانه لم یأت وقته لان لکل شئی وقتا مقدرافی الازل اولانه لم یقدر فی الازل قبول دعائه فی الدنیا فیعطی فی الآخرة من الثواب عوضه اویؤخر دعاء ه لیلح ویبالغ فی الدعاء ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خیرلهٗ من تحصیله واللّٰه یعلم وانتم لاتعلمون ، مرقاة شرح مشکوٰة، ج۲/ص۶۳۶/کتاب الدعوات الفصل الاول مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکوٰة ج۵/ص۳۶۸/ مطبوعه زکریا دیوبند، التعلیق الصبیح ج۳/ص۴۷/ مطبوعه المکتبة الفخریه دیوبند.

[2] وآکدها تجنب الحرام مأکلا ومشربا و الاخلاص للّٰه تعالیٰ و تقدیم عمل صالح والوضو واستقبال القبلة والصلاة والثناء علی اللّٰه تعالیٰ والصلاة علی نبیه صلی اللّٰه علیه وسلم اولا و آخرا وبسط یدیه ورفعهما حذو منکبیه و کشفهما مع التادیب والخشوع والمسکنة والخضوع الخ التعلیق الصبیح ج۳/ص۴۴/ کتاب الدعوات آداب الدعاء، مطبوعه المکتبة الفخریه دیوبند، اتحاف السادة المتقین ج۵/ص۴۱/ کتاب الاذکار، آداب الدعاء مطبوعه دارالفکر بیروت.

دعا میں توسل

سوال:۔ ہماری دوکان میں ایک بزرگ کو بلایا گیا، کاروباری حالات تسلی بخش نہ رہنے کی وجہ سے انہوں نے یہ ورد پڑھنے کیلئے بتایا "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، الحمدللّٰہ رب العالمین اَللّٰھم صلّی علیٰ سید نا محمد وعلیٰ اٰلہٖ" اخیر میں یہ ورد ہے، "یادستگیر بے کساں حال زار پر رحم کرو اللہ کے واسطے" اس طریقہ پر ورد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مانگنا اللہ سے مقصود نہیں، اس لئے ایسا ورد نہیں کرنا چاہئے[1] بلکہ اللہ سے مانگا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کا توسل کیا جائے مثلاً اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال زار پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل رحم فرمائے ،انشاء اللہ تعالیٰ دعا جلد قبول ہوگی۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۸۷ھ

---

[1] الثانی ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللّٰہ تعالیٰ من الاولیاء الاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی واللائق بحال المومن عدم التفوہ بذلک وان لایحوم حول حماہ وقد عدہ اناس من العلماء شرکاء وان لایکنہ فھو قریب منہ، روح المعانی ج۶/ص ۱۲۸/ سورۂ مائدہ تحت آیت ۳۵/ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

[2] واستدل بعض الناس بھذہ الایۃ علیٰ مشروعیۃ الاستغاثۃ بالصالحین وجعلہ وسیلۃ بین اللّٰہ تعالیٰ وبین العباد والقسم علی اللّٰہ تعالیٰ لھم بان یقال انا نقسم علیک بفلان ان تعطینا کذا. ومنھم من یقول للغائب اوالمیت من عباد اللّٰہ تعالیٰ الصالحین یافلان ادع اللّٰہ تعالیٰ یرزقنی کذاوکذا ویزعمون أن ذالک من باب ابتغاء الوسیلۃ الیٰ ماقال وکل ذٰلک بعیدعن الحق بمراحل الخ ان الاستغاثۃ بمخلوق وجعلہ وسیلۃ بمعنی طلب الدعاء منہ لاشک فی جوازہ الخ روح المعانی، ج۶/ص ۱۲۴/(مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)تحت قولہ تعالیٰ وابتغوالیہ الوسیلۃ .سورۃ المائدۃ آیت ۳۵/.

دعا میں بحقِ محمد رسول پڑھنا

سوال:۔ زید نے یہ دعا پڑھی الٰہی بحق محمد رسول، دعا مجھ گنہگار کی ہووے قبول، بکر نے اعتراض کیا یہ دعا مکروہ بھی ہے، اور ناجائز بھی ہے، اس کا پڑھنا روا نہیں ہے، لہٰذا آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی شئی پر ناجائز یا مکروہ کا حکم بغیر دلیل کے تو نہیں ہوسکتا،[1] بکر کے پاس کوئی دلیل ہوگی اس سے دریافت کر کے لکھیں تا کہ اس میں غور کیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۴ھ

نماز جنازہ کے بعد دعا

سوال:۔ دعا بعد جنازہ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں لاہور سے الفلاح کے پروگرام میں بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں، ''**اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء** (ابوداؤد شریف، ج ۲/ص ۴۵۶) والی روایت سے پیش کی جب کہ ہم نے ہمیشہ اکابرین کا معمول یہ دیکھا کہ بعد جنازہ متصلاً کوئی دعا نہیں مانگی جاتی براہ کرم اس حدیث کی تشریح بھی فرمائیں اور نوعیت مسئلہ بھی؟

---

[1] وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیاء واولیائک او بحق البیت و فی التاتارخانیة و جاء فی آثار مادل علی الجواز قولہ لانہ لاحق للخلق علی الخالق قد یقال انہ لاحق لھم وجوبا علی اللّٰہ تعالیٰ لکن اللہ سبحانہ وتعالی جعل لھم حقا من فضلہ او یراد بالحق الحرمة والعظمة فیکون من باب الوسیلة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۶۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹہ ج۸/ص۲۰۷/ کتاب الکراھیة، فصل فی البیع.

الجواب حامداً ومصلیاً!

فقہ حنفی کی مستند کتاب ''خلاصۃ[1] الفتاویٰ'' میں بصراحت مذکور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر وہاں دعا کے لئے نہ ٹھہریں مرقات[2] شرح مشکوٰۃ میں بھی ایسا ہی ہے، نماز جنازہ درحقیقت دعا ہی ہے، اس کے بعد مستقلاً دعا ثابت نہیں، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس پر ہندوستان کے بہت سے علماء کی تائیدات ہیں، جس کا نام ہے دلیل الخیرات[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۱۴۰۰ھ

دعائے ماثور میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ

سوال:۔ احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعاؤں میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں، مثلاً ''اِھْدِنِیْ'' کی جگہ ''اِھْدِنَا''؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۵/ الفصل الخامس و العشرون فی الجنائز، نوع منه اذا اجتمعت الجنائز، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۸۰ ج۴ الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید.

[2] ولایدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لان یشبه الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۲/ص ۳۶۹/ باب صلاۃ الجنائز مطبع اصح المطابع، البحرالرائق ج۲/ص ۱۸۳/ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته مطبوعه کوئٹه. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ ج۱/ص ۳۳۶/ باب ردالبدعات۔

[3] دلیل الخیرات فی ترک المنکرات، مولفه حضرت مولانا مفتی کفایت اللّٰه صاحب دهلویؒ.

بعد فجر تا اشراق بیٹھے رہنے کا ثواب اٹھنے سے نہیں ملتا

سوال:۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق پڑھ کر اٹھے تو بہت ثواب ملتا ہے، مگر دینی کتاب تقریر وتفسیر سننے کے لئے اٹھے یا کوئی کتاب پڑھنے کے لئے خود اٹھائے تو کیا ثواب میں کمی ہو جائے گی، مفصل ومدلل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ مخصوص ثواب تو اسی جگہ بیٹھے رہنے کے بعد وقت پر اشراق پڑھنے سے حاصل ہوگا،[1] ذکر وتقریر کے لئے اٹھنے سے حاصل نہیں ہوگا، مگر ذکر وتقریر کا ثواب ملے گا جو کم نہیں، ممکن ہے وہ بعض حالات میں بہت بڑھ جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] حدثنا طیب بن سلیمان قال سمعت عمرة قالت سمعت ام المومنین تقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول من صلی صلاة الفجر اوقال الغداة فقعد فی مقعده ولم یلغ بشئی من امرالدنیا بذکر اللّٰہ عزوجل حتی یصلی الضحیٰ اربع رکعات خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه، عمل الیوم واللیلة ،ص ۴۰/ باب فضل الذکر بعد صلوٰة الفجر، مطبوعه دائرۂ معارف عثمانیه حیدرآباد، **مشکوٰة** ص ۸۹/ باب الذکر بعد الصلاة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. الاذکار للنووی ص ۷۱/ باب الحث علی ذکر اللّٰہ تعالیٰ بعد صلاة الصبح، مطبوعه دارالکتاب بیروت..

ترجمہ:۔طیب بن سلیمان بیان کرتے ہیں، کہ میں نے عمرہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ آپؐ فرمارہے تھے جس نے فجر کی نماز یا صبح کی نماز پڑھی اور اپنی جگہ پر بیٹھا رہا دنیاوی کسی کام میں مشغول نہیں ہوا، اللہ کا ذکر کرتا رہا، یہاں تک کہ چار رکعت اشراق کی نماز بھی پڑھ لی، تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے، اس دن کے مثل جس دن اس کو اس کی اماں نے جنا تھا۔

ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت

سوال:۔ بعد صلوٰۃ خمسہ جو امام اور مقتدی دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہیں یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، شافی جواب سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد[1] جگہ آیا ہے، اور ترک دعا پر وعید بھی ہے[2] نماز کے بعد مطلقاً متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چنانچہ چند روایات حافظ ابوبکر اندلسی کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' سے نقل کی جاتی ہیں:۔

(۱) ''عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی الصُّبْحَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبّلاً وَرِزْقاً طَیّباً''[3]

(۲) عن زید بن ارقمؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم

---

[1] ''وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ ''القرآن، پارہ ۲۴/ سورۂ مؤمن''(آیت ۶۰/)

ترجمہ:۔ اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

''اُدْعُوْ رَبّکُمْ تضرعاً وَخُفْیَة'' القرآن '' پارہ ۸/ سورۂ اعراف.(آیت ۵۵/) نیز سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶.

ترجمہ:۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلیل ظاہر کرکے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

[2] ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ''(والقرآن) پارہ ۲۴/ سورہ مومن.(آیت ۶۰/)

ترجمہ:۔ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

[3] عمل الیوم واللیلة ص ۳۱/ باب مایقول فی دبر صلاة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانیه حیدرآباد رقم الحدیث ۱۱۰.

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر یہ پڑھا کرتے تھے ''اے اللہ میں تجھ سے علم نافع، عملِ مقبول، پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔''

يَدْعُوْفِيْ دُبُرِالصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئٍ اَنَااَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئٍ اَنَا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَئٍ اِجْعَلْنِيْ مُخْلِصاً لَكَ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَاَهْلِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ،اَللّٰهُمَّ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ الاَكْبَرُ اللّٰهُ الْا كْبَرُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰه الْاَكْبَرُ اللّٰه الْاَكْبَرُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اللّٰهُ الْاَكْبَرُ اَللّٰه الْاَكْبَرُ"۔[1]

(۳) عَنْ اَبِي اُمَامَةَؓ قَالَ مَادَنُوْتُ مِنْ رَسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم فِي دُبُرِ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ وَلَاتَطَوُّعٍ اِلَّا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَخَطَايَايَ كُلَّهَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنِي وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ اِنَّهٗ لَايَهْدِي لِصَالِحِهَا وَلَايَصْرِفُ سَيِّئَهَااِلَّااَنْتَ ۔[2]

---

[1] كتاب عمل اليوم والليلة ص ۳۲/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد رقم الحديث ۱۱۴ .

ترجمہ :-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے سنا ''اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ ہی تنہا رب ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ،اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب ،میں گواہی دیتا ہوں بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے بندے ہیں اور رسولؐ ہیں ،اے اللہ ہمارے رب اور ہر شئی کے رب میں گواہی دیتا ہوں بیشک تمام بندے (آپس میں) بھائی ہیں ،اے اللہ ہمارے اور ہر شئی کے رب مجھے ہر گھڑی میں اپنا مخلص بنالے اور میرے اہل کو بھی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ،اے ذوالجلال والاکرام ،اے اللہ سن لے قبول فرمالے ،اللہ بہت بڑا ، اللہ بہت بڑا ، آسمانوں زمین کو منور کرنے والا اللہ بہت بڑا ، اللہ بہت بڑا ، اللہ میرے لئے کافی ہے ،اور بہترین کارساز ہے ،اللہ بہت بڑا اللہ بہت بڑا۔

[2] عمل اليوم والليلة ص ۳۲/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانيه حيدر آباد رقم الحديث ۱۱۶ .

ترجمہ :-حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی فرض ونفل نماز کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں ہوا مگر یہ فرماتے سنا ''اے اللہ میرے تمام گناہوں اور خطاؤں کو بخشدے ،اے اللہ میری فریاد رسی فرما اور میری حالت درست فرما ،صالح اعمال واخلاق کی رہنمائی فرما ، بیشک آپ کے سوا نہ کوئی ان کی ہدایت فرما سکتا ہے نہ کسی شئی کو دفع کرسکتا ہے۔

(۴) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلؓ قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم فَقَالَ لِيْ يَامُعَاذُ اِنِّيْ اُحِبُّکَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِکَ وَشُكْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ[1]

(۵) ''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم مَامِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَسْأَلُکَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمُنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيْ عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَايَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ[2]''

(۶) فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کا واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے،[3] جیسا کہ بعض جگہ کیا جاتا ہے،

---

[1] حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا میں نے حضرت نبی اکرم سے ملاقات کی، مجھ سے ارشاد فرمایا، معاذ میں تم کو محبوب رکھتا ہوں پس ہر نماز کے بعد یہ پڑھنا مت چھوڑنا ''اے اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی حسن عبادت پر میری مدد کرنا'' ''کتاب عمل اليوم والليلة، ص ۳۱/ باب مايقول فی دبر صلاة الصبح، مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد رقم الحديث ۱۱۸۔''

[2] حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہر نماز کے بعد کہے، اے اللہ میرے معبود ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے معبود جبرئیلؑ، میکائلؑ، اسرافیلؑ کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی فرمالینا کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں اور میرا دین سچا ہے، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں، اور مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لیلے کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں اور مجھ سے فقر کو دور فرما، کیونکہ میں بہت مسکین ومحتاج ہوں، مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔
''کتاب عمل اليوم والليلة، ص ۳۸/ باب مايقول فی دبر صلاة الصبح رقم الحديث ۱۳۸/ مطبوعه دائرة العمارف العثمانية حيدر آباد.''

[3] كم مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها، سباحة الفكر فی الجهر بالذكر ص ۷۲/ مطبوعه لكهنؤ، سعايه ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوة قبيل فصل فی القراءة، طيبی شرح مشكوٰة ج۲/ ص ۳۷۴/ باب الدعاء فی التشهد الفصل الاول.

اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفس دعا احادیث معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کر اور بلا ہاتھ اُٹھائے دونوں طرح ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۲/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کر دے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۳/۶۴ھ

ہر نماز کے بعد دعا

سوال:۔ پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا کیا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کتب فقہ[2] مراقی الفلاح، درمختار وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب وتائید مذکور ہے، جس

---

[1] وفی روایة ابن عباس قال سَلوا اللّٰہَ ببطُوْنِ اکُفِّکُمْ وَلَاتَسَاَلُوْہُ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھاوجوھکم رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف، ۱۹۵، کتاب الدعوات) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے (دعا) کرو تو اپنے ہاتھوں کے باطنی حصہ کے ساتھ اور تم ہاتھوں کے ظاہری حصہ سے مت مانگو اور جب تم دعا سے فراغ ہوجاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دو۔ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں "یسن رفع الیدین الی السماء فی کل دعاء وصحت بہ الاحایث الکثیرۃ عنہ علیہ الصلاۃ والسلام من غیر حصر (مرقاۃ، ج۲/ص ۶۴۱/کتاب الدعوات) مطبوعہ اصح المطابع ممبئی.

[2] ویستحب ان یستقبل بعدہ ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃیستقبل (الناس) ویستغفرون ثلاثاً ویقرؤن آیة الکرسی والمعوذات الی قولہ ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین بالادعیة المأثورۃ الجامعة (مراقی الفلاح، ص ۴۹/ فصل فی صفة الاذکار الواردۃ بعد صلوٰۃ الفرض باب الامامة) شامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۷/ مطلب ھل یفارقہ الملکان، باب صفة الصلوٰۃ، شامی کراچی، ج۱/ص ۵۳۰.

فرض[1] نماز کے بعد سنتیں ہیں اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہوجانا چاہئے ،اور جس فرض[2] نماز کے بعد سنتیں نہیں ہیں (فجر،عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعا بھی لکھی ہے، کتاب[3] عمل الیوم واللیلۃ میں ایک حدیث مذکور ہے،جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کی ترغیب ہے،اور دعا کے قبول ہونے کی اُمید ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] القیام الیٰ اداء السنة التی تلی الفرض متصلاً بالفرض مسنون غیرانه یستحب الفصل بینهما کما کان علیه الصلاة والسلام اذاسلم یمکث قدر مایقول اللّٰهم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام تبارک یاذالجلال والاکرام ثم یقوم الیٰ السنة مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۲/ باب الامامة مطبوعه مصر.

[2] ویستحب ان یستغفر ثلاثا ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلاثین ویدعو(شامی زکریا، ج۲/ص۲۴۷/) مطلب هل یفارقه الملکان ،باب صفة الصلوٰة) شامی کراچی ،ج ۱/ص ۵۳۰.

[3] عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال مامن عبدبسط کفیه فی دبر کل صلوٰة ثم یقول اللهم الهی واله ابراهیم واسحاق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل علیهم السلام اسألک ان تستجیب دعوتی فانی مضطروتعصمنی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الاکان حقا علی اللّٰه عزوجل ان لایرد یدیه خائبتین (کتاب عمل الیوم واللیلة ،ص ۳۸/ باب مایقول فی دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد.

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہر نماز کے بعد کہے اے اللہ میرے معبود ابراہیم،اسحاق،یعقوب علیہم السلام کے معبود جبرئیل،اسرافیل،میکائیل علیہم السلام کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں اور میری میرے دین کے سلسلہ میں حفاظت فرما، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں،اور مجھے اپنی آغوش رحمت میں لیلے ، کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں،اور مجھ سے فقر کو دور فرما، کیونکہ میں بہت مسکین محتاج ہوں ،مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔

ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام

سوال: ۔نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلہ میں ''عمل الیوم واللیلۃ'' والی روایت ہے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا، کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے جس میں دونوں بات دواماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو طریقہ دعا کے اہتمام کا آپ چاہتے ہیں، اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، نفس ثبوت وہ کافی ہے جو عرض کیا تھا، یعنی عمل الیوم واللیلۃ کی قوی حدیث الکوکب الدری[1] میں اس سے تعرض کیا ہے، غالباً کتاب الدعوات میں ہے وہاں دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

فرض نماز کے بعد دعا

سوال: ۔فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یا

---

[1] لابد من اتیان الدعاء مستقلاً علی حدۃ فیعزر تارک الدعوات بعد الصلوٰۃ ولایعذر علی ترکھا (الکوکب الدری، ج۲/ص ۲۹۱/ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ) ویغتنم الدعاء بعد المکتوبۃ وقبل السنۃ علی ماروی عن البقالی من انہ قال الافضل ان یشتغل بالدعا ثم بالسنۃ وبعد السنن والا وراد علی ماروی عن غیرہ وھو المشھور المعمول بہ فی زماننا فانہ مستجاب بالحدیث وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث رواہ ابن عباسؓ من لم یفعل ذٰلک فھو خداج من لم یدع بعد الصلوٰۃ رافعاً یدیہ الی ربہ مستقبلاً ببطونھا الی وجھہ ولم یطلب حاجاتہ قائلاً یارب فمافعلہ من الصلوٰۃ ناقصۃً عند الحق سبحانہ (ھامش علی الکوکب الدری، ج۲/ص ۲۹۱/ ابواب الدعوات عن رسولؐ، مطبوعہ یحیوی سھارنپور)

نہیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یا صحابہؓ کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِی اللّٰہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اَنَّہٗ قَالَ مَامِنْ عَبْدٍبَسَطَ کَفَّیْہِ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلوٰۃٍ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ عَلَیْھِمُ السَّلامُ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّی مُبْتَلیً وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِی عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلیٰ اللّٰہِ اَنْ لَایَرُدَّیَدَیْہِ خَأبَتَیْنِ[1] (عمل الیوم واللیلۃ، ص ۳۸/).

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد دعائیں

سوال:۔دعائے ماثورہ جو بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو مطلق فرض کے بعد ہے وہ کیا کیا ہیں؟

---

[1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ہر نماز کے بعد کہے اے اللہ میرے معبود ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے معبود، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہی فرمالینا کیونکہ میں مجبور بندہ ہوں، اور میرے دین میں میری حفاظت فرما، کیونکہ میں اب پھنس گیا ہوں اور مجھے اپنی آغوش رحمت میں لیلے کیونکہ میں بڑا گنہگار ہوں اور مجھ سے فقر کو دور فرما کیونکہ میں بہت مسکین ومحتاج ہوں، مگر اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔(کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ص ۳۸/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح للحافظ الجلیل ابی بکر احمدبن محمد بن اسحاق الدنیوری المعروف بابن السنیؒ) مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد.

الجواب حامداً ومصلیاً!

عن[۱] ام سلمةؓ تقولُ کَانَ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذَا صَلَّی الصُّبْحَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَرِزْقاً طَیِّباً ''وَعن[۲] انسؓ قَالَ مَاصَلّٰی بِنَارَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم صَلوٰۃً مَکْتُوْبَۃً اِلَّااَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ یُخْزِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ صَاحِبٍ یُؤْذِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ یُلْھِیْنِیْ وَاعُوْذُ بِکَ مِنْ کُلِّ فَقْرٍ یُّنْسِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ غَنٰی یُّطْغِیْنِیْ'' عمل الیوم واللیلۃ '' میں کچھ اوپر تیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

عَن[۳] مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہ عنہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

---

[۱] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۳۱/ رقم الحدیث ۱۱۰/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح، مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ:۔حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے (تو یہ دعا پڑھتے) اے اللہ میں آپ سے علم نافع عمل مقبول اور پاکیزہ رزق کی درخواست کرتا ہوں۔

[۲] (عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۳/ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح للحافظ الجلیل ابی بکر احمدبن محمدالمعروف بابن السنی) مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی مگر آپؐ نے اپنے چہرۂ انور کو ہماری طرف کیا اور فرمایا اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے کام سے جو مجھے رسوا کرے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے ساتھی سے جو مجھے تکلیف پہنچائے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی امید سے جو مجھے غافل کردے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے (آپ کی یاد سے) بھلا دے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی مالداری سے جو مجھے سرکش بنادے۔

[۳] (عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۵/ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح ابی بکر احمدبن محمدالمعرف ابن السنی) مطبوعہ حیدر آباد.

ترجمہ:۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص نماز فجر اور عصر کے بعد تین تین مرتبہ کہے (استغفر اللہ الخ) میں مغفرت چاہتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو زندہ جاوید ہے، اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں، تو اس سے اس کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا اگر چہ وہ دریا کے جھاگ کی طرح ہوں۔

يَقُوْلُ مَنْ قَالَ بَعْدَ الْفَجْرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ کُفِرَتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِالْبَحْرِ رواه ابن السنی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۸/۲/۵۳ھ

نماز کے بعد دعا کا طریقہ

سوال:۔ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد جماعتی رنگ میں بالجہر یا آہستہ دعا مانگا کرتے تھے، یا سب مقتدی اپنی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے انفرادی طور پر مانگا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی پابندی نہیں تھی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ

نماز کے بعد دعا وآمین

سوال:۔ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعا پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعا کرنا لازم ہے یا بغیر دعا کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۱/ص ۷۹۵/ رسالة استحباب الدعوات عقیب الصلوات مطبوعه زکریا دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے[۱] اس وقت دعا کرنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے جہراً دعا کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا اس کی پابندی ثابت نہیں، جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی ہے جیسے ظہر، مغرب، عشاء اس کے بعد مختصر دعا کر کے سنت میں مشغول ہوجائے، اور جس کے بعد سنت نہیں جیسے فجر وعصر، انکے بعد تسبیحات واذکار متعدد حدیثوں میں وارد ہیں، عمل الیوم واللیلۃ، ص ۳۰/تا ۴۰/ یعنی دس صفحات میں روایات مذکور ہیں ''عن[۲] صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رسُول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ بَعْدَصَلوٰةِ الْفَجْرِ بِشَئٍ فَقُلْتُ يَارسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم اِنَّكَ تُحَرِّكُ شَفَتَيْكَ بَشَيْئٍ مَّاكُنْتَ تُطِيْلُ بِهٰذَا الَّذِىْ تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَاوِلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ .(عمل اليوم والليلة ،ص ۳۲)

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَاصَلَّى بِنَارَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّمَ صَلوٰةً

---

[۱] عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قِيْلَ يَارسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم اَىُّ الدُّعَا اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَواتِ الْمَكْتُوْبَاتِ رواه الترمذى (مشكوٰة شريف، ص ۸۹/الفصل الثانى، باب الذكر بعد الصلوٰة) مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی کہ حضور نے ارشاد فرمایا آخری رات میں اور فرائض نمازوں کے بعد۔

[۲] حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد کسی چیز کی وجہ سے اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے، پس میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ آپ اپنے ہونٹوں کو کس چیز کے ذریعہ حرکت دیتے ہیں، آپ اس چیز کے ذریعہ لمبا کرتے ہیں جس کو آپ کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ کہتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے قوت حاصل کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمن پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے جنگ کرتا ہوں۔

(كتاب عمل اليوم والليلة ،ص ۳۲/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد، آندهرا پرديش.

مَکْتُوْبَةً اِلَّا اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ عَلَيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ يُخْزِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ صَاحِبٍ يُؤْذِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ يُلْهِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ فَقْرٍ يُنْسِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ غِنًی يُطْغِيْنِیْ[1] " (عمل اليوم والليلة ،ص ۳۳)

"القيام الى السنة التى تلى الفرض متصلاً بالفرض مسنون غير انه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه الصلاة والسلام اذا سلم يمكث قدر مايقول اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ اِلَيْکَ يَعُوْدُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ثُمَّ يَقُوْمُ اِلَى السُّنَّةِ" (مراقی[2] الفلاح، ص ۴۸/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا

سوال: ۔دہلی میں رواج ہے کہ کثرت مقتدین کی وجہ سے جب امام دعا شروع کرتا ہے ،تو ایک شخص "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن" اور ختم دعا کے وقت برحمتک الخ بالجہر کہہ دیتا ہے ،تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی، مگر آپؐ اپنے چہرۂ انور کے ساتھ ہماری جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے کام سے جو مجھے رسوا کرے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے ساتھی سے جو مجھے تکلیف پہنچائے، اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی امید سے جو مجھے غافل کرے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے (آپ کی یاد) بھلادے اور پناہ چاہتا ہوں ہر ایسی مالداری سے جو مجھے سرکش بنادے۔

(كتاب عمل اليوم والليلة ،ص ۳۳/ باب مايقول فى دبر صلاة الصبح) مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد.

[2] (مراقى الفلاح ،ص ۴۸/ فصل فى صفة الاذكار والواردة بعد صلاة الفرض) مراقى مع الطحطاوى، ص ۲۵۲/مطبوعه مصر، شامى كراچى ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل يفارقه الملكان

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے مگر اہتمام کی ضرورت نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور

ہر نماز کے بعد دعاءِ جہری کا التزام

سوال:۔ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر یہ معمول بنالیا کہ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں کلمہ طیبہ، درود شریف، اور مخصوص دعا بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے، یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں[2]، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے، اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لئے اسی طرح بیٹھ جایا کریں، جس سے کسی اور کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کر دیا کریں، جو یاد نہ ہو وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو اس کا مطلب سمجھادیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ

---

[1] ان التزام الجهر مكروه وبدعة لاالجهر ولومرة فانه لاشك فى جوازه (سعايه، ج۲/ص ۲۶۱/ باب صفة الصلوٰة)

[2] ايضاً حواله بالا.

مختصر سا مدرسہ ہو جائیگا اور سب کی نمازیں بھی درست ہو جائیں گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نماز کے بعد جہراً دعا

سوال:۔ (۱) فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد کیا کوئی آیت پڑھنا چاہئے یا دعا بعد نمازِ فرض مانگنا فرض ہے یا نہیں؟

(۲) بغیر آیت درود شریف پڑھے کیا دورد شریف "اللّٰھم صل علی محمد" صحیح نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱/۲/ دعا کی ترغیب بھی ہے، فضیلت بھی ہے اسکو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے[۱]، اور نماز کے بعد دعا قبول ہونے کی بشارت بھی ہے[۲] اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے، بغیر درود شریف کے دعا معلق رہتی ہے[۳]

---

[۱] عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ هذا حدیث غریب (ترمذی شریف، ج ۲/ص ۱۷۳/ باب ماجاء فی فضل الدعا)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔

[۲] عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلوٰاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ رواہ الترمذی .(مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹/ باب الزکر بعد الصلوٰۃ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کونسی دعا سب سے زیادہ سنی جاتی ہے، آپؐ نے فرمایا آخیر رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد۔

[۳] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَایَصْعَدُ مِنْهُ شَیْئی حَتّٰی تُصَلِّی عَلٰی نَبِیِّکَ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم (ترمذی شریف، ج ۱/ص ۶۴/ باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ابواب الوتر ج ۱/ص ۱۱۰/ مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان موقوف ہے اس سے آگے وہ بالکل نہیں بڑھتی ہے تا آنکہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

درجۂ قبول کو نہیں پہنچتی ہے، مگر دعا میں اخفاء افضل ہے، اور درود شریف بھی دعا ہے اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة[1] ''الایة۔ اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں درود شریف بھی دعا بھی، جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے، وہ ضرور درود شریف پڑھیگا، اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے[2]، یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے آہستہ درود شریف پڑھے پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء راشدینؓ سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں اس لئے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے کیونکہ اتباع سنت میں خیر ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۰ھ

دعاء زور سے مانگنا

سوال: ۔امام کو دعا آہستہ مانگنا افضل ہے، یا آواز بلند دعا نماز کا جز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا آہستہ مانگنا افضل ہے،[4] اگر دعا کی تعلیم مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی مضائقہ نہیں، مگر

---

[1] پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے۔ (پارہ ۱/رکوع ۱۳/اعراف آیت نمبر ۵۵/)

[2] عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین، بخاری شریف ج ۱/ص ۷/ باب حب الرسول صلی الله علیه وسلم من الایمان، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[3] فی حدیث عرباض بن سارية فعلیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ الحدیث مشکوٰة شریف ص ۳۰/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] امام الادعیة والاذکار فبالخفیة اولیٰ الخ شامی کراچی ج ۲/ص ۵۰۷/ کتاب الحج مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة.

اس بلند آواز سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو[1] نماز سلام پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد دعا نماز کا جز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ دیکر

سوال:۔زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دے کر دعا مانگنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں بعد سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے تاہم اگر معمولی وقفہ ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ج ۱/۵۵ھ

---

[1] واولی منه القول بتقدیم الاخفاء علی الجهر فیما اذا خیف الریاء اوکان فی الجهر تشویش علی نحومصل اونائم الیٰ قوله وبتقدیم الجهر علی الاخفاء فیما اذا خلاعن ذٰلک وکان فیه قصد تعلیم جاهل الخ (روح المعانی ، ج۸/ص ۱۴۰ / مطبوعه مصطفائیه) شامی زکریا ، ج۹/ص ۵۷۰/کتاب الحظر والاباحة، فتاویٰ عالمگیری ج۵/ص۳۱۸/ کتاب الکراهیة الباب الرابع مطبوعه کوئٹه.

[2] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِی دُبُرِ کُلِّ صَلوٰةٍ ثَلٰثاً وَّثَلٰثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثاً وَّثَلٰثِیْنَ وَکَبَّرَاللّٰهَ ثَلٰثًا وَثَلٰثِیْنَ فَتِلْکَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٍ غُفِرَتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِالْبَحْرِ. رواه مسلم (مشکوٰة شریف، ص ۸۹/ باب الذکر بعدالصلوٰة) مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ تینتیس بار الحمد اللہ تینتیس بار اور اللہ اکبر تینتیس بار کہے گا پس یہ ننانوے ہوئے اور سو کو پورا کرنے کے لئے ”لا الہ الخ کہے نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو بخش دیئے جائیں گے اس کے گناہ اگرچہ دریا کے جھاگ کے مانند ہوں۔

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد کی دعا

سوال: ۔نماز ظہر وعشاء کے بعد کتنی مختصر اور کونسی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے یا نہیں، دعا میں کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللّٰھم انت السلام[1] **الخ استغفر اللّٰہ ،استغفر اللّٰہ ،استغفر**[2] **اللّٰہ** ''مختلف کلمات ذکر منقول ہیں مگر مختصر، معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے '' **لاشتراک السبب وھو اداء السنن بعد الفریضۃ**''۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا سلم وقال خالد کان یقول ھؤلاء الکلمات، اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام، عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۱/ باب مایقول اذاسلم من الصلاۃ، مطبوعہ حیدرآباد.**

[2] **حدثنی معاذ رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ قَالَ بَعْدَ الْفَجْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ کَفَرْتُ عَنْہُ ذُنُوْبَہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ، عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۳۵/ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح، مطبوعہ حیدرآباد دکن.**

عن ثوبان قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اَسْتَغْفَرَ ثَلاثاً وَقَالَ اللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَ مِنْکَ السَّلامُ تَبَارَکْتَ ذَالْجَلالِ وَالإِکْرَامِ قَالَ الْوَلِیْدُ فَقُلْتُ لِلأوزاعِیْ کَیْفَ الاسْتِغْفَارُ قَالَ یَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ مسلم شریف ج ۱/ص ۲۱۸/ کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ مطبوعہ سعد دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر کے بعد اور عصر کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے '' **استغفر اللّٰہ الذی لااله الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ** ''تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

فجر اور عصر میں دعا تسبیحات کے بعد ہو یا سلام کے معاً بعد

سوال:۔عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد تسبیحات فاطمہ کے بعد دعا کرنا مسنون ہے یا سلام پھیرنے کے فوراً بعد دعا کر لینا مسنون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تسبیحات کے بعد بہتر ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا

سوال:۔کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ کر بعد سلام کے اس جگہ سے الگ ہو کر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے، حدیثوں میں کیا حکم ہے، اَیا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

---

[1] ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة یستقبل الناس ویستغفر ون الله ثلاثاً ویقرؤن آیةالکرسی ویقرؤن المعوذات ویسبحون الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین ویحمدون کذالک ویکبرون کذالک الی قوله ثم یدعون انفسهم وللمسلمین (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۲۵۴-۲۵۶/ فصل فی صفة الاذکار **الواردة** بعد صلوٰة الفرض)مطبوعه مصر، شامی کراچی ج ۱/ص ۵۳۰/ باب صفة الصلوة مطلب هل یفارقه الملکان إعلاء السنن ج۳/ص ۱۵۲/ باب الانحراف بعد السلام وکیفیته الخ مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس جگہ سے علیحدہ ہوجانے میں کچھ نقصان نہیں بلکہ جائز ہے کذا فی الکبیری وغیرہ[1] البتہ فجر کی نماز کے بعد بعض روایات میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے[2] لہٰذا اگر اسی دعا کے پڑھنے کی خواہش ہو تو اسی جگہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر اس دعا کا پڑھنا افضل اور موجب ثواب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح:۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح:۔ عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۵/۵۲ھ

جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں امام کسطرف منہ کر کے بیٹھے

سوال:۔ جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ نہیں ہیں ان نمازوں میں امام کس طرف

---

[1] فاذاتمت صلوٰۃ الامام فھو مخیران شاء انحرف عن یسارہ وانشاء انحرف عن یمینہ وان شاء ذھب الیٰ حوائجہ لانہ قضی صلوٰتہ .(کبیری ،ص ۳۳۰، ایضاً ص ۳۴۰/ صفۃ الصلاۃ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

[2] حدثنا طیب بن سلیمان قال سمعت عمرۃ قالت سمعت ام المؤمنین تقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من صلی صلاۃ الفجر اوقال الغداۃ فقعد فی مقعدہ ولم یلغ بشئی من امر الدنیا یذکر اللّٰہ عزوجل حتی یصلی الضحی اربع رکعات خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (کتاب عمل الیوم واللیلۃ ،ص ۴۰/ باب فضل الذکر بعد صلاۃ الفجرِ ،ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنیؒ، ایضاً ص ۵۵/ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

ترجمہ:۔ عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور وہ اپنی جگہ ہی بیٹھا رہا، اور دنیا کے کسی بھی معاملے کا مشتاق نہیں ہوا، (بلکہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ اشراق کی چار رکعت پڑھ لی تو وہ گناہوں سے نکل جاتا ہے، اس دن کے مثل جس دن اس کو اس کی اماں نے جنا تھا۔

متوجہ ہو داہنی طرف یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف زید کہتا ہے کہ داہنی طرف متوجہ ہو، عمر کہتا ہے کہ مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو! ان میں سے کونسا قول صحیح ہے اور کس قول پر فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تینوں طرح درست ہے کسی ایک کا التزام درست نہیں، داہنی جانب متوجہ ہونا کہ قبلہ بائیں جانب ہو جائے اولیٰ ہے، ''وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة یستقبل الناس اِن شاء ان لم یکن فی مقابلته مصلٍ کمافی الصحیحین . کَانَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰه علیه وسلّم اِذَا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ وَاِنْ شَاء الْاِمام انحرف عَنْ یَمِیْنِه وَجَعْلَ القِبْلة عَنْ یَسَارِهٖ وَهَذااولیٰ لمافِی مسلم ، کُنَّااِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَحْبَبْنَااَنْ نَّکُوْنَ عَن یَّمِیْنِهٖ حَتّٰی یُقْبِلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ وَاِنْ شَاءَ ذَهَبَ لِحَوَائجه قال تعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْامِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَالْاَمْر لِلاباحة اھ[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

امام کا مقتدیوں کی جانب یا بجانب شمال رُخ کر کے بیٹھنا

سوال:۔ ہر نماز کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا سنت ہے یا کسی خاص وقت کی نماز کے بعد؟

---

[1] مراقی الفلاح ،ص ۴۹/ باب الامامةفی صفة الاذکارالواردة بعد صلوة الفرض، مراقی مع الطحطاوی ص۲۵۴/ مطبوعه مصر، شامی زکریا ج۲/ص۲۴۸/ باب صفة الصلوة، مطلب فیمالوزاد علی العدد فی التسبیح عقب الصلاة، حلبی کبیر ص ۳۴۰/ صفة الصلوة، طبع لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس نماز کے بعد سنتیں نہیں اس کے بعد شمال، جنوب یا مقتدیوں کی طرف رخ کر لینا ثابت ہے، اور جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد ثابت نہیں بلکہ مختصر دعا کر کے سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ طحطاوی ص ۱۷۱،[1] بدائع۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یفیدان الامام مخیر بعد الفراغ من التطوع او المکتوبة اذالم یکن بعدها تطوع ان شاء انحرف عن یمینه وان شاء عن یساره وان شاء ذهب الی حوائجه وان شاء استقبل الناس بوجهه (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲۵۴/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر، بدائع زکریا، ج ۱/ص ۳۹۳/ فصل فی بیان مایستحب للإمام ان یفعله عقیب الفراغ من الصلاة، تاتارخانیه ج ۱/ص ۵۵۶/ الفصل الثالث فی بیان مایفعله المصلی فی صلاته الخ، قبیل ومایتصل بهذا الفصل، مطبوعه کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفدہم

نماز کے متفرق مسائل

اگر نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو

سوال: ۔وضو بنا کر جب نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نیت باندھے یا بغیر بسم اللہ پڑھے نیت باندھ لے، یعنی نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر بسم اللہ کے نیت باندھنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں، اس موقع پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں،[1] اس کو ضروری سمجھنا غلط اور ناجائز ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بسم اللہ پڑھ کر نیت باندھنا مسنون نہیں بلکہ نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا وغیرہ مسنون ہے، "وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر اصابعه عالمگیری، ج ۱/ص ۷۲/ الفصل الثالث فی سنن الصلوٰة. فتاوی التاتارخانیه ص ۵۱۱/ج ۱، "سنن صلاة"، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، شامی زکریا مع الدرالمختار ص ۱۷۰/ج ۲، باب صفة الصلوة، مطلب فی قولهم الاساءة دون الكراهة.

صلوات خمس کی ابتداء

سوال: ۔کونسی نماز کس پیغمبر پر فرض تھی؟

الجواب حامداًومصلیاً

”قال فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح اول کتاب الصلوٰۃ اخرج الطحاوی عن عبیداللّٰہ بن محمد عن عائشۃؓ ان آدم لما تیب علیہ عند الفجر صلیٰ رکعتین فصارت صلوٰۃ الصبح وفدی اسحٰق علیہ السلام عندالظھر فصلیٰ اربع رکعات فصارت الظھر وبعث عزیر فقیل لہ کم لبثت قال لبثت یوماً فرأی الشمس فقال اوبعض یوم فقیل لہ انک لبثت مائۃ عام میتا ثم بعثت فصلی اربع رکعات فصارت العصر وغفرلداؤد عندالمغرب فقام فصلی اربع رکعات فجھد فی الثالثۃ ای تعب فیھا عن الاتیان بالرابعۃ لشدۃ ماحصل لہ من البکاء واقترفہ مما ھو خلاف الاولیٰ فصارت المغرب ثلاثاً واول من صلی العشاء الاخیرۃ نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم“

قال فی شرح المشکوٰۃ ومعناہ ان نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم اول من صلی العشاء مع امتہ فلا ینافی ان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام صلوھا دون امھم ویؤیدہ قول جبریل علیہ السلام فی حدیث الامامۃ ھذاوقت

---

۲ انّ الامر علی المندوب یبلغہ الی حد الکراھۃ فکیف اصرار البدعۃ التی لااصل لھا فی الشرع، السعایۃ ص۲۶۵/ج۲، قبیل فصل فی القراءۃ طبع لاھور، من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال، مرقاۃ ص۱۴/ج۱، باب الدعاء فی التشھد طبع بمبئی. فتح الباری ص۶۰۹/ج۲، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال طبع دارالفکر بیروت.

الانبیاء من قبلک اھ۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۶۸ھ

کیا قرآن کریم سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہے؟

سوال:۔ میرے ایک عزیز دوست آج کل کچھ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم سے پانچ وقت کی نماز ثابت نہیں ہے، صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث وہی معتبر ہے جو قرآن حکیم سے مطابقت رکھتی ہو، نیز یہ بھی خیال ہے کہ خطۂ ارض پر دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں کہیں دن میں بس ۴/۵ گھنٹے سورج چمکتا ہے، اور ۱۹/۲۰ گھنٹے کی رات ہوتی ہے، ان صاحب کے کہنے کا مطلب یہ کہ پانچ وقت کی نماز کی فرضیت منجانب اللہ نہیں ہے، صرف سنت مؤکدہ ہے، معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ ان کو ضعیف اور ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں، امید ہے کہ آنجناب ہمارے دوست کی راہنمائی فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم میں ہے ''وما اٰتاکم الرسول فخذوہٗ''[2] الخ نیز ارشاد ہے ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ''[3] الخ نیز فرمایا ہے ''ومن یطع الرسول فقد

---

[1] الطحطاوی علی المراقی، ص ۱۳۶-۱۳۷/ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصر، شرح معانی الآثار لطحاویؒ ص ۱۲۹/ج ۱، اواخر باب الصلوۃ الوسطیٰ ای الصلوات طبع مکتبۂ بلال دیوبند، مرقاۃ المفاتیح ص ۳۹۵/ج ۱، باب المواقیت، الفصل الثامن طبع بمبئی.

[2] سورۃ الحشر الآیۃ ۷ (ترجمہ) اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو۔ (بیان القرآن)

[3] سورۃ النساء الآیۃ ۶۴ (ترجمہ) اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے، کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔ (بیان القرآن)

اطاع اللہ" الخ"[1] ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث واجب القبول ہے۔[2] آپ نے ان دوست سے معلوم کیجئے کہ کس کس وقت کی نماز قرآن کریم سے ثابت ہے۔

نیز کتنی رکعتیں ثابت ہیں، نیز ان کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور ان کا انتہائی وقت اور ابتدائی وقت کیا ہے، یہ سب قرآن کریم ہی سے ثابت کریں، جس بات سے قرآن کریم ساکت ہو اور حدیث پاک میں وہ موجود ہو اس کو قرآن پاک کے موافق قرار دیں گے یا خلاف، یا حدیث کا ضعیف اور نا قابل اعتبار ہونا کس بناء پر ہے، قوی اور قابل اعتبار ہونا کس بناء پر ہے اس میں سند کو کچھ دخل ہے کہ نہیں، اس سلسلہ میں ان کے اصول معلوم ہوں تو بات آگے چلے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

نماز و جہاد میں افضل کون

سوال:۔ جہاد افضل ہے، یا دو رکعت نماز فجر باجماعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاد مستقلاً مقصود نہیں بلکہ یہ اعلاءِ دین کا ذریعہ ہے، جیسا کہ قرآن پاک کی آیت "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ[3] الخ" سے مستفاد ہوتا ہے، کہ اگر ہم

---

[1] سورۃ النساء الایۃ۔ (ترجمہ) جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (بیان القرآن)

[2] وما اٰتاکم الخ ھذا یوجب ان کل ما امر بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم امر من اللّٰہ والایۃ وان کانت فی الغنائم فجمیع اوامرہ ونواھیہ دخل فیھا (تفسیر قرطبی، ص ۱۸/ ج ۹/ الجزء الثامن عشر، سورۃ الحشر تحت آیت ۷/ مطبوعہ دارالفکر بیروت. روح المعانی، ص ۵۰/ ج ۲۸، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند) راجع الکفایۃ، ص ۲۷.

[3] سورۃ حج آیت ۴۱/ **ترجمہ**:- یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں (بیان القرآن)۔

اقتدار اور تسلط اپنے بندوں کے عطا فرمائیں تو اس تسلط کے نتیجے میں (کیا کام کریں گے) اقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اقامت صلوٰۃ تو اصل مقصود ہے، اور اقتدار و تسلط اس کے لئے ذریعہ ہے، جو شخص اصل مقصود کو ترک کرتا ہے، اور آلات میں مشغول ہوتا ہے، وہ قلب موضوع کرتا ہے،[1] یہ بھی سوچئے کہ جہاد فرض کفایہ ہے[2] کہ کچھ لوگ اس میں شرکت کریں کچھ شرکت نہ کریں، اور مقصود حاصل ہو جائے، تو یہ کافی ہے، اور اقامت صلوٰۃ فرض عین ہے، جو ہر مکلّف کو کرنا ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

کیا مجذوب مکلّف ہے

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ مجذوب پر نماز، روزہ معاف ہے، اور عمر کہتا ہے کہ نہیں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ روزہ، نماز کی فرضیت کو سمجھتا اور اس کے ادا کرنے کا ہوش رکھتا ہے، تو اس سے معاف نہیں اور اگر نہ فرضیت کو سمجھتا ہے اور نہ ہوش رکھتا ہے تو وہ مکلّف نہیں ہے۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

---

[1] أن المواظبة على أداء فرائض الصلاة في أوقاتها أفضل من الجهاد، لأنها فرض عين و تتكرر، ولأن الجهاد ليس إلّا للإيمان و إقامة الصلاة فكان حسناً لغيره، والصلاة حسنة لعينها وهي **المقصودة** منه، شامی کراص ۱۲۰/ج۴، کتاب الجهاد، مطلب فيه فضل الجهاد. فتح القدير ص۱۸۸/ج۵، کتاب السير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] الجهاد فرض كفاية ابتداء (البحر الرائق، ج۵/ص ۶۰/ کتاب السير (مطبوعه پاکستان) شامی کراچی ص ۱۲۲/ج۴، کتاب الجهاد، فتح القدير ص ۱۸۹/ج۵، کتاب السير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] هي فرض عين على كل مكلف (الدر المختار على الشامي نعمانيه، ج ۱/ص ۲۳۴) کتاب الصلوٰة، تاتارخانية کراچی ص ۴۰۱ ج ۱ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سجدۂ شکر

سوال:۔سجدہ نماز وسجدۂ تلاوت کے علاوہ زائد سجدۂ شکر کرنا خارج صلوٰۃ صحیح ہے یانہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس درجہ میں اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں، جو شخص ناجائز ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت زائل ہو بہتر یہ ہے کہ شکریہ کے لئے دو رکعت ادا کرے اگر یہ نہو تو سجدہ کرنا بھی مفتی بہ قول کی بناء پر مستحب ہے، لیکن نماز کے بعد کرنا مکروہ وممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے، اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز میرے نزدیک بہتر ہے ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں نہایت سخت اور خطرناک ہے ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے۔[1] "**وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوٰة لان الجهلة يعتقدونها سنة**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) او كتاب الصلوة، طبع ادارة القرآن كراچی.

[4] لايصل العبد مادام عاقلاً بالغاً لیٰ إلیٰ حيث، سقط عنه الأمر والنهی (شرح عقائد ص ۱۶۰، مطبوعه ديوبند) نبراس ص ۳۳۶، مكتبه امداديه پاكستان، هی فرض عين علی مكلف (درمختار) ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو انثی او عبداً (الشامی نعمانيه ص ۳۳۴/ج ۱، اول كتاب **الصلاة**، فتاوی تاتارخانه ص ۴۰۱/ج ۱، اول كتاب الصلاة، طبع ادارة القرآن كراچی.)

(**صفحہ ہذا**) [1] اذاجاء احد الخصمين الی صاحبه بفتویٰ الائمة فقال صاحبه ليس كما افتوا وقال لانعمل بهذا كان عليه التعزير (عالمگيری، ج ۲/ص ۲۷۲/ منها مايتعلق بالعلم والعلماء. الباب التاسع فی احكام المرتدين. مجمع الانهر ص ۵۱۰-۵۰۹/ج ۲، باب المرتد الاستخفاف بالعلم طبع دار الكتب العلميه بيروت.

او واجبة و کل مباح یودی الیه فمکروہ اھ[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۵۹ھ

نماز کی ہیئت ترکیبیہ کیوں ہے؟

سوال:۔ جس وقت نماز ادا کی جاتی ہے تو نماز کا یہی طریقہ کیوں لیا ہے کہ رکوع میں جاؤ، سجدہ میں جاؤ، اگر عبادت ہی کرنی ہے تو ایک جگہ بیٹھ کر کیوں نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھو اسی طرح تم نماز پڑھا کرو[۱] نماز کے ارکان، قیام، رکوع، سجود، قرأت سب ہی قرآن پاک میں مذکور ہیں اور ان کا تفصیلی طریقہ خود آنحضرت انے عمل کر کے سکھا دیا ہے۔[۲]

---

[۲] الدرالمختار ص ۵۲۴/ ج ۱، مکتبه نعمانیه، شامی زکریا ص ۵۹۷/ ج ۲، باب سجود التلاوة مطلب فی سجدة الشکر، طحطاوی مع المراقی ص ۴۰۸ فصل سجدة الشکر مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱۳۶/ ج ۱، الباب الثلاثث عشر سجود التلاوة ومما یتصل بذالک مسائل سجدة الشکر مطبوعه کوئٹه.

[۱] وعنه (ای عن مالک بن الحویرث) قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ (مشکوٰة شریف، ص ۶۶/ کتاب الصلاة باب فیه فصلان بخاری شریف، ص ۸۸/ ج ۱ کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔ حضرت رسول کریم نے ارشاد فرمایا نماز پڑھو جس طرح تم مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[۲] فی حدیث أبی هریرة إذا قمت إلی الصلوة فکبر ثم اقرأ ماتیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم افعل ذلک فی صلاتک کلها، بخاری شریف ص ۱۰۹/ ج ۱، کتاب الأذان باب أمر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۶۶/ ج ۱، باب ماجاء فی وصف الصلاة، مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوٰة شریف ص ۷۶/ باب صفة الصلوة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

قرآن پاک پر ایمان لے آنے، اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کو قبول کر لینے کے بعد ''کیوں'' کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، ویسے ہر ہر چیز میں حکمتیں بہت ہیں، مگر ایمان کو قوی کرنے کیلئے ہمیں تعمیل ارشاد ان پر موقوف نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنت طریقہ سے مصلی ناخوش ہوں تو

سوال: ۔اگر کسی مسجد کے امام یا نگراں کار وغیرہ سنت طریقہ پر تراویح یا کوئی دیگر دینی کام کرنا چاہیں مگر مصلی اور محلّہ کے لوگ ناراض ہو جائیں، تو ایسی صورت میں امام اور متولی ومنتظم مسجد وغیرہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سنت طریقہ پر عمل کیا جائے خلاف سنت کاموں کو رواج نہ دیا جائے، جو مصلی سنت پر عمل کرنے سے ناراض ہوں ان کو شفقت اور نرمی سے سمجھایا جائے، کہ اس کام میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہیں، جو کہ مسلمان کے لئے زیبا نہیں، آپ کو ناراض کر کے قیامت میں کیسے شفاعت کی درخواست کر سکیں گے، اور بغیر آپ کی شفاعت کے کیسے نجات ملے گی [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] وَمَاكَانَ لِمُؤمِنٍ وَّلَامُؤمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (سورہ احزاب آیت ۳۶).

[۲] عن ابی هريرة ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال كل اُمّتی يدخلون الجنة اِلّا من ابٰی قيل ومن ابٰی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابٰی، مشكوة شريف ص۲۷ كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسند احمد ص ۳۶۱ ج۲ مسند ابوهريرة، طبع دار الفكر بيروت، من ترک سنتی (بقیہ آئندہ پر)

ترک واجب میں شبہ

سوال:۔ کسی شخص کو یہ وہم یا شک ہوجاتا ہے کہ قعدۂ اولیٰ رہ گیا، یا سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، یا دعاءِ قنوت رہ گئی، تو ایسی صورت میں کیا کرے اور غلبۂ ظن اور مساوات طرفین میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلبۂ ظن پر عمل کرے وہم کا اعتبار نہیں، مساوات بعد الوقت غیر معتبر ہے، وقت کے اندر دوبارہ پڑھ لے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کتنا ہو؟

سوال:۔ زید کا اعتراض ہے کہ جب یہ مسئلہ ہے کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان موافق چار رکعت کے بیٹھے اور مغرب میں تھوڑی دیر تو اکثر مسجدوں میں مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان آدھ گھنٹہ کا وقفہ دیتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے، کیا یہ درست ہے؟ اس آدھ گھنٹہ کی پابندی سخت کرتے ہیں، اور کراتے ہیں، اس کو مفصل تحریر فرماویں، اور کتب حدیث کا بھی حوالہ دیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) لم ینل شفاعتی الحدیث، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱ فصل فی سنن الوضوء طبع مصر، در مختار مع الشامی کراچی ص ۱۴ ج ۲ باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل.

[1] واذ شک فی صلاتہ قال فی فتح القدیر قیدبہ لانہ لوشک بعد الفراغ منہااوبعد ماقعد قدر التشہدلا یعتبر الخ (الشامی، ج ۱/ص ۵۰۶/ باب سجود السھو، مکتبہ نعمانیہ، فتح القدیر ص ۵۱۸/ج ۱، باب سجود السھو دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

احادیث میں آدھے گھنٹہ کی تحدید نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فصل ہونا چاہئے کہ جو شخص کھانا کھا رہا ہو وہ کھانا وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اور جس کو ضرورت ہو وہ قضاء حاجت وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اب اہل مسجد کے اتفاق رائے پر موقوف ہے، بعض جگہ آدھ گھنٹہ وقفہ مقرر کر لیتے ہیں، اور بعض جگہ کم اور کسی نماز کے لئے آدھ گھنٹہ سے بھی زائد، جیسے صبح کی نماز میں اور یہ فرق تفاوت احادیث سے بھی ثابت ہے۔

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم قَالَ لِبلالِ اِجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَمَایَفْرُغُ الاٰکِلُ مِنْ اَکَلہٖ وَالشَارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ وَالْمُعْتَصِرُاِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِہٖ اھ مشکوٰۃ شریف، مختصراً، ص ۶۳ /[1] وقال ابن بطال لاحد لذالک غیر تمکن دخول الوقت واجتماع المصلین اھ فتح الباری، ج ۲ / ص ۸۸ /۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۱ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

نماز کے لئے زبردستی کرنا

سوال:۔ دور حاضر میں جب مسلمانوں نے فرائض مذہبی کو قطعی طور پر پس پشت ڈال رکھا ہے، اور ان کو فرائض مذہبی کو انجام دینے کی تنبیہ کی جاوے تو برا مانتے ہیں، اگر کسی محلّہ میں سمجھوتہ ہو جائے اور اتفاق ہو جائے کہ جو شخص نماز روزہ ادا نہیں کریگا، اس کو اول تو سمجھانے کی

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۶۳-۶۴ / باب فضل الاذان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] فتح الباری، ص ۸۸ / مطبوعہ مصر، کتاب الاذان باب وکم بین الاذان والاقامۃ ج ۲ / ص ۳۱۵ / مطبوعہ بیروت.

کوشش کیجاوے اس پر بھی نہ مانے تو زدوکوب کر کے ادا کرایا جائے ،اور زبردستی نماز پڑھائی جائے ،دریافت طلب امر یہ ہے کہ زبردستی نماز پڑھوانے والوں پر شرعاً گناہ تو صادر نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے ،اور تارک فاسق ہے ،یہی حکم روزہ کا ہے ،[۱] اور احکام شرعیہ کی تبلیغ بھی ضروری ہے ،[۲] پس بے نمازی کو اولاً مسئلہ بتا کر نرمی سے سمجھانا ضروری ہے ،اگر وہ مان جائے اور نماز پڑھنے لگے تو اس پر سختی کی حاجت ہی نہیں اور جو شخص نہ مانے اور اس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسب استطاعت شریعت نے اس پر سختی کا بھی حکم فرمایا ہے ،بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو اگر کوئی اور فتنہ ہو مثلاً وہ نماز کی فرضیت کا انکار کر دے اور اہل محلّہ کو اتنی قدرت نہ ہو کہ زبردستی نماز پڑھا سکیں ، یا اس سختی کی بناء پر وہ مقدمہ کرے اور اس میں ناقابل برداشت مضرت پہنچے جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہو جائے ، یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت وکشیدگی پیدا ہو جائے ، کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپئے آزار ہو جائے تو پھر سختی نہیں چاہئے ،نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہئے ،''قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّاغَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْامِنْ حَوْلِکَ'' الایۃ۔[۳]

---

[۱] هی فرض عین علی کل مکلف یکفر جاحدها وتارکها عمداً مجانةً ای تکاسلاً فاسق (الدرالمختار علی الشامی،ص ۲۳۴ ج ۱/ مکتبه نعمانیه) کتاب اول الصلوٰة . "یکفر بترک الصلوٰة متعمداً غیر ناوٍ للقضاء وغیر خائف من العقاب (البحرالرائق ، ج۵/ص ۱۲۲/ باب احکام المرتدین، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص ۵۰/ ج ۱ ، اول کتاب الصلوة، مطبوعه کوئٹه. والصوم کالصلوة کما فی القهستانی الخ، طحطاوی علی المراقی ص۱۳۸/ اول کتاب الصلوة، مطبوعه مصری)

[۲] قال ابوبکر اکداللّٰه تعالیٰ فرض الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فی مواضع من کتابه و بینه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم فی اخبار متواترة عنه فیه واجمع السلف وفقهاء الامصار علیٰ وجوبه الخ احکام القرآن للجصاص ص ۶۸۲/ ج ۲ ، سورة المائدة بالأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، مطبوعه قدیمی کراچی. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اولاد کو جب وہ دس برس کی ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر نماز پڑھاؤ، نیز یہ بھی آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی معصیت کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوراً دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم مُرُوْا اَوْلَادَ کُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اِبْنَاعَشَرَسِنِیْنَ وَفَرِّقُوْابَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ۔ رواہ ابوداؤد۔[1]

"عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم قَالَ مَنْ رَایٰ مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ رواہ مسلم"۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۴/۵۷ھ

تارک نماز کا حکم

سوال:۔ جو بلا عذر شرعی نماز کو ترک کرے شرعاً اس کا کیا حکم ہے، اور اس کے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے، اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اور صحبت حرام ہوگی یا حلال اور اولاد کیسی ہوگی؟ اور اگر بعد مرنے کے اس شخص کے زجراً اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/ اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے (بیان القرآن)

[1] مشکوٰۃ، ج ۱/ص ۵۸/) کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] مسلم شریف، ج ۱/ص ۵۱/ باب کون النھی عن المنکر من الایمان کتاب الایمان مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فرض عین ہے ہر مکلّف کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر بلا عذر شرعی سستی وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہے، ساتھ ہی اس کو عقاب کا خوف بھی ہے، وہ شخص شرعاً فاسق ہے،[1] کافر نہیں ہے، اول اس کو سمجھایا جائے اور نماز کی اس کو تاکید کی جائے، اگر مان جائے بہتر ورنہ اس سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں حتی کہ تنگ آ کر ترک نماز سے توبہ کر لے اور آئندہ مداومت کے ساتھ نماز پڑھے،[2] اگر وہ نماز کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ وہ فرضیت کا منکر ہے اور استخفافاً اس کو ترک کرتا ہے، اور آئندہ قضاء کی نیت نہیں رکھتا نہ اس کو خوف عقاب ہے، تو ایسا شخص شرعاً کافر ہے، ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، زوجہ کو اس سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، جب تک تجدید نکاح وتجدید ایمان نہ کرے صحبت حرام ہوگی، اور اس کے جنازہ کی نماز، ناجائز ہے، ''ویکفر بترک الصلوٰۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب بحر، ج۵/ص ۱۲۲/ ۔[3] اور نماز کو فرض سمجھتے ہوئے نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھی جائے گی اگر کوئی بڑا شخص دوسروں کی تنبیہ اور زجر وعبرت کے لئے اس پر نماز نہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۴ھ

---

[1] هی فرض عین علی کل مکلف یکفر جاحد ها وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلاً فاسق، درمختار ثم المکلف هو المسلم البالغ العاقل ولو انثی اوعبدا (الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۳۴/ مکتبه نعمانیه اول کتاب الصلوٰة.

[2] قوله نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة)هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم، ج۷/ص ۳۸/)کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته.

[3] (البحر الرائق، ج۵/ص ۱۲۲/)باب احکام المرتدین. عالمگیری ص ۵۰/ج ۱، اول کتاب الصلوة، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

تارک نماز کا کیا حکم ہے

سوال:۔ایک خاص مسئلہ حضور سے دریافت طلب ہے،وہ یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ،اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ صرف عید وبقرعید کی نماز پڑھتے ہیں اورسال بھرفرض نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے ،ان کے لئے شریعت کا کیا مسئلہ ہے وہ مسلمان رہ جاتے ہیں یانہیں ،اگروہ اس ترک نماز کی حالت میں فوت ہوجائیں تو انکا شریعت کے مطابق مسلمانوں میں شمار ہوگا یانہیں اور کچھ لوگ کوئی نماز بھی ساری عمر میں نہیں پڑھتے ،لیکن نماز سے انکار نہیں کرتے ،ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

نماز فرض عین ہے ،جوشخص بلاعذر عمداً نماز ترک کردے قضاء پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اورخوف عذاب بھی نہ ہوتو فقہاء نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے ،جیسا کہ مجمع الانہر میں موجود ہے،[1] اورحدیث میں صاف صاف آیا ہے''مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ جِھَاراً کَمَافِی الْجَامِعِ الصَّغِیْر[2]'' تاہم ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمان ہی جیسا کرنا چاہئے وہ

(گذشتہ کابقیہ) ۴ فبھذاینبغی ان لایصلی علیہ (مرتکب الکبیرۃ) کبائر الائمۃ والمقتدون من الناس (بذل المجھود شرح ابی داؤد ،ج۴/ص ۲۰۲) باب الامام یصلی علی من قتل نفسہ طبع ادارۃ الرشید سھارنپور، (والصلوٰۃ) ای صلاۃ الجنازۃ (واجبۃ) ای فرض کفایۃ (علی کل مسلم) ای میت ظاھرہ الاسلام (برا کان أو فاجراً وان عمل الکبائر)، مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحہ ہذا) ۱ (بقولہ یکفر) بترک الصلوٰۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف للعقاب الخ (مجمع الانھر، ج۲/ص۵۰۸/ باب المرتد مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحرالرائق ص ۱۲۲/ ج۵، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ)

۲ **ترجمہ**:۔جس شخص نے جان بوجھ کرنماز چھوڑ دی تواس نے کھلم کھلا کفر کیا(جامع صغیر،ج۲/ص۱۶۸/حرف المیم)

مرجائے تو غسل وکفن ونماز جنازہ کے بعد دفن کیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

ترک نماز کا دوسروں پر اثر

سوال:۔کیا یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جس محلّہ میں ایک شخص بے نمازی ہو اس محلّہ پر ستّر مرتبہ خدا کی لعنت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لعنت کا تو علم نہیں البتہ اگر محلّہ والوں کو اس کو نماز پڑھانے کی قدرت ہو اور وہ نہ پڑھائیں گے، تو سب وبال میں گرفتار ہوں گے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترک نماز کی سزا

سوال:۔نماز ہر مرد وعورت عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے، جو حضرات نماز نہیں پڑھتے ہیں، ایسے مسلمانوں کے لئے دین محمدی نے کیا سزا تجویز فرمائی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہایت خطرناک حالت ہے ایسے لوگوں کی سزا تو بہت سخت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت

---

[1] **وَالصَّلٰوةُ** وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بِرًّا کَانَ اَوْفَاجِراً وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۰ / باب الامامۃ)

ترجمہ:۔اور نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو خواہ بدہو گرچہ اس نے گناہ کبیرہ کئے ہوں۔

[1] لحدیث جَرِیْر بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَفَعَہٗ مَامِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ فِی قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِی یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَایُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَھُمُ اللّٰہُ مِنْہ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا (ابوداؤد، ج۲/ص ۱۵۱ / کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند)

میں بھی، مگر یہاں سزا دینے کا حق ہر ایک کو نہیں اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھایا جائے، کتاب فضائل نماز ان کو سنائی جائے، پنچایت بنا کر سب کو نماز کی تاکید کی جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

شفعہ کسے کہتے ہیں

سوال:۔ ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے، تو جواب طلب امور یہ ہے کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو رکعت کو۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا

سوال:۔ جدید تعلیم کے حصول میں ظہر کی نماز تو اکثر چھوٹتی ہے، اس تعلیم کا حاصل کرنا کیسا ہے؟ اور اپنے کسی عزیز کی ایسی تعلیم دلانے میں پیسے سے اعانت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ظہر کی جماعت میں اگر مسجد میں جا کر شرکت نہیں کر سکتے تو طلباء خود اپنی جماعت کر سکتے

---

[1] ویکفر بترک الصلوۃ متعمداً غیرنا وللقضاء وغیر خائف من العقاب (البحر الرائق، ج۵/ ص ۱۲۲/ مطبوعہ پاکستان باب احکام المرتد، مجمع الانہر ص ۵۰۸/ ج ۲/ باب المرتد، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] الشفع ھو خلاف الوتر اے رکعتان من الصلوٰۃ (قواعد الفقہ، ص ۳۴۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

ہیں، اگر اس کی اجازت نہیں اور چند ماہ ظہر کی نماز ہی کو قضا کرنا ضروری ہوتا ہے، تو ایسی تعلیم کی شرعاً اجازت نہیں،[1] جس میں اسلام کا اتنا بڑا رکن قضاء کرنا پڑے پھر اس تعلیم کے ثمرات اکثر وبیشتر تو اسلام کے خلاف ہی مشاہدہ کرنے میں آئے ہیں، مثلاً قرآن کے کلام الٰہی اور وحی ہونے میں تردد ملائکہ کے نزول میں تردد، نبوت میں تردد، سوال وجواب قبر میں تردد، حشر اور وزنِ اعمال میں تردد، جنت دوزخ میں تردد، پل صراط میں تردد، غرض عامۃً عقائد متزلزل ہوجاتے ہیں، حتی کہ خدا کے وجود ہی میں تردد پیدا ہوجاتا ہے، پھر اسلامی اعمال واخلاق کی کیا توقع ہوسکتی ہے، الا ماشاء اللہ بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں، جو بسلامت رہ جائیں، ایسی تعلیم کی تحصیل اور اس کی اعانت کا حال ظاہر ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

نماز کے لئے زبردستی کرنا

سوال:۔ کسی کا زبردستی ہاتھ پکڑتا ہے، اور کہتا ہے نماز کا وقت ہوگیا، نماز پڑھو! وہ جواب دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوں میں نمازی ہوں لیکن اس وقت مجھے سخت ضروری کام ہے اس لئے کہ میں نوکر ہوں دوسری مسجد میں پڑھ لوں گا، یہ کہتے ہی اس کو مارتے ہیں، وہ بھی اس کو مارنے لگتا ہے، اپنی جان بچانے کے واسطے آخر باہم تنازع ہوا اس تنازع کے بعد بھی نماز نہیں پڑھی، کیا اس طرح جبراً نماز پڑھانا اور کوشش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وتاركها عمداً مجانةً اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه، الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ج ۱/ص ۳۵۲، كتاب الصلاة.

[2] ولاتعاونوا على الإثم والعدوان سورة مائده آيت ۲ كل ماآدى الى مالايجوز لايجوز وتمامه فى شرح الرهبانية الدرالمختار على الشامى ج۶/ص ۳۶۰، كتاب الحظر والإباحة باب اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً!

امر بالمعروف اور نماز وغیرہ احکام شرعیہ کی تبلیغ بہت اچھی چیز ہے، لیکن جہاں تک ہوسکے نرمی اور شفقت سے تبلیغ کرنی چاہئے، ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ کہے جس سے سننے والے کو طیش آئے اور اشتعال ہوکر سخت کلامی یا لڑائی تک نوبت پہنچے کیونکہ اس سے بسا اوقات دوسرا آدمی نماز سے یا اس کی فرضیت سے بالکل انکار کردیتا ہے، اور کبھی مقدمہ بازی بھی ہوجاتی ہے، یہ چیز آدابِ تبلیغ کے خلاف ہے،[1] بلکہ سوچ سمجھ کر اس طرح کہنا چاہئے کہ اس کا دل نرم ہوجائے اور انکار کرنے اور بہانہ کرنے کا بھی اس کو موقعہ نہ ملے اور سختی کرنے اور طریق مذکور اختیار کرنے سے لوگوں کو وحشت اور نفرت ہوگی "قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ الاية[2]" اور پھر جب ایک شخص کے متعلق علم ہو کہ وہ نمازی ہے نیز وہ خود اقرار کرتا ہے کہ مجھے عجلت ہے میں نمازی ہوں، اور دوسری مسجد میں نماز پڑھوں گا، تو اس پر جبراً تشدد کرنا کہ مار پیٹ اور تنازع ہو ہرگز نہیں چاہئے، البتہ اپنی اولاد وغیرہ جس پر ان کا کچھ اثر ہو تو اس کو مناسب طریقہ سے سمجھانے اور سعی کرنے کے بعد شریعت نے کسی قدر سختی کرنے اور مار کر نماز پڑھانے کو بھی کہا ہے،[3] بشرطیکہ وہ سختی اور مار بھی تحمل سے زیادہ نہ ہو، نیز اس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ "هِيَ فَرض عَيْنَ عَلىٰ كل مُكَلف وَان وَجبَ

---

[1] الامر بالمعروف يحتاج الى خمسة اشياء اولها العلم والثانى أن يقصد وجه الله واعلاء كلمته العليا والثالث الشفقة على المامورفيا مره باللين والشفقة (عالمگیری، ج۵/ص ۳۵۳/) الباب السابع فى الغناء واللهو وسائر المعاصى والامربالمعروف.

[2] اور اگر آپ تندخو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے (بیان القرآن، ج۱/ص ۶۸/ سورۂ آل عمران۔

[3] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم مرُوا اَوْلَادكُمْ بِالصَّلوٰةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَا عَشَرَ سِنِيْنَ اَلْحَدِيْث، مشكوة شريف ج ۱/ص ۵۸، كتاب الصلوٰة الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم.

ضَربَ ابن عَشَر عَلَیْهَا بَیدلا بخشبة اھ درمختار''۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الثانی ۵۷ھ

شکار میں نماز قضاء کرنا

سوال:۔شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حرام ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۶۱ھ

بے نمازی سے ترک تعلق

سوال:۔کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا یا جھوٹا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ج ۱/ص ۲۳۴/ اول کتاب الصلوٰة، شامی زکریا ج۲/ص۴، سکب الانهر علی مجمع الانهر ج ۱/ص۱۰۳، أول کتاب الصلاة مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، طحطاوی مع المراقی ص۱۳۸/ أول کتاب الصلوة مطبوعه مصر.

[2] وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار نعمانیه، ج ۱/ص ۲۳۵/) اول کتاب الصلوٰة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نماز کے بعد کسی چھوٹے کا بڑے سے کچھ پیچھے ہٹ جانا

سوال:۔ بسا اوقات بعض جگہ طلبہ واساتذہ جماعت میں شریک رہتے ہیں جب امام سلام پھیرتا ہے تو جو طالب علم اپنے استاذ کے پاس ہوتا ہے پیچھے کھسک جاتا ہے، یہ فعل کیسا ہے، اور برابر ہی بیٹھے رہنا کیسا ہے، اگر دونوں درست ہیں تو بہتر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

برابر بیٹھے رہنا بھی درست ہے، پیچھے کھسک کر بیٹھنا بھی ادباً درست ہے، یہ نہ اصرار کی

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ ذکر الصلوٰۃ یوماً فقال : مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهُ نُوْراً وَ بُرْهَانًا وَجَاةَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْ عَلَیْهَا لَمْ تَکُنْ لَهُ نُوْراً وَلَابُرْهَانًا وَلَانِجَاةً وَکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَأُبَیِّ بْنِ خَلَفَ رواہ احمد والدارمی وفی روایة ..... ولاتترک **صلوۃً** مکتوبة متعمداً فمن ترکها متعمداً فقد برئت منه الذمة الحدیث رواہ ابن ماجه، مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۵۹/، کتاب الصلوۃ الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم.

وقال سعد بن أبی وقاص قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فی قوله : فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ سَاهُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلاةَ عَنْ وَقْتِهَا تَهَاوُناً بِهَا، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ج ۱۰/ص ۱۸۸، الجزء العشرون، سورۃ الماعون تحت آیت ۵۰۴، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الزوائد للهیثمی ج ۲/ص ۸۰، کتاب الصلاۃ باب فیمن یوخر الصلاۃ عن وقتها، رقم الحدیث ۱۸۲۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.

چیز ہے نہ انکار کی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/رجب ۷۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/رجب ۷۰ھ

مصلیٰ کے قریب باتیں کرنا

سوال:۔امام کے لئے جماعت کے فوراً بعد مسجد میں ہی مصلیٰ کے قریب لوگوں سے روزانہ عادتاً باتیں کرنا اور وہ بھی اس طرح زور سے کہ لوگوں کی نماز میں خلل آئے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح زور سے باتیں کرنا کہ دوسروں کی نماز میں خلل آئے منع ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویستفاد من الشامی، وان سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سناً واهل علم ینبغی ان یتأخر ویقدمه تعظیماً له الخ (شامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۳۸۲/ مطلب فی جواز الایثار بالقرب، شامی زکریا ج۲/ص ۳۱۰/ باب الإمامة، مطلب فی جواز الإیثار بالقرب، البحرالرائق، ج ۱/ص ۳۵۴/ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه.

[2] ان کان هناک من یتأذی بجهرهم کمصلٍ اونائم ندب لهم الا سرار (الفتاوی الحدیثیه، ص۷۶/ مطلب فی ان الجهر بالاوراد عقب الصلوٰة سنة، طبع دارالمعرفة بیروت، شامی کراچی ج ۱/ص ۶۶۰/ مکروهًا صلوة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۵۸/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوة الفرض الخ)

کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائے گی

سوال:۔ کچھ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں بے نمازیوں کو بھی نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں تم جو نمازیں پڑھتے ہو ہمیں علم ہے، ہم انشاء اللہ خدا کے فضل وکرم سے ویسے ہی بخشے جائیں گے، یہ کس حد تک ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے، اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے،[1] حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمائی حالانکہ بخشے بخشائے تھے، تارک نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ اس کا حشر فرعون وہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا، اس سے بے پرواہی اختیار کرنا نہایت خطرناک ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] هی ای الصلوٰة الكاملة وهی الخمس المكتوبة ،فرض عين على كل مكلف (درمختار مع الشامی كراچی ،ج ۱/ص ۳۵۱/ كتاب الصلوٰة) و (يكفر) بترک الصلوة متعمداً غيرناوٍ للقضاء وغيرخائف للعقاب مجمع الانهر ج۲/ص۵۰۸/ باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، طبع دارالكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ج۵/ص ۱۲۲/ باب احكام المرتدين.

[2] عَنْ يَزِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلوٰةُ فَمَنْ تَرَكَهَافَقَدْ كَفَرَ . رواه احمد والترمذی والنسائی ،مشكوٰة شريف،ص۵۸/ الفصل الثانی، كتاب الصلوٰة طبع ياسرنديم ديوبند) عن عبد اللّٰه بن عمر بن العاص عن النبی صلى اللّٰه عليه وسلم انه ذكر الصلوٰة يوماً فقال من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهاناً ونجاة يوم القيامة ومن لم يحافظ عليها لم يكن له نوراً ولا برهاناً ولا نجاة وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف، مشكوٰة شريف ص ۵۹ كتاب الصلوٰة، طبع ياسر نديم ديوبند، مسند احمد ص ۱۶۹ ج۲ مسند عبد اللّٰه بن عمر بن العاص، دار الفكر بيروت.

ترجمہ:۔ وہ معاہدہ جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے، لہٰذا جس نے اس کو ترک کیا تحقیق کے اس نے کفر کیا۔

چیتل کی کھال کا مصلیٰ

سوال: ۔چیتل ایک جانور مثل گائے ہے اس کی کھال کی جانماز کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چیتل کی کھال پر بیٹھنا کھانا کھانا نماز پڑھنا سب درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کو احتلام ہوا دو روز اسی طرح نماز پڑھادی کیا معلوم ہونے پر مقتدیوں کو خبر کرنا ضروری ہے

سوال: ۔امام کو رات میں احتلام ہوگیا، اور خبر نہ ہوئی دو دن تک اسی حالت میں نماز پڑھاتا رہا، بعدہٗ اطلاع ہوئی تو اب دو دن کی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں اور مقتدیوں کو اعادہ کی اطلاع دے یا نہیں کیونکہ اطلاع کرنے میں امام پر سے اعتبار اُٹھ جانے کا اندیشہ ہے ویسے تو امام محتاط آدمی ہے، اسی طرح کسی نے ناپاک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھی اور بعد میں اطلاع ہوئی تو پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کو یقین ہے کہ دو روز پہلے احتلام ہوا تھا (مثلاً اسی طرح کہ جس کپڑے میں اس کا

---

[1] بشرطیکہ دباغت دی گئی ہو یا ذبح شرعی کیا گیا ہو "کل اھاب دبغ وھو یحتملھا طھر فیصلی بہ ویتوضأ منہ الیٰ قولہ وماای اھاب طھر بہ بدباغ طھر بذکاۃ الخ . الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج ۱ /ص ۳۵۵/ کتاب الطھارۃ باب المیاہ ، مطلب فی احکام الدباغۃ، بحر کوئٹہ ج ۱ /ص ۹۹ / کتاب الطھارۃ، تبیین ج ۱ /ص ۲۵/ کتاب الطھارۃ طبع امدادیہ ملتان.

اثر ہے وہ دوروز سے سوتے وقت استعمال نہیں کیا) تو دوروز کی نمازوں کا اعادہ لازم ہوگا، اس کے ذمہ واجب ہے کہ سب مقتدیوں کو اس کی خبر کردے، ورنہ سب کی نماز کا وبال اس پر رہے گا، اگر اس کو یقین نہیں کہ احتلام کب ہوا تھا، تو جس وقت اس کا اثر دیکھا تو اس سے پہلے جب سورہا تھا کہا جائے گا کہ اس وقت احتلام ہوا تھا، اس کے بعد سے جو نماز پڑھی، اس کا اعادہ لازم ہے، مقتدیوں سے ہرگز حجاب وشرم اس معاملہ میں نہ کرے، اگر ان کے نزدیک عزت قائم رہی اور خدا کے نزدیک مستحق غضب ہوا تو وہ عزت کس کام کی ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

نماز میں غلطی پر متنبہ کرنا

سوال:۔نماز پڑھنے کی حالت میں اپنے برابر یا قریب کے کسی دوسرے نمازی کا سہو معلوم ہوجائے جو خود اس کو معلوم نہ ہوا ہو مثلاً چار کے بجائے پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو اس کو آگاہ کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضروری ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۶ھ

---

[1] یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه اوبکتاب اورسول علی الاصح الخ .الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ، ج۲/ص ۳۵۰/ باب الامامة ،مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون الموتم، بحر کوئٹه ص ۳۶۶/ باب الامامة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۰/ قیل فصل یسقط حضور الجماعة.

[2] قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم إن احدکم مرأة اخیه أی انما یعلم الشخص عیب نفسه باعلام اخیه کمایعلم خلل وجهه بالنظر فی المرآة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا

سوال:۔ (۱) کوئی مقتدی اپنے امام کے ساتھ گالی گلوچ کر کے اغلام کی تہمت لگائے اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گالی گلوچ تو سب کے ہی ساتھ منع ہے،[۱] پھر امام کا احترام تو اور زیادہ ضروری ہے، اور بلا ثبوت شرعی اتنی بڑی بات کہنا بہت بڑا جرم ہے، سخت گناہ ہے،[۲] معافی مانگنا واجب ہے، تاہم جس امام پر اتنی بڑی تہمت لگائی اور اس سے معافی نہیں مانگی اور نماز اس کے پیچھے پڑھی فرض اس کا بھی ادا ہو گیا، نماز صحیح ہوگئی۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) فان رأى به أى باخيه أذىً أى عيباً ممايوذيه أو يؤذى غيره فليمط والمعنى فليزل ذالک الأذى عنه أى عن اخيه إما باعلامه حتى يتركه أو بالدعاء له الخ، مرقاة ج۴/ص۶۹۷/ كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، بمبئى.

۱ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الحديث مشكوٰة شريف،ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) بخارى شريف ص ۱۲/ كتاب الايمان، باب خوف المؤمن ان يحبط عمله، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ج ۱/ ص۵۸/ كتاب الايمان، باب قول النبى صلى الليه عليه وسلم سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ الخ، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

۲ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَاِثْمًا مُّبِيْنًا، سوره احزاب آيت ۵۸/.

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اسکے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

سجدہ مصلّے پر اور پیر زمین پر

سوال:۔امام صاحب نماز فرض پڑھانے کے بعد اس مصلے پر آگے بڑھ کر نماز سنت ادا کی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیر مصلے پر (یعنی) اونچے پر اور سجدہ زمین پر (یعنی) نیچے پر نہیں کرنا چاہئے، از روئے شریعت ان مسئلہ سے آگاہ کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

لوگوں کا یہ اعتراض بے محل اور لغو ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد دعا سے پہلے مسجد کے لئے روپیہ وصول کرنا

سوال:۔''اذکار بعد الصلوٰۃ قبل السنن'' کے متعلق اہل سنت والجماعت واکابر دیوبند کا مسلک مع حوالہ تحریر فرمائیں، ہمارے یہاں بعد نماز جمعہ قبل الدعاء مسجد کیلئے مصلیوں سے پیسے وصول کئے جاتے ہیں، جس میں چار پانچ منٹ لگ جاتی ہیں، از روئے فقہ حنفی اس

---

[۱] مقتدی کے نزدیک اگر امام متہم بالفسق ہو یا امام حقیقتاً فاسق ہو تو بھی صحیح ہو جاتی ہے اور مقتدی کو جماعت کا ثواب ملتا ہے وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ الدرالمختار على الشامی زکریا ج۲/ص ۳۰۱/ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۸۴/ الفصل الثالث فی بيان من يصلح امام لغيره، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۶/ فصل فی بيان الاحق بالامامة.

[۲] فاذا قام الامام الى التطوع لايتطوع فی مكانه الذی صلى فيه الفريضة بل يتقدم او يتأخر او ينحرف يمنا او شمالاً حلبی كبير ص ۳۴۲/ باب صفة الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زکریا ج۲/ص ۲۴۸/ باب صفة الصلاة، مطلب فيمانوراد على العدو فی التسبيح الخ، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۷۷/ الفصل الثالث فی سنن الصلاة.

کی گنجائش ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں، فتاویٰ دارالعلوم مکمل مبوب مرتبہ مولانا اکمل صاحب مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند کے حصہ اول ودوم کے باب النوافل میں، ص۲۲۲/ پر سوال ۲۳۹/ کا جواب مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے یوں دیا ہے۔

''جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے'' اس سے گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ مفصل مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

''ویکره تأخیر السنة الابقدر اللهم انت السلام الخ ، قال الحلوانی لابأس بالفصل بالأوراد واختاره الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراهة التنزیهة ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملهٔ علی القلیلة الخ.(درمختار، ج ۱/ص ۳۵۶[1] قبیل فصل فی القراء ة والبسط'' ردالمحتار۔

علماء دیوبند، اہل سنت والجماعت کا مسلک بھی یہی ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت

سوال:۔ جلسہ مروجہ جو کہ رات کے اخیر حصہ دو تین بجے تک علی العموم ہوتا ہے، جس سے

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج ۱/ص ۵۳۰/ شامی زکریا، ج۲/ص ۲۴۶/ باب صفة **الصلاة**، مطلب هل یفارقه الملکان، حلبی کبیر ص۳۴۳/ قبیل کراهیة الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۵۲-۲۵۳/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض.

نماز صبح فوت ہوجانے کا گمان غالب ہوتا ہے، اس میں تعاون کرنا اور شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز فجر فوت ہونے کا مظنہ ہو تو جلسہ میں شرکت نہ کی جائے،[1] اگر فوت نہ ہو تو شرکت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۰ھ

ایک سانس میں دونوں سلام

سوال:۔نماز کے ختم پر دائیں جانب سلام پھیرنے پر کتنے وقفے کے ساتھ بائیں جانب سلام پھیرنا چاہئے، ایک ہی سانس میں دونوں جانب سلام پھیر دیوے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سلام امام کے بعد صف سے ہٹ کر بیٹھنا

سوال:۔جماعت کے اختتام پر بعض مقتدی صف سے ذرا سرک کر قبلہ رو بیٹھ جاتے ہیں، بوجہ بجھاوٹ یا سخت گرمی یا سردی کے، اور تسبیح پوری کر کے امام کے ساتھ ہی دعا میں

---

[1] وکل ماأدی الیٰ مالایجوز لایجوز الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۱۹/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس.

شرکت کر کے فارغ ہو جاتے ہیں تو کیا یہ مقتدی منافق یا گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنے سے وہ منافق بھی نہیں گنہگار بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کسی عامی کو اس کی جگہ سے ہٹانا کسی خاص شخص کے لئے

سوال:۔ اگر امام کے پیچھے کوئی عوام کھڑا ہو جائے اور اسی صف میں طالب علم اور مولوی بھی کھڑا ہو، کیا طالب علم یا مولوی صاحب کو یہ حق ہے کہ اس عوام کو ہٹا کر خود کھڑا ہو جائے، یا امام کو چاہئے کہ اپنے پیچھے طالب علم اور مولوی کو کھڑا کرے تا کہ حدث واقع ہونے پر خلیفہ بنا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ وہ شخص پہلے آ کر امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹا دے، ہاں اگر وہ خود ہٹنے کے لئے رضا مند ہو جائے تو مضائقہ نہیں ''**ویکرہ اشد کراھة ان یقیم الرجل اخاہ فیجلس فی موضعه فی الجمعة وغیرھا قال الکرمانی وظاھر النھی الوارد فیه التحریم لان من سبق الیٰ مباح فھو احق به بخلاف مالو قام الجالس باختیاره واجلس غیره فلاکراھة فی جلوس غیره اھ طحطاوی، ص ۳۰۴**''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (طحطاوی علی المراقی، ج ۱/ص ۴۲۸/)باب الجمعة.

ابتدائے نماز میں اِنِّی وَجَّھْتُ پڑھنا

سوال: ۔ابتداءِ نماز میں ''اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' کومطلقاً پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا فرض وسنت ونوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھے ''اِنِّي وَجَّهْتُ الخ'' نہ پڑھے نہ فرض میں نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے مضائقہ نہیں، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے۔ ھکذا یستفاد من البحر الرائق، ص ۳۶۰/[1] والزیلعی[2]، ج ۱/ص ۱۱۱/ وشرح المنیة الکبیری، ص ۲۹۶۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سجدہ میں بسم اللہ

سوال: ۔سجدہ میں تسبیح سے پہلے تسمیہ نکل گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی حرج نہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] البحرالرائق، ج ۱/ص ۳۰۶/(مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ) فصل واذاارادالدخول فی الصلوٰۃ

[2] زیلعی، ج ۱/ص ۱۱۱/ (مطبوعہ امدادیہ ملتان) فصل واذاارادالدخول فی الصلوٰۃ کبر.

[3] کبیری، ص ۲۹۶/ مطبوعہ دھلی. سنن الصلوٰۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور ص ۳۰۱/ باب صفة الصلوة. (حاشیہ [4] اگلے صفحہ پر)

مقتدی سے فرض کہہ کر سنت پڑھنا

سوال:۔زید ہمیشہ عصر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا عادی تھا، ایک روز اس کا دوست بکر آ گیا اور کہا چلو دونوں آدمی چلکر جماعت سے فرض پڑھ لیں آج سنت نہ پڑھو تو کیا حرج ہے، اس پر زید نے کہا کہ میں ہمیشہ سنت پڑھتا آیا ہوں، بغیر سنت کے فرض نہ پڑھوں گا، اس پر دونوں بہت دیر تک بحث کرتے رہے، آخر میں زید نے بکر کے شر سے بچنے کے لئے سنت کی نیت کر کے کہا کہ اچھا چلو میں فرض ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر سنت کی نیت باندھ لی، اور بکر مقتدی بن گیا، سلام پھیرنے کے بعد زید نے کہا میاں ہم نے تو سنت پڑھی ہیں، اب پھر سے دونوں فرض پڑھیں گے، بکر نے کہا کہ میرا سارا گناہ تمہارے سر ہے، اب میں دوبارہ نہ ادا کرونگا، مجھے تم نے کیوں دھوکا دیا، تم نے سنت کی نیت کر کے فرض بتائی میں نے فرض کی نیت باندھ لی میری نماز ہوگئی تم جانو تمہارا کام جانے، ایسی صورت میں بکر کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی، جب کہ زید نے سنت کی نماز ادا کی تھی، زید بہت نادم ہے، کہ اب عذاب الٰہی سے بچنے کا کیا ذریعہ ہے کیونکہ اس کا سارا گناہ مجھ پر ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکر کا زید کو سنت سے روکنا شرعاً مذموم ہے،[1] پھر زید کا بکر کو دھوکہ دے کر فرض بتا کر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] کذا یستفاد من قولهم : ولو لدغته عقرب فقال بسم الله تفسد صلاته عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ ..... وقیل لاتفسد لأنه لیس من کلام الناس وفی النصاب وعلیه الفتویٰ الخ، عالمگیری ج ۱/ص ۹۹/ الباب السابع فیمایفسد الصلوة الخ، الفصل الاول فیمایفسدها، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] وفی الحدیث الصحیح أول مایحاسب به العبد یوم القیامة من عمل صلاته فإن صلحت فقد أفلح وأنجح و إن فسدت فقد خاب وأجنح وخسر فإن انتقص من فریضته شیئا قال الرب سبحانه و تعالیٰ أنظر وا هل لعبدی من تطوع فیکمل به ماإنتقص من الفریضة (بقیہ آئندہ پر)

سنت پڑھنا بھی شرعاً مذموم ہے،[۱] لیکن جب بکر کو معلوم ہوگیا کہ زید نے سنت پڑھی ہے تو بکر کو فرض پھر ادا کرنا چاہئے،[۲] بکر فرض ادا نہیں کرے گا تو بکر کے ذمہ فرض باقی رہے گا، اور بکر گنہگار ہوگا،[۳] لیکن اگر بکر کے نزدیک زید جھوٹا ہے اور اس نے فرض پڑھ کر یہ کہا ہے کہ میں نے سنت پڑھی ہے، تو بکر کے ذمہ فرض کو دوبارہ پڑھنا لازم نہیں، اس کی نماز درست ہوگئی۔[۴] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) ثم یکون سائر عمله علی ذالک الخ مرقاة شرح مشکوٰة ج۲/ص ۱۱۰/ باب السنن و فضائلها، مطبوعه بمبئی، نسائی شریف ج ۱/ص ۵۴/ کتاب الصلوٰة، باب المحاسبة علی الصلوة، مطبوعه فیصل دیوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ عن أبی هریره رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم قَالَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، مسلم شریف ج ۱/ص ۷۰/ کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم من غشنا فلیس منا، مطبوعه رشیدیه دهلی.

۲ ولامفترض بمتنفل الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص ۳۲۴/باب الامة، وفسد اقتداء المفترض بإمام متنفل (البحر الرائق، ج ۱/ص ۳۶۱) باب الامامة (مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

۳ عن ابی الدرداء قال اوصانی خلیلی أن لا تشرک باللّٰه شیأ ..... ولا تترک الصلوة مکتوبة متعمداً فمن ترکها ..... فقد برئت منه الذمة، مشکوٰة شریف ص۵۷ کتاب الصلوٰة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۴ کذا یستفاد رجل أم قوماً شهراً ثم قال کنت علی غیر وضوءٍ أو قال ثوبی قذر قال یعیدون صلاتهم إلا ان یکون ماجنا فحینئذ لا یلتفت الی قوله ولا یعیدون الصلوة ..... الماجن المائل الی الهزو اللعب وفی الظهیریة الماجن هو الفاسق الخ تاتارخانیة ص۶۰۴ ج ۱ الفصل السادس فی بیان من هو احق بالامامة کتاب الصلوة، مطبوعه کراچی، طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۹ باب الامامة، مطبوعه مصری، عالمگیری کوئٹه ص۸۷ ج ۱، الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره.

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال: ۔ ہمارے گاؤں میں شیعہ طبقہ کے لوگ بھی رہتے ہیں، اور وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اور ہم لوگ مسلک حنفی کے ہیں، اور وہ لوگ ہم لوگوں کو شیعہ مذہب کی تلقین کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حدیث اور قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ نیت باندھ کر نماز پڑھو، نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن کریم میں صاف صاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم ہے ''وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ[۲] الخ'' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہے، اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے، ''عَنْ قُبَیْصَةَ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَبِیْعَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلّم یؤمَّنَا فَیَاخُذُ شِمَالَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۔[۳] رواه الترمذی وابن ماجه عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُوْمَرُوْنَ اَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِهِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوةِ رواه البخاری[۴] یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف، ص ۷۵-۷۶/ پر موجود ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو (بیان القرآن، ج ۳/ص ۱۲۴/سورہ حشر آیت نمبر ۷/ پارہ ۲۴۔

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص ۷۶/ باب صفة الصلوٰة الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم.

[۳] مشکوٰۃ شریف، ص ۷۵/ باب صفة الصلوٰة الفصل الاول.

کیا نجات کیلئے صرف نماز جمعہ کافی ہے

سوال:۔ایک آدمی ہے کہ عمر بھر میں کبھی نماز نہیں پڑھتا سوائے جمعہ کے اس آدمی نے رمضان کی پہلی تاریخ کو مسجد میں آ کر نماز پڑھ لی اس کے متعلق ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے، یہ دوزخ میں کبھی نہیں جائے گا، یعنی مستحق دوزخ نہیں ،مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیا!

صرف ایک دن نماز پڑھنے سے عمر بھر کے لئے عذاب سے نجات پالینا نصوص واصول سے ثابت نہیں، بلکہ صریح مخالفت ہے، پانچ وقت کی نماز روزانہ قطعی طور سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے، اور جس نے ایک روز کی نماز کو کافی بتلایا ہے، وہ مولوی نہیں، بلکہ اس نے غلط بتلایا ہے، اس کی اس بات پر عمل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور پانچ وقت کی نماز کو فرض اعتقاد نہ کرنا کفر ہے،'' **ویکفر بقوله اصبر الی مجئی شهر رمضان حتی نصلی فی جواب قال صلّ اھ مجمع الانهر**[1] **هی الصلوٰة الکاملة وهی الخمس المکتوبة فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحده لثبوتها بدلیل قطعی اھ، درمختار شامی**[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۸/۶/۵۹ھ

---

[1] (مجمع الانهر ،ج۲/ص ۵۰۸/) کتاب السیر والجهاد)مطبوعه عباس احمد الباز .

[2] (الدرالمختار علی الشامی ،ج ۱/ص ۲۳۴/ کتاب اول الصلوٰة) مکتبه نعمانیه، البحرالرائق ج۵/ص ۱۲۲/ باب احکام المرتدین مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ج ۱/ص ۵۰/ اول کتاب الصلوة مطبوعه کوئٹه.

کیا بے نمازی جنت میں جائے گا

سوال:۔ بے نمازی کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ کیا بے نمازی جنت میں جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی شخص نماز کو فرض ہی نہ سمجھے تو وہ مومن نہیں، اگر فرض تو کہتا ہے، مگر نماز نہیں پڑھتا اور اس کو عذاب کا خوف بھی نہیں، قضا پڑھنے کا ارادہ بھی نہیں اس کے ایمان کا باقی رہنا دشوار ہے[1]، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۶ھ

مغرب کی نماز کے لئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا

سوال:۔ شہر برہان پوری میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کر کے آتے ہیں، اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کر لے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے، کیا اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] ویکفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلاً فاسق الخ درمختار على الشامي زكريا، ج۲/ص۵/ اول كتاب الصلوٰة، مجمع الانهر ج ۱/ص۱۰۳/ كتاب الصلاة مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، عالمگيرى كوئٹه ج ۱/ص ۵۰/ كتاب الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بناء شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے[1] (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے ''لَاتَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلیٰ ثَلَاثَةِ مَسَاجِد[2]''(الحدیث) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ

بہشتی گوہر کی ایک عبارت کی تنقیح

سوال: ۔بہشتی گوہر حصہ یازدہم (مطبوعہ کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم کے ص ۷۰/ پر نماز قضا ہوجانے کے مسائل کے تحت مسئلہ نمبر ۲/ کی عبارت غالباً نظر ثانی سے رہ گئی، مطبوعہ عبارت یہ ہے ''اگر کوئی لڑکا نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہوگیا ہے، تو بقول راجح اس کو چاہئے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے'' قدیم وجدید متعدد نسخے دیکھے، سب میں یہی عبارت طبع ہوئی ہے ،جس کی تصحیح نہ ہوسکی، شامی ،ج ۱/ص ۵۰۹/ مصری کو دیکھا اس کے اعتبار سے اس مسئلہ کی عبارت یہ ہونی چاہئے ''اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے

---

[1] وعن ابن انسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم ..... وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي مَسْجِدِى بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةً رواه ابن ماجه، مشكوة شريف ص ۷۲/ الفصل الثالث، باب المساجد ومواضع الصلوة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] مشكوٰة شريف ص ۶۸/ باب المساجد ومواضع الصلوة الفصل الاول طبع ياسر نديم ديوبند.

بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ احتلام ہوگیا ہے، تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضاء پڑھے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بقول راجح عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے'' چونکہ عبارت کی یہ غلطی برسوں سے چلی آرہی ہے، اس کی تصحیح دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جس طرح مناسب ہو ہوجانی ضروری ہے''صبی احتلم بعدصلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزم قضاؤھا ولو استیقظ قبل الفجر لزمه اعادتها اجماعاً ،شامی، ج ۱/ص ۵۰۹''۔

الجواب حامداً ومصلیا!

نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اس سے پہلے ادا کی ہوئی فرض متصور نہ ہوگی، جس نابالغ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سوگیا، اور اس کو احتلام ہوا، جس سے وہ بالغ شمار ہوگیا، اور اس پر نماز فرض قرار دی گئی، اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ طلوع فجر سے پہلے اس نوم سے بیدار ہوا تو اس پر بالاجماع عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ وقت عشاء ختم ہونے سے پہلے بالغ اور مکلّف ہوگیا، اور اس کی عشاء کی پڑھی ہوئی نماز ''فرض'' نہیں تھی، اگر طلوع فجر کے بعد بیدار ہوا تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو طلوع فجر کے بعد میں احتلام ہوا ہو، تو اس کے ذمہ عشاء کی نماز کا اعادہ لازم ہوگا، یہ دوسرا قول مختار ہے، ''صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء استیقظ بعد الفجر لزمه قضاؤها (درمختار) قولهٗ لزمهٗ قضاء ها لانها وقعت نافلة ولما احتلم فی وقتها صارت فرضاً علیه لان النوم لایمنع الخطاب فیلزمه قضائها فی المختار ولذااستیقظ قبل الفجر لزمه اعادتها اجماعاً الخ ردالمحتار،[1] ج ۱/ص ۴۹۴/ قبیل باب السجود''۔

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ج ۱/ص ۴۹۴/ مطلب اذا سلم المرتد هل تعود حسناته ام لا .الدرالمختار عالی الشامی زکریا ج۲/ص۵۳۸، هندیه کوئٹه ج ۱/ص ۱۲۱/ الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی گوہر کی عبارت مسئولہ صحیح ہے، اس پر نظر ثانی کی ضرورت نہیں، چہ جائیکہ تصحیح کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۲ھ

باب اول

نماز جمعہ

فصل اول : وقتِ نماز جمعہ

جمعہ کے دن زوال کا حکم

سوال:- جمعہ کے دن سورج سر پر ہونے کے وقت نفل وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین استواء کے وقت کسی نماز فرض یا نفل کا شروع کرنا مکروہ ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے روز اس وقت نفل مکروہ نہیں۔ **ویکرہ تحریماً مطلقاً ولو قضاء او واجبة اونفلا اوعلیٰ جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء الایوم الجمعة اه در مختار[1] ص ۳۸۴/ وروی عن ابی یوسفؒ انه جوز التطوع وقت الزوال یوم الجمعة اهـ کبیری[2] ص ۲۳۵/.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص۲۴۸/ج۱/ مطلب یشترط العلم بدخول الوقت، کتاب الصلوة.

[2] حلبی کبیری ص۲۳۷/باب الشرط الخامس فی الأوقات المکروهة. تاتارخانیه کراچی ص۴۰۷،۴۰۸/ج ۱/فی بیان الاوقات التی تکره فیها الصلاة، الدر مع الرد زکریا ص ۳۰، ۳۱/ ج۲/ مطلب یشترط العلم بدخول الوقت، کتاب الصلوة.

استواء شمس کے وقت جمعہ کے روز نماز کا حکم

سوال:- رمضان المبارک میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بروز جمعہ اذان نماز جمعہ سے قبل بوقت استواء اور زوال لوگ نوافل پڑھتے رہتے ہیں کیا یہ نوافل پڑھنا درست ہے۔ اور جمعہ کے دن ان کی اجازت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عین استواء شمس کے وقت جمعہ کے روز امام ابو یوسفؒ کے قول پر نوافل پڑھنا درست ہے بلا کراہت، امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے یہ ہی راجح ہے۔ کذافی الغنیہ ص ۲۳۵[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۳۳/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ

جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے کا حکم

سوال:- ہم یہاں ہیں اکثر طبقہ مزدور کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکہ برطانوی وقت کے مطابق دو بجے دن میں کام شروع کرتا ہوں یہاں صبح وشام دو شفٹ ہیں لہذا جو حضرات صبح کام کرتے ہیں وہ نماز جمعہ اطمینان سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہاں پر دو مسجد ہیں دوسری مسجد

[1] ثلثة ای ثلثة اوقات یکره فیها الفرض والتطوع، عند طلوع الشمس وعند غروبها ووقت الزوال وروی عن ابی یوسف انه جوز التطوع وقت الزوال یوم الجمعة ای من غیر کراهة ولهما اطلاق النهی والمحرم مقدم علی المبیح عند التعارض. غنیة ص۲۳۷/ باب الشرط الخامس فی الاوقات المکروهة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه کراچی ص۴۰۷،۴۰۸ ج۱/ فی بیان الاوقات التی یکره فیها الصلاة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۰، ۳۱ ج۲/ کتاب الصلاة، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت.

میں تین بجے جمعہ ہوتا ہے، ایک مسجد میں ایک دو بجے ہوتی ہے نماز جمعہ کیونکہ یہاں پر گرمی اور سردی میں گھڑی کے وقت میں ایک گھنٹے کا فرق ہے، مثلاً برطانوی وقت جیسے کرینج مین ٹائم (جو بین الاقوام وقت ہے یہی ہے) کہتے ہیں بھارت میں ۵½ گھنٹہ سردی اور گرمی میں ۴½ گھنٹہ کا فرق رہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہیکہ یہاں ایک بجکر ۱۵/منٹ پر یا ۱۸/منٹ پر ہوتا ہے پہلی اذان ہر حالت میں ایک بجکر تیس منٹ پر ہوتی ہے، جماعت یا تو ڈیڑھ بجکر ۳۵/منٹ پر ہوتی ہے لیکن اصل حضرات تقریباً دوسو یا تین سو ہوجاتے ہیں جو اکثر وبیشتر زوال کے وقت نوافل یا قضا فائتہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ استواء کے وقت نوافل یا قضاء فائتہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ وقت مکروہ ہے، لیکن اس وقت میرے سامنے دو فتاویٰ ہیں دونوں کو تحریر کرتا ہوں۔

پہلے فتاویٰ دارالعلوم جلد پنجم، مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب ص۱۱۲/سوال نمبر ۲۲۵۹/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صحیح یہ ہے کہ زوال کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے الیٰ آخرہٖ''

دوسرے فتاویٰ وکرہ تحریما الخ. ملاحظہ ہو اب یہاں پر فتاوی اشرفیہ موجود ہے جو گجراتی زبان میں جس کا ترجمہ ہے سوال وجواب تحریر کرتا ہوں۔ کتاب الصلوۃ، الاوقات الصلوۃ ص۴۲/۔

''**سوال**:- جن اوقات میں نماز مکروہ ہے ان میں قضا نماز پڑھنا جائز ہے۔

جواب:- جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں قضا نماز بلاحرج پڑھ سکتے ہیں جس قدر ممکن ہو قضا نماز جلد از جلد پڑھ لے باب الجمعہ ص۵۷/سوال نمبر ۲۶۴/۔''

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سوال:- جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز پڑھنا جائز ہے، زوال کے وقت نہیں پڑھنا

چاہئے، حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت تحیۃ الوضو پڑھنا جائز ہے، حدیث دال ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت دوزخ شروع کی جاتی ہے، امام ابوحنیفہؒ منع کرتے ہیں لیکن فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے جمعہ کے علاوہ دیگر دنوں میں زوال کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے دونوں مسئلوں میں حوالہ جات کا اندراج نہیں ہے فتویٰ دارالعلوم اور قرآن میں تطبیق کی کیا شکل ہے؟ یہاں پر بعض منع بھی کرتے ہیں اور بعض جواز کے قائل ہیں، لہذا یہ چند سطریں تحریر ہیں امید ہے کہ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں قول کتب فقہ ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہیں[۱] ایک کو امداد الفتاویٰ[۲] میں لیا گیا ہے دوسرے کو فتاویٰ[۳] دارالعلوم میں لیا گیا ہے، امداد الفتاویٰ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا قول اوسع ہے، اور فتاویٰ دارالعلوم کا قول احوط ہے، دونوں باتوں کی گنجائش ہے، جواب صحیح ہے اور مزید تفصیل وتطبیق یہ ہے کہ طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال شمس یہ تین وقت کراہت کے ہیں کہ ان وقتوں میں نفل غیر نفل کوئی نماز پڑھنی درست نہیں، بجز اس کے کہ عصر کی نماز باقی رہ گئی ہو اور پڑھتے پڑھتے آفتاب ڈوب جائے اور دوسرے یہ کہ جمعہ کے دن زوال شمس کے وقت امام ابو یوسف کے نزدیک تحیۃ الوضو پڑھ سکتے ہیں[۴]، اور ان کراہت کے تین اوقات کے علاوہ عصر کی فرض پڑھ لینے کے بعد غروب شمس سے پہلے اور فجر

---

[۱] وکرہ تحریما صلاۃ مطلقا مع شروق واستواء الا یوم الجمعۃ علی قول الثانی (درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۱/ج۲/ کتاب الصلوۃ، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۸۰/ج۱/ المواقیت، نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکرہ فیھا الصلاۃ، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۱۵۱/ فصل فی الاوقات المکروھۃ)

[۲] لم نجدہ فی امداد الفتاوی بعد تتبع کثیر.

[۳] فتاوی دارالعلوم ص ۶۸/۲/ فصل ثانی اوقات مکروھۃ مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۴] ثلاثۃ یکرہ فیھا التطوع والفرض وذالک عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعند غروب الشمس (الی قولہ) وعن ابی یوسف انہ جوز النفل وقت الزوال یوم الجمعۃ ورکعتی التحیۃ (تاتارخانیہ کراچی ص ۴۰۷،۴۰۸/ج۱/ مواقیت، نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکرہ فیھا الصلاۃ)

کی نماز پڑھنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے یہ دو وقت ایسے ہیں کہ ان میں صرف قضا پڑھ سکتے ہیں مگر نفل واجب وغیرہ نہیں پڑھ سکتے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈیوٹی کے وقت جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب

سوال:- میں ایک سرکاری ملازم ہوں آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اس ڈیوٹی میں باقاعدہ نماز کے لئے جانا ہوتا ہے اس سے میری ڈیوٹی میں حرج واقع نہیں ہوتا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ڈیوٹی میں غیر حاضر رہتا ہوں تو کیا مجھے نماز جمعہ کا ثواب ملے گا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جمعہ جب وقت پر ادا کرتے ہیں تو اس کا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ملے گا[2] اور دوسری کوتاہیاں جو آدمی میں موجود ہوں ان کی وجہ سے نماز کا ثواب ضائع نہیں ہوتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ووقتان آخران یکره فیهما التطوع وهما بعد طلوع الفجر الی طلوع الشمس الا رکعتی الفجر ما بعد صلاه العصر الی وقت غروب الشمس ولا یکره فیهما الفرائض (تاتارخانیه کراچی ص۴۰۸/ج۱/ نوع آخر فی بیان الاوقات التی یکره فیها الصلاة، مراقی مع الطحطاوی ص۱۵۱/ مطبوعه مصر، فصل فی اوقات المکروهة، حلبی کبیری ص۲۳۸/ الشرط الخامس، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال من اغتسل ثم اتی الجمعة فصلی ما قدرله ثم انصت حتی یفرغ من خطبته ثم یصلی معه غفرله مابینه وبین الجمعة الاخریٰ، وفضل ثلاثة ایام (مسلم شریف ص۲۸۳/ج۱/ کتاب الجمعة، فصل من اغتسل او توضأ الخ، مکتبه بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ص۱۵۰/ج۱/ باب فضل الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : اذان جمعہ

اذان خطبہ کا جواب اور اس کے دلائل

سوال :- میں ایک مسلمان حنفی المذہب ہوں، اور شہر کی جامع مسجد کا سکریٹری و منتظم ہوں، جمعہ کی اذان کے متعلق معلوم کرنا ہے کہ اسے دہرادیں یا کہ نہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب امام خطبہ کے لیے نکلے اس وقت سے کلام کرنا اور نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ لیکن صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ جب امام خطبہ شروع کرے تب کلام کرنا ممنوع ہے، جس پر متعدد حدیثیں ہیں۔

(۲) نماز ظہر کے اختتام کا وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں ان کے شاگردوں وصاحبین کی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۳) کلام کے معنی ہیں ایک کا دوسرے سے بات کرنا، اذان کا دہرانا کسی سے کلام کرنا نہیں ہوا، نیز یہ کہ کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں اس بابرکت اذان جمعہ کو دہرانے کی مخالفت آئی ہو۔

(۴) میرے منسلکہ حوالہ جات کے جواب میں حافظ مولوی ابوبکر صاحب نے ایک تحریر بھیجی ہے جس کو میں بغرض ملاحظہ منسلک کرتا ہوں اور استدعیٰ ہے کہ آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم بتلائیں۔

(حوالہ جات منجانب محی الدین صدیقی)

جواب دینا مؤذن کا واجب ہے، باب الاذان مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص۲۳۳/ جواب دینا مؤذن کا مستحب ہے رواہ مسلم ص۲۳۵/ اور اگر سننے والا پائخانہ میں ہو یا جماع کرتا ہو یا نماز میں ہو تو جب فارغ ہو جائے کلمات جواب اذان کے کہہ لے۔

جواب دینے والا بعد اذان کے دعا پڑھے تو حضرت ﷺ کی شفاعت اسکے لئے واجب ہے۔ رواہ البخاری ص۲۳۰/ ج۱/۔

اذان کا جواب دینے والے کو مؤذن کے برابر ثواب ملے گا۔ رواہ ابوداؤد ۲۳۹/۔

حضرت معاویۃ رضی اللہ عنہ نے اذان سن کر اذان کو دہرایا۔ رواہ النسائی ص۲۴۰/۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے اذان سنکر اذان کو دہرایا۔ رواہ ابوداؤد ص۲۴۰/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حضرات اذان بین یدی الخطیب کے جواب کو جائز یا لازم کہتے ہیں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے منبر پر اذان کو سنکر جواب دیا اور فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی جواب دیا تھا یہ حدیث شریف بخاری شریف میں بھی مذکور ہے[1] مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس سے استدلال کیا ہے[2] مگر احقر

---

[1] عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ مَعَاوِيَةَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ الى قوله فلما إنقبض التأذين قال يا ايها الناس انى سمعت رسول الله صلى الله وسلم على هذا المجلس حين اذن المؤذن يقول ما سمعتم منى من مقالتى. بخاري شريف ص۱۲۵/ ج۱/ كتاب الجمعة، باب يجيب الامام على المنبر، رقم الحديث ۹۰۴/ مطبوعه اشرفي ديوبند.

ترجمہ :- حضرت سہیل بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ پھر جب اذان ختم ہو چکی تو معاویہ نے کہا اے لوگو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مقام (منبر) پر کہ جب مؤذن نے اذان دی تو آپ وہی کہتے جاتے تھے جو تم نے میری گفتگو سنی۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کے خیال ناقص میں اس کا محمل امام ہے۔ بقیہ حاضرین نہیں امام کو خطاب وکلام امر بالمعروف نہی عن المنکر کا بھی حق ہے[۱] مگر دوسروں کے لیے تو یہ ہے کہ **اذا قلت لصاحبک انصت فقد لغوت**[۲] اس لیے وہ **اذا خرج الامام فلاصلاۃ ولا کلام**[۳] کے پابند رہیں بدائع الصنائع[۴] میں ہے کہ نفس خروج امام بمنزلہ شروع فی الخطبہ کے ہے۔ یہی اقرب معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی ہے جس کا نام ہے ''**العطر العنبری فی جواب الاذان المنبری**۔''

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان خطبہ کا جواب اور اس کے بعد دعا

سوال:- جمعہ میں جو خطبہ کی اذان ہوتی ہے اس کا جواب دینا کیسا ہے؟ اور اذان

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ وقد کنت مظطربا فی ھذہ المسئلۃ من سابق الزمان متیقنا عدم کراھۃ الاجابۃ لذالک الاذان مذینا ببناء ھزہ التصریحات علی القول المرجوع للامام النعمان الی ان اطلعت علی الحدیث الذی رواہ البخاری کما ذکرتہ فانہ صریح فی ان معایۃ قد اجاب المؤذن علی المنبر قبل شروعہ فی الخطبۃ (سعایہ ص:۲/۵۳، باب الاذان، سھیل اکیڈمی لاوھور)

(صفحہ ہٰذا) ۱ ویکرہ للخطب ان یتکلم فی حال خطبتہ الا اذا کان امراً بمعروف فلا یکرہ لکونہ منھا البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹/ج۲/ باب الجمعۃ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۲/ج۳/ باب الجمعۃ، مطلب فی قول الخطیب الخ. تاتارخانیہ کراچی ص۶۶/ج۲/شرائط الجمعۃ.

۲ بخاري شريف ص۱۲۸/ج۱/ (مطبوعه اشرفي ديوبند) باب الجمعة، باب الانصات يوم الجمعة، رقم الحديث ۹۲۴/.

ترجمہ:- جب تو نے اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہو تو تو نے لغو حرکت کی۔

۳ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴/ج۳/ وشامی نعمانیہ ص۵۵۰/ج۱/ باب الجمعۃ.

ترجمہ:- جب امام خطبہ کے لیے نکل کر جائے تو نہ نماز ہے نہ کلام۔

۴ اذا خرج للخطبۃ کان مستعداً لھا والمستعد للشئ کالشارع فیہ، بدائع الصنائع ص۲۶۵/ ج۱/ (مطبوعہ کراچی) فصل في صلاة الجمعة، فصل في بيان شرائط الجمة، في محظورات الخطبة.

خطبہ کے بعد دعا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دل میں جواب دے اور دل میں ہی دعا پڑھ لے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

سوال:- فقہ کا جزئیہ ہے کہ جب امام خطبہ دینے کے لیے بیٹھے اور اذان دلائے تو اس کا جواب نہ دیا جائے، مگر العرف الشذی ص۴۴/ پر ہے۔ **ولعل المختار قول العناية كمافي البخاري ان امير المؤمنين معاوية رضي الله عنه جلس على المنبر واجاب الاذان وقال انّي رايت رسول الله ﷺ يفعل هكذا في هذا الموضع** شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں **والتاويل فيه بعيد** دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمل کس پر کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے منبر پر آنے کے بعد خطبہ شروع ہونے سے پہلے صلوٰۃ، کلام، سلام کے جواز اور عدم جواز میں امام اعظم رحمہ اللہ اور صاحبین میں اختلاف ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، **اذا خرج الامام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام حتى يفرغ من خطبته قال وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا لابأس بالكلام إذا خرج الامام قبل ان يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر هداية**[2] ص۱۵۱ ج۱/

---

[1] وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدى الخطيب الدرالمختار على الشامي زكريا ص۷۰/ ج۲/ باب الاذان. مطلب فى كراهة تكرار الجماعة الخ. بحر كوئٹه ص۲۶۰/ ج۱/ باب الاذان، مراقى مع الطحطاوى ص۱۶۳/ باب الاذان، مطبوعه مصر.

[2] هدايه ص۱۷۱/ ج۱/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص۶۹/ ج۲/ شرائط الجمعة، مجمع الانهر ص۲۵۳/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

پھر مشائخ حنفیہ کا امام اعظم رحمہ اللہ کے کلام کی شرح میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ کلام جو خروج امام سے ممنوع ہو جاتا ہے اس سے مراد مطلق کلام نہیں بلکہ صرف کلام الناس یعنی دنیاوی کلام مراد ہے اور اس میں اختلاف ہے امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، اور دینی کلام جیسے تسبیح، تہلیل یا اجابت اذان وغیرہ بالاتفاق جائز ہے۔ اس میں اختلاف نہیں، جیسا کہ طحطاوی میں ہے۔ **وفي البحر عن العناية والنهاية اختلف المشائخ على قول الامام في الكلام قبل الخطبة فقيل إنما يكره ما كان من جنس كلام الناس امّا التسبيح ونحوه فلا وقيل ذلک مكروه والاوّل اصح ومن ثم قال في البرهان وخروجه قاطع للكلام أي كلام الناس عند الامام فعلم بهذا أنه لاخلاف بينهم في جواز غير الدنيوي على الاصح ويحمل الكلام الوارد في الاثر على الدنيوي ويشهد له ما اخرجه البخاري ان معاوية اجاب المؤذن بين يديه فلما انقضى التأذين قال يا أيّها الناس إنّي سمعت رسول اللّٰهﷺ على هذا المجلس حين أذن المؤذن يقول ما سمعتم من مقالتي الخ (طحطاوي على المراقي[1] ص ۴۲۴/)** اور دوسرے مشائخ نے اس کے برعکس کلام کو ظاہر کے موافق مطلق رکھا ہے اور حاصل اختلاف یہ قرار دیا ہے کہ دنیاوی کلام بالاتفاق ناجائز ہے۔ اختلاف صرف دینی کلام یعنی تسبیح وتہلیل وغیرہ میں ہے، اس کو امام صاحب رحمہ اللہ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، جیسا کہ درمختار میں مصرح ہے۔ **وقالا لابأس بالكلام قبل الخطبة وبعدها وإذا جلس عند الثاني والخلاف في كلام يتعلق بالآخرة اما غيره فيكره**

---

[1] طحطاوي على المراقي ص ۴۲۴/ مطبوعه مصر، باب الجمعة. عيني شرح هدايه ص ۹۸/ ج ۳/ باب الجمعة، اذا خرج الامام يوم الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحر الرائق كوئٹه ص ۱۵۵/ ج ۲/ باب الجمعة.

[2] الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۳۶/ ج ۳/ مطبوعه نعمانيه ص ۵۵۱/ ج ۱/ باب الجمعة، قبيل مطلب في حكم المرقي بين يدى الخطيب.

اجماعاً الخ (درمختار[۲] علی هامش الشامی ص ۵۵۱/ ج ۱/) خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب اذا خرج الامام فلاصلاۃ ولا کلام کی شرح میں مشائخ حنفیہ مختلف ہیں بعض حضرات اس کو کلام دنیاوی کے ساتھ مخصوص ومقید فرماتے ہیں کما عند الطحطاوی[۱] والنہایہ والعنایہ[۲]، اور بعض حضرات ظاہر کے موافق اس کو مطلق کہتے ہیں کما عند الدر المختار اس اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں؟ جو حضرات ممانعت کو صرف کلام دنیاوی کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اجازت دیتے ہیں (کما عند الطحطاوی[۳] ص ۸۸۸/ج ۱/) اور جو ظاہر کلام کے موافق رکھتے ہیں وہ منع کرتے ہیں (کما فی درمختار) وینبغی أن لایجیب بلسانه اتفاقاً في الاذان بین یدي الخطیب (درمختار علی هامش الشامی[۴] ص ۲۶۸/ج ۱/) وکما في حاشیة البحر الشامی قال في النهر اقول ینبغي ان لاتجب باللسان اتفاقاً علی قول الامام في الاذان ین یدي الخطیب (منحة الخالق[۵] حاشیة البحر ص ۲۵۹/ج ۱/) ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام کا حکم سامعین پر منحصر رکھا جائے امام کو اجابت اذان ثانی کی اجازت دی جائے جیسا کہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے اور باقی کو اس سے منع کیا جائے[۶] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

---

[۱] طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[۲] عنایه علی فتح القدیر ص ۶۷/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] ان الاصح جواز الاذکار عنده قبل شروعه في الخطبة فلامانع من الاجابة (طحطاوي علی الدر ص ۲۸۸/ ج ۱/ باب الجمعة.

[۴] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۶۸/ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۷۰/ باب الاذان. مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد.

[۵] منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۲۵۹/ج ۱/ باب الاذان (مطبوعه کوئٹه)

[۶] ویمکن ان یجاب عنه بان المنصوص فیه (أي حدیث معاویة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اذان خطبہ کا جواب

سوال:- جمعہ کی دوسری اذان کے وقت جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے جواب اذان اور ایجاب دعاء جائز ہے یا نہیں؟ بعض علما منع فرماتے ہیں اور بعض جائز فرماتے ہیں ہدایہ شریف میں حاشیہ پر عبد الحیؒ درمختار کا قول رد کرتے ہیں آپ بحوالہ کتب فتویٰ عنایت فرمائیں کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وفي المجتبیٰ في ثمانية مواضع اذا سمع الاذان لايجيب في الصلاة واستماع خطبة الجمعة الخ البحر الرائق[1] قال وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدى الخطيب الخ (درمختار[2])

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اذان خطبہ کا زبان سے جواب نہ دیا جائے مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نفع المفتی والسائل[3] میں ان عبارت سے اس مسئلہ کو اولاً لکھا ہے۔ اس کے بعد اس پر نظر قائم کی ہے اور فرماتے ہیں **قلت فيه نظر فإن المكروه عند ذلك عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه هو الكلام الدنيوي والاجابة كلام ديني الخ** یعنی اس سے کلام

(گذشتہ کا بقیہ) هو اجابة الخطيب دون السامعين فيكون حكم السامعين هو السكوت دون الاجابة ولايقاس السامع على الخطيب فحديث اذا خرج الامام الخ فيه حكم السامع فقط كذا افاده الشيخ مولانا المفتى مهدى حسن مفتى دارالعلوم الديوبندية في بعض مجالسه (معارف السنن ص ۳۸۴/ ج۴/ ابواب الجمعة) بحث الكلام وغيره عند الخطبة (مطبوعه نوريه ديوبند)

(صفحہ ہذا) [1] البحر الرائق ص ۲۶۰/ ج ۱/ مطبوعه كوئٹه، باب الاذان. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۶۵، ۶۶/ ج ۲/ باب الاذان، مطلب فى كراهة تكرار الجمعاعة فى المسجد. مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۱۶۳/ باب الاذان، مطبوعه مصر.

[2] الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان. مطلب فى كراهة تكرار الجمعاعة فى المسجد.

[3] نفع المفتى والسائل ص ۶۴/ باب الاذان والاقامة، مطبوعه يوسفى لكهنؤ.

دنیوی کی ممانعت ہے اور جواب اذان کلام دنیوی نہیں بلکہ کلام دینی ہے۔ لہٰذا جواب مکروہ نہیں ہونا چاہیے مگر یہ ان کی ذاتی رائے ہے عام طور پر فقہا نے جو مذہب حنفیہ کا نقل کیا ہے وہ وہی ہے جو اوپر بحر، طحطاوی[1] اور مختار سے نقل کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح: عبد اللطیف ۹ رشعبان

اذان ثانی کا جواب اور اس کی دعا

سوال:- جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور اذان کے بعد دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زبان سے نہ جواب دے نہ دعا پڑھے بلکہ دل سے جواب دے دل سے ہی دعا پڑھے: **قال وينبغي ان لايجيب بلسانه اتفاقاً في الاذان بين يدى الخطيب اھ** (درمختار[2] ص ۴۱۵/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

جمعہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعاء

سوال:- جمعہ کی اذان ثانیہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء کی ایک بڑی جماعت اجابت اذان باللسان کو واجب کہتی ہے۔ **ويجيب وجوباً وقال الحلواني ندباً والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان بان يقول بلسانه**

---

[1] طحطاوي مع المراقي ص ۱۶۴/ (مطبوعه مصر) باب الاذان.

[2] الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص: ۵۵۳ ج ۱، ودرمختار على الشامي زكريا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان.

کمقالته اھ (درمختار[1] ص ۴۱۹/ ج ۱/) لیکن جمعہ کی اذان ثانی کے جواب کو درمختار میں منع کیا ہے اور یہ ممانعت صاحب درمختار کے نزدیک بھی متفقہ ہے۔ قال وینبغي أن لایجیب بلسانه اتفاقاً في الاذان بین یدي الخطیب اھ (درمختار[2] ص ۴۱۵/ ج ۱/)

اسی طرح حضور ﷺ کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ وهي فرض مرة واحدة فی العمر واختلف في وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللّٰه علیه وسلم والمختار عند الطحاوي تکراره أي الوجوب کلما ذکروا لواتحد المجلس في الاصح (درمختار[3] ص ۵۳۷/ ج ۱/) لیکن حالت خطبہ میں اسم مبارک بلکہ صیغہ امر سن کر بھی یہ حکم نہیں ہے۔ وکذا اذا ذکر النبي ﷺ لایجوز أن یصلوا علیه بالجهر بل بالقلب وعلیه الفتوی (ردالمحتار[4] ص ۸۵۷/ ج ۱/) وعن أبي یوسف رحمه اللّٰه قلباً ائتماراً لامری الانصات والصلاة علیه ﷺ کما في الکرماني قهستانی قبیل باب الامامة واقتصر في الجوهرة علی الاخیر حیث قال ولم ینطق به لانها تدرک في غیرهذا الحال والسماع یفوت (ردالمحتار[5] ص ۸۵۸/ ج ۱/)

---

[1] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۶۵/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۶۵/ ج ۲/ باب الاذان. مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۵۶/ باب الاذان، مطبوعه مصر. فتح القدیر س ۲۴۸/ ج ۱/ باب الاذان، دارالفکر بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۶۸/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۷۰/ ج ۲/ باب الاذان. قبیل باب شروط الصلاة.

[3] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۳۴۵، ۳۴۶/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۲۲۵/ ج ۲/ باب صفة الصلاة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۱۹/ فصل فی بیان سنن الصلاة، طبع مصر، تبیین الحقائق ص ۱۰۸/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[4] شامی نعمانیه ص ۵۵۰/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۵/ ج ۳/ باب الجمعة. مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

[5] شامی نعمانیه ص ۵۵۱/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۶/ ج ۳/ باب الجمعة. مطلب فی شروط وجوب الجمعة. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۴، ۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصری. مجمع الانهر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

تشمیت عاطس، اور ردسلام کا حکم بھی ایسی حالت میں متغیر ہوجاتا ہے[1] اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والافقیامہ للصعود، شرح المجمع فلاصلاۃ ولا کلام[2] اوراذان منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی ہے پس جزئیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ دعا دل میں مانگ لی جائے زبان سے نہ مانگی جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

اذانِ جمعہ قبل از زوال

سوال:- آج کل یہ دستور ہے کہ جمعہ کی اذان ۱۲½ بجے ہوتی ہے، اور زوال کا وقت ۱۲/بجکر ۳۷ منٹ تک ہے، اور اذان ہونے کے بعد لوگ سنت پڑھنا شروع کردیتے ہیں، تو کیا ۱۲½ بجے اذان درست ہے، اور زوال کے وقت سجدہ کرنا حرام ہے، تو کیا جمعہ کیلیے اسکی رخصت ہے یا ممنوع ہے مدلل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق استواء نہار کے وقت کوئی بھی نماز درست نہیں ہے، سنت جمعہ بھی اس میں شامل ہے علامہ شامی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] ولا یرد سلاماً ولا یشمت عاطساً لاشتغاله بسماع واجب (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصر. تاتارخانیه ص ۶۹/ ج ۲/ شرائط جمعه، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۵۰/ ج ۱/ مطبوعه زکریا ص ۳۴/ ج ۳/ باب الجمعة. مطلب فی شرط وجوب الجمعة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۳/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

لکن شرّاح الهداية انتصروا لقول الامام (وهو عدم جواز الصلاة وقت استواء) واجابوا عن الحديث المذكور باحاديث النهى عن الصلاة وقت الاستواء فانها محرمة (ردالمحتار[1] مع اضافه) اور جب زوال کا وقت ۱۲/ بج کر ۳۷/ منٹ پر ہے تو ۱۲½ پر جمع کی اذان درست نہیں ہوگی۔

وهوسنة للرجال في مكان عالٍ مؤكدة هى كالواجب في لحوق الاثم للفرائض الخمس في وقتها ولوقضاءً (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص۲۵۷/ ج ۱/) قوله للفرائض الخمس الخ دخلت الجمعة (ردالمحتار[2] ص۲۵۷/ ج ۱/)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

جمعہ کی دونوں اذانوں کا ثبوت

سوال:- جمعہ کے دن پہلی اذان دوسری خطبہ کی اذان یہ دو اذانیں جو ہیں انکا ثبوت دینا کہ دو اذان ہونی چاہئے یا ایک۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے تو ایک ہی اذان جمعہ کیلئے ہوتی تھی جب مجمع زیادہ ہونے لگا تو بعض خلفاء راشدین ہی کے حکم سے دو اذانیں ہونے لگیں۔ (كذا فى شرح البخارى[3]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الشامى نعمانيه ص۲۴۸/ ج ۱/ وشامى زكريا ص ۳۲/ ج ۲/ كتاب الصلاة، في بيان مواقيت الصلاة. مراقى مع طحطاوى ص ۱۴۹/ فصل فى الاوقات المكروهة، مصرى. حلبى كبيرى ص ۲۳۶/ الشرط الخامس، اوقات مكروهة.

[2] الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۴۹/ ج ۲/ باب الاذان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے لیے اذان اول سنت ہے یا ثانی

سوال :- جمعہ میں اذان اولیٰ سنت ہے یا اذان ثانی سنت ہے بعدالاذان الثانی مناجات جائز ہے یا نہیں مناجات چھوڑنے سے گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں اذانیں سنت ہیں[1] دوسری اذان کے بعد دعاء دل میں پڑھی جائے زبان سے نہ پڑھی جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۱۱/ ۶۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مراقی مع الطحطاوی ص ۱۵۵/ باب الاذان، مصری. تاتارخانیہ کراچی ص ۵۲۲/ج ۱/ فی بیان الصلاۃ التی لھا اذان الخ.

۳ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ عثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَتَكَثَّرَ النَّاسَ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ الخ (فتح الباري ص ۳۲۶، ۳۲۷/ باب الاذان یوم الجمعة (مطبوعه یوسفی دیوبند) بخاري شریف ص ۱۲۴/ج ۱/ باب الاذان (مطبوعه اشرفي دیوبند. فتح القدیر ص ۶۹/ج ۲/ باب الجمعة، دارالفکر بیروت. بنایه شرح هدایه ص ۱۰۵، ۱۰۶/ج ۳/ باب الجمعة، اذا جلس الامام علی المنبر، دارالفکر بیروت. عنایه علی الفتح ص ۶۹/ج ۲/ باب الجمعة، دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز پہلی اذان جب ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہوگئے تو تیسری اذان (جواب پہلی اذان ہے) مقام زوراء پر زیادہ فرمائی۔

۱ وهو سنة مؤكدة للفرائض الخمس وفي الشامي دخلت الجمعة شامي نعمانيه ص ۲۵۷/ ج ۱/ باب الاذان، ويؤذن ثانياً بين يديه أي على سبيل السنية، شامي نعمانيه ص ۵۵۲/ج ۱/ باب الجمعة.

۲ قال في المعراج! فيسن الدعاء بقلبه لا بلسانه لانه مامور بالسكوت (شامي زكريا ص ۴۲/ج ۳/ باب الجمعة، مطلب في ساعة الاجابة يوم الجمعة، مراقي مع الطحطاوي ص ۴۲۵/ باب الجمعة. مصري. عيني شرح هدايه ص ۱۰۳/ج ۳/ باب صلاة الجمعة، اختلاف الائمة فيمن كان بعيداً الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

جمعہ کی اذان ثانی

سوال:- نماز جمعہ میں دو اذان ہوتی ہیں ان کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت اور متوارث ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہؓ کا اجماع ہو چکا تھا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۳ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/ربیع الاول ۵۶ھ

اذان ثانی کس جگہ ہو

سوال:- جمعہ میں اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہیے یا بیرون مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اذان کا حال اقامت کی طرح ہے یعنی یہ حاضرین مسجد کی اطلاع کے لیے ہے کہ

---

[1] وإذا صعد الامام المنبر جلس وأذن الموذن بين يدى المنبر بذلک جرى التوارث، الهداية ص ۱۷۱/ باب الجمعة (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) نعم هو (الاذان) اول في الوجود ولكنه ثالث باعتبار شرعيته باجتهاد عثمان وموافقة سائر الصحابة له بالسكوت وعدم الانكار فصار اجماعاً سكوتيا، (عينى ص ۲۹۰/ج۳/) ايضاً ص ۲۱۱/ج۳/ جز ۶/ باب الاذان يوم الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت. فتح القدير ص ۶۹/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دار الفكر بيروت. عنايه على الفتح ص ۶۹/ج۲/ مطبوعه دار الفكر بيروت.

اب خطبہ کے لیے تیار ہو جاؤ نفل تسبیح، تلاوت ختم کردو، **كذا في السعاية**[1] **شرح شرح وقاية** پس یہ اذان خطیب کے مقابل پہلی صف میں یا نمازیوں کی قلت وکثرت کے اعتبار سے جس میں مناسب ہو کہ سب تک آواز پہونچ جائے۔ مسجد ہی میں دی جائے، یہی متوارث ہے۔[2] اس پر مستقل ایک رسالہ ہے۔ "**تنشيط الآذان في تحقيق محل الاذان**"[3] اس میں دلائل مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کے روز اذان خطبہ کا مقام

سوال:- (۱) جمعہ کی اذانِ ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہاء حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا ہے اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں عمل اس پر لازم ہے یا رسم ورواج پر؟ اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے

---

[1] لغز، اى أذان لايستحب رفع الصوت فيه قل هوالاذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين صرح به جماعة من الفقهاء (سعاية ص ۳۸/ج ۲/ مطبوعه لاهور) باب الاذان.

[2] وإذا جلس الامام على المنبر اذن الموذن بين يديه الاذان الثاني للتوارث (كبيرى مطبوعه لاهور ص ۵۲۱/) فصل في صلاة الجمعة، هداية ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الجمعة (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) مجمع الانهر ص ۲۵۴/ج ۱/ قبيل باب صلاة العيدين، دارالكتب العلمية بيروت.

[3] المؤلفة لعلامة المحدث الكبير الشيخ خليل أحمد السهارنفوري صاحب بذل المجهود.

خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑ جانا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ وخلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین واحکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہو۔

(۶) مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف؟ اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علماء کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلافِ شریعت وحدیث وفقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا مردہ؟ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہوسکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہیں تھے۔ اگر یہ اعتراض ہوسکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پڑ کھڑے ہوکر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے۔ اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا۔ وہاں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- حضور اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں یہی ایک اذان جمعہ کے لیے باب مسجد پر ہوتی تھی۔ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الخ (أبو داؤد شریف[۱] ص ۱۶۲/ج ۱/)

[۱] أبو داؤد شريف ص ۱۵۵/۱/ مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب الصلاة، أبواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة. بخارى شريف ص ۱۸۰/ باب الاذان يوم الجمعة، رقم الحديث ۹۱۲/ مطبوعه دارالسلام رياض، مشكوة شريف ص ۱۲۳/ باب الخطبة والصلاة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۲-خلیفۂ اوّل وثانی کے دور میں بھی یہی صورت رہی خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اس اذان سے پہلے ایک اذان کا اضافہ ہوا، جو بیرون مسجد مقام زوراء پر ہوتی تھی اور اذانِ سابق بدستور اپنی جگہ رہی۔ فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ اَمَرَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ اهـ (أبوداؤد شريف[1] ص ۱۶۲/ج ۱/)

۳-جس اذان کا مقصود اعلام غائبین ہے اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ بلند مقام پر بلند آواز سے ہونی چاہیے تاکہ دور تک آواز پہونچے اور لوگ نماز کیلئے چل دیں، اگر مسجد کے اندر اذان ہو تو اس سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا اس لئے فقہاء نے لکھا ہے۔ وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع عال يكون اسمع للجيران ويرفع صوته (كذا في ردالمحتار[2]) وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولايؤذن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان[3] هكذا في الفتاوى الهندية[4] جو اذان منبر کے سامنے خطبہ کے لیے ہوتی ہے اس کا مقصود غائبین کو خبر دینا نہیں۔ بلکہ جو لوگ مسجد میں حاضر ہیں اور نوافل، تلاوت، تسبیح، درود شریف میں مشغول ہیں ان کو آگاہ کرنا ہے کہ اب ان سب سے فارغ ہو کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جائیں۔ اس لئے اس اذان کا نہ بلند جگہ پر ہونا مستحب ہے نہ خارج مسجد، نہ اس میں آواز زیادہ بلند کرنا مستحب ہے بلکہ یہ تو اقامت (تکبیر) کی طرح ہے کہ وہ مسجد ہی میں معمولی آواز سے ہوتی ہے، اس کو دوسری اذانوں پر قیاس نہ کیا جائے۔ چنانچہ شرح وقایہ کی شرح میں ہے۔(لغز) أى اذان لايستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان

---

[1] أبوداؤد شريف ص ۱۵۵/ج ۱/ مطبوعه رشيديه دهلي، باب النداء يوم الجمعة، كتاب الصلاة، أبواب الجمعة.

[2] الشامي نعمانيه ص ۲۵۹/ج ۱/ وشامي زكريا ص ۴۸/ج ۲/ باب الاذان.

[3] فتاوى قاضي خان ص ۷۸/ج ۱/ مطبوعه كوئٹه، باب الاذان.

[4] الهندية ص: ۵۵/۱، مطبوعه كوئٹه، الباب الثاني في الاذان، تحت الفصل الثاني.

الثان یوم الجمعة الذي یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین صرح به جماعة من الفقهاء اهـ (سعایة[1]) اس اذان کا یہی طریقہ متوارث چلا آرہا ہے، اس کو متغیر کرنا اور خارج مسجد تجویز کرنا اس توارث کے خلاف ہے[2]۔

۴- حدیث وفقہ پر عمل کیا جائے نہ کہ رسم ورواج پر اس اذان کا مسجد میں ہونا رسم ورواج کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کا یہ طریقہ ثابت ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

۵- حدیث وفقہ کے خلاف جو بات ہو وہ نئی اور محدث اور بدعت[3] ہوگی مگر اس اذان کا مسجد میں ہونا نئی بات محدث اور بدعت نہیں۔

۶- وہاں مسجد کے اندر ہوتی ہے، اور یہ تنخواہ دار مؤذنوں کا اپنا ذاتی فعل نہیں کہ اس پر نکیر نہ کرنے کی وجہ سے علماء کو مطعون کیا جائے بلکہ حدیث وفقہ کے موافق ہے اور صحیح ہے۔ جس پر نکیر کرنا غلط ہوگا۔ اور نکیر نہ کرنے کی وجہ سے علماء کو مطعون کرنا غلط اور ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔

۷- اس اذان کا مسجد میں ہونا کوئی مردہ سنت نہیں کہ اس کو مٹا کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کیا جائے، بلکہ یہ زندہ سنت ہے۔ اس کو باقی رکھنا چاہیے اس کو مٹانا نہیں چاہیے۔ **اذا صعد الامام المنبر جلس وأذن الموذن بین یدی المنبر بذلک جری التوارث اهـ** (هدایة[4]) بلکہ کلام فقہاء سے تو اذان اوّل کے متعلق بھی تشدد معلوم نہیں ہوتا

---

[1] سعایه ص ۳۸/ ج۲/ مطبوعه لاهور، باب الاذان ذکر احوال المؤذن.

[2] واذا جلس الامام علی المنبر اذن المؤذن بین یدیه الاذان الثانی للتوارث (حلبی کبیری ص ۵۲۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور. هدایه ص ۱۷۱/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مجمع الانهر ص۲۵۴/ج۱/ قبیل باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] وعلی هذا التاویل یحمل الحدیث الأخر: کل محدثة بدعة، انما یرید ما خالف اصول الشریعة ولم یوافق السنة (لسان العرب ص۶/ج۸/ طبع دار صادر بیروت، المفردات فی غریب القرآن ص۳۷/ مطبوعه مصر، مشکوة شریف ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، شامی زکریا ص ۲۹۹/ ج۲/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام.

[4] هدایة ص ۱۷۱/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ہے کہ وہ خارج مسجد ہی ہو کیوں کہ خود اذان کوئی ایسا کام نہیں جو شانِ مسجد کے خلاف ہو صرف دور تک آواز پہونچانے کیلئے خارجِ مسجد اور بلند جگہ پر ہونا مستحب ہے۔ وإذا اذن الاوّل أي اول اذان بعد الزوال سواء كان على المنارة أو عند الخطبة اھ (جامع الرموز[1])

۸- جو کام واقعتاً حدیث وفقہ کے خلاف پھیل رہا ہو اس کی اصلاح علماء کے ذمہ حسب حیثیت لازم ہے[2]، اور یہ عذر کہ پہلے علماء نے اس کی اصلاح نہیں کی کیا وہ علماء نہیں تھے قابل التفات نہیں لیکن اس اذان کا مسجد میں ہونا حدیث وفقہ کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔ وكان الحسن بن زياد يقول المعتبر هو الاذان على المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة وسماع الخطبة وكان الطحاوي يقول المعتبر هو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام اھ (عناية[3])

۹- جبکہ اس اذان کا مسجد میں ہونا حدیث وفقہ کے خلاف نہیں، خارج مسجد ہونا مستحب بھی نہیں، پھر اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ اس اذان کا عند المنبر خطیب کے قریب ہونا مستحب ہے۔ وإذا جلس الإمام على المنبر أذن أذاناً ثانياً بين يديه أي بين الجهتين المستامنين ليمين المنبر أو الإمام ويساره قريباً منه ووسطهما بالسكون فيشمل ما اذا اذن في زاوية قائمة أو حادة أو منفرجة اھ (جامع الرموز[4])

۱۰- مسجد کے اندر منبر کے قریب خطیب کے سامنے اذان دی جائے حسب مصلحت پہلی صف کے علاوہ کسی اور صف میں بھی منع نہیں جیسا کہ جواب ۹/ سے مستفاد ہے۔

---

[1] جامع الرموز ص۱۱۷/ ج۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنؤ.

[2] والنصيحة لازمة على قدر الطاقة اذا علم الناصح انه يقبل نصحه ويطاع امره (نووی على مسلم ص۵۴/ ج۱/ كتاب الايمان، باب بيان ان الدين النصيحة، مطبوعه بلال ديوبند، تفسير قرطبی ص۴۶/ ج۲/ جز۴/ سورۂ آل عمران تحت آيت ۲۱/ طبع دارالفكر بيروت.

[3] عناية على هامش فتح القدير ص ۶۹/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[4] جامع الرموز ص۱۱۸/ ج۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنؤ.

فاذا جلس على المنبر أذن بين يديه وقام بعد تمام الخطبة بذلك جرى التوارث والضمير في قوله بين يديه عائد الى الخطيب الجالس اهـ (البحر الرائق[1]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵ ۹۳ھ

اذانِ خطبہ مسجد میں

سوال:- مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جمعہ کی اذان ثانی کا مسئلہ اٹھایا تھا کہ یہ اذان مسجد سے باہر دینی چاہئے حضرت مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمہ اللہ نے ان کی تردید میں رسالے لکھے جو نایاب ہیں اگر یہ رسالے دستیاب ہوجائیں تو قیمۃً بذریعہ وی، پی، ارسال کرادیئے جائیں۔

ہدایہ اوّل باب الجمعہ میں خطبۂ جمعہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ خطبہ کھڑے ہوکر طہارت کے ساتھ دینا چاہیے اس پر ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ لكراهة الأذان فى حدوده مولانا رضا خانصاحب کا سب سے بڑا مستدل فتح القدیر کی یہی عبارت ہے براہ کرم اس عبارت کی توضیح فرماتے ہوئے لکھا جائے کہ حضرات علمائے دیوبند نے ابن ہمام کی اس عبارت کو کیوں نظر انداز کردیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے لیے اعلیٰ بات یہ ہے کہ بلند جگہ پر بلند آواز سے کہی جائے کیونکہ وہ اعلام غائبین کیلیے ہے جتنی دور تک آواز جائے گی وہاں کے حجر ومدر گواہی دیں[2] گے اور شیطان بھی

---

[1] البحر الرائق ص ۵۷/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة قبيل باب العيدين، مطبوعه كوئٹه.

[2] وينبغي للموذن أن يوذن في موضع عال يكون اسمع للجيران ويرفع صوته (درمختار ص ۲۵۹/ ج ۱/) مكتبه نعمانيه، باب الاذان، الهنديه ص ۵۵/ ج ۱/. مطبوع كوئٹه، الباب الثانى فى الاذان تحت الفصل الثانى. المؤذن يغفر له مد صوته ويشهد له كل رطب ويابس (ابو داؤد شريف ص ۷۶/ ج ۱/ كتاب الصلاة، باب رفع الصوت.

دور تک بھاگتا جائے گا[1] مسجد میں اذان دینے سے زیادہ دور تک آواز نہیں جائے گی وہیں گھُٹ کر رہ جائے گی مقصد اذان پورے طور پر حاصل نہیں ہوگا اس لیے مسجد میں اذان کو بعض حضرات نے مکروہ لکھا ہے[2] یہ بات نہیں ہے کہ اذان کوئی ایسا فعل ہے جو احترام مسجد کے خلاف ہو۔ جمعہ کی اذان ثانی اعلام غائبین کے لیے نہیں ہے بلکہ اعلام حاضرین کے لیے ہے کہ جو لوگ مسجد میں آچکے ہیں اور انتظارِ صلوٰۃ میں بیٹھے ہوئے تلاوت و تسبیح میں مشغول ہیں۔ وہ سب فارغ ہوکر خطبہ سننے کے لیے آمادہ ہوجائیں۔ اذان اقامت کے مثل ہے کہ وہ بھی اعلام حاضرین کے لیے ہوتی ہے[3] اسی وجہ سے اذان میں رفعِ صوت زیادہ مستحب نہیں ہے، جیسا کہ ''سعایہ''[4] شرح ''شرح وقایہ'' میں مذکور ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کا ایک رسالہ تنشیط الاذان في تحقیق محل الاذان ہے اس میں فقہی عبارات استدلال کے لیے کافی نقل کی گئی ہیں، بلکہ آیات قرآنیہ سے بھی استدلال کیا ہے اور احادیث بھی پیش کی ہیں ممکن ہے کتب خانہ سہارن پور میں مل جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ الخ (أبو داؤد شريف ص ۷۶/ ج ۱/) باب رفع الصوت بالاذان. مطبوعه رشيديه دهلي.

ترجمہ :- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے شیطان پشت پھرا کر بھاگتا ہے الخ۔

[2] يكره ان يؤذن فى المسجد كما فى القهستانى عن النظم (طحطاوى على المراقى ص ۱۵۹/ باب الاذان، مطبوعه مصرى فتح القدير ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه كراچى ص ۵۱۵/ ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فى بيان ما يفعل فيه.

[3] واعلم ان الأذان لايكره في المسجد مطلقاً كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمموه هذا الاذان بل مقيد بما اذا كان المقصود اعلام الناس غير حاضرين الخ (اعلاء السنن ص ۶۹/ ج۸/) مطبوعه كراچى، با ب التأذين عند الخطبة.

[4] لغز اى اذان لا يستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان الثانى يوم الجمعة الذى يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين الخ (سعايه ص:۲/۳۸، مطبوعه لاهور، باب الاذان.

جمعہ کی اذان ثانی کا محل

سوال:- جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق اگر کوئی شخص یہ قید لگائے کہ منبر کے سامنے ہونا چاہئے اور اس پر اصرار تشدد کرتا ہو تو شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری اذان کا منبر کے سامنے ہونا سنت ہے اس پر ہمیشگی باعث ثواب ہے اس کے خلاف کرنا خلاف سنت ہے۔ ویؤذن ثانیاً بین یدی الخطیب علی سبیل السنة اھ (ردالمحتار[1] ص ۸۶۰/) وفي البحر فإذا جلس علی المنبر أذن بین یدیه بذلک جری التوارث والضمیر في قوله بین یدیه عائد إلی الخطیب الجالس وفي القدوري بین یدی المنبر وهو مجاز اطلاقاً لاسم المحل علی الحال[2] اھ (ص ۱۵۷/ ج ۱/) اس مسئلہ کی تفصیل تنشیط الاذان[3] میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۹/۷/۵۶ھ

اذانِ خطبہ کا محل

سوال:- قبل جمعہ اذان ثانی از روئے شرع کس جگہ سے دینی چاہیے؟

---

[1] الشامی نعمانیه ص ۵۵۲/ ج ۱/ وشامی زکریا ص ۳۸/ ج ۳/ مطلب في حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة.

[2] البحر الرائق ص ۱۵۷/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] تالیف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سهارنپوری، باب الاذان، طبع ادارة الرشید دیوبند.

۲- اذانِ ثانی روبروئے خطیب داخلِ مسجد منبر کے قریب ہونا کیسا ہے؟ اور روبروئے خطیب خارجِ مسجد ہونا سنت ہے یا نہیں؟

۳- اذانِ مذکور حضور ﷺ کے زمانہ میں داخلِ مسجد ہوا کرتی تھی یا خارج مسجد؟

۴- اذانِ ثانی مذکور سطح مسجد پر ہونا کیسا ہے؟

۵- جس حدیث سے اذانِ مذکور خارجِ مسجد ہونا ثابت ہے وہ حدیث منسوخ ہے کہ نہیں؟

۶- اگر خارج مسجد اذان ہونے والی حدیث منسوخ ہے تو ناسخ کونسی حدیث ہے؟

۷- حضور ﷺ کی سنت منسوخ نہ ہو اس کو رائج کرنا کیسا ہے؟

۸- قوم کے عمل سے جو سنت اٹھ چکی ہے اسکو رائج کرنیوالے کی فضیلت بیان فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسائل فقہیہ کے ثبوت کے لیے چار اصول ہیں[1] کتاب، سنت، اجماع، قیاس، بعض مسائل صاف صاف قرآن پاک میں ہیں، بعض حدیث شریف میں ہیں، بعض اجماع سے ثابت ہیں، بعض قیاس سے، ماخذ کو کسی ایک دلیل میں منحصر کر کے سوال کرنا منصب سائل کے خلاف ہے۔ اس کا حاصل تو یہ ہوگا سائل فقط ایک دلیل کو تسلیم کرتا ہے بقیہ تین دلیلیں اس کے لئے بیکار ہیں، ان کو تسلیم نہیں کرتا، ان سے مسائل ثابت نہیں مانتا، اگر سائل مقلد ہے تو اس کا یہ سوال اپنے حوصلہ سے بڑھ کر ہے، اگر سوال علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اس کے لئے اردو میں ایک رسالہ ہے ''تنشیط الاذان'' اس میں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہے، ادلّہ اربعہ سے ثابت کیا ہے جس حدیث میں اس اذان کا تذکرہ ہے وہ

---

[1] فان اصول الفقه أربعة كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الأمة والقياس الخ، اصول الشاشي ص ۵، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ابوداؤد شریف[1] میں مذکور ہے ''بذل المجہود''[2] شرح ''ابوداؤد شریف'' میں پوری اسکی تفصیل مذکور ہے رواۃ پر بھی کلام مذکور ہے۔ کانپور کرنیل گنج سے ایک ماہنامہ ''نظام'' نکلتا ہے۔ اس میں اس حدیث پر پوری بحث (دیر ہوئی) شائع ہوچکی ہے۔ مختصراً اتنا عرض ہیکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ پاک کی آبادی کے لحاظ سے صرف ایک اذان باب مسجد پر منبر کے سامنے ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اذان کا اضافہ ہوا، وہ بلند جگہ پر بازار میں بیرونِ مسجد ہوتی تھی اور دوسری اذان اندرون مسجد[3] ہونے لگی، پہلی اذان اعلام غائبین کے لیے اور دوسری اذان اعلام حاضرین کے لیے مثلِ اقامت اس وجہ سے پہلی اذان میں آواز زیادہ بلند کی جاتی ہے۔ دوسری میں معمولی آواز پر کفایت کی جاتی ہے تاکہ حاضرین مسجد خطبہ کے لیے تیار ہوجائیں، نوافل وغیرہ سے فارغ ہوجائیں۔

---

[1] اخبرني السائب بن يزيد أن الاذان كان اوله حين يجلس الامام على المنبر يوم الجمعة في عهد النبي ﷺ وابي بكر وعمر فلما كان خلافة عثمان وكثر الناس امر عثمان يوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به على الزوراء فثبت الامر على ذلك (أبوداؤد ص ۱۵۵/ج ۱/) مطبوعه رشيديه دهلي. كتاب الصلاة، باب النداء يوم الجمعة.

ترجمہ:- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق کے دور میں جمعہ کی اذان پہلی اذان ہی منبر کے سامنے ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہوگئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان کا حکم فرمایا اور زوراء مقام پر اذان دی گئی پھر معاملہ اس پر پختہ اور ثابت ہوگیا یعنی پوری امت نے اس کو تسلیم کرلیا۔

[2] بذل المجهود ص ۸۴/ج ۶/ مطبوعه بيروت. ص ۱۸۰/ج ۲/ مطبوعه رشيديه سهارنپور، باب النداء يوم الجمعة.

[3] عن معاذ، ان عمر هوالذي زاد فلما كانت خلافة عمر رضي الله عنه وكثر المسلمون امر مؤذنيس أن يؤذن للناس بالجمعة خارجا في المسجد حتى يسمع الناس الاذان الخ. (عيني ص ۲۱۱/ج ۳/) جزء سادس، مطبوعه دارالفكر، باب الاذان يوم الجمعة. ويمكن الجمع بأن الذي ذكره علماء هوالذي كان في زمن عمر واستمر على عهد عثمان ثم رأى أن يجعله أذاناً وأن يكون على مكان عال الخ (فتح الباري ص ۵۵/ج ۳/ مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه، باب الاذان يوم الجمعة)

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کا اہتمام ہوا خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی حدیث پاک میں تاکید ہے[1] پس ان کی سنت پر عمل کرنا بھی حضور پاک ﷺ کے ارشاد ہی سے ہے، جو کہ خلاف حدیث نہیں بلکہ عین موافق حدیث ہے، وہ حضرات منشاء حدیث کو سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس کو شائع کرنے والے ہیں۔ ایسے مواقع میں ناسخ ومنسوخ کی بحث ہی بے محل ہے۔ ''عینی'' شرح ''بخاری''[2] و ''فتح الباری''[3] و ''فیض الباری''[4] کا مطالعہ بھی اس مقصد کے لیے مفید ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

اذان خطبہ کا محل

سوال: - خطبۂ جمعہ کی اذان کے متعلق سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے حدیث میں دو روایت ہیں ایک میں علی باب المسجد کا لفظ نہیں اور فقہاء کرام نے اس کو نقل بھی فرمایا ہے، اور سنن ابی داؤد کے ص ۱۵۶/ میں جو حدیث محمد ابن اسحاق سے مروی ہے اس میں علی باب المسجد کا لفظ ہے مگر فقہاء کرام اس کو نقل نہیں فرماتے تو محمد ابن اسحاق راوی میں کونسا عیب ہے جس کی وجہ سے فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں دروازے پر کا لفظ نہیں لکھا اور بین یدی کا لفظ منبر پر سے کتنی دور تک اطلاق کرسکتا ہے۔

---

[1] كماورد في الحديث عن العرباض بن ساريه فَعَلَيْكُمْ سُنَّتِي وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْاهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشكوة شريف ص ۳۰/) باب الاعتصام بالكتاب الخ.

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت، لازم پکڑ لو اور اس پر اپنے دانت گاڑ دو۔

[2] عينى شرح بخاري ص ۲۱۰/ ج۳/ الجزء السادس. مطبوعه دارالفكر، باب الاذان يوم الجمعة.

[3] فتح الباري ص ۵۴/ ج ۲/ مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه، باب الاذان يوم الجمة،

[4] فيض الباري ص ۳۳۵/ ج ۲/ مطبوعه خضر راه ديوبند، باب الاذان يوم الجمعة.

الجواب حامداًومصلیاً

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بواسطہ زہری نقل کرتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حدثنا النفیلی نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن الزهري عن السائب بن يزيد قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ عَلىٰ الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلىٰ بَابِ الْمَسْجِدِ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اھ[1] اس روایت میں دونوں لفظ موجود ہیں بین یدی رسول اللہ ﷺ اور علی باب المسجد احناف نے اس روایت کو ترک نہیں کیا بلکہ دونوں لفظوں کے درمیان جمع کیا ہے۔ ولا منافاة بين قوله بين يدى رسول الله ﷺ وبين على باب المسجد فإن باب المسجد هذا كان في جهة الشمال فإذا جلس رسول الله ﷺ على المنبر للخطبة يكون هذا الباب قدامه فكونه بين يديه عام شامل لما كان في محاذاته أوشيئاً منحرفاً إلى اليمين أو الشمال أويكون على الارض أوالجدار اھ (بذل المجهود[2] ص ۱۸۰ / ج ۲ /)

واما لفظ على الباب فعلى ههنا بمعنى في وحروف الجر يقوم بعضها موضع بعض كما في قوله تعالىٰ جذوع النخل عند بعضهم فيكون معنى قوله على الباب أي في الباب الذي في داخل المسجد وهذا الباب كان قريباً من المنبر فلامنا فاة بين قوله بين يدي رسول الله ﷺ بالمعنى الذي مرآنفاً وبين قوله على الباب كماهو ظاهر ولايخفى ان باب المسجد هناک لم يكن خارجه كما في زماننا فإن العمارة لم تكن من الخارج محيطة بالمسجد هناک كما يفهم من ظاهر ما رواه أبوداؤد عن ابن عمر رضي الله عنهما كنت ابيت في المسجد في عهد رسول الله ﷺ وكنت فتى شاباً عزباً وكانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر فى

[1] ابوداؤ شریف ص ۱۵۵ / ج ۱ / کتاب الصلاة، باب النداء یوم الجمعة، اداره الرشید دیوبند.
[2] بذل المجهود ص ۱۸۰ ج ۲ مطبوعه رشیدیه سهارنپور بذل المجهود ص ۸۵ / ج ۶ / مطبوعه بیروت. باب النداء یوم الجمة.

المسجد فلم يكونوا يرشون شيئاً من ذلك وقد تقدم في باب طهارة الارض بالجفاف وكانت له ثلاثة ابواب. كما فى عمدة القارى[1] ص ۳۵۸/ ج ۳/.

كان احد الابواب محاذيا للمنبر كما في البخاري عن أبي نمر انه سمع انس بن مالك يذكران رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر ورسول الله ﷺ قائم يخطب فاستقبل رسول الله ﷺ الخ[2].

فحاصل هذا الكلام أن الاذان كان بين يدى رسول الله ﷺ في باب المسجد داخله وهو بين يدى المنبر محاذياً له فلم يلزم كون الاذان خارج المسجد ا هـ (اعلاء السنن[3] ص ۴۸/ ج ۸/)

قال المهلب الحكمة في جعل الاذان في هذا المحل أن يعرف الناس جلوس الامام على المنبر فينصتون له إذا خطب قال الحافظ فى الفتح ص ۳۲۷، ج ۲، وفيه نظر لما عند الطبراني وغيره في هذا الحديث أن بلالاً كان يؤذن على باب المسجد فالظاهر أنه كان لمطلق الاعلام لالخصوص الانصات نعم لمازيد الاذان الاوّل كان للاعلام وكان الذي بين يدى الخطيب للانصات ا هـ (نيل الاوطار[4] ص ۱۴۰/ ج ۳/)

---

[1] اعلاء السنن ص ۶۸/ ج ۸/ باب التأذين عند الخطبة، مطبوعه امدايه مكه مكرمه.

[2] بخارى شريف ص ۱۳۷/ ج ۱/ باب الاستسقاء فى المسجد الجامع، اشرفى بكڈپو ديوبند.

[3] اعلاء السنن ص ۶۸، ۶۹/ ج ۸/ مطبوعه كراچى.

[4] نيل الأوطار ص ۳۲۰/ ج ۳/ مطبوعه دارالفكر، باب تسليم الامام اذا رقى المنبر، ابواب الاذان.

تمام عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-

بين يدى رسول الله ﷺ (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) اور على باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر) دونوں میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ مسجد (نبوی) کا یہ دروازہ جانب شمال میں تھا جس کی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ منبر پر خطبہ کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے تو یہ دروازہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوتا تھا اور اس کا سامنے ہونا عام ہے جو اس صورت کو بھی شامل ہے جب کہ بالکل آنحضرت ﷺ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اس لئے راوی پر کلام کرنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق کا ترجمہ تہذیب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کے مقابل میں ہو اور اس صورت کو بھی جب کہ تھوڑا دائیں یا بائیں جانب کو ہٹا ہوا ہو اور وہ زمین پر ہو یا دیوار پر ہو، **بذل المجهود**.

بہر حال لفظ **علی الباب** پس لفظ علی یہاں فی کے معنی میں ہے اور حروف جر بعض بعض کے قائم مقام ہو جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول، **علی جذوع النخل** میں بعض کے نزدیک پس علی الباب کے معنی ہوں گے۔ اس دروازہ میں جو مسجد کے اندر تھا اور یہ دروازہ منبر کے قریب تھا۔ پس **بین یدی رسول الله** ﷺ (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) اور **علی الباب** (دروازہ پر) دونوں میں کوئی منافات نہیں جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔

اور یہ چیز پوشیدہ نہیں کہ مسجد کا دروازہ وہاں مسجد سے باہر نہیں تھا جیسے ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہاں عمارت مسجد کا باہر کی طرف سے احاطہ کئے ہوئے نہیں تھی جیسا کہ ابوداؤد کی ظاہر روایت سے سمجھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں میں مسجد میں رات گذارتا تھا اور میں نوجوان بے شادی شدہ تھا اور کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کرتے تھے اور وہ حضرات اس کی وجہ سے مسجد کو دھوتے نہیں تھے اور باب **طهارة الارض بالجفاف** میں یہ روایت گذر چکی ہے اور اس کے (مسجد نبوی ﷺ کے) تین دروازے تھے جیسا کہ عمدۃ القاری میں ہے۔

اور ایک دروازہ منبر کے مقابل تھا جیسا کہ بخاری میں ابونمر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذکر فرماتے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازہ سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے پس وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا الخ۔

پس اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اذان رسول اللہ ﷺ کے سامنے مسجد کے اندرونی دروازہ میں ہوتی تھی جو منبر کے سامنے اس کے بالمقابل تھا۔ پس اس سے اذان کا خارج مسجد ہونا لازم نہیں آتا (اعلاء السنن)

مہلب نے بیان کیا کہ اذان اس جگہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ امام کے منبر پر بیٹھنے کو پہچان لیں اور امام جب خطبہ دے خاموش ہو جائیں۔

حافظ نے فتح میں فرمایا ہے کہ اس میں نظر ہے اس لیے کہ طبرانی وغیرہ میں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ اذان مطلق اعلان کے لیے ہوتی تھی خاص انصات کے لیے نہیں۔ ہاں جب اذان اوّل زائد ہوگئی تو وہ اعلان کے لیے ہوگئی اور جو اذان خطیب کے سامنے ہوتی ہے انصات (لوگوں کو خاموش کرنے کے لیے) ہوگئی، نیل الاوطار۔

التہذیب[1] جلد۲/ میں ص۴/ پر لکھا ہے اصحاب جرح وتعدیل کے دونوں قسم کے اقوال ان کے متعلق نقل کئے ہیں پھر ہدایہ[2] اور شرح ہدایہ میں اس اذان کا محل بین یدی الخطیب لکھا ہے اور اسکی دلیل میں توارث کو پیش کیا اور صحابہ کرام سے جو امر متوارث ہو وہ بحکم تواتر ہے[3] اس لئے انکار کی گنجائش نہیں خود اس مسئلہ پر فریقین کے متعدد رسائل بھی شائع ہو چکے ہیں[4]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۴/شوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف

جمعہ کی اذانِ ثانی کا مقام اور محمد بن اسحاق کا حال

سوال:- سنن ابوداؤد شریف کی وہ حدیث کہ جس میں اذان علیٰ باب المسجد کا ذکر ہے، اس کی سند میں جو محمد ابن اسحاق ہے وہ کذاب اور دجال ہے یا نہیں؟ اور حدیث مذکور قابلِ عمل ہے یا متروک العمل؟

(۲) اگر کوئی مولوی راویٔ مذکور یعنی محمد بن اسحاق کو کذاب و دجال کہے اور پھر اس پر

---

[1] تهذيب التهذيب ص ۳۸، ۴۶/ ج ۹/ مطبوعه دائرة المعارف.

[2] اذن المؤذن بين يدى المنبر بذلك جرى التوارث، هداية ص ۱۷۱/ ج ۱/ باب الجمعة، مكتبه تهانوى ديوبند. فتح القدير ص ۶۹/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البناية في شرح هداية ص ۱۰۶/ ج ۳/. اذا جلس الامام على المنبر، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] ثم ان التواتر قديكون من حيث الاسنادوقد يكون من حيث الطبقة وقد يكون تواتر عمل وتواتر توارث ملخصاً، أكفار المحدين ص ۵/ مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل گجرات. ملفوظات محدث كشميرى ص ۵۷/.

[4] تنشيط الاذان في تحقيق محل الاذان. ازمولانا خليل احمد سهارن پورى .

اصرار کرے تو شریعتِ مطہرہ کی طرف سے اس قسم کے مولوی پر کیا حکم عائد ہوگا۔

(۳) اگر کسی حنفی مذہب والے کا علیٰ باب المسجد والی حدیث پر عمل ہو اور کوئی شخص اس کو غیر مقلد اور لامذہبی بتائے اور اس میں شمار کرے اور امام کے سامنے مسجد کے کنارے پر جمعہ کی اذانِ ثانی دینے کو بدعت سیئہ بتائے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر حنفی مذہب ماننے والے جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے کنارے پر دلوائے اور اس پر کوئی مصلی بار بار انکار کرتے ہوئے کچھ لوگوں کو لے کر مسجد سے باہر ہو جائے اور لعن طعن کہتے ہوئے کسی میدان میں جا کر نماز پڑھے تو ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اس قسم کے مولوی پر شریعت مقدسہ کی طرف سے کیا حکم عائد ہوگا؟

(۵) مؤذن مسجد کے دروازے کے کنارے پر اذان ثانی دے کر اقامت کے لئے صف اول میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کسی عذر سے بالکل پچھلی صف میں اقامت کہے تو درست ہوگا یا نہیں؟ مسجد کے کنارے سے دروازہ مراد ہے یا کوئی دوسری جگہ مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد ابن اسحاق[۱] کے متعلق اصحاب جرح وتعدیل میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اس کو کذاب بھی کہا تھا۔ اور دوسرے حضرات نے اس کو امام المغازی بھی لکھا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ مغازی وسیر میں ان کی روایت مطلقاً معتبر ہے چنانچہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے

---

[۱] وقال الأثرم عن أحمد هو حسن الحديث وقال مالک دجال من الدجاجلة وقال البخاری رأيت علی بن عبدالله يحتج بحديث ابن إسحاق وقال البخاری أيضا محمد بن إسحاق ينبغی أن يكون له ألف حديث ينفرد بها وقال ابن عيينة سمعت شعبة يقول محمد بن إسحاق أمير المؤمنين فی الحديث روی له مسلم فی المتابعات وعلق له البخاری وقال ابن المدينی ثقة قال الحاكم وذكر عن البوشنجی أنه قال هو عندنا ثقة ثقة (مختصراً) تهذيب التهذيب ص ۳۲/ ج۵/ دارإحياء التراث)

ان کی حدیث لی ہے۔ امام بخاریؒ نے تعلیق میں روایت لی ہے۔ امام احمد اور منذریؒ نے اس کو حسن الحدیث فرمایا ہے۔ علی بن المدینی نے فرمایا ہے یحتج بہ یعنی ان کی بیان کردہ روایت کو بطور حجت پیش کرنا درست ہے۔ شیخ ابن الہامؒ نے فرمایا ہے امیر المؤمنین فی الحدیث ثقة ثقة ثقة. اور جب اصحاب صحاح ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کی روایت کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اور بطور حجت پیش کرتے ہیں تو اب ان پر اس قسم کی نکتہ چینی کرنا جس سے عوام میں فتنہ پیدا ہو ہرگز نہیں چاہئے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جمعہ کے لئے ایک ہی اذان ہوتی تھی اور وہ مسجد سے باہر بلند جگہ پر ہوتی تھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے دور میں بھی یہی طریقہ رہا پھر حضرت عمرؓ کے اخیر دور میں دو اذانیں شروع ہوئیں اور پھر حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اس کا شیوع ہوا کہ ایک اذان بلند جگہ پر[1] ہو جس سے مسجد سے باہر تک آواز جائے اور غائبین نماز کے لئے آنے لگیں۔ اور دوسری اذان منبر کے سامنے متعین کی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں حاضر ہیں وہ خطبہ سننے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ سنن، نوافل، تلاوت وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ اس اذان میں زیادہ بلند آواز نہیں کی جاتی۔ کیونکہ یہ اقامت کی طرح اعلام حاضرین کے لئے ہے[2] پھر یہی طریقہ بطور توارث منقول چلا آرہا ہے اور اسی پر شرقاً غرباً اہل اسلام کا عمل ہے۔ مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں منبر کے سامنے ہونی چاہئے خواہ پہلی صف میں ہو خواہ کسی اور صف میں۔

---

[1] عن السائب بن یزید أن الذی زادالتأذین الثالث یوم الجمعة عثمان بن عفان حین کثر أهل المدینة فلم یکن للنبی ﷺ مؤذن غیر واحد الحدیث قال العلامة کشمیری قوله: زادالنداء الثالث أی باعتبار التشریع وإلا فهو أول بإعتبار التازین به والثانی ماکان فی عهد النبی ﷺ والثالث هو الإقامة (فیض الباری ص۳۳۶/ ج۲/ کتاب الجمعة، باب المؤذن الواحد یوم الجمعة)

[2] یرفع الصوت بالشهادتین ویخفض وفی کل اذان الا الاذان الثانی یوم الجمعة فافهم قالوا انه لا یرفع الصوت فیه کالاول لانه لاعلام الحاضرین (سباحة الفکر ص۸۳/ طبع احمدی لکهنؤ، سعایه کراچی ص۳۸/ ج۲/ باب الاذان، المقام الثانی، شامی زکریا ص۴۸/ ج۲/ باب الاذان، مجمع الانهر ص۲۵۴/ ج۱/ قبیل باب صلاة العیدین، دارالکتب العلمیت بیروت.

مثلاً مسجد بہت بڑی ہے اور نمازی زیادہ ہیں تو تیسری چوتھی صف میں جیسا مناسب ہو تجویز کردی جائے۔اس پر اختلاف اور نزاع نہیں کرنا چاہئے نہ یہ اصرار ہو کہ باب مسجد پر ہی ہوگی، نہ یہ اصرار ہو کہ پہلی ہی صف میں ہوگی۔ پھر اس کی وجہ سے مسجد چھوڑ کر باہر میدان میں جا کر جماعت کرنا تو بہت غلط کام ہے۔اگر چہ نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔اس مسئلہ کی وجہ سے فرقہ بندی نہ کی جائے اور ایک دوسرے پر لعن وطعن نہ کریں کہ یہ سخت مذموم ہے اور عند الشرع ممنوع ہے[1]۔باب مسجد پر اذان ثانی کہہ کر صفوف کو پھلاند کر پہلی صف پر جانا شرعاً ناپسند ہے[2]۔اس مسئلہ پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے ہیں اور شروح حدیث[3] میں اس کی تفصیل مذکور ہے جس کا خلاصہ اوپر نقل کر دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۸۹ھ

---

[1] لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولاالفاحش ولاالبذی رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۴۱۳/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] واحادیث الباب تدل علی کراھة التخطی یوم الجمعة (بذل ص ۱۹۵/ج۲/ باب تخطی رقاب الانس یوم الجمعة، مکتبہ یحیویہ سہارنپور. طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۸/ باب الجمعة، مطبوعہ مصری. درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲/ج۳/ باب الجمعة، قبیل مطلب فی الصدقہ علی سوال المسجد.

[3] ولا منافاة بین قولہ بین یدی رسول اللہ ﷺ و بین علی باب المسجدفان باب المسجد ھذا کان فی جھة الشمال فاذا جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر للخطبة یکون ھذا الباب قدامہ فکونہ بین یدیہ عام شامل لما کان فی محاذاتہ أو شیًا منحرفاً إلی الیمین اوالشمال اویکون علی الأرض اوالجدار وھذا الحدیث استدل بہ علی کراھتہ الأذان فی المسجد وقالوا إن باب المسجد کان خارجا منہ فاذن علیہ فیکرہ الأذان فی الداخل وقد صرح بہ صاحب العون ناقلاًعن شیخہ صاحب غایة المقصود وتمسک بہ رئیس أھل البدعة فی زماننا احمد رضاالبریلوی واذاع الفتن والشرور فی ھذہ المسئلة وکتب فیھا الکتب والرسائل ولی فیھا رسالة وجیزة کتبت فیھا ھذہ المسئلة (بذل المجھود ص ۱۸۰/ج۲/ باب النداء یوم الجمعة مکتبہ رشیدیہ سہارنپور عون المعبود ص ۴۲۳/ج۱/ عمدة القاری ص ۲۱۱/ج۳/ مکتبہ دارالفکر فیض الباری ص ۳۳۵/ج۲/ مطبوعہ خضر راہ دیوبند، معارف السنن ص ۴۰۳/ ج۴/ مکتبہ اشرفیہ دیوبند نیل الأوطار ص ۳۲۱/ج۲/ باب تسلیم الإمام إذا رقی المنبر والتاذین إذا جلس علیہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں

سوال:- جمعہ کے دن اذان ثانی جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے، اندرونِ مسجد یہ اذان دینا کیا مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے شہر لکھیم پور میں کچھ بدعتی حضرات نے یہی استفتاء علماء رضا خانیوں سے کتب احادیث تصنیف کردہ مولانا احمد رضا خاں کے حوالہ جات سے جواب کافی وشافی طلب کر کے شہر میں مشتہر کرائی جس کی وجہ سے ایک انتشار ہوگیا۔ ضرورت شدید اس بات کی ہوئی کہ ایک استفتاء علماء دیوبند سے طلب کروں، رضا خانی علماء نے جواب استفتاء میں اذان ثانی کو جو جمعہ کے روز خطیب کے روبرو ہوتی ہے اس کو اندرونِ مسجد مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، نیز یہ کہ جمعہ کی خطبہ والی اذان خارج مسجد دروازہ پر ہونا سنت رسول اللہؐ وسنت خلفاء راشدین کہا ہے ابوداؤد شریف (ص۱۶۲/ج۱/) کا حوالہ دیتے ہوئے حدیث شریف یہ ہے:

عن السائب بن يزيد رضي الله عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وأبي بكر وعمر. آگے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بازار مدینہ میں مقام زوراء پر ایک اذان کا اعلاناً اطلاعاً اضافہ فرمادیا اور کبھی منقول نہیں کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیانِ جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت یہی ہے خطبہ والی اذان مسجد کے باہر یا دروازہ ہی پر ہو، نیز یہ کہ انہوں نے ایک اور حدیث جس کے راوی احمد اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ ہیں کا حوالہ دیتے ہوئے جس کی عبارت یوں ہے۔ **من يعيش منكم بعدى فيرى اختلافا كثيراً فعليكم بسنتى وسنة الخفاء الراشدين المهديين تمسكوا اليها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعةً وكل بدعة ضلالةٌ** اور مکروہ تحریمی ہونے کا ثبوت طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت

"یکره ان یؤذن في المسجد (کما في القهستانی عن النظم ص ۱۲۸/ج ۱/"مطبع مصری اورفتح قدیر ص ۲۵۱/) خاص بابُ الجمعہ میں ہے۔"هو ذکر الله في المسجد أي في حدوده لکراهة الاذان في داخله" اس کا مطلب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے۔ براہِ کرم جواب بالتفصیل روانہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پنج گانہ اذان کا مقصد عظیم اعلامِ غائبین ہے، اسلیے اس میں مستحب[1] یہ ہے کہ بلند جگہ پر بلند آواز سے اذان دی جائے تا کہ دور تک آواز پہونچے اور کثیر تعداد میں لوگ آواز سن کر نماز کے لئے آسکیں، اندرون مسجد کہنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے مسجد میں اذان کو ممنوع فرمایا ہے[2] شرحبیل بن عامر رضی اللہ عنہ مینارہ پر اذان دیا کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے مینارہ اذان کیلئے بنایا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور میں مینارہ نہیں[3] تھا، مسجد نبوی کے قریب سب سے اونچا مکان

---

[1] والسنة أن یوذن في موضع عال یکون اسمع لجیرانه ویرفع صوته (الهندیه ص ۵۵/ج ۱/) مطبوعه کوئٹه، الباب الثانی فی الاذان تحت الفصل الثانی. شامی زکریا ص ۴۸/ج ۲/ باب الاذان تاتارخانیه کراچی ص ۵۱۵/ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فی بیان ما یفعل فیه.

[2] یکره ان یؤذن فی المسجد کما فی قهستانی عن النظم (طحطاوی علی المراقی ص ۱۵۹/ باب الاذان، مطبوعه مصر. تاتارخانیه کراچی ص ۵۱۵/ج ۱/ باب الاذان، نوع آخر فی بیان ما یفعل فیه. فتح القدیر ص ۲۴۶/ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] ولم یکن في زمنه صلی الله علیه وسلم مئذنة بحر قلت وفي شرح الشیخ اسماعیل عن الاوائل للسیوطی أن اول من رقی منارة مصر للاذان شرحبیل بن عامر المرادی وبنی سلمة المنائر للاذان بامر معاویة ولم تکن قبل ذلک، الشامی ص ۲۵۹/ج ۱/ مکتبه نعمانیه. باب الاذان، مطلب فی اول من بنی المنائر الخ. طحطاوی علی المراقی ص ۱۵۴/ اول باب الاذان، مطبوعه مصر.

حضرت ام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر اذان دیا کرتے تھے جب مسجد نبوی کی چھت بن گئی تو چھت پر اذان دینے لگے تھے حالانکہ مسجد کی چھت مسجد ہی کے حکم میں ہے۔ قال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللّٰہ ﷺ مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع شئ فوق ظهره اھ شامی[1] ص ۲۵۹/ج ۱/ کلماتِ اذان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہو ورنہ مسجد کی چھت پر نبی اکرم ﷺ اذان کی اجازت نہ مرحمت فرماتے بلکہ منع فرما دیتے۔ نیز کلماتِ اذان تمام اقامت میں بھی موجود ہیں اور اقامت ہمیشہ سے مسجد کے اندر ہی ہوتی چلی آئی ہے جمعہ کے لیے شروع میں ایک ہی اذان تھی دوسری کا اضافہ حضرت عثمان[2] غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا جو کہ خلیفۂ راشد تھے۔ ان کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے[3] اس وقت سے بطور توارث وتواتر یہ اذان منقول ہے[4] اور مسجد میں ہوئی ہے تقریباً پچہتر ۷۵/سال پہلے تک یہ مسئلہ اجماعی تھا بریلی سے یہ مسئلہ جب شائع ہوا تقریباً پچہتر ۷۵/سال قبل تب خلفشار وانتشار

---

[1] شامی زکریا ص ۵۴/ج ۲/ باب الاذان، مطلب اول من بنی المنائر للاذان.

[2] عن السائب بن یزید قال النداء یوم الجمعة اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبي ﷺ وأبی بکر وعمر رضي اللّٰہ عنهما فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء (بخاری شریف ص ۱۸۰/ رقم الحدیث ۲۱۹/ باب الاذان یوم الجمعة، مطبوعه دار السلام ریاض، فتح الباری ص ۳۲۷/ج ۲/ مطبوعه مصر. باب الاذان یوم الجمعة)

[3] فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین وعضوا علیها بالنواجذ. مشکوة شریف ص ۳۰/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[4] اذا صعد الامام المنبر جلس واذان المؤذنون بین یدی المنبر بذالک جری التوارث (هدایه ص ۱۷۱/ج ۱/ باب الجمعة، مکتبه تهانوی دیوبند. درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۸، ۳۹/ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، فتح القدیر ص ۶۹/ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سب ہی اسپر عمل کرتے تھے۔ اگر اس کا مسجد میں ہونا منع ہوتا تو یہ حضرات ہرگز سکوت نہ فرماتے بلکہ تردید کردیتے جامع الرموز[1] میں تصریح ہے کہ اذان خطبہ منبر کے قریب کچھ داہنے یا بائیں یا سیدھے میں دی جائے۔ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی عبارت جو نقل کی گئی ہے ایک لفظ اس سے پہلے بھی ہے جس کو بے ضرورت یا مضر سمجھ کر فاضل مجیب نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے، **قوله بين يديه اي مستقبل الامام في المسجد كان أو خارجه**[2]. اگر سعایہ شرح شرح وقایہ کا مطالعہ کرلیں تو بات بالکل واضح ہوجائے[3] اس میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ ایک سوال لکھتے ہیں کہ وہ کونسی اذان ہے جس میں رفع صوت مستحب نہیں، پھر خود ہی جوابات تحریر فرماتے ہیں کہ وہ جمعہ کی اذان ثانی ہے جو خطیب کے سامنے منبر کے قریب دی جاتی ہے کہ وہ اعلام حاضرین کیلیے مثل اقامت کے ہے، یعنی جس طرح اقامت اعلام حاضرین کیلیے مسجد کے اندر ہوتی ہے، اسی طرح جمعہ کی اذان ثانی اعلام حاضرین کیلیے مسجد کے اندر ہوتی ہے اھ عنایہ[4] شرح ہدایہ برحاشیہ فتح القدیر (ص۶۹/ج۲/) مصری میں ہے۔ **كان الحسن بن زياد يقول المعتبر هو الاذان على المنارة لانه لو انتظر الاذان عند المنبر تفوته اداء السنة وسماع الخطبة وربما تفوته الجمعة اذا كان بيته بعيداً من الجامع اھ** یہاں بھی شاید عند

---

[1] اذا جلس الامام على المنبر اذن اذانا ثانيا بين يديه الخ (جامع الرموز ص ۱۱۸/ج۱/ مطبوعه نول كشور لكهنؤ، فصل فى صلاة الجمعة)

[2] عمدة الرعايه حاشيه شرح وقايه ص ۲۰۲/ج۱/ حاشيه: ۱، باب الجمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] لغز أي اذان لايستحب رفع الصوت فيه قل هو الاذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين صرح به جماعة من الفقهاء (السعاية ص۳۸/ ج۲/) مطبوعه لاهور، باب الاذان.

[4] العنايه شرح هداية على حاشيه فتح القدير ص ۴۲۱/ج۱/ الطبعة الكبرى الاميرية بيولاق مصر. باب الجمعة.

المنبر کے معنی علیٰ باب المسجد کے ہوں گے، جس وقت یہ فتویٰ بریلی سے شائع ہوا تھا اس وقت ایک مستقل رسالہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ نے تصنیف فرمایا تھا، اس کا نام ہے "تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان" وہ رسالہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے منگا کر مطالعہ کریں، اس میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں جبکہ یہ اذان بطریق توارث ہمیشہ سے مسجد ہی میں ہوتی ہے تو اس کو مکروہ نہیں کہا جاسکتا۔ لان التوارث لایکون مکروهاً وکذلک نقول في الاذان بین یدی الخطیب اھ (ردالمحتار[1] مصری ص ۵۵۲/ج ۱/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان ثانی اور خطبہ میں فصل

سوال:- جمعہ کے روز خطبہ اور اذان ثانی میں فصل کی گنجائش ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطیب جب منبر پر بیٹھ جائے اس وقت اذان ثانی کہی جائے اذان ختم ہونے پر خطیب کے لئے حکم ہے کہ خطبہ شروع کردے بلاوجہ تاخیر نہ کرے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ //

اذان بین یدی الخطیب کو دائیں بائیں ہٹ کر کہنا

سوال:- جمعہ کی اذان ثانی اگر بین یدی الخطیب نہ ہو بلکہ ایک دوگز بائیں یا دائیں

---

[1] شامی زکریا ص۵۷/ج۲/ باب الاذان، مطلب فی اذان الجوق.

[2] وکذا الجلوس علی المنبر قبل الشروع فی الخطبة والاذان بین یدیه جری به التوارث کالاقامة بعد الخطبة ثم قیامه بعد الاذان فی الخطبتین (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۱/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص۱۵۷/ج۲/ قبیل باب العیدین)

ہٹ کر ہوتو خلاف سنت ہوگی یانہیں؟ بصورت اولیٰ مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام ہوگی یا کیا، اور یہ موذن کس درجہ کا خاطی ہوگا۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح بھی اذان درست ہے معمولی دائیں بائیں ہٹ کر ہونے سے بھی خلاف سنت نہیں اور مکروہ نہیں۔ **فكونه بين يديه عام شامل لما كان في محاذاته أوشيئاً منحرفاً الىٰ اليمين أوالشمال أويكون على الارض أوالجدار اهـ (بذل المجهود[1] ص ۱۸۰/ج ۱/) اذا جلس الامام على المنبر اذن أذانا ثانياً بين يديه أي بين الجهتين المساويين ليمين المنبر اوالامام ويساره قريباً منه اهـ جامع الرموز[2].**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز کیلئے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا

سوال:- مقتدیوں کی نماز جمعہ کے لیے خطبہ کے ختم ہوتے ہی کھڑا ہوجانا چاہئے یا امام کے مصلیٰ پر جانے اور مکبّر کے تکبیر کہنے کا انتظار کیا جائے طریقۂ مسنون کیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اصل تو یہ ہے کہ جس وقت مکبّر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے[3] لیکن

---

[1] بذل المجهود ص ۸۵/ج ۶ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت لبنان، ابواب الجمعة، باب النداء يوم الجمعة، مطبوعه رشيديه سهارنفور ص ۱۸۰/ج ۲/.

[2] جامع الرموز ص ۱۱۸/ج ۱/. فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه نول كشور لكهنئو.

[3] ومن الادب القيام أي قيام القوم والامام ان كان حاضراً بقرب المحراب حين قيل أي وقت قول المقيم حى على الفلاح مراقى الفلاح على الطحطاوي ص ۲۲۵/ مطبوعه مصر، كتاب الصلوة، فصل فى آدابها. مجمع الانهر ص ۱۱۸/ج ۱/ باب الاذان، مطبوعه دارالكتب العمية بيروت. عالمگيرى كوئٹه ص ۵۷/ج ۱/ باب الاذان، الفصل الثانى.

احادیث میں صفوف سیدھا کرنے کی نیز درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے[۱] اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں اسلیے تکبیر شروع ہونے سے پیشتر ہی یعنی خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں[۲] تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی کا شور نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۵/ربیع الاول ۵۶ھ

---

[۱] عن ابن عمر اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسَدُّوا الْخَلَلَ الحديث ابوداؤد شريف ص۹۷/ كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف. مشكوة شريف ص ۹۹/ باب تسوية الصفوف، الفصل الثالث، مطبوعه يسرنديم ديوبند)

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صفیں سیدھی کیا کرو اور مونڈھوں کو برابر کرلیا کرو اور درمیان کی جگہ پر کرلیا کرو۔

[۲] وظاهر ان التسوية لاتمكن الابقيام المأمومين فإذن يجب ان يقوموا قبل الاقامة او في وسطها الخ. معارف السنن ص ۲۱۲/ ج۲/ باب ماجاء أن الامام احق بالاقامة، مكتبه نوريه مدنى مسجد ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : شرائط جمعہ

مصر کی تعریف

سوال:- مصر کی تعریف کتب فقہ وفتاویٰ میں بظاہر جامع و مانع سی محسوس نہیں ہوتی ہے اور وہ بھی مختلف فیہ ہوتی ہے براہ کرم مصر کی ایسی جامع مانع تعریف تحریر فرمائیں کہ اگر اس کا ایک جزء بھی مفقود ہو تو جمعہ جائز نہ ہو اور ایک جزء بھی بطور قید اتفاقی یا بطور علامت مذکور نہ ہو اور یہ مفتی بہ قول کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہ میں احکام مکلّف سے بحث کی جاتی ہے جیسا کہ اسکی تعریف حضرت امام اعظمؒ سے منقول ہے **معرفة النفس مالها وما عليها حقائق**[1] **وماهيات اشياء ذاتيات و عرضيات، جنس،** فصل نوع سے بحث نہیں کی جاتی[2] اسلئے جواز جمعہ کیلئے جو مصر کی شرط ہے اسکی تعریف علامات سے کرتے ہیں کنہ بیان نہیں کرتے[3] امام اعظمؒ سے اسی طرح منقول ہے **فی التحفة**

---

[1] التوضيح والتلويح ص۲۸/ مطبوعه كراچی.

[2] واما موضوع الفقه ففعل المكلف من حيث انه مكلف لانه يبحث فيه عمايعرض لفعله من حل وحرمة ووجوب وندب الخ شامی زكريا ص: ۱۲۰/۱، المقدمة.

[3] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التی لا تكاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترک الفقهاء تعريف المصر على العرف، فيض البارى ص ۳۲۹/ ج۲/باب الجمعة فی القرى، مطبوعه خضرراه بكڈپو ديوبند.

عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولهارساتیق وفیها والٍ یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهٰذا هوالا صحاھ ردالمحتار[1] ص ۵۳۶/ج ۱/مکتبہ نعمانیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شہر ہونے کا مدار عرف پر ہے

سوال:- موضع کبیرہ وہ جس کی مردم شماری چار ہزار ہے اور مختلف قسم کی تیرہ معمولی دکانیں، لوہار، بڑھئی، سنار، کمہار، عطار وغیرہ کی ہیں، ڈاکخانہ بھی ہے، یہاں تقریباً چالیس پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے، مگر پہلے سے اختلاف بھی چلا آرہا ہے، چار مسجدیں ہیں اور ایک عیدگاہ بھی ہے، یہ بستی نہ قصبہ ہے اور نہ مثل قصبہ ہے مکان کچے اور پکے مخلوط طریقہ پر ہیں مگر کثرت کچے مکانوں کی ہے، مذکورہ حالات میں جب کہ حنفیہ کے نزدیک مصر اور شہریت جواز جمعہ کے لئے شرط اولیں ہے، آیا مذکورہ بستی اپنی نوعیت میں شہریت حکمیہ کی حامل عند الشرع ہے یا نہیں؟ عام طور پر جمعہ کے بارے میں ایسی بستیوں کے متعلق شامی وغیرہ کی عبارت ذیل اس کے مثل تحریر کردی جاتی ہے، **وتجوز فی القصبات والقریٰ الکبیرہ التی فیها اسواق الخ.** مگر اس عبارت (**والقریٰ الکبیرة الخ**) کو حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ قصبات کا بیان قرار دیتے ہیں، اور حضرت گنگوہی کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے اس بارے میں آپ کے نزدیک قول فیصل اور راجح واقویٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات تو متفق علیہ ہے کہ نماز جمعہ کا حال دیگر صلوۃ خمسہ کی طرح نہیں کہ جب بھی

---

[1] شامی زکریا ص ۵ ج ۳ باب الجمعة. تبیین الحقائق ص ۲۱۷/ج ۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، حلبی ص ۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

اور جہاں بھی (آبادی، صحرا، کشتی میں) اور جیسے بھی (تنہا یا جماعت سے) پڑھی جائے تو درست ہوکر فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جایا کرے، حافظ ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن[1] میں اس کی تصریح فرمائی ہے، نماز جمعہ کے لئے کچھ خصوصیات وشرائط ہیں ان میں سے ایک شرط مصریت بھی ہے، مصریت کی تعریف جو کی جاتی ہے وہ حد حقیقی نہیں کہ (جنس وفصل سے مرکب ہوکر اجزائے حقیقہ پر مشتمل ہو) جب کہ وہ تعریف محض علامت کے طور پر ہے، اور علامت عرف کے بدلنے سے بکثرت بدلتی رہتی ہیں،[2] قدر مشترک کے طور پر سب تعریفوں میں یہ رعایت کی گئی ہے، کہ اس جگہ مدنیت ہو جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ''[3] میں بیان فرمایا ہے، مردم شماری کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، حتی کہ زیلعی شرح کنز میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دس ہزار مردم شماری ہو[4] مولانا گنگوہیؒ نے تین چار ہزار کا تخمینہ تحریر فرمایا ہے[5] بعض حضرات نے اس سے بھی کم پر اجازت دے دی ہے، ایسی صورت میں بہتر یہ

---

[1] واتفق فقهاء الامصاء على ان الجمعة مخصوصة بموضع لا يجوز فعلها فى غيره لانهم مجمعون على ان الجمعة لا تجوز فى البوادى ومناهل الاعراب فقال اصحابنا هى مخصوصة بالامصار ولا تصح فى السواد (احكام القرآن ص ۴۴۵/ ج۳/ سورۂ جمعه، فصل فى ان الجمعة مخصوصة بموضع الخ. الكتاب العربى بيروت)

[2] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التى لا تكاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترك الفقها تعريف المصر على العرف (فيض البارى ص ۳۲۹/ ج۲/ باب الجعمة فى القرىٰ والمدن، مطبوعه خضرراه ديوبند)

[3] وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقى لفظ انه يشترط فى الجعمة الجماعة ونوع من التمدن (حجة اللهالبالغة س ۲۸/ ج۲/ الجمعة، المطبعة المصرية السنية)

[4] وعنه (ابى يوسف) انه يبلغ سكانه عشرة آلاف وقيل يوجد فيه عشرة آلاف (تبيين الحقائق ص ۲۱۷/ ج۱/ باب صلاة الجعمة، مكتبه امداديه ملتان)

[5] وقيل ما فيه اربعة الاف رجال الى غير ذلك وليس هذا كله تحديدا له بل اشارة الى تعيينه وتقريب له الى الاذهان وحاصله ادارة الامر على راى اهل كل زمان فى عدهم المعمورة مصراً فما هو فى عرفهم جازت الجمعة فيه وما ليس بمصر لم يجز فيه (الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ ج۱/ ابواب الجمعة، باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور.

ہے کہ کسی معتبر ماہر فقہ وفتوی عالم کو بلا کر مشاہدہ کرادیا جائے پھر جو کچھ وہ تجویز کریں اس پر عمل کیا جائے، حضرت گنگوہی کا اوثق القریٰ، حضرت شیخ الہند کا احسن القریٰ حضرت تھانویؒ کا القول البدیع اگر مطالعہ کرلیا جائے تب بھی رائے قائم کرنے کے لئے بہت بصیرت حاصل ہوگی، ائمہ اربعہ میں اختلاف دراصل روایت کا نہیں درایت کا ہے اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہے، پھر حقیقت میں مصر کی تعریف میں جو اختلاف ہے اس کا مدار عرف پر ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مذکورہ بستی کی مردم شماری چار ہزار ہے اور مختلف قسم کے پیسہ ور لوگ اس میں رہتے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی کی اشیاء میسر ہوتی ہیں تو قریہ کبیرہ مشابہہ قصبہ ہے کہ ڈاکخانہ بھی ہے، قریہ کبیرہ کی مردم شماری علامہ عینی نے چار ہزار بیان فرمائی ہے۔ اس پر مدار رکھا گیا ہے[2]۔

فقط واللہ اعلم

سید مہدی حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مصر کی تعریف اور اقامت جمعہ کی شرائط

سوال:- (۱) مصر کے لفظی معنی کیا ہیں، اس مسئلے میں اس کے کیا معنی سمجھے جائیں؟

(۲) مصر کی تعریف میں بعض جگہ یہ ملتا ہے کہ وہ مقام جہاں حوائج ضروریہ پوری ہو

---

[1] ملاحظہ ہو فیض الباری ص۳۲۹/ج۲/مطبوعہ خضر راہ بکڈپو دیوبند، باب الجمعة فی القریٰ، الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، اعلاء السنن ص۸/ج۸/ باب عدم جواز الجعمة فی القریٰ، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[2] وکان یسکن فیها فوق اربعة آلاف نفس (عمدة القاری ص۱۸۷/ج۳/ الجزء السادس، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، مطبوعه دارالفکر بیروت)

جائیں تو اس کے متعلق کیا حکم ہے اور حوائج ضروریہ کیا کیا ہونگے؟

(۳) یہ جو کہا گیا ہے کہ مصر وہ مقام ہے جہاں قاضی اور مفتی ہوں اس زمانہ میں اس قول سے کیا مراد ہوسکتی ہے جب کہ یہاں ہند میں ایسا رواج ہی نہیں ہے؟

(۴) جس مقام پر نماز جمعہ صحیح نہ ہو اور وہاں مدت سے نماز جمعہ پڑھی جارہی ہو وہاں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۵) اگر عوام باز نہ آئیں تو ذی علم حضرات ایسے مقام پر کیا کریں؟

(۶) منیٰ کی آبادی کا کیا مطلب ہے، سمجھایا جائے؟

(۷) ایک مقام ہے جہاں کی مخلوط آبادی دو ہزار ہے اور صرف مسلم آبادی ایک ہزار ہے یا اس سے زائد، اور وہاں پر کرایہ کی دکان بھی ہے جہاں زندگی کے روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں اور غلہ بھی دستیاب ہے، گاؤں میں پنچایت راج کا پردھان بھی ہے علاوہ ازیں گاؤں میں تین اسکول ہیں، پہلا مکتب اسلامیہ اسکول، دوسرا پرائمری اسکول جس میں درجہ پانچ تک لڑکوں کو صرف ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے، تیسرا لڑکیوں ایک پرائمری اسکول جس میں درجہ پانچ تک صرف لڑکیوں کو ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے، ایسے مقام پر نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو مصر کی تعریف کس پر صادق آئی اور اگر نہیں صحیح ہے تو وجہ کیا ہے؟

(۸) کم از کم کتنی آبادی پر جمعہ درست ہے وہ آبادی صرف مسلمانوں کی شمار ہوگی یا دیگر اقوام کی بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) لغت میں مصر کے معنی ہیں بکری یا اونٹنی کا دودھ تین انگلیوں سے دوہنا، دودھ خوب پوری طرح دوہنا، دو چیزوں کے درمیان، حاجز، مشہور شہر کا نام، نوح کے بیٹے کا نام، شہر، مشہور دہ شہر کوفہ بصرہ، طین احمر، کذا فی لسان العرب[1] ص ۱۷۵ / ج ۵ / صلوۃ جمعہ کے

[1] مصر: الشاة والناقة يمصرها مصرا وتمصيرها حلبها باطراف الثلاث، المصر حلب كل ما فى الضرع، والمصر: الحاجز والحد بين الشيئين، المصر الحد فى كل شيئ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

متعلق اس کے معنی شہر کے ہیں۔

(۲) جن حوائج کے بغیر وہاں کے رہنے والوں کی معاشرت دشوار ہو جائے، غلہ کپڑا، دوا، برتن وغیرہ کہ ان کی مستقل دوکانیں ہوں اور یہ چیزیں ہمیشہ ملتی ہوں آس پاس کے دیہات کے لوگ بھی وہاں سے اپنی حوائج کا انتظام کرتے ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہوں ڈاکخانہ ہو، مدرسہ، اسکول ہو، کچہری یا پنچائتی نظام نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے ہو یہ امارت وعلامت ہیں حد حقیقی نہیں[۱]۔

(۳) قاضی کے قائم مقام پنچایت کا نظام ہے جگہ جگہ شرعی کمیٹی بھی موجود ہے مفتی کا انتظام ہر شہر میں نہیں لیکن یہ ضرورت بھی بالواسطہ پوری ہو جاتی ہے۔

(۴) نرمی وشفقت سے مسئلہ سمجھا دیا جائے جن کو فکر آخرت ہوگی وہ باز آجائینگے جھگڑا فساد نہ کیا جائے[۲]۔

(۵) خود جمعہ نہ پڑھیں پانچوں نمازیں تکبیر اولیٰ سے پڑھتے رہیں مسئلہ بتاتے اور دلسوزی سے سمجھاتے رہیں[۳]۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مصر هی المدينة المعروفة، وقد زعموا ان الذی بناها انما هو المصر بن نوح عليه السلام، لما فتح هذان المصران، المصر: البلد ويريد بهما الكوفة والبصرة، والمصر: الطين الاحمر (لسان العرب ص۱۷۵، ۱۷۶/ ج۵/ تحت مصر، مطبوعه دار صادر بيروت. طحطاوی علی المراقی ص۴۱۲/ باب الجمعة، طبع مصر.

(صفحہ ہذا) ۱؎ عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرفع الناس اليه فيما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح (حلبی كبيری ص۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ص۵/ ج۳/ باب الجمعة، مجمع الانهر ص۲۴۷/ ج۱/ دارالكتب العلمية بيروت. الكوكب الدری ص۱۹۹/ ج۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غير عذر، مكتبه يحيويه سهارنپور.

۲؎ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا (سورۃ انفال آیت ۴۶/۔

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو (بیان القرآن)

۳؎ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (سورۂ نحل آیت ۱۲۵/)

(۶) یہ تحدید نہیں ایک تمثیل ہے نمایاں فرق ہو چکا ہے، اب تمثیل بھی نہیں[۱]۔

(۷) کسی ایسے عالم کو بلا کر معائینہ کرادیں جسکو فقہ وفتاوی میں بصیرت وتجربہ ہو سب حالات دیکھ کر وہ جو حکم شرعی بتائیں اس پر عمل کریں[۲]۔

(۸) آبادی کے اعداد پر مدار نہیں جہاں کہیں آبادی کو بتایا گیا ہے وہ تخمینی ہے تعیین نہیں[۳] اور مجموعی آبادی مراد ہے نہ کہ صرف مسلم آبادی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

قصبہ کی تعریف

سوال:- قصبہ کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قصبہ شہر سے چھوٹا ہوتا ہے بڑے گاؤں سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی تعریف علامات کے اعتبار سے جاتی ہے کنہ کے اعتبار سے نہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[۱] ولیس هذا کله تحدیداً له بل اشارة الی تعیینه تقریب له الی الاذهان (الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، مکتبه یحیویه سهارنپور. فیض الباری ص ۳۲۹/ج ۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه خضرراه دیوبند، لامع الدراری ص ۱۰/ج ۲/ باب الجمعة فی القری، مکتبه رشیدیه سهارنپور.

[۲] وحاصله ادارة الامر علی رأی اهل کل زمان فی عدهم المعمورة مصراً فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فیه ما لیس بمصر لم یجر فیه (الکوکب ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[۳] الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[۴] ولیس هذا تحدیداً اله بل اشارة الی تعیینة وتفریب له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جمعہ فی القریٰ، مصر کی تعریفیں، قریہ میں جواز جمعہ کا حکم

سوال:- نماز جمعہ کے متعلق چند باتیں عرض کرنی ہیں بلاشبہ علمائے کرام نے مضبوط دلائل ہی کی بنیاد پر جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لئے مصر، یا قریۂ کبیرہ کی شرط لگائی ہے لیکن مصر یا قریۂ کبیرہ کی تعریف میں علمائے احناف اور حضرات اکابرین کے اقوال میں اتنے شدید اختلافات اور اداء جمعہ کے سلسلہ میں ان حضرات کے اعمال میں بھی اس قدر اختلافات ہیں کہ کسی گاؤں کو مصر یا قریۂ کبیرہ کی تعریف سے خارج کرنا یا کسی شہر کو مصر میں داخل کرنا کافی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

صاحبِ وقایہ مصر کی تعریف کرتے ہیں "**مالا یسع اکبر مساجدہٖ اھلہ مصر**" اول متأخرین کی ایک جماعت نے بھی مصر کی ایک ہی تعریف نقل کی ہے "**وعند البعض ھو موضع اذا اجتمع اھلہٗ فی اکبر مساجدہٖ لم یسعھم ھو موضعٌ**" پر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے حاشیہ لکھا ہے "**ھٰذا التفسیر منقولٌ عن الثلجی وعلیہ فتویٰ اکثر الفقھاء کما فی المجتبی وفی الولوالجیۃ ھو الصحیح**[1]" گویا مولانا نے اس تفسیر کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے بھی مصر کی یہی تعریف کی ہے اور خزانۃ المفتیین اور البحر الرائق وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو علم الفقہ دوم ص ۱۴۵، ۱۴۶/۔ مصر فقہاء کی اصطلاح میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب ہے۔ اس قدر ہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو۔ اس مسجد سے جامع مسجد مراد نہیں ہے بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجد مراد ہے جس مقام

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) إلی الاذھان وحاصلہ ادارۃ الامر علی رأی اھل کل زمان فی عدھم المعمورۃ مصراً فما ھو مصر فی عرفھم جازت الجمعۃ فیھو مالیس بمصر لم یجز فیہ (الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج ۱/باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر مطبوعہ بجویہ سھارنپور)

(صفحہ ہٰذا) [1] شرح وقایہ ۱/۲۴/ کتاب الصلوۃ.

میں یہ تعریف صادق ہو وہ مصر ہے اور جہاں صادق نہ ہو وہ قریہ ہے۔ نیز مولانا عبدالحیؒ نے شرح وقایہ کی عبارت **اذا اجتمع** پر حاشیہ لکھا ہے "**وقیل اکبر المساجد للصلوات الخمس کما فی فتاویٰ الزاھدی الخ** مولاناؒ نے حاشیہ میں مصر کی ان مختلف تعریفات کو جنہیں ائمہ احناف نے بیان کیا ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں مگر اکثر فقہاء کے نزدیک مختار اور متأخرین کا مفتی بہ قول وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے (البحر الرائق، خزانۃ المفتیین، فتاویٰ زاہدی)۔ صاحب ہدایہ نے بھی مصر کی ایک ہی تعریف کی ہے۔ شرح عنایہ میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر جزء ثانی ص۱۴۔ اسی لئے ہمارے یہاں جن بستیوں میں مصر کی یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہاں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ تو اگر وہاں کے لوگ اپنے اوپر جمعہ کی نماز فرض سمجھ کر ادا کریں تو کیا حرج ہے؟ جبکہ جمعہ سے روکنے میں اختلاف کا اندیشہ، علماء سے بدظنی اور ان بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنے والے اکابرین سے بدگمانی یقینی چیز ہے۔ جیسا کہ ایک بستی میں پہلے سے جمعہ کی نماز ہوتی آرہی تھی اور اب بعض لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں جن کو دیکھ کر بعض لوگ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ حسب سابق جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ جن کے دلوں میں جمعہ کی بڑی اہمیت تھی اور وہ صرف جمعہ ہی کی نماز پڑھتے تھے ان کے دلوں سے بھی جمعہ کی عظمت نکل گئی اور ہفتہ کی اس عید والی نماز سے بھی محروم ہو گئے اور عید بقرعید کی نماز سے بھی ان کو چھٹکارا مل گیا۔ پھر یہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ پڑھنے کو بعض حضرات نے بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو قدوری (مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء) باب صلوٰۃ الجمعۃ۔ **ولا تجوز فی القریٰ پر حاشیہ البلدۃ الکبیرۃ بمنزلۃ المصر واما الصغیرۃ فالجمعۃ فیھا بدعۃ حسنۃ.**

دوسری بات یہ ہے کہ میری بستی (جس میں مصر کی یہ تعریف صادق آتی ہے) سے قریب ہی ایک جگہ ہے جہاں بازار ہے، دکانیں ہیں، ہوٹل ہیں، ایک دینی ممتاز مدرسہ ہے جہاں ہمیشہ علماء رہتے ہیں، ریلوے اسٹیشن، بس اڈہ اور ایک سے ہائی کلاس تک اسکول بھی

ہیں، مویشی اور غیر مویشی ڈاکٹر اور نرسیں بھی رہتی ہیں، عام ضروریات کی ساری چیزیں ملتی ہیں۔ اور بازار ہی سے بالکل متصل پچھّم کی طرف ایک بستی ہے اور دکھن کی طرف ایک سوا فرلانگ پر ایک دوسری بستی بھی ہے۔ نیز میری بستی میں چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ لوریا ہے جہاں تھانہ ہے، سرکاری بلاک ہے، چینی کی فیکٹری اور اچھی خاصی آبادی بھی ہے وہاں بازار ہے، ضروریاتِ زندگی کی ہر سہولت حاصل ہے۔ چار ہی میل کے فاصلہ پر ایک دوسرا بازار چنپٹیا ہے، جہاں ضروریاتِ زندگی کی ساری ہی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن چینی فیکٹری، سرکاری بلاک، ہسپتال اور کافی آمدنی ہونے کے ساتھ شمالی بہار میں غلہ کا سب سے بڑا بازار بھی ہے۔ یہاں بھی مصر کی دوسری تعریفیں صادق آتی ہیں۔

امام بن ہمامؒ نے توابع مصر کی تعریف میں جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں ایک امام ابو یوسفؒ سے ایک قول تین فرسخ کا ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات سے ایک میل اور بعض سے دو میل اور بعض سے چھ میل ہے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں وقیل إن امکنہ ان یحضر الجمعة ویبیت باهله من غیر تکلف تجب علیه الجمعة والا فلا قال فی البدائع وهذا حسن مولانا ادریس صاحبؒ کاندھلوی نے بھی التعلیق الصبیح میں امام ابن ہمامؒ کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے (کذا فی المرقات) کہا ہے۔ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے قولہٗ الجمعة علیٰ من اٰواه اللیل الیٰ اهلٍ کی پوری تشریح فرمائی ہے۔ قال المظهری ای الجمعة واجبة علیٰ من کان بین وطنه وبین الموضع الذی یصلی فیه الجمعة مسافة ممکنة الرجوع بعد اداءِ الجمعة الیٰ وطنه قبل اللیل وبهٰذا قال الامام ابوحنیفةؒ وشرط عنده ان یکون خراج وطنه ینقل الیٰ دیوان المصر الذی یاتیه للجمعة فان کان لوطنه دیوانٌ غیر دیوان المصر لم یجب علیه الاتیان ذکره الطیبی. اس تشریح کے اعتبار سے میری بستی میں جمعہ کی نماز واجب ہوگی۔ تو پھر اگر واجب سمجھ کر ادا کی جائے تو کیا حرج ہے جبکہ آج کل خراج یعنی مالگذاری وغیرہ بلاک ہی اپنے

ملازم سے وصول کراتا ہے۔ اور ہمارا بلاک لوریا میں ہے۔ اور بعض قریب کی بستیوں کا بلاک چنپٹیا میں ہے۔ مولانا عبدالشکورؒ نے بھی علم الفقہ دوم ص ۱۴۵ر میں لکھا ہے۔ ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے اگر کوئی شخص آئے تو دن ہی دن میں اپنے گھر واپس جا سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے (شرح سفر السعادۃ)۔ امام ابن ہمامؒ نے امام ابو یوسفؒ سے تین فرسخ کا قول تو نقل کیا ہے ہی، نیز قدوری میں مطبع قیومی کانپور ص ۷۰، ۱۳ھ) میں باب صلوٰۃ الجمعۃ کے اندر او فی مصلی المصر پر حاشیہ یہ تحریر ہے ''وفی تقدیر الافنیة اقوالٌ قدرها بعضهم بميلين وبعضهم بفرسخين وَ بعضهم بغيره وبعضهم بمنتهى حد الصوت اذاصاح اواذن المؤذن والمختار للفتوىٰ قول محمد انهٗ يحد بفرسخ''. اور فرسخ کا ترجمہ تین میل ہاشمی، اور بقول بعض بارہ ہزار گز ہے جو تقریباً آٹھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات، المنجد)

ان تفصیلات کے بعد قدوری کے حاشیہ کے مطابق کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ کی نماز بدعت حسنہ ہے۔ اگر علماء سے بدظنی اور اختلاف سے بچنے کے لئے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اور اگر اس قول پر فتویٰ نہ دیا جائے تو بھی میری بستی جیسی اور دوسری بستیاں توابعِ مصر میں ہیں اور ان میں جمعہ واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق کہ توابعِ مصر تین فرسخ ہے۔ گویا نو میل ہاشمی تک توابع مصر ہے جبکہ چار چار انگریزی میل ہی پر لوریا اور چنپٹیا دونوں مصر ہیں۔ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق جسے قدوری کے حاشیہ پر فتویٰ دینے کے لئے مختار کہا گیا ہے کہ توابع مصر ایک فرسخ تک ہے یعنی تین میل ہاشمی جبکہ ساٹھی جو مصر ہے میری بستی سے کل دو میل انگریزی پر ہے اور لوریا اور چنپٹیا بھی ہاشمی تین میل سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ نیز حدیث الجمعة علىٰ من اواه الليل اِلى اهلهٖ کی تشریح میں مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے قال المظہری الخ سے تشریح کرتے ہوئے جو بهٰذا قال الامام

ابو حنیفة الخ کہا ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق بھی میری بستی توابع مصر سے ہے کیونکہ ایک آدمی چنپٹیا اور لوریا دونوں ہی مصر سے بآسانی جمعہ کی نماز پڑھ کر دن ہی دن میں لوٹ سکتا ہے۔اور میری بستی کا خراج بھی لوریا ہی میں جمع ہوتا ہے تو اس طرح میری بستی میں جمعہ کو واجب قرار دینا ہمارے تینوں ائمہ حضرات کے قول پر عمل کرنا ہے۔اس کے باوجود اگر میری بستی میں جمعہ کے عدم وجوب یا جمعہ کے وجوب اور ادائیگی کی عدمِ صحت کا فتویٰ دیا جائے تو کچھ لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں گے کیونکہ اکابرین کا عمل اور ان سے عقیدت اس پر مجبور کرے گی اور کچھ لوگ ظہر کی نماز اور دونوں جماعتیں تارک فرض قرار پائیں گی اور دونوں ہی جماعتیں ایک دوسرے کو تارکِ فرض اور فاسق تصور کریں گی تو کیا اس عظیم فتنہ سے بچنے کے لئے اور حتی الامکان لوگوں کو معصیت سے بچانے کے لئے اور تینوں ائمہ کرام کے قول پر عمل پیرا ہونے کے لئے میری بستی میں وجوب جمعہ اور صحت ادا کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا؟ جبکہ تمام متأخرین کا مفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے اور پھر یہ کہ ہمارے یہاں دو بستیوں کے درمیان عموماً ایک کلومیٹر سے کم ہی فاصلہ ہے اور تقریباً عام بستیوں میں عام ضروریات زندگی کے سامان بھی فراہم ہوتے ہیں۔ دیوبند کے اطراف و جوانب کی بستیوں کی طرح یہاں بستیاں نہیں رہیں۔

(۲) اداء جمعہ کی صحت کے لئے فقہاء نے جو شرائط لگائی ہیں وہ تمام شرائط ہندوستان کے کسی شہر میں نہیں پائی جاتی ہیں۔حتی کہ وہ شرائط دیوبند میں بھی نہیں پائی جاتی ہیں۔ صاحب وقایہ نے **السلطان او نائبه** کی شرط لگائی ہے۔قدوری بھی رقم طراز ہیں **ولا تجوز اقامتها الاللسلطان اولمن امره السلطان**"۔صاحب شرح وقایہ بھی یوں تحریر فرماتے ہیں **فعند البعض هو موضع لهٗ امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود** اور ظاہر بات ہے کہ سلطان یا ایسا امیر اور قاضی جو احکام شرعیہ کو نافذ کرے اور حدود کو قائم کرے ہندوستان میں کہیں نہیں ہے۔لہٰذا کسی شہر میں سلطان کا نائب بھی نہیں ہوگا تو پھر دیوبند یا ہندوستان کے

کسی دوسرے شہر میں جمعہ کی نماز کیسے صحیح ہوگی اور اگر سلطان یا نائب سلطان اور امیر وقاضی کی تاویل ایسے شخص سے کی جائے جس پر سب لوگ متفق ہوں جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے، تو پھر مصر کی تعریف میں تاویل کر کے گاؤں اور بستیوں میں رہنے والوں کے شہروں سے تعلقات آمد ورفت کی کثرت کاروباری سلسلہ میں لین دین، رہن سہن گفتگو کھانا پینا تعلیم و شناخت وکلچر میں یکسانیت کے سبب ان تمام بستیوں کو مصر میں شمار کر لینے میں کیا حرج ہے؟ جہاں جمعہ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے جبکہ اس میں ایک مصلحت یعنی عظیم فتنہ سے بچاؤ ہے جس کی طرف ماقبل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۳) اکابرین حضرات کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ادائے جمعہ کی صحت کی بعض شرائط کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے مثلاً صحت ادا کے لئے سلطان یا نائب سلطان یا احکام شرعیہ کو نافذ کرنے والے اور حدود قائم کرنے والے امیر یا قاضی کی شرط لگائی ہے مگر اکابرین کے فتاویٰ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۳/ج ۵/ سوال: ۲۳۴۲/الجواب: دیہات دو قسم کے ہیں قریۂ کبیرہ اور قریۂ صغیرہ، قریۂ کبیرہ بحکم قصبہ و شہر قرار دے کر فقہاء نے اس میں وجوب جمعہ کا فتویٰ دیا ہے کمافی الشامی الخ نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶/ج ۵/سوال: ۲۳۵۷/الجواب: اگر وہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو جمعہ وہاں صحیح ہے۔ کمافی الشامی الخ ان فتاویٰ میں سلطان نائب سلطان امیر قاضی کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ہے، شرط صرف آبادی کی مقدار ہے تو اگر ماقبل میں اشارہ کردہ فتنۂ عظیم سے بچنے کے لئے مصر ہونے کی شرط بھی ہٹا کر بستیوں میں وجوب جمعہ اور صحتِ ادا کا فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ جبکہ بہت سی بستیوں میں ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجادؒ حضرت مولانا ریاض احمد صاحب سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند اور دوسرے اکابرین نے بھی جمعہ کی بھی نماز پڑھی ہے، جواز کا فتویٰ دینے سے ان حضرات سے بدظنی بھی نہیں

ہوگی۔علماء کا وقار اور شریعت کی اہمیت بھی مسلمانوں کے دلوں میں باقی رہ جائے گی۔

(۴) مسائل کے سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا قول آپ کے یہاں معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہیں ہے تو مطلع فرمایا جائے۔اور اگر معتبر ہے تو فتنہ سے بچنے کے لئے عذر کی وجہ سے دیہات کی بستیوں میں وجوب جمعہ اور صحت ادا کے لئے امام شافعیؒ کے مسلک پر فتویٰ دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ ص۸۳/ج۳/مطبوعہ جید برقی پریس بلیماران دہلی ۱۳۴۸ھ مسئلہ: مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعیؒ پر عند الضرورۃ عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذتِ نفسانی سے نہ ہو، عذر یا حجتِ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات تو متفقہ طور پر مسلم ہے کہ جمعہ صلوات خمسہ کی طرح نہیں۔کہ آبادی میں جنگل میں، زمین پر، ریل میں، کشتی میں، تنہا، جماعت کے ساتھ ادا قضا ہر طرح درست ہو سکے بلکہ اس کے لئے کچھ خصوصی شرائط ہیں۔جگہ بھی اس کے لئے ایسی ہوگی جس میں کچھ خصوصیات ہوں گی۔**واتفق فقهاء الامصار علیٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لا یجوز فعلها فی غیرہٖ لانهم مجمعون علیٰ ان الجمعة لا تجوز فی البوادی ومناهل الاعراب اھ** احکام القرآن[1] ص۴۴۵/ج۳/اس کے لئے تمدن کو سب ہی حضرات نے شرط قرار دیا ہے **وقد تلقت الامة تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انه یشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وکان النبیؐ وخلفاء ہ رضی اللّٰه عنهم والائمة المجتهدون رحمهم اللّٰه تعالیٰ یجمعون فی البلدان ولایواخذون اهل البد وولا یقام فی عهدهم فی البد وففهموا من ذٰلک قرنا بعدقرن وعصرا بعد عصرانهٗ یشترط لها الجماعة والتمدن اھ** (حجة اللّٰه البالغة[2] ص۲۸/ج۲/) اس نوع من التمدن کے تعیین

[1] احکام القرآن للجصاص ص۴۴۵/ج۳/ سورۂ جمعہ آیت ۹/ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.
[2] حجة اللہ البالغہ ص۲۸/ج۲/ باب الجمعة، طبع بولاق بمصر.

میں مختلف اقوال ہیں۔ مصر یا قریہ کبیرہ یا قصبہ کو فقہاء نے جواز جمعہ کے لئے شرط قرار دیا ہے، وہ درحقیقت اس نوع من التمدن کی تحقیق کے لئے ہے[1] مصر کی تعریفات بہت مختلف ملتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تعریفات بالکنہ نہیں کہ ذاتیات وجنس وفصل کے ذریعہ ان کو حد تام قرار دیا جائے بلکہ درحقیقت علامات کے ذریعہ تقریب الی الفہم مقصود ہے۔ عرف کے تغیر سے بھی علامات متغیر رہتی ہیں اور جغرافیائی حیثیت سے بھی تغیر ہوتا ہے پس زمان ومکان دونوں ہی مؤثر ہیں۔ ایک علاقہ میں جو علامات مصر ہیں ضروری نہیں کہ دوسرے علاقہ میں بھی وہی علامات ہوں۔ آج کل ہمارے اطراف میں عمومی علامات یہ ہیں پختہ مکانات کافی تعداد میں ہوں، پختہ سڑکیں ہوں، محلے ہوں، ڈاکخانہ ہو، شفاخانہ یا حکیم ہو، مدرسہ یا اسکول، مستقل دکانیں ہوں، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں، ضروری پیشہ ور ہوں، کچہری یا نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے پنچائتی نظام ہو، آس پاس کے دیہات اپنی ضروریات وہاں سے پوری کرتے ہوں اور اس مقام کو قصبہ یا بڑا گاؤں کہا جاتا ہو۔ مردم شماری کے لحاظ سے کوئی خاص عدد لازم نہیں۔ یہ علامات کچھ مدت پہلے تین چار ہزار کی آبادی میں ہوتی تھیں۔ اب تمدن تیزی سے ترقی کر رہا ہے، اب اس سے کم آبادی میں بھی یہ علامات جمع ہوجاتی ہیں بعض بستیوں کی آبادی دو ہزار ہے اس میں بھی یہ علامات موجود ہیں، بعض میں نہیں۔ آپ نے جو تعریف نقل کی ہے "مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ" اس پر طحطاوی سے علامہ شامیؒ[2] نے نقل کیا ہے ص ۵۲۶/ج ۱/ھٰذا یصدق علیٰ کثیر من القریٰ"۔ نیز ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے وفیہ اشکالٌ حیث لم یصدق علیٰ المساجد الثلاثۃ اھ. شرح النقایہ[3] ص ۱۲۳/ج ۱/غرر الاحکام[4]

---

[1] واعلم ان القریۃ والمصر من الاشیاء العرفیۃ التی لاتکاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترک الفقھاء تعریف المصر علی العرف (فیض الباری ص ۳۲۹/ج ۲/ باب الجمعۃ فی القری، طبع خضرراہ بکڈپو دیوبند، الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر، مطبوعہ مکتبہ یحیویہ سھانپور.

[2] شامی زکریا ص ۵/ج ۳/ اول باب الجمعۃ.

[3] نقایہ شرح وقایہ ص ۲۲۷/ج ۱/ باب الجمعہ، مطبوعہ دھلی.

[4] دررالحکام شرح غرر الأحکام ص ۱۰/ج ۱/ مصری، باب الجمعۃ.

اور درالحکام ص۱۳۶/ج۱/میں ہے وھو مالا یسع اکبر مساجدہٖ اھلہٗ یعنی من یجب علیہ الجمعۃ لامکانہ مطلقاً او مالہٗ مفت ذکرہٗ قاضی خان وامیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وکلا المعنیین منقولٌ عن ابی یوسف والاول اختار الکرخیؒ والثانی اختار الثلجی اہ. اس پر محشی شرنبلالی نے غنیۃ[1] ذوی الاحکام میں لکھا ہے اقول وعنہ روایۃ ثالثۃ ھو کل موضع یسکن فیہ عشرۃ الاف نفر کما فی العنایۃ وقیل یوجدفیہ عشرۃ الاف مقاتل وفی المصر اقوال غیر ھذہ اھ تبیین الحقائق[2] شرح کنز الدقائق ص۲۱۷/ج۱/میں ہے وھو کل موضع لہٗ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھٰذا روایۃ عن ابی یوسف وھو اختیار البلخی وعنہ وھو کل موضع یکون فیہ کل محترف ویوجد فیہ جمیع ما یحتاج الناس الیہ فی معایشھم وفیہ فقیہ مفت وقاض یقیم الحدود وعنہ انہ یبلغ سکانہٗ عشرۃ الاف مقاتل وقیل ان یکون اھلہٗ بحال لوقصدھم عدویمکنھم دفعہٗ وقیل ان یکون بحال یعیش فیہ کل محترف بحرفتہ من سنۃ الی سنۃ من غیر ان یشتغل بحرفۃ اخریٰ اہ وعن محمد کل موضع مصَّرہ الامام فھو مصر حتیٰ لو بعث الیٰ قریتہٖ نائبا لا قامۃ الحدود والقصاص یصیر مصرا فاذا عزلہ یلتحق بالقریٰ اہ.

اتنی مختلف تعریفات اس وجہ سے ہیں کہ یہ علامات وعوارض ذاتیات ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے جو تعریف منقول ہے وہ یہ ہے وروی عن ابی حنیفۃؒ انہٗ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھارساتیق وفیھا والٍ یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہٖ وعلمہ او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث وھو الاصح اہ بدائع[3] ص ۲۶۲/ج۲/ زیلعی[4] ص۲۱۷/ج۱/ ردالمحتار[5] ص۵۳۶/ج۱/

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام ص۱۷۰/ج۱/ باب الجمعۃ، طبع مصر.

[2] تبیین الحقائق ص۲۱۷/ج۱/ اول باب الجمعۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[3] بدائع الصنائع کراچی ص۲۶۰/ج۱/ فصل فی بیان صلوۃ الجمعۃ.

[4] زیلعی ص۲۱۷/ج۱/ باب صلاۃ المجعۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[5] شامی زکریا ص۵/ج۳/ باب الجمعۃ.

شرح نقایہ[1] ص ۱۲۳ / ج ۱ / غنیۃ المستملی[2] ص ۵۱۱ / غنیۃ[3] ذوی الاحکام ص ۱۲۶ / فتح القدیر[4] ص ۴۱۰ / ج ۱ / . علامہ حلبی[5] نے مختلف تعریفات نقل کر کے بطور فیصلہ لکھا ہے فالحاصل ان اصح الحدود ماذکرہ فی التحفۃ اھ یعنی بدائع کی نقل کردہ تعریف اصح ہے، توابع مصر کے متعلق امام ابن ہمامؒ وغیرہ سے نقل کر کے آپ نے جو نتیجہ نکالا ہے کہ (آپ کی بستی میں جمعہ درست ہو) وہ خود ان کی تصریحات کے خلاف ہے وہ تو یہ کہتے ہیں ''ان امکنہ ان یحضر الجمعۃ ویبیت باھلہٖ من غیر تکلف تجب علیہ الجمعۃ والافلا وھٰذا احسن اھ بدائع[6] ص ۶۶۳ / ج ۲ / یعنی مصر کا رہنے والا اگر جمعہ کے لئے حاضر ہو کر جمعہ ادا کر کے بلا تکلف اپنے مکان واپس جا سکتا ہو تو مصر میں حاضر ہو کر اس پر جمعہ ادا کرنا واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ مصر سے ایک میل دو میل تین میل چھ میل تین فرسخ پر رہتا ہو تو وہیں جمعہ ادا کرے بلکہ ان سب اقوال میں سے کسی کے قول کی بناء پر اپنے ذمہ جمعہ ادا کرے بلکہ ان سب اقوال میں سے کسی کے قول کی بناء پر اپنے ذمہ جمعہ کو واجب سمجھتا ہو تو وہ مصر میں جا کر جمعہ ادا کر لیا کرے۔

غنیۃ شرح منیہ[7] ص ۵۱۳ / میں ہے ومن کان مقیماً فی اطراف المصر لیس بینہ وبین المصر فرجۃ بل الابنیۃ متصلہ الیہ فعلیھا الجمعۃ وان کابینہ وبین المصر فرجۃ من المزارع والمراعیٰ فلا جمعۃ علیہ وان کان یسمع النداء والغلوۃ والمیل

---

[1] شرح نقایہ ص ۱۲۳ / ج ۱ / باب صلاۃ الجمعۃ.

[2] غنیۃ المستملی ص ۵۵۰ / فصل فی صلاۃ الجمعۃ، لاھور.

[3] غنیۃ ذوی الاحکام ص ۱۷۰ / ج ۲ / باب الجمعۃ.

[4] فتح القدیر ص ۵۲ / ج ۲ / باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[5] حلبی کبیری ص ۵۵۲ / فصل فی صلوۃ الجمعۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

[6] بدائع الصنائع کراچی ص ۲۶۰ / فصل بیان شرائط الجمعۃ.

[7] حلبی کبیری ص ۵۵۲ / فصل فی صلوۃ الجمعۃ، طبع لاھور.

والمیال لیس بشئ کذاروی الفقیه عن ابی حنیفة وابی یوسف وهو اختیار شمس الائمة الحلوانی کذافی فتاویٰ قاضی خان اه.

جس جگہ شرائط جمعہ موجود نہ ہوں اور وہاں جمعہ ہو رہا ہو تو نہایت دلسوزی ہمدری نرمی سے لوگوں کو مسئلہ بتایا جائے کہ آپ حکم خداوندی سمجھ کر خدائے پاک کو راضی کرنے کے لئے اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے جمعہ پڑھتے ہیں لہٰذا حکم شرعی کے تحت تحقیق کی ضرورت ہے جیسے کہ جمعرات کو جمعہ نہیں پڑھا جاسکتا ریل میں جہاز میں نہیں پڑھا جاسکتا، بلا خطبہ وبلا جماعت نہیں پڑھا جاسکتا اسی طرح چھوٹے گاؤں میں بھی نہیں پڑھا جاسکتا۔ نہ حضور علیہ السلام نے پڑھا نہ صحابۂ کرام علیہم رضوان نے پڑھا، نہ امام اعظمؒ نے پڑھا وغیرہ وغیرہ[1] پھر جو لوگ نہ مانیں ضد کریں ان کے درپے ہونے اور ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) فقہاء نے خود اس کے متعلق صراحت فرمادی ہے ''**وفی مفتاح السعادة عن مجمع الفتاویٰ غلب علی المسلمین ولاة الکفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسو والیاً مسلماً.** (**طحطاوی علی مراقی الفلاح**[2] **ص ۳۰۵**) اگر کہیں دارالاسلام میں بھی ایسی صورت پیش آجائے کہ استیذانِ سلطان نہ ہوسکے تو اس کے متعلق بھی جزئیہ موجود ہے **فاما اذا لم یکن اماماً بسبب الفتنة او بسبب الموت ولم یحضروال اٰخربعد حتی حضرت الجمعة ذکر الکرخی انه لابأس بان یجمع الناس علیٰ رجل حتی یصلی بهم الجمعة وهکذا روی عن محمد ذکرهٗ فی العیون لماروی عن عثمان رضی**

---

[1] یشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وکان النبی ﷺ وخلفائهٗ والائمة المجتهدونؒ یجمعون فی البلد ان ولایواخذون اهل البدو بل ولایقام فی عهدهم فی البدو الخ (حجة الله البالغه ص ۲۸/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصر) بذل ص ۱۴۹/ ج ۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[2] طحطاوی ص ۴۱۴/ باب الجمعة، طبع مصر.

اللّٰہ عنہ انہٗ لما حوصر قدم الناس علیاً رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فصلّٰی بھم الجمعۃ کذافی بدائع[1] الصنائع ص ۶۶۵/ ج ۲/) لہٰذا سلطان یا نائب سلطان کے موجود نہ ہونے سے جمعہ میں شبہ نہ کریں۔

(۳) اس کا جواب (۲) سے واضح ہے۔ اگر فقہاء نے قریۂ صغیرہ وکبیرہ میں ہر جگہ اجازت دی ہو تو کسی کو روکنے کا حق نہیں۔ قریۂ کبیرہ کو تو بحکم شہر وقصبہ قرار دیدیا ہے۔ اگر اس کی کہیں صراحت ہو تو تحریر فرمائیں۔ اس سے بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

یہ صحیح ہے کہ ابتداء دو بستیاں جداگانہ ہوں پھر آبادی بڑھتے بڑھتے دونوں آپس میں اس طرح متصل ہو جائیں کہ ان میں فرق نہ رہے ایک ہی معلوم ہوں تو ان کو ایک کہنا درست ہوگا[2]۔ اگر مصر اور حکم مصر کی شرط ہٹا کر ہر بستی میں جمعہ کے وجوب کا حکم لگایا جائے تو یہ مستقل شریعت ہوگی اور حکم لگانے والا شارع ہونے کا مدعی ہوگا۔ اور یہ حکم ایسا ہوگا کہ تمام امت کے خلاف ہوگا۔ خود حدیث پاک کے بھی خلاف ہوگا جس کو وحی غیر متلو کی حیثیت حاصل ہے۔ کیا حضرت مولانا محمد سجاد صاحب اور حضرت مولانا ریاض احمد صاحب نے ہر چھوٹی بڑی بستی میں جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے؟ جس بستی میں انہوں نے جمعہ پڑھا ہے اس کا حال معلوم نہیں۔ لہٰذا میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۴) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، ان کے فتاویٰ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ صحیح ومعتبر ہے۔ چنانچہ زوجہ مفقود کے متعلق دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ دیا جاتا ہے، کیونکہ وہاں ضرورت متحقق ہے۔ مسئلہ زیر بحث میں اول تو ضرورت کیا ہے کہ کسی دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کیا جائے۔ دوسرے وہ کون سے امام ہیں جن

---

[1] بدائع کراچی ص ۲۶۱/ ج ۱/ فصل واما بیان شرائط الجمعۃ، حلبی کبیری ص ۵۵۳/ فصل فی صلاۃ الجمعۃ، سہیل اکیڈمی لاہور.

[2] لو کان الموضعان من مصر واحد أو قریۃ واحدۃ فانھا صحیحۃ لانھما متحدان حکماً (شامی زکریا ص ۶۰۷/ ج ۲/ باب صلاۃ المسافر، طبع ایچ .ایم کراچی)

کے نزدیک ہر چھوٹی بڑی بستی میں جمعہ کا وجوب ہے۔ جس غلط علم یا عمل میں لوگ مبتلا ہیں اس کی اصلاح کی جائے یہ ہے اصلی علاج، نہ کہ ان کی خاطر غلط فتویٰ دیکر ان کی غلطی کو مستحکم کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قریہ میں جمعہ اور قریہ کی تعریف

سوال:- جمعہ فی القریٰ جائز ہے یا نہیں۔ قریہ اور شہر کی تعریف مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) ایک قریہ جس کی آبادی تقریباً پندرہ سو ہے۔ وہ قریہ ہے یا شہر؟ زید اور عمر اس بارے میں مختلف ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ ہم اس میں تقریباً سو سال سے جمعہ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ نیز استدلال میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی جانب جواز کو منسوب کرتا ہے۔ عمر کا کہنا ہے کہ اس میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کون حق پر ہے؟

(۳) اگر جمعہ کو روکا گیا تو سخت فتنہ کا اندیشہ ہے کہ لوگ نماز پنجگانہ ہی چھوڑ دیں گے اور ارتداد اختیار کرلیں گے۔ ایسے حالات میں ایک محتاط آدمی کو کیا کرنا چاہئے نیز قریہ والوں کو اس فعل سے روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قریۂ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں، قریہ کبیرہ میں جائز ہے[۱] قریہ اور شہر کی تعریف میں عرف کے اعتبار سے تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ ماہیت کی تعریف تو مقصود نہیں ہے۔ آثار و علامات کے اعتبار سے تعریف کی جاتی ہے جس سے دونوں میں فی الجملہ امتیاز قائم ہوجائے۔ آثار و علامات کا تغیر بدیہی ہے۔ مثلاً جس جگہ جمعہ کی اجازت ہو، اس کے متعلق اس طرح

---

[۱] تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر و خطیب الخ الشامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة.

علامات بتائی جائیں کہ وہاں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، ضروری پیشہ ور رہتے ہوں، ڈاکخانہ ہو، شفاخانہ ہو یا حکیم ڈاکٹر ہو، نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے سرکاری حاکم یا پنچایت ہو، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں[1] ایسا نہ ہو کہ ہفتہ میں ایک دن بازار لگا، باہر سے دوکاندار سامان لائے۔ ان سے ضروریات خرید لی گئیں وہ چلے گئے، بازار ختم ہوگیا، پھر ضروریات خریدنے کے لئے دوسرے بازار کا انتظار کرنا پڑے، کم وبیش ڈھائی ہزار کی آبادی ہو۔ یہ تعریف حقیقی نہیں، جس سے ادراک بالکنہ حاصل ہو۔

(۲) اس کا جواب ایک نمبر سے مستنبط ہوسکتا ہے۔

(۳) جہاں جمعہ جائز نہیں، جمعہ پڑھنے سے فریضۂ ظہر ادا نہیں ہوگا اور جمعہ کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا[2] بایں ہمہ اگر جمعہ سابق سے چلا آتا ہے اور اس کے روکنے سے فتنہ کا مظنہ ہے۔ لوگ غلبۂ جہالت کی وجہ سے پنجگانہ نماز بھی چھوڑ دیں گے اور دین سے بیزار ہو جائیں گے، ارتداد پر آمادہ ہو جائیں گے، مسجد کو ویران کر دیں گے (معاذ اللہ) تو ایسے فتنوں سے بچنا لازم ہے۔ نہایت تدبیر کے ساتھ کام کیا جائے۔ بعض جگہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء: الاول المصر مالا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء (وفي الشامية) عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح. (درمختار مع الشامي زكريا ص۵/ج۳/ باب الجمعة، عيني شرح هدايه ص۵۳/ج۳/ باب صلوة الجمعة، تعريف المصر الجامع، طبع بيروت، حلبي ص ۵۵۰/ فصل في صلوة الجمعة، طبع سهيل اكيڈمي لاهور.

[2] لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، والظاهر انه اريد به الكراهة (شامي زكريا ص۷/ج۳/ باب الجمعة، بحر ص ۱۴۰/ج۲/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قریۂ صغیرہ وکبیرہ

سوال:- میں تین سال پہلے دارالعلوم ہی کا ایک طالب علم تھا درس بخاری شریف کی خدمت کے سلسلے میں تین سال سے یہاں مقیم ہوں، یہاں کے مقامات میں سے جو باقاعدہ شہر یا قصبہ ہیں وہ تو الگ ہیں باقی گاؤں ہیں ان گاؤں میں لوگوں نے (پنجگانہ کی حیثیت سے کہئے یا جامع مسجد کی حیثیت سے) ایک دو مسجد بنا رکھی ہے ان میں جمعہ کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، مسلمان آبادی مین عام طور پر حنفی مذہب کے ہیں، گاؤں بھی ایسا نہیں کہ ضروریات کے تمام سامان یہاں مل جائے کیونکہ نسبتاً کچھ لوگ بڑے کاموں کے لئے ٹاؤن چلے جاتے ہیں اور روزمرہ کی ضروریات کے لئے یہ سسٹم ہے کہ دو چار چھ میل کی دوری پر بازار کا انتظام ہے، ہفتہ میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میں بازار لگتے ہیں، بازار کے چھوٹے بڑے ہونے کے فرق سے ایک ایک بازار کا مربع علاقہ بیس، تیس، چالیس، پچاس، گاؤں تک ہوتا ہے، ان گاؤں کے باشندوں کی زندگی ان بازاروں کی طرف سے اس درجہ محتاج ہے کہ اگر یہ بازار سسٹم بند ہو جائیں تو ان کے زندگی کے اکثر امور بند ہو جائیں، گاؤں کے اندر کہیں کہیں ایک دو دکانیں بنی ہوئی ہیں، لیکن ان میں ملنے والے سامان اتنے محدود ہیں کہ زندگی کے نصف، ثلث، ربع، بلکہ عشر بھی پورا نہیں ہوسکتا، ان بازاروں میں اکثر بازار ایسے ہیں کہ صرف ہفتہ کے متعین دن کو لگتے ہیں، ان دنوں کے علاوہ باقی دنوں میں وہ بازار بھی ضروریات زندگی کے لئے کافی نہیں،

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) باب صلوة الجمعة، طبع ماجديه كوئٹه.

۳ مستفاد:- سئل شمس الائمة الحلوانی عن قوم كسالیٰ عادتهم الصلوة وقت طلوع الشمس ايمنعون عن ذالک قال لا لانهم لومنعوا لا يصلون بعد ذالک (تاتارخانيه ص۴۰۸/ج۱/ كتاب الصلوة، طبع كراچی، فی بيان الاوقات التی يكره فيها الصلوة، شامی زكريا ص۵۲/ج۳/ باب العيدين، قبيل مطلب تجب طاعة الامام الخ، كفايت المفتی ص۱۹۴/ج۳/ شرائط جمعه، مطبوعه دهلی.

بازار کے پاس کے باشندوں میں جن کو ضرورت ہوتی ہے ان کو کئی میل کی دوری پر اس دن کو لگنے والے کسی دوسرے بازار میں جانا پڑتا ہے البتہ دو ایک بازار ایسے ہیں کہ ہفتہ کے متعین دن کے علاوہ بھی اس میں اکثر ضروریات ملتی ہیں۔

مخصوص مقام جو کہ ٹاؤن یا شہر ہیں اور روزانہ کے ضروری سامان ملنے والے جو بازار ہیں ان موضع میں تو جمعہ کی نماز ادا ہونے کے بارے میں کوئی بات نہیں، ایسے مواضع میں تو جمعہ ہم بھی پڑھتے ہیں، لیکن ان کے علاوہ جو گاؤں ہیں ان میں جمعہ کی نماز حنفی مذہب والوں کے لئے کیسے درست ہوسکتی ہے، یہاں کے مقامی علماء اس مسئلہ میں کئی حصہ میں بٹ گئے ہیں، اکثر کی تعداد ایسی ہے کہ سماج اور عوامی دھارے میں بہہ گئے ہیں، جمعہ کے دن مسجد میں جاتے ہیں جمعہ کی امامت کرتے ہیں یا مقتدی بن کر نماز پڑھ آتے ہیں، لیکن کبھی بھی تفکر وتدبر سے کام نہیں لیتے اس بارے میں دریافت کرنے سے بھی وہ ادھر ادھر کی ہانکتے ہیں عوام سے مرعوب ہوکر اس گاؤں میں جمعہ جائز ہونے کا وہم کر بیٹھتے ہیں، دلیل کے میدان میں وہ کبھی جمعہ فی القریٰ کے جواز پر اجماع ہونے کے دعویدار بنتے ہیں اور کبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جن گاؤں میں عدم جواز کا حکم ہے وہ عرب یا یوپی وغیرہ ملکوں کے دیہات ہیں، آسام بنگلہ کے دیہات نہیں، یہان بلاشبہ جمعہ جائز ہے کبھی یہاں کے گاؤں کو مصر کہنے کی جرأت کرتے ہیں، وغیرہا۔

بعض علماء ایسے ہیں کہ خود تو عدم جواز کے قائل ہیں اور اپنے حلقہ معتقدین میں اس کا کم وبیش چرچا بھی کرتے ہیں لیکن بعض مصالح کی عذر سے وہ عام سطح پر اس کا اعلان کر کے عوام کی مخالفت مول لینا پسند نہیں کرتے بہت کم تعداد میں علماء ایسے ہیں کہ ہمت کر کے بولتے ہیں اور عوام تک بات پہونچاتے ہیں، اسی بناء پر مجھ سے علما کا فتویٰ طلب کیا جارہا ہے، یہاں کے علماء کے حالات سے مجھے جہاں تک خیال ہے کبھی بھی اس مسئلہ میں وہ متفق نہیں ہوسکتے، بلاسوچے سمجھے کچھ علماء حنفی کے لئے بھی چھوٹے گاؤں میں جائز بلکہ فرض کہتے رہیں گے، لہٰذا استفتاء دارالعلوم دیوبند روانہ کیا جارہا ہے تاکہ جواب سب کے نزدیک مسلم رہے، سرکاری

امور کی سہولت کے لئے سرکار سے ایک ایک گاؤں ایک ایک نام سے موسوم ہے، عام طور پر ایک گاؤں میں دو دو تین تین بستیاں ہیں، ایک بستی سے دوسری بستی قدرے انفصال کی وجہ سے الگ الگ شمار کی جاتی ہے، ایک ایک بستی میں چھوٹے بڑے مرد وعورت ملا کر کل آدمی دو، چار، پانچ، چھ سو ہوتی ہے، ذرا قدرے بڑے گاؤں میں سب بستیاں مل کر ایک ڈیڑھ ہزار تک ہوسکتی ہے لیکن سامان ضروریات وہ سب کے سب بازار یا شہر کے محتاج ہیں جو کسی اور موضع میں ہے اب یہاں آس پاس کے دو چار بستی کو موضع واحد شمار کر کے اس میں بڑا گاؤں ہونے کا اعتبار کر سکتے ہیں اور جمعہ درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ سامان ضروریات ملنے نہ ملنے سے قطع نظر ایسے گاؤں پر شرح وقایہ کی تعریف مصر "**لایسع اکبر مساجده اهله**" صادق آسکتی ہے، دراصل علماء قائلین جواز اسی دلیل شرح وقایہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، براہ کرم یہ جواب مرحمت ہو کہ کیا اسی بناء پر ان قریٰ صغار میں جمعہ جائز ہوگا، البتہ یہاں ایک شبہ ہے کہ کتابوں میں کہ اگر کوئی قاضی شرعی کسی گاؤں میں اقامت جمعہ کی رائے دے دے تو باقاعدہ اس کے کہ مجتہد فیہ میں قاضی کی رائے ملنے سے وہ حکم مجتہد فیہ نافذ ہو جاتا ہے، لہذا وہاں جمعہ درست ہوگا، اور یہ بھی مسلم ہے کہ ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل میں جماعت مسلمین کا متفقہ فیصلہ قاضی شرعی کے شرعی فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، یہ بھی بات ظاہر ہے کہ اس ملک میں عوام (بلفظ دیگر) جماعت مسلمین اتخاذ جامع مسجد اور اقامت جمعہ کے بارے میں متفق نظر آرہے ہیں، بجز ان علماء کے جو جواز جمعہ کے منکر ہیں، تو کیا استثناء ایسے علماء کے دیگر لوگوں کے اتفاق کو اجماع پر جواز جمعہ فی القریٰ الصغیرۃ یا اتصال حکم قاضی بقول جواز جمعہ قرار دیکر جواز جمعہ کی رائے دی جاسکتی ہے، درمختار، شامی، شرح وقایہ، ہدایہ، حضرت تھانوی کا امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ دارالعلوم وغیرہا کتب فقہ کے مسائل جمعہ دیکھے گئے ہیں، ماشاء اللہ ہمیں کوئی شبہ نہیں لیکن کچھ لوگ ہیں فتویٰ ہی کے خواہاں ہیں لہذا براہ کرم افہام عوام کی سطح پر ذرا کھول کر قدرے تفصیل کے ساتھ مع حوالہ کتب جواب مرحمت

فرمائیں، شاید یہ جواب ان علماء کے سامنے پیش ہو جو جواز کے قائل ہیں اور عوام کی دلجوئی کے لئے بلا تحقیق دلائل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس بات پر تو سب کا اجماع ہے کہ جمعہ کا حال پنجگانہ نماز کی طرح نہیں، شہر ہو یا گاؤں یا آبادی ہو یا جنگل حضر ہو یا سفر زمین ہو یا سمندر کی سطح انفراد ہو یا جماعت۔ ادا ہو یا قضا ہر طرح پڑھنے کی اجازت ہو جائے، **کما صرح به الامام ابوبکر الجصاص فی احکام القرآن**[1] لامحالہ جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں ان شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ جمعہ چھوٹی بستی (قریۂ صغیرہ) میں جائز نہیں، بڑی بستی (قریۂ کبیرہ، قصبہ، مصر) میں پڑھنا چاہئے، **وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انه لا تجوز فی الصغیرة الخ.** (شامی[2] ص ۵۳۷/) قریۂ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف جو کچھ کی جاتی ہے وہ کنہ وحقیقت بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ علامات بتلانے کے لئے ہیں اور علامات کا حال یہ ہے کہ وہ عرف کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں[3]، اس لئے بہت سی علامات ایسی ہیں جو پہلے قابل رعایت نہیں تھیں اب قابل رعایت ہیں، شرح وقایہ میں جو مصر کی تعریف کی گئی ہے اس کی تنقید بھی شامی میں مذکور ہے جس تعریف کو امام اعظم ابوحنیفہ سے نقل

---

[1] واتفق فقهاء الامصاء علی ان الجمعة مخصوصة بموضع لا یجوز فعلها فی غیره لانهم مجمعون علی ان الجمعة لا تجوز فی البوادی ومناهل الاعراب فقال اصحابنا هی مخصوصة بالامصار ولا تصح فی السواد (احکام القرآن ص ۴۴۵/ ج ۳/ سورۂ جمعه، فصل فی ان الجمعة مخصوصة بموضع الخ. دارالکتاب العربی بیروت)

[2] شامی زکریا ص ۶، ۷/ ج ۳/ باب الجمعة،

[3] واعلم ان القریة والمصر من الاشیاء العرفیة التی لا تکاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترک الفقها تعریف المصر علی العرف (فیض الباری ص ۳۲۹/ ج ۲/ باب الجمعة فی القریٰ والمدن، مطبوعه خضرراه دیوبند. الکوکب الدری ص ۱۹۹/ ج ۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر، مطبوعه یحیوییه سهارنپور)

کر کے الاصح قرار دیا ہے وہ یہ ہے: **عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح الخ** (شامی[1] ص ۵۲۶/) لہذا شرح وقایہ کی تعریف پر سہارا لینا خود مزیف ہے اس لئے طحطاوی نے لکھا ہے کہ (**قوله لا یسع اکبر مساجده اهله**) **هذا یصدق علی کثیر من القری**[2] جمعہ کی شرائط میں سے موجود نہ ہونے پر بھی عوام کی رعایت سے جمعہ پڑھنا یا اس کی اجازت دینا منصب اہل علم کے خلاف ہے، جو اعتقادی وعملی مفاسد پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں، جمعہ فرض نہ ہونے پر اس کے فرض ہونے کا اعتقاد کرنا، ظہر فرض ہونے پر اس کے فرض نہ ہونے کا اعتقاد کرنا، جمعہ کے قصد سے جو نماز پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی، نفل کیلئے خطبہ اذان اقامت جماعت ان کی نفل میں قراءۃ بالجہر نفل پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے فرض ساقط ہو گیا، فرض ظہر مستقلاً ترک کرنا اس کی قضا بھی نہ پڑھنا مقام غور ہے[3]، کہ ان اعتقادی اور عملی غلطیوں میں خود مستقلاً مبتلا ہونا اور عوام کو مبتلا کرنا کیا یہ دینی خدمت ہے، یا دین کے خلاف سمت پر چلنا ہے جو بستی ایسی ہو کہ وہاں گلی کوچے ہوں محلّہ ہوں ڈاکخانہ ہو حکیم یا ڈاکٹر ہو، مقدمات ونزاعات کا فیصلہ کرنے کے لئے عدالت یا پنچایتی نظام ہو، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں (یہ بات نہ ہو کہ ہفتہ میں ایک دن بازار لگا اور ضروریات خرید لیں پھر ضرورت پیش آئی تو انتظار کرنا پڑا، یا دوسری بستی میں جانا پڑا) ضروری پیشہ ور ہوں

---

[1] شامی زکریا ص ۵/ ج ۳/ باب الجمعة.

[2] طحطاوی علی الدر ص ۳۳۸/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوه دار المعرفة بیروت. شامی زکریا ص ۵/ ج ۳/ باب الجمعة.

[3] لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب، والظاهر انه ارید به الکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص ۷/ ج ۳/ باب الجمعة، اما نوافل النهار فیخفی فیها حتما (عالمگیر کوئٹه ص ۷۲/ ج ۱/ الباب الرابع فی صفة الصلاة.

ایسی بستی قریہ کبیرہ ہے ہمارے اطراف میں دو ڈھائی ہزار کی آبادی میں آج کل عموماً یہ سب علامات جمع ہوجاتی ہیں وہاں جمعہ پڑھا جائے، جو بستی ایسی نہ ہو وہاں ظہر پڑھی جائے، لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر الخ (شامی[1] ص ۵۳۷/)

جو متعدد بستیاں اپنے نام اور آبادی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بستی کے محلّہ نہیں ہیں، تو محض ادائے جمعہ کے لئے ان کو ایک شمار کرنا درست نہیں[2] خاص کر جب کہ اس مجموعہ میں بھی صرف مردم شماری کا اضافہ ہوجاتا ہے لیکن دیگر شرائط بازار وغیرہ کا تحقق پھر بھی نہیں ہوتا۔

قاضی شرعی کو امام المسلمین کی طرف سے قوت تنفیذ حاصل ہوتی ہے تو اس کا حکم گویا کہ امام المسلمین کا حکم ہوتا ہے، اور امام المسلمین کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے بعض مسائل میں پنچایت کو قاضی کی طرح فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، مگر یہ اختیار اس وقت ہے جب کہ فریقین متخاصمین اپنی طرف سے پنچایت میں مقدمہ پیش کریں اور اس کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کریں جیسے کہ حکم کا حال ہوتا ہے قوت تنفیذ نہ ہونے کی وجہ سے ابتداءً کسی پر حکم کو نافذ کرنے کا حق نہیں بلکہ مرافع کے بعد فیصلہ صادر ہوجانے پر بھی کوئی نہ مانے تو عدول علمی کی سزا دینا قابو میں نہیں پھر یہ پنچایتی معاملہ مجبوراً دوسرے مذہب سے لیا گیا ہے وہ بھی ایسے مسائل میں جن میں مذہب حنفی پر عمل کرنا دشوار ہو جیسے مسئلہ مفقود میں کہ مدت مدید کا انتظار کرنے میں مفاسد شرعیہ وارتکاب معاصی عدم نفقہ وغیرہ) اور جن مسائل میں یہ بات نہ

---

[1] شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة.

[2] ومن كان مقيماً بموضع بينه بين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع ببخارا لاجمعة على اهل ذالک الموضع وان كان النداء يبلغهم (عالمگیری ص ۱۴۵/ ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه. تاتارخانيه كراچی ص ۵۳/ ج ۲/ شرائط الجمعة، شامی كراچی ص ۱۵۳/ ج ۲/ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

ہوان میں پنچایت کو قائم مقام کرنا بے محل ہے[1]، وھٰھُنا کذالک. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دو ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک جگہ ایسی ہے کہ اس میں پانچ چھ مسجد پنجگانہ ہیں اور آبادی تقریباً دو ہزار ہے اور علاوہ مسجد پنجگانہ کے ایک جامع مسجد ہے جس میں جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے اور قریب جامع مسجد کے بازار ہے جو ہر جمعہ کے روز اور پیر کو بازار ہوتا ہے اور ان دونوں کے علاوہ اشیاء ضروریہ بلا تکلف ملتی ہیں چونکہ دوکانیں ہیں اور بازار کے متصل سرکاری راستہ پڑا ہوا ہے کوئی پون میل پر دوسرا بازار واقع ہے اس میں باقاعدہ آفس بھی ہے مگر مکانات اینٹ کے نہیں بلکہ ٹین اور لکڑی کے ہیں چونکہ بارش زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا پختہ اینٹ کے مکانات برقرار نہیں رہ سکتے اور وہاں کے علماء اس کو شہر یا قصبہ کہتے ہوئے جمعہ پڑھتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں کہ علماء ہندوستان سے اگر اس کے بابت فتویٰ طلب کیا جائے تو ہندوستان کے گاؤں پر قیاس کرتے ہوئے گاؤں ہی کا حکم لگائیں گے حالانکہ یہاں کے گاؤں اور ملک ہند کے گاؤں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اگر علماء ہند یہاں کے گاؤں کا مشاہدہ کریں تو ضرور جمعہ کے قائل ہوں گے نیز وہ لوگ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ شرح وقایہ کے حاشیہ وغیرہ میں وارد ہے کہ امام صاحب کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس محلّہ میں جتنے آدمی ہیں خواہ جمعہ پڑھیں یا نہ وہ سب اگر مسجد میں نہ سمائے جائیں تو اس جگہ بھی جمعہ جائز ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا اس تفصیل سابق سے جمعہ جائز ہے یا نہیں ان علماء کی دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ غرض تفصیلاً یہاں کے گاؤں پر قیاس کرتے ہوئے مدلل جواب مع حوالہ کتب عنایت فرمائیں نیز بصورت عدم جواز یہ بھی

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۲۲/ حکم جماعة مسلمین، طبع دارالاشاعت دیوبند.

بتلاویں کہ اگر کوئی ہندوستان سے تعلیم حاصل کر کے جائے تو اس کو مجبوراً جمعہ کا خطبہ پڑھواتے ہیں آیا صرف خطبہ پڑھے نماز نہ پڑھائے جائز ہے یا نہیں اور احتیاط الظہر کی صورت کیسی ہے ازروئے مہربانی سب امور کا تفصیلاً جواب تحریر فرما کر شفا عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے شہر، قصبہ، بڑا گاؤں جو کہ اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مانند ہو شرط ہے چھوٹے گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں ظہر کی نماز فرض ہے[۱] ویشترط لصحتها المصر تنویر[۲] یہی حال نماز عید کا ہے[۳]۔ مصر کی تعریف میں بہت سے اقوال ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر اور قریہ ہونا عرفی چیزیں ہیں جس زمانہ میں جیسا عرف ہو ویسی ہی علامات متعین کر کے علماء نے تعریف کر دی[۴] امام ابوحنیفہؒ سے یہ تعریف منقول ہے۔ عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح اهـ ردالمحتار[۵]

---

[۱] لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر وخطيب (إلی قوله) لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص ۷۰/ج۳/ باب الجمعة، بذل ص ۷۰ ج۲ باب الجمعة فی القری، مکتبه يحيويه سهارنپور)

[۲] تنوير علی الشامی زکريا ص ۵/ج۳/ باب الجمعة.

[۳] تجب صلاة العيدين علی من تجب عليه صلواة الجمعة (تاتارخانيه ص ۴۸/ج۲/ الفصل السادس والعشرون فی صلاة العيدين، طبع کراچی، شامی زکريا ص ۴۵/ج۳/ باب العيدين، بحر ص ۱۵۷/ج۳/ باب العيدين، مطبوعه کوئٹه.

[۴] واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التی لاتکاد تنضبط بحال وإن نص ولذا ترک الفقهاء تعريف المصر علی العرف (فيض البارى ص ۳۲۹/ج۲/ باب الجمعة فی القریٰ، مطبوعه خضرراه ديوبند، الکوکب ص ۱۹۹/ج۱/ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غير عذر، طبع مکتبه يحيويه سهارنپور)

[۵] شامی زکريا ص ۵/ج۳/ باب الجمعة.

مسئلہ :- یہ موضع قصبہ سردھنہ کے قریب پانچ کوس کے واقع ہے اوراس سے زیادہ قریب کوئی شہر نہیں اور موضع مذکور میں قریب دو ہزار مردم شماری کے ہے جس میں زیادہ نصف سے مسلمان اور باقی ہندو ہیں۔ مسلمانوں کے دین احکام سے کوئی مانع نہیں۔ ضروری احتیاج کے واسطے دوکانیں بیس بائیس موجود ہیں روز مرہ تیس پینتیس سے زیادہ نمازی پنجوقتہ میں جمع ہوتے ہیں رمضان شریف میں ساٹھ ستر تک اور جمعہ رمضان میں دوسو اور عیدین میں ایک ہزار سے زیادہ جمع ہوتے ہیں۔

موضع مذکورہ میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اور بعض عالم امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ جائز کہتے ہیں اور احتیاط الظہر بھی ایسی حالت میں پڑھنی چاہئے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس موضع میں دو ہزار آدمی ہندو مسلمان ہوں اس جگہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہئے اور جمعہ نہ پڑھنا چاہئے پس جب جمعہ نہیں ہوا احتیاط الظہر کہاں بلکہ ظہر کی نماز باجماعت مثل دیگر کے پڑھنی چاہئے اور ہندوستان کے سب شہر اور قصبہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے احتیاط الظہر کی کچھ حاجت نہیں اور امام شافعیؒ کے یہاں گاؤں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے ان کے نزدیک بھی کچھ تفصیل اصل احتیاط الظہر کی نہیں پس جو صاحب اس مسئلہ پر شافعی بنیں ان پر حنفی کیا الزام دے سکتے ہیں کیونکہ یہ بات اپنی اختیاری ہے جو مذہب چاہو اختیار کرو غیر مقلد بھی یہی کرتے ہیں کہ جو بات کسی مذہب کی پسند آئی وہ اختیار کر لیتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، ۳/ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

فتاویٰ رشیدیہ[1] حصہ دوم ص ۱۳۴/مہر۔

---

[1] فتاوی رشیدیہ ص ۳۵۸، ۳۴۸/، جمعہ وعیدین کا بیان، مطبوعہ لاہور۔

آبادی مذکورہ فی السوال بھی تقریباً دو ہزار ہے اور فتویٰ بالا میں بھی دو ہزار کی تصریح ہے لہٰذا اس فتویٰ کی رو سے وہاں جمعہ نہیں ہوتا۔ ظہر کی نماز فرض ہے جب جمعہ ادا نہیں ہوتا تو فریضۂ ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی حتی الوسع ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے روکنا چاہئے اگر وہ لوگ باز نہ آئیں تو خود ظہر پڑھے باقی جس جگہ جمعہ ادا ہو جاتا ہو وہاں امام اور خطیب کا اتحاد ضروری نہیں اگر چہ بہتر یہی ہے کہ امام اور خطیب ایک ہی ہو۔ **لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب لانها شیئ واحد فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز هو المختار اهـ درمختار**[1] **ص ۸۶۱/.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/۱۱/۵۵ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبد اللطیف ۳/ذوی الحجہ ۵۵ھ

دیہات میں جمعہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، اور خالد کہتا ہے کہ پڑھنا چاہئے کیونکہ نہ پڑھنے سے اور تمام لوگ اور نماز سے بھی غفلت کرتے ہیں اور نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کا واحد سبب ترک جمعہ ہے تو یہ قول خالد دیہات میں جواز جمعہ کا باعث بن سکتا ہے یا نہیں، نیز شرائط جمعہ کیا ہیں، اور اگر جمعہ بند کرادیں، تو بند کرادینے کی وجہ سے لوگوں نے نماز ترک کردی، تو بند کرانے والا گنہگار ہوگا یا نہیں۔

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۸/ج ۲/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة.

الجواب حامداًومصلیاً

زید کا قول عندالاحناف صحیح ودرست ہے۔ خالد کا قول صحیح نہیں۔ اگر دیہات میں لوگ نماز نہیں پڑھتے تو ان کو نمازی بنانے کے لئے دوسری تدابیر اختیار کی جائیں مثلاً وعظ، تبلیغ سے اگر کام نہ چلے تو انجمنیں قائم کی جائیں اور اس میں تارک صلوٰۃ کے لئے مختلف سزائیں مقرر کردی جائیں۔ مثلاً تارک صلوٰۃ کے یہاں کوئی شادی نہیں کرے گا۔ برادری کے کاموں میں شریک نہیں کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ یہ کیا ضروری ہے کہ ان کو نمازی بنانے کے لئے ایک ناجائز فعل کا ارتکاب کیا جائے اگر اقامت جمعہ کی وجہ سے انہوں نے نماز پڑھ لی تو دیگر نمازوں کیلئے کیا کیا جائے گا۔ اسکا بھی خالد نے کوئی انتظام تجویز کیا۔ فی مراقی الفلاح[1] ولقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشريق ولا صلاةفطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة ولهذا لم ينقل عن الصحابة رضی انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابروالجمع الافى الامصار دون القرى ولو كان لنقل ولواحادا فلا بدمن الاقامة بمصر قال الطحطاوى وكذالم ينقل انه صلى الله عليه وسلم امر باقامة الجمعة فى قرى المدينة على كثر تها،وفى الهداية[2] ص۱۴۸/ج۱/ لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولا تجوز فى القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحىٰ الا فى مصر جامع.

ومصر، سلطان، ووقت، وخطبة، ..... اذن، كذا جمع لشرط ادائها رد المحتار[3] ص۸۳۵/ج۱/.

ان شروط میں سے ایک بھی فوت ہو جائے گی تو جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ ناجائز فعل کے منع کرنے سے اگر کوئی شخص دوسرے ناجائز کام میں مبتلا ہو جائے تو منع کرنے والے کو کچھ گناہ نہ

---

[1] مراقى الطحطاوى ص۴۱۲/ مطبع مصرى، باب الجمعة.

[2] هدايه ص۱۶۸/ج۱/باب صلاة الجمع، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند.

[3] شامى كراچى ص۳۸/ج۱/اول باب الجمعة.

ہوگا۔ البتہ منع کرنے والے کو یہ ضروری ہے کہ اقامت جمعہ فی القری کو منہی عنہ بتلا کر دیگر صلوٰت کی سخت تاکید وترک پر وعید خوب ذہن نشین کرادیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/رجب ۵۲ھ

سوال بر جواب مذکورہ بالا

سوال:- گذارش یہ ہے کہ فتویٰ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صحت جمعہ کے شرائط میں مصر وسلطان ہے اس پر عام طور سے جہلاء کو بھی اعتراض ہے کہ اگر سلطان صحت جمعہ کے لئے شرط ہے تو پھر ہندوستان میں اور ان مواضع میں جمعہ کیوں کر صحیح ہے جہاں سلطان نہیں ہے حالانکہ تمام علمائے احناف کا عمل ہے کہ وہ بلاد ہند میں بلا تکلف قیام جمعہ فرماتے ہیں باوجودیکہ سلطان شرط ہے اور وہ مفقود ہے تو جمعہ کیوں کر صحیح ہے نیز یہ کہ اثر حضرت علیؓ پر عامی پڑھے لکھے کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ اول تو یہ موقوف ہے، دوسرے یہ کہ اس میں مصر جامع مذکور ہے اور مصر کی تعریف میں فقہا کا اختلاف اس قدر وسیع ہے کہ جس سے علماء احناف بھی خلجان میں ہیں نیز یہ کہ مصر کو اثر میں مقید کیا گیا ہے لفظ جامع کے ساتھ اس سے کیا غرض ہے۔ امید کہ محقق مصر کی تعریف سے اور امور مذکورہ سے مفصل اور مدلل تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاصۂ سوال چند امور ہیں۔

اول صحت جمعہ کیلئے سلطان شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے پھر جمعہ کیسے صحیح ہوتا ہے دوم عدم جواز جمعہ پر جو دلیل ہے وہ اثر ہے حضرت علیؓ کا حدیث مرفوع نہیں۔ سوم مصر کی تعریف میں احناف کا اختلاف ہے۔ صحیح تعریف کیا ہے مصر کے ساتھ جامع کی قید ہے، اس سے کیا فائدہ۔

امراول کے متعلق عرض ہے کہ یہ شرط دارالاسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور جس جگہ مسلمانوں پر کفار کا غلبہ ہو وہاں پر اقامۃ صلوٰۃ جمعہ کے لئے سلطان کا ہونا شرط نہیں بلکہ مسلمان جس کو جمع ہو کر اپنا امام مقرر کرلیں گے تو اس کا جمعہ پڑھا دینا صحیح ہوگا واذا لم یکن استئذان السلطان لموته اوفتنة واجتمع الناس علیٰ رجل فصلی بهم جاز للضرورة کما فعل علیؓ فی محاصرة عثمان رضی اللّٰه عنه وان فعلوا ذٰلک بغیر ما ذکر لایجوز لعدم الضرورة وروی ذٰلک عن محمدؒ فی العیون وهو الصحیح وفی مفتاح السعادة عن مجمع الفتاویٰ غلب علیٰ المسلمین ولاة الکفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیاً مسلماً اه طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[1] ص ۲۹۴/ هکذافی الهندیة[2] و غیرهامن کتب الفقه.

امر ثانی کے متعلق عرض ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے املاء میں اس کو مسند و مرفوع نقل کیا ہے امام محمد بن الحسنؒ نے بھی مرفوع نقل کیا ہے اور دوسرے بعض محدثین نے موقوف نقل کیا ہے۔ کذافی الاوجز[3] ج ۱/ص ۳۵۲/۔ ومن المرجحات لقول الحنفیة قوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق لحدیث المشهور ذکره ابویوسفؒ فی الاملاء مسنداً مرفوعاً وهو امام فی الحدیث والفقه فلا یضره وقف من وقفه سیمااذهومن شیوخ مشائخ البخاری وقال العینی فی شرح البخاری ان ابازید زعم فی الاسرار ان محمد بن الحسنؒ قال رواه مرفوعاً معاذ و سراقهة ابن مالک رضی اللّٰه عنهما نیز غیر مدرک بالقیاس میں قول صحابی حکم میں مرفوع حدیث کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۴۱۴/ باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۶/ ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة.

[3] اوجز المسالک ص ۳۵۲/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المکتبة العلمیة سهارنپور.

وصحابہؓ سے دیہات میں جمعہ پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان روایات اور آثار کی تفصیل بذل[1] واوجز[2] واحسن القریٰ[3] وغیرہ میں ہے۔

مصر کی تعریف ظاہر الروایۃ میں یہ ہے وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر علىٰ اقامة الحدود درمختار ج ۱ / ص ۷۴۸[4] قال الشامی تحته فی التحفة عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضی الذی شانه القدرة علىٰ تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الافی بلد كذلك اه[5]

مصر کے ساتھ جامع کی قید صفت موضحہ ہے جیسا کہ مدینہ کے ساتھ عظیمۃ کی قید وارد ہے کسی دوسری شئے سے احتراز مقصود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۸/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۵۲ھ

---

[1] بذل المجهود ص ۱۴۶ / ج ۱ / باب الجمعة فی القری، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[2] اوجز المسالک ص ۳۵۲ / ۱ بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- احسن القری فی توضیح اوثق العری، تصنیف شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔

[4] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۳۶ / ج ۱ / اول باب الجمعة.

[5] شامی کراچی ص ۳۸ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة، عینی شرح هداية ص ۵۲ ج ۳ باب صلاة الجمعة، تعريف المصر الجامع، مطبوعه دارالفكر بيروت. فتح القدير ص ۵۲ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحرالرائق ص ۱۴۰ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه.

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال :- ہماری بستی موضع جلال پور کی آبادی تین ہزار سے کچھ زائد ہے۔اور نوعیتِ بستی اس طرح پر ہے کہ اسّی فیصد مکانات پختہ اور اکثر گلیاں نیم پختہ ہیں۔اور دوکانیں صرف کھدر کپڑے کی ہیں جن پر کافی کپڑا رہتا ہے۔اور چھوٹی چھوٹی پرچون کی فصل پر دس گیارہ دوکانیں ہیں۔ان میں سے چار پانچ دوکانیں تو مستقل رہتی ہیں اور معمولی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ باقی جو دوکانیں فصلی ہیں وہ صرف فصل کے موقع پر چلتی ہیں ورنہ بند ہو جاتی ہیں۔اس کے علاوہ تین کپڑا اسلائی کی اور ایک سائیکل مرمت کی دوکان ہے۔اور یہ سب دوکانیں پورے گاؤں میں منتشر اور کافی کافی فاصلہ پر ہیں۔آمنے سامنے بھی نہیں کہ ایک گلی پر ایک دوکان اس طرف اور ایک دوسری طرف، سوائے ایک دو جگہ کے سب بالکل جدا جدا ہیں۔ڈاکخانہ نہیں ہے بلکہ جیسے عام طور سے ہر گاؤں اور بستی میں لیٹر بکس لگا دیا جاتا ہے، ایسے ہی ڈاک روزانہ آتی ہے۔صرف اپنے ہی گاؤں میں مستقل ڈاکخانہ نہیں۔ ہندی اسکول بھی ہے اور لڑکیوں کی پاٹھ شالا بھی ہے۔ نیز خاص ضرورت کے واسطے قصبہ چھپرولی ایک میل پر واقع ہے وہاں سے پوری کر لیتے ہیں۔ایک مسجد ہے جس میں پنجگانہ نماز اذان با جماعت عام وعلی الاعلان ہوتی ہے۔ یہاں پر جمعہ کے متعلق الجھن ہے کہ مسئلہ جمعہ فی القری مسلک احناف صحیح قول کے مطابق بیان فرمائیں کہ یہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی ایسے عالم کو بلا کر بستی کا معائنہ کرادیں جس کو فقہ اور فتویٰ میں تجربہ اور بصیرت ہو پھر جو کچھ وہ شرعی حکم بتائے اس پر عمل کریں[1]۔

---

[1] وقد علم من هذا أن مذهب العامي فتوى مفتيه من تقييد بمذهب ولهذا قال في الفتح! الحكم في حق العامي فتوى مفتيه. شامي زكريا ص ۳۸۸/ج۳/ باب ما يفسد الصوم الخ. مطلب في جواز الافطار والتحري. فتح القدير ص ۳۷۶/ج ۲/ كتاب الصوم، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

اتنا تو بالاتفاق احناف کے نزدیک مسلم ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں[۱]۔ لیکن قریۂ صغیرہ اور کبیرہ کی علامات اور تعین میں عرف کے بدلنے سے فرق پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اختلاف ہوکر الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اس کے دفع کرنے کی صورت تحریر کردی گئی[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پینتیس سو کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک قریہ ہے جس کی آبادی ۳۵ سو ہے اور بیس دوکانیں ہیں جن سے ضروریات کی اشیاء مہیا ہوتی ہیں قریۂ مذکورہ میں سترہ مساجد ہیں لیکن یہ بھی اہل قریہ کے لئے ناکافی ہیں۔ یعنی اگر سب لوگ نماز پڑھیں تو ان مساجد میں نہیں سما سکتے۔ ایسے قریہ کے بارے میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں آیا جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو حدیث مندرجہ ذیل کا کیا مطلب ہے۔ **حدیث لاجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع** اور مصر جامع کی کیا تعریف ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فصل فی العوارض، مطبوعه دارالفكر بيروت. بحر ص ۲۹۳/ ج۲/ فصل فی العوارض، طبع كوئٹه، عينى شرح هدايه ص ۷۲۶/ ج۳/ كتاب الصوم، فصل فى بيان وجوه الاعذار، مطبوعه دارالفكر بيروت.

---

[۱] تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق (الى قوله) لاتجوز فى الصغيرة شامى كراچى ص ۱۳۸/ ج۲/ باب الجمعة. بحر ص ۱۴۱/ ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه، حلبى كبيرى ص ۵۴۹/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[۲] واعلم أن القرية والمصر من الاشياء العرفية التى لا تكاد تنضبط بحال وإن نص ولذا ترك الفقهاء تعريف المصر على العرف. فيض البارى ص ۳۲۹/ ج۲/ باب الجمعة فى القرى، مطبوعه خضر راه ديوبند. الكوكب الدرى ص ۱۹۹/ ج۱/ باب ماجاء فى ترك الجمعة من غير عذر، لامع الدرارى ص ۱۰/ ج۲/ باب الجمعة فى القرى والمدن، طبع رشيديه سهارنپور.

الجواب حامداًومصلیاً

دوکانوں کی تعداد مساجد کی کثرت، آبادی کے شمار کے لحاظ سے یہ بڑی بستی ہے عامۃ ایسی بستی میں روزمرہ کی حوائج پوری ہوجاتی ہیں اور کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔عرف میں اس کو قریۂ کبیرہ کہتے ہیں جو کہ قصبہ کے حکم میں ہے وہاں جمعہ جائز ہے۔اور حدیث شریف میں جو ممانعت مذکور ہے اس سے قریہ صغیرہ مراد ہے ویشترط لصحتها الخ۔ عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق وفیها والٍ یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهٰذاهو الاصح اھ شامی ص۵۳۶/ج۱[1] یہ تو مصر کی علامات بتائی گئی ہیں قصبات اور قریٰ کو بھی صحت جمعہ کے لئے شہر کے تابع قرار دیا گیا۔وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق اھ شامی[2] ص۵۳۷/ج۱/البتہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں وہاں جمعہ کے دن بھی ظہر لازم ہے وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضٍ الیٰ قوله والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تریٰ ان فی الجوهرة لوصلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر اھ۔شامی[3] ص۵۳۷/ج۱۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] شامی کراچی ص۱۳۷/ج۲/ باب الجمعة، زیلعی ص۲۱۷/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان. تاتارخانیه ص۴۹/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی، مطبوعه کراچی.

[2] شامی زکریا ص۶/ج۳/ باب الجمعة،

[3] شامی کراچی ص۱۳۸/ج۲/ باب الجمعة، بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مکتبه یحیویه سهارنپور.

چار ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- ایک ایسی جگہ جہاں بازار ڈاک خانہ وآبادی تقریباً تین چار ہزار ہے کیا اس کو شہر کہہ سکتے ہیں نیز ایسی جگہ جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں اگر وہاں جمعہ قائم کر سکتے ہوں تو اس کے قرب وجوار کے لوگ وہاں جمعہ پڑھنے آئیں ان پر جمعہ واجب ہے یا نہیں یہ لوگ فناء شہر میں داخل ہوں گے یا نہیں فناء شہر کس کو کہتے ہیں اس کی حد شہر سے کہاں تک ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے لہٰذا جمعہ واجب ہوگا۔ فناء شہر کی تعریف یہ ہے **فناء ہ ماحولہ اتصل بہ اولا لاجل مصالحہ کدفن الموتیٰ ورکض الخیل والمختار للفتویٰ تقدیرہ بفرسخ**[1] درمختار ج۱ ص ۸۳۷۔ لہٰذا اس حد کے اندر رہنے والوں کو جمعہ کے لئے حاضر ہونا چاہئے اور فناء شہر کی حد میں فقہاء کے آٹھ قول ہیں اور مفتی بہ قول علامہ حصکفیؒ نے ایک فرسخ (تین میل) نقل کیا ہے۔ والبسط فی ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی ۲۵/۲/۵۳ھ

قریۂ کبیر میں جمعہ

سوال:- ایک بستی کی آبادی تقریباً تین ہزار ہوگی، جس کی نوعیت ایسی ہے کہ اکثر

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة. تاتارخانیه ص ۵۱/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی، طبع کراچی، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه پاکستان.

[2] وجملة اقوالهم فی تقدیره ثمانیة اقوال أو تسعة: غلوة، میل، میلان، ثلاثة، فرسخ، فرسخان، ثلاثة، سماع الصوت، سماع الاذان (الی قوله) فقد نص الائمة علی أن الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر (شامی زکریا ص۷،۸/ج۳/ باب الجمعة، تاتارخانیه ص ۵۱/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون النوع الثانی، مطبوعه کراچی، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه پاکستان.

مکانات اور گلی کوچے پختہ ہیں۔ دوکانیں پچیس سے بھی زائد ہیں اور ایک مرکزی دینی مدرسہ بھی ہے اور سات مساجد ہیں، ہندی اسکول بھی ہے، ضرورت کی تمام اشیاء روزمرہ کی ضرورت میں مل جاتی ہیں، گوشت کی بھی چار پانچ دوکانیں ہیں اور قربانی بھی یہاں ہوتی ہے اور بس کا بھی صحیح انتظام ہے کہ یہیں سے بیٹھ کر میرٹھ بڑوت اور دیگر اطراف کا سفر بسہولت ہوجاتا ہے، بس یہاں آکر رات کو بھی رکتی ہیں ان کے کھانے اور قیام کا بھی انتظام ہے۔ غرض اس طرح ہے کہ اگر یہ تمام دوکانیں یکجا طور پر ہوں تو بازار کی صورت ہوجائے۔ اب یہ دوکانیں سب منتشر اور جدا ہیں۔ اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بعض علماء جو کہ یہاں آتے بھی رہتے ہیں مگر وہ جمعہ نہیں پڑھتے عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں جواز کے قائل ہیں۔ اور یہاں کے تمام مدرسین بھی جو کہ علماء بھی ہیں جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

(۳) بعض علماء بعض جگہوں پر عدم جواز جمعہ کو سمجھتے ہوئے قائل ہیں مگر پھر بھی جمعہ پڑھتے ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں۔ جب ان سے سوال ہوتا ہے کہ آپ تو عدم جواز کے قائل ہیں، پھر کیوں پڑھتے ہیں۔ تو جواب دیتے ہیں کہ میں نہ تو مجتہد ہوں نہ مفتی مجھے اپنے قول پر عمل کرنے کے بجائے مفتیان کرام میں سے کسی کے قول پر بھی عمل کرنا درست ہے، تو کیا درست ہے؟

نوٹ:- جیسا کہ فی زماننا مسئلہ جمعہ فی القریٰ کے متعلق کافی خلفشار وانتشار ہو رہا ہے۔ اگر آپ جیسی شخصیت مظاہر علوم و دارالعلوم کے مفتیانِ کرام واہل فتاویٰ نویسوں کے اتحاد واتفاق سے اس مسئلہ کو شائع کردیں جس میں قریہ کبیرہ اور سوق کے مصداق جو مفہومِ صحیح کو واضح تر فرما کر تحریر فرمائیں تو یہ افراط وتفریط ختم ہوجائے جو کہ ہو رہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر سوال سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقام قریۂ کبیرہ ہے یہاں جمعہ کی اجازت ہے[۱] احتیاطاً

---

[۱] تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

کسی ایسے عالم کو بلا کر معائنہ کرادیں[1] جس کو فقہ اور فتاویٰ میں تجربہ اور بصیرت ہو پھر وہاں کے سب حالات دیکھ کر جو شرعی حکم بتائے اس پر عمل کیا جائے۔

(۲) جس عالم اور مفتی پر زیادہ اعتماد ہو اس کی بات پر عمل کیا جائے[2]۔

(۳) جو شخص فقہ کی روشنی میں خود کوئی رائے قائم نہ کر سکے اس کے لئے راہ عمل یہی ہے کہ قابلِ اعتماد مفتی کے فتویٰ پر عمل کرلیا کرے۔ کیونکہ ہر عالم میں شرعی رائے قائم کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔

نوٹ:- مسئلہ تو زمانہ قدیم سے اختلافی چلا آرہا ہے اس پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ قریب کے اکابر نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ اوثق العری[3]، احسن القری[4] وغیرہ میں دلائل حدیث وفقہ کی رو سے موجود ہیں۔ اس لئے سب کو ایک رائے پر اتفاق کرنا دشوار ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ (صدر مفتی) دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۴۰۶ھ

گاؤں میں جمعہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ قریہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ امام اعظمؒ نے قرآن شریف وحدیث شریف وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے ثابت کیا ہے اور اس پر علماء دیوبند کا

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ لیس الخبر کالمعاینة، (مسند احمد ص ۲۱۵، ۲۱۷/ مسند عبداللہ ابن عباس، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] وإن کان عامیا اتبع فتوی المفتی فیه الأتقی الاعلم (رسم المفتی ص۱۰۷/ العمل عند تعارض الاقوال) شامی زکریا ص۳۸۸/ ج۳ باب مایفسد الصوم مطلب فی جواز الافطار والتحری، فتح القدیر ص۳۷۶/ ج۲/ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[3] اوثق العری فی جمعة القری ص ۱/ تا ۱۵/ مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[4] احسن القری فی توضیح اوثق العری، تصنیف شیخ الھند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مطبوعہ مکتبہ یحیویہ سہارنپور۔

عمل ہے؟ بکر کہتا ہے کہ قریہ میں نماز جمعہ کو ناجائز کہنے والا اور کرنے والا راندہ درگاہ مثل فرعون وقارون کے بلکہ وہ شخص ملعون ومردود ہے جیسے ابی بن خلف رئیس المنافقین یہ تمام الفاظ بکر نے بکے ہیں۔ لہٰذا زید کا کہنا قرآن شریف وحدیث نبوی ﷺ سے وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ کے اقوال سے ثابت فرما کر بکر کی اس قسم کی بکواس کے مصداق کون ہوئے اس کو شرعاً کیا کہا جائے گا۔ بکر کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کا عمل پیش کرو کہ آپ قریہ میں گئے اور نماز جمعہ نہیں پڑھا مدلل ومفصل بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو شخص گاؤں میں جمعہ کی فرضیت کا قائل ہے اس کے ذمہ دلیل ہے منکر کے ذمہ دلیل نہیں لان البینة علی المدعی[۱] تاہم زید کے قول کا منشاء امور ذیل ہیں۔

۱۔ عن النبی ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ اھ کتاب الآثار لابی یوسف ص ۶۰/ یہ حدیث مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح مروی ہے چنانچہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر[۳] ص ۴۰۹/ ج ۱/ میں ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق سے اس کی روایت اور ابن حزم سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ حافظ عینی شرح[۴] بخاری میں فرماتے ہیں۔ ان ابازید زعم فی

---

[۱] ترمذی شریف ص ۲۴۹/ ج ۱ باب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی، مطبوعہ اشرفی دیوبند. بخاری شریف ص ۴۹۹/ رقم الحدیث ۲۵۱۴/ کتاب الرھن، باب اذا اختلف الراھن والمرتھن ونحوہ فالبینة علی المدعی الخ. مطبوعہ دارالسلام ریاض، قواعد الفقہ ص ۶۶/ قاعدہ نمبر ۶۶/.

[۲] کتاب الآثار ص ۶۰/ باب صلاۃ العیدین، رقم الحدیث ۲۹۷/ مطبوعہ مصر، نصب الرایة ص ۵۹۱/ ج ۲/ باب صلاۃ الجمعة، طبع المجلس العلمی ڈابھیل گجرات. اعلاء السنن ص ۱/ ج ۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ.

[۳] (فتح القدیر ص ۵۱/ ج ۲/) باب صلاۃ الجمعة، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۴] عمدۃ القاری شرح بخاری، عینی ص ۱۸۸/ ج ۳/ الجزء السادس، باب الجمعة فی القری والمدن. مطبوعہ دارالفکر.

الاسرار ان محمد بن الحسن قال رواہ مرفوعا معاذ وسراقة بن مالک اھ حافظ ابن حجرؒ درایہ[۱] میں اس کے متعلق کہتے ہیں۔ اسنادہ صحیح، جمعہ مکہ معظّمہ میں فرض ہو چکا تھا جیسا کہ سیوطی نے اتقان[۲] اور ضوء الشمعہ میں اور شوکانی نے نیل الاوطار[۳] میں اور ابن حجر مکی نے شرح منہاج[۴] میں تصریح کی ہے اور مکہ معظّمہ میں اس کی ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ قدرت نہیں تھی پھر بوقت ہجرت چودہ روز یا چوبیس روز جیسا کہ صحیح بخاری[۵] میں ہے آپ نے بنی عمر بن عوف میں قیام کیا اور وہاں جمعہ ادا نہیں کیا اور نہ دوسروں کو حکم فرمایا اداء جمعہ کا۔

(۳) حجۃ الوداع میں جمعہ کے روز عرفات میں قیام کیا اور وہاں جمعہ اداء نہیں کیا بلکہ ظہر کی نماز اداء فرمائی صرح بہ مسلم[۶]۔

---

[۱] الدراية فی تخريخ احاديث الهداية علی هامش الهداية ص۱۶۸/ج۱/) باب صلوة الجمعة. مطبوعه مكتبه تهانوی ديوبند.

[۲] والجمعة فرضت بمكة الخ الاتقان فی علوم القرآن ص۳۸/ج۱/ النوع الثانی عشر، ماتأخر حكمه عن نزوله، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۳] نيل الاوطار ص۲۸۱/ج۲/ الجزء الثالث، باب انعقاد الجمعة باربعين واقامتها فی القری. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۴] تحفة المحتاج بشرح المنهاج ص۳۲۹/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ثبت فی محله انها فرضت بمكة وهٰذا مما يبعد الانكار عنه به جزم الشيخ ابو حامد والسيوطی فی الاتقان ورسالته ضوء الشمعة والشيخ ابن حجر المكی فی شرح المنهاج والشوكانی فی النيل (اوجز المسالک ص۳۵۳/ج۱/) ماجاء فی الامام ينزل بقرية يوم الجمعة فی السفر. بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المكتبه العلمية سهارنپور، بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[۵] فلبث رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی بَنِی عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً (بخاری شريف ص۵۵۵/ج۱/ كتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ الی المدينة.

[۶] مسلم شريف ص۳۹۷/ج۱/ باب حجة النبی ﷺ، مطبوعه رشيديه دهلی، انه صلی الله عليه وسلم لم يصل الجمعة فی عرفات وهذا اجماع (اوجز المسالک ص۳۵۴/ج۱/) قبيل ماجاء فی الساعة التی يوم الجمعة. مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

(۴) حافظ ابوبکر جصاص احکام القرآن[1] میں فرماتے ہیں واتفق فقهاء الامصار علىٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لايجوزفعلها فى غيره لانهم مجمعون علىٰ ان الجمعة لايجوز فى البوادى ومناهل الاعراب اھ۔

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقى لفظ انه يشترط فى الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبى ﷺ وخلفائهؓ والائمة المجتهدون يجمعون فى البلد ان ولايؤاخذون اهل البدوبل لايقام فى عهدهم فى البدو ففهموا من ذٰلک قرنا بعد قرن عصرابعد عصر انه يشترط لها الجماعة والتمدن اقول و ذٰلک لانه لماكان حقيقة الجمعة اشاعة الدين فى البلد وجب ان ينظر الى تمدن وجَماعة اھ (حجۃ اللہ البالغہ[2] ص۲۸/ج۲/الجمعہ)

بکر کو چاہئے کہ اولا اپنے دعویٰ پر دلائل پیش کرے پھر دلائل مذکورہ یعنی حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل صحابۂ کرامؓ کے عمل ائمہ مجتہدین کے عمل اور اجماع کا جواب دے اور گالیاں دینے اور ملعون کہنے سے اجتناب کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَّفَقٌ[3] عَلَيْهِ،

---

[1] احكام القرآن للجصاص (ص۴۴۵/ج۳/) سورة الجمعة، فصل فى ان الجمعة مخصوصة الخ. مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

[2] حجة الله البالغة ص۲۸/ج۲/ الجمعة، مطبوعه مصر.

[3] مشكوة شريف ص۱۷/ باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسکے اندر چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ایک ہو تو اسکے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اسکو چھوڑ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو دھوکہ دے اور جب غصہ ہو تو گالی گلوچ کرے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ[1] سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ[2] اِنَّ اللعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[3] ص ۴۱۱/ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ[4] ص ۴۱۳ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعِنَ شَيْئاً صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلٰى السَّمَاءِ فَتُغَلَّقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلىٰ الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاخُذُ يَمِيْناً وَشِمَالاً فَاِذَا لَمْ تَجِدَ مَسَاغاً رَجَعَتْ اِلٰى الَّذِىْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لذٰلِكَ اَهْلاً وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا اهـ (مشکوٰۃ[5] ص ۴۱۳/) باب حفظ اللسان والغيبة والشتم۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۲/ کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

[2] مشکوٰۃ ص ۴۱۱/ ج ۲/ باب حفظ اللسان. مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- زیادہ لعنت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ تو شہادت دینے والے ہونگے اور نہ شفاعت کرنے والے۔

[4] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ ج ۲/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا نہ فحش بکنے والا نہ زبان دراز۔

[5] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳/ ج ۲/ باب حفظ اللسان.

ترجمہ:- جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ لعنت زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔ آخر وہ اس شخص یا چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ لعنت کی مستحق ہے تو ٹھہر جاتی ہے اگر وہ مستحق نہیں ہے تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔

الجمعۃ فی القریٰ

سوال:- دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں مع حوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

جواب از نور الحسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جناب شاہ ولی صاحب محدث دہلی نے مصفّٰی شرح مؤطا میں لکھا ہے

''پس نماز جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر با جماعت عظیمہ از مسلمین در قریہ یا در شہر''

نیز فرماتے ہیں۔

''پس بر جمعیکہ بر اجتماع ایشاں اسم قریہ اطلاق بود جمعہ واجب است''

اس پر ہم لوگوں کا عمل ہے ہم لوگوں کے استاد مولانا محمد اسماعیل صاحب اپنے موضع ہی میں جو نہایت چھوٹا سا گاؤں ہے برابر جمعہ پڑھتے ہیں اور یہی مذہب ہے شوافع اور محدثین کا جیسا کہ مولانا گنگوہیؒ نے اپنے فتاویٰ ص ۱۱۵ر میں لکھا ہے قرآن مجید میں ہے۔ **فاسعوا الی ذکر اللہ** (سورہ جمعہ) چونکہ کلمہ **فاسعوا** الفاظ عموم سے ہے۔ ہر مکلّف کو عام حکم ہوتا ہے ہر مکان شہر قصبہ دیہات وغیرہ میں۔ جہاں ہوں جمعہ پڑھیں (مرقاۃ) حدیث شریف میں ہے الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم۔ غلام، عورت، لڑکے، بیمار کو اس حدیث میں مستثنیٰ فرمایا ہے (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ہے رواح الجمعۃ واجب علی کل محتلم (نسائی) ہر مسلمان مرد پر جمعہ واجب ہے۔ خود آنحضرتؐ نے دیہات میں جمعہ پڑھا ہے قریہ بنی سالم میں (بیہقی) میں **وَھیَ قریۃ بین القبا والمدینۃ تصریح** ہے۔ حضورؐ کے زمانہ میں صحابہؓ نے بھی دیہات میں نماز جمعہ پڑھی ہے جواثی میں (بخاری) میں ہے **الجواثی من البحرین**۔ ابوداؤد میں تصریح ہے۔ **قریۃ من قریٰ البحرین** آنحضرتؐ کے بعد بھی صحابہؓ دیہات میں نماز جمعہ برابر پڑھتے

رہے ہیں اور اس کا حکم کرتے رہے۔ بخاری میں ہے انس رضی اللہ عنہ زاویہ میں نماز پڑھا کرتے تھے جمعہ کی، زاویہ شہر بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی بستی ہے۔ جمعہ وعیداسی میں پڑھا کرتے تھے رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمرؓ نے اہل بحرین کو لکھا **جمعوا حیث ما کنتم** ۔ جہاں رہو جمعہ پڑھو دیہات شہر دونوں کو شامل ہے (فتح الباری) حضرت ابن عمرؓ اہل میاہ کو اپنی اپنی بستیوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان پر کچھ انکار نہیں فرماتے تھے تابعین اور اتباع تابعین وغیرہم بھی دیہات میں جمعہ پڑھتے تھے اور اس کا فتویٰ دیتے تھے (فتح الباری)

لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع قول ہے حضرت علیؓ کا۔ (فتاویٰ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) امام اعظمؒ کا آب زر سے لکھنے کے قابل اصول ہے جو حدیثیں حد تواتر کو پہونچ گئیں ہیں ان سے نسخ قرآن جائز ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور سے زیادۃ علی الکتاب درست ہے مگر آحاد کے قبیل سے جو حدیثیں ہیں ان سے نہ تو نسخ قرآن مجید درست ہے اور نہ تخصیص عموم آیات فرقان حمید جائز ہے تخصیص بھی ایک قسم کا نسخ ہے (حبل المتین شوق نیموی)

واضح رہے کہ ہم آیات جمعہ سے عورت وغیرہ کا مخصوص ہونا عند الحنفیہؒ تسلیم نہیں کرتے بنا پر اصول بالا تخصیص کیلئے بھی خبر مشہور کی ضرورت ہے۔ آپ پہلے ان احادیث کو جن میں عورت وغیرہ کا استثناء آیا ہے مشہور ہونا ثابت کریں تب عورت وغیرہ کی تخصیص پر کلام کریں اور یہ بھی واضح رہے کہ عام مخصوص البعض کی تخصیص عند الحنفیہ اخبار آحاد سے جائز ہے نہ آثار صحابہ سے اور **لا جمعة ولا تشريق** ۔ قول علیؓ سے ظاہر ہے کہ شہر کے سوا کسی گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ شہر کے قریب ہو خواہ بعید گاؤں بڑا ہو یا چھوٹا۔ عند الحنفیہؒ منجملہ شرائط کے سلطان کا ہونا بھی ایک شرط ہے (ہدایہ) مگر کسی وجہ سے سلطان کا حاضر ہونا تعذر ہو یا استیذان سے معذوری ہو تو یہ شرط بوجہ ضرورت ساقط ہو جاتی ہے (عالمگیری)

اسی طرح وہ اہل قریہ جو بوجہ بعد مسافت شہر میں نماز جمعہ کے واسطے حاضر ہونے سے

معذور ہیں ان سے یہ شرط بوجہ معذوری ساقط ہے ان لوگوں کو اپنے اپنے مقام میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔ اور اکثر فقہاء حنفیہؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ تمام ان دیہاتوں میں جمعہ فرض ہے جہاں مسلمان مکلّف اس قدر ہوں کہ وہاں کی بڑی مسجد میں گنجائش نہ ہو سکے اب کیا جواب ہے اثر علیؓ کا جس میں چھوٹا بڑا ہونا گاؤں کا نہیں ہے اگر بڑا گاؤں مصر ہے چھوٹا گاؤں بھی مصر ہے۔ حالانکہ قریہ قریہ ہے اور مصر مصر۔ کبھی مصر کی ایسی تعریف کرنا کہ بہت سے گاؤں مصر ہو جائیں اور کبھی اتنا دائرہ تنگ کرنا کہ بہت سے شہروں کو بھی حد مصر سے خارج کر دینا کیا عقلمندی ہے۔ مکہ مدینہ جہاں حضورؐ نے عمر بھر نماز پڑھی عندالاحناف نماز جمعہ کے جائز ہونے میں شک اور تردد ہے مرقاۃ میں ہے **واختلفوا فی حد المصر اختلافاً کثیر اقل ما یتفق وقوعه فی بلاد ولا تغتر بقول من قال ان کلا من الحرمین الشریفین مصر لصلوته علیه الصلوٰة والسلام فیها لان الاوصاف تختلف باختلاف الاوقات الخ.**

یا لاجمعۃ میں لانفی کمال کی لے لیں یا امام طحاویؒ کا مذہب لے لیں جیسا کہ قلتین کے بارے میں لیا ہے **خبر القلتین صحیح اسناده ثابت ولکن ترکنا ه لا نا لا نعلم ما القلتان۔** اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ **اثر علیؓ صحیح واسناده ثابت لکن لا نعلم ما المصر الجامع لانه روی الا فی مصر جامع اومدینة عظیمة علیٰ الشک.** اور جب اثر علیؓ واثر عمرؓ میں تعارض ہوا تو ہم نے احادیث مرفوعہ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ بجز مریض، مسافر، لڑکے، عورت، غلام، ہر مسلمان پر جو بالغ عاقل ہو جمعہ فرض ہے۔ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: فقیر محمد نور الحسن بقلم خود۔ ۱۳ر رمضان ۱۳۵۲ھ

الجواب از فقیہ الامتؒ وہو الموفق للصواب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جس طرح جمعہ کی فرضیت پر اتفاق ہے اسی طرح اس اصل پر بھی تمام امت کا اتفاق ہے کہ جمعہ مثل اور عام نمازوں کے نہیں کہ آبادی میں یا جنگل میں جماعت سے یا تنہا ہر طرح

پڑھنے سے ادا ہو جائے بلکہ جمعہ کے لئے جماعت بھی شرط ہے اور ایسا مقام بھی شرط ہے کہ جو دوسری عام نمازوں کے لئے شرط نہیں۔ ابن قیم حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

الحادية والعشرون (من خصائص يوم الجمعة) ان فيه صلوٰة الجمعة التى خصت من بين سائر الصلوات المفروضة بخصائص لا توجد فى غيرها من الاجتماع والعدد المخصوص واشتراط الاقامة والاستيطان اھ[1]

علامہ شوکانی محدث نے نیل الاوطار[2] میں لکھا ہے **والثانى (من شروط صحة الجمعة) ان تكون بقرية مبنية بما جرت به عادة اهلها ولا من قصب يستوطنها اربعون رجلاً استيطان الاقامة لا يظعنون عنها.**

صاحب اقناع[3] شافعیؒ نے تحریر کیا ہے **الاول من شروط الجمعة البلد مصراً كانت اوقرية.**

فقہ مالکیہ کی مختصر الخلیل[4] میں ہے۔ **شرط الجمعة وقوع كلها بالخطبة وقت الظهر للغروب باستيطان بلداو اخصاص لاخيم وبجامع مبنى متحد** الخ یہ اہل حدیث اور ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔ حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک **لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع او مصلى المصر**۔ ہدایہ[5] وغیرہ کتب میں مشہور و معروف ہے۔

---

[1] زادالمعاد ص ۳۸۴/ ج ۱/ الحادية والعشرون كونه فيه صلاة الجمعة. مطبوعه موسسة الرسالة بيروت.

[2] تلاش بسیار کے باوجود نیل الوطار میں یہ عبارت نہ مل سکی غالب گمان یہ ہے کہ یہ عبارت نیل المآرب کی ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے اوجز المسالک ص ۳۵۲/ ج ۱/ بحث الجمعۃ فی القری میں نقل کی ہے۔

[3] اقناع ص ۱۵۹/ ج ۱/ باب الجمعة (مصرى)

[4] مختصر الخليل على هامش الخرشى ص ۷۲، ۷۳، ۷۴/ ج ۱/ الجزء الثانى، فصل بيان شروط الجمعة وسننها الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] هدايه ص ۱۶۸/ ج ۱/ باب صلوٰة الجمعه مكتبه تهانوى ديوبند، بدائع ص ۲۵۹ ج ۱ فصل فى بيان شرائط الجمعة، مطبوعه كراچى، در مختار مع الشامى زكريا ص ۵ تا ۷ ج ۳ باب الجمعة.

شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقى لفظ انه يشترط فى الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبى ﷺ وخلفائه واصحابه رضى الله عنهم والائمة المجتهدون رحمهم الله تعالىٰ يجمعون فى البلدان ولا يؤاخذون اهل البدوبل ولا يقام فى عهدهم فى البدوففهموا من ذٰلک قرنا بعد قرن عصراً بعد عصرانه يشترط لها الجماعة والتمدن اقول وذٰلک لانه لما كان حقيقة الجمعة اشاعة الدين فى البلد وجب ان ينظر الىٰ تمدن وجماعة[1]

یعنی جمعہ کے لئے ایک قسم کی شہریت اور جماعت بالاتفاق شرط ہے۔ حضور ﷺ اور خلفاء اور مجتہدین نے بلدان میں جمعہ قائم کیا ہے بوادی میں قائم نہیں کیا۔ جس سے ہر زمانہ کے لوگوں نے سمجھا ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت اور تمدن شرط ہے اور یہ اس لئے کہ جمعہ کی حقیقت وغایت اشاعۃ الدین فی البلدان ہے لہٰذا جماعت اور تمدن کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور محدثین میں سے کسی کے نزدیک بھی میدان اور جنگل میں آبادی سے دور جمعہ جائز نہیں ہے۔ لا تقام الجمعة فى المفازة عند الائمة الاربعة. عینی[2] آیت یہ ''فاسعوا الى ذكر الله'' کی تخصیص یا تقیید حنفیہ خبر واحد سے نہیں کرتے بلکہ اس کے عام مخصوص البعض ہونے پر اس کے خلاف اجماع سے استدلال کرتے ہیں۔ فلااشكال. الاجماع يخصص القراٰن كتنصيف حدالقذف علىٰ العبد فان الكتاب عام للاحرار والعبيد وكتخصيص الاجماع السكوتى علىٰ نزح ماء زمزم حين وقع

---

[1] حجة الله البالغةص ۲۸ / ج ۲ / مطبوعه بولاق مصر الكبرى، باب الجمعة، اوجز ص ۳۵۱ / ج ۱ / بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

[2] عينى شرح هدايه ص ۸۱ / ج ۳ / باب صلاة الجمعة، على من لا تجب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. اوجز المسالک ص ۳۵۱ / ج ۱ / ماجاء فى الامام ينزل بقرية يوم الجمعة، بحث الجمعة فى القرى، مطبوعه المكتبة العلمية سهارنپور.

الزنجی حدیث اَنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ رواه الترمذیؒ[1] بالغدیر العظیم و تفصیله فی فتح القدیر وشرح سفر السعادة والتحقیق ان الاجماع لیس مخصصا حقیقة وانه یتضمن وجود المخصص ولو بالقیاس لعدم اعتباره زمن الوحی ولا تخصیص بعده کما لو عملوا بخلاف النص الخاص فانه اجماع رافع لحکم النص لتضمنه ناسخاً لان الاجماع لایکون علیٰ خطأ فالفرق بین التخصیص والنسخ به بان الاول جائز دون الثانی کما وقع عن اهل الاصول لا یعود الی امر معنوی فان الاجماع نفسه لیس بمخصص ولا ناسخ حقیقة وباعتبار التضمن مخصص وناسخ فاطلاق المخصص باعتبار التضمن وفی النسخ اعتبروا الحقیقة کما فی شرح المختصر الخ فواتح الرحموتؒ[2].

اگر یہ آیت اپنے اطلاق وعموم پر ہوتو چاہئے کہ ہر جگہ جمعہ کی فرضیت واقامت کا حکم کیا جائے وہوخلاف الاجماع کمامر آنفا۔ بلکہ جس طرح اس سے بعض نماز پڑھنے والوں عورت، مسافر، غلام وغیرہ کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔اسی طرح نماز کی جگہ کو بھی مستثنیٰ کیا جاتا ہے والقاطع للشغب ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ لیس علیٰ اطلاقه اتفاقا بین الامة اذلایجوز اقامتها فی البوادی اجماعاً اه افتح القدیرؒ[3] قال ابوبکر الرازی فی کتابه الاحکام. اتفق فقهاء الامصار علیٰ ان الجمعة مخصوصة بموضع لایجوز فعلها فی غیرها لانهم مجتمعون علیٰ انهالایجوز فی البوادی ومناهل الاعراب اهؒ[4].

---

[1] ترمذی شریف ص ۲۱/ج ۱/ باب ماجاء إن الماء لا ینجسه شیٔ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] فواتح الرحموت ص۳۶۸/ج ۱/ المقالة الثالثة فی المبادئ اللغویة، الخامس من المخصصات المتصلة، بدل البعض، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[3] فتح القدیر ص ۵۱/ج۲/ باب صلوة الجمعة، مطبوعه دار الفکربیروت.

[3] احکام القرآن للحصاص ص۴۴۵/ج۳/ سورة الجمعة، فصل فی ان الجمعة مخصوصة الخ مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

جب یہ آیت بالاتفاق اپنے اطلاق پر نہیں ہے تو روایات ''اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ[1] جَمَاعَةٍ اور رواح الجمعة واجب علی کل محتلم[2] کیسے اپنے اطلاق پر باقی رہ سکتی ہے۔ عبد وغیرہ چار کو ابوداؤد شریف[3] میں مستثنیٰ کیا ہے۔ اہل بادیہ کے استثناء کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں روی من طرق شتیٰ یقوی بعضها بعضاً خمسة لاجمعة علیهم وعد منهم اهل البادیة[4]۔

پھر حضرت عمرؓ کا فرمان اهل بحرین کو جمعوا حیثما کنتم[5] کسی طرح بلاتقیید قابل استدلال نہیں۔ جب یہ امر مسلم ہو گیا کہ جمعہ کے لئے کچھ نہ کچھ تمدن سب کے نزدیک ضروری ہے تو اصل مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں اور اختلاف ہے تو اس کی تحدید وتعریف میں ہے پس ہر مجتہد نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق اپنے زمانہ کے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے تمدن کی تحدید وتعریف کی اور چونکہ تعریف عرف کے اعتبار سے تھی اس لئے عرف کے بدلنے کی وجہ سے تعریف بھی بدلتی رہی تاہم شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بیان فرمودہ غایت جمعہ کے مطابق جس کو صاحب بدائع وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے حنفیہ رحمہم اللہ کی تحدید وتعریف تمدن انسب والیق ہے۔ بدائع صنائع[6] میں ہے۔ ولنا ماروی عن النبی ﷺ انه قال لا جمعة ولا تشریق الافی مصر جامع وعن علیؓ لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع وعن علیؓ لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع وکذا لنبی ﷺ کان یقیم الجمعة بالمدینة وماروی الاقامة حولها وکذا

---

[1] مشکوة شریف ص۱۵۴ / ج ۱ / باب وجوبها، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] نسائی شریف ص۱۵۴ / ج ۱ / التشدید فی التخلف عن الجمعة، مطبوعه بلال دیوبند

[3] ابوداؤد شریف ص۱۵۳ / ج ۱ / باب الجمعة للملوک والمرأة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[4] حجة الله البالغه ۲۸ / باب الجمعة، مطبوعه مصر بولاق.

[5] فتح الباری ص۳۶ / ج۳ / کتاب الجمعة فی القری والمدن، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

[6] بدائع الصنائع ص ۲۵۹ / ج ۱ / باب الجمعة، فصل واما بیان شرائط الجمعة، مطبوعه کراچی.

الصحابة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم فتحوا البلاد وما نصبوا لمنابر الافی الامصار فکان ذٰلک اجماعاً منهم علیٰ ان المصر شرط ولان الظهر فریضة فلا یترک الابنص قاطع والنص ورد بترکها الاالجمعة فی الامصار ولهٰذا لاتؤدی الجمعة فی البوادی ولان الجمعة من اعظم الشعائر فتختص بمکان اظهار الشعائر وهو المصر اهـ .

حنفیہ کی کتب میں مصر کی تعریف مختلف ملتی ہیں اس کا منشاء بھی یہی ہے۔ جس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا مصر کی تعریف امام اعظم سے مروی ہے عن ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما تقع من الحوادث وهٰذا هو الاصح انتهیٰ (کبیری[1])

اگر گاؤں میں جس میں شہریت بالکل نہ ہو جمعہ جائز ہوتا تو حضور ﷺ اور صحابہؓ سے ضرور منقول ہوتا جیسا کہ شہر میں پڑھنا بتواتر منقول ہے۔ اگر گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز اور گاؤں والوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہوتا تو اہل عوالی سات سات میل سے جمعہ پڑھنے کے لئے مدینہ طیبہ میں علی سبیل المناوبۃ کیوں جایا کرتے تھے[2] اپنے یہاں کیوں نہیں پڑھا کرتے تھے اور جو نہیں جاتے تھے تو کیا ان پر فرض نہیں تھا۔

---

[1] کبیری ص ۵۵۰/ مطبوعه لاهور فصل فی صلاة الجمعة عینی للهدایة ص ۵۲/ ج۳/ باب صلوة الجمعة تعریف المصر الجامع، دارالفکر، تاتارخانیه ص ۴۹/ ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی کراچی، بدائع ص ۲۶۰/ ج ۱/ فصل فی بیان شرائط الجمعة، کراچی.

[2] کان الناس ینتابون الجمعة من مناز لهم والعوالی، بخاری ص ۹۰۳/ کتاب الجمعة، باب من این تؤتی الجمعة، دارالسلام ریاض) اوجز ص ۳۵۲، ۳۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة فی القری، یحیویه سهارنپور.

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے جد امجد شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسویٰ[1] شرح مؤطأ میں تحریر فرمایا ہے اتفقوا علیٰ انه لاجمعة فی العوالی اھ اگر آیت اور روایت میں عموم ہے اور گاؤں میں جمعہ فرض ہے تو اس کے خلاف یہ اتفاق کیسا ہے۔ پھر مولانا اسماعیل صاحبؒ کا چھوٹی بستی میں (اگر اس کا گاؤں ہونا مصرح اور متیقن ہوجائے)۔ جمعہ پڑھنا کس طرح حجت ہوسکتا ہے روی عن النبی ﷺ انه قال لاجمعة ولا تشریق الافی مصر جامع وروی عن علی مثله وایضاً لوکانت الجمعة جائزة فی القریٰ لورد النقل به متواتراکورودہ فی فعلها فی الامصار لعموم الحاجة الیه وایضاً لما اتفقوا علیٰ امتناع جوازها فی البوادی لانها لیست بمصر وجب مثله فی السوادوروی انه قیل للحسن ان الحجاج اقام الجمعة بالاهواز فقال لعن اللّٰه الحجاج یترک الجمعة فی الامصار ویقیمها فی حلاقیم البلاد اھ (احکام القرآن[2])عن حذیفةؓ لیس علیٰ اهل القریٰ جمعة انما الجمع علیٰ اهل الامصار مثل المدینة اه عینی[3]. لا جمعة ولا تشریق موقوفاً ومرفوعاً. دونوں طرح مروی ہے اور جب کہ مرفوعاً ثابت ہے تو اس کا موقوف ہونا کچھ مضر نہیں۔ نیز مالا یدرک بالرای عن الصحابی باتفاق ائمہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ من المرجحات لقول الحنفیة قوله علیه الصلوٰة والسلام لا جمعة ولا تشریق الحدیث المشهور ذکره ابویوسف فی الاملاء مسنداً مرفوعاً وهو امام فی الحدیث والفقه فلا یضره وقف من وقفه سیمااذهو من شیوخ مشائخ البخاری. وقال العینی فی شرح البخاری ان ابازید زعم فی الاسرار ان محمد بن الحسنؒ قال رواه مرفوعاً معاذ وسراقة بن مالک رضی اللّٰه عنهما اه قال العینی والاثبات مقدم علیٰ الثانی ولو سلم فرضاً صحة وقفه فهو مما لا یدرک

---

[1] مسویٰ ص۱۵۳ / ج ۱ / باب لاجمعة فی العوالی مطبوعه دهلی.

[2] احکام القرآن ص۴۴۵ / ج۳ / سورة الجمعة فصل فی ان الجمعة مخصوصة الخ مطبوعه بیروت.

[3] عینی شرح هدایه ص ۵۱ / ج۳ / باب صلاة الجمعة، این لاتجوز الجمع، مطبوعه دارالفکر بیروت.

بالقیاس واجمعت ائمة اصول الحدیث ان مالا یدرک بالرأی فی حکم المرفوع ففی اٰثار السنن عن شرح الفیة العراقی وماجاء عن الصحابی موقوفا علیه ومثله لایقال من قبل الرأی حکمه حکم المرفوع کذا قال الرازی فی المحصول وعن تدریب السیوطی ومن المرفوع ایضاً ماجاء من الصحابی ومثله لا یقال بالری ولا مجال للاجتهاد فیه فیحمل علیٰ السماع جزم به الرازی وغیرواحد من ائمة الحدیث انتهیٰ اوجز اھ[1].

عبارت بالا سے واضح ہوگیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں یہ امر سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ جمعہ کا قیام مکہ معظّمہ زاد اللہ شرفاً میں فرض ہو چکا تھا جیسا کہ سیوطی نے اتقان اور ضوء الشمعۃ میں شیخ ابن حجرؒ مکی نے شرح منہاج میں شوکانی نے نیل الاوطار میں وثوق کے ساتھ تحریر کیا ہے اسکے بعد حضور ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں چودہ شب قیام فرمایا۔ **کمافی روایة الشیخین** اور جمعہ نہیں[2] پڑھا لہٰذا گاؤں میں جمعہ جائز نہیں حالانکہ منتہی الارب[3] میں ہے جواثی، کجاریٰ، شہر خط یا قلعہ است بحرین، صراح میں ہے جواثی نام حصنے بحرین، قاموس میں ہے مدینۃ الخط اوحصن بالبحرین، مرقاۃ الصعود میں ہے مدینۃ بالبحرین لعبدالقیس عمدۃ القاری میں ہے۔ حکی ابن التین عن الشیخ ابی الحسن انہا مدینۃ۔ صحاح اور بلدان میں ہے۔ حصن بالبحرین وقال ابوعبید البکری مدینۃ بالبحرین[4]

---

[1] اوجز المسالک ص ۳۵۲/ج ۱/ بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المکتبة العلمیة سهارنپور.

[2] منها ان ثبت فی محله انها فرضت بمکة به جزم الشیخ ابوحامد والسیوطی فی اتقان ورسالته وضوء الشمعة والشیخ ان حجر المکی فی شرح المنهاج والشوکانی فی النیل الی قوله وقد اخرجاالشیخان انه ﷺ نزل فی بنی عمروبن عوف فاقام فیهم اربع عشرة لیلة الحدیث ولم یصل الصلاة والسلام فیها الجمعة، اوجز المسالک ص ۳۵۳/ج ۱/بحث الجمعة فی القری، مطبوعه المکتبة العلمیة سهارنپور.

[3] منتهی الارب ص ۱۷۴ ج ۱ باب الجیم فصل الهمزة، مطبوعه لاهور.

[4] اوجز المسالک ص ۳۵۳/ج ۱/ بحث القری فی الجمعة، مطبوعهالمکتبة العلمیة سهارنپور.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جواثی شہر ہے گاؤں نہیں ہے۔ لفظ قریہ سے اشتباہ ہوتا ہے حالانکہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے قال اللّٰہ تعالیٰ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ الآية قال القاضی البيضاوی فی تفسيره احدی القريتين[1] مكة وطائف قال اللّٰه تعالیٰ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِی كُنَّا فِيْهَا الآية[2] قال القاضی يعنون مصر أوقرية بقربها قال الله تعانی وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلاً اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ الآية قال الحلبی ای انطاكية[3] اسی طرح اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا[4] اور وَكَاَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِی اَخْرَجَتْكَ[5] الآية وغير ذٰلک قاموس[6] میں ہے القرية المصر الجامع. اور قریہ کا اطلاق گاؤں پر بھی ہوتا ہے پس جس روایت میں آتا ہے کہ قریہ میں جمعہ جائز نہیں وہاں قریہ سے مراد گاؤں ہے۔ حضرت حذیفہؓ کا اثر عینی[7] شرح بخاری سے اوپر نقل کیا گیا ہے کہ ليس علیٰ اهل القریٰ جمعة انما الجمع علیٰ اهل الامصار مثل المدينة، امصار کے مقابلہ میں قریٰ کا لفظ شاہد عدل ہے اس پر کہ قریہ سے مراد گاؤں ہے اور جس جگہ آتا ہے کہ قریہ میں جمعہ پڑھا گیا وہاں قریہ سے مراد شہر ہے جیسا کہ جواثی کے متعلق مختلف عبارات سے واضح کر دیا گیا زاویہ اور سالم کے متعلق کوئی نقل صحیح نہیں ہے کہ وہ گاؤں ہیں پھر یہ کہ جمعہ فرض ہوئے مدت گذر گئی تھی اور اسلام کی بہت کچھ اشاعت ہو چکی تھی كما لا يخفی علیٰ اهل العلم تو مدینہ منورہ کے علاوہ سب سے پہلا جمعہ جواثی

---

[1] تفسير بيضاوی ص ۱۴۴ / ج۵ / مكتبه دار الفكر بيروت سورة الزخوف تحت آيت ۳۱ /.

[2] تفسير بيضاوی ص ۳۰۴ / ج۳ / سورة يوسف مكتبه ايضاً تحت آيت ۸۲ /.

[3] حلبی كبيری ص ۵۴۹ / فصل فی صلاة الجمعة ،طبع لاهور تفسير بيضاوی ص ۴۲ / ج۴ / سورة يٰسٓ تحت آيت ۱۳ /.

[4] سورۂ نمل آيت ۳۴ /.

[5] سورۂ محمد آيت ۱۳ /.

[6] القاموس المحيط ص ۶۱۲ / ج۳ / ق، ر، ی، مطبوعه دار عالم الكتاب مكه المكرمه.

[7] یہ عبارت عینی شرح بخاری میں نہیں ملی البتہ بنایہ شرح ہدایہ للعینی میں موجود ہے۔ عينی شرح الهداية ص ۵۱ ج۳ باب صلاة الجمعة اين لا تجوز الجمعة مطبوعه دار الفكر بيروت.

میں کیوں ہوا دوسرے دیہات میں کیوں نہیں پڑھا گیا[1] جو بڑا گاؤں ہے کہ اپنی آبادی اور ضروریات کے لحاظ سے شہر کے مثل ہے وہ شہر ہی کے حکم میں ہے اس کے مقابلے میں معمولی اور چھوٹے گاؤں کو جو آبادی اور ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے بالکل ادنیٰ درجہ کا ہو مصر کہنا قرین دانشمندی نہیں۔ فناء مصر اور مصلی مصر کسی طرح مصر سے علیحدہ نہیں لہٰذا وہاں بھی جمعہ مثل شہر کے درست ہے اگر سلطان یا نائب سلطان کا موجود ہونا۔ فتنہ یا موت سلطان کی وجہ سے متعذر ہو تو اتفاق کر کے کسی صالح شخص کو امام بنالیا جائے اور وہ نماز پڑھائے نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس کی اصل موجود ہے **واذا لم یکن استیذان السلطان بموته اوفتنة واجتمع الناس علیٰ رجل فصلی بهم جاز للضرورة کما فعل علی فی محاصرة عثمان رضی اللّٰه عنه طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح**[2]۔

اور گاؤں کے لوگ اگر جمعہ پڑھنے کو شہر میں حاضر نہ ہوں تو ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہئے[3] کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں اگر شہر میں آجاتے تو جمعہ فرض ہو جاتا اور دیہات

---

[1] کان قدومهم سنة ثمان قبل مکة قال النیموی وانت خبیربان الاسلام فی هذه المدة قد انتشرفی کثیر من القری فلو کانت الجمعة فی القریٰ واجبة لایوجد وجه لترکهم التجمیع فی غیر جواثی فی هذه المدة الکثیرة وماتوهم من لفظ القریة فی بعض طرق هذه الروایة إذ ورد قریة من عبد القیس فهذا من طلاق العام للفظ القریة فا نها تطلق علی ما یعلم المدینة ایضاً (اوجز ص۳۵۳/ ج ۱/ بحث الجمعة فی القری، طبع مکتبة علمیه سهارنپور، بذل ص ۱۷۰/ ج۲/ باب الجمعة فی القری،طبع یحیویه سهارنپور)

[2] طحطاوی علی المراقی ص۴۱۴/ مطبوعه مصر، باب الجمعة، حلبی کبیری ص۵۵۳/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه ص ۵۶/ ج۲/ الفصل الخامس وعشرون، الشرط الثانی، مطبوعه کراچی.

[3] من لا تجب علیهم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة (شامی زکریا ص۳۳/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

میں رہتے ہوئے ان پر جمعہ فرض نہیں کمافی ردالمحتار[1] وغیرہ من کتب الفقہ اگر وہ گاؤں میں جمعہ پڑھیں گے تو اس میں چند قسم کی خرابی ہے فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا جس کو نماز جمعہ سمجھ کر پڑھیں گے وہ نفل ہوگی اور نفل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی منع ہے[2] اور نفل نہاری میں قراءت بالجہر بھی منع ہے[3] اور گاؤں میں رہتے ہوئے ان پر جمعہ کو فرض کہنا اور پھر گاؤں میں جمعہ کا حکم کرنا بے اصل ہے۔ اس لئے درست نہیں لاجمعة میں لانفی کمال کا نہیں لے سکتے کیونکہ عبارات بالا سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہی نہیں اگر جمعہ خلاف اولیٰ ہوتا تو یہ احتمال تھا نیز قائل بالفصل کوئی نہیں جن کے نزدیک جائز ہے شہر اور گاؤں دونوں میں کمال کے ساتھ ہے جو منع کرتے ہیں گاؤں میں بالکل منع کرتے ہیں مصر کی تعریف معلوم ہونے کے بعد امام طحاویؒ کے جواب پر قیاس کرتے ہوئے جواب دینا قیاس مع الفارق ہے والبسط فی بذل المجہود[4] فی حل ابی داؤد واوجز المسالک[5] الیٰ مؤطا امام مالک واحسن القریٰ[6] وغیرہ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۳۰ ربیع الثانی ۵۴ھ

الجواب صحیح: وھٰذا الکلام اذا کان السائل والمجیب غیر مقلد للامام الھمام واما اذا کان کل منھما مقلداً له فلا یسوغ للمقلد الاجتھاد و ترک ظاھر الروایة لاسیما فی ھٰذا الزمان وانا العبد الا فقر الیٰ اللّٰہ الصمد.

سعید احمد الاجراوی المبتلیٰ

بامانۃ الافتاء بمدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

---

[1] ان دخل القری المصر یوم الجمعة فان نوی المکث إلی وقتھا لزمته وان نوی الخروج قبل دخوله لا تلزمه وان نواه بعد دخول وقتھا تلزمه (شامی زکریا (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اٹھارہ سو کی آبادی میں جمعہ

بخدمت اقدس والامرتبت جناب مفتی صاحب زید مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سوال:- آج کل مختلف دیہات ومضافات میں جانے آنے سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور سے قری صغیرہ جنکی آبادی ۱۸۰۰ یا دو ہزار ہو یا کچھ کم وبیش ہو اور نہ وہاں بازار ہوتا ہے نا ہی روزمرہ کی دیگر ضروریات بسہولت بہم پہونچتی ہیں لیکن جواز جمعہ کے فتاویٰ صادر ہورہے ہیں حالانکہ علامہ شامی کی تصریح **وتقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق** سے صراحۃً بازار کی قید مفہوم ہوتی ہے ہاں اگر سوق کے لغوی معنیٰ جائے فروخت لے کر دوکان مراد ہو اور پھر چونکہ اسواق جمع قلت ہے، اس لئے پانچ سات مختلف دوکانوں کے پائے جانے سے بھی اسواق کا صدق ہوتا ہو تو بھی فرمایئے آخر جب سوق کے معنیٰ لغوی بازار بھی ہیں اور متعارف اہل لسان بھی ہیں تو اس کو متروک کیوں قرار دیا حالانکہ اکابر کا طریق بھی اس کے خلاف ہے جن میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ قابل ذکر ہیں حضرت مذکورۃ الصدر کا اقدام انسداد جمعات فی القریٰ التی افتینا بجواز ہا فی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) ص ۴۰/ج۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، حلبی ص ۵۵۲/ فصل فی صلوۃ الجمعۃ، مطبوعہ لاھور، قاضی خان ص ۱۷۶/ج ۱/ صلوۃ جمعہ، مطبوعہ کوئٹہ.

۲ لا تجوز فی الصغیرۃ(الی قولہ) الظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ النفل بالجماعۃ (شامی زکریا، ص۷/ج۳/ باب الجمعۃ)

۳ واما نوافل النھار فیخفی حتما الخ عالمگیری ص ۷۲ج ۱ الفصل الثانی واجبات الصلوۃ مطبوعہ کوئٹہ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۱ ج۲ باب صفۃ الصلوۃ قبیل مطلب فی الکلام علی الجھر الخ.

۴ بذل المجھود ص ۱۷۰/ج۲/ باب الجمعۃ فی القری المکتبۃ الرشیدیہ سھارنپور.

۵ اوجز المسالک ص ۵۲، ۳۵۳/ج ۱/مکتبہ یحیوی سھارنپور.

۶ احسن القری فی توضیح اوثق العربی ،تصنیف حضرت شیخ الھند.

مثلہا معلوم ومشہور ہے۔ حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے موضع اسلام نگر ضلع سہارنپور میں خود تشریف لے جاکر جمعہ بند کرایا حالانکہ وہاں کی آبادی تین ہزار ہے پانچ مسجدیں ہیں ہفتہ وار معمولی سی پینٹھ بھی لگتی ہے لیکن بازار نہیں یونہی چند مختلف دکانیں ہیں اور عرف میں سب موضع اور گاؤں کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ نے موضع بھیسانی اسلام پور جس کی آبادی ۳-۱/۲ ہزار ہے پندرہ سولہ مختلف دوکانیں ہیں سات مسجدیں ہیں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں فرمائی پھر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھیسانی بے شمار دفعہ تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں کی پوری کیفیت سے واقف بھی ہیں۔ بھیسانی اسلام پور کی نوعیت آج کل جن دیہات میں فتوے جارہے ہیں ان سے بہت بلند ہے۔ نیز وذَرُوا البیع بھی قابل غور ہے۔ چونکہ اول تو دیہات میں بیع وشراء نہیں اور اگر ہے تو کالعدم وہ مانع عن السعی نہیں اس لئے یہ اس مقام کے لئے ہوسکتا ہے جس جگہ بازار ہو نہ کہ چند دوکانیں بلکہ گاؤں کے لئے تو وذروا البیع والزراعۃ مناسب تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم یا ایہا الذین آمنوا الآیۃ یہ عام مخصوص منہ البعض کے قبیل سے ہے اور پھر حضور ﷺ نے قباء میں جمعہ نہیں پڑھا حالانکہ چودہ یا چوبیس روز آپؐ کا قیام وہاں رہا نیز ارشاد ہے لا جمعۃ ولا تشریق فی القری تو یہ دونوں باتیں اس کے مخصوص منہ البعض ہونے کی مؤید ہیں تو ایسی صورت میں دوبارہ جواز جمعہ عالمانہ بحث سے مستفید فرمائیں اور قریٰ کبیرہ اور اسواق کی تحقیق کہ ان کا مصداق ومفہوم کیا ہے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے بڑا گاؤں وہ ہے جو اپنی ضروریات روزمرہ، ڈاکخانہ، شفاخانہ، مدرسہ، بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہو اور تین چار ہزار کی آبادی ہو جو گاؤں ایسا نہیں ہے وہاں جمعہ جائز نہیں بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز پڑھی جائے اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھیں گے تو وہ نماز نفل ہوگی۔ نفل کو

فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ عقیدہ رکھنا کہ فرض ادا ہوگیا۔ نفل کے لئے اذان، اقامت، جماعت علی سبیل التداعی۔ نفل نماز میں قراءت بالجہر[1] نفل کے لئے خطبہ وغیرہ شرعی مفاسد ہیں۔ فرض کا ذمہ میں باقی رہ جانا مستقل مفسدہ عظیمہ ہے لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ اھ ہدایہ[2] عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهٰذا هو الاصح[3] اھ کبیری۔

وکره اداء ظهر بجماعة فی مصر بخلاف القریٰ لانه لاجمعة علیه فکان هٰذا الیوم فی حقهم کغیره من الایام (شرح المنیة) وفی المعراج عن المصطفیٰ من لایجب علیه الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة اھ[4] درمختار و شامی وتقع فرضافی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر و خطیب کمافی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر اه شامی[5].

---

[1] واما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً (عالم گیری کوئٹه ص ۷۲/ج ۲/الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۵۱/ج ۲/باب صفة الصلاة، مطلب فی الکلام علی الجهر والمخافتة، اعلاء السنن ص ۹/ج ۴/ ابواب القراءة، باب وجوب الجهر بالجهریة والسر بالسریة، طبع امدادیه مکه مکرمه)

[2] هدایه ص ۱۶۸/ج ۱/باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیو بند.

[3] کبیری ص ۵۵۰/مطبوعه لاهور باب الجمعة.

[4] شامی ص ۴۹/ج ۱ مطبوعه مکتبه نعمانیه دیو بند، باب الجمعة.

[5] شامی نعمانیه ص ۵۳۷/ج ۱/شامی کراچی ص ۱۳۸/ج ۲/باب الجمعة.

دلائل و مآخذ کی تفصیل مطلوب ہو۔ تو اوثق القریٰ[۱] القول البدیع[۲] اور بذل المجہود[۳] اوجز المسالک[۴] اعلاء السنن[۵] وغیرہ ملاحظہ فرمایئے۔ مظاہر علوم کا کوئی فتویٰ جواز الجمعۃ فی القریٰ الصغیرۃ کے متعلق دیکھا ہو تو ضرور ارسال فرمائیں کیونکہ ہمارے علم میں یہاں سے کوئی ایسا فتویٰ صادر نہیں ہوا

مصر اور قصبہ کی تعریف عرفی چیز ہے جو عرف کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے نیز اس قدر عام ہے کہ بغیر تعریف کئے بھی عوام اور بے علم آدمی بھی جانتے ہیں کہ فلاں بستی چھوٹا گاؤں ہے اور فلاں بستی قصبہ ہے اور جو تعریف اس جواب میں بڑے گاؤں کی ذکر کی ہے اس سے مقصود اقرب الی الفہم کرنا ہے یہ حد تام نہیں[۶] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/رجب ۶۹ھ

مظاہر علوم سے جمعہ فی القریٰ کے متعلق فتاویٰ حضرت گنگوہیؒ کے فتوی کے مطابق جاتے ہیں اگر کوئی فتویٰ آپ نے دیکھا ہے تو آپ دکھلایئے قیاس سے ایسی بات نہ کہنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ۔ ۱۸/رجب ۶۹ھ

---

۱ اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القریٰ (ص ۶/) مطبوعه خیرخواه سهارنپور.

۲ القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع مطبع بلالی ساڈهوره .

۳ بذل ص ۷۱،۷۰/ج ۱/ باب الجمعة فی القری المکتبه الرشیدیه سهارنپور.

۴ اوجز ص ۵۳، ۳۵۲/ج ۱/ بحث الجمعة فی القری. مکتبه یحیویه.

۵ اعلاء السنن ص ۱/ج ۸/ ابواب الجمعة باب فی جواز الجمعة فی القری، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

۶ اعلم ان تعریف المصر ایضا لیس لحدحقیقی وانما هوتشخیصه فقط و تعریف الشخصی یختلف باختلاف تشخصاته فی کل زمان فهذا هو الوجه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بنگال کے دیہات میں جمعہ

سوال:- بعض قریٰ بنگال بلکہ اکثر متصل و مسلسل پے در پے دور دراز مسافت غالباً تین چار روز کم وبیش چلے گئے ہیں۔ یک دو کو ملا کے تین چار ہزار مردم شماری ہوگی اور مجموعہ اس آبادی وبستی میں لاکھوں بلکہ بیشمار مردم شماری ہے اور بعضے میں ڈاکخانہ اور بازار اور تھانہ بورڈ محکمہ بھی ہیں ایسی بستیاں قریہ کبیرہ ہیں یا نہیں اور ان میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں اور احتیاط الظہر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قری بنگال کا حال بہت مشتبہ ہے اور وہاں کے عام سکان بلکہ عام اہل علم کا حال بھی بہت ہی تعجب خیز ہے وہ یہ کہ جب وہ حضرات سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے تالاب کے دوسرے کنارہ پر پہونچ کر قصر شروع کر دیتے اور کہتے ہیں کہ ہماری بستی ختم ہوگئی اور جب جمعہ کا تذکرہ آتا ہے تو تمام دور دراز کی آبادی کو اپنی بستی کی آبادی شمار کر کے کہتے ہیں کہ ہماری بستی یہاں تک ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ خود وہاں کے ارباب فتویٰ واہل دیانت سے اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) لاختلاف عبارات الفقهاء فی تعریف المصر، اعلاء السنن ص ۸/ج ۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه (فیض الباری ص ۳۲۹/ج ۱/ باب الجمعة فی القری، خضرراه دیوبند الکوکب ص ۱۹۹/ج ۱/باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیرعذر، طبع مکتبه یحیویه سهارنپور)

[1] مستفاد: من لم یجد نقلاً صریحاً أن یتوقف فی الجواب او یسئل من هو اعلم منه ولو بلدة اخریٰ (رسم المفتی زکریا ص ۱۴۴/ج ۱/قبیل انما علی المفتی حکایة النقل الصریح، عمدة القاری ص ۲۳۷/ج ۸جز ۱۶/ منافت عمار وحذیفه، دارالفکر بیروت.

جس بستی میں مسلمانوں کی آبادی پانچ سو ہو اس میں جمعہ

سوال:- اس بستی کی آبادی تخمیناً دو ہزار ہے۔ جس میں پانچ سو مسلم آبادی ہے، دو مسجدیں ہیں، ایک پرائمری ہندی اسکول ہے تین چار معمولی پرچون کی دوکانیں ہیں جن میں ضروریات کا سامان صرف نمک، مرچ، تیل مٹی وغیرہ ملتا ہے ہفتہ میں ایک بار بازار بکریوں کا لگتا ہے، جس میں کپڑا، سبزی وغیرہ ملتی ہے۔ ایسی صورت میں یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں اگر پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں۔ نہ پڑھنے پر فساد کا بھی اندیشہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی چھوٹی بستی میں نماز جمعہ وعیدین درست نہیں۔ جمعہ پڑھنے سے فریضۂ وقت ادا نہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس بستی میں مسلمانوں کے تیس گھر ہوں وہاں جمعہ کا حکم

سوال:- ایک موضع میں جس میں تیس گھر مسلمانوں کے ہیں وہاں ایک چھوٹی مسجد ہے اور موضع مذکور سے دو میل کی دوری پر قصبہ میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں کافی مسلمان ہیں اور جمعہ ہوتا ہے ایسی صورت میں موضع مذکورہ بالا جس میں صرف تیس گھر مسلمانوں کے ہیں اس میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کتنے مسلمانوں کے مکان موضع میں ہوں تو جمعہ کی نماز درست ہے؟

(۳) جمعہ کی نماز میں کم سے کم کتنے آدمی ہونا ضروری ہے جب نماز جمعہ درست ہوگی؟

---

[1] لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر وخطیب (إلی قوله) لو صلوا فی القریٰ لزمهم ادإ الظهر، شامی کراچی ص۱۳۸/ج۲/باب الجمعة ،بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القریٰ، طبع یحیویه سهارنپور، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

(۴) کیا جس گاؤں میں مسجد نہ ہو اور مسلمانوں کے تیس تیس مکانات ہوں کسی باغیچہ یا چبوترہ منتخب کر کے نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس تیس گھر والی بستی کی اور کوئی حالت آپ نے تحریر نہیں کی کہ اگر یہ بستی ایسی ہے جس میں مثلاً تین چار ہزار کی مردم شماری ہے اس میں بازار ہے گلی کوچے ہیں۔ سب ضروریات روزمرہ مل جاتی ہیں تب تو وہاں جمعہ درست ہے[۱] اگرچہ مسلمانوں کے صرف تیس گھر ہوں۔ اگر یہ بستی ایسی نہیں بلکہ چھوٹی ہے تو وہاں جمعہ جائز نہیں[۲]۔

(۲) مسلمانوں کی تعداد کچھ نہیں بستی ایسی ہونی چاہیے جس کا بیان (۱) میں ہوا۔

(۳) بستی تو کم از کم (۱) کے موافق ہو اور شریک جماعت اگر امام کے ساتھ کم از کم تین بالغ مرد ہوں تب بھی جمعہ ادا ہو جائے گا[۳]۔

---

[۱] ویشترط لصحتحا المصر،عن أبی حنیفة بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غیره ویرجع الناس الیه فیما وقع لهم من الحوادث (شامی زکریا ص۵/ ج۳/باب الجمعة تاتار خانیه ص ۴۹ ج۲ کراچی، شرائط جمعه کبیری ص ۵۵۰/ لاهور)

[۲] لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب ، شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة، فتح القدیر ص ۵۱/ج ۱/باب الصلاة الجمعة، دار الفکر، بحر ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

[۳] والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوی الا مام واحترز بالرجال عن النساء والصبیان فان الجمعة لاتصح بهم (درالمختار مع الشامی ص ۱۵۱/ج۲/مطبع کراچی باب الجمعة، محیط برهانی ص۴۴۶/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون صلاة الجمعة، المجلس العلمی بیروت، هدایه ص ۱۶۹/ج ۱/باب صلاة الجمعة، طبع یاسر ندیم دیوبند.

(۳) اگر وہ (۱) کے موافق ہوتو جائز ہے مسجد ہونا شرط نہیں ورنہ جائز نہیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رمضان ۶۷ھ

گاؤں میں جمعہ اور تعزیہ پر قیاس کرنا

سوال:- دیہاتوں میں جمعہ ہوتا ہے منع کیا جائے کہ نہیں؟ اگر روکا جائے تو بعض لوگ جو جمعہ کے دن صرف جمعہ پڑھنے آتے ہیں وہ بالکل چھوڑ دیں گے۔ بعض لوگ اس کو اسلام کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ تعزیہ کو نشانی خیال کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس دیہات میں جمعہ کی شرائط موجود نہ ہوں وہاں ظہر باجماعت پڑھنا فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے فریضۂ ظہر ساقط نہیں ہوتا۔ ولو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر۔ شامی[۲] ص ۵۳۷/ج ۱/البتہ اگر جمعہ کی مخالفت کرنے سے اختلاف ہو کہ مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہوتو مسئلہ بتا کر خاموشی اختیار کرلیں اور خود جمعہ میں شرکت نہ کریں[۳]۔ تعزیہ کو جائز قرار دے کر اس پر اسی مسئلہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لو صلى الجمعة فى قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قرى وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد أولم يبنوا حلبى كبيرى ص ۵۵۱/ فصل صلاة الجمعة، طبع لاهور.

[۲] شامى كراچى ص ۱۳۷/ج ۲/ باب الجمعة، بحر ص ۱۴۲/ج ۲/ كوئٹه، باب صلاة الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ج ۲/باب الجمعة فى القرىٰ، يحيويه سهارنپور.

[۳] واستشهد له بما فى التجنيس عن الحلوانى ان كسالى العوام إذاصلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لانهم اذا منعوا تركوها اصلا (شامى زكريا ص ۵۲/ج ۲/باب العيدين، مطلب مطلقالمستحب على السنة الخ، تاتارخانيه ص ۴۰۸/ج ۱/ كراچى.

دو ہزار کی آبادی میں جمعہ وعیدین وقربانی

سوال:- زید کے گاؤں کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے۔ زمانہ سے نماز عیدین اور جمعہ کی نماز یہاں پڑھی جاتی ہے۔ ضرورت کی چیزیں گاؤں میں دستیاب ہیں، اشیاء ضروریہ کی دوکانیں گاؤں میں ہیں۔ کیا ایسی آبادی میں احناف کے نزدیک جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نیز کیا ایسی آبادی میں متعدد مساجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(۲) جس آبادی کا اوپر ذکر ہوا ہے کیا اس آبادی میں عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر درست نہیں ہے اور کسی نے قربانی کردی ہے تو کیا اس شخص کو قربانی کے عوض صدقہ کرنا پڑے گا؟ مدلل تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ کسی تجربہ کار عالم مفتی کو بلا کر معائنہ کرادیا جائے وہ پورے طور پر دیکھ کر جو فتویٰ دے اس پر عمل کیا جائے۔ محض تحریر سے پوری کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں وہاں جمعہ بھی ادا کیا جائے اور عیدین کی نماز بھی پڑھی جائے اور قبل از نماز عیدالاضحیٰ قربانی درست نہیں۔ اگر قربانی کردی ہے تو اس سے واجب ادا نہیں ہوا۔ قربانی کی قیمت صدقہ کی جائے۔ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود نہ ہوں وہاں جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ صلوٰۃ العیدین بھی وہاں پڑھنا مکروہ ہے۔ قربانی سویرے (صبح) ہی سے درست ہے۔ جمعہ کے شرائط یہ ہیں۔

وحر صحیح بالبلوغ مذکر مقیم وذو عقل لشرط وجوبها

ومصر وسلطان ووقت وخطبة واذن کذا جمع لشرط ادائها

لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب. لوصلوا فی

القریٰ لزمهم اداء الظهر. شامی ص۳۷،۵۳۶/ج ۱[1]. تجب صلوٰتها فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة فانها سنة بعدها وفی القنیة صلوٰة العید فی القریٰ تکره تحریماً. درمختار ج ۱[2]ص ۵۵۵/. اول وقتها (ای الاضحیة) بعد الصلوٰة ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوٰة عید و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیره اه درمختار. فیه تسامح اذا التضحیة لا تختلف وقتها بالمصر وغیره بل شرطها. فاول وقتها فی حق المصری والقروی طلوع الفجر الا انه شرط للمصری تقدیم الصلوٰة علیها اه شامی ص ۲۰۲/[3].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۱۴۰۲ھ

موضع دادری میں جمعہ

سوال:- ہاپوڑ سے دومیل کے فاصلہ پر دادری ایک گاؤں ہے، جس کی کل آبادی ڈھائی ہزار اور مسلم آبادی چارسو ہے اس میں ایک مسجد بھی ہے۔ جس میں برسوں سے جمعہ ہوتا رہا۔ اس سال ایک امام صاحب آئے۔ انہوں نے مسئلہ پوچھ کر جمعہ بند کردیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے امام صاحب آئے انہوں نے بھی جمعہ نہیں پڑھایا۔ جولوگ صرف جمعہ پڑھتے

---

[1] شامی کراچی ص۲۳۸/ج ۱/ شامی نعمانیه ص۱۳۷/ج ۱/باب الجمعة، بذل المجهود ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور بحر ص ۱۴۱/ج۲/باب صلاة الجمعة ، طبع کوئٹه.

[2] شامی نعمانیه ص۵۵۵/ج ۱/ باب العیدین بحر ص۱۵۸/ج۲/ کوئٹه عیدین.

[3] شامی نعمانیه ص۲۰۲/ج۵/کتاب الأضحیه، مجمع الانهر ص۱۴۹/ کتاب الاضیحیة ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع ص ۲۱۱/ج۴/زکریا،وقت التضیه ، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۵/ج۲/الباب الثالث فی وقت التضحیة.

ہیں ان لوگوں کا بہت اصرار ہوا۔ بہر کیف ۱۹ر محرم کو جو جمعہ گذرا اس میں امام صاحب نے مجبوراً جمعہ پڑھایا۔ اس گاؤں میں دو تین بہت چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں جس میں پوری ضروریات نہیں ملتیں حتی کہ چینی بھی نہیں ملتی۔ ایسی صورت میں کیا جمعہ وہاں پڑھا جاسکتا ہے جبکہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ پچاس نفر کے گاؤں میں بھی جمعہ جائز کہتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ اختلاف سے حکم میں توسع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ اس بارے میں حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کے گاؤں کی حالت مشتبہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی عالم کو جو تجربہ کار ہو اور فقہی مسائل میں مہارت رکھتا ہو بلا کر معائنہ کرادیں۔ وہ سب حالات دیکھ کر جمعہ جائز بتلائے تو پڑھنا شروع کریں منع کرے تو نہ پڑھیں۔

عوام کی دلیل کہ ہم باقی ہفتہ نماز نہیں پڑھتے جمعہ کے روز ہاتھ منہ دھولیں وضو کرلیں الخ شرعی دلیل نہیں، عامیانہ وجاہلانہ بات ہے۔ خدا اور رسول کا حکم پنجگانہ نماز کا ہے جو کہ فرض عین ہے جس پر سب امت کا اجماع ہے[1] اس کو تو ترک کردیں، اور جہاں اجازت نہ ہو وہاں پڑھنے پر اصرار کریں کس قدر جہالت بلکہ احکام شرع کا مقابلہ ہے۔ اگر پچاس نفر کے گاؤں میں جمعہ کی اجازت دی جائے تو آپ کے ہی گاؤں کی کیا خصوصیت رہے گی جس کی وجہ سے آپ نے دوڈھائی ہزار کی آبادی بتلائی ہے۔ بلکہ ہر گاؤں میں جمعہ کی اجازت

---

[1] قوله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى فرض على كل مسلم ومسلمة فى كل يوم وليلة خمس صلوات وهو من المشاهير وبالاجماع فقد اجمع الامة من لدن رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا على فرضيتها من غير نكير منكر ولا ردراد (مجمع الانهر ص ۱۰۳/ج ۱/ كتاب الصلاة، مطبوعه بيروت، بدائع كراچى ص ۸۹، ۹۰/ج ۱/ كتاب الصلاة، الدر مع الرد زكريا ص ۴/ ج ۲/ كتاب الصلوة، تاتارخانيه كراچى ص ۴۰۱/ج ۱/.

دینی پڑے گی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۲/۷ھ

احتیاط مذہب حنفی میں ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ نہیں

سوال:- حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جمعہ کے معاملہ میں اگر امام شافعیؒ کے قول پر احتیاط ہوتی تو میں اس پر فتویٰ دے دیتا مگر احتیاط حنفی مذہب میں ہے۔ تو جس گاؤں میں اختلاف قریہ اور مصر ہونے میں ہو اس میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا تھانویؒ نے صحیح فرمایا ہے۔ احتیاط حنفی مذہب پر عمل کرنے میں ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۵/۲۰ھ

کیا تین گاؤں مل کر ایک جگہ جمعہ پڑھیں؟

سوال:- موضع بمبے والا ڈاکخانہ ملکوال تحصیل بھلوان ضلع سرگودھا پاکستان، اس گاؤں کی آبادی آٹھ سو نو سو کے قریب ہے۔ نماز ظہر وعصر میں نمازی کاروبار کی وجہ سے ۲۵/۳۰ رہ جاتے ہیں۔ مغرب وعشاء وفجر کی نماز میں پچاس ساٹھ ہو جاتے ہیں۔ نمازیوں کا خیال ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کی جائے۔ یہاں سے شہر ملکوالی اور صیانوالی سات سات میل کے فاصلہ پر ہیں وہاں دو مسجدوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے وہاں نمازیوں کا جانا مشکل

---

[1] وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله وفیما ذکرنا اشارة الی أنه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض الخ، شامی ص۵۳۷/ج ۱/ باب الجمعة.

[2] وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق لا تجوز فی الصغیرة، شامی نعمانیه ص۵۳۷/ج ۱/ باب الجمعة. عنایه علی الفتح ص۵۳/ج ۲/ صلاة الجمعة، دارالفکر بیروت.

ہے۔ایک قصبہ جوٹ قریب ایک میل ہے وہاں بھی دو مسجدیں ہیں نماز جمعہ ہوتی ہے مگر بدقسمتی سے سب بریلوی عقیدہ کے ہیں وہ دیوبندی خیال کے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔طرح طرح کے اعتراض وطعن کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے بالکل پاس دو گاؤں اور ہیں جہاں دیوبندی خیال کے حضرات ہیں۔ ہمارے یہاں سے اذان کی آواز خوب جاتی ہے۔ایک میل کے قریب اس طرح مل کر تین گاؤں کے لوگ یہاں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ تینوں گاؤں اپنے نام اور آبادی کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اور ایک ایک میل کا فاصلہ ہے اور جداگانہ کسی میں بھی شرائط جمعہ موجود نہیں تو پھر تینوں مل کر ایک گاؤں میں جمعہ پڑھنا بھی درست نہیں[1]۔سب کو ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔اگر کوئی شخص کسی دوسری جگہ (جہاں شرائط جمعہ موجود ہوں) جا کر جمعہ پڑھے گا تو اس کے ذمہ سے بھی فریضۂ ظہر ساقط ہو جائے گا[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۸/۱۰/۹۰ھ

دیہات میں تعلیم مسائل کی خاطر جمعہ پڑھنا

سوال:- دیہات میں اگر جمعہ اس لئے پڑھا جائے کہ مجمع ہو جائے گا اور کچھ مسائل

---

[1] لو كان بين ذالک الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعى لا جمعة على اهل ذلک الموضع وان كان النداء يبلغهم (تاتارخانيه كراچى ص ۵۳/ج ۲/ شرائط جمعه، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۴۵/ج ۱/ مجمع الانهر ص ۲۴۷/ج ۱/ مطبوعه بيروت)

[2] من لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت (الهندية كوئٹه ص ۱۴۴/ج ۱/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة تبيين الحقائق ص ۲۲۱/ج ۱/ امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۱۵۲/ج ۲/.

وغیرہ ان کو معلوم ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں اگر نہ پڑھا جائے تو لوگ مسائل سے ناواقف رہ جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[1] مسائل سکھانے کے لئے دوسرے طرق پنچایت وغیرہ کے ذریعہ سے مجمع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فناءِ مصر

سوال:- ختم فناءِ مصر کے بعد کیا کچھ فرسخ کی اور تحدید ہے کہ اسکے اندر جمعہ جائز ہے؟

(۲) شہر کے باہر حدود میونسپلٹی کے آگے تین چار میل تک سڑک کے کنارے عموماً جو اینٹ کے بھٹے اور چونہ بھٹیاں ہوتی ہیں اس کو ضروریات شہر میں داخل کر کے فناءِ مصر کا اطلاق وہاں کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہاں تک یا اس کے محاذ میں جو مواضعات ہوں اور عرفاً وہ گاؤں سمجھے جاتے ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اطلاق مصر یا اطلاق دیہات ہر ملک کی آبادی اور اس کی جغرافیائی حالت کے موافق ہوتا ہے مثلاً ہندوستان کے معمولی گاؤں عرب کی آبادی کے اعتبار سے قصبہ اور شہر کا اطلاق کیا جائے گا یا عرب کی آبادی کے لحاظ سے مصر اور قریہ کا اعتبار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فناءِ مصر کے متعلق مسافت کی کوئی تحدید نہیں فرمائی

---

[1] وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق لا تجوز فی الصغیرة شامی نعمانیه ص۵۳۷/ج۱/ باب الجمعة، عنایه علی الفتح ص۵۳/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت. بحر ص۱۴۰/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

اور محققین کی ایک جماعت نے اس کا اتباع کیا۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور متأخرین سے دس گیارہ اقوال منقول ہیں۔ درمختار ص ۸۳۷ میں ایک فرسخ پر ولوالجیۃ سے فتویٰ نقل کیا ہے[1] **قال الکمال وفناء ہ ھو المکان المعدلمصالح متصلاً به اوفصل بغلوة کذاقدره محمد فی النوادر وھو المختار الیٰ قوله فان الامام لم یقدر الفناء بمسافة وکذاجمع من المحققین و ھو الذی لا یعدل عنه فان الفناء بحسب کبر المصر وصغره الیٰ قوله وبعضھم قدره بفرسخ وبفرسخین وبثلاثة فراسخ ثم قال الکمال وقیل بمیل وقیل بمیلین وقیل بثلاثة امیال وقیل انما تجوز فی الفناء اذا لم یکن بینه وبین المصر مزرعة اه شرنبلالیه ص ۱۳۷/ و بعضھم قدره بستة امیال اه وعن ابی یوسف ان المعتبر فیه سماع النداء اه وعن الحسن البصریؒ انما تجب فی اربع فراسخ اه والبسط فی ردالمحتار[2] ص ۸۳۷/ والبدائع[3] ص ۲۶۰/.**

(۲) جواب (۱) سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک فناء مصر کی کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ مختلف ہوتی رہتی ہیں پس اس قول پر اگر وہ جگہ عرفاً فناء مصر شمار کی جاتی ہے تب تو وہ ملحق بالمصر ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں **واما تفسیر توابع المصر فقد اختلفوا فیھا الی ان قال وقال بعضھم ان امکنه ان یحضر الجمعة ویبیت باھله من غیر تکلف تجب علیه الجمعة والا لا وھٰذا احسن، بدائع**[4]

(۳) ہر ملک میں اسی ملک کا عرف معتبر نہ ہوگا ہر جگہ عرب کا عرف معتبر نہ ہوگا جیسا کہ ہر زمانہ میں اسی زمانہ کا عرف معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ خلاف منصوص نہ ہو ایک زمانہ کا عرف ہر

---

[1] **والمختار للفتوی تقدیره بفرسخ ذکره الولواجی، الدرالمختار علی الشامی** ص۱۳۹/ج۲/ مطبوعه کراچی، باب الجمعة)

[2] **شامی کراچی ص ۱۳۹/ج۲/ باب الجمعة.**

[3] **بدائع کراچی ص ۲۶۰/ج ۱/ شرائط الجمعة، تاتارخانیه ص ۵۴/ج ۲، الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، کراچی.**

[4] **بدائع الصنائع ص ۲۶۰/ج ۱/ فصل اما بیان شرائط الجمعة (مکتبه سعید پاکستان)**

زمانہ میں معتبر نہیں ہوتا والبسط فی البذل[1] والاوجز[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ج ۱ ۵۵ھ

شہر سے متصل گاؤں والوں پر جمعہ

سوال:- ایک موضع میں تین مسجدیں ہیں جس میں سے ایک کو عوام نے جامع مسجد کے ساتھ ملقب کیا ہے محض اس بناء پر کہ اس کی تعمیر کے وقت (تقریباً سو برس) سے اس میں جمعہ کی نماز ہوتی چلی آئی ہے موضع ہٰذا کی موجودہ سے پیشتر کی یہ حالت تھی کہ کافی بڑا بازار لگتا تھا لیکن عرصۂ دراز سے بازار شکست ہوگیا جس سے آبادی کم ہوکر قریب دو ہزار کے رہ گئی ہے اور مختلف پیشہ ور مثلاً نیاری، عطار، حکیم، بزاز، حجام، تنبولی حلوائی وغیرہ اپنی دکانیں پیشہ کی چیزیں ہر وقت موجود رکھتے ہیں۔ گرد ونواح سے دو چار مواضعات کے مسلمان جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں کی تعداد مع بچوں کے ایک سو کے قریب پہونچ جاتی ہے۔ بہشتی زیور (مصنفہ) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایسے مواضعات جن کی

---

[1] بذل المجهود ص۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱/ج۲ باب الجمعة فی القری (مکتبه رشیدیه سهارنپور).

[2] اتفقوا علی ان لا جمعة فی العوالی وانه یشترط لها الجماعة الی قوله: فقال اصحابنا هی مخصوصة بالامصار ولا تصح فی السواد وهو قول الثوری وعبیدالله بن الحسن وقال مالک تصح فی کل قریة فیها بیوت متصلة واسواق متصلة یقدمون رجلا یخطب ویصلی بهم الجمعة ان لم یکن له امام وقال الاوزاعی لا جمعة الا فی مسجد جماعة مع الامام وقال الشافعی اذا کانت قیة لجمعة البناء والمنازل وکان اهلها لا یظعنون عنها الا ظعن حاجة وهم اربعون رجلا حرا بالغاغیر مغلوب علی عقله وجبت علیهم الجمعة، اوجز المسالک ص ۳۵۱/ج ۱/ ماجاء فی الامام ینزل بقریة یوم الجمعة، (مکتبه یحیوی سهارنپور).

آبادی تین ہزار سے کم ہو جمعہ جائز نہیں بلکہ گناہ ہے اس قسم کے دو چار مواضعات پر حضرت مولانا کا فتویٰ عدم جواز کے لئے آچکا ہے ان سب صورتوں کو دیکھ کر عوام کو جمعہ صحیح نہ ہونے کے وجوہات سے باخبر کیا گیا۔ مگر اس قائل کو وہابی کا خطاب ملا اور اکثر و بیشتر لوگ خلاف ہو گئے۔ علاوہ اس کے چند لوگ جو حق کے متلاشی تھے ان کو کتاب بہشتی زیور دکھلانے سے یقین ہو گیا کہ جمعہ یہاں درست نہیں ہوتا۔ موضع ہٰذا سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک ایسا مقام جس کی آبادی تین ہزار سے زائد ہے وہاں ہفتہ میں دو مرتبہ بہت بڑا بازار بھی لگتا ہے اور اس بازار میں قرب و جوار کے لوگ یعنی (اطراف مواضعات) اکثر شریک ہو کر ضروری اشیا خرید کرتے ہیں بازار کے علاوہ اور دنوں میں بھی ضرورت کی سب چیزیں ملجایا کرتی ہیں۔ علاوہ بریں مقام مذکور میں تھانہ ڈاک خانہ، سرکاری ہسپتال و مڈل اسکول وغیرہ بھی موجود ہیں اور ہر چیز کی دکانیں بھی بہت بہت بڑی بڑی ہیں اور مسجدیں صرف دو ہیں ان سب باتوں کی وجہ سے اس کو لفظ قصبہ کے ساتھ پکارا جاتا ہے اب اس صورت میں موضع ہٰذا کے لوگوں کو مقام موصوف میں جمعہ کیلئے جانا چاہئے یا نہیں؟ یا موضع ہٰذا میں ظہر کی نماز با جماعت ادا کرنی چاہئے۔ یا موضع میں جمعہ پڑھنا چاہئے اور کتنی مسافت طے کر کے جمعہ میں شریک ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قصبہ میں جمعہ درست ہے اور موضع میں درست نہیں۔ جس جگہ جمعہ درست نہیں ہوتا وہاں فریضۂ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ اگر اس قصبہ سے اس موضع میں اذان کی آواز آتی ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک موضع والوں پر جمعہ واجب ہے۔ درمختار میں یہی قول مفتیٰ بہ ہے[1] اور بعض علماء نے اس کا انداز ایک فرسخ بیان کیا ہے۔ صاحب بحر کے نزدیک

---

[1] واما المنفصل عنه فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد وبه يفتى كذا فى الملتقى وقدمنا عن الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح فى البحر اعتبار عوده لبيته بلا كلفة (الدرالمختار) وفى ردالمحتار : وفى الخانية : المقيم فى موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء، الدر المختار مع الرد المحتار ص۵۴۷/ج ۱/ مكتبه نعمانيه، باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، مطبوعه كراچى ص ۵۳ ۱ ج ۲.

راجح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ جمعہ پڑھ کر بلا کلفت اپنے مکان لوٹ کر آسکتے ہیں تو ان پر جمعہ واجب ہے ورنہ نہیں[1]۔ قاضی خاں کی رائے یہ ہے اگر شہر کے گردونواح میں رہنے والے چند کھیتوں کے فصل پر رہتے ہوں تو جمعہ کے لئے حاضر ہونا ان کے ذمہ واجب نہیں اگر چہ اذان کی آواز سنتے ہوں[2] لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ شہر اور شہر کے متصل رہنے والوں پر جمعہ واجب ہے اور اہل سواد پر واجب نہیں اسی کو اصح کہا ہے پس اس موضع والوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا اگر کوئی قصبہ میں جا کر ادا کرے تو اس کو اختیار ہے اور باقی کو چاہیے کہ جماعت سے ظہر پڑھیں۔ ردالمحتار[3] ص ۸۳۵/ج ۱/ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ ذیقعدہ ۵۷ھ

جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو اس میں جمعہ کا حکم

سوال:- موضع دیوکلی میں جمعہ کے سب شرائط ہیں آبادی تین ہزار سے زائد ہے مسلمانوں کے گھر پندرہ سو کے قریب ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے جمعہ ہوتا ہے مگر مسجد میں

---

[1] واختار فی البدائع : ما قاله بعضهم أنه إن أمكنه أن ينحضر الجمعة ويبيت بأهله من غير تكلف تجب عليه الجمعة وإلا فلا قال : وهذا أحسن، البحر الرائق ص ۱۴۱/ج ۲/ باب الجمعه، مطبوعه كوئٹه.

[2] ومن كان مقيما فى عمران المصر وأطرافه ..... ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعى ..... لا جمعة على اهل ذالك الموضع وإن كان النداء يبلغهم، قاضى خان على الهندية ص ۱۷۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة.

[3] ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن المصر او ما يتصل به فلاتجب به على اهل السواد ولو قريباً وهذا اصح ما قيل فيه (شامى زكريا ص ۲۷/ج ۳/ مطلب فى شروط وجوب الجمعة باب الجمعة)

پانچ وقت نماز نہیں ہوتی نہ جماعت کے ساتھ نہ بلا جماعت کوئی آدمی آ گیا تو پڑھ لیا، مقامی لوگ نماز نہیں پڑھتے صرف جمعہ، عید بقرعید ہوتی ہے۔ ان حالات میں جمعہ صحیح ہوگا؟ اور موضع پہاڑ پور کی آبادی پندرہ سو کے قریب ہوگی۔ چالیس گھر مسلمانوں کے ہیں۔ یہاں دو مسجدیں ہیں۔ ۵، ۶/ دو کانات ہیں مسجد میں جمعہ پہلے سے ہوتا آ رہا ہے۔ پنج وقتہ نماز بھی کبھی جماعت سے کبھی بلا جماعت، جمعہ میں تیس، چالیس آدمی شریک ہو جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیوکلی میں جمعہ کے شرائط موجود ہیں یعنی گلی کوچہ محلے ہیں، ڈاکخانہ ہے بازار ہے، ضرورت کی ہر شئ ہمیشہ مل جاتی ہے۔ تین ہزار کی مردم شماری ہے تو وہاں جمعہ بھی درست ہے[1] اور عید بھی مگر وہاں کے لوگوں کو لازم ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کا بھی اہتمام کریں۔ کسی کو اذان وامامت کیلئے مقرر کرلیں اور سب نماز پڑھا کریں ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے اور سب پر نحوست طاری رہیگی[2]۔

موضع پہاڑ پور آپ کی تحریر کے مطابق چھوٹا گاؤں ہے وہاں جمعہ درست نہیں، جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز ادا کی جائے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ویشترط لصحتها ای الجمعة سبعة اشياء الاول المصر عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم الخ شامی کراچی ص۱۳۷ ج۲ و زکریا ص۵/ج۳/ باب الجمعة، بنايه شرح هدايه ص ۵۱/ج۳/ قبيل تعريف المصر ابی حنيفة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ما من ثلثة فی قرية ولا بدوٍ لا تقام فيهم الصلاة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليكم بالجماعة فانما ياكل الذئب القاصية يعنی بالجماعة الجماعة فی الصلاة (نسائی شريف ص۹۷/ج ۱/ كتاب الإمامة باب التشديد فی ترک الجماعة، طبع بلال ديوبند، اعلاء السنن ص۱۶۸/ ج۴/ ابواب الإمامة، باب وجوب ايتان الجماعة فی المسجد، المكتبة الإمدادية مكة مكرمة. (بقیہ آئندہ پر)

گھر یا حجرہ میں جمعہ

سوال:- حجرہ یا گھر میں ۲۰/۲/طالب علم وقتی نماز ادا کرتے ہیں۔قریب آس پاس میں جامع مسجد بھی موجود ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔تو کیا گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جمعہ کی نماز ہوگی تو آس پاس کے محلّہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہاں پارٹی بازی یا جھگڑا ہوسکتا ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر نماز کو مسجد میں ادا کیا جائے[1] مسجد کو چھوڑ کر بلا عذر شرعی گھر میں نماز کا اہتمام کرنا مسجد کے حق کو تلف کرنا ہے خاص کر نماز جمعہ اس کے لئے جامع مسجد کا اہتمام کیا جائے۔اپنے ذاتی گھر میں ہرگز جمعہ نہ پڑھا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوگوں کے نماز ترک کرنے کے اندیشہ سے نماز جمعہ کا قیام

سوال:- یہاں ایک آبادی ہے جو کہ صدہا سال سے آباد ہے جس میں مسلمانوں کے قریب پچاس ساٹھ گھر آباد تھے اور اس آبادی میں ایک پختہ مسجد بھی ہے جو زمانہ قدیم سے

---

[1] لا تجوز فی الصغیرة (الی قوله) لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة، بذل ص۱۷۰/ج۲/ تفریع ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ مطبوعه یحیویه سهارنپور، بحر کوئٹه ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة.

[1] فثبت إتیان المسجد ایضاً واجب کوجوب الجماعة (اعلاء السنن ص۱۶۴/ج۴/ ابواب الامامة، باب وجوب ایتان الجماعة، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[2] وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فیه یجوز، یکره لانه لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ص ۲۲۱/ج۱/ باب صلاة الجمعة، شامی زکریا ص۲۶/ج۳/ قبیل مطلب فی شروط وجوب الجمعة، باب الجمعة.

موجود ہے اس وقت موجودہ آبادی مسلمانوں کی قریب دس بارہ گھر کے ہے اور اس مسجد میں قدیم زمانہ سے نماز جمعہ ہوتی ہے اور یہیں ایک مقام ہے تین میل کے درمیان جہاں قبرستان اور مسجد وغیرہ موجود ہے اور عیدین کی نماز ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی اس وقت اس کی مردم شماری پانچ سو یا چار سو کی ہے اور یہاں پر ضروریات کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں۔ یہاں پندرہ سولہ دکانیں اور بازار بھی ہے اور ڈاکخانہ تار گھر بھی ہے مڈل اسکول اور پرائمری دونوں موجود ہیں اور موسم سرما میں چار ماہ کے لئے تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر وغیرہ آجاتے ہیں اور دیوانی وفوج داری وغیرہ کے مقدمات ہوتے ہیں اب کچھ عرصہ سے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہاں نماز جمعہ جائز نہیں اور معترض خود نمازی ہے اور نماز جمعہ میں پچیس تیس نمازی جمع ہوجاتے ہیں اور کبھی زیادہ بھی ہوجاتے ہیں اور خاص کر موسم سرما میں چکروتے سے تحصیل آنے کی وجہ سے نمازیوں کی زیادتی ہوتی ہے اب اعتراض کی وجہ سے نمازیوں کی کمی ہوگئی ہے اور اگر یہی رفتار رہی تو نمازی بہت ہی کم ہوجائیں گے۔ نماز جمعہ ہی کی وجہ سے بہت سے نوجوان اور بوڑھے وضو تک نہیں جانتے تھے جن کو اسی کے طفیل میں وضو وغیرہ آگیا۔ اب اعتراض کی وجہ سے ان کو بھی موقعہ ملا کہ ہم کو کوئی اب نماز کے لئے تو نہیں کہہ سکتا اور اس قصبہ میں ایسے ایسے آدمی موجود ہیں جن کو اچھی طرح کلمہ اول بھی نہیں آتا اور شعار اسلام سے تو کوسوں دور ہیں باوجود اس کے ہم لوگ ان لوگوں کو نماز کی رات دن تاکید کرتے ہیں پھر بھی نہیں مانتے۔ یعنی دیکھئے یہاں پر نماز جمعہ ہوتی ہے پھر بھی شریک نہیں ہوتے اور بالکل خلاف شرع ہیں۔ باوجودیکہ ان کو نماز کے لئے بہت ترغیب دیتے ہیں پھر بھی نماز سے نفرت کرتے ہیں اب پھر دوبارہ نماز میں شریک کرنے کی کوشش کررہا ہوں اور دوسروں سے بھی کوشش کراتا ہوں۔ جب کہ یہاں کے لوگوں کی یہ حالت ہو کہ نماز کے نزدیک تک نہ جاتے ہوں اور نماز سے گھبراتے ہوں تو حضرت ہم لوگ لوگوں کی بڑی منت وخوشامد سے نماز جمعہ میں شریک کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی وجہ سے پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگیں ایسی حالت میں نماز جمعہ بند کردی گئی تو پھر خیر صلاح ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ وہ لوگ نماز سے اور شعار اسلام سے متنفر ہوں نماز

جمعہ کے بارے میں کیا خیال ہے آیا بدستور باقی رکھیں یا روک دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بستی میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں بلکہ ظہر کی نماز فرض ہے اگر نماز جمعہ پڑھیں گے تو وہ نماز نفل ہوگی جو کہ جماعت سے پڑھنا اور دن میں جہر سے قراءت کر کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ظہر کا فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا وہ بدستور باقی رہے گا لہٰذا جمعہ کو موقوف کر کے ظہر کو قائم کرنا ضروری ہے[1] رہی یہ بات کہ لوگ بالکل نماز چھوڑ دیں گے تو آپ نے خود لکھا ہے کہ اب باوجود جمعہ پڑھنے اور اتنی کوشش کرنے کے بھی رغبت نہیں کرتے بلکہ متنفر ہیں اس لئے ایک ممنوع فعل کر کے لوگوں کو متوجہ کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ویسے نماز کے لئے آپ اپنی کوشش کو جاری رکھیں۔ اللہ پاک امداد فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۳/۴/۵۸ھ

چار پانچ سو کی آبادی میں جمعہ

سوال:- یہاں پر ایک آبادی مقام کالسی صدہا سال سے آباد ہے جس میں پہلے مسلمانوں کے گھر پچاس ساٹھ گھر آباد تھے اور اسی آبادی میں ایک پختہ مسجد بھی ہے جو کہ اسی زمانہ سے چلی آرہی ہے اس وقت موجودہ مسلمانوں کی آبادی قریب دس بارہ گھروں پر مشتمل ہے اور اس مسجد میں نماز جمعہ ہمیشہ سے ہو رہی ہے، آبادی کی مردم شماری میں یہ مقام کالسی تین میل کی وسعت کے لحاظ سے صرف خود ہی ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں پر قبرستان ہے اور مسجد

---

[1] لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب، والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة.....لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة) واما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً (عالمگیری ص ۷۲/ ج ۱/ الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلوة، مطبوعه کوئٹه)

اسی میں ہے اور عیدین کی نماز بھی یہاں پر ہوتی ہے اس مقام میں ہندو مسلمان کی مشترکہ آبادی پانچسو یا چارسو کے قریب ہے اور یہاں پر معمولی بازار ہے اور تارگھر ڈاکخانہ مڈل اسکول ہے پرانا قصبہ ہے اور موسم سرما میں تین ماہ کے لئے تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر آجاتے ہیں اور دیوانی وفوج داری مقدمات ہوتے ہیں اب کچھ عرصہ سے ایک شخص نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اس مقام پر نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص پکا نمازی بھی ہے نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے یہاں پر پختہ پچیس تیس نمازی جمع ہو جاتے ہیں اور ایام سرما میں نمازیوں کی مقدار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اب اس شخص کے اعتراض پیدا کرنے سے نمازیوں کی مقدار میں دس پندرہ آدمیوں کی کمی ہوگئی ہے اور اگر یہ ہی رفتار رہی تو کچھ عرصہ بعد شاید یہ نمازی اور بھی کم ہو جائیں گے اس نماز جمعہ کے طفیل سے دور دور سے مسلمان جمع ہوتے ہیں اب اس میں عام طور سے لوگوں کو نماز نہ پڑھنے کا بہانہ مل گیا اس نماز جمعہ ہی کی برکت سے بہت سے نوجوان اور بوڑھوں کو وضو کرنے کی تمیز ہوگئی تھی اور یہاں اس صورت میں کہ نماز جمعہ ہوتی ہے تب بھی نماز سے متنفر ہیں اور اگر خدانخواستہ نماز جمعہ بند ہوگئی۔ یہاں پر تو یہ بالکل ہی نماز چھوڑ دیں گے۔ خیر باعث طلب یہ امر ہے کہ نماز جمعہ جائز ہے یہاں پر یا نہیں؟

جواب از دہلی

ان حالات میں نماز جمعہ جاری رکھی جائے بند کرنا درست نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

نوٹ:- اس استفتاء کا جواب اس سے قبل مظاہر علوم سے جا چکا تھا اسکے بعد یہ استفتاء مع جواب آیا جس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں کا جواب تو اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا جس شخص کو عمل کرنا ہوتا ہے وہ کسی ایسے شخص سے جس پر اعتماد ہو ایک دفعہ دریافت کر کے عمل کر لیتا ہے۔ جس کو عمل نہ کرنا ہو وہ مختلف

اشخاص سے دریافت کرتا ہے کہ دیکھیں فلاں جگہ سے کیا جواب ملتا ہے اور فلاں جگہ سے کیا۔ اگر کہیں دو جگہ سے مختلف جواب ملا تو اس کو شور مچانے اور گالیاں دینے کا ذریعہ بنالیتا ہے ایسے شخص کا مقصود درحقیقت عمل کرنے کے لئے دریافت کرنا نہیں ہوتا۔

اب آپ کے سامنے دونوں قسم کے جواب موجود ہیں۔ جاہل لوگ علماء کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ مختلف مقامات سے مسئلہ دریافت کر کے اور مختلف جوابات حاصل کر کے ان جاہلوں کو سنا کر گالیاں دلواتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں پہونچانے سے بھی غالباً مقصود ہوگا کہ یہاں سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ کی تردید کی جائے تاکہ آپ پھر جاہلوں کو سنا کر بتائیں اور گالیاں دلوائیں کہ دیکھو مولوی آپس میں لڑتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں یا یہ مقصود ہوگا کہ یہاں سے پہلے فتویٰ کے خلاف جواب دیا جائے تاکہ عوام جاہلوں کو آپ سنائیں کہ دیکھو ایک فتویٰ دیا پھر دوبارہ اس کے خلاف فتویٰ دیدیا۔ ایک بات پر قرار نہیں اور پھر وہ عوام گالیاں دیں جس سے آپ کو مزہ آئے اور آپ خیر خواہانہ طریقہ سے اظہار ہمدردی کریں کہ عوام جب گالیاں دیتے ہیں ہمیں بہت افسوس ہوتا ہے۔ اگر آپ عالم ہیں تو کتب فقہ وحدیث میں دلائل موجود ہیں دیکھ کر اطمینان کر لیجئے۔ اگر آپ جاہل ہیں تو جس پر اعتماد ہو اس سے مسئلہ دریافت کر کے عمل کیجئے۔ مختلف مقامات پر سوال بھیجنے اور جواب منگانے کی ضرورت نہیں۔ رہا جاہلوں کے گالیاں دینے کا قصہ سو آپ نے خود انکا مقولہ نقل کیا ہے کہ (ہم ان مولویوں اور حدیثوں کو نہیں مانتے) اس سے معلوم ہوا کہ ان کو نہ مولوی کی ضرورت ہے اور نہ حدیث کی، نہ وہ کسی سے مسئلہ پوچھیں اور نہ عمل کریں پھر تو گالیاں دینے کے لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ مسئلہ کا جواب مختلف ہے تب ہی گالیاں دیں بلکہ وہ تو ہر طرح گالیاں دیں گے اس کا علاج نہ میرے قبضہ میں ہے نہ آپ کے قبضہ میں۔

اگر آپ کو علم دین اور علماء سے ہمدردی ہے تو ایسی حرکات نہ کیجئے جس سے عوام مشتعل

ہو کر گالیاں دیں بلکہ نہایت نرمی اور حسن تدبیر سے ان کو سمجھائیے[1] کہ مسائل میں اختلاف اب سے نہیں بہت پہلے صحابہؓ کے زمانہ سے چلا آتا ہے اور اس سے گھبرا کر حدیث کو اور علم دین کو چھوڑ کر بیٹھنا تو بہت بڑی جہالت ہے بلکہ اس اختلاف میں تو ہر شخص کو ایک قسم کی گنجائش ہے کہ جس عالم کے قول پر عمل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دنیا و آخرت میں سہولت ہوگی۔ جواب دہی جو کچھ ہوگی وہ خود ان عالموں کے ذمہ رہے گی جن سے پوچھ کر ہم نے عمل کیا ہے ہماری گرفت نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۱/۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۲/ذی قعدہ ۵۸ھ

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ

سوال:- گاؤں کرن پور تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے ۲۵/۳۰/گھروں کے سوا باقی تمام گھر غیر مسلم کے ہیں گاؤں پختہ سڑک کے کنارے ہے متصل ہی بس اسٹینڈ ہے یہاں موٹر ٹیمپو رکشہ سواری ملتی ہے اسٹینڈ پر چار دکانیں مٹھائی وغیرہ کی ہیں، گاؤں میں چند کھچڑی فروش دکانیں ہیں، جن میں اشیاء خوردنی وانگریزی دوا بھی ملتی ہے، گاؤں میں ایک مسجد، مکتب ایک اسکول، ڈاکٹر، سرکاری نرس، کمپاؤنڈر موجود ہے، آٹے اور چاول کا مل ہے، گاؤں سے باہر ایک ہائی اسکول ہے، جس میں ۵۰/یا ۶۰/مسلم بچے پڑھتے ہیں، جو اس گاؤں آکر جمعہ میں شریک ہوتے ہیں ہیں، گاؤں کے لوگ بہت دنوں سے بغیر جمعہ ادا کئے ہوئے عیدین کی نماز

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. سورۂ نحل آیت ۱۲۵/.

ترجمہ :- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کی جئے (بیان القرآن)

گاؤں میں پڑھتے ہیں اوراب کچھ دنوں سے جمعہ بھی قائم کرلیا ہے،لیکن کچھ لوگ مخالف ہیں انکا کہنا ہے:**لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الافى مصر جامع او مدينة عظيمة.** اس تصریح کے تحت یہاں جمعہ غیر واجب الاداء اور ناجائز ہے اور جولوگ جمعہ کے قائل ہیں انکا کہنا ہے کہ ہمارا گاؤں قریۂ کبیرہ میں داخل ہے،اور حکم **وتقع فرضاً فى القصبات والقرىٰ الكبيرة التى فيها اسواق** کا متحمل ہے لہذا جمعہ واجب الاداء اور جائز ہے براہ کرم ازروئے تحقیق مطلع فرمائیں کہ گاؤں مذکورہ بالا میں جمعہ واجب الاداء ہے یا نہیں؟ نیز ظہر ذمہ سے ساقط ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

دونوں فریق کی دلیل صحیح ہے نفس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ انطباق میں اختلاف ہے، کہ صورت مسئولہ میں کون سی دلیل منطبق ہوتی ہے،ایسی حالت میں قطع نزاع کی شکل یہ ہے کہ دونوں فریق کسی ایسے ایک یا دو تین اہل علم پر متفق ہو جائیں جنکو فقہ میں بصیرت ہو وہ معائینہ ومشاہدہ کے بعد جو حکم دیں اس پر دونوں فریق عمل کریں[1] تحری سے پوری کیفیت سامنے نہیں آتی[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تین چار ہزار کی آبادی میں جمعہ

سوال:- دریائے جہلم کے کنارے دہلی روڈ پر ایک قریہ ہے جہاں ایک جامع مسجد تیار ہوئی ہے اس کے متصل بازار بھی ہے اور تقریباً بیس دکانیں ہیں، اور کچھ کاری گر بھی ہیں

---

[1] **مستفاد: ان كان عامياً اتبع فتوى المفتى فيه الاتقى الاعلم (رسم المفتى ص ۶۲/ مطبوعه مكتبه سعيديه سهارنپور)**

[2] **عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺ! ليس الخبر كالمعائنة (مسند احمد ص ۲۱۵/ج ۱/ ۲۱۷/ج ۱/ مسند عبدالله ابن عباسؓ، مطبوعه دارالفكر بيروت)**

اووہ رنفری تقریباً تین چار ہزار جمع ہوسکتی ہے، روز جمعہ اگر لوگ جمع ہوں تو ان کو تبلیغ کی جاسکتی ہے، کیا یہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس وقت وہاں آبادی ہے اور وہ آبادی قریہ کبیرہ کی حیثیت رکھتی ہے یعنی تین ہزار کے قریب مردم شماری ہے اور روزمرہ کی ضروریات وہاں ہمیشہ ملتی ہیں بازار میں ڈاک خانہ وغیرہ بھی ہے تو وہاں جمعہ کی نماز درست ہے اگر محض مسجد ہے اور زمانہ قدیم کی بنی ہوئی دکانیں ہیں، مگر آبادی نہیں ہے بلکہ وہ جبہ ویران ہے جیسا کہ شاہی زمانہ کی اس قسم کی اور بعض امارات قدیمہ ہیں، مگر وہ ویران ہیں یا وہاں آبادی تو ہے لیکن بہت معمولی ہے قریہ کبیرہ نہیں تو وہاں جمعہ درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ

سوال: -ایک بستی فاطمی چک ہے جسکی ہندو مسلم آبادی تقریباً پندرہ سو ہے، ضرورت کی کوئی شئی فراہم نہیں، البتہ اسکے متصل دو بستیاں اور ہیں تینوں ملکر ایک معلوم ہوتی ہے، حکومت کے کاغذات میں ان کا رقبہ بالکل الگ ہے، بازار تقریباً چار میل پر ہے، مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جارہی ہے، لیکن کچھ لوگ نہیں پڑھتے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں، مقامی علماء کا

---

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء الخ، عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة وفيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره برجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هوالاصح (الدر المختار مع الرد المحتار زكريا ص۵/ج۳/ باب الجعمة، مجمع الانهر ص۲۴۷/ج۱/ باب الجعمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. بحر كوئٹه ص۱۴۰/ج۲/ باب صلاة الجعمة. تاتارخانيه كراچی ص۴۹/ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة الخ. شامی زكريا ص۷/ج۳/ باب الجمعة.

کہنا ہے یہاں جمعہ فرض نہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ترک صلوۃ جمعہ سے لوگوں کا مستقبل گمراہ ہوجائیگا تو جب ترک نماز پنجگانہ سے گمراہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کو ترک کرنے سے کیسے گمراہ ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی بستی فاطمہ چک تو ظاہر ہے کہ چھوٹی بستی ہے وہاں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ اس کی آبادی ہندو مسلم پندرہ سو ہے، ضرورت کی کوئی شئے وہاں فراہم نہیں اب دوسری دو بستیاں اگر سرکاری کاغذات میں اس کے ساتھ ملکر ایک بستی شمار ہوتی ہیں مگر دیکھنے میں الگ الگ معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بازار چار میل کی دوری پر ہے، تو بھی آپ کی بستی میں جمعہ جائز نہیں، ہاں اگر دیکھنے میں تینوں بستیاں ایک ہی آبادی کے تین حصے معلوم ہوتے ہوں محلّہ میں بازار ہے، وہاں سب غیر مسلم ہیں تب بھی مجموعہ ایک بستی ہونے کی وجہ سے جمعہ درست ہوگا[1] بہتر یہ ہے کہ کسی ایسے عالم کو بلا کر معائینہ کرادیا جائے، جس کو فقہ اور تقویٰ میں بصیرت ہو، پھر اس کے فتوے پر عمل کیا جائے[2] جب فریضہ خدائے پاک کی طرف سے عائد ہو تو اس کی طرف سے بے فکر ہوجانا تباہی و بربادی کا سبب ہے اگر فریضہ عائد نہ ہو تو غیر فریضہ کو فرض قرار دینا شرعاً غلط اور مستقل جرم ہے اس لئے حکم خداوندی کی تعمیل ہر حال میں لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان کان مقیما فی عمران المصر واطرافه ولیس بین مکانه وبین المصر فرجة فعلیه الجمعة، ولو کان بین ذالک الموضع وبین عمران المصر فرجة من المزارع والمراعی لا جمعة علی اهل ذالک الموضع وان کان النداء یبلغهم (تاتارخانیه ص۵۳/ ج۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی شرائط الجمعة، احدهما المصر، مطبوعه کراچی، شامی زکریا ص۲۷/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ان کان عامیا اتبع فتوی المفتی فیه الاتقی الاعلم (رسم المفتی ص ۶۲/ مکتبه سعیدیه سهارنپور)

اگر بغیر جمعہ کے مسجد آباد نہ ہوتو کیا کیا جائے

سوال:- ہم لوگ جس جگہ رہتے ہیں اس سے دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں پر مسجد غیر آباد ہے صرف جمعہ کی وجہ سے مسجد آباد ہوسکتی ہے تو اس جگہ جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ چھوٹا گاؤں ہے تو وہاں جمعہ جائز نہیں[۲] مسجد آباد ہو یا ویران ہو جمعہ نہ پڑھا جائے بلکہ پانچوں وقت اذان وجماعت کا انتظام واہتمام کیا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

جمعہ وعید کے شرائط مفصل

سوال:- یوپی کے مشرقی اضلاع کے دیہاتوں میں زمانۂ قدیم سے بلاتمیز، قریۂ صغیرۃ وکبیرۃ کے نمازِ جمعہ قائم ہوتی چلی آئی ہے، حالانکہ مسلمانوں کی آبادی بالعموم مذہب

---

[۱] ومن اسباب التحريف التهاون ، ومنها التشدد وحقيقته اختيار عبادات شاقة لم يأمر بها الشارع كدوام الصيام والقيام والتبتل وترک التزوج وان يلتزم السنن والأداب كالتزام الواجبات (حجة الله البالغة ص ۱۱۹ / ج ۱ / باب احكام العيدين من التحريف، مطبوعه مصريه)

[۲] لا تصح الجمعه الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ هدايه ص ۱۶۸ / ج ۱ / باب صلوٰة الجمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شامی زكريا ص ۷ / ج ۳ / باب صلاة الجمعة، بحر كوئٹه ص ۱۴۱ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة.

[۳] عن أبی الدرداء رضی الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ما من ثلاثة فی قرية ولا به ولا تقام فيهم الصلاة إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليكم بالجماعة، الحديث اعلاء السنن ص ۱۶۷ ج ۴ ابواب الإمامة، باب وجوب اتيان الجماعة فی المسجد الخ، مطبوعه امدديه مكة المكرمة.

احناف کی ہے۔ کچھ عرصہ سے اہل علم طبقہ میں جب اس کا احساس ہوا کہ مذہب حنفیہ میں جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ جہاں وہ شرائط نہیں وہاں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس خیال سے اہل علم کا طبقہ اوران کے اتباع میں اور دیندار طبقہ دیہاتوں میں جمعہ ادا کرنے سے رک گئے ہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے لگے ہیں۔ اس کی وجہ سے کہیں کہیں خلجان کی صورت پیش آ گئی۔ اور ضرورت اس کی محسوس ہوئی کہ مذہب احناف میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور کیا قولِ فیصل ہے؟ جو معمول بہا عام طور سے بنایا جاسکتا ہے۔ اس تحت میں چند سوالات اس کے متعلق پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ان پر غور فرما کر مذہب حنفیہ کے دائرے میں کوئی قول فیصل جو عام طور سے معمول بہا ہیں اس سے مطلع فرمایا جائے تا کہ باعث تسکین ہو۔

(۱) مذہب حنفیہ میں دیہاتوں میں جمعہ صحیح ہونے کے لئے مصر یا قریۂ کبیرۃ وصغیرۃ میں مابہ الفرق کیا ہے، اور جمعہ پڑھنے کے لئے زمانۂ حاضرہ میں کیا شرائط ہیں؟

(۲) بعض اکابر علمائے احناف کی طرف رجوع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس گاؤں میں کم از کم سو سال سے جمعہ قائم ہے وہاں جمعہ بند نہیں کرنا چاہئے مگر یہ کوئی تفصیل معلوم نہ ہوسکی کہ یہ حکم کس اصل پر مبنی ہے؟ اور اس میں قریۂ کبیرۃ وصغیرۃ کی کوئی تفصیل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر سوال (۲) کی کوئی اصل موجود ہے تو کیا جو حضرات شرائط جمعہ کے مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھتے ہیں تو ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور اگر آہستہ آہستہ لوگ جمعہ ترک کرنے لگیں تو نتیجۃً جمعہ کے بند ہوجانے کا خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر چہ جمعہ نہ پڑھنے والوں کا یہ ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ جمعہ بند کیا جائے صرف وہ مذہب حنفیہ کی پابندی کے اعتبار سے ایسا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ جمعہ کے بند ہوجانے کے خطرہ سے بچنے کے لئے متفقۃً نماز جمعہ کی اقتداء کر سکتے ہیں۔ نیز جو لوگ نماز جمعہ وظہر دونوں بہ نیت فرض ایسے مشکوک مقام پر ادا کرتے ہیں ان کی ان دونوں کی شرعی تفصیل کیا ہے؟

(۴) موضع الف پور وامین پور یہ دونوں موضع ایک دوسرے سے محل وقوع کے اعتبار سے مخلوط ہیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ دونوں موضع ایک نظر آتے ہیں۔ لیکن سرکاری کاغذات میں یہ دونوں موضع بندوبست، حد بندی اور سرحدوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اصل مکان مورث اعلیٰ کا الف پور میں تھا مگر اب اس کے خاندان دونوں ملحق موضعوں میں پھیل گئے۔ الف پور کی آبادی آج سے پانچ سال پہلے بالغ و نابالغ دونوں ملا کر ایک ہزار نو تھی، جس میں بالغ مرد وعورت پانچ سوستاون، بقیہ نابالغ۔ اس پانچ سال میں تقریباً چار سو کا اضافہ ہوا ہے اس میں چار مسجدیں ہیں اور ملحقہ موضع امین پور کی آبادی پانچ سال پہلے چھ سو ترپن تھی اور اس میں بھی چار مسجدیں ہیں۔ الف پور میں غلہ کی کوئی دوکان نہیں ہے مگر بوقت ضرورت گاؤں کے کاشتکاروں سے غلہ مل جاتا ہے۔ مرچ اور دیگر مسالہ جات کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں اور کپڑے سلائی کی ہیں۔ مقامی طور سے دو مستقل ڈاکٹر ہیں۔ الف پور میں جامع مسجد کے متصل ایک مکتب اسلامیہ ہے جس میں پرائمری تعلیمات کے ساتھ بقدر ضرورت اردو میں دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔

(۵) موضع الف پور اور امین پور دونوں کا نقشہ منسلکہ استفتاء ارسال خدمت ہے۔ ایسی صورت میں ان دونوں موضعوں پر جمعہ کا کیا حکم ہے۔ اور جو ٹولے اور محلے گاؤں کے کچھ مزروعہ یا باغ کے فصل پر واقع ہیں، ان ٹولوں ومحلوں کا حکم گاؤں کا ہوگا یا اس سے الگ ہوگا؟

(۶) اسی طرح الف پور وامین پور سے ملحق اور بعض مواضعات ہیں جو حد بندی اور سرکاری کاغذات کے اعتبار سے الگ ہیں تو ان ملحق مواضعات کا جمعہ کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

(۷) اگر ان دونوں موضعوں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے تو کیا تمام مواضعات مذکورہ فی السوال مل کر عیدین کی نماز الف پور میں قائم کریں تو قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ عیدین کے ادا کرنے سے کسی فریضہ کے ترک کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۸) امین پور کے بعض ٹولوں کے درمیان مزروع یا باغ کا جو فصل ہے اس مقدار اور اس سے بھی کم بعض بعض دوسرے مواضع کا فصل ہے لیکن آبادی یا تو سب ہندوؤں کی ہے یا ایک دو مسلمان بھی ہیں۔ اب ایسی صورت میں درمیان کے جو مسلمان ہیں وہیں ان پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ درمیان کی آبادیاں جو ہندوؤں کی ہیں وہ ایک شہر کے متصل ہونے کے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات تو صاف اور مسلم ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قریۂ صغیرۃ میں جمعہ درست نہیں[۱] بلکہ روزانہ کی طرح جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز فرض ہے اور ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ اور جس نماز کو جمعہ سمجھ کر پڑھیں گے وہ نماز نفل ہوگی۔ نفل کو فرض اعتقاد کرنا اور نفل پڑھ کر یہ سمجھنا کہ فرض ادا ہوگیا، اور نفل کے لئے اذان کہنا، اقامت کہنا، جماعت سے علیٰ سبیل التداعی پڑھنا، نفل نہاری میں قراءت بالجہر کرنا یہ سب محظوراتِ شرعیہ لازم آئیں گے[۲] قریۂ صغیرۃ وکبیرۃ میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ یہ موقوف ہے شہر کی تعریف پر۔ اور فقہاء چونکہ ماہیات سے بحث نہیں کرتے کہ تعریف بالکلیہ کریں جس سے ذاتیات معلوم ہوں،

---

[۱] لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری الخ هدایه ص۱۶۸/ج۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص۷/ج۳/ باب الجمعة اعلاء السنن ص۱/ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعه مکه مکرمه.

[۲] لا عصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی سبیل التداعی (شامی زکریا ص۵۰۰/ج۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل الخ) اما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً (الهندیة ص۷۲/ج۱/ الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة، مطبوعه کوئٹه) من امر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من امر علی بدعة او منکر (مرقاة ص۱۵/ج۲/ باب الدعاء فی التشهد، مطبوعه ممبئی، سعایه ص۲۶۵/ج۲/ قبیل فصل فی القرءة، مطبوعه لاهور، لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی ومنبر وخطیب والظاهر أنه أرید به الکراهة، لکراهة النفل بالجماعة، لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر، شامی زکریا ص۷ج۳ باب الجمعة.

بلکہ احکام سے بحث کرتے ہیں۔ لہٰذا تعریف بالاحکام والآثار کرتے ہیں۔ اور یہ تعریف اکثر اوقات علامات کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ علامات متعدد بھی ہوسکتی ہیں اور متبدل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے بعض حضرات نے مردم شماری کے اعتبار سے کی ہے، بعض نے وسعتِ مسجد کا لحاظ کیا ہے، بعض نے صنعت وحرفت کا خیال رکھا ہے، بعض نے تنفیذ حدود وقصاص کو معیار ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ بدائع[۱]، بحر[۲]، کبیری[۳]، زیلعی[۴] وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، بعض نے عرف پر مدار رکھا کہ جس کو عرفاً قریۂ صغیرۃ کہا جاتا ہے وہ صغیرۃ ہے۔ جس کو قریۂ کبیرۃ کہا جاتا ہے وہ کبیرۃ ہے[۵]۔ امام اعظمؒ سے جو تعریف منقول ہے جس کو اصح قرار دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے **عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها والٍ یقدر علیٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهٰذا هو الاصح** (شامی[۶] ص ۷۴۸/ج ۱/ یہ تعریف اصالۃً مصر کی ہے۔ پھر قصبہ میں بھی عامۃً یہ جملہ اشیاء موجود ہوتی ہیں تو وہ بھی مصر کے حکم میں ہے۔ اور قریۂ کبیرۃ بھی بمنزلہ قصبہ کے ہوجاتا ہے۔ اسمیں بھی ان امور کا خیال رکھا گیا ہے۔ **وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق اهـ** (شامی[۷] ص ۷۴۸/ج ۱/) جس قریہ میں یہ امور نہ ہوں وہ قریۂ صغیرہ ہے وہاں درست نہیں۔ **وفیما ذکرنا اشارة الیٰ انهٗ لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کذافی المضمرات اهـ**

---

[۱] ملاحظه هو بدائع زکریا ص ۵۸۴/ج ۱/ کتاب الصلاة شرائط الجمعة.

[۲] البحرالرائق ص ۱۴۰/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه پاکستان.

[۳] حلبی کبیری ص ۵۵۰/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۴] زیلعی ص ۲۱۷/ج ۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۵] تعریف المصر ایضاً لیس بحد حقیقی وانما هو تشخیصه فقط وتعریف الشخصی یختلف باختلاف تشخصاته فی کل زمان (اعلاء السنن ص ۸/ج ۸/ مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، باب عدم جواز الجمعة فی القری، الکوکب الدری ص ۱۹۹/ج ۱، ابواب الجمعة، بحث لاجمعة فی دیارنا، مطبوعه یحیوی سهارنپور، حاشیة البدر الساری علی فیض الباری ص ۳۲۹/ج ۲/ کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ، مطبوعه خضر راه بکڈپو دیوبند. (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

(شامی[1] ص ۷۴۸/ج ۱/) اب عرف کے بدلنے سے علامات بھی بدل گئی ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ نے تین چار ہزار آبادی کے ساتھ بازار گلی کوچوں، روزمرہ کی ضروریات کا وہاں ہمیشہ فراہم رہنا قریۂ کبیرہ کی علامات میں قرار دیا[2] بعض علماء نے اس سے کچھ کم آبادی پر اجازت دی ہے۔ نہ تنہا مردم شماری پر مدار ہے نہ صرف دوکانوں پر مدار ہے، بلکہ اس قریہ کی مجموعی حیثیت ایسی ہو کہ اس کو قریۂ کبیرۃ قصبہ کے مانند کہا جا سکے۔

(۲) یہ تو بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اتنی مدت کے قائم شدہ جمعہ کو ختم ہونے سے مسلمانوں میں خلفشار ہوگا ورنہ اس کی اصل کتب فقہ میں کہیں نظر سے نہیں گذری[3]۔

(۳) جس جگہ شرائط جمعہ نہیں اور لوگ کم علمی کی وجہ سے وہاں جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں جمعہ کا ترک اور بند کرنا کوئی عیب اور گناہ نہیں جس سے خوف کیا جائے بلکہ یہ تو ان مفاسد کی وجہ سے جنکا تذکرہ جواب (۱) میں آیا ہے مطلوب شرعی ہے۔ بہ نیت نفل جمعہ میں شرکت کرنے سے دوسرے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی جمعہ پڑھتے ہیں۔ ایسی جگہ جمعہ پڑھ کر ظہر کی نماز پڑھنا بھی قبیح ہے۔ ان دونوں کو جمع نہیں کرنا چاہئے صاحب بحر[4] نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

(۴، ۵، ۶) جو بستیاں اتنی متصل ہیں کہ دیکھنے میں وہ ایک ہی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ سرکاری کاغذات میں ان کے نام جدا جدا ہوں ان کو جواز جمعہ کے مسئلہ میں ایک ہی قرار دیا

(گذشتہ کا بقیہ) ۶ شامی نعمانیه ص ۵۳۶/ج ۱/ باب الجمعة شامی کراچی ص ۱۳۷/ج ۲/.

۷ شامی زکریا ص ۷/ج ۳/ باب الجمعة.

(صفحہ ہذا) ۱ شامی نعمانیه ص ۳۶۵/ج ۱/ وشامی کراچی ص ۱۳۸/ج ۲/ باب صلاة الجمعة.

۲ وقيل ما فيه أربعة آلاف رجال إلى غير ذلك.....وحاصله ادارة الأمر على رأى اهل كل فرمان فى عدهم المعمورة مصر الخ، لامع الدرارى ص ۱۰/ج ۲/ كتاب الجمعة، باب الجمعة فى القرى، مطبوعه يحيويه سهارنپور، الكوكب ص ۱۹۹/ج ۱/ ابواب الجمعة، بحث الجمعة فى ديارنا، مطبوعه يحيويه سهارنپور.

۳ كفاية المفتى ص ۱۹۶/ج ۳/ مطبوعه دهلى، فصل دوم شرائط جمعه.

۴ واما القرى فان اراد الصلاه فيها فغير صحيحة على المذهب الخ، البحرالرائق ص ۱۴۱/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه.

جائے گا[1] جب کسی بستی میں شرائط کے ماتحت جمعہ جائز ہوتو حسب حاجت وہاں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ جیسے کہ ایک شہر کے متعدد محلوں میں ہوتا ہے[2] بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنے کسی عالم فقیہ کو قریب سے بلا کر مشاہدہ کرادیں۔ پھر جو کچھ وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کریں۔ تحریری تفصیلی نقشہ کے باوجود مشاہدہ کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

(۷) جس جگہ نماز جمعہ جائز ہے وہاں نماز عید بھی درست ہے۔ اور جہاں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں نماز عید بھی درست نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ **صلوٰۃ العید فی الرساتیق تکرہ کراھۃ تحریم**[3] اھ بحر ص ۱۵۸/ج ۲/۔

(۸) جس بستی میں جمعہ کی شرائط موجود ہوں وہاں یہ ضروری نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت ہو یا مسلمان کثیر تعداد میں موجود ہوں۔ بلکہ اگر چار پانچ ہی مسلمان ہوں تو ان کو بھی جمعہ ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان کو چاہئے کہ جمعہ ادا کریں[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۵ھ

---

[1] لو کان موضعان من مصر واحد وقریة واحدة فانها صحیحة لانهما متحدان حکماً (شامی زکریا ص ۶۰۷/ج ۲/ باب صلاة المسافر، بحر ص ۱۳۲/ج ۲/ باب المسافر، کوئٹه.

[2] ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر (شامی زکریا ص ۱۶/ج ۳/ قبیل مطلب فی نیة اٰخر ظهر بعد صلاة الجمعة، بحر کوئٹه ص ۱۴۲/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، تاتارخانیه کراچی ص ۵۰/ج ۲/ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، حلبی ص ۵۵۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور.

[3] بحر ص ۱۵۸/ج ۲/ باب العیدین مکتبه کوئٹه پاکستان درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۶/ج ۳/ باب العیدین.

[4] والساد س الجماعة واقلها ثلاثة رجال سوی الامام بالنص لانه لابد من الذاکر وهو الخطیب وثلاثة سواء بنص فاسعوا الی ذکرالله الخ. (الدر المختار علی رد المحتار ص ۵۴۵/ج ۱/ مطبوعه نعمانیه باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب شامی کراچی ص ۱۵۱/ ج ۲/ وشامی زکریا ص ۲۴/ج ۳/ باب الجمعة، هدایه ص ۱۴۹/ج ۱ باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند تاتارخانیه ص ۵۷/ج ۲/ کراچی النوع الثانی شرائط الجمعة)

جمعہ کے لئے سلطان اوراذن کی شرط

سوال: -صحت نماز جمعہ کیلئے وجود سلطان اوراذن سلطان شرط ہے یہ شرط فرض ہے یاواجب برتقدیر فرض یاواجب بوقت فقدان ان شرطوں کے کن دلائل معتمد ومستند سے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے جیسا کہ ہندوستان میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں کیونکہ اذافات الشرط فات المشروط. المراد بالشرط،الا یصح المامور به قبل الوجودویفوت بفوته (قمر الاقمار) الشرط ما یتوقف علیه وجود الشئ ولم یکن داخلا فیه ویلزم من انتفائه انتفاء المشروط عینی شرح هدایه ص۵۶۱/ج۱/۔

(۲) یہ شرط ظاہرالروایۃ سے ثابت ہے اوردرمختار میں ہے کہ اعلم ان ما اتفق علیه اصحابنا فی الروایة الظاهرة عنهم یفتی به قطعاً. اورشامی میں ہے لایفتیٰ ویعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما اوغیرهما الالضرورة تم. اوراس میں اختلاف ہے صرح فی قضاء البحر بان ماخرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه، لیس قولا له وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع درمختار ص۱۵/.

(۳) مذهب الحنفیة المنع عن المرجوع حتیٰ لنفسه لکون المرجوع صار منسوخاً شامی ص۶۹/ والعمل بالمنسوخ حرام. الاشباه والنظائروفیه عن التوشیح ان مارجع عنه المجتهد لا یجوز الاخذ به شامی ص۶۲/ج۱/۔

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها شامی ص۶۲/ج۱/. الفتویٰ علیٰ قول الامام الاعظم فی العبادات مطلقاً اھ عمدة الرعایۃ ص۱۴/مقدمہ ہدایہ ص۹/اور بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہرالروایۃ کے خلاف عمل جائز نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ اس مسئلہ جمعہ میں اس کے خلاف بدون سلطان واذن سلطان جمعہ پڑھا جاتا ہے؟

(۴) زید کہتا ہے کہ کیسے امام صاحب کے قول کو چھوڑ کے عالمگیری اور شامی وغیرہا کے قول پر عمل کروں کہ **یجوز للمسلمین اقامة الجمعة یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین** اور یہ بھی کہتا ہے کہ **یصیر القاضی قاضیا** میں قاضی سے قاضی مراد ہے یعنی پہلے ہی بادشاہ کی طرف سے قاضی القضاۃ تھے اب تراضی المسلمین سے جمعہ کے لئے وہ بادشاہ کے قائم مقام ہوگا اور اب جو خطیب کو قاضی بناتے ہیں وہ صحیح نہیں کیونکہ وہ بادشاہ کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ ورنہ **یصیر القاضی قاضیا** کے کیا معنیٰ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲و۳) اس شرط میں بعض احناف نے بھی کلام کیا ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ملی **کما قال مولانا بحر العلوم فی رسائل الارکان : ولم اطلع علیٰ دلیل یفید اشتراط امر السلطان**[۱] الخ پھر جن حضرات نے اس کو شرط قرار دیا ہے وہ بعض حدیث سے استدلال کرتے ہیں جیسے زیلعی[۲] ص ۲۱۷/ج ۱/ فتح القدیر[۳] ص ۴۱۲/ الغنیہ[۴] ص ۵۱۳/ وغیرہم بعض اس کو خوف فتنہ سے بھی معلل کرتے ہیں جیسے ہدایہ[۵] وغیرہ۔ اس خوف فتنہ کی تعلیل پر صاحب جامع الآثار[۶] نے لکھا ہے **لکنه معلل بخوف الفتنة فحیث لا فتنة لا اشتراط** اسی بناء پر عالمگیری[۷] شامی وغیرہ کی جزئیات **یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین** متفرع ہیں۔

---

۱ رسائل الارکان : ص ۱۱۴/ بیان شروط اداء الجمعة، مکتبه یوسفی لکھنؤ.

۲ شرط أدائها السلطان أو نائبه ولنا قوله علیه الصلوٰة والسلام من ترکها استخفا فاً بها وله امام عادل أوجائر فلا جمع اللّٰه شمله الخ زیلعی ص ۲۱۹/ج ۱/ باب صلاة الجمعة مکتبه امدادیه ملتان

۳ الغنیه ص ۵۱۳/ کتب خانه رحیمیه دیوبند باب الجمعة.

۴ فتح القدیر ص ۵۴/ج ۲/ باب الجمعة دار الفکر بیروت.

۵ لمن امره السلطان لا نها تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وتقع فی غیره فلابد منه تتمیما لا مرها، هدایه ص ۱۶۸/ج ۱/ باب الجمعة، طبع دیوبند.

۶ جامع الاثار ص ۵۰/ اشتراط الامام للجمعة، قاسمی دیوبند.

۷ عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۶/ج ۱/الباب السادس عشرفی صلاة الجمعة وشامی زکریا ص ۱۴/ج ۳/ باب الجمعة.

ظاہر الروایۃ میں اگر کوئی شئ بدرجہ مسئلہ یا بدرجہ شرط مذکور ہو اور اس کی علت وہاں مذکور ہو جیسا کہ عامۃً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور متأخرین مجتہدین نے اس کی علت بیان کی ہو اور پھر مواقع انتفاء علت میں اس مسئلہ یا شرط کے انتفاء کا حکم کر دیا ہو تو یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف نہیں[1] اس ضابطۂ کلیہ کے بعد جداگانہ ہر عبارت منقولہ فی السوال کے جواب کی ضرورت نہیں رہی علاوہ ازیں علامہ شامی نے مبسوط سے نقل کیا ہے فلو الولاۃ کفاراً یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیھم ان یلتمسوا والیاً مسلماً اھ ردالمحتار[2] ص ۵۴۷/ج ۱/ اور مبسوط کی شان یہ ہے۔

ویجمع الست کتاب الکافی للحاکم الشھیدفھو الکافی
اقویٰ شروحہ الذی کا لشمس مبسوط شمس الائمۃ السرخسی
معتمد النقول لیس یعمل بخلفہ ولیس عنہ یعدل

قال فی فتح القدیر وغیرہ ان کتاب الکافی ھو جمع کلام محمد فی کتبہ الست التی ھی کتب ظاھر الروایۃ انتھیٰ

وفی شرح الاشباہ للعلامۃ ابراھیم البیری اعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشھید وھو کتاب معتمد فی نقل المذھب شرحہٗ جماعۃ من المشائخ منھم شمس الائمۃ السرخسی وھو المشھو بمبسوط السرخسی انتھیٰ.

---

[1] والحاصل أن ماخالف فیہ الاصحاب امامھم الاعظم لایخرج عن مذھبہ اذا رجحہ المشائخ المعتبرون وکذا مابناہ المشائخ علی العرف الحادث لتغیر الزمان أو للضرورۃ ونحوذالک لایخرج عن مذھبہ ایضاً انہ لوکان حیا لکان بما قالوہ لان ما قالوہ انما ھو مبنی علی قواعدہ ایضاً فھو مقتضی مذھبہ (رسم المفتی ص ۶۸/ مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ سھارنپور.

[2] ردالمحتار (زکریا) ص ۱۴/ج ۱/باب الجمعۃ، الھندیۃ کوئٹہ ص ۱۴۶/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ.

قال الشیخ اسماعیل النابلسی، قال العلامة الطرطوسی : مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه ولا یرکن الاالیه ولا یفتیٰ ولا یعول الا علیه انتهیٰ الیٰ قوله وللحنفیة مبسوطات کثیرة الیٰ قوله وحیث اطلق المبسوط فالمراد به مبسوط السرخسی هذا اه رسم المفتی[1] ص ۱۹، ۲۰/۔ لہٰذا ہندوستان میں اس شرط کا سقوط خود ظاہر الروایۃ سے ثابت ہے۔

(۴) زید کا قول اور تاویل غلط ہے اس لئے کہ خود مبسوط میں ایسی جگہ کا حکم بیان کیا ہے جہاں والی کافر ہیں مسلمان والی نہیں۔ وہ جگہ کفار کے قبضہ میں ہے پھر مسلمان بادشاہ کی طرف سے قاضی کیسے مراد ہوسکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/رمضان المبارک ۶۶ھ

جمعہ میں سلطان کی شرط

سوال:- جمعہ کے شرائط میں سے سلطان ہے اور اس ملک میں سلطان مسلمان نہیں، پھر تو جمعہ کی نماز نہیں ہونی چاہے جواز کس طور پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فلو کان الولاۃ کفاراً یجوز بتراضی المسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیاً مسلماً اھ

---

[1] رسم المفتی ص ۵۸، ۵۷/ مطبوعه سعیدیه سهارنپور، الکافی یجمع الست.

[2] شامی نعمانیة ص ۵۴۱/ج ۱/ مطلب فی جواز استنابة الخطیب، باب الجمعة، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۶/ج ۱/الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة.

ردالمحتار[1] جبکہ سلطان مسلم نہ ہوتو اس کا حل وبدل عبارتِ منقولہ میں موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کے شرائط دارالحرب اور غیر دارالحرب میں مساوی ہیں یا نہیں؟

سوال:- جمعہ کے وجوب اور جواز کے مسائل دارالحرب اور دارالاسلام میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اہل ہند کن مسائل کے مکلّف ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قریۂ صغیرۃ وکبیرۃ سے متعلق مسائل میں دونوں برابر[2] ہیں اسی کی آپ کی بستی میں ضرورت بھی ہے، جس چیز میں اختلاف ہے اس کی آپ کے یہاں ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الإسلام لابلاد الحرب لانهم لم یظهر وافیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم عن ضرورة أوبد ونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامه الجمع والاعیاد ة الحد وتقلید القضاة لإستیلاء المسلم علیهم فلو الولاة کفارا یجوز للمسلمین إقامه الجمعة ویصیر القاضی قاضیاً بتراض المسلمین ویجب علیهم أن یلتمسوا والیا مسلماً (شامی زکریاص ۱۴/ج۳/باب الجمعة، مطلب فی جواز استنابة الخطیب.

[2] تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق شامی کراچی ص۱۳/ج۲/ باب الجمعة شامی نعمانیه ص۵۳۷/ج۱/ هدایه ص۱۶۸/ج۱/ صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر دیوبند.

جس بستی میں شرائط نہ ہوں اور پھر بھی جمعہ پڑھا جائے اس کا حکم

سوال:- میں دارالعلوم کے فیض علم سے کچھ مستفید ہوا ہوں ہمارے علاقے کے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں عام طور سے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، میرے گاؤں میں بھی روکنے سے لوگ رکتے نہیں۔ خود رکنے اور مسئلہ کو اٹھانے سے خطرہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ مخالف ہو جائیں گے اور جو کچھ دین کی باتیں سن کر عمل کر لیتے ہیں اس بدظنی اور مخالفت کے بعد وہ بھی بند ہو جائے گا حتی کہ باتیں سننے کو بھی تیار نہ ہوں گے۔ اسی مصلحت سے اب تک ہمارے علاقے کے علماء اس مسئلہ میں ساکت ہیں، اور خود بھی ان گاؤں میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مصلحت سے کیا ہم بھی ساکت رہیں اور جمعہ کی نماز وہاں پڑھا کریں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو کیا ہمیں گناہ بھی ہوگا؟

(۲) گاؤں میں جمعہ سے روکے تو لوگ ہرگز تیار نہیں ہوں گے، کیا انہیں یہ بتایا جائے کہ خیر جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیا کرو تا کہ ظہر کی قضا کے گناہ سے بچ جائیں اور اگر لوگ اس پر راضی ہوں تو منفرداً ظہر ادا کی جائے یا جماعت کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حنفیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بالکل صاف ہے اور اس پر مستقل رسائل مع الدلائل شائع شدہ ہیں۔ اوثق العریٰ[۱] احسن القریٰ[۲] القول البدیع[۳] وغیرہ حدیث وفقہ کے

---

[۱] اوثق العری فی تحقیق الجمعة القریٰ صنفه حضرت مولانا رشید احمد گنگوهیؒ ص ۱/ تا ۱۵/ مطبع مجتبائی دهلی.

[۲] احسن القری فی توضیح اوثق العریٰ مصنفه حضرت شیخ الهندؒ ،مطبوعه یحیویه سهارنپور.

[۳] القول البدیع فی شرط المصر للتجمیع مصنفه حضرت تهانویؒ ص ۹/ مطبوعه سهارنپور.

دلائل سے مزین ہیں۔ جس مقام پر جمعہ درست نہیں وہاں ظہر کی نماز با جماعت ادا کی جائے۔ جمعہ پڑھنے سے وہاں فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر اھ شامی ص ۷۴۸/ج ۱/[1] جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنا لوگوں کو شبہ میں ڈالنا ہے کہ ایک دن میں اور ایک وقت میں دو فرض ہیں ایک جمعہ دوسرا ظہر۔ اس لئے اس سے کلیۃً اجتناب کرنا چاہئے۔ جن مصالح کی بناء پر بعض حضرات نے احتیاط الظہر کی تجویز کی تھی علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق میں ان کو مخدوش قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو بحر ص ۱۴۳/ج ۲/ اور احتیاط الظہر میں اخفاء کی تاکید ہے نہ کہ جماعت کی۔ مسئلہ تو صاف بتا دیا جائے پھر اگر لوگ نہ مانیں تو فساد کرنے اور الجھنے کی ضرورت نہیں جمعہ ایسی جگہ جہاں شرائط موجود نہ ہوں، نہ پڑھیں، اگر مجبور کیا جائے تو یہ کہو کہ جمعہ درست نہیں ہے نفل کی نیت سے شرکت کرتا ہوں شریک ہو جائیں۔ ایسی حالت میں جمعہ ہرگز نہ پڑھائیں اگر اس پر بھی مجبور کیا جائے تو اعلان کر دیں کہ یہاں جمعہ درست نہیں، مجھے مجبور کیا جا رہا ہے، اس لئے پڑھا رہا ہوں اس سے فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ اس امید پر کہ لوگ بدظن نہ ہوں اور دین کی بات سن لیا کریں، غلط طریقہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جمعہ کواڑ بند کر کے

سوال:- نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند رکھنا کیسا ہے؟ اگر کواڑ بند کر کے نماز پڑھ لی

---

[1] شامی کراچی ص ۱۳۸/ج ۲/باب الجمعة.

[2] بلفظه مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست فرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنون انها الفرض وأن الجمعة ليست بفرض فيتكا سلون عن أداء الجمعة فكان الاحتياط فی تركها وعلى تقدير فعلها ممن يخاف عليه مفسدة منها فالأولى أن تكون فی بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها (البحر الرائق ص ۱۴۳/ ج ۲/ باب الجمعة مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان)

جائے تو نماز میں کچھ فرق آیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کے کواڑ بند نہ کئے جائیں وہاں اذن عام ضروری ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۴۰۶ھ

جیل گھر میں جمعہ

سوال:- چند حضرات سیاسی جدوجہد کے سلسلہ میں نظر بند اور گرفتار ہیں، نماز جمعہ کے متعلق بھی خیال رہتا ہے کہ بحالت اسیری ومجبوری ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا انہیں ظہر پڑھنی چاہئے یا جمعہ؟ براہِ کرم مختلف فقہی مذاہب کی جزئیات کا استیعاب فرماتے ہوئے حنفی مسلک کو دلائل وشواہد کے ساتھ واضح فرمایا جائے کہ یہ اہل علم حضرات اس سے روشنی پاسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

والاذن العام ای شرط صحتها الاداء علیٰ سبیل الاشتهار حتی لو ان امیراً اغلق ابواب الحصن وصلی فیه باهله وعسکره صلوٰة الجمعة لا تجوز کذافی الخلاصة اهـ بحر[2] ص ۱۵۱/ج۲/کذافی البدائع[3] ص ۲۲۹/ج۱/ وشرح المنیة الکبیری[4] ص ۵۱۸.

---

[1] والاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع ویؤذن للناس حتی لواجتمعت جماعة فی الجامع واغلقوا الابواب وجمعوا لم یجز ردالمحتار (زکریا) ص ۲۶/ج۳/ باب الجمعة قبیل مطلب فی شروط وجوب الجمعة، تاتارخانیه کراچی ص ۷۰/ج۲/ النوع الثانی فی شرائط الجمعة مجمع الانهر ص ۲۴۶/ج ۱/باب الجمعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت بحر کوئٹه ص ۱۵۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة محیط برهانی ص ۴۶۴/ج۲/ المجلس العلمی ڈابهیل شرائط جمعه.

[2] بحر ص ۱۵۱/ج۲/باب صلاة الجمعة مطبع کوئٹه پاکستان .

[3] بدائع ص ۲۲۹/ج ۱ مطبوعه کراچی باب شرائط الجمعة.

[4] حلبی کبیری ص ۵۱۸/ مکتبه رحیمیه دیوبند فصل فی الجمعة.

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ صحت جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے۔ اگر جیل کا دروازہ بند ہو کہ وہاں جانے کی عام اجازت نہ ہوتو وہاں جمعہ درست نہیں۔ ظہر ادا کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قید خانہ میں جمعہ کی نماز

سوال:- کیا قیدی جن کو ہر قسم کی مذہبی آزادی ہو اور کھانے پینے کا انتظام بھی ان کا اپنے ہاتھ ہو صرف حکومت کے قانون کے مطابق اندر سے باہر جا کر جمعہ کی نماز ادا نہیں کر سکتے اور ایک جگہ ہزاروں ایسے آدمی موجود ہوں اور ایک جگہ پر نماز جمعہ پڑھ سکتے ہوں تو ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس وقت ہم لوگ جمعہ کی نماز برابر پڑھتے رہتے ہیں اور بعض عالموں نے یہ رائے دیا کہ جمعہ کی نماز قیدیوں یا نذر حوالہ کئے ہوئے لوگوں کو پڑھنی جائز نہیں بلکہ قصر بھی منع ہے۔ اس لئے ہمیں خلاصہ حدیثوں کی روشنی میں آگاہ فرمائیں تاکہ تسلی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر کردہ حالات کے تحت وہاں جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ درمختار اور شامی[1] میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

فیکٹری میں جمعہ

سوال:- ایک مدت سے یہاں ایک استفتاء رکھا ہے جس کا جواب پورے طور پر کچھ

---

[1] فلایضر غلق باب القلعة لعدوٍ او لعاده قدیمةٍ لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلی در مختار مع ردالمحتار ص۲۵/ج۳/ مطبوعه زکریا (السابع الاذن العام)، مجمع الانهر ص۲۴۶/ج۱/ باب الجمعة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۴۱۷/ باب الجمعة، مصری.

حل سمجھ نہ آنے کی بناء پر نہیں دیا جاسکا۔ جس کی خاص وجہ امداد الفتاویٰ میں ذکر کردہ ایک فتویٰ ہے۔ پھر شامی وغیرہ کی عبارتوں کا محمل تجویز کرنے میں الجھن ہے، استفتاء درج ذیل ہے۔

ایچ۔اے۔ایل فیکٹری (یعنی کانپور اسلحہ فیکٹری) میں نماز جمعہ گذشتہ چھ سات سال سے ہوتی چلی آرہی ہے اور مسجد فیکٹری سے میل سوا میل کے فاصلہ پر ہے اور وقت طعام صرف آدھ گھنٹہ (ایک بجے سے ڈیڑھ بجے تک) مقرر ہے۔ ایسی صورت میں مسجد تک پہنچنا اور نماز ادا کرنا محال ہے اور عوام کی نماز میں شرکت ممنوع ہے کیونکہ مسجد فیکٹری کی حد میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جملہ ملازمین فیکٹری کی نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ادا نہیں ہوگی تو گذشتہ نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے؟ پھر اگر یہاں جمعہ جائز نہ ہو تو کیا دوسری فیکٹری میں تبادلہ کرالیا جائے جہاں نماز کی سہولت ہو یا یہیں جمعہ اور احتیاط الظہر دونوں پڑھ لیں؟ امید ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں گے۔ امداد الفتاویٰ ص۱۲، ۱۱/ج۱/ پر ایک قلعہ کے اندر رہنے والوں کی نماز سے متعلق تحریر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذن عام ہونا بھی منجملہ شرائط، شرائط صحت جمعہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود نہ ہو۔ باقی روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ اذن عام میں مخل نہیں فی الدر المختار والاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي" فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادةٍ قديمةٍ لان الاذن العام مقرر لاهلهٖ وغلقه لمنع العدو لا المصلى نعم لو لم يغلق لكان احسن اه فی رد المحتار وينبغي ان يكون محل النزاع ماذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل[1] (انتہی)

پس بناء بر روایت مذکورہ اس قلعہ میں نماز جمعہ درست ہے۔

---

[1] الدر المختار مع ردالمحتار ص۲۵/ج۳/ باب الجمعة، مطبوعه مكتبه زكريا.

احقر کے خیال میں ہے کہ استفتاء میں مذکورہ صورت امداد الفتاویٰ[۱] میں ذکر کردہ قلعہ والی صورت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ اس لئے کہ حضرت کے فتویٰ اور پھر مذکورہ بالا عبارت کتاب سے جواز ہی سمجھ میں آتا ہے کیونکہ فیکٹری میں عوام کے نہ آنے کی ممانعت مصلحتاً ہے۔ مقصود عوام کو نماز سے روکنا نہیں بلکہ فیکٹری کے حفاظتی انتظامات کے تحت ہے اور اس میں کام کرنے والوں میں سے کسی کو ممانعت نہیں ہے۔ مزید علامہ شامی کا قول اور زیادہ جواب کا معین ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ایک اسی قسم کے سوال کا جواب ان الفاظ میں بھی دیا گیا ہے کہ جس جگہ پر عام ممانعت ہے وہاں سے باہر نکل کر کسی میدان میں جمعہ پڑھ لیں[۲] اس فیکٹری میں بھی کام کرنے والوں کے لئے بھی ایک صورت یہ نکل سکتی ہے۔ اب حضرت والا کی خدمت میں یہ استفتاء بغرض دریافت ارسال ہے۔

جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روایت کے مطابق مذکورہ فیکٹری میں بھی جمعہ کی اجازت ہے۔ اگر باہر نکل کر پڑھنے کا موقعہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ مسجد کا ہونا جواز کی شرط نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۴ھ

---

[۱] امدادالفتاوی جدید ص ۶۱۴/ ج ۱/ حکم اقامت جمعه درمکان دفتر سرکاری وقلعه، اداره تصنیفات اولیا دهلی.

[۲] امدادالفتاوی ص ۶۱۳/ ج ۱/ حکم اقامت جمعه درمکان دفتر سرکاری وقلعه، اداره تصنیفات اولیاء دهلی.

[۳] لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریً وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم ینوا (حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی فی شرائط الجمعة، مطبوعه ادارة القرآن، کراچی.

مزرعۂ قریبہ میں نماز جمعہ

سوال:- جس قصبہ میں بلا شک وشبہ جمعہ جائز ہو کیا اس قصبہ کے مزرعہ میں جبکہ اس مزرعہ میں صرف پندرہ گھر ہوں اور وہ مزرعہ باغ اور کھیتی کی وجہ سے اہل قصبہ کی آبادی سے الگ ہو اور خواہ وہ مزرعہ قصبہ سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو۔ کیا مزرعہ میں جمعہ جائز نہ ہوگا؟ مثلاً مزرعہ پانچ فرلانگ تک کے فاصلہ پر ہو۔ جیسا کہ میرا مزرعہ پانچ فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔

(الف) اگر قصبہ کا کوئی محلّہ قصبہ کی اصل آبادی سے الگ ہو، درمیان میں بنجر زمین وکھیت باغات ہوں۔ فاصلہ قصبہ سے مذکورہ تک خواہ تک یا دو فرلانگ تک ہو، خواہ چار یا پانچ فرلانگ تک ہو کیا اس محلّہ میں بھی نماز جمعہ جائز نہ ہوگی؟

(ب) جمعہ کے جواز کیلئے تمام شرائط کے ماسوا ایک شرط یہ بھی ہے کہ گاؤں کی آبادی معہ مزرعہ جات کے تین ہزار سے کم نہ ہو یعنی مزرعہ جات ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ کتنے فرلانگ تک فاصلہ گاؤں سے مزرعہ کا ہو تو اس کی آبادی گاؤں کی آبادی میں تین ہزار کی تعداد دیکھنے کے لئے شامل ہوگی؟

(ج) فرض نماز جمعہ کے بعد دیر تک امام کا دعا مانگنا غیر افضل تو نہیں۔ اس بناء پر کہ رسول کریم ﷺ جن نمازوں کے بعد سنن وغیرہ ہوتے تھے۔ سلام پھیر کر فوراً مختصر دعا **اللّٰھم انت السلام ومنک السلام** الخ مانگا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف، ب) جو مزرعہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ دیکھنے سے بالکل جداگانہ بستی معلوم ہو وہاں جمعہ درست نہیں۔ اسی طرح محلّہ کا حال ہے۔ جو محلّہ یا مزرعہ دیکھنے سے اسی بستی کا جزء معلوم ہوتا ہو۔ اگرچہ درمیان میں کوئی کھیت یا تالاب وغیرہ بھی آگیا ہو وہاں جمعہ درست ہے۔ اور اس کی آبادی کو بھی اصل بستی کی ہی آبادی تصور کیا جائے گا۔ ڈیڑھ میل کا فاصلہ تو بہت ہے،

چار پانچ فرلانگ کا فاصلہ بھی کافی ہے دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ لوگ آبادی سے باہر جنگل میں رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہیں گے کہ بستی وہاں تک ہے[1]۔

(ج) فرض جمعہ کے بعد بھی مختصر دعا مناسب ہے، زیادہ طویل نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ

ہوسٹل میں جمعہ

سوال:- ہماری آبادی سے قریب ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک ہوسٹل ہے اس کے قرب وجوار میں مکان بھی ہے یہاں عبادت گاہ بنائی گئی جو صرف کمرہ نما ہے وقت پر نماز گیارہ سال سے ہو رہی ہے۔ لیکن اس سال کچھ حضرات کا اعتراض ہو رہا ہے کہ نماز جمعہ وہاں ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ آبادی میں نہیں ہے اور مسجد نہیں ہے۔ نوے طلباء مختلف علاقے کے اس ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ اب آپ مطلع فرمائیں کہ نماز جمعہ وہاں پر درست ہے یا نہیں؟ اس مقام کی آبادی اٹھارہ ہزار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کالج اور ہوسٹل بھی شہر کی ضرورت میں داخل ہے۔ اس لئے حکماً وہ مقام شہر کی طرح ہے۔ اگر اس شہر میں شرائط جمعہ موجود ہیں تو وہاں بھی جمعہ درست ہے[2]۔ جمعہ کیلئے باقاعدہ مسجد کا

---

[1] إن كان مقيما في عمران المصر وأطرافه وليس بين مكانه وبين المصر فرجة فعليه الجمعة، ولو كان بين ذالك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعي لا جمعة على أهل ذالك الموضع وإن كان النداء يبلغهم، تاتارخانية ص ۵۳ ج ۲، الفصل الخامس والعشرون، النوع الثاني في شرائط الجمعة، شامي كراچي ص ۵۳ ج ۲ باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة، بدائع كراچي ص ۲۶۰ ج ۱ وأما شرائط الجمعة.

[2] ويشترط لصحتها المصر أو فناء ه وهو ماتصل به لأجل مصالحه (الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۷/ ج ۳/ باب الجمعة)، تاتارخانية ص ۵۱ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون، (بقیہ آئندہ پر)

ہونا ضروری نہیں ہے جو جگہ عبادت کیلئے بنا رکھی ہے وہاں جمعہ بھی ادا ہو جائیگا[۱]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۸/۹/۸۸ھ

بازار کی مسجد میں جمعہ قائم کرنا

سوال: -مسجد درگاہ حضرت شاہ کلیم اللہ میں نماز پنجگانہ، نماز عیدین، تراویح رمضان باقاعدہ مسلسل ہوتی ہے۔ مسجد کشادہ اور مسجد سے متعلق کئی مارکیٹ، سبزی مارکیٹ، کوٹ پتلون مارکیٹ، کبوتر مارکیٹ وغیرہ واقع ہے، ہمہ وقت زائرین کی آمد و رفت رہتی ہے۔ مسجد سے ملحق مارکیٹ اور بازار وغیرہ کا طویل سلسلہ ہے۔ دوطرفہ مسجد سے متصل شاہراہ پر ہر دم مسلم مسافروں کی آمد و رفت بھی رہتی ہے۔ کیا مسجد مذکور میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ مسجد آبادی سے دور شہر سے خارج نہیں ہے جیسا کہ تحریر سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو یہاں جمعہ قائم کرنا درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

(گذشتہ کا بقیہ) النوع الثانی فی شرائط الجمعة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریً وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد او لم بینوا (حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)، تاتارخانیة ص ۴۹ ج ۲ شرائط الجمعة، مطبوعه کراچی.

[۲] یشترط لصحتها المصر أو فناء ه وهو ما اتصل به لأجل مصالحه (الدرالمختار علی الشامی ص ۷/ج ۲/ باب الجمعة، مکتبه زکریا، هدایه ص ۱۶۸/ج ۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. اعلاء السنن ص ۱/ج ۸/ باب عدم جواز الجمعة فی القری، مطبوعه امدادیه مکة مکرمة.

قصبہ سے قریب گاؤں والوں پر جمعہ

سوال:- زید جس گاؤں میں رہتا ہے اس کی آبادی ۵۰۰ کی ہے پھر قصبہ سے ڈیڑھ میل دور ہے۔ کبھی کبھی اذان کی آواز قصبہ کی گاؤں میں بھی آجاتی ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ میرے گاؤں میں قصبہ کی اذان کی آواز آجاتی ہے۔ اس لئے ہم پر جمعہ فرض ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کے ذمہ سے ظہر ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟ جبکہ جمعہ کی اذان قصبہ میں جاکر پڑھتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید پر اس گاؤں میں رہتے ہوئے جمعہ لازم نہیں۔ نہ اس کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اس گاؤں میں پڑھے۔ اس لئے کہ یہ گاؤں قریۂ صغیرۃ ہے نہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ ایک میل یا ڈیڑھ میل دور جاکر قصبہ میں پڑھے اگرچہ وہاں سے کبھی اذان کی آواز بھی سنائی دیتی ہو۔ یہی قول اصح ہے۔

والاقامة بمصر اوفيما هو داخل فی حد الاقامة بها ای بالمصر وهو المكان الذی من فارقه بنية السفر يصير مسافرا ومن وصل اليها يصير مقيماً فی الاصح ولا يجب علیٰ من كان خارجه ولوسمع النداء من المصر سواء كان سواده قريباً من المصر او بعيداً علی الاصح فلا يعمل بماقيل بخلافه وان صحح اهـ.

مراقی الفلاح[1] ص ۲۷۴/. مصری ص ۴۱۲/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مراقی مع الطحطاوی مصری ص: ۴۱۲، باب الجمعة، بحر كوئٹه ص ۱۴۱/ج۲/ باب صلاة الجمعة، بدائع كراچی ص ۲۶۰/ج ۱/ بيان شرائط الجمعة.

نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں

سوال:- پرانی جامع مسجد کو مدرسہ کے واسطے بالکل ڈھادیا اس میں وقتیہ اور جمعہ کی نماز ادا کرنا دشوار ہے چند مہینے کے واسطے خارج مسجد میں دوسری جگہ نماز کے واسطے تیار کر کے وقتیہ نماز اور نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد شرط ہے یا نہیں؟ یا خارج مسجد میں بھی بوقت ضرورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد بھی درست ہے خواہ میدان ہو خواہ مکان۔ **السلطان اذا اراد ان یجمع بحشمہٖ فی دارہ فان فتح باب الدار واذن اذناعا ماجازت صلوتہٗ شهدها العامة اولم یشهدوها کذافی المحیط اھ.** هندیہ[1] **قوله او مصلاه ای مصلی المصر لانه من توابعه فکان فی حکمه والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر لانها بمنزلة المصر فی حوائج اهله والفناء فی اللغة سعة امام البیوت وقیل ماامتد من جوانبه کذافی المغرب اھ.** بحر ص ۱۵۲ ج ۲[2] / علامہ حلبی نے غنیۃ شرح منیۃ[3] میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز دیگر کتب فقہ مراقی الفلاح[4] شامی[5] وغیرہ میں بھی موجود ہے اداء جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔[6] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ۹/۵/۶۷ھ

---

[1] عالم گیری کوئٹه ص ۱۴۸ / ج ۱ / الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة ومنها الاذن العام.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۱۴۰ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة.

[3] کبیری ص ۵۵۱ / فصل فی صلوة الجمعة، مطبوعه لاهور.

[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۱۷ / باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[5] شامی نعمانیه ص ۵۴۶ / ج ۱ / باب الجمعة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں

سوال:- جس جگہ جمعہ فرض ہے ایسی جگہ میں جمعہ کے روز وعظ کی محفل کے واسطے کے قریب دوڈھائی ہزار سامعین مجتمع ہوگئے وہاں کی مسجد میں قریب پچاس آدمی کے جمعہ پڑھ لئے باقی لوگ اس بستی کے متصل ایک کھیتی زمین میں جس میں فی الحال کوئی فصل نہیں ہے اوراس کے اردگرد بستی مکانات موجود ہیں اس کے مالک کی اجازت سے نماز جمعہ پڑھ لئے۔اب جواب طلب یہ امر ہے کہ وہاں لوگوں کی نماز جمعہ صحیح ہوئی یا نہیں کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے۔ **والمسجد الجامع لیس بشرط لصحة الجمعة حتی اجمعوا علیٰ صحة الجمعة فی المصلی او کما قال.** ازروئے مہربانی اسکا جواب تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

جمعہ کے لئے شہر قصبہ بڑا گاؤں ہونا شرط ہے اور بڑا گاؤں وہ ہے جو اپنی آبادی اور ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کی مانند ہو اوراس کی مردم شماری کم از کم تین ہزار ہو اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور جس بستی میں جمعہ جائز ہے تو وہاں جواز کے لئے جامع مسجد ہونا شرط نہیں بلکہ عیدگاہ میں اور فناء مصر میں سب جگہ جمعہ درست ہے پس اگر مقام مذکورہ فی السوال شہر کے اندر داخل ہے یا فناء مصر میں شمار کیا جاتا ہے۔(جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے) تو وہاں جمعہ درست ہے ورنہ نہیں **ففی الفتاویٰ الغیاثیة لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنو المسجد اولم یبنوا وهوقول ابی القاسم الصفار وهٰذا اقرب الاقاویل الیٰ الصواب انتهیٰ وهو لیس ببعید مما قبله والمسجد الجامع لیس بشرط ولهٰذ اجمعوا علیٰ جواز ها**

(گذشتہ کا بقیہ) ۵ والمسجد الجامع لیس بشرط ..... جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم یبنوا، حلبی کبیری ملخصاً ص ۵۵۱ فصل فی صلوٰة الجمعة، مطبوعه لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹ ج ۲ النوع الثانی فی شرائط الجمعة، الفصل الخامس والعشرون، طبع کراچی.

بالمصلی فی فناء المصروھو مااتصل با لمصر معدا لمصالحه من رکض الخیل وجمع العساکر المناضلة ودفن الموتیٰ وصلوٰه الجنازة ونحوذٰلک لان له حکم المصر باعتبار حاجة اهله الیه اهـ. (کبیری[1])

شرط ادائها المصر اومصلاه والحکم غیر مقصور علیٰ المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر زیلعی[2] ص ۲۱۸/ج ۱/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۲/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ذی الحجہ ۵۴ھ

نماز جمعہ کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں

سوال:- یہاں چند آفسوں کے مسلم ملازمین اوقات دفتر میں ایک درسگاہ کے ملحق میدان میں صرف ظہر کی نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں، باقی تین نمازوں کی نہ جماعت ہی ہوتی ہے اور نہ نماز ہی ہوتی ہے، ملازمین اپنی ملازمت کی مجبوری کے سبب اسی جگہ کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں ایسی صورت میں جہاں پانچوں نمازیں نہ ہوتی ہوں کیا جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، ہوجاتی ہے یا نہیں؟ چونکہ دیگر مساجد دفاتر سے دور ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں، بستی کے میدان میں بھی درست ہے۔ لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قریٰ وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المساجد او لم یبنوا. کبیری[3] ص ۵۱۱/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[1] کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلوة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیة ص ۴۹/ ۵۱ ج ۲ الفصل الخامس والعشرون، النوع الثانی، مطبوعه کراچی.

[2] تبیین الحقائق ص ۲۱۸/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۴۰ ج ۲، باب صلاة الجمعة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جو مسجد وقف نہ ہو اس میں نماز جمعہ

سوال:- یہاں کچھ مسجد ایسی ہیں جن کا کرایہ مسجد کمیٹی سے وصول کرتی ہے ان کی زمین وقف نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہاں دو مسجدیں ایسی ہیں جو وقف ہیں اور شرعی مسجد کی حیثیت رکھتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو مسجدیں وقف نہیں ہیں ان میں جمعہ کی نماز ہوگی یا نہیں اور مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور اسمیں اعتکاف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد شرعی تو اسی وقت بنتی ہے جبکہ وہ وقف ہو۔ بغیر وقف کے وہ شرعی مسجد نہیں[۱] اگر چہ نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز پڑھنے سے وہاں بھی ادا ہو جاتی ہے[۲] مگر موقوفہ مسجد کو فضیلت حاصل ہے[۳] اور اعتکاف موقوفہ مسجد ہی میں کیا جائے[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ حلبی کبیری ص ۵۵۱/ فصل فی صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ لاھور، عنایہ علی الفتح ص ۵۲/ ج ۲/ باب الجعمۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت. تاتارخانیہ ص ۴۹/ ج ۲/ شرائط الجمعۃ، مطبوعہ کراچی لاھور.

(صفحہ ہذا) ۱ ولا بد من افرازہ أی تمییزہ عن ملکہ من جمیع الوجوہ فلو کان العلو مسجداً والسفل حوانیت أو بالعکس لا یزول ملکہ الخ، شامی زکریا ص ۵۴۵ ج ۶ احکام المساجد، کتاب الوقف.

۲ لأن الأرض کلھا مسجد للنبی ﷺ فأینما صلیتم فھو مسجد الخ (قرطبی لاحکام القرآن ص ۱۹/ ج ۱۰/ تحت قولہ تعالیٰ أن المساجد للّٰہ، مکتبہ دارالفکر بیروت، بخاری شریف ص ۷۲/ رقم الحدیث ۳۳۵/ کتاب ؟؟؟؟، باب، مطبوعہ دار اسلام ریاض.

۳ صلوۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ أی الفرض جماعۃ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ أی بالاضافۃ إلی صلاتہ فی بیتہ لامطلقاً (مرقاۃ ص ۲۲۸/ ج ۲/ باب المساجد ومواضع الصلاۃ، مطبوعہ نوریہ دیوبند، مشکوۃ شریف ص ۷۲/ باب المسجد، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم دیوبند.

۴ والاعتکاف شرعا اللبث فی مسجد جماعۃ صلی فیہ الخمس اولا والصحیح انہ یصح فیما اذن واقیم الخ مجمع الانھر ص ۳۷۷/ ج ۱/ باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۸، ۴۲۹/ ج ۳/ باب الاعتکاف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۱۱/ ج ۱/ الباب السابع فی الاعتکاف.

جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین

سوال:- موضع ناگل پٹی بھگوان پور کی آبادی پانچ ہزار کی ہے مگر مسجد نہیں۔ مگر پٹی بھگوان پور میں ایک مکتب دینی تعلیم کا قائم کیا ہے مگر مسجد بننے کی قوی امید ہے نمازی کافی ہیں تو اس میں نماز جمعہ وعیدین ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ ایک ہی بستی ہے تو شرعاً وہاں جمعہ وعیدین کی نماز درست ہے[۱] مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد بنالیں اور جب تک مسجد بنے کسی اور جگہ مثلاً مکتب میں اس طرح جمعہ پڑھیں کہ وہاں آنے کی کسی کو رکاوٹ نہ ہو۔ بلکہ جس کا دل چاہے نماز کے لئے آجائے[۲] وہیں پنجگانہ نماز اذان و جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ عیدین کے لئے عیدگاہ ہونا ضروری نہیں۔ جنگل، باغ اور میدان میں جہاں مناسب سمجھیں ادا کرلیا کریں[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[۱] تقع فرضاً فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق شامی زکریا ص۷/ ج۳/ باب الجمعة، حلبی کبیری ص ۵۴۹/ فصل فی صلاة الجماعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه کراچی ص ۴۹/ ج۲/ شرائط الجمعة.

[۲] والسابع الاذن العام ای ان یاذن للناس اذناعاما بان لا یمنع احداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۵/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ، تاتارخانیه کراچی ص ۷۰/ ج۲/ شراط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۴۶/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] والحکم غیر مقصور علی المصلی بل تجوز فی جمیع افنیة المصر، فتح القدیر ص ۵۱/ ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت. تبیین الحقائق ص۲۱۸/ ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۴۰ ج۲ باب صلاة الجمعة.

حضور ﷺ نے چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں پڑھا

سوال:- ہفتہ مین سات دن ہوتے ہیں اور جمعہ سب کا سردار مانا جاتا ہے اور حضور ﷺ نے جمعہ کے دن کی بہت فضیلتیں بتلائی ہیں اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس دن درود پڑھنے کے زیادہ فضائل ہیں اور فرمایا آپؐ نے کہ جو شخص جمعہ اور جماعت کی نماز نہ پڑھے تو وہ دوزخی ہے اور خود حق تعالیٰ شانہ نے بھی جمعہ کی تاکید کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس دن سرمہ تیل خوشبو وغیرہ لگا کر مسجد میں آؤ اور مسجدوں میں خوشبو جلاؤ تو جب جمعہ کی اتنی زیادہ فضیلتیں ہماری شریعت نے بتلائی ہیں تو ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے جمعہ کے پڑھنے مین مصر ہونے کی شرط کیوں لگادی؟ مقصد تنقید نہیں بلکہ سمجھنا ہے سنا ہے کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جہاں چالیس گھر ہوں وہیں جمعہ پڑھنا واجب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ جب ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں تو کیا ہم اور ائمہ کے مذہب پر چل سکتے ہیں؟ کیا سب ائمہ کا اتباع کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی نماز بھی بڑی فضیلت والی نماز ہے[1] ہجرت سے قبل حضور ﷺ کے فرمانے پر مدینہ طیبہ میں جمعہ شروع ہو چکا تھا، مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا، جب ہجرت فرما کر تشریف لے جارہے تھے تو بنوعمرو کی بستی مین قیام فرمایا جہاں جمعہ کا وقت بھی آیا اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی، پڑھنا چاہتے تو پڑھ سکتے تھے، مگر وہ چھوٹی بستی تھی اس لئے وہاں جمعہ نہیں

---

[1] عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من اغتسل ثم اتی الجمعة تصلی ما قدر له ثم انصت حتی يفرغ من خطبته ثم يصلی معه غفر له مابينه وبين الجمعة الاخریٰ وفضل ثلاثة ايام (مسلم شريف ص ۲۸۳/ج ۱/ كتاب الجمعة، فضل من اغتسل او توضأ واتی الجمعة الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند)

ادا فرمایا[۱] عرفات میں بہت بڑا مجمع اہل اسلام کا موجود تھا وہاں جمعہ نہیں[۲] پڑھا، دو میل، تین میل، چار میل، پانچ میل، چھ میل تک سے لوگ باری باری جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے[۳] جو نہیں آئے ان سے مطالبہ نہیں کیا کہ تم کیوں جمعہ پڑھنے نہیں آئے نہ یہ فرمایا کہ اپنے اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھا کرو، حدیث پاک میں ارشاد ہے جمعہ اور عید کی نماز شہر میں ہے گاؤں میں نہیں[۴] ان کے علاوہ دوسری بھی دلیلیں ہیں جن کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ کی جماعت کے متعلق سخت شرط ہے وہ یہ کہ اگر چالیس آدمی جماعت میں ہوں گے تو جمعہ کی نماز درست ہو سکے گی بشرطیکہ بستی بڑی ہو[۵]

---

[۱] ثم قدم رسول اللهﷺ المدينة فاقام بقباء (الى قوله) انه ﷺ نزل فى بنى عمرو بن عوف فاقام فيهم اربع عشرة ليلة الحديث ولم يصل عليه الصلوة والسلام فيها الجمعة (اوجز ص۳۵۳/ ج۱/ بحث الجمعة فى القرىٰ، مكتبه علميه سهارنپور. بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فى القرىٰ، مكتبه يحيويه سهارنپور.

[۲] ومنها انه ﷺ لم يصل الجمعة فى عرفات (اوجز ص۳۵۴/ج۱/ بحث الجمعة فى القرىٰ، مكتبه علميه سهارنپور. بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فى القرىٰ، مكتبه يحيويه سهارنپور)

[۳] عن عائشة زوج النبىﷺ قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منزلهم والعوالى الخ (بخارى شريف ص۱۲۳/ج۱/ باب من اين توتى الجمعة الخ، اشرفى بكڈپو ديوبند.

[۴] لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع (مصنف عبدالرزاق ص۱۶۷/ج۳/ حديث۵۱۷۵/ باب الجمعة فى القرى الصغار طبع المجلس العلمى ڈابهيل گجرات. نصب الراية ص۱۹۵/ج۲/ باب صلاة الجمعة، المجلس العلمى ڈابهيل گجرات، اعلاء السنن ص۱/ج۸/ باب عدم جواز الجمعة فى القرىٰ، مطبوعه امدادية مكة مكرمة.

[۵] واهل القرىٰ لا تلزمهم الجمعة الا اذا بلغوا اربعين من اهل الكمال (العزيز شرح الوجيز ص۳۰۲/ج۲/ كتاب الجمعة، من تلزمه الجمعة، الناس فى الجمعة ستة اقسام، مطبوعه دارالفكر بيروت.

حنفی کو اس مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۶ھ

آبادی سے دور طویلہ کی مسجد میں جمعہ

سوال:- (۱) چالیس میل دور ایک کارخانہ ہے، دیگر کارخانے اور طبیلے جانوروں کے موجود ہیں، ان میں مسلمان کام کرتے ہیں وہ چھوٹی مسجد بنا کر نماز پڑھتے ہیں با جماعت تو اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جب کہ دس دس میل تک جمعہ نہیں ہوتا تو یہاں کے لوگون کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں مستقل آبادی نہیں صرف ایک کارخانہ اور جانوروں کا طویلہ ہے وہاں کے لوگ محنت مزدوری کیلئے جاتے ہیں، اور چائے بیڑی کی دکان بھی ہے، جیسا کہ اکثر بس اڈوں پر ہوتی ہے تو بھی شرعاً وہاں جمعہ درست نہیں، جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز با جماعت پڑھا کریں[۲]۔

---

[۱] اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشھوتھا فھو المذموم الاٰثم المستوجب للتادیب والتعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذھبہ اھ (وکذا قال الشامی بعد اسطر) لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب ویستوی فیہ الحنفی والشافعی (شامی زکریا ص ۱۳۲، ۱۳۳/ ج۶/ باب التعزیر، مطلب العامی لا مذھب لہ، ایضاً مطلب فیما اذا ارتحل الی غیر مذھبہ. شامی زکریا ص ۲۰۰/ ج۸/ کتاب الشھادات، باب القبول وعدمہ.

[۲] ویشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الخ، عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ وفیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ برجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح (الدر المختار مع الرد المحتار زکریا ص ۵/ ج۳/ باب الجعمۃ، مجمع الانھر ص ۲۴۷/ ج ۱/ باب الجعمۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بروت. بحر کوئٹہ ص ۱۴۰/ ج۲/ باب صلاۃ الجعمۃ وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أنہ لا تجوز فی الصغیرۃ.....لو صلوا فی القری لزمھم أداء الظھر، شامی زکریا ص ۷ ج۳ باب الجمعۃ.

(۲) ان لوگوں کے ذمہ نماز جمعہ کے لئے دوسرے مقام پر بھی جانا ضروری نہیں ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

چھوٹی بستی میں نماز جمعہ بند کرنے سے لوگوں نے فرض نماز بھی چھوڑ دی

سوال:- ہمارے گاؤں کی آبادی اس وقت ۱۱۰۰/ ہے پرچون کی دکانیں ہیں تمام ضرورتیں ایک قصبہ دو میل پر ہے وہاں سے سب ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں آپ کے پاس تین فتاوے روانہ کئے تھے جمعہ کے بارے میں آپ نے بند کرادیا، یہ لوگ نہ رمضان کے روزے رکھیں گے نہ تراویح پڑھیں گے اور نہ نماز پڑھیں گے اور نہ خیرات زکوٰۃ دیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قریة ولا مفازة لقول علیؓ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او فی مدینة عظیمة رواه ابن ابی شیبة وصحه ابن حزم وکفیٰ بقوله قدوة واماما الخ، (البحر الرائق[۲] ص ۱۴۰/)

---

[۱] لا یجب شهود الجمعة الا علی من یسکن المصر ولارباض دون دون السواد سواء کان قریباً من مصر او بعیداًعنها (عمدة القاری ص۱۹۸/ ج۳/ الجزء السادس، باب الجعمة، باب من این توتی الجمعة الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت. کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ص۳۴۵/ ج ۱/ شروط الجمعة، مکتبه رشیدیه دیوبند.

[۲] بحر کوئٹه س ۱۴۰/ ج۲/ باب الجعمة.

حافظ عینی نے شرح بخاری میں ابوزید کی کتاب الاسرار سے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے[۱] بذل المجہود[۲] اور اوجز المسالک[۳] اعلاء السنن[۴] آثار السنن[۵] مرقاۃ[۶] سب کتابوں میں موجود ہے کہ مدینہ طیبہ کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے جن کو عوالی کہا جاتا ہے، وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تھا اور حضور ﷺ نے کبھی وہاں جمعہ کے لئے نہیں فرمایا، وہاں کے لوگ باری باری جمعہ کیلئے مدینہ پاک میں حاضر ہوا کرتے تھے، یہ بخاری شریف[۷] میں موجود ہے، حضور ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کی بستی میں قیام فرمایا اور وہاں جمعہ بھی آیا مگر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، بخاری شریف اور اس کی شرح فتح الباری میں یہ مذکور ہے[۸] میں نے حدیث شریف کا حوالہ دیدیا لیکن آپ نے جو

---

[۱] لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع (الى قوله) ان ابا زيد زعم في الاسرار ان محمد بن الحسن قال رواه فرفوعاً معاذؓ وسراقة بن مالكؓ (عمدة القاری ص۱۸۸/ ج۳/ الجزء السادس، باب الجعمة في القریٰ والمدن) طبع دار الفكر بيروت.

[۲] وفي اثناء هذه المدة كان الاسلام قد انتشر في اكثر القریٰ وكثير من اهلها لا يشهدون الجمعة بالمدينة ولو كانت الجمعة جائزة في القرى لا قيمت في قريتهم قبل جواثي (الى قوله) فثبت بهذا أن رسول اللهﷺ لم يصل الجمعة في القریٰ ولم يامر بها فيها فعلم بهذا ان القرى ليست محل إقامة الجمعة (بذل ص۱۷۰/ ج۲/ باب الجمعة في القریٰ، مكتبه رشيديه سهار نپور.

[۳] اوجز المسالک ص۳۰۳، ۳۰۴/ ج۱۲/ بحث الجمعة في القریٰ، المكتبة العلمية سهار نپور.

[۴] إعلاء السنن ص۱۳/ ج۸/ باب عدم جواز الجمعة في القریٰ، مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

[۵] آثار السنن ص۸۷/ ج۲/ باب لا جمعة الا في مصر جامع، مطبوعه دارالاشاعة الاسلامية كلكته.

[۶] مرقاة ص۲۳۷/ ج۲/ باب الخطبة والصلاة، الفصل الثالث، مطبوعه ممبئی.

[۷] عن عائشةؓ زوج النبیﷺ قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالي بخاری شريف ص۱۲۳/ ج۱/ كتاب الجمعة، باب من اين تؤتى الجمعة، مطبوعه اشرفی بكڈپو ديو بند.

[۸] ان عائشة زوج النبیﷺ قالت لم اعقل ابوی قط ،فلبث رسول اللهﷺ في بني عمرو بن عوف بضع عشرة ليلة واسس المسجد الذی اسس على التقوى وصلى فيه رسول اللهﷺ ثم ركب راحلته فسار يمشي معه الناس حتى بركت عند مسجد الرسولﷺ بالمدينة وهو يصلي فيه يومئذٍ رجال من المسلمين (بخاری شريف ص۵۵۵/ ج۱/ مناقب الانصار، باب هجرة النبیﷺ، مطبوعه اشرفی بكڈپو ديوبند. قوله (ثم ركب راحله) وقع عند ابن اسحق وابن عائذ انه ركب من قباء يوم الجمعة فادركته الجمعه في بني سالم بن عوف (فتح الباری ص۶۵۷/ ج۷/ مكتبه درالفكر بيروت)

کلمات لکھے ہیں جن پر میں نے لکیر کھینچ دی آپ انکو لکھ کر کسی عالم سے جس پر آپکا اعتماد ہو دریافت کرلیں کہ ایسا لکھنا شرعاً کیسا ہے اس سے ایمان تو برباد نہیں ہوجاتا، اور ایسا لکھنے پر جو اثر مرتب ہوتا ہے اسکی مکافات کس طرح کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قریۂ صغیرہ میں امام کے پیچھے نماز جمعہ میں اقتداء

سوال:- ایک ایسا قریہ ہے جہاں صلوٰۃ جمعہ جائز نہیں ہے ایسی صورت میں اگر کوئی شخص فتنہ سے بچنے کے لئے صلوٰۃ جمعہ میں امام کے پیچھے اقتداءً نقل کرتا ہے، کیا اس شخص کے لئے اقتداءً نقل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

---

[1] وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه ، فهذه الثلاثة لیست بکفر والرابع لا اصلی اذ لیس یجب علی الصلاة ولم اومر بها یکفر (هندیه ص ۲۶۸ / ج ۲ /) اذا قیل لرجل ادالزکاة فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاً وقیل فی الاموال الباطنة لا یکفرو فی الاموال الظاهرة یکفر وینبغی ان یکون فصل الزکاة علی الاوقاویل التی مرت فی الصلاة (هندیه کوئٹه ص ۲۶۹ / ج ۲ / کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر انواع) وبقوله لو امرنی الله تعالیٰ بالزکاة اکثر من خمسة دراهم او بالصوم اکثر من شهر لا افعل، فالصواب انه علی نیته (مجمع الانهر ص ۵۰۹ / ج ۲ / کتاب السیر، باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط (هندیه ص ۲۸۳ / ج ۲ / قبیل الباب العاشر فی البغاة)

عبارات مذکورہ کی روشنی میں سائل کے کلمات انتہائی سخت ہیں لہٰذا احتیاطاً تجدید ایمان تجدید نکاح اور توبہ و استغفار ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی مفر نہیں تو اس کی گنجائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواز جمعہ میں اختلاف ہو تو راہِ عمل کیا ہے؟

سوال:- بعض جگہوں پر بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ اور بعض جگہوں پر بعض علماء جواز جمعہ کا فتویٰ دیدیتے ہیں اور بعض عدم جواز کا۔ مثلاً مذکورہ بستی ہی ہے، یہاں بھی بعض علماء جو کہ یہاں آتے بھی رہتے ہیں مگر وہ جمعہ نہیں پڑھتے، عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جمعہ پڑھتے ہیں اور جواز کے قائل ہیں اور یہاں کے تمام مدرسین جو کہ علماء بھی ہیں جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عالم اور مفتی پر زیادہ اعتماد ہو اس کی بات پر عمل کیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواز جمعہ میں اگر مفتیان کرام مختلف ہوں؟

سوال:- کسی گاؤں میں کسی مستند مفتی صاحب کے فتویٰ کے بموجب جمعہ پڑھتے

---

[1] عن ابی ذرٍ قال! قال لی رسول اللہ ﷺ یا اباذر! کیف انت اذا کانت علیک امرا یمیتون الصلاۃ او قال یؤخرون الصلاۃ قلت یا رسول اللہ فما تامرنی؟ قال صل الصلوۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصلہ فانھا لک نافلۃ (ابو داؤد شریف ص ۶۲/ ج ۱/ کتاب الصلاۃ، باب اذا اخر الامام الصلاۃ عن الوقت، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند)

[2] من لم یجد نقلا صریحاً ان یتوقف فی الجواب أو یسأل من ھو أعلم منہ ولو فی بلدۃ اخری مجموعۃ رسائل ابن عابدین ص ۳۴/ ج ۱/ طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

ہیں اور دوسرے مستند مفتی صاحب نے عدمِ جواز لکھ دیا ہے۔ بناء بریں اختلاف بڑھ کر مدرسہ کا استحکام اور نظام متأثر ہونے لگا تو کیا گاؤں کے اتفاق اور مدرسہ کے استحکام کے پیشِ نظر فریقین کو پہلے مفتی کے بموجب جمعہ ادا کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے نزدیک پہلا فتویٰ صحیح ہے اور اس سے عقیدت ہے تو اس پر عمل کرنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز کے لئے کسی بستی میں جانا

سوال:- جب دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے، وہاں کے لوگ قصبہ میں جو کہ گاؤں سے تین یا چار میل کے فاصلہ پر ہے، اور وہاں جمعہ کی نماز بالکل جائز اور سائیکل سے یا پیدل آسانی سے جاسکتے ہیں۔

(۲) مگر محض کسل کی بنا پر یا دنیا کمانے میں انہماک کی بنا پر نہ جائیں بلکہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز تنہاء پڑھ لیں اور عیدین کی نماز قصبہ میں پڑھنے نہ جائیں تو گنہگار تو نہ ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہایت ہمدردی اور دلسوزی سے مسئلہ بتا کر بند کرانے کی کوشش کی جائے، اگر فتنہ پیدا

---

[1] لان العامی یجب علیه تقلید العالم اذا کان یعتمد علی فتواه (بحر کوئٹه ص ۲۹۳/ج ۲/ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، شامی کراچی ص ۱۱۴/ج ۲/ باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد الصوم، مطلب فی جواز الافطار بالتحری. فتح القدیر ص ۳۷۶/ج ۲/ فصل فی العوارض، مطبوعه درالفکر بیروت.

ہو مثلاً لوگ پنجگانہ نماز بھی چھوڑ دیں یا فساد کریں، سر پھٹول اور مقدمہ بازی کی نوبت آئے تو مسئلہ بتا کر خاموشی اختیار کی جائے[1]

بالکل گنہگار نہیں کیونکہ ان کے ذمہ وہاں جانا واجب نہیں، ان کی خوشی پر موقوف ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کی نماز میں شوافع کے یہاں کتنے آدمی ضروری ہیں

سوال:- ایک قریہ میں شافعیوں کی دو مسجدیں ہیں۔ ایک مسجد میں جمعہ میں بیس آدمی، دوسری میں تیس آدمی جمع ہوتے ہیں۔ چونکہ شافعی مذہب میں جمعہ کے لئے یہ افراد شرط ہیں باوجود ہونے کے یہ دونوں مسجد والے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے، الگ الگ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے ایک قول میں نماز جمعہ کے لئے بارہ آدمی بھی کافی ہیں، کیا یہ قول صحیح ہے؟

---

[1] ثم نصيحة العامة بارشادهم الى مصالحهم الدينية والدنيوية وكف الاذى عنهم وتعليمهم ما ينفعهم فى دينهم ودنياهم واعانتهم عليه قولا وفعلا ..... وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وتوقير كبيرهم ورحم صغيرهم ونخولهم بالموعظة الحسنة الخ (مرقاة ص ۶۴۹/ج۴/ باب الشفقة والرحمة على الخلق، طبع بمبئى، نووى على مسلم ص۵۴/ج۱/ كتاب الايمان، باب بيان ان الدين النصيحة، سعد بكڈپو ديوبند)

[2] لايجب شهود الجمعة الا على من يسكن المصر والارض المتصلة بالمصر حتى لا يجب على اهل السواد قريبا من المصر او بعيداً عنه (تاتارخانيه ص ۵۲/ج۲/ شرائط الجمعة، احدهما المصر، مطبوعه كراچى، فيض البارى ص۳۳۴/ج۲/ باب من اين تؤتى الجمعة، مطبوعه خضرراه ديوبند، عمدة القارى ص۱۹۸ ج۳ الجزء السادس كتاب الجمعة، باب من أين تؤتى الجمعة طبع دار الفكر بيروت.

شوافع کے نزدیک پندرہ گھر والے قریہ میں جمعہ

سوال:- ایک قریہ میں پندرہ ہی گھر ہیں، ایک ہی مسجد ہے جمعہ میں محض تیرہ چودہ آدمی ہوتے ہیں۔شوافع کے لئے نمازِ جمعہ کے واسطے مذکورہ قول کفایت کرتا ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الدراسات الفقہیہ ص ۱۱۵/ج ۲/ میں متعدد اقوال بیان کئے ہیں۔ چالیس کے عدد کو معتمد لکھا ہے، بارہ کا عدد امام مالکؒ کا مذہب بیان کیا ہے۔ سیوطیؒ نے الحاوی[1] للفتاویٰ ص ۶۶/ج ۱/ میں ارجح المذاہب اس چیز کو لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت میں مجمع کثیر ہونا چاہئے، کوئی عدد معین ضروری نہیں۔ چالیس کے عدد کو دلیل کے اعتبار سے قوی قرار نہیں دیا۔ لہٰذا بیس یا بتیس آدمی اگر جماعت میں ہوں تب بھی بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مزید تحقیق اپنے مذہب کی شوافع بتاسکیں گے۔ حنفیہ کے نزدیک تو اس جماعت کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں[2] بشرطیکہ وہ قریۂ کبیرۃ ہو۔

---

[1] الرابع عشر جمع كثير بغير قيد وهٰذا مذهب مالك فالمشهور من مذهبه أنه لا يشترط عدد معين..... ولعل هذا المدهب ارجح المذاهب من حيث الدليل وأقول هو كذالك لأنه لم يثبت فى شئ من الأحاديث تعيين عدد مخصوص (الحاوى للفتاوىٰ ص ٦٦/ ج ١/ باب ضوء الشمعة فى عدد الجمعة) مطبوعه دار الفكر بيروت ص ٧٦ ج ١، والحاصل أن الأحاديث والآثار لم تدل على اشتراط ذالك العدد بعينه فى حضورها لتنعقد بل أى جمع أقاموها صحت بهم وأقل الجمع ثلاثة غير الإمام فتنعقد بأربعة أحدهم الإمام الخ، الحاوى للفتاوى ص ٨١ ج ١ كتاب الصلاة، ضوء الشمعة فى عدد الجمعة، طبع دار الفكر.

[2] والسادس الجماعة واقلها ثلاثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضر واسوى الامام (الدرالمختار على الشامى زكريا ص ٢٤/ ج ٣/ باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب الخ عالمگيرى كوئٹه ص ١٤٨/ ج ١/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص ٥٧/ ج ٢/ شرائط الجمعة.

(۲) شوافع کے نزدیک صرف جماعت میں شریک ہونے والوں کا عدد مذکور کافی نہیں، بلکہ دیگر شروط بھی ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ //

---

[۱] فلا تصح الجمعة الا باربعين رجلا بالغين عقلاء أحراراً مستوطنين للقرية اوالبلدة التى يصلى فيها الجمعة لا يظعنون عنها شتاءً ولا صيفاً الا سفر حاجة فان انتقلوا عنه شتاءً وسكنوه صيفاً او عكسه فليسوا مستوطنين ولا تنعقد بهم بالاتفاق وهذا الذى ذكرناه من اشتراط اربعين هو المعروف من مذهب الشافعى (المجموع للنووى ص ۴۲۱/ج۴/ باب صلاة الجمعة، لا تصح صلاة الجمعة الا باربعين الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت. العزيزى شرح الوجيز ص۲۵۵، ۵۶/ج۲/ كتاب الجمعة، الشرط الرابع العدد، دارالكتب العلمية بيروت، تحفة المنهاج ص۳۳۸/ج۱/ باب صلاة الجمعة، دارالكتب العلمية بيروت. كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص۳۴۷/ج۱/ شروط الجمعة، مكتبه الرشيد ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : فرضیت جمعہ

نابینا پر جمعہ اوراس کی امامت

سوال:- (الف) کیا نابینا (اندھے) پر نماز جمعہ فرض ہے؟

(ب) کیا نابینا (اندھا) جمعہ کراسکتا ہے؟

(ج) اگر اندھے پر جمعہ فرض نہیں تو دوسروں کا جمعہ کس طرح کرواسکتا ہے جب کہ مقتدیوں میں علم والے اور حسینی اور سید ہونے کے باجود پابند صوم وصلوٰۃ ہوں ایسی صورت میں اگر نابینا سے ضداً نماز جمعہ پڑھوائے تو کیا نماز کے ثواب میں تو کمی نہ ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

(الف) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اندھے پر جمعہ فرض نہیں۔ صاحبینؒ کے نزدیک فرض ہے بشرطیکہ اس کو جامع مسجد تک لے جانے والے موجود ہوں۔ **سلامة العينين فلا تجب على الاعمىٰ عند ابى حنيفةؒ لا فرق بين ان يجد قائداً اولا خلافاً لهما اذا وجد قائداً يوصله** اھ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح ص۲۹۳/۔

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص۴۱۳/باب صلاة الجمعة، مكتبه مصرى، تاتار خانيه كراچى ص ۷۱/ج۲/ شرائط الجمعة، الشرط السادس، المحيط البرهانى ص۴۶۵/ ج۲/ فى بيان شرائط الجمعة، مطبوعه ڈابھیل.

(ب وج) اندھا چونکہ اکثر طہارت کا اہتمام نہیں کرسکتا اور نجاست سے نہیں بچ سکتا اس لئے اس کی امامت ہر نماز میں مکروہ ہے البتہ اگر وہ سب سے افضل ہے اور طہارت کا اہتمام کرتا ہے اور نجاست سے بچتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں اور جمعہ میں بھی اس کی امامت کا یہی حکم ہے **وکرہ امامة العبد ان لم یکن عالماً تقیاً والاعمیٰ لعدم اهتدائه الیٰ القبلة وصون ثیابه عن الدنس وان لم یوجد افضل منه فلا کراهة لا ستخلاف النبی ﷺ ابن ام مکتوم وعتبان ابن مالک علیٰ المدینة حین خرج الیٰ تبوک وکانا اعمیین** اھ بحر ص ۱۷۵ ر[1]

اندھے میں امامت کی اہلیت موجود ہے (کراہت عارض کی وجہ سے) جمعہ کی فرضیت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک تخفیفاً ساقط ہے۔ پس بوقت ارتفاع عارض اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور بوقت وجود عارض مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ربیع الاول ۵۷ھ

عورت کے جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط ہوجائیگی

سوال:- ہمارے علاقہ میں بہت سی عورتیں نماز ظہر کے بجائے نماز جمعہ بھی ادا کرتی ہیں تو نماز جمعہ ظہر کا بدل ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کے ذمہ جمعہ نہیں بلکہ ظہر ہے، لیکن اگر امام کے پیچھے مردوں کے تابع ہوکر (پردہ کے ساتھ) نماز جمعہ پڑھ لیا تو ظہر کا فریضہ ساقط ہوجائے گا۔ **وشرط وجوبها الاقامة**

---

[1] البحر ص ۳۴۸ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۶۲، ۱۶۳ ر ج ۱ ر دار الکتاب العلمیة، فصل فی الجماعة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۴۴ باب الإمامة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر.

والذکورة الخ. کنز من لا جمعة علیه ان ادی جاز عن فرض الوقت الخ. کنز من کان اهلا للوجوب کالمریض والمسافر والمرأة یجزئهم ویسقط عنهم الظهر الخ. (بحر[1] ص ۱۵۲ / ج ۲ /) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گاؤں کا آدمی جمعہ کے دن شہر میں جائے تو کیا نیت کرے؟

سوال:- کوئی شخص گاؤں کا رہنے والا ہو اور وہ اپنے کام کے لئے شہر میں جائے جمعہ کا دن ہو تو وہ اپنا کام کر کے جمعہ پڑھے یا بعد جمعہ اپنا کام کرے تو سنا ہے کہ اس کو پورا ثواب نہیں ملتا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی جگہ کچھ کام ہے جہاں پر جمعہ ہوتا ہے اور وہ کام جمعہ کے بعد بھی ہوسکتا ہے اور ایسی جگہ سے جاتا ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ جمعہ کی نیت کر کے جائے اور اپنا کام بھی کرتا رہے۔ اگر دونوں کی نیت کر لے جمعہ کی بھی اور کام کی بھی، تب بھی درست ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن لوگوں کو جمعہ نہیں ملا کیا وہ ظہر جماعت سے پڑھیں؟

سوال:- جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کر چکے تو ظہر کی نماز اسی مصلیٰ پر حنفی مذہب میں جن لوگوں کا جمعہ رہ گیا ان لوگوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] بحر کوئٹه ص ۱۵۲ / ج ۲ / باب صلاة الجمعة، سکب الانهر علی المجمع ص ۲۵۱ / ج ۱ / باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. مراقی الفلاح ص ۴۲۶ / باب الجمعة، مصر.

[2] تجرید السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر (بحر کوئٹه ص ۳۰۹ / ج ۲ / کتاب الحج، عالمگیری کوئٹه ص ۲۲۰ / ج ۱ / کتاب المناسک، الباب الاول)

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگوں کو وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا منع ہے۔ جمعہ نہ ملنے کی وجہ سے الگ الگ ظہر پڑھیں۔ ایسا ہی فقہ کی کتابوں ردالمحتار[1] وغیرہ میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۸۹ھ

قیدیوں کے لئے جمعہ وعیدین واعتکاف کا حکم

سوال:- ہم پاکستانی جنگی قیدی ہیں۔ ہم نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ عیدین اور جمعہ اسیری کی وجہ سے معاف ہے۔ اگر رمضان تک رہنا ہو تو روزہ اور تراویح اور اعتکاف کی کیا پوزیشن ہے؟ نماز باجماعت مع اذان ایک کمرہ میں پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ صاحبان کو جب وہاں اذان و جماعت کی سہولت ہے کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور دوسرے کا وہاں داخل ہونا نماز جمعہ سے منع کرنے کے لئے نہیں بلکہ قانونی تحفظ کے لئے منع ہے۔ ایسی حالت میں بعض کتب فقہ کی عبارات کے تحت وہاں جمعہ اور عیدین ادا کرنے کی گنجائش ہے[2] روزہ تراویح میں کوئی پابندی نہیں۔ حکم شرعی کے مطابق روزہ رکھیں، تراویح پڑھیں۔ اگر مسجد مستقل نہ ہو تو جہاں جماعت کرتے ہیں وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة فأنهم يصلون الظهر بغير أذان ولاإقامة ولاجماعة قال الشامي: يصلون وحدانا، الدرالمختار مع الشامي ص۱۵۷/ج۲/ مكتبه سعيد كراچي، مطلب في شروط وجوب الجمعة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۲۵۲/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص۱۵۴/ج۲/ باب صلاة الجمعة.

[2] والسابع الاذن العام من الامام فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أولعادة قديمة لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو لا المصلى الدر المختار على الشامي ص۲۵/ج۳/ (بقیہ آئندہ)

جمعہ کے لئے گاؤں سے شہر میں آنا

سوال:- ایک شخص کسی دیہات کی مسجد میں امام ہے اور اس کو نماز جمعہ کا شوق ہے اگر وہ نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے قصبہ یا شہر میں جو کوس دو کوس کے فاصلہ پر ہے آئے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس کو نماز جمعہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اسی طرح اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص دیہات سے شہر میں نماز جمعہ پڑھنے آئے اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس کو ثواب ملتا ہو تو قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص پر جمعہ فرض نہیں خواہ گاؤں میں رہنے کی وجہ سے خواہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے وہ اگر ایسی جگہ جمعہ پڑھ لے کہ جہاں جمعہ صحیح ہوتا ہے تو اس کو جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب ملے گا اور اس کے ذمہ سے فریضہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ امام ہو خواہ مقتدی[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھنے کیلئے کئی کئی کوس گاؤں سے نمبر وار بعض حضرات مدینہ شریف میں آیا کرتے تھے ابوداؤد شریف[2] ج ۱ ص ۱۶۴ / ج ۱ ص ۱۵۱ / مطبع نامی

(گذشتہ کا بقیہ) باب الجمعة مطبوعه مكتبه زكريا.

۳ مواقع ضرورت میں موضع صلاۃ کو شریعت میں محل اعتکاف بتایا گیا ہے جیسے عورت کے لیے مسجد بیت میں اعتکاف کی اجازت ہے حالانکہ وہ مسجد شرعی نہیں ہے غالباً اسی کے پیش نظر حضرت فقیہ الامتؒ نے قید خانہ میں منافع اعتکاف کے حصول کی خاطر موضع صلاۃ میں اعتکاف کی گنجائش تحریر فرمائی ہے۔ وعن أبي يوسف: الاعتكاف الواجب لايجوز في غير مسجد الجماعة، وانفل يجوز وهذا في حق الرجال. وللمرأة الاعتكاف في مسجد بيتها (مراقي على الطحطاوي ص ۵۷۶ / باب الاعتكاف، طبع مصر)

(صفحہ ہذا) ۱ ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت.....ويسقط عنهم الظهر، بحر كوئٹه ص ۱۵۲ ج ۲ باب صلاة الجمعة.

۲ عن عائشة زوج النبي ﷺ انها قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم ومن العوالي (ابوداؤد شريف ص ۱۶۴ / ج ۱ / باب من تجب عليه الجعمة، مكتبه رشيديه دهلي) بخاري شريف ص ۱۷۸ / رقم الحديث ۹۰۲ / باب من اين توتى الجمعة، مطبوعه دارالسلام رياض مسلم شريف ص ۲۸۰ / ج ۱ / كتاب الجمعة، فصل في استحباب الغسل الخ. مطبوعه رشيديه دهلي.

کانپور میں یہ حدیث مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمعہ کے وقت اسکول کی حاضری

سوال:- میں اردو گورنمنٹ اسکول ریاست مہاراشٹر میں مدرس ہوں۔ جمعہ کا وقت ۱-۱/۲ بجے سے ۲/ بجے تک کے درمیان یعنی اسکول کی مصروفیت میں آتا ہے۔ اب ہم لوگ اسکول بند کرکے ویسے ہی جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اب اس کے لئے آفیسر تنگ کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ شام کو مدرسہ ۲ ۱/۲ بجے سے ۵ ۱/۲ بجے تک ہے اور نوکری کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کوشش کرکے کوئی ایسی جگہ تجویز کرلیں جہاں ۲ ۱/۲ بجے جمعہ ہوجاتا ہو[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۹۴ھ

شرائط جمعہ نہ پائے جانے پر مفاسد کا خوف ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال:- ایک جگہ ایسی بستی ہے جہاں احناف کے مذہب کی بنیاد پر جمعہ نہیں ہوتا لیکن وہاں بہت دنوں سے صلوۃ جمعہ ہوتی چلی آرہی ہے تو اب صلوۃ جمعہ وہاں پڑھی جائے یا نہیں؟ جبکہ چھوڑ دینے سے لوگوں کی ملامت کا خوف ہو ویسے تو لوگ یوں بھی کہا کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو ایک پنجوقتی نماز نہیں ادا کرسکتے ہیں جسکی وجہ سے خدا کی یاد سے غافل رہے ہیں، اب اگر جمعہ کی نماز سے منع کردیا جائے تو غفلت میں اور بھی زیادتی ہوجائے گی اور غفلت میں

---

[1] فاذا فاتت مع امام وامکنه ان یذهب الی امام اٰخر فانه یذهب الیه لانه یجوز تعدادها فی مصر واحد فی موضعین واکثر (بحر کوئٹه ص ۱۶۲/ ج۲/ باب العیدین، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۹/ ج۳/ باب العیدین، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۹/ باب العیدین، مطبوعه مصری.

زیادتی شریعت مطہرہ میں کہاں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک غلط کام اگر پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہو تو اسکی اصلاح کی ضرورت ہے، نہایت شفقت ہمدردی سے حسن تدبیر سے اسکی اصلاح کی جائے[1] اسکی اجازت نہیں کہ غلط کام کی تائید کر کے اسکو اور بھی پختہ کر دیا جائے، وہ پانچ وقت کا فرض ادا نہیں کرتے تو اسکا وبال وعذاب ذہن نشیں کرا دیا جائے کہ یہ کس قدر خطرناک حالت ہے احادیث میں اسپر کس قدر وعید ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شہر سے چار میل دوری پر چرواہے کے لئے جمعہ

سوال:- ایک شخص لکھا پڑھا دیندار ہے اور اس کے پاس گھر کی بکریاں ہیں جن کو وہ خود چراتا ہے، بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں شہر سے ۴/۶ میل دور جانا پڑتا ہے، یہ شخص نماز روزہ کا پابند ہے، جمعہ کی نماز کے لئے بکریاں تنہا جنگل میں چھوڑ کر قصبہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کو آنا مشکل ہے، چوں کہ وہ شخص تنہا ہے، ایسی صورت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے کیا وہ شخص نماز جمعہ نہ ادا کرتے ہوئے جنگل میں ظہر کی نماز ہمیشہ ادا کر سکتا ہے اس شخص کی عمر ۴۵/سال ہے۔

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (سورۂ نحل آیت ۱۲۵/)

[2] عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ثم اتی یعنی النبی ﷺ علی قوم ترضخ رؤسهم بالصخرة کلما رضحت عادت کما کانت ولا یفتر عنهم من ذالک شئ قال یا جبریل: من هولاء؟ قال هؤلاء الذین تثاقلت رؤسهم عن الصلاة المکتوبة (ترغیب والترهیب للمنذری ص ۳۹۰/ج ۱/ الترهیب من ترک الصلوة تعمداً، مطبوعه دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے شہر سے ۴/۶ میل فاصلہ پر ہے تو اسکے ذمہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں وہیں ظہر کی نماز ادا کرلیا کرے، کذا فی الفقہ[1] ص ۵۱۳/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲/۱/۸۹ھ

---

[1] فمن كان في محل يبعد عن مكان الجعمة فانها لا تجب عليه وقد روا مساحة البعد بفرسخ وهو ثلاثة اميال والميل ستة آلاف ذراع وهي خمسة كيلو مترات واربعون مترا وهو المختار للفتوى الخ كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۳۴۴/ تعريف المصر والقرية، مطبوعه رشيديه ديوبند. عمدة القاري ص ۱۹۸/ ج ۳/ الجزء السادس، باب من اين توتى الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم : خطبۂ جمعہ

خطبہ دینے کا مسنون طریقہ

سوال:- جمعہ کا خطبہ دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے، حضور ﷺ کس طرح خطبہ دیتے تھے، قرآن کی تلاوت کی طرح یا بلند آواز سے تقریر کی طرح؟ بعض لوگ خطبہ کو تقریر کی شکل میں پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلند آواز سے وعظ وتقریر کے طریقہ پر خطبہ دیتے تھے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ کا حکم

سوال:- جمعہ کے دونوں خطبے افضل ہیں یا واجب یا سنت؟ اور ایک کو یاد سے یا

---

[1] كانت للنبي ﷺ خطبتان يجلس بينهما تقرأ القرآن ويذكر الناس (الحديث وفي رواية اخرى) كان رسول الله ﷺ اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته واشتد غضبه حتى كأنه منذر جيش (مسلم شريف ص ۲۸۳، ۲۸۴/ ج ۱/ كتاب الجمعة، فصل يخطب الخطبتين قائماً ويجلس بينهما الخ. وفصل في خطبة الجمعة، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، زادالمعاد ص ۴۱۲/ ج ۱/ فصل في هديه في خطبةً، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، طبقات ابن سعد ص ۳۷۷/ ج ۱/. ذكر صفتهٗ في خطبته، مطبوعه دارالفكر بيروت.

دونوں کو یاد سے پڑھنا یا دوسرے خطبہ کو کتاب دیکھ کر پڑھنا یا دونوں کو کتاب دیکھ کر پڑھنا سنت ہے یا واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس خطبہ صحت جمعہ کے لئے شرط ہے اور دو خطبے سنت ہیں اور حضور اکرم ﷺ سے دونوں حفظ ہی ثابت ہیں اگر کسی کو حفظ نہ ہوں تو کتاب میں دیکھ کر پڑھے **والرابع الخطبة وكفت تحميدة او تهليلة او تسبيحة بنيتها ويسن خطبتان بجلسة بينهما اه درمختار لان المسنون هو تكرارها مرتين والشرط احداهما ردالمحتار**[1] ج ۱/ص ۸۴۷/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خطبۂ جمعہ وعیدین کا حکم

سوال:-عیدین وجمعہ کا خطبہ فرض ہے یا واجب، یا سنت، یا مستحب، اور اس کا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کا خطبہ شرط (فرض) ہے اور عیدین کا سنت ہے حاضرین کے لئے ہر دو کا سننا واجب ہے۔ **وشرط صحتها (اى الجمعة) الخطبة. بحر**[2] **ص ۱۴۶/ج ۲/ جميع شرائط الجمعة وجوباً وصحة شرائط للعيد الا الخبة فانها ليست بشرط حتى لو**

---

[1] الدر مع الشامی نعمانیه ص۵۴۵/ج ۱/ مطلب فی قول الخطیب، باب الجمعة، تاتارخانیه کراچی ص ۵۹/تا ۶۱/ج ۲/ شرائط الجمعة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۶/تا۱۴۹/ج ۲/ باب صلاة الجمعة، ابوداؤد شریف ص ۱۵۶/ج ۱/ باب الخطبة قائماً، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[2] بحر کوئٹه ص۱۴۶ج۲/ باب صلاة الجمعة، حلبی کبیری ص۵۵۵/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۲۴۶ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

لم یخطب اصلاصح. بحر[1] ص ۱۵۸ / ج ۱ / الاستماع الی سائر الخطب واجب بحر[2] ص ۱۵۶ / ج ۲ /. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

غیر عربی زبان میں خطبہ

سوال: -ما قولکم دام فضلکم فی الخطبة العربیة المترجمة فی لسان العجم هل تجوز عند الاحناف بغیر کراهة ام لا؟ فان جازت فهل جوازها بالکراهة التحریمة او التنزیهة ام بدونها؟ بینوا طریق الحق یا اهل الحق .

الجواب حامداً ومصلیاً

السنة المتوارثة فی خطبة الجمعة هی ان تکون بالعربیة والخطبة بغیر العربیة سواء کانت مترجمة بالهندیة اوبالفارسیة او بغیرهما لکونها خلاف السنة بدعة مکروهة قال مولاناولی اللّٰه المحدث الدهلوی فی المصفی شرح المؤطا : لما لاحظنا خطب النبی ﷺ وخلفاء ه رضی اللّٰه عنهم وهلم جراً فنجد فیها وجود اشیاء منها الحمد والشهادتین والصلوٰة علی النبی ﷺ والامر بالتقویٰ وتلاوة آیة والدعاء للمسلمین وللمسلمات وکون الخطبة عربیة الیٰ ان قال واما کونها عربیة فلا ستمرار عمل المسلمین فی المشارق والمغارب مع ان فی کثیر من الاقالیم کان المخاطبون اعجمیین[2] اهـ قال فی آکام النفائس

[1] بحر کوئٹہ ص ۱۵۸ / ج ۲ / باب العیدین، مجمع الانهر ص ۲۵۵ / ج ۱ / باب الجعمة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. حلبی کبیری ص ۵۶۶ / فصل فی صلاة العید طبع لاهور.

[2] بحر کوئٹہ ص ۱۵۶ / ج ۲ / باب صلاة الجعمة، الدر المختار مع الرد المحتار زکریا ص ۳۶ / ج ۳ / باب الجمعة، قبیل مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۴ / باب الجعمة، مطبوعه مصری.

[2] مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳ / ج ۱ / باب التشدید علی من ترک الجمعة بغیر عذر، مطبوعه دهلی.

الخطبة بالفارسية التى احدثواها واعتقد واحسنها ليس الباعث اليها إلاعدم فهم العجم اللغة العربية وهٰذا الباعث قد كان موجوداً فى عصر خير البرية وان كان فيه اشتباهاً فلا اشتباه فى عصر الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديا رالواسعة واسلم اكثر الحبش والروم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلک لم يخطب احدمنهم بغير العربية ولما ثبت وجود الباعث فى تلک الازمنة وفقد ان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الاالكراهة التى هى ادنى درجات الضلالة.[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۵/۵۹ھ

---

[1] آکام النفائس ملحقة بمجموعه رسائل اللكنوى ص۴۷ ج۴ مطبوعه كراچى.

ترجمہ سوال:- کیا فرماتے ہیں عجمی زبان میں ترجمہ کردہ عربی خطبہ کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک بغیر کراہت کے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ یا تنزیہی کے ساتھ جائز ہے یا بغیر کراہت کے؟

ترجمہ جواب:- خطبہ جمعہ میں سنت متوارثہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو اور خطبہ عربی زبان کے علاوہ میں خواہ ہندی میں اس کا ترجمہ ہو یا فارسی میں یا ان دونوں کے علاوہ میں خلاف سنت کی وجہ سے بدعت اور مکروہ ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مصفی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں، کہ جب ہم نے نبی ﷺ اور ان کے خلفاء کے خطبہ کا ملاحظہ کیا تو ان میں چند چیزوں کو پایا ان میں سے الحمد، شہادتیں اور درود نبی ﷺ پر (پڑھنا) اور تقویٰ کا حکم تلاوت آیت مسلمان مرد اور عورت کے لئے دعاء کا حکم اور خطبہ کا عربی میں ہونا اور بہر حال اس کا عربی میں ہونا مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے عمل کا دوام کی وجہ سے ہے باوجودیکہ اکثر ممالک کے مخاطب عجمی تھے آکام النفائس میں فرماتے ہیں۔ فارسی زبان میں خطبہ جس کو لوگوں نے ایجاد کیا ہے اور اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس کا سبب محض عجمیوں کا عربی زبان نہ سمجھنا ہے۔ اور یہ سبب خیر القرون میں موجود تھا اگر چہ اس میں اشتباہ ہے لیکن صحابہ، تابعین اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین کے زمانے میں کوئی اشتباہ نہیں رہا جب مختلف شہر اور بڑے بڑے ممالک فتح کئے گئے اور حبش وروم (بقیہ اگلے پر)

خطبۂ جمعہ کا ترجمہ مذہب شافعی میں

سوال:- نرجو منكم جواباً من كتب الفقه من مذهب الشافعي عن ترجمة توابع خطبة الجمعة الاولىٰ بلا تطويل وهل يستوى ترجمة توابع الخطبة واركانها على المنبر و ماذا حكم ترجمة الاركان فى مذهب الشافعى رحمه الله واقوال اصحابه؟

الجواب

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ حامداً ومصلیاً

قال الامام النووى فى المنهاج : وشارحهٗ ابن حجر الهيثمى فى تحفة المحتاج:[1] ص ۴۵۰/ج ۲/ ويشترط كونها اى الاركان دون ماعداها عربية للاتباع نعم ان لم يكن فيهم من يحسنها ولم يمكن تعلمها قبل ضيق الوقت خطب منهم واحد بلسانهم وإن امكن تعلمها وجب علىٰ كل منهم فان مضت مدة امكان تعلم واحد منهم ولم يتعلم عصوا كلهم ولا جمعة لهم بل يصلون الظهر اه وقال محشيه قول دون ماعداها يفيد ان كون ماعدا الاركان من توابعها بغير العربية لايكون مانعا من الموالات[2] كالسكوت بين الاركان اذا طال، قولهٗ: بلسانهم اى ماعد الاٰية فياتى ما تقدم ولا يترجم عنها اهـ. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۹۵ھ

(**گذشتہ کا بقیہ**) اوران کے علاوہ عجمی اسلام لائے اور وہ عربی زبان نہیں جانتے تھے اوراس کے باوجود ان میں سے کسی نے غیر عربی میں خطبہ نہیں دیا۔ اور جب اس زمانے میں باعث کا پایا جانا ثابت ہوگیا۔ مانع اور تکاسل وغیرہ کا فقدان قواعد مبرہنہ (واضحہ) کے ذریعہ معلوم ہوگیا تو نہیں باقی رہی مگر کراہت جو ضلالت کا ادنیٰ درجہ ہے۔

[1] تحفة المحتاج شرح منهاج الطالبين ص ۳۴۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة مكتبه دارالكتب العلمية.

[2] اعانة الطالبين ص ۶۹/ج ۲/ باب شروط الجمعة، مطبوعه داراحياء التراث بيروت.

سوال وجواب کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خطبہ حاضرین کی زبان میں

سوال:- جمعہ کا اجتماع اور حکم خطبہ مسلمانوں کے فلاح دین کا وسیلۂ عظمیٰ تھا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ ہفتے میں ایک بار لوگوں کو ان کی حالت اور ضرورت کے مطابق اسلام و ارشاد کی دعوت دی جائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک دائمی ذریعہ، خطبہ دراصل ایک وعظ تھا جیسا کہ وعظ ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہؓ کا بھی یہی عمل رہا اور تمام عربی حکومتیں جو اس کے بعد قائم ہوئیں ان میں بھی خلفاء اور سلاطین کو مساجد کے منبروں پر وعظ کرتے ہوئے تاریخ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اب خطبے کے معنٰی یہ رہ گئے ہیں کہ عربی زبان میں ایک چھپی ہوئی کتاب جو بازار سے خرید لی جائے اور الف لیلۃ کی طرح اس میں غلط سلط پڑھ کر سنا دیا جائے آواز بشدت کریہہ ہو۔ اور لب ولہجہ میں عربیت پیدا کرنے کے لئے ہر جگہ تفخیم وثقالت سے کام لیا جائے۔ بعض لوگ قرآن شریف کی حاصل کردہ قراءت کو اس میں بھی صرف کرتے ہیں۔ اور پھر جو شخص ہر

(پچھلے صفحہ کا ترجمۂ سوال وجواب) سوال:- ہمیں آپ سے توقع ہے کہ جمعہ کے اندر توابع خطبۂ اولیٰ کے ترجمہ سے متعلق کتب شوافع سے مختصراً جواب عنایت فرمائیں گے، نیز کیا توابع خطبہ اور ارکان خطبہ منبر پر دونوں کے ترجمہ کا حکم یکساں ہے، اور ارکان خطبہ کے ترجمہ کا مذہب شافعی اور اقوال اصحاب شافعی کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

جواب:- امام نوویؒ منہاج میں اور شارح منہاج ابن حجر مکی تحفۃ المنہاج میں فرماتے ہیں کہ صرف ارکان خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے توابع کا عربی میں ہونا شرط نہیں سلف کی اتباع میں ہاں اگر ان میں ایسا شخص نہ ہو جو اچھی طرح عربی زبان میں خطبہ دے سکے اور وقت کی تنگی سے پہلے عربی سیکھنا ممکن بھی نہ ہو تو ان میں سے کوئی ایک اپنی زبان میں خطبہ دے اور اگر عربی سیکھنا ممکن ہو تو ہر ایک پر واجب ہے چنانچہ وہ مدت گذر گئی جسمیں کسی ایک کا عربی سیکھنا ممکن تھا اور عربی نہیں سیکھی تو سب گنہگار ہونگے اور ان کے لئے جمعہ نہیں ہے بلکہ ظہر پڑھیں، محشیؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول ''دون ماعدا'' اس کا مطلب یہ ہیکہ ارکان کے علاوہ توابع غیر عربی میں ہو تو تسلسل سے مانع نہیں جیسے اس وقت جب سکوت طویل ہو جاوے ماتن کا قول ''بلسانہم'' سے مراد آیت کے علاوہ ہے تو آیت کے ماقبل کو بیان کرے اور آیت کا ترجمہ نہ کرے۔

لفظ کے آخر حروف کو پوری سانس میں کھینچ کر پڑھ دے وہ سب سے بڑا قاری ہے۔ بسا اوقات غریب پڑھنے والا بھی نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ الف لیلۃ کی رات کا ایک لفافہ، قلیوبی کی کوئی حکایت ہے یا ارشاد و ہدایت امت کا وہ عظیم و جلیل عمل جو رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر مجھ کو انجام دینا پڑتا ہے۔ پھر سننے والوں کی مصیبت کا کیا پوچھنا، کوئی اونگھتا ہے، کوئی اپنے ساتھیوں سے صبح کے بازار کا بھاؤ پوچھتا ہے۔

یہ تمسخر انگیز تذلیل و تحقیر ہے اس مذہب عظیم کے اعمال دینیہ کی جس کے داعی اول نے اپنے خطبات و مواعظ سے ایک بادیہ نشین قوم کو روم و ایران کے تمدن کا مالک بنا دیا تھا۔ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. جو خطبات عربیہ آج کل رائج ہیں تقریباً میں نے ان سب کو پڑھا ہے وہ اس وقت کے لئے بھی موزوں نہ تھے جس وقت کے لئے لکھے گئے تھے۔ پھر آج کل کی حالت کا کیا۔ دوم خطبہ کا یہ مطلب کس نے بتلا دیا ہے کہ صرف جمعہ و عیدین کے چند مسائل بیان کر دیئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ ایک دن مرنا ہے۔ پس ڈرو اور موت کو یاد کرو۔ بے شک موت کو یاد کرنے سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی نصیحت نہیں ہو سکتی۔ کفاک بالموت. لیکن صرف یہ کہہ دینا لوگوں کو ڈرانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ موت کی یاد کے ساتھ ان کو اس زندگی کا طریقہ بھی بتلانا چاہئے کہ تذکرۂ آخرت کے ساتھ مل کر ان کو دونوں جہانوں میں نجات مل سکتی ہے۔

بڑا مسئلہ زبان کا ہے اور ضروری ہے کہ ایک مختصر سے خطبہ ماثورہ کے بعد وعظ اس زبان میں ہو جو سامعین کی زبان ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت مؤید ہے۔ وما ارسلنا ک من رسول الا بلسان قومہٖ. قوم کی زبان ہی معیار ہے ارسال رُسُل کے لئے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اور امت دونوں کو ہم زبان ہونا لازم ہے۔ ولو جعلناہ قراٰناً عجمیاً الخ آیت میں بھی اس کو ملحوظ فرمایا گیا ہے۔ پھر کیوں خطبہ کو اصول بالا کے ماتحت اور مخاطبین کی زبان کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے؟ ان ہی ارشادوں کا نتیجہ تھا کہ امام اعظمؒ نے عربیت کو کسی جگہ بھی ضروری نہیں فرمایا ہے۔ مگر صرف قرأت فی الصلوٰۃ میں شریعت نے کیسی عمدہ مصلحت اس

میں رکھی کہ جمعہ کے خطبہ کو نماز فرض کا قائم مقام قرار دیا اور اس کی سماعت کو فرض بتلایا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں خطبوں کا سماع واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف پہلے کا۔ اس وقت نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس سے مقصود وہی تھا کہ لوگ عمل وعبادت کی طرح نصائح وہدایت کو بھی سنیں۔ پھر ان نصائح کو ایسا اہم ہونا چاہئے کہ مصروفیتِ نماز سے بھی اقدم وانفع ہو۔ کیا یہ خطبات جو آج کل دیئے جاتے ہی نہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھے جاتے ہیں اور لوگ بیٹھے ہوئے اونگھتے ہیں یہی وہ مواعظ ہیں جن کی سماعت فرض اور ان کی موجودگی میں نماز تک ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر ہے کہ اس سوال کی تفصیل اور اس کا جواب ''ماہنامہ نظام جولائی ۶۰ء واکتوبر ۶۰ء'' میں ملاحظہ فرمالیں۔ اور پھر اس کا جواب بھی ہے۔ تاہم جواباً عرض ہے کہ قرآن کریم میں خطبہ کو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے **فاسعوا الی ذکر اللّٰہِ**[1] ذکر اللہ میں اصل الفاظ وہ ہیں جو مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے۔ اور عربی زبان میں ہیں۔ اس لئے یہ خطبہ عربی ہی میں دیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اس کی پابندی کی بلادِ عجم میں بھی اس کو رواج دیا[2]۔ تو یوں سمجھئے کہ یہ سرکاری زبان ہے۔ مخاطبین کی خاطر اس کو تبدیل نہیں کیا جائے گا بلکہ مخاطبین سے کہا جائے گا کہ وہ عربی زبان سیکھیں[3]۔ اتنی

---

[1] سورۂ جمعہ آیت: ۹/۔ **ترجمہ**: -تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو (بیان القرآن)

[2] چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است (الی قولہ) وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ج ۱/ باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر، مطبوعہ دہلی)

[3] **ولما کانت اکثر شریعتنا بالعربیة یلزم علی الناس أن یتعلموا اللسان العربی بقدر الحاجة ما یرتفع به الحاجة (الی قوله) فاذا لم یفهم الحاضرون الخطبة العربیة فالزام عدم الفهم عائد الیهم لا الی الخطباء ولا یلزم للخطباء أن یغیروا اللسان العربی ویخطبوا بلسان یفهمه الجهلاء (آکام النفائس ملحقة بمجموعة رسائل لکهنوی ص ۴۷/ ج ۴/ مطبوعه کراچی)**

رعایت بھی کی جائے کہ خطبہ سے قبل یا بعد نماز ان کی زبان میں خطبہ کے مضامین کو سمجھا دیا جائے۔ اور دیگر ضروری اعتقادی، اخلاقی، عملی، معاشرتی امور کو بطور وعظ بیان کر دیا جائے[۱]۔ اگر خطبہ سے پہلے یہ سلسلہ ہو تو اذان خطبہ سے دس منٹ قبل وعظ ختم کر کے سنتوں کا موقع دیا جائے۔ عربی میں خطبہ کا ہونا شعار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس کو ختم نہ کیا جائے۔ نیز غیر شعار کو بھی اس کے ساتھ مخلوط نہ کیا جائے۔

قرآن کریم میں حکم ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ[۲] یہ بنیادی چیز ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ[۳] جو لوگ عربی نہیں جانتے کیا ان کیلئے آپ کہہ دینگے کہ اپنی مادری زبان میں نماز پڑھا کریں۔ غیر مفہومہ زبان کو ذریعۂ ادا نہ بنا دیا جائے۔

خطبات میں جہاں تک میں نے دیکھا حمد، صلوٰۃ، خطاب، تلاوت، دعا یہی چیزیں ہوتی ہیں اور حدیث شریف کے بھی مضامین ہوتے ہیں۔ جملے کے جملے حدیث شریف کے ہوتے ہیں، قرآن پاک کی آیات ہوتی ہیں[۴]۔ آپ نے ان سب کو الف لیلہ کے ساتھ تشبیہ دیدی۔ غور کیجئے۔ اس تشبیہ کی زد کہاں پڑتی ہے۔

---

[۱] أن تميماالداری استأذن عمر فی القصص سنين (الی قوله) قال عمرؓ ذلک الذبح ثم قال عظ قبل أن اخرج فی الجمعة فكان يفعل ذلک يوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات كبير ص ۲۰/ مقدمه، مطبوعه اصح المطابع كراچی)

[۲] سورۂ نور آیت ۳۶/۔ **ترجمہ**:- اور نماز کی پابندی رکھو۔ (بیان القرآن)

[۳] سورۂ عنکبوت آیت ۴۵/۔ **ترجمہ**:- بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے۔ (بیان القرآن)

[۴] عن ابی حنيفة أنه قال : ينبغی أن يخطب خطبة خفيفة يفتتح فيها بحمد الله تعالیٰ ويثنی عليه ويتشهد ويصلی علی النبی صلی الله عليه وسلم ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة خفيفية ثم يقوم فيخطب خطبة أخری يحمدالله تعالیٰ ويثنی عليه ويصلی علی النبیﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات (بدائع كراچی ص ۲۶۳/ ج ۱/ بيان شرائط جمعة، حلبی ص ۵۵۵/ طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۰/ باب الجمعة، مطبوعه مصری.

اگر رسول وامت کا ہم زبان ہونا ضروری ہے اور آپ کا یہی عقیدہ ہے تو پھر آپ کے نزدیک رسول اکرم ﷺ کی رسالت عرب ہی کے لئے مخصوص ومنحصر ہوگی۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور اسی بناء پر سیدھے لوگوں کو قبول اسلام سے انہوں نے روکا کہ اگر وہ تمہارے رسول ہوتے تو تمہاری زبان بولتے[۱] حالانکہ آپ کی رسالت عرب، عجم، اسود، احمر، جن وانس سب کی طرف ہے۔ کسی ہندی، سندھی، چینی، جاپانی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ہمارے ہم زبان نہیں تھے۔ اس لئے ہمارے رسول نہیں تھے، ہم ان پر کیوں ایمان لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم وامت دونوں ایک چیز نہیں، ان کو ایک سمجھنا ہی غلط ہے۔ پہلے رسول مخصوص طور پر اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ **وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْداً قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ**[۲] **اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِہٖ**[۳] اور ہمارے پیغمبر ﷺ محض اپنی قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ سب کی طرف مبعوث ہوئے۔ **قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً**[۴] **وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّۃً لِلنَّاسِ**[۵] **بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ**[۶]. وغیر ذٰلک

---

[۱] قل یا أیھا الناس إنی الخ. امر علیه الصلاة والسلام بان یصدع بما فیه تبکیت للیهود الذین حرموا اتباعه وتنبیه لسائر الناس علی افزاء من زعم منهم أنه صلی ﷺ مرسل الی العرب خاصة (الی قوله) وذالک ببیان عموم رسالته ﷺ وهی عامة للثقلین (روح المعانی ص ۱۸۲/ج۹/ سورۂ اعراف آیت ۱۵۸/ مطبوعه مصطفائی دیوبند، تفسیر مظهری ص ۴۱۹/ج۳/ مطبوعه کوئٹه روح البیان ص ۲۵۶/ج۳/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] سورۂ اعراف آیت ۶۵/۔ **ترجمہ**:- اور ہم نے قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ (بیان القرآن)

[۳] سورۂ نوح آیت ۱/۔ **ترجمہ**:- ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا۔ (بیان القرآن)

[۴] سورۂ اعراف آیت ۱۵۸/۔ **ترجمہ**:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (بیان القرآن)

[۵] سورۂ سبا آیت ۲۸/۔ **ترجمہ**:- اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (بیانا القرآن)

[۶] کنز العمال ص ۴۴۵/ج ۱۱/ رقم الحدیث ۳۰۹۴/ مطبوعه مؤسسة الرسالة. بیروت. **ترجمہ**:- میں کالے اور گورے کی طرف بھیجا گیا۔

من الآیات و الاحادیث. اس وجہ سے کوئی شخص بھی کسی خطہ کا بسنے والا ہو، کوئی زبان رکھتا ہو، ہر شخص آپ کی امت میں ہے، عربی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

حاضرین کا خطبہ میں اونگھنا غیر اختیاری ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وقت میں بھی یہ چیز موجود تھی[1] حالانکہ وہاں مفہومہ زبان میں خطبہ تھا۔ لہٰذا اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ مفہومہ زبان میں خطبہ ہونے سے اونگھ نہیں آئے گی۔ آج کل مقررین، لیڈروں اور خوش بیاں واعظوں کی تقریروں میں بھی اونگھنے والے اونگھتے رہتے ہیں۔ خطبہ کو نماز فرض کے قائم مقام بنا دینا خلاف اصح ہے۔ کذا فی البحر[2] ص ۱۴۷/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۰ھ

ترجمہ خطبۂ عربیہ

سوال:- اردنا ان نفهم مسئلة ترجمة الخطبة العربية يوم الجمعة والعيدين بغير العربية فهل يجوز ان يكون الاركان بغير العربية ام لا؟ و هل يجوز غير الاركان من التوابع بغير العربية ام لا؟ وان قلتم بالجواز هل يكون ذٰلک خلاف الاولیٰ اومع الكراهة اوبلاكراهة ا م لا؟ افتونا علیٰ مذهب امام الاعظم ابی حنيفة النعمان رحمة الله عليه وعلیٰ مذهب الامام الشافعی رحمة اللّٰه عليه

---

[1] إذا انعس احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليقم من مقعده ويجلس اخاه فی مكانه (معجم الكبير للطبرانی ص ۲۲۹/ج۷/ رقم الحديث ۶۹۵۶/ دار احياء التراث العربی، ترمذی شريف ص ۱۱۸/ج ۱/ باب فيمن ينعس يوم الجمعة الخ مكتبه بلال ديوبند. مسند احمد ص ۲۲/ج ۲/ مسند عبد الله ابن عمر، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] وهل تقوم الخطبة مقام الركعتين اختلف المشائخ منهم من قال تقوم (الی قوله) ومنهم من قال لا تقوم وهو الاصح لانه لا يشترط لها سائر شروط الصلاة من استقبال القبلة والطهارة وغير ذلک، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۴۷/ج ۲/ باب الجمعة، تاتارخانيه كراچی ص ۵۹/ج ۲/ شرائط الجمعة، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۲۴، ۲۳/ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطيب.

تفصیلا مع بیان الماخذ من کتب الحنفیة والشافعیة للمتقدمین والمتأخیرن؟

الجواب حامداًومصلیاً

خطبة الجمعة لا بدان تکون من اولها الیٰ آخرها باللغة العربیة وتکره تحریما بغیر العربیة مکروهة تحریمة هٰذا عندالاحناف کذافی عمدة[1] الرعایة و آکام[2] النفائس. واما الشافعیة فهم یقولون باشتراط العربیة للارکان دون التوابع کذافی اعانة الطالبین[3] وتحفة المحتاج[4]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۵ھ

غیر عربی زبان میں خطبہ

سوال:- خطبہ جمعہ کا محض عربی زبان میں ہو یا اس کے ساتھ ترجمہ اور وعظ بھی ہو اگر

---

[1] لاشک فی أن الخطبة بعیر العربیة خلاف السنة المتوارتة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروها تحریماً. عمدة الرعایة حاشیه شرح وقایة ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دیوبند.

[2] آکام النفائس ملحقة بمجموعۂ رسائل لکهنوی ص ۴۷/ج ۴/ مطبوعه کراچی.

[3] اعاته الطالبین ص ۶۹/ج ۲/ باب شروط الجمعة، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[4] ویشترط کونها أی الارکان دون ما عداها عربیة للاتباع تحفته المحتاج بشرح المنهاج. ۳۴۴/ج ۱/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالکتاب العلمیه بیروت.

ترجمہ سوال:- ہم نے ارادہ کیا کہ جمعہ اور عیدین میں عربی خطبہ کا ترجمہ غیر عربی زبان میں ہونے کا مسئلہ سمجھیں کیا یہ جائز ہے کہ ارکان غیر عربی میں ہو یا نہیں؟ اور کیا یہ جائز ہے کہ ارکان کے علاوہ توابع غیر عربی میں ہو اور اگر آپ جواز کے قائل ہیں تو کیا یہ خلاف اولی ہے یا مع الکراہت یا بلا کراہت؟ آپ ہمیں امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق اور امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق ماخذ کے بیان کے ساتھ بالتفصیل متقدمین اور متأخرین شافعیہ اور حنفیہ کی کتابوں سے فتویٰ دیں؟

ترجمہ جواب:- خطبہ جمعہ ضروری ہے کہ اول سے آخر تک عربی زبان میں ہو اور غیر عربی میں مکروہ تحریمی ہے یہ احناف کے نزدیک ہے جیسا کہ آکام النفائس اور عمدۃ الرعایۃ میں ہے۔ البتہ شافعیہ کہتے ہیں کہ ارکان کے لئے عربی ہونے کی شرط ہے توابع کے لئے نہیں۔ ایسے ہی اعانۃ الطالبین اور تحفۃ المحتاج میں ہے۔

وعظ ہوتو کیسا ہے؟

(۲) خطبہ کس قدر طویل ہو؟

(۳) عام مقتدی اگر وعظ یا ترجمہ کی طوالت سے گھبرا جائیں تو خطیب کو کیا کرنا چاہئے؟

(۴) کیا خطیب کا پابند ہونا کہ ترجمہ یا وعظ ضرور کروں گا جائز ہے، جب کہ مقتدی روک نہیں رہے ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ محض عربی زبان میں ہونا لازم ہے اس کا ترجمہ کرنا یا اس کے ساتھ اور کسی زبان میں مستقل وعظ کہنا جائز نہیں اگر اتفاقیہ طور پر کوئی وقتی مسئلہ اثناء خطبہ میں حاضرین کو سمجھا دیا جائے تو درست ہے[۱] مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے مستقل رسالہ اس مضمون پر تحریر فرمایا ہے[۲] مصفی[۳] ص ۱۵۳/ج ۱/شرح مؤطا امام مالکؒ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے:

''چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء راملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چیز است حمد و شہادتیں وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ و امر بتقویٰ وتلاوت قرآن پاک و دعائے مسلمین و مسلمات وعربی بودن خطبہ وعربی بودن۔ نیز بجہت عمل مستمرہ مسلمین درمشارق ومغارب باوجودآں کہ دربسیاری ازاقالیم مخاطبان عجمی بودنداھ۔''

(۲) طوال مفصل کی ایک سورت کے برابر یا اس سے کم یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ ہے وتکرہ زیادتهما علیٰ قدر سورة من طوال المفصل اھ درمختار[۴] ص ۵۶۷/

---

[۱] ویکرہ تکلمه فیها الا لأمر بمعروف لأنه منها (الدرالمختار کراچی ص ۱۴۹/ج ۲/ باب الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر ص ۱۴۹/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

[۲] آکام النفائش فی اداء الاذکار بلسان الفارس ملحقة بمجموعۂ رسائل لکهنوی مطبوعه کراچی.

[۳] مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ج ۱/ باب التشدید علی من ترک الجمعة بغیر عذر، مطبوعه دهلی.

[۴] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۴۸/ج ۲/ مطلب فی نیة آخر ظهر فی صلاة الجمعة، باب الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص ۲۴۹/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ج ا/سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں طوال مفصل ہیں۔

(۳) خطیب کی یہ ضد، سنت رسول اللہ ﷺ وعمل صحابہؓ وطریق سلفؒ وتصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ خطیب کو اس ضد کا ترک کرنا لازم ہے۔ اگر وعظ کہنا ہے تو خطبہ سے پہلے وعظ کہہ دیا جائے[۱] اور خطبہ کے بعد دس منٹ سنتوں کے لئے وقفہ دے کر پھر خطبہ خالص عربی میں سنت کے موافق پڑھا جائے تا کہ خطیب کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور خلاف سنت کا اشکال بھی باقی نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اردو زبان میں خطبہ

سوال:- ہمارے شہر میں ایک رسم معتقد علیہ یہ پڑی ہوئی ہے کہ جمعہ کا خطبہ اردو میں بھی ہو ورنہ فساد کا حق الیقین ہے۔ ایسی حالت میں زید جو کہ مسائل جمعہ سے واقف ہے اردو میں بھی خطبہ ادا کر سکتا ہے اگر نہیں کرتا تو عموم بلویٰ کا اندیشہ ہے اب سوال یہ ہے کہ زید کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اردو میں خطبہ مکروہ تحریمی ہے[۲] من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اخرج ابن عساکرؒ عن حمید بن عبدالرحمن ان تمیماالداریؓ استأذن عمرؓ فی القصص سنین فابی أن یأذن لہ فاتأذن فی یوم واحد فلما اکثر علیہ قال لہ ما تقول قال! اقرأ علیھم القرآن وآمرھم بالخیر وأنھا ھم عن الشر قال عمرؓ ذالک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعۃ فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعۃ (موضوعات کبیر ص ۲۰/ مقدمۃ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی) (نمبر ۲/۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اردو میں خطبہ

سوال:- کیا اردو میں خطبہ دینا جائز ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مخاطب عربی داں تھے۔ اور ہمارے مخاطب عربی داں نہیں اس لئے خطبہ اردو میں دے رہے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ عربی میں ہی میں ہونا متوارث ومتواتر رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بلاد عجم کو فتح کیا وہاں بھی خطبہ عربی ہی میں دیا ہے۔ تمام دنیا میں یہی طریقہ چلا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے مؤطا امام مالکؒ[1] کی شرح میں ایسا ہی لکھا ہے زیادہ تفصیل آکام النفائس[2] میں ہے۔ ہندوستانی علماء کے متعدد رسائل تحقیق الخطبۃ والجمعۃ وغیرہ اس مسئلہ پر شائع ہو چکے ہیں ماہنامہ نظام میں بھی اس پر دو مرتبہ مفصل بحث آچکی ہے سائل نے اردو میں خطبہ دینے کے مصالح وضروریات پر بہت زور دیا تھا اور اس لئے عقلی ونقلی دلائل کی بھی تفتیش کی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حواشی) ۲ لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة رضی اللہ عنہم فیکون مکروها تحریماً عمدةالرعایه علی شرح الوقایه ص ۲۴۲/ج ۱/ حاشیه ۲/ باب الجمعة، مکتبه رحیمیه دیوبند.

۳ الأشباه والنظائر ص ۱۴۵/الفن الأول القاعدة الخامسة، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

---

۱ وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفائی وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چیز است حمد وشہادتین وصلوۃ برآنحضرت وامر بتقوی وتلاوت آیتی ودعا برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بہجت عمل مستمرہ مسلمین درمشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند ص ۱۵۳ ج ۱ مصفی شرح مؤطا مطبوعہ دہلی باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر)

۲ آکام النفائس ملحقة بمجموعة رسائل لکهنوی ص ۴۷/ج ۴/ مصنفه عبد الحی لکهنویؒ. مطبوعه کراچی.

تھی۔ اور عربی میں خطبہ دینے کو بیکار، غلط اور مضر بتایا تھا ان سب کا جواب رسالہ نظام میں شائع کیا جا چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

خطبۂ جمعہ بزبان عربی

سوال:- مسلمانوں کی جہالت اور ان کی دین سے غفلت امر مسلمہ ہے اس پر مزید طرہ یہ ہوا ہے کہ جو ذرائع اسلام نے تعلیم وتذکیر کے مقرر کئے ہیں انکو مادری زبان سے بعید تر کر کے غیر معلوم زبان کے ذریعے ادلہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ حضرات جتنا بھی انکار فرماویں مگر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے قرآن کریم کی تلاوت بے حد ضروری ہے۔ مگر فہم اور بلا فہم میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے ثواب دونوں کو یکساں ملے گا۔ اسی طرح نماز کو لے لیجئے وہاں بھی فہم اور عقل کی کوئی شرط ملحوظ نہیں ہے۔ نماز ہر طرح صحیح ہوتی ہے نہیں معلوم صلوٰۃ اصلاح کے لئے کیونکر مفید ہو جائے گی جب کہ فہم واعتبار کی کوئی بات ہی نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھیٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے! لَا تَقْرَبُوْا الصَّلوٰۃَ اِلیٰ حَتّٰی تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ. تیسری جگہ علم وعدم علم میں نمایاں فرق بتلایا گیا ہے! ھَلْ یَسْتَوِیْ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. اسی طرح خطبۂ جمعہ کی افادیت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس پر عربی کا ملمع چڑھا کر۔ مولانا میری اس صاف گوئی کو معاف فرمائیے گا۔ امام ابوحنیفہؒ خطبۂ جمعہ میں عربی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ عوام اور مخاطبین کو ہر کسی زبان میں سمجھایا جا سکتا ہے۔ صاحبین قدرۃ علی العربیہ کے فقدان کی وجہ سے عربی میں خطبہ ضروری نہیں کہتے۔ مگر ان اسلاف کے اقوال حکیمانہ کو ہمارے ہندی علماء نے شاید ناپسند فرمایا ہے اور وجوب عربیۃ پر مصر ہیں اور اسی کو ضروری کہتے ہیں ص ۵۹۶/و ۵۹۷/شامی مصری باب الجمعہ کو ملاحظہ فرمالیجئے

لم یقید الخطبة بکونها بالعربیة اکتفاءً بما قدمه فی باب صفة الصلوٰة من انها غیر شرط ولومع القدرة علیٰ العربیة عنده خلافاً لهما حیث شرطاها الاعند العجز کالخلاف فی الشروع فی الصلوٰة یہ عبارت ہندستان کے لئے عربی کولازم نہیں قرار دیتی عندالشیخین الا ماشاءاللہ۔

الہامی کتب منزل من اللہ ورسل اللہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ عربیۃ کوضروری نہیں فرماتا ملاحظہ ہوآیت کریمہ:وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ. ایک دوسری آیت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔حٰم . تَنْزِيْلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ قُرْاٰناً لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ اَیْ لِقَوْمِ الْعَرَبِ. تیسری آیت شریفہ وَلَوْ جَعَلْنَا قُرْآناً اَعْجَمِيّاً لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ کس قدر واضح اور صاف طور پر اس حقیقت کوعریاں کرتی ہے کہ تفصیل تبیین کسی قوم پر اس وقت تک کارگر نہیں بن سکتی جب تک مفہومہ زبان میں نہ ہو۔اور دیگر آیات کریمہ ہیں جو اس مقصد کواور واضح فرماتی ہیں جب منزل من اللہ کے لئے عربیت عنداللہ ضروری نہیں ہے تو پھر خطبہ کیوں عربی میں لازم قرار دیا جارہا ہے۔منزل من اللہ باعتبار قوم دیگر السنۃ میں آسکتی ہے تو پھر ہندستان میں قوم کی زبان کی رعایت کیوں غیر ضروری سمجھی گئی۔اور ہندی اردو جاننے والوں کے سامنے عربی کہنا کیوں فرض وواجب کا درجہ پا گئی۔یہ وجوب بلا دلیل ہے۔هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عامۂ مسلمین جاہل واپس ہوتے ہیں۔ حالانکہ افادہ واستفادہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سعی واجب فرمادی ہے مگر عربی کا لیکچر سن کر واپس آنے والے کورے لوٹ آتے ہیں۔میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ خود خطیب بھی کوراہی رہتا ہے۔فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ. رہ گیا یہ قصہ کہ صحابہؓ نے عجم میں حاکمانہ حالت میں آکر بھی عربی میں خطبہ دیا عین صواب تھا۔عربی کو فتح حاصل ہونا ضروری تھا چنانچہ اس حکیمانہ سیاست کا یہ اثر تھا کہ تمام ممالک مفتوحہ عربی ملک بن گئے۔شام،عراق،مصر سب اسی طرح عربیۃ کا لباس پہن کر توسیع ملک عرب کا باعث بنے ہیں حاکم اور محکوم میں فرق ہوتا

ہے۔ آپ بھی ہندوستان میں حکمراں ہوکر یہی کریں۔ مگر محکوم و ذلیل ہوکر زیب نہیں دیتا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے اس عربیۃ کی تخم ریزی فرمائی۔ جس کی قدر فرمائی گئی اور اب عام طور سے اسکو مان لیا گیا ہے مگر غلط ہے قرآن کریم کے اصول بینہ کے خلاف ہے احادیث کی روشنی میں بھی غلط ہے **کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم**. فقہاء کرام کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ میں اوپر واضح کر چکا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ ہوشمند اور ذکی عالم ہیں اسی لئے آپ کی خدمت میں اس عرض کو اس لئے ترسیل کر رہا ہوں کہ آپ احقر الزمن کے معروضات کو پڑھیں گے اور حل مشکلات کیلئے میری مدد فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اعتراض کی بنیاد دو نظریوں پر ہے ایک کا تعلق عمومی طور پر جمیع علماء سے ہے دوسرے کا خصوصی طور پر مولانا عبدالحیؒ سے ہے اور دونوں نظریئے غلط ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

پہلا نظریہ۔ ''علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے''۔ اس کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ فتح المنان۔ موضح القرآن، فتح العزیز ترجمان القرآن، تفسیر حسینی، خلاصۃ التفاسیر، بیان القرآن، تفسیر حقانی، ترجمہ شیخ الہندؒ ترجمہ مولانا عاشق الٰہیؒ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے کہ علماء نے کس طرح قرآن پاک کو حل اور سہل کر دیا ہے۔

نیز تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی کے تراجم ملاحظہ کئے جائیں کہ عربی تفاسیر کو علماء نے کس طرح اردو میں منتقل کیا ہے۔

نیز صحاح ستہ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف ابن ماجہ شریف اور دیگر بے شمار کتب حدیث کی شروح وتراجم اردو میں کر کے حدیث پاک کو کس قدر سہل کر دیا ہے۔

نیز نور الایضاح، قدوری، منیہ، کنز، شرح وقایہ، ہدایہ، درمختار فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ کو جن میں تمام زندگی کا دستور العمل کتاب وسنت سے ماخوذ موجود ہے کس طرح اردو میں منتقل کیا ہے۔

نیز علم الفقہ، بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، حیوٰۃ المسلمین، تعلیم الدین، فتاویٰ عثمانیہ، فتاویٰ اشرفیہ، فتاویٰ دارالعلوم۔ نماز کی کتاب وغیرہ بے شمار کتب براہ راست اردو میں بڑوں اور بچوں کے لئے کس طرح تصنیف کی گئی ہیں۔

اگر کسی شخص میں اتنی قابلیت نہ ہو کہ وہ خود ان کتابوں سے استفادہ کر کے اپنے سوءظن کی اصلاح کر سکے تو وہ ہمارے مدارس، مدارس عربیہ، ہمارا تعلیمی نظام، دینی مدرسے وغیرہ کا مطالعہ کرے تو معلوم ہوگا کہ علماء کرام نے کس قدر جد و جہد سے دین کی اشاعت کی اور تعلیمات کا سلسلہ قائم کیا۔ اگر کوئی شخص ان سب کو بھی یہ کہہ کر اڑا دے کہ یہ سب افسانے ہیں تو پھر اس کو سفر کرنا چاہئے۔ دیوبند، سہارنپور، دہلی، جلال آباد، مرادآباد، لکھنؤ، کانپور، ہردوئی، اعظم گڑھ وغیرہ جا کر اپنی آنکھ سے دیکھے کہ اب بھی کتنے مدارس تدریس، تذکیر، تصنیف، تبلیغ کے ذریعے سے دینی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر شاید توفیق مساعدت کرے اور پہلا نظریہ اصلاح پذیر ہو جائے۔ اگر یہ خدمت سامنے ہونے کے باوجود یہ ہی نظریہ ہے جیسا کہ سائل کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

''آپ حضرات جتنا بھی انکار فرمائیں مگر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ علماء نے اجتماعی طور پر اسلام اور تعلیمات اسلام کو مخفی رکھنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے''

کہ سائل نہ دل سے سمجھ کر نہ کان سے سن کر نہ آنکھ سے دیکھ کر کسی طرح بھی اپنا نظریہ بدلنے کو تیار نہیں، خواہ کتنے ہی دلائل اس کے سامنے پیش کئے جائیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔ تو پھر کون اس کی زبان پکڑ سکتا ہے۔ آفتاب سے زیادہ روشن حقائق کو دیکھ کر بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ تسلیم نہ کرے اور اپنی ضد پر قائم رہے تو اس کے لئے بجز دعاء خیر کے اور کوئی راستہ

نہیں۔ایسی ضد کا انجام اگر اس کو اس زندگی میں نظر نہ آئے تو ایک دوسری زندگی بھی آرہی ہے اس میں بالکل صاف نظر آجائے گا۔

کچھ ایسے نفوس اس دنیا میں آباد ہیں جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں، دل، آنکھ، کان سے کوئی صحیح کام نہیں لیتے۔لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَاوَلَهُمْ اٰذٰنٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا[1].

دوسرا نظریہ۔مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے اس عربیۃ کی تخم ریزی فرمائی۔اس کی اصلاح کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی مصفیٰ[2] شرح مؤطا امام مالکؒ کی کتاب الجمعہ ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں۔

''چوں خطب آں حضرت ﷺ وخلفاء وہلم جرا ملاحظہ کردیم''، تنقیح آں وجود چند چیز است'' اور پھر چند کی تشریح کرتے ہوئے نمبرے پر بیان کیا ہے ''وعربی بودن خطبہ'' پھر آگے تفصیل میں لکھا ہے وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین درمشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند الخ۔

جب کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا عمل شرقاً وغرباً یہی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو تو اس کو مولانا عبدالحیؒ کی تخم ریزی کہنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

الفاظ قرآنیہ کی تلاوت پر فہم اور بلا فہم ثواب کا برابر ہونا یہ کس کی تخم ریزی ہے اس پر بھی روشنی ڈال دیتے تو بہتر ہوتا۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۱۷۹/ **ترجمہ**:-جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے، اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے (بیان القرآن)

[2] مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ ج ۱/ کتاب الجمعة، باب التشديد على من ترک الجمعة بغير عذر، مطبوعه دهلی.

کیا نماز کے متعلق بھی رائے عالی یہی ہے کہ مادری زبان میں پڑھی جائے[1]؟

علم اور عدم علم میں نمایاں فرق بتلایا گیا ہے۔ بالکل صحیح ہے اس لئے مدارس قائم کئے گئے کتابیں تصنیف کی گئیں اور جن کو طلب وتوفیق ہوتی ہے وہ حاصل بھی کرتے ہیں اور جن کو علم سے عناد ہے یا جہل مرکب میں گرفتار ہیں وہ محروم رہتے ہیں جن کے نمونوں کا بکثرت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

خطبۂ جمعہ پر عربی کا ملمع کس نے چڑھا دیا کیا اصل خطبہ اور زبان میں تھا جس پر ہندی علماء نے عربی کا ملمع چڑھا دیا اگر مصفی ہی دیکھ لیں تو بات واضح ہو جائے۔

صاف گوئی کی معافی چاہنے کے متعلق عرض ہے کہ اگر یہ حق ہے تو کیا حق گوئی سے معافی طلب کرتے ہیں۔ اگر یہ باطل ہے تو اس سے توبہ اور پختہ عہد کر لیجئے کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا بالکل معاف ہے۔ جو شخص عربی پر قادر نہ ہو اس کو عربی پر کسی نے مجبور نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ کے جس قول کی آڑ لے کر آپ زور وشور سے استدلال کر رہے ہیں کاش اس کی حیثیت کو بھی ملاحظہ فرما لیتے شامی[2] عنایہ[3] ج ۱/ص ۲۰۱/ طحطاوی[4] ص ۲۱۷/ میں اس سے رجوع نقل کیا ہے آپ خود ہی انصاف کریں کہ جس قول کو امام اعظم خود ہی ناپسند فرمائیں بلکہ اس سے رجوع کر لیں تو اس کے متعلق یہ اعتراض کہ ''ہمارے ہندی علماء نے شاید ناپسند فرمایا ہے۔''

---

[1] ولیت شعری ماذا یقول القائل فی القرآن الذی هو عربی فانه لا شبهة فی أن نزوله للتدبر والتذکر وفهم معناه للعمل بمراده وهذا للعجم مشکل أی اشکال فیجوز أن یقرأ علیهم القرآن بالفارسیة أو یکتب لهم بالفارسیة لیزول عنهم الاشکال کلا والله بل هم مکلفون بتحصیل ما به یتیسر لهم فهمه ویحصل لهم علمه وقس علیه الکلام فی الاخبار النبویة وسائر امور الشریعة الواردة بالعربیة (آکام النفائس ملحقة بمجموعۂ رسائل لکهنوی ص ۴۷/ ج ۴/ مطبوعه کراچی)

[2] قید القراءة بالعجز لان الاصح رجوعه الیٰ قولها وعلیه الفتویٰ ج ۱/ص ۳۲۵/ درمختار مع ردالمحتار نعمانیه، آداب الصلاة، مطلب الفارسیة خمس لغات.

[3] عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۲۸۶/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، طبع دارالفکر بیروت.

[4] طحطاوی علی المراقی ص ۲۲۷/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلاة، طبع مصر.

کہاں تک برمحل ہے۔ اگر کسی کو رجوع سے انکار ہو اور اسی قول سے استدلال پر اصرار ہو تو پھر امام اعظمؒ کے اس قول کی تشریح بھی دیکھ لی جائے وہ فرماتے ہیں کہ نفس خطبہ ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ یا لفظ الحمد للہ یا لفظ لا الہ الا اللہ کہنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور اس پر اکتفا کرنے میں جو کراہت ہے وہ تنزیہی ہے۔

"وکفت تحميدة اوتهليلة او تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة اه درمختار قال الشامی ظاهر القهستانی انها تنريهية اهـ ص ۵۴۳/[1]"

آپ بتائیے کہ جو شخص ساری جہالت دور کرنے کا ذریعہ صرف خطبۂ جمعہ کو قرار دے اور کہے کہ نہ کسی مدرسہ میں جاؤں گا نہ کوئی کتاب پڑھوں گا۔ نہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کروں گا نہ وعظ سنوں گا بلکہ امام ابوحنیفہ کے حکیمانہ قول پر عمل کرتے ہوئے خطبہ میں سارا دین سیکھوں گا۔ تو وہ کس قدر جہالت میں گرفتار ہے۔ ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ عربی میں نہ سہی اس کا ترجمہ اردو میں سن کر وہ کتنا دین حاصل کرلے گا صاحبینؒ کے نزدیک خطبہ کی مقدار اس سے کچھ زیادہ ہے یعنی تشہد کے برابر **وقالا لا بدمن ذكر طويل واقله قدر التشهد الواجب اهـ درمختار[2] ج ۱/ص ۵۴۳/** اس سے وہ آٹھویں روز کتنا دین سیکھ سکتا ہے؟

رسل اور کتب سماویہ کیلئے عربیت لازم نہیں یہ صحیح ہے لیکن آپ کو جس رسول اور کتاب کا پابند بنایا نجات کو اس میں منحصر کر دیا گیا ہے وہ تو رسول بھی عربی ہے اور کتاب بھی عربی ہے۔ **اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰناً عَرَبِيّاً[3] اهـ قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً[4] اهـ تبيين**

---

[1] شامی نعمانیه ص ۵۴۳/ باب الجمعه مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. تاتارخانيه ص ۶۳/ ج ۲/ الفصل الخامس والعشرون النوع الثانی فی شرائط الجمعة، کراچی، مجمع الانهر ص ۲۴۹/ ج ۱/ طبع دارالکتب العلمية بيروت.

[2] شامی نعمانيه ص ۵۴۳/ باب الجمعه، مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. حلبی کبيری ص ۵۵۶/ فصل فی صلاة الجمعة مطبوعه لاهور. بحر ص ۱۴۹/ ج ۲/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه.

[3] سورۂ یوسف آیت ۲/۔ **ترجمہ**:- اسکو ہم نے اتارا ہے قرآن عربی زبان کا (بیان القرآن)

[4] سورۂ اعراف آیت ۱۵۸/۔ **ترجمہ**:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف سے اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (بیان القرآن)

کے لئے تراجم وتفاسیر بے شمار ہیں۔اس سے کسی کو انکار نہیں۔لیکن قرآن پاک کی عربیت کو ختم کر کے صرف دوسری زبان میں خواہ وہ اردوئے مبین ہی کیوں نہ ہو کلیۃً لکھنا اور پڑھنا ہرگز جائز نہیں نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے فتح القدیر[1] ج ۱ ص ۲۰۱ میں ہے ان اعتاد القراۃ بالفارسیۃ اوارادان یکتب مصحفاً بھا یمنع اھ کذا فی الشامی[2] ج ۱ ص ۳۲۷ ا تقان[3] میں لکھا ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اس پر ائمہ اربعہ ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کا اتفاق ہے اب بتایا جائے کہ وہ کونسی برہان ہے جس کی بناء پر حضرت نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام امت مسلمہ کے پونے چودہ سو سال کے عمل متوارث و متواتر کو ترک کر کے خطبۂ جمعہ سے عربیت کو ختم کر دیا جائے اور خطیب صاحب منبر پر چڑھ کر اردو میں فرمایا کریں کہ خدا پاک ہے یا ہندی میں کہہ دیا کریں پرمیشور نرادھار ہے اس سے کونسی جہالت ختم ہو جائے گی۔اور سامعین کس قدر دین سیکھ لیں گے۔سامعین کا عربی خطبہ کے مطالب سے محروم رہنا یا خود خطیب صاحب کا کورا رہنا یہ خود ان کی کوتاہی کا نتیجہ ہے اسلام پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ خطبہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد وعظ کہہ دیا جایا کرے جس میں دین کے ضروری عقائد واحکام بیان کر دیا جایا کریں اور خطبہ میں جو کچھ پڑھا اور سنایا جاتا ہے اس کا مطلب بھی بتا دیا جایا کرے اس کی کہیں ممانعت نہیں[4] (خطبوں کا ترجمہ بھی اردو میں کر دیا گیا ہے)

---

[1] فتح القدیر ص ۲۸۶ / ج ۱ / مطبوعہ دارالفکر بیروت، باب صفۃ الصلاۃ.

[2] شامی نعمانیہ ص ۳۲۷ / ج ۱ / مطلب فی حکم القراۃ بالفارسیہ الخ.

[3] وقال اشھب: سئل مالک ھل یکتب المصحف علی ما احدثہ الناس من الھجاء فقال لا الا علی الکتبۃ الاولی رواہ الدانی فی المقنع ثم قال ولا مخالف لہ من علماء الامۃ (اتقان فی علوم القرآن ص ۱۶۷ / ج ۲ / النوع السابع والسبعون فی مرسوم الخط، دارالفکر)

[4] اخرج ابن عساکرؒ عن حمید بن عبدالرحمن ان تمیماالداریؓ استأذن عمرؓ فی القصص سنین فابی أن یأذن لہ فاتأذن فی یوم واحد فلما اکثر علیہ قال لہ ما تقول قال! اقرأ علیھم القرآن وآمرھم بالخیر وأنھا ھم عن الشر قال عمرؓ ذالک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعۃ فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعۃ (موضوعات کبیر ص ۲۰ / مقدمۃ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

زبان عربی کو ہر زبان پر فوقیت وشرف حاصل ہے اس کا مدار حکومت پر نہیں بلکہ جس کو حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت ہوگی اس کو اس زبان سے بھی محبت ہوگی فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے اس سے متعلق روایات جمع کی ہیں[1] جن لوگوں کو ذات اقدس ﷺ سے قوی تعلق ہے اور اتباع سنت کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت تصور کرتے ہیں وہ بغیر حکومت کے بھی اس زبان کو ترجیح دیتے ہیں اگر حکومت حاصل نہ ہو تو کیا ذات اقدس ﷺ کی محبت اور آپ کی اتباع اور آپ کی زبان مبارک کی تعلیم وتعلم کو بھی ختم کر دیا جائے۔ البتہ جن کے نزدیک حکومت کی حیثیت یہ ہو کہ حکومت کے بغیر کسی نظریہ وضابطہ کو پیش کرنا یا اس کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔ تو وہ اپنے معتقدات وضوابط کو بغیر حکومت کے بے معنی سمجھتے رہیں اور جب تک محکومیت کی ذلت کو ختم نہ کر دیں نہ کوئی ضابطہ پیش کریں نہ کوئی عقیدہ دل میں جمائیں۔

قرآن پاک کی کوئی آیت آپ نے ایسی پیش نہیں کی جس سے خطبہ کا اردو میں ہونا ثابت ہو۔ نہ ایسی حدیث پیش کی نہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کا عمل پیش کیا۔ فقہاء کرام کی جو تصریحات پیش کی ہیں ان کا حال میں تفصیل سے عرض کر چکا ان سے آپ کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ کلمو الناس علیٰ قدر عقولھم[2] یہ کیا چیز ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیت تو یقیناً نہیں۔ اس کو حدیث کہیں گے یا فقہاء کا کلام۔ جب آپ اس کی تشخیص فرمائیں گے۔ تو اس کے متعلق بھی عرض کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ کانپور

---

[1] قال الفقیه السمرقندیؒ ان لسان العربیة لها فضل علی سائر الالسنة فمن تعلمها او علم غیره فهو ماجور لان الله تعالیٰ انزل القرآن بلغة العرب فمن تعلمها فانه یفهم بها ظاهر القرآن ومعانی الاخبار وقد روی ابن بردة عن عمر رضی الله عنه انه قال! کلام اهل الجنة بالعربیة وروی عن عمرؓ قال من تعلم الفارسیة فقد خب ومن خب فقد ذهب مروته یعنی لو اقتصر علی لسان الفارسیة ولم یتعلم العربیة فانه عجمی، وقال الزهری! کلام اهل الجنة العربیة وروی عن عمرؓ انه قال علیکم بالتفهم بالعربیة الخ. (بستان العارفین ص ۶۸/ باب تفضیل لسان العربیة علی غیرها طبع دهلی)

[2] یہ مشہور مقولہ ہے۔ عمدة القاری ص ۲۰۴/ ج ۱/ جز ۲/ کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم الخ. مطبوعه دارالفکر بیروت.

ایضاً

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کے مذکورۂ بالا جواب کے بعد سائل کا مندرجہ ذیل چند اعتراضات پر مشتمل خط آیا۔ سوال مع جواب ملاحظہ فرمائیں۔

موضع بنکی ضلع بارہ بنکی۔ نحمدالله و نستعین بالله

محترم مولانا مدظلہٗ.....سلام مسنون!

اتفاقی نظر رسالہ نظام پر۔ آپ کے اس مضمون پر احقر العباد کی پڑ گئی جس کو جناب والا نے بجواب خط تحریر فرمایا تھا۔ میں نے پڑھا۔ معلوم ہوا کہ رجوع کے مسئلہ میں جو مفصل بحث شامی و درمختار کے اندر کی گئی ہے اس پر آپ کی نگاہ نہیں پڑی۔ ورنہ آپ یہ نہ تحریر فرماتے کہ مسئلہ ہٰذا میں امام صاحب نے رجوع فرمالیا ہے۔ درمختار میں یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجئے۔ ص ۳۵۸، **اعلم ایھاالواقف علیٰ ھٰذا الکلام ان رجوع الامام انما ثبت فی القرأة بالفارسیة فقط ولم یثبت رجوعه فی تکبیرة الافتتاح بل ھی کغیر ھا من اذکار الصلوٰة علی الخلاف کما حرره شراح المجمع وکتب الاصول وعامة الکتب المعتبر ه** الخ اس سے پہلے درمختار کی یہ عبارت بھی دیکھ لیجئے۔ **و شرطا عجزه وعلیٰ ھٰذا الخلاف الخطبة وجمیع اذکار الصلوٰة واماذکره بقوله (اوامّن اولبی اوسلم اوسمی عند ذبح) اوشھد عند حاکم اوردسلاماً ولم ارلوشمت عاطسا (اوقرأبھا عاجزا) فجائز اجماعاً قید القرأة بالعجز لان الاصح رجوعه الی قولھما وعلیه الفتویٰ وجعل العینی الشروع کا لقرأة لا سلف له فیه ولا سندله یقویه.**

اس عبارت کو بغور آخر تک ملاحظہ فرما کر رائے عالی قائم فرمائیے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس بحث کو شامی میں ضرور ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد آیات قرآنیہ کے متعلق بھی کچھ عرض کر رہا ہوں۔ اسکو نظر غائر سے ملاحظہ فرمائیے۔ ایک جگہ قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ قوم کی زبان ہی معیار ہے ارسال رسل کے لئے۔

مطلب یہ ہوا کہ رسول اور امت دونوں کو ہم زبان ہونا لازم ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰناً اَعْجَمِيّاً الآیۃ اس میں بھی اسی کو ملحوظ فرمایا گیا ہے۔ پھر کیوں خطبہ کو اصول بالا کے ماتحت قوم اور مخاطبین کی زبان کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے۔ قرآن مجید عربی زبان میں کیوں نازل فرمایا گیا ہے اس کی توجیھه لقوم یعلمون (ای الامۃ العربیۃ) سے فرمائی گئی ہے۔ ان ہی اشاروں کا نتیجہ تھا کہ امام اعظمؒ نے عربیۃ کو کسی جگہ بھی ضروری نہیں فرمایا ہے مگر قرأۃ فی الصلوٰۃ میں۔

یہ بات کہ امام صاحب نے رجوع فرمالیا تھا اس کو میں نے مفصل طور پر اوپر لکھ دیا ہے۔ یہ دلیل کوئی وزن نہیں رکھتی کہ صحابہ کرامؓ نے بلاد عجم میں عربی میں خطبہ دیا، آج ہندی پرست اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں کس طرح دیگر اقوام وملل پر ہندی کو لازم کررہے ہیں۔ پھر اگر صحابہؓ نے عربی کو عجم میں اپنایا تو کیا برا ہوا۔ اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے مصر عربی ملک بن گیا۔ عراق بھی ایران میں بھی عربی کا رواج ہوگیا تھا مگر آج ایمان باللہ سے اعراض کرتے ہوئے ہم محض خطبہ کی زبان سے عربی کی ترویج کا خواب کیوں دیکھ رہیں ہیں۔ مولانا اقل مقدار خطبہ کی التحیات ہے ورنہ لا بد من ذکر طویل اصل ہے خطبہ کے لئے یہ ذکر طویل نصیحت کے لئے شئ وافر ہے۔ پھر ایک کلمہ حق بھی خلوص نیت کی شرط سے تریاق کا کام انجام دے سکتا ہے بقدر التحیات تو بہت زیادہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار.

اب ایک بات پر آپ اعتراض فرمارہے ہیں کہ میں نے آپ سے معافی کیوں طلب کی۔ سچ کہہ کر میں نے معافی نہیں طلب کی تھی بلکہ نزاکت طبع پر اگر کوئی بات گراں گذری ہو (کیونکہ پڑی ہوئی عادت مستمرہ کے خلاف بات پیش کررہا ہوں) اس لئے گرانی اگر کچھ ہویدا ہوئی ہو۔ تو اس سے میں نے عفو کی مانگ مانگی تھی نہ کہ حق بات کہنے سے۔

خطبہ سننے والوں کی اکثریت جاہل محض ہوتی ہے ان کو بھی تو آپ اٹھویں دن کچھ موقعہ نصیحت گری کا دیں گے۔ اس شعار اسلامی کو خدارا نہ اٹھائیے۔ ای لسان کان یحصل منه ذکر الله او یحصل۔ پھر آپ ذکر اللہ کے لئے کسی زبان کو کیوں مخصوص کررہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ بموقع فتوحات کسی دوسری زبان کے استعمال سے مجبور بھی تھے اور سیاست کا تقاضہ

بھی یہی تھا کہ عربی کو ترجیح دی جاتی۔ ورنہ عام حالات میں سامعین کی زبان کا ہمیشہ خیال رکھا گیا ہے۔ خطبہ ہمہ گیر نصیحت کا حامل رہا ہے۔ اور سو فیصد عرب کے سامنے عربی ہی میں خطبہ دیا جاتا تھا۔ تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔ پھر ہند نے کیا قصور کیا ہے کہ وہاں غیر مفہوم زبان استعمال ہو۔ **کلمو الناس علیٰ قدر عقولهم** ۔ میری زبان پر جاری ہے۔ کہیں اس کو میں نے پڑھا ہے مگر کہاں۔ حوالہ صحیح نہیں پیش کرسکتا۔ غالباً یہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ہوا چھا اس سے استشہاد فی الحال ملتوی رکھتا ہوں۔

نوٹ:- کیا نظام کے صفحات میں ان معروضات کی جگہ ملیگی آپکے شافی جواب کی توقع رکھوں گا۔ اگر فی الحال نظام میں نہ طبع ہوتو پھر بذریعہ ڈاک جواب مرحمت فرمایئے بیرنگ بھیجد یجئے انشاء اللہ وصول کرلوں گا۔ آپ کا ادنیٰ خادم۔ محمد سلیم از بنکی محل، ضلع بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مکرم محترم زیدت مکارکم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ صادر ہوا۔ میں سفر میں تھا۔ واپسی پر ملا۔ جواباً گذارش ہے کہ (۱) شامی کی یہ بحث اس سے پیشتر بھی متعدد مرتبہ دیکھ چکا تھا اور دیکھنے کی نوبت آتی رہتی ہے اب آپ کی دعوت پر پھر دیکھی جو کچھ احقر نے تحریر کیا خود شامی کو بھی فی الجملہ اس کا اعتراف ہے۔ حافظ بدر شارح بخاری شریف وشارح[۱] ہدایہ وشارح کنز نے اس کو بسط سے لکھا ہے ابوالاخلاص حسن شرنبلالی[۲] بھی حافظ بدرؒ کے دوش بدوش ہیں خود صاحب درمختار علامہ حصکفیؒ نے شرح منتقی[۳] اور خزائن الاسرار شرح تنویر میں وہی لکھا ہے جو کہ حافظ بدرؒ کا قول ہے۔ لیکن ان کو یہاں حافظ عینی کے ساتھ اتفاق نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ **وجعل العینی الشروع کالقراءة لا سلف له**

---

۱ بنایه المعروف بالعینی شرح هدایه ص ۲۰۶/ ج۲/ دارالفکر القرآة بغیر العربیة فی الصلاة.

۲ ویصح الشروع ایضاً بالفارسیة وغیرها من الالسن ان عجز عن العربیة الخ (مراقی مع الطحطاوی ص۲۲۷/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الصلاة، مطبوعه مصر)

۳ الدرالمنتقی علی مجمع الانهر ص ۱۴۰/ج ۱/ کتاب الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

فیہ ولا سند لہ یقویہ بل جعلہ فی التاترخانیہ کالتلبیۃ. یجوز اتفاقاً فظاھرہ کا لمتن رجوعھما الیہ لا ھو الیھما فاحفظ فقد اشتبہ علیٰ کثیر من القاصرین حتی الشرنبلالیؒ فی کل کتبہ فتنبہ اس پر شامی لکھتے ہیں قولہ رجوعھما الیہ الخ ای انھما رجعا الیٰ قولہ بصحۃ الشروح بالفارسیۃ بلا عجز کما رجع ھو الیٰ قولھما بعدم الصحۃ فی القراءۃ فقط لا فی الشروع ایضاً کماتوھم العینی اھ. یہاں تک تو شارح کے مطلب کی توضیح تھی۔ مگر شامیؒ کو خود شارح سے اتفاق نہیں اس لئے لکھتے ہیں! لکن قولھما رجعا الیٰ قولہ فی الشروع لم ینقلہ احد وانما المنقول حکایۃ الخلاف واما عبارۃ المتن فھی مبنیۃ علیٰ قول الامام فالحاصل ان ما اوردہ علیٰ العینی فی دعویٰ رجوعہ الیٰ قولھما یرد علیہ فی دعواہ رجوعھما الیٰ قولہ. پھر آگے چل کر قولہ حتی الشرنبلالی کے تحت لکھا ہے: واعلم ان الشارح نفسہ خفی علیہ ذالک فتبع العینی فی شرحہ علیٰ الملتقیٰ وفی الخزائن بل خفی ایضاً علیٰ البرھان الطرابلسی فی متنہ مواھب الرحمن حیث قال والاصح رجوعہ الیھما فی عدم جواز الشروع والقراءۃ بالفارسیۃ لغیر العاجز عن العربیۃ اھ۔[1] اب غور کیجئے کہ امام اعظمؒ کا مسلک کیا ہے؟ جن کتب کا احقر نے حوالہ دیا غالباً وہ بھی جناب نے ملاحظہ نہیں کیں ورنہ شاید عدم رجوع امام اعظمؒ پر اتنا اصرار نہ ہوتا۔ احقر چونکہ یہ بحث باب الاذان، کتاب الصلوٰۃ، جمعہ وغیرہ میں مفصل دیکھ چکا تھا اور اس کے سب گوشے سامنے تھے اور جانتا تھا کہ بعض اذہان اس رجوع کو تسلیم نہیں کریں گے اس لئے اصل سوال کے جواب کو رجوع کی جہت پر منحصر نہیں کیا بلکہ آگے یہ لکھ دیا تھا کہ اگر کسی کو رجوع سے انکار ہو اور اسی قول سے استدلال پر اصرار ہو تو پھر امام اعظم کے اس قول کی تشریح بھی دیکھ لی جائے۔

لہٰذا اس کے بعد عدم رجوع کے مسئلہ پر بحث کرنا بھی چنداں سودمند نہیں۔

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار ص ۳۲۶/ج ۱/ باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی حکم القراءۃ فالفارسیۃ الخ. مطبوعہ نعمانیہ.

(۲) آیۃ:-وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ[۱] میں آپ نے قوم کی تفسیر امت سے کر کے رسول اور امت کے ہم زبان ہونے کا قاعدۂ کلیہ استنباط فرمایا ہے یہی قاعدۂ کلیہ عیسائیوں اور یہودیوں نے سمجھ کر حضور اکرم ﷺ کی رسالت کو اہل عرب کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ جسکی زبان عربی نہیں حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اس کے ذمہ ضروری نہیں[۲]۔ علماء اسلام نے اس قاعدۂ کلیہ کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ امت اور چیز ہے اور قوم اور چیز ہے[۳]۔ پہلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ جیسا کہ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِهٖ الآیۃ[۴] وغیرہ میں مذکور ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بعثت عام ہے۔ آپ کی امت انسان بھی ہیں جنات بھی ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جنات آپ کی قوم نہیں۔ آپ کی بعثت اسود واحمر سب کی طرف ہے[۵]۔ امریکہ، لندن، جرمن، ہند، چین ترک سب آپ کی امت ہیں۔ مگر آپ کی قوم ہیں، اگر رسول اور امت کا ہم زبان ہونا ضروری ہوتا تو وحی بھی ہر زبان میں آتی، پھر کسی ترجمان کی ضرورت نہیں تھی۔ جن بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے ہیں وہ صرف عربی میں نہ بھیجتے بلکہ خود ان کی زبان میں بھیجتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اسی قاعدۂ کلیہ کی آڑ لے کر بہت کچھ فتنہ پردازی کا موقعہ ملا۔ اور بے شمار لوگوں کو یہی کہہ کر اسلام سے روکا

---

[۱] سورۂ ابراہیم آیت ۴/۔ **ترجمہ**:-اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (بیان القرآن)

[۲] لا یلزم من کون لغته لغة قریش العرب اختصاص بعثته ﷺ بهم وان زعمت طائفة من الیهود یقال لهم العیسویة اختصاص البعثة بالعرب لذالک (روح المعانی ص ۱۸۶/ج۱۳/ سورۂ ابراهیم تحت آیت ۴/ طبع مصطفائیه دیوبند، تفسیر کبیر ص۲۱۷/ج۵/ طبع دارالفکر بیروت)

[۳] تفسیر بیان القرآن ص ۲/ج۶/ سورۂ ابراهیم آیت: ۴، مطبوعه مکتبه الحق بمبئی.

[۴] سورۂ نوح آیت ۱/۔ **ترجمہ**:-ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا۔ (بیان القرآن)

[۵] لم تتأت هذه القاعدة فی شأن سیدنا محمد ﷺ لعموم بعثته وشمول رسالته الاسود والاحمر والجن والبشر علی اختلاف لغاتهم (روح المعانی ص ۱۸۵/ج۱۳/ سورۂ ابراهیم تحت آیت ۴/ مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

کہ اگر تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوتے۔ اور وہ تمہارے رسول ہوتے اور تمہارے ذمہ ان کی اطاعت لازم ہوتی تو وہ تمہارے ہم زبان ہوتے۔ اور تمہاری زبان میں ان پر وحی آتی مگر جب کہ ایسا نہیں تو وہ تمہارے رسول نہیں بلکہ ان کی رسالت صرف عرب کے لئے ہے۔ آپ اپنے قاعدۂ کلیہ کو نظر غائر سے دیکھیں کہ اس کی زد کہاں پڑتی ہے۔ اور یہ کس قدر فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے پھر اس پر مسئلہ خطبہ کا متفرع کرنا بالکل بدیہی البطلان ہے۔

(۳) صحابہ کرامؓ نے بلاد عجم میں بھی عربی میں خطبہ دیا ہے اس کو محدث ہند شاہ ولی اللہؒ نے دلیل میں پیش کیا ہے۔ اور نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ اپنے زمانہ تک ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک کا عمل متوارث قرار دیا ہے[۱] آپ کو حق ہے کہ اپنے علم وفہم کی روشنی میں خلفائے راشدین، اکابر صحابہؓ، تابعین، محدثین فقہاء مجتہدین، اولیاء اللہ صالحین کے تعامل توارث، و تواتر کو یہ کہہ کر اڑا دیں کہ یہ دلیل کوئی وزن نہیں رکھتی۔ اور مزید برآں یہ کہ اس سنت متوارثہ کو آپ تشبیہہ دے رہے ہیں آج کے حالات کے ساتھ کہ:

''آج ہندی پرست اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں کس طرح دیگر اقوام وملل پر ہندی کو لازم کر رہے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بھی کیا۔''

تو گویا آج ہندی پرست طبقہ کو آپ عربیت ختم کرنے اور ہندی لازم کرنے کا زبردست ہتھیار صحابہ کرامؓ کی سنت متوارثہ سے استنباط کر کے عنایت فرما رہے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ کے نفوس مقدسہ اس گھمنڈ سے بالاتر تھے۔ ان کے پیش نظر ہرگز ہرگز وہ عصبیت نہیں تھی جن کا آج دنیا میں پرچار ہے۔ انہوں نے اقوام مفتوحہ کی جس قدر حفاظت فرمائی۔ ان کو پروان چڑھایا۔ ان کو ذہنی، علمی، اخلاقی، معاشی، صنعتی، بین الاقوامی، ہر نوع کی ترقی دی ان کے کمالات کی تکمیل کی، ان کو انسانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔ آج دنیا میں کوئی قوم اس کا

---

[۱] چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است (الی قولہ) وعربی بودن خطبہ وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمرۂ مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ج ۱/ باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر، مطبوعہ دہلی)

خواب بھی نہیں دیکھ رہی ہے۔ آپ کی اس تشبیہہ سے ان پاکیزہ نفوس کی پوزیشن کس قدر مجروح ہوجاتی ہے؟

(۴) ایمان باللہ سے اعراض کرنے کو کس نے کہا؟ اور محض خطبہ کی زبان پر عربی کی ترویج کو کس نے منحصر کیا ہے، ایمان باللہ کی تکمیل کے لئے تدریس، تذکیر، تلقین، تبلیغ کی صورتیں اختیار کی جاچکی ہیں۔ آج بھی دنیا میں رائج ہے اور بے شمار مخلوق خدا فیضیاب بھی ہورہی ہے البتہ جن کو علم سے عناد ہے یا جہل مرکب میں گرفتار ہیں وہ پہلے بھی محروم رہے اور اب بھی محروم ہیں۔

(۵) میں پہلے عرض کرچکا ہوں، آپ بتائیے کہ جو ساری جہالت دور کرنے کا ذریعہ صرف خطبۂ جمعہ کو قرار دے اور کہے کہ نہ کسی مدرسے میں جاؤں گا۔ نہ کوئی کتاب پڑھوں گا، نہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کروں گا، نہ وعظ سنوں گا بلکہ خطبہ میں سارا دین سیکھوں گا تو وہ کس قدر جہالت میں گرفتار ہے، ہفتہ بھر میں ایک مرتبہ لفظ سبحان اللہ عربی میں نہ سہی اس کا ترجمہ اردو میں سن کر وہ کتنا دین حاصل کرے گا آپ نے وہیں پہنچ کر منزل کردی کہ ''پھر ایک کلمۂ حق سن کر خلوص نیت کی شرط کے ساتھ تریاق کا کام انجام دے سکتا ہے'' سو کچھ مضائقہ نہیں اس نظریہ کی رعایت بھی اصل جواب میں کرلی گئی تھی۔ شاید آپ نے طائرانہ نظر سے اس کو پڑھا تھا۔ نظر غائر نہیں ڈالی۔ اس میں یہ عبارت بھی درج ہے'' یہ بھی ممکن ہے کہ خطبہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد وعظ کہہ دیا جایا کرے جس میں دین کے ضروری عقائد واحکام بیان کردیئے جایا کریں۔ اور خطبہ میں جو کچھ پڑھا اور سنایا جاتا ہے اس کا مطلب بھی بتادیا جایا کرے اس کی کہیں ممانعت نہیں[۱] (خطبوں کا ترجمہ بھی اردو میں کردیا گیا ہے)

(۶) آپ فرماتے ہیں ''اس شعار اسلامی کو خدارا نہ مٹائیے'' شعار اسلامی وہ ہے کہ جس کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے اختیار فرمایا اور آپ کے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ اور

---

[۱] موضوعات کبیر ص ۲۰ / مقدمة، طبع نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی.

تابعین ائمہ مجتہدین اولیاء اللہ صالحین نے اختیار فرمایا اور تقریباً پونے چودہ سو سال سے شرقاً غرباً شمالاً جنوباً تمام امت نے اختیار کیا یعنی عربی خطبہ پڑھنا جس کو آپ مٹا رہے ہیں[۱]۔ لہٰذا اس شعار اسلامی کو خدارانہ مٹائیے۔ وہ ہرگز ہرگز شعار اسلامی نہیں جس کو آپ تجویز کر رہے ہیں یعنی اردو میں خطبہ پڑھنا۔

(۷) آپ کے خط کا جواب دفتر نظام میں بھیجتا ہوں۔ اس کی اشاعت ارباب نظام کی صوابدید پر ہے۔ والسلام

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، مدرسہ جامع العلوم کانپور

خطیب کا وقتی مسئلہ اردو میں بتانا

سوال:- کیا خطیب خطبہ پڑھتے وقت درمیان میں کسی کو اردو میں نصیحت کر سکتا ہے؟ مثلاً کوئی مقتدی سو گیا اس سے کہا سو مت یا وضو ٹوٹ گیا اور وہ بیٹھا رہا اس کو وضو کرنے کے لئے کہا وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقتی مختصر سا مسئلہ اردو میں بھی خطیب بتا سکتا ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلک لم يخطب لهم احد منهم بغير العربية (آكام النفائس ملحقة بمجموعۂ رسائل لكهنوى ص۴۷/ ج۴/ مطبوعه كراچى)

[۲] ويكره للخطيب أن يتكلم فى حال الخطبة إلا أن يكون امرا بمعروف كذافى فتح القدير الهندية ص۱۴۷/ ج۱/ باب الجمعة مكتبه كوئٹه پاكستان، بدائع زكريا ص۵۹۵/ ج۱/ محظورات الخطبه، محيط برهانى ص۴۵۹/ ج۲/ شرائط جمعه، طبع ڈابهيل گجرات.

خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا

سوال:- ماتقولون فی حق الامام الذی یقرأ الخطبة المکتوبة بالنظر فی الکتاب کماراج فی ملک البنجال والهند ولکنه لا یفهم معانیها ولا یقدر علی تصحیح الاعراب والالفاظ ان وقع الغلط فیها هل تجوز له قرأة الخطبة والامامة للجمعة ام لا؟

الجواب حامداًومصلیاً

قراءةالخطبة بالنظر فی الکتاب جائزة لاقدح فیها ولکن تصحیح الاعراب والاجتناب عن الغلط لازم مع هذا ان غلط فی بعض اعاریب الخطبة وادی الصلواة بالشروط المعتبرة والفرائض المقررة صحت صلوته وان کانت الخطبة مکروهةً[1] فمن کان قادراً علیٰ قراء ة خطبة صحیحة واداء صلوٰة کاملة وکان تبعاً للسنة فهو اللائق بالامامةً[2] لانه ضامن لصلوٰة المقتدین[3] فقط واللہ سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

حررهٗ العبد محمود غفرلهٗ

معین المفتی بمدرسة مظاهرعلوم سهارنفور. الهند

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلهٗ

المبتلیٰ بامانة الافتاء بالمدرسة العلیة المشتهرة بمظاهرعلوم

الواقعة ببلد سهارنفور یوبی ۷/جمادی الاولیٰ ۶۸ھ

ترجمہ سوال :-کیا فرماتے ہیں: آپ حضرات اس امام کے متعلق جو کتاب میں دیکھ کر خطبہ پڑھتے ہیں جیسا کہ یہ ملک بنگال اور ہندوستان میں رائج ہے وہ نہ تو اس کے معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ اعرابی غلطی اور الفاظ کی درستگی پر قادر ہیں۔ اگر امام صاحب سے ان چیزوں میں غلطی ہو جائے، تو کیا ان کے لئے خطبہ پڑھنا اور جمعہ کے لئے امامت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

ترجمہ جواب:-کتاب میں دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ سے پہلے اردو میں وعظ

سوال:- (۱) موجودہ زمانہ میں جمعہ کا عربی خطبہ غیر مفید اور اردو میں مفید ہونے کی وجہ سے عربی میں حمد وثنا وشہادتین کے بعد اردو نظم ونثر میں خطبہ جائز ہے یا نہیں بصورت جواز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور اردو خطبہ بدعت سئیہ میں داخل ہے یا حسنہ میں مطابق مذہب احناف مسلک مفتی بہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) ہدایہ میں ہے کہ **وعلی هذا لخلاف الخطبة والتشهد** سے جو جواز نکلتا ہے یہ مع الکراہۃ ہے یا بلا کراہت اور کراہت بھی کونسی؟

(۳) عربی خطبہ سنت مؤکدہ ہے یا سنن ہدی میں داخل ہے یا سنن زوائد ومستحبات میں؟

(۴) ایک شہر میں آج کل وقت زوال $\frac{۱۲}{۳۶}$ کو ہوتا ہے اور وہاں کی جامع مسجد میں ہمیشہ جماعت جمعہ ایک بجے قائم کی جاتی ہے عموماً لوگ $\frac{۱۲}{۱۵}$ پر آنا شروع کردیتے ہیں وہاں

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) اس میں کوئی عیب نہیں۔ لیکن صحیح اعراب پڑھنا اور غلطی سے بچنا لازم ہے۔ اس کے باوجود اگر خطبہ میں بعض اعرابی غلطی ہوجائے اور نماز شرائط معتبرہ اور فرائض مقررہ کے ساتھ ادا کرے تو نماز صحیح ہوجائے گی۔ اگرچہ خطبہ مکروہ ہوگا۔ لہٰذا جو شخص صحیح خطبہ پڑھنے پر اور کامل نماز ادا کرنے پر قادر ہو اور متبع سنت ہو تو وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے۔

[۱] **يستفاد من هذه العبارة: ويكره التلحين وهو التطريب والخطأ في الاعراب الخ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۱۶۰ / باب الاذان، مطبوعه مصر، قلت وكذا في الخطبة ايضاً.**

[۲] **والاحق بالامامة تقديماً الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (درمختار مع الشامي زكريا ص ۲۹۴ / ج ۲ / باب الامامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، عنايه على هامش فتح القدير ص ۳۴۹ / ج ۱ / باب الامامة، مطبوعه دار الفكر بيروت، مجمع الانهر ص ۱۶۱ / ج ۱ / كتاب الصلاة، طبع دار الكتب العلمية بيروت.**

[۳] **الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذي شريف ص ۵۱ / ج ۱ / ابواب الصلاة، باب ماجاء ان الامام ضامن، طبع اشرفي ديوبند.**

کا خطیب خالص عربی خطبہ کو سنت اور اختلاط اردو کو مکروہ کہتا ہے مگر قوم خطبہ میں اردو کے وعظ پر مصر ہے اس لئے اس نے عربی خطبہ سے سنت کی ادائیگی اور اس کے احیاء کے لئے قوم کی اصلاح وضرورت تفہیم کا لحاظ کرتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ بارہ بج کر بیس منٹ پر اردو وعظ شروع کر دیتا ہے ۱۲/۳۶ کو اذان اول ہوتی ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے پھر بعد اذان ۱۰ رمنٹ بیان ختم کر کے چار رکعات سنت ادا کرتا ہے قوم بھی آ آ کر بیٹھتی رہتی ہے اور وعظ سنتی رہتی ہے بعد وعظ کے سنت ادا کرتی ہے۔ پھر مؤذن اذان ثانی کہتا ہے اور خطیب خالص عربی خطبہ بطریق مسنون پڑھ کر ایک بجے پر ختم کر کے نماز جمعہ پڑھا دیتا ہے آیا یہ طریقہ مصالح قوم و رعایت سنت کے لحاظ سے بہتر ہے یا قبیح؟ اگر قبیح ہے تو اس سے بہتر طریقہ ارشاد فرمائیں جس میں امور ذیل کا لحاظ ہو۔

۱۔ خطبہ مطابق سنت بلا کراہت تحریمی وتنزیہی ادا ہو۔

۲۔ اردو میں نصیحت بھی کی جا سکے۔

۳۔ قوم اطمینان سے سن سکے واضح رہے کہ بعد نماز جمعہ کسی طرح بھی لوگ نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ تاجر پیشہ ہیں اور بعد نماز کھانا کھانے کے عادی ہیں۔

(۵) بعض لوگ خطبہ سے قبل جیسا کہ سوال (۴) میں مذکور ہوا۔ یا بعد نماز وعظ کو بدعت کہتے ہیں اور مخلوط خطبہ کو بہتر اس دلیل سے کہ خطبہ کے اول وعظ سلف سے منقول نہیں خود خطبہ ہی سلف کا وعظ تھا اور اس لئے کہ بعد نماز انتشار فی الارض کا فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ میں حکم ہے لہٰذا بعد نماز جمعہ اجتماع خلاف حکم خدا ہے اور خطیب کہتا ہے کہ اس میں امر وجوب کے لئے نہیں اور قبل خطبہ وعظ علاوہ مباح ہونے کے زمانۂ حضرت عمرؓ سے ثابت بھی ہے جیسا کہ مقدمہ موضوعات ملا علی ص۴ مجتبائی میں ہے۔ وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ تَمِیْمَا الدَّارِیْ اِسْتَأْذَنَ عُمَرَؓ اِلیٰ اَنْ قَالَ قَالَ اَیْ عُمَرُؓ عِظْهُ قَبْلَ اَنْ اَخْرجَ فِی الْجُمُعَةِ فَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَوْماً وَاحِداً فِی الْجُمُعَةِ اِنْتَهیٰ.

(۶) جس جامع مسجد میں سوال (۴) کے طریقہ پر عمل ہورہا ہے اس میں ایک قباحت بتائی جاتی ہے کہ قوم کو عموماً اپنی غفلت از دین اور انہماک دنیا کی وجہ سے دیگر ایام میں تلاوت قرآن وغیرہ کا موقع نہیں ملتا لیکن جمعہ کے روز سوا بارہ بجے سے آکر تلاوت قرآن و نوافل وغیرہ پڑھنے کا موقع خطبہ تک پالیتے تھے لیکن جب سے خطیب نے $\frac{۱۲}{۲۰}$ سے وعظ کہنا شروع کردیا ہے تب سے سوائے چار رکعت سنت کے مزید نوافل وغیرہ کا موقع نہیں ملتا اور وہ اس خیر کثیر سے محروم رہتے ہیں۔ مگر حالت یہ ہے کہ اس قوم کی اکثریت میں رسوم جاہلیت کی پابندی، فسق و فجور، فرائض سے غفلت، حلال وحرام سے بے پرواہی اس قدر رائج ہوگئی ہے جس کا دور کرنا سخت دشوار ہے مگر رحمت خداوندی سے امید ہے کہ مواعظ کے ذریعہ خالصاً للہ اصلاح کی کوشش کی جارہی ہے اور بہت دھیمی رفتار سے اصلاح بھی ہورہی ہے جس کا ثبوت گاہے گاہے ملتا رہتا ہے پس ایسی حالت میں یہاں آنے والی قوم کو بے سمجھے تلاوت قرآن کہ ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہوں ونوافل زیادہ بہتر ہیں جس کی وجہ سے خطیب کا وعظ بند کرادیا جائے، یا مخلوط خطبہ پر مجبور کیا جائے، اور یا اس قوم کو تلاوت قرآن بند کرکے وعظ سنتے رہنا زیادہ مفید ہوگا جس سے ان کی اصلاح ہوکر ان کے معاصی مذکورہ میں کمی آجائے۔ عقائد، اعمال درست ہوجائیں جیسا کہ امید ہے ان دونوں امر میں کونسا شرعاً بہتر ہے چونکہ اردو عربی مخلوط خطبہ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور دونوں فریق اپنے دلائل پیش کررہے ہیں لہٰذا مشتبہ ہوگیا ہے آپ ان دونوں کی تفصیل مدلل ومکمل تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تمام خطبہ خالص عربی میں ہونا چاہئے اردو میں پڑھنا یا اردو عربی میں پڑھنا بدعت سئیہ اور مکروہ تحریمی ہے یہی مفتی بہ ہے اور قابل عمل ہے اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہے جو گناہ سے خالی نہیں[۱] البتہ اگر وقتی ضرورت کی رعایت سے کوئی خاص مسئلہ اثناء خطبہ میں

---

[۱] لا شک فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فیکون مکروهاً تحریماً (عمدة الرعایة حاشیه شرح وقایه ص ۲۴۲/ ج ۱/ تعریف الخطبة، حاشیة (۲) طبع مکتبه رحیمیه دیوبند)

اردو میں بیان کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں[1] جو وجہ خطبہ عربیہ کے غیر مفید ہونے کی آج بتائی جاتی ہے زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی یہ وجہ موجود تھی اور اس کا تدارک بھی وہ حضرات حاضرین کی زبان میں خطبہ پڑھ کر کر سکتے تھے مگر کسی روایت سے ثابت نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بلاد عجم میں کبھی کوئی خطبہ غیر عربی میں پڑھا یا اس کا ترجمہ کیا ہو۔

ومن ذلک الخطبة یوم الجمعة وفی العیدین بغیر اللسان العربی اوترجمتها بالعجمی احدثوا ذلک بعد قرون الخیر بلا اثارة من علم واعتذروا فی ذٰلک الاحداث بحدوث المقتضیٰ وضرورة الحاجة الیه وهو عدم معرفة المخاطبیین لسان العربی وکثرة الاعاجم القاصرین عن ادراک العربی وما هٰذا لوعلموا الا لتقصرنا فی تعلم لسان انزل به الکتاب من ربنا وبعث به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فتفریطنا هٰذا اوردنا مهلک الابتداع والصحابة رضی اللّٰه عنهم مع توفرد واعیهم علیٰ تعلیم الخلق والنصیحة لهم وتذکیرهم واهدائهم وکان فیهم العجمی ممن لا یعرف العربی وکثرة الاعاجم حین فتحوابلادهم الفارس والروم لم یعهدمنهم الخطبة بغیر اللسان العربی ولم یوثرمنهم ترجمتها لا فهام المخاطبین ولا امر وابذلک احداً فاذا کان لا یخطب احد منهم بالعجمی ولا یترجمها ولا یا مربذالک کان ترک هٰذهٖ المصلحة والفضل الموهوم مستلزم لعدم علم الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم وخیر القرون بطریقة ابلاغ دین اللّٰه اولکتمانهم عن بعض عباداللّٰه وتقصیرهم فی الابلاغ والتذکیر المقصود الاصلی فی الخطبة وکل واحد من الملازمین منتف بالشرع والعادة

---

[1] لا ینبغی للخطیب ان یتکلم فی خطبة بما هو من کلام الناس ولا بأس بأن یتکلم بما یشبه الامر بالمعروف فقد صح أن رسول اللہ ﷺ کان یخطب فدخل سلیک غطفانی وجلس فقال النبی ﷺ ارکعت رکعتین؟ قال سلیک! لا فقال النبیؐ قم وارکع رکعتین ثم اجلس (محیط برهانی ص ۴۵۹/ج ۲/ شرائط جمعه طبع ڈابهیل بدائع زکریا ص ۵۹۵/ج ۱/ محظورات الخطبة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۲/۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب قال اللہ تعالیٰ)

فمع وجود المقتضی وهو تعميم الابلاغ وتعليم جميع المخاطبين من عجمی وعربی وعدم المانع ليس ذلک الاكراهة ان يتعود الرجل بغير العربية اللتی هی شعار الاسلام ولغة القرآن الیٰ قولهٖ فكان هٰذا لاجرم من سنة الخطب ومن شرائطها فی السنة والادب وترجمتها بغير العربی من شرالامور محدثاتها لا يرضی به اللّٰه ولا رسوله ﷺ ولاجل ذلک جعل اهل العلم كون الخطبة بالعربية شرطاً لصحة الخطبة واداء السنة. قال الامام النووی فی الاذكار فی كتاب حمد اللّٰه تعالیٰ ويشترط كونها يعنی خطبة الجمعة وغيرها بالعربية اه مجموعه فتاویٰ ص۲۵۷/ج۲/[1].

الخطبة بالفارسية التی احدثوها واعتقدواها حسنها ليس الباعث اليها الاعدم فهم العجم اللغة العربية وهٰذا الباعث قد كان موجوداً فی عصر خير البرية وان كان فيه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذٰلک لم يخطب احد منهم بغير العربية ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنة وفقد ان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الا الكراهة التی هی ادنیٰ درجات الضلالة اه مجموعه فتاویٰ[2] ص۲۷۳/ج۲/.

ولا يتوهم انه لم يكن النبی ﷺ يعلم اللغة العجمية وغيرها من اللغات الغير العربية ولوكان علمها لخطب بها لانا نقول بعد تسليم ذٰلک ان بعض الصحابة كزيدين ثابت قد كان يعلم اللسان العجمی والرومی والحبشی وغيرها من الالسنة كما صرح به فی الاعلام بسيرة النبی عليه الصلوٰة والسلام

---

[1] مجموعة الفتاویٰ ص۲۴۷/ج۲/ مطبوعه يوسفی لكهنؤباب الجمعة.

[2] مجموعة الفتاویٰ ص۲۶۲/ج۲/ مطبوعه يوسفی لكهنؤ. باب الجمعة.

وغیره من کتب الاعلام فلم یأمره النبی ﷺ بان یخطبهم ویعظهم بالسنتهم وبالجملة فالاحتیاج الی الخطبة بغیر العربیة لتفهیم اصحاب العجمیة کان موجوداً فی القرون الثلاثة ومع ذٰلک فلم یرو أحد ذلک من احدی فی تلک الازمنة وهٰذا اول دلیل علی الکراهة اه مجموعه[1] فتاویٰ ص ۲۷۴/ ج ۲/.

وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء وہلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است۔ حمد وشہادتین وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ وامر بتقویٰ وتلاوت قرآن ودعاء برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ الیٰ قولہ وعربی بودن نیز بجہۃ عمل مستمرہ مسلمین درمشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند اھ مصفی شرح مؤطا ص ۱۵۳/ ج ۱/[2]

(۲) مع الکراہۃ ہے بغیر کراہت نہیں کما مر اور خاص کر جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں رجوع بھی ثابت ہے الاصح رجوعه الی قولهما وعلیه الفتویٰ اه درمختار[3] ۵۰۵/ ج ۱/ والاصح رجوع الامام الی قولهما اه مجمع الانهر[4] ص ۸۳/ ج ۱/۔

کبر بالفارسیة صح فی الکل مع کراهة التحریم علی الراجح کما حرره فی البحر وکذا لوقرأ بها عاجزاً عن العربیة بشرط ان لا یخل بالمعنی وهٰذا قولهما وبه قالت الثلاثة والیه صح رجوع الامام وعلیه الفتویٰ قاله العینی وغیره اه درمنتقی[5] ص ۹۳/ روی ابوبکر الرازی ان ابا حنیفة رحمه الله رجع الی قولهما وعلیه الاعتماد ومنزله منزلة الاجماع عنایة[6] ص ۲۰۱/ ج ۱/.

---

[1] مجموعة الفتاویٰ ص ۲۶۳/ ج ۲/ مطبوعه یوسفی لکهنؤ. باب الجمعة.

[2] مصفی ص ۱۵۳/ ج ۱/ مکتبه دهلی، باب الجمعة.

[3] درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۴/ ج ۳/ باب صفة الصلاة، مطلب الفارسیة خمس لغات.

[4] مجمع الانهر ص ۱۳۹/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[5] الدرالمنتقی علی مجمع الانهر ص ۱۴۰/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[6] عنایة علی فتح القدیر ص ۲۸۶/ ج ۱/ باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(۳) عربی خطبہ سنن مؤکدہ میں داخل ہے لما مضیٰ[۱]

(۴) طریقۂ مذکورہ میں خلاف شرع کوئی چیز نہیں[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ ایک انجمن تبلیغ قائم کی جائے اور اس میں ہر شخص حسب حیثیت اپنا کچھ وقت دے اور یہ جماعت محلّہ در محلّہ گشت کرے اور ہر مسجد میں اہل محلّہ کو جمع کر کے احکام شرع کی تلقین کرے سب کی نمازیں سنیں اور قرآن شریف کی تصحیح کرائے[۳]

(۵) مخلوط خطبہ پڑھنا ہرگز بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے[۴] امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر تاکید موجود ہے اسی طرح احادیث میں حضور اقدس ﷺ نے اس کا بہت ہی شدید حکم فرمایا ہے اور اس کے ترک پر عذاب عامہ کی وعید ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم[۵] جلد دوم پانچ صفحات میں وہ آیات واحادیث جمع فرمائی ہیں پھر باقاعدہ احتساب کے درجات وطرق وآداب کو نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے بستان[۶] میں مستقل ایک بابِ وعظ وتذکیر کے احکام میں لکھا ہے۔ تعجب

---

۱ مجموعة الفتوی ص۲۴۷/ ج۲/ مطبوعه یوسفی لکهنؤ باب الجمعة.

۲ اخرج ابن عساکرؒ عن حمید بن عبدالرحمن ان تمیماالداریؓ استأذن عمرؓ ثم قال أی عمر عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات کبیر ص۲۰/ مقدمة، مطبوعه نور محمد اصح المطابع ارام باغ کراچی)

۳ ثم تصیحة العامة بارشادهم الی مصالهم الدینیة والدنیویة وکف الاذی عنهم وتعلیمهم ما ینفعهم فی دینهم ودنیاهم واعانتهم علیه قولاً وفعلاً (الی قوله) وامرهم بالمعروف ونهیهم عن المنکر برفق وتخولهم بالموعظة الحسنة (مرقاة ص۶۸۹/ ج۴/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، مطبوعه ممبئی، فتح الباری ص۱۸۸/ ج۱/ کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة مکرمة، نووی علی مسلم ص۵۴/ ج۱/ کتاب الایمان باب ان الدین النصیحة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

۴ عمدة الرعایه علی شرح وقایه ص۲۴۲/ ج۱/ تعریف الخطبة حاشیه۲/ طبع رحیمیه دیوبند.

۵ احیاء العلوم ص۲۶۹/ ج۲/ کتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، مطبوعه مصر.

۶ بستان فقیه ابی اللیث ص۲۴، ۲۲/ باب اباحة المجلس للعظة. مطبوعه فاروقی دهلی.

ہے کہ جس شئے کا امر خداوند تعالیٰ کی جانب سے صراحۃً متعدد مقامات پر موجود ہو اور اس کے ترک پر وعید بیان کی گئی ہو اس کو کیسے بدعت کہا جا سکتا ہے رہا خصوصیت کے ساتھ نماز جمعہ اور خطبہ سے قبل یا بعد نماز جمعہ سو اس کے متعلق انکار کسی جگہ وارد نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جس وقت سہولت سے آدمی جمع ہو جائیں یا جس وقت ضرورت پیش آئے اسی وقت اس فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنا چاہئے۔ جمعہ کا دن اجتماع مسلمین کا دن ہوتا ہے اس لئے اس دن کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد[1] ص ۱۱۸/ج ۱/ میں تحریر کیا ہے کہ یوم جمعہ تذکیر اور وعظ کا دن ہے اگر جمعہ کے روز مخصوص طور پر قبل خطبہ یا بعد نماز بلا دلیل شرعی وعظ کو واجب نہیں کہا جاتا تو بدعت کہنے کی بھی گنجائش نہیں معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بدعت کے معنی سے ہی واقف نہیں۔

(۶) فسق و فجور کو چھوڑنا[2] اور فرائض مذہبی سے واقفیت حاصل کرنا فرض ہے[3]، اور نوافل

---

[1] الثالثة والثلاثون انه يوم اجتماع الناس و تذكير هم بالمبدأ والمعاد وقدشرع الله سبحانه وتعالى لكل امة فى الاسبوع يوما يتفرغون فيه للعبادة ويجتمعون فيه لتذكر المبدأ والمعاد والثواب والعقاب ويتذكرون به اجتماعهم يوم الجمع الاكبر قياماً بين يدى رب العالمين وكان احق الايام بهٰذا الغرض المطلوب اليوم الذى يجمع الله فيه الخلائق وذلك يوم الجمعة الخ زاد المعاد ص۴۰۷/ج ۱/ باب الجمعة، الثالثة والثلاثون يوم اجتماع الناس وتذكيرهم بالمبدأ والمعاد، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

[2] اتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة الخ (نووى على مسلم ص۳۵۴/ج۲/ كتاب التوبة، طبع سعد بكڈپو ديوبند. الجامع لأحكام القرآن للقرطبى ص۸۰/ج۳/ جز۵/ سورة نساء تحت آيت۱۷/ طبع دارالفكر بيروت. روح المعانى ص۲۳۶/ج۱۵/ جز۲۸/ سورة تحريم تحت آيت۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] فمعرفة فرض العين أركان الشريعة الخمسة وشرائط المعاملات (الى قوله) كل من يتولى أمراً فيجب عليه فرض عين أن يحصل لنفسه علم ذلك الشئ من الحلال والحرام الذى لا يسعه جهله ومن تركها فلا يعذر فى القيامة (اتحاف السادة ص۱۴۴/ج۱/ كتاب العلم، الباب الثانى فى بيان العلم المحمود والمذموم الخ، طبع دارالفكر بيروت. شامى زكريا ص۶۱۷/ ج۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

پڑھنا مستحب ہے[1] پھر یہ کہ تلاوت اور نوافل کا تنہائی میں موقع مل سکتا ہے اور ہر روز ممکن ہے مگر اجتماع ہر روز دشوار ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۶۱ھ

جوابات درست ہیں جواب (۴) میں اتنی بات اور قابل اضافہ ہے کہ وعظ ایسے طریق سے کہا جائے کہ سنت پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۲/۶۱ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ربیع الاول ۶۱ھ

خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ

سوال:- زید کا یہ عمل ہے کہ وہ بروز جمعہ خطبہ سے قبل جب کہ لوگ جن کا سلسلۂ آمد آغاز خطبہ تک رہتا ہے۔ سنت مؤکدہ ادا کرتے ہوتے ہیں وعظ بیان کیا کرتے ہیں اکثر و بیشتر لوگوں کو زید کے اس موقعہ پر وعظ بیان کرنے کے متعلق اس وجہ سے اعتراض ہے کہ جو لوگ نماز میں مصروف ہوتے ہیں ان کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے اور بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن زید کے نزدیک اس اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں جس کی وجہ سے اکثر لوگوں میں زید کے خلاف جذبات پیدا ہو گئے اور چند مرتبہ جھگڑا بھی ہوا ان حالات کی بناء پر بعض صاحبان نے آئندہ کے جھگڑوں فساد کو روکنے کے لئے اس مسئلہ کے پیش نظر کہ جب کہ لوگ نماز پڑھتے ہوں تو اس وقت زور زور سے بات چیت کرنا حتی کہ تلاوت کلام پاک بھی بالجہر منع ہے یہ طے

---

[1] النفل فی الشرع فعل ما لیس بفرض ولا واجب ولا مسنون من العبادة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۱۴/ فصل فی بیان النوافل، طبع مصر، حلبی کبیری ص ۳۸۳/ فصل فی النوافل، طبع لاهور، شامی زکریا ص ۴۳۸/ ج ۲/ باب الوتر والنوافل.

کیا کہ زید کو ایسے موقع پر وعظ نہ کہنا چاہئے اور جس کسی کو وعظ کہنا ہو وہ بعد نماز جمعہ بیان کیا کریں لیکن زید کو یہ فیصلہ تسلیم نہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر ایسا امتناع نص قرآنی یا حدیث کی رو سے ہو تو وہ بتلایا جائے کہا جاتا ہے کہ زید فقہ اجماع امت اور قیاس مجتہدین کا قائل نہیں۔

پس اگر بصورت متذکرۂ صدر کسی قسم کا بھی بآواز بلند وعظ کہنا جس سے نماز میں خلل پیدا ہو درست و جائز نہیں تو اس کی تصدیق فرمائی جائے اور ساتھ ہی نص قرآنی و حدیث سے ایسے امتناع کے متعلق حوالہ دیا جائے تا کہ اس نزاع کا خاتمہ ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اخرج ابن عساکر عن حمید بن عبدالرحمن ان تمیما الداری اِسْتَأْذَنَ عُمَرؓ فِی الْقَصَصِ سِنِیْنَ فَابیٰ اَنْ یَّأْذَنَ لَهٗ فَاسْتَأْذَنَهٗ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا اَکْثَرَ عَلَیْهِ قَالَ لَهٗ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقْرَأُ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنَ وَاٰمُرُهُمْ بِالْخَیْرِ وَاَنْهَاهُمْ عَنِ الشَّرِّ قَالَ عُمَرؓ ذٰلِکَ الذِّبْحُ ثُمَّ قَالَ عِظْ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ فِی الْجُمُعَةِ فَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ یَوْماً وَاحِداً فِی الْجُمُعَةِ اهـ موضوعات کبیر[1]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ کو بار بار درخواست کرنے پر جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ کی اجازت دیدی تھی اور وہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور خروج خطیب پر وعظ ختم کر دیا کرتے تھے اگر بعد نماز جمعہ مجمع ٹھہر جایا کرے تو اس وقت وعظ کہہ دیا جائے ورنہ جمعہ سے قبل وعظ کہہ دیا جائے اور سامعین آ کر شریک وعظ ہوتے رہیں اور خطبہ سے دس منٹ قبل وعظ ختم کر دیا جائے اور سب سنتیں پڑھ لیا کریں۔ اس صورت میں سنتوں میں بھی خلل نہیں آئیگا اور وعظ بھی ہو جایا کریگا۔ یا سنتیں مکان پر پڑھ کر آئیں تو زیادہ بہتر

---

[1] موضوعات کبیر ص ۲۰/ (مطبوعه کراچی) قبل حرف الهمزه مقدمة.

ہے[1]۔ تاہم جب مفاہمت کی صورت ہوسکتی ہے تو نزاع کیوں پیدا کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ربیع ا/۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع ا/۷۰ھ

جمعہ سے پہلے وعظ

سوال:- ہمارے یہاں جامع مسجد میں امام صاحب اذان کے بعد فوراً سنتوں سے پہلے وعظ و تعلیمی تقریر شروع کردیتے ہیں جس میں ضروری مسائل کی تعلیم ہوتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب جب تعلیمی تقریر و دینی مسائل سمجھاتے ہیں تو اس وقت سب کو خاموش رہ کر سننا چاہئے۔ یہ طریقہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت تمیم داریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ ملا علی قاریؒ[2] نے اس کو نقل کیا ہے۔ اذان خطبہ سے دس منٹ پہلے تقریر ختم کردی جائے تاکہ سب لوگ سنت سہولت سے ادا کرلیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۸۹ھ

---

[1] والافضل فی السنن أداؤها فی المنزل إلا التراویح (بحر کوئٹه ص ۵۰/ج ۲/ باب الوتر والنوفل. عالمگیری ص ۱۱۳/ج ۱/ الباب التاسع فی النوافل، طبع کوئٹه. شامی کرچی ص ۲۲/ج ۲/ باب الوتر والنوافل، مطلب فی الکلام علی حدیث النهی عن النذر.

[2] ان تمیم الداری استأذن عمر فی القصص سنین فابی ان یاذن له فاستأذنه فی یوم واحد لما اکثر علیه قال له ماتقول قال اقرأ علیهم القرآن وآمرهم بالخیر وانهاهم عن الشر قال عمر ذلک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوماً واحداً فی الجمعة. الموضوعات الکبیر ص ۲۰/ مقدمة، مطبوعه کراچی.

اذان خطبہ سے پہلے وعظ

سوال:- ہم نے ایک مسئلہ کے متعلق چند سوال ارسال کئے تھے جسکا جواب ملا، مسئلہ خطبۂ جمعہ کے متعلق تھا، اور یہ سوال تھا کہ جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے اردو میں وعظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو جناب نے یہ جواب ارسال فرمایا کہ جماعت کے مشورہ سے پہلے اذان کے ساتھ ہی وعظ شروع کر دینا اور خطبہ اولیٰ اذان سے دس بارہ منٹ پہلے قطعاً بند کر دینا تا کہ سنت پڑھنے والوں کو سنت ادا کرنے کا پورا وقت ملجائے اسی کے ساتھ میں نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ پہلی اذان کے بعد وعظ کرنا امام یا مقتدی میں سے کسے جائز ہے ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے وعظ (صرف حدیثیں) بیان کرنے کے لئے حضرت تمیم داریؓ اور ابو ہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی تھی مگر حضرت عمرؓ نے پہلے تو اجازت نہیں دی مگر کچھ عرصہ کے بعد اجازت دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ میرے آنے سے پہلے وعظ قطعاً بند ہو جانا چاہئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد جو وعظ کی جاتی ہے وہ مقتدی کیا کرتے تھے نہ کہ امام، اب آپ سے استدعا یہ ہے کہ پہلی اذان کے بعد کتاب دو ہاتھ میں لیکر وعظ کرنا امام ومقتدی دونوں میں سے کسی کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان کے بعد جب مقتدی کو وعظ کہنا حدیثیں سنانا شرعاً درست اور دور صحابہ سے ثابت ہے[1]، تو امام کے لئے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، اصل تو یہ ہے کہ امام ہی وعظ کہے لیکن

---

[1] اخرج ابن عساکر عن حمید بن عبد الرحمان ان تمیماالداریؓ استأذن عمرؓ عنه فی القصص سنین فابی ان یأذن له فاستأذن فی یوم واحد فلما اکثر علیه قال له: ما تقول؟ قال: اقرأ علیهم القرآن وآمرهم بالخیر وانها هم عن الشر قال عمرؓ ذلک الذبح ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل وذالک یوماً واحداً فی الجمعة (موضوعات کبیر ص ۲۰/ مقدمة مطبوع نور محمد، آرام باغ کراچی)

اگر امام دیگر دینی امور میں زیادہ مشغول اور عدیم الفرصت ہو تو مقتدی یہ کام انجام دے دے، خواہ دینی معتبر کتاب دیکھ کر ہو یا خواہ بلا کتاب لئے ہوئے سب طرح درست ہے مگر بات جو کہی جائے وہ صحیح ہونی چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

جمعہ کی دو اذان کے درمیان وعظ

سوال:- کسی قصبہ میں ایک عظیم مشہور زمانہ کی دینی درسگاہ ہے جس کے اندر ایک جامع مسجد بھی ہے، جامع مسجد میں نماز جمعہ کا وقت مقرر ہے، مقررہ وقت پر نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے قصبہ سے ہر طبقے کے لوگ کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، آواز ہر شخص تک پہونچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے، ایک ہے مولوی ''ص'' صاحب ہیں جو دین کی تبلیغ کے لئے بے حد خواہش مند ہیں، چنانچہ دینی درسگاہ کی جامع مسجد میں (جہاں روز ہی دین کی تبلیغ درس کی شکل میں ہوتی ہے) جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان سنت پڑھنے والے وقت میں انہوں نے دین کی تبلیغ کا وقت منتخب کیا ہے، اور ہر جمعہ کو دونوں اذانوں کے درمیان اللہ ورسول کی باتیں سنانے کھڑے ہوجاتے ہیں، بلکہ اسکا ایک سلسلہ قائم کر رکھا ہے، جس سے سنت پڑھنے میں بے حد خلل پڑتا ہے، بسا اوقات لوگ بغیر کوئی آیت پڑھے محض اٹھ بیٹھ کر سنت کی تعداد پوری کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، کیونکہ لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کی تیز آواز میں کوئی آیت پڑھی نہیں جاتی، علاوہ ازیں اگر مولوی صاحب موصوف تقریر کو طول کردیتے ہیں تو فرض نماز جمعہ میں بھی تاخیر ہوجاتی ہے، جس سے کسی کی ٹرین چھوٹ جاتی ہے تو کسی کی بس، یا کوئی اپنے عزیز کی نماز جنازہ میں شرکت سے محروم ہوجاتا ہے، جو کسی دوسری جامع مسجد میں پڑھنی

---

[1] ومن آفات القصاص ان یحد ثوا کثیرا من العوم بما لا تبلغه العقول والافهام فبلغوا فی العتقاد السیئه هذا لو کان صحیحاً فکیف اذا کان باطلاً؟ موضوعات کبیر ص ۱۹ / مقدمة فصل احوال الوعاظ نور محمد آرام باغ کراچی)

ہوتی ہے، اور ملازم پیشہ اشخاص الگ ڈیوٹی پر تاخیر سے پہونچ پاتے ہیں، اللہ اور رسول کی باتیں سننا کسی مسلمان کو بار نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان کا وقت اس کے لئے منتخب کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ جو لوگوں کی بے چینی کا باعث ہے، فرض کی ادائیگی سے پہلے گویا لوگوں کو زبردستی تقریر سننے پر مجبور کیا جاتا ہے، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا جائے کہ کیا جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان سنت پڑھنے والے وقت میں مزکورہ بالا حالات میں وعظ فرمانا اور اس کا سلسلہ قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو بتایا جائے کہ آغاز اسلام سے اب تک کسی دور میں ایسا سلسلہ رہا اور یہ کہ اس سے سنت کی نماز ناقص رہ جاتی ہے، تو اس کا عذاب کس کے سر ہوگا؟ نمازی کے یا مخل ہونے والے عالم دین مولوی ''ص'' صاحب کے درسگاہ کے ارباب حل وعقد کو جو مولوی ''ص'' صاحب کو پیہم دخل اندازی کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر صورت یہ ہے کہ باہمی مشورہ سے اس طرح طے کرلیں کہ اذان اول ہوتے ہی دین کے ضروری مسائل واحکام کو بیان کرنا شروع کردیا جائے اور سامعین آ آ کر بیٹھتے اور سنتے رہیں، اذان سے آٹھ دس منٹ پہلے بیان ختم کردیا جائے اس وقت سب لوگ سنتیں اطمینان سے ادا کرلیا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ دین کی تبلیغ بھی ہوجایا کرے گی اور سنتوں میں بھی خلل نہیں ہوگا، ممکن ہے کہ کچھ اہل علم حضرات ایسے ہوں جن کو دینی احکام ومسائل سننے کی ضرورت نہ ہو بلکہ ان کو پہلے سے معلوم ومحفوظ ہوں اور ان کو تقریر ووعظ سے گرانی ہوتی ہو، لیکن مسلمانوں کی اکثریت ایسی نہیں بلکہ وہ محتاج ہیں کہ ان کو احکام ومسائل بتائے جائیں ان کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے عموماً اپنے دنیاوی مشاغل میں مسلمان اس قدر پھنسے ہوئے ہیں کہ ان کو دینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا جمعہ میں ان کو موقع ملجائے تو ان کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اس میں کھنڈت نہ ڈالیں، حضرت عمر فاروقؓ کی اجازت ومشورہ سے حضرت تمیم داریؓ اذان خطبہ سے قبل ہر جمعہ کو

وعظ بیان فرمایا کرتے تھے، ملا علی قاریؒ نے اس کو نقل کیا ہے[۱]، حضرت ابو ہریرہؓ منبر پر ہاتھ رکھ کر بیان فرمایا کرتے تھے[۲]، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہفتہ میں ایک روز بیان فرمایا کرتے تھے[۳]، آپ حضرات بھی اپنی بستی میں اس کا انتظام کرلیں تو کیا اچھا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ میں قال اللّٰہ تعالیٰ فاعوذ باللّٰہ پڑھنا

سوال:- زید تقریر کرتے وقت خطبۂ مسنونہ کے بعد یوں کہتا ہے اما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الکریم فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. یا یھا الذین اٰمنوا الخ دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الکریم. کے بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. پڑھنا بآواز بلند بلا قباحت شرعی درست وصحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح پڑھنا خلاف احتیاط ہے وہ یہ کہ بظاہر فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم قال اللّٰہ تعالیٰ کا مقولہ بنجاتا ہے۔ حالانکہ یہ قال اللہ تعالیٰ کا مقولہ نہیں اس لئے اس طرح

---

[۱] ان تمیا الداری استأذن عمر فی القصص سنین (الی قوله) ثم قال عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فکان یفعل ذلک یوما واحداً فی الجمعة (موضوعات کبیر ص ۲۰/ مقدمه، احوال الوعاظ، مطبوعه نور محمد آرام باغ کراچی)

[۲] عاصم بن محمد بن زید عن ابیه قال : کان ابو هریرة یقوم یوم الجمعة الی جانب المنبر فیطرح اعقاب نعلیه فی ذراعیه ثم یقبض علی رمانة المنبر یقول : قال ابو القاسم ﷺ، قال محمدٌ قال رسول اللہ ﷺ قال الصادق المصدوق ﷺ الخ (مستدرک حاکم ص ۱۹۰/ج ۱/ کتاب العلم حدیث(۳۶۷/۷۸)، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت)

[۳] عن شقیق قال کان عبد الله ابن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس (مشکاة شریف ص ۳۳/ کتاب العلم الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

نہیں پڑھنا چاہئے۔ کذا فی ردالمحتار[1] ص ۵۸۷/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ سے پہلے نعت ونظم

سوال:- جمعہ کے خطبہ سے پہلے نعت شریف یا کوئی نظم پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثابت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ کا سننا جمعہ کے لئے شرط نہیں

سوال:- اگر کوئی شخص جمعہ کے اندر خطبہ نہ سننے پائے اور جب جمعہ کی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوجائے تب آکر شریک ہوتو کیا اس کی جمعہ کی نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی نماز جمعہ ادا ہوجائے گی کیونکہ خطبہ کا سننا ہر شخص کے لئے شرط نہیں الـــرابـع

---

[1] جرت العادة اذا قرأ الخطيب الآية انه يقول : قال الله تعالىٰ : بعد اعوذ بالله من الشيطان الرجيم من عمل صالحاً: الجاثية الآية۱۵ / وفيه ايهام ان اعوذ بالله من مقول الله تعالىٰ الى قوله فالاولى ان لا يقول قال اللّٰه تعالىٰ الخ شامی زکریا ص ۲۱/ج۳/ مطبوعه کراچی، ص۱۴۸/ج۲/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطيب قال الله تعالىٰ اعوذ بالله الخ.

[2] خطبہ سے پہلے وعظ کہنا بعض روایتوں سے منقول ہے مگر خطبہ سے پہلے اشعار پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے۔ البتہ فقہاء نے خطبہ کے اندر اشعار پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ ولا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة رضی اللہ عنہم (الی قوله) وكذا قراءة الاشعار الفارسية والهندية فيهما الخ، عمدة الرعاية على شرح الوقاية ص ۲۴۲/ج ۱/ تعريف الخطبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

الخطبة الخامس كونها قبلها بحضرة جماعة تنعقد بهم ولو كانوا صُماً او نياماً اهـ (درمختار[1])۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۴ھ

خطبۂ جمعہ وعید کا نہ سننا

سوال:- جمعہ اور عید کا خطبہ پڑھنے کے وقت اس کا سننا غیر ضروری سمجھ کر نہ سننا اور چلا جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سننا واجب ہے اور اس کو غیر واجب سمجھنا اور چلا جانا درست نہیں۔ وكل ماحرم في الصلوٰة حرم فيها اى الخطبة فيحرم اكل وشرب و كلام بل يجب عليه ان يستمع ويسكت وكذايجب الا ستماع لسائر الخطب كخطبة النكاح وخطبة عيد وختم علىٰ المعتمد اهـ درمختار ج۱ ص۸۵۸[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

---

[1] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص۵۴۳/ج۱/ باب الجمعة، فتح القدير ص۶۰/ج۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت. بدائع زكريا ص۵۹۶/ج۱/ محظورات الخطبة، حلبى كبيرى ص۵۵۵/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص۵۵۱/ج۱/ باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، حلبى كبير ص۵۶۰/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. بدائع زكريا ص۵۹۵/ج۱/ محظورات الخطبة. مجمع الانهر ص۲۵۴/ج۱/ قبيل باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

خطبۂ جمعہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا

سوال:- (۱) زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ دینا بدعت سئیہ ہے۔ تو یہ بدعت سئیہ ہے یا نہیں؟

(۲) بہت سی مساجد میں عصا ہاتھ میں لینے کا معمول ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر بدعت نہیں ہے بلکہ مستحب وسنت ہے تو اس کو بدعت قرار دینے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خطبہ جمعہ کے وقت عصا کا ہاتھ میں لینا بدعت سئیہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ طحطاوی مصری باب الجمعہ ص ۴۲۱ ر میں ہے[۱]۔

(۲) وہاں کا یہ معمول درست ہے، بدعت نہیں[۲]۔

(۳) ایسا کہنا ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو کسی عالم کے ذریعہ سے تفہیم کرادیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۸۹ھ

تلوار یا کمان لے کر خطبۂ جمعہ پڑھنا

سوال:- فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۷۶ ر باب جمعہ شرائط خطبہ میں یہ عبارت ہے

---

[۱] ثبت انه صلى الله عليه وسلم قام خطيباً بالمدينة متكأً على عصا أوقوس كما فى أبى داؤد وكذا رواه بن عاز ب عنه صلى الله عليه وسلم وصححه ابن السكن. طحطاوى مصرى ص ۴۲۱ ر باب الجمعة. ابوداؤد شريف ص ۱۵۶ ر ج ۱ ر كتاب الصلاة، باب الرجل يخطب على قوس، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، شامى زكريا ص ۴۱ ر ج ۳ ر باب الجعمة، قبيل مطلب اذا شرك فى عبادته الخ.

[۲] حوالۂ بالا۔

ویکرہ ان یخطب متکئاً علیٰ قوسٍ اوعصا کذافی الخلاصة وھٰکذا فی المحیط.
اس کا کیا مطلب ہے تحریر فرمائیں اور ساتھ ہی اس کا حکم بھی؟

الجواب حامداًومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری میں باب الجمعہ میں شرائط خطبہ کا کوئی عنوان نہیں۔ ہاں شرائط جمعہ کے ذیل کو بھی ذکر کیا ہے، پھر خطبہ کی سنتیں شمار کی ہیں۔اسی ذیل میں خطبہ کے بعض مستحبات، مباحات، مکروہات کو بھی لکھا ہے اسی میں عبارت منقولہ فی السوال بھی[1] ہے **ویکرہ** پر ایک چھوٹا سا نون بھی بنا ہوا ہے جو نسخہ کی علامت ہے طحطاوی[2] علی مراقی الفلاح میں اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے **وناقش فیہ ابن امیر الحاج بانہٗ ثبت انہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام خطیباً بالمدینة متکئاً علی عصا اوقوس کمافی ابی داؤد کذارواہ البراء ابن عازب عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصححہ ابن السکن اھ** بذل المجہود شرح ابی[3] داؤد ص۱۸۲/ج۲/ میں یہ حدیث مذکور ہے۔ جو چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور خصوصیت کی کوئی دلیل نہ ہو اور اس کے نسخ پر بھی دلیل نہ ہو اس کو مکروہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مسئلہ فتاویٰ دارالعلوم[4] دیوبند ص۸۶/ج۵/ اور فتاویٰ دارالعلوم شائع کردہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ ص۳۰۹/ج۱/و۲/[5] اور امداد الفتاویٰ[6] ص۳۴۱/ج۱/ میں بھی مذکور ہے شامی[7]

---

[1] عالمگیری ص۱۴۸/ج۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجعمة، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] طحطاوی علی المراقی ص۴۲۱/ج۱/ باب الجمعة، مکتبہ مصری.

[3] بذل المجہود ص۱۸۲/ج۲/ باب الرجل یخطب علی قوس مکتبہ رشیدیہ سہارنپور

[4] فتاوی دارالعلوم ص۸۸/ج۵/ باب الجمعة، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند.

[5] امداد المفتیین ص۳۷۶/ج۲/ مطبوعہ کراچی. عزیز الفتاوی ص۲۹۶/ج۱/ مطبوعہ کراچی.

[6] امداد الفتاوی ص۶۸۰،۸۱/ج۱/ باب الجمعة والعیدین، مطبوعہ ادارہ تصنیفات اولیاء دیوبند.

[7] شامی زکریا ص۴۱/ج۳/ باب الجمعة، قبیل مطلب اذا شرک فی عبادتہ العبرة للاغلب.

ص۵۵۳/ج۱/میں بھی ہے۔شرح سفر السعادۃ[1] ص۲۰۹/میں ہے کہ منبر بننے سے پہلے عصا یا قوس لے کر خطبہ پڑھا کرتے تھے منبر بننے کے بعد بلا عصا وقوس کے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۴ھ

خطبہ کے وقت لاٹھی ہاتھ میں لینا

سوال:- جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے وقت لاٹھی لینا سنت ہے یا واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واجب نہیں سنت (غیر مؤکدہ) ہے۔**ویکرہ ان یتکأ علی قوس او عصا اھ درمختار قال الشامی متوکئًا علی عصا اوقوس اھ ونقل القھستانی عن عید المحیط ان اخذ العصاسنۃ**[2] اھ ردالمحتار ج۱/ص۷۶۴/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/رجب ص۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

خطبہ کے بعد امام کا منبر سے اتر کر مصلے پر بیٹھنا

سوال:- جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بعد امام کا ممبر سے اتر کر مصلے پر قبلہ رو بیٹھنا

---

[1] ایں یعنی اعتماد بر کمان یا عصا پیش ازاں بود کہ منبر ساخت اما بعد از اتخاذ منبر محفوظ نیست کہ بر چیزے اعتماد کردنہ عصا و نہ کمان ونہ غیر آں (شرح سفر السعادۃ ص۲۰۹ فصل در خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ نول کشور۔

[2] الدرالمختار مع الشامی ص۵۵۳/ج۱/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعۃ، مکتبہ نعمانیہ.

پھر اقامت کے حی علی الصلوٰۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب خطبہ ختم ہو فوراً تکبیر شروع کردی جائے یعنی خطبہ کے ختم کے ساتھ تکبیر کا شروع متصل ہو جائے۔ اور جب امام منبر سے مصلے پر پہونچے تو تکبیر ختم ہو جائے۔ ویوذن ثانیاً بین یدیه فاذا اتم اقیمت (درمختار) . (قوله فاذا اتم) ای الامام الخطبة (قوله اقیمت) بحیث یتصل اول الاقامة باٰخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة الخ ص۵۵۲/ج۱/شامی[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دعا بین الخطبتین

سوال:- مفتاح الصلوٰۃ میں بروز جمعہ بوقت جلسہ بین الخطبتین دعا مانگنے کو جائز لکھا ہے کیا بروئے اقوال معتبرہ احناف واحادیث خطبتین کے درمیان دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کر یا بلا ہاتھ اٹھائے جائز ہے یا مکروہ ہے اور بغیر زبان ہلائے دل میں دعا مانگ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت دل سے دعا مانگے زبان سے نہ مانگے ہاتھ بھی نہ اٹھائے۔ وسئل علیه السلام عن ساعة الاجابة فقال ما بین جلوس الامام الیٰ ان یتم الصلوٰة وهو الصحیح الدر المختار ص۵۵۴/ج۱/ قال فی المعراج فیسن الدعاء بقلبه لا بلسانه لانه

---

[1] شامی کراچی ص ۱۶۱/ج۲/ شامی زکریا ص۳۸/ج۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة.

مامورٌ بالسکوت. ردالمحتار[1] ص ۵۵۴/ ج ۱/ نعمانیه . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف ۱۸/شعبان ۵۷ھ

خطبۂ اولیٰ کے اخیر کی دعا

سوال:- ایک صاحب خطبۂ اولیٰ کے اخیر میں دعائیہ الفاظ یوں ادا کرتے ہیں۔ استغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المؤمنین الخ زید کہتا ہے کہ یہاں لسائر المؤمنین کی جگہ لسائر المسلمین بہتر ہوگا۔ لفظ مسلم عام ہے اور مومن خاص ہے۔ مسنون دعاؤں میں عمومی الفاظ کا بکثرت استعمال اس بات کا شاہد عدل ہے۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب اگر زید کی بات مان کر خطبہ میں استغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین، ولسائر المؤمنین کی جگہ پڑھ دیا کریں تو زید کا دل بھی خوش ہو جائے گا اور دعا میں عموم بھی ہو جائے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی ساعة الاجابة یوم الجمعة. ابوداؤد شریف ص ۱۵۰/ج ۱/ باب الاجابة ای ساعة هی فی یوم الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۵/ مطبوعه مصری، باب الجعمة، تاتارخانیه ص ۶۹/ج۲/ شرائط الجعمة، مطبوعه کراچی.

[2] عن سمرة ابن جندب ان رسول اللّٰه ﷺ کان یستغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کل جمعة (مجمع الزوائد ص ۴۱۸/ج۲/ کتاب الصلاة، باب الاستغفار للمؤمنین یوم الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت) ویدعو للمسلمین الخ شامی زکریا ص ۲۱/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب قال الله تعالیٰ الخ. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۵۶/ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصر.

جمعہ کی نماز میں خطبہ کے درمیان دعاء

سوال:- دعاء کی حد کیا ہے خطبات موعظہ ماہ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضورؐ نے دعاء سے منع فرمایا ہے، اور اس کی حد ہونا چاہئے کر کے لکھا ہے اس کی کیا حد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز کا آدمی کو حق نہ ہو اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے[1] یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر دعا مانگنا منع ہے بلکہ جب تک دل لگے دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، شب و روز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ اور نماز جمعہ میں فصل کی مقدار

سوال:- (۱) اختتامِ خطبۂ جمعہ اور افتتاح جماعت کے درمیان کسی مجبوری کے تحت یا بلا مجبوری پانچ دس منٹ ٹھہرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ نیز خطبۂ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان

---

[1] ویحرم سوال العافیة مدی الدهر او المستحیلات العادیة قیل والشرعیة والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵۲۲/ج ۱/ مطلب فی الدعاء بغیر العربیة. باب آداب الصلاة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۶/ فصل فی صلاة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض.

[2] عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُ اللهَ عَلیٰ کُلِّ اَحْیَانِهٖ، مسلم شریف ص ۱۶۲/ج ۱/ باب الحیض، باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرها، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند. ترمذی شریف ص ۱۷۶/ج ۲/ ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، مطبوعه المکتبة الاشریفیه دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۴/ج ۱/ کتاب الطهارة، باب فی الرجل یذکر اللہ تعالیٰ علی غیر طهر، سعد بکڈپو دیوبند.

بزبان اردو اسی خطبہ کا ترجمہ یا اس سے متعلق کوئی تقریر وغیرہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ مقتدی اس کو اچھا سمجھتے ہوں، نیز خطبۂ علمی وغیرہ ہر ماہ کا خطبہ الگ الگ بالترتیب لکھا ہے۔ کیا اس طرح ترتیب سے پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ نیز الوداع کے جمعہ کو الوداع کے خطبہ کے علاوہ کوئی دوسرا خطبہ پڑھ لے تو کیا افضل کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح رمضان میں رمضان کے خطبہ کے علاوہ دوسرا خطبہ پڑھنا۔

(۲) ایک ایسا گاؤں جس کی کل ہندو مسلم آبادی تقریباً دوڈھائی سو ہے لیکن وہاں ضرورت زندگی کے کل سامان مل جاتے ہیں تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک اور گاؤں ہے جہاں کی کل ہندو مسلم آبادی تقریباً تین چار سو ہے۔ اور ہفتہ میں دو دن بازار لگتا ہے جس میں تمام ضروری اشیاء مل جاتی ہے، تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے؟

(۳) دو ایسے گاؤں جن میں جمعہ شرعاً جائز ہے۔ اگر دونوں گاؤں کی دوری تقریباً ایک میل ہے اور ان دونوں گاؤں کے بیچ میں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف ایک سو طالب عالم رہتے ہیں تو اس مدرسہ کا کیا حکم ہے؟ آیا وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں یا وہ مدرسہ بھی گاؤں ہی کا جز قرار دیا جائے گا؟

(۴) ایک ایسا گاؤں جہاں ضروری اشیاء ہر وقت مل جاتی ہیں اور آبادی بھی تقریباً ایک ہزار ہے لیکن مسلمانوں کی کل تعداد اس گاؤں میں صرف پچاس ساٹھ ہے، تو کیا وہاں جمعہ جائز ہے؟

(۵) ہمارے یہاں ایک عارضی طور پر میلہ لگتا ہے صرف سال بھر میں ایک ماہ کیلئے، تو کیا اس میلہ میں کچھ لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز جواز جمعہ کے لئے تقریباً کتنے آدمی ہونے چاہئیں یعنی جماعت کے لئے۔ نیز دس آدمی سفر کرتے کرتے ایسے گاؤں میں پہونچے جہاں کے لوگوں پر جمعہ جائز نہیں ہے اور ان کو جائز ہے تو کیا یہ لوگ اس گاؤں میں جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز بزبانِ اردو خطبہ کسی مجبوری کے تحت جائز ہے یا نہیں جبکہ

وہاں عربی پڑھنے والا کوئی نہیں ہے اوران لوگوں پر جمعہ واجب ہے تو کیا کرنا چاہئے۔ نیز دس آدمی گاؤں سے ایک ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر کام کررہے ہیں، تو کیا وہاں یہ لوگ جمعہ ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ نیز خطبہ کی کم سے کم مقدار کیا ہے نزدیک حنفیہ وحنابلہ وشوافع ومالکیہ؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ویؤذن بین یدیه اذا جلس علی المنبر فاذا اتم اقیمت ویکره الفصل بامر الدنیا. ذکرهٗ العینی اهـ درمختار قولهٗ فاذا اتم ای الامام الخطبة قولهٗ اقیمت بحیث یتصل اول الاقامة باٰخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة اه شامی قوله بامر الدنیا اما بنهی عن المنکر او امر بمعروف فلا وکذابوضوء او غسل لوظهر انه محدث اوجنب کمامر بخلاف اکل وشرب حتی لوطال الفصل استانف الخطبة کما مر. فافهم اهـ (شامی[۱]) ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیته فتغدی اوجامع واغتسل استقبل خلاصة ای لزوماً لبطلان الخطبة درمختار. ولا یعد الغسل فاصلاً لانه من اعمال الصلوٰة ولکن الاولیٰ اعادتها کما تطوع بعدها او افسد الجمعة او فسدت بتذکر فائتة کمافی البحر قولهٗ فان طال الظاهر انهٗ یرجع فی الطول الیٰ نظر المبتلی اه شامی[۲] ص ۵۵۲/ج ۱/.

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ آخر خطبہ کے ساتھ ہی اقامت شروع کردی جائے۔ اورامام منبر سے اتر کر جب مصلی پر پہونچے تو اقامت ختم ہوجائے۔ دنیاوی کام کی وجہ سے خطبہ اوراقامت میں فصل نہ ہو، نماز ہی سے متعلق کسی شئ کا فصل ہوجائے تو مضائقہ نہیں، فصل

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۹،۳۸/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب.

[۲] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۴/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ. تاتارخانیه کراچی ص ۶۶/ج۲/ شرائط الجعمة.

طویل ہو جائے تو خطبہ کا اعادہ کیا جائے مقدارِ طول رائے مبتلیٰ بہ پر موقوف ہے جب کہ وہ صاحب الرائے ہو۔ خطبۂ جمعہ خالص عربی میں ہونا چاہئے۔ درمیان میں کوئی تقریر یا ترجمہ غیر عربی میں نہ کریں[۱]۔ خطبۂ علمی کی پابندی ضروری نہیں۔ کسی مہینہ اور کسی عشرہ کے لئے کوئی خطبہ متعین طور پر لازم نہیں کہ بغیر اس کے جمعہ کی شرط ہی ادا نہ ہونے کا حکم کر دیا جائے۔

(۲) آج کل عرف عام میں بڑی بستی جہاں جمعہ جائز ہے[۲]، وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، مستقل بازار ہو، ڈاکخانہ ہو، ضروری پیشہ ور رہتے ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہو، کچہری یا گرام سماج ہو، روزمرہ کی ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں۔ دو ڈھائی سو کی آبادی میں یا تین چار سو کی آبادی میں عامۃً یہ سب مجموعی چیزیں نہیں ہوتیں بلکہ دو ڈھائی ہزار کی بستی میں بھی مشکل سے ہوتی ہیں۔

(۳) وہاں جمعہ جائز نہیں وہ کسی گاؤں کا جز قرار نہیں دیا جائے گا۔ لا الیٰ ھؤلاء. ولا الیٰ ھؤلاء[۳].

(۴) مذکورہ بالا جوابات سے اس کا جواب ظاہر ہے۔

(۵) اگر وہ بڑی بستی نہیں (جس کی تشریح (۲) میں آچکی ہے) تو محض میلے کی وجہ سے وہاں جمعہ درست نہیں امام کے علاوہ تین نمازی ہوں تب بھی شرط جماعت متحقق ہو جائے گی[۴]۔

---

[۱] لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثه : من النبی ﷺ والصحابةؓ فیکون مکروها تحریماً عمدة الرعایة حاشیة شرح وقایة ص ۲۴۲/ج ۱/ باب الجمعة، مکتبه رحیمیه دیوبند.

[۲] عن أبی حنیفة أن بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس إلیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الأصح شامی نعمانیه ص ۵۳۶/ج ۱/ اول باب الجمعة.

[۳] **ترجمہ**:- نہ اس طرف ہے اور نہ اس طرف یعنی دونوں گاؤں میں سے کسی میں داخل نہیں۔

[۴] السادس الجماعة هم ثلاثة رجال غیر الامام (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۱۸/ باب الجمعة، طبع مصر، ملتقی الابحر مع مجع الانهر ص ۲۴۹/ ۱/ باب الجمعة، دارالکتب العلمیة بیروت، تاتار خانیه ص ۵۷/ ج ۲/ شرائط الجمعة، طبع کراچی.

وہ لوگ مسافر ہیں ان پر جمعہ نہیں[۱] اور جس بستی میں پہونچے جہاں شرائط موجود نہیں، اس لئے ان کو وہاں جمعہ کی اجازت نہیں۔ اردو میں خطبۂ جمعہ کی اجازت نہیں[۲]۔ خطبہ میں سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر، التحیات، درود شریف اور اس کے بعد کی دعا اور قُل ھُوَ اللّٰہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں، ان کے پڑھنے سے بھی خطبہ ادا ہو جائے گا۔ جو لوگ آبادی سے باہر اور مقام پر ہوں کہ وہ فناء مصر نہ ہوں تو ان کو وہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں۔ مقدارِ تشہد پڑھنے سے حنفیہ کے نزدیک خطبہ ادا ہو جائے گا (کذا فی ردالمحتار[۳]) دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق خود ان کے متبعین سے کی جائے جو قول ان کے نزدیک راجح ہو وہ متعین فرمادیں گے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۹ھ

مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے

سوال:- ایک لڑکا بالغ یا مراہق جمعہ کا خطبہ پڑھے اور بڑی عمر کا آدمی جو اس وقت پہلے بھی موجود ہو نماز پڑھادے جائز ہے یا نہیں بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

افضل اور اشہر یہ ہے کہ امام اور خطیب ایک ہی ہونا چاہئے تاہم اگر مراہق ذی شعور

---

[۱] شروط وجوبها أی الجمعة ستة الاقامة بمصر فلا تجب علی المسافر (مجمع الانهر ص ۲۵۰/ج ۱/ باب الجمعة، دارالکتب العلمعة بیروت. تاتار خانیه ص ۷۰/ج ۲/ شراط الجمعة، مطبوعه کراچی، بحر کوئٹه ص ۱۵۱/ج ۲/ باب الجمعة.

[۲] عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایه ص ۲۴۲/ج ۱/ حاشیه ۲/باب الجمعة، مکتبه رحیمیه دیوبند.

[۳] وکفت تحمیدة اوتهلیلة او تسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة واقله قدر التشهد الواجب الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص ۵۴۳/ج ۱/ مطب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة. تاتارخانیه کراچی ص ۶۳/ج ۲/ شرائط الجمعة. بحر کوئٹه ۱۴۹/ج ۲/.

خطبہ پڑھے اور بالغ آدمی نماز پڑھائے تب بھی درست ہے لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز وھو المختار الدر المختار[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سامعین کو حالت خطبہ میں درود شریف پڑھنا

سوال:- جمعہ کے خطبہ میں اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا جاوے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ دل دل میں پڑھ لے جیسے آیۃ اِنَّ اللہ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ پڑھی جائے۔ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں کہ درود شریف پڑھنا اچھا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں درود شریف دل میں پڑھ لے۔ والصواب ان یصلی علیٰ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ قولہ فی نفسہ بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانھم فسروہ بہ وعن ابی یوسفؒ قلباً. ایتماراً لامری الانصات والصلوٰۃ علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کمافی الکرمانی اھ شامی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۵۵۲/ج ۱/ مطبوعہ کراچی ص ۱۶۲/ج ۲/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب. البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۴۷/ج ۲/ باب الجعمۃ، طحطاوی علی المراقی ص ۴۱۵/ باب الجعمۃ، مطبوعہ مصر.

[2] شامی نعمانیہ ص ۵۵۱/ج ۱/ باب الجمعۃ. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۴، ۴۲۵/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر. تاتارخانیہ ص ۶۷/ج ۲/ شرائط الجمعۃ، مطبوعہ کراچی.

خطبہ کے وقت خطیب کی طرف رخ ہو یا قبلہ کی طرف

سوال:- خطبۂ جمعہ سننے کی غرض سے سامعین اگر خطیب کی طرف منہ نہ کر کے قبلہ رو متوجہ ہو کر خطبہ سنا کریں تو کیا حرج ہے کیا ایسا فعل زیادتی ثواب سے محرومی کا باعث ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھ حرج نہیں بلکہ یہ فعل احسن ہے۔ **قال شمس الائمة من كان امام الامام استقبل بوجهه ومن كان عن يمين الامام اويساره انحرف الى الامام وقال السرخسي الرسم في زماننا استقبال القبلة وترك استقبالهم الخطيب لما يلحقهم من الحرج بتسوية الصفوف بعد فراغ الخطيب من خطبته لكثرة الزحام قال وهٰذا احسن اهـ** طحطاوی ص ۲۸ ر[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خلفاء راشدین کا تذکرہ خطبۂ جمعہ میں

سوال:- خلفاء راشدین کے ناموں کا تذکرہ کرنا جمعہ کے خطبہ میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام خطبۂ جمعہ میں لینا اور ان کے مناقب وفضائل بیان کرنا شرعاً نہایت پسندیدہ ہے۔ شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تاکید ہے اس کو بند نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۱ھ،

الجواب صحیح: العبد محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۱/ باب الجمعة، مكتبه مصری. تاتارخانیه کرچی ص ۶۲/ ج ۲/ شرائط الجمعة، بحر ص ۱۴۸/ ج ۲/ جمعه، کوئٹه. (نمبر۲/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا

سوال:- ہمارے امام صاحب درمیان خطبہ بیٹھتے نہیں بلکہ اس کی تفسیر یا ترجمہ بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر آخر میں وہ چند جملے پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً خطبۂ جمعہ کا ترجمہ یا تفسیر حالت خطبہ میں بیان کرنا مکروہ ہے[۱]۔ اور دو خطبوں کے درمیان نہ بیٹھنا خلاف سنت ہے۔ کذا فی الشامی[۲] وآکام النفائس[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

خطبہ کس زینہ پر ہو؟ حضرت عثمانؓ پر اعتراض

سوال:- خطبۂ منبر کے تینوں زینوں سے لے کر کون سے زینہ سے پڑھنا چاہئے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۱/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب الخ. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مکتبه مصری، عالمگیری کوئٹه ص۱۴۷/ج۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، بحر کوئٹه ص۱۴۸/ج۲/ باب صلاة الجمعة.

۱ لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والصحابةؓ فیکون مکروها تحریما عمدة الرعایة حاشیة شرح وقایه ص ۲۴۲/ج۱/ باب الجمعة، مکتبه رحیمیه دیوبند.

۲ ویسن بجلسة بینهما بقدر ثلاث آیات علی المذهب وتارکها مسیئ شامی نعمانیه ص۵۴۴/ج۱/ باب الجمعة. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۲/ باب الجمعة، مطبوعه مصر. بدائع زکریا ص ۵۹۱/ج۱/ سنن الخطبة، محیط برهانی ص ۴۵۱/ج۲/ صلاة الجمعة.

۳ آکام النفائس ص۴۷/ج۴/ مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

پہلے یا دوسرے یا تیسرے سے؟

(۲) اگر دوسرے یا تیسرے سے پڑھنا چاہئے تو کیوں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۳) اگر کوئی پہلے سے پڑھتا ہے یا پڑھنے کو گناہ نہ سمجھے تو اس پر کیا جرم عائد ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر وعمرؓ نے مسجد نبوی کے منبر پر دوسرے یا تیسرے سے پڑھا تھا، تو یہ خاص اس منبر کے لئے تھا یا اور کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ پر اعتراض حضرات صحابہ کرامؓ وبلوائیوں کا تھا یا صرف بلوائیوں کا؟

(۴) علماء کا معمول کیا رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/تا۴/) تیسرے زینہ سے پڑھنا منقول ہے[۱]۔ پہلے اور دوسرے زینہ سے پڑھنا بھی ممنوع نہیں کذافی فیض الباری[۲]۔ علماء کا معمول بھی سب طرح کا ہے۔ کسی خاص زینہ کی پابندی نہیں کہ اس کے خلاف ممنوع ہو۔ حضرت عثمانؓ پر اعتراض عامۃً مخالفین کرتے تھے جیسا کہ فتح الباری[۳] میں تفصیل مذکور ہے، ان کی ریشہ دوانیوں سے گاہ بگاہ مخلصین کو بھی شبہات پیدا ہو جاتے تھے مگر وہ دیرپا نہیں ہوتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۹/۱/۸۸ھ

---

[۱] عن انس بن مالک قال! کان رسول اللہ ﷺ یقوم مسنداً ظهره إلى جذع منصوب فی المسجد یوم الجمعة فخطب الناس فجائه رومی فقال یارسول اللہ الا اضع لک شیئاً تقعد علیه کانک قائم فصنع له منبراً درجتین ویقعد علی الثالثه (دلائل النبوة ص۵۵۸/ج۲/ باب ذکر المنبر الذی اتخذ لسول اللہ ﷺ الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] لم اجده.

[۳] قوله! هل تعلم أن عثمان فر یوم احد الخ، الذی یظهر من سیاقه أن السائل کان ممن یتعصب علی عثمانؓ وحاصله انه عابه بثلاثة اشیاء فاظهر له ابن عمر العذر عن جمیعها (فتح الباری ص۴۱۸/ج۷/کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفانؓ الخ، مکتبه نزار مصطفی مکه مکرمه)

خطبہ منبر کے کس زینہ پر ہو

سوال:- جمعہ کے دن خطیب منبر کے کس درجہ میں کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے یہ تو ظاہر ہے کہ منبر کے تین درجہ اور سیڑھی ہوتی ہیں، لیکن اولیٰ کس درجہ میں کھڑا ہوکر پڑھنا چاہئے، اگر کوئی پہلے درجہ میں کھڑا ہوکر خطبہ پڑھے تو کیا ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ دوسرے درجہ پر بھی ادا ہوجائیگا تیسرے درجہ پر کھڑا ہونا اعلیٰ بات ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۹۲ھ

خطبۂ جمعہ ایک منبر پر بیٹھ کر ایک کھڑے ہوکر پڑھنا

سوال:- جمعہ کا ایک خطبہ منبر پر بیٹھ کر اور ایک کھڑے ہوکر دینا کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ **ثم قیامه بعد الاذان فی الخطبتین لو قعد فیهما أو فی احدهما اجزأ و کره من غیر عذر. مراقی الفلاح**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابن عباسؓ ان النبیﷺ یخطب الی جذع (الی ان قال) فصنع له منبراً درجتین ویقعد علی الثالثة (دلائل النبوة ص۵۵۸/ج۲/ باب ذکر المنبر الذی اتخذ لرسول اللهﷺ، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه)

[2] مراقی الفلاح ص۱۹۳/ باب الجمعة، مطبوعه المکتبة الاسعدیه سهارنپور، مجمع الانهر ص۲۴۹/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص۶۹/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

دوران خطبہ ادھر اُدھر دیکھنا

سوال:- جمعہ میں دوران خطبہ بعض لوگ ادھر اُدھر تاک جھانک رکھتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، اور ہر قسم کی حرکات کرتے ہیں۔ اگر یہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے تو شرعاً ایسے اعمال جو منافی نماز ہیں ان کا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ خطبہ عربی کے بجائے بعد حمد وثناء اردو میں خطبہ اگر دیا جائے تو اس کا احترام اسی طریقہ پر لازم ہے یا کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یکره الکلام حال الخطبة وکذا کل عمل یشتغلهٗ عن سماعها من قراء ة قراٰن اوصلاة او تسبیح او کتابة ونحوها بل یجب علیه ان یستمع ویسکت وفی شرح الزاهدی یکره لمستمع الخطبة مایکره فی الصلوٰة من اکل وشرب وعبث والتفات ونحو ذٰلک وفی الخلاصة کل ماحرم فی الصلوٰة حرم حال الخطبة ولوامراً بمعروف اهـ (طحطاوی[1] ص ۲۸۲/) اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز نماز میں منع ہے خطبہ میں بھی منع ہے، خطبۂ جمعہ تمام عربی میں ہونا لازم ہے، اس میں اردو مخلوط کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے ایسے خطبہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] الطحطاوی علی مراقی الفلاح المطبوعة بطبعة الکبریٰ الامریة ببولاق مصر الحمیة ومکتبه مصری ص ۴۲۴/ باب الجمعة. تاتار خانیه کراچی ص ۶۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة، بحر کوئٹه ص ۱۴۸/ ج ۲/ باب الجمعة.

[2] لا شک فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة رضی اللہ عنہم فیکون مکروها تحریما (عمدة الرعایه حاشیه شرح الوقایة ص ۲۴۲/ ج ۱/ حاشیه ۲/ تعریف الخطبة، مکتبه رحیمیه دیوبند. آکام النفائس ص ۴۷/ ج ۴/ مطبوعه کراچی)

خطبہ میں امیر المؤمنین کا نام

سوال:- ہمارے یہاں خطبہ میں ہمارے یہاں کے نواب کا نام لیا جاتا ہے کیا عید الفطر کے خطبہ میں نواب کا نام لیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلیفۂ اعظم امیر المومنین کا نام لیا جائے تو گنجائش ہے[1] کیا نواب صاحب کا حال بھی یہی ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے امیر اور حاکم ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ میں اشعار

سوال:- جمعہ کے خطبہ کے درمیان اردو فارسی کے اشعار پڑھنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تحریمی ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القھستانی عبارتہ ثم یدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنباً فی مدحہ عما قالوا انہ کفر وخسران الخ الدرالمختار علی ردالمحتار ص ۵۴۴/ ج ۱/ باب الجمعۃ، مکتبہ نعمانیہ. طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۲/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر.

[2] لا شک فی ان الخطبۃ بغیر العربیۃ خلاف السنۃ المتوارثۃ من النبی ﷺ والصحابۃؓ فیکون مکروھا تحریما (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایۃ ص ۲۴۲/ ج ۱/ حاشیہ ۲/ تعریف الخطبۃ، مکتبہ رحیمیہ دیوبند. آکام النفائس ص ۴۷/ ج ۴/ مطبوعہ کراچی)

خطبہ سے قبل السلام علیکم

سوال:- خطبہ ماثورہ میں لکھا ہے کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے مگر اب تو اس کا رواج نہیں ہے کیوں نہیں ہے اس کو اب معمول بنایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ مجموعہ خطبہ نہیں دیکھا کتب فقہ میں تو یہ ہے کہ منبر پر آ کر سلام نہ کرے، شوافع کے نزدیک سلام کرنا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان ثانی سے قبل لَقَدْ جَاءَ کُمْ پڑھنا اور درمیان خطبہ زور سے درود پڑھنا

سوال:- قبل اذان ثانیہ جمعہ پر تعوذ پڑھ کر لَقَدْ جَاءَ کُمْ الخ. اور جسوقت امام خطبہ دیتا ہے اور جس وقت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ الخ. پڑھتا ہے تو مقدی بڑے زور زور سے درود شریف پڑھتے ہیں۔

بظاہر واذا خرج الامام لاصلوۃ ولا کلام کے مخالف معلوم ہوتا ہے اسکی وضاحت فرمائیں۔ نیز جو اذان میں درود شریف باواز بلند پڑھتے ہیں پیش کرتا ہے کہ درمختار یا ردمختار میں استحباب کا قول نقل کیا ہے۔

---

[1] الخطیب اذا صعد المنبر لایسلم علی القوم عندنا فیه قال مالک وقال الشافعی واحمد یسلم علیهم (حلبی کبیری ص ۵۶۲/ فصل فی صلاۃ الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الدر مع الرد زکریا ص ۲۳/ باب الجمعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کی اذان ثانی سے قبل تعوذ اور آیت "لَقَدْ جَاءَ كُمْ" الخ[۱] پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، خطبہ میں خطیب کے اِنَّ اللّٰہَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلیٰ النَّبِیِّ الخ[۲] پڑھنے پر حاضرین کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ ایسے وقت دل میں درود شریف پڑھنا چاہئے جیسا کہ درمختار، ردمحتار میں مذکور ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

خطبۃ الوداع

سوال: - رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عام طور سے الوداع خطبہ پڑھتے ہیں۔ مجموعۂ خطب مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ کے خطبہ وغیرہ میں اسکا کچھ ذکر نہیں۔ میری نظر میں صرف خطبہ علمی میں ہے جو محمد حسن علی بریلوی کا نوشتہ الوداع خطبہ ہے اور اکثر مسجدوں میں وہی خطبہ ہے، کیا الوداع خطبہ بدعت ہے۔ اگر بالفرض بدعت لکھیں تو کس قسم کی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خطبۂ الوداع پڑھنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں۔ فقہاء نے اس کے پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے اس کے بدعت ممنوع ہونے کو تفصیل سے

---

[۱] سورۂ توبہ آیت ۱۲۸/.

[۲] سورۂ احزاب آیت ۵۶/.

[۳] والصواب انہ یصلی علی النبی ﷺ عند سماع اسمہ فی نفسہ (درمختار) اذا ذکر النبی ﷺ لا یجوز ان یصلوا علیہ بالجھر بل بالقلب (شامی زکریا ص ۳۵، ۳۶/ ج ۳/ باب الجمعۃ، مطلب فی وجوب شروط الجمعۃ، مجمع الانھر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۵/ باب الجمعۃ، مصر.

مدلل بیان فرمایا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۲۵/۱۰/۹۰ھ

خطبۃ الوداع

سوال: -جمعۃ الوداع میں جو خطبہ متعارفہ الوداع الوادع یا شہر رمضان الخ پڑھا جاتا ہے حضرت تھانویؒ نے اس کو منع کیا ہے، اگرچہ وہ کتاب ذہن میں نہیں رہی اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خطبۃ الوداع مکروہ ہے، بدعت ہے۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، جسمیں جمعۃ الوداع میں جو بدعات ورسوم جاری ہیں انکی تردید کی ہے، اسمیں یہ خطبہ بھی ہے[۲]۔ اسی طرح اردو فتاویٰ دیوبند[۳] تھانہ بھون[۴] میں بھی اسکو بدعت لکھا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[۱] فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ (اردو) ص ۵۱۱/ مسائل شتیٰ، جمعۃ الوداع میں الوداع یا الفراق کے الفاظ کہنا، مطبوعہ ملک پبلشرز دیوبند۔

[۲] ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، ص ۲۴/ ج ۲/ مطبوعه کراچی.

[۳] ایسا خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے علماء نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کو شعار روافض کا لکھا ہے. فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۶/ ج ۵/ باب فی صلاة الجمعة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند.

[۴] امداد الفتاوی بترتیب جدید ص ۶۸۵/ ج ۱/ فصل فی صلاة الجمعة والعیدین، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.

ایک شخص کا دوجگہ خطبہ پڑھنا

سوال:- جس امام نے خطبہ اور جمعہ کی نماز پڑھادی ہو وہ کچھ تاخیر سے کسی دوسری مسجد میں خطبہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ نماز کوئی اور پڑھادے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ خطبہ نہ دے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں خطبہ دینا

سوال:- ایک شخص جمعہ کی نماز ایک مسجد میں پڑھ لیتا ہے اور اتفاقاً دوسری ایک مسجد میں کوئی خطیب موجود نہیں ہے تو وہ شخص جو کہ پہلی مسجد میں نماز جمعہ ادا کر چکا ہے اگر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھ دے تو دوسرا شخص نماز پڑھادے یا کسی مسجد میں جمعہ کی نماز میں ایک آدمی خطبہ اور دوسرا آدمی نماز پڑھادے تو یہ صورتیں مذموم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء کی ایک بڑی جماعت اس کے قائل ہے کہ خطیب میں امامت کی اہلیت ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جو شخص پہلے کسی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ چکا ہو اس کو دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا اس جماعت کے نزدیک درست نہ ہوگا۔ اور ایسے ہی امام کا غیر خطیب ہونا، غیر مناسب ہے۔ **لاینبغی ان یصلی غیر الخطیب لا نهما کشیئ واحد فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان و صلی بالغ جاز هو المختار اهـ درمختار قوله هو المختار.**

---

[1] لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب لانهما کشئ واحد وقال الشامی فان الخطیب یشترط فیه أن یصلح للإمامة الدرالمختار مع الشامی نعمانیة ص۵۵۳/ج ۱/ باب الجمعة.

وفی الحجة انه لا یجوز وفی فتاویٰ العصر فان الخطیب یشترط فیه ان یصلح للامامة وفی الظهیریة لو خطب صبی اختلف المشائخ فیه والخلاف فی صبی یعقل والاکثر علی الجواز شامی[1] ص ۸۶۱/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۶۰ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبد اللطیف ۱۰/۸/۶۰ھ

جمعہ پڑھ کر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا

سوال:- محمود نے نماز جمعہ وخطبہ ادا کیا۔ بعدہٗ دوسری مسجد میں امام نہ رہنے کی وجہ سے صرف خطبہ پڑھا نماز نہیں پڑھائی، تو خطبہ جمعہ نماز جمعہ کے لئے درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صراحۃً یہ جزئیہ کہیں نہیں دیکھا۔ اتنا ضرور لکھتے ہیں کہ خطیب وامام کا ایک ہی شخص ہونا ضروری نہیں۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی جمعہ پڑھائے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر نابالغ لڑکے نے خطبہ پڑھا اور بالغ نے جمعہ پڑھایا تب بھی جمعہ ادا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ نابالغ جو جمعہ پڑھے گا وہ نماز نفل ہوگی۔ اس مجموعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ صورت مسئولہ میں بھی جمعہ ادا ہو جائے گا۔ اتحاد الخطیب والامام لیس بشرط علی المختار لو خطب صبی عاقل وصلی بالغ جاز لکن الاولیٰ الاتحاد. طحطاوی[2] مصری

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص ۵۵۳/ ج ۱/. وشامی زکریا ص ۳۹/ ج ۳/ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، باب الجمعة. تاتارخانیه کراچی ص ۶۶/ ج ۲/ شرائط الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ ج ۱/ باب الجعمة، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۴۱۵/ مطبوعه مصری، باب الجمعة.

ص ۴۱۵/. فی البدائع[1] فیمن لاجمعة علیه فقال ان کان صبیاً وصلاها فهی تطوع لهٗ البحر[2] ص ۱۵۲/ج ۲/.

کیونکہ جوشخص جمعہ ادکر چکا ہے۔اب اس کے ذمہ جمعہ نہیں رہا۔ وہ اگر کسی دوسری مسجد میں جمعہ میں شریک ہوجائے گا تو اس کے حق میں یہ نماز نفل ہوگی۔ جیسے کہ نابالغ کے حق میں اور نابالغ کا خطبہ پڑھنا بھی جواز جمعہ کے لئے کافی ہے۔تو اس طرح سے بظاہر اس کا جمعہ پڑھنا بھی کافی ہوجائے گا۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۸ھ

ایک شخص نماز جمعہ پڑھائے دوسرا خطبہ پڑھے

سوال:- جمعہ کا خطبہ کسی دوسرے شخص نے پڑھا، امام آخری خطبہ میں پہونچا اور امام نے ہی نماز پڑھائی،تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نماز ہوجائیگی اعلیٰ بات یہ ہے کہ جوشخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ کے درمیان چندہ

سوال:- عید کے روز خطبہ کے درمیان امام کے واسطے یا دیگر اور کسی کام کے لئے

---

[1] بدائع زکریا ص ۵۸۲/ج ۱/ شرائط الجمعة.

[2] البحر الرائق ص ۱۵۲/ج ۲/ مطبوعه کراچی، باب صلاة الجمعة.

[3] لا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب (الهندیة کوئٹه ص ۱۴۷/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۴/ج ۱/ قبیل باب صلاة العیدین. الدر مع الرد کراچی ص ۱۶۲/ج ۲/ باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب.

جبکہ خطبہ ہو رہا ہو چندہ وصول کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ممنوع ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ

سوال:- ہماری مسجد یوسفیہ بازار میں جمعہ کے دن ''خطبات موعظہ'' مصنفہ مولانا ذاکر حسین پھلتی صاحب کے پڑھے جاتے ہیں۔ اس میں عربی کے ساتھ ترجمہ تفصیل سے بطور وعظ لکھا گیا ہے اور خود مصنف نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اردو ترجمہ عربی سے پہلے منبر کے پاس ٹھہر کر سنانا بہتر ہے۔ چنانچہ امام صاحب ترجمہ پڑھتے ہیں۔ پھر سنت ادا کی جاتی ہے، پھر عربی خطبہ پڑھ کر فرض پڑھتے ہیں۔ اردو ترجمہ کے درمیان مصلیوں کے درمیان ایک ڈبہ گشت کرایا جاتا ہے جس میں لوگ پیسہ ڈالتے ہیں۔ اس ڈبہ پر ''چندہ برائے طعام مسافرین وحاجتمندانِ مسجد یوسفیہ'' لکھا ہے۔ اس ڈبہ کو گشت کرانے سے اور کھٹ کھٹ کی آواز سے توجہ بٹتی ہے۔ میں نے اعتراض کیا کہ اردو جو بھی پڑھا جاتا ہے وہ اس دن کے خطبہ کا ترجمہ ہوتا ہے لہٰذا احترام سے سننا چاہئے، اور ڈبہ اس وقت نہ پھرانا چاہئے۔ جس پر امام نے جواب دیا کہ مساجد میں مسلمان مسافروں یا مصیبت زدہ مسلمانوں کے لئے چندہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور چندہ کرنے والے دوسروں کی گردنیں پھلانگ کر ادھر ادھر نہ جائیں

---

[1] وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها أي في الخطبة فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحا اورد سلام أو أمرا بمعروف بل يجب عليه أن يستمع ويسكت الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص ۵۵۱/ج ۱/ باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة. بدائع زكريا ص ۵۹۳/ج ۱/ محظورات الخطبة. فتح القدير ص ۶۸/ج ۲/ باب الجمعة، طبع دار الفكر بيروت.

ویکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم تخط رقاب الناس (شامی) تو کیا مسجد میں اس عنوان سے مانگنا جائز ہے؟ اور کیا اردو ترجمہ خطبہ کے ادب واحترام سے مستثنیٰ ہوجاتا ہے؟ اوپر جو درمختار کا حوالہ دیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور عربی خطبہ کے قبل اردو ترجمہ کرنا یا وعظ سنانا بدعت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ تو فرض اور جمعہ کے لئے شرط ہے[1] اس کو سننا ضروری ہے، کوئی ایسا کام کرنا منع ہے جو سننے میں مخل ہو[2] اذانِ خطبہ سے پہلے جو کچھ بھی بیان کیا جائے خواہ ترجمۂ خطبہ ہو یا کوئی اور وعظ ونصیحت ہو اس کا حکم خطبۂ جمعہ کی طرح نہیں تاہم اس کو بھی اہتمام سے سنا جائے، اس وقت بھی چندہ وغیرہ جمع نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے لئے دوسرا وقت تجویز کرلیا جائے۔ مثلاً ترجمہ ختم ہونے کے بعد سنتوں سے پہلے یا جو وقت مشورہ سے مناسب طے ہوجائے۔ مسجد میں چندہ کے لئے جو کچھ امام صاحب نے بتایا ہے وہ صحیح ہے۔ خطبۂ جمعہ سے پہلے بعض حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وعظ فرمانا ملا علی قاریؒ[3] نے نقل فرمایا ہے اور یہ مفید بھی ہے بدعت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۴ھ

---

[1] ویشترط لصحتها سبعة اشياء والرابع الخطبة فيه الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۴۳/ ج ۱/ باب الجمعة. تاتارخانيه كراچى ص ۵۹/ ج ۲/ شرائط الجمعة. مجمع الانهر ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الجعمة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وكل ماحرم فى الصلاة حرم فيها أى فى الخطبة خلاصة وغيرها فيحرم أكل وشرب وكلام ولوتسبيحا أورد سلام أو أمر ابمعروف بل يجب عليه أن يستمع ويسكت الدرالمختار على الشامى نعمانية ص ۵۵۱/ ج ۱/ باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة. بدائع زكريا ص ۵۹۳/ ج ۱/ محظورات الخطبة. فتح القدير ص ۶۸/ ج ۲/ باب الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] واخرج ابن عساكر عن حميد بن عبدالرحمٰن ان تميماً الدارى استأذن عمر فى القصص سنين فابى ان يآذن له الىٰ ما قال ثم قال عظ قبل ان اخرج فى الجمعة فكان يفعل ذالك يوماً واحداً فى الجمعة الخ موضوعات كبير ص ۲۰/ (مطبوعه كراچى) فى مقدمة.

خطبہ کے وقت نمازیوں سے چندہ وصول کرنا

سوال:- ہماری مسجد میں جس قدر نمازی آتے ہیں جمعہ میں تقریباً وہ سب فیکٹریوں کے ملازم ہوتے ہیں ان کے پاس وقت کم ہوتا ہے اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ نماز جمعہ سے جلد از جلد فارغ ہوکر اپنی ڈیوٹی پر پہونچ جائیں تاکہ غیر حاضری نہ ہو گھنٹہ دو گھنٹہ کی تاخیر سے سروس اور تنخواہ میں نقصان نہ پیدا ہو اس لئے یہاں زوال کے بعد فوراً ہی پہلی اذان کہی جاتی ہے اور اذان خطبہ کے درمیان دس پندرہ منٹ سے زائد کا وقفہ نہیں ہوتا، اگر مسجد میں نماز کی غرض سے عموماً نمازیوں کی آمد نماز کی اذان سے تقریباً آدھ پون گھنٹہ پہلے شروع ہوجاتی ہے اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ مسجد کے اخراجات خطبہ کے دوران چندہ لینے اور دینے والے اور درمیان میں گشت کرنے والے مشغول ہوجاتے ہیں، جب کہ آداب وشرائط جمعہ میں یہاں تک تاکید ہے کہ خطبہ واجب ہے اس کا سننا واجب ہے، جب خطبہ کی اذان شروع ہوجاتی ہے تو نماز کے سلام تک کسی دوسری طرف مشغول نہ ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چندہ وصول کرنے کیلئے یہ وقت متعین کرنا صحیح نہیں، غلط طریقہ ہے، یا تو اس سے پہلے وصول کیا جائے یا نماز سے فراغت پر وصول کیا جائے، مراقی الفلاح[1] میں لکھا ہے کہ جو چیز عین نماز کی حالت میں منع ہے وہ چیز خطبہ کی حالت میں بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فیجتنب ما یجتنبه فی الصلاة (مراقی مع الطحطاوی ص ۴۲۵/ باب الجمعة، مطبوعه مصر، نیز طحطاوی میں ہے: وفی الخلاصة کل ماحرم فی الصلاة حرم فی الخطبة (طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۴/ الدرالمنتقی فی شرح الملتقی مع مجمع النهر ص ۲۵۳/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۵/ ج ۳/ باب الجمعة.

خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ کرنا

سوال:-(۱) خطبہ جمعہ وعیدین کے مسنون ومشروع ہونے کی غرض کیا ہے۔

الف:- اگر اس کا مقصد اس مجمع کو مسائل جزئیہ شرعیہ اس دن یا اس نماز کے متعلق مقام خطبہ پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر سکھانا یا تعلیم دینا ہے تو اس کا جو وقت منجانب شرع متعین ہو چکا ہے اس میں تغیر وتبدل یا تقدیم وتاخیر یا طریقۂ بیان میں جدت پیدا کرنا بدعت ہے یا نہیں؟

ب:- اگر بدعت ہے تو اس کا جواز کسی مصلحت پر مبنی پیدا کرنیکا حق کسی مولوی یا مولوی نما عالم کو ہے یا نہیں؟

ج:- كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ارشاد نبوی کلیہ ہے یا نہیں؟

د:- بدعت کی تعریف جو متقدمین علماء وفقہاء نے بیان فرمائی ہے بیان کیجئے۔

ھ:- اس ارشاد نبوی کو کلیہ نہ ماننا اور اس کی تاویلات کرنا تعریف بدعت میں ہے یا نہیں؟

و:- اگر نہیں تو ایسا شخص محدث مصطلح ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ یا عیدین یا سب میں گداگری کی شکل اختیار کر کے لوگوں کی صفوں میں پھر کر چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الف:- اگر جائز نہیں تو ایسی حالت کا ارتکاب عملاً، اصلاً، دواماً کرنے والا صحیح العمل شریعت کا کام کرنیوالا عندالشرع ہے یا نہیں؟

ب:- اگر جائز ہے تو اس کی کوئی سند کتب فقہ مستند مویدہ آیت قرآنی یا حدیث ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کو مع نقل عبارت وحوالہ کتب وصفحہ بیان فرمائیے۔

(۳) جمعہ کی نماز مین خطبہ ہے جب کہ بعض نمازی مشغول بالسنّت ہوں ایسے سائل کا صفوف کے درمیان گشت کرنا شرعی ادلہ میں کسی دلیل سے ثابت ہے؟

ع:- مذکورہ بالا صورتوں میں کسی کو بدعت جاننے والا یا مکروہ سمجھنے والا اگر باوجود قدرت بیان وتردید اس پر سکوت اختیار کرے تو وہ آیا مجرم شرعی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہماری غرض تو تکمیل ارشاد ہے، شارع کی غرض کیا ہے؟ وہ علم شارع میں ہے۔

الف:- کوئی تغیر نہ کیا جائے۔

ب:- طریقۂ مشروعہ کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں۔

ج:- کلیہ ہے[۱]

د:- غیر دین کو دین سمجھنا بدعت ہے[۲]

ھ:- کلیہ کو کلیہ نہ ماننا بدعت کو غیر بدعت کہنا بدعت ضلالہ ہے[۳]

و:- اوپر بیان کر دیا۔

---

[۱] بدعت شرعی ہونے کے اعتبار سے قاعدہ کلیہ ہے البتہ بدعت لغوی ہونے کے اعتبار سے مخصوص منہ البعض ہے. کل بدعة ضلالة ای کل بدعة سیئة ضلالة (الی ان قال) وقوله کل بدعة ضلالة عام مخصوص (مرقاة ص ۱۷۸/ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، طبع ممبئی، ثم اذا ادریت ماتلوت علیک فاعلم ان لاحدیث علی عمومه ولا تخصیص فی قوله علیه السلام کل بدعة ضلالة ، فان قلت قد اشتهر البدعة نوعان حسنة وسیئة فکیف کل بدعة ضلالة بلا تخصیص قلت المراد من البدعة فی الحدیث البدعة الشرعیة شرح اربعین بحواله الجنة لاهل السنة ص ۱۸۳/ بدعت کی دو قسمیں هیں الخ مطبوعه دهلی)

[۲] (البدعة) ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللهﷺ عن علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینا قویماً وصراطاً مستقیماً (شامی زکریا ص ۲۹۹/ج ۲/ باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

[۳] ملاحظہ ہو: براهین قاطعه ص ۳۴/ مطبوع امدادیه دیوبند، الجنة لاهل السنة ص ۱۸۳/ بدعت کی دو قسمیں الخ، مطبوعہ دہلی۔ مرقاة ص ۱۷۸/ج ۱/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه ممبئی، نووی علی مسلم ص ۷۷/ج ۲/ کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور الخ، مطبوعه بلال دیوبند.

(۲) تخطی رقاب ممنوع ہے[۱] نمازیوں کے سامنے سے مرور بھی ممنوع ہے[۲]۔

الف:- صحیح العمل نہیں۔

ب:- منع کی تصریح ہے، فقہ میں بھی حدیث میں بھی[۳]۔

(۳) اس کا جواب اوپر آ گیا۔

ع:- اصلاح منکر حسب حیثیت لازم ہے، ترک پر وعید ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[۱] ولا ینخطی رقاب الناس (عالمگیری کوئٹہ ص۱۴۸/ج۱/ الباب السادس عشر فی الجمعة، طحطاوی علی المراقی ص۴۲۸/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص۴۲/ج۳/ باب الجمعة، قبیل مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد بنایه. ص۱۰۸/ج۳/ باب الجمعة، مااذا فرغ الامام من خطبته، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] فیه ان المرور بین یدی المصلی مذموم وفاعله مرتکب الاٰثم وقال النووی فیه دلیل علی تحریم المرور فان فی الحدیث النهی الاکید والوعید الشدید فیدل علی ذالک (عمدة القاری ص۲۹۴/ج۲/ جز۴/ کتاب الصلوة، باب اثم المار بین یدی المصلی، مطبوعه دارالفکر بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۷۷/ فصل فیما لایفسد الصلوة، مطبوعه مصری، الدر مع الرد زکریا ص۳۹۸، ۳۹۹/ج۲/ باب مایفسد الصلاة الخ، مطلب اذا قرأ قوله تعالیٰ جدک الخ. مجمع الانهر ص۱۸۲/ج۱/ باب مایفسد الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] واما التخطی للسوال فمکروه فی جمیع الاحوال بالاجماع (طحطاوی علی المراقی ص۴۲۸/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص۴۲/ج۳/ باب الجمعة، مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد. قال رسول اللهﷺ من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ جسداً الی جهنم (مشکوة شریف ص۱۲۲/ باب التنظیف والتکبیر، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۴] فیبدأ او لا بالتغییر علی نفسه ثم بعد ذالک علی غیره کل علی حسب حاله (المدخل ص۸۱/ج۱/ وجوب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر) وقد ورد ان موسیٰ علیه السلام مر علی قریة وقد اهلکتها الله فقال یارب کیف اهلکتهم وکنت اعرف فیها رجلا صالحا فاوحی الله تعالیٰ الیه یا موسیٰ انه لم یغیر لی منکراً (الی قوله) لا جرم انه قد وقع الخسف بسبب ذالک وعم الاٰفاق (المدخل ص۸۱، ۸۲/ج۲/ من موجبات الخسف ترک الامر بالمعروف، مطبوعه مصر. مرقاة ص۳/ج۵/ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی.

حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا

سوال:- حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز نماز کی حالت میں حرام ہے وہ خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہے، جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے اس لئے ایسے وقت میں بھی پنکھے سے ہوا کرنا مکروہ تحریمی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

خطبۂ اولی وثانیہ میں کس قدر طول ہو

سوال:- جمعہ کے دن خطبہ اولیٰ جمعہ کا پڑھا گیا، مگر ثانی خطبہ عیدین کا پڑھا اس طرح خطبہ پڑھنے کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی تو کیا نماز جمعہ ادا ہوگئی یا نہیں؟

(۲) جمعہ کے خطبہ میں خطبۂ اولیٰ بہت مختصر یعنی بقدر تین آیتوں کے اور خطبہ ثانی بھی اس مقدار کے پڑھا گیا، مگر نماز جمعہ میں بہت بڑی بڑی سورتیں پڑھی گئیں ایسی حالت میں نماز جمعہ میں کوئی خلل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ سے پہلے دوسرا خطبہ عید کا خطبہ پڑھا گیا تو اس سے بھی جمعہ کی نماز ادا ہوگئی فکر

---

[1] وکرہ العبث والالتفات فیجتنب ما یجتنب فی الصلاۃ الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۴۲۵/ باب الجمعۃ، مطبوعہ مصر، عالمگیری کوئٹہ ص۱۴۷/ ج۱/ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۳۵/ ج۳/ باب الجمعۃ، مطلب فی شرط وجوب الجمعۃ.

نہ کریں[1]۔

جمعہ کا خطبہ اولیٰ تین آیتوں کے مقدار اور خطبہ ثانیہ بھی اتنا ہی اور قرأت طوال مفصل کی ہو تو ایسی حالت میں خطبہ بھی درست ہے، اور نماز جمعہ بھی درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبۂ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے کھڑا ہونا

سوال:- خطبۂ جمعہ میں جب خطبہ ثانیہ کے آخری جملے پر پہنچتے ہیں، تو سامعین کھڑے ہونے لگتے ہیں، ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اسطرح لوگوں کا کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے، خطیب کے منبر سے اتر جانے کے بعد لوگوں کو کھڑا ہونا چاہئے، شرعی فیصلہ مع حوالہ مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیھا ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرھا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحاً او رد سلام او امر بمعروف الخ. درمختار[3] ص ۵۵۱/ ج ۱/ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ہونے سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفرض الخطبۃ تسبیحۃ او نحوھا وعندھما لا بد من ذکر طویل یسمع خطبۃ عرفا وھو مقدار ثلاث ایات عند الکرخی وسنتھا ان یخطب قائما علی طھارۃ خطبتین یفصل بینھما بجلسۃ مشتملتین علی تلاوۃ آیۃ والا یصاء بالتقوی والصلاۃ علی النبیﷺ فیکرہ ترک ذلک الخ (مجمع الانھر ص ۲۴۹/ج ۱/ باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. عالمگیری کوئٹہ ص ۱۴۶/ج ۱/ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۰/ج۳/ باب الجمعۃ، مطلب فی نیۃ آخر ظھر بعد صلاۃ الجمعۃ، تاتارخانیہ کراچی ص ۶۱/ج۲/ شرائط الجمعۃ)

[2] حوالۂ بالا.

[3] الدر مع الشامی زکریا ص:۳/۳۵، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ. بحر کوئٹہ ص:۲/۱۵۵، باب الجمعۃ، مراقی مع الطحطاوی ص:۴۲۴، باب الجمعۃ، مصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم : تعدد جمعہ

تعدد جمعہ

سوال: - اس بستی میں دو مسجدیں ہیں اور پہلے جمعہ جامع مسجد میں ہوتا تھا لیکن ایک مولوی صاحب نے کسی وجہ سے دوسری مسجد میں جمعہ قائم کر دیا اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اب جمعہ ایک مسجد میں ہونا چاہئے۔ یا کہ دو مسجدوں میں ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ تمام مسلمان جمع ہو کر ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کریں بلا ضرورت دو جگہ جمعہ نہ کریں ضرورت پیش آنے پر دوسری جگہ بھی مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ

سوال: - ہمارے گاؤں کی تقریباً پانچ، چھ ہزار مردم شماری ہے جس میں ۲/۳ مسلمان ۱/۳ ہندو رہتے ہیں اس میں ایک جامع مسجد ہے جس میں تمام مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے جاتے

---

[1] وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ دفعا للحرج، الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۴۱/ج ۱/ باب الجمعة. حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، بدائع کراچی ص ۲۶۱/ج ۱/ بیان شرائط الجمعة.

ہیں، میرے محلّہ والوں کو جامع مسجد کے امام صاحب سے اور کسی کی امام صاحب سے شکایت پیدا ہوگئی، انہوں نے جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے محلّہ کی مسجد میں ہی جمعہ قائم کرلیا، اس کے بعد تیسرے محلّہ والوں کو بھی کوئی شکایت پیدا ہوگئی تو انہوں نے بھی اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ قائم کرلیا اس صورت میں چار جگہ جمعہ ہونے لگا، اب نمازیوں کا ہی یہ حال ہے کہ ۲۵/ ۲۵/ ۳۰/ ۳۰/ نمازی نماز جمعہ میں ہوتے ہیں، جامع مسجد مین اس سے کچھ زائد ہوجاتے ہونگے اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ:-

(۱) چار جگہ جمعہ ہونے کی صورت میں شریعت مطہرہ کے نزدیک جمعہ کی حیثیت اور جو مقصد ہے وہ باقی رہتا ہے یا فوت ہوجاتا ہے جبکہ نمازیوں کی بھی کم تعداد ہے۔

(۲) چاروں جگہ جمعہ قائم رہنے دینا چاہئے یا نہیں؟ یا سب جگہ بند کر کے صرف جامع مسجد میں ہی ادا کیا جائے۔

(۳) میرے گاؤں میں جو علما رہتے ہیں ان کو جامع مسجد کے علاوہ اور مساجد میں جمعہ بند کرانے اور صرف جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھوانے کی جدوجہد کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر علماء اس بات کی جدوجہد نہ کریں تو وہ شرعاً مجرم ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ یہ بات یقینی ہے کہ اگر علماء کوشش کریں تو میرے گاؤں میں سب مساجد سے جمعہ بند ہوسکتا ہے، صرف جامع مسجد میں ہی سب لوگ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں؟

(۴) جمعہ بند کرانے کی کوشش کی گئی تو جن مساجد میں جمعہ ابھی فی الحال شروع ہوا ہے انہوں نے یہ بات کہی کہ محلّہ چودھریان میں جمعہ بند کراؤ وہ ہم سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس محلّہ میں علماء بھی رہتے ہیں اور وہ علماء بھی اپنے محلّہ کی مسجد ہی میں جمعہ پڑھتے ہیں اگر ان کے لئے جائز ہے تو ہمارے لئے بھی جائز ہے اس محلّہ کے مسجد والوں سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں تو جمعہ چالیس سال سے ہوتا ہے ہم کیسے بند کریں تو کیا ان کا یہ عذر شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ اگر عذر شرعاً درست نہیں تو جمعہ بند کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) اگر میرے گاؤں کے علماء جامع مسجد کے علاوہ اور مسجدوں سے جمعہ کو بند کرانے کی جدوجہد کریں لیکن محلّہ والے جمعہ بند نہ کریں تو جس محلّہ میں جو عالم رہتے ہیں وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ ادا کریں یا نماز جمعہ کے لئے ان کا جامع مسجد آنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جمعہ کا ایک مقصد اظہار شوکت ہے جو بڑی جمعیت کے ساتھ ایک جگہ ادا کرنے سے زیادہ واضح طور پر حاصل ہوتا ہے، بلاضرورت جگہ جگہ جمعہ کرنے سے یہ مقصد زیادہ حاصل نہیں ہوتا، اس لئے یہ طریقہ نہ پسند ہے[۱]۔

(۲) بہتری ہے کہ سب متفق ہوکر جمعہ ایک ہی (جامع) مسجد میں پڑھیں[۲]، اور جھگڑا بند کردیں، لیکن اگر بند کرنے میں فتنہ وفساد ہو تو اس سے پرہیز کریں[۳]۔

(۳) اگر فتنہ کے بند کر سکتے ہیں تو بند کر کے جامع مسجد میں جایا کریں اس سے دوسروں کو بھی اجر ملنے کی توقع ہے[۴]۔

(۴) ترغیب وتذکیر کے طور پر سعی کرنا مناسب وافضل ہے اگر سعی نہیں کرینگے تو افضل کے تارک ہونگے[۵]۔

---

[۱] الخاصة الثالثة صلاة الجمعة اللتی هی آکد من فروض الاسلام ومن اعظم جمامع المسلمین وهی اعظم من کل مجمع یجتمعون فیه وافرضه سوی مجمع عرفة الخ. زادالمعاد ص ۳۶۴/ج ۱/ الثالثة صلاة الجمعة واجماع المسلمین فیها، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[۲] کل موضع من المساجد کثر فیه المصلون فذالک افضل ولذالک قال علمائنا الصلاة فی الجامع افضل (مرقاة ص ۷۲/ج ۲/ باب الجعمة وفضلها، مطبوعه ممبئی. اتحاف ص ۲۲۵/ ج۳/ بیان شروط الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] وشرطهما (الامر بالمعروف والنهی عن المنکر) ان لا یؤدی الی الفتنة (مرقاة ص ۳/ج۵/ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی.

[۴] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۲/۔

[۵] ولو علم انهم لا یقبلون منه ولایخاف منه ضرباً ولا شتماً فهو بالخیار والامر افضل (الهندیة کوئٹه ص ۳۵۳/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء الخ، اتحاف ص ۲۶/ ج۷/ الباب الثانی فی ارکان الامر بالمعروف الخ، دارالفکر بیروت.

(۵) عوام تو علماء کے فعل سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان کا جواب اسی پر مبنی ہے، علماء حدود کو خوب سمجھتے ہیں وہ اگر افضل کو اختیار کریں تو عوام کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔

یہ ہوسکتا ہے کہ ابتداءً اسی مسجد میں (جامع مسجد کے علاوہ جمعہ شروع کیا گیا ہو پھر رفتہ رفتہ دوسری مساجد میں بھی ہونے لگا ہو پس اگر یہ بند کر کے جامع مسجد میں آنے لگیں تو کیا بعید ہے کہ دوسری مساجد والے بھی ان کا اقتداء واتباع کرلیں اور جامع مسجد پر ہوکر رونق وشوکت اسلام کا ذریعہ ہوجائے[۱]۔

مدت (چالیس سال) کا عذر کوئی قوی اور شرعی عذر نہیں کہ یہ حضرات اگر بند کردینگے تو قیامت میں پکڑ کا اندیشہ ہوگا۔

(۶) جامع مسجد میں جا کر جمعہ ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے[۲] جسکو زیادہ ثواب حاصل کرنا ہوگا وہ جائیگا، جو زیادہ ثواب حاصل کرنا نہ چاہے وہ محلّہ کی مسجد پر ہی کفایت کرے گا، لیکن اس کی وجہ سے اسکو مجرم اور گنہگار نہیں کہا جائیگا، فتوی اس پر ہے کہ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں وہاں ایک سے زائد جگہ جمعہ درست ہے اور اس سے فریضہ ادا ہوا جاتا ہے حتی کی بلا حاجت کے بھی اگر متعدد جگہ پڑھا جائے تب بھی وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرہ مطلقاً علی المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعينى، وامامة فتح القدير، دفعا للحرج، الدرالمختار قوله مطلقاً اى سواء كان المصر كبيرا ولا الخ[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱/۔

[۲] عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ صلوة الرجل فى بيته بصلوة وصلوته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلوة وصلوته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلوة الخ، (مشكوة شريف ص ۷۲/ باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[۳] الدر مع الرد زكريا ص ۱۵/ ج۳/ باب الجمعة، مطلب فى جواز استنابة الخطيب، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۴۵/ ج ۱/ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۴۷/ ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

مزارع متعددہ میں تعدد جمعہ

سوال:- ایک موضع مارکھم انٹ ضلع دہرہ دون میں ہے جس کا نقشہ منسلکہ عریضہ ہٰذا خدمت میں پیش ہے موضع مذکور کی آبادی مردم شماری جملہ مذاہب کی تقریباً چار ہزار ہے یہ آبادی چودہ مزرعہ جات جو موضع مذکور کے ہیں مشتمل ہے۔ مزرعہ ۵/ بڑدل والا یہ مسجد ہے مسلمانان کی بڑی آبادی ہے مسجد مذکور میں پیش امام بدعتی خیال کا ہے اور اس درجہ خیال ناقص ہے کہ حقیقۃً اہل دیوبند کو کافر کہتا ہے اپنے اہل گروہ سے کہلاتا ہے اس کی نسبت فتاویٰ حاصل کئے جاچکے ہیں اور وہ نماز پڑھانے کے ناقابل ٹھہرادیا جاچکا ہے چونکہ اس مزرعہ کے پیشتر اشخاص جو اسی کے خیال کے ہیں اس کی اعانت کرتے ہیں بدین وجہ اسے علیحدہ نہیں ہونے دیتے ایسی صورت ہونے سے دیگر مزرعہ جات کے مسلمان جو کافی تعداد میں ہیں نماز جمعہ پڑھنے سے محروم ہیں اب چونکہ مہینہ رمضان المبارک کا عنقریب ہے مسلمانان کی پریشانی اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے واقعات مذکور الصدر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم مسلمانان آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اس موضع میں دو ایک ایسے مزرعہ جات ہیں جن میں مساجد ہے چونکہ مزرعہ بڑول والا جس میں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا چلا آیا ہے اس میں جملہ اشیاء حسب ضرورت دستیاب نہیں ہوسکتیں جب تک دوسرے مزرعہ جات اس کے معاون نہ ہوں ایسی ہی حالت اول و دوسرے مزرعہ جات کی ہے جن میں مساجد ہیں اگر مزرعہ: ۵ بڑول والا میں جمعہ ہوسکتا ہے تو دوسرے مزرعہ جات ۶/ و ۳/ میں بھی نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ درمیان میں معمولی ندی ہے اس کی وجہ سے آمد و رفت بند نہیں ہوتی ہم مسلمانان موضع مارکھم آنٹ التجا کرتے ہیں کہ اس کے جواب سے براہ مہربانی بہت جلد مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ موضع ایک ہی ہے اور مزرعہ جات میں زیادہ فصل نہیں نہ وہ مستقل آبادی ہے بلکہ مجموعہ مل کر ایک ہی آبادی اور بستی ہے تو اس میں بصورت موجودہ دوسری جگہ جمعہ پڑھنا

شرعاً درست ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک جس بستی میں جمعہ درست ہوتا ہے اس میں متعدد جگہ بھی جمعہ درست ہوتا ہے اور جس بستی میں جمعہ درست نہیں ہوتا ہے اس میں ایک جگہ بھی جمعہ درست نہیں ہوتا۔ وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ شرح المجمع و امامة فتح القدیر دفعا للحرج اه درمختار[1] ص ۸۴۳/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۸/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۲۴/ شعبان ۶۱ھ

بڑی جامع مسجد ہوتے ہوئے دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا

سوال:- قصبہ میں نان پارہ کی آبادی تقریباً پچیس ہزار ہے اس میں تقریباً ۱۵/ ہزار مسلمان ہیں ان میں تقریباً ساڑھے سات ہزار مسلمان بریلوی مکتبہ فکر کے اور ساڑھے سات دیوبندی مکتبہ فکر کے ہیں ظاہر ہے کہ اس تعداد میں عورتوں اور بچوں کی تعداد زائد ہوگی، اس طرح تقریباً ڈھائی تین ہزار ایسے مردوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جن کی نماز جمعہ کے لئے ایک جامع مسجد کی ضرورت ہے کہ جہاں وہ سب نماز جمعہ ادا کرسکیں۔

تقریباً زائد از ایک صدی قصبہ میں جامع مسجد کے نام سے ایک کافی وسیع اور کشادہ مسجد موجود ہے، اور اس میں ہمیشہ سے نماز ادا ہوتی ہے جس میں صرف دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ نماز جمعہ پڑھنے آتے ہیں، مسجد اپنی وسعت کی وجہ اپنے دامن میں سب کو لے لیتی ہے، یہاں تک کہ نماز الوداع میں جب کہ دیہات لوگ آجاتے ہیں تمام مسلمان بآسانی نماز ادا کر لیتے ہیں پھر بھی جگہ باقی رہ جاتی ہے، بہرحال مسجد بہت کشادہ ہے، جس میں ابھی تک جگہ کی

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص۵۴۱/ج۱/ مطلب فی جواز استنابة الخطیب، باب الجمعة، حلبی کبیری ص۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة لاهور، بدائع کراچی ص۲۶۱/ج۱/ بیان شرائط الجمعة.

تنگی کا سوال نہیں پیدا ہوا ہے، ایسی جامع مسجد ہونے کے باوجود تقریباً دس سال سے اسی مسجد سے ایک دوفرلانگ کی دوری پر دیوبندی مکتبہ فکر ہی کے لوگوں نے ایک دوسری مسجد قائم کر رکھی ہے، حالانکہ ضرورت نہیں تھی۔

اول الذکر جامع مسجد سے اتنی ہی دوری پر بازار میں ایک مسجد واقع ہے جس کو از سرنو تعمیر کر کے وسیع کیا جا چکا ہے، اب ۲۲/جون ۷۹ء سے اس مسجد میں بھی نماز جمعہ قائم کرنے کی تحریک ہو رہی ہے، اس کے منتظمین بھی دیوبندی مکتبہ فکر کے ہیں، قیام جمعہ سے ایک ہی مکتبہ فکر کے مسلمانوں میں انتشار ہونے کا شدید خدشہ ہے اور اس میں نماز جمعہ ہونے پر جامع مسجد کی اہمیت ختم ہو جائیگی، صرف قریب کے محلّہ کے چند مصلیان اس میں نماز جمعہ پڑھنے والے رہ جائیں گے، بازار کی مسجد کا تعلق زیادہ تر سرمایہ دار اور دکاندار طبقہ سے ہے، جو اپنی سہولت کے لئے جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں، اور جامع مسجد قدیم کے متولی ایک ادارہ (انجمن اسلامیہ) تیسرا جمعہ قائم ہونے پر اس دینی ادارہ کو سخت مالی دقتوں کا سامنا کرنا پڑیگا، اور ادارہ جو تبلیغی اور دینی تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہے، جدید جامع مسجد میں منتقل ہو جانے والے مسلمانوں کے عدم اشتراک کے سبب ٹھیک طور پر انجام نہ دے سکے گا۔

تیسرا جمعہ قائم کر کے آباد مسجد کو غیر آباد بنانا اور ایک دینی ادارہ کو نقصان پہونچانا کہاں تک مناسب ہے، اس چھوٹے سے قصبہ میں دو جامع مسجد کی موجودگی میں کافی وسیع اور کشادہ ہیں تیسرا جمعہ قائم کیا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ جواب نفی میں ہونے کے باوجود اگر جمعہ قائم کیا جاوے تو اس میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ کے لئے ایک بڑی جامع مسجد کا ہونا اعلیٰ وانسب ہے، تاکہ سب مسلمان متفق ہو کر اس فرض کو بطور شعار ادا کریں[1]۔

---

[1] الخامس من شروط صحة الجمعة الاذن العام لانها من شعائر الاسلام وخصائص الدين فلزم اقامتها على سبيل الاشتهار والعموم (مراقی مع الطحطاوی ص۴۱۷/ باب الجمعة، مطبوعه مصر)

تھوڑی سی سہولت کے لئے جگہ جگہ جمعہ قائم کرنے سے یہ مصلحت حاصل نہیں ہوتی بڑی جامع مسجد کا غیر آباد ہو جانا اور دینی ادارہ کو نقصان پہنچانا مستقل خسارہ ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ پرانی جامع مسجد میں سب ملکر جمعہ ادا کیا کریں اگر چہ دوسری مسجدوں میں جمعہ پڑھنے سے بھی فریضہ ادا ہو جائے گا، اور یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ ان کی نماز نہیں ہوئی فقہاء نے ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کو بھی درست لکھا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۹ھ

بدعتی امام سے بچنے کے لئے مدرسہ میں قیام جمعہ

سوال:- قصبہ بھیگن گاؤں میں ایک مسجد ہے جس کے تمام اراکین بدعتی ہیں اور زیادہ تر بدعتی لوگ دیوبندی عقیدہ والوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں، اور ہم لوگ کسی قسم کی تبلیغ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنے کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتے پھر اپنی بات کیونکر سنے یا مانے اس قصبہ میں ایک مدرسہ ہے جس کو وہ لوگ دیوبندی مدرسہ کہتے ہیں، اور حقیقت بھی مدرسہ کی یہی ہے، فی الوقت مدرسہ میں پانچوں وقت نماز باجماعت مع معلم طلباء ودیگر اراکین مدرسہ ہی میں ادا کرتے ہیں، اور جمعہ کے روز مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں بدعتی امام کے پیچھے، اور ابن ماجہ شریف کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ بدعتی کا روزہ، نماز، حج، زکوۃ، ودیگر اس کے نیک افعال اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور اس کے نیک اعمال ایسے الگ کر دئے جاتے ہیں جیسے آٹے میں بال کو۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمادیں کہ ہم لوگ مدرسہ میں جمعہ

---

[1] وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا اه سواء کان المصر کبیراً او لا (الدر مع مع الشامی زکریا ص ۱۵ / ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی جواز استنابة الخطیب، مجمع الانهر ص ۲۴۷ / ج ۱ / باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. حلبی کبیری ص ۵۵۲/ فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

ادا کرنا چاہتے ہیں، جس کی اصل وجہ مسجد کے متعلقین اور امام کا بدعتی ہونا ہے، وہ امام دیوبندی مسلمانوں کو سلام کرنا بھی منع قرار دیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مدرسہ میں سب کو آنے کی اجازت ہو، دروازہ کھلا رہتا ہو، تو وہاں بھی جمعہ پڑھ سکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

---

[1] والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين (الدر على الشامى زكريا ص ۲۵ / ج ۳ / باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب قال الله تعالىٰ الخ. حلبى كبيرى ص ۵۵۸ / بصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الانهر ص ۲۴۶ / ج ۱ / باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم : آداب جمعہ

سورۂ کہف کا ورد ہر جمعہ کو

سوال:- ایک مولوی صاحب نے اپنے وعظ میں بیان فرمایا (اجمیر میں) کہ جس دن حضرت امام حسینؓ کے شہید ہونے کا دن تھا۔ ۱۰ر محرم بروز جمعہ اس دن بھی آپ سورۂ کہف تلاوت فرمارہے تھے۔ آپ نے قاتل سے کہا بھی کہ سورۂ کہف پڑھنے اور نماز جمعہ تک کی مہلت دے۔ یہ کہاں تک درست ہے کہ آپ ہر جمعہ کو سورۂ کہف تلاوت فرماتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام حسینؓ کا معمول تو معلوم نہیں کیا تھا۔ ہاں حدیث شریف میں جمعہ کے روز سورۂ کہف کی فضیلت بہت آئی ہے۔ کذافی المشکوٰۃ . باب فضائل القرآن[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ناخن اور بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوائے یا بعد میں

سوال:- درمختار کا حوالہ دے کر یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن حجامت بنوانا

---

[1] عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَسُوْرَۃَ الْکَھْفِ فِی یَوْمِ الْجُمُعَۃِ أَضَاءَ لَہٗ النُّوْرَ مَا بَیْنَ الْجُمُعَتَیْنِ رواہ البیھقی مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹ / ج ۱ / کتاب فضائل القرآن، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

اور ناخن ترشوانا جمعہ کے بعد افضل ہے کیا یہ مسئلہ صحیح بیان کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ناخن زیادہ بڑھے ہوئے ہوں تو جمعہ کے بعد ترشوانا شرح اشباہ ص ۵۶۳[1] میں افضل لکھا ہے۔ درمختار ص ۶۲۳[2] میں مطلقا بعد جمعہ حجامت بنوانا ناخن ترشوانا افضل لکھا ہے لیکن بعض روایات میں نماز سے قبل بنوانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور طحطاوی[3] میں اسی کو افضل لکھا ہے اور بعد نماز کی افضلیت کو رد کیا ہے اور مشائخ کا معمول بھی یہی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

جمعہ کے روز حجامت

سوال: - روز جمعہ قبل نماز جمعہ حجامت ساختن چہ حکم دارد۔

---

[1] فی بعض الروایات انه یقلم ویقص بعد صلاة الجمعة عملا بالأخبار، ولکن بعدها افضل (شرح حموی ص ۵۶۳/ الفن الثالث، القول فی احکام یوم الجمعة)

[2] ویستحب قلم اظفاره یوم الجمعة وکونه بعد الصلاة افضل الخ. درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۰/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. توفیر شاربه واظفاره یوم الجمعة وکونه بعد الصلوٰة افضل الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۱/ ج ۹/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة.

[3] وظاهر الحدیث یدل علی ان القلم قبل الصلاة فما فی بعض الکتب انه بعدها لیشهد له بالصلاة لا یعول علیه لانه تعلیل فی مقابلة النص الخ طحطاوی علی المراقی ص ۴۲۹/ آخر باب الجمعة، مطبوعه مصر.

ترجمہ سوال:- جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل حجامت بنوانے کا کیا حکم ہے؟

ترجمہ جواب:- یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز نماز کے لئے تشریف لے جانے سے قبل اپنی مونچھ اور ناخن تراشا کرتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

این طریق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام است کَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ شَارِبَهٗ وَيَقْلِمُ اَظْفَارَهٗ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ يَّرُوْحَ اِلَى الصَّلٰوةِ اخرجه البيهقى اهـ رد المحتار[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۶/ربیع الاول ۵۶ھ

غسل جمعہ وعید کا وقت

سوال:- عیدین کے دن قبل طلوع فجر یا قبل طلوع شمس اگر کوئی شخص غسل کرے تو اس سے عیدین کی سنت ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

بہشتی گوہر میں ہے کہ عیدین کے دن بعد فجر غسل ان لوگوں پر کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

مالا بدمنہ میں ہے کہ روز عید الفطر سنت آنست کہ اول چیزے بخورد وصدقہ فطر دہد، و مسواک کند وغسل کند واحسن ثیاب بپوشد وخوشبو استعمال نماید وغیرہ

اب سوال یہ ہے کہ بعد فجر و روز کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص طلوع فجر سے قبل غسل کرے تو اس سے سنت ادا نہیں ہوگی! اب اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی آدمی طلوع فجر کے بعد غسل کرے اور نماز عید تک حدث لاحق نہ ہو تو اس کی سنت بالاتفاق ادا ہوگی! اگر طلوع فجر سے قبل غسل کیا اور اسی طہارت سے نماز عید اداء کی تو امام

---

[1] شامی کراچی ص ۵،۴/ج ۶/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والإباحة. مجمع الزوائد ص ۳۴۸/ج ۲/ کتاب الصلاة، باب الاخذ من الشعر والظفر یوم الجمعة، مطبوعه دارالفکر.

ابو یوسفؒ کے نزدیک سنت ادا ہوگئی مگر حسنؒ کے نزدیک ادا نہیں ہوئی۔ اگر درمیان میں حدث لاحق ہوگیا اور پھر وضوء کی ضرورت پیش آئی تو کسی کے نزدیک سنت ادا نہیں ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم کے لئے ہے یا صلوٰۃ کے لئے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صلاۃ کے لئے ہے اور اسی کو اصح لکھا ہے۔ **وسن للجمعة والعيدين وعرفة اى سن الاغتسال لهٰذهِ الاشياء. ثم هٰذا الاغتسال لليوم عند الحسن وقال ابويوسفؒ للصلاة وهو الاصح وفى الكافى لو اغتسل قبل الصبح وصلى به الجمعة نال فضل الغسل عند ابى يوسفؒ وعند الحسنؒ لا زيلعى[1] ص ۱۷ / ج ۱ /. والخلاف المذكور جار فى غسل العيد ايضا شامى[2] ص ۱۷۴ / ج ۱ /.**

بہشتی گوہر[3] و مالا بدمنہ[4] میں وہ صورت لکھی ہے جس سے بالاتفاق سنت ادا ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ بعد طلوع فجر غسل کرے۔ روز سے مراد شرعی دن ہے جو کہ طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے[5]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ ہٰذا

---

[1] زيلعى ص ۱۷ / ج ۱ / كتاب الطهارة، مكتبه امداديه ملتان پاكستان.

[2] شامى كراچى ص ۱۶۹ / ج ۱ / كتاب الطهارة، مطلب فى رطوبة الفرج.

[3] بہشتی گوہر حصۂ یازدہم بہشتی زیور ص ۱۸ / جن صورتوں میں غسل سنت ہے، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

[4] مالا بدمنہ ص ۵۵ / فصل در نماز جمعہ، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

[5] والائمة الاربعةؒ على أن اول النهار الشرعى طلوع الفجر (روح المعانى ص ۱۰۱ / ج ۳ / سورۂ بقره تحت آيت ۱۸۷ / مطبوعه دارالفكر بيروت. تفسير قرطبى ص ۱۸۲ / ج ۱ / جز ۲ / سورۂ بقره تحت آيت ۱۶۴ / مطبوعه دارالفكر بيروت، اليوم الشرعى من طلوع الفجر الى الغروب (شامى زكريا ص ۳۳۰ / ج ۳ / كتاب الصوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل هشتم : احتیاط الظہر

احتیاط الظہر کی تفصیل

سوال :- ملک بنگال میں بعض مقام جن کی آبادی عموماً منتشر ہے اور چھوٹے چھوٹے مواضعات پر مشتمل ہے جن کو قدیم زمانہ سے محققین علماء نے خود ان مواضع کو ملاحظہ فرمایا ہے مثلاً حکیم الامت وغیرہ نے ان کی رائے یہی تھی کہ یہ مقامات قریہ کبیرہ نہیں ہیں باوجود ان حالات کے عرصہ دراز سے وہاں برابر جمعہ ہوتا رہا ہے۔ اور اب بھی ہوتا ہے جمعہ کے بعد فرادی فرادیٰ ہر شخص چار رکعات احتیاط الظہر پڑھتا ہے چونکہ یہ عمل عرصہ دراز سے جاری ہے اس لئے ہر شخص مطمئن ہو کر جمعہ کے ساتھ احتیاط الظہر پڑھ لیا کرتا ہے تقریباً دو سال ہوئے بعض مولوی حضرات نے یہ کہنا شروع کیا کہ احتیاط الظہر ممنوع اور بدعت سئیہ ہے اس لئے قطعاً بند کرنا چاہئے اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں بعض علماء کی تحقیق اور بعض فقہی عبارات بھی پیش کیں جو آخر استفتاء میں ملاحظہ کے لئے منسلک ہے ان مقامات میں ان مولوی صاحبان کی اس نئی آواز سے ایک ہل چل مچ گئی عوام الناس شور وشغب کرنے لگے بعض ایسے اہل علم بھی وہاں موجود تھے جو فتنہ سے ہمیشہ محترز رہے اور اپنے تحفظ دین کے ساتھ جو دینی خدمت ان سے ممکن ہوتی تو اس کو انجام دیتے تھے لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا انہوں نے فتویٰ دینے سے انکار کیا کہ یہ منصب اہل افتاء کا ہے جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو

انہوں نے نمبروار بہت سی فقہی عبارات نقل فرما کر ان عبارات سے جو احکام تفصیلیہ ہوتے تھے ان کو بھی نمبروار لکھدیا اور یہ فرمایا کہ تم لوگ علماء کے پاس استفتاء بھیج کر صورت متنازعہ کے متعلق حکم محققین علماء دین سے تحقیق کرلو ان حضرات کا جو جواب ہو وہ اپنے عمل کے لئے متعین سمجھ لو میں چونکہ اس منصب کا اہل نہیں اس لئے نہ کوئی متعین حکم دے سکتا ہوں نہ وہ معمول بہ بن سکتا ہے میں صرف عبارت متعلقہ کو ایکجا کر کے جو احکام تفصیلیہ مستفاد ہوئے تھے ان کو لکھ دیا ہے ان مولوی صاحب کی بھی وہ مفصل عبارات فقہیہ اور نمبروار احکام جو ان سے مستفاد ہوئے ہیں منسلک استفتاء ہٰذا ہیں امید کہ بعد ملاحظہ فرمانیکے دربارہ احتیاط الظہر ان مقامات میں جو حکم شرع ہو اس سے مطلع فرمائیں گے بہت ممکن ہے کہ اس سے مسلمانوں کا نزاع وفتنہ ختم ہو جائے ورنہ صحیح حکم کی تبلیغ کا ثواب بہرحال مل جائے گا۔

خادم نورالحسن مکان پیر بخش میاں پوسٹ عالم نگر رنگپور مشرقی پاکستان مستفتی نے بہت سی عبارات فقہی اس جگہ تحریر کی ہیں جو بسبب طوالت کے نقل نہیں کی گئی صرف حسب ذیل نقشہ جو احتیاط الظہر پڑھنے کے متعلق ہے جس میں چند خصوصیتیں درج ہیں۔

صورت	حکم
۱۔ایسی جگہ جس کا مصر یا فناء مصر ہونا یقینی ہو اور سلطان یا نائب اس کا حاضر ہو اور نماز جمعہ بھی ایک ہی جگہ ہوتی ہو۔	۱۔صرف جمعہ کی نماز پڑھنی ہوگی۔
۲۔ایسی جگہ جس کا مصر نہ ہونا یقینی ہو یعنی وہ جگہ نہ تو مصر ہو نہ فناء مصر	۲۔صرف ظہر کی نماز پڑھنی ہوگی۔
۳۔ایسی جگہ جس کے مصر ہونے میں شک ہو۔	۳۔ ایسی جگہ اکثر فقہاء نے آخر الظہر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور بعض نے واجب بھی فرمایا ہے ملاحظہ ہو عبارت فتح القدیر، کبیری، شامی، فتاویٰ عالمگیری

۴۔ایسی جگہ جس کا مصر ہونا یقینی ہومگر جمعہ کی نماز کئی جگہ ہوتی ہو۔

۴۔ ایسی جگہ پر اکثر فقہاء نے آخر الظہر پڑھنے کو مستحب فرمایا ہے اور بعض نے واجب بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر، کبیری، شامی، فتاویٰ عالمگیری

۵۔ ایسی جگہ جس کا مصر ہونا یقینی ہومگر سلطان یا نائب سلطان ہو۔

۵۔ ایسی جگہ بھی بعض فقہا نے آخر الظہر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ مبسوط، خواہرزادہ فتاویٰ عزیزی ص۳۳ ج۱، وص۴ ج۲

۶۔مندرجہ بالا جن مقامات میں آخر الظہر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اگر ان میں سے کسی جگہ یہ خوف ہو کہ آخر الظہر پڑھنے کی وجہ سے جاہلوں کا اعتقاد جمعہ کے نہ فرض ہونے کا ہو جائے گا۔

۶۔ایسی جگہ بوجہ خوف فساد عقیدہ عوام کو پڑھنے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور خاص یعنی جن لوگوں کا عقیدہ درست ہے اور خراب ہونے کا خوف نہیں ہے ان کے لئے گھر میں پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے مراقی الفلاح ص۹۳ر بحر الرائق ص۱۵۵ر۔

سلف صالحین کی سابقہ عبارات سے معلوم ہو گیا کہ مسئلہ متنازعہ میں بہت تنقیح وتفصیل ہے اور حضرات فقہاء نے مختلف صورتوں میں مختلف احکام دیئے ہیں۔لہٰذا فقہاء کی کل کتابیں اور علماء کے کل فتاوے درست اور حق ہیں اور جو فسادات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں وہ نتیجہ ہوتا ہے فتاویٰ کو غلط طریقہ پر استعمال کرنے کا مثلاً نقشہ ہٰذا میں چھ صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اگر پہلی صورت کے موقع پر دوسری صورت کا حکم استعمال کیجئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس جگہ جمعہ ضروری اور فرض ہے وہاں صرف ظہر پڑھنی ہوگی یا دوسری صورت کے موقع پر پہلی صورت کا حکم استعمال کیجئے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس جگہ جمعہ جائز نہیں وہاں جمعہ پڑھنا پڑے گا۔

اسی طرح اگر تیسری صورت کے موقع پر پہلی صورت کا حکم استعمال کرے تو صرف جمعہ پڑھنا پڑے گا۔ اگر دوسری صورت کا حکم استعمال کیجئے تو صرف ظہر پڑھنی پڑے گی حالانکہ یہ سب کے سب تمام علماء وفقہاء کے خلاف ہیں علیٰ ہٰذا القیاس آخر تک حساب لگا کر ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کل احکام میں رخنہ پڑ جائے گا اور ہر قسم کے جھگڑے شروع ہو جائیں گے لہٰذا سب جگہ کے لئے ایک ہی حکم لگانا کتب فقہ کے خلاف اور اپنے منصب سے تجاوز ہے پس جس جگہ کے لئے جیسا حکم فقہاءؒ اور علماءؒ کا ہو ویسا ہی کرنا چاہئے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ احتیاط الظہر قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ، اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں۔ شرائط جمعہ کے متعلق اختلاف ائمہ کے باوجود عدم شرائط میں تردد کے باعث بعض مشائخ نے یقینی طور پر براءت ذمہ کے لئے اس مسئلہ کو احتیاطاً بیان کیا تھا پھر اس درجہ اس پر عمل میں ترقی ہوئی کہ بعض جگہ احتیاط الظہر کا علیٰ الاعلان عملاً التزام کیا گیا بعض جگہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے بعض جگہ اس کو واجب یا فرض اعتقاد کیا گیا بعض جگہ اس کو جمعہ سے بھی بڑھا دیا گیا حتیٰ کہ جمعہ کو غیر ضروری بدرجہ نفل سمجھنے لگے پھر اس پر تکرار ونزاع کی صورتیں پیدا ہونے لگیں غرض گوناگوں فتنے شروع ہوگئے اس لئے بہت سے فقہاء نے اپنے قول سے رجوع کر کے ممانعت کا حکم دیا۔

مسئلہ مذکور میں وجود سلطان وعدم سلطان اور تعدد جمعہ کی تنقیح کافی طور پر ہو چکی ہے لہٰذا یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں جن کی بنا پر احتیاط الظہر کا حکم دیا جائے۔ ندباً یا وجوباً۔

البتہ جس مقام کے مصر ہونے میں شک ہو اور زمانہ قدیم سے جمعہ ہوتا چلا آرہا ہو اور بند کرنے میں فتنہ ہو تو وہاں ایسی طرح احتیاط الظہر مناسب ہے جس سے کوئی اعتقادی اور عملی

مفسدہ پیدا نہ ہو[1] کتب فقہ کی عبارات خود سائل کے سامنے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۶۸ھ

احتیاط الظہر کی جو صورتیں نقشہ کی صورت میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے مسئلہ متنازعہ فیہا میں کوئی صورت بھی نہیں پائی جاتی اصل سوال بنگال کے چھوٹے گاؤں اور بستیوں کے متعلق ہے جن کو دیکھنے والا گاؤں بھی نہیں کہہ سکتا جو گاؤں اس قسم کے ہیں ان میں جمعہ پڑھنا اور پھر احتیاط الظہر پڑھنا مذہب حنفی کی رو سے درست نہیں ہے فقہاء کی جو عبارات کثیرہ استفتاء کے ساتھ ہیں وہ موجودہ سوال پر منطبق نہیں ہیں۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۶۸ھ

احتیاط الظہر

سوال:- بروز جمعہ بعد ادائے فریضہ چار رکعات نماز بہ نیت احتیاط الظہر کلکتہ یا اطراف کلکتہ یا کسی گاؤں جو کہ شہر کلکتہ سے ۲۰/میل کی مسافت پر واقع ہو اور وہاں اشیاء ضروریات بھی کثرت کے ساتھ دستیاب ہوتی ہوں تو ایسی جگہوں میں مذکورہ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ دیگر عرض خدمت یہ ہے کہ البحر الرائق کی عبارت **قد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربعة بعدها بنية اٰخر ظهر خوف عدم فرضية الجمعة وهو الاحتياط فی زماننا** اور دوسری جگہ صاحب بحر کا ایک مستحکم قول **الاحتیاط فی زماننا ترک احتیاط الظهر**

---

[1] بلفظه مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقا الجهلة ان الجمعة ليست بفرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنو انها الفرض وان الجمعة ليست بفرض فيتكاسلون عن اداء الجمعة فكان الإحتياط فی تركها وعلى تقدير فعلها ممن لايخاف عليه مفسدة منها فالاولى ان تكون فی بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها (البحر الرائق ص۱۴۳/ج۲/ باب صلاة الجمعة، مكتبه كوئٹه پاكستان، شامی كراچی ص۱۴۶/ج۲/ باب الجمعة، تاتار خانيه كراچی ص۵۰/ج۲/ شرائط الجمعة)

اظھر من الشمس ہے حالانکہ اس کا جواب صاحب نفع المفتی نے اس کتاب کے ص ۹۰۸ر میں تحریر کیا ہے جو کہ نیچے درج ہے۔

فما فی البحر انھم افتوا باداء الاربع بعد الجمعة الیٰ قوله بعید عن مثله اس جگہ صاحب بحر کا قول قابل ترجیح ہے یا نہیں؟ از راہ مہربانی تحریر فرمادیں۔

(۲) احتیاط الظہر کی نیت کے اندر ''آخر فرض'' کہنا ضروری ہے یا نہیں اگر کوئی فرض نہ کہے تو کیا نقصان ہے بعض فقہ کی کتابوں میں نیت کے اندر فرض کا نام بھی نہیں لیا کیا اس سے نیت میں کچھ خرابی آئیگی؟ جیسا کہ مجموعہ فتاویٰ ص ۲۶ رصغیری شرح منیۃ۔ مخزن الفتاویٰ۔ ہندیہ۔ غایۃ الاوطار ص ۳۷۳ ر۔ مجمع الانہر اور فتاویٰ خیریہ۔ احتیاط الظہر کی نیت فتاویٰ خیریہ میں یوں لکھا ہے **کما وقع فیه الاختلاف القوی بین الائمة وقع الخلاف فی تعریف بغیر جماعة اربع رکعات بنیة. اخر ظھر ادرکت وقته ولم اصل بعد وتفصیله فی شروح الھدایة والمنیة والکنز وغیرھا.** مگر فتح القدیر میں ہے **ینبغی ان یصلی اربعا ینوی لھا اخر فرض ادرکت وقته الخ** ایسا ہی سفر السعادۃ میں بھی ہے ان عبارات متنازعہ کے درمیان کس کا قول زیادہ اقویٰ اور اصح ہے ارقام فرماویں؟ زیادتی ثواب سے محرومی کا باعث ہوگا؟

(ب) کوئی شخص کہتا ہے خطبہ جمعہ روبقبلہ ہوکر سننا ہی احسن ہے جیسا کہ فتاویٰ برہنہ دفتر اول میں رقمطراز ہے عبارت برہنہ یہ ہے وبقول امام السرخسیؒ مستقبل بقبلہ باشند وامر کردہ نشود بترک آں وہوالاحسن بنشستند بہر کیف کہ خواہند وبشنوند وخواب نکنند ایسا ہی محیط حاشیہ شرح وقایہ اور بہشتی زیور حصہ یازدہم میں عیاں ہے مگر اس ملک کے ایک تو مفتی فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت قبلہ سے منہ گھما کر امام کی طرف رخ کر کے خطبہ سننا ہی مستحب ہے چاہے تساوی صفوف میں وقت ہو یا نہ ہو۔ عالمگیری ص ۱۵۶ ر اشعۃ اللمعات ص ۶۵۳ رجلد اول اور مظاہر حق مذکورہ بالا اختلافات میں سے کس کا قول صحیح اور مفتی بہ ہے۔ از راہ مہربانی ارقام فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس امر میں تمام امت کا اجماع ہے کہ جمعہ دیگر صلوٰۃ خمسہ کی طرح نہیں کہ جس طرح چاہے جہاں چاہے ادا کرلیا جائے بلکہ اس کے لئے کچھ خصوصیات ہیں وجوباً وصحۃً جواور نمازوں کیلئے نہیں[۱]۔ اس کے بعد ان خصوصیات میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں وہاں ظہر فرض ہے بڑے گاؤں میں جو اپنی آبادی اور ضروریات روز مرہ وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہو۔ وہاں جمعہ فرض اور اس کا ادا کرنا درست ہے اس میں کوئی شک کرنا اور احتیاط الظہر پڑھنا اور ایک یقینی چیز میں شک اور تردد کرنا ہے جو کہ بے دلیل ہے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کا مذہب متعین کرنے کے متعلق متقدمین میں اس بات میں بھی اختلاف تھا کہ ایک شہر میں ایک جگہ جمعہ ہونا چاہئے یا متعدد جگہ بھی جائز ہے اس اختلاف کی بنا پر بعض علماء نے احتیاط الظہر کا حکم دیا تھا کہ تعدد جمعہ درست نہ ہو تو صرف پہلا جمعہ اداء ہوگا اور بعد والوں کا فریضہ باقی رہ جائے گا تو وہ لوگ احتیاط الظہر ادا کرلیں، لیکن اس میں مفسدہ پیدا ہوا، ناواقف لوگوں نے یہ سمجھا کہ جمعہ فرض ہی نہیں اس مفسدہ کو روکنے کے لئے احتیاط الظہر کو عامۃً منع کردیا اور خاص اہل علم وتقویٰ کو گنجائش دی گئی کہ وہ خفیہ طور پر اپنے مکان میں جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھیں۔

اور آخر ظهر ادركته ولم يسقط عنى بعد کی نیت کریں ثم علیٰ قول ابی یوسفؒ لو تعددت فالجمعة لمن سبق واختلفوا قال بعضهم يعتبر السبق بالفراغ

---

[۱] ام شروط الوجوب فستة فاولها الذكورة، الثانى الاقامة الثالث الحرية الرابع الصحة الخامس سلامة العينين السادس سلامة الرجلين، واما شروط الاداء فستة ايضاً الشرط الاول المصر والثانى كون الامام فيها السلطان او من اذن له السلطان، الثالث الوقت الرابع الخطبة الخامس الجماعة السادس الاذن العام (حلبى كبيرى مختصراً ص۵۴۸/تا۵۵۸/ فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور. مجمع الانهر ص۲۴۵/تا۲۵۰/ باب الجمعة، طبع دارالكتب العلمية بيروت. درمختار مع الشامى زكريا ص۵/تا۲۶/ ج۳/ باب الجمعة.

والصحیح انه بالافتتاح فان صلوا معا اواشتبه الامر فسدت صلوة الکل وذکر فی التفرید والافضل هو الجامع الواحد وذٰلک للخروج من الخلاف والخروج عن العهدة بیقین وعن هٰذا وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی بها الظهر حتی لو لم تقع الجمعة موقعها یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی قال فی فتاویٰ الحجة هذا فی القریٰ الکبیرة اماالبلاد فلا یشک فی الجواز ولا تعاد الفریضة قال والاحتیاط فی القریٰ ان یصلی السنة اربعاً ثم الجمعة ثم ینوی سنة الجمعة اربعا ثم یصلی الظهر ثم رکعتین سنة الوقت هٰذا هو الصحیح المختار فان صحت الجمعة فقد ادی سنتها علی وجهها والا فقد صلی الظهر مع سنتهٖ قال وقول الناس یصلی الظهر بنیة الظهر اوبنیة اقرب صلوٰة علی ما لیس له اصل فی الروایات ولا شک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات انتهیٰ وهٰذا الذی قاله من حیث کون الموضع مصراً واما من حیث جواز التعدد وعدمه فالا ول هو الاحتیاط لان الخلاف فیه قوی اذ الجمعة جامعة للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورة للفتویٰ لا یمنع شرعیة الاحتیاط للفتویٰ وذکر فی فتاویٰ اهو ینبغی ان یقرأ الفاتحة والسورة فی الاربع التی تصلی بعد الجمعة بنیة الظهر فی دیارنا فان وقع فرضا فقرأة السورة لا تضروان وقع نفلاً فقرأة السورة واجبة انتهیٰ والاحسن فی النیة ان ینوی آخر ظهر ادرکت وقته ولم یسقط عنی بعد حتی ان صحت الجمعة وکان علیه ظهر یسقط عنه والافنفل اه غنیة المستملی[1] ص ۵۱۲/.

---

[1] غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی ص ۱۲/و۵۱۳/ مکتبه رحیمیه دیوبند. ص ۵۵۲/ باب الجمعة، سهیل اکیڈمی لاهور.

پھر یہ اختلاف مرتفع ہوکر جواز تعدد علی الاطلاق مذہب قرار دیا گیا تو اب اس شبہ کی بنا پر بھی احتیاط الظہر کی کوئی جہت باقی نہیں رہی۔ وتودی فی مصر واحد فی مواضع ای یصح اداء الجمعة فی مصر واحد بمواضع کثیرة وهو قول ابی حنیفةؒ و محمدؒ وهو الاصح ، وذکر الامام السرخسیؒ[1] ان الصحیح من مذهب ابی حنیفةؒ جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبه ناخذ لاطلاق لاجمعة الا فی مصر شرط المصر فقط وفی فتح القدیر[2] ص ۴۱۱/ ج ۱/ الاصح الجواز مطلقا وذکر فی باب[3] الامامة ص۲۴۷/ ج ۱/ ان الفتویٰ علیٰ جواز التعدد مطلقا وبما ذکرناه اندفع ما فی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین ولا یجوز فی اکثر من ذٰلک وعلیه الاعتماد اه فان المذهب الجواز مطلقا واذا علمت ذٰلک فما فی القنیة.

(من مسئلة احتیاط الظهر) مبنی کله علی القول الضعیف المخالف للمذهب فلیس الاحتیاط فی فعلها لانه العمل باقویٰ الدلیلین وقد علمت ان مقتضی الدلیل هو الاطلاق ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل تقتضیه الضرورة عدم اشتراطه وقد قال اللّٰه تعالیٰ لا یکلف اللّٰه نفسا الاوسعها وقال اللّٰه تعالیٰ وما جعل علیکم فی الدین من حرج اه مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظیمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض لما یشاهدون من صلوٰة الظهر فیظنون انها الفرض وان الجمعة لیست بفرض فیتکا سلون من اداء الجمعة فکان الاحتیاط فی ترکها وعلیٰ تقدیر فعلها لمن لایخاف علیه مفسدة منها فالاولیٰ ان تکون فی بیتهٖ خفیة خوفا من مفسدة فعلها واللّٰه سبحانهٗ الموفق

[2] مبسوط سرخسی ص ۱۲۰/ ج۲/ باب الجمعة، دارالفکر بیروت.

[3] فتح القدیر ص۵۳/ ج۲ /باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] فتح القدیر ۳۵۰/ ج ۱/ باب الامامت، مطبوعه دارالفکر.

للصواب اه بحر[1] ص ۱۵۴ / ج ۲ / .

علامہ علاؤالدین حصکفی نے سکب الانہر[2] ص ۱۶۷ / ج ۱ / میں لکھا ہے وتفسد بالمعية والاشتباه فيصلي بعدها اربعاً بنية اٰخر ظهرا دركت وقته ولم يسقط عنى بعد وكل ذٰلک مبنى على المرجوح فلا يعول عليه اهـ علامہ شرنبلالیؒ نے مراقی الفلاح[3] ص ۲۷۵ / میں تحریر کیا ہے وليس الاحتياط فى فعلها لان الاحتياط هو العمل باقوى الدليلين واقواهما اطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الاربع مفسدة اعتقادالجهلة عدم فرض الجمعة اوتعدد المفروض فى وقتها ولا يفتى بالاربع الا للخواص ويكون فعلهم ايا ها فى منازلهم اهـ.

شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ[4] میں فرماتے ہیں وظاہر از اطلاق عبارت فقہاء آنست کہ احتیاج بایں تقیدات نیست بلکہ نیت صلوٰۃ ظہر وقت کند چنانچہ در سائر ایام میکند چہ اگر جمعہ صحیح نیست پس ایں فرض باقی است بہ یقین والاتطوع بہ نیت فرض صحیح است و صحیح آنست کہ جمعہ صحیح است اگر چہ سلطان جائر باشد وتنفیذ جمیع احکام بالفعل صورت نہ بندد وذكر جميع هذه المسائل فى سنن الهدىٰ اه عزیز الفتاویٰ[5] ص ۴۶ / ج ۱ / وص ۲۷ / ج ۲ / فتاوی رشیدیہ[6] ص ۲۸ / ج ۱ / ص ۴۱ / ج ۲ / و جلد ۲ / ص ۵۰ / وجلد ۳ / ص ۳۶ / میں اس

---

[1] البحر ص ۱۴۲ / ۴۳ ج ۲ باب صلاة الجمعة، مكتبه كوئٹه پاكستان.

[2] الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۲۴۸ / ج ۱ / باب الجمعة، مكتبه دارالكتب العلمية بروت.

[3] مراقى الفلاح ص ۴۱۴، ۴۱۳ / باب الجمعة، مكتبه مصرى .

[4] شرح سفر السعادة ص ۲۱۳ / قبیل فصل در نماز عید روز عید، مطبوعہ دہلی۔

[5] فتاوی دارالعلوم یعنی عزیز الفتاوی ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳ / ج ۱ / بروز جمعہ احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، فتاوی دارالعلوم یعنی امداد المفتیین ص ۳۹۴ / ج ۲ / احتیاط الظہر اور سنن بعد الجمعہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

[6] تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص ۳۴۵ / تا ۵۰ / احتیاط الظہر کا مسئلہ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

احتیاط الظہر کو ناپسند اور لغو اور قابل ترک لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ ذی الحجہ ۶۷ھ

احتیاط الظہر

سوال:- جس جگہ جمعہ جائز نہ ہو تو امام صاحب کو بدرجۂ مجبوری جمعہ پڑھا کر کے نماز ظہر پڑھنا خود کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو امام کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کے لئے یہ طریقہ جائز نہیں مقتدیوں سے صاف صاف کہہ دے کہ میں جمعہ نہیں پڑھاؤں گا یہاں جمعہ جائز نہیں اس سے فریضۂ ظہر ادا نہیں ہوتا چاہے امام رکھو یا نہ رکھو[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/ ۳/ ۸۶ھ

نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر

سوال:- ایک حنفی المذہب امام ہے جو ہمیشہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے بہ نیت فرض۔ مگر اس بناء پر کہ حکیم الامتؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے فتویٰ سے صحت جمعہ کا انکار دیہات میں ظاہر ہے تو اگر امام مذکور ظہر کی نماز احتیاطاً پڑھا کرتا ہے بہ نیت قضاء تو اپنے مذہب کی بنا پر قضا پڑھنے میں گنہگار رہے یا مستحق ثواب البتہ عوام کو قضاء

---

[1] وفیما ذکر نا اشارۃ الی انها لا تجوز فی الصغیرۃ الی قوله ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر الخ، شامی کراچی ص۷/ ج۳/ اول باب الجمعة، بذل ص ۱۷۰/ ج۲/ باب الجمعة فی القری، مطبوعه یحیویه سهارنپور.

پڑھنے پر رغبت نہیں دیتا ہے محض جھگڑے سے بچنے کے لئے مگر سوال کرنے پر اپنا خیال ظاہر کر دیتا ہے اور امام مذکور ایسے قریہ میں جمعہ پڑھتا ہے جہاں عدم صحت جمعہ ظاہر ہے مگر زمانہ قدیم سے جمعہ ہوتا ہے بند کرنے پر فساد کا اندیشہ ہے امام کیا کرے امام کے جمعہ پڑھنے اور احتیاط الظہر پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس امام کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانا اور پڑھنا درست نہیں ہے اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے والوں کی نماز درست نہیں ہوگی[1] حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کا فتویٰ احتیاط الظہر کو منع کرنے کیلئے مستقلاً چھپا ہوا ہے[2] امام کو چاہئے کہ جمعہ پڑھانے سے عذر کردے اگر زیادہ فتنہ ہو تو جمعہ کی نماز میں نفل کی نیت کر کے شریک ہو جائے اور پھر اپنی ظہر کی نماز ادا کرے مگر خود جمعہ نہ پڑھائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۸۶ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۶ھ

جمعہ سے پہلے ظہر پڑھی

سوال:- ایک شخص نے نماز جمعہ سے پہلے نماز ظہر پڑھ لی اور پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آیا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

---

[1] وشرط لافتراضها اقامة بمصر (درمختار) فلاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل به فلا تجب علی اهل السواد (الشامی نعمانیه ص۵۴۷/ج۱/) باب الجمعة، بحر ص۱۴۰/ج۲/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، بذل ص۱۷۰/ج۲/ باب الجمعة فی القری، مکتبه یحیویه سهارنپور.

[2] تالیفات رشیدیه مع فتاوی رشیدیه ص۳۴۵/تا۳۵۰/ احتیاط الظهر کا مسئله، مطبوعه اداره اسلامیات لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو جمعہ پڑھنا چاہئے اور ظہر کی نماز پڑھی ہوئی باطل ہوگی اگر امام کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھے گا تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ربیع الاول ۵۶ھ

---

۲ وحرم لمن لاعذر له صلاة الظهر قبلها فی یومها بمصر فإن فعل ثم ندم وسعی الیها بطل ظهره ادرکها أولا قال الشامی تحته: إذا لم یدرکها أوبدا له الرجوع فرجع لزمه إعادة الظهر الدرالمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص ۱۵۶/ج۲/ مطلب فی شرط وجوب الجمعة، البحرالرائق کوئٹه ص۱۵۳/ج۲/ باب الجمعة، مجمع الانهر ص ۲۵۲/ج۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل نہم : متفرقات جمعہ

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ

سوال:- ہمارے یہاں شافعی مسلک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا:

''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً. یا معشر المسلمین رحمکم اللّٰہ قد روی فی الخبر عن سید البشر شفیع امتہ فی یوم المحشر سید الاشراف ومتمم مکارم الاخلاق والاوصاف سیدنا العرب والعجم محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف انہ اذا صعد الخطیب علی المنبر ثم خطب فلا یتکلم احدکم من تکلم فقد لغاومن لغافلاجمعۃ لہٗ انصتوا رحمکم اللّٰہ فاستمعوا یغفراللّٰہ تعالیٰ لنا ولوالدینا ولوالدیکم واستاذنا ولا ستاذکم وجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات.''

مؤذن کھڑا ہوکر پڑھتا ہے اور عصا اپنے ہاتھ سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے جس کو خود مؤذن پڑھتا ہے۔

''اللھم اعز الاسلام والمسلمین واذل الشرک والمشرکین برحمتک

یا ارحم الراحمین.''

اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہوکر اسلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے اس کے بعد اذان دی جاتی ہے۔ خطبۂ اولیٰ ختم ہوجانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں۔ دعا یہ ہے:

''اللّٰھم اختم لنا بالخیر بحرمتک القراٰن العظیم واکرم الکریم برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد للّٰہ رب العالمین.''

اس کے بعد خطبۂ ثانیہ ہوتا ہے بعدہٗ نماز پڑھی جاتی ہے۔ نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام ومصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ ایک صاحب وہ دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود نہیں ہے۔ لہٰذا حضرتِ والا سے استدعاء ہے کہ مکمل و مدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں اور ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ جمعہ سے متعلق ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں۔ فقہ حنفی کی مبسوط کتاب ردالمحتار[1] ص ۲۴۴/ج ۵/ میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو بدعتِ ممنوعہ اور طریقۂ روافض لکھا ہے جس کا ترک لازم ہے۔ حافظ ابن حجر شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ **انھا بدعة مکروھة لا اصل لھا فی الشرع وینبه فاعلھا اولاً ویعزر ثانیاً اھ** یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ومکروہ ہے، شریعت میں اس

---

[1] شامی مکتبہ نعمانیہ باب فی الإستبراء وغیرہ و شامی کراچی ص ۳۸۱/ج ۶/. سعایہ ص ۲۶۵/ج ۲/ قبیل الفصل فی القراءۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور. الفتای الکبری ص ۲۲۷/ج ۴/ دار الکتب العلمیة بیروت.

کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جو ایسا کرے اس کو اولاً تنبیہ کی جائے، نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۰ھ

محراب میں جمعہ سے پہلے سنت پڑھنا

سوال:- خطیب کا خطبۂ جمعہ سے پہلے محراب میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے طحطاوی[۱] ص ۲۸۷/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟

سوال:- جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں؟ نماز کی چھوٹی چھوٹی کتب میں چھ سنت مؤکدہ لکھی ہیں۔ لیکن شامی، ہدایہ، عالمگیری، نورالایضاح میں تو بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ لکھی ہیں۔ صرف فتاویٰ قاضی خاں اور کبیری میں چھ لکھی ہیں۔ وہ بھی چھ رکعت کا قول صرف امام ابو یوسفؒ کا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے تعلیم الاسلام میں لکھا ہے کہ چار سنت مؤکدہ ہیں اور دو رکعت سنت غیر مؤکدہ ہیں۔ اس طرح تمام کتب میں تطبیق ہو جائے۔ اس مسئلہ میں حضرت والا کی کیا رائے ہے؟

---

[۱] وتكره صلاته في المحراب قبل الخطبة (طحطاوی ص ۴۲۰/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر كوئٹه ص ۱۴۹/ ج ۲/ باب الجمعة، شامی زكريا ص ۲۳/ ج ۳/ باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابو یوسفؒ کا قول اجمع ہے لیکن مفتی کفایت اللہ صاحب کی تطبیق اقرب ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

نماز جمعہ کی نیت

سوال:- نماز جمعہ کی نیت کیا اس طرح سے ہے کہ ''نیت کرتا ہوں چار رکعات سنت جمعہ'' اور اسی طرح فرض کی نیت کی اور پھر بعد فرض نماز کے اسی طرح سے نیت ہے کہ نیت کرتا ہوں چار رکعت سنت بعد از جمعہ اور دو رکعت سنت اور نفل کی بھی اسی طرح سے نیت کرتا ہے تو کیا یہ دونوں صورتوں میں نیت ٹھیک ہے کہ نہیں؟ صحیح طریقہ کیا ہے، کس طرح جمعہ کی نیت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ فرض ہے اس میں سنت کی نیت نہ کرے[۲]، ہاں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد سنت میں نیت سنت کی طرح کہ یہ پہلے کی سنت ہے اور یہ بعد کی سنت ہے، چار میں چار کی اور دو میں

---

[۱] وعند أبي يوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروى عن عليؓ والأفضل أن يصلّي اربعاً ثم ركعتين للخروج عن الخلاف (حلبی كبير ص ۳۸۹/ فصل فی النوافل، سهيل اكيڈمی لاهور. مجمع الانهر ص ۱۹۵/۱/ باب الوتر والنوافل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، طحطاوی على المراقی مصری ص ۳۱۶/ فصل فی بيان النوافل.

[۲] وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة وتراويح على المعتمد ولا بدمن التعيين عند النية لفرض (الدرالمختار على الشامی ص ۹۵/ج۲/ باب شروط الصلاة، مكتبه زكريا ديوبند علمگيری ص ۶۵/ج۱/ الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الرابع فی النية، مطبوعه كوئٹه. تبيين الحقائق ص ۹۹/ج۱/ باب شروط الصلاة، مكتبه امداديه ملتان)

دو کی نیت کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق نماز جمعہ کے بعد

سوال:- زید کہتا ہے کہ وہ تکبیریں جو نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک بعد نماز فرض بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں ان کو جمعہ کی نماز کے بعد بلند آواز سے نہ پڑھنا چاہئے، جیسا کہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد نہیں پڑھی جائیں، خالد کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنا چاہئے اس لئے کہ جمعہ فرض ہے جب دیگر فرائض کے بعد یہ تکبیریں پڑھی جاتی ہیں تو نماز جمعہ کے بعد پڑھنے پر کوئی کلام نہ ہونا چاہئے، لہٰذا بلند آواز سے تکبیریں جمعہ کے بعد پڑھنا چاہئے، زید! خالد کے کلام پر اعتراض یہ کرتا ہے کہ اگر جمعہ فرض ہوتا تو جس طرح دیگر فرائض کے فوت ہونے پر ان کی قضا لازم ہوتی ہے تو اس طرح جمعہ کے فوت ہونے پر جمعہ ہی پڑھنا فرض ہوتا، جمعہ کے بدلہ میں جمعہ کا واجب نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ واجب ہے اور واجب نمازوں کے بعد تکبیریں نہیں کہی جاتیں جیسا کہ وتر واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صلوة الجعمة فرض عين بالكتاب والسنة والاجماع، يكفر جاحدها لذالک وقال عليه الصلوة والسلام فی حديث واعلموا ان الله تعالیٰ فرض عليكم الجمعة فی يومی هذا فی شهری هذا فی مقامی هذا الحديث[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جمعہ فرض عین ہے اور جمعہ کے بعد بھی تکبیر تشریق کہی

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۱۰/ باب الجمعة، مطبوعه مصری، ابن ماجه شريف ص ۷۵/ باب فرض الجمعة، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند. فتح القدير ص ۴۹/ ج ۲/ اول باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

جائے اور عید کے بعد بھی جب کہ مسئلہ کتب مذہب میں بصراحت موجود ہے تو پھر اٹکل سے گفتگو کرنا بے محل ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ میں جمعہ اذان ثانی واقامت سے

سوال:- ایک جنازہ کی نماز مین شرکت کے لئے زیادہ لوگ آ گئے اور جمعہ کا دن ہونیکی وجہ سے مسجد میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ تمام لوگ نماز جمعہ مسجد میں ادا کرسکیں لہذا تمام لوگوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ چل کر عیدگاہ میں نماز جمعہ ادا کر لی جائے جب کہ مسجد میں اذان ہوچکی تھی، اوراذان کی آواز عیدگاہ تک پہونچ جاتی ہے۔

(۱) ایسی صورت میں عیدگاہ میں دوبارہ اذان دی جائیگی یانہیں جبکہ اذان ہونے کے بعد تمام لوگ مسجد سے عیدگاہ روانہ ہوئے تھے۔

(۲) ایسی صورت میں مسجد کو بالکل خالی چھوڑ کر سبھی لوگوں کا مسجد عیدگاہ میں نماز جمعہ ادا کرنا ازروئے شرع درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ غلط اختیار کیا گیا ہے، مسجد میں حسب سابق جمعہ پڑھنا چاہئے تھا، جولوگ زائدرہ جاتے عیدگاہ میں جاکر اذان وخطبہ کے ساتھ جمعہ ادا کرلیتے مسجد کو خالی چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا اس سے مسجد کا حق ادانہیں ہوا حق تلفی ہوئی، عیدگاہ یا جس جگہ بھی جمعہ ادا کیا جائے

---

[۱] ویجب تکبیر التشریق من بعد فجر عرفة الی عصر العید مرة بشرط ان یکون فور کل صلاة فرض شمل الجمعة (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۴۲/ باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۲۵۹/ج ۱/ باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۱۰۴/ج ۲/ الفصل السابع والعشرون فی تکبیرات ایام التشریق)

اذان اول اور اذان ثانی کے ساتھ ادا کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص کوئی نماز نہیں پڑھتا صرف جمعہ پڑھتا ہے اس کا حکم

سوال:- ایک شخص ہفتہ بھر نماز نہیں پڑھتا ہے صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے تو کیا نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جمعہ ادا ہو جائے گی لیکن ہفتہ بھر کے فرائض کو ترک کرنا کبیرہ گناہ اور سخت وبال کی چیز ہے، اس کو چاہئے کہ ہر نماز پابندی سے پڑھا کرے[2] فقط اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۲/۸۹ھ

---

[1] عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبیﷺ وابی بکرؓ وعمرؓ فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء (بخاری شریف ص ۱۲۴/ج ۱/ کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعة، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند) واذا جلس علی المنبر اذن بین یدیه ثانیا وبذالک جری التوارث مجمع الانهر ص ۲۵۴/ج ۱/ باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴/ج ۳/ باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب الخ.

[2] وتارکها عمداً مجانة تکاسلاً فاسق (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۲۳۵/ج ۱/ کتاب الصلاة مجمع الانهر ص ۲۱۸/ج ۱/ باب قضاء الفوائت ،مطبوعه بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

عیدین کے احکام

فصل اول : عیدین کے وجوب وشرائط

نماز عید کا وقت

سوال:- (۱) نماز عید الفطر عید الضحیٰ میں اگر صبح سے بارش شروع ہوگئی اور دو بجے دن تک بہت زوروں کی بارش ہوتی رہی سر دست شامیانہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکا مسجد میں برساتی نہیں ہے، جس سے کہ بارش کا بچاؤ ہوسکے تو کیا بعد دو بجے دن کے نماز عید الفطر یا نماز عید الضحیٰ پڑھی جاسکتی ہے؟

(۲) اگر نہیں پڑھی جاسکتی تو کیا کرنا چاہئے کیسے نماز ادا ہو کوئی عمارت نہیں ہے جس میں نمازی آسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زوالِ آفتاب کے بعد نماز عیدین درست نہیں، مجبوری کی حالت میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے اور عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے دن بھی نہ ہوسکے تو تیسرے دن

پڑھی جائے، وابتداء وقت **صلوة العيدين من ارتفاع الشمس الى قبيل زوالها وتؤخر صلوة عيد الفطر بعذر كالمطر ونحوه الى الغد فقط وتؤخر صلوة عيد الاضحى بعذر الى ثلاثة ايام اهـ طحطاوى ومراقى الفلاح**[1]۔

(۲) اس کا جواب نمبر ایک میں آ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدین میں سلطان کی شرط

سوال:- عیدین کی نماز سال بھر میں ایک بار خوشی کا پیغام ہوتی ہے، ایسی حالت میں جمعہ کے جیسی شرائط (یعنی سلطان کا ہونا، اور اس ملک میں سلطان مسلمان نہیں، پھر تو عیدین کی نماز نہیں ہونی چاہئے) کے لگانے میں حرج ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عید (خوشی کا پیغام) شارع علیہ السلام کا تجویز فرمودہ ہے[2]، لہٰذا ان میں ان کے ہدایت کی پابندی لازم ہے، آپ نے خود اس کو ایجاد نہیں کیا ہے جس طرح دل چاہے کر لیا کریں، دین میں حرج نہیں، یہ بھی شارع کی طرف سے ہے، اور شرائط بھی شارع کی طرف سے ہیں، کلام شارع میں حقیقۃً تعارض نہیں ہوسکتا ہے، معلوم ہوا کہ ان شرائط کی پابندی میں حرج نہیں

---

[1] مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۳۶/تا ۴۴۱، باب حكام العيدين، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۵۲/تا ۳/۵۹، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الامام فيما ليس بمعصية مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۸، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص: ۲/۱۶۲، باب العيدين.

[2] عن انس قال قدم النبى ﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما فقال ما هذان اليومان قالوا كنا نلعب فيهما فى الجاهلية فقال رسول الله ﷺ قد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الاضحى ويوم الفطر (مشكوة شريف ص: ۱۲۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ہے، شارع جس کو حرج بتائے وہ حرج ہے، اس کی نفی کی گئی ہے[۱]، ہر شخص جس چیز کو دل چاہے کہدے یہ حرج ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے، ورنہ آزاد لوگ نماز، روزہ، حج، پردہ، ایک عورت کیلئے ایک شوہر کی تقیید ایک مرد کے لئے متعدد عورتوں کی اجازت، جواز نکاح کے لئے اتحاد مذہب کی قید، وغیرہ ان سب کو حرج بتاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/ ۹۰ھ

نماز عید بنیت نفل

سوال:- عید کی نماز میں ہم لوگ نفلوں کا نام لیتے ہیں اور ہمیشہ سے نفلوں کا نام لیتے چلے آرہے ہیں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں واجب کیا چیز ہے صرف واجب کا نام آتا ہے نہ نفل نہ فرض نہ سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کی نماز واجب ہے[۲]، لہٰذا آئندہ بہ نیت واجب پڑھنا چاہئے[۳]، اور گذشتہ عید کی نمازوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں واجب کا درجہ سنت سے زیادہ ہوتا ہے اور فرض سے کم ہوتا ہے[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱۱/ ۶۰ھ

---

[۱] مَاجَعَلَ علیکم فی الدین من حرج (سورۂ حج آیت: ۷۸.

ترجمہ:- اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (بیان القرآن)

[۲] وھی واجبة وھوا لاصح (الھندیة ص ۱۴۹/۱، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، تاتارخانیه ص: ۲/۸۵، وقت صلاة العید، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۲، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر. (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

شہادت دیر سے پہونچے تو نمازِ عید کو مؤخر کیا جائے

سوال:- زوال سے ایک دو گھنٹہ پہلے چاند کی خبر آوے تو عید کی نماز دوسرے روز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عیدگاہ میں صفیں بچھانے کا کام ایک دو گھنٹے میں نہیں ہوسکتا۔ وضو وغیرہ میں بھی کچھ وقت لگتا ہے تو یہ عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ بغیر صفوں کے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چاند کا ثبوت قبل زوال ایسے وقت ہوگیا کہ نمازی عیدگاہ میں وضو کرکے آسکتے ہیں اور زوال سے پہلے نماز ادا کرسکتے ہیں تو محض صفیں بچھانے کی وجہ سے آئندہ روز کیلئے نماز کو مؤخر نہ کیا جائے، اگر اتنا وقت بھی نہیں کہ وضو کرکے نماز کیلئے جمع ہوسکیں تو آئندہ روز کیلئے مؤخر کردیا جائے۔ **وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ درمختار قوله بعذر کمطر دخل فیه ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحیث لایمکن جمع الناس اوصلاها فی یوم غیم وظهر انها وقعت بعدالزوال اھ** شامی[1] ص ۷۸۳ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) [3] السابع منها تعیین الواجب اطلقه فشمل قضاء نفل افسد والنذر والوتر وركعتی الطواف والعیدین (مراقی مع الطحطاوی ص: ۱۷۹، مطبوعه مصر، الدر مع الرد زکریا ص: ۲/۹۵، باب شروط الصلاة، مطلب فی حضور القلب والخشوع.

[4] الواجب یطلق علی ماهو دونه فی العمل وفوق السنة الخ. شامی زکریا ص ۲/۴۳۸، باب الوتر والنوافل، عنایه مع فتح القدیر ص: ۱/۴۲۳، صلاة الوتر، طبع دارالفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] الشامی نعمانیه ص ۱/۵۶۲، وشامی زکریا ص ۳/۵۹، باب العیدین. مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور.

باہر کا آدمی بھی عید کی نماز پڑھا سکتا ہے

سوال:- رمضان شریف میں تراویح کی نماز کیلئے حافظ بھوپال سے بلائے گئے، انھوں نے رمضان کی ۲۶/تاریخ تک قرآن سنایا، انجمن اسلامیہ کے اراکین وعہدہ داروں نے عید کی نماز پڑھانے کیلئے روک لیا چونکہ عیدگاہ کا انتظام انجمن ہی کے ذمہ ہے لیکن چند لوگوں کو یہ اعتراض ہوا کہ کوئی باہر کا آدمی عید کی نماز نہیں پڑھا سکتا، اس شہر میں دو مسجدیں ہیں، جامع مسجد کے پیش امام نابینا ہیں اور کچھ لوگ انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، مطلب یہ کہ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے، اس سلسلہ میں بھی مخالفین نے یہ کہا کہ عیدگاہ پر دو جماعتیں اور دو خطبہ نہیں ہوسکتے، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ دو جماعت نہیں ہوتیں تو اس صورت میں کس جماعت کی نمازِ عید صحیح ہوتی ہے اس جماعت کی جس کا انتظام جماعت انجمن اسلامیہ نے کیا اور جو عید کی ذمہ دار ہے، یا اس جماعت کی جسکی امامت جامع مسجد کے نابینا پیش امام نے کی جسکے متولی علیٰحدہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمازِ عید باہر کا آدمی پڑھادے تب بھی ادا ہوجائیگی[1]، اسکی وجہ سے مستقل دوسری جماعت کرنا ٹھیک نہیں خاص کر وہ بھی اسی عیدگاہ میں یہ ناپسند ہے، تاہم نماز سب کی ہوگئی آئندہ ایسا نہ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/ ۹۲ھ

---

[1] مستفاد:- جاز للعبد والمریض والمسافر ان یؤم فیھا کما تقدم لاھلیتھم للامامة (مراقی مع الطحطاوی ص:۴۱۸، باب الجمعة، طبع مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۳۰، باب الجعمة، مطلب فی وجوب شروط الجمعة)

[2] تودی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، مجمع الانھر ص: ۱/۲۵۶، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

جوشخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے لئے نمازِ عید کا حکم

سوال:- جوشخص فجر کی نماز نہ پڑھے وہ نمازِ عید پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہے[۱]، تاہم عید کی نماز اسکی بھی درست ہوجائیگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۲/ ۸۹ھ

جوشخص قربانی نہ کرے اس کے ذمہ نمازِ عید

سوال:- زید کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی موجود تھی مگر جب قربانی کا وقت آیا تو اسکے پاس نقد روپیہ نہیں تھا اور نہ گھر میں کوئی بکرا تھا اس وجہ سے قربانی نہیں کی، اس حالت میں زید عیدگاہ پر نماز پڑھنے کیلئے جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کی نماز کا حکم مستقل ہے[۲]، قربانی کا حکم مستقل ہے[۳]، اگر کوئی شخص باوجود وسعت کے

---

[۱] أثم تارک الاداء فی الوقت قاله السید وتارک الصلاة عیر مبال بها فاسق یحبس حتی یصلی (طحطاوی علی المراقی ص: ۱۳۹، اول کتاب الصلاة، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۵، اول کتاب **الصلاة**، سکب الانهر علی هامش المجمع ص: ۱۰۳/۱، اول کتاب الصلاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] تجب صلاتهما فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة (درمختار علی الشامی نعمانیه ص۵۵۵/۱ مراقی مع الطحطاوی ص۴۳۲ باب احکام العیدین، طبع مصر)

[۳] فتجب التضحیة علی حر مسلم مقیم موسر (الدر علی الرد نعمانیه ص: ۲۰۰/۵، باب الاضحیة، مجمع الانهر ص: ۱۶۶/۴، کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۵۷/۹، کتاب الاضحیة)

قربانی نہ کرے تو اسکے ذمہ واجب باقی رہ گیا جسکے ترک سے وہ گنہگار ہوا، اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب[1] ہوگا، مگر اس کی وجہ سے اس سے نمازِ عید ساقط نہیں ہوتی اور نہ اس کو عیدگاہ جانے سے روکا جائیگا اور نمازِ عید سے پہلے تو قربانی واجب بھی نہیں، اس لئے اس وقت تو اس کا سوال ہی بے محل ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

احناف کی نمازِ عیدین شوافع کے پیچھے

سوال:- درنمازِ عیدین اگر امام شافعی المذہب باشد مقتدیاں احناف کہ نزد ایشاں نمازِ عیدین واجب است ونزدِ شافعی سنت است، نمازِ عیدین احناف درست وروا باشد یا نہ؟ اگر اقتدائے احناف بہ شافعی درست وروا نباشد پس برائے درست وروا شدن چہ صورت دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر امام مذہب احناف را رعایت می دراد یعنی فرائض وواجبات را روامی نماید فرونمی گذارد، پس نمازِ احناف دراقتداء چنیں امام بلاتردد ادا شود[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان فات وقتها قبل ذبحها ..... والغنی یتصدق بقیمتها ای قیمة ما یصلح للتضحیة (سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص: ۱۷۰، ۱۷۱/۴، کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۶۵/۹، کتاب الاضحیة)

[2] لاتذبح فی المصر قبل صلاة العید وهذا الشرط لمن تجب علیه صلاة العید (مجمع الانهر ص: ۱۶۹/۴، کتاب الاضحیة، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۶۰/۹، کتاب الاضحیة)

[3] واما اذا کان یراعی فی الارکان والشروط والواجبات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسبوق نماز عید کس طرح پوری کرے

سوال:-عیدین کی نماز میں اگر کسی کی پہلی رکعت چھوٹ جائے تو وہ پہلی فوت شدہ رکعت کس طرح پوری کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام امام کے بعد جب کھڑا ہوتو اول ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورت، پڑھے پھر تکبیرات زوائد کہہ کر رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کردے اھ طحطاوی[1] ص۲۹۱۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس کو عید کی نماز نہیں ملی کیا وہ تنہا یا جماعت سے پڑھے؟

سوال:-اگر دو چار آدمیوں کو یا کسی کو عید کی نماز نہیں ملی تو وہ نماز عید پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) فالاقتداء صحیح مع کراهة التنزیه والاقتداء افضل (طحطاوی علی المراقی ص:۲۳۸، باب الامامة، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص:۲/۴۰۳، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ، هندیه کوئٹه ص:۱/۸۴، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث)

ترجمہ سوال: عیدین کی نماز میں اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حضرات حنفی ہوں جبکہ حنفی کے نزدیک عیدین کی نماز واجب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک سنت تو احناف کی نماز عید درست و جائز ہوگی یا نہیں؟ اگر حنفی کی اقتداء شافعی کے پیچھے درست نہیں ہے تو درست ہونے کی کیا صورت ہے؟

ترجمہ جواب: اگر شافعیؒ امام مذہب احناف کی رعایت کرتا ہے یعنی فرائض و واجبات بجالاتا ہے چھوڑتا نہیں ہے تو احناف کی نماز اس طرح امام کی اقتداء میں بلاتردد ادا ہوجائے گی۔

[1] اذسبق برکعة یبتدئ فی قضائها بالقراءة ثم یکبر (مراقی مع الطحطاوی ص:۴۳۷، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص:۵۷۲، فروع بعد فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور، تاتارخانیه کراچی ص:۲/۹۵، الفصل السادس والعشرون، نوع آخر یتعلق بتکبیرات العید)

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کو عید کی نماز نہیں ملی وہ تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا[1]، اسی طرح دو چار آدمیوں کو نہ ملی ہو تو وہ بھی علیحدہ نماز عید کی جماعت نہ کریں، بلکہ اپنے مکان پر جا کر دو چار نفلیں الگ الگ پڑھ لیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/ ۸۹ھ

نماز عید کو مؤخر کرنا

سوال: -۲۹/ذی قعدہ کو بوجہ بادل عامۃ الناس کو ہلال عیدالاضحیٰ نظر نہیں آیا، چند معتبر آدمیوں نے بادل کے بیچ میں ہلالِ عیدالاضحیٰ دیکھا، ۹/ذی الحجہ کو امام عیدگاہ کو شہادت معتبرہ سے صحیح ثبوت ہونے پر ۱۰/ذی الحجہ کو نماز کا اعلان کرادیا، اسپر چند حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ امسال بادل کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا، عامۃ الناس کو منگل کو عید ہونا معلوم ہے، اگر ۱۰/ذی الحجہ پیر کو نماز ہوگی تو دیہاتی لوگ محروم ہوجائیں گے اس پر فتنہ ہوگا، کوئی نماز پڑھے گا کوئی نماز نہیں پڑھے گا، اسپر امام عیدگاہ نے یہ جواب دیا کہ صحیح ثبوت کے بعد بلا عذر عیدالاضحیٰ کی نماز کو تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے اولاً دیہاتی پر عید کی نماز واجب ہی نہیں اور جن حضرات کو صحیح تحقیق ہی نہیں وہ کل پڑھیں ان کیلئے مکروہ بھی نہیں، آیا امام عیدگاہ کو خیرخواہ قوم کے مشورہ پر نماز

---

[1] ولا یصلیها وحده إن فاتت مع الامام الخ. (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۵۸، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۹۷، صلاة العید، المتفرقات)

[2] فان عجز صلیٰ اربعاً کالضحیٰ الخ. (الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۳/۵۹، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۹۷، صلاة العید، المتفرقات)

عیدالاضحیٰ بلا عذر شرعی تاخیر کرنا چاہئے، یا نماز عیدالاضحیٰ پڑھ لینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثبوت رؤیت کے بعد بلا عذر نمازِ عیدالاضحیٰ کو ایک روز مؤخر کرنا مکروہ ہے، اہل دیہات پر نمازِ عید لازم نہیں ان کی رعایت شرعی عذر نہیں۔ اگر ثبوت رؤیت ہی نہ ہو یا شرعی عذر ہو تو اس کی وجہ سے مؤخر کرنا مکروہ نہیں وتؤخر صلوٰۃ عیدالفطر بعذر کأن غم الهلال وشهد وا بعد الزوال اوصلوا ها فی غیم فظهر انها کانت بعد الزوال فتؤخر الی الغدفقط وتؤخر صلوٰۃ عیدالاضحی بعذرٍ لنفی الکراهةوبلاعذر مع الکراهة لمخالفة الماثور الیٰ ثلثةِ ایام الخ. (مراقی الفلاح) قوله کأن غم الهلال الخ. وکالمطر ونحوهٗ کما فی السراج وکما لو صلی بالناس علیٰ غیر طهارة ولم یعلم الابعد الزوالِ کمافی الخانیة قوله وشهد وابعد الزوال او قبله بحیث لایمکن اجتماع الناس برهان الخ. طحطاوی علی مراقی[1] الفلاح کذافی ردالمحتار تجب صلوٰتهما فی الاصح علیٰ من تجب علیه الجمعة بشرائطها سوی الخطبة فانها سنة بعدهاالخ. (درمختار[2]) یہ بحث علیحدہ ہے کہ مقامی گواہوں کی گواہی ۹ رذی الحجہ کی کیا حیثیت ہوگی جس سے سوال میں تعرض نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۳۹ تا ۴۴۱، باب العیدین، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فصل فی صلاة العید، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۸، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] درمختار مع الشامی ص ۱/۵۵۵، مطبوعه نعمانیه، باب العیدین، وشامی زکریا ص ۳/۴۵، حلبی کبیر ص: ۵۶۵، فصل فی صلاة العید، مطبوه لاهور، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۵، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

خطرۂ جان کے وقت نماز عید ترک کرنا

سوال:- یہ بھی اندیشہ ہے کہ حکومت، انتظامیہ، نگرانی وحفاظت کے نام سے محلوں کی مساجد پر بھی مسلح پولیس اور ملٹری وغیرہ لگا دے، مسلمان حکومت کے اس عمل سے بھی خطرہ محسوس کرتے ہیں، تو کیا نماز عید الاضحیٰ جو واجب ہے، ترک کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جان جانے کا خطرہ ہو تو نماز عید ادا نہ کی جائے، حفاظت جان اہم ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید دیہات میں

سوال:- عیدین کے پڑھنے کو دیہات میں منع کرنا کیسا ہے، بے شک دیہات میں عید پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی مگر دیہاتیوں پر واجب نہیں اگر جو چیز واجب نہیں اسے ادا کرنے میں کیا قباحت ہے، البتہ تبلیغ واشاعت کا ایک ذریعہ ہوتا ہے، لہٰذا نفل ادا کرنے میں جو قباحت ہو وہ بیان فرمائیے گا، اگر محض یہی چیز کہ نفل کی دن میں جماعت جائز نہیں کم از کم اس کے مقابلہ میں تبلیغ واشاعت تو ایک بہترین چیز ہے؟

---

[1] المختفی من السلطان الظالم یخاف الخروج یباح له ان لا یخرج الی الجمعة والجماعة لانه عذر (تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۵۴، شرائط جمعه، احدهما المصر، مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۴۱، باب الامامة فصل یسقط حضور الجماعة الخ، طبع مصر، عالمگیری ص: ۱/۸۳، الباب الخامس فی الامامة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسمیں مختلف ومتعدد مفاسد ہیں عوام اس کو واجب اعتقاد کرلیں گے غیر واجب بلکہ ناجائز کو واجب اعتقاد کرنا مفسدۂ عظیم ہے جو شئی مندوب ومستحب ہو اس پر اصرار کرنا مکروہ ہے، **الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة اھ سعایہ**[1] جو شے مباح ہو وہ التزام سے مکروہ ہو جایا کرتی ہے پھر ناجائز شئی پر اصرار کرنا اور اس کو واجب اعتقاد کرنا کیسے جائز ہوگا، **فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها. کما صرح به علی القاری فی شرح مشکوٰة والحصکفی فی الدر المختار وغیرهما الخ. سباحة الفکر**[2] **ص ۷۲۔**

(۲) جس کو واجب اعتقاد کر کے پڑھیں گے وہ نماز نفل ہوگی اور نفل کی جماعت علیٰ سبیل التداعی مکروہ ہے **ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی التداعی اھ درمختار**[3] **ص۱/۴۹۷۔**

(۳) اس نماز میں قراءۃ بالجہر کی جائے گی نوافل نماز میں قراءۃ بالجہر مکروہ ہے **واما نوافل النهار فیخفی فیها حتماً اھ عالمگیری**[4] **ص ۷۳۔**

(۴) عیدالاضحیٰ میں قربانی کو نماز کیلئے مؤخر کریں گے جو کہ التزام مالایلزم ہے وغیرہ تبلیغ کا حاصل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اشاعت سنت اور جس جگہ عید کی نماز درست

---

[1] السعایه ص ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة منها استحباب الانصراف الخ. مطبوعه لاهور.

[2] سباحة الفکر ص: ۷۲، الفصل الاول، الذکر بالجهر، مطبوعه لکهنؤ، مرقات شرح مشکوٰة ص ۲/۱۴، باب الدعا فی التشهد، مطبوعه بمبئی.

[3] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۱/۴۷۶، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وصلاة الرغائب.

[4] عالمگیری ص: ۱/۷۲، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة مطبوعه کوئٹه.

نہیں وہاں ناجائز طریقہ پر مجمع کر کے ناجائز اور خلاف شرع طریق پر نماز (ام العبادات کو) ادا کر کے خود غور کر کے دیکھئے کہ کیا تبلیغ اور اشاعت سنت ہوسکتی ہے تبلیغ کیلئے مستقل مجمع کیا جائے، برادری کی طرف سے پنچایت کر کے تبلیغ کی جائے۔

هوالموفق والمعين فی كل حين.

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نماز عید میں رکوع بھول گیا

سوال:- امام عیدالاضحیٰ کی نماز میں رکوع بھول کرنا بھول گیا، رکوع کے بھولنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرلیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رکوع فرض ہے اور ترک فرض سے نماز باطل ہوجاتی ہے، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لايجب الا بترک الواجب فلا يجب بترک السنن والمستحبات ولا بترک الفرائض لان ترکها لاينجبر بسجود السهو بل هو مفسد (حلبی کبير ص:۴۵۵، فصل فی سجود السهو، مطبوعه لاهور، عالمگيری کوئٹه ص:۱۲۶/۱، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

نماز عیدین اداء کرنے کے مقام

عیدگاہ کا حکم

سوال:- یہاں ایک مقامی میدان ہے جس کا رقبہ بہت وسیع ہے، قبرستان شمار کیا جاتا ہے، اسی رقبہ کے ایک میدان میں عیدگاہ پختہ واقع ہے، عیدگاہ پختہ چہار دیواری سے گھری ہوئی اور دروازہ لگا ہوا ہے عیدگاہ اور قبرستان کے ایک ہی متولی ہیں، یہ کل رقبہ صدیوں سے وقف ہے، اور عیدگاہ میں عیدین کی نماز بھی صدیوں سے ہو رہی ہے، وقف نامہ موجود نہیں زبانی وقف شمار کیا جاتا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں اور مسجد کے کل احکام اس پر عائد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

دوم یہ کہ عیدین کے دن عیدگاہ کے اندر مصلیوں کے سامنے قبل نماز کانگریس، مسلم لیگ کے پروپیگنڈے مواعظ و رسم جھنڈا کشائی کرنا جائز یا نہیں؟

سوم یہ کہ اسی میدان کے کچھ حصہ میں فٹ بال اور مختلف کھیل کود ہوتے ہیں۔ یہ حرکات کس حد تک جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدگاہ جوازِ اقتداء کے حق میں مسجد کے حکم میں ہے بقیہ امور میں مسجد کے حکم میں نہیں، جیسا کہ بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اس طرح عیدگاہ میں ممنوع نہیں، کذا فی درمختار[1] ص ۶۸۷ ج ۱۔

(۲) عیدگاہ میں بطور تشکر نماز ادا کرنے کیلئے اجتماع ہوتا ہے، لہٰذا نماز اور عید کے مختلف احکام اور مواعظ بیان کئے جائیں[2]، مسلم لیگ اور گانگریس رسوم کیلئے علیٰحدہ اجتماع کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۳) فٹ بال کھیلنا بھی وہاں غرضِ واقف کے خلاف ہے اس سے بھی احتراز کیا جائے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ شوال ۶۱ھ

---

[1] اما المتخذ لصلاة جنازة او عيد فهو مسجد فی حق جواز الا قتداء لا فی حق غيره فحل دخوله لجنب وحائض (الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص ۴۴۲/۱، مطلب فی احكام المسجد، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، بحر كوئٹه ص: ۱۹۵/۱، باب الحيض، حلبی كبير ص: ۶۱۴، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه لاهور)

[2] مستفاد:- ثم يخطب الامام بعد الصلاة خطبتين يعلم فيهما احكام صدقة الفطر لان الخطبة شرعت لاجله (قوله يعلم فيها احكام صدقة الفطر) وهذا فی خطبة الفطر وسيأتی بيان الاضحية وكذا كل حكم احتج اليه (طحطاوی مع المراقی ص: ۴۳۸، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص: ۱۶۲/۲، باب العيدين)

[3] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامی زكريا ص: ۶۴۹/۶، كتاب الوقف، فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، مجمع الانهر ص: ۶۰۷/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

عیدین کی نماز بستی میں یا میدان میں

سوال:-عیدین کی نماز بلا عذر گھر یا مکان یا صحن یا وقف کردہ یا محلے کے ایک خاص مکان کے اوپر چھوٹی مسجد کے اندر پڑھنا مناسب ہے۔ یا کہ وقف کردہ مکان عیدگاہ جو محلّہ اور شہر اور مکان سے خارج باہر میدان میں پڑھنا افضل ہے؟ کون بہتر اور مسنون ہے؟

ایک گاؤں جہاں چند ہزار آدمی کی بستی ہے چند سال سے ایک تعلقدار صاحب کے خاص مکان کے صحن میں غفلۃً نماز عیدین پڑھتے تھے قبل ازیں کچھ آدمی عیدگاہ کے میدان میں نماز عیدین پڑھتے تھے، بعد اسکے تعلقدار صاحب کی رائے سے بلا عذر اپنے مکان پر ایک چھوٹی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور فی الحال انکی رائے سے انکی کچہری کے صحن میں صلاۃ العیدین پڑھتے ہیں۔ یہ صحن نہ وقف ہے نہ عیدگاہ ہے، اس صحن کے کنارے میں کئی قبریں ہیں۔

صاحب خانہ صحن پر کُلاً قابض ہے اور متصرف ہے، اہل قریہ کا اس صحن میں دخل اور کسی طرح کا دعویٰ نہیں ہے، حال یہ ہے کہ صحن کے بسبب عدم وقف اور تقلیل موضع الصلوٰۃ مرۃ بعد مرۃ اہل القریۃ منتشر الذہن اور متردد الحال ہیں کیونکہ کبھی عیدگاہ میں اور کبھی صحن میں۔ کما مر۔ جہاں تعلقدار صاحب کی فی الحال آبادی وزراعت ہے اور کبھی ایک چھوٹی مسجد کے اندر کبھی مکان کے صحن میں جیسا کہ حالاً نمازِ عیدین پڑھتے ہیں، پس **لکون محل الصلوٰۃ صحنا لمکان صاحب غیر مستقل الحال** اہل قریہ میں ایک قسم کی تنگی درآمد ہوتی ہے اور بسبب نااتفاقی اہل قریہ شرعاً ومعاملاً مع صاحب خانہ بسبب تعلقداری اہل قریہ کا کیا حکم ہے، اکنون مع ہذا اہل قریہ میں اسباب مفسدہ ظاہر ہیں اور اتفاق وسکون، راحت وآرام درہم برہم ہوگیا، ازیں جہت عیدگاہ اور اتفاق وامان کی ضرورت ہوئی لہٰذا دو سال سے **دفعاً للحرج وامانا لاهل القرية ولتعيين لموضع الصلوٰة واستراحة للمؤمنين ولانسداد اسباب المفاسد.**

فی یوم العید لله تعالیٰ اہل قریۃ نے مشورۃً **لجمیع الناس** مع تعلقدار صاحب

میدان میں قطعة من الارض وقف کر کے عیدگاہ بنا کر تقریباً پندرہ سو ۱۵۰۰ آدمی نماز عیدین پڑھتے ہیں اور پھر تعلقدار صاحب از روئے تونگری اور مدت سے صحن میں نماز پڑھنے کی وجہ سے اپنے گھر کے صحن ہی میں مع چار سو آدمی کم وبیش نماز عیدین پڑھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ صحن میں نماز پڑھنا افضل وبلا کراہت درست ہے اور میدان میں وقف کردہ عیدگاہ میں اگرچہ شرعاً بلا قیل وقال باتفاق المسلمین مع اطراف قریۃ نماز عیدین پڑھتے ہیں یہ نادرست اور حرام ہے کیونکہ یہ جدید ہے اور ہم (تعلقدار صاحب) تو شریک ہی ہیں، حالانکہ تعلقدار صاحب ابھی اہل قریہ کو عین عید کے روز خوف دلا رہے ہیں کہ شرع شریف کا حکم ماننے کا نعرہ دے رہے ہیں۔ اب شرع شریف کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثم خروجه ماشیاالی الجبانة وهی المصلی العام ای فی الصحراء والخروج الیها والی الجبانة لصلوٰة العید سنة. وان یسعهم المسجد الجامع هو الصحیح وفی الخلاصة والخانیة السنة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناءً علی ان صلوٰة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فلهٗ ذالک اهـ درمختار وشامی بقدر الحاجة[1] ص ۱/۸۶۷، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز عید کو صحراء میں عیدگاہ میں جا کر ادا کرنا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں گنجائش ہے اور بہتر یہ ہیکہ امام خود عیدگاہ میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے اور کسی شخص کو اپنا نائب بنادے جو کہ ضعفاء کو جن میں عیدگاہ میں جانے کی قوت نہیں ہے شہر میں نماز پڑھائے، اگر امام نے کسی کو نائب نہیں بنایا تب بھی گناہ نہیں۔

جو شرائط جمعہ کیلئے ہیں عموماً وہی عید کیلئے ہیں[2]، مثلاً اذن عام دونوں جگہ شرط ہے۔ اگر کوئی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی مکتبه نعمانیه ص ۱/۵۵۷، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس. محیط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العیدین، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانیه ص ۲/۸۸، شرائط صلاة العید طبع کراچی. (بقیہ اگلے پر)

خاص مکان میں جہاں اذن عام نہ ہو نماز عید پڑھے تو یہ درست نہیں جیسا کہ جمعہ درست نہیں، اگر اذن عام ہو تو درست ہے، اس جگہ کا وقف ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ مملوک میں بھی درست ہے[۱]، قبریں اگر بالکل قریب ہیں اور مسجد کے سامنے بلا حائل ہیں تو اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے، مگر صرف ان لوگوں کی جنکے سامنے ہیں اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں تو اسی ترتیب سے کراہت میں کمی ہوگی، اگر دور ہیں یا حائل موجود ہے تو کراہت نہیں[۲]، جس قسم کی بستی جمعہ کیلئے شرط ہے اسی قسم کی بستی عید کیلئے بھی شرط ہے یعنی شہر ہو یا قصبہ ہو یا ایسا بڑا گاؤں جو کہ اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کی مانند ہو اور اسکی مردم شماری کم از کم تین ہزار ہو اور جو بستی ایسی نہ ہو، اسمیں نہ جمعہ کی نماز جائز ہے نہ عیدین کی جو لوگ پڑھیں گے وہ گنہگار ہوں گے[۳]، اور جمعہ کے دن ظہر کا فرض ذمہ میں باقی رہے گا[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ تجب صلاتها ای صلاة العید فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة الخ (الدرالمختار علی الشامی ص: ۱/۵۵۵، باب العیدین، مطبوعه نعمانیه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص: ۴۳۳، باب احکام العیدین.

(صفحہ ہذا) ۱ والشرط السادس الاذن وهو ان تفتح ابواب الجامع فیؤذن بالناس کافة (الی ان قال) وکذلک السلطان اذا اراد ان یجمع بحشم فی داره فان فتح باب الدار فأذن اذناً عاماً جازت صلاته (تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۷۰، کتاب الصلاة، شرائط الجمعة، حلبی کبیری ص: ۵۵۸، فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

۲ لاتکره الصلاة الی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلوة الخاشعین وقع بصره علیه (طحطاوی علی المراقی ص: ۲۹۰، مکروهاة صلاة، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص: ۲/۴۲۵، مکروهات صلاة، مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب الخ)

۳ صلاة العیدین فی القریٰ تکره تحریماً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۶، باب العیدین، مطلب فی الفال والطیرة)

۴ لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر (شامی زکریا ص: ۳/۷، باب الجعمة.

نماز عید کے لئے میدان میں جانا مستحب ہے

سوال: -عیدالاضحیٰ کی نماز شہر کی مساجد میں ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں لکھا ہوا ہے مگر قابلِ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اتنی بڑی تعداد میں سنت کا ترک مداومت کا باعث نہیں۔ واضح ہو ہمارے یہاں شہر میں نوے فیصد مساجد میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ لی جاتی ہے اور شہر کی مساجد میں نماز پڑھ لینے کی مصلحت یہ بتاتے ہیں کہ جلد از جلد قربانی کے کام سے فرصت مل جاتی ہے ایک امام مسجد اصرار کرتے ہیں کہ شہر میں نماز ادا کر لینا بہتر نہیں خلاف سنت ہے اس لئے عیدگاہ میں نماز ہونی چاہئے۔ ان کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدگاہ میں جا کر نماز عید ادا کرنا مندوب ہے اگر چہ جامع مسجد میں وسعت ہو، **فان خصوص التوجہ اِلیٰ المصلی مندوبٌ وان وسعہ المسجد عندعامۃ المشائخ وھو الصحیح اھ** (طحطاوی[1] ص ۲۹۰) اگر عیدگاہ میں لوگ جا کر نماز ادا کر لیں اور کچھ لوگ شہر کی جامع مسجد میں پڑھ لیں تب بھی مستحقِ ملامت نہیں، سب لوگ اگر مسجد ہی میں پڑھیں تو خلافِ مندوب ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۹۲ھ

---

[1] الطحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۵، باب العیدین، مطبوعہ مصر، محیط برھانی ص: ۲/۴۸۴، صلاۃ العیدین، مطبوعہ مجلس علمی گجرات، تاتارخانیہ، مطبوعہ کراچی ص: ۲/۸۸، شرائط صلاۃ العید، حلبی کبیری ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فی صلاۃ العید، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور.

[2] حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ (بحر کوئٹہ ص: ۲/۱۵۹، باب العیدین)

معذورین کے لئے جامع مسجد میں نماز عید

سوال:- بستی سے عیدگاہ تقریباً ایک میل دور ہے، لوگ دور جانے میں گھبراتے ہیں۔عیدگاہ کے چاروں طرف غیر مسلم کی زمین ہے، بستی والے عیدگاہ قریب بنانا چاہتے ہیں۔اگر عیدگاہ دوسری بنالیں تو اس عیدگاہ کا کیا کیا جائے؟ غیر مسلم بے حرمتی کریں گے، پہلی عیدگاہ کی حفاظت مشکل ہوگی۔بستی مسلمانوں سے خالی ہوجاتی ہے، عورتیں وغیرہ اکیلی رہ جاتی ہیں، غیر مسلم سے نقصان کا خطرہ رہتا ہے۔ایسی حالت میں عیدگاہ بنائی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پرانی عیدگاہ ویران نہ کریں۔ وہاں جاکر نماز پڑھا کریں، بستی میں بھی مثلاً جامع مسجد میں عید کا انتظام کرلیں، ضعیف اور معذور لوگ یہاں پڑھ لیا کریں، اس طرح معذوروں کو دشواری نہ ہوگی، بستی بھی خالی نہیں ہوگی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عیدین آبادی میں یا صحراء میں

سوال:-عیدین کی نماز بستی کے اندر ادا کرنا افضل ہے یا آبادی کے باہر صحرا میں حضور سرورِ عالم ﷺ سے کیا ثابت ہے؟

---

[1] الخروج الی المصلی وھی الجبانة سنة وان کان یسعھم الجامع وعلیه عامة المشائخ لماثبت انه علیه الصلاة والسلام کان یخرج یوم الفطر ویوم الاضحی الی المصلی ..... ان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من یصلی بھم فی المسجد روی ذلک عن علی رضی الله عنه (کبیری ص ۵۲۹، مطبوعه دھلی، فصل فی صلاة العیدین، محیط برھانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العیدین، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۸۸، شرائط صلاة العید)

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین کی نماز صحراء میں افضل ہے، فی الدر المختار والخروج الیها ای الجبانة لصلوٰة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح وفیه الجبانة المصلی العام وفی ردالمحتار ص۸۶۷ ج ۱ (المصلی العام) ای فی الصحراء بحر عن المغرب.[1] باوجود جامع مسجد میں گنجائش ہونے کے جس میں پانچسو نماز کا ثواب ملتا ہے خروج الیٰ الجبانۃ کو سنت لکھا ہے طحطاوی ص ۳۲۵ ج ۱ میں ہے، قوله سنة فلو لم یتوجه الیها (ای الجبانة) فقط ترک السنة[2] بلاعذر حضور اکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے فی فتح الباری[3] ص ۳۰۸ ج ۲/ ذلک (ای الخروج الیٰ الصحراء لصلوٰة العید) افضل من صلوتها فی المسجد لمواظبة النبی صلی الله علیه وسلم علیٰ ذٰلک مع فضل مسجده. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عفی عنہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہٗ ۱۳/۱/ ۵۲ھ

عیدگاہ چھوڑ کر میدان میں نماز عید

سوال:- عیدگاہ یا مسجد میں نماز ہوتی چلی آرہی ہے، لیکن شریر لوگ ایک کھیل کے میدان میں جو مخصوص میدان ہے، رات میں اس میں لوگ پاخانہ پیشاب کرتے ہیں، اس جگہ عید کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر نماز نہ ہوئی تو اس کے ذمہ دار کون ہیں، واضح ہو کہ مسجد سے متصل ہی میدان واقع ہے؟

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۵۵۷/۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس.

[2] طحطاوی علی الدر ص۳۲۵/۱، باب الجمعة، بحر کوئٹه ص: ۱۵۹/۲، باب العیدین.

[3] فتح الباری ص: ۱۲۶/۳، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلیٰ بغیر منبر، مطبوعه درالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب نماز عید کیلئے مستقلاً عید گاہ موجود ہے تو بلا وجہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے میدان میں نماز عید ادا کرنا غلط طریقہ ہے، اگر وہاں جگہ ناپاک ہوگی تو وہاں نماز بھی درست نہ ہوگی[1]، اگر وہاں پڑھنے کی کوئی صحیح جگہ موجود ہے تو اس کو پہلے اس طرح صاف کرا دیا جائے کہ نماز کے صحیح ہونے میں کوئی تامل نہ رہے، مگر اس سے وہ جگہ عید گاہ نہیں بن جائیگی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

فیلڈ میں نماز عید

سوال:- ایک سرکاری فیلڈ جہاں پر یوم آزادی یوم جمہوریہ کی کارروائیاں کسی بڑے لیڈر کے آنے پر یا کسی دوسرے کی وجہ سے جلسہ جلوس وغیرہ بھی وقوع میں آتے ہیں، کھیل کود وغیرہ بھی ہوتے ہیں، الحاصل ایک شہر کے تمام امور جہاں طے ہوتے ہیں، اس فیلڈ میں عید کی نماز تمام مسلمانوں کا مجتمع ہوکر پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ خاص کر جب کہ دو فیلڈ ایک ایسی جگہ واقع ہیں جہاں نماز پڑھنے سے مسلمانان شہر اور اسلام کا رعب باقی اہل شہر پر پڑتا ہے۔

---

[1] (شروط الصلوٰۃ) ستة طهارة بدنه من حدث و خبث و ثوبه و مكانه (درمختار على الشامى كراچى (ص: ۱/۲۹۶/ كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، تاتارخانيه ص: ۱/۴۱۸، كتاب الصلاة، الفرائض، مطبوعه كراچى، مراقى مع الطحطاوى س: ۱۶۶، ۱۶۷، باب شروط الصلاة واركانها، مطبوعه مصر)

[2] اما تعريفه فهو فى الشرع عند ابى حنفيه جس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة على الفقراء وعلى وجه من وجوه الخير (الى قوله) وعندهما جس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد (هندية، ص ۲/۳۱۴/ اول كتاب الوقف، مكتبه رحيميه ديوبند، درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۵۱۹، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص: ۲/۵۶۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرکار کی طرف سے اجازت ہوتو وہاں بھی درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید جبانہ میں

سوال:- مالیگاؤں ایک قصبہ ہے۔ غدر ۵۷ء سے پہلے بہت کم مسلمان آباد تھے مگر غدر کے بعد شمالی ہند سے آکر کثرت سے آباد ہوئے اب یہاں کی مسلم آبادی چوبیس ہزار ہے، نمازِ عیدین کیلئے ایک پرانی اور نہایت چھوٹی سی عیدگاہ بنی ہوئی ہے جسمیں زائد سے زائد ایک ہزار آدمی آسکتے ہیں اور عیدگاہ اس وقت اس زمانہ کے مسلمانوں کیلئے یقیناً کافی ہوگی، لیکن اب وہ عیدگاہ کسی طرح کافی نہیں ہوسکتی، علاوہ ازیں اصل بات جو سوال کی محرک بنی وہ یہ کہ وہ عیدگاہ اس وقت یقیناً صحراء میں تھی لیکن اب آبادی بڑھتے بڑھتے وہ عیدگاہ صحراء میں نہیں رہی بلکہ آبادی میں آگئی ہے، ایسی صورت میں فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل ومفصل بیان فرمائیں؟

(۱) دوسری عیدگاہ ایک وسیع قطعۂ زمین چندہ سے خرید کر کسی ایسے مقام پر جہاں صحراء کا پورا اطلاق ہوسکے اگر بنوائی جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس سے تفریق بین المسلمین تو نہ ہوگی کیونکہ یہ حقیقت واقعہ ہے کہ موجودہ عیدگاہ میں مسلمانوں کی اکثریت نماز عیدین ادا نہیں کرتی بلکہ یہاں نماز عیدین شہر کی ہر چھوٹی بڑی مسجدوں میں ہوتی ہے اور عیدگاہ میں بہت تھوڑے آدمی جاتے ہیں۔

(۲) مساجد میں نمازِ عیدین ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے یا مع الکراہت؟

---

[۱] الشرط السادس الاذن العام (حلبی کبیر ص: ۵۵۸، فصل فی صلاۃ الجعمۃ، ویشترط لھا جمیع مایشترط للجمعۃ وجوباً واداءً الا الخطبۃ (حلبی ص: ۵۶۶، فصل فی صلاۃ العید، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، مجمع الانھر ص: ۱/۲۴۶، باب الجمعۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ایضاً ص: ۱/۲۵۴، باب صلاۃ العیدین، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۲۵، باب الجمعۃ، مطلب فی قول الخطیب قال اللہ تعالیٰ الخ، ایضاً ۳/۴۵، باب العیدین)

(۳) نمازِ عیدین عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یا نہیں؟

(۴) موجودہ عیدگاہ جو آبادی میں ہے اس میں نمازِ عیدین ادا کرنے سے سنت کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۵) اور اگر نمازِ عیدین جنگل کے کسی حصہ میں بلا عیدگاہ بنائے ادا کر لی جائے، مثلاً ندی کے کنارے کسی میدان میں یا کسی وسیع باغ میں ہو پھر بھی سنت کا ثواب ملے گا یا نہیں یا عیدگاہ بنوا کر پڑھنے سے ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کی نماز صحراء میں جا کر پڑھنا سنت ہے جب کہ وہاں کوئی شرعی منکر نہ ہو اور مساجد میں پڑھنا بھی مکروہ نہیں، البتہ سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ صحراء میں عیدگاہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ عیدگاہ کے بغیر بھی صحراء میں پڑھنے سے سنت کا ثواب حاصل ہو جائیگا بہتر یہ ہے کہ تمام آدمی جنگل میں جا کر عیدین ادا کریں اور جو معذورین ہوں وہ سابق عیدگاہ میں (جو آبادی میں ہے) ادا کریں اور ہر مسجد میں عیدین کی ادائیگی بند کر دی جائے اور اگر وسعت اور سہل ہو تو جنگل میں نئی عیدگاہ بنائیں ورنہ بغیر عیدگاہ ہی ادا کر لیا کریں، والخروج الیھا الی الجبانة لصلوٰة العید سنة وان وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح قال فی الزھری. وقال بعضھم لیس سنة وتعارف الناس لضیق المسجد وکثرة الزحام والصحیح ھو الاول. وفی الخلاصة والخانیة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیرہ لیصلی فی المصر بالضعفاء بناءً علیٰ ان صلوٰة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فله ذٰلک (درمختار وردالمحتار[1] ص ۱۶۷ ج ۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۵۷/۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس. محیط برھانی ص: ۴۸۴/۲، صلاة العیدین، مطبوعه مجلس علمی گجرات، خانیه علی الھندیة ص: ۱۸۳/۱، باب صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه.

عید کی نماز شہر سے کتنی دور ہو؟

سوال:- مسجد سے عیدگاہ کتنے فاصلہ پر ہونا چاہئے؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت کی طرف سے اس کا کوئی فاصلہ متعین نہیں ہے، بس اتنی بات ہے کہ نمازِ عید آبادی سے باہر ادا کرنا مندوب ومستحب ہے، کما صرح به فی مراقی الفلاح[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/ ۹۰ھ

دو بستیوں میں ایک عیدگاہ

سوال:- دو گاؤں جو بالکل قریب قریب ہیں اور دونوں میں کچھ فاصلہ بھی نہیں ہے دونوں کے مابین ایک عیدگاہ ہے اور جمعہ دونوں میں ہوتا ہے لیکن نماز عید ایک ہی جگہ پڑھی جاتی ہے امسال عید الفطر کے موقع پر ایک شخص تقریر کر رہا تھا تو عیدگاہ والوں نے اس شخص کو تقریر کرنے سے منع کیا نماز عید ایک فاسق شخص نے پڑھائی اور دوسرے آدمی ڈاڑھی منڈے نے خطبہ پڑھا اور عیدگاہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام آدمیوں کو محیط ہو سکے بہت چھوٹی ہے اسکے برطرف قبرستان ہیں جو لوگ عیدگاہ میں نہیں آسکے وہ نیچے کھڑے ہو کر قبرستان میں نماز پڑھتے

---

[1] فان خصوص التوجه الی المصلی مندوب وان وسعهم المسجد عند عامة المشائخ وهو الصحیح (الطحطاوی علی المراقی ص۴۳۵، باب العیدین، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۹، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، حلبی ص: ۵۷۱، فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور)

ہیں تو اب غرض مستفتی یہ ہے کہ اس وقت دوسری عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس بستی میں نماز جمعہ کے شرائط موجود ہوں اس میں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ جمعہ اور عید ایک ہی جگہ ہو لیکن تنگی یا دیگر عوارض کی وجہ سے اگر دوسری جگہ بھی ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں[1]، پس اگر وہ دونوں گاؤں اپنی آبادی و دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ قصبہ کے مانند ہیں مثلاً ہر ایک کی مردم شماری تین چار ہزار ہے اور ہر ایک میں گلی کوچہ بازار ہے اور روزمرہ کی ضروری اشیاء کھانے پہننے دوا دارو کفن وغیرہ سے متعلق سب ملتی ہیں تب تو دونوں میں علیحدہ علیحدہ جمعہ بھی جائز ہے اور عید بھی ہر بستی والے اپنی اپنی علیحدہ عیدگاہ میں پڑھیں اگر علیحدہ علیحدہ دونوں گاؤں قصبہ کے مثل نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ قصبہ کے مثل ہے اور دونوں میں کوئی فصل نہیں بلکہ اتصال ہے اگر دیکھنے والے کو پہلے سے علم نہ ہو تو وہ دونوں کو ایک ہی بستی سمجھے وہ دونوں ایک ہی بستی کے حکم میں ہیں اس میں تعدد جمعہ وعیدین درست ہے اگر ان دونوں میں اتصال نہیں بلکہ انفصال ہے کہ ایک بالکل علیحدہ بستی ہے دوسری علیحدہ تو پھر وہاں نہ جمعہ کی نماز جائز ہے نہ عیدین کی[2]، **وفی الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء بناء على ان صلوٰة**

---

[1] قلت ان نظرنا الى الدليل الذى استدل به من جوز تعدد الجمعة (الى قوله) فالاظهر الجواز مطلقا والعيد فيه سواء الا انه يستحب ان لا تؤدى بغير حاجة الا فى موضع واحد خروجاً من الخلاف (اعلاء السنن ص: ۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فى مصر واحد، مطبوعه امداديه مكه مكرمه، حلبى كبير ص: ۵۵۱، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور)

[2] ان كان مقيما فى عمران المصر واطرفه وليس بين مكانه وبين المصر فرجة فعليه الجمعة ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة من المزارع والمراعى لا جمعة على اهل ذلك الموضع (تاتارخانيه كراچى ص: ۲/۵۳، شرائط جمع، حلبى كبير ص: ۵۵۲، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۴۵، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة)

العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق وان لم یستخلف فله ذالک شامی[1] اھ.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی صحیح: عبد اللطیف ۷/ذیقعدہ ۵۹ھ

جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعید

سوال:- موضع ناگل پٹی بھگوان پور کی آبادی پانچ ہزار کی ہے مگر مسجد نہیں۔ مگر پٹی بھگوان پور میں ایک مکتب دینی تعلیم کا قائم کیا ہے مگر مسجد بننے کی قوی امید ہے کہ نمازی کافی ہیں تو اس میں نماز جمعہ وعیدین ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ ایک ہی بستی ہے تو شرعاً وہاں جمعہ وعیدین کی نماز درست ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ مسجد بنالیں اور جب تک مسجد نہ بنے کسی اور جگہ مثلاً مکتب میں اس طرح جمعہ پڑھیں[2]، کہ وہاں آنے کی کسی کو رکاوٹ نہ ہو[3]، بلکہ جس کا دل چاہے نماز کیلئے آجائے وہیں پنجگانہ نماز اذان وجماعت کے ساتھ ادا کریں، عیدین کیلئے عیدگاہ ہونا ضروری نہیں، جنگل، باغ اور

---

[1] الشامی نعمانیه ص۵۵۷ ج ۱ باب العیدین مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، اعلاء السنن ص: ۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فی مصر واحد، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، خانیه علی هامش الهندیة ص: ۱۸۳/۱، باب صلاة العیدین، طبع کوئٹه پاکستان)

[2] لو صلی الجمعة فی قریة لغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوالمسجد او لم یبنوا (تاتارخانیه کراچی ص: ۴۹ ج۲، النوع الثانی فی بیان شرائط الجمعة، الشرط الاول المصر، حلبی کبیر ص: ۵۵۱، فصل فی صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، شامی زکریا ص: ۳/۶، باب الجمعة)

[2] (ویشترط لصحتها) الاذن العام ای ان یأذن للناس اذناً عاماً بان لا یمنع احداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی یصلی فیه الخ (شامی زکریا ص: ۳/۲۵، باب الجمعة)

میدان میں جہاں مناسب سمجھیں ادا کرلیا کریں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

بارش میں نماز عید کہاں پڑھیں

سوال:- بارش بہت زوروں سے شروع ہے، لوگ مقررہ عیدگاہ جانے سے قاصر ہیں تو کیا اس موضع میں جس میں دو چار یا دس بیس تیس گھر مسلمانوں کے ہیں اور مسجد بھی ہے یا نہیں ہے تو نماز عیدین اپنے موضع میں ایسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ادا کر سکتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے موضع میں نماز عید درست نہیں، نہ پڑھنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا، مطمئن رہیں، **تجب صلوتهما على من تجب عليه الجمعة درمختار**[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا عیدگاہ کے لئے وقف ہونا لازم ہے

سوال:-عیدگاہوں کیلئے وقف ہونا شرط ہے؟ یا اجازت مالک ہی کافی ہے؟ بہرحال

---

[۳] ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهى المصلى العام اى فى الصحراء بحر عن المغرب (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة الخ، تاتارخانيه كرچى ص: ۲/۸۹، شرائط صلاة العيدين، حلبى كبير ص: ۵۷۱، طبع لاهور)

[۱] درمختار على الشامى ص ۱/۵۵۵، مكتبه نعمانيه ودرمختار على الشامى زكريا ص ۳/۴۵، باب العيدين، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۳۳، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۴، باب صلاة العيد، دار الكتب العلمية بيروت.

سالہا سال سے عیدین کی نماز ہوتی چلی آئی ہے، جو اسی کام کے لئے تعمیر کی گئی ہے۔ اس کے لئے وقف یا اذن عام کا تحریری ثبوت اور دلیل ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علَیْہ وسَلّم فی یومِ الفطر وصلّٰی رکعتین بغیر الاذانِ والاقامۃِ کی بناء پر مائک کے ذریعہ اعلان کرنا برائے نماز عید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نمازِ عید کے لئے وقف ہونا اور لوگوں کا وہاں نماز ادا کرنا بس اتنا ہی کافی ہے، تحریری ثبوت لازم نہیں[۱]۔

(۲) نمازِ عید کیلئے اذان واقامت نہیں[۲]۔ لیکن نمازیوں کے علم کیلئے اگر رمضان میں خبر دی جائے کہ فلاں جگہ فلاں وقت نمازِ عید ہوگی اور اقامت میں کچھ وقفہ بھی رہے تاکہ جس کو ایک جگہ نماز نہ ملی ہو تو وہ دوسری جگہ چلا جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے ویسے اذان ہے نہ اقامت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/ ۹۱ھ

مجوسی کے وقف کردہ میدان میں نمازِ عید

سوال: -نوساری ایک قصبہ ہے جس میں متعدد مساجد ہیں، جامع مسجد بھی ہے یہاں

---

[۱] واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف وھو قول الائمۃ الثلاثۃ وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ وفی المنیۃ وعلیہ الفتوی (ھندیہ کوئٹہ ص: ۲/۳۵۱، کتاب الوقف، الباب الاول، شامی زکریا ص: ۶/۵۴۵، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص: ۶/۲۳۸، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[۲] یؤدی بالجماعۃ نھاراً بغیر اذان ولااقامۃ (البحرالرائق ص ۲/۱۶۶، باب الکسوف، مطبوعہ پاکستان، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۴۶، باب صلاۃ الکسوف، مطبوعہ مصری شامی زکریا ص: ۳/۶۶، باب الکسوف)

پر عیدگاہ نہیں ہے، پہلے جامع مسجد میں نماز عید ادا کی جاتی تھی، اب چند لوگوں نے عیدگاہ میں نماز کی فضیلت سن کر عیدگاہ کی کوشش کی، شہر میں جگہ ملنا دشوار ہے، ایک میدان ہے جو کسی مجوسی نے کھیل کود کیلئے وقف کر دیا ہے جو میونسپل کے قبضہ میں ہے، اس میدان میں مولانا منظور صاحب نعمانی کا وعظ بھی ہوتا ہے، تو اگر میونسپل سے اجازت ہے کہ وہاں پر عیدین کی جماعت کر لی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مندوب ومستحب یہ ہے کہ نمازِ عید آبادی سے باہر میدان میں ادا کی جائے[1]، اس میدان میں ادا کرنے کی اجازت ہے، اگر چہ مجوسی نے کھیل کود کیلئے وقف کیا ہے، تو اسمیں ادا کرنا احسن ہے، نمازِ عید کیلئے مسجد کے مقابلہ میں میدان کو ترجیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۲/ ۸۹ھ

نماز عید قبرستان میں

سوال: -عیدگاہ کے متصل قبرستان واقع ہے، جب عیدگاہ نمازیوں سے بھر جاتی ہے، تو لوگ قبرستان میں بھی عید کی نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت کی وجہ سے قبرستان میں نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فان خصوص التوجه الى المصلى مندوب و ان وسعهم المسجد عند عامة المشائخ وهو الصحيح (الطحطاوى على المراقى ص ۴۳۵، باب العيدين، طبع مصر، شامى نعمانيه ص ۵۵۷/۱، باب العيدين. البحر الرائق ص ۱۵۹/۲، باب االعيدين، مطبوعه پاكستان)

[2] وكذا تكره فى اماكن كفوق كعبة وفى طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة قوله: ومقبرة: ..... ولابأس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ولا قبلته الى قبر (درمختار مع الشامى كراچى ص: ۳۸۰/۱، كتاب الصلاة، مطلب فى اعراب كائنا ماكان، طحطاوى على المراقى ص: ۲۹۰، فصل فى المكروهات، مطبوعه مصر، عالمگيرى كوئٹه ص: ۱۰۷/۱، الباب السابع فيما يفسد الصلاة.

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازی کے آگے قبریں ہوں تو نماز مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

قبرستان میں نمازِ عید

سوال:- یہاں ایک وقف کردہ قبرستان ہے، قبرستان کے چاروں طرف چہار دیواری ہے۔ شہر کی بیشتر میت اسی قبرستان میں دفن کئے جاتے ہیں، قبرستان کے اندر کچھ زمین ابھی خالی ہے، اس خالی زمین کے پیچھے جو زمین ہے اسی میں میت دفن کئے جاتے ہیں، جب ضرورت ہوگی سامنے کی اس خالی زمین میں بھی میت دفن کی جائے گی، فی الحال شہر کو عیدین کی نماز ادا کرنے کیلئے ایک عیدگاہ کی ضرورت ہے، کچھ لوگوں کا ارادہ ہے کہ قبرستان کے باہر ایک غیر مذہب آدمی کی زمین قبرستان کے متصل ہے اسے خرید کر عیدگاہ بنایا جائے، اکثر لوگ اسی کو پسند کررہے ہیں، لیکن دو چار لوگ کہتے ہیں کہ ابھی عیدگاہ خریدنے کی ضرورت نہیں، بعد میں خریدیں گے، ابھی عید کی نماز قبرستان کے اندر جو زمین خالی ہے اس میں پڑھیں گے، لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر وقف شدہ قبرستان کی اسی خالی زمین (جسکے سامنے قبر وغیرہ نہیں ہیں) میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدی جائے تو قبرستان کی وہ زمین ایک دن عیدگاہ بن جائیگی اور قبرستان کے قبضہ سے زمین نکل جائے گی اور جب ضرورت ہوگی تو اسمیں مردے دفن نہیں کرسکیں گے اور ایک عیدگاہ خریدنے کی جو بات مکمل ہوگئی ہے وہ ختم ہوجائے گی، اب اہل شہر آپ کے جواب کے منتظر ہیں کہ جو جواب آپ عنایت کردیں گے اس پر عمل کیا جائیگا، اگر قبرستان کی زمین میں نماز پڑھنے کی ذرا بھی اجازت مل گئی تو شہر میں ہنگامہ کھڑا ہوجائے گا، امید ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں گے۔

نقشہ قبرستان

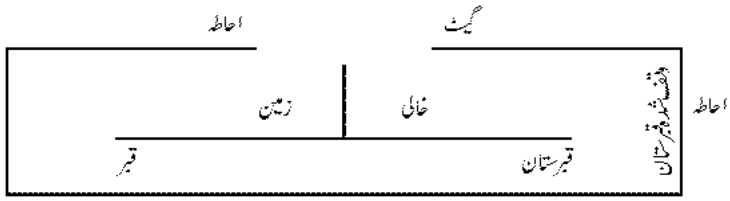

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ اس قبرستان میں مردے دفن ہوتے ہیں اور وہاں قبریں نئی پرانی ہر قسم کی موجود ہیں تو وہاں نمازِ عید ادا نہ کی جائے بلکہ اسکے قریب جو جگہ موجود ہے اور اسکو خرید کر عیدگاہ بنانے کی تجویز ہے تو اسی کو خرید کر عیدگاہ بنالیں، اس میں خلفشار وانتشار نہ کریں، واقف جس نیک مقصد کیلئے جو جگہ وقف کرے اس مقصد کو ختم نہ کیا جائے اور دوسرے مقصد کیلئے وہ جگہ متعین نہ کی جائے، حتی الوسع شرعاً منشاء واقف کی رعایت لازم ہے، لان شرط الواقف کنص الشارع[1] قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت حدیث[2] وفقہ[3] سے ثابت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳/۴، کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع.

[2] عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق الخ (ترمذی شریف ص: ۸۱/۱، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی کراهیة ما یصلی الیه وفیه، مکتبه بلال دیوبند، مشکوة شریف ص: ۷۱، باب المساجد ومواضع الصلوة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

[3] وتکره الصلاة فی المقبرة وامثالها لان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة المقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن وفوق ظهر بیت الله (مراقی الفلاح ص ۲۹۰ مطبوعه مصر فصل فی المکروهات، حلبی کبیر ص: ۳۶۳، فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

مساجد میں عید کی نماز

سوال:- (الف) شہر میں پہلے سے دو عیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ دو فرلانگ ہے، ایک تیسری عیدگاہ بھی ہے، پہلی دو عیدگاہوں اور اس کے درمیان ایک دریا بھی ہے، یہ تیسری عیدگاہ گذشتہ عیدالفطر سے جاری ہوئی ہے ایسی صورت میں مساجد میں نماز پڑھنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟

(ب) قاضی ہونے کی حالت میں مختلف عیدوں میں مختلف عیدگاہوں میں نماز پڑھنا چاہئے، یا سب مسلمانوں کو ایک عیدگاہ کے بنانے تک مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) مندوب ومستحب یہ ہے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کی جائے پنجگانہ کی مسجد میں ادا کرنے سے بھی ادا ہوجاتی ہے[1] لیکن اظہار شوکت اسلام میں کمی ہوتی ہے، کیونکہ مجمع متفرق اور منتشر رہتا ہے۔[2]

(ب) جب تک جامع عیدگاہ بنے اس وقت تک دونوں عیدگاہوں میں پڑھا کریں سب مساجد میں جاری نہ کریں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهى المصلى العام والخروج اليها سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۳/۴۹، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، حلبى كبير ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فى صلاة العيدين، مطبوعه لاهور، الهندية ص: ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه)

[2] ان كل ملة لابد لها من عرضة يجتمع فيها اهلها لتظهر شوكتهم وتعلم كثرتهم ولذالك استحب خروج الجميع (حجة الله البالغة ص: ۲۹ ج ۲، العيدين، مطبوعه مصرية سنية)

[3] ملاحظه هو حاشيه نمبر: ۲/

نماز عید مسجد میں

سوال:- (۱) نماز عیدین کو ہمیشہ مسجد میں پڑھنا اور باوجود باہر عیدگاہ ہونے کے باہر نہ جانا اور لوگوں کو یہ کہنا کہ باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے باوجودیکہ کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

(احتیاط الظہر) (۲) بعد جمعہ ظہر احتیاطی کے تارک کو قابل ملامت بلکہ کفر کا فتویٰ اس پر جڑ دینا اور اس کو بہت بُرا کہنا کیا تارک نماز احتیاطی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا سنت ہے[۱]۔ اگر کوئی عذر ہو تو مسجد میں بھی درست ہے[۲]، اور بلا عذر مسجد میں پڑھنے سے نماز تو ہو جاتی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے اتباع کی فضیلت حاصل نہیں[۳] ہوتی نیز باہر جا کر ادا کرنے میں کچھ اور بھی مصالح ہیں وہ بھی اس صورت میں فوت ہوتی ہیں اگر کوئی شخص خود عیدگاہ میں نہ جائے تو بلا وجہ دوسروں کو جانے سے نہیں روکنا چاہئے۔

(۲) ایسا کرنا بہت بڑی جہالت ہے اور نادانی ہے، احتیاط الظہر میں خود کلام ہے بعض

---

[۱] والخروج الی الجبانة لصلاة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع وهو الصحیح الخ. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص۱/۵۵۷، باب العیدین، البحرالرائق ص ۲/۱۵۹، باب العیدین، مکتبه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص:۴۳۵، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر.

[۲] اذا کان یوم مطر فلا یخرج الی المصلی فی المسجد یجوز ذالک (بذل المجهود ص:۲/۲۱۲، باب یصلی بالناس فی المسجد اذا کان یوم مطر، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، اعلاء السنن ص:۸/۹۲، باب الخروج یوم الفطر والاضحی الی المصلی الا لعذر)

وان صلاتها فی المسجد لاتکون الا عن ضرورة (فتح الباری ص:۳/۱۲۶، باب الخروج الی المصلی، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۳] لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجه الی المصلی فقد ترک السنة (بحر کوئٹه ص:۲/۱۵۹، باب العیدین)

علماء نے اسکی اجازت دی ہے بعض کہتے ہیں کہ اشتباہ کی بناء پر اجازت تھی اور تعدد جمعہ وغیرہ کی شرائط میں جب اشتباہ نہیں تو پھر اب نہیں چاہئے ہمارے اکابر نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا عیدگاہ بحکمِ مسجد ہے؟

سوال:- از روئے شامی اگر جنازہ گاہ سڑک کے کنارے میدان یا جنگل میں ہو تو وہاں امام اور مقتدیوں کے درمیان کم از کم بیل گاڑی گذر جانے کا فاصلہ مفسدِ نماز ہوتا ہے۔ از روئے خلاصۃ الفتاویٰ جنازہ گاہ اور عیدگاہ میں اتصال صفوف صحت اقتداء کے لئے شرط نہیں۔

(الف) اس مسئلہ میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جنازہ گاہ اور عیدگاہ تو عموماً بستی سے باہر ہی ہوتی ہیں، پھر ان میں فاصلہ مفسدِ نماز کیوں ہے؟

(ب) یا خلاصۃ الفتاویٰ کا یہ مطلب ہیکہ جنازہ گاہ اور عیدگاہ بستی میں ہوں تب اتصالِ امام وصفوف شرطِ اقتداء نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں ہی میں تعارض نہیں مسجد، جنازہ گاہ اور عیدگاہ بحکم اقتداء بمنزلۂ مسجد ہیں[۲]۔ سڑک

---

[۱] ولیس الاحتیاط فی فعلها لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین واقواهما اطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهله عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض فی وقتها ولایفتی بالاربع الا للخواص ویکون فعلهم ایاها فی منازلهم (مراقی مع الطحطاوی ص:۴۱۳، باب الجمعة، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص:۲/۱۴۳، باب الجمعة)

[۲] الهندیة ص: ۱/۱۰۹، فصل کره غلق باب المسجد، مکتبه ماجدیه کوئٹه پاکستان،

کا یہ حکم نہیں ہے، کذا فی الہندیہ[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں

سوال:- زید بحیثیت متولی کا یہ قول ہے کہ تراویح اور عیدین کی نمازیں مسجد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں، اللہ کی زمین بہت ہے کہیں بھی پڑھ سکتے ہیں، جبکہ شہر کے دوسرے محلوں کی مسجدوں میں عید کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اور عیدگاہ وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو ایسی صورت میں یہ شخص کہاں تک حق بجانب ہے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تراویح کو مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے[2]، متولی کو اس سے منع کرنے کا حق نہیں عیدین کی نماز

---

[1] المانع من الاقتداء ثلاثة اشياء منها طريق عام يمر فيه العجلة والا وقار اذا كان بين الامام وبين المقتدى طريق ان كان ضيقا لا يمر فيه العجلة والا وقار لا يمنع وان كان واسعا يمر فيه العجلة والا وقار يمنع هذا اذا لم تكن الصفوف متصله على الطريق ..... وفى مصلى العيد الفاصل لايمنع الاقتداء وفى المتخذ لصلاة الجنازة اختلاف المشائخ وفى النوازل جعله كالمسجد (الهندية، كوئٹه ص:۸۷/۱، الباب الخامس، الفصل الرابع ايضا ص:۱۰۹/۱، فصل كره غلق باب المسجد، درمختار مع الشامى زكريا ص:۴۳۰/۲، باب مايفسد الصلاة، مطلب فى احكام المسجد)

[2] والجماعة فيها سنة على الكفاية فلوتركها اهل مسجد اثموا الا لو ترك بعضهم وكل ماشرع بجماعة فالمسجد فيه افضل (درمختار مع الشامى كراچى ص۴۵/۲/ كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلوٰة التراويح، حلبى كبير ص:۴۰۲، تراويح، مطبوعه لاهور، طحطاوى مع المراقى ص:۳۳۶، فصل فى صلاه التراويح، مطبوعه مصر)

عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے، اگر عیدگاہ نہ ہو اور باہر میدان میں نماز ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو پھر نمازی مسجدوں ہی میں نماز عید ادا کریں گے، متولی کو اس سے منع نہیں کرنا چاہئے۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۶ھ

الجواب کاف بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۸۶ھ

بلا عذر مسجد میں عید کی نماز

سوال: -عید کی نماز عیدگاہ کے علاوہ مساجد میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ معذورین کو تو عذر ہے ان کے علاوہ مساجد میں عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو جن لوگوں نے ..... مسجد میں عید کی نماز پڑھ لی تو ان کی نماز ہو جائیگی یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسنون طریقہ یہی ہیکہ عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر متفقہ طور پر سب ایک ہی جگہ ادا کریں[۲]،

---

[۱] الخروج الی المصلی وهی الجبانة سنة وان کان یسعهم الجامع (الی قوله) فان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من یصلی بهم فی المسجد (حلبی کبیر ص ۵۷۱/ فروع بعد فصل فی صلوٰة العید، سهیل اکیڈمی لاهور، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۸۹، شرائط صلاة العید، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۹، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس)

[۲] الخروج الی المصلی وهی الجبانة سنة وان کان یسعهم الجامع (حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فروع بعد صلاة العید، مطبوعه لاهور، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۹، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، هندیه کوئٹه ص: ۱/۱۴۹، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین) وفیه البروز الی المصلی والخروج الیه ولا یصلی فی المسجد الا عن ضرورة (عمدة القاری ص: ۳/۲۱۸، الجزء السادس، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

لیکن جن لوگوں نے مسجد میں بلا عذر نماز عید ادا کر لی ہے نماز انکی بھی ہوگئی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے فروخت کرنے کا حکم

سوال:-عیدگاہ آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اس کو توڑ کر آبادی کے باہر منتقل کرنا چاہتے ہیں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عیدگاہ کو توڑ کر اس کی زمین کو عام استعمال کے لئے بعض دوکان مکان وغیرہ تعمیر کرنے کے لئے فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا عیدگاہ کو مسجد بنادیا جائے۔ اگر آپ مسجد کا حکم دیں گے تو جہاں پر عیدگاہ واقع ہے وہاں پر مسجد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ مسجد بالکل قریب ہے۔ انھیں کے لئے نمازی ناکافی ہیں اور مدرسہ بھی عیدگاہ کے قریب۔ اس لئے مدرسہ بھی نہیں بنا سکتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ عیدگاہ وقف ہے تو اسکی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں[۲]۔ محض آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اسمیں کسی تغیر کی ضرورت نہیں اسکو اپنے حال پر رکھیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/ ۹۲ھ

---

[۱] التوجه الى المصلى مندوب وانكانت صلاة العيد واجبة حتى لو صلى العيد فى الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقد ترك السنة (بحر كوئٹه ص: ۲/۱۵۹، باب العيدين)

[۲] فاذا تم ولزم لايملك الخ. اى لايكون مملوكا لصاحبه ولايملك واى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحاله تمليك الخارج عن ملكه (درمختار مع الشامى زكريا ص ۶/۵۳۹، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ، مجمع الانهر ص: ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص: ۶/۲۲۰، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[۳] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۶۰۵، كتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف فى اجارته، مجمع الانهر ص: ۲/۶۰۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم : نماز عیدین میں تعدد وتکرار

متعدد عیدگاہ

سوال:- آپ سے چندروز قبل ایک فتویٰ لیا تھا آپ نے اسکا جواب یہ دیا تھا، ''اگر عیدگاہ وقف ہے تو اسکی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں، محض آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے اسمیں کسی تغیر کی ضرورت نہیں اس کو اپنے حال پر رکھیں، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ عیدگاہ کو محض آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے منتقل نہیں کررہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عیدگاہ کو موجودہ عیدگاہ سے وسیع بنانا بھی مقصود ہے، کیونکہ یہ بہت چھوٹی ہے، نماز کے موقع پر دشواری ہوتی ہے اسکے اندر پورے نمازی نہیں سماتے، نیز وضاحت فرمائیں کہ آبادی کے باہر عیدگاہ بنانا کس درجہ میں داخل ہے، آیا واجب ہے یا افضل؟ اور باہر بنانے سے شریعت کا کیا مقصد ہے اور آبادی سے باہر عیدگاہ بنانا ہمارے حنفی مسلک کے مخالف ہے یا موافق؟

(۲) یہ کہ عیدگاہ کی زمین وقف ہی ہے لیکن اسمیں کیا حرج ہے کہ موقوفہ زمین کو فروخت کرکے اس کے پیسوں سے جدید عیدگاہ تعمیر کردی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آبادی سے باہر صحراء میں جاکر نماز عید ادا کرنا افضل وسنت ہے[1]، خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو

[1] والسنة ان يخرج الامام الى الجبانة (فتح القدير ص ۲/۷۲، باب صلاة العيدين، (بقیہ آئندہ پر)

عیدگاہ مستقل بنالینا قرین مصلحت ہے تاکہ کسی کو یہ اعتراض نہ ہو کہ ہماری زمین وہمارے کھیت میں کیوں نماز پڑھتے ہیں، نیز ممکن ہے کہ نماز کے وقت جگہ خالی نہ ملے، کھیتی کھڑی ہو، موجودہ عیدگاہ اگرنا کافی ہے اورآبادی سے باہرعیدگاہ بنانے کی ضرورت ہے تو دوسری عیدگاہ بنانے کی ممانعت نہیں، اجازت ہے بنالی جائے۔

ضعفاء اورکمزوروں، بیماروں کے لئے موجودہ عیدگاہ کو باقی رکھا جائے، پنجگانہ نماز بھی اس میں درست ہے "وفی الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء وبناءً علىٰ ان صلوٰة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق وان لم يستخلف فلهٗ ذلک الخ" الجبانة هى المصلى العام اى فى الصحراء (بحر عن المغرب) شامی[1] ص۵۵۷ ج ۱-

(۲) عیدگاہ کی زمین جب وقف ہے تو اسکی بیع جائز نہیں، فاذاتم ولزم لايملک ولايملک الخ. اى لايكون مملوكاً لصاحبهٖ ولايملک اى لايقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليک الخارج عن ملكهٖ (شامی[1] ص۳۹۷ ج۳) وقف زمین ملک سے ہی خارج ہے اور بیع اپنی ملک کی ہوسکتی ہے، اسلئے اس کی بیع درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/ ۹۲ھ

(گذشتہ کا بقیہ) مطبوعه دارالفكر بيروت، خانيه على الهندية ص: ۱۸۳/۱، باب صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص: ۸۹/۲، شرائط صلاة العيد، مطبوعه كراچى)

(صفحہ ہذا) [1] الشامى نعمانيه ص۵۵۷/۱، شامى زكريا ص: ۴۹/۳، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب على السنة وبالعكس، خانيه على الهنديه س: ۱۸۳/۱، باب صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص: ۷۲/۲، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] الدر مع الشامى نعمانيه ص۳۶۷/۳، شامى زكريا ص: ۵۳۹/۶، كتاب الوقف، مطلب التابيد معنى شرطه اتفاقاً، عالمگيرى كوئٹه ص: ۳۵۲/۲، كتاب الوقف الباب الاول، مجمع الانهر ص: ۵۸۱/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

نمازعید دوجگہ

سوال:- چندگاؤں والے ملکرسب ایک ساتھ ایک آدمی کی زمین متعین کرکے نماز پڑھا کرتے تھے مگر وہ زمین دریا سے کٹ کر ویران ہوگئی لہٰذا لوگ بلا متعین کئے ہی نماز پڑھنے لگے مگر کچھ دن بعد اس نے زمین دیدی لہٰذا دوبارہ اس میں نماز ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب نے مل کر ایک جگہ اتفاق کے ساتھ نمازِ عید ادا کرنا تجویز کرلیا یہ بہت اچھا کیا، اسی میں خیر وبرکت ہے، اگرچہ وقتِ ضرورت ایک سے زائد جگہ بھی پڑھنے سے نمازِ عید ادا ہوجاتی ہے ''وتؤدیٰ صلوٰۃ العید بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً الخ'' (درمختار[1] ص۵۶۱ ج۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

دوعیدگاہوں میں نمازعید ادا کرنا

سوال:- ہمارے شہر میں پہلے سے دوعیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ دوفرلانگ ہے، ایک تیسری عیدگاہ بھی ہے، پہلی دوعیدگاہوں اوراس کے درمیان ایک دریا بھی ہے، یہ تیسری عیدگاہ گذشتہ عیدالفطر سے جاری ہوئی ہے، تو عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی جوفضیلت شریعت میں ہے وہ فضیلت صورت مذکورہ میں باقی ہے یانہیں؟ اگر ہے تو کونسی عیدگاہ میں؟ واضح فرمائیں۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص ۱/۵۶۱، مطبوعہ نعمانیہ، شامی زکریا ص: ۵۹ ج۳، باب العیدین، مطلب امر الخلیفۃ لایبقی بعد موتہ. فتح القدیر ص: ۲/۷۲، باب صلاۃ العیدین، مطبوعہ دارالفکر بیروت. تاتارخانیہ ص: ۲/۸۹، شرائط صلاۃ العید، طبع ادارۃ القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ فضیلت اب بھی باقی ہے اور دونوں میں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایک سے زائد جگہ عید کی نماز

سوال:- کسی میدان میں ایک عیدگاہ ہے وہاں ۱۰۰۰/ یا ۲۰۰۰/ لوگوں کا مجمع ہوتا ہے کوئی مفسد آدمی دنیاوی تنازع کے واسطے چند آدمیوں کو لے کر اس جماعت سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ عیدگاہ بنائے آیا یہ عیدگاہ بنانا جو باعث فتنہ وفساد ہوگی اور تفریق جماعت مسلمین پر مشتمل ہوگی اسکا کیا حکم ہے؟ وہ آیت کریمہ "وَلَاتَفَرَّقُوْا وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وحدیث وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةِ فَاِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَة" کی وعید میں داخل ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمازعید بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ پڑھی جائے لیکن عوارض کی وجہ سے مثلاً جگہ تنگ ہو یا امامت پر جھگڑا ہوتا ہو وغیرہ وغیرہ تو ایک سے زائد جگہ پڑھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، بلکہ اگر ایک جگہ فتنہ وفساد کا خوف ہو تو بہتر یہ ہے کہ الگ الگ پڑھی جائے تاہم تقلیل افضل واحب ہے، تودی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً درمختار[2] ص ۱۱۶ ج ۱/ اور مسلمانوں

---

[1] تودی (صلاة العيدين) بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً (درمختار مع الشامی زكريا ص: ۳/۵۹، باب العيدين، مطلب امر الخليفة لا يبقى بعد موته، هنديه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] الدرالمختار على الشامی ص ۱/۵۶۱، مطبوعه نعمانيه، شامی زكری ص: ۳/۵۹، باب العيدين، مطلب امر الخليفة لايبقى الخ. اعلاء السنن س: ۸/۷۳، باب تعدد الجمعة فی مصر واحد، مطبوعه امداديه مكه مكرمه، محيط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العيدين، مجلس علمی گجرات، خانيه على الهنديه ص: ۱/۱۸۳، باب صلاة العيدين، مطبوعه كوئٹه)

میں تفرقہ ڈالنا گناہ ہے اس سے اجتناب اور توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ

معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ صحیح: عبد اللطیف ۴/صفر ۵۳ھ

متعدد عیدگاہیں ایک بستی میں

سوال:- ہمارے شہر میں پہلے سے دو عیدگاہیں ہیں، دونوں عیدگاہوں کے درمیان کا فاصلہ صرف دو فرلانگ ہے، اور اب ان دونوں عیدگاہوں سے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر (درمیان میں ایک دریا بھی ہے اور دریا کے اوپر ایک پل ہے) ایک تیسری عیدگاہ گذشتہ عید الفطر سے جاری ہوئی ہے، دو سال ہوئے بندہ کو سب ڈویزن کا قاضی منتخب کیا گیا ہے یہ سرکار کی طرف سے ہوتا ہے بندہ قاضی ہونے کے بعد ان متنازع دونوں عیدگاہوں میں سے کسی میں نہیں گیا، یہاں اکثر مساجد میں عید کی نماز ہوتی ہے ان امور میں شرعاً جو حکم ہو وہ مطلوب ہے۔ ان مذکورہ عیدگاہوں میں سے شرعی عیدگاہ کونسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کو نماز عید کے لئے بنایا گیا ہے اور وقف کر دیا گیا ہے اور دونوں جگہ نماز عید ادا کی جاتی ہے، تو دونوں ہی شرعی عیدگاہیں ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بقوله جعلته مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلاة فیه، قلت وفی الذخیرة وبالصلاة بجماعة یقع التسلیم بلا خلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلاة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۴۴-۵۴۵/۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد) تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقاً (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۵۹، باب العیدین، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ہر محلّہ میں الگ الگ عید کی نماز

سوال: -تین تین چار چار محلے کے مسلمانوں نے مل کر ایک ایک عیدگاہ تعمیر کی جس میں سالہا سال تک عید کی نماز ہوتی چلی آ رہی تھی اور ایک عیدگاہ کی زمین کی ملکیت خاص ایک محلّہ کے باشندہ کی تھی جو اس عیدگاہ کی خاص خدمت بجالاتے اور انتظام کرتے تھے، امام بھی انھوں نے مقرر کئے۔ دوسرے محلوں کے آدمیوں کی بھی شرکت تھی۔ فی الحال کسی ایک عالم صاحب جو کسی عیدگاہ کے امام نہیں لوگوں کو بڑی جماعت کی بڑی فضلیت کی طرف ترغیب دیکر دوسری کوئی کھلی جگہ پر لیجا کر عیدوں کی نمازیں پڑھایا کرتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت متفرق ہوکر کچھ لوگ بڑی جماعت کا بڑا ثواب لوٹنے کے لئے عیدگاہوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور کچھ تو اپنی پرانی عیدگاہوں کو ویران چھوڑنا گوارا نہیں کرتے ہیں اور اس حالت پر منجانبین جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا باہم الزام اور بہتان لگاتے ہیں۔ کوئی تو عیدگاہوں کا وقف ہونا لازم سمجھتے ہیں اور اس کی تحریری دلیل طلب کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بڑی جماعت ہونے کیلئے مائک کے ذریعہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں جگہ فلاں وقت عید کی نماز پڑھائیں گے، یہ اعلان سن کر جماعت کے امام صاحب کے مریدین، معتقدین اور شاگرد اپنے اپنے عیدگاہ چھوڑ کر لوٹ پڑتے ہیں اور ہمیشہ عیدگاہ خالی پڑی رہتی ہے اور چھوٹی چھوٹی جماعت ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تفریق ابتداء ہی میں کردی گئی کہ ہر محلّہ والوں نے ایک جگہ متفق ہوکر عید کی نماز پڑھنا پسند نہ کرتے ہوئے جداگانہ عیدگاہیں بنالیں اور ہر عیدگاہ میں مستقل نماز ہونے لگی پھر اس پر

(گذشتہ کا بقیہ) مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۶، باب صلاة العيدين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، محيط برهاني ص: ۲/۴۸۴، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون، صلاة العيدين، مطبوعه بيروت)

مزید تفریق یہ ہوگئی کہ ہرعیدگاہ کے آدمی کٹ کٹ کر بڑے میدان میں چلے گئے، نماز ہر ہر عیدگاہ میں بھی ادا ہوجائے گی اور میدان میں بھی ادا ہوجائے گی نمازعید کیلئے وقف عیدگاہ ہونا ضروری نہیں آپسی خلفشار نہ کریں، جوجگہ نمازعید کیلئے وقف ہے وہاں نماز افضل ہے اور مساجد کو چھوڑ کر آبادی سے باہر میدان میں جا کر نماز پڑھنا مسنون ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/ ۹۱ھ

جدید عیدگاہ میں نماز پڑھے یا قدیم میں

سوال:- آج تقریباً ۳۵ رسال سے اوپر گذر رہے ہیں، کہ ایک جگہ سرکاری زمین میں اردگرد کے تمام محلّہ والوں اور بستی والوں نے مل کر ایک عیدگاہ قائم کی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ منبر بنا کر اپنی حد تک عید کی نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، اسکے ساتھ ہی ایک گورمنٹ ایل پی اسکول بھی قائم کیا گیا اب مذکورہ سرکاری زمین کے جتنے منافعات آتے ہیں سب کے سب اسکول ہی کے اخراجات میں صرف کئے جاتے ہیں اور اس سرکاری زمین کے متولی میں چند لاولد قسم کے اشخاص تھے اب ان میں اکثر افراد انتقال کر چکے ہیں، صرف دو ایک افراد ایسے موجود ہیں جن کو اس سرکاری زمین کا مالک کہا کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو اس زمین کا حقدار بتاتے ہیں، نیز اس زمین کو رجسٹری کرنے کی بھی کوشش کی ہے، اب بسا اوقات ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ ہتھیار سے لوگ لڑنے آتے ہیں یہاں تک کہ عید کے دن لوگوں پر حکومت چلانا چاہتے ہیں سب لوگ اس متولی کے کردار ومعاملات سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، تو متولی اور ان کی اولاد وفرزند لوگوں سے قتل وقتال کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ

[1] والخروج الی الجبانة لصلوٰة العید سنة وان و سعهم المسجد الجامع وهو الصحیح قال فی الزهری. وقال بعضهم لیس سنة وتعارف الناس لضیق المسجد و کثرة الزحام والصحیح وهو الاول الخ. (شامی نعمانیه ص۵۵۷/ ۱، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، البحرالرائق ص ۱۵۹/ ۲، باب العیدین. مطبوعه ماجدیه کوئٹه، حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فروع بعد العید، مطبوعه لاهور)

ہماری زمین ہے، یہ کسی کے باپ کی زمین نہیں ہے ہم اگر عید کی نماز پڑھنے کیلئے دیں تو تم پڑھ سکتے ہو ورنہ نہیں، اب لوگوں کا کہنا ہے دراصل یہ زمین عیدگاہ کیلئے رجسٹرڈ نہیں کی گئی ہم بار بار اس شرارت پسند آدمی کی شرارت میں پھنستے نہیں رہیں گے جو عیدگاہ کیلئے اللہ کے واسطے تھوڑی زمین وقف کریں گے ہم وہیں نماز پڑھیں گے فوراً دو آدمیوں نے مل کر ایک جگہ عیدگاہ کیلئے تھوڑی زمین وقف کر کے رجسٹری کرادی اب تمام محلوں اور بستیوں کے افراد ستر فیصد اس نئی عیدگاہ میں نماز پڑھتے ہیں، اس جھگڑے کو سلجھانے کی سعی کی جارہی ہے، لیکن دیکھا گیا کہ اگر اس طرح فیصلہ کر کے پرانی عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا لوگوں کو حکم دیا جائے تو خراب نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہے ممکن ہے کہ اس شرارت پسند متولی جو دس سال سے متولی ہے اس زمین کی پیداوار خود کھا سکنے پر لوگوں سے پھر جھگڑا چھیڑ کر ایک آفت کے گھاٹ پر اتار کر چھوڑے گا اس حالت میں شریعت کا اس قدیم عیدگاہ کو چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے اور نماز صحیح ہوگی یا نہیں، نیز وہ جدید عیدگاہ جو لوگوں نے قائم کی ہے برقرار رہے گی یا نہیں؟

نوٹ :- جدید عیدگاہ قدیم عیدگاہ سے ڈیڑھ فرلانگ کی مسافت میں واقع ہے اور قدیم سے جدید عیدگاہ کی جگہ بہت کشادہ ہے ایک بازار کے قریب ہے ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے اور عیدگاہ جدید کے پورب پچھم دکھن میں تین اطراف میں سرکاری رائے قائم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین عیدگاہ کیلئے وقف کر دی گئی اور مالک نے بخوشی دیدی ہے اس میں نماز درست ہے[1]، اور دوسرے کی زمین میں بلا اجازت مالک نماز پڑھنا مکروہ ہے[2]، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو

---

[1] قلت: وفی **الذخیرة** وبالصلاة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلاة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً (شامی زکریا ص:۶/۵۴۵، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)

[2] تکره الصلاة فی ارض الغیر بلا اذن (حلبی کبیر ص:۳۷۰، قبیل فصل فی سنن الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی مع الطحطاوی ص:۲۹۱، فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص:۲/۴۴، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة)

بہتر یہ ہے کہ دونوں فریق متفق ہوکر ایک جید اہل علم ودانش کو حکم مقرر کرلیں انکے فیصلے پر سب عمل کریں نزاع سے دور رہنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اگر جدید عیدگاہ بھی بنالی جائے تو نماز کس میں ادا کریں؟

سوال:- واقعہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں چھوٹے چھوٹے اٹھارہ عیدگاہ کے لوگ مل کر ۱۹۴۸ء میں ایک عیدگاہ بنایا۔ فخر الدین صاحب کی آدھ بیگھ زمین پر، جدید بڑی عیدگاہ بنادی جو قدیم چھوٹی عیدگاہیں تھیں وہ بالکل معطل ہوگئیں اکثریت مسلمانوں کی جدید عیدگاہ میں جاتی ہے، کچھ لوگ قدیم عیدگاہ میں پڑھتے ہیں، آپس میں اختلاف بہت شدید ہے، اب ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ اگر سب لوگ قدیم عیدگاہوں کو چھوڑ دیں تو پھر ان عیدگاہوں کا کیا جائے؟

نوٹ:- قدیم عیدگاہ میں آدھ بیگھ زمین وقف ہے اور جدید میں دو بیگھ وقف ہے، بالغرض اگر جدید میں قدیم کے تمام آجائیں تو ایسی صورت میں قدیم عیدگاہ کی زمین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قدیم عیدگاہ بھی وقف ہے مگر چھوٹی ہے جدید عیدگاہ بھی وقف ہے اور بڑی ہے جس میں سب نمازی آسکتے ہیں، اگر سب متفق ہوکر قدیم عیدگاہ کو پنجگانہ نماز کیلئے تجویز کرکے آباد کرلیں اور عید کی نماز جدید عیدگاہ میں پڑھا کریں تو یہ صورت بہتر ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر ایسا کرلیں کہ جدید بڑی عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھا کریں اور جو لوگ معذور ہوں وہ قدیم عیدگاہ میں پڑھا کریں، اسطرح دونوں عیدگاہیں آباد رہیں گی اور واقف کا مقصد بھی پورا ہوگا[1]، جب

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ص: ۴/۴۴۵، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين الخ)

تک دونوں عیدگاہیں آباد رہ سکیں وہاں کھیتی وغیرہ کچھ نہ کریں، اگر کوئی صورت نہ ہو سکے پھر وہاں باغ لگا کر یا کھیتی کر کے اسکی آمدنی جدید عیدگاہ میں صرف کیا کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/ ۹۲ھ

ایک ہی امام کا دوجگہ نمازعید پڑھانا

سوال:- دوجگہ ہیں اور دونوں کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے، اور ایک امام ہے، اور وہ دوسری جگہ نماز پڑھاتا ہے اور اس جگہ اپنے نائب وغیرہ کو کر دیتا ہے مگر اس کی صورت یہ ہے کہ ایک بستی والے چاند کی خبر سن کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور دوسری جگہ والے نہیں پڑھتے ہیں، اور وہی امام دونوں جگہ نماز پڑھاتا ہے، حالانکہ امام روزہ سے ہے، تو کیا اول جماعت والے کی نماز ہوگی، اور اس امام کی نماز ہوگی یا نہیں ہوگی؟ دوسری جماعت والے دوسرے دن نماز پڑھتے ہیں اور وہی امام نماز پڑھاتا ہے تو اس صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب پہلی دفعہ (چاند ہوجانے پر) نمازعید امام نے ایک جگہ پڑھ لی تو دوسرے دن دوسری بستی میں اس کو نمازعید پڑھانے کا حق نہیں رہا، اور اس کے پیچھے دوسرے دن پڑھنے

---

[1] مستفاد: فان امتنع من العمارة ولم يقدر عليها بان كان فقيراً اٰجرها القاضي وعمرها بالاجرة لان استبقاء الوقف واجب ولا يبقىٰ الا بالعمارة فاذا امتنع عن ذالک او عجز عنه ناب القاضي منابه في استبقائه بالاجارة (بدائع ص: ۶/۲۲۱، كتاب الوقف، قبيل كتاب الدعوى)

ايضاً: حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما اذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الى اقرب مسجد او رباط اليه (درمختار مع الشامي كراچي ملخصاً ص: ۴/۳۵۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره)

والوں کی نماز نہیں ہوگی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

امام صاحب کا نمازِ عید مکرر پڑھانا

سوال:-عید کی نماز کا اعلان امام صاحب نو بجے کا کر دیئے تھے تو حسبِ اعلان ٹھیک نو بجے نمازِ عید ادا کی گئی، لیکن نماز ادا کرنے کے بعد باقی لوگ جو ٹائم پر نہیں آئے تھے وہ آئے اور امام صاحب کو نماز پڑھانے کیلئے کہا، خدا بہتر جانتا ہے سننے میں آیا کہ وہاں جھگڑا ہونے کا ڈر تھا جسکی بناء پر امام صاحب نے ان کو بھی نماز پڑھائی جو کہ درست نہیں ہے، تو کیا ایک امام عید کی دو نماز با جماعت پڑھا سکتا ہے اور جو نماز انھوں نے پڑھائی وہ درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن امام صاحب نے عید کی نماز ایک دفعہ پڑھادی پھر کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی پڑھاؤ امام صاحب نے انکو بھی نماز عید پڑھادی تو یہ دوسری نماز صحیح نہیں ہوئی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان لایکون الامام ادنی حالا من الماموم کافتراضه وتنفل الامام (مراقی مع الطحطاوی ص:۲۳۵، باب الامامة، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص:۲/۳۲۴، باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ. مجمع الانهر ص:۱/۱۶۷، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] شروط صحة الاقتداء اربعة عشر شیئاً (الی قوله) وان لایکون الامام ادنی حالاً من الماموم کافتراضة وتنفل الامام (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۳۵، باب الامامة. مطبوعه بمصر، درمختار مع الشامی زکریا ص:۲/۳۲۴، باب الامامة، مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ. تاتارخانیه کراچی ص:۱/۶۱۷، مایمنع صحة الاقتداء ومالا یمنع)

نوٹ:- ایک مرتبہ نماز عید پڑھانے کے بعد اب امام صاحب متنفل ہو گئے اور متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز درست نہیں۔

رفع فساد کے لئے دوسری عیدگاہ بنانا

سوال: -ایک عیدگاہ میں پہلے سے مع الاتفاق عید کی نماز ہوتی رہی بعد کو چند آدمی نے ایک فساد کی بناء پر دوسری عیدگاہ بنائی اب شرعاً کونسی عیدگاہ میں نماز ہوگی اور عیدگاہ ثانی ضرار کے حکم میں تو نہیں داخل ہوگی۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فساد اور تفرقہ پیدا کرنے کیلئے دوسری عیدگاہ بنانا ناجائز ہے[1]، البتہ اگر فساد کسی وجہ سے پیدا ہوگیا اور اس کا دفعیہ بجز دوسری عیدگاہ بنانے کے دشوار ہے تو دوسری عیدگاہ بنانا درست ہے، بہرحال جب وہ عیدگاہ بن چکی اور باقاعدہ وقف کردی گئی تو اس میں اور پہلی عیدگاہ میں دونوں میں نماز درست ہے[2]۔ عیدگاہ قدیم مستحق تقدیم ہے[3]، حتی الوسع رفع فساد ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۳/ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[1] کل مسجد بنی مباهاة أو رياءً وسمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله أو بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار (كشاف ص: ۲/۲۱۴، سورۂ توبہ تحت آیت: ۱۰۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت. روح المعانی ص: ۱۱/۲۱، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)

[2] وتجوز اقامة صلاة العيد في موضعين (الهندية ص: ۱/۱۵۰، باب العيدين، طبع كوئٹہ محيط برهانی ص: ۲/۴۸۴، صلاة العيدين، مطبوعہ مجلس علمی گجرات، خانيه على الهنديه ص: ۱/۱۸۳، باب صلاة العيدين، مطبوعہ كوئٹہ)

[3] ثم الاقدم افضل لسبقه حكماً (الى قوله) وذكر في الخانية ومنية المفتي وغيرهما ان الاقدم افضل (درمختار مع الشامی زكريا ص: ۲/۴۳۲، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في افضل المساجد، كذا في الحلبي الكبير ص: ۶۱۳، فصل في احكام المسجد، مطبوعہ لاهور، كذا فتح القدير ص: ۱/۳۴۵، باب الامامة، مطبوعہ دارالفكر بيروت)

اندیشۂ فساد کے وقت نماز عید محلوں کی مساجد میں

سوال: -شہر مرادآباد میں ۱۳/اگست ۱۹۸۰ء کو نماز عید الفطر کے موقعہ پر عین عیدگاہ میں مقامی پولیس اور پی ایس ای کے بے محل بلا وجہ بلا ضرورت خلاف قانون خلاف انسانیت (مقامی انتظامیہ کی موجودگی میں) گولی چلانے سے بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کی بے گنتی اتلاف جان کا جو خونخوار جان کاہ حادثہ گذرا ہے، اس سے پورے ملک کے مسلمانوں کے انصاف پسند اور قدرداں انسانیت غیر مسلم افراد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اکثر سچائی پسند اور حق گو افراد نے اس جارحانہ انسانیت سوز درندانہ خوں ریزی (جو انتظام کے نام سے کی گئی) سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہے ۱۳/اگست کے بعد ہی مقامی پولیس اور انتظامیہ نے اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے متعصب اور قوم پرست افراد کے تعاون سے ساڑھے تین ہفتہ مسلسل ظلم و استبداد قتل وغارت گری، آتش زنی، لوٹ مار خانہ بربادی اور تباہ حالی کیلئے خوب بازار گرم رکھا، اگرچہ اب کرفیو کا سلسلہ نرم صورت میں چل رہا ہے، شانتی و قیام امن کیلئے اپیلیں کی جارہی ہیں، لیکن قوم پرست طبقہ کے تعصّبانہ جذبات ہنوز گرما رہے ہیں، آج بھی مسلمانوں کو چین نصیب ہونا تو درکنار آنے والے کسی گھنٹہ ومنٹ کیلئے بے لحاظ حفاظت جان و مال عزت وآبرو اپنے کو مامون نہیں سمجھ رہا ہے، عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر عیدگاہ میں نماز عید پڑھ کر واپس آکر مسلمانوں کو تین یوم قربانی کا مذہبی فریضہ ادا کرنا ہوتا ہے، گذشتہ چھ ماہ کے مسلسل ناخوشگوار دل آزار، آبروریزی افسوسناک حالات واقعات اور تجربات کی بناء پر اس موقعہ کیلئے بھی مسلمان اپنے کو غیر محفوظ یقین کررہا ہے، حالات پر غور فرما کر استفتاء سے متعلق سوالات پر فتویٰ صادر فرمائیں؟

(۱) جو حالات اوپر مسطور ہیں انکے پیش نظر کیا مسلمانان شہر اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عیدالاضحیٰ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان حالات میں محلوں کی مساجد میں نماز عید ادا کر لی جائے، یہی انسب ہے اسی میں فتنوں سے تحفظ ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

قدیم عیدگاہ پر غیروں کا قبضہ ہو جانے کے اندیشہ سے نماز عید ادا کرنا

سوال:- موضع دھلا پڑھ جس کی مردم شماری تقریباً ۷۷۳ ہے اور دو مسجدیں پختہ ہیں اور ایک عیدگاہ بھی قدیم زمانہ سے بنی ہوئی ہے جس میں موضع دھلا پڑھ والے و دیگر آس پاس کے گاؤں کے آدمی نماز عیدین ادا کرتے ہیں مگر تقریباً عرصہ ایک سال کا ہوا ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہاں نماز عیدین نہ پڑھو، اب لوگ نماز عیدین پڑھنے سے رک گئے مگر چونکہ موضع دھلا پڑھ کے آس پاس اہل ہنود کا قبضہ ہو گیا ہے اندیشہ ہے کہ کہیں عیدگاہ پر قابض نہ ہو جائیں چوں کہ مسلمانوں کی حالت ابتر ہے اور موجودہ صورت میں عیدگاہ قدیم میں چوں کہ نماز عیدین نہیں پڑھی جاتی خود موضع مذکورہ والے و متصل موضع والے نماز عیدین پڑھنے سے محروم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنے چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے نزدیک عیدین کی نماز جائز نہیں اور جو مصلحت سوال

---

[1] اذا کان یوم مطر فلا یخرج الی المصلی فیصلی فی المسجد یجوز ذلک (بذل المجهود ص ۲/۲۱۲/ باب یصلی بالناس فی المسجد اذا کان یوم مطر، مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور، اعلاء السنن ص: ۸/۹۲، باب الخروج یوم الفطر والاضحی الی المصلی الا لعذر، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

میں بیان کی گئی ہے اس مصلحت سے بھی شرعاً وہاں عیدین کی نماز درست نہیں ہوسکتی۔[1]

عیدگاہ کی حفاظت کیلئے سب کو مل کر کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے اور عیدین کی نماز جب گاؤں والوں پر واجب نہیں تو پھر نہ پڑھنے سے کوئی گناہ نہ ہوگا اسمیں افسوس کی کیا بات ہے اگر فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کسی دوسری جگہ جہاں پر نماز عیدین درست ہوسکتی ہو جا کر پڑھا کریں جیسا کہ اہل عوالی کئی کئی میل سے مدینہ شریف میں آتے تھے اور اپنے یہاں نہیں پڑھتے تھے۔[2]

عیدگاہ پر قبضہ کرنے کا خوف ہے اور یہ خوف نہیں کہ مکانوں پر ہندو قبضہ کرلیں گے اگر یہ خوف ہو تو کیا مکانوں پر عیدین یا جمعہ کی نماز شروع کردو گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۵/ربیع الاول ۵۷ھ

پرانی عیدگاہ تنگ ہو تو نئی عیدگاہ بنانا

سوال:- یہاں کی عیدگاہ تنگ ہے اور شکستہ، مشرق اور مغرب دونوں جانب توسیع ممکن نہیں برسات میں اگر عیدین ہوتی ہے تو مزید دشواریوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے کیا بجائے اس جگہ کے دوسری جگہ بنائی جاسکتی ہے؟ اور اس عیدگاہ کی اینٹیں نئی عیدگاہ میں صرف کی جاسکتی ہیں؟ نئی

---

[1] صلوة العيد في القرى تكره تحريماً (درمختار مع الشامي زكريا ص: ۳/۴۶، باب العيدين، مطلب في الفال والطيرة، بحر كوئٹه ص: ۲/۱۵۸، باب العيدين.

[2] عن عائشة زوج النبي ﷺ قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالي (بخاري شريف ص۱۲۳/۱، باب من اين توتى الجمعة وعلى من تجب، مكتبه اشرفي ديوبند)

جگہ جو تجویز کی گئی ہے وہ ایک بہت ہی قدیم قرستان لب سڑک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جگہ تنگی کی وجہ سے دوسری عیدگاہ بنانے کی اجازت ہے، جب کہ موجودہ عیدگاہ میں توسیع کی گنجائش نہ ہو، لیکن موجودہ عیدگاہ میں اگر موقوفہ زمین ہو تو اس کو توڑ کر اس کی اینٹیں نئی عیدگاہ میں استعمال کی اجازت نہیں[1]، البتہ اسکی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے، خواہ اس کو پنجگانہ نماز کے لئے مسجد بنا دیا جائے اگر اس کی ضرورت نہ ہو اور اس پر کسی غیر کے قبضہ کا اندیشہ ہو تو وہاں دینی مدرسہ ومکتب بھی بنا سکتے ہیں، باغ بھی لگا سکتے ہیں[2]، جس کی آمدنی نئی عیدگاہ کی مصالح میں خرچ کی جائے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی

---

[1] قال محمد اذا خرب وليس له مايعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد اٰخر او لخراب القرية (الى قوله) وقال ابو يوسف هو مسجد ابدا الى قيام الساعة لا يعود ميراثاً ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اٰخر سواء كانوا يصلون فيه اولا وهو الفتوىٰ (بحر كوئٹه ص: ۵/۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، شامى زكريا ص: ۶/۵۴۸، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره الهندية ص: ۲/۴۵۸، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، مطبوعه كوئٹه)

[2] لان استبقاء الوقف واجب (بدائع كراچى ص: ۶/۲۲۱، كتاب الوقف، قبيل كتاب الدعوى)

[3] حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الى اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض اليه (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۶/۵۴۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

تکبیرات عیدین

تکبیرات عید کی تعداد

سوال:- بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف میں باب صلوٰۃ العیدین کے بیان میں آیا ہیکہ عید کی نماز نبی کریم ﷺ نے بارہ تکبیر سے پڑھی ہے، پہلی رکعت میں سات تکبیر دوسری رکعت میں پانچ تکبیر پڑھی ہے اسی کے مطابق مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی لکھی ہوئی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں جو کہ اردو ترجمہ میں ہے بروقت موجود ہے ترجمہ کرنے والے مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھوی نے کیا ہے جسکے اندر جلد۲ رصفحہ ۸۷ر ''اسلام کی دوعیدیں'' کے بیان میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیر کہے اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیر کہے اگر اسکے مطابق نماز ادا کی گئی، تو قبول ہوگی یا نہیں، برائے کرم آپ علماء حضرات سے گذارش ہیکہ جلد از جلد جواب سے نوازیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین کی تکبیرات کے متعلق روایات مرفوعاً وموقوفاً مختلف اور متعدد ہیں، اسی وجہ سے اسمیں دس اقوال ہیں جن کو نیل[1] الاوطار اور بذل[2] المجہود میں تفصیل سے بیان کیا ہے مجتہد ومحقق

---

[1] اختلف العلماء فی عدد التکبیرات فی صلاۃ العید وفی موضع التکبیر علی عشرۃ اقوال! احدھا انہ یکبر فی الاولیٰ سبعاً قبل القراءۃ وفی الثانیۃ خمساً قبل القراءۃ (بقیہ آئندہ پر)

علماء نے ان روایات میں سے اپنے اصول ترجیح کے تحت کسی روایت کو اختیار فرمالیا ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ چھ تکبیرات زوائد مانتے ہیں تین پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین دوسری رکعت میں قراءت کے بعد نیز اس رکعت میں تکبیر رکوع کو بھی واجب فرماتے ہیں اور پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ بھی ضروری ہے لہٰذا دو رکعت میں چار چار تکبیریں ضروری ہوئیں اور دلیل یہ حدیث ہے[۱]، **عن مکحول قال اخبرنی ابوعائشة جلیس لابی هریرةؓ ان سعیدبن العاص سأل ابا موسیٰ الاشعری وحذیفة بن الیمان کیف کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابوموسیٰ کان یکبر اربعا تکبیره علیٰ الجنائز فقال حذیفة صدق فقال ابوموسیٰ کذالک کنت اکبر فی البصرة حیث کنت علیهم قال ابوعائشة واناحاضر سعید بن العاص اھ۔ ابوداؤد[۲] شریف بذل[۳] ص ۲/۲۸۰، زیلعی[۴] ص ۱/۲۲۵، جمع الفوائد[۵] ص ۱/۱۰۵.** نیز یہ حدیث مختصر، منذری، مسند[۶] احمد تحقیق ابن الجوزی میں بھی ہے کما فی البذل[۷]، اگر کسی نے آٹھ کے بجائے بارہ

(گذشتہ کا بقیہ) **القول الثانی ان تکبیرة الاحرام معدودة من السبع فی الاولیٰ القول الثالث ان التکبیر فی الاولیٰ سبع وفی الثانیة سبع الخ** (نیل الاوطار ص:۳۶۵-۲/۳۶۶، الجزء الثالث، کتاب العیدین، باب عدد التکبیرات فی صلاة العید ومحلها، طبع دارالفکر بیروت)

۲ بذل المجهود ص:۲/۲۰۶، باب التکبیر فی العیدین، طبع مکتبه رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہذا) ۱ **ترجمہ**:- مکحول سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوعائشہ نے خبر دی جو ابوہریرہ کے ہمنشیں تھے، کہ سعید بن العاص نے پوچھا ابوموسی اشعری اور حذیفہ بن یمان سے کہ آپ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کیسے تکبیر کہتے تھے؟ تو ابوموسی نے فرمایا جنازے کی تکبیر کی طرح چار تکبیر کہتے تھے، تو ابوموسی نے فرمایا اسی طرح میں بصرہ میں تکبیر کہتا تھا جب میں ان کا امیر تھا، ابوعائشہ نے فرمایا میں حاضر تھا سعید بن العاص کے پاس۔

۲ ابوداؤد شریف ص ۱/۱۶۳، (باب التکبیر فی العیدین، مطبوعه رشیدیه دهلی)

۳ بذل المجهود ص ۲/۲۰۸، باب التکبیر فی العیدین، مطبوعه سهارنپور.

۴ نصب الرایة للزیلعی ص ۱/۲۲۵، باب العیدین، مطبوعه مجلس علمی.

۵ جمع الفوائد ص ۱/۱۰۵، صلاة العیدین، مطبوعه سهارنپور.

۶ فقال ابو موسی کان یکبر اربع تکبیرات تکبیره علی الجنائز (مسند احمد ابن حنبلؒ ص:۴/۴۱۶، حدیث ابو موسی الاشعریؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیریں کہی ہیں تب بھی اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی، مسلک ابوحنیفہؒ[1] کے خلاف ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/ ۸۹ھ

تکبیراتِ خطبۂ عیدین

سوال:- عیدین کے پہلے خطبہ میں نو بار اور دوسرے میں سات بار تکبیر ہیں اور یہ تکبیریں مسلسل کہیں اور تکبیر سے مراد صرف اللہ اکبر ہے یا پوری تکبیر تشریق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تکبیر سے مراد پوری تکبیر تشریق ہے خطبہ میں یہ تکبیریں مسلسل کہی جائیں گی[2]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیرات عید بھول گیا

سوال:- اگر امام نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع

(گذشتہ کا بقیہ) ایضاً اتحاف السادة ص: ۳/۴۰۱، کتاب اسرار الصلاة، فصل فی هیئة صلاة العید، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] بذل المجهود ص ۲/۲۰۹، باب التکبیر فی العیدین، مطبوعه سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [1] ولوزاد تابعه الی ستة عشر لانه مأثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل الخ. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۱/۵۵۹، وشامی زکریا ص ۳/۵۴، باب العیدین مطلب تجب طاعة الامام فیمالیس بمعصیة)

[2] ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تتری ای متتابعات والثانیة بسبع هو السنة الخ. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۱/۵۶۱، وشامی زکریا ص ۳/۵۸، باب العیدین، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۴۳۹، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، هندیه کوئٹه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

میں پہونچ کر یاد آئے تو اس کو اب کیا کرنا چاہئے۔ آیا رکوع میں تکبیرات زوائد کہے اور رکوع کی تسبیحات کو ترک کردے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیرات زوائد کہے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے یا کچھ بھی نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد سجدہ وغیرہ کر کے سجدہ سہو کرے یا سجدہ سہو بھی نہ کرے اور نماز عید دوبارہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی صورت میں نہ تکبیرات زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کھڑا ہو کر کہے نہ سجدۂ سہو کرے کہ ہر صورت میں تشویش ہے اور نمازیوں کی نماز خراب ہونے کا قوی مظنہ ہے ایسی حالت میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ بحر[1]، بدائع[2] فتح القدیر[3] وغیرہ میں مذکور ہیں، لیکن ردالمحتار[4] ص ۵۶۱/۱ میں علامہ شامیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] العاشر تكبيرات العيدين قال فى البدائع اذا تركها او نقص منها او زاد عليها او اتى بها فى غير موضعها فانه يجب عليه السجود وذكر فى كشف الاسرار انه الامام اذا سها عن التكبيرات حتى ركع فانه يعود الى القيام لانه قادر على حقيقة الاداء فلا يعمل بشبهه الخ (البحر كوئٹه ص: ۲/۹۶، باب سجود السهو)

[2] بدائع زكريا ص: ۱/۴۰۶، كتاب الصلوة، فصل فى بيان سبب الوجوب فى سجود السهو.

[3] هدايه مع فتح القدير ص: ۱/۵۰۴، باب سجود السهو، مطبوعه دارالفكر بيروت، ايضا فتح القدير ص: ۲/۷۷، باب العيدين.

[4] كمالو ركع الإمام قبل ان يكبر فإن الإمام يكبر فى الركوع ولايعود إلى القيام ليكبر فى ظاهر الرواية فلوعاد ينبغى الفساد (قال الشامى تحت هذه العبارة) تبع فيه المصنف فى المنح والذى فى البحر والحلية أن ظاهر الرواية أنه لايكبر فى الركوع ولايعود إلى القيام الخ. شامى نعمانيه ص ۱/۵۶۱، مطلب امر الخليفة لايبقى بعد موته، باب العيدين، والسهو فى صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء المختار عند المتأخرين عدمه فى الاولين لدفع الفتنة (درمختار مع الشامى زكريا ص: ۲/۵۶۰، باب سجود السهو)

نماز عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو

سوال: -نماز عیدین میں اگر تکبیرات واجبہ امام بھول گیا، یہاں تک کہ رکوع میں چلا گیا تو رکوع میں آہستہ یا بلند آواز سے تکبیریں کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آہستہ رکوع ہی میں کہہ لے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو

سوال: -اگر امام نے تکبیریں چھ سے زائد کہہ لیں تو کیا سجدۂ سہو ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین میں عامۃً مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہو جاتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدۂ سہو ساقط ہے، اگر کوئی تکبیر بھول کر زائد کہی یا کم کردی تو سجدۂ سہو نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۸ھ

---

[1] کمالو رکع الإمام قبل ان یکبر فإن الإمام یکبر فی الرکوع الخ. (شامی نعمانیه ص ۱/۵۶۱، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، باب العیدین، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۸، باب احکام العیدین، مصری)

[2] ولایاتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة بکثرة الجماعة (مراقی الفلاح ص ۳۷۹، مطبوعه مصر، قوله دفعا للفتنة ای افتتان الناس وکثرة الهرج اھ کذا فی الطحطاوی ص ۳۷۹، باب سجود السهو، مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱/۱۲۸، مطبوعه مصر، باب سجود السهو، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۲/۵۶۰، باب سجود السهو)

زائد تکبیرات میں ہاتھ چھوڑنا

سوال:- عیدین کی نماز میں مزید تکبیریں ادا کرتے وقت ہر وقت کانوں تک ہاتھ اٹھا کر کھلے چھوڑ دینا درست ہے یا ہر بار باندھ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی رکعت میں پہلی اور دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دئے جائیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دئے جائیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید میں بارہ تکبیر کہنا

سوال:- ایک طالب علم حنفی ہے مگر اسکے گاؤں کے سب نمازی غیر مقلد ہیں نماز عید کے لئے اس کو مجبور کیا تو اس نے بجائے چھ تکبیر کے بارہ تکبیریں پڑھیں، تو کیا اس کے لئے مجبوراً گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش ہے[2]، مگر ایک بات پر تعجب ہے کہ مقتدی لوگ امام کو اپنے تابع بناتے ہیں، اگر

---

[1] ویرفع یدیه فی الزوائد ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون ولذا یرسل یدیه ای فی اثناء التکبیرات ویضعهما بعد الثالثة کما فی شرح المنیة لان الوضع سنة قیام طویل فیه ذکر مسنون (درمختار مع الشامی زکریا س:۳/۵۷، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لایبقی بعد موته، حلبی کبیر ص:۵۶۷، فصل فی صلاة العید، مطبوعه لاهور، عنایه علی الفتح ص:۱/۲۸۸، باب صفة الصلاة، مطبوعه درالفکر بیروت) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے اوپر مصر ہیں تو اس کے تابع ہو کر پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول گیا

سوال:-عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول جانے پر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجمع زیادہ ہو اور سجدۂ سہو سے تشویش ہو کر فساد نماز کا خطرہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالفطر میں تین دفعہ تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا

سوال:-امام صاحب نے نماز عیدالفطر کی ترکیب اس طرح بیان کی کہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اس طرح تین مرتبہ ہاتھ چھوڑ دیا کریں، چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اس کے بعد دوسری رکعت کی ترکیب اس طرح بیان کی کہ امام قراءت کے بعد اللہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) [۲] وهذا الفعل وهو الموالاة بين القراء تين والتكبير ثلاثا فى كل ركعة اولى من زيادة التكبير على الثلاث فى كل ركعة (الى قوله) لان الخلاف فى الاولوية لاالجواز وعدمه ولذا لو كبر الامام زائداً عما قلناه يتابعه المقتدى الى ست عشرة تكبيرة (مراقى مع الطحطاوى ص:۴۳۷، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص:۳/۵۳، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الامام فيما ليس بمعصية، هنديه كوئٹه ص: ۱/۱۵۱، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] ولا يأتى الامام بسجود السهو فى الجمعة والعيدين دفعا للفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة وفساد الصلاة بتركه، (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص: ۳۷۹، باب سجود السهو، مطبوعه مصر عالمگيرى كوئٹه ص:۱/۱۲۸، الباب الثانى عشر فى سجود السهو، شامى كراچى ص:۲/۱۵۷، باب الجمعة، مطلب فى شرط وجوب الجمعة)

اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دیگا، اور مقتدی بھی اسی طرح کریں چار مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دیں اور پانچویں مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، مذکورہ بالا ترکیب پر اسی طرح عمل بھی کیا گیا از روئے شریعت کیا نماز عیدالفطر کی یہ ترکیب صحیح ہے یا نہیں اور اس ترکیب پر عمل کرنے سے نماز ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز اس طرح بھی ادا ہوگئی لیکن اصل طریقہ احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اول تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور سبحانک اللہ پڑھیں پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں دوسری دفعہ پھر ایسا ہی کریں تیسری دفعہ ہاتھ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور امام اعوذ باللہ، بسم اللہ وغیرہ پڑھ کر رکوع دوسری نمازوں کی طرح کرے، دوسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكيفية صلاتها اى العيدين ان ينوى صلاة العيد ثم يكبر للتحريمة ثم يقرأ الثناء ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات الزوائد ثلاثاً يرفع يديه فى كل منها ثم يتعوذ الامام ثم يسمى سراً ثم يقرأ الامام الفاتحة ثم يقرأ سورة ثم يركع فاذا قام للثانية ابتدأ بالبسملة ثم بالفاتحة ثم بالسورة ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات الزوائد ثلاثا يرفع يديه الامام والقوم فيها كما فى الاولى وهذا الفعل وهو الموالات بين القراء تين والتكبير ثلاثا فى كل ركعة اولى من زيادة التكبير ثلاثاً فى كل ركعة (مراقى مع الطحطاوى ص:۴۳۷، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر) ويرفع يديه عند كل تكبيرة منهن ويرسلهما فى اثنائهن ثم يضعهما بعد الثالثة ..... فاذا قام الى الركعة الثانية يبتدى بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلث تكبيرات على هيئة تكبيرة فى الاولى ثم يكبر ويركع فالزوائد فى كل ركعة ثلث والقراءة فى الاولى بعد التكبير وفى الثانية قبله هكذا كيفية صلاة العيد عند علمائنا (حلبى كبير ص:۵۶۸، فصل فى صلاة العيد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، هنديه كوئٹه ص: ۱۵۰/۱، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم : تکبیرات تشریق

تکبیر تشریق بعد نماز عید

سوال: -عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر اللّٰہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد بآواز بلند کہنا چاہئے یا نہیں؟ یا صرف نماز فریضہ کے بعد بآواز بلند تکبیر کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہر فرض نماز کے بعد جہراً کہنا چاہئے اور نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بھی جہراً کہنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۷ھ

---

[1] ویکبر فی الطریق جهراً الیٰ قوله یکبر عقب الصلاة جهراً ویسن الجهر بالتکبیر اظهاراً للشعائر. (البحر الرائق ص۱۶۳، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۶۵، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب کلمة لا بأس قد تستعمل فی المندوب، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۴۴۰/تا ۴۴۴، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر)

نمازِ عید کے بعد تکبیر تشریق

سوال:- بعد العید تکبیرات تشریق جو عام امصار اور قریۂ کبیرہ جہاں جمعہ فقہ حنفی سے ہونا صحیح ہے متروک ہو ہمارے علماء دیوبند کیا فرماتے ہیں۔(عقب کل فرض عینی) شمل الجمعة وخرج به الواجب كالوتر والعيدين والنفل وعند البلخيين يكبرون عقب صلوٰة العيد لادائها الجماعة كالجمعة وعليه توارث المسلمين فوجب اتباعه ولابأس به عقب العيد لان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون الخ. (شامی ص۷۸۶)

الجواب حامداً ومصلیاً!

صلوٰۃ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی علماء دیوبند تکبیر تشریق کہتے ہیں، کہنے کے لئے فرماتے ہیں کتب فقہ ردالمحتار[1] اور البحر الرائق[2] وغیرہ سے اس وقت تکبیر تشریق کا وجوب راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ یہ نماز بھی ادا کی جاتی ہے اگر چہ خود فرض نہیں، اس کو علامہ شامیؒ نے اختیار کیا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تو اہل قریٰ پر اور منفرد پر بھی ہے جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ[3] وغیرہ میں ہے اور اس پر فتویٰ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص ۵۶۴/۱، باب العيدين، مطلب في تكبير التشريق، وشامي زكريا ص ۶۳/۳.

[2] البحر الرائق ص ۱۶۶/۲، باب العيدين، مطبوعه ماجديه كوئٹه پاكستان.

[3] وقال ابويوسف ومحمد التكبير يتبع الفريضه فكل من ادى فريضة فعليه التكبير والفتوىٰ على قولهما حتى يكبر المسافر واهل القرى ومن صلى وحده الخ. (الجوهرة النيرة ص ۹۳/۱، باب العيدين، مطبوعه نعمانيه، فتح القدير ص: ۸۲/۲، باب العيدين، فصل في تكبير التشريق، مطبوعه دارالفكر بيروت، تاتارخانيه كراچي ص: ۱۰۴/۲، من يجب عليه تكبير التشريق)

تکبیر تشریق عورت، دیہاتی، منفرد پر

مکرمی مفتی صاحب..... السلام علیکم

سوال: -مولانا اشرف علی صاحبؒ نے بہشتی زیور گیارہواں حصہ یعنی بہشتی گوہر میں تحریر فرمایا ہے کہ تکبیر تشریق واجب ہے ان پر جنہوں نے فرض عین نماز کو جماعت مستحبہ سے ادا کیا ہے بشرطیکہ وہ مصر میں ہوں یعنی مصر میں ہونا شرط ہے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر تکبیر تشریق بعد نماز فرض عین بالجماعۃ المستحبۃ واجب نہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسافر اور عورت جب کہ وہ مقتدی ہو امام مقیم بمصر کے تو ان پر بھی واجب ہے اور اگر منفرد ہو یا عورت ومسافر مقتدی امام مقیم بمصر نہ ہو تو ان پر واجب نہیں لیکن اگر وہ بھی کہہ لیں تو بہتر ہے کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک ان پر بھی واجب ہے اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان لوگوں پر واجب نہیں تو آیا مصر ہونا تکبیر تشریق کیلئے شرط ہے یا نہیں اور دیہاتی وشہری منفرد عورت مسافر سب پر واجب ہے آپکے یہاں بقرعید کا پرچہ چھپا ہے وہ میرے پاس بھی آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ دیہاتی ہو یا شہری منفرد ہو جماعت سے پڑھا ہو مسافر ہو یا عورت سب پر تکبیر تشریق واجب ہے تو کون صحیح ہے آیا بہشتی گوہر کا مسئلہ یا آپکے اشتہار کا مدلل تحریر کریں تا کہ صحیح صحیح علم ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام صاحب اور صاحبین کے قول کو نقل کر کے بہشتی گوہر کے حاشیہ پر لکھا ہے اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے ہی قول پر ہے اس لئے گاؤں والوں پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے، **قال فی البحر الرائق ص ۱۶۶/۲، واما عند هما فهو واجب علیٰ کل من یصلی المکتوبة لانه تبع لها فیجب علیٰ المسافر والمرأة والقروی قال فی السراج الوهاج والجوهرة والفتوی علیٰ قولهما فی هذا ایضاً فالحاصل ان الفتویٰ علیٰ قولهما**

فی اٰخر وقته وفیمن یجب علیه[1] اھ۔

بہشتی گوہر میں دونوں قول نقل کر کے صاحبین کے قول پر عمل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے[2]، ہمارے اشتہار میں شروع ہی سے صاحبین کے قول کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہی مفتی بہ ہے۔

فقط والہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق میں فتویٰ

سوال:- امام اعظمؒ کے نزدیک تکبیر تشریق کیلئے امصار وجماعت وغیرہ کی قید لگاتے ہیں اور صاحبینؒ کوئی قید نہیں لگاتے ہیں، فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے[3]، کذا فی الدر[4] المختار ص ۵۶۴/۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/ ۹۰ھ

---

[1] البحر الرائق ص: ۲/۱۶۶، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، الجوهر النیرة س: ۱/۹۳، باب صلاة العیدین، مکتبه نعمانیه دیوبند.

[2] بہشتی زیور مدلل ومکمل حصہ گیارہواں ص: ۸۶، عیدین کی نماز کا بیان، مسئلہ نمبر: ۹، مطبوعہ ادارۂ تھانوی دیوبند۔

[3] واما عند هما فهو واجب علی کل من یصلی المکتوبة لانه تبع لها فیجب علی المسافر والمرأة والقروی قال فی السراج الوهاج والجوهرة والفتویٰ علی قولهما الخ. (البحر الرائق ص ۲/۱۶۶، باب العیدین، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان)

[4] وقالا بوجوبه فور کل فرض مطلقا ولو منفرداً أو مسافراً او امرأة وعلیه الاعتماد والعمل والفتوی فی عامة الامصار وکافة الامصار (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۶۴، باب العیدین، نعمانیه ص: ۱/۵۶۴، البحر الرائق ص: ۲/۱۶۶، باب العیدین، مطبوعه کوئٹه، الجوهرة النیرة ص: ۱/۹۳، باب صلاة العیدین، مکتبه نعمانیه)

خطبہ میں تکبیر پڑھنا

سوال:- زید نے عید کی نماز کے بعد کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا۔ جب تکبیر یعنی اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر آئی تو زید نے تکبیر پڑھی اور زید کے ساتھ تمام مقتدیوں نے بھی پڑھنی شروع کی زید نے کہا کہ تم جہر کے ساتھ مت پڑھو۔ کیوں کہ یہ منع ہے اس پر کوئی معترض کہتا ہے کہ تم نے غلط کہا تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ سری و جہری تکبیر میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور دونوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے ایسے وقت میں سامعین کو کچھ تکبیر وغیرہ کہنا منع ہے۔ **اذا خرج الامام فلاصلوة ولا كلام والصواب انه يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم عند سماع اسمه فى نفسه ولايجب تشميت ولارد سلام. به يفتى، وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد** اھ درمختار[1] ص ۸۰۷/۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا

عید کی نماز میں جانے اور واپس آنے میں تکبیر تشریق

سوال:- نماز عیدین کیلئے صرف عیدگاہ کو جاتے وقت تکبیر تشریق پڑھتا چلے یا واپسی میں بھی؟

---

[1] الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص ۵۵۰/تا ۵۵۱ ج ۱، وشامى زكريا ص ۳/۳۶، باب الجمعة، مطلب فى قول الخطيب قال الله تعالىٰ الخ، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۲۴، ۴۲۵، باب الجمعة، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

واپسی میں بھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

تکبیر تشریق عیدگاہ سے لوٹتے وقت

سوال:-عیدین میں جو تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے، گھر سے عیدگاہ تک پڑھنے کا حکم ہے یا واپسی میں بھی پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدگاہ جاتے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے، اور واپسی میں نہیں پڑھی جاتی، **ویکبر فی حال خروجه الی المصلی جهراً فاذا انتهی الی المصلی یترک الخ بحر**[2]۔ فقط واللہ بعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدالفطر کا خطبہ بغیر تکبیر کے

سوال:-ہماری مسجد کے امام صاحب نے اسی سال عیدالفطر کا خطبہ پڑھا، اسمیں ایک مرتبہ بھی تکبیر نہیں پڑھی اور امام مذکور کا کہنا ہے کہ تکبیر نہ پڑھنے پر بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، اس طرح عیدالفطر میں تکبیر پڑھنا کوئی ضروری نہیں، اس سلسلہ میں از روئے شرع صحیح مسئلہ کیا ہے؟ اطلاع دیں۔

---

[1] ویکبر فی الطریق (درمختار مع الشامی کراچی ص: ۱۷۶، وشامی تعمانیه ص: ۱/۵۶۲، مطلب امر الخلیفة لا یبقی بعد موته، باب العیدین)

[2] البحر الرائق ص: ۲/۱۶۳، باب العیدین، مطبوعه کراچی، بدائع زکریا ص: ۱/۶۲۵، فصل فی صلاة العیدین، بیان مایستحب فی یوم العید، الهندیة ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ ادا تو اس طرح بھی ہو جاتا ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول گیا بات چیت بھی کر لی

سوال:- اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کے موقع پر تکبیرات نماز کے بعد کہنا بھول گیا، اور نماز کے بعد ایک آدمی سے بات چیت شروع کر دی پھر یاد آیا تو کیا ان تکبیرات کو لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تکبیر تشریق کا وقت فرض نماز کے فوراً بعد ہے، جب بات چیت کر لی تو وقت ختم ہو گیا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اسلئے کہ خطبۂ عیدین کے اندر تکبیر پڑھنا مستحب ہے، ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات نشری والثانیة فی بسبع هو السنة، وقال فی الخالنیة: انه لیس للتکبیر عدد فی ظاهر الروایة (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۵۸، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لا یبقی بعد موته، هندیه ص: ۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۹، باب العیدین، مطبوعه مصر)

[2] ویجب تکبیر التشریق فی الاصح عقب کل فرض بلا فصل فلو خرج من المسجد او تکلم عامداً او ساهیاً او احدث عامداً سقط عنه التکبیر (درمختار مع الشامی زکریا ملخصاً ص: ۳/۶۳-۶۲-۶۱، باب العیدین، مطلب فی تکبیر التشریق، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۹، باب العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الهندیة ص: ۱/۱۵۲، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم : خطبۂ عیدین

خطبۂ عیدین میں عصا لینا

سوال:- عندالخطبہ لاٹھی ہاتھ میں رکھنا بعض کتابوں میں مستحب لکھا ہے اور مولانا تھانوی مدظلہ العالی نے بہشتی زیور گوہر ص۱۲ر میں لاٹھی عندالخطبہ منقول نہیں فرماتے ہیں کون قول معتبر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہشتی گوہر[1] میں اسکے مصنف نے یہ مسئلہ درمختار[2] سے لکھا ہے مولانا تھانوی دامت برکاتہم نے تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ میں اس کی تردید کی ہے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے بہشتی گوہر حضرت مولانا تھانوی کی تصنیف نہیں بلکہ ایک اور صاحب کی تصنیف ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۱/۶۰ھ

---

[1] بہشتی گوہر ص:۸۱، جمعہ کے خطبے کے مسائل، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

[2] درمختار مع رد محتار زکریا ص: ۳/۴۱، باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۲۱، باب الجمعة، مطبوعه مصر.

[3] درمختار میں قوس یا عصا پر سہارا لگانے کو مکروہ کہا ہے اور ردالمحتار میں اس پر دو اشکال کئے ہیں (بقیہ آئندہ پر)

دوران خطبہ خطیب کو روپیہ دینا

سوال:- یہاں عیدین کی نماز کے بعد دورانِ خطبہ لوگ خطیب صاحب کو روپیہ دینے کے لئے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ اٹھ کر جاتے ہیں اور خطیب صاحب کے لئے کچھ لوگ روپیہ لینے کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روپیہ لیتے ہیں اور دینے والوں کا یہ عمل کیسا ہے دوران خطبہ روپیہ دینے کے لئے جاتے ہیں۔

خطیب وامام اگر ایسے عمل کو نہیں روکتے تو ان کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دورانِ خطبہ اس قسم کے کاموں کی اجازت نہیں، ادب کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر خطبہ سننا لازم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ سے پہلے تکبیر

سوال:- کیا خطبات عید الاضحیٰ، عید الفطر کے قبل تکبیر جیسے کہ جمعہ کے خطبہ میں ہوتی ہے

(**گذشتہ کا بقیہ**) اور ترجیح ردالمحتار کے قول کو ہے۔ پس بہشتی زیور میں گو اس مسئلہ کا ہونا بعید ہے اس لئے کہ اس میں احکام مختصہ بالرجال نہیں لئے گئے لیکن اگر ایسا ہے تو غالباً درمختار کی روایت کا بنا پر لکھدیا ہوگا۔ جس کا مرجوح ہونا ابھی معلوم ہوا (امداد الفتاویٰ ص: ۱/۶۸۱، باب الجمعة والعيدين، عصا گرفتن بوقت خطبہ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)

(**صفحہ ہذا**) [1] اذا خرج الامام فلا صلاة ولا كلام وكل ماحرم فى الصلاة حرم فيها اى فى الخطبة فيحرم اكل وشرب .... بل يجب عليه ان يستمع ويسكت (درمختار مع رد المحتار زكريا ص: ۳/۳۵،۳۴، باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۲۴، باب الجمعة، مصرى، هنديه ص: ۱/۱۴۷، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه پاكستان)

نہیں ہوتی ہے ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خطبہ جمعہ سے پہلے تکبیر نہیں ہوتی اذان ہوتی ہے خطبۂ عیدین سے پہلے اذان بھی نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شوال ۶۷ھ

عید الفطر کے بعد خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل

سوال: -عید الفطر کا خطبہ پڑھنے کے بعد اس طرح منبر پر کھڑے ہو کہ خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل پر تقریر کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنجائش نہیں بہتر یہ ہے کہ عید سے متعلق احکام ومسائل عید سے پہلے جمع کو بیان کر دئے جائیں[2]، اور خطبہ ضرور عربی میں ہو ضروری احکام نماز عید سے قبل بیان کر دئے جائیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] سن للفرائض دون غيرها اى لا يسن لصلاة الجنازة والتطوع وصلاة العيدين (مجمع الانهر ص: ۱۱۳/۱، باب الاذان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص: ۵۳/۱، الباب الثانى فى الاذان، مراقى مع الطحطاوى ص: ۱۵۶، باب الاذان، مصرى.

[2] فينبغى للخطيب ان يعلمهم احكامه فى الجمعة التى قبل عيدالاضحىٰ كما انه ينبغى له ان يعلمهم احكام صدقة الفطر فى الجمعة التى قبل عيدالفطر (بحر كوئٹه ص: ۱۶۳/۲، باب العيدين، طحطاوى على المراقى ص: ۴۳۸، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر)

[3] لاشك فى ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى ﷺ والصحابة فيكون مكروهاً تحريماً (عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص: ۲۰۰/۱، باب الجمعة، تعريف الخطبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم
عیدین کے بعد دعاء ومصافحہ

دعا بعد خطبۂ عیدین

سوال: -امام عیدین کی نماز میں نماز کے بعد متصلاً دعا کرنے کے بجائے خطبہ کے بعد دعا کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خصوصیت سے بعد عید یا بعد خطبہ دعا کی تصریح حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں، البتہ بعد صلوۃ مطلقاً دعا کا ثبوت بہت سے احادیث سے ہے[1]، نیز اس وقت کو اوقات اجابت میں حصن حصین وغیرہ میں شمار کیا ہے[2]، اور متبادر بعد صلوۃ سے بعدیت متصلہ ہے لہذا بعد صلوۃ دعا نہ

---

[1] عن ابی امامة قال قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف الأخرو دبر الصلوات المکتوبات وعن عقبة بن عامر امرنی رسول الله ﷺ ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوة (مشکوة شریف ص: ۸۹، باب الذکر بعد الصلاة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] احوال الاجابة عند النداء بالصلاة (الی قوله) ودبر الصلوات المکتوبات (حصن حصین ص: ۲۱، مقدمه، احوال الاجابة، مطبوعه مطبع حمیدی)

کرنا اور بجائے اس کے بعد خطبہ مقررہ کرنا بظاہر تغییر سنت ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دعا بعد نماز عید

سوال: -عیدین کی نماز میں کس وقت دعا مانگنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدین کی نماز کے بعد متصلاً اگر دعا مانگی جائے، تو یہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہے، جس میں ہر نماز کے بعد دعا کا تذکرہ ہے[۲]، بعض لوگ بجائے بعد نماز عید دعا مانگنے کے خطبہ کے بعد دعا مانگتے ہیں، سو یہ کسی روایت، حدیث، یا عبارت، یا فقہ سے ثابت نہیں۔ امداد[۳] الفتاویٰ ص۱/۲، میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دعا بعد نماز عید

سوال: -عیدین کی نمازوں میں بعد سلام کے دعا مانگنی چاہئے یا بعد خطبہ کے، کونسا طریقہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تر عمل کرنا ثابت ہے؟ مع الدلائل بالتفصیل ومشرح مع حوالہ

---

[۱] فکم مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً (مجموعة الرسائل سباحة الفکر ص: ۷۲، مطبع دبدبۂ احمدی لکھنئو)

[۲] عن عقبة بن عامر قال امرنی رسول اللہ ﷺ ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلاة، رواه احمد وابوداؤد (مشکوة شریف ص: ۸۹، باب الذکر بعد الصلاة، طبع یاسر ندیم دیوبند)

[۳] امدادالفتاوی جدید ص: ۶۰۷/۱، باب صلاة الجمعة والعیدین، سوال: ۵۳۲، نماز عیدین کے بعد دعا کا طریقہ، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

کتب جواب تحریر فرمائیں، عنداللہ ماجور ہوں گے۔ المستفتی محمد اسحاق

الجواب حامداً ومصلیاً

احادیث سے علی الاطلاق بعد صلاۃ دعا کا ثبوت ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ **کان یعلم بنیه هؤلاء الکلمات کما یعلم المکتب الغلمان ویقول رسول اللهﷺ کان یتعوذون بهن دبر الصلاة اللّٰهم انی اعوذبک من الجبن الخ. ص ۲/۲۱۵**[1] **وفیه فقال رسول اللهﷺ عجلت ایها المصلی اذا صلیت فقعدت فاحمدالله بما هو اهله وصل علی ثم ادعه الخ. وقال هذا حدیث حسن ص: ۲/۲۰۵.**[2]

عمل الیوم[3] واللیلۃ میں حضرت انس سے روایت کی ہے: **عن النبی ﷺ انه قال ما من عبد بسط کفیه دبر کل صلوة ثم یقول اللهم الخ. الی ان قال الا کان حقاً علی الله عزوجل ان لا یرد یدیه خائبتین.** اور بعدیت سے بعدیت متصلہ ہے لہذا بعد عید خطبہ ہوکر دعا کرنا پھر اس کو متصل قرار دینا مجازاً ہوگا، جو متبادر نہیں، اس وجہ سے بعد نماز دعا مانگنا مشروع ہوگا، وبعد خطبہ دعا مانگنا کسی روایت سے ثابت نہیں، لہذا بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اسکے خطبہ کے دعا کرنے کو معین کر لینا تخصیص بلا دلیل شرعی ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

بندہ عبدالرحمٰن عبداللطیف عفی عنہ ۱۰/۱/۵۲ھ

---

[1] ترمذی شریف ص: ۲/۱۹۷، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبیﷺ وتعوذه فی دبر کل صلوة، مطبوعه ادارة الرشید دیوبند.

[2] ترمذی شریف ص: ۲/۱۸۶، ابواب الدعوات، باب بلاترجمه، مطبوعه ادراة الرشید دیوبند.

[3] عمل الیوم واللیلة ص: ۳۸/و ۳۹، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، مطبوعه دائرة المعارف العثمانیه حیدرآباد.

عیدین کے بعد دعا

سوال:-حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ میرٹھی نے اپنے رسالہ ''الصلاۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ عیدین کے بعد دعا نہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ عیدین کے بعد دعا نہیں لیکن امسال ۱۳۹۲ھ میں جو احکام رمضان المبارک مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شائع ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ خطبہ کے بعد دعا نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ عیدین کے بعد دعا ہے، ان دونوں قولوں میں کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز عیدین کے بعد خصوصیت سے دعا کا ذکر نہیں، ممانعت بھی نہیں، نمازِ فرض ہو یا نفل عمومی طور پر روایت میں دعا مذکور ہے، ''عمل الیوم[1] واللیلۃ'' میں ان روایات کی تخریج ہے، اس عموم میں نماز عیدین بھی داخل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۲ھ

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال:-عیدین کی نماز میں ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا ثابت ہے یا بدعت خصوصاً امام پر ساری قوم کا ٹوٹ پڑنا اور مسجد کی حرمت کا خیال نہ رکھنا کیسا ہے بعض اوقات امام کو اس وجہ سے تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے ایسے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا، مفصل تحریر فرما کر مشکور فرماویں؟

---

[1] عن النبی ﷺ انه قال مامن عبد بسط کفیه دبر کل صلوة ثم یقول اللهم الخ (الی قوله) الا کان حقا علی الله عزوجل ان لایرد یدیه خائبتین (عمل الیوم واللیله ص:۳۸/و ۳۹، باب مایقول فی دبر صلوة الصبح مطبوعه دائرة المعارف العثمانیه حیدرآباد)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مصافحہ بدعت ہے اور طریقۂ روافض ہے اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کذا فی ردالمحتار[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم یوپی ۲۸/۱۱/ ۶۰ھ

دعا ومصافحہ بعد نماز عید

سوال:-امام عیدگاہ کو بعد نماز عیدین دعا مانگنا چاہئے یا بعد خطبہ، مصافحہ ومعانقہ کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز عید کے بعد دعا کریں[۱]، بعد خطبہ دعا کرنا بے اصل ہے، عید کا مصافحہ ومعانقہ بدعت ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

۱ تکرہ المصافحة بعداداء الصلاة بكل حال لان الصحابةؓ ما صافحوا بعد اداء الصلاة لانها من سنن الروافض اھ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لااصل لها فى الشرع الخ. (الشامی نعمانیه ص۵/۲۴۴، باب الاستبراء وغیره وشامی زکریاص۹/۵۴۷، کتاب الحظر والا باحة)

۲ عن ابی امامة قال قيل يارسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخرودبر الصلوات المكتوبات الخ. (مشكوة شريف ص ۸۹، باب الذكر بعدالصلوات، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، امداد الفتاوىٰ ص ۱/۲۰۶)

ترجمہ:-حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے ارشاد فرمایا رات کے اخیر حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

۳ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها (اى المصافحة بعدالصلوٰة) بدعة مكروهة لااصل لها فى الشرع الخ. (شامی زکریا ص۹/۵۴۷، ونعمانیه ص۵/۲۴۴، کتاب الحظروالاباحة، باب الاستبراء. سعایه ص۲/۲۶۵، فصل فى القراءة و من البدع تخصيص المصافحة الخ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہشتم :
عورتوں کے لیے نماز عیدین میں شرکت

عورتوں پر نمازِ عید

سوال: -عیدگاہ پر پردہ ڈالا جاتا تھا کچھ عورتیں چادر اوڑھ کر جاتی تھیں اور کچھ عورتیں ساڑی پہن کر جاتی تھیں چادر نہیں اوڑھتی تھیں تو دس پانچ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی ہیں اور اکثر عورتیں عیدگاہ جاتی ہیں نہیں مانتی ہیں، عیدگاہ پر اب پردہ کا انتظام نہیں ہے، عیدگاہ سے پورب مدرسہ ہے وہیں جا کر بیٹھتی ہیں اور کچھ عورتیں باہر بیٹھتی ہیں، مدرسہ سے الگ ہٹ کر غیر مسلم کی دوکان رہتی ہے، عورتیں جب نماز کو کھڑی ہوتی ہیں تو ان لوگوں کی نظر پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کے ذمہ عید کی نماز نہیں ہے، ان کو روک دیا جائے، عیدگاہ میں اعلان کر دیا جائے کہ عورتیں نہ آئیں، ہر شخص اپنی عورت کو روک دے، اس پر بھی وہ نہ مانیں تو اہل حق علماء کا وعظ کرایا جائے، اسپر بھی باز نہ آئیں اور سرکشی کریں تو وہ جانیں[1]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/ ۸۹ھ

(اس صفحہ کا حاشیہ آئندہ پر)

عورتوں پر نماز عید نہیں

سوال:- عورت عید کی نماز باجماعت یا بغیر جماعت پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں مع حوالہ مدلل ومفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں پر نماز عید واجب نہیں، بغیر جماعت کے تو مرد بھی نہیں پڑھ سکتے جمعہ کی طرح عید ہے، **وشرط وجوبها (اى وجوب الجمعة) الاقامة والذكورة،** (کنز[1] ص: ۲/۱۵۱) **وتجب صلاة العيد على من تجب عليه الجمعة الخ. على هامش** (البحر[2] الرائق ص:۲/۱۵۷) **وشرط صحتها ان يصلى مع الامام ثلاثة فاكثر لاجماء العلماء على انه لا بد فيها من الجماعة كما فى البدائع[3] الخ ص: ۲/۱۵۱، ويكره تحريماً جماعة النساء ويكره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعيد مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً على المذهب**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] ويكره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعيد الخ (درمختار على الشامى ص:۲/۳۰۷، باب الامامة، فتح القدير ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دار الفكر بيروت، عمدة القارى ص:۳/۲۰۳، الجزء السادس، كتاب العيدين، باب اعتزال الحيض المصلى، مطبوعه دار الفكر بيروت)

(صفحہ ہذا) [1] كنز مع البحر كوئٹه ص: ۲/۱۵۱، باب صلاة الجمعة، حلبى كبير ص:۵۴۸، فصل فى صلاة الجمعة، مطبوعه لاهور، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۱۱، باب الجعمة، مطبوعه مصرى.

[2] البحر الرائق ص:۲/۱۵۷، باب العيدين، مطبوعه كوئٹه، مراقى مع الطحطاوى ص:۴۳۳، باب احكام العيدين، مطبوعه مصر، حلبى كبير ص:۵۶۵، فصل فى صلاة العيدين، مطبوعه لاهور)

[3] البحر الرائق ص:۲/۱۵۰، باب صلاة الجمعة، مطبوعه كوئٹه، بدائع زكرى ص:۱/۵۹۷، فصل فى صلاة الجمعة، الجماعة من شروط الجمعة، مراقى مع الطحطاوى ص:۴۱۸، باب الجمعة، مطبوعه مصرى)

المفتی به الخ (درمختار[1] مختصر ص: ۱/۳۸۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا نماز عید کیلئے مسجد میں جانا

سوال: -عورتیں آج کل عید کی نماز مسجد میں پڑھتی ہیں لیکن اس سال بعض علماء اسے بدعت قرار دے کر عورتوں کو عیدگاہ لے گئے، عیدگاہ کے پیچھے کی طرف چاروں طرف سے بند کردیا اس کے اندر عورتوں نے نماز پڑھی (چند عورتیں) بعض مولویوں نے وبعض علماء نے فتویٰ دیا کہ مسجد میں عورتوں کا نماز پڑھنا بدعت ہے، تو اس کا ثبوت دیجئے، تو ثبوت و دلائل پیش کرنے سے انکار نیز وہ خطیب بھی ہے، جامع مسجد کے، اب عوام بگڑی ہوئی ہے کہ وہ بدعت کا ثبوت پیش کرے ورنہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں پر عید کی نماز نہیں (مراقی[2] الفلاح) لہٰذا وہ نہ مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے جائیں نہ عیدگاہ میں، پنجگانہ نماز کے لئے بھی ان کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں؟

حضور اکرم ﷺ نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۰۵/تا۲/۳۰۷، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ، فتح القدیر ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دارالفکر بیروت، مراقی مع الطحطاوی ص: ۲۵۰، باب الامامة، قبیل فصل فیما یفعله المقتدی بعد فراغ امامه الخ، مطبوعه مصر.

[2] فتجب علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها الخ (مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصر ص: ۴۳۳، باب احکام العیدین، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۴۵، باب العیدین، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۸۴، صفة صلاة العید)

پڑھنا میری مسجد (نبوی) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے[۱]، یہاں کی کوئی مسجد یا عیدگاہ مسجد نبوی کے برابر نہیں ہوسکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اب عورتوں کیلئے جو حالات ہوگئے ہیں، یہ حالات اگر حضور علیہ السلام کے سامنے ہوتے تو عورتوں کو بالکل ہی مسجد میں جانے کی اجازت نہ ہوتی، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہیں تھیں۔[۲]

اب کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے اسلئے عورتوں کو بالکل منع کردیا جائے، وہ کہیں بھی عیدین یا نماز پنجگانہ کیلئے نہ جائیں نہ مسجد میں نہ عیدگاہ میں[۳]۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عید کی نماز عورتوں پر جامع مسجد میں

سوال:- یہاں عیدگاہ اور جامع مسجد میں عیدین کی نماز ایک عرصہ سے ہوتی ہے امسال کمیٹی جامع مسجد نے عید کی شب میں اعلان کردیا کہ نماز عیدگاہ میں ہوگی اور جامع مسجد میں عورتوں کی نماز ہوگی، کوئی مرد جامع مسجد میں نہ آئے، **لھذا** فرمائیے کہ انکا ایسا کرنا اور مردوں

---

[۱] اِنَّ صَلٰوتَهَا فِیْ بَیْتِهَا خَیْرٌ مِنْ صَلٰوتِهَا فِیْ مَسْجِدِیْ الحدیث (اعلاء السنن ص:۸/۸۸، باب وجوب صلاۃ العیدین، مطبوعہ کراچی)

[۲] ان عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا زوج النبی علیہ السلام قالت لو ادرک رسول اللّٰہ علیہ السلام ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل (ابوداؤد شریف ص ۸۴/ باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد طبع سعد بکڈپو دیوبند.

[۳] عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات (فتح القدیر ص:۱/۳۶۶، باب الامامۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تاتارخانیہ ص:۱/۶۲۸، الفصل الثامن فی الحث علی الجماعۃ، مطبوعہ کراچی، درمختار مع الشامی زکریا ص:۲/۳۰۷، باب الامامۃ، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ)

کو جو عرصہ سے عید کی نماز جامع مسجد میں ادا کرتے ہیں، پریشان کرنا کیسا ہے جب کہ عورتوں پر نماز عید واجب بھی نہیں، اور اگر عورتیں مسجد میں آئیں تو مردوں کے پیچھے پردے کی جگہ میں نماز ادا کر سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عید کی نماز عیدگاہ جا کر پڑھنا افضل ومستحب ہے[1]، عورتوں پر نماز عید نہیں[2]، ان کیلئے مستقل جامع مسجد میں نماز عید کا انتظام کرنا کہ کوئی مرد وہاں نہ جائے صرف عورتیں وہاں نماز عید ادا کریں غلط طریقہ ہے، شریعت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں اس طریقہ کو بالکل بند کیا جائے عورتیں نماز عید کیلئے نہ مسجد میں جائیں نہ عیدگاہ میں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا عورتوں پر نماز عید ہے؟

سوال:- (حدیث) اذا فاته العید یصلی رکعتین وکذالک النساء ومن کان

---

[1] الخروج الی المصلی وهی الجبانة سنة وان کان یسعهم الجامع (حلبی کبیر ص: ۵۷۱، فروع بعد فصل فی صلاة العید، لاهور طحطاوی علی المراقی ص: ۴۳۵، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، هندیه ص: ۱۴۹/۱، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

[2] تجب صلاة العید علی کل من تجب علیه صلاة الجعمة ومن لافلا (الی قوله) ولیس علی النساء الخروج فی العیدین (تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۹۰، من یجب علیه الخروج فی العیدین، درمختار مع الشامی کریا ص: ۴۵، باب العیدین، مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۳، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر)

[3] یکره لهن حضور الجماعات، عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات (فتح القدیر مع الهدایه ص: ۱/۳۶۶، باب الامامة، مطبوعه دارالفکر بیروت، حلبی کبیر ص: ۵۹۴، فصل فی صلاة الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

فی البیوت والقریٰ لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم. ھٰذا عیدنا یااھل الاسلام وأمرانس بن مالک مولاہ ابن ابی عتبۃ بالزاویۃ فجمع اھلہ وبنیہ وصلیٰ کصلوٰۃ اھل المصرو تکبیرھم وقال عکرمۃ اھل السواد یجتمعون فی العید یصلون رکعتین کمایصنع الامام وقال عطاء اذا فاتہ العید صلی رکعتین.تفھیمالبخاری باب ۶۶۲/پارہ۴/کتاب العیدین ص۹۷۔

مندرجۂ بالاحدیث پر کچھ سوالات ہیں براہ کرم تشفی بخش جوابات سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) کیااس حدیث کی رو سے یہ ثابت نہیں ہوتا نماز عید عورتوں پر بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر ہے۔

(۲) خطبہ سنے بغیر عورتیں گھر میں اکیلے دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے نماز پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں پر نماز عید واجب نہیں ہے یہ مسئلہ کس حدیث سے ثابت کیا؟

(۴) کیا احادیث میں فقہ کا درجہ اونچا ہے جب کہ متعدد احادیث اس باب میں ہیں کہ نماز عید عورتوں پر بھی واجب ہے چاہے اکیلے ہی دو رکعت پڑھیں؟

(۵) اکیلے ہی دو رکعت نماز گھر میں پڑھ لیں تو کیا حرج ہے؟ پردہ وغیرہ کا انتظام کرلیا جائے تو عورتوں کو عیدگاہ جانیکی اجازت فی زمانہ دی جاسکتی ہے؟ براہ کرم مندرجۂ بالا مسائل فقہ حنفی کی رو سے سمجھائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اس میں حضور ﷺ کا ارشاد صرف اتنا ہے ھذا عیدنا یااھل الاسلام[1] بقیہ کوئی لفظ

[1] جیسا کہ لقول النبی صلی اللہ وسلم کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔بخاری شریف ص ۱۳۴/۱، کتاب العیدین، باب إذا فاتہ العبد یصلی رکعتین، طبع اشرفی دیوبند. ترجمہ: یہ ہمارے لئے خوشی کا دن ہے اے مسلمانو۔

بھی ارشاد نبویؐ نہیں، لہٰذا اس سے عورتوں پر نماز عید کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) اگر حدیث شریف سے ثابت ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ثابت نہیں غیر ثابت کو ثابت ماننا مستقل حرج ہے[۱]۔

(۳) واجب نہ ہونے کیلئے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ واجب ہونے کیلئے ضرورت ہے پہلے وہ پیش کریں تب جواب پوچھیں۔

(۴) وہ متعدد احادیث کہاں ہیں لائیے بیان کیجئے کیا یہ حدیث ہے، **اذا فاتہ العید یصلی رکعتین** کیا یہ حدیث ہے، **وکذالک النساء** کیا یہ حدیث ہے ''**ومن کان فی البیوت والقریٰ**'' اور کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ عورت پر اکیلے ہی دو رکعت مع چھ زائد تکبیروں کے بغیر خطبہ ہی پڑھنا واجب ہے، **اَمرَ انس، قال عکرمہ، قال عطاء** کی تصریح کے بعد تو ارشاد نبویؐ ہونے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے ورنہ اس کو اس طرح لکھا جاتا، **امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر رسول اللہ علیہ وسلم.** جو بات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اس کو حضور اکرمؐ کی طرف منسوب کرنے کا حق نہیں[۲]۔

(۵) نمبر ۲ رمیں اسکا جواب آ گیا ہے کہ کیا حرج ہے، سوال نمبر ۴ رسے تو معلوم ہوتا ہے

---

[۱] **من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ابن ماجہ ص ۳ ج ۱ (مکتبہ رشیدیہ دھلی) باب تعظیم حدیث رسولؐ الخ.**

[۲] **عن ابی قتادۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علیٰ ھذا المنبر ایاکم وکثرۃ الحدیث فمن قال علی فلیقل حقاً او صدقاً ومن تقول علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار. ابن ماجہ ص ۵ ج ۱ (مکتبہ رشیدیہ دھلی) باب التغلیظ فی تعمدالکذب علی رسول صلی اللہ علیہ وسلم.**

ترجمہ:- حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ اپنے آپ کو میری جانب سے کثرت تحدیث سے بچاؤ جو شخص میرے بارے میں حدیث بیان کرے وہ حق اور سچ کہے اور جسنے میرے بارے میں ایسا جھوٹ گھڑا جسے میں نے نہیں کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ چاہئے کہ جہنم بنالے۔

کہ فقہ آپ کے بیان کے موافق نظر انداز کر دینے کے قابل ہے، اگر یہی نظریہ ہے تو فقہ حنفی کی رو سے جواب طلب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی، پہلے اپنا موقف واضح کیجئے کہ فقہ حنفی آپ کے نزدیک قابل تسلیم ہے یا براہ راست حدیث شریف ہر مسئلہ میں اپنے پاس رکھتے ہیں اور جو مسئلہ آپکو فقہ حنفی کا حدیث شریف کے خلاف نظر آتا ہے اسکی دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں پھر تو جواب آپکے موقف کی رعایت رکھتے ہوئے دینا مفید ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

عورت کے ذمہ نمازِ عید نیز رفع یدین وغیرہ

سوال:- میں نے سنا ہے کہ عورت نمازِ عید نہ گھر اور نہ عیدگاہ میں پڑھے، گویا عورت پر واجب نہیں، اسکے متعلق جلد آگاہ کریں۔ عورت اگر نمازِ جمعہ جامع مسجد میں پڑھے تو کیسا ہے؟ جو جماعت اہل حدیث کہلاتی ہے وہ قرآن میں آیتیں نکال نکال کر دکھاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان کر کے یعنی اتنی رکعت فرض یا سنت واسطے اللہ پاک کے میرا منہ کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر یہ غلط ہے اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کیلئے کیا ہے۔ آپ ہم کو بتلائیں، قرآن پاک میں کس جگہ انکار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت پر نمازِ عیدین نہیں، نہ اس کے ذمہ عیدگاہ میں جانا ہے، نہ گھر پر نمازِ عید لازم ہے عورت پر جمعہ بھی نہیں، اسکو چاہئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز ادا کرے، جمعہ کیلئے جامع مسجد نہ

جائے[1]، اگر دل کے ارادہ کو زبان سے بھی کہے تو منع نہیں[2]، قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو کہا ہے، کسی حدیث شریف میں یہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین ہمیشہ کرنے کو فرمایا ہو۔ حضرت[3] عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور بس پھر کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، زیلعی[4] میں اس کی سند مذکور ہے، قرآن پاک میں تو رفع یدین کا حکم کہیں مذکور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عید کا جھنڈا اور عورت کا خطبۂ عید

سوال:- ہمارے یہاں عید، بقرعید، اور شب قدر میں جھنڈا اٹھاتے ہیں، مقصد صرف

---

[1] یکره حضور هن الجماعة ولولجمعة وعيد ووعظ مطلقاً (الدرالمختار على الشامی ص ۳۸۰/۱، مكتبه نعمانيه، باب الإمامة، فتح القدير ص: ۳۶۶/۱، باب الامامة، مطبوعه دار الفكر بيروت، تاتارخانيه كراچی ص: ۶۲۸/۱، الفصل الثامن فی الحث على الجماعة)

[2] وهل يشترط فی النية ان يتكلم بلسانه؟ قالوا! يستحب وهو المختار (تاتارخانيه كراچی ص ۴۲۳/۱، الفصل الثانی، ومن شرائط الصلوة النية، الهندية ص: ۶۵/۱، الباب الثالث، الفصل الرابع فی النية، مطبوعه كوئٹه، درمختار مع الشامی زكريا ص: ۹۲/۲، باب شروط الصلاة، بحث النية)

[3] قال عبدالله بن مسعود الااصلی بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه إلامرة (ابوداؤد شريف ص ۱۰۹/۱، باب من لم يذكر الرفع عندالركوع)

ترجمہ:- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا۔ کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔

[4] نصب الراية ص ۳۹۴ تا ۳۹۵/۱، كتاب الصلاة، حديث عبدالله ابن مسعود فی ترک الرفع الخ، مطبوعه مجلس علمی ڈابھيل.

لوگوں کو بتلانا ہے کہ لوگ آگاہ ہوجائیں، یہ کیسا ہے؟ اور عورتیں اطراف واکناف سے آتی ہیں اور عیدالفطر کی نماز ادا کرتی ہیں اور عورتیں ہی خطبہ دیتی ہیں، تقریر کرتی ہیں، مدرسہ کے لئے چندہ بھی وصول کرتی ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید بقرعید کی اطلاع کیلئے جھنڈا اٹھانا ثابت نہیں، عورتوں کا عید کی جماعت کرنا عورت ہی امام ہو اور خطبہ پڑھے شرعاً ممنوع ہے[1]، یہ جھنڈا بھی بند کیا جائے اور عورتوں کا اس طرح عید پڑھانا بھی بند کیا جائے، غلط کام کر کے مدرسہ کو چلانا کارِ خیر نہیں، صحیح طریقہ پر کوشش کی جائے، اللہ پاک نصرت فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا عیدگاہ میں جانا

سوال:-عید کی نماز کے لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیکر آیا کرو اور تاکید فرمائی ہے، مگر میں نے اس کا چرچا کبھی آپ بزرگوں میں نہیں سنا ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ گنگوہ اور گردونواح کے علماء نے اس کی تاکید نہیں کی یہ ہمارے یہاں کے رسمی پردہ کی وجہ سے ہے، تو کوئی مذہب کی ادائیگی آپ کی سوسائیٹی اور رسم کی وجہ سے ادھوری رکھی جاسکتی ہے، تمام لوگ اگر اس کی پابندی نہ کریں اور قرآن وحدیث پر سوسائیٹی کی رسومات ورواج کو

---

[1] ویکره تحریماً جماعةا لنساء (الی قوله) ویکره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً الخ. (الشامی ص ۱/۸۰، مکتبه نعمانیه، باب الإمامة، مطبوعه زکریا ص:۳۰۵/تا ۲/۳۰۷، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی، تاتارخانیه کراچی ص:۱/۶۰۸، من یصلح اما ما لغیره من لا یصلح)

ترجیح دے تو دوسری بات ہے مگر علماء دین تو شاید کبھی بھی رسومات کو دین پر ترجیح نہ دیں مجھے اس کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ نماز کے لئے جب حدیث شریف میں تاکید ہے کہ عورتوں کو بھی لایا جائے تو پھر ہم لوگوں کی عورتوں کو مسجد یا عیدگاہ جہاں عورتوں کے لئے انتظام ہو جانا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابتداءً عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانے کی اجازت تھی بلکہ عیدگاہ میں تو حالت حیض میں بھی اجازت تھی اگر چہ نماز میں نہ شریک ہوں[1]، پھر اس کے بعد دوسرا ارشاد فرمایا وہ یہ کہ عورت کا اپنے مکان میں نماز پڑھنا بہتر ہے مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے سے[2]، اس پر عورتیں بڑی حد تک مسجد نبوی ﷺ میں جانے سے رک گئیں، حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنی بیوی کو بڑی علمی تدبیر سے مسجد جانے سے روکا یعنی ایسی تدبیر کی کہ جس سے انہوں نے مسجد جانا بند کر دیا، حضرت عمرؓ کے دریافت پر یہی فرمایا کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کیوں نہیں جاتی ہو تو جواب دیا کہ اب مسجد جانے کا زمانہ نہیں رہا لوگوں کی حالت ٹھیک نہیں ہے، حالانکہ پہلے جایا کرتی تھیں، اور فرمایا کرتی تھیں کہ اگر عمر کو میرا مسجد جانا پسند نہیں تو وہ منع کر دیں میں نہیں جاؤں گی لیکن چونکہ حضور ﷺ نے اجازت دے رکھی تھی اس

---

[1] عن ام عطية قالت امرنا ان نخرج العواتق ذوات الخدور وزاد فی حديث حفصة قال او قالت العواتق وذوات الخدور ويعتزلن الحيض المصلى (بخاری شریف ص: ۱۳۳/۱، كتاب العيدين، باب خروج النساء والحيض الى المصلى، مطبوعه ادارة الرشيد ديوبند)

[2] ان صلاتها فی بيتها خير من صلاتها فی مسجدی (اعلاء السنن ص: ۸/۸۸، ابواب العيدين، باب وجوب صلوة العيدين، مكتبه امداديه مكه مكرمه، مجمع الزوائد ص: ۲/۱۵۴، باب خروج النساء الى المساجد وغير ذالک الخ. مطبوعه دارالفكر بيروت)

لئے جانے سے باز نہیں آؤں گی[۱]، مگر جب تجربہ ہوا تو خود ہی سمجھ میں آ گیا کہ اب جانا ٹھیک نہیں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آج حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے اور عورتوں کی حالت ملاحظہ فرماتے تو عورتوں کو ہرگز مسجد جانے کی اجازت نہ ملتی جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں جانے سے روک دی گئی تھیں اسی طرح اس امت کی عورتیں بھی روک دی جاتیں[۲]، غور کا مقام ہے کہ اگر حضرت عمرؓ موجود ہوتے یا حضرت عائشہؓ موجود ہوتیں تو موجودہ عورتوں کے متعلق کیا رائے قائم کی جاتی، علماء کا منع فرمانا ان روایات کی بنا پر ہے، محض کسی خود ساختہ رسم کی بنا پر نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۵ھ

---

[۱] اوجز، زرقانی، الاصابہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت زبیرؓ کا اپنی بیوی حضرت عاتکہ کے ساتھ پیش آیا ہے، جو پہلے حضرت عمر کے نکاح میں تھیں، ذکر ابو عمر فی التمهيد ان عمر لما خطبها شرطت عليه ان لايضربها ولا يمنعها من الحق ولا من الصلاة فی المسجد النبوی ثم شرطت ذالک علی الزبير فتحيل عليها ان كمن لها لما خرجت الی صلاة العشاء فلما مرت به ضرب علی عجيزتها فلما رجعت قالت انا لله فسد الناس فلم تخرج بعد (الاصابة ص: ۳۵۷/۴، حرف العين، القسم الاول، مطبوعه دارالفكر بيروت، زرقانی ص: ۹/۲، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، اوجز ص: ۱۰۵/۴، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مكتبه امداديه مكه مكرمه، فقد اخرج البيهقی عن ابن عمرؓ كانت لعمرؓ تشهد صلاة الصبح والعشاء فی الجماعة فقيل لها لم تخرجين وقد تعلمين ان عمرؓ يكره ذلک ويغار قالت: فما يمنعه ان ينهانی قال: يمنعه قول رسول الله ﷺ: لا تمنعوا اماء الله مساجد الله (اوجز ص: ۱۰۵/۴، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مكتبه امداديه مكه مكرمه)

[۲] عن عائشةؓ قالت لو ادرک رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمعنهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائيل (بخاری شريف ص: ۱۲۰/۱، كتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد بالليل والغلس، مطوعه اشرفی بكڈپو ديوبند، مسلم شريف ص: ۱۸۳/۱، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد او لم يترتب عليه الخ مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند)

امام گاؤں میں مردوں کو پھر عورتوں کو عید پڑھائے

سوال:- ایک بہت چھوٹی بستی ہے اس میں نماز جمعہ بھی نہیں ہوتی ہے لیکن امام صاحب عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں، پہلے جنگل میں مردوں کو پڑھاتے ہیں پھر مسجد میں آ کر تمام مستورات کو نمازِ عیدین مسجد میں پڑھاتے ہیں جس میں کوئی مرد شریک نہیں ہوتا صرف عورتیں اور امام مرد بعینہٖ بیچ میں کوئی پردہ حائل ہوئے بغیر پڑھاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس بستی میں نمازِ جمعہ جائز نہیں وہاں نمازِ عید بھی نہیں وہاں نمازِ عید پڑھنا سخت مکروہ ہے، امام صاحب کا یہ طریقہ شرعاً غلط اور واجب الترک ہے[1]، عورتوں پر شہر میں بھی نماز عید نہیں[2]، چہ جائیکہ چھوٹے گاؤں میں اور وہ بھی اس طرح کہ امام صاحب پہلے مردوں کو پڑھائیں پھر عورتوں کو بے پردہ ان کو توبہ لازم ہے[3]، سب مردوں اور عورتوں کو بھی توبہ لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

---

[1] تجب صلاتهما فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها الی ما قال وصلوٰة العید فی القری تکره تحریماً ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة، (الشامی نعمانیه ص ۵۵۵/۱، باب العیدین، بحر کوئٹه ص: ۱۵۸/۲، باب العیدین)

[2] ولا یخفی ان علة المنع تختص بالنساء فبقی الوجوب فی حق الرجال علی حاله فثبت ان صلاة العیدین والخروج الیها واجبة علی الرجال وهو المطلوب (اعلاء السنن ص: ۸/۸۸، باب وجوب صلاة العیدین، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

[3] ویکره حضور هن الجماعة ولولجمعة وعید ووعظ مطلقاً کماتکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولامحرم منه کاخته اؤ زوجته الخ. (الدرالمختار علی الشامی ص ۳۰۷/۲، باب الإمامة، مطبوعه زکریا دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل نہم : متفرق مسائل عیدین

روزہ رکھ کر نماز عید پڑھنا

سوال: -عید کا چاند نظر نہیں آیا، نہ باہر سے شریعت کے مطابق ثبوت ملا۔ ریڈیو کی خبر پر بستی والوں نے چاند تسلیم کیا امام عید گاہ نے ریڈیو کی خبر نہیں مانی، صبح کو روزہ رکھا، روزہ کی حالت میں نماز عید پڑھائی، دن کے گیارہ بجے تک چاند کی خبر نہیں ملی، بعد نماز یعنی زوال کے بعد چاند ہو جانے کی خبر ملی ایسی مجبوری میں جب کہ زوال سے پہلے خبر نہیں ملی اخیر وقت میں نماز روزہ کی حالت میں پڑھائی، نماز ہوئی یا نہیں؟ بدعتی حرام بتلا کر عوام کو بہکاتے ہیں کہ تمہاری نماز حرام ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ امام صاحب کے نزدیک چاند کا ثبوت نہیں ہوا تھا ان کو روزہ رکھنا ہی لازم تھا[1]،

---

[1] قال فی الفتح القدیر ثم انما یلزم متاخری الرویة له اذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب حتی لو شهد جماعة ان اهل بلد کذا رأوا هلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وهذا الیوم ثلاثون بحسابهم ولم یر هؤلاء الهلال لا یباح فطر غد ولاتترک التراویح هذه اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهدوا بالرویة، (رسائل ابن عابدین ص: ۱/۲۵۲، الرسالة التاسعة تنبیه الغافل والوسنان علی احکام هلال رمضان، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن ایسی حالت میں عید پڑھانا غلط ہوا، ظاہر یہ ہے کہ مقامی لوگوں نے مجبور کیا ہوگا کہ نماز پڑھاؤ، یہ ان لوگوں کی غلطی تھی ورنہ جب امام نے روزہ رکھا تھا تو وہ از خود نمازِ عید کیوں پڑھاتے انھوں نے تو بدعتیوں کو بھی ایسی حالت میں نمازِ عید سے منع کیا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بطور احتجاج عید کے روز نئے کپڑے نہ پہننا

سوال:-عید الفطر کے موقعہ پر مرادآباد کے ہولناک مسلم کش فساد کے بعد نوجوانوں میں ایک تحریک چلی ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بطور احتجاج واظہار ہمدردی نئے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ دھلے ہوئے کپڑے استعمال کئے جائیں، جبکہ حدیث میں ہے کہ بہتر سے بہتر جو کپڑا تمہارے پاس ہو تو وہ پہنو، اس تحریک میں شرعی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نئے کپڑے عید کے دن پہننا مستحب ہے[1]، واجب نہیں، اگر اس تحریک سے مظالم کا انسداد متوقع ہو تو شرعی قباحت نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/۱۴۰۰ھ

(**گذشتہ کا بقیہ**) فتح القدير ص: ۲/۳۱۴، كتاب الصوم، فصل فی رؤية الهلال، مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگيری ص: ۱/۱۹۹، كتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤية الهلال، مطبوعه كوئٹه)

(**صفحہ ہذا**) [1] وندب ان يغتسل ويستاک ويتطيب ويلبس احسن ثيابه (مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۳۴، باب احكام العيدين، مطبوعه مصری، درمختار مع الشامی زكريا ص: ۳/۴۸، باب العيدين، مطلب يطلق المستحب الخ، مجمع الانهر ص: ۱/۲۵۵، باب صلاة العيدين، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] عن أنسؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انصر اخاک ظالماً أو مظلوماً قال يارسول اللّٰه هذا ننصره مظلوماً فكيف ننصره ظالماً؟ قال تاخذ فوق يديه (بخاری ص ۳۳۱ ج ۱ كتاب المظالم باب أعِن اخاک ظالماً أو مظلوماً (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

عیدگاہ اور قبرستان بستی کی کس جانب میں ہو؟

سوال:- کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ عیدگاہ ہمیشہ آبادی کے مغرب میں ہونا چاہئے اور قبرستان آبادی کے مشرق میں ہونا چاہئے۔

الجواب حامداومصلیاً!

آبادی سے جانب مغرب عیدگاہ ہونا ضروری نہیں، جس جانب بھی موقع ہو بنالی جائے، ان دونوں چیزوں کی یہ پابندی بے اصل ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۸۸ھ

نماز عید نماز جنازہ پر مقدم ہے

سوال:- اگر جنازہ بھی حاضر ہو اور نماز عید کا وقت بھی ہو تو پہلے نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نماز عید اگر نماز عید پہلے پڑھی جائے تو خطبہ نماز جنازہ سے پہلے ہو یا بعد میں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اول نماز عید پڑھی جائے پھر نماز جنازہ پڑھی جائے پھر خطبہ پڑھا جائے۔ سکب[2] الانہر ص ۱۸۷ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ کا بقیہ) رقم الحديث ۲۳۸۰ طبع اشرفی دیوبند) قال الحافظ كفى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن لم يكف بالقول (فتح البارى ص ۳۸۷ ج ۵ باق حوالۂ بالا مطبوعه الباز مكة مكرمة.

(صفحہ ہذا) [1] مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشكوة شريف ص: ۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] ويصلى المغرب ثم الجنازة ثم سنة المغرب ..... وتقدم صلوة العيد ثم هى على الخطبة (سكب الانهر على مجمع الانهر ص: ۱/۲۷۷، قبيل باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدر على الشامى زكريا ص: ۳/۴۶، باب العيدين، مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة عيد وجنازة، هنديه كوئٹه ۱/۱۵۲، الباب السابع عشر فى صلاة العيد)

شب عیدین میں نفل

سوال:- عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے عیدین کی شب میں حضور ﷺ وصحابہؓ سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدین کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے[1]، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ[2] میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گذری ہے جسمیں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اسکی قضا کی، جبکہ آپ مزدلفہ میں تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/ ۶۱ھ

وارد حال مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ پنجاب

عید کے لئے قاضی کا جلوس

سوال:- ایک قاضی گھوڑے پر چڑھ کر اور جلوس بنا کر نمازِ عید کیلئے جاتا ہے، اسکے آگے باجہ بجتا رہتا ہے، پٹاخے چلتے رہتے ہیں، لوگ اللہ اکبر اور قاضی زندہ باد کے نعرے بھی لگاتے ہیں، قاضی لوگوں کو ایسا کرنے سے نہیں روکتا بلکہ خود بھی چاہتا ہے اور خوش ہوتا ہے، کیا شریعت

---

[1] وندب (احیاء لیلتی العیدین) الفطر والاضحی الحدیث (المراقی الفلاح ص ۳۲۵، مطبوعه مصر، فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی، واحیاء اللیالی، اعلاء السنن ص: ۷/۳۵، استحباب قیام لیلتی العیدین، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

[2] ثم دفع حتی اتی المزدلفة فصلی بهاالمغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یسبح بینهما ثم اضطجع حتی طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین له الصبح انما لم یتهجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة مزدلفة الخ. (حجةاللّٰه البالغة ص ۲/۵۹، المطبوعه المصریه السنیه، بیان حجة الوداع)

کی رو سے اس طرح نماز کیلئے جانے کی اجازت ہے؟ قاضی کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟ برائے کرم شرعی فیصلہ صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ شرعاً ناجائز ہے[1]، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/ ۹۱ھ

امام کے لئے کمر پر رومال باندھنا

سوال:- امام عیدین کو عذر ہو یا بلا عذر کمر پر رومال باندھ کر نماز پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی حرکت سے امام کو منع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کمر پر رومال باندھنا فی نفسہ درست ہے لیکن بلا وجہ امامت عیدین کیلئے اس کو ضروری سمجھنا اعتقاداً یا عملاً التزام مالا یلزم ہے جو منع ہے، اصرار کی وجہ سے امر مندوب پر بھی شرعاً کراہت کا حکم جاری ہو جاتا ہے، **الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة اھ سعایہ**[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/ ۴۷ھ

---

[1] واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام (شامی زکریا ص ۹/۵۶۶، باب الإستبراء، مجمع الانهر ص: ۴/۲۲۲، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاوی هندیه ص: ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ)

پٹاخے بھی حرام ہیں اس لئے کہ اس میں دیگر مفاسد کے ساتھ اسراف بھی ہے۔ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ الآية سورۂ اعراف آیت: ۳۱، **ترجمہ:-** اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ (بیان القرآن) **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

عید کے دن زیارت قبور

سوال:- ہمارے گاؤں میں عید کی نماز کے بعد لوگ قبرستان جاتے ہیں وہاں فاتحہ پڑھ کر چلے آتے ہیں تو قبرستان جانا خصوصاً اس دن کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید کا دن مسرت کا ہوتا ہے بسا اوقات مسرت میں لگ کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے اور زیارت قبور سے آخرت یاد آتی ہے اسلئے اگر کوئی شخص عید کے دن زیارت قبور کرے تو مناسب ہے[1]، کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے درست نہیں، نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارت قبور نہ کرے تو اسپر طعن کرنا یا اسکو حقیر سمجھنا درست نہیں، اسکی احتیاط لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عیدین میں جھولی پھرانا اور اس رقم سے امام ومؤذن کی تنخواہ

سوال:- ایک مسجد ہے اسکی آمدنی کا خاص ذریعہ نہیں ہے جس سے اس مسجد کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، **لھذا** مسجد کی جو کمیٹی ہے انہیں اراکین کمیٹی کی اجازت سے عیدین کے

(گذشتہ کا حاشیہ) [2] السعایہ ص ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة منها استحباب الانصراف من احد الجانبین، مطبوعہ لاہور، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۱۴، باب الدعاء فی التشهد، مطبوعہ بمبئی.

[1] عن ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيا وَتُذَكِّرُ الآخِرَةِ. مشکوة شریف ص ۱۵۴، باب زیارة القبور، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] فیه ان من اصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر (مرقاة ص: ۲/۱۴، باب الدعاء فی التشهد، مطبوعہ ممبئی، سعایه ص: ۲/۲۶۵، باب صفة الصلاة ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلاة الفجر الخ، مطبوعہ لاہور)

موقعہ پر صفوں میں مقتدیوں کے سامنے رومال یعنی جھولی پھرائی جاتی ہے، جتنا جس سے ہوتا ہے لوگ اس میں پیسہ ڈالتے ہیں پیسہ دینے والوں میں جائز کاروبار والے اور ناجائز کاروبار والے سب لوگ ہوتے ہیں، وہ پیسہ اکٹھا کر کے بصورت مدد کے مسجد کے امام اور مؤذن اور خادم کو دیا جاتا ہے تو کیا امام اور مؤذن اور خادم وغیرہ کی مدد کیلئے اراکین کمیٹی کی اجازت سے عیدین کے موقع پر صفوں کے سامنے جھولی پھرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ چندہ کرنے والے نمازیوں کی گردنوں پر پھلاند کر نہ گذریں تو اس طرح نماز عید سے قبل چندہ کرنا درست ہے جس سے امام اور مؤذن کی تنخواہ ادا کی جاسکتی ہے[1]، عمدہ صورت یہ ہے کہ باحیثیت آدمی مستقل تنخواہ کا انتظام کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نماز عید سے پہلے الصلوٰۃ عیدالفطر وغیرہ کہنا

سوال:-عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالاضحیٰ ایسے ہی عیدالفطر کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالفطر یا اس قسم کے الفاظ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بقرعید یا عیدالفطر کی نماز سے قبل الصلوٰۃ عیدالاضحیٰ یا الصلوٰۃ عیدالفطر کی ندا کی کوئی اصل

---

[1] المختار ان السائل اذا کان لایمر بین یدی المصلی ولا یتخطی رقاب الناس ولا یسأل الناس الحافاً ویسأل لامر لابد منه لا بأس بالسوال والاعطاء (الهندیة ص:۱۴۸/۱، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، مطبوعه کوئٹه، فتاوی بزازیه علی هامش الهندیة مسمی بالوجیز ص:۷۶/۴، کتاب الصلاة، الثالث والعشرون فی الجمعة، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص:۴۲/۳، باب الجمعة، مطلب فی الصلاة علی سوال المسجد)

نہیں، عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، البحرالرائق باب صلوٰۃ الکسوف کے شروع میں ہے، ومناسبته للعيد هوان كلاًّ منهما يؤدى بالجماعة نهاراً بغير اذان ولا اقامة بحر ص ۱۶۶ ج ۲۔[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۸ھ

نماز عید کے لئے ''الصلوٰۃ'' کہہ کر بلانا

سوال: -صلوٰۃ عیدین میں صلوٰۃ پکارنا بدعت حسنہ ہے یا سنیہ یہ پکارنا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں پکارنا چاہئے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذی قعدہ ۶۷ھ

عید کے لئے اذان نہیں

سوال: -عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے قبل کیا اذان نہیں ہوتی، نہیں ہوتی تو کیا پڑھا جاتا ہے جواب میں لکھدیجئے گا؟

---

[1] البحرالرائق ص ۱۶۶/۲، باب **صلاة** الكسوف، مطبوعه پاكستان، طحطاوى على المراقى ص: ۴۴۶، باب صلاة الكسوف، مطبوعه مصر، شامى زكريا ص: ۶۶/۳، باب الكسوف.

[2] وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعيدين اذان ولا اقامة (تاتارخانيه كراچى ص ۵۲۲/۱، الاذان، نوع آخر فى بيان الصلوات التى لها اذان الخ، محيط برهانى ص۹۶/۲، الفصل الثانى فى الفرائض، نوع آخر فى بيان الصلات التى لها اذان الخ، مطبوعه مجلس علمى گجرات، هنديه كوئٹه ص۵۳/۱، الباب الثانى فى الاذان)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس موقع پر اذان مشروع نہیں (فلایؤذن لعید اھ مراقی الفلاح[1]) اور بھی کوئی چیز اذان کے قائم مقام نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عیدین میں جلوس ودف

سوال:۔بعض جگہ عیدین کے موقع پر یہ کیا جاتا ہے کہ وہاں کے نوجوان مرد ولڑکے جلوس کی شکل میں نکل کر خوشیاں مناتے ہیں اوران کے ساتھ ڈھول وغیرہ تو نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ دف بجاتے ہیں جس کی ایک طرف چمڑہ ہوتا ہے آیا اس موقع پر جلوس میں اس قسم کا دف بجانا، یا اور کوئی ڈھول وغیرہ بجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دف ڈھول وغیرہ ناجائز ہے۔ (سکب[3] الانہر ص۵۵۳ ج۱) دف کی اجازت بغرض

---

[1] مراقی الفلاح ص ۳۰، مطبوعہ مصر، باب الاذان، محیط برھانی ص:۲/۹۶، کتاب الصلوات، الاذان، نوع آخر، مجلس علمی گجرات، تاتارخانیہ ص:۱/۵۲۲، الاذان، نوع آخر فی بیان الصلوات التی لھا اذان الخ، مطبوعہ کراچی.

[2] اخبرنی جابر بن عبداللہ الانصاری ان لا اذان للصلوۃ یوم الفطر حین یخرج الام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیء لانداء یومئذ ولااقامۃ (مسلم شریف ص:۱/۲۹۰، کتاب العیدین، فصل فی الصلاۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ، مکتبہ بلال دیوبند)

[3] وعن الحسن لابأس بالدف فی العرس یشتھر وفی السراجیۃ ھذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولایضرب علیٰ ھیئۃ التطرب وفی التحفۃ أنہ حرام عنداکثر المشائخ وماورد من ضرب الدف فی العرس فکنایۃ عن الاعلان الخ. سکب الانھر ص ۴/۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع.

اعلان نکاح شریعت نے دی ہے[۱]، عید کے روز اجازت نہیں دی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲/ربیع الآخر ۵۸ھ

صلوۃ کے بغیر عید کی نماز

سوال: - کیا بغیر صلوۃ کہے عیدین کی نماز نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر ایسا کہے بلاشبہ نماز درست ہوجائیگی اس رواج کو ترک کردینا چاہئے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] (قولہ ویندب اعلانہ) ای اظہارہ والضمیر راجع الی النکاح بمعنی العقد لحدیث الترمذی "اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۴/۶۶، کتاب النکاح، مطلب کثیرا ما یتساھل فی اطلاق المستحب علی السنۃ. فتح القدیر ص: ۳/۲۰۰، کتاب النکاح، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[۲] ظاھر ما افادہ الشیخ قدس سرہ ھھنا تفرد الامام الشافعی بذالک فیما بین الائمۃ الابعۃ وھو الظاھر من مراجعۃ کتب الفروع ..... وعن عطاء قال اخبرنی جابر ان لا اذان یوم الفطر حین یخرج الامام ولابعد ما یخرج الامام ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیء لانداء یومئذ ولا اقامۃ رواہ مسلم. وفی الاوجز قال الشیخ ابن القیم کان النبی ﷺ اذا انتھی الی المصلی اخذ فی الصلاۃ من غیر اذان ولا قول الصلاۃ جامعۃ والسنۃ ان لا یفعل شئی من ذالک اھ وقال الدردیر ولا ینادی الصلاۃ جامعۃ ای لا یسن ولا یندب بل ھو مکروہ او خلاف الاولی وصرح ابن ناجی وابن عمر وغیرھما بانہ بدعۃ وماذکرہ خش من انہ جائز ھھنا غیر صواب وما ذکر من ان الحدیث ورد بذالک فیھا فھو مردود بان الحدیث لم یرد فی العید وانما ورد فی الکسوف وقیاس العید علیہ غیر ظاھر لتکرر العید وشھرتہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عیدگاہ کو اپنا کھیت کہنے والا

سوال:- اگر کوئی مسلمان غصہ میں عیدگاہ کے متعلق یہ کہے ''یہ عیدگاہ میرا ہے اس میں ہل چلاکر فصل پیدا کرونگا یہ میرا کھیت ہے، دیکھنا ہے کون اس میں نماز عید پڑھنے آتا ہے'' تو ایسے آدمی پر شرعاً کونسا فتوی عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز عید کے لئے جو عیدگاہ وقف ہو اس کے متعلق ایسے الفاظ کہنے کا کسی کو حق نہیں جو شخص ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے[1]، اگر وہ واقعتاً وہاں ہل چلاکر کھیتی کرے اور نماز عید نہ پڑھنے دے تو وہ ظالم وغاصب ہے، سخت گنہگار ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) وندورالکسوف (الی قولہ) ولما رأیت فی اللامع النکیر علی قیاس الامام الشافع احتجت الی المراجعة فی کتب الفروع فرأیت الحنابلة انکروا ذالک واکثر الانکار علی ذالک المالکیة فی فروعهم کما تقدم ولم ار التصریح بذالک لا نفیا ولا اثباتا فی فروع الحنفیة الی الاٰن ولعل الله یحدث بعد ذالک امراً، والظاهر من کتب فروعهم ایضاً عدم القول بذالک لانهم کلهم انکروا الاذان والاقامة فی العیدین ولم یتعرضوا لذالک (لامع الدراری ص: ۲/۶۶، ابواب الکسوف، باب النداء بالصلوة جامعة، مکتبه یحیویه سهارنپور، مسلم شریف ص: ۱/۲۹۰، کتاب صلاة العیدین، الفصل الاول، سعد بکڈپو دیوبند، اوجز ص: ۳/۳۳۸، الاذان فی العیدین، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] فاذا تم ولزم لایملّک قوله (لایملک) ای لایکون مملوکا لصاحبه ولا یملّک ای لا یملک التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع الشامی زکریا ص: ۶/۵۳۹، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله الخ بحر کوئٹه ص: ۵/۲۰۵، کتاب الوقف، هندیه ص: ۲/۳۵۲، اول کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه)

[2] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها (سورۂ بقره آیت: ۱۱۴، وعلی الجملة فتعطیل المساجد عن الصلاة واظهار شعائر الاسلام فیها خراب لها (قرطبی ص: ۱/۷۴، الجزء الثانی، سورۂ بقره تحت آیت: ۱۱۴، مطبوعه دارالفکر بیروت) من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین متفق علیه (مشکوة شریف ص: ۲۵۴، باب الغصب والعاریه، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

عیدالاضحیٰ اور عیدالضّحی کے معنی

سوال:- بقرعید کو عیدالضحی وعیدالاضحیٰ دونوں طرح کہنا درست ہے، یا فقط عیدالاضحیٰ ہی؟ اگر دونوں لفظ درست ہیں تو اس کی مناسبت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اضحیٰ قربانی کو کہتے ہیں[1]، ضحیٰ وقت چاشت کو کہتے ہیں[2]، عیدالاضحیٰ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدین کے دن تجارت کا حکم

سوال:- کیا یہ صحیح ہے کہ عیدین کے دن کام کرنا منع ہے، مثلاً بعد نماز تجارت وغیرہ کرنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عید اور بقرعید کو اپنی تجارت وغیرہ کا کام کرنا منع نہیں بلکہ جائز ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/ ۸۹ھ

---

[1] (الاضحاة):- شاة ونحوها يضحى بها فى عيد الاضحى (ج) أضحى (المعجم الوسيط ص:۵۳۵، مطبوعه حسنيه ديوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهيه ص: ۲۰۹/۱، مطبوعه دارالفضيلة مصر، لسان العرب ص: ۴۷۶/۱۴، مطبوعه دارصادر بيروت)

[2] الضحاء ممدود اذا امتد النهار وكرب ان ينتصف (الى قوله) والضحى بالضم واقصر فوقه وبه سميت صلاة الضحىٰ (لسان العرب ص: ۴۷۴-۴۷۵/۱۴، المعجم الوسيط ص: ۳/۱۴، مطبوعه دارعالم الكتب رياض)

[3] كما يستفاد من هذه الآية فإ ذا قضيت الصلوة فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ الآية: ۱۰/ قال القرطبى هذ أمر اباحة إ ذا فرغتم من الصلاة فانتشروا فى الأرض للتجارة والتصرف فى حوائجكم (قرطبى ص ۹/۹۹، سورة الجمعة، مطبوعه دارالفكر بيروت)

غسلِ عید ایسی جگہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی

سوال:- جب کہ عید بقرعید کی نماز دیہات میں جائز نہیں، تو عید کے دن نہانا، دھونا کپڑے بدلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کے لئے یہ مسنون نہیں، کرلیں گے تو مضائقہ بھی نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

تعصب کی بنیاد پر امام کے پیچھے عید نہ پڑھنا

سوال:- عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر جب امام مصلی پر چڑھا تو آدھے آدمیوں نے کہا ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، دوسرے آدھے آدمیوں نے کہا کہ ہم تمہارے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، غرضیکہ دو جماعتیں ہوگئیں، اور دو جگہ نماز ہوئی، تو بتلایئے اس طرح سے نماز ہوگی یا نہیں؟ یا ایسے موقع پر کون سی صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز تو دونوں قسم کے آدمیوں کی ہوگئی[2]، لیکن ایسا طریقہ اختیار کرنا بلا وجہ شرعی محض تعصب

---

[1] وندب ای سن ان یغتسل وتقدم انه للصلاة (المراقی مع الطحطاوی ص ۴۳۳تا۴۳۴ باب العیدین، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامی زکریا ص:۳/۴۸، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب الخ)

[2] تجوز صلاة العید فی مصر فی موضعین (مجمع الانهر ص:۱/۲۵۶، باب صلاة العیدین، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، محیط برهانی ص:۲/۴۸۴، الفصل السادس والعشرون، فی صلاة العیدین، المجلس العلمی گجرات، هندیه ص:۱/۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مطبوعه کوئٹه)

کی بنا پر کسی شخص کی امامت پر اعتراض کر کے علیحدہ علیحدہ جماعت کرنا شرعاً واخلاقاً ہر طرح مذموم اور قابل نفرت حرکت ہے، اس سے پورا پرہیز ضروری ہے[1]، مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپس کے ذاتی اختلافات کو ختم کر کے ایک ایسے شخص کو امام تجویز کر لیں جو صحیح العقیدہ مسائل امامت ونماز سے واقف متبع سنت قرآن کریم صحیح پڑھنے والا ہو[2]، اور سب متفق ہو کر اس کے پیچھے نماز پڑھا کریں تا کہ شیرازہ منتشر نہ ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عیدین کے موقع پر مسجد میں چندہ کرنا

سوال:-عید کے دن عیدگاہ کے اندر بعد نمازِ عصر امام کیلئے چندہ کرتے ہیں محض اسکے نماز پڑھانیکی وجہ سے، کیا یہ چندہ کرنا درست ہے؟ جب کہ وہ امید بھی یہی کرتا ہے کہ مجھے یہ چندہ ضرور ملے گا، نیز مسجد کے اندر کسی قسم کا چندہ کرنا کیسا ہے، خواہ عید ہو یا جمعہ یا عام نماز، نیز جمعہ کے بعد بھی اور پنکھے وغیرہ کیلئے چندہ کرتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟ نیز مدرسہ کے سفیر وغیرہ بھی مسجد میں نماز کے بعد چندہ کا ذکر کرتے ہیں، ایسا کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

---

[1] ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما وان هو احق لا والكراهة عليهم (درمختار مع الشامی زکریا ص:۲/۲۹۸، باب الامامة، طحطاوی مع المراقی ص:۲۴۴، باب الامامة، مطبوعه مصر)

[2] الاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة ثم الاورع (درمختار مع الشامی زکریا ص:۲/۲۹۴، باب الامامة، عالمگیری ص:۱/۸۳، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی، مطبوعه کوئٹه، مراقی مع الطحطاوی ص:۲۴۲، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر)

[3] واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (سرۂ آل عمران آیت:۱۰۳) فان الله تعالیٰ يأمر بالألفة وينهى عن الفرقة فان الفرقة هلكة والجماعة نجاة (قرطبی ص:۲/۱۵۱، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سال بھر بھی نماز پڑھاتے ہیں تو عید کے موقع پر ان کو چندہ کر کے دیدینا بھی درست ہے اور اس مقصد کیلئے عیدگاہ میں چندہ کرنا بھی درست ہے، مگر خطبہ کے وقت چندہ نہ کیا جائے، خطبہ کا سننا واجب ہے اس میں خلل نہ آئے[1]، مسجد میں مسجد و مدرسہ یا اور دینی ضرورت کیلئے چندہ درست ہے لیکن کسی کی نماز میں تشویش نہ ہو اس کا لحاظ ضروری ہے، نیز شور و شغب سے پرہیز لازم ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۱ھ

---

[1] استماع الخطبة من اولها إلى آخرها واجب وإن كان فيها ذكر الولاة وهو الاصح وكذا استماع سائر الخطب (طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۴۲۴، باب الجمعة، النهر الفائق ص: ۳۶۴/۱، باب صلاة الجمعة، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص: ۱۵۶/۲، باب صلاة الجمعة)

[2] المختار أن السائل إن كان لايمر بين يدى المصلى ولايتخطى الرقاب ولايسال الحافاً بل لامر لابدمنه فلابأس بالسوال والاعطاء (شامی کراچی ص: ۱۶۴/ج۲، باب الجمعة، مطلب فی الصدقة علی سوال المسجد، حلبی کبیر ص: ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، طبع لاهور، فتاوی بزازیه کوئٹه ص: ۷۶/۴، الثالث والعشرون فی الجمعة، نوع اقتدیٰ بالامام ناویا صلاته علی ظن أنه فی الجمعة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

نماز استسقاء

صلوٰۃِ استسقاء کی شرط

سوال:- مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے قریب ہی موضع بیناپارہ واقع ہے، وہاں لوگوں نے نمازِ استسقاء ادا کی، مولانا بدرالدین اصلاحی نے نماز پڑھائی اور جامعہ فاروقیہ میں دعا خوانی کی گئی نماز ادا نہیں کی گئی بلکہ مولانا محمد یٰسین قاسمی مہتمم جامعہ ہذا و مولانا مظفر علی قاسمی جو کہ قریب ۳۰ رسال سے مدرسہ میں عربی کی تعلیم دے رہے ہیں، انھوں نے اعلان کیا کہ استسقاء کی نماز ادا نہیں کی جائے گی صرف دعا خوانی ہوگی، اس لئے کہ شرائط نہیں پائے جاتے ہیں اور فضا کا اس وقت یہ عالم تھا کہ بادل خوب گھرا ہوا تھا مگر بارش ایک قطرہ نہیں ہوئی، بلکہ دھوپ سے مکئی وغیرہ سوکھ رہی تھی اور جو شرطیں مالا بدمنہ میں ذکر ہیں وہ بھی نہیں پائی جاتی تھیں، جیسا کہ مالا بدمنہ ص ۸، میں ہے ''واز شرط استسقاء آنست کہ در شدت ضرورت باشد یعنی بقدرِ کف دست ابر در آسمان نباشد۔

برائے آب نوشی خود شان و مواشی ایشاں نباشد واگر باشد کافی نبود والا جائز نیست عالمگیریہ ایضا''

حالانکہ اسوقت پانی وغیرہ کی کھانے پینے میں بہت فراوانی تھی اور آسمان ابرآلود بھی بہت تھا تو بھی نماز ادا کی، مفتیان دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فتویٰ دیکر ممنوع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب پانی کی قلت کی وجہ سے آدمیوں، جانوروں کھیتوں کی ضرورت پوری نہ ہوتی ہوتو استسقاء درست اور ثابت ہے[۱]۔ اس کیلئے دعا بھی ثابت ہے اور نماز بھی[۲]۔ کسی اختلاف اور نزاع کی ضرورت نہیں، آپس کے نزاعات کو ایسے وقت میں سامنے لاکر انتشار پھیلانے سے توجہ الی اللہ نہیں ہوتی توجہ الی الناس ہی رہتی ہے، احادیث میں موجود ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے خطبہ کے وقت کسی نے آکر پانی کی قلت کی شکایت کی جب ہی دعا فرمائی حالانکہ آسمان پر بالکل بادل نہیں تھا، مگر فوراً بارش شروع ہوگئی، ہفتہ تک بارش رہی[۳]، حاشیہ مالابدمنہ[۴] سے جو بادل ہونے کی شرط کو لکھا گیا ہے وہ شرط فتاویٰ عالمگیری میں مجھے نہیں ملی[۵]، جس وقت دعا کی گئی اس

---

۲ بل هی ای الجماعة جائز، لامکروهة (الی قوله) ویستسقون بالضعفة ای للدعاو والناس یومنون علی دعائهم لان دعاء هم اقرب للاجابة شامی زکریا ص ۷۰/تا۷۲/۳، باب الاستسقاء.

۳ عن انس قال اصاب اهل المدینة قحط علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فبینماهو یخطبنا یوم جمعة اذ قال رجل فقال یارسول الله هلک الکراع هلک الشاء فادع الله ان یسقینا فمدیده ودعا قال انسؓ وان السماء لمثل الزجاجة فهاجت ریح ثم انشأت سحابة ثم اجتمعت ثم ارسلت السماء عزالیها فخرجنا نخوض الماء حتی اتینا منازلنافلم یزل المطر الی الجمعة الأخریٰ الخ. (ابوداؤد شریف ص ۱۶۶/۱، باب رفع الیدین فی الاستسقاء. کتاب الصلوٰة طبع سعد بکڈپو دیوبند)

۴ مالابدمنه ص:۷۳، کتاب الصلوة، طلب باران حاشیه: ۱، مطبوعه کراچی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقت کا حال راوی نے بیان کیا اور سرعتِ اجابت دعا کے ذیل میں ہے کہ بادل موجود نہ ہونے کے باوجود فوراً بارش شروع ہوگئی نہ یہ کہ استسقاء کے لئے شرط ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/ ۹۳ھ

نماز استسقاء کے شرائط

سوال:- اکثر ضلعوں میں بارش ہے لیکن کچھ ضلعے ایسے ہیں جہاں بارش نہیں ہے مثلاً جیسے ضلع رہتک یا اس کے اردگرد بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو عجیب پریشانی ہے اور مویشیوں کی حالت تو قابل عبرت ہے، سننے میں آیا ہے کہ ہزار ہا مویشی زمین چاٹ چاٹ کر مر گئے کیونکہ پچھلے سال بھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ پیداوار زیادہ نہ تھی اور اس سال بھی بارش نہیں ہوئی جسکی وجہ سے یہاں تک نوبت پہونچی کہ قحط کی صورت ہوگئی ایسی حالت میں نماز استسقاء کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جب تک شرائط نہ پائی جائیں نماز استسقاء جائز نہیں اور ''مالا بدمنہ'' فارسی کی عبارت پیش کرتا ہے مالا بدمنہ مطبع مجیدی غالباً ص ۱۲ کے حاشیہ پر یہ عبارت موجود ہے جو نقل کی جاتی ہے، وھو ہٰذا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵ عالمگیری کی ایک عبارت میں بادل کی شرط کے علاوہ تقریباً تمام باتیں مذکور ہیں، انما یکون الاستسقاء فی موضع لا یکون لهم او دیة ولا انها رواٰبا ریشربون منها ویسقون مواشیهم او زروعهم او یکون لهم ولا یکفیهم ذالک فاما اذا کانت لهم اودیة وآبار وانها فان الناس لا یخرجون الی الاستسقاء لانها انما تکون عند شدة الضرورة والحاجة (عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۵۴/۱، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء)

(صفحہ ہٰذا) ۱ عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعة (الی قوله) ولا واللہ مانری فی السماء من سحاب ولا قزعة ومابیننا وبین سلع من بیت ولا دار قال فطلعت من ورائه سحابة مثل الترس فلما توسطت انتشرت ثم امطرت (بخاری شریف ص: ۱۳۸/۱، باب الاستسقاء فی خطبة الجمعة، غیر مستقل القبلة، مکتبه اشرفی دیوبند)

''واز شروطِ استسقاء آنست کہ در شدت ضرورت باشد یعنی بقدر کفِ دست ابر در آسمان نباشد و مستسقیاں را دریاہا وانہار و چاہہائے برائے آب نوشی خود شاں و مواشی ایشاں نباشد و اگر باشد کافی نبود والا جائز نیست''

وعالمگیری وغیرہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہریں دریا کنویں نہ ہوں یا ہوں تو پانی کفایت نہ کرتا ہو تب نماز جائز ہے ورنہ نہیں، اب قابل استفسار یہ امر ہے کہ سخت ضرورت میں بشرط عدم جملہ شرائط مثلاً ابر بھی کچھ ہو، دریاؤں میں نہروں میں پانی بھی ہو لیکن مویشیوں کو پوری خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کنوؤں میں سے پانی چاہے نہ نکال سکتے ہوں تو ایسی صورت میں نماز استسقاء جائز ہے یا نہیں اگر ان مذکورہ شرائط کے ساتھ ہی جائز ہو تو احقر کو شبہ ہوتا ہے کہ تقریباً دس گیارہ سال ہوئے احقر نے سہارن پور میں نماز استسقاء پڑھی اور غالباً حضرت حافظ صاحب ناظم مدرسہ نے پڑھائی تھی، اس وقت کنوؤں میں دریاؤں میں نہروں میں پانی نہ ہو یا ہو تو شاید ابر نہ ہو (اعتراضاً تحریر نہیں کیا گیا) بلکہ غرض اس واقعۂ گذشتہ سے یہ ہے کہ احقر کا خیال اور حافظہ میں اس وقت ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں تھی، سوائے اسکے کہ جس طرح اس وقت بارش نہیں ہوتی اس وقت بھی بارش نہ ہوتی تھی یا اگر کوئی سبب ہوگا تو یاد نہیں، شاید احقر کے حافظہ نے غلطی کی ہو، غرض مفصل تحریر کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب بارش نہ ہو اور نہریں کنویں وغیرہ بھی نہ ہوں یا کنویں وغیرہ ہوں مگر ان میں پانی بالکل نہ ہو یا پانی ہو مگر بقدر حاجت نہ ہو یعنی خود پینے کیلئے جانوروں کو پلانے کیلئے کھیتی کرنے کیلئے کافی نہ ہو، تو اس وقت استسقاء مشروع ہے اور جب پانی بقدر کفایت موجود ہو تو مشروع نہیں، وشرعاً طلب انزال المطر بکیفیة مخصوصة عندشدة الحاجة بان یحبس المطر ولم یکن لهم اودیة واٰبار وانهار یشربون منها ویسقون مواشیهم وزرعهم اوکان ذٰلک الاانه لایکفی فاذا کان کافیاً لایستسقی کما فی المحیط

قهستانی اھ ردالمحتار[1] ص ۸۸۳ ج ۱۔

جب رہتک میں یہ حالت ہے تو شرعاً وہاں صلوٰۃ استسقاء درست ہے کیوں کہ پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے جب جانور زمین چاٹ چاٹ کر مر رہے ہیں تو اس قدر حاجت کافی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۶/۵۸ھ

الجواب صواب: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صلوٰۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں

سوال:-موسم بارش عام طور پر ۱۷/جون کو شروع ہوتا ہے لیکن یہاں پر ایک ماہ سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے اور اب تک بارش کا نام ونشان نہیں ہے اور اس وجہ سے پہلی فصل میں محنتیں مشقتیں کی جاتی ہیں۔یعنی کھیت میں بیج وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے وہ ابھی تک نہیں ڈالے گئے لہٰذا اسی بناء پر تمام افراد پریشان ہیں اور اس اثناء میں یہ سوالات پیش آئے ہیں جن کے جوابات آپ سے مطلوب ہیں۔

(۱) بارش طلب کرنے کیلئے نماز استسقاء باجماعت پانچ روز متواتر ادا کرتے ہیں اس میں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس طرح عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں اور نماز استسقاء تین دن سے زائد ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین روز سے زائد نماز استسقاء منقول وثابت نہیں۔ویخر جون ثلثة ایام متابعات

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۶۶/۱، شامی زکریا ص ۳/۷۰، شامی کراچی ص ۲/۱۸۴، باب الاستسقاء، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۱۲۰، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء. حلبی کبیر ص:۴۲۷، تتمات من النوافل، مطبوعه لاهور.

فقط لانه لم ینقل اکثر منها[1] اھ مجمع الانهر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/ ۹۱ھ

کیا صلوٰۃ استسقاء کیلئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہو

سوال: -نماز استسقاء کی شرائط کیا کیا ہیں آیا آسمان پر بادل کا ہونا ضروری ہے یا نہیں کیا بادل ہونے کی صورت میں نماز استسقاء ادا کریں بادل ہو یا نہ ہو ان دونوں صورتوں میں نماز ادا کرنا کیسا ہے لیکن یہاں جو مسئلہ پیش آیا ہے وہ بادل نہیں کہرا آسمان پر چھایا ہوا تھا اس صورت میں نماز ادا کرنے کو شہر سے باہر گئے آیا اس طرح عمل درست ہوا یا نہیں کیا بادل کا ہونا شرط ہے یا بادل ہو یا نہ ہو اس صورت میں نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بادل ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں بلکہ حاجت پر مدار ہے، **وھو مسنون عند الحاجة الیه فی موضع لایکون لاھلہٖ اودیة وانھا روآبار یشربون منھا ویسقون مواشیھم وزروعھم او کان لھم ذالک لکن لایکفیھم فان کان کافیاً لایستسقون** اھ (طحطاوی[2] ص ۴۵۰)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مجمع الانهر ص:۲۰۷/تا۲۰۸/۲، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص: ۱۲۰/۲، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء درمختار مع الشامی زکریا ص: ۷۲/۳، باب الاستسقاء.

[2] طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۴۵۰، باب الاستسقاء، شامی زکریا ص: ۷۰/۳، باب الاستسقاء، عالمگیری ص: ۱۵۴/۱، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء، مطبوعه کوئٹه.

صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگربتی وغیرہ ساتھ لیجانا

سوال:-نماز استسقاء کو جاتے وقت راستہ سے تمام افراد میں چند افراد بآواز بلند مناجات اور نعت اور اگربتیاں سلگا کر ساتھ لے گئے بہرحال اس طرح سے عمل پیش آرہا ہے کیا یہ عمل شریعت کے موافق ہے یا نہیں صحیح عمل کونسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ غلط اختیار کیا گیا نماز استسقاء کیلئے پرانے کپڑے پیوند لگے ہوئے پہن کر خشوع وخضوع کے ساتھ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی سے نظریں نیچی کر کے جانا چاہئے، **ثم یخرجون فی ثیاب خلقة او مرقعة خاشعین ناکسی رؤسهم اھ سکب الانهر**[1] ص: ۱/۱۴۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/ ۹۱ھ

نماز استسقاء کے بعد دعاء ترنم سے

سوال:-نماز استسقاء وخطبہ ایک ہی شخص نے پڑھایا ہے اور دوسرا شخص نماز وخطبہ ہوجانے کے بعد بیٹھ کر ترنم میں بآواز بلند دعاء کی گئی سامعین کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی گا رہا ہے بہرحال دعا میں جس طرح آہ وزاری وانکساری ہونا چاہئے ویسا نہیں ہو رہا تھا بہرحال اس طرح دعا مانگنا ٹھیک ہے یا نہیں صحیح صحیح عمل بتائیں کہ کس طرح کیا جاوے؟

---

[1] (سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۱/۲۰۸، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. عالمگیری کوئٹه ص: ۱/۱۵۴، الباب التاسع عشر فی الاستسقاء، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۷۲، باب الاستسقاء.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کام بھی غلط ہوا دعاء میں عاجزی چاہئے گا نا نہیں[۱]، چاہئے جو امام نماز پڑھائے وہی دعا کرائے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۶/۴/ ۹۱ھ

نمازاستسقاء کے بعد کھانا کھلانا

سوال:- بارش کے ضمن میں یہ معاملہ پیش آیا کہ چند افراد سے چندہ وصول کر کے گاؤں کے تمام بچوں کو کھانا پکڑ کر کھلوایا اور اس کے بعد دن میں گیارہ بجے بڑے بوڑھوں کو کھلوایا تو یہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غرباء کو صدقہ کر دینا مستحب ہے[۳]، وہ بھی جہاں تک ہو سکے اخفاء کے ساتھ افضل ہے اس

---

[۱] فلیقتصر الداعی علی المأثور من الدعوات بلسان التضرع والخشوع والرهبة من غیر سبح ولا تکلف فالتضرع فی السوال هو المحبوب عندالله تعالیٰ (اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص ۵/۳۸، آداب الدعا)

[۲] یقوم الإمام مستقبل القبلة حالة دعائه رافعا یدیه (الی قوله) والناس قعود مستقبلین القبلة یؤمنون علی دعائه مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۴۵۳، باب الإستسقاء، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص: ۳/۷۰، باب الاستسقاء، تاتارخانیه کراچی ص: ۲/۱۱۹، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء)

[۳] ویستحب للإمام ان یأمر الناس بصیام ثلاثة ایام. (الی قوله) والصدقة (سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۰۸، قبیل باب ادراک الفریضة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص: ۳/۷۲، باب الاستسقاء، تاتارخانیه ص: ۲/۱۲۰، الفصل الثلاثون فی الاستسقاء، مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

میں اپنی شان وشوکت کا اظہار خدائے پاک کو ناپسند ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/ ۹۱ھ

بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء

سوال:- (۱) استسقاء کی نماز پڑھنے گئے تھے، وہاں زید نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ نماز پڑھو۔ جو لوگ بغیر طہارت اور بغیر وضو کے تھے، ان لوگوں نے انکار کیا اس پر زید نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے بندو! اللہ دل کا حال جانتا ہے اس کے بعد اس کے کہنے پر بغیر طہارت وضو کے نماز پڑھی۔

(۲) صلوٰۃ استسقاء کیلئے جب کہ پانی ایک فرلانگ پر موجود ہے، تو تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک امام نامرد ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بغیر وضو اور بغیر طہارت کے نماز استسقاء بھی جائز نہیں گناہ ہے[۲]۔

---

[۱] وما انفقتم من نفقة فنعما هي وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خيرلكم. اى فالاخفاء خيرلكم من الإبداء وخيرلكم من جملة الخيور. والأول هوالذى دلت الآثار والاحاديث فى افضلية الإخفاء اكثر من أن تحصى (روح المعانى ص ۴۳/تا ۴۴/۳، مطبوعه مصطفائيه، سورۂ بقره تحت آيت: ۲۷۱)

[۲] يجب على المصلى ان يقدم الطهارة من الاحداث والانجاس (هدايه ص ۹۲ ج ۱ باب شروط الصلاة، مجمع الانهر ص: ۱۱۹/۱، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقى مع الطحطاوى ص: ۱۶۷، باب شروط الصلوة، مطبوعه مصر)

(۲) اگر یہ اندیشہ ہے کہ وضو کر کے آ کر نماز نہیں ملے گی تو تیمّم کی اجازت ہے[۱]۔

(۳) درست ہے لیکن مرد افضل ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تم الجزء الثانی عشر

بحمد اللّٰہ واحسانہ تعالیٰ

ویلیہ الجزء الثالث عشر اولہ کتاب الجنائز

انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا وحبیبنا

محمدواٰلہ

وصحبہ وبارک وسلم تسیلماً کثیراً کثیرا ابداً دائما

برحمتک یا ارحم الراحمین آمین یا رب العالمین

العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہ

جامعہ ھٰذا

---

[۱] والاصل ان کل موضع یفوت فیہ الاداء لا الی خلف فانہ یجوز لہ التیمم ومایفوت الی خلف لایجوز لہ التیمم (عالمگیری ص: ۱/۳۱، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات، مطبوعہ کوئٹہ، الجوھرۃ النیرۃ ص: ۱/۲۲، باب التیمم، مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

[۲] تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج الی قولہ ومجبوب وحاقن: فالاقتداء بغیرہ اولیٰ شامی زکریا ص ۲/۳۰۲، شامی کراچی ۵۶۲ ج ۱، مطلب فی امامۃ الامرد. باب الامامۃ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

موت ومیت کے احوال

موت فجَائۃ

سوال: - ہارٹ فیل ہوجانا کیا بری موت کی علامت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اچانک موت سے پناہ مانگی گئی ہے[1]۔ کیونکہ اس سے اکثر ادائے حقوق، توبہ، معافی وغیرہ کا موقع نہیں ملتا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] استعاذ من سبع موتات موت الفجأة. جمع الفوائد ص: ۵۶-۵۷، ج: ۳، کتاب الجنائز، باب فی من یستعاذ منه من للموتات. وباب فی موت الفجاء ة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] فمعنی الکلام موت الفجاء ة اثر غضبه تعالیٰ حیث لم یترکه للتوبة وزاد الآخره ولم یمرضه لیکفر ذنوبه ولذالک تعوذ صلی اللہ علیه وسلم من موت الفجاء ة (بذل المجهود ص ۱۸۲/۴، کتاب الجنائز، باب موت الفجاء ة، مطبوعه سهارنپور) وموت الفجاء ة راحة للمؤمن ای المتأهب للموت المراقب له فهو غیره مکروه فی حقه بخلاف من هو علی غیر استعداد منه ..... واخذة اسف ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روح نکلنے کے بعد میت کے پیر قبلہ کی طرف کرنا

سوال:- کسی مسلمان کی روح نکلنے کے بعد اس کو کس سمت رکھا جائے؟ ہمارے یہاں عام رواج یہ ہے کہ روح نکلنے کے بعد اس کے پیر کو قبلہ رخ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے، جب کہ زندگی میں قبلہ کی جانب پیر پھیلا کر سونے یا بیٹھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

روح جسم سے نکل جانے کے بعد میت کے پیر کو قبلہ کی طرف کر دینے کا رواج شرعاً بے اصل اور غلط ہے، ہاں موت سے پہلے جب موت کے آثار شروع ہو جائیں تو اس وقت اس کا سر شمال کی طرف اور پیر جنوب کی طرف رُخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، یہی افضل اور سنت طریقہ ہے، اگر چہ کسی مصلحت کی خاطر کوئی دوسری صورت بھی درست ہے: "ویسن توجیه المحتضر ای من قرب من الموت علٰی یمینهٖ لانه السنة وجاز الاستلقاء علٰی ظهره لانهٗ ایسر لمعالجته ولکن ترفع راسه قلیلاً لیصیر وجهه الی القبلة دُون السَّماء." (مراقی الفلاح[1] ص:۳۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....من لا یعافص من توبة واستغفار وقضاء حق وغیر ذلک، (فیض القدیر ص ۶/۲۴۶، تحت رقم الحدیث: ۹۱۲۰، مطبوعه دارالفکر بیروت)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۴۵۸، باب احکام الجنائز، مطبوعه مصر، عالمگیری کوئٹه ص۱/۱۵۷، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، مجمع الانهر ص۱/۲۶۳، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا

سوال:- ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جانا کس لئے ہے اور کیا مرنا اختیاری فعل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں میت کی طرف سے کسی بات کا علم

سوال:- خواب کے ذریعہ مرحومین کی طرف سے کوئی بات معلوم ہوجائے تو کیا ہم یقین کرسکتے ہیں کہ یہ بات ان کے دل کی ہے، جو کہ اللہ نے ہمیں اس خواب کے ذریعہ سے معلوم کرائی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حجتِ قطعیہ نہیں[2]، بعض دفعہ یقینی بات معلوم ہوتی ہے، بعض دفعہ نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۲ھ

---

[1] وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر الآیة سورۂ لقمان آیت: ۳۴،

ترجمہ:- اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ (از بیان القرآن)

[2] الرویا لاتثبت الاحکام، بذل المجهود ص: ۲۹۶، ج: ۵، کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح،

[3] لقی عمر علیا رضی اللہ تعالیٰ عنهما فقال یا اباالحسن الرجل یری الرؤیا فمنها ما یصدق منها مایکذب (عمدة القاری ص ۱۲۶/۱۲، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کافر کے مرنے کی خبر پر کیا پڑھے؟

سوال: -لوگوں میں مشہور ہے کہ جب کسی کافر کے مرنے کی خبر سنے یا لاش لیجاتے ہوئے دیکھے تو: ''فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیهَا اَبَداً'' پڑھنا چاہئے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

غیر مسلم میت کی خبر سننے پر کیا پڑھے

سوال: -غیر مسلم کی میت کی خبر سن کر یا میت دیکھ کر کوئی مسلمان اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الجزء الرابع والعشرون كتاب التعبير، باب اول مابدئ به الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت) والصحيح ما عليه اهل السنة ان الله يخلق فى قلب النائم اعتقادات كما يخلقها فى قلب اليقضان فاذا خلقها فكأنه جعلها علما على امور اخرى يخلقها فى ثانى الحال ومهما وقع منها على خلاف المعتقد فهو كما يقع لليقضان ونظيره ان الله خلق الغيم علامة على المطر وقد يتخلف، (فتح البارى ص ۳۷۵/۱۴، كتاب التعبير، الباب الاول، مطبوعه دارالفكر بيروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الذين اذاأصابتهم مصيبة قالو انالله واناليه راجعون،وفى قوله انا لله اقرار بالعبودية والملك وفى قوله "وانا اليه راجعون ،اقرار بالفناء والبعث من القبور ، واليقين بأن مرجع الأمر كله لله تعالىٰ ،تفسير المراعى ، ج ۱/ص ۲۴-۲۵/جزء ثانى، سوره بقره آيت، ۱۵۶/ مطبوعه المكتبة التجارية، الجواهر الحسان ، ج ۱/ص ۱۲۸/ سورۂ بقره آيت ۱۵۶/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

پڑھتا ہے درست ہے یا نہیں؟ یا اور کوئی کلمہ پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بھی میت کی خبر ملے یا کوئی بھی میت سامنے ملے مسلم ہو یا غیر مسلم اس کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرنا چاہئے، جس کے بہتر الفاظ یہ ہیں، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رمضان میں جمعہ کے روز مرنے والے سے سوال نہیں

سوال:۔ اگر رمضان شریف میں جمعہ کے دن انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انشاء اللہ تعالیٰ اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا، یہی توقع ہے بلکہ اس سے زائد ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الذین اذا أصابتهم مصيبة قالو انا للّٰه و انا اليه راجعون، وفی قوله انا للّٰه اقرار بالعبودية والملک وفی قوله "وانا اليه راجعون، اقرار بالفناء والبعث من القبور، واليقين بأن مرجع الأمر كله لله تعالىٰ، تفسير المراعی، ج ۱/ص ۲۴-۲۵/ جزء ثانی، سوره بقره آیت، ۱۵۶/ مطبوعه المكتبة التجارية، الجواهر الحسان، ج ۱/ص ۱۲۸/ سورۂ بقره آیت ۱۵۶/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مامن مسلم يموت يوم الجمعة الا وقاه اللّٰه فتنة القبر، ترمذی شريف، ج ۱/ص ۲۰۵/ ابواب الجنائز، باب ماجاء فيمن يموت، يوم الجمعة، مطبوعه اشرفی ديوبند، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال

سوال: ۔اگر کسی کا انتقال جمع کے دن ہوجائے تو اس سے قبر میں سوال جواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انشاء اللہ تعالیٰ اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۱۳۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... ''التذکرة فی احوال الموتی وأمور الاخرة لمحمد من احمد بن ابی بکر فرج الانصاری القرطبی ج ۱/ص ۱۲۳-۱۲۴/ باب ماینجی المؤمن أحوال القبر وفتنة وعذابه الخامس وباب منه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.(وفی روایة) عذاب القبر یرفع عن الموتیٰ فی شهر رمضان، رواه البیهقی، بحواله مرنے کے بعد کیا ہوگا، ص ۴۶/ تحت عنوان ،رمضان میں مرنے والا، مطبوعه فانی بکڈپو مٹیامحل جامع مسجد دهلی، (وفی روایة) من وافق موته عندالقضاء رمضان دخل الجنةالحدیث ،التذکرة فی احوال وامورالاخرة ج ۱/ ص ۱۲۴/ باب ماینجی المؤمن الخ باب منه.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عن عبداللّٰه بن عمر وقال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مامن مسلم یموت یوم الجمعة أو لیلة الجمعة الاوقاه اللّٰه ،فتنة القبر ،ترمذی شریف، ج ۱/ص ۲۰۵/ ابواب الجنائز، باب ماجائز فیمن یموت یوم الجمعة ، مطبوعه اشرفی دیوبند .

''من مات یوم الجمعة وقی عذاب القبر، اخرجه الهیثمی فی مجمع الزوائد ، ج۳/ص ۵۸/ فی الجنائز فی باب فیمن مات یوم الجمعة عن ابی یعلی، رقم الحدیث، ص ۳۸۹۱/''مطبوعه دارالفکر بیروت.

رمضان میں میت کو عذاب قبر نہ ہونا

سوال:۔(۱) جس مسلمان کا انتقال رمضان کے اندر ہو جائے خواہ وہ کسی مقصد میں ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) جن لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے کیا رمضان میں بند ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

انشاء اللہ اس کے ساتھ سہولت کا معاملہ کیا جائے گا[۱]۔

(۲) امید یہی ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

قبر میں میت کے لئے حیات ہے یا نہیں

سوال:۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر

---

[۱] ان عذاب القبر یرفع عن الموتیٰ فی شهر رمضان الحدیث، وترجمته علی ان فی شهر رمضان متعلق بیرفع وفیه احتمال آخر ان یکون متعلقا بالموت فیکون المعنیٰ ان الذین یموتون فی شهر رمضان لایعذبون بیهقی بسند ضعیف(بحوالہ مرنے کے بعد کیا ہوگا، ص ۴۶) طبع فانی بکڈپو دهلی، من وافق موته عند القضاء رمضان دخل الجنة الحدیث الخ، التذکرة فی احوال الموتی ج ۱/ ص ۱۲۴/ باب ماینجیٰ المومن من اهوال القبر الخ، باب منه مطبوعه دارالکتب العلمیة ،بیروت.

[۲] عذاب القبر حق سوال منکر ونکیر حق وضغطة القبر حق لکن ان کان کافراً فعذابه یدوم الی یوم القیامة ویرفع عنه یوم الجمعة وشهر رمضان،شامی زکریا ، ج۳/ص ۴۴/ مطلب ماختص به یوم الجمعة قبل باب العیدین، شرح فقه اکبر ص ۱۲۳/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

رہتے ہیں تو کیوں؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سوائے شہداء اور انبیاء کے جسم کے سب کو مٹی کھا جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شہداء اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور بھی بعض حضرات ہیں جن کا جسم محفوظ رہتا ہے، حدیث شریف سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۲ھ

قبر سے مردہ کی آواز باہر والوں کا سننا

سوال:۔ مردہ کی قبر سے آواز آسکتی ہے یا نہیں؟ اگر آسکتی ہے تو کیوں اور نہیں سنی جاسکتی ہے تو کیوں؟ جب کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ قبرستان میں گئے اور وہاں جاکر سلام کیا اور کہا کہ اگر قبر سے سلام کا جواب نہ آیا تو ساری قبروں کو توڑ دونگا .....تو سب قبروں سے سلام کا جواب آیا؟

---

[1] وروی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الموذن المحتسب کالمتشحط فی دمہ قتیلا وان مات لم یدود فی قبرہ وظاھر ھذا ان المومن المحتسب لاتاکلہ الارض ایضا، التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ج ۱/ ص ۱۳۳/ باب لا تاکل الارض اجساد الانبیاء ولاالشھداء، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. شرح الصدور ص ۲۰۹/ باب نتن المیت وبلاء جسدہ الا الانبیاء ومن الحق بھم، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۲/ ص ۲۱۰/ باب الجمعۃ، قبیل الفصل الثالث، مطبوعہ بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

خرق عادت کے طور پر کوئی آواز آجائے تو آسکتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے سورۃ الملک پڑھنے کی آواز سنی ہے[1]، عامۃً آواز انسان نہیں سنتے، ہاں مردہ کو عذاب ہوتا ہے، تو اس کی آواز جانور سنتے ہیں، حدیث میں مذکور ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

موت کے وقت سر کدھر ہو اور پیر کدھر ہو

سوال: ۔موت کے وقت سر پورب اور پیر پچھّم کی طرف کر کے لٹاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

---

[1] وعن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خباء علی قبر وھو لایحسب انہ قبر فاذا فیہ قبر انسان یقرأ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک حتی ختمھا الحدیث، ترمذی شریف ج۲/ص۱۱۷/ ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الملک ،مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ شریف، ص۱۸۷-۱۸۸/ کتاب فضائل القرآن ،الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند ،روح المعانی ج۱۶/ص۳/ الجزء التاسع ،والعشرون ، سورۃ الملک، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الدرالمنشور ج۸/ص۲۳۱/ سورۃ الملک تحت آیت نمبر ۱/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] عن ابن عبداللّٰہ مسعود عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان الموتیٰ لیعذبون فی قبورھم حتی ان البھائم تسمع اصواتھم، مجمع الزوائد ،ج۳/ص۱۸۲/ کتاب الجنائز ،باب العذاب فی القبر، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

"التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامورالاخرۃ ،ج۱/ص۱۱۷/ باب ماجاء ان البھائم تسمع عذاب القبر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۲۵/ باب اثبات عذاب القبر، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

اس کی بھی گنجائش ہے کہ مرتے وقت سر پورب کی طرف کیا جائے ،لیکن سرکوتکیہ کے ذریعہ ذرااونچا کردیا جائے ، اعلیٰ بات یہ ہے کہ سرشمال کی طرف ہو، اور پیر جنوب کی طرف کردیں،اور چہرہ قبلہ کی طرف رہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

جولوگ پہلے مرچکے ان سے بعد میں مرنیوالوں کی ملاقات

سوال:۔ایک ایمان دارشخص مرگیا اس سے پہلے جولوگ مرچکے ہیں،ان سے ملاقات ہوتی ہے؟ یا قیامت میں ملاقات ہوگی ،اسی طرح کسی کا بچہ مرگیا،اس کے بعد باپ بھی مرگیا، تو بچہ اُسے برزخ میں ملے گا یا قیامت میں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ملاقات ہوتی ہے۔کذافی شرح الصدور[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولی المحتضر القبلة علی یمینه ای علیٰ جنبه الایمن بیان للسنة والمختار ببلادنا الاستلقاء لانه أیسر لطلوع الروح الیٰ قوله وینبغی أن یرفع رأسه قلیلا الخ، النهر الفائق ج ۱/ ص ۳۸۰/ باب صلوٰة الجنازة، دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار کراچی، ج ۲/ ص ۱۸۹/ باب الجنائز، مجمع الانهر ج ۱/ص ۲۶۳/ باب صلوٰة الجنائز ،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مردوں سے قبول دعا کی درخواست

سوال:۔ بزرگان دین کے مزاروں پر جا کر اس طور سے دعاء کرنا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں آپ ہماری فلاں پریشانیوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمادیں، کہ اللہ تعالیٰ ہماری ضرورت کو پورا کردے، یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح دعاء کرنا کہ اے اللہ ہماری فلاں ضرورت ان بزرگوں کے طفیل میں پوری کردے درست ہے یا نہیں؟

مردوں کا زندوں کے قدموں کی آواز سننا

(۳) علمائے کرام سے ایک حدیث سنی ہے کہ جب مرد کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو واپس ہونے والوں کی چالیس قدم تک جوتوں کی آواز سنتا ہے، تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ آواز سننا اس مردے کے لئے ہے، یا سب قبرستان کے مردے سنتے ہیں؟

کیا مردے زندوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں!

(۴) قبرستان میں داخل ہوتے وقت جو السلام علیکم یا اہل القبور بتایا جاتا ہے، تو کیا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ عن سعیدبن جبیر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال اذا مات المیت استقبله ولده کمایستقبل الغائب واخرج عن ثابت البنانی، قال بلغنا أن المیت اذا مات احتوشه أهله وأقاربه الذین قدتقدموه من الموتیٰ فهوأفرح بهم ولهم أفرح به من المسافر اذا قدم الیٰ أهله،شرح الصدور ،ص۹۷-۹۸/باب ملاقات الأرواح للمیت اذا خرجت روحه (مطبوعه دارالمعرفة، بیروت) التذکره فی احوال الموتیٰ ج ۱/ص۴۸/ باب ماجاء فی تلاقی الأرواح فی السماء (مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الروح، ص ۳۰/ المسئلة الثانیة هل تتلاقی ارواح الموتیٰ الخ (مطبوعه فاروقیه پشاور)

مردے سب پرانے اور نئے جواب دیتے ہیں؟

کسی کی قبر کو ٹیک لگانا

(۵) قبر سے ٹیک لگانا یہ احتراماً ممنوع ہے، یا اس سے مردے کو بھی تکلیف پہنچتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح دعا کرنا ثابت نہیں ہے، اس میں ان بزرگوں کو دعا کرنے کے لئے خطاب کیا گیا ہے، میت کے ساتھ جو معاملہ شرعاً ثابت ہے، اس کی اجازت ہے اپنی طرف سے اس میں اضافہ نہ کیا جائے[۱]۔

(۲) اس طرح درست ہے[۲]۔

(۳) چالیس قدم تک کی قید حدیث میں نہیں ہے، یہ اس مردے کے لئے ہے جس

---

[۱] ومنهم من يقول للغائب او الميت من عبادالله تعالىٰ الصالحين يافلان ادع الله تعالىٰ ليرزقني كذا وكذا ويزعمون أن ذالك ومن ابتغاء الوسيلة ويرون عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال اذا أعيتكم الامور فعليكم باهل القبور أوفاستغيثوا باهل القبور وكل ذٰلك بعيد عن الحق بمراحل (روح المعانى ،ج۶/ص۱۲۵/ سورۂ مائده ،آيت ۳۵/ مطبوعه مصطفائيه ديوبند ،بوادر النوادر ،ج۲/ص۷۰۶/تا۷۰۸/ رساله الادراک والتوصل الىٰ حقيقة الاشراک والتوسل، طبع دارالاشاعت ديوبند .

[۲] ان كان المتوسل بجاه غير النبى صلى الله عليه وسلم لابأس به ايضاً ان كان المتوسل بجاهه مماعلم أن له جاها عند الله تعالىٰ كالمقطوع بصلاحه وولايته (روح المعانى، ج۶/ص۱۲۸/سوره ٔمائده آيت ۳۵/ طبع مصطفائيه ديوبند ،مشكوٰة شريف ، ص۱۳۲/ باب الاستسقاء ،طبع ياسرنديم ديوبند، شامى زكريا ج۹/ص۵۶۹/ كتاب الحظر الاباحة، باب الاستبراء.

کواس وقت دفن کیا گیا ہے[1]۔

(۴) جن کوسلام کیا جاتا ہے وہ سب جواب دیتے ہیں، نئے پرانے سب[2]۔

(۵) خلاف احترام سے بھی اذیت ہوتی ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۹۸۶ھ

الجواب صحیح نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے، سید مہدی حسن غفرلہٗ

دنیا سے رخصت شدہ بزرگ زندہ ہیں یا مردہ

سوال:۔(۱) جو بزرگ دنیا سے انتقال فرما گئے، وہ زندہ ہیں یا مردہ، ہم ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھیں، زندہ کا عقیدہ رکھیں یا مردہ کا؟

---

[1] عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی أنہ یسمع قرع نعالھم الخ (بخاری شریف، ج ۱/ص ۱۷۸/ کتاب الجنائز ، باب المیت یسمع خفقن النعال. طبع اشرفی دیوبند، مسلم ج ۲/ص ۳۸۶/ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ الخ طبع سعد بکڈپو دیوبند .

[2] مامن احد یمر بقبراخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام (التذکرہ فی احوال الموتیٰ ج ۱/ص ۱۱۸/ باب ماجاء أن المیت یسمع مایقال، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، تفسیر ابن کثیر ج ۳/ص ۶۹۷/ سورۂ روم آیت ۵۲/ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ، مکہ مکرمہ ،کتاب الروح ،ص ۱۲/ المسئلۃ الاولیٰ ،ھل تعرف الاموات زیارۃ الاحیاء مطبوعہ فاروقیہ پشاور.

[3] عن عمر وبن حزم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال رأنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم متکئاً علی قبرفقال لاتؤذ صاحب ھذا القبر (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹/ باب دفن المیت، یاسرندیم دیوبند قولہ (لا تؤذ صاحب ھذا القبری أی لاتھنہ، مرقاۃ ص ۲/۳۸۳/ باب دفن المیت، مطبوعہ بمبئی.

اولیاء کے مزار پر خیرات

سوال:۔ (۲) کیا اولیاء اللہ کے مزار پر خیرات کرنی جائز ہے جیسا کہ حضرت صابرؒ کے مزار پر فقیروں کو کھانا کھلاتے ہیں، اللہ کے واسطے خیرات کرنی پیسہ کی ہو یا کھانے کی؟

بعد وفات بزرگوں کی ملاقات

سوال:۔ (۳) بعد انتقال کے شہید ہو یا بزرگ جو مقبول ہوں اللہ کے یہاں وہ جاگتے ہیں مل سکتے ہیں اور سونے میں خواب میں مل سکتے ہیں یا نہیں، اور مزار پر اولیاء اللہ کا تصور ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے، وہ نہیں مرتی[۱]، اس کا کوئی اور مقام ہوتا ہے[۲]، یہاں

---

[۱] ان الموت معناه تغير حال فقط وأن الروح باقية بعد مفارقة الجسد اما معذبة وامامنعمة (الىٰ قوله) والروح تعلم الاشياء بنفسها من غير الة وكذالک قديتألم بنفسه بانواع الحزن والغم الكمد ويتنعم بانواع الفرح والسرور وكل ذٰلک لايتعلق بالاعضاء فكل ماهووصف للروح بنفسها فيبقى معها بعد مفارقة الجسد الخ (اتحاف السادة ،ج۱۰/ص۳۷۶/ كتاب ذكر الموت ،الباب السابع فى حقيقة الموت، دارالفكر بيروت، روح المعانى، ج۹/ ص۲۳۰/ الجزء الخامس عشر سورۂ اسراء آيت ۸۵/ مطبوعه دارالفكر، كتاب الروح ص۴۷/ المسئالة الرابعة هل تموت الروح ام الموت للبدن وحده، طبع فاروقيه پشاور.

[۲] الذى دلت عليه الاخبار أن مستقر الارواح بعد المفارقة مختلف فمستقر ارواح الانبياء عليهم السلام فى اعلى عليين ومستقر ارواح الشهداء فى الجنة وامامستقر ارواح سائرالمؤمنين فقيل فى الجنة أيضا ومستقر ارواح الكفار فى سجين (روح المعانى ملخصاً، ج۹/ص۲۳۲/الجزء الخامس عشر،سورۂ اسراء آيت ۸۵/ دارالفكر بيروت، اتحاف،ج۱۰/ص۳۹۰/ كتاب ذكر الموت ،الباب السابع، مطبوعه دارالفكربيروت، التذكره فى احوال الموتىٰ ص۱/۵۰/ باب فى شان الروح واين تصير حين تخرج من الجسد؟ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

اس کے اوپر زندوں کے احکام جاری نہیں ہوتے، مثلاً غسل کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جاتا ہے، یہ معاملہ زندہ کے ساتھ نہیں ہوتا، بیوہ عدت گذار کر دوسرا نکاح کر لیتی ہے، ترکہ ورثہ میں تقسیم ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ وہ دوسری قسم کی زندگی ہے۔[۱]

(۲) صدقہ وخیرات کر کے بزرگان دین کو بھی ثواب پہنچانا درست ہے، جو لوگ مزارات اولیاء اللہ کے پاس حجروں میں اپنی اصلاح اور ذکر وشغل کے لئے تنہائی اختیار کر کے رہتے ہیں ،اور عام دنیا سے بے تعلق ہیں، وہ اگر غریب ہوں تو وہ بھی صدقہ کے مستحق ہیں، ان کو بھی کھلانا درست ہے، جو مال دار ہوں یا لغویات میں شریک ہوتے ہوں ان کو نہ دیا جائے۔[۲]

(۳) اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو مل بھی سکتے ہیں، خواب میں بھی ان سے ملاقات ہو سکتی ہے، مراقبہ میں اہل حضرات کو بزرگان دین کا تصور بھی ہو سکتا ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] انما وصفهم بالحياة فى حق احكام الأخرة فأمافى حق احكام الدنيا فالشهيد ميت يقسم ماله وتنكح امرأته بعد انقضاء العدة ووجوب الصلوٰة عليه من احكام الدنيا فكان ميتا فيه فيصلى عليه (بدائع زكريا، ج۲/ص۷۴/ قبيل كتاب الزكاة ،مبسوط سرخسى، ج۲/ص۵۰/ باب الشهيد ،دارالفكر بيروت.

[۲] للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوماً او صدقة أوغيرها (شامى زكريا ج۳/ ص۱۵۱/ باب صلاة الجنائز ،مطلب فى القرأة للميت الخ، بحر كوئٹه ج۳/ص۵۹/ باب الحج عن الغير، بدائع زكريا، ج۲/ص۴۵۴/ كتاب الحج،بيان شرائط النيابة فى الحج.

[۳] رؤية الموتى فى خير أوشرنوع من الكشف يظهره الله بتشيراً اوموعظة أو لمصلحة للميت من ايصال خير لهٗ أوقضاء دين او غيرذٰلک ثم هذه الرؤية قد تكون فى النوم وهو الغالب وقد تكون فى اليقظة وذٰلک من كرامات الاولياء واصحاب الاحوال (شرح الصدور ص۲۲۰/ باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم ورؤيتهم لهم، مطبوعه دارالفكر بيروت، كتاب الروح ص۴۲/ المسئالة الثالثة هل تتلاقى ارواح الاحياء وارواح الأموات، طبع مكتبه فاروقيه پشاور،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

میت کو غسل دینا

پابند شرع غسل دے

سوال:- بے نمازی آدمی مسلمان میت کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں، جب نمازی آدمی موجود ہیں اور پھر وہ نماز جنازہ بھی نہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل تو اس کے دینے سے بھی ہو جائے گا مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے[1] بے نمازی کی نماز نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل میت کے لئے نیت ضروری نہیں

سوال:- میت کو غسل دینے کے لئے نیت عربی تحریر فرمائیں، نیز میت کے غسل دینے والے پر ضروری ہے یا نہیں؟

---

[1] ویغسله أقرب الناس الیه والا فأهل الأمانة والورع. مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۶۹، باب احکام الجنائز، مطبوعه مصری، وعالمگیری کوئٹه ص: ۱۵۹، ج: ۱/ الباب الحادی والعشرون، الفصل الثانی فی غسل المیت، بحر کوئٹه ص ۱۷۵/۲، کتاب الجنائز.

الجواب حامداًومصلیاً

میت پر تین دفعہ پانی بہادیا اور کوئی جگہ اس کی خشک نہ رہی تو غسل ہوگیا، نیت کی ہو یا نہ کی ہو، نیز نہ عربی زبان میں الفاظ کا کہنا لازم ہے نہ کسی اور زبان میں نیت تو ارادہ قلبی کا نام ہے، اسی طرح نیت کرلی جائے کہ میت کوغسل دینا ہمارے اوپر لازم ہے اس لئے غسل دیتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دائی کا میت کوغسل دینا

سوال:۔ مسلم دائی سے مردہ عورت کوغسل کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسلم دائی سنت کے مطابق غسل دیتی ہے تو یہ درست ہے، اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر کی مستورات خود ہی غسل دیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۹۳ھ

---

[1] والنية فی غسل الميت ليس بشرط الخ تاتارخانيه ، ج۲/ص۱۳۵/ الجنائز، غسل الميت، مطبوعه كراچی، وفی فتح القدير ،الظاهر اشتراط النية ،فيه لاسقاط وجوبه عن المكلف لالتحصيل طهارة الخ البحرالرائق ج۲/ ص۱۷۴/ باب صلوٰة الجنازة،مطبوعه كوئٹه، قاضی خان علی الهنديه ،ج ۱/ص۱۸۷/ باب غسل الميت الخ مطبوعه كوئٹه .

[2] ويستحب للغاسل أن يكون أقرب الناس الى ميت فان لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع. كذا في الزاهدي. عالمگيری ص: ۱۵۹ ، ج: ۱ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الثانی، مكتبه كوئٹه. مراقی علی الطحطاوی ص: ۴۶۹، باب احاكم الجنائز ، مكتبه مصری، بحر كوئٹه ص۱۷۵/۲، كتاب الجنائز.

کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا

سوال:- کیا یہ روایت صحیح ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد الوفات بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا، اگر غسل دیا تھا تو کوئی خاص وجہ تھی یا عام حکم ہے یا بوجہ زوجیت ان کا رشتہ تا قیامت منقطع نہیں ہوا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اوّلاً اس روایت میں کلام ہے ثانیاً اس کا محمل انتظام واہتمام ہے، ثالثاً یہ خصوصیت مقام ہے، جس کا اظہار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے انکار کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کذا فی رد المحتار[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لان عليا غسل فاطمةؓ قلنا هذا محمول على بقاء الزوجية لقوله عليه الصلوة والسلام كل سبب ونسب ينقطع بالموت الا سببي ونسبي" مع ان بعض الصحابة انكر عليه، فاطمة رضي اللّٰه عنها غسلتها أم أيمن حاضنته صلى اللّٰه عليه وسلم ورضي عنها فتحمل رواية الغسل، لعليؓ معنى التهيئة والقيام التام باسبابه ولئن ثبت الرواية فهو مختص به الاترى أن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه لما اعترض عليه بذلك أجابه. ردالمحتار ص:۵۷۶، ج:۱، باب صلوة الجنازة، مطلب في حديث كل سبب ونسب، مكتبه نعمانيه. حلبی كبير ص۶۰۴، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل المتفرقه من الجنائز، طبع لاهور، نصب الرايه ص ۲/۲۵۱، باب الجنائز، تحقيق اضطجاع المحتضر، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل گجرات.

کیا شوہر بیوی کوغسل دے سکتا ہے

سوال:- بیوی کے مرنے کے بعد چونکہ شوہر سے زوجیت کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے اسلئے بعض کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رشتہ منقطع ہوگیا تو بیوی کے مرنے کے بعد اسکا مونہہ نہیں دیکھتے نہ گھر میں اور قبر میں اور نہ بیوی کو کاندھا دیتے ہیں اور نہ بیوی کو قبر میں اتارتے ہیں اور نہ بیوی کو چھوتے ہیں یہ سب افعال شوہر کو بیوی کے مرنے کے بعد کرنا جائز ہے یا نہیں، کیا شوہر کا شمار بھی غیر محرم میں ہوجاتا ہے، بیوی کے مرنے کے بعد یا اسکا شمار محرم میں رہتا ہے، اور وہ سب افعال کرسکتا ہے مثلاً قبر میں اتارنا مونہہ دیکھنا، کاندھا دینا، بوقت ضرورت غسل دینا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منہ دیکھنے کی اجازت ہے ہاتھ لگانے کی نہیں غسل دینا بھی درست نہیں، کاندھا دینا محرم اور غیر محرم سب کو درست ہے، اگر ضرورت ہو تو قبر میں اتارنا بھی شرعاً درست ہے[1]۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک غسل دینا بھی درست ہے، اور ہاتھ لگانا بھی درست ہے، دلائل دونوں فریق کے پاس موجود ہیں، حنفیہ کا مسلک احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ کذا فی ردالمحتار[2] ص:۵۷۵، ج:۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ذو الرحم المحرم أولى بادخال المرأة من غيرهم، وكذا ذوالرحم غير المحرم أولى من الأجنبي، فان لم يكن فلابأس للاجانب وضعها. عالمگیری ص:۱۶۶، ج:۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل السادس، مکبته کوئٹه پاکستان. بحر کوئٹه ص۱۹۳/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الأصح وقالت الأئمة الثلثة يجوز. درمختار على ردالمحتار نعمانيه ص:۵۷۵، ج:۱، باب صلوة الجنائز، مطلب فی حديث كل سبب ونسب الخ، بدائع ص:۳۵، ج:۲، فصل فی بيان من يغسل. مكتبه كراچی. بحر كوئٹه ص۱۷۴/۲، كتاب الجنائز.

کیا بیوی شوہر کوغسل دے سکتی ہے

سوال:- اکثر عورتیں شوہر کے مرنے کے بعد اپنے شوہر کو ہاتھ نہیں لگاتی ہیں جہلاء عورتوں کا خیال ہے کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ کہاں تک درست ہے، عورتیں ایام عدت میں شوہر کی زوجیت میں چار ماہ اور دس دن اس کے نکاح میں رہتی ہیں، اس لئے ضرورت کے وقت شوہر کوغسل بھی دے سکتی ہیں تو پھر کس طرح چھونے سے پرہیز کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کا یہ خیال غلط ہے بلکہ عورت کیلئے شرعاً جائز ہیکہ شوہر کو بعد موت کے کفن اور غسل دے دلیل وہی ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ (کذا فی ردالمحتار[1] ص:۵۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کے انتقال پر کوئی عورت نہ ہوتو تیمّم کرادیا جائے

سوال:- عورت کے انتقال پر کوئی عورت نہ ہوتو اگر کسی مرد نے غسل کرادیا تو گنہگار ہوگا یا نہیں، جب کہ ہاتھ میں کچھ فاصلہ بھی نہیں رکھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی اجازت نہیں، توبہ واستغفار لازم ہے ایسی حالت میں تیمّم کرادینے کا حکم ہے اگر

---

[1] المرأة تغسل زوجها، لأن اباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقي مابقي النكاح، والنكاح بعد الموت باقٍ الى أن تنقضي العدة. ردالمحتار ص:۵۷۶، ج:۱ باب صلوة الجنازة، مطلب في كل سبب ونسب منقطع، مكتبه نعمانيه. بدائع ص:۳۳، ج:۲، كتاب الجنائز، فصل فيمن يغسل، مكتبه كراچی. بحر كوئٹه ص ۱۷۴/۲، كتاب الجنائز.

محرم ہوتو بلا کپڑے کے تیمّم کرادے، ورنہ کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر تیمّم کرائے: **لو ماتت امرأة مع الرجال يممو ها بخرقة وان وجد ذورحم محرم يمم بلا خرقة اهـ.** نور الایضاح[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کے غسل میں میت کا پاؤں کس طرف ہو

سوال:- میت کوغسل دینے کے وقت اس کے پاؤں کس طرف کرنا چاہئے اگر قبلے کی طرف کئے جائیں۔تو جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس طرف سہولت ہواگر قبلے کی طرف پاؤں ہوجائیں تو یہ بھی گناہ نہیں: **ويوضع الميت كيف اتفق على الاصح قاله شمس الائمة السرخسي وقيل عرضا وقيل الى القبلة فتكون رجلاه اليها كالمريض اذا اراد الصلوٰة ايماء وفي القهستاني عن المحيط وغيره انه السنة اهـ طحطاوی**[2] **ص: ۳۱۰.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یوپی۔۲۰/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ سہارن پور ۲۰/۱۱/۶۰ھ

---

[1] نورالایضاح ص ۱۵۰، باب احکام الجنائز، مطبوعه امدادیه دیوبند، وكذا في الخانيه على هامش عالمگیری مکتبه کوئٹه. ص:۱۸۷، ج:۱، باب فی الغسل وما يتعلق به، والشامی ص:۵۷۵، ج:۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فی حدیث کل سبب ونسب الخ، مکتبه نعمانیه.

[2] طحطاوی علی المراقی ص:۴۶۶، باب أحكام الجنائز، مطبوعه مكبته مصطفى البابی الحلبی. مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص ۱۷۱/۲، کتاب الجنائز، هندیه کوئٹه ص۱۵۸/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی.

غسل میت کے وقت پیر کس طرف ہوں اور غیر مستنجی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

سوال:۔مردہ کوغسل دینے کا کیا طریقہ ہے، اگر لحد مشرق ومغرب کو کھودی تو سر پیر کس طرف ہونے چاہئے، اور لحد جنوب وشمال کھودی جائے، تو سر پیر کس طرف ہونے چاہئیں، جو آدمی استنجاء نہیں سکھاتا ہے، کیا وہ شخص جانور حلال کرسکتا ہے یا نہیں، شرع کا پابند بھی نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت کوغسل دینے کے لئے جس طرح سہولت ہو درست ہے، مشرق ومغرب ہو تو پیر مشرق کی طرف بھی کرسکتے ہیں، شمال وجنوب ہو تو پیر جنوب کی طرف مناسب ہے[1]، ہر مسلمان کا ذبیحہ درست ہے، جبکہ وہ شرعی قاعدہ سے ذبح کرے، احکام شرع جس قدر آدمی ترک کرتا ہے، اسی قدر وہ جواب دہ اور گنہگار رہے، اسلئے پابندی لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویوضع المیت کیف اتفق علی الاصح ،قاله شمس الائمة السرخسی وقیل عرصاً وقیل الیٰ القبلة فتکون رجلاه الیها کالمریض اذا أراد الصلوٰة ایماءً وفی القهستانی عن المحیط وغیره انه السنة الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۴۶۶/باب احکام الجنائز،مطبوعه مصری درمختار مع الشامی زکریا ،ج۳/ص ۸۴-۸۵/ باب صلاة الجنازة،حلبی کبیری،ص۵۷۷/ فصل فی الجنائز،مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] وشرط کون الذابح مسلماً الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص۴۲۷/ کتاب الذبائح مجمع الانهر ،ج۴/ص۱۵۴/ دارالکتب العلمیة بیروت،بحر،ج۸/ص۱۶۸/ کتاب الذبائع،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

میت کوغسل دیتے وقت پیر کدھر ہونا چاہئے

سوال:- زید کہتا ہے کہ میت کوغسل دیتے وقت اس کے پاؤں کوقبلہ رُخ ہونا چاہئے اس لئے کہ جب مردے اٹھائے جائیں گے تو ان کا رُخ قبلہ رُخ ہوگا۔

الجواب حامداًومصلیاً

میت کوغسل دیتے وقت تختہ پر رکھنے کی دوصورتیں ہیں، ایک تو قبلہ کی جانب پاؤں کر کے لٹانا اور دوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے کہ قبر میں رکھتے ہیں جوصورت بھی آسان ہواس کواختیار کرلیں، دونوں جائز ہیں۔ **وکیفیة الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولاً کما فی حَالة المرض اذا اراد الصّلوٰة بایماء ومنهم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انهٗ یوضع کما تیسر کذا فی الظهیریه.** (عالمگیری[1] ص:۱۵۸، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

میت کاغسل کے بعد سر کدھر ہواور پیر کدھر ہوں؟

سوال:- (الف) میت کوغسل سے قبل چارپائی میں کس رُخ لٹایا جائے، یعنی سراور پیر کس سمت ہوں؟

---

[1] الهندیة کوئٹه ص۱۵۸/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی، طحطاوی علی المراقی ص۴۶۶، باب احکام الجنائز، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص۱۷۱/۲، کتاب الجنائز.

(ب) غسل کے وقت کس سمت پر سر رکھا جائے؟

(ج) غسل کے بعد جنازہ لے جانے سے قبل میت کو چارپائی پر کس رُخ رکھا جائے، یعنی سر اور پیر کس سمت ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(الف) انتقال سے پہلے شمال کی طرف سر اور جنوب کی طرف پیر کر کے قبلہ رُخ کر دیا جائے، پھر اسی طرح پر رہے۔

(ب) جس رُخ پر موقع کے لحاظ سے آسان ومناسب ہو۔

(ج) قبلہ رُخ ہو تو بہتر ہے جیسا کہ اوپر والے جواب میں مذکور ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۲ھ

میت کو کورے گھڑے سے غسل دینا

سوال:- میت کو جیسا کہ ہندوستان میں رسم ہے کہ کورے گھڑے وبدھنے سے غسل دیتے ہیں کیا اپنے مکانوں کے گھڑے بالٹی اور لوٹوں سے غسل نہیں دے سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے وقت کیا قاعدہ تھا؟

---

[1] یسن توجیه المختصر ای من قرب من الموت علی یمینه وهو السنة فی النوم واللحدو جاز الاستلقاء علی ظهره هکذا فی الغسل والصلاة (طحطاوی مع المراقی مصری، ص ۴۵۸/ باب احکام الجنائز. حلبی کبیر، ص ۵۷۶/ فصل فی الجنائز، طبع لاهور، هندیه کوئٹه، ج ۱/ ص ۱۵۷/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کا یہ رواج بے اصل ہے اور قابلِ ترک ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳ر شعبان ۶۱ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴ر شعبان ۶۱ھ

غسلِ میت میں ڈھیلے سے استنجاء

سوال: -میت کو بوقتِ غسل ڈھیلے سے استنجاء کرانا کیسا ہے؟ مدلل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی سے استنجاء کے متعلق زیلعی، بحر، طحطاوی وغیرہ میں طرفین کے نزدیک اس کی تائید مذکور ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا ہے[۲]۔ لیکن اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اول ڈھیلے سے صفائی کی جائے پھر پانی سے، جیسا کہ درمختار میں ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

---

[۱] من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (بخاری شریف ص ۱/۳۷۱، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند.

[۲] ولم يذكر الاستنجاء للاختلاف فيه فعندهما يستنجی، وعند أبی يوسف، لا، وأطلقه. بحر کوئٹہ ص:۱۷۲، ج:۱، کتاب الجنائز، طحطاوی علی المراقی ص:۴۶۷، باب احکام الجنائز، مکتبہ مصری، تبیین الحقائق ص۱/۲۳۷، باب الجنائز، امدادیہ ملتان.

[۳] والغسل بالماء، بعده أي الحجر بلا كشف عورة، سنة، وقال الشامی: لقوله تعالیٰ: فيه رجال يحبون أن يتطهروا و اللّٰه يحب المتطهرين. شامی ص:۲۲۶، ج:۱، فصل فی الاستنجاءِ مکتبہ نعمانیہ.

غسلِ میت کے بعد پاخانہ نکل آیا

سوال: - میت کو غسل دے کر کفن بھی پہنا چکے، اس کے بعد پاخانہ نکل آیا، اس حالت میں کیا حکم ہے؟ دوبارہ غسل دیں گے اور نیا کفن دیں گے۔ یا اسی کفن میں لپیٹیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا حصہ بدن کا اور کپڑے کا ناپاک ہوگیا اس کو پاک کردیا جائے، دوبارہ غسل دینے یا کفن کو بدلنے کی ضرورت نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۳ھ

مردہ کے بدن سے ناپاکی نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: - جو مرد یا عورت بعد مرنے کے ناپاکی دیکھلے ایک انچ، تو کس طرح ناپاکی پاک ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مردے کے بدن سے اگر کچھ ناپاکی نکلے تو اس کو پاک کردیا جائے، بغیر پاک کئے نماز جنازہ نہیں ہوگی، اگر سوال کا کچھ اور مطلب ہے تو واضح کیجئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفي ط عن الخزانة: اذا اتنجّس الكفن بنجاسة الميت لا يضرّ دفعاً للحرج بخلاف المتنجّس ابتداء اهـ. وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه ان كان قبل أن يكفن غسل وبعده لا. شامی ص: ۵۸۲، ج: ۱، قبيل مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبيى، مكتبه نعمانيه. مراقی مع الطحطاوی ص۴۶۸، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصری، تبيين الحقائق ص۲۳۷/۱، كتاب الجنائز، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكانٍ وستر العورة شرط في حق الميت والامام جميعاً. درمختار مع الشامی ص: ۵۸۲، ج: ۱، متكبه نعمانيه. قبيل مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۷۹، فصل الصلوة على الميت، مطبوعه مصر، تبيين الحقائق ص ۲۳۹/۱، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امداديه ملتان.

فقیر تکیہ کی بیوی کوغسل میت پر مجبور کرنا

سوال:- اگر کسی بستی میں میت کوغسل دینے والا فقیر بستی سے دور رہتا ہو اور وہ زنانہ غسل میں مجبور ہو جاوے کہ اس کے پاس اس کی پردہ نشین بیوی کے سوا کوئی نہ ہو تو کیا وہ پردہ نشین بیوی کو مجبوراً غسل دینے کیلئے لے جا سکتا ہے، جب کہ وہ خود رضامند نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل دینا فرض کفایہ ہے اگر اور بھی غسل دے سکتے ہوں تو اس پر جبر جائز نہیں[1]۔ غسل دینا مشکل کام نہیں کہ سب نے ایک کے سر رکھ دیا سب کو سیکھ لینا چاہئے لیکن اگر عورت موجود نہ ہو تو نامحرم غسل نہ دیں، بلکہ تیمّم کرادیں اور وہ بھی کپڑے کے ذریعہ سے اگر کوئی محرم مرد موجود ہو تو بلا کپڑے کے تیمّم کرادے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

میت کوفقیروں کے ذریعہ غسل دلانا

سوال:۔ ہمارے یہاں دستور ہے کہ میت کوفقیروں سے غسل دلاتے ہیں، اوران کونماز

---

[1] وغسله فرض كفاية بالاجماع. طحطاوی علی المراقی ص:۴۶۷، باب احکام الجنائز، مصری، اذا قام به البعض سقط عن الباقين لحصول المقصود بالبعض كسائر الواجبات على الكفاية. (بدائع ص:۲۴، ج:۲، الكلام فی الغسل، فصل فی بيان كيفية وجوبه. مكبته كراچی، عالمگیری ص:۱۵۸، ج:۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی، مكتبه كوئٹه پاكستان.

[2] اذا كان للمرأة محرم يتممها باليد، وأما الاجنبی فبخرقة على يده. خانيه على الهندية كوئٹه ص:۱۸۷، ج:۱، والشامی نعمانيه ص:۵۷۵، ج:۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فی حديث كل سبب ونسب الخ، نورالايضاح ص ۱۵۰، باب احكام الجنائز، مطبوعه امداديه ديوبند.

وغسل کی خود بھی توفیق نہیں ہوتی، قطعی بے دین ہوتے ہیں، اوران کو کافی معاوضہ دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت کوغسل فقیروں سے دلانا جب کہ وہ ناواقف ہوں قبیح ومذموم ہے، میت کی حق تلفی ہے اہل میت علماء اس کوغسل دیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

غسل کے وقت میت کولگایا ہوا پلاسٹر چھڑانا چاہئے

سوال:۔ اگر کسی کا پیر حادثہ میں ٹوٹ گیا اور ڈاکٹروں نے گھٹنے کو نیچے سے کاٹ دیا اور پلاسٹر لگا رہنے دیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پلاسٹر کی کیا ضرورت رہی اس کو چھڑا کر غسل دیا جائے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الاولی فی الغاسل أن یکون اقرب الناس الیٰ المیت فان لم یحسن الغسل فاهل الامانة والورع (حلبی کبیر، ص ۵۸۰/ فصل فی الجنائز، طبع سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی مع الطحطاوی مصری، ص ۴۶۹/باب احکام الجنائز، هندیه کوئٹه، ج ۱/ص ۱۵۹/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل.

[۲] کذایستفاد من قوله ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة مع فرجتها فی الاصح ان ضره الماء أو حلها قال الشامی قوله، ان ضره الماء أی الغسل به اوالمسح علی المحل الیٰ ان قال بعد قوله أوحلها اذاالثالث، بالضرورة یتقدر بقدرها، الدرالمختار مع الشامی ص ۱/۴۷۱، باب المسح علی الخفین، مطلب فی لفظ کل اذا دخلت علی منکراً ومعروف. طبع زکریا دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص ۱/۱۸۷، باب المسح علی الخفین، النهر الفائق ص ۱/۱۲۶، باب المسح علی الخفین، دارالکتب العلمیة بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

کفن

کفن کے اوپر کی چادر

سوال: -میت کے اوپر کفن دے کر کس قسم کی چادر ڈھانک کر لے جانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی چادر ڈھانک کر لیجانا درست ہے جس کا زندگی میں پہننا درست ہے[۱]، اور وہ چادر جزءِ کفن نہیں[۲]، بعض جگہ دستور ہے کہ وہ چادر گورکن کا حق تصور کرتے ہیں۔ یہ بے اصل ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۰ھ

---

۱ ولم يبين جنسها لجواز الكل لا ما لا يجوز لبسه حال الحياة (بحر كوئٹه ص ۲/۱۷۶، كتاب الجنائز، هنديه كوئٹه ۱/۱۶۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثالث، حلبى كبير ص ۵۸۲، فصل فى الجنائز، الثالث فى تكفينه، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

۲ ويسن في الكفن له ازار وقميص ولفافة، ولها درع وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها. درمختار على هامش ص:۵۷۸، ج:۲، مطلب في الكفن، مكتبه نعمانيه. بحر كوئٹه ص ۲/۱۷۵، كتاب الجنائز، تبيين الحقائق ص ۱/۲۳۷. باب الجنائز، طبع امداديه ملتان.

۳ من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد (بخارى شريف ۱/۳۷۱، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود، طبع اشرفى ديوبند)

غسلِ میت کے بعد جو کپڑا سترِ عورت کیلئے ڈالا جائے کیا وہ جزوِ کفن ہے؟

سوال:- مردہ کو غسل دینے کے بعد ایک تہبند پہناتے ہیں، وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے لنگی کو کفن میں شمار کر کے بغیر کسی عذر کے قمیص اور لفافہ پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے یا ازار بھی دینا ہوگا، اگر اس لنگی کو کفن میں نہ شمار کیا جائے بلکہ اس کے علاوہ تین کپڑے دیئے جائیں، تو اس لنگی کو جو غسل دیتے وقت پہنائی گئی تھی نکال دینا بہتر ہے، یا اس کا رہنے دینا بہتر ہے، اولویت کے اعتبار سے جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ازارِ میت کے متعلق فقہاء کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ سر سے پیر تک ہو لفافہ کی طرح دوسرا قول یہ کہ منکب سے قدم تک ہو، تیسرا قول شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ سرہ سے رکبہ تک ہو اور اس کو حدیث سے اقرب قرار دیا ہے: **فالازار واللفافة من القرن الی القدم والقرن هنا بمعنی الشعر واللفافة هی الرداء طولاً وَفی بعض نسخ المختار ان الازار من المنکب الی القدم هٰذا ما ذکروه وبحث فیه فی فتح القدیر بانهٗ ینبغی ان یکون ازار المیّت کازار الحی من السرّة الی الرکبة لانه علیه السَّلام اعطی اللاتی غسلن ابنته حقوه وهی فی الاصل معقد الازار ثم سمی به الازار للمجاورة اهـ بحر[1] ص:۱۷۵، ج:۲. والبحث فی فتح[2] القدیر ص:۷۵۵، ج:۱. حیث قال وهٰذا ظاهر فی ان ازار المیت کازار الحی من الحقو فیجب کونهٗ فی الذکر**

---

[1] البحر الرائق ص۱۷۵/۲، کتاب الجنائز، مکتبه ماجدیه کوئٹه.

[2] فتح القدیر ص:۱۱۵، ج:۲. فصل فی التکفین، مطبوعه دارالفکر.

کذالک لعدم الفرق فی ھٰذا اھ مگر عامۃً فقہاء قولِ اول ہی کو لیتے ہیں، لہٰذا اس لنگی کو علیحدہ کر کے مستقل ازار دیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۸۹ھ

کفن کے کپڑے

سوال:- مردہ کو کتنے کپڑوں کے ساتھ قبر میں دفن کرنا مستحب ہے، مفصل تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو تین کپڑوں میں ازار، قمیص، لفافہ عورت کو پانچ کپڑوں میں۔ درع، ازار، خمار، لفافہ، خرقہ، کذا فی التنویر۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کیلئے کتنے کپڑے؟

سوال:- ایک گاؤں کے امام صاحب گاؤں والوں کو کہتے ہیں کہ میت مذکر کے کفنانے میں میت کو دینے والے کپڑے لفافہ، ازار اور کفنی یہ کپڑے دینے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ دیں گے تو گنہگار رہوں گے، اور اسی طرح سے عورت کے کفنانے میں پانچ کپڑے

---

[1] (قولہ ازار) ھو من القرن الی القدم، شامی ص:۵۷۸، ج:۱، مطلب في الکفن، مطبوعہ نعمانیہ، مراقی مع الطحطاوی ص:۴۷۴، باب احکام الجنائز. مطبوعہ مصر.

[2] ویسن في الکفن لہ ازار وقمیص ولفافة، ولھا درع وازار وخمار ولفافة وخرقة. درمختار مع الشامی ص:۵۷۸، ج:۱، ۵۷۹، مطلب في الکفن، مکتبہ نعمانیہ. بحر کوئٹہ ص۱۷۵/۲، کتاب الجنائز، تبیین الحقائق ص۲۳۷/۱، کتاب الجنائز، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

بتاتے ہیں، اس سے زیادہ دینے میں گنہگار بتاتے ہیں اور گاؤں والے کہتے ہیں کہ مرد کی میت کو ایک صافہ اور ایک تہمد یا لنگی بھی ہونی چاہئے اور اسی طرح عورت کیلئے بھی ایک شلوار یا تہمد دینا ضروری بتاتے ہیں اور دیتے بھی ہیں، تو اس مسئلہ کا مفصل جواب تحریر فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں، دو چادریں ایک قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں ایک چادر کو ازار کہتے ہیں، دوسری چادر کو لفافہ کہتے ہیں، اس سے زائد کپڑا کفن میں دینا سنت نہیں، عورت کے کفن میں دو کپڑے زائد ہیں، ایک خمار جس میں اسکے بالوں کو محفوظ کیا جائے دوسرا سینہ بند[1]۔ ازار عورت کیلئے شلوار کی جگہ ہے، مرد کیلئے تہمد کی جگہ ہے، علیحدہ نہ شلوار سنت ہے نہ تہمد[2]۔ گاؤں والوں کا اعتراض غلط ہے، مرد کو عمامہ کی بھی کفن میں ضرورت نہیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۵۴ھ

---

[1] وليس في الكفن له ازار وقميص ولفافة وتكرة العمامةولها درع أى قميص وازار وخمارولفافة وخرفة تربط بها ثدياها. درمختار مع الشامی ص:۵۷۸، ج:۱، ۵۷۹، مطلب في الكفن، بحر كوئٹه ص۱۷۵/۲، كتاب الجنائز، تبيين الحقائق ص۲۳۷/۱، باب الجنائز، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ان في حياته كان يلبس السراويل حتى لا تنكشف عورته عند المشي ولا حاجة الى ذلك بعد موته فأقيم الازار مقام السراويل بدائع ۴۰/۲، فصل فى كيفية التكفين. طبع زكريا ديوبند،

[3] ليس فى الكفن عمامة فى ظاهر الرواية (هنديه كوئٹه ص۱۶۰/۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثالث، مراقى مع الطحطاوى ص۴۷۵، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصرى.

کفن کے کپڑے اور طریقہ

سوال: -کل ایک میت کو کفن اس طریقہ سے پہنایا گیا کہ پہلے لمبی چادر پہنا کر ڈالی پھر اس کے اوپر ازار یعنی تہ بند ڈالا، پہلے بغل سے لے کر پیروں تک تہ بند لپیٹا، اس کے اوپر کفن پہنا دی، پھر چادر لپیٹ کر باندھی گئی، لہٰذا اس طریقہ سے کفن پہنانا صحیح ہے یا غلط یا گناہ ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اول لفافہ بچھا دیا جائے پھر اس پر ازار بچھائی جائے، پھر اس پر بلا آستین کا کرتا ہو، کرتہ میں میت کو داخل کر کے ازار کو بائیں جانب لپیٹیں پھر داہنی جانب سے[1]۔ اسکے بعد اس طرح لفافہ کو لپیٹیں اور تین بند لگا دیں، ایک پیر سے اوپر اور ایک پیر کے نیچے، ایک درمیان میں تا کہ کفن نہ کھل جائے، پھر ایک زائد چادر اوپر ڈال دی جائے جو کہ جزوِ کفن نہیں ہے، قبر میں رکھنے کے بعد بند کھول دیئے جائیں کہ اب ضرورت نہیں رہی[2]۔

تنبیہ: -ازار اور لفافہ دونوں سر سے پیر تک محیط ہوتے ہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۸ھ

---

[1] تبسط اللفافة أولا ثم يبسط الازار عليها ويقمص ويوضع على الازار ويلف يساره ثم يمينه ثم اللفافة كذلك. در مع الشامی نعمانیه ص:۵۷۸، ج:۱، مطلب في الكفن. مجمع الانهر ص:۲۶۷، ج:۱، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، طحطاوی على المراقی ص ۴۷۶، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصر.

[2] فان خيف أن تنتشر أكفانه تعقد، ولكن اذا وضع فی قبره تحل العقد لزوال مالأجله عقد. بدائع ص:۴۰، ج:۲، فصل في كيفية التكفين، مطبوعه زكريا ديوبند، لأمر النبي صلى الله عليه وسلم لسمرة رضي الله عنه وقد مات له ابن: أطلق عقد راسه وعقد رجليه ولأنه أمن من الانتشار. مراقی ص:۹۷، فصل في حملها ودفنها. مراقی مع الطحطاوی ص ۵۰۳، مطبوعه مصری.

[3] (قوله ازار) هو من القرن الى القدم، واللفافة تزيد على مافوق القرن. شامی نعمانی ص:۵۷۸، مطلب في الكفن. مراقی مع الطحطاوی ص ۴۷۴، مطبوعه مصری.

کفن کے کپڑوں کی تعداد

سوال:- میت مرد کا کفن مسنون شرعاً کیا ہے؟ فقہ کی کتب عامہ میں قمیص ازار، لفافہ کی تصریح ہے، اب بعض اہلِ علم فرمارہے ہیں، کہ قمیص کے اوپر کپڑے کی حاجت ہے تاکہ ستر علیٰ وجہ الکمال ہو، اور اپنے اس قول کیلئے حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کا قول دلیل میں پیش کرتے ہیں اس سے تجاوز کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہ کی کتابوں میں تین کپڑوں کی تصریح ہے وہی صحیح ہے، جن دو بزرگوں کا قول اس کے خلاف نئے کپڑے کیلئے پیش کیا جارہا ہے، وہ قول میرے علم میں نہیں: وَيُسَنُّ فِي الكَفْنِ لَهُ ازار وقميص ولفافة اھ (درمختار[1] ص:۵۷۸، ج:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگر تحریر فرمایا ہے تو کہاں ہے اس کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔

فقط بندہ محمد نظام الدین

عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

میت مرد اور عورت کے کفن کا عدد

سوال:- میت بالغ مرد اور بالغہ عورت کو کتنے کپڑے دینے کا حکم ہے؟

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص:۹۵، ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص ۵۷۸/۱، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی الکفن. بحر کوئٹہ ص ۱۷۵، ج ۲، کتاب الجنائز، تبیین الحقائق ج: ۱، ص ۲۳۷، باب الجنائز، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً

مرد کو تین کپڑے، عورت کو پانچ کپڑے دینا کفن میں مسنون ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن کی مقدار

سوال:-کفن کے بارے میں اختلاف ہورہا ہے آپ تفصیل سے واضح فرمائیں کہ کفن کتنا کافی ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

کفن میں چادر تو ایک ہی ہوتی ہے جسکو عربی میں رداء اور لفافہ کہتے ہیں، اور وہ سر سے پیر تک ہوتی ہے، جس پر دونوں طرف بند باندھتے ہیں، دوسری چادر جس کو عربی میں ازار کہتے ہیں وہ حقیقۃً چادر نہیں، اس کو بعض فقہاء نے لنگی کے قائم مقام قرار دیا ہے، بعض نے کاندھے سے قدم تک لکھا ہے، اور اکثر حضرات نے اسکو بھی چادر کے برابر لکھا ہے، اور یہی معمول ہے، تیسرا کپڑا قمیص ہے، جو کاندھے سے قدم تک ہوتا ہے، پس ان تین کپڑوں سے کفن مکمل ہوجاتا ہے[۲]۔ اوپر

---

[۱] وليسن في الكفن له ازار وقميص ولفافة، ولها درع وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها، درمع الشامي نعمانيه ص:۵۷۸، ج:۱، ۵۷۹، مطلب فى الكفن، أكثر مايكفن فيه الرجل ثلاثة اثواب، وأما المرأة فأكثر ما تكفن فيه خمسة اثواب . بدائع ص:۳۶، ۳۸، ج:۲، فصل فى كيفية وجوب التكفين. مطبوعه زكريا، بحر كوئٹه ص۱۷۵/۲، كتاب الجنائز.

[۲] وكفنه سنة: ازار وقميص ولفافة، فالازار واللفافة من القرن الى القدم، واللفافة هى الرداء طولا، أن الازار من المنكب الى القدم هذا ما ذكروه وبحث فيه في فتح القدير بأنه ينبغى أن يكون ازار الميت كازار الحيّ من السرة الى الركبة. البحرالرائق ص:۱۷۵، ج:۲، في كتاب الجنائز. مطبوعه كوئٹه، شامى ص:۵۷۸، ج:۱، مطلب في الكفن. مطبوعه نعمانيه فتح القدير ص۱۱۵/۲، فصل فى التكفين، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ڈالنے کے لئے جو چادر ہوتی ہے، وہ کفن میں شامل نہیں، مکان کی کوئی بھی اور چادر ڈال سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۹ھ

عورت کے لئے کفن میں پائجامہ

سوال: -میت عورت کو کفن میں پائجامہ بھی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن کو مشین سے سینا اور اس کو تہہ کرنا

سوال: -کفن کو مشین سے سلائی کر سکتے ہیں اور کفن کو تہہ کر کے لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفن کو تہہ کر کے لانا اور مشین سے سینا سب درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۷ھ

---

[۱] وأما المرأة فأكثر ماتكفن فيه خمسة أثواب، درع وخمار وازار ولفافة وخرقة هو السنة في كفن المرأة، وأدنى ما تكفن فيه المرأة ثلاثة أثواب ازار ورداء وخمار. بدائع ص:۳۸، ۳۹، ج:۲، فالازار بعد الموت قائم مقام السراويل في حال الحياة، لأنه في حال حياتهٗ انما كان يلبس السراويل، لئلا تنكشف عورته عند المشي، وذلک غير محتاجٍ اليه بعد موته فأقيم الازار مقامه. بدائع ص:۳۷، ج:۲ فصل فی وجوب كيفية التكفين. مطبوعه زكريا ديوبند، (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نابالغ کا کفن

سوال:-میت نابالغ کو کتنے کپڑے دینا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بلوغ کے قریب ہے،تو وہ بالکل بالغ کے حکم میں ہے،اگراس سے بھی کم ہوتب بھی بہتر یہی ہے، کہ پورا کفن دیا جائے تاہم ایک کپڑے میں دفن کرنے میں بھی مضائقہ نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۸/۵/۸۸ھ

اپنے کفن دفن کے لئے اپنی زندگی میں سامان خرید کر رکھنا

سوال:-زید چاہتا ہے کہ اپنی کمائی سے زندگی میں مکمل کفن دفن کا سامان خرید کر محفوظ کرلے کیا ایسا عمل جائز ہے؟ مع دلیل کے لکھیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

درست ہے،بعض صحابہ کرامؓ سے بھی کفن کا محفوظ رکھنا ثابت ہے،جیسا کہ صحاح کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ کفایت المفتی ص ۱۹/۴، کتاب الجنائز، دوسرا باب، فصل اول تجهيز و تكفين، مطبوعه كوه نور دهلى.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ والغلام المراهق كالرجل، يكفن فيما يكفن فيه الرجل وان كان صبيّا لم يراهق، فان كفن في خرقتين ازار ورداءٍ فحسن وان كفن في ازار واحد جاز. بدائع الصنائع ص:۳۸، ج:۲، فصل في كيفية وجوبه أى الكفن. مطبوعه زكريا، هنديه كوئٹه ص ۱۶۰/۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثالث فى التكفين، بحر كوئٹه ص۱۷۷/۲، كتاب الجنائز.

روایت میں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن کس رنگ کا ہو

سوال:- کفن کے لئے سفید کپڑا اچھا ہے یا اس کے سواء اور رنگ کا اور اگر سفید ہو دھاری سرخ وغیرہ ہوں تو کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کفن کے لئے سفید کپڑا افضل ہے، اس کے علاوہ بھی جائز ہے، جو رنگ اور کپڑا حالت حیات میں جائز ہے، وہ کفن کیلئے بھی جائز ہے، اور جو حالت حیات میں ناجائز ہے، وہ کفن کے لئے بھی ناجائز ہے: **فالافضل ان یکون التکفین بالثیاب البیض وبعد عبارة والبرود والکتان والقصب کل ذٰلک حسن وبعد عبارة والحاصل ان ما یجوز**

---

[1] عن سهل أن امرأة جاءت النبي صلى الله عليه وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها، (الى قوله) وانما سألته لتكون كفني، قال سهل: فكانت كفنه. رواه البخاري في الجنائز ص: ۱۷۰، ج: ۱، باب من استعداد الكفن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم. مطبوعه اشرفي بكڈپو ديوبند.

ترجمہ:- حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کناری دار چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی، (یہاں تک کہ) وہ کہنے لگے میں نے پہننے کے لئے آپ سے نہیں لی ہے، بلکہ اپنا کفن بنانے کے لئے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہی چادر اس کا کفن ہوا۔ والذی ینبغی ان لا یکره تهيئة نحو الكفن، لان الحاجة اليه متحققة. غالباً بخلاف القبر لقوله تعالىٰ: وما تدري نفس بأيّ أرض تموت. شامي مع الدر نعمانيه ص: ۶۰۶، ج: ۱، مطلب في اهداء ثواب القراء للنبي صلى الله عليه وسلم. حلبي كبير ص ۶۱۰، فصل في الجنائز، الثامن في مسائل متفرقه من الجنائز، طبع لاهور.

لکل جنس ان یلبسه فی حیاته یجوز ان یکفن فیه بعد موته حتی یکره ان یکفن الرجل فی الحریر والمعصفر والمزعفر ولا یکره للنساء ذٰلک اعتبارًا باللباس فی حال الحیاۃ[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۰/۵۲ھ
صحیح: عبداللطیف ۲۲/شوال ۱۳۵۲ھ

کفن کا کپڑا کس رنگ کا ہونا چاہئے

سوال:- پارٹی کے شعار کی وجہ سے مردہ کو لال کپڑے میں رکھنا کیسا؟ لال جھنڈا کس کا شعار ہے؟ لال جھنڈے کی جَے کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفن کیلئے سفید کپڑا مستحب و مستحسن ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن سفید ہی تھا اور آپ نے سفید کفن کی ترغیب وتاکید بھی فرمائی ہے: وکفن صلی اللّٰہ علیه وسلم فی ثلاثة اثواب بیض سحولیة اھ مراقی الفلاح ص: ۴۷۵. قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم البسو من ثیابکم البیاض فانها من خیر ثیابکم وکفنوا فیها موتاکم اھ طحاوی[2] ص: ۴۷۵، کسی پارٹی کی خاطر ہدایات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرنا بہت غلط

---

[1] بدائع الصنائع ۲/۳۹، فصل فی صفة الکفن، مطبوعه زکریا دیوبند. بحر کوئٹه ص ۲/۱۷۶، کتاب الجنائز، هندیه کوئٹه ص ۱/۱۶۱، الباب الحادی والعشرون، الفصل الثالث فی التکفین.

[2] طحطاوی علی المراقی ص: ۴۷۵، باب احکام الجنائز، مطبوعه مصر. ابوداؤد شریف ص ۲/۵۶۲، کتاب اللباس، باب فی البیاض، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص ۱/۱۹۳، ابواب الجنائز، باب ماجاء ما یستحب من الاکفان، طبع مکتبه بلال دیوبند.

طریقہ ہے لال جھنڈا بھی کسی خاص پارٹی کا شعار ہے، اگر وہ پارٹی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتو اس میں شامل ہونا بھی خطرناک ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے

سوال:- ہندہ کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات وغیرہ کئے جاتے ہیں وہ ہندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ کا کفن مفتیٰ بہ قول پر زوج کے ذمہ لازم ہے: **واختلف فی الزوج والفتویٰ علیٰ وجوب کفنها علیه اهـ تنویر**[۲] **ص:۹۰۵، ج:۱.**

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا اور اس سے زائد میں ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ بالغ ہوں اور اجازت

---

[۱] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم. مشکوٰة شریف ص:۳۷۵، ج:۲، کتاب اللباس. مطبوعه یاسر ندیم.

ترجمه:-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔، تو وہ شخص اسی قوم میں سے ہے۔

[۲] درمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۸۱، ج:۱. مطبوعه زکریا ص:۱۰۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج. هندیه کوئٹه ص ۱۶۱/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث، خانیه علی الهندیه ص ۱۸۹/۱، کتاب الصلوة، باب فی غسل المیت ومایتعلق به الخ، مطبوعه کوئٹه

دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں[۱]، اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام ترکہ میت کی مالک سے خارج ہوکر ورثہ کی ملک میں آ گیا ورثہ کو اختیار ہے جس قدر چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچائیں لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اسکے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں[۲]۔ زوج کے ذمہ کچھ لازم نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے

سوال: -عورت کو اکثر کفن اس کے والدین کی طرف سے دیا جاتا ہے، کیا یہ حکم شرعی

---

[۱] وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الاّ أن تجیز ورثته بعد موته، وهم کبار. در علی الشامی نعمانیه ص:۴۱۷، ج:۵، کتاب الوصایا، شامی ص:۴۹۳، ج:۱، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، ثم تنفذ وصایاه من ثلث مایبقي بعدالکفن. ثم یقسم الباقي بین الورثة علی سهام المیراث. عالمگیری ص:۴۴۷، ج:۶، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفها، مطبوعه کوئٹه. مجمع الانهر ص ۴۱۹/۴، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] وفي استحسان الخانیة: وان اتخذ ولی المیت طعا م للفقراء کان حسنا الا ان یکون في الورثة صغیر فلا یتخذ ذلک من الترکة. طحطاوی علی المراقی مصری ص:۵۱۰، فصل فی حملها ودفنها. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۷۷/۱، باب صلوة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۴۰۵/۴، کتاب الحظر والاباحة.

[۳] اعلم أن الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة أوالکفایة وحنوط وأجرة غسل وحمل ودفن دون ما ابتدع في زماننا من مهللین وقرّاء ومغنین وطعام ثلثة أیام ونحو ذلک. شامی ص:۵۸۱، ج:۱، قبیل مطلب فی صلاة الجنازة.

ہے کہ کفن عورت کے سسرال والوں کی طرف سے نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں یہ شریعت کا حکم نہیں بلکہ خلاف شرع رواج ہے شرعاً کفن شوہر کے ذمہ ہے، اگر وسعت نہ ہوتو پھر عورت کے ترکہ سے کفن دیا جاوے گا۔ **هكذا في كتب الفقه من در المختار**[1]. (والطحطاوی ص:۴۸۲) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن کے بند کا حکم

سوال:- کفن پہنانے کے بعد میت کو تین گرہ کفن میں دیدی جاتی ہیں خواہ مرد ہو، یا عورت، سرہانے، کمر میں، پاؤں کی جانب، قبر میں اتارنے کے بعد میت کی تینوں گرہیں کھول دی جاتی ہیں، اور عورت کی صرف منہ کی طرف کھول دی جاتی ہے، اور کمر و پاؤں کی جانب گرہ بدستور لگی رہتی ہے اور بعض لوگ بند ڈھیلے کر دیتے ہیں حدیث وفقہ سے بندھ کا باندھنا، قبر میں گرہ کا کھولنا وغیرہ ثابت ہے یا نہیں، اور اس طریقہ کو کب کس نے اور کس طرح ایجاد کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تین جگہ باندھنے سے یہ فائدہ ہے کہ جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت کفن نہ کھل جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا، اس لئے کھول دیتے ہیں، عورت، مرد سب

---

[1] واختلف في الزوج والفتوى على وجوب كفنها عليه. در مع الرد ص: ۵۸۱، ج: ۱، مطبوعه نعمانيه، واما من له مال فكفنه في ماله. شامی ص: ۵۸۰، ج: ۱. مطبوعه نعمانيه، باب صلاة الجنازة، مطلب فی كفن الزوجة على الزوج. طحطاوی مع المراقی ص ۴۷۲/۱، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصر، هنديه كوئٹه ص ۱۶۱/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث.

کے ہی تینوں بند کھول دیئے جاتے ہیں[1]۔ ہر دو کے باندھنے کی بھی مصلحت ایک ہے اور کھولنے کی ایک لہٰذا تفریق کی ضرورت نہیں، اگر کفن کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو بند باندھنے کی بھی ضرورت نہیں، کبیری[2] شرح منیہ ص: ۵۳۸، میں بند باندھنے کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اسی طرح عالمگیری[3] ص: ۱۶۰، ج: ۱، زیلعی[4] ص: ۲۳۸، ج: ۱، مجمع الانہر[5] ص: ۱۸۲، ج: ۱ میں ہے، اور قبر میں رکھنے کے بعد بند کھولنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا ہے۔ (کذا فی مراقی الفلاح[6] ص: ۳۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن پر کلمہ لکھنا

سوال: ۔میت کے سینے پر کفن پہناتے وقت بعض لوگ کلمہ لکھتے ہیں کیا یہ جائز ہے

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قلم سے روشنائی سے لکھنا منع ہے، بعض حضرات محض انگلی کے اشارہ سے لکھ دیتے ہیں،

---

[1] ویوجه المیت فی القبر الی القبلة وتحل العقدة کبیری ۵۹۷. فصل فی الجنائز، السادس فی الدفن، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ویربط ان خیف انتشاره. کبیری ص: ۵۸۱، فصل فی الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] عالمگیری ص: ۱۶۱، ج: ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین، مطبوعه زکریا دیوبند، فان خیف أن تنتشر أکفانه تعقد، ولکن اذا وضع فی قبره تحل العقد لزوال مالأجله عقد. بدائع ص: ۴۰، ج: ۲، فصل فی کیفیة التکفین. طبع زکریا.

[4] زیلعی ص: ۲۳۸/۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان پاکستان.

[5] مجمع الانهر ص: ۲۶۸، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[6] لأمر النبی صلی الله علیه وسلم لسمرة وقد مات له ابن أطلق عقد راسه وعقد رجلیه ولأنه اٰمن من الانتشار. مراقی الفلاح ص: ۹۷، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۵۰۳، مطبوعه مصر، فصل في حملها دفنها.

اس میں کوئی بے ادبی نہیں، مگر ثابت بھی نہیں، اگر کوئی اشارہ سے لکھ دے تو اس سے نزاع نہ کریں، نہ تاکید کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن پر لکھنا

سوال:۔ عرصہ سے ہمارے ملک میں تحریر کفنی کا جواز عدم جواز کا مسئلہ چل رہا ہے، ایک صاحب نے ایک رسالے میں تحریر کیا ہے، لکھا ہے کہ کفن پر لکھنا ثواب ہے، جس کے ثبوت میں درمختار کی عربی عبارت بھی مع ترجمہ کے لکھی ہوئی ہے، اور کچھ کتابوں کا بلا عبارت جواز کے بارے میں ثبوت دیا ہے، کتابوں کے نام یہ ہیں ''کفایہ'' ''تاتارخانیہ'' فتاویٰ امام مکی'' اخبار الاخیار،، لمعات'' یہ کتابوں کے نام ہیں، مفتی صاحب کا نام قاضی عبدالسبحان ہے، اور کچھ صاحب کہتے ہیں کہ کچھ بھی لکھنا جائز نہیں ہے، آپ مذکورہ فتویٰ کے متعلق تحریر فرمائیں کہ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کفن میت پر کچھ لکھنا قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع امت، قیاس مجتہد سے ثابت نہیں، غیر مجتہد کا عمل شرعاً قابل احتجاج نہیں، درمختار میں جو کچھ اس سلسلے میں لکھا ہے، علامہ شامی نے اس کی تردید کی ہے، ابن الصلاح سے بھی عدم جواز کا فتویٰ نقل کیا ہے، کیونکہ اس کے لکھنے میں حروف قرآن کریم اور اسماء الٰہیہ کی بے ادبی ہے، اگر لکھنا ہو تو محض انگلی سے بغیر روشنائی کے میت کی پیشانی پر کچھ لکھ دیا جائے، یہ لکھنا بھی دلیل سے ثابت نہیں تاہم اس طرح

---

[1] نعم نقل بعض المحشين عن فوائد الشرجي أن ممايكتب علىٰ جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلىٰ الصدر لااله الا الله محمد رسول الله، وذٰلک بعد الغسل قبل التكفين الخ .شامی زکریا ، ج۳/ص۱۵۷ / قبيل باب الشهيد.

بے ادبی نہیں ہوگی، غور کا مقام ہے، اگر لکھنا دلیل سے ثابت ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ سے ضرور منقول ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/۱۵ھ

کفن پر عہد نامہ

سوال: - کیا مردے کے کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن وحدیث سے تو عہد نامہ لکھنا ثابت نہیں، بعض دیگر کتب میں اس کی اجازت دی ہے، مگر روشنائی سے نہیں بلکہ انگلی سے، اور یہ اجازت بھی مجتہدین فقہاء کی طرف سے نہیں اس لئے اس سے احتیاط ہی بہتر ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۵ھ

---

[1] کتب علی جبهة المیت أو عمامة او کفنیه عهدنامه ترجبی أن یغفر الله للمیت الخ ، قال الشامی، وقد أفتی ابن الصلاح بأنه لایجوز أن یکتب علی الکفن یٰسن والکهف، وغیرهما خوفاً من صدید المیت الی موله وقد قدمنا قبیل باب المیاه عن الفتح أنه تکره کتابة القرآن واسماء الله تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش وماذٰلک الا لاحترامه ..... فالمنع هنا بالاولیٰ مالم یثبت عن المجتهد أو ینقل فیه حدیث ثابت فتأمل نعم نقل بعض المحشیین عن الفوائد الشرجی أن ممایکتب علی جبهة بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحیم وعلی الصدر لااله الا الله محمدرسول اللّٰه وذٰلک بعد الغسل قبل التکفین اه شامی زکریا ص ۱۵۶-۱۵۷/ ۳/ باب صلاة الجنازه، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت،

[2] فالمنع هنا بالاولیٰ ما لم یثبت عن المجتهد او ینقل فیه حدیث ثابت فتأمل نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی أن ممایکتب علی جهة المیت بغیر مدادٍ بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحیم وذلک بعد الغسل قبل التکفین، شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت.

تلقین بعد الدفن اور کفن پر عہد نامہ لکھنا

سوال:- بہار شریعت میں ہے شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے مونہہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ کو جائز کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے مغفرت کی امید ہے (۲) قبر کا طواف تعظیمی منع ہے، اگر برکت کے لئے گرد پھرے تو حرج نہیں مگر عوام منع کئے جاویں۔ (۳) دفن کے کچھ دیر بعد مردہ کو تلقین کرنا مشروع ہے، اہلِ سنت کے لئے (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کیا جاوے یہ معتزلہ کا مذہب ہے، کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کیا ہے (ردالمحتار) حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کو مٹی دے چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے یا فلاں بن فلانۃ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا، پھر کہے یا فلاں بن فلانۃ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانۃ۔ مردہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا، مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہ ہوگی پھر: **اذکر ماخرجت علیه من الدنیا شهادة ان لا اله الا اللّٰه وان محمدًا عبده ورسوله وانک رضیت باللّٰه ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبیًّا وبالقراٰن امامًا.** نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے اس حدیث کو طبرانی کبیر میں اور ضیاء نے احکام میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا بعض اجلہ تابعین فرماتے ہیں کہ جب قبر پر مٹی برابر کر چکے اور لوگ واپس جاویں تو مستحب سمجھا جاتا ہے، میت کے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جاوے فلاں بن فلاں **قل لا اله الاّ اللّٰه** تین بار پھر کہا جاوے۔ **رَبّی اللّٰه ودینی الاسلام ونبیّی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم.**

الجواب حامداًومصلیاً

درمختار میں عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے مگر کوئی دلیل شرعی جواب کیلئے پیش نہیں کی، شامی نے اس کو رد کیا ہے وقد منا قبیل باب المیاہ عن الفتح انه تکره کتابة القرآن واسماء اللّٰه تعالیٰ علیٰ الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش وما ذاک الا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه مما فیه اهانته الخ[1] اس کے بعد نقل کیا ہے: ان مما یکتب علیٰ جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم اللّٰه الرحمن الرحیم وعلیٰ الصدر لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه وذالک بعد الغسل قبل التکفین[2] اھ قبر میں طاق بنا کر اساءت ادب نہیں لہٰذا گنجائش ہے طواف قبر سے اگر چہ برکت ہی مقصود ہو عوام وخواص سب کو منع کیا جائیگا خواص کیلئے استثناء کہاں ہے: ولایطوف ای یدور حوله (بقعة الشریفة) لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولاعبرة بما یفعله الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والاولیاء والعلماء وهٰکذافی البحر والنهر اھ شرح مناسک[3]

دفن کے بعد تلقین فرع ہے، مسئلہ سماع موتیٰ کی اور اس میں ہمارے ائمہ ثلاثہ سے کوئی صحیح تصریح روایت منقول نہیں جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں وہ تلقین کے بھی قائل ہیں چنانچہ تنویر میں ہے۔ ولایلقّن بعد تلحیده اھ۔ درمختار[4] ص:۵۷۱ میں ہے وان فعل لا

---

[1] شامی نعمانیه ج:۱، ص:۶۰۷، مطبوعه زکریا ص:۱۵۷، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت.

[2] شامی زکریا ص:۱۶۷، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت.

[3] ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص۵۶۶، باب زیارة سید المرسلین ﷺ فصل، ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. المدخل ص۲۶۳/۱، زیارة سید الاولین والآخرین ﷺ، مطبوعه مصر.

[4] تنویر مع الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ج:۱، ص:۵۷۱، مطبوعه زکریا ص:۸۰-۸۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی فی التلقین بعد الموت.

ینھٰی عنه اھ۔ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر[1] میں فریقین کے دلائل بیان کئے ہیں، شامی کے کلام کا ماحصل بھی یہی کہ کسی جانب تشدد نہیں چاہئے طریقہ تلقین درمختار، شامی[2]، فتح القدیر[3] میں منقول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

کلمہ طیب وغیرہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دینا

سوال:- روشنائی سے کلمۂ طیب وکلمۂ شہادت اور آیۃ الکرسی مع بسم اللہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں اور اس کو کارِ ثواب تصور کرتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کسی حدیث یا فقہاءِ امت کے قول سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہرگز ایسا نہ کیا جائے، قبر میں میت کا بدن پھٹنے اور اس کی آلائش لگنے سے اس لکھے ہوئے کا احترام باقی نہیں رہتا[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

---

[1] فتح القدیر ص: ۱۰۴، ج: ۲، باب الجنائز، مطبوعه دار الفکر بیروت،

[2] وفی الدرالمختار ویکفی قوله یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیه وقل رضیت باللّٰه رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیا، در مع الرد ص: ۵۷۱، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی فی التلقین بعد الموت.

[3] فتح القدیر ص: ۱۰۴، ج: ۲، باب الجنائز، مطبوعه دار الفکر بیروت،

[4] وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یس والکهف وغیرهما خوفا من صدید المیت (الی قوله) فلا یجوز تعریضها للنجاسة. (شامی نعمانیه ص: ۶۰۷، ج: ۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت)

کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا

سوال:- چادر جس پر کلمہ شریف اور آیات قرآنی لکھی ہوتی ہیں میت پر ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کلمہ شریف اور آیاتِ قرآنیہ کے احترام کے خلاف ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

عورت کے جنازہ پر سرخ چادر

سوال:- جو عورت خاوند والی مرتی ہے اس کے جنازہ پر ایک سرخ چادر ڈالتے ہیں ان کے جنازہ پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ اس پر بھی درست ہے، سرخ چادر کی پابندی کہیں ثابت نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وقد افتى ابن الصلاح: بأنه لايجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما والأسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة. شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج:۱. باب صلوة الجنازة، مطلب فيما يكتب على كفن الميت.

[2] ولابأس فى الكفن ببرودٍ، وفي النساء بحريرٍ، لجوازه بكل مايجوز لبسه حال الحياة. الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص:۵۸۰، ج:۱. مطبوعه زكريا ص:۱۰۰، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فى الكفن، الفتاوى الهنديه كوئٹه ص:۱۶۱، ج:۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثالث فى التكفين، بحر كوئٹه ص۲/۱۷۶، كتاب الجنائز.

کفن پر خوشبو لگانا

سوال: -خوشبو کفن میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحب ہے: وصفة تكفين الرجل ان يبخر الكفن اولا بالبخور الطيبة ويرش عليه الحنوط ان وجد ويبسط اللفافة ثم الا زار وهو من القرن الىٰ القدم ثم يجعل عليه حنوط ان وجد ويطلى بالكافور مساجده اهـ رسائل[1] الاركان ص: ۱۵۴. البتہ جو خوشبو مرد کیلئے حالتِ حیات میں منع ہے، یعنی ورس اور زعفران اس کا کفن میں لگانا بھی منع ہے، اسی کو درمختار میں لکھا ہے کہ یہ جہل ہے: ويجعل الحنوط وهو العطر المركب من الاشياء الطيبة غير زعفران وورس لكراهتهما للرجال انتهىٰ ولا يكره للنساء ابوالسعود عن العينى قوله وجعلهما فى الكفن عند راس الميت كما يفعل فى زماننا جهل بحر اهـ طحطاوى[2] ص: ۳۶۷، ج: ۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفن میں متبرک کپڑا

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: -بہشتی زیور اختری ص: ۵۵ ج: ۲، کفنانے کے بیان میں مسئلہ ۹ر میں لکھا ہے

---

[1] رسائل الاركان ص: ۱۵۴، فصل فى حكم الجنائز بيان السنة التكفين للرجل. مطبوعه علوى لكهنئو.

[2] طحطاوى على الدر ص: ۵۷۵، ج: ۱. باب صلاة الجنازة، مصرى، الدر مع الرد زكريا ص ۳/۸۹، باب صلوة الجنازة، مطلب فى القرء ة عند الميت، بحر كوئٹه ص ۲/۱۷۳، كتاب الجنائز.

کعبہ شریف کا غلاف یا اپنے پیر کا رومال وغیرہ کوئی کپڑا تبرکاً رکھ دینا (قبر میں) درست ہے، اس سے فائدہ کیا ہے اور اس کی افادیت کی کیا دلیل ہے، اور صحابہؓ وتابعینؒ میں اس کی کوئی نظیر نہیں، عبداللہ ابن ابی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ جو دیا گیا تھا وہ محض بدلہ تھا، اس کرتہ کا جو اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کی تنگی کے وقت اپنا کرتہ دیدیا تھا، ورنہ جہاں تک فائدہ کا تعلق ہے خود ارشاد نبوی معالم التنزیل میں یہ نقل کیا ہے کہ میرا کرتہ اسے کیا فائدہ دے گا، یہ بات کچھ بریلوی رنگ کی معلوم ہوتی ہے کیا اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مشکوٰۃ شریف[1]، باب غسل المیت وتکفینه ص: ۱۴۳، میں متفق علیہ حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی صاحبہ کو غسل دیتے وقت ارشاد فرمایا کہ جب غسل دینے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھ کو خبر دینا: **فلما فرغنا اٰذناه فالقٰی الینا حقوه فقال اشعرنها ایاه** (الحدیث) اس پر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں فرماتے ہیں **وهٰذا الحدیث اصلٌ فی التبرک بآثار الصالحین ولباسهم کما یفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتهم فی القبر. واللّٰه اعلم هامش المشکوٰۃ**[2].

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **قال الطیبی ای اجعلن هٰذا الحقو تحت الاکفان بحیث یلاصق بشرتها والمراد ایصال البرکة الیها اھ** (مرقاۃ[3] ص:۳۴۴، ج:۲)

---

[1] عن ام عطیة قالت دخل علینا رسول اللہ ﷺ ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رائیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرة کافورا او شیئاً من کافور فاذا فرغتن فاٰذننی الخ (مشکوۃ شریف ص۱۴۳، باب غسل المیت، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص۱۶۷/۱، کتاب الجنائز، باب ما یستحب ان یغسل وترا، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] لمعات علی هامش المشکوۃ ص: ۱۴۳، رقم الحاشیة: ۷، باب غسل المیت، الفصل الاول. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] مرقاۃ شرح مشکوۃ ص: ۳۴۴، ج: ۲، باب غسل المیت، الفصل الاول. مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری[1] ص:۱۰۵، ج:۳، میں لکھا ہے وھو اصل فی التبرک باثار الصالحین.

بخاری[2] شریف میں روایت ہے: عن سهل ان امراة جائت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ببردة منسوجة فیها حاشیتها أتدرون ما البردة قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بیدی فجئت لاکسوکها فاخذها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم محتاجاً الیها فخرج الینا وانها ازاره فحسنها فلان فقال اکسنیها ما احسنها فقال القوم ما احسنت لبسها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم محتاجًا الیها ثم سألتهٗ وعلمت انه لا یرد قال انی واللّٰه ماسالته لا لبسها انما سألتها لتکون کفنی قال سهل فکانت کفنه اهـ اس پر حافظ عینی فرماتے ہیں: وفیه التبرک باثار الصالحین کذا فی عمدة القاری[3] ص: ۶۲، ج: ۱.

کفر کے موجود رہتے ہوئے کوئی تبرک ذریعۂ نجات نہیں بن سکتا، اس لئے ابن ابی رئیس المنافقین کو قمیص مبارک سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (الآیۃ[4]) مومن کو کافر پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس کی حسنات پر اجر وثواب آخرت میں موعود ہے[5]، اور کافر کے حسنات پر آخرت میں وعدہ نہیں بلکہ اس کی شان "کَسَرَابٍ بِقِیْعَةٍ یَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَآءً"[6] اور مومن کے لئے تو "شوکة[7] یشاک بہ" بھی اجر ہے، عبداللہ ابن ابی

---

[1] فتح الباری ص: ۱۰۵، ج:۳، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، مطبوعه مصر.

[2] بخاری شریف ص: ۱۷۰، ج: ۱، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن الخ.

[3] عمدة القاری المجلد الرابع ص:۶۳، الجزء الثامن، کتاب الجنائز باب:۲۸، من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلم ینکر علیه. مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] پاره ۵ سورة النساء آیت ۱۴۵

[5] اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَداً، (سورۂ بینه، آیت:۷،۸)

[6] پاره ۱۸ سورةالنور آیت ۳۹، (حاشیہ نمبر:۷/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ دیا تھا، جب کہ وہ بدر سے اسیر کر کے لائے گئے تھے کما صرح به القاری فی المرقاۃ[1] ص: ۳۵۰، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پردۂ کعبہ کا ٹکڑا میت کی پیشانی پر

سوال: -بیتُ اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا یعنی کپڑا اگر میت کی پیشانی کے اوپر برائے تبرک وموجبِ برکت کیلئے رکھ دیا جائے تو علماءِ دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[2]، بشرطیکہ اس پر کلمہ وغیرہ تحریر نہ ہو[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۷ ان عائشة زوج النبی ﷺ قالت رسول الله ﷺ ما من مصيبة تصيب المسلم الا كفر الله بها عنه حتى الشوكة يشاكها، كذا فی البخاری ص: ۸۴۳، ج: ۲، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض. اشرفی بکڈپو دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وكان ای عبدالله بن ابی كسا عباسا ای حين اسر ببدر قميصا لانه كان عريانا، مرقاة شرح مشكوة ص: ۲/۳۵۰، باب غسل الميت وتكفينه، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. بخاری شریف ص ۱/۴۲۲، كتاب الجهاد، باب الكسوة للاساری، اشرفی بکڈپو دیوبند.

۲ ولو وضع شعر رسول الله ﷺ او عصاه او سوطه على قبر عاص لنجا ذلك العاصی ببركات تلك الذخيرة من العذاب الى قوله ومن هٰذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة استار الكعبة والتكفن بها. تفسير روح البيان ص: ۴۷۹، ج: ۳، تحت سورة التوبة آيت: ۸۴، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۳ وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف وغيرهما خوفا من صديد الميت (الى قوله) فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعرضها للنجاسة (شامی زکریا ص ۳/۱۵۷، باب صلوة الجنازة، مطلب فی مايكتب على كفن الميت)

غلافِ کعبہ کا ٹکڑا میت پر

سوال:- قبر میں کعبہ شریف کی چادر کا ٹکڑا اگر میت کے سینہ پر تبرکاً رکھ دیا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبرکاً رکھ دینا درست ہے[۱]، بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام یا آیت لکھی ہوئی نہ ہو، ورنہ درست نہیں، عامۃً میت کا جسم پھٹ کر اس میں سے پیپ وغیرہ نکلتی ہے جو کہ نجس ہے، اس سے تحفظ ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۸۹ھ

میت پر آب زمزم چھڑکنا

سوال:- آب زمزم کا کفن یا میت کے جسم پر چھڑکنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کفن پاک کپڑے کا دیا جاتا ہے اور غسل کے بعد میت پاک ہے، لہٰذا آب زمزم کا

---

[۱] ولو وضع شعر رسول اللّٰہ ﷺ او عصاہ او سوطہ علی قبر عاص لنجا ذلک العاصی ببرکات تلک للذخیرۃ من العذاب الی قولہ ومن ھٰذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ وبطانۃ استار الکعبۃ والتکفن بھا. تفسیر روح البیان ص: ۴۷۹، ج:۳، تحت سورۃ التوبۃ آیت: ۸۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲] وقد افتی ابن الصلاح بأنہ لا یجوز أن یکتب علی الکفن یٰسٓ والکھف ونحوھما خوفا من صدید المیت، فلا یجوز تعریضھا للنجاسۃ. شامی ص:۶۰۷، ج: ۱. قبیل باب الشھید مطبوعہ نعمانیہ.

میت پر (غسل کے بعد) اور کفن پر تبرک کے لئے چھڑکنا جائز ہے: ویجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم علیٰ وجه التبرک ولا یستعمل الاعلیٰ شیئ طاهرٍ فلا ینبغی ان یغتسل به جنب اومحدث ولا فی مکان نجس "لباب" وشرحهٗ وفی میاه "الدر" ویرفع الحدث بماء زمزم بلا کراهة وفی الدر ایضاً ویکره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال اهـ فاستفید منه ان نفی الکراهة حاصل فی رفع الحدیث اهـ (غنیة الناسک[1] ص: ۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

کفن کو آب زمزم سے تر کرنا

سوال: -کفن کا آبِ زمزم سے تر کرنا یا چھڑکنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر میں میت کا جسم پھٹتا ہے، نجاست بھی کفن کو لگتی ہے، زمزم شریف قابلِ احترام ہے، اس کو نجاست سے بچانا چاہئے، اس لئے کفن کو زمزم سے تر کرنا مناسب نہیں امداد[2] الفتاویٰ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

---

[1] غنیة الناسک ص: ۷۵، فصل فی شرب ماء زمزم، مطبوعه خیریه میرٹھ، تفسیر روح البیان ص ۴۷۹/۳، سورۂ توبه تحت آیت: ۸۴، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] خلاصۂ سوال:- کفن مبلول بماء زمزم، خلاصۂ جواب:- عدم جواز، امدادالفتاویٰ ص: ۷۱۶، ج: ۱، في باب الجنائز، ولکن قال محشیه: الصواب خلافه. مطبوعه اداره تصنیفات اولیاء دهلی، کذا فی روح البیان ص: ۴۷۹، ج: ۳ فی تفسیر سورة التوبه "وما تواوهم فاسقون. آیت: ۸۴، مطبوعه دارالفکر بیروت.

بدیشی کپڑے کا کفن اور اس پر نماز جنازہ

سوال :- زید بہت بزرگ وعالم اور متقی پرہیزگار تھا عرصہ سے عمر کے یہاں مقیم تھا بقضاء الٰہی فوت ہوگیا زید کے تعلقات بکر سے دیرینہ وقدیمانہ تھے اور بہت خوش گوار تھے بکر بھی اپنے وقت کا بہت بڑا عالم اور شیخ الحدیث ہے، زید کے انتقال پر عمر نے بذریعہ تار بکر کو زید کے مرنے کی اطلاع دی چنانچہ تجہیز وتکفین سے پیشتر بکر معہ دیگر مولویوں کے آیا زید کا جنازہ تیار تھا اور بکر کا انتظار کیا جارہا تھا، بکر سے شرکاء میت نے جنازہ کی نماز پڑھانے کیلئے کہا مگر بکر نے صاف انکار کردیا کہ اس پر کفن ولایتی لٹھہ کا ہے، میں نماز نہیں پڑھاؤں گا، حاضرین نے مکرر التماس کیا کہ جنازہ پر کفن ڈالنے والا عمر ہے، نہ زید نے اپنی زندگی میں کوئی ہدایت کی کہ بعد مرنے کے میرے اوپر بدیشی کفن ملبوس کرنا مگر بکر نے کوئی جواب نہیں دیا اور بکر کے ہمراہ جو چند مولوی آئے تھے ان میں ایک بہت بڑا عالم وبزرگ تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی بدیں وجہ بصورت فتویٰ چند باتیں دریافت طلب ہیں۔

(۱) کہ ولایتی لٹھہ کا اس وقت کفن جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) کیا مردہ پر بدیشی کفن ڈالنا شرعاً ممنوع ہے۔

(۳) کیا اس بدیشی کفن کے باعث مردہ پر قبر میں عذاب نازل رہے گا۔

(۴) بکر کا یہ فیصلہ بوجہ بدیشی کفن زید کی نماز جنازہ نہ پڑھانا احکامِ شرعیہ کے ماتحت موجب ثواب کا ہے یا عذاب کا۔

(۵) اور نیز بکر جب کہ خالص ولایتی اشیاء مثلاً گھڑی وچشمہ استعمال کرتا ہے اور اکثر موٹر کی سواری میں چلتا ہے اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کپڑے کا زندگی میں پہننا جائز ہے اس کا کفن بھی جائز ہے اور جس کا زندگی میں

پہننا جائز نہیں اس کا کفن بھی پہننا جائز نہیں[۱]۔ لٹھہ میں اگر کوئی نجاست مادے وغیرہ میں نہیں ہے بلکہ پاک ہے تو اسکا کفن بھی جائز ہے اور اگر اس میں کوئی نجس شئ ہے تو اسکا کفن جائز نہیں، اس کی تحقیق کر لی جائے[۲]۔

(۳) مردے کے جب کسی فعل کو اس میں دخل نہیں تو وہ بری الذمہ ہے اگر میت نے وصیت کی تھی کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے یا اس کو علم تھا کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا، پھر بھی جان بوجھ کر منع نہیں کیا تو وہ گنہ گار ہے[۳]۔

(۴) جنازہ کی نماز پڑھانا فرض عین نہیں بلکہ یہ نماز فرض کفایہ ہے، جب اور لوگ بھی پڑھنے پڑھانے والے ہیں تو صورت مسئولہ میں بکر گنہ گار نہیں[۴]۔

---

[۱] ولا بأس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر، لجوازه بکل ما یجوز لبسه حال الحیاة وأحبه البیاض أوما کان یصلی فیه. در علی الرد ص:۵۸۰، ج:۱. مطبوعه نعمانیه، باب صلاة الجنازة، مطلب فی الکفن. بحر کوئٹه ص ۲/۱۷۶، کتاب الجنائز، هندیه کوئٹه ص ۱/۱۶۱، الباب الحادی والعشرون، الفصل الثالث فی التکفین.

[۲] وفي القنیة! الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومکانٍ وستر العورة شرط في حق المیت والامام جمیعا. درعلی الرد ص:۵۸۲، ج:۱، مطبوعه نعمانیه، باب صلاة الجنازة، مطلب فی الکفن. طحطاوی علی المراقی ص ۴۷۹، فصل الصلوة علی المیت فرض کفایة، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه، ص ۲/۱۷۹، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[۳] قال تعالیٰ! ولاتزر وازرة وزر أخری (الی قوله) وثانیها اخص من الذی قبله ما اذا أوصٰی أهله بذلک. قال ابن المرابط: اذا علم المرء بما جاء فی النهی عن النوح وعرف ان اهله من شانهم یفعلون ذالک ولم یعلمهم بتحریمهم ولازجرهم عن قعاطیه اذا عذب علی ذالک عذب بفعل نفسه لا بفعل غیره بمجرده، فتح الباری ص:۵۰۰، ج:۳، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المت ببعض بکاء اهله علیه الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی ص:۶۰۷، ج:۱، مطبوعه نعمانیه، قبیل باب الشهید.

[۴] والاجماع منعقد علی فرضیتها ایضاً الا انها فرض کفایة اذا قام به البعض یسقط عن الباقین (بدائع زکریا ص ۲/۴۶، فصل فی صلاة الجنازة، الدر علی الرد نعمانیه ص ۱/۵۸۱، باب صلوة الجنازة، مراقی مع الطحطاوی ص۴۷۷، فصل الصلوة علی المیت، مطبوعه مصری.

(۵) اوّلاً بکر سے تحقیق کرلی جائے کہ جنازہ کی نماز نہ پڑھانے کی وجہ صرف ولایتی کفن ہے، یا اس کی ناپاکی یا اور کوئی وجہ ہے، تو اگر صرف ولایتی کفن ہے تو اشیاء مذکورہ کا فرق بکر ہی سے دریافت کیا جائے، کیونکہ وہ بھی آپ کے لکھنے کے مطابق اپنے وقت کا بہت بڑا عالم وشیخ الحدیث ہے، اگر اس کی وجہ اس کفن کی ناپاکی ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے مادے میں بعض نجس چیزیں پڑتی ہیں اور اس میں نماز پڑھانا برا ہے اگر کوئی اور وجہ ہے تو اس کے معلوم ہونے پر حکم لکھا جاسکتا ہے۔ فقط والسلام واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

ہندو مسلم کے جنازہ میں تمیز نہ ہو تو کفن دفن کی کیا صورت ہو؟

سوال:- ایک مکان کے اندر ایک ہندو اور ایک مسلمان میں مکان میں آگ لگ گئی، دونوں جل گئے جس کی کوئی بھی شناخت نہیں ہوسکی، تو اب اُن کی نماز جنازہ اور کفن دفن کس طرح ہوگا؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شناخت نہیں تو دونوں کو غسل وکفن دے کر ایک ساتھ سامنے رکھ کر نمازِ جنازہ

---

[1] اذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لا يضر دفعاً للحرج بخلاف الكفن المتنجس ابتداءً. درعلى الرد ص: ۵۸۲، ج: ۱. مطبوعه نعمانيه، باب صلاة الجنازة، الطهارة من النجاسة فى ثوب وبدن ومكان شرط فى حق الميت والامام جميعا (الدر على الرد نعمانيه ص ۵۸۲/۱، باب صلوة الجنازة مطلب فى الكفن، طحطاوى على المراقى ص ۴۷۹، فصل الصلوة على الميت، مطبوعه مصرى، بحر كوئٹه ص ۱۷۹/۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

پڑھی جائے اور نیتِ جنازہ مسلم کی کی جائے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۸ھ

مردہ بچہ کو بلا غسل وکفن ہنڈیا میں رکھ کر دفن کر دینا

سوال:- ایک مسلمان نے اپنے بچے کو جو پیدا ہونے کے بعد چار گھنٹہ زندہ رہا، بلا غسل وکفن نماز کے ایک ہنڈیا میں بند کر کے دفن کر دیا ہے، گاؤں والے اس سے بے خبر رہے، گاؤں والوں کو دو ماہ بعد یہ خبر ملی کہ اس نے یہ فعل کیا ہے، قانونِ شریعت اس مسلمان کے واسطے کیا حکم دیتا ہے؟ باقی ہم لوگ اس مسئلہ سے لاعلمی رکھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شخص نے نہایت بیجا حرکت اور غلطی کی اسکے ذمہ لازم تھا کہ اس بچے کو باقاعدہ غسل اور کفن دیکر اس کی نماز پڑھ کر شریعت کے موافق قبر میں دفن کرتا[2]۔ اب اسکے ذمہ یہ ضروری ہے

---

[1] ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار، قال بعضهم ! يصلى عليهم وينوى بالصلاة والدعاء للمسلمين اهـ. بدائع ملخصاً ص: ۳۱، ج: ۲، كتاب الجنائز، مطبوعه زكريا ديوبند، شرائط وجوب الغسل. شامى نعمانيه ص: ۵۷۷، ج: ۱. باب صلاة الجنازة، مطلب فى حديث كل سبب ونسب الخ.

[2] أن حكمه الصلاة عليه ويلزمه أن يغسل، وان لم يبق بعده حيا لاكرامه. البحرالرائق ص: ۱۸۸، ج: ۲، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فصل الصلوة احق بصلاته. ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه أى ويكفن. شامى نعمانيه ص: ۵۹۴، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلاناً فى المسجد الخ، مجمع الانهر ص ۲۷۳/۱، باب صلوة الجنائز، فصل، دارالكتب العلمية بيروت.

کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کرے اور پختہ عہد کرے کہ آئندہ ایسا ہرگز نہیں کریگا۔[۱] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۹/۶۲ھ

مرتد کی تجہیز و تکفین

سوال:۔عنایت خاں نے دھوری بائی نومسلم سے اسلام قبول کرا کے نکاح کیا جن کے نطفہ سے لڑکا غلام محمد نامی ہے، دو بہن ہیں دھوری بائی نے اب ظاہر کیا کہ میں اب ہندو مذہب میں واپس رہونگی، اسلام سے تعلق نہیں ہے، قاسم خاں جو دوسرا شوہر تھا، اس کو بھی دھوری بائی نے جلوا دیا، اب دھوری بائی سے تعلق رکھیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دھوری بائی نے اسلام چھوڑ کر جو ہندو مذہب اختیار کیا ہے، اس سے اس کے زمانہ اسلام کے سب اعمال برباد ہو گئے، اگر وہ توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول نہ کرے، تو ہمیشہ کے لئے جہنم کی مستحق ہے[۲]، اس سے کسی قسم کا تعلق محبت جائز نہیں، اگر وہ مرجائے تو اس کی نعش کو سنت کے موافق تجہیز و تکفین نہ کی جائے، اور اس میں شرکت نہ کی جائے، ہندو لوگ جو چاہیں کریں[۳]،

---

[۱] واتفقوا علی ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور (نووی علی مسلم ص ۲/۳۵۴، اول کتاب التوبة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[۲] ومن يرتد ومنكم عن دينه فيمت وهو كافر فاؤ لئک حبطت اعمالهم فی الدنيا والاٰخرة وأولئک اصحاب النار هم فيها خالدون (سوره بقره، آیت ۲۱۷/)

[۳] اما المرتد فيلقی فی حفرة كالكلب أی ولايغسل ولايكفن عندالاحتياج فلوله قريب فالاؤلیٰ تركه لهم من غير مراعاة السنة (الدرمع الشامی زكريا، ج۳/ص ۱۳۴/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلا نا فی المسجد الخ، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۹۶/ فصل السلطان احق بصلاته، بحر كوئٹه ج۲/ص ۱۹۱/ فصل السلطان احق بصلاته،

غلام محمد بالکل الگ رہے قاسم خاں کو انتقال کے بعد جلواد ینا جائز نہیں تھا، یہ سخت گناہ ہوا توبہ لازم ہے[۱]، مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ کفن دفن کرتے اور نماز جنازہ ادا کرتے[۲]، اب اس کیلئے استغفار کریں، قرآن پاک پڑھ کر نوافل پڑھ کر صدقہ دے کر اس کو ثواب پہنچائیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کی رقم سے مسلمان کی تکفین

سوال:۔ ایک زید مسلمان کی میت کو ایک غیر مسلم کی رقم دی ہوئی جائز ہے یا ناجائز، میت کا وارث کوئی نہیں ہے، اس صورت پر کہاں تک صحیح ہے، یہ شخص مستقل چار سال تک ملازم تھا، رہن سہن خورد نوش کا انتظام وہیں پر تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر مسلمان میت کا کوئی وارث نہیں اور اس کے کفن دفن کیلئے کسی غیر مسلم نے رقم دی،

---

[۱] واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لايجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أوكبيرة (نووى على مسلم، ج۲/ص ۳۵۴/اول كتاب التوبة، سعدبكڈپو ديوبند)

[۲] الصلوٰة عليه ككفنه ودفنه تجهيزه فرض كفاية (مراقى مع الطحطاوى، ص ۴۷۷/ فصل الصلوٰة على الميت فرض كفاية، مطبوعه مصرى، الدرمع الرد ج۳/ص ۱۰۲/باب صلاة الجنازة، مطلب فى صلاة الجنازة طبع زكريا، حلبى كبير، ص ۵۷۹/ فصل فى الجنائز، البحث الثانى فى غسل الميت، طبع لاهور.

[۳] للانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوماً اوصدقة أوغيرها (شامى زكريا ج۳/ ص ۱۵۱/ باب صلوة الجنازة، مطلب فى القرأة للميت الخ، بحر كوئٹه ج۳/ص ۵۹/ باب الحج عن الغير، بدائع زكريا ج۲/ ۴۵۴/ كتاب الحج، بيان شرائط النيابة فى الحج.

تو اس رقم کا میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے، مگر مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی طرف سے اس کا انتظام کریں، غیر مسلم سے نہ مانگیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۳۹ھ

غیر مسلم سے کفن سلوانا

سوال:- غیر مسلم سے کفن سلوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے جیسا اور معاملات درست ہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

---

[۱] وان لم یکن له من تجب علیه نفقته فکفنه فی بیت المال فان لم یکن فصلی المسلمین تکفیة فان عجز واسالوا الناس کذافی الزاهدی، عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۱۶۱/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین، تاتارخانیه، ج ۲/ص ۱۴۸/ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر ینقسم اقساماً، قسم آخر مایتصل به، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ج:۳/ ص:۶۸/ الفصل الثلاثون فی الجنائز، قسم آخر مایتصل (أی بالتکفین) مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] لا بأس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذا کان مما لابدمنه، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

نماز جنازہ

نماز جنازہ کی نیت

سوال: - امام اگر نماز جنازہ پڑھاوے اس صورت میں مقتدی کی نیت کرے یا نہیں نیت کے لئے زبان سے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں، نیت کس طرح کرے اگر کسی کو معلوم نہیں کہ جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا ازدحام کی وجہ سے اور ازدحام کی وجہ سے اور بھی اکثر مقتدیوں کو معلوم نہیں اس لئے پوچھ بھی نہیں سکتا تو نیت کس طرح کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کو مقتدی کی نیت کرنا ضروری نہیں[1]، نہ اس نیت کو زبان سے کہنا ضروری بلکہ نیت میں عزم قلب کا اعتبار ہے اور زبان سے کہنا مستحب ہے: **والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ وھو ان یعلم بداھۃً اَیَّ صلٰوۃ یصلی والتلفظ بھا مستحب ھو المختار تنویر[1] ص: ۴۳۱.**

---

[1] الامام ینوی صلاتہ فقط ولایشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی (الدر مع الشامی زکریا ص۲/۱۰۳، باب شروط الصلوۃ، مطلب مضی علیہ سنوات وھو یصلی الظھر قبل وقتھا، ھندیہ کوئٹہ ص۱/۶۶، الباب الثالث فی شرط الصلوۃ، الفصل الرابع فی النیۃ، بدائع زکریا ص۱/۳۳۰، کتاب الصلوۃ، الکلام فی النیۃ.

اور جنازہ کی نیت کا طریقہ یہ ہے: **ومصلی الجنازة ینوی الصلوٰة للّٰه تعالیٰ والدعاء للمیت لانه الواجب علیه فیقول اصلی للّٰه داعیا للمیت درمختار**[2] **ص: ۴۲۹.** جنازہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں یہ نیت کرے کہ جس میت پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی امام کے ساتھ اسی میت پر پڑھتا ہوں: **وان اشتبه علیه المیت ذکرام انثی یقول نویت اصلی مع الامام علیٰ من یصلی علیه الامام.** (درمختار[3]) اگر تعیین نہ کی بلکہ مطلقاً صلوٰۃ جنازہ کی نیت کی تب بھی درست ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۵/صفر ۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/صفر ۵۳ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۲۷۸، ج: ۱، مطبوعه زکریا ج: ۲، ص: ۹۱-۹۲، باب شروط الصلاة. بحث النیة. مجمع الانهر ص۱۲۷/۱، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، حلبی کبیر ص۲۵۴/۱، شروط الصلوة، الشرط السادس، مطبوعه لاهور.

[2] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۲۸۳، ج: ۱، مطبوعه زکریا ص: ۱۰۲، ج: ۲، باب شروط الصلاة، مضی علیه سنوات وهو یصلی الظهر قبل وقتها. مجمع الانهر ص۱۲۸/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. هندیه ص۶۶/۱، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الرابع، طبع کوئٹه.

[3] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۲۸۴، ج: ۱. مطبوعه زکریا ص: ۳-۱۰۲، ج: ۲، باب شروط الصلاة، مطلب مضی علیه سنوات الخ. مجمع الانهر ص۱۲۹/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[4] ینبغی أن ینوی صلاة الجمعة وصلاة العیدین وصلاة الجنازة وصلاة الوتر لأن التعیین یحصل بهذا. شامی ص: ۲۸۳، ج: ۱، مطلب مضی علیه سنوات وهو یصلی الظهر قبل وقتها، باب شروط الصلاة. بدائع زکریا ص۳۳۰/۱، کتاب الصلوة، الکلام فی النیة.

نمازِ جنازہ کی نیت

سوال:-نمازِ جنازہ کی نیت کے الفاظ کیا ہیں؟ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نیت دل سے ہوتی ہے کہ نماز اللہ کیلئے ہے اور دعا میت کیلئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

صلوٰۃ جنازہ حاضرین پر فرض کفایہ ہے

سوال:-صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کوئی حاضر ہو جائے تو اس کے اوپر بھی فرض کفایہ ہے یا نہیں (ایک عالم صاحب فرماتے ہیں اس پر فرض عین ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں) اور حاشیہ شرح وقایہ میں مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کفایہ لکھا ہے ان کے حق میں بھی لیکن کتاب کا حوالہ نہیں دیا اگر دیگر کتاب سے یہ مسئلہ معلوم ہو تو ارسال فرمائیے معہ حوالہ کے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وهی فرض كفاية ای الصلوٰة عليه لقوله عليه الصَّلوٰة والسَّلام صَلوا علٰی

---

[1] والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة. الدرالمختار على الشامی نعمانيه ص:۲۷۸، ج:۱، مطلب فی النية، ومصلی الجنازة ينوی الصلاة لله تعالٰی وينوی أيضا الدعاء للميت الدرالمختار على الشامی نعمانيه ص:۲۸۳، ج:۱، مطلب مضی عليه سنوات، باب شروط الصلاة. مجمع الانهر ص۱۲۸/۱، باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هنديه ص۶۶/۱، الباب الثالث فی شروط الصلوة، الفصل الرابع، طبع كوئٹه.

صَاحبکم والامر للوجوب ولو کانت فرض عین لَصَلّٰی علیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولان المقصود یحصل باقامة البعض فتکون فرض کفایة وکذا تکفینه فرض علی الکفایة ولهٰذا یقدم علی الدین الواجب علیه ویجب علٰی من تجب نفقته وکذا غسله ودفنه فرض علی الکفایة اهـ زیلعی[1] ص: ۲۳۹، ج: ۱، واذا اراد وا ان یصلوا علٰی جنازة بعد غروب الشمس بدؤا بالمغرب لانها اقویٰ فانها فرض عین علٰی کل واحد والصّلوة علٰی الجنازة فرض علٰی الکفایة والبداء ة بالاقویٰ اولٰی لان تاخیر صلٰوة المغرب بعد غروب الشمس مکروه وتاخیر الصَّلٰوة علٰی الجنازة غیر مکروه. واذا صلوا علٰی جنازة والامام غیر طاهر فعلیهم اعادة الصَّلٰوة لان صلٰوة الامام فاسدة لعدم الطهارة فتفسد صلٰوة القوم بفساد صلٰوته وان کان الامام طاهرًا والقوم علٰی غیر طهارة لم یکن علیهم اعادتها لان صلٰوة الامام قد صحت وحق المیت به تأدی فالجماعة لیست بشرط فی الصلٰوة علٰی الجنازة اهـ مبسوط[2] ص: ۳۸، ج: ۲، والصَّلٰوة عَلٰی الجنازة فرض علٰی الکفایة تسقط باداء الواحد اذا کان هوا لولی ولیس للقوم ان یعید وابعد ذٰلک ولو ان جنازة تشاجر فیها قوم ایهم یصلی علیها فوثب رجل غریب فصلی علیها وصلی معه بعض القوم فصلٰوتهم تامّة وان احب الاولیاء اعادوا الصلٰوة لان حق الصلٰوة علٰی الجنازة للاولیاء فلایکون لغیرهم ان یبطل حقهم، فان کان حین افتتح الرجل الغریب صلٰوة الجنازة اقتدیٰ به بعض الاولیاء فلیس لمن بقی منهم حق الاعادة لان الذی اقتدی به رضی با مامته فکانه قدمه ولکل واحد من الاولیاء حق ا لصّلٰوة علٰی الجنازة کانه لیس معه غیره لان ولایته متکاملة فاذا سقط باداء

---

[1] زیلعی ۳۹-۲۳۸/۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] مبسوط ۶۸/۲ باب غسل المیت. مطبوعه دارالفکر بیروت.

احدهم لم يكن للباقين حق الاعادة اهـ مبسوط[1] ج:۲، ص:۱۴۶، الصلوٰة عليه ككفنه ودفنه وتجهيزه فرض كفاية مع عدم الانفراد بالخطاب بها ولو امرأة فلو انفرد واحد بان لم يحضره الاهو تعين عليه تكفينه ودفنه كما فى الضياء والشمنى والبرهان اهـ طحطاوى[2] ص:۳۳۸.

صلوٰۃ جنازہ کا جمیع حاضرین پر فرض کفایہ ہونا عبارات مذکورہ سے بالکل صاف طور پر ظاہر ہے، اگر کوئی شخص حاضر نہ ہو صرف ایک آدمی ہو اس پر البتہ فرض عین ہے جیسا کہ عام فرض کفایہ کا حکم ہوتا ہے، جو عالم جمیع حاضرین پر فرض عین کہتے ہیں فرضیت کی دلیل ان ہی سے دریافت کی جائے، کتب معتبرہ، متون، شروح، فتاویٰ میں کہیں فرض عین ہونا جمیع حاضرین پر مذکور نہیں، شرح وقایہ[3] کے حاشیہ میں فرض عین ہونے کی تردید کی ہے جو کہ ناکافی ہے، اور کیا سائل نے ان عالم سے دریافت کر کے فرض عین ہونے کا کوئی حوالہ کسی معتبر کتاب سے دیا ہے، جزئیات فقہیہ جو عبارات منقولہ میں درج ہیں نیز معتبر اور مفتی بہ ہیں، فرض عین ہونے کے قطعاً منافی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۱/۱/۵۸ھ

---

[1] مبسوط ۱۲۶/۲، كتاب السجدات، باب الصلاة على الجنازة. مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] طحطاوى على المراقى ص:۴۷۸، فصل الصلاة على الميت فرض كفاية. مطبوعه مصر.

[3] عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص ۲۵۲/۱، حاشيه: ۹، كتاب الصلوة، بيان الكفن وكيفية التكفين، مطبوعه رحيميه ديوبند، هذا هو حكم فرض الكفاية فانه يكون فرضا على كل واحد واحد.

صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت کب سے ہے

سوال: -کیا صلوٰۃ جنازہ کی ابتداء اسلام سے قبل ہوئی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

وقیل (ای صلوٰۃ الجنازۃ) من خصائص هٰذه الامة کالوصیة بالثلُث وردّ بما اخرجه الحاکم وصححه عنه صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال کان اٰدم رجلاً اشقر طوالا کانه نخلةٌ سحوق فلما حضره الموت نزلت الملائکة بحنوطه وکفنه من الجنة فلما مات علیه الصلوٰۃ والسلام غسلوه بالماء والسدر ثلثًا وجعلوا فی الثالثة کافوراً وکفنوه فی وتر من الثیاب وحفروا له لحدا وصلوا علیه وقالوا لولده هذه سنة لمن بعده فان صح مایدل علیٰ الخصوصیة تعین حمله علی انه بالنسبة لمجرد التکبیر والکیفیة قال الواقدی لم تکن شرعت یوم موت خدیجة رضی اللّٰه عنها وموتها بعد النبوۃ بعشر سنین علیٰ الاصح. (طحطاوی[1] ص:۳۳۸، علیٰ مراقی الفلاح)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کی مشروعیت کے متعلق دوقول ہیں، ایک یہ کہ یہ اسی امت کی خصوصیت ہے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مشروع ہوئی ہے، دوسرا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ملائکہ نے صلوۃ جنازہ پڑھی ہے، اور بعد والوں کیلئے بھی اس کو مقرر کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذی القعدہ ۸۴ھ

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص:۴۷۸، فصل الصلاۃ علی المیت فرض کفایة، مطبوعه مصر. لامع الدراری شرح البخاری ص۱۰۵/۲، اول کتاب الجنائز، مطبوعه مکتبه یحیوی سهارنپور، اوجز ص ۴۲۱/۲، کتاب الجنائز، متی شرعت الصلوۃ، مطبوعه کتب خانه یحیوی سهارنپور.

نماز جنازہ صرف تکبیرات سے ادا ہو جاتی ہے

سوال:- اگر کسی کو جنازہ کی نماز نہ آتی ہو وہ صرف تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف چار تکبیرات کہنے سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے جو شخص تکبیر کہنا جانتا ہے، اس کا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔ دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ کذا فی مراقی[1] الفلاح ص: ۳۲۰۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تکبیرات نماز جنازہ میں کمی زیادتی

سوال:- جنازہ کی نماز میں تین ہی تکبیر پر یا پانچ تکبیر پر سلام پھیرا جائے، تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین تکبیر پر نماز ختم کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی پانچ پر ختم کرنے سے فاسد نہیں ہوگی۔ (طحطاوی[2] ص: ۳۲۲) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وأركانها التكبيرات والقيام، والرابع من السنن الدعاء للميت ولنفسه وجماعة المسلمين بعد التكبيرة الثالثة، وليس الدعاء من أركانها على التحقيق. مراقي مع الطحطاوي ص: ۴۷۸، ۴۸۲، مطبوعه مصر، فصل في الصلاة عليه. وفي التاتار خانية: والأمي والهنود الذين لا يعلمون الأدعية يكبر تكبيرات ويسلم تجوز صلاته لأن الاركان فيها التكبيرات. ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ج: ۲. القسم الثاني في كيفية الصلاة على الميت. مطبوعه كراچي. بدائع زكريا ص ۲/۵۴، كتاب الصلوة، فصل في صلاة الجنازة، ما تصح وما تفسد ومايكره. (حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر)

نمازِ جنازہ میں پانچویں تکبیر

سوال:-نمازِ جنازہ میں سہواً بجائے چار تکبیر کے پانچ تکبیر پر سلام پھیرا تو نمازِ جنازہ ادا ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز ہوگئی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴ھ ۳/ ۸۸ھ

چوتھی تکبیر کے بعد مقتدی نے سلام پھیر دیا

سوال:-مقتدی نمازِ جنازہ میں چار تکبیر کے بعد امام کا انتظار کریں یا سلام پھیر دیں یا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ولو كبر الاما خمسا لم يتبع ولكن ينتظر سلامه في المختار ليسلم معه في الاصح وفي رواية يسلم الماموم كما كبر امامه الزائدة . ولو سلم الامام بعد الثلاثة ناسيا، كبر الرابعة ويسلم، وهو بعيد لأن الامام اذا اقتصر على ثلاثة فسدت فيما يظهر، واذا فسدت على الامام فسدت على المأموم لترك ركن من أركانها. طحطاوی مع المراقی ص: ۴۸۴، قبيل فصل الصلاة على الميت فرض كفاية، مطبوعه مصر. هنديه كوئٹه ص ۱۶۴/ ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة على الميت، بحر كوئٹه ص ۱۸۴/ ۲، كتاب الجنائز، السلطان احق بالصلوة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولو كبر الامام خمسا لم يتبع ولكن ينتظر سلامه في المختار ليسلم معه في الاصح وفي رواية: يسلم المأموم كما كبر امامه الزائدة. مراقی على الطحطاوی ص: ۴۸۴، قبيل فصل من أحق بصلاته عليه، مطبوعه مصر. هنديه كوئٹه ص ۱۶۴/ ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة على الميت، درمختار مع الشامی زكريا ص ۱۱۲/ ۳، صلاة الجنازة، هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی.

امام کے سلام پھیرنے کے بعد ہی سلام پھیریں خواہ امام پانچویں تکبیر کہہ دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام پانچویں تکبیر کہے تب بھی مقتدیوں کو سلام کا انتظار کرنا چاہئے بغیر پانچویں تکبیر کہے امام کے ساتھ سلام پھیرے، اگر امام سے پہلے سلام پھیر دیا تب بھی نماز ادا ہوگئی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/۸۸ھ

تیسری تکبیر پر سلام پھیر دیا

سوال:- ایک شخص نے صلوٰۃ جنازہ کے اندر چوتھی تکبیر کو بھولے سے نہیں کہی اور ایک طرف سلام پھیر دیا تب یاد آیا، اب اس کو کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اب چوتھی کہہ لے اور پھر سلام پھیر دے: **اذا سلم علیٰ ظن انه اتم التکبیر ثم علم انه لم یتم فانه یبنی لانه سلم فی محله وهو القیام فیکون معذوراً اهـ بحر**[2] **ص: ۱۸۴، ج: ۲، ولو سلم الامام بعد الثلاثة ناسیًا کبر الرابعة ویسلم اهـ**

---

[1] ولو کبر الامام خمسا لم یتبع، ولکن ینتظر سلامه فی المختار لیسلم معه (قوله ولکن ینتظر) لأن البقاء في حرمة الصلاة بعد الفراغ منها لیس بخطاء. طحطاوی مصری ص: ۴۸۴، قبیل فصل من احق بصلاته علیه، وروی عن الامام: أنه یسلم للحال ولاینتظر تحقیقاً للمخالفة. شامی نعمانیه ص: ۵۸۶، ج: ۱ قبیل بحث الاستغفار للصبي، فی صلاة الجنازة، وفي روایة یمکث حتی یسلم معه اذا سلم. بحر ص: ۱۸۴، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، مطبوعه کوئٹه.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص: ۱۸۴، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، فصل السلطان احق بصلاته.

مراقی الفلاح[1] ص: ۳۴۲.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۷/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نماز جنازہ میں صرف تین تکبیر کہنا

سوال:۔ایک شخص نے نماز جنازہ پڑھائی چار مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے بجائے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور چوتھی مرتبہ حی علی الصلوٰۃ کہا گیا، نماز جنازہ ہوگئی یا نہیں؟ میت کو دفن کرنے کے بعد کب تک نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، اگر پہلے نماز غلط ہوجائے تو بعد میں قبر پر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

چار دفعہ اللہ اکبر کہنا نماز جنازہ میں فرض ہے، اور سلام واجب ہے،[2] جب کہ تین دفعہ اللہ

---

[1] مراقی مع الطحطاوی ص: ۴۸۴، قبیل فصل من أحق بالصلاة علیه، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۱۵۹، صلوة الجنازة، کیفیة الصلوة علی المیت، هندیه کوئٹه ص ۱/۱۶۵، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

[2] وأرکانها التکبیرات الی قوله ویسلم وجوباً بعد التکبیرة الرابعة من غیر دعاء فی ظاهر الروایة الخ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۷۸-۴۸۳/ فصل فی الصلاة علی المیت، مطبوعه مصر، وصلاة الجنائز اربع تکبیرات ولوترک واحدة منها لم تجز صلاته، عالمگیری دارالکتاب ج ۱/ص ۱۶۴/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت، شامی زکریا، ج۳/ص ۱۰۵-۱۱۱/ باب صلاة الجنائز، مطلب هل یسقط فرض الکفایة، بفعل الصبی.

اکبر کہا گیا اور چوتھی دفعہ حی علی الصلوٰۃ کہا گیا، تو فریضہ ادا نہیں ہوا،[1] قبر پر چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر نماز جنازہ پڑھی جائے، جب تک اس میں میت سلامت ہو جس کی مدت عادۃً تین دن ہے، اس کے بعد نماز قبر پر نہ پڑھی جائے، اگر چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر حی علی الصلوٰۃ کہا گیا اور سلام نہیں کہا گیا تو واجب ترک ہوا، فرض ادا ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازِ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے؟

سوال:- ایک کتاب جس کا نام خلاصۃ الفتاویٰ ہے، اسکے ص: ۲۲۵، ج: ۱، میں مذکور ہے۔ (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) عبارت یہ ہے: **ولا یعقد بعدا لتکبیر الرابع لانہٗ لا یبقٰی ذکر مسنون حتّٰی یعقد فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلّم تسلیمتین. هکذا فی الذخیرة. وهو سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فیضع حَالة الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازة.** (درمختار) ان دونوں عبارتوں کی تشریح فرمائیں اور ان عبارات کی روشنی میں اس کا حکم بھی بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے کیونکہ کوئی ذکرِ مسنون باقی نہیں رہا جس کیلئے ہاتھ باندھے جائیں، پس صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کھول دے، پھر دونوں سلام پھیرے، ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] وان دفن بغیر صلاة فصل علی قبره مالم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر هو الاصح، قال الشامی، وقیل بقدر بثلاثة ایام الخ، شامی مع الدرالمختار، مطبوعه زکریا ج۳/ ص۱۲۵/ باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد، مجمع الانهر ج۱/ ص۲۷۰/ فصل الصلاة علیه فرض کفایة ،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،ص ۴۸۸/ فصل السلطان احق بصلاته ،مطبوعه مصر.

اور ہاتھ باندھنا ایسے قیام کی سنت ہے، جس کو قرار ہو (کچھ طویل ہو) اس میں ذکر مسنون ہو، پس ثنا اور قنوت اور تکبیراتِ جنازہ میں ہاتھ باندھے رکھے۔ (درمختار[1])

عبارت (۱) کے متعلق خلاصۃ الفتاویٰ کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قلمی نسخہ میں موجود نہیں، عبارت (۲) کے متعلق یہ بات قابلِ غور ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد بھی ذکر مسنون ہے اور وہ سلام ہے، پس تکبیرِ رابع کے بعد وضعِ یدین کو ممنوع کہنا اور ارسالِ یدین کو حتمی طور پر لازم کہنا صحیح نہیں۔ فتاویٰ سعدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں طرح عمل درست ہے، ایک یہ کہ تکبیر رابع کے بعد ارسالِ یدین کر کے سلام پھیرے دوسرے یہ کہ داہنی طرف سلام پھیرتے وقت داہنا ہاتھ چھوڑ دے، بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ دونوں طرف سلام پھیر کر دونوں ہاتھ چھوڑ دے، یہ تیسری صورت عامۃً معمول بہا ہے، اکابر کو اسی طرح دیکھا ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۲ھ

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیا پڑھے؟

سوال:- نمازِ جنازہ میں ۴ر تکبیریں ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آخری تکبیر میں تکبیر کے بعد فوراً سلام ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۳۲۶، ج: ۱، باب صفة الصلاة، مطلب فی بیان المواتر والشاذ، فتاوی الهندیه ص ۷۳/ ۱، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث فی سنن الصلوة، حلبی کبیر ص ۳۰۰، باب صفة الصلوة، مطبوعه لاهور.

[2] فتاوی دارالعلوم دیوبند ۵/ ۳۱۴، ۳۱۳. مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

ظاہر روایت تو یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے، درمیان میں کچھ نہ پڑھا جائے، لیکن دوسری روایات میں بعض دعائیں پڑھنا بھی منقول ہے، چنانچہ بحر[1] ج:۲، ص:۱۸۳، میں ہے: واشار بقوله وتسليمتين بعد الرَّابعة الٰى انه لاشئ بعدها غيرهما وهو ظاهرا لمذهب وقيل يقول اللّٰهم اٰتنا فى الدنيا الخ وقيل ربنا لاتزغ قلوبنا الخ وقيل يخير بين السكوت والدعاء. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے

سوال:-نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے وقت ہاتھ باندھا ہوا رکھیں یا چھوڑ دیں یا دائیں طرف سلام پھیرنے کے وقت دونوں ہاتھ چھوڑ دیں یا صرف دایاں ہاتھ یا بالکل نہ چھوڑیں بعد سلام کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیں، مدلل مع حوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

فيعتمد فى حالة القنوت وصلوٰة الجنازة اهـ هدايه[2] ج:۱، ص:۸۶، اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الجنازۃ میں ہاتھ نہ چھوڑے بلکہ باندھے رہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام نماز

---

[1] البحر الرائق كوئٹه ص:۱۸۳، ج:۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته. شامى زكريا ص ۳/۱۱۱، باب صلو ة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى، تاتارخانيه كراچى ص ۲/۱۵۵، كتاب الصلوة، الجنائز، كيفية الصلوة على الميت.

[2] هدايه ص:۱۰۲، ج:۱، باب صفة الصلاة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. الدر مع الشامى زكريا ص ۲/۱۸۹، باب صفة الصلو ة، مطلب فى بيان التواتر والشاذ، هنديه كوئٹه ص ۱/۷۳، الباب الرابع فى صفة الصلوة، الفصل الثالث.

جنازہ کا حکم یہی ہے، یعنی جب تک نماز تمام کرے اس وقت تک یہی حکم ہے، اور نماز جنازہ سلام سے تمام کی جاتی ہے (اگر چہ سلام فرض یا واجب نہیں) **ویسلّم بلادعاء بعد الرابعة تسلیمتین** (درمختار[1] ص:۹۱۲، ج:۲،) پس سلام تک باندھے رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۱۱/رجب ۵۶ھ

صلوٰۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد ہاتھ کب چھوڑے

سوال: ۔صلوٰۃ جنازہ کے زائد تکبیرات کے ختم ہوجانے کے بعد ہاتھ کو کب چھوڑنا چاہئے، قبل السلام یا بعد السلام یا مع السلام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلوٰۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد قبل السلام بھی ہاتھ چھوڑنا درست ہے، مع السلام بھی اور بعد السلام بھی، تینوں طرح گنجائش ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۲ھ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۸۵، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۱۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی. تاتارخانیه خراچی ص ۱۵۵/۲، کتاب صلوة الجنائز، کیفیة الصلوة علی المیت، مجمع الانهر ص ۲۷۱/۱، باب صلوة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] البتہ اختلاف اولویت میں ہے، حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور مفتی رشید احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ارسال کو ترجیح دیتے ہیں۔

"ولایعقد بعد التکبیر الرابع لانه لایبقی فیه ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلمتین ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نمازِ جنازہ میں مسبوق بقیہ نماز کس طرح پڑھے؟

سوال :- ایک شخص نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد شریک ہوا ہے، اب وہ کس نوعیت سے جنازہ کی نماز پوری کرے گا؟ کیا وہ ثناء سے پڑھنا شروع کرے گا، اور بقیہ تکبیر کو سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تیسری تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہو کر دعا پڑھے پھر چوتھی تکبیر کے بعد جب امام نماز پوری کردے تو یہ ایک تکبیر کہہ کر ثنا پڑھے، دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف، اگر جنازہ جلدی اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو صرف دو تکبیر میں نماز ختم کردے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ..... خلاصة الفتاویٰ ج ۱/ص ۲۲۵/الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع منه اذا اجتمعت الجنائز، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تفصیل کیلئے ملاحظه هو، امدادالفتاویٰ، ج ۱/ص ۷۳۵/ باب الجنائز، مطبوعه زکریا دیوبند، امداد الاحکام ج ۲/ ص ۴۴۲/ کتاب الجنائز، مطبوعه زکریا دیوبند، سعایه ج ۲/ ص ۱۵۹/باب صفة الصلاة، بیان ارسال الیدین الخ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، احسن الفتاویٰ، ج ۴/ص ۲۲۷/ باب الجنائز، مطبوعه زکریا دیوبند.

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری، اور حضرت مفتی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنے کو ترجیح دی اور اسی کو عمل امت اور اکابر کا معمول بھی بتایا ہے، "فیعتمد فی حالة القنوت وصلاة الجنازة، هدایه، ج ۱/ص ۸۶/ باب صفة الصلاة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم، ج ۵/ص ۳۱۳/مسائل نماز جنازہ، مطبوعہ زکریا دیوبند، فتاویٰ رحیمیہ، ج ۳/ص ۹۹/کتاب الجنائز۔ (**حاشیہ صفحہ ھذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں**)

صغیر وکبیر کے جنازوں کی نماز یکدم پڑھنا

سوال:- مثلاً دس بیس جنازے ایک ساتھ رکھے ہوں اور تنہا تنہا پڑھنے میں زیادہ حرج کا خیال ہے، جس میں نابالغ بالغ لڑکا نابالغ لڑکی مرد عورت سب کے جنازے شامل ہیں تو کس طرح ان سب کی نماز ایک دفعہ پڑھے اور کون سی دعا پڑھے جس میں سب جنازے کی نماز ادا ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں اسطرح کرے کہ سب کو برابر برابر رکھ کر اسطرح کہ اول امام کے قریب مردونکے جنازے ہوں پھر لڑکوں کے پھر عورتوں کے پھر لڑکیوں کے ایک ہی مرتبہ سب پر نماز پڑھ لیجاوے اور بالغوں کی دعا کے بعد نابالغوں کی دعا بھی پڑھی جاوے۔ کذا فی الطحطاوی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] ان كان مسبوقا بتكبيرتين يأتي بهما بعد سلام الامام ..... وهل ياتي بالاذكار المشروعة بين التكبيرتين ان كان يأمن رفع الجنازة فانه ياتي بالاذكار المشروعة وان كان لا يأمن رفع الجنازة يتابع التكبيرات ولا يأتي بالاذكار (تاتارخانيه كراچی ص۱۵۸، ج۲، صلوة الجنازة، كيفية الصلوة على الميت، طحطاوی مع المراقی ص ۴۸۹، احكام الجنائز، السلطان احق بالصلوة، شامی زكريا ص ۳/۱۱۱، باب صلوة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی. (مندرجہ ذیل حاشیہ اسی صفحہ کا ہے)

[1] وان اجتمعن، وصلى مرة واحدة صح، وراعي الترتيب في وضعهم فيجعل الرجال مما يلي الامام ثم الصبيان بعدهم ثم الخناثى ثم النساء ثم المراهقات. (مراقی ص: ۴۸۸، ۴۸۹) بقي ما اذا كان فيهم مكلفون وصغار، والظاهر أنه ياتي بدعاء الصغير بعد دعاء المكلفين كما مرّ. طحطاوی على المراقی ص:۴۸۸، باب صلاة الجنازة، فصل السلبطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. بحر كوئٹه ص۲/۱۸۷، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بالصلوة، الدرمع الشامی زكريا ص۳/۱۱۸، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبی.

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ

سوال:- کیا نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہوتی؟ ایک غیر مقلد کا کہنا ہے، کہ جو لوگ نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے اس سے بہتر ہے کہ بغیر نمازِ جنازہ پڑھے ہی مردے کو دفن کردیں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اگر نہیں پڑھیں گے تو نماز نہیں ہوگی۔ صحیح کیا ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ثناء اور دعاء کی نیت سے کوئی اس کو پڑھ لے تو ممنوع بھی نہیں، پس یہ کہنا کہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے نمازِ جنازہ ہوتی ہی نہیں غلط ہے بلاشبہ نماز جنازہ ہوجاتی ہے، یہی حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کذا فی غنیة المستملی[1] ص: ۵۴۲، اور یہ کہنا کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھتا ہو تو بلا نماز پڑھے ہی دفن کردو، ایسی بات کوئی ذی علم نہیں کہہ سکتا، یہ تو جاہلانہ بات ہے، جنازہ کے علاوہ دوسری نمازوں میں امام اور منفرد کو سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر بھول کر چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اگر جان کر کو چھوڑ دے تو نماز کو

---

[1] ولیس فیها قراءة القرآن عندنا، وهو قول عمر وابنه وعلی وأبی هریرة وبه قال مالک ولو قرأ الفاتحة بنیة الثناء والدعاء جاز. کبیری ص: ۵۴۲، ۵۴۳، مطبوعه رحیمیه دیوبند، باب صلاة الجنازة، البحث الرابع فی الصلاة علیه، مراقی مع الطحطاوی ص ۴۸۱، باب احکام الجنائز، فصل الصلوة علی المیت فرض کفایة، طبع مصر، الدر مع الشامی زکریا ص ۳/۱۱۱، باب صلوة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی.

دوبارہ پڑھنا واجب ہے[۱]۔ جوشخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کوسورۂ فاتحہ یا کوئی بھی سورۃ پڑھنا منع ہے[۲]۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس کا کوئی امام ہواس کے امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے[۳]، خود اس کونہیں پڑھنا چاہئے، امام کا پڑھنا مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ یہ حدیث مؤطا[۴] میں ہے اوراس مسئلہ پر مستقل کتابیں تصنیف ہوچکی ہے، بذل المجهود[۵]، اوجز المسالک وغیرہ میں دلائل مذکور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ ولها واجبات لاتفسد بتركها وتعادو وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد. وهي قراء ة فاتحة الكتاب. الدر على الشامي نعمانيه، ص: ۳۰۶، ج: ۱، مطلب واجبات الصلاة. مراقى مع الطحطاوى ص ۲۰۰، فصل فى بيان واجب الصلوة، طبع مصر، بحر كوئٹه ص ۱/۲۹۵، باب صفة الصلوة.

۲ اذا قرئ فانصتوا. مسلم ص: ۱۷۴، ج: ۱، كتاب الصلاة، باب الشهيد، مطبوعه رشيديه، دهلى.

۳ عن جابر بن عبدالله عن النبی ﷺ قال "من كان له امام فقراء ته له قراء ة" مسند الامام احمد، مسند جابر بن عبد الله ص ۳/۳۳۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ص ۲/۲۸۵، رقم الحديث: ۲۶۴۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، كتاب الصلوة، باب القراء ة فى الصلوة.

۴ عن ابن عمر رضى الله عنه قال! اذا صلى أحدكم خلف الامام فحسبه قراء ة الامام واذا صلى وحده فليقرأ، موطأ مالک ص ۲۹، ترک القراء ة خلف الامام فيما جهر فيه، مطبوعه اشرفى ديوبند،

۵ وهذه مسئلة اختلف فيها العلماء من الصحابة والتابعين وفقهاء المسلمين فقالت الحنفية ومن وافقهم انه لا يقرأ خلف الامام لا فى السرية ولا فى الجهرية ..... واستدل اصحابنا بقوله تعالىٰ فاقرأوا ما تيسر من القرآن امر الله تعالىٰ بقراء ة ما تيسر من القرآن مطلقا وتقييده بالفاتحة زياد ة على مطلق النص وذالايجوز لانه نسخ الخ (بذل المجهود ص ۵۲تا۵۶، كتاب الصلوة، باب من ترک القراء ة فى صلوته فهى فاسدة، طبع مكتبه رشيديه سهارنپور، اوجز ص ۲/۹۳، كتاب الصلوة، القراء ة خلف الامام، مطبوعه امداديه ملتان.

نمازِ جنازہ کا درود شریف

سوال:- نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر میں درود شریف جو نماز میں پڑھتے ہیں ان کو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا نمازِ جنازہ کا ہی درود شریف یاد کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد اس کو پڑھ لیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۵ھ

صلوٰۃِ جنازہ کی دُعا مادری زبان میں

سوال:- بالغ کے جنازہ میں تین تکبیر کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے: **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا الخ.** اگر کسی کو یہ دعا عربی میں نہ آتی ہو تو مقتدی اپنی مادری زبان جیسے اردو یا بنگلہ میں اس دعا کا ترجمہ کرسکتا ہے؟

جیسے اے اللہ بخش دے ہمارے تمام زندوں کو اور تمام مردوں کو، اس پوری دعا کا ترجمہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ویصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کما فی التشھد أي المراد الصلاۃ الابراھمیۃ التي یأتي بھا المصلي في قعدۃ التشھد. الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص:۵۸۵، ج: ۱، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبي، مجمع الانھر ص ۱/۲۷۰، باب صلوۃ الجنائز، طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت، سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص ۱/۲۷۱، باب صلوۃ الجنازۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی[۱] لیکن کوئی دعا مثلاً رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[۲]. عربی ہی میں پڑھنا اعلیٰ بات ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۹۳ھ

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ

سوال:- جنازہ کی نماز جوتا یا چپل پہن کر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نیچے کا حصہ نجس ہو تو پیر سے نکال کر ان پر پیر رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ اوپر کا حصہ پاک ہو: **ولو افترش نعليه وقام عليهما جَاز فلا يضر نجاسة ماتحتهما لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا ممايلي الارض اهـ طحطاوی**[۴] اور اگر اوپر کا حصہ نجس

---

[۱] البتہ نماز کے اندر غیر عربی میں دعا مکروہ ہے۔ ولا يبعد ان يكون الدعاء بالفارسية مكروها تحريما فى الصلوة وتنزيها فى الخارج فليتأمل وليراجع (شامی زکریا ص ۲/۲۳۴، باب صفة الصلوة، مطلب فى الدعاء بغير العربية.

[۲] ثم يكبر الثالثة، ويستغفر للميت ، ويستشفع لهٗ، ويذكر الدعاء المعروف "اللهم اغفر لحينا وميتنا اهـ. "ان كان يحسن، وان كان لا يحسن ذلك يذكر ما يدعو به في التشهد، وليس في صلاة الجنازة دعاءٌ موقت. التاتار خانيه ص:۱۵۵ ، ج:۲، كتاب الجنائز. القسم الثانى فى كيفية الصلاة على الميت، بحر كوئٹه ص۲/۱۸۳، كتاب الجنائز، هنديه كوئٹه ص۱/۱۶۴، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس.

[۳] الدعاء بالعربية اقرب الى الاجابة، (شامی زکریا ص ۲/۲۳۴، باب صفة الصلوة، مطلب فى الدعاء بغير العربية.

[۴] طحطاوى على المراقى ص: ۴۷۹، باب صلاة الجنازة، فصل الصلاة عليه، مطبوعه مصر.

ہو تو پھر نکالنا اور پیر سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز درست نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ربیع الثانی ۶۴ھ

جوتے پہن کر نمازِ جنازہ

سوال:- نمازِ جنازہ جوتا پہن کر درست ہے، یا نہیں؟ چونکہ اس کے نیچے عموماً گندگی ونجاست ہوتی ہے، اگر جائز ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جوتے کے نیچے گندگی ہے اور جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو وہ درست نہیں، اور اگر جوتا نہیں پہنا بلکہ جوتے کے اوپر پیر رکھ کر نماز پڑھی اور نجاست جوتے کے نیچے ہے اوپر نہیں تو نماز درست ہوجائے گی، یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے نجس زمین پر تختہ یا موٹا مصلی بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

---

[۱] ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواءً كان مايلي الأرض منه نجسا أوطاهرا اذا كان ما يلي القدم طاهراً. عالمگیری ص: ۶۲، ج: ۱، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثانی فی طهارة ما يستربه العورة وغيره، مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۲۶۸/۱، باب شروط الصلوة.

[۲] ولو قام على النجاسة وفي رجليه نعلان أوجوربان لم تجز صلاته ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواء كان ما يلي الأرض منه نجسا اوطاهرا اذا كان ما يلي القدم طاهراً والآجر اذا كان أحد وجهيها نجس فقام على الوجه الطاهر وصلى جاز مفروشة أو موضوعة. عالمگیری ص: ۶۲، ج: ۱. الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثانی فی طهارة ما يستربه العورة الخ. طحطاوی على المراقی ص ۴۷۹، باب احكام الجنائز، فصل الصلوة على الميت فرض كفاية، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص ۲۶۸/۱، باب شروط الصلوة.

ناپاک زمین پر صلوۃِ جنازہ

سوال:- پکی زمین ہو یا کچی لیکن اس پر گوبر کے نشانات بلکہ کچھ اجزاء بھی ہیں، لیکن خشک ہیں تو ایسی حالت میں اس زمین پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو کیا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لید اور گوبر کے اجزاء پیروں کے نیچے نہیں، (آس پاس ہیں) تو نمازِ جنازہ درست ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اوقات مکروہہ میں صلوٰۃ جنازۃ

سوال:- زید کہتا ہے کہ جن وقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے، ان میں نماز جنازہ بھی مکروہ ہے، اور بکر کہتا ہے کہ ان وقتوں میں جنازہ کی نماز مکروہ نہیں کس کا قول صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن وقتوں میں مطلقاً نماز ممنوع ہے، ان وقتوں میں نماز جنازہ بھی ممنوع ہے (نفل کی قید صحیح نہیں) اوقات ممانعت تین ہیں، طلوع، استواء، غروب، جب کہ جنازہ پہلے سے تیار ہو

---

[1] وأما الشروط التي ترجع الى المصلي فهي شروط بقية الصلوٰات من الطهارة الحقيقية بدنا وثوبا ومكانا. شامي نعمانيه ص: ۵۸۲، ج: ۱، مطبوعه زكريا، ص: ۱۰۳، ج: ۳، باب صلاة الجنازة. مطلب في صلوة الجنازة، طحطاوى على المراقى مصرى ص ۴۷۹، باب احكام الجنائز، فصل الصلوة على الميت، بحر كوئٹه ص ۲/۱۷۹، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بالصلاة.

اگر ان اوقات میں آئے تو ممنوع نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعلیم قرآن کے وقت نماز جنازہ

سوال:- اگر کوئی معلم قرآن شریف کی تعلیم دے رہا ہو اور جنازہ کی نماز تیار ہو اور دوسرا معلم وہاں جنازہ کی نماز پڑھنے کیلئے موجود ہو تو اب اس معلم کے واسطے نماز جنازہ کیلئے جانا بہتر ہے یا قرآن شریف پڑھانا اچھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہئے، اگر کوئی عذر ہو تو تعلیم میں مشغول رہنے میں بھی مضائقہ[2] نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/ جمادی الثانی ۵۶ھ

---

[1] قال في التنوير وكره صلاة ولو على جنازة، وسجدة تلاوة وسهوٍ، مع شروق واستواءٍ وغروب الاعصر يومه. وينعقد نفل بشروع فيها لا الفرض وسجدة تلاوة وصلاة جنازه تليت في كامل وحضرت قبل وقال صاحب الدر: لوجوبه كاملا. فلا يتأدى ناقصا ، فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما أى تحريما. الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص: ۲۵۰، ۲۴۸، ج: ۱، كتاب الصلاة. مطلب يشترط العلم بدخول الوقت. طحطاوی على المراقی ص ۱۴۹، كتاب الصلوة، فصل فی الاوقات المكروهة، طبع مصر، تاتار كانيه كراچی ص۴۰۷/۱، كتاب الصلوة، بيان الاوقات التی يكره فيها الصلوة.

[2] أنها فرض كفاية اذا قام به البعض يسقط عن الباقين كذا في البدائع زكريا: ۴۶/۲، مطبوعه كراچی: ۱۱۳/۱، فصل فی صلاة الجنازة. الدر مع الشامی زكريا ص ۱۰۲/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی صلوة الجنازة، تاتارخانيه كراچی ص۱۵۳/۲، كتاب الصلوة، صلوة الجنازة وصفتها.

احاطۂ مسجد میں صلوٰۃ جنازہ

سوال:- (۱) مسجد یا صحن مسجد یعنی چبوترہ مسجد پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے۔

(۲) قصبہ کٹوت ضلع آصف آباد دکن میں ایک مسجد ہے جس میں ۱۵/ یا ۲۰/ نمازی اول درجہ ہوتے ہیں، جمعہ میں تقریباً پچاس، اس مسجد کے دو درجہ ہیں اور سامنے پختہ چبوترہ متصل ہے، جیسا عام طور سے ہوتا ہے دروازہ سے چبوترہ پختہ تک خام صحن ہے، جس پر نہ کوئی نماز پڑھتا ہے نہ کبھی جماعت ہوتی ہے، مگر یہ خام صحن اندرون احاطۂ مسجد ہے امر متنازعہ فیہ ہے کہ مسجد کے دونوں دالانوں کے سامنے جو صحن چبوترہ پختہ ہے، اور جس پر اکثر نماز و جماعت ہوتی رہتی ہے، جزء مسجد ہے یا کہ نہیں اور صحن پختہ کو مسجد میں شمار کیا جاوے گا یا کہ نہیں اور صحن خام کو جو دروازہ سے چبوترہ تک ہے جہاں جوتے اتارتے ہیں مسجد سمجھا جائیگا یا نہیں اور ان دونوں میں کس پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے تاکہ موتی کو ثواب سے محرومی نہ ہو۔

(۳) اصل مسجد و پختہ صحن و چبوترہ مسجد کو چھوڑ کر نیچے خام صحن میں نماز پڑھی جائے تو آیا نماز باصواب ہو جاوے گی یا نہیں، نماز جنازہ کے متعلق سوال ہے۔

(۴) اور میت کو اس خام صحن میں پلنگ یا گہوارہ میں رکھ کر نماز پڑھنے سے توہین میت ہے یا نہیں۔

(۵) مسجد کے سامنے علاوہ راستہ و عام کے میدان وسیع ہے نیز قبرستان قصبہ کے متصل بھی زمین افتادہ ہے باوجود موجودگی ان مواقع احاطۂ مسجد کے اندر (ماسواء مسجد چبوترہ پختہ و مسجد وحجرہ کے) نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا چاہئے یا مسجد کے سامنے یا کسی اور میدان میں یا مسجد کے چبوترہ کے نیچے خام صحن میں جو مسجد کے حکم میں نہیں ہے یا کہ مسجد کے صحن پختہ پر جو ملحق مسجد ہے جیسا کہ اور مسجدوں میں ہوتا ہے، جو حکم مسجد میں ہے جس پر نماز و جماعت ہوتی ہے،

حائضہ اور جنبی کے آمد کی جس پر ممانعت ہے، اور اعتکاف جس پر آنے کے بعد نہیں ٹوٹتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صلوٰۃ جنازہ بلا عذر مسجد میں مکروہ ہے: وصلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ. (عالمگیری[1] ص: ۱۶۲، ج: ۱) اگر وہ خام صحن داخل مسجد ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے، اگر خارج مسجد ہے تو اس میں صلوٰۃ جنازہ بلا کراہت درست ہے۔

(۲) یہ بات اصل واقف سے دریافت کرنے کی ہے، جس کو اس نے مسجد بنانے کی نیت کی ہے، وہ مسجد ہے جس کو مسجد بنانے کی نیت نہیں کی وہ مسجد نہیں اگر وہ موجود نہیں نہ کوئی تحریر وقف نامہ وغیرہ موجود ہے، جس سے معلوم ہو سکے تو قرائن پر حکم کیا جائیگا، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ نماز اور جماعت ہوتی ہے یعنی پختہ فرش وہ مسجد ہے، وہاں نماز جنازہ مکروہ ہے جس جگہ نماز نہیں ہوتی بلکہ جوتے نکالے جاتے ہیں یعنی خام صحن وہ خارج مسجد ہے وہاں نماز جنازہ مکروہ نہیں، اس کے خلاف اگر قرائن موجود ہوں تو یہ حکم نہ رہے گا[2]۔

(۳) اگر وہ جزو مسجد ہے پھر تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے اگر جزو مسجد نہیں تو مکروہ نہیں۔ کما مر۔

(۴) صورت مسئولہ میں میت کی توہین نہیں ہوتی۔

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۶۵، ج: ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت. الدر مع الشامی زکریا ص ۱۲۶/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظيم اولى الامر واجب، بحر کوئٹہ ص ۱۸۶/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] قولهم شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل. شامی نعمانیہ ص: ۴۱۶، ج: ۳. مطبوعہ زکریا ص: ۶۴۹، ج: ۶، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، كتاب الوقف. تبيين الحقائق ص ۳۲۹/۳، كتاب الوقف، مطبوعه امداديه ملتان، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۶۰۸/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۵) جو جگہ متصل مسجد ہے لیکن جزو مسجد نہیں ہے، اور جو احاطہ مسجد سے خارج ہے وہ سب جنازہ کیلئے برابر ہے، اسی طرح قبرستان میں اگر کوئی جگہ جنازہ کی نماز کیلئے بنی ہوئی موجود ہے۔ والصلوٰۃ علیٰ الجنازۃ فی الجبانۃ فی الامکنۃ والدور سواء کذا فی المیحط عالمگیری[1] ص: ۱۶۲، ج: ۱. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/ربیع الثانی ۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ وغیرہ

سوال: -شہر بیاور ضلع اجمیر میں ایک جامع مسجد ہے پہلے کسی زمانے میں نیچے کے درجہ میں مسجد تھی بعد ازآں آدمیوں کی کثرت ہوئی اور مسجد میں تنگی ہوئی اس کے روبرو اور آگے بڑھا کر اور زیادہ کشادہ بنالی گئی پہلی جگہ میں جو نیچے ہے، اس میں چند لڑکے بھی پڑھتے ہیں، پھر جمعہ کے روز اس میں بھی کچھ آدمیوں کو تکلیف ہونے لگی اور نہ آسکے جو پہلی جگہ نیچے کی تھی اس میں کچھ جگہ میں وضو خانہ بنالیا گیا اور اکثر جگہ جس میں ۵/یا ۶/صف ہو جاتی ہیں بروز جمعہ بھی ۳۰/۳۵/آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض وہاں پر جماعت ثانیہ بھی پڑھتے ہیں جس کو بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں اس لئے مسجد کی شکل میں بنالی گئی ہے اب اس میں اختلاف یہ ہے کہ بعض تو اس میں نماز جنازہ پڑھنے کو منع کرتے ہیں اور بعض کبھی پڑھتے ہیں اور جائز قرار دیتے ہیں۔

---

[1] أما المسجد الذي بنى لأجل صلاة الجنازة فلا تكره فيه. كذا في التبيين. عالمگیری ص: ۱۶۵، ج: ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت. تبیین الحقائق ص ۲۴۲/۱، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان، المحیط البرهانی ص ۱۰۷/۳، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی المتفرقات، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

شرع شریف کا حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ پہلے سے مسجد ہے اس میں جماعت ثانیہ اور صلوٰۃ جنازہ مکروہ ہے، وتکرہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی مسجد جماعۃ عندنا اھ کبیری[1] ص:۵۴۵. اور جس حصہ کا بعد میں اضافہ ہوا ہے، اگر مسجد میں اس جگہ کا اضافہ بہ نیت مسجد کیا گیا ہے تب تو اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے یعنی وہاں جنب کا جانا منع ہوگا، جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی۔

اور اگر بہ نیت مسجد اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس غرض سے وہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے، کہ بوقت ضرورت وہاں بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں یا اگر نمازی زیادہ ہو جائیں تو وہاں بھی کھڑے ہو جایا کریں لیکن وہ حصہ حصۂ مسجد نہیں ہے تو اس پر مسجد کے احکام جاری نہ ہونگے، وہاں جنب کا جانا، جماعت ثانیہ، صلوٰۃ جنازہ وغیرہ سب چیزیں درست ہیں، اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ بہ نیت مسجد کیا گیا ہے یا نہیں واقف اور بانی سے کی جاوے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۱/۵۶ھ

---

[1] کبیری ص:۵۴۵، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلاۃ علیه، مطبوعه رحیمیه دیوبند، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۲۶/۳، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھة صلوۃ الجنازۃ فی المسجد، بحر کوئٹه ص ۱۸۶/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلوته،

[2] جعل شئ أي جعل الباني شيئًا من الطريق مسجدا، لضيقه ولم يضر بالمارين جاز لأنهما للمسلمين كعكسه. درمختار قوله (جاز) ظاهره انه يصير له حكم المسجد، قال الشامی وقد قال في البحر وكذا يكره أن يتخذ المسجد طريقا وأن يدخله بلا طهارة اھ نعم يوجد في أطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشي فيها وقت المطر ونحوه لأجل الصلاة او للخروج من الجامع، ولعل هذا هو المراد. شامی ص:۳۸۳، ج:۳، مطلب في جعل شئ من المسجد طريقاً، كتاب الوقف. بحر كوئٹه ص ۲۵۵/۵، كتاب الوقف، فصل فی احكام المساجد، هنديه كوئٹه ص ۴۵۶/۲، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

اور حصہ مسجد کو وضو خانہ بنانا جائز نہیں[1]۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۸ر محرم ۵۶ھ

مسجد میں نمازِ جنازہ

سوال: -حضرت اقدس مفتی اعظم صاحب دامت برکاتہم

احناف کی حدیث **من صلی علیٰ جنازة فی المسجد فلا اجر له** کے بارے میں محدثین کرام کا اعتراض ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں، کیونکہ اسکا راوی صالح مولیٰ التوأمہ اس روایت میں منفرد ہے وہ ضعیف ہے اور اس کے مقابل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث **واللّٰه قد صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیٰ ابنی بیضاء فی المسجد** صحیح ہے، مسلم کی روایت ہے حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے ضعیف پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے، اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر صحابہؓ کے انکار کا اعتراض ہو تو اسکے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قسمیہ جملہ کے بعد صحابہؓ خاموش رہے اور نماز پڑھی گئی جس سے اجماع سکوتی کا پتہ چلتا ہے، گویا اجماعاً مسجد میں پڑھنا بھی ثابت ہوا۔

دوسرا جواب یہ کہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کی جماعت مسجد میں ہوئی جس سے **فلا اجر له** کے منسوخ ہونے کی کھلی دلیل ملتی ہے خصوصاً جب کہ **فلا اجر له** کے بارے میں محدثین کا بیان ہے (امام احمد امام نووی عسقلانی وغیرہ) کہ حدیث ضعیف ہے، خود متن حدیث میں اضطراب ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ **فلا اجر له** خطأً فاحش ہے۔ بینوا توجروا

---

[1] **ان فیه شغل ما اعد للصلاة ونحوها (شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوة ویکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد)**

الجواب حامداًومصلیاً

جنازہ کی نماز بغیر کسی عذر کے مسجد میں پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کہ **من صلی علیٰ جنازة فی المسجد فلا شیئ له** ابوداؤد شریف[1] ص:۹۸، ج:۲، سنن ابن[2] ماجہ ص:۱۱۰، نیز اس روایت کو ابن ابی شیبہ[3] نے ص:۱۵۲، ج:۳، پر اپنی مصنف میں امام احمد نے اپنی مسند[4] میں ص:۴۴۴، ج:۲، وص:۴۵۵، ج:۲، پر بیہقی[5] نے ص:۵۱، ج:۴، اور امام طحاوی[6] نے شرح معانی الآثار میں ص:۲۸۴، ج:۱، پر روایت کیا ہے (**بحواله بغیة[7] الالمعی فی تخریج الزیلعی ص:۲۷۵، ج:۲**) نیز بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی پھر صحابہ کو لیکر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے اور اسکے قریب نماز جنازہ کیلئے جو مخصوص جگہ تھی وہاں پر صف بستہ نماز پڑھائی: **عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه نعیٰ لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه**

---

[1] ابو داؤد ص:۴۵۴، ج:۲، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، مطبوعه رشیدیه.

[2] ابن ماجه ص:۱۱۰، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاة علی الجنائز فی المسجد، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[3] مصنف ابن ابی شیبه ص:۴۷، ج:۳، کتاب الجنائز، من کره الصلاة علی الجنازة فی المسجد، رقم الباب:۱۶۷، رقم الحدیث:۱۱۹۷۱، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[4] مسند احمد ص:۴۴۴، ج:۲، وص:۴۵۵، ج:۲، مسند ابی هریرة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[5] السنن الکبری للبیهقی ص:۵۲، ج:۴، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، مطبوعه دارالمعرفت بیروت.

[6] شرح معانی الآثار ص:۲۸۴، ج:۱، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة هل ینبغی ان تکون فی المساجد الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[7] بغیة الالمعی فی تخریج الزیلعی علی هامش الزیلعی ص۲/۲۷۵، باب الجنائز، حکم صلوة الجنازة فی المسجد، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل گجرات.

وسلم النجاشی صاحب الحبشۃ الیوم الذی مات فیه فقال استغفر والاخیکم وفی روایة نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج الٰی المصلّی فصف بهم وکبر اربعًا. (صحیح بخاری[1] ص:۱۶۷، ج:۱)(صحیح مسلم[2] ص:۳۰۹، ج:۱)اور یہ اس واقعہ کی تخصیص نہیں تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل اس معاملہ میں یہی تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے، چنانچہ مسلم شریف[3] میں ہے ما کانت الجنائز یدخل بها المسجد ص:۳۱۳، ج:۱، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے، علامہ ابن قیمؒ اپنی مشہور کتاب زاد المعاد[4] فی ہدی خیر العباد میں تحریر فرماتے ہیں: ولم یکن من هدیه الراتب الصلوٰة علیه فی المسجد وانما یصلی علی الجنازة خارج المسجد ص:۱۴۰، ج:۱، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی دستور مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کا نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے باہر ہی جنازہ پر نماز پڑھتے تھے ملا علی قاری فرماتے ہیں: انهم لم یکونوا یصلون علٰی الجنائز داخل المسجد الشریف (مرقاۃ[5] ص:۳۴۲، ج:۳) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں انهم

---

[1] بخاری شریف ص۱۶۷/۱، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه ایضاً، ص:۱۷۷، ج:۱، باب الصلاة علی الجنازة بالمصلی اوالمسجد. رقم الحدیث:۱۳۱۲، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] مسلم شریف ص:۳۰۹، ج:۱، کتاب الجنائز، فصل فی النعی للناس المیت، مطبوعه رشیدیه دیوبند.

[3] مسلم شریف ص:۳۱۳، ج:۱، کتاب الجنائز، فصل فی جواز الصلاة علی المیت فی المسجد، مطبوعه رشیدیه دیوبند.

[4] زادالمعاد ص:۴۸۱، ج:۱، بحث الصلاة علی الجنازة فی المسجد، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[5] مرقات شرح مشکوة ص:۳۴۳، ج:۳، باب الافلاس والانظار، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

کانوا لا یصلون علیٰ میت فی المسجد. (المدخل[1] ص:۸۱، ج:۲) یعنی وہ لوگ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں کسی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، بلکہ مسجد سے باہر اس کیلئے مستقل اور علیحدہ جگہ بنوائی گئی تھی، چنانچہ بخاری شریف[2] میں ہے **ان الیھود جاؤ ا الیٰ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم برجل منھم وامرأۃ زنیا فامر بھما فَرُجما قریبًا من موضع الجنائز عند المسجد** ص:۱۷۷، ج:۱، یعنی یہود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے مرد اور عورت کو جنہوں زنا کیا تھا لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ان کو مسجد سے قریب جنازہ پڑھنے کی جگہ میں سنگسار کیا گیا۔

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ والی اس روایت کی شرح کرتے ہوئے محدث کبیر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث رجم یہ بتاتی ہے، کہ نماز جنازہ کے لئے ایک جگہ مقرر تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ کا مسجد نبوی میں جنازہ پڑھنا کسی عارضی وجہ سے تھا **ودل حدیث ابن عمر المذکور علیٰ انہ کان للجنائز مکان معد للصلوٰۃ علیھا فقد یستفاد منہ ان ما وقع من الصلوٰۃ علیٰ بعض الجنائز فی المسجد کان لامر عارض.** (فتح الباری[3] ص:۱۶۰، ج:۳)

اور اسی جگہ فرماتے ہیں **عن ابن حبیب ان مصلی الجنائز بالمدینۃ کان لاصقا بمسجد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ناحیۃ جھۃ المشرق.** (فتح[4] الباری ص:۱۶۰، ج:۳) یعنی مدینہ منورہ میں جنازہ پڑھنے کی جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل جانب

---

[1] المدخل مصری ص:۲۸۲، ج:۲، فصل فی الصلاۃ علی المیت فی المسجد.

[2] بخاری شریف ص:۱۷۷، ج:۱، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی او المسجد، رقم الحدیث:۱۳۱۴، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[3] فتح الباری ص:۵۵۸، ج:۳، باب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی او المسجد، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

[4] حوالہ مذکورہ بالا.

شرق میں تھی، ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پانچ نمازوں کیلئے بنائی جاتی ہے، اس میں نماز جنازہ بلا عذر پڑھنا کراہت سے خالی نہیں، اگر مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہیت کے جائز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیلئے ایک اور مستقل جگہ نہ بنواتے بلکہ مسجد ہی اس کیلئے کافی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے اس کیلئے ایک اور مستقل جگہ بنوائی اور مسجد نبوی کی تعمیر ختم ہوتے ہی جنازہ پڑھنے کی جگہ بنوائی گئی چنانچہ طبقات ابن سعد میں اس کی تصریح موجود ہے: **وقد ذكر ابن سعد فی الطبقات الكبير أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم بنٰی موضعا للجنائز لاصقا بالمسجد بعدالفراغ من بناء مسجده الشريف فی السنة الاولٰی من الهجرة.** (التعليق[1] الصبيح ص: ۲۳۹، ج: ۲) اس کے بعد کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ تھی، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قائلین جواز کی دلیل کا بھی جائزہ لیا جائے اور انکی جانب سے ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا جائے، جو لوگ جواز کے قائل ہیں، وہ اپنی دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی مسلم شریف کی روایت پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں: **عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها انها قالت لما توفی سعد بن أبی وقاص ارسل ازواج النبی صلی اللّٰه عليه وسلم ان يمروا بجنازته فی المسجد فيصلين عليه ففعلوا فوقف به علٰی حجرهن يصلين عليه ثم اخرج به من باب الجنائز الذی كان الٰی المقاعد فبلغهن ان الناس قد عابوا ذالک وقالوا ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد فبلغ ذالک عائشة رضی اللّٰه عنها فقالت ما اسرع الناس الٰی ان يعيبوا ما لا علم لهم به عابوا علينا ان يمر بجنازة فی المسجد وما صلٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم علٰی سهيل بن بيضآء الافی جوف المسجد.** (مسلم[2] ص: ۳۱۳، ج: ۱)

---

[1] التعليق الصبيح ص: ۲۳۹، ج: ۲، باب المشی بالجنازة والصلاة عليها، اختلاف الفقهاء فی الصلاة علی الجنازة فی المسجد. مطبوعه فخريه ديوبند.

[2] مسلم شريف ص: ۳۱۳، ج: ۱، كتاب الجنائز، فصل فی جواز الصلاة علی الميت فی المسجد، مطبوعه رشيديه دهلی.

اولاً تو یہ واقعہ ہے، جو کسی عذر کی وجہ سے پیش آیا، چنانچہ مولانا قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں صریح آیا ہے، کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے اسلئے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی۔ (مظاہر حق[1] ص:۴۷، ج:۲) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کہ عذر کی وجہ سے تھا: **فقد یستفاد منه ان ماوقع من الصلوٰة علیٰ بعض الجنائز فی المسجد کان لامرعارض.** (فتح[2] الباری ص:۵۵۸، ج:۳)

ثانیاً: خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فرمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مسجد میں جنازہ پڑھنے کا دستور نہ تھا ورنہ فرمائش کی کیا ضرورت تھی۔

ثالثاً: محض سہیل بن بیضاء کی مثال دینا ثابت کرتا ہے کہ دوسرے جنازے خارج مسجد پڑھے جایا کرتے تھے، مذکورہ جنازہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں پڑھا گیا۔

رابعاً: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انکار ثابت کرتا ہے، کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کا دستور نہ تھا چنانچہ انہوں نے صاف انکار کیا **ما کانت الجنائز یدخل بها المسجد** جو اس کے خلاف سنت ہونے کا واضح ثبوت ہے، یہ جوابات تو اس وقت ہیں جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو متصل تسلیم کرلیں حالانکہ امام دارقطنی نے اس حدیث کے بارے میں امام مسلم پر استدراک ومؤاخذہ کیا ہے اور اس کو مرسل قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: **خالف الضحاک حافظان مالک والماجشون فرویاه عن ابی النضر عن عائشة رضی اللّٰه عنها مرسلاً وقیل عن الضحاک عن ابی النضر عن ابیکر بن عبد الرحمٰن ولا یصح الاّ مرسلاً هٰذا کلام الدار قطنی** (نووی[3] شرح مسلم

---

[1] مظاهر حق ص:۴۷، ج:۲، باب المشی بالجنازة والصلاة علیها، الفصل الاول، مطبوعه رشیدیه.

[2] فتح الباری ص:۵۵۸، ج:۳، باب الصلاة علی الجنائز بالمصلی او المسجد، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

[3] نووی علی مسلم ص:۳۱۳، ج:۱، فصل فی جواز الصلاة علی المیت فی المسجد. مطبوعه رشیدیه دهلی.

ص:۳۱۳، ج:۱) یعنی اس روایت میں دو بڑے حفاظ حدیث امام مالک اور ماجشون نے ضحاک کی مخالفت کی ہے انہوں نے اس روایت کو عن ابی النضر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا منقطع بیان کیا ہے اور ضحاک نے عن ابی النضر عن ابی بکر بن عبد الرحمٰن روایت کیا ہے حالانکہ اس روایت کا منقطع ہونا ہی صحیح ہے۔

ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں روایت منقطع سے استدلال کہاں تک صحیح ہے، خصوصاً اس کے مقابلہ میں حدیث متصل مرفوع موجود ہے، یہ مخالفین کی دلیل اور اس کا جواب تھا۔

اب انہوں نے حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ پر جو اعتراض کئے ہیں ان کا جواب سنئے اس روایت پر ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں صالح مولیٰ التوأمۃ ہے جو ضعیف ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت قابل استدلال نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ صالح کو ضعیف کہا گیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کو اخیر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا اس لئے اگر یہ سبب مرتفع ہو جائے یعنی کوئی ایسا راوی ہو جس نے اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے ان سے روایت کی ہو انکی روایت کے معتبر اور قابل حجت واستدلال نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں (تقریب[1] التہذیب میں ہے)

صالح ابن نبهان المدنی مولٰی التوأمة بفتح المثناة وسكون الواو بعدها همزه مفتوحة صدوق اختلط باٰخره قال ابن عدی لا باس بروایة القدماء عنه كابن ابی ذئب وابن جريج ص: ۱۷۵، یعنی صالح ابن نبہان مدنی مولی التوامہ صدوق ہیں ان کو اخیر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، ابن عدی فرماتے ہیں کہ ان سے قدماء (یعنی جن لوگوں نے ان سے اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے روایت کی ہے) کے روایت کرنے میں کوئی قباحت نہیں جیسے کہ ابن ابی ذئب وابن جریج اور مذکورہ روایت (**من صلی علٰی جنازة فی المسجد فلا شیئ له**[2]) میں صالح سے روایت کرنے والے ابن ابی ذئب ہیں اسلئے یہ بھی صحیح

---

[1] تقریب التهذیب ص: ۲۷۴، حرف الصاد، صالح بن نبهان المدنی رقم: ۲۸۹۲، مطبوعه دارالرشید سوریا.

[2] ابو داؤد ص: ۴۵۴، ج: ۲، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد، مطبوعه رشیدیه.

ہے، اس میں کوئی علت نہیں۔

امام زیلعی نصب الرایہ[1] میں فرماتے ہیں **واسند عن ابن معین انه قال: فيه ثقة الا انه اختلط قبل موته فمن سمع منه قبل ذالک فهو ثبت حجة وممن سمع منه قبل الاختلاط ابن ابی ذئب ص: ۲۷۵، ج: ۲،** یعنی ابن معین سے سنداً ثابت ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ (صالح) ثقہ ہیں مگر اخیر عمر میں ان کو اختلاط ہو گیا تھا پس جن لوگوں نے اس حالت کے طاری ہونے سے پہلا سنا ہے وہ ثابت اور قابل حجت ہیں اور ان ہی لوگوں میں ابن ابی ذئب بھی ہیں خود امام احمد ابن حنبل (جن کے قول سے مخالفین حجت پکڑتے ہیں) فرماتے ہیں **ما اعلم به بأساً من سمع منه قديمًا وقد روىٰ عنه اكابر اهل المدينة كتاب[2] العلل ومعرفة الرجال للامام احمد ابن حنبل (ص: ۳۴۸، ج: ۱)**

یعنی جن لوگوں نے ان (صالح مولی التوأمۃ) سے ابتداءً سنا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں اور ان صالح سے اکابر اہل مدینہ نے روایت کیا ہے۔

شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ[3] **المستملی المعروف بہ** ''کبیری'' میں ابن معین سے نقل فرماتے ہیں **قال ابن معين ثقة لكنه اختلط قبل موته فمن سمع منه قبل ذالک فهو ثبت حجة وكلهم على ان ابن أبی ذئب سمع منه قبل الاختلاط ص: ۴۵.** یعنی ابن معین فرماتے ہیں کہ (صالح) ثقہ ہیں لیکن وفات سے پہلے ان کو اختلاط ہو گیا تھا (اسلئے جن لوگوں نے ان سے اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے سنا وہ ثابت اور

---

[1] نصب الراية ص؛ ۲۷۵، ج: ۲، باب الجنائز، الحديث التاسع، حكم صلوة الجنازة فی المسجد، مطبوعه المجلس العلمی سملک ڈابھیل.

[2] كتاب العلل ومعرفة الرجال للامام احمد ص: ۳۶۲، ج: ۱، صالح مولی التوأمة، رقم: ۲۲۹۳، المكتبة الاسلامية استمبول.

[3] كبيری ص: ۵۴۵، مطبوعه رحيميه ديوبند، مطبوعه لاهور ص: ۵۸۹، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلاة عليه.

قابل حجت ہے) اور سارے محدثین اس پر متفق ہیں کہ ابن ابی ذئب نے اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے ان سے روایت کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی بلکہ سکوت اختیار فرمایا اور یہ مسلم ہے کہ امام ابوداؤد جس پر سکوت اختیار فرمائیں وہ روایت صالح الاستدلال ہے[1]، اور صالح مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہیں چنانچہ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وصالح من رواۃ السنن ومسلم** (**عرف**[2] **الشذی** ص: ۳۵۶، ج: ۱) یعنی صالح سنن اور مسلم کے رواۃ میں سے ہیں اگر یہ ضعیف ہوتے تو یہ حضرات ان کی روایت نہ لیتے یا ان پر جرح کرتے بہر حال محدثین کی اتنی بڑی جماعت کے نزدیک جب صالح مولی التوأمۃ ثقہ ہیں تو اس کے مقابلہ میں امام نووی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اس کے ضعیف ہونے کے استدلال میں پیش کرنا چنداں قابل توجہ نہیں، پوری جماعت کے فیصلہ کو ترجیح ہوگی۔

دوسرا اعتراض اس حدیث پر ان کا یہ ہے کہ اسکے متن میں اضطراب ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ محدث خطیب اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ (**المحفوظ فلاشئ له، نصب**[3] **الرأیه** ص: ۲۷۵، ج: ۲) یعنی اس میں محفوظ روایت **فلاشئ له** کی ہے علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ماسکت عنه ابو داؤد فهو صالح للاحتجاج به مقدمة، اعلاء السنن ص ۱/۵۱، انواع الحدیث الفصل الثانی فی بیان ما یتعلق بالتصحیح والتحسین من قواعد مهمة واصول، مطبوعه مکتبة امدادیه مکة المکرمه، مکتوب امام ابو داؤد الی اهل مکة ص ۶، المطبوع مع سنن ابی داؤد.

[2] عرف الشذی علی هامش الترمذی ص: ۱۹۹، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاة علی المیت، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] نصب الرایه ص ۲/۲۷۵، باب الجنائز، حکم صلوة الجنازة فی المسجد، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

بھی یہی فرماتے ہیں (الصحیح فلاشئ له) حوالہ مذکورہ اور ابن ماجہ کی روایت جو اس میں قوی ہے اس سے اس کی پوری تائید ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں فلیس له شئ (ابن ماجہ[1] ص:۱۱۰، ج:۱) جو بالکل واضح ہے۔

تیسرا اعتراض مخالفین یہ کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسمیہ طور پر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل ابن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تو اس پر صحابہ نے ان کی بات کو تسلیم کرلیا اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی جس سے اجماع سکوتی کا پتہ چلتا ہے[2]، یعنی صلوٰۃ جنازہ فی المسجد بالاجماع ثابت ہوئی، تو اس کا یہ جواب ہے کہ اولاً تو آپ لوگ مسلم شریف کی مذکور حدیث سے یہ ثابت کریں کہ صحابہؓ نے مسجد میں انکے جنازہ کی نماز پڑھی بلکہ (امہات المومنین) کیلئے بھی یصلین کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس سے مراد دعا ہے، وہ بھی اس طریقہ پر کہ امہات المومنین خود تو اپنے حجروں میں رہیں اور جنازہ ان کے سامنے گذارا جائے چنانچہ الفاظ حدیث بھی اسی پر دال ہیں چنانچہ امہات المومنینؓ نے جو فرمائش کی اسکے الفاظ یہ ہیں ان یمرو بجنازة فی المسجد یصلین (یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں سے ہوکر گذارا جائے تاکہ وہ ان کے لئے دعاء کریں) انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ مسجد میں جنازہ رکھا جائے اور اسپر نماز جنازہ پڑھی جائے تاکہ ہم بھی نماز پڑھ لیں بلکہ یہ فرمایا کہ صرف جنازہ حجروں کے سامنے

---

[1] ابن ماجه ص: ۱۱۰، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاة علی الجنازة فی المسجد، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] ورد بانها لما انکرت علیهم سلموا لها فدل علی انها حفظت ما نسوه وقال ابن عبدالبر: لم تر عائشة ذلک بنکیر ورأت الحجة فعل النبی ﷺ وان انکاره جهل بالسنة الا تری قولها ما اسرع الناس ترید الی انکار مالایعلومون، شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک ص۲/۸۸، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الجنائز فی المسجد، رقم الحدیث ۵۴۱، طبع دارالکتب العلمیه بیروت، اوجز المسالک ص۲/۴۵۸، کتاب الجنائز فی المسجد، طبع مکتبه یحیوی سهارنپور.

گذارا جائے تا کہ دعا کریں، چنانچہ اس فرمائش کی جو تعمیل کی گئی اسکو حدیث میں **فوقف بہ علٰی حجرھن** سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ جنازہ ان کے حجروں کے سامنے لایا گیا، نیز اگر امہات المومنینؓ نے نماز جنازہ پڑھی ہوتی تو ہر ایک کے حجرہ کے سامنے علیحدہ علیحدہ لیجانے کی کیا ضرورت تھی (جس پر **علیٰ حجرھن** کا لفظ دلالت کرتا ہے) بلکہ سب مل کر نماز پڑھ لیتیں، اور پھر جب آگے چل کر اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو صحابہ کا یہ فرمانا کہ **ماکانت الجنائز یدخل بھا المسجد** (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں جنازے مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے) بھی دلالت کرتا ہے کہ وہاں نماز نہیں پڑھی گئی صرف جنازہ مسجد میں لے جایا گیا تھا ورنہ اگر نماز پڑھی گئی ہوتی تو صحابہؓ اس کے رد میں یہ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی تھی، بہر حال یہ ایک سطحی اعتراض ہے جو عدم تفقہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جس کیلئے الفاظ حدیث میں کوئی گنجائش نہیں۔

رہا ان کا یہ اعتراض کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی جس سے **فلا اجر لہ** والی حدیث کے منسوخ ہونے کا پتہ چلا ہے اسکا جواب یہ کہ ادھر ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم اسکے قائل بھی ہو کہ یہ حکم پہلے تھا اور پھر منسوخ ہوا کیونکہ منسوخ ہونے کا حاصل تو یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا مگر بعد میں اٹھالیا گیا اور اگر قائل ہو تو پھر کون سے نص کے ذریعہ؟

ثانیاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ کا یہ عمل تمہارے نزدیک منسوخ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

ثالثاً ہم کہتے ہیں کہ یہ بر بنائے عذر تھا اور عذر یہ کہ چونکہ حضرت عمرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کرنا تھا اور وہ حجرہ مسجد میں ہونے کی وجہ سے جنازہ مسجد میں لیجائے بغیر چارۂ کار نہ تھا تو چونکہ اصل ممانعت تو جنازہ مسجد میں لیجانے کی ہے جب بنا بریں عذر اسپر عمل

ممکن نہ رہا تو صحابہؓ نے اور توسیع کی اور نماز بھی مسجد میں پڑھ لی گئی۔[1]

رابعاً اگر حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھا جانا روایت ابوہریرہ کیلئے ناسخ بن گیا اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کا ثبوت مل گیا تو پھر صحابہؓ نے حضرت سعدؓ کے جنازہ کو مسجد میں لانے پر اتنی چہ می گوئیاں کیوں کیں جب کہ حضرت سعدؓ کی وفات[2] حضرت عمر رضی[3] اللہ عنہ کے کئی سال بعد ہوئی تھی۔ اگر صحابہ کرام کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہی تھی تو ایسا کیوں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں نماز جنازہ

سوال:- مسجد میں نماز جنازہ کے بارے میں شریعت مطہرہ اور علماء کا کیا فیصلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکروہ ہے[4]۔ فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۸ھ

---

[1] وفی البرهان: صلوة الصحابة علی ابی بکرؓ وعمرؓ فی المسجد لعارض دفنهما عند رسول اللهﷺ، اوجز المسالک ص ۲/۴۶۲، باب الصلوة علی الجنائز فی المسجد، مکتبه یحیویه سهانپور، فتح الباری ص ۳/۵۵۸، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الجنائز بالمصلی والمسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] مات سعد احدی وخمسین وقیل ست وقیل سبع وقیل ثمان والثانی اشهر، الاصابة ص: ۲/۳۳، سعد بن مالک. حرف السین، القسم الاول، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] قتل عمرؓ ثلاث وعشرین من ذی الحجة (الاستیعاب علی هامش الاصابة ص ۲/۴۶۷، باب عمر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[4] وتکره الصلوة علیه فی مسجد الجماعة وهو ای المیت فیه (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۹۰، احکام الجنائز فصل الثانی، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۳/۱۲۶، کتاب الصلوة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة صلوة الجنازة فی المسجد، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۱۸۶، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

جامع مسجد میں نماز جنازہ

سوال:- اگر عید کی نماز بوجہ عذر بارش جامع مسجد میں ہوئی یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے وہاں پڑھی گئی اور جامع مسجد میں باہر جگہ ہے تو نماز جنازہ ایسے وقت میں جامع مسجد ہی میں پڑھی جائے یا باہر جگہ ترتیب نماز جنازہ اور خطبہ عیدین میں کیا ہونی چاہئے، مفصل جوابات تحریر فرمائے جائیں اور کتب فتاویٰ کے حوالہ جات بھی تحریر فرمائیں تاکہ اس کی طرف مراجعت کی جائے۔ فقط والسلام المستفتی ابرار الحق ۲۴/ذی قعدہ ۵۸ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

جب باہر کوئی عذر نہیں اور جگہ موجود ہے تو باہر پڑھی جاوے **کرهت تحريمًا فی مسجد جماعة هوفيه واختلف فی الخارجة والمختار الكراهة اهـ تنوير قوله فی مسجد جماعة ای المسجد الجامع ومسجد المحلة اهـ رد المحتار ص: ۹۲۴، ج: ۱**[1]

تنبیہ:- نماز عید جامع مسجد میں پڑھنے سے جامع مسجد عیدگاہ نہیں بنے گی۔ ترتیب (۱) میں مذکور ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/ذیقعدہ ۵۸ھ

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ص: ۵۹۳، ج: ۱، كتاب الجنائز، مطلب فی كراهة صلاة الجنازة فی المسجد. هنديه كوئٹه ص ۱۶۵/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، بحر كوئٹه ص ۱۸۶/۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] وتقدم صلاتها (أی صلوٰة العيد) على صلاة الجنازة اذا اجتمعا وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب. الدرالمختار مع الشامی نعمانيه ص: ۵۵۵، ج: ۱، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں نمازِ جنازہ میں عدمِ شرکت

سوال:- (۱) نمازِ جنازہ اگر مسجد میں ہو رہی ہو تو بنظرِ اصلاح جماعت سے علیحدگی ضروری ہے؟

(۲) باوجود مسئلہ بتانے کے اگر لوگ رواجاً پڑھتے ہیں تو شرکت جماعت سے اور امامت سے معذوری ظاہر کرنا ضروری ہے، کہ نہیں؟

(۳) اگر مسئلہ بتانے سے فساد کا امکان ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اصلاح کی خاطر علیحدگی اختیار کر لے تو بہتر ہے۔

(۲) مسئلہ بتا کر معذوری ظاہر کر دی جائے۔

(۳) محض دو چار آدمیوں کا کوئی سخت لفظ اس کو کہہ دینا تو کوئی فساد نہیں جس کی بنا پر مسئلہ بتانے سے گریز کیا جائے، واقعی فساد ہو تو سکوت کی بھی گنجائش ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۷ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ولكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوى على تاخير الجنازة عن السنة. باب العيدين. سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص۲۷۷/۱، باب صلاة الجنائز، قبيل باب الشهيد، طبع دارالفكر العلمية بيروت، حلبي كبير ص۶۰۷، صلوة الجنائز، الثامن في المتفرقات، مطبوعه لاهور.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وفي فصول العلامي: وان علم أنه لا يتعظ ولا ينزجر بالقول ولا بالفعل ولو باعلام سلطان أوزوج أو والد له قدرة على المنع لايلزمه ولا يأثم بتركه لكن الأمر والنهي أفضل. شامي زكريا ص۵۶۶/۱، باب الحيض، مطلب في الأمر بالمعروف. قبيل كتاب الصلاة، نووي على مسلم ص۵۴/۱، كتاب الايمان، باب بيان ان الدين النصيحة، مطبوعه بلال ديوبند.

مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کی وجہ سے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے سے روکنا

سوال:- ہمارے گاؤں میں دو پارٹیاں ہیں جس کی اکثریت ہے وہ حنفی کہلاتی ہے، جو اقلیت میں ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، ابھی حال میں حنفی پارٹی نے مدرسہ کا چندہ نہ دینے کا الزام لگا کر وہابی پارٹی کا بائیکاٹ کر دیا ہے، اقلیت والی پارٹی میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اکثریت والی پارٹی شریکِ جنازہ نہیں ہوئی، جب دوسرے موضع کے لوگ کفن دفن کے لئے آئے تو ان کے لئے مسجد کے دروازہ پر تالا لگا دیا تا کہ صحنِ مسجد میں نمازِ جنازہ نہ ہو، نمازِ جنازہ قبرستان میں ادا کی گئی، سوال یہ ہے کہ مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا اور نمازِ جنازہ ادا نہ کرنے دینا، ایسا کرنے والے مسلمان گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں نماز پڑھنا ہر مسلمان کا حق ہے، مدرسہ میں چندہ نہ دینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مسجد پر تالا ڈال کر نماز سے روک دینا یا مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا، بہت بڑا ظلم ہے "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ" (الآیۃ[1]) مشرکینِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے، ان کے لئے یہ سخت وعید کلام پاک میں آئی ہے، ان کو اپنی حرکت سے توبہ کرنا ضروری ہے[2]

---

[1] سورة البقرة. پ۱ آیت (۱۱۴) **ترجمہ**:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

[2] عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه أنها نزلت في مشركي العرب منعوا المسلمين من ذكر اللّٰه تعالىٰ في المسجد الحرام. روح المعانی ص: ۳۶۳، ج: ۱، مطبوعه مصطفائی دیوبند. تفسیرات احمدیه للشیخ احمد المدعو بملا جیون ص۲۷/۱، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، تفسیر مظهری ص۱۱۵/۱، سورۂ بقره آیت: ۱۱۴، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی.

جو حصہ نماز کیلئے متعین ہے، جیسے اندرونی حصہ اور فرشِ مسجد جہاں گرمی کے وقت نماز پڑھی جاتی ہے نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اس فرش سے علیحدہ اگر احاطہ اور چہار دیواری میں زائد جگہ ہو تو وہاں مکروہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نمازِ جنازہ فناءِ مسجد اور قبرستان میں

سوال:- مسجد سے متصل قبرستان اگر ہو اور فنائے مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا ممکن ہو تو کون سی جگہ بہتر ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فناءِ مسجد (جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی) میں نمازِ جنازہ بلا کراہت درست ہے، قبرستان میں اگر کوئی جگہ نمازِ جنازہ کیلئے تجویز شدہ ہو اس طرح کہ قبریں سامنے نہ ہوں، اور نہ درمیان میں نمازیوں کے ہوں: **قال ابو حنيفة لا ينبغي ان يصلى على ميت بين القبور. (طحطاوی علی مراقی الفلاح[2] ص: ۳۲۶)** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتكره الصلاة على الجنازة في مسجد جماعة عندنا. كبيرى ص: ۵۸۸، مطبوعه لاهور. فصل فى الجنائز، الرابع فى الصلاة عليه. عالمگيرى ص: ۱۶۵، ج: ۱. الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس، مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۲/۱۸۶، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] طحطاوى على المراقى ص: ۴۹۱. كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. بدائع الصنائع ص ۲/۶۵، كتاب الصلوة، فصل سنن الدفن مطبوعه مكتبه زكريا ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۱۹۵، كتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته، قبيل باب الشهيد.

قبرستان میں نمازِ جنازہ

سوال:- کیا مقبرہ میں جب کہ قبر تقریباً دس قدم کے فاصلہ پر ہے، جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وفی البدائع وغیرها قال ابوحنیفة رحمة اللّٰه علیه لا ینبغی ان یصلی علیٰ میت بین القبور وکان علی رضی اللّٰه عنه وابن عباس رضی اللّٰه عنه یکرهان ذٰلک وان صلوا اجزأهم لما روی انهم صلوا علیٰ عائشة رضی اللّٰه عنها وام سلمة رضی اللّٰه عنها بین مقابر البقیع والامام ابوهریرة رضی اللّٰه عنه وفیهم ابن عمر رضی اللّٰه عنه ثم محل الکراهة اذا لم یکن عذر فان کان فلا کراهة اتفاقاً اھ۔[1] عبارت بالا سے سوال کا جواب معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں نمازِ جنازہ

سوال:- یہاں قبرستان کی جگہ یہاں کی کونسل نے عطا کی ہے، اس قبرستان میں صلوٰۃ الجنازہ کی سہولت کیلئے ایک قوم کے خیر خواہ فرد نے اپنے خرچ سے ایک عمارت تعمیر کردی ہے، یہ عمارت نہ کسی قبر پر تعمیر کی گئی ہے اور نہ اس کے قبلہ رو کوئی قبر واقع ہے، عمارت کے چاروں

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص: ۴۹۱. کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. بدائع الصنائع ص ۲/۶۵، کتاب الصلوة، فصل سنن الدفن مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۱۹۵، کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته، قبیل باب الشهید.

طرف دیواریں ہیں دیواروں کے چاروں طرف لوہے کی جالی ہے، باہر ہال کے چاروں طرف بیل بوٹا ہیں، اسی عمارت میں آج تک علماء نمازِ جنازہ پڑھتے آئے ہیں، لیکن اس سال ایک مولوی صاحب نے اس عمارت میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا سنت کے مطابق نہیں ہے، اس لئے براہِ کرم جلد از جلد جواب سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے، کوئی عذر ہو تو دوسری بات ہے، مثلاً زور کی بارش ہو اور کہیں جگہ بھی نہ ہو، ورنہ تو مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے، حدیث وفقہ سے ایسا ہی ثابت ہے، درمختار میں ہے: **وکرهت تحریمًا فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحدهٗ اومع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحدهٗ اومع بعض القوم وَالمختار الکراهة مطلقاً خلاصه بناء علٰی ان المسجد انما بُنی للمکتوبة وتوابعها کنا فلة وذکر وتدریس علم وهو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلّٰی علٰی میّت فی المسجد فلا صلٰوة لهٗ اهـ هٰذه روایة ابن ابی شیبة وروایة احمد وابی داؤد فلا شئ لهٗ وابن ماجة فلیس لهٗ شیئ وروی فلا اجرلهٗ وقال ابن عبد البرهی خطأ فاحش والصحیح فلا شیئ لَهٗ اهـ انما تکره فی المسجد بلا عذر فان کان فلا ومن الاعذار المطر، مطلب فی کراهة صلٰوة الجنازة فی المسجد.** (ردالمحتار[1] ص: ۹۳، ۵۹۴، ج: ۱، نعمانیه)

جب کہ وہاں قبرستان میں نمازِ جنازہ کیلئے مستقل تعمیر موجود ہے اور قبلہ رخ کوئی قبر بھی

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۲۹-۱۲۶، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد. هندیه کوئٹه ص ۱۶۵/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، بحر کوئٹه ص ۱۸۶/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

نہیں ہے، تو وہیں نمازِ جنازہ پڑھی جائے، ایسی جگہ تو فرض نماز بھی مکروہ نہیں: تکره الصَّلٰوة فی المقبرة اھ مراقی الفلاح. الا ان یکون فیها موضع اعد للصَّلٰوة لا نجاسة فیه ولا قذر فیه اھ. (طحطاوی[1] ص: ۲۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۸۹ھ

عیدگاہ میں نماز جنازہ

سوال: -عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے کذافی الطحطاوی[2]. ص: ۳۲۶.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ میں نماز جنازہ

سوال: -عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے خواہ عیدگاہ کے متصل کوئی جگہ ہو یا نہ ہو۔

---

[1] طحطاوی مع المراقی ص: ۲۹۰، فصل في مکروهات الصلٰوة. مطبوعه مصر. بحر کوئٹه ص ۲/۳۳، باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها، شامی زکریا ص ۲/۴۲۵، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب والمکروه وخلاف الاولیٰ.

[2] لاتکره في مسجد أعد لها، وکذا في مدرسة ومصلی عیدٍ لأنه لیس لها حکم المسجد في الأصح. طحطاوی علی المراقی، ص: ۴۹۱، کتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۱۸۷، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، حلبی کبیر ص ۶۱۴، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه لاهور.

الجواب حامداًومصلیاً

راجح اوراصح قول کے مطابق عیدگاہ صرف جواز اقتداء بصورتِ عدم اتصال صفوف کے حق میں مسجد کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا عیدگاہ میں صلوٰۃ جنازہ (مسجد کی طرح) ممنوع نہیں خواہ متصل کوئی جگہ ہو یا نہ ہو، اگر متصل شارع عام ہے، تو اس میں صلوٰۃ جنازہ مکروہ ہے، اسی طرح کسی کی زمین میں (بغیر اذن مالک) بھی مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی جگہ جنازہ کے لئے مخصوص ہے تو اس میں پڑھنا بلا خلاف اولیٰ ہے، اسی طرح ملک غیر میں اذن مالک کے بعد **لا تکرہ صلوٰۃ الجنازۃ فی مسجد اعدلها وکذا فی مدرسة ومصلی عید لانه لیس لها حکم المسجد فی الاصح الا فی جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف اھ (طحطاوی[1] ص:۳۴۷، ج:۱) تکرہ صلوٰۃ الجنائز فی الشارع واراضی الناس لشغل حق العامة فی الاوّل وحق المالک فی الثانی اھ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی[2] ص:۳۴۸)** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/ذیقعدہ ۵۸ھ

---

[1] طحطاوی ص:۴۹۱، کتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. بحر کوئٹه ص۲/۱۸۷، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، حلبی کبیر ص۶۱۴، فصل احکام المساجد، مطبوعه لاهور.

[2] طحطاوی ص:۴۹۲، کتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. هندیه کوئٹه ص۱/۱۶۵، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، شامی زکریا ص۳/۱۲۶، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة صلوة الجنازة فی المسجد.

عیدگاہ میں نمازِ جنازہ

سوال:- حدودِ عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور عیدگاہ کے اندر میت رکھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں میت بھی رکھ سکتے ہیں اور نماز جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں، وہ من کل الوجوہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۹ھ

ارض مغصوبہ میں نماز جنازہ

سوال:- ارض مغصوبہ میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مغصوبہ زمین میں نماز جنازہ مکروہ ہے: تکرہ صلوٰۃ الجنائز فی الشارع واراضی الناس اھ۔ مراقی الفلاح[2] ص:۳۲۷) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لاتکرہ في مسجد أعدّلها، وكذا في مدرسة ومصلى عيد لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح الا في جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف. طحطاوی علی المراقی ص: ۴۹۱، كتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. مطبوعه مصر. بحر كوئٹه ص۲/۱۸۷، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، حلبی كبير ص۶۱۴، فصل احكام المساجد، مطبوعه لاهور.

[2] مراقي الفلاح على الطحطاوی ص: ۴۹۲، كتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. هنديه كوئٹه ص۱/۱۶۵، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، شامی زكريا ص۳/۱۲۶، باب صلاة الجنازة، مطلب فی كراهة صلوة الجنازة فی المسجد.

کشادہ جگہ میں نمازِ جنازہ

سوال:- ہمارے وطن میں جنازہ کی نماز کے سلسلہ میں یہ اختلاف ہورہا ہے کہ ہمارے یہاں عیدگاہ بھی موجود ہے، کچھ لوگ نمازِ عیدین عیدگاہ میں ادا کرتے ہیں اور کچھ لوگ قصبہ میں ایک مسجد ہے، اس مسجد کے سامنے مسجد سے الگ کشادہ جگہ ہے وہاں پر ہر سال عید کی نماز پڑھتے ہیں اس کشادہ جگہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کشادہ جگہ میں بھی نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۵ھ

تعزیہ گاہ میں نماز جنازہ

سوال:- ایک شخص عاشورہ کے دن فوت ہوگیا ہے، جو نمازی اور اہل السنّت والجماعت تھا اس کے ورثاء نے جنازہ کی نماز مقررہ جنازہ گاہ میں نہیں پڑھی اور جنازہ اس مقام پر لے گئے جہاں تعزیے نکلے ہوئے تھے، اور وہاں اہل تشیع ماتم کررہے تھے، تو بعض ان میں سے آگئے اور جنازہ میں شامل ہوگئے اور نماز جنازہ اہل السنّت والجماعت نے پڑھائی اور ورثاء یہ نیت بیان کرتے ہیں کہ وہاں مجمع کثیر تھا اسلئے وہاں لیگئے حالاں کہ شہر میں اہل السنّت والجماعت کا وعظ ہورہا تھا، وہاں مجمع کثیر موجود تھا، اوران کو پہلے جنازہ کی اطلاع بھی

---

[1] لا تكره في مسجد أعدلها، وكذا في مدرسة ومصلى عيد. طحطاوی علی المراقی ص: ۴۹۱، كتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. بحر كوئٹه ص۲/۱۸۷، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، حلبی كبير ص۶۱۴، فصل احكام المساجد، مطبوعه لاهور.

دی گئی تھی، انہوں نے کہا کہ اگر نماز جنازہ گاہ مقررہ پر پڑھیں تو ہم سب شامل ہیں لیکن تعزیہ کی طرف نہیں جاتے، چنانچہ وہ نہ گئے، اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے مجمع اہل السنّت والجماعت سے اہل تشنیع کو ترجیح دی ان کیلئے شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انہوں نے برا کیا ہے، اس فعل سے توبہ کرنی چاہئے جب نماز دوسری جگہ ہوسکتی تھی، اور مجمع کثیر کی شرکت کی بھی امید قوی تھی، تو جان بوجھ کر فسق وفجور کی جگہ میں جانے کی کیا ضرورت تھی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۰/محرم ۵۷ھ

نمازِ جنازہ سنتوں سے پہلے یا بعد میں؟

سوال:- نمازِ جنازہ کو سنتوں سے پہلے ادا کیا جائے یا سنتوں کے بعد؟ **وتقدّم صلوٰتها علٰی صلوة الجنازة اذا اجتمعا لانه واجب عيناً والجنازة كفاية وتقدم صلوٰة الجنازة علی الخطبة وعلٰی سنة المغرب وغيرها درمختارباب العيد. قوله علی الخطبة ای خطبة العيد وذٰلک لفرضيتها وسنية الخطبة كذا يقال فی سنة المغرب. قوله وغيرها كسنة الظهر والجمعة والعشاء.** (شامی ص: ۵۵۵) عبارتِ مذکورہ کا کیا مفہوم ہے اور کیا حکم نکلتا ہے؟

---

[1] ولا تركنوا الی الذين ظلموا. (الآية) سوره هود آيت: ۱۱۳،

ترجمه:- اور ظالموں کی طرف مت جھکو۔ (ازبيان القرآن)

الجواب حامداًومصلیاً

اصل تو یہی ہیکہ نمازِ جنازہ کوسنتوں پر مقدم کیا جاوے جیسا کہ آپنے درمختار سے نقل کیا ہے لیکن حلبی اور بحر کے حوالہ سے درمختار ہی میں ص:۵۵۶ پر یہ بھی لکھا ہے **لٰکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتویٰ علیٰ تأخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاق لھا بالصَّلوٰۃ لٰکن فی آخر احکام دین الاشباہ ینبغی تقدیمُ الجنازۃ والکسوف حتیٰ علی الفرض مالم یضق وقتہ فتأمَّل**[1] اھ۔ لہٰذا اگر سنتیں پہلے پڑھ لیں جو کہ فرضِ عین کے تابع ہیں، اور پھر نمازِ جنازہ ادا کریں تب بھی اعتراض اور بحث کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جنازہ سنتوں پر مقدم ہے

سوال:- اگر بعد نماز جمعہ نماز جنازہ پڑھی جاوے تو پہلے ظہر کی سنتیں پڑھیں یا نماز جنازہ پڑھیں اس مسئلہ میں کتاب کا حوالہ دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

پہلے نماز جنازہ پڑھیں سنتیں بعد میں پڑھیں: **وتقدم صلوٰۃ الجنازۃ علیٰ الخطبۃ وعلیٰ سنۃ المغرب وغیرھا کسنۃ الظھر والجمعۃ والعشاء** اھ(درمختار[2] وشامی

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۶، ج:۳، باب العیدن، مطلب فیما یترجح تقدیمہ من صلاۃ عید وجنازۃ الخ. البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۳/۱، کتاب الصلوۃ، قبیل باب الاذان، حلبی کبیر ص۶۰۷، کتاب الصلوۃ، فصل فی الجنائز الثامن فی المتفرقات، مطبوعہ لاھور.

[2] شامی نعمانیہ ص: ۵۵۵، ج: ۱، باب العیدین، مطلب فیما یترجح تقدیمہ من صلاۃ علیہ وجنازۃ الخ. سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص۲۷۷/۱، باب صلوۃ الجنائز، قبیل باب الشھید، حلبی کبیر ص۶۰۷، کتاب الصلوۃ، فصل فی الجنائز الثامن فی المتفرقات، مطبوعہ لاھور.

ص: ۵۸۰، ج: ۱،) بعض نے سنتوں کی تقدیم کا حکم دیا ہے، لٰکن فی البحر الفتویٰ علٰی تاخیر الجنازة عن السنة ای سنة الجمعة اھ (شامی[۱] ص: ۵۸۰، ج: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

سنت وقت اور جنازہ میں ترتیب

سوال: -نمازِ جنازہ بعد جماعت سنتوں سے قبل ادا کی جائے یا بعد سنت؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں قول ہیں لہٰذا دونوں طرح درست ہے: وتقدم صلٰوة الجنازة علی الخطبة وعلٰی سنة المغرب وغیرها کسُنَّة الظهر والجمعة والعشاء لٰکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتویٰ علی تأخیر الجنازة عن السنة وأقره المصنف کأنهٗ الحاق لها بالصَّلٰوة لٰکن فی آخر احکام دین الاشباه ینبغی تقدیم الجنازة والکسوف حتّٰی علی الفرض مالم یضق وقتهٗ فتأمل وروی الحسن انه یخیر فافهم. درمختار[۲] وشامی مختصراً. (باب العیدین ص: ۵۵۵، ۵۵۶، ج: ۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] شامی نعمانیه باب العیدین ص: ۵۵۶، ج: ۱. البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳/۱، کتاب الصلوة، قبیل باب الاذان.

[۲] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۶، ج: ۳، مطلب فیما یترجح تقدیمه من صلاة علیه وجنازة الخ. فتاوی بزازیه علی هامش الهندیه ص ۷۹/۴، کتاب الصلوة، فصل الخامس والعشرون فی الجنائز، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیر ص ۶۰۷، فصل فی صلوة الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقة من الجنائز، مطبوعه لاهور.

نماز عید و جنازہ میں ترتیب

سوال:-عید کے دن اگر جنازہ آجائے تو نماز عید و جنازہ وخطبہ میں کیا ترتیب رکھنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وتقدم صلاتها (ای صلاة العيد) علىٰ صلاة الجنازة اذا اجتمعا لانه واجب عينًا والجنازة كفاية وتقدم صلوٰة الجنازة علىٰ الخطبة ای خطبة العيد وذٰلک لفرضيتها وسنية الخطبة اهـ .(درمختار وشامی ص:۸۶۵، ج:۱) اس سے معلوم ہوا کہ اول نماز عید ہوگی پھر نماز جنازہ پھر خطبۂ عید[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متعدد جنازوں کی نماز اکٹھی

سوال:- تین جنازے ہیں ان میں سے دو مذکر ہیں، مگر ایک بچہ ہے، اور دو جوان یا ادھیڑ عمر کے، تو اگر کوئی تینوں کی اکٹھی جنازے کی نماز پڑھادے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس صورت میں جنازہ کی نماز ہوجاوے گی؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک جوان مرد ہے، اور ایک جوان عورت ہے، ان دونوں کی اگر ایک ہی جگہ جنازہ کی نماز پڑھادی جائے تو کیا نماز ہوجاوے گی، یا دونوں کی الگ الگ پڑھاویں۔

---

[۱] شامی نعمانیه ص:۵۵۵، ج:۱، مطبوعه زكريا ص:۴۶، ج:۳، باب العيدين. مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة عليه وجنازة الخ. سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص۲۷۷/۱، باب صلوة الجنائز، قبيل باب الشهيد، حلبی كبير ص۶۰۷، كتاب الصلوة، فصل فی الجنائز الثامن فی المتفرقات، مطبوعه لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

افضل طریقہ یہ ہے کہ سب کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھائی جائے لیکن اگر سب کی ایک ساتھ میں پڑھادی گئی تب بھی بلاشبہ ادا ہوجاوے گی۔ **واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصَّلوٰة اولیٰ اھ تنویر**[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۸ھ

نمازِ جنازہ متعدد دفعہ

سوال:- جنازہ کی نماز دو دفعہ یا تین دفعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زائد نہیں[2]۔ ہاں اگر ولی جنازہ نے ابھی نماز نہیں پڑھی بلکہ کسی اور نے پڑھ لی ہے، پھر ولی پڑھنا چاہے تو اس کو اجازت ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۸۸، ۵۸۹، ج:۱، باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی بیان من هو احق بالصلاة علی المیت. طحطاوی علی المراقی ص۴۸۸، کتاب الصلوة، باب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۲۷۷/۱، باب صلوة الجنائز قبیل باب الشهید، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ولا یصلی علی میت الا مرة واحدة، والتنفل بصلاة الجنازة غیر مشروع کذا في الایضاح. عالمگیری ص:۱۶۳، ج:۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت. طحطاوی علی المراقی ص۴۸۷، کتاب الصلوة، احکام الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر، کذا فی الدرالمختار مع الشامی ص۱۲۴/۳، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظیم اولی الامر واجب، مطبوعه مکتبه زکریا دیوبند. (حاشیہ نمبر۳/ اگلے صفحہ پر)

نمازِ جنازہ مکرر

سوال:-ایک جنازہ کی نماز باجماعت دوبارہ ہوسکتی ہے یانہیں؟ اس میں کچھ نئے لوگ اور کچھ پرانے بھی شامل ہوسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نمازِ جنازہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر پڑھ لی گئی تو ولی کو دوبارہ پڑھنا درست ہے، اور اس میں نئے لوگ شریک ہوسکتے ہیں، اور جولوگ پہلے پڑھ چکے ہیں وہ نہ شریک ہوں: **فان صلّٰی غیرہٗ ای غیر من لہٗ حق التقدم اعادھا ان شاء ولایعیدُ معہ من صلّی مع غیرہ الخ کذا فی مراقی الفلاح ص: ۴۸۶، مصری**[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازِ جنازہ مکرر

سوال:-میت کی نماز ادا کرنے کے کچھ دیر بعد تین چار شخص اور آ گئے تو انکے لئے میت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] فان صلی غیرہ (أی الولي) ممن لیس له حق التقدم. (علی الولي) ولم یتابعه الولي أعاد الولي، ان شاء. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۵۹۱، ۵۹۲، ج: ۱، ص: ۱۲۳، ج: ۳، باب صلاۃ الجنازۃ. مطلب تعظیم اولی الامر واجب. مطبوعه زکریا دیوبند، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۴۸۷، باب احکام الجنائز السلطان احق بصلوته، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۱۸۱، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۴۸۷، کتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. مجمع الانهر ص ۱/۲۶۹، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنائز، تحت فصل، فتاوی الهندیه ص ۱/۲۶۳، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۱۲۳، باب صلوۃ الجنائز، مطلب تعظیم اولی الامر واجب.

کی نماز دوبارہ پڑھنے کیلئے علماءِ دین کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ولی نے اول نمازِ جنازہ پڑھی ہے یا اس کی اجازت سے پڑھی گئی ہے تو پھر اور کو دوبارہ پڑھنا درست نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۹/۶۲ھ

نماز جنازہ کے وضو سے فرض نماز

سوال:-نماز جنازہ پڑھ کر اس کے وضوء سے نماز ظہر یا عصر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ کیلئے وضو کر کے اس سے ظہر وعصر پڑھنا درست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان صلّى هو (أي الولي) بحق لا يصلى غيره بعده. الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص: ۵۹۲، ج: ۱، كتاب الجنائز، مطلب تعظيم اولى الامر واجب، وفي المراقى ص: ۴۸۷، لأن التنفل بها غير مشروع، كما لا يصلى أحد عليها بعده وان صلى وحده اهـ. كتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر. البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۱/۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] عن بريدةؓ كان النبى صلى الله عليه وسلم يتوضأ لكل صلاة، فلما كان عام الفتح صلى الصلوات كلها بوضوءٍ واحد، .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نمازِ جنازہ بلا وضو

سوال:- جنازہ کی نماز امام نے بلا طہارت پڑھا دی تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جنازہ کی نماز امام نے بلا وضو پڑھا دی تو صحیح نہیں ہوگی، نہ امام کی نہ اسکے مقتدیوں کی[1]۔ اگر دفن کر دیا گیا ہے تو قبر پر پڑھ لی جاوے جب تک میت کے پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو ورنہ استغفار کیا جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....قال الترمذی: والعمل علی هذا عند أهل العلم أنه یصلی الصلوات بوضوءٍ واحدٍ. مالم یحدث. ترمذی ص: ۱۰، ج: ۱ کتاب الطهارة. باب ما جاء أنه یصلی الصلوٰات بوضوءٍ واحدٍ. مطبوعه رشیدیه دهلی، نووی علی مسلم ص ۱۳۵/۱، کتاب الطهارة، باب جواز الصلوات کلها بوضوء واحد، مکتبه بلال دیوبند، شامی زکریا ص ۱۹۲/۱، کتاب الطهارة، مطلب فی اعتبارات المرکب التام.

ترجمہ:- حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے، لیکن فتح مکہ کے سال تمام نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فلو أمّ بلاطهارةٍ والقوم بها أعیدت، لأنه لا صحّة لها بدون الطهارة، واذا لم تصح صلاة الامام لم تصح صلاة القوم. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۵۸۲، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة. البحرالرائق کوئٹه ص ۱۷۹/۲، کتاب الجنائز، فصل السطان احق بصلاته، طحطاوی علی المراقی ص ۴۷۹، باب الجنائز فصل الصلوة علی المیت، فرض کفایة، مطبوعه مصر. (حاشیہ نمبر ۲/۱ اگلے صفحہ پر)

نماز جنازہ میں کچھ لوگوں کا محض تماشا بینوں کیطرح کھڑے رہنا

سوال:- جنازہ کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمیوں کا مجمع ہے، لیکن صلوٰۃ جنازہ ادا کرنے کے وقت صرف دس پندرہ آدمی نماز پڑھتے ہیں اور باقی مثل تماشا بینوں کے کھڑے رہتے ہیں یہ بقیہ لوگ مسلمان تارک فرض کفایہ ہوں گے یا نہیں اور ان پر کچھ گناہ ہوگا یا نہیں حالانکہ کوئی عذر مانع شرکت نماز سے بھی نہیں۔ کراہت وغیرہ مفصل ومبرہن فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ہونے کی وجہ سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوگئی لیکن ثواب صرف ان کو ملا کہ جنہوں نے نماز پڑھی نماز پڑھتے وقت باقی لوگوں کا تماشہ بینوں کی طرح کھڑے رہنا اور نماز میں شریک نہ ہونا انتہائی بے حسی اور بے مروتی ہے، حقوق میت اور احترام نماز دونوں کے خلاف ہے۔ **والصلوٰۃ علیه ای علی المیت فرض کفایة بالاجماع اھ** (درمختار[1] ص:۶۰۶، ج:۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] وان دفن بغیر صلاۃ صلی علی قبره مالم یغلب علی الظن تفسخه، الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۹۳، ۵۹۲، ج:۱، قبیل مطلب في کراهة صلاة الجنازة في المسجد. باب صلاة الجنازة فی المسجد. فتاوی الهندیه ص:۱۶۵، ج:۱، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیر ص۵۸۳، فصل فی الجنائز الرابع فی الصلوة علیه، مطبوعه لاهور.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] در مختار مع الشامی نعمانیه ص:۵۸۱، ج:۱، باب صلاة الجنازة. مطلب فی صلاة الجنازة. طحطاوی علی المراقی ص۴۷۷، احکام الجنائز، فصل الصلوة علی المیت فرض کفایة، مطبوعه مصر، فتاوی الهندیه ص۱۶۲/۱، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، مطبوعه کوئٹه.

خنثی بچہ کی نماز جنازہ

سوال:-اگر کوئی لڑکا زندہ پیدا ہوا اور اس کے پاخانے پیشاب کی راہ بالکل نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ لڑکی کی یا لڑکے کی کس کی پڑھی جاوے گی۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے بچہ پر لڑکی کے احکام جاری ہونگے بغیر ان چند مخصوص احکام کے جن کو اشباہ ص:۲۴۴، میں نقل کیا ہے[1]۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہجڑے کے جنازہ کی نماز

سوال:-خصی مردوں یعنی ہجڑوں کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے اگرچہ وہ اپنے فعل کی وجہ سے سخت گنہگار ہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحاصله أنه كالأنثى في جميع الأحكام الا في مسائل لا يلبس حريرا ولاذهبا ولا فضة ولايتزوج من رجل ولايقف في صف النساء ولاحد بقذفه ولا يخلو بامرأة ولا يقع عتق وطلاق علقا على ولادتها انثى به ولايدخل تحت قوله كل أمة. الأشباه والنظائر ص:۱۷۷، أحكام الخنثى من الفن الثانى وهو فن الفوائد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[2] لقوله صلى الله عليه وسلم: صلوا على كل بروفاجرٍ بيهقى ص:۱۹، ج:۴، كتاب الجنائز، باب الصلوة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، دارالمعرفة بيروت، وأبوداؤد بمعناه. ص۱/۳۴۳، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع ائمة الجور. سعد بكڈپو ديوبند، طحطاوى مصرى ص۴۷۷، باب صلاة الجنائز، فصل فى الصلاةعليه.

زانیہ اور ولد الزنا کی نماز جنازہ

سوال:- ایک عورت کو زنا کا حمل قرار دیا گیا اور ولادت کے دو دن بعد زچہ بچہ دونوں کا انتقال ہوگیا تو ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے، یا نہیں؟ کیونکہ زانی اور زانیہ کو سنگسار کرنا فرمایا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں کی جنازہ کی نماز لازم ہے، سنگسار کرنے کا حکم مستقل ہے، اس سے نماز جنازہ ساقط نہیں ہوتی[1]۔ اور ایسے بچہ کو تو سنگسار کرنے کا بھی حکم نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زانیہ اور ولد زنا کے احکام

سوال:- کسی انقلاب کی وجہ سے مسلمان کی بالغ لڑکی کافر کے ہاتھ میں قید ہوگئی ہے،

---

[1] عن عمر بن يحيى قال صلى رسول الله ﷺ على ولد الزنا وأمه ماتت في نفاسها (مصنف ابن عبدالرزاق ص ۳/۵۳۴، كتاب الجنائز، باب الصلوة على ولد الزنا والمرجوم، مجلس علمی ڈابھیل گجرات) لقوله صلى الله عليه وسلم: صلوا على كل بروفاجر. طحطاوی على المراقی ص:۴۷۷، باب صلاة الجنائز، فصل فی الصلاة عليه مطبوعه مصر، بيهقی ص ۱۹، ج:۴، كتاب الجنائز، باب الصلوة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، وأبوداؤد ص: ۳۴۳، ج: ۱، كتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمة الجور، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

[2] وفيه لاترجم الحبلى حتى تضع سواء كان حملها من زنا او غيره وهذا مجمع عليه لئلا يقتل جنينها (نووی على مسلم ص ۲/۶۸، كتاب الحدود، باب حد الزناء، مكتبه بلال ديوبند.

یہاں تک کہ مسلمہ عورت سے کافر کے بچے تولد ہوئے پھر بحکم خداوند فعال لما یرید کافر کی قید سے چھوٹ گئی اور وہ بچے جو کافر کے نطفہ سے تولد ہوئے اسی عورت کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آئے چونکہ وہ بچے اب تک نابالغ ہیں اسلئے یہ امر دریافت طلب ہے کہ وہ بچے ماں کے تابع ہوکر مسلمان ہوجائیں گے یا نہیں اگر وہ بچے مرجائیں تو صلوٰۃ جنازہ ان پر پڑھی جائیگی یا نہیں؟ اور بچوں کی حفاظت اور نان نفقہ ماں کے ذمہ ضروری ہے، یا نہیں یا اور دیگر مسلمانوں پر بھی ضروری ہے، یا ان بچوں کو کافر کے زنا سے ہونے کی وجہ سے تحقیراً قتل کردیا جائے اگر ماں کا ترکہ مال ہو اس میں وہ بچے میراث کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟ نیز بتلایئے کہ عام ولد زنا جو کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوں ان کے کیا احکام ہیں آیا ان کا گلا گھونٹ کر ماردیئے جائیں یا ان کی پرورش ضروری ہے، اور وہ عورت مسلمہ جس کو کافروں نے زبردستی سے لیجا کر مدتوں اپنے پاس رکھا اور زنا کیا اسکا کیا حکم ہے آیا مسلمانوں کے ہاتھ اس کا ازدواجی تعلق پیدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بچے مسلمان ہیں ان پر صلوٰۃ جنازہ پڑھی جاوے گی، الّا یہ کہ بڑے ہوکر کفر اختیار کریں، ''والعیاذ باللہ'' ماں کے ذمہ حفاظت اور پرورش ضروری ہے ان بچوں کو قتل کرنا حرام ہے، ماں کے مرنے پر وہ بچے میراث کے مستحق ہوں گے، بصورت فراش کسی بچے کو ولد زنا قرار دینا بلاوجہ شرعی حرام ہے اور اس طرح ولد الزنا نہیں ہوتا، اگر کوئی اس کو ولد الزنا کہے تو وہ واجب التعزیر ہے[1]، اول اس کے ولد الزنا ہونے پر دلیل شرعی قائم کی جاوے پھر تحریر کیا جاوے کہ اس کے کون سے احکام کو دریافت کرنا مطلوب ہے، گلا گھونٹ کر مارنا بہرصورت

---

[1] (یاولد الحرام) وفی البحر فینبغی التعزیر به لانه فی العرف بمعنی یا ولد الزنا فعلی هذا لا فرق بینه وبین یا حرام زاده (مجمع الانهر ص ۲/۳۷۴، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. بحر کوئٹه ص ۵/۴۲، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، الدر مع الشامی زکریا ص ۶/۱۱۹، کتاب الحدود، باب التعزیر)

حرام ہے[1]، خواہ وہ بچہ ثابت النسب ہو خواہ نہ ہو بلکہ پرورش ضروری ہے، اس زنا کیوجہ سے وہ شوہر پر حرام نہیں ہوگی بلکہ اس سے ازدواجی تعلق درست ہے۔

والولد يتبع خير الابوين دينًا ان اتحدت الدار اھ درمختار. الصغير تبع لابويه او احدهما فى الدين فان انعدما فلذى اليد فان عدمت فللدار ويستوى فيما قلنا ان يكون عاقلاً اوغير عاقل لانه قبل البلوغ تبع لابويه فى الدين مالم يصف الاسلام اھ .(شامی[2] ص:۶۴۷، جلد۲)

تجبرالام على الحضانة اذا لم يكن لها زوج اھ. (شامی[3] ص:۱۰۴۸، ج:۲)

جاز نكاح من رأها تزنى واما قوله تعالىٰ الزانية لا ينكحها الازان فمنسوخ بآية فانكحوا ما طاب لكم من النساء اھ. (درمختار[4] ص:۴۷۹، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۵/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۵/۶۴ھ

---

[1] واعلم ان قتل النفس لغير حق من اكبر الكبائر بعد الكفر بالله تعالىٰ (شامی زکریا ص۱۰/۱۵۷، كتاب الجنايات، الجوهرة النيرة ص۲/۱۶۷، كتاب الجنايات، مطبوعه مكتبه نعمانيه ديوبند، "عن انس بن مالک رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال اكبر الكبائر الاشراک بالله، وقتل النفس وعقوق الوالدين وقول الزور او قال شهادة الزور، بخارى شريف ص۲/۱۰۱۵، كتاب الديات، باب قول الله ومن احياها، مكتبه اشرفيه ديوبند.

[2] شامى نعمانيه ۲/۳۹۴، فى باب نكاح الكافر. مطلب اَلْوَلَدُ يتبع خيرا لأبوين دينا. بحر كوئٹه ص ۳/۲۰۹، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، فتاوى الهنديه ص ۱/۳۳۹، كتاب النكاح، الباب العاشر، فى نكاح الكفار، مطبوعه كوئٹه.

[3] شامى نعمانيه ص:۶۳۶، ج:۲، في الحضانة. وكذا ص: ۶۷۵، ج:۲ فى النفقة، بحر كوئٹه ص۴/۱۶۶، كتاب الطلاق، باب الحضانة، منحة الخالق على البحر كوئٹه ص۴/۱۶۶، باب الحضانة، فتاوى الهنديه ص ۱/۵۴۱، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة.

[4] درمختار مع الشامى نعمانيه ص:۲۹۲، ج:۲، مطلب فيما لو زوّج المولى أمته. فصل في المحرمات. كتاب النكاح. فتاوى الهنديه كوئٹه ص ۱/۲۸۱، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، بحر كوئٹه ص۳/۱۰۷، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات.

کنواری کے بچہ پر نماز جنازہ

سوال:- ایک بغیر شوہر والی عورت کنواری کے بچہ پیدا ہوا اور امام مسجد نے اس بچہ کی نماز نہیں پڑھائی اور اس بچہ کو اسی طرح سے دفن کر دیا گیا یہ ٹھیک ہوا کہ نہیں اور امام صاحب کی بابت کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تھا تو اس کو بلا نماز دفن کر دینا چاہئے اور اگر زندہ پیدا ہوا تھا تو اس کے جنازہ کی نماز ضروری ہے[1]۔ اگر امام صاحب کو مسئلہ معلوم نہیں تھا، یا اسی طرح معلوم تھا، جس طرح کیا تو وہ ایک درجہ میں معذور ہیں اور اگر باوجود صحیح طور پر مسئلہ معلوم ہونے کے پھر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں اپنے فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے اور اس پر نماز نہ پڑھنے سے سب لوگ گنہ گار ہوئے کیونکہ صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۳/۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۶/ربیع الاول ۵۶ھ

---

[1] قال في التنوير: ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ان استهل والاّ غسل وسمى وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه. شامی نعمانیه ص:۵۹۴، ۵۹۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ. مجمع الانهر ص۲۷۳/۱، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، طحطاوی مع المراقی ص ۴۹۲، باب احكام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر.

[2] وصلاته فرض كفاية، أی ان أدّى البعض سقط عن الباقين وان لم يؤد أحد يأثم الجميع. كذا في شرح الوقاية ص:۲۰۶، ج:۱. باب الجنائز، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. طحطاوی على المراقی ص۴۷۷، باب احكام الجنائز، فصل الصلوة على الميت فرض كفاية، مطبوعه مصر، هنديه كوئٹه ص ۱۶۲/۱، كتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اس پر صلوٰۃِ جنازہ نہیں

سوال:-مسماۃ ہندہ کے مرا ہوا بچہ پیدا ہوا لیکن آنول نہیں نکلی، جس کے باعث ہندہ کا بھی انتقال ہو گیا بچہ کی ناف نہیں کٹی تھی، لہٰذا زچہ اور بچہ دونوں کو ایک ہی کفن وقبر میں دفن کر دیا گیا دونوں ران کے بیچ میں بچہ کو رکھ دیا گیا تھا، ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کر دیا سو کر دیا اس کی کوئی اصلاح نہ کریں[1]، بہتر یہ تھا، کہ ناف کاٹ کر بچہ کو علیحدہ دفن کیا جاتا، وہ مرا ہوا پیدا ہوا تھا اس کی جنازہ کی نماز بھی نہیں تھی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۴ھ

مردہ بچہ کی نمازِ جنازہ کا حکم ائمۂ اربعہ کے نزدیک

سوال:-ان بعضِ الاخوان غیر الهند ارسل الیَّ خطّاً و مضمونه هٰكذا ما

---

[1] فلو وضع لغير القبلة او على يساره ثم تذكروا، قال الامام ان كان بعد تسريج اللبن قبل ان ينهال التراب عليه از الوا ذلک ووجه اليها على يمينه وان اهالوا التراب لاينبش القبر لان ذلک سنة والنبش حرام، طحطاوی مع المراقی ص۲۰۵، باب احكام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص۱۹۴، كتاب الجنائز، فصل السلطان ادحق بصلاته شامی زكريا ص ۳/۱۴۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فی دفن الميت.

[2] في التنوير ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ان استهل وإلّا غسل وسمى وأدرج في خرقة ودفن ولم يصلّ عليه. شامی مع الدر نعمانيه ص:۵۹۴،۵۹۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ. بحر كوئٹه ص۲/۱۸۸، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مجمع الانهر ص۱/۲۷۳، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

حکم السقط الذی ولد میتاً بشهرأو بعدها لم یستهل ولم یبکیٔ ولم تظهر امارة الحیوٰة ماذا حکمه فی هٰذهِ المسئلة فی المذاهب الاربعة هل یصلی ام لا؟ وان صلّٰی علیه احد یجوز ذٰلک ام لا؟ ارجو من حضرتکم الشریفة جوابًا شافیًا کافیًا. عباس کیرانوی

الجواب حامداًومصلیاً

لایصلّی علیه عند الاحناف کذا فی الدر المختار ومن ولد فمات یُغسل ویصلّٰی علیه ان استهل ای وجد منه مایدل علٰی حیوٰتهٖ بعد خروج اکثرهٖ والا یستهل غُسل وسمی وادرج فی خرقة ولم یصل علیه اهـ[1] وعند الامام احمد رحمة اللّٰه تعالٰی صلّی علیه اذا خرج میتًا واتٰی علیه اربعة اشهر وَالامام مالکؒ مع الامام ابی حنیفة فی ذٰلک ای لا یصلّٰی علیه. والامام الشافعیؒ فیه قولان کالمذهبین المذکورین کذا فی الشرح الکبیر علٰی متن المقنع.فقط واللّٰه تعالٰی اعلم.

حررهٗ العبد محمود غفرلهٗ دَارُالعلوم دیوبند ۱۶/ ۶/ ۹۰ھ

ترجمہ سوال وجواب

سوال :- غیر ہندوستانی میں سے کچھ احباب نے میرے پاس ایک خط بھیجا ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ کیا حکم ہے اس بچے کا جو مرا ہوا پیدا ہوا ہو، ایک مہینہ یا اس سے زیادہ پیٹ میں رہا ہو، نہ چلایا ہو اور نہ رویا ہو، اور نہ زندگی کی کوئی علامت ظاہر ہو، ائمہ اربعہ کے نزدیک اس مسئلے کا کیا حکم ہے، آیا نماز ادا کی جائے گی، یا نہیں۔

اگر اس بچے پر نماز پڑھے ادا ہوگی یا نہیں، میں آپ حضرات سے تشفی بخش جواب کی امید کرتا ہوں۔ فقط عباس کیرانوی۔

الجواب :- اس پر احناف کے نزدیک نماز نہیں پڑھی جائے گی، ایسے ہی درمختار میں ہے، اور جو بچہ پیدا ہوا اور مر جائے اس کو غسل دیا جائے گا، اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، اگر وہ چلائے یعنی اس کا اکثر حصہ نکلنے کے بعد کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اس کی زندگی پر دلالت کرے، اور اگر نہ چلائے تو غسل دیا جائے گا، اور نام رکھا جائے گا، اور کپڑے کے ٹکڑے میں ڈال دیا جائے گا، نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور امام احمدؒ کے نزدیک نماز ادا کی جائے گی جب مردہ نکلے درانحالیکہ اس پر چار مہینے پیٹ میں گذرے ہوں اور امام مالکؒ امام صاحب کے ساتھ ہیں یعنی نماز نہیں ادا کی جائے گی، اور امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں، مذکورہ دونوں مذہب کی طرح۔

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کافر نے اپنا چھوٹا بچہ مسلمان کو دیدیا اس پر صلوٰۃ جنازہ

سوال:- ماقولکم ایہا العلماء الکرام اندرینکہ کافرے دختر صغیرہ شیر خوار را بمسلمانے ہبۃً حوالہ نمود ودعویٰ بالکلیہ ترک کرد، ومسلمان صغیرہ را مانند فرزند خود از شیر گاؤ پرورش کردہ گرفت قضارا صغیرہ وفات نمود پس دریں صورت فطرۃ وتبعیت یدرا ملاحظہ نمودہ نماز جنازہ بر دختر صغیرہ موصوفہ گذاردہ شود یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب:- درصورت مذکورہ چوں کافر دختر صغیرہ را حوالہ مسلمان نمود ودعوی بالکلیہ ترک نمود ومسلمان مانند فرزند خود دختر صغیرہ را پرورش می کند پس بنظر فطرت وتبعیت ید نماز جنازہ بر دختر صغیرہ گذاردہ شود: **کما یفهم من کتب الفقه والحدیث، فی الهندیة والصبی اذا وقع فی یدالمسلم من الجند فی دار الحرب وحده ومات هناک صلی علیه تبعًا لصاحب الید کذا فی المحیط وفیها وان سبی وحده غسل وصلی علیه کذا فی الزاهدی وفی الدر المختار ولو سبی بدونه فهو مسلم تبعا للدار اوللسابی الخ فی الشامیة تحت قوله للدار ان کان السابی ذمیا اوللسابی ان کان مسلمًا کذا فی شرح المنیة وفی الطحطاوی فان وقع فی سهمه صبی من الغنیمة فی دار الحرب فمات یصلی علیه ویجعل مسلمًا تبعًا لصاحب الید وفی الحدیث**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] درمختار مع الشامی ص:۵۹۵، ج:۱، مکتبه نعمانیه، کتاب الجنائز. مجمع الانهر ص۲۷۳/۱، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.، بحر کوئٹه ص۱۸۸/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

(حاشیہ صفحہ ھذا) **ترجمہ سوال وجواب**

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ایک کافر نے اپنی چھوٹی شیر خوار لڑکی ایک مسلمان کو ہبہ کردی اور بالکلیہ دعویٰ چھوڑ دیا اور اس مسلمان نے اس بچی کو اپنے بچے کی طرح گائے کے دودھ سے پرورش کی اور اتفاق سے اس بچی کی وفات ہوگئی پس اس صورت میں فطرت اور قبضے کے تابع ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے نماز جنازہ مذکورہ چھوٹی لڑکی پر ادا کی جائے گی یا نہیں۔ **(ترجمہ الجواب اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

الشریف عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وصحبہ وسلم کل مولود یولد علی الفطرۃ. (الحدیث) حررہٗ العبد الا واہ شیخ احمد حماہ مولاہ.

الجواب حامداًومصلیاً

درصورت مسئولہ معنی تبعیت ید شرعاً متحقق نہ شدہ زیرا کہ مراد از تبعیت ید این است کہ آنکس کہ ایں دختر صغیرہ بدست او است مالک ایں دختر بود وملکیت دریں صورت یافتہ نمی شود زیرا کہ انسان عام از ینکہ مومن بود یا کافر باعتبار اصل خود حراست وملک بر حر ثابت نشود الا برطریق مشروع وہبۂ حر باطل است پس قبضۂ آنکس برایں دختر شرعاً قبضۂ مالکانہ نخواہد بود آرے اگر امام مسلمین جہاد کند وکفار را بہ طریق غنیمت گرفتار نمودہ درغازیان تقسیم کند بعد از تقسیم ہرکس مالک سہم خود خواہد شد پس اگر بایں طور صغیرے در قبضہ کسے درآید وبمیرد برآن صغیر نماز جنازہ گزاردہ خواہد شد بہ تبعیت ید وہم چنیں است اگر از کسے خرید کند وغیرہ وغیرہ (قال

(ترجمہ صفحہ گذشتہ) **الجواب**:-صورت مذکورہ میں جب کافر نے چھوٹی لڑکی کو مسلمان کے حوالے کردیا اور بالکلیہ دعویٰ چھوڑ دیا اور مسلمان نے اس چھوٹی لڑکی کی اپنے بیٹے کی طرح پرورش کی پس فطرت اور قبضہ کے تابع ہونے کو دیکھتے ہوئے نماز جنازہ چھوٹی لڑکی پر ادا کی جائے گی، جیسا کہ کتب فقہ وحدیث سے سمجھا جاتا ہے، فی الھندیۃ الخ ۔فقط حررہ العبدالأ واہ شیخ احمد حماہ مولاہ۔

(ترجمہ صفحہ ھذا)

ترجمۃ الجواب حامدا ومصلیا:-صورت مسئولہ میں شرعاً تبعیت ید کے معنی متحقق نہیں ہیں کیونکہ تبعیت ید کا مطلب یہ ہے کہ یہ چھوٹی لڑکی جس شخص کے قبضے میں ہے وہ اس لڑکی کا مالک ہو۔اور ملکیت اس صورت میں پائی نہیں جارہی ہے کیونکہ انسان خواہ مومن ہو یا کافر اپنی اصل کے اعتبار سے آزاد ہے، اور ملکیت آزاد پر ثابت نہیں ہوتی ہے، مگر شرعی طریقے سے اور آزاد کا ہبہ باطل ہے، پس اس شخص کا اس لڑکی پر شرعاً قبضۂ مالکانہ نہیں ہوگا۔البتہ اگر مسلمانوں کا امام جہاد کرے اور کفار کو غنیمت کے طریقے پر گرفتار کرکے غازیوں میں تقسیم کردے اب تقسیم کے بعد ہر شخص اپنے حصے کا مالک ہوگا، پس اگر اس طور پر کوئی بچہ کسی کے قبضے میں آئے اور مرجائے تو اس پر باعتبار تبعیت ید نماز جنازہ ادا کی جائیگی، اور نیز یہی حکم ہے کہ اگر کسی شخص سے خرید کرے وغیرہ وغیرہ۔

الطحطاوی[1] ص: ۳۵۰، نقلاً عن الفتح فان من وقع فی سهمه صبی من الغنیمة فی دار الحرب فمات یصلی علیه ویجعل مسلماً تبعًا لصاحب الید الخ کذا فی البحر[2] الرائق ص: ۱۹۰، ج: ۲)

ومراد از عبارت ہندیہ نیز ہمیں است زیرا کہ جند اسلام چون در دار الحرب بود و بر چیزے از اموال اہل الحرب استیلاء یابد مالک شود و بعد سبی نیز ید شرعی متحقق شود: هٰکذا یفهم من غنیة المستملی[3] شرح منیة المصلی، والدر المختار[4] ورد المحتار وعبارت طحطاوی وبحر ص: ۱۸۹، ۱۹۰، ج: ۱، اصرح عبارت است فالعجیب من المجیب الفاضل انه کیف ذهل عن معنی الید الشرعی وحمل عبارة کلها علیٰ المعنی اللغوی قال الشیخ ابن عابدین بعد بحث طویل وحاصله انه انما یحکم باسلامه بالاخراج الیٰ دار الاسلام تبعا للدار او بالملک بقسمة او بیع من الامام تبعاً للمالک لو مسلمًا او للغانمین لو ذمیًا اھ. (شامی)[5]

ترجمہ متن:-اور ہندیہ کی عبارت کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ اسلام کا لشکر جب دار الحرب میں ہو اور اہل حرب کے مالوں میں سے کسی چیز پر غلبہ پالے تو مالک ہو جاتا ہے اور قید کے بعد بھی شرعی قبضہ متحقق ہو جاتا ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور در مختار اور رد المحتار اور طحطاوی کی عبارت سے اور بحر کی عبارت زیادہ صریح ہے، پس فاضل مجیب پر تعجب ہے کہ وہ کیسے ید شرعی کے معنی سے ذھول کر گئے اور انہوں نے ان سب کی عبارت کو معنی لغوی پر محمول کیا چنانچہ شیخ ابن عابدین ایک طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے أنه انما یحکم باسلامه الخ

[1] طحطاوی مصری ص: ۴۹۵، باب صلاة الجنائز، السلطان احق بصلاته.

[2] البحر الرائق ص: ۱۹۰/۲، کتاب الجنائز، السلطان احق بصلاته. مطبوعه کوئٹه.

[3] کبیری ص: ۵۴۷، فصل فی الجنائز، الرابع الصلاة علی المیت، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[4] الدر المختار مع الشامی زکریا، ص: ۳۳-۱۳۲، ج: ۳، ص: ۴۹۵، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ.

[5] شامی زکریا ص: ۱۳۳، ج۳، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ.

پس درصورت مسئولہ صبی از اسباب مذکورہ یافتہ نشد من اشتریٰ رقیقا من الصغار فی دار الحرب فمن مات فیها منهم فلا یصلی علیه کذا فی الغیاثیة وفی الید کصبی سبی مع ابویه لا یصلی علیه لانه تبع له الخ شرح[1] سیر کبیر، باوجود ابوین صغیر تابع کسے نخواہد شد بل بہ تبعیت ابوین احکام کفار براو جاری خواہد شد قال محمد امین الشامی تحت قول صاحب الدرالمختار کصبی سبی مع احد ابویه وبالاولیٰ اذا سبی معهما والمجنون البالغ کالصبی کما فی الشرنبلالیة ولافرق بین کون الصبی ممیزاً اولا ولابین موته فی دارالاسلام او الحرب ولا بین کون السابی مسلماً اوذمیًا لانه مع وجود الابوین لاعبرة للدار ولاللسابی بل هوتا بع لاحد ابویه الیٰ البلوغ مالم یحدث اسلاماً وهو مميز کما صرح به فی البحر. (شامی[2] ۵۹۵) اگر درصورت مسئولہ والدین فوت ہم شوند وحکم بدارالاسلام نیز کردہ شود برآں صغیرہ نماز جنازہ گزاردہ نخواہد شد وکذٰلک ان ماتت آباؤهم وامهاتهم فی دارنا لان معنی التبعیة بالموت لا ینقطع فی حکم الدین الاتری ان اولاد اهل الذمة لا یحکم لهم بالاسلام وان ماتت آباؤهم وامهاتهم

ترجمہ متن :-پس صورت مسئولہ میں بچی اسباب مذکورہ سے حاصل نہیں ہوئی من الشتری قیقا الخ والدین کے علاوہ صغیر کسی کے تابع نہ ہوگا، بلکہ والدین کے تابع ہوکر کفار کا حکم اس پر جاری ہوگا، محمد امین شامی صاحب درمختار کا قول: کصبی سبی مع احد ابویه الخ کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر صورت مسئولہ میں والدین فوت بھی ہوجائیں اور دارالاسلام کا حکم بھی لگ جائے تب بھی اس بچی پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ وکذالک ان ماتت الخ

[1] تلاش بسیار کے باوجود یہ عبارت شرح سیر کبیر میں نہیں مل سکی البتہ خانیہ میں یہ عبارت ہے، اذا اشتری الرقیق الصغار فی دارالحرب فمات احد منهم فی دارالحرب لا یصلی علیه (قاضی خان علی الهندیه ص ۱۹۳/۱، باب غسل المیت، مطبوعه کوئٹه.

[2] شامی زکریا ص: ۱۳۲، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ.

فی دارنا وھم صغار الخ . (شرح سیر کبیر[1]، ص:۳۳۵، ج:۳)

وازیں عبارات جواب حدیث شریف نیز حاصل شد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/محرم الحرام ۵۴ھ

میت مشتبہ ہوتو نمازِ جنازہ کون پڑھے؟ شیعہ یا سنی

سوال:- زید کی والدہ شیعہ ہے اور اب بھی اسی پر قائم ہے، نماز وغیرہ شیعوں کی طرح پڑھتی ہے اور محرم کے ایام ان کی مجالس میں شریک ہوتی ہے، البتہ بظاہر کسی سنی وغیرہ کو گالی نہیں دیتی ہے اور یہ وصیت کرتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد جنازہ کی نماز شیعہ وسنی دونوں مل کر پڑھیں، زید چونکہ سنی ہے اسلئے اس کے مرنے کے بعد ایک سنی عالم فاضلِ دیوبند سے نماز جنازہ پڑھوانا چاہتا ہے، عالم صاحب کو ایک شیعہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ دلائلِ شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک کفر کا حکم نہ ہو نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ لقولہٖ علیہ السَّلام صَلّوا عَلٰی کُلِّ بر وفاجر. (الحدیث[2]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

ترجمہ متن:- اوران عبارتوں سے حدیث شریف کا جواب بھی نکل آیا۔

[1] شرح سیر کبیر ص: ۳۵۰، ج: ۲، الجزء الرابع، باب المفاداة بالصغیر والکبیر من السبی وغیر ذلک، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] بیهقی ج:۴، ص: ۱۹، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی من قتل نفسه غیر مستحل لقتلها، مطبوعہ درالمعرفة بیروت. وابوداؤد ص:۳۴۳، ج: ۱، کتاب الجهاد. باب فی الغز ومع ائمة الجور.

مسلم مرد اور کافر عورت سے پیدا شدہ بچہ کا حکم

سوال:- زید کہتا ہے کہ ولد الزنا من مسلم وکافر ونصرانیۃ (جو ماں کافرہ اور باپ مسلمان دونوں کی پرورش میں ہوں یا صرف باپ مسلمان کی پرورش میں) اگر بچپن میں مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائیگی بالخصوص جب کہ اس بچہ کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہو نیز سن تمیز سے پہلے کسی اسلامی مدرسہ میں داخل کر دیا گیا ہو اور وہ وہیں مدرسہ میں فوت ہو جاوے تو بھی اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائیگی، اور اس پر دربارہ تجہیز وتکفین حکم بالاسلام کیا جائے گا اور اس پر علامہ ابن عابدین کی تقریر جو شامی جلد ثانی باب نکاح الکافر ص:۵۴۸، پر ہے اپنی حجت میں پیش کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ علامہ کے قول کو مستند قرار دیتے ہوئے وسعت کی گنجائش ہے، بناءً علیہ وہ ولد مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس کی تجہیز وتکفین وغیرہ مسلمانوں جیسی کی جائے گی۔

بکر کہتا ہے کہ جو کچھ علامہ شامی نے لکھا ہے وہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے اور تمام کتب فقہ بلکہ حدیث قطعی کے معارض ہے، اسلئے وہ کسی طرح ہمارے لئے حجت نہیں بن سکتی اور نہ ہم ان کے مقلد ہیں ان کی شخصی رائے پر حدیث قطعی کے مقابلہ میں فتوی دینے کی اصلاً گنجائش نہیں اور حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے۔(۱) **الولد للفراش وللعاهر الحجر.** دلالت میں قطعی ہے نص کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں، نہ کسی کی رائے محض، اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکورہ کے مقابلہ میں دوسری حدیث ہے **كل مولود يولد علىٰ الفطرة كما قال العلامة** اس کا جواب ظاہر ہے کہ خود فطرۃ کے معنی میں دو احتمال ہیں اسلام یا استعداد اسلام **والثانی اقرب لحديث ابی داؤد وكل مولود يولد علىٰ الفطرة وفيه قالوا يا رسول اللّٰه (صلى اللّٰه عليه وسلم) افرأيت من يموت وهو صغير قال اللّٰه اعلم**

بما کانوا عاملین ج:۲، باب فی ذراری المشرکین من کتاب السنة فلو کان معنی الفطرة الاسلام لماتوقف صلی اللّٰہ علیه وسلم فی حکمهم لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه ومن لوازم الاسلام الحکم بدخول الجنة وفی مجمع البحار یرید انه یولد علی نوع من الجبلة والطبع المتهیئ بقبول الدین الخ اور اگر اقرب یہ نہ ہوتب بھی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو محتمل معارض نہیں ہوسکتا قطعی کا اور جو مصالح حکم بالاسلام کے لکھے ہیں علامہ شامی نے، اول تو وہ رائے محض ہے، دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں، اسلئے کہ ایک مدعی اسلام غیر مسلمہ کے ساتھ ساری عمر بلا نکاح زنا کرتا رہے اور اس کے بچوں پر اسلام کا حکم لگا کر مسلمانوں کا سا حکم ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کو عبرت ہو اور نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کی توفیق ہو اور نہ خود زانی کو اپنے فعل شنیع کا خیال تک گذرے۔ یہ تو اقبح القبیح اور افحش الفواحش ہے اس میں تو اور مزید احتیاط کی ضرورت ہے فاذا تعارضا ای المصالح والمفاسد تساقطا.

(۲) عامہ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی اور بچہ اسلام وکفر میں اپنی ماں کے تابع ہوگا۔

(۳) حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ''مجموعۃ الفتاویٰ'' جلد ایک باب التجهیز والتکفین ص: ۳۶۸، حسب ذیل ہے۔

سوال:- مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعۂ زنا لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر قبل بلوغ یا بعد البلوغ مرجائے تو ان کی تجہیز وتکفین کا کیا حکم ہے۔

جواب:- بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح تجہیز وتکفین ہوگی ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں کیونکہ ولد الزناء کا نسب

زانیہ سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ زانی سے بحرالحرائق وغیرہ میں ہے: **هو تابع لاحد ابويه الىٰ البلوغ مالم يحدث اسلاماً وهو مميز** وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع ہے، یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچ کر اسلام ظاہر کرے پس جب تک وہ تمیز میں اسلام نہ لائیگا ماں کے تابع ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ زید حق پر ہے یا عمر، نیز اگر زید نے گنجائش کے پیش نظر حکم بالاسلام کا فتویٰ دیا اور اس ولد کی تجہیز وتکفین وتدفین کو مسلمانوں کی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں کروا یا تو اس کا کیا حکم ہے، اگر زید غلطی پر ہے تو آئندہ اسے کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے نیز اگر عمر نے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے کفر کا فتویٰ دیا تو اس کا کیا حکم ہے، آثم تو نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب وهوالموفق للصواب! حامداًمصلياً

اتنا تو فریقین کو تسلیم ہے کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور جو بچہ زنا سے پیدا ہوتا ہے وہ شرعاً ثابت النسب نہیں ہوتا یعنی شرعاً وہ زانی باپ نہیں ہوتا اور وہ بچہ اس کا بیٹا نہیں کہلاتا: **لقوله عليه السلام الولد للفراش وللعاهر الحجر** (جمع[1] الفوائد ص:۲۲۶) **قال ابوبكر وقوله الولد للفراش الخ قد اقتضى معنيين احدهما اثبات النسب لصاحب الفراش والثانى ان من لافراش له فلا نسب له** (احکام[2] القرآن ص:۳۷۷، ج:۳) **ومن الدليل علىٰ ان الزنا قبيح فى العقل ان الزانية لا نسب لولدها من قبل الاب اذ ليس بعض الزناة اولىٰ به لحاقه من بعض ففيه قطع الانساب ومنع مايتعلق بها من الحرمات فى المواريث والمناكحات وصلة الارحام وابطال حق الوالد علىٰ**

---

[1] جمع الفوائد ص:۶۸۶، ج:۱، باب اللعان والحاق الولد واللقيط، رقم الحديث:۴۴۵۲،

[2] احكام القرآن للجصاص الرازى ص:۳۰۶، ج:۳، باب نكاح الملاعن للملاعنة، فصل فى ان الولد قد ينفى من الزوج باللعان، سورۂ نور، مطبوعه درالكتاب العربى بيروت.

الولد وماجری مجری ذٰلک. (احکام القرآن[1] ص: ۲۴۶، ج:۳)

صلوٰۃ جنازہ کیلئے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے اور بچے کے اسلام کی چند صورتیں ہیں اول یہ کہ بچہ عاقل ہو اور اسلام لے آئے تو شرعاً اس کا اسلام صحیح اور معتبر ہے **اسلام الصبی العاقل صحیح.** (فتاویٰ[2] سراجیہ ص: ۲۵۸، **او اسلم الصبی وهو عاقل أی ابن سبع سنین صلی علیه لصیر ورته مسلمًا** (درمختار[3] ص: ۵۹۶، ج: ۱) پس اگر وہ بچہ عاقل تھا اور اسلام لے آیا تو وہ اس حکم میں داخل ہے ورنہ نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ بچہ عاقل تو نہیں خود اسلام نہیں لایا بلکہ اسکے ابوین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہو گئے اس صورت میں خیر الابوین کے تابع قرار دیا جائے گا۔ **الا ان یسلم احدهما لانه یتبع خیرهما دیناً فیصلی علیه تبعاله** (زیلعی[4] ص: ۲۴۳)

صورت مسئولہ میں ماں کافرہ ہے اور زانی سے نسب ثابت نہیں پس زانی کا مسلمان ہونا بچے کے حق میں کچھ نافع نہ ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بچے کو تنہا بغیر احد الابوین دارالحرب سے قید کر کے دارالاسلام میں لے آئے ہوں پس اگر قید کرنے والا ذمی ہے تو تابع دار قرار دے کر اور اگر قید کرنے والا مسلم ہے تو تابع سابی قرار دے کر اس کو مسلمان کہا جائے گا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ دارالحرب میں امام اس بچہ کا کسی مسلم کو مالک بنادے خواہ بہ طریق بیع خواہ بہ طریق تقسیم غنائم، اس صورت میں بھی بچہ کو تابع مالک قرار دے کر مسلمان کہا جائیگا۔

---

[1] احکام القرآن للجصاص الرازی ص: ۲۰۰، ج:۳، سورۂ بنی اسرائیل، مطلب الزنا قبیح فی العقل قبل ورود السمح، مطبوعه درالکتاب العربی بیروت.

[2] فتاوی سراجیه ص: ۸۵۲، کتاب السیر، باب الاسلام.

[3] الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص: ۱۳۳، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم اذا قال: ان شتمت فلانا فی المسجد الخ.

[4] زیلعی ص: ۲۴۳، ج: ۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان.

لوسبی وحدہ لا یحکم باسلامہ مالم یخرج الیٰ دارالاسلام فیصیر مسلمًا تبعا للدار اویقسم الامام الغنائم اویبیعھا فی دار الحرب فیصیر مسلمًا تبعًا للمالک رد المحتار ص:۵۹۶، ج:۱، ولو سبی بدونہ فھومسلم تبعا للدار اوللسابی درمختار قال الشامی ای ان کان السابی ذمیاً اوللسابی ان کان مسلمًا کذا فی شرح المنیۃ شامی[1] ص:۹۶، ج:۱.

صورت مسئولہ میں کسی دارالحرب سے قید کر کے دارالاسلام نہیں لایا گیا کہ تابع دار یا تابع سابی قرار دیا جائے نیز زانی نہ سابی ہے نہ مالک۔

کلام فقہاء میں ایسی صورتیں ملیں گی کہ باوجود تحقیق اسلام میت بعض عوارض کی بناء پر اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی وھی فرض علیٰ کل مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب الخ (تنویر[2] ص:۵۸۳، ج:۱) ایسی صورت نہیں ملے گی کہ باوجود تحقیق کفر میت اس پر نماز جنازہ کا حکم ہو بلکہ جس کے کفر واسلام میں اشتباہ ہو اس پر بھی نماز جنازہ نہیں ومما ینبغی ان یعلم فی ھٰذا المقام ان الفقھاء ذکروا ان الصلوٰۃ لا تجوز علیٰ الکافر بحال وان کان لہ ولی مسلم حتی قالوا انہ فی من اشتبہ علیٰ انہ مؤمن اوکافر لایصلی علیہ لان الصلوٰۃ علیٰ الکافر لا تجوز بحال وترک الصلوٰۃ علیٰ المؤمن جائز فی الجملۃ، تفسیر[3] احمدی ص:۳۰۸، اورعلامہ شامی

---

[1] ردالمحتار زکریا ص:۳۳، ۳/۱۳۲، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب مھم اذا قال ان شتمت فلانا فی المسجد الخ. حلبی کبیر ص ۵۹۱، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلوۃ علیہ، مطبوعہ لاھور، بحر کوئٹہ ص ۲/۱۹۰، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلوتہ.

[2] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۱۰۷، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبی. بدائع زکریا ص۲/۴۷، فصل فی صلوۃ الجنازۃ، بیان من یصلی علیہ، ھندیہ کوئٹہ ص۱/۱۶۳، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

[3] تفسیر احمدی ص۳۰۸، پارہ:۱۰، تحت سورہ انفال، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند. بدائع زکریا ص ۲/۳۱، شرائط وجوب الغسل، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۲۱، باب احکام الشھید،

نے اس صورت مسئولہ پر صلوٰۃ جنازہ کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا کیونکہ باب نکاح الکافر اس کا محل نہیں تبعیت کی جتنی صورتیں ہیں ان میں سے کوئی سی بھی بچے میں موجود نہیں لہٰذا تبعیت کی وجہ سے اس پر صلوٰۃ جنازہ کا ترک بھی احوط معلوم ہوتا ہے: **وذکر فی شرح الزیادات فی کتاب السیر الدین یثبت بالتبعیة واقوی التبعیة تبعیة الابوین لانهما سبب لوجوده ثم تبعیة الید لان الصغیر الذی لا یعبر بمنزلة المتاع وعند عدم الید تعتبر تبعیة الدار لانه قبل وجوده الاتریٰ ان اللقیط الموجود فی دارالاسلام مسلمٌ قال العبد الضعیف عصمه اللّٰه تعالیٰ قد اختلف الروایة فی اللقیط ایضاً قیل یعتبر المکان وقیل الواجد وقیل الانفع زیلعی**[1] ص: ۲۴۴، ج: ۱.

مگر چونکہ زید بھی شامی کی عبارت سے استدلال کرتا ہے اور اسی سے اس بچہ کا مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے لہٰذا طرفین میں سے کسی کو کافر کہنا یا لعن طعن کرنا درست نہیں، حتی الوسع تکفیر سے کف لسان وقلم ضروری ہے کہ کما صرح بہ فی البحر[2] والہند[3] یہ وغیرہما۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صورت مسئولہ میں حکم اصول وقواعد اور ظواہر نصوص کے مطابق ظاہر یہی ہے کہ ایسے بچہ کو قبل سن تمیز ماں کے تابع قرار دیا جائے لیکن مسئلہ مختلف فیہ ہے اور امام صاحب سے صراحۃً منقول نہیں علماء میں اختلاف ہے جیسا کہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے اسلئے صورت مسئولہ

---

[1] زیلعی ص: ۲۴۴، ج: ۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان. بحر کوئٹه ص ۲/۱۹۰، کتاب الجنائز، فصل اسلطان احق بصلاته.

[2] والذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة الخ، البحر الرائق ص: ۱۲۵، ج: ۵، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مطبوعه کراچی.

[3] عالمگیر کوئٹه ص: ۲۸۳، ج: ۲، کتاب السیر، الباب التاسع، قبیل الباب العاشر فی البغاة.

مذکورہ میں گونسب ثابت نہ ہوگا، اور صلوٰۃ جنازہ بوجہ اشتباہ اسلام نہ پڑھی جائیگی کما نقل فی الجواب المذکور من التفسیر الاحمدی لیکن اسکے کفر کا حکم بھی قطعی طور پر نہ کیا جائیگا، کما صرحوا فی باب المرتدین انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة (شامی[1] ص: ۲۸۵، ج: ۳، باب المرتد) قلت الصبی المذکور وان لم یکن مرتداً لکن فی کفره اختلاف العلماء فالاحوط السکوت اوعدم التکفیر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ سعید احمد غفرلہٗ

مسلمان عورت جو ہندو کے قبضہ میں ہو اس کی نمازِ جنازہ

سوال:- تقسیمِ ہند کے وقت بہت سی عورتیں ہندو یا سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی تھیں، ان میں سے ایک مظلوم مسلمان عورت یہاں (انگلستان) ایک ہندو کے قبضہ میں ہے اور اس ہندو سے اس مسلمان عورت کے دو تین بچے بھی ہیں، مذکورہ عورت وقتاً فوقتاً نماز پڑھ لیتی ہے روزے رکھ لیتی ہے، نیز دوسرے اسلامی رواج بھی ادا کرتی ہے مثلاً مولود، گیارہویں، شبِ برأت وغیرہ نیز تلاوتِ قرآن بھی کرتی ہے، تو اگر اس عورت کا انتقال ہوجائے تو یہاں کے مسلمانوں پر اسکا کفن دفن کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر ہے کہ اس عورت نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا، بلکہ وہ مظلوم دوسرے کے قبضہ میں آگئی تھی، ممکن ہے کہ اب اس کو خلاصی ممکن ہو مگر وہ اس مرد سے مانوس ہوگئی ہو اس کو وہاں سے

[1] شامی زکریا ص: ۳۶۷، ج: ۶، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب الاسلام یکون بالفعل کالصلاة بجماعة.

علیحدہ ہونے کی کوشش لازم ہے تاہم جب تک تبدیلِ مذہب کی تصدیق نہ ہوجائے[۱]، اس کے مرنے پر اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائیگا، جو مسلم عورت کے ساتھ کیا جاتا ہے[۲]، جن لوگوں کو اس وقت اس کی اعانت پر قدرت ہے ان کو ضروری ہے کہ وہ اس کو الگ کرانے کی کوشش کریں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۲ھ

بے نمازی کے جنازہ کی نماز

سوال:- جس نے اپنی تمام عمر میں نماز نہ پڑھی ہو یا صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہو اس کی جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے مسلمان کے جنازہ کی نماز بھی ضروری پڑھنی چاہئے ہاں اگر کوئی مقتداء اور بڑا آدمی

---

۱ لایخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله فیه ثم ما تیقن انه ردة یحکم بها به ومایشک انه ردة لایحکم بها اذالاسلام الثابت لا یزول بشک (بحر کوئٹه ص ۱۲۴/۵، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، شامی زکریا ص ۳۵۸/۶، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب ما یشک انه ردة لایحکم بها.

۲ في الطحطاوي : (یجب تخلیصه من یده أی بالقیمة) تخلیصا للمسلم من ولایة الکافر، قال تعالی: ولن یجعل اللّٰه للکفرین علی المؤمنین سبیلا. طحطاوی ص: ۴۹۵، قبیل فصل في حملها ودفنها. شرح السیر الکبیر ص ۳۴۴/۴، المفاداة بالاسراء وغیرهم من الاموال، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

۳ وقال في الدرالمختار: وهي فرض علی کل مسلم مات خلا أربعة بغاة وقطاع طریق. شامی نعمانیه ص: ۵۸۳، ج: ۱. باب صلاة الجنازة مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، بدائع زکریا ص ۲/۴۷، فصل فی صلوة الجنازة، بیان من یصلی علیه، هندیه کوئٹه ص ۱۶۳/۱، باب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

اس وجہ سے اسکے جنازہ کی نماز نہ پڑھے کہ بے نمازیوں کو عبرت ہوگی تو مضائقہ نہیں[1]، ایسی صورت میں اور لوگ اسکی نماز پڑھ کر باقاعدہ دفن کردیں: **وهي فرض علىٰ كل مسلم مات خلابغاة وقطاع طريق اذا قتلوا في الحرب. تنوير**[2] ص: ۹۱۰. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تارکِ نماز کا جنازہ اور اس پر جرمانہ

سوال:-(۱) اگر کسی مسلمان نے تمام عمر نماز نہیں پڑھی حتی کہ جمعہ اور عیدین کی بھی نہیں پڑھی اور شرابی بھی ہے اور نماز خود بھی نہ پڑھے اور دوسروں کو بھی منع کرے، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے، اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟

(۲) جب کہ آج کل مسلمان حاکم نہیں ہیں، تو ایسے شخص کو جماعتِ مسلمین شرعی سزا دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایسا شخص بہت بڑا مجرم ہے[3]، اور سخت گنہگار ہے، مگر اسکے باوجود اسکے جنازہ کی نماز

---

[1] درمختار مع الشامی ص:۵۸۳، ۵۸۴، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة. مكتبه نعمانيه ديوبند، فتاوى الهنديه كوئٹه ص۱۶۳/۱، كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلوة على الميت، بدائع الصنائع زكريا ص۲/۴۷، كتاب الصلوة، صلوة الجنائز، فصل فى صلوة الجنازة بيان من يصلى عليه.

[2] وتارک الصلاة أحيانا، وأمثاله من المتظاهرين بالفسق، فأهل العلم والدين اذا كان في هجر هذا، وترک الصلاة عليه منفعة للمسلمين بحيث يكون ذلک بامثالهم على المحافظة على الصلاة عليه هجروه ولم يصلوا عليه. مجموع فتاوى ابن تيميه ج:۲۴، ص:۲۸۸. كتاب الجنائز سئل عن رجل يصلى وقتا ويترک الصلاة كثيرا او لا يصلى هل يصلى عليه.

[3] عن ابى سفيان قال سمعت جابراً يقول سمعت النبى ﷺ يقول ان بين الرجل وبين الشرک والكفر ترک الصلوة، مسلم شريف ص۶۱/۱، كتاب الايمان، باب بيان اطلاق الاسم للكفر على من ترک الصلوة، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، ترمذى شريف ص۹۰/۲، ابواب الايمان باب ماجاء فى ترک الصلوة، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند.

پڑھی جائیگی اوراس کومسلمانوں کے قبرستان میں سنت کے موافق دفن کیا جائیگا۔ صلّوا علیٰ کل بر وفاجر الحدیث (ابوداؤد شریف[1])

(۲) جماعتِ مسلمین ترکِ تعلق کی سزا دے سکتی ہے[2]، وہ بھی حدودشرع کے اندر، مالی جرمانہ کا اس کو بھی حق نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

بے نمازی کے جنازہ کو سزا

سوال:- زید نے اپنی زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی صرف عیدین کی پڑھتا تھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سب نمازی اس کی میت کو تین جھٹکے دیں تب نماز پڑھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے، کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اوراس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

---

[1] ابو داؤد شریف ج: ۱، ص: ۳۴۳، کتاب الجهاد. باب في الغز ومع ائمة الجور. مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، بیهقی ج: ۱، ص: ۱۹. کتاب الجنائز، باب الصلوة علی من قتل نفسه غیر مستحل لقتلها، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[2] ومن کان مبتدعا ظاهر البدعة،وجب الانکار علیه، ومن الانکار المشروع أن یهجر حتی یتوب. کذا في فتاویٰ ابن تیمیه رحمة اللّٰه علیه. ص: ۲۹۲، ج:۲۴. کتاب الجنائز سئل عن رجل یدعی المشیخة الخ. مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح ص ۹/۲۶۲، کتاب الادب، باب ماینهی من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الاول، مطبوعه مکتبه امدادیه ملتان.

[3] والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال، درمختار مع الشامی زکریا ص ۶/۱۰۶، کتاب الحدود، باب التعزیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۴۱، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مجمع الانهر ص ۲/۳۷۱، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز فرضِ عین ہے عمر بھر اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے اور سخت محرومی ہے[۱]، اللہ پاک معاف فرمائے نمازِ جنازہ اس پر لازم ہے، تین جھٹکے دینا شرعاً ثابت نہیں پر لے درجہ کی جہالت ہے بغیر جھٹکے دیئے اسکے جنازہ کی نماز پڑھ کر اس کو دفن کیا جائے بغیر نمازِ جنازہ دفن کرنا بہت بڑا گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۴/۷/۸۷ھ

ماں یا باپ کے قاتل پر نماز جنازہ

سوال:- والدین کے قاتل پر یا والدین میں سے کسی ایک کے قاتل پر جنازہ کی نماز نہیں، بوجہ اہانت اس کی، التنویر، درالمختار، مراقی الفلاح، شامی، فتاویٰ قاضی خاں، رُکنِ دین ص:۱۹۴، کیا یہ درست ہے؟

---

۱ عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال بین الکفر والایمان ترک الصلوۃ، ترمذی شریف ص ۲/۹۰، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلوۃ، مکتبہ بلال دیوبند، مسلم شریف ص ۱/۶۱، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق الاسم بین للکفر علی من ترک الصلوۃ، مکتبہ بلال دیوبند.

۲ وصلاتہ فرض کفایۃ ای ان ادی البعض سقط عن الباقین وان لم یؤد احد یأثم الجمیع کذا فی شرح الوقایہ ص ۱/۲۵۳، کتاب الصلوۃ، بیان کیفیۃ الصلوۃ، علی المیت، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الجہاد واجب علیکم برا او فاجرا ..... والصلوۃ واجبۃ علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمد الکبائر، ابو داؤد شریف ص ۱/۳۴۳، کتاب الجہاد، باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، مکتبہ سعد دیوبند، بیہقی ص ۱/۱۹، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی من قتل نفسہ غیر مستحل لہا لقتلہا، طبع دارالمعرفۃ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

درمختار میں ہے: لا یُصَلّٰی عَلٰی قاتل احد ابویه اهانة لهٗ وَالحقهٗ فی النهر بالبغاة اھ اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: الظاهرُ انَّ المراد انه لاَ یُصَلّٰی عَلَیْهِ اذا قتله الامَام قصاصًا اَمَّا لو مات حتف انفه یصلّی عَلَیْهِ[1] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۵ھ

قاتل پر نماز جنازہ

سوال:- ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کر دیا تو اس کو حکومت کی جانب سے پھانسی کا حکم ہو گیا، اس کے جنازے کی نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ سخت گنہ گار ہے، لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ص:۵۸۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، فتاوی الهندیه ص۱۶۳/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص۴۹۷، باب احکام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر.

[2] قال الزیلعی: وأما اذا قتلوا بعد ثبوت ید الامام علیهم فانهم یغسلون ویصلی علیهم، وهذا تفصیل حسن أخذ به کبار المشائخ، لأن قتل قاطع طریق في هذه الحالة حد أوقصاص، ومن قتل بذلک یغسل ویصلّی علیه. شامی ص:۵۸۴، ج:۱، باب صلوة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، تبیین الحقائق للزیلعی ص۲۵۰/۱، کتاب الصلوة، باب الشهید، مکتبه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۰/۲، کتاب الجنائز، باب الشهید.

عصبیت پر جو شخص مقتول ہو اس کے جنازہ کی نماز

سوال: -نور الایضاح میں مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عصبیۃً قتل کیا جائے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، عبارت یہ ہے: **ولا یصلی علٰی باغ وقاطع طریق قتل فی حالة المحاربة وقاتل بالخنق غیلة ومکابر فی المصر لیلاً بالسلاح ومقتول عصبیة ص: ۱۵۴.** (کتب خانہ امدادیہ دیوبند) عصبیۃً قتل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص اپنے کسی عصبہ کی غلط حمایت کرتا ہوا مر جائے وہ مراد ہے: **وفی نهایة ابن الاثیر العصبیة وَالتعصب المحاماة والمدافعة والعصبی من یعین قومه علی الظلم وَالَّذی یغضب لعصبته ومنه الحدیث لیس منّا من دعا الی عصبیة اوقاتل عصبیة قال فی شرح در رالبحاروفی النوازل وجعل مشائخنا المقتولین فی العصبیة فی حکم اهل البغی عَلٰی هٰذا التفصیل. ردالمحتار[1] ص: ۵۸۴، ج: ۱) فقط واللّٰه تعالٰی اعلم**

حررهٗ العبد محمود غفرلهٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/ ۶/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنه دارالعلوم دیوبند ۲۲/ ۶/ ۹۲ھ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۵۸۴/ ۱، باب صلوةالجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، والنهایة في غریب الحدیث ص: ۲۴۶، ج:۳. باب العین مع الصاد، مطبوعه مکتبه تجاریه دارالفکر بیروت. طحطاوی مع المراقی ص۴۹۷، باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص ۲۰۰/ ۲، کتاب الجنائز، باب الشهید، وفی حدیث بنت واثله بن الاسقع انها سمعت اباها یقول قلت یا رسول الله ما العصبیة قال ان تعین قومک علی الظلم، عن جبیر بن مطعم ان رسول الله ﷺ قال لیس منا من دعا الی عصبیة ولیس منا من قاتل علی عصبیة ولیس منا من مات علی عصبیة، ابوداؤد شریف ص۲/۶۹۸، کتاب الادب، باب فی العصبیة، تحت ابواب النوم، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند.

خودکشی کرنیوالے اور نشہ کی حالت میں مرنیوالے کی نماز جنازہ

سوال: -خودکشی کرنے والیکی نماز جنازہ ادا ہوگی یا نہیں؟ شراب یا اور کسی نشہ کی حالت میں مرنے والے کی نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مسلمان نے خودکشی کرلی اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائیگی[1]۔ اور جس مسلمان کا نشہ کی حالت میں انتقال ہوا اسکی بھی نماز جنازہ پڑھی جائیگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خودڈوب کرمرنے والے کی نماز جنازہ اور بخشش

سوال: -ایک آدمی کنویں میں گرکرمرگیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اس کی بخشش ہوگی یا نہیں؟

---

[1] من قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند ابى حنيفة ومحمد رحمها الله عالمگيرى ص: ۱۶۲، ج: ۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت، كوئٹه پاكستان. مراقى مع الطحطاوى ص۴۹۷، باب احكام الجنائز، قبيل فصل فى حملها ودفنها، مطبوعه مصر، الدر مع الشامى زكريا ص۳/۱۰۸، باب صلوة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى.

[2] ويدل على الصلاة على الفاسق حديث صلوا على من قال لا اله الا الله. بذل المجهود ص: ۲۰۲، ج: ۴، كتاب الجنائز. باب الصلاة على من قتلته الحدود، المكتبة الرشيديه بجوار مظاهر علوم سهارن پور. ابوداؤد شريف ص۴/۳۴۳، كتاب الجهاد، باب فى الغزو مع ائمة الجور، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، بيهقى ص ۱/۱۹، كتاب الجنائز، باب الصلوة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

فتوی ہے کہ جوشخص خودکشی کرے خواہ ڈوب کر یا کسی اورطرح سے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے اوردعا کی جائے کہ خداوندتعالیٰ اسکے جرم عظیم کومعاف فرمائے۔ من قتل نفسهٗ ولوعمداً یغسل ویُصَلّٰی علیه به یفتی وان کان اعظم وزراً من قاتل غیره اھ درمختار[1] ص: ۵۸۴، ج: ۱، مطلب فی صلاة الجنازة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسافر پرنماز جنازہ

سوال:- اگرکوئی شخص مسافر چلا جارہا ہے تو اسکے راستہ میں مسلمانوں کا جنازہ دفناتے ہوئے ملا تو اب اس مسافر کے واسطے آگے چلنا حرام ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسافر جنازہ کی نماز ادا نہ کرے اور مٹی وغیرہ نہ ڈالے تو اس مسافر کے واسطے آگے چلنا حرام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض ادا کرلیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے[2]، پس اگر اس جنازہ پر نماز پڑھی جاچکی ہے تو مسافر کے لئے نماز کا سوال ہی نہیں

---

[1] شامی زکریا ص: ۱۰۸، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۹۷، باب احکام الجنائز، قبیل فصل فی حملها ودفنها، هندیه کوئٹه ص ۱۶۲/۱، الباب الحادی والعشرون، فی الجنائز، الفصل الخامس.

[2] الصلاة علیه ککفنه ودفنه وتجهیزه فرض کفایة. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۷۷. باب صلاة الجنائز، فصل فی الصلاة علیه. الدرمع الشامی زکریا ص ۱۰۲/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی صلوة الجنازة، هندیه کوئٹه ص ۱۶۲/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

رہا[1]، اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی نماز میں شریک ہوجائے، ہاں اگر کچھ دشواری ہو یا اسکو جانے کی جلدی ہو اور نماز میں تاخیر ہو تو یہ مسافر نماز جنازہ نہ پڑھنے سے بھی گنہ گار نہ ہوگا، یہی حال دفن کرنے کا ہے، یعنی اگر اسے موقعہ اور گنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہوجائے ورنہ گناہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۹/۶/۵۶ھ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۲/۵۶ھ

مقروض کے جنازہ کی نماز

سوال:- نمازِ جنازہ کن کن مسلمانوں کی نہیں پڑھنی چاہئے؟ ایک حافظ قرآن جو کہ حفظِ قرآن کے سوا اور کچھ نہیں جانتے ہیں، انہوں نے ایک حدیث بیان کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ قرض دار ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی، اور آج مولوی صاحبان ہر کس و ناکس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے کہ قرض دار کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھانا چاہئے؟ اور اگر یہ بات غلط ہے تو حافظ صاحب مذکور کے لئے کیا حکم ہے؟ ان کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] لا یصلی علی میت الامرة واحدة (بدائع زکریا ص ۲/۴۷، صلاة الجنازة، بیان من یصلی علیه، تبیین الحقائق ص ۱/۲۴۰، باب الجنائز، فصل السطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان، هندیه کوئٹه ص ۱/۱۶۳، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

الجواب حامداً ومصلیاً

متعدد آدمیوں کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے[1]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے ذمہ قرض تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ ہے پھر فرمایا کہ اسنے اتنا چھوڑا ہے کہ قرض ادا کردیا جائے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں؟ اسپر ارشاد فرمایا کہ اپنی میت کی نماز خود پڑھ لو، اسپر ایک صحابی نے کہا کہ میں اسکے قرض کی ذمہ داری لیتا ہوں، کہ اسکا قرض میرے ذمہ ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھادی[2]، پھر یہ بھی ہوا کہ جس میت کے ذمہ قرض ہو اسکی ذمہ داری خود لے لی اور نماز پڑھادی[3]۔ مقروض کے جنازہ کی نماز ممنوع ہیں، حافظ صاحب مذکور غالباً

---

[1] وهی فرض علی کل مسلم مات خلابغاة وقطاع طریق الخ، الدرالمختار ص:۵۸۳، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۰۷، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة الخ. مراقی مع الطحطاوی مصری ص۴۹۶، باب احکام الجنائز، فصل الصلوة علی المیت، هندیه کوئٹه ص۱۶۳/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

[2] اتی النبی ﷺ بجنازة فقالوا یا نبی الله قال هل ترک علیه دینا قالوا نعم قال هل ترک من شئ قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال رجل من الانصار یقال له ابو قتادة صلی علیه وعلی دینه فصل علیه (نسائی شریف ص۲۱۵/۱، کتاب الجنائز، الصلوة علی من علیه دین، مطبوعه فیصل دیوبند، ترمذی شریف ص۲۰۵/۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی المدیون، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

[3] عن أبی هریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یؤتی بالرجل المتوفی علیه الدین فیقول هل ترک لدینه من قضاء (الی قوله) فلما فتح الله علیه الفتوح قام فقال انا اولی بالمؤمنین من انفسهم فمن توفی من المؤمنین وترک دینا فعلَیّ قضاءه ومن ترک مالافلورثته. رواه الترمذی ص:۱۲۷، ج:۱، کتاب الجنائز باب ماجاء في المدیون نسائی شریف ص۲۱۵، ج:۱، کتاب الجنائز، الصلوة علی من علیه دین، مطبوعه فیصل دیوبند، کذا في جمع الفوائد ص:۳۷۹، ج:۱، کتاب الجنائز، الصلاة علی المیت رقم الحدیث:۲۵۶۳.

ناواقف ہیں ان کو سمجھا دیا جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں، حدیث[1] پاک میں ارشاد ہے صَلُّوا عَلٰی کُلِّ بِرٍّ وفاجرٍ ہر نیک وبد مسلمان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۲ھ

غائبانہ نماز جنازہ

سوال:-(۱) غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا حنفیوں کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس وجہ سے مکمل تحریر فرمادیں۔

(۲) کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس کے نزدیک اور کیونکر؟

(۳) ایک واقعہ حدیث کا یاد پڑتا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی وہ کون تھے اور اس کی کیا وجہ تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے **شرائط صحتها شرائط الصَّلٰوة المطلقة واسلام الميت وطهارته ووضعه امام المصلى وبهذا القيد علم انها لاتجوز علٰى غائب. كبيرى[2] ص: ۵۳۹، ج: ۱.**

---

[1] رواه البيهقى ص: ۱۹، ج: ۴، كتاب الجنائز، باب الصلوة على من قتل نفسه غير مستحل قتلها، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، وأبوداؤد ص: ۳۴۳، ج: ۱، باب في الغز ومع ائمة الجور. كتاب الجهاد. مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

[2] كبيرى ص: ۵۸۳، فصل فى صلوة الجنائز، الفصل الرابع فى الصلٰوة على الميت. مطبوعه لاهور. الدر مع الشامى زكريا ص ۱۰۴/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى، مراقى مع الطحطاوى ص ۴۷۹، فصل الصلوة على الميت، مطبوعه مصر.

(۲) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر صلوٰۃ غائبانہ پڑھی ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسامنے نجاشی کا جنازہ کردیا گیا تھا اور درمیانی حجابات اٹھا دیئے گئے تھے پس وہ جنازہ حاضر تھا، غائب نہ تھا ومن ذٰلک قول الشافعیؒ واحمدؒ بصحة الصَّلوٰة علٰی الغائب مع قول ابی حنیفةؒ ومالکؒ بعدم صحتها الخ میزان[1] شعرانی ص:۴۰۸، ج:۱، وبسط الدلائل فی الاوجز[2] شرح الموطا ص:۴۴۵، ج:۲.

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت غائب کی نماز جنازہ

سوال:- میت غائب کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے کیا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ کیلئے میت کا حاضر ہونا ضروری ہے غائب پر درست نہیں[3]، الّا یہ کہ بغیر نماز جنازہ

---

[1] المیزان الکبری للشعرانی ص:۲۳۶، ج:۱، کتاب الجنائز، مطبوعه مصر.

[2] اوجز المسالک ص:۴۴۵، ج:۲، کتاب الجنائز، نعی النبی ﷺ النجاشی وخرج الی المصلی الخ، مطبوعه یحیوی سهارنپور، کذا في زاد المعاد ص:۱۴۵، ج:۱، فصل فی هدیه فی الصلاة علی الغائب وذکر الاختلاف فیه، مطبوعه دارالفکر بیروت. بحر کوئٹه ص ۱۷۹/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[3] شرائط صحتها شرائط الصلوة المطلقة واسلام المیت وطهارته ووضعه امام المصلی وبهذا القید علم انها لا تجوز علی غائب (کبیری ص۵۸۳، فصل فی صلوة الجنائز، الرابع فی الصلوة علی المیت، مطبوعه لاهور، الدر مع الشامی زکریا ص۱۰۴/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، مراقی مع الطحطاوی ص۴۷۹، فصل الصلوة علی المیت، مطبوعه مصر)

دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر خاص مدت تک کے اندر نماز جنازہ پڑھی جائے[۱]، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے جنازہ پر غائبانہ نماز پڑھی ہے یہ روایت معتبر ہے[۲]، شراح حدیث نے لکھا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا وہ غائب نہیں تھا نماز پڑھنے والے صحابۂ کرام آپ کے تابع تھے۔[۳] علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے: اگر میت کو کسی شہر میں بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہو جیسا کہ نجاشی کا حال تھا تو دوسرے شہر کے لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھیں اگر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو تو نہ پڑھیں، کیونکہ فرض پہلی نماز کے ذریعہ ادا ہو گیا۔[۴]

اور بھی بعض نام بعض روایات میں آئے ہیں جن پر غائبانہ نماز جنازہ کا تذکرہ ہے لیکن

---

[۱] وان دفن بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الاصح، لانه يختلف باختلاف الاوقات حرا وبردا والميت سمناء وهزالاء والامكنة وقيل يقدر بثلاثة ايام وقيل عشرة وقيل شهر (الدر مع الشامي زكريا ص ۱۲۵/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظيم اولى الامر واجب، بحر كوئٹه ص ۱۸۲/۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الخامس)

[۲] ان رسول الله ﷺ نعى النجاشى فى اليوم الذى مات فيه وخرج الى المصلى فصف بهم وكبر اربعا (بخارى شريف ص ۱۶۶/۱، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى الى اهل الميت بنفسه، اشرفى بكڈپو ديوبند)

[۳] كشف للنبى ﷺ عن سرير النجاشى حتى راه وصلى عليه الخ، مرقات شرح مشكوة ص: ۳۵۵، ج: ۲، باب المشى بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى. عمدة القارى ص ۲۲/۴، الجزء الثامن، كتاب الجنائز، باب الرجل ينعى الى اهل الميت بنفسه، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۴] وقال شيخ اللاسلام ابن تيمية: الصواب أن الغائب ان مات ببلد لم يصل عليه فيه، صلى عليه صلاة الغائب، كما صلى النبي صلى الله عليه وسلم على النجاشي، لأنه مات بين الكفار ولم يصل عليه، وان صلى عليه حيث مات لم يصل عليه صلاة الغائب، لأن الفرض قد سقط صلاة المسلمين عليه. زادالمعاد في هدى خير العباد ص: ۱۴۵، ج: ۱، فصل ولم يكن من هديه وسنته الصلاة على كل ميت غائب، مطبوعه دارالفكر بيروت.

محدثینؒ نے ان پر جرح بھی کی ہے، اور جنازہ سامنے کرنے کی ان میں تصریح موجود ہے۔ تاہم اتنا مسلم ہے کہ یہ آپ کی عادت نہیں تھی، بہت سے صحابہؓ نے دور دراز مقامات پر وفات پائی جیسے بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا اور آپ کو بذریعہ وحی خبر بھی دی گئی آپ کو صدمہ بھی ہوا لیکن آپ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا کسی میت غائب کی نماز جنازہ پڑھنا کہیں نہیں دیکھا اگر یہ عمل سنت متوارثہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ بھی ضرور اس پر عمل کرتے اور بطریق توارث منقول ہوتا علامہ چلپیؒ نے روایات سے بحث کرنے کے بعد لکھا ہے۔

ثم دليل الخصوصية انه عليه السلام لم يصل علىٰ غائب سوىٰ هؤلآء ومن عدا النجاشي صرح فيه بانه رفع له وكان بمر أى منه ثم انه قد توفى خلق كثير منهم غيبًا فى الغزوات وغيرها ومن اعز الناس اليه كان القراء ولم يؤثر قط عنه عليه الصلوٰة والسلام انه صلى عليهم وكان علىٰ الصلوٰة على كل من توفى من اصحابه شديد الحرص حتى قال لا يموتن احدمنكم الا اٰذنتمونى به فان صلاتى رحمة له اهـ (کبیری[1] ص: ۵۴۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں پر صلوٰۃ جنازہ

سوال:- سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے چچا تھے، جس میں صرف دو چچا ایمان لائے تھے، حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ اور بقیہ سات یا نو ایمان نہیں لائے تھے، ابولہب

[1] کبیری ص: ۵۸۴، فصل فی الجنائز، الفصل الرابع فی الصلاة علیه. مطبوعه لاهور، عمدة القاری ص ۲۲/۴، الجزء الثامن کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

وابوطالب ان کے جنازہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گنتی تو آپ کو خود بھی معلوم ہے جیسا کہ تحریر کر رہے ہیں صلوٰۃ جنازہ کیلئے میت کا اسلام شرط ہے۔(کذا فی البحر[1] ص: ۱۷۹، ج: ۱) ابتداءً منافقین کے ساتھ ظاہری طور پر مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جاتا تھا، جب عبداللہ ابن ابی بن سلول کا واقعہ پیش آیا تو اس کے بعد منافقین پر بھی صلوٰۃ جنازہ کی ممانعت ہوگئی اور کفار پر تو صلاۃ جنازہ کبھی پڑھی نہیں گئی[2]۔ ابولہب نے ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی حتی کہ ''تبت یدا ابی لهب'' الخ اسی کی مذمت اور وعید میں نازل ہوئی[3]، جس میں اسکے دوزخی ہونے کو صاف صاف فرمایا گیا، ابوطالب

---

[1] وشرطها اسلام الميت وطهارته، فلا تصح على الكافر. بحر ص: ۱۷۹، ج: ۱، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه كوئٹه. الدر مع الشامی زكريا ص ۱۰۳/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی صلوة الجنازة، هنديه كوئٹه ص: ۱۶۳، ج: ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس.

[2] عن عمر بن الخطاب انه قال لما مات عبد الله بن ابی بن سلول (الی قوله) فصلى عليه رسول ﷺ ثم انصرف، فلم يمكث الايسيرا، حتى نزلت الآيتان من البرأة، "ولاتصل على أحد منهم مات أبدا'' بخاری شريف ص ۱۸۲/۱، كتاب الجنائز، باب مايكره من الصلاة على المنافقين الخ، رقم الحديث: ۱۳۵۱، مطبوعه اشرفی ديوبند.

[3] روى الشيخان فی الصحيحن انه لما نزلت قوله تعالى "وانذر عشيرتک الاقربين'' جمع رسول الله ﷺ اقاربه فانذرهم وفی رواية عند البخاری وغيره صعد على الصفا فنادى فاجتمعت اليه قريش ارأيتم لو اخبرتكم ان لاعدو مصبحكم او ممسيكم اما كنتم مصدقی قالوا بلیٰ قال فانی نذير لكم بين يدی عذاب شديد فقال ابو لهب تبا لک الهذا جمعتنا واخذ حجرا ليرميه فنزلت تبت يدأ ابی لهب (تفسير مظهری ص ۳۶۷/۱۰، مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان، بخاری شريف ص ۷۴۳/۲، الجزء: ۲۰، كتاب التفسير، سورۂ تبت يدا ابی لهب، اشرفی بكڈپو ديوبند.

کی موت کا قصہ صحیح بخاری شریف[1] میں موجود ہے۔(فتح[2] الباری ص: ۱۵۴، ج:۷) میں لکھا ہے کہ ابوطالب کے مرنے پر حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا تو آپ نے فرمایا جا اُسے دبا دے انہوں نے عرض کیا کہ وہ مشرک مرا ہے، آپ نے پھر بھی فرمایا جا اُسے دبا دے اور اسی سال میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی[3]، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک صلوٰۃ جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی کذا فی الطحطاوی[4]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز

سوال:-حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ کی نماز جنازہ

---

[1] بخاری شریف ص: ۱۸۱، ج: ۱، کتاب الجنائز، باب اذا قال المشرک عند الموت لا اله الا اللّٰه رقم الحدیث: ۱۳۴۴، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] وروی أبوداؤد والنسائی وابن خزیمة وابن الجارود من حدیث علي رضی اللّٰه قال: لما مات أبوطالب قلت: یا رسول اللّٰه : اِنَّ عَمک الشیخ الضال قد مات، قال: اذهب فواره" قلت انه مات مشرکا فقال اذهب فرواه الحدیث. فتح الباری ص: ۵۹۲، ج:۷، کتاب مناقب الانصار، باب قصة أبی طالب. مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. ابوداؤد ص ۲/۴۵۸، کتاب الجنائز، باب الرجل یموت له قربة شرک، سعد بکڈپو دیوبند، نسائی شریف ص ۱/۲۱۹، کتاب الجنائز، باب لو اراة المشرک، مطبوعه فیصل دیوبند.

[3] وقال محمد بن اسحاق ماتت خدیجة وابوطالب فی عام واحد (البدایة والنهایة ص ۲/۱۷۲، الجزء الثالث، مطبوعه مکتبه تجاریه مکه مکرمه.

[4] قال الواقدی: لم تکن شرعت یوم موت خدیجة وموتها رضی اللّٰه عنها بعد النبوة بعشر ستین علی الاصح الخ. طحطاوی علی المراقی ص: ۴۷۸، فصل الصلاة علی المیت الخ. مطبوعه مصر.

نہیں پڑھی گئی کیا اس وقت نماز جنازہ کے متعلق احکام نازل نہیں ہوئے تھے، یا بعد نزول وحی قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی یا نہیں جیسا کہ شاہ نامہ حفیظ جالندھری میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاہ نامہ حفیظ میرے پاس نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی۔(طحطاوی[1] ص:۳۱۸) جن کا انتقال مکہ معظّمہ میں ہوا ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ کذا فی اوجز المسالک[2] ص:۴۲۱، ج:۲، آپ کی قبر پر نماز کا پڑھانا میری نظر سے نہیں گذرا آپ کا انتقال ہجرت سے کئی سال قبل مکہ معظّمہ میں ہوا۔ (الاکمال[3] ص:۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ

نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا

سوال:- جب امام جنازہ کی نماز پڑھ لیتا ہے تو بعد میں بعض جگہ دعا مانگتے ہیں اور جو

---

[1] قال الواقدي: لم تكن شرعت يوم موت خديجة، وموتها رضي الله تعالىٰ عنها بعد النبوة بعشر سنين على الأصح. طحطاوى مع المراقى ص:۴۷۸، احكام الجنائز، فصل فى الصلاة على الميت. مطبوعه مصر.

[2] وفي الأنوار الساطعة: شرعت صلاة الجنازة بالمدينة المنورة في السنة الأولىٰ من الهجرة، فمن مات بمكة المشرفة لم يصل عليه. اوجز ص: ۴۲۱، ج:۲، كتاب الجنائز. قبيل غسل الميت، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

[3] وماتت بمكة قبل الهجرة بخمس سنين وقيل باربع سنين وقيل بثلاث. اكمال فى أسماء الرجال على مشكوٰة المصابيح ص:۵۹۳. تحت خديجة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

جنازہ کی نماز کے بعد دعا نہ مانگے اسکو برا سمجھتے ہیں بعض جگہ نماز جنازہ کے بعد گیارہ مرتبہ قل هو الله احد پڑھ کر جنازہ کو اٹھاتے ہیں کتب فقہ میں بعد نماز جنازہ دعا کرنا یا گیارہ مرتبہ قل هو الله احد پڑھنا نہیں آیا کیونکہ یہ نماز خود دعا ہے، ایسا کرنے والا بدعتی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتب فقہ میں بعد نماز جنازہ دعاء کا ثبوت نہیں بلکہ دعاء کا انکار منقول ہے، اور قل هو الله احد گیارہ مرتبہ پڑھنے تک بھی جنازہ کو نہ اٹھانا ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ طریقہ شرعاً بے اصل اور بدعت ہے، اسپر انکار کرنیوالے کو برا کہنا تو بہت ہی برا ہے، صلوٰۃ جنازہ خود دعاء ہے، نفس ایصال ثواب بغیر التزام مالا یلزم کے درست اور نافع ہے[۱]۔

قال الشامی[۲] فقد صرحوا عن آخرهم بان صلوٰة الجنازة هی الدّعاء للميت اذهو المقصود منها شامی نعمانیه ص:۵۸۳، ج:۱،

قال القاری فی شرح المشکوٰة ولایدعو للميت بعد صلوٰة الجنازة لانه يشبه الزيادة فی صلوٰة الجنازة اهـ[۳]

قال فی خلاصة الفتاویٰ[۴] ص:۲۲۵، ج:۱، لا يقوم الرجل بالدعاء بعد

---

[۱] للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيره (شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للميت، بحر کوئٹه ص ۵۹/۳، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مجمع الانهر ص۴۵۸/۱، کتاب الحج، قبيل باب الهدی، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

[۲] شامی زکریا ص۱۰۶/۳، باب صلاة الجنازة. مطلب هل يسقط فرض الکفاية بفعل الصبی.

[۳] مرقاة شرح مشکوة ص:۲۶۹، ج:۲، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[۴] خلاصة الفتاوی ص:۲۲۵، ج:۱، کتاب الصلوة، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، مطبوعه رشيديه کوئٹه.

صلٰوۃ الجنازۃ اھ وقال فی شرح المنیۃ وفی السراجیۃ واذا فرغ من الصلٰوۃ لا یقوم بالدعاء. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۵/۶۷ھ

جنازۂ اقدس ﷺ میں کتنے آدمی تھے؟

سوال:-حضور اکرم ﷺ کے جنازہ کی نماز میں کتنے اشخاص شریک ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازۂ مقدسہ کی نماز اگر جماعت کے ساتھ بیک وقت ہوتی تو ممکن تھا کہ شرکت کرنے والوں کا تخمینہ کرلیا جاتا، مگر وہاں تو بغیر امام کے ہی لوگ آ آ کر نماز پڑھتے رہے جن کی کوئی تعداد نہیں بتائی جاسکتی[1]۔

---

[1] عن ابن عباس قال لما فرغوا من جهازه صلى الله عليه وسلم يوم الثلاثاء وضع على سريره في بيته ثم دخل الناس عليه ارسالاً يصلون عليه، ولم يؤم الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم أحد، اتحاف السادة المتقين. ص:۳۰۴، ۳۰۵، ج:۱۰، كتاب ذكر الموت وما بعده. الباب الرابع في وفات رسول الله ﷺ. مطبوعه دار الفكر بيروت. وابن ماجه ص:۱۱۸، ابواب ما جاء في الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم. مطبوعه رشيديه دهلي. دلائل النبوة للبيهقي ص ۲۵۰/۷، جماع ابواب مرض رسول الله ﷺ، باب ماجاء في الصلوة على رسول الله ﷺ مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ:-ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب دوشنبہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کی تجہیز سے فارغ ہوئے تو آپکو گھر میں چارپائی پر رکھ دیا گیا، پھر لوگ جماعت در جماعت آپ پر نماز کیلئے آئے اور حضور اقدس ﷺ کے جنازے کی امامت کسی نے نہیں کی۔

نماز کی یہ صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجویز سے تھی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت

سوال:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم مجھ کو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی میرے اس حجرہ میں قبر کے کنارے پر رکھ کر ذرا ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا کہ اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہٗ ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ (از مذاق العارفین، ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم باب دہم موت کے ذکر میں باب الوفات نمبر ۱۰ ص: ۸۷۴، ۸۷۵، مترجم مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی)

مندرجہ بالا عبارت یہاں مستقل فتنہ کا سبب بنی ہوئی ہے، جس میں صراحۃً مذکور ہے اول جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہٗ ہے، کیا واقعی معبود حقیقی نے بھی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی ہے جب کہ سب بندے بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی نماز پڑھتے ہیں اور اب بھی اس کی نماز پڑھی جاتی ہے نیز اللہ رب العزت اور فرشتوں کی نماز کے لئے سب کا باہر جانا کیوں ضروری ہے وہ تو غیر محسوس وغیر مرئی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رہتے ہوئے بھی

---

[1] لما وضع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على السرير، قال علي رضى اللّٰه عنه : ألا يقوم عليه أحد لعله يؤم، هو امامكم حيّا وميتا. الطبقات الكبرى ص: ۲۹۱، ج: ۲، ذكر الصلاة على رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم. مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ:- اور ابن سعدؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی امامت کیلئے کوئی کھڑا نہ ہو وہی تمہارے امام زندہ بھی ہیں اور مردہ بھی۔

نماز پڑھ سکتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ فرما کر واضح فرمائیں کہ یہ مترجم کی غلطی ہے یا مصنف کا یہی مطلب ہے، نوازش ہوگی اگر جواب میں اصل عبارت تحریر فرمائیں کیونکہ ہمارے پاس اصل کتاب نہیں صرف اس کا ترجمہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

طبقات ابن سعد میں روایت ہے، واقدی راوی ہے اور ضعیف ہیں نیز مرسل ہے[1]، علامہ عراقی نے تخریج میں ایسا ہی فرمایا ہے کما فی ہامش احیاء العلوم ص:۴۰۰۔ یہاں الفاظ یہ ہیں:

اذا غسلتمونی و کفنتمونی فضعونی علیٰ سریری فی بیتی ھٰذا علیٰ شفیر قبری ثم اخرجوا عنّی ساعةً فانّ اول یصلّی علیَّ اللّٰہ عزوجل ھو الَّذی یصلی علیکم وملائکتہ ثم یاذن للملائکة فی الصّلوة علی فاوّل من یدخل علی من خلق اللّٰہ ویصلی علیَّ جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنود کثیرة ثم الملائکة بأجمعھا صلی اللّٰہ علیھم اجمعین ثم انتم فادخلوا علی افواجًا فصلوا علی افواجًا زمرة زمرة وسلّموا تسلیما اھ احیاء العلوم.[2]

---

[1] قال العراقی: رواہ ابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر ھو الواقدی باسناد ضعیف الی ابن عون عن ابن مسعود وھو مرسل ضعیف. الاتحاف شرح احیاء العلوم ص:۲۹۰، ج:۱۰. کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الرابع فی وفات رسول اللّٰہ ﷺ. مطبوعہ دارالفکر بیروت. طبقات ابن سعد ص ۲/۲۵۶، ذکر ما اوصی بہ رسول اللّٰہ ﷺ فی مرضہ الذی مات فیہ مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[2] احیاء العلوم ص:۴۵۵، ج:۴، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الرابع فی وفات رسول اللّٰہ ﷺ، مطبوعہ مصر. **ترجمہ**:- جب مجھے غسل دیدو گے اور کفن دیدو گے، تو مجھ کو میری چارپائی پر رکھ دینا میرے اس گھر میں میری قبر کے کنارے تم لوگ تھوڑی دیر کیلئے میرے پاس سے نکل جانا کیونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ صلوٰۃ پڑھیں گے، پھر اجازت دیں گے ملائکہ کو صلاۃ کیلئے پس سب سے پہلے وہ داخل ہونگے مجھ پر جس کو اللہ نے پیدا کیا اور صلوٰۃ پڑھیں گے مجھ پر جبرئیل پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت کثیر جماعت کے ساتھ پھر ملائکہ کے تمام کے تمام اللہ کی رحمت ہو ان پر پھر تم جماعت در جماعت میرے پاس آنا اور درود وسلام بھیجنا۔

عبارت میں لفظ صلوٰۃ ہے[1]۔ جب صلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو اس سے رحمت مراد ہوتی ہے یہی حق تعالیٰ شانہٗ کے شان کے لائق ہے، یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ رفعِ یدین کر کے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھیں گے اور سبحانک اللّٰھم بطریقِ معروف پڑھیں گے، قرآن کریم میں وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ وملائکتہ یصلّون علی النبیؐ[2] غلط فہمی کو رفع کر دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۹۰ھ

جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

سوال:- اگر بحکم رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نائب رسول تھے، تو بعد رسول ساری ذمہ داریاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر عائد تھیں، یہاں تک نمازِ وغیرہ، پھر جنازۂ رسول ﷺ کی نماز سب نے الگ الگ کیوں پڑھی؟ حالانکہ رسول ﷺ کے انتقال بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پہلا کام یہ تھا کہ رسول کے جنازہ کی نماز باجماعت پڑھائیں اور دفن کریں۔

---

[1] **تنبیہ**:- اسی طرح مذاق العارفین میں بھی ''لفظ صلاۃ'' ہے، ''لفظ نماز'' اس میں نہیں، عبارت یہ ہے کہ اول جو مجھ پر صلوٰۃ پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ تم پر وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ مذاق العارفین ص:۷۶۱، ج:۴۔

[2] سورۂ احزاب آیت: ۵۶،

ترجمہ:- بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر ﷺ پر (بیان القرآن)

قال البغوی الصلوۃ من اللّٰہ رحمۃ الخ. تفسیر مظھری ص: ۳۵۲، ج:۷، سورۂ احزاب تحت آیت: ۴۳، مطبوعہ رشیدیہ کراچی. روح المعانی ص ۶۱، ج ۱۲، الجزء الثانی والعشرون، سورۂ احزاب آیت: ۴۳، طبع دارالفکر بیروت، مجمع بحار الانوار ص ۳/۳۴۴، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن.

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ کا ولی اگر نماز پڑھ لے تو پھر کسی کو یہ حق نہیں رہتا کہ اس جنازے کی نماز پڑھے[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر اول ہی جماعت سے نماز پڑھا دیتے تو بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سعادت سے محروم رہ جاتے اسلئے ایسا نہیں کیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ

سوال:- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی ہے جب کہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہاں مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں امام کوئی نہیں تھا، بلا امام ہی لوگ آتے رہے نماز پڑھتے رہے یہی وصیت تھی۔ اتحاف[2] لسادۃ المتقین ص:۳۰۴، ج:۱۰، فتح الباری[3]،

---

[1] وان صلی هو ای الولی بحق لا یصلی غیره بعده. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۹۲، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۲۴، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظیم اولی الامر واجب. هندیه کوئٹه ص ۱۴۶/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، حلبی کبیر ص۵۸۵، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلاة علی المیت. طبع لاهور.

[2] ثم دخل الناس علیه ارسالا یصلون علیه، ولم یؤم الناس علی رسول الله صلی الله علیه وسلم أحد. اتحاف السادة المتقین ص۳۰۴، ۳۰۵، ج:۱۰، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الرابع فی وفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] فتح الباری ص:۲۵۲، ج:۷، باب وفاة النبي، کتاب المناقب. مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

عمدۃ[۲] القاری وغیرہ[۲] میں روایات موجود ہیں باب وفات نبی ﷺ مستقلاً کتبِ حدیث میں منعقد کیا جاتا ہے، اس کے ذیل میں شراح حضرات تفصیل سے ایک ایک چیز کے متعلق روایات نقل فرماتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۰ھ

جنازۂ رسول میں تاخیر کی وجہ

نماز جنازہ کے بعد دعاء

سوال:- جناب کا فتویٰ موصول ہوا جس سے ثابت ہوا کہ مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ کا فتویٰ موافق سنت ہے اور مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ کا فتویٰ معتزلانہ ہے، جناب نے جو ہدایہ کی عبارت نقل فرمائی ہے، اور نیز یہ تحریر فرمایا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ اٹھالیا جاوے اور قبر تک کی مسافت میں چلتے ہوئے حسب توفیق تلاوت کر کے ثواب پہنچا دیا جاوے اور قبل دفن جس قدر بھی ثواب پہنچا دیا جاوے میت کے حق میں انفع ہے اس سے اول مسئلہ بالکل حل ہو گیا اور منکروں کا انکار باطل ثابت ہو گیا، مگر اس سلسلہ میں جناب نے جو چند باتیں زائد تحریر فرمائی ہیں، ان کی تشریح کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) جنازہ کے بعد دعا کیلئے ایک منٹ کا ٹھہرنا بھی جناب نے خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت **ولایقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ اھ** کی رو سے ممنوع بتایا ہے، مگر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی نماز کے بعد جنازہ ٹھہرایا گیا ہے اور دو روز تک نماز جنازہ جو دعاء ہی ہے برابر پڑھی گئی ہے، اور حدیث: **اسرعوا بالجنائز** نماز جنازہ کے بعد ٹھہرنے کیلئے

---

۲ عمدة القاري ص: ۹۹، ج: ۸. الجزء السادس عشر. مطبوعه دارالفكر بيروت.

۳ الطبقات الكبرى لابن سعد ص: ۲۸۸، ج: ۲، ذكر الصلاة على رسول الله ﷺ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

مانع ہوتی ہے تو حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہرگز نماز جنازہ کے بعد دو روز تک نماز جنازہ کو نہ روکے رکھتے، لہٰذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے ورنہ یہ تو تحریر فرمادیں کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے اگر حدیث صریح ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی: اخرج ابن سعد وابن منبع والحاکم والبیهقی والطبرانی (فی الاوسط) عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال لما ثقل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قلنا من یغسلک یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال رجال من اهل بیتی الادنی فالادنیٰ مع ملائکة کثیرة یرونکم من حیث لاترونهم قلنا من یصلی علیک قال اذا غسلتمونی وحنطتمونی وکفنتمونی فضعونی علیٰ سریری هٰذا علیٰ شفیر قبری ثم اخرجوا عنی ساعة فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنود من الملائکة ثم لیصل علّی اهل بیتی ثم ادخلوا علی افواجًا وفرادیٰ قلنا فمن یدخلک قبرک قال اهلی مع ملائکة کثیرین یرونکم من حیث لاترونهم اهـ خصائص[1] کبریٰ ص: ۲۷۶، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/شعبان ۶۶ھ

تنبیہ:-طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں اسکے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا۔

فی الجواب کفایة لمن اراد الهدیة واما المجادل فلا یقنع الا بالمجادلة

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/شعبان ۶۶ھ

---

[1] خصائص کبریٰ ص ۲/۲۷۶، باب اختصاصه ﷺ بالصلوة علیه افرادا بغیر امام الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

سوال:- دعا بعد نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازِ جنازہ خود دعا ہے، اس کے بعد وہیں ٹھہر کر دعا کرنا جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے، شرعاً ثابت نہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں اس کو مکروہ لکھا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۱۴/شعبان

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/۸/۶۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....طبقات ابن سعد ص۲/۲۵۷، ذکر ما اوصی به رسول اللهﷺ فی مرضه الذی مات فیه، مطبوعه دار الفکر بیروت. دلائل النبوة للبیهقی ص ۷/۲۳۱، ذکر الحدیث الذی روی عن ابن مسعود عن النبیﷺ فی نعیه نفسه الی اصحابه وما اوصاهم به، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ:- ابن سعد ابن منیع، حاکم بیہقی اور طبرانی نے معجم اوسط میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت بیمار ہوئے ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپکو کون غسل دیگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت اقرب فالاقرب بہت سے ملائکہ کے ساتھ وہ تم کو دیکھیں گے، جب کہ تم انکو نہیں دیکھو گے، ہم نے دریافت کیا آپ پر نماز جنازہ کون ادا کرے گا، فرمایا جب تم مجھے غسل دے دو حنوط مل دو، اور کفن دیدو تو مجھ کو میری اس چار پائی پر میری قبر کے کنارے پر رکھ دینا پھر تھوڑی دیر کیلئے میرے پاس سے نکل جانا اسلئے کہ سب سے پہلے مجھ پر صلاۃ جبرئیل پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت ملائکہ کے لشکروں کے ساتھ پھر مجھ پر میرے اہل بیت صلاۃ پڑھیں گے، پھر تم میرے پاس جماعت در جماعت داخل ہونا، پھر ہم نے پوچھا کہ آپ کو آپ کی قبر میں کون داخل کرے گا فرمایا میرے اہل بیت بہت سے ملائکہ کے ساتھ ملائکہ تم کو دیکھیں گے، حالانکہ تم ان کو نہیں دیکھو گے۔ (حاشیہ صفحہ ھذا آئندہ صفحہ پر)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

سوال:-بعض لوگ نمازِ جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں اسکا کیا حکم ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ثابت نہیں قرآن کریم، حدیث شریف اور کتاب فقہ میں کہیں اس کا حکم نہیں دیکھا، حالانکہ چھوٹے چھوٹے مستحبات بھی کتبِ فقہ میں مذکور ہیں، بلکہ بعض کتب میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا کو منع کیا گیا ہے[1]۔(اسلئے کہ نمازِ جنازہ خود میت کیلئے دعاء ہے)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

سوال:-ہمارے علاقہ میں نمازِ جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر امام و جملہ مقتدی دعا مانگتے ہیں، کیا یہ دعا مانگنا جائز ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ (خلاصۃ الفتاوی کوئٹہ ص ۲۲۵، ج ۱، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۱۸۰، کتاب الصلوۃ، الجنائز، المتفرقات، فتاوی بزازیہ علی الھندیہ ص ۴/۸۰، کتاب الصلوۃ، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع المختار ان الامام الاعظم، مطبوعہ کوئٹہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ (فتاوی تاتارخانیہ ص ۲/۱۸۰، کتاب الصلوۃ، الجنائز، المتفرقات، مطبوعہ کراچی، بزازیہ علی ھامش الھندیہ ص ۴/۸۰، کتاب الصلوۃ، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع المختار ان الامام الاعظم، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲/۳۶۹، باب المشی بالجنازۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاصۃ[1] الفتاوی ص:۲۲۵، ج:۱، میں اس کو منع کیا ہے: **لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ اھـ.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۹ھ

نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر مستقلاً میت کیلئے دعاء

سوال:-نماز جنازہ پڑھنے کے بعد کھڑے ہوکر مستقلاً میت کیلئے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ خود دعاء ہے، اور میت کیلئے اس میں دعائے مغفرت ہی اصل ہے، نماز کے بعد مستقلاً کھڑے ہوکر دعا کرنا ثابت نہیں، بلکہ کتب فقہ میں اس کو منع کیا گیا ہے۔ **لا یقوم بالدعاء بعد الصلوۃ الجنازۃ اھـ** خلاصۃ[2] الفتاویٰ ص:۲۲۵/۱.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ وقال فی شرح المنیۃ وفی السراجیۃ واذا فرغ من الصلاۃ لا یقوم بالدعاء الخ ، خلاصۃ الفتاوی ص:۲۲۵، ج:۱. الفصل السادس والعشرون فی الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ، تاتارخانیہ ص ۲/۱۸۰، کتاب الصلوۃ، الجنائز، المتفرقات، مطبوعہ کراچی، مرقاۃ ص ۲/۳۶۹، باب المشی بالجنازۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ ممبئی.

[2] لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ وقال فی شرح المنیۃ وفی السراجیۃ واذا فرغ من الصلاۃ لا یقوم بالدعاء الخ ، خلاصۃ الفتاوی ص:۲۲۵، ج:۱. الفصل السادس والعشرون فی الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ، تاتارخانیہ ص ۲/۱۸۰، کتاب الصلوۃ، الجنائز، المتفرقات، مطبوعہ کراچی، مرقاۃ ص ۲/۳۶۹، باب المشی بالجنازۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ ممبئی.

عورت کے جنازہ پر امام کا رومال ڈالنا

سوال:- کوئی حنفی امام یا عالم عورت کے جنازہ پر اپنا رومال اپنی نظر کی جگہ ڈالتا ہے تاکہ وہ ریشمی اور خوبصورت کپڑا جو میت کے اوپر ہے حضور قلب میں مخل نہ ہو، کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی کوئی ضرورت نہیں، بلا رومال ڈالے بھی نماز درست ہے، اور رومال ڈالنے میں بھی مضائقہ نہیں دونوں طرح درست ہے کسی ایک کو ضروری سمجھنا یا اصرار کرنا خلاف اصل ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم

عورت کے جنازہ کا ولی شوہر ہے یا باپ؟

سوال:- ایک عورت کا انتقال ہوگیا، اسکے والد چاہتے ہیں کہ شوہر کے مکان سے اپنے مکان پر لیجا کر دفن کریں، اس میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز یہیں ہوجانی چاہئے بعض کہتے ہیں کہ جب ولی نہیں تو نماز کیسے ادا ہوگی، دریافت طلب یہ ہے کہ ولی باپ ہے یا شوہر؟ اگر شوہر اجازت نہ دے تو باپ جنازہ لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بغیر اجازت ولی

---

[1] ان الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة فکیف اصرار البدعة التی لا اصل لها فی الشرع (سعایه ص ۲۶۵/۲، ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلوة الفجر الخ، قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه لاهور، مرقاة ص ۱۴/۲، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، طیبی ص ۴۴۶/۲، باب الدعاء فی التشهد، مطبوعه زکریا دیوبند.

نماز ہو جائیگی یا نہیں؟ شوہر اور باپ کے مکان میں تین میل کا فاصلہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ولو ماتت امرأة ولها اب وابن بالغ عاقل وزوج فالاب احق بها اھ بحر[1] ج:۲، ص: ۱۸۱، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ باپ کو ولایت حاصل ہے، نماز جنازہ کیلئے اپنے مکان پر لیجانے کی ضرورت نہیں، شوہر ہی کے مکان پر یا جہاں مناسب ہو والد نمازِ جنازہ پڑھادے، اگر شوہر نے یا دوسرے لوگوں نے نماز پڑھ لی تب بھی ادا ہو جائیگی، بغیر ولی کی اجازت کے بھی ادا ہوسکتی ہے البتہ ایسی صورت میں ولی کو بعد میں پڑھنے کا اختیار رہتا ہے، ولی کے پڑھنے کے بعد کسی اور کو اختیار نہیں رہتا[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۷ھ

امام محلّہ کی امامت ولی کے مقابلہ میں

سوال:- محلّہ کا امام میت کے وارث کے ہوتے ہوئے بغیر اس کے اجازت کے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ، ص: ۱۸۱، ج:۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته. تاتارخانیہ کراچی ص ۱۶۵/۲، کتاب الصلوة، صلوة الجنازة، من هو اولی بالصلوة علی المیت، شامی زکریا ص ۱۲۱/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظیم اولی الامر واجب.

[2] فان صلی علیه غیر الولی، أعاد الولي ولم یصل غیره بعده أی بعد ما صلی الولي لأن الفرض قد تأدّی بالأولی والتنفل بها غیر مشروع الا لمن له الحق وهو الولي عند تقدم الأجنبي. بحر ص: ۱۸۱، ج: ۱، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه کوئٹه. هندیه کوئٹه ص ۱۶۴/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۲۳/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظیم اولی الامر واجب.

الجواب حامداً ومصلیاً

مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ اگر امام صالح دیندار ہو تو خود ہی امام سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے ورنہ ولی کا خود نماز جنازہ پڑھانا اولیٰ ہے۔ (ردالمحتار[1] ص:۸۲۳، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جنازہ کی اجازت ولیٔ میت سے

سوال:- کیا جنازہ کی نماز کیلئے ولیٔ میت سے اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل حق ولی کا ہے اس سے اجازت لی جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتقديم امام الحيّ مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي والاّ فالولي أولى الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص:۵۹۰، ج:۱، مطبوعه زكريا، ص:۱۲۰، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب في بيان من هو احق بالصلاة على الميت. طحطاوى على المراقى ص۴۸۵، احكام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه مصر، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱/۲۶۹، باب صلوة الجنائز، فصل الصلوة عليه فرض كفاية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] ولا بأس بالاذن في صلاة الجنازة لأن التقدم حق الولي ،فيملك ابطاله بتقديم غيره. كبيرى ص:۶۰۳، الفصل الثامن في مسائل متفرقة من الجنائز، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. وكذا في البحر ص:۱۸۱، ج:۲. كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه كوئٹه. الدرمع الشامي زكريا ص ۳/۱۲۲، باب صلوة الجنازة، مطلب تعظيم اولى الامر واجب.

امام کا موقف صلوٰۃ جنازہ میں

سوال :- ایک مولانا صاحب بی اے منشی فاضل نے اس طور پر نماز جنازہ پڑھائی امام (میت) یعنی مولانا صاحب بی اے منشی فاضل وہاں کھڑے ہوئے جہاں امام لکھا ہے، حدیث بخاری پارہ پانچ کتاب الجنازۃ عمران بن میسرۃ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت پر نماز پڑھی جو نفاس میں مرگئی تھی آپ اس کے بیچا بیچ کھڑے ہوئے۔ اس طور پر، مولانا صاحب بے اے نے بھی عورت کا جنازہ پڑھایا کیا اب شریعت بدل گئی جو مولانا صاحب نے اس طور پر جنازہ پڑھایا، کیا اب ایسے جنازہ ہونا جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ویقوم من الرجل والمرأۃ بحذاء الصدر لما روی احمد ان اباغالب قال صلیت خلف انسؓ علٰی جنازۃ فقام حیال صدرہ ولان الصدر محل الایمان ومعدن الحکمۃ والعلم وھو ابعد من العورۃ الغلیظۃ فیکون القیام عندہ اشارۃ الٰی ان الشفاعۃ وقعت لاجل ایمانہ وعن ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ انہ یقوم من الرجل بحذاء صدرہ ومن المرأۃ بحذار وسطھا الی قولہ وقال ھو السنۃ وعن سمرۃ بن جندبؓ انہ قال صلیت وراء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علٰی امرأۃ ماتت فی نفاسھا فقام وسطھا قلنا الوسط ھو الصدر فان فوقہ یدیہ وراسہ وتحتہ بطنہ ورجلیہ اھ زیلعی[1] ص: ۲۴۲.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کو میت کے سر یا پیر کی جانب نہیں کھڑا ہونا چاہئے، بلکہ سینہ کے مقابلہ میں کھڑے ہونا چاہئے، اور جس روایت میں آتا ہے کہ میت کو سامنے رکھ کر اس کے بیچا بیچ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے، کیونکہ سر اور ہاتھ سینہ سے

[1] زیلعی ص: ۲۴۲، ج: ۱، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاتہ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

اوپر ہیں اور پیٹ اور پیر سینے سے نیچے ہیں، لہٰذا سینہ وسط میں ہوا دوسرے سینہ محل ایمان وحکمۃ وعلم ہے، اسلئے بھی سینہ کو فوقیت ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے، اگر کسی نے گھٹنے کے مقابل یا کندھے کے مقابل کھڑے ہو کر نماز پڑھا دی تب صحیح ہو جائیگی، لیکن صحت صلوٰۃ جنازہ کیلئے میت کے کسی حصہ کا سامنے اور مقابلہ میں ہونا شرط ہے، اگر میت کا کوئی حصہ بھی امام کے سامنے نہ ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی، **کونہ (ای الامام) بالقرب من الصدر مندوب والافمحاذاۃ جزء من المیت لابدمنھا. قھستانی اھ ردالمحتار[1] ص:۹۱۵، ج:۱ واذا أخطؤا بالرأس فوضعوھا فی موضع الرجلین وصلوا علیھا جازت الصلوٰۃ لان ما ھو شرط وھو کون المیت امام الامام فقد وجد انما التغیر فی صفۃ الوضع وذٰلک لا یمنع جوازالصلوٰۃ الا انھم ان تعمدوا ذٰلک فقد اساؤا بتغیر الوضع عما توارثہ الناس مبسوط[2] سرخسی ص:۶۹، ج:۲،** اور شریعت محمدیہ علٰی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ جس طرح مستحکم ہو چکی ہے، وہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۶/محرم ۵۶ھ

---

[1] ردالمحتار ص:۵۸۷، ج:۱، مطبوعہ زکریا، ص:۱۱۴، ج:۳، تحت قول صاحب الدر: ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقاً. باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبی.

[2] مبسوط سرخسی ص:۶۹، ج:۲، باب غسل المیت، مطبوعہ دارالفکر بیروت. طحطاوی علی المراقی ص۴۸۰، و ۴۸۱، باب احکام الجنائز، فصل الصلاۃ علی المیت فرض کفایۃ، مطبوعہ مصر، تاتارخانیہ کراچی ص۲/۱۵۴، کتاب الصلوۃ، صلوۃ الجنازۃ، کیفیۃ الصلوۃ.

جائے نماز پر نمازِ جنازہ

سوال:- جنازہ کی نماز اگر جائے نماز بچھا کر پڑھی جائے تو اسمیں کوئی حرج نہیں تو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی جائے نماز بچھا کر پڑھادے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر یہ جزوِ کفن نہیں[1] ہے، اور اس کا التزام درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کی نمازِ جنازہ چارپائی پر

سوال:- کیا میت کو چارپائی پر رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو چارپائی پر رکھ کر نمازِ جنازہ درست ہے[2]، مگر چارپائی پاک ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یسن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة الخ. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۷۸، ج:۱، مطلب فی الکفن. بحر کوئٹه ص۱۷۵/۲، کتاب الجنائز، حلبی کبیر ص۵۸۰، فصل فی الجنائز، الثالث فی تکفینه، مطبوعه لاهور،

[2] لما توفی رسول اللهﷺ وضع علی سریره فکان الناس یدخلون علیه زمرا زمرا یصلون علیه الخ، (طبقات ابن سعد ص۲۸۸/۲، ذکر الصلوة علی رسول اللهﷺ، مطبوعه دارالفکر بیروت، دلائل النبوة ص۲۵۰/۷، باب ماجاء فی الصلوة علی رسول اللهﷺ، مطبوعه بیروت)

[3] وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في الميت والامام جميعاً. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۸۲، ج:۱. مطبوعه زکریا ج:۳، ص:۱۰۳.۴، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة. بحر کوئٹه ص۱۷۹/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۴۷۹، باب احکام الجنائز، فصل الصلوة علی المیت فرض کفایة، مطبوعه مصر)

جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا

سوال:- اگر کسی کے یہاں بروز جمعہ بوقت صبح میت ہو جائے اور اسکے وارث اسکو بعد نماز جمعہ اسلئے دفن کرتے ہیں کہ جمعہ میں نماز جنازہ پڑھی جاوے تو زیادہ ثواب ہے ایسا عقیدہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو محض اسلئے اتنی دیر تک روکے رکھنا مکروہ ہے، مستحب اور افضل یہ ہے کہ اسکے دفن میں جلدی کی جائے اگر ایسے وقت انتقال ہوا ہے، کہ اسکے دفن کرنے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر نماز جمعہ تک مؤخر کردیں۔ **کذا فی الطحطاوی**[1] **ص: ۳۳۲.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز جنازہ میں دوسرے محلّہ والوں کا انتظار کرنا

سوال:- ہمارے یہاں یہ طریقہ ہیکہ اگر کوئی مرجاتا ہے تو تمام محلوں میں جاکر اطلاع دیتے ہیں اور جبتک سب لوگ نہ آجائیں نمازِ جنازہ کا انتظار کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

---

[1] فلو جهز الميت صبيحة يوم الجمعة، يكره تأخير الصلاة عليه ليصلى عليه الجمع العظيم بعد صلاة الجمعة، ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه يؤخر الدفن. طحطاوى على المراقى، ص:۴۹۸، فصل في حملها ودفنها، احكام الجنائز، مطبوعه مصر. الدر مع الشامى زكريا ص ۴/۱۳۶، باب صلوة الجنازة، مطلب فى حمل الميت، بحر كوئٹه ص ۲/۱۹۱، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز جنازہ کیلئے اطلاع کردینے میں تو مضائقہ نہیں[۱]، پھر جس جس کو موقع ہو آکر شریک ہوجائے لیکن دوسرے محلے کے لوگوں کے انتظار میں مؤخر کرنا کہ جب تک سب جگہ کے لوگ نہ آجائیں نماز نہ پڑھی جائے خواہ کتنی ہی دیر ہوجائے یہ ٹھیک نہیں[۲]، بلکہ وقت متعین کرکے کہہ دیا جائے کہ اتنے بجے جنازہ تیار ہوجائے گا اور نماز ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مجذوم کو بلا غسل دفن کردیا گیا

سوال:- زید کو جذام کا عارضہ تھا اور جذام کافی ترقی پر تھا، اسی حالت میں زید کا انتقال ہوگیا، اسکا کوئی وارث نہیں تھا، اب اسکی اس حالت کی وجہ سے کسی نے اسکو غسل دینا گوارہ نہیں کیا اور بلا کفن وبلا نماز کسی صورت سے اسکو ایک گڈھے میں ڈھکیل دیا گیا اب اسکا کیا حکم ہے؟

---

[۱] لا بأس بالاذان فمعناه لا بأس بالاعلام ..... عن ابی حنیفة انه لا ینبغی ان یؤذن بالجنازة الا لاهلها وجیرانها ومسجد حیها وفی الینابیع واقرانه واصدقائه حتی یؤدوا، حقه بالصلاة علیه والدعاء (تاتارخانیه کراچی ص۲/۱۷۸، کتاب الصلوة، الجنائز، متفرقات، الدر مع الشامی زکریا ص:۱۴۷ ، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۴۶۵، باب احکام الجنائز.

[۲] وکذا یستحب الاسراع بتجهیزه کله أی من حین موته ، فلو جهز المیت صبیحة یوم الجمعة، یکره تأخیر الصلاة علیه، لیصلی علیه الجمع العظیم بعد صلاة الجمعة. طحطاوی علی المراقی ص:۴۹۸، باب احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر. الدر مع الشامی زکریا ص۳/۱۳۶، باب صلوة الجنازة، مطلب فی حمل المیت، بحر کوئٹه ص۲/۱۹۱، کتاب الجنائز، فصل اسلطان احق بصلاته.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کو ہاتھ لگا کر غسل دینا دشوار تھا، تو اس پر لوٹے یا مشک سے پانی بہا دیا جاتا[1]، اگر یہ بھی نہ ہوسکتا تھا، تو ہاتھ پر تھیلی باندھ کر صرف تیمّم کرا دیا جاتا، پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا جاتا اور اس کیلئے قبر کا بنانا بھی ضروری تھا گڈھے میں دھکیل دینا بھی غلط ہوا[2]، جس میت کو بلا غسل ونماز دفن کر دیا جائے اسکی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم ہے جب تک اسکے پھٹ جانے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کا ظنِ غالب[3] نہ ہو، بہرحال اب اس کیلئے ایصالِ ثواب کیا جائے تاکہ اسکے حقوق ادا کرنے میں جو کوتاہی ہوئی اسکی کچھ مکافات ہوسکے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۸۹ھ

صفوفِ نمازِ جنازہ میں طاق عدد

سوال:- (۱) نمازِ جنازہ میں طاق عدد کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

---

[1] ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه الخ، عالمگيرى كوئٹه ص:۱۵۸، ج:۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل. تاتارخانيه كراچى ص۲/۱۳۶، كتاب الصلوة، الجنائز، قسم آخر فى بيان كيفية الغسل، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۴۶۹، باب احكام الجنائز.

[2] ثم غسل الميت وتكفينه والصلوة عليه ودفنه فروض كفاية بالاجماع (حلبى كبير ص ۵۷۹، فصل فى الجنائز، مطبوعه لاهور، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۴۷۷، باب احكام الجنائز، فصل الصلوة على الميت فرض كفاية، الدر مع الشامى زكريا ص ۳/۱۰۲، باب صلوة الجنازة، مطلب فى صلاة الجنازة.

[3] وقال: وان دفن بغير صلاة، صلى على قبره، مالم يغلب على الظن تفسخه الدر المختار على الشامى نعمانيه ص: ۵۹۲، ۵۹۳، ج:۱، مطبوعه زكريا ص:۱۲۵، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم اولى الامر واجب. بحر كوئٹه ص ۲/۱۸۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، الهندية ص ۱/۱۶۵، الباب الحادى والعشرون، الفصل الخامس فى الصلوة على الميت، مطبوعه كوئٹه.

(۲) پھر اس طاق عدد کو پورا کرنے کیلئے نابالغوں کی صفوں کو بھی شمار کیا جاویگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نماز جنازہ میں طاق عدد کی صفوف کا لحاظ رکھا جائے، یہی شرعاً مستحب ہے[۱]۔

(۲) اس طاق عدد کے لحاظ سے نابالغوں کی صف کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صفوفِ نماز جنازہ میں بچوں کی صف

سوال:- اگر بالغ مردوں کی آخری صف کو پورا کرنے کیلئے بچوں کو دونوں کناروں سے کھڑا کرلیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی کیا ضرورت ہے، ان کی صف مستقل بنادی جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۲ھ

---

[۱] قال في المحيط: ويستحب أن يصف ثلاثة صفوف حتى لو كانوا سبعة يتقدم أحدهم للامامة، ويقف وراءهٗ ثلاثة، ثم اثنان، ثم واحد. شامی زکریا، ص: ۱۱۲، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى. حلبى كبير ص: ۵۸۸، فصل فى الجنائز، الرابع فى الصلوة عليه، مطبوعه لاهور، طحطاوى على المراقى ص ۴۸۱، فصل الصلوة على الميت فرض كفاية، مطبوعه مصر.

[۲] يصف الرجال ثم يصف الصبيان ثم الخناثى ثم يصف النساء (مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۲۴۸، باب الامامة، فصل فى بيان الاحق بالامامة، الدرمع الشامى زكريا ص ۲/۳۱۴، باب الامامة، مطلب فى الكلام على الصف الاول، حلبى كبير ص ۵۲۱، فصل فى الامامة، طبع لاهور.

(حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صفوفِ جنازہ میں کونسی صف افضل ہے؟

سوال:- نمازِ جنازہ کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں صفِ اول کا ثواب آخری صف والوں کو ملتا ہے، اور وہ اس کی دلیل میں **اول الصفوف اٰخرھا** پیش کرتے ہیں پتہ نہیں یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ گڑ بڑ مسئلہ ہے اس سے انتشار ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ کبیری[1] ص:۵۴۵، میں بھی اسی طرح ہے، **افضل صفوف الرجال فی الجنازة اٰخرھا وفی غیرھا اولھا اظھارًا للتواضع لتکون شفاعته ادعی للقبول.** صحیح مسائل کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں پڑھائے جاتے ہیں فتاویٰ میں لکھے جاتے ہیں، زبانی بتائے جاتے ہیں، عوام میں زیادہ سے زیادہ شائع کئے جاتے ہیں ان سے کوئی گڑ بڑ نہیں گڑ بڑ کا سبب تین چیزیں ہیں، علم نہ ہونا، ناقص علم ہونا، یا پھر طبیعت میں عناد کا ہونا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] قال في الميحط: ويستحب أن يصف ثلاثة صفوف. شامی نعمانیه ص ۵۸۶/۱، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية الخ، حلبی کبیر ص ۵۸۸، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلوة علیه، مطبوعه لاهور، طحطاوی علی المراقی ص ۴۸۱، فصل الصلوة علی المیت فرض کفایة، مطبوعه مصر. ویصف الرجال ثم الصبیان، شامی نعمانیه ص: ۳۸۲، ۳۸۴، ج: ۱. باب صفة الصلاة. مطلب هل الاساء ة دون الكراهة. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۸، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، حلبی کبیر ص ۵۲۱، فصل فی الامامة، مطبوعه لاهور.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] کبیری ص:۵۸۸، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلاة علیه، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، وکذا فی الشامی نعمانیه ص:۳۸۳، ج: ۱، باب صفة الصلاة. مطلب في الكلام علی الصف الأول. طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۴۹، باب الامامة، بیان الاحق بالامامة.

نماز جنازہ میں آخر صف افضل ہے

سوال:- جنازہ کی نماز میں سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہونے کو فقہاء کرام نے افضل قرار دیا ہے، زید کا کہنا ہے کہ مردہ سے دوری افضلیت کا باعث بن رہی ہے، لیکن اس کو قیاس تسلیم نہیں کرر ہا ہے، ایسی صورت میں امام کو سب سے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام کا مقتدیوں سے آگے ہونا منصوص ہے[۱]، اور تعلیل فی مقابلۃ النص ممنوع ہے[۲]، فقہاء نے پچھلی صف کو نمازِ جنازہ میں جس بناء پر افضل فرمایا ہے وہ یہ نہیں، جس کو سائل نے تجویز کر کے قیاس شروع کر دیا ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۹ھ

---

[۱] سمعت عتبان ابن مالک الانصاری قال استأزن النبی ﷺ فأذنت له فقال این تحب ان اصلی من بیتک فاشرت له الی المکان الذی احب فقام وصففنا خلفه الخ (بخاری شریف ص ۹۵/۱، کتاب الاذان، باب اذا زارالامام قوما فأمهم، ایضا ۹۴/۱، باب اهل العلم، والفضل احق بالامامة، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

[۲] القیاس بمقابلة المنقول مردود (تبیین الحقائق ص ۱۱/۱، کتاب الطهارة، نواقض الوضوء طبع امدادیه ملتان، اصول الشاشی ص۸۵، البحث الرابع، فصل شروط صحة القیاس، مطبوعه شاهد بکڈپو دیوبند، حسامی مع النامی ص ۲۰۴/۲، باب القیاس، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۳] وأفضل صفوفها آخرها، اظهارًا للتواضع. الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ص:۵۸۶، ج:۱ مطبوعه زکریا، ص:۱۱۲، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی. وقال الشامی في موضع آخر: لأنهم شفعاء فهو أحری بقبول شفاعتهم ولأن المطلوب فیها تعدد الصفوف فلو فضل الأول امتنعوا عن التأخر عند قلتهم شامی نعمانیه ص:۳۸۳، ج:۱، باب صفة الصلاة، مطلب في الکلام علی الصف الأول. کبیری ص۵۸۸، فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلوة علیه، مطبوعه لاهور، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۹، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر.

نماز جنازہ کی صفوف میں فصل

سوال:- جگہ کے رہتے ہوئے بغیر کسی عذر کے جنازہ کی نماز میں مل کر کھڑا ہونا چاہئے یا جس طرح نماز میں ایک صف کی جگہ رہتی ہے، اتنی ہی جگہ چھوڑنی چاہئے، اگر مل کر بغیر کسی عذر کے کھڑا ہو تو کوئی خاص خرابی تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلوٰۃ مطلقہ میں رکوع سجدہ ہوتا ہے، دو صفوں کے درمیان اتنی جگہ خالی چھوڑی جاتی ہے، کہ رکوع سجدہ سنت کے موافق ادا ہو سکے نمازِ جنازہ میں اس کی ضرورت نہیں قریب صفیں ہوں تب بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۹ھ

نماز جنازہ کی صفوف میں کتنی جگہ رہے؟

سوال:- جنازہ کی نماز میں صف بندی کرنا قائم مقام رکوع وسجود کے جگہ چھوڑنا کیسا ہے؟ نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا کیا حرام ہے؟ اور جس نے ایسا کیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ یہاں لوگوں میں بہت تکرار ہے، کچھ لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ دیوبندی عقائد کی مسجد ہے، بریلی عقائد کا جو بھی نام لے گا قتل کر دیا جائے گا، اور مسجد میں بریلی عقائد کے لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے، اس بارے میں کچھ لوگ امام کے ساتھ ہیں اور کچھ مخالف ہیں براہِ کرم جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

---

[1] كذا في فتاوى دار العلوم ص: ۳۴۶، ج:۵. مطبوعه زكريا ديوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ لہٰذا صف بندی کے وقت رکوع سجدہ کی جگہ چھوڑنا بے محل ہے، نمازِ جنازہ میں میت کیلئے مستقل دعا موجود ہے بلکہ دعا ہی کیلئے نمازِ جنازہ مشروع ہوئی ہے، کہ حمد وثناء اور درود شریف (پہلی تکبیر کے بعد) پڑھ کر میت کیلئے دعا کی جائے، سلام پھیر کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ میں اس کو منع فرمایا ہے، یہ مکروہ ہے[1]۔ جو شخص مسجد میں نماز کیلئے آئے اور سنت کے موافق نماز پڑھے، خلافِ سنت امور نہ پھیلائے، جھگڑا نہ کرے، فتنہ نہ اٹھائے اس کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائے خواہ دیوبندیوں کی مسجد ہو خواہ بریلوں کی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۴ھ

میت کے تین ٹکڑے ہونے پر صلوٰۃ جنازہ اور اسکی تدفین

سوال:۔(۱) زید پہلے سے شرابی تھا، ایک دن کسی نے خوب شراب پلا کر اس میں زہر دے کر اُسے ختم کر دیا، اس کے بعد اس کے تین ٹکڑے کئے، ایک گردن تک، دوسرا کمر تک، تیسرا پاؤں والا حصہ، اسکے بعد اسکے تین بنڈل اسطرح بنائے کہ اسمیں پانی کا اثر نہ ہو سکے، اور

---

[1] لایقوم بالدعاء بعدصلاۃ الجنازۃ. (خلاصۃ الفتاوی ص:۲۲۵، ج:۱، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع منه اذا اجتمعت الجنائز، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه کراچی ص:۱۸۰، ج:۲، کتاب الصلوۃ، الجنائز، المتفرقات، مرقاۃ ص ۳۶۹، ج۲، باب المشی بالجنازۃ، مطبوعه ممبئی)

[2] فلا یجوز لاحد مطلقا ان یمنع مؤمنا من عبادۃ یأتی بها فی المسجد لان المسجد ما بنی الا لها (بحر کوئٹه ص ۲/۳۴، باب مایفسد الصلوۃ ویکره فیها، فصل لما فرغ الخ قرطبی ص ۱/۷۵، الجزء الثانی سورۂ بقره آیت:۱۱۴، مطبوعه دارالفکر بیروت)

اگر اسکو کنویں میں ڈال کر آئندہ نکل نہ سکے اس کا پورا انتظام کر دیا، خدا کی قدرت کہ سی آئی ڈی کی تحقیق سے پورے تین ماہ بعد اس لاش کو اسمیں سے مذکورہ صورت پر نکالی گئی، اسکی مزید تحقیقات کیلئے دو ماہ تک سرکار کے پاس رہی اب سوال یہ ہیکہ اسکو کفن دفن کی کیا صورت ہوگی؟

(۲) نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) دفن کہاں کیا جائے، مسلمان کے قبرستان میں یا باہر اور کس طرح؟

(۴) اگر چند ماہ پہلے سے قبر کھود کر رکھی گئی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) اس میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شہید کہا جائیگا یا نہیں؟ بعض حضرات کا بیان ہے کہ نعش بدبودار اور پھول گئی ہے، مگر ابھی تک پھٹ کر سب گوشت گرا نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی نعش کے جب تین حصے کر دئے گئے اور جسم کی ہیئت ترکیبیہ باقی نہیں رہی، اور اجزاء منحل ہوگئے، تو اس پر نہ نماز جنازہ ہے نہ اس کیلئے کفن مسنون ہے، نہ غسل میت ہے بلکہ اس کپڑے میں لپیٹ کر مسلم قبرستان میں دفن کر دیا جائے، جس میت کو بغیر نماز جنازہ دفن کر دیا جائے اسکے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ جب تک میت کے تفسخ کا ظن نہ ہو اس وقت تک اسکی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے، اسکے بعد نہیں۔

"وان دفن بلا صلوٰۃ صلی علی قبرہ وان لم یغسل مالم یتفسخ والمعتبر فیہ اکبر الرائ علی الصحیح (مراقی الفلاح)قولہ مالم یتفسخ ای تتفرق اعضاؤہ فان تفسخ لایصلی علیہ مطلقاً لانہا شرعت علی البدن ولاوجود لہ مع التفسخ[1] واذا وجد اکثر البدن اونصفہٗ مع الراس غسل وصلی علیہ والا لا"(مراقی الفلاح ص ۳۴/)

[1] مراقی مع الطحطاوی ،ص ۴۸۸/ باب احکام الجنائز ،فصل الصلاۃ علیہ الخ طبع مصر، الدرمع الشامی کراچی ج ۲/ص ۲۲۴/ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب تعظیم اولی الامرواجب، بحر کوئٹہ ،ج ۲/ص ۱۸۲/ کتاب الجنائز ،فصل السلطان احق بصلاتہ.

(۴) اگر موقوفہ قبرستان میں کسی نے اپنے لئے پہلے سے قبر کھود رکھی ہو اور اس کے علاوہ بھی قبر کیلئے جگہ موجود ہو تو اس قبر میں دوسرا مردہ دفن کرنا مکروہ ہے، اور کھودنے کی اجرت کا ضمان ترکہ میت میں لازم ہوگا، ''وان دفن فی قبر حفر لغیرہ من الاحیاء بارض لیست مملوکة لاحد ضمن قیمة الحفر من ترکته والا فمن بیت المال او المسلمین کما قد مناہ فان کانت المقبرة واسعة یکرہ ذٰلک'' (مراقی الفلاح[۲] ص ۳۷/)

(۵) اگر کسی شخص کا واجب القتل یا مباح القتل ہونا معلوم نہیں تو یہ بھی شہید ہے، انواع شہید بیان کرتے ہوئے قدر مشترکہ کے طور پر طحطاوی[۳] علی المراقی الفلاح، ص ۳۷۹/ ''لان القتل لم یخلف لم یخلف فی ھذہ المواضع بدلاھو مال'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جنازۂ شہید پر نماز

سوال: ۔شہید کے اوپر بحسب الفتویٰ نماز جنازہ ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو ان احادیث

---

[۱] مراقی مع الطحاوی ص ۴۷۳/ باب احکام الجنائز، طبع مصر، الدرمع الرد کراچی ج ۲/ ص ۱۹۹/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی کل سبب ونسب منقطع الا سببی ونسبی، حلبی کبیر ص ۵۹۰/ فصل فی الجنائز، الرابع فی الصلوٰة علیه، طبع سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] مراقی مع الطحطاوی مصری، ص ۵۰۸/ فصل فی حملها ودفنها، حلبی کبیری، ص ۶۱۰/ فصل فی الجنائز، الثامن فی المتفرقات، طبع لاهور، هندیه کوئٹه، ج ۱/ ص ۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبور والدفن.

[۳] طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۱۷/ باب احکام الشهید، حلبی کبیر، ص ۵۹۹/ فصل فی الجنائز السابع الشهید طبع سهیل اکیڈمی لاهور، شامی کراچی، ج ۲/ ص ۲۵۰/ باب الشهید، بحر کوئٹه، ج ۲/ ص ۱۹۹/ باب الشهید.

کا کیا جواب ہوگا جن میں یہ ہے کہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور حدیثیں شرح نقایہ میں صفحہ ۱۴۱/ ولنا سے لے کر فان قیل تک ہیں، اگر کسی حدیث سے عدم صلوٰۃ بھی ثابت ہوتو ساتھ اس کے رواۃ پر جرح وتعدیل کے اعتبار سے بھی بحث ہے مع حوالہ مفصل جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حنفیہ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی "ودلیله ماروی ابن عباس وابن زبیر انه علیه الصلوٰة والسلام صلی علی شهداء احد مع حمزة وکان یوتی بتسعة بتسعة حمزة عاشر فیصلی علیهم الحدیث وقد صلی علیه الصلوٰة والسلام علی غیرهم کماروی انه علیه الصلوٰة والسلام اعطی اعرابیا وقال قسمته لک قال ماعلیٰ هذا ابتعتک ولکن ابتعتک علی ان اروی ههنا واشار الی حلقه فاموت وادخل الجنة ثم اتی بالرجل فاصابه سهم حیث اشار وکفن فی جبة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فصلی علیه ، الحدیث وقال عقبة بن عامر رضی اللّٰه عنه انه علیه الصلوٰة والسلام خرج یوما فصلی علی اهل احد صلوٰته علی المیت ثم انصرف المنبر، متفق علیه، زیلعی[1]، ص ۲۴۸/.

جس روایت میں نفی مذکور ہے، اسکا جواب یہ ہیکہ محدثین کے نزدیک نفی اور مثبت میں جب تعارض ہوتو ترجیح مثبت کو ہوتی ہے، حدیث مثبت متفق علیہ ہے،[2] جواب ان کے ذمہ ہے جو منکر ہیں ان منقولہ احادیث کا بھی اور شرح نقاریہ کی روایت کا بھی آثار سنن[3] جلد۲/ص ۱۲۱/ میں

---

[1] تبیین الحقائق ،ج ۱/ص ۲۴۸/باب الشهید،طبع امدادیه ملتان.

[2] بخاری شریف ،ج ۱/ص ۱۷۹/ کتاب الجنائز ،باب الصلوٰة علی الشهید ،مطبوعه اشرفی دیوبند،مسلم شریف،ج ۲/ص ۲۵۰/ کتاب الفضائل،باب اثبات حوض نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم ،طبع بلال دیوبند .

[3] آثار السنن ،ج ۲/ص ۱۲۱/ باب فی الصلوٰة علی الشهداء ،طبع دارالاشاعة الاسلامیه کلکته.

نسائی[1]، طحطاوی[2]، ابن ماجہ[3]، طبرانی[4]، تبیین الحقائق ج ۱/ص ۲۴۸/ باب الشہید، طبع امدادیہ ملتان۔
اور ابوداؤد[5] سے بھی روایات نقل کی ہیں، جن میں بعض کی اسانید محدثین کے نزدیک صحیح ہیں، بعض کی اس سے کم درجہ کی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۸۷ھ

خودکشی کرنے والے پر صلوۃ جنازہ

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان خودکشی کر کے مرجائے تو اس کا جنازہ ہوگا یا نہیں، اگر خودکشی کرنے والا نابالغ ہو تو کیا حکم ہے، اور بالغ ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

خودکشی خواہ کسی طریقے پر ہو حرام اور کبیرہ گناہ ہے، تاہم خودکشی کرنیوالے مسلمان کو بھی شرعی طریقہ پر غسل دیکر کفن پہنایا جائے، اور نماز جنازہ پڑھ کر مسلم قبرستان میں ہی دفن کیا جائے، بالغ ہو، نابالغ، غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن، سب شرعی طور پر لازم ہے[6]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۹۴ھ

---

[1] نسائی شریف، ج ۱/ص ۲۱۴/ کتاب الجنائز، الصلوٰۃ علی الشہداء، طبع فیصل دیوبند.

[2] طحطاوی شریف، ج ۱/ص ۳۲۲/ کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الشہداء، طبع مکتبہ بلال دیوبند.

[3] سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۹/ ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الشہداء ومثلھم، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند.

[4] معجم کبیر للطبرانی، ج ۱۷/ص ۲۷۸/ رقم الحدیث ۷۶۷/ ابو الخیر مرتد عن عقبۃ بن عامر، مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی.

[5] مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ مع ستہ ص ۱۸/ الصلوٰۃ علی الشہداء، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

(حاشیہ نمبر ۶/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خودکشی کرنے والے پر صلوٰۃ جنازہ

سوال:۔اگر کسی مسلمان نے خودکشی کرلی ہے ،تو اس کو عام مسلمانوں کی طرح غسل وکفن ودفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے[۱]لیکن اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ،اور جملہ امور تجہیز وتکفین موافق سنت ادا کئے جائیں گے ،امام اعظمؒ کا یہی مذہب ہے ،اسی پر سکب الانہر میں فتویٰ نقل کیا ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۶ من قتل نفسه ولوعمداً يغسل ويصلى عليه به يفتى وان كان اعظم زوراً من قاتل غيره الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ج۳/ص۱۰۸/ باب صلوٰة الجنازه مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى وحده، فتاویٰ الهنديه ،ج ۱/ص۱۶۳/ الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الخامس فى الصلوٰة على الميت طبع كوئٹه ،حلبى كبير،ص ۵۹۱/ فصل فى الجنائز، الرابع فى الصلوٰة عليه مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وعن ابى هريرةؓ قال قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم من تردى من جبل فقتل نفسه فهو فى نارجهنم يتردى فيها خالداً مخلداً فيها ابداً ومن تحسى سما فقتل نفسه فسمه فى يده يتحساه فى نارجهنم خالداً مخلداً فيها ابداً ومن قتل نفسه بحديد فحديدته فى يده يتوجأبها فى بطنه فى نارجهنم خالداً فخلد اً فيها ابداً .متفق عليه ،مشكوٰة شريف، ص ۲۹۹/كتاب القصاص الفصل الاول، مطبوعه ياسرنديم ديوبند .

۲ ويصلىٰ علىٰ قاتل نفسه عمداً به يفتىٰ الخ سكب الانهر ،ج ۱/ص ۲۸۱/ باب الشهيد، دارالكتب العلمية بيروت ،حلبى كبير ،ص ۵۹۱/ فصل فى الجنائز ،مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، درمختار علىٰ الشامى زكريا ،ج۳/ص۱۰۸/ باب صلوٰة الجنازة.

متعدد بچوں پر ایک ہی نماز کافی یا الگ الگ

سوال:۔دولڑکیاں ایک ساتھ پیدا ہوکرفوت ہوگئیں تو کیا نماز جنازہ الگ الگ ہوگی ایک ہی کافی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

الگ الگ ہوتو اعلیٰ بات ہے ایک ساتھ بھی درست ہے[۱]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

متعدد جنازوں پر نماز کا طریقہ

سوال:۔(۱) ایک ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوکرفوت ہوگئے تو نماز جنازہ الگ الگ پڑی جائیگی یا ایک ہی مرتبہ پڑھنا کافی ہے،تو دعا لڑکے یا لڑکی کی پڑھی جائے گی۔

(۲) اگر میتیں مرد اور عورتوں کی بیک وقت موجود ہوں تو نماز جنازہ الگ الگ پڑھی جائے گی، یا ایک ہی کافی ہونے کی حالت میں دعا، نابالغ یا بالغ،کونسی پڑھنی چاہئے، نابالغ کی یا بالغ کی۔

---

[۱] واذا اجتمعت الجنائز فالا فراد بالصلاة كل منها اول وان اجتمعن صلى مدة واحدة صح الخ، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ،ص ۴۸۸/ فصل السلطان أحق بصلاته، مطبوعه مصر ،شامى مع الدرالمختارزكريا ،ج۳/ص۱۱۸/ باب صلوٰة الجنازة ،قبيل مطلب فى بيان معنى هو أحق بالصلاة على الميت ،سكب الانهر على هامش مجمع الانهر، ج ۱/ ص۲۷۷/فصل الصلاة عليه ،باب صلاة الجنائز ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) الگ الگ ہو تو اعلیٰ بات ہے، ایک ساتھ بھی درست ہے،[۱] دعا دونوں پڑھی جائیں۔[۲]

(۲) جب دونوں بالغ ہوں تو دعا بالغ کی پڑھی جائے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مردہ بچہ پر نماز جنازہ کا حکم

سوال:۔ (۱) بچہ مردہ پیدا ہونے کی حالت میں نماز جنازہ ہونی چاہئے یا نہیں؟

(۲) بچہ زندہ پیدا ہو کر کچھ دیر بعد ہونے کی صورت میں نماز جنازہ ہونی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جو بچہ مردہ پیدا ہو اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔[۳]

---

[۱] واذا اجتمعت الجنائز فالاقراء بالصلاة لكل منها اولى وان اجتمعن وصلى مدة واحدة صح، مراقى على الطحطاوى، ص ۴۸۸/ فصل السلطان احق بصلاته ،مطبوعه مصر ،شامى زكريا ،ج۳/ص۱۱۸/ باب صلاة الجنائز ،سكب الانهر على هامش مجمع الانهر، ج ۱/ ص۲۷۷/ فصل الصلاة عليه ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت .

[۲] كذا يستفاد بقى مااذا كان فيهم مكلفون وصغار والظاهر أنه يأتى بدعاء الصغار بعد دعاء المكلفين، طحطاوى على المراقى ص۴۸۸/ فصل السلطان أحق بصلاته، مطبوعه مصر، ويكتفى لهم بدعاء واحد كما بحثه بعضم يؤيده أن الضمائر ضمائر جمع فى قوله اغفر لحينا الخ، طحطاوى على المراقى ص۴۸۸/ السلطان احق بصلاته ،مطبوعه مصر .

اور اگر بالغ ونابالغ دونوں ہوں تو پہلے بالغ کی پھر نابالغ کی دعاء پڑھیں۔ والظاهر أنه ياتى بدعاء الصغار، بعد دعاء المكلفين ،ايضاً.

[۳] ومن ولدفمات يغسل ويصلى عليه ان استهل والا غسل ودفن ولم يصل عليه ،تنوير الابصار مع الدرالمختار ،ج۳/ص ۱۲۹/مطلب لهم اذا قال ان شتمت فلاناً الخ مطبوعه زكريا ديوبند.

(۲) اگر پیدا ہونے کے کچھ دیر بعد مر جائے تو نماز جنازہ پڑھی جائیگی[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نصف جلی ہوئی لاش پر نماز جنازہ

سوال:۔ایک گاؤں میں آگ لگی ہے لڑکی بیل گئی اور بیٹی جلی کہ سر اور پیروں تک کا پتہ نہ چلا، اس کی نماز پڑھی جانے چاہئے، نیز غسل وکفن بھی دیا جانا چاہئے تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائیگا، نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائیگا، "**وان وجد نصفه من غير الرأس او وجد نصفه مشقوقاً طولا فانه لايفعل ولا يصلى عليه ويلف فى خرقة ويدفن فيها. (عالمگيرى، ص ۸۱/)**[۲]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه، تنوير الابصار مع الدرالمختار ص ۱۲۹/۳، باب سلاة الجنازة، مطبوعه زكريا ديوبند، النهرالفائق ص۲۹۷/۱، فصل فى الصلاة على الميت، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ج ۱/ ص۲۷۳/ باب صلاة الجنائز فصل فى الصلاة، على الميت، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] عالمگيرى كوئٹه، ج ۱/ص ۱۵۹/ البا ب الحادى، والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل الدرالمختار على الشامى زكريا ج۳/ص ۹۲/ باب صلاة الجنازة،مطلب فى حديث كل سبب ونسب منقطع الخ، مجمع الانهر ج ۱/ص ۲۷۲/ باب صلاة الجنائز، فصل الصلاة عليه فرض كفاية ،مطبوعه دارالكتب العلمية.

ایک عورت ڈوب گئی کئی روز بعد پانی سے نکالی گئی جسکو جانوروں نے خراب کر دیا اور نعش متعفن ہوگئی اسکے جنازہ کی نماز

سوال:۔ ایک عورت پانی میں ڈوب گئی، دریا بڑا اور زیادہ پانی ہونے کے سبب کافی کوشش کرنے کے باوجود نعش نہ ملی، چار روز بعد جب نعش اوپر آئی تو جانوروں نے اس کو خراب کیا، اور تعفن اس قدر پیدا ہوا کہ اس کی تجہیز و تکفین دستور شرع کے مطابق نہ ہوسکی، اس کو بدقت تمام وہاں سے بگی میں اُٹھا کر دفن کی جگہ تک پہنچایا گیا، جب کہ میت خراب اور تعفن ہو چکا، تو اس حالت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے، اس قسم کی میت کی نماز جنازہ پڑھنی ضروری ہے یا نہیں، ایک فریق نے یہ کہا کہ بگی میں نماز پڑھادو، دوسرے فریق نے اعتراض کیا کہ نماز بگی میں رکھی ہوئی میت کی نہیں ہوگی، کیونکہ بگی سواری ہے اور غیر معتبر ہے، زمین پر یا چارپائی اتارلو، یا قبر میں اندر رکھ لو اس کے بعد نماز ادا کریں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت کا کچھ حصہ پانی کے جانوروں نے کھا کر خراب کر دیا ہو، لیکن نصف یا اکثر حصہ موجود ہو تو اس پر پانی بہا کر کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ لی جائے، بلکہ تخت یا چارپائی جس پر بھی ایسی حالت میں ممکن ہو تو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، تعفن کی وجہ سے نماز ترک نہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۸ھ

---

[1] واجمعوا انه ان وجدأكثر البدن غسل ويصلى عليه ،تاتارخانيه ، ج۲/ص۱۷۸/ الجنائز المتفرقات ،مطبوعه كراچى،عالمگيرى ، ج۱/ص۱۵۹/ الفصل الثانى فى الغسل ،مطبوعه كوئٹه ،شامى كراچى ، ج۲/ص۱۹۹/ باب صلوٰة الجنازه.

جڑواں دو بچوں کے جنازہ پر نماز ایک ہے یا دو

سوال:۔ ایک ساتھ پیدا ہونے والے دو بچے مرجائیں تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور ایک بار نماز پڑھی جائے گی یا دو بار پڑھی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب زندہ پیدا ہوکر مرے ہیں تو ضرور ان پر نماز جنازہ پڑھی جائیگی[1]، جنازہ ہر دو کا ساتھ ہو تو ایک نماز بھی دونوں پر کافی ہے، الگ الگ پڑھنا اعلیٰ بات ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے لئے بنیاد کھودتے ہوئے میت کی کچھ ہڈیاں ظاہر ہوئیں وہاں نماز کا حکم

سوال:۔ ایک قبرستان میں ایک بہت پرانی مسجد تھی، اس مسجد کو منہدم ہوئے بہت زمانہ

---

[1] ومن استهل بعد الولادة غسل وصلى عليه والا غسل فى المختار وادرج فى خرقة ولايصلى عليه، ملتقى الابحر مع مجمع الانهر ج ۱/ص ۲۷۳/ باب صلوٰة الجنائز، فصل فى الصلاة عليه، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ج ۲/ص ۲۲۷/ باب الجنائز، النهرالفائق ج ۱/ص ۲۹۷/ فصل فى الصلاة على الميت، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] اجتمعت الجنائز للصلاة قالواالامام بالخيار ان شاء صلى عليهم دفعة واحدةً وان شاء صلى على كل جنازة صلاة على حدة ،البحرالرائق، ج ۲/ص ۱۸۷/ كتاب الجنائز ،مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه، ج ۲/ص ۱۵۷/ صلاة الجنازة، ومما يتصل بهذا القسم، مطبوعه كراچى، واذا اجتمعت الجنائز، فافراد الصلوٰة اولىٰ، شامى كراچى، ج ۲/ص ۲۱۸/ باب الجنائز عالمگيرى، ج ۱/ ص ۱۶۵/ الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الخامس ،مطبوعه كوئٹه.

ہوا، لیکن اس کے کچھ منہدمہ نشانات باقی تھے، انہیں نشانات کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں نے نئی مسجد کی بنیاد ڈالی ہے، لیکن بنیاد کے کھودتے وقت کچھ ہڈیاں بھی ملیں، نیو کافی بند ہو چکی ہے، گمان یہ ہے کہ قبریں بھی اس میں پڑ گئی ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس میں نماز عید یا کوئی نماز کسی طرح درست ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہاں مدت دراز سے مردے دفن نہیں ہوتے اور قبروں کے نشانات بھی باقی نہیں، تو وہاں نماز عید یا کوئی نماز ممنوع نہیں، اگر چہ نیو کھودنے میں کچھ ہڈیاں بھی ظاہر ہو گئیں، ایسا بھی ہو جاتا ہے، کہ بعض میت کی ہڈیاں برسہا برس کے بعد کھودتے وقت ظاہر ہو جاتی ہیں، مگر ان کی وجہ سے اس تمام زمین میں نماز کی ممانعت کا حکم نہیں ہوتا ''جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصارترابا (شامی[1]) فی زاد الفقير وتكره الصلوٰة فی المقبرة الا ان يكون فيها موضع اعد للصلوٰة لانجاسة فيه ولاقذرفيه قال الحلبی لان الكراهية معللة بالتشبه وهو منتف حينئذ'' (طحطاوی[2])

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۶ھ

---

[1] شامی زکریا، ج۳/ص۱۴۵/ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطلب فی دفن المیت، زیلعی، ج۱/ ص۲۴۶/ قبیل باب الشہید، مطبوعہ امدادیہ ملتان، عالمگیری کوئٹہ، ج۱/ص۱۶۷/ الفصل الثالث فی الدفن.

[2] طحطاوی علی المراقی، ص۲۹۰/ فصل فی المکروہات، مطبوعہ مصری، حلبی کبیری، ص۳۶۳/ فصل فی المکروہات تحت فرع، مطبوعہ لاہور، شامی زکریا، ج۲/ص۴۲/ اوقات الصلوٰۃ قبیل تکرہ الصلاۃ فی الکنیسۃ.

الترتیب بین المکتوبة و الجنازة

سوال:۔ ''اذاحضرت الجنازة فی المسجد وقت صلوٰة وبقی للامامة خمس دقیقة اوعشرة دقیقة فبای صلوٰة یقوم من الصلوٰتین''[1]

الجواب حامداًومصلیاً

''تقدم المکتوبة علی صلوٰة الجنازة فی هذه الصورة''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۲ھ

نماز جنازہ میں سمت قبلہ بدل گئی

سوال:۔ عورت کا جنازہ جس کا سر جنوب کی طرف اور پیر شمال کی طرف تھا، نماز پڑھادی گئی، تو جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

اگر غلطی سے جنازہ کا سر جنوب کی طرف اور پیر شمال کی طرف ہوکر اس پر نماز پڑھادی گئی

---

[1] **خلاصۂ سوال:۔** مسجد میں نماز کے وقت جنازہ حاضر ہوا اور جماعت میں پانچ یا دس منٹ باقی ہو تو دونوں نمازوں میں کونسی نماز ادا کی جائے۔

خلاصۂ جواب حامداً ومصلیاً! اس صورت میں فرض کو نماز جنازہ سے مقدم کیا جائے۔

[2] ولو حضرت الجنازة فی وقت المغرب تقدم صلاة المغرب ثم تصلی الجنازة الخ حلبی کبیر ص۶۰۷/ فصل فی الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. تاتارخانیه کراچی، ج۲/ ص۱۷۸/ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی المتفرقات، البحرالرائق کوئٹه، ج۱/ص۲۵۳/ کتاب الصلوٰة، قبیل باب الاذان.

تو وہ بھی درست ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۴ھ

نماز جنازہ قبر تیار ہونے سے پہلے

سوال: ۔نماز جنازہ تیار ہونے سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں[2] قبرستان میں اگر جگہ خالی ہو کہ وہاں قبریں نہ ہوں تو وہاں بھی پڑھ سکتے ہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۹ھ

---

[1] واذا اخطفوا بالرأس وقت الصلوٰۃ فجعلوہ فی موضع الرجلین فصلوا علیھا جازت الصلوٰۃ فان فعلوا ذٰلک عمداً جازت صلاتھم وقد اساؤا وفی شرح الطحاوی ولاتعاد، فتاویٰ التارتارخانیہ ج۲/ص۱۷۷/ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز نوع آخر من ھذ الفصل فی المتفرقات طبع ادارۃ القرآن کراچی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ج۳/ص ۱۰۵/ باب صلاۃ الجنازۃ مطلب ھل یسقط فرض الکفائۃ بعفل الصبی وحدہ ،بدائع الصنائع زکریا، ج۲/ ص۵۴/ کتاب الصلوٰۃ باب الصلاۃ الجنازہ فصل وامابیان تصح بہ وماتفسدہ ومایکرہ.

[2] فی روایۃ ابی بن کعبؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فقبضوا روحہ ثم غسلوہ وحفطوہ وکفنوہ ثم صلوا علیہ ثم حفروالہ ثم دفنوہ ثم قالوا یابنی آدم ھذہ سنتکم فی موتاکم فکذا فافعلوا، مستدرک حاکم ج ۱/ص ۴۹۵/ کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۲۷۵/ ۲۱/مطبوعہ الکتب العلمیۃ بیروت، الفقہ الحنفی وادلتہ ،ص ۲۹۲/ الجنائز البکاء، علی المیت ،مطبوعہ بیروت.

[3] سئل ابونصر بن سلام عن الصلاۃ فی المقبرۃ قال ان کانت القبور ماواراء المصلی لایکرہ الخ تاتارخانیہ ،ج۲/ص ۱۸۲/ الجنائز،قبیل فصل فی التعزیۃ مطبوعہ کراچی .

سنت مؤکدہ مقدم ہے یا نماز جنازہ

سوال:۔ تین جولائی بروز بدھ کو ایک میت ہوئی، نماز جنازہ مغرب کی نماز کے بعد ادا کی، امام مسجد فرض عین ادا کر کے نماز جنازہ کے لئے باہر نکل پڑے، مگر کچھ اعتراض کرنے لگے کہ سنت نماز پڑھنے کے بعد ہی جنازہ پڑھی جاتی ہے، چند دنوں کے بعد امام مسجد نے اعلان کیا کہ فرض عین کے بعد ہی فرض کفایہ پڑھنا چاہئے، اس بات پر تنازعہ بڑھ گیا، لہٰذا شریعت کی رو سے کسی بھی وقتی نماز کے وقت جنازہ آجانے کے بعد سنت نماز پڑھنی درست ہے یا فرض کفایہ ادا کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اصل تو یہ ہے کہ فرض عین کے بعد سنت مؤکدہ سے پہلے فرض کفایہ نماز جنازہ پڑھی جائے، لیکن اگر اس میں سنت مؤکدہ کے بالکل ہی ترک ہوجانے کا اندیشہ ہو تو سنت مؤکدہ پہلے پڑھیں پھر نماز جنازہ پڑھیں، اس میں نزاع نہ کیا جائے، نرمی سے بات کو بنا کر سلجھا دیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۴ھ

صلوٰۃ جنازہ اور سنن ونوافل میں ترتیب

سوال:۔ چند دن قبل کا ذکر ہے کہ مسجد میں میت آچکی تھی، اور نماز جنازہ پڑھنا تھا، فرض

---

[1] تقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب وغيرها والعيد على الكسوف لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوىٰ على تاخير الجنازة عن السنة (الدرمع الرد زكريا، ج۳/ص۴۸/ باب العيدين ،مطلب الفقهاء قد يذكرون مالا يوجد عادة ، بحر كوئٹه، ج۱/ص۲۵۳/ قبيل باب الأذان.

نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد لوگوں نے سنت ونوافل پڑھنی شروع کردی، اور بعد سنن ونوافل کے نماز جنازہ ادا کی گئی میں نے پیش امام مسجد سے دریافت کیا کہ سنن ونوافل سے پہلے فرض کفایہ مقدم نہیں تھا، توانہوں نے جواب دیا کہ کوئی ضروری نہیں کہ سنن ونوافل سے پہلے فرض کفایہ ادا کیا جائے، ہم کوتو یہ طریقہ ترک کرنا ہے، اس لئے ہم نے عمداً سنن ونوافل پہلے پڑھ لیں میں عقلی طور پر ..... یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرض کے بعد فرض کفایہ ادا کیا جانا چاہئے، اس کے بعد سنن ونوافل، اس کا یہ جواب کسی حد تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

''تقدم صلوة الجنازة على سنة المغرب لكن في البحر الفتوىٰ على تاخير الجنازة عن السنة .....''درمختار[1]، اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کو سنت مؤکدہ سے پہلے پڑھنا چاہئے، لیکن اگر سنت مؤکدہ کو پہلے پڑھیں اور نماز جنازہ کو بعد میں پڑھیں تب بھی منع نہیں، بلکہ فتویٰ اسی پر ہے، ورنہ نماز جنازہ پڑھکر فوراً ہی اس کو قبرستان لیجانا ہوتا ہے، اگر سنت مؤکدہ پہلے نہ پڑھی تو وہ بالکل ہی ترک ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰۲۰/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۶ھ

جس گھر میں موت ہوجائے اس کا سب پانی گرادینا اور نماز جنازہ پڑھانے کی اُجرت

سوال:۔ جس گھر میں موت ہوجائے، اس گھر کا تمام پانی پھینک دیا جاتا ہے، اور کہا

---

[1] الدرمع الشامی زکریا، ج۳/ص۴۸/ باب العیدین، مطلب الفقهاء قدیذکرون مالا یوجد عادة، بحر کوئٹہ ج۱/ص۲۵۳/ قبیل باب الاذان.

جاتا ہے کہ اس پانی میں فرشتے چھری دھوتے ہیں، حقیقت کیا ہے، تحریر فرمائیں؟ جنازہ کی نماز پڑھانے کی اُجرت لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بے بنیاد اور افواہ ہے ملائکہ کو چھری سے کوئی واسطہ نہیں، نماز جنازہ کی اُجرت جائز نہیں، ''ان المفتی به لیس جواز الاستیجار علی کل طاعة''[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۹/۸۷ھ

بے نمازی کے جنازہ کی نماز

سوال:۔ بعض مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ اس نے تمام عمر نماز نہیں پڑھی اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے،[2] اگر کوئی مقتدیٰ اس میں شرکت سے انکار کردے تو درست ہے، بشرطیکہ اس سے دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں اور نماز کی .....

---

[1] الاصل أن کل طاعة یختص بها المسلم لایجوز الاستیجار علیها عندنا (شامی زکریا، ج۹/ ص۷۶/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، هدایه ج۳/ص ۳۰۳/ کتاب الاجارات ،باب الاجارة الفاسدة، طبع تهانوی دیوبند ،تبیین الحقائق ج۵/ص ۱۲۴/کتاب الاجارة ،باب الاجارة الفاسدة، طبع امدادیه ،ملتان.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الصلوٰة واجبة علی کل مسلم براکان أو فاجراً وان عمل الکبائر (ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۳۴۳/ کتاب الجهاد ،باب فی الغز ومع ائمة الجور ،سعدبکڈپو دیوبند .

..... پابندی کرنے لگیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مسلمین اور غیر مسلمین کی لاشیں مخلوط ہوجائیں ان کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے

سوال:۔ایک فیکٹری میں ہندو مسلم سب مل کر کام کرتے ہیں کسی وجہ سے فیکٹری میں آگ لگ گئی، اور ہندو مسلم مزدور آگ سے اس طرح جل گئے کہ شناخت مشکل ہے، اب تجہیز وتکفین کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ جب شناخت مشکل ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

امتیازی علامات ختنہ اور زیر ناف بالوں کا صاف وغیرہ کرنا ہے، اگر یہ علامات بھی مفقود ہوجائیں اور امتیاز کی کوئی صورت نہ ہو تو دیکھا جائے کہ اس جگہ پر کل کتنے آدمی کام کررہے تھے ،ان میں مسلمانوں کی تعداد کیا تھی، اور غیر مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی، اگر اکثریت مسلمانوں کی تھی تو سب کو غسل دیا جائے، کفن پہنا کر نماز جنازہ یکدم اس نیت سے پڑھی جائے کہ ان میں جو مسلمان ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہوں، یا مسلمانوں کی تعداد کے اعتبار سے جن نعشوں کے

---

[1] لایصلی علی باغ وقاطع طریق ولایصلی علی قاتل بالخنق غیلة ولاعلی مکابرفی المصر لیلا بالسلاح ولایصلی علی مقتول عصبیة اهانة لهم وزجرالغیر هم (مراقی مع الطحطاوی، ص۴۹۷/ فصل السلطان احق بصلاته ،طبع مصر، شامی زکریا، ج۳/ص۱۰۷/ باب صلاة الجنازة ،مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی،بدائع زکریا ،ج۲/ص۴۹/ بیان من یصلی علیه .

متعلق ظن غالب ہوجائے کہ یہ مسلمانوں کی ہونگی ان کو علیحدہ کرلیا جائے، اور تجہیز و تکفین کے بعد اس قصد و نیت سے ان پر نماز پڑھی جائے کہ ان میں جو مسلمان ہوں ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہوں، اور انہیں کے لئے دعاء واستغفار کرتا ہوں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا

سوال:۔ نماز جنازہ کے بعد یعنی سلام پھیرنے کے بعد اور جنازہ اُٹھانے سے پہلے بعض جگہ پر رواج ہے کہ تمام لوگ کھڑے ہوکر ہاتھ اُٹھا کر میت کے لئے دعا مانگتے ہیں، دعا مانگنے سے قبل جنازہ نہیں اُٹھایا جاتا، دعا نہ مانگنے والوں کو ملامت کیا جاتا ہے، کہ یہ تارک سنت ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ سنت ہے (دعاء میں سورۂ فاتحہ اخلاص وغیرہ پڑھتے ہیں) اور اگر منع کیا جائے، تو کہتے ہیں کہ تم لوگ نیک کام سے منع کرتے ہو، اور یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سنت نہ بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، ثواب کا کام ہے، اس لئے کہ شریعت اسلام کا یہ حکم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی بھی نیک کام کو ترک نہ کیا جائے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا آپؐ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ اربعہؒ، فقہائے متقدمین یا متأخرین سے یہ عمل ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت

---

[1] لو اجتمع الموتیٰ المسلمون والکفار ینظر ان کان بالمسلمین علامة یمکن الفصل بها یفصل، وعلامة المسلمین اربعة اشیاء الختان والخضاب ولبس السواد حلق العانة وان لم یکن بهم علامة ینظر ان کان المسلمون اکثر غسلوا وکفنوا ودفنوا فی مقابر المسلمین وصلی علیهم وینوی بالدعاء المسلمون الخ (بدائع زکریا، ج۲/ص ۳۱/ صلاة الجنائز، شرائط وجوب الغسل، الدرمع الرد زکریا، ج۳/ص ۹۳/ باب صلاة الجنازة، مطلب فی حدیث کل سبب ونسب الخ، الهندیه کوئٹه ج ۱/ص ۱۵۹/ الباب الحادی والعشرون، الفصل الثانی فی الغسل.

نہیں تو فی زماننا اس پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ ابتدائے اسلام میں تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو لوگ ایسے عمل کو سنت کہتے ہیں، ان سے مطالبہ کیا جائے کہ حدیث میں کس فقہ کی کتاب میں ہے، مگر آپ نے ان سے ثبوت طلب نہیں کیا، کچھ حکمت ہی ہوگی، فقہاء نے نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام میت کے لئے مستقلاً کھڑے ہو کر دعا کرنے کو منع کیا ہے، فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں اس کو منع کیا ہے، اس دعاء کا نیک کام ہونا کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین وغیرہم کو معلوم نہیں تھا، آج ہی منکشف ہوا ہے۔ ''لایقوم بالدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ'' (خلاصۃ الفتاویٰ[1]، ج ۱/ص ۲۲۵/ المدخل[2] ج۳/ص ۲۵۱/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۱/ص ۲۲۵/ الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع منه اذااجتمعت الجنائز، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

[2] المدخل، ج۳/ص ۲۵۱/ صلاۃ الجنازۃ، مطبوعه مصر.

بزازیه علی الهندیة کوئٹه، ج۴/ص ۸۰/الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، قبیل نوع آخر ذهب الی المصلیٰ الخ. تاتارخانیه کراچی، ج۲/ص ۱۸۰/ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذاالفصل فی المتفرقات، المحیط البرهانی ج۳/ص ۱۰۹/ الفصل الثانی، والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی، ڈابھیل گجرات.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان

جنازہ کو کس رفتار سے لے کر چلنا چاہئے

سوال:- جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ لیکر پوری رفتار سے چلنا چاہئے لیکن دوڑنا نہیں چاہئے جس سے جنازہ منتشر ہوجائے (جیسا کہ غیر مسلم لے جاتے ہیں) نہ اتنا آہستہ لیجائیں جیسا کہ یہاں دستور ہیکہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں جہاں کسی نے پورا قدم اٹھایا سب نے منع کرنا شروع کردیا کہ آہستہ چلو گویا کہ جنازہ کو بیمار تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو اسپتال لئے جارہے ہیں، حدیث[1] پاک میں جنازہ کو تیز لیکر چلنے کا حکم ہے یہی حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابی هريرة رضی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرعوا بالجنازة، (الحديث) مشكوة شريف ص: ۱۴۴، باب المشی بالجنازة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] ويسرع بالميت وقت المشی بلا خبب وحده ان يسرع به بحيث لا يضطرب الميت علی الجنازة الخ، عالمگيری ص: ۱۶۲، ج: ۱، الفصل الرابع فی حمل الجنازة، مطبوعه كوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص: ۴۹۸، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر. شامی كراچی ص: ۲۳۱، ج: ۲، باب صلاة الجنازة مطلب فی حمل الميت.

جنازہ کتنے قدم لے کر چلے

سوال:- جنازہ لیجاتے وقت یہاں پر ایک عمل ہے کہ چار پائی کو چار آدمی پکڑے ہوئے لیجاتے ہیں اور دس دس قدم کے بعد گردن بدلتے ہیں آخر ایک جگہ کے بعد جب پہلا آدمی پہلی جگہ پر آجاتا ہے یعنی چالیس قدم ہوجائے تب قبرستان لیجاتے ہیں، اسکی کیا اصل ہے؟

یہاں اس کا کافی زور چل رہا ہے اور بعض لوگ اتنا تشدد کرتے ہیں کہ اس کے خلاف کرنے والوں سے جھگڑا کرتے ہیں، اس لئے آپ کے فتویٰ کی سخت ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ کو چار آدمی اٹھائیں اور ہر اٹھانے والا چالیس قدم لے کر چلے باقی دس دس قدم پر منزل کرنا شرعی حکم نہیں ہے، رسم محدث ہے، اس کی اصلاح کی جائے: **ویسن لحملها اربعة رجال وینبغی لکل وَاحد حملها اربعین خطوة اھ. مراقی الفلاح**[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۲ھ

میت کو کندھا دینا چالیس قدم

سوال:- یہ دستور بھی ہے کہ مردے کو قبر میں لے جاتے وقت قدم شمار کئے جاتے ہیں،

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۴۹۷، طبع بمصر، فصل فی حملها ودفنها. شامی زکریا ص:۱۳۵، ج:۳، مطلب فی حمل المیت. زیلعی ص:۲۴۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان، وسکب الانهر علی مجمع الانهر ص:۲۷۴، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

یعنی گھر سے قبر تک چالیس قدم گنے جاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت کو چالیس قدم کندھا دینا بعض روایات میں منقول ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا

سوال:- جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازے کے ساتھ ننگے سر نہیں جانا چاہئے کہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن انسؓ بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حمل جوانب السریر الاربع کفر اللّٰہ عنہ اربعین کبیرۃ .رواہ الحدیث ،الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد، ج۳/ص۱۲۶/ باب حمل السریر رقم الحدیث ۴۱۹/ مطبوعہ دارالفکر بیروت، کنزالعمال ج۱۵/ ص۵۹۳-۵۹۸/ رقم الحدیث:۴۲۳۸/۶۶/۶۵/۴۲۳/ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت.

[2] من تشبہ بقوم فھو منھم ای من شبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ او بالفساق او الفجار فھو منھم ای فی الإثم قال الطیبی ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار. مرقات ص: ۴۳۱، ج:۴، کتاب اللباس، مطبوعہ بمبئی.

جنازہ کا ہلکا بھاری ہونا

سوال:- بعض جنازہ جب اٹھاتے ہیں تو ہلکا ہوتا ہے کچھ دور چلنے کے بعد کافی بھاری ہوجاتا ہے اور بعض جنازہ بالکل ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اس میں کوئی وجہ ہو تو جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض جنازہ میں ملائکہ شرکت فرماتے ہیں[1] اور اسکو اٹھاتے ہیں[2]، اتنا تو حدیث شریف میں ہے ممکن ہے اسمیں غور کرنے سے آپکا مسئلہ بھی کچھ حل ہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۱۴۰۱ھ

جنازہ اٹھانے سے گناہوں کی معافی

سوال:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، کتب فقہ میں اس کی صورت لکھی ہے، اب اگر جتنے آدمی جنازہ کے اندر گئے ہیں سب یکے بعد دیگرے جنازہ لے کر چالیس قدم چلے، اب ہر ایک

---

[1] فی حدیث ثوبانؓ مرفوعاً الاتستحیون ان ملائکة اللّٰہ علی اقدامھم وانتم علی ظھور الدواب الحدیث حدیث ثوبان یدل علی ان الملائکة تحضر الجنازة والظاھر ان ذالک عام مع المسلمین بالرحمة ومع الکفار باللعنة. مرقاة ص:۲۶۴، ج:۲، مطبع اصح المطالع بمبئی، باب المشی مع الجنازة، الفصل الثانی.

[2] لما مات سعد بن معاذ وکان رجلاً جسیماً جزلاً الی ماقال لم نری کالیوم رجلاً اخف الی قوله فذکر ذلک للنبیؐ فقال والذی نفسی بیده کانت الملئکة تحمل سریره الخ، طبقات لابن سعد ص:۴۳۰، ج:۳، مناقب سعد بن معاذ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

آدمی کے چالیس چالیس گناہ معاف ہوں گے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ویستحب ان یحملها من کل جانب عشر خطوات لما روی عنه علیه الصلوٰة والسلام انه قال من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبیرة رواه ابوبکر النجار اهـ کبیری[1] ص: ۵۴۸. اس عبارت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ ۴۰ رقدم جنازہ اٹھا کر چلے گا اس کے ۴۰ رگناہ معاف ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنازہ لے جاتے وقت رخ کدھر ہو؟

سوال:- میت کو غسل دے کر گورستان کی طرف جو مشرق کی جانب ہے اٹھا کر جب جنازہ لے جاتے ہیں تو پاؤں میت کے کس طرف کریں؟ اگر خلافِ معتاد آگے کو کریں تو رُخ میت کا قبلہ کے مخالف جانب ہوگا، اگر سر آگے حسبِ معتاد کریں تو رُخ میت کا قبلہ کو ہوگا، میت کو کس طرح لے جانا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معتاد صورت بلاتردد جائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر العلوم سہارن پور

---

[1] کبیری ص: ۵۹۲، ج: ۵، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان. فصل فی الجنائز. شامی زکریا ص: ۱۳۵، ج: ۳، مطلب فی حمل المیت، زیلعی ص: ۲۴۵، ج: ۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص: ۲۴۷، ج: ۱، فصل فی الصلاة علی المیت. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] وفی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس. عالمگیری، ص: ۱۶۲، ج: ۱، الفصل الرابع فی حمل الجنازة، طبع بمصر. حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص: ۲۴۴، ج: ۱، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتار خانیه ص: ۱۵۱، ج: ۱، فی حمل الجنازة، مطبوعه کراچی.

عورت کی میت کو گھر سے کس رُخ سے نکالیں؟

سوال:- کسی عورت کی میت کو گھر سے پیروں کی جانب سے نکالیں یا سر کی جانب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سر کی جانب سے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۵ھ

میت کو قبرستان لے جاتے وقت پیر آگے کی طرف کرنا

سوال:- اگر کسی مقام پر قبرستان آبادی سے بطرف قبلہ ہو، تو میت کو لے جاتے وقت پیر آگے کی طرف رکھنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر آگے کی طرف کرنا خلافِ سنت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنازہ کے ساتھ زور سے کلمہ شریف پڑھتے چلنا

سوال:- جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ شریف یا قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] فی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس. عالمگیری ص: ۱۶۲، ج: ۱، الفصل الرابع فی حمل الجنازة، طبع بمصر.

[2] وفی حالة المشی بالجنازة یقدم الراس (عالمگیری، ص: ۱۶۲، ج: ۱، الفصل الرابع فی حمل الجنازة) طبع بمصر، تاتارخانیه کراچی ص ۱۵۱/۱، فصل فی حمل الجنازة، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۲۴۴/۱، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان،

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے۔ فتاویٰ[1] عالمگیری، ص:۱۰۴، ج:۱۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنازہ کے ساتھ رفعِ صوت بالذکر

سوال:- ہر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ چلنے والوں کو رفعِ صوت بالذکر مکروہ ہے، اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی نے ملتقیٰ سے روایت نقل کی ہے **عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والتذکیر اھ** درالمختار[2] ص:۲۵۵، ج:۵، اس تصریح کے بعد کسی علت کے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/ ۸۹ھ

---

[1] وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن. عالمگیری کوئٹہ ص:۱۶۲، ج:۱، الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ، الدرالمختار علی الشامی ج:۱، ص:۵۹۸. باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی حمل الجنازۃ، مطبوعہ نعمانیہ، سکب الانھر علی مجمع الانھر ص۲۴۷/۱، فصل فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[2] شامی زکریا ص:۵۷۰، ج:۹، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع. حلبی کبیری ص:۵۹۴، فصل فی الجنائز، مطبوعہ لاھور، ملتقی الابحر ص:۲۱۹، ج:۲، کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. بدائع الصنائع زکریا ص:۴۶، ج:۲، باب صلاۃ الجنازۃ.

جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا

سوال:- نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد جب جنازہ قبرستان جاتا ہے اس وقت بازار میں لوگ ملتے ہیں، بعض دوکاندار کام میں لگے ہوتے ہیں وہ نعش کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں کچھ دور تک جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں پھر واپس ہوجاتے ہیں یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ گنہگار قرار پائے یا نہیں؟ اپنی ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر واپس ہوسکتا یا نہیں؟ یا قبرستان تک جانا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم میت کو غسل کفن دینا، جنازہ کی نماز پڑھنا، اس کو قبرستان پہنچانا، دفن کرنا یہ سب چیزیں میت کے حقوق ہیں، جو مسلمانوں پر لازم ہیں، مگر ان کا لزوم ایسا نہیں جیسا فرض نمازوں کا لزوم ہے، کہ ہر شخص پر فرضِ عین ہے، بلکہ جو لوگ میت کے گھر والے ہیں، انپر لزوم ہے پھر پڑوس والوں پر ہے، پھر دیگر اہلِ محلّہ اور اہلِ بستی پر ہے، پھر اور سب پر ہے جہاں تک علم وقدرت ہو، اگر گھر والوں نے ان سب چیزوں کو پورا کردیا تو سب کے ذمہ سے لزوم ساقط ہوجائے گا اگر اہلِ محلّہ اور اہلِ بستی نے پورا کردیا تو گھر والوں سے ساقط ہوجائے گا، اگر کسی نے نہیں کیا تو سب گنہگار ہوں گے[1]۔ تاہم محض گھر والوں کے کرنے پر دوسرے لوگ بھروسہ اور کفایت نہ کریں، بلکہ ان کی ہمدردی اور اعانت حسبِ وسعت لازم ہے، اگر جنازہ لے جایا جارہا ہو اور کوئی شخص اپنے کام میں مشغول ہو اسکو مناسب ہے، کہ کام چھوڑ کر جنازہ کے اہتمام

---

[1] والصلاة علیه ای المیت فرض کفایة کدفنه وغسله وتجهیزه فانهافرض کفایة، الدرالمختار علی الشامی کراچی. ص:۲۰۷، ج:۲، مطبوعه زکریا، ص:۱۰۲، ج:۳، باب صلا ة الجنازة، مطلب فی حمل الجنازة. حلبی کبیری ص:۵۸۳، الرابع فی الصلاة، فصل فی الجنائز، مطبوعه لاهور، سکب الانهر ص:۲۶۸، ج:۱، فصل فی الصلاة علیه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

کیلئے کھڑا ہو جائے اور قبرستان تک جائے دفن وغیرہ میں شرکت کرے، لیکن اگر کام ضروری ہے، جس کو پھر نہیں کرسکتا تو نمازِ جنازہ پڑھ کر جنازہ کے ولی سے اجازت لے کر واپس آجائے، اگر نماز کیلئے جانے کو بھی وقت میں گنجائش نہیں مشغولی زیادہ ہے، تب بھی یہ ترکِ فرض کا مجرم نہیں، البتہ یہ طریقہ بنالینا مکروہ ہے، کہ جنازہ کے ساتھ چل کر اس کی نماز پڑھ کر واپس چلا آئے اور دفن کیلئے قبرستان نہ جائے، اگر ایسی ضرورت پیش آئے تو جنازہ کے ولی سے معذرت کر کے چلا آئے تو مصائقہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹۰ھ

میت کو تابوت میں رکھنا

سوال:- قبر میں پانی آجانے یا مٹی کے خراب ہونے کی وجہ سے تختے کسی طرح نہیں رُکتے، ایسی حالت میں اندر کی دیوار پختہ اینٹ سے بنائی جاسکتی ہے، یا نہیں یا اس دیوار پر سمنٹ لگا کر مضبوط کرسکتا ہے، یا نہیں اگر ایسا نہیں کرسکتا تو پھر کیا شکل کرے؟

---

[1] ولا ينبغي ان يرجع من جنازة حتى يصلى عليها وبعد ما صلى لا يرجع الا باذن الاولياء الخ. كبيرى ص:۵۹۳، فصل فى الجنائز، الخامس فى الحمل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور. شامى كراچى ص:۲۲۲، ج:۲، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم اولى الامر واجب، زيلعى ص:۲۴۴، ج:۱، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امداديه ملتان.

تنبیہ:- محض جنازہ کے احترام اور تعظیم میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

ولا يقوم لها من راٰها الخ، سكب الانهر ص:۲۷۴، ج:۱، فصل فى الصلاة عليه، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. تاتار خانيه ص:۱۵۲، ج:۲، حمل الجنازة، مطبوعه كراچى ص:۲۴۴، ج:۱، مطبوعه امدايه ملتان، حلبى كبيرى ص:۵۹۳، باب الجنائز، مطبوعه لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

لکڑی کا صندوق بنوا کر اس میں میت کو رکھ کر قبر میں رکھ دیا جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کو تابوت میں دفن کرنا

سوال:- یہاں انگلستان میں حکومت کا قانون ہے کہ میت کو صندوق میں بند کر کے دفن کیا جائے، تو کیا ہم مسلمانوں کیلئے بھی ایسا کرنا جائز ہوگا اور اگر حکومت کی اجازت نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبر کی زمین نرم یا تر ہو تو صندوق میں میت کو رکھ کر دفن کرنا درست ہے بلاضرورت مکروہ ہے: **ولا بأسَ باتخاذ تابوتٍ عندَ الحاجة کرخاوة الارض ای یُرَخّصُ ذٰلک عند الحاجة والا کرہ. اھ درمختار وشامی**[2] **ص: ۵۹۹، ج: ۱، قانون کی مجبوری**

---

[1] لابأس باتخاذ تابوت له عند الحاجة کرخاوة الارض ای یرخص ذالک عند الحاجة والاکره. درمختار مع الشامی نعمانیه ص: ۵۹۹، ج: ۱، مطبوعه زکریا ص: ۱۴۰، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. زیلعی ص: ۲۴۵، ج: ۱، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص: ۲۷۵، ج: ۱، فصل فی الصلاة علیه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۱۴۹، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة. تاتار خانیه ص: ۱۶۹، ج: ۲، فصل فی القبر والدفن، مطبوعه کراچی.

معذوری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کے جنازہ کو نامحرم اٹھا سکتا ہے؟

سوال:-عورت کے جنازہ کو غیر محرم چھو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھو سکتا ہے[2]: **لان یدہ لا تصل الیٰ بدنها فلا مانع بأخذ السریر.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کو قبر میں اُتارتے وقت لانگ باندھنا

سوال:-میت کو قبر میں اُتارتے وقت لانگ باندھنا ضروری سمجھتے ہیں، زنانی میت کے لئے اس کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، تہبند باندھے ہوئے میت کو قبر میں اتارنے کو بے پردہ سمجھ کر ناجائز سمجھتے ہیں موافق شرع شریف خلاصہ تحریر فرمایا جائے۔

---

[1] **لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالو او کیف یذل نفسه قال ﷺ یتعرض من البلاء لمالا یطیق الحدیث. ترمذی شریف ص: ۵۰، ج: ۲، ابواب الفتن، مطبوعه رشیدیه دهلی.**

[2] اجنبیہ کے بدن کو ہاتھ لگانا حرام ہے، اور اجنبیہ میت کو اٹھانے میں ہاتھ چارپائی پر لگتا ہے نہ کہ بدن پر اس لئے بلاشبہ اجنبیہ عورت کی چارپائی اٹھانا درست ہے۔ **وما حل نظره حل لمسه الا من اجنبیة فلا یحل مس وجهها وکفها الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۵۲۸، ج: ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، مجمع الانهر س: ۲۰۲، ج: ۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. فتاوی دارالعلوم ص: ۲۸۲، ج: ۵، جنازہ اٹھانے کا بیان۔**

الجواب حامداً ومصلیاً

ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ چھپانا ضروری ہے، اس کو کسی کے سامنے کھولنا منع ہے[1]۔ جو کپڑا اتنا حصہ (ناف سے گھٹنوں تک) چھپالے اسکو باندھ کر میت کو قبر میں رکھنا بالکل درست ہے، لانگ باندھنے میں کچھ حصہ گھٹنوں یا ران کا کھل ہی جاتا ہے، اسلئے خیالِ مذکور کی اصلاح کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

لنگی پہن کر میت کو قبر میں اُتارنا

سوال:- اپنے رواج کے مطابق زید لنگی پہن کر میت قبر میں اُتارتا ہے، اور اس کو مباح جانتا ہے، وجہ مباح جاننے کی یہ پیش کرتا ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر لنگی پہنتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کو اپناتے تھے، پس اصحابِ نبی لنگی کا استعمال کرتے اور قبر میں اترتے تھے، ایسی صورت میں لنگی پہن کر قبر میں اترنا کیسا ہے؟ نیز یہ عقیدۂ تسنن صحیح ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اپنے اس عمل اور مأخذ کی وجہ سے مستحق اعتراض نہیں اور نیت صحیح ہونے کی وجہ سے

---

[1] واعلم ان ستر العورة خارج الصلاة بحضرة الناس واجب اجماعا الى قوله وهى من تحت سرته الى تحت ركبتيه الخ، البحر الرائق كوئٹه ص:۲۶۸، ج:۱، باب شروط الصلاة، شامى كراچى ص:۴۰۴، ج:۱، كتاب الصلاة مطلب فى ستر العورة، ومجمع الانهر ص:۲۰۰، ج:۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دار الكتب العمية بيروت.

مستحق اجر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۹۵ھ

جنازۂ عورت کیلئے دفن کے وقت پردہ

سوال:-عورت کی قبر پر پردہ کرنا رات اور دن کو کسی وقت شرعاً کیسا ہے اور کیوں کیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ کے ساتھ نامحرم بھی ہوتے ہیں اسلئے پردہ کیا جاتا ہے تاکہ قبر میں رکھتے وقت بدن کے جثہ کو نامحرم نہ دیکھیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۸/صفر ۵۶ھ

---

[1] وسنة نبينا احق ان تتبع الى ماقال وهى ان هديه فى اللباس ما تيسر من اللباس من الصوف تارة والقطن تارةً ولبس البرود اليمانية الى قوله والا زاروالراداء الخ، زادالمعاد ص:۳۸-۱۳۷، ج:۱، فصل فى ملابسه الخ، مطبوعه بيروت، مرقات ص:۴۱۷، ج:۴، كتاب اللباس، مطبوعه بمبئى. شمائل نبوى اردو ص:۲۷۳، ج:۱، ازاراورتہبند،خصائل نبوی ص:۱۲۰، حضور ﷺ کی لنگی کا ذکر۔

[2] ويسجى قبر المرأة (ملتقى الابحر) لان مبنى حالهن على الاستتار مجمع الانهر. ج:۱، ص:۲۷۵، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. باب صلاة الجنائز. حلبى كبيرى ص:۵۹۷، الفصل السادس فى الدفن واللحد، مطبوعه لاهور، شامى زكريا ص:۱۴۲، ج:۳، مطلب فى دفن الميت، باب صلاة الجنازة.

عورت کو دفن کرتے وقت پردہ

سوال:- اگر عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارتے وقت کیا پردہ ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں: **کما یشعر بہ التعلیل بان مبنی حالھن علی الاستتار اھ مجمع[1] الانھر ص:۱۸۶، وھو حاصل بالتابوت.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کی میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ

سوال:- ہمارے یہاں دستور ہے، کہ جب کسی عورت کو دفن کیا جاتا ہے، تو قبر کے چاروں طرف پردۂ رسمی کرلیا جاتا ہے (چادر وغیرہ کے ذریعہ) حالاں کہ لوگ پھر بھی میت کو دیکھ لیتے ہیں، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس پردۂ مروجہ کا ثبوت ہے، یا نہیں جب کہ میت کفن میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو چارپائی سے اٹھا کر لحد میں رکھتے وقت بعض مرتبہ ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے یا بے احتیاطی کی بناء پر کفن کھل جاتا ہے یا میت کے جسم کی ہیئت ظاہر ہونے لگتی ہے، اس وجہ سے چادر چاروں طرف سے تان لی جاتی ہے، تاکہ اجنبی کی نظر اس پر نہ پڑے یہ مسئلہ طحطاوی

---

[1] مجمع الانھر ص:۲۷۵، ج:۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت. باب صلاۃ الجنائز.

علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمودؒ غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۱۴۰۰ھ

میت کو اس کا شوہر قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں

سوال: -شوہر کی حیات میں اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو مرحومہ حلقۂ شوہریت سے نکل جاتی ہے، یا نہیں اور مرد کا بحیثیت نامحرم ہونا درست ہے، یا نہیں نیز حقیقی محرم جیسے باپ، بھائی، چچا، بیٹا وغیرہ کی موجودگی میں شوہر مذکور مرحومہ کو قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انتقال سے نکاح ختم ہو جاتا ہے[2]، ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ البتہ دیکھنا درست ہے[3]۔ جب محرم باپ بھائی وغیرہ موجود ہوں تو وہ مقدم ہیں وہی قبر میں اتاریں شوہر کو بھی اتارنا اور جنازہ کو

---

[1] ویستحب ان یسجی ای یستر قبرها ای المرأة سترا لها الی ان یسوی علیها اللحد مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص: ۵۰۴، فصل فی حملها ودفنها. مطبوعه بمصر. عالمگیری کوئٹه ص: ۱۶۶، ج: ۱، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ، عنایه علی فتح القدیر ج: ۲، ص: ۱۳۹، فصل فی الدفن مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وبالموت ینتهی النکاح نهایته هدایه ص: ۳۲۴، ج: ۲، باب المهر. شامی کراچی ص: ۱۹۹، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کل سبب ونسب منقطع الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص: ۴۷۱، باب صلاة الجنازة. فتح القدیر ص: ۱۱۱، ج: ۲، فصل فی الغسل، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح، شامی نعمانیه ص: ۵۷۵، ج: ۱. مطبوعه زکریا ص؛ ۹۰، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی حدیث کل سبب ونسب الخ. سکب الانهر ص: ۲۶۶، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۴۷۱، باب صلاة الجنازة.

ہاتھ لگانا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کی قبر میں کون اُترے

سوال:۔عورت کی قبر میں غیر محرم مرد دفنانے اُتر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بہتر یہ ہے کہ محرم قبر میں میت کو رکھنے کے لئے اترے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رکھتے وقت کفن کا کچھ حصہ کھل جاتا ہے، اور میت کے جسم پر ہاتھ لگ جاتا ہے، اگر محرم نہ ہو تو پھر دوسرے اہل دیانیت وتقویٰ اس کو قبر میں رکھیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

میت کو لحد میں رکھ کر پھر بانس وغیرہ رکھ کر مٹی ڈالی جائے

سوال:۔قبر میں نعش رکھ کر کبھی پوری مٹی بدن پر ڈال دیتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

---

[1] وذوالرحم المحرم اولی بادخال المرأة من غیرهم الخ. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۶، ج:۱ الفصل السادس فی القبر الخ. حلبی کبیری ص:۵۹۷، الفصل السادس فی دفنه، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی ص:۵۰۲، باب صلاة الجنازة مطبوعه مصری.

[2] وذوالرحم المحرم اولی بادخال المرأة ثم ذوالرحم غیرالمحرم ثم الصالح من مشائخ جیرانهم ثم الشاق الصلحاء الخ مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۵۰۲/ فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، وفی البحر، فان لم یکن فلابأس للاجانب وضعها الخ، البحرالرائق کراچی، ج۲/ص۱۹۳/فصل السلطان أحق بصلاته، تاتار خانیه، ج۲/ص۲۱/ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل فی القبر والدفن، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

بانس وغیرہ دینا یعنی فاصلہ کرنا واجب ہے یا مستحب؟ بچوں میں عموماً ایسا ہی کیا جاتا ہے کہ کچھ فاصلہ دیئے بغیر پوری مٹی انڈیل دی جاتی ہے اور کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا ہے، اس کی ابتداء ومنها خلقنا کم الخ پڑھ کر لوگ کسی ٹوکری میں رکھ کر سر کی جانب سے رکھتے ہوئے پیر تک ختم کرتے ہیں پھر تختہ اوپر رکھتے ہیں یا بغیر پاٹے مٹی انڈیل دیتے ہیں شرعی طریقہ کیا ہے آیت مذکورہ یاد ہونے پر ضرور کوئی بھی دعاء پڑھ کر مٹی دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر تختہ رکھے میت کے اوپر مٹی ڈال دینے کی اجازت نہیں بچہ ہو یا بڑا سب کیلئے یہی حکم ہے لحد بنائیں پھر اسکو کچی اینٹ وغیرہ سے بند کریں یا شق بنا کر تختہ یا بانس رکھیں، تب مٹی ڈالیں[1]۔ آیت: ''منها خلقنکم'' کا پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کو قبر میں رکھنے کی صورت

سوال:- مندرجہ ذیل مسائل میں علماء کی کیا رائے ہے؟ مع دلائل بیان فرمائیں۔

الف: اذا احتضر الرجل وجّه الی القبلة علٰی شقه الایمن اعتبارًا بحال الوضع فی القبر لانه اشرفُ علیه والمختار فی بلادنا الاستلقاء لانه ایسر لخروج الروح والاوّل هو السنة کذا فی الهدایة.

---

[1] ویبنی جانباه باللبن اوغیره ویوضع المیت ویسقف. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۶، ج:۱، الفصل السادس فی القبر. حلبی کبیری ص:۵۹۸، الفصل السادس فی دفنه، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی مع المراقی مصری ص:۵۰۳، باب الجنائز.

[2] ویستحب ای یحثی ثلاحثیات ..... ویقول فی الاولی منها خلقناکم الخ، طحطاوی علی المراقی مصری ص:۵۰۴، باب صلاة الجنازة، شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، فی دفن المیت. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۶، ج:۱، الفصل السادس فی القبر.

ب: یُوجّہ المحتضر الی القبلة علٰی یمینه وهو السنة وجاز الاستلقاء علٰی ظهره وقد ماه الیها وهو المعتاد فی زماننا لکن یُرفع رأسه قلیلاًلیتوجَّه الی القبلة کذا فی الدر المختار باب صلوٰة الجنائز. باب ایضاً.

(۱) عبارت مذکورہ بالا میں معنی اور مطلب کی رُو سے کوئی فرق وتدافع ہے، یا نہیں آیا ہر دو عبارت کا مطلب ایک ہی ہے، یا کچھ فرق ہے، اگر فرق ہوتو اس کی توضیح کر کے بیان فرمائیں۔

(۲) عبارتِ درمختار **ینبغی کونه علٰی شقه الایمن** میں **لفظ ینبغی** سے کیا ثابت ہوتا ہے، وجوب یا سنت یا ندب اور جو کچھ بھی ثابت ہو وہ متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ۔ اور اس کے خلاف عمل کرنے سے کیا وعید لازم آئے گی اور **وضع علی شقه الایمن** کی کیا صورت ہے آیا شق ایمن زمین کے متصل ہو اور شق ایسر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہو مثل دیوار کے، کیسی صورت ہونی چاہئے؟

(۳) جب مردہ کو **علٰی شقه الایمن** رکھنا سنت ہے، تو ہندوستان وغیرہ کے بعض بلاد میں زمین نرم ہونے کی وجہ سے یا جواز کی بنا پر میدانی قبر کھودی جاتی ہے۔ اور اس کے درمیان میں میت کو رکھنے کیلئے ہاتھ بھر یا اس سے چوڑا گڈھا اس کیلئے کھودا جاتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے، جب چھوٹی سی نالی کھود کر سنت کی بنا پر کروٹ پر مردہ کو رکھ سکتے ہیں، تو کیوں یہ چوڑا گڈھا کھود کر تکلیف اٹھائی اور سنت چھوڑ کر جہل کی طرف چلے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) کوئی تدافع نہیں ہے علامہ شامی نے درمختار کی تائید میں ہدایہ کی عبارت پیش کی ہے[۱]۔

(۲) سنت ہے: **وذکر فی المحیط الاضطجاع للمریض انواع احدها فی حالة الصَّلوٰة وهو ان یستلقی علٰی قفاه والثانی اذا قرب من الموت ان یضطجع**

---

[۱] وجاز الاستلقاء اختاره مشائخنا بما وراء النهر لانه ایسر لخروج الروح الخ. شامی زکریا ص:۷۸، ج:۳، اول صلاة الجنازة طحطاوی مع المراقی مصری ص: ۴۵۹، باب احکام الجنائز.

علی الایمن واختیر الاستلقاء والثالث فی حالة الصّلوٰة علی المیت تضجع علیٰ قفاه معترضًا للقبلة والرابع فی اللحد یضطجع علیٰ شقه الایمن ووجّه الی القبلة هٰکذا توارث السنّة. اهـ البحر الرائق[۲] اور اس میں کسی کا اختلاف نظر سے نہیں گذرا۔

بلا عذر قصداً خلافِ سنت کرنا موجب حرمانِ شفاعت و باعث عتاب[۱] ہے۔

وضع علیٰ شقہ الایمن کی صورت یہ ہے کہ شق ایمن زمین سے متصل رہے اور شق ایسر آسمان کی طرف مائل بمشرق رہے اور میت کو مشرقی حصہ لحد سے سہارا دیدیا جائے اور چہرہ قبلہ کی جانب ہوجائے: **ویوضع فی القبر علیٰ شقه الایمن مستقبل القبلة کذا فی الخلاصه اهـ عالمگیری.[۲] هٰکذا فی الخانیه وغیره من کتب الفقه.**

(۳) جسم سے جو کچھ زائد عرض میں قبر کھودی جاتی ہے اور بالکل جسم کے مساوی نہیں کھودی جاتی وہ اس وجہ سے کہ میت کو اس میں رکھنے میں سہولت رہے، کیونکہ دو تین آدمی قبر میں اوّلاً اترتے ہیں ان کے کھڑے ہونے کیلئے بھی جگہ کی ضرورت ہے، اگر وہ جگہ زائد نہ رکھی جائے تو بجز اسکے کہ میت کو اوپر ہی سے چھوڑ دیا جائے، بلکہ اس نالی میں ٹھونس دیا جائے کوئی

---

[۲] البحر الرائق کوئٹه ص: ۱۷۰، ج: ۲، باب صلاة الجنائز، محیط برهانی ص: ۳۱، ج: ۳، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، صلاة المریض.

ترجمہ:- محیط میں ذکر کیا گیا ہے، کہ مریض کے لیٹنے کی کئی قسمیں ہیں (۱) ایک نماز کی حالت میں وہ یہ ہے کہ گدی کے بل چت لیٹے، (۲) دوسرے جب وہ موت کے قریب ہو اس وقت دائیں کروٹ پر لیٹے اور چت لیٹنا بھی پسند کیا گیا ہے، (۳) تیسرے نمازِ جنازہ کی حالت میں گدی کے بل چت لٹایا جائے قبلہ کے شمال جنوب (کہ سر شمال کی جانب پیر جنوب کی جانب ہو) (۴) چوتھے لحد میں کہ دائیں کروٹ پر لٹایا جائے اور چہرہ قبلہ کی جانب کردیا جائے سنت متوارثہ یہی ہے۔۱۲

[۱] شامی کراچی ص: ۱۰۴، ج: ۱، کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها، طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۵۱، فصل فی سنن الوضوء.

[۲] عالمگیری کوئٹه ص: ۱۶۶، ج: ۱، الفصل السادس فی القبر. خانیه علی الهندیه ص: ۱۹۴، ج: ۱، طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۵۰۲، فی احکام الجنائز.

صورت نہ ہوگی، اور ظاہر ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے سے قبل بحالتِ استلقاء ہوتی ہے، اسلئے قبر میں داخل کرنے سے پہلے ہی اس کی شق ایسر کو آسمان کی طرف کر دینا اور شق ایمن کو عرض کی جانب کرنا ہاتھ میں لئے ہوئے مشکل ہے، پھر اوپر سے چھوڑنے اور ٹھونسنے میں احترام باقی نہیں رہتا، بلکہ بے حُرمتی ہوتی ہے، اسلئے کچھ زائد قبر چوڑی بنائی جاتی ہے تاکہ اتارنے اور رکھنے میں سہولت رہے بخلاف لحد کے زائد کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ جس وقت جانب قبلہ لحد میں داخل کیا جاتا ہے، اسوقت ہی خود بخود اسکی ہیئت مسنونہ ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۶۰ھ

جوابات صحیح ہیں حدیث[1] میں اوسعوا واعمقوا بھی آیا ہے، اسلئے چھوٹی سی نالی کھودنا خلافِ سنت متوارثہ اور حدیث اوسعوا کے خلاف ہوگی۔ سعید احمد غفرلہٗ ۱۲/محرم ۶۰ھ

میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ

سوال: - میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شمال کی طرف سر، جنوب کی طرف پیر، داہنی کروٹ قبلہ کی طرف چہرہ ہو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹۰ھ

میت کو مٹی دیتے وقت کی دعاء

سوال: - مٹی دیتے وقت کوئی مسنون دعاء ہو تو تحریر فرما دیجئے؟

---

[1] مشکوۃ شریف ص: ۱۴۸، باب دفن المیت. الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] یوجہ الیھا وجوباً وینبغی کونہ علی شقہ الایمن، شامی نعمانیہ ص ۱/۶۰۰، مطبوعہ زکریا ص ۳/۱۴۱، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۱۶۶، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۰۲، فی احکام الجنائز.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

''مِنۡهَا خَلَقۡنَا كُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى''[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر میں لحد کی جہت

سوال:- قبروں میں جو عموماً لحد قبلہ کے اقرب جانب کھودی جاتی ہے بضرورت یا بلا ضرورت ابعد جانب کھودنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحب یہ ہے کہ لحد جانب قبلہ میں ہو وصفته ان يحفر القبر ثم يحفر فی جانب القبلة منه حفيرة فيوضع فيه الميت. شامی[2]، ص:۹۳۳، ج:۱، لیکن اگر میت کو جانب قبلہ کے خلاف میں (غفلت یا کسی عذر سے) رکھ دیا اور مٹی ڈال دی گئی تو پھر قبر کھود کر اصلاح کی ضرورت نہیں: ولو وضع الميت لغير القبلة اوعلىٰ شقه الايسر اوجعل رأسه موضع

---

[1] ويستحب لمن شهد دفن الميت أن يحثى فی قبره ثلاث حثيات بيديه جميعا من قبل رأسه ويقول فی الاولى "منها خلقناكم وفی الثانية وفيها نعيدكم وفی الثالثة ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ" طحطاوی ،ص۵۰۴/ فصل فی حملها ودفنها .مطبوعه مصری، عالمگیری ج۱/ ص۱۶۶/ الباب الحادی والعشر الفصل السادس فی الدفن الخ ، مطبوعه کوئٹه شامی زکریا ،ج۳/ص۱۴۳/ مطلب فی دفن الميت.

[2] شامی کراچی ص:۲۳۴، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۳۹، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن الميت. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۵، ج:۱، الفصل السادس فی القبر الخ، تاتارخانیه ص:۱۶۷، ج:۲، مطبوعه کراچی ،طحطاوی مصری ص:۵۰۱، باب احکام الجنائز.

رجليه واهيل عليه التراب لم ينبش. عالمگیری[1] ص:۱۶۷/۱، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۳۳ھ

صحیح عبداللطیف ۱۸/ذی قعدہ ۵۳ھ

قبر میں کفن کے تینوں بند کھول دے اور کروٹ قبلہ کی طرف دیدے

سوال:- جنازہ قبر میں رکھنے کے بعد بند تینوں کھول دیئے جائیں نیز میت کا چہرہ بطرف قبلہ کر دینا بس ہے، یا تمام جسم کی کروٹ دلا دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تینوں بند کھول دئے جائیں۔ اور تمام جسم قبلہ کی طرف کروٹ دیدیا جائے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر میں میت کا سر کدھر ہو اور پاؤں کدھر

سوال:۔ میت کو کس طرح لٹایا جائے، اور پاؤں کی سمت کونسی ہوں؟

---

[1] علمگیری کوئٹہ ص:۱۶۷، ج:۱، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ. شامی کراچی ص:۲۳۶، ج:۲، مطلب فی دفن المیت. طحطاوی مصری ص:۵۰۲، احکام الجنائز.

[2] ويوجه اليها وجوبًا وينبغي كونه على شقه الايمن وتحل العقدة للاستغناء. درمختار مع الشامی ص:۶۰۰، ج:۱، مطبوعه نعمانیه. مطبوعه زکریا ص:۱۴۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۶، ج:۱، الفصل السادس فی القبر. زیلعی ص:۲۴۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطبوعه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قبر میں میت کو اس طرح لٹایا جائے کہ سر شمال کی طرف ہو اور پیر جنوب کی طرف[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر میں میت کو کروٹ دینا

سوال:-قبر میں مردہ کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، یا اس کو قدرے داہنی کروٹ پر کر دیا جائے کہ پورا رُخ قبلہ کی طرف ہو جائے، کونسی صورت بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو کروٹ دے کر قبلہ رخ کیا جائے صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھرانے پر کفایت نہ کی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویوضع فی القبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة کذافی الخلاصه،عالمگیری ج ۱/ ص ۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون،الفصل السادس،فی القبر والدفن الخ ، مطبوعه کوئٹه، المحیط ج۳/ص ۹۰/ الفصل الثانی والثلاثون، الجنائز نوع آخر من هذا الفصل فی القبر والدفن، مطبوعه تاتارخانیه ج۲/ص۱۶۷/ الجنائز فی القبر والدفن، مطبوعه کراچی.

[2] ویوجه الیها وجوباً وینبغی کونه علی شقه الایمن. درمختار مع الشامی نعمانیه ص:۶۰۰،ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۴۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. البحر الرائق ص:۱۹۳، ج:۲، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص:۲۴۵، ج:۱، مطبوعه امدادیه ملتان. باب صلاة الجنازة.

بغلی قبر کھودنا افضل ہے، یا درمیانی؟

سوال:۔بغلی قبر کھودنا اچھا ہے، یا درمیانی؟ ہم لوگ اکثر درمیانی قبر کھودتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغلی قبر بنانا افضل ہے، درمیانی بنانا بھی جائز ہے، کذا فی درالمختار[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۳ھ

قبر کی شکلیں

سوال:۔قبر کھودنے کی کتنی شکلیں ہیں، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلی قبر ہے، آیا بغلی قبر اس طرح سے ہوتی ہے کہ مردہ کی لمبائی کے مطابق قبر کھودی جاتی ہے، اور اس قبر کی بغل میں ایک گڈھا کھودد یا جاتا ہے، اور مردہ کو اس میں رکھنے کے بعد اس طرح سے اس کو بند کردیتے ہیں کہ مردہ نہ تو اس میں بیٹھ سکتا ہے اور نہ کروٹ ہی لے سکتا ہے، تو کیا اس طرح سے مردہ کو دفن کرنا درست ہے، میں نے ایک حدیث میں دیکھا ہے کہ مردہ کو جب قبر میں دفن کردیا جاتا ہے، تو اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب قریب غروب ہے، پس مردہ بیٹھتا ہے اور اپنی دونوں آنکھیں ملتا ہے، گویا کہ ابھی خواب سے اٹھا ہے الخ، تو اس صورت میں حدیث

---

[1] یلحد لانه السنة ولا یشق الخ الدرالمختار نعمانیه ص: ۵۹۹، ج: ۱، مطبوعه زکریا ص: ۱۳۹، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. زیلعی ص: ۲۴۵، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان. اللحد فی القبر افضل عند الائمة الاربعة الخ. کبیری ص: ۵۹۵، الفصل السادس فی الدفن، مطبوعه سهیل اکیذمی لاهور.

کا کیا جواب ہے، مدلل مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قبر کا یہ طریقہ اعلیٰ طریقہ ہے اور جہاں بغلی نہ بن سکتی ہو شق بھی درست ہے، وہ اس طرح کہ قد کے برابر گہری قبر کھود کر کچھ حصہ اسی میں ایسا بنایا جائے، جس میں میت کو رکھا جائے، اور اس پر تختی یا بانس رکھ کر بوریہ وغیرہ ڈال کر مٹی ڈال دی جائے، میت کا جسم بانس اور تختوں کو نہ لگے،[1] یہ بات صحیح ہے کہ قبروں پر فرشتے آ کر میت کے اندر روح داخل کر کے اس کو بٹھاتے ہیں، مگر وہاں کی مٹی وغیرہ اس کے حق میں ایسی ہو جاتی ہے، جیسا پانی کہ آدمی حوض میں اپنا ہاتھ داخل کرتا ہے، پانی ہونے کے باوجود اس میں سہولت سے پہنچ جاتا ہے، کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، اسی طرح مردہ بھی سہولت سے بیٹھ جاتا ہے، کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی،[2] جیسا کہ حادی الارواح میں لکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۹ھ

قبر کی گہرائی

سوال:- یہ جو مشہور ہے کہ قبر اس قدر گہری ہونا چاہئے کہ فرشتے جب سوال کرنے کیلئے

---

[1] وحفر قبره فی غیر دار مقدار نصف قامة او الیٰ حدالصدر وان زاد الیٰ مقدار قامة فهو حسن فعلم ان الا دنیٰ نصف القامة والا علیٰ القامة (ویلحد)لانه السنة وصفته ان یحفر القبر ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیها المیت ویجعل ذٰلک کالبیت المسقف ولایشق الا فی ارض رخوة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۳/ص ۱۳۹/ باب صلوٰة الجنازة، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ج ۱/ ص۶۵-۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل السادس فی القبروالدفن.

[2] فیقعدانه فیبتدئانه بعنف وینتهرانه بجفاء وقدصار التراب لهٗ کالماء حیثما تحرک انفسخ فیه ووجد فرجة فیقولان لهٗ من ربک ومادینک ومن نبیک الخ التذکرة فی احوال الموتی ج ۱/ ص ۹۵/ باب فی سوال الملکین للعبد (مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

آئیں تو مردہ بیٹھ سکے تختہ اس کے سر میں نہ لگے اس کی کیا اصلیت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کا اوپر کا حصہ تو سینے کے برابر یا پورے قد کے برابر گہرا ہونا چاہئے اور جس جگہ میت کو رکھا جاتا ہے وہ جگہ اتنی گہری ہو کہ قبر کا تختہ اسکے جسم سے نہ لگے تقریباً دو بالشت کی مقدار گہری ہو تو تختہ میت کے جسم سے نہیں لگے گا، میت کو قبر میں دفن کرتے وقت نہ فرشتوں کے آنے کیلئے جگہ رکھنے کی ضرورت ہے، نہ میت کے بیٹھنے کیلئے ضرورت ہے، جب فرشتے آئیں گے وہ خود بٹھانیکی جگہ کرلیں گے، اور قبر کی مٹی میت کے حق میں پانی کی طرح نرم ہو جائیگی جیسا کہ حادی[1] الارواح میں درج ہے: **ویحفر القبر نصف قامة او الیٰ الصدر وان یزد کان حسنًا اھ فی الحجة روی الحسن ابن زیاد عن الامام رحمة اللّٰه انه قال طول القبر علیٰ قدر طول الانسان وعرضه قدر نصف قامة اھ یوضع فیها المیت. ویسقف علیه باللبن اوالخشب ولایمس سقف المیت اھ طحطاوی[2] ص: ۳۳۳.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر کتنی گہری ہونی چاہئے؟

سوال: ۔بعض ملکوں میں قبر اس طرح سے کھودی جاتی ہے کہ اس کی گہرائی ڈیڑھ یا دو گز

---

[1] لم اجده فی حادی الارواح ولکن ذکر فی التذکرة فی حدیث طویل الی قوله فیقعد انه فیبتدئانه بعنف وینتهر انه بجفاء وقد صار التراب له کالماء حیثما تحرک انفسخ فیه ووجد فرجة الخ. التذکرة فی احوال الموتی وامور الآخرة ص: ۹۵، ج: ۱، باب فی سئوال الملکین للعبد الخ. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. ابوالقاسم ادری

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۵۰۱، طبع بمصر، فصل حملها ودفنها، احکام الجنائز. مجمع الانهر ص: ۲۷۵، ج: ۱، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. باب صلاة الجنازة.

ہوتی ہے، اور اس کی سیڑھی دو یا تین انچ زمین کے بالائی حصہ سے نیچے بنائی جاتی ہے تا کہ اس پر رکھ کر مٹی سے قبر برابر کردی جائے، اب جواب طلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت شق میں داخل ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہے، تو اس قسم کی قبر شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ لحد اور شق کے علاوہ بھی کوئی صورت شریعت میں بتائی گئی ہے؟ نیز شق کی تعریف کیا ہے؟ اور قبر شرعی کتنی کھودی جائے اور شق کی صورت پر تختہ یا بانس میت سے کتنا اوپر رکھا جائے؟ بینوا بالکتاب

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قبر بنانا خلافِ سنت ہے، یا میت کیلئے لحد بنائی جائے یعنی قبر کھود کر جانب قبلہ میں ایک دوسرا گڈھا جسمِ میت کے مناسب بنایا جائے کہ اس میں میت کو داخل کر کے کچی اینٹیں اس پر لگادی جائیں، اگر زمین نرم ہو تو پھر شق بنادی جائے اس طرح کہ قبر کھود کر پھر درمیان قبر میں ایک اور گڈھا جسم میت کے مناسب بنا کر اس میں میت کو رکھ کر اس پر بانس وغیرہ رکھ دیا جائے، اور مٹی کے ڈھیلوں سے کچی اینٹوں اور بانس کے ذریعہ سوراخوں کو بند کردیا جائے یا اس پر بوریا ڈال دیا جائے، قبر قد کے برابر گہری ہونی چاہئے، یا سینہ تک یا کم از کم نصف قد تک ہو اس سے کم نہ ہو اور بانس وغیرہ میت سے صرف اس قدر اوپر ہو کہ جسم میت سے الگ رہے، متصل نہ ہوجائے، زیادہ اونچائی کی ضرورت نہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے زمین کے نرم اور تر ہونے کے وقت تابوت بھی درست ہے، اگر بستی وغیرہ میں کسی کا انتقال ہوجائے اور خشکی قریب نہ ہو تو غسل کفن اور صلوٰۃ کے بعد دریا میں غرق کردیا جائے۔ بعض صحابہ نے بغیر شق اور لحد کے بھی اپنے دفن کی وصیت فرمائی ہے: **یحفر القبر نصف قامةٍ او الی الصدر وإن یزد کان حسنًا فی الحجة روی الحسن بن زیاد عن الامامؒ قال طول القبر علٰی قدر طول الانسان وعرضه قدر نصف قامةٍ لانه ابلغ فی الحفظ ای حفظ المیت من السباع وحفظ الرائحة من الظهور ویلحد فی ارض**

صلبة وهو حفيرة تجعل فى جانب القبلة من القبر يوضع فيها الميت وينصب عليها اللبن ولايشق بحفيرة فى وسط القبر يوضع فيها الميت بعد ان يبنى حافتاه باللبن اوغيره ثم يوضع الميت بينهما ويسقّف عليه باللبن او الخشب ولا يمسُّ السقف الميّت الا فى ارض رخوةٍ فلابأس به فيهاولا باتخاذ التابوت واوصى كثير من الصّحابة ان يرمسوا فى التراب من غير لحد ولاشق وقال ليس احد جنبيٌّ اولٰى بالتراب من الاٰخر مراقى[1] الفلاح مع الطحطاوى ص: ۳۸۴، مات فى سفينة غسل وكفن وصلى عليه، والقى فى البحر ان لم يكن قريب من البر. اهـ درمختار[2]، ص: ۹۳۴، ج: ۱، فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۴/محرم ۶۰ھ

قبر کے صندوق کی گہرائی

سوال: -قبر کے صندوق کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ويحفر القبر نصف قامة اوالٰى الصدر وان كان يزد كان حسنا لانه ابلغ فى

---

[1] مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص: ۵۰۱، طبع بمصر، فصل فى حملها ودفنها. البحر ص: ۱۹۳، ج: ۲، مطبوعه كوئٹه. زيلعى ص: ۲۴۵، ج: ۱، باب صلاة الجنازة. مطبوعه امداديه ملتان.

[2] در مختار مع الشامى نعمانيه ص: ۵۹۹، ج: ۱، مطبوعه زكريا ص: ۱۴۰، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فى دفن الميت. البحر ص: ۱۹۳، ج: ۲، مطبوعه كوئٹه. مجمع الانهر ص: ۲۷۵، ج: ۱، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الحفظ اھ (مراقی[1] الفلاح ص:۳۳۳) قبر کا صندوق کم از کم نصف قبر کے برابر گہرا ہونا چاہئے، سینہ کے برابر گہرا ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۴ھ

جڑواں بچوں کو کس طرح دفن کریں؟

سوال:- ایک شخص کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے دونوں کی کمر ملی ہوئی ہے، ایک کا منھ مغرب کی طرف ہے اور دوسرے کا مشرق کی طرف اور دونوں کا انتقال ہو گیا، اب دفن کس طرح کریں؟ اگر ایک کا منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں تو دوسرے کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا، اب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مجبوری کی حالت میں دونوں کا منہ قبلہ کی طرف کرنا لازم نہیں بلکہ کیا ہی نہیں جا سکتا، ایک ہی کا منہ رہے گا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۱ھ

میت کو بعد دفن منتقل کرنا

(بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے متعلق)

سوال:- حضرت محترم دامت برکاتہم ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج اقدس! جنرل شاہ نواز کے خط کی نقل ہمرشتہ ہے، اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۵۰۱، طبع بمصر، فصل فی حملها ودفنها، احکام الجنائز.

[2] یسقط (استقبال القبلة) للعجز وقال الشامی فکل الشروط کذالک الخ در مختار مع الشامی زکریا ص:۱۰۸، ج:۲، مبحث فی استقبال القبلة باب شروط الصلاة.

سے قابل توجہ ہے، کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی زندگی میں بھی یہ مسئلہ آیا تھا، ان حضرات کا خیال تھا کہ منتقل کرنے کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ قبر کو کھودنے اور لحد کو کھولنے کے بجائے پوری قبر اٹھائی جائے، یعنی قبر کے چاروں طرف سے دو ڈھائی گز تک زمین کو کھود کر یہ پورا ٹکڑا جس میں لحد اور قبر ہے، اس طرح اٹھالیا جائے جیسے بڑے درخت کا پینڈا اٹھایا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں بھی وہی حکم ہوگا، جو لحد کھولنے اور جنازہ کو اس سے نکالنے کا ہوتا ہے۔ بینوا توجرا انشاء اللہ

نیاز مند محتاج دعا (حضرت مولانا) محمد میاں ۴/ جمادی الآخر ۸۳ھ

شاہ نواز کا خط

از صفدر جنگ روڈ نئی دہلی مورخہ ۱۷/ اکتوبر ۶۳ء

محترم جناب مولانا صاحب مدظلہٗ.....السلام علیکم

۷/ نومبر ۶۳ء کو چھ بجے شام لال قلعہ دہلی میں جناب بہادر شاہ ظفر کی برسی منائی جارہی ہے جس کی رسم افتتاح جناب جواہر لال نہرو فرمارہے ہیں، اس موقعہ پر یہ سوال بھی اٹھے گا کہ بہادر شاہ ظفر کی قبر کو رنگون سے دہلی کے لال قلعہ میں منتقل کیا جائے، یہ وہ حسرت ہے، جس کو اپنے دل میں لئے ہوئے حضرت ظفؔر نے وفات پائی، یہ حسرت انکے اس شعر سے صاف ظاہر ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے۔

دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

۴۳ء میں جنگ آزادی کے دوران نیتا جی سبھاش چندر بوس پہلی مرتبہ رنگون گئے تو انہوں نے شہنشاہ بہادر شاہ ظفؔر کے مزار کے اوپر کھڑے ہوکر ان کی یہ نظم دہرائی تھی۔

غازیوں میں بو رہے گی، جب تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

نیتا جی سبھاش چندر بوس نے وعدہ فرمایا تھا کہ ''میں سبھاش چندر بوس آپ کے سامنے یہ

وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہندوستان کی تلوار لندن تک چلاؤں گا، اور جو کام جنگ آزادی کا آپ نے شروع کیا ہے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں گا'' اس موقعہ پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان آزاد ہوگا اور دہلی کے لال قلعہ کے اوپر ''یونین جیک'' کی جگہ ترنگا جھنڈا لہرائے گا تب آپ کو جنگ آزادی کے شہنشاہ کی حیثیت سے پوری شان وشوکت کیساتھ دیش واپس لایا جائے گا ظفر کمیٹی کی خواہش ہے کہ نیتا جی سبھاش چندر بوس کے اقرار کو پورا کیا جائے اور شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مزار کو دہلی کے لال قلعہ میں لایا جائے اور اس کے اوپر ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائے ممبران کمیٹی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دینی نقطۂ نگاہ سے مزار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے میں بہت مشکور ہوں گا کہ اگر آپ مجھے اس کا جواب دوسرے علمائے کرام سے مشورہ کر کے جلد از جلد دیں۔ زیادہ آداب، آپ کا مخلص۔

(دستخط) شاہنواز خان

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ آدمی کا جس بستی میں انتقال ہو اسی بستی میں اس کو دفن کیا جاوے اگر اس نے وصیت کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا تو اس وصیت پر عمل لازم نہیں۔ شرعاً یہ وصیت باطل[1] ہے: **یندب دفنه فی جهة موته ای فی مقابر اهل المکان الذی مات فیه اوقتل اھ** (شامی[2]) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو انتقال کے بعد دوسرے مقام پر لے جا کر

---

[1] واذا اوصی بان ینقل الی بلد آخر لاتنفذ وصیته فان النقل حرام علی المذهب الصحیح المختار الخ، الاذکار للنووی ص:۱۵۰، باب وصیة المیت ان یصلی علیه انسان بعینه الخ، دارالکتاب العربی بیروت. عالمگیری کوئٹه ص:۹۵، ج:۶، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة الخ شامی کراچی ص:۶۶۶، ج:۶، کتاب الوصایا حلبی کبیری ص:۶۰۶، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب صلاة الجنازة فی المتفرقات.

[2] شامی نعمانیه ص:۶۰۲، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۴۷، ج:۳، مطلب فی دفن المیت. حلبی کبیری ص:۶۰۷، الفصل الثامن فی مسائل متفرقة من الجنائز، مطبوعه لاهور. عالمگیری کوئٹه ص:۱۶۷، ج:۱، الفصل السادس فی القبر الخ.

دفن کیا گیا، جہاں انتقال ہوا وہاں دفن نہیں کیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں جاتے ہوئے جب ان کی قبر پر گذریں تو فرمانے لگیں کہ اگر میرا بس چلتا تو تم یہاں دفن[1] نہ کئے جاتے بلکہ جہاں انتقال ہوا تھا وہیں دفن ہوتے، تاہم اس مسئلہ میں اتنی تنگی نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے میل دو میل کو مقام وفات سے حسب مصالح دور لے جا کر دفن کرنے کی بھی گنجائش بتائی ہے: **ولا بأس بنقله قبل دفنه قيل مطلقاً وقيل الىٰ مادون السفر وقيده محمد رحمه الله بقدر ميل اوميلين لان مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد قال في النهر عن عقد الفرائد هو الظاهر اهـ** (شامی[2])

لیکن دفن کے بعد منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی: **واما نقله بعددفنه فلا مطلقاً اهـ** (شامی[3])

طحطاوی نے دفن کے بعد منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک دفن کر دیا گیا، جس سے وہ حصہ زمین غصب ہو گیا اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضامند نہیں ہے، بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے، تو ایسی حالت میں مجبوراً دوسری قبر میں منتقل کر دیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، دوسری صورت کہ میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے، (خواہ میت کی عظمت ومحبت کی وجہ سے یا اسکی تمنا اور وصیت کی خاطر) یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی

---

[1] عَنْ اِبْنِ مُلَيْكَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ بِالحُبشى وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِّلَ اِلٰى مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا اِلٰى قوله ثُمَّ قَالَتْ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنت اِلَّا حَيْثُ مِتَّ (الحديث) مشكوة شريف ص: ۱۴۹، باب البكاء على الميت. مطبوعه ياسر نديم ديوبند، حاشية الشلبى على الزيلعى ص: ۲۴۶، ج: ۱، جنائز، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] گذشته صفحه کا حاشیه نمبر ۲/ ملاحظه هو.

[3] شامی زکریا ص: ۱۴۷، ج: ۳، حلبی کبیری ص: ۶۰۷، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب الجنازة فی المتفرقات، عالمگیری کوئٹه ص: ۱۶۷، ج: ۱، الفصل السادس فی القبر.

قبر پر پانی غالب آجائے جس سے میت محفوظ نہ رہ سکے اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے[1]۔

واقعہ مسئولہ دوسری صورت میں داخل ہے، جو کہ بالاتفاق ناجائز ہے، یہ تاویل کہ دوڈھائی گز زمین کھود کر اٹھالی جائے کارآمد نہیں کیونکہ اصل مقصود نعش کو منتقل کرنا ہے اور جو کچھ مٹی ساتھ آئے گی وہ نعش کے تابع ہو کر منتقل ہوگی جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے، نہ کہ مقصود اصل لہٰذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا کہ میت کو منتقل کیا گیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کر کے لائے ہیں پھر دہلی لا کر شاندار مقبرہ تعمیر کیا جائیگا یہ بناء علی القبر ہے، جس کی حدیث میں ممانعت[2] آئی ہے، اور فقہاء نے اس کو حرام لکھا ہے: **فی الشرنبلالی عن البرهان یحرم البناء علیه للزینة ویکره للاحکام بعد الدفن اھ** (طحاوی[3])

تنبیہ:- شہنشاہ کا لفظ غیر اللہ کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] النقل بعد الدفن علی ثلاثة اوجه فی وجه یجوز باتفاق وفی وجه لا یجوز باتفاق وفی وجه اختلاف اما الاول فهو اذا دفن فی ارض مغصوبة ولم یرض صاحبه الا بنقله عن ملکه جاز ان یخرج منه باتفاق اما الثانی فکالام اذا أرادت ان تنظر الی وجه ولدها او نقله الی مقبرة اخری لا یجوز باتفاق واما الثالث اذا غلب الماء علی القبر فقیل یجوز تحویله الخ. طحطاوی ص:۵۰۷، طبعه بمصر، فصل فی حملها ودفنها. احکام الجنائز. حاشیة الشلبی ص:۲۴۶، ج:۱، قبیل فصل التعزیة، مطبوعه امدادیه ملتان. بحر کوئٹه ص:۱۹۵، ج:۲، فی الجنائز.

[2] عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُّجَصِّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یبنٰی عَلَیْهِ (الحدیث) مشکوة شریف ص:۱۴۸، باب دفن المیت. مطبوعه دیوبند.

[3] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۵۰۴، مطبوعه مصر. فصل فی حملها ودفنها، احکام الجنائز. زیلعی ص:۲۴۶، ج:۱، مطبوعه امدادیه ملتان. بحر کوئٹه ص:۱۹۴، ج:۲،

[4] اَخْنَعُ اِسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ تُسَمّٰی بِمَلِکِ الْاَمْلَاکِ قَالَ سفیان شاهان شاه...وَاَخْنَع یَعْنِی اَقْبَحُ (الحدیث) ترمذی شریف ص:۱۰۷، ج:۲، ابواب الاستئذان باب ماجاء مایکره من الاسماء. مطبوعه رشیدیه دهلی.

بہادر شاہ ظفر کی قبر کی منتقلی

سوال:- ہندوستان کے آخری تاجدار مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں نے ظلماً ہندوستان سے جلاوطن کیا اور ان کو رنگون میں نظر بند کیا، وہاں ان کا اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے انتقال ہوا، اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا، اب کچھ مسلم زعماء گورنمنٹ ہند کی مدد سے ان کو ہندوستان منتقل کرنا چاہتے ہیں، اس مسئلہ میں حسبِ ذیل امور کی طرف بھی جناب کی توجہ مبذول کرانا مناسب ہوگا۔

(۱) ان کو دفن ہوئے اتنا عرصہ گذر چکا ہے، کہ فقہاء کی تصریحات کی بناء پر ان کی قبر پر کھیتی اور تعمیر مکان جائز ہے۔

(۲) قرنِ اول میں بعض شہدائے اُحد کو اور ۱۹۳۰ء میں حضرت خدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو ان کی قبروں کے منتقل کر دیئے جانے کا فتویٰ علماء نے اس بنیاد پر دیا کہ یہ قبریں پانی کے بہاؤ کی زد میں آ گئی تھیں۔

(۳) بہادر شاہ ظفر کی قبر کو ہندوستان میں منتقل کرنا اسلام اور مسلمانوں کی شوکت کا باعث ہے، اور ہندوستان میں ایک اسلامی اثر کا قیام ہے۔

(۴) بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خود آرزو تھی کہ وہ ہندوستان میں مدفون ہوں جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہے۔

(۵) اس منتقلی کی یہ صورت نہ ہوگی کہ قبر کو کھود کر ان کی ہڈیاں نکالی جائیں اور وہ منتقل کی جائیں، بلکہ اب ایسے آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ اس کے ذریعہ پوری قبر اصل حالت میں مع کچھ اطراف کے منطقۂ زمین کے منتقل ہو سکے گی۔

(۶) حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق ان کے تابوت کو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام شام لے کر آئے۔

(۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید اُحد کو ان کی قبر سے نکال کر جنت البقیع میں دفن کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کا احترام لازم ہے[۱]۔ جب قبر میں میت باقی نہ رہے مٹی بن جائے تو اسکا حکم بدل جاتا ہے، احترام لازم نہیں رہتا، وہاں تعمیر وزراعت کی اجازت ہوتی ہے[۲]۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم کی قبر کو منتقل کرنے کیلئے وجہِ جواز اگر نمبر:۱/کو تجویز کیا جائے تو نمبر:۲، ۶، ۷/کی طرف توجہ مبذول کرانا بے محل اور بے سود ہے، کیونکہ شہداء اور انبیاء علیہم السلام کا جسم محفوظ رہتا ہے اسکو زمین نہیں کھاتی[۳] نمبر:۵/کا ذکر بے ضرورت ہے، نمبر:۴/کیلئے وجہِ جواز کیا ہے؟ فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی نے وصیت کی کہ مجھے فلاں جگہ دفن کیا جائے تو وصیت باطل ہے، قابلِ نفاذ نہیں: **وکذا تبطل (ای الوصیة) لو اوصٰی بان یکفن فی ثوب کذا اویدفن فی موضع کذا اھ شامی نعمانیہ[۴] ص: ۵۹۱، ج: ۱،** یہاں تو وصیت بھی نہیں، محض اشعار سے آرزو مستفاد ہے،

---

[۱] یجب تعظیم قبر المسلم الخ تاتارخانیه ص: ۱۷۱، ج: ۲، فی القبر والدفن، مطبوعه کراچی، طحطاوی مع المراقی ص: ۵۱۵، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصری.

[۲] اذا بلی المیت وصار تراباً یجوز زرعه والبناء علیه، شامی نعمانیه ص: ۶۰۶، ج: ۱، شامی کراچی ص: ۲۴۵، ج: ۲، قبیل باب الشهید. عالمگیری کوئٹه ص: ۱۶۷، ج: ۱، فصل فی الدفن، زیلعی ص: ۲۴۶، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان. السلطان احق بصلاته. بحر کوئٹه ص: ۱۹۵، ج: ۲، فی الجنائز.

[۳] ان اللّٰه حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء الخ. تذکرة الموتی ص ۱۳۴، باب لاتأکل الارض اجساد الانبیاء الخ. طبع دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی مع المراقی مصری ص ۵۰۷، باب احکام الجنائز، مشکوة شریف ص ۱۲۰، باب الجمعة الفصل الثانی، یاسرندیم دیوبند،

[۴] شامی زکریا ص: ۱۲۲، ج: ۳، باب صلاة الجنازة، تعظیم اولی الامر واجب. الاذکار للنووی ص: ۱۵۰، باب وصیة المیت ان یصلی علیه انسان بعینه، مطبوعه بیروت. عالمگیری ص: ۹۵، ج: ۶، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة الخ.

اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت تو اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنے اور احکامِ اسلام کو غالب کرنے میں ہے، پرانی ہڈیوں یا ہڈیوں کی مٹی منتقل کرنے میں نہیں بلکہ اسمیں اندیشہ تو یہ ہے کہ اس مٹی کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائیگا، جو دیگر معظم قبور کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ اسپر چراغ جلائیں گے، غلاف چڑھائیں گے، طواف کریں گے، سجدہ کریں گے، شاہی آداب بجالائیں گے، قبہ وگنبد بنائیں گے وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے کہ ان امور سے اسلام کی خلاف ورزی ہوگی نہ کہ شان وشوکت میں اضافہ۔ لہٰذا نمبر:۳ ربھی وجہِ جواز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۹۵ھ

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں

سوال:- یہاں پر عام دستور ہے کہ مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اس کے عوض میں نئی چٹائی خرید کر رکھ جاتے ہیں کیا یہ دستور جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانا مکروہ ہے، (کذا فی الطحطاوی[1]) مسجد میں اگر کسی شخص نے چٹائی لاکر بچھادی اور اب وہ بوسیدہ ہوگئی اور مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہی تو بچھانے والے اصل مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے۔ کذا فی الفتاویٰ الہندیہ[2]۔ اگر مسجد کے پیسہ

---

[1] یکره القاء الحصیر فی القبر، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص:۵۰۳، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر. تاتارخانیه کراچی ص:۱۶۸، ج:۲، فی القبر والدفن کبیری ص:۵۹۸، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. فصل فی الدفن.

[2] حصیر المسجد اذا صار خَلَقًا واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان کان الطارح حیاً فهو له. عالمگیری ص:۴۵۸، ج:۲، الباب الحادی عشر فی المسجد، کتاب الوقف. مجمع الانهر ص:۵۹۵، ج:۲، کتاب الوقف. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. زیلعی ص:۳۳۱، ج:۳، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان.

سے خریدی گئی تو اسکو مسجد کے کسی کام میں لائیں، یا فروخت کر کے پیسہ مسجد میں خرچ کر دیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۹ھ

قبر میں مٹی کے ڈھیلے رکھنا

سوال:۔قبر میں مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیلے اور قرآن کریم کی آیات پڑھ کر وہ ڈھیلے قبر میں میت کے بازو میں رکھ دیتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ فعل کتب حدیث میں موجود نہیں، بعد کے بعض لوگوں کا عمل ہے جو شرعی حجت نہیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تلقین کی اقسام اور کونسی قسم جائز ہے

سوال:۔تلقین کی کتنی قسمیں ہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے کون سی تلقین جائز ہے، ہمارے یہاں یہ بھی رواج ہے کہ دفن وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبر ہی کے نزدیک جشن وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور کچھ قرآن کی آیتیں پڑھ کر بخش دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہیں؟ غزالی ملیشیاوی

---

[۱] الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لايصرف وانه صحيح لكن يشترى به مستغلاً للمسجد. عالمگیری ص:۴۶۳، ج:۲، الباب الحادی عشر فی المسجد، کتاب الوقف. شامی کراچی ص:۳۶۶، ج:۴، کتاب الوقف مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته.

[۲] قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهورد، مشکوٰۃ شریف ص۲۷، باب الاعتصام، بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

تلقین اس وقت کرنا جب کہ مرض الموت میں مبتلا ہو آثار سے معلوم ہوتا ہو کہ عنقریب انتقال ہونے والا ہے حدیث شریف سے ثابت[1] ہے، وہ اس طرح کہ مریض محتضر کے نزدیک کلمہ شریف پڑھا جائے تاکہ وہ بھی پڑھ لے اور اس دنیا سے جاتے وقت سب سے آخری بات: لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو۔ کذا فی رد المحتار[2]. پھر جس وقت بعد انتقال، غسل، کفن، نمازِ جنازہ سے فارغ ہونیکے بعد اس کو لحد میں رکھا جائے، تو رکھتے وقت پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. یہ دونوں تلقین تو ثابت ہے[3]، پھر دفن کرنے (مٹی ڈالنے) کے بعد بھی بعض روایات میں تلقین کا ذکر ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: یَا فلان بن فلان اذکر دینک الذی کنت علیه من شهادة ان لا اِلٰهَ الا اللّٰه وان محمدًا رسول اللّٰه وان الجنة حق والنار حق وان البعث حق وان السَّاعة اٰتية لاَرَيبَ فيها وان اللّٰه يبعث من فی القبور وانک رضيت باللّٰه ربًّا وبالاسلام دينًا وبمحمد صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبيًا وبالقرآن امامًا وبالكعبة قبلة وبالمومنين اخوانًا اھ رد المحتار[4]. سورۂ بقرہ کا اوّل وآخر پڑھنا بھی اس وقت مروی ہے[5]۔

---

[1] قال رسول اللّٰه ﷺ لقنوا موتاكم لااله الااللّٰه. مشكوة شريف ص: ۱۴۰، باب مايقال عند من حضر الموت. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] ويلقن بذكر الشهادتين لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم لقنوا موتاكم لا اله الا اللّٰه الخ، شامی کراچی ص: ۱۹۰، ج: ۲، مطبوعه زکریا ص ۳/۷۸، اول باب صلاة الجنازة. حلبی کبیری ص: ۵۷۶، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مجمع الانهر ص: ۲۶۳، ج: ۱، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] وان يقول واضعه بسم اللّٰه وباللّٰه وعلى ملة رسول اللّٰه ﷺ، الدرالمختار على الشامی زكريا ص: ۱۴۱، ج: ۳، باب صلا ة الجنازة، مطلب فی دفن الميت. مجمع النهر ص: ۲۴۷، ج: ۱، زيلعی ص: ۲۴۵، ج: ۱، مطبوعه امداديه ملتان، فی الجنائز. المعجم الكبير للطبرانی ص: ۲۲۱، ج: ۱۹، رقم الحديث: ۴۹۱، مطبوعه داراحياء التراث العربی بيروت. (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

جشن وغیرہ کا انتظام اور میلہ لگانا ہرگز ثابت نہیں[۱]، اس سے پورا پرہیز کیا جائے دعائے مغفرت ودُعائے تثبیت فی الجواب کر کے وہاں سے رُخصت ہو جائیں[۲]۔ ہاں ایصالِ ثواب کرتے رہا کریں[۳]، مگر اس میں غیر ثابت امور کے اختلاط سے بچتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۳ھ

تلقین بعد الدفن

سوال:- تلقین بعد دفن میت کے، صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، یا نہیں، اکثر فقہاء نے اس کے پڑھنے کی یعنی اس کے عمل کی اجازت دی ہے، جیسا کہ مظاہر حق، مائۃ مسائل، اربعین وغیرہ مظاہر حق ج:۱، کتاب الایمان باب اثبات عذاب قبر، تلقین بعد دفن میت کے اکثر حنفی مذہب سے ثابت نہیں ہے، لیکن اکثر شافعیہ وحنفیہ کے نزدیک مستحب ہے، ایک حدیث

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۴ شامی کراچی ص: ۱۹۱، ج:۲، مطبوعہ زکریا ص: ۸۱-۸۰، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ. مطلب فی التلقین بعد الموت. مجمع الانہر وسکب الانہر ص: ۲۶۴، ج: ۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. حلبی کبیری ص: ۵۷۶، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور. فی الجنائز.

۵ عن عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ الی ماقال ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ، مشکوٰۃ ص: ۱۴۹، ج: ۱، باب دفن المیت. الفصل الثالث،

(حواشی صفحہ ھذا) ۱ ویکرہ عند القبر کل ما لم یعھد من السنۃ الخ البحر کوئٹہ ص: ۱۹۶، ج: ۲، فتح القدیر ص: ۱۴۲، ج: ۲، قبیل باب الشھید، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۲ عن عثمانؓ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیہ ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسأل. مشکوۃ ص ۲۶، باب اثبات عذاب القبر، یاسر ندیم دیوبند،

۳ صرح علماءنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا الخ، شامی کراچی ص: ۲۴۳، ج: ۲، مطلب فی القراءۃ للمیت اھداء ثوابھا لہ، باب الجنائز. ھدایہ ص: ۲۹۶، ج: ۱، باب الحج عن الغیر. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ صحابی سے ذکر کی ہے، سیوطی سے جمع الجوامع میں حدیث طبرانی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہوا ایک شخص سرہانے اور کہے اے فلاں بن فلاں اور کہا جائے کہ پروردگار تیرا خدا تعالیٰ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر تیرے ہیں، اور اسلام دین تیرا ہے، اور قرآن امام تیرا ہے، جب یہ کہتا ہے تو پکڑ لیتا ہے، منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ اور کہتا ہے، کہ باہر نکل کیونکہ حق تعالیٰ نے اسے تلقین کی ہے، اگر میت کا نام نہ معلوم ہو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنت حواء یا بن آدم کہو۔ عمل وجواز کس پر ہے، محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تحریر کیا ہے سب آدمی جانے کے بعد کرے یا دو چار آدمی کی موجودگی میں کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مسئلہ فرع ہے، مسئلہ سماع موتی کی، جن حضرات کے نزدیک ثابت ہے، وہ تلقین بعد دفن کے قائل ہیں جن کے نزدیک ثابت نہیں وہ قائل نہیں، سماع موتی کے متعلق صحابہ میں بھی اختلاف تھا، اور بعد میں بھی اختلاف رہا، حنفیہ کے دو قسم کے اقوال موجود ہیں، قاضی خاں ظہیر الدین صاحب الغیاث صاحب الحقائق صغاریہ سب فقہاء حنفی ہیں تلقین بعد دفن کے قائل ہیں، جو روایت آپ نے لکھی ہے اس سے اور اس قسم کی دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں، کمافی الشلبی[1] ہامش الزیلعی ص:۲۳۴، ج:۱، اور طریقہ تلقین کا وہی ہے جو آپ نے نقل کیا ہے، کمافی مراقی[2] الفلاح ص:۳۰۷، سنّیت سے عام طور پر حنفیہ اور معتزلہ منکر ہیں مراقی

---

[1] قال صاحب الغياث سمعت استاذی قاضیخان یحکی عن ظهیر الدین المغینانی انه لقن بعض الائمة بعد دفنه و اوصانی بتلقینه فلقنته بعد ما دفن الخ. الشلبی علی هامش الزیلعی ص:۲۳۴، ج:۱، اول باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان. فتح القدیر ص:۱۰۴، ج:۲، اول باب الجنائز. مطبوعه دارالفکر بیروت. اعلاء السنن ص:۱۴۷، ج:۸، باب مایلقن المحتضر. مطبوعه مکة المکرمة. (حاشیہ ۲/۱ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

الفلاح[1]، مجمع الانہر[2]، درمنتقی[3]، جوہرۃ نیرۃ[4]، تبیین[5] الحقائق میں دو قول نقل کئے ہیں، فتاویٰ عالمگیری[6] جلد ۱، ص: ۱۵۷، میں عینی اور معراج الدرایۃ سے عدم تلقین کو ظاہر الروایۃ نقل کیا ہے، سب کا ماحصل یہ ہے کہ خود تلقین نہ کرے، اگر کوئی دوسرا کرے تو اسکو منع نہ کرے، دو چار آدمیوں کی موجودگی میں بھی اشکال معلوم نہیں ہوتا، محدث دہلوی بھی تلقین کے قائل ہیں، کذا فی شرح سفر السعادۃ[7] ص: ۲۵۱۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر پر اذان دینا

سوال: - تاج الدین صاحب ٹال والے قصبہ مودہا کے لوگ حنفی ہیں، بروقت دفن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ کیفیته ان یقال یا فلان بن فلان اذکر دینک الذی کنت علیه فی دار الدنیا الخ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص: ۴۶۱، اول باب احکام الجنائز. اعلاء السنن ج:۸، ص:۱۷۳، باب ما یلقن، المحتضر، مطبوعه مکه مکرمه،

(حواشی صفحہ ھذا) ۱ مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص: ۴۶۰، اول باب احکام الجنائز. اعلاء السنن ص:۱۷۳، ج:۸، باب ما یلقن المحتضر.

۲ مجمع الانهر ص:۲۶۴، ج: ۱، اول باب صلاة الجنائز. مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

۳ الدر المنتقی علی مجمع الانهر ص:۲۶۴، ج: ۱، باب صلاة الجنائز. مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

۴ الجوهره النیرة ص: ۹۹، ج: ۱، مطبوعه نعمانیه، اول باب صلاة الجنائز.

۵ تبیین الحقائق ص:۲۳۴، ج: ۱، اول باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان.

۶ واما التلقین بعد الموت فلا یلقن عندنا فی ظاهر الروایة کذا فی العینی شرح الهدایة ومعراج الدرایة الخ، عالمگیری کوئٹه ص:۱۵۷، ج: ۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول فی المحتضر.

۷ ودر تلقین میت بعد از دفن حدیثے آمدہ کہ نزد شافعیہ معمول است الخ۔ شرح سفر السعادۃ ص:۲۵۱، فصل در عادات آنحضرت ﷺ در احوال میت۔ مطبوعہ نول کشور لکھنو۔

میت قبر پر اذان دیتے ہیں یہ طریقہ حال ہی میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کا حکم ہے، کیا یہ جائز ہے پیر صاحب بھی حنفی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر پر اذان دینا ثابت نہیں، فقہ حنفی کی معتبر کتاب ردالمحتار[1] ص:۲۵۸، ج:۱، میں اس کو بعض شافعیہ سے نقل کر کے خود شافعیہ سے اس کی تردید نقل کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دارالعلوم دیوبند

میت کے کان میں کچھ کہنا اور بوسہ دینا

سوال:- زید انتقال کر گیا، اس کو قبر میں اُتارتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" نہیں پڑھا گیا اور قبر میں رکھ دینے کے بعد اسکے کان میں کوئی دعا پڑھا اور اس کو بوسہ دیا، تو یہ از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لحد میں رکھتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" اگر نہیں پڑھا تو گناہ نہیں ہوا، ایک مستحب ترک[2] ہو گیا اس وقت کان میں کچھ کہنا ثابت نہیں، لحد میں رکھ کر بوسہ دینا بھی ثابت نہیں، ثابت ومستحب کو ترک کرنا اور غیر ثابت کو اختیار کرنا نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۴/۱/۹۴ھ

---

[1] رأيت في كتب الشافعية، قيل وعند انزال الميت القبر قياساً على اول خروجه للدنيا لكن رده ابن حجر في شرح العباب. شامي نعمانيه ص:۲۵۸، ج:۱، شامي كراچي ص:۳۸۵، ج:۲، مطلب في المواضع التي يندب لها الاذان في غير الصلاة. باب الاذان.

[2] ويستحب ان يقول واضعه بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص:۱۴۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت.

قبر میں میت کا منہ دکھلانا

سوال:- قبر کے اندر یا قبر کے باہر قبرستان میں مردہ کا چہرہ دکھلانا کیسا ہے شرع میں اس کی کیا اصلیت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں، یہ اہتمام کہ بعض جگہ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کھول کر چہرہ دکھلایا جاتا ہے، بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی تاکید نہیں، کفن کا بندھن لگا دینے کے بعد چہرہ کھولنا مناسب نہیں بسا اوقات آثار برزخ شروع ہوجاتے ہیں، جن کا اخفاء مقصود ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بوقت دفن غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا

سوال:- اگر مؤمن بندہ مرجائے اور بوقت دفن قبرستان کے روبرو غیر مسلم ہندو عیسائی وغیرہ آکر تقاضا کرتے ہیں کہ ہم لوگ اس مردہ کے آشنا ہیں اور یہ مردہ ہمارا دوست تھا ہمیں مردہ کا چہرہ دکھایا جائے نہ دیکھنے کی حالت میں شر اور شور وشغف کا خوف ہے تو کیا اس حالت میں قبل از نماز یا بعد از نماز ان غیر مسلموں کو مردہ کا چہرہ دکھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیری وجهه وانما یکره ذالک بعد الدفن الخ عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۵۱، ج:۵، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور. فتاوی دارالعلوم دیوبند ص: ۴۰۶، ج:۵، اغلاط العوام ص: ۲۱۱،

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے لیکن اگر زیادہ شر کا اندیشہ نہ ہو تو انکار کر دیا جائے کہ یہی احوط ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کافر کا مسلم جنازہ کیساتھ اور مسلم کا کافر کے جنازہ کیساتھ جانا

سوال:- آج دنیا میں رواج ہے کہ کافر مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ قبرستان جاتے ہیں بلکہ پایہ بھی پکڑ لیتے ہیں، اسی طرح مسلمان کافر کے جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں، اور ارتھی بھی پکڑ لیتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پڑوسی کافر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا تو ثابت ہے[۲]۔ لیکن ارتھی پکڑنا اور اس کو جلانے کیلئے مرگھٹ جانا ثابت نہیں، اس سے بچنا لازم ہے[۳]، اسی طرح سے برعکس۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۹۳ھ

---

[۱] ولا بأس بان يرفع ستر الميت ليرى وجهه وانها يكره ذالک بعد الدفن الخ. عالمگير كوئٹه ص: ۲۵۱، ج:۵، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر فى زيارة القبور. فتاوى دارالعلوم ديوبند ص: ۴۰۶، ج:۵.

[۲] وقد صح ان النبى عليه السلام عاد يهوديا مرض بجواره هكذا روى ابن حبان هدايه ص: ۴۷۴، ج:۴،، كتاب الكراهية.

[۳] ولا تقم على قبره الآية! اى لا تقف عليه ولا تتول دفنه الخ. روح المعانى ص: ۱۵۵، ج:۱۰، ادارة الطباعة المصطفائية، بيان القرآن ص: ۱۳۱، ج:۲، مكتبه الحق دهلى، تفسيرات الاحمديه ص: ۳۱۹، كتابخانه رحيميه ديوبند. حلبى كبيرى ص: ۶۰۳، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

جذامی کی قبر میں چونا پانی ڈالنا

سوال:- جذام کی بیماری میں جب کسی آدمی کا انتقال ہوتو اس کی قبر میں پچاس کلوگرام چونا اور چالیس گھڑے پانی ڈالا جاتا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ شریعت نے تجویز نہیں کیا کسی نے خود ہی گھڑ لیا ہے یہ طریقہ غلط ہے، خلافِ سنت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۱۴۰۱ھ

دفن کے وقت جھاڑ کی لکڑی قبر میں رکھنا

سوال:- بعض جگہ دیہات میں قبر کے اندر تقریباً ایک بالشت لمبی جھاڑ کی لکڑی رکھتے ہیں، جس کی وجہ بعض جگہ تو یہ کہتے ہیں کہ میت مسواک کرے گی، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کیوجہ سے مردے پر عذاب کم ہوگا، یہ لکڑی رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:-

بے اصل ہے، غلط ہے، نہیں رکھنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

---

[1] من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منه فھو رد، مشکوة شریف ص:۲۷، الفصل الاول، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد مشکوٰة شریف ،ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا

سوال: -تختہ لگانے کے بعد قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہ کی کتاب میں اس کو نہیں دیکھا، اگر یہ چیز ثابت ہوتی تو فقہاء ضرور لکھتے، فتاویٰ رشیدیہ میں اس کو روافض کا شعار لکھا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر میں بیری کی شاخ

سوال: -مردے کے دفن کے وقت بیری کی لکڑی رکھ دیتے ہیں کیا یہ درست ہے، مشہور ہے کہ فرشتے اس لکڑی کو لے کر سوال کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے دفن کے وقت بیری کی لکڑی کا رکھنا شرع شریف سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ فرشتے بیری کی لکڑی کو لے کر سوال کرتے ہیں غلط ہے، اس سے اجتناب لازم ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

---

[1] من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس او بالفساق او الفجار فهو منهم اى فى الإثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ. مرقات ص: ۴۳۱، ج:۴، كتاب اللباس. الفصل الثانى، مطبوعه ممبئى.

اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے اور بیری کی خصوصیت میں مشابہت رفاض ہے لہٰذا اس کو ترک کرنا چاہئے اس کی کچھ اصل نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص:۱۵۵، ج:۲) کتاب البدعات والشرک، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[2] فتاویٰ رشيديه ص: ۱۵۵، ج: ۲، كتاب البدعات والشرك، مطبوعه رحيميه ديوبند.

قبر میں بیری کے پتے ڈالنا

سوال:- میت کے دفن کرنے کے بعد بیری کے پتے تختے کے اوپر عام طور سے ڈالتے ہیں، اس کے بعد مٹی ڈالتے ہیں کیا بوجہ بیری کے ٹہنی کے کچھ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا بدعت ہے، کہتے ہیں کہ بیری کا درخت سدرۃ المنتہیٰ یعنی ساتویں آسمان پر ہے، اس کی فضلیت سے گناہ میں کمی ہوتی ہے، مذہب میں اس کی اصلیت کیا ہے؟ بیری کی شاخ قبر میں تختے کے اوپر ڈالنی چاہئے یا اس کو ترک کر دینا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ترک کر دینا چاہئے اس فعل کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، بدعت اور شعارِ روافض ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حفاظت کیلئے قبر پر کانٹے رکھنا

سوال:- قبر کو جانوروں کے کھودنے وکھا جانے کے ڈر سے قبر پر کانٹے رکھ کر مٹی ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کانٹے حفاظت کیلئے اوپر رکھ دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۳ھ

---

[1] فتاوی رشدیه ص: ۱۵۵، ج: ۲، کتاب البدعات والشرک، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] اما اذا ارید به دفع أذی السباع او شی آخر لا یکره. مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۵۰۳، فصل فی حملها ودفنها. مطبوعه مصر.

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال:- میت کو دفن کرنے کے بعد جو دعاء مغفرت کی جاتی ہے، وہ ہاتھ اٹھا کر کی جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی کی جاسکتی ہے، اور ہاتھ اٹھا کر بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رُخ فرما کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے، اگر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے قبر کی طرف رخ نہ کیا جائے بلکہ قبلہ کی طرف رخ کرلیا جائے: **وفی حدیث ابن مسعودؓ رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبر عبداللّٰہ ذی النجادین الحدیث وفیہ فلما فرغ من دفنہ استقبل القبلۃ رافعا یدیہ اخرجہ ابوعوانۃ فی صحیحہ اھ فتح الباری[1] شرح بخاری** ص: ۱۲۲، ج: ۱۲. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بعد دفن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال:- قبرستان میں فاتحہ کے بعد ایصالِ ثواب کے لئے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے یا نہیں۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری ص: ۴۳۱، ج: ۱۲، تحت حدیث: ۶۳۴۳، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء مستقبل القبلۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

ثواب پہنچانے کیلئے ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ثواب پہنچ جاتا ہے، نیز اس سے دیکھنے والوں کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید صاحب قبر سے کچھ مانگ رہا ہے، اسلئے بہتر یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں اگر اٹھانا ہی ہو تو قبلہ رو ہو کر اٹھائے جائیں تاکہ شبہ مذکور نہ رہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۶/۵۶ھ

دفن کے بعد دعا اور رفعِ یدین

سوال:- میت کو دفن کرنے کے بعد فوراً قبر پر میت کیلئے دعا کرنا کیسا ہے؟ اگر درست ہے تو قبر کے پاس ہی یا الگ ہٹ کر نیز فاصلہ کی بھی اگر کہیں تصریح ہو تو تحریر فرمائیں۔

مفہوم حدیث:- نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ دعا کرو اپنے بھائی کے لئے اس کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اتنی دیر تک جتنی دیر نکیرین سوال کرتے ہیں کیونکہ اس عمل سے مردہ کو جواب دینے میں سہولت ہوتی ہے اور وہ نکیرین کے سوال سے گھبراتا نہیں ہے، یہ حکم عام تھا، یا خاص؟

دوسرے اگر دعا مانگی جاوے تو ہاتھ اٹھا کر یا ایسے ہی؟ نیز گذشتہ سال دو طالب علموں کے دفن میں شرکت کا موقع ملا، لیکن کسی کو اجتماعی شکل میں دفن کے بعد دعا کرتے نہیں دیکھا،

---

[1] وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبر عبد اللّٰہ ذی النجادین الحدیث وفیہ لما فرغ من دفنہ استقبل رافعاً یدیہ اخرجہ ابوعوانۃ فی صحیحہ. فتح الباری ص: ۴۳۱، ج: ۱۲، مطبوعہ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء مستقبل القبلۃ.

البتہ موجودہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دیکھا گیا کہ دفن کے بعد قبر پر بیٹھے رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو دفن کرنے کے بعد ایصالِ ثواب نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ متعدد احادیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی ہے، دفن کے بعد کسی جگہ کھڑے ہو کر کیا پڑھے، اس میں مختلف صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ دفن کے بعد میت کے قریب سرہانے ہو کر سورۂ فاتحہ یا سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات تا اولٰئک ھم المفلحون پڑھے اور پیروں کیطرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا آخری رکوع للّٰہ مافی السمٰوٰت والارض تا آخر پڑھے اور میت کو ایصالِ ثواب کر کے میت کیلئے سہولتِ سوال وجواب وتخفیف ہول قبر واثبات علی الایمان کی دعا کرے۔

اخرج الطبرانی والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال سمعتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسراعوا بہٖ الی قبرہٖ ویقرأ عند رأسہ فاتحۃ الکتاب ولفظ البیھقی فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ فی قبرہٖ شرح الصدور[1] ص: ۶۸.

یستحب الوقوف بعدا لدفن قلیلاً والدعاء للمیت مستقبلاً وجھہ بالثبات. شرح الصدور[2] ص: ۶۹. اس سلسلہ میں قبر پر دعا کیلئے ہاتھ نہ اُٹھانا بہتر ہے، اور جہاں کہیں کسی غلط فہمی کا اندیشہ ہو تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں، لیکن اس صورت میں رخ قبلہ کی طرف کرے **وفی حدیث ابن مسعودؓ رأیتُ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فی قبر عبد اللّٰہ ذی النجادین الحدیث وفیہ لما فرغ من دفنہ استقبل رافعاً یدیہ. اخرج**

---

[1] شرح الصدور ص: ۴۱، باب مایقال عند الدفن، مطبوعہ مصر.

[2] شرح الصدور ص: ۴۲، باب مایقال عند الدفن، مطبوعہ مصر.

ابوعوانه فی صحیحهٖ فتح الباری[1] ص: ۲۲۱، ج: ۱۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۸ھ

دفن کے وقت اگربتی جلانا بعد دفن دعا کرنا

سوال:- قبرستان میں اگربتی لوبان جلانا کیسا ہے، قبر پر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان میں اگربتی اور لوبان جلانا نہیں چاہئے، میت کو غسل دیتے وقت اسکے تختے کو دھونی دینا درست ہے، جس پر غسل دیا جائے، نیز کفن کو دھونی دیکر میت کو پہنایا جائے۔ باقی قبر پر ثابت نہیں ہے، بدعت اور منع ہے[2]، بہتر یہ ہیکہ بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھی جائے، اگر ہاتھ اٹھانا ہو تو قبر کی طرف پشت کرے اور قبلہ کی طرف رُخ کرے، ایسا کرنا حدیث[3] شریف

---

[1] فتح الباری شرح بخاری ص: ۴۳۱، ج: ۱۲، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، کتاب الدعاء، باب الدعاء مستقبل القبلة.

[2] وفی حاشیة العلامة الطحطاوی علی المراقی فی علة کراهة الآجر مانصه وبان الآجر به اثر النار فیکره فی القبر للتشاء م بخلاف الغسل بالماء الحار فانه یقع فی البیت فلا یکره الاجمار فیه بخلاف القبر. طحطاوی ص:۵۰۳، ج: ۱، مطبوعه مصر. فصل فی حملها ودفنها.

[3] وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی قبر عبد اللّٰه ذی النجادین الحدیث فیه لما فرغ من دفنه استقبل رافعاً یدیه اخرجه ابوعوانة فی صحیحه. فتح الباری ص: ۴۳۱، ج: ۱۲، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، کتاب الدعاء، باب الدعاء مستقبل القبلة.

ترجمہ:- عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ ذی النجادین کی قبر پر دیکھا اس کے بعد حدیث شریف میں یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم دفن سے فارغ ہوگئے تو ہاتھ اٹھائے ہوئے قبلہ کا استقبال کیا۔

سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

میت کے قریب اگربتی سلگانا

سوال:۔ میت کے قریب اگربتی سلگانا کیسا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ یہ تشبہ بالنار ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت میں بدبو پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے اس کو غسل دینے سے پہلے تختہ کو خوشبو کی دھونی دیجاتی ہے یہ مسئلہ عام کتب فقہ میں درج ہے، اس میں تشبہ بالنار نہیں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۶ھ

دفن میت کے بعد دعا اور الفاتحہ

سوال:۔ میت کو قبر میں دفن کرنیکے بعد دعا کرنا کہ اللہ پاک سوالِ قبر کے جواب میں اسکو ثابت قدم رکھے، اور آخر میں الفاتحہ کہہ کر کچھ پڑھتے ہیں تو یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

---

[1] فیوضع کمامات علی سریر مجمر أی بخر بنحو عودثم المتبادر أن فعل ذٰلک قبل وضعه علیه وقیل عند اراده غسلهٗ اخفاء للرائحة الکریهة(مراقی مع الطحطاوی مصر ص ۴۶۶/ باب احکام الجنائز، شامی زکریا ج۳/ص ۸۵/ باب صلوٰة الجنازة ،مطلب فی القرأة عندالمیت، بحر کوئٹه ج۲/ص ۱۷۱/ کتاب الجنائز.

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد دعا کرنا کہ اللہ پاک سوالِ قبر کے جواب میں اس کو ثابت قدم رکھے اور اسکی مغفرت فرمائے، حدیث شریف سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے[۲]۔ لیکن الفاتحہ کا طریقہ ثابت نہیں، اسکو ترک کرنا چاہئے، اور حضور ﷺ کا طریقہ اختیار کیا جائے کہ یہی ہدایت ونجات کا ذریعہ ہے: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. متفق علیه[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/۸۹ھ

دفنِ میت کے بعد چارپائی الٹ دینا

سوال:- عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ میت کو قبر میں اتارنے کے بعد فوراً چارپائی کو الٹا کردیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/۷/۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۴/شعبان ۶۱ھ

---

[۱] عن عثمانؓ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل. مشکوٰۃ شریف ص: ۲۶، ج: ۱، باب اثبات عذاب القبر. الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت عثمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اس پر ٹھہرے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا کرو پھر اسکے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پرانی قبر میں نئی میت کو رکھنا

سوال:-شہروں میں بوجہ تنگی گورستان پرانی قبر جس میں نشان وشناخت موجود ہے اس میں پھر دوبارہ قبر بنا کر دفن کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں نیز بر تقدیر عدم عذر ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہیں اگر جائز ہے، تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبر اتنی پرانی ہو جائے کہ میت بالکل مٹی بن جائے تو اس قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے، ورنہ بلاضرورت ایسا کرنا منع ہے اور بوقت ضرورت جائز ہے اور ایسی حالت میں جب میت کی ہڈیاں وغیرہ کچھ قبر میں موجود ہوں تو وہ ایک طرف علیحدہ قبر میں رکھ دی جائیں اگر میت بالکل صحیح سالم قبر میں موجود ہو تب بھی بوقت ضرورت اس کے برابر اسی قبر میں دوسری میت کو رکھنا جائز ہے، لیکن میت قدیم اور میت جدید کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے۔

اگر ایک وقت میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کی ضرورت پیش آئے اگر سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہو تب تو افضل کو اول لحد میں رکھا جائے اس کے بعد غیر افضل کو، اگر موتیٰ مخلوط ہوں تو اول مرد کو رکھا جائے، اسکے بعد لڑکے کو اسکے بعد خنثیٰ کو اسکے بعد عورت کو اور ہر دو کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے: **ولا یدفن اثنان او ثلثة فی قبر واحد الاعند الحاجة فیوضع الرجل ممایلی القبلة ثم خلفه الغلام ثم خلفه الخنثیٰ ثم خلفه المرأة ویجعل بین کل میتین حاجز من التراب کذا فی محیط السرخسی وان کان رجلین یقدم فی اللحد افضلهما هکذا فی المحیط وکذا اذا کانتا امرأتین**

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۲ مشکوة شریف ص:۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الاول.

۳ من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد، مشکوة شریف ص:۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

هكذا في التاتارخانية ولو بلى الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه كذا في التبيين اهـ هندية[1] ج: ۱، ص: ۱۰۷. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی قبر میں سر ملا تو اس کو کیا کیا جائے؟

سوال: - تالاب کھودتے کھودتے چار ہاتھ کھودنے کے بعد انسان کا سر ملا، معلوم ہوا کہ یہاں بہت زمانہ پہلے کی قبر ہے، تو اب کیا کیا جائے؟ آیا چھوڑ دیا جائے یا کوئی صورت ہے اور جان بوجھ کر قبر پر کوئی تالاب کھودنا یا کوئی مکان بنانا یا درخت لگانا جائز ہے یا نہیں، صدقہ دینا ہوگا یا اور کچھ کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان بہت پرانا ہو کہ وہاں میت موجود نہیں بلکہ مٹی ہو چکی ہو اس کو کھود کر وہاں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے، اگر پرانی میت کے کچھ ناتمام اجزاء کوئی ہڈی وغیرہ نکلے تو اس کو اسی قبر میں ایک طرف کو دفن کر دیں باہر نکال کر نہ پھینکیں، اگر پرانا قبرستان مملوک ہو تو اس کو دوسرے کام میں لانا مکان بنانا، باغ لگانا بھی درست ہے، اگر وقف ہو تو اس کو دوسرے کام میں لانا جائز نہیں، جو سر نکلا ہے، اس کو اسی جگہ دفن کر دیں[2]۔ اس کا کوئی اور صدقہ وغیرہ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۶۶، ج: ۱، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ. تاتارخانیه ص: ۱۶۹، ج: ۲، مطبوعه کراچی، محیط برهانی ص: ۹۴، ج: ۳، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، الفصل فی القبر الخ. زیلعی ص: ۲۶۴، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولا یدفن اثنان فی قبر الا لضرورة وهذا فی الابتداء وکذا بعده قال فی الفتح ولا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان یوجد فتضم عظام الاول ویجعل بینهما حاجز من تراب. شامی نعمانیه ص: ۵۹۸/۱، شامی کراچی ص: ۲۳۳/۲، مطلب فی دفن المیت. باب صلاة الجنازة. زیلعی ص: ۲۴۶/۱، امدادیه ملتان. البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۹۵/۲،

لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

دفن کے بعد وہیں ہاتھ دھونا

سوال:- قبر میں مٹی ڈالنے کے بعد اسی وقت قبرستان میں ہاتھ دھوڈالتے ہیں بعض اس کو منع کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دھوڈالنا چاہئے شرعاً کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو دل چاہے کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

غیر کی زمین میں میت کو دفن کرنا

سوال:- بلا اجازت میت کو کسی دوسرے کی زمین پر دفن کردیا گیا تو از روئے شریعت مطلع فرمائیں کہ یہ جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا اجازت مالک اسکی زمین میں میت دفن کرنا جائز نہیں، گناہ ہے[1]، مالک کو حق ہے کہ دفن کرنے والوں سے کہے کہ اپنی میت کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کردو، ورنہ ہم یہاں

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا انہ ولا ولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۱، ج: ۹، کتاب الغضب. مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ.

ہل چلا کر قبر کو برابر کر دیں گے اور زمین میں کھیتی کر دیں گے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ص ۱۸/۱۲/۸۹ھ

کسی کی زمین میں اپنی میت کو دفن کرنا

سوال:- کریم اللہ خانصاحب کا ایک پرائیوٹ ذاتی خاندانی ملکیت کا قبرستان ہے، اس قبرستان میں صرف ان ہی خاندان کے مردے دفن ہوتے رہے ہیں، لیکن کسی ہمدردی سے زید کو اس شرط پر اپنے مردے دفن کرنیکی اجازت دیدی تھی کہ وہ بغیر اجازت منتظم ومتولی اپنے مردے دفن نہ کرے، اب جب کہ جگہ کم ہونے کی وجہ سے موجودہ منتظم ومتولی قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے، ایسی صورت میں بلا اجازت جبراً غیر کی ملکیت میں زید کے ورثاء کو مردے دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور مردے اور ان کے ورثاء پر کوئی مواخذہ یا عذاب تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان مملوک ہے، وقف عام نہیں تو کسی کو اپنا مردہ بغیر اجازتِ مالک وہاں دفن کرنا درست نہیں، اگر زید کے ورثاء بلا اجازت مالک وہاں دفن کر دینگے، تو ناجائز فعل کے مرتکب ہونگے[2]۔

---

[1] اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا. عالمگیری ص:۱۶۷، ج:۱، الفصل السادس فی القبر والدفن. مطبوعہ کوئٹہ. زیلعی ص:۲۴۶، ج:۱، مطبوعہ امدادیہ ملتان. شامی کراچی ص:۲۳۸، ج:۲، مطلب فی دفن المیت.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الخ. شامی زکریا ص:۲۹۱، ج:۹، کتاب الغصب. مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر.

مالک کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین کو خالی کرنیکا مطالبہ کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۸/۱۲/۹۲ھ

میت کے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا

سوال:- یہاں رواج ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد مٹی ڈالنے کے بعد اسکے اوپر لوٹے سے تین مرتبہ پانی ڈالتے ہیں مثل تین لکیر کے سر سے پاؤں تک ڈالتے ہیں اور کچھ آیات پڑھتے ہیں اس کی اصل کہاں تک ہے؟ اس کو ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ پانی ڈالدینا تاکہ مٹی منتشر نہ ہوجائے، مستحب ہے: **لابأس برش الماء علیه حفظاً لترابه عن الاندراس بل ینبغی ان یندب لانهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم فعلهٗ بقبر سعد رضی اللّٰه عنه کما رواه ابن ماجة وبقبر ولده ابراهیم کما رواه ابوداؤد فی مراسیله وامر به فی قبر عثمان بن مظعون رضی اللّٰه عنه کما رواه البزار الخ.** (شامی[2] ص: ۶۰۱، ج: ۱ نعمانیه)

دفن کے بعد سر کی جانب سورہ بقرہ کا اول اور پیر کی جانب اس کا آخر پڑھنا بھی حدیث

---

[1] اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت الخ. عالمیگیری ص:۱۶۷، ج: ۱، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ. مطبوعه کوئٹه.

[2] شامی کراچی، ص:۲۳۷، ج: ۱، مطبوعه زکریا ص:۱۴۳، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. ابن ماجه ص: ۱۱۱، ج: ۱، باب ماجاء فی ادخال المیت القبر مطبوعه اشرفی دیوبند. مراسیل ابو داؤد علی ابی داؤد ص:۱۸، مطبوعه سعد دیوبند،

شریف سے ثابت ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے[۱]۔ مگر یہ بھی مستحب ہے، فرض سمجھنا غلط ہے بے اصل ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا، پھول پتی ڈالنا

سوال: -میت کی قبر کو ہموار کر کے قبر پر پانی چھڑکنا اور پھول پتی ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی چھڑکنا مستحب ہے، تاکہ قبر کی مٹی جم جائے منتشر نہ ہو[۳]۔ پھول ڈالنا ثابت نہیں[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ عن عبد اللّٰہ بن عمر مرفوعا، ولیقرأ عند راسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة. مشکوٰة شریف ص ۱۴۹ / ۱، باب دفن المیت. الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

۲ ویستحب ان یقرأ بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها الخ. شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، باب فی الدفن، مطلب فی دفن المیت،

۳ قوله لاباس برش الماء علیه حفظاً لترابه عن الاندارس (در مختار) بل ینبغی ان یندب الخ شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۴۳، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. زیلعی ص:۲۴۶، ج:۱، فی الدفن، مطبوعه امدایه ملتان.

۴ فتری العامة یلقون الزهور علی القبور، لا اصل لها فی الدین ولا مستند لها من الکتاب والسنة. معارف السنن ص:۲۶۵، ۲۶۶، ج:۱، کتاب الطهارة باب التشدید فی البول مکتبه اشرفیه دیوبند. فیض الباری ص:۴۸۹، ج:۲، فصل الجرید علی القبر، کتاب الجنائز. مطبوعه خضرراه دیوبند. عمدة القاری ص:۱۲۱، ج:۲، جزء نمبر:۳، کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من البول الخ. بیان استنباط الاحکام. مطبوعه دارالفکر بیروت.

قبروں پر پانی چھڑکنا

سوال:۔قبر کے اوپر مٹی ڈالنے کے بعد لوٹے سے ایک لوٹا پانی ڈالتے ہیں، اس نیت سے کہ میت کو ٹھنڈک پہنچے، کیا یہ صورت یا یہ عقیدہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ عقیدہ غلط ہے البتہ مٹی جمنے کی غرض سے پانی ڈالتے ہیں کہ ہوا سے منتشر نہ ہو جائے یہ ثابت ہے[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دفن میت کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا

سوال:۔مردے کو دفن کرنے کے بعد مٹی ڈالنے کے بعد اسکے اوپر پانی تین مرتبہ مثل تین مشکیزہ سر سے پاؤں تک ڈالتے ہیں، اور کچھ آیت پڑھتے ہیں، اسکی اصل کہاں تک ہے، کوئی مستحب ہے یا کسی حدیث وغیرہ سے ثابت ہے، مدلل تحریر فرمائیں، اور اسکو ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دفن کرنے کے بعد قبر پر کچھ پانی ڈال دینا تاکہ مٹی منتشر نہ ہو جائے مستحب ہے، تین مشکیزہ کی قید نہیں۔

---

[1] ولا بأس برش الماء عليه حفظاً لترابه عن الاندراس قال الشامي بل ينبغي أن يندب لانه صلى الله عليه وسلم فعله بقبر سعد الخ شامي زكريا ،ج۳/ص۱۴۳/ باب صلاة الجنازة مطلب في دفن الميت ، عالمگيري ،ج۱/ص۱۶۶/ الفصل السادس في القبر مطبوعه كوئٹه ،البحر ،ج۲/ص۱۹۴/ مطبوعه الماجديه كوئٹه .

”لابأس برش الماء علیه حفظا لترابه عن الاندراس الخ بل ینبغی ان یندب لانه صلی اللّٰه علیه وسلم فعله بقبر سعدؓ .رواه ابن ماجه وبقبر ولده ابراهیم کما رواه ابوداؤد فی مراسیله وامربه فی قبر عثمان بن مظعون رضی اللّٰه تعالیٰ .رواه البزار شامی ،ج ۱/ص ۴۰۱/“[1]

دفن کے بعد سر کی جانب سورہ بقرہ کا اول رکوع اور پیر کی جانب اس کا آخری رکوع پڑھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے،[2] مگر یہ بھی مستحب ہے فرض سمجھنا غلط ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

قبر میں خوشبو چھڑکنا

سوال:- قبر کے اندر کیوڑہ گلاب وغیرہ خوشبو کا وقت دفن چھڑکنا کیسا ہے، شرع میں اس کی کیا اصلیت ہے؟

---

[1] شامی زکریا ،ج۳/ص ۱۴۳/ باب صلوٰۃ الجنازۃ ،مطلب فی دفن المیت، بحر کوئٹه ج۲/ص ۱۹۴/ کتاب الجنائز ،فصل السلطان احق بصلاته، الهندیه کوئٹه ، ج ۱/ص ۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،الفصل السادس فی القبر والدفن.

[2] عن عبداللّٰه بن عمرؓ قال سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تجسوه واسرعوابه الیٰ قبره ولیقرأ عندرأسه فاتحة البقرة وعندرجلیه بخاتمة البقرة، رواه البیهقی (مشکوٰۃ ص ۱۴۹/ باب دفن المیت ،طبع یاسرندیم دیوبند ،شامی زکریا، ج۳/ ص۱۴۳/ باب صلوٰۃ الجنازۃ ،مطلب فی دفن المیت،

[3] الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة (سعایه ج۲/ص ۲۶۵/ باب صفة الصلوٰۃ، ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلوٰۃ الفجر الخ طبع لاهور، مرقاۃ ج۲/ ص۳۵۳/ باب الدعاء فی التشهد ،مطبوعه امدادیه ملتان،

الجواب حامداً ومصلیاً

ویوضع الحنوط فی القبر لانه علیه الصّلوٰة والسلام فعل ذلک بابنه ابراهیم حموی عن الروضة. فتح المعین[1] ص: ۳۴۶، ج: ۱، خوشبو قبر میں ڈالنا ثابت ہے، البتہ قبر میں میت کو رکھ کر میت پر عرق گلاب چھڑکنا بدعت ہے۔ طحطاوی[2] شرح مراقی الفلاح ص: ۳۳۳۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بلا اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا

سوال:- زید کے مرجانے کے بعد ورثاء یا مریدین نے بکر (مالک) وسرکاری زمین میں بغیر بکر اور سرکار سے اجازت لئے ہوئے زید کو دفن کر دیا چند ماہ بعد جب بکر مالک زمین یا سرکار کو معلوم ہوا کہ بغیر سرکاری اجازت کے زید کی نعش کو دفن کر دیا گیا ہے، اور پختہ قبر وگنبد بھی زید کا بنا دیا گیا ہے تو کیا بکر وسرکار کو قانونی حق حاصل ہے، کہ زید کو اپنی زمین میں جہاں دفن ہے، قبر کھود کر اس کو نکال دے اور اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اور عام مسلمان اس لاش کو کسی قبرستان میں دفن کر دیں یا بعد دفن کرنے کے چند ماہ بعد بکر وسرکار کو حق حاصل ہے، کہ زید کی لاش قبر سے جو اس کی مملوکہ زمین میں ہے نکال دے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار حاصل ہے کہ نعش کو نکال دے یا قبر کو زمین کے

---

[1] فتح المعین ص: ۳۴۶، ج: ۱، باب الجنائز، مطبوعه مصر. طحطاوی علی الدر ص: ۵۸۵، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطبوعه مصر.

[2] ینبغی ان یجتنب ما احدث بعضم من انهم یاتون بماء الورد فیجعلونه علی المیت فی قبره فان ذالک لم یرو عن السلف رضی اللّٰه عنه فهو بدعة. طحطاوی ص: ۵۰۱، مطبوعه مصر. فصل فی حملها ودفنها،

برابر کردے اگر نعش کو باہر نکال دیا، تو عام مسلمانوں کو چاہئے کہ زید کی مملوکہ زمین یا عام موقوفہ قبرستان میں دفن کردیں کذا فی مجمع الانہر[1] ج:۱،ص:۱۸۵، پختہ قبر وگنبد بنوانا گناہ ہے۔ کذا فی شرح الکنز[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چمار کی زمین میں میت دفن کرنا

سوال:- ہمارے گاؤں والوں نے جبراً چماروں کی زمین میں اپنے مردے دفن کرنا شروع کردیئے جب چمار مرگیا تو اسکے لڑکوں کے نام زمین ہوگئی مال گذاری دیتے رہے، اوراب چک بندی میں چماروں نے یہ کھیت مولیٰ بخش سے بدل لیا، دریافت طلب یہ ہے کہ مولیٰ بخش کو اس کھیت سے انتفاع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چک بندی گاؤں والوں نے قبرستان کیلئے زمین علیٰحدہ کردی دو چار میت اس جگہ دفن بھی ہوگئیں باقی ابھی خالی پڑی ہے، تو اس کی آمدنی مسجد مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چمار کی زمین میں بلا اجازت وبلا مرضی میت دفن کرنا ظلم اور غصب ہے، جب کہ وہ زمین مولیٰ بخش کی ملک میں آگئی ہے، تو اس کو اختیار ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اپنی میت کو دفن

---

[1] ولا یخرج من القبر الا ان تکون الارض مغصوبة واراد صاحب الارض اخراجه، مجمع الانهر ص ۱/۲۷۶، باب صلاة الجنائز، زیلعی ص ۱/۲۴۶، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ویکره ان ینبی علی القبر اویعقد علیه اوینام علیه، تبیین الحقائق ص ۱/۲۴۶، باب الجنائز، طبع امدادیه ملتان، سکب الانهر ومجمع الانهر ص ۱/۲۷۵، باب صلاة الجنائز، دارالکتب العلمیة بیروت. حلبی کبیری ص ۵۹۹، فصل فی صلاة الجنائز، السادس فی الدفن، سهیل اکیڈمی لاهور، ابوداؤد ص ۲/۲۶۰، باب بناء القبر. مطبوعه سعد دیوبند.

کیا ہے، وہ ان سے کہہ دے کہ یہاں سے اپنے میت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کردو ورنہ میں یہاں کھیتی کروں گا، پھر اس کو کھیتی کرنا مکان بنانا سب درست ہے: **ولا یخرج منه بعداهالة التراب الالحق آدمی بان یکون الارض مغضوبة او اخذهٗ بشفعةٍ ویخیر المالک بین اخراجهٖ ومساواتهٖ بالارض کما جاز زرعه والبناء علیها اذا بُلی وصَار تراباً** (زیلعی[1]) اور درمختار[2] ص: ۸۳۹، ج: ۱.

(۲) گاؤں والوں نے جو زمین قبرستان کیلئے وقف کرائی وہ قبرستان کی ہوگئی اسکی آمدنی کو اسی قبرستان کی حفاظت اور ضروریات وغیرہ میں (مثلاً چہار دیواری کرادیں) صرف کیا جائے اور دیگر مصارف میں صرف نہ کریں۔ **قولهم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة کذا فی در مختار علٰی هامش ردالمحتار**[3] ص: ۵۷۵، ج: ۳

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دفنِ میت سے روکنا

سوال: - ایک شخص جو کہ حاجی بھی ہو اور اپنے آپ کو باشرع ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو اور اپنے آپ کو سید بھی کہتا ہو، وہ اگر کسی ایک مسلمان کی میت کو دفن ہونے سے عملاً روکنے کی کوشش کرے اور دوسرے مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے سے روکے اور ان کو خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کو ان کے بچوں کی قسمیں دلا کر میت میں شریک ہونے سے خود اس

---

[1] تبیین الحقائق (زیلعی) ص: ۲۴۶، ج: ۱. باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] درمختار حاشیه شامی نعمانیه ص: ۶۰۲، ج: ۱، مطلب فی دفن المیت.

[3] شامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج: ۴، کتاب الوقف، مطلب شرط الواقف کنص الشارع. البحرالرائق ص: ۲۴۵، ج: ۵، کتاب الوقف. مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

نے اور اس کے سب گھر والوں نے روکا، دیگر میت کی قبر کھودنے والوں کو بھی روکا اور ان کو ڈرایا، دھمکایا، پولیس تھانہ جا کر میت کے وارثوں پر جھوٹا الزام لگایا کہ اس کو زہر دے کر مارا گیا ہے، علمائے دین ایسے شخص اور ان کے گھر والوں پر کیا حکمِ شرع عائد کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ کس وجہ سے حاجی صاحب مذکور نے ایسا کیا ہے، اس خاص میت میں کیا بات تھی؟ موت تو اور لوگوں کو بھی آتی ہے، کیا وہ کسی بھی میت میں لوگوں کو شریک نہیں ہونے دیتے اور دفن کرنے سے روکتے ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو جس میت کو دفن نہ ہونے دیا اور لوگوں کو شرکت سے روکا، اس وقت ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا، غرض جب تک بات صاف نہ ہو اس کا حکم کیا لکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۱ھ

لاش دو سال بعد دفن کرنا

سوال: - دو سال کے بعد لاش کو اسلامی طریقہ پر دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی تاخیر کی اجازت نہیں[1]۔ اگر غلطی سے اتنی تاخیر کر دی گئی تب بھی اسلامی طریقہ پر دفن کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۲/۲۳ھ

---

[1] کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ. شامی کراچی ص: ۲۳۹، ج: ۲، قبیل مطلب فی الثواب علی المیت. باب صلاۃ الجنازۃ. البحر الرائق ص: ۱۹۱، ج: ۲، فصل السلطان احق بصلاتہ الخ. مطبوعہ کوئٹہ. طحطاوی علی المراقی ص: ۴۹۸، فصل فی حملھا ودفنھا. مطبوعہ مصری.

دفن کے بعد خواب میں دیکھا کہ زندہ ہے

سوال:- ایک لڑکا تقریباً ۲۳ رسال عمر کا رمضان المبارک میں سحری کھا کر نماز کے لئے مسجد جارہا تھا کہ راستہ میں وہ گر گیا ایسا معلوم ہوا کہ اس کو دورہ ہوگیا ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی اس کو دو مرتبہ دورے پڑے تھے، اور وہ راستہ میں ایسی حالت میں تھا جیسے سجدہ کر رہا ہو، اس کے وارثین کو اطلاع دی گئی اور پھر ڈاکٹروں کو دکھلایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ختم ہو چکا ہے، لیکن اس کے بُشرے وچہرے وہیئت سے مردنی کے آثار آٹھ گھنٹے تک معلوم نہیں ہوئے، بعدہ اس کو دفن کردیا گیا، رات کو اس کی ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے، میں تو زندہ ہوں مجھے کیوں دفنا دیا میں تو نجیب آباد گیا تھا، اور دیکھا کہ مسجد کی طرف سے زندہ اپنی قبر کی طرف آرہا ہے، وغیرہ ذالک اب اقرباء کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء سے رجوع کریں مرحوم نہایت پابند صوم وصلوٰۃ تھا، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا اسے قبر کھود کر نکال لیا جائے یا نہیں، جواب سے ممنون فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ماہر ڈاکٹر نے دیکھ کر تجویز کردیا کہ موت واقع ہوگئی ہے اور اس یقین کے ساتھ اسکو دفن کیا گیا تو محض خواب کی بناء پر قبر کھودنے کی اجازت نہیں کذا فی الشامی[1] خواب شرعی حجت نہیں[2]۔ کہ اس کا یقین ضروری ہو، اچانک اس طرح موت واقع ہوجانے سے عامۃً تعجب بھی ہوتا ہے اور ذہنوں میں خیال رہتا ہے بسا اوقات اسی کے مطابق خواب نظر آجاتا

---

[1] لایخرج منه بعد اهالة التراب. الدر المختار علی هامش الشامی نعمانیه ص: ۶۰۲، ج: ۱، باب صلاة الجنازة قبیل مطلب الثواب علی المصیبة، تبیین الحقائق ص ۲۴۶/۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۲۷۶/۱، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] الرؤیا لا تثبت الاحکام. بذل المجهود ص: ۲۹۶، ج: ۵، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح. مکتبه رشیدیه سهان پور.

ہے، اگر واقعۃً وہ زندہ دفن کر دیا گیا اور خواب پر اعتماد ہے تو خواب میں اس نے یہ کہا میں تو نجیب آباد گیا تھا، تو کیا وہ قبر سے نکل کر یا بجائے قبر کے نجیب آباد گیا تھا، نیز اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد کی طرف سے آ رہا ہے، اور اپنی قبر کی طرف جا رہا ہے تو قبر سے نکل کر کیا وہ مسجد کی طرف گیا تھا، غرض یہ سب خیالات ہیں، ان کی بناء پر قبر نہ کھودی جائے گی اور ایک کھلی ہوئی ظاہر سی بات ہے کہ اتنی مٹی کے نیچے جہاں ہوا نہ ہو وہاں کوئی زندہ کیسے رہ سکتا ہے، اگر بطور خرق عادت کے محض قدرت خداوندی کے بناء پر وہ زندہ ہے، اور حق تعالیٰ کو اس کو زندہ رکھنا منظور ہے، تو اللہ پاک کو قدرت ہے کہ بغیر قبر کھودے اس کو خرق عادت کی طور پر باہر نکال کر بھیج دے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۸۹ھ

میت نے خواب میں بتایا کہ میں زندہ ہوں

سوال: -مسماۃ فاطمہ کا انتقال ہو گیا، جس کو آج ۲۳ ر یوم ہوتے ہیں، اس درمیان میں مرحومہ مختلف رشتہ داروں کے خواب میں آئی جس میں یہ مطالبہ ضرور ہے کہ میں زندہ ہوں، مجھے نکال لیا جائے، وفات ولادت کے سلسلہ میں ہوئی تھی، شوہر کا مطالبہ قبر کھودنے کا ہو رہا ہے، شرعاً کیا حکم ہے، اور یہ موت شہادت کے حکم میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ پیدا ہونے میں جس کا انتقال ہو جائے وہ بھی شہید ہے[1]۔ ایسے خواب کی بناء پر قبر کھودنا درست نہیں، قبر میں رکھنے کے بعد برزخ کے امور شروع ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ احوال اچھے

---

[1] أو بالجمع الى قوله والمعنى أنها ماتت من شئ مجموع فيها غير منفصل عنها من حمل قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أيما امرأة ماتت بجمع فهى شهيدة شامى كراچى ص: ۲۵۲، ج: ۲، مطلب فى تعداد الشهداء.

نہیں ہوتے تو میت کے متعلق بدگمانی اور بدگوئی ہوتی ہے، بعض دفعہ ہیبت ناک احوال دیکھ کر قبر کھودنے والے پر وبال آجاتا ہے، وہ پاگل یا بے چین ہوجاتا ہے، اس لئے ہرگز قبر نہ کھودی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۷ھ

پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر میت کو نکالنا

سوال:- (۱) کیا زہر خوانی وغیرہ کے معاملات میں نعش دفن ہوجانے کے بعد بغرضِ پوسٹ مارٹم نعش برآمد کرنے کی شرعاً ممانعت ہے، نعش کا پوسٹ مارٹم ایک وجہ ثبوت ہمچو قسم معاملات میں فراہم کرتا ہے۔

(۲) اگر ایسا ہو تو کیا پولیس کو نعش برآمد کرنے سے روکنا، اسکے خلاف احتجاجی کارروائی کرنا مسلمانوں پر واجب ہے خواہ وہ سلسلہ میں مزاحمت سرکاری ملازم کی زد میں بھی آتے ہیں۔

(۳) کیا احترام قبر و میت شرع میں اس حد تک رکھا گیا ہے کہ قصاصی کارروائی کے سلسلہ میں بھی اگر نعش برآمد کرنے کی قانوناً ضرورت ہو تو بھی نہ کی جائے۔

(۴) جو شخص پولیس میں اس مرگِ مفاجات کی رپورٹ کرتا ہے وہ کسی حکم شرعی کی خلاف ورزی کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے، اور کسی شرعی سزا کا مستوجب ہے؟

---

[1] لا یخرج منه بعد اهالة التراب. الدرالمختار علی هامش ردالمختار نعمانیه ص: ۶۰۲، ج: ۱، قبیل مطلب فی الثواب علی المصیبة، باب صلاة الجنائز. تبیین الحقائق ص ۲۴۶/۱، باب الجنائز، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۷۶/۱، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دفن کرنے کے بعد مذکورہ مقصد کیلئے نعش کو قبر کھود کر نکالنا شرعاً درست وجائز نہیں[۱]۔ نعش کو چیرنا بھی جائز نہیں[۲]۔ زہر خوانی کا ثبوت مجرم کے اقرار یا گواہوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے، پوسٹ مارٹم کے ذریعہ جو ثبوت ہو وہ شرعی ثبوت نہیں اور اسے ثبوت پر کسی کو مجرم قرار دے کر سزا دینے کا بھی حق نہیں[۳]۔

(۲) ایسی صورت میں قانونی چارہ جوئی وکیلوں سے کی جاسکتی ہے، قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مقابلہ کرنے کے نتائج بسا اوقات اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کا تحمل دشوار ہوتا ہے اور ایسا فتنہ کھڑا ہوجاتا ہے، جس کا خمیازہ بہت سے بے قصوروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

(۳) اس کا جواب (۱) میں آگیا۔

(۴) اخفاء وارادات جرم ہے، اگر اس جرم سے بچنے کیلئے اطلاع کی ہے کہ اگر اطلاع نہ کرتا تو وہ مستوجبِ سزا ہوتا تب تو مضائقہ نہیں اگر اس تحفظ کے علاوہ دوسرا مقصد ہے کہ دوسروں کو بلاوجہِ شرعی ذلیل کیا جائے تو یہ سخت معصیت ہے[۴]، اس نے قبر کی بھی بے حرمتی کی اور

---

[۱] والنبش حرام حقا للّٰہ تعالی. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۰۷، فصل فی حملها ودفنها. شامی کراچی ص۲/۲۳۸، باب صلاۃ الجنائز، عالمگیری کوئٹہ ص۱/۱۶۷، الفصل السادس فی القبر والدفن،

[۲] لا یشق اتفاقاً، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۴۹۳، فصل الصلاۃ علی المیت. مطبوعہ مصر. شامی زکریا ص۱۴۵-۱۴۶/۳، باب الجنائز، مطلب فی دفن المیت،

[۳] السادس فی طریق ثبوته ای الحکم له وجهان اعترافه الی قوله الثانی ای یشهد شاهدان علی حکمه، بحر کوئٹہ ص۶/۲۵۸، کتاب القضاء، شامی کراچی ص۵/۳۵۴، کتاب القضاء، مطلب الحکم الفعلی.

[۴] ان من اربی الربوٰ الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق (ابو داؤد شریف ص۲/۶۶۹، کتاب الادب، باب فی الغیبة، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، جامع المهلکات، من الکبائر والمحرمات ص۴۲۹، باب تحریم الخوض فی اعراض المسلمین، مطبوعہ بیروت.

میت کی بھی بے حرمتی کی، اگر اقتدارِ اعلیٰ ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو شرعی سزا دینے کا مجاز ہو تو وہ حسبِ صواب دید تعزیز کر سکتا ہے، ہر شخص کو تعزیز کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۹ھ

میت کو قبر میں غلط طریقہ پر رکھ کر مٹی ڈال دی گئی

سوال:- اگر میت کا رُخ نماز پڑھاتے وقت غلط ہو گیا سر کی جگہ پیر اور پیروں کی جگہ سر۔ اور امام نے نماز پڑھا دی تو کیا نماز ہو گئی؟ اسی طرح قبر میں غلط رکھ دیا تو کیا دوبارہ قبر کھود کر رخ صحیح کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر میں دفن کرنے کے بعد اس غلطی کی اصلاح کیلئے قبر کھود کر نکالنا درست نہیں: **اذا دفن بلا غسل اوصلوٰۃ اووضع علٰی غیر یمینه اوعلٰی غیر القبلة فانه لا ینبش علیه بعد اهالة التراب.** (شامی[1] ص:۶۰۲، ج:۱) اگر نماز پڑھاتے وقت میت کا جنازہ اسطرح رکھا گیا کہ اس کا سر جنوب کی طرف ہو گیا اور پیر شمال کی طرف اور نماز اسی طرح پڑھائی دی گئی تو بھی نماز ہو گئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، لیکن قصداً اس طرح کرنا اساءت ہے: **وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤ ان تعمّدوا.** (درمختار[2] ص:۵۸۳، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۲ھ

---

[1] شامی زکریا ص:۱۴۵، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ. ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نصاریٰ کے قبرستان کے قریب دفن کرنا

سوال:- یہاں ایک قبرستان لکھی باغ ایک مدت مدید سے چلا آتا ہے اب اس میں بالکل دفن کرنیکی جگہ نہیں ہے، اسپر سیوسیئمی نے عرصہ ۱۴/سال سے ایک قطعہ اراضی برائے قبرستان مسلمانان عنایت فرمایا ہے، مگر یہ عیسائیوں کے قبرستان سے ملا ہوا ہے اب اس اراضی کا احاطہ حاجی اشتیاق احمد صاحب وائس چیرمین نے دروازہ اور ایک مسجد وغیرہ تیار کرادیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ عیسائیوں کے قبرستان کے قریب ہے اسلئے اس میں مدفون ہونے والے کا حشر عیسائیں کے ساتھ ہوگا، حالانکہ عیسائیوں کے قبرستان اور اس قبرستان میں ایک حد فاصل مضبوط دیوار کی صورت میں موجود ہے کیا یہ اعتراض مسلمانوں کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چونکہ مسلمانوں کے مقابر عیسائیوں کے مقابر سے علیٰحدہ ہے اور بیچ میں حد فاصل بھی ہے اس لئے دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں، شامی[1] میں ہے، ج:۱،ص:۸۳۵، ''**قال فی الاحکام لا بأس بان یقبر المسلم فی مقابر المشرکین اذالم یبق من علاماتهم شئی کمافی خزانة الفتاویٰ**'' تو جبکہ عدم علامات کی صورت میں مقابر مشرکین میں بھی دفن کرنا جائز ہے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....مطلب فی دفن المیت. بحر کوئٹه ص ۱۹۵/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص:۱۰۵، ج:۳، باب صلاة الجنازة. مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی. بدائع کراچی ص ۳۱۵/۱، صلاة الجنازة، فصل فی بیان ما تصح به وما تفسد.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] شامی کراچی ج:۲، ص:۲۳۴، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت. تاتارخانیه کراچی ص ۱۷۶/۲، کتاب الجنائز، المتفرقات.

تو علیحدگی کی صورت میں بدرجہ اولیٰ کسی قسم کا حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دفن میت سے پہلے کھانا

سوال:- اگر کسی گاؤں میں میت ہو جائے تو جب تک اس کو دفنا نہ دیں تو ان گاؤں والوں پر کھانا پانی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/ جمادی ۲/ ۵۶ھ

غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت

سوال:- مسلمان کو غیر مسلم کے جنازہ کے ہمراہ جانا یا غیر مسلم کو مسلم کے جنازہ کے ساتھ چلنا، تکفین وتدفین میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۹ھ

---

[1] اغلاط العوام ص: ۱۹۶.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازۂ کفار میں شرکت

سوال:- (۱) کفار کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا کفار کی ارتھی کو کندھا دینا جائز ہے؟

(۳) کفار کے مذہبی جلوس میں شریک ہونا مسلمانوں کو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)(۲)(۳) ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوانا یا پکی بنوانا اور اس میں دفن کرنے کی وصیت کرنا

سوال:- (۱) اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوالینا یا پکی بنوالینا کیسا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه الکافر الاصلی عند الاحتیاج فلو له قریب فالاولی ترکه لهم الی قوله ولیس للکافرغسل قریبه المسلم. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار نعمانیه ج: ۱، ص: ۵۹۷، قبیل مطلب فی حمل المیت، باب صلاة الجنائز. کفایت المفتی ص: ۱۸۹، ج: ۴،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکا فی عمله کنزالعمال ج: ۹، ص: ۲۲، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۵، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

ترجمہ:- جس نے کسی قوم کی تعداد بڑھائی وہ انہیں میں سے ہے اور جو آدمی کسی قوم کے عمل سے راضی ہے وہ انکے کام میں برابر کا شریک ہے۔

(۲) والد صاحب نے ضد پر پکی قبر بنوالی، بعد وفات ہم لوگ قبرستان میں دفن کریں اور پکی خالی قبر کو مسمار کر دیں تو کیا حکم ہے؟

(۳) ہماری سوتیلی ماں کو بھی وصیت کر دی ہے کہ ہمارے جنازہ کو اس پکی قبر میں دفن کروانا ورنہ ہم قیامت میں دامن گیر ہوں گے۔

(۴) اگر ہم لوگ والد کی میت کو قبرستان لے جائیں اور ہماری سوتیلی والدہ، والد کے حکم کے مطابق ضد کر کے میت کو پکی قبر میں دفن کرائیں تب ہم لوگوں کو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اپنی زندگی میں قبر کھدوالینا درست ہے[۱]۔ مگر پکی قبر کی اجازت نہیں، نیز قبرستان میں آبادی سے الگ مردہ کو دفن کرنا چاہئے[۲]۔

(۲) پکی قبر میں دفن نہ کریں، اس کو مسمار کر دیں اور قبرستان میں کچی قبر میں دفن کریں[۳]۔

(۳) وہ بھی اس وصیت پر عمل نہ کریں، اس کی وجہ سے قیامت میں ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

---

[۱] ویحفر قبراً لنفسه (درمختار) هكذا عمل عمر بن عبد العزيز شامی کراچی ص:۲۴۴، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۵۴، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی اهداء ثواب القرأة للنبی ﷺ الخ. حلبی ص ۶۱۰، قبیل فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] ولایدفن صغیر ولا کبیر فی البیت الذی مات فیه فان ذالک خاص بالانبیاء بل ینقل الی مقابر المسلمین. شامی کراچی ص:۲۳۵، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۴۰، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. فتح القدیر ص ۱۴۱/۲، فصل فی الدفن، مطبوعه دارالفکر بیروت. حلبی کبیر ص۶۰۷، فصل فی الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] ولا یجصص ولا یطین ولایرفع علیه. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۴۴، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. مجمع الانهر ص۲۷۵/۱، باب صلاة الجنائز، دارالکتب العلمیة بیروت. محیط برهانی ص ۹۲/۳، کتاب الجنائز، فصل فی القبر والدفن، مطبوعه ڈابهیل.

(۴) آپ (۲) کے موافق عمل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۸۸ھ

قبر پر کھیتی

سوال:- زید کے باغ میں کوئی قبر تھی، اس نے اس کو بذریعہ ہل کے بے نشان کر دیا اور وہاں پر اناج بو دیا فرمایئے، اس قبر کا اناج پیدا شدہ اس کے لئے کیا ہوگا، نیز قبر کا بے نشان کرنا شرعاً کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبر اتنی پرانی تھی کہ اس میں میت مٹی بن چکی تھی تو اس میں ہل چلانے میں مضائقہ نہیں بلکہ وہاں کھیتی وغیرہ درست ہے[1]۔ یا کسی نے بغیر زید کی اجازت کے زید کی زمین میں اپنے مردہ کو دفن کر دیا تھا تب بھی زید کو جائز ہے کہ وہ اس جگہ کھیتی وغیرہ کرے اور اگر خود کوئی زید کا مردہ تھا یا زید کی اجازت سے اس میں دفن کیا گیا تھا، تو زید کو اس مردہ کے اس قدر پرانا ہونے سے پہلے کہ مٹی ہو جائے اس جگہ کھیتی کرنا درست نہیں تاہم وہاں کے اناج میں اس سے خرابی نہیں آتی، اس سے قبر کے بے نشان کرنے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رجب المرجب ۵۶ھ

---

[1] ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ. عالمگیری ص:۱۶۷، ج:۱، مطبوعہ کوئٹہ، الفصل السادس فی القبر والدفن. طحطاوی علی المراقی ص ۵۰۵، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعہ مصر. تبیین الحقائق ص ۲۴۶/۱، باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

مصنوعی دانتوں کا قبر میں جانا

سوال:- میرے دانت مصنوعی ہیں اس میں چند اصلی ہیں، اگر میں مرگیا اور وہ دانت میرے منہ میں رہ گئے تو اس کے بارے میں قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مستند حوالات کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کے مصنوعی دانت آپ کے منہ میں بعد الموت آپ کے ساتھ چلے گئے تو آپ سے اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۲ھ

قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا

سوال:- اگر کوئی شخص بزرگوں کی قبر پر سے مٹی اٹھا کر کے تبرکاً اپنے پاس رکھے تو جائز ہے یا نہیں، اگر شق ثانی ہو تو ممانعت کی وجہ کیا ہے اگر شق اول ہے تو قرآن وحدیث سے ثبوت ہونا چاہئے، اور اگر کوئی بزرگوں کے مزار سے مٹی لے بھی آوے تو اس کو کیسی جگہ پر ڈالنا چاہئے عام راستہ میں پھینک دینا درست ہے یا نہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان وقف سے مٹی اٹھا کر لانا ناجائز ہے لانّہ وقف[1] اور اپنے مملوک قبرستان سے

---

[1] اذا تم ولزم لا یملک ولا یملک (درمختار مع الشامی زکریا ص ۶/۵۳۹، کتاب الوقف،

مٹی اٹھا کر لانا جائز ہے لانّہ ملکۃ[1] البتہ تبرکاً کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لانا اور اپنے پاس رکھنا امر محدث ہے، میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ بشرطیکہ مملوک ہو کھیتی کرنا درست ہے[2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی خاص احترام شریعت نے نہیں بتایا بلکہ میت کا احترام بتایا ہے لہٰذا اس مٹی کو عام راستہ میں پھینکنا بھی درست ہے، اگر عالم کسی قبر کی مٹی کو تبرکاً لا کر اپنے پاس رکھیگا، تو جاہل قبر کو سجدہ کرنے سے دریغ نہ کریگا، لہٰذا اجتناب چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۲/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/صفر ۵۴ھ

قبر پر تالاب کی مٹی ڈالنا

سوال:- بنگال میں عام طور پر دیکھا جارہا ہے کہ تالاب کے کنارے جس کو یہ لوگ پاٹ کہتے ہیں قبر ہوتی ہے، اب تالاب کو گہرا کرنے کی ضرورت ہے تو سوال یہ ہے کہ تالاب کی مٹی کو قبر پر رکھا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تالاب کی مٹی قبر پر ڈالنے سے قبر زیادہ بلند ہوجائے گی لہٰذا وہاں نہ ڈالی جائے قبر کے لئے وہی مٹی کافی ہوتی ہے، جو قبر کھودنے سے نکلتی ہے: ویکرہ ان یزید فیہ علی التراب

---

[1] المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء من الملک (بیضاوی ص۷، سورۂ فاتحہ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ. شامی کراچی ص:۲۳۳، ج:۲، مطلب فی دفن المیت. تبیین الحقائق ص ۲۴۶/۱، باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیۃ اھل المیت، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

الذی خرج منه ویجعلهٗ مُرتفعًا عن الارض قد شبر او اکثر بقلیل. (مراقی الفلاح ص:۳۷۰[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹۰ھ

قبر کی مٹی لانا

سوال:- بزرگوں کی قبر سے قبر کی مٹی لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقبرہ سے مٹی لائی جائیگی وہ دو حال سے خالی نہیں، موقوفہ ہے یا مملوکہ، اگر موقوفہ ہے تو منشاءِ واقف کے خلاف ہے، لہٰذا ناجائز ہے[2]۔ اگر مملوکہ ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو مالک کی اجازت سے لائے جائے گی یا بغیر اجازت۔ اگر بغیر اجازت لائی گئی تو بالکل نادرست اور ناجائز ہے، اگر اجازت سے ہو تو جائز ہے[3]، بشرطیکہ اعتقاد صاف ہو یعنی مؤثر حقیقی

---

[1] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص:۵۰۴، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱/۲۷۵، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. حلبی کبیر ص۵۹۸، فصل فی الجنائز، السادس فی الدفن، مطبوعه لاهور.

[2] شرط الواقف کنص الشارع. درمختار علی الشامی کراچی ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، تبیین الحقائق ص ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان)

[3] وعن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لا تظلمو الالا یحل مال امر أ الا بطیب نفسه منه. مشکٰوة شریف ص:۲۵۵، باب الغصب، الفصل الثانی. الهندیة کوئٹه ص۲/۱۶۷، کتاب الحدود فصل فی التعزیر.

ترجمہ:- حضرت ابوحرہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کسی پر ظلم نہ کرو اور کسی کا مال اسکی اجازت اور خوشی کے بغیر نہ لو۔

نہ خاک کو سمجھا جائے اور نہ مردے کو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

پرانی قبر پر مٹی ڈالنا

سوال:- جو قبر بالکل منہدم ہوگئی ہو دوبارہ اس کو مثل نئی کے بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کی اہانت شرعاً ممنوع ہے، اسلئے اسپر بیٹھنا، چلنا، نجاست ڈالنا یہ سب چیزیں ناجائز ہیں[2]۔ جو قبر منہدم ہوگئی تو اس نیت سے کہ اہانت سے محفوظ رہے اس پر مٹی ڈالنا درست ہے:

المختار ان التطيين غير مكروه وكان عصام بن يوسف يطوف حول المدينة ويعمر القبور الخربة الخ.[3] (مجمع الانهر ج: ۱، ص: ۱۸۷) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] فان لكل شيء من الموجودات خاصية واثرا او دعها فيه الحكيم جل وعلا (مرقاة ص ۴/۵۲۲، باب الفال والطيرة، مطبوعه بمبئی، طيبی ص ۸/۳۴۶، باب الفال والطيرة، مطبوعه زكريا ديوبند.

[2] ويكره وطی القبور والجلوس والنوم. مجمع الانهر ص ۱/۲۷۶، باب صلاة الجنائز، قبيل باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۱۵، فصل فی زيارة القبور، بحر كوئٹه ص ۲/۱۹۴، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[3] مجمع الانهر ص: ۲۷۶، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، قبيل باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۵، فصل فی حملها ودفنها، بحر كوئٹه ص ۲/۱۹۴، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

قبر پر وقت ضرورت مٹی ڈالنا

سوال:- کچی قبر مٹی بعد بیٹھ جانے کے اس پر مٹی ڈلوانا، یا سال دو سال بعد پھر دوبارہ مٹی ڈلوانا تاکہ نشان باقی رہے، درست ہے یا نہیں اور قبر کا چبوترہ معمولی کچی اینٹ سے بنوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی ڈلوانا درست ہے[1]۔ اگر قبر مملوکہ زمین میں ہے تو معمولی کچا چبوترہ بنوانا فی حد ذاتہ بھی درست ہے، لیکن آگے چل کر اس میں دیگر مفاسد کا مظنّہ ہے، اس لئے نہیں چاہئے[2]، وقف کی زمین میں کوئی گنجائش نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر کے دھنس جانے پر مٹی ڈالنا

سوال:- پرانی قبر کو نئی مٹی سے بھر دینا کیسا ہے؟

---

[1] المختار ان التطيين غير مكروه مجمع الانهر ص:۲۷۶، باب صلاة الجانائز، قبيل باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. مراقى مع الطحطاوى ص۵۰۵، فصل فى حملها ودفنها، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص۱۹۴/۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] ما كان سببا لمحظور فهو محظور (شامى زكريا ص۹/۵۰۴، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللبس)

[3] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى زكريا ص ۶/۶۴۹، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، تبيين الحقائق ص ۳/۳۲۹، كتاب الوقف، مطبوعه امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے خاص کر جبکہ اس میں میت موجود ہو مٹی نہ ہوئی یا کسی کے اس میں گر جانے کا اندیشہ ہو: **لان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مرّ بقبر ابنہ ابراھیم فرأی فیہ حجرا سقط فیہ فسدہ وقال من عمل عملا فلیتقنہ اھ طحطاوی ص:۳۳۵**[1]. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

قبر سے متعلق چند خرافات

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے ماننے والوں نے تجہیز وتکفین وتدفین کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کئے؟

(۱) نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد بالقصد قبر کھودنے میں دیر کرنا بایں وجہ کہ ان کے مریدین دور دراز سے آنے والے ہیں وہ لوگ پیر کے چہرہ کو دیکھ لیں۔

(۲) قبر میں مردہ کو رکھ کر ایک دو روز تک قبر کھلی ہوئی رکھنا۔

(۳) چھوٹی الائچی پیس کر مردے کے بدن پر لگانا؟

(۴) میت کے غسالہ (دھوون) کو تبرک سمجھ کر پینا، پلانا۔

(۵) قبر کو چھ فٹ گہرا کھودنا تاکہ پیر قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکیں؟

(۶) قبر میں گدے بچھانا، پھولوں کی سیج بچھانا، تین تکیے ایک دائیں جانب، دوسرے بائیں جانب، تیسرے سرہانے کی جانب رکھنا، چھڑی اور بدھنا رکھنا ٹوپی وغیرہ پہنانا۔

---

[1] طحطاوی ص:۵۰۴، باب صلاۃ الجنائز، فصل فی حملھا ودفنھا. مطبوعہ مصر. مجمع الانھر ص۲۷۶/۱، باب صلاۃ الجنائز مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(۷) شخص مذکور کے ماننے والے نے اس قسم کی باتیں بھی کہی ہیں مثلاً تمام نبیوں سے اعلیٰ ہے میرا پیر، نیز یہ بھی کہا ہے کہ اسی سیرت کی پوجا کرواسی میں کامیابی ہے۔ (العیاذ باللہ)

نوٹ:- جمیع سوالات کے جوابات مدلل ومفصل بحوالہ کتب عنایت فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت اور اس کے غسل اور دفن اور قبر سے متعلق چھوٹے سے چھوٹے مستحباب بھی کتاب فقہ میں مذکور ہیں امور مسئولہ کا ذکر نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے نہ فقہ کی مستند کتب میں پس یہ سب چیزیں بے اصل ہیں، بے دلیل ہیں، جہالت ہیں، ضلالت ہیں، بدعت ہیں[1]، اور بعض ان میں شرک ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح راستے پر چلائے، اگر دلائل کا مطالبہ کرنا ہے تو جو لوگ ان چیزوں کے مرتکب ہیں ان سے ثبوت طلب کیا جائے، ہمارے واسطے تو اتنی بات کافی ہے، کہ ان کا چیزوں کا کہیں ثبوت نہیں، میت کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کا حکم حدیث[2] وفقہ[3] میں موجود ہے، قبر کا اتنا گہرا کھودنا غلط ہے، بلکہ اتنی گہری

---

[1] من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد (بخاری شریف ص ۱/۳۷۱، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند، مسلم شریف ص۲/۷۷، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، مطبوعه رشیدیه دهلی. مشکوة ص۲۷، باب الاعتصاب بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] عن ابی هریرة مرفوعاً قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرعوا بالجنازة الحدیث. مشکوة ص:۱۴۴، ج:۱، باب المشی بالجنازة. اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الی قبره (مشکوة ص ۱۴۹، باب دفن المیت، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

[3] ویستحب الاسراع بها لقوله ﷺ اسرعوا بالجنازة الی قوله وکذا یستحب الاسراع بتجهیزه کله الخ، طحطاوی مع المراقی ص:۴۹۸، فصل فی حملها ودفنها. مطبوعه مصر. هندیه کوئٹه ص۱/۱۵۷، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول، شامی زکریا ص۳/۱۴۶، باب صلوة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

ہونی چاہئے۔ کہ میت کو اس میں رکھنے کے بعد جو تختہ وغیرہ رکھا جائے تو اس کے جسم سے مس نہ کرے البتہ اوپر کا حصہ ایک آدمی کی قد کے برابر یا اس سے کچھ کم گہرا ہونا چاہئے[1] میت کے نیچے گدا بچھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین اور جملہ اصحاب عظام سے کہیں ثابت نہیں، تین تکیوں کی مصلحت بھی وہی بتائیں گے۔ حدیث وفقہ میں تو کہیں نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبروں پر چلنا

سوال:- قبرستان میں قبروں کے ٹوٹے ہوئے اور بے ترتیب ہونے کے باعث قبرستان میں میت لاتے وقت لوگ قبروں کو اپنے پیروں سے مسلتے چلے جاتے ہیں اس وجہ سے اگر چند قبروں کو ہموار کر کے سیدھے راستے بنا دیئے جائیں تو کیا یہ جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں قبریں ہوں وہاں میت کو لے کر سب آدمی جمع ہو کر نہ جائیں جس سے قبروں پر پیر آئیں بلکہ بچا بچا کر بقدرِ ضرورت آدمی جائیں اور قبروں کو بچا کر جائیں، اسی طرح دفن کرنے

---

[1] وحفر قبره مقدار نصف قامة وان زاد الى مقدار قامة فاحسن. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۲۳۴، ج:۲، مطبوعه زکریا ص:۱۳۸-۱۳۹، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت. هندیه کوئٹه ص۱۶۶/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، تاتارخانیه کراچی ص۱۷۲/۲، الجنائز، فصل فی القبر والدفن.

[2] یکره ان یوضع تحت المیت فی القبر مضربة او مخدة او حصیرة او نحو ذالک، طحطاوی علی المراقی ص ۵۰۱، فصل فی حملها ودفنها مطبوعه مصر، تاتارخانیه کراچی ص۱۶۸/۲، الجنائز، فصل فی القبر والدفن، شامی زکریا ص ۱۳۹/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

کے لئے آنے جانے کے قابل جگہ چھوڑ کر قبر بنائیں[۱]۔ قبروں کو ہموار کر کے راستہ بنانے کی گنجائش ہے جب کہ قبر اتنی پرانی ہو کہ میت مٹی بن چکی ہو[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں راستہ بنانا

سوال:- قبرستان کے درخت وغیرہ صاف کر کے بیچ میں راستہ بنانا کیسا ہے؟ اور راستہ میں مرد وعورت سب چلتے ہیں مع حوالہ تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان وقف ہو تو وہاں کو راستہ، سڑک بنانا درست نہیں درختوں کو کاٹ کر جتنی جگہ کو راستہ بنایا جاویگا اسمیں مردے دفن نہیں کئے جاسکیں گے، یہ منشاءِ واقف کیخلاف ہے، ''شرط الواقف کنص الشارع'' اھ شامی[۳]. ہاں اگر مردے لیجانے کیلئے راستہ نہیں تو راستہ بنایا

---

[۱] ویکرہ ان ینبی علی القبر او یقعد اوینام علیه اویوطأ. عالمگیری ص:۱۶۶، ج:۱، الفصل السادس، فی القبر والدفن. مطبوعه کوئٹه پاکستان، مراقی مع الطحطاوی ص۵۱۵، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص۱۵۴/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبی ﷺ،

[۲] ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه. عالمگیری ص:۱۶۷، ج:۱، مطبوعه کوئٹه پاکستان. الفصل السادس فی القبر والدفن. شامی زکریا ص۱۵۵/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبی ﷺ، بحر کوئٹه ص۱۹۵/۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[۳] الدرالمختارعلی هامش الشامی کراچی ص:۴۳۳، ج:۴، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. کتاب الوقف. تبیین الحقائق ص۳۲۹/۳، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۶۰۸/۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

جاوے تاکہ وہاں کو مردے لیجا سکیں، تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

قبر میں نوٹ وغیرہ گر جائے اس کا نکالنا

سوال: ۔قبر کے اندر میت کے دفن کرتے وقت کچھ قیمتی چیز نوٹ وغیرہ گرے تو پھر دوسرے دن قبر کو کھودنا اور اس کو ادھر اُدھر سے دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ وغیرہ جو چیز قبر میں غلطی سے رہ گئی ہو اس کو احتیاط سے نکالنے کی اجازت ہے، میت کو ہرگز نہ ہلائیں، نہ اس کا کفن کھول کر دیکھیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

میت کو باجہ اور ناچ کیساتھ قبرستان میں لیجانا اور قبر میں شجرہ رکھنا

سوال: ۔زید کی ماں جس کی عمر ۸۰/سال ہوگئی، وہ انتقال کرگئی، ان کا جنازہ پیر بھائیوں

---

[1] وینبش القبور لمتاع کثوب ودرهم سقط فيه وقيل لاينبش بل يحفر من جهة المتاع ويخرج (مراقی مع الطحطاوی مصری، ص۵۰۸/ فصل فی حملها ودفنها، شامی زکریا، ج۳/ ص۱۴۵/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی دفن الميت، بحر کوئٹه، ج۲/ص۱۹۵/ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

کے انتظار میں ۲۴ رگھنٹہ روکا گیا، اس کے بعد اس میت کو گھر سے قبرستان تک انگریزی باجوں کے ساتھ ناچ کراتے ہوئے منزل دے کر لیجایا گیا، زید کا قول ہے کہ ہر وقت میں جائز ہے، دوسری بات یہ ہے کہ قبر میں شجرہ رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پیر بھائیوں کے انتقال میں ۲۴ رگھنٹہ نعش کو روکنا[1]، اور ناچ باجے کے ساتھ قبر تک لے جانا شرعاً غلط ہے، اور معصیت کبیرہ ہے[2]، اس کو علی الاعلان توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، قبر میں میت کے ساتھ شجرہ رکھنا ثابت نہیں، اس میں مظنہ ہے کہ میت کے جسم سے کچھ مواد نکلے جس سے وہ شجرہ بھی ملوث ہو جائے اس لئے وہ شجرہ بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر کا مشروع طریقہ

سوال:۔ قبر کھودنے کا مسنون طریقہ کونسا ہے؟ ایک صورت یہ ہے کہ میت کی مقدار یا

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوابه الی قبره الحدیث، رواه البیهقی فی شعب الایمان، مشکوٰة المصابیح ج ۱/ص ۱۴۹/ کتاب الجنائز، باب دفن المیت، الفصل الثالث، یاسر ندیم دیوبند.

[2] عن النبی ﷺ انه کره رفع الصوت عندقراءة القرآن والجنازة مجمع الانهر، ج۴/ص ۲۱۹/ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، واماالرقص والتصفیق والصریخ وضرب الاوتار والصنج والبوق الذی یفعل بعض من یدعی التصوف فانه حرم بالاجماع لانها زی الکفار، طحطاوی علی المراقی ص ۲۵۸/ فصل فی الاذکار الواردة، مطبوعه مصر، سکب الانهر علی مجمع الانهر ج۴/ص ۲۲۲/ فصل فی المتفرقات، کتاب الکراهیة، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۵۲/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء،

اس سے کچھ زائد حساب سے قبر تخمینا..... کھود کر پھر اس کے درمیان میں اور ایک حفیرہ نصف قد یا زائد کھودتے ہیں، اور اس میں نعش رکھ کر حصہ اولیٰ میں بانس رکھ کر مٹی ڈالتے ہیں، اور یہ طریقہ ہمارے دیش میں صدیوں سے چلا آرہا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اولاً نصف قد یا اس سے زائد قبر کھودے اور پھر نیچے ایک حفیرہ تنگ کھودے جس میں مردہ کو رکھ دیا جائے، اور بانس ایک دم متصل ڈالے کہ میت کو نہ لگے، معمولی فاصلہ پر بانس ڈالے، یہ دونوں صورتیں جو لکھی گئی ہیں، صندوقی قبروں کی ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں مٹی اکثر نرم ہوتی ہے، بغلی قبر نہیں کھودی جاتی، اب سوال یہ ہے کہ شریعت میں قبر صندوقی کی کونسی صورت مسنون ہے، برائے کرم تفصیل سے جواب مدلل دے کر مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری صورت سنت ہے، یعنی قبر کے اوپر کا حصہ ایک قامت یا نصف قامت ہو اس کے بعد پھر ایک حفیرہ ہو جس میں میت کو بسہولت لٹا دیا جائے، اور جو تختہ یا بانس وغیرہ اس پر رکھا جائے جو میت کے حق میں چھت کے درجہ میں ہے وہ میت کے جسم سے مس نہ کرے، پھر جب مٹی ڈالی جائے گی وہ مٹی اوپر کے حصہ میں آجائے گی، اور جو مٹی حفیرہ سے نکلتی تھی وہ زمین سے اوپر بشکل قبر رہے گی، جس سے قبر ڈیڑھ دو بالشت اونچی رہے گی، زیادہ اونچی نہیں رہے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویحفر القبر نصف قامة أو الیٰ الصدر وان یزد کان حسنا ویلحد فی ارض صلبة من جانب القبلة ولایشق بحفیرة فی وسط القبر یوضع فیها المیت الافی ارض رخوة فلا بأس به فیها (قوله یوضع فیها المیت) بعد أن یبنی حافتاه باللبن أوغیره ثم یوضع المیت بینهما ویسقف علیه باللبن أوالخشب ولایمس السقف المیت (طحطاوی مع المراقی ،ص ۵۰۱/باب احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، طبع مصر، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن کریم کے اوراق کو قبر میں رکھنا

سوال:۔ایک شخص نے قرآن کے بوسیدہ اوراق مختلف جگہوں سے گرے پڑے اٹھائے اور انہیں پاک وصاف کر کے رکھ دیا، اب وہ وصیت کرنا چاہتے ہیں کہ میرے پاس میری قبر میں کسی جگہ رکھ دئے جائیں، یہ وصیت اس کی پوری کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر میں طاق بنا کر پاک صاف کپڑے میں رکھ دئے جائیں، کہ ان پر مٹی نہ گرے، نہ میت کے بدن کے ساتھ متصل ہوں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ویکرہ أن یزید فیہ علی التراب الذی خرج منہ ویجعلہ مرتفعا عن الارض قد شبرأواکثر بقلیل (مراقی مع الطحاوی مصری ص ۵۰۴/ فصل فی حملھا ودفنھا، حلبی کبیری ص ۵۹۵-۵۹۸/فصل فی الجنائز، السادس فی الدفن ،طبع لاھور، ھندیہ کوئٹہ ،ج ۱/ص ۱۶۵-۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] "الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۳/ص ۱۳۵/ باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی حمل المیت، بدائع الصنائع زکریا ج۲/ص ۴۳/ فصل فی حمل الجنازۃ، البحرالرائق کوئٹہ ج۲/ ص ۱۹۱/ کتاب الجنائز"

المصحف اذا صارخلقا لایقرأ منہ ویخاف أن یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن ودفنہ اولیٰ من وضعہ موضعا یخاف أن یقع علیہ النجاسۃ اونحو ذٰلک ویلحدلہٗ لانہ لوشق ودفن یحتاج الیٰ اھالۃ التراب علیہ وفی ذٰلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقف بحیث لایصل التراب الیہ فھو حسن ایضاً .فتاویٰ الھندیہ کوئٹہ ، ج۵/ص ۳۲۳/کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف الخ، کذا فی الدرالمختار مع الشامی زکریا ج ۱/ ص ۳۲۰/ کتاب الطھارۃ، مطلب یطلق الدعاء علی مایشمل الثناء،

زچہ اور بچہ دونوں مر گئے تو ساتھ دفن ہونگے یا الگ؟

سوال: ۔ایک عورت کی عندالولادت موت ہوگئی، ساتھ ہی اس بچہ کا بھی انتقال ہوگیا اب آیا اس عورت کو اور بچہ کو ایک قبر میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں، اگر کر سکتے ہیں تو بچہ خواہ نر ہو یا مادہ ہو ہر صورت میں یا فرق بھی ہے، اور اگر نہیں کر سکتے ہیں تو کیوں؟ نیز اگر بچہ پیدا ہوا ہے ،تو اس کو ماں کے ساتھ دفن کریں گے یا نہیں؟ نیز مردہ بچہ کو اس کی ماں کے جنازہ کے ساتھ شریک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا، اور اس کی ماں بھی مر گئی تو دونوں کے جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھنا درست ہے[1] مگر دونوں کو الگ الگ دفن کرنا چاہئے، بچہ کو ماں کی قبر میں دفن نہ کیا جائے[2] اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تھا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی[3] دفن اس کو بھی الگ

---

[1] واذا جتمعت الجنائز فافراد الصلاة اولیٰ من الجمع وان جمع جاز بأن صلی علی الکل صلوة واحدة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۱۱۸/۳/ باب صلاة الجنازة، قبیل مطلب فی بیان من هو احق بالصلاة علی المیت ،فتاویٰ الهندیه ، ج۱/ص۱۶۵/ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت، البحرالرائق کوئٹه ج۲/ص۱۸۷/ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته،

[2] لایدفن اثنان فی قبرواحد الا لضرورة ،شامی زکریا، ج۳/ص۱۳۸/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی دفن المیت ،فتاویٰ الهندیه کوئٹه ،ج۱/ص۱۶۶/ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، البحرالرائق کوئٹه ج۲/ ص۱۹۴/ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته،

[3] ومن ولد فمات یغسل ویصلی علیه ان استهل والاغسل وسمی وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه ،الدرالمختار مع الشامی زکریا ، ج۳/ص۱۲۹-۱۳۱/ ولا یصلی علی من ولد میتاً، بدائع الصنائع زکریا ، ج۲/ص۴۷/ کتاب الصلاة، فصل فی بیان من یصلی علیه، البحرالرائق کوئٹه ، ج۲/ص۱۸۸/ کتاب الجنائز ،فصل السلطان احق بصلاته،

کیا جائے، ماں کے ساتھ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

قبر میں دفن کی عجیب صورت

سوال: ۔مشہور دیگر چند مقامات پر عرصہ دراز سے یہ رواج ہے کہ میت کو قبر میں اُتار کر اس کے کفن اور جسم پر ہی مٹی ڈال دی جاتی ہے، اس کا پورا امکان ہے کہ..... مٹی کے نیچے دب کر چند دن میں ہی نعش بگڑ جاتی ہے، اور عوام دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ انسان مٹی سے بنا ہے، اور مٹی ہی میں مل جاتا ہے، اس لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر بہت سے حضرات کو میت کے ساتھ اس سلوک میں احترام میت کے خلاف ایک انسانیت سوز حرکت نظر آتی ہے، اس بارے میں شریعت حقہ کی کیا ہدایت ہے امید ہے کہ جلد سے جلد جواب باصواب سے نوازیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ خلاف شریعت بھی ہے میت کو دفن کرنے کی صورت حدیث، فقہ، سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے، قبر بنا کر اس میں میت کو رکھا جائے اور اس طرح مٹی ڈالی جائے کہ میت پڑے اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ لحد بنا کر اس میں میت کو رکھا جائے اور کچی اینٹیں لگا دی جائیں تا کہ میت لحد میں محفوظ ہو جائے، پھر مٹی ڈال دی جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ شق بنا کر اس میں میت کو رکھ کر اس پر تختہ رکھ کر میت کو محفوظ کر دیا جائے، پھر مٹی ڈالدی جائے، غرض میت پر مٹی نہ ڈالی جائے، مسئلہ جب شریعت میں منصوص ہو تو پھر اس کے مقابلہ میں قیاس کرنا اور ایسی علت تجویز کرنا جس سے نص ہی بے عمل رہ جائے جائز نہیں غلط ہے، خلاف

اصول ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۱۳۹۲ھ

دفن میت کے بعد چھوارے تقسیم کرنا

سوال: ۔میت کے دفن کے بعد چھوارے یا کھجور تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالکل نہیں کہیں ثابت نہیں شاید یہ تصور کرتے ہوں گے کہ میت کا قبر سے نکاح ہوا ہے، اس خوشی میں چھوارے تقسیم کرتے ہیں یہ جہالت ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] ویحفر القبر ویلحد لحدیث صاحب السنن مرفوعاً اللحدلنا والشق لغیر نا ..... وھوأن یحفر القبر بتمامه یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة یوضع فیها المیت ویجعل ذٰلک کالبیت المسقف، والشق أن یحفر حفیرة فی وسط القبر یوضع فیها المیت واستحسنواالشق فیما اذا کانت الارض رخوة بتعذر اللحد الخ ،البحرالرائق ج۲/ص۱۹۳/کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته ،مطبوعه سعید کراچی، طحطاوی مع المراقی ،ص ۵۰۱/ احکام الجنائز،فصل فی حملها ودفنها،مطبوعه مصر، مجمع الانهر ج ۱/ص۲۷۵/ باب صلوٰة الجنازة، فصل الصلاة علیه فرض کفایة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من احدث فی أمرنا هذامالیس منه فهو رد متفق علیه، مشکوٰة شریف، ج ۱/ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند .

مس ذکر سے مذی آ گئی اسی ہاتھ سے میت کو مٹی دینا

سوال:۔کوئی شخص اپنے کسی بھی رشتہ دار کے گذر جانے کی خبر پا کر گھر سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے، مگر راستہ میں موٹر پر یا گاڑی میں جانا ہے، سامنے کوئی عورت بیٹھی ہے، مطلب غیر عورت اور وہ شیطانی حرکت سے جان بوجھ کر اپنے عضو تناسل کو اس کے کندھے یا ہاتھ میں لگاتا ہوا گیا، اب اس شخص کو مذی آنے کا بھی شک ہو گیا، پھر بھی اس نے جا کر مٹی دی، اب بتایئے اس کا مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ مٹی جو اس نے اپنے ہاتھ سے دی، اس کی وہ مٹی کیا ہمیشہ کے لئے ناپاک ہوگئی، اور قیامت تک اس شخص کو جو مٹی قبرستان میں رہے گی اس کو گناہ ملے گا، یا برسات سے وہ مٹی پگھل کر چاروں طرف پھیل جائے گی، تو جتنی میت وہاں ہیں، سب کا گناہ پڑیگا، اور اس شخص کی بخشش نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

راستہ کی اس نالائق حرکت کی وجہ سے نہ اس کا ہاتھ ناپاک ہوا، نہ مٹی ناپاک ہوئی، نہ قبر ناپاک ہوئی، نہ قبر پر کوئی گناہ پہنچا، نہ اس کی وجہ سے میت کو عذاب ہوگا[1]۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۱/۹۶ھ

مجذوب کی قبر پر عرس

سوال:۔ہمارے علاقہ میں ایک مجذوب صاحب تھے، انکی ایک خاندان نے ۲۵/۳۰/

---

[1] خروج مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن میت کو مٹی دینے کے لئے باوضو ہونا شرط نہیں ہے۔

"لاعند مذی أو ودی بل الوضوء منه الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج ۱/ص ۳۰۴/ کتاب الطهارة، مطلب فی ابحاث الغسل، المذی ینقض الوضوء الخ، عالمگیری ج ۱/ ص ۱۰/ الفصل الخامس فی نواقض الوضوء.

سال تک خدمت کی اب انکا انتقال ہوگیا ہے، مرنے کے کچھ دن بعد خودغرض لوگوں نے مزار بنا کر آمدنی شروع کردی ہے، اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ خدمت کی ہے ان کو محروم کردیا ہے، اب قدیم خدام پریشان ہیں، اور جدید کمیٹی قابض بن کر عرس کرارہی ہے، ان حالات میں خودساختہ کمیٹی کو مزار کی تولیت حاصل ہے یا نہیں، یا قدیم مخلصین کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجذوب صاحب کی خدمت جس نے بھی ثواب آخرت کی غرض سے کی ہے اور کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں کی، اب ان کی وفات کے بعد ان کی قبر کو آمدنی کا ذریعہ بنانا اپنے ثواب کو برباد کرنا ہے، اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ کسی نے بڑی محنت سے کھیتی کی، جب غلہ پختہ ہوگیا تو اس میں آگ لگادی، وہ سب ضائع ہوگیا، لہٰذا قدیم خدام وجدید کمیٹی کوئی بھی اس کا ارادہ نہ کرے البتہ مرحوم کو ثواب پہنچانے کا ہر ایک کو حق ہے، اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کرسکتا، لہٰذا جس کو بھی ان سے تعلق ہے وہ نفل نماز پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرکے نفل پڑھ کر روزہ رکھ کر، نفلی صدقہ غریبوں کو دے کر (خواہ کھانا ہو یا کپڑا ہو یا نقد ہو یا کچھ اور سامان ہو) کسی مسجد میں صف بچھا کر پانی کا انتظام کرکے کسی دینی مدرسہ میں کتب حدیث، فقہ، تفسیر قرآن کریم وقف کرکے غرض کوئی بھی نیک کام کرکے ثواب پہونچادے[1] مروجہ طریقے پر چہلم، عرس وغیرہ کی اجازت نہیں[2]، گدی نشینی اور قبر کی آمدنی حاصل کرنے کا کوئی بھی ارادہ نہ

---

[1] فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عنداهل السنة والجماعة، صلاة كان اوصوماً اوحجاً اوقراءة للقرآن او الاذكار أو غيرذٰلک من انواع البرويصل ذٰلک الى الميت وينفعه ،مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ،ص ۵۱۴/ فصل فى زيارة القبور، مطبوعه مصر، شامى زكريا ،ج۳/ص ۱۵۱/ باب صلاة الجنازة ، مطلب فى القراءة لليمت واهداء ثوابها لهٗ، تبيين الحقائق ج۲/ص ۸۳/ كتاب الحج، اول باب الحج عن الغير ،مطبوعه امداديه ملتان،

[2] لايجوز مايفعل الجهال بقبور الاولياء والشهدا من السجود الى قوله من الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرشاالخ، تفسير مظهرى ص۲/۶۵/ سورة القبرة تحت آيت ۶۴/ طبع رشيديه كوئٹه،

کرے، نہ دیرینہ خدام اور نہ جدید کمیٹی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۱۳۹۵ھ

دور اور نزدیک دفن کرنے میں فرق

سوال:۔ اپنے رشتہ داروں کی قبروں کے قریب دفن کرنے اور دور سے کسی اجنبی قبرستان میں دفن کرنے میں کوئی کسی قسم کا فرق پڑتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرق تو پڑتا ہے، وہ یہ کہ رشتہ داروں سے جو انس ہوتا ہے، وہ بلا کسی وجہ کے غیروں سے نہیں ہوتا[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں میت کو دفن کرنا

سوال:۔ (۱) وقف کردہ جگہ میں مسجد ہے، اب اصل مسجد کے احاطہ میں اگر تمام اہل بستی

---

[۱] لما مات عثمان بن مظعونؓ اخرج بجنازته فدفن امر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رجلا أن یاتیه بحجر فلم یستطع حملها فقام الیها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وحسر عن ذراعیه(الیٰ قوله) فوضعها عندرأسه وقال اعلم بها قبرأخی وأدفن الیه من مات من اهلی.(الحدیث) وفی الازهار یستحب ان یجعل علی القبور علامة یعرف بها ویستحب أن یجمع الاقارب فی موضع لقوله علیه السلام وادفن الیه من مات من اهلی (مرقاة، ج۲/ ص ۳۷۹/ کتاب الجنائز،باب دفن المیت،الفصل الثانی ،طبع بمبئی.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع) مجمع الانهر ص۲/۶۰۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

متفق ہو کر کسی شخص کی قبر (روضہ) بنانا چاہتے ہیں، بلکہ ایسا ہوا بھی ہے تو کیا وہ جائز ہے؟

(۲) مسجد میں پہلے چھت بنی ہوئی تھی، بلکہ لکڑی وٹین کا چھپر تھا، تو اب جبکہ مسجد کی چھت بنائی نہیں تو ان اسباب مسجد کو (لکڑی وٹین) وغیرہ کو فروخت کیا جارہا ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کو جو مسجد سے مس کئے ہوئے تھے، اپنی عمارت وغیرہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً مسلماً

(۱) جو جگہ مسجد کیلئے وقف ہے وہاں میت کو دفن نہ کیا جائے، اس کی اجازت نہیں[۲]۔

(۲) جب مسجد کی چھت بنائی گئی اور ٹین وغیرہ پہلا سامان مسجد میں کارآمد نہیں رہا تو اس کو فروخت کر کے قیمت مسجد میں لگا دی جائے[۱]، اور خریدنے والے کو اپنے مکان وغیرہ میں اس سامان کو لگانے اور استعمال کرنے کا حق حاصل ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: العبد محمد نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۱ھ

---

[۱] وصرف الحاكم اوالمتولى نقضه اوثمنه ان تعذر اعادة عينه الى عمارته (درمختار على الشامى كوئٹه، ص ۴۱۹/ج۳/ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذاخرب ولم يمكن عمارته) شامى زكريا ص۶/۵۷۳، المصدر السابق، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۹، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص۲/۵۸۷، كتاب الوقف، مطبوعه بيروت.

[۲] واذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فان كان له ادنى قيمة لا يأخذه الا بعد الشراء من المتولى او القاضى او اهل المسجد او الامام، بحر ص ۵/۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مكتبه ماجديه كوئٹه، خانيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۳/۲۹۹، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۴۵۹، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

زیارت قبور

زیارت قبور کا طریقہ

سوال:۔قبرستان جانے اور فاتحہ پڑھنے کا طریقہ تحریر فرمادیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پنجشنبہ یا جمعہ کو بغیر کسی خاص پابندی کے جا کر قبلہ کی طرف پشت کر کے قبر کی طرف رُخ کر کے سورۂ یٰسین، **قُل ھو اللّٰہ احد الخ الحمد الخ** وغیرہ پڑھ کر کہہ دے یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچادے اور پڑھنے سے پہلے وہاں جا کر کہے " **السّلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۸ھ

---

[1] وبزیارة القبور ای لابأس بها بل تندب، الا أن الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس، ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون ویقرأ یٰسین وفی الحدیث، من قرأ الاخلاص احدی عشرة مرة ثم وهب أجرها للأموات اعطی من الأجر بعدد الاموات الخ درمختار مع الشامی زکریا مختصراً ص ۱۵۴، ۱۵۰/۳/ باب زیارة القبور، مراقی الفلاح مع طحطاوی مصری ص ۵۱۲/تا۵۱۴/ فصل فی زیارة القبور، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۰/ کتاب الکراهیة الباب السادس عشرفی زیارة القبور الخ،

عورتوں کا زیارت اولیاء کیلئے جانا

سوال: -عورتوں کا اولیاء کرام کی زیارت کیلئے جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟
اگر جمعہ میں کوئی جنازہ آجائے تو نماز جمعہ پڑھ کر پہلے نماز جنازہ پڑھے یا سنتیں ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نامحرم کو دیکھنا چاہے وہ اولیاء کرام ہوں چاہے کوئی اور ممنوع ہے[1]، اوران کے مزارات پر جانے سے مفاسد زیادہ پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کو منع کیا جاتا ہے[2]۔
پہلے نماز جنازہ اسکے بعد سنتیں، اگر اسکا عکس کریں تب بھی گنجائش ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ر صفر ۶۸ھ

---

[1] عن ام سلمة رضی انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذا اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ احتجبا منه فقلت يارسول الله اليس هو اعمى لايبصرنا فقال رسول الله ﷺ افعميا وان انتما الستما تبصرانه (مشكوة شريف ص۲۶۸، باب النظر الى المخطبوة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابو داؤد شريف ص۲/۵۶۸، كتاب اللباس، باب فى يجوز لهاالنظر الى الرجل، بذل المجهود ص ۵/۶۰، مطبوعه رشيديه سهارنپور،

[2] وفي السراج: وأما النساء اذا أردن زيارة القبور، من غير ما يخالف (الشرع فلا باس به اذا كن عجائز، وكره ذلك للشابات، وحاصله أن محل الرخصة لهن اذا كانت الزيارة على وجه ليس فيه فتنة. طحطاوى على المراقى ص: ۵۱۲، احكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، مطبوعه مصر، درمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۱۵۰، صلاة الجنائز، مطلب فى زيارة القبور، حلبى كبير ص ۵۹۴، فصل فى الجنائز، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

[3] وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب وغيرها أي لسنة الظهر والجمعة والعشاء لكن فى البحر، الفتوى على تاخير الجنازة عن السنة وأقره المصنف. الدرالمختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص ۱/۵۵۶، مطبوعه زكريا ص ۳/۴۶، باب العيدين، مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة العيد الخ، سكب الانهر ص ۱/۲۷۷، باب الشهيد، دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲/۱۹۱، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته،

عورتوں کیلئے زیارت قبور

سوال: -عورتوں کا قبروں پر جانا درست ہے یا نہیں ان کے جانے کے متعلق کوئی حدیث ہوتو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

رونے اورغم تازہ کرنے کیلئے قبروں پر جانا منع ہے،صلحاء کی قبور پر تبرک اورعبرت کے لئے بوڑھی عورت کو پردہ کے ساتھ جانا درست ہے، اور جوان عورتوں کو ہرحال میں جانا منع ہے کیونکہ عورتیں عموماً جا کرضرور منکرات میں مبتلا ہوتی ہیں خواہ جوان ہوں خواہ بوڑھی اس لئے جہاں تک ہوسکے ان کو جانے سے روکنا چاہئے (ولابأس) بزيارة القبور ولو للنساء لحديث كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها (در مختار) قال الشامی قوله ولو للنساء وقيل تحرم عليهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن بحر وجزم فی شرح المنية بالكراهة لما مر فی اتباعهن الجنازة وقال الخير الرملی ان كان ذٰلک لتجديد الحزن والبكاء والندب علی ماجرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث لعن اللّٰه زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرک بزيارة قبور الصالحين فلا باس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة فی المساجد وهو توفيق حسن اهـ ردالمحتار[1] ص: ۹۴۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۶/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴/ج:۵۵۲ھ

---

[1] شامی نعمانیه ج: ۱، ص: ۶۰۴، ومطبوعه زكريا ص ۱۵۰/۳، مطلب فی زيارة القبور. باب صلاة الجنازة، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۱۲، فصل فی زيارة القبور،

عورتوں کے لئے زیارت قبور

سوال :- کیا عورتیں قبور کی زیارت کرسکتی ہیں، حسب ذیل احادیث کی روشنی میں جواب دیجئے۔

(۱) لعن اللّٰہ زوارات القبور (مشکوٰۃ شریف) باب زیارۃ القبور

(۲) کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا فانھا تذکر الموت.

الجواب حامداًومصلیاً

ان دوحدیثوں کی وجہ سے اس مسئلہ میں دوقول ہیں بعض حضرات نے ممانعت کوصرف مردوں کے حق میں منسوخ مان کرعورتوں کے حق میں ممانعت کو بدستور باقی مانا اورموجب لعنت قرار دیا ہے، بعض علماء نے ممانعت کوعورتوں کے حق میں بھی بدستور منسوخ مان کران کیلئے زیارت قبورکوفی نفسہٖ تو جائز قرار دیا ہے[۱]۔ لیکن عورتیں اگرزیارت قبورکوقبرستان جائیں تو اس میں دوسرے مفاسد ہیں مثلاً پردہ کا اہتمام نہیں کریں گی وہاں جاں کرقبورکودیکھ کرخاص کر جب کہ وہ ان کے اعزہ، اولاد، والدین، شوہروغیرہ کی قبریں ہوں بے صبری کے ساتھ چلا کر بیان کر کے روئیں گے سینہ کوبی کریں گی، بال نوچیں گی، مونہہ پیٹیں گی، اگروہ بزرگوں کی قبریں ہوں تو وہ ان کا طواف کریں گی ان کوسجدہ کریں گی، ان سے مرادیں مانگیں گی، ان پر چادرڈالیں گی، وہاں چراغ جلائیں گی، چڑھاوا چڑھائیں گی، غرض شرکیات ومحرمات میں مبتلا ہونگی جیسا کہ عامۃً اولیاء کے مزارات پر بہت سے مقامات پر ہوتا ہے، اسلئے عورتوں کوزیارت قبورکیلئے جانے سے منع فرماتے ہیں کہ ایک مستحب کی خاطرکسی ناجائز چیز کو برداشت نہیں کیا

---

[۱] واما النساء فقد روی ابوھریرۃؓ انہ علیہ الصلاۃ والسلام لعن زوارات القبور أی بعض اھل العلم ان ھذا کان قبل ان یرخص فی زیارۃ القبور فلما رخص عمت الرخصۃ لھن وقیل یکرہ لھن الزیارۃ لقلۃ صبرھن وجزعھن. مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲/۴۰۴، باب زیارۃ القبور. مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۱۲، فصل فی زیارۃ القبور،

جاسکتا اور جن مردوں کا حال بھی عورتوں کی طرح ہو انکو بھی منع کیا جائیگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کیلئے زیارت قبور

سوال:-عورتوں کا بزرگان دین کی زیارت کیلئے جانا کیسا ہے اور کیا بزرگان دین کی قبروں کیلئے اور قبروں پر جانا اسی میں ہے یا اس سے مستثنیٰ ہے اور مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ جائز فرماتے ہیں اور مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی ناجائز فرماتے ہیں اور کتاب بہشتی زیور اور مجالس الابرار میں ایسی عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں، کتاب رکن دین میں بھی جائز فرما رہے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے، اس کو مفصل تحریر فرمایئے گا، تاکہ خوب سمجھ میں آجائے۔اور کس پر عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عورتوں میں تحمل کم ہوتا ہے قبروں کو دیکھ کر بسا اوقات بے صبری کی حالت میں رونا، چلانا، کپڑے پھاڑنا، مونہہ پیٹنا وغیرہ حرکات شروع کردیتی ہیں، نیز مطلقاً عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ ہے اور اس میں مفاسد کثیرہ ہیں، اس لئے ممنوع ہے، مجالس الابرار میں صحیح لکھا ہے کہ حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے[1]۔ جن لوگوں نے اجازت دی ہے، انہوں نے مفاسد پر غور نہیں کیا ہوگا۔مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کی تحریر ہمارے سامنے نہیں۔رکن دین کی

---

[1] روی ابوهريرة انه عليه السلام لعن زوّارات القبور قال المنلا على القارى يكره لهن الزيارة لقلة صبرهن وجزعهن. مرقاة ص:۴۰۴، ج:۲، باب زيارة القبور . مطبوعه اصح المطابع بمبئى، وحاصل الكلام انها تكره للنساء بل تحرم فى هذا الزمان لاسيما نساء مصر لان خروجهن على وجه فيه فساد وفتنة، عمدة القارى ص ۴/۷۰، الجزء الثامن، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، مطبوعه دارالفكر بيروت، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۵۱۲، فصل فى زيارة القبور،

بعض روایتیں ضعیف ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارن پور

عورتوں کا قبرستان میں جانا

سوال: -عورتیں قبرستان جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز تو ہے لیکن نہ جانا ہی زیادہ بہتر ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیارت قبور بحالت جنابت

سوال: -کسی شخص کا ناپاکی میں قبرستان میں یا قبر کے پاس جانا کیسا ہے یعنی حالت جنابت میں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کی زیارت کیلئے پاکی حالت میں جانا چاہئے کیونکہ وہاں جاکر قرآن شریف پڑھنا بھی مسنون ہے[2]، اور قرآن شریف ناپاکی کی حالت میں پڑھنا ناجائز ہے، اگر قرآن شریف نہ پڑھے

---

[1] ولا بأس بزيارة القبور ولو للنساء وقيل تحرم عليهن، والأصح أن الرخصة ثابتة لهن "بحر" وجزم في "شرح المنية" بالكراهة، شامی نعمانیه مع الدر ص: ۶۰۴، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۱۲، فصل فی زیارة القبور، عمدة القاری ص ۴/۷۰، الجزء الثامن، کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور، مطبوعه دارالفکر بیروت،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو بحالت جنابت جانا بھی گناہ نہیں البتہ خلاف افضل ضرور ہے: والافضل ان یکون ذٰلک یوم الخمیس متطهراً. شامی[1] بحث زیارة القبور ص: ۹۴۲، ج: ۱. فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۴/۵۴ھ

اقسام زیارة القبور

سوال:- زیارة القبور لیست مشروعة مطلقاً بل نوعان شرعیة وغیر شرعیة فالمسنونة منها شرعیة وغیر المسنونة غیرشرعیة فبعضها معصیة کبیرة وبعضها کفر وشرک.

الجواب حامداً ومصلیاً

زیارة القبور من حیث المقاصد والاعمال مختلفة بعضها مستحبة[2] والبعض

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] واخذ من ذلک جواز القرأة علی القبر (الی قوله) وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار (طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، مطلب فی زیارة القبور، هندیة کوئٹه ص ۳۵۰/۵، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [2] شامی نعمانیه ص ۶۰۴/۱، مطلب فی زیارة القبور. باب صلاة الجنازة.

[3] استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها. شامی کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۲، وزکریا ص ۱۵۰/۳، مطلب فی زیارة القبور، بحر کوئٹه ص ۱۹۵/۲، کتاب الجنائز،

ترجمہ سوال:-قبور کی زیارت مطلقاً مشروع نہیں بلکہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مشروع (۲) غیر مشروع، مسنون تو شرعی ہے اور غیر شرعی ہے غیر مسنون غیر شرعی میں بعض گناہ کبیرہ ہے اور بعض کفر وشرک ہے۔

ترجمہ جواب:-قبروں کی زیارت میں مقاصد کے اعتبار سے اختلاف ہے بعض زیارات تو مستحب ہیں اور بعض مباح ہیں اور بعض بدعت محرمہ ہیں اور بعض شرک ہیں۔

مباحة والبعض بدعة محرمة[1] والبعض شرک[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہر سال کے شروع میں زیارتِ قبور

سوال:- بنارس میں اعراس کے شیدائی اوراہلِ بدعت کے غوغائی حضرات نے اس وقت موسم کے لحاظ سے نیاز، فاتحہ، عرس اور دوسرے تمام لوازمات کی غزل پڑھنا شروع کردی ہے، اس سلسلہ میں سالانہ مزارات کی حاضری کے بارے میں فریقِ مخالف نے بس یہ تحریر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال صحابہ کو لے کر اُحد جاتے تھے، میں نے جب تلاش کیا تو شنبہ میں آپ کا جانا ثابت ہے اور حضرت عقبہ کی روایت ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ ضرور تھے، کہ دعاء مغفرت کے سماں کا کیف وسرور کو انہوں نے انتہائی ذوق وشوق سے بیان فرمایا ہے، اور بھی دو جگہ ہے، مگر صحابہ کے ساتھ ہر سال کا جانا صحاح میں نظر سے نہیں گذرا، البتہ مولانا فرنگی محلی کے مجموعہ فتاویٰ میں ابن جریدہ کے حوالہ سے ایک حدیث ''علٰی راس کل حول'' ملی، اس کے بعد فتاویٰ دارالعلوم ج: پنجم ص: ۱۹۶ میں یہ حدیث ملی: **لمَّا اخرج ابن جریرة عن محمَّد بن ابراهیم قال کانَ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یأتی قبور الشهداء عَلٰی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان.** اس حدیث کے بارے میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ سنداً یہ

---

[1] وان کان (الزیارة) للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارة الصالحین فلاباس اذا کن عجائز ویکره اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المساجد. شامی کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۲، ومطبوعه زکریا ص ۱۵۰/۳، مطلب فی زیارة القبور. باب صلاة الجنازة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۱۲، فصل فی زیارة القبور،

[2] اصلاح الرسوم ص ۷۱، تا ۷۹، تیسرا باب اولیاء اللہ کے عرس وفاتحه مروجه،

حدیث کس درجہ کی ہے اور یہ توتعیین تاریخ کے لئے بہت مفید ہے، راویوں میں اگر کوئی راوی کمزور ہوتو اس کا نام تحریر فرمادیں گے اور صاحبِ رجال نے جو اس کے بارے میں تحریر فرمایا ہو، اس کو بھی چونکہ ابنِ جریر یہاں نہیں ہے دوسرے یہ کہ مجھ میں صلاحیت کہاں یقین ہے کہ جواب سے شکر گزار فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شہدائے اُحد کے ساتھ بعض خصوصی معاملات بھی ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ قبل دفن ان پر صلوۃ جنازہ پڑھ لینے کے باوجود ان پر حیاتِ طیبہ میں بھی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہے۔ جیسا کہ امام طحاویؒ نے تصریح فرمائی[1] اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بار بار تمام شہدائے اُحد کے ساتھ نماز پڑھی گئی[2]۔ ہوسکتا ہے کہ یہ علیٰ راس کل حال کی زیارت بھی خصوصیات میں سے ہو ورنہ اس قسم کی چیز شہیدائے بدر کی زیارت سے متعلق بھی ثابت ہوتی خاص کر جب کہ ان کا مقام شہدائے اُحد سے بلند ہے، اور مدفون بقیع کی زیارت کے متعلق بھی ثابت ہوتی، کہ

---

[1] ففی حدیث عقبة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صلی علی قتلی احد بعد مقتلهم بثمان سنین طحاوی شریف ص: ۲۹۰. باب الصلاة علی الشهداء.

ترجمہ:- حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر ان کے شہید ہونے کے آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھائی۔

[2] عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ علیه وسلم کان یوضع بین یدیه حمزة یوم احد عشر فیصلی علیهم وعلی حمزة ثم یرفع العشرة وحمزة موضوع ثم یوضع عشرة فیصلی علیهم وعلی حمزة معهم طحاوی شریف ص: ۲۹۰، ج: ۱، باب الصلاة علی الشهداء، کتاب الجنائز. مطبوعه آصفیه دهلی.

ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے گئے دس شہداء پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھتے تھے پھر وہ دس اٹھائے جاتے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا رہتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دس اور رکھے جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

انکے مناقب مستقلاً احادیث میں موجود ہیں[1]۔ نیز غزوۂ اُحد شوال میں ہوا[2]، اور راس کل حول کا مصداق محرم ہے اور اعراس کا معمول تاریخِ وفات پر ہے نہ کہ راس کل حول پر پھر اس زیارت پر راس کل حول سے استدلال کیسے صحیح ہوگا علاوہ ازیں یہ زیارت راس کل حول بھی مسلسل اور دائمی ثابت نہیں، ورنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بعد میں بھی اس کا اہتمام فرماتے اور محدثین ومجتہدین بھی اس لئے مبتدعین کا استدلال بالکل بے محل ہے، روایت پر جرح کی ضرورت نہیں، شامی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بھی نقل کی ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۱ھ

زیارت قبر کی جہت

سوال:- (۱) زید نے قبر کی شرق کی جانب سے قبلہ رو ہو کر جیسے نماز جنازہ کیلئے کھڑے

---

[1] یحشرون منها سبعون الفاً لیس علیهم حساب الحدیث یحشرون من البقیع سبعون الفاً علی صورة القمر لیلة البدر الحدیث کتاب تاریخ المدینة المنورة، ص:۶۴، ج:۱، باب ما ذکر فی مقبرة البقیع.

ترجمہ:- ان میں سے قیامت کے دن ایسے ستر ہزار اٹھائے جائیں گے جن پر حساب نہیں ہوگا، جنت البقیع سے ستر ہزار ایسے اٹھائے جائیں گے کہ ان کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی۔

[2] کانت غزوة احد فی شوال سنة ثلاث یوم السبت (عمدة القاری ص۱۳۸/۱۰، الجزء السابع عشر کتاب المغازی باب غزوة احد، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص۸۸، ج۸، باب غزوة احد، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه،

[3] روی ابن شیبة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار، شامی کراچی ص:۲۴۲، ج:۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور. **ترجمہ:-** حضرت ابن شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء احد کی قبروں پر آتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم پر سلامتی ہو اس صبر کی وجہ سے جو آپ لوگوں نے کیا، پس بہترین انجام ہے۔

ہوتے ہیں فاتحہ پڑھی بکر کہتا ہے کہ اس سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے، شرق یا شرق کے کسی گوشہ کی جانب رخ کر کے پڑھنا چاہئے شرعاً بکر کا قول کس درجہ میں ہے۔

(۲) جب کہ ہر چہار سو قبریں ہوں اور یہ شخص اپنے عزیز کی قبر پر فاتحہ کیلئے جائے تو فاتحہ کیلئے کونسی سمت کو اختیار کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر میت کے سر کی جانب کھڑے ہو کر زیارت کی جائے تو یہ میت پر باعث دشواری ہے، لہٰذا پیر کی جانب کھڑا ہو کر زیارت اور فاتحہ پڑھنی چاہئے: **یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفٰی لا من قبل رأسه لانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابل[1] بصره** شامی ص:۹۴۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۷/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ذی قعدہ ۵۳ھ

قبر کی زیارت کرتے وقت کیا میت کو اطلاع ہوتی ہے؟

سوال: ۔ہم سنت کے مطابق کسی عزیز کی قبر کی زیارت کرتے ہیں، تو کیا اہل قبر کو اس کی اطلاع ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے زیارت کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ اس کو اطلاع کرا دیتا ہے، "**قال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علی ان**

---

[1] شامی نعمانیه ص: ۶۰۵، مطبوعه زکریا ص: ۱۵۱/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور، غنیة الناسک ص ۲۰۳، خاتمه فی زیارة قبر سید المرسلین صلی الله علیه وسلم، مطبوعه کراچی،

الزائر متی جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانه توقیت فی ذالک"[1] الطحطاوی، ص ۳۴۰/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجمیر شریف کی زیارت کے لئے سفر

سوال:- اگر ہم گھر سے نیت کر کے چلے اجمیر شریف کی زیارت کرنے کیلئے اور وہاں پر پہنچ کر زیارت کی، اور جو کچھ ہوسکا ہم نے درود شریف پڑھا اور بخشا اور چلے آئے، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے[2]۔ اس سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہے، اور آخرت یاد آتی ہے[3]۔ قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہونچانا بھی ثابت اور مفید ہے[4]۔ جو کام محض ثواب کے ہیں ان

---

[1] طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۱۲/ فصل فی زیارة القبور، کتاب الروح، ص ۱۲/ المسئالة الاولیٰ هل تعرف الاموات زیارة الاحیاء، مطبوعه فاروقیه پشاور، التذکره فی احوال المؤتی والقبور، ج ۱/ص ۱۱۸/ باب ماجاء أن المیت یسمع مایقال، طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] یستحب زیارة القبور. عالمگیری ص: ۳۵۰، ج: ۵، الباب السادس عشر فی زیارة القبور. کتاب الکراهیة، حلبی کبیر ص ۶۰۸، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقه، مطبوعه لاهور، شامی زکریا ص ۱۵۰/۳، صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبر،

[3] کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تذهد فی الدنیا وتذکر الاٰخرة. مشکوٰة ص: ۱۵۴، ج: ۱، باب زیارة القبور. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، سنن ابن ماجه ص ۱۱۲، ابواب ماجاء فی الجنائز، ماجاء فی زیارة القبور.

ترجمہ :- میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو اس لئے کہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

میں بھی لوگوں نے ایسی چیزیں داخل کرلیں کہ ثواب کے بجائے ان سے گناہ ہوتا ہے، مثلاً اجمیر شریف جا کر مزاروں کو سجدہ کرتے ہیں، ان سے منت مانگتے ہیں، قبر پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، قوالی کرتے یا سنتے ہیں، وہاں بے پردہ عورتیں بھی جاتی ہیں، ایسی باتیں شرعاً جائز نہیں بلکہ گناہ اور حرام ہیں[1]۔ بعض باتیں شرک کے قریب ہیں[2]۔ اگر کوئی شخص خود یہ باتیں نہ کرے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[4] عن علی رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من مر علی المقابر فقرءَ قل هو اللّٰه احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات. رواه الدار قطنی بحواله طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۵۱۴، ج:۸، باب زیارة القبور. مطبوعه مصر، اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائده عن ابی هریرة رفعه: من دخل المقابر ثم قرأ بفاتحة الکتاب وقل هو الله احد والهاکم التکاثر (الی قوله) کانوا شفعاء له الی الله تعالی ..... واخرج عبدالعزیز صاحب الخلال من حدیث انس: من دخل المقابر فقرأ سورة یٰسین خفف الله عنهم وکان له بعدد من دفن فیها حسنات (اتحاف ص۳۷۳، ج۱۰، کتاب ذکر الموت، الباب السادس، بیان زیارة القبور، مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا قبرستان میں گذر ہو اور "قل هو الله احد" گیارہ مرتبہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اللہ اس کو مردوں کے برابر ثواب عطاء فرماتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] فان منهم من قصد بزیارة قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورهم ویدعو عندها ویسألهم الحوائج وهذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین. مجمع بحارالانوار ص:۴۴۸، ج:۲. عمدة القاری ص۴/۷۰، الجزء الثامن، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، مطبوعه دارالفکر بیروت. درمختار مع الشامی زکریا، ۳/۴۲۷، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ،

[2] فانظر الی حال المحترفین من اهل عصرنا، ویذهبون الی القبور والعتبات ویرتکبون انواعًا من الشرک. الفوز الکبیر ص:۲۴. الدر مع الشامی زکریا ص۳/۴۲۷، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، بحر کوئٹه ص۲/۲۹۸، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف.

تب بھی دوسرے لوگ جو یہ باتیں کرتے ہیں ان کو دیکھنا یا ان کے ساتھ شریک ہونا پڑتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں وہاں جانا درست نہیں اور زیارتِ قبور کا بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ میلہ اور تماشہ بن جاتا ہے، اپنے مکان پر جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ثواب پہنچا دیا جائے، گور غریباں کی زیارت کبھی کبھی اپنی بستی کے قبرستان میں جا کر کر لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۰ھ

D:\INPAGE24\A006.TIF
not found.

باب ہفتم

﴿ایصالِ ثواب کے احکام﴾

ایصال ثواب کا طریقہ

سوال:- زید کا انتقال ہو گیا اور اس کے اقارب اب محض حسبۃً للہ فقراء ومساکین علماء وصلحاء ورؤساء کو بہترین کھانا کھلاتے ہیں، اور صرف ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے، اور تلاوت قرآن بھی ہوتی ہے، اور کچھ رقم بھی تقسیم کی جاتی ہے، مگر تعین تاریخ مثلاً چہارم وچہلم وغیرہ بدعات کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے، اور بسا اوقات چہارم وچہلم وغیرہ کا اہتمام بھی ہوتا ہے، اب ہر دونوں صورتوں کا حکم شرعی کیا ہے، بشرط جواز کھانے کے مستحق کون لوگ ہیں؟ اور ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے، مفصل ومدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''وقال ایضاً ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة روی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبداللّٰه قال کنا نعد الا جتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة اهـ وفی البزازیة، ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد السبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأة سورة الانعام اوالاخلاص، والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیها من کتاب الاستحسان

وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا اهـ واطال فی ذلک فی المعرج وقال وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه اللّٰه تعالیٰ اهـ الی قوله ولاسيما اذاكان فی الورثة صغار او غائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذالک غالباً من المنكرات الكثيرة كايقاد الشموع والقناديل التی توجد فی الافراح وكدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرة علی الذكر وقرأة القرآن وغير ذلک مما هو مشاهد فی هذه الا زمان وماكان كذالک فلاشک فی حرمته وبطلان الوصية به ولاحول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظيم[1] اهـ صرح علماء نا فی باب الحج عن الغير بأن للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها كذا فی الهداية بل فی زكاة التتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق ان ينوی لجميع المؤمنين المؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شئی[2] اهـ الی قوله ولهذا اختارت

---

[1] شامی كراچی ص: ۲۴۰، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من اهل الميت. حلبی كبير ص ۶۰۹، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقة، مطبوعه لاهور، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰، باب احكام الجنائز، فصل فی الحمل والدفن، مطبوعه مصر، بحر كوئٹه ص ۱۹۲/۲، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] شامی كراچی ص: ۲۴۳، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القرأةللميت واهداء ثوابها لهٗ. طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴، فصل فی زيارة القبور، مطبوعه مصری، تاتارخانيه كراچی ص ۳۱۹/۲، كتاب الزكاة، قبيل الفصل السابع عشر فی المتفرقات.

خلاصه ترجمه:- جواب (الف) میت کے اہل خانہ کا ضیافت کا کھانا تیار کرانا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ ضیافت خوشی کے مواقع پر مشروع ہے، غمی کے مواقع پر ضیافت کرنا مشروع نہیں، خواہ پہلے دن ہو یا تیسرے دن یا ایک ہفتہ پر۔

(ب) صلحاء وقراء کو قرآن خوانی وختم قرآن وغیرہ کے لئے جمع کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(ج) قرآن پڑھنے پر کھانا کھلانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(د) البتہ فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا جائز ودرست ہے۔

(ہ) بلا کسی اجتماع والتزام کے حسب توفیق قرآن پڑھ کر یا نماز وغیرہ دیگر عبادات کر کے یہ کہنا چاہئے اے اللہ اس نیک عمل کا ثواب فلاں کو پہنچا۔

الشافعية فی الدعاء اللهم اوصل مثل ثواب ما قرأته الی فلان واما عندنا فالواصل الیه نفس الثواب وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثواب لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عنداهل السنة والجماعة کذا فی البدائع وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ماتیسر له ثم یقول اللّٰهم اوصل ثواب ماقرأناه الی فلان او الیهم[1] اهـ شامی نعمانية بتغیر باب صلوة الجنازة، ص: ۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲.

عبارت مذکورہ سے آپ کے سوال کا تفصیلی جواب معلوم ہوگیا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کا طریقہ

سوال:- ایصال ثواب مردوں کو کس طرح کیا جائے، صرف نیت ہوجانے پر کہ فلاں میت کو میرے قرآن شریف پڑھنے کی یا نوافل یا خیر خیرات دینے کا ثواب پہنچ جائے، یہ کافی ہے، یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل بھی ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نیک عمل، تلاوت، قرآن پاک، نوافل خیرات اس نیت سے کیا جائے، کہ اللہ تعالیٰ اسکا ثواب فلاں کو پہنچادے تب بھی کافی ہے، اگر بغیر اس نیت کے کیا جائے تو بعد میں یہ دعا کرے کہ

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۴۳، ج: ۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور، بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع الصنائع زکریا ص ۲/۴۵۴، کتاب الحج، فصل بیان شرائط النیابة فی الحج.

یا اللہ اسکا ثواب فلاں کو پہنچا دے، شامی میں اسی طرح لکھا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کا طریقہ

سوال:- میں روزانہ اس طرح فاتحہ پڑھتا ہوں کیا شریعت میں ایسا عمل جائز ہے کیا میرے مرحوم کو اس کا فائدہ ہوگا، ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ **قل ھو اللّٰہ احد** اور ایک مرتبہ درود ابراہیم پڑھ کر اس طرح کہتا ہوں خداوندا جو کچھ اس وقت پڑھا ہوں اس کا ثواب جملہ پیغمبروں کو پہنچا کر یا اللہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا کر اور ان کے جملہ صحابہ کی اُن کی آل واولاد کی ان کی ازواج مطہرات کی جملہ اولیاء اللہ کی ارواح کو پہنچا کر یا اللہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک جس قدر مرد وعورت وفات پا چکے ہیں، یا اللہ ان تمام کی روح کو پہنچا کر میرے ماں باپ اور میرے جملہ رشتہ دار جو وفات پا چکے ہیں ان تمام کی روح کو اس فاتحہ کا ثواب پہنچا کر یا اللہ تمام لوگوں کے گناہوں کو معاف کردے ان تمام مرحومین کو جنت میں جگہ عطا کردے، میں روزانہ اس طریقہ سے فاتحہ پڑھتا ہوں شرعاً یہ طریقہ جائز ہے کہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی ایصال ثواب کرنے سے ثواب پہنچ جاتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۵/۱۸ھ

---

[1] اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأته الی فلان. شامی کراچی ص:۲۴۳، ج:۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القرأة للمیت. بدائع الصنائع زکریا ص۲/۴۵۴، فصل بیان شرائط النیابة، بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر.

[2] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصامًا اوصدقه اوغیرها. شامی نعمانیه ص ۶۰۵، ج:۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فی القرأة للمیت واهداء ثوابها له. بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۱۴، فصل فی زیارة القبور.

ایصال ثواب کے طریقے اور قبر کھود کر میت کو دیکھنا

سوال:- میرے لڑکے کا بعمر دس سال انتقال ہوگیا جس سے بہت صدمہ ہے، مرحوم کی طرف سے کیا کام کیا جائے، جس سے اسکے درجات بلند ہوں اور آخرت میں وہ ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنے؟ ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کرنا کیسا ہے؟ اگر بچہ کی قبر کھول کر دیکھ لوں تو کچھ اطمینان ہوجائے گا، اس خیال سے میت دکھلا دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ مرحوم کی قبر پر قرآن پاک بلند آواز سے سنانے میں کچھ حرج تو نہیں؟ مرحوم کی قبر پر تاریخِ وفات لکھوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دس سال کا بچہ معصوم ہے، اسپر کوئی گناہ نہیں، اس کیلئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں، تاہم جو کچھ ثواب پہنچایا جائیگا وہ رفعِ درجات کا سبب بنے گا، قبر کھود کر صورت دیکھنے کی اجازت نہیں، ایسا کرنا حرام ہے[1]۔ صبر میں بڑا اجر ہے[2]، میت کو ثواب پہنچانے کیلئے غرباء کو کھانا کھلانا بھی درست ہے، کپڑے وغیرہ ضرورت کی چیز دینا بھی درست ہے[3]، مگر

---

[1] وان اهالوا التراب لا ينبش القبر لان ذالک سنة والنبش حرام (طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۰۲، فصل فی حملها ودفنها، شامی زکریا ص ۳/۱۴۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن الميت، هنديه كوئٹه ص ۱/۱۶۸، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

[2] انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ای ولهم علی صبرهم اجر عظيم عند ربهم لايقدر قدره (تفسير مراغی ص ۸/۱۵۳، الجزء الثالث والعشرون، سورۂ زمر آیت: ۱۰، مطبوعه مكتبه تجاريه مصطفی احمد الباز مكه مكرمه)

[3] من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (بحر كوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغير، بدائع زكريا ص ۲/۴۵۴، كتاب الحج، فصل بيان شرائط النيابة فی الحج، شامی كراچی ص ۲/۲۴۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زيارة القبور.

جو کچھ ہوا خلاص کے ساتھ ہو، ریا وفخر کے طور پر نہ ہو، قرآن پاک پڑھوا کر پڑھنے والوں کی دعوت کرنا درست نہیں، یہ قرآن خوانی کی اُجرت کے درجہ میں ہے، اس سے ثواب نہیں ہوگا[1]۔ کسی بڑے بزرگ کی قبر پر پتھر پر نام کندہ کرا کے لگانے کی گنجائش ہے تاکہ زیارت کیلئے جولوگ دور دور سے آتے ہیں ان کو دشواری نہ ہو، وہ خود ہی پہچان لیں[2]۔ بچے کی قبر پر اسکی ضرورت نہیں، بہت سے بہت درخت کا پودا قریب ہی لگادیں قبر کے قریب قرآن پاک تلاوت کرنے سے میت کو اُنس ہوگا[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۹ھ

---

[1] الحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرائة القرآن لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاحسان وان اتخذ طعامًا للفقراء كان حسنًا واطال فى ذالک فى المعراج وقال هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز منها لانهم لايريدون بهاوجه الله. شامى كراچى ص ۲/۲۴۰، باب صلاة الجنازة. مطلب فى كراهية الضيافة من اهل الميت، حلبى كبيرى ص ۶۰۹، فصل فى الجنائز، الثامن فى مسائل متفرقة من الجنائز، مطبوعه لاهور، فتاوى بزازيه على هامش الهنديه ص ۴/۸۱، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز، نوع آخر ذهب الى المصلى قبل الجنازة، مطبوعه كوئٹه.

[2] فان ائمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب على قبورهم وهو عمل اخذ به الخلف عن السلف (الى قوله) فان الكتابة طريق الى تعرف القبر بها نعم يظهر ان محل هذا الاجماع العملى على الرخصة فيها ما اذا كانت الحاجة داعية اليه فى الجملة فاما الكتابة بغير عذر فلا (شامى كراچى مختصرا ص ۲/۲۳۸، باب صلاة الجنازة، مطلب فى دفن الميت، طحطاوى مع المراقى ص ۵۰۵، باب احكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، مطبوعه مصر، تبيين الحقائق ص ۱/۲۴۶، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] فى حديث عمر بن العاص مرفوعاً ثم اقيموا حول قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم اى بدعائكم واذ كاركم وقرائتكم واستغفاركم. مرقاة ص: ۱/۳۸۱، ج: ۲، باب دفن الميت الفصل الثالث. مطبوعه ممبئى، طحطاوى مع المراقى ص ۵۰۸، فصل فى حملها ودفنها، مطبوعه مصر، فتاوى الهنديه كوئٹه ص ۱/۱۶۶، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن.

کیا دوسروں کو ثواب بخش دینے کے بعد خود قاری کو بھی ثواب ملے گا؟

سوال:- کسی نے پورا قرآن شریف پڑھا اور کل کا ایصالِ ثواب کر دیا اور جب جب پڑھتا ہے سب ایصالِ ثواب کر دیتا ہے، تو پڑھنے والے کو کچھ بچے گا اور ثواب ملے گا یا بالکل خالی ہاتھ ہو جائے گا؟ اور اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی تعداد کے مردوں کو ثواب بخشے گا ان کے عدد کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ص: ۴/۲/۹۱ھ

---

[1] عن علی رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من مر علی المقابر فقرء قل ھو اللّٰہ احد احدی عشرۃ ثم وھب اجرھا للاموات. اعطی من الاجربعدد الا موات رواہ الدار قطنی بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۵۱۴، فصل فی زیارۃ القبور، مطبوعہ بمصر. اتحاف السادۃ ص ۱۰/۳۷۱، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، بیان زیارۃ القبور، مطبوعہ دارالفکر بیروت. من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰس خفف اللّٰہ عنھم وکان لہ بعدد من دفن فیھا حسنات (اتحاف ص۱۰/۳۷۳، المصدرالسابق، کنز العمال ص۱۵/۶۵۵، رقم الحدیث: ۴۲۵۹۶، کتاب الموت، الباب الثالث فی امور بعد الدفن، الفصل الثالث فی زیارۃ القبور، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۳۱۹، کتاب الزکاۃ، قبیل الفصل السابع عشر فی المتفرقات، شامی کراچی ص ۲/۲۴۳، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی القراء ۃ للمیت، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴، فصل فی زیارۃ القبور، مطبوعہ مصر.

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گذرے اور گیارہ مرتبہ ''قل ھو اللّٰہ احد'' پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کے عدد کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا۔

ایصالِ ثواب کا فائدہ

سوال:- ایصالِ ثواب سے مرنے والے کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عذاب میں تخفیف ہوتی ہے درجات میں ترقی ہوتی ہے، حزن میں کمی ہوتی ہے، سرور میں زیادتی ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے؟

سوال:- ایصالِ ثواب کس کیفیت سے ہمارے موتی تک پہنچتا ہے، (نفس ایصال ثواب کو دریافت نہیں کرتا) کیا موتی کو ایصالِ ثواب کے لئے آخرت میں بھی محکمہ ڈاک، ٹیلی گراف وائرلیس وغیرہ (خبر رسانی) کا محکمہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصالِ ثواب کیلئے یہاں جو کچھ عمل کیا جائے۔ (نماز، روزہ، صدقہ، حج، تلاوت، ذکر،

---

[1] ویقرأ یسٓ (درمختار) لما ورد من دخل المقابر فقراء یسٓ خفف اللّٰہ عنهم یومئذٍ. شامی نعمانیه ص:۶۰۵، ج:۱. مطلب فی القرأة المیت. عن انس انه سأل رسول اللّٰہ ﷺ فقال یارسول اللّٰہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل یصل ذلک الیهم؟ فقال نعم انه لیصل ویفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه (مراقی مع الطحطاوی ص۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، الهندیه کوئٹه ص۵/۳۵۰، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور، التذکرة فی احوال الموتیٰ وامور الآخرة ص۶۷/۱، باب ما جاء فی قراءة القرآن عند القبر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

خدمتِ خلق وغیرہ) اور دعا کر لیجائے کہ یا اللہ اسکا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ (شامی ص:۸۴۴، ج:۱)[۱] یہ دعا اللہ پاک سے کی جاتی ہے، اس کیلئے کسی فون، ٹیلی گرام وغیرہ مادی آلات کی ضرورت نہیں، اسلئے کہ اللہ پاک کی شان یہ ہے "**یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور**" (الآیۃ[۲]) "**لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللّٰہ**" (الآیۃ[۳]) "**لا یعزبُ عنه مثقال ذرَّةٍ**" (الآیۃ[۴]) "**یعلم ما فی السَّمٰواتِ وَالارضِ**" (الآیۃ[۵]) جب یہاں سے کسی کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں ترقی ہوتی ہے، درجات بلند ہوتے ہیں، وہاں کی تکلیف میں تخفیف ہوتی ہے، جو چیز ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ کی گئی ہے، وہ بعینہٖ نہیں پہنچتی، میت پر جب انعامات ہوتے ہیں تو ان کو بتلا دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے ایصالِ ثواب کیا ہے یہ اس کا ثمرہ ہے، کتابُ الروح[۶]، شرح الصدور[۷]، **الدرة الفاخرة للغزالی فی کشف علوم الاٰخرة** وغیرہ میں تفصیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة ..... ثم یقول اللهم او صل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم، تنبیه:- صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او صدقة او غیرها (شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور، بحر کوئٹه ص ۵۹/۳، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۴۵۴/۲، کتاب الحج، فصل بیان شرائط النیابة فی الحج.

[۲] سورۂ غافر آیت: ۱۹،

ترجمہ:- وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور انکو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں (بیان القرآن)

[۳] سورۂ نمل آیت: ۶۵، **ترجمہ:**- جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہے کوئی بھی عیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

[۴] سورۂ سباء آیت: ۳، **ترجمہ:**- اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں۔ (بیان القرآن)

[۵] سورۂ تغابن آیت: ۴، **ترجمہ:**- وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ (بیان القرآن)

[۶] وقد جاء ان الله یرفع درجة العبد فی الجنة فیقول انی لی هذا؟ فیقال بدعاء ولدک لک (کتاب الروح ص ۱۵۷، المسئالة السادسة عشر هل تنتفع ارواح الموتی الخ، فصل والدلیل علی انتفاعه الخ، مطبوعه مکتبه فاروقیه پشاور) (حاشیہ ۷/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ختم قرآن پاک کا ثواب مردے کو

سوال: -ختم قرآن پاک کا ثواب اگر ہم مردے کو پہنچائیں تو وہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہنچتا ہے، کذا فی الهدایة[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترکہ ایصالِ ثواب کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: -کیا روحیں قبروں میں رہتی ہیں؟ کیونکہ السلام علیکم یا اهل القبور کہا جاتا ہے، کیونکہ قبرستان میں جس وقت کوئی تلاوتِ قرآن کر کے بخشتا ہے، تو ثواب روحیں آپس میں بانٹ لیتی ہیں، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض ارواح قبر میں بھی رہتی ہیں کذافی کتاب الروح[2]، لیکن سلام کرنے یا ثواب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۷ شرح الصدور ص۲۹۶-۲۹۸، باب ما ینفع المیت فی قبره، طبع دارالمعرفة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصومًا او صدقة اوغیرها عند اهل السنة والجماعة (هدایة ص:۲۹۶/۱، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، طبع دارالکتاب، بحر کوئٹه ص ۵۹/ ج۳، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۲/۴۵۴، کتاب الحج فصل یبان شرائط النیابة فی الحج)

۲ ومنهم من یکون محبوسا فی قبره کحدیث صاحب الشملة التی غلها الخ (کتاب الروح ص ۱۵۰، المسئالة الخامسة عشر وهی این مستقر الارواح الخ، فصل واما قول من قال ان مستقرها بعد الموت الخ، طبع فاروقیه پشاور، اتحاف السادة ص ۱۰/۳۹۰، کتاب ذکر الموت، فصل فی ارواح الشهداء، طبع دارالفکر بیروت، التذکرة فی احوال الموتی ص ۱/۱۲۶، باب ماجاء ان ارواح الشهداء فی الجنة دون ارواح غیرهم، طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

پہنچانے کیلئے روح کا قبر میں ہونا ضروری نہیں، نفس تعلق کافی ہے، جب قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مشترکہ طور پر بخشا جاتا ہے۔ تو اظہر یہی ہے کہ ارواح کے درمیان تقسیم ہوگا[1] لیکن یہ تقسیم ملائکہ کے ذریعہ ہوگی، ارواح کو خود بانٹنے یا لڑنے جھگڑنے کا موقع نہ دیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

صحیح: عبد اللطیف ۲۵/۱/۶۱ھ

چند مردوں کو ایصال ثواب کیا جائے تو تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا پورا پورا؟

سوال: - ایک شخص اپنے والد کے ایصال ثواب کیلئے ایک روپیہ خیرات کرتا ہے یا چند مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی نیت کرتا ہے، کہ والد کے علاوہ فلاں فلاں دوسرے اموات کو اس کا ثواب پہنچے۔

سوال یہ ہے کہ ایک روپیہ کا پورا ثواب اور اجر جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، صورت مسئولہ میں وہ پورا باپ کو پہنچ کر دوسروں کو اس کے علاوہ ملے گا، یا اسی روپیہ کے ثواب میں سے جملہ اموات کو حسب حصہ سہام تقسیم ہوں گے اور دوسری اموات کے ملانے سے باپ کے حصہ میں کمی ہو جائے گی۔ حافظ نجیب خان

---

[1] لواهدیٰ الکل ای کل ثواب الی اربعة یحصل لکل منهم ربعه، شامی کراچی ص: ۲۴۳، ج: ۲. باب صلوة الجنازة، مطلب فی القراء ة للمیت، تالیفات رشیدیه مع فتاوی رشیدیه ص ۲۳۰، جنازے میت اور قبروں کے مسائل کا بیان، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ حسب حصہ ثواب پہنچے گا، جیسا کہ کوئی شخص ایک روپیہ کے پیسے چند فقیروں کو تقسیم کردے تو سب کو ایک ایک روپیہ نہیں پہنچتا بلکہ اس میں سے تقسیم ہوکر حسب حصہ پہنچتا ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا پہنچتا ہے، کیوں کہ اللہ کی رحمت وسیع ہے، وہ اگر سب کو ایک ایک روپیہ کا پورا پورا ثواب پہنچادیں گے تو ان کے یہاں کچھ کمی نہیں آئے گی، بلکہ وسعت رحمت کا تقاضہ یہی ہے کہ سب کو پورا پورا پہنچے[1]۔ اور زیادہ تر دار ومدار ثواب کی کمی زیادتی کا زیادتی خلوص پر ہے، اگر خلوص کے ساتھ تھوڑی چیز کا ثواب پہنچایا جائے وہ زیادہ ہوتا ہے، بہ نسبت اس کے کہ زیادہ چیز کا ثواب بلا خلوص پہنچایا جائے، تو زیادہ ضرورت خلوص کی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ چیز بھی اگر زیادہ دے تو وہ سونے پر سہاگہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۳/۱/۵۷ھ

---

[1] لو اهدى الكل الى اربعة يحصل لكل منهم ربعه، قلت لكن سئل ابن حجر المكى عما لو قرء لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم اويصل لكل منهم ثواب ذالك كاملا فاجاب بانه افتى جمع بالثانى وهو اللائق بسعة الفضل. شامى نعمانيه ص: ۶۰۵، ج: ۱. باب صلوة الجنازة، مطلب فى القرأ للميت. كتاب الروح ص ۱۷۴، المسئالة السادسة عشر هل تنتفع ارواح الموتى الخ، فصل واما قولكم لوساغ ذلك لساغ اهداء نصف الخ، مطبوعه مكتبه فاروقيه پشاور، فتاوىٰ كبرىٰ لابن حجر مكى ص ۴۲۲/۱، باب الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] قال النبى ﷺ لاتسبو اصحابى فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه (الحديث) والمعنى لا ينال ادحدكم بانفاق مثل احد ذهبا من الاجر والفضل ماينال احدهم بانفاق مد طعام او نصفه لما يقارنه من مزيد الاخلاص وصدق النية (مرقاة ص ۵/۵۱۸، باب مناقب الصحابة رضى الله عنهم اجمعين، الفصل الاول، طبع بمبئى، ارشاد السارى ص ۸/۱۸۶، كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، باب قول النبى ﷺ لو كنت متخذا خليلاً، طبع دارالفكر، فتح البارى ص ۷/۳۸۷، كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، باب قول النب ﷺ لوكنت متخذا خليلاً طبع دارالفكر بيروت)

متعدد ارواح کو ثواب بخشنے سے سبکو پورا پورا ملے گا یا تقسیم ہوکر؟

سوال:- اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر حضور اکرم ﷺ کو ایصال ثواب کرے، اور آپ ﷺ کے بعد کل امت محمدیہؐ (جس میں جمیع مومنین) کی ارواح کو ثواب بخشے اور بعد میں اپنے والدین، برادر عزیز واقارب کے نام لے کر بخشے تو اس قرآن کا ثواب سب روحوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم ہوجائیگا یا علیحدہ علیحدہ کل امت محمدیہؐ میں برابر کا ثواب سب ارواح کو ملے گا، اور پڑھنے والے کو بھی برابر کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟ کونسا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں کوئی نص موجود نہیں، تقسیم ہوکر حسب حصص پہنچنا اقیس ہے، مگر اللہ کی رحمت وفضل سے اگر سب کو پورا پورا پہنچے تو کچھ بعید نہیں، علامہ شامیؒ نے ردالمحتار کتاب الجنائز میں اول قول ابن قیم حنبلی سے نقل کیا ہے اور ثانی قول ابن حجر مکی شافعیؒ سے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] نعم اذا فعل لنفسه ثم نوى جعل ثوابه لغيره لم يكف ويصح اهداء نصف الثواب او ربعه كما نص عليه احمد ولا مانع منه ويوضحه انه لو اهدى الكل الى اربعة يحصل لكل منهم ربعه (الى قوله) لكن سئل ابن حجر المكى عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذالك كاملاً فاجاب بانه افتى جمع بالثانى وهو اللائق بسعة الفضل، شامى كراچى ص:۲۴۳، ج:۲، باب صلوة الجنازة، مطلب فى القرأة للميت. كتاب الروح ص ۱۷۴، المسئالة السادسة عشر هل تنتفع ارواح الموتىٰ الخ، فصل واما قولكم لو ساغ ذلك لساغ الخ، مطبوعه مكتبه فاروقيه پشاور، فتاوى كبرىٰ ص ۴۲۲/۱، باب الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تاليفات رشيديه مع فتاوىٰ رشيديه ص ۲۳۰، جنازے میت اور قبروں کے مسائل کا بیان، مطبوعه لاهور.

ایک نیکی کا ثواب کتنا ہے؟

سوال:- ایک نیکی کا کتنا ثواب ملتا ہے؟ اور نیکی کتنی لمبی چوڑی ہوتی ہے؟ یعنی کتنا ثواب ملتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک نیکی کا ثواب دس گنا تو قرآن کریم میں عام طور پر ہے[1] بعض دفعہ بعض نیکی کا ثواب دس سے بھی زیادہ ہوتا ہے لاکھوں تک پہونچ جاتا ہے[2] حق تعالیٰ چاہے بے حساب ثواب دے، بندے نہ اس کو گن سکتے ہیں نہ ناپ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۹۴ھ

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا

سوال:- (۱) قبر پر خواہ صالح کی ہو یا عام قبر ہو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگنا کیسا ہے؟

---

[1] من جاء بالحسنة فله عشر امثالها سوره انعام: ۱۶۰،

ترجمہ:- جو شخص نیک کام کریگا اسکو اس کے دس حصے ملیں گے (بیان القرآن)

[2] ان رسول اللّٰہ ﷺ قال فیما یروی عن ربه تبارک وتعالیٰ ان ربکم عزوجل رحیم من هم بحسنة فلم یعملها کتبت له حسنة فان عملها کتبت له عشرا الی سبع مأة الی اضعاف کثیرة الحدیث، ابن کثیر ص: ۶۸۳، ج: ۱، ایضاً ص ۲/۳۱۵، سورۂ انعام آیت: ۱۶۰، مطبوعه مکتبه تجاریة مکة مکرمة، مسلم شریف ص: ۷۸، ج: ۱، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز اللّٰہ تعالیٰ الخ، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، بخاری شریف ص: ۹۶۰، ج: ۲، کتاب الرقاق. باب من هم بحسنة او سیئة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

جیسا کہ رسم رواج ہے کہ فاتحہ پڑھو۔

(۲) بعض لوگ اپنی حیات میں تیجہ، چالیسواں، برسی، ختم قرآن، صدقہ اپنی روح کو کراتے ہیں، اور اپنے آپ کو پھر وہ مردہ سمجھتے ہیں، اور کسی کے یہاں وہ موت وزندگی میں شریک نہیں ہوتے، اور نہ میت کا کھانا کھاتے ہیں، اسی خیال سے اپنا فاتحہ اپنی زندگی میں کرواڈالتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی فاتحہ کرے یا نہ کرے، کیا حیات میں بھی دوسروں سے اپنی روح کو ایصالِ ثواب پہنچوانے کے لئے اپنے نام قرآن پڑھوا کر بخشوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس ایصالِ ثواب بغیر التزام تاریخ یوم وہیئت وغیرہ کے زندہ کیلئے بھی درست ہے، اور مردہ کیلئے بھی درست ہے[۱] مگر تیجہ چالیسواں، برسی، فاتحہ مروجہ وغیرہ یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل، بدعت اور ناجائز ہیں ان سے اجتناب واجب ہے، ایصالِ ثواب کیلئے جو کھانا دیا جاتا ہے وہ غرباء ومساکین کو دینا چاہئے مالدار کو نہیں[۲] کسی کے یہاں موت اور زندگی میں بلاوجہ شریک نہ ہونا اور سب سے قطعِ تعلق کر دینا رہبانیت، قطع رحمی، اضاعتِ حقوق ہے، شرع نے اس سے منع کیا ہے[۳]۔

---

[۱] من صام اوصلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز. شامی کراچی ص:۲۴۳، ج:۲. باب صلوة الجنازة، مطلب فی القراء ة للمیت، بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۲/۴۵۴، کتاب الحج، فصل بیان شرائط النیابة فی الحج.

[۲] یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الی قوله والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الاکل یکره وفیها من کتاب الاستحسان ووان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا. شامی کراچی ص ۲۴۰، ۲/۲۴۱، باب صلوة الجنازة، مطلب فی القراء ة للمیت، حلبی کبیری ص ۶۰۹، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقه، مطبوعه لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۱۰، باب احکام الجنائز، فصل فی الحملها والدفنها،

[۳] واصلها من الرهبة الخوف کانوا یترهبون بالتخلی من اشغال الدنیا ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۱) نفسِ دعا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ہوسکتی ہے، اگر ہاتھ اٹھا کر مانگنا ہو تو قبلہ رو ہو کر مانگنا چاہئے تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ صاحبِ قبر سے کچھ مانگا جارہا ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۶۱ھ

اپنی زندگی میں ایصالِ ثواب

سوال:- ایک صاحب چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں کلام پاک کا ہدیہ ادا کر کے دس پانچ کلام پاک پڑھوا کر اپنی عاقبت کیلئے محفوظ کرلیں کیا ایسا عمل احکامِ شرعی فقہ وحدیث سے درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہدیہ اُجرت دے کر قرآن کریم پڑھوانا جائز نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وترک ملاذها والزهد فيها والعزلة عن اهلها وتعمد مشاقها حتى ان منهم من كان يخصى نفسه ويضع السلسلة فى عنقه وغير ذالک من انواع التعذيب فنفاها النبى ﷺ عن الاسلام ونهى المسلمين عنها (روح المعانى ص۳، ج۷، سورۂ مائدہ آیت: ۸۲، مطبوعه مصفطفائيه ديوبند، مجمع بحار الانوار ص۲/۴۰۰، باب الرامع الهاء، مطبوعه دائرة المعارف حيدرآباد، روح البيان ص۹/۳۸۳، الجزء السابع والعشرون سورۂ حديد آيت: ۲۷، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص۳/۴۰۳، اول كتاب النكاح، الفصل الاول، مطبوعه بمبمئى.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وفى حديث ابن مسعود رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قبر عبد الله ذى النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل رافعاً يديه، اخرجه ابو عوانة فى صحيحه، فتح البارى ص: ۴۳۱، ج: ۱۲، كتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه،

بلا ہدیہ لئے کوئی پڑھے تو درست ہے[۱]۔ قرآن کریم کے مدرسہ میں کچھ قرآن شریف دیدیں، بچے جب تک ان کو پڑھیں گے، ثواب ہوتا رہیگا، اسی طرح حدیث شریف کی کتابیں کسی بڑے عربی مدرسہ میں دیدیں، مسجدوں کو صفیں دیدیں جب تک ان پر نماز پڑھی جائیگی، ثواب ہوتا رہیگا، کنواں بنوادیں، مسافر خانہ بنوادیں، غرض اپنی زندگی میں ثواب کے انتظام کی بہت سی صورتیں ہیں اور جس قدر ہو سکے خود ہی صدقہ جاریہ کی صورتیں کی جائیں تو اچھا ہے، بعد میں کوئی ثواب پہنچائے یا نہ پہنچائے اپنے بس میں پھر کچھ نہیں[۲] رہتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۴ھ

ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب بخشنا

سوال: -سلام مصافحہ نصیحت کی باتیں سڑک پر سے ایذا کی چیز ہٹا دینا وغیرہ بے شمار کام

---

[۱] قال تاج الشريعة في شرح الهداية: ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان. شامى نعمانيه ص:۳۵، ج:۵، كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ. منحة الخالق على البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۲۸، كتاب الوقف.

[۲] قال رسول الله ﷺ ان مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولداً صالحاً تركه او مصحفا ورثه او مسجداً بناه او بيتا لابن السبيل بناه او نهراً اجراه او صدقة اخرجها من ماله فى صحته وحياته تلحقه من بعد موته (مشكوة ص ۳۶، كتاب العلم، الفصل الثالث، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، سنن ابن ماجه ص ۲۲، مقدمه، باب ثواب معلم الناس الخير، مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند، الترغيب والترهيب للمنذرى ص ۱/۱۹۶، كتاب الصلوة، الترغيب فى بناء المساجد، مطبوعه دارالفكر بيروت.

نیکیوں کے ہیں بلکہ گناہ سے بچنا بھی نیکی ہے، تو کیا ہر قسم کی نیکی کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب کا ثواب پہونچایا جاسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

فرائض وواجبات کا ثواب بخشنا

سوال:- سنن ومستحبات کے علاوہ فرائض وواجبات کا ثواب بھی مردوں کو پہونچایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا سبب ظاہری یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کسی نیکی کا ثواب اگر دوسرے کو بخشا تو بخشنے والے کو ثواب سے محرومی رہیگی لہٰذا فرائض وواجبات کے عظیم ثوابوں کو اپنے ہی لئے رکھے بلکہ سنن ومستحبات کے ثوابوں کو بھی بس اتنے اندازہ سے بخشے جیسے اپنے مال میں سے زکوۃ وصدقات دیا کرتے ہیں، کیونکہ بخش دیا ہوا ثواب اگر پلے نہیں پڑے گا تو اندازہ زکوۃ سے زیادہ بخش دینے والوں کو قیامت کے روز حسرت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک قول یہ بھی ہے کہ فرائض اور واجبات کا ثواب بھی بخش سکتا ہے، مگر احتیاط یہی ہے کہ ان کا ثواب نہ بخشے اپنی جس نیکی کا ثواب دوسروں کو بخش دیا اس بخشنے کا ثواب کچھ کم نہیں، بعض اکابر نے تو اپنی تمام حسنات کا ثواب تمام اہل ایمان کو بخش دیا تا کہ اللہ پاک کے دربار

---

[1] الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ماله جعل ثوابها لغیره فی کل العبادات، درمختار مع الشامی کراچی ص:۵۹۵، ۲/۵۹۶، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر. بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۲/۴۵۴، کتاب الحج، بیان شرائط النیابة فی الحج.

میں خالی ہاتھ حاضر ہوں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز کا ثواب پہنچانا

سوال: -نماز پڑھ کر کسی کو اسکا ثواب پہنچانا شرعی دلائل سے ثابت ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو براہ کرم دلیل نقل کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثابت ہے: **الا صل ان کل من اتی بعبادۃٍ ماله جعل ثوابها لغیره اھ درمختار ای سواء کانت صلوٰۃ اوصدقة او صومًا او نحوها ص:۲۳۶، ج:۲، شامی نعمانیه. باب الحج عن الغیر، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغیر.**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز برائے ایصال ثواب

سوال: -بعض لوگ بعد نماز جمعہ سب مصلیوں سے کہتے ہیں کہ سب مصلی حضرات

---

[1] من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة (الی قوله) لا فرق بین الفرض والنفل وفی جامع الفتاویٰ وقیل لا یجوز فی الفرائض ..... وقد نقل عن جماعة انه جعلوا ثواب اعمالهم للمسلمین وقالوا نلقی الله تعالیٰ بالفقر والافلاس الخ (شامی زکریا ص ۱۵۲/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت الخ، بحر کوئٹه ص ۶۰/۳، باب الحج عن الغیر)

[2] شامی کراچی ص ۵۹۵/۲، بحر کوئٹه ص ۵۹/۳، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۴۵۴/۲، کتاب الحج، بیان شرائط النیابة فی الحج.

سے گذارش ہے کہ دو دو رکعت میرے عزیز مرحوم کیلئے پڑھئے گا، یا کسی اور مقصد کے لئے، لوگ مع امام دو دو رکعت پڑھ کر دعا کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا اور دوسروں سے اس کی درخواست کرنا جائز ہے، حدیث شریف اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے **قال فی الهندية فی الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير: الاصل فی هٰذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة كان اوصوما اوصدقة اوغيرها الخ** ص[1]:۲۶۳، ج:۲، اسی طرح نماز کے بعد مقاصد حسنہ کیلئے دعا اور اس کے **اقرب الی الاجابة** ہونے کی تصریح روایات حدیث سے ثابت ہے **کما فی عمل اليوم والليلة**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

۱۹۶۸ء جامع العلوم کان پور

بچوں کا ایصال ثواب

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں

---

[1] **عالمگیری ص:۲۵۷، ج:۱، کتاب الحج، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير، مطبوعه كوئٹه پاكستان. بحر كوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغير، بدائع زكريا ص ۲/۴۵۴، بيان شرائط النيابة فی الحج.**

[2] **عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلوة ثم يقول اللهم ؟؟؟؟ (الی قوله الا كان حقا علی الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبتين، عمل اليوم والليلة ص ۳۹، رقم الحديث:۳۸، باب مايقول فی دبر صلوة الصبح، مطبوعه دائرة المعارف حيدرآباد دكن.**

میت کے ایصال ثواب کے واسطے بچوں سے قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد استاد بچوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنا سارا ثواب ہمیں دیدو تاکہ ہم میت کو پہنچادیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بچے عدم بلوغ کی بناء پر ہبہ کے مستحق نہیں اور ایصال ثواب ہبہ ہی ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نابالغ بچوں کا قرآن شریف پڑھ کر بخشنا ہبہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے تو معلمین کی خدمت میں پیش کرنا ہبہ کیوں نہیں ہوا اور اس کا جواز کیسے تجویز کیا گیا، نابالغ کے تصرفات تین قسم کے ہیں، ایک نفع محض، دوم ضرر محض، سوم دائر بین النفع والضرر۔

قسم اول کے تصرفات بغیر اذن ولی بھی درست ہے، قسم دوم: اذن ولی سے بھی درست نہیں، قسم سوم اذن ولی سے درست ہیں، بغیر اذن ولی کے درست نہیں، ہبہ قسم دوم میں داخل ہے[1]، ہبہ کی تعریف ہے تملیک العین بلاعوض[2]۔ جو ثواب پہنچایا جاتا ہے، وہ عین نہیں، نیز اعیان کا حال یہ ہے کہ وہ بصورت ہبہ ملک واہب سے خارج ہوجاتی ہے، واہب ان سے خالی رہ جاتا ہے اور یہ چیز حق صبی میں ضرر محض ہے، ایصال ثواب میں واہب خالی نہیں رہتا، اس کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے، اسکے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی، اسلئے ضرر محض نہیں بلکہ نفع محض ہے۔

---

[1] وتصرف الصبی والمعتوہ ان کان نافعًا کالاسلام والاتھاب صح بلا اذن وان ضاراً کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان اذن بہ ولیھما وما تردد بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن، الدرالمختار علی ھامش الشامی کراچی ص:۱۷۳، ج:۶، کتاب الماذون. مبحث فی تصرف الصبی مجمع الانھر ص ۴/۷۴، کتاب الماذون، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، ھندیہ کوئٹہ ص ۵/۱۱۰، کتاب الماذون، الباب الثانی عشر فی الصبی والمعتوہ.

[2] اما تفسیرھا شرعاً فھی تملیک عین بلا عوض (ھندیة کوئٹہ ص ۴/۳۷۴، اول کتاب الھبة، بحر کوئٹہ ص ۷/۲۷۴، اول کتاب الھبة، فتح القدیر ص ۹/۱۹، کتاب الھبة، دارالفکر بیروت.

صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صدقةً اوغیرها کذا فی الهدایة بل فی زکوٰة التاترخانیة عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره بشئ اهـ وهو مذهب اهل السنة والجماعة اهـ کذا فی ردالمحتار[1] نعمانیه ج: ۱ ص:۶۰۵ وفی الحدیث من قراء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اهـ درمختار[2] ج: ۱، ص:۶۰۵، لہٰذا عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ سمجھ دار بچے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بچوں کا ایصال ثواب کرنا

سوال:- نابالغ بچے جو قرآن کریم یا نماز یا دوسری عبادت کرتے ہیں اس کا ثواب ان کو یا ان کے والدین کو ملتا ہے؟ نیز ہم لوگ کسی کے حق میں ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن کریم پڑھاتے ہیں، جس میں نابالغ بچے بھی پڑھتے ہیں، کیا ان کے پڑھے ہوئے کا ہم لوگ وکیل بن کر ایصالِ ثواب میت کو کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچے جو حسنات کرتے ہیں تو ثواب کے مستحق بھی وہی ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت

---

[1] شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت، تاتارخانیه کراچی ص ۳۱۹/۲، کتاب الزکاة، قبیل الفصل السابع عشر فی المتفرقات، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر.

[2] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۵۴/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی اهداء ثواب القراءة الخ، اتحاف السادة ص ۳۷۱/۱۰، کتاب ذکر الموت، بیان زیارة القبور، مطبوعه دارالفکر بیروت.

کا اجر ملتا ہے، کذا فی الدر المختار[1]. بچے اگر قرآن کریم پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب پہنچادیں تو اس سے خود ان کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور میت کو ثواب پہنچ جائے گا، ان کو بتادیا جائے کہ اس طرح ثواب پہنچادو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۳ھ

نابالغ بچوں کیلئے ایصالِ ثواب

سوال:- نابالغ اور معصوم بچوں کے انتقال پر ختم قرآن کر کے ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟ جب کہ وہ معصوم ہیں اور گناہ سے ناواقف ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچے معصوم ہیں[3]۔ گناہوں کے بخشوانے کیلئے ان کے حق میں ایصالِ ثواب کی ضرورت

---

[1] حسنات الصبی له لا لابویه بل لهما ثواب التعلیم. درمختار مع الشامی کراچی ص:۲۱۵، ج:۲، باب صلاة الجنائز. مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، الاشباه ص ۱۶۹، الفن الثالث، احکام الصبیان، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] شامی زکریا ص ۳/۱۵۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۳۱۹، کتاب الزکاة، قبیل الفصل السابع عشر فی المتفرقات، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۴، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر.

[3] عن علی رضی الله عنه مرفوعاً رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ الحدیث. مشکوٰة ص:۲۸۴، ج:۲، باب الخلع والطلاق. طبع یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قلم تین آدمیوں سے اٹھادیا گیا ہے (۱) سونے والے سے یہاں تک بیدار ہوجائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔ (الحدیث)

نہیں، ہاں تحصیلِ انعامات کیلئے دعا کی جائے تو ٹھیک ہے، جیسے صلوٰۃ جنازہ میں کی جاتی ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کا ایصال ثواب کرنا

سوال:- نابالغ کے ختم قرآن کا ثواب کس کو ملے گا، اگر کہا جائے کہ اس کے والدین کو ثواب ملتا ہے تو دوسرے کو یا ان نابالغوں کو میت کو ثواب پہنچانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ کے ختم قرآن کا ثواب صحیح قول پر نابالغ ہی کو ملتا ہے۔

وتصح عباداته (ای الصبی) وان لم تجب علیه واختلفوا فی ثوابها والمعتمد انه له وللمعلم ثواب التعلیم وکذا جمیع حسناته اشباہ[2] ص:۳۲۷، قال الحموی[3] قوله وجمیع حسناته قال الاستروشی فی جامع احکام الصغار حسنات الصغیر قبل ان یجری علیه القلم له لا لابویه لقوله تعالیٰ وان لیس للانسان الاماسعیٰ. وهذا قول عامة مشائخنا.

---

[1] ولا یستغفر لصبی ولا لمجنون ویقول اللهم اجعله لنا فرطا (الی قوله) لانه لاذنب لهما (بحر کوئٹہ ص ۲/۱۸۴، کتاب الجنائز، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۱۱۳، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، مجمع الانهر ص ۱/۲۷۱، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] الاشباه والنظائر ص: ۱۶۹، الفن الثالث، احکام الصبیان، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[3] حموی علی هامش الاشباه ص:۳۲۷، الفن الثالث، احکام الصبیان. الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۲۱۵، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، احکام الصغار علی جامع الفصولین ص ۱/۱۴۸، مسائل الکراهیة، اسلامی کتب خانه کراچی.

اور نابالغ اپنے پڑھے ہوئے کا ثواب شرعاً میت کو پہنچا سکتا ہے۔ لِاَنَّهٗ نَفْعٌ مَحْضٌ[1] ثواب نابالغ اور میت دونوں کو ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کو ایصالِ ثواب، اموات کی باہمی ملاقات

خواب میں میت کی طرف سے کسی بات کا علم

زیارتِ قبر کی اطلاع میت کو

سوال:- (۱) ہم سنت کے مطابق کسی عزیز کی قبر کی زیارت کرتے ہیں تو اہلِ قبر کو اسکی اطلاع ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے زیارت کی یا نہیں؟

(۲) مرحومین کے لئے زندوں کے ایصالِ ثواب سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن نابالغ معصوم بچوں کیلئے ایصالِ ثواب کا کیا فائدہ؟ جب کہ وہ معصوم اور جنتی ہیں، ایسے معصوم بچوں کی نمازِ جنازہ میں کہیں استغفار نہیں ہے، استغفار اور ایصالِ ثواب بچوں کیلئے غیر مفید ہے تو بچوں کی قبر کی زیارت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ایسے بچوں سے تعلق رکھنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

(۳) ایک ایماندار شخص مر گیا اس سے پہلے جو مر گئے ان سے ملاقات ہوتی ہے یا قیامت ہی میں ملاقات ہوگی؟ اسی طرح کوئی بچہ مر گیا اور اس کا باپ بھی تو اپنے بچہ سے برزخ میں ملے گا، یا قیامت میں؟

(۴) خواب کے ذریعہ مرحومین کی طرف سے کوئی بات معلوم ہوجائے تو کیا ہم یقین کر سکتے

---

[1] هنديه كوئٹه ص ۱۱۰/۵، كتاب الماذون، الباب الثانى عشر فى الصبى والمعتوه، الدر مع الشامى كراچى ص ۱۷۳/۶، كتاب الماذون، مبحث فى تصرف الصبى، مجمع الانهر ص ۷۴/۴، كتاب الماذون، دارالكتب العلمية بيروت.

ہیں کہ یہ بات انکے دل کی ہے، جوکہ اللہ نے ہمیں اس خواب کے ذریعہ سے معلوم کرائی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع کرادیتا ہے: **قال ابن القیم الاحادیث والاٰثار تدل علیٰ ان الزائر متی جَاء علم بہٖ المزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانهٗ لا توقیت فی ذٰلک.** (طحطاوی[1] ص: ۴۱۱)

(۲) درجات میں تو ترقی بہرحال ہوتی ہے اسلئے ایصالِ ثواب میں کیا اشکال ہے اس کیلئے استغفار کی حاجت نہیں[2]۔

(۳) ملاقات ہوتی ہے کذافی شرح الصدور[3]۔

---

[1] طحطاوی ص: ۵۱۲، مطبوعه بمصر. فصل فی زیارة القبور. کتاب الروح ص ۱۲، المسئالة الاولیٰ هل تعرف الاموات زیارة الاحیا، مکتبه فاروقیه پشاور، التذکرة فی احوال الموتی ص ۱۱۸/۱، باب ماجاء ان المیت یسمع ما یقال، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] حسنات الصبی له لا لابویه بل لهما ثواب التعلیم، حاصله انه اذا کانت حسناته ای ثوابها له یکون اهلا للجزاء والثواب فناسب ان یکون ذالک دعاء له ایضا ینتفع به یوم الجزاء (الدر مع الشامی زکریا ص ۱۱۴/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی، اشباه ص ۱۶۹، الفن الثالث، احکام الصبیان، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، احکام الصغار علی جامع الفصولین ص ۱۴۸/۱، مسائل الکراهیة، اسلامی کتب خانه کراچی.

[3] بلغنا ان المیت اذا مات احتوشه اهله واقاربه الذین قد تقدموه من الموتی فلهو افرح بهم ولهم افرح به من المسافر اذا قدم الی اهله (شرح الصدور ص ۹۷، ۹۸، باب ملاقات الارواح للمیت الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، التذکرة ص ۴۸/۱، باب ماجاء فی تلاقی الارواح الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الروح ص ۳۰، المسئالة الثانیة هل تتلاقی ارواح الموتی الخ، مطبوعه فاروقیه پشاور.

(۴) حجتِ قطعیہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ یقینی بات معلوم ہوتی ہے، بعض دفعہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۲ھ

ایصالِ ثواب کیلئے اجارہ

سوال:- جس شخص کے یہاں میت ہوجاتی ہے وہ تین چار مولویوں کو جمع کر کے متوفی کی قبر پر بیٹھا دیتا ہے کہ اتنے روز تم کو قبر پر شب و روز حاضر ہو کر قرآن شریف پڑھنا ہوگا، اس صلہ میں تم کو روٹی اور اتنی رقم دی جائے گی، شرعاً یہ کیسا ہے؟ مالا بدمنہ ص: ۱۳۴ پر ہے، در اجارہ گرفتن بخواندن قرآن بر قبر میت معین ومختار آں است کہ جائز است۔ وکذا فی العالمگیریہ۔

ایسا کرنے سے میت کو ثواب پہونچتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تلاوتِ قرآن پاک سے ثواب نہیں ہوتا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو رقم اور روٹی معاوضۂ تلاوت میں لینے اور دینے کی وجہ سے یعنی لینے اور دینے والوں کو گناہ ہوتا ہے، جیسا کہ ردالمحتار ج: ۵، کتابُ الاجارہ میں تصریح ہے **الاٰخذ والمعطی اٰثمان** فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے جسکا حاصل یہ ہیکہ یہ صورت ناجائز ہے، **قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاری وقال العينی فی شرح**

---

[1] لان رؤيا غير الانبياء عليهم الصلاة والسلام لا يبنى عليها حكم شرعى. عمدة القارى ص: ۱۰۷، ج: ۳، الجزء الخامس، باب بدء الاذان. مطبوعه دار الفكر بيروت. شامى زكريا ص ۲/۴۸، باب الاذان.

الهداية ويمنع القارى للدنيا والأخذ والمعطى اثمان فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قرائة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للأمر والقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولو لا الاجرة ماقرأ احد لاحدٍ فى هٰذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الٰى جمع الدنيا انا للّٰه وانا اليه راجعون اهـ شامی[1] ص: ۳۵، ج:۵ نعمانيه. كتاب الاجارة مطلب تحريرمهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ.

فقط واللّٰه سبحانهٗ تعالٰى اعلم

حررهٗ العبدمحمود غفرلهٗ دارالعلوم ديوبند

ایصال ثواب کو اخبار میں شائع کرنا

سوال:- یہ سب ایک جگہ جمع ہوکر پڑھنا اوراس کا ثواب پہنچانا اوراس کو اخبار میں شائع کرانا ریاء ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر نیت یہ ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہو اور وہ بھی ایصالِ ثواب میں شریک ہوں یا کوئی اور اچھی موافق شرع نیت ہے تب تو ریاء میں داخل نہیں اور اگر اپنی شہرت اور بڑائی مقصود ہے تو البتہ ریاء میں داخل ہے[2]، اور ریاء ناجائز ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی نعمانيه ص: ۳۵، ج:۵ كتاب الاجارة، مطلب تحريرمهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ.

[2] انما الاعمال بالنيات (الحديث) بخارى شريف ص ۲/۱، باب كيف كان بدء الوحى الخ، مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند. (حاشیہ نمبر۳/اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں)

ایصال ثواب کیلئے قرآن دینا

سوال:- کسی میت کی طرف سے ایک قرآن اس نیت سے اسقاط کرنا کہ اس سے میت کا ہر آیت قرانی کے عوض ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے کیسا ہے اور کیا واقعی گناہ معاف ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف اسقاط کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیا جائے تو بلا اجرت پڑھ کر ثواب پہنچانے سے یقیناً ثواب ہوتا ہے، اور گناہ معاف ہوتے ہیں[۱]، لیکن حقوق العباد اس سے معاف نہیں[۲] ہوتے، اسی طرح نمازیں روزے وغیرہ جو میت کے ذمہ ہیں جن کا کفارہ دینا ضروری ہے وہ بھی معاف نہیں ہوتے، بشرط وصیت ایک ثلث میں سے کفارہ ادا کرنا لازم ہے[۳]، اگر ترکہ میں کچھ نہیں چھوڑا تو تلاوت وغیرہ کا ثواب پہنچایا جائے کیا عجب ہے اللہ پاک معاف فرمادیں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ عن محمود بن لبید مرفوعاً قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللّٰہ وما الشرک الاصغر قال الریاء. مشکوٰۃ ص:۴۵۶، ج:۲، باب الریاء والسمعۃ. طبع یاسر ندیم دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا ..... الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھلم ولا ینقص من اجرہ شئ (شامی زکریا ص ۱۵۱/۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت، بحر کوئٹہ ص ۵۹/۳، باب الحج عن الغیر، بدایع زکریا ص ۴۵۴/۲، بیان شرائط النیابۃ فی الحج.

۲ وان کانت عما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فیتوقف صحۃ التوبۃ منھا مع ما قدمناہ فی حقوق اللّٰہ علی الخروج عن عھدۃ الاموال وارضاء الخصم فی الحال والاستقبال بان یتحلل منھم او یردھا الیھم (شرح فقہ اکبر ص ۱۹۴، بیان اقسام التوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دھلی، نووی علی مسلم ص ۳۵۴/۲، کتاب التوبۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، روح المعانی ص ۲۳۵/۱۵، الجزء الثامن والعشرون سورۃ تحریم آیت:۸. مطبوعہ دارالفکر بیروت، (حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر)

اگر یہ مطلب ہے کہ ایک قرآن شریف کسی کو بہ نیت ثواب صدقہ دیدیں تو اس سے بھی ثواب ہوتا ہے لیکن ترکہ میت سے دینا بلا وصیت قبل تقسیم ترکہ درست نہیں جبکہ بعض ورثہ نابالغ ہوں بعد تقسیم بالغین اپنے حصہ میں سے دے سکتے ہیں اور اگر وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں نافذ کرنا واجب ہے، زائد میں ورثہ بالغین کی اجازت پر موقوف ہے، اور جب نابالغ ہوں تو ان کی اجازت معتبر نہیں[1]، ہر آیت کے عوض ایک گناہ کی معافی کی تصریح کسی جگہ نہیں دیکھی جیسا اور صدقہ دینے کا حال ہے ایسا ہی قرآن شریف کا حال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ معین مفتی مظاہر علوم ۳/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ جمادی الاول ۵۸ھ

ایک قرآن پاک کسی کو دے کر اس کا ثواب مجمع کو بخشنا

سوال:- کسی نے ایک قرآن شریف خرید کر کسی پڑھنے والے کو ہدیہ کر دیا اور نیت یہ کی کہ یا اللہ اس کا ثواب مجھے بھی ملے اور ماں باپ دادا دادی کو بھی ملے تو کیا اس طرح سب کو ثواب ملے گا؟ اور یہ صورت درست ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله (الدر مع الشامی زکریا ص ۲/۵۳۲، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلوة عن الميت، بحر کوئٹہ ص ۲/۹۱، باب قضاء الفوائت، هنديه کوئٹہ ص ۱/۱۲۵، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولا تجوز بما زاد على الثلث الا ان يجيزه الورثة لعدم موته وهم كبار (هنديه کوئٹہ ص ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الاول، هدايه ص ۴/۶۵۴، كتاب الوصايا، باب فی صفة الوصيت الخ، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی زکریا ص ۳/۱۴۹، باب صلوة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من اهل الميت.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی درست ہے، سب کو ثواب ملے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] من صام او صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عندأهل السنة والجماعة. شامی کراچی ص:۲۴۳، ج:۲، مطلب فی القرأة للميت واهداء ثوابها له. كتاب الجنائز. بحر كوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغير، بدائع زكريا ص ۲/۴۵۴، كتاب الحج، بيان شرائط النيابة فی الحج.

قبرستان میں قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا

سوال:- قبرستان میں قرآن شریف لے جا کر خود پڑھنا خواہ دوسرے سے اجرت پر پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف خود پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا دوسرے سے پڑھوا کر ثواب پہنچانا درست اور میت کیلئے نافع ہے[1] لیکن اجرت دے کر پڑھوانا جائز نہیں گناہ ہے، اجرت کا لینا بھی ناجائز، اس سے ثواب نہیں پہنچتا اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمختار جلد خامس کتاب الاجارۃ میں عینی وغیرہ سے بصراحت نقل کیا ہے[2]۔ قبر پر قرآن

[1] للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها الخ (شامی زكريا ص ۳/۱۵۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراء ة للميت الخ، بحر كوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغير، بدائع زكريا ص ۲/۴۵۴، بيان شرائط النيابة فی الحج.

[2] قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والأخذ والمعطی آثمان. شامی نعمانيه ص:۳۵، ج:۵، كتاب الاجارة. مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستيجار علی التلاوة الخ، منحة الخالق علی البحر ص ۵/۲۲۸، كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه.

شریف پڑھنے میں اختلاف ہے، ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ثم قراءة القرآن واهداء هاله تطوعا بغير اجرة يصل اما لو اوصى بان يعطى شياً من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره فالوصية باطلة لانه فى معنى الاجرة كذا فى الاختيار وهذا مبنى علٰى عدم جواز الاستيجار علٰى الطاعات الى قوله ثم القراءة عندا لقبور مكروهة عند ابى حنيفةؒ ومالكؒ واحمدؒ فى رواية لانه محدث لم ترد به السنة وقال محمدؒ ابن حسن واحمدؒ فى رواية لا يكره لما روى عن ابن عمرؓ انه اوصٰى ان يقرأ على قبره وقت الدفن بفواتح سورة البقرة وخواتمها والله سبحانه اعلم (شرح فقه اکبر[1] ص: ۱۶۰) طحطاوی نے امام محمدؒ کے قول کو مختار لکھا ہے واخذ من ذالک جواز القرأة على القبر والمسئلة ذات خلاف قال الامام تكره لان اهلها جيفة ولم يصح فيها شئ عنده عنه صلى الله عليه وسلم وقال محمد تستحب لو رود الآثار وهو المذهب المختار كما صرحوا به فى كتاب الاستحسان اهـ طحطاوی[2] ص: ۳۶۳.

قرآن شریف کو قبرستان میں لیجا کر تلاوت کرنا فی نفسہٖ مباح ہے، لیکن اس کا التزام منع ہے، جیسا کہ بعض دیار میں رواج ہے ثواب گھر سے بھی پہنچ جاتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۱/۵۷ھ

صحیح: عبد اللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] شرح فقه اكبر ص: ۱۶۰، قراء ة القرآن واهداء ها للميت، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[2] طحطاوى ص: ۵۱۳، فصل فى زيارة القبور، مطبوعه بمصر. الدر مع الشامى زكريا ص ۱۵۶/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فى وضع الجريد ونحو الآس على القبور.

قبرستان میں قرآن پڑھ کر ثواب پہنچانا

سوال: -مزارات پر جانا اور وہاں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ کر صاحبِ قبر کو بخشنا اور اس ارادے سے قبر پر جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے کذا فی الدر المختار[1]۔ مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن پاک وہاں نہ لے جائے بلکہ حفظ پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

میت کیلئے جلسۂ تعزیت

سوال: -آج کل یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی دینی ادارہ یا کسی مسلم جماعت کا کوئی رکن انتقال کر جاتا ہے تو جب اس ادارہ یا جماعت کا جلسہ ہوتا ہے جس سے اس شخص کا تعلق ہوتا ہے، تو اس کیلئے تعزیت کی تجاویز منظور کی جاتی ہیں، اور اس کیلئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے، جب کہ جلسہ تین دن کے بعد ہوتا ہے، اس طریقہ کیلئے شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تعزیت شرعی تعزیت نہیں، بلکہ ادارہ یا جماعت کی طرف سے اظہارِ تعلق ہے اور اظہار

---

[1] لا یکره الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وهو المختار (الدر مع الشامی زکریا ص ۱۵۶/۳، باب صلوة الجنازة، مطلب فی وضع الجرید والآس علی القبور، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، شرح فقه اکبر ص ۱۶۰، القراءة عند القبور، مطبوعه مجتبائی دهلی.

ہمدردی کیلئے ہے، اس سے بھی تقویت پہنچتی ہے اور میت کے اعزہ کیلئے صبر وتسلی بھی فی الجملہ اس سے ہوتی ہے اسلئے شرعاً گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تعزیتی جلسہ کا حکم

سوال:- کسی لیڈر یا مذہبی پیشوا کے انتقال پر محض تعزیتی جلسہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح کسی لیڈر یا پیشوا کے انتقال پر ایصال ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کرنا ختم قرآن اور تعزیتی جلسہ دونوں چیز ایک ہی مجلس میں کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ لوگوں کو جمع کرنے کی مختلف شکلیں ہوا کرتی ہیں، بعض جگہ اخبار بعض جگہ صدر مقام یا مسجد وغیرہ میں اعلان کردیا جاتا ہے، نیز ایصال ثواب کا صحیح طریقہ پیش کرتے ہوئے سلف صالحین کا عمل بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مسلم کے انتقال پر میت کے متعلقین کی تعزیت کرنا یعنی تلقین صبر وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے۔ اگر وہاں خود جا کر تعزیت کا موقع نہ ہو تو خط کے ذریعہ سے بھی سلف صالحین سے تعزیت کرنا منقول ہے[2]۔

---

[1] لان المقصود منها (التعزية) ذكر ما يسلي صاحب الميت ويخفف حزنه ويحضه على الصبر (طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۱، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، الدر مع الشامی زکریا ص ۳/۱۴۷، باب صلاة الجنازة، قبيل مطلب فی الثواب على المصيبة.

[2] من عزى مصاباً فله مثل اجره. جمع الفوائد ص:۲۰۸، ج:۱، كتاب الجنائز، التعزية واحوال القبور وزيارتها، مطبوعه مكة المكرمة. وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لا يفتن لقوله ﷺ من عزى اخاه بمصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة، وقوله ﷺ من عزى مصابا فله مثل اجره وقوله ﷺ من عزى ثكلى كسى بردين فى الجنة (مراقى مع الطحطاوى ص ۵۱۱، فصل فى حملها ودفنها، مصرى، شامى زكريا ص ۳/۱۴۷، باب صلاة الجنازة، مطلب فى دفن الميت، مجمع الزوائد ص ۳/۸۱، كتاب الجنائز، باب التعزية، طبع دارالفكر بيروت. مكاتيب رشيديه: ۹/

جس کے انتقال سے بہت لوگوں کو صدمہ ہو یا بہت لوگ تعزیت کی ضرورت محسوس کریں اور سب کا پہنچنا دشوار ہو تو اس کیلئے سہل صورت یہ ہے کہ ایک جلسہ کر کے تعزیت کر دی جائے اس میں بڑی جماعت سفر کی زحمت سے بچ جاتی ہے، اور میت کے متعلقین پر کثیر مہمانوں کا بار بھی نہیں پڑتا اور مجمع عظیم کی متفقہ دعا بھی زیادہ مستحق قبول ہے، بظاہر اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، لیکن بہت جگہ اس نے محض رسم کی صورت اختیار کر لی ہے، کہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اخبار میں نام آجائے گا اور ہماری شہرت ہو جائے گی، اگر ہم نے تعزیتی جلسہ نہ کیا تو لوگ ملامت کریں گے، وغیرہ وغیرہ اگر یہ صورت ہو تو پھر اس کو ترک کرنا چاہئے۔

میت کیلئے ایصال ثواب ثابت ہے، قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب پہنچانا بھی درست ہے انفراداً پڑھنا بھی درست ہے۔ جون یک کام بھی اللہ کیلئے کیا جائے اور یہ دعا کر لیجائے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے تو بس اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے سلف صالحین سے نماز، تلاوت، صدقہ، حج وغیرہ کا ثواب پہنچانا ثابت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گاندھی جی کی موت پر تعزیت اور ایصال ثواب

سوال:-(۱) گاندھی جی ہندو مذہب اختیار کرتے تھے ساتھ ساتھ قرآن کی سورۂ اخلاص اور فاتحہ اکثر پڑھتے تھے اور اپنی عبادت کی مجلس میں قرآن پڑھوا کر سنتے تھے، اور مسلمانوں کی حمایت کرتے تھے، تعزیت کرنے کے بعد اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کی جماعت میں انکے لئے

---

[1] صرح علماءنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصومًا اوصدقة اوغیرها. شامی نعمانیه ص:۶۰۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت. بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۲/۴۵۴، بیان شرائط النیابة فی الحج.

قرآن پڑھے یا دعا کرے تو کیا وہ مسلمان گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی ثواب بخشے نہیں بلکہ غیر مذہب والوں کیلئے ہمدردی دکھانے کیلئے قرآن پڑھے تو کیسا ہے کیا گاندھی کافر ہے؟

(۲) اگر سرکاری ملازم مسلمان کو بیدین جماعت میں رہنا پڑے اور بے دین مردہ کیلئے دعاء خیر کرتے وقت دل یا منہ سے "فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَداً" کہے کیا وہ گنہ گار ہوگا؟ مع دلیل جواب ارشاد فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کیلئے کفر کا یقین ہو اس کیلئے دعاء مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا جائز نہیں: والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر اهـ در مختار[۱]. گاندھی کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ کب اسلام قبول کیا، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھنا بھی جب ہی مفید ہے کہ پڑھنے والا مسلم ہو ورنہ بہت سے غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں خواہ پڑھنے کی نیت کچھ ہی ہو، البتہ اگر کوئی مسلم قرآن کریم پڑھ کر اس کا مطلب غیر مسلم کو سمجھائے یا وعظ کہے تو شرعاً جائز اور درست ہے[۲]، بعض غیر مسلم بھی نرم طبیعت اور دوسروں کے ہمدرد ہوتے ہیں وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے بلکہ دوسروں کی راحت کیلئے خود تکلیف اٹھاتے ہیں مسلم کو بھی چاہئے کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اور بلا وجہ تکلیف پہنچانا تو کسی کو بھی جائز نہیں، اسلامی تعلیمات میں نہایت اعلیٰ اخلاق کا خزانہ موجود ہے، اسلئے سمجھ دار غیر مسلم اسکا مطالعہ کر کے اکثر اچھی باتیں حاصل کر لیتے ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

---

[۱] الدر مع الشامی زکریا ص ۲/۲۳۶، باب صفة الصلاة، مطلب فی خلف الوعید والممنوع هو الاستغفار بعد العلم بموتهم كفارا (روح المعانی ص ۱۰/۱۵۰، سورۂ توبہ آیت: ۸۰، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، ہندیہ کوئٹہ ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة الخ.

[۲] قال ابو حنیفة اعلم النصرانی الفقه والقرآن لعله یهتدی (ہندیہ کوئٹہ ص ۵/۳۲۳، کتاب الکراهیة، الباب الخامس، بحر کوئٹہ ص ۸/۳۰۲، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

(۲) اس نفاق کی کیا ضرورت ہے کہ زبان سے دعا کرے اور دل میں بد عا بلکہ جس کے مرنے پر ضرورت سمجھے مشروع تعزیت کردے: **جار یهودی او مجوسی مات ابن له اوقریب ینبغی ان یعزیه ویقول اخلف الله علیک خیرا منه واصلحک وکان معناه اصلحک الله بالاسلام یعنی رزقک الاسلام ورزقک ولدا مسلما. کفایه اهـ** شامی[1] ص: ۲۴۸، ج: ۵. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/۳/۶۷ھ

اسلام نے جو تعزیت کا طریقہ غیر مسلموں کیلئے بتایا ہے اس پر عمل کرنا چاہئے گاندھی جی نے نہ صرف مسلمانوں کی خیر خواہی پر جان دی ہے، بلکہ سارے ہندوستان کو امن واتحاد کی تلقین کرتے ہوئے وہ اس مشن پر قربان ہوگئے اسلئے ہر شخص انکے دردناک قتل پر رنجیدہ ہے، مگر ان کو مسلمان اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا، جب تک کہ اس کا کوئی ثبوت نہ ہو، تعزیت اور یادگار منانے میں فرقہ وارانہ طریقوں پر عمل کرنا خود گاندھی جی کے مشن کے خلاف ہے، اسلئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ فقط

سعید احمد

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/ربیع الثانی ۶۷ھ

شیعہ کو ایصال ثواب

سوال: -سنی بیوی کو شیعہ خاوند کیلئے دعاء مغفرت یا ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟ اور سنی کو شیعہ کیلئے عام طور سے ایصال ثواب کا کیا حکم ہے؟

---

[1] شامی زکریا ص: ۵۵۷، ج: ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. هندیه کوئٹه ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر، تبیین الحقائق ص ۶/۳۰، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے عقائد کفریہ نہیں جیسا کہ بعض فرقوں کے ہیں تو دعاء مغفرت درست ہے، اس میں شوہر اور غیر سب برابر ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کو ثواب پہنچانا

سوال:- غیر مسلم وغیرہ کو قرآن پاک وغیرہ کا ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۱۰/۹۰ھ

ایصالِ ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی

سوال:- یہاں کا رواج ہے لوگ علماء، حفاظ اور کچھ علومِ دین جاننے والے لوگوں سے

---

[1] للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصومًا او صدقۃ اوغیرھا. شامی کراچی ص:۲۴۳، ج:۲، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی القراءۃ للمیت، بحر کوئٹہ ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص ۲/۴۵۴، بیان شرائط النیابۃ فی الحج.

[2] مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الآیۃ:۱۱۳/ سورۃ التوبۃ،

ترجمہ:- پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا کرمانگیں۔

والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر اھ درمختار کراچی. ص: ۵۲۲، ج: ۱، باب صفۃ الصلوۃ، مطلب فی خلف الوعید. ھندیہ کوئٹہ ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع عشر فی اھل الذمۃ.

ختم قرآن، ختم خواجگان یا اس کے علاوہ اور کسی قسم کا ختم کراتے ہیں اور ایصالِ ثواب یا اپنے مقاصد کی دعائیں کراتے ہیں، پڑھنے والوں کو کھانا بھی کھلاتے ہیں، اور کچھ روپئے پیسے بھی دیتے ہیں، یہ رواج شرعاً کیسا ہے؟ روپئے پیسے لینا دینا کیسا ہے؟ اہل استطاعت اس قسم کے پیسے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصالِ ثواب کیلئے قرآن پاک ختم کرا کے بطور معاوضہ کھانا کھلانا درست نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا، بلکہ گناہ ہوتا ہے، علامہ شامیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ اہلِ استطاعت اور فقراء کسی کو بھی ایسا کھانا کھلانا اور پیسے لینا درست نہیں[1]۔ مگر دیگر مقاصد مثلاً مقدمات کی کامیابی کیلئے اگر ختم کرایا جائے اور کھانا کھلایا جائے یا پیسے دیئے جائیں تو یہ درست ہے، یہاں ختم سے مقصود تحصیلِ ثواب نہیں بلکہ دوسرا کام مقصود ہے[2]۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۵ھ

---

[1] قال: تاج الشريعة في شرح الهداية: ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارى للدنيا والاٰخذ والمعطى اثمان اهـ ردالمحتار نعمانيه ص:۳۵، ج:۵، كتاب الاجاره. مطلب تحريرمهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ، منحة الخالق على البحر ص۵/۲۲۸، كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه، شرح فقه اكبر ص۱۶۰، قراءة القرآن واهداؤها للميت الخ، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[2] وما استدل به بعض الحشين على الجواز بحديث البخارى في اللديغ فهو خطاء لان المتقدمين المانعين الاستيجار مطلقا جوز الرقية بالاجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحطاوى لانها ليست عبادة محضة بل من التداوى (شامى زكريا ص۹/۷۸، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ، رسائل ابن عابدين، ص۱/۱۵۷، الرسالة السابعة، شفاء العليل وبل الغليل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

ایصالِ ثواب پر اجرت

سوال:- زید نے کسی کو ایک ختم قرآن پڑھ دیا اور اس شخص پر دعویٰ کرتا ہے، کہ اس ختم قرآن کے عوض میں ہمیں گیارہ روپے دو اس طرح لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ لینا بھی ناجائز ہے اور دینا بھی ناجائز لینے والا اور دینے والا ہر دو گنہ گار ہوں گے: **قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القراٰن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاری وقال العينی فی شرح الهداية ويمنع القاری للدنيا والاٰخذ و المعطی اثمان اھ ردالمحتار**[1] **ص:۳۵، ج:۵، نعمانيه. كتاب الاجارة.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصالِ ثواب کے خلاف استدلال

سوال:- (۱) مذہب اسلام نے ایصال ثواب کو جائز رکھا یا نہیں؟ اگر جائز ہے، اور ایک سورت کو پڑھ کر بہت سے مردوں کو بخشے اس سورت کا ثواب تمام مردوں کو برابر ایک سورت کا ملے گا یا بقدر حصہ؟

(۲) ایک شخص ایصال ثواب کو بدعت کہتا ہے اور استدلال میں مندرجہ ذیل احادیث وآیات پیش کرتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟

(۱) کبھی حضور ﷺ نے ایک آیت کا بھی ثواب کسی کو نہیں بخشا۔

---

[1] شامی زکریا ص:۷۷، ج:۹، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهليل. شرح فقه اكبر ص ۱۶۰، قراءة القرآن واهداؤها للميت، مطبوعه مجتبائی دهلی، منحة الخالق علی البحر كوئٹه ص ۵/۲۲۸، كتاب الوقف.

(۲) کسی صحابی نے کبھی بھی ایک آیت پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب نہیں بخشا۔
(۳) کبھی کسی پیغمبر نے بھی ایک آیت پڑھ کر کسی کو اس کا ثواب نہیں بخشا۔
(۴) تمام پیغمبروں نے ہمیشہ گناہگاروں کیلئے دعاء مغفرت کی۔
(۵) حضور ﷺ نے بھی ہمیشہ مسلمانوں کیلئے دعاءِ مغفرت کی۔
(۶) قرآن میں بہت سے مقامات پر صاف لفظوں میں لکھ دیا گیا ہے کہ ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں مل سکتا مثلاً: "وان لیس للانسان الاماسعٰی "(النجم)
(۲) وان احسنتم احسنتم لانفسکم (الآیة)
(۳) من اهتدی فانما یهتدی لنفسه .(الآیة) (بنی اسرائیل)
(۴) ولا تزر وازرة وزر اخریٰ (الایة) (فاطر)

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصومًا او صدقة او غیرها عند اهل السنة والجماعة اهـ هدایة[۱] ص:۲۷۶، ج:۱. ویصح اهداء نصف الثواب وربعه کما نص علیه احمدؒ ولا مانع منه ویوضحه انه لواهدیٰ الکل الیٰ اربعة یحصل لکل منهم ربعه فکذا لو اهدیٰ الربع لواحد وابقی الباقی لنفسه، لکن سئل ابن حجر المکیؒ عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم اویصل لکل منهم مثل ثواب ذٰلک کاملاً فاجاب: بانه افتی جمع بالثانی هو اللائق بسعة الفضل اهـ شامی[۲] ص:۶۰۵، ج۱، کتاب الجنائز.

---

[۱] هدایه ص۲۹۶/۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعه تهانوی دیوبند، بحر کوئٹه ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، بدائع زکریا ص۲/۴۵۴، کتاب الحج، بیان شرائط النیابة فی الحج.

[۲] شامی زکریا ص۳/۱۵۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت الخ، فتاوی کبری لابن حجر ص۱/۴۲۲، باب الجنائز، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الروح ص۱۷۴، المسئالةالسادسة عشر هل تنتفع ارواح الموتی الخ فصل واما قولکم لو ساغ ذلک لساغ الخ، مطبوعه فاروقیه پشاور.

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب جائز ہے اور ایک سورۃ کا ثواب چند مردوں کو بخشا جائے، تو اس میں دونوں قول ہیں باری تعالیٰ کے فضل کے لائق یہ ہے کہ سب کو پوری پوری سورت کا ثواب پہونچے۔

(۲) ایصالِ ثواب بدعت نہیں بلکہ خیر القرون سے اس پر عمل جاری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اس کی تلقین فرمائی ہے، اور صحابہ کرامؓ نے نیز بعد کے حضرات نے اپنے اعزہ کیلئے ایصال ثواب کیا ہے، اس مسئلہ میں اتنی وسعت سے روایات ہیں کہ ان کا انکار دشوار ہے، خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امت کی طرف سے قربانی کی ہے، صوم صلوٰۃ، صدقہ، حج، قرأۃ، اضحیہ، سب ہی کا احادیث میں ثواب پہنچانا ثابت ہے، ہدایہ میں ہے: **لما روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ ضحٰی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاٰخر عن امتہ ممن اقر بوحدانیۃ اللّٰہ تعالٰی وشھد لہ بالبلاغ**[1] اھ اس حدیث کی تخریج زیلعی[2] میں سات صحابہؓ سے کی گئی ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ[3] نے اس کو حدیث مشہور قرار دے کر فرمایا ہے، **یجوز تقیید الکتاب بہ** نیز دار قطنی کی روایت ہے: **ان رجلاً سألہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال کان لی ابوان ابرھما حال حیاتھما فکیف لی ببرھما بعد موتھما فقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من البر بعد الموت ان تصلی لھما مع صلاتک وتصوم لھما مع صیامک** حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: **من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللّٰہ احد. احدیٰ عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات**[4]. حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دریافت

---

[1] ھدایہ ص: ۲۷۶، ج: ۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[2] راجع نصب الرایۃ للزیلعی ص ۱۵۱/۳، باب الحج عن الغیر، طبع المجلس العلمی ڈھابیل.

[3] فتح القدیر ص: ۱۴۳، ج: ۳، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[4] مراقی مع الطحطاوی ص ۵۱۴، فصل فی زیارۃ القبور، مصری، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۵۴/۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی اھداء ثواب القراءۃ الخ، اتحاف ص ۳۷۱/۱۰، کتاب ذکر الموت، بیان زیارۃ القبور، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

فرمایا یارسول اللہ ﷺ: انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل يصل ذٰلک اليهم؟ قال نعم: انه ليصل اليهم وانهم ليفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه ا هـ.

ان سب کو نیز دیگر احادیث وآثار کو نقل کر کے فتح القدیر[1] ص:۳۰۹، ج:۲ باب الحج عن الغیر میں لکھا ہے: فهٰذه الاٰثار وماقبلها وما فی السنة ايضًا من نحوها عن كثيرقد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترک بين الكل وهو ان من جعل شيئًا من الصالحات لغيره نفعه اللّٰه تعالىٰ به مبلغ التواتر وكذا ما فی كتاب اللّٰه تعالىٰ من الامر بالدعاء للوالدين فی قوله تعالىٰ وقل رب ارحمهما كما ربيانی صغيراً، ومن الاخبار باستغفار الملائكة للمومنين، قال تعالىٰ: والملائكة يسبحون بحمدربهم ويستغفرون لمن فی الارض وقال تعالىٰ فی اٰية اخرىٰ: الذين يحملون العرش الىٰ قوله وقهم السيٰات قطعی فی حصول الانتفاع بعمل الغيرفيخالف ظاهرا لاٰية التی استدلوا بها (ای المعتزله وهی وان ليس للانسان الاماسعىٰ) اذ ظاهرها انه لا ينفع استغفار احد لا حد بوجه من الوجوه لانه ليس من سعيه فلا يكون له منه شيئ فقطعنا بانتفاء ارادة ظاهرها على صرافته فتقيد بما لم يهبه العامل.

آیت مذکورہ سے استدلال کا جواب بھی واضح ہوگیا، حافظ عینی نے شرح ہدایہ[2] میں اور زیلعی نے شرح کنز[3] میں اور طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح[4] میں معتزلہ کی اس دلیل کے آٹھ

---

[1] فتح القدير ص:۱۴۳، ۱۴۴، ج:۳، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] عينی شرح هدايه ص:۴۲۴، ج:۴، مطبوعه دارالفكر بيروت، باب الحج عن الغير.

[3] تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق ص:۸۴، ج:۲، باب الحج عن الغير. مطبوعه مكبته امداديه پاكستان.

[4] والجواب عنه من ثمانية اوجه الاول انها منسوخة الحكم الى قوله الثامن ان الحصر قد يكون فی معظم المقصود الخ. طحطاوی شرح مراقی الفلاح ص:۵۱۴، فصل زيارة القبور.

جوابات دیئے ہیں۔ ابن قیمؒ نے تو کتاب الروح گویا کہ اس قسم کے مسائل کے لئے ہی تصنیف کی ہے اور ہر عنوان پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

آثار السنن[1] میں مستقل باب قرأة القرآن للميت منعقد کیا گیا ہے۔ دوسری اور تیسری اور چوتھی آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے، وہ بالکل بے محل ہے، ان آیات کو مسئلہ مذکورہ سے کوئی علاقہ نہیں كما لا يخفى علىٰ من له ممارسة بالتفسير. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۲/ رجب ۶۹ھ

کنواں بنانا صدقۂ جاریہ ہے

سوال:- ایک مسلمان شخص بہ سلسلۂ چک بندی اپنے چک میں کنواں بنوانا چاہتا ہے اور نیت ومقصد خالص یہ ہے کہ اپنا بھی آب پاشی کا کام لیوے نیز اور دوسرے لوگ بھی جن کے کھیت ہیں آب پاشی کریں، کیونکہ ایک کنواں بہت دور ہے، جس سے بہ مشکل آب پاشی ہوسکتی ہے، نیز عام لوگ اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھائیں تو آیا یہ کنواں صدقۂ جاریہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور صدقۂ جاریہ کا ثواب ملیگا یا نہیں؟ جب کہ عوام کو بہت زیادہ آب پاشی کا فائدہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یقیناً صدقۂ جاریہ ہے اس سے ثواب ملے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] آثار السنن ص: ۱۲۵، ج: ۲، ابواب الجنائز، مطبوعه دارالاشاعة الاسلامية كلكته.

[2] سبع يجرى للعبد اجرهن وهو فى قبره ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب میت کیلئے

سوال:- ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو میت کے رشتہ دار ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ختم کراتے ہیں، مسجد کے مصلیوں سے اخیر میں تمام مصلیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، چاہے غریب ہو یا غنی تو یہ کھانا کیسا ہے؟ اور غریب و مالدار میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کلمۂ طیبہ کا ثواب پہنچانا اور غریبوں کو صدقہ دے کر ثواب پہنچانا بہت مفید اور باعثِ خیر ہے[1] لیکن کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اُجرت کے مشابہ ہے، اگر پڑھنے والوں کے ذہن میں ہو کہ کھانا ملے گا اور اس نیت سے پڑھیں تو اس پڑھنے سے ثواب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو نیز جبکہ اس کا دستور ہے، اور یہ طریقہ مشہور ہے "المعروف کالمشروط" کے تحت اس پڑھنے کی اُجرت گویا کہ لازم ہوگئی علاوہ ازیں میت کے ورثاء میں بعض دفعہ نابالغ بھی ہوتے ہیں انکے مال میں تصرف کرنا اور انکے حصہ سے صدقہ دینا جائز نہیں، پھر یہ کھانا کھلانا شرعاً واجب نہیں، اس کا التزام کرنا ایک غیر واجب کو واجب قرار دینا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....بعد موته من علم علما او اجری نهراً اوحفربئرا أو غرس نخلا أو بنی مسجداً او ورث مصحفا أو ترک ولدا یستغفر له بعد موته. (کنز العمال ص:۹۵۴، ۹۵۳، ج:۱۵، رقم الحدیث:۴۳۶۶۲، الکتاب الخامس، من حرف المیم فی المواعظ، الباب الاول، الفصل فی الباقیات الصالحات، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت. ابوداؤد ص۲۳۶/۱، کتاب الزکاة، باب فی فضل سقی الماء، سعد بخذپو دیوبند، شرح الصدور ص۲۹۶، باب ماینفع المیت فی قبره، مطبوعه دارالمعرفت بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصومًا اوصدقة اوغیرها. شامی نعمانیه ص:۶۰۵، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القرائة للمیت. بحر کوئٹه ص۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، هدایه ص۲۹۶/۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعه تهانوی دیوبند.

ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں، علاوہ ازیں ایصال ثواب کیلئے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کے مستحق غرباء ہیں مالدار نہیں یہاں غریب وغنی سب کو دیا جاتا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، اور اس میں عامۃً شہرت ناموری کا جذبہ ہوتا ہے، جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے، اس لئے اس طریقہ کو بند کرنا چاہئے کہ عوارض کی وجہ سے اصل کیفیت باقی نہیں رہتی، فتاویٰ بزازیہ[1]، کبیری[2]، شامی[3] وغیرہ کتبِ فقہ میں ایصالِ ثواب کے لئے اس قسم کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ممانعت موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۹ھ

کلمہ طیبہ کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردوں کی مغفرت ہوتی ہے

سوال: -کلمہ طیبہ کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردوں کی مغفرت ہوتی ہے، ہزار عدد ہے یا زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعض کتابوں میں ستر ہزار کی تعداد لکھی ہے، کہ اتنی مرتبہ کسی میت کو ثواب پہنچایا جائے تو

---

[1] بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ص: ۸۱، ج:۴. الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر ذهب الی المصلی قبل الجنازة الخ. مطبوعه کوئٹه.

[2] کبیری ص: ۶۰۹، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الثامن فی مسائل متفرقة من الجنائز،

[3] الحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لاجل الاکل یکره ومنها من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعامًا للفقراء کان حسنا واطال ذالک فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بهاوجه اللّٰه. ولاسیما اذا کان فی الورثة صغارا وغائب. شامی نعمانیه ص:۶۰۳، ج: ۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت.

اسکی مغفرت ہوجاتی ہے[1] بعض جگہ سوالاکھ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۸۹ھ

شروع میں جنازہ اٹھانے والے کو کھانا کھلانا

سوال:- ہمارے یہاں یہ بات ضروری سمجھتے ہیں کہ جو شخص میت کے اہلِ خانہ کے علاوہ جنازہ کو شروع میں اُٹھاتا ہے تو پھر اس کو کھانا کھلانا ضروری سمجھتے ہیں، اور اگر وہ شخص کھانا نہ کھائے تو اس کو گناہ سمجھتے ہیں، اور یہاں پر یہ بات بھی ہے، کہ جب کسی کے یہاں میت ہوجاتی ہے، تو محلّہ کی عورتیں اسکے یہاں تھوڑا تھوڑا اناج لیکر آتی ہیں جس کو پھر شیخ یا کوئی فقیر اُٹھا کر لیجاتا ہے، یہ بات شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بالکل بے بنیاد اور غلط چیز ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سئل عمن هلل سبعين الف مرة واهداه للميت يكون براء ة للميت من النار فاجاب اذا هلل الانسان هكذا سبعون الفاً او اقل او اكثر واهديت اليه نفعه اللّٰه بذالک، فتاوى ابن تيمية ج:۲۴، ص:۳۲۳، كتاب الجنائز.

[2] وهى (البدعة) اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة (الدر مع الشامى زكريا ص ۲/۲۹۹، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام)

میت کے گھر کھانا

سوال:-تعزیت کرنے والا اہلِ میت کے یہاں کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ علماء نے مدلل لکھ دیا ہے کہ اہلِ میت کے یہاں کھانا نہ کھائے، تین روز تک کیلئے اہلِ میت کے یہاں کچھ نہ کھانے کے متعلق اور دسویں چالیسویں کے بارے میں تو تحقیق ہے، مگر عرض یہ ہے کہ بغیر مقررہ ومعینہ وقت کے تعزیت کیلئے اہل میت کے یہاں چلے جائیں تو اہلِ میت تعزیت کنندگان کیلئے جو کھانا تیار کریں اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''طعام اہلِ میت'' وہ ہے، جو رواجاً اہلِ میت کے ذمہ تیجہ، دہم، چہلم وغیرہ کے طور پر لازم کر دیا جائے[1]۔

اہلِ میت کو میت کی تجہیز وتکفین اور غم وحزن کی وجہ سے پکانے کی فراغت نہیں ہوتی، تو ایک دن، دو وقت کا کھانا قرابت دار لوگ انکے پاس بھیج دیں[2]۔ اگر اہلِ میت خود پکائیں تب بھی منع نہیں، جو شخص بطور مہمان تعزیت کیلئے آیا ہے، اہلِ میت اسکو اپنے ساتھ کھلائیں گے، وہ منع نہیں یہ خیال کہ تین روز تک اہلِ میت کے گھر کوئی چیز نہ کھائی جائے اغلاط العوام میں سے ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الاول ۹۰ھ

---

[1] یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع. شامی زکریا ص:۱۴۸، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت. بزازیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص ۴/۸۱، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر ذھب الی المصلی قبل الجنازۃ الخ.

[2] یستحب لجیران اھل المیت والاباعد تھیئۃ طعام لھم یشبعھم یومھم ولیلتھم. شامی نعمانیہ ص:۶۰۳، ج:۱، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی الثواب علی المصیبۃ، فتح القدیر ص ۲/۱۴۲، فصل فی الدفن، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

ایصالِ ثواب پر کھانا

سوال:- مردہ کیلئے ثواب رسانی کرنا اور پھر اس جگہ کھانا یا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جائز نہیں[۱]، شامی نے اس پر مفصل استدلال کیا ہے اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کھانا

سوال:- ایک جگہ بہت دور ختم قرآن میں ایک شخص گیا، اور اگر وہاں نہ کھائے تو بھوکا آنا پڑے گا، کیونکہ دور ہے تو اس جگہ بعد ختم قرآن کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں نہ کھائے اور وہاں جانے کی ضرورت نہیں، ایصال ثواب اپنے مکان سے بھی کرسکتا ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ما شاع فی زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لایجوز. شامی کراچی ص:۵۶، ج:۶، مطلب تحریر مهم الخ، کتاب الاجارة.

[۲] وقد جمعت فیها رسالة سمیتها (شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل) شامی کراچی ص:۵۷، ج:۶، باب الاجارة الفاسدة، وراجع رسائل ابن عابدین ص: ۱۵۱، ج: ۱، الرسالة السابعة. (حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ایصالِ ثواب کیلئے دن کی تعیین

سوال:-مردہ کیلئے دن متعین کرنا کہ فلاں دن ثواب رسانی کی جائیگی یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قسم کی تعیین کو علامہ شامی نے ردالمحتار کتاب الجنائز میں مکروہ لکھا ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندوں کے استغفار سے مرحومین کو فائدہ

سوال:۔مرحومین کے لئے زندوں کے استغفار وایصال ثواب سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن نابالغ معصوم بچوں کے لئے استغفار یا ایصال ثواب سے کیا فائدہ جب کہ وہ بے گناہ اور جنتی ہے، ایسے معصوم بچوں کی نماز جنازہ میں لمبی استغفار نہیں ہے، استغفار ایصال ثواب بچوں کے لئے غیر مفید ہے، تو بچوں کی قبر کی زیارت سے بھی کوئی فائدہ نہیں، تو ایسے بچوں سے تعلق رکھنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] ولامعنی ایضاً لصلة القاری لان ذلک یشبه استئجاره علی قراء ة القران وذلک باطل. شامی کراچی ص:۵۷، ج:۶، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم الخ. بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۴/۸۱، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر ذهب الی المصلی الخ، حلبی کبیر ص ۶۰۹، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقة، مطبوعه لاهور.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع الخ. شامی نعمانیه ص:۶۰۳، ج:۱، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت. بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۴/۸۱، الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر ذهب الی المصلی الخ، حلبی کبیر ص ۶۰۹، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل متفرقه، مطبوعه لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

درجات میں ترقی تو بہرحال ہوتی ہے، اس لئے ایصال ثواب میں کیا اشکال ہے، لیکن استغفار کی حاجت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

میت کے لئے صدقۂ جاریہ

سوال:- ہمارے موضع کی مسجد کا دروازہ بوسیدہ ہوگیا ہے، جس کے بنوانے میں اندازاً چار سو روپئے کا خرچہ ہے، اگر اس دروازہ کو میں اپنے والد بزرگوار کے نام پر صدقۂ جاریہ تعمیر کرادوں تو کیا میرے والد صاحب کے نام صدقۂ جاریہ ہوجائے گا، اگر ہوجائے تو بہتر ہے، ورنہ مجھے کوئی کام ایسا بتلایا جائے کہ جس کے کرنے سے مرحوم بزرگوار کے نام صدقۂ جاریہ ہوجائے، انتقال کے وقت انہوں نے مجھے کچھ کہا تو نہیں تھا، لیکن آپ ایسے کام کے لئے فتویٰ دیجئے کہ جس کے کرنے سے مرحوم بزرگوار کے نام صدقۂ جاریہ ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والد بزرگوار کے ایصال ثواب کیلئے مسجد کا دروازہ بنوادینا، ضرورت کی جگہ کنواں بنوا دینا، دینی کتب خرید کر مدارس میں وقف کردینا وغیرہ سب کچھ صدقۂ جاریہ ہے[2]، اللہ پاک ان

---

[1] ولایستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم (الیٰ قولہ) وقد قالو حسنات الصبی لہٗ لابویہ بل لھما ثواب التعلیم(الدر مع کراچی ،ج۲/ص۲۱۵/ باب صلوٰۃ الجنائز ،مطلب ھل یسقط فرض الکفایۃ بفعل الصبی؟ احکام الصغار علی ھامش جامع الفصولین، ج۱/ص۱۴۸/ مسائل الکراھیۃ،طبع اسلامی کتب خانہ کراچی ،شرح الاشباہ والنظائر ،ج۳/ص۲۲/الفن الثالث،احکام الصبیان ، طبع ادارۃ القرآن کراچی . (حاشیہ۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

کوثواب پہنچا کر بلند درجہ دے اور آپ کو اجر عظیم دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۹۴ھ

میت صغیر کے لئے دعاء شفاعت پر شبہ اور اس کا جواب

سوال: ۔نماز جنازہ میں جبکہ میت چھوٹی (بچہ یا بچی) ہوتو ''**اللّٰھم جعلہ لنا شافعا ومشفعا**'' جو دعا پڑھی جاتی ہے، آیا یہ دعا پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے شبہ اس لئے ہوا کہ حضور اکرم ﷺ خود شافع ہیں، کوئی بچہ حضور اکرم ﷺ کے لئے کیسے شافع ہو سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذخر وفرط، کی دعاء پڑھنا حدیث شریف میں مذکور ہے[1] اذان کے بعد ''**آت محمدن الوسیلة**'' پڑھنے کا امر بھی حدیث شریف میں ہے[2] الوسیلۃ کی ایک شرح مقام شفاعت بھی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ صدقه جارية! يجرى نفعها فيدوم أجرها كالوقف فى وجوه الخير وقال بعضهم هى القناة والعين الجارية الخ مرقات ج: ۱، ص: ۲۲۱، كتاب العلم، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، كنز العمال ص ۵۳ ۹/۱۵، رقم الحديث ص ۴۳۶۶۲، الكتاب الخامس من حرف الميم الباب الاول، الفصل فى الباقيات الصالحات، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وعن البخارى تعليقا قال يقرأ الحسنؓ على الطفل فاتحة الكتاب ويقول اللّٰهم اجعله لنا سلفا وفروطا وذخرا واجرا''(مشكوٰة شريف ،ص۱۴۷-۱۴۸/ باب المشى بالجنازة،طبع ياسر نديم ديوبند.

۲ عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلوٰة القائمة اٰت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا ن الذى وعدته حلت له شفاعتى يوم القيامة ،بخارى شريف ، ج ۱/ص ۸۶/ كتاب الاذان،باب الدعاء عندالنداء،طبع اشرفى ديوبند،مشكوٰة شريف، ص ۶۵/ باب فضل الاذان ،طبع ياسر نديم ديوبند.

ہے،[1] تعلیم امت کے لئے بھی دعائیں منقول ہیں، شبہ دفعہ کرنے کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۵ھ

نافرمان بیٹے کی موت والد سے پہلے معافی اور ایصال ثواب

سوال:۔ باپ کی موت سے پہلے جب کہ وہ اپنے ہوش میں ہے بیٹا اپنی نافرمانیوں کی معافی مانگتا ہے، اور باپ معاف کر دیتا ہے، اس وقت کی معافی معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

انشاء اللہ معافی ہوجائے گی،[2] باپ کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہے، اور نافرمانی کی مکافات جس قدر بھی ہو کرتا رہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۸/۲۵ھ

---

[1] وأما الوسيلة المذكورة فى الدعاء اطروى عنه صلى الله عليه وسلم بعد فقيل هى الشفاعة (مرقاة ج ۱/ص ۴۲۴/ باب فضل الاذان واجابة المؤذن ،طبع بمبئى)

[2] اعلم أن الذنوب اما كفر واما غيره فتوبة الكفر عندموته ،مقطوع بقبولها وماعداها، فمقبولة ان شاء الله بوعده الصدق وقوله الحق ،المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبى ج۷/ص ۷۱/ كتاب الرقائق،باب وجوب التوبة، قبيل أنواع الذنوب الخ، دارابن كثير دمشق بيروت.

جس نے اسلام قبول کرنے کیلئے کلمہ پڑھا اور پھر خودکشی کی اس میت کو ایصال ثواب

سوال: ۔ایک لڑکی جو کہ غیر مسلم تھی اور میں اس سے بے انتہا محبت کرتا تھا، اور وہ بھی مجھ پر بہت مائل تھی، اور میرے ساتھ مسلمان ہونے کو تیار تھی میں نے اپنی زندگی میں میرے ساتھ اور مجھ سے یاد کرکے بار ہا کلمہ پڑھا اس کو نماز بھی یاد تھی، اور اس کے گھر والے یہ نہ چاہتے تھے کہ وہ کسی دوسرے مذہب کو قبول کرے، ان لوگوں نے اس کو بہت تنگ کیا، پھر اس نے ایک دن غم سے گھبرا کر خودکشی کرلی، اب میں اس کے لئے ایصال ثواب قرآن خوانی کراسکتا ہوں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس نے اسلام قبول کرنے کے لئے کلمہ پڑھا ہے تو اس کو ایصال ثواب کرسکتے ہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۶ھ

---

[1] فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عنداهل السنة والجماعة صلاة كان أوصوماً اوحجاً اوصدقة اوقرأة للقرآن أو الاذكار اوغير ذٰلک من انواع البر ويصل ذٰلک الیٰ الميت وينفقعه الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۵۱۴/ فصل فی زيارة القبور، مطبوعه مصری، شامی زکريا، ج۳/ص ۱۵۱/ باب صلاة الجنازة مطلب فی القرأة للميت واهداء ثوابها للتاتارخانيه، ج۲/ص ۵۴۵/ الفصل الخامس فی الرجال يحج عن الغير، مطبوعه کراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

قبر پر تلاوت وغیرہ

قبر پر تلاوت

سوال: -قرآن قبر پر پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ درمختار جلد دوم میں مکروہ لکھا ہے اور بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر پر تلاوتِ قرآن نہ کرنا چاہئے، اس وجہ سے کہ جب آیات عذاب کی وہاں پڑھی جاتی ہے تو مردے پر تکرار زیادہ ہوتی، جس کی وجہ سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے، اس لئے قبروں پر صرف آیاتِ رحمت پڑھنی چاہئے اور پورا قرآن نہ پڑھے، آیتِ رحمت جیسے سورہ یٰسین، مزمل، الہاکم التکاثر، معوذتین، اخلاص، الحمد، درود وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے نزدیک قبر پر قرآن شریف پڑھنا اور ایصالِ ثواب کرنا بلا التزام مالا یلزم درست ہے[1]، درمختار کا حوالہ جو آپ نے دیا ہے، وہ میں نے نہیں دیکھا ذرا تفصیل سے باب،

---

[1] واخذ من ذلک جواز القراءة علی القبور، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص ۲/۱۹۵، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، هندیه کوئٹه ص ۵/۳۵۰، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور، فتح القدیر ص ۲/۱۴۲، باب الجنائز، قبیل باب الشهید، مطبوعه دارالفکر بیروت،

فصل یا صفحہ کا حوالہ دے کر تحریر کیجئے تا کہ اس پر غور کیا جا سکے، مالکیہ کے نزدیک قبر پر قرآن شریف کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، اور بعض اوقات زیادتیٔ عذاب کا سبب ہے۔ المدخل ص[1]:۲۶۲، ج:۱، سورہ یٰسین مزمل، تکاثر میں بھی عذاب کا ذکر ہے، یہ تفصیل کن کتب میں ہے؟

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبر پر تلاوت جہراً ہو یا سراً ہو

سوال:- قبر پر تلاوت بلند آواز سے پڑھنی چاہئے یا آہستہ سے؟ اور بزرگوں کے مزاروں پر کثرت سے قرآن خوانی بلند آواز سے ہوتی ہے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں طرح درست ہے بشرطیکہ کوئی عارض نہ ہو[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفی اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

---

[1] قد تكون قراءة القرآن على قبره سببا لعذابه او لزيادته منه (الى قاله) وقد سمعت سيدى ابامحمد يقول القرأة على القبور بدعت وليست بسنة وان مذهب مالك الكراهة، المدخل ص:۲۶۶، ج:۱، باب زيارة القبور، زيارة سيدالمرسلين والآخرين ﷺ. مطبوعه مصر.

[2] واخذ من ذالك جواز القراءة على القبور. طحطاوى على مراقى الفلاح ص:۵۱۳، طبع مصر. فصل فى زيارة القبور.

بیمار یا قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا

سوال:- ایک شخص بیمار کے پاس یا قبر کے پاس قرآن شریف پڑھتا ہے، پیسے وغیرہ کچھ بھی نہیں لیتا، جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پیسے لیتا ہے تو کس کس موقعہ اور کون کون سی صورت میں جائز ہے، اور کونسی صورت میں ناجائز؟ کھلم کھلا ایسا جواب لکھیں کہ ہر شخص سمجھ لے۔

فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا پیسے بیمار کے پاس یا قبر کے پاس بہ نیتِ ثواب تلاوت کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ اور اجرت لے کر تلاوت کرنا حرام ہے اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں[2]۔ اور ثواب حاصل نہیں ہوتا خواہ پہلے سے نیت کی ہو یا نہ کی ہو، بلکہ رواج کی بناء پر ذہن میں ہو کہ فلاں جگہ سے اجرت ملے گی، بعض جگہ یہ طریقہ رائج ہے اور لوگوں نے قرآن شریف کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے، اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا کے واسطے پڑھتے ہیں حالانکہ اگر ان کو علم ہو جائے کہ ہم کو کچھ نہ ملے گا تو وہ ہرگز نہ پڑھیں، اسی لئے اگر کسی جگہ سے کم ملے تو شکایت کرتے ہیں کہ فلاں شخص بہت بخیل ہے، غریب کے یہاں جانے میں حیلہ بہانہ کرتے ہیں اور مالدار کے یہاں دوڑ کر جاتے ہیں، اگر کسی جگہ رواج نہ ہو اور پڑھنے والا اپنے خیال میں سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہ ملیگا، اور نہ ملنے پر اسکا قلب مکدر نہیں ہوتا محض خدا کے واسطے پڑھتا

---

[1] واخذ من ذالک جواز القراءة علی القبر، طحطاوی مصری ص۵۱۳، فصل فی زیارة القبور، بحر کوئٹہ ص۲/۱۹۵، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، هندیه کوئٹه ص۵/۳۵۰، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن فی المقابر،

[2] ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان. شامی کراچی ص۶/۵۶، شامی نعمانیه ص۵/۳۵. کتاب الاجارة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ.

ہے اور پھر اسکو دیدیا جائے تو اس میں گنجائش ہے، لیکن آج کل ایسا آدمی ملنا متعذر ہے خاص کر ان اطراف میں جن میں اسکا رواج ہے۔ والشاذ کالمعدوم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۲/۱۲/۵۹ھ

میت کے قریب غیر مسلم عورتوں کا آکر بیٹھنا

سوال: -میت کے روز میت والے کے گھر پر غیر مسلم ہندو عورتیں آتی ہیں، اور مردے کے پاس بیٹھتی ہیں اور تعزیت کرتی ہیں کیا ان عورتوں کو میت کے مکان میں داخل ہونے دیا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان ہندو عورتوں کو وہاں سے علیحدہ کردیا جائے کذا فی الطحطاوی[1] علی مراقی الفلاح ص: ۳۲۸ چونکہ وہ وقت نزول رحمت کا ہے، اور غیر مسلموں پر لعنت برستی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف یکم جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

---

[1] ونص بعضهم على اخراج الكافر ايضاً وهو حسن طحطاوى ص: ۴۶۳، اول باب احكام الجنائز، مطبوعه مصر، حديث ثوبان يدل على الملائكة تحضر الجنازة والظاهر ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة، مرقاة ص ۴/۵۸، باب المشى بالجنازة، مطبوعه مجلس اشاعة المعارف ملتان پاكستان،

قبر پر فاتحہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر؟

سوال:-قبر پر فاتحہ پڑھنا کھڑے ہوکر چاہئے یا بیٹھ کر یا دونوں طرح درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے: **قال فی الفتح والسنة زیارتها قائمًا والدعاء عنده قائماً.** (شامی[1] ص:۵۴۲، ج:۱) اگر کسی کو زیارہ دیر تک ٹھہرنا ہو یا کھڑے ہونے میں تکان ہو تو بیٹھنا بھی درست ہے، اگر زندگی میں بے تکلفی کے تعلقات تھے تو دونوں طرح ٹھیک ہے: **ینبغی ان یدنوا من القبر قائماً اوقاعداً بحسب ماکان یصنع لزواره فی حیاته اھ** (طحطاوی[2] ص:۲۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بعد دفن سورۂ بقرہ اول وآخر پڑھنا

سوال:-جب لوگ کسی مردے کو قبر میں دفن کرکے سورۂ بقرہ کی آیات پڑھتے ہیں تو کیا اس وقت مٹی میں سرہانے اور پائنتی کے پڑھنے والوں کی انگشت شہادت قبر کے اندر دے کر پڑھنا چاہئے اور کیا اس کے پڑھنے کے بعد لوگوں کو فوراً ہی قبرستان سے چلے جانا چاہئے، یا کہ ٹھہرنا چاہئے یا کم از کم رشتہ داروں کو ٹھہرنا چاہئے؟

---

[1] شامی زکریا ص: ۱۵۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور.

[2] طحطاوی ص:۵۱۳، احکام الجنائز، فصل في زیارة القبور، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے[۱]۔ انگشت شہادت کا مٹی میں رکھنا ثابت نہیں، بلکہ معمول مشائخ ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں مضائقہ نہیں میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر تسبیح میں مشغول رہنا۔ اور دعا کرنے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے، کہ اس سے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے[۲]۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وصیت بھی فرمائی ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سراً میت کے سر اور پیر کی طرف سورۂ بقرہ کا اول آخر پڑھنا

سوال:- دفن کرنے کے بعد مردہ کے سرہانے "الـــــم تا مفلحون" اور پاؤں کی

---

[۱] عن عبد اللّٰہ بن عمر قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلاتحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ رواہ البیھقی معارف الحدیث ص:۴۸۵، ج:۳. مشکوۃ شریف ص:۱۴۹، باب دفن المیت، الفصل الثالث، شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، مطلب فی دفن المیت.

[۲] کان النبی صلی اللّٰہ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسأل. مشکوٰۃ شریف ص:۲۶، ج:۱. باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[۳] وروی ان عمرو بن العاص قال وھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیمو احول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استأنس بکم الخ شامی نعمانیہ ص:۶۰۱، ج:۱، مطبوعہ زکریا ص:۱۴۳، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت. عالمگیری ص:۱۶۶، ج:۱، الفصل السادس فی القبر والدفن، مطبوعہ کوئٹہ طحطاوی علی المراقی ص:۵۰۸، مطبوعہ مصری، فصل فی حملھا ودفنھا،

طرف ''آمنَ الرسول'' جہراً آواز سے پڑھی جائے یا خفیہ آواز سے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

خفیہ آواز سے فقد ثبت أنه علیه الصلاة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس میت وآخرها عندرجلیه. (شامی نعمانیہ[1] ص:۶۰۵، ج:۱) حدیث سے جہراً ثابت نہیں لہٰذا خفیہ پڑھے، کیونکہ خفیہ افضل ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند

میت کے لئے قراءتِ قرآن وغیرہ

سوال:- میت کے دفن کرنیکے بعد مروجہ طریقہ پر دعا کرنا جیسے سرہانے سورۂ بقرہ کا اول اور پاؤں کیجانب آخیر یا سورۂ اخلاص یا آیاتِ قرآنی کا پڑھنا یا کسی سے اُجرت پر یا بلا اُجرت کچھ پڑھوانا، اور سوم وچہلم وغیرہ رسومات برابر کرنا، پابندیوں کیساتھ کچھ تقسیم کرنا، ایصالِ ثواب کیلئے بلا امتیاز امیر وغریب کو کھانا کھلانا کیسا ہے اور امام صاحب کو رسومات بالا پر پابند کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دفن کے بعد سرہانے سورۂ بقرہ کا اول اور پیر کی جانب سورۂ بقرہ کا آخر پڑھنا حدیث شریف

---

[1] شامی زکریا ص: ۱۵۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة.

[2] والاخفاء افضل الخ شامی زکریا ص:۶۰۷، آخر کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری کوئٹہ ص:۳۵۰، ج:۵، کتاب الکراهیة الباب السادس عشر فی زیارة القبور. سباحة الفکر ص:۷۶، الباب الاول فی حکم الجهر بالذکر. مطبوعه لکهنؤ،

سے ثابت ہے[۱]۔ اور دفن کے بعد دعاء مغفرت بھی ثابت ہے[۲]۔ بغیر کسی وقت یا دن یا تاریخ یا ہفتہ خاصہ کی پابندی کے کوئی بھی نیک کام اللہ کے واسطے کر کے ثواب پہنچانا درست ہے، اور میت کے حق میں نافع ہے[۳]، بقیہ امور مذکورہ سوال کی پابندی شرعاً ثابت نہیں طریقۂ مروجہ غیر ثابت ہے، جو کہ قابلِ ترک ہے، اگر پابندی اور اصرار کیا جائے تو کراہتِ شدیدہ پیدا ہو کر گناہ میں اضافہ ہوگا، قرآن پاک کی تلاوت اجرت پر کرنا خواہ زبان سے معاملہ طے کیا جائے یا مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے دل ہی میں رہے بالکل ناجائز اور معصیت ہے، اس سے میت کو ثواب نہیں پہنچے گا، بلکہ پڑھنے والے کو بھی ثواب نہیں ملتا، اور جو اُجرت دی جاتی ہے خواہ روپیہ کی شکل میں ہو یا شیرینی، کپڑا، غلّہ، کھانا، قرآن شریف وغیرہ کسی شکل میں اس کا لینا اور دینا حرام ہے۔

ویکرہُ اتخاذُ الطعام فی الیوم الاوّل والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذُ الدعوۃ لقراء ۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اوالقراء ۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص والحاصل ان اتخاذُ الطعام عند قراءۃ القرآن

---

[۱] عن عبد اللّٰہ بن عمر مرفوعًا، ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة. مشکوٰۃ ص: ۱۴۹، ج: ۱، باب دفن المیت، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۲] عن عثمان مرفوعاً قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفرو الأخیکم ثم سلواله بالتثبیت فانه الآن یسأل. مشکوٰۃ ص: ۲۶، ج: ۱، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۳] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم فی علوالحالات الخ، شرح فقه اکبر ص: ۱۵۸، دعاء الاحیاء للاموات الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی، قراءۃ القرآن واهدائها له تطوعا بغیر اجرۃ یصل الیه، شرح فقه اکبر ص ۱۶۰، مطبوعه مجتبائی دهلی، هدایه ص: ۲۹۶، ج: ۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

لاجل الاکل یکرہ الی قولہ وھذا الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللّٰہ تعالیٰ اھ ردالمحتار نعمانیہ[1] ص:۶۰۳، ج:۱.

قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری قال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا الآخذ والمعطی آثمان الی قولہ الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ او بعدہ وباعطاء دراھم لمن یتلوا القرآن لروحہ اویسبح اویھلل لہ وکلھا بدع منکرات باطلۃ والماخوذ منھا حرام للآخذ وھو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا. (ردالمحتار[2] کراچی ص:۵۶، ج:۶) (شامی نعمانیہ ص:۳۴، ج:۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قبر کے سامنے مناجات

سوال:- دفن میت کے بعد اسی وقت قبر پر پڑھتے ہیں اور قبر سامنے رکھ کر مناجات کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کیلئے دعا کرنا درست ہے دعاء ایسی طرح نہ کی جائے جس سے دیکھنے والے کو شبہ

---

[1] شامی زکریا ص:۱۴۸، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت.

[2] شامی زکریا ص:۷۸-۷۷، ج:۹، باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطلب تحریر مھم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوۃ الخ.

ہو کہ قبر سے کچھ مانگ رہے ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

میت کے گرد گرد میں قرآن پڑھنا

سوال:۔ اگر کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے دفن کرنے سے پہلے اس آدمی کو رکھ کر اس کے ادھر اُدھر اور روبرو قرآن پاک کو پڑھا جاتا ہے، جس آدمی نے ساری عمر دین کا کوئی کام نہ کیا ہو، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس قرآن کے دور کی وجہ سے میری معافی ہوجائیگی کیا صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ عقیدہ اور طریقہ غلط ہے، اور بے دلیل ہے بلکہ خلاف اصول ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبر عبد اللّٰہ ذی النجادین الحدیث وفیہ لما فرغ من دفنہ استقبل رافعا یدیہ اخرجہ ابوعوانۃ فی صحیحہ. فتح الباری ص: ۴۳۱، ج: ۱۲. مطبوعہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ، کتاب الدعوات، باب الدعاء مستقبل القبلۃ.

[۲] مرنے کے بعد مذکورہ طریقہ پر قرآن خوانی سے معافی کا عقیدہ بے دلیل اور خلاف اصول ہے، اس لئے کہ اصل اصول یہ ہے کہ بددینی اور بدعملی کی آدمی سزا پائے باقی وہ مشیت خداوندی کے تحت ہوتا ہے، اگر وہ چاہے تو معاف فرمائے، یا ان کو عذاب دے۔

"من یعمل سوءً یجز بہ" (نساء ۱۲۳/)

" ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہٗ" (زلزال، ۸/)

"واھل الکبائر من امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان میں تلاوت دیکھ کر

سوال: ۔قبرستان میں یا صرف ایک قبر پر دیکھ کر تلاوت کلام پاک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

درست ہے[1] لیکن اگر قبرستان میں کوئی جگہ مخصوص نماز پڑھنے تلاوت کرنے کیلئے ہو تو وہاں بیٹھ کر دیکھ کر تلاوت کریں تاکہ قرآن پاک کا ادب پورا ملحوظ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

قبر سے استفادہ کی صورت

سوال: ۔اہل اللہ کی قبر سے استفادہ حاصل کرنے کا بطور صوفیہ کیا طریقہ ہے؟ اور انکے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... فی النار لایخلدون وھم فی مشیته وحکمه ان شاء غفرلھم وعفاعنھم بفضله وان شاء عذبھم فی النار بقدر جنایتھم بعد له (عقیدة الطحاوی ملخصا ص ۹۹، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

دفن سے پہلے رکھ کر چاروں طرف قرآن خوانی کا یہ طریقہ غلط ہے، اسلئے کہ اصول یہ ہے کہ تدفین میں عجلت کی جائے ، بڑے مجمع کے نماز جنازہ پڑھنے کیلئے تاخیر بھی..... ہے تو صرف قرآن خوانی کیلئے رکھنا بھی ممنوع ہوگا۔

"یستحب الاسراع بتجھیزه کله ای من حین موته فلوجھز المیت صبیحةیوم الجمعة یکره تاخیر الصلاة یصلی علیه الجمع العظیم بعد صلاة الجمعة (طحطاوی علی المراقی، ص ۴۹۸/ فصل فی حملھا ودفنھا، کتاب الجنائز ،طبع مصر"

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قرأة القرآن عندالقبور عند محمد لاتکره ومشائخنا رحمھم اللّٰه تعالیٰ أخذ وابقوله، عالمگیری ص ۱/۲۶، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل السادس، طبع کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۳/ فصل فی زیارة القبور، طبع مصر.

مزار پر حسن اتفاق سے اگر جانا کبھی ہوگیا تو کیا کرنا چاہئے ،تا کہ ان کے فیضان روحانی سے طالب مستفیض ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اول کچھ پڑھ کر بخشے آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہو کر پہنچ رہے ہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۳۹۲ھ

قبر پر مراقبہ

سوال:۔قبرستان میں کسی مخصوص قبر پر مراقبہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتابوں میں کسی بزرگ کے مزار پر مراقبہ کرنا موجود ہے، اس کا طریقہ تفصیل سے موجود ہے، بوادر النوادر، ص ۸۸/ میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] بوادر النوادر ،ج ۱ /ص ۸۵/ ستاونواں غریبہ دراستفاذہ ازاموات وتحقیق سلب نسب، مطبوعہ شعبہ دار الاشاعت دیوبند.

[2] بوادر النوادر ،ج ۱ /ص ۸۵/ ستاونواں غریبہ دراستفاذہ ازاموات وتحقیق سلب نسب، مطبوعہ شعبہ دار الاشاعت دیوبند.

میت کے ساتھ قرآن پاک دفن کرنا

سوال:-خورجہ میں ایک عورت کا انتقال ہوگیا تو اس کی قبر میں قرآن پاک دفن کیا ہے جب کہ مولانا صاحب بھی موجود تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی عورت کے انتقال پر قرآن پاک اسکے ساتھ دفن کرنا شرعی حکم نہیں، غلط طریقہ ہے، اگر اسکے اوپر رکھ دیا ہے تو جسم کے پھٹنے سے بے ادبی ہوگی جس کی ہرگز اجازت نہیں[۱]۔ اگر کوئی عالم ایسے وقت میں موجود ہو تو اس کو نکیر کرنا چاہئے[۲] کسی مصلحت سے وہ نکیر نہ کرے تو یہ جواز کا فتویٰ نہیں[۳] ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۹۲ھ

پرچہ پر دعا لکھ کر میت کے سینہ پر رکھنا

۲۱/مارچ ۷۰ء:.....محترم قبلہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

سوال:-بعد آداب کے گذارش ہے کہ میں نے ایک پرچہ لکھا ہے اس پرچہ کو لفافہ میں

---

[۱] وقدا فتی ابن الصَّلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰسٓ والکهف ونحوهما خوفًا من صدید المیت الی قولهٖ فالاسماء المعظمة باقیة علی حالها فلا یجوز تعریضها للنجاسة. ردالمحتار ص:۶۰۷، ج:۱، نعمانیه. مطبوعه زکریا ص:۱۵۷، ج:۳، قبیل باب الشهید. نفع المفتی والسائل ص:۱۰۱، ما یتعلق بتعظیم اسم اللّٰه الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[۲] ان کان یعلم باکبر رایه انه لو امر بالمعرف یقبلون ذالک منه ویمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیه عالمگیری کوئٹه ص:۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی الامر بالمعروف.

[۳] لایفید السکوت القطع الا اذا علم انتفاء الحوامل الخ، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص۱۵۶، ج۲، الاصل الثانی فی السنة مطبوعه مکه مکرمه.

بھیج رہا ہوں اور چند باتیں میرے قصبہ میں مجھ کو نئی معلوم ہوتی ہیں اس وجہ سے میں نے اپنے بزرگوں کو تکلیف دی ہے، جس کی معافی چاہتا ہوں ہمارے قصبہ کھیری میں میت کو قبر میں اتارتے ہیں اور مردے کے جسم پر یعنی سینہ پر یہ پرچہ رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منکر نکیر قبر میں حساب نہیں کر سکتے اور نہ مردے کو قبر میں منکر نکیر دکھلائی پڑیں گے، اور اس کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور علمائے دیوبند کو بھی اس کا ایجاد کردہ بتلاتے ہیں، اس سے بہت خلفشار قصبہ میں مچا ہوا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اللّٰہ رب محمد والصلوٰۃ علیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پرنور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من کتب ھٰذا الدعاء بین صدر المیت و کفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولا یریٰ منکرًا و نکیراً وھو ھٰذا** جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینے پر کفن کے نیچے رکھ دے اسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں وہ دعا یہ ہے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللّٰہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللّٰہ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم.

دعاء ثانی: سُبْحٰنَ مَنْ هُوَ بِالْجَلَالِ مُوَحِّدٌ وَبِالتَّوحِيْدِ مَعْرُوْفٌ وَبِالْمَعَارِفِ مَوْصُوْفٌ وَبِالصِّيْغَةِ عَلٰى لِسَانِ كُلِّ قَائِلٍ رَبٌّ وَبِالرَّبُوْبِيَةِ لِلْعَالَمِ قَاهِرٌ وَبِالْقَهْرِ لِلْعَالَمِ جَبَّارٌ وَبِالْجَبَرُوْتِ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ وَبِالْعِلْمِ وَالْحِلْمِ رَئُوْفٌ رَحِيْمٌ سُبْحَانَهٗ كَمَا يَقُوْلُوْنَ وَسُبْحَانَهٗ كَمَا هُمْ يَقُوْلُوْنَ تَسْبِيْحًا تَخْشَعُ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا وَيَحْمِدُوْنَ مَنْ حَوْلَ عَرْشِيْ اِسْمِيَ اللّٰهُ وَاَنَا اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ اٰمِيْنَ صلی اللّٰہ علیٰ حبیبہٖ سَیِّدِنا محمد واٰلہ وسلم. منقول از فتاویٰ شامی جلد اول ص: ۲۰۷، مطبع دیوبند فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص: ۱۲۸، شائع کردہ۔ منشی محمد عبداللہ صاحب محلّہ ڈبہہ ضلع کھیری لکھیم پور۔

(۲) یہ کہ قبر میں جب مردے کو دفن کر دیتے ہیں اور چند حافظ قرآن وہاں ٹھہر جاتے ہیں وہ بعد میں قبر کے قریب کھڑے ہو کر اذان دیتے ہیں اور قرآن شریف کی ''سورۂ یٰسین'' پڑھتے ہیں پھر چلے آتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مطبوعہ پرچہ میں جو دعائے ثانی ہے اس کا تو شامی (ردالمحتار) میں وجود ہی نہیں ہے، یہ تو بالکل غلط ہے اور جھوٹ ہے البتہ لاَ اِلٰہ اِلّٰہ واللّٰہ اکبر الخ موجود ہے[1]، لیکن اول تو اس میں یہ نہیں کہ اس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لہٰذا یہ نسبت کرنا پہلے جھوٹ سے بڑھ کر جھوٹ ہے، اس لئے کہ اس میں شامی پر جھوٹ ہے اور حکیم ترمذی پر جھوٹ ہے اور سب سے بڑھ کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر جھوٹ ہے، شامی نے اس کو ابن حجر مکی سے نقل کیا ہے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے نقل نہیں کیا۔ ابن حجر مکی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوسرے اس میں یہ نہیں ہے کہ پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے لہٰذا یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ اس میں کفن پر لکھنے کیلئے کہا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہیں حنفی نہیں ہیں، ان کا قول حنفیہ کیلئے حجت نہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شامی نے اسی صفحہ پر ابن صلاح سے نقل کیا ہے کہ کفن پر لکھنا جائز نہیں ابن صلاح بھی شافعی ہیں اور ان کا درجہ شافعیہ میں ابن حجر مکی سے بہت بلند ہے، پانچویں بات یہ ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو نقل کر کے رد کر دیا ہے اور وجہ بیان کی ہے کہ اس سے اللہ پاک کے نام کی اہانت ہوتی ہے کیوں کہ جب میت کا بدن گلتا سڑتا ہے، اور اس سے نجاست برآمد ہوتی ہے تو اللہ کے نام کو بھی وہ لگے گی تو اس کو نجس کرنا ہرگز جائز نہیں، جب تک کوئی حدیث ثابت نہ ہو اس کو منع ہی کیا جائیگا، جس چیز کو شامی نے لکھ کر مردود قرار دیا ہو اس کی ترغیب شامی کی طرف منسوب کرنا خیانت ہے۔

---

[1] شامی زکریا ص: ۱۵۶، ج: ۳، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت. باب صلوۃ الجنازۃ.

وقد افتٰی ابن الصَّلاح بانه لا یجوز ان یکتب علٰی الکفن یٰسٓ والکهف ونحوهما خوفًا من صدید المیت الٰی قوله فالاسماء المعظمة باقیة علی حالهافلا یجوز تعریضها للنجاسة والقول بانه یطلب فعله مردود لان مثل ذٰلک لا یحتج به الا اذا صح عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم طلب ذٰلک ولیس کذٰلک وقد مناقبیل باب المیاه عن الفتح انه تکره کتابة القراٰن واسماء اللّٰه تعالٰی علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش وما ذٰلک الا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه مما فیه اهانة فالمنع هنا بالاولٰی مالم یثبت عن المجتهد اوینقل فیه حدیث ثابت. ردالمحتار[1] نعمانیه، ص:۶۰۷، ج:۱.

(۲) میت کو دفن کرنے کے بعد ایک شخص سورۂ بقرہ کا اول سرہانے اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کا آخر پیروں کی طرف پڑھے یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے[2] باقی قبر پر اذان دینا ثابت نہیں بدعت ہے۔ ردالمحتار[3] ص:۲۵۸، ج:۱) باب الاذان میں لکھ کر اس کا رد کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۱۵/۱/۹۰ھ

---

[1] شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۱۵۷، ج:۳، قبیل باب الشهید.

[2] یا بنی اذا انامت فألحد نی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللّٰه وعلی ملة رسول اللّٰه ثم سن علی الثری سنا ثم اقرأ عند رأسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول ذلک، المعجم الکبیر ص:۲۲۱، ج:۱۹، حدیث ۴۹۱، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت. مجمع الزوائد ص:۱۶۲، ج:۳، کتاب الجنائز، باب ما یقول عند ادخال المیت القبر. حدیث:۴۲۴۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] ردالمحتار ص؛۲۵۸، ج:۱، مطبوعه زکریا ص:۵۰، ج:۲، باب الاذان، مطلب فی المواضع اللتی یندب لها الاذان الخ، لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویٰ بانه بدعة، شامی زکریا ص:۱۴۱، ج:۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

حیلۂ اسقاط

سوال:- میت کو جنازہ گاہ میں لوگ لے جاتے ہیں تو قبل از جنازہ ایک قرآن شریف لے کر ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑا کر طواف کراتے ہیں بعدہ کچھ رقم ملا صاحب کو دی جاتی ہے یہ افعال بہ نیت اسقاطِ معاصی کے لئے کئے جاتے ہیں، اور یہ ایک حیلہ سمجھا جاتا ہے کیا یہ مسئلہ اسقاط کسی حدیث نبویہؐ یا کسی صحابہؓ یا کسی ائمہ مجتہدین میں سے ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا بالبرہان وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ اسقاط معاصی کا بے اصل ہے، بدعت اور ناجائز ہے[1]، اگر ملا صاحب غریب اور مستحق ہیں تو ان کو خیرات کرنا اور میت کو ثواب پہنچانا درست ہے، اسی طرح دوسرے غرباء کو کھانا دینا یا رقم نقد دینا یا کپڑا یا اور کوئی چیز ایصال ثواب کی نیت سے دینا مستحسن ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد (بخاری شریف ص ۱/۳۷۱، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند، مشکوة شریف ص۲۷، باب الاعتصام، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲/۷۷، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة،

[2] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوما او صدقة اوغیرها. شامی کراچی ص۲/۲۴۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها، هندیة ص۲۵۷، ج۱، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۱۴، فصل فی زیارة القبور،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم

قبر پر پھول ڈالنا

قبر پر پھول ڈالنا

سوال:-قبر پر پھول ڈالنا کیسا ہے، ردالمحتار کی عبارت سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

''قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے، کہ جب تک تر رہیں گے، تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا۔(ردالمحتار) یوں ہی جنازہ پر پھول چادر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں''

الجواب حامداً ومصلیاً

عبارت ردالمحتار جس کو پھول ڈالنے کے لئے نقل کیا ہے دراصل گھاس کو قبر سے کاٹنے کے متعلق ہے، اصل عبارت یہ ہے کہ **یکرہ ایضًا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کمافی البحر والدر وشرح المنیۃ وعلّلہ فی الامداد بانہ مادام رطباً یسبّح اللّٰہ تعالیٰ فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ**[1]. اسکے بعد

[1] شامی نعمانیہ ج:۱ ص:۶۰۶، مطبوعہ زکریا ص:۱۵۵، ج:۳، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی وضع الجرید ونحوالآس علی القبور.

شامی نے بطور قیاس لکھا ہے: ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوه اھ[1]۔ اپنی طرف سے صرف یہ قیاس کیا ہے اور مجتہدین سے کوئی نقل پیش نہیں کی، شافعیہ سے نقل کیا ہے وصرح بذٰلک ایضًا جماعة من الشافعیة اھ[2]۔ محدثین کی ایک بڑی جماعت حدیث وضع الجریدۃ کی تخصیص کی قائل ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت تھی علامہ شامی کو شافعیہ کی رائے پسند ہے، وھٰذا اولٰی مما قاله بعض المالکیة من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکة یده الشریفة صلی اللّٰه علیه وسلم اودعائه لهما فلایقاس علیه غیره اھ[3]۔ اگر قیاس ہی کرنا ہے تو جس قدر کا ثبوت ہے اس کو اتنی ہی مقدار میں قیاس کیا جاوے وقد ذکر البخاری فی صحیحه ان بریدة ابن الحصیب رضی اللّٰه عنه اوصٰی بان یجعل فی قبره جرید تان اھ[4]۔ پھر یہ کہ عامۃ مشائخ اور اولیاء کرام کے مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں، جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی دشوار ہے کہ ان کیلئے تخفیف عذاب کی ضرورت ہے اور اگر کوئی دنیادار آدمی ہو جس کے ذمہ بہت سے حقوق ہوں اور بحکم نصوص عذاب قبر کے مستحق ہوں انکی قبر پر پھول نہیں ڈالے جاتے جنازہ پر پھول چادر ڈالنا اگر کسی صحابی، تابعی، مجتہد سے ثابت ہو تو اس کو پیش کیا جائے، کفن میں خوشبو حنوط وغیرہ لگانا درمختار[5] نے جہل لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج:۱، باب صلاة الجنازة. مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس،

[2] حواله بالا.

[3] شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج:۱، باب صلاة الجنازة. مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس،

[4] شامی نعمانیه ص:۶۰۷، ج:۱، باب صلاة الجنازة. مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس،

[5] ویجعل الحنوط وجعلها فی الکفن جهل در مع شامی نعمانیه ص:۵۷۵، ج:۱، قبیل مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع.

کفن یا قبر پر پھول ڈالنا

سوال: ۔میت کو کفن پہناتے وقت کفن کے اندر پھول چھڑک دیتے ہیں، اسی طرح قبر میں پھول ڈال دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی ثابت نہیں غلط طریقہ ہے[1] البتہ کفن پہناتے وقت میت کو خوشبو لگانا ثابت ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کفن یا قبر پر پھول ڈالنا

سوال: ۔قبر یا کفن پر پھول ڈالنا کیسا ہے؟ خوشبو لگانا کیسا ہے؟

---

[1] قال العینی رحمه الله تعالیٰ ان القاء الریاحین لیس بشئی،فیض الباری ، ج۲/ص ۴۸۹/ کتاب الجنائز ،باب الجرید علی القبر ،مطبوعه خضرراه دیوبند عمدة القاری، ج۲/ص ۱۲۱/ جزء ۳/ کتاب الوضوء ،باب من الکبائر ان لایستتر من بوله الخ قبیل باب ماجاء فی غسل البول،معارف السنن ج ۱/ص ۲۶۵-۲۶۶/ باب التشدید فی البول ،بیان ان القاء الزهور، علی القبور بدعة منکرة الخ، مطبوعه نوریه دیوبند.

[2] ویوضع الحنوط فی رأسه ولحیتة وسائر جسده ولابأس بسائر الطیب الخ عالمگیری، ج ۱/ ص ۱۶۱/ الفصل الثالث فی التکفین ،مجمع الانهر ، ج ۱/ص ۲۶۶/ دارالکتب العلمیة بیروت وسکب الانهر علی مجمع الانهر ، ج ۱/ ۲۶۶/ دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی، ج۲/ص۱۹۷/ باب صلوٰة الجنازة.

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کو کفن پہناتے وقت جو خوشبو لگائی جاتی ہے وہ ثابت ہے، اور وہی کافی ہے[۱]، نہ کفن پر پھول ڈالے جائیں نہ قبر میں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۴ھ

---

[۱] ویجعل الحنوط وهو العطر المركب من الأشياء الطيبة غير زعفران وورسٍ على راسه ولحيته والكافور على مساجد. كذا في التنوير. شامي نعمانيه ج: ۱، ص: ۵۷۵. قبيل مطلب في حديث كل سبب ونسب منقطع، طحطاوی على المراقی ص ۴۷۶، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص: ۲۶۶، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[۲] وجميع مايجمر فيه الميت ثلاثة مواضع عند خروج ريحه لازالة الرئحة الكريهة وعند غسله وعند تكفينه ولايجمر خلفه ولا في القبر (بحر كوئٹه ص ۱۷۷/۲، كتاب الجنائز، طحطاوی على المراقی ص ۴۷۶، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصری، فتری العامة يلقون الزوهور على القبور الى قوله وبالجملة هذه بدعة مشرقية منكرة، معارف السنن ص ۲۶۵/۱، باب التشديد في البول، مطبوعه اشرفی ديوبند، فيض البارى ص ۴۸۹/۲، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر، مطبوعه خضرراه ديوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دہم

قبروں پر عمارت وغیرہ

قبر پر قبہ بنانا

سوال:- مسلمانوں کی عام قبور پر یا علماء، صلحاء واولیاء کرام کی قبر پر پختہ قبہ بنانا یا قبر پختہ بنانا جائز ہے، یا حرام؟ قرآن شریف فقہ حنفی کی مستند کتب کے حوالہ سے جواب ارقام فرمایا جائے، اور کیا عینی شرح بخاری ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ وتفسیر روح البیان وتحریر المختار حاشیہ درمختار میں قبہ یا قبر کا جائز ہونا واقعی لکھا ہے، اگر ایسا ہی ہے، تو کیا قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی معتبر مستند کتب میں سے ہیں یا نہیں؟ مخالف جو مولوی قبہ جائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جن بزرگوں کی قبروں پر قبہ بنانے کا جھگڑا ہے وہ خود اپنی حیات میں پختہ قبر وقبہ کو ناجائز ہی فرماتے تھے حتی کہ اپنی قبر کو پختہ نہ بنانے کی وصیت بھی فرمائی تھی، مگر مریدین نے راتوں رات قبر کو پختہ ہی بنایا اور اب سترہ اٹھارہ سال بعد قبہ بنانے کا جھگڑا نکالا ہے، اس میں کون فریق حق ہے آیا روکنے والے یا بنانے والے؟ بیّنوا توجروا.

مستفتی عبد اللطیف

ابن شاکر، مالی گاؤں ضلع ناسک ۱۳/ جون ۵۴ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر پختہ بنانا اور قبر پر قبہ وغیرہ پختہ تعمیر کرنا شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے، یہ ممانعت حدیث[1] وفقہ سے ثابت ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بصراحت منقول ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کتابُ الآثار[2] ص:۴۳ میں فرماتے ہیں: ولا نری ان یزاد علیٰ مَا خرج منه (ای) من القبر ونکره ان یجصص اویطین اویجعل عنده مسجد اوعلم اویکتب علیه ونکره الاٰجر ان یبنٰی به اویدخل القبر ولا نری برش الماء علیه بأساً وهو قول ابی حنیفةؒ. علامہ طحطاوی[3] نے حاشیہ ص:۳۳۵ مراقی الفلاح میں لکھا ہے، ولا یجصص به قالت الثلاثة لقول جابر رضی اللّٰه عنه نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیها وان یبنی علیها رواه[4] مسلم وابوداؤد والترمذی وصححه وزاد وان تؤطأ اهـ مراقی الفلاح میں ہے ویحرم البناء علیه للزینة لما روینا ویکره البناء علیه للاحکام اهـ قوله لما روینا من النهی عن التجصیص والتربیع فانه من البناء (وقوله یکره البناء علیه) ظاهر اطلاقه الکراهة انها تحریمیة قال فی غریب الخطابی نهی عن تقصیص القبور والتکلیل بناء الکلل

---

[1] عن جابر قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان تجصص القبور وأن یکتب علیها وان یبنی علیها الحدیث ترمذی شریف ص:۲۰۳، ج:۱، باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور. مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر قبہ لگانے اور پختہ تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[2] کتاب الآثار ص:۱۹۱، ج:۲، باب تسنیم القبور وتجصیصها، مکتبه دارالفکر بروت،

[3] طحطاوی مع مراقی الفلاح ص:۵۰۴، فصل فی حملها دفنها. مکتبه مصر،

[4] مسلم شریف ص ۳۱۲/۱، کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود الخ، مکتبه بلال دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۴۶۰/۲، کتا بالجنائز، باب النباء علی القبور، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

وهی القباب والصوامع التی تبنیٰ علی القبر اھ علامہ طاہر نے اس حدیث کی شرح مجمع البحار، ص:۲۲۶، ج:۳، میں اس طرح کی ہے: نهی عن تقصیص القبور وتکلیلها ای رفعها بالبناء مثل الکل وهی الصوامع والقباب وقیل هو ضرب الکلة علیها وهی ستر مربع بقرب علی القبور وقیل ستر رقیق وهی کالبیت یتوقی قبه من البق اھ عرف الشذی[1] ص: ۳۸۶، سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ کتاب المدخل[2] میں اس کو بہت بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے، ان تصریحات حدیثیہ وفقہیہ کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے خلاف اگر اقوال رجال سے کوئی استدلال کرے تو وہ معتبر نہیں، تحریر المختار[3] ص:۱۲۳، ج:۱، میں تفسیر روح البیان سے قبوں کا جواز نقل کیا ہے لیکن تفسیر روح البیان خود کوئی معتبر کتاب نہیں، اسمیں بہت سے مسائل غیر معتبر موجود ہیں، پھر یہ کہ اس جواز کیلئے کوئی سند نقل نہیں کی محض قصد تعظیم واجلال پر اعتماد کیا ہے، ایسے مسائل منصوصہ میں کسی کا قول بغیر سند خلاف نص کیسے حجت ہوسکتا ہے، اصل عبارت روح البیان[4] کی یہ ہے: فبناء القباب علیٰ قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علیٰ قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذٰلک التعظیم فی اعین العامة حتیٰ لایحتقروا صاحب هٰذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیها

---

[1] لا یجوز التجصیص عند احد ولا البناء الخ عرف الشذی ص ۳۵۳، باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور، طبع مکتبه رحیمیه دیوبند.

[2] المدخل ص ۳/۲۶۳، صفة القبر، مطبوعه مصر.

[3] فی روح البیان فی قوله تعالیٰ انما یعمر مساجد الله الخ الیٰ قوله فبناء القباب علی قبور العلماء والأولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم أمر جائز، التحریر المختار ص:۱۲۳، ج:۱. باب صلاة الجنائز، الطبعة الکبری الامیریه ببولاق المصر المحمیه.

[4] روح البیان ص ۳/۴۰۰، الجزء العاشر سورة توبه آیت:۱۸، مطبوعه دارالفکر بیروت.

مقصد حسن اھ حالانکہ ردالمحتار ص:۸۳۹، ج:۱میں ہے واما البناء علیه فلم ارمن اختار جوازه الٰی عن ابی حنیفةؒ یکره ان یبنیٰ بناء من بیت اوقبة اونحوذٰلک لماروی جابر رضی اللّٰه عنه نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ[1] بس روح البیان کا یہ مسئلہ خلافِ اجماع ہے، اس میں نقل کیا ہے: ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیمًا لهم ومحبة فیهم جائز ایضًا لا ینبغی النهی عنه[2] اھ حالانکہ درمختار، طحطاوی، بحر وغیرہ میں اس نذر کو بالاجماع باطل وحرام لکھا ہے: واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الٰی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم بالاجماع باطل وحرام اھ درمختار[3] قبل الاعتکاف، بحر[4] وطحطاوی میں اس کی وجوہ بیان کی ہیں، تحریر المختار بھی کوئی فتویٰ کی کتاب نہیں بلکہ اسمیں از قبیل لطائف وغرائب کچھ تحریرات جمع ہیں بعض محل اشکالات ہیں کہیں اشکالات کے جواب ہیں کہیں طبی نکات ہیں کہیں تاریخی لطائف۔

چنانچہ مصنف کی رائے نہیں تھی، کہ یہ کتاب منظرِ عام پر آوے اور اپنی زندگی میں اس رائے میں کامیابی ہوئی جیسا کہ ناشر نے شروع میں لکھا ہے: ولم یشأ رحمه اللّٰه ان یخرج تقریره للناس فی حیاته مع شدة الحاجة الیه وتوارد الطلاب علیه تواضعًا منه فی جانب اللّٰه تعالٰی الی اٰخره تحریر المختار[5] ص: ۳.

---

[1] شامی کراچی ص:۲۳۶، ج:۲، کتاب الجنائز، باب صلوة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

[2] روح البیان ص ۳/۴۰۰، الجزء العاشر سورۂ توبه آیت:۱۸، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] الدر المختارعلی رد المحتار ص: ۴۲۷، ج:۳، زکریا قبل الاعتکاف.

[4] بحر کوئٹه ص۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به الخ، مطبوعه مصر.

[5] تحریر المختار ص ۱/۲، مطبوعه کراچی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے کا جب انتقال ہوا تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر قبہ لگایا، اس کی تفسیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص:۴۰۰، ج:۲ میں خیمہ سے کی ہے پھر ایک سال کے بعد اکھاڑ دیا گیا **فسمعت المرأة صائحاً ای هاتفاً غیبیاً یقول الاهل وجدو اما فقدوا فاجابه اٰخربل یئسوا والظاهر سئموا ولکن لما کان فی صورة الیأس قال یئسوا فانقلبوا ای رجعوا الٰی اٰخره مرقاۃ[1] شرح مشکوٰۃ ص: ۱۰۵، ج:۴، مطبوعه ملتان پاکستان.**

اس خیمہ کو شارحِ مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ یہ ذکر قراۃ وغیرہ کے جمع ہونے کے لئے تھا، اس کو فعل عبث مکروہ پر حمل کیا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے اہلِ بیت کی شان کے مناسب نہیں[2]، غور کیا جائے کہ اولاً یہ دلیل نصوصِ حدیث وغیرہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے، ثانیاً اس سے قبہ متعارفہ پر استدلال کرنا کہاں تک برمحل ہے، وہاں صرف خیمہ تھا، یہاں پختہ قبہ ہے، وہاں سال بھر بعد اکھاڑ دیا گیا تھا یہاں ۱۷/۱۸ سال بعد بنانے کی تجویز ہے، اگر ملا علی قاری اس کے جواز کے قائل ہوتے تو شرح نقایہ ص:۱۳۹[3] ج:۱ میں تجصیص کی ممانعت تحریر نہ فرماتے، عینیؒ[4] نے شرح بخاری ص:۱۴۹، ج:۴، میں قبر پر خیمہ لگانے کے متعلق مختلف اقوال

---

[1] **لما مات الحسن بن الحسین بن علیؓ ضربت امرأته القبة ای الخیمة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعت الخ، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۴۰۰، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت، مطبوعه ممبئی.**

[2] **الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذکر والقراءة وحضور الاصحاب للدعاء والمغفرة والرحمة واما حمل فعلها علی العبث المکروه کما فعله ابن حجر فغیر لائق بضیع اهل البیت (مرقاة ص ۲/۴۰۰، باب البکاء علی المیت، الفصل الثالث، مطبوعه ممبئی)**

[3] **شرح نقایه ص ۱/۱۳۹، کتاب الصلوة، باب فی الجنائز، مکتبه اعزازیه سهارنپور.**

[4] **قال ابن بطال ضربت القبة علی الحسن وسکنت فیها وصلیت فیها فصارت کالمسجد ..... وکره احمد ان یضرب علی القبر فسطاطا ..... وممن کره ضربه علی قبر الرجل ابن عمر وابو سعید وابن المسیب ..... وقال ابن حبیب .....** **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

نقل کئے ہیں، بعض میں حرمت ہے، بعض میں جواز حضرت امام احمد حضرت ابن عمرؓ اور سعید بن مسیّبؒ وغیرہ سے کراہت نقل کی ہے، ابن حبیب کہتے ہیں کہ دو تین روز تک نبش قبر کی رعایت سے خیمہ کی گنجائش ہے، پختہ قبر بنانے کا جواز کہیں منقول نہیں، نیز علامہ عینی شرح ہدایہ ص:۱۴۹[۱]، ج:۱ میں خود فرماتے ہیں **وکرہ ابو حنیفۃؒ أن یبنی علی القبر الیٰ اخرہ** جس قبہ میں عینی کے کلام سے اختلاف معلوم ہوتا ہے، اس کی تفسیر نہایہ ص:۳۰۵، ج:۳ میں یہ ہے: **القبة من الخیام بیت صغیر. مستدیر وھو من بیوت العرب الیٰ اخرہ**[۲]. حافظ عینی نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے[۳]، جس میں لفظ قبہ کے بجائے لفظ فسطاط ہے، جس کے متعلق مجمع البحار ص:۷۷ جلد۳ میں ہے "**خباء**" **من شعرا وغیرہ**[۴] **الیٰ آخرہ** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے کی وفات ۹۷ھ میں ہوئی اور وہ تابعی ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری[۵]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اراہ فی الیوم والیومین والثلاثة واسعا اذا خیف من نبش او غیرہ (الی قولہ) قال ابن الاثیر القبة من الخیام بیت صغیر مستدیر وھو من بیوت العرب الخ (عینی شرح بخاری ص ۱۳۴/۴، الجزء الثامن کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور مطبوعہ دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ بنایہ للعینی ص۱۱۳/۱، کتاب الصلوة، الجنائز، فصل فی حمل الجنازة، مطبوعہ فیصل آباد.

۲ النھایہ فی غریب الحدیث والاثر ص۴/۳، باب القاف، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۳ وجاء فی روایة المغیرة ابن مقسم لمامات الحسن بن الحسن ضربت امرأته علی قبرہ فسطاطا الخ، (عینی ص۱۳۵/۴، الجزء الثامن، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۴ مجمع بحار الانوار ص۱۳۹/۴، باب الفاء مع السین، طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن.

۵ لما مات الحسن بن الحسن، وکانت وفاته سنة سبع وتسعین وھو من ثقات التابعین ..... ومناسبة ھذا الاثر لحدیث الباب ان المقیم فی الفسطاط لا یخلو من الصلوة ھناک فیلزم اتخاذ المسجد عند القبر وقد یکون القبر فی جھة القبلة فتزداد الکراھة (الی قولہ) فجائتھم الموعظة علی لسان الھاتفین بتقبیح ما صنعوا (فتح الباری ص ۵۵۹/۳، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

شرح بخاری ص:۱۶۱ ج:۳ میں ان کی زوجہ کے اس فعل کو بھی رد کیا ہے، اور نا قابلِ استدلال قرار دیا ہے، حالانکہ ان کے اس فعل سے اور مندرجہ سوال قبہ تعمیر کرانے میں کوئی مناسبت نہیں، پھر اس سے استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف

مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/رجب ۶۴ھ

مشائخ وسادات کی قبر پر قبہ

سوال:- مولوی امجد علی صاحب رضوی بریلوی نے اپنی کتاب ''بہار شریعت'' میں مسائل ذیل لکھے ہیں، یہ کتاب ہزاروں کے یہاں معمول بہا ہے، مگر مجھ کو غلط معلوم ہوتی ہے، آپ تصحیح فرمادیں غلط ہوں تو تردید لکھ دیں۔

مسئلہ اولیٰ: ص:۱۵۳ حصہ چہارم میں ہے، علماء مشائخ وسادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جاوے (درمختار اور ردالمحتار) یعنی اندر سے پختہ نہ کیا جاوے اور اگر اندر خام ہو اوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں۔ فقط عبارت ختم ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کتاب کے مسائل کا پورا حال تو اصل کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوگا، لیکن مسائل مذکورہ کا جواب یہ ہے۔

(**مسئلہ اولیٰ**) درمختار میں مذکور نہیں ہے درمختار کی عبارت یہ ہے **ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا بأس به وهو المختار كما في كراهة السراجية**[1] اس

[1] شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، مطلب فی دفن المیت.

عبارت میں علماء مشائخ، سادات کا ذکر تک نہیں، نیز اس عبارت کو فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے اور نقل میں تقدیم وتاخیر ہوگئی، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اس پر متنبہ کیا ہے۔ (قولہ وقیل لابأس به الخ) المناسب ذکره عقب قوله ولا یطین لان عبارة السراجیة کما نقله الرحمتی ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروه والمختار انه لا یکره اھ[1]۔ اختلاف تطیین قبور میں ہے نہ کہ بناء علیٰ القبور میں اور چونکہ درمختار میں قوله لاباس به کو مؤخر ذکر کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اختلاف بناء علی القبور میں ہے، اسلئے شامیؒ نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس کے بعد صراحۃ تردید بھی کردی ہے، چنانچہ لکھا ہے واما البناء علیه فلم ارمن اختارجوازه اھ[2] البتہ شامیؒ نے اس سے قبل ولایرفع علیه بناء کے ذیل میں لکھا ہے: ای یحرم لو للزینة ویکره لو للاحکام بعد الدفن واما قبله فلیس بقبر امداد وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکره البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات[3] اھ سو اولاً تو اس کو قیل کے ساتھ نقل کیا ہے جو کہ لایرفع علیه بناء کے مقابلہ میں ضعیف ہے، ثانیاً لا یرفع کی تفسیر یحرم اور یکره سے کی ہے اور اس کے مقابل کو لایکره سے بیان کیا ہے اور محرم مبیح میں جب تقابل ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے، کما تقرر فی الاصول[4]۔ ثالثاً لایرفع متون میں ہے اور لا یکره فتاویٰ میں ہے اور متون کو تقدیم ہوتی ہے، شروح اور فتاویٰ پر کما فی شرح عقود المفتی[5]۔ رابعاً۔ شامیؒ نے خود آگے اس کے خلاف تحریر کیا ہے یعنی واما البناء علیه فلم

---

[1] الدر مع الرد زکریا ص ۱۴۴/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

[2] حوالۂ بالا.

[3] الدر مع الرد زکریا ص ۱۴۴/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت.

[4] القاعدة الثانیة ما اجتمع محرم ومبیح الاغلب المحرم الاشباه والنظائر ص: ۱۷۰، الفن الأول.

[5] اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون (رسم المفتی ص ۱۵۳، المتون مقدمة علی الشروح، مطبوعه زکریا دیوبند.

ارمن اختارجوازہ وفی شرح المنیة عن منیة المفتی المختار انه لایکرہ التطیین وعن ابی حنیفةؒ یکرہ ان یبنیٰ علیه بناء من بیت اوقبة اونحوذٰلک کما روی جابرؓ نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیها وان یبنیٰ علیها رواہ مسلم وغیرہٗ[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب عدم جواز ہے، پھر اسکے مقابلہ میں قیل کی حیثیت کچھ نہیں، لہٰذا علامہ شامی کی رائے کے موافق بھی جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر ان کی رائے جواز کی ہوتی تو آگے اس کی تردید نہ کرتے، نیز مشائخ کی قبور پر جو بدعات وخرافات عام طور پر ہوتی ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں لہٰذا قبر کو نہ اندر سے پختہ بنانا جائز ہے نہ اوپر سے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اولیاء اللہ کے مزارات پر گنبد کیوں ہیں؟

سوال:- جب کہ پختہ قبریں وگنبد بنوانا حرام ہے تو زمانۂ سابقہ میں اور اسلامی حکومتوں میں پھر کیوں بڑے بڑے اولیاء اللہ کے مزار وگنبد بنوائے گئے تھے، جیسے روضۂ بغداد، روضۂ اجمیری، روضۂ کلیری، روضۂ نظام الدین وغیرہ وغیرہ، حالانکہ زمانۂ سابقہ میں بڑے بڑے جید علماء موجود تھے، اور خلیفہ۔

---

[1] شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲ مطلب فی دفن المیت. مسلم شریف ص ۳۱۲/۱، کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبور، مکتبه بلال دیوبند.

ترجمہ:- آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر قبہ لگانے اور ان پر پختہ تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جید علماء نے منع کیا مگر حکومت نے نہیں مانا، حکومت کا یہ فعل سند نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۴/شعبان ۶۱ھ

صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ ۴/شعبان ۶۱ھ

روضۂ اقدس ﷺ پر گنبد

سوال: -حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار، گنبد پختہ کیوں بنایا گیا، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس کا انتظام کیا گیا تھا، یا بعد وصال خلیفہ اور صحابۂ کرام کے وقت شرعی اسلامی حکومت میں بنایا گیا اور آپ کا اصلی مقام تو بالکل خام ہے اور کس نے بنوایا تھا اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر اگربتی، لوبان، عود، پھول وغیرہ سلگایا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقام تو اب بھی خام ہے ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں حجرۂ خام کو گرا کر منقش پتھروں سے تعمیر کیا گیا اور ایک حظیرہ بنایا گیا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے منع بھی کیا لیکن ان کی شنوائی نہ ہوئی، پھر وقتاً فوقتاً تغییر وتزئین ہوتی رہی، حتی کہ ۶۷۸ھ میں قبۂ خضراء تعمیر کیا گیا، (جذب[1] القلوب) اور اب اصل مزار تک پہنچنے ہی کی جگہ نہیں پھر پھول لوبان وغیرہ کی گنجائش کہاں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] امر المؤمنین عمرؓ در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کرد..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روضۂ اقدس ﷺ پر گنبد کیوں ہے؟

سوال :- زید کہتا ہے کہ جب علماءِ دیوبند قبروں پر گنبد بنانے سے منع کرتے ہیں تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روضۂ اطہر پر گنبد کیوں ہے، اولیاء کرام میں سے حضرت غوثِ اعظم اور خواجہ معین الدین چشتی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت نظام الدینؒ کی قبروں پر گنبد کیوں بنے ہوئے ہیں؟ ان کو کس نے بنایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبروں پر تعمیر (گنبد وغیرہ) کو حضرت رسول مقبول ﷺ نے خود ہی منع فرمایا ہے، اپنے مزارِ مبارک پر بھی بنانے کا حکم نہیں دیا، جس نے بنایا خلافِ حدیث شریف بنایا، اس کو قصوروار کہا جائے، حدیث پاک کے خلاف کرنے سے اس کو سراہا نہیں جائے گا اور اس کے عمل کی وجہ سے حدیث شریف کو ترک نہیں کیا جائے گا اتباع کیلئے حدیث شریف ہے نہ کہ بادشاہوں کا عمل، اولیاءِ کرام نے اپنے قبور پر گنبد بنانے کو نہیں فرمایا، اور فرماتے بھی کیسے؟ جب کہ حدیثِ پاک میں مخالفت ہے، بعد والوں نے جو کچھ کیا اس کی ذمہ داری اولیاء کرام پر نہیں: **عن جابر رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی ان یجصص القبر وان یبنی علیہ**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....وتا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود، عمر بن عبد العزیز بحکم ولید بن عبد الملک آنرا ہدم کرد و بحجارۂ منقوشہ برآورد و بر ظاہر آں حظیرۂ دیگر بنا کرد، از عروہؓ روایت میکنند کہ وی بہ عمر بن عبد العزیز گفت اگر حجرۂ شریفہ بر حال خود گزارند و عمارتی گرداں برآرند احسن باشد گفت امیر المؤمنین حکم چنیں کردہ است الخ و در سنہ ثمان وسبعین وستمائۃ و در دولت قلاؤن صالحے قبۂ خضراء کہ بالائے حظیرہ شریفہ است بلند تر از سقف مسجد بطرز یکہ الآن موجود است باشباک نحاس بنا فرمودند، جذب القلوب الی دیار المحبوب ص:۱۰۸ تا ۱۰/ باب ہفتم در بیان تغیرات وزیادات کہ بعد از رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الخ در مطبع نامی منشی نول کشور بہ طبع مزین۔

او یقعد علیه. الحدیث[1] مسلم، واصحاب السنن، جمع الفوائد ص:۱۳۷، ج: ۱، باب تشییع الجنائز، وحملها ودفنها. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

روضۂ اقدس ﷺ پر گنبد

سوال:- ارشاد ہوتا ہے کہ تم سے پہلی قوموں نے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تم ایسا ہرگز نہ کرنا، اور لعن اللّٰہُ الیهود والنصاریٰ جعلوا قبور انبیائهم مساجد او کما قال.[2] سوال یہ ہے کہ ان صریح احکامات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کیوں صحن مسجد نبوی میں بنائی گئی اور پکی قبر پختہ قبہ کیوں بنایا گیا، اور العلماء ورثة الانبیاء[3] کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر ان کیلئے بھی یہ جائز اور درست ہونا چاہئے یا پھر چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ وما توفیقی الاّ باللّٰه.

الجواب حامداً ومصلیاً

صحنِ مسجد میں قبر شریف نہیں بنائی گئی بلکہ وہ تو حجرۂ شریفہ میں ہے، پھر مسجد شریف کی توسیع کی گئی اسلئے وہ حجرۂ شریفہ مسجد کے اندر آ گیا اسکے طرف دیواریں ہیں وہ سجدہ گاہ نہیں

---

[1] جمع الفوائد ص ۲۰۶/۱، کتاب الجنائز، باب تشییع الجنائز وحملها ودفنها، طبع مکه مکرمه، مسلم شریف ص ۳۱۲/۱، کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن تجصیص القبور والقعود، مکبته بلال دیوبند.

ترجمہ:- آپ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر پختہ تعمیر کرنے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص: ۶۹، ج: ۱، باب المساجد.

[3] مشکوٰۃ شریف ص: ۳۴، ج: ۱، کتاب العلم.

ہے، اگر ایسا ہوتا تو اسکی طرف پشت کر کے نماز ادا نہ کی جاتی، قبر شریف پر پختہ قبہ بھی نہیں بنایا گیا بلکہ اسپر تو کوئی بھی تعمیر نہیں، قبہ تو حجرۂ شریفہ پر بنایا گیا جو کہ قبر شریف سے پہلے سے بنا ہوا ہے، پھر وہ کسی آیت وحدیث کے ماتحت نہیں بنایا گیا، نہ ایسے لوگوں نے بنایا ہے، جن کا عمل حجت میں پیش کیا جا سکے، علماء یا مشائخ کیلئے اسکا جواز نکالنا بے محل ہے، جب کہ علماء سے اسپر نکیر منقول ہے[1]، تاہم اب اس کا ہدم درست نہیں بلکہ احترام لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند

پختہ قبر اور قوالی وغیرہ

سوال: -قبروں کو چونے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں: **لما روی جابرؓ نھٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ**

---

[1] امر المؤمنین عمرؓ در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود، عمر بن عبد العزیز بحکم ولید بن عبد الملک آنرا ہدم کرد و بحجارۂ منقوشہ بر آورد و بر ظاہر آں حظیرۂ دیگر بنا کرد، از عروہؓ روایت میکنند کہ وی بہ عمر بن عبد العزیز گفت اگر حجرۂ شریفہ برحال خود گزارند و عمارتی گرداں برآرند احسن باشد گفت امیر المؤمنین حکم چنیں کردہ است الخ و در سنہ ثمان وسبعین وستمائۃ و در دولت قلاؤن صالحے قبۂ خضراء کہ بالائے حظیرہ شریفہ است بلند تر از سقف مسجد بطرز یکہ الآن موجود است باشباک نحاس بنا فرمودند، **جذب القلوب الی دیار المحبوب** ص:۱۰۸ تا ۱۰/ باب ہفتم در بیان تغیرات وزیادات کہ بعد از رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الخ در مطبع نامی منشی نول کشور بہ طبع مزین۔

علیہ وسلم عن تجصیص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیہ رواہ مسلم اھ شامی[1] ص: ۶۰۱، ج: ۱ اما الغنا المعتاد الذی یحرک الساکن ویھیج الکامن الذی فیہ وصف محاسن الصبیان والنساء ونحوھا من الامور المحرمۃ فلا یختلف فی تحریمہ اھ تنقیح الفتاویٰ[2] الحامدیۃ ص: ۳۵۹. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۰ھ

پکی قبر کا حکم

سوال:- پکی قبر بنانا سنت ہے، یا کچی اگر پکی سنت ہے تو عام مسلمانوں کی قبریں خلاف سنت ہوئیں، اگر کچی سنت ہے تو خلاف سنت کو ثواب قرار دینے والا یعنی پکی قبر بنانے کو ثواب کہتا ہے، اور ہر طرح کی جانی و مالی کوشش کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، اس کے گھر کا کھانا پینا اور اس کی مدد کرنا کیسا ہے، مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمادیں۔

---

[1] شامی کراچی ص:۲۳۷، ج:۲، مطلب فی دفن المیت. مسلم شریف ص ۳۱۲/۱، کتاب الجنائز، فصل فی النھی عن تجصیص القبور والقعود، مکتبہ بلال دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۴۶۰/۲، کتاب الجنائز، باب البناء علی القبور، سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۰۳/۱، باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ حدیث شریف:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر قبہ لگانے اور ان پر پختہ تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[2] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ص ۳۵۹/۲، مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ، مطلب فی تحریم الغناء، مطبوعہ میمنیہ مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

کچی قبر بنانا سنت ہے، پکی قبر بنانا خلاف شرع اور گناہ ہے، الطحطاوی[1] ص: ۳۳۵، ناجائز کام میں جانی و مالی کوشش کرنے والا گنہ گار ہے[2]، اس کو سمجھا کر اس سے روکنا چاہئے اگر وہ نہ مانے تو اس کام میں اس کی اعانت نہ کی جائے اگر توقع ہو کہ اس کے گھر کھانا پینا چھوڑنے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی تو اس سے دریغ نہ کیا جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹیں طلب کیں انکو دیں یا نہ دیں

سوال:- والد صاحب نے اپنی کل جائداد مع دونوں مکانوں کے ہم تینوں لڑکوں کے نام ہبہ کر دیا ہے اور اسی جائداد کے ساتھ میں قریب تین ہزار پکی اینٹیں ہم کو ملی ہیں، اب انہیں انیٹوں میں سے پانچ سو اینٹ اپنی قبر کے اوپر چبوترہ بنانے کے لئے مانگ رہے ہیں، ایسی صورت میں ہم والد صاحب کو اینٹ دیں یا نہ دیں؟

---

[1] ولایجصص لقول جابر نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن تجصیص القبور وأن یکتب علیها وأن یبنی علیها. طحطاوی علی المراقی ص: ۵۰۴ فصل فی حملها ودفنها، مکتبه مصر.

ترجمہ:- آپ ﷺ نے پختہ قبر بنانے اور ان پر قبہ لگانے اور پختہ تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[2] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، سورۂ مائدہ آیت: ۲،

ترجمہ:- اور گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔

[3] فاما الهجر ان لاجل المعاصی و البدعة فواجب استصحابه الی ان یتوب من ذالک (المفهم ص ۶/۵۳۴، کتاب البر والصلة، باب النهی عن التحاسد والتدابر الخ، حکم الهجر ان لاجل المعاصی، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت. مرقاة ص ۶ ۱/۷ ۴، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، مطبوعه بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی اینٹ دیدیں پھر ان کے انتقال کے بعد ان کو قبرستان میں کچی قبر میں دفن کر دیں اور اس دی ہوئی اینٹ کا چبوترہ توڑ کر بطور ترکہ تقسیم کر لیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

قبروں پر آڑ لگانا

سوال: -قبرستان پر اگر پکی قبریں نہ بنا کر آڑ لگا دیا جائے تو کیا جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز بلکہ بہت مناسب ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن جابرؓ قال: نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه (مشكوة شريف ص ۱۴۸، باب دفن الميت، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، النهى عن تجصيص القبور للكراهة وهو يتناول البناء بذلك وتجصيص وجهه والنهى فى البناء للكراهة ان كان فى ملكه وللحرمة فى المقبرة المسبلة ويجب الهدم وان كان مسجدا وقال التور بشئ يحتمل وجهين احدهما البناء على القبر بالحجارة وما يجرى مجراها والآخر ان يضرب عليها خباء ونحوه وكلاهما منهى لعدم الفائدة فيه (مرقاة ص ۲/۳۷۲، باب دفن الميت، مطبوعه ممبئى.

[2] قال فى الشرح: وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولابأس به (طحطاوى على المراقى ص ۵۰۴، باب احكام الجنائز، فصل فى حملها ودفنها، مطبوعه مصر.

پختہ قبر کو منہدم کرنا

سوال:- پہلے پکی قبریں جو بنی ہوئی ہیں ان کیلئے انہدام جائز ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انہدام جائز ہے[1]۔ پختہ قبریں گرا کر کچی قبر کا نشان باقی رکھا جائے، لیکن اگر اس سے شورش پیدا ہو اور فتنہ برپا ہو تو اس سے اجتناب کیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اپنی زندگی میں پختہ قبر بنانا، اور ایسی میت کے جنازہ میں شرکت کرنا

سوال:- میرے والد کی پکی قبر میرے سوتیلے بھائی کی زمین میں بنی ہے، اور میں کہتا

---

[1] ولایجصص لقول جابر نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن تجصیص القبور وأن یکتب علیها وأن یبنی علیه. طحطاوی علی المراقی ص: ۵۰۴، فی فصل فی حملها ودفنها، مکتبه مصر. النهی عن تجصیص القبور للکراهة وهو یتناول البناء بذلک (الی قوله) ویجب الهدم وان کان مسجدا الخ (مرقاة ص ۲/۳۷۲، باب دفن المیت، مطبوعه ممبئی.

ترجمه:- آپ ﷺ نے پکی قبر بنانے اور ان پر قبہ لگانے اور ان کی پختہ تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[2] اذا کان المنکر حراما وجب الزجر عنه واذا کان مکروها ندب والامر بالمعروف ایضا تبع لما یؤمر به (الی قوله) وشرطهما ان لایؤدی الی الفتنة (مرقاة ص ۵/۳، باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئی، نووی علی مسلم ص ۱/۵۱، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان الخ، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

ہوں کہ میت اس پکی قبر میں دفن نہ کی جائے، بلکہ قبرستان میں دفن کی جائے، ایسی صورت میں والد صاحب کے جنازہ میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ جب کہ والد صاحب نے اپنی حیات میں ہی پختہ قبر بنالی ہے، اور جو جائیداد ہے اس کو ہم تینوں بھائیوں میں تقسیم کر کے ہبہ کر دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غسل وکفن اور نمازہ جنازہ میں ضرور شرکت کرنی چاہئے، پکی قبر بنانا جائز نہیں[1] اگر کوئی اپنی زندگی میں پکی قبر بنا کر اس میں دفن ہونے کی وصیت کر دے تو وصیت ہی قابل عمل نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں پڑے پتھروں کا احاطہ بنانے میں استعمال

سوال:۔ ہمارے گاؤں کا قبرستان صدیوں کا پرانا ہے، کہیں کہیں پتھروں اور اینٹوں کا خاصہ انبار لگا ہوا ہے، لیکن قبرستان کا کوئی محفوظ کمپاؤنڈ نہیں، اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے،

---

[1] ولایجصص ویکرہ أن یبنی علی القبر الخ عالمگیری، ج ۱/ص ۱۶۶/ الفصل السادس فی القبر والدفن، مطبوعہ کوئٹہ، درمختار مع الشامی زکریا، ج۳/ص ۱۴۴/ باب صلوٰۃ الجنازہ مطلب فی دفن المیت، مجمع الانہر، ج ۱/ص ۲۷۵/دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] وکذا یبطل لو اوصی بأن یکفن فی ثوب کذا اویدفن فی موضع کذا الخ ردالمحتار زکریا ج۳/ ص ۱۲۲/ باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب تعظیم اولیٰ الامر واجب، تاتارخانیہ ج۲/ ص ۱۸۰/ الجنائز المتفرقات، مطبوعہ کراچی، المحیط البرھانی ج۳/ج ۱۱۰/ الفصل الثانی الثلاثون، الجنائز، قبیل الفصل الثالث والثلاثون، مطبوعہ ڈابھیل، عالمگیری ج۶/ ص ۹۵/ کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ الخ، مطبوعہ کوئٹہ.

اس لئے کمپاؤنڈ بنانے کاارادہ ہے ،کیا مذکورہ اینٹ پتھروں کو اس کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

پرانے قبرستان میں اینٹوں کا انبار ہے،جن کا مالک کوئی نہیں،اس کا احاطہ حفاظت کے لئے بنانا ہے تو ان اینٹوں کواس کی چہار دیواری بنانے میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۵/۱۳/۹۴ھ

تغییرِ منکر بڑا منصب ہے

سوال:- پختہ قبر بنانا جائز ہے، یانہیں؟ اگر چاروں طرف پختہ ہواور بیچ میں مٹی ہوتو کیا حکم ہے؟ فتویٰ اوراحتیاط دونوں صورتوں میں تحریر فرمائیں۔

میرے ایک رشتہ دار کاانتقال ہوا، باوجود بہت منع کرنیکے انکےلڑکے نے قبر پختہ بنادی، چاروں طرف اینٹ اور درمیان میں مٹی ہے،اب تک ہمارے یہاں کچی ہی قبر کا رواج تھا، لیکن اس سے پختہ کرنے کا عام رواج پڑنے کا خوف ہے،آگے یہ فتنہ کی صورت بن سکتی ہے، اگراسے میں ڈھادوں تو کوئی لڑائی جھگڑے کی صورت نہیں بنے گی،ایسی حالت میں میں کیا

---

[1] مقبرة عليها اشجار عظيمة فهذاعلى وجهين اما أن كانت الاشجار نابتة اتخاذ الارض مقبرة أونبتت بعد اتخاذ الارض مقبرة (الىٰ قوله) وفى الوجه الثانى المسئالة على قسمين اما أن علم لها غارس اولم يعلم ففى القسم الاول كانت للغارس وفى القسم الثانى الحكم فى ذٰلک الى القاضى ان رأى بيعها وصرف ثمنها الىٰ عمارة المقبرة فله ذٰلک (هنديه كوئٹه ،ج ۲/ص ۴۷۳/ كتاب الوقف ،الباب الثانى عشر فى الرباطات، والمقابر الخ، مطلب الكلام على الاشجار فى المقبرة وغير ذالک.

کروں، غیر کی ملک میں تصرف کرنے سے گنہگار تو نہیں ہوگا؟ اس فتنہ کے روکنے کیلئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''باوجود بہت منع کرنے کے'' بھی جب قبر پختہ بنادی گئی تو آپ خود غور کرلیں کہ اگر اسے آپ ڈھادیں گے تو جھگڑا ہوگا یا نہیں ''تغییر منکر'' بڑا منصب ہے، مگر اس کے لئے بڑی اہلیت کی ضرورت ہے اور شرائط بھی سخت ہیں[1]، بسا اوقات ایسی صورت میں بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا ہے، جس کو دینی اور دنیوی حیثیت سے برداشت کرنا دشوار ہوتا ہے[2]۔ میت کے ورثاء کو اگر مسئلہ سمجھا کر صاف کیا جائے اور وہ اپنی غلطی کا خود ہی تدارک کریں اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا اثر پڑے گا، اور عام رواج ہوگا، بلکہ دوسرے لوگ سمجھ جائیں گے کہ یہ طریقہ غلط ہے، اور کوئی فتنہ بھی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۰ھ

---

[1] اذا كان المنكر حراما وجب الزجر عنه واذا كان مكروها ندب والامر بالمعروف ايضا تبع لما يؤمر (الى قوله) وشرطهما ان لا يؤدى الى الفتنة (مرقاة ص ۵/۳، باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئى، نووى على مسلم ص ۱/۵۱، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان الخ، سعد بكڈپو ديوبند.

[2] لا ينبغى لمؤمن أن يذل نفسه قيل يا رسول اللّٰه! وكيف يذل نفسه؟ قال! أن يتعرض من البلاء لما لا يطيق، المعجم الكبير للطبرانى ص: ۳۱۲، ج: ۱۲. مطبوعه داراحياء التراث العربى ترمذى شريف ص: ۵۱، ج: ۲. ابواب الفتن. مكتبه بلال ديوبند.

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو زیبا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے'' لوگوں نے عرض کیا وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا، آپ نے فرمایا اپنے آپ کو اتنے مصائب وشدائد میں ڈال دینا جن کی قوت برداشت نہ رکھتا ہو۔

باب یازدھم

جنازہ کے متفرق مسائل

میت کی چادر، چٹائی صدقہ کرنا

سوال:- مردہ کے اوپر جو کپڑا بطور پردہ یا حفاظت کے دیا جاتا ہے وہ اور جو چٹائی چار پائی کے اوپر اور مردہ کے نیچے دی جاتی ہے، وہ دونوں چیزیں مسجد میں دینا اولیٰ ہے یا فقراء کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں چیزیں وارثوں کی ملک ہیں جہاں ان کا دل چاہے صرف کریں، اپنے مکان میں بھی اپنی ضرورت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں، خاص کر جب کہ تنگ دستی ہو تو اپنے ہی استعمال میں لانا بہتر ہے، ان کا صدقہ کرنا لازم نہیں، غریبوں کو بھی دے سکتے ہیں، مسجد میں بھی دے سکتے ہیں[1]، لیکن اس کا خیال رہے کہ وارثوں میں کوئی نابالغ نہ ہو، نابالغ کا حصہ صدقہ

---

[1] رجل كفن ميتا من ماله ثم وجد الكفن فى يدى رجل كان له ان ياخذه لانه بقى على ملكه ولو كان وهبه للورثة و كفنه الورثة فالورثة احق بها (تاتارخانيه كراچى ص ۲/۱۴۹، كتاب الصلوة، الجنائز، التكفين، محيط برهانى ص ۳/۶۸، كتاب الصلوة، الجنائز، قسم آخر مما يتصل به (بعد) قسم آخر فى كيفية التكفين، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

کرنا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۸۹ھ

کفن کا مصلّٰی مسجد میں

سوال:- مردوں کو کفنانے کیلئے جو کپڑا خریدا جاتا ہے، اس میں سے بعض حضرات ایک مصلّے کی صورت میں تھوڑا سا کپڑا بچا کر مسجد میں دیدیتے ہیں آیا مصلّے کا استعمال اہلِ مسجد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یعنی اس کو مصلّے کے طور پر استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کپڑا اجزوِ کفن نہیں ورثاء کی ملک ہے اس کا رواج ختم کیا جائے[2]۔ ورثاء اگر بالغ ہوں اور میت کو ثواب پہنچانے کیلئے کوئی چیز مصلی وغیرہ مسجد میں دیں تو اسکا استعمال کرنا درست ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

---

[1] اغلاط العوام ص: ۹۶ وان تخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اذا کانت بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذالک من الترکة. عالمگیری ص: ۳۴۴، ج: ۵، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه پاکستان. شامی زکریا ص ۱۴۹/۳، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۰، احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، مطبوعه مصر، خانیه علی هامش الهندیة ص ۴۰۵/۳، کتاب الحظر والاباحة، مایکره اکله وما لایکره ومایعلق بالضیافة، مطبوعه کوئٹه.

[2] اغلاط العوام ص: ۹۶. (حاشیہ ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حاملہ مرجائے تو وضعِ حمل کی کیا صورت ہے؟

سوال:- اگر حاملہ عورت اپنے حمل کے وضع ہونے سے قبل مرگئی تو اب اس کا حمل اس کے پیٹ میں اسی طرح موجود ہے، اس عورت کا وضعِ حمل کس طرح سے ہوگا؟ قبر کے اندر وضعِ حمل ناممکن ہے، تو جب قیامت کے دن مردے قبروں سے نکلیں گے، تو وہ حمل پیٹ میں رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی تحقیق نہیں، حدیث میں صاف صاف دیکھنا یاد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جنات کا مدفن

سوال:- جنات کہاں دفن ہوتے ہیں؟ اس کے بارے میں لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین میں، سمندر میں اور پہاڑوں میں بھی دفن ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصومًا اوصدقة اوغیرها. شامی نعمانیه: ص:۶۰۵، ج:۱، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القرائة للمیت واهداء ثوابها، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۱۴، فصل فی زیارة القبور، هندیه کوئٹه ص۱/۲۵۷، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر.

دریا سے بہہ کر آئی عورت کی لاش کے متعلق اختلاف

سوال:۔ایک عورت کسی دریا میں بہتی ہوئی چلی آئی ہے، جہاں وہ نکلی ہے وہاں مسلم وغیر مسلم دونوں پارٹیوں میں جھگڑا ہے ایک پارٹی دفنانے کو کہتی ہے، دوسری آگ لگانے کو کہتی ہے، آپ فرمائیں مذکورہ عورت کی شناخت کیسے ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ہندو عورت کا لباس بھی خاص ہوتا ہے، اور بدن پر کہیں گودنے کا نشان بھی ہوتا ہے، اگر اس قسم کی کوئی علامت نہ ہو اور مسلمان اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے غسل وکفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں تو ان کو حق ہے مگر جھگڑا فساد نہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۹/۱۳ھ

پیر صاحب کی میت کے متعلق عجیب عجیب امور جو کہ بدعت ہیں

سوال:۔ایک شخص کا انتقال ہوگیا، پیر کے ماننے والوں نے تجہیز وتکفین اور تدفین کے

---

[1] لولم يدر أمسلم أم كافر ولاعلامة فان فى دار نا غسل وصل عليه والا لا قوله (فان فى دارنا) افاد بذكر التفصيل فى المكان بعد انتفاء العلامة أن العلامة مقدمة وعندفقد ها يعتبر المكان فى الصحيح لانه يحصل به غلبة الظن كمافى النهر عن البدائع،الدرالمختار مع الشامى زكريا ج۳/ ص۹۳/ باب صلاة الجنازه، مطلب فى حديث، كل سبب ونسب منقطع الا سببى ونسبى، بدائع الصنائع زكريا ج۲/ص ۳۲/ كتاب الصلوٰة الجنازة، فصل فى شرائط وجوب الغسل، فتاوىٰ الهندية كوئٹه ج ۱/ ص ۱۵۹/ الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل.

سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کئے:۔

(۱) نماز جنازہ پڑھانے کے بعد بالقصد قبر کھودنے میں دیر کرنا بایں وجہ کہ ان کے مریدین دور دراز سے آنے والے ہیں وہ لوگ ان کے چہرہ کو دیکھ لیں؟

(۲) قبر میں مردے کو رکھ کر ایک دو روز قبر کھلی ہوئی رکھنا؟

(۳) چھوٹی الائچی پیس کر مردے کے بدن میں لگانا؟

(۴) میت کے غسالہ (دھوون) کو تبرک سمجھ کر پینا، اور پلانا؟

(۵) قبر کو چھ فٹ گہرا کھودنا تاکہ پیر قبر میں کھڑ ہو کر نماز پڑھ سکیں؟

(۶) قبر میں گدے بچھانا، پھولوں کی سیج بچھانا، تین تکئے (ایک داہنی جانب دوسرے بائیں جانب، تیسرے سرہانے کی جانب) رکھنا، ٹوپی وغیرہ پہنانا؟

(۷) شخص مذکور کے ماننے والوں نے اس قسم کی باتیں بھی کہی ہیں، مثلاً تمام نبیوں سے اعلیٰ ہے میرا پیر، نیز یہ بھی کہا ہے کہ اس صورت کی پوجا کرواسی میں کامیابی ہے، العیاذ باللہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت اور اس کے غسل اور دفن اور قبر سے متعلق چھوٹے سے چھوٹے مستحبات بھی کتب فقہ میں مذکور ہیں اور مسئولہ چیزوں کا ذکر نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ فقہ کی مستند کتب میں، پس یہ سب چیزیں بے اصل ہیں بے دلیل ہیں، جہالت ہیں ضلالت ہیں، بدعت ہیں[1]، اور بعض ان میں سے شرک ہیں[2]، اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر چلائے

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذامالیس منہ فھو رد، مشکوٰۃ شریف، ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] .....ان السجود الشرعی عبادۃ وعبادۃ غیرہ سبحانہ وتعالیٰ شرک محرم فی جمیع الأدیان والازمان والا أراھا حلت فی عصر من الاعصار، روح المعانی ج ۱/ ص۲۲۸/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، تحت آیۃالبقرۃ رقمھا ۳۴/

اگر دلائل کا مطالبہ کرنا ہے تو جو لوگ ان چیزوں کے مرتکب ہیں ان سے ثبوت طلب کیا جائے، ہمارے واسطے تو اتنی بات کافی ہے کہ ان چیزوں کا کہیں ثبوت نہیں، میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کا حکم حدیث وفقہ[1] میں موجود ہے، قبر کا اتنا گہرا کھودنا غلط ہے، بلکہ اتنی گہری ہونی چاہئے کہ میت کو اسمیں رکھنے کے بعد جو تختہ وغیرہ رکھا جائے تو اسکے جسم سے مس نہ کرے، البتہ اوپر کا حصہ ایک آدمی کے قد کے برابر یا اس سے کچھ کم گہرا ہونا چاہئے[2]

میت کے نیچے گدا بچھانا صحابہ کرامؓ ائمہ مجتہدین اور جملہ اصحاب عظام سے کہیں ثابت نہیں[3] تکیوں کی مصلحت بھی وہی بتائیں گے، حدیث وفقہ میں تو کہیں نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۱۴۰۱ھ

---

[1] عن حصين بن وحوح ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبى صلى الله عليه وسلم يعوده فقال انى لاارى طلحة الا قدحدث به الموت فأذنونى به وعجلوا فانه لاينبغى لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهر انى اهله ،مشكوٰة شريف، ص ۱۴۱/ باب مايقال عندمن حضره الموت، الفصل الثانى،مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

''ويستحب تعجيل دفنه ،مجمع الانهر ،ج ۱/ص ۲۶۴/ باب صلوٰة الجنائز ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،ويسرع فى جهازه الخ درمختار ،ج۳/ص ۸۳/ باب صلوٰة الجنائز مطبوعه زكريا ، ويسرعوبه بلاخبب الخ الدرالمنتقى ج ۱/ص ۲۷۴/ البحرالرائق ج۲/ ص ۱۷۱/ باب صلوٰة الجنائز، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[2] وحفر قبره مقدار نصف قامة اوالى حدالصدر الىٰ قوله فعلم أن الادنىٰ نصف القامة والا على القامة ومابينهما شرح المنية، شامى زكريا ص ۱۳۸ – ۳/۱۳۹، باب صلوٰة الجنازه مطلب فى دفن الميت، النهرالفائق ص ۱/۴۰۱ ، باب صلوٰة الجنائز، دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۶۶/۱ ، الفصل السادس فى القبر والدفن الخ، الباب الحادى والعشرون.

[3] ولايجوز أن يوضع فيه مضربة وفى ردالمحتار ويكره أن يوضع تحت الميت فى القبر مضربة او مخدة اوحصير او نحوذٰلک ولعل وجهه أنه اتلاف مال بلاضرورة فالكراهة تحريمية ولذا عبربلايجوز،شامى زكريا، ج۳/ ص ۱۳۹/ باب صلوٰة الجنازه، مطلب فى دفن الميت .

نماز پڑھانے کی وصیت واجب العمل نہیں

سوال:۔ کسی مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جنازہ کی نماز فلاں آدمی پڑھائے اور اس فلاں کے آنے میں تین دن یا زیادہ دن لگ جائیں، تو آیا اس نعش کو فلاں کے آنے تک باقی رکھا جائے، یا کسی دوسرے آدمی سے نماز جنازہ پڑھوا کر دفن کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں آدمی پڑھائے، جو کہ اس وقت موجود نہیں، اس کے آنے میں تین دن لگیں گے، تو اس کا انتظار نہ کیا جائے، بلکہ دوسرا مناسب آدمی نماز جنازہ پڑھا دے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

جنازہ سامنے رکھ کر اس پر سلام پڑھنا

سوال:۔ جنازہ رکھ اس کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنازہ رکھ کر اس کے گرد کھڑے ہو کر سلام پڑھنا ثابت نہیں، نہ قرآن پاک میں ہے نہ

---

[1] لو أوصى بأن يصلى عليه غيرمن له حق التقدم أوبأن يغسله فلان لايلزم تنفيذ وصيته ولايبطل حق الولى بذٰلک. ردالمحتار مع الدر المختار زكريا، ج۳/ص ۱۲۲/ باب صلاة الجنازة مطلب تعظيم اولى الامر واجب ،عالمگيرى ، ج ۱/ص ۱۶۳/ الفصل الخامس فى الصلاة على الميت، الباب الحادى والعشرون، طبع كوئٹه، المحيط البرهانى ج۳/ ص ۱۱۰/ الجنائز نوع آخرفى المتفرقات تاتارخانيه ، ج۲/ص ۱۸۰/ الجنائز ،نوع آخر فى المتفرقات، مطبوعه كراچى.

حدیث شریف میں، نہ کتب فقہ میں، اس لئے یہ طریقہ قابل ترک ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۶ھ

غیر مسلم میت کی تکفین میں شرکت

سوال:- (۱) ہمارے یہاں مسلم آبادی بہت کم ہے، جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو ہندوؤں سے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ ہم لوگوں میں سے کوئی موت ہوجاتی ہے، تب ہمارے دوست ہندو لوگ قبر پر جاتے ہیں، اور ہمارے ساتھ مٹی وغیرہ میت کو دیتے ہیں، اسی لئے اگر کسی ہندو بھائی کی موت ہوجاتی ہے، تب ہم کو بھی انکے ساتھ ''مردہ گھاٹ'' جانا پڑتا ہے، اور لکڑی وغیرہ دینی پڑتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان کے مردہ کے ساتھ ہمارا جانا جائز ہے، یا نہیں اور ہے تو کہاں تک؟

(۲) اب اہم اپنی میت کیلئے بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہندو لوگ جو کہ ہمارے مردے کے ساتھ قبر پر جاتے ہیں اور مٹی دیتے ہیں، ان کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی علماءِ دین کیا فرماتے ہیں اور کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بغیر اسکے گذارہ نہیں، حالات سے مجبور ہیں تو کم سے کم شرکت پر کفایت کریں[2]۔ اور جن جن چیزوں سے بچ سکتے ہیں بچنے کی کوشش کرتے رہیں اور توبہ واستغفار کرتے رہیں۔

---

[1] من احدث فی امرنا ھذامالیس منہ فھورد ،مشکوٰۃ شریف ،ص۲۷/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ الکافرا لاصلی، عند الاحتیاج فلولہ قریب فالاولی ترکہ لھم. الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار نعمانیہ ص:۵۹۷، ج:۱، قبیل مطلب فی حمل المیت باب صلاۃ الجنائز.

(۲) ان کو منع نہ کریں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۶/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو اس کے ساتھ تعلق

سوال:۔ ایک شخص مسلمان ہے، مگر ظاہر غیر مسلموں جیسا ہے فسادات کے دوران وہ مسلمانوں کے گھر جاتا ہے اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیتے ہیں، جواب طلب یہ بات ہے کہ اس مقتول کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا یا مسلمانوں کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہ مسلمان تھا اور اسکا خاتمہ کفر پر نہیں بلکہ اسلام پر ہوا تو وہ مستحق نجات ہے، اسکے ساتھ اس دنیا میں وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمان کے ساتھ کرنے کا حکم ہے،[۲] رہا حشر کا حال سو جو شخص بھی جسکے ساتھ محبت رکھتا ہے، اور اسکے طریقہ کو پسند کرتا ہے، اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے "المرأ مع من احب"[۳]، لیکن اگر کوئی شخص بے علم ہونے یا عملی کوتاہی کی وجہ سے پابند

---

[۱] فتاویٰ دارالعلوم ص: ۲۸۳، ج: ۵، جنازہ اٹھانے کا بیان، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[۲] والصلاة علیه فرض کفایة کدفنه وغسله وتجهیزه فانها فرض کفایة وشروطها اسلام المیت وطهارته الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۳/ص ۱۰۲/ باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة، حلبی کبیر، ص ۵۷۹/ فصل فی الجنائز، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۶۹/ باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] مشکوٰة شریف ص ۴۲۶/ باب الحب فی الله ومن الله، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ج۲/ص ۹۱۱/ کتاب الادب، باب علامة الحب فی الله، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف، ج۲/ص ۳۳۲/ کتاب البر والصلة، باب المرء، مع من احب، مطبوعه رشیدیه دهلی.

شروع نہ ہو تو اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس میت کے متعلق مسلم اور غیر مسلم ہونے کا علم نہ ہو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

سوال:- ہمارے یہاں ایک کمیٹی ۱۷۸۰ء سے لاوارث مسلمانوں کی میت کی تجہیز وتکفین کی ذمہ داری لئے ہوئے ہے، ہر مہینہ ۴۰/۵۰/لاشیں شہر کے مختلف اسپتالوں سے ادارہ کو دی جاتی ہیں، اور اس کے ساتھ افسر کا سارٹیفکٹ ہوتا ہے، نام کی جگہ نامعلوم لکھا ہوتا ہے، ادارہ کا کام پہلے لاش کو شناخت کرنا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ شناخت کا واحد ذریعہ مسلمان مرد کا صرف ختنہ ہی ہے اور لباس، وضع قطع سے کچھ علم نہیں ہوتا سوائے غالب گمان کے کہ میت مسلمان ہی ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ ختنہ یہودی بھی کراتے ہیں اور بہت سے غیر مسلم بھی حفظانِ صحت کی وجہ سے ختنہ کرانے لگے، سوال یہ ہے کہ ان میتوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی تجہیز وتکفین کرنا، نمازِ جنازہ ادا کرنا، مسلم قبرستان میں دفن کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات میں ظن غالب پر ہی عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن اصحابِ ادارہ کو خواہ سارٹیفکٹ سے یا ختنہ سے یا کسی اور علامت سے اس بات کا ظن غالب حاصل ہو جائے کہ یہ میت مسلمان ہے تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو مسلم میت کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، جب

حقیقتِ حال پر اطلاع پانا دشوار ہو تو ظن غالب شرعاً کافی ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۹۰ھ

خاردار پودوں کو آگ لگا کر ختم کرنا

سوال:۔ یہاں قبرستان میں بہت زیادہ خاردار پودے لگے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے بغیر جوتا پہنے قبرستان میں جانا مشکل ہے، بلکہ ناممکن ہے، اب سوال یہ ہے کہ:۔

(الف) جوتا پہنکر قبرستان میں جاسکتے ہیں؟ اس میں کوئی کراہیت تو نہیں ہے؟

(ب) خاردار پودے سوائے جلانے کے ختم نہیں ہوسکتے، تو کیا قبرستان میں آگ جلا کر ان پودوں کو ختم کرسکتے ہیں؟

(ج) میت پر بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(الف) اس حالت میں کراہیت نہیں[2]۔

(ب) قبرستان سے جو اصل غرض متعلق ہے (تدفین) جب اس کا حصول ان خاردار پودوں کی وجہ سے دشوار ہوگیا اور بغیر جلائے ان کانٹوں کو دور نہیں کیا جاسکتا تو جلا کر ان کو ختم

---

[1] وان لم یکن معه سیما المسلمین ففیه روایتان والصحیح انه یغسل ویصلی علیه ویدفن فی مقابر المسلمین لحصول غلبة الظن بکونه مسلماً بدلالة المکان وهی دار الاسلام. بدائع الصنائع. ص: ۳۲، ج: ۲، مطبوعه زکریا دیوبند. باب صلاة الجنازة، فصل فی شرائط وجوبه، عالمگیری کوئٹه ص ۱۵۹/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، درمختار مع الشامی زکریا ص ۹۳/۳، جنائز، مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع،

[2] ولا یکره المشی فی المقابر بالنعلین عندنا، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۲، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، فتاوی هندیة کوئٹه ص ۱۶۷/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

کردیا جائے۔[1]

(ج) غالباً سائل کا مقصود میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کو دریافت کرنا ہے، تو یہ شرعاً جائز ہے، نافع ہے، دفن کے بعد سر کی طرف سورۂ بقرہ کا اوّل اور پیر کی طرف سورۂ بقرہ کا آخیر پڑھنا بعض آثار صحابہ سے ثابت ہے۔[2]

''عن عبداللّٰہ بن عمرؓ قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذامات احدکم فلاتجسسوہ واسرعوابہ الیٰ قبرہ ولیقرأ عند راسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ الخ۔[3]

تلاوت کلام پاک سراً و جہراً دونوں طرح درست ہے، دعا ہاتھ اُٹھا کر اور بغیر ہاتھ اٹھائے دونوں طرح درست ہے، اگر ہاتھ اٹھائے تو رخ قبلہ کی طرف کرے۔ (**کذافی فتح الباری**[4])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۲ھ

---

[1] وکرہ قلع الحشیش الرطب وکذالشجر من المقبرۃ ولابأس بقلع الیابس منھما ای الحشیش والشجر لزوال المقصود، طحطاوی مع المراقی، ص۵۱۶/ باب احکام الجنائز فصل فی زیارۃ القبور مطبوعہ مصر، شامی زکریا، ج۳/ص۱۵۵/ باب صلوٰۃ الجنازہ مطلب فی وضع الجرید ونحوالاٰس علی القبور.

[2] حدثنی عبدالرحمن بن العلا بن اللجلاج عن ابیہ قال قال لی ابی یابنی اذا انا مت فالحدنی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم سن علی الثری سنا، ثم اقرأ عند رأسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتھا فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ذٰلک معجم الکبیر للطبرانی، ج۱۹/ص۲۲۱/ رقم الحدیث، ۴۹۱/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ، آثار السنن، ص۱۲۵/ باب قرأۃ القرآن للمیت، مطبوعہ دارالاشاعت اسلامیہ کلکتہ.

[3] مشکوٰۃ المصابیح، ج۱/ص۱۴۹/ باب دفن المیت الفصل الثالث طبع یاسر ندیم دیوبند.

[4] وفی حدیث ابن مسعود ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ولی جنازہ باپ ہے یا شوہر

سوال:۔عورت کے انتقال پراس کی نماز جنازہ کی اجازت کس سے لی جائے، یعنی شوہر سے یااس کے باپ بھائی سے،لوگ کہتے ہیں کہ شوہر سے زوجیت کا تعلق ختم ہو چکا،اس لئے اجازت لینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

عبدالغنی مدرسہ مدینۃ العلوم فرخ آباد

الجواب حامداًومصلیاً:۔

ثم الولی بترتیب عصوبة النکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقاً الا ان یکون عالماً والاب جاهلا فالابن اولی فان لم یکن لهٗ ولی فالزوج ثم الجیران الخ .(درالمختار ،ج ۱/ص ۵۹۰/[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب تک ولی عصبہ موجود ہوشوہر جنازہ کا ولی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۱۳۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبر عبدالله ذی البجادین الحدیث وفیه، فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعاً یدیه، اخرجه ابو عوانة فی صحیحه، فتح الباری ج۱۲/ ۴۳۱/ کتاب الدعوات، باب الدعاء، مستقبل القبلة، رقم الباب ۲۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الدرالمختار علی هامش ردالمختار ،ج۳/ص ۱۲۱/ باب صلاة الجنازة، مطلب تعظیم أولی الأمر واجب ،مطبوعه زکریا دیوبند ،سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ج۱/ ۱۶۹/ باب صلاة الجنازة، فصل الصلاة علیه فرض کفایة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. فتح القدیرمع الهدایه ،ج ۲/ص۱۱۸-۱۱۹/ فصل فی الصلاة علی المیت، مطبوعه دارالفکر بیروت.

نم کنومة العروس پر اشکال

سوال:۔نم کنومة العروس کا خلاصہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا قبر کے اندر پہلی رات کی دلہن کی طرح سو جا بغیر کسی طرح کے کھٹکے کے، اب اُلجھن یہ ہے کہ آج کل کے ماحول کے اندر دلہن کو تقریباً پہلی ہی رات کے اندر خوب بے اطمینانی اور خدشہ رہتا ہے کیونکہ اجنبی واجنبیہ کی ملاقات ہے، جہاں گھبراہٹ ہونا فطری ہے، اس وجہ سے مذکورہ بالا حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری ہوری ہے، اس کا حل اور تطابق فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر پہلے سے محبت ہو اور پوری تمنا کے بعد شادی ہو تو پھر بھی گھبراہٹ کا سوال پیدا ہوتا ہے، "لایوقظ الااحب الیہ" سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے، نیز تشبیہ کے لئے ہر جز سے انطباق.....ضروری نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۷ھ

ماں بیٹے سے ناراض پھر قسم کھالے

سوال:۔میری والدہ ماجدہ کچھ عرصہ پہلے مجھ سے ناراض ہوگئی تھیں، اس وقت میری

---

[1] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قا ل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذا اقبر الميت أوقال أحدكم أتاه ملكان أسودان ازرقان يقال لأحد هما المنكر والآخرالنكير الیٰ قوله، فيقولان نم كنومة العروس الذی لايوقظه الا أحب أهله اليه حتی يبعث الله من مضجعة ذٰلک الحديث ،ترمذی شريف ، ۱/ج۲۰۵/ ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر ،مطبوعه اشرفی ديوبند ،التذكرة فی احوال الموتی وامورالاخرة،ج ۱/ص ۹۴/باب فی سوال الملكين للعبد الخ ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت ،مشكوٰة شريف، ج ۱/ص ۲۵/ باب اثبات عذاب القبر،الفصل الثانی ،مطبوعه ياسر نديم .

والدہ نے یہ کہا کہ تو میرے جنازہ کو ہاتھ بھی نہ لگانا، اب کچھ دنوں سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہے، مگر میرے یہاں کھانا وغیرہ نہیں کھاتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ کھانا جب کھاؤنگی، جب دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ آجائیگا، کہ میرے یہ کہنے کا کہ میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا کیا کفارہ ہے، وہ ادا کردوں تب کھانا وغیرہ کھاؤں گی، لہٰذا اس بارے میں فتویٰ صادر فرمادیں، عین نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر والدہ نے غصہ میں یہ کہہ دیا تھا کہ میرے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا، پھر وہ غصہ ختم ہوگیا، اور آپ کے مکان پر کھانا کھانے سے ان کو اپنے اس قول کیوجہ سے عذاب کا خطرہ ہے، تو شرعاً یہ عذر معتبر نہیں، ان کو آپ کے یہاں کھانا بلاشبہ درست اور جائز ہے، کوئی کفارہ ان پر یا آپ پر لازم نہیں..... جنازہ کو ہاتھ لگانا بھی منع نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۸۹ھ

مرنے کے بعد بیوی کا منہ دیکھنا

سوال:- زید اپنی بیوی زوجہ کا انتقال کے بعد قبل از دفن چہرہ دیکھنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دیکھنے کا حق ہے مگر جسم کو ہاتھ نہ لگائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] رأیت فی الصیر فیة ، مرعلی رجل فاراد أن یقوم فقال واللہ لاتقم فقام لایلزم المارشئ لکن علیہ تعظیم اسم اللہ تعالیٰ (شامی کراچی ،ج۳/ص۸۴۸/ کتاب الایمان ،مطلب واللہ لاتقم فقام لایحنث)

[2] ویمنع زوجها من غسلها ومسها ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

انتقال شوہر پر چوڑیاں توڑنا

سوال: -عورتیں اپنے خاوند کے جنازہ پر چوڑیاں توڑتی ہیں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چوڑیاں توڑ کر ضائع کرنا غلطی ہے اتار کر رکھ لیں جب عدت ختم ہو جائے پھر پہن لیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دودھ بخشنا

سوال: - ادھر کہیں کہیں یہ رواج ہے کہ کمسن دودھ پیتے بچے کی وفات پر ماں مرحوم بچے کو دودھ بخشتی ہے اس کی اصل کیا ہے اور شرعی حقیقت کس قدر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دودھ بخشنا شرعاً بے اصل ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لا من النظر اليها على الاصح، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳/۹۰، باب صلاة الجنازة، قبيل مطلب فى حديث كل سبب ونسب منقطع الخ، طحطاوى على المراقى ص ۴۷۱، باب احكام الجنائز، مطبوعه مصر، نفع المفتى والسائل ص ۱۴۰، كتاب الجنائز، اى زمان يحرم مس الزوجة للزوج، مطبوعه يوسفى لكهنؤ.

(حواشی صفحہ ھذا) [1] اغلاط العوام ص: ۲۱۴.

[2] اغلاط العوام ص: ۲۴۸.

اپنے لئے قبر کھود کر اس میں ذکر کرنا

سوال:- اپنے لئے قبر کھود کر رکھنا اور صبح وشام قبر کے اندر جا کر ذکر وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی مملوکہ زمین میں اپنے لئے قبر کھودنا بھی درست ہے[1]۔ اگر موت کی اہمیت اور قبر کے حالات کے استحضار کیلئے وہاں جا کر ذکر وتلاوت بھی کر لیا کرتا ہے کہ وہاں نور قائم ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں مگر اس کو حکمِ شرعی کرتے ہوئے لازم سمجھنا غلط ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۲ھ

قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟

سوال:- کیا قبر یا حشر میں میت کو باپ کے نام سے پکارا جائے گا، سنن ابوداؤد شریف میں ایک حدیث ہے جو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نقل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نام اچھے رکھو کیونکہ حشر میں اپنے باپ داداؤں کے نام سے پکارے جاؤ گے حدیث وقرآن پاک سے ثبوت دیں۔

---

[1] ومن حفر قبراً لنفسه قبل موته فلا بأس به، ويؤجر عليه، هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهم، تاتارخانيه. ۲/۱۷۲، مكتبه اداره القرآن كراچى پاكستان. الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز، نوع آخر من هٰذا الفصل فى القبر والدفن،

[2] الاصرار على المندوب يبلغه الى حد الكراهة فكيف اصرار البدعة التى لا اصل لها فى الشرع (سعايه ص ۲/۲۶۵، فصل فى القراءة، مطبوعه لاهور، مرقاة ص ۲/۱۴، باب الدعاء فى التشهد، مطبوعه ممبئى،

الجواب حامداً ومصلیاً

حشر میں ماں کی طرف منسوب کر کے پکارے جانے کے متعلق کوئی قوی حدیث میری نظر سے نہیں گذری، البتہ بذل[1] المجہود شرح ابوداؤد ج:۵، ص:۲۶۷ میں نقل کیا ہے: **قد جاء فی بعض الروایات انه یدعی الناس یوم القیامة باسماء امهاتهم فقیل الحکمة فیه ستر حال اولاد الزنا لئلا یفتضحوا وقیل ذٰلک لرعایة حال عیسٰی بن مریم علیه السلام وقیل غیر ذالک فان ثبت هٰذه الروایة حمل الاٰباء علی التغلیب کمافی الابوین او یحمل انهم یدعون تارة بالاٰباء واخریٰ بالامهات او البعض بالاٰباء والبعض بالامهات.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۸۹ھ

---

[1] بذل المجهود ص:۲۶۷، ج:۵، طبع یحیوی سهارنپور، کتاب الأدب. باب في تغییر الأسماء

ترجمہ:- بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔

باب دوازدھم: شہید کے احکام

شہداء کی انواع

سوال: ۔ پلیگ، چیچک یا اچانک حادثہ مثلاً آتش زدگی غرق آبی دیوار وغیرہ سے دب کر مرجانے والوں کو بھی حدیث شریف میں شہید کہا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ جو میدان کارزار میں کافروں مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، جن کے متعلق "احیاء عند ربھم یرزقون" قرآن میں فرمایا گیا ہے، جن کے گناہوں کو ان کے خون گرنے سے محو کردیا، جن کی ارواح سبز پرندوں کے خول میں جنت میں سیر کرتی ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی آؤ بھگت ہے، کیا یہی سلوک اعزاز واکرام ان وبائی امراض میں مرنے والے شہدا کیساتھ کیا جاتا ہے، یا فرق ہے، آخرت کے درجہ ومقام وحکم میں دونوں شہداء میں جو فرق ہے، پوری وضاحت کریں کہ دونوں میں امتیاز بے غبار ہوکر سامنے آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جہاد میں قتل ہوا وہ حقیقی شہید ہے اس کے شرائط اور تفصیلات کتب فقہ میں مشہور ہیں[1] اور ان کے انعامات حدیث شریف میں ہیں[2] اور جو شخص غرق ہوکر ہیضہ، یا طاعون میں

---

[1] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما بجارحة ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرتث وكذا لو قتله باغ أو حربى أو قاطع طريق ولو بغير الة جارحة او وجد جريحا ميتا فى معركتهم (الدرمع الرد زكريا ص ۱۵۸/۱ تا ۱۶۱/۳/ باب الشهيد، بحر كوئٹه ص ۱۹۶/۲/ باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۲۷۸/۱/ باب الشهيد ،دار الكتب العلميه بيروت.

[2] قلت للنبى صلى الله عليه وسلم من فى الجنة قال النبى فى الجنة والشهيد فى الجنة والمولود فى الجنة، قال رسول الله ﷺ يشفع الشهيد فى سبعين من اهل بيته (ابوداؤد شريف ص ۳۴۱/۱، كتاب الجهاد، باب بلا ترجمة وباب فى الشهيد يشفع، طبع سعد بكڈپو ديوبند.

مرے یا دیگر ایسے اسباب سے اس کی موت ہو کہ اس پر شہید ہونے کا حکم لگایا جائے وہ حکم دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں، لہذا اس کو غسل وکفن عام مومنین کی طرح دیا جائیگا۔ البتہ آخرت کے اعتبار سے اس کو شہید جیسا اجر ملے گا[1] لیکن وہاں بھی فرق مراتب ظاہر ہے،[2] اس کو ایک مثال سے سمجھئے، ایک شخص وہ ہے جس نے عمرہ وحج کیا، ایک وہ ہے جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اسی جگہ بیٹھا ذکر میں مشغول رہا، یہاں تک کہ اشراق کی نماز پڑھی تو اس کو بھی حاجی کی طرح حج اور عمرہ کا ثواب ملا، مگر دونوں بالکل ایک درجہ میں نہیں ہونگے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۸۷ھ

جو ظلماً قتل ہو وہ شہید ہے

سوال:- ہندو مسلم بلوہ میں جو مسلمان مرتے ہیں کسی حالت پر ایک صورت تو دونوں پارٹی کے مقابلہ میں لڑکر مارا جانا کسی مسلمان کا، دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان آتا ہے، اور

---

[1] وکل ذٰلک فی الشهید الکامل والا فالمرتث شهید الاٰخرة وکذا الجنب ونحوه ومن قصد العدوفاصاب نفسه والغریق والحریق والغریب والمهدوم علیه والمبطون والنفساء الخ قوله فی الشهیدالکامل وهو شهید الدنیا والاٰخرة وشهادة الدنیا بعدم الغسل الا لنجاسة اصابته غیر دمه وشهادة الاخرة بنیل الثواب الموعود للشهید(الدرمع الرد زکریا ج۳/ ص۱۶۴/ باب الشهید، مطلب فی تعداد الشهداء ،بدائع زکریا ، ج۲/ص۷۴/قبیل کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ج۲/ص۱۹۶/باب الشهید.

[2] قال ابن التین ،هذه کلها میتات فیها شدة تفضل اللّٰه علی امة محمدصلی اللّٰه علیه وسلم بأن جعلها تمحیصا لذنوبهم وزیادة فی اجورهم یبلغهم بها مراتب الشهداء قلت ، والذی یظهر أن المذکورین لیسوا فی المرتبة سواء (فتح الباری ، ج۶/ص۱۲۹/ کتاب الجهاد، باب الشهادة سبع سوی القتل ،طبع دارالفکر .

کسی ہندو نے دھوکہ سے حملہ کر کے اسی مسلمان کو مار دیا تو دونوں صورتوں میں کس طرح کی موت مسلمان کی واقع ہوگی کیا یہ شہید کی قسموں سے مرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلوہ کس بناء پر ہوا کوئی شرعی وجہ تھی یا غیر شرعی اور اقوام مسلم نے کیا یا ہندو نے۔
جس بے قصور مسلم کو ہندو نے ظلماً قتل کر دیا ہے وہ شہید ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کفار کے ظالمانہ حملہ سے مقتول شہید ہے

سوال:-(۱) اگر کافر بستی پر چڑھ کر آجائیں تو انسے لڑنا فرض ہو جاتا ہے یا نہیں اور مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ وَمَا لِہٖ میں داخل وہ کر شہید ہوگا یا نہیں؟

(۲) جو دو چند سے زائد آئیں اور کوئی چھپتا ہوا بھاگتا ہوا مارا جائے تو شہید ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر مقابلہ کی قوت ہو تو ان سے لڑنا اور جان مال آبرو کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور اس ذیل میں جو مسلمان قتل ہوگا وہ شہید ہوگا[2]۔

---

[1] الشهيد هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بغير حق. الدر المختار شامی زکریا ص:۱۵۸، ج:۳. باب الشهيد. مراقی مع الطحطاوی ص۵۱۷، باب احكام الشهيد، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص۲۷۸/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] من قتل مدافعا ولو عن ذمی فانه شهيد بای آلة (شامی زکریا ص ۱۶۰/۳، باب الشهيد، هنديه كوئٹه ص۱۶۸/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع فی الشهيد، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ص۲۷۸/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

(۲) وہ بھی شہید ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑائی میں جس طرح بھی مارا جائے گا وہ شہید ہے

سوال:- اگر یہ کافر فرسی یا بھالوں سے آلۂ دھار دار سے شہید کردیں تو غسل وکفن دیا جائے گا یا نہیں؟ بندوق وغیرہ کا کیا حکم ہے لڑائی کی ابتداء بھی مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ ظلماً مارے جاتے ہیں؟

(۲) اسی طرح کسی راہ گیر مسلمان کو موقع بموقعہ قتل کررہے ہیں ان کو بھی غسل وکفن دیا جائے یا نہیں؟

تمام مسلمان حکام پاکستان چلے گئے ہیں ان کی جگہ ہندو یا سکھ تمام آگئے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عین لڑائی میں مسلمان مارا دیا جائے خواہ کسی آلہ سے ہو وہ شہید ہے اس کیلئے غسل وکفن نہیں[۲]۔

---

[۱] وكذا يكون شهيداً لو قتلهٗ باغ أوحربى أوقاطع طريق ولو تسبباً، الدرالمختار شامى زكريا ص: ۱۶۰، ج:۳، باب الشهيد. هنديه كوئٹه ص ۱۶۹/۱، جنائز، الفصل السابع، مجمع الانهر ص ۲۷۸/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] والشهيد شرعاً من قتله أهل الحرب مباشرة أوتسبيباً باى آلة فيكفن بدمه وثيابه ويصلى عليه بلاغسل. طحطاوى على المراقى ص: ۵۱۷، مطبوعه مصر. الدر مع الشامى زكريا ص ۱۶۰/۱۶۱/۳، باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۲۷۸/۲۷۹/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

(۲) اس کا بھی یہی حکم ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہان پور ۲۷/شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۵/شوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۷/شوال ۶۶ھ

فسادات میں قتل ہونے والے کیا شہید ہیں

سوال: -فرقہ وارانہ فساد میں جو مسلمان قتل ہوئے آیا وہ شہید ہوئے یا نہیں، یا ان کی نیت پر دار و مدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو کس نے قتل کیا وہ ابتداءً حملہ کرتے ہوئے قتل ہوئے یا مدافعت کرتے ہوئے اگر وہ مظلوم ہو کر قتل ہوئے تو وہ شہید ہوئے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] والشهيد شرعاً من قتله أهل الحرب مباشرة أو تسبيباً باى آلة فيكفن بدمه وثيابه ويصلى عليه بلاغسل. طحطاوى على المراقى ص: ۵۱۷، مطبوعه مصر. الدر مع الشامى زكريا ص ۱۶۰/۱۶۱/۳، باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۲۷۸/۲۷۹/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما بجارحة وكذا يكون شهيدا لو قتله باغ او حربى او قاطع طريق (درمختار مع الشامى زكريا ص ۱۵۸/۳، كتاب الصلوة، باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۲۷۸/۱، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هنديه كوئٹه ص ۱۶۸/۱، الباب الحادى والعشرون، الفصل السابع.

فسادات میں مقتول شہید ہے یا نہیں؟

سوال:-فرقہ وارنہ فسادات میں جو مسلمان مارے جاتے ہیں مقابلہ کرتے ہوئے یا اچانک کسی مسلمان کے چاقو مار دیا تو وہ شریعت کی نظر میں شہید ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص ناحق قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

کافر کی لڑائی کی وجہ سے جو مسلمان قتل ہوں ان کا حکم

سوال:- دونوں جانب سے کافر لڑ رہے ہیں درمیان میں مسلمانوں کی آبادی ہے، دونوں جانب کی گولی سے وہاں کے لوگ مر جاتے ہیں یا شبہ کی بنا پر قتل کر دیتے ہیں ان لوگوں کو شہید کہیں گے یا نہیں۔فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو لوگ بلاقصور ایسی حالت میں مرے ہیں وہ بھی شہید ہیں[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما (درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۱۵۸، كتاب الصلوة، باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۱/۲۷۸، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هنديه كوئٹه ص ۱/۱۶۸، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع.

[2] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما (درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۱۵۸، كتاب الصلوة، باب الشهيد، مجمع الانهر ص ۱/۲۷۸، باب الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هنديه كوئٹه ص ۱/۱۶۸، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السابع.

ایکسیڈنٹ اور موذی جانور کے کاٹنے سے مرجانے پر شہادت

سوال:- اگر کوئی شخص ایکسیڈنٹ سے مرجائے یا کسی موذی جانور نے کاٹ لیا یا کسی صورت سے اچانک موت ہوگئی تو وہ شہید ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو بھی شہادت کا ثواب ملے گا، مگر اس کو غسل وکفن دیا جائے گا۔[1]

فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم ربیع الاول ص ۸۸ھ

گاڑی کے حادثہ سے مرنے والا کیا شہید ہے

سوال:- زید کی موت کا سبب موٹر ٹرک ریل گاڑی یا ٹریکٹر کا حادثہ بنا اور حادثہ کے فوراً بعد روح پرواز کرگئی، مرہم پٹی اور علاج معالجہ کی مہلت بھی نہ ملی اب زید کے غسل وکفن وغیرہ کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو عام سنت کے موافق غسل دے کر کفن پہنایا جائے وہ احکام آخرت کے اعتبار سے

---

[1] وكل ذالك في الشهيد الكامل والا فالمرتث شهيد الآخرة وكذا الجنب ونحوه (الى قوله) وقد عدهم السيوطي نحو الثلاثين قوله (في الشهيد الكامل) وهو شهيد الدنيا والآخرة وشهادة الدنيا بعدم الغسل ..... وشهادة الآخرة بنيل الثواب الموعود للشهيد. قوله (وقد عدهم السيوطي الخ) فقال من مات بالبطن (الى قوله) او لدغته هامة (الدر مع الشامي زكريا مختصرا ص ۱۶۴-۱۶۵/۳، باب الشهيد، مطلب في تعداد الشهداء، بحر كوئٹه ص ۱۹۶/۲، باب الشهيد، بدائع زكريا ص ۶۸/۲، فصل في الشهيد، بيان من يكون شهيداً.

شہید ہے دنیوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

جو دب کر مر جائے وہ شہید ہے

سوال:۔شاہد مشہور پہلوان تھا جو کہ اپنی طاقت سے فرعون کو شکست دینے کی گھات میں رہتا تھا، ناگاہ وہ ٹرک جس میں شاہد کام کرتا تھا، درخت سے ٹکرایا اور پہلوان نے چوٹ کھائی ،لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا، آپ تحریر فرمادیں گے کہ پہلوان کو مقام شہادت ملا یا نہیں، شاہد ہمدرد ملت تھا، لیکن مزاج کا گرم تھا اکھڑ ہندو اور کچھ متعصب مسلمان اس سے ڈرتے تھے، اس لئے موت کے بعد ان لوگوں نے طعنہ دیا کہ وہ بدخلق تھا اس لئے جلدی مر گیا؟

آپ فرمادیں کہ انسان کی عمر کسی وجہ سے گھٹ بڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو شخص گر کر یا دب کر مر جائے وہ بھی شہادت کا ثواب پائے گا،[2] اب اس پر طعن نہیں کرنا

---

[1] وقید بالقتل لانه لو مات حتف انفه أو ابترد اوحرق أوغرق اوهدم لم یکن شهیداً فی حکم الدنیا وان کا شهیداً فی الآخرة. شامی زکریا ص: ۱۵۹، ج:۳، باب الشهید. بحر کوئٹه ص۱۹۶/۲، باب الشهید، بدائع زکریا ص۲/۶۸، فصل فی الشهید، بیان من یکون شهیداً.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الشهادة سبع سوی القتل فی سبیل اللّٰه المطعون شهید والغرق شهید وصاحب ذات الجنب شهید ،والمبطون شهید وصاحب الحریق شهید والذی یموت تحت الهدم شهیدالخ (ابوداؤد شریف، ج۱/ص۴۴۳/ کتاب الجنائز باب فضل من مات بالطاعون ، سعدبکڈپو دیوبند ، الدرمع الشامی زکریا، ج۳/ص۱۶۴/ باب الشهید، مطلب فی تعداد الشهداء .بحر کوئٹه ،ج۲/ص۱۹۶/باب الشهید.

چاہئے،[1] بہت غلط طریقہ ہے عمر میں حقیقۃً کمی وزیادتی نہیں ہوتی، جتنی لکھ دی گئی ہے بس اتنی ہی رہتی ہے، البتہ بعض آدمیوں کی عمر میں برکت ہوتی ہے، اس طرح کہ وہ تھوڑی عمر میں بھی بہت کام کر لیتے ہیں، کہ دوسرے زیادہ عمر میں بھی نہیں کر پاتے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۹ھ

شہید کا غسل وکفن

سوال:- آج کل فرقہ وارانہ فسادات میں مسلمانوں کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کر دیا جاتا ہے، اسمیں لوگ مقتول کو غسل دیتے ہیں اور جو کپڑے خون میں آلودہ ہیں انکو نکال کر دوسرے کپڑے میں تجہیز وتکفین کرتے ہیں انکو غسل دلایا اور نئے کپڑے میں کفنایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرقہ وارانہ فسادات میں جو مسلمان قتل کر دیئے جاتے ہیں، اگر وہ مرتد نہیں ہیں اور

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتسبوا الأموات فانهم قد افضوا الی ماقدموا (نسائی شریف، ج ۱/ص ۲۱۳/ کتاب الجنائز، النهی عن سب الأموات، طبع فیصل دیوبند.

فاذاجاء اجلهم لایستأخرون ساعة ولایستقدمون، سورہ اعراف، آیت ۳۴/

ترجمہ:. جس وقت ان کی میعاد معین آجاوے گی، اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے، اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (بیان القرآن)

[2] سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من سره أن یبسط لهٗ فی رزقه وأن ینساله فی أجله.....ان هذه الزیادة بالبرکة فی العمر بسبب التوفیق فی الطاعات وصیانته عن الضیاع وحاصله انها بحسب الکیف لاالکم (عمدة القاری، ج ۱۱/ص ۹۱/ الجزء الثانی والعشرون، کتاب الادب، باب من بسط لهٗ فی الرزق بصلة الرحم، دارالفکر، فتح الباری ج ۱۲/ ص ۲۲/ مکتبه نزار مکه مکرمه.

عاقل وبالغ اور محدث بحدث اکبر نہیں ہیں تو انہیں (چاہے مرد ہو یا عورت) اسی خون اور کپڑوں میں کفنا کر بغیر غسل دیئے نماز پڑھ کر دفنایا جائے خون آلودہ تمام کپڑے نکال دینا مکروہ ہے، البتہ جو زائد از کفن سنت ہو اس کو نکال دیا جائے مرد اگر جنبی ہے یا عورت حائضہ یا نفسآء ہے تو انہیں اور بچہ ومجنون کو غسل دیا جائے: **والشهيد من قتله اهل الحرب مباشرة اوتسبيبا (الٰی قوله) وكان قبل انقضاء الحرب لا يكون الشهيد مرتثا (مراقی الفلاح[1] على هامش الطحطاوی ص: ۳۱۳ تا ص: ۳۴۶)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شہداء سے حقوق العباد کا ساقط ہو جانا

سوال: -شہداء سے حقوق العباد ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون تو یہ ہے کہ حقوق العباد بغیر ادا کئے یا بغیر صاحب حق کے معاف کئے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے[2]۔ البتہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہو کر اپنے خزانہ سے عطا فرما کر صاحب حق

---

[1] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص:۵۱۷ تا ص:۵۲۰، باب الشهيد، مطبوعه مصر. مجمع الانهر ص۲۷۸، تا ص۱/۲۸۰، باب الشهيد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی زكريا ص۱۵۸، تا ص۳/۱۶۴، باب الشهيد.

[2] ففيه تنبيه على جميع حقوق الآدميين وان الجهاد والشهادة وغيرهما من اعمال البر لايكفر حقوق الآدميين انما تكفر حقوق الله تعالىٰ (نووی شرح مسلم ص۲/۱۳۵، كتاب الجهاد والسير، باب من قتل فی سبيل كفرت خطاياه، مكتبه بلال ديوبند، وان كانت عما يتعلق بالعباد فتوقف صحة التوبة منها على الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فی الحال او الاستقبال بان يتحلل منهم او يردها اليهم، شرح فقه اكبر ملخصاً ص۱۹۴، بيان اقسام التوبة، طبع مجتبائی دهلی، مرقاة شرح مشكوة ص۶/۱۰۳، كتاب البيوع، باب الافلاس والانظار، قبيل الفصل الثانی، طبع امداديه ملتان.

کوخوش کردیں اور وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے عذاب سے بچ جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۹۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۹۵ھ

شہید کے درجے

سوال:- شہید کے کتنے درجے ہیں، عالم ربانی فقیہ لاثانی حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ نے چہل حدیث ص: ۳۵ میں ۱۷/قسم کی شہادتیں صغریٰ لکھیں ہیں اب یہ معلوم کرنا ہے کہ زید ٹرک حادثہ میں شہید ہوگیا، اس کو غسل دیا گیا ہے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ غسل دینے والے گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اس کے حق میں شہادت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی شہید کو کیا درجہ ملے گا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے زید کو غسل دینے والے گنہگار نہیں اس کو غسل دینے ہی کا حکم ہے کیونکہ وہ احکام آخرت (ثواب) کے اعتبار سے شہید ہے، احکام دینا (غسل وکفن) کے اعتبار سے شہید نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

---

[1] ان اللہ تعالیٰ اذا اراد لعاصٍ ان یعفو عنه وعلیه تبعات عوض صاحبها من جزیل ثوابه ما یکون سبباً لعفوه ورضاه، مرقاة ص ۸۸/۱. کتاب الایمان، قبیل الفصل الثانی، طبع بمبئی.

[2] لو تردی من موضع أو احرق بالنار أومات بهدم أو غرق فانه لایکون شهیداً فی حکم الدنیا هو شهید الآخرة طحطاوی علی المراقی ص: ۵۱۷، مطبوعه مصر. وهو شهید الدنیا والآخرة وشهادة الدنیا بعدم الغسل ..... وشهادة الآخرة بنیل الثواب الموعود للشهید (شامی زکریا ص ۱۶۴/۳، باب الشهید، مطلب فی تعداد الشهداء.

شہیدان وطن سے کیا مراد ہے؟

سوال:-شہیدان وطن سے کیا مراد ہے، اوران پر آیت پاک "ولا تقولوا لمن یقتل الایة" صادق آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جن لوگوں نے وطن کی حفاظت اور آزادی کے لئے جان دی قتل ہوئے، ان کو عرفاً شہید وطن کہتے ہیں، اگر احکام اسلام کے پیش نظر وہ مظلوم ومقتول ہوئے، تو ان پر آیت شریفہ صادق آئے گی[1]، اوران کو شرعی شہید بھی کہا جائیگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

شہید وطن کون ہے

سوال:-اگر کوئی مسلمان جو جنگ آزادی میں مارا گیا ہو اس پر شرعی شہید کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟اور وہ آیت مذکور ولا تقولوا لمن یقتل (الآیة) کا مصداق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ لڑائی کفر واسلام کی نہیں تھی بلکہ دیش اور ملک کو آزاد کرانے کی تھی اس لئے اسے شرعی شہید نہیں کہا جاسکتا۔اور آیت مذکورہ کا مصداق بھی وہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔بکر کہتا ہے کہ اس کو شرعی شہید کہا جائیگا، اور آیت مذکورہ کا مصداق ہوسکتا ہے اب فیصلہ حکم شرعی پر ٹھہرا ہے کہ کس

---

[1] المراد بشهيد الآخرة من قتل مظلوما او قاتل لاعلاء كلمة الله تعالى حتى قتل شامی کراچی ص:۲۵۲، ج:۲، شامی زکریا ص ۳/۱۶۴، کتاب الجنائز. مطلب فی تعداد الشهداء، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۸، باب احکام الشهید، مطبوعه مصر، بدائع زکریا ص ۲/۶۶، فصل فی الشهید بیان من یکون شهیداً.

کا کہنا صحیح ہے کس کا غلط، واقعہ یہ ہے کہ یہاں ایک طالب علم کا انتقال ہوا جو اپنی زندگی میں سیاسی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے انکے متعلق کہا گیا کہ وہ اب شہیدان وطن سے ملگئے یہ کہنا صحیح ہے یا توہین ہے کہ مرنے کے بعد کافروں کے ساتھ ملایا جارہا ہے اختلاف وانتشار کس طرح ختم ہو تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جنگ احکام اسلام کے تحت تھی کہ انگریز کا تسلط ختم کر کے اسلام کو بلند کیا جائے تو اس میں مقتول ہونیوالے شرعی شہید ہیں[1]، غیر شہیدوں کو شہیدوں کے ساتھ نہ ملایا جائے، جو وہ عالم صاحب شہید نہیں تو کیوں کہا جائے کہ وہ شہیدان وطن سے ملگئے اگر شہیدان وطن سے مراد غیر مسلم ہیں تو اس میں ان عالم صاحب کے متعلق بہت سخت حکم ہے[2]، اگر مسلم افراد ہیں تو یہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۸/۱۴۰۰ھ

مدقوق کی شہادت

سوال: ۔ میری والدہ کا انتقال چھ ماہ دق کی بیماری میں مبتلا رہ کر ہوگیا، کیا میں یہ جان

---

[1] المراد بشهيد الآخرة من قتل مظلوما او قاتل لاعلاء كلمة الله تعالى حتى قتل شامى كراچى ص: ۲۵۲، ج: ۲، شامى زكريا ص ۳/۱۶۴، كتاب الجنائز. مطلب فى تعداد الشهداء، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۲/۳۴۷، مطبوعه دار الفضيلة القاهرة.

[2] اما الكافر فليس بشهيد وان قتل ظلما الخ شامى زكريا ص ۳/۱۸۵، باب الشهيد، كتاب الفقه على مذاهب الاربعه ص ۱/۴۷۹، مبحث الشهيد حاشيه: ۳، مكتبه رشيديه ديوبند، بدائع زكريا ص ۲/۶۸، كتاب الصلوة، فصل فى الشهيد، بيان من يكون شهيداً.

سکتا ہوں کہ مرحومہ اب کیسی حالت میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

انشاء اللہ تعالیٰ ان کو شہادت کا درجہ ملے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۴ھ

دو مسلم ممالک کی باہمی جنگ میں مارے جانیوالے کیا شہید ہیں

سوال:۔ کیا دو مسلم ممالک کی باہی جنگ میں مارے جانے والے مسلمان کو شہید کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں مسلم ممالک میں اہل علم حضرات ہونگے جو دونوں جگہ کے حالات سے واقف ہونگے کہ ان میں کون ظالم ہے، کون مظلوم، ان سے ہی اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے، امید ہے کہ وہ مظلوم کو شہید بتلائیں گے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

---

[1] والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون الىٰ قوله قال صلى الله عليه وسلم ايما امراء ة ماتت بجمع فهى شهيدة اوبالسل وهو داؤ يصيب المرئة وياخذ البدن منه فى النقصان والاصفرار ،وفى الغربة او بالصراع اوبالحمى الىٰ قوله حقا على الله تعالىٰ ان يجعله من الشهداء فى درجاتهم يوم القيامة ،الدرالمختار مع الشامى زكريا ج۳/ ص۱۶۴-۱۶۵/ باب الشهيد ،مطلب فى تعداد الشهداء البحرالرائق كوئٹه ج۲/ ص۱۹۶/ باب الشهيد، بدائع الصنائع زكريا ج۲/ص۶۸/ فصل فى حكم الشهادة فى الدنيا.

[2] هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ،تنوير الابصار على هامش ردالمحتار زكريا ص۱۵۸/۱ ، باب الشهيد، الشهيد هومن قتله أهل الحرب..... اوقتله مسلم ظلماً ولم تجب بقتله دية،مجمع الانهر ص۲۷۸/۱ ، باب الشهيد، دارالكتب العلميه بيروت، عالمگيرى ص۱۶۸/۱ ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السابع فى الشهيد، دارالكتاب ديوبند.

تم الجزء الثالث عشر بحمد
اللہ واحسانہ وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ
وکرمہ ویلیہ الجزء الرابع عشر
اولہ کتاب الزکوۃ انشاء اللہ تعالیٰ
ربنا تقبل منا انک انت السمیع
العلیم وتب علینا انک انت
التواب الرحیم بحرمۃ حبیبک
سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین
الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ
جامعہ محمودیہ میرٹھ

باب اول :- وجوبِ زکوٰۃ

قوم فقیر پر زکوٰۃ

سوال:- زید تجارت کرتا ہے، صاحبِ نصاب ہے، مگر قوم سے فقیر ہے، اب بھی وہی پیشہ کرتا ہے تو زید پر زکوٰۃ وقربانی فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق کسی خاص قوم سے نہیں بلکہ جو شخص بھی صاحبِ نصاب ہوگا، اس پر قاعدہ شرعی کے موافق زکوٰۃ فرض ہوجائے گی[1] خواہ وہ کسی قوم سے ہو، جب زید کو اللہ تعالیٰ نے مالدار بنادیا ہے تو اسپر زکوٰۃ لازم ہے اور اسکو مانگنا جائز نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا عورت کے دین مہر پر زکوٰۃ لازم ہے؟

سوال:- مہر گو مانعِ زکوٰۃ نہیں تو زوجہ کے ذمہ اس مہر کی زکوٰۃ لازم ہوگی، یا کہ نہیں؟ دین کی زکوٰۃ دَین دینے والے پر ہوتی ہے، یہ حکم یہاں اس صورت میں لگے گا یا کہ نہیں؟ جب کہ دَین مہر کو زوج نے دین مستغرق نصاب قرار دیا ہے، مسائلِ مذکورہ میں الجھن کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دیار میں دَین مہر کو مانعِ زکوٰۃ نہیں کرتے ہیں، اس لئے زوجہ کے ذمہ مہر کی زکوٰۃ قبل قبض نہیں سمجھتے ہیں

---

[1] وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملک نصاب حولی فارغ عن الدين وحوائجه الأصلية نام ولو تقديراً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ كتاب الزكوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی كراچی ص۲۵۹ ج۲ كتاب الزكاة.

[2] ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يقومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه إن علم بحاله للإعانته على المحرم الدرالمختار مع الشامی كراچی ص:۳۵۴، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۹ ج۱ باب المصرف مطبوعه بيروت، المحيط البرهانی ص۲۱۹ ج۳ الفصل الثامن، من يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

اصولُ الشاشی میں ہے: **وفرع محمد علٰی ھٰذا فقال اذا تزوّج امرأۃ علٰی نصاب ولہٗ نصاب من الغنم ونصاب من الدراھم یصرف ا لدین الی الدراھم حتّٰی لو حال علیھا الحول تجبُ الزکٰوۃ عندہ فی نصاب الغنم ولا تجبُ علی الدراھم.** بین السطور میں ہے: **لکونھا مستغرقۃ بالدَّین.** اور حاشیہ پر ہے **وھو نص علٰی ان دَین المھر یمنعہ معجّلاً کان او موجّلاً.** اس قاعدہ سے کہ وہ دَین جس کا مطالبہ عبد کی جانب سے ہو مانعِ زکوٰۃ ہے، مہر کو مانعِ زکوٰۃ ہونا چاہئے کیونکہ زوجہ کو حقِ مطالبہ ہے اور جب مہر مانعِ زکوٰۃ ہے تو زوجہ کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ہونی چاہئے، حالانکہ فقہاء کرام مہر کے دَین کو دَین ضعیف قرار دیتے ہیں حضرت امام صاحب اس کا حکم یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض قبضہ حولانِ حول ہونے پر مہر کی زکوٰۃ عورت ادا کرے، امید کہ جوابِ شافی سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے ذمہ یہ دَین مانع ہو یا نہ ہو بہرصورت زوجہ پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ملک لازم ہے، اور دَین مہر پر ابھی مِلک ہی زوجہ کی متحقق نہیں ہوئی ہے، جب وصول ہو کر اس کی مِلک ثابت ہو جائے گی اور اس پر سال بھر گذر جائے گا تب زوجہ کے ذمّہ زکوٰۃ لازم ہوگی، محض نکاح ہو جانے سے مہر پر ملک زوجہ ثابت نہیں ہو جاتی ہے صرف استحقاق ثابت ہوتا ہے وہ ابھی معرضِ زوال میں رہتا ہے، مثلاً اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل شوہر طلاق دیدے تو نصف مہر کا استحقاق بھی ختم ہو جاتا ہے اور زوجہ کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے حرمت وتفریق ہو جاوے تو کل مہر ساقط ہو جاتا ہے، یہ شواہد ہیں کہ ابھی زوجہ کی ملک تو کیا ثابت ہوتی استحقاق بھی موکد نہیں ہوا اور جب کہ فقہاء نے دَین کی تین قسمیں لکھ کر دَین مہر کا حکم لکھ دیا ہے، کہ وہ وصول ہونیکے بعد سال بھر گذر جائے تب اسپر زکوٰۃ لازم ہوگی، تو یہ مسئلہ بے غبار ہو گیا، ہاں اسمیں بحث ہیکہ جس کا دَین مہر زوج پر لازم ہے اور وہ بقدرِ نصاب ہے، تو آیا وہ مصرف زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ جب کہ اسکے پاس فی الحال مقدارِ نصاب مانع عن اخذ زکوٰۃ موجود نہیں، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں: **وفی فتح القدیر**[1]

---

[1] فتح القدیر ص ۲۶۳ ج ۲ باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

ولودفع الٰی فقیرة لها مهر دین علٰی زوجها یبلغ نصابًا وهو موسرٌ بحیث لو طلبت اعطاها لا یجوز وان کان بحیث لا یعطی لو طلبت جَاز الخ هو مقید لعموم مَا فی الخانیة وَالمراد من المهر ما تعورف تعجیله لان ما تعورف تاجیله فهو دَین مؤجَّل لا یمنع أخذ الزکٰوة ویکون فی الاوّل عدم اعطائه بمنزلة اعسارهٖ ویفرق بینه وبین سَائر الدیون بان رفع الزوج للقاضی ممالا ینبغی للمرأة بخلاف غیره لکن فی البزازیة وان کان موسراً او المعجل قدرالنصاب لا یجوز عندهما وبه یفتی للاحتیاط وعند الامام یجوز مطلقاً الخ البحرالرائق[1] جلد ثانی ص: ۲۴۰، باب المصرف. مطبوعه کوئٹه پاکستان.

دَین مہر اور دیگر دیون میں کچھ فرق بھی ہے جس کو عبارت بالا میں بیان کر دیا گیا ہے دَین مہر کے بحقِ زوج مانع عن وجوب الزکوٰۃ ہونے اور بحقِ زوجہ موجب الزکوٰۃ ہونے میں تلازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصَّواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

مہر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- دین مہر نکاح کی زکوٰۃ مرد عورت کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ اور مہر ادا نہیں ہوا لہٰذا کسی صورت سے ہو مہر کے اوپر زکوٰۃ کا ہونا لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد جب دین مہر عورت کو دیدے اور وہ مقدار نصاب ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے تب عورت کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر وہ مقدار نصاب نہیں، بلکہ اس سے کم ہے اور عورت کے پاس اتنی مقدار موجود ہے جس کو مہر کے ساتھ ملا کر پورا نصاب ہوسکتا ہے تو اس کو ملا کر زکوٰۃ ادا

[1] البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۴۰، ج: ۲، باب المصرف.

کی جائیگی اگر نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو اس پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں: **وعند قبض مأتين مع حولان الحول بعده اى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهرودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده مايضم الىٰ الدين الضعيف**[1] **درمختار ص: ۳۶، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۵/۲/۳۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/صفر ۵۳ھ

دَین مہر کیا مانع وجوبِ زکوٰۃ ہے؟

سوال: -مندرجہ ذیل مسائل میں مفتیٰ بہ قول کیا ہیں؟

(۱) زوجہ کا مہر زوج کے لئے مانع زکوٰۃ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ مہر مؤجل ومعجّل ہر دو کا حکم بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوج کے ذمّہ دَین مہر واجب ہے، اگر وہ معجّل ہے یعنی جس وقت بھی زوجہ طلب کرے اس کا ادا کرنا ضروری ہے، یا مؤجل ہے، لیکن زوج خود ہی اس کو ادا کرنے کی فکر اور سعی میں لگا ہوا ہے اور جمع کر رہا ہے تاکہ ادا کرے، تو ایسا دَین مانع عن وجوبِ زکوٰۃ ہے، اس مقدارِ دین کے علاوہ اس کے پاس بقدرِ نصاب مال ہوگا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اگر زوج ادا کرنے کی فکر وسعی میں لگا ہوا نہیں بلکہ اس کو اطمینان ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے، تو ایسا دَین مانع عن وجوبِ زکوٰۃ نہیں ہے، کذا فی الطحطاوی[2] علی الدر المختار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد یا مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال:- (الف) اگر کسی مسجد یا مدرسہ کی رقم نصاب کو پہنچ گئی، سال بھر گذرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سنیما کی آمدنی مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- (ب) نیز مسجد یا مدرسہ میں سنیما کی آمدنی خرچ کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سینماہاؤس مسجد یا مدرسہ کو ہبہ کرنا چاہے تو اسکو کرایہ پر دینا یا فروخت کرکے اسکی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ اور حرام اور سود سے کمائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) مدرسہ یا مسجد کے پاس جب رقم بقدرِ نصاب ہو تو اس میں زکوٰۃ لازم نہیں[1]

(ب) سنیما یا کوئی بھی ناجائز آمدنی کا مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں[2]، ایسی

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) [1] کتاب الزکاۃ مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد، مطبوعہ نعمانیہ، مطبوعہ کراچی ص۲/۳۰۶، عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول الخ مطبوعہ کوئٹہ بحر ص۲۰۷ ج۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] وقیل المهر المؤجل لا یمنع لأنه غیر مطالب به عادة بخلاف معجل وقیل ان کان الزوج عزم علی الأداء منع والا فلا لانه لا یعد دینا بحر عن غایة البیان ص:۶۲۴، ج:۱، اول کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مصر، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت البحر الرائق ص۲۰۴ ج۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ہذا کا حاشیہ) [1] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی قوله ملک نصاب فلا زکوٰة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک. شامی کراچی ص:۲۵۹، ج:۲، مطلب فی احکام المعتوہ، حاشیة الشلبی ص۲۵۲ ج۱ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ ملتان.

[1] قوله لو بماله الحلال قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لأن الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله، شامی زکریا ص۴۳۱ ج۲، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، وما یکره فیها، مطلب کلمة "لا بأس" دلیل علی المستحب الخ.

آمدنی کا تصدق ضروری ہے، غریب مسکین طلبہ ہی اس کے مصرف ہیں[۱] تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں، اگر سنیما ہاؤس جو کہ جائز آمدنی سے بنایا گیا تھا اس کو مسجد یا مدرسہ میں دے تو اس کو خالی کرا کے جائز محل میں صرف کیا جائے (کرایہ پر دیا جائے یا فروخت کیا جائے) جس رقم (حرام کی ملک) پر ملک ثابت نہیں اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کو واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے کسی کام میں لانا بھی درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سلم کے روپیہ پر اور زمین پر زکوٰۃ

سوال:- اہلِ نصاب کے پاس جو زمین ہے اس زمین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دینا ہے، یا صرف جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ دینا پڑے گی؟ اور جو روپیہ لوگوں کے پاس بطور قرض کے ہے اس شرط پر کہ شوال کے ماہ قرض میں دیا ہے اور ربیع الاول کے ماہ میں ہر روپیہ کے بدلے میں ایک من یا نصف من دھان دینا پڑے گا، اس طریقے پر مبلغ ساٹھ روپے قرض دیا ہے، اب اس روپیہ کی زکوٰۃ دینا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین اگر کاشت کے لئے ہے تجارت کے لئے نہیں تو اس زمین کی زکوٰۃ نہیں خواہ اس کی

---

[۱] واما اذا كان عند رجل مال خبيث فاما إن ملكه بعقد فاسد او حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده الىٰ مالكه ويريد ان يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيله إلا أن يدفعه الى الفقراء، بذل المجهود ص۳۷ج۱ باب فرض الوضوء كتاب الطهارة مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامی زكريا ص ۳۰۱ج۷، باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً.

[۲] والا فلا زكاة كما لو كان الكل خبيثا (قوله: كما لوكان الكل خبيثا) فى القنية لوكان الخبيث نصابا لايلزمه الزكاة، لان الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه، شامی كراچی ص ۲/۲۹۱، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فى التصدق من المال الحرام، بزازيه على الهندية كوئٹه ص ۴/۸۶، كتاب الزكاة، الثانى فى المصرف،

قیمت کتنی ہی ہو، اس کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہوگا، اگر وہ زمین عشری[1] ہو روپیہ بقدرِ نصاب اگر موجود ہو اور اسپر سال بھی گذر جائے تو اسپر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے[2] طریقِ مذکور پر جو روپیہ دیا ہے، وہ اسکی ملک سے خارج ہوگیا اب اس روپیہ کو واپس نہیں لے سکتا، بلکہ اس روپیہ کے عوض دھان خرید چکا ہے دھان لینے کا حقدار ہے، لہٰذا اس روپیہ پر زکوٰۃ فرض نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

ہبہ پر زکوٰۃ

سوال:- آج سے تقریباً ایک سال ہوتا ہے بیرونِ ہند سے میرے پاس رقم بھیجی تھی اور خط میں یہ لکھا کہ اس میں میرے اور زید و بکر کے ہیں، خیال ہوا کہ ان تین حضرات کی امانت ہے کہ اس قسم کی امانتوں کا سلسلہ ناچیز کے پاس رہتا ہے، ابھی چند دنوں پر میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ کی اس رقم کی ابھی تک تفصیل معلوم نہیں ہوئی ہے، زید و بکر میرے یہاں تشریف لائے تھے، لیکن انہوں نے بھی مطالبہ نہیں کیا انہوں نے جواب دیا کہ یہ رقم ہم تین کے لئے ہدیہ ہے، سوال یہ ہے کہ رقم کب سے میری مِلک شمار ہوگی، میں اپنی زکوٰۃ کا سال ابتداءِ رمضان سے شمار کرکے ابتداءِ رمضان

---

[1] اذا اشترى ارض عشر وزرعها او اشترى بذرا للتجارة وزرعه فانه يجب فيه العشر ولا تجب فيه الزكوة، زيلعى ص ۱/۲۸۰، باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان، النهرالفائق ص ۱/۴۴۰، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۲/۲۹۸، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، فتح القدير ص۲/۲۱۸، مطبوعه بيروت،

[2] وشرط وجوب ادائه حولان الحول على النصاب الاصلى الخ مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۵۸۸، كتاب الزكوة، مطبوعه مصرى، زيلعى ص ۱/۲۵۲، مطبوعه امداديه ملتان، درمختار على الشامى كراچى ص۲/۲۶۷، كتاب الزكوة،

[3] وشرط وجوبها العقل والبلوغ الى قوله وملك نصاب واطلق الملك فانصرف الى الكامل الخ، بحر مختصرا ص۳-۱/۲۰۲، كتاب الزكوة، مطبوعه ماجديه كوئٹه، شامى كراچى ص۲/۲۶۷، زيلعى ص ۱/۲۵۲، مطبوعه امداديه ملتان،

میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اب ربیع الاول میں معلوم ہوا کہ یہ رقم میری ملکیت ہے کیا اس گذشتہ سال کی اس رقم کی زکوٰۃ مجھ پر ہوگی؟ جب رقم آئی تھی، نہ انہوں نے لکھا کہ یہ ہدیہ ہے اور نہ مجھے معلوم ہوا، اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہبہ کیلئے قبول لازم ہے، قبول کے بعد سے موہوب پر مِلک حاصل ہوتی ہے[1] پس جب تک آپ نے قبول نہیں کیا، آپکی ملک اسپر حاصل نہیں ہوئی، جس وقت قبول کرلیا اس وقت سے مالک ہیں، اسی وقت سے اس پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

مالِ حرام پر زکوٰۃ

سوال:- اصل مال مثلاً ایک ہزار روپے میں سود کے ایک سو شامل ہوکر گیارہ سو روپے ہوگئے، کیا سود کی رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

ایک مرتبہ مرادآباد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تھا، حرام، چوری، رشوت وغیرہ، کیا ان اموال میں زکوٰۃ دینی ہوگی؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ (جہاں تک مجھے یاد ہے) جب مال ہیں تو زکوٰۃ دینی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال اگر جدا ہو مخلوط نہ ہو تو اسپر ملکیت ثابت نہیں، اس پر زکوٰۃ بھی نہیں، اگر وہ حرام مال

---

[1] والقبول شرط ثبوت الملک للموهوب له، عالمگیری ص۳۷۴ ج۴ الباب الاول فی تفسیر الهبه الخ کتاب الهبة مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۳ کتاب الهبة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر ص۲۸۵ ج۷ کتاب الهبة مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام الدر المختار، شامی کراچی ص۲۵۹، ج۲، کتاب الزکوٰة، البحر ص۳-۲۰۲ ج۱ کتاب الزکوة مطبوعه الماجدیه کوئٹه زیلعی ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

حلال مال کے ساتھ مخلوط کردے تو یہ استہلاک ہے، جو کہ موجبِ ملک ہے[۱] غالباً حضرت مدنی نورا للہ مرقدہٗ کا جواب اسی بنیاد پر مبنی ہے، لیکن جب کہ مقدارِ حرام مال کا تصدق واجب ہے تو پھر اس پر زکوٰۃ ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے، ورنہ لازم آئے گا، کہ حرام مال کا ربع عشر بھی ادا کرے اور کل کو بھی صدقہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام مال پر زکوٰۃ نہیں

سوال:- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں دیکھا تھا یاد نہیں وہ کون سی کتاب تھی کہ حرام مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اسپر ثواب نہیں ملیگا، تو یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال جس پر ملکیت ہی حاصل نہیں ہوئی اس میں زکوٰۃ لازم نہیں، بلکہ اس مال کی واپسی یا اسکا تصدق لازم ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے[۲] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یا کتاب سامنے ہو تو اس میں غور کیا جائے کہ کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۵ھ

---

[۱] ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاک الخ وهذا اذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفى دينه والا فلا زكاة كما لوكان الكل خبيثا، الدرالمختار شامی كراچی ص:۲۹۰، ج:۲، باب زكاة الغنم، بزازيه على الهنديه ص۸۶ج۲، كتاب الزكوة، الثانی فی المصرف، مطبوعه كوئٹه، النهرالفائق ص۴۱۳/۱، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[۲] قوله لو كان الكل خبيثا فی القنية لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه. شامی كراچی ص:۲۹۱، ج:۲، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فی وجوب الزكوة فی دين المرصد، بذل المجهود ص۳۷ج۱ كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، بزازيه على الهندية ص۸۶ج۴، كتاب الزكوة، الثانی المصرف مطبوعه كوئٹه.

سفیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال:- نابالغ جس وقت شرعاً بالغ ہوجائے لیکن دنیاوی معاملات میں نابالغ رہے مثلاً یہ کہ اگر اس کا مال اس کو سپرد کردیا جائے تو اضاعت کا اندیشہ ہے، وغیرہ تو اس کے مال کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مقدارِ زکوٰۃ حساب کرکے اسکو دیدیا جائے کہ وہ مصرفِ زکوٰۃ پر صرف کرے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوہ پر زکوٰۃ

سوال:- بیوہ عورت کے پاس تخمیناً دوسو روپے مع زیور کے ہوئے اور اپنی گذر اوقات اپنے حقیقی لڑکے کے یہاں کرتی ہے اور لڑکا نان ونفقہ وعلاج اپنی ذاتی آمدنی سے کرتا ہے تو ایسی عورت پر معمولی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واجب ہے جب کہ بقدرِ نصاب ہو[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

---

[1] ویدفعها ای الزکاة القاضی الیه لیفرقها لانها عبادة لا بدفیها من نیته الخ شامی زکریا ص:۲۱۷، ج:۹، کتاب الحجر، عالمگیری ص۵۸ ج۵ کتاب الحجر الباب الثانی فی الحجر، الفصل الاول مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۸۲ ج۸ باب الحجر، کتاب الاکراه، مطبوعه کوئٹه.

[2] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام. درمختار ص:۴، ج:۲، کتاب الزکاة، مطبوعه نعمانیه البحر الرائق ص۳-۲۰۲ ج۱، کتاب الزکاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۵۲ ج۱ کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان.

مالکِ زمین مقروض پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص کے پاس اسی نوے بیگھہ زمین ہے وہ اسکا مالک ہے لیکن چار پانچ ہزار روپے کا مقروض ہے اور وہ اس زمین کی پیداوار سے بمشکل تمام اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور تھوڑا بہت جو کچھ بچتا ہے اس کو وہ بسلسلۂ قرض قرض خواہوں کو دیدیتا ہے، تو ایسا انسان شرعی طریقہ پر صاحبِ نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص پر زکوٰۃ، قربانی وغیرہ واجب نہیں بلکہ وہ خود مستحقِ زکوٰۃ ہے: **ولا زکوٰۃ فی ثیاب البدن واثاث المنزل ودار السکنٰی ونحوھا کالحوانیت والعقارات. درمختار شامی**[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

مقروض دیوالیہ پر زکوٰۃ وقربانی کا حکم

سوال:- زید آج سے پہلے دس ہزار کا مقروض تھا اور قرض خواہوں نے حکومت میں مقدمہ دائر کرایا تھا مگر زید کے پاس کوئی ایسی مِلک نہ تھی کہ حکومت کے قانون کے موافق قرض خواہوں کو دیجاتی اس وجہ سے حکومت کا قانون زید سے اٹھ گیا، اب زید فی الحال کچھ رقم یعنی پانچ ہزار کا مالک ہوا ہے، مگر قرض خواہوں کو رقم ادا کرنے میں وہ رقم پوری نہیں ہوسکتی، ایک قرض خواہ کو کچھ رقم دے تو دوسرا قرض خواہ پریشان کرتا ہے، اور زید کے پاس اتنی رقم نہیں کہ سب کو ادا کرسکے، سوال یہ ہیکہ زید اس پانچ ہزار کی زکوۃ، فطرہ قربانی وغیرہ ادا کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ زید سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنا مقدم ہے مگر رقم کافی نہ ہونے کی بناء پر اور قرض خواہوں کے پریشان کرنے کی وجہ سے ادا

---

[1] شامی نعمانیة ص:۸، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، کتاب الزکاة. شامی کراچی ص:۲۶۴، ج:۲، بحر کوئٹہ ص ۲/۲۰۲، کتاب الزکوة،

نہیں کرسکتا، اس صورت میں وہ صاحبِ نصاب ہوگا یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون سرکاری کی رو سے اگر کوئی قرض خواہ اپنا قرض وصول نہ کر سکے، تو زید شرعاً سبکدوش نہیں ہوا، بلکہ زید کے ذمہ حتی الوسع اس کی ادئیگی فرض ہے، اور جب تک قرض سے فاضل مقدارِ نصاب نہ ہو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی[1] لہٰذا زید کو چاہئے کہ اوّلاً جس ترکیب سے مناسب اور مصلحت ہو قرض خواہوں کا قرض ادا کرے، پھر اگر فرض ہو زکوٰۃ ادا کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/ربیع الاول ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

مقروض پر وجوبِ زکوٰۃ کی صورت

سوال:- زید سات ہزاروں روپیوں کا نو مہینوں سے مالک ہے اور قرض بھی تین ہزار روپیہ کا ہے، واجب رمضان کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس مہینہ میں زکوٰۃ دینا چاہتا ہے، تو اب کتنی زکوٰۃ دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ سات ہزار کا مالک ہے اور تین ہزار کا مقروض ہے اور ابھی صرف نو ماہ ہوئے ہیں، تو ابھی زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہیں، لیکن اگر ابھی زکوٰۃ ادا کردی جائے تب بھی ادا ہوجائے گی[2]

---

[1] وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي نام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد. درمختار ص:۵، ج:۲، نعمانية كتاب الزكاة. شامي كراچي ص:۲۶۰، ج:۲، زيلعي ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص۲۸۵ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولو عجل ذو نصاب لسنين صح طحطاوي على المراقي ص:۵۸۸، كتاب الزكاة مطبوعه مصر. شامي كراچي ص:۲۹۳، ج:۲، باب زكاة الغنم، مجمع الأنهر ص۳۰۷ ج۱ قبيل باب العاشر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

صرف چار ہزار کی ادا کردے اور تین ہزار قرض میں منہا ہو جائیں گے، پھر سال ختم ہونے پر حساب کرلیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۹۰ھ

مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال:- حامد کاروباری آدمی ہے، کمپنی میں بطور ضمانت اس کا روپیہ ہے، لیکن جس قدر زرِ ضمانت ہے اس سے زیادہ وہ مقروض ہے، کیونکہ قرض خواہ کو اس پر اعتماد ہے، اس لئے تقاضا نہیں ہے، تو ضمانت والے کا کیا ہوگا زکوٰۃ دے یا نہیں؟ اگر دیتا ہے، تو پہلے قرض دے اور قرض دیتا ہے تو کچھ نہیں رہتا کمپنی سے روپیہ لینے پر کاروبار معطل ہوجاتا ہے، اسکا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

مقدار نصاب اور دین اور مال صبی میں زکوٰۃ کا حکم

سوال:- کاشتکار جو کہ سرکاری لگان بھی دیتا ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ لگان جبراً

---

[1] وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً، هدايه مع فتح القدير ص ۱۶۰ ج ۲ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى كراچى ص ۲۶۳ ج ۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص ۲۸۷ ج ۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية.

[2] ولا (تجب على) مديون مطالب من العباد قدر دينه الخ مجمع الأنهر ص ۲۸۶ ج ۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص ۲۶۳ ج ۲، وهداية مع فتح القدير ص ۱۶۰ ج ۲ اول كتاب الزكاة، دار الفكر بيروت.

ناجائز طور پر لی جاتی ہے، اگر ہے تو کتنا اور کس مقدار میں اور کتنے غلّہ پر وجوب ہوتا ہے، اگر ایک شخص نوکری کرتا ہے اور ہمیشہ پچاس روپے ملتے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کھیت والا ہے یعنی بطور قبالہ یا بطور رہن ہے تو وہ صاحب نصاب ہوگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور صدقۃ الفطر اور قربانی ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہیں، زیور اگر ہو تو اسکا وزن وجوب کیلئے کتنا ہونا چاہئے اگر بعضے زیور غالب چاندی نہ ہو تو اسکا کیا حکم ہوگا اور وہ ایک شخص کے ہوں مگر وہ یہ کہتا ہے کہ اپنی بہو کو دیدیا ہے حالانکہ ابھی اسکے لڑکے کی شادی بھی نہیں ہوئی یا کہتا ہے کہ چھوٹی لڑکی کو دے دیا اور رکھتا ہے اپنے ہی پاس تو واجب ہوگی یا نہیں؟ نقود مروجہ کو چاندی کا حکم ہے یا عروض کا یا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو غلّہ غیر شرعی زمین میں پیدا ہوتا ہے اس میں عشر نہیں ہوتا غلّہ میں عشر ہوتا ہے زکوٰۃ نہیں ہوتی، بشرطیکہ عشری زمین میں ہو[1] اور جس شخص کے پاس مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اتنی قیمت کا تجارتی مال ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے[2] بشرطیکہ سال پورا گذر جائے[3] پس اگر ماہوار تنخواہ ختم کر دیتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر کچھ مقدار نصاب کے پورا ہونے کے بعد وسط سال میں زیادتی رہتی ہے تو ختم پر موجود رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی

---

[1] ویؤخذ العشر من الأراضی العشریة الخ المحیط البرهانی ص ۲۷۹ ج۳ الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر الخ، مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیة کراچی، ص ۳۳۰ ج۲ الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر الخ، عالمگیری ص ۱۸۵ ج ۱ الباب السادس فی زکاة الزرع الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم الیٰ ان قال أو فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب وفضة الخ، درمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۲۸-۲۲۴/۳، باب زکاة المال، بحر ص ۲۲۵ ج ۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص ۱۷۸ ج ۱ الباب الثالث فی زکاة الذهب الخ مطبوعه کوئٹه.

[3] وشرط وجوبها العقل إلیٰ قوله وملک نصاب حولی وهو أن یتم الحول علیه، مجمع الأنهر ص ۲۸۶ اول کتاب الزکاة مطبوعه بیروت، عالمگیری ص ۱۷۵ ج ۱، کتاب الزکوة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۴۱۴ ج ۱، کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت.

بشرطیکہ اخیر میں بھی مقدار نصاب موجود ہو[1] جو جائداد پیسے سے خریدی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، رہن کی صورت میں قرض جو روپیہ دیا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے، مگر اس کی ادائیگی بعد وصولی[2] ہے، بقدر ضرورت اگر جائیداد ہے تو اس سے صاحب نصاب نہیں ہوتا نہ اس پر زکوٰۃ وصدقہ وقربانی واجب ہوتی ہے، زیور کا نصاب بھی وہی ہے جو پہلے بتلایا گیا ہے جس زیور میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا، ورنہ جو چیز غالب ہوگی اس کے حکم میں ہوگا، نقود مروجہ جن میں چاندی غالب ہے، وہ چاندی کے حکم میں ہیں ورنہ وہ مستقل اپنا حکم رکھتے ہیں[3] جب بہوا بھی تک موجود نہیں ہے تو اس کے لئے وہ ہبہ نہیں ہوا، اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے چھوٹی لڑکی کو اگر دے دیا ہے خواہ اپنے پاس رکھے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن كان له نصاب فاستفاد فى أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الىٰ ماله وزكاه الخ عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۵ ج۱ اول کتاب الزکاۃ، هداية ص۱۹۳ ج۱ باب صدقة السوائم، فصل فى الغنم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر کوئٹہ ص۲۲۲ ج۱ مطبوعه الماجديه کوئٹہ.

[2] فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض الخ در مختار على الشامى زكريا ص۲۳۶ ج۳ باب زكاة المال، بحر کوئٹہ ص۲۰۷ اول كتاب الزكاة، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۵ ج۱ اول كتاب الزكاة.

[3] وغالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۳۰ ج۳ كتاب الزكاة باب زكاة المال، البحر الرائق ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال مطبوعه کوئٹہ، مجمع الأنهر ص۳۰۵ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[4] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا تجب الزكاة فى مال الصبى الخ، تاتارخانية كراچى ص۲۹۲ ج۲ الفصل العاشر فى بيان ما يمنع وجوب الزكاة، المحيط ص۲۳۳ ج۳ الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابھیل، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

بیٹے کے نام سے بینک میں روپیہ جمع کیا تو زکوٰۃ کس پر؟

سوال:- ایک شخص کے نام اس کا باپ گورنمنٹ کے بینک میں روپیہ جمع کرتا ہے روپیہ جمع کرنے کی شرط اور وصول کرنے کی پہلے استفتاء میں مذکور ہوچکی ہے، سوال یہ ہے کہ اس شخص کے نام اس کے باپ نے اس کے بچپن میں روپیہ جمع کیا اس میں زکوٰۃ ہے تو کس پر؟ اس شخص کے نام روپیہ جمع ہونا بند بھی ہوسکتا ہے، اس شخص کی ضروریات شادی وغیرہ میں روپیہ نکالنے کا حق باپ ہی کو رہتا ہے، نکالتے وقت مقدارِ نقد گورنمنٹ کے یہاں سے منظور کرانی پڑتی ہے پھر دینا ہوتا ہے، پنشن یا موت سے پہلے نہ باپ نکال سکتا ہے اور نہ بیٹا، یہ شخص فی الوقت نادار بھی ہے اور محتاجِ تصدق، اس کے لئے احکامِ شرعیہ تفصیلاً بیان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں روپیہ بچہ کی مِلک نہیں، بلکہ باپ ہی کا ملک ہے، لہٰذا باپ ہی پر زکوٰۃ واجب ہے، جب بچہ بڑا ہوکر روپیہ پر قبضہ کرلے گا اس کی زکوٰۃ بعد حولانِ حول خود اس پر واجب ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/ربیع الاول ۶۱ھ

بنک میں جمع روپے پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور ان روپیوں پر ابھی ایک سال نہیں

---

[1] وسبب افتراضها ملک نصاب حولی نام فارغ عن دینٍ له مطالب الخ شامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ اول کتاب الزکاۃ، البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۲ کتاب الزکاۃ، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۱، کتاب الزکوۃ، مطبوعه دار الکتب العلمیة.

گذرا کہ زکوٰۃ اسپر فرض ہوجائے بلکہ چھ ماہ یا نو ماہ ایک سال سے کم کم ہے، اوراس نے اس روپے کو بینک یا مسلم فنڈ میں جمع کردیا ہے، بقیہ ماہ سال کے پورے ہوتے ہیں، لہٰذا جب بینک میں پہنچ کر ایک سال پورا ہوجائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی یا نہیں؟ یا اپنے پاس موجود رہنا شرط ہے، جب کہ وہ روپیہ بینک میں جمع شدہ اپنی ملکیت ہے یا ملکیت سے خارج ہوجاتا ہے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بینک میں جمع کیا ہے تو اس کو ہر وقت لینے پر قدرت ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اپنے پاس ہوتا، پس اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے جتنے ماہ سال پورا ہونے میں باقی ہیں جب وہ پورے ہوجائیں تو زکوٰۃ ادا کردے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۲ھ

نابالغ کے نام روپیہ بینک میں جمع کیا اس پر زکوٰۃ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اپنے نابالغ لڑکے کے نام سے بینک یا ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کیا ہے، اور وہ روپیہ نصاب سے زیادہ ہے تو اب اس روپیہ کی زکوۃ زید دے گا یا اسکا نابالغ لڑکا دے گا یا نہیں؟ دے گا اور ڈاکخانے والے اس روپیہ کا سود بھی دیتے ہیں اگر نہ لیا جائے تو وہ اپنے مشن وغیرہ میں لگا دیتے ہیں اگر سود لے کر کسی غریب وغیرہ کو دیدیا جائے اور ثواب کی امید نہ رکھی جائے تو کوئی حرج ہے؟

---

[1] الزکوۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا بلغ نصابا ملکاً تامًا. وحال علیه الحول التاتارخانیة. ص:۲۱۷، ج:۲، کتاب الزکاۃ، شامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ کتاب الزکاۃ البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں وہ نابالغ لڑکا اس روپیہ کا مالک ہوگیا، نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، لہٰذا اس کی زکوٰۃ نہ زید دے گا نہ وہ نابالغ لڑکا[1] سود کے نام پر جو کچھ وہاں سے ملے اس کو وصول کرلیا جائے پر احتیاط یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، جب لڑکا بالغ ہوجائے تو وہ خود ہی روپیہ غریبوں کو دیدے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مکان کے لئے جمع رقم پر زکوٰۃ

سوال:- انڈیا کا ایک آدمی انگلینڈ میں ہے اس کے پاس ۸/ ہزار روپیہ بنک میں جمع ہے، اب اس شخص کا ارادہ وہاں مکان بنانے کا ہے ممکن ہے کچھ قرض بھی ہوجائے، تو اب اس جمع کردہ پیسوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خرچ کرنے سے پہلے جب اس جمع شدہ روپیہ پر سال بھر گذر گیا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی، زکوٰۃ ادا کرکے پھر مکان وغیرہ بنائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا يجب الزكاة فى مال الصبى الخ المحيط ص۲۳۳ ج۳ كتاب الزكاة الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابهيل، طحطاوى على المراقى ص۵۸۷ كتاب الزكاة، مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيف ما أمسكهما ولو للنفقة. الدر المختار على الشامى ص:۲۶۷، ج:۲، مطبوعه كراچى، كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى. البحر الرائق ص۲۲۶ باب زكاة المال مطبوعه الماجديه كوئٹه، بدائع زكريا ص۹۲ ج۲ الشرائط الذى ترجع الى المال. كتاب الزكوة،

جو روپیہ نابالغ کو دیدیا اس کی زکوٰۃ نہیں

سوال:- زید نے پینشن یا پراویڈنٹ فنڈ سے مندرجہ ذیل طریقہ سے روپیہ خرچ کیا۔

(۱) مکان خریدا جس کا کرایہ سو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔

(۲) پانچ ہزار روپیہ اپنی لڑکی کی تمام شادی کے لئے جمع کر دیئے، لڑکی زیرِ تعلیم ہے۔

(۳) پانچ تولہ سونے کے زیور لڑکی کو بنوا دیئے۔

(۴) چار ہزار روپیہ اپنے چھوٹے لڑکے کے نام جو کہ ابھی زیرِ تعلیم ہے، بینک میں جمع کرا دیئے، اب زید کو سوا سو روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے اور سو روپیہ مکان کا کرایہ آتا ہے، جس سے وہ اپنے اہلیہ کے اور دونوں بچوں کے اخراجات اٹھاتا ہے، اس کی بیوی کے پاس شادی کے وقت کے پانچ تولہ ۸/ ماشہ سونے کے اور ۴۵/ تولہ چاندی کے زیور ہیں، اس کے پاس نقد بارہ سو روپے ہیں، اس صورت میں صرف اہلیہ کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے، یا ان رقوم اور زیورات پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، جو اس کے بچوں کے نام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ اور زیور زید نے اپنی ملک سے نکال کر دوسرے لڑکے لڑکی وغیرہ کی ملک میں دے کر اس کا اس پر قبضہ کرا دیا (یعنی ہبہ شرعی کر دیا) اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ نہیں، نابالغ کا قبضہ ضروری نہیں صرف زبان سے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے یہ روپیہ یا زیور اس کو دیدیا ہے، اتنا کہنے سے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے، نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے[۱]، جب وہ بالغ ہو جائے تب لازم ہوگی

---

[۱] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا تجب الزكاة فى مال الصبى الخ تاتارخانية كراچى ص۲۹۲ ج۲ الفصل العاشر بيان ما يمنع وجوب الزكاة، المحيط الص۲۳۳ ج۳ الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابهيل، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۲۵۸ ج۲ مطلب فى أحكام المعتوه، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

اور کرایہ کے مکان میں بھی زکوٰۃ نہیں، کرایہ کا روپیہ جو سالانہ خرچ ہوجاتا ہے سال بھر باقی نہیں رہتا اس میں بھی زکوٰۃ نہیں۔[1] بیوی کے مال میں زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے، اس کی اجازت سے شوہر دیدے تب بھی ادا ہوجائے گی، بالغ اولاد کے مال میں خود اولاد کے ذمہ زکوٰۃ ہے، اس کی اجازت سے والد دیدے تب بھی ادا ہوجائے گی[2]، بارہ سو روپیہ جو زید کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہیں، اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے، زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے، یعنی بارہ سو روپیہ کی زکوٰۃ تیس روپیہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس پر ہے

سوال:- شوہر مالک نصاب نہیں البتہ بیوی بوجہ زیور کے مالک نصاب ہے، جو عموماً ہمارے دیہاتوں کا دستور ہے، ایسی صورت میں اگر شوہر نہ ادا کرے بلکہ محض بیوی ہی ادا کردے تو کیا شوہر پر واجب باقی رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مالک نصاب ہوتا ہے اس پر ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جب عورت زیورات کی

---

[1] وملک نصاب حولی فارغ عن الدین وحوائجه الأصلیة نام، ولو تقدیراً، البحر کوئٹه ص ۲/۲۰۲ کتاب الزکاة، طحطاوی ص ۵۸۸، کتاب الزکوة، مطبوعه مصری، شامی کراچی ص ۲/۲۵۹، اول کتاب الزکاة.

[1] من أدی زکاة مال غیره من مال نفسه بأمر من علیه الزکاة جاز بخلاف ما إذا ادی بغیر امره ثم أجاز تاتارخانیة کراچی ص ۲۸۴ ج ۲ کتاب الزکاة، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، بدائع الصنائع ص ۱۴۵ ج ۲ کتاب الزکاة، شرائط الرکن، ما یرجع إلی المؤدی مطبوعه زکریا.

[3] الزکاة هی تملیک جزء مال عینه الشارح وهو ربع عشر نصاب حولی. شامی کراچی ص: ۲۵۶، ج: ۲، کتاب الزکاة، عالمگیری ص ۱۷۹ ج ۱ باب زکاة الذهب والفضة مطبوعه کوئٹه.

مالک ہے، تو صرف عورت ہی پر زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے، شوہر کے ذمہ نہیں، شرح تنویر الابصار میں ہے: وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام (درمختار علی ہامش الشامی نعمانیہ ص:۴، ج:۲[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۷ھ

بیوی کے زیور کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال:- شوہر کی طرف سے ملا ہوا زیور عورت کی ملکیت میں ہے یا شوہر کی؟ اگر عورت کی ملکیت میں ہے تو زیور کی زکوۃ دینے کے واسطے شوہر کو مالک بنا دیا تو آیا اس زیور کی زکوۃ بیوی پر ہے یا شوہر پر مالک بننے کے باوجود شوہر نے زکوۃ نہ دی تو گنہ گار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کی طرف سے زیور دیکر بیوی کو مالک بنا دیا گیا ہے، یا اس خاندان میں مالک بنا دینے کا عام رواج ہے تو وہ زیور بیوی کی ملک ہو گیا[2]، اسکی زکوۃ بیوی کے ذمہ ہے وہ اگر زکوۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرے کہ سال ختم ہونے سے پہلے شوہر کو مالک بنا دے اور پھر شوہر بیوی کو مالک بنا دے غرض دونوں اسی طرح زکوۃ سے بچنے کے لئے کرتے رہیں تو یہ مکروہ ہے[3]، اگر بیوی کو مالک نہیں بنایا

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص: ۱۷۴، ج:۳، کتاب الزکاۃ، النہر الفائق ص ۴۱۲ ج ۱ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، بحر کوئٹہ ص ۲۰۲ ج ۲ اول کتاب الزکاۃ.

[2] جهز ابنته ثم ادعی ان ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليک الی قوله المعتمد القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان العبد يدفع مثله جهازا لا عارية الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص:۳۰۷، ج۴ باب المهر.

[3] اذا فعله حيلة لدفع الوجوب كان استبدل نصاب لسائمة بآخر او اخرجه عن ملكه ثم ادخله فيه الی قوله وقال محمد يكره لان فيه اضرارا بالفقراء وابطال حقهم مآلا الخ شامی مختصراً ص۲۰۸ ج۳، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الغنم، المحیط البرهانی ص ۱۸۰ ج۳ الفصل الرابع فی تصرف صاحب المال الخ، مطبوعہ ڈابھیل، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۱ قبیل باب المصرف مطبوعہ مصری.

بلکہ عاریت کہہ کر دیا گیا ہے یا اس خاندان میں عاریت پر دینے کا دستور ہے تو وہ زیور بیوی کی ملک نہیں، بلکہ دینے والے کی ملک ہے اس پر زکوۃ لازم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کے لئے جہاز کے ٹکٹ میں جو روپیہ دیا گیا اس کی زکوٰۃ

سوال:- جتنی مقدار حج کے لئے کرایہ جہاز میں جاچکا ہے جسکی منظوری بھی ہوچکی ہے کیا اسکی زکوٰۃ دیجائے جب کہ سال پورا نہیں ہوا، سال ماہِ رمضان میں پورا ہوتا ہے، روپیہ پہلے جاچکا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ حج کے ٹکٹ کے لئے دے دیا اور اس کا ٹکٹ خرید لیا اور اس پر سال پورا نہیں ہوا تھا تو اس روپیہ کی زکوٰۃ لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۷ھ

جہاز کمپنی نے میت کے ورثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ

سوال:- ایک جہاز میں بہت سے مسافر سوار تھے، راستے میں جہاز گر گیا، اور سارے مسافر

---

[1] لم يختلفوا أن الحلى إذا كان فى ملك الرجل تجب فيه الزكاة فكذلك إذا كان فى ملك المرأة كالدراهم والدنانير وأيضا لا يختلف حكم الرجل والمرأة فيما يلزمهما من الزكاة فوجب أن لا يختلفا فى الحلى الخ احكام القرآن للجصاص ص۱۵۸ ج۳ سورۂ براء ۃ، آیت ۳۴ فی زکاۃ الحلی مطبوعہ قدیمی کراچی.

[2] وشرطه أى شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فى ملكه الدرالمختار على الردالمحتار ص۲۶۷/۲، مطبوعہ کراچی. مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ کوئٹہ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۵۸۸ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ مصری.

مر گئے، اب انکے ورثاء کو کمپنی نے چالیس ہزار روپیہ رقم دی ہے بیمہ وغیرہ نہیں کیا تھا، بلکہ کمپنی نے اپنے قانون کے تحت یہ رقم دی ہے کیا سال گذرنے کے بعد اسپر زکوٰۃ دینی پڑیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقم کمپنی نے جس کو دی ہے وہ اس کی ملک ہے، دوسرے مملوکہ مال کی طرح اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۷ھ

جو روپیہ کھیت میں لگا اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- ایک مقام پر عامۃ الناس ہزاروں روپیہ لگا کر کھیتی کرتے ہیں تقریباً چھ ماہ تک وہ روپیہ کھیت میں لگا رہتا ہے پھر چھ ماہ تک اپنے پاس رہتا ہے، ان پر زکوٰۃ واجب یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روپیہ کا سامان (بیج وغیرہ) خرید کر جب کھیت میں لگا دیا تو روپیہ ختم ہوگیا، کھیت تیار ہونے کے بعد جب غلہ فروخت کیا اس کی قیمت کا روپیہ وصول ہوا، اگر اس کے علاوہ کوئی اور نقد موجود نہیں اور اس روپیہ پر سال بھر نہیں گذرا بلکہ اس سے پہلے ہی کھیت کے کام میں خرچ ہوگیا، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۸ھ

---

[1] وشرطه اى شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فى ملكه، الدرالمختار على الشامى كراچى ص:۲۶۷، ج:۲. كتاب الزكوة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت بحر ص ۲۰۲ ج۲ مطبوعه الماجديه كوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وجوب زکوٰۃ کے لئے قمری سال کا اعتبار ہے یا شمسی؟

سوال:- سال ہجری عام عیسوی سے تقریباً دس روز کم ہے، زکوٰۃ واجبہ کس حساب سے واجب ہے، جس شخص کے پاس ۲۱/اگست کو مال نصاب آیا اس پر ۲۰/اگست کو آئندہ سال زکوٰۃ واجب ہوگی یا دس اگست کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سال قمری پورا ہونے پر زکوٰۃ لازم ہوگی ۲۰/اگست کو جو قمری تاریخ ہو اس کے اعتبار سے جب قمری سال پورا ہو جائے، وہ حولان حول معتبر ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۹ھ

زکوٰۃ انگریزی مہینہ سے ادا کرے یا قمری سے؟

سوال:- اپنی زکوٰۃ انگریزی مہینوں کے حساب سے مارچ میں ادا کرتا آرہا ہے، ادائیگی زیادہ تر رمضان المبارک میں ہوتی ہے، جو عموماً پیشگی ادا کیجاتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہیکہ انگریزی مہینوں سے قمری مہینہ کم ہوتا ہے، اور زکوٰۃ کچھ ایام کی رہ جاتی ہے میں ۱۹۶۷ء سے مارچ کا حساب کر رہا ہوں اگر یہ صورت ناپسند ہو اور عندالشرع نامعتبر ہو تو ایسی صورت بتائی جائے کہ کیسے قمری مہینہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [1] الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا بلغ نصابا ملكا تاماً وحال عليه الحول الخ تاتارخانية ص۲۱۷ ج۲ اول كتاب الزكاة، مطبوعه كراچى، شامى كراچى ص۲۶۷ ج۲ كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱، كتاب الزكوة، دار الكتب العلمية بيروت.

[1] وحولها اى الزكاة قمرى لاشمسى الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۲۳، ج:۳، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، قبيل باب زكاة المال، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول فى تفسيرها الخ مطبوعه كوئٹه.

رمضان میں حساب کولایا جائے، جیسے ابھی مارچ ہے رمضان المبارک میں حساب کوآگے کیا جائے تو ڈیڑھ سال کی مدت ہوجائیگی تو ہم کیسے قمری مہینہ کواپنائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

انگریزی مہینوں کا حساب کرنے سے ۳۶ ربرس میں ایک سال کا فرق ہوجائے گا، یعنی ایک سال کی زکوٰۃ ذمہ میں باقی رہ جائیگی اسلئے قمری حساب سے سال کا اعتبار کرکے زکوٰۃ ادا کی جائے[۱] جب کہ آپ ماہ مارچ میں حساب کرتے رہیں اور زکوٰۃ رمضان المبارک میں (کئی ماہ پیشتر) ادا کرتے ہیں تو رمضان ہی سے حساب کریں، اگر کاروباری لائن سے مارچ میں پورا حساب کرنا ضروری ہوتو اس کا اختیار ہے، لیکن زکوٰۃ کے لئے رمضان المبارک ہی سے حساب رکھیں یعنی دیکھ لیں کہ جس قدر مال ہے اوراس پر کتنی زکوٰۃ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۶ھ

حولانِ حول میں قمری حساب ہوگا

سوال:- بندہ سابقہ رمضان المبارک کی کسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کرکے زکوٰۃ ادا کردیا کرتا تھا، اسکے بعد سال تمام کیلئے رمضان المبارک کی بیس تاریخ معین کرکے زکوٰۃ ادا کرنے لگا لیکن اب تجارت میں شرکت کی وجہ سے رمضان شریف میں حساب کرنا بہت دشوار ہے، دشواری اسلئے بھی ہے کہ سرکاری اِنکم ٹیکس وغیرہ کا حساب انگریزی سال سے ہوتا ہے اسلیئے تمام کمپنیوں وغیرہ میں انگریزی سال سے تمام تر لاکھوں روپیہ کے آمد وخرچ وقرض اور موجود مال وغیرہ کا حساب کیا جاتا ہے جسکے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے، اور یہ حساب کا کمائی شرکاء کمپنی میں سے صرف ایک کی

---

[۱] وحولها اى الزكاة قمرى لا شمسى الخ الدر المختار علىٰ الشامى زكريا ص:۲۲۳، ج:۳، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، قبيل باب زكاة المال، سكب الانهر ص۲۸۵ ج ۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، البحر ص۲۰۳ ج۲ اول كتاب الزكاة، كوئٹه.

مرضی پر نہیں ہوسکتا ہے، پس ارشاد ہے کہ آیا شرعاً اس کی گنجائش ہے کہ ہمیشہ آخر دسمبر میں حساب کے بعد اسکے مطابق زکوٰۃ ادا کیا کریں؟ اسلامی سال تقریباً ۳۶۰ دن کا، اور انگریزی سال ۳۶۷ دن کا ہوتا ہے، پس گنجائش ہونیکی حالت میں انگریزی سال کے سات دن زائد کا حساب کس طرح کیا جائے، نیز یہ کہ ہمیشہ ۲۰ رمضان کو حساب کیا کرتا تھا، اور اب اسکے بعد آخر ماہ دسمبر میں حساب کرنے کی حالت میں ڈیڑھ دو ماہ اور ہو جائینگے، پس اس ڈیڑھ دو ماہ زائد مدت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی القنیة العبرة فی الزکوٰة للحول القمری[1] بحر ج: ۲، ص: ۲۰۳ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شرعاً زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا مقدارِ واجب میں تو قمری سال ہی کا اعتبار کیا جائے البتہ دائے زکوٰۃ میں تقدیم وتاخیر کی بھی گنجائش ہے، مثلاً رمضان کی ۲۰ رتاریخ کو سال پورا ہوا، اس تاریخ کی مالیت مقدارِ واجب میں معتبر ہوگی لیکن ادا کرنے کیلئے اس وقت روپیہ موجود نہیں بلکہ وہ ایک یا دو ماہ بعد ملا ہے تو روپیہ ملنے پر ادا کر دیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ زکوٰۃ اب واجب ہوئی بلکہ زکوٰۃ تو ۲۰ ررمضان کو واجب ہو چکی تھی، مگر اس کی ادائیگی اب ہوئی یہ روپیہ کچھ پہلے ہی مل گیا ہوتا تو زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی جاتی، بہتر تو یہ ہے کہ ۲۰ ررمضان کو بہر صورت زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور حساب ہونے پر ۲۰ ررمضان کی مالیت کو دریافت کر کے کمی بیشی کے فرق کو پورا کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم ۶/۲/۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] البحر ص ۲۰۳ ج ۲ کتاب الزکاة مطبوعه، کوئٹه پاکستان، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۲۳ ج ۳ قبیل باب زکاة المال، تاتارخانیة کراچی ص ۲۱۷ ج ۲ کتاب الزکاة، وفیه سبعة عشر فصلاً، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۵ ج ۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها الخ.

زکوٰۃ تقسیم کرنے سے بچ گئی اس پر آئندہ سال کی زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص صاحب نصاب نے زکوٰۃ یا خیرات کی مد میں کچھ روپیہ نکالکر رکھ دیا اور تقسیم غرباء کے بعد اس رقم میں سے کچھ روپیہ آئندہ پورے ایک سال تک بچا رکھا رہا تو کیا سال آئندہ اس بچے ہوئے روپیہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا یہ کہ یہ رقم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم فقراء یا ان کے کسی وکیل کی ملک اور قبضہ میں نہیں پہنچی ہے بلکہ صاحبِ نصاب ہی کی ملک میں رہی، گو سال پھر گذر جانے سے اس دوسری مملوک رقم کی طرح زکوٰۃ واجب نہ ہوگی[1] گو محض علیحدہ رکھ دینے سے یہ رقم نہ اس کی ملک سے خارج ہوئی نہ فقراء کے ملک میں داخل ہوئی[2] آئندہ سال اس رقم کو ہٹا کر کے زکوٰۃ ادا کیجائے اور اس رقم کو گذشتہ زکوٰۃ واجبہ شمار کر کے مستقلاً ادا کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۸/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف یکم ربیع الاول

وجوب زکوٰۃ وقت ملک سے سال بھر گذرنے سے ہوگا

سوال:- حامد ۳۰ر شعبان ۱۳۸۷ھ کو صاحبِ نصاب تھا اور یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ کو بھی صاحب نصاب ہے، لیکن فرق یہ ہیکہ شعبان میں اس کے پاس پانچ سو روپئے تھے، اور یکم رمضان المبارک کو تین سو روپئے ہیں اب کس قدر روپیہ پر زکوٰۃ لگائے گا؟

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۰ ج ۳ زکوۃ کا نصاب اور شرائط، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند، کفایت المفتی ص ۲۴۳ ج ۴ کن چیزوں پر زکوۃ ہے، مطبوعہ دہلی۔

[2] لا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء الدر المختار شامی کراچی ص ۲/۲۷۰ کتاب الزکاة، النهر الفائق ص ۱/۴۱۹ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. بحر کوئٹه ص ۲/۲۱۰، کتاب الزکوة،

الجواب حامداً ومصلیاً

مالکِ نصاب ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر جتنے مال کا وہ مالک ہے اسکی زکوٰۃ لازم ہوگی، مثلاً صورت مسئولہ میں اسکے پاس سال پورا ہونے پر صرف تین سو روپیہ ہے تو بس اسی مقدار پر زکوٰۃ (ساڑھے سات روپے) لازم ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

وسط سال کی آمدنی بھی سال تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی

سوال:- زید ہر سال شعبان میں زکوٰۃ نکالتا ہے، شعبان کے بعد اس کے پاس جو روپیہ آیا اس پر تو حولان حول نہیں ہوا اب جو اگلا شعبان آئے گا، تو اس وقت درمیانی سال والے روپیہ جس پر سال نہیں گذرا ہے اس کی زکوٰۃ نکالے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس روپیہ پر سال گذر چکا ہے اس کے تابع یہ روپیہ ہوکر مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[2] وشرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلى مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۵۸۸ كتاب الزكاة، الدر المختار على الشامى زكريا ص۱۷۴ ج۳ كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب، وفى مال التجارة يعتبر الكمال فى آخره لا غير تاتارخانية كراچى ص۲۵۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الخامس فى انقطاع حكم الحول الخ.

[1] ومن كان له نصاب فاستفاد فى اثناء الحول من جنسه ضمه اليه وزكاه به الهداية ص۱۹۳/۱، فصل فى الغنم، الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۱۴/۳ باب زكاة الغنم، مطلب محمد امام فى اللغة الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۲/۲ كتاب الزكاة، فصل فى الغنم. عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۵/۱، كتاب الزكوة، الباب الاول،

مالِ مستفاد کی زکوٰۃ

سوال:-صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس رمضان ۹۲ھ کی پہلی تاریخ کو دو ہزار روپیہ تھے، دو مہینہ تک ایک دو ہزار میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی، بلکہ دو مہینے بعد اس میں زیادتی ہوئی تجارت کے وسیلہ سے یہاں تک کہ ۹۳ھ کی پہلی تاریخ کو مبلغ پانچ ہزار روپے ہوگئے اور مجھ پر زکوٰۃ صرف دو ہزار پر واجب ہے یا پورے پانچ ہزار پر؟ مہربانی فرما کر فوری طور پر جواب ارسال فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں پانچ ہزار کی زکوٰۃ لازم ہوگی، درمیان سال میں جس قدر آمدنی میں اضافہ ہو ختم سال پر اس تمام پر زکوٰۃ ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بیتُ المال

سوال:- جب کہ آج کے دور میں مسلمانوں کے اقتصادی حالات بہت نازک ہیں روزانہ حالت خراب ہو رہی ہے، تو کیا ایسے وقت میں ایک بیتُ المال قائم کرلیا جائے جس سے غریب مسلمانوں کی حالت بہتر بنائی جاسکے، جب کہ اسلام میں بیتُ المال کی اجازت ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بیتُ المال قائم کیا گیا تھا، شرعی اعتبار سے بیتُ المال کی

[1] والمستفاد وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الأصل الدر المختار شامی کراچی ص۲۸۸ ج۲ باب زكاة الغنم، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول فی تفسيرها، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۲ ج۲ كتاب الزكاة، فصل فی الغنم.

کیا تعریف ہے؟ اور کیا اصول ہونے چاہئیں؟ اور کس قسم کا مال جمع ہوسکتا ہے؟ کیا زکوٰۃ وغیرہ کی اجازت ہے؟ تاکہ غریب مسلمان پر خرچ ہوسکے؟ چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، مگر جو اس کے مستحق ہیں ان کو نہیں ملتی بلکہ غیر لوگ حاصل کر لیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امیر المومنین خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں جو بیتُ المال تھا، اس کے شرائط کا اس وقت یہاں وجود نہیں، ہاں مسلمانوں کی موجودہ پریشانیوں کے دفعیہ کے لئے ایک اجتماعی نظم اتفاق واتحاد سے ہوسکتا ہے، اور کرنا چاہئے، اس کی نظیر بھی متعدد مقامات پر قائم ہے، قریب تر مقام دیوبند ہے، مسلم فنڈ کے نام سے یہاں بھی یہی نظم ہے، بہتر یہ ہے کہ وہاں سے ضوابط اور طریق کار کے کاغذات منگالیں یا تکلیف کر کے ایک روز کے لئے تشریف لے آئیں، اور پوری تفصیل اس کے ذمہ داروں سے سمجھ لیں، پھر اگر شرعی حیثیت سے کسی چیز پر اشکال ہو تو اس کو حل کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوۃ سے متعلق حکومت پاکستان کی طرف سے انتالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوٹ: حکومت پاکستان نے ۳۹ رسوالت پر مشتمل استفتاء دارالافتاء مظاہر علوم میں بھیجا، حضرت والا دامت برکاتہم نے جوابات تحریر فرمائے، مگر اصل سوالات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے خیر الفتاویٰ ص ۳۵۵ تا ۳۹۴ ج ۳ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مکتبہ الحق بمبئی سے نقل کئے جارہے ہیں۔

محترمی ومکرمی..... السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

جیسا کہ آپ جناب کو علم ہوگا کہ حکومت پاکستان نے ایک زکوٰۃ کمیٹی مقرر کی ہے، جو زکوٰۃ کی وصول اور خرچ کے مسئلے پر غور کر رہی ہے، زکوٰۃ کمیٹی نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے، جس کی ایک نقل ارسال خدمت ہے، کمیٹی شکر گذار ہوگی اگر آپ اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر سوالنامے کا جواب عنایت فرمائیں گے، چونکہ کمیشن کو اپنی رپورٹ جلد از جلد حکومت کو پیش کرنا ہے، لہٰذا درخواست ہے کہ آپ جناب ۳۱/اگست ۱۹۴۹ء سے پہلے اپنا جواب مرحمت فرمائیں۔

والسلام وقار احمد سکریٹری زکوٰۃ کمیشن وزارتِ مالیات حکومت پاکستان

زکوٰۃ کی تعریف؟

(۱) زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟

زکوٰۃ کس پر واجب ہے

(۲) کن کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں عورتوں، نابالغوں، مسافروں، فاتر العقل افراد، مستأمنوں یعنی غیر ملک میں مقیم لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟

وجوب زکوٰۃ کے لئے حد عمر

(۳) زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے کتنی عمر کے شخص کو بالغ سمجھنا چاہئے؟

کیا عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے عورت کے ذاتی استعمال کے زیور کی حیثیت کیا ہے؟

زکوٰۃ کمپنی پر ہے یا فرداً تمام حصہ داروں پر؟

(۵) کیا کمپنیوں کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے، یا ہر حصہ دار کو اپنے اپنے حصہ کے مطابق فرداً فرداً زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز ٹھہرایا جائے؟

کارخانوں اداروں پر زکوٰۃ کا حکم

(۶) کارخانوں اور تجارتی اداروں پر زکوٰۃ کے وجوب کے حدود بیان کیجئے؟

قابل انتقال حصوں والے کمپنیوں پر زکوٰۃ کا حکم

(۷) جن کمپنیوں کے حصے قابل انتقال ہیں ان کے سلسلے میں تشخص زکوٰۃ کے وقت کس پر ادائیگی زکوٰۃ واجب ہوگی، خریدکنندہ پر یا بیچنے والے پر؟

کن کن چیزوں پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

(۸) کن کن اثاثوں اور چیزوں پر اور موجودہ سماجی حالات کے پیش نظر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ بالخصوص ان چیزوں کے بارے میں ان (مندرجہ ذیل) سے پیدا شدہ حالات میں کیا صورت ہوگی؟

(الف) نقدی سونا، چاندی، زیورات اور جواہرات۔

(ب) دھات کے سکے (جن میں طلائی، نقرئی اور دوسری دھاتوں کے سکے شامل ہیں) اور کاغذی سکے۔

(ج) بینکوں میں بقایا امانت یا کسی دوسری جگہ رکھی ہوئی چیزیں لئے ہوئے قرضے اور دیئے ہوئے قرضے، مرہونہ جائیداد اور ایسی جائیداد جو قابل ارجاع نالش ہو۔

(د) عطیات۔

(ہ) بیمے کی پالیسیاں اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقمیں۔

(و) مویشی، شیرخانہ کی مصنوعات، زرعی پیداوار مع اناج، سبزیاں، پھل اور پھول۔

(ز) معدنیات۔

(ح) برآمد شدہ دفینہ۔

(ط) آثارِ قدیمہ۔

(ی) جنگلی یا پالتو مکھی کا شہد۔

(ک) مچھلی، حوض اور پانی سے نکلنے والی دوسری چیزیں۔

(ل) پیٹرول۔

(م) درآمد برآمد۔

کیا دورِ نبوی ﷺ کے املاک زکوٰۃ پر خلفائے راشدین نے اضافہ کیا ہے؟

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن املاک پر زکوٰۃ واجب تھی کیا خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ان کی فہرست میں کوئی اضافہ کیا؟ اگر کوئی اضافہ یا تبدیلی کی تو کن اصولوں پر؟

رائج الوقت سکے نکل اور سونے، چاندی کے علاوہ منسوخ شدہ سکوں پر زکوٰۃ کا حکم

(۱۰) کیا نکل کے سکوں اور سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کے رائج الوقت سکوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ جو سکے رائج نہیں رہے، جو خراب ہیں یا جو حکومت نے واپس لے لئے ہیں یا جو دوسرے ملکوں کے سکے ہیں، ان کا بھی اس سلسلے میں شمار ہونا چاہئے یا نہیں؟

مال ظاہر و مالِ باطن کی تعریف اور بینک میں جمع شدہ رقوم کی حیثیت

(۱۱) مال ظاہر اور باطن کی کیا تعریف ہے؟ اس سلسلہ میں بینکوں کے اندر جمع شدہ رقوم کی کیا حیثیت ہے؟

مال نامی سے کیا مراد ہے؟

(۱۲) اعراض زکوٰۃ کے لئے نامی (نمو پذیر) کے حدود بیان کیجئے؟ کیا صرف مال نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

مکان، زیورات اور کرایہ کی اشیاء پر زکوٰۃ کے اصول

(۱۳) جو مکان، زیورات، دوسری چیزیں کرایہ پر دی جائیں ان پر اور ٹیکسی گاڑی موٹر وغیرہ

پرزکوٰۃ وغیرہ پرزکوٰۃ لگانے کا کیا قاعدے ہیں؟

کن مملوکہ جانوروں پرزکوٰۃ واجب ہے اور کن حالات میں اور کتنی؟

(۱۴) کسی آدمی کے کن کن مملوکہ جانوروں پرزکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں بھینسوں، مرغیوں اور دوسرے پالتو اور شوقیہ پالے ہوئے جانوروں کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان کی زکوٰۃ نقدی کے شکل میں یا جنس کی صورت میں یا دونوں طرح دی جاسکتی ہے؟ کسی آدمی کے مختلف مملوکہ جانوروں کی کتنی مقدار پر اور کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہونی چاہئے؟

اموال زکوٰۃ پرزکوٰۃ کی شرح

(۱۵) جن مختلف سامانوں اور چیزوں پرزکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ان پرزکوٰۃ کس شرح سے لی جائے؟

کیا دورِ خلفائے راشدین میں اموال زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی؟

(۱۶) خلفائے راشدین کے دور میں نقدی سکوں مویشیوں، سامان تجارت زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہو تو سند کے ساتھ تفصیلی وجوہ بیان کیجئے۔

دوسو نقرئی درہم، بیس طلائی مثقالی کے حساب سے کتنے پاکستانی روپے پرزکوٰۃ واجب ہے؟

(۱۷) نقدی کی صورت میں اگر زکوٰۃ دوسو نقرئی درہم اور بیس طلائی مثقال میں واجب ہو تو یہ سکے کتنے پاکستانی روپوں کے برابر ہوں گے، اناج کی صورت میں (صاع ووسق) پاکستان کے مختلف علاقوں میں کن مروجہ اوزان کے برابر ہوں گے؟

موجودہ حالات کے پیش نظر شرح زکوٰۃ میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟

(۱۸) کیا موجودہ حالات کے پیش نظر نصاب (وہ کم از کم سرمایہ جس پرزکوٰۃ واجب ہوتی

ہے)اور زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؟ اس مسئلے پر اپنے خیالات دلائل کے ساتھ پیش کریں۔

مختلف اثاثوں اور سامانوں پر وجوب زکوٰۃ کی مدت؟

(۱۹) مختلف اثاثوں اور سامانوں پر کتنی مدت گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے؟

(۲۰) اگر ایک سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا سال میں صرف ایک بار زکوٰۃ ادا کی جائے یا ہر فصل پر؟

ادائے زکوٰۃ میں قمری مہینہ کا اعتبار ہے یا شمسی کا اور کسی خاص مہینہ کی تعیین سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا زکوٰۃ ایک ہی واجب ہے؟

(۲۱) زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے واجب ہونی چاہئے یا شمسی سال کے حساب سے؟ کیا زکوٰۃ کی تشخیص اور وصولی کے لئے کوئی مہینہ مقرر ہونا چاہئے؟

زکوٰۃ کے مصارف؟

(۲۲) زکوٰۃ کی رقم کن مصارف میں خرچ ہونی چاہئے؟

مصارف کے حدود اور ''فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟

(۲۳) قرآن حکیم میں جن مختلف مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی حدود بیان کیجئے، بالخصوص اصطلاح ''فی سبیل اللہ'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کیجئے؟

کیا زکوٰۃ کو تمام مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے؟

(۲۴) کیا یہ لازمی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصہ ان مصارف میں سے ہر ایک مصرف پر خرچ کرنے کے لئے الگ رکھا جائے، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے؟ یا زکوٰۃ کی پوری رقم قرآن مجید میں بتائے ہوئے تمام مصارف پر خرچ کرنے کے بجائے ان میں سے کسی ایک یا چند مصارف میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے؟

مستحقین کب مستحق زکوٰۃ ہیں اور سید اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا حق

(۲۵) مستحقین زکوٰۃ کے ہر طبقے میں کسی فرد کو کن حالات میں زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے، پاکستان کے مختلف حصوں میں جو حالات پائے جاتے ہیں ان کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی جائے کہ سیدوں، بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد کو زکوٰۃ لینے کا کہاں تک حق پہنچتا ہے؟

کیا مصرف زکوٰۃ صرف افراد ہیں یا ادارے کو بھی دی جاسکتی ہے؟

(۲۶) کیا زکوٰۃ صرف افراد کو دی جاتی ہے یا اداروں کو (مثلاً تعلیمی اداروں، یتیم خانوں اور محتاج خانوں) کو بھی دی جاسکتی ہے؟

مستحقین کو زکوٰۃ بطور گزارہ الاؤنس دینا

(۲۷) کیا زکوٰۃ کی رقم میں مستحق غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور ان لوگوں کو جو اپاہج یا ضعیف ہونے کی وجہ سے روزی کمانے سے معذور ہوں عمر بھر کی پنشن کے طور پر گزارہ الاؤنس دیا جاسکتا ہے؟

زکوٰۃ رفاہِ عامہ کے کاموں میں صرف کرنا؟

(۲۸) کیا زکوٰۃ کی رقم رفاہِ عامہ کے کاموں مثلاً مسجدوں، ہسپتالوں، سڑکوں، پلوں، کنوؤں اور تالابوں وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ جس سے ہر آدمی بلا لحاظ مذہب وملت فائدہ اٹھا سکے۔

زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا

(۲۹) کیا زکوٰۃ کی رقم کسی شخص کو قرضۂ حسنہ یا قرض بلا سود کے طور پر دی جاسکتی ہے؟

اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے مصیبت زدگان علاقہ میں زکوٰۃ بھیجنا

(۳۰) کیا یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ جس علاقہ سے وصول کی جائے اسی میں صرف کی جائے،

یا اس علاقہ سے باہر، یا پاکستان سے باہر تالیف قلوب کے لئے یا آفات ارضی وسماوی مثلاً زلزلہ، سیلاب وغیرہ کے مصیبت زدگان پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں آپ کے نزدیک علاقہ کی تعریف کی جائے؟

ترکۂ میت سے زکوٰۃ وصول کرنا؟

(۳۱) متوفی کے ترکہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟

عدم وجوب زکوٰۃ کے حیلہ سے لوگوں کو روکنے کی تدابیر؟

(۳۲) ایسی کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، کہ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے حیلے نہ کرسکیں؟

وصولیٔ زکوٰۃ کا کام مرکزی حکومت کے تحت ہو یا صوبائی؟

(۳۳) زکوٰۃ کی تحصیل اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں ہونا چاہئے یا صوبوں کے ہاتھ ہیں، اگر مرکز جمع کرے تو اس میں صوبوں یا دوسرے علاقوں کے حصے مقرر کرنے کے کیا اصول ہیں؟

زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا طریقہ اور وصولِ زکوٰۃ کے لئے الگ محکمہ کا قیام؟

(۳۴) آپ کی نظر میں زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کیا زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے کوئی الگ محکمہ قائم کیا جائے یا حکومت کے موجودہ محکموں سے ہی کام لیا جائے؟

کیا زکوٰۃ سرکاری محصول ہے؟

(۳۵) کیا زکوٰۃ کو سرکاری محصول قرار دیا جائے، یا وہ کوئی ایسا محصول ہے کہ حکومت محض اس کی وصولی اور انتظام کی ذمہ دار ہے؟

دورِ خلفائے راشدین میں کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول لیا جاتا تھا؟

(۳۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلفائے راشدینؓ کے دورِ حکومت میں اغراضِ عامہ کے کاموں کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول وصول کیا گیا ہے؟ اگر کیا گیا ہے تو وہ کیا تھا؟

اسلامی ممالک میں وصولیٔ زکوٰۃ کا طریقہ؟

(۳۷) اسلامی ملکوں میں زکوٰۃ کی وصولی اور انتظام کرنے کا کیا طریقہ تھا اور اب کیا ہے؟

انتظامِ زکوٰۃ حکومت کے پاس ہو یا حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں؟

(۳۸) کیا زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کا انتظام صرف حکومت کے پاس رہنا چاہئے، یا کوئی مجلس امناء مقرر ہو کر اس کا انتظام حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہونا چاہئے؟

منتظمینِ زکوٰۃ کو تنخواہ دینے کا حکم اور شرائط ملازمت؟

(۳۹) زکوٰۃ کو جمع کرنے اور اس انتظام کرنے کے لئے جو عملہ رکھا جائے، ان کی تنخواہیں، الاؤنس، پینشن، پراویڈنٹ فنڈ اور شرائطِ ملازمت کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم. (۱) مالِ مخصوص (نصاب کا چالیسواں حصہ یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو، جیسے جانوروں میں زکوٰۃ کا متعینہ حصہ) کا شخصِ مخصوص (مصرف) کو مالک بنا دینا اور اس میں اپنی کوئی ذاتی منفعت نہ ہو، محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو: هي تمليك مال مخصوص وهو ربع عشر النصاب او ما يقوم مقامه من صدقات السوائم لشخص مخصوص اهـ مراقي الفلاح[1] وطحطاوي اى مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ اهـ درمختار.[2]

[1] مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص:۵۸۷، كتاب الزكاة. مطبوعه مصر، (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

(۲) جوشخص عاقل، بالغ مسلم، حر، (آزاد) مالک نصاب نامی ہو (جس پر سال بھر گذر چکا ہو اوروہ حاجت اصلیہ سے زائد اور دیون انسانی سے فارغ ہو) اس پر زکوٰۃ فرض ہے، عورتوں، قیدیوں، مسافروں، مستامنوں میں اگر یہ صفات موجود ہوں، تو ان پر بھی فرض ہے، نابالغوں پر فرض نہیں، وہ مجنون جس کو افاقہ نہ ہو اس پر فرض نہیں، جس کو افاقہ بھی ہوتا ہو اس میں تفصیل ہے کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے، فاتر العقل یعنی کم عقل پر حسب شرائط فرض ہوگی: **وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحرية والعلم به ولو حكما لكونه فى دارنا وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولى نام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الاصلية اهـ درمختار[1] قوله عقل وبلوغ فلا تجب علٰى مجنون وصبى[2] اهـ شامى.**

(۳) پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجائے گا اس سے قبل اگر علامات بلوغ ظاہر ہوں تو علامات کے ظہور کے وقت سے بالغ تصور کیا جائے گا: **بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شيئ فحتٰى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتٰى اهـ[3] درمختار.**

(۴) سونے چاندی کے زیورات میں اوران میں جن میں سونا چاندی غالب ہوزکوٰۃ فرض

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] الدرالمختار على الردالمحتار كراچى ص:۲۵۸، ج:۲، كتاب الزكاة.

(صفحہ ہذا) [1] شامى نعمانية ص:۶، ج:۲، كتاب الزكوة، مطلب الفرق بين السبب والعلة والشرط، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه على الفتح القدير ص۱۵۳ ج۲ كتاب الزكوة، دار الفكر.

[2] شامى نعمانى ص:۴، ج:۲، عناية مع فتح القدير ص۱۵۶ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه دار الفكر، مجمع الانهر ص۲۸۶ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[3] درمختار نعمانية ص:۹۷، ج:۵، مطلب تصرفات المحجوربالدين كا لمريض، عالمگيرى ص۶۱ ج۵ الفصل الثانى فى معرفة حد البلوغ مطبوعه كوئٹه، كتاب الحجر، زيلعى ص۲۰۳ ج۵ كتاب الحجر فصل، قبيل كتاب المأذون، مطبوعه امداديه ملتان.

ہوگی جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اگر چہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں: **ولو كانت الفضة او الذهب حليا اوغيره تجب فيها الزكوٰة اهـ زيلعي[1] واللازم فى كل منهما ومعموله ولوتبرا اوحليا مطلقاً مباح الاستعمال او لا ولو للتجمل والنفقة ربع عشر اهـ درمختار بحذف قوله اوحليا ماتتحلى به المرأة من ذهب اوفضة قوله اولا كخاتم الذهب للرجال والاوانى مطلقا ولومن فضة قوله ولو للتجمل اى التزئين بهما فى البيوت من غير استعمال اهـ[2] شامى.**

(۵) اگر حصہ داروں نے کمپنی کو اداء زکوٰۃ کا وکیل بنادیا ہے تو کمپنی ادا کردے ورنہ حصہ داران ادا کریں۔[3]

(۶) جس کا حصہ خود یا اس کے دوسرے مال زکوٰۃ کے ساتھ مل کر مقدار نصاب ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، لیکن مشینری اور سامان جو کارخانہ چلانے کے لئے ہے، تجارت کے لئے نہیں، اس میں زکوٰۃ نہیں: **وشرط حولان الحول وثمنية المال كالدراهم والدنانير او السوم اونية التجارة فى العروض اما صريحا ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة اودلالة بان يشترى عينا بعرض التجارة اهـ[4] درمختار.**

(۷) اگر مالک نے سال بھر گذرنے پر فروخت کیا ہے تو فروخت کرنے والے پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر اس سے پہلے فروخت کیا ہے تو اس پر فرض نہیں بلکہ خریدنے والے پر فرض ہوگی جب کہ

---

[1] زيلعى امداديه ملتان، ص۲۷۷ ج ۱، باب زكاة المال،

[2] شامى كراچى ص۲۹۸ ج۲ باب زكاة المال مجمع الأنهر ص۳۰۵ ج۱ كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اى للأداء ولو كانت المقارنة حكماً وفى الرد، وأما المقارنة للدفع إلى الوكيل فهى من الحكمية، شامى كراچى ص۲۶۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دار الكتب العمية بيروت، مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص۵۸۸ كتاب الزكوة،

[4] الدر المختار علىٰ الرد ص: ۱۰، ج:۲، نعمانية مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، مجمع الأنهر ص۳۰۵ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۰۹ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه.

اس کی ملک میں سال بھر پورا ہو جائے یا اس کے پاس کوئی اور مال بقدر نصاب ہو تو اس مال سابق کا سال پورا ہونے پر اس کے ساتھ اس خرید کردہ حصہ پر بھی زکوٰۃ ہوگی[۱]

(۸) سونا چاندی رائج الوقت سکے، سوائم زمین کی پیداوار[۲]

(الف) نقدی سونا چاندی کے زیورات وہ زیورات جن میں سونا چاندی غالب ہو ان میں بہرصورت زکوٰۃ فرض ہوگی، خواہ یہ تجارت کیلئے ہوں، خواہ کسی اور غرض کے لئے ہوں۔

جواہرات اگر تجارت کیلئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں: **لا زکٰوۃ فی اللاٰلی والجواھر وان ساوت الفا اتفاقاً الا ان تکون للتجارۃ والاصل ان ماعدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ اھ**[۳] **درمختار.**

(ب) جن سکوں میں سونا چاندی غالب ہو اور دوسری دھات مغلوب ہو وہ خالص چاندی سونے کے حکم میں ہے، اور جو سکے دوسری دھات کے ہوں، یا ان میں دوسری دھات غالب ہو ان میں قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی یعنی اگر ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اور نوٹ میں اس کے روپیوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا: **غالب الفضۃ والذھب فضۃ وذھب اھ (درمختار) الفلوس ان کانت اثمانا رائجۃ اوسلعۃ للتجارۃ تجب الزکٰوۃ فی قیمتھا والا فلا اھ شامی**[۴]

---

[۱] ومنها حولان الحول على المال الٰى ان قال ومن كان له نصاب فاستفاد فى أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الٰى ماله وزكاه الخ عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه. هدايه ص۱۹۳ ج۱ باب صدقة السوائم، فصل فى الغنم مطبوعه ياسرنديم ديوبند، البحر الرائق ص۲۲۲ ج۲ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] مال الزكاة الأثمان– وهى الذهب والفضة، وأشباههما، والسوائم، وعروض التجارة، المحيط البرهانى ص۱۵۶ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة مطبوعه ڈابهيل.

[۳] الدرالمختار على الردالمحتار ص۲/۱۴، نعمانية كتاب الزكاة، عالمگیری كوئٹه ص۱/۱۸۰ الباب الثالث فى زكاة الذهب الخ الفصل الثانى فى العروض، زيلعى ص۱/۲۷۷ باب زكاة المال مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] شامى نعمانية ص:۳۲، ج:۲، باب زكاة المال. البحرالرائق كوئٹه ص۲/۲۲۸، باب زكوة المال، زيلعى مع حاشية الشلبى ص۱/۲۷۹، باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان،

(ج) جو امانت بنک یا کسی دوسری جگہ محفوظ ہو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو قرض کسی سے لیا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں، جو قرض کسی کو دیا ہو اس پر واجب ہے، مگر وصول سے پہلے ادا کرنا واجب نہیں[1] مرہونہ جائداد کی زکوٰۃ راہن پر نہیں[2] متنازعہ فیہ جائداد کا فیصلہ جس کے حق میں ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ وہ اموال زکوٰۃ میں سے ہو، زمین کاشت پر زکوٰۃ نہیں۔[3]

(د) اگر عطیات ان اموال میں سے ہوں جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور معطی لہ کو مالک بنادیا گیا ہو تو شرائط زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔[4]

(ہ) پراویڈنٹ فنڈ میں جو حصہ تنخواہ سے جمع کیا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ شرائط کے مطابق واجب ہوگی، اور جو گورنمنٹ خود جمع کرتی ہے اس پر ابھی واجب نہیں وصول ہونے کے بعد شرائط کے مطابق واجب ہوگی،[5] بیمہ پالیسیاں کی ہمیں تحقیق نہیں، کیا ہے۔[6]

---

[1] فتجب زكاتها إذا اتم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكما قبض أربعين درهما يلزمه درهم، الد المختار كراچی ص۳۰۵ ج۲ باب زكاة المال عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه البحر الرائق ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[2] قوله ولا فى مرهون أى لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد، شامى كراچی ص۲۶۳ ج۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، اول كتاب الزكاة، بحر ص۲۰۳ ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه، عالمگیری ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[3] ولا (زكوة) فى ثياب البدن وأثاث المنزل ودور السكنىٰ ونحوها كثياب البدن الغير المحتاج اليها وكالحوانيت والعقارات الخ در مختار مع الشامى كراچی ص۲۶۵ ج۲ اول كتاب الزكاة.

[4] الزكاة وجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول، المضمرات، الملك التام أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه ولا يتمكن النقصان فيه بوجهٍ كما فى المديون والمكاتب، تاتارخانية ص۲۱۷ ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كراچی، شامى كراچی ص۲۵۹ ج۲، اول كتاب الزكاة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى.

[5] پراویڈنٹ فنڈ میں جو حصہ تنخواہ سے حکومت خود جمع کرتی ہے وہ دین قوی میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ وہ رقم اس کی ملکیت میں نہیں آئی ہے، اسی وجہ سے اس پر اضافہ شدہ رقم سود کے دائرے میں نہیں آتی ہے، لہٰذا وہ دین متوسط یا دین ضعیف میں داخل ہے اور دین متوسط میں مفتی بہ قول کے مطابق اور دین ضعیف میں (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(و) سائمہ جانور اور تجارتی اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے شیر خانہ کی مصنوعات جو تجارتی ہوں ان میں ان کی قیمتوں کا اعتبار ہوگا، زرعی پیداوار اور پھلوں میں عشر ہے، یا نصف عشر بشرطیکہ زمین عشری ہو، سبزیات اور پھلوں کی تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائی جائیں، بعض میں عشر ہے بعض میں نہیں: **ویجب العشر فی ثمرة جبل وفی مسقی سماء وسیح بلا شرط نصاب وبقاء اھ**[1] **درمختار.**

(ز) جو چیز پگھلنے ڈھلنے والی ارض خراجی یا عشری سے ملے اس میں خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہوگا: **وجد مسلم اوذمی معدن نقد و حدید فی ارض خراجیة اوعشریة خمس اھ**[2] **درمختار.**

(ح) جس دفینہ پر اسلام کی علامت نہ ہو اس میں بھی خمس ہے اور جس پر اسلامی علامت ہو وہ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) بالاتفاق سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں قبضہ کے بعد سے حولان حول ہوجائے اور نصاب کے بقدر ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس سے پہلے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **وأما دین الوسط فما وجب له بدلاً عن مالٍ لیس للتجارة إلی قوله وفیه روایتان عنه وروی بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفة انه لا زکوٰة فیه حتی یقبض المأتین ویحول علیه الحول من وقت القبض وهو اصح الروایتین عنه، بدائع زکریا ص۹۰ج۲ کتاب الزکاة، منحة الخالق ص۲۰۷ج۲ اول کتاب الزکاة مطبوعه کوئٹه شامی کراچی ص۳۰۶ج۲ کتاب الزکاة مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد، تفصیل کے لئے ملاحظه هو، ایضاح النوادر ص۳۱ج۲، مؤلف حضرت مفتی شبیر صاحب مدظله، نیز پراویڈنٹ فنڈ اور سود کا مسئله مؤلف مفتی محمد شفیع صاحبؒ.**

۶ ملاحظہ ہو رسالہ بیمہ زندگی مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(صفحہ ہذا) [1] **الدرالمختار نعمانی ص: ۴۹، ج:۲، باب العشر، بحر کوئٹه ص۲۳۷ج۲ باب العشر، زیلعی ص۲۹۱ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان، باب العشر.**

[2] **شامی نعمانیة ص: ۴۴، ج:۲، شامی کراچی ص۳۱۸ج۲ باب الرکاز، البحر الرائق ص۳۳۴ج۲ باب الرکاز، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۳۱۳ج۱ باب الرکازة، دار الکتب العلمیة بیروت.**

لقطہ ہے: **ولو وجدت دفين الجاهلية خمس وماعليه سمة الاسلام من الكنوز فلقطة وما عليه سمة الكفر خمس**[۱] (درمختار)

(ط) اس کا مفہوم واضح نہیں ہوا۔

(ی) اس میں بھی عشر ہے، جب کہ خراجی زمین نہ ہو: **يجب العشر فى عسل ارض غير الخراج اھ**[۲] درمختار.

(ک) ان میں عشر نہیں، البتہ موتی وغیرہ تجارت کیلئے ہوں، تو حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی: **ولا فى لؤلؤ وغيره وكذا جميع ما يستخرج من البحر اھ**[۳] درمختار.

(ل) اس میں عشر نہیں، اگر تجارت کے لئے ہو تو شرائط کے موافق زکوٰۃ ہوگی: **ولا فى عين قير ونفط اھ**[۴] درمختار.

(م) مسلمان تاجر سے زکوٰۃ لیجائیگی، اور ذمی سے نصف عشر لیا جائیگا، اور غیر ملکی کافروں سے ان کے ملک کا معاملہ دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا، یعنی وہ جتنا مسلمان ملکی کافروں سے لیتے ہیں اسی قدر لیا جائے گا، مگر کل مال نہیں لیں گے، ہمارا معاملہ بہرحال بہتر ہونا چاہئے[۵]

---

[۱] شامی نعمانية ص: ۴۷، ج:۲، شامی کراچی ص۳۲۲ج۲ باب الركاز، مجمع الانهر ص۳۱۴ج۱ باب الركاز، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری ص۱۸۵ ج۱ الباب الخامس فى المعادن والركاز، مطبوعه كوئٹه.

[۲] شامی نعمانية ص: ۴۹، ج:۲، شامی کراچی ص۳۲۵ج۲، باب العشر، عالمگیری ص۱۸۶ ج۱ الباب السادس فى زكاة الزرع والثمار، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانى ص۲۷۳ ج۳ كتاب العشر الفصل الاول فى بيان ما يجب فيه العشر، مطبوعه ڈابھیل.

[۳] شامی نعمانية ص: ۴۷، ج:۲، باب الركاز وشامی کراچی ص۳۲۲ وعالمگیری ص۱۸۵ ج۱ الباب الخامس فى المعادن الخ مطبوعه كوئٹه سكب الأنهر ص۳۱۶ ج۱ باب الركاز، دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] شامی نعمانية ص: ۵۳، ج:۲، باب العشر، شامی کراچی ص۳۳۱ج۲ مجمع الانهر ص۳۲۳ج۱ باب زكاة الخارج مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۵۷ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[۵] يأخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمى نصفه ومن الحربى تمامه نصاباً ولم يعلم قدر ما يأخذون منّا (أى مقدار ما يأخذ أهل الحرب من المسلمين) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۹) اموال زکوٰۃ کی تفصیل احادیث مرفوعہ میں موجود ہے، خلفائے راشدین نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔[۱]

(۱۰) سونے چاندی کے سکے یا وہ سکے جن میں سونا چاندی غالب ہے، ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ وہ رائج ہوں یا نہ ہوں یا کسی دوسری حکومت کے ہوں سب کا ایک ہی حکم ہے، ایسے سکوں کے علاوہ دوسرے سکے اگر رائج ہوں تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ہوگی اگر رائج نہ ہوں تو زکوٰۃ نہیں کما مر۔

(۱۱) مال ظاہر کہتے ہیں گائے، بکری وغیرہ بقدر نصاب کو اور اس مال تجارت کو جس کو تاجر لے کر عاشر پر گذرے، مال باطن جو اسکے علاوہ ہو جیسے سونا چاندی اور وہ مال تجارت جو مکان یا دوکان میں ہو، بینک میں جمع شدہ رقوم مال باطن کے حکم میں ہیں: **مال الزکوٰۃ نوعان ظاهر وهو المواشی وما یمر به التاجر علیٰ العاشر وباطن وهو الذهب والفضة واموال التجارة فی مواضعها اھ**[۲] شامی.

(۱۲) صرف مال نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی نامی کے معنی بڑھنے والا اس کی دو صورتیں ایک حقیقۃ جیسے مویشی کہ ان کی نسل بڑھتی ہے اور مال تجارت دوسرے تقدیراً اس کا مصداق سونا چاندی اور وہ سکہ جو رائج ہو: **قال ابن عابدین: النماء فی اللغة الزیادة وفی الشرع هو نوعان حقیقی وتقدیری فالحقیقی الزیادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقدیری تمکنه من الزیادة بکون المال فی یده اویدنائبه اھ**[۳] شامی.

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) وإن علم ما أخذوه منا أخذ مثله قليلاً أو كثيراً تحقيقاً للمجازاة هذا هو الاصل مجمع الأنهر ص۳۰۸ ج۱ باب العاشر، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۸۵، باب العاشر مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری ص۱۸۳ ج۱ الباب الرابع فيمن يمر العاشر، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) ۱ ملاحظه هو مشكوٰة شريف ص۱۵۸ كتاب الزكاة باب ما يجب فيه الزكاة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۲ شامی نعمانية ص۳۸ ج۲، شامی زكريا ص۲۴۲ ج۳، باب العاشر قبيل مطلب ماورد فی ذم العشار، بدائع زكريا ص۱۳۵ ج۲ كتاب الزكاة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

هو قسمان خلقی وفعلی فالخلقی الذهب والفضة لانها تصلح للانتفاع باعیانها ای فی دفع الحوائج فلا حاجة الیٰ الاعداد من العبد للتجارة بالنیة لتعیینها لها باصل الخلقة فتجب الزکوٰة فیهما نویٰ التجارة اولم ینو اصلاً اونوی النفقة والفعلی فیما سوی الذهب والفضة وانما یکون الاعداد للتجارة فیه بالنیة اذا کانت عروضاً اوبنیة الاسامة ان کانت سائمة اهـ طحطاوی[1]۔

(۱۳) سونے چاندی کے زیورات پر بہرصورت زکوٰۃ ہے، کرایہ کو دخل نہیں، دوسری کرائے کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں اگر وہ کرائے کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی جو چیزیں کرائے پر چلتی ہیں ان کی آمدنی پر شروط کے موافق زکوٰۃ ہوگی[2]۔

(۱۴) جو جانور تجارت کے لئے ہوں ان پر زکوٰۃ ہوگی جو جانور شوقیہ نسل یا دودھ کے لئے ہوں ان میں سے اونٹ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ پر زکوٰۃ ہوگی جب کہ یہ جانور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے پر اکتفا کرتے ہوں، بقیہ مرغیوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، تجارتی جانوروں کی زکوٰۃ قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کی جائے نسل کے جانوروں کی زکوٰۃ کا طریقہ تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہے، ایسے جانوروں کا کم از کم نصاب یہ ہے، اونٹ پانچ، گائے بھینس تیس، بکری چالیس[3]۔

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) فصل واما بیان من له المطالبة باداء الواجب فی السوائم والاموال الظاهرة، البحر الرائق ص ۲۳۱ ج۲ باب العاشر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] شامی نعمانیة ص۷ ج۲، کتاب الزکاة، شامی کراچی ص۲۶۳ ج۲ البحر الرائق ص۲۰۶ ج۲ اول کتاب الزکاة مطبوعه الماجدیه کوئٹه، تبیین ص ۲۵۵ ج ۱ کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) [1] طحطاوی علی الدر ص ۳۹۱ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار المعرفة بیروت، العالمگیریة ص۱۷۴ ج ۱ کتاب الزکاة الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولو آجر عبده أو داره بنصاب ان لم یکن للتجارة لا تجب ما لم یحل الحول بعد القبض الخ البحر الرائق ص۲۰۸ ج۲ اول کتاب الزکاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] ملاحظہ ہو شامی کراچی ص۲۷۵تا۲۹۵ ج۲ کتاب الزکاة، المحیط البرهانی ص۱۵۶ تا۱۷۹ ج۲ الفصل الثالث فی بیان مال الزکاة مطبوعه ڈابهیل، مجمع الانهر ص۲۹۲، ۳۰۳ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(۱۵) سونے چاندی کے نصاب سے چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے[۱] یہی حساب مال تجارت کی زکوٰۃ کا ہے جانوروں کی زکوٰۃ میں بہت تفصیل ہے، زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ بعض صورتوں میں دسواں حصہ ہے، بعض میں بیسواں یہ سب تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں[۲]

(۱۶) کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف بیان فرمادیئے خلفائے راشدین نے ان پر عمل کر کے مستحکم کردیا احکام منصوصہ بالخصوص مقادیر میں تبدیلی ہو بھی نہیں ہوسکتی[۳]

(۱۷) نہ سکوں کی تفصیل معلوم نہ اوزان کی لہٰذا جواب سے معذوری ہے۔

(۱۸) کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیونکہ مقادیر توقیفی ہیں اجتہادی اور قیاسی مسائل پر ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کسی کو یہ حق نہیں کہ احکام وحی کو منسوخ کرسکے: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"[۴] (الآیۃ)

(۱۹) ہر قسم کے مال زکوٰۃ پر سال بھر گذرنے سے زکوٰۃ ہوگی: "لاَ زکٰوۃَ فی المال حتی یحول علیه الحول"[۵] زمین کی پیداوار اور معدنیات کے لئے سال گذرنا شرط نہیں۔

(۲۰) اگر زمین پر خراج موظف ہے تو وہ صرف ایک مرتبہ واجب ہوگا، اگر خراج مقاسمۃ ہے

---

[۱] یجب فی مائتی درهم وعشرین دیناراً ربع العشر أی خمسة دراهم، فی مائتی درهم ونصف دینار فی عشرین دیناراً، زیلعی ص۲۷۶ ج۱ باب زکاة المال مطبوعه امدادیه ملتان، المحیط ص۱۵۶ ج۲ الفصل الثالث، مال الزکاة مطبوعه ڈابهیل، شامی کراچی، ص۲۹۵ ج۲ باب زکاة المال.

[۲] یجب العشر فی عسل أرض غیر الخراج، وکذا فی ثمرة جبل أو مفازة إن حماه الإمام، ومسقی سماء وسیح بلا شرط نصاب وبقاء الٰی ما قال ویجب نصفه فی مسقی غرب ودالیة الخ تنویر الابصار علی الشامی زکریا ص۲۶۴ تا ۲۶۸ باب العشر، البحر کوئٹه ص۲۳۷ ج۲ باب العشر، مجمع الانهر ص۳۱۷ ج۱ باب زکاة الخارج دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] بأن نصب المقادیر بالرأی لا یجوز، شامی کراچی ص۴۹۱ ج۳ کتاب الطلاق باب اللعان.

[۴] سوره مائده آیت۳.

[۵] هدایه ج۱، ص۱۶۵، ۲، هدایة ص۱۸۵، ج:۱، دارالکتاب دیوبند کتاب الزکاة. شامی کراچی ص۲/۲۵۹، اول کتاب الزکوة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۸۸، کتاب الزکوة،

یا عشر ہے، تو وہ ہر فصل پر واجب ہوگا: ''ولا یتکرر خراج الوظیفة بتکرار الخارج بخلاف خراج المقاسمة والعشر لانهما یتکرَ ران اھـ'' مجمع الانهر[1]

(۲۱) قمری سال متعین ہے، کسی خاص مہینہ کی تعیین نہیں بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا ہے اسی وقت سے سال بھر پورا ہونے پر زکوٰۃ پوری ہوگی: وحولها (ای الزکٰوة) قمری لاشمس اھـ[2] درمختار.

(۲۲) مسلم فقیر مسکین، عامل، مکاتب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل لقوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء[3] (الآیۃ) بشرطیکہ یہ لوگ ہاشمی نہ ہوں اور جس مسافر کے ساتھ مال نہ ہو اس کو بقدر حاجت زکوٰۃ دی جائے[4] غیر مسلم زکوٰۃ کا مصرف نہیں۔[5]

(۲۳) فقیر جو قدر نصاب سے کم کا مالک ہو مسکین جس کی ملک میں کچھ نہ ہو، عامل جس نے

---

[1] مجمع الأنهر ص۴۶۷ج۲ باب العشر والخراج، کتاب السیر والجهاد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۱۱۰ ج۵ کتاب السیر، باب العشر والخراج قبیل فصل فی الجزیة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه زیلعی مع حاشیة الشلبی ص۲۷۵ ج۳ باب العشر والخراج کتاب السیر مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] شامی نعمانیة ص:۲۸، ج:۲، شامی کراچی ص۲۵۹ج۲ اول کتاب الزکاة، سکب الانهر ص۲۸۵ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۰۳ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] سورۂ توبه آیت ۶۰.

[4] مصرف الزکاة والعشر هو فقیر وهو من له أدنی شئ ومسکین من لا شئ له وعامل فیعطی وغنیاً لا هاشمیاً بقدر عمله ومکاتب لغیرها شمی ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینه وفی سبیل الله وهو منقطع الغزاة وابن السبیل وهو من له مال لا معه الخ تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ص۲۸۳-۲۹۰ج۳ باب المصرف، البحر الرائق ص۲۴۰-۲۴۲ج۲ باب المصرف، مطبوعه کوئٹه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۱-۵۹۲ مطبوعه مصری.

[5] ولاتدفع الیٰ ذمی لحدیث معاذؓ. ج:۲، ص:۲۷، شامی نعمانیة شامی کراچی ص ۴۵۱ج۲ باب المصرف، ولا یصح دفعها لکافر الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری عالمگیری کوئٹه ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف.

اپنے نفس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فارغ کرلیا ہو جیسے عاشر اور ساعی بقدر عمل اس کو زکوٰۃ دی جائے۔

مکاتب:-جس غلام کا مولیٰ سے معاملہ ہوگیا ہو کہ اتنی مقدار ادا کردو آزاد ہو جاؤ گے، بشرطیکہ اس کا مولیٰ ہاشمی نہ ہو۔

غارم مقروض:-جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ قرض ادا کر کے بقدر نصاب بچ جائے فی سبیل اللہ کے مصداق تین ہیں، (۱) منقطع الغزاۃ (۲) منقطع الحاج (۳) طلبہ علم دین، ابن السبیل جسکے ساتھ مال نہ ہو، اگر چہ وطن میں مال ہے کذا فی الشامی[۱]

(۲۴) کسی ایک پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے، تمام مصارف پر صرف کرنا ضروری نہیں: **ویصرف علیٰ کلهم وبعضهم ولو واحدا من أی صنف کاف اھ**[۲] (درمختار) کسی مصرف کو اس قدر زکوٰۃ دینا مکروہ ہے، جس سے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے۔[۳]

(۲۵) مصارف زکوٰۃ کے ہر طبقہ اور ہر فرد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بنو ہاشم اور ان کے موالی کو لینا جائز نہیں، ایسے حضرات کی خدمت غیر زکوٰۃ سے کی جائے حکومت اسلام کو چاہئے کہ احترام کے ساتھ بیت المال کے دوسرے مدات سے ان کی خدمت کرتی رہا کرے اور اس کا خاص طور پر اہتمام رکھے، **لا الیٰ بنی هاشم ومواليهم**[۴] **اھ** (درمختار) مزکی کو اختیار ہے کہ حسب صوابدید جس کو چاہے دے۔

---

[۱] وفی سبیل اللّٰہ وهو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبة العلم ص: ۶۱، ج:۲، شامی نعمانیة، باب المصرف.

[۲] درمختار نعمانیه ص:۶۲، ج:۲، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۲ باب المصرف مطبوعه مصری، هندیه ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، المحیط ص ۲۱۱ ج۲ الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاة مطبوعه ڈابهیل.

[۳] وکره إعطاء فقیر نصاباً أو أکثر، إلا إذا کان المدفوع إلیه مدیوناً الخ شامی کراچی ص۳۵۳ج۲، باب المصرف، فتح القدیر ص۲۷۸ج۲ باب المصرف دار الفکر بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری.

[۴] شامی نعمانیة ص:۶۶، ج:۲، باب المصرف، المحیط ص۲۱۴ج۲ الفصل الثامن، من یوضع فیه الزکاة، مطبوعه ڈابهیل مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری.

(۲۶) زکوٰۃ کے لئے تملیک ضروری ہے اگر اداروں کے منتظمین کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ مصارف زکوٰۃ پر تملیکاً صرف کردیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اگر تعمیر وغیرہ دوسرے مصارف پر صرف کریں تو جائز نہیں: **لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه**[1] اھ شامی.

(۲۷) دیا جاسکتا ہے جب تک وہ مصرف رہیں۔

(۲۸) ایسے مواقع میں خرچ کرنا درست نہیں: **لما مر من انه لا تملیک فیها.**

(۲۹) نہیں دی جاسکتی۔[2]

(۳۰) بہتر یہ ہے کہ جس بستی کی زکوٰۃ ہو اسی بستی میں خرچ کی جائے بلاضرورت دوسری بستی میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر دوسری بستی میں زیادہ حاجت مند ہوں یا لڑکی کے رشتہ دار ہوں یا زیادہ دیندار ہوں یا طلبائے علم دین ہوں تو مکروہ نہیں: **وکره نقلها من بلد الیٰ بلد اٰخر الا الیٰ قرابة اواحوج او اصح او اورع**[3] پاکستان سے باہر بھی بوقت حاجت بھیجنا درست ہے، بشرطیکہ مصرف میں خرچ کی جائے۔

(۳۱) متروکہ سے جبراً زکوٰۃ وصول نہیں کی جاسکتی البتہ اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور مال ظاہر کی زکوٰۃ ہے تو وصول کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں، اگر مال باطن ہو اور وصیت کی ہو تو حسب شرائط ورثہ اس وصیت کو پورا کریں۔[4]

---

[1] شامی نعمانیة ص:۶۲، ج:۲، باب المصرف، عالمگیری ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] کما یستفاد، اذا دفع الرجلان الیٰ رجل کل واحد منهما دراهم لیتصدق بها عن زکاة ماله فخلط الدراهم قبل الدفع فهو ضامن وفی الحجة الا اذا وجد الاذن أو أجاز المالکان فحینئذ یجوز الخ تاتارخانیة ص۲۸۶ ج۲ کتاب الزکاة المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، مطبوعه کراچی. شامی کراچی ص۲۶۹ ج۲ کتاب الزکاة.

[3] شامی نعمانیة ص:۶۸، ج:۲، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۴ باب المصرف، مطبوعه مصری، البحر الرائق ص۲۵۰ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[4] مات من علیه الزکاة تسقط الزکاة ولا تصیر دیناً فی الترکة إلا أنه لو أوصی باداء الزکاة یجب تنفیذ الوصیة من ثلث ماله، فتاویٰ قاضی خان ص۲۵۶ ج۱ فصل فی مال التجارة مطبوعه کوئٹه، المحیط ص۲۴۰ ج۲ الفصل الحادی عشر الأسباب المسقطة للزکاة مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیة ص۲۹۶ ج۲ الأسباب المسقطة للزکاة مطبوعه کراچی.

(۳۲) زکوٰۃ کے فضائل اور ترک زکوٰۃ کی وعید کی تدریس، تعلیم، تذکیر کا اہتمام انشاء اللہ مفید ہے، جائز تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

(۳۳) مقامی اہلِ علم اہل صلاح وورع کے مشورہ سے مرکز کا انتظام کرے اور حسب ضرورت دوسرے صوبوں اور علاقوں میں صرف کا انتظام کیا جائے، مگر یہ انتظام ان ہی اموال کے متعلق ہے، جن کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکومت کو حق ہے[۱]

(۳۴) بیت المال کا محکمہ علیحدہ ہونا چاہئے، جس میں دیندار، اہل تقویٰ مسائل زکوٰۃ وغیرہ سے واقف کام کرنے والے ہوں اور یہ شعبہ کسی مخصوص شیخ الاسلام کے تحت ہو۔

(۳۵) زکوٰۃ حق فقراء ہے، حق حکومت نہیں، حکومت کی ذمہ داری اتنی ہی ہے، کہ اغنیاء سے وصول کر کے مستحقین پر اپنے انتظام سے صرف کردے اور وہ بھی اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرسکتی ہے، اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ دار نہیں، اور نہ اہل اموال پر اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے جبر کرسکتی ہے ہاں اہل اموال کے ذمہ خود ادا کرنا ازبس ضروری ہے، زکوٰۃ سرکاری محصول نہیں یہ حق فقراء ہے[۲]

(۳۶) وقتی ضروریات وحوادث کے لئے چندہ کی ترغیب دی گئی ہے، بطور محصول کوئی چیز وصول نہیں کی گئی، بعض دفعہ کسی مالک کی ضرورت سے زائد مال بطور عاریت لیا گیا ہے، مثلاً کسی کے پاس دو گھوڑے ہیں، تو جہاد کیلئے اس کا ایک گھوڑا مستعار لیا گیا جو پھر واپس کردیا گیا، باقی ضروریات عامہ جزیہ خراج وغیرہ سے پوری کی جاتی تھیں: ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للامام وما اخذ منهم بلا حرب مصالحنا كسدثغور وبناء القنطرة والجسور وكفاية العلماء والمتعلمين والقضاة ورزق المقاتلة وزراريهم[۳] اھ درمختار.

---

[۱] وظاهر ما صححه السرخسي أنه لا فرق بين الاموال الظاهرة والباطنة وصحح الولوالجي عدم الجواز في الاموال الباطنة قال وبه يفتى لانه ليس للسلطان ولاية الزكاة في الاموال الباطنة فلم يصح الاخذ، البحر ص۲۲۳ ج۲ فصل في الغنم تحت قوله ولو أخذ العشر الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه شامی كراچی ص۲۶۰ ج۲ اول كتاب الزكاة مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة، فتح القدير ص۱۶۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه دار الفكر بيروت. [۲] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱ (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

(۳۷) پہلے زمانہ میں عامل، ساعی، عاشر، مصدق مقرر تھے، ان کے ذریعہ سے صدقات وصول کئے جاتے تھے، اور ارباب اموال کے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی، بیت المال کی حدود مقرر تھیں، ان کے مصارف مقرر تھے، موجودہ حکومتوں کا حال حکومت پاکستان معلوم کرسکتی ہے۔

(۳۸) اس کا جواب ۳۳ر و ۳۴ر سے واضح ہے۔

(۳۹) تنخواہ مدِ زکوٰۃ سے اس محکمہ کو دی جاسکتی ہے، جب کہ وہ ہاشمی نہ ہوں سب سے اعلیٰ شرط دیانت داری سے کام کرنا ہے بقدرِ عمل تنخواہ دی جائے، جو عامل کو اور اس کے اہل وعیال کو توسط کے ساتھ کافی ہو جس میں حسب عمل وضرورت کمی بیشی ہوتی رہے گی[۲] اور جب خیانت کا ثبوت ہوجائے علیحدگی لازم ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۵ر ذی قعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۵ر ذی قعدہ الجواب صحیح: زکریا کاندھلوی۔

جوابات صحیح ہیں: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ر ذیقعدہ ۶۹ھ

مجھے ان جوابات سے کامل اتفاق ہے: محمد اسعد اللہ غفرلہٗ

صحیح: جمیل احمد تھانوی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۸ ج ۲ کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب فی مصارف بيت المال عالمگيری كوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ كتاب الزكاة فصل ما يوضع فی بيت المال الخ، مجمع الأنهر ص ۴۸۴ ج ۱ كتاب السير والجهاد فصل فی الجزية مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ وعامل فيعطى ولو غنيا لا هاشميا بقدر عمله الخ الدر المختار على الشامی كراچی ص ۳۳۹ ج ۲ باب المصرف عالمگيری ص ۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص ۲۴۱ ج ۲ باب المصرف مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۲ إذا كان ناظراً علىٰ اوقاف متعددة وظهرت خيانته فی بعضها افتى المفتی ابو سعود بأنه ينعزل من الكل الخ شامی زكريا ص ۵۷۸ ج ۶ كتاب الوقف مطلب فيما ينعزل به الناظر.

قوم فقیر پر زکوٰۃ وقربانی کا وجوب

سوال:- بکر کاشتکار ہے مگر قوم سے فقیر ہے، مانگنے کا پیشہ بھی کرتا ہے صاحبِ نصاب ہے، اور ساتھ ہی مزار کے چڑھاوے کا استعمال بھی کرتا ہے بکر کہتا ہے کہ چونکہ ہماری قوم فقیر ہے، اس لئے ہم پر زکوٰۃ اور قربانی کرنا فرض نہیں ہے، کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ بکر صاحبِ نصاب ہے، تو اس کے ذمہ بھی زکوٰۃ لازم ہے[1] قوم فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ معاف نہیں، مزار پر چڑھاوا جو کہ صاحبِ مزار پر چڑھایا جاتا ہے، اس کا چڑھانا بھی ناجائز ہے، اور اس کا کھانا بھی ناجائز ہے۔ بکر کو ہرگز نہیں کھانا چاہئے[2]، مالدار ہونے کی وجہ سے قربانی بھی اس کے ذمہ لازم ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۹ھ

---

[1] شرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملک نصاب الخ النهر الفائق ص ۴۱۲ ج ۱، اول كتاب الزكاة، مطبوعه بيروت، شامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ اول كتاب الزكاة، زيلعی ص ۲۵۲ ج ۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[2] واعلم أن النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الٰی ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو باطل وحرام الٰی ان قال ولا يجوز أن يصرف الیٰ غنی غير محتاج اليها ولا لشريف منصب لانه لا يحل له الأخذ ما لم يكن محتاجاً فقيرا الخ طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱ باب ما يلزم الوفاء به الخ كتاب الصوم. مطبوعه مصری، البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲ كتاب الصوم، فصل عقد لبيان مويوجبه العبد علیٰ نفسه، مطبوعه كوئٹه. شامی كراچی ص ۴۳۹ ج ۲ مطلب فی النذر الذی يقع للاموات الخ قبيل باب الاعتكاف.

[3] فتجب التضحية علٰی مسلم مقيم مؤسر يسار الفطرة الخ در مختار علی الشامی كراچی ص ۳۱۳ ج ۶ كتاب الاضحية.

کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے

سوال:۔کیا ارشاد ہے علماء کرام کا اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی نقد روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے۔زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اگر لڑکی کے والدین اپنی دختر کو سفید ہاتھوں بیاہ دیں تو دولہا اور اس کی قوم کی نگاہوں میں وہ لڑکی کس قدر ذلیل وخوار ہوتی ہے بلکہ تمام عمر لڑکی کی زندگی برباد ہوتی ہے۔اور نرینہ اولاد کے واسطے ظاہری اسباب معاش بھی نہیں ہیں غالباً کسی صحیح حدیث شریف کا مضمون بھی ہے کہ اولاد کو لوگوں کا دست نگر نہ چھوڑو۔ ضروریات مذکورہ بالا حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں بحوالہ آیت مقدسہ یا صحیح حدیث شریف یا روایات فقہیہ حنفیہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاد اگر بالغ ہے تو اس کا نکاح باپ کے ذمہ فرض نہیں بلکہ نکاح کی ذمہ داری شرعاً اولاد پر خود ہے اگر اولاد نابالغ ہے تو اس کے نکاح کا شرعاً ضروری نہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں داخل نہیں صرف عدم بلوغ کی حالت میں باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے وہ بھی جب کہ خود اولاد کی ملک میں اتنا مال نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے نفقہ پورا ہو سکے اگر اولاد کی ملک میں مال ہے تو نفقہ باپ کے ذمہ نہیں بلکہ اس مال سے دیا جائے گا **تجب النفقة والكسوة عليه لاولاده الصغار الفقراء لقوله تعالىٰ وعلىٰ المولودله رزقهن وكسوتهن بالمعروف والمولود له هوالاب فاوجب عليه رزق النساء لا جل الاولاد فلان تجب عليه نفقة الاولاد بالطريق الاولىٰ الىٰ قوله وبقيده بالطفل والفقير يفيد عدم وجوبها اذا كان الولد غنياً او كبيراً وهٰذا صحيح اه زيلعىٰ[1] ص ٦٢ ج ٣۔**

[1] زيلعى ص ٣/٦٢، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ٢/١٩١، باب النفقة، تحت فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق ص ٤/٢٠١، باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد کی تمام عمر کا انتظام کرکے مرو اور صدقات واجبہ بھی ادا نہ کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد کے پاس مال نہیں ہے اور یہ احتمال قریب ہے کہ تمہارے بعد وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گی تو تمہارے لئے صدقات نافلہ میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے رہنے دو اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اولاد صالح ہو اگر یہ خیال ہو کہ بعد میں اولاد فسق و فجور اور معصیت میں خرچ کرے گی تو اپنی زندگی میں تمام مال مصارف خیر پر صرف کرے تو بہتر ہے۔ **ولو کان ولده فاسقا و ارادان یصرف ماله الیٰ وجوه الخیر ویحرمه من المیراث هٰذا خیر من ترکه کذافی الخلاصة** عالمگیری ص[1] ۱۰۶۵

اور اس صورت مسئولہ میں اگر اس نقد روپیہ پر ایک سال پورا گذر چکا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ **أن الزکوة تجب فی النقد کیفما امسکه للنماء او للنفقة** ردالمحتار ص[2] ۸ ج ۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ ذیقعدہ ۵۴ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۹۱، کتاب الهبة الباب السادس فی الهبة الصغیر، خلاصة الفتاوی ص ۴/۴۰۰، جنس آخر فی الهبة من الصغیر مطبوعه امجد اکیڈمی لاهور.

[2] شامی نعانیه ص ۶، ج ۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء شامی زکریا ص ۳/۱۷۹، النهر الفائق ص ۱/۴۵۱، کتاب الزکاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۵۸۸، کتاب الزکاة، مطبوعه مصری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم:-سونے چاندی اور نقدی کی زکوۃ

زیور کی زکوٰۃ

سوال:- ہندہ اور اسکا شوہر ہندہ کے خسر کی شرکت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اگر ہندہ اور اس کا شوہر اس شرکت کے بجائے الگ ہو کر زندگی بسر کریں تو گذر اوقات مشکل ہے یعنی دونوں وقت کھانا اور کپڑا بھی مشکل سے میسر آئیگا، ہندہ کے پاس کوئی شکل آمدنی کی نہیں ہے مگر اسکو شادی کے موقعہ پر اپنے والد کیجانب سے جہیز میں تقریباً ایک ہزار روپے کا زیور ملا ہے اور نصف ہزار کی مالیت کے قریب خسر سے ملا ہے مگر بوجہ روزی تنگ ہونیکے زکوٰۃ نہیں نکال سکی اس کا خسر باوجود مقدور ہونے کے ادا نہیں کرتا اس حالت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہئے۔

(۲) ہندہ کو جو زیور اس کے خسر سے ملا ہے وہ ہندہ ہی کے قبضہ میں ہے اور ابتدائی زمانہ میں اس کو استعمال بھی کیا مگر اب بوجہ زکوٰۃ ادا نہ ہونے کے اس کا استعمال ترک کر دیا لیکن قبضہ ہندہ ہی کا ہے اس صورت پر اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے آیا ہندہ پر یا اس کے شوہر پر اگر ہر دو صورت میں زکوٰۃ ہندہ پر واجب ہے تو ادائیگی کی کیا صورت ہے، ہندہ کو کسی قسم کی آمدنی نہیں اور شوہر میں اس قدر وسعت نہیں حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ زیور استعمال کے لئے ہے اور اس لڑکی کی ملک ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی اسی کے ذمہ ہے، اس کے خسر کے ذمہ نہیں ہے، اگر ادا نہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی خواہ حساب کر کے زیور زکوٰۃ میں دے یا کوئی اور چیز زکوٰۃ میں دے: **لم یختلفوا ان الحلی اذا**

کان فی ملک الرجل تجب فیه الزکٰوة فکذٰلک اذا کان فی ملک المرأة کالدراهم والدنانیر وایضًا لا یختلف حکم الرجل والمرأة فیما یلزمهما من الزکٰوة فوجب ان لا یختلفا فی الحلی اهـ احکام القرآن ص:۱۰۷، ج:۳[1]

(۲) اگر ہندہ اپنا زیور اپنی ملک سے نکال کر اپنے شوہر کو دیدے تو شوہر کے ذمہ زکوٰۃ ہوگی ورنہ ہندہ کے ذمہ ہوگی، خواہ زیور زکوٰۃ میں دے خواہ اسے فروخت کر کے اس کے پیسے وغیرہ دے دے، یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئی خرید کر دے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۲/۵۵ھ

لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ

سوال:- جو زیور لڑکیوں کی شادی کے لئے بنایا جاتا ہے، یا بنوا کر رکھا جاتا ہے، لڑکی کے ایسے زیور پر اس کے والدین پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ یا بعد بلوغ کے لڑکی کے مال پر اس کے والدین کے ذمہ واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زیور لڑکی کی ملک کر دیا ہے تو اس پر زکوٰۃ قبل از بلوغ فرض نہیں، نہ لڑکی پر نہ والدین پر، بعد از بلوغ خود لڑکی پر فرض ہوگی، اگر لڑکی کی ملک نہیں کیا تو جس کی ملک ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی

---

[1] أحکام القرآن للجصاص ص:۱۰۷، ج:۳، مطلب فی زکاة الحلیٰ. دارالکتاب العربی بیروت، تبیین الحقائق ص۲۷۷/۱ باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص ۲۳۰ ج ۲ الفصل الثانی زکاة المال.

[2] ولو کان له ابریق فضة وزنه مائتان وقیمته بصیاغته ثلاث مائة ان ادی من العین یؤدی ربع عشره وهو خمسة قیمتها سبعة ونصف وان ادی خمسة قیمتها خمسة جاز عندهما فلو ادی من خلاف جنسه تعتبر القیمة بالاجماع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۷ ج۲ باب زکاة المال، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۹ ج ۱ الفصل الاول فی زکاة الذهب والفضة، شامی زکریا ص ۲۲۷ ج۳ باب زکاة المال.

کذافی الدرالمختار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف

مرہون زیور کی زکوٰۃ

سوال:- کسی کے پاس کچھ سونے کا زیور رہن رکھا ہوا ہے اور مدت معینہ سے بھی زائد وقت گذر گیا، اس صورت میں زکوٰۃ کون دے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی زکوٰۃ نہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر وہ واپس کر دیا جائے گا، تب بھی رہن کی (گذشتہ ایام کی) زکوٰۃ مالک کے ذمہ لازم نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جہیز کے زیور پر زکوٰۃ

سوال:- (۱) اگر کسی عورت کو جہیز میں مختلف قسم کے سونے کے زیورات ملے ہوں اور وہ

---

[1] وشرط افتراضها عقل وبلوغ فلا تجب على مجنون وصبى وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولى ولا خلاف انه فى المجنون الاصلى يعتبر ابتداء الحول من وقت افاقته كوقت بلوغه الدرالمختار مع الشامى ص۲/۲۵۸، مطبوعه كراچى مطلب فى أحكام المعتوه. كتاب الزكاة، البحر الرائق كوئٹه ص۲/۲۰۲ كتاب الزكاة، عالمگيرى كوئٹه ص۱/۱۷۲ كتاب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها الخ.

[2] ولا فى مرهون بعد قبضه أى لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد واذا سترده الراهن لا يزكى عن السنين الماضية. شامى كراچى ص:۲۶۳، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فى زياة ثمن المبيع وفاء، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۳ ج۲ كتاب الزكاة، عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها الخ.

بھی کبھی ان کو استعمال میں لاتی ہو اور نصاب ۷½ تولہ سونے سے زائد کے ہوں تو کیا زکوٰۃ پورے سونے پر نکالنی ہوگی، یا ۷½ تولہ سونا چھوڑ کر باقی سونے پر ہوگی اور کیا شادی کے پورے ایک سال بعد ہوگی اور یہ زکوٰۃ کی رقم بیوی ہی دے یا شوہر بھی ادا کر سکتا ہے؟ اگر روپیہ شوہر نہ دے اور بیوی کے پاس بھی رقم نہ ہو تو کیا وہ اپنے زیورات سے فروخت کر کے ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کم از کم ۷½ تولہ سونا ہے تو زکوٰۃ واجب ہے اور تمام سونے کی زکوٰۃ ادا کرے خواہ کبھی استعمال کرے یا نہ کرے زیور اگر عورت کی ملک ہے تو خود عورت پر زکوٰۃ لازم ہے خواہ زیور دے یا مقدار زکوٰۃ کی قیمت دے[1] اگر اسکی اجازت سے شوہر دیدے گا تب بھی ادا ہو جائیگی[2] زکوٰۃ میں ۱/۴۰ دینا لازم ہوتا: **واللازم فی مضروب کل منهما ومعموله ولو تبرا اوحليا مطلقا مباح الاستعمال اولا اهـ در مختار[3] علی نعمانیه ص: ۳۰، ج: ۲.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس زیور میں پتھر جڑے ہوں ان پر زکوٰۃ

سوال: - قیمتی پتھر یعنی فیروزہ، یاقوت وغیرہ اگر زیور میں جڑے ہوئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ کس اصول کے تحت ادا کرنا چاہئے؟ اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

---

[1] تقدم تخریجه تحت عنوان ''زیور کی زکوٰۃ''

[2] من ادی زکاة مال غیره من مال نفسه بامر من علیه الزکاة جاز تاتارخانیة کراچی ص۲۸۴ ج۲ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۰ ج۲ کتاب الزکاة.

[3] الدر المختار زکریا ص: ۲۲۷، کتاب الزکاة، باب زکوة المال، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۸ ج۱ الفصل الاول فی زکاة الذهب والفضة، مجمع الأنهر ص۳۰۶ ج۱ باب زکاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۶ ج۲ باب زکاة المال.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے پتھروں پر زکوٰۃ واجب نہیں[1] انکے وزن کو محسوب کر کے سونے چاندی کے زیور کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

زیور کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال:- چاندی اور سونے کا زیور پورے بھاؤ سے تو فروخت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ پرانا ہوتا ہے اور نصف قیمت پر فروخت ہوتا ہے تو اب جو زکوٰۃ ادا کی جائے گی، وہ نئے حساب سے یا پرانے حساب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی اور سونے کے زیور میں قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا اعتبار ہے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے نئے اور پرانے سب کا یہی حکم ہے چالیسواں حصہ زکوٰۃ لازم ہے مثلاً اگر دوسو تولہ چاندی کا زیور ہے تو زکوٰۃ پانچ تولہ لازم ہے خواہ چاندی دے خواہ پانچ تولہ کے بازار کے بھاؤ سے قیمت دے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۹ھ

---

[1] لازكاة فى اللآلى والجواهر (قوله والجواهر) كاللؤلؤ والياقوت والزمرد وأمثالها. الدر المختار مع الشامى نعمانيه ص:۱۴، ج:۲، كتاب الزكوٰة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع. عالمگيرى كوئٹه ص۱/۱۸۰، كتاب الزكوة، الفصل الثانى فى العروض، تاتارخانيه كراچى ص۲۴۴-۲/۲۴۵، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة،

[2] والمعتبر وزنهما اداء وجوباً لاقيمتهما وهذا ان لم يؤد خلاف جنسه والا اعتبرت القيمة اجماعاً، الدرعلى الرد كراچى ص:۲۹۷، ج:۲، باب زكاة المال، عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۸، ۱۷۹ الفصل الاول فى زكاة الذهب والفضة، مجمع الأنهر ص۳۰۴ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

چاندی کا نصاب

سوال:-ایک شخص کے پاس دوسو پچاس تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا ہے، اب جب کہ ۸/ تولہ چاندی اور ۳۷/روپیہ تولہ سونے کا نرخ ہے، زکوٰۃ کی کیا رقم ادا کرنا چاہئے کتنے روپیہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے وجوب اور ادا میں رقم کا اعتبار نہیں بلکہ وزن کا اعتبار ہے[1]۔ لہٰذا ایک تولہ سونے کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جاوے کہ کتنے میں آتی ہے، پھر اسی ایک تولہ سونے کو اتنے تولہ چاندی کے قائم مقام مان کر مجموعہ میں سے زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ ادا کر دیا جائے، مثلاً اگر اس ایک تولہ سونے سے چاندی خریدنا چاہیں تو پچاس تولہ چاندی آتی ہے (رقم خواہ کسی قدر ہو) پس یہ سونا بمنزلہ پچاس تولہ چاندی کے ہو کر مجموعہ تین سو تولہ چاندی ہوگئی اور تین سو تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ ساڑھے سات تولہ چاندی ہے اب یا تو اتنی چاندی دیدی جاوے یا اس قیمت کی چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز کسی غریب کی ضرورت کے موافق دیدی جاوے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

---

[1] نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل والمعتبر وزنهما اداً ووجوباً لاقيمتهما الدرالمختار على ردالمحتار كراچی ص:۲۹۵، ج:۲، باب زكاة المال.

[2] ويجوز دفع القيم فى الزكاة والعشر والخراج ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص ۳۰۰ ج ۱ فصل زكاة الخيل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۸۱ ج ۱ الفصل الثانى فى العروض، مسائل شتى، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۱ ج ۲ فصل فى الغنم.

چاندی کی زکوٰۃ

سوال:-میری بیوی کے پاس نہ تو ۷½ تولہ سونا ہے اور نہ ہی ساڑھے باون تولہ چاندی ہے دونوں کو ملا کر دیکھا جاوے، سونے کی قیمت چاندی میں بدل کر دیکھیں تو اتنا وزن ہوجاتا ہے چاندی کی قیمت کو سونے میں بدل کر دیکھیں تو ۷½ تولہ نہیں ہوتا، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے، البتہ تعداد میں سچا گوٹہ اور ٹھپا بھی آتا ہے یا نہیں؟ سب کو ملا کر سونے کی قیمت اور سب سامان کی قیمت قریب قریب ٹھیک ہوجاتی ہے میرے پاس نقد روپیہ چار سو ہے اور ایک ہزار روپیہ ایک سال سے اُدھار رکھا ہے، سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے فنڈ میں ایک ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہے، جس میں آدھا روپیہ تنخواہ میں سے کٹا ہے اور آدھا حکومت نے دیا ہے دونوں ملا کر پانچ روپیہ فی صد سود لگا دیا جاتا ہے یہ روپیہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتا ہے، کیا میں ان روپیوں کے اوپر زکوٰۃ ادا کروں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کو بھی ملا کر چاندی تصور کرلیں یعنی اس سونے کے عوض جتنی چاندی ملتی ہو تو یوں سمجھیں کہ یہ چاندی ہے، پھر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کریں[1]۔ چاندی سونے کے گوٹے ٹھپے کی بھی زکوٰۃ ہوگی[2]۔ جو نقد روپیہ آپکے پاس ہے اسکی زکوٰۃ لازم ہے جو روپیہ ادھار دے رکھا ہے اسکے وصول ہونے پر لازم ہوگی جو روپیہ فنڈ سے ملیگا اسکی زکوٰۃ اس وقت دوسرے نصاب چاندی سونا نقد کے ساتھ اس کی بھی

---

[1] ویضم الذهب الی الفضة وعکسه بجامع الثمنیة قیمة وقالا بالاجزاء وفی البدائع ایضاً ان ما ذکر من وجوب الضم إذا لم یکن کل واحد منهما نصابا بان کان اقل الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۳۴ باب زکاة المال، تبیین الحقائق ص۲۸۱ ج۱ باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص۲۳۲ ج۲ الفصل الثانی فی زکاة المال.

[2] تجب الزکاة فی الذهب والفضة مضروباً أوحلیة سیف أو الکواکب فی المصاحف والأوانی وغیرها اذا کانت تخلص عند الاذابة البحر ص:۲۲۶، ج:۲، باب زکاة المال.

زکوٰۃ لازم ہوگی ابھی لازم نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۸۸ھ

سترہ سال سے زیور کی زکوٰۃ نہیں دی تو کیا سال گذشتہ کی زکوٰۃ لازم ہے؟

سوال:- میرے پاس قریب بیس سال سے چالیس تولہ سونا اور اچھی کافی کئی سیر چاندی ہے، لہٰذا اتنا سونا و چاندی ہونے کی غرض سے اس کے اوپر جب سے ہی زکوٰۃ واجب ہے لیکن سترہ سال سے یہ معلوم تھا کہ جو زیور استعمال کیا جائے، اس کی زکوٰۃ دی جاتی ہے باقی کی نہیں اب معلوم ہوا کہ زکوٰۃ سارے زیور کی دینی چاہئے اس لئے تین سال سے سارے زیور کی زکوٰۃ دیتی ہوں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان پچھلے سترہ سالوں کی زکوٰۃ اب ادا کریں یا جب سے فرض ہوئی ہے، میرے میاں ماشاء اللہ مالدار ہیں، وہ سترہ سال کی زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں آپ جیسا حکم کریں ویسا ہی تعمیل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی سونا خواہ زیور کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں اور زیور خواہ استعمال میں ہو یا نہ ہو ہر صورت میں زکوٰۃ لازم آتی ہے[2]۔ جب سے ملکیت میں آ کر سال بھر پورا ہو جائے ہر سال زکوٰۃ دینا

---

[1] وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها ويؤدى متى قبضها شيئاً قليلاً او كثيراً شامی زكريا ص۲۳۶ ج۳ باب زكاة المال، قبيل مطلب فی وجوب الزكاة فی دين المرصد، تاتارخانية كراچی، ص۳۰۰ ج۲ الفصل الثالث عشر فی زكاة الديون، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۸ ج۲ كتاب الزكاة.

[2] فتجب الزكاة فيها ای فی الفضة سواء كانت دراهم مضروبة اونقرة اوتبراً اوحليا مصوغاً وسواء كان للتجارة او للنفقة او للتجمل او لم ينو شيئاً الخ بدائع الصنائع زكريا ص:۱۰۱، ج:۲، كتاب الزكاة، فصل واما صفة النصاب فی الفضة، الدر المختار علی الشامی زكريا ص۲۲۷ ج۳، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضروری ہے، چاہے زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو لہٰذا گذشتہ سترہ سال کی زکوٰۃ لازم ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

چاندی کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال:- میں چاندی کو لیکر دکان پر جاؤں تو اس کو آدھی قیمت کے حساب سے خریدیں گے، اگر لینے جاؤں تو اصل بھاؤں میں دیں گے، تو اب کس حساب سے زکوٰۃ دیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زکوٰۃ میں آپ چاندی نہیں دیتے بلکہ اس کی قیمت دیتے ہیں، تو جس قیمت پر وہ بازار میں فروخت ہوگی، اس قیمت کا اعتبار ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۸۹ھ

چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت دینا بھی درست ہے

سوال:- اگر صورتِ مذکورہ میں ڈھائی روپیہ دینا ضروری نہیں بلکہ ڈھائی تولہ چاندی دینے سے

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) باب زكاة المال، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۳۰۶ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولى تام الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص۱۷۴/۱ كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۸۵، ۲۸۶ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۱۶۵ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه مجتبائى دهلى، تاتارخانية كراچى ص۲۱۷/۲ كتاب الزكاة.

[2] وجاز دفع القيمة فى زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب ويقوم فى البلد الذى المال فيه الدر المختار على ردالمحتار ص:۲۸۵، ۸۶، ج:۲، كراچى، باب زكاة الغنم، تاتارخانية كراچى ص۲۳۸ ج۲ الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۹ ج۲ باب زكاة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۷ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، تو ڈھائی تولہ چاندی دینا چاہئے یا اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے یعنی دونوں صورت جائز ہیں یا ایک صورت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ڈھائی تولہ چاندی واجب ہوتی تو اس میں اختیار ہے خواہ چاندی یا زیور وغیرہ دے خواہ روپیہ اٹھنی چونّی وغیرہ دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی شئ کپڑا وغیرہ دیدے سب درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سونے چاندی کی زکوٰۃ بذریعہ قیمت

سوال:-عرض یہ ہے کہ میری زکوٰۃ میں اب تک دو غلطی ہوتی رہیں، ایک تو دو چار تولہ سونے کو چاندی کے وزن میں شمار کرتا رہا، سونے کی قیمت کا کوئی حساب نہیں لگایا، اب تک جتنے سالوں کی زکوٰۃ دی ہے، سونے کا مختلف بھاؤ رہا ہے، اب کس صورت سے پچھلی زکوٰۃ ادا کی جائے، دوسرے چاندی کے زیور کی چاندی کا وزن لگا کر اس کی قیمت لگا کر قیمت دی ہے اور چاندی کی قیمت دینا جائز نہیں ہے، ایسی صورت میں کیا زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی منگا کر دینے میں لینے والوں کو اور دینے والوں کو دونوں کو دقت ہے، لینے والوں کو ضرورت تو ہے پیسوں کی اور دیجائے چاندی وہ کہاں بیچتے پھریں گے۔

پیشگی زکوٰۃ میں کوئی شرط ہے، آیا کل ادا کی جائے یا جتنی چاہے وقت ضرورت دے سکتا

---

[1] ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ عندنا، ویعتبر فیھما أن یکون المؤدی قدر الواجب وزناً ولو أدی من خلاف جنسہ یعتبر القیمۃ بالاجماع کذا فی التبیین الھندیۃ ص:۱۷۸، ۱۸ ج:۱، الفصل الاول فی زکاۃ الذھب ومسائل شتی، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۱۰ ج۳ باب زکاۃ الغنم، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۱ ج۲ فصل فی الغنم.

ہے۔فقط والسلام بچوں کو پیار۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ سونے کو قیمت لگا کر چاندی کے اعتبار سے چاندی فرض کر لی جاوے، مثلاً کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے باقی چاندی ہے اور اس ایک تولہ سونے کی قیمت بازار میں ساٹھ تولہ چاندی ہے۔تو سونے کو ساٹھ تولہ چاندی فرض کر کے دوسری چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کی جائے، ایک تولہ سونے کو بلا حساب قیمت کے ایک تولہ چاندی فرض کر کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے[1] لہٰذا غور وفکر کر کے گذشتہ ایام کی زکوٰۃ کی تصحیح کر دی جائے، جہاں تک اپنے امکان میں ہو بھاؤ معلوم کر کے رقم واجبُ الاداء کر دی جائے اور جب قلب شہادت دیدے کہ بس اس سے زیادہ میرے ذمہ باقی نہیں رہی، تو ذمہ داری پوری ہو جائے گی، پھر بھی اگر کچھ کوتاہی رہے تو اللہ پاک سے توقع ہے کہ معاف فرمادیں گے، چاندی کے زیور کی قیمت لگا کر اگر زکوٰۃ میں چاندی ہی دی جائے تو اس میں وجوب زکوٰۃ واداءِ زکوٰۃ دونوں میں وزن کا اعتبار کرنا ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں[2] تاہم جب دونوں جانب میں قیمت کا اعتبار کر لیا ہے تو حساب برابر ہی ہو گیا، اگر چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دی جائے مثلاً سلور کی ریزگاری پیسے، غلہ وغیرہ تو اس میں قدرِ واجب کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اور اس

---

[1] ویضم الذهب الی الفضة بالقیمة عند أبی حینیفةؒ حتی أن من کان له مائة درهم وخمسة مثاقیل ذهب وتبلغ قیمتها مائة درهم فعلیه الزکوٰة عنده، هدایه ص:۱۹۶، ج:۱، کتاب الزکوة، باب زکوٰة المال، فصل فی الذهب مطبوعه یاسر ندیم، باب زکوة المال. شامی کراچی ص:۳۰۳، ج:۲. باب زکوٰة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۷ ج۱ کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] والمعتبر وزنهما أداءً وجوباً ولا قیمتهما، درمختار ص:۳۰، ج:۲، باب زکاة المال. شامی کراچی ص:۲۹۷، ج:۲، شامی زکریا ص۲۲۷ ج۳، تبیین الحقائق ص۲۷۸ ج۱ باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۲۲۷ ج۲ باب زکاة المال، مطبوعه سعید کراچی.

میں لینے والے اور دینے والے دونوں کو سہولت رہے گی[1]

پیشگی زکوٰۃ جب کہ نصاب موجود ہو ہر طرح ادا ہو جاتی ہے چاہے یکمشت ادا کر دے چاہے تھوڑی تھوڑی اس میں کوئی فرق نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نہ سونے کا نصاب پورا نہ چاندی کا تو زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زید کے پاس ۳۳/تولہ چاندی ہے، اور ۴½ تولہ سونا۔ اب زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکورہ سونے کو بازار سے معلوم کرلیا جائے کہ کتنی چاندی کی قیمت کا ہے، پھر اتنی چاندی کے قائم مقام اس سونے کو قرار دے کر ۳۳/تولہ چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کا چالیسواں حصہ حسبِ قواعد شرع زکوٰۃ میں ادا کر دیا جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وجاز دفع القيمة فى زكاة، قال الشامى: ثم إن هذا مقيد بغير المثلى فلا تعتبر القيمة فى نصاب كيلى أو وزنى ..... وهذا إذا أدى من جنسه وإلا فالمعتبر هو القيمة إتفاقاً ..... قوله: فى زكاة الخ، قيد بالمذكورات لأنه يجوز دفع القيمة فى الضحايا الخ، شامى زكريا ص ۲۱۰، ۲۱۱ ج۳ باب زكاة الغنم، قبيل مطلب : محمد إمام فى اللغة الخ.

[2] ولو عجل ذونصاب زكاته لسنين أو لنصب صح لو جودالسبب درمختار نعمانيه ص۲/۲۷، باب زكاة الغنم مطلب إستحلال المعصية القطعية كفر. شامى كراچى ص۲/۲۹۳، شامى زكريا ص۳/۲۲۰، مجمع الأنهر ص۱/۳۰۸ كتاب الزكوٰة، قبيل باب العاشر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ديوبند ص۱/۱۷۶ كتاب الزكاة، الباب الأول فى تفسيرها وشرائطها.

[3] ويضم الذهب الى الفضة قيمة قوله قيمة أى من جهة القيمة فمن له مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة عليه زكاتها، الدرالمختار على ردالمحتار ص:۳۰۳، ج:۲، (باقی اگلے صفحہ پر)

سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ تولے یا ستر تولے چاندی اور دو تولے یا ایک تولہ سونا ہو تو سونے کی زکوٰۃ چاندی میں تول کر دیجائے یا سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کی قیمت لگا کر اس قیمت کو چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ دی جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا

سوال:- زید کے پاس چاندی زائد از نصاب اور سونا سات مثقال سے کم موجود ہے، اس صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کے ایک نصاب کی تو مستقل زکوٰۃ ادا کر دی جائے، بقیہ جتنی مقدار ایک نصاب سے زائد ہے اس کو دیکھا جائے، اگر اس کی قیمت اتنے سونے کے مساوی ہے کہ اس کے ذریعہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کراچی باب زکاۃ المال، شامی زکریا ص ۲۳۴ ج ۳، مجمع الأنهر ص ۳۰۷ ج ۱ باب زکاۃ الذهب والفضة، قبیل باب العاشر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۲ کتاب الزکوٰۃ، قبیل باب العاشر، مطبوعه سعید کراچی.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ویضم الذهب إلی الفضة وعکسه بجامع الثمنیة قیمةً، الدرالمختار نعمانی ص: ۳۴، ج: ۲، باب زکاۃ المال شامی کراچی ص: ۳۰۳، ج: ۲، شامی زکریا ص ۲۳۴ ج ۳ النهر الفائق ص ۴۴۲ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، قبیل باب العاشر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۸۱ ج ۱ باب زکاۃ المال، مطبوعه امدادیه ملتان.

سونے کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو مجموعہ کو سونے کا نصاب قرار دے کر زکوٰۃ دینا واجب ہے[1] اگر اس صورت سے سونے کا نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو سونے کی قیمت اگر اتنی چاندی کے مساوی ہے کہ بقیہ چاندی میں ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو چاندی کا نصاب اس مجموعہ کو قرار دے کر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۵/۱۲/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف

۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پترا چڑھانے سے اس کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: -ملمع شدہ چیزوں کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے، مثلاً ایک زیور بنوایا نیچے چاندی اوپر سونے کا پانی یا پترا چڑھوایا، آیا چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دیں گے یا سونے کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کا زیور بنوا کر اس پر سونے کا پانی پھیرنے سے وہ زیور سونے کا نہیں ہوگیا، وہ پانی اس

---

[1] ولو فضل من النصابين أقل من أربعة مثاقيل وأقل من أربعين درهماً فانه يضم احد الزيادتين إلى الأخرى حتى يتم اربعين درهماً أو أربعة مثاقيل ص۲۳۳ ج۲ كتاب الزكوة، الفصل الثانى فى زكاة المال، مطبوعه إدارة القرآن كراچى، عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۹ ج۱ كتاب الزكوٰة، الباب الثالث فى زكوٰة الذهب والفضة الخ الفصل الأول.

[2] فأما إذا كان له الصنفان جميعاً فإن لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم فإنه يضم أحدهما إلى الآخر فى حق تكميل النصاب عندنا الخ بدائع الصنائع زكريا ص۱۰۶ ج۲ كتاب الزكوٰة، فصل: وأما مقدار الواجب فيه، ألمحيط البرهانى ص۱۵۷ ج۳ كتاب الزكوٰة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، تاتارخانية ص۲۳۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثانى فى زكاة المال مطبوعه كراچى.

سے جدا نہیں ہوسکتا، تو وہ کالعدم ہے، چاندی ہی کی زکوٰۃ لازم ہوگی[۱] اگر سونے کے پترے چڑھوا دیئے ہیں جو کہ جدا ہوسکتے ہیں تو ان پتروں کی زکوٰۃ سونے کے حساب سے ہوگی سنار یا صراف سے وزن کرالیا جائے وہ بتادے گا، کہ سونا کس قدر ہے، اور چاندی کس قدر ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۴ھ

نصاب دوسو درہم اور ماخذ اور اس کا ہندی حساب

سوال:- نصاب زکوٰۃ چاندی سے کیا ہے؟ ساڑھے باون تولہ چاندی جو مشہور ہے اس کی اصلیت کیا ہے درہم کی کیا مقدار ہے؟ جس سے ساڑھے باون تولہ درست ہوجاوے اور اس کا ماخذ کیا ہے، اور آج کل روپیہ جس میں چاندی تھوڑی سی رہتی ہے، اور زیادہ تر تانبا رہتا ہے، اس کا نصاب کیا ہے، بحوالۂ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے اسکی اصل یہ حدیث ہے: "**ليس فيما دون خمس أواق صدقة والأوقية أربعون درهماً**" بخاری[۳] و مسلم[۴] سے اس حدیث کی تخریج امام زیلعیؒ نے

---

[۱] وإن لم يخلص فلا شئ عليه، لأن الفضة هلكت فيه "إلٰى قوله" والذهب المخلوط بالفضة إن بلغ الذهب نصاباً ففيه زكاة الذهب وإن بلغت الفضة نصابها فزكاة الفضة الخ، فتح القدير ص۲۱۴ ج۲ ، باب زكاة المال، فصل فى الفضة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۲۳۲ ج۳ باب زكاة المال، تحت قوله وأما الذهب المخلوط بفضة الخ، تبيين الحقائق ص ۲۷۹ ج ۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] تجب الزكاة فى المضروب والتبر والمصوغِ والحلى إلى قوله فيعتبر قدر مافيها من الذهب والفضة وزناً لأن كل واحد يخلص بالإذابة. بدائع زكريا ص:۱۰۵،۱۰۶/۲، فصل واما صفة الذهب، البحر ص:۲۲۶، ج:۲، باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، عالمگيرى ص۱۷۸ ج ۱ ، كتاب الزكوة، الباب الثالث، الفصل الأول.

[۳] بخارى شريف ص۱۹۶ ج ۱ كتاب الزكاة، باب : ليس فيما دون خمس ذو دصدقة، مطبوعه رشيديه دهلى.

[۴] مسلم شريف ص۳۱۵ ج ۱ كتاب الزكوٰة، مطبوعه رشيديه دهلى.

نصب[1] الرأیہ ص:۳۶۳، ج:۲، میں کی ہے پھر اس مقدار کو علمائے ہندوستان نے وزن سے اعتبار کیا تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئی بعض کے حساب سے کچھ زائد ہوئی بعض کے حساب سے کچھ کم قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی مقدار چھبیس روپیہ سکۂ دہلی تحریر فرمائی ہے،[2] اور محشی نے سکوں کے اختلاف سے کچھ تفاوت بھی لکھا ہے ایک درہم کی مقدار ستر جودم بریدہ ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشدیہ[3] ص:۵۲، ج:۲ میں لکھا ہے، تو درہم بھی مختلف ہوئے اور جو بھی مختلف۔ لہٰذا نصاب کی مقدار میں بھی اختلاف ہوا مولانا عبدالحئی لکھنوی نے نصاب کی مقدار بہت ہی کم تحریر فرمائی ہے[4] مولانا انور شاہ صاحب وغیرہ نے کچھ تخطیہ کیا ہے، منشاء خطا اگر دیکھنا ہو تو العرف الشذی ص:۲۷۶[5] دیکھئے آج کل کے روپیہ کا نصاب قیمت سے ہوگا وزن سے نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارن پور

سونا اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے

سوال:- ساڑھے باون ۵۲½ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھنے والے پر فطرہ،

---

[1] نصب الراية ص۳۶۳ ج۲ باب زكاة الفضة، كتاب الزكاة، الحديث العشرون، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[2] پس وزنِ یک رطل برابر سی وشش روپیہ سکۂ دہلی است الخ، مالا بدمنہ ص۸۴ كتاب الزكوٰة، قبيل كتاب الصوم، مطبوعه همه رنگ كتاب گهر ديوبند.

[3] فتاوى رشيديه ص۲/۵۲، فتاویٰ رشیدیه مبوب بطرز جديد ص۴۳۲ باب صدقة فطر كا بيان، مطبوعه مكتبه محموديه محله مبارک شاه سهارنپور.

[4] عمدة الرعاية على شرح الوقاية ص۱/۲۲۹، رقم الحاشية ۵، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الأموال، بيان نصاب الذهب والفضة، مطبوعه مركز أدب ديوبند.

[5] ولقدسها مولانا عبدالحيؒ في بيان نصاب الذهب والفضة "إلى قوله" ومنشأ سهوه أنه زعم أن الإعتبار هٰهنا لأحمر الأطباء وهي أربعة شعيرات وهي أكبر من أحمر الفقهاء، والتفصيل في رسالة الشيخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندهي، العرف الشذى على جامع الترمذى ص۱۳۵ ج۱ أبواب الزكوٰة، باب ما جاء في زكوٰة الذهب والورق، مطبوعه أشرفي ديوبند.

زکوٰۃ، قربانی، حج لازم وضروری ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ الگ الگ کر کے دی جائے یا کس طریقہ سے نکالا جائے؟ مالِ تجارت میں کس طرح زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فطرہ، قربانی، زکوٰۃ کے لئے تو اتنا نصاب کافی ہے مگر حج کے لئے یہ کافی نہیں بلکہ پورے سفرِ حج کا معہٗ نفقہ واجبہ کی مقدار کا ہونا ضروری ہے[۱]۔ چاندی، سونا دونوں الگ الگ بقدر نصاب ہوں تو دونوں کی زکوٰۃ بھی چالیسواں حصہ الگ الگ کر کے ادا کریں، مجموعہ کی زکوٰۃ یکجائی بھی ادا کرنا درست ہے[۲]۔ مالِ تجارت کی زکوٰۃ صرف نفع میں نہیں بلکہ اصل مال اور نفع کا کل مجموعہ چالیسواں ادا کرے[۳]۔ زیور پر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس کی ملک ہو اسی کے ذمہ واجب ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۸ھ

---

[۱] هو أى الحج فرض على مسلم حر مكلف ذى زاد وراحلة وفضلاً عن نفقة عياله إلٰى عوده مختصراً ص: ۴۵۶تا ۴۶۲، ج: ۲، مطبوعه كراچى، كتاب الحج، شامى زكريا ص ۴۵۰تا۴۶۲ هدايه على هامش الفتح القدير ص۴۱۰ج۲ كتاب الحج، مطبوعه دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۳۸۳،۳۸۶ج ۱ كتاب الحج، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ولوضم أحد النصابين إلى الآخر حتى يودى كله من الذهب أومن الفضة لابأس به لكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدراً ورواجاً وإلافيؤدى من كل واحد ربع عشره الهندية ص: ۱۷۹، ج: ۱، الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة، الفصل الأول، كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شامى زكريا ص۲۳۴ ج۳ باب زكوٰة المال، قبيل مطلب : فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، بدائع الصنائع زكريا ص۱۰۸ ج۲ كتاب الزكاة، فصل وأما مقدار الواجب فيه.

[۳] وأما مقدار الواجب من هذا النصاب، فما هو مقدار الواجب من نصاب الذهب والفضة، وهو ربع العشر، لأن نصاب مال التجارة مقدر بقيمته من الذهب والفضة، ..... وأما صفة الواجب ..... فالواجب فيها ربع عشر العين وهو النصاب فى قول أصحابنا، بدائع زكريا ص ۱۱۱ ج۲ كتاب الزكاة، صفة الواجب فى أموال التجارة، هدايه على هامش الفتح ص۲۱۸ ج۲ كتاب الزكاة، فصل فى العروض، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۹ ج ۱ الباب الثالث فى زكاة الذهب الخ، الفصل الأول. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

کسور پر زکوٰۃ معہ مثال

سوال:- کسور میں بھی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسکو تفصیل کے ساتھ مثال دیکر بیان فرما دیں تو باعثِ شکریہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کسر خمس نصاب تک پہنچ جائے اس میں بھی زکوٰۃ آئیگی، یہ تو بالاتفاق ہے، جو کسر خمس سے کم رہ جائے اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں صاحبین کے نزدیک اس میں بھی زکوٰۃ ہے، مثلاً چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، اس کا خمس چالیس ہے، پس اگر کسی کے پاس دوسو چالیس درہم ہوں تو اس پر بالاتفاق چھ درہم زکوٰۃ ہوگی، اگر کسی کے پاس دوسو بیس درہم ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف دوسو درہم پر زکوٰۃ ہوگی یعنی پانچ درہم اور بیس ایسی کسر ہے، جو خمس سے کم ہے وہ معاف ہے، اس کی زکوٰۃ نہیں آئے گی اور صاحبین کے نزدیک ان بیس پر بھی نصف درہم واجب ہوگی، یعنی دوسو بیس درہم پر ساڑھے پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف

(گذشتہ صفحہ حاشیہ ۴) ۴ وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة الخ، هدايه على هامش الفتح ص۲۱۵ باب زكاة المال، فصل فی الذهب، مطبوعه دار الفكر بيروت، تبيين الحقائق ص۲۷۷ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان، در مختار على هامش الشامی ص۲۲۷ ج۳ باب زكاة المال مطبوعه زكريا.

(صفحہ ہذا کا حاشیہ) ۱ وفی كل خمس بحسابه ففی كل أربعين درهما درهم وفی كل أربعة مثاقيل قيراطان ومابين الخمس إلى الخمس عفو وقالا: مازاد بحسابهٖ قال ابن عابدين : يظهر أثر الخلاف فيما لو كان له مائتان وخمسة دراهم مضى عليها عامان قال الإمام: يلزمه عشرة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرض کی زکوٰۃ

سوال:-ایک شخص نے اپنے زیورات قریب ایک ہزار روپیہ کی ملکیت کے ایک قریبی رشتہ دار کو جب کہ وہ بہت مصیبت میں مبتلا تھا، اس کے اصرار پر دیدیئے آج چھ سال سے زائد ہو چکے ہیں، مگر وہ زیورات یا اس کی رقم واپس نہ کرسکا تھوڑا عرصہ ہوا اس کا انتقال ہوگیا ہے متوفی کے لواحقین اور اولاد فی الحال اس قابل نہیں کہ ان زیورات کی رقم ادا کرسکیں، گویا کہ زیارہ تر مایوسی نظر آتی ہے کیا اس صورت میں زیورات کے مالک پر زکوٰۃ واجب الاداء ہے، اور بعد ادائیگی کے مالک کو گذشتہ ایام چھ سال کی ادائیگی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی الحال اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں اگر وصول نہ ہو تو اس کی زکوٰۃ بالکل ساقط ہوجائے گی اگر وصول ہوجائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی اگر ایک دم وصول نہ ہو تو کم از کم بقدر چالیس درہم (ایک نصاب کا پانچواں حصہ) وصول ہونے پر اتنی مقدار کی زکوٰۃ لازم ہے اور گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی، ہر سال کی زکوٰۃ ادا کرنے پر بقیہ رقم کو دیکھا جائے گا، اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی تمام سالوں کی اس مجموعہ ایک ہزار پر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، بلکہ اس مجموعہ پر صرف ایک سال کی لازم ہوگی، اور جس قدر لازم ہوگی اس کو منہا کرنیکے بعد جو رقم بچی ہے ایک سال کی اس پر لازم ہوگی اور بقدر لازم منہا کرکے بقیہ پر تیسرے سال کی لازم ہوگی اسی طرح تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب ہوگا: **وتجب عند قبض أربعين درهما مِن الدين القوى كقرض**

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ**) وقالا: خمسة لأنه وجب عليه فى العام الأول خمسة وثمن فبقى السالم من الدين فى الثانى نصاب الاثمن وعنده لازكاة فى الكسور فبقى النصاب فى الثانى كاملاًالخ. شامى كراچى ص:۲۹۹، ج:۲، باب زكاة المال، شامى زكريا ص۲۲۹ج۳ البحر الرائق ص۲۲۶ج۲ باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۲۰۳،۲۰۴ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

وبدل مال تجارة فكل ماقبض أربعين درهما يلزمه درهم اهـ درمختار رجل له ثلث مأة درهم دين حال عليها ثلاثة أحوال فقبض مائتين فعند ابى حنيفة رحمة الله عليه يزكى للسنة الاولىٰ خمسة للثانية والثالثة أربعة أربعة من مائة وستين ولا شئ عليه فى الفضل لأنه دون الأربعين. رد المحتار[1] ج:۲، ص:۵۳.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص نے کسی کو دو ہزار روپیہ قرضِ حسنہ دیا ہے، اور اسکے ادا کرنے کی امید ہے لیکن چار سال سے اب تک کچھ بھی پیسے قرض میں ادا نہیں ہوئے، آیا جس شخص نے قرض دیا ہے اسپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ دینا ہو تو اسکی کیا شکل ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قرض کے وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا، جتنے سال میں وصول ہو ہر سال کی زکوٰۃ دے گا۔ **كذا فى رد المحتار**[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامى نعمانيه ص:۳۵، ج:۲، باب زكاة المال شامى كراچى ص:۳۰۵، ج:۲، قبيل مطلب فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، شامى زكريا ص۲۳۶،۲۳۷ ج۳ البحر الرائق ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكوة، مطبوعه كراچى، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۵۸۹ كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، تاتارخانية ص۳۰۵ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى زكاة الديون، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

[2] رجل له ثلث مائة درهم دين حال عليها ثلاثة احوال فقبص مائتين فعند أبى حنيفة يزكى للسنة الأولىٰ خمسة وللثانية والثالثة أربعة اربعة من مائة وستين. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دین قوی اور دینِ ضعیف

سوال:- ہمارے یہاں نیپالی لوگ آتے ہیں اور مال لے جاتے ہیں قیمت کبھی کبھار تو آٹھ دس سال تک دیتے ہیں یہ مسئلہ معلوم ہے کہ سوداگری کے مال کی قیمت قرض قوی کی صورت ہے، جیسا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے، کہ جب وہ روپے وصول ہو جائیں تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا ہوگی، حساب سے۔ لیکن ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ نیپالی لوگ دوسری حکومت کے رہنے والے ہیں، جن پر نہ ہم دعویٰ کر سکتے ہیں نہ کوئی کچہری عدالت کر سکتے ہیں اور وہ لوگ دس دس بارہ بارہ چودہ چودہ دن کا سفر کر کے آتے ہیں اسلئے ہم خود وہاں جا کر وصول نہیں کر سکتے، اور اگر بالفرض وہاں پہنچ بھی جائیں تو اخلاقی طریقہ پر وصول کر سکتے ہیں، لیکن غیر حکومت ہونے کی وجہ سے کوئی زبردستی نہیں کر سکتے، اب ان کی مرضی ہے دیں یا نہ دیں، ہم اتنے کمزور ہیں کہ ان سے جبراً وصول نہیں کر سکتے، تو سوال یہ ہے کہ ہمارا قرض، قرضِ ضعیف کی صورت ہوگا، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر وصول شدہ قرض بقدرِ نصاب ہے اور اس پر سال وصول کے وقت سے گذر جائے تب زکوٰۃ فرض ہوگی یا قرضِ قوی کی صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دَین اس صورت میں بھی دَین قوی ہے، اسکے وصول ہونے کا آپکو پورا اطمینان ہے (اگرچہ دیر میں ہو) ورنہ آپ ان لوگوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت نہ کرتے اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو دین قوی کا ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۲ھ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) شامی کراچی ص: ۳۰۵، ج:۲، قبیل مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد، شامی زکریا ص۲۳۷ ج۳ عالمگیری ص۱۷۶ ج۱ کتاب الزکاۃ، قبیل الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، تاتارخانیۃ ص۳۰۵ ج۲ الفصل الثالث عشر فی زکاۃ الدیون، مطبوعہ إدارۃ القرآن کراچی. (صفحہ ہذا کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اداءِ زکوٰۃ کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال:- سونا چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے جب کہ خرید کے وقت سونا چاندی کی قیمت اس وقت کے حساب سے بہت کم تھی چنانچہ خرید کے زمانہ میں سونا ۲۴/ روپیہ بھر کے حساب سے ملتا تھا اور اب ۱۱۵/روپیہ بھری ملتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سونا چاندی دونوں وزنی چیز ہیں، ان میں نصاب اور اداءِ زکوٰۃ ہر دو کیلئے وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا اگر دونوں کا نصاب کامل ہو تو دونوں کی زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دیدیا جائے، خواہ قیمت کچھ ہو، البتہ اگر سونا چاندی زکوٰۃ میں دینا مقصود نہ ہو تو ادا کرتے وقت جو قیمت قدرِ زکوٰۃ کی ہو اسکی کوئی اور شئ دیدی جائے مثلاً اگر قدرِ زکوٰۃ دو تولہ سونا واجب ہو تو یا دو تولہ سونا دیا جائے یا اتنی مالیت کی دوسری چیز دی جائے، غرض مستحق زکوۃ کے پاس دو تولہ سونے کی مالیت کا پہنچنا ضروری ہے تب زکوٰۃ ادا ہوگی، خریدتے وقت سونے کی قیمت کا اعتبار نہیں: **والمعتبر وزنهما أداءً ووجوبًا لاقيمتهما اهـ درمختار أى من حيث الأداء يعنى يعتبر أن يكون المودى قدر الواجب وزناً الخ وأجمعوا أنه لوأدّى من خلاف جنسه إعتبرت القيمة**[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] واما سائر الديون المقربها فهى على ثلاث مراتب عند أبى حنيفة رحمة الله عليه ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لابدلاً عن شئ لازكاة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول إلى قوله وقوى وهو مايجب بدلا عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكى لمامضٰى، الهنديه ص:۱۷۵، ج:۱، الباب الأول، كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكوٰة، مطبوعه سعيد كراچى، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] شامى نعمانى ص:۳۰، ج:۲، باب زكاة المال. شامى كراچى ص:۲۹۷، ج:۲، شامى زكريا ص۲۲۷ ج۳ البحر الرائق ص۲۲۷ ج۲ باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، تبيين الحقائق ص۲۷۸ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان.

ا هـ شامی ص: ۴۰، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲ رشوال ۶۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳ رشوال ۶۵ھ

نصاب زکوٰۃ روپے کے اعتبار سے

سوال:- کم سے کم کتنے روپے پر زکوٰۃ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے روپے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

دفینہ پر زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے قبل مسجد کا صحن بنوانا

سوال:- ایک بڑھیا نے پہلے زمانہ میں چار ہزار روپیہ دفن کئے اور لڑکوں سے کہہ دیا تھا میرے بعد نکال لینا، اب بڑھیا کے انتقال کے بعد بھائیوں نے اس مدفون کو نکالا، وہ سکہ بارہ ہزار کا ہوا، اس میں سے ایک بھائی نے اپنا حصہ لے لیا، باقی تینوں نے اپنا حصہ مسجد میں دیدیا جس سے صحن بنوایا گیا تو اب اس مدفون پر زکوٰۃ واجب تھی یا نہیں؟ اور اس صحن پر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خود اس بڑھیا کے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، اسکے انتقال کے بعد اسکے لڑکے مالک ہوئے،

---

[1] فإن بلغت قيمتها مأتي درهم من أدنى الدراهم التي تجب فيها الزكوٰة وهي التي الغالب عليها الفضة تجب فيها الزكوٰة وإلا فلا الخ، بدائع زكريا ص۱۰۳ ج۲ كتاب الزكاة، فصل وأما صفة النصاب في الفضة، عالمگيری دار الكتاب ص۱۷۹ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الأول، النهر الفائق ص۴۳۹ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اسوقت سے سال بھر گذرنے پر حسبِ ضابطہ شرعیہ ان کے ذمہ واجب ہوگی، اس فرشِ صحن میں نماز درست ہے، سال سے پہلے مسجد میں دینے سے زکوٰۃ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوٹ کی زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی کے پاس سو روپے کا نوٹ ہے تو اس کی زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے، یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خواہ ڈھائی روپیہ دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی اور شئ دیدے سب جائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوٹ پر زکوٰۃ

سوال:- آج کل روپیہ دو روپیہ کے نوٹ کا رواج عام ہوگیا ہے، چاندی کا روپیہ نہیں رہا، بعض لوگ عذر کرتے ہیں، کہ زکوٰۃ تو سونے چاندی یا اس کے سکہ پر ہے ہمارے پاس سونا چاندی یا اس کا سکہ نہیں ہے، نوٹ ہیں جو وجوب زکوٰۃ کے حکم میں نہیں، نیز یہ کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت علماء

---

[1] وشرطه أی شرط افتراض أدئها حولان الحول وهو فی ملكه الدرعلی ردالمحتار كراچی ص:۲۶۷، ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۱ اول كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة.

[2] والمعتبر وزنهما أداء ووجوبا أی من حيث الأدی واجمعوا أنه لو أدی من خلاف جنسه اعتبرت القيمة. شامی كراچی ص:۲۹۷، ج:۲. باب زكاة المال، بحر كوئٹه ص۲۲۷ ج۲ باب زكاة المال، النهر الفائق ص۴۳۸/۱، باب زكاة المال، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

فرماتے ہیں کہ چاندی کے روپے یا سکہ دھات وغیرہ سے نوٹ بدل کر زکوٰۃ ادا کرو، جب نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، تو پھر اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوتی ہے؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نوٹ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں اور نوٹ سے زکوٰۃ ادا بھی ہوسکتی ہے یا نہیں یا نوٹ کو دوسرے سکے دھات وغیرہ سے بدل کر زکوٰۃ ادا کریں شرعاً کیا حکم ہے۔

(ب) بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ نوٹ دراصل سکہ نہیں بلکہ روپیہ کی رسید ہے، اگر پھٹ جائے یا خراب ہوجائے تو نمبر دکھانے سے دوسرا مل جاتا ہے، اس کا روپیہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے، جو گورنمنٹ کے ذمہ ہوگیا اور چونکہ یہ رسید ہے سکہ نہیں ہے اس لئے اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، چونکہ زکوٰۃ میں نوٹ دینا مال دینا نہ ہوا رسید دینی ہوئی، اس جواب پر مندرجہ ذیل شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) نوٹ کے ساتھ یہ تخصیص کہ اگر خراب ہوجائے یا پھٹ جائے تو نمبر دکھانے سے مل جاتا ہے، اسی طرح روپیہ نقرئی بھی اگر خراب ہو یا ٹوٹ جائے تو گورنمنٹ اس کے بدلنے کی ذمہ دار ہوتی ہے، اس لئے صرف نمبر دکھا کر بدلنے کو رسید قرار دینا کیونکر درست ہوا؟ جب کہ چاندی کے روپے خراب ہونے یا ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی دوسرا مل جاتا ہے، اس صورت میں یا تو روپے کو بھی رسید قرار دیا جائے، ورنہ نوٹ کو بھی سکہ رائج الوقت قرار دے کر زکوٰۃ کا لین دین مثل چاندی، سونے کے درست قرار دیا جائے۔

(۲) یہ کہ گورنمنٹ کا کوئی اس طرح اعلان نہیں جس سے یقین کرلیا جائے کہ نوٹ واقعی رسید ہے، سکہ نہیں، بلکہ حکومت کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ بجائے نوٹ کے مٹی یا گارے یا کپڑے وغیرہ کے سکے چلادے، اگر بالفرض ومحال یہ تسلیم کرلیا جائے، کہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے تو گورنمنٹ کے قرض کی ذمہ دار اس کی رعایا ہوا کرتی ہے، جیسے ہندوستان سے کروڑہا روپیہ قرض کا وصول کیا جاتا ہے، تو جب بہر صورت رعایا ہی مقروض ہوتی ہے تو پھر مسلمان رعایا کے پاس خواہ چاندی ہو یا

سونا یا نوٹ مقروض ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہ ہونی چاہئے۔

(۳) اب جب کہ بعض علماء کرام نوٹ کو رسید قرار دے چکے تو ادائیگیٔ زکوٰۃ کی صورت ملاحظہ فرمائیں کہ روپیہ لے کر ریز گاری میں، یا نوٹ سے غلہ، کپڑا وغیرہ خرید کر دیں یا کہ مال دیا جائے، تب زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ، قربانی کی کھال کی قیمت ادا ہوگی جس کی آسان صورت یہ بتلائی گئی کہ اگر کسی شخص کو دس روپیہ کے نوٹ زکوٰۃ میں دینا ہے تو اس روپیہ کا کوئی مال خرید کر مثلاً کپڑا، غلہ، کتابیں وغیرہ مسکین کو دیدو اس سے کہو کہ اس کو تم بازار میں فروخت کرو گے تو اگر تمہارا جی چاہے تو ہمیں فروخت کردو، تو دس روپے کے نوٹ دے کر اس کو خرید لو، اس کو نوٹ دیدو۔ وہ شئ پھر سے قبضہ میں آ گئی، اس فرمان عالی پر عرض ہے کہ موجودہ روپے یا سابق چاندی کا روپیہ یا ریز گاری کا اتنا قحط ہے کہ شہر اور دیہات میں کسی زائد قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہوسکتی، اب صرف نوٹ ہیں اس شکل میں خواص کا تو ذکر ہی نہیں عام مسلمان جو پہلے سے تنگدلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس قدر احتیاط کس طرح کر سکتے ہیں تو اس صورت ادائیگی میں خطرات ہیں کہ کہیں عام مسلمان زکوٰۃ دینا ترک نہ کردیں۔

(۴) ریز گاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنے یا چودہ آنے دینا لینا سودی لین دین میں شامل ہے یا نہیں، جب کہ قانوناً ہر نوٹ اور روپے کے سولہ آنے مقرر ہیں، تو حکم شرعی کیا ہے؟ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل سمجھا جائے گا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نوٹ خود چاندی یا سونے کا سکہ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی رسید جو گورنمنٹ یا بینک کے ذمہ بطور قرض موجود اور اس کی وصولیابی پر اس نوٹ کے ذریعہ قدرت حاصل ہے، لہٰذا درحقیقت اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کی یا اس کی قیمت کی کوئی شئ غلہ، کپڑا وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کریں تاکہ بالیقین زکوٰۃ ادا ہوجائے، اگر زکوٰۃ میں نوٹ دیا اور مصرف زکوٰۃ فقیر نے اس کے عوض

سکہ، غلہ وغیرہ کوئی مال حاصل کرلیا تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، لیکن اگر وہ نوٹ فقیر سے ضائع ہوگیا، مثلاً جل گیا، گل گیا، گم ہوگیا، یا اس نے کسی کرایہ پر یہ اجرت وغیرہ میں دیدیا یا اس کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کردیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[1]۔

(ب) روپیہ میں فی حد ذاتہ خود مال موجود ہے اگر گورنمنٹ کی طرف اسکے بدلنے کی ذمہ داری نہ ہوتو اسکی قیمت ہی کچھ نہیں، لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، آج کل چھوٹے نوٹ پر ایسی عبارت درج نہیں بڑے نوٹ پر اب بھی درج ہے، یہ فرض محال نہیں، بلکہ حقیقت نفس الامری ہے گورنمنٹ کے ذمہ رعایا کا قرض ہے جسکی رسید نوٹ ہے اور اسکے ذریعہ سے رعایا کو گورنمنٹ قرض دیکر وصول کرتی ہے، یہ نہیں کے رعایا کہ ذمہ گورنمنٹ کا کوئی قرض نہیں جس کی وجہ سے رعایا کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط کردیجائے، اور جنگ کا روپیہ جو گورنمنٹ لیتی ہے وہ بھی قرض لیتی ہے، بعد اختتام جنگ اسکی واپسی کا وعدہ کرتی ہے، اس سے رعایا مقروض نہیں ہوئی، پھر اسکے ذمہ سے زکوٰۃ کیوں ساقط ہو۔

(۳) اگر ہر شخص کو یہ صورت سہل نہیں، جس قدر زکوٰۃ واجب ہے، اس کا کوئی مال خرید کر فقیر کو

---

[1] یہ اس وقت کا حکم ہے جب چاندی کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا، اور نوٹ کے رواج کی ابتداء تھی اس وقت ہمارے اکابر کی رائے یہی تھی چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲۵ زکوٰۃ کے مسائل طبع محمودیہ دیوبند، امداد الفتاویٰ ص ۲ ج ۲ کتاب الزکاۃ، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند، فتاوی مظاہر علوم ص ۵۵ زکوٰۃ، طبع شعبہ نشر واشاعت سہارنپور، امداد المفتین ص ۴۵۱ زکوٰۃ، طبع کراچی، عزیز الفتاویٰ ص ۳۴۸ باب زکوٰۃ النقدین، طبع کراچی ان سب فتاویٰ میں نوٹ کو سند ہی قرار دیا گیا ہے، اب نوٹ کا رواج عام ہوگیا ہے اور روپیہ معدوم ہوچکا ہے لوگوں کے تمام معاملات زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ کی ضروریات نوٹ ہی سے پوری ہوتی ہیں اس لئے موجودہ دور کے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ نوٹ سکۂ رائج الوقت کے حکم میں ہے اور نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی استعمال میں لانے پر موقوف نہیں ہوگی بلکہ فقیر کے قبضہ میں پہونچتے ہی فی الفور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ (فقہی مقالات ص ۳۰ ج ۱ کرنسی نوٹ اور زکوٰۃ، حاشیہ امداد الفتاویٰ ص ۲ ج ۲ طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند، آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۲ ج ۳ زکوٰۃ، زکریا دیوبند۔

دیدیا جائے، ریزگاری اگر نہیں ملتی تو مال تو ملتا ہے اس میں کیا اشکال ہے، نوٹ کے ذریعہ سے بازار میں بہت مال ملتا ہے۔

(۴) نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں، روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے ریزگاری روپے خالص بیع صرف نہیں، البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی یا غالب چاندی ہو اور دوسری طرف بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلے میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع درست ہو جائیگی[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

نوٹ سے زکوٰۃ

سوال:-(۱) مد زکوٰۃ کے روپئے مدرسہ کے غریب فنڈ میں جس سے غریب طلبہ کی خرچ برداری کی جاوے داخل کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں یا کہ حیلہ کرنا ہوگا، آپ کے مدرسہ میں اس کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) امداد الفتاویٰ میں مرقوم ہے کہ زکوٰۃ، فدیہ، فطرہ وغیرہ میں نوٹ دینے سے ادا نہیں ہوتی، بوجہ حوالہ ہونے کے، کیونکہ نوٹ عین روپیہ نہیں بلکہ سند ہے، جب بیت المال میں اس کو داخل کر دے روپیہ مل جاوے اس پر موجودہ حالت سے یہ شبہ ہوتا ہے، کہ اب تو یہ نوٹ بعینہٖ روپیہ ہوگا، غایۃ الامر اتنا ہوتا ہے کہ زیادہ رقم کے نوٹ دینے سے وہ ایک روپیہ والا نوٹ دیدیتا ہے، اس معذوری کی وجہ سے نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ ادا ہونے کا حکم ہوگا یا نہیں؟

---

[۱] وما غلب فضته وذهبه فضة وذهب فلا يصح بيع الخالص به ولا بيع بعضه ببعض الامتساويا وزناً والغالب الغش منهما فى حكم عروض فصح بيعه بالخالص ان كان الخالص أكثر وبجنسه متفاضلا. شامی نعمانی ص:۲۴۰، ج:۴. مطلب مسائل فى المقاصة. باب الصرف، تبيين الحقائق ص۱۴۰، ۱۴۱ ج۴ كتاب الصرف، طبع امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہمارے مدرسہ میں جونوٹ زکوٰۃ میں آتے ہیں وہ بعینہٖ طلباء کونہیں دیئے جاتے یا ان کو بھنا کر ریزگاری نقد وظیفہ کی صورت میں دیتے ہیں یا کپڑا خرید کر یا جوتہ خرید کر یا غلہ خرید کر اس کی روٹی پکا کر یا کتابیں خرید کر دیتے ہیں، اس سے بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے[۱]

(۲) نوٹ خود روپیہ نہیں بلکہ حوالہ ہے جیسا کہ امداد الفتاویٰ میں ہے[۲]۔ اسلئے نوٹ کی کوئی شئ خرید کر زکوٰۃ میں دیجائے تا کہ زکوٰۃ ادا ہوجائے، اگر نوٹ زکوٰۃ میں دیا گیا تو اس سے زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ فقیر اس نوٹ کے عوض کوئی مال حاصل کرلے تب زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر فقیر سے وہ نوٹ کسی طرح ضائع ہوگیا، یا اسنے کسی ڈاکٹر کی فیس یا کرایہ ریل وغیرہ میں دیدیا یا اسکے ذریعہ سے قرض ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی نے زکوٰۃ میں نوٹ ادا کئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مدارسِ عربیہ میں اکثر لوگ بذریعہ ڈاک یا دوسرے ذرائع سے زکوٰۃ میں نوٹ ہی ادا کرتے ہیں، اس صورت میں زکوٰۃ کیسے ادا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ اپنی اصل کے اعتبار سے حوالہ اور سند ہے (مال نہیں) لیکن اس دور میں تقریباً روپیہ

---

[۱] ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ عندنا (هندیه کوئٹه ص ۱۸۱ ج ۱ کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذهب والفضة، مسائل شتی الدر مع الشامی کراچی ص۲۸۵ج۲ باب زکاۃ الغنم، هدایه ص ۱۹۲ ج ۱ کتاب الزکاۃ باب صدقة السوائم، فصل فی مالا صدقة فیه، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۲] امداد الفتاویٰ ص:۳، ج:۲، کتاب الزکاۃ، طبع اداره تالیفات اولیاء دیوبند.

[۳] اصل حکم نوٹ کا یہی ہے، لیکن اب اس کا رواج اور تعامل بالکل روپیہ کی طرح سے ہے، اور یہی اب نقد کے حکم میں ہوگیا، حوالہ نہیں رہا، اب نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔۱۲

معدوم ہے، سب کاروبار نوٹ سے ہی ہوتا ہے، اور سب جگہ نوٹ ہی بلا تردد روپیہ کے قائم مقام بلکہ روپیہ سے زیادہ قابلِ قدر شمار ہوتا ہے، اس لئے اب نوٹ کے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۸ھ

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

ملفوظات حصہ ہفتم ص: ۳۰۵ رسالہ المبلغ ۸/جلد ۱۳/ بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱ھ ملفوظ ۴۴۶

ایک نواب صاحب نے بذریعہ تحریر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آج کل روپیہ تو ملتا نہیں صرف نوٹ ملتا ہے، جس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ایسی صورت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کیجائے؟

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ زکوٰۃ غلہ و دیگر اشیاء سے بھی ادا ہوسکتی ہے، پھر زبانی فرمایا کہ یہ فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اشکال: اب تک زکوٰۃ کے ادا کرنے کا یہ عمل رہا ہے کہ بذریعۂ منی آرڈر مدارس میں دوسری جگہ زکوٰۃ ارسال کی گئی، اور نوٹ ڈاک خانہ میں آگئے اور وہاں ڈاکخانہ سے نوٹ وصول کئے گئے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو گذشتہ عمل کی درستی کی کیا صورت ہوسکتی ہے، اور آئندہ کس صورت سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یا جس شخص غیر مستحقِ زکوٰۃ کو اصالتاً زکوٰۃ دی گئی اور اسکو نوٹ دیا گیا، اور اسکو یہ نہیں بتلایا گیا کہ یہ بمد زکوٰۃ ہے کیونکہ بتلانا مناسب نہیں تھا، اب اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اسکی درستی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(۲) ہم ملازمین کو تنخواہ میں نوٹ ہی ملتے ہیں اور نوٹ ہی ہم لوگوں کی جائداد ہے، چاندی یا سونا یا روپیہ نہیں ہے، تو نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

(۳) آج کل جو روپیہ ملتا ہے اس میں بھی چاندی نہیں ہوتی، تو اس کا حکم مثل نوٹ کے ہے یا مثل چاندی کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ روپیہ نہیں بلکہ رسید اور حوالہ ہے نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فقیر سے ضائع نہ ہو بلکہ وہ اپنے تحصیل مال میں صرف کرے، خواہ اس کا روپیہ بنالے یا اس کے ذریعہ سے کوئی اور شئ خرید لے اگر خود نوٹ فقیر سے ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی لہٰذا اگر کسی مقام پر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فقیر سے زکوٰۃ میں دیا ہوا نوٹ ضائع ہو گیا ہے، تو اتنی مقدار زکوٰۃ دوبارہ دی جائے، ورنہ گذشتہ ادا کی ہوئی زکوٰۃ کی تجدید کی ضرورت نہیں[۱]۔

(۲) نوٹ اگرچہ خود روپیہ نہیں ہے، لیکن ایسے قرض کی رسید ہے جس پر ہر وقت قدرت ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے جو ادائیگی کی صورت دوسرے مال کی زکوٰۃ میں ہے وہی نوٹ میں ہے۔

(۳) اس روپیہ میں اگر چاندی کم ہے، لیکن قیمت میں بالکل چاندی کے برابر ہے لہٰذا جو حکم خالص چاندی کے روپیہ کا ہے، وہی اس کا ہے قیمت کے اعتبار سے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۸/۶۱ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/شعبان ۶۱ھ

---

[۱] یہ حکم اس وقت کا ہے جب نوٹ کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا اب نوٹ ہی بمنزلہ روپیہ کے ہے، لہٰذا اس کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، کوئی شخص اگر ایک ہزار کے روپئے بینک سے لینا چاہے تو نہیں ملتے۔۱۲

[۲] وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض (در مختار) وحاصله أن ما يخلص منه نصاب أو كان ثمنا رائجا تجب زكاته سواء نوى التجارة اولا (شامی کراچی ص ۳۰۰ ج ۲ باب زكاة المال، بحر كوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ باب زكاة المال، هنديه كوئٹه ص ۱۷۹ الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة والعروض.

نوٹ اور ریزگاری سے زکوٰۃ

سوال:- زید کے پاس ایک ہزار روپیہ کے نوٹ ہیں، وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے پہلا روپیہ جس میں چاندی غالب تھی نہیں ملتا، ذیل کی چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

(۱) زکوٰۃ نوٹ سے ہی ادا کردی جائے، اس صوت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ادا ہوگی تو کیا پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی، یا کسی قید کے ساتھ؟

(**نوٹ**) نوٹوں کی اور دیگر مال مثل نقدی یا زیور وغیرہ کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہے یا مطلقاً زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

(۲) نیا سکہ جواب جاری ہوا (اس میں چاندی محض چار آنہ بھر ہوتی ہے) اس سے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اس سے زکوٰۃ پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی یا مشروط طریق سے اور وہ شرائط کیا ہیں؟ کیا اس روپیہ سے زکوٰۃ مطلق ادا ہوجائے گی یا بموجبِ جنس مال (یعنی نوٹ زیور نقد) زکوٰۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہوگا اور وہ فرق کیا ہے؟

(**نوٹ**) اس روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں یہ شبہ ہے کہ یہ روپیہ چاندی نہیں، کیونکہ اس میں صرف چار آنہ کی مقدار چاندی ہے اور باقی دوسری دھات یعنی کھوٹ اور چاندی اگر غیر چاندی سے مل جائے، اور غیر چاندی کا عنصر غالب ہو تو مرکب پر چاندی کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہے۔

اور ظاہر بات ہے کہ نیا روپیہ پہلے کھرے روپیہ کی قیمت کا ہی نہیں بلکہ اس سے کم قیمت ہے، اگر کہا جائے کہ نیا روپیہ سرکاری طور پر پہلے کھرے روپیہ کا قائم مقام ہے، پہلے اسے کھرے روپیہ کی قیمت سمجھ کر اس کو زکوٰۃ میں دینا درست ہوگا تو اسی طرح نوٹ بھی تو سرکاری طور پر کھرے روپیہ کی قیمت قرار دیا گیا ہے، پس زکوٰۃ میں روپیہ کے بجائے اگر نوٹ دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجانی

چاہئے، اگر اندریں صورت بھی نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اس مروجہ روپیہ میں اور نوٹ میں کیا فرق ہے؟

(۳) پیسوں سے یا غیر چاندی اکنیوں، دونیوں، چونیوں سے زکوٰۃ ادا کرے اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ان کی ادائیگی بلا قید طریقہ سے ہے اور قیود کیا ہیں اور اس میں وہ تمام باتیں ملحوظ ہوں گیں جو نئے روپے کی بحث میں گذرا، اس میں اور نئے روپے میں فرق ہے تو کیا؟

(۴) چاندی خرید کر زکوٰۃ ادا کرے اس میں مشکل یہ ہے کہ چاندی خریدتے وقت کھوٹی اور کھری چاندی میں فرق دشوار ہے ہر شخص نہیں کرسکتا، زکوٰۃ لینے والے کو بھی نقصان براہِ مہربانی تمام صورتوں پر غور فرمایا جائے اور بالوضاحت جواب تحریر فرمایا جائے مع حوالہ کتب۔

نوٹ یا ریزگاری کی صورت میں اگر مال جمع ہو تو اس پر زکوٰۃ کیوں واجب ہے جب کہ براہِ راست نوٹ یا ریزگاری سے زکوٰۃ دے تو ادا نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نوٹ روپیہ نہیں مگر روپیہ کی سند ہے لہٰذا نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی بشرطیکہ مصرف کے پاس پہنچ کر مصرف اس کو اپنے کام میں صرف کرلے، اگر اس سے پہلے پہلے وہ نوٹ ضائع ہوگیا اور مصرف اس کو اپنے کام میں نہیں لاسکا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، نوٹ اور ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نوٹ کے ذریعہ سے ادا کرنا بشرطِ مذکور صحیح ہے[۱]۔

(۲) نیا سکہ جو کہ اب جاری ہوا ہے، اس میں چاندی مغلوب ہے اور دوسری دھات غالب ہے، لیکن بحیثیت ثمنیت ورواج پہلے روپیہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا جس طرح پہلے روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے، اسی طرح اس سے بھی بلا تأمل درست ہے اور جس طرح پہلے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسی طرح اس پر بھی واجب ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے روپیہ میں چاندی غالب ہونے کی وجہ سے وجوباً واداءً وزن کا اعتبار ہوگا، اور نئے روپیہ میں قیمت کا اعتبار

---

[۱] یہ حکم اس وقت کا ہے، جب نوٹ کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا اب نوٹ ہی بمنزلہ روپیہ کے ہے۔

ہوگا: وکان الشیخُ ابوبکر محمّد بن الفضل رحمة اللّٰه علیه یوجب الزکٰوة فی الغطریفیة والعادلیة فی کل مائتی درهم خمسةُ دراهم عددًا لأنَّ الغش فیها غالب فصارا فلوساً فوجبَ اعتبارُ القیمة فیه لا الوزنُ اهـ زیلعی شرح کنز ص: ۲۷۹ ج: ۱ قال الشلبی فی هامشه روی الحسن رحمة اللّٰه علیه عن ابی حنیفة انّ الزکٰوةَ تجب فی الجیاد من الدراهم والزیوف والنبهرجة قال لانَّ الغالب فیها الفضة کلها وما یغلب فضة علٰی غشه یتناوله اسم الدراهم مطلقاً والشرع اوجب باسم الدراهم وان کان الغالب هوالغش والفضة فیها مغلوبة فان کانت رائجة او یمسکها للتجارة تعتبر قیمتها فان بلغت قیمتها مائتی درهم من ادنٰی الدَّارهم التی تجب فیها الزکٰوة وهی التی الغالب علیها الفضة تجب فیها الزکٰوة والاّ فلا اهـ بدائع. وان لم تکن رائجة ولا معدِة للتجارة فلا زکٰوة فیها الا ان یکون ما فیها من الفضّة یبلغ مائتی درهم بان کانت کثیرة[1] اهـ المسئلةُ مذکورة فی الدرالمختار وردالمحتار[2] ص:۴۷ ج:۲، والدر المنتقی ومجمع[3] الانهر ص:۲۰۶، ج ۱ والهندیه[4] ص: ۱۷۹، ج: ۱.

اس روپیہ میں اور نوٹ میں فرق یہ ہے کہ یہ روپیہ سرکار اور رعایا سب کے نزدیک روپیہ اور سکہ ہے، جس کی قیمت ۱۶/ ہے اور نوٹ کسی کے نزدیک بھی روپیہ یا سکہ نہیں نہ اس کی قیمت ۱۶/ ہے بلکہ یہ تو ایک سند اور رسید ہے جس کے ذریعہ سے حکومت یا بینک سے حسبِ معاہدۂ تحریر نوٹ ۱۶/ وصول ہوسکتے ہیں، اس لئے نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ مشروط بالشرط المذکور ہے اور روپیہ کے ذریعہ سے بلاشرط ہی ادا ہوجاتی ہے۔

---

[1] زیلعی شرح کنز مع حاشیه ص: ۲۷۹، ج: ۱، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، بدائع زکریا ص۱۰۳ ج۲ کتاب الزکاة، فصل واما صفة النصاب فی الفضة.

[2] الدر المختار مع الشامی ص: ۳۰۰، ج:۲، کراچی، باب زکاة المال.

[3] الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ص:۳۰۶-۳۰۷، ج: ۱، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[4] الهندیة ص: ۱۷۹، ج: ۱، الباب الثالث فی زکاة الذهب والفضة طبع کوئٹه.

(۳) زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا، یعنی جس قدر چاندی وزن کے اعتبار سے لازم ہو اس کی قیمت جس قدر اکنّیاں وغیرہ ہوں دیدی جائے، مثلاً اگر دوتولہ چاندی لازم ہو اور بازار میں دس تولہ چاندی فروخت ہوتی ہے تو بیس اکنّیاں یا دس دونیاں ادا کریں زکوٰۃ ادا ہوجائے گی: **واجمعوا نه لوادّیٰ من خلاف جنسه اعتبرت القيمة اهـ رد المحتار**[1] **ص:۴۵، ج:۲.**

(۴) چاندی خرید کر اسکے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ نوٹ کے ذریعہ زکوۃ ادا ہو جاتی ہے **کما مر.** قربانی کی کھال کی قیمت اپنی بیٹی کو دینا درست نہیں بلکہ کسی اور مستحق زکوٰۃ کو دیدی جائے کیونکہ اس کا تصدق واجب ہے: **فان بدل اللحم او الجلد به ای بما ينتفع بالاستهلاک جاز ويتصدق به ولا يبيعه بالدَّارهم لينفق الدَّراهِمَ علٰی نفسه وعياله اهـ مجمع**[2] **الانهر ص: ۵۲۱، ج:۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۲۵/۱۲/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے یا قیمت سے؟

سوال: -علم الفقہ جلد چہارم ص:۳۲ میں تحریر ہے کہ روپیہ کی زکوٰۃ گنتی سے دینا خلافِ احتیاط ہے تو کیسے دینا چاہئے اس قسم کی عبارت دوسری کتابوں میں بھی دیکھنے میں آئی، اس سے

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۹۷، ج:۲، باب زکاۃ المال، تبيين الحقائق ص۲۷۸ ج ۱ باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، النهر الفائق ص۴۳۸ ج ۱ باب زكاة المال، طبع مكه مكرمه.

[2] مجمع الانهر ص: ۱۷۴، ج:۴، كتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳۰۱ ج۵ كتاب الأضحية، الباب السادس فى بيان ما يستحب فى الأضحية الخ تبيين الحقائق ص۸ ج۶ كتاب الأضحية، امداديه ملتان.

مفہوم ہوتا ہے کہ نصابِ زکوٰۃ میں روپے کی قیمت کا اعتبار نہیں، بلکہ وزن کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس سو روپے ہیں جو وزن کے اعتبار سے سو تولہ ہوتے ہیں، جن کا چالیسواں حصہ ڈھائی روپیہ ہوا جن کا وزن ڈھائی تولے ہوا، ایسی صورت میں ڈھائی تولہ چاندی دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا ڈھائی روپے دینے چاہئیں۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ سو روپیہ کا وزن کر لیا جائے اور پھر اس کا چالیسواں حصہ وزن ہی کے اعتبار سے ادا کر دیا جائے خواہ روپیہ خواہ چاندی روپیہ پورا تولہ کا نہیں ہوتا بلکہ کچھ کم ہوتا ہے، نیز ہر روپیہ برابر نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں، اس میں نصف رقم مالک کی ہوتی ہے اور نصف ادارہ شامل کر کے اس کو محفوظ کر دیتا ہے مگر مالک کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا ہے، اگر زکوٰۃ ہے تو مجموعہ پر ہے یا صرف اپنی رقم پر نیز بعد القبض سے زکوٰۃ کا حکم ہوگا، یا سال کے سال اپنی باقی رقوم کے ساتھ اس کا حساب شامل رکھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار ادارہ شامل کرتا ہے اس پر ابھی تو ملک ہی ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا اس پر تو ابھی زکوٰۃ نہیں[2] جتنی مقدار تنخواہ سے وضع کی گئی ہے، اس پر بھی ابھی زکوٰۃ لازم نہیں[3]۔ بحث وتحقیق کے بعد

---

[1] والمعتبر وزنهما أداء ووجوبالا قيمتهما الدرعلى الرد كراچى ص:۲۹۷، ج:۲. باب زكاة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۴ج ۱ كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۳۸ج ۱ باب زكاة المال، طبع مكه مكرمه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اگر ہر سال اپنی وضع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کردی جائے تو یہ احتیاط وتقویٰ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

سوال:- زید کا ایک ہزار روپیہ پراونڈنٹ فنڈ میں گورنمنٹ کے یہاں جمع ہے اور یہ روپیہ نوکری چھوڑنے پر ملتا ہے نیز اس پر سات سو روپے کا قرض بھی ہے تو اب اس ایک ہزار روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ روپیہ مل جائیگا تو اس پر گذشتہ کی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی، اور آئندہ جس قدر قرض سے فاضل بچے گا اس پر زکوۃ ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] وشرطه أی شرط افتراض أدئها حولان الحول وهو فی ملكه شامی كراچی ص:۲۶۷، ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه عالمگيری ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول، زيلعی ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[3] وفی الضعيف لا تجب ما لم يقبض نصاباً ويحول الحول بعد القبض عليه الخ بحر ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه، عالمگيری ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، درمختار علی الشامی كراچی ص۳۰۹ باب زكاة المال.

(صفحہ ہذا) [1] امداد الفتاوی ص:۵۰، ج:۲، كتاب الزكاة ايضاح النوادر ص۱۳ ج۲ مؤلفه مفتی شبير احمد صاحب.

[2] فلا زكاة علی مكاتب ومديون للعبد بقدردينه فيزكی الزائد ان بلغ نصاباً الدر علی الرد ص:۲۶۳، ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً، كتاب الزكاة، سكب الأنهر ص۲۸۷ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. وإن كان ماله اكثر من دينه زكی الفاضل اذا بلغ نصاباً الخ هدايه مع فتح القدير ص۱۶۰ ج۲ كتاب الزكاة دار الفكر بيروت.

پراونڈنٹ فنڈ اور زرِ ضمانت پر زکوٰۃ

سوال:- پراونڈنٹ فنڈ اور ضمانت کی رقوم جو زید کو کئی سال کے بعد ملی ہیں اور اب تک اس کے قبضہ میں نہیں تھیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کس طریقہ سے نکالی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زرِ ضمانت پر حسب ضابطۂ شرعیہ زکوٰۃ گذشتہ زمانۂ وصول سے قبل کی بھی لازم ہوگی[1] تنخواہ جمع شدہ پر گذشتہ کی زکوٰۃ لازم نہیں، وہ تو ایسی رقم ہے کہ گویا اب وصول ہونے پر ملک میں آئی ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

ختم ملازمت پر ملے ہوئے روپیہ کی زکوٰۃ

سوال:- زید ایک مسلمان کے فرم میں عرصہ ۲۳/سال سے کام کر رہا تھا، افسران اور منتظمین کی نیت خراب ہوئی اس کو نکالنا چاہا، چنانچہ ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ زید سخت کش مکش میں مبتلا ہوگیا، زید کا تبادلہ ۲۳/سال کے بعد ایک دم دہلی سے ہزار میل دور کر دیا گیا، اس نے بہت

---

[1] ولو كان الدين على مقرملئ أو على معسر أو مفلس فوصل الى ملكه لزم زكاة مامضى، الدرالمختار على ردالمحتار ص: ۲۶۶، ج: ۲، مطبوعه كراچى.

[2] ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لا بد لا عن شئ أو بفعله بد لا عما ليس بمال كالمهر لازكاة فيه عندهٗ حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول الهندية. ص: ۱۷۵، ج: ۱، الباب الأول كتاب الزكاة، شامى كراچى ص ۳۰۹ ج ۲ باب زكاة المال، بحر ص ۲۰۷ ج ۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

کوشش کی کہ تبادلہ منسوخ ہوجائے، مگر کوئی سنوائی نہیں ہوئی، زید جب اس جگہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام نہیں ہے اور اس سے کہہ دیا گیا کہ آپ واپس جائیں چنانچہ زید چلا آیا، دو ماہ کے بعد زید کا تبادلہ اس سے بھی دور ۱۲۰۰/میل کر دیا گیا، پھر زید نے عدمِ تبادلہ کی بے انتہا کوشش کی مگر ناکام ہی رہا، کیونکہ افسران و منتظمین کی نیت دور بھیجنے کی ہی تھی، چنانچہ زید کو مجبور کیا گیا کہ یا تو دہلی چھوڑ کر باہر چلے جاؤ ورنہ استعفیٰ دیدو، زید نے بہت سارے اعذار پیش کئے کہ میری عدم موجودگی میں جو میرے بچے دہلی میں رہتے ہیں وہ برباد ہوجائیں گے ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کون کرے گا؟ لیکن سب عذر بیکار ہوئے اور مجبوراً زید کو استعفیٰ دینا پڑا، چنانچہ زید نے اپنے واجبات کی مکمل فوری ادائیگی کا مطالبہ کیا جواب ملا کہ ایک سال میں کی جائے گی اور اگر یکمشت فوراً چاہئے تو ۸۰۰/روپیہ کم کر کے ادا کئے جاسکتے ہیں چنانچہ زید نے منظور کر لیا، چونکہ شدید مالی پریشانی میں تھا، زید کی کل رقم کا میزان ۱۱۸۹۲/روپیہ ہوتا ہے، اس رقم سے خوشامد کرنے کے بعد ۵۰۰/نقد لیکر جب چیک دیا گیا حساب کتاب میں ۳۰۰ کم لگاتے ہیں اس طرح زید کی کل رقم سے ۸۰۰/ روپیہ کم کر دیا گیا اور اپنے فرم کے حساب میں رقم کی ادائیگی مکمل ہی دکھا گئی، یہ رقم جو غصب کر لی گئی وہ زید کی محنتِ شاقہ اور اس کے بال بچوں کا حق تھا، ایسی صورت میں شریعت کا حکم ان افسران کے لئے کیا ہے؟

زید کو جو رقم ملی ہے اس میں ۳۰۰ منافع بھی شامل ہیں، اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ یا جو رقم ۵۰۰/۳۰۰/۸۰۰/افسران نے زبردستی بیکسی اور مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر نقد حاصل کیا ہے اس کو زکوٰۃ کی حد میں سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا نصاب چاندی میں ۵۲½ تولہ ہے، اور سونا میں ۷½ تولہ ہے، پس جس رقم سے اتنی چاندی خریدی جاسکے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ اس رقم پر ایک سال گذر جائے اور ایک

سال کے ختم پر رقم بقدرِ نصاب موجود ہو، اگر چہ وہ نصاب والی رقم درمیان سال میں بقدرِ نصاب نہ رہے، بلکہ کچھ کم ہوجائے اور ذمہ میں اتنا دین بھی نہ ہو کہ دین کی ادائیگی میں کمی آجائے: **وسببه ملک نصاب حولی تام فارغ عن دَیْن لهٗ مطالبٌ من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلیة[1] وشرط کما ل النصاب فی طرفی الحول فلا یضرنقصانه بینهما کذا فی درمختارعلٰی هامش ردا لمحتار ص: ۵، ۶، ج: ۲.**[2]

ظاہر ہے کہ فرم کے افسران و منتظمین نے زید کا مال ناحق اور باطل طریقہ پر لیا جس کی حرمت نصوصِ شرعیہ میں موجود ہے: **کما قال اللّٰه عزوجل یاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطلِ اِلَّا ان تکون تجارة عن تراضٍ منکم.**[3] **(الآیۃ)**

حرام مال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کتبِ احادیث میں موجود ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک پہنچ جاتا ہے اس کے وبال سے ۴۰ روز تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم بھی چار آنے کی مقدار بھی حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، اور اپنے پیچھے جو چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے رہبر بن جاتا ہے اور جو بدن مالِ حرام سے پلا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ **عن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم**

---

[1] در مختار علی الشامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ وشامی زکریا ص ۱۷۴ ج ۳ کتاب الزکاة، مجمع الأنهر ص ۲۸۵ ج ۱ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۲۰۲ ج ۲، کتاب الزکاة مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار ص: ۳۳، ج: ۲، نعمانیه، شامی زکریا ص ۲۳۳ ج ۳ باب زکاة المال، عالمگیری ص ۱۷۵ ج ۱ کتاب الزکاة الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۰۷ ج ۱ باب زکاة الذهب الخ دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] سورۂ نساء آیت: ۲۹،

ترجمہ:- اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو (بیان القرآن)

لایدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت فالنَّارُ اولیٰ بہٖ.[1]

وعن ابی بکر رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لایدخل الجنة جسد غذی بالحرام.

وعن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه مَنِ اشتریٰ ثوبًا بعشرة دراهم وفیه درهم حرام لم یقبل اللّٰہ تعالیٰ له صلوٰة مادام عَلیه ثم ادخل اصبعیه فی اُذُنیه وقال صُمّتا ان لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سمعتهٗ یقوله. کذافی المشکوٰة ص: ۲۴۲ و ۲۴۳.[2]

جو رقم افسران اور منتظمین نے زبردستی لی ہے اسکو زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جائیگا، افسران اور منتظمین کے حق میں خداوند تعالیٰ سے دعا کیجائے کہ اُن کو ایسے افعالِ شنیعہ سے توبہ اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے: **اشار الیٰ انه لا اعتبار للتسمیة فلو سماها هبة او قرضا والی ان الساعی لو اخذها منه کرها لایسقط الفرض عنه فی الاموال الباطنة بخلاف الظاهرة هو المفتی بہٖ کذا فی الشامی**[3] **ص: ۱۱، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

---

[1] مشکوٰة شریف ص: ۲۴۲، ج: ۱، (باب الکسب وطلب الحلال، طبع یاسرندیم دیوبند)
ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو گوشت حرام مال سے پلا ہو ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پلا ہو آگ اسکے زیادہ لائق ہے۔

[2] ص: ۲۴۳، ج: ۱، مشکوٰة شریف. الباب الکسب وطلب الحال، الفصل الثالث. طبع یاسرندیم دیوبند
ترجمہ:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ بدن داخل نہیں ہوگا جو حرام غذا کے ساتھ پرورش کیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا جس نے ایک کپڑا دس درہم کا خریدا اسمیں ایک درہم حرام کا ہے اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک وہ اس پر ہے پھر اپنی انگلیاں اپنی کانوں میں داخل کیں اور کہا یہ دونوں بہرے ہوجائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہو کہ آپ فرمارہے تھے۔

[3] شامی نعمانی ص: ۱۱، ج: ۲، وشامی زکریا ص۱۸۷ ج۳ کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۲۱۸-۲۸۹ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۲۱۱ ج۲ کتاب الزکاة مطبوعه کوئٹه.

جہیز کی گھریلو چیزوں پر زکوٰۃ

سوال:- اگر عورت کو اس کے جہیز میں مختلف سامان زائد تعداد میں ملے ہوں جیسے کپڑے ساڑیاں بلاؤز پردے قالین وغیرہ ظروف چینی و چائے کا سیٹ ڈیز سیٹ رکابیاں وغیرہ ظروف مرادآبادی (بیس ہاٹ جگ توشہ دان تھرمس اگلدان گلاس لوٹا وغیرہ ابرقی سامان بیڈ لیمپ استری رینگ ریفریجریٹر وغیرہ چاندی کا سامان پاندان صابن دان عطردان سرمہ دانی وغیرہ) اس کے علاوہ دیگر روزمرہ کی چیزیں زائد تعداد میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کبھی کبھی استعمال میں آتی ہیں کیونکہ کچھ سامان پہلے ہی سے گھر میں موجود ہے تو کیا مندرجہ بالا چیزوں میں کن چیزوں پر زکوٰۃ دینا واجب ہوگا اور اس کے ادا کرنے کے طریقے سے آگاہ فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ان میں سے جو جو چیزیں چاندی یا سونے کی ہوں ان کا حساب کرے ان میں زکوٰۃ لازم ہے بقیہ چیزوں میں نہیں ہوگی۔

تنبیہ:- چاندی سونے کے ظروف پاندان وغیرہ کا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں سب کو ناجائز ہے: **فتجب الزکوٰۃ فیھا (ای فی الفضۃ) سواء کانت دراھم مضروبۃ او نقرۃ اوتبرا اوحلیا مصوغا او حلیۃ سیف او منطقۃ او لجام اوسراج او الکواکب فی المصاحف او الاوانی وغیرھا (بدائع ص: ۱۰۱، ج: ۲)[1] یکرہ الاکل والشرب والادھان والتطییب فی آنیۃ الذھب والفضۃ للرجال و الصبیان والنساء کذا فی السراجیہ اھ (عالمگیری ص: ۳۳۴، ج: ۵)[2]** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بدائع الصنائع زکریا دیوبند ص: ۱۰۱، ج: ۲، کتاب الزکاۃ، فصل واما صفۃ النصاب فی الفضۃ، زیلعی ص۲۷۶ ج۱ باب زکاۃ المال مطبوعہ ملتان، البحر الرائق ص۲۲۶ ج۲ باب زکاۃ المال مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ.

[2] عالمگیری ص: ۵۳۴، ج: ۵، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الکراھیۃ، الباب العاشر فی استعمال الذھب والفضۃ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم:- مالِ تجارت میں زکوٰۃ

مالِ تجارت کی زکوٰۃ

سوال:- مالِ تجارت یعنی ایک دکان میں بیس ہزار روپئے کا سامان ہے، مگر بعض بیع ہو چکا اور بعض موجود ہے، اب زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا مال موجود ہے، اس کا چالیسواں حصہ دیدے یا اس کی قیمت دیدے جتنا روپیہ ہے، اس کا چالیسواں حصہ دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۸۸ھ

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

سوال:- بکر نے کپڑے کی دوکان کی ہے اور مالِ قرض مہاجن کے یہاں سے لاتا ہے،

---

[1] فی عروض التجارة یجب ربع العشر إذا بلغت قیمتها من الذهب أو الفضة نصابا ویعتبر فیهما الانفع ایهما کان انفع للمساکین (تبیین ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص۲۳۷ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل الثالث فی بیان زکاة عروض التجارة، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ کتاب الزکاة، باب زکاة المال.

اور مال بیچ کر تھوڑا تھوڑا روپیہ مہاجن کو دیتا ہے تو ایسے مالِ تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے پاس کپڑا یا روپیہ بقدر نصاب زکوٰۃ (ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت) قرض سے زائد ہو اور اس پر سال بھر گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ (چالیسواں حصہ) واجب ہے، ورنہ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

سوال :- میں نے صرف پچاس روپیہ کے سرمایہ سے کتب خانہ شروع کیا، جوں جوں فروختگی ہوتی رہی یوں یوں دینی، درسی، تبلیغی کتابیں اردو، ہندی، عربی، فارسی وگجراتی ۱۰۰/ ۱۰۰/روپے کی ادھار خریدتے گیا، فروختگی پر کتابیں منگواتا رہتا ہوں، پانچ پچیس کا مال، کبھی قرآن شریف ہے، تو کبھی کتابیں، اسی طرح درسی کتب سال دو سال جمع رہتی ہیں، فی الحال جملہ مال دو ہزار روپے تک کا جمع ہو جاتا ہے اور ماہ دو ماہ میں ختم ہو جاتا ہے، پھر تھوڑا تھوڑا مال تیس پچاس کا طلب کرتا رہتا ہوں تو اس ہیئت میں زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت آپ کا سرمایہ (نقد کتابیں زیور) بقدرِ نصاب (۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی کی قیمت کا) ہو گیا، اس وقت سے سال بھر گذرنے پر آپکے ذمہ اسکی زکوٰۃ لازم ہوگئی[2] بشرطیکہ ختم سال پر نصاب

---

[1] فلا زكاة على مكاتب ومديون للبعد بقدر دينه فيزكي الزائد ان بلغ نصابًا شامي نعمانيه ص:۷، ج:۲، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء. كتاب الزكاة، شامي كراچي ص:۲۶۳، ج:۲، تاتارخانيه كراچي ص۲۸۷ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل العاشر في بيان ما يمنع وجوب الزكاة، بحر كوئٹه ص۲/۲۰۴ كتاب الزكاة. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

سے کم نہ رہ جائے، درمیان میں کم ہوکر پھر پورا ہوجائے تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سامانِ تجارت کی زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی کے پاس سو روپیہ کا مالِ تجارت ہے تو زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے، یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈھائی روپیہ دے یا اس کی قیمت کی چاندی وغیرہ نیز مالِ تجارت کا چالیسواں حصہ دینا بھی درست ہے[۲] لیکن اگر اس کے پاس صرف سو روپیہ کا سامانِ تجارت ہے اور نقد، چاندی، سونا کچھ اس کے پاس نہیں، تو اس پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ۲ فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أوورق الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۲۹۸، ج:۲. باب زکاة المال، الدرالمختار علی الشمی نعمانیه. ص:۳۰، ج:۲، تبیین الحقائق ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زکاة المال.

(صفحہ ہذا) ۱ وشرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتهاء للوجوب فلا یضر نقصانه بینهما. شامی نعمانیه ص:۳۳، ج:۲. باب زکاة المال، هندهه کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۲۹ ج۲ کتاب الزکاة، باب زکاة المال.

۲ فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أوورق، ففی کل أربعین درهمًا درهم . شامی کراچی ص:۲۹۸، ج:۲، باب زکاة المال، تبیین الحقائق ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زکاة المال.

۳ نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم فما دون ذالک لازکاة فیه. الدرالمختار مع ردالمختار کراچی ص:۲۹۵، ج:۲، باب زکاة المال، ومنها کون المال نصابا فلا تجب اقل منه (هندیه کوئٹه ص۱۷۲ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول.

سامانِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال:- ہمارا اپنا پریس ہے، اپنی کتابیں بھی چھاپتے ہیں، اور دوسروں کے کام بھی اُجرت لیکر کرتے ہیں، کتابوں کی فروخت اور چھپائی کے بل وصول ہوتے ہیں تو روپیہ آجاتا ہے، کاغذ وغیرہ ہم خود خریدتے ہیں، اور اسکا ذخیرہ ہمارے پاس رہتا ہے مگر اس میں سے وہی بچتا ہے جو چھپائی سے رہ جائے کتب خانہ میں کتابوں کا ذخیرہ رہتا ہے، مذکورہ بالا روپیہ کچھ تعمیری کاموں میں صرف ہوجاتا ہے، اور کچھ ذاتی اخراجات ہیں، جس قدر مال بچ رہتا ہے، اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہوتی ہے، جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا بھی ہمارے ذمہ ہے انکم ٹیکس والے کل آمد وخرچ معلوم کر کے ایک رقم نفع کی متعین کردیتے ہیں، اور اس پر ٹیکس لگادیتے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی روپیہ نفع کا جمع نہیں رہتا، اس حالت میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے، کیا انکم ٹیکس والے جو نفع متعین کرتے ہیں اسی کو نفع سمجھ کر اسکے حساب سے زکوٰۃ دی جائے یا کوئی اور شکل کی جائے اور وہ کیا شکل اختیار کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے تحریر کیا ہے کہ جس قدر مال بچ رہتا ہے، اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہے، جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا ہمارے ذمہ ہے، اس مال سے مراد روپیہ ہے، یا کل سامانِ تجارت اگر روپیہ مراد ہے، تو اس روپیہ کے ساتھ کل سامانِ تجارت کو ملا کر دیکھئے کہ یہ مجموعہ قرض کے مجموعہ سے زیادہ ہے، یا برابر یا کم ہے، اگر برابر یا کم ہو تب تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اگر زیادہ ہو اور مقدار نصاب زیادہ ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی[1] نقد روپیہ کو قرض میں محسوب کیا جائے اور جس قدر قرض اس کے بعد بچے اس کو سامانِ تجارت سے منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ فرض ہوگی نفع کی رقم معین

[1] فلا زكوة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكى الزائد ان بلغ نصابا. الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص:۲۶۳، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء. كتاب الزكوة، تاتارخانية كراچى ص۲۸۷ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل العاشر فى بيان ما يمنع وجوب الزكاة، بحر كوئٹه ص۲۰۴ ج۲ كتاب الزكاة.

کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اصل سامانِ تجارت (بعد منہائی مقدار فرض) کا حساب کر کے اور قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے[1] اگر اس مال سے مراد کل سامانِ تجارت ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ

سوال:- جو کاغذ کتابیں چھاپنے کے لئے ہمارے یہاں رہتے ہیں آیا اس کی قیمت میں زکوٰۃ ہے یہ واضح رہے کہ وہ کاغذ تجارت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس پر کتابیں چھاپ کر بیچی جاتی ہیں، سادہ کاغذ ہم فروخت نہیں کرتے۔

نوٹ:- اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو مہربانی فرما کر دریافت فرمائیں یا کسی چیز کی تشریح کی ضرورت ہو، بہرحال مفصل ومشرح جواب تحریر فرمائیں تاکہ ہم عنداللہ ماخوذ نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کاغذ پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ یہ کتابوں کے حکم میں ہے مشینوں کے حکم میں نہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أو ورق مقوماً باحدهما. الدر المختار علی رد المحتار کراچی ص۲۹۸ ج۲، باب زکاة المال، تبیین الحقائق ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة باب زکاة المال امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ کتاب الزکاة، باب زکاة المال.

[2] العمال الذین یعملون للناس بأجر إذا اشتروا اعیانا للعمل بها فحال الحول علیها عندهم فکل عین یبقی له أثر فی العین بحیث یری کالعصفر والزعفران وما اشبه ذالک ففیه الزکاة (تاتارخانیة کراچی ص۲۴۰ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل فی بیان زکاة عروض التجارة، هندیه کوئٹه ص۱۷۲ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۱۰ ج۲ کتاب الزکاة قبیل قول الکنز وشرط ادائها نیة مقارنة الخ.

مال تجارت کی زکوٰۃ کا طریقہ

سوال:-تجارتی مال کی زکوٰۃ کا طریقہ کیا ہے، سال کے آخر میں موجودہ مال کی قیمت لگا کر ادا کردے یا کوئی اور طریقہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سال پورا ہونے پر جس قدر مال موجود ہو اس وقت اس کی جتنی قیمت ہو اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مضاربت میں زکوٰۃ

سوال:-ایک تجارت ہے، جس کے اندر تین شریک ہیں، اس طریقہ سے کہ رقم ایک آدمی اور باقی کی صرف محنت ہے، اور نفع برابر برابر مثلاً تین ہزار کا سالانہ نفع ہوا اور اصل رقم چالیس ہزار تھی باقی شرکاء کا نفع زکوٰۃ ایک ایک ہزار کا نکالیں گے، اب جس کی اصل رقم ہے وہ اکتالیس ہزار کی نکالے گا یا ایک ہزار کی صرف نفع ہی کی زکوٰۃ نکالے گا، تو باقی شرکاء نفع میں رہے، اور اس کا گھر سے بھی گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مضاربت کی صورت ہے، زکوٰۃ اصل مال اور نفع کے مجموعہ پر واجب ہوتی ہے[2]۔ جس شخص

---

[1] فی عرض تجارة قیمتهٗ نصاب من ذهب أوورق مقوماً باحدهما، ففی کل اربعین درهما درهم. الدرالمختار علی رد المحتار کراچی ص:۲۹۸، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۳۰، ج:۲ باب زکاة المال. تبیین الحقائق ص ۱/۲۷۹، باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲/۲۲۸، باب زکاة المال،

[2] ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه وزکاه به هدایة. ص:۱۹۳، ج:۱، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم، هندیه کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول الدر مع الرد زکریا ص۲۱۴ ج۳ کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، مطلب محمد امام فی اللغة واجب التقلید الخ، بحر کوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل فی الغنم.

کا رأس المال چالیس ہزار ہے، اور ایک ہزار اسکا نفع ہوا تو اکتالیس ہزار کی زکوٰۃ اسکے ذمہ لازم ہے، دوسرے دو شرکاء مضارب کی ملک میں اگر اس نفع کے علاوہ کچھ نہیں تو جب سے مقدارِ نصاب کے مالک ہوئے اسوقت سے سال بھر پورا ہو جانیکے بعد ان کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگئی ہے[1] رہا یہ سوال کہ تجارت کا نفع کیا ہوا تو خود غور کر لیں کہ سال بھر کے اخراجات بھی اس تجارت سے پورے کئے ہونگے، اگر تجارت نہ کرتا تو وہ اخراجات چالیس ہزار سے منہا کئے جاتے، پھر حساب لگا کر دیکھتا کہ کیا نفع ہوا نیز سال بھر کی زکوٰۃ مزید ہوتی، یعنی تجارت کی برکت سے سال بھر کے اخراجات حاصل ہوئے اور زکوٰۃ میں صرف رأس المال (چالیس ہزار روپیہ) میں سے پچیس روپیہ ادا کرنے کی نوبت آئی تجارت نہ ہوتی تو سال بھر کے اخراجات اس چالیس ہزار سے نکلتے اور زکوٰۃ بھی اس میں سے ادا ہوتی، نیز دوسرے دونوں شرکاء کو ایک ایک ہزار اس تجارت کی بدولت ملا اور تجارت کی ساکھ قائم ہوگئی باقی آئندہ کتنا نفع ہوگا، اس کا علم اللہ کو ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زید نے بکر کو تجارت کے لئے روپیہ دیا کہ روپیہ زید کا اور محنت بکر کی اور نفع نصف نصف، اب اس روپیہ کی زکوٰۃ زید کو دینا چاہئے یا دونوں کو نصف نصف، دوسرے کی طرف سے بغیر اس کی اطلاع کے زکوٰۃ دیدیوے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل روپیہ زید کا ہے، اس کی زکوٰۃ بھی زید کے ذمہ ہے، بکر کے ذمہ نہیں، اگر زید کی اجازت

[1] ومنها (شرائط الزكاة) كون المال نصابا ومنها الملك التام ومنها حولان الحول على المال (هنديه كوئٹه ص:۱۷۲، تا۱۷۵، ج:۱، كتاب الزكاة الباب الاول، وسببه ملك نصاب حولى تام (الدر مع الرد زكريا ص:۱۷۴، ج:۳، كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة، بحر كوئٹه ص ۲۰۲ ج ۲، كتاب الزكاة.

سے بکر اصل روپیہ کی زکوٰۃ ادا کر دیگا تو ادا ہو جائیگی، بغیر اجازت کے ادا نہیں ہوگی، اور ضمان بکر کے ذمہ لازم ہوگا، نفع میں بکر بھی نصف کا شریک ہے وہ اپنے حصہ نفع کی زکوٰۃ دیگا[1] اور زید کی اجازت سے زید کے حصۂ نفع کی زکوٰۃ دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

تجارت کیلئے کتاب چھپوائی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کرے؟

سوال:- مالِ تجارت کی قیمت زکوٰۃ کے لئے کس حساب سے لگائی جائے گی، آیا اصل مصارف پر یا مع منافع؟ مثلاً زید نے تجارت کے لئے ایک کتاب کے دو ہزار نسخے چھپوائے ہر نسخہ پر اصل مصارف بغیر منافع کے ایک روپیہ آیا، یعنی کل مال کی اصل قیمت دو ہزار روپے ہوئی، مگر زید نے اس کتاب پر بازار کے لئے تین روپیہ قیمت مقرر کی اور خود اس کو دوسرے تاجروں کو دو روپے فی کتاب کے حساب سے فروخت کرنا شروع کیا، اپنے کاروبار کے لئے زید نے ملازم بھی رکھے، دوکان وغیرہ کا کرایہ بھی دیا، جب سال پورا ہوا تو اس کے پاس اسی کتاب کے آٹھ سو نسخے باقی تھے، نقد کچھ نہ تھا، درمیان سال میں ملازم کی تنخواہ دوکان کے کرایہ وغیرہ میں چار سو روپیے بھی خرچ کئے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا رأس المال کیا ہے؟ زید اگر زکوٰۃ اصل کتاب ہی دینا چاہے تو ہر کتاب کی قیمت کیا لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر گذرنے پر زید کے پاس تجارتی کتاب کے آٹھ سو نسخے ہیں، اسکے علاوہ ایسا کوئی مال نقد وغیرہ نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو اب زکوٰۃ کتاب کے موجودہ نسخوں ہی میں واجب ہوگی نہ

---

[1] لأنه ليس بمالک ولانائب عنه فی اداء الزكاة الا أن يكون فی المال ربح يبلغ نصيبه نصاباً فيوخذ منه لأنه مالک لهٗ. هداية ص: ۱۹۹، ج: ۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب من يمرعلى العاشر الدر مع الشامی كراچی ص ۳۱۶ ج ۲ باب العاشر، مطلب مايوخذ من النصاری لزيارة بيت المقدس الحرام الهندية، كوئٹه ص ۱۸۴ ج ۱ الباب الرابع فيما يمر على العاشر، كتاب الزكاة.

کہ کل مال میں جسکو صرف کر کے کتاب چھپوائی، نہ خرچ کردہ تنخواہ وغیرہ میں، نہ فروخت شدہ وخرچ شدہ قیمت میں، لہٰذا آسان صورت یہ ہیکہ بیس نسخے زکوٰۃ میں ادا کرے، پھر مصرف زکوٰۃ ان نسخوں کو چالیس روپے میں فروخت کرے یا ساٹھ میں اس کو اختیار ہے یا جس قیمت میں خود فروخت کرتا ہے بیس نسخوں کی وہ قیمت دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

مالِ تجارت میں کس قیمت پر زکوٰۃ ہوگی؟

سوال:- کتابوں کی بکری پر کمیشن وغیرہ نکال کر ہمیں بیس پچیس روپے فی سیکڑہ بچ رہتا ہے، تو کتابوں کے اسٹاک میں اس لاگت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جو ہمارا ان پر خرچ ہوا ہے یا جس قیمت پر ہم کتابوں کو فروخت کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بوقت اداءِ زکوٰۃ یعنی سال بھر پورا ہونے پر جس قدر کی مالیت موجود ہو اس قدر پر زکوٰۃ واجب ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق والذهب. وتعتبر القيمة عند حولان الحول. اذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مأتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فان أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وان أدى القيمة تعتبر قيمتهايوم الوجوب. الهندية. ص:۱۷۹، ج:۱، الفصل الثانى فى العروض. كتاب الزكاة، تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة محيط برهانى ص۱۶۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث طبع مجلس علمى گجرات، تبيين الحقائق ص ۲۷۹ ج ۱ باب زكاة المال، امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

[2] الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب، وتعتبر القيمة عند حولان الحول، وان أدى القيمة تعتبرقيمتها يوم الوجوب الهندية. ص:۱۷۹، ج:۱، الفصل الثانى فى العروض، كتاب الزكاة، الباب الثالث، تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة محيط برهانى ص۱۶۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، طبع مجلس علمى گجرات.

مالِ تجارت کی زکوٰۃ تدریجاً پیشگی ادا کرنا

سوال:- زید نے تجارت کی غرض سے یکم ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ کو دو ہزار قلم بنوائے جن کی مجموعی قیمت چار ہزار روپے ہوتی ہے، اب ظاہر ہے کہ زید صابِ نصاب ہے اور یکم ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ کو اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی جس کا ادا کرنا ضروری ہوگا، مگر زید یہ چاہتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کی تدریجی طور پر ابھی سے ادائیگی شروع کردے اور صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کر بھی سکتا ہے، اس لئے اس نے ۴/ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ سے ہی مختلف مقامات پر ضرورت مند طلباء کو زکوٰۃ کی نیت سے ایک ایک دو دو قلم بھیجنا شروع کردیئے اور یہ ارادہ کرلیا کہ آخر سال میں رأس المال کا حساب لگا کر جو کچھ رہ جائے گا اس کو ادا کردے گا، اصل نیت زکوٰۃ ادا کرنے کی ہے، ظاہر ہے، کہ اس طرح قلموں کے بھیجنے سے قلموں کی شہرت ہوتی ہے، اور اس شہرت سے زید کی تجارت کو فائدہ پہنچتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید حصولِ منفعت کے شائبہ کی پروا کئے بغیر قلم اسی طرح زکوٰۃ میں بھیجتا رہے یا بند کردے؟ اگر بند کردے تو جو قلم وہ بھیج چکا ہے، وہ زکوٰۃ میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قلم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اس شائبہ سے ادائے زکوٰۃ میں نقصان نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

سامانِ مطب میں زکوٰۃ

سوال:- میں حکیم ہوں دوائی خانہ بھی رکھتا ہوں مجھ پر دواؤں کی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

---

[1] وشرط صحة أدائها نيه مقارنة له ولوحكمًا أومقارنة بعزل ماوجب كله أو بعضه الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الزكاة ص۲/۲۶۸، مطبوعه كراچى. مجمع الانهر ص ۱/۲۹۰، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۱/۲۵۷، كتاب الزكوة، مطبوعه امداديه ملتان،

دوائیں جن شیشیوں میں رکھی ہیں ان کی زکوٰۃ، وہ شیشیاں جو مریضوں کو دوائیں دینے کے لئے رکھی ہیں نیز میز، کرسی، الماری، جو مطب کی آرائش کیلئے ہے ان میں سے کس کس کی زکوٰۃ دی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مطب کی آرائش کیلئے ہے، یا دوائیں رکھنے کیلئے ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں[1]۔ جو سامان فرخت کیلئے ہے جیسے دوائیں یا شیشیاں وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے جب کہ وہ قدرِ نصاب ہو اور اس پر سال بھر گذر جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم ۶۸ھ

آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال:- آلاتِ تجارت پر زکوٰۃ ہے یا نہیں مثلاً پن چکی یا ٹریکٹر جس کے ذریعہ سے تجارت کی جاتی ہے، یعنی پیسہ کمایا جاتا ہے۔

---

[1] وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم درمختار وكآلات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب وكتاب العلم لأهلها. شامی نعمانی ص:۶،ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً. كتاب الزكاة، شامی کراچی ص:۲۶۲، ج:۲. مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ كتاب الزكاة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، تبيين ص۲۵۳ ج۱ كتاب الزكاة، طبع امداديه ملتان.

[2] الزكاة واجبة فی عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب الخ وتعتبر القيمة عند حولان الحول. الهندية ص:۱۷۹، ج:۱، الفصل الثانی فی العروض. كتاب الزكاة، الباب الثالث تبيين ص۲۷۹ ج۱ باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ آلات خود فروخت کرنے کیلئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی اگر انکے ذریعہ سے کاشت کی جاوے یا آٹا پیسا جاوے خود انکو فروخت نہ کیا جائے تو ان پر زکوٰۃ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

پریس کی مشین پر زکوٰۃ

سوال:- چھاپنے کی مشینوں کی اصل لاگت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مشینوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شیرز کی بیع اور ان کی زکوٰۃ

سوال:- ہمارے یہاں شیرز کی ایک کمپنی ہے اس کے ایک شیرز کی قیمت مثلاً دس روپیہ ہے

---

[1] ولافی ثیاب البدن، واثاث المنزل ودور السکنی ونحوها وکذالک آلات المحترفین الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص:۹، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً کتاب الزکاة شامی کراچی ص:۲۶۵، ج۲، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین ص۲۵۳ ج۱ کتاب الزکاة طبع امدادیه ملتان.

[2] وفارغ عن حاجته الأصلیة لأن المشغول بها کالمعدوم وکآلات الحرفة وآثاث المنزل، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص:۲۶۲، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة شامی نعمانیه ص:۶، ج:۲، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین ص۲۵۳ ج۱ کتاب الزکاة، طبع امدادیه ملتان.

تو زید نے دس شیرز خریدے وہ کمپنی منافع کچھ نہیں دیتی مگر جب اسکو بیچتے ہیں تو اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ نفع دیتی ہے اور اگر نقصان ہوتا ہے تو نقصان کے ساتھ اصل روپیہ کو واپس کرتی ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جب وہ روپیہ مل جاوے گا تو زمانۂ ماضی کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ملنے سے قبل اس کی زکوٰۃ ادا کرے تو نفع کے حساب سے یا نقصان کے حساب سے ادا کریں؟

(۲) یہ کمپنی دوسری کمپنی کو روپیہ دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ سود پر ہی دیتی ہوگی اور کمپنی ہمیں سود میں سے دیتی ہوگی تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جب نقصان کا خطرہ ہو تو اپنے شیرز کو بیچ کر اپنی اصل قیمت لے لینا صحیح ہے یا نہیں۔

(۳) چھ ہزار روپیہ کا شیرز رکھا تو اس میں سے پانچ سو روپیہ کمیشن ایجنٹ کٹ جاتا ہے تو اب ہمیں ساڑھے پانچ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یا چھ ہزار کی جب کہ ۵۰۰/روپیہ ایجنٹ خود رکھ لیتا ہے اسے بینک میں جمع ہی نہیں کرتا تو اب بینک سے چھ ہزار روپئے ملنے کا انتظار کر کے روپیوں کو روکے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کی پوری آمدنی سودی ہے تو اس کیساتھ تعلق رکھنا، اس کے گھر پر فیس ادا کر کے کھانا کھانا کیسا ہے؟ اور اگر بعض آمدنی سود کی ہے اور بعض حلال طریقہ کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی غیر مسلم دوست ہو اور اس کا کاروبار سود کا ہو اس کے گھر کا کھانا کیسا ہے، اور غیر مسلم کے ساتھ تعلق رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر کوئی کمپنی تجارت کرتی ہے اور اسی مقصد کے لئے دس دس روپیہ کا لوگوں کو شریک بناتی ہے اور روپیہ کے مقدار کے اعتبار سے ہی نفع ونقصان کی تعیین کرتی ہے تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو شراب وغیرہ کی تجارت نہ ہو، ہر شخص کو اپنے اپنے رأس المال کی ہر سال زکوٰۃ ادا

کرنی چاہئے[۱] نفع اگر ہر سال ملتا ہے تو اس کو بھی اصل ہی میں محسوب کرلیا جاوے،[۲] اگر نفع ہر سال نہیں ملتا ہے بلکہ معاملہ ختم ہونے پر اصل مال مع نفع کے ملتا ہے تب بھی اصل مال کی زکوٰۃ دے تو (سالانہ ادا کرنے کی بناء پر بری الذمہ ہوجاویگا صرف نفع کی زکوٰۃ باقی رہ جاویگی وہ بھی ادا کردیجاوے اگر خدانخواستہ نقصان ہوتب بھی براءۃ میں تو شبہ ہی نہیں)

(۲) اگر کمپنی کا کاروبار سود پر ہی چلتا ہے خود مستقل تجارت نہیں کرتا ہے تو اس کی شرکت ہی ناجائز ہے، اپنا روپیہ واپس لے لیا جاوے، اگر وہ کچھ نفع دے تو واپس کردیا جائے[۳]

(۳) جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی رقم ساڑھے پانچ ہزار رہ گئی تو زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے کی ہوگی، اگر وہاں صرف سود پر رقم دی جاتی ہے تو اس میں شرکت ہی درست نہیں جلد از جلد روپیہ نکال لیا جاوے۔

(۴) جب متعین طور پر معلوم ہو کہ یہ سود کی آمدنی کھاتا ہے، تو فیس ادا کرکے یا بغیر ادا کئے ہوئے کھانا درست نہیں، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کا حکم ایک ہے اگر مخلوط آمدنی ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فی عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أوورق الدر المختار كراچی ص:۳۹۸، ج:۳، باب زكاة المال شامی نعمانيه ص:۳۰، ج:۲، تبيين ص۲۷۹ ج۱ باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

[۲] ومن كان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه وزكاه به، هدايه ص۱۹۳ ج۱ باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم، طبع ياسر نديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول، بحر كوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل فی الغنم.

[۳] لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الرباء ومؤكله وكاتبه وشاهديه، مشكوٰة شريف ص۲۴۴ باب الرباء، طبع ياسر نديم ديوبند.

[۴] آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو اضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا ياكل مالم يخبره أن ذالک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والاكل منها، (هنديه كوئٹه ص۳۴۳ ج۵ كتاب الكراهية الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، خانية على الهندية ص۴۰۰ ج۳ كتاب الحظر والاباحة، ما يكره اكله ومالا يكره وما يتعلق بالضيافة مطبوعه كوئٹه.

شیرز کی زکوٰۃ

سوال:- کچھ ایسے تجارتی ادارہ ہیں جو شیرز مین سمجھتے ہیں شیر مین کو عام زبان میں ساجھا کہا جاسکتا ہے اس ادارہ میں جو رقم لگائی جاتی ہے اس پر منافع ملتا ہے اس ساجھے داری کی حیثیت بدلتی رہتی ہے، مان لیجئے میرے پاس ایک سو روپیہ کے شیرز مین ہیں ادارہ کی مقبولیت کی وجہ سے یہ شیر مین ایک سو پچیس روپیہ میں بازار میں بیچے جاسکتے ہیں، تو کیا اس شیر مین کی رقم پر بھی زکوٰۃ دی جائے گی اگر ہاں تو کس رقم پر جس پر میں نے خریدے یا مجھے جو بازار میں مل سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی تجارت کی ایک شکل ہے جس وقت سے آپ حصہ دار ہوئے سال گذرنے پر اس کی جو قیمت بازار میں ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمپنی کے حصص پر زکوٰۃ

سوال:- مذکورہ بالا کمپنیوں سے شیئر پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اگر واجب ہے تو اصل اور نفع دونوں پر واجب ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر پورا ہونے پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اصل کے ساتھ نفع بھی ملا کر کے زکوٰۃ ادا کی

---

[1] إذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مائتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فإن أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وإن ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب (هنديه كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۱ كتاب الزكاة، الباب الثالث الفصل الثانى، تاتارخانية كراچى ص ۲۴۲ ج ۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، محيط برهانى ص ۱۶۸ ج ۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، طبع مجلس علمى گجرات.

جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ

کرایہ پر لگے ٹرک کی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال:-(۱) اگر کسی شخص کے پاس دو یا تین ٹرک ہیں اور وہ صرف اس ٹرک پر ہی کام کرتا ہے یعنی مثلاً مراد آباد تا دہلی یا کہیں اور مال ڈھونے پر ہی رہتا ہے، تو آیا اسی ٹرک کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا بذات خود کل ٹرک کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۲) کیا کرایہ مکان اور ٹرک کا ایک ہی حساب ہوگا یا کچھ فرق ہوگا۔

(۳) تجارت کے مال کا کیا حساب ہے اور کس طرح سے حساب لگا کر زکوٰۃ نکالی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) وہ ٹرک فروخت کرنے کے لئے نہیں ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں[2]، اس کی آمدنی اگر بقدر نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر) حاجت اصلیہ سے زائد سال بھر رہے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی[3]۔

---

[1] وشرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلى واما المستفاد فى اثناء الحول فيضم الى مجانسه الخ، مراقى الفلاح على الطحاوى ص:۵۸۸ مطبوعه مصر، اول كتاب الزكاة، هدايه ص۱۹۳ ج۱ كتاب الزكاة، باب صدقة السوائم، فصل فى الغنم، طبع ياسر نديم، بحر كوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل فى الغنم.

[2] وشرطه أى شرط افتراض ادائها ثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينها للتجارة بأصل الخلقة او السوم اونية التجارة فى العروض الخ الدر المختار علىٰ الشامى ص:۱۸۶، ج:۳، مطبوعه زكريا ديوبند، كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً، هنديه كوئٹه ص۱۷۴ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول، بحر كوئٹه ص۲۰۹ ج۲ كتاب الزكاة.

[3] وسببه اى سبب افتراضها نصاب حولى تام فارغ عن حاجته الاصلية، الدرالمختار علىٰ الشامى زكريا ص:۱۷۴ و۱۷۸، ج:۳، اول كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة.

(۲) دونوں کا حال ایک ہی ہے جو کہ نمبر ۱ میں مذکور ہوا۔

(۳) سال بھر پورا ہونے پر کل مال اور نقد کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کیا جائے یعنی ڈھائی روپیہ کی مقدار سو روپیہ میں سے دی جائیں[۱]۔ اگر کچھ قرض ہو تو اتنی مقدار کو قرض میں محسوب کر دی جائے باقی کی زکوٰۃ دی جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۹ھ

ایک لاری کی آمدنی سے تین لاریاں خریدیں زکوٰۃ نہیں

سوال:- زید کے پاس ایک موٹر لاری ہے، جو کرایہ پر چلتی ہے اس لاری کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں تین چار لاریاں خریدیں آخر سال میں اس کے پاس اپنی کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہیں رہی آیا ان تمام لاریوں پر سال کے اخیر میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ لاریاں کرایہ پر چلانے کیلئے ہیں تجارت کیلئے نہیں انپر زکوٰۃ واجب نہیں[۳]۔ واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فی عروض التجارة یجب ربع العشر إذا بلغت قیمتها من الذهب او الفضة نصابا (تبیین ص ۲۷۹ ج ۱ کتاب الزکاة باب زکاة المال، امدادیه ملتان بحر کوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ باب زکاة المال، تاتارخانیة کراچی ص ۲۳۷ ج ۲ کتاب الزکاة، الفصل الثالث.

[۲] فلا زکاة علی مکاتب ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد، الزائد إن بلغ نصابا (الدر مع الرد کراچی ص ۲۶۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً هدایه مع الفتح ص ۱۶۰ کتاب الزکوٰة، دار الفکر، مجمع الأنهر ص ۲۸۷ ج ۱ کتاب الزکاة طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] وشرطه ای شرط افتراض ادائها ثمنیة المال کادراهم والدنانیر لتعینها للتجارة اوا لسوم اونیة التجارة فی العروض الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص: ۱۸۶، ج: ۳، اول کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، هندیه کوئٹه ص ۱۷۴ ج ۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۲۰۹ ج ۲.

مشتبہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے

سوال:- مشتبہ مال پر زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں کیا زکوٰۃ دینے سے مال حرام بھی پاک ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مال مشتبہ ہو اسکی حرمت پر دلیل نہ ہو اسپر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی حرام مال پر جب کہ ملک ہی ثابت نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ بھی لازم نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گھر کے سامان میں زکوٰۃ

سوال:- زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ صرف زیور پر واجب ہے، سونے کی شکل میں ہو یا چاندی کی صورت میں لیکن بکر کہتا ہے کہ زیور پر، کپڑوں پر ہے چاہے استعمال کے ہوں یا نئے رکھے ہوں، اور برتنوں پر جو کہ استعمال میں آرہے ہیں، یا وہ برتن جو یوں ہی رکھے ہوئے ہیں یا گھر کے استعمال کی الماریاں ہوں یا صندوق غرضیکہ جو بھی اشیاء ہوں سب پر زکوٰۃ واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی، سونا، نقد، (نوٹ) اور مالِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے گھر کے استعمالی سامان

---

[1] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاک (إلى قوله) كما لو كان الكل خبيثاً (قال الشامی) فی القنية لوكان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لان الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه (الدر مع الرد كراچی ص۲۱۹ ج۲ باب زكاة الغنم، مطلب فی التصدق من المال الحرام النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ اول كتاب الزكاة، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه، تاتارخانية كراچی ص ۲۸۹ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل العاشر فی بيان ما يمنع وجوب الزكاة.

کپڑوں، برتنوں، صندوقوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، اگر چہ وہ ویسے ہی رکھے ہوں استعمال میں نہ ہوں: **قولہٗ فارغ عن حاجة الاصلية وفسّره ابن مالک بما يدفع عنه الهلاک تحقيقاً او تقديراً اى فسر المشغول بالحاجة الاصلية والاولٰى فسرها وذٰلک حيث قال وَهى مايدفع الهلاک عن الانسان تحقيقاً كالنفقة ودور السكنٰى والات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر اوالبرد او تقديراً كالدَّين وكالات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لاهلها اهـ درمختار وشامى ص:٦، ج:٢.**[1] **فقط والله تعالٰى اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

غلّہ پر زکوٰۃ

سوال:- زید کے پاس دوسومن دھان موجود ہیں اس پر حولان حول بھی گذر گیا لیکن تجارت کی نیت نہیں کیا اس دھان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں، اگر زید کے پاس دوسرا روپیہ موجود ہو اس دھان کے علاوہ تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ دھان تجارت کے لئے نہیں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں خواہ اس پر حولان حول ہو یا نہیں اس کے علاوہ جو روپیہ موجود ہے وہ اگر مقدارِ نصاب ہے تو اس روپیہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی دھان پر روپیہ کے ساتھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ص ۲۶۲ ج ۲ کتاب الزکاۃ النهر الفائق ص ۴۱۵ ج ۱ دار الکتب العلمیة بیروت عالمگیری ص ۱۷۲ ج ۱ مطبوعه کوئٹه. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کی زکوٰۃ

سوال- ہاتھ کی گھڑی اور گھر میں الارم گھڑی کی زکوٰۃ نکالی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ گھڑی سونے چاندی کی نہیں اور تجارت کے لئے بھی نہیں تو اس کی زکوٰۃ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ کے مکانات پر زکوٰۃ

سوال:- ہماری اپنی رہائش اور پریس کے مصرف میں جو مکان ہے اس کے علاوہ جو مکانات ہیں اسکا کرایہ درج آمدنی ہوجاتا ہے، اور تقریباً اسکے قریب قریب دوسرے دکانوں کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، جو پریس کی ضروریات کیلئے کرایہ پر لینے پڑتے ہیں، نیز یہ کہ مکانات سال بھر کرایہ پر چڑھتے نہیں رہتے بلکہ کبھی چڑھ گئے اور کبھی خالی بھی رہتا ہے، کہ ایک مکان سال بھر تک چڑھا رہے، بہرحال متعین نہیں ایسی صورت میں زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فلس فى دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب الى قوله وكذا طعام اهله وما يتجمل به من الاوانى اذا لم يكن من الذهب والفضة الى قوله إذا لم يكن من التجارة، عالمگیری ص۱۷۳ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول فى تفسيرها الخ مطبوعه كوئٹه، حاشية الشلبى ص۲۵۳ كتاب الزكاة، مطبوعه امداديه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فارغ عن الدين وعن حاجته الأصلية كثيابه المحتاج اليها لدفع الحر والبرد وكالنفقة ودور السكنٰى وآلاب الحرب والحرفة وأساس المنزل الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۵۸۸ اول كتاب الزكاة مطبوعه مصرى، شامى كراچى ص۲۶۲ ج۲ عالمگیری ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کی آمدنی کا روپیہ اگر مقدارِ نصاب کو پہنچ کر اس پر سال بھر گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ وہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہوں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو اٰجر عبده أو داره بنصاب ان لم يكونا للتجارة لا تجب مال لم يحل الحول بعض القبض الخ البحر ص۲۰۸ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿باب چہارم﴾

جانوروں میں زکوٰۃ

بھینس پر زکوٰۃ ہے یا دودھ پر

سوال:- ہماری بھینس جو کہ تجارت کی غرض سے ہے جس کا دودھ فروخت کیا جاتا ہے، لیکن اس کی گھاس اور مختلف قسم کے دانے تیل وغیرہ کا انتظام خود کیا جاتا ہے، وہ چرتی نہیں تو کیا اس صورت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بھینسوں کی بھی تجارت ہوتی ہے تب تو دیگر مالِ تجارت کی طرح ان میں بھی زکوٰۃ لازم ہوگی[1]۔ یعنی سال بھر گذرنے پر جتنی قیمت کی بھینس موجود ہوگی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کریں گی، درمیان سال جو کچھ ان کو کھلایا پلایا ان سے کما کر کھایا خرچ کر ڈالا اس کا کوئی حساب زکوٰۃ میں نہیں ہوگا، اگر تجارت بھینسوں کی نہیں بلکہ ان کی دودھ کی تجارت ہوتی ہے تو بھینسوں پر زکوٰۃ لازم

---

[1] فان كانت للتجارة فحكمها حكم العروض يعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً سواء كانت سائمةً أو علوفة. الهندية. ص: ۱۷۸، ج: ۱، الفصل الخامس فيما لاتجب الزكاة. كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۹۲ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب زكاة السوائم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعي ۲۵۹ ج ۱ باب صدقة السوائم، مطبوعه امداديه ملتان.

نہیں ہوگی، بلکہ دودھ کی قیمت کا جو روپیہ سال پورا ہونے پر موجود ہو اس میں زکوٰۃ لازم ہوگی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

تجارت کے جانوروں کی زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص نے تجارت کیلئے بکرے اونٹ گھوڑے وغیرہ خریدے، یہ جانور ایک سال میں کئی دفعہ بک جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں تو اب ان کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ سال ختم ہونے پر ادا کیا جائے پھر چاہے قیمت دیدی جائے اور چاہے اس قیمت کا جانور دیدیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

نصاب سے کم جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

سوال:- زید کے پاس ۳۵/ بھیڑ اور دو گائے ہیں اور ایک بھینس بھی ہے کل ۴۰/ عدد ہیں

---

[1] سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الاصلية الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۷۸/۷۴ ا ج ۳ کتاب الزکاة زیلعی ص ۲۵۲ ج ا کتاب الزکاة، مطبوعه امدادیه ملتان، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۸ کتاب الزکاة مطبوعه مصر.

[2] یجب ربع العشر فی عروض التجارة الی قوله وکل شئ فهو عرض سوی الدراهم والدنانیر فیدخل الحیوان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ باب زکاة المال فتاوی هندیه کوئٹه ص ۷۸ ا ج ا کتاب الزکوٰة الفصل الخامس.

دن میں جنگل میں چرایا جاتا ہے ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے ادا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے پاس بھیڑ ۳۵/ گائے ۲/ بھینس ایک اس مجموعہ میں زکوٰۃ واجب نہیں[۱]، کسی کا بھی نصاب پورا نہیں، اور ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کرنے کا حکم نہیں[۲]۔ ہاں اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہوگی[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

---

[۱] ولا تجب الزكاة عندنا فی نصاب مشترک من سائمة الدرالمختار علی ردالمحتار ص:۳۰۴، ج:۲، مطبوعه کراچی. باب زکوة المال، کتاب الزکوة، شامی زکریا ص۲۳۵ ج۳ باب زکاة المال، بدائع الصنائع زکریا ص۱۲۶ ج۲ فصل فی صفة نصاب السائمة، طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ کتاب الزکاة مطبوعه مصر.

[۲] واما السوائم إذا اختلف اجناسها لا یضم البعض إلی البعض لتکمیل النصاب، الفتاویٰ التاتارخانیة ص۲۳۳، ج۲، کتاب الزکاة الفصل الثانی فی زکاة المال، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل فی الغنم، شامی زکریا ص۲۱۴ ج۳ باب زکاة الغنم.

[۳] لو أسامها للحم فلا زکوٰة فیها کما لو أسامها للحمل والرکوب ولو للتجارة ففیها زکاة التجارة الدرالمختار علی ردالمحتار ص:۲۷۵، ج:۲، مطبوعه کراچی. مطبوعه زکریا ص:۱۹۷، ج:۳، کتاب الزکوة. باب السائمة، یجب ربع العشر فی عروض التجارة إلی قوله وکل شئ فهو عرض سوی الدراهم والدنانیر فیدخل الحیوان البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زکاة المال، الفتاویٰ الهندیه کوئٹه ص۱۷۸ ج۱ کتاب الزکاة الفصل الخامس.

باب پنجم:- زکوٰۃ کی ادائیگی

زکوٰۃ کی ادئیگی انفراداً ہے یا جتماعاً

سوال:- زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کی جاسکتی ہے، یا نہیں اگر اجتماعی طور پر ادا ہو تو اطمینان کی صورت کیا ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ فرمانا ''میں اس منبر سے پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ صرف یہ ہی نہیں کہ یہ زکوٰۃ جو انفرادی طور پر ادا کی گئی ہے، درست نہیں ہے، بلکہ صحیح اور اصح یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ہی نہیں، کوئی دوسرا نام دیا جاسکتا ہے، زکوٰۃ کا نام نہیں دیا جاسکتا تصریحات مذہب اور جمہور علماء امت کے خلاف ہے، غالباً اس کا منشاء یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا مخاطب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ''**خذ من اموالهم صدقة**''[1] (الآیۃ) اور آپ ﷺ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہ ہی معمول رہا کہ اموال ظاہرہ وباطنہ دونوں کی زکوٰۃ امام کا مقرر کردہ ساعی وصول کرتا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حالت میں تغیر پایا تو پھر اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے لئے ارباب اموال کو خود ادا کرنے کے لئے فرمایا اور اب تک یہ ہی معمول ہے، یہ امر کہ یہ حکم کیا تھا اور اس کے خلاف کیوں کیا گیا اس کی جواب دہی ہمارے ذمہ نہیں۔

حضرات صحابہ قرآن وحدیث کو خوب سمجھتے تھے، انہوں نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ حق ہے، اس لئے اس قسم کے ظواہر نص سے استدلال کرنا اور اجماع اصحاب کو نظر انداز کر کے اپنی ذمہ داری پر لوگوں کو عمل کی تلقین کرنا عوام کے لئے نہ صرف مغالطہ ہے، بلکہ اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک اور

[1] سورۂ توبہ آیت: ۱۰۳، **ترجمہ**:- آپ انکے مال میں سے صدقہ لے لیجئے۔ (بیان القرآن)

نقد عطیہ کا دروازہ کھولنا ہے، جیسا کہ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

اس وقت ہم تفصیلی گفتگو نہیں کرنا چاہتے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ صاحب مال خود ادا کرے، یا امام کا آدمی اس سے وصول کرے، بہر صورت ادا ہو جاتی ہے، اور انفرادی طور سے عدم جواز کا فتویٰ صحابہ کے خلاف ہے: قال المحقق فی الفتح: علی ص:۴۸۷، ج: ۱ تحت قول صاحب الهدایه: وان کان ماله اکثر من دینه زکّی الفاضل الیٰ ان قال ولابی یوسف فی الثانی علیٰ ماروی عنه لان له مطالبًا وهو الامام وذٰلک ان ظاهر قوله تعالیٰ خذ من اموالهم صدقة (الآیة)توجب من اخذ الزکاة مطلقا للامام وعلیٰ هٰذا کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والخلیفتان بعده فلما ولّی عثمان وظهر تغیّر الناس کره ان تفتّش السعاة علیٰ الناس مستور اموالهم. ولم تختلف الصحابة فی ذٰلک وهٰذا لا یسقط طلب الامام اصلاً ولذا لو علم ان اهل بلدة لایؤدون زکوٰتهم طالبهم بها الخ[1] بلکہ موجود زمانہ میں خود ہی ادا کرنا افضل ہے: وفی الظهیریة: الافضل لصاحب المال الظاهر ان یؤدی الزکوٰة الیٰ الفقراء بنفسه لان هؤلآء لا یضعون الزکوٰة مواضعها بحر[2] ج: ۱، ص: ۲۲۳. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ متفرق اور پیشگی ادا کرنا

سوال:- (۱) ایک شخص ماہ رمضان آتے ہی اپنے مال اور روپیہ کا حساب کر کے رقم کتاب میں درج کر لیتا ہے مثلاً دوسو روپیہ اور سال آئندہ تک بتفریق خرچ کرنے لگتا ہے، کچھ اسی رمضان میں فوراً اور کچھ آئندہ مہینوں میں جس وقت مستحقین نظر آویں اور کچھ ماہوار مقررہ مسکینوں کو بطور وظیفہ کسی کو ماہوار دو روپیہ کسی کو ایک علیٰ ہذا القیاس اس مذکورہ بالا طریق سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا کل مبلغ فوراً رمضان ہی میں صرف کرنا ہوگا؟

---

[1] فتح القدیر ص: ۱۶۲، ج: ۲، مطبوعه دار الفکر بیروت، کتاب الزکاة.

[2] البحر الرائق ص: ۲۲۳، ج: ۲، فصل فی الغنم مطبوعه کوئٹه پاکستان.

(۲) بعض دفعہ بسبب نہ ملنے مستحقین کے کچھ رقم بچ رہتی ہے اور دوسرا رمضان آجاتا ہے، تو یہ شخص عادت کے موافق زکوٰۃ درج کرلیتا ہے، مثلاً گذشتہ سال کی بچت تیس روپیہ موجودہ سال کی دوسو جملہ دوسوتیس روپیہ ہوئے اور اب جیسا ارمیں ذکر ہوا ویسا خرچ کرنے لگتا ہے، کیا یہ درست ہے کسی صورت سے ممنوع تو نہیں؟

(۳) اگر کسی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم حساب سے زیادہ صرف ہوگئی بجائے دوسو کے دوسوبیس خرچ ہوگئے کیا یہ بیس روپیہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں سے وضع کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کل رقم کا فوراً رمضان میں صرف کرنا ضروری نہیں بلکہ طریقۂ مذکورہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے البتہ دیتے وقت نیت کا ہونا ضروری ہے[۱]۔ اور جلد ادا کرنا احوط ہے۔

(۲) یہ بھی درست ہے، لیکن ادائے زکوٰۃ میں دیر مناسب نہیں بلکہ مکروہ ہے[۲]۔

(۳) اگر آئندہ بھی اتنا نصاب ہے، تو یہ زائد رقم آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرنا شرعاً درست ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[۱] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له ولو حكماً أو مقارنة بعزل ماوجب شامی نعمانیه ص:۱۲، ج:۲، كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۲۹۰ ج۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] فيأثم بتاخيرها بلا عذر شامی نعمانی ص:۱۳، ج:۲، كتاب الزكاة شامی كراچی ص:۲۷۲، ج:۲، حاشية الشلبی ص ۲۵۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه امداديه ملتان، المحيط ص۱۵۴ ج۳ الفصل الاول فی كيفية وجوبها مطبوعه ڈابهيل.

[۳] ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح لوجود السبب. شامی نعمانيه ص:۲۷، ج:۲، مطلب استحلال المعصية القطعية كفر باب زكاة الغنم. شامی كراچی ص:۲۹۳، ج:۲، ولو مر بأصحاب الصدقات فاخذ وامنه أكثر مما عليه، ظناً منهم أن ذلک عليه لما أن ماله أكثر يحتسب الزيادة للسنة الثانية، المحيط البرهانی ص۲۲۶ ج۳ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة مطبوعه ڈابهيل، طحطاوی ص۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصری.

زکوٰۃ کا بتفریق ادا کرنا

سوال:- ایک شخص کے پاس مال وزیور ہے جس کی زکوٰۃ سالانہ ۱۲۰/روپیہ ہے، اس کی آمدنی یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہیں اور بارگراں ہے اور بعض اوقات یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں ہوتی، ایک دفعہ ادا کرنا گراں بھی گذرتا ہے، آیا تھوڑا تھوڑا ماہانہ زکوٰۃ دے سکتا ہے یا خاص رمضان ہی میں ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تھوڑا تھوڑا دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا کرنا

سوال:- کسی نے زکوٰۃ کا حساب کیا مگر جو رقم واجب الادا ہوتی پوری موجود نہیں، تو ایسی صورت میں کیا طریقہ ادائیگی زکوٰۃ کا ہوگا؟ آیا کما کر تھوڑی تھوڑی رقم ادا کرتے رہنے سے ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب نصابِ زکوٰۃ پر سال گذر گیا تو اس نصاب کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں جلدی کرنا بہتر ہے،

---

[1] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أى للأداء ولو حكما أومقارنة بعزل ما وجب كله او بعضه الدرالمختار على الرد كراچى ص:۲۶۹، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، عالمگيرى ص۱۷۰ ج۱ الباب الاول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

اوراگر متفرق طور پر مثلاً سال کے اندر فقراء کو تھوڑا تھوڑا ابنیتِ زکوٰۃ دیدیا جائے تو یہ بھی درست ہے:

وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیه الفتویٰ فیأثم بتاخیرها بلا عذر ظاهر الاثم بالتاخیر ولوقل کیومٍ اویومین الیٰ ان قال وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام القابل شامی ص۱۷ ج۲[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۸ھ

زکوٰۃ کو جمع رکھنا

سوال:- ماہِ رمضان میں جو زکوٰۃ کا روپیہ جمع کیا ہے کیا وہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کو نماز سے پہلے (حقدار تک) یعنی ضرورت مند نہ ملنے پر سال کے آخر تک یا ایک عرصہ تک کسی اور امدادی مصرف کے لئے جمع رکھا جاسکتا ہے، مندرجہ بالا سوال کی تفصیل اس طرح ہے کہ میں کوکنی مسلم انجمن کا سیکریٹری ہوں، پچھلے دوسال سے ہماری انجمن نے ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کے نام پر کل ایک سوستر ہیرے جمع کئے تھے، اس مال میں سے صرف ۲۵/۳۷/ دوضرورت مندوں کو دیئے گئے تھے، اور باقی رقم ۱۳۲/۷۵/ ابھی تک انجمن کیپاس جمع ہیں، اس سال پھر انجمن ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے بحیثیت سیکریٹری انجمن کے اس ارادے کی مخالفت کی، انجمن عاملہ کے چند ممبران میری اس مخالفت کو ماننے کے لئے تیار نہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ جمع شدہ روپیہ ہم اپنے پاس رکھ کر کسی اور امدادی مصرف کے لئے صرف کرسکتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کی نماز سے پہلے ضرورت مندوں کو دیدیا جائے، لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ جب ہماری انجمن کے ممبران میں کوئی ایسا ضرورت مند نہیں ہے جو حقیقی زکوٰۃ کا حقدار ہے، تو جب تک کہ پہلے جمع شدہ زکوٰۃ کا روپیہ حقیقی حقداروں کو نہ پہنچ جائے اس سال زکوٰۃ جمع نہ کی جائے جو ممبران زکوٰۃ دینے

---

[1] شامی کراچی ص:۲۷۱، ۷۲، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، حاشیة الشلبی ص۲۵۱ ج۱ اول کتاب الزکاة، طبع امدادیه ملتان، فتح القدیر ص۱۵۵ ج۲ اول کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

کی حیثیت رکھتے ہیں یا زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں وہ اپنے قریبی رشتہ داروں یا پڑوسی یا محلّہ کی مسجد میں دیدیں، اب آپ ہی ہماری اس الجھن کو اسلام کی روشنی میں سلجھائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحق کو زکوٰۃ جلد از جلد پہنچا دینا بہتر ہے، تاکہ فریضہ جلد ہی ادا ہو جائے، مگر یہ ضروری نہیں کہ عید کی نماز سے پہلے ہی دیدی جائے اگر مستحق موجود نہ ہوں تو تاخیر بھی کی جاسکتی ہے لیکن سال بھر پورا ہونے سے پہلے ہی ادا کردی جائے[1] کسی اور مد میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں، انجمن کے پاس جب زکوٰۃ کے صحیح مصرف موجود نہیں ہیں، تو زکوٰۃ وصول نہ کرے بلکہ اس کے سب ممبر اپنے اپنے قریبی مستحق رشتہ داروں بھائی بہن خالہ پھوپی چچا ماموں اور ان کی اولاد کو خود ہی حسبِ صواب دید دیدیا کریں، اس امانت کو محفوظ رکھنے اور اس کو مستحقین پر صرف کرنے کی ذمہ داری نہ لیں۔ فق

ط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۴/۱/۹۳ھ

حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا

سوال:- زکوٰۃ کے سالانہ حساب سے بے غم رہنے کی غرض سے اگر زکوٰۃ کی نیت سے مساکین کو نقد اور غیر نقد اتنا دیا جاتا رہے، جو زکوٰۃ کے حساب سے بگمانِ غالب بلکہ یقیناً زیادہ ہو تو کیا اس طرح بھی ادائیگی زکوٰۃ سے سبکدوشی ہوسکتی ہے؟

---

[1] وافتراضها عمری ای علی التراخی وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیه الفتویٰ فیأثم بتاخیره قال الشامی المراد ان لا یؤخر الی العام القابل درمختار مع ا لشامی زکریا ص: ۱۹۱، ج:۳، اول کتاب الزکاة، حاشیة الشلبی ص ۲۵۱ ج ۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان، فتح القدیر ص ۱۵۵ ج ۲ اول کتاب الزکاة مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر بہ نیتِ زکوٰۃ غرباء کو وقتاً فوقتاً دیا جائے اور مجموعہ زکوٰۃ واجب ہو جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی[1]۔ بار بار اگر حساب میں الجھن ہوتی ہو تو ایک دفعہ حساب لگا کر مقدارِ واجب کو الگ الگ رکھ لیا جائے اس میں سے دیدیا کریں، حساب نہ کرنے سے اندیشہ ہے کہ اگر کبھی کمی ہوئی تو ذمہ بری نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی کیا آئندہ سال دو سال کی زکوٰۃ دے گا؟

سوال:- اگر ایک نصاب کا مالک سال پورا ہو جانے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کی، دوسرا سال بھی پورا ہو گیا، تو اب ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے یا دو سال کی؟ اسی طرح اگر چار سال ہو جائیں تو صرف سالِ اول کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا ہر سال کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو سال کی ادا کرے، اگر ایک سال کی ادا کرنے کے بعد بھی مقدارِ نصاب باقی رہے ورنہ صرف ایک سال کی واجب ہوگی یعنی جب کہ اس کے پاس صرف ایک نصاب ہے اس سے زائد نہیں، تو اس میں سے بقدرِ زکوٰۃ سال پورا ہونے پر دَین ہو گیا اور سال آئندہ کے لئے نصاب باقی نہیں رہا تو سال آئندہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی: ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد ان بلغ

[1] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أی للأداء لو حكماً أو مقارنة بعزل ماوجب الدرالمختار كراچی ص:۲۷۰، ج:۲، كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص۱۷۰ ج۱ الباب الاول فی تفسيرها الخ.

نصاباً اھـ درمختار قوله ومديون للعبد الاولٰى ومديون بدين يطالبه بهٖ العبد ليشمل دين الزكوة والخراج لانَّهٗ للّٰه تعالٰى مع انهٗ يمنع لان له مطالباً من جهة العباد كما مرَّ شامی[1] ص:۷، ج:۲ چارسال کا حکم اسی سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۵ھ

دو ہزار کی گذشتہ بارہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: - میں نے زید کو دو ہزار روپیہ دیا تھا تا کہ وہ میرے لئے زمین خرید کر دیں، وہ زمین خرید کر نہیں دے سکے، اب بارہ سال کے بعد مذکورہ دو ہزار روپیہ زید مجھ کو واپس دے رہا ہے دریافت طلب یہ ہیکہ اس روپیہ کی زکوٰۃ بارہ سال بعد مجھ پر واجب ہے یا نہیں، زکوٰۃ کس طرح واجب ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حسب قواعد شرعیہ اس واپس شدہ روپیہ کی زکوٰۃ واجب ہے[2] چالیسواں حصہ پہلے سال کا (۵۰/روپیہ) ادا کریں پھر ۱۹۵۰/روپیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں، اسی طرح ہر سال کا واجب شدہ روپیہ محسوب کر کے بقیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۷ھ

زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر

سوال: - اگر مال زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، یا نہیں؟ کیونکہ

---

[1] الدر المختار على الشامى زكريا ص ۱۸۰ ج۳ كتاب الزكوٰة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۲۸۷ ج ۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، حاشيه شلبى مع تبيين الحقائق ص ۲۵۴ ج ۱ كتاب الزكاة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اذا قبض الدين زكاه لما مضٰى الخ البحرالرائق ص:۲۰۷، ج:۲، مطبوعه الماجديه كوئٹه، اول كتاب الزكاة، شامى زكريا ص۲۳۷ ج۳ باب زكاة المال، قبيل مطلب فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، تاتارخانية كراچى ص ۳۰۵ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث عشر فى زكاة الديون.

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ روپیہ بذریعہ منی آرڈر نہیں بھیجنا چاہئے اسمیں سود کا شائبہ ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ اگر وکیل روپیہ زکوٰۃ کو قبل از اداء خرچ کر لیوے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وکیل زکوٰۃ دو موکلوں کو خلط کرے گا تو وکیل خائن ہوگا یعنی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، گو شامی لکھتا ہے کہ زکوٰۃ مخلوط باعتبار عرف کے اگر مالک کو علم ہو ادا ہو جائے گی، مگر یہ صورت صرف خلط زکوٰۃ موکلوں میں گفتگو ہے نہ کہ عام مخلوط مال میں پس ان صورتوں سے معلوم ہوا کہ اگر زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجی جاوے تو ادا نہ ہوگی کیونکہ اول تو وہ اصل روپیہ جاتا نہیں دوسرے وہ روپیہ اسی وقت دیگر اقوام میں مخلوط ہو جاتا ہے تیسرے قبل از پہنچنے منی آرڈر یہ روپیہ مرسلہ زکوٰۃ اسی جگہ خرچ ہو جاتا ہے اور نہ اس میں وکیل کی کچھ نیت ہے اور نہ اس کو علم ہے، چوتھے یہ وکیل آئندہ تقسیم کنندہ کو بلا نیت وکیل کرتا ہے سو یہ بھی چیز درست ہے بروے کتب معتبرہ مفصل تحریر فرمادیں تاکہ طمانینت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے سوال میں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ منی آرڈر نا جائز ہے، دوم یہ کہ منی آرڈر سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، جس کی وجوہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ اداء زکوٰۃ کے لئے وکیل ہے اور وہ منصبِ وکالت کے خلاف کرتی ہے۔

سو امر اول کے متعلق عرض ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں بھی مذکور ہے کہ منی آرڈر نا جائز ہے[1] اور مولانا تھانوی مدظلہم کے پہلے فتاویٰ میں بھی یہی ہے لیکن بعد کے ایک فتویٰ میں جواز تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ حوادث[2] الفتاویٰ حصہ ثانیہ ص: ۵۵ مطبوعہ مجتبائی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں لکھا ہے کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملہ سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں پس دونوں کا

---

[1] فتاوی رشیدیه ص ۴۸۸ باب سود کے مسائل کا بیان، مطبوعه مکتبه محمودیه سهارنپور.

[2] امداد الفتاوی ص ۱۴۶ ج ۳ کتاب الربوا، تحقیق منی آرڈر، مطبوعه زکریا دیوبند.

مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ آپس میں ابتلاء عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

امر ثانی کے متعلق گذارش ہے کہ جو روپیہ منی آرڈر کے متعلق سے بھیجا جاتا ہے سرکار اس روپیہ کے حق میں وکیل نہیں جیسا کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روپیہ کو قرض فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے اور اس کو امانت میں تصرف کا حق نہیں ہوتا: **المال الذی قبضه الوکیل بالبیع والشراء وایفاء الدین واستیفائه وقبضه العین من جهة الوکالة فی حکم الودیعة فی یده اھ مراٰۃ المجلۃ**[1] **ج: ۲، ص: ۲۷۰.**

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک قرض ہے کہ روپیہ بھیجنے والا مصرف زکوٰۃ کو فارم کے ذریعہ سے امر کرتا ہیکہ سرکار سے میرے اس دین پر قبضہ کرلو اور خود اس میں اداء زکوٰۃ کی نیت کر لیتا ہے۔

اور مال موجود کی زکوٰۃ اس طرح ادا کرنا درست ہے جیسا کہ فقہاء نے اس جزئیہ کی تصریح کی ہے: **لو امر فقیراً بقبض دین له علٰی اٰخر نواه عن زکٰوة عین عنده جاز اھ بحر الرائق**[2] **ص: ۲۱۱، ج: ۲.**

نیز اداء زکوٰۃ کیلئے تملیک ضروری ہے اور تسلیط بھی تملیک کی ایک صورت ہے جو کہ منی آرڈر میں یقیناً متحقق ہے پس بوقت منی آرڈر اداء زکوٰۃ کی نیت کافی ہے: **تملیک الدین ممن لیس علیه الدین باطل الا فی ثلث حوالة ووصیة واذا سلطه ای سلط الممکـغیر المدیون علی قبضه ای الدین فیصح حینئذٍ ومنه مالو وهبت من ابنها ما علٰی ابیه فالمعتمد الصحة للتسلیط اھ درمختار قال الشامی: قال السائحانی: وحینئذٍ یصیر وکیلا فی القبض عن الاٰمر ثم اصیلا فی القبض لنفسه ومقتضاه صحة عزله عن التسلیط قبل القبض واذا قبض بدل الدراهم**

---

[1] شرح المجلة ص ۷۴ ج ۳ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۱ ج ۲ قبیل باب صدقة السوائم مطبوعه پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۱ ج ۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیره الخ، شامی زکریا ص ۱۹۰ ج ۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء.

دنانیر صح لانه صار الحق للموهوب له فملک الاستبدال واذا نویٰ فی ذلک التصدق بالزکٰوة اجزأه کما فی الاشباه اھ رد المحتار[1] ج:۲، ص:۷۱۷.

اس صورت میں اصل رقم کا مصرف کے پاس نہ پہنچانا بلکہ اس جگہ مخلوط اور خرچ ہوجانا کچھ مضر نہیں، گورنمنٹ کو ادا زکوٰۃ کے لئے وکیل قرار دینے میں جس قدر اشکالات تھے، وہ سب مرتفع ہوگئے اگر منی آرڈر کو جائز نہ کہا جاوے بلکہ ناجائز ہی مانا جائے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں ہے تب بھی زکوٰۃ کے ادا کرنے میں کوئی تامل نہیں۔

۱-**تنبیہ**:- اداء زکوٰۃ کے لئے وکیل کی نیت اور علم ضروری نہیں بلکہ صرف مؤکل کی نیت کافی ہے: اونوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیة اودفعها لذمی لیدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نیة الاٰمر اھ درمختار.[2]

۲-**تنبیہ**:- جب وکیل کی نیت اور علم ضروری نہیں تو وکیل الوکیل کی نیت اور علم بطریق اولیٰ ضروری نہیں، نیز وکیل کو یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے شخص کو وکیل بنادے۔ للوکیل بدفع الزکٰوة ان یؤکل بلا اذن ولا یتوقف اھ[3] بحر ص:۲۱۲، ج:۳. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۶ رصفر ۵۷ھ

---

[1] رد المحتار نعمانیة ج:۴، ص: ۵۲۱، مطبوعه زکریا دیوبند (فصل فی مسائل متفرقه من کتاب الهبة، مطبوعه زکریا ص۸/۵۱۸)

[2] الدر المختار علی الشامی نعمانیة ص:۱۱، ج:۲، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیره الخ، طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ کتاب الزکاة. مطبوعه مصر

[3] البحرالرائق ص:۲۱۲، ج:۲، قبیل باب صدقة السوائم، شامی زکریا ص۱۸۹ ج۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص۳۵۵ ج۳ کتاب الاضحیة، فصل فی مسائل متفرقة.

زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں

سوال:- زید نے مہتمم کے نام زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا اور مہتمم نے جب زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے اپنے رجسٹر میں جمع کرلیا تو وصول کر کے جمع کے بعد معطی کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا جب مہتمم رسید دے جب ادا ہوگی، اور اگر کسی وجہ سے ایک مرتبہ رسید نہ دیں بلکہ علیحدہ علیحدہ سالانہ رسید دے تھوڑی تھوڑی کی بھجوادے تو رسید سے ادا ہوگی، دریافت طلب یہ ہے کہ وصول کر لینے کے بعد معطی زکوٰۃ دینے والا ہی ہوگیا یا جب کل رسیدات پہنچے گی جب زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اور وصول یابی مہتمم کے کرنے سے ادا نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا ادا ہونا رسید پر موقوف نہیں ہے مہتمم مصالح مدرسہ کے تحت رسید چاہے یکدم دے یا تدریجاً دے بلکہ معطی نے جب مہتمم کو رقم زکوٰۃ دے کر اپنی ملک ختم کردی اور مہتمم نے وصول کرلی تو معطی بری ہوگیا اور اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہوگئی اور معطی مستحق ثواب ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانی ۹۰ھ

مہتمم سے زکوٰۃ ضائع ہوجانے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زکوٰۃ کی رقم مہتمم مدرسہ یا اسکے نائب سے کسی ناگہانی حادثے یا کسی اور وجہ سے تلف ہوجائے تو کیا ضمان واجب ہوگا؟ اور زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر بالفرض زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اور ضمان واجب

---

[1] ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۱۸۹ ج۳، مطبوعه كراچي ص:۲۷۰، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، طحطاوي مع المراقي مصري ص۵۸۸ كتاب الزكاة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ كتاب الزكاة.

ہوااور ضمان کی ادائیگی مہتمم کے امکان سے باہر ہے تو اسکی تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر باوجود حفاظت کے وپوری سعی وانتظام کے ایسا ہوجائے تو ضمان لازم نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم کی جیب سمیت کٹ گئی، اس کا حکم؟

سوال:- ایک شخص نے اپنے مال وغیرہ کا حساب لگا کر جتنی زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی تھی نکال کر علیحدہ کردی، اب اس کی جیب کسی نے کاٹ لی یا کسی طرح اس کی زکوٰۃ کی رقم ضائع ہوگئی، اس شکل میں اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟ اسی طرح فطرہ کی گم شدہ رقم کا حکم بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی نہ فطرہ ادا ہوا زکوٰۃ اور فطرہ ادا کریں، شامی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] چونکہ مہتمم امین ہوتا ہے اور امین سے امانت میں کوتاہی نہ ہونے کی صورت میں امانت ضائع ہونے سے ضمان لازم نہیں: کما صرح الشامی اشتراط الضمان علی الأمین باطل به یفتی الخ الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۶۶۴، ج:۵، کتاب الایداع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۷۴ ج۷ کتاب الودیعة، مجمع الأنهر ص۴۶۸ ج۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولایخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء قوله ولا یخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لاتسقط عنه الزکاة شامی کراچی ص:۲۷۰، ج:۲، کتاب الزکاة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۰ ج۲ کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۹ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مستعمل چیز زکوٰۃ میں دی تو قیمت کیسے لگائی جائے؟

سوال:- غیر نقد شئ اگر نئی ہو تب تو اس کی قیمت معلوم ہوتی ہے اور اگر پرانی یا استعمال شدہ ہو تو اس کی قیمت لگانے میں دشواری ہے کہ مثلاً دس روپئے کی جوتی جس کو تین ماہ پہنا گیا اور وہ اتنی مضبوط کہ کم از کم دو سال چلے تو اس کو فروخت کا ارادہ کیا جائے تو نصف یا نصف سے بھی کم قیمت ملتی ہے اور از روئے انصاف کم از کم آٹھ روپے کی بکنی چاہئے تو زکوٰۃ کے حساب کے لئے کون سی قیمت لگائی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالیت تو وہ ہے جس کی اہل تجربہ قیمت تجویز کریں وہ اگر اس جوتی کو تین روپئے کی تجویز کریں تو یہی قیمت معتبر ہوگی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

چوری کی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا

سوال:- اگر رقم چوری ہو جائے بعد میں پتہ چل جائے، مگر رقم کی ادائیگی سے عاجزی ظاہر کی تو کیا اس رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری کی ہوئی رقم میں اب زکوٰۃ کی نیت کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، زکوٰۃ کے لئے حکم

---

[1] ویقدمها المالک فی البلد الذی فیه المال حتی لو بعث عبداً للتجارة إلی بلد آخر فحال الحول تعتبر قیمته فی ذالک البلد، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۸۰ ج ۱ الثالث فی زکاة الذهب والفضة الفصل الثانی فی العروض، المحیط البرهانی ص ۱۶۳ ج ۳ کتاب الزکاة الفصل الثالث بیان مال الزکاة، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل شامی زکریا ص ۲۲۹ ج ۳ باب زکاة المال.

ہے: ''اٰتوا الزکوٰۃ ''اوراس صورت میں ایتاء نہیں پایا گیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

زکوٰۃ میں کھانا دینا

سوال:- زکوٰۃ میں اگر کوئی طالب علم کو دو وقت یا ایک وقت کھانا دے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ اور کیا زکوٰۃ کا شعار سال بھر میں ایک دفعہ ہونا ضروری ہے یا بس ایک دفعہ کے بعد اندازہ کافی ہے اور سو روپیہ کی مالیت کی کیا زکوٰۃ ہوئی؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی زکوٰۃ واجب ہے اگر اتنا سامان خورد ونوش لے کر اس کا کھانا پکا کر کسی مستحق طالب علم کو دیدیا جائے، تب بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی[2]۔

اگر آمدنی میں کمی زیادتی کا تغیر ہوتا رہتا ہے تب تو ہر سال اپنی آمدنی کا حساب کرنا ضروری ہے اگر ایک رقم کسی کے پاس رکھی ہوئی ہے یا زیور رکھا ہے اور کوئی آمدنی ایسی نہیں کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہو تو صرف ایک مرتبہ حساب کرلینا کافی ہے اس کے بعد اسی حساب سے ہر سال زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

---

[1] ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۸۹ ج۳، كتاب الزكوة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، وفی خلاصة الفتاویٰ رجل عزل زكوٰة ماله ووضعها فی ناحية بيته فسرقها سارق لا يقطع يده للشبهة وعليه أن يزكيها، خلاصة الفتاویٰ ص۲۳۸ ج۱ الفصل الخامس فی زكوٰة المال مطبوعه لاهور خانية على الهندية ص۲۶۳ ج۱ فصل فی اداء الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[2] واخرج بالتمليک الاباحة فلا تكفی فيها فلو أطعم يتيماناويابه الزكاة لا تجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم طحطاوی على المراقی ص:۵۸۷، كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۱۷۱ ج۳ كتاب الزكوٰة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۱ ج۲ كتاب الزكوٰة.

زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے[۱] اس اعتبار سے سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ واجب ہوئے اب اس کو اختیار ہے کہ خواہ ڈھائی روپیہ دے خواہ ڈھائی روپیہ کے وزن کے برابر چاندی دیدے یا اس چاندی کی قیمت کی کوئی اور چیز دیدے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱۲/۵۶ھ

امام کو جوڑا بنا کر دیتے ہیں کیا وہ زکوٰۃ ہے؟

سوال:- اگر کوئی صاحب مسجد کے امام صاحب یا موذن صاحب کو ماہِ رمضان المبارک میں روپیہ یا کپڑا تحفہ دیا مگر یہ نہیں کہا کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے، اب تحفہ لینے والے کو کیا حکم ہے؟ وہ تحفہ بلا تحقیق لیں یا تحقیق کریں، اگر وہ مالِ زکوٰۃ ہی تھا اور لینے والا اس کا مستحق نہیں تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عام طور پر امام یا مؤذن کو رمضان المبارک میں جوڑا بنا کر جو لوگ دیتے ہیں زکوٰۃ کے پیسہ کا نہیں ہوتا، جب تک یہ ظن غالب نہ ہو کہ یہ زکوٰۃ کا ہے، اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یجب فی مائتی درهم وعشرین دیناراً ربع العشر زیلعی ص۲۷۶ ج ۱ باب زکوة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۲۴ ج۳ باب زکاة المال، النهر الفائق ص۴۳۶ ج ۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] إن قدم الیک طعاماً أو حمل الیک هدیة أو اَردّت ان تشتری من دکانه شیئاً فلا یلزمک السؤال عنه بل یده المتصرفة فیه وکونه مسلماً دلالتان کافیتان فی الهجوم علی اخذه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ادارہ میں زکوٰۃ کی رقم سال بھر سے زیادہ پڑے رہنا

سوال:- ہمار یہاں ایک قومی ادارہ ہے جو غریب، یتیم، بیواؤں کی امداد کے لئے قائم کیا گیا ہے، اور وہ اپنی خدمات ماشاء اللہ انجام بھی دیتا ہے، اسکی نوعیت یہ ہے کہ ہر سال رمضان المبارک میں زکوٰۃ، فطرہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر چرمِ قربانی جمع کرتا ہے اور سال بھر ماہانہ یتیم، بیواؤں کو ایک مقدارِ مقرر دی جاتی ہے، فی الوقت ادارہ کے پاس جمع شدہ کئی سال کی کچھ رقم موجود ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ اسطرح رقم زکوٰۃ، فطرہ کی جمع کر کے رکھنا درست ہے، یا سال بھر مکمل جتنی رقم جمع ہو صرف کر دی جائے؟ حکم شریعت سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ، فطرہ دینے والوں نے ادارہ کے ذمہ داروں کو وکیل بنایا ہے کہ ان کی زکوٰۃ وفطرہ کو صحیح جگہ پر صرف کر دیں، جب تک وہ صرف نہیں کریں گے زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی نہ ہوگی، ذمہ بری نہیں ہوگا، واجب باقی رہے گا، [1] ایسی رقوم پر سال بھر گذر جانا اچھا نہیں، اور واجب میں اتنی دیر نہ کی

(گذشتہ کا صفحہ بقیہ) الی قوله اذ کان صلی الله علیه وسلم لا یسأل عن کل ما یحمل الیه فی کل احیانه بل سأل فی اوّل قدومه الی المدینة مهاجراً عما یحمل الیه أصدقة أم هدیة؟ لأن قرینة الحال وهو دخول المهاجرین الاوّلین الی المدینة وهم فقراء لکونهم خرجوا بانفسهم متجردین عن املاکهم فارین بدینهم یغلب علی الظن ان ما یحمل الیهم من الطعام یحمل بطریق الصدقة لا غیره ثم اسلام المعطی ویده المتصرفة فیه لا یدل علی انه لیس بصدقة وکان صلی الله علیه وسلم یُدعٰی الی الضیافات فیجب الیها ولا یسأل أصدقة أم لا؟ لأن العادة ما جرت بالتصدق بالضیافة، اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص ۷۸/۷۹ کتاب الحلال والحرام الباب الثالث فی البحث والسؤال والهجوم والاهمال، مطبوعه دار الفکر بیروت، یجب أن یعلم بان العمل بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات وفی باب المعاملات، هندیه کوئٹه ص ۳۱۳ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی فی العمل بغالب الرأی.

(صفحہ ہذا) [1] ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوٰة ولو مات کان میراثاً عنه بخلاف ما اذا ضاعت فی ید الساعی لأن یده کید الفقراء الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۸۹ ج۳ کتاب الزکوٰة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ کتاب الزکاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۱ کتاب الزکوٰة، دار الکتب العلمیة بیروت.

جائے،[1] درمیان میں حوادث کا بھی احتمال رہتا ہے، گذشتہ رقم جو کچھ باقی ہو اس کو حسبِ ضرورت غرباء اور مستحق کو دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۱ھ

وکیل نے زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی

سوال:- زید نے عمر کو سو روپیہ زکوٰۃ کے دیئے کہ ان کو تقسیم کردے، مگر عرصہ دس سال گذر گیا، عمر نے تقسیم نہیں کئے بلکہ استعمال کر لئے، اب عمر ان کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو کیا صرف سو روپیہ زکوٰۃ کے نکال دے یا کچھ جرمانہ وغیرہ بھی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر کو از خود سو روپیہ دینا کافی نہیں، بلکہ اس کے ذمہ ضمان لازم ہے، جو زید کو واپس کرنا ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معاون کا مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنا

سوال:- میں میرے والد صاب اور تین بھائی پانچوں مل کر تجارت کرتے ہیں، تمام مال اور حساب

---

[1] فیاثم بتاخیرها بلا عذر إلی قوله وقد یقال المراد أن لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقٰی إذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد أساء وأثم، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۹۲ ج۳، بدائع الصنائع زکریا ص۷۷ ج۲ کتاب الزکاة، فصل کیفیة فرضیة الزکاة، مجمع الأنهر ص۲۸۴ ج۱ کتاب الزکاة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولو خلط زکاة موکلیه ضمن وکان متبرعاً الی قوله ولو تصدق ای الوکیل بدفع الزکاة إذا أمسک دراهم المؤکل ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم المؤکل صح بخلاف ما إذا انفقها أولا علی نفسه مثلا ثم دفع من ماله فهو متبرع، الدر المختار شامی زکریا، ص:۱۸۸، ۱۸۹ ج۳، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، فتاوی التاتارخانیة ص۲۸۴ ج۲ فصل فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة طبع ادارة القرآن کراچی.

وکتاب میرے پاس ہی رہتا ہے، اور نفع ونقصان کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ ہو وہ تجارت میں ہی لگادیتے ہیں، اگر کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو اسکی ضرورت کے مطابق روپیہ دیدیتے ہیں، باقی تمام مال کو تجارت میں لگادتے ہیں جب زکوٰۃ کا نصاب آتا ہے، تو نصاب کے مطابق زکوٰۃ دینے کو والد صاحب اور باقی تینوں بھائی تیار نہیں، اس حال میں بندہ مجبور ہے اور حکمِ خداوندی کو پورا کرنا ضروری ہے، اس وجہ سے میں پورے دوسال سے مال کی زکوٰۃ نکال کر دے دیا ہوں حالانکہ ان کا بھی حق ہے، ان سے اجازت لئے بغیر ان سے چھپا کر زکوٰۃ نکالنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصل رقم والد صاحب کی ہے، اس سے تجارت شروع کی گئی ہے، تو کل مال کے مالک والد صاحب ہیں، ان کے ذمہ زکوٰۃ ہے، آپ چاروں بھائی شریک اس کے مالک نہیں، بلکہ والد صاحب کے معاون ہیں، اس مال میں چاروں پر زکوٰۃ واجب نہیں[1]، بغیر والد صاحب کی اجازت کے آپ کو اس کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور اس طرح زکوٰۃ ادا بھی نہیں ہوتی،[2] آپ کو چاہئے کہ بہت نرمی اور ادب واحترام سے والد صاحب کو بتائیں اور سمجھائیں کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اس کے ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے مال محفوظ رہتا ہے، ضائع نہیں ہوتا اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے، وہ سانپ بن کر گلے کا طوق ہوگا، کاٹے گا،[3] نیز اس سونے چاندی کو تپا

---

[1] وشرطه أی شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فی ملكه. شامی كراچی ص:۲۶۵، ج:۲، كتاب الزكاة، شامی زكريا ص۱۸۶ ج۳ كتاب الزكوة، طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ كتاب الزكوة، مطبوعه مصر.

[2] ولو ادّی زكوٰة غيره بغير امره فبلغه فاجاز لم يجز لانها وجدت نفاذا علی المتصدق لانها ملكه ولم يصر نائباً عن غيره فنفذت عليه، شامی زكريا ص۱۸۸ ج۳ كتاب الزكوة، فتاویٰ التاتارخانية ص۲۸۴ ج۲ فصل المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة مطبوعه ادارة القرآن كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۰ ج۲ كتاب الزكوٰة.

[3] عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کر پیشانی پر، پہلو پر، کمر پر داغ دیا جائیگا[۱] کتاب فضائلِ صدقات ان کو سنائیں اور دعائیں بھی کریں، حق تعالیٰ دل میں اس کا احساس پیدا فرمائے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وکیل نے مؤکل کی ہدایت کیخلاف دوسرے شخص کو زکوٰۃ دیدی

سوال: -مرسل زکوٰۃ نے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ پہلے کاشتکاروں کو اسطرح دیئے جائیں کہ میری زکوٰۃ ادا ہو جائے، نمبر تین کے کارندوں کو یہ پیسے عمداً دیئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وکیل امین ہوتا ہے ہدایتِ موکل کے خلاف تصرف کرنے کا اس کو حق نہیں خلاف کرنے سے وکیل کے ذمہ ضمان لازم آئے گا، اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) من اٰتاہ اللہ مالاً فلم یؤدّ زکاتہ مثّل لہ مالہ یوم القیامۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوّقہ یوم القیامۃ ثم یأخذ بلھزمتیہ یعنی بشدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک الحدیث الخ، بخاری شریف ص۱۸۸ ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، مطبوعہ مکتبۂ اشرفیہ دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] فی حدیث ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما من صاحب ذھبٍ ولا فضۃٍ لا یؤدی منھا حقھا الا إذا کان یوم القیامۃ صفّحت لہ صفائح من نارٍ فأُحمی علیھا فی نار جھنم فیُکوٰی بھا جَنْبُہٗ وجَبِیْنُہٗ وظَھْرُہٗ کلّما ردّت اعیدت لہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ الی اخر الحدیث مسلم شریف ص۳۱۸ ج۱ کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۵ ج ۱، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلی الاخر مالاً فقال لہ، ھذا زکاۃ مالی فادفعھا الی فلان، فدفعھا الوکیل إلی آخر ھل یضمن؟ قال: نعم، ولہ التعین، فتاوی التاتارخانیۃ ص۲۸۴ ج۲ فصل المسائل المتعلقۃ بمعطی الزکاۃ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شامی زکریا ص۱۸۹ ج۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۲ ج۲ کتاب الزکوٰۃ، قبیل باب صدقۃ السوائم.

اداءِ زکوٰۃ کے وکیل کو زکوٰۃ کا خود رکھ لینا

سوال:- ایک شخص مسمّٰی حمید جو صاحبِ نصاب ہے اس نے مالِ مملوکہ کی زکوٰۃ ایک سال گذشتہ کی یا ایک سال آئندہ کی بطور پیشگی کئی سو یا کئی ہزار کی رقم نکال کر ایک غیر ذی نصاب مسمّٰی رشید مفلس کے حوالہ یہ کہہ کر دی ہے کہ یہ تمام رقم جو میں آپ کے سپرد کر رہا ہوں مد زکوٰۃ کی ہے اس رقم کا کوئی جز کسی ذی نصاب کی ملکیت میں ہرگز نہیں پہونچنا چاہئے اور بھائی رشید صاحب آپ بھی چونکہ غیر ذی نصاب ہیں حد شریعت کے اندر آپ بھی اس رقم میں سے لے سکتے ہیں، پس مسمّٰی رشید مفلس نے وہ رقم زکوٰۃ کئی سو یا کئی ہزار کی اپنے قبضہ میں لے لی اور پچاس روپیہ اس رقم زکوٰۃ میں سے خود لیکر اپنی زوجہ کو جو پہلے سے وہ صاحبِ نصاب تھی اس کو ہبہ کر دیئے، اس کے بعد باقی ماندہ رقم زکوٰۃ میں سے پھر پچاس روپیہ رشید نے خود لیکر اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کر دیئے، اور بایں صورت اس رقم زکوٰۃ میں سے بار بار مسمّٰی رشید پچاس پچاس روپیہ خود لیتا رہا اور ہر بار اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کرتا رہا، اور یہ کام ایک ہی دن میں بیک وقت رقمِ زکوٰۃ کو ختم کر دینے کا رشید نے پورا کر کے تمام رقم زکوٰۃ اپنی زوجہ کی حوالگی میں بصورتِ مذکورہ بالا دیدی، اور مسمّٰی حمید رقم زکوٰۃ کو رشید کے سپرد کر دینے کے وقت خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ میں مسمّٰی رشید کو جس قدر زکوٰۃ کی رقم سپرد کروں گا اس رقم میں رشید ایسا عمل کریگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، پس رشید ایسا عمل کرنے کے بعد اپنی زوجہ کی ہمراہ بہ نیت ہجرت یا بلا نیت ہجرت حرمین شریفین چلا گیا یا پاکستان جانے کا ارادہ رکھتا ہے، لہٰذا اس میں دریافت طلب یہ ہے (۱) کہ صورتِ مذکورہ میں مسمّٰی حمید جو صاحبِ نصاب ہے اسکی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر زکوٰۃ ادا ہوگئی تو اس ادائیگی میں کراہتِ شرعیہ داخل رہی یا بلا کراہت حمید کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

(۲) اگر صورتِ مذکورہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کراہت باقی رہ گئی ہو تو وہ کراہت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے، یا حضرات صحابہ کرام یا حضرات تابعین یا حضرات

تبع تابعین کی بتلائی ہوئی ہے یا ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک، حضرت امام جنبل، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کی ارشاد کردہ ہے۔ ۱۹/صفر ۱۳۲۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ تو ادا ہوگئی مگر یہ فعل فقہا کے نزدیک مکروہ ہے[۱]۔

(۲) یہ کراہت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کا قصہ کتبِ صحاح میں مذکور ہے[۲] وہ اس کراہت کا ماخذ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۳/۶۷ھ

اداءِ زکوٰۃ کے وکیل کو زکوٰۃ خود رکھنا

سوال:- زکوٰۃ یا صدقہ کوئی کسی کو اس واسطے دے کہ جہاں مصرف ہوا اور جسکو مستحق دیکھے دیدے، درحقیقت وہ جن کو ادائیگی کے لئے دی جاتی ہے، وہ خود مستحق ہے، لیکن اس دینے

---

[۱] کرہ اعطاء فقیر نصاباً أو اکثر، الدر المختار مع الشامی نعمانیة ص۶۸ ج۲ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، طحطاوی مع المراقی ص۵۹۴ کتاب الزکوٰة باب المصرف مطبوعه مصر بدائع الصنائع زکریا ص۱۶۰ ج۲ فصل مصارف الزکوة.

[۲] عن عیاض بن عبد الله سمعت أبا سعید الخدری یقول جاء رجل یوم الجمعة والنبی صلی الله علیه وسلم یخطب بهیاة بذة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أصلیت قال لا قال صلّ رکعتین وحثّ الناس علی الصدقة فالقوا ثیاباً فاعطاه منها ثوبین الی اخر الحدیث، نسائی شریف ص۱۵۸ ج۱ باب حث الامام علی الصدقة یوم الجمعة فی خطبته، مکتبۂ فیصل دیوبند، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم یخطب یوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبی صلی الله علیه وسلم اصلّیتَ قال لا قال فقم فارکع (قوله إذ جاء رجل هو سلیک الغطفانی) قوت المغتذی علی هامش الترمذی ترمذی شریف ص۱۱۴ ج۱ ابواب الجمعة باب فی الرکعتین اذ جاء الرجل والامام یخطب، مطبوعه مکتبۂ بلال دیوبند.

والے کو اس کے مستحق اور مصرف ہونے کا علم نہیں کیا وہ مستحق رقمِ زکوٰۃ خود لے سکتا ہے یا نہیں یا صرف دوسرے مستحقین پر تقسیم کردے؟ اس بات کا اس کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے دے اور جتنا دے لیکن مستحق کو دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں اس کو خود رکھنا درست نہیں: **لو قال لرجل ادفع زکٰوتی الٰی من شئت او اعطها من شئت فدفعها لنفسه لم یجز وفی جوامع الفقه جعله قول ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه وقال عند ابی یوسف رحمة اللّٰه علیه یجوز ولو قالو ضعها حیث شئت جاز وضعها فی نفسهٖ شلبی هامش زیلعی[1] ج: ۱، ص: ۳۰۵. باب المصرف.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ بذریعۂ غیر مسلم

سوال:- زکوٰۃ کی ادائے گی مسلم غیر مسلم کے ذریعہ پہونچانے کے متعلق زید کہتا ہے کہ کسی پہونچانے والے نے ذمہ لے لیا ہے کہ میں یہ زکوٰۃ مستحق کو پہونچادونگا، اور زکوٰۃ دینے والے نے زکوۃ دینے کی نیت سے رقم دیدی تو دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگئی پہونچانے والا پہونچائے یا نہ پہونچائے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، جب کہ بکر کہتا ہے کہ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنا واجب وفرض ہے اسی طرح اس کی تحقیق اور مستحق کو برابر پہونچنے کی تحقیق بھی واجب وفرض ہے، اگر مستحق تک رقم نہیں پہونچی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ جس کے ذریعہ پہونچائی جائے وہ شخص عالم دین یا کوئی صاحب دین ہو جس پر پورا بھروسہ ہو کہ صاحب مستحق تک پہونچائیں گے تو پھر انکے ذریعہ پہونچانا درست ہے، لیکن غیر مسلم کے ذریعہ زکوٰۃ مصیبت زدوں آفت زدہ علاقہ کے مسلمانوں کو پہونچانا

[1] شلبی علی هامش الزیلعی ص: ۳۰۵، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان. باب المصرف.

بالکل پسند نہیں کرتا کیوں کہ ایک غیر مسلم ہے پھر پتہ نہیں کس نیت سے انکا مشن امداد کرتا ہے، اور اپنا نام کرتا ہے، بلکہ ایمان میں گڑبڑی پیدا کرتا ہے اور یہ کہ وہ زکوٰۃ کو کیا جانیں، لہٰذا زکوٰۃ اپنے ہاتھ سے یا کسی ذریعہ سے جو صاحب دین ہونیکے علاوہ زکوٰۃ کے مسائل سے واقف ہو خاموشی سے ادا کرنا بہتر ہوگا۔ نجم الحسن تھانوی محلّہ مفتی سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لئے قابلِ اعتماد غیر مسلم کو بھی وکیل بنا دینا درست ہے، مگر صرف وکیل کے حوالے کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب تک وہ مصرف کو نہ پہنچا دے۔ ادائے فرض میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے: **وشرط صحة ادائها نية مقارنة لادائها للفقير اووكيله. (مراقى الفلاح ص: ۵۸۸) وكيل المزكى فيصح ولودفع الوكيل بلانية او دفعها بذمّى ليدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نية الآمر. (كذا فى الدر[1] المختارعلى هامش الشامى نعمانية ومراقى الفلاح والطحاوى ص: ۵۸۸[2])** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۵ھ

مقروض کو قرض سے زکوٰۃ کے لئے بری کر دینا

سوال:- زید پر عمر کا قرض ہے، زید فی الحال مستحقِ زکوٰۃ ہے، اگر عمر زید سے کہہ دے کہ میں نے رقم تجھ کو دیدی تو اس صورت میں عمر زکوٰۃ کی نیت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقم بطور قرض واجب الاداء ہو اس سے مقروض کو بری کر دینا ادائے زکوٰۃ کیلئے کافی نہیں البتہ اگر

---

[1] الدر مع الشامى كراچى ص۲۶۸ ج۲ كتاب الزكاة مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، بحر كوئٹه ص۲۱۰ ج۲ كتاب الزكاة.

[2] مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۵۸۸ مطبوعه مصرى اول كتاب الزكاة.

مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے پھر اس سے قرض میں وصول کر لی جائے تو درست ہے[۱] کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ کو اگر قرض کے نام سے دیدی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے[۲] مگر پھر اس کو واپس نہ لے جس کا قرض ذمہ میں ہو اور وہ اب مستحق زکوٰۃ ہو تو اسکو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، لیکن اسی سے اسکا قرض ختم نہیں ہوگا، وہ بدستور باقی اور واجب الاداء رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۹ھ

قرض کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا

سوال:- زید نے عمر کو دوسو روپیہ قرض دیئے اب زید قرض کو معاف کرنا چاہتا ہے، لیکن اس طرح کہ زید کے ذمہ دوسو روپیہ زکوٰۃ ہے تو ہر سال ۲۵/۲۵/روپیہ عمر کے ذمہ سے قرض ساقط ہو جائے اور وہی ۲۵/روپیہ زکوٰۃ کے طور پر ادا ہو جائیں تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ دوسو روپیہ یکدم یا متعدد بار اسکو دے کر اپنے قرض میں اس سے وصول کرے اسطرح زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور قرض بھی وصول ہو جائیگا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذهاعن دينه (درمختار) قوله وحيلة الجواز أى فيها اذا كان له دين على معسر شامى كراچى ص: ۲۷۱، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص۵۸۹ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص ۲۱۱ ج۲، اول كتاب الزكاة.

[۲] ولا يشترط علم الفقير أنها زكوة على الاصح حتى لو اعطاه شيأً وسماه هبةً أو قرضاً ونوى به الزكاة، صحت مراقى الفلاح على الطحطاوى ص ۵۸۹ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى، مجمع الانهر ص۲۹۰ ج۱ اول كتاب الزكوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۷۳۳ ج۶ مسائل شتى، بحر كوئٹه ص ۲۱۲ ج۲ اول كتاب الزكاة.

[۳] وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم ياخذها عن دينه (در مختار) قوله وحيلة الجواز) أى فيما إذا كان له دين على معسر رد المحتار كراچى ص ۲۷۱، ج۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة، بحر كوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ اول كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص ۵۸۹ مطبوعه مصرى.

رقمِ زکوٰۃ بطور قرض لینا اور خرچ کرنا

سوال:- یہ بات تو ظاہر ہے کہ صدقات وغیرہ کا مصرف صرف یتیم ومسکین ہیں، تو کیا کوئی شرعاً ایسی صورت بھی ہے کہ جس مدرسہ میں کھانے والے بچے نہ پڑھتے ہوں اس مدرسہ میں ان مدّات کو خرچ کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ مدرسہ بطور قرض کے لے کر خرچ کرے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رقم واجبُ التملیک میں مالکوں کی طرف سے خلط وتصرف کی اجازت ہو تو وقتِ ضرورت ان کو بطورِ قرض دوسرے مدات میں خرچ کیا جاسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کا پیسہ خادم مدرسہ کو قرض دینا

سوال: مہتمم مدرسہ کو بوجہ وکیلِ قوم ہونیکے ادارہ کے خادم کو مدرسہ سے زکوٰۃ کے روپیہ سے قرض دینا درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ معطی یہ بھی لکھ دے کہ اگر مناسب ہو تو قرض دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معطی کی اجازت کے بعد مہتمم کو حسبِ صواب دید زکوٰۃ کا روپیہ قرض میں دینا درست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۰ھ

---

[1] ویتصل بهذا العالم اذا سأل للفقراء شيئا وخلط يضمن، لووجد العرف فلا ضمان لوجود الأذن حينئذ دلالةً والظاهر أنه لابدمن علم المالک بهذا العرف ليكون اذنا دلالةً شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج: ۲، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاء، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول کتاب الزکاة، طبع مكة مكرمة بحر کوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ کتاب الزکاة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

توبہ سے واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں

سوال:- توبہ کی صورتوں میں کیا سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی دینی پڑتی ہے، اگر طاقت ہو؟ اور اگر طاقت نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ سے گذشتہ واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی، حسب استطاعت اسکو ادا کرنا لازم ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۵ھ

زکوٰۃ میں موجودہ نرخ کا اعتبار

سوال:- ایک کتب فروش نے مثلاً دس ہزار کتابیں فی سیکڑہ دس روپے کے حساب سے ایک ہزار روپے میں طبع کرائیں یا خریدیں، اب اس نے فی سیکڑہ چار روپے نفع لینا طے کر کے اس کو فروخت کرنا شروع کیا، سال بھر میں پانچ ہزار کتابیں (جن کی اصل قیمت پانچ سو روپے ہے) فروخت ہوئیں جن پر چار روپے سیکڑہ کے حساب سے دو سو روپے نفع ملا اور پانچ ہزار کتابوں کا اسٹاک اس کے پاس موجود ہے، اختتامِ سال پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں فروخت شدہ پانچ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ۲ کما یستفاد ولو خلط زکاۃ موکلیه ضمن قال الشامی إلا إذا جدد الإذن أو اجاز المالکان الخ، شامی کراچی ص ۲۶۹ ج ۲ کتاب الزکاۃ تاتارخانیة ص ۲۸۶ ج ۲ کتاب الزکاۃ الفصل التاسع الخ مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) ۱ وان کانت (ای التوبة) عما فرط فیه من حقوق اللّٰه کصلوات وصیام وزکوات فتوبته ان یندم علی تفریطه اولاً ثم یعزم علی ان لایفوت ابداً ولو بتأخیر صلوة عن وقتها ثم یقضی مافاته جمیعاً الخ شرح فقه اکبر ص: ۱۹۴، مطبوعه مجتبائی دهلی، بحث التوبة.

ہزار کتابوں کی اصل قیمتِ خرید جو پانچ سو روپے ہے، اس کے ساتھ نفع کی رقم دوسو روپے بھی شامل کر کے کل سات سو روپے کی زکوٰۃ ادا کی، اب باقی ماندہ پانچ ہزار کتابوں کا جو اسٹاک اس کے پاس موجود ہے، جس کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں موجود اسٹاک کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے اور قیمت فروخت سات سو روپے میں سے کونسی قیمت شرعاً معتبر ہوگی؟ اگر اس وقت قیمت فروخت ہی معتبر اور ضروری ہو تو کتب فروش پر دوگنا بوجھ پڑیگا، کیونکہ آئندہ سال کے اختتام پر مذکورہ اسٹاک کے فی سیکڑہ چار روپے نفع سے فروخت ہوجانے کی صورت میں اسے قیمت فروخت (سات سو روپے) ہی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اس لئے اس سال موجودہ اسٹاک کی زکوٰۃ اصل قیمت خرید (پانچ سو روپے) کے اعتبار سے ادا کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سال ختم ہونے پر بازاری نرخ سے (نہ کہ اصل خرید کے اعتبار سے) جتنی قیمت کا مال موجود ہو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، بہتر یہ ہے کہ اسی نرخ کے اعتبار سے زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ کتابیں ہی دیدے۔ تاکہ اصل مال اور زکوٰۃ کا نرخ کی وجہ سے تناسب[1] قائم رہے۔ **وھٰذا ظاھر لایخفیٰ.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۲ھ

---

[1] اذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مأتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فان أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وان أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. الهنديه ص:۱۷۹، ج: ۱ كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثانى فى العروض. مطبوعه كوئٹه، ولو ازدادت قيمتها قبل الحول تعتبر قيمتها وقت الوجوب بالاجماع (تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة، محيط برهانى ص۱۶۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة جئنا إلى بيان زكاة عروض التجارة، طبع مجلس علمى گجرات.

زکوٰۃ کا لحاف طلبہ کو دیکر واپس لینا

سوال:۔ایک مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کے مال سے رقم آئی مہتمم صاحب نے طلبہ کے لئے لحاف و بستر وغیرہ بنائے اب مدرسہ کا سالانہ امتحان ہوگیا وہ لحاف و بستر جو طلباء کو مہتمم صاحب نے دیئے تھے مدرسہ کے صدر مدرس صاحب نے طلباء سے واپس فرمالئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ طلبہ گھر سے اس مدرسہ میں واپس نہ آئیں جو طلبہ آئندہ سال آئیں گے وہ ان کے کام آئیں گے واپس لئے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے۔زکوۃ کے روپیہ سے لحاف تھے جو اہل خیر حضرات نے مدرسہ کے لئے دئے تھے صدر مدرس نے ایسا کرلیا کہ لحاف طلباء سے جاتے وقت واپس لے لئے تو کیا صدر مدرس صاحب ڈاکو یا خائن یا گنہ گار ہے واپس لینے کی اجازت ہوئی یا نہیں؟ اگر صدر مدرس صاحب ڈاکو یا خائن نہیں ہوئے تو لحاف طلباء سے واپس کرنے کی وجہ سے لوگوں نے ان کو خائن یا ڈاکو یا فاسق کہا تو کہنے والے گنہ گار ہیں یا نہیں؟ ان کا گناہ کس طرح معاف ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوۃ ادا ہونے کیلئے مالک بنادینا ضروری ہے محض مستعار دینے سے زکوۃ ادا نہیں[1] ہوئی اگر کوئی مدرسہ کا ذمہ دار مال زکوۃ کو عاریۃ دیکر واپس لیتا ہے ان کو مالک نہیں بناتا ہے تو ایسے ذمہ دار کو ہرگز زکوۃ نہیں دی جائے بلکہ خود طلباء کو یا جس کو مستحق سمجھیں لوگ زکوۃ دے دیا کریں اب تک جس قدر لحاف وغیرہ اسی طرح طلباء کو دیکر واپس لے لئے ان کی ذمہ داری صدر مدرس صاحب پر ہے۔ مہتمم مدرسہ صاحب کو چاہئیے کہ صدر مدرس صاحب کو اس طرز عمل سے روک دیں۔مہتمم صاحب نے جو لحاف طلباء کو تملیکا دے دئے تھے طلباء ان کے مالک ہوگئے تھے اور زکوۃ ادا ہوگئی تھی پھر صدر

---

[1]..... ویشرط ان یکون تملیکا لا اباحة الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ کتاب الزکاة باب المصرف. مجمع الانهر ص۳۲۸/۱، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ۲/۲۴۳، کتاب الزکاة، باب المصرف.

مدرس صاحب نے طلباء سے جبراً اگر لحاف واپس لے لئے تو یہ طلباء سے زیادتی ہوئی اس کی مکافات لازم ہے وہ لحاف ان کو واپس کریں[۱]، اور ان سے معافی مانگیں تب ان کا یہ گناہ معاف ہوگا اور ان کو ڈاکو یا خائن کہنے کی اجازت نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

found.

---

[۱]..... صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق الى قوله ففى جميع الا حوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه ان وجد المالک الخ بذل المجهود ص۳۷ ص ۱ مطبوعه رشيديه سهارنپور، كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، شامى زكريا ص۳/۲۱۸، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فى التصدق من المال الحرام، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب.

[۲] قال ابن قتيبة يجوز ان يقال عصى آدم ولايجوز ان يقال آدم عاص لانه يقال عاص لمن اعتاد فعل العصيان الاترى انه من خاط ثوبه يقال خاط فلان ولايقال فلان خياط حتى يعاود ذالک ويعتاده (تفسرى مظهرى ص ۶/۱۷۰، سورۂ طٰہٰ آیت: ۱۲۱، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

مصارف کا بیان

فصل اول: مصارف زکوۃ وصدقات

فقیر کی تعریف

سوال:- زید مسلکِ شافعیہ وحنفیہ کے اصول کے مطابق صاحبِ نصاب نہیں، زید پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو زید کا شمار کس فرقہ میں ہوا؟ اگر مساکین میں تو مساکین کی تعریف وتشریح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو وہ مستحق زکوٰۃ ہے ایسے شخص کو شرعاً فقیر کہتے ہیں بعض نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فقیر وهو من له ادنی شئ أی دون نصاب أوقدر نصاب ومسكين من لا شئ له على المذهب وفی الشامية: قيل على العكس والأول أصح شامی كراچی ص:۳۳۸، ج:۲، باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۰ ج۲ باب المصرف، ملتقى الابهر مع مجمع الأنهر ص۳۲۴ ج۱ باب فی بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسکین کی تعریف

سوال:- مسکین کی کیا تعریف ہے، مفصل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس کچھ نہیں، کھانے اور بدن چھپانے کے لئے بھی سوال کی حاجت پیش آئے:

مسکین من لا شئ لهٗ فیحتاج الی المسئلة لقوته ومایواری بدنه اھ (درمختار وشامی[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۱۰/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/شوال ۶۷ھ

زکوٰۃ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟

سوال:- زکوٰۃ کے روپیہ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے سنا جاتا ہے کہ دینی تعلیم اور اشاعت میں کرنا فی زمانہ بہتر ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اپنے دیندار اقرباء ہیں جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں[2] اس کے ساتھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۳۹، ج: ۲، شامی نعمانیة ص: ۵۹، ج: ۲. باب المصرف، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۷ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، تاتارخانیة کراچی ص۲۶۷/۲، الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع فیه الزکوة.

[2] والأفضل فی الزکاة والفطر والنذور الصرف أولاً الی الاخوة والأخوات ثم الی اولادهم ثم الی الأعمام والعمات ثم الٰی اولادهم ثم الی الأخوال والخلات الخ. الهندیة ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، فتح القدیر ص۲۸۰ قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الانهر ص۳۳۳/۱، قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۳۴ ج۳ باب المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلیة.

ساتھ اگر وہ دین میں مشغول ہوں تو اس میں رشتہ داری اور تعلیم دین کی رعایت ہوسکتی ہے، فساق وفجار کو دینے سے تعلیم میں مشغول ہونے والوں کو دینا بہر حال افضل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصارفِ زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دی جائے گی، اس کے بارے میں بھی واضح فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ ایسے مسلمانوں کو دی جائے جو غریب فقیر ہوں سید نہ ہوں اپنے عزیز قریب مقدم ہیں، لاوارث بچے، نادار طالب علم، بیوائیں سب مستحق ہیں مگر اپنے والدین، دادا دادی، نانا نانی، شوہر بیوی کو نہ دی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۱ھ

زکوٰۃ وعشر کا مصرف

سوال:- (۱) زکوٰۃ اور عشر کی رقم سے فسادزدہ مسلمانوں کی امداد کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟
(۲) کسی یتیم بچے کو میں اپنی پرورش میں رکھ لوں اور اس سے اپنی خدمت بھی کراؤں تو ایسے

---

[1] التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل الهندية ص: ۱۸۷، ج:۱، الباب السابع فى المصارف، الدر المختار على الشامى زكريا ص۳۰۴ج۳ باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۳۳۳ج۱، قبيل باب صدقة الفطر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] مصرف الزكاة والعشر هو فقير ومسكين الى قوله ولا الٰى من بينهما ولاد أوبينهما زوجية ولا الٰى بنى هاشم الدرالمختار على الرد ص: ۳۳۹، تا ۵۰، ج:۲، مطبوعه كراچى، باب المصرف، عالمگيرى كوئٹه ص۱۷۸،۱۸۹ ج۱ الباب السابع فى المصارف، مجمع الانهر ص۳۲۴،۳۳۱ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بچے کو زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی رقم سے کپڑا اور علاج کرا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ کی رقم واجب التملیک ہے، جو لوگ مستحقِ زکوٰۃ ہیں تو انکو تملیکاً دیدی جائے[۱]۔ پھر وہ جہاں چاہیں صرف کریں۔ یا ان کو اس رقم کا سامان ضرورت خرید کر دیدیا جائے۔

اس طرح صرف نہ کریں کہ اُن کی ملک نہ ہو سکے، مثلاً اگر ان کا مقدمہ ہو تو عدالت کے اخراجات میں اُن کی طرف سے از خود خرچ نہ کریں، قانون کے موافق ان اطراف میں زمینداروں کی ملک ختم کر کے سب زمین ملک حکومت قرار دیدی گئی ہیں اس لئے عشر واجب نہیں رہا، تاہم جو کچھ بھی دیدیں وہ باعثِ خیر وبرکت ہے اس کے خرچ کرنے میں اتنی تنگی نہیں جتنی زکوٰۃ میں ہے۔

(۲) کپڑے بنا کر زکوٰۃ کی رقم سے اس کو دینا درست ہے علاج کے لئے اس کو پیسے دیدیں کہ وہ خود چاہے دوا میں خرچ کرے، چاہے فیس وغیرہ میں دیدے یہ بھی درست ہے[۲]۔

مگر یہ یاد رہے کہ خدمت کے معاوضہ میں دیدینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے خدمت کا معاوضہ جداگانہ اس کو دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۸۹ھ

مستحقِ زکوٰۃ کون

سوال: - خیرات لینا دینا، اور خیرات مانگنے کا کس کو حق ہے۔

---

[۱] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لااباحة الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص: ۶۲، ج:۲. باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۸ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۳۰۰ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] وجاز دفع القیمة فی الزکاة الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۱۰ج۳ باب زکاة الغنم، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۱ج۱ الفصل الثانی فی العروض، مسائل شتی، هدایه علی فتح القدیر ص۱۹۱ج۲ کتاب الزکاة، فصل فی الفصلان، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر صاحب وسعت اپنی حیثیت کے موافق خیرات کرسکتا ہے، وجوب زکوٰۃ کے لئے نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا شرط ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے جو شخص مالک نصاب نہ ہو اس کو خیرات زکوٰۃ وغیرہ دینا درست ہے[1] اور صدقۂ نافلہ مالک نصاب کے لئے بھی جائز ہے[2] جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو خیرات مانگنا اور سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو تو اس کو سوال کرنا درست ہے، بشرطیکہ کمانے پر بھی قادر نہ ہو[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوۃ کا مستحق کون

سوال:- فریضہ اداء زکوۃ سے تو سب ہی لوگ غافل ہیں، زید کی بہن ہندہ بیوہ ہوگئی، ہندہ کو زید اپنے گھر لے آیا، ہندہ کے ساتھ تین لڑکے ہیں، زید لکھ پتی آدمی ہے، تقریباً سو بیگہ زمین ہے، جس میں باغ پرورش ہوگیا، اور پیسوں کی تجارت ایسی بڑی کہ پورب تک ٹرک جاتے ہیں، مگر یہ شخص زکوۃ نہیں نکالتا، اور جب کہا جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں، ہم تو اپنی بہن ہندہ کا خرچہ اٹھاتے

---

[1] ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا عالمگیری کوئٹه ص۱۸۹ ج۱ الباب السابع فی المصارف، هدایه علی فتح القدیر ص۲۷۸ ج۲ قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف.

[2] وقید بالزکاة لان النفل یجوز للغنی البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف، ثم قال من اصحابنا الصدقة علی الغنی والهبة سواء الی قوله ثم التصدق علی الغنی یکون قربة یستحق به الثواب الخ تبیین الحقائق ص۱۰۴ ج۵ قبیل کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۴۰۶ ج۴ کتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶/۷ قبیل کتاب الاجارة.

[3] وفی التنویر وشرحه: ولا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومه بالفعل کا لصحیح المکتسب طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۹۴، باب المصرف.مطبوعه مصر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۰۶ ج۳ باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۲ قبیل باب صدقة الفطر.

ہیں، اور دیتے ہیں، یہ مصدقہ امر ہے، کہ ہندہ کو کبھی بالحساب زکوۃ نہیں دی گئی، اور ہندہ ایسی ہے کہ روپیہ دے کر کسی دوسرے شخص سے تجارت بھی کرالیتی ہے، بھینس کی کیا زید کا یہ کہنا درست ہے اور زکوۃ ادا ہوجاتی ہے، جب کہ ہندہ کا زید پر باپ کی میراث میں شرع سے حصہ ہے، اور ایسی صورت میں ہندہ زکوۃ کی مستحق بھی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار ہندہ کو بہ نیت زکوۃ دیجائے، اور وہ نہ تو خدمت کا معاوضہ ہو، نہ اسکے حق پدری کے معاوضہ میں ہو، نہ اسکے دباؤ میں ہو (کہ وہ میراث کا مطالبہ نہ کر بیٹھے) اور ہندہ مستحق زکوۃ بھی ہو کہ وہ ساڑھے باون تولہ چاندی، ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے روپئے نوٹ وغیرہ کی مالک نہ ہو تو اتنی مقدار زکوۃ ادا ہوجائیگی، باقی زکوۃ ذمہ میں باقی رہیگی، جو کھانا ہندہ ساتھ کھاتی ہے، اسکو زکوۃ میں محسوب کرنا درست نہیں[1] اگر وہ مالک نصاب ہو تو اسکو زکوۃ دینا درست نہیں، جو کچھ معاوضہ خدمت میں دیا جائے، یا حصہ پدری کے ذیل میں دیا جائے، اسکو زکوۃ میں شمار نہیں کیا جا سکتا[2] میراث میں جب اسکا حصہ ہے تو وہ اس کی حق دار ہے، اس کے حق کو روکنا اور نہ دینا ظلم اور غصب ہے[3] اسکی ہرگز اجازت نہیں، قرآن پاک میں نماز اور زکوۃ کو ایک ہی طرز پر بیان فرمایا گیا

---

[1] هی تملیک خرج الاباحة فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لا یجزیه إلا إذا دفع الیه المطعوم (الدر مع الرد کراچی ص۲۵۷ج۲ اول کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ج۲ اول کتاب الزکاة، تبیین الحقائق ص۲۵۲ ج۱ اول کتاب الزکاة، امدادیه ملتان.

[2] هی تملیک جزء مال من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه للّٰه تعالٰی (شامی کراچی ص۲۵۸ج۲ کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ج۲ اول کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۲ج۱ اول کتاب الزکاة، طبع مکه مکرمه.

[3] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة مشکوة شریف ص:۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا قیامت کے روز خداوند تعالیٰ جنت میں اسکی میراث کاٹ لے گا، (یعنی بہشت میں اسکو نہ جانے دیگا)

ہے "واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ" (الآیۃ[1]) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگون سے قتال کیا، جنہیں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا تھا[2]، جس مال کی زکوۃ نہ دیجائے وہ مال نہایت زہریلے سانپ کی شکل میں بنا کر صاحب مال پر مسلط کردیا جائیگا، جو اسکو برابر ڈستا رہے گا، اور کہے گا "انا مالک انا کنزک" کذا فی المشکوۃ[3] یفو، ص ۱۵۵ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۸۷ھ

گداگروں کو زکوٰۃ

سوال:- دیہاتوں میں جو فقیر بھیک مانگتے پھرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو زکوٰۃ وغیرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں تو ان کو دینا جائز نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۸ھ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت: ۴۳، **ترجمہ**:- قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوۃ۔

[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال لما توفی النبی ﷺ واستخلف ابو بکر بعدہ وکفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابی بکر کیف تقاتل الناس الی قولہ فقال ابو بکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ الخ مشکوۃ ج: ۱، ص: ۱۵۷، کتاب الزکوۃ.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے عرب کے بعض قبائل نے کفر اختیار کرلیا، حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا، جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق ڈالتے ہیں۔

[3] قال رسول اللّٰہ ﷺ من آتاہ اللّٰہ مالا فلم یود زکوتہ مثل لہ مالہ یوم القیامۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیامۃ ثم یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک مشکوۃ شریف، ص ۱۵۵، کتاب الزکوۃ، یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسکو اللہ نے مال دیا سو اسنے اسکی زکوۃ ادا نہ کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

سوال: -زکوٰۃ جن لوگوں کو نہ دی جائے ان کے نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''اصول'' ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ ''فروع'' بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ ''زوجین'' شوہر بیوی، ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہ دی جائے، بقیہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، ساداتِ کرام کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے، نیز صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ نہ دی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۹۲ھ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ**) تو اسکا یہ مال اسکے لئے گنجا سانپ بنایا جائیگا، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے، اور وہ سانپ قیامت کے دن اسکی گردن مین بطور طوق ڈالا جائیگا، پھر سانپ اسکے منھ کے دونوں کناروں کو یعنی باچھوں کو پکڑ لیگا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

[4] ولایصح دفعها أی الزکاة لکافر وغنی یملک نصاباً. مراقی الفلاح علی الطحاوی ص: ۵۹۳، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۴ج۲ باب المصرف، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۹۵ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۹ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] ولا الیٰ من بینهما ولاد أو بینها زوجیة ولا الیٰ غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال ولا الیٰ بنی هاشم الدرعلی الرد ص: ۳۴۶، ج:۲، کراچی، باب المصرف، ولا یعطی من الزکاة والداً وان علا ولا ولدا وان سفل وفی الخانیة من قبل الذکور والاناث، تاتارخانیة کراچی ص۲۷۱ج۲ الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع فیه الزکاة، تبیین الحقائق ص۳۰۱، ۳۰۳ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۳۲۹، ۳۳۱ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

سادات کو زکوٰۃ

سوال:-سیدوں کو زکوٰۃ، عشر، صدقات واجبہ مثل فطرہ نذر نیاز دینی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں: **ولا الیٰ بنی هاشم وجازت التطوعات من الصدقات الخ قید بها لیخرج بقیة الواجبات کالنذر والعشر والکفارات اھ (درمختار شامی)**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ

بینک کا سود اور زکوٰۃ سادات کو دینا

سوال :- پچھلے دنوں شری وردھن سے ایک استفتاء بھیجا گیا تھا، اس سلسلہ میں چند باتیں دریافت طلب ہیں، سوال یہ تھا کہ بینک جو سود دیتا ہے، وہ لیا جائے یا نہیں؟ لینے کی صورت میں کیا کیا جائے؟ ضائع کیا جائے یا غرباء کو دیا جائے؟ غرباء میں سادات کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا اسکول کی تعمیر یا اسکول کے لئے پیشاب خانہ، بیت الخلاء یا عام لوگوں کے لئے پیشاب خانہ بیت الخلاء بنایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بینک سے ملنے والا سود لیا جائے، غرباء کو دیا جائے، غرباء میں سادات اور دینی مدارس کے طلباء کو دینا بالکل درست ہے، لیکن اسکول کی تعمیر، اسکول کے لئے پیشاب خانے، بیت الخلاء بنانا بالکل درست نہیں، اب سوال یہ ہے کہ بینک جو سود دیتی ہے، کیا وہ اس سود کی تعریف میں نہیں آتا جو قرآن میں مذکور ہے یعنی بینک کا سود سود ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی حرمت کے فتوے دیئے جاتے تھے، اگر بینک کا سود حرام ہے بلکہ اشد فی الحرمۃ

---

[1] درمختار مع الشامی ص: ۳۵۰، ج:۲، کراچی، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۹۳، باب المصرف، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۸۹ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

ہے تو سادات اور علوم دینیہ کے طلباء کے لئے بالکل درست اور اسکول اور اس کی ضرورت کے لئے ناجائز کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت منصوص بنص قطعی ہے بینک کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، اسلئے وہ حرام ہے، بینک سے اگر سود وصول نہ کیا جائے تو وہ خلافِ اسلام مواقع میں استعمال کیا جاتا ہے، جس کا ضرر ظاہر ہے، اس ضرر سے تحفظ کے لئے وہاں سے وصول کرلیا جائے، پھر خود استعمال نہ کیا جائے، کیونکہ حرام ہے، حرام مال واجبُ التصدق ہوتا ہے، جو شخص ایسے واجب التصدق مال کا مستحق ہو اس کو دیدیا جائے، جو غرباء طلباء وغیرہ ایسے ہوں کہ ان کے گذارے کی کوئی صورت نہ ہو وہ اس کے مستحق ہیں[1] سادات کا اکرام واحترام لازم ہے اس لئے ان کو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ دینے سے احتراز کا حکم ہے، کیونکہ ایسا مال اوساخ الناس کہلاتا ہے، لیکن جو سادات اس قدر حاجت مند ہوں کہ گذارے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہوجائیں، ان کے حق میں حنفیہ میں سے امام طحاوی اور شافعیہ میں سے امام رازی نے زکوٰۃ کو درست قرار دیا ہے، کہ زکوٰۃ لینے میں جس قدر ان کے احترام پر زد پڑتی ہے، اس سے زیادہ تر بھیک مانگنے میں ہے، یہ سب کی نگاہوں میں بڑی ذلت ہے، اس بڑی ذلت سے بچانے کے لئے اگر ان کو زکوٰۃ دیدی جائے، تو یہ اہون ہے، اگرچہ یہ قول ظاہر الروایت نہیں ہے اور عامۃً اس کو فتوے کے لئے اختیار نہیں کیا جاتا، لیکن سخت مجبوری اور محتاجگی

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستيجار على المعاصى والطاعات او بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه ان وجد المالك والا ففى جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلك الاموال على الفقراء فان الحديث دال على حرمة التصدق بمال الخبيث، بذل المجهود ص۳۷ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامى زكريا ص ۳۰۱ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراما، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب.

کی حالت میں اس پر عمل کرنے کی دیگر اکابر کے کلام میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ فیض الباری[1] اور العرف[2] الشذی میں منقول ہے، تاہم جہاں تک ہوسکے سادات کرام کو اس سے بچانا اعلیٰ وافضل ہے، اوران کے احترام کا تقاضا ہے اسکول کی تعمیر اور پیشاب خانے وغیرہ۔ مستحق نہیں ہوتے جو کہ تصدق کا حاصل ہے، اسلئے اس سے منع کیا گیا ہے، مستحق کو مالک بنا کر دیدیا جائے، پھر وہ جو دل چاہے جہاں چاہے خرچ کرے، سابقہ فتویٰ ۵۰۵۴، ۱۱/۹۲-۲۵ میں اختصار کی وجہ سے تفصیل نہیں آسکی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند

سید کو زکوٰۃ

سوال:- (۱) اس زمانہ میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) کیا حضرت امام ابوجعفر وامام فخر الدین رازی نے اپنے زمانوں میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینی جائز کردی تھی، یا نہیں؟ شرح ترمذی میں کہیں لکھا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی روایت شامی وفتح القدیر میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینے کے جواز میں ہے یا نہیں؟

(۴) **من لم یکن عالماً بعرف زمانه فهو جاهل.** یہ کوئی فقہ حنفیہ میں بنیادی یا اصولی

---

[1] ونقل الطحاوی عن أمالی ابی یوسف أنه جازدفع الزکاة الیٰ آل النبی ﷺ عند فقدان الخمس وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن أبی حنیفة أیضاً جوازه وفی عقد الجید أن الرازی أیضًا أفتی بجوازه قلت: وأخذ الزکاة عندی أسهل من السؤال فأفتی به أیضاً الخ مختصراً فیض الباری ص: ۵۲، ج:۳، (باب مایذکرفی الصدقة للنبی ﷺ، خضر راہ بک ڈپو دیوبند)

[2] العرف الشذی علی هامش الترمذی ص:۱۴۳، ج: ۱، باب کراهیة الصدقة للنبی ﷺ واهل بیته ومواليه، ابواب الزکوة. (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) شرح معانی الاثار ص ۳۰۱ ج ۱ کتاب الزکاة، باب الصدقة علی بنی هاشم، مطبوعه کلکته، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۷ ج۲ باب المصرف.

مسئلہ ہے، زمانۂ حال کے بموجب ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجتہد یا مفتی بعض احکام میں رد وبدل کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس کے قبل مجتہدوں ومفتیوں نے کچھ احکام میں ردوبدل کیا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص نے بعض مفتی علماء کے کہنے پر سیّدوں کو زکوٰۃ دیدی اور کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں تو وہ دی ہوئی زکوٰۃ کو دوبارہ دے یا نہ دے، اگر نہ دے تو گناہ ہوگا یا نہیں اور ایسے علماء جیسے مولانا انور شاہ صاحب، حضرت مولانا شفیع الدین صاحب مہاجر مکی خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ودیگر علماء مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنّفین، مولوی محمد معصوم صاحب، مولوی عبدالغفور صاحب مدنی جیسے حضرات نے سیّدوں کو زکوٰۃ دینی جائز فرمائی تو اس کو دی ہوئی زکوٰۃ کو لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہ لوٹائے تو بتائیے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۶) بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی تھی، پھر معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے، یا سیّد ہے، یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں یا میری لڑکی تھی، یا اور کوئی رشتہ دار تھا، جس کو زکوٰۃ دیدی جس کو دینا درست نہ تھا، ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، اگر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جس کو دیا ہے، وہ کافر ہے، تو زکوٰۃ دوبارہ ادا کرے۔ درمختار جلد۲، ص:۱۰۸، ہدایہ جلد۱، ص:۱۸۹،

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سیّد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں: **اوهاشمی ای لا یجوز دفعها الٰی بنی هاشم لقوله علیه السَّلام ان هٰذه الصدقات انما اوساخ الناس وانها لاتحل لمحمد وَلا لِاٰل محمد رواه مسلم وقال علیه الصَّلٰوة والسَّلام نحن اهل بیت لاتحل لنا الصَّدقة روَاه البخاری اهـ زیلعی[۱] ص: ۳۰۳، ج: ۱.**

---

[۱] زیلعی ص:۳۰۳، ج:۱، (مطبوعه امدادیه ملتان) باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۶ ج۲ باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۳۱ ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(۲) جی ہاں عقد الجید[۱] سے نقل کیا ہے لیکن ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی[۲] الآثار میں تین ورق کے قریب بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے ناجائز ہونے پر تحریر فرمائے ہیں اور اسی شرح[۳] ترمذی میں ہے **باب کراهة الصَّدقة للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم و سلم واهل بیته ومواليه المسئلة متفق علیها.** اور امام رازی شافعی المذہب ہیں۔

(۳) فتح القدیر[۴] اور شامی[۵] وغیرہ میں ابوعصمۃ کی روایت امام اعظمؒ سے جواز کی نقل کی ہے، جو کہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ جن احکام کا مدار عرف پر ہوتا ہے وہ عرف کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، لہٰذا مفتی کو عرف کا پہچاننا ضروری ہے تاکہ اس کے موافق خود عمل کرے اور دوسروں کو بتلائے، اگر عرف کو نہیں[۶] پہچانے گا تو غلطی کا احتمال زیادہ ہے، اس کی نظیریں زمانہ گذشتہ اور موجودہ میں بکثرت موجود ہیں۔

---

[۱] وفی عقد الجید افتی الطحاوی من الحنفیة وفخر الدین الرازی من الشافعیة بجواز الزکاة للهاشمی فی هٰذه الصورة العرف الشذی علی هامش الترمذی ص۱۴۳ ج۱ ابواب الزکاة، باب کراهیة الصدقة للنبی صلی الله علیه وسلم الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] شرح معانی الآثار ص:۲۹۷، ج:۱، کتاب الزکوة . باب الصدقه علی بنی هاشم.

[۳] العرف الشذی مع الترمذی ص: ۱۴۳، ج:۱، ابواب الزکاة.

[۴] قوله ولا یدفع الی بنی هاشم هذا ظاهرا الروایة وروی ابوعصمة عن أبی حنیفة أنه یجوزفی هذالزمان وان کان ممتنعاً فی ذالک الزمان. فتح القدیر ص۲۷۲،ج:۲، باب المصرف. مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۳۳۱ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۵] شامی زکریا ص: ۲۹۹، ج:۳، باب المصرف.

[۶] وکذا لا بدله من معرفة عرف زمانه واحواله لان کثیرا من المسائل یجاب عنه علی عادات اهل الزمان فیما لا یخالف الشریعة الی قوله وقد قالوا من جهل باهل زمانه فهو جاهل. شرح عقود رسم المفتی ص۱۷۹، ج۱۸۱ امثلة الاحکام التی تتغیر بتغیر العرف، مطبوعه زکریا دیوبند. نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف مع مجموعه رسائل ابدین ص۱۲۸ ج۲ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(۵ و ۶) میں نے ان علماء کی کوئی تحریر اس مسئلہ میں ایسی نہیں دیکھی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ سیّد کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، بلکہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی عبارت جواب ۲/ میں منقول ہے، تاہم اگر کسی ناواقف نے ان حضرات سے فتویٰ لے کر سیّد کو زکوٰۃ دی ہے اور اس کا یہی اعتقاد ہے کہ ان حضرات نے صحیح بتایا ہے تو اس کے ذمہ اس زکوٰۃ کا اعادہ ضروری نہیں رہا، ان حضرات کا گنہگار ہونا نہ ہونا تو یہ سائل کا سوال بے محل ہے سائل کو اس سے کچھ غرض نہیں، یہ حضرات اپنے علم کے مطابق جو کچھ فتویٰ دیتے ہیں اپنی ذمہ داری پر دیتے ہیں۔

۵/ کا حکم مستقلاً معلوم ہو گیا اس مسئلہ کو ۶/ والے مسئلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اسلئے کہ ۶/ میں مسئلہ کا علم صحیح طور پر حاصل ہے، غلطی جو کچھ ہوئی وہ عمل میں ہوئی اور وہ بھی تحری کے بعد عملی غلطی شرعاً معاف ہے، اور ۵/ میں علم واعتقاد ہی غلط ہے اور عمل جو کچھ کیا ہے اعتقاد کے مطابق کیا ہے اور اعتقادی غلطی نیز ایسی غلطی جو کہ اعتقادی غلطی پر مرتب ہو شرعاً معاف نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپو ۱۲/شوال ۶۱ھ

سید کو زکوٰۃ دینا

سوال:- سیّد کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے جب کہ آج کل ہندوستان بھر میں کہیں بھی بیت المال کا سلسلہ نہیں تو ان کی امداد کیسے ہو سکتی ہے، وہ بیچارے کہاں جاویں، کیا وہ اس صورت میں زکوٰۃ کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اغنیاء کو ان کی خدمت تبرعات سے کرنا چاہئے، زکوٰۃ تو میل کچیل ہے، سادات کی شان اس

سے ارفع ہے کہ ان کو میل کچیل کھلایا جائے: ولا تدفع الٰی بنی هاشم لقوله علیه السلام یا بنی هاشم ان اللّٰه قد حرم علیکم غسالة الناس واوساخهم اھ ھدایہ[1]

قال فی البحر اطلق الحکم فی بنی هاشم ولم یقیده بزمان ولا بشخص للاشارة الی رد روایة ابی عصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی زمانه وللاشارة الی ردالروایة بان الهاشمی یجوز له ان یدفع زکٰوته الٰی هاشمی مثله لان ظاهر الروایة المنع مطلقاً[2] اھ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبداللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/۱۰/۵۶ھ

سید کی زکوٰۃ سیّد کو

سوال:- کیا سید مالدار اپنے غریب مسکین سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں اگر سید طالب علم سفر میں ہو تو کیا زکوٰۃ کے مال سے کچھ کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے یہی صحیح اور صواب ہے: ولا الٰی بنی هاشم ظاهر المذهب اطلاق المنع وقول العینی والهاشمی یجوز له دفع زکٰوته لمثله صوابه لا یجوز نهر اھ (درمختار[3] ج:۲، ص: ۱۰۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هدایة ص:۲۰۶، ج:۱، باب من لایجوز دفع الصدقات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص ۳۳۱ ج ۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۳۰۳ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البحر کوئٹه ص:۲۴۷، ج:۲، باب المصرف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۹ ج ۳ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۶ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ سے سیّد کا قرض ادا کرنا

سوال:- زید جونسباً سیّد ہے، اور عمر کا مقروض ہے، بکر صاحبِ نصاب ہے، وہ اگر زکوٰۃ کے روپیہ سے زید کا قرض ادا کردے اس طرح سے کہ زکوٰۃ کا روپیہ عمر کو دیدے اور زید کو اس کی خبر کردے تو کیا یہ جائز ہے؟ اور بکر کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قرض ادا ہو جائے گا، مگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

سیّد سے تملیکِ زکوٰۃ

سوال:- سید جب کہ غریب ہو اس سے مدرسہ کی تملیک کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سادات کرام کی خدمت پورے ادب واحترام کے ساتھ زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ دوسرے طرق سے کی جائے، صدقاتِ واجبہ ان کے لئے جائز نہیں، ان سے تملیک بھی نہ کرائی جائے [۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] درمختار کراچی ص: ۳۵۰، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۶ ج۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۷ ج۲ باب المصرف.

(صفحہ ہذا) [۱] ولا الى بنى هاشم ، درمختار كراچى ص:۳۵۰، ج:۲، باب الصرف، بدائع الصنائع زكريا ص۱۶۲ ج۲ فصل مصارف الزكاة، تاتارخانية كراچى ص۲۷۴ ج۲ الفصل الثامن بمسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

سادات وانگریزی طلبہ کوزکوٰۃ

سوال:- کیا اس زمانہ میں سادات کوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے، انگریزی تعلیم پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ابوعصمہؓ کی روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہیکہ کہ بیت المال سے حصہ (خمس الخمس) نہ ملنے کی وجہ سے بنو ہاشم کیلئے زکوٰۃ درست ہے۔ (کذا[1] فی الدرالمختار ج: ۱، ص: ۹۱) امام طحاویؒ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کذافی مراقی الفلاح[2] ص: ۲۹۳، لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ درست نہیں،[3] اگر مستحق کو تملیک کردی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اگرچہ وہ انگریزی پڑھتا ہو لیکن دیندار کو دینا افضل ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ۲ ولا يدفع الى بنى هاشم وهذا فى الواجبات كالزكوة والنذر والعشر والكفارة فاما التطوع فيجوز الصرف اليهم الخ عالم گيرى كوئٹه ص: ۱۸۹، ج: ۱، الباب السابع فى المصارف، طحطاوى على المراقى مصرى ص۵۹۳ باب المصرف، تاتارخانية كراچى ص۲۷۴ الفصل الثانى بمن توضع فيه من الزكاة.

(صفحہ ہذا) ۱ وروى أبوعصمة عن الامام أنه يجوز الدفع الى بنى هاشم فى زمانه لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل اليهم لاهمال الناس أمر الغنائم وايصالها الى مستحقيها. رد المحتار كراچى ص: ۳۵۰، ج:۲، مطبوعه زكريا ص: ۲۹۹، ج:۳، شامى نعمانية ص:۶۶، ج:۲، باب المصرف.

۲ واختار الطحاوى دفعها لبنى هاشم الخ مراقى الفلاح على الطحطاوى مطبوعه مصر ص:۵۹۳. باب المصرف.

۳ ولا يدفع الى هاشمى وهو ظاهر الرواية ، مجمع الانهر ص۳۳۰، ۳۳۱ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۷۲ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۴ وكره نقلها الا الى قرابة أو أصلح أو اورع أوانفع للمسلمين التصدق على العالم الفقير افضل الخ شامى نعمانية ص:۶۸، ج:۲، مطبوعه زكريا ص:۳۰۴، ج:۳، شامى كراچى ص:۳۵۴، ج:۲. باب الصرف، مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص۵۹۴ باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۰ ج۲ قبيل باب صدقة الفطر.

جس بچہ کی ماں سیّد ہو اس کو زکوٰۃ

سوال:- میرے ایک تایازاد بھائی تھے، ان کا انتقال ہوگیا وہ خود سیّد نہیں تھے، لیکن بیوی جو انہوں نے چھوڑی وہ سیّدہ ہے، انکے تین چار نابالغ بچے بھی ہیں، کیا شرعاً انکو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر نہیں تو کیا شرعی حیلہ سے دی جاسکتی ہے، ان لوگوں کی حالت بہت قابل رحم ہے، نہ بچوں کو ٹھیک سے روٹی مل سکتی ہے نہ کپڑا فی زمانہ یہ ممکن نہیں کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی کسی کی مالی امداد کی جاسکے امید ہیکہ اس امر پر خصوصی توجہ دے کر ان کیلئے کوئی راستہ سمجھائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان بچوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے نسب باپ سے چلتا ہے ان بچوں کا باپ سید نہیں تھا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ جمعیۃ علماءِ اسلام کو دینا

سوال:- زکوٰۃ کی رقم جمعیۃ علماءِ اسلام کے فنڈ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲) اگر وہ غرباء ومساکین پر بطور تملیک صرف کرے تو اسکو دینا درست ہے ورنہ نہیں، مالک اگر خود کسی غریب کو دیدے اور وہ مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد از خود جمعیۃ مذکورہ کو دیدے تو درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

---

[1] من كانت أمها علوية مثلاً وابوها عجمي يكون العجمي كفواً لها وان كان لها شرف ما لأن النسب للأباء ولهذا جاز دفع الزكاة إليها الخ. شامي زكريا ص: ۳۱۰، ج: ۴، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اولاد بالغین پر زکوٰۃ کا صرف

سوال:- یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے، جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے، اس لئے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں ویسے ہم خود زکوٰۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے، اس لئے زکوٰۃ کم ہی آتی ہے، آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوٰۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں، جو بظاہر صاحبِ نصاب نہیں ہے اور خوددار بھی ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ اتنا ہوگیا ہے وہ ادا کردو اور وہ مجبوری ظاہر کرے، اس پر اگر ہم اس سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوٰۃ کی مد سے ادا کردیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی نہ ہو، تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اسکے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسہ سے دے سکتے ہیں یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوٰۃ بیواؤں لاچاروں وتنگ دست کو دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے اس کو بھی انکار کردیں، تاہم نادار طالب علم کو زکوٰۃ کا پیسہ یا مد زکوٰۃ سے قاعدہ پارہ تملیکاً دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جب کہ وہ طالب علم سمجھ دار ہو، اور مالکانہ قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو، بالکل چھوٹا ناسمجھ نہ ہو[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی ص:۸۷ ج۳، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ مطبوعہ زکریا ص ۲۱۰ ج۴.

[2] وأنفع للمسلمين بتعليم قال فی المعراج التصدق على العالم الفقير أفضل أی من الجاهل الفقير طحطاوی مع المراقی ص۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، فتاوی الهنديه كوئٹه ص۱۸۷ ج۱ الباب السابع فی المصارف، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۳۰۴ ج۳ باب المصرف مطلب فی الحوائج الاصلية.

(صفحہ ہذا) [1] وفی التمليک اشارة الى أنه لا يصرف الى مجنون وصبیّ غير مراهق الا إذا قبض لهما من يجوز له قبضه إلى قوله ويصرف الى مراهق يعقل الاخذ، شامی زكريا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف فتاویٰ الهندية كوئٹه ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فی المصارف، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن فی مسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه طبع ادارة القرآن كراچی.

مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوٰۃ آئے اس کو بیواؤں اور مدرسہ سے غیر متعلق لاچاروں پر صَرف کرنے کا حق نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۷/۴/۹۲ھ

بچوں کو زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ زکوٰۃ کے مستحق بچوں کو دے کر اسے مالک بنادینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبضۂ مالکانہ کرنیکے اہل ہوں اور سمجھ دار ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۰ھ

فی الحال زکوۃ کی ضرورت نہ ہونیکے باوجود زکوۃ وصول کرنا

سوال:- زکوٰۃ کے پیسوں کی فی الحال ضرورت نہیں ہے، مگر مدرسہ کے ابقاء اور ارتقاء

---

[1] وقد أمره بالدفع الى فلان فلا يملك الدفع الى غيره. شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج:۲. کتاب الزکاۃ. مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، شامی زکریا ص۱۸۹ ج۳ المصدر السابق، الفتاوی الهندية ص۴۰۸ ج۴ کتاب الهبة الباب الثانی عشر فی الصدقة طبع کوئٹه تاتارخانية ص۲۸۵/۲۸۴ ج۲ الفصل التاسع المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز وكذا لو كان يعقل القبض بأن كان لايرمی ولا يخدع عنه. الهنديه ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه طبع ادارة القرآن کراچی شامی زکریا ص ۱۷۱ ج۳ اول کتاب الزکاة.

اوراستحکام کے پیش نظر بطور پیش بینی زکوٰۃ کی رقم سے لی جاتی ہے،تو کیا ایسا کرنا جائز ہے، مستحقین زکوٰۃ کی حق تلفی تو نہیں۔

اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصول کر کے حیلۂ تملیک کرے اور پھر حسب مصالح صرف کرتا رہے تو حیلۂ تملیک سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی ،اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ لینے سے انکار کردے تو وقت ضرورت زکوٰۃ ملنا دشوار ہے،ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ کے بقاء وارتقاء اوراستحکام کے لئے صورت مسئولہ اختیار کرنا درست ہے،تملیک سے زکوٰۃ فوراً ادا ہو جائے گی[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

تعمیر میں زکوٰۃ

سوال :- ایک پرائمری اسکول ہے جہاں اکثر یتیم وغریب بچے پڑھتے ہیں، سرکاری نصاب کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے حکومت کی طرف سے اس کی تعمیر کے لئے کوئی امداد نہیں ملتی،ایسے اسکول کی تعمیر کے لئے عشر وصدقات وغیرہ دینا اور خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقات واجبہ کو براہِ راست تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

---

[1] من عليه الزكاة أراد صرفها الى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز فان اراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولى ثم المتولى يصرف الى ذالک. الهندية كوئٹه ص۴۷۳ ج۲، الباب الثانى عشر كتاب الوقف، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج ۱ كتاب الزكوٰة، باب المصرف، طبع مكه مكرمه. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ وفطرہ تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا

سوال:- ایک موضع میں قریب بارہ برس سے ایک مسجد تیار ہے مگر اسکی چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار نہ ہوسکا، علاوہ اس کے اب مسجد ہی منہدم ہوچکی ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی مالی حالت نہایت نازک ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد اب تک اسی حالت میں ہے مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی ہمت پست ہوگئی ہے، اب رہا یہ کہ ان لوگوں کا مصمم ارادہ ہے کہ جو رقم مثلاً فطرہ وقربانی وزکوٰۃ وغیرہ کی رقم ہو اس کو وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں اور اس رقم سے مسجد کی مرمت، چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار کرانا چاہتے ہیں، اور مفصل کیفیت سے مطلع فرمائیں کہ یہ رقم مسجد میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں، اور عیدگاہ وغیرہ میں مرمت ہوسکتی ہے، یا نہیں، اور برادری کے مصرف کی چیزیں مثلاً فرش وسیع بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دیگر سامان بنوا سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رقوم مذکورہ کا تصدق واجب ہے، یعنی کسی غریب کو جو کہ سید نہ ہو مالک بنا دینا ضروری ہے، بغیر مالک بنائے مسجد یا عیدگاہ یا برادری کیلئے فرش وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے اگر کسی غریب کو بطور تملیک دیدی جائے اور وہ اپنے قبضہ کے بعد خود مواقع مذکورہ کے لئے دیدے تو پھر مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے: **وكذا من عليه الزكوٰة لو اراد صرفها إلى بناء المسجد او القنطرة لا يجوزفان اراد الحيلة فالحيلة ان يتصدق به المتولى، على**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ ويشترط أن يكون المصرف تمليكاً لا اباحة ولا يصرف الى بناء نحو مسجد. شامی نعمانية ص: ٦٢، ج:٢، باب المصرف، تبيين الحقائق ص ٣٠٠ ج ١ باب المصرف امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ٣٢٨ ج ١ باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت.

الفقراء ثم یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذالک کذا فی الذخیرة اھ (عالمگیری[1] ص: ۴۷۳، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/۱۲/۵۹ھ

زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا

سوال:- (۱) کسی مدرسہ میں مدرسہ کی طرف سے زکوٰۃ وصدقات کا مال وصول کرنیوالا در صورتیکہ محصل محتاج ہو اور مصرفِ زکوٰۃ ہو، اگر اپنی اجرت سے زائد کچھ روپیہ خرچ کر ڈالے پھر اس کو اپنی آمدنی سے بعد میں پورا کردے کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) زکوٰۃ کا مال مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا بغیر تملیک کے جس مدرسہ میں مطبخ ہو کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدرسہ کی طرف سے جو شخص محصل مقرر کیا گیا ہے وہ امین ہے، جتنا روپیہ زکوٰۃ وصدقات کا وصول کرتا ہے وہ امانت ہے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اور لازم ہوگا کہ اس کا ضمان معطی کو دے،[2] اور کہہ دے کہ آپ کا دیا ہوا روپیہ میں نے

---

[1] عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، الباب الثانی عشر. کتاب الوقف . مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

خرچ کرلیا، زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اس لئے یہ روپیہ بطور ضمان دے رہا ہوں، ہاں اگر معطی کی طرف سے صرف کرنے کی اجازت ہو تو بطورِ قرض اس کو صرف کرسکتا ہے، پھر قرض مدرسہ کو واپس کر کے مصارفِ زکوٰۃ پر صرف کردیا جائے۔[1]

(۲) تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا دینا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کی رقم تبلیغی جماعت کے افراد پر خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں، اور یہ کہنا کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف تبلیغی جماعت ہے، کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہیں تو ان پر صرف کرنا درست ہے، لیکن مصرف صحیح کو ان میں منحصر کرنا صحیح نہیں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] رجل دفع إلى رجل عشرة وقال تصدق بها على فلان الفقير فتصدق بعشرة من عند نفسه وأمسک تلک العشرة قال القاضی بدیع الدین یضمن بالاتفاق (هندیه کوئٹه ص۴۰۸ ج۴ کتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ولو خلط زكاة موكليه ضمن إلا إذا وجد الإذن أو اجاز المالكان .الدر المختار على الشامی ص: ۱۱، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فی زكوة ثمن المبيع وفاءً، مكتبه نعمانيه، محيط البرهانی ص۳/۲۲۶، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكوة، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانيه كراچی ص۲/۲۸۶، الفصل التاسع،

[2] ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا اباحة. الدر المختار على الشامی ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف. مكتبه نعمانيه، تبيين الحقائق ص۳۰۰ ج۱، باب المصرف، امداديه ملتان، مجمع الانهر ص۱/۳۲۸، باب المصرف. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

صاحب نصاب کا زکوٰۃ لینا اس نیت سے کہ اسکے عوض میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اور اب بھی کسی مجبوری کی وجہ سے مدرسہ کا کھانا کھائے یہ نیت کر کے کہ میں بعد میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا، اتنے سال جتنے کہ میں پڑھا ہوں یہ صورت جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مستحق باوجود نیت مسئولہ کے کھانا زکوٰۃ وغیرہ کا نہ کھائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال:- زید بزنس مین پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کا قرض دار ہوگیا اور ساری پونجی ختم ہوگئی اب بکر مدد زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا چاہتا ہے، اور زید کے گھر میں تقریباً دس ہزار کا زیور بھی ہے، کیا بکر مذکورہ رقم ایسی صورت میں زید کو دے سکتا ہے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) ۳ مصرف الزكاة والعشر هوفقير وهو من له أدنى شئ دون نصاب أوقدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة ومسكين من لا شئ له الخ. الدر المختار كراچى ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۲۹۶ ج ۱ باب المصرف، امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۲۴۰ ج ۲ باب المصرف.

(صفحہ ہذا) ۱ ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية. شامى كراچى ص: ۳۴۷، ج:۲، باب المصرف، بحر كوئٹه ص ۲۴۴ ج ۲ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف، امداديه ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً

زید کے گھر میں دس ہزار کا زیور ہے وہ اس کی بیوی کا ہوگا اور قرض خود زید کے ذمہ ہے، اسلئے زید مستحق زکوٰۃ ہے اور اگر خود وہ زیور زید کی ملک ہو، تب بھی وہ حاجت اصلیہ سے زائد نہیں ہے، قرض اس سے بہت زیادہ ہے، تب بھی وہ مستحق زکوٰۃ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

مقروض کب مستحق زکوٰۃ ہے

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے، لیکن وہ قرض دار ہے وہ کسی مدرسہ میں پڑھتا ہے اس کے لئے مدرسہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ مقروض ہے اور مقدارِ قرض کے علاوہ صاحب نصاب ہے، تو زکوٰۃ وغیرہ کا کھانا مدرسہ سے نہ لے، اگر مقدارِ قرض کے علاوہ صاحبِ نصاب نہیں تو اس کیلئے اجازت ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفي الظهيرية الدفع للمديون أولى منه للفقير. شامي نعمانية ص: ٦١، ج:٢، شامي كراچي ص:٣٤٣، ج:٢. باب المصرف، بحر كوئٹه ص ٢٤١ ج٢ باب المصرف، تبيين الحقائق ص٢٩٨ ج ١ باب المصرف، امداديه ملتان.

[2] ومديون لا يملك نصاباً فاضلا عن دينه. شامي نعمانية ص: ٦١، ج:٢، شامي كراچي ص: ٣٤٣، ج:٢. باب المصرف، بحر كوئٹه ص ٢٤١ ج٢ باب المصرف، تبيين الحقائق ص٢٩٨ ج ١ باب المصرف، طبع امداديه ملتان.

مقروض کو زکوٰۃ

سوال:- (۱) جو کسان قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں، مثلاً کوئی تین ہزار کوئی پانچ ہزار کا قرض دار ہے، اب ایسے کسانوں کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جائے اور فوراً اسی جگہ قبضہ کر کے سوسائٹی میں قرض کے عوض جمع کرادیں تو ایسا کرنے سے صاحب زکوٰۃ کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں جب کہ کاشتکار قبضہ کر کے اپنے ہی ہاتھ سے جمع کرائے گا۔

(۲) ایک قرض دار کو ایک دو تین نصاب کی مقدار مال دیا گیا مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت چھ سو روپے اور چھتیس سو روپے کے قرض دار کو چاندی کے چھ نصاب کی مقدار مال دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے؟

(۳) چند حضرات دوکان چلانے کیلئے یا زمین بڑھانے کیلئے یا مکانات بنانے کیلئے رقم صرف کرتے ہیں اور خود کو قرض دار سمجھتے ہیں، تو آیا ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدیون کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے، کہ وہ اس کے ذریعہ دین ادا کردے پھر بقدرِ نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، مصرفِ زکوۃ اس پر مالکانہ قبضہ کر کے اپنا دَین ادا کردے اور سبکدوش ہوجائے۔

(۲) یہ بھی درست ہے[۱]۔

---

[۱] فان كان مديونا فدفع اليه مقدار مالو قضى به دينه لا يبقى له شيء او يبقى دون المأئين لا بأس به. عالمگيری كوئٹه ص:۱۸۸، ج:۱، الباب السابع فی المصارف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه الخ دار الفكر، عناية على الفتح ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه، دار الفكر.

(۳) ان کے حوائجِ اصلیہ دَین وغیرہ سے فاضل اگر مقدارِ نصاب ان کی ملک میں نہیں تو وہ مستحق زکوٰۃ ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مالکِ اراضی کے لئے زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص جو نصابِ زکوٰۃ کا مالک نہیں مقروض ہے، لیکن اراضی اور مال نامی از قسم جانوراں رکھتا ہے، لیکن وہ جانور نصاب کے برابر نہیں البتہ ان کی قیمت نصابِ چاندی کے برابر ہے، اسی طرح اراضی زرعی کی پیداوار فصلی بھی اس کو مکتفی نہیں، لیکن اس اراضی کی اگر قیمت کی جائے تو نصابِ چاندی سے کئی گنا زیادہ ہے، کیا وہ شخص زکوٰۃ یا صدقۂ فطر یا چرم قربانی لے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ غریب بالکل تنگدست اور مفلس ہے، قرضہ کا بوجھ رکھتا ہے، دوسری صورت وہ شخص جو اراضی اور مال نامی کا مالک ہے، لیکن مقروض اور تنگدست ہے، سرکاری نوکری سے تین چار سو روپے یا اس سے کچھ زیادہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے، لیکن حالت نہایت تنگی کی ہے، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے روزی اس کی پوری نہیں ہوتی قرض دار رہتا ہے، نصاب سونا چاندی کی بھی کوئی چیز نہیں رکھتا، کیا وہ شرعاً زکوٰۃ یا صدقۂ فطر لے سکتا ہے، یا نہیں؟

خلاصہ یہ کہ مفلس غریب آدمی کے لئے اس کی اراضی ملکیت اور تنخواہ معین اس کو استحقاقِ زکوٰۃ میں مانع ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ صاحبِ تنخواہ بالکل غریب اور تنگدست مقروض ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں شخصوں کو صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی قیمت لینا درست ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینه. شامی کراچی ص ۲/۳۴۳، باب المصرف، بحر کوئٹه ص ۲/۲۴۱ باب المصرف، تبیین الحقائق ص ۲۹۸ ج ۱ باب المصرف، امدادیه ملتان. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کیا زمیندار مستحقِ زکوٰۃ ہے؟

سوال: -زید صاحبِ نصاب ہے، لیکن قرضدار نہیں ہے، اگر وہ مدرسہ میں پڑھنا چاہے اپنے خرچ سے تو اسکو زمین بیچنی پڑے گی اور جو مال ہے، اسمیں اسکا تکفل نہیں ہوگا اب زید کیلئے مدرسہ کا کھانا جائز ہوگا، یا وہ زمین بیچکر پڑھے گا اس کیلئے کونسی صورت جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین کی پیداوار پر اس کا گذارہ ہے اسکے علاوہ کوئی آمدنی نہیں اور سال بھر کے خرچ کے بعد پیداوار اور مقدارِ نصاب نہیں بچتی لیکن اور نصاب جداگانہ اس کے پاس باقی رہتا ہے، تو بھی زکوٰۃ کا کھانا مدرسہ سے لینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس کے پاس زمین ہو کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے

سوال: -ایک شخص کی بہت سی زمین ہے، مگر وہ آباد نہیں، تو اس شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ ان زمینوں سے اس کی حوائج پوری نہیں ہوتی، اور وہ مالِ نامی بھی نہیں، تو اس کو زکوٰۃ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولاتكفى لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وان كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوىٰ. شامی کراچی ص:۳۴۸، ج:۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز، دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

(صفحہ ہذا) [1] ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال. شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج:۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۷ ج۲ كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه، دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غنی کو زکوٰۃ کا استعمال کرنا

سوال:- زکوٰۃ میں اگر کوئی چیز کسی مسکین کو دی گئی تو عبارات فقہاء اور حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوتا ہے کہ غنی کیلئے استعمال جائز نہیں تو کیا ایسی صورت میں مسکین پر یہ لازم ہوگا کہ وہ غنی دوست کو یہ بتلادے کہ یہ زکوٰۃ میں ملی ہوئی چیز ہے آپ اسکو استعمال نہ کریں، اگر بتانا ضروری ہے تو کیا یہ زکوٰۃ دینے والے پر بھی ضروری ہوگا کہ وہ مسکین کو بتلادے کہ یہ مدزکوٰۃ سے ہے تاکہ وہ غنی کو عاریۃً دینے میں احتیاط کرے یا زکوٰۃ دہندہ نے مسکین کو نہیں بتلایا تھا مگر اس کے سامنے کوئی غنی اس چیز کو استعمال کرنے لگا تو کیا اس پر لازم ہوگا غنی کو بتلادے یا کہ سکوت کی اجازت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غنی کی زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے تو یہ شرط نہیں کہ فقیر ومسکین کو علم ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے: **ولا یشترط علم الفقیر انها زکوٰة علی الاصح اھ** (مراقی[2] الفلاح ص: ۵۸۹.)

لیکن جب مسکین کو معلوم ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے اور پھر کوئی غنی اسکو بطور اباحت استعمال کرنا چاہے تو مسکین کو چاہئے کہ بتلادے کہ یہ زکوٰۃ ہے[3] جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے

---

[1] له أرض يزرعها أوحانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولاتكفى لنفقته ونفقة عياله سنة يحل له أخذ الزكاة وان كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوىٰ . شامی کراچی ص:۳۴۸، ج:۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة إليه الخ طبع دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۵۸۹، (مطبوعه مصری) اول كتاب الزكاة، شامی كراچی ص۲۶۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۹۰ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ غنی مسکین کی ملکیت میں ہوتے ہوئے اسکو بطور اباحت کے استعمال کرے لیکن اگر وہ مسکین کسی غنی کو ہدیہ کردے اور وہ غنی اسکو قبول کر کے مالک ہو جائے، پھر اسکو اسکے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر غنی نے مسکین کو نہیں بتلایا اور اسکے سامنے اس مسکین کی چیز کو کوئی غنی استعمال کرنا چاہتا ہے تو انکو بتلا دینا چاہئے تاکہ وہ غلط استعمال سے بچ جائے، سکوت کرنے سے وہ غلط استعمال میں مبتلا ہوجائے گا اگرچہ عدم علم کی بنا پر گنہ گار نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۹ھ

جس کا گذر تنگی سے ہوتا ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال:- بکر کی آمدنی کم ہے تنگی سے گذر اوقات ہوتے ہیں اس صورت میں بکر زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لے سکتا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جسکی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے

سوال:- اسلم ایک دینی مدرسہ یا مسجد کا خادم ہے اس کی ضروریات اس کی تنخواہ سے پوری نہیں ہوتیں، اس صورت میں اسلم زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] وعن عائشةؓ قالت كان فى بريرةؓ ثلث سنن (إلى قولها ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم والبردمة تفور بلحم فقرب إليه خبز وادم من ادم البيت فقال الم أر برمة فيها لحم قالوا بلى ولكن ذالک لحم تصدق به على بريرةؓ وأنت لا تاكل الصدقة قال هو عليها صدقة ولنا هدية، مشكوٰة ص ۱۶۱ باب من لا محل له الصدقة، طبع ياسر نديم ديوبند.

[2] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ أى دون نصاب أوقدر نصاب. شامى كراچى ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۴ج۱ باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۴۰ ج۲ باب المصرف.

الجواب حامداًومصلیاً

لے سکتا ہے[1]۔ مگر معاوضہ خدمت میں نہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- خالد ایک مسجد کا خادم تھا اپنی سال بھر کی ضروریات جو تنخواہ سے پوری نہیں ہوسکتی تھیں، مالِ زکوٰۃ سے پوری کرتا تھا، اب ایک دینی مدرسہ میں اس کو خدمت کا موقع ملا، اب آمدنی کچھ بڑھ گئی معمولی تنگی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے، مگر صاحبِ نصاب نہیں بنا، اس صورت میں خالد حسبِ معمول زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسکی قیمت حاجتِ اصلیہ سے زائد اسکے پاس نہ ہو وہ مستحق زکوٰۃ ہے[3]۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آمدنی میں اضافہ فرمادیا ہے تو زکوٰۃ لینے سے بچنا بہتر ہے کہ اضافۂ آمدنی کا شکریہ ہے اس سے مزید ترقی کی توقع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مصرف الزكاة والعشر هوفقير وهو من له أدنٰى شئ أى دون نصاب اوقدر نصاب. شامى كراچى ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۴ج ۱ باب المصرف، مطبوعه بيروت، كوئٹه ص۲۴۰ باب المصرف.

[2] هى تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير الى قوله مع قطع المنفعة عن الملک من كل وجه، تنوير الابصار مع الدر المختار على الشامى زكريا ص۱۷۰-۱۷۳ ج۳ اول كتاب الزكاة، بحر كوئٹه ص ۲۰۱ ج۲ اول كتاب الزكاة، مجمع الانهر ص۲۸۴ ج ۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه بيروت.

[3] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ أى دون نصاب أوقدر نصاب. شامى كراچى ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، البحر ص۲۴۰ج۲ باب المصرف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ص۳۲۴ج ۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

جس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں کیا وہ مستحقِ زکوٰۃ ہے؟

سوال:- خالد جو مستحقِ زکوٰۃ تھا زکوٰۃ لیتا تھا اب اسکی آمدنی مسجد اور مدرسہ کی خدمت میں جو ہوتی ہے، کسی طرح پوری ہوسکتی ہے، اب اگر وہ مالِ زکوٰۃ لیکر اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا ہے، تو جولوگ اس کو دیتے ہیں وہ بلا مانگے دیتے ہیں، اب وہ لیکر دوسرے مستحقِ زکوٰۃ کو پہنچا سکتا ہے، یا نہیں؟ یعنی جولوگ پہلے سے دیتے آئے ہیں وہ دیتے ہیں، خالد لیکر اپنے استعمال میں نہیں لایا دوسرے جو مستحق ہیں انکو پہنچادیا، ایسا کرنا خالد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بغیر زکوٰۃ لئے اسکی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں تو اچھا ہیکہ زکوٰۃ دینے والوں سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری ضروریات اب پوری ہوجاتی ہیں، آپ کسی ضرورت مند کو دیدیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھاتا پیتا مالکِ مکان ہو اس کیلئے زکوٰۃ کا حکم

سوال:- ایک شخص صاحبِ نصاب تو نہیں لیکن آسودہ اور فارغ البال ضرور ہے، ذاتی مکان بھی ہے اور کھانے کپڑے وغیرہ کی کل ضروریات بآسانی پوری ہوتی ہیں، کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ وصدقات دینا درست ہے اگر ہے تو کیوں؟ جو شخص ایسے کو زکوٰۃ دے اس کی طرف سے ادا ہوگی یا نہیں؟

---

[1] يجوز أخذها لمن ملک أقل من النصاب كما يجوز دفعها نعم الاولى عدم الأخذ لمن له سداد من عيش كما صرح به فى البدائع، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف، مطبوعه كوئٹه، بدائع ص۱۵۹ ج۲ كتاب الزكاة، مصارف الزكاة مطبوعه زكريا ديوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

کسی ایسے شخص کوسوال کرنا تو حرام ہے[1] مگر مالکِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینا درست ہے، اورخوداس کے ذمہ زکوٰۃ فرض نہیں، آسودہ ہونے کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہے، اور صاحبِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کالینادرست ہے، اورخوداس پرزکوٰۃ فرض نہیں: وَالاولیٰ ان یفسر الفقیر من لہٗ مَادون النصاب کما فی النقایة اخذاً من قولهم یجوز دفع الزکٰوۃ الٰی من یملک مَادون النصاب اوقدر نصاب غیر تام وھُوَ مستغرق فی الحاجة اھـ (بحر[2] ج:۲،ص:۲۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اقرباءکوزکوٰۃ

سوال:-اگرکسی کاحقیقی بھائی اس قدرغریب ہوکہ جس قدرغریب ہونے پردینا جائز ہوتا ہےتو کیا بھائی کوبھی زکوٰۃ دیاجاسکتاہے، یانہیں، اوراگرجائزنہیں تواپنے کنبہ میں سے کس کس کودینا جائزہے برائے مہربانی تحریرفرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

بھائی کوزکوٰۃ دینا جائزہے جب کہ وہ مستحق ہواوراصول وفروع وزوجین کےعلاوہ سب رشتہ داروں کوزکوٰۃ دینا درست ہے، جب کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہوں: ولا الٰی من بینهما ولاد او

---

[1] وأما الغناء الذی یحرم به السؤال فهو ان یکون له سداد عیش بأن کان له قوت یومه، بدائع زکریا ص ۱۶۱ ج۲ کتاب الزکاة، شرائط ما یرجع إلی المؤدی الیه، کونه مسلماً، البحر الرائق ص ۲۵۰ ج۲ باب المصرف قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه المحیط ص ۲۱۹ ج۳ کتاب الزکاة الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاة مطبوعه ڈابهیل.

[2] البحرالرئق کوئٹه ص:۲۴۰، ج:۲، باب المصرف، عالمگیری ص ۱۸۹ ج۱ کتاب الزکاة الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۳ ج۳، باب المصرف.

زوجية تنوير قال الشامی[1] ص:۶۳ وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۹/۵۳ھ

زکوٰۃ کیلئے ذوی القربیٰ میں کون مقدم ہے؟

سوال:- زید زکوٰۃ کا مبلغ بجائے انفرادی شکل میں پانچ دس روپیہ تقسیم کرنے کے کسی ایک رشتہ کے مستحق لڑکے کو چن کر مستقل طور سے اس کی پڑائی کی ذمہ داریاں پوری کرنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں رشتہ داروں میں کس کا بیٹا یا بیٹی پہلے مستحق قرار پائے گی، از روئے شریعت بھائی کا بہن کا خالو کا یا ماموں کا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حاجت میں اور نوعیتِ تعلیم میں سب مساوی ہوں تو بھائی کا لڑکا مقدم ہے پھر بہن کا پھر خالہ اور ماموں کا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۱ھ

داماد کو زکوٰۃ

سوال:- زید اپنے داماد بکر کو انگریزی تعلیم دلوانا چاہتا ہے، اور ان کے اخراجات کو مد زکوٰۃ

---

[1] شامی نعمانية ص: ۶۳، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۴۶، ج:۲. باب المصرف، فتح القدير ص ۲۶۹، ۲۷۰ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة ومن لا يجوز، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق ص ۲۴۳ ج۲ باب المصرف، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] والأفضل اخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم اخواله وخالاته الخ. شامی كراچی ص: ۳۵۴، ج:۲، مطلب فی الحوائج الأصلية باب المصرف، زيلعی ص ۳۰۵ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری ص ۱۹۰ ج ۱ الفصل السابع فی المصارف، مطبوعه كوئٹه.

سے پورا کرنا چاہتا ہے، کہ مثلاً ہر ماہ ایک سو روپیہ دیدینا چاہتا ہے، تو آیا اس طرح زید اپنے داماد کے اخراجات کو مدزکوٰۃ سے دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داماد اگر غریب ہے یعنی صاحبِ نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت نقد کا مالک) نہیں ہے، نیز سید نہیں ہے، تو اسکو زکوٰۃ دینا درست ہے، اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ فطرہ دینا

سوال:- زید اپنے لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ لڑکا مفرور ہے چار بچے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی بیوی کو اگر زکوٰۃ فطرہ دے تو درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غریب بھائی کو زکوٰۃ

سوال:- کیا اپنے حقیقی غریب بھائی کو خوش حال بھائی زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

---

[1] ویجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تحت قوله وإلى من بينهما ولادٌ، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن، من توضع الزكاة مطبوعه كراچی.

[2] ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن : من توضع الزكاة مطبوعه كراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا درست ہے بلکہ وہ غیروں سے مقدم ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک شخص مالدار ہے، اور اس کا ایک بھائی حقیقی وہ غریب دونوں ایک ساتھ نہیں رہتے، جدا جدا رہتے ہیں، مالدار بھائی اپنے غریب بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں، ایک ساتھ دو چار ہزار روپیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا درست ہے بلکہ غیروں کے مقابلہ میں بھائی کو دینا افضل ہے، کتب فقہ، بحر[۲]، عالمگیری[۳]، شامی[۴] وغیرہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کسی مستحق زکوٰۃ کو اتنی مقدار زکوٰۃ دیدینا مکروہ ہے، جس سے وہ خود صاحب نصاب ہوجائے، مراقی الفلاح[۵] ودرمختار[۶] میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ والأفضل اخوته وأخواته الخ، شامی کراچی ص ۳۵۴، ج ۲، باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۵ ج ۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱ الفصل السابع فی المصارف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ البحرالرائق ص: ۲۴۳، ج: ۲، (مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الزکاة باب المصرف.

۳ عالمگیری ص: ۱۹۰، ج: ۱، (مطبوعه کوئٹه) باب المصارف کتاب الزکاة.

۴ وقید بالولادة لجوازه بقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولیٰ لانه صلة وصدقة الخ شامی زکریا ص: ۲۹۳، ج: ۲، کتاب الزکاة باب المصرف.

۵ مراقی الفلاح ص: ۱۱۷، (مطبوعه مصری) کتاب الزکاة باب المصرف.

۶ وکره اعطاء فقیر نصاباً الخ الدر المختار علیٰ الشامی زکریا ص: ۳۰۳، ج: ۳، کتاب الزکاة باب المصرف.

زکوٰۃ بھائی اوراس کی اولاد کو

سوال:- ہم دو بھائی چچا تایا کے ہیں اورایک دادی کی اولاد ہیں، ہمارے دونوں بھائیوں کے علیحدعلیحدہ بچے ہیں اور ہماری تیسری نسل ہے ہم میں ایک کی اولاد تنگدست ہے اورایک کی اولاد زکوٰۃ نکالتی ہے،تو وہ زکوٰۃ کے روپے جو کہ تنگدست ہیں انکو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کے مطابق آپ مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کے پیسے بھائی کواور بھائی کی اولادکودینادرست ہے جب کہ وہ مستحق ہوں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ

زکوٰۃ کی رقم ماموں،سالےاوران کی اولادکودینا

سوال:- زکوٰۃ اورقربانی کے چمڑے کی قیمت نانی، ماموں، سالے یاان تینوں کی اولادکو بھی دی جاسکتی ہے، اگران کا گذراوقات بمشکل ہوتا ہے، احکامِ شرعیہ مع دلائل سلیس اردومیں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

نانی کوتو جائزنہیں، ماموں اورسالے کو جائز ہے، ان دونوں کی اولادکوبھی جائز ہے، نانی کی

---

[1] قوله والأفضل صرفها للأقرب فالأقرب الخ. قال فی النهر، والأولیٰ صرفها الی اخوته الفقراء ثم اولادهم، ثم أعمامه الفقراء. طحطاوی علی المراقی ص: ۵۹۴، مطبوعه مصر. باب المصرف، شامی کراچی ص۳۵۴ج۲ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

اولاد میں سے والدہ کو جائز نہیں، خالہ ماموں اوران کی اولاد کو جائز ہے، وقوله واصله بالجر اى لايجوز الدفع الى ابيه وجده وان علا وفيه اشارة الى ان هٰذا الحكم لا يخص الزكوة بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كاحد الزوجين كالكفارات وصدقة الفطر والنذور وقيد باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء ولهٰذا قال فى الفتاوى الظهيرية ويبدأ فى الصدقات بالاقارب (بحر[1] ص:۲۴۳، ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ

سوال:- کسی شخص کی ایک لڑکی ہے جسکی شادی ہوگئی ہے، تو اب اس لڑکی پر اپنے ماں باپ کا نفقہ تو واجب ہے نہیں تو لڑکی اپنے باپ یا ماں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے، جبکہ اسکے ماں باپ محتاج ہوں اگر زکوٰۃ نہیں دے سکتی تو کیا اس لڑکی کے ذمہ انکی امداد واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے،[2] اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے،[3] صلہ

---

[1] البحرالرائق ص:۲۴۳، ج:۲، باب المصرف، شامی کراچی ص۳۵۴ج۲ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولايدفع المزكى زكوٰة ماله الى ابيه وجده وان علا. هدايه ص: ۲۰۶، ج: ۱، باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، النهر الفائق ص۴۶۲ج۱ باب المصرف مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، مطبوعه كوئٹه.

[3] قال ويجبر الولد الموسر على نفقة الابوين المعسرين مسلمين (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رحمی کے طور پر بھی امداد کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ادائے زکوٰۃ کے وکیل کا اپنی ماں کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ہندہ کے پاس بقدر نصاب زیور ہے، اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ میرے زیور کی زکوٰۃ تم ادا کرو اور جہاں چاہو دیدینا، ہندہ کے خاوند نے منظور کرلیا ہندہ کے خاوند نے بھی اپنی بیوی ہندہ کے زیور کی زکوٰۃ لے کر روپئے اپنی والدہ کو جو کہ زکوٰۃ کی مستحق ہے اس کو دیدئے، اب فرمادیں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۱/۴/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) كانا أو ذميين قدراً على الكسب أو لم يقدرا، عالمگیری ص۵۶۴ ج۱ باب النفقة، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه، خانية على الهندية ص۴۴۷ ج۱ باب النفقة فصل فی نفقة الوالدين وذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] وقيد بالصدقة الواجبة لان صدقة التطوع الاولٰى دفعها الى الاصول والفروع، كذا فی البدائع، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف مطبوعه کوئٹه شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، بدائع زکریا ص۱۶۲ ج۲ فصل وأما الذی يرجع إلى المؤدّی اليه، قبيل فصل وأما حولان الحول.

[2] كما يستفاد من هذه العبارة وللوكيل أن يدفع لولده وزوجته الخ الدرالمختار علٰى الشامی زکریا ص: ۱۸۹، ج:۳، اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۱۱ ج۲ اول كتاب الزكاة، مطبوعه کوئٹه هدايه ص۲۰۶ ج۱ باب من يجوز دفع الصدقات اليه الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه بيروت.

کیا نانا ماموں چچا مصرف زکوٰۃ ہیں؟

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اوراس کے نانا غریب ہیں، تو نانا کو یا ماموں، چچا کو زید زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نانا غریب ہونے کے باوجود مصرفِ زکوٰۃ نہیں[1]۔ ماموں، چچا اوران کی اولاد اگر غریب ہوں تو ان کو دے سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۹ھ

والد اور سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ

سوال:- ایک صاحب نصاب ہے وہ اپنے والدین سے علیحدہ رہتا ہے، والد اس کے ضعیف ہیں اور روزگار کچھ نہیں ہے، والد صاحب کے دوسری بیوی کے ۶/۷/ بچے ہیں جن میں صرف ایک بالغ ہے، وہ بھی جاہل اور بے روزگار ہے ذریعہ آمدنی کچھ نہیں، کیا ایسی صورت میں بیٹا والدین کو یعنی والد اور سوتیلی ماں کو جو کہ سادات سے نہیں، اگرچہ والد سید ہیں زکوٰۃ لے سکتا ہے، زکوٰۃ کے علاوہ جو پیسہ بمد خیرات اپنی کمائی میں سے نکالتا ہے وہ بھی دے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

[1] قوله وأصله وان علا وفرعه ان سفل بالجر أى لا يجوز الدفع الى ابيه وجده وان علا البحر ص: ۲۴۳، ج:۲، باب المصرف، هدايه ص۲۰۶ ج۱ باب من يجوز دفع الصدقات اليه الخ مطبوعه دارالكتاب ديوبند، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه بيروت.

[2] من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كا لاخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء البحر ص:۲۴۳، ج:۲، باب المصرف (مطبوعه مصر) شامي كراچي ص۳۵۴ ج۲ باب المصرف، زيلعي ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ کوزکوٰۃ دینا تو کسی حال میں درست نہیں[۱] سوتیلی ماں کوزکوٰۃ دینا جبکہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو، یعنی صاحب نصاب اور سید نہ ہو درست ہے[۲] خیرات غیر واجبہ دونوں کو دینا جائز ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف

زکوٰۃ لے کر باپ کو دینا

سوال:- نیز بالغ اولاد زید کو دے اور زید اپنی اولاد کے مصرف میں لائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بالغ اولاد مصرفِ زکوٰۃ ہے تو اسکو لیکر خود استعمال کرنا اور والد کو یا کسی دوسرے غیر مستحقِ زکوٰۃ کو دینا درست ہے، اور پھر ان کو لے کر خود استعمال کرنا اور اولاد وغیرہ کے صرف میں لانا بھی درست ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۸/۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف

---

[۱] لایجوز الدفع الی أبیه البحر ص: ۳۴۳، ج:۲، باب المصرف، هدایة ص۲۰۶ ج۱ باب من یجوز دفع الصدقات الیه مطبوعه دیوبند، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه بیروت.

[۲] ویجوز دفعها لزوجة أبیه، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تاتارخانیة ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن من توضع الزکاة مطبوعه کراچی.

[۳] وقید بالصدقة الواجبة لأن صدقة التطوع الأولی دفعها الی الأصول والفروع، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف، کوئٹه شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، بدائع زکریا ص۱۶۲ ج۲ فصل وأما الذی یرجع إلی المودی الیه. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

پھوپھی زاد بہن کو زکوٰۃ

سوال:- اگر زید نے اپنے پھوپھا اور پھوپھی کے انتقال ہوجانے کے بعد اپنی پھوپھی زاد بہن کو بطور پرورش اپنے مکان پر رکھ لیا ہو اور زید اپنی نابالغ بہن کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا چاہے تو بدیں صورت صحیح معنی میں ادائیگی ہوجائے یا نہیں؟

(۲) سوتیلی ماں کی طرف سے لڑکی کے حصہ کا روپیہ مل جانے کے بعد نابالغی یا بالغی ہر دو حالت میں لڑکی مذکور زکوٰۃ کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں۔ فقط السلام ۱۹/جنوری ۴۸ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ ہے یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اور اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اور اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ نہیں یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب ہے جو کہ حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے تو زکوٰۃ دینا درست نہیں[۱] اس مسئلہ میں بالغ و نابالغ سب کا ایک حکم ہے، نابالغ کا باپ اگر زندہ ہو اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو ایسے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم والبرمة تفور بلحم فقرب اليه خبز وادم من ادم البيت فقال اَلَمْ اَرَ برمة فيها لحم قالوا بلىٰ ولكن ذلك تصدق به علىٰ بريرة وانت لا تاكل الصدقة قال هو عليها صدقة ولنا هدية مشكوة شريف ص: ۱۶۱، باب من لا تحل له الصدقة، الفصل الاول. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، إذا تصدق على المحتاج بشئ ملكه، وصار له كسائر ما يملكه ويستكسبه، فله أن يهدى به غيره كماله أن يهدى بسائر امواله بلا فرق. طيبى شرح مشكاة، ص ۵۰ ج ۴ باب من لا تحل له الصدقة مطبوعه ادارة القرآن، كراچى.

(صفحہ ہذا) [۱] ولا الىٰ غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية من اى مال كان الخ الدرالمختار على الشامى نعمانيه ص: ۶۴، ج:۲، شامى كراچى ص: ۳۴۷، ج:۲. باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۲۹ ج ۱ باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

نابالغ کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع ۲/ ۶۷ھ

اگر وہ لڑکی نابالغ ویتیم ہے تو زکوٰۃ دینا اسکو جائز ہے لیکن اسپر اول مال پر قبضہ کرانا ضروری ہے محض اپنے گھر کھانا کھلانا کافی نہیں ہے اِلّا یہ کہ کھانا دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے۔

(۲) میں جو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہیکہ اسکے حصہ میں کچھ روپیہ موجود ہے، اگر وہ بقدرِ نصاب اور جلد وصول ہو سکنے کی امید ہے تو اسکو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/ربیع ۶۷ھ

عالم کی اولاد کے لئے زکوٰۃ

سوال:- زید ایک عالم ہے اس کی بالغ اولاد کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور اولاد خود اپنے خرچہ میں لائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اولاد مصرف زکوٰۃ ہے تو اس کو لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا الیٰ طفله ای الغنی فیصرف الی البالغ ولو ذکرا صحیحاً قهستانی فافاد ان المراد بالطفل غیر البالغ ذکراً کان او انثیٰ فی عیال ابیه اَوْ لاَ عَلی الاصح لما انه یعد غنیا بغناه نهر شامی نعمانیه ص: ٦٦، ج:۲، کراچی ص:۳۷۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۰۲ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولا یصح دفعها لکافر وطفل غنی قال الطحطاوی بخلاف ولده الکبیر. طحطاوی علی المراقی ص: ۵۹۳، مطبوعه مصر. باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ باب المصرف مطبوعه بیروت، زیلعی ص۳۰۲ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

امام اور عالم کو صدقاتِ واجبہ دینا

سوال:- ایک شخص امام مسجد مقرر ہوا ہے، درس دیتا ہے، بستی والے اس کو مقرر کر دیتے ہیں کہ تمام صدقات، خیرات مثلاً صدقۂ فطر شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ خود صاحب نصاب ہے زکوٰۃ اس پر فرض ہے، لے لے تو دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ کتاب ''سلطان الفقہ'' ص: ۱، ج: اول میں لکھا ہے: **اذا عینو لا مامهم شیئاً من اوقاف وَالصدقات وَالهدایا وغیرها لزمهم ادائها.** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر، چرم قربانی امام معین لے سکتا ہے، گذشتہ زمانوں میں علماء اور قاضیوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اور وہ بیت المال زکوٰۃ وغیرہ کے روپے اور اجناس کا فراہم شدہ مال ہوتا تھا، اس میں قاضی اور عالم جو خود بھی صاحب نصاب ہوتے تھے، لیتے تھے، جب وہ بیت المال کے جمع شدہ روپے سے وظائف لیتے تھے، تو اب بھی زکوٰۃ یا صدقاتِ واجبہ کا روپیہ کسی امام معین کو دیدیا جائے، تو منع کیوں ہے فتاویٰ جواہر ص ۲۴۶، جلد اول میں لکھا ہے: **من اشتغل بتعلم العلم علی المسلمین کفافه واذا کان العالم والمتعلم فی بلد لیس لهٗ من بیت المال وظیفة یجب عَلٰی اغنیاء تلک البلدة نفقته وکسوتهٗ** یعنی عالم اور متعلم کو کفاف دینا اہل قریہ پر واجب ہے، ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو امام معین صدقہ وغیرہ لے سکتا ہے اور اگر امام معین اراضی اور مال نامی رکھتا ہے لیکن اس اراضی کی پیداوار اور مال کی آمدنی اس کو کفایت نہیں کرتی عوام کو بھی اس کے مستحق ہونے کا علم نہیں، اور وہ خود اپنے اس حال قرض وغیرہ تنگیٔ معاش کو لوگوں سے چھپاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں شخصوں کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ، زکوٰۃ وغیرہ کا لینا درست نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اول شخص میں عدمِ جواز کی دو وجہ ہیں، ایک یہ کہ وہ غنی

اور صاحبِ نصاب ہے اور ہدایہ[1]، درمختار[2]، زیلعی[3]، مجمع الانہر[4]، عالمگیری[5]، قاضی خاں[6] وغیرہ جملہ کتبِ فقہ میں تصرح ہے کہ **لاتدفع الیٰ غنی اھ** . دوم وجہ یہ ہے کہ اسکو امامت وتدریس کے عوض اُجرت میں زکوٰۃ جارہی ہے اور زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ **بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه للّٰه تعالیٰ** ہو۔ دوسرے شخص میں اول وجہ موجود نہیں، البتہ دوسری وجہ موجود ہے، "**احصروا فی سبیل اللّٰه**" کے مصداق کو بھی اجرت میں دینا درست نہیں، سلطان الفقہ میرے پاس موجود نہیں اگر یہ کوئی معتبر کتاب ہے اور اس کے مسائل قابلِ اعتماد ہیں تب بھی عبارت مذکورہ استدلال کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں صرف الصدقات ہے، واجبہ کی قید نہیں، اور چونکہ دیگر کتبِ معتبرہ میں صدقاتِ واجبہ کے عدمِ جواز کی تصریح ہے، لہٰذا یہاں صدقاتِ غیر واجبہ مراد ہوں گے، بیت المال سے جو وظائف علماء اور قضاۃ کو ملتے تھے، وہ زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خراج اور جزیہ وغیرہ سے ملتے تھے: **وَالنوع الثالث الخراج والجزیة ومَا یوخذ من صدقات بنی تغلب ومَا یأخذ العاشر من اهل الذمة ومن اهل الحرب اذا مروا علیه فهٰذا النوع مصروف الیٰ نوائب المسلمین وَمنها اعطاء المقاتلة کفایتهم وکفایة عیالهم لانهم فرغوا انفسهم للجهاد ودفع شر المشرکین عن المسلمین فیعطون الکفایة من اموالهم ومن هٰذا النوع ایجاد الکراع والاسلحة وسد الثغور واصلاح القناطر وَالجسور وسد البثق وکریٰ الانهار العظام ومنه ارزاق القضاة والمفتین والمحتسبین**

[1] هدایة ص ۲۰۷، ج ۱، باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز. دارالکتاب دیوبند.

[2] درمختار شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج: ۲، باب المصرف،

[3] زیلعی ص: ۳۰۲، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان. باب المصرف،

[4] مجمع الانهر ص: ۳۲۹، ج: ۱، باب بیان احکام المصرف. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[5] الهندیة ص: ۱۸۹، ج: ۱، باب المصرف.

[6] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ص: ۲۶۲، ج: ۱، باب المصرف.

[7] زیلعی ص ۲۵۱ ج ۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ص ۱۷۳ ج ۳ اول کتاب الزکاة، مجمع الأنهر ص ۲۸۵ ج ۱ اول کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

والمعلمين وكل من فرغ نفسه لعمل من اعمال المسلمين عَلٰى وجه الحسبة فالكفاية فى هٰذا النوع من المال اهـ.(مبسوط[1] ص:۱۸،ج:۳) فتاویٰ جواہر کی عبارت میں تو صدقاتِ واجبہ دینے کا اشارہ تک بھی نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ذیقعدہ ۶۰ھ

صحیح :عبداللطیف ۱۱/ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ

امام کو زکوٰۃ دینا

سوال:-محلّہ کے بلاتنخواہ کے اماموں کو اہل محلّہ مل کر زکوٰۃ اور صدقہ فطر اس نیت سے دیں کہ نماز پڑھادیں کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ وصدقۂ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاوضہ امامت ہے اس سے نہ زکوٰۃ ادا ہوگی، نہ صدقۂ فطر[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کے لئے زکوٰۃ لینا

سوال:-اگر کوئی حج کو جارہا ہے اور اس کے پاس پیسہ کم پڑ جائے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مبسوط سرخسی ص:۱۸، ج:۲، الجزء الثالث. باب مايوضع فيه الخمس مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگیری ص۱۹۰ ج۱ فصل ما يوضع فى بيت المال الخ مطبوعه كوئٹه الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۲۹ ج۳ مطلب فى مصارف بيت المال.

[2] مع قطع المنفعة عن الملك من كل وجهٍ. شامى كراچى ص: ۲۵۸، ج:۲، مطلب فى احكام المعتوه كتاب الزكاة، زيلعى ص۲۵۱ ج۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جسکے پاس خرچ کم ہواسکو حج کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں لیکن اگر پیسہ پورا تھا اور چلا گیا مگر راستہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا کہ روپیہ ضائع ہوگیا اور مکان سے منگانیکی کوئی صورت نہیں، تو اس کو وہاں زکوٰۃ کا پیسہ بقدرِ ضرورت لے لینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۸۹ھ

زکوٰۃ فطرہ سے کفنِ میت

سوال:- بیت المال میں جو زکوٰۃ فطرہ کی رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے کسی غریب میت کے کفن دفن کے لئے خرچ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رقم فطرہ وزکوٰۃ براہِ راست میت کے کفن ودفن میں خرچ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں تملیک نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا

سوال:- مسمی رحمت اللہ کا انتقال ہوا جو بالکل مفلس تھا مسمّٰی احمد حسن نے کفن دیا اور نیت کی

---

[1] وفی سبیل اللّٰہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج شامی کراچی ص:۳۴۳، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنھر ص۳۲۶ج۱ باب المصرف مطبوعہ بیروت، تاتارخانیۃ ص۲۷۰ج۲ من توضع الزکاۃ فیہ، مطبوعہ کراچی.

[2] قولہ ولا الی کفن میت لعدم صحۃ التملیک منہ شامی کراچی ص:۳۴۴، ج: ۲، باب المصرف، مجمع الأنھر ص۳۲۸ج۱ باب المصرف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، زیلعی ص۳۰۰ج۱ باب المصرف مطبوعہ ملتان.

کہ زکوٰۃ دے رہا ہوں یہ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں، یہ پوچھنا ہے کہ زکوٰۃ کا وقت ابھی نہ تھا، یعنی رمضان میں زکوٰۃ واجب ہوتی، اور حسن نے نیت کی کہ آئندہ زکوٰۃ میں محسوب ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی نہ گذشتہ نہ آئندہ ادائے زکوٰۃ کے لئے مصرف کو مالک بنانا ضروری ہے اور میت میں مالک بننے کی اہلیت نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

لڑکی کی شادی کیلئے چندہ مانگنے والے کو زکوٰۃ دینا

سوال:- موجودہ رسم ورواج کے پیشِ نظر آج کل لڑکی کی شادی پر ہزاروں روپیہ خرچ ہو جاتے ہیں اب ایک شخص جو کہ صاحبِ نصاب نہیں ہے شادی کے لئے چندہ فراہم کر کے صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے یا قبل ہی سے صاحبِ نصاب ہے مگر اس کے باوجود اسبابِ شادی کی تکمیل کے لئے چندہ مانگ رہا ہے، تو کیا اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو چندہ مانگنا اور دوسروں کا اس کو اس حالت میں زکوٰۃ دینا درست نہیں: **لانَّهٗ ليس بمصرف للزكوٰة كما في كتب الفقه**[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا الى كفن ميت لعدم صحة التمليک منه. شامی کراچی ص: ۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، عالمگیری کوئٹہ ص۱۸۸ ج ۱ باب السابع فی المصارف، تاتارخانیة ص ۲۷۲ ج ۲ باب من توضع الزكاة مطبوعه كراچی.

[2] لا يدفع الى غنى بسبب ملک نصاب زيلعی ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری، البحر الرائق ص ۲۴۴ ج ۲ باب المصرف مطبوعه الماجديه كوئٹه.

دارالحرب اور حربی کو زکوٰۃ وصدقہ

سوال:- ہندوستان کیا ہے؟ نیز ہنود حربی ہیں یا کیا ہیں؟ اور بہر صورت ہنود کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق دیر سے اختلاف چلا آرہا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید دہلویؒ نے دارالحرب قرار دیا ہے، یہی رائے حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کی ہے اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں، اور یہاں کے جملہ کفار کو حربی فرماتے ہیں، (**کذا فی الفتاویٰ الرشیدیہ**[1] ج:۳) دارالحرب کے متعلق تین قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ''وہمیں قولِ ثالث را محققین ترجیح دادہ اند وبریں تقدیر معمولہ انگریز واشباہ ایشاں بلا شبہ دارالحرب است اھ (فتاویٰ عزیزیہ[2] ج:۱، ص:۱۶) ودرکافی می نوسید ''**انَّ المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیھا حکم امام المسلمین ویکون تحت قھرہ بدار الحرب بلاد یجری فیھا امر عظیمھا وتکون تحت قھرہ انتھیٰ**'' دریں شہر (دہلی) حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست وحکم رؤساء نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ومراد از اجزاء احکام کفر این است کہ در مقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفیصل خصومات وسزاء جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبحِ بقر تعرض نکنند نکردہ باشند۔

---

[1] فتاوی رشیدیہ ص: ۲۲، ج:۳،

[2] فتاوی عزیزی ص ۱۱۱ ج اسود گرفتن از انگریزاں، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ:- کافی میں لکھا ہے کہ دارالاسلام سے مراد وہ شہر ہیں جن میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور اس کے قبضہ وتسلط میں ہوں، اور دارالحرب سے مراد وہ شہر ہیں جن میں ان کے بڑے (سردارِ کفار) کا حکم جاری ہو اور وہ اس کے تسلط میں ہوں انتہیٰ اس شہر (دہلی) میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں اور رؤساءِ نصاریٰ کا حکم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن اصل الاصول ایں چیز ہا نزد ایشاں ہدر است زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر ودر نواح آں نمی تواند آمد برائے منفعت خود از وارد ین مسافرین وتجار مخالفت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد وازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاریٰ ممتد است آرے در چپ وراست مثل حیدر آباد، لکھنؤ ورام پور احکامِ خود جاری نکردہ اند بسبِ مصالحت واطاعت آں ملک اھ (فتاویٰ عزیزی ص:۱۷، ج:۱)[1]

بعض علماء نے دارالاسلام فرمایا ہے، جیسے مولانا عبدالحئی لکھنوی[2] اور نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ۔

یہاں کے ہنود کے حربی ماننے کی صورت میں (جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے ہے) صدقۃ الفطر دینے کی گنجائش نہیں اور انکا ذمی نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے، ذمی کے متعلق بھی امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہیکہ اسکو دینا درست نہیں درمختار نے حاوی قدسی سے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے قولِ طرفین کو ترجیح دی ہے: **ولا تدفع (الزکوٰۃ) الٰی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشروَالخراج الیہ ای الذمی ولو واجبًا. وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی**

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ ترجمہ) بے کھٹکے جاری ہے اور احکامِ کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملک داری اور رعایا کہ بندوبست کے مقدمات ٹیکس اور اموالِ تجارت سے عشر وصول کرنے، چور اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں، اگر چہ بعض احکامِ اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان، گائے ذبح کرنیسے تعرض نہ کرتے ہوں۔

لیکن اصل بات یہ ہیکہ یہ چیزیں انکے نزدیک ہدر ہیں، اسلئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کردیتے ہیں، اور کوئی مسلمان یا ذمی انسے امن طلب کئے بغیر اس شہر (دہلی) اور اسکے اطراف میں داخل نہیں ہوسکتا، اپنی منفعت کی خاطر آنے والوں سے، مسافروں سے، تاجروں سے تعرض نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم انکے حکم کے بغیر ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً حیدر آباد، لکھنؤ رام پور میں اپنے احکام اس ملک کے اطاعت ومصالحت کی بناء پر جاری نہیں کئے۔

(صفحہ ہذا) [1] فتاویٰ عزیزی ص ۳۱-۳۰ ج ۱ مسئلہ دارالحرب شدن دارالاسلام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] فتاویٰ مولانا عبد الحئ لکھنوی اردو ص ۴۷۹ مسائل شتیٰ مطبوعہ دیوبند.

وبقوله يُفتىٰ حاوى القدسى وامَّا الحربى فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقًا بحر عن الغاية وغيرها اهـ درمختار قوله وبقوله يفتى الذى فى حاشية الخير الرملى عن الحاوى وبقوله ناخذ قلت لكن كلام الهداية وغيرها يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون اهـ (شامی[1] ص: ۹۲، ج: ۲) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/رمضان ۶۶ھ

ابھی ہندوستان کے سابقہ حالات میں کوئی خصوصی تغیر نہیں ہوا ہے نہ ابھی مکمل آزادی حاصل ہوئی ہے اس لئے سابقہ ہی احکام ہیں، ہاں آئندہ آزادی ملنے پر دستورِ جدید کی رو سے ممکن ہے، کوئی تغیر پیدا ہو جائے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ ۱۵/رمضان ۶۶ھ

نادار لوگوں کی امداد کے لئے چندہ

سوال:- تقریباً پانچ سال قبل ایک آدمی کو کسی نے قتل کر دیا، مقتول کے پیچھے ایک بیوی اور ان کی والدہ اور پانچ لڑکے اور دو لڑکی ہیں، قوم کے مخلصین اور ہمدردان نے قاتل کے پاس سے مقتول کی اولاد کو معقول رقم دلوائی ان لوگوں نے اس رقم کو مقتول کی اولاد کے نام بحساب ذیل انویسٹ کئے اور مسجد یا مدرسہ ٹرسٹ کی تحویل میں دیدیا کہ یہ ٹرسٹ اس کی حفاظت کرتا رہے، اور مقتول کی اولاد کو ذیل کے حساب کے مطابق جب ۱۸/سال کی عمر ہو جاوے ان کا حصہ ان کو دیدیا جاوے، ان رقوم کو اس طرح مقتول کی اولاد کے نام جمع کیا ہے، فی لڑکا ۳۰۰۰/ہندوستانی روپئے اور فی لڑکی ۲۰۰۰/روپئے کل ۱۹۰۰۰/روپئے جمع کئے، مقتول کی بیوی اور والدہ کے نام کوئی چیز نہیں جمع کی گئی، مذکورہ مجموعہ رقم کی ماہانہ آمدنی ۲۰۰/روپئے ملتے ہیں، اور اسی پر پورے نو آدمیوں کا گزر

---

[1] شامی نعمانية ص: ۶۷، ج:۲، مطبوعه زكريا ص: ۳۰۱، ج:۳، (باب المصرف، مطلب فى حوائج الاصلية)

تھا کوئی جائیداد اور آمدنی کا کوئی اور ذریعہ بظاہر نہیں تھا، ابھی قریبی زمانہ میں ان بچون کی والدہ کا کسی حادثہ میں انتقال ہوگیا، اور بچے بلا والدین کے ہوگئے دادی کے ساتھ رہتے ہیں، سوائے جمع شدہ ۱۹۰۰۰/روپئے اور اس کی آمدنی کے علاوہ صرف رہنے کے چھوٹے سے مکان کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں ہے، سب سے بڑا لڑکا جس کی عمر ۱۷/سال کی ہے، کسی اسکول میں زیر تعلم ہے، اور ایک لڑکا جسکی عمر ۱۵/سال کی ہے دارالعلوم میں زیر تعلیم ہے اور ۱۲-۹-۷/سال کے لڑکے اور ۱۱-۵/سال کی لڑکی مکتب میں زیر تعلیم ہے، کمانے والا کوئی نہیں، دادی جس کی عمر ۷۰/سال کی ہے، اور ہاتھ سے بھی معذور ہیں، بچوں کے ساتھ رہتی ہیں، ان حالات میں یہاں کے اہل خیر حضرات کو ایک امنگ اور چاہت ہوئی کہ ان کیلئے چندہ کیا جاوے اور چندہ کر کے ان کو پہنچایا جائے، چندہ میں للہ زکوۃ، صدقہ واجبہ، سود وغیرہ سب رقوم ہوں گی، اب سوال یہ ہے

(۱) کہ ان حالات میں جب کہ فی لڑکے کے نام ۳۰۰۰/روپئے جمع ہیں اور فی لڑکی کے نام ۲۰۰۰/روپئے جمع ہین ان کے لئے نفس چندہ کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر شرعاً چندہ کرنیکی اجازت ہے، تو کیا انکو زکوۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر صدقہ وزکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور کسی نے دیدیا تو ادا ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر زکوۃ دینا ان کو جائز نہیں اور ان کی جو ماہانہ کی آمدنی مجموعہ رقم کی ۲۰۰/روپئے گھر کے ۸/افراد کے لئے ناکافی ہیں، تو امداد کی کیا صورت ہوگی جب کہ للہ رقم دینے والے بہت ہی کم حضرات ہوں؟

(۵) اگر چندہ کرنیکی اجازت نہیں ہو اور انفرادی طور پر انکی امداد کرنے والے نہ ہوں تو پھر انکی اس ناداری اور غربت کی حالت میں جبکہ شرعی بیت المال نہیں ہے، تو کیا ہوگا؟

(۶) مرحوم کی والدہ جو کمزور اور بوڑھی ۷۰/سالہ عمر ایک ہاتھ سے معذور ہے ان کو زکوۃ دینا یا ان کے لئے عمومی یا خصوصی چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر ان کے اخراجات کیلئے یہ رقم کافی نہیں بلکہ خرچ زیادہ ہے تو ان کے لئے چندہ کرنا شرعاً درست ہے۔

(۲) جبکہ اس رقم میں ضروریات پوری نہ ہوں تو زکوۃ وصدقات کا دینا بھی درست ہے[۱]، اگر یہ رقم ضرورت سے زائد ہے، تو مستحق زکوۃ نہیں اس صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

(۳) مستحق نہ ہونے کی صورت میں ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔

(۴) آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں تو وہ مستحق زکوۃ ہیں، مگر یہ جمع شدہ رقم سے ۲۰۰/ ماہوار کس حیثیت سے ملتے ہیں، یہ سود ہے، یا کیا صورت ہے، اگر جمع شدہ رقم تجارت میں لگادی گئی اور یہ اسکا نفع ہے تو وہ مستحق زکوۃ نہیں، جس جذبہ خیر خواہی و ہمدردی سے ان کے لئے چندہ کیا گیا ہے، اس کے تحت ان کی امداد اللہ کی جائے،

(۵) چندہ کی بھی اجازت ہے، مگر مستحق نہ ہونے کی صورت میں زکوۃ وغیرہ واجب التملیک رقم نہ دی جائے۔

(۶) وہ حاجتمند اور مستحق زکوۃ ہیں ان کیلئے حسب ضرورت چندہ کرنا بھی درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۱۴۰۲ھ

---

[۱] المسکین وھو من لا شئی لہ فیحتاج الی المسئلۃ لقوتہ او ما یواری بدنہ ویحل لہٗ ذٰلک. عالمگیری، ج:۱، ص:۱۸۷-۱۸۸/ باب السابع فی المصارف، شامی زکریا ص۲۸۴ج۳ باب المصرف طحطاوی ص۵۹۲ باب المصرف مطبوعہ مصری.

[۲] لا یجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصاباً عالمگیری ص:۱۸۹، ج:۱، الباب السابع فی المصارف، زیلعی ص۳۰۲ج۱ باب المصرف مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر ص۲۴۴ج۲ باب المصرف الماجدیہ کوئٹہ.

علمائے ربانی کی تکفیر کرنے والے کو زکوٰۃ دینا

سوال:- زمانہ کے مسلمانوں کا ایک گروپ علمائے ربانی وحقانی کو کافر ومرتد قرار دیتا ہے اور اس مہینہ رمضان میں خصوصی طور سے زکوٰۃ عطیات فطرہ کی رقم کی وصولی کے لئے بھی تشریف لائے ہیں تو ایسے حضرات کو جو علمائے حق کو کافر ومرتد کہتے پھرتے ہیں زکوٰۃ عطیات فطر کی رقم دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بخاری شریف[1] کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کلمہ (کفر) اس کہنے والے ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، اسلئے جب تک غیر مشتبہ دلائل سے کسی کا کفر ثابت نہ ہو جائے تو اس کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے جس کی وجہ سے اس کہنے والے کا ایمان متذبذب ہو جاتا ہے جن لوگوں نے علمائے حق کو کافر کہنا اپنا شعار اور مشغلۂ زندگی بنا رکھا ہے ان کو اپنی زکوٰۃ دینا زکوٰۃ کو خطرے میں ڈالنا ہے[2]۔ وہ اس زکوٰۃ سے وہی کام انجام دیں گے، جو ان کا مشغلہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابی ذر انه سمع النبی ﷺ یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک. بخاری شریف ص: ۸۹۳، ج:۲، (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب الادب، باب ما ینهٰی عن السباب واللعن. رقم الحدیث: ۵۸۱۰.

ترجمہ:- حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو فسق کی تہمت نہیں لگاتا ہے اور نہ وہ اسکو کفر کی تہمت لگاتا ہے، مگر یہ کہ وہ تہمت اسی (لگانے والے) پر لوٹ آتی ہے، اگر وہ شخص (جس کو تہمت لگائی ہے) ویسا نہ ہو۔

[2] ولا یجوز صرفها لاهل البدع الخ الدر المختار علٰی الشامی زکریا ص:۳۰۴، ج:۳، کتاب الزکاة. باب المصرف.

زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا

سوال:- زکوٰۃ کا مال یا غلہ وغیرہ میں سے ۴۰/واں صدقۃ الفطر اگر کسی ہندو کو دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ دینا ہندو کو ناجائز ہے، صدقۃ الفطر جائز ہے بشرطیکہ ہندو ذمی ہو۔ **لایجوز دفع الزکووۃ الی ذمی وصح دفع غیر الزکوۃ من الصدقات الی الذمی کصدقۃ الفطر زیلعی**[1] ص: ۳۰۰، ج: ۱. اگر احتیاط یہ ہے کہ صدقہ فطر بھی مسلم ہی کو دیا جائے گا کہ اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے وہ ناجائز فرماتے ہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

شیعہ کو زکوٰۃ وفطرہ دینا

سوال:- روافض جو صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والے اور عقائد خلاف شریعت ثابت ہوتے ہوں ان کو زکوٰۃ اور فطرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دیدیا تو اس کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

---

[1] زیلعی ص: ۳۰۰، ج: ۱، باب المصرف مکتبہ امدادیہ پاکستان، شامی کراچی ص ۳۵۱ ج ۲ باب المصرف، ہندیہ ص ۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعہ کوئٹہ بحر ص ۲۴۲ ج ۲، باب المصرف مطبوعہ کوئٹہ.

[2] قولہ خلافاً للثانی حیث قال إن دفع سائر الصدقات الواجبۃ الیہ لا یجوز اعتباراً بالزکاۃ، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج ۳ باب المصرف، البحر الرائق ص ۲۴۲ ج ۲ باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف مطبوعہ ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے عقائد نصوص قطعیہ کے خلاف ہوں اس کو زکوٰۃ وفطرہ دینا درست نہیں اگر دیدیا تو دوبارہ دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

شریک کو زکوٰۃ دینا

سوال:- (۱) زید اور بکر ماموں بھانجے ہیں ایک ہی مکان میں جو بکر کی ملک ہے دونوں رہتے ہیں بکر نادار اور غریب ہے کیا اسی مکان کی مرمت میں جب کہ مرمت سے دونوں کا فائدہ ہے، زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے اور بکر اس رقم کو مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا کھانا مشترک تیار ہوتا ہے کیا زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم سے خورد ونوش کا سامان منگوا سکتا ہے اور دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بھانجا اگر ماموں کو زکوٰۃ دے تو شرعاً درست ہے[2] بشرطیکہ کسی دباؤ سے نہ ہو، پھر ماموں کو اختیار ہے کہ مکان کی تعمیر وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے۔

(۲) اگر زکوٰۃ کا پیسہ بکر کو دیدیا پھر اس نے سامان خریدا اور زید کے ساتھ مشترکہ طور پر وہ کھانا پکایا گیا تو شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا يجوز صرفها لاهل البدع كالكرامية لانهم مشبهة فى ذات الله وكذا المشبهة فى الصفات فى المختار الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۳۰۵، ج:۳، كتب الزكاة باب المصرف، سكب الأنهر ص ۳۳۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وقيد بالولادة لجوازه بقية الاقارب كالاخوة والاعمام ولاخوال الفقراء الخ. شامى زكريا ص:۲۹۳، ج:۳، كتاب الزكاة، باب المصرف، البحر الرائق ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف مطبوعه كوئٹه، زيلعي ص ۳۰۵ باب المصرف مطبوعه ملتان.

مستقبل کی ضرورت کیلئے پس انداز کرنے والی بیوہ کیلئے زکوٰۃ کا حکم

سوال:- مسماۃ زاہدہ خاتون کے شوہر کا عرصہ چار سال قبل انتقال ہوا، مرحوم نے کوئی جائیداد از قسم مکان اور نقدی زیور کچھ نہیں چھوڑا البتہ تین بچے دو بچیاں ان کی یادگار ہیں جو ابھی نابالغ ہیں بیوہ اور بچوں کا خرچ مرحوم کے بڑے بھائی دوسو روپیہ ماہوار مرحوم کے بعد سے اب تک دے رہے ہیں، اس خرچے سے تھوڑا تھوڑا کفایت کر کے اب تک اس غرض سے بچا رہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں ہیں، رہنے کا کوئی مکان نہیں، یا ان کی تعلیم بیاہ شادی وغیرہ کرنا ہے، لہٰذا اب تک دو ہزار روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ پس انداز کر چکی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیوہ کو اس حالت میں زکوٰۃ لینا چاہئے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اب بیوہ کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں، بیوہ پر خود زکوٰۃ واجب ہوگئی[1] اگر نابالغ بچوں اور بچیوں کو وہ روپیہ دے کر اپنی ملک ختم کر دے، اور خود بطور محافظ وامین اپنے قبضہ میں رکھے تو بیوہ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی اور وہ مستحقِ زکوٰۃ رہے گی اور بالغ ہونے سے پہلے ان بچوں بچیوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۹۰ھ

---

[1] ولا الیٰ غنی یملک قدرنصاب. شامی نعمانیة ص:۶۴، ج: ۲، باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه ملتان، بحر ص ۲۴۴ ج ۲ باب المصرف، الماجدیه کوئٹه.

[2] ومن جملة الموانع الصبی والجنون حتی لا تجب الزکاة فی مال الصبی الخ، تاتارخانیة ص ۲۹۲ ج ۲ ما یمنع وجوب الزکاة مطبوعه کراچی، المحیط ص ۲۳۳ ج ۳ الفصل العاشر، مطبوعه ڈابھیل، شامی زکریا ص ۱۷۳ ج ۳ اول کتاب الزکاة.

نابالغ کو زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کا پیسہ اگر نابالغ یتیم بچہ کو دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ یتیم قبضہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[1]۔ بشرطیکہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو یعنی وہ غنی، ہاشمی وغیرہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کو زکوٰۃ دینے کی صورتیں

سوال:- ایک شخص مسمی عیدو قوم جولاہا فوت ہو گیا، اور ایک بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ گیا، عیدو کے تین چچازاد بھائی ہیں مگر حقیقی کوئی نہیں ہے، عیدو مذکور کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے گھر کا تمام اثاثہ جو صرف زیور ہی تھا، برباد کر دیا لڑکی کا متوفی کے چچازاد بھائیوں نے نکاح کر دیا یعنی اس کی شادی کر دی اور بیوہ نے ایک دوسری جگہ خاوند کر لیا، متوفی کا لڑکا تا حال اپنی ماں کے پاس رہتا ہے، متوفی کے پاس سوائے زیور کے اور تو کوئی جائداد نہ تھی، زیور عورت نے برباد کر دیا، اب متوفی کا لڑکا بالکل حالت ناداری میں ہے، لیکن اپنی ماں اور سوتیلے باپ کے ہاں رہتا ہے، مگر اس غریب کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے جو ایسی حالت میں عموماً ہوا کرتا ہے یعنی بدسلوکی۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ یتیم مذکور کے ہر سہ چچا کم وبیش زکوٰۃ دینے والے ہیں وہ چاہتے ہیں

---

[1] دفع الزكاة الى صبيان أقاربه ، جاز قوله الى صبيان أقاربه أى العقلاء والا لا يصح. شامى كراچى ص:۳۵۶، ج:۲، باب المصرف، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۲ كتاب الزكوة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۷۰ ج۲ مطبوعه دار الفكر بيروت.

کہ ہم زکوٰۃ کے روپے اس یتیم کو کیوں نہ دیدیں، جب کہ قرآن کریم کا حکم ہے یہ کہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل یعنی پہلا حق رشتہ داروں کا ہے، آپ تحریر فرمادیں کہ زکوٰۃ کا روپیہ اسکو دے سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ قریبی بھی ہے، اور یتیم بھی۔

(۲) اس کو (یتیم کو) روپیہ دینے کی صورت کیا ہوسکتی ہے، اگر اب اس کو دیا جاوے تو وہ نابالغ ہے، اگر اس کی ماں کو دیا جاوے تو وہ ہی سلوک کرتی ہے جو اپنے خاوند کے زیور پر کیا تھا، اگر سوتیلے باپ کو بطور امانت دیا جائے تو کسی کا آج کل کیا اعتبار ہے، اب اگر اس کو دیا جائے تو کس طرح کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اس یتیم کے حصہ کا روپیہ علیحدہ ایک جگہ جمع کر کے ایک شخص اپنے پاس جمع بطور امانت جمع کرلے یعنی دینے والا خود اپنے پاس ہی علیحدہ بطور امانت رکھ لیوے جس کو خرچ خود بالکل نہ کرے کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) یا اس کے حصہ کو روپے کو سیونگ بنک، ڈاک خانہ میں اس کے ہی نام سے جمع کرادیا جائے لہٰذا اس کا وہ شخص جس نے زکوٰۃ دی ہے سرپرست مقرر کردیا جائے، جب بالغ ہوجائے گا اپنے روپیہ کا حقدار ہوجائے گا، وصول کرلیوے کیا یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر یتیم کے واسطے زرزکوٰۃ ۳/ یا ۲/ کسی طرح جمع کیا جائے تو کیا زکوٰۃ دینے والے کے زکوٰۃ دینے میں تو کسی قسم کا شبہ نہ رہے گا اگرچہ زکوٰۃ دینے والے کے پاس ہی امانت ہوگی مگر وہ اس کا حقدار نہ ہوگا کیا یہ صورت جائز ہوگی۔

(۵) اگر وہی ۱/ کا یتیم لڑکا اپنے ایک چچا کے پاس بود وباش رہنے لگ جاوے اور وہ ہی زکوٰۃ دیتا ہو اب وہ بالکل اپنے پاس جمع کرسکتا ہے یا نہیں جو بصورت بالغ ہونے کے اس کو ادا کردی جائے۔

(۶) اگر یتیم بچہ اب ایک چچا کے پاس رہتا ہے، اور زکوٰۃ دینے والے کے پاس نہیں ہے کیا زکوٰۃ دینے والا اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو ایک ہزار دوسو بصورت بالغی اس کو ادا کردے۔

(۷) ایک شخص کے پاس صرف ۱۲/ بیگھ جائداد ہے اور وہ ۱۲۰۰ روپئے کا مقروض بھی ہے،

اور نہایت خستہ حال اور غریب ہے کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور قوم سے راجپوت ہے، دست سوال دراز نہیں کرسکتا ہے، جواب باصواب سے جلد از جلد مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں زکوٰۃ اس لڑکے کو دینا درست ہے بلکہ اگر اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار مستحق زکوٰۃ موجود نہ ہوں تو اس لڑکے کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔

والافضل فی الزکٰوۃ والفطر والنذور الصرف اولا الٰی الا خوۃ والاخوات ثم الٰی اولادھم ثم الٰی الاعمام والعمات ثم الٰی اولادھم ثم الٰی الاخوال والخلات ثم الٰی اولادھم الخ عالمگیری[1]، ص:۱۸۷، ج:۱،

(۲) اگر وہ لڑکا سمجھ دار ہے روپے پر قبضہ کرسکتا ہے، تو خود اس کو دینا جائز ہے[2] پھر اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بطور امانت لے کر رکھ سکتا ہے، اور اگر وہ ناسمجھ ہے کہ روپیہ کو کہیں پھینک دے گا یا کسی اور طرح ضائع کردے گا، تو پھر اس کو دینا درست نہیں، بلکہ وہ جس کی پرورش میں ہے اس کو لڑکے کے لئے دیدیا جائے۔ اگر وہ قابل اعتماد نہ ہو تو پھر کوئی سا چچا اس روپیہ پر لڑکے کے پرورش کرنے والے کا قبضہ کرا کے بطور امانت رکھ سکتا ہے[3]

(۳) لڑکے کو خرچ کی ضرورت اس وقت ہے جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے بینک میں جمع

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص:۱۹، ج:۱، الباب الشابع فی المصارف، شامی کراچی ص۳۵۴ ج۲ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] ولو قبض الصغیر وھو مراھق جازو کدا لو کان یعقل القبض بان کان لایرمی ولایخدع عنہ الھندیۃ ص:۱۹۰، ج:۱، الباب اسابع فی المصرف، البحر الرائق ص۲۰۱ ج۲ کتاب الزکوۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] اذا دفع الزکاۃ الی الفقیر لا یتم الدفع مالم یقبضھا أویقبضھا للفقیر من لہ ولایۃ علیہ نحو الأب والوصی. الھندیۃ ص: ۱۹۰، ج:۱، الباب السابع فی المصرف، تاتارخانیۃ ص۲۷۴ ج۲ کتاب الزکوۃ الفصل الثامن من توضع فیہ الزکوۃ، مطبوعہ کراچی، المحیط ص۲۱۴ ج۳ الفصل الثامن الخ مطبوعہ ڈابھیل.

کرنے سے وہ وقتی ضرورت کیسے پوری ہوگی، لیکن اگر زائد ہو، تو بعض علماء کے نزدیک لڑکا سمجھ دار ہو اور پرورش کرنے والا اگر ناسمجھ ہو، قبضہ کرا کے بنک میں جمع کرنا درست ہے۔

(۴) اگر ولی نے لڑکے کی طرف سے زکوٰۃ کا روپیہ اپنے قبضہ میں رکھا ہے تو اس میں کوئی نقصان نہیں لیکن جو روپیہ خود ولی نے زکوٰۃ کا نکالا ہے وہ جب تک بطور تملیک لڑکے کی ضرورت میں صرف نہ کردے گا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(۵) اگر وہ لڑکا سمجھ دار ہے تو اس کو فی الحال ہی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگر ناسمجھ ہے تو چچا اس کی ضروریات میں صرف کرسکتا ہے بطور تملیک بلوغ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

(۶) جس چچا کے پاس لڑکا رہتا ہے اسکو دینا بھی درست ہے، اور خود بھی لڑکے کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے، اور کچھ روپیہ بچ گیا تو اسکو بطور امانت رکھنا بھی درست ہے۔

(۷) اگر آمدنی جائداد کی اتنی نہیں ہے کہ قرض ادا کر کے ایک نصاب کے موافق بچ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶/رمضان ۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۱۱/رمضان ۵۳ھ

صدقۂ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال: - مال زکوٰۃ اصل میں تو غریبوں اور حاجت مندوں کی اعانت کرنے کیلئے شریعت نے

---

[1] (تملیک) فلو اطعم یتیماً ناویاً الزکوۃ لایجزیه إلا إذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه بشرط أن یعقل القبض إلا إذا حکم علیه بنفقتهم، شامی زکریا ص ۱۷۱ ج۳ کتاب الزکاۃ، طحطاوی ص۵۸۷ کتاب الزکاۃ، مطبوعه مصری البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۲ کتاب الزکاۃ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینه، الدفع للمدیون أولی منه للفقیر الدر المختار زکریا ص: ۲۸۹، ج:۳ باب المصرف النهر الفائق ص: ۴۶۰، ج: ۱ باب المصرف مطبوعه بیروت، مراقی مع الطحطاوی ص ۵۹۲ باب المصرف مطبوعه مصری.

مالداروں کو مالک نصاب کو مجبور کیا ہے کہ بحساب شریعت زکوٰۃ دے کر ان کی حاجت روائی کریں اب صدقۂ جاریہ میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں، کیوں کہ اس میں اکثر غریبوں کے لڑکے پڑھتے ہیں اور راستہ اور سراول میں مسافر وغیرہ کے اندر صرف ہوتے ہیں جیسے مکتب اور اسکول تیار کرتے ہی خرچ کرنا یا مکتب اور اسکول میں خرچ کرنا راستہ بنانا پانی کے لئے کنواں کھدوانا وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لئے مستحق کو مالک بنادینا ضروری ہے بغیر مالک محض اباحت سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کنواں، راستہ، اسکول مکتب میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں لہٰذا تعمیر کے لئے ان مواقع میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی ہے البتہ اگر غریب مستحق طلباء کو مالک بنادیا جائے خواہ روپیہ دیکر خواہ کتاب خواہ کپڑوں وغیرہ دیکر تو ادا ہو جائیگی، اگر غریب مستحق کو بطور ملک زکوٰۃ دیدی جائے اور پھر وہ اپنی طرف سے مواقع مذکورہ میں صرف کردے تو درست ہے براہ راست کی گئی تنخواہ اور معاوضہ میں دینا صحیح نہیں: زکوٰۃ ھی تملیک مال محضوص لشخص مخصوص الخ مراقی الفلاح ص: ۴۱۴[1]

ولایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل ما لا تملیک فیہ الخ. فتاویٰ عالمگیری[2] ص: ۱۸۸، ج: ۱، فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۷/۵۹ھ

---

[1] مراقی الفلاح ص: ۵۸۷، کتاب الزکاۃ. مطبوعہ مصر، عالمگیری ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول الخ، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۷۲-۱۷۱ ج ۳ کتاب الزکاۃ.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۸۸، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۳ باب المصرف، مطبوعہ مصری، بحر ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

رفاہِ عام کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا

سوال:- زکوٰۃ کی رقم رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کی جاسکتی ہے یانہیں؟ جیسے کنواں بنادینا، کاروان سرائے طلباء کے رہنے کے لئے کمرہ وغیرہ۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کی رقم مواقعِ مذکورہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دیدی جائے اور پھر وہ مواقعِ مذکورہ میں اپنی خوشی سے بعد قبضہ کے دیدے تو صرف کرنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد صحیح: عبداللطیف ۱۶/۶/۶۰ھ

قبرستان کے مقدمہ میں زکوٰۃ لگانا

سوال:- حضرت مفتی صاحب! ضروری گذارش یہ ہے کہ قبرستان پر غیر مسلموں نے قبضہ کر لیا ہے جس پر مقدمہ چل رہا ہے چندہ ہورہا ہے، مگر بعض حضرات زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں، تو مقدمہ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

قبرستان کے مقدمہ میں خرچ کرنے کیلئے بھی زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں، کسی مستحق کو دیدی

---

[1] وکذٰلک من علیه الزکواة لو اراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذٰلک الخ عالمگیری کوئٹه ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف. الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱، ۲۹۳ ج۳ باب المصرف البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف.

جائے وہ مالکانہ قبضہ کے بعد اگر دیدے تو یہاں بھی خرچ کرنا درست ہوگا[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۵/۹/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۵/۹/۴ھ

مقدمہ قاتل میں زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک مسلمان نے کسی کو عمداً قتل کردیا اور اسکو پھانسی کا حکم ہوگیا اسکے بھائی چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ سے اسکی اپیل کریں اور پھانسی سے بچالیں تو قاتل کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے اور وہ اس روپیہ پر قبضہ کرکے اپنے مقدمہ میں خرچ کرے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اگر زکوٰۃ کا روپیہ اس کو نہ دیا جائے بلکہ برادری جمع کرکے اس کے مقدمہ میں خرچ کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔ قاتل جو ناحق قتل کرے وہ سخت گنہ گار ہے جیسا اور کبیرہ گناہ کرنے والے زانی وغیرہ کا حال ہے، ویسا ہی اس کا حال ہے دیندار کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو اعلیٰ درجہ ہے گا اگرچہ گنہ گار کو دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور گناہ میں خرچ کرنے والے کی اعانت گناہ ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[۱] وکذٰلک من علیه الزکواة لو اراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذٰلک الخ عالمگیری کوئٹه ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف. الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ تبیین الحقائق ص۳۰۰، ۳۰۱ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص۲۷۲ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکوة.

[۲] تملیکاً لا اباحة کما مر فلا یکفی فیه الاطعام الا بطریق التملیک ولو اطعمه عنده ناویا الزکوة لاتکفی درمختار نعمانیه مع ردالمحتار ج:۲، ص:۶۲، باب المصرف. چونکہ اس صورت میں مستحق کو مالک بنا کردینا نہیں پایا گیا جو اداء زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے۔۱۲

[۳] لقوله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة ۱۲

زکوۃ کا روپیہ مقدمہ میں

سوال:- زکوۃ کا روپیہ مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں لگانا یا کسی غریب آدمی کے مقدمہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کا روپیہ غریب شخص کو دیا جائے پھر وہ اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں یا اور کسی کام کے لئے دے دے تو درست ہے، براہ راست وہ پیسہ مسجد یا مدرسہ یا کسی غریب کے مقدمہ وغیرہ میں صرف کرنا یا تعمیر میں لگانا تنخواہ میں دینا درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۸ھ

فقیر کو کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال:- زکوٰۃ کے پیسوں سے اناج خرید کر تو مساکین کو دے سکتے ہیں، کیا اس اناج کو پکا کر بھی کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھلا سکتے ہیں، جتنی مقدار کا انکو مالک بنا کر کھلا دیں گے اتنی زکوٰۃ ادا ہو جاویگی، اگر بغیر مالک بنائے ہوئے بطور حاجت کے اس طرح کھلائیں گے جس طرح عامۃً دعوت میں کھلایا جاتا ہے تو

---

۱ ویشترط الصرف تملیکا لا اباحة کما مر لا یصرف الی بناء نحو المسجد ولا الی کفن المیت وقضاء دینه الی قوله وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۱-۲۹۳، ج:۲، کتاب الزکوة، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ج۱ باب فی بیان أحکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة ص۲۷۲ج۲ الفصل الثامن : من توضع فیه الزکاة، مطبوعه کراچی.

اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی: **الزکوٰۃ ھی تملیک مال مخصوص الخ، وَاخرج بالتملیک الاباحۃ فلا تکفی فیھا فلو اطعم یتیمًا ناویا بہ الزکوٰۃ لاتجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم الخ اھ طحطاوی**[1]، فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کے روپیہ کی تقسیم

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ یکمشت تقسیم کردینا چاہئے یا کسی مدت تک، زکوٰۃ کا مستحق کون شخص ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

یکدم تقسیم کرنا بھی جائز ہے اور حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا دینا بھی درست ہے اس میں کوئی تحدید نہیں لیکن جسکو دے کم ازکم اتنا دے کہ اسکوسوال کی ضرورت باقی نہ رہے اور اتنا زیادہ نہ دے کہ وہ مالک نصاب بن جائے جس کو بالفعل خرچ کرنے کی ضرورت نہیں جو مالک نصاب نہ ہو اسکوزکوٰۃ دینا درست ہے مالک نصاب اورسید کو دینا درست نہیں: **وکرہ الاغناء وھو ان یفضل للفقیر نصاب بعد قضاء دینہ وبعد اعطاء کل فرد من عیالہ دون نصاب من المدفوع الیہ والا فلا یکرہ وندب اغنائہ عن السوال مراقی الفلاح قال الطحطاوی ولا یحل ان یسئل شیئًا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصیح المکتسب الخ طحطاوی**[2] **ص ۴۱۹**، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۱۲/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/ذی الحجہ ۵۴ھ

---

[1] طحطاوی مصری ص:۵۸۷، کتاب الزکوۃ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۷۱ ج۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۰۱ ج۲ کتاب الزکاۃ. **(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)**

زکوٰۃ ادا کرنے کا نائب بنانا

سوال:- اگر والدین کو کہا کہ زکوٰۃ تم دیدینا اب اگر والدین نہ دیں تو اس کا گناہ لڑکے پر بھی آتا ہے، یا صرف والدین پر آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر والدین کے متعلق معلوم ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے، تو ان کو زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ دار نہ بنائے بلکہ کسی دوست کو بنادے اور والدین کو اطلاع کردے کہ فلاں شخص کو اتنا روپیہ دے دیں یا براہ راست دوست کے پاس بھیج دے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردے[1]۔ اگر والدین کے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا کردیں گے، تو ان کو کہہ دے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردیں پھر اگر وہ ادا نہیں کریں گے تو وہی مجرم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کے روپے میں رسالہ ماہانہ جاری کرنا

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ کوئی شخص کسی رسالہ کے ادارے میں دے اس خیال سے کہ رسالہ کسی نادار مفلس کو یا طالب علم کو سال بھر تک پہنچایا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور ایسا کرنا کیسا ہے۔

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۹۳، ۹۴، باب المصرف، مطبوعہ مصر، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۹، ۲۵۰ باب المصرف، تبیین الحقائق ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

(صفحہ ہذا) [1] کل عقد جاز ان یعقدہ الانسان بنفسہ جاز ان یوکل بہ غیرہ الخ ہدایہ ص:۱۷۷، ج:۳، (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) اول کتاب الوکالۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی قیمت کا رسالہ مفلس کے پاس پہنچے گا اتنی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، ایسا کرنا ادارہ کو وکیل بنانا ہے کہ تم اولاً اپنا رسالہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو پھر ہماری طرف سے وکیل ہوکر وہ رسالہ فلاں شخص کو دیدو، یا خود خرید کر فلاں شخص کو قبضہ کے لئے وکیل بنانا ہے، اور بعد القبض اس کو مالک بنانا ہے، اور دونوں طرح زکوٰۃ کا ادا کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صرفہ ڈاک زکوٰۃ سے وصول نہیں کیا جاسکتا

سوال:- زید جو ہندوستان میں تجارت کرتا ہے، ہندوستان کے اکثر مسلمان زید کی معرفت غربائے حرمین اور وہاں کے مہاجرین کی مالی خدمت کیا کرتے تھے، جس کی صورت یہ ہوتی تھی، کہ زید جو روپیہ ہندوستان کے اہل خیر کا جمع کرتا تھا، اس کی دہانید حرمین کے تاجروں کو بھیج دیا کرتا تھا، اور وہ تاجر غرباء ومہاجرین کو تقسیم کردیا کرتے تھے، اور حرمین شریفین کے تاجر وہ روپیہ جو دہانید میں ادا کرتے تھے حوالۂ ہندی کے ذریعہ ہندوستان میں وصول کرایا کرتے تھے، لیکن اب کچھ عرصہ سے سونے کی قیمت بڑھ جانے سے اور شرح تبادلہ اکسچنج کے فرق کی وجہ سے وہ حضرات اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس لئے مجبوراً زید نے یہ صورت اختیار کی کہ یہ زائد رقم جو اہل خیر صدقات بھیجتے ہیں ان سے ہی وصول کرکے مثلاً جو لوگ سو روپیہ بھیجتے ہیں ان سے ایک سو دس وصول کرکے بھیجتا ہے تاکہ وہ زائد رقم اسی سے وصول کرلی جائے اور اس طرح حرمین کے غرباء ومہاجرین کو پوری رقم مل جائے اور وہاں کے تاجروں کو بھی نقصان نہ پہنچے، زید کا ایسا کرنا درست

---

[1] أو نوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلانية أودفعها لذمى ليدفعها للفقراء جاز لأن المعتبر نية الآمر. شامى نعمانية ص: ۱۱، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى مصرى ص۵۸۸ كتاب الزكاة، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۷۱ ج ۱ كتاب الزكاة، الباب الاول فى تفسيرها الخ.

ہے یا نہیں، حرمین کے غرباء کو دہانید میں سونے یا چاندی کا سکہ دیا جاتا ہے اور زید وہ رقم حرمین کے تاجروں کو نوٹوں کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید سو روپے کے بجائے ایک سو دس لیکر بھیجے تا کہ اس کو نقصان نہ پہنچے (یہ درست ہے)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے طبی امداد

سوال:- دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف اس طبی امداد فنڈ میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا اشتہار یہ ہے۔

طبی امدادی فنڈ ہمارے شہر بھٹکل کی آبادی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اور بیماریوں کی بھی کثرت ہورہی ہے ڈاکٹروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے اور میونسپلٹی کی طرف سے کوئی انتظام نہیں ہے، بعض مسلمان ڈاکٹر غریب اور مزدوروں پر رحم کھا کر یا تو اُدھار دوا دیدیتے ہیں یا ان پر مہربانی کرتے ہیں مگر ہمارے شہر میں کوئی ایسا انتظام نہیں، جہاں پر غریب عوام بیماری میں دوا دارو کے لئے کچھ اعانت طلب کرسکیں، بعض ایسے مریضوں کو بھی دیکھا گیا ہے جن کو ڈاکٹری مشورے کے مطابق بھٹکل سے باہر جا کر علاج کرنا چاہئے، مگر بغیر خرچ اور دوسرے انتظامات نہ ہونیکی وجہ سے

---

[1] یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ دس روپئے زکاۃ کے نہ ہوں اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ وہ دس روپئے مستحق نہیں ملیں گے اس لئے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگے،

هی الزکاة تملیک جزء من المال معین شرعا من مسلم فقیر غیر هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک الخ ملتقی مع مجمع الأنهر ص۲۸۴ ج۱ بحر کوئٹه کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۲۵۶، ۲۵۸ ج۲ کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ ج۲ کتاب الزکاة.

گھٹتے رہتے ہیں، مجلس اصلاح وتنظیم نے اس سلسلے میں بہت غور کیا اور ایک مرتبہ ڈاکٹروں کو بلا کر مشورے بھی کئے آخر ہم نے یہ طے کرلیا ہے کہ مجلس کے زیرِ اہتمام ایک طبی امدادی فنڈ قائم کیا جائے تاکہ قوم کے امیر لوگ تعاون کرکے مجبور اور غریب مریضوں کو کچھ سہارا دے سکیں ابھی ہم لوگوں کو اور بھی ضرورت ہے تاکہ اپنی عورتوں کی پریشانیوں کا کچھ مداوا کرسکیں۔(۱) اس فنڈ سے غریب مریضوں کو ان کی دوا دارو کے لئے مدد کی جائے گی۔(۲) مریضوں کے لئے ضروری چیزیں خرید کر رکھی جائیں گی اور ضرورت پر ان کو استعمال کے لئے دی جائیں گی،(۳) غریب مریض کے لئے ڈاکٹروں کے دیئے ہوئے مشورے پر عمل کرانے کی کوشش کی جائے گی،(۴) امکان میں ہوا تو مسلمان ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرکے غریبوں کیلئے خیراتی دواخانہ کی صورت پیدا کی جائے گی، یہ سب کچھ جب ہی ممکن ہے جب ہمارے طبی امدادی فنڈ میں دل کھول کر اپنا عطیہ عطا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوائیں بنا کر جن کی قیمت مقدارِ واجب (زکوٰۃ) ہو غرباء مستحقین کو تملیکاً دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، یہی حکم صدقۃ الفطر اور قیمت چرم قربانی کا ہے[1]

ہسپتال میں مستحق وغیر مستحق دونوں قسم کے آدمی آتے ہیں دوا بھی اکثر اوقات تملیکاً نہیں دیجاتی، ان دونوں باتوں کی رعایت اگر کیجائے تو زکوٰۃ ادا ہونے میں تردد نہیں رہے گا۔ اگر ہسپتال میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا گیا اور اس سے ذمہ داروں نے دوا منگانے بنوانے کی مزدوری دی تو اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، غرض ادائے واجب کے لئے معاملہ کی پوری تفتیش لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

---

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت الخ شامی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، تبیین الحقائق ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۳۲۸ ج ۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

زکوٰۃ دوا کے ذریعہ ادا کرنا

سوال:- زید گھر پر دوا فروخت کرتا ہے، عمر اور دوسرے لوگ دوا کیلئے آتے ہیں جو مستحقِ زکوٰۃ ہیں، تو کیا زید انکو دوا بہ نیتِ ادائیگی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی قیمت بالکل نہ لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دے سکتا ہے[1] مگر ان پر ظاہر کردے تو اچھا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی مد سے ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ دوسری جگہ بھیجنا

سوال:- اپنے قرب وجوار اور شہر کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص محض اس خیال اور نیت سے دوسرے شہر اور مدارس اسلامیہ کی امداد کرے کہ وہ چند حیثیت سے بہتر نظر آتا ہو تو حق تلفی کے گناہ کا مرتکب تو نہ ہوگا، مثلاً بڑا اور قدیمی مدرسہ فیض بخش سمجھ کر یا تعلیم اور انتظام اور دیانتداری کی خوبی سمجھ کر یا صحیح عقائد، عمدہ تعلیم اور فرقہ بندی کے جھگڑوں سے اس پر زوال آجانے کے سبب سے دور کے مدارس کی امداد کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان وجوہ ترجیح کی بناء پر مدارس میں بھیجنا گناہ نہیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں بلا کسی معتبر

---

[1] ویجزئه ان یعطی من الواجب جنسا آخر من المکیل والموزون او العروض او غیر ذلک بقیمته وهٰذا عندنا، المبسوط للسرخسی ص۲۰۳ ج۱ الجزء الثانی، باب العشر، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۱۰، ۲۱۱ ج۳ باب زکاة الغنم، تبیین الحقائق ص۲۷۸ ج۱ باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان.

وجہ ترجیح کے زکوٰۃ نقل کرنی مکروہ ہے، کراہت سال پورا ہونے کے بعد میں ہے اگر کوئی سال پورا ہونے سے پیشتر زکوٰۃ ادا کرنی چاہے، اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیج دے تو وہ مکروہ نہیں۔ کذافی الطحطاوی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷/۵۵ھ

جوابات صحیح ہیں، سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

مقدارِ نصاب سے زائد کسی کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک مستحقِ زکوٰۃ کو بیک وقت زکوٰۃ فدیہ روزہ ونماز میں سترہ اٹھارہ ہزار کی رقم یا اسی قیمت کا کوئی مکان دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اتنی مقدار میں کسی کو دینا جس سے وہ صاحب نصاب ہو جائے مکروہ ہے، (کذافی الدر المختار[2]) پس اگر اس شخص کے ذمہ سترہ اٹھارہ ہزار قرضہ ہے یا اتنا قرضہ ہے کہ یہ رقم بمد زکوٰۃ اس کو دیدی جائے اور وہ اس سے اپنا قرضہ ادا کردے تو مقدارِ نصاب نہ بچے گا، تو یہ دینا بلا کراہت

---

[1] قوله وكره نقلها أى تحريماً ولو الى مادون مسافة القصر قوله بعد تمام الحول أما المعجلة ولو لفقير غير احوج ومديون فتنتفى الكراهة فيها، طحطاوى على المراقى ص:۵۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۰ ج ۲ قبيل باب صدقة الفطر، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فى المصارف، شامى زكريا ص ۳۰۴ ج ۳ باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية.

[2] وكره اعطاء فقير نصاباً أواكثرالا اذا كان المدفوع اليه مديونا أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلا أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره فتح، الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى ص:۳۵۳، ج:۲، باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۹ ج ۲ باب المصرف، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۵۹۴ باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۳۳ ج ۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

درست ہوگا، اسی طرح اگر وہ شخص عیال دار ہے بے گھر ہے، اگر اس روپے سے گھر خرید کر اس کی ملک میں دیدیا جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب نہ ہوجائے، جب بھی مکروہ نہ ہوگا، بلکہ بہتر ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۰/۸/۸۹ھ

زکوٰۃ کی کتابیں صاحب نصاب کو دینا

سوال:- کسی صاحب نصاب نے اپنے زکوٰۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر دوسرے عالم صاحبِ نصاب کو ہبہ کردیا کیا صاحبِ نصاب عالم کے لئے ایسی کتب لینا درست ہے، نیز ایسی صورت میں مزکی کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا مصرف وہ ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہو لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زکوٰۃ ادا نہ ہوئی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱۱/۵۹ھ

زکوٰۃ فطرہ کی رقم غیر مصرف میں خرچ کرڈالنا

سوال:- روپے پیسے کے اندر تعیین ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ زید نے زکوٰۃ اور فطرہ کا

[1] مصرف الزکاۃ والعشر ھو فقیر وھو من لہ ادنی شیء ای دون نصاب الخ، شامی کراچی ص:۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۹۱ باب المصرف، عالمگیری کوئٹہ ص۱۸۷ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

پیسہ غیر مصرف میں خرچ کیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم بعد میں کہیں سے اتنا پیسہ جمع کر دیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زکوٰۃ وفطرہ دینے والوں نے اس کی اجازت دی ہو تو زید ایسا کر سکتا ہے ورنہ جائز نہیں اس صورت میں زکوٰۃ وفطرہ کی ادائے گی نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۵ھ

فقیر مسکین ومصرف فطرہ

سوال:-فقیر، مسکین اور غریب کی شرعی تعریف فرماتے ہوئے یہ بتائیے کہ صدقہ فطر کا شرعی مستحق کون ہے؟ یعنی قاضی یا مرشد یا استاذ ہی ہیں یا فقیر اور مسکین اور قریبی رشتہ دار جن کی آمدنی خرچ کے لئے ناکافی ہے) بھی ہیں افضلیت کس میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی مِلک میں کچھ نہ ہو یا مقدارِ نصاب سے کم ہو اس کو اصلاحِ شرع میں فقیر ومسکین کہتے ہیں، وہ زکوٰۃ اور فطرہ کا مستحق ہے[2] خواہ قاضی، مرشد، استاذ بھی ہو یا کوئی اور ہو مگر کسی کی خدمت کے معاوضہ میں دینا درست نہیں[3] اپنے عزیزوں کو اور ان میں بھی جو زیادہ دیندار ہوں ان کو دینا افضل

---

[1] وللوكيل ان يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه الا اذا قال ربها ضعها حيث شئت الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۱۸۹، ج۳، اول كتاب الزكوة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ كتاب الزكوة.

[2] مصرف الزكوة هو فقير وهو من له أدنى شئ أو دون نصاب ومسكين من لا شئ له على المذهب (در مختار) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر، شامى كراچى ص ۳۳۹ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۵۹ ج ۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۵۹۱ باب المصرف.

[3] هى تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه (الدر مع الشامى كراچى ص ۲۵۸ ج۲ اول كتاب الزكوة، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج ۱ اول كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه، تبيين ص ۲۵۱ ج ۱ اول كتاب الزكوة، طبع امداديه ملتان.

ہے[1] مگر جو عزیز مصرفِ زکوٰۃ نہیں جیسے والدین اور اولاد وغیرہ ان کو نہ دیا جائے۔ کذا فی ردالمحتار[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصرف فطرہ وفدیہ

مخدومی حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) صدقۂ فطر کے مصرف اور فدیہ کے مصرف میں قول راجح پر کوئی فرق ہے یا نہیں؟

(۲) کئی ایام کے فدیۂ صوم وصلوٰۃ کی رقم کسی ایک شخص کو ایک دم دی جاسکتا ہے یا نہیں، درمختار سے مثل صدقۂ فطر حکم سمجھ میں آتا ہے شامی کی عبارت سے تردد ہوگیا ہے، لہٰذا آپ سے قول راجح کی تحقیق مطلوب ہے۔ فقط ابرارالحق ۱۳/رمضان ۷۰ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دونوں کا مصرف ایک ہے[3]

---

[1] وكره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين، (قال الشامی) لأن المقصود منها سدخلة المحتاج وفی القريب جمع بين الصلة والصدقة، الدر مع الشامی كراچی ص۳۵۳ باب المصرف، طحطاوی على المراقی ص۵۹۴، باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۴۶۹ ج۱ باب المصرف طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه.

[2] ولا (يصرف) الى من بينهما ولا داو بينهما زوجية أی بينه وبين المدفوع إليه (إلى قوله) أی اصله وإن علا كأبويه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وإن سفل كأولاد الأولاد الخ شامی كراچی ص:۳۴۶، ج:۲، باب المصرف، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۹۳ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه.

[3] مصرف الزكاة والعشر هو فقير ومسكين ..... وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة، الدر مع الشامی كراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۳۲۴ ج۱ باب فی بيان احكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۱۹۴ ج۱ الباب الثامن فی صدقة الفطر.

(۲) کئی ایام کے صوم وصلوٰۃ کے فدیہ کی رقم شخص واحد کو دینا درست ہے اس میں تعدد شرط نہیں: فدية كل صلوٰة كصوم يوم وهو الصحيح ولا يشترط هنا تعدد المساكين سكب[1] الانهر ص:۲۵۰، ج:۱، ثم ان شاء اعطٰى فى اول رمضان وان شاء اعطٰى فى اٰخره ولا يشترط فى المدفوع اليه العدد اهـ طحطاوى علٰى مراقى[2] الفلاح ص:۳۷۶.

شامی کی جس عبارت سے آپ کو تردد پیدا ہوا اس سے کچھ پہلے دیکھئے: وفدىٰ لزوما عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرًا درمختار قوله قدراً اى التشبيه بالفطرة من حيث القدر اذلا يشترط التمليک هنا بل تكفى الاباحة بخلاف الفطرة وكذا هى مثل الفطرة من حيث الجنس وجواز اداء القيمة وقال القهستانى واطلاق كلامه يدل علٰى انه لو دفع الى فقير جملة جاز ولم يشترط العدد ولا المقدار لكن لودفع اليه اقل من نصف صاع لم يعتدبه وبه يفتى اهـ[3] شامی. فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/رمضان ۷۰ھ

فطرہ کا مصرف ہمیشہ کے لئے متعین کرنا

سوال:- قاضی یا مرشد کا مجاز ہے کہ اپنے تابعین سے بوجہ غربت یہ کہہ دے کہ تم لوگ ہمیشہ (نسلاً بعد نسلٍ) فی کس ۲۵، ۳۰/روپیہ صدقۂ فطر میں دیدیں تو کافی ہے کیا اس صورت میں پورا صدقہ فطر ادا ہو جاوے گا۔ یا نہیں؟ بصورتِ ثانی کیا کہا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پابندی عائد کرنا غلط ہے، اور مرشد کے منصب کیلئے بھی عیب کی چیز ہے، اور صدقۃ الفطر

---

[1] سكب الانهر على مجمع الانهر ص۱/۳۶۸، كتاب الصوم، الفصل الاول، دارالكتب العلميه بيروت.

[2] طحطاوى على المراقى ص:۵۶۷، فصل فى العوارض كتاب الصوم، طبع مصر.

[3] الدرالمختار مع الشامى نعمانية ص:۱۱۷، ج:۲، فصل فى العوارض كتاب الصوم.

حساب سے ادا کرنا لازم ہے، کمی رہ جائیگی تو واجب باقی رہ جائے گا[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام ومولوی کے لئے صدقۂ فطر

سوال:- اگر کوئی مولوی یا امام مسجد مالدار ہے، تو اس کیلئے صدقہ فطر لینا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) صورتِ مذکورہ میں لینے والا اور دینے والا، اور دینے والے کا حکم عند الشرع کیا ہے نیز ایسے مولوی اور امام جو کہ مالدار ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

(۳) صورتِ بالا میں مولوی صاحب اور امام صاحب جو کہ مالدار ہیں اور صدقۂ فطر لیتے ہیں اور اگر ان کو کوئی روکے کہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے، جواب دیتے ہیں کہ ہم فقیر مسکین کو دیتے ہیں اور لوگ ان کو صدقۂ فطر کا مالک بنا کر دیتے ہیں، ایسی صورت میں اگر وہ لے کر فقیر مسکین کو دے بھی دیں تو دینے والے کا صدقۂ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز ہے۔ وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف اهـ بحر[۲]۔

(۲) لینے والا گنہگار ہے[۳]، دینے والے کا صدقہ فطر ادا نہیں ہوا دوبارہ ادا کرنا چاہئے اگر دیتے

---

[۱] صدقة الفطر تجب، نصف صاع من بر أو دقيقة أوسويقة أو زبيب أوصاع تمر أو شعير وهو ثمانية أرطال البحر ص:۲۵۴، ج:۲، باب صدقة الفطر. مطبوعه كوئٹه پاكستان، هنديه كوئٹه ص ۱۹۱ ج ۱ الباب الثامن في صدقة الفطر، النهر الفائق ص ۴۷۴ ج ۱ باب صدقة الفطر، طبع مكه مكرمه.

[۲] البحرالرائق كوئٹه ص:۲۵۶، ج:۲، باب صدقة الفطر، شامي كراچي ص ۳۳۹ ج ۲ باب المصرف، هنديه كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۱ الباب الثامن في صدقة الفطر.

[۳] واما بقية الصدقات المفروضة والواجبة فلا يجوز صرفها للغني لعموم قوله عليه السلام لا تحل صدقة لغني، بحر كوئٹه ص ۲۴۵ ج ۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۴ ج ۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه، وما يثأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه اخذ الصدقة، شامي كراچي ص ۳۴۷ ج ۲ باب المصرف.

وقت اس کا علم تھا، کہ یہ مالدار ہے[1] اگر ایسے امام سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو دوسرے آدمی کو امام بنانا چاہئے اور ناحق صدقہ فطر لینے والے کو امام بنانا مکروہ ہے[2]

(۳) ایسی صورت میں صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا[3] یا لوگ خود کسی مسکین مستحق کو دیں یا ان امام صاحب کو مالک نہ بنائیں، یہ کہہ کر دیں کہ آپ کو وکیل بنایا ہے، کہ آپ یہ صدقہ فطر کسی غریب مستحق کو دیدیں خود نہ رکھیں[4] فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/۵/۵۹ھ

فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا

سوال:- زید کے گاؤں میں ایک سرکاری پرائمری اسکول قائم ہے اس میں خالص دینی تعلیم نہیں ہوتی ہے، بلکہ سرکاری تعلیم ہوتی ہے، اس میں جو ایک شخص معلم ہیں وہ اس گاؤں کے پیش امام بھی مقرر ہیں، وہ معلم صاحب گورنمنٹ سے مشاہرہ پاتے ہیں اور پیش امام کا مشاہرہ گاؤں

---

[1] ولو دفع بتحرٍ فبان أنه غنی أو هاشمی ..... صح، قید بالتحری فی انه مصرف لأنه لو لم یتحر ولم یشک فظهر أنه لیس مصرفاً اعاد اجماعاً وإن لم یظهر فهو علی الجواز ولو شک فلم یتحر أو تحری فغلب علی ظنه أنه غیر مصرف ودفع لم یجز (النهر الفائق ص۴۶۷ ج۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه، الدر مع الشامی کراچی ص۴۵۲ ج۲ باب المصرف، بحر کوئٹه ص۲۴۷ ج۲ باب المصرف.

[2] ولو قد موا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، حلبی کبیر ص۵۱۳ فصل فی الإمامة، الرابع فی الاولی بالامامة، طبع لاهور، هندیه کوئٹه ص۸۵ ج۱ الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴، باب الامامة، فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر.

[3] ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۔

[4] مصرف الزکاة هو فقیر ومسکین وهو مصرف أیضا لصدقة الفطر، الدر مع الرد کراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف، سکب الانهر ص۳۲۴ ج۱ باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۱۹۴ ج۱ الباب الثامن فی صدقة الفطر.

والے الگ دیتے ہیں تو زید نے پیش امام صاحب سے کہا کہ آپ ان بچوں کو ایک دو گھنٹے درسی تعلیم دیجئے، آپ کو اس تعلیم کے عوض میں علیحدہ مشاہرہ دیا جائے گا، چنانچہ پیش امام صاحب اس کام کو انجام دے رہے ہیں، تو زید صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی رقم کو اسی مذکورہ گاؤں کے کسی یتیم وغریب سے تملیک کر کے اس پیش امام صاحب کو اس دینی تعلیم کے معاوضہ میں مشاہرہ دے رہا ہے، تو یہ صورت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دینی تعلیم کا انتظام بہت ضروری ہے، ماں باپ ہی اپنی اولاد کا دھیان رکھیں اور اجتماعی حیثیت سے بھی بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا جائے، جس طرح بچوں کے لئے کھانے کپڑے کا انتظام ضروری تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح ان کے لئے علم دین سکھانے کا انتظام بھی ضروری ہے، اس لئے آپس میں چندہ کیا جائے، بچوں سے فیس لی جائے، اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجبوراً زکوٰۃ وغیرہ کا پیسہ جمع کر کے بھی مدرس کو تملیک کے بعد دے سکتے ہیں بلا شدید مجبوری کے یہ صورت اختیار نہ کی جائے نابالغ سے تملیک کرانا غلط ہے، بالغ سے درست ہے، مگر اس پر جبر یا دباؤ نہ ہونا چاہئے[1] بہتر صورت یہ ہے کہ کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ سے کہا جائے کہ مدرس کی تنخواہ کے لئے اتنے روپے کی ضرورت ہے تم دیدو، وہ کہے گا کہ میرے پاس نہیں ہے، میں غریب ہوں، اس سے کہا جائے کہ اپنی ضرورت کے لئے بھی تو قرض لینے کی نوبت آتی ہے، اب دینی ضرورت کے لئے کسی طرح انتظام کردو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض ادا کردے گا، وہ کسی سے قرض لا کر دیدے اس سے تنخواہ ادا کردی جائے، پھر کسی وقت زکوٰۃ کا پیسہ اسکو دیدیا جائے، اس سے قرض ادا کردے،

---

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ..... وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۵ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ج۱ باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف.

فطرہ کا پیسہ بھی اسی طرح دیا جاسکتا ہے، قربانی کرنے والے اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم (زید) کو دے کر مالک بنادیں اور وہ فروخت کردے تو اس قیمت میں مزید کسی تملیک کی حاجت نہیں[1] ہاں اگر وہ لوگ چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت زید کو دیدیں تو پھر وہ قیمت براہِ راست مدرس کی تنخواہ میں نہ دے بلکہ تملیک کے بعد دے سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کو فطرہ دینا

سوال:- فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غریب نابالغ ہوں تو ان کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں البتہ ان کے لئے سرپرست کو دینا جائز ہے اور اگر وہ بچے سمجھ دار ہوں تو خود ان کو بھی دینا جائز ہے، اگر وہ بچے مالدار کے ہیں تو ان کو کسی طرح بھی دینا درست نہیں: **فی الدر المختار ص:۱۲۷، ج:۲، وصدقة الفطر کالزکٰوة فی المصارف،[3] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً قال الشامی ج:۲، ص: ۱۵۵، وفی التملیک اشارة الی انه لا یصرف الٰی مجنون وصبی غیر مراهق الا اذا قبض لهما من یوجز له قبضه کالاب والوصی وغیرهما ویصرف**

---

[1] وللمضحی أن یهب کل ذلک أو یتصدق به أو یهدیه لغنی أو فقیر مسلم أو کافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ ج۱۷ باب التصدق بلحوم الاضاحی وجلودها، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] فان بیع اللحم أو الجلد به أی بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه، الدر مع الشامی کراچی ص۳۲۸ ج۲ کتاب الاضحیة مجمع الأنهر ص۱۷۴ ج۴ کتاب الأضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۷۵ ج۴ کتاب الأضحیة.

[3] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص: ۳۶۹، ج:۲، باب صدقة الفطر.

الیٰ مراھق یعقل الاخذ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۵/ذی الحجہ ۵۱ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ عبداللطیف ۲۷/۱۲/۵۱ھ

زکوٰۃ یا سود کے پیسے سے نل لگوانا

سوال:- ایک شخص کو بینک سے سود ملتا ہے، اور زکوٰۃ کا کچھ روپیہ بھی غریبوں کو دیتا ہے، اب وہ شخص چاہتا ہے کہ سود یا زکوٰۃ کے پیسے سے اپنے گاؤں میں عوام کیلئے کنواں، نل بنوادیں کیا ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں اگر جائز ہے تو ایسے کنویں اور نل سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی اجازت نہیں جتنا روپیہ اس کنواں نل بنانے میں خرچ کیا ہے اتنی مقدار مستحقین کو دیدے[2] اس کنواں اور نل سے پانی پینا اس کو بھی جائز ہے دوسروں کو بھی جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصارف بیتُ المال

سوال:- ایک کمیٹی کے زیرنگرانی ایک بیت المال قائم ہے اس میں زکوٰۃ کی رقم یا کچھ عطیات جمع کرکے بوقتِ ضرورت حاجت مندوں کو قرض دینا اس سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، بحر کوئٹہ ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، ھندیہ کوئٹہ ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

[2] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد وکل مالا تملیک فیہ الدر المختار مع الشامی زکریا ص:۲۹۱، ج:۳، کتاب الزکوۃ باب المصرف، النھر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، مطبوعہ مکہ مکرمہ، بحر کوئٹہ ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف.

(۲) اس جمع شدہ رقم میں سے مسجد کی تعمیر یا مرمت میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) امام ومؤذن کی تنخواہ بھی زکوٰۃ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۴) یتیم طلبہ یا غریبوں مسکینوں کے نابالغ بچے ان کا انتظام یا کھانا کپڑا وغیرہ یا کتب بیتُ المال سے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۵) ان تمام بچوں کو مصارف ودھلائی، سلائی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۶) کتابیں، غلہ، کپڑا کافی مقدار میں خرید کر بطور ذخیرہ رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، سب کی زکوٰۃ تباہ وبرباد ہوگی اور وبال ذمہ میں باقی رہے گا، زکوٰۃ جس مصرف (حاجتمند) کو دی جائے بطور تملیک دی جائے نہ کہ بطور قرض۔[۱]

(۲) ان مواقع میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں، نہ قرض کے طور پر دینا درست ہے۔[۲]

(۳) زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔[۳]

(۴) ان کو کھانا کپڑا کتاب زکوٰۃ سے دینا درست ہے مگر جو کچھ دیا جائے ان کو اس کا مالک بنادیا جائے پھر ان سے واپس نہ لیں۔[۴]

---

[۱] ولا الٰی کفن میت وقضاء دینه. شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۳ باب المصرف،

[۲] لا یصرف الی بناء مسجد الخ شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲. باب المصرف، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه.

[۳] هی تملیک جزء مال من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه للّٰه تعالٰی. شامی کراچی ص:۲۵۸، ج:۲، کتاب الزکوة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ ج۲ اول کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ اول کتاب الزکاة، مکه مکرمه.

[۴] شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، النهر ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، مکه مکرمه.

(۵) رقم زکوٰۃ ان کو دیدیں پھر وہ دھلائی سلائی کرایہ آمد ورفت میں جہاں ضرورت ہو صرف کریں۔

(۶) درست ہے مگر جو کچھ زکوٰۃ میں مستحقین کو دیں اس کا مالک بنادیں، زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور عطیات سے مذکورہ بالا تمام مصارف میں صرف کرنا درست ہے، اس لیے بیت المال کے دونوں مد جدا رکھے جائیں نیز کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ عطیہ بیت المال ہی کو دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقۂ فطر سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دینا

سوال:- صدقۂ فطر کے پیسہ سے کیا دینی کتب خریدنا جائز ہے؟ جو ایک جماعت کے لئے خریدی جائے کہ وہ انکو پڑھ کر دین کی طرف راغب ہوں گے، وہ کتاب فقہ احادیث یا نماز روزہ وغیرہ کے سلسلے میں ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقۂ فطر وغیرہ کے روپیہ سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو استفادہ کیلئے دیدینے سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا، بلکہ اسکے مستحق فقراء ومساکین ہیں، انکو دیئے جائیں، اگر وہ اپنی مرضی سے بغیر کسی قسم کے دباؤ کے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دیدیں تو جائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۷ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۲ باب المصرف، بحر کوئٹہ ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف.

[2] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة لایصرف الی بناء نحو مسجد إلیٰ قوله وقد منا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء الخ درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۳، ج: ۳، باب المصرف، کتاب الزکوة، البحر الرائق کراچی ص ۲۴۳ ج ۲ کتاب الزکاة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زکوۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا

سوال:- (۱) کسی مدرسہ میں مدرسہ کی طرف سے زکوۃ وصدقات کا مال وصول کرنے والا در صورتیکہ محصل محتاج ہو، اور مصرف زکوۃ ہو، اگر اپنی اجرت سے زائد کچھ روپیہ خرچ کر ڈالے پھر اس کو اپنی آمدنی سے بعد میں پورا کردے کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زکوۃ کا مال مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا بغیر تملیک کے جس مدرسہ میں مطبخ ہو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدرسہ کی طرف سے جو شخص محصل مقرر کیا گیا ہے، وہ امین ہے، جتنا روپیہ زکوۃ وصدقات کا وصول کرتا ہے، وہ امانت ہے، اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں[۱] ایسی صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور لازم ہوگا کہ اس کا ضمان معطی کو دے اور کہدے کہ آپ کا دیا ہوا روپیہ میں نے خرچ کرلیا، زکوۃ ادا نہیں ہوئی، اس لئے یہ روپیہ بطور ضمان دے رہا ہو، یا ن اگر معطی کی طرف سے صرف کرنے کی اجازت ہو تو بطور قرض اس کو صرف کرسکتا ہے، پھر قرض مدرسہ کو واپس کرکے مصارف زکوۃ پر صرف کردیا جائے[۲]۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب المصرف، سکب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۳۲۹ج۱ باب فی أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] وأما حكمها (أى الوديعة) فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة فى يده ووجوب أدائه عند طلب مالكه والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن وإن فعل شيئاً منها ضمن، عالمگیری مصری ص۳۳۸ج۴ كتاب الوديعة، الباب الأول فى تفسير الإيداع الخ، البحر الرائق ص۲۷۳، ۲۷۵ ج۷ كتاب الوديعة، مطبوعه سعيد كراچى.

[۲] ولو خلط زكوة موكليه ضمن وكان متبرعاً لانه ملكه بالخلط (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) تنخواہ میں زکوۃ کا روپیہ لینا دینا جائز نہیں، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی[۱]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

found.

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وصار مؤديا مال نفسه قال فی التاتارخانيه إذا وجد الإذن اواجاز المالكان الخ درمختار مع الشامی كراچی ص:۲۶۹، ج:۲، كتاب الزكوة، مطلب فی زكوة ثمن بيع الوفاء، شامی زكريا ص۱۸۸ ج۳ تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ الفصل التاسع فی مسائل معطی الزكاة، مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] هی تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن الممک من كل وجه الخ درمختار مع الشامی كراچی ص:۲۵۸، ج:۲، اول كتاب الزكوة، شامی زكريا ص۱۷۰ تا۱۷۳ ج۳ لا يصرف الیٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر إلی قوله والحج والجهاد وكل ما لاتمليک فيه، شامی علی الدر المختار، زكريا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی شرح كنز ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه إمداديه ملتان.

فصل دوم:- مدارس میں زکوٰۃ دینا

طلباء کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت

سوال:- میں ایک ہندو محلّہ کی مسجد میں متوکلاً امام ہوں عرصہ بارہ سال سے الحمدللہ میری گذر اوقات اچھی ہو رہی، کوئی ذاتی غرض نہیں ہے، محض مسجد کی آبادی کے لئے کچھ میرا خیال ہے کہ چند طلباء بیرونی رکھ لئے جائیں جو دین سیکھیں گے، بصورت مدرسہ کے ان کی سب ضروریات کے انتظام کا مالِ زکوٰۃ سے بعض احباب نے وعدہ کیا ہے، اس واسطے یہ مسائل دریافت کئے گئے ہیں، اگر مذکورہ بالا مسائل کے جوابات حوالہ جات سے تحریر فرمائیں تو نوازش ہوگی، ورنہ ویسے بھی معتبر ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحق طلباء کی ضروریات بصورتِ تملیک پوری کرنے کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کا صرف کرنا شرعاً درست ہے[1] اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اس میں کسی حیلہ کی ضرورت نہیں ہے، جس جگہ حیلہ کی ضرورت ہو اس کو تحریر کر کے دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/ ذیقعدہ ۶۲ھ

---

[1] المصرف هو فقير ومسكين وعامل ومكاتب ومديون لا يملك نصاباً وفي سبيل الله وقيل طلبة العلم ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك در مختار مع الشامي زكريا، مختصراً ص۲۸۳تا۲۹۱ ج۳ باب المصرف النهر الفائق ص ۴۶۱ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مستطیع طلبہ کے لئے زکوٰۃ

سوال: -طلباء میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جو نصابِ شرعی کے مالک ہیں، جن پر صدقۃ الفطر وقربانی واجب ہوتی ہے، اور سوال کرنا حرام ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود طلبہ اپنا خرچ نہیں اٹھا سکتے، اس وجہ سے دارالعلوم سے امداد لیتے ہیں، بعض دورانِ تعلیم مقروض ہو جاتے ہیں، لوگ صراحۃً زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں، وہ لے کر اپنا قرض ادا کرتے ہیں، کیا ایسے طلباء امداد لے سکتے ہیں، اور زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ لے کر اپنی ضروریات قرض وغیرہ میں کام لا سکتے ہیں اور دینے والوں کی زکوٰۃ وصدقات ادا ہو جاتے ہیں، اور اگر ادا نہیں ہوتے تو ان طلبہ کی تکمیلِ تعلیم کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو طلبہ اپنے وطن میں صاحبِ نصاب ہیں، اور یہاں نہیں اور اپنے وطن سے منگا بھی نہیں سکتے وہ زکوٰۃ، قیمت چرم قربانی، صدقۃ الفطر کے مصرف ہیں، انکو یہ چیزیں اگر دی جائیں اور یقیناً دی جاتی ہیں تو واجب ادا ہو جاتا ہے[1] داخلہ کے وقت انکے ساتھ اگر چہ ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو اور اس دن کیلئے ان کیلئے سوال کرنا ناجائز ہو لیکن وہ صرف اس دن کیلئے سوال نہیں کرتے نہ انکا سوال اس دن پورا کر دیا جاتا ہے بلکہ وہ تمام سال قیام کا ارادہ کرتے ہیں اور تمام سال کے مصارف انکے ساتھ موجود نہیں اور کسی دوسری جگہ سے آمدنی کی توقع بھی نہیں، اسلئے انکا حکم وہ نہیں جس کا شبہ ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

---

[1] وهذا التعليل يقوى ما نسب إلى بعض الفتاوىٰ من أن طالب العلم يجوز له أن ياخذ مال الزكاة، وإن كان غنياً لإفادة العلم وإستفادته لكونه عاجزاً عن الكسب والحاجة داعية إلى ما لا بد منه الخ مجمع الأنهر ص ۳۲۶ ج ۱ باب المصرف دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص ۳۴۰ ج ۲ باب المصرف، منحة الخالق على البحر الرائق ص ۲۴۲ ج ۲ باب المصرف، مطبوعه سعيد كراچی. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طلبہ کو یکجا بٹھا کر زکوٰۃ سے کھلانا

سوال:-جس مدرسے میں زکوٰۃ کے پیسے دیئے جاتے ہیں تو مستحق زکوٰۃ کو مطبخ سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، وہ امیر غریب سب کو ساتھ بٹھا کر کھلانے میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی قباحت تو نہیں آئے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا کھانا مستحق کو بطور تملیک دینا لازم ہے، کہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ اتنی مقدار میری ملک ہے خواہ میں کھاؤں یا فروخت کروں یا کسی کو کھلاؤں اور ایک ساتھ سب کو بٹھا کر کھلانے میں یہ بات نہیں ہوتی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مطبخ سے بمدِ زکوٰۃ طلبہ کو کھانا دینا

حضرت مفتی صاحب زید مجدکم العالی.....السلام علیکم

سوال:-آپکا مراسلہ جواب موصول ہوگیا، اشکال یہ پیدا ہوتا ہیکہ خوراکِ طلبہ کے سلسلہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب إلا أن يكون مشغولاً بالجهاد أو طلب العلم، سكب الأنهر هامش مجمع الأنهر ص۳۳۳ج۱ كتاب الزكوة، باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، طحطاوى على المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، مطبوعه مصر، در مختار على الشامى ص۳۰۶ج۳ باب المصرف، مطبوعه زكريا ديوبند.

[1] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا اباحة كما مرفلا يكفى فيها الإطعام الا بطريق التمليک ولو أطعمه عنده ناويالزكاة لا تكفى، درمختار مع رد المحتار ص: ۳۴۴، ج:۲، كراچى باب المصرف، شامى زكريا ص۲۹۱ج۳، البحر الرائق ص۲۰۱ج۲ أول كتاب الزكوة، مطبوعه سعيد كراچى، المحيط البرهانى ص۲۱۵ج۳ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

کے دیگر اخراجات کیطرح تنخواہ باورچی بھی ایک خرچ ہے، یعنی تنخواہ باورچی کی نوعیت درج ذیل اخراجات سے مختلف مثلاً طلبہ کیلئے راشن لانے کا صرفہ، گندم کی پسائی، سوختہ کی خریداری اور اسکی چرائی وغیرہ، کیا ان اخراجات کی نوعیت میں کچھ فرق ہے، اگر نہیں ہے تو ان سب کا مدزکوٰۃ سے دینا ناجائز ہوگا اور اگر ہے تو کیا اور کیوں؟ مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(هی تملیک) خرج الإباحة (جزء مال) خرج المنفعة فلوأسکن فقیراً داره سنة ناویاً لایجزیه اهـ قوله فلو أسکن الخ. فی البحر إلی الکشف الکبیر وقال قبله والمال کما صرح به أهل الاصول ما یتمول ویدخر للحاجة وهو خاص بالأعیان فخرج به تملیک المنافع اهـ (درمختار[1] وشامی) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اداءِ زکوٰۃ کے لئے تملیکِ مال ضروری ہے محض تملیکِ منافع سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، گندم کی پسائی اور سوختہ کی چرائی وغیرہ میں بھی مدزکوٰۃ سے صرف کرنا درست نہیں، یہی حال تنخواہِ باورچی کا ہے، ان مواقع پر صرف کرنے سے طلبہ کی ملک میں مال نہیں پہنچتا بلکہ ان کو منافع حاصل ہوتے ہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

اگر جواز کی صورت مطلوب ہے تو اس طرح کیا جائے، مدرسہ اپنی طرف سے غلّہ سوختہ وغیرہ خرید کر کھانا تیار کرائے اور اس میں مدزکوٰۃ سے صرف نہ کرے پھر تیار شدہ کھانے کی قیمت لگا کر یا طلبہ کے ہاتھ فروخت کرے اور طلبہ کو بصورتِ نقد مدزکوٰۃ سے وظیفہ دیکر کھانے کی قیمت ان سے وصول کرلے یا وہ تیار شدہ کھانا مدزکوٰۃ کے جمع شدہ روپیہ سے بدل کر مدرسہ اپنا خرچ شدہ روپیہ (جس میں پسائی چرائی تنخواہِ باورچی وغیرہ سب داخل ہیں) وصول کرلے، اور اس زکوٰۃ میں یہ کھانا

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیة ص:۲، ۳، ج:۲، شامی کراچی ص:۲۵۶، ج:۲. کتاب الزکاة، مطبوعه زکریا ص ۱۷۱، ۱۷۲ ج۳ قبیل مطلب فی أحکام المعتوه، طحطاوی علی المراقی ص۵۸۷ أول کتاب الزکاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۱، ۴۱۲ ج۱ أول کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

طلبہ کو دیدے اس صورت میں یہ نہیں ہوگا کہ مد زکوٰۃ کا روپیہ منافعِ طلبہ میں خرچ ہوا، بلکہ تیار شدہ کھانا مد زکوٰۃ سے خرید کر (بدل کر) طلبہ کو دیا گیا ہے اور وہ کھانا دینا یقیناً تملیک المال ہے[1] تملیک المنفعۃ نہیں، لہٰذا اداءِ زکوٰۃ میں خلجان نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۶/۱۲/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ذی الحجہ ۶۶ھ

چندہ کے پیسہ سے تنخواہ دینا

سوال: -ایک مدرس رمضان شریف میں مدرسہ کی جانب سے چندہ وصول کرنے جاتا ہے، جس میں وہ زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ کے روپے لے کر آتا ہے، تو گھر پر آجانے کے بعد قبل از تملیک اس پیسہ میں سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے پیسہ سے تنخواہ دینا جائز نہیں، جب مستحق کے پاس وہ پیسہ بطورِ ملک پہنچ جائے گا تب زکوٰۃ ادا ہوگی[2] پھر وہ بغیر کسی دباؤ کے اپنی طرف سے بطیبِ خاطر مدرسہ میں دیدے تو تنخواہ میں دینا درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تقدم تخريجه.

[2] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر إلى قوله وكل ما لا تمليک فيه. الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۲۹۱ ج۳، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب في بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

زکوٰۃ سے تنخواہ ملازمین مدرسہ

سوال:- ہمارے یہاں ایک مدرسہ عربیہ عرصہ سے قائم ہے، جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے، اورغریب ونادار طلبہ کے قیام وطعام لباس اوردیگر ضروریات سے امداد واعانت کی جاتی ہے، مدرسہ مذکورہ میں کئی قسم کی آمدنیاں ہیں قسم اول منافع جائیداد موقوفہ، چندہ عمومی، خصوصی امداد سرکاری، صدقات نافلہ۔ قسم دوم صدقات مثل زکوٰۃ وقیمت کھال وغیرہ وغیرہ۔ آمدنی قسم اول تنخواہ مدرسین وملازمین ودیگر مصارف دفتر وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، اورقسم دوم خوراک طلبہ وپوشاک ودیگر مصارف میں صرف کی جاتی ہے، کیونکہ آمدنی قسم اول مصارف قسم اول کے لئے ناکافی ہے، اورارا کین مدرسہ میں بعض ایسے خیال کے حضرات بھی ہیں جو حیلۂ شرعی کو پسند نہیں کرتے اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آمدنی قسم دوم میں سے محصل ومحرر ومحاسب جو اس مدرسہ میں بھی کام کررہے ہیں اوران کی اجرت یا تنخواہ بحصۂ ہنر اس میں سے دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقات واجبہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مصارف (فقراء وغیرہ) پر بطور تملیک بلاعوض صرف کیا جائے لہٰذا تنخواہ میں دینا جائز نہیں، اگر کارکنان مدرسہ بغیر شرعی حیلے کے تنخواہ میں دیں گے، تو زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں ہوگی[1] اوراصل معطی کے حق میں یہ لوگ ضامن ہوں گے۔[2] **هكذا في كتب الفقه.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وكذالک من عليه الزكاة لوأراد صرفها إلى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز فان أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه إلى المتولى ثم المتولى يصرف إلى ذالک الهندية ص: ۴۷۳، ج:۲، الباب الثانى عشر، كتاب الوقف، البحر الرائق ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، مطبوعه كراچى، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] رجل دفع إلى رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

سوال:- ایک مدرسہ ہے جس میں بیرونی طلبہ بہت کم ہیں، غریب مدرسہ ہے، اگر طلباء کو روپیہ دیدیں، تو ممکن ہے کہ لے کر بھاگ جائیں آخر مدرسین کی تنخواہ کس طرح دی جائے؟ مدرسین مالِ زکوٰۃ لیں یا نہ لیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقہ واجبہ اور زکوٰۃ کا غرباء پر تملیکاً صرف کرنا بلا معاوضہ ضروری ہے، مدرسین وغیرہ کی تنخواہوں میں براہِ راست دینا جائز نہیں[1]، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، لڑکوں پر تعلیمی فیس تجویز کردی جائے اس سے ملازمین کی تنخواہ ادا کی جائے، جو لڑکے غریب ہوں ان کو زکوٰۃ سے وظیفہ دیا جائے وہ وہ اس سے فیس دیدیا کریں، اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی، اور تنخواہ کا انتظام بھی ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے تنخواہ دینا

سوال:- قومی فنڈ جہاں عشر وصدقات وغیرہ جمع ہوتے ہیں، اس سے بچوں اور طالب علموں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامناً للعشرة الخ عالمگیری کوئٹہ ص:۶۴۴، ج:۳، کتاب الوکالة، الباب العاشر فی المتفرقات، المحیط البرهانی ص۲۲۶ الفصل التاسع فی مسائل معطی الزکوة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد إلى قوله وكل مالا تمليک فيه، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۹۱، ج:۳، باب المصرف، تبيين الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

کو پڑھانے والے استاذ کو تنخواہ یا خرچ دینا درست ہے یا نہیں، کیونکہ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں اور آج کل بڑے بڑے مدارس میں جہاں زکوٰۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے، بغیر کسی حیلے کے اساتذہ کو تنخواہیں دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقوم واجب التملیک ہیں ان کو براہ راست اساتذہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، پڑھنے والے مستحقین طلبہ کی ضروریات طعام، لباس، کتاب وغیرہ کو ان رقوم سے تملیکاً پورا کرنا درست ہے[1] اربابِ مدارس کو اس کا اہتمام وانتظام لازم ہے، کہ وہ قوم کے امین ہیں اور مسائلِ شرعیہ پر عمل کے بڑے ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال:- ایک صاحب نے ۱۳۵/روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے وہ غازی آباد کے ہیں انہوں نے اس لئے بھجوایا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب کے تنخواہ کو لوگ دیتے نہیں ہیں، لہٰذا اس سے کام چلاؤ تو کیا اس روپیہ کو میں تنخواہ میں لے سکتا ہوں یا اس روپے کو لگا کر مکتب بنادوں جو بھی صورت ہے، بہت ہی جلد جواب مرحمت فرمادیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے روپیہ کو براہ راست (بغیر تملیک) تنخواہ یا تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں مستحق زکوٰۃ بچوں کو بطور وظیفہ دیدیا کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

---

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحة فلا یکفی فیها الإ طعام إلا بطریق التملیک شامی زکریا ص: ۲۹۱، ج:۳، شامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف، فتح القدیر ص ۲۷۰ ج ۲ باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز، کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مالِ زکوٰۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا

سوال:- یہاں کے اکثر مدارس میں مدرسین کی تنخواہیں خورد ونوش کے علاوہ متعین کی جاتی ہیں گویا کہ مکمل تنخواہ میں سے خورد ونوش کی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے، تو اب اگر مدرسہ میں بمد زکوٰۃ وصدقات کوئی مال آئے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اساتذہ کھانے کی قیمت ادا کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار اساتذہ جزوِ تنخواہ (حق الخدمت) کے طور پر کھائیں گے، اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا حساب رکھنا ضروری ہے، اسی طرح دیگر ملازمین وغیرہ مستحقین پر صرف کرنے کا حال ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال:- گذارش ہے کہ احقر کو ایک مسئلہ درپیش ہے، اور چونکہ اس میں زید (عالم) کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد. درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، المحیط البرهانی ۲۱۲ ج۳ الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیة ص۲۷۲ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکاة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً، درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، مطبوعه زکریا ص ۲۹۱ ج۳ ، تاتارخانیة ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکاة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

طرف سے چند کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، اس لئے احقر آپ سے تحقیق کی غرض سے ملتمس ہے کہ آیا زید نے جو عبارات تحریر کی ہیں وہ مفتیٰ بہا اور معمول بہا ہیں، یا نہیں؟ درصورتِ ثانیہ وجہِ متروکیت ذکر فرما کر عنایت فرمادیں، اولاً مسئلہ مبتلیٰ بہا ذکر کرتا ہوں بعدازیں زید کی پیش کردہ عبارات درج کروں گا۔

مسئلہ: احقر ایک مدرسہ کا رکن ہے، اس لئے حصولِ چندہ مدرسہ کا کام بھی انجام دینا ہوتا ہے، زید نے مجھ سے کہا کہ تم نے جو چندہ فراہم کیا اس پر مدزکوٰۃ اور دیگر رقوم کو نیز رقوم مزکین مخلصین کو اگر باہم اختلاط کردیا ہو تو مزکین کی زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی، اور تم اس رقم زکوٰۃ کے ضامن ہوئے اور تمہاری طرف سے مدرسہ میں تبرع ہوا، چنانچہ احقر نے بناءعلیٰ حسن الظن بالعلماء یہ جواب دیا کہ اکثر وبیشتر مدارس کی طرف سے جو محصلین دورہ کرتے ہیں وہ یا تو خود عالم ہوتے ہیں یا مرسل من المہتمم العالم نیز علماءِ دیوبند وسہارن پور جیسے معتبر ومعتمد حضرات اس مسئلہ اختلاط سے واقف ضرور ہوں گے اور جانتے ہیں کہ اختلاطِ رقوم میں ضمان آتا ہے اور باوجود اس کے ساکت ہیں لہٰذا کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔

زید نے کہا سکوت محض اثباتِ جواز کے لئے ناکافی ہے، جب کہ عالمگیری، بزازیہ، شامی وغیرہ میں عدمِ جواز کی تصریح ہے، البتہ حسنِ ظن پھر بھی قائم رہ سکتا ہے، بایں وجوہ (۱) ممکن ہے دیوبند وسہارن پور کے سفیر اختلاط سے اجتناب کرتے ہوں یا (۲) ممکن ہے کتبِ مذکورہ کے خلاف فقہاء کا کوئی راجح، اقویٰ اور مفتی بہ قول ان کے پیشِ نظر ہو جو مثبت جواز اختلاط ہو لیکن پھر بھی جب تک اس قول راجح کی تصریح ہمارے پاس نہ ہو، اس وقت تک کتبِ مذکورہ بالا پر عمل کرنا واجب ہوگا پس احقر ملتمس ہے کہ جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔

عبارات کتب

رجلان دفع کل واحد منهما زکوٰة ماله إلیٰ رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوکیل وکانت الصدقة عنه، عالمگیری ج: ۱، مسائل متفرقه من

كتاب الزكٰوة[1] رجلان دفع كل واحد منهما زكٰوة ماله إلٰى واحد يتصدقُ به عن زكٰوته إلٰى فقير فخلط قبل الدفع (الٰى قوله) يجب الضمان على الكُلِّ. (بزازيه على عالمگيرى ج:۴)[2] ولوخلط زكٰوة مؤكليه ضمن وكان متبرعاً (در مختار) (قوله ضمن وكان متبرعاً) لانه ملكه بالخلط وصَار موديًا مال نفسه. وقال فى التتار خانيه. إلا أدا وجد الإذن أو أجاز المالكان. ثم قال فى التتارخانيه أووجدت دلالة الإذن بالخلط. ويتصل بهٰذا لعالم إذا سئل للفقراءِ شيئًا وخلط يضمن . قلت (والقائل العلامة الشامى) ومقتضاه أنه لووجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذ دلالةً والظاهر أنه لا بد من علم المالک بهٰذا العرف ليكون إذناً منه دلالةً. (شامى ملخصاً)[3] قال زيد مستفتياً:هل يجعل الإختلاط الواقع فى المسئلة المسؤلة ماذونا عرفاً أم لا ؟ فإن الواقع بإختلاط للشتة ولٰكن لا يعلم مسئلة الإختلاط ولايخطر بباله قط أنه يتغير الأحكام بالإختلاط وعدمه لكونه جاهلاً فيسكت ولا يمنع من الإختلاط فهل يجعل سكوته فى هٰذه الصورة اذناً له دلالةً أم لا يشترط علم بالمسئلة الإختلاط.

الجواب حامداًومصلياً

مدرسہ کا مہتمم وکیل ہوتا ہے، طلبہ (فقراء) کی طرف سے کہ اربابِ اموال سے زکوٰۃ وصول کر کے طلبہ پر صرف کرے، اس صورت میں بلاشبہ مختلف اربابِ اموال کی زکوٰۃ کو خلط کرنا مہتمم کیلئے درست ہے، درمختار کی جو عبارت سوال میں نقل کی گئی ہے، اسکے متصل ہی ایک استفتاء بھی مذکور ہے، اگر اسپر غور کیا جائے تو اربابِ اموال کی طرف سے اذن کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ خلط زكٰوة

[1] عالمگيرى كوئٹه ص۱۸۳ ج۱ كتاب الزكاة، مسائل متفرقة.

[2] بزازيه على هامش الهندية كوئٹه ص۸۶ ج۴ كتاب الزكاة.

[3] وشامى مع الدر المختار مطبوعه زكريا ص۱۸۸ ج۳ كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً.

موکلیه ضمن وکان متبرعاً إلا إذا وکله الفقراء اھ درمختار لأنه کلما قبض شیئاً ملکوه وصارخا لطاً مالهم بعضهٔ ببعض بعض اھ (شامی[1] ص: ۱۴، ج: ۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۶ھ

آج کل اہلِ مدارس اور اربابِ چندہ کا عرف اختلاط ہے، اور سب کو معلوم ہے اس لئے خلط کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے،[2] ہاں اگر کسی کو معلوم نہ ہو یا وہ خاص طور سے خلط سے روک دے، تو پھر زید کا قول صحیح ہے، لیکن صورتِ مسئولہ میں کسی کا عدمِ علم یا صراحۃً منع کرنا معلوم نہیں ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں ضمان واجب نہیں ہے۔[3] فقط

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/ذی قعدہ ۳۵ھ

سوال متعلقہ بالاسوال وجواب

بعدہٗ احقر غلام رسول بن حاجی اسماعیل عرض گذار ہے کہ آپ کی طرف سے جواب موصول ہوا، پڑھ کر واقف ہوا، زید نے کہا کہ واقعی عرف کے تحقق کی وجہ سے تم پر ضمان واجب نہیں، مگر جہاں تک جواب کا تعلق ہے، مزید تنقیح کی غرض سے ذیل کے معروضہ کی طرف حضرات مجیبین کی طرف توجہ منعطف کرنا مناسب ہوگا۔

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج: ۲. مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً، مطبوعه زکریا ص ۱۸۸ ج ۳، المحیط البرهانی ص ۲۲۶ ج ۳ الفصل التاسع : فی مسائل معطی الزکاۃ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] خلط زکاۃ مؤکلیه ضمن قال الشامی : إلا إذا وجد الإذن إلی قوله أو وجدت دلالة الإذن کما جرت العادة بالإذن، شامی زکریا ص ۱۸۸ ج ۳ کتاب الزکاۃ مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع، تاتارخانیة ص ۲۸۶ ج ۲ الفصل التاسع : فی مسائل معطی الزکاۃ، مطبوعه إدارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص ۲۲۶ ج ۳ الفصل التاسع، مطبوعه ڈابهیل.

[3] ومقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حینئذٍ دلالة والظاهر أنه لا بد من علم المالک بهذا العرف لیکون إذنا منه دلالة، شامی زکریا ص ۱۸۸ ج ۳ کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً.

معروضه: تتعلق هٰذه المسئلة بأمور (۱) الأوّل منها أن الروايات المذكورة مفتىٰ بها أم لا (۲) والثانى أن المهتمم هل يعدّ وكيلاً من المزكين ام من الفقراء (الطلباء) (۳) والثالث هل يجعل الخلط المبتلىٰ به المسئول عنه ماذونًا عرفاً ام لا (۴) والرابع أنه لو فرض عدم جريان العرف فسكوت المزكى الجاهل هل هو اذن منه دلالةً أم لا (۵) والخامس أنه إن تحقق العرف فلاجل إشتراط الشامىؒ علم المالک بهٰذا لعرف ماشأن الوكيل فيما إذا كان شاكاً فى علم المالک بهٰذا العرف. قال زيد وباللّٰه التوفيق : أما الأول فهوظاهر لعدم التعرض لهٗ من احد المجيبين. وأما الثانى فان المجيب (المعين المفتى) مدظلهم جعل المهتمم وكيلاً للفقراء وليس الامر(فى زعمى) كذالک فلايكون داخلاً تحت الاستثناء المذكورة فى الدر المختار. نعم لاشک أنه سائل وجامع للفقراء وحكم مذكور فى الشامى صراحةً بقوله ويتصل بهذا العالم إذا سأل الخ حيث جعله ضامناً مع أن العلامة ذكر بعد ذٰلک ليس له الخلط بلا إذنهم (الىٰ قوله) وضمن للمؤكلين (الفقراء) والكلام فى عدالتهم وكيلاً للفقراء والطلباء يحتاج الىٰ فكر عميق فان الطلبة ليسوا بألسنتهم وكلوه ، كيف وإن بعضهم يدخلون فى المدرسة بعد تحصيل أموال الزكٰوة ففى حين الحصول كيف يكون هٰذا المحصل وكيلاً منهم وأن بعضهم يتركون المدرسة ولا يمكثون فيها فلا يصل إليهم مالهم الذى قبضه وكيلهم حين الإقامة فيها وأنه لايفوض إليهم مالهم محرزاً لكن ياكلون الطعام ماداموا مقيمين فيها بشرط الفوز فى الإمتحان فلو سلم المهتمم وكيل الطلباء بشكل هذا لأنه ليس للوكيل إشتراط الاقامة وغير ذٰلک وانما هوحق المؤكلين (الطلباء) مطلقاً وملک لهم (فليتأمل) وأمّا الثالث فقد إعتبر المجيب (ألمفتى سعيد احمد مد ظلهم) جريان العرف نعم والأمركذٰلک مشاهد ومسلّم ولاحاجة إلىٰ علم المزكى

بالمسئلة الإختلافية (ولٰكن يشترط علم المزكى بهذا العرف) وأمّا الرابع ففى جعل سكوت الجاهل حينئذ إذناً منه دلالةً يشكل بأن علم الشئ مقدم علٰى إذنه عقلاً فكيف يحصل بدونه وأمّا الخامس فلعله يقال فيه أنه لما تحقق العرف جعل المزكى كأنه العالم به والله اعلم بالصَّواب.

الجواب هو الموفق للسداد والصواب.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اشکال اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے، حضرت تھانویؒ نے بھی حضرت سہارنپوریؒ سے اس کو دریافت فرمایا تھا، اور جواب پر مکرر اشکال کیا تھا، امداد الفتاویٰ[1] جلد رابع کے آخر میں یہ مراسلہ منقول ہے، نہایت بہترین علمی مضامین پر مشتمل ہے، حضرت گنگوہیؒ سے بھی اسکو دریافت کیا گیا تھا، وہ سوال جواب تذکرۃ الرشید[2] ص:۱۶۴، ۱۶۵ سے نقل کرتا ہوں۔

سوال:- مدرسہ میں جو چندہ وغیرہ کا روپیہ آتا ہے، وہ وقف ہے، یا مملوک؟ اگر وقف ہے تو بقاءِ عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز ہے؟ اگر مملوک ہے، اور مہتمم صرف وکیل، تو معطی چندہ اگر مرجائے تو ورثہ کا حق ہے، اس کی تفتیش وکیل کو واجب ہے، زمانہ شارع علیہ السلام وخلفاءؓ میں جو بیت المال تھا اس میں یہ اشکال جاری ہے، بہت سوچا مگر قواعدِ شرعیہ سے حل نہ ہوا اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہو جانا چاہئے، اور مستہلک ملک مستہلک ہو کر صرف کیا جائے تو اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا، اگر یہ ہے تو اہلِ مدرسہ کے امیر انجمن کو سخت دقت ہے، امید ہے کہ جواب باصواب سے مشفی فرمائیں۔

جواب:- مہتمم مدرسہ کا نائب جملہ طلبہ کا ہوتا ہے جیسے امیر نائب جملہ عام کا ہوتا ہے، پس

---

[1] امداد الفتاوی ص ۲۶۱ تا ۲۶۶ ج۶ عنوان، "مكاتيب از حضرت مولانا خليل احمد صاحب نور الله مرقدهٗ، فرعيات، مطبوعه زكريا ديوبند.

[2] تذكرة الرشيد ص:۱۶۴-۱۶۵، تذكرة الرشيد، شبهات فقييه ومسائل مختلف فيها، مطبوعه اشاعت العلوم محله مفتى سهارنپور.

جوشئ کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے، اس کے قبضہ سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہوگیا اگر چہ وہ مجہول الملکیت والذات ہوں مگر نائب معین ہے، پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی اس میں نہیں ہوسکتی، اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہوسکتا ہے، بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس مختصر سے جواب میں زید کے جملہ اشکالات کا حل موجود ہے، بشرطیکہ فکرِ عمیق سے مطالعہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۱۲/۶۵ھ

دوبارہ جو تنقیحات اور ان کے جوابات زید کی طرف سے نقل کئے گئے ہیں ان کو دیکھا ان کے دیکھنے کے بعد بھی اصل مسئلہ کے جواب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس لئے اب بھی بندہ کی رائے وہی ہے کہ صورتِ مسئلہ کے جواب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس لئے اب بھی مسئلہ اختلافی ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کا اس میں اختلاف ہے،[1] بعد میں بھی فقہاء کا اختلاف رہا ہے، حضرت گنگوہیؒ کی تحریر مفتی صاحب نے نقل کردی ہے، اس لئے اس میں کلام کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ فقط سعید احمد غفرلہٗ ۱۸/ذی الحجہ ۶۵ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/ذی الحجہ ۶۵ھ

زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا

سوال:- ایک مدرسہ اسلامیہ مقروض ہے اور چندہ کے پیسہ سے چلتا ہے، اس کی مالی حالت بہت کمزور ہے، کیا زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے جب کہ مدرسہ میں کوئی طالب علم یتیم نہیں ہے؟ مدرسہ بہت قرض دار ہے۔

---

[1] قال فی البحر : ولو تصدق عنه بأمره جاز ويرجع بما دفع عند أبی يوسف وعند محمد لا يرجع إلا بشرط الرجوع، شامی زکریا ص ۱۸۸ ج ۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کراچی ص ۲۱۰ ج ۲ کتاب الزکاۃ.

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی غریب مستحق کو اس کا مالک بنادیا جائے، پس جو پیسہ مدرسہ میں زکوٰۃ کا دیا گیا ہے اگر براہِ راست اس سے مدرسہ کا قرض ادا کردیا جائے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اس کا ضمان لازم ہوگا[1]۔

نوٹ: زکوٰۃ کا پیسہ براہِ راست تنخواہ وتعمیر میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدارس کے طلبہ کی انجمنوں کو زکوٰۃ

سوال:- دارالعلوم دیوبند میں جتنی بھی انجمنیں ہیں، مثلاً پورنیہ والوں کی الگ ہے، چمپارن کی الگ ہے، ہر ضلع کی الگ الگ ہے، ان انجمنوں سے طالب علم مالی وکتابی ہر صورت کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جس کو آپ بخوبی جانتے ہوں گے، ایسی انجمنوں میں زکوٰۃ کا مال یا صدقۃ الفطر یا چرم قربانی یا صدقہ وغیرہ جتنے بھی ایسے مال ہوں جو صاحبِ نصاب پر واجب ہورہے ہیں، ان مالوں کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی صورت کیا ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کیوں۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی کا غریبوں پر صدقہ کردینا واجب ہے، پس جو انجمن صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا انتظام کرے اسکو دینا درست ہے۔ محض قرض دینے یا مستعار کتابیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ایسے پیسہ سے غریب مستحق طلباء کو کھانا کپڑا دینا درست ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۹۲ھ

---

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحة شامی کراچی ص: ۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی

سوال:- ہمارے یہاں ایک مکتب اسلامیہ درجہ چہارم تک قائم ہے، جس میں دو مدرسین کام کرتے ہیں، سڑک بورڈ ضلع میرٹھ سے مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار بطور امداد مقرر ہے، تعداد طلبہ ۷۲ر ہے، مکتب مذکور ضلع کے خاص مکتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور ہے، مکتب کی مالی امداد سے مجبور ہیں طلباء سے فیس وغیرہ قطعاً نہیں لی جاتی، اور غریب طلباء کے لئے کتابوں کا انتظام بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے مکتب میں درجہ تین وچار میں فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ پڑھائے جاتے ہیں، ایک حافظ قرآن کا اضافہ کر کے حفظ کلام جاری کرنے کا ارادہ ہے، ایسی صورت میں چرم قربانی، نیز زکوٰۃ کا روپے اس مکتب کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اور چرم قربانی کو تعمیر یا تنخواہ میں یا وقفی کتب وقرآن شریف خریدنے میں صرف کرنا جائز نہیں، البتہ مستحق طلبہ کے وظائف میں صرف کرنا درست ہے، کہ ان طلباء کے کپڑے وغیرہ بنادیئے جائیں اگر مکتب متولی یا مہتمم غریب اور مستحق ہو اور مالکان زکوٰۃ یا قیمت چرم قربانی اس کو دیدیں، اور مالک بنادیں تو اسکو از خود تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست ہوگا[۱]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد وفي الشامي ..... وكل ما لا تمليك فيه، شامي زكريا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۳۰۰ ج ۱، باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] كذا يستفاد وفي الظهيرية : الأفضل لصاحب المال الظاهر أن يؤدي الزكاة إلى الفقراء بنفسه لأن هؤلاء لا يضعون الزكاة مواضعها، البحر الرائق كراچی ص ۲۲۳ ج ۲ فصل في الغنم.

(صفحہ ہذا) [۱] ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً، الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف زيلعي ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان، تاتارخانية ص ۲۷۵ ج ۲ باب في من توضع الزكوٰة، مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

اسی طرح اگر کسی غریب مستحق کو دے کر قبضہ کرادیں، اور وہ اپنی طرف سے مکتب کے لئے دیدے تب بھی مکتب کی جمیع ضروریات میں صرف کرنا درست ہے یہ حکم ہے زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی کا[1]

اگر مالکان قیمت نہیں بلکہ خود چرم قربانی کا مہتمم مکتب کو مالک بنادیں تو اس کے لئے مہتمم کا غریب اور مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہ مالدار ہونے کی حالت میں بھی اس کو حسبِ ضرورت صرف کرسکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۲/۱/۵۷ھ

مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال:- (۱) زکوٰۃ کے روپیہ سے غریب و نادار طلبہ کی رہائش کے لئے حجرے بنانا آلات دستکاری خریدنا مدرسہ کے کتب خانہ کے لئے کتابیں خرید کر ایک وقت مقررہ کے لئے طلبہ کو مستعار دینا جائز ہے یا ناجائز۔

---

[1] ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد او تكفين ميت الى قوله وإن أُريد الصرف إلٰى هذه الوجوه صرف الٰى فقير ثم يأمر بالصرف إليها فيثاب المزكى والفقير، مجمع الأنهر ص۳۳۰ج۱ باب احكام المصارف طبع دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۹۳، ۲۹۱ باب المصرف، فتاوى الهندية ص۳۹۲ج۶ كتاب الحيل الفصل الثالث فى مسائل الزكاة، مطبوعه كوئٹه.

[2] وللمضحى أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغنى أو فقير مسلم أو كافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ج۱۷ التصدق بلحوم الأضاحى وجلودها أقول أما الأمر بالتصدق بالاشياء المذكورة فمحمول على الندب، اعلاء السنن ص۲۶۳ج۱۷ باب التصدق بلحوم الاضاحى وجلودها، مطبوعه ادارة القرآن كراچى ولا يصح دفعها اى الزكوٰة لكافر وغنى يملك نصابا الى قوله وجاز التطوعات من الصدقات وغلة الاوقاف لهم، طحطاوى مع المراقى ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر، تاتارخانية ص۲۷۵ج۲ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

(ب) زکوٰۃ کے روپے سے اگر کوئی مکان اس لئے خریدا جائے کہ اس کی آمدنی سے غریب طلباء کو امدادی وظائف دیئے جائیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زکوٰۃ کے روپیہ سے مدرسین اور معلمین دستکاری کو تنخواہیں دینا درست ہے یا نہیں؟ براہ کرام جملہ امور کا جواب بحوالۂ کتب مسلک احناف کے مطابق مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ کے روپیہ کیلئے تملیک یعنی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا دینا شرط ہے، حجرے بنانے آلات دستکاری خریدنے اور کتب خرید کر مستعار دینے میں تملیک مستحق نہیں، لہٰذا زکوٰۃ کا روپے ایسے مواقع میں صرف کرنا درست نہیں البتہ اگر آلات اور کتب وغیرہ خرید کر بطور تملیک دیدیں تو یہ درست ہے نیز کسی مستحق کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے، اور وہ حجرے بنوادے یا کتب وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کردے تب بھی درست ہے، اور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی: **وحیلة التکفین بها التصدق علٰی فقیرثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد** (درمختار[1] **نعمانیة ص: ۱۳۰**)

(ب) اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ تملیک مستحق نہیں پائی گی بعد تملیک مکان وغیرہ بنوانا درست ہے[2]

(۲) مدرسین اور معلمین دستکاری وغیرہ کی تنخواہ زکوٰۃ کے روپیہ سے دینا جائز نہیں البتہ اگر کسی

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۱۲، ج:۲، کتاب الزکوة. مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۳۰ ج۱ باب احکام المصارف کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاوی الهندیة کوئٹه ص۳۹۲ ج۶ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰة.

[2] ویشترط الصرف تملیکا لا اباحة کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، شامی زکریا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، فتاویٰ التاتارخانیة ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن فی مسائل المتعلقة بمن توضع الزکاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

غریب مستحق کو زکوٰۃ دیدی اور وہ مدرسہ میں دیدے تو اس سے تنخواہ دینا درست ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۸/۵۳ھ

ایضاً

سوال: -صدقہ فطر، چرم قربانی، صدقات اور عشر سے مندرجہ ذیل مصارف جائز ہیں یا ناجائز۔

(۱) طلباء کے درجات عالم، فاضل درس نظامی وغیرہ کی کتابیں خرید کر طلباء کو مستعار دینا۔

(۲) مدرسہ کی ملکیت میں جو کتب ان کی جلد بندی (۳) عمارت مدرسہ کا کرایہ (۴) غیر مستطیع طلباء جو امتحان عالم و فاضل، منشی و کامل میں شرکت کریں ان کی فیس اور کرایہ ریل آمد و رفت (۵) مدرسہ کیلئے ضروری سامان چٹائی میز کرسی وغیرہ (۶) طلباء کو بطور انعام از قسم نقد یا کتب (۷) طلباء عربی کو وظیفہ علاوہ خوراک ولباس وغیرہ (۸) معلم قرآن وتجوید وقرأۃ کی تنخواہ (۹) اگر مدرسہ کی ذاتی عمارت نہ ہو تو مدرسہ کی تعمیر (۱۰) مدرسہ عربیہ کی ملکیت میں کتب مذہبی وادب وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز ہے[2] البتہ صدقات نافلہ کو جمیع مصارف مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے، (۲) ناجائز[3] (۳) ناجائز[4] (۴) اگر وہ طلباء سید نہ ہوں تو خود ان کو دیدینا جائز ہے، (۵) ناجائز

---

[1] والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هٰذه الاشیاء. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۳، ج:۳، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ج۱ کتاب الزکاة باب احکام المصارف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ الهندیة کوئٹه ص۳۹۲ج۶ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکاة.

[2] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة (الدر المختار علی الشامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف) شامی زکریا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۰ج۱ باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۱ اوائل کتاب الزکاة.

[3] ملاحاظه هو حواله نمبر(۱) [4] ملاحاظه هو حواله نمبر (۱)

(۶) جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور سید نہ ہوں[۱] (۷) جائز ہے بشرط مذکور[۲] (۸) ناجائز ہے، (۹) ناجائز ہے (۱۰) ناجائز ہے اگر کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی کی قیمت دیدی جاوے اور وہ خود اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کو جمیع مصارف مذکورہ بالا میں صرف کرنا درست ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۹/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/ذی قعدہ ۵۳ھ

مدارس میں زکوٰۃ

سوال:-(۱) اہل مدارس مدارس کے جملہ اخراجات کیلئے مدرسہ کے نام و پتہ کی چھپی ہوئی رسیدوں پر زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرتے ہیں یہ ان کا خود ساختہ نواں مصرف ہے۔

(۲) رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ، کلینڈر، روداد، کارڈ، کے سہارے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی وصولی کا مروجہ طریقہ نبی کریم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) اس جدید اختراعی طریقۂ وصولی کو بروئے کار لانے کے لئے علماء فقہاء کرامؒ کا کہیں اجماع نہیں ہوا، اس پر عمل کرنے والے جو یہ نہیں جانتے کہ کس کی سنت ہے۔

(۴) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کا تعلیمی مشغلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

[۱] مصرف الزكوٰة هو فقير الى قوله وفى سبيل الله وهو منقطع الغزاة وقيل الحاج، وقيل طلبة العلم الاختلاف انما هو فى تفسير المراد بالاٰية لا فى الحكم أن الاصناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر الى قوله ولا يصرف الى بنى هاشم الدر المختار مع الشامى زكريا باب المصرف ص ۲۸۹/۲۹۰/۲۹۹ طحطاوى مع المراقى ص ۵۹۲/۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر.

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الأشياء الخ. (الدرالمختار على الشامى نعمانية ص: ۶۳، ج: ۲، باب المصرف)

(۵) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے لئے طلباء علم دین کی حیثیت بالکل غیر منصوص ہے۔

(۶) مدارس ومکاتیب نہ بیت المال ہیں نہ مثل بیت المال اور نہ ان کے **محصلین عاملین علیھا** ہیں۔

(۷) مدارس کے محصلین زکوٰۃ دہندگان پر مسلط کئے گئے وکیل ہوتے ہیں۔

(۸) معطیان زکوٰۃ پر وکیل مسلط کرنا غیر شرعی ہے، یہ تجارتی نقطۂ نظر ہے۔

(۹) رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ کلینڈر، کارڈ وغیرہ کی طباعت بھی تجارتی نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے، اوران کی طباعت میں قوم کا ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

(۱۰) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی آدھی رقم مدارس کے مقررہ غیر شرعی وکیل اپنے خرچ میں لاتے ہیں۔

(۱۱) یہی رقم مدرسین کی تنخواہوں میں، دارالاقامہ ومدارس کی تعمیر ومرمت میں کلینڈر، چارٹ رسیدوں وغیرہ کی طباعت میں مقدمات اور مہمان نوازی وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے جب کہ شرعاً ممنوع ہے۔

(۱۲) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم کا بہ مشکل دسواں حصہ ہی غریب طلباء پر خرچ ہوتا ہے۔

(۱۳) اہل مدارس اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں مستحقین طلباء کو مالک نہیں بناتے اور زکوٰۃ جب تک مستحق کی ملکیت میں نہیں دی جاتی ادا نہیں ہوتی۔

(۱۴) نبی کریم ﷺ سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرمادیا کرتے تھے، اہل مدارس زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم سالہا سال تحویل میں رکھتے ہیں نہ جانے یہ کس کا طریقہ ہے۔

(۱۵) کسی مستحق کو زکوٰۃ کی رقم اتنی دی جائے کہ وہ صاحب نصاب نہ بن جائے اہل مدارس اتنی رقوم جمع کر لیتے ہیں کہ اگر وہ مستحق طلباء میں تقسیم کی جائے تو وہ سبھی صاحب نصاب بن جائیں اور کثیر رقم بچ جائے۔

(۱۶) ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے، اہل مدارس دور دراز شہروں سے زکوٰۃ

وصول کراتے ہیں۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گنہ گار اور مشرک وکافر کا بھی ایک دن کے لئے کھانا بند نہیں کرتے لیکن اہلِ مدارس انہیں مہمانان رسول ﷺ کا کھانا مہینوں بند رکھتے ہیں، جب کہ وہ امتحان میں کم نمبر پاتے ہیں جب کہ انہیں کا نام لے کر زکوٰۃ وصدقات وصول کرتے ہیں۔

(۱۸) ان مدارس میں بعض ایسے محصل بھی ہوتے ہیں جو وصول کم اور خرچ زیادہ کرتے ہیں اپنے خرچ کی بقیہ رقم مدرسہ کی تحویل سے لیتے ہیں۔

(۱۹) کلام الٰہی اتنا مطہر ہے کہ مومن پاک ہونے پر بھی بلا وضو چھو نہیں سکتا، اس علم نبوت کے حاصل کرنے اور کرانے والے کے لئے میل کچیل کا استعمال علم مطہر کی توہین ہے۔

(۲۰) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے مطلق آٹھ مصارف ہیں (سورۂ توبہ رکوع ۱۴) (۱) فقراء جن کے پاس کچھ نہ ہو، (۲) مساکین جن کو بقدر ضرورت میسر نہ ہو (۳) عاملین علیہا جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات پر مامور ہوں، (۴) مؤلفہ قلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد یہ مصرف باقی نہیں رہا، (۵) رقاب، یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں (۶) غارمین، یعنی وہ لوگ جن پر کوئی حادثہ آپڑا اور وہ مقروض ہو گئے (۷) فی سبیل اللہ جہاد وغیرہ جانے والوں کو (۸) ابن السبیل، وہ مسافر جو بحالت سفر مالک نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہے تقریباً بتیس آیات میں اقامت صلوٰۃ کیساتھ ایتاء زکوٰۃ کا بھی حکم ہے، نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے: "**خذ من اموالهم صدقة**" (الآیۃ)[۱]

زکوٰۃ کے مصارف بھی بتائے گئے ہیں: "**انما الصدقات للفقراء**" (الآیۃ)[۲]

---

[۱] سورہ توبہ پارہ ۱۱/ آیت: ۱۰۳/ **ترجمہ**: آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔ ۱۲ بیان القرآن۔

[۲] سورہ توبہ پارہ: ۱۰/ آیت: ۶۰/ **ترجمہ**:- صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنی طرف سے آدمی مقرر کر کے بھیجے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا عزم فرمایا جیسا کہ صحاح کی روایت میں موجود ہے[1]، زکوٰۃ کے لئے ترغیب دینا آدمیوں کے ذریعے پیغام بھیجنا نبی اکرم ﷺ سے اور خلفاء راشدین سے صاف صاف منقول ہے[2]، دینی مدارس کے غیر مستطیع طلبہ جو کہ سید نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہیں اور فقراء ومساکین میں داخل ہیں[3] اس نوع کو نویں قسم قرار دینا غلط ہے، علم دین کی تحصیل کوئی جرم نہیں کہ جس کی وجہ سے فقر ومسکنت کے باوجود زکوٰۃ دینا منع ہو، معترض صاحب نے جو اپنے ہینڈ بل کے ۲۰ر میں تلقین کی ہے کہ کسی طالب علم کو دینے کا طریقہ یہ ہے کہ براہ راست دیجئے، تو

[1] عن أبی هريرة قال لمّا توفی رسول الله صلی الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر بعده ..... فقال ابو بكر واللّٰه لاقاتلنّ من فرق بين الصلوة والزكوٰة فان الزكوٰة حق المال والله لو منعونی عقالاً، كانوا يؤدّونه الی رسول الله صلی الله عليه وسلم لقاتلتهم علٰی منعه الی اخره مسلم شريف ص۳۷ ج ۱ كتاب الايمان باب الامر بقتال الناس حتی يقولوا : لاإله إلا اللّٰه مطبوعه مكتبۂ رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص۵۷ ۱ ج ۱ كتاب الزكوٰة الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن أنس أن أبا بكر كتب له هذا الكتاب لمّا وجّهه الی البحرين بسم الله الرحمٰن الرحيم هذه فريضة الصدقة التی فرض رسول الله صلی الله عليه وسلم علی المسلمين والتی امر الله بها رسوله الخ مشكوٰة المصابيح ص۵۸ ۱ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب ما يجب فيه الزكوٰة عن زينب امرأة عبد الله قالت خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقال يا معشر النسآء تصدقن الخ مشكوٰة المصابيح ص۵۹ ۱ باب ما يجب فيه الزكوٰة مطبوعه ياسر نديم عن ابی حميد الساعدی قال استعمل رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم رجلاً من الاسد علی صدقات بنی سليم يدعی ابن اللّتبيّة فلما جاء حاسبه، بخاری شريف ص۲۰۳ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب قول الله تعالٰی والعاملين عليها مطبوعه مكتبۂ اشرفيه ديوبند.

[3] أن طالب العلم أی الشرعی يجوز له اخذ الزكاة قلت وهو كذلک والّا وجه تقييده بالفقير الدر المختار مع الشامی زكريا ص۲۸۵، ۲۸۶ ج۳ ولا يصرف الی بناء نحو مسجد الی قوله ولا الی هاشم شامی زكريا ص۲۹۹ ج۳ كتاب الزكوٰة باب المصرف، طحطاوی مع المراقی ص۵۹۲، ۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر.

انہوں نے یہ نیا مصرف کہاں سے نکالا، نیز اسی ہینڈ بل میں ۲۰ر میں یہ بھی گلہ کیا ہے کہ طلباء پر رقم زکوٰۃ کی کم خرچ کی جاتی ہے اور ان کو مالک نہیں بنایا جاتا اگر یہ

مصرف نیا اور نواں ہے جو کہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں پھر گلہ کیوں ہے، معترض صاحب کے ہینڈ بل کے ۱۴ر میں یہ لکھنا کہ نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم کر دیا کرتے تھے، اور اس کو کلیہ سمجھنا حدیث پاک اور سیرت مبارکہ ﷺ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے، بخاری شریف میں مذکور ہے کہ صدقہ کی حفاظت کے لئے ایک صحابی کو مقرر فرمایا انہوں نے وہاں نماز کی نیت باندھ لی رات کا وقت تھا ایک چور آیا، اس نے اس میں سے کچھ لیا، انہوں نے نیت توڑ کر اس کو پکڑ لیا، کہ چل حضور ﷺ کے پاس اس نے معذرت کی کہ آمدنی کم ہے اور عیال زیادہ اس لئے میں نے ایسا کیا آئندہ نہیں کروں گا، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، صبح کو جب حاضر خدمت ہوئے تو یہ واقعہ پیش ہوا، تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے، پھر آئے گا، چنانچہ دوسری اور تیسری رات پھر آیا پھر تیسری شب جب انہوں نے خدمت اقدس ﷺ میں لے جانے پر زور دیا تب اس نے کہا کہ میں آپ کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ آپ جہاں اس کو پڑھ دیں گے میں وہاں نہ آؤں گا اس نے آیت الکرسی بتلائی پھر صبح کو خدمت اقدس میں حاضری ہوئی قصہ بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ جھوٹا مگر بات سچی بتا گیا۔ وہ شیطان تھا[1]

اگر تمام صدقات سونے سے پہلے تقسیم فرما دینے کا معمول حتمی تھا تو آخر اس کی نوبت کیوں آئی، نیز اہل عرینہ کا واقعہ بھی بخاری شریف اور دیگر صحاح میں مذکور ہے، کہ ان کو مدینہ طیبہ کا پانی

---

[1] عن أبی هريرة قال وكّلنی رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم بحفظ زكوٰة رمضان فاتانی اٰتٍ فجعل يحثو من الطعام فاخذته فقلت لَاَرْفَعَنَّکَ إلى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فقصّ الحديث فقال إذا اٰويتَ الى فراشک فاقرأ اٰية الكرسی لن يزال من الله حافظا ولا يقربک شيطان حتى تصبح وقال النبی صلى الله عليه وسلم صدقک وهو كذوب ذاک شيطان، بخاری شريف ص ۷۴۹ ج ۲ كتاب فضائل القرآن باب فضل البقرة ايضاً بخاری شريف ص: ۳۱۰، ج: ۱، كتاب الوكالة . باب اذا وكل رجلاً فترک الوكيل فاجازه الموكل فهو جائز الخ حديث نمبر ۲۲۵۴ مطبوعه اشرفی ديوبند.

موافق نہیں آیا مریض ہوگئے تو ان کو ایک مقام پر بھیج دیا کہ وہاں صدقہ کے اونٹ چرتے ہیں وہاں جاکر رہو سہو چنانچہ وہ گئے اور کچھ روز تک رہے تندرست ہوگئے راعی کو قتل کیا مثلہ کیا اونٹوں کو بھگالے گئے جس وقت خبر پہنچی حضور ﷺ نے ان کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے وہ پکڑے ہوئے آئے[1]۔ اگر سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرمادیتے تھے تو اتنے روز تک یہ صدقے کے اونٹ کیسے باقی رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدقات واجب التملیک کی حفاظت کا مستقل انتظام فرمارکھا تھا، وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ومصلحت مستحقین کو دیتے تھے[2]، صحابہ کرام تمام امت سے افضل تھے[3]، اصحاب صفہ کا ایک خاص مقام تھا کہ قرآن کریم اور علم دین حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو وقف

[1] عن أنس قال قدم أناس من عُكل وعرينة فاجتوو المدينة فامرهم النبيّ صلى الله عليه وسلم بلقاح وأن يشربوا من ابوالها وألبانها فانطلقوا فلمّا صحّوا قتلوا راعى النبيّ صلى الله عليه وسلم واستاقوا النعم فجاء الخبر فى اول النهار فبعث فى اثارهم فلمّا ارتفع النهار جئ بهم الخ بخارى شريف ص:۳۶، ج:۱، كتاب الوضو. باب ابواب الابل والد واب الخ حديث۲۳۳ وبخارى شريف ص:۶۰۲، ج:۲، كتاب المغازى. باب قصة عكل وعرينة. حديث۴۰۳۹ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[2] فبلغ خراج السواد والجبل على عهد عمرؓ مائة ألف الف وعشرين ألف ألف واف، والواف درهم ودانقان إلى قوله وهو أول من دوّن الديوان وكتب الناس على قبائلهم وفرّض لهم الاعطية طبقات ابن سعد ص۲۸۲ ج۳ وفيه واتخذ عمرؓ دار الرقيق وقال بعضهم الدقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبيب وما يحتاج إليه يعين به ص۲۸۳ ج۳ وفيه، وكان عمر بن الخطّاب يحمى النقيع لخيل المسلمين ويحمى الرّبذة والشرف لا بل الصدقة، طبقات ابن سعد ص۳۰۵ ج۳ ذكر استخلاف عمر رضى الله عنه مطبوعه دار الفكر بيروت، وكان عمر رضى الله عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل والاخذ بهذا فى زماننا احسن شامى زكريا ص۳۵۲ ج۶ كتاب الجهاد باب العشر والخراج مطلب تحقيق مهم فى توجيه الوظائف.

[3] عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير امّتى القرن قوله صلى الله عليه وسلم خيركم قرنى وفى رواية خير امّتى وفى رواية خير النّاس قرنى ثم الذين اتفق العلماء علىٰ ان خير القرون قرنه صلى الله عليه وسلم والمراد اصحابه، شرح مسلم شريف للنوى، الصحيح المسلم ص۳۰۹/۳۰۸ ج۲ باب فضل الصحابة مطبوعه مكتبۂ بلال ديوبند، مرقاة المفاتيح ص۵۲۰ ج۵ باب مناقب الصحابة مطبوعه بمبئى.

کئے ہوئے تھے، اہل وسعت صحابہؓ صدقات انکو دیا کرتے تھے[۱] تو قرآن کریم وعلم دین حاصل کرنے کیلئے آدمی کا طاہر ومطہر ہونا ضروری ہے، تو یہ صدقات ایسے لوگوں کو حضور ﷺ کی طرف سے اور آپکی ہدایت کے مطابق دوسرے صحابہ کی طرف سے کیوں دیئے جاتے تھے۔

ایک شہر سے دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا یا منتقل کرانا اگر ہر صورت میں مکروہ ہے تو حضور ﷺ کے عامل بھی حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مختلف بستیوں میں جاتے تھے،[۲] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختلف بستیوں میں جاتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا انتظام فرمایا تھا، کہ دوسرے شہروں سے زکوٰۃ منگوائی جاتی تھی،[۳] اگر اپنے عزیز رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ نہیں، اسی طرح زیادہ دیندار دوسری جگہ ہوں، تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ

---

[۱] قال وأهل الصفة أضياف الإسلام لا يأوُون علٰى اهل ولا مال إذا آتته صدقة بعث بها اليهم ولم يتناول منها شئ وإذا أتته هدية اَرْسل إليهم وأصاب منها وأشركهم فيها، وتقدم فى باب علامات النبوة حديث عبد الرحمٰن بن ابى بكر أن اصحاب الصفة كانوا ناسا فقراء وان النبى ﷺ قال من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث الحديث فتح البارى ص۶۸/۷۳ ج۱۳ باب كيف كان عيش النبى واصحابه. مطبوعه دارالفكر بيروت،

[۲] عن أبى هريرة قال بعث رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم عُمَرؓ (اى ارسله عاملا) على الصدقة الى آخر الحديث عن ابى حميد الساعدى قال استعمل النبى صلى الله عليه وسلم رجلاً من الازد يقال له ابن اللتبية على الصدقة والمعنى جعله عاملاً على الصدقة وساعيا فى اخذها، مرقاة المفاتيح ص۴۱۵/۴۱۶ ج۲ كتاب الزكوٰة طبع بمبئى مشكوٰة شريف ص۱۵۶ ج۱ كتاب الزكاة طبع ياسر نديم ديوبند، تؤخذ من اغنيائهم دليل على ان الامام يرسل السعاة الى اصحاب الاموال لقبض صدقاتهم من امر بدفعها، عمدة القارى ص۲۳۸ ج۴ الجزء الثامن وجوب الزكوٰة طبع دار الفكر بيروت.

[۳] عن حوشب ابن بشر الفزارى عن أبيه قال رايتنا عام الرمادة وحصّت السنة اموالنا فيبقٰى عند العدد الكثير الشئ لا ذكر له فلم يبعث عمر، تلك السنة السُعاة فلمّا كان قابل بعثهم فأخذوا عقالين فقسموا عقالاً وقدموا عليه بعقال إلى قوله وكان عمر رضى اللّٰه عنه يبعث السعاة فيأمرهم أن يأتوا الناس حيث كانوا، طبقات ابن سعد ص۳۲۳ ج۳ ذكر استخلاف عمر رضى اللّٰه عنه مطبوعه دار الفكر بيروت، حاشية سنن أبى داؤد رقم الحاشية۱ ص۲۱۷ ج۱ أول كتاب الزكوٰة، مكتبۂ سعد ديوبند.

نہیں[1] کتب فقہ بحرالرائق[2]، شامی[3]، عالمگیری[4]، مجمع الانہر[5] میں یہ مسائل مذکور ہیں، تو اگر دور دراز سے لوگ دینی مدارس میں زکوٰۃ بھیجیں، جن کے رشتہ دار پڑھتے ہیں اور جہاں جہاں حاجت مند ہیں اور جہاں زیادہ اہل دین ہیں تو کوئی کراہت نہیں[6] البتہ زکوٰۃ کا مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے خواہ اس کو نقد دیا جائے، یا اس کی ضرورت کے مطابق گرمی سردی کے کپڑے دیئے جائیں یا کتابیں دی جائیں، یا ان کو کھانا دیا جائے، زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہوں میں تعمیر میں، جنتری میں، کلینڈر، رسید بہی وغیرہ طبع کرانے میں خرچ کرنا درست نہیں ہے[7] جو ارباب مدارس ایسا کرتے ہیں ان کو اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے اللہ پاک نے براہ راست: " آتوا الزکوٰۃ "[8] کا خطاب فرمایا ہے، پھر اپنے نبی ﷺ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حکم دیا، یعنی مسلط فرمایا: "خذ من اموالهم صدقة"[9] پھر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مسلط فرمایا، یمن کے دو ڈویزن تھے، ایک پر حضرت معاذ رضی اللہ

---

۱ ملاحظه هو حواله نمبر ۸.

۲ البحرالرائق ص: ۲۵۰، ج: ۲، باب المصرف.

۳ ملاحظه هو حواله نمبر: ۸/

۴ عالمگیری کوئٹه ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف.

۵ مجمع الانهر ص: ۳۳۳، ج: ۱، باب فی بیان احکام المصرف. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

۶ وکره نقلها اِلا الٰی قرابته اواحوج اوا صلح أو أورع او انفع للمسلمین أو غلی طالب علم او الی الزهاد. درمختار ص۶۸، ۶۹، ج: ۲، نعمانیه.باب المصرف، فتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فی المصارف بحر کوئٹه ص ۲۵۰ ج ۲ باب المصرف.

۷ ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا إباحة کما مرّ ولا یصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میتٍ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳ ج۱ باب احکام المصرف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

۸ سورة البقرة الآیة ۳۴.

۹ سورة التوبة رقم الآیة ۱۰۳.

عنہ کو اور دوسرے پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مسلط فرمایا وغیرہ وغیرہ[1] پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملین کو مقرر فرمادیا، اور جنہوں نے اداء زکوٰۃ سے انکار کیا ان سے قتال کے لئے آمادہ ہوگئے[2] پھر ان کے بعد دیگر خلفاء نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔[3]

آج تسلیط کی قوت نہیں، ترغیب وترہیب کا وقت ہے، یہ سلسلہ جاری ہے، جس طرح کسی آدمی کے ذریعہ زبانی پیغام دے کر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، اسی طرح خط اشتہار وغیرہ کے ذریعہ ترغیب دی جاتی ہے، اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ریل اور جہاز میں سوار ہوکر حج کرنا کہاں سے ثابت ہے، حضور ﷺ نے تو اونٹ پر سوار ہوکر مسافت طے فرمائی ہے، ریل اور جہاز سے سفر نہیں فرمایا، ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بالکل ناسمجھی کا ہے، اگر تربیت وتہذیب کے لئے کوئی سزا مناسب تجویز کی جائے جو حدود شرع کے اندر ہو تو اس میں کیا مضائقہ ہے، یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کافر ومشرک کا کھانا بند نہیں کرتے تو مہمانان رسول ﷺ کا کھانا کیوں بند کیا جاتا ہے، یہ بھی ناسمجھی پر مبنی ہے، کسی شخص سے زنا کا صدور ہوجائے اس کو سنگسار کیا جاتا ہے یا کوڑے مارے جاتے ہیں اگر کوئی سوال کرنے لگے کہ کافر ومشرک کفر وشرک میں مبتلا ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نہ سنگسار کرتے

---

[1] عن ابی هريرة قال لمّا توفی رسول الله صلی الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر بعده ..... فقال أبو بكر واللّٰه لا قاتلنّ من فرق بين الصلوٰة والزكاة فان الزكاة حق المال واللّٰه لو منعونی عقالاً كانوا يؤدّونه إلی رسول الله صلی الله عليه وسلم لقاتلتهم علی منعه الخ مسلم شريف ص۳۷ ج ۱ كتاب الايمان باب الامر بقتال الناس حتی يقولوا لا اله الا اللّٰه، مكتبۂ رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص۵۷ ۱ ج ۱ كتاب الزكاة الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن سالم عن ابيه قال كتب رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم كتاب الصدقة فلم يخرجه الی عماله حتی قبض فقرنه بسيفه فعمل به ابو بكر حتی قبض ثم عمل به عمر حتی قبض الخ ابوداؤد شريف ص ۲۱۹ ج ۱ كتاب الزكاة باب فی زكوٰة السائمة، مكتبۂ سعد ديوبند.

[3] عن ابی بردة قال بعث رسول الله صلی الله عليه وسلم ابا موسی ومعاذ بن جبل الی اليمن قال وبعث كل واحد منهما علی مخلاف قال واليمن مخلافان الخ بخاری شريف ص۶۲۲ ج۲ كتاب المغازی باب بعث ابی موسٰی ومعاذ الی اليمن، مكتبۂ اشرفية ديوبند.

ہیں نہ کوڑے مارتے ہیں تو مسلمان کو یہ سزا کیوں دی جاتی ہے، کوئی شخص تہذیب سکھانے کے لئے اپنے بچے کو کمر پر چپت مار دیتا ہے جس سے اس کی غلطی پر تنبیہ ہوا گر وہ بچے مطالبہ کرے کہ جو غلطی میں نے کی اس سے بڑی غلطی کافر کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو انہیں چپت نہیں مارتا آپ نے مجھے چپت کیوں ماری، ظاہر ہیکہ اس کا قول ناسمجھی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اس میں بات سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں

سوال:- کیا صدقہ فطر، قربانی کی کھال اور زکوٰۃ وغیرہ دینی مدارس میں دے سکتے ہیں اسی طرح کیا انہیں مساجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چیزیں براہ راست مدرسہ یا مسجد وغیرہ کے کسی ملازم کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں[1] البتہ دینی مدارس کے مستحق طلباء پر صرف کرنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں

سوال:- ایک بہت بڑا موضع مسلمانوں نے آباد کیا ہے مگر وہاں کے لوگ بہت جاہل اور لاعلم

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت لعدم التملیک الی قوله ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامر بفعل هذه الاشیاء الدر المختار مع الشامی نعمانیة ص۶۳،۶۲ ج۲ مجمع الأنهر ص۳۳۰ ج۱ باب احکام المصرف طبع دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج۲ اوائل کتاب الزکاة.

ہیں عام طور سے غیر مستطیع ۸۵/ فیصد ہیں، شرعی و مذہبی رسم ورواج سے بالکل بے بہرہ ہیں یہاں پر ایک مکتب جاری کیا گیا، بے حد کوشش کی گئی کہ مکتب میں کوئی رقم ماہانہ دی جائے لیکن لوگوں نے نہیں دیا، مکتب بار بار مع عمارت کے ختم ہوتا گیا، لیکن لوگوں نے توجہ نہیں کی، یہاں کے لوگ وعظ و پند کی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، مکرر سہ کرر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن برابر ناکامی رہی، یہ دیکھ کر ایک صاحب نے کوشش کر کے چالیسواں حصہ غلّہ فطرہ زکوٰۃ کچھ معمولی رقم بیرونی حضرات سے اعانت لیکر مدرسہ چلانا شروع کیا اور عمارت بھی بنوایا ابھی بن رہا ہے اب مدرسہ میں مدرسین ہیں علاوہ دینیات کے ہندی اور جغرافیہ حساب وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اب نادار طلبہ کو مدرسہ سے کتابیں دی جاتی ہیں، مگر اب تک گاؤں کے لوگوں نے اس پر توجہ نہیں کی اور نہ کچھ مدد کرتے ہیں صرف چالیسواں غلّہ سے کچھ مدد کر دیتے ہیں، یہاں کے لوگ عموماً جاہل اور بخیل ہیں، مذہبی قانون سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے، یہاں مدرسہ اسلامیہ کا ہونا بہت ضروری ہے، سوال یہ ہیکہ بحالتِ مجبوری ہر قسم کی رقوم سے مدرسین کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن رقوم (زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی، نذر کفارہ یمین صوم وغیرہ) میں تملیک ضروری ہے، ان کو تعمیر یا تنخواہ میں براہِ راست صَرف کرنا جائز نہیں[1]، ایسا کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا البتہ نفلی خیرات وصدقات کو تعمیر و تنخواہ میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے[2]، جو حضرات اہلِ دین مدارس

---

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف)، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج۲ اوائل کتاب الزکاة، مجمع الأنهر ص ۳۳۰ ج ۱ باب احکام المصرف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد الی قوله ولایدفع الی بن هاشم فامّا التطوع فیجوز الصرف الیهم، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۸۸/۱۸۹ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر، تاتارخانیة ص ۲۷۵ ج ۲ الفصل الثامن، من توضع الزکاة فیه طبع ادارة القرآن کراچی.

چلاتے ہیں، اور طریق سے واقف ہیں، نیز اللہ پاک نے ان کو خشیۃ اور تقویٰ بھی عطا فرمایا ہے، ان کے وعظ کرائے اور ان سے مشورہ لیں اپنی بستی حالت ان کو دکھائیں، وقتاً فوقتاً بستی کے لوگوں کو دیگر مقامات پر دینی مدارس کا معائنہ کرائیں کہ کس طرح وہ مدارس چلاتے ہیں اور ان کی کیسی کیسی علمی وعملی واخلاقی ترقیات ہوئی ہیں اور ان سے مخلوق کو کس قدر ہدایت ہوئی ہے اور فیض پہنچتا ہے، اس سے ان کے دلوں میں بھی شوق اور علم دین کا جذبہ پیدا ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

بچیوں کے مدرسہ میں زکوٰۃ

سوال:- ایک بچیوں کا مدرسہ قائم ہوا، جس میں دینی تعلیم ہو رہی ہے لیکن اس کی مالی حالت کمزور ہے، اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) کیا اس مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، اور اگر دی جاسکتی ہے تو دینے والا کس کو دینے کی نیت کرے؟ کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، تو کیا غریب اور نابالغ بچیوں کی نیت سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(ب) زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے ذمہ دار کو دی جائے گی اور وہ ذمہ دار بچیوں کو دے کر حیلۂ تملیک کرے گا تو کیا بچیاں اس سے مدرس کی تنخواہیں ادا کرسکتی ہیں؟

(ج) کیا بچیوں کو دے کر پھر اس رقم کو ان سے بطورِ فیس واپس لے کر مدرسہ کے حساب میں جمع کیا جاسکتا ہے اور پھر اس سے تنخواہیں دی جاسکتی ہیں؟

(د) نیز اس طرح صدقات خیرات فطرہ عید قربانی پر کھال کی قیمت عقیقہ پر بکرے کی کھال کی قیمت، فدیہ وغیرہ بھی ان بچیوں کی نیت سے دیگر ذمہ دار مدرسہ بحیلۂ شرعی اس کو ان سے لے کر عطیہ میں جمع کرسکتے ہیں، اور ان سے تنخواہیں وغیرہ ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس دینی مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے نہ کوئی وقف کی آمدنی ہے، نہ چندہ ہوتا ہے، نہ فیس وصول ہوتی ہے، تو بدرجۂ مجبوری رقم واجبُ التملیک کو اسطرح صرف کرنا درست ہیکہ مستحق زکوٰۃ لڑکیوں کو تملیکاً دیدیں اور وہ مالک وقابض ہونے کے بعد مقررہ فیس میں ذمہ دار کو دیدیں، پھر ذمہ دار اس رقم کو تنخواہ یا دیگر ضروریات میں صرف کردے[1]۔ لڑکیاں اگر چھوٹی ہوں اور ان کے اولیاء مستحق زکوٰۃ ہوں تو زکوٰۃ ان کے اولیاء کو بھی اس مقصد کے لئے دی جاسکتی ہے اور ذمہ دارِ مدرسہ، معلّمہ وغیرہ کو بھی دی جاسکتی ہے[2] اس تشریح کے ساتھ کہ یہ زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ، فطرہ، قیمت چرم قربانی، نذر وغیرہ سب کا حکم یہی ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۱۳۸۸ھ

نیم سرکاری مدرسہ میں زکوٰۃ

سوال:- گنگوہ میں ایک مدرسہ اسلامی محض قرآن کی تعلیم نیز ضروری حساب واردو کی تعلیم

---

[1] أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الدر المختار على الشامى نعمانية ص:٦٣، ج:٢، باب المصرف، مجمع الأنهر ص٣٣٠ج١ باب احكام المصرف طبع دار الكتب العلمية بيروت، فتاوى الهندية ص٣٩٢ج٦ كتاب الحيل الفصل الثانى فى مسائل الزكوٰة طبع كوئٹه.

[2] ويشترط ان يكون الصرف تمليكا وفى التمليک اشارة الى انه لا يصرف الى مجنون وصبى غير مراهق الا اذا قبض لهما من يجوز له قبضه كالأب والوصى وغيرهما الدر المختار مع الشامى زكريا ص٢٩١ج٣ باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه، ص٢٠١ج٢ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص٤١٢ج٢ كتاب الزكوٰة دار الكتب العلمية.

[3] مصرف الزكاة والعشر وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة شامى نعمانيه ص: ٥٨، ج:٢، باب المصرف، طحطاوى مع المراقى ص٥٩٦ باب صدقة الفطر مطبوعه مصر، بدائع الصنائع زكريا ص١٥٧ ج٢ فصل مصارف زكوٰة.

کے لئے کھولا گیا تھا جس کے اخراجات کی یہ صورت تھی کہ مسلمانوں سے کسی قدر بطور چندہ لیا جاتا تھا، جب اس چندہ سے مدرسہ کا خرچ نہ چلا تو زکوٰۃ کی مد سے نیز چرم قربانی کا روپیہ لوگوں سے حاصل کر کے بحیلۂ جواز مدرسہ میں صرف کرنے لگے چند روز اسی طرح کارروائی کی گئی، بعد میں سرکاری امداد بھی اس قدر امداد کا مطالبہ کیا چنانچہ اس وقت تک سرکاری امداد بھی اس قدر مل رہی ہے، جو اخراجات مدرسہ کو کافی ہے یعنی مدرسہ ہذا میں چار مدرس ہیں ان کی تنخواہوں کو کافی ہے رہا مدرسہ کا کرایہ یا سامان وغیرہ کا خرچ وہ بھی چندہ وغیرہ طلباء سے وصول کر کے پورا کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ مدرسہ مجبوری کی وجہ سے سرکاری ضابطہ کے ماتحت کارروائی کرنے پر مجبور ہو گیا جس میں جبریہ تعلیم کی زد سے بچوں کی تعلیم میں رخنہ اندازی بھی ہو رہی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ مدرسہ خالص اسلامی تو رہا نہیں، سرکاری سرپرستی میں آ گیا پس اس مدرسہ میں بصورت متذکرہ بالا زکوٰۃ اور چرم قربانی کا روپیہ بحیلہ جواز لگانا درست ہے یا نہیں جب کہ اس مدرسہ کا خرچ معلموں کی تنخواہ میں صرف ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ جب مستحق کے پاس پہنچ گئی تو وہ ادا ہو گئی،[1] اب اس نے جس کام کیلئے وہ روپیہ مدرسہ میں دیا ہے اسکی ہدایت کے موافق خرچ کرنا درست ہے،[2] اور یہی حال قیمت قربانی کا ہے۔

---

[1] لا يجوز الزكاة إلا إذا قبضهما الفقير أو قبضها من يجوز قبضه له لولايته عليه، تاتارخانية ص۲۷۴ ج۲ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، طبع ادارة القرآن كراچى، فتاویٰ الهنديه كوئٹه ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فى المصارف، المحيط البرهانى ص۲۱۴ ج۳ الفصل الثامن من يوضع فيه الزكاة طبع المجلس العلمى ڈابهيل گجرات.

[2] وقد امره بالدفع الى فلان فلا يملك الدفع الى غيره شامى زكريا ص۱۸۹ ج۳ باب المصرف فتاوى الهنديه كوئٹه ص۴۰۸ ج۴ كتاب الهبة الباب الثانى عشر فى الصدقة، تاتارخانية ص۲۸۵/۲۸۴ ج۲ الفصل التاسع فى المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

مدرسہ کا روپیہ مہتمم کے پاس امانت ہے اپنے ذاتی کام میں صرف کرنا درست نہیں، اگر صرف کریگا تو وہ قرض ہو جائے گا، امانت نہ رہے گا، یعنی اس کا تاوان واجب ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۸/۵/۵۶ھ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

جب مدرسہ کے مصارف دوسرے ذرائع سے پورے ہو جاتے ہیں تو زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے خرچ نہ کرنی چاہئے اور اب چونکہ وہ نیم سرکاری مدرسہ ہو گیا ہے، اس لئے غرباء اور طلباء مدارس اسلامیہ اس کے مقابلہ میں زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔[2] فقط سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۸/ مارچ ۵۶ھ

بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں زکوٰۃ دینا

سوال: -بمبئی میں رواج ہو رہا ہے کہ بریلوی حضرات اپنی رقم زکوٰۃ کو دیوبندی مدرسہ میں دینا ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں اور ہمارے سفراء کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دیتے ہیں تو کیا ان کے سفراء کو زکوٰۃ کی رقم دیں اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا ہم بھی ان کے مدرسہ والوں کی رقم نہ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ متقی دیندار کو دی جائے، جیسا کہ کتب[3] فقہ میں ہے جو شخص جماعت یا مدرسہ حق اور اہل

---

[1] ولو خلط زكاة مؤكليه ضمن وكان متبرعاً الى قوله اذا انفقها أوّلاً على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرّع الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۸۹، ۱۸۸ ج۳ كتاب الزكاة مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً فتاوى هندية ص۴۰۸/۴، كتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة، تاتارخانيه ص۲۸۵، ۳۸۴/۲، الفصل التاسع، فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة طبع ادارة القرآن كراچی.

[2] وانفع للمسلمين بتعليم قال فی المعراج التصدق على العالم الفقير أفضل اى من الجاهل الفقير طحطاوی مع المراقی ص۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، فتاوى الهندية كوئٹه ص۱۸۷ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۰۴ ج۳ باب المصرف مطلب فی الحوائج الاصلية. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حق کی مخالفت وتکفیر کرے اس کے لئے کوشش میں مصروف رہے اس کو زکوٰۃ نہ دی جائے، اس کو زکوٰۃ دینا مخالفتِ حق کی اعانت کرنا ہے: "**تعاونوا علی البّر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (الآیۃ)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۰/۱۴۰۰ھ

جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہوں اور آئندہ امید ہو وہاں زکوٰۃ دینا

سوال:- مدرسہ میں صرف ایک مدرس ہیں وہی مہتمم ہیں بوجہ فقر مصرف زکوٰۃ ہیں مدرسہ بہت خستہ حالت میں ہے، کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ مدرسہ میں مقامی طلباء ہیں مگر گردونواح کے لڑکے بھی پڑھتے ہیں بعض مصرفِ زکوٰۃ ہیں، بعض نہیں ہیں، لیکن مدرسہ سے امداد نہیں چاہتے، تو اس صورت میں یہ مہتمم بحیثیت مہتمم ہونے کے بلانیت اپنی تملیک کے محض مدرسہ کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ بقدرِ نصاب یا نصاب سے زیادہ بیک وقت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اس خیال سے کہ آئندہ کوئی مصرفِ زکوٰۃ طالب علم آجائے اور خود کو بھی ضرورت ہوگی امدادی روپیہ بہت ہی کم آتا ہے، برائے مہربانی جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہاں زکوٰۃ کا مصرف موجود نہیں اگر ہے بھی تو وہ زکوٰۃ لینے کے لئے آمادہ نہیں، تو

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ)[3] وکره نقلها الی بلد آخر الا الی قریبه او احوج اواصلح او اورع اوانفع للمسلمین الخ. سکب الانهر علی مجمع الانهر ص:۳۳۳، ج:۱، باب فی بیان احکام المصرف مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، طحطاوی مع المراقی ص۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۹۲ ج۳ باب المصرف مطلب فی الحوائج الأصلیة.

(صفحہ ہذا) [1] سورۂ مائدہ آیت:۲/ **ترجمہ**:- اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

محض اس خیال سے کہ شاید آئندہ کبھی کوئی مصرفِ زکوٰۃ آجائے اور وہ زکوٰۃ کے لئے آمادہ بھی ہوجائے زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو محفوظ رکھنا بہت بڑی ذمہ داری کو سر رکھنا اور اہل (مستحقین) کو محروم کرنا ہے، اس لئے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے[1] مہتمم اگر حق الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہے، تو یہ ناجائز ہے[2] اگر مصرف زکوٰۃ ہونے کی وجہ سے لیتا ہے اور خدمتِ مدرسہ کے عوض تنخواہ لیتا ہے یا حسبۃً للہ خدمت کرتا ہے، تو اس کے لئے درست ہے لیکن بقدرِ نصاب مالک ہونے کے بعد زکوٰۃ لینا درست نہیں[3] اگرچہ آئندہ ضرورت پیش آنے کا گمان غالب ہو، یہ بات کہ وہ حق الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہے یا نہیں، اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ اس کو زکوٰۃ بالکل نہ دی جائے پھر دیکھا جائے کہ وہ مدرسہ کی خدمت حسب سابق کرتا ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اسکول میں زکوٰۃ وصدقۂ فطر

سوال:- (۱) یہاں ایک اردو اسکول مسلمانوں کی طرف سے جاری ہے جسکے اجراء کے

[1] وكره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين (قوله كره نقلها) أى من بلد إلى بلد آخر لأن فيه رعاية حق الحوار فكان أولى، الدر المختار مع الشامى كراچى ص۳۵۳ج۲ باب المصرف، طحطاوى مع المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۴۶۹ج۱ باب المصرف، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه.

[2] هى (الزكاة) تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه، الدر مع الشامى كراچى ص۲۵۸ج۲ اول كتاب الزكاة، هنديه كوئٹه ص۱۷۰ج۱ اول كتاب الزكاة، تبيين الحقائق ص۲۵۱ج۱ كتاب الزكاة، طبع امداديه ملتان.

[3] ولا يجوز دفع الزكاة الى من يملک نصاباً. الهندية كوئٹه ص: ۱۸۹، ج:۱، الباب السابع فى المصارف، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۵۹۳ باب المصرف، تبيين الحقائق ص۳۰۲ج۱ باب المصرف، طبع امداديه ملتان.

وقت دینیات اور کلام مجید کی تعلیم کے لئے مسلمانوں کو اطمینان دیدیا گیا مگر عملاً دینیات اور کلام مجید کی تعلیم نفی کے برابر ہے، اور اردو وانگریزی کی تعلیم گورنمنٹ نصاب کے مطابق دی جاتی ہے، اس اسکول میں غرباء اور یتیم بچوں کے قیام اور نان نفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہے، اور مقامی بیوگان اور یتامیٰ ضرورت سے زیادہ حاجت مند ہیں، ایسی حالت میں فطرہ، صدقہ، زکوٰۃ خیرات، چرم قربانی وغیرہ اس اسکول میں دیا جانا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ اس اسکول کے لئے کافی ذرائع دیگر آمدنی کے ہوں۔

(۲) موجودہ زمانہ میں ناخواندہ مسلمانوں کو دینیات سے باخبر کرنے کی غرض سے مدرسہ شبینہ جاری کر کے اردو پڑھانے پر خرچ کرنا مسلمانوں کا فرض ہے یا انگریزی تعلیم پر خرچ کرنا فرض ہے، چرم قربانی زکوٰۃ فطرہ کا بیت المال میں براہ راست استفادہ مقامی بیوگان ویتامیٰ داخل کرنا ثواب ہے، یا انگریزی تعلیم پر، امید ہے کہ مستفسرہ سوالات کے تمام وکمال شرعی احکام سے علماء کرام مطلع فرما کر داخلِ حسنات ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر ان یتیم اور غریب مستحق بچوں کو زکوٰۃ، صدقہ فطر چرم قربانی کی قیمت دیجائے تو شرعاً درست ہے[۱] لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی کسی اور ضرورت میں خرچ کرنا جائز نہیں[۲] جبکہ اسکول کا خرچ دوسرے طریقہ سے ملتا ہے، اور یتیم بچوں کیلئے قیام اور نان نفقہ کا کوئی انتظام نہیں تو پھر اسکول والے اس زکوٰۃ وغیرہ کو کس جگہ پر صرف کرتے ہیں بظاہر صحیح مصرف میں نہ صرف کرتے

---

[۱] هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه (الدر مع الرد کراچی ص۲۵۸ ج۲ اول کتاب الزکاة، هندیه کوئٹه ص۱۷۰ ج۱ اول کتاب الزکاة، تبیین الحقائق ص۲۵۱ ج۱ کتاب الزکاة، امدادیه ملتان.

[۲] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة فلا یصرف الی بناء نحو مسجد. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، تبیین الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، طبع امدادیه ملتان.

ہونگے، اسلئے وہاں اس قسم کا روپیہ وغیرہ نہیں دینا چاہئے، اور جب مقامی بیوگان ویتامیٰ زیادہ حاجت مند ہیں تو پھر انہیں کو دینا چاہئے، اسکول میں نہیں دینا چاہئے۔[1]

(۲) مسلمان دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے جس قدر روپیہ خرچ کریں گے، وہ سراسر عبادت اور ثواب ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو دین سے واقف کرانے کیلئے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے جتنا مال بھی صرف کریں اس میں اجر عظیم ہے، خواہ یہ معلومات کی تحصیل عربی کے ذریعہ ہو فارسی اردو کے ذریعہ ہو، موجودہ زمانہ میں انگریزی تعلیم کے نتائج مذہبی حیثیت سے بہت ہی خراب نکلتے ہیں جیسا کہ شب وروز مشاہدہ ہے، اور جو کچھ مذہب سے ناواقفیت ہے، وہ بھی ظاہر ہے اس لئے اہل اسلام کے ذمہ فرض ہے، کہ حتی الوسع خود بھی مذہب اسلام سے واقفیت پیدا کریں اور دوسروں کو بھی واقف بنائیں اور جب تک مذہب میں اعتقاداً عملاً پختگی نہ ہو جائے، اس وقت تک ہرگز انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوں، جو شخص مذہب کی پوری واقفیت کے ساتھ پختگی رکھتا ہے اس کو کسی ضرورت سے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، اس سے پہلے پہلے احتیاط واجتناب لازم ہے۔

جس تعلیم کے نتائج اس قدر خراب ہوں کہ عقائد واعمال سب کچھ بدل جاتے ہوں اور بگڑ جاتے ہیں اسکا حاصل کرنا اور اس پر روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے، چہ جائیکہ زکوٰۃ اور فطرہ کا ایسی جگہ خرچ کرنا اسلئے مستحقین غرباء ویتامیٰ وبیوگان پر اس روپیہ کا صرف کرنا واجب ہے چرم قربانی مالدار کو دینا بھی درست ہے،[2] لیکن اگر اسکو فروخت کر دیا جائے تو قیمت کسی غریب کو دینا واجب ہے، نہ تو خود

---

[1] وكره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين (قوله كره نقلها) أى من بلد إلى بلد آخر لأن فيه رعاية حق الجوار فكان أولى، الدر مع الشامى كراچى ص۳۵۳ ج۲ باب المصرف طحطاوى مع المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۶۴۹، باب المصرف، طبع مكه مكرمه، فتح القدير ص۲۶۷ ج۲ باب المصرف، دار الفكر بيروت،

[2] وللمضحى أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغنى أو فقير مسلم أو كافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ ج۱۷، كتاب الأضاحى، باب بيع جلد الأضحية، طبع امداديه مكه مكرمه.

رکھنا جائز ہے نہ مالدار کو دینا جائز پس اسکا حکم زکوٰۃ کا سا ہو جاتا ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

زکوۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا

سوال:- جس ادارہ میں یہ نظم نہیں ہے کہ زکوۃ اور عطیات کی رقمیں علاحدہ ہوں بلکہ گڈمڈ ہوں، اس سے مدرسین وملازمین کی تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور پھر زکوۃ کی رقمون میں تملیک نہیں ہوتی، وہ زکوۃ کی رقمین معطی کی طرف سے ادا ہوتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کی رقم کا تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے، مخلوط میں سے جتنی رقم زکوٰۃ کی تنخواہ میں دی گئی ہے، اتنی مقدار زکوۃ ادا نہیں ہوئی ہے[۲]، معطی کو اطلاع کر دی جائے کہ وہ اتنی زکوۃ خود ادا کرے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فان بيع اللحم او الجلد به أو بدراهم تصدق بثمنه، الدر مع الشامی زکریا ص۴۷۵ ج۹ کتاب الأضحية ع مجمع الأنهر ص۱۷۴ ج۴ کتاب الأضحية، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۱۷۵ ج۴ کتاب الأضحية دار الكتب العلمية بيروت، مصرف الزكاة والعشر ..... وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة، شامی کراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف.

[۲] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر ..... والحج والجهاد وكل ما لا تمليک فيه، شامی مع الدر المختار زکریا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه إمداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

زکوۃ وعشر وغیرہ مدرسہ میں دینا

سوال:- ایک اسلامیہ اسکول ہے جس کے اندر زکوۃ کے مد کی تمام رقوم وصول کی جاتی ہیں، مثلاً چرم قربانی، عشر وغیرہ اور مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دوسری ضروریات بھی اسی سے پوری کی جاتی ہیں، اوراس کے لئے دوسرے ذرائع بھی ہیں، مثلاً بورڈ کی امداد، مدرسہ کا چک وغیرہ اس مدرسہ کی نوعیت یہ ہے کہ اسلامی وغیر اسلامی تہوار کی چھٹیاں اورانگریزی حیثیت کی تعطیلات باقاعدہ ہوتی ہیں، اور ہندوطلباء بھی اس کے اندر تعلیم پاتے ہیں، لہٰذا کونسی ترکیب ہے کہ چرم قربانی وغیرہ دینا اس کے اندر جائز ہوگا، اوران کے لئے کوئی شرط ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

کنزالدقائق میں ہے "**الزكوة هي تمليك المال بغير عوض، من فقير مسلم الخ**، ص:۵۵[1]، درمختار شامی میں ہے "**لا يصرف الى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقيات واصلاح الطرقات وكرى النهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه**" **درمختار مع الشامي**[2] ج:۲، ص:۳۴۴، فتاوی عالمگیری میں ہے، "**ويهب منها (أى من الاضحية) ماشاء للغني والفقير والمسلم والذمي**" **عالمگیری**[3] ص ۳۰۰، ج:۵، مجالس الابرار میں ہے "**وإن إقتسمو اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد على فقير أو وهبوا للغني يجوز**". ص ۲۲۸، ہدایہ میں ہے "**ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ لو لم يتحر ولم يشك فظهر أنه ليس مصرفاً أعادَ إجماعاً، النهر الفائق ص۴۶۷ ج۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹه ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فی المصارف.

(صفحہ ہذا) ۱ كنز الدقائق ص۵۵، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دار الاشاعت كلكته

۲ در مختار كتاب الزكوة، باب المصرف، مطبوعه كراچی، مطبوعه زكريا ص ۲۹۱ ج۳.

۳ عالمگیری كوئٹه كتاب الاضحية، قبيل الباب السادس.

أو بما لا تنفع به إلا بعد إستهلاكه تصدق بثمنه لان القربة إنتقلت إلى بدله" هدایہ[1] ص: ۴۶۰، ج: ۴، كتاب الاضحية في ضمن قوله ويتصدق بجلدها"۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زکوۃ وعشر کا کل مال مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی عمارت میں صرف نہیں کر سکتے، ہاں طلبہ مسلمان عاقل بالغ نادار کو دے سکتے ہیں، اور یہ لوگ چاہیں اپنے مصرف میں لائیں، یا دوسرے کار خیر میں صرف کریں، اور چرم قربانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ جب تک قربانی کرنے والا چمڑے فروخت نہ کردے، ہر شخص کو ہبہ کرسکتا ہے، خواہ جس کی ملک کرے غریب ہو یا صاحب نصاب ہو، یا ناظم مدرسہ ہو یا غیر ناظم اور اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کردیا تو اس کی قیمت کا غرباء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن جس کو چرم قربانی یا اس کی قیمت کا مالک بنایا جائے، اس کو اختیار ہے کہ اپنے مصرف میں لائے، یا مدرس کی تنخواہ میں صرف کرے، یا تعمیر مدرسہ میں لگائے، پس اگر چرم قربانی کسی کو تملیکاً دیدیا جائے، یا اس کی قیمت غریب آدمی کو دی جائے اور یہ لوگ مدرس کی تنخواہ یا مدرسہ کے دوسرے کام میں صرف کریں تو درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۹ھ

مدرسہ میں زکوۃ کا روپیہ دینا

سوال:- دینی مدارس میں زکوۃ دینے والے مہتمم مدرسہ کو اس طرح دیتے ہیں کہ وہ صحیح مصرف

[1] وهدايه ص ۴۵ ج ۴ كتاب الأضحية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هٰذه الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزكاة، والفقير ثواب هذا التقرب، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۳۲۹ ج ۱ باب في بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، المحيط البرهاني ص ۲۱۲ ج ۳ الفصل الثامن : من يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

میں خرچ کرے، گویا کہ مہتمم صاحب وکیل ہوتے ہیں، جواب طلب امر یہ ہے کہ طلباء کی خوراک پوشاک میں بایں طور دینا جائز ہے کہ نہیں، کہ زکوۃ کے روپیہ کا گندم وسالن وغیرہ خرید کر عام مطبخوں کی طرح تیار کرا کے تقسیم کر دیا جائے، یا روپیہ ہی کا طلباء کو مالک بنا دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کے روپئے سے غلہ خرید کر مطبخ میں کھانا پکا کر مستحقین طلباء کو کھانے کا مالک بنا کر دینے سے بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور نقد روپیہ دینے سے بھی ادا ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۳ھ

کیا مدارس بیت المال ہیں

سوال:۔ اس زمانے میں کیا مدرسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرح سے بیت المال ہیں کیا اس میں بھوکے غریبوں کا بھی حق ہے کیا غلہ وغیرہ بطور قرض یا بطور خیرات دیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بیت المال سے امداد کی جاتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پورے طور تو یہ بیت المال نہیں اس لئے کہ بیت المال کی طرف سے عاشر، ساعی، مصدق مقرر ہوتے جو کہ قانون شرع کے مطابق اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے دیدیتے تھے۔ ارباب اموال کے ذمہ ان کو ادا کرنا ضروری تھا یہاں تک کہ اگر وہ لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ از خود

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، کتاب الزکوة، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳، تاتارخانیة ص ۲۷۵ ج ۲ الفصل الثامن : من توضع فیه الزکاة، مطبوعه کراچی.

ادا کریں اور بیت المال کو نہ دیں تو ان کا یہ ادا کرنا معتبر نہیں[1] تھا، ان مدارس کا ایسا حال نہیں اس لئے کہ جو روپیہ مدارس کے لئے دیا جاتا ہے وہ عام ضرورت مندوں اور بھوکوں کو نہیں دیا جا سکتا نہ قرض دیا جا سکتا ہے بلکہ مدارس سے متعلق جو مصارف ہیں حسب قوائد شرع ان ہی مصارف میں صرف کیا جائے گا اس لحاظ سے ان مدارس میں کچھ شان بیت المال کی بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۶ھ

not found.

[1] قال اريت الى الفقراء فى المصر وحلف صدق الا فى السوئم والاموال الباطنة بعد اخراجها من البلد (الا فى السوائم) اى فلا يصدق فى قوله اريت زكاتى بنفسى الى الفقراء فى المصر، لانها بالاخراج التحقت بالاموال الظاهرة مكان الاخذ فيها للامام كما فى الاموالى الظاهرة وهى السوائم فيكون هو الزكاة والاول ينقلب نفلا ويأخذها منه (الدرمع الشامى زكريا ص۲۴۵، تا ۳/۲۴۷، باب العاشر، مطلب لا يسقط الزكاة بالدفع الى العاشر فى زماننا، مجمع الانهر ص ۱/۳۱۰، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. النهر الفائق ص۱/۴۴۵، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

باب ہفتم:-تملیک وحیلہ

تملیک کا حکم اوراس کا طریقہ

سوال:-تملیک کس کو کہتے ہیں، اوراس کے لئے کیا شرط ہے، اوراس کا کیا طریقہ ہوگا، تملیک کے بعد اگر جس کو تملیک کی گئی ہے، نہ دینے پر راضی ہوتو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

تملیک کسی مال کا کسی شخص کو مالک وقابض دخیل اور حقیقۃً مالک بنادیا جائے، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اپنی ضرورت میں صرف کرے تو دینے والے کو گراں نہ گذرے، اور بہتر ہے کہ کسی غریب ومسکین سے کہا جائے کہ تم کہیں سے قرض لیکر اس قدر روپیہ مدرسہ کے اندر چندہ میں دے دو ہم تمہارا قرض ادا کردینگے، پھر اسکو لاکر دینے پر زکوۃ وصدقات کا مال اسکو دیکر اسکا قرض اس سے ادا کردیا جائے[1]، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ملفوظات کمالات اشرفیہ میں تملیک زکوۃ کے سلسلہ میں مذکور ہے، کہ کسی غریب آدمی سے کہے کہ مفت کا ثواب لینا چاہوتو تم کسی سے روپئے قرض لیکر فلاں نیک کام میں چندہ میں دیدو ہم تمہارا قرض ادا

---

[1] مستفاد : وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه درمختار مع الشامى زكريا ج:۳، ص:۱۹۰، كتاب الزكوة. مطلب فى زكوة ثمن المبيع وفاء، والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذهٖ الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذا التقرب، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۳۲۹ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۳ج۲ باب المصرف، در مختار مع الشامى ص۲۹۳ج۳ باب المصرف، مطبوعه زكريا ديوبند.

کردیں گے، جب وہ قرض لیکر روپیہ چندہ میں دیدے، تو پھر اس کو اپنی زکوۃ یا قربانی کی کھال کا روپیہ دیدو کہ اسی سے قرض ادا کرو۔ص:۶۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیلۂ تملیک متعین رقم غریب کو دینا درست نہیں

سوال:- گذشتہ ۱۷/۱/۷۵ کو ہمارے ایم پی مرحوم نے معین الحق چودھری صاحب کو ہمارے یہاں بلوا کر ان سے دو پنکھے اور ایک گھڑی کی درخواست کرنے پر موصوف نے مذکورہ اشیاء کا تخمینا ایک ہزار روپے لگائے اور وہ روپے زکوٰۃ کے روپے سے دینے کا وعدہ فرمایا نیز یہ بھی فرمایا کہ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں نہیں لگا سکتے، اس لئے کسی زکوٰۃ کھانے والے غریب کے نام کے لئے کہ اس کے نام پر ایک ہزار روپے ارسال کریں اور وہ روپیہ غریب کو دستیاب ہونے پر غریب ۲۵/روپے دے کر اس سے ۹۷۵/روپے لے کر مسجد میں لگائیں چنانچہ اس مشورہ کے تحت ایک غریب آدمی کا نام ان کو دیا گیا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مذکورہ روپیہ ارسال کرنے سے قبل موصوف کا انتقال ہوگیا میں نے موصوف کی اہلیہ کے پاس خط لکھا کہ موصوف نے جو وعدہ کیا تھا اس وعدے کے روپے ارسال فرمائیں، مگر ان کی اہلیہ نے مذکورہ زکوٰۃ کی رقم اس غریب کے نام پر ارسال کرنے کے بجائے میرے (سکریٹری مسجد) کے نام پر ارسال کیا اور موصوفہ نے یہ بھی لکھا کہ یہ زکوٰۃ کا روپے ہے، اس لئے جیسا مناسب سمجھیں خرچ کریں میں نے مرحوم کے مشورہ کے مطابق یہاں کے چند علماء سے مشورہ کر کے ان میں سے ۲۵/روپے اس غریب کو دے کر بقیہ روپے سے دو پنکھے اور مصلی وغیرہ خرید کیا، فی الحال یہاں چند علماء مذکورہ روپے سے مسجد کے لئے پنکھے خریدنا ناجائز ہے کا فتویٰ دیئے ہیں۔

مذکورہ روپے میرے نام پر آنے کے بعد اس غریب کو میں نے بلایا اور اس سے کہا کہ تمہارے ساتھ جس روپے کے بارے میں بات چیت ہوئی تھی، وہ روپیہ میرے نام پر آیا ہے اب تم اس میں

سے ۲۵/روپے لے لو اور بقیہ ۹۷۵/روپیہ اللہ کے واسطے مسجد میں دیدو ۵۰۰/روپے پوسٹ آفس میں تھا اس لئے صرف پانچ سو روپے ان کے حوالہ کر کے میں نے کہا کہ گن لو یہ ۵۰۰/روپے ہے اور پانچ سو روپے پوسٹ آفس میں ہے تو اس غریب نے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا کہ گننے کی کیا ضرورت ہے، ۲۵/روپے میں رکھ کر بقیہ سب روپے مسجد کے لئے عطیہ کرتا ہوں، حیلہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانچ سو روپے تو ڈاک خانہ میں جمع رہے ان کی تو تملیک بھی نہیں ہوئی ان پر اس غریب کی ملک ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا ان کو مسجد کے پنکھوں کے لئے استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے، بقیہ پانچ سو روپے غریب کو دیئے گئے مگر اس شرط کیساتھ کہ وہ ۲۵/روپے رکھ کر ۴۷۵/روپئے مسجد میں دیدے اس زور و دباؤ سے اس نے دے دیئے تو یہ تملیک بھی برائے نام ہوئی واقعی تملیک اس وقت ہوتی جب اس غریب کو پورا اختیار رہتا اور وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیتا، اس لئے معطی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب چندہ کر کے معطی کی زکوۃ اس کی اہلیہ سے اجازت لے کر برمحل صرف کی جائے تب مسجد میں ان پنکھوں کا استعمال درست ہوگا، اور زکوٰۃ کا فریضہ صحیح طور پر ادا ہوگا اس قسم کے حیلوں سے پورا پرہیز کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۶ھ

قبل التملیک کسی کو قرض دینا

سوال:- یہ سفیر باہر جمع شدہ روپئے کو قبل التملیک کسی کو قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف إلی بناء نحو مسجد (إلی قوله) وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء وهل له أن یخالف امره ؟ لم أره والظاهر نعم لأنه مقتضی صحة التملیک، در مختار مع الشامی کراچی ص۳۴۴،۳۴۵ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو حق نہیں وہ امین ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر تملیک زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا

سوال:- اگر مہتمم مدرسہ بغیر تملیک کے مدرسین کو تنخواہ دیتا ہے جب کہ مہتمم سے کہہ دیا گیا کہ بغیر تملیک کے زکوٰۃ کے مال کا صرف کرنا جائز نہیں، تو اس صورت میں مدرسین کے اوپر تو کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مدرسین کو معلوم ہے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ تنخواہ میں دیا جارہا ہے تو وہ لینے سے انکار کردیں تاہم اگر لے لیں تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور مہتمم کے ذمہ ضمان لازم رہے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۹۲ھ

زکوٰۃ کے لئے تملیک کی شرط

سوال:- ادائے زکوٰۃ کیلئے فقہائے احناف ؒ نے جزاہم اللہ خیر الجزاء شرط لگائی ہے کہ زکوٰۃ

---

[1] وأما حكمها (أى الوديعة) فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة فى يده ..... والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن الخ عالمگیری مصری ۳۳۸ج۴ كتاب الوديعة، الباب الأول فى تفسير الأيداع الخ.

[2] ولوخلط زكاة مؤكليه ضمن وكان متبرعاً إلا إذا وكله الفقراء در مختار كراچى ص ۲۶۹ ج۲ كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، البحر الرائق كراچى ص ۲۱۰، ج۲، كتاب الزكاة، حاشية الشلبى على الزيلعى ص۲۵۸ ج ۱، آخر كتاب الزكوٰة مطبوعه امداديه ملتان.

جس شخص کو دی جائے اسکو مالِ زکوٰۃ کا پورا مالک قرار دیا جائے، اوراسی لئے رفاہِ عام کے کاروبار میں جو سرمایہ داخل کیا جاتا ہے اور مختلف ضرورتوں میں حسبِ مصلحت خرچ کیا جاتا ہے وہاں مالِ زکوٰۃ دینے سے روکا جاتا ہے مثلاً خیراتی مدارس مذہبی میں جہاں نادار طلباء درس حاصل کرتے ہیں اوران کے واسطے مدارس میں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہو جوطلباء عاریۃً لیتے ہیں اور بعد فارغ ہونے مدرسہ کو واپس کردیتے ہیں یا طلبہ کی خوراک کے واسطے کوئی سرمایہ ہوتا ہے جس سے وہ بسراوقات کرتے ہیں ایسے موقعوں پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کرتے، ایک اور مصرف انفاق فی سبیل اللہ ہے اس میں جہاد کے آلاتِ جنگ اور گھوڑے دیئے جاتے ہیں تو وہ بھی جس شخص کے مصرف میں دیا جاتا ہے اس کو اسی چیز کا مالک قرار دیتے ہیں، اور گھوڑا ہتھیار لینے والا اختیار رکھتا ہے، کہ وہ جہاد میں صرف کرے یا تجارت کے کاروبار میں استعمال کرے یا فروخت کردے اور ایسی صورتوں میں مال کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا فائدہ کم رہ جاتا ہے، اس کے بجائے اگر سامان جنگ خود اسلامی حکومت کی مِلک قرار پائے، اوراغراضِ جہاد میں صَرف کرنے کے لئے اسے خزانہ میں محفوظ رکھیں تو زیادہ فائدہ پہنچائے، کہ یہ شرط لگانے اور شرط کے ساتھ سختی سے اس کی پابندی کرنے کے لئے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس شرط کی بناء کس دلیل پر اور کب رکھی گئی، قرآن پاک میں زکوٰۃ کا ذکر بار بار اور تاکید سے آیا ہے اس کے مصارف بھی متعین فرمائے گئے ہیں اور نبوت کے مبارک عہد میں اور خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے، کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کے دیہات اور قریوں میں زکوٰۃ وصول کرنے والے دَورہ کرتے تھے، وصول کرنے والوں کا بھی قرآن مجید میں عاملین کے نام سے ذکر ہوا ہے اور انہیں اسی سرمایہ زکوٰۃ سے اُجرت دی جاتی تھی وہ تمام ہمسروں سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے، اور دینے والے انہیں دے کر فریضہ سے فارغ البال ہوجاتے تھے، مال عاملین زکوٰۃ باہر سے لاکر داخلِ خزانہ کرتے تھے، تو کارکنانِ خزانہ بھی زکوٰۃ کے مالک قرار نہیں پاتے تھے، پھر حاکم یا اس کے مشیروں کے قبضہ سے زکوٰۃ صرف ہوتی تھی، اوران میں سے کوئی بھی مالک قرار نہیں پاتا تھا مگر مفصلات کے زکوٰۃ دینے والے اپنے فریضہ سے انہی

غیر مالکوں کو دے کر بری الذمہ ہو جاتے تھے، اور جن لوگوں کی ضرورتوں میں مال صرف ہوتا ہوگا، انہیں مالک سمجھیں تو سمجھیں، ورنہ حاکمِ وقت سے لے کر عاملین تک مال میں سب مالکوں کی طرف سے بطور وکیل کے تصرف کرتے تھے، پس یہ وکیل بننے کا اختیار جو حاکمِ وقت کو اور اس کے ماتحتوں کو دیا گیا ہے ایسا ہی اختیار مہتممانِ مدارس اور منتظمان جنگ و جہاد سے کس بنا پر روک لیا گیا ہے، مہتممانِ مدارس خود مالک قرار نہ پائیں، مگر سرمایہ کو مدرسہ کی ملکیت قرار دیں اسے اپنے ذاتی تصرف میں کام نہ لائیں اور کتب خانہ، خوراکِ طلباء اور تنخواہ مدرسین پر صرف کریں، اسی طرح منتظمانِ جنگ و جہاد حکومت اسلامیہ کو مالک تصور فرما کر اغراضِ جنگ کا سامان مہیا رکھیں اور کتابوں کو طلباء کی ملکیت اور گھوڑوں کو سواروں کی ملکیت قرار دے کر رفاہِ عام کا مدعا زیادہ استقلال اور دیر تک پورا کر سکیں۔

پس یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم صادر ہونے میں جس شکل سے اس کی تعمیل زکوٰۃ سے ہے اور باوجود تتبع کے کوئی جزئیہ ایسا نہیں ملا جس سے معلوم ہو کہ عہد نبوت یا عہدِ خلفاء راشدین یا دیگر شاہانِ اسلام (جن کا قول وفعل ائمہ فقہاء مجتہدین کے نزدیک قابلِ استدلال ہو) کے زمانہ میں مالِ زکوٰۃ کو مستعار دے کر اداءِ زکوٰۃ کے لئے کافی سمجھا گیا ہو اور تملیک ضروری قرار نہ دی گئی ہو، اگر آپ کی نظر میں کوئی جزئیہ ایسا ہو تو ضرور مطلع فرمائیے، آپ خود اعتراف کرتے ہیں کہ عاملین اور حکامِ وقت سب کے سب مالکوں کی طرف سے وکیل ہوتے تھے، مگر مہتممانِ مدرسہ اور منتظمانِ جنگ و جہاد سے یہ اختیار کس بناء پر روک لیا گیا، ہم تو نہیں سمجھتے کہ اختیار روکا گیا ہے بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ان حضرات کو اب بھی اختیار ہے اور جس شخص کی ضرورت میں کھانا کپڑا وغیرہ دے کر صرف کریں گے، وہ مالک بن جائے گا، اور یہ دینا بطورِ تملیک ہوگا نہ کہ بطورِ عاریت کہ کپڑا دے کر واپس لے لیا جائے اور کتاب دے کر واپس لے لی جائے، نہ ہی آپ نے کوئی ایسی نظیر لکھی جس سے معلوم ہو کہ حکامِ وقت بطورِ عاریت دے کر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے تھے، مالک بننے کی صلاحیت ذی روح ذی عقل میں ہوتی ہے سرمایہ کو مدرسہ کی ملک قرار دینے سے اگر یہ

مراد ہے کہ ملازمین وطلباء سب مالک ہیں تو رِفاہِ عام میں انکی ملک خرچ کرنے کا کیا حق حاصل ہے[1]۔ کوئی مہتمم جو کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے محض وکیل ہے اس بات کا مجاز نہیں کہ کسی طالب علم کی مِلک میں خواہ اس کو وہ کسی طرح حاصل ہوئی ہو کوئی تصرف بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے، جب آپ نے اس مالِ زکوٰۃ کو طلباء کی ملک قرار دیا تو طلبہ کو اپنی مِلک میں بیع، ہبہ وغیرہ کا پورے طور پر تصرفات کا اختیار حاصل ہوگا، مہتمم وغیرہ کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی کیفیت سواروں کی قرنِ اول میں ہوئی، اور اسلامی حکومت کے تمام زمانہ قیام میں ہوتی رہی اس سے یہ شرط کب استنباط ہوتی ہے کہ لینے والے کو زکوٰۃ کا مالک قرار دینا ضروری ہے اور جس حدیث میں زکوٰۃ کی مصلحت بیان ہوئی ہے کہ اغنیاء سے لی جائے اور فقراء کو دی جائے، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے، جس صورت میں فائدہ زیادہ ہو وہی بہتر ہونی چاہئے، اور انتظام کرنے والوں کو اس میں مصلحت دیکھنے کا اختیار ہونا چاہئے، پس استدعا ہے کہ علماء اسلام اس عقدہ کو حل فرمانے کی زحمت برداشت کریں اور اس دشواری کو اسلامیوں کے دماغ سے دور کرنے کا ثواب لے کر رفاہِ عام کے کام کو سہل اور مفید تر بنائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

مدارس میں طلباء کی خوراک وبسر اوقات کے لئے کس نے زکوٰۃ کو منع کیا، آج بھی جگہ جگہ مدارسِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کا روپیہ آتا ہے اور اس سے مستحق طلباء کو کھانا کپڑا جوتہ نقد وظیفہ دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ بطورِ تملیک ہوتا ہے، لہٰذا اس پر تو اشکال بے محل ہے، باقی رہی یہ بات کہ تملیک من کل وجہ کس شرط پر مبنی ہے اور کس وقت سے؟ تو ہمارے فقہائے کرام نے لفظ آتو سے استدلال کیا ہے، چنانچہ علامہ عثمانی ابن علی زیلعی تبیین ص:۲۵۱،[2] میں فرماتے ہیں: لانَّ الزکوٰۃَ یجبُ

---

[1] رِفاہِ عام جیسے سڑک، شفاخانہ وغیرہ میں کسی کی مِلک نہیں ہوتی، امیر فقیر، سید، غیر سید سبھی اس سے منتفع ہوتے ہیں، اس لئے ان موقعوں میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

[2] تبیین الحقائق ص: ۲۵۱، ۵۲، ج: ۱، کتاب الزکاۃ، طبع امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۲۰۱ ج ۲ اول کتاب الزکاۃ، بدائع زکریا ص ۱۴۲ ج ۲ کتاب الزکاۃ، فصل وأما رکن الزکاۃ.

فیها تملیک المال لان الایتاء فی قولهٖ تعالٰی واٰتو الزکٰوة یقتضی التملیک ولا تتاَدّیٰ بالاباَحةِ حتٰی لوکفل یتیمًا فانفق علیه ناویًا للزکٰوة لا یجزیه بخلاف الکفارة لوکساه تجزیه لوجود التملیک. اھ ابوبکر جصاص رازی نے تفسیر احکام القرآن میں منتخب مقامات پر لفظ ایتاء، اعطاء اور لفظ رداً اور لفظ اغناء وغیرہ سے جو کہ احادیث میں وارد ہیں، استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط وقتِ فرضیتِ منتظمانِ جنگ وجہاد کی ہوگی، اگر مراد یہ ہے کہ عمارتِ مدرسہ سرمایہ کی مالک ہو تو اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہی نہیں: ولایبنی بها مسجدٌ ولا یکفن بها میت لإنعدام التملیک هو الرُّکن اھ هدایه[1] ولقائل ان یقول قولکم التملیک رکن دعویٰ مجردة اذلیس فی الأدلّة النقلیة المنقولة فی هٰذا الباب مایدل علٰی ذٰلک ما خلا قوله تعالٰی انما الصَّدقات للفقراء وانتم جعلتم اللام للعاقبة دون التملیک والجواب ان معنی قولهم للعاقبة أن المقبوض یصیر ملکا لهم فی العاقبة فهم مصارف ابتداء لا مستحقون ثم یحصل لهم الملک فی العاقبة بدلالة اللام فلم تبق دعویٰ مجردة اھ عنایة ص: ۲۰، ج: ۲[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تملیک کی صورت

سوال:-(۱) تملیک کی صورت کیا ہے؟ کیا ان غریب الوطن یا مقیم طلباء سے جن کے اولیاء غنی ہیں لیکن وہ خود نصاب زکوٰۃ کے مالک نہیں ہیں، تملیک کرائی جاسکتی ہے، نیز کیا تملیک شدہ

---

[1] هدایة ص: ۲۰۵، ج: ۱، باب المصارف.

[2] عنایة علی فتح القدیر ص: ۲۶۷-۶۸، ج: ۲، باب المصرف، طبع دار الفکر بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۹۹ ج ۱ باب المصرف، امدادیه ملتان.

مال کو تعمیرِ مساجد جیسے دیگر مصارف میں صرف کیا جاسکتا ہے، چرمِ قربانی کی رقم کی بھی تملیک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) تملیک کے لئے مملَّک کا بالغ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) کسی مستحقِ زکوٰۃ سے کہا جائے کہ ہمارے مدرسہ میں تعمیر یا تنخواہ یا خریداریٔ مال وکتب وغیرہ کی ضرورت ہے پیسہ موجود نہیں ہے تم مدرسہ کی امداد کردو، وہ کہے گا کہ میں خود ہی غریب مستحق زکوٰۃ ہوں میرے پاس پیسہ نہیں، میں کہاں سے دوں گا، اس سے کہا جائے گا کہ تم کسی سے مثلاً زید سے قرض لے کر دیدو، اللہ تعالیٰ تمہارا قرض ادا کردے گا اس کی ذات سے امید ہے وہ شخص زید سے قرض لاکر مدرسے میں دیدے، اس سے تنخواہ، تعمیر وغیرہ کی ضرورت پوری کرلی جائے پھر اس کو مذکورہ رقم دی جائے جس سے وہ قرض ادا کردے۔[۱]

جو طالب علم بالغ ہو صاحبِ نصاب نہ ہو اس سے بھی تملیک کرائی جاسکتی ہے اگرچہ اس کے ولی غنی ہوں، نابالغ سے تملیک نہ کرائی جائے، جمیع صدقاتِ واجبہ چرم قربانی وغیرہ میں یہ صورت ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۳ھ

ادائے زکوٰۃ کے لئے حیلۂ تملیک

سوال:- خالد صاحبِ نصاب ہے اس نے زکوٰۃ کا پچاس روپیہ ایک غریب کو دیا غریب

---

[۱] لو أراد صرفها الى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز فان أراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولى ثم المتولى يصرف الى ذالک الهندية ص:۴۷۳، ج:۲، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ مطبوعه كوئٹه النهر الفائق ص۴۶۲/۱، كتاب الزكاة باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه الدر مع الرد كراچى ص۳۴۵ج۲ باب المصرف.

نے اپنی خوشی سے بلا جبر خالد کو بخش دیا، پھر خالد نے غریب کو دیدیا، مطلب یہ ہے کہ خالد زکوٰۃ ادا کرنے کا حیلہ کرتا ہے اور پچاس روپیہ زکوٰۃ کے سو یا دوسو کے عوض میں دیتا ہے کیا اس حیلہ سے خالد کی زکوٰۃ جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سخت ترین مجبوری کے وقت کہ گذشتہ زمانہ کی زکوٰۃ فرض ہے اور ادائیگی کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ قریب میں کوئی توقع ہے، تو یہ حیلہ مشروع ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ سے بچالیں گے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیلہ عدم وجوب زکوٰۃ

سوال:- کوئی شخص سال آنے پر اپنا مال اپنے لڑکے کو ہبہ کردے پھر جب دوسرا سال آنے لگے تو بیٹا باپ کو ہبہ کردے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کیا یہ بھی حیلہ بازی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے: **واذا فعله حيلة لدفع الوجوب كأن استبدل نصاب السائمة باٰخرا واخرجه عن ملكه ثم ادخله فيه قال**

---

[1] ولومات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وكذا حكم الوتر من ثلث ماله ولو لم يترك مالايستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم (قال الشامیؒ) وبعد ذالک يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للأضحية ثم للأيمان ..... وظاهر كلامهم أنه لوكان عليه زكاة لا تسقط عنه بدون وصية (إلى قوله) ثم رأيت فى صوم السراج التصريح بجواز تبرع الوارث باخراجها وعليه فلا بأس بادارة الولى للزكاة، (الدر مع الشامى زكريا ص۵۳۲تا۵۳۵ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فى اسقاط الصلوة عن الميت، بحر كوئٹه ص ۹۱ ج۲، باب قضاء الفوائت، هنديه كوئٹه ص۱۲۵ ج۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت.

ابویوسف لا یکره لا نه امتناع عن الوجوب لا ابطال حق الغیر وفی المحیط انه الاصح وقال محمدؒ یکره واختاره الشیخ حمید الدین الضریر لان فیه اضرارًا بالفقراء وابطال حقهم مالاً وکذا الخلاف فی حیلة دفع الشفعة قبل وجوبها وقیل الفتویٰ فی الشفعة علیٰ قول ابی یوسفؒ وفی الزکٰوة علیٰ قول محمدؒ وهٰذا تفصیل حسن شرح در رالبحار ص: ۲۱، شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کی فرضیت سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا

سوال:- ایک شخص کے پاس دس تولہ سونا ہے اور ہر رمضان کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اب حیلہ یہ کرتا ہے کہ رمضان آنے سے پہلے دس تولہ سونا اپنی بی بی کو دیتا ہے، یعنی مالک بنا دیتا ہے، یا اپنے کسی رشتہ دار کو مالک بنا دیتا ہے، پھر اسی طرح بی بی صاحبہ دوسرے رمضان آنے سے پہلے پہلے اس سونے کا مالک شوہر کو بنا دیتی ہے، اب اس صورت میں شوہر اور بی بی کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر ساقط ہوگئی تو شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ اگرچہ ایسا کرنے سے زکوٰۃ لازم

---

[1] شامی زکریا ص۲۰۸ ج۳ باب زکاة الغنم، هندیه کوئٹه ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، تاتارخانیة کراچی ص۲۹۷ ج۲ الفصل الحادی عشر فی الاسباب المسقطة للزکاة، ومن جملة الأسباب المسقطة الردة.

[2] وتکره الحیلة لا سقاطها ای الزکٰوة عند محمد وعلیه الفتویٰ الخ سکب الانهر علی مجمع الانهر ص: ۲۹۰ ج ۱، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۳۹۱ ج۶، مطبوعه کوئٹه، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، مجمع الأنهر ص ۲۹۰ ج ۱ کتاب الزکاة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

نہیں ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ

سوال:- زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا کہ سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال دوسرے کی طرف منتقل کردے کسی امام کے نزدیک جائز ہے اور آیا امام شافعیؒ یا ان کے علماء نے امام مذکور بالا پر لعن طعن کی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس مسئلہ میں امام صاحب کی جو اس کے جواز کے قائل نہیں، تکذیب کرے تو اس کا یہ فعل کیسا ہے نیز تکذیب کے کیا معنی ہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

قال فی البحر اعلم انه لو وهب النصاب فی خلال الحول ثم تم الحول وهو عند الموهوب له ثم رجع للواهب بعد الحول بقضاء أو بغيره فلا زكوٰة على واحد منهما كما فی الخانية وهی من حيل اسقاط الزكوٰة قبل الوجوب وفی المعراج ولو باع السوائم قبل تمام الحول بيوم فراراً عن الوجوب قال محمد يكره وقال ابويوسف لا يكره وهو الاصح ولو باعها للنفقة لا يكره بالاجماع ولو احتال لاسقاط الواجب يكره بالاجماع ولو فر من الوجوب بخلاً لا تأثما يكره بالاجماع اهـ[2]

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجتہدین کے نزدیک بعض صورتوں میں حیلہ درست ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک درست ہے، اور بعض صورتوں میں سب کے نزدیک مکروہ ہے، لعنت کرنا کسی مسلمان پر درست نہیں[3] حضرت امام شافعیؒ کی شان اس

---

[1] رجل له مائتا درهم أراد أن لا تلزمه الزكاة فالحيلة له فی ذلک أن يتصدق بدرهم قبل تمام الحول بيوم (إلى قوله) فلا تجب الزكاة (هنديه كوئٹه ص ۳۹۱ ج۶ كتاب الحيل، الفصل الثالث فی مسائل الزكاة)

[2] طحطاوی على المراقی ص ۵۹۱ قبيل باب المصرف، طبع مصر، بحر كوئٹه ص ۲۲۰ ج۲ كتاب الزكاة، فصل فی الغنم، هنديه كوئٹه ص ۳۹۱ ج۶ كتاب الحيل، الفصل الثالث فی مسائل الزكاة.

[3] لا ينبغی للمؤمن أن يكون لعانا، مشكوٰة شريف ص۴۱۳ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، طبع ياسر نديم ديوبند.

سے ارفع ہے، اگر تکذیب کا مطلب یہ ہیکہ بعض مجتہدین کی طرف اس مسئلہ کا انتساب غلط ہے، تب تو یہ ناواقفیت پر مبنی ہے اور اگر مطلب یہ ہیکہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے یعنی حیلہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے، تو یہ بعض مجتہدین کے قول کے موافق صحیح ہے، اور اگر یہ مطلب ہیکہ کسی صورت میں حیلہ درست نہیں، تو غلط ہے کیونکہ بعض صورتوں میں بالاجماع ایسا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/۷/۵۶ھ

حیلۂ تملیک

سوال:- اگر اہل بردار زکوٰۃ کا روپیہ فقیر مدرسہ ومکانات احاطہ مسجد میں صرف کرنا چاہتے ہیں اسکی صورت یہ تجویز کرتے ہیں کہ مہتمم مدرسہ جو صاحب قرض ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں، زکوٰۃ کا پیسہ انکو دیدیا جائے اور وہ پھر اپنی طرف سے مواقع مذکورہ میں فی الحال یا جب ضرورت ہو صرف کردیں، یا مہتمم صاحب اگر صاحب نصاب ہیں تو وہ اس پیسے کو کسی غیر صاحب نصاب کو دیدیں وہ پھر مہتمم صاحب کو دیدے پھر مہتمم صاحب اسکی طرف سے مذکورہ بالا مصرف میں صرف کردے یا کوئی اور صورت جواز کی ہو کہ اسکے مطابق عمل کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائیگی: **من علیه الزکٰوة لو اراد صرفها الٰی بناء المسجد والقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علٰی الفقرآء ثم الفقراء یدفعونه الٰی المتولّی ثم المتولی یصرف الٰی ذالک کذا فی الذخیرة اھ**

عالم گیری ص: ۴۷۳، ج: ۲[1] لیکن مہتمم یا کسی دوسرے مصرف کو مجبور کرنا اور اس پر دباؤ ڈالنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

حیلۂ تملیک

سوال:- کسی صاحب مال کو کسی اسلامی ادارہ میں کثیر رقم خرچ کرنی ہے صاحب مال یہ حیلہ کرتا ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو وہ رقم اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ مستحق زکوٰۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں واپس کرے تو یہ حیلہ کیسا ہے، زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور وہ مستحق زکوٰۃ جس نے مال اسلامی ادارہ میں واپس کیا ہے، اس کو کار خیر میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرط قطعاً ناجائز ہے صاحبِ مال کو کسی طرح جائز نہیں کہ مستحق زکوٰۃ کو اس اسلامی ادارہ میں اس رقم کے دینے پر مجبور کرے اگر باوجود شرط کے مستحق زکوٰۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں واپس نہ دے تب بھی صاحب مال کو واپس لینے کا حق حاصل نہیں رہا، جب مستحق کو مالک بنا دیا اور اسکے حوالہ کر دی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب اس کو اختیار ہے کہ وہ رقم جہاں چاہے صرف کرے چاہے اسلامی ادارہ میں دے چاہے اپنے کسی اور کام میں لاوے جب ثواب کی جگہ میں صرف کریگا ثواب کا مستحق ہوگا، ایسی صورت میں شرط اور جبر کا تو حق نہیں ہے صرف تلقین کرسکتا ہے کہ اس ادارہ میں ضرورت زیادہ ہے اور اس میں دینے سے ثواب بھی زیادہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۱/۵/۵۹ھ

---

[1] الهندية كوئٹه ص:۴۷۳ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ كتاب الزكاة، باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حیلۂ تملیک جب کہ صدقۂ نافلہ بھی موجود ہو

سوال:- ہمارے مدرسہ میں نافلہ کی مد میں بھی کچھ روپیہ باقی رہتا ہے، مگر زکوٰۃ کی رقم حیلۂ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، کیا صدقات نافلہ جب تک بالکل ختم نہ ہوجائے، اس وقت تک حیلۂ تملیک جائز نہیں، ان مفاد کے پیش نظر زکوٰۃ کی رقم کو حیلہ تملیک کے ساتھ نافلہ بنایا جاتا ہے، کہ مرکز کی زکوٰۃ جلد از جلد ادا ہوجاتی ہے اور عوام الناس اور مجہول الحال لوگوں پر صرف کرنے میں دل کو خدشہ باقی رہتا ہے، کہ کہیں یہ صاحب نصاب تو نہیں، نیز تملیک کے بعد یہ وسعت ہوجاتی ہے، زکوٰۃ کی مد میں صرف کرسکتے ہیں اور نافلہ کی مد میں بھی (حسب ضرورت) وغیرہ کیا یہ درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عواقب کے پیش نظر اس کی گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کے روپیہ کی تملیک کے بعد واپسی

سوال:- (۱) ہمارے یہاں قصبہ لوّ پورہ میں ایک اسلامی مکتب ہے، مکتب کے نام پر ایک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] والحیلة فی هذه الأشیاء أن یتصدق بها علی الفقیر ثم یأمره أن یفعل هذه الأشیاء فیحصل له ثواب الصدقة ویحصل للفقیر ثواب هذه القرب (تبیین الحقائق ص ۳۰۱ ج ۱ باب المصرف، طبع امدادیه ملتان، الدر مع الرد کراچی ص۳۴۵ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه مکه مکرمه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۳، ج:۳، باب المصرف. کتاب الزکاة، تبیین ص ۳۰۱ج ۱ باب المصرف، طبع امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه مکه مکرمه.

دوسری جگہ سے مبلغ چار سو چھتیس روپیہ زکوٰۃ کے مہتمم کے پاس آئے، مکتب میں زکوٰۃ کا مصرف نہ تھا، لہٰذا مہتمم نے یہ ۴۳۶/روپیہ زکوٰۃ کا ایک دوسرے شخص زید کو بطورِ تملیک دیدیا اور کہا میں نے یہ روپیہ مدرسہ میں دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرو، مہتمم نے روپیہ زید سے نہیں لیا اور کہا کہ تم ہی رکھو، ضرورت پڑنے پر تم سے ہم لیتے رہیں گے، ضرورت کے موقعہ پر زید نے اس میں سے مبلغ ۲۹۰/روپیہ مدرسہ کو دیدیئے اور باقی ۱۴۶/روپیہ کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا، مہتمم مدرسہ اس باقی ماندہ رقم کو زید سے طلب کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ باقی ماندہ ۱۴۶/ روپے زید کے ذمہ مدرسہ میں دینا واجب ہے، یا اس کو پورا اختیار ہے کہ دے یا نہ دے؟

(۲) نہ دینے کی صورت میں زید گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۳) زید کے ذمہ واجب نہ ہونے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم جبراً یہ روپیہ زید سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) زید سے یہ باقی ماندہ روپیہ لینے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم گنہگار یا فاسق ہوگا یا نہیں؟

(۵) زید کے ذمہ ان روپیوں کے واجب الادا ہونے کی صورت میں اگر زید سے مدرسہ کے مہتمم ناراض ہوں، اور دل میں کسی قسم کی کشیدگی وکدورت رکھیں تو مہتمم اس کشیدگی وناراضی سے گنہگاروں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ روپے مکتب کے نام مہتمم صاحب کے پاس آئے تو مہتمم صاحب کو حق نہیں تھا کہ کسی غیر آدمی کو دیدیں، غیر آدمی کے دینے کی وجہ سے ان کے ذمہ ضمان لازم ہے[1] پھر جتنا روپیہ اسنے دیدیا اسکا مکتب میں صرف کرنا اس دینے والیکی طرف سے درست ہے، جو باقی رہ گیا اسکا ابھی مدرسہ میں دینا معتبر نہیں، اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا تھا، وہ وعدہ کے درجہ میں ہے، اس کو چاہئے کہ

[1] ولو خلط زكاة مؤكليه ضمن وكان متبرعا الا اذا وكله الفقراء. درمختار كراچی ص:۲۶۹، ج:۲، الدرالمختار نعمانيه ص:۱۱، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً بحر كوئٹه ص۲۱۰ ج۲ كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه.

اپنا وعدہ پورا کرے اور بقیہ روپیہ دیدے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[۱]

(۳) جبراً اس سے لینے کا مہتمم کو حق نہیں[۲]

(۴) مہتمم اس کو روپیہ ناحق دیکر گنہگار ہو چکا، اب اس سے لینے کا حق نہیں کہ وصول نہ کرنے کی وجہ سے مستقل گنہگار ہو۔

(۵) زید کے ذمہ دیانۃً وعدہ کر لینے کی وجہ سے اس کا دینا واجب ہے،[۳] زید تو اپنی طرف سے کہہ چکا تھا کہ میں نے یہ روپیہ مدرسہ کو دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرو، اگر اس کہنے کے بعد وہ روپیہ مہتمم کے ہاتھ میں دیدیتا تو وہ مدرسہ کا ہو جاتا، پھر مہتمم زید کو دیتا تو یہ امانت ہوتا، اور مہتمم کو ان کا واپس لینا قضاءً وقانوناً بھی برحق ہوتا اور واپس نہ لینے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوتا، مگر چونکہ اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا، اس لئے زید کی مِلک ختم نہیں ہوئی، لہٰذا یہ دینا وعدہ کے درجہ میں رہ گیا،[۴] زید کو اور مہتمم کو مسئلہ سمجھا دیا جائے تاکہ دونوں اس کے موافق عمل کریں اور کشیدگی اور ناراضگی کو ختم کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۹۲ھ

---

[۱] الخلف فی الوعد حرام، اشباہ ص ۱۵۹ الفن الثانی وھو فن الفوائد، کتاب الحظر والإباحۃ، طبع اشاعۃ الإسلام دھلی.

[۲] وقدمنا أن الحیلۃ أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ھذہ الأشیاء وھل لہ أن یخالف أمرہ لم أرہ والظاھر نعم لأنہ مقتضی صحۃ التملیک، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۵ج۲ باب المصرف، النھر الفائق ص۴۶۲ ج۱ کتاب الزکاۃ، باب المصرف، طبع مکہ مکرمہ.

[۳] وأوفوا بالعھد ما عاھدتم اللّٰہ علیہ وما عاھدتم علیہ غیرکم من العباد إن العھد کان مسئولا أی إن صاحب العھد کان مسئولا، روح المعانی ص۷۱ج۱۵ سورۃ بنی سرائیل آیت ۳۴ طبع مصطفائیہ دیوبند.

[۴] الصدقۃ بمنزلۃ الھبۃ فی المشاع وغیر المشاع وحاجتھا إلی القبض، ھندیہ کوئٹہ ص۴۰۶ کتاب الھبۃ الباب الثانی عشر فی الصدقۃ رجل اخرج الدراھم من الکیس أو من الجیب لیدفعھا إلی مسکین ثم بدالہ فلم یدفع فلا شئ علیہ من حیث الحکم، ھندیہ کوئٹہ ص۴۰۸ج۴ حوالۂ بالا.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

عشر وخراج کے احکام

عشر کا ثبوت قرآن کریم سے

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ عُشر زمین کے بارے میں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا ہے کیا یہ حکم: "**یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبات ما کسبتم و ممّا اخرجنا لکم من الارض**" (الآیة) پارہ ۳/رکوع ۵/سے ثابت نہیں ہوتا، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حافظ ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام[1] القرآن ص:۱۰، ج:۳، میں امت کا اتفاق نقل کیا ہے اس بات پر کہ آیت: "**واٰتُوْ حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ**" میں عشر مراد ہے، بعض

---

[1] اتفاق الأمة علی وجوب الحق فی کثیر من الحبوب والثمار وهو العشر ونصف العشر احکام القرآن للجصاص. ص:۱۰، ج:۳، ذکر الخلاف فی الموجب فیه. طبع دار الکتاب العربی بیروت. روح المعانی ص۸/۳۸، سورۂ انعام آیت: ۱۴۱، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، تفسیر مظهری ص۳/۲۹۴، سورۂ انعام، آیت: ۱۴۱، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

ائمہ نے:''انفقوا من طیّبات مَا کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض'' سے بھی وجوبِ عشر پر استدلال کیا ہے۔ کذا فی احکام[1] القرآن ص:۴۵۸، ج:۱، او الزیلعی[2] ص:۱/۲۹۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۱۰/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/شوال ۶۴ھ

ہندوستانی زمین کا حکم

سوال:- ہندوستانی زمین عشری ہے یا خراجی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ حالت میں جب کہ زمینیں ملک سرکار ہیں تو نہ وہ عشری ہیں نہ خراجی: ھٰذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولاخراجیة من الأراضی تسمّٰی ارض المملکة واراضی الحوز اھ شامی.[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وقوله تعالٰی (ومما اخرجنا لکم من الأرض) ویحتج به لأبی حنیفة رضی اللّٰه عنه فی ایجابه العشر، احکام القرآن للجصاص ص:۴۵۸، ج:۱، باب المکاسبة، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[2] زیلعی ص ۱/۲۹۲، باب العشر، مطبوعه امدادیه ملتان، بدائع زکریا ص ۱۶۹، ۲/۱۷۰، کتاب الزکوة، فصل واما زکاة الزروع والثمار.

[3] شامی نعمانیه ص ۳/۲۵۶، کتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطلب لا شیء علی زراع الاراضی السلطانیة من عشر او خراج، شامی کراچی ص ۴/۱۷۹، الدرالمنتقی مع المجمع الانهر ص ۲/۴۶۱، کتاب السیر، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی

سوال:- ہندوستان کی زمین (خواہ بہار کی ہو یا یوپی کی) عشری ہے یا خراجی، بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین بادشاہ اسلام کے وقت سے مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں ان میں عشر ہے نیز جو زمین اس وقت مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں اور کسی غیر مسلم سے منتقل ہو کر ملک مسلم میں آنا معلوم نہیں تو بناء بر استصحاب حال ان پر قبضہ مسلم مستمر مان کر ان کو بھی عشری قرار دیا جائے گا، حکومت جو محصول لیتی ہے، وہ خراج میں محسوب ہوسکتا ہے، لیکن عشر کے حق میں محسوب نہیں ہوسکتا، فتاویٰ رشیدیہ[1] حصہ سوم ص:۵۵، میں اس کی تصریح موجود ہے، ایسا ہی عزیز[2] الفتاویٰ ص:۲۷ ج:۱، وص:۸۷۶، جلد ایک وتتمہ جلد اول، امداد[3] الفتاویٰ ص:۵۰، وحوادث الفتاویٰ ص:۱۹، میں بعض علماء نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بناء پر یہاں کی زمینوں کو دونوں قسم کی مؤونتوں عشر واخراج سے مستثنیٰ کردیا ہے: **وما أسلم اهله طوعا اوفتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة باجماع الصحابة عشرية لانه اليق بالمسلم الخ درمختار وقوله وقسم بين جيشنا احترز به عما ان اقسم بين قوم كافرين غير اهله فانه خراجي كما في النتف ولو قال بيننا لشمل ما اذا اقسم بين المسلمين غير**

---

[1] فتاوی رشیدیه ص۴۴۸، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعه الرشید دیوبند.

[2] عزیز الفتاوی ص۳۵۷، کتاب الزکوة، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالاشاعت کراچی.

[3] امداد الفتاوی ص ۶۱-۵۹، فصل فی العشر والخراج، مطبوعه زکریا دیوبند.

الغانمین فانه عشری لان الخراج لا یؤظف علی المسلم، ابتداءً (شامی[1] ج:۳، ص:۲۵۴) لایؤخذ العشر من الخارج ترک السلطان او نائبه الخراج لرب الارض او وهبه له جاز عند الثانی وحل له لو مصرفاً وان لا تصدق بهیفتیٰ ولو ترک العشر لا یجوز اجماعاً ویخرجه بنفسه للفقراء الخ در مختار وکذا لو کانت عشریة لا یؤخذ منها خراج لانهما لا یجتمعان. قوله لا یجوز اجماعاً لعل وجهه ان العشر مصرفه مصرف الزکٰوة لانه زکٰوة الخارج ولایکون الانسان مصرفاً لزکٰوة نفسه بخلاف الخراج فانه لیس زکٰوة ولذا یوضع علیٰ ارض الکافر. ملخصاً[2]

حکومت اگر ارض عشریہ سے خراج وصول کرے تو یہ ناجائز ہے اور اس سے عشر ادا نہیں ہوگا، کیونکہ حکومت مصرف زکوٰۃ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۴/۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۴/۷۰ھ

اراضی ہند میں عشر اور خراج کا حکم

سوال: -ما قولکم فی مسئلة وجوب العشر وعدمه فی الارضی التی

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار نعمانیه ص:۲۵۴، ج:۳، باب العشر والخراج والجزیة. مجمع الانهر ص۲/۴۵۷، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۲/۲۳۷، کتاب السیر، الباب السابع فی العشر والخراج.

[2] شامی نعمانیه ص:۲۶۵، ج:۳، باب العشر والخراج، مطلب لو رحل الفلاح من قریة لا یجبر علی العود. هندیه کوئٹه ص۲/۲۴۰، کتاب السیر، الباب السابع فی العشر والخراج، بحر کوئٹه ص۱۰۹، ۵/۱۱۰، باب العشر والخراج.

كانت مقبوضة فى أيدى النصارىٰ كارض الهند والفنجاب والفشاور وغيرها فان كان واجبًا فبأى دليل واضح وسند ساطع وان كان غير واجب فلعدم وجوبه كونها اراضى دارالحرب كافية ام لا!

(۲) واذا وضعت النصارىٰ علٰى الأراضى المملوكة المذكورة ثمنا مخصوصاً و نقداً معلوما الذى يسمٰى فى عرف عامة الخلائق ببالية المال هل هٰذا خراج شرعى ام لا وفى صورة عدمه موجب لسقوط العشر ام لا.

(۳) والاراضى التى تستقىٰ بماء الانهار حفرتها النصارىٰ ووضعوا لاستعمال مائها طرقاً مختلفةً وثمناً متفرقة حسب الفصول والبقول والعامل فى مائها خلاف قوانينهم يكون مجرمًا عندهم هل يجب فيها العشر اونصف العشر بينوا بحوالة الكتب المعتبر.

الجواب حامداًومصلياً

(۱) فيه قولان احدهما وجوب العشر اذا ملك المسلم مستمراً عليها من زمن السلطنة المسلمة انتقلت اليه وهو لا يعلم انها من مسلم انتقلت اوكافر هٰذا ما اختاره الشيخ رشيد[۱] احمد المحدث الگنگوهى فى فتاواه ومولانا اشرف[۲] على التهانوى ومبناه عدم القطع بكونه دارالحرب لاسيما فى بعض الاحكام.

والقول الثانى عدم وجوب العشر والخراج واختاره مولانا محمد أعلٰى التهانوى فى رسالته[۳] حيث قال ان اراضى الهند ليست بعشرية ولا

---

[۱] فتاوی رشیدیه ص ۴۳۵، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعه محمودیه دیوبند.

[۲] امداد الفتاوی ص ۵۹، فصل فی العشر والخراج، مطبوعه زکریا دیوبند.

[۳] رساله "احکام الاراضی" مؤلفه قاضی اعلی ابن شیخ علی التهانویؒ.

خراجية بل أراضي الحوذ اى أراضي بيت المال والمملكة وصرح الشلبي[1] بعدم وجوب العشر والخراج من مثل ذالک الاراضي.

(۲) الاصح ان الثمن المذكورة اجرة الاراضي والعشر لا يسقط به اذا كانت الارض عشرية اما اذا كانت خراجية فهذا الثمن ينوب عن الخراج (كذا في فتاوىٰ الرشيدية)[2]

(۳) اذا كانت الارض مسقية بماء الانهار المذكورة الماخوذ بالثمن ففيها نصف العشر.[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] وهذا نوع ثالث يعني لا عشرية ولا خراجية من الاراضي تسمى ارض المملكة واراضي الحوز الخ، شامي نعمانيه ص ۳/۲۵۶، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه كراچي ص ۴/۱۷۹، مطلب لا شيء على زراع الاراضي السلطانية من عشر وخراج الدرالمنتقى مع مجمع الانهر ص ۲/۴۶۱، كتاب السير، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فتاوى رشيه ص ۴۴۸، عشر وخراج كا بيان، مطبوعه الرشيد ديوبند.

[3] ويجب نصفه في مسقى غرب ودالية او سقاه بماء اشتراه الخ، الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص ۳/۲۶۸، كتاب الزكوة، باب العشر والخراج، مطلب مهم في حكم اراضي مصر والشام، الخ، بحر كوئٹه ص ۲/۲۳۸، كتاب الزكوة، باب العشر، النهر الفائق ص ۱/۴۵۴، كتاب الزكوة، باب العشر، مطبوعه مكه مكرمه

ترجمہ سوال وجواب

سوال:-(۱) جو زمینیں نصاریٰ کے قبضہ میں ہیں جیسے ہندوستان، پنجاب، پشاور کی زمینیں ان میں عشر کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے، اگر واجب ہے تو کس دلیل سے، اور اگر واجب نہیں تو عدم وجوب کے لئے ان زمینوں کا اراضی دارالحرب ہونا کافی ہے یا نہیں۔

(۲) مذکورہ مملوکہ زمینوں پر نصاریٰ نے جو ثمن مخصوص اور نقد معلوم مقرر کر رکھا ہے جس کو عرف میں مال گذاری کہتے ہیں خراج شرعی ہے یا نہیں، خراج نہ ہونے کی صورت میں عشر ساقط ہوگا یا نہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

اراضی ہند میں عشر کا حکم

سوال: -اراضی ہند کی عشری وغیر عشری ہونے کی تحقیق فرمائیں، علماء نے اس مسئلہ کو ایسا الجھا دیا ہے کہ مسئلہ کا کوئی رخ واضح نظر نہیں آتا آخر عوام کیا کریں، عشر نکالیں یا نہیں، زمین کی مال گذاری پانی کا جو حکومت نے پبلک پر عائد کر دیا ہے یہ عشر کے غلہ سے دیا جا سکتا ہے، یا نہیں، آم، امرود، کیلے، لیموں، سبزی، ترکاریوں میں عشر ہے یا نہیں اور اس کے دینے کی کیا شکل ہوگی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) (۳) جو زمینیں نصاریٰ کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کی جاتی ہیں جن کے پانی کے استعمال کے مختلف طریقے اور پیداوار کے اعتبار سے متفرق محصول مقرر کر رکھے ہیں، اور ان پانیوں میں ان کے قوانین کے خلاف تصرف کرنے والا ان کے نزدیک مجرم ہوتا ہے تو اس میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر، معتبر کتابوں کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً (۱) اس میں دو قول ہیں ایک وجوب عشر جبکہ سلطنت اسلامیہ کے زمانہ سے ملک مسلم اس پر برابر قائم رہی ہو یا وہ زمین مسلمان کے پاس آئی ہو اور اس کو یہ علم نہ وہ کہ وہ پہلے مسلمان کے پاس تھی یا کافر کے حضرت مولانا شیخ رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے اور اس کی بنیاد قطعی طور پر ہندوستان کے دارالحرب نہ ہونے پر ہے، خاص کر بعض احکام میں۔

دوسرا قول عشر وخراج کا واجب نہ ہونا ہے، اس کو مولانا محمد اعلیٰ تھانویؒ نے اپنے رسالے میں اختیار فرمایا ہے فرماتے ہیں۔ ''کہ ہندوستان کی زمینیں نہ عشری ہیں نہ خراجی بلکہ بیت المال اور سلطنت کی زمینیں ہیں، شامی نے ایسی زمینوں میں عشر وخراج کے واجب نہ ہونے کی تصریح کی ہے''

(۲) اصح قول یہ ہے کہ محصول مذکور زمینوں کا کرایہ ہے جس کی وجہ سے عشری زمین سے عشر ساقط نہیں ہوگا، لیکن جب زمین خراجی ہو تو یہ محصول خراج کے قائم مقام ہوگا۔ کذا فی فتاویٰ الرشیدیہ۔

(۳) جب زمین مذکورہ نہرں سے سیراب کی جائیں جن کے اندر محصول لیا جاتا ہے تو ایسی زمینوں میں نصف عشر واجب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند مظاہر علوم سہارن پور

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء نے تو بہت سلجھایا ہے آج نہیں کئی سو سال پہلے شیخ جلال الدین تھانیسیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو خلیفہ خاص تھے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ اپنے وقت میں تصنیف فرمایا جس کا نام رسالہ ''اَراضیٔ ہند''[1] ہے اس میں زمینوں کے اقسام اور ان کے احکام تفصیلاً بیان کئے، موجودہ دور میں بھی مختلف رسائل لکھے گئے، مختصراً عرض یہ ہے کہ جو زمین ملک مسلم نہ ہو، جیسا کہ خاتمہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے، اس میں عشر واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

ہندوستانی زمینوں میں عشر

سوال:- ہندوستان کی وہ زمینیں جو حکومت اسلامیہ کے زمانہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اور ان کی کاشت میں ہیں، تو کیا ان پر عشر واجب ہوگا، مشہور یہ ہے کہ جو مال گذاری حکومت کو دی جاتی ہے یہ قائم مقام عشر کے ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر زمین دوسرے کو

---

[1] ''تحقیق اراضی ہند'' مصنفہ شیخ جلال الدین تھانیسری متوفی ۹۸۹ھ، ۱۵۸۱ء

[2] وهذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولاخراجية من الاراضى تسمى ارض المملكة وارضى الحوز، شامى نعمانيه ص ۳/۲۵۶، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه كراچى ص ۴/۱۷۹، مطلب لاشىء على زراع الاراضى السلطانية من عشر وخراج، الدرالمنتقى مع مجمع الانهر ص ۲/۴۶۱، كتاب السير، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کاشت کے لئے دیدی جائے تو عشر کس پر واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی زمینوں پر عشر واجب ہے[1]، حکومت کی مال گذاری عشر کے قائم مقام نہیں ہوتی، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ[2] میں ہے عشری زمین اگر کاشت پر دی جائے تو مالک اور مزارع پر حصہ وار عشر واجب ہوگا، جو زمین نقد کرایہ پر دی جائے اس میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک مالک پر عشر ہوگا صاحبین کے نزدیک مستاجر پر ہوگا: **والعشر علی المؤجر کخراج مؤظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما نأخذ وفی المزاعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة درمختار وقال حتّٰی تفسد الاجارة باشتراطِ خراجها اوعشرها علی المستاجر کما فی الاشباه وکذا حامد اٰفندی العمادی وقال فی فتاواه قلت عبارة الحاوی القدسی لا تعارض عبارة غیره فان قاضی خاں من اهل الترجیح فان من عادته تقدیم الاظهر والا شهر وقد قدم قول الامام فکان هو المعتمد وافتی به غیر واحد منهم زکریا "اٰفندی شیخ الاسلام وعطاء اللّٰه اٰفندی شیخ الاسلام وقد اقتصر علیه فی الاسعاف والخصاف اهـ ردالمحتار[3] ص:۷۵، ج:۲، بابُ العشر.** واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/رجب ۶۶ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/رجب ۶۶ھ

---

[1] وما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بین جیشنا والبصرة باجماع الصحابة عشریة لانه الیق بالمسلم (درالمختار) ولوقال بیننا لشمل ما اذا قسم بین المسلمین غیر الغانمین فانه عشری (شامی کراچی ص۱۷۶/۴، باب العشر والخراج، مجمع الانهر ص۴۵۷/۲، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیة کوئٹه ص۲۳۷/۲، کتاب السیر، الباب السابع.

(باقی اگلے صفحہ پر)

کیا ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں؟

سوال:-عشر کے متعلق آپ حضرات تحریر فرماتے ہیں کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد آراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آگئی لہٰذا عشر واجب نہیں، لیکن رسالہ دارالعلوم (مولانا فضل الرحمٰن مونگیری کا) کے پرچہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں انہوں ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں عشری زمین موجود ہے، رسالہ دارالعلوم دیوبند میں اس کے خلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مونگیری حضرات کی رائے عشر کے متعلق وہی ہے، کہ واجب ہے وہ حضرات امارتِ شرعیہ کو ایک نوع کی اسلامی امارات قرار دیتے ہیں اور دارالعلوم میں جو مضمون شائع ہوا ہے، وہ بھی صحیح ہے، مگر وہ خاتمۂ زمینداری سے پہلے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ فتاوی رشیدیہ ص ۴۴۸، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعہ الرشید دیوبند.

۳ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۷۷، ۳/۲۷۶، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۵۵، ج: ۲، کتاب الزکاۃ، باب العشر، قبیل مطلب ھل یجب العشر علی المزارعین فی الأراضی السلطانیۃ. ھندیۃ کوئٹہ ص ۱۸۷/۱، کتاب الزکوۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار، فتح القدیر ص ۲۵۰/۲، باب زکاۃ الزرع والثمار، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

عشری خراجی زمین

سوال:- ہندوستان کی زمین خصوصاً نئی آبادی مثلاً ملتان منٹگمری وغیرہ کے علاقہ کی زمین عشری ہے، یا خراجی اس کی صحیح تعریف تحریر کرنے کے بعد یہ بیان فرمائیے کہ ان زمینوں کی پیدار کی زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی، ذرا مفصل تحریر فرمائیے کہ عشر کیسی زمین پر واجب ہے اور اس کا کیا حکم ہے کچھ عشری خراجی زمین کی بھی تقسیم ہے یا عام ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین اسلامی حکومت کے وقت سے مسلمان کے پاس ہے اور عشری پانی سے سیراب کی جاتی ہے وہ عشری ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی پیدار میں عشر واجب ہوتا ہے۔[1]

زمین کی متعدد قسمیں ہیں: **الارض اما عشرية اوخراجية اوتضعيفية المشترون مسلم وذمي وتغلبي فالمسلم اذا اشترى العشرية او الخراجية بقيت علىٰ حالها. اوالتضعيفية فكذالک عند الامامؒ ومحمدؒ وقال ابويوسفؒ ترجع الىٰ عشر واحد واذا اشترىٰ التغلبي الخراجية بقيت خراجية اوالتضعيفية فهي التضعيفية اذا العشرية من مسلم ضوعف عليه العشرعندهما خلافاً لمحمدؒ واذا اشترىٰ ذمي غير تغلبي خراجية او تضعيفية، بقيت علىٰ حالها اوعشرية صارت خراجية ان استقرت في ملكه عنده**

---

[1] ماأسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة عشرية (الى قوله) وكل منهما اى العشرية والخراجية ان سقى بماء العشر اخذ منه العشر (الدر مع الشامي كراچی ص۲۷۶، تا ص۲۸۵/۴، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، هندية كوئٹه ص۲۳۷/۲، كتاب السير، الباب السابع في العشر والخراج، هدايه مع الفتح ص۳۳/۶، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالفكر بيروت)

اھ طحطاوی[1] ص: ۴۱۹، ج: ۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آبی اور بارش والی زمین میں عشر

سوال: -آبی زمین میں عشر کتنا فرض ہے اور بارش والی زمین میں کتنا فرض ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس زمین کی آب پاشی کی جاتی ہے یا محنت کر کے کنویں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے، اس کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہے اور جس زمین میں بارش کے پانی سے کھیتی ہوتی ہے، اور مستقل پانی دینا نہیں پڑتا اس کی پیدار میں عشر واجب ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

اراضی ہند سے متعلق

سوال: - یہ رسالہ کبھی نظروں سے نہیں گذرا جواب سے بڑی تشفی ہوئی، ذرا اس کی وضاحت فرمائیں، جو زمین ملک مسلم نہ ہو، ہمارے قبضہ میں جو زمین ہے جو سرکار سے

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۶۷۲-۶۷۱/۱، کتاب الزکوۃ، باب العشر، مطبوعہ مصری، بحر کوئٹہ ص ۲۳۸/۲، باب العشر، شامی زکریا ص ۲۷۰/۳، کتاب الزکوۃ، باب العشر.

[2] وتجب فی مسقی سماء أی مطر وسیح کنهر بلاشرط نصاب وبقاء الخ ویجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة أی دولاب لکثرة المؤنة (الدرالمختار علی ردالمحتار نعمانیه ص: ۴۹، ۵۰، ج: ۲، باب العشر. مطبوعه زکریا ص ۶۸-۲۶۵/۳، کتاب الزکوۃ، باب العشر والخراج، تبیین الحقائق ص ۲۹۱/۱، کتاب الزکوۃ، باب العشر، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۴۵۳/۱، باب العشر، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

بندوبست کر کے لی ہے کیا اس زمین پر ہماری ملکیت نہیں، خاتمہ زمینداری کے بعد تمام زمینوں کی مالک حکومت ہوگی، ہمارے پاس جو زمین ہے، ہم اس کے عارضی مالک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون زمیندارہ کی تشریحات جو حکومت کی طرف سے شائع ہوئی تھیں، ان میں واضح کر دیا گیا تھا کہ زمیندار مالک نہیں رہا، اس کو معاوضہ دیا جائیگا، مالک حکومت ہے، وہ جس کو چاہے دے اور جس طرح چاہے دے[1]، پھر اس صورت میں جب کہ مالک مسلم نہیں اس میں عشر کا کیا سوال۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۸۸ھ

زمینداری ختم ہونے کے بعد مسئلہ عشر

سوال:- تھوڑا عرصہ ہوا کہ سفر میں لوگوں نے ایک استفتاء اور اس کا جواب دکھلایا، اس مجمع میں واقف کار لوگوں نے جوابی استدلال پر اظہارِ تعجب ہے کیا، جواب کی نقل ارسال ہے، صورتِ حال یہ ہے کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد زمین حکومت کی ملک قرار پائی ہو یا نہ پائی ہو، زمین پر قبضہ وتصرف کا حق رکھنے والوں کے حقوق میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں، یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ زمانہ سابق میں زمین کا مالک کاشتکار تھا یا زمیندار یا حکومت، بہر حال اتنی بات تو واضح ہے کہ زمینداری ختم ہونے سے پہلے جس زمین پر جو متصرف تھا وہ آج بھی ہے اگر اس پر پہلے عشر تھا تو آج بھی ہونا چاہئے، اب رہی یہ بات کہ حکومت نے اپنی طرف سے

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص ۸، تحت تفسیر سورۂ فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

جس جس کو زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر، تو یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب حکومت نے زمینداری ختم کرنے کے بعد زمین کے مالکوں کی ملکیت منسوخ کر کے اپنی ملکیت کا اعلان کر دیا ہو اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے زید، عمر، ستیارام اور تاراسنگھ وغیرہ کو زمین دی ہو، لیکن ایسا واقعہ نہیں ہے، حکومت نے جن جن صورتوں میں زمینداری ختم کی اور زمیندار کی جگہ خود وہاں کوئی نئی ہندوبستی عمومی طریقہ پر نہیں کی گئی، اس لئے یہ سوال ہی نہیں ہوتا، کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد جو زمین حکومت کی مِلک قرار پا گئی، اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے لوگوں کو زمین دی ہو، اس حالت میں عرض ہے کہ جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے اور اس عاجز کی اور ساتھ ہی ساتھ ہزاروں اہلِ علم کی تشنگی جو اس جواب سے پیدا ہوئی دور فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زمینداری ختم ہونے کے بعد جب ہر زمین مِلک حکومت قرار پا گئی، پھر حکومت نے اپنی طرف سے جس جس کو بھی زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر تاہم اگر کوئی شخص عشر یا نصف عشر ادا کر دے تو موجب خیر برکت ہے، جس قدر بھی زیادہ غرباء کو دے گا اجر وثواب پائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۸۷ھ

الجواب هو الموفق للصّواب: وجوبِ عشر کا مدار حقوق پر نہیں بلکہ مِلک پر ہے، یعنی وجوبِ عشر کے لئے شرط یہ ہے کہ زمین مسلمانوں کی ملک ہو اور جب سے مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہو اور اس کی زمین غانمین میں تقسیم ہوئی ہے اس وقت سے آج تک برابر مسلمانوں ہی کی ملک چلی آرہی ہو ارثاً اور شراءً وغیرہ ذالک۔ امّا شرط

الاهلية فنوعان احدهما الاسلام وانه شرط ابتداء هٰذا الحق فلا يُبْدَأ بهٰذا الحق الاّ علٰى مسلم بلا خلاف لان فيه معنى العبادة والكافر ليس من اهل وجوبها ابتداءً فلا يبدأ به عليه. (بدائع الصَّنائع[1] ص: ۵۴، ج: ۲، فی بیان العشر) درمیان میں کسی کافر کی ملک میں نہ چلی گئی ہو، اور اگر درمیان میں کسی کافر کی ملک میں چلی گئی ہوگی تو عشری نہ رہے گی، چنانچہ فقہاء کرام کی عبارتیں اسی کی تصریح کرتی ہیں: واشترى ذمى ارضًا عشرية من مسلم فعليه الخراج (ملتقى الابحر[2] علٰى هامش مجمع الانهر ص: ۲۱۷، ج: ۱) ہدایہ میں ہے: ولو كانت الارض لمسلم باعها لنصرانى يريد به ذميًا غير تغلبى وقبضها فعليه الخراج عند ابى حنيفة رحمه اللّٰه لانه اليق بحال الكافر (هدايه[3] ص: ۱۸۵، ج: ۱) فتح القدیر میں شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واذا اشترىٰ ذمى غير تغلبى خراجية اوتضعيفية بقيت علٰى حالها ولو اشترىٰ عشرية من مسلم فعند ابى حنيفة رحمه اللّٰه تصير خراجية ان استقرت فى ملكه (فتح القدير[4] ص: ۲/۱۹۶) علامہ جلال الدین خوارزمی شارحِ ہدایہ فرماتے ہیں: كذمى اشترى ارض عشر من مسلم ففيه الخراج عند ابى حنيفة رحمه اللّٰه (كفاية مع الفتح[5] ص ۲/۱۹۸) کنز الدقائق میں ہے: وخراج ان اشترىٰ ذمى ارضاً عشريَّة من

---

[1] بدائع کراچی ص: ۵۴، ج: ۲، بدائع زکریا ص: ۱۷۱، ج: ۲. كتاب الزكوة، فصل فى شرائط الفرضية.

[2] ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۱/۳۲۲، كتاب الزكوة، باب زكوة الخارج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] هداية ص: ۲۰۳، ج: ۱، باب زكاة الزروع والثمار. مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[4] فتح القدير ص: ۲۵۳، ۲/۵۴، باب زكاة الزروع والثمار. مطبوعه درالفكر بيروت.

[5] كفايه على هامش فتح القدير ص ۱۹۸، ج: ۲. كتاب الزكوة، باب زكاة الزروع والثمار، مطبوعه رشيديه كوئٹه،

مسلم (کنز الدقائق[1] ص: ۶۳) علامہ شامی حاشیہ بحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں: ولو ان کافراً اشتریٰ ارضًا عشریة فعلیه فیها الخراج فی قول ابی حنیفة رحمه الله (منحة الخالق[2] حاشیه بحر الرائق ص ۲۳۹، ج: ۲) اب اس کے بعد اگر اس کافر سے مسلمان نے خریدی یا کسی اور طریقہ سے مسلمان کی ملک میں آئی تو یہ زمین عشری نہ بنے گی: فصَار شراء المسلم من الذمی بعد ماصارت خراجیة فتصیر علیٰ علی حالها ذکره التمرتاشی کما اذا اسلم هو واشترها منه مسلم اٰخر (فتح القدیر[3] ص۱۹۷، ج: ۲) اب ہمیں دیکھنا ہے کہ خاتمہ زمیندار سے پہلے زمین کس کی ملک تھی، تو اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ زمین سرکاری ملک میں ہو جیسا کہ بعض کا خیال ہے گو دلائل کے اعتبار سے یہ بات کچھ قوی نہ ہو، اس احتمال پر زمینداری کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار کو چونکہ کاشتکاروں سے براہِ راست لگان وصول کرنے میں دشواری رہتی ہے اس لئے اس نے خطے بنا کر زمینداروں میں تقسیم کر دیئے کہ یہ لوگ یعنی زمیندار کاشت کاروں سے لگان وصول کر لیا کریں اور سرکار میں پہنچا دیا کریں، تاکہ سرکار کو اس کی وصولیابی میں دشواری نہ ہو تو گویا زمیندار مالکِ زمین نہیں ہوتے تھے، بلکہ مالک تو سرکار ہی تھی، زمیندار تو کاشتکار اور سرکار کے درمیان لگان کی وصولیابی کا واسطہ تھے اور جو کچھ ان کو ملتا تھا وہ ان کی اُجرت تھی، ان کو جو کچھ اختیارات بھی دیئے گئے تھے، وہ محض اسی حیثیت سے تھے، اب جب کہ سرکار بدلی اور انگریز کی جگہ نئی سرکار نے لی تو اس نے زمینداروں کی اس حیثیت کو ختم کر دیا اور چونکہ انہوں نے اتنی مدت تک سرکار کی خدمت کی تھی، اس لئے اس کے عوض کے طور پر اور ان سے جو اختیارات چھین

---

[1] کنز الدقائق ص ۶۳، کتاب الزکوة باب العشر، مطبوعه دارالاشاعت کلکته.

[2] منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۲۳۹/۲، کتاب الزکوة، باب العشر مطبوعه کوئٹه،

[3] فتح القدیر ص ۲۵۴/۲، کتاب الزکوة، باب زکوة الزروع والثمار، مطبوعه دارالفکر بیروت.

لئے گئے اس کی اشک شوئی کرتے ہوئے انہیں کچھ رقم بھی بونس کی شکل میں دی یہ ایسا ہے جیسے پنشن کہ سابقہ خدمت کے عوض کردی جاتی ہے، ان اختیارات کو ختم کرنے کا نام خاتمہ زمینداری ہے، تو اس صورت میں زمین زمیندار کی ملک تھی ہی نہیں، بلکہ سرکار کی ملک تھی اس میں وجوبِ عشر کا سوال ہی نہیں، اس لئے کہ سرکار اور حکومت اگر مسلمان ہو اس وقت بھی عشر واجب نہیں ہوتا چنانچہ المنتقی[1] میں ہے: وَهٰذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولا خراجية من الاراضى تسمّى اراضى المملكة (ص: ۶۷۱، ج: ۲) چنانچہ جب سرکار مسلم ہوا س وقت سرکاری زمین میں نہ عشر واجب ہے، نہ خراج، تو جب سرکار غیر مسلم ہو تو اس وقت بطریقِ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین زمیندار ہی کی ملک تھی، جیسا کہ اکثر علماءِ کرام کی تصریحات ہیں اور دلائل کے اعتبار سے بھی اقرب واظہر ہے تو اس صورت میں ختم زمینداری کا مطلب یہ ہوا کہ وہ زمیندار سے خرید لی گئی، گو جبراً ہی صحیح اور کاشتکار کے ہاتھ فروخت کردی گئی اور کاشتکار کو خریدنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ جو دس گنا ادا کرے وہ لے لے۔ کاشتکار نے براہِ راست زمیندار سے خریدی نہ ہو اس لئے کہ ان دونوں میں خرید وفروخت ہوئی ہی نہیں، لامحالہ سرکار نے زمیندار سے خریدی اور کاشتکار کو فروخت کی، تو اس میں ملک کافر کی تخلل ہوگیا اور عشر ساقط ہوگیا، کتبِ فقہ خانیہ[2]، بحر[3]، طحطاوی[4]، عالمگیری[5] وغیرہ تقریباً سبھی

---

[1] شامی نعمانیه ص ۳/۲۵۶، مطلب اراضى المملكة والحوز لا عشرية ولاخراجية، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج الخ. الدرالمنتقى ص ۲/۴۶۲، كتاب السير والجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] خانية على الهندية ص ۱/۲۷۰، فصل فى العشر والخراج، مطبوعه كوئٹه.

[3] البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۳۸، كتاب الزكوة، باب العشر.

[4] حاشية الطحطاوى على الدرالمختار ص ۴۱۷، تا ۱/۴۲۲، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۱۸۶، كتاب الزكوة، الباب السادس عشر فى زكوة الزروع والثمار.

میں یہ مسائل بصراحت موجود ہیں، جو اہلِ علم حضرات کے نظر سے مخفی نہیں پھر تعجب ہے کہ اس عاجز کے جواب سے ہزاروں اہلِ علم کو تشنگی کیوں پیدا ہوئی۔ کیا یہ سب کتابیں تشنگی دفع کرنے کے لئے کافی نہیں، غالباً جواب مختصر ہونے اور استدلالی عبارات جواب میں نقل نہ کرنے اور اہلِ علم کی وسعت نظر پر اعتماد کرنے سے ایسا ہوا، تاہم اگر اسکے خلاف کتبِ مذہب میں دلائلِ قویہ موجود ہوں اور اس عاجز نے سمجھنے میں غلطی کی ہو تو دینی بات میں اصرار نہیں، سمجھ میں آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ رجوع سے دریغ نہ ہوگا، حق تعالیٰ ضد اور ہٹ سے محفوظ رکھے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۴/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۵/۲/۸۸ھ

کیا عشر اب بھی واجب ہے؟

سوال: - چالیسواں، بیسواں کن کاشتکاروں اور کتنی پیداوار پر واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین داری ختم ہونے کے بعد اراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آ گئی، لہٰذا عشر واجب نہیں ہے، البتہ اگر خیر و برکت کے لئے دے تو موجب اجر ہے، اور بلایا کے دور ہونے کا سبب ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ: ''انّ الصّدقة لتطفی غضب الرّب وتدفع میتة السوء'' رواہ الترمذی (مشکوٰۃ[1] ص: ۱۶۸، ج: ۱) اگر زمین میں بارانی ہے تو دسواں حصہ پیداوار کا احتیاطاً نکال دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲/۱/۸۷ھ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۶۸، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقة.
(**ترجمہ**) بیشک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ختم کر دیتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

مقدارِ عشر

سوال:- پیداوار میں زکوٰۃ کب اور کس حساب سے نکالی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عشری زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ نکالا جائیگا، جب کہ وہ زمین بارانی ہو، اگر آب پاشی کرنی پڑتی ہے، تو نصف عشر واجب ہوگا، حولان حول شرط نہیں۔ شامی[1]، فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

عشر کا نصاب

سوال:- پیداوار کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک صاع (سوا تین سیر) بھی پیدا ہو تب بھی عشری زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے۔ (کذا فی الردالمحتار[2] ص: ۴۹، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] یجب العشر فی أرض غیر الخراج وتجب فی مسقی سماء أی مطر بلاشرط بقاء وحولان حول ویجب نصفه فی مسقی غرب أی دلو کبیر ودالیة أی دولاب (الدرالمختار علی الردالمحتار نعمانیه ص۴۸ تا ۲/۵۰، کتاب الزکوة، باب العشر. مجمع الانهر ص۳۱۷، تا ۳۱۹، ج: ۱، کتاب الزکوة، باب زکاة الخارج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] (قوله بلا شرط نصاب وبقاء) فیجب فیما دون النصاب بشرط أن یبلغ صاعاً (شامی نعمانیه ص: ۴۹، ج: ۲، کتاب الزکوٰة، باب العشر. النهر الفائق ص۴۵۳/۱، کتاب الزکوة، باب العشر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

عشر

سوال:- زید ایک عالم ہے، اس کے علاقہ میں غلہ کی پیداوار سے زکوٰۃ عام طور سے ادا کی جاتی ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر لعن طعن ہوتی ہے، کیا یہ برتاؤ عندالشرع درست ہے؟ یہ بات ملحوظ رہے کہ زکوٰۃ غلہ صاحبِ نصاب ہی لوگ دیتے ہیں، زید آج ڈھائی برس سے آسام کے ایک علاقہ میں دینی کام انجام دے رہا ہے، اس سلسلے میں حفظ قرآن پاک کے واسطے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے، جس کی آمدنی کا کوئی خاص ذریعہ نہ دیکھ کر غلہ کی زکوٰۃ لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے، اس کے پیشِ نظر صرف یہ بات ہے کہ اگر دھان کی فقط زکوٰۃ مسلمانوں کی طرف سے نکال کر اکٹھا کر لیا جائے تو عمدہ طور سے مدرسہ کے لئے طلبہ کے واسطے طعام وقیام کا نظم ہو سکے، جب کہ زید کو کسی قسم کی تنخواہ ومعاوضہ نہیں دیا جاتا ہے، اور نہ ہی وہ طلب کرتا ہے، آسام یا پورے ہندوستان کی زمینوں پر گورنمنٹ کا ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے تو کیا **کلما اخرجت الارض ففیه العشر** پر عمل ہو جاتا ہے، دھان یا غلّہ جس مقدار میں پیدا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنی ہے، مدلل جواب سے مطلع فرمائیں، نیز اگر زکوٰۃ یہاں کی زمینوں پر واجب نہیں ہے، تو پھر زید کا یہ عمل کیسا ہے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا دینی مدرسہ قائم کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا قابلِ صد تحسین ہے، اللہ پاک اس کی کوشش کو بار آور فرمائے اور جزائے خیر دے زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ، عشر واجب ہونے کے لئے اس زمین پر ملک مسلم قائم ہونا ضروری ہے خاتمۂ زمینداری کے بعد یہاں کی زمینوں پر عموماً ملک مسلم قائم نہیں رہی، لہٰذا ایسی زمینوں کی پیداوار میں زکوٰۃ عشر واجب نہیں،

البتہ بطور صدقۂ نافلہ اور دینی خدمت کیلئے جس قدر بھی دیدیں اور اس سے مدرسہ چلایا جائے موجبِ خیر وبرکت اور باعثِ اجر وثواب ہے، جو لوگ عشر نہ دیں ان پر لعن وطعن درست نہیں بات صرف ترغیب تک رکھی جائے۔ وان قسمت بین المسلمین لا یؤظف الا العشر وان سقیت بماء الانهار فلهذا قال فی التبیین هٰذا فی حق المسلم اما الکافر فیجب علها الخراج من ای ماءٍ سقٰی لان الکافر لایبتدأ بالعشر الخ (مجمع الانهر[1] ص: ۶۷۱، ج: ۱) وخراج ان اشتریٰ ذمی ارضًا عشریة من مسلم ای یجب الخراج لان فی العشر معنی العبادة والکفر ینا فیها الخ (البحر[2] ص: ۲۳۸، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

زکوٰۃ وعشر ومصرف کی تحقیق

سوال:- (۱) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یا بیسواں حصہ اور کن شرائط کے ساتھ یعنی کیا موجودہ حکومت کا لگان اور مال گذاری دینے کی حالت میں بھی زکوٰۃ کی وہی مقدار ادا کرنی پڑے گی، جو اسلام نے اسلامی حکومت میں مقرر کی ہے؟

---

[1] مجمع الانهر ص ۲/۴۵۹، کتاب السیر والجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۲۳۸، کتاب الزکوة، باب العشر، فتاوی عالمگیری ص ۱/۱۸۶، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۱/۲۹۴، باب العشر، مطبوعه امدادیه ملتان.

(۲) زمینی پیدوار میں صرف غلہ مثلاً گیہوں اور چنا وغیرہ کا شمار ہے یا ادرک اور آلو وغیرہ بھی زمینی پیداوار میں شامل ہے۔

(۳) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے، حاصل ہونے کے ساتھ ہی یا سال بھر تک کھانے پینے سے اگر بچے اس وقت۔

(۴) پیدوار کی زکوٰۃ پوری حاصل شدہ پیداوار میں نکلے گی یا مزدوری اور دیگر ضروری اخراجات نکال کر جو باقی بچے اس میں سے زکوٰۃ نکلے گی۔

(۵) مقروض پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں اگر فرض نہیں ہے، تو صرف سونے چاندی کی فرض نہیں ہے یا پیداوار کی بھی زکوٰۃ اس پر فرض نہیں ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص مقروض ہے لیکن اس کے پاس اتنی جائیداد بصورت زمینداری موجود ہے، جس کی قیمت قرض کے بار سے زائد ہے، اور مقروض اس جائیداد کا پورا مالک ہے، فروخت اور رہن سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے، ایسی حالت میں اس کے لئے سونے چاندی اور زمینی پیدوار کا کیا حکم ہے، یعنی ان چیزوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے کہ نہیں۔

(۷) اگر کہیں مسلمانوں نے مل کر اپنا ایک قومی بیت المال قائم کرلیا ہو وہاں کوئی شخص زکوٰۃ نکال کر بیت المال میں نہ بھیجے بلکہ بطور خود تقسیم کردے تو یہ زکوٰۃ ادا ہوئی کہ نہیں۔

(۸) کیا زکوٰۃ کی رقم وجنس ایسے مکاتب میں لگائی جاسکتی ہے جو تعلیم قرآن پاک کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔

(۹) کیا زکوٰۃ کی رقم کسی ایسے جلسہ میں خرچ ہوسکتی ہے، جو تبلیغ اسلام کے خیال سے منعقد کئے جائیں مثلاً بارہ ربیع الاول کا جلسہ میلاد النبی جس میں غیر مسلمین کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے دعوت دی جاتی ہے، کہ ان کے سامنے اسلام اور شارح اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پیش کئے جائیں اور وہ اس کا کوئی بہتر اثر قبول کرسکیں۔

(۱۰) اگر سونے چاندی اور پیدوار کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے تو اس کے استعمال کے متعلق کیا حکم ہے یعنی اس سونے چاندی یا غلہ کا استعمال کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو کس مرتبہ میں یعنی صرف ناجائز ہے یا حرام۔

(۱۱) زیور کی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔

(۱۲) عام خیرات وزکوٰۃ ایسے لوگوں کو جو اور دیگر ذرائع آمدنی رکھتے ہیں روپے اور غلہ کے خود مالک ہیں جائز ہے یا نہیں۔

نیز ان لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات دینا جائز ہے یا نہیں جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط ہیں یعنی محنت کرنے کے قابل ہیں لیکن بلا وجہ محنت نہیں کرتے، نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ ان دونوں قسموں کے لوگوں کو خیرات اور زکوٰۃ کی رقم وجنس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) موجودہ فقیر جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط یا کھیت اور روپے وغیرہ کے مالک ہیں لیکن بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ذات کے فقیر ہیں ان کو از روئے شریعت بھیک دینا جائز ہے کہ نہیں اور ان کے لئے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں، نیز کیا اسلام میں فقیر کی کوئی ذات ہے کہ نہیں۔

(۱۴) اگر ۱۳ر میں درج شدہ لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات دینا جائز ہے تو اس زکوٰہ وخیرات کا کوئی ثواب بھی دینے والے کو ملے گا یا نہیں؟

(۱۵) جو لوگ اپنے کو ذات کا فقیر کہتے ہیں لیکن پیدوار اور سونے چاندی کے مالک ہیں ان پر زکوٰۃ فرض ہیکہ نہیں، از راہ عنایت مذکورہ بالا مسائل کے متعلق بالتفصیل قرآن پاک واحادیث نبوی وفتاویٰ فقہیہ کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں اور ہر نمبر کا علیحدہ علیحدہ بالترتیب جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں اور خدا سے اجر وثواب حاصل کرنے کیلئے مستحق بنیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو غلہ وغیرہ عشری زمین سے پیدا ہو خواہ اس کے پیدوار بارش کے پانی سے ہوئی

ہو یا قدرتی نہر وغیرہ کے پانی سے بلا قیمت ہوئی ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اور وہ پیداوار کا دسواں حصہ ہے: **قال ابو حنیفة رحمة اللّٰه علیه وفی قلیل ما اخرجته الارض و کثیره العشر سواء سقٰی سیحا اوسقته السماء** (هدایه[1] ص: ۱۸۱، ج ۱) اور اگر چرس یا ہرٹ وغیرہ کے ذریعہ سے اس میں کاشت کی گئی ہے، تو اس کی زکوٰۃ پیدوار کا بیسواں حصہ ہے: **وما سقی بغرب اودالیة اوسانیة ففیه نصف العشر علٰی القولین.** (ہدایہ[2]) مال گذاری اور لگان دینے سے یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(۲) یہ چیزیں بھی پیداوار میں شمار ہیں ان میں بھی زکوٰۃ مذکورہ لازم ہے: **فیما سقته السماء اوسقٰی سیحا أو اخذه من ثمر جبل العشر قل اوکثر.**[3]

(۳) حاصل ہونے کے ساتھ ہی لازم ہو جاتی ہے، سال بھر گذرنا لازم نہیں: **بلا شرط نصاب وبقاء وحولان حول** (سکب[4] الانهر)

---

[1] هداية ص: ۲۰۱، ج: ۱، باب زكاة الزرع والثمار. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، عالمگيری ص۱۸۵/۱، الباب السادس فی زكاة الزروع والثمار، مطبوعه كوئٹه، البحرالرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

[2] هداية ص: ۲۰۲، ج: ۲، باب زكاة الزرع والثمار. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، درمختار علی الشامی زكريا ص۲۶۸/۳، باب العشر، النهر الفائق ص۴۵۴/۱، باب العشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص۳۱۷/۱، كتاب الزكوة، باب زكوة الخارج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيری ص۱۸۶/۱، الباب السادس فی زكوةا لزروع والثمار، مطبوعه كوئٹه، البحرالرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجديه كوئٹه، تاتارخانيه ص۳۲۳/۲، كتاب العشر، الفصل الاول، مطبوعه كراچی.

[4] سكب الانهر علی مجمع الانهر ص۳۱۷/۱، كتاب الزكوة، باب الزكوة الخارج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار علی الشامی كراچی ص۳۲۶/۲، باب العشر،

(۴) پوری پیداوار میں سے لگائی جائے گی، مزدوری وغیرہ کو اس سے منہا نہیں کیا جائے گا: **وکل شیئ اخرجته الارض عما فیه العشر لا یحتسب اجرة العمّال ونفقة البقر (هدایه)**[۱]

(۶/۵) قرض کی ادائیگی کے بعد اگر سونا یا چاندی بقدر نصاب اس کے پاس بچے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں[۲]، زمین کی پیداوار میں بہر صورت زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے[۳]۔

(۷) ادا ہوجائے گی، اگر بیت المال کے ذمہ دار منتظم اسے صحیح مصرف پر صرف کرتے ہیں تو وہاں دینا بھی درست ہے[۴]۔

(۸) زکوٰۃ سے غریب لڑکوں کو جو کہ سید نہ ہوں، وظیفہ اور کپڑا وغیرہ تملیکاً دینا واجب ہے، مکتب کی تعمیر میں لگانا یا معلم کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ اس پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے مکتب کے متولی اور مہتمم کو دیدے تو پھر معلم کی تنخواہ وغیرہ

---

[۱] هدایه ص۲۰۳-۲۰۲/۱، کتاب الزکوة، باب زکوة الزرع والثمار، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص۲/۳۲۸، باب العشر، مجمع الانهر، ص۱/۳۲۰، باب زکاة الخارج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل اذا بلغ نصابا الخ، هدایه علی الفتح القدیر ص۲/۱۶۰، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی کراچی ص۲/۲۶۲، کتاب الزکوة، سکب الانهر ص۱/۲۸۷، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[۳] ویجب (العشر) مع الدین، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۲/۲۶۶، کتاب الزکوة، باب العشر، ولایمنع الدین وجوب العشر والخراج، خانیه علی الهندیة ص۱/۲۵۶، فصل فی مال التجارة، مطبوعه کوئٹه.

[۴] وفی الظهیریة الافضل لصاحب المال الظاهر ان یؤدی الزکوة الی الفقراء بنفسه لان هؤلاء لا یضعون الزکوة مواضعها، البحرالرائق ص۲/۲۲۳، فصل فی الغنم، مطبوعه کوئٹه.

میں دینا بھی درست ہوگا۔[۱]

(۹) اداء زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی غریب مسلم غیر سید کو بلا کسی معاوضہ ومنفعت کے برائے خدا تملیکاً دی جاوے اور ایسے جلسوں میں یہ صورت نہیں ہوتی، لہٰذا جلسہ میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی: **الزکوٰۃ ھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للّٰہ تعالیٰ** (زیلعی[۲])

(۱۰) زکوٰۃ اگر فرض ہو اور کوئی ادا نہ کرے تو وہ سخت گنہ گار فاسق اور مردود الشہادۃ ہے[۳]، مگر اس مال میں حرمت نہیں آتی اگرچہ غلہ کا کھانا قبل ادئے زکوٰۃ منع ہے[۴]۔

(۱۱) جس طرح چاندی سونے میں زکوٰۃ ضروری ہے اسی طرح چاندی کے سونے کے زیور میں زکوٰۃ ضروری ہے: **یجب فی مائتی درھم وعشرین دیناراً ربع العشر ولو**

---

[۱] ولاتصرف فی بناء مسجد وقنطرۃ الی قولہ والحیلۃ لمن اراد ذلک ان یتصدق ینوی الزکوۃ علی فقیر ثم یأمرہ بعد ذلک بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الصدقۃ ولذالک الفقیر ثواب ھذا الصرف، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۲۷۲، کتاب الزکوۃ، الفصل الثامن، من توضع الزکوۃ، بحر کوئٹہ ص ۲/۲۴۳، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱، تا ۲/۲۹۳، باب المصرف.

[۲] زیلعی ص ۱/۲۵۱، اول کتاب الزکوۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۲/۲۰۱، اول کتاب الزکوۃ، درمختار مع الشامی زکریا ص ۱/۱۷۱-۲/۱۷۳، اول کتاب الزکوۃ.

[۳] وعن محمدؒ ان من لم یؤد الزکوۃ لم تقبل شھادتہ، بدائع زکریا ص ۲/۷۷، کتاب الزکوۃ، کیفیۃ فرضیۃ الزکوۃ، مجمع الانھر ص ۱/۲۸۴، اول کتاب الزکوۃ، طحطاوی ص ۵۸۷، اول کتاب الزکوۃ، مطبوعہ مصری،

[۴] ولایأکل شیأ من طعام العشر حتی یؤدی عشرہ، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۱۸۷، کتاب الزکوۃ، الباب السادس فی زکوۃ الزروع والثمار، مجمع الانھر ص ۱/۳۲۴، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، شامی کراچی ص ۲/۳۳۲، باب العشر.

تبراً او حلیاً اھـ ودلیل وجوب الزکوٰۃ فی الحلی احادیث فی السنن منھا قولہ علیہ السلام لعائشۃ رضی اللّٰہ عنھا لما تزینت لہ بالفتخات اتؤدین زکٰوتھن قالت لا قال ھو حسبک من النار اھـ (بحر[1]: ۲، ص: ۲۲۹)

(۱۲) جو شخص ایک زکوٰۃ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئ رکھتا ہو اور وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو اگر چہ اس پر سال بھر نہ گذرا ہو اور اگر چہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو ایسے شخص کو زکوٰۃ ہرگز نہ دی جائے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، شرعاً ایسا شخص غریب اور فقیر نہیں اور ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا حرام ہے، اور اس قدر مالیت اس کے پاس نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس میں کمانے کی قدرت ہو: المصرف ھو الفقیر وھو من یملک ما لا یبلغ نصابا ولا قیمتہ من ای مال کان ولو صحیحاً مکتسبًا اھـ. (مراقی[2] الفلاح ص:۴۱۷) تاہم بہتر یہ ہے کہ جو شخص زیادہ حاجت مند ہے اور کمانے سے عاجز ہے اس کو دی جائے، جس کے پاس کھیت کی آمدنی اس قدر نہیں کہ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو کافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے اگر چہ کھیت قیمت زائد ہو۔

(۱۳) جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا حرام ہے۔ (کذا فی الطحاوی[3] ص: ۴۲۰) ایسے لوگوں کو بھیک دینا بھی ناجائز ہے البتہ اگر کسی شخص کے متعلق علم نہ ہو کہ یہ مالدار ہے یا نہیں یا اس کے غریب اور عاجز ہونے کا علم نہیں تو اس کے دینا درست ہے، شریعت مطہرہ میں سوال کو منع فرمایا ہے لہٰذا جب تک بغیر سوال کئے

---

[1] البحر الرائق کراچی ص ۲/۲۲۵، باب زکاۃ المال، درمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۲۹۸، باب زکاۃ المال، النھر الفائق ص ۱/۴۳۶، باب زکوۃ المال، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] مراقی الفلاح ص ۲۱۷، باب المصرف.

[3] ولا یحل ان یسأل شیأ من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ الخ، طحطاوی مصری ص ۵۹۴، باب المصرف، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۷۰، الفصل الثامن فی من توضع الزکوۃ، مجمع الانھر ص ۱/۳۳۰، باب المصرف، مطبوعہ بیروت.

ضرورت پوری ہوجائے سوال کرنا حرام ہے، پس فقیر بننا اور باوجود صاحب مال ووسعت ہونے کے مانگنے کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔

(۱۴) ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور دینے کا گناہ ہوگا کہ اعانتِ معصیت ہے[1]۔

(۱۵) اگر بقدر نصاب سونا یا چاندی ہے اور حاجت اصلیہ سے زائد ہے نیز اس پر سال بھر گذر چکا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے اور پیداوار میں بھی زکوٰۃ لازم ہے: **فرضت علٰی حرمسلم مکلف مالک لنصاب من نقد ولو تبرا اوحلیا او آنیة اوما یساوی قیمته من عروض تجارة فارغ عن الدین وعن حاجته الاصلیة نام ولو تقدیرا وشرط وجوب ادائها حولان الحول علٰی النصاب الاصلی،** (مراقی[2] الفلاح) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/رمضان المبارک ۵۵ھ

مال گذاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا

سوال: -صوبۂ بنگال کی زمین جس میں گورنمنٹ مال گذاری بھی لیتی ہے، آیا یہ مال

---

[1] ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصری، النهر الفائق ص ۱/۴۶۹، باب المصرف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۲/۲۵۰، باب المصرف.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص: ۵۸۸، اول کتاب الزکوة، درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۵۹، تا ۲/۲۶۳، اول کتاب الزکوة،

گذاری لینا خراج شمار ہوگا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس زمین پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین عشری ہے تو اس پر عشر واجب ہوگا مال گذاری ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

سوال:- کسان لوگ جو ہر فصل میں چالیسواں حصہ نکالتے ہیں کیا اس رقم سے مسجد کی نالی پر برآمدہ ڈال سکتے ہیں جب کہ نالی مسجد سے علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون زمین دارہ ختم ہونے کے بعد زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ واجب نہیں رہی[2]، صدقہ نافلہ کے طور پر جو کچھ بھی خدا کی راہ میں دیدیا جائے باعث خیر وبرکت ہے اس کو ہر نیک کام میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے مسجد کا برآمدہ ونالی وغیرہ بھی اس سے بنوانا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۵ھ

---

[1] یجب العشر فی أرض غیر الخراج بلا شرط نصاب وبلاشرط بقاء وحولان الحول (الدرالمختار علی الردالمحتار نعمانیه ص:۴۸، ج:۲، کتاب الزکوة، باب العشر.

[2] وهٰذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسمی ارض المملکة واراضی الحوز الخ (شامی زکریا ص:۲۹۴، ج:۶. کتاب الجهاد، باب العشر والخراج الخ. مطلب اراضی المملکة والحوز لا عشریة ولا خراجیة.

باغ اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال:- زید ڈیڑھ سو بیگہ زمین کا زمیندار یا کاشتکار تھا اس کے پاس مال گذاری سال وار ضروری اخراجات خانگی کے بعد ہزاروں میں غلہ بچتا تھا، اسی طرح معمولی کمی بیشی کے ساتھ ہر سال بچت ہوتی ہے، وہ غلہ فروخت بھی نہیں کرتا خانگی ضرورت کے لئے کبھی فروخت کرتا ہے تو بقدر ضرورت سالوں کا پرانا غلہ اس کے پاس فروختگی کے بعد کئی کئی نصاب کی قیمت کا موجود ہے، تو کیا اس حالت میں اس کے اوپر غلوں میں زکوٰۃ ہے اسی طرح ضرورت سے زائد اس کے پاس باغ ہیں جن کی قیمت کئی نصابوں کو پہنچتی ہے، آیا ان باغات میں بھی زکوٰۃ ہے واجب ہوگی تو کس صورت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو غلّہ تجارت کے لئے نہیں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں، خواہ وہ کتنی بھی مقدار میں ہو، یہی حال زمین، کھیت، باغ کا ہے، البتہ زمین اور باغ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اگر وہ عشری ہے اور اس میں قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ کل پیداوار کا عشر واجب ہوتا ہے، خواہ کتنی ہی پیداوار ہو اور اس کی قیمت کتنی ہی ہو، (البسط فی ردالمحتار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

---

[1] ویجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة وفی مسقی سماء سیح بلاشرط نصاب وبلاشرط بقاء وحولان حول الخ مختصراً، شامی ص: ۴۹، ج: ۲، کتاب الزکوة، باب العشر، مکتبه نعمانیه. بحر کوئٹه ص۲۳۷، ج۲، باب العشر، عالمگیری ص۱۸۶، ج۱، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه کراچی ص۳۲۳، ج۲، کتاب العشر، الفصل الاول.

فصل پر غلّہ نکالا مسجد میں بھی لگانا درست ہے

سوال:- ایک مسجد ہے، مدرسہ کے متعلق، مسجد کے اکثر کام مدرسہ ہی کی جانب سے انجام دیئے جاتے ہیں مسجد کا حساب مدرسہ سے علیحدہ ہے، مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہے، مدرسہ علم دین کی مستحکم خدمت انجام دیتا ہے بیرونی طلباء بھی کثیر تعداد میں تعلیم پاتے ہیں، اس صورت میں فصل کا غلّہ جو کہ بدچالیسواں نکالا جاتا ہے، مسجد میں لگانا گویا صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں جواز کی صورت میں بہتر کس کے لئے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ غلہ صدقہ واجبہ نہیں[1]، دینے والے مسجد کیلئے دیں تو مسجد کے مصارف میں صرف کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۶ھ

جس غلّہ کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کا حکم

سوال:- اکثر کھیتی کرنے والے جب کہ وہ غلہ اکٹھا کرتے ہیں اور حکم ہے کہ دس من غلہ سے ایک ایک من غلّہ زکوٰۃ نکالیں اور وہ زکوٰۃ نہیں نکالتے تو کیا ایسے مال سے کوئی نیک کام مثل قربانی، عقیقہ یا میت کے لئے ایصال ثواب کرسکتے ہیں یا نہیں، اگر کرسکتے ہیں تو

---

[1] وهذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولاخراجية من الاراضى تسمىٰ ارض المملكة واراضى الحوز الخ، (شامى زكريا ص ۲۹۴/۶، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطلب اراضى المملكة والحوز الخ.

ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص واجب نہیں ادا کرتا تو وہ گنہ گار ہے[1] لیکن اس سے وہ غلّہ حرام نہیں ہوتا، اس کا استعمال اپنی ذاتی ضرورت میں بھی درست ہے، اور عبادت میں بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ٹیوب ویل سے بھی پانی دیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:- ربیع یا خریف کی زکوٰۃ کا حکم یکساں ہے، یا جداگانہ؟ کیونکہ کبھی کبھی بارش اور ٹیوب ویل دونوں قسم کے پانی سے سینچائی ہوتی ہے ایک ہی قسم کی پیداوار میں، لہٰذا ایسی صورت میں زکوٰۃ کا حساب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں فصلوں کا حکم یکساں ہے، اگر بارش کا پانی غالب ہے اور ٹیوب ویل کی اتفاقیہ معمولی نوبت آتی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائے گا ورنہ نصف عشر دینا ہوگا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب لو مرة بلاعذر كبيرة. (شرح فقه اكبر ص:٦٨، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2] ولو سقى سيحا وبآلة اعتبر الغالب الخ، (الدارالمختار على الشامی نعمانية ص: ۵۱، ج: ۲، كتاب الزكوة، باب العشر. هدايه ص ۲۰۲، ج ۱، كتاب الزكوة، باب زكوة الزرع والثمار، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحرالرائق ص ۲۳۸/۲، باب العشر، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

زکوٰۃ نقد زمین وغیرہ میں

سوال:- (۱) جس زمین کی مال گذاری فی بیگہ دو روپئے تین روپیہ چار روپیہ تک سالانہ ہو اس زمین کی بھی زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا نہیں، اگر زکوٰۃ اس میں نکالنا فرض ہے، تو کیا زمین کی قیمت لگا کر، اگر زمین کی پیدوار کی زکوٰۃ نکالنا ہے، تو کتنا پیدا ہونے سے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، کیا اسی وقت زکوٰۃ پیداوار کی نکال دینی چاہئے، یا سال بھر اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد اور مال گذاری ادا کرنے کے بعد زکوٰۃ نکالنی چاہئے۔

(۲) زید کی دال کی ایک مشین ہے اس مشین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا جو نفع سال بھر میں ہو وہ اپنی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد جو روپیہ باقی ہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۳) جو سکہ ہندوستان میں انگریزی رائج ہے، اس میں زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے، سیکڑہ میں کتنی زکوٰۃ نکالنی پڑے گی۔

(۴) زید کے پاس کچھ نقد روپے ہیں اور کچھ زمین ہے، رمضان کا مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ نقد روپیہ میں تو زکوٰۃ رمضان میں نکالیں گے، باقی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ فی الحال نکالی جاوے گی یا اپنی ضرورت میں خرچ کرنے کے بعد جو غلہ بچ جائے گا وہ رمضان میں فروخت کر کے قیمت نقد روپیہ میں ملا کر زکوٰۃ نکالی جاوے۔

(۵) جن علماء کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے چند کفار کی زمین زید کے پاس مرہون ہے، زکوٰۃ زمین کی پیداوار سے نکالی جاویگی، یا جو روپیہ باقی ہے اسکی زکوٰۃ نکالی جاویگی۔

(۶) زید کا کچھ روپیہ بقدر نصاب لوگوں کے یہاں باقی ہے، جس کے وصول ہونے کی بہت کم امید ہے کیا زید پر اس روپیہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہندوستان کی جو زمین کفار کے قبضہ میں تھی یا ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں

اور سلطنت اسلامیہ کے زمانے سے جو زمین برابر مسلم کے قبضہ میں آرہی ہے وہ عشری ہے اس کی پیداوار کی زکوٰۃ بہرصورت واجب ہے[1]، خواہ مالگذاری کتنی ہی دینی پڑتی ہو، اور خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو اس کا کوئی نصاب متعین نہیں اور نہ سال گزرنا یا سال بھر تک باقی رہنا شرط ہے، اس میں زمین کی قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ کل پیداوار کا (بغیر مال گذاری اور بیج کی قیمت اور ملازمین کی تنخواہ اور جانوروں کی خوراک اور اپنا خرچ منہا کئے) دسواں حصہ (جبکہ کھیتی بارش کے پانی سے یا نہر کے پانی سے ہوتی ہو) پہلے ہی علیحدہ کر کے مستحقین کو دیدیا جاوے اور کنویں کے پانی سے ہرٹ چرس وغیرہ کے ذریعہ سے کھیتی ہوتی ہے تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ پہلے ہی نکال دیا جاوے اس کے بعد میں اپنے خرچ میں لانا چاہئے۔[2]

(۲) اس مشین پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ مال تجارت نہیں البتہ سونے اور چاندی پر جب کہ بقدر نصاب ہو اور حوائج اصلیہ سے زائد ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے زکوٰۃ واجب ہے[3]، خواہ اس مشین کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔

---

[1] کل ارض اسلم علیها اهلها طوعا وفی الحجة بلاقتال ولادعوة الی الاسلام فانها تکون عشرية وکذالک کل ارض فتحت قهرا وعنوة وقسمت بين الغانمين فهی عشرية (تاتارخانيه ص ۲/۳۳۴، الفصل الخامس فی معرفة ارض العشر الخ، مطبوعه کراچی، المحيط ص ۲/۲۸۵، الفصل الخامس، معرفة ارض العشر، مطبوعه ڈابهيل، خانيه علی الهندية ص ۱/۲۷۰، فصل فی العشر والخراج. مطبوعه کوئٹه،

[2] وتجب فی مسقی سماء أی مطر وسيح کنهر بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء وحولان حول ويجب نصفه فی مسقی غراب أی دلو کبير الخ. (مختصراً الدرالمختار علی الشامی نعمانية ص: ۵۰، ج: ۲، کتاب الزکوة، باب العشر، مجمع الانهر ص ۳۱۷، تا ۱/۳۹۱، کتاب زکاة الخارج، مطبوعه بيروت، بحر کوئٹه ص ۲/۲۳۷، باب العشر)

[3] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی وفارغ عن جاجته الأصلية (وفی باب زکاة المال) نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم (الدرالمختار علی الشامی نعمانية ص: ۲۸، ج: ۲، النهر الفائق ص ۱/۴۱۳، اول کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، بحر کوئٹه ص ۲/۲۰۲، اول کتاب الزکوة.

(۳) سو روپیہ میں اڑھائی روپیہ یا اڑھائی روپیہ کے وزن کے برابر چاندی یا اس چاندی کی قیمت کی کوئی اور شئ نکالنی چاہئے[۱]۔

(۴) اس کا جواب نمبر ۱ میں آچکا ہے۔

(۵) اس زمین میں زکوٰۃ نہیں اور روپیہ کی زکوٰۃ جب روپیہ تمام یا بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو تب گذشتہ تمام سالوں کی ادا کرے۔

(۶) واجب ہے لیکن کم از کم خمس نصاب وصول ہو جانے پر اس کی ادائیگی واجب ہوگی۔ پھر جب دوسرا خمس وصول وہ تو اس کی زکوٰۃ اداء کردے[۲]۔

(۷) جب زید کے روپیہ کے برابر اس زمین سے وصول ہو جائے تو زید چھوڑ دے اور اصل مالک کے حوالے کردے کہ میں اپنا مطالبہ وصول کر چکا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[۱] تجب فی کل مائتی درهم خمسه دراهم وکل عشرین مثقال ذهب نصف مثقال الی قوله ولو ادی من خلاف جنسه یعتبر القیمة بالاجماع کذا فی التبیین الخ، عالمگیری ص ۱۷۸، ج ۱، الباب الثالث فی زکوة الذهب، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه ص ۲/۲۳۰، الفصل الثانی فی زکوة المال، مطبوعه کراچی، بدائع زکریا ص ۲/۱۰۳، کتاب الزکوة، صفة الذهب،

[۲] اما القوی فهو الذی وجب بدلا عن مال التجارة الی قوله ولاخلاف وجوب الزکوة فیه الا انه لا یخاطب باداء شیء من زکوٰة مامضی مالم یقبض اربعین درهما، فکلما قبض اربعین درهما ادی درهما واحدا، بدائع الصنائع زکریا ص ۲/۹۰، کتاب الزکوة، مراتب الدیون، شامی کراچی ص ۲/۳۰۵، باب زکوة المال، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۲۹۹، الفصل الثانی عشر فی ذکاة الدیون.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم

صدقۂ نافلہ

زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ خیرات

سوال:- آمدنی کا وہ حصہ جو زکوٰۃ دینے کے بعد بچ رہا کیا اس رقم سے بھی دس فی صدی اور تناسب سے خیرات کرنا واجب یا سنت ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

واجب یا سنت مؤکدہ (جس کے ترک پر عقاب یا عتاب ہو) تو نہیں مواقع ضرورت میں ایثار و ہمدردی کے پیشِ نظر اپنے حوصلہ اور وسعت کے موافق خرچ کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے، دس فیصد ہو یا کم وبیش ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۸۸ھ

زکوۃ ذمہ میں رہتے ہوئے صدقہ نفلی دینا

سوال:- ایک شخص جس کے ذمہ زکوۃ واجبہ یا قرض روزہ باقی ہے، اس کے باوجود وہ

---

[1] اعلم ان الصدقة تستحب بفاضل عن كفاية من يمونه الخ، شامی زکریا ص ۳/۳۰۸، باب المصرف، مطلب الافضل على ان ينوى بالصدقة جميع المؤمنين الخ.

عطیہ یا نفلی روزہ رکھتا ہے، تو اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ نیز اگر کسی نے ایسا کیا تو فرض میں وضع ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عطیہ دینے سے ثواب ملے گا نفلی روزہ سے بھی ثواب ملے گا لیکن فرض واجب کی فکر نہ کرنا اور نفل میں مشغول ہونا ناسمجھی اور کم عقلی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض کے ذمہ قرض کی ادائیگی ہے یا صدقہ نفل

سوال:- ایک شخص سو روپیہ سے تجارت کرتا ہے، اور چھ سو روپیہ کا مقروض ہے، کیا اس قرض کی صورت میں کسی مدرسہ یا مسجد وغیرہ کی کچھ امداد کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ مقدم قرض کی ادئیگی ہے اور امداد کی صورت میں ثواب کا مستحق ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ نفل کے درجہ میں ہے، اور قرض ادا کرنا فرض ہے، اگر فرض ذمہ میں باقی رہتے ہوئے کوئی شخص نفل پڑھتا تو اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور فرض کی تاخیر پر باز پرس بھی ہے، لہذا یہ کہنا کہ ثواب نہیں ملے گا صحیح نہیں، البتہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب ولو مرة بلا عذر كبيرة شرح فقه اكبر ص ٦٨، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] الفرض افضل من النفل بسبعين درجة الخ، مرقات ص ٣/٣٣٥، باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

حرام مال کا صدقہ

سوال:- زنا کار مرد وعورت نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، یا ناچ باجا، سارنگی طبلہ، ڈھولک مجیرا ہارمونیم سے کماتے ہیں اور اچھے کاموں میں خرچ کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول نہیں[1]، بہ نیت ثواب حرام مال کو صدقہ کرنا بھی سخت گناہ اور خطرناک ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیشہ ور مانگنے والوں کو صدقہ وغیرہ دینا

سوال:- اکثر فقیر اہلِ نصاب ہوتے ہوئے خیرات اور صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اسی بناء پر وہ عید الاضحیٰ میں قربانی نہیں کرتے، کہ ہمارے یہاں تو مانگنے میں کافی گوشت آجائے گا، صدقات، خیرات اور عید کی قربانی کا گوشت جب لوگ انہیں دیتے ہیں تو ان کی عادت میں پختگی آتی ہے اگر لوگ ایسے صاحبِ نصاب فقراء کو مصلحۃً اگر صدقات وخیرات اور

---

[1] لا یقبل اللہ الا الطیب، الحدیث (مشکوۃ شریف ص۱۶۷، باب فضل الصدقۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی أی مع رجاء الثواب الناشی عن استحلالہ کما مر فافہم الدر المختار مع رد المحتار نعمانیۃ ص:۲۶، ج:۲، مطلب فی التصدق من المال الحرام. کتاب الزکوۃ، بذل المجہود ص۱/۳۷، باب فرض الوضوء، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سہارنپور، بحر کوئٹہ ص۵/۱۲۲، کتاب السیر، باب احکام المرتدین.

عیدالاضحیٰ میں قربانیوں کا گوشت نہ دیں تو بری بات تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگ صدقات کے مستحق نہیں، ایسے لوگوں کو سوال کرنا بھی ناجائز ہے[۱]، اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کو صدقۂ فطر یا زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ دے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔

قربانی کا گوشت امیر غریب سب کو دینا اور کھلانا شرعاً جائز ہے، اس کے لئے غریب ہونا ضروری نہیں[۳]، البتہ جب وہ صاحب نصاب ہیں تو ان پر تو خود اپنی قربانی واجب ہے، اگر قربانی نہیں کریں گے تو گنہگار رہوں گے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطف ۱۷/رجب ۶۴ھ

---

۱ لا یحل له ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه (النهر الفائق ص ۴۶۹/۱، باب المصرف، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، الدر مع الشامی ص ۳۵۴/۲، باب المصر، تبیین الحقائق ص ۳۰۵/۱، باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

۲ ولا الٰی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال کان، شامی نعمانیة ص: ۶۴، ج: ۲، باب المصرف. النهر الفائق ص: ۴۶۴، ج: ۱، باب المصرف، مطبوعه مکه مکرمه، تبیین الحقائق ص ۳۰۲/۱، باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

۳ وللمضحی ان یهب کل ذالک او یتصدق به او یهدیه لغنی او فقیر مسلم او کافر، (اعلاء السنن ص ۲۶۲/۱۷، باب التصدق بلحوم الاضاحی وجلودها، مطبوعه مکه مکرمه)

۴ انما تجب علی حر مسلم مقیم موسر عن نفسه (قوله موسر) ومقداره ماتجب صدقة الفطر (مجمع الانهر ص ۱۶۶/۴، کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۱۲/۶، اول کتاب الاضحیة، هنددیه کوئٹه ص ۲۹۲/۵، کتاب الاضحیة، الباب الاول)

بھنگی کو صدقہ دینا

سوال:- نمازی کے پرانے کپڑے بھنگی بھنگن کو دینا کیسا ہے؟ بھنگی لوگ اکثر پرانے یا نئے کپڑے مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب کی حاجت پورا کرنے کے لئے نمازی آدمی کو بھی اپنا کپڑا دینا درست ہے، چاہے غریب بھنگی بھنگن ہو یا اور کوئی ہو[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پرانے کپڑے غرباء کو دینے کا ثواب

سوال:- میں پرانے کپڑے غریبوں کو دیدیتی ہوں تو کیا مجھ کو اس کا ثواب ملتا ہے؟ نئے کپڑے میں اور پرانے کپڑے میں فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پرانے کپڑے اور نئے کپڑے میں جیسا فرق ہے ایسا ہی فرق دونوں کے ثواب میں

---

[1] لا بأس ان يعطى كافرا حربيا او ذميا وان يقبل الهدية منه لما روى ان النبى ﷺ بعث خمس مائة دينارالى مكة حين قحطوا وامر بدفعها الى ابى سفيان بن حرب وصفوان ابن امية ليفرقا على فقراء اهل مكة الخ شامى كراچى ص: ۳۵۲، ج: ۲، كتاب الزكوة باب المصرف. مطبوعه زكريا ص ۳/۳۰۲، فتح القدير ص ۲/۲۶۶، كتاب الزكوة، باب من يجوز دفع الصدقة اليه، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ہے، تاہم ضرورت مندوں کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، اسکا بھی ثواب ملے گا[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیداوار میں سے زکوٰۃ سمجھ کر نکالا ہوا غلہ

سوال:- چالیس من میں ایک من غلّہ زکوٰۃ سمجھ کر دیتے ہیں، اس غلّہ کی رقم مدرسہ میں اور مدرس کی اُجرت میں دینا درست ہے یا نہیں؟ کچھ عالم کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ نہیں ہے، یہ صدقۂ نافلہ ہے اس رقم کو ہر کارِ خیر میں خرچ کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صدقۂ نافلہ ہے ہر کارِ خیر میں خرچ کر سکتے ہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

للہ دی گئی اشیاء کا تنخواہ میں استعمال

سوال:-صدقۂ نافلہ کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار کے نام سے جو رقمیں یا اشیاء موصول ہوں

---

[۱] عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ما من مسلم کسامسلما ثوبا الا کان فی حفظ من اللّٰہ مادام علیہ منہ خرقۃ. مشکوۃ شریف ج: ۱، ص: ۱۶۹، باب افضل الصدقۃ، الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ :- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی کو پہننے کے لئے کپڑا دیتا ہے جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر رہتا ہے وہ اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

[۲] فاما التطوع فیجوز الصرف الیھم، عالمگیری ص ۱۸۹، باب السابع فی المصارف، مطبوعہ کوئٹہ، شامی کراچی ص ۲/۳۵۱، باب المصرف، مجمع الانھر ص ۱/۳۳۱، باب المصرف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

ان کو تنخواہوں میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار کی رقموں کا مستحقِ[1] زکوٰۃ کو مالک بنا دینا ضروری ہے[2]۔ معلمین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں ورنہ کفارہ ادا نہیں ہوگا، جو غلہ وغیرہ اس مد میں آئے اس کا بھی یہی حکم ہے جو اشیاء محض تحصیل ثواب کے لئے دی جائیں کسی واجب کا ادا کرنا ان سے مقصود نہ ہو ان کو تنخواہ میں دینا بھی درست ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۳ھ

غنی کو صدقہ دینا

سوال:- کسی صاحب استطاعت آدمی کو دونوں وقت برابر کھلانے میں اجر ملتا ہے یا نہیں؟

---

[1] مصرف الزكوة والعشر هو فقير ومسكين وهو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة (شامی کرچی ص ۲/۳۳۹، باب المصرف، سکب الانهر ص ۱/۳۲۴، باب المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً الخ. الدرالمختار على الشامی زكريا ص: ۲۹۱، ج:۳، كتاب الزكاة. باب المصرف. النهر الفائق ص ۴۶۲، ج ۱، باب المصرف، مطبوعه مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۲/۲۴۳، باب المصرف.

[3] وحكم الصدقة الواجبة كالزكوة ..... اما النافلة فتجوز (النهر الفائق ص ۱/۴۶۴، مطبوعه مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۲/۲۴۵، باب المصرف، الدرالمختار مع الشامی كراچی ص ۲/۳۵۱، باب المصرف.

الجواب حامداً ومصلیاً

اجر تو ضرور ملتا ہے مگر صدقات واجبہ اس سے ادا نہیں ہوتے[1] غریب ومسکین کو کھلانے کا اجر زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقہ اور خیرات میں فرق

سوال:- صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے اور صدقہ کس کو کہتے ہیں، کیا کسی سیّد کو اس نیت سے کھانا دیا جاسکتا ہے، کہ اس کا ثواب مردوں کی روح تک پہنچے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقہ میں بھی ثواب کی نیت ہوتی ہے اور خیرات میں بھی اس میں دونوں برابر ہیں، البتہ صدقہ کبھی واجب ہوتا ہے۔

مثلاً نذر مان لینے سے یا میت کی طرف سے اسکے وصیت کرنے پر یا کسی کے پاس حرام مال آجائے اور مالک تک یا اسکے ورثاء تک پہنچانا متعذر ہو تو اس کا بھی صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے اور اس اخیر کی صورت کو نیت سے بھی مستثنیٰ کیا جاتا ہے، یعنی اس میں ثواب کی نیت نہیں کی جاتی ہے کہ اللہ پاک اس مالِ حرام کے وبال سے مجھے بچائے، زکوٰۃ کو بھی صدقہ کہتے ہیں جو فرض ہے اسی طرح صدقہ فطر ہے جو کہ واجب ہے، خیرات کا اطلاق ہمارے عرف میں صدقہ نافلہ پر ہوتا ہے، صدقہ نافلہ سیّد کو دینا درست ہے، اور صدقہ واجبہ درست نہیں۔

---

[1] ولا الیٰ غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة، درمختار نعمانیة ص: ۶۴، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج: ۲، باب المصرف. النهر الفائق ص ۴۶۴/ ۱، باب المصرف، هندیه کوئٹه ص ۱۸۹/ ۱، الباب السابع فی المصارف.

اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی بلکہ اپنی طرف سے سید کو کھانا کھلایا اور ثواب کی نیت میت کے واسطے کر لی تو درست ہے اور صدقہ واجبہ درست نہیں، کفارہ واجب تھا، یا نذر واجب تھی، اور اس نے وصیت کی تو سیّد کو کھلانا درست نہیں: **قوله وبنی هاشم موالیهم وقال المصنف فی الکافی وهذا فی الواجبات کالزکوٰة والنذر والعشر والکفارة اما التطوع والوقف فیجوز الصرف الیهم اهـ بحر**[1] **ج: ۲، ص: ۲۴۶.** فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

not found.

[1] البحر ص: ۲۴۶، ج: ۲، باب المصرف مطبوعہ کوئٹہ پاکستان. هندیه کوئٹه ص ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۳، باب المصرف، مطبوعه مصر.

باب دہم

صدقۂ فطر

صدقۃ الفطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کی صورت

سوال:-ما یقول العلماء فی صدقة الفطر هل هو واجب ام غیره وان کان الاول فما صورة اعطائه. ورجل فی یوم الفطر یصدق بصدقة الفطر فی هٰذهٖ الصورة اعنی یطبخ الطعام واللحم کما هو داب الفنجاب وهو ان یعطوا الطعام کثیراً لا الرغیفین کما هو فی الهند اوفی بعض علاقة الفنجاب فیأکلون ما هو فی قسمتهم ثم یعطون بقیة الٰی مالکه فهذهٖ الصورة لا عطاء صدقة الفطر جائزام لا ان کان الاول فما معنٰی التملیک کما ذکر فی کتاب الفقه والتملیک شرط. حرروا بحوالة الکتب مع الصفحات بالصواب.

الجواب حامداًومصلیاً!

صدقة الفطر واجبة صرح به الحصکفی فی الدر المختار ص:۱۲۲ ج ۱، وصورة اعطاء ه ان یعطی نصف صاع من براو دقیقه اوسویقه او صاع تمر اوزبیب او شعیر الٰی مصرف الزکوٰة ویجوز دفع القیمة وهی افضل عند وجدان ما یحتاجه لانها اسرع بقضاء حاجة الفقیر وان کان زمن شدة فالحنطة والشعیر ومایؤکل افضل من الدراهم ووقت الوجوب عند طلوع فجر یوم الفطر ویستحب اخراجها

قبل الخروج الیٰ المصلی وصح لوقدم اوأخرو التاخیر مکروہ ویدفع کل شخص فطرنه بغیرواحد واختلف فی جواز تفریق فطرة واحدة علیٰ اکثر من فقیر وعلیٰ الجواز اکثر وبه جزم فی الخانیة والبدائع والزیلعی فکان هو المذهب ویجوز دفع ما علیٰ جماعة لو احد علیٰ الصحیح[1] هٰکذا فی مراقی الفلاح وحاشیتها للطحطاوی[2] ص: ۳۹۵، والصورة المسئولة صورة الاباحة لا التملیک[3]

فقط واللّٰه سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

حررهٗ محمود گنگوهی عفا اللّٰه عنهٗ

نصاب زکوٰۃ وفطرہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہشتی زیور ص:۳۶ تیسرا حصہ حاشیہ اول میں ذکر کیا گیا ہے جس کا حوالہ مراقی الفلاح علیٰ حاشیہ الطحاوی ص:۳۹۴

کصدقة الفطر وتجب علیٰ حر مسلم مکلف مالک لنصاب او قیمته

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۳۱۸/ تا ۳/۳۲۳، باب صدقة الفطر، زیلعی ص۱/۳۰۸، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مجمع الانهر ص۱/۳۳۷، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت.

[2] مراقی الفلاح مع الطحاوی ص: ۵۹۶، باب صدقة الفطر. المحیط البرهانی ص۳/۳۸۴، کتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر، مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیه ص۲/۴۱۷، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر، مطبوعه کراچی.

[3] **خلاصۂ سوال**:-صدقۂ فطر کا کیا حکم ہے اور کیا اس صورت میں اس کی ادئیگی ہو جاتی ہے کہ کھانا پکا کر فقراء کے سامنے رکھ کر کھلاتے ہیں حسب خواہش فقراء کھاتے ہیں، اور بچا ہوا کھانا مالک کو واپس کر دیتے ہیں۔

خلاصه جواب:-صدقۃ الفطر واجب ہے جس کی ادائیگی کے لئے صورت مسئولہ میں اباحت ہے تملیک نہیں ہے، اس صورت میں صدقۂ فطر ادا نہ ہوگا۔ فقط

عند طلوع فجر یوم الفطر ولم یکن للتجارة فارغ عن الدین وحاجته الاصلیة وحوائج عیاله والمعتبرة فیها الکفایة لا التقدیر وهی مسکنه واثاثه وثیابه وفرسه وسلاحه وعبیده للخدمة تو مضمون ہذا سے ہماری عقل میں بہت کم لوگوں پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

(۱) ذیل میں جتنی اشیاء ذکر کی گئی ہیں وہ سب ہماری حوائج الاصلیہ اور حوائج عیالہ ہیں، مسکنہ، ثیابہ، اثاثۃ المنزل، فرسہ، ودابۃ للرکوب، سلاحہ، کتابہ، اس کے سواء آباد کرنے کے لئے بیل یعنی ہل جوتنے کے لئے اور دودھ پینے کے لئے بوجھ ڈھونے کے لئے، زمین، دھان، گیہوں وغیرہ، لہٰذا بہشتی زیور کی ۲ رمسئلہ کے اعتبار سے یہ ہر ایک اگر چہ ہزاروں روپیہ کی قیمت کا ہو اور ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو صدقہ فطر واجب نہیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔

(۲) ہمارے سامنے شریف الدین اور امیر الدین کے درمیان مخاصمت ہوئی شریف الدین کہتا ہے کہ اوپر میں جو ذکر کیا گیا ہے یعنی حوائج اصلیہ اور حوائج عیالیہ اگر وہ سب اشیاء عید الفطر کے روز موجود نہ ہوں، جتنا ہی قیمت کا ہو صدقہ فطر واجب ہوگا۔

امیر الدین کہتا ہے ہرگز نہیں جتنا اشیاء اوپر میں ذکر کیا گیا ہے وہ سب ضروری اسباب ہیں اس کے سواء اگر اور کوئی اسباب موجود ہو جو نصاب تک ہو سکے جیسے کریم الدین کے پاس عید الفطر کے روز تین سو من دھان یا گیہوں موجود ہے موسم فصل آتے وقت اس کو دو سو من دھان یا گیہوں کی ضرورت ہوتی ہے باقی ایک سو من دھان یہ نصاب میں شامل ہوگا اور اسی کو فاضل عن الضرورۃ کہتا ہے۔

میں نے کہا کہ عید الفطر کے روز حوائج عیالیہ پر جتنے دھان کی ضرورت پڑتی ہے، باقی دھان حوائج عیالیہ یا حوائج اصلیہ نہیں تو ان میں سے کس کی بات معتبر ہوگی۔

(۳) زید مزدوری کر کے کھاتا ہے، ایک بیگہ زمین بھی نہیں صرف اس کے پاس ایک

گائے موجود ہے اور وہ گائے کا دودھ بچوں کو پلاتا ہے، اس کی طاقت نہیں کہ بازار سے دودھ خرید کر بچوں کو پلاوے حالانکہ اس کی قیمت سے نصاب پورا ہوجاتا ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟

(۴) زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں کیا فرق ہے اور کون شخص پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے نیز زمین والا غریب ہو جو یہاں لوگوں کو دھان یا روپیہ قرض دیتا ہے اور موسم فصل میں ادا کرتا ہے تو یہ زکوٰۃ کے نصاب میں شامل ہوگا یا نہیں؟

(۵) صدقہ فطر، قربانی کے چرم کی قیمت اور زکوٰۃ کا پیسہ مدرسہ میں حیلہ کر کے دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسئلہ اسی طرح ہے دیگر کتب فقہ بحر[۱]، بدائع[۲] وغیرہ میں بھی مذکور ہے ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں[۳]۔

(۲) صرف عید الفطر کے روز کی حوائج کا اعتبار نہیں کہ اس روز کی حالت سے جو زائد مقدار ہو اس پر صدقۂ فطر واجب کر دیا جائے: **وان لم یکن النصاب نامیا کدار لا تکون للسکنی ولا للتجارة ولو کان له دار واحدة یسکنها وفضلت عن سکناه یعتبر الفاضل ان کانت قیمته نصاباً وکذا مافضل عن الثلاثة من الثیاب للشتاء**

---

[۱] البحر الرائق کو ص ۲/۲۵۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] بدائع زکریا ص ۲/۱۹۸، کتاب الزکاة، من تجب علیه صدقة الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۹۴، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص ۳/۳۱۰، باب صدقة الفطر.

[۳] تجب علی حر مسلم ذمی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة کدینه وحوائج عیاله، شامی نعمانیه ج: ۲، ص: ۷۳، باب صدقة الفطر.

والصيف وعن فرسين للغازى وفرس وحمار للغير ومن نسخة واجدة من مصنف من كتب الفقه لاهلها واثنين من التفسير والحديث والواحد من المصاحف وفى الخلاصة لو كانت له كتب ان كانت كتب الطب والنجوم والادب يعتبر نصاباً ولو كانت له دور وحوانيت للغلة وهى لاتكفى عياله فهو من الفقراء علٰى قوله محمد رحمة اللّٰه عليه خلافاً لا بى يوسف رحمة اللّٰه عليه وعلٰى هٰذا الكرم والارض ولا يعتبر ما قيمته نصاب من قوت شهر بلا خلاف عندنا وقال الشافعى رحمة اللّٰه عليه تجب علٰى كل من يملك زيادة علٰى قوة يومه لنفسه وعياله اهـ مجمع الانهر[1] ج: ۱، ص: ۲۲۶.

(۳) محض اس گائے کی وجہ سے صدقۃ الفطر واجب نہ ہوگا[2]۔

(۴) مقدار نصاب میں صدقۃ الفطر کے لئے نقدین کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ نقدین کے برابر کوئی اور چیز قیمۃً ہوتب بھی صدقۃ الفطر واجب ہوگا اور زکوٰۃ جب واجب ہوگی کہ نقدین ہوں یا نقدین کے قائم مقام سوائم یا مال تجارت ہو، الحاصل مقدار تو برابر ہی ہے لیکن زکوٰۃ کے لئے نامی اور حولی ہونا ضروری ہے حولی ہونا یعنی سال بھر کا گذرنا[3]۔

(۵) یہ چیزیں واجب التملیک ہیں اگر مستحق کو تملیکاً دے دی جائیں اور پھر وہ اپنی طرف سے بلا کسی دباؤ کے بخوشی دیدے تو مصالح مدرسہ میں یعنی تعمیر وتنخواہ وغیرہ میں صرف

---

[1] مجمع الانهر ص ۳۵-۳۳۴/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] جواب نمبر:۱/کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

[3] تجت على حر مسلم مكلف مالك لنصاب او قيمته وان لم يحل عليه الحول، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصرى، شامى زكريا ص ۳۱۳/۳، باب صدقة الفطر.

کرنا شرعاً درست ہے۔ بلا تملیک درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ

عنہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/ذی الحجہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد ۶/ذی الحجہ

فطرہ کس غلّہ سے ادا کریں

سوال:- صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کونسا اناج یا کون سے اناج کی قیمت ادا کرنا چاہئے ایک تو یہ کہ سرکاری اناج کی (کنٹرول) دوکانوں پر جو اناج مثلاً گیہوں جوار ملتا ہے وہ یا بازاری عام دکانوں کا اناج زیادہ بھاؤ کا ہوتا ہے، اور سرکاری اناج کی کنٹرول دوکانوں کا بھاؤ کم ہوتا ہے لیکن روزانہ کا استعمال کبھی سرکاری دوکانوں کے اناج پر تو کبھی عام بازاری دوکان کے اناج پر ہوتا ہے۔

(۲) فی الحال گیہوں نہ سرکاری اناج کی کنٹرول دکان پر ملتے ہیں اور نہ بازاری عام دوکانوں پر ملتے ہیں، ایسی حالت میں صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کون سی دوکان کے اناج کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا اناج وغیرہ دینا چاہئے آیا سرکاری اناج کی کنٹرول دوکان کے بھاؤ سے یا عام بازاری اناج کی دوکان کے بھاؤ سے ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کنٹرول سے سب کی ضروریات پوری نہیں ہوتی، مجبوراً عام بازاری نرخ سے

---

[1] وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد شامی نعمانیة ص: ۱۲، ج:۲، کتاب الزکوة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء. مطبوعه زکریا ص ۱۹۱/۳، بحر ص ۲۴۳/۲، باب المصرف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۳۲۸/۱، باب المصرف، مطبوعه بیروت.

خرید کر پوری کی جاتی ہیں اس لئے عام بازاری نرخ سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، نصف صاع گیہوں کی قیمت کا کوئی اور غلہ جوار، چنا وغیرہ بھی دیا جا سکتا ہے[1]۔ اگر جو دینا چاہیں تو ایک صاع دیں۔

(۲) جو نرخ عام بازاروں میں ہے خواہ اس نرخ سے دیدیں خواہ قریب تر جگہ جہاں عام گیہوں ملتا ہے، وہاں کی قیمت کا اعتبار کر لیں[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

صدقۂ فطر میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال:- صدقۂ فطر بمقدار نصف صاع گیہوں ہوتا ہے، اب نصف صاع کی قیمت بعض شہر میں ۴/آنہ ہوتے ہیں اور بعض جگہ میں ۲/آنہ اور بعض جگہ ۶/آنے اب جو اختلاف اماکن کی وجہ سے قیمت میں فرق ہو گیا ہے کس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا مخصوص کسی جگہ کی

---

[1] یجب نصف صاع من بر او دقیقة او سویقة او صاع تمر او شعیر ولو روئبا، ومالم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة، درمختار نعمانیه ص ۷۶، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۶۴، ج:۲. باب صدقة الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصری، زیلعی ص ۳۰۸/۱، باب صدقة الفطر، کتاب الزکاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفارة ففی اقرب الأمصار الیه شامی کراچی ص ۲۸۶/۲، کتاب الزکاة. باب زکاة الغنم، مجمع الانهر ص ۳۰۷/۱، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۱۸۰/۱، کتاب الزکاة، الفصل الثانی فی العروض.

قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا ہر جگہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا جس جگہ کی پیداوار ہو اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ صدقۂ فطر ادا کرنا ہے اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۱/رجب ۵۶ھ

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کریں

سوال:- کنٹرول قیمت پر فطرہ جائز ہے یا نہیں ہمارے یہاں کنٹرول کا حال یہ ہے کہ سوائے خاص علاقہ کے ہر جگہ کنٹرول قیمت سے اشیاء دستیاب نہیں اب عام طور سے جواز یا عدم جواز کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نرخ سے اپنے اہل وعیال کا غلہ خریدا جاتا ہے، اس نرخ سے فطرہ ادا کریں:

ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ "من اوسط ما تطعمون اهلیکم" (الآیۃ[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء ویقوم فی البلد الذی المال فیه شامی کراچی ص ۲/۲۸۶، باب زکاة الغنم. فتح القدیر ص ۲/۲۱۹، باب زکاة المال، مطبوعه دارالفکر بیروت، بحر ص ۲/۲۲۹، باب زکوة المال، مطبوعه کوئٹه.

[2] سورة مائده آیت: ۱۸۹،

ترجمہ:- وسط درجہ کا (کھانا) جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو۔ (از بیان القرآن)

فدیہ اور فطرہ کس نرخ سے ادا کریں؟

سوال:- بغرضِ ادائے فدیۂ روزہ اور فطرۂ عید نرخ بازار معتبر ہے، یا کنٹرول ریٹ جس کو دیا جانا مقصود ہے، اس کو کنٹرول ریٹ سے گیہوں مل سکتا ہے، بازار میں گیہوں گراں ملتا ہے، گو اتنا گراں عامۃً نہیں ملتا، اگر دیہات سے منگایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نرخ سے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اسی نرخ سے فطرہ اور فدیہ دیدیں، ظاہر ہے کہ آج کل کنٹرول سے عامۃً ضروریات پوری نہیں ہوتیں اس لئے بازاری نرخ سے دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چاول سے صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال:- اگر کوئی شخص فطرہ گیہوں کے بجائے چاول میں ادا کرے تو ادا ہوگا یا نہیں اور انگریزی تول کے حساب سے کتنے سیر گیہوں یا چاول دینے ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ادا ہوجائے گا گیہوں کی قیمت لگا کر اس کے عوض چاول جتنے بھی بازار میں فروخت

---

[1] ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه، شامی کراچی ص: ۲۸۶، ج: ۲، باب زکوة الغنم. عالمگیری ص: ۱۸۰، ج: ۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۳۰۷/۱، باب زکاة الذهب الخ، مطبوعه بیروت.

ہوتے ہوں اسی قدر چاول دیدے وزن کے اعتبار سے گیہوں کے برابر نہ دے، ومالم ینص علیه کذرة وغیره یعتبر فیه القیمة اھ درمختار[1] ص: ۱۲۲، ج: ۲، سہارن پور کی تول سے ایک صدقۃ الفطر کی مقدار ڈیڑھ سیر پختہ گیہوں ہے۔ احتیاطاً کچھ زائد پونے دوسیر دیدئے جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جہاں اشیاء منصوصہ نہ ہوں وہاں صدقۃ الفطر کس طرح ادا کیا جائے

سوال:- ماقولکم رحمکم اللہ پوسٹ آفس وتھانہ بوسیدنگ ضلع اکیاب ملک برما ہے ہمارے ملک میں فطرہ کا جو اشیاء خمسہ منصوصہ علیہ ہے یہ کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے اور نہ ہماری غذا ہے اور نہ اس کا عین میسر ہوتا ہے، اگرچہ شہر اکیاب اور بوسیدنگ میں گیہوں کا آٹا مل جاتا ہے لیکن چاول سے جو ہماری غذا ہے آٹا کی قیمت از حد گراں ہے، اور ظاہر ہے کہ ایک چیز کا بھاؤ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، مثلاً اس موسم میں آٹا کا بھاؤ اگر شہر اکیاب میں بحساب فی روپیہ چھ سیر ہے، تو بوسیدنگ میں فی روپیہ چار سیر ہوتا ہے، اور ہمارے چاول کا بھاؤ عام طور پر فی روپیہ انیس بیس سیر ہے اور گیہوں کا بھاؤ ہندوستان میں فی روپیہ بارہ تیرہ سیر ہے اس غور کا مقام ہے کہ جو چیز ارزاں وآسان ہوتا ہے اس کی طرف لوگوں کا زیادہ میلان ہوتا ہے۔

لہٰذا گذشتہ زمانہ کی طرح دلیل پکڑتے ہیں کہ جیسا ہندوستانی وغیرہ کیلئے گیہوں

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۶۴، ج: ۲، شامی نعمانیة ص: ۷۶، ج: ۲. باب صدقة الفطر، بحر ص ۲۵۴، ج ۲، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

عام طعام ہے اورارزاں وآسان بھی ہے ویسا ہی ہمارے لئے چاول عام طعام ارزاں وآسان بھی ہے، پس اس صورت میں ہم لوگ حدیث **انہ سمع ابا سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ یقول کنا نخرج زکٰوۃ الفطر صاعا من طعام لو صاع من شعیر او صاعا من تمر اوصاعا من زبیب او صاعا من اقط** پرعمل کر کے نصف صاع چاول سے یعنی صرف ڈھائی سیر چاول سے فطرۂ صوم ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

برتقدیر ثانی کیا اشیاءِ خمسہ منصوصہ علیہ کی قیمت دریافت کی بابت ہر اہل بعد اور ہر اہل قریہ کے لئے بلاد عام ہے، یا خاص، اگر عام ہے تو صدقۂ فطر کے بارے میں جو عبارت منصوصہ علیہ ہے: ''**تدخرون فی بلادکم**'' آیا ہے اس کی مراد کیا ہے، اگر خاص ہے تو صدقۂ فطر کی قیمت اشیاءِ منصوصہ علیہ کا جہاں اس کا پیداوار ہے (مثلاً ہندوستان) وہاں سے دریافت کیا جاوے یا ہمارے بلاد سے جہاں اس کا پیداوار نہیں اور عبارت اقرب بلاد کا اعتبار کیا جاوے، آیا دلیل کتبِ معتبرہ میں کیا ہے اور خصوصاً ہم اہل قریہ کے لئے سراغ بالا پر جو ترتیب وار خط کشیدہ جگہ کا نام نشان ہے اس میں سے خاص اقرب بلاد کا اعتبار کس پر معتبر ہوگا آیا تھانہ بوسیدنگ کا اعتبار ہوگا یا شہر اکیاب کا، اور اس میں اقرب بلاد بوسیدنگ ہے مگر اس میں اتنا آٹا میسر نہیں ہوسکتا، جو ہر اہل قریہ کو کفایت کر سکے، اور اگر کفایت کرنا ضروری نہیں تو جو عبارت اشیاءِ خمسہ منصوص علیہ میں سے اتنی ہونی چاہئے جو اس کے اہل کو کفایت ہو سکے، آیا اس سے کیا مراد ہے اور اس کی دلیل کتب معتبرہ میں کیا ہے بحوالۂ کتب حدیث وفقہ حنیفہؒ تحریر فرمائیں۔ مع تعین صفحات واسامی مطابع۔ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ استدلال بہت ہی غلط اور لغو ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں **صاعا من طعام** اور آپ اس پرعمل کرتے ہوئے نصف صاع چاول سے بری الذمہ ہونا

چاہتے ہیں۔لفظ طعام کے معنی میں عطا کے اقوال مختلف ہیں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ طعام سے مراد گیہوں ہے جس کو قمح، حنطه، بر، بھی کہتے ہیں اوراس کی تائید میں لغت عرف اور دیگر احادیث وصریحہ پیش کرتے ہیں: اختلفوا فی المراد بالطعام فی هذا الحدیث والمعروف ان الطعام علی الاطلاق یطلق علی الحنطة وفی المجمع قال الخلیل ان العالی کلام العرب ان الطعام هو البر وحکی الخطابی ان المراد بالطعام ههنا الحنطة وهو اسم خاص له قال ویدل علی ذٰلک ذکر الشعیر وغیره من الاقوات والحنطة اعلاها فلولا أنه ارادها بذلک لکان ذکرها عند التفصیل کغیرہٖ من الأقوات ولا سیما حیث عطفت علیها بحرف ''او'' الفاصلة وقال هو وغیره وقد کانت لفظة الطعام تستعمل فی الحنطة عند الاطلاق حتی اذا قیل اذهب الی سوق الطعام فهم منه سوق القمح واذا غلب العرف نزل اللفظ علیه اهـ اوجز المسالک[1] ص ۲۸۴، ج:۳، وفتح الباری[2] ص: ۲۹۰، ج:۳، قالوا والطعام هو البر بدلیل ذکر الشعیر. (غایه اهـ شبلی حاشیه زیلعی[3] ص:۳۰۸، ج:۱،

بعض علماء نہ لفظ طعام کو عام کہا ہے کہ گیہوں اور دیگر غلّہ جات سب کو شامل ہے حتیٰ کہ زبیب کو بھی شامل ہے، لفظ طعام خواہ حنطہ کے ساتھ مخصوص ہو یا سب کو شامل ہے، بہر کیف جن حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ پورا صاع واجب کہتے ہیں۔

گیہوں میں بھی اور شعیر وغیرہ میں بھی، اس حدیث سے استدلال کر کے نصف صاع واجب کسی نے نہیں کہا، پھر اس حدیث سے جب کہ اسمیں لفظ صاع موجود ہے، نصف صاع

---

[1] اوجز المسالک ص: ۲۸۴، ج: ۲، باب مکیلة زکاة الفطر، مکتبه یحیوی سهارن پور.

[2] فتح الباری ص ۲۹۰/۳، ابواب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

[3] شلبی علی هامش الزیلعی ص۳۰۸/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان.

کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہوجائے پر کیسے استدلال درست ہے۔

صدقة الفطر نصف صاع من بر او دقيقة اوسويقه او زبيب او صاع من تمر اوشعير. وقال الشافعي رحمة الله عليه من جميع ذلك صاع ولايجزى نصف صاع من بر لقول ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه كنا نخرج على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم صاعا من طعام اوصاعاً من شعير اوصاعا من تمر اوصاعا من اقط اوصاعا من زبيب وفى بعض طرقه ذكر صاعا من دقيق ولنا قوله عليه السلام فى خطبته ادوا عن كل حر او عبد صغير وكبير نصف صاع من بر اوصاعا من تمر اوصاعا من شعير الحديث اهـ. (تبيين الحقائق[1] ص:۳۰۸، ج:۱ باب صدقة الفطر)

قال العينى روى الطحاوى احاديث كثيرة عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه ومن بعده وعن تابعيهم فى ان صدقة الفطر من الحنطة نصف صاع ومما سوى الحنطة صاع ثم قال ما علمنا احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا من التابعين روى عنه خلاف ذلك فلا ينبغى لاحد ان يخالف ذلك اذكان قد صارا جماعا فى زمن ابى بكر رضى الله عنه وعمر رضى الله عنه وعثمان رضى الله عنه الى زمن من ذكرنا من التابعين اوجز[2] ص:۲۸۵، ج:۳.

اشیائے منصوصہ پر غیر منصوص کو قیاس کرنا درست نہیں، بلکہ غیر منصوص میں قیمت کا اعتبار ہوگا:

ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة اهـ درمختار[3] ص:۱۱۷، ج:۲)

---

[1] تبيين الحقائق ص۳۰۸/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اوجز المسالک ص۲۸۵/۳، مكيلة زكوة الفطر، مطبوعه يحيوى سهانپور.

[3] درمختار على رد المحتار نعمانيه ص۷۶/۲، باب صدقة الفطر، مراقى الفلاح، مع الطحطاوى ص۵۹۶، باب صدقة الفطر، كتاب الزكوة، مطبوعه مصر، زيلعى ص۳۰۸/۱، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه امداديه ملتان.

پس اگر غیر منصوص سے کوئی شخص ادا کرنا چاہے تو منصوص کی قیمت لگا کر دراہم یا دنانیر دیدے یا اتنی قیمت کی کوئی اور شئ ثوب وغیرہ دیدے: ودفع القیمة الی الدراهم افضل من دفع العین علٰی المذهب المفتٰی به وهذا فی السعة اما فی الشدة فدفع العین افضل کماه یخفٰی. در مختار (قوله ای الدراهم) ربما یشعر انها المراد بالقیمة مع ان القیمة تکون ایضا من الفلوس والعروض کما فی البدائع والجوهرة اهـ رد محتار[1] ص: ۱۱۹، ج: ۲.

قوله ای الدراهم مثلها الفلوس والعروض کما فی المنح اهـ طحطاوی[2] ص: ۴۳۷، ج: ۲، اقرب بلاد کا اعتبار اس عبارت فقہ کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه در مختار[3] ص: ۳۳، ج: ۲، جس روز صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اس روز کی قیمت معتبر ہوگی۔ وتعتبر القیمه یوم الوجوب اهـ درمختار[4] ص: ۳۳، ج: ۲.

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ص۲/۷۷، مطبوعه کراچی ص۲/۳۶۶، باب صدقة الفطر، مطلب فی مقدار الفطرة، بالمد الشامی، بدائع زکریا ص۲/۲۰۵، کتاب الزکوة، فصل فی بیان جنس الواجب الخ.

[2] طحطاوی علی الدر ص۱/۶۹۹، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

[3] درمختار علی رد المحتار ص: ۲۲، ج: ۲، مطبوعه نعمانیه دیوبند، باب زکوة الغنم، عالمگیری ص۱/۱۸۰، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱/۳۰۷، باب زکوة الذهب الخ، مطبوعه بیروت.

[4] درمختار علی رد المحتار ص: ۲۲، ج: ۲، مطبوعه نعمانیه دیوبند، باب زکوة الغنم، عالمگیری ص۱/۱۸۰، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱/۳۰۷، باب زکوة الذهب الخ، مطبوعه بیروت.

مقامات خط کشیدہ میں سے جو مقام آپ کے زیادہ قریب ہو اور وہاں اشیاء منصوصہ ملتی ہوں وہیں کے نرخ کا اعتبار کرلیا جاوے، جملہ تدخرون فی بلادکم خط کشیدہ اور مسئلہ کفایت کس کتاب میں ہے، پورا حوالہ دیا جائے: "تدخرون فی بیوتکم" تو قرآن شریف میں بھی آیا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ ذیقعدہ ۵۷ھ

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی

سوال:- برہی وغیرہ میں گیہوں کی پیداوار نہیں ہوتی اور نہ گیہوں فروخت ہوتا ہے البتہ بعض گھروں میں قدر قلیل آٹا اور میدہ بکثرت، نیز بسکٹ فروخت ہوتے ہیں، میدہ آٹا اور گیہوں سے بہت مہنگا بکتا ہے، ایسی صورت میں میدہ کی قیمت کے حساب سے کر کے دام دیئے جائیں یا ہندوستان سے گیہوں کے دام معلوم کر کے قیمت ادا کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گیہوں، میدہ آٹا تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے صدقہ ادا ہو جائیگا۔ الفطرة نصف صاع من بر او دقیق الخ هدایه[2] ج: ۱، ص: ۱۹۰،

گیہوں سے آٹا دینا افضل ہے اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے: والدقیق

---

[1] سورۂ آل عمران آیت: ۴۹.

[2] هدایه ص: ۲۱۰، ج: ۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص: ۳۰۸، ج: ۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص: ۲۵۴، ج: ۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه.

اولیٰ من البر والدراهم اولی من الدقیق هدایه[1] ج: ۱، ص: ۱۹۰،

جس قریب کی جگہ گیہوں آٹے کی فروخت ہوتی ہے، وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی جاوے، اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا[2] اور جب آپ کے یہاں میدہ کی خرید وفروخت بکثرت ہے، تو خود میدہ یا اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا اگرچہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کر کے قیمت دینا کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے

سوال:- کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت، مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کر دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کر لایا ہے صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کتنی شرائط جبریہ مقرر کر دی ہے نہ کہ مالک نے) اور کنٹرول ریٹ کے دام سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو[3]،

---

[1] هدایه ص ۲۱۰/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بدائع زکریا ص ۲۰۴، ج ۲، کتاب الزکوة، فصل فی بیان جنس الواجب الخ، النهر الفائق ص ۴۷۴/۱، باب صدقة الفطر، کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت،

[2] وتعتبر القیمة یوم الوجوب، ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه، الدرالمختار علی ردالمختار ص ۲۲/۲، باب زکوة الغنم، مطبوعه نعمانیه، وزکریا دیوبند ص ۲۱۱/۳، عالمگیری ص ۱۸۰/۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۳۰۷/۱، باب زکاة الذهب، مطبوعه بیروت.

[3] قال النبی ﷺ لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث، ترمذی شریف ص ۵۰/۲، ابواب الفتن، مطبوعه رشیدیه دهلی.

(جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے[1]، اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اس نرخ سے ادا کرنا درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱/۶۷ھ

چاول وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی صورت

سوال:- چاول سے صدقۂ فطر ادا کیا جاسکتا ہے، یا نہیں، برتقدیر ثانی سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں گیہوں وجَو وغیرہ نہیں ہوتے اور نہ ان کی قیمت ہم کو معلوم ہوتی ہے، ہاں البتہ بڑے بڑے شہروں اور گیہوں والے ملکوں میں کسی کو بھیج کر یا خط کے ذریعہ سے ان کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے، اور اس میں کس قدر تکلیف ہے، وہ مخفی نہیں اور نیم چاول بھی گیہوں اور جو کی طرح طعام ہی ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ چاول سے صدقۂ فطر ادا نہیں کیا جاسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاول سے صدقۂ فطر ادا کرنے کے متعلق کوئی نص موجود نہیں لہٰذا اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا، اسی طرح اقرب مواضع میں گیہوں یا جَو کی قیمت معلوم کرکے اس قیمت کے موفق چاول دیدیئے جائیں: **ومالم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة درمختار قال الشامی قوله وخبز عدم جواز دفعه الا باعتبار القیمة هو الصحیح لعدم**

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ، بیضاوی ص ۲، سورۂ فاتحه، مطبوعه رشدیه دهلی،

[2] ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ فی کفارة الیمن، من اوسط ما تطعمون اهلیکم. سورۂ مائده آیت: ۱۸۹.

ورود النص به فكان كالذرة وغيرها من الحبوب التى لم يرد بها نص وكالاقط (بحر ردالمحتار[1] ص:۱۱۷، ج:۲، جب گیہوں کی روٹی گیہوں پر قیاس کرنا درست نہیں تو چاول کو گیہوں یا جو پر قیاس کرنا کیسے درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۵/۱/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف سعید احمد غفرلہٗ

صدقۃ الفطر کی مقدار میں مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا موقف

سوال:- علم الفقہ مصنفہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی میں صدقۂ فطر کے متعلق ایک روایت اٹھارہ چھٹانک کی بھی ہے، فتاویٰ دارالعلوم میں اس کی تغلیط کی ہے اور تحریر ہے کہ جس نے مذکورہ حساب سے ادا کیا اسکی ادائیگی صحیح نہیں ہوئی، ماقبی کا نکالنا ضروری ہے، اس تعارض کے دفعیہ کے لئے علامہ کی تحریر کردہ روایت کی کیا توجیہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ احمر (رتی) دو قسم کے ہے ایک عند الفقہاء دوسری عند الاطباء، دونوں کے وزن میں تفاوت ہے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ایک وزن کو معتبر مانا اور دیگر اکابر نے دوسرے وزن کو مصنف علم الفقہ مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے مولانا عبدالحئی کا اتباع کیا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۶۴، ج:۲، باب صدقة الفطر. البحر الرائق ص ۲/۲۵۴، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه كوئٹه، طحطاوى مصرى ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر،

[2] واحسن ما صنف فى صاعنا رسالة الشيخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندى رحمه الله وقال فيها ان فلس السلطان عالمگير مساو لمثقال شرعى، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاع کی مقدار

سوال:-صدقۃ الفطر ہر شخص پر کتنا واجب ہے کتابوں میں جو نصف صاع لکھتے ہیں اسی تولہ سیر کے حساب سے اس کا صحیح وزن کیا ہے کریم اللغات ص: ۱۳۹ پر درج ہے، صاع وزن ہے، دوسو چونتیس تولہ کا اس لغات کے اعتبار سے نصف صاع ایک سیر ساڑھے سات چھٹانک ہوتے ہیں بریں بنا ہم تو ڈیڑھ سیر کے حساب سے دیتے ہیں، فی الحال ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ صدقۃ الفطر ہر شخص پر پونے دوسیر یا اس سے کچھ زائد ہے، احتیاطاً دوسیر دینا بہتر ہے، اب دریافت کرنا ہے، کہ صدقۃ الفطر کس حساب سے اور کتنا ادا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ رشدیہ[1] ص: ۳۶۲ میں صدقۃ الفطر سہارن پور کی تول کے ڈیڑھ سیر پختہ گندم لکھا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

صاع کوفی هست اے مرد فیهم .... دو صد وهفتاد توله مستقیم
باز دیناریکه دارد اعتبار ..... وزن آں از ماشه داں نیم وچهار
درهم شرعی ازیں مسکیں سنو .... کاں سه ماشه هست یکه سرخه دو جو
سرخ سه جو هست لیکن پاؤ کم .....

ولقد اخطأ مولانا عبد الحیؒ فی نصاب الفضة والذهب فان حسابه غیر مستقیم واعتبر باحمر الاطباء وهی اربعة شعیرات، العرف الشذی ص۵۷، باب الوضوء بالمد، ابواب الطهارة، مطبوعه رحیمیه دیوبند، نیز ملاحظه هو علم الفقه کامل ص ۱۹، حصه چهارم زکاة کا بیان، مطبوعه فاروقیه لکهنؤ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] (۱) فتاوی رشیدیه ص۲/۵۳، کتاب الزکوة، مطبوعه رحیمیه دهلی.

(۲) تجب نصف صاع من بر اودقیق اوسویقه او زبیب او صاع تمر او شعیر الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا. ص:۳۱۸، ج:۳، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر.

ہے، احتیاطاً دوسیر بتایا جاتا ہے جو شخص پورا دوسیر دیدے وہ مزید ثواب کا مستحق ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

صاع کے وزن میں احتیاط پر عمل

سوال:- کسی امام کے نزدیک صاع ۲۵۲ تولہ کا ہے، جس کو مولانا روح الامین مرحوم نے اپنی فتاویٰ کی کتاب میں لکھا ہے، مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب مطالعہ کی گئی اس میں ۲۷۰ رتولہ کا حساب ہے، ۲۵۲ تولہ کا صاع نہیں ملا، ۲۵۲ تولہ کے صاع کے حساب سے فطرہ ادا کرنے سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صاع کے وزن کو جب تولہ اور سیر میں منتقل کیا جاتا ہے، تو حساب سے کچھ فرق نکلتا ہے، چنانچہ بہشتی زیور[1] اور فتاویٰ رشیدیہ[2]، امداد الفتاویٰ[3] ومظاہر حق[4] کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اس لئے احتیاطی پہلو یہ ہے کہ جو وزن زائد ہو اس کو اختیار کیا جائے، کیونکہ صاع بھی مختلف تھے اور سیر بھی مختلف تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۲ھ

---

[1] بهشتی زیور ص:۱۵۸، ج:۱.

[2] فتاویٰ رشدیه ص:۵۲، ج:۲، کتاب الزکوة، مطبوعه رحیمیه دهلی،

[3] امداد الفتاویٰ ص:۸۷، ج:۲.

[4] مظاهر حق (قدیم) ص۱۰۵/۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه لکهنؤ.

صاع وغیرہ کے اوزان

سوال:- صاع کے مسئلہ پر ایک فتویٰ، استفتاء انگریزی دور حکومت میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مختلف طرح کے وزن رائج تھے، کہیں ۴۶ رتولہ کا سیر تھا، کہیں ۸۰ رتولہ کا سیر اور تول میں بھی فرق تھا، اس زمانہ میں صدقۃ الفطر کی مقدار متعین کرنے میں بڑا اختلاف تھا کوئی پونے دوسیر بتاتا تھا، کوئی دوسیر کوئی دوسیر آدھ پاؤ اور کوئی سوا دوسیر اور بعض علماء نے ڈھیڑ سیر تک بیان کیا ہے، اس لئے ہر جگہ لوگ اپنے اپنے علماء کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے صدقۃ الفطر ادا کرتے ہیں، اب سیر کا وزن متروک ہو چکا ہے، اور اس کی جگہ تمام ہندوستان میں کلوگرام نے لے لی ہے، اور اس کا رواج ہو گیا ہے، اس لئے بہتر ہو کہ علماء کرام ایک تحقیق پر متفق ہو کر وزن مقرر کریں، تاکہ صدقۂ فطر صحیح طریقہ سے ادا ہو سکے، نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ صدقۂ فطر کے لئے صاحب نصاب ہونا شرط ہے یا نہیں، امید کہ اس مسئلہ پر تحقیق انیق فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صاع ایک عربی پیمانہ ہے جس سے غلہ ناپ کر دیا جاتا ہے اور آج بھی عرب میں ناپ ہی کر غلہ فروخت کرتے ہیں، اور صدقۂ فطر ادا کرنے کا دستور ہے، صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے حدیث میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) گیہوں یا اس کا آٹا نصف صاع (۲) چھوہارا (۳) منقی (۴) جو یا اس کا آٹا ان تینوں چیزوں میں سے ایک صاع دینے کا حکم ہے، ان میں موجودہ گرانی کے زمانہ میں آسان اور افضل گیہوں نصف صاع ہے، صاع کی تحقیق میں علماء محققین کو ہر زمانہ میں اختلاف رہا ہے، حنفیہ کے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے، جس پر تمام صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا ہے،

(البحر الرائق) اس مسئلہ پر غالباً سب سے پہلے ملا بیہقی لکھنوی اور ان کے فرزند ملا معین نے فارسی میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں صاع کا جدید وزن مقرر کیا اور اس کے اتباع میں مولانا عبدالحئ فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں اسی جدید وزن کو قبل کیا، اور اس پر مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی اور دیگر علماء کانپور، بہار حیدرآباد نے اعتماد کر کے دو سیر ایک پاؤ نو تولہ سات ماشہ بیان کیا ہے، اور مولانا کرامت علی جونپوری نے مفتاح الجنۃ میں جونپوری سیر سے تین سیر بارہ تولہ نو ماشہ دو رتی دو جو، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ۳½ سیر بیان کیا ہے، یہ تمام تحقیقات اپنے اپنے شہروں کے اوزان کے اعتبار سے ہوئیں، اور حساب لگانے کے بعد بھی فرق پڑتا ہے، ان تمام تحقیقات پر اعلیٰ حضرت بریلوی کی تحقیق تین سو اکیاون بھر کی ہے، جو ۴½ سیر کے قریب ہے، اور حساب لگانے سے یہی حساب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ ایک صاع ایک ہزار چالیس درہم کا ہوتا ہے، اور ایک درہم کے چودہ قیراط اور قیراط کا وزن ۵/ جو، غیر نقش اور دم بریدہ ہو، اس لئے ایک درہم کے ۱۴×۵ = ۷ جو ہوئے، اس وزن کو تمام فقہاء نے تسلیم کیا ہے، اور موجودہ گرام کے وزن سے ایک درہم برابر ۷/ جو یا ۴/ گرام ہے، اس لئے ۱۰۴۰/ درہم × ۴ = ۱۴۶۰/ کلو ایک سو ساٹھ گرام کے اور نصف صاع دو کلو ۸/ گرام کے برابر ہوا جو سوا دو سیر کے برابر ہے، اس طرح فاضل بریلی کا پرانا وزن اس حساب سے بالکل مطابق ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، جس طرح زکوۃ کے نصاب میں ہندوستان کے تمام علماء نے فاضل بریلوی کے نصاب کو تسلیم کیا ہے، یعنی ۵۲½/ تولہ چاندی اور ۷½/ تولہ سونا اس کا مذکورہ بالا حساب کے مطابق قریب قریب ۸۰۰/ گرام چاندی اور سو گرام سے کچھ کم سونا کا جدید نصاب ہوتا ہے، خاکسار کو اس وزن کا حساب لگانے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور جو کو تول کر ہر طرح اطمینا کر لیا گیا ہے، اس وزن کے صحیح ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ۱۳۲۹ھ میں خاکسار کے والد

ماجد مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب زیارت حرمین شریفین سے واپس تشریف لائے، تو اپنے ساتھ درنبوی کی بھی نقل بنوا کر لائے، جس کی سند اور اجازت حضرت شیخ الدلائل مولانا شاہ عبد الحق صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ سے والد صاحب کو حاصل ہوئی، یہ دران کے پاس تھا، اس در سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ۶ ر در ایک صاع کے برابر ہوتا ہے، اور باقی تین اماموں کے یہاں چار در کا ایک صاع ہم نے اس حد سے بھی اس کا وزن درست کیا ہے، تحقیقات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ نصف صاع کا جدید وزن دوکلواسی گرام اور قدیم وزن سوا دوسیر ہے، اور صدقۂ فطر صرف صاحب نصاب پر واجب ہے، جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا نصاب رکھتا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالسلام نعمانی المجددی

(مفتی خطیب جامع مسجد عالمگیری بنارس)

الجواب حامداً ومصلیاً

عربی پیمانہ کو جب ہندی وزن میں منتقل کیا گیا تو اس وقت سے اختلاف چلا آرہا ہے، یہ اختلاف صدقۃ الفطر کی مقدار اور سونے کے نصاب سب ہی میں ہے، اگر اوزان کو جو سے وزن کیا جاتا ہے، مگر جو بھی مختلف کھیتوں اور علاقوں کے سب یکساں نہیں ہوتے، ان میں بھی فرق ہوتا ہے، سرخ سے وزن کیا جائے، اس میں بھی فرق ہے[1]، اس فرق اور اختلاف سے بچنے کی صورت نہیں احتیاط پر عمل کرنا دوسری بات ہے، اور سب کو ایک چیز پر مجبور و پابند کرنا الگ چیز ہے، قدرت کی طرف سے پیدا شدہ چیزوں میں جب اختلاف ہے اور ان کے اختلاف سے وزن متعین کرتے ہیں، تو اختلاف پیدا ہوتا ہے، تو اس اختلاف کو ختم کر کے اتحاد کی سعی

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عرف الشذی ص۵۷، باب الوضوء بالمد، ابواب الطہارۃ، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

بے محل ہے، اس اختلاف کی بناء پر باہم دست وگریباں ہونا غلط ہے، ہر ایک کو اپنے معتقد علیہ پر اعتقاد ہوتا ہے، خود ہر شخص حساب کر کے وزن متعین نہیں کرسکتا، ہم کو اپنے اکابر پر اعتماد ہے، کہ انہوں نے جو حساب لگا کر وزن متعین کر دیا وہ صحیح ہے، خواہ دوسروں کے حساب سے بھی موافق ہو جائے، جیسا کہ سونے چاندی کے نصاب میں ایک ہی وزن سب کے حساب میں ہوا، سیر چھٹانک تولہ ماشہ کو کلوگرام میں منتقل کرنا کچھ دشوار نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نصف صاع کی مقدار موجودہ وزن سے

سوال:- صدقۂ فطر کے متعلق یہاں کے مقامی اخبار سیاست مورخہ یکم شوال ۱۴۰۰ھ میں محمد رضی الدین معظم صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے انہوں نے صاع کا وزن اور اس کے حساب سے کس قدر فطرہ دینا چاہئے تحریر فرمایا ہے صاع کا وزن ۲ ½ اور (۲ رکلو ۳۳۷ گرام) اور ساڑھے تین سیر (۳ رکلو ۲۶۵ گرام) مقرر ہے، اس لحاظ سے نصف صاع کا وزن علی الترتیب سوا سیر یعنی (ایک کلو ۱۶۶ گرام) یا ۱¾ سیر یعنی ایک کلو ۶۳۲ گرام ہے یہ اختلاف دراصل اس وجہ سے ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ طیبہ میں کئی اقسام کے مقدار کے صاع رائج تھے لہٰذا بعد کے علماء کرام نے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صاع کو تسلیم کیا اور ان کی مقدار ڈھائی سیر یا پونے تین سیر بتلائی، اب اپنے سمجھ بوجھ کی بات ہے کہ قانون کی آڑ لے کر کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ دیں یہاں پر جو اوقات سحر وافطار کے متعلق پرچے شائع ہوئے ہیں اس میں صدقۂ فطر کے متعلق ۱ ½ کلو ہے کہیں دو کلو ۳۰ گرام ہے عام لوگ جس میں بندہ ناچیز بھی شامل ہے ان کے لئے مشکل کا سامنا ہے لہٰذا براہ کرم مطلع فرمایئے کہ صدقۂ فطر کے لئے کم از کم کتنا

گیہوں یا جو دینا چاہئے یا زیادہ سے زیادہ کتنا دیا جائے۔ صدقۂ فطر ایک ہی غریب کو دے سکتے ہیں یا مختلف لوگوں کو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع گندم اور ایک صاع جَو ہے[1] صاع بھی عرب میں مختلف تھے، اور سیر بھی مختلف تھے نیز جو، رتی) میں اختلاف تھا ان سب کو دیکھتے ہوئے جو حساب لگایا گیا تو اسی کے سیر سے یعنی اسی تولہ کا سیر مانا جائے، تو نصف صاع ڈیڑھ سیر کا ہوا پھر احتیاط کے طور پونے دو سیر فطرہ تجویز کیا گیا، ایک صاع کا وزن اس سے دوگناہ ہے، سیر بعض مقامات پر نوے کا بعض جگہ سو کا بعض جگہ زائد کا ہوتا تھا، انگریز کے دور میں سیر ۸۰/ کا بنایا گیا۔ فتاویٰ رشیدیہ[2] میں صاع کے وزن کا طریقہ مذکور ہے، اب موجودہ وقت میں کلو رائج ہے، اس کے اعتبار سے نصف صاع کا وزن ایک کلو ۶۳۳ گرام ہے اتنی مقدار دینے سے واجب ادا ہو جائے گا کچھ زائد دیدیا جائے تو بہتر ہی بہتر ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۱۴۰۰ھ

صدقۂ فطر عید کی صبح یا رمضان میں

سوال: - صدقۂ فطر رمضان شریف میں ادا کرنا اولیٰ اور ستر گنا ثواب رکھتا ہے، یا عید

---

[1] وهی نصف صاع من برأ وصاع من شعير الخ عالمگير ص: ۱۱۹، ج: ۱، (مطبوعه كوئٹه) كتاب الزكاة الباب الثامن فی صدقة الفطر.

[2] فتاوی رشديه مبوب ص: ۵۲، ج: ۲، كتاب الزكاة (مطبوعه رحيميه ديوبند) فتاویٰ رشيديه كامل ص: ۴۴۶، (مطبوعه رشيديه ديوبند)

کی صبح کو دینا اولیٰ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عید کی صبح کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غرباء کی حوائج پوری ہوسکیں، اگر عید کی تاریخ شروع ہونے سے پہلے رمضان ہی میں ادا کردیا جائے[1]۔ تو اس مقصد میں زیادہ معین ہے اور رمضان کا خصوصی ثواب مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۱۳۸۸ھ

صدقۃ الفطر ادا کرنے کے بعد عید کے روز قیمت بڑھ گئی تو کیا کرے؟

سوال:- صدقۂ فطر پہلے ادا کردیا تھا، جب عید کا دن آیا تو قیمت بڑھ گئی تو اب بڑھی ہوئی قیمت ادا کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہو وہ اور دیدے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۹۴ھ

---

[1] ویستحب اخراجها قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملاً بأمره وفعله علیه الصلوٰة والسلام صح ادائها اذا قدمه علی یوم الفطر وفی الشامی وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۲۲، ج:۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. فوجهه ان وجوبها لاغناء الفقیر فی یوم الفطر وهذا المقصود یحصل بالتعجیل بیوم او یومین لان الظاهر ان المعجل یبقی الی یوم الفطر فیحصل الاغناء یوم الفطر ومازاد علی ذالک لا یبقی فلا یحصل المقصود، بدائع الصنائع زکریا ص۲/۲۰۷، کتاب الزکوة، وقت اداء صدقة الفطر. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زمین کی ملکیت پر قربانی اور صدقۃ الفطر کا وجوب

سوال:- میں نفس زمین کا مالک رہا ہوں ایک مرحلہ تک یعنی ذات ارض میری مملوکہ رہی ہے جس کی مقدار اتنی تھی کہ اس کی آمدنی اور پیداوار سے میں اکثر سالوں میں ایسی زندگی بسر کرتا ہوں یعنی اس کی آمدنی سے نہ جمع کرنے کے لئے بچتا تھا اور نہ معاش واخراجات میں کمی آتی تھی کہ دوسروں سے قرض لیا جائے، یہ تو اکثر کی حالت تھی یعنی زمین بقدر ضرورت تھی مگر بعض سالوں میں ایسا بھی ہوتا کہ پیداوار زیادہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کے خرچ نکالنے کے بعد کچھ جمع بھی کیا جا سکتا تھا اور بعض سالوں میں پیداوار کم ہونے کی وجہ سے سال بھر کے خرچ میں کمی بھی آتی تھی لہٰذا دوسروں سے قرض بھی کچھ لینا پڑتا تھا، زمین کی مقدار تو یہ تھی باقی میں نے اس زمین کی آمدنی سے کچھ بھی نہیں لیا ہے، دوران تعلیم میں بلکہ ہمشیرہ مرحومہ کو زمین کی آمدنی تبرعاً دیتا رہا ہوں الا یہ کہ ایک مرتبہ پچاس روپے آمد ورفت وطن کا کرایہ اور جب مکان پر ٹھہرتا تھا۔ تو میرا کھانا پینا اپنے مکان پر ہوتا تھا اور مرحومہ کے اصرار پر تین عدد لوئیاں یعنی کمبل لئے ہیں، اب معلوم کرنا ہے کہ مجھ پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوتا رہا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ یہ زمین آپ کی حوائج اصلیہ سے زائد ہے کہ آپ نے اس کی پیداوار سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ تجب بطلوع فجر الفطر الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۳۲۲، ج:۳، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر. بدائع زکریا ص ۲/۲۰۶، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ الفطر، فصل وقت اداء صدقۃ الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ مصری.

نوٹ:- جب صدقہ فطر کی ادائیگی کا وجوب یکم شوال یعنی یوم الفطر کے طلوع فجر سے ہوتا ہے، تو جس نے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا اور بعد میں قیمت بڑھ گئی تو جتنا اضافہ ہوا ہے دینا پڑے گا، اس لئے اصل ادائیگی یوم الفطر میں واجب تھی لہٰذا اس دن کی قیمت واجب ہوگی۔

کچھ بھی نہیں لیا، بجز ۵۰/روپئے اور تین کمبلوں کے بلکہ تبرکاً ہمیشہ ہمشیرہ کو پیداوار دیتے رہے تو آپ پر قربانی بھی واجب ہوئی اور صدقۃ الفطر بھی[1] وھٰذا ظاھر لا یخفیٰ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

ایضاً

سوال:- ایک شخص کو نقد روپیہ نہیں ہے، اور نہ زیورات ہیں کہ نصاب کہلائے البتہ اس کے پاس کاشت کی زمین ہے، رہنے سے فاضل مکانات ہیں کھانے پینے کے ظروف کے علاوہ ظروف ہیں کھانے سے بچا ہوا غلہ کا ذخیرہ ہے، سودے سے بھرپور دوکان ہے، ان چیزوں کی وجہ سے صاحب نصاب کہلائے گا یا نہیں، اس پر وجوب صدقہ وقربانی عائد ہوگی یا نہیں ایک شخص کے پاس دو یا ایک ایکڑ زمین ہے جس کی مالیت اتنی ہے کہ اس سے وہ صاحب نصاب ہوجاتا ہے، بلکہ فریضۂ حج پر قادر جائداد فروخت کرنے پر ہوجائے گا اس کے پاس اس کے علاوہ جائداد نہیں، اسی سے گذران کرتا ہے سال بھر کھیت کی آمدنی کھاپی کر برابر کر لیتا ہے، ایسے شخص پر صدقۂ فطر وجوب قربانی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فاضل مکان، فاضل ظروف، فاضل مویشی، فاضل آلات، فاضل غلہ اگر بقدر نصاب

---

[1] تجب ای صدقة الفطر علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة وان لم ینم وجه تحرم الصدقة وتجب الاضحیة الخ الدر المختار علیٰ الشامی زکریا ص: ۳۱۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. طحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر مطبوعه مصر، بدائع زکریا ص ۱۹۸/۲، کتاب الزکوة، بیان من تجب علیه صدقة الفطر، مجمع الانهر ص ۳۳۴/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دارالکتب العلیمة بیروت.

ہے، تو اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے[1] جس زمین کی آمدنی پر اس کا گذران موقوف ہے، اس کی وجہ سے حج فرض نہیں اگر چہ اس کی قیمت اخراجات حج کے لئے کافی ہو سکے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۷ھ

صدقۃ الفطر وغیرہ کے لئے بیت المال

سوال:- ہماری بستی میں الحمد للہ بیتُ المال قائم ہے، ہم ہر سال عید الفطر پر صدقۂ فطر گھر گھر سے وصول کر لیتے ہیں اور عید کے بعد مجلسِ منتظمہ پر یہ طے کرتی ہے کہ بستی کے کن کن مستحقین کو کتنا روپیہ ماہانہ یکمشت دیدیا جائے، اس قسم کے نظم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا صدقۂ فطر یومِ عید سے قبل بھی وصول کیا جا سکتا ہے؟ کیا جمع شدہ صدقہ فطر نیز زکوٰۃ وغیرہ سال کے اندر یا بروقت ہی تقسیم کیا جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقۃ الفطر کا ایسا انتظام کرنا کہ سبھی ادا کریں کوئی باقی نہ رہ جائے اور صحیح مصارف پر خرچ کیا جائے، بہت مناسب ہے مگر اس میں جبر کی صورت اختیار نہ کی جائے کہ ہر شخص صدقۂ فطر لازمی طور پر بیتُ المال ہی کو دے اور بیتُ المال کے لوگ اس پر جا کر مسلط ہو جائیں کیونکہ یہ بیتُ المال شرعی بیت المال نہیں بلکہ نام کا بیت المال ہے اس لئے اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ بھی جبراً وصول کرنے کا حق نہیں، چہ جائیکہ صدقۃ الفطر پھر اس کا وجوب عید

---

[1] تجب (ای صدقة الفطر) علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة وان لم ینم وبه تحرم الصدقة وتجب الاضیحة (الخ) الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۳۱۳، ج:۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. مجمع الانهر ص ۳۳۴/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

الفطر کی صبح صادق پر ہوتا ہے حتی کہ شبِ عیدین میں اگر کوئی مرجائے تو صدقۃ الفطر واجب نہیں[1]، اگر کسی سے پیشگی وصول کرلا گیا اور مستحق کو دینے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے ورثہ کی طرف اس کی واپسی لازم ہوگی، نیز صدقۃ الفطر میں مستحب یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے ادا کردیا جائے[2]۔ اس کو وصول کرکے محبوس کرلینا کہ یہ سال بھر تک کسی وقت ادا کردیا جائیگا اس کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۹ھ

صدقۂ فطر کیا امام کا حق ہے؟

سوال:- امام مسجد مسکین ہے مگر لوگ صدقۂ فطر سے امام مسجد کو کچھ نہیں دیتے بلکہ ہنود اور ایسے فقیروں کو جو کہ مالدار ہیں محض اس لئے کہ ان کا حق ہے، باٹ دیتے ہیں امام مسجد کو صدقۂ فطر سے کچھ حصہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ امام مسجد کو مسکین ہوتے ہوئے کیا صدقۂ فطر سے کچھ نہ لینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اکر جگہ امامِ مسجد صدقۃ الفطر کو اپنا حق سمجھتا ہے اور دینے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ

---

[1] تجب بطلوع فجر یوم الفطر فمن مات قبله او اسلم او ولد بعده لا تجب، ملتقی الابحر ص ۳۳۶/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۳۲۲/۳، باب صدقة الفطر.

[2] ویستحب اخرجها قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۶۷، ج:۲، باب صدقة الفطر، مطلب فی مقدار الفطرة بالمد الشامی. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر، بدائع زکریا ص ۲۰۶/۲، وقت اداء صدقة الفطر، مجمع الانهر ص ۳۳۷/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت.

یہ نماز پڑھاتا ہے اس صورت میں امامت کا معاوضہ ہوجاتا ہے، اس لئے امام کونہیں دینا چاہئے، غیر مسلم کوصدقۂ فطرنہیں دینا چاہے، بلکہ وہ مسلم مساکین وفقراء کا حق ہے: **وَلاتدفع الزکٰوۃ الٰی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشروالخراج الیہ ای الذمی لو واجبًا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی وبقولہ یفتیٰ حاوی القدسی اھ درمختار**[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اوراس کے ایک لڑکا ہے اور زید کے ایک پوتا ہے جس کا باپ مرگیا اورزید اوراس کے لڑکے پوتے کا خوردونوش یکجائی ہے، پس اس صوت میں زید کے پوتے کوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے یانہیں؟ نیز زید کے اوپراس پوتے کی طرف سے صدقۂ فطرادا کرنا واجب ہے یانہیں؟ واضح ہوکہ زید کا پوتا ابھی نابالغ ہے، لیکن قریبُ البلوغ ہے اورزید کی کفالت میں ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

زیداپنے پوتے کوشرعا اپنے مال سے زکوۃ نہیں دے سکتا۔ **ولا یدفع الی اصلہ وان علا وفرعہ وان سفل کذا فی الکافی. عالمگیری**[2] **ص ۱۸۸/۱.**

---

[1] الدرالمختار نعمانیة ص:۶۷، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۵۱، ج:۲، باب المصرف. بحر ص ۲/۲۴۲، باب المصرف، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص ۱/۳۲۹، باب المصرف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۱۸۸/۱، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۳، باب المصرف، مطبوعہ مصر، سکب الانہر ص ۱/۳۳۱، باب المصرف، مطبوعہ درالکتب العلمیة بیروت.

اگر زید کا پوتا صاحب نصاب ہے تو کوئی اور شخص بھی زکوۃ نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر وہ صاحب نہیں تو دوسرے لوگ اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔ زید کا صاحب نصاب ہونا پوتے کے لئے موجب غناء نہیں جیسا کہ ماں کے غنی ہونے سے بیٹا غنی نہیں ہوتا، کیوں کہ دادا پر اصالۃً پوتے کا نفقہ واجب نہیں، **هكذا يفهم مما في باب المصرف وباب النفقة**[1]

ظاہر الروایات میں دادا کے ذمہ پوتے کا صدقۂ فطر واجب نہیں۔ **وليس على الجد ان يؤدى الصدقة عن اولاد ابنه الموسر اذا كان الاب حيا باتفاق الروايات وكذا لو كان الاب ميتا في ظاهر الروايات لان ولاية الجد يثبت بواسطة الاب فكانت ناقصة بعد وفات الاب دون حال حياته وعلى الرجل ان يؤدى صدقة الفطر عن نفسه واولاده الصغار ولا يجب ان يؤدى عن اولاده الكبار واخوانه الصغار ولا عن قرابته وان كانو في عياله ولا عن والديه وان كانا في عياله فتاوى قاضى خان صاحب**[2] ص ۲۲۸/۱ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجة الاصلية من اى مال كان، درمختار ص ۶۴/۲، مطبوعه نعمانيه، يه جزئيه صراحتاً نهيں ملا. شامی میں الجد کالاب سے جن مسائل کو مستثنیٰ کیا ہے ان میں اس کو شمار نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دادا باپ کے حکم میں ہے۔ محمود۔

[2] قاضيخان على هامش الهندية ص ۲۲۸/۱، فصل في صدقة الفطر، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص ۴۲۱/۲، كتاب الصوم، صدقة الفطر، مطبوعه كراچى، شامى زكريا ص ۳۱۶/۳، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر.

باب یازدھم

﴿متفرقات زکوٰۃ﴾

زکوٰۃ کے صلہ میں ہدیہ دینا

سوال:- زکوٰۃ کا مال اقرباء کو دینا افضل ہے، مگر اس کے صلہ میں وہ کوئی چیز چھپا کر یا ظاہر کر کے دے تو اس کے اندر کیا مسئلہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معاوضۃً تو لینا ناجائز ہے، لیکن اگر قریب مصرف زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ دیتا ہے، پھر وہ کوئی شئ ہدیۃً اس زکوٰۃ دینے والے کو دیتا ہے تو اس کا لینا درست ہے: **وھی تملیک المال من فقیر مسلم غیرھا شمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للّٰہ تعالیٰ وافاد بقولہ بشرط ان الدفع الی اصولہ وان علوا والی فروعہ وان سفلوا والی زوجتہ وزوجھا والی مکاتبہ لیس بزکٰوۃ واشار الی ان الدفع الی کل قریب لیس باصل ولا فرع جاز وھو مقید بما فی الولو الجیۃ رجل یعول اختہ واخاہ اوعمہ فارادان یعطیہ الزکٰوۃ فان لم یفرض القاضی علیہ النفقۃ جاز لان التملیک بصفۃ القربۃ یتحقق من کل وجہٍ وان فرض علیہ النفقۃ لزمانتہ ان لم یحتسب من نفقتھم جاز وان کان یحتسب لایجوز اھ بحر[1] ج:۲، ص:۲۰۱و۲۰۲. فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بحر کوئٹہ ص ۲۰۱،۲۰۲ ج۲ اول کتاب الزکاۃ، النھر الفائق ص ۲۱۲ ج ۱ اول کتاب الزکاۃ، طبع مکہ مکرمہ.

جو رقم بقصدِ زکوٰۃ الگ رکھ دی گئی اس میں تصرف کا حکم

سوال:- زکوٰۃ یا عشر کے لئے ایک رقم متعین کر کے الگ رکھ دی، اب اگر اس سے دوسرا سکہ بدلنا چاہے یا چھوٹا سکہ ہے اس کے عوض بڑا رکھنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟ منشاء یہ ہے کہ جو رقم الگ کی ہے بالتعیین اس کی علیحدگی تو ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ یا عشر کی رقم علیحدہ رکھ دینے سے ملک سے خارج نہیں ہوتی، لہٰذا اس میں تغیر وتبدل کا تصرف جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲؍رمضان ۶۷ھ

زکوٰۃ کو تاوان اور حج کو تجارت سمجھنا

سوال:- زکوٰۃ کو دنڈ اور حج کو تجارت کے خیال سے کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگرچہ فریضہ اس طرح بھی ادا ہو جائے گا مگر حق تعالیٰ کے دربار میں مقبول نہیں، نیز یہ قرب

---

[1] ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء قال الشامی فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوة ولو مات كانت ميراثا عنه، شامی كراچی ص ۲۷۰ ج ۲، كتاب الزكوة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً شامی زكريا ص ۱۸۹ ج ۳ طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۸ كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۱ كتاب الزكوٰة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، خانية على الهندية ص ۱/۲۶۳، فصل فی اداء الزكاة، طبع كوئٹه.

قیامت کی علامت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ میں مبیع کی قیمت کم کر دینا

سوال:- صاحب نصاب شخص نے ایک غریب آدمی کو کوئی چیز فروخت کی جس کی قیمت تین روپے ہوتی تھی غریب آدمی نے اللہ واسطے اپنی غربت کی وجہ سے کچھ چھوٹ مانگی، اس شخص نے اللہ واسطے ایک روپیہ چھوڑ دیا صرف دو روپے لے لئے، اب وہ صاحب نصاب کیا اس ایک روپے کو زکوٰۃ میں شمار کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح زکوٰۃ میں شمار کرنا جائز نہیں بلکہ اس چیز کے دو حصے کرے ایک حصہ دو روپے میں فروخت کرے اور ایک حصہ جس کی قیمت ایک روپیہ ہے، بلا قیمت لئے زکوٰۃ میں دیدے یا وہ شئ تین روپے میں فروخت کر کے تین روپے وصول کرے اس کے بعد ایک روپیہ زکوٰۃ میں دیدے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتخذ الفئ دولاً والامانة مغنما والزكوٰة مغرماً الىٰ قوله فارتقبوا عند ذالک ريحا حمراء وزلزلة وخسفا الحديث،مشكوٰة شريف ص:۱۷۰، مطبوعه يا سر نديم ديوبند، باب اشراط الساعة.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب غنیمت کو دولت سمجھا جانے لگے گا اور جب امانت کے مال کو غنیمت شمار کیا جائے گا اور جب زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائیگا (راوی کے قول تک) تو تم اس وقت سرخ آندھی کا، زلزلہ کا، زمین میں دھس جانے کا انتظار کرو الخ

[2] وشرط صحة ادائها نية مقارنة له أى للأداء ولو كانت المقارنة حكما أو مقارنة بعزل ما وجب الخ درمختار على الشامى كراچى ص۲۶۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۵۸۸ مطبوعه مصرى.

زکوٰۃ دے کر احسان جتانا

سوال:- میں نے زکوٰۃ فرض میں سے بیس روپے ایک بیوہ عورت کو دیئے مگر ایک مرتبہ غصہ میں یہ الفاظ نکل گئے کہ زکوٰۃ کھا کر مقابلہ کرتی ہے، ان الفاظ سے زکوٰۃ باطل ہوجائے گی یا نہیں؟ جیسا کہ پارہ **تلک الرسل** کے الفاظ ہیں: "**یا یھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ**" الخ اور اب اس روپے کی مقدار دوبارہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز یہ واقعہ زکوٰۃ دینے سے تقریباً ایک سال بعد کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس زکوٰۃ کا تو دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں، کیونکہ فریضہ ادا ہوگیا، البتہ اسپر رضائے خداوندی مرتب نہیں ہوگی[1]۔ اس کیلئے معافی مانگنے اور اسکو خوش کرنے کی ضرورت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۲ھ

جو غنی زکوٰۃ خیرات نہ کرے اس کا حکم

سوال:- عمر کے پاس اتنا مال ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مگر نہ تو وہ زکوٰۃ دیتا ہے اور نہ خیرات کرتا ہے، اور بہت ہی کنجوس ہے اس کے برابر میں اس کا پڑوسی زید رہتا ہے، جو کہ

---

[1] قال القرطبی تحت قوله تعالیٰ "بالمن وَالأذَی" وعبر تعالیٰ عن عدم القبول وحرمان الثواب بالابطال. الجامع لأحکام القرآن ص:۲۸۳، ج:۳، مطبوعه دارالفکر، احکام القرآن للجصاص ص۲۳۳ ج ۱ مطبوعه قدیمی کراچی.

بالکل غریب ہے بلکہ ایک دو وقت کا اس پر فاقہ گذر جاتا ہے عمر کو اس کا ایسی حالت میں ہونا معلوم ہے، مگر وہ اس کی کوئی امداد نہیں کرتا، عمر میں اور ایک عادت بری ہے کہ نماز روزہ بھی ادا نہیں کرتا عمر جب کہ معلوم ہوتے ہوئے ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بڑا بے مروت اور سخت گنہگار ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو چوری کر کے خیرات کرنا

سوال:- عمر بہت مالدار آدمی ہے مگر زکوٰۃ خیرات ادا نہیں کرتا زید نے اس کا تمام روپیہ چوری کر کے خیرات کر دیا، اس میں عمر اور زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر ترکِ فرض کا گنہگار ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی اسکے ذمہ لازم ہے[2] اور زید چور ہے اگر

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب ولو مرةً بلاعذر کبیرة الخ شرح فقه اکبر ص:۶۸، مکتبه مجتبائی دهلی، عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اتاه الله مالاً فلم یؤدّ زکاته مُثِّلَ له مالُه یوم القیامة شُجاعاً اقرع له زبیبتان یطوّقه یوم القیامة ثم یأخذ بلهزمتیه یعنی بشدقیه ثم یقول انا مالک، انا کنزک ثم تلا ولا تحسبن الذین الآیة الخ، بخاری شریف ص۱۸۸ ج۱ کتاب الزکوٰة باب اثم مانع الزکوٰة مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند، بدائع الصنائع زکریا ص۷۵ ج۲ اول کتاب الزکوٰة.

[2] الزکاة وهی فریضة محکمة لا یسع ترکها ویکفر جاحدها ثبت فرضیتها بالکتاب والسنة واجماع الامة، مجمع الأنهر ص۲۸۴ ج۱ اول کتاب الزکاة طبع دار الکتب العلمیة بیروت، فتاوی الهندیة ص۱۷۰ ج۱ کتاب الزکاة طبع کوئٹه.

حکومت اسلامی ہو اور شرعی شہادت سے ثبوت ہو جائے تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ر صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

اپنی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا

سوال:- ایک عورت نے کتنے ہی سال سے اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اکنوں سال بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے سے دشواری ہوئی لہٰذا انکی بعض محبین نے ان سے کہا کہ آپ کی زیور میں سے کچھ زیور بنیت زکوٰۃ ان کو دیدیں وہ قبضہ کر کے نصف قیمت سے اس عورت کو بیچ ڈالا اب اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ معطی کی کوئی ذاتی منفعت بجز فریضہ کے نہ ہو پس اگر اس شرط پر وہ اس عورت کو زکوٰۃ دیتا ہے کہ وہ شخص اس زیور کو اس عورت کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ شرط باطل ہے اسکا پورا کرنا معطی لہٗ کے ذمہ ضروری نہیں تاہم اس شرط پر بھی مستحق کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی

---

[1] لقوله تعالىٰ والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاءً بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم. الاٰية سورة المائدة، آيت: ۳۸،

ترجمہ:- اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کا ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔ (بیان القرآن)

السرقة هى اخذ مكلف ناطق بصير عشرة دراهم جياد او مقدارها مقصودة ظاهرة الاخراج خفية من صاحب يد صحيحة مما لا يتسارع اليه الفساد فى دار العدل فلا يقطع بسرقة فى دار حرب أو بغى من حرز بمرة واحدة لا شبهة ولا تاويل فيه فيقطع إن اقرَّبها مرّة طائعا، أو شهد رجلان الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۱۳۶/۱۴۴ ج۶ كتاب السرقة مجمع الأنهر ص ۳۷۸ ج۲ طبع دار الفكر بيروت.

اسکے بعد معطی لہ کو اختیار ہے خواہ اس عورت کے ہاتھ فروخت کرے یا نہ کرے۔ **هی ای الزکوٰة تملیک جزء من المال معین شرعاً من فقیر مسلم غیرها شمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک بکسر اللام وهو الدافع من کل وجه للّٰه تعالیٰ اهـ مجمع[1] الانهر ج: ۱، ص: ۱۹۲، وهکذا هبة الصدقة والکتابة بشرط متعارف وغیر متعارف یصح ویبطل الشرط اهـ فتاوی عالمگیری[2] ج: ۱، ص: ۱۷۱.**

اسکے بعد اس عورت کا اپنے دئے ہوئے زیور کو نصف قیمت سے خریدنا منع ہے اپنے دئے ہوئے صدقہ کو خریدنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے: **کذا فی ابی[3] داؤد ج: ۱، ص: ۲۲۵.**

اگر خرید لیا ہے تو بہتر ہیکہ قیمت پوری دے بیع کا ختم کرنا واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۸/۲/۵۲ھ

---

[1] مجمع الانهر ص: ۲۸۴، ج: ۱، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. اول کتاب الزکاة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۳ ج ۳ کتاب الزکوٰة، فتاوی الهندیة ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الزکاة طبع کوئٹه.

[2] عالمگیری کوئٹه ص: ۳۹۶، ج: ۴، کتاب الهبة، الباب الثامن فی حکم الشرط فی الهبة، بدائع الصنائع زکریا ص ۱۶۵ ج ۵ کتاب الهبة التصرف الشرعی.

[3] أن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه حمل علی فرس فی سبیل اللّٰه فوجده یباع فاراد ان یبتاعه فسأله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن ذالک فقال لاتبتاعه ولا تعد فی صدقتک ابوداؤد شریف ص: ۲۲۵، ج: ۱، کتاب الزکوٰة باب الرجل یبتاع صدقته، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند، بخاری شریف ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب هل یشتری صدقته، مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند.

ترجمہ:- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فی سبیل اللہ گھوڑے پر سوار کیا پھر اس گھوڑے کو پایا کہ وہ فروخت ہو رہا ہے، تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو مت خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو۔

تحفہ میں زکوٰۃ ہونے کا شک

سوال: ۔تحفہ لینے والے کو شک تھا شاہد مال زکوٰۃ سے ہے اس صورت میں تحفہ تحائف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی عادت یا دیگر قرائن سے معلوم ہو کہ یہ تحفہ زکوٰۃ سے دیتا ہے اس کی تحقیق کر لی جائے، ورنہ ضرورت نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۵ھ

تم الجزء الرابع عشر
بحمد اللّٰہ تعالیٰ ویلیہ الجزء الخامس عشر
مطلعہ کتاب الصوم انشاء اللّٰہ تعالیٰ
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
واٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ میرٹھ

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا دخل احدكم على أخيه المسلم فليأكل من طعامه ولايسأل أى من اين هذا الطعام ليتبين انه حلال أم حرام ويشرب بالجزم من شرابه ولايسأل فانه قد يتأذى بالسوال وذٰلک اذالم يعلم فسقه الخ، مرقاة المفاتيح ج۳/ص۴۵۵/ باب الوليمة فصل ثالث طبع بمبئى.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

﴿چاند دیکھنے کا بیان﴾

روزہ کا سبب رویت ہلال ہے یا شہود رمضان

(اختلاف مطالع کی تفصیل)

سوال:- رویتِ ہلال رمضان میں سب کا اتفاق ہے، اس پر کہ اختلاف مطالع سے حکم صوم مختلف ہوجاتا ہے، بعض نے حدیث حضرت کریبؓ کو دلیل بنایا، اور بعض دوسری دلیل پیش کرتے ہیں، اور بعض اسی کو حق اور مطابق نصِ قرآنی بتاتے ہیں، کیونکہ قرآن شریف میں ہے فَمَنْ شَهِدَمِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ای رَمَضَانَ الآیۃ اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں، کہ جو شخص ماہ رمضان پاوے یا داخل ہو اس پر روزہ واجب ہے اور یہی مذہب حق اور ٹھیک ہے، اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اگر مشرق والا ہلال رمضان کی خبر دے اہل مغرب کو تو اہل مغرب پر روزہ واجب ہوگا، یا اس کا عکس یہ مذہب خلاف حدیث اور نصِ قرآنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ کبھی یہ صورت واقع ہوگی کہ ایک ملک میں آج شعبان ہے تو دوسرے ملک میں رمضان جیسے امریکہ میں رات اور یہاں دن بلکہ لندن اور ہندوستان میں بھی بہت فرق ہے، ایک جگہ رات کے دس بجے ایک جگہ دن کے دس بجے اور بلغار کی خبر مشہور ہے اور فقہ کی کتاب میں ہے کہ اہل بلغار پر

صلوٰۃ عشاء واجب نہیں ہے، مغرب کے بعد فجر ہو جاتی ہے، الغرض جس پر ماہ رمضان حاضر ہوئے پھر اس پر روزہ واجب کس طرح ہوتا ہے، کیونکہ وجوب صوم کا سبب حاضر ماہ رمضان میں ہونا یا ماہ رمضان میں پانا ہے اور ہر گاہ مشرق میں رویت ہلال ہوا ہے اہل مغرب حاضر ماہ رمضان نہیں ہے، پھر وہاں کی خبر سے روزہ کس طرح واجب ہوگا، مثلاً اگر ایک ملک میں وقت ظہر ہوا ہے اور دوسرے ملک میں وقت فجر ہوا ہے، اگر کوئی خبر ظہر کی وہاں سے لادے تو اس وقت دوسرے ملک کے باشندوں پر ظہر پڑھنا واجب ہوگا یا فجر پڑھنا واجب ہوگا، اور دوسری بات یہ ہے کہ امام شعرانیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کا ماخذ قرآن اور حدیث اور قیاس اور اجماع ہے، الغرض رویتِ ہلال کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی کیا دلیل ہے کہ رویتِ ہلال کا مسئلہ مطابقِ شریعتِ غراء اور ملتِ بیضاء ہے دلائل سے مزین فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہنا کہ علماء مجتہدین سب کے سب رویتِ ہلال رمضان شریف کے بارے میں متفق ہیں کہ اختلاف مطالع سے حکم صوم مختلف ہو جاتا ہے، ان کے مذہب سے ناواقفیت پر مبنی ہے، ان کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے، نیل المآرب[1] فقہ حنبلی میں لکھا ہے: **یجب صوم رمضان برویة هلاله علی جمیع الناس وحکم من لم یره حکم من رآهٗ لو اختلف المطالع اھ** فقہ حنبلی کی دوسری کتاب الروض[2] المربع میں اور زیادہ واضح طور پر ہے: **اذا رآه اهل بلد ای متی ثبتت رویته ببلد لزم الناس کلهم الصوم لقوله علیه السلام صوموا لرویته وهو خطاب للامة کافة فان رآه جماعة ببلد ثم سافر والبلد بعید فلم یر الهلال به فی الشهر**

---

[1] المغنی ص۵ ج۳ کتاب الصیام، فصل وإذا رأی الهلال اهل بلد الخ مطبوعه دار الفکر بیروت، الانصاف ص۲۷۳ ج۳ کتاب الصیام، إذا رآه اهل بلد هل یلزم الخ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[2] الروض المربع ص۱۳۷ ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

افطروا اھـ یہ تو حنابلہ کا مذہب ہوا، فقہ مالکیہ کی شرح کبیر[1] للد ردیر میں ہے: عم الصوم سائر البلاد قریبا او بعیدا ولایراعی فی ذلک مسافة قصر ولا اتفاق المطالع ولاعدمها فیجب الصوم علی کل منقول الیه ان نقل ثبوته بالعدلین او بالمستفیضة عنهما ای عن العدلین اھـ یہ مالکیہ کا مسلک ہوا، اور حنفیہ کا قول راجح معلوم ہی ہے، پس معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے میں ائمہ ثلاثہ متفق ہیں، حنفیہ منفرد نہیں، شافعیہ البتہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں، لیکن ان کے یہاں بھی یہ تفصیل ہے: وثبتت الروية فی حق من لم یره ای ممن مطلعه موافق مطلع محل الروية بان یکون غروب الشمس والکواکب وطلوعها فی البلدین فی وقت واحد فان غرب شئ من ذلک وطلع فی احد البلدین قبله فی الاٰخر او بعد لم یجب علی من لم یره بروية البلد الآخرحتی لوسافر من احد البلدین فوجدهم صائمین او مفطرین لزم موافقتهم سواء فی اول الشهر او اٰخره وهذا امر مرجعهٗ الی طول البلد وعرضها سواء قربت المسافة او بعدت ولا نظر الٰی مسافة القصر وعدمها نعم متی حصلت الروية للبلد الشرقی لزم رویته فی البلد الغربی وعلیه کما فی مکة المشرفة ومصر المحروسة فیلزم من رویته بمکة لا فی عکسه اھـ (حاشیه شرح[2] اقناع)

تو درحقیقت ائمہ ثلاثہ ایک طرف ہیں اور شافعیہ ایک طرف شیخ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی ''رحمۃ الامۃ[3] فی اختلاف الائمہ'' میں لکھتے ہیں۔

---

[1] الشرح الکبیر علی حاشیة الدسوقی ص:۱۳۰-۳۱، ج:۲، باب فی الصیام . مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] تحفة المحتاج مع شرح المنهاج ص۵۰۵،۵۰۶/۱، کتاب الصیام، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المجموع شرح المهذب ص۲۷۴،۲۷۵ ج۶ کتاب الصیام، قبیل فرع فی مذاهب العلماء فیما إذا رأی الهلال اهل بلد الخ مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] رحمة الأمة فی اختلاف الأمة ص۹۴ کتاب الصوم، مطبوعه مصر.

واتفقوا علی انه اذا رأی الهلال فی بلد رویةً فاشیةً فانه یجب علی سائر اهل الدنیا الا اصحاب الشافعیؒ صححوانه یلزم حکمه اهل البلد القریب دون البلد البعید اھ یہاں تک تو مذاہب معلوم ہوئے، رہا دلائل کا قصہ سو مقلد عامی کو دلائل کی ضرورت نہیں، نہ دلائل اسکے سمجھ میں آئیں گے، اور نہ کچھ نفع ہوگا، بلکہ عجب نہیں کہ قصور فہم اور عدم علم کی بناء پر کچھ الجھن پیدا ہو لہٰذا اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر جو مسائل استخراج کئے ہیں ان پر عمل کر لینا کافی ہے، البتہ اہل علم کو اگر تحقیق اور اضافۂ معلومات کا شوق ہو تو ان کیلئے دلائل کا ذخیرہ کتب میں کافی موجود ہے، جن شافعیہ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے انہوں نے آیت سے استدلال نہیں کیا بلکہ حدیث کریبؓ سے استدلال کیا ہے، میں اولاً آیت کا مطلب لکھتا ہوں اس کے بعد حدیث کے متعلق عرض کروں گا۔

اس میں شک نہیں کہ روزہ کی فرضیت موقوف ہے شہود شہر رمضان پر "**فمن شهد منکم الشهر فلیصمه**[1]"، مگر حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رویتِ ہلال پر موقوف ہے "**صوموا لرؤیته**[2]" (الحدیث) اس لئے جمع کی صورت یہ ہے کہ شہود شہر کو موقوف کیا جائے، رویت ہلال پر، اب رویت ہلال کی دو صورتیں ہیں، یا تو ہر شخص کے حق میں خود اسی کی رویت معتبر ہو کسی دوسرے کی رویت کافی نہ ہو، تب تو اندھے ضعیف البصر، مستورات جو کسی بلند مقام سے پہلی شب کو چاند نہ

---

[1] سورة بقره آیت نمبر: ۱۵۸،

ترجمه:- سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اسمیں روزہ رکھنا چاہئے،

[2] مشکوة شریف ص: ۱۷۴، (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب رویت الهلال، بخاری شریف ص ۲۵۶ ج ۱ کتاب الصوم، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم إذا رأیتم الهلال فصوموا الخ مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۴۷ ج ۱ باب وجوب صوم رمضان لرویة الهلال الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمه:- چاند دیکھ کر روزے رکھو

دیکھ سکیں ابر وغبار ودخان والی جگہ کے رہنے والے ہوں سب لوگ صوم سے مستثنیٰ ہو جائیں گے بعض کچھ وقت کے لئے بعض مدت العمر کے لئے، اس کا بطلان تو بدیہی اور مجمع علیہ ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کی رویت سب کے حق میں معتبر اور کافی ہو جائے (بشرطیکہ شرعی طریق پر قابل قبول شہادت حاصل ہو جائے) یہی حق ہے، اب جس کو بھی رویت کا علم (شرعی شہادت سے) حاصل ہو گیا دیکھنے والے کی طرف اس کے حق میں بھی شہود شہر ہو گیا، یہ کہنا کہ مشرق کی رویت سے (باوجود شرعی شہادت پہنچنے کے) مغرب میں شہود شہر نہیں ہوا، غلط ہے، جس طرح نزدیک کی شہادت پر شرعی احکام نافذ ہوتے ہیں، اسی طرح دور کی شہادت پر بھی جاری ہوتے ہیں، دور ونزدیک کی تفریق حدود وقصاص (جن کو ادنیٰ سے شبہ کی بناء پر ساقط کر دینے کا حکم ہے) میں بھی نہیں، بلکہ شریعت میں اس کی نظیر ملنا دشوار ہے، پس مذہب حنفیہ نصِ قطعی یا حدیث یا اجماع یا قیاس کے بالکل خلاف نہیں، بلکہ عین موافق ہے، تفسیر تبصیر[1] الرحمٰن میں ہے: **فمن شهد أى علم منكم الشهر باستكمال شعبان اوبروية عدل الهلال فليصمه** اھ صاوی شرح جلالین میں ہے: **فمن شهد منكم الشهر ان كان المراد به الايام فالمعنى شهد بعضه وان كان المراد به الهلال فا لمعنى علمه اما بان يكون رآه اوثبت عنده** اھ[2]۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے امام علامہ شوکانیؒ بھی حنفیہ کے ساتھ ہیں وہ حدیث کریبؓ کا جواب دیتے ہیں، حدیث کریب جس کو ابوداؤدؒ[3] نے روایت کیا ہے، یہ ہے: **حدثنا موسٰى بن اسماعيل نا اسماعيل يعنى ابن جعفر اخبرنى محمد بن ابى حرملة اخبرنى كريب ان ام الفضل ابنة الحارث بعثته الٰى معاوية بالشام فقال قدمت الشام فقضيت**

---

[1] تبصير الرحمن ص: ۷۲، ج: ۱، مطبوعه بولاق مصر.

[2] صاوی شرح جلالین ص: ۷۸، ج: ۱، مکتبه اشرفیه دیوبند.

[3] ابوداؤد شریف ص ۳۱۹ ج ۱ کتاب الصوم، باب إذا رأى الهلال فى بلد الخ مطبوعه اشرفی دیوبند.

حاجتها فاستهل رمضان وانا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى اٰخر الشهرفسألنى ابن عباسؓ ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال قلت رأيناه ليلة الجمعة قال انت رأيته قلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاويةؓ قال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اونراه فقلت اَفَلا تكتفى برؤية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اهـ.

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: واعلم ان الحجة انما هى فى المرفوع من رواية ابن عباسؓ لا فى اجتهاده الذى فهم عنه الناس والمشار اليه بقوله هكذا امرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو قوله فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين والامر الكائن من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هو ما اخرجه الشيخان وغيرهما بلفظ لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلٰثين وهذا لا يختص باهل ناحية على جهة الانفراد بل هو خطاب لكل من يصلح له من المسلمين فالاستدلال به علىلزوم روية اهل بلد لغيرهم من اهل البلاد اظهر من الاستدلال به على عدم اللزوم لانه اذا راٰه اهل بلد فقد راٰه المسلمون فيلزم غيرهم ما لزمهم ولو سلم توجه الاشارة فى كلام ابن عباسؓ الى عدم لزوم روية اهل بلد اٰخر فكان عدم اللزوم مقيدا بدليل العقل وهو ان يكون بين القطرين من البعد ما يجوز معه اختلاف المطالع وعدم عمل ابن عباسؓ برؤية اهل الشام مع عدم البعد الذى يمكن معه الاختلاف عمل بالاجتهاد وليس بحجة ولو سلم عدم لزوم التقييد بالعقل فلا يشک عالم ان الادلة قاضية بان اهل الاقطار يعمل بعضهم بخبر بعض وشهادته فى جميع الاحكام الشرعية والرؤية من جملتها وسواء كان بين القطرين من البعد ما يجوز معه اختلاف المطالع ام لا فلا يقبل التخصيص الا بدليل ولو سلم صلاحية حديث كريبؓ هذا للتخصيص

فینبغی ان یقتصرفیه علی محل النص ان کان النص معلوما او علی المفهوم منه ان لم یکن معلوماً لِوُرُوْدِهٖ علی خلاف القیاس ولم یات ابن عباسؓ بلفظ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا بمعنی لفظه حتی ننظر فی عمومه وخصوصه انما جائنا بصیغة مجملة اشاربها الی قصة هی عدم عمل اهلِ المدینة برؤیة اهل الشام علی تسلیم ان ذٰلک المراد ولم نفهم منه زیادة علی ذلک حتی نجعله مخصصاً لذلک العموم فینبغی الاقتصار علی المفهوم من ذلک الوارد علی خلاف القیاسِ وعدم الا لحاق به فلا یجب علی اهل المدینة العمل برؤیة اهل الشام دون غیرهم ویمکن ان یکون فی ذلک حکمة لا نعقلها اھ.

معلوم ہوا کہ حدیث کریبؓ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی قابل استدلال نہیں اورحنفیہ جوجوابات دیتے ہیں، ان کو نیز حنفیہ کے نقلی وعقلی استدلالات کومفصلا دیکھنا ہوتو اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ جلد ثالث دیکھئے[۲] اوقات صلوٰۃ اور بلغار کا تذکرہ سوال میں استطراداً آیا ہے، اصل مقصود رویت ہلال رمضان کا ہے۔ اوراستدلال آیت "فمن شهد منکم الشهر" اور حدیث کریبؓ ہے، پس نفس مسئلہ اوراس کا استدلال اچھی طرح واضح ہوگیا اور حدیث کریبؓ کا بھی بقدرضرورت جواب دیدیا گیا، اموار استطرادی کوبھی بالقصد اگر دریافت کرنا ہو توتحریر کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۲/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف

---

[۱] نیل الاوطار ص ۲/۲۵۴، جزء ۴، باب الهلال اذا راٰه اهل البلدة، طبع دار الفکر بیروت.

[۲] اوجز المسالک ص: ۵، ج: ۵، باب ماجاء فی رویت الهلال للصیام والفطر، مطبوعه مکتبه امدادیه مکة المکرمة.

ثبوتِ رؤیت میں اختلاف کے اسباب عشرہ

سوال: -آپ کا ادارہ دارالعلوم دیوبند اور اس کا شعبۂ دارالافتاء عالم اسلام میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اس کے فیصلے اور فتوے ہند اور بیرونی ہند بھی ہر جگہ مقبول و مسلم ہیں، ساری نگاہیں آپ ہی کی طرف مرکوز ہیں، اس کی بناء پر اگر آپ کی سمع خراشی نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ گستاخی کی معافی بھی ہوتی چلے تو چند باتیں عرض کرنے کی آپ سے جرأت کر رہا ہوں، امید ہے کہ توجہ دیں گے اور اس کا اولین فرصت میں معتبر اور معتمد اور معقول جواب دیتے ہوئے دل کو مطمئن فرمائیں گے۔

(۱) رؤیتِ ہلال رمضان المبارک میں اور عید الفطر میں اکثر گڑبڑ ہوتی ہے اور کوئی صحیح فیصلہ اس بارے میں علماء کرام کی جانب سے صادر نہیں ہوتا، اور نہ اسکا کوئی معقول انتظام ہوتا ہے، خط، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، اس قدر ذرائع شائع ہیں کہ عوام ان ہی کی خبروں پر اعتماد اور اعتبار کر لیتے ہیں، اس وقت مقامی علماء کی کوئی نہیں سنتا، مجبوراً مقامی علماء کو بھی عوام کے فیصلہ شدہ نظریہ کی طرف جھکنا پڑتا ہے، اسی اختلاف میں ۲/۲ عیدیں ہو جاتی ہیں اور پہلا روزہ افطار عدم افطار کی کشمکش میں پڑ جاتا ہے، علمائے کرام سے اگر فتویٰ منگایا جاتا ہے، تو وہ ایسی گول مول بات لکھ کر شروط سے مقید کر دیتے ہیں کہ خود مستفتی اور عوام صحیح نتیجہ نکالنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اب موجودہ دور کا حال یہ ہے کہ کہیں دہلی سے مفتی صاحب کا اعلان آل انڈیا ریڈیو سے نشر کیا جا رہا ہے تو کہیں لکھنؤ فرنگی محل سے اعلان شائع کیا جا رہا ہے، ادھر کانپور سے کوئی صاحب بول رہے ہیں اور دیکھئے ریڈیو کا بینڈ بدل کر پاکستان لگایا جا رہا ہے اور وہ وہاں کراچی کی موجودہ ہلال کمیٹی کی جانب سے چاند ہو جانے کی خبر دی جا رہی ہے، ادھر فتاویٰ عبدالحئی اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، بہشتی زیور جیسے معتبر فتاویٰ کھنگالے جا رہے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ تار، ٹیلیفون، ریڈیو کی خبر ہلال رمضان ہلال عید کی معتبر نہیں ہے، اور اگر معتبر بھی ہے تو بایں شرط کہ اعلان کرنے والا

معتبر مسلمان ہو یا عالم، اس وقت نہ کوئی عالم بولتا ہے، نہ مفتی بلکہ انکی جانب سے اعلان پہ اعلان کئے جاتے ہیں خود بولنے والیکے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ مسلمان ہے یا کوئی اور قوم، اگر مسلمان بھی ہے تو قابل اعتبار ہے یا نہیں، بہرنوع کوئی صحیح پوزیشن اعلان کرنے والیکی واضح اور ظاہر نہیں ہوتی، اب اس صورت میں مقامی علماء اور عوام میں ٹکراؤ ہوتا ہے، جو جس پر غالب آجائے بس وہی فیصلہ قابل تسلیم ہوتا ہے، خواہ غلط ہو یا صحیح۔

علمائے کرام خود اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتے ہوئے خود ریڈیو اسٹیشن آکر رویت ہلال کی اطلاع دیتے ہوئے شرعی فیصلہ سنائیں تاکہ عوام اس پر کاربند ہوں اور قبل اعلان اپنا تعارف کرائیں اور اگر اعلان کرنے والا عالم کے علاوہ کوئی اور مسلمان ہو تو اس کو اپنا تعارف کرانا چاہئے، تاکہ ان کی خبروں پر اعتماد کیا جاسکے۔

اب عرض مدعا یہ ہے کہ اس بارے میں موجودہ دور کے مطابق جب کہ لوہا لنگر (ریڈیو، ٹیلیفون) کا دور ہے کوئی صحیح بات بتائی جائے جس سے ان کی خبروں کی تصدیق کی جاسکے، یا نہ کی جاسکے۔

نیز بہ نسبت ہندوستان خاص پاکستان ہلال کمیٹی خواہ کراچی کی ہو یا لاہور کی راولپنڈی کی یا اسلام آباد کی بذریعہ ریڈیو تسلیم کی جاسکتی ہے، یا نہیں اور وہاں کی ہلال کمیٹی ہمارے لئے حجت ہے، یا نہیں اور اگر پاکستان کی خبر ریلے کر کے لکھنؤ، کانپور، یا دہلی، حیدرآباد سے معلوم ہو تو تسلیم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

اب اخیر میں یہ عرض کرنا ہے کہ امسال بھی یہی گڑبڑ رہی اگر تصدیق ہوگئی ہو تو براہ کرام اطلاع دی جائے کہ پہلا روزہ جمعہ کو ہوا یا شنبہ کو۔

نوٹ: اگر واقعی ریڈیو کی خبر معتبر نہیں تو برائے کرم آل انڈیا جمعیۃ العلماء کے ذریعہ اس کا اہتمام کیا جائے کہ چاند کی خبر ریڈیو سے نشر نہ کی جائے کہ عوام گڑبڑ میں پڑ جائیں، صرف رویت دہلی پر اعتماد کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) چاند کے مسئلہ میں گڑ بڑ اور اختلافی صورت ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی قرون مشہود لہا بالخیر، خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہ رہا، اس اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے، اس لئے کہ پہلا سبب اختلاف کا تو یہ ہے کہ چاند کبھی انتیس کو نظر آتا ہے، کبھی تیس کو، دوسرا سبب یہ ہے کہ جب چاند نظر آتا ہے ہر جگہ مطلع صاف نہیں رہتا، کہیں صاف کہیں غبار آلود، اس لئے کہیں نظر آیا کہیں نہ آیا، تیسرا سب یہ ہے کہ ہر مہینہ کا چاند برابر نہیں ہوتا، کبھی باریک کبھی موٹا، چوتھا سبب یہ ہے کہ ہر مہینہ کا چاند ایک جگہ سے نظر نہیں آتا کبھی مغرب سے مائل بہ جنوب کبھی عین مغرب میں کبھی مائل بہ شمال نظر آتا ہے، پانچواں سبب یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر سب کی یکساں نہیں ہوتی، کسی کی قوی کسی کی ضعیف، کوئی بغیر چشمہ کے دیکھے کسی کو چشمہ سے بھی نظر نہ آوے۔ چھٹا سبب یہ ہے کہ گواہی دینے والے سب یکساں نہیں ہوتے، کسی کی گواہی مقبول کسی کی مردود، ساتواں سبب یہ ہے کہ کوئی ایک شخص ایسا نہیں کہ جس کی بات ماننے کو سب تیار ہو جائیں، جس کا شکوہ آپ کو بھی ہے، آٹھواں سبب یہ ہے کہ ہر جگہ رویت ہلال کمیٹی موجود نہیں نہ بنانے کے لئے تیار ہیں باوجودیکہ بارہا درخواست کی گئی، نواں سبب یہ ہے کہ جہاں رویت ہلال کمیٹی موجود ہے وہاں بھی ہر جگہ ان کے تمام ارکان مسائل شرعی کے ماہر اور احکام سنت کے پابند نہیں، اور دسواں سبب یہ ہے کہ ہر ریڈیو پر اپنا قبضہ نہیں کہ ان پر پابندی عائد کی جائے کہ اعلان کیا جائے یا نہ کیا جائے، نہ ہر جگہ کے عالم کو اس کا مکلّف کیا جا سکتا ہے، کہ ریڈیو اسٹیشن پر آ کر خود اعلان کرے نہ یہ اس کے قبضہ میں ہے، ان اسباب عشرہ کے پیش نظر آپ ہی بتائیں کہ یہ مسئلہ کیسے حل کیا جائے، مگر صاف صاف بتائیں جس سے آدمی کو اطمینان ہو جائے۔

(**تنبیہ**) اختلاف مطالع کی بحث مستقل بحث ہے، اس کے چھیڑنے کا یہ موقع نہیں، ورنہ شاید مطالبہ یہ بھی ہو کہ جس روز یہاں سات یا آٹھ ذی الحجہ اور مکہ مکرمہ میں حج ہو رہا ہو تو وہاں کا حج

معتبر نہ ہو۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے مستقل کتاب شائع فرمائی ہے، جس میں ریڈیو کے ذریعہ حاصل ہونے والی خبر پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔[۱] نیز مولانا محمد میاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو پورے طور سے واشگاف فرمایا ہے، میری درخواست ہے کہ ان دونوں کا مطالعہ فرمائیں، علامہ شامیؒ کا مستقل ایک رسالہ ہے، اس میں بھی کافی تفصیل موجود ہے جس سے ریڈیو کے مسئلہ پر مدد مل سکتی ہے۔[۲]

یہاں انتیس شعبان جمعرات کو چاند نظر نہیں آیا اس لئے تراویح نہیں پڑھی گئی جمعہ کو روزہ رکھنا نہیں ہوا مگر بعد میں شہادت سے ثابت ہوگیا، اور اعلان کر دیا گیا کہ جمعہ کو رمضان کی پہلی تاریخ ہے، جمعہ کے روزے کی قضاء بعد عید لازم ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مطلع کتنے فاصلہ پر بدلتا ہے؟

سوال:- شرعاً کتنے فاصلہ پر واقع بلاد کا مطلع ایک سمجھا جاتا ہے، اور کتنے بُعد میں مطلع بدل جاتا ہے؟ مسئلہ کی پوری شرح فرمائیں، جن دو شہروں یا ملکوں کا مطلع ایک ہو اور رُویت کی خبر صحیح ہو تو اس رویت کی اطلاع پر دوسرے شہر والے روزہ یا عید منا سکتے ہیں، یا نہیں؟ کبھی اگر رُویت کی کہیں سے غلط خبر نشر ہوگئی تو پھر کبھی وہاں کے رُویت کی خبر کو قبول نہیں کی جائے گی جنتریوں اور کلنڈروں میں جو غروبِ آفتاب کے اوقات لکھے ہوتے ہیں، اس کے کتنی دیر بعد اذانِ مغرب دی جائے، منٹ کی وضاحت کریں گے۔

---

[۱] رویت ہلال کے شرعی احکام (جواہر الفقہ ص: ۳۹۵، ج:۱) طبع دیوبند

[۲] تنبیه الغافل و الو سنان علی احکام هلال رمضان (۲۳۱، ج: ۱، رسائل ابن عابدین) لاهور

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک ہزار میل کے بعد پر مطلع بدل جاتا ہے[۱] اگر رویت بطریق شرعی ثابت ہو جائے تو روزہ اور عید کا حکم ہوگا ورنہ نہیں[۲] جنتریوں اور کلنڈروں میں خود ہی اختلاف رہتا ہے، آج کل عامۃً طلوع غروب استقراء کا مشاہدہ کر کے جنتریوں کو مرتب نہیں کیا جاتا ہے، زیادہ تر نقل ہی پر اعتماد ہوتا ہے، پھر مرتب کرنے والے اپنے مزاج کے اعتبار سے احتیاط کی بھی رعایت رکھتے ہیں، کوئی کم کوئی زیادہ گھڑیوں میں سستی اور تیزی کا فرق ہوتا رہتا ہے، اس لئے کوئی حتمی تعیین نہیں کی جاسکتی بس اتنا ہے کہ غروب متعین ہونے کے بعد اذان کا وقت ہے، نہ یہ کہ ہر جگہ ہر موسم پر گھڑی کا پابند کر دیا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

مطلع میں ۲۴ رگھنٹہ کا فرق ہو تو روزہ کا کیا حکم ہے

سوال:- ہوائی جہاز سے ہوائی کھیل ایجاد ہے، وہاں سے کھلاڑی گیند کھیلتے ہیں تو گیند اسی جگہ لڑھک کر جاتا ہے، وہاں کے مطلع میں ۲۴ رگھنٹہ کا فرق ہو جاتا ہے، اگر ہوائی والے شنبہ کو روزہ

---

[۱] وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر فاکثر علی فی القهستانی عن الجواهر بقصة سلیمان علیه السلام إلی قوله وقد نبه التاج التبریزی علی ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعة وعشرین فرسخا وافتی به الوالد والاوجه انها تحدیدة کما افتی بهالخ شامی زکریا ص۳۶۳، ۳۶۴ ج۳ کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف المطالع.

[۲] ملاحظه هو عنوان ''مطلع میں چوبیس گھنٹہ کا فرق'' الخ،

[۳] عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقبل اللیل من ههنا وادبر من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم، مشکوٰة شریف ص۱۷۵ باب روية الهلال، مرقاة ص۵۱۰ ج۲ مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

رہیں تو کیا قریبی ملک والے کو اسی دن روزہ رکھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں رویت بطریق شرعی ثابت ہو جائے تو دن میں روزہ کا حکم ہوگا ورنہ نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اختلاف مطالع

سوال:-حضرات احناف کا خاص طور پر ہمارے اکابر دیوبند کا مطالع کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا معتبر ہے، یا نہیں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ عزیز الفتاویٰ میں ہے کہ معتبر راجح اور ظاہر الروایات ومفتی پر عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے، عزیز الفتاویٰ ج:۳،ص:۴۹، اور الفرقان شمارہ ستمبر ۷۵ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہیکہ اختلاف مطالع تمام مذاہب میں معتبر ہے، اب سوال یہ ہیکہ اگر معتبر نہیں تو کیا بلاد مغرب کی رویت بطریق موجب اگر اہل مشرق کو پہنچ جائے خواہ کئی دن میں پہنچ جائے تو جو آج کل کے دور میں بالکل دشوار نہیں کہ ہوتے ہی جہاز پر بیٹھے اور آ کر شہادت دے تو کیا ان پر افطار اسی حساب سے واجب ہوگی، یا نہیں، اس مسئلہ کو ذرا خوب تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

---

[1] لو رأى اهل مغرب هلال رمضان يجب الصوم على اهل مشرق كذا فى الخلاصة ثم انما يلزم الصوم على متأخرى الرؤية اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب الخ فتاوى عالمگيرى كوئٹه ص۱۹۹ ج۱ الباب الثانى فى رؤية الهلال، الدرالمختار على الشامى زكريا ص۳۶۳، ج۳، كتاب الصوم، مطلب فى اختلاف المطالع المحيط البرهانى ص۳۴۱ ج۳ كتاب الصوم، الفصل الثانى فيما يتعلق برؤية الهلال، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب وقال الزیلعی الاشبه انه یعتبر لکن قال الکمال الاخذ بظاهر الروایة احوط. (درمختار علی هامش الشامی[1] ص: ۹۶، ۹۷، ج:۲، نعمانیه) فقہاء نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے یوم الشک ۲۹/تاریخ کو مطلع صاف نہ ہو اور بطریق موجب رویت ثابت ہو جائے تو قابل قبول ہے، یہی ظاہر مذہب ہے۔ ۲۸/تاریخ کو رویت کا ثبوت پہنچے تو وہ نا قابلِ التفات ہے، آپ کو جو خلجان ہو وہ لکھیں تو جواب دیا جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جہاں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں ثبوتِ رُویت کیسے ہو؟

سوال:- جہاں آسمان ہمیشہ ابر آلود رہتا ہے چاند نظر نہیں آتا، سورج سال کے مخصوص مہینے میں نظر آتا ہے وہاں کے باشندے لا تصوموا حتّٰی تروه ولا تفطروا حتّٰی تروه حدیث

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص:۳۶۳،۳/۳۶۴، مطلب فی اختلاف المطالع، کتاب الصوم، عالمگیری کوئٹه ص۱۹۹ ج۱ الباب الثانی فی رؤیة الهلال، المحیط البرهانی ص ۳۴۱ ج۳ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] ان کان بالسماء علة فشهادة الواحد علی هلال رمضان مقبولة اذا کان عدلاً مسلمًا عاقلاً بالغاً حراً کان او عبداً الخ. الی قوله: وان لم یکن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جم کثیر یقع العلم بخبرهم. (عالمگیری ص: ۱۹۸، ۱۹۹، ج:۱) الباب الثانی فی روية الهلال) کتاب الصوم، المحیط البرهانی ص۳۸۳ ج۳ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیة کراچی ص۳۵۰ ج۲ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال.

کے مطابق روزہ رکھیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہینوں کا تعین جنتری اور قریبی مقامات کی تحقیق سے ہوسکتا ہے جہاں چاند نظر آتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رویت ہلال سے متعلق کتاب القاضی الیٰ القاضی کی تفصیل

سوال:-۲۹/رمضان المبارک ۶۹ھ یوم یکشنبہ کو خیرآباد مطلع پر ابر محیط تھا اس لئے چاند نظر نہ آسکا، اور اطراف ونواح سے شہادت بھی نہ گذری البتہ لکھنؤ میں ثبوت رویت ہوجانے کی وجہ سے ۱۲/بجے شب کو وہاں عید کا اعلان کردیا گیا، سیتاپور (جو خیرآباد کا ضلع اور یہاں سے پانچ میل دور ہے) کے ذمہ دار حضرات نے فون سے معلوم کرکے رات ہی کو بذریعہ موٹر دو ثقہ آدمی روانہ کردیئے جو علی الصباح مفتی صاحب فرنگی محلی کی تحریر لے آئے جس کی بناء پر سیتاپور میں عید کا اعلان کردیا گیا، خیرآباد میں جہاں کا نظام افتاء سیتاپور سے علیحدہ ہے، جب صبح ۶/بجے خبر ہوئی تو مفتی خیرآباد نے دو آدمی فوراً لکھنو روانہ کئے جو چار بجے شام کی ٹرین سے مفتی صاحب فرنگی محل لکھنؤ کا خط لائے، جس کے بعد فوراً روزہ توڑنے کا اعلان کردیا گیا وقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز دوسرے روز ادا کی گئی یہاں سے لوگوں کو اس بات پر اصرار تھا کہ سیتاپور کے اعلان پر یہاں بھی اعلان کردیا جائے، لیکن یہاں کے مفتی نے اس وجہ سے لکھنؤ کے مفتی صاحب کا خط خاص سیتاپور

---

[1] لو رأى اهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم على اهل المشرق، تاتارخانية كراچى ص ۳۵۵ ج ۲ الفصل الثانى فيما يتعلق برؤية الهلال، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۹۹ ج ۱ الباب الثانى فى رؤية الهلال، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۶۴ ج ۳ كتاب الصوم، مطلب فى اختلاف المطالع.

کے مفتی صاحب کے نام تھا نا قابل عمل سمجھتے ہوئے عید کا اعلان نہیں کیا، اس لئے کہ کتب فقہ میں تصریح کردی گئی ہے، کہ جب خط عام نہ ہو مکتوب الیہ کے علاوہ دوسرے کے لئے قابل عمل نہیں ہوسکتا، اس کے باوجود لوگوں کی بڑی تعداد نے روزہ توڑ دیا اور چند نفوس نے نماز بھی پڑھ لی شرعی ثبوت حاصل ہونے کے بعد اعلان کی قطعاً پرواہ نہ کی اس سلسلہ میں حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کتاب القاضی الیٰ القاضی جب کہ کسی خاص قاضی کے نام ہو دوسرے کے لئے قابل عمل اس وقت ہوسکتی ہے جب کہ مکتوب الیہ کے نام کے بعد عموم کردیا گیا ہو جیسا کہ درمختار اور شامی ہیں ہے: **وکذا بموت المکتوب الیه وخروجه من الاهلیة قال الشامی الا اذا عم بان قال الی فلان قاضی بلد کذا والیٰ کل من یصل الیه کتابی هٰذا من قضاة المسلمین وحکامهم** یہ عموم صرف اسی شہر کے لئے ہے، جہاں کے لئے خط لکھا گیا ہے، یا جس جگہ بھی یہ خط مع ان گواہوں کے پہنچ جائے کافی ہے، نیز "**وحکامهم**" سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ذمہ دار حضرات کو بھی وہی درجہ حاصل ہے، جو قاضی کو ہے جب عموم کردیا جائے۔

(۲) سیتاپور کے مفتی کے پاس لکھنؤ کے مفتی کی جو تحریر آئی ہے اب اگر سیتاپور کا مفتی کسی دوسرے مقام کے مفتی کے پاس دو گواہوں کے ساتھ ایک تحریر اس مضمون کو بھیجے کہ لکھنؤ کے مفتی کی تحریر میرے پاس بشہادت شاہدین آگئی ہے جس میں یہ درج ہے کہ لکھنؤ میں شہادت رویت ہلال گذر گئی ہے، اب دوسرے مقام کے مفتی کے لئے سیتاپور کے مفتی کی یہ تحریر جو ثبوت رؤیت پر نہیں بلکہ جس مفتی کے پاس ثبوت رویت ہوا ہے اس کی تحریر کی تصدیق ہے قابل عمل ہوسکتی ہے یا نہیں؟

پھر یہ سلسلہ تیسرے مفتی تک محدود رہے گا، یا تیسرے کو چوتھے علیٰ ہذا القیاس سلسلہ بہ سلسلہ مفتیوں کو تحریر روانہ کرنے کا حق باقی رہے گا اور سب مکتوب الیہ عمل کرنے کے مجاز ہوتے رہیں گے کتب فقہ میں کوئی اس کی نظیر یا جزئیہ نظر سے نہیں گذرا اگر یہ صورت جائز ہے، تو بحوالہ کتاب تحریر فرمایا جائے۔

(۳) فتاویٰ شامی میں ہے: **وعن ابی ایوسفؒ ان کان فی مکان لوغدا لاداء الشهادة لا يستطيع ان يبيت فی اهله صح الاشهاد والكتابة.**

اب سوال یہ ہے کہ اگر سوال ۲ر کی بناء پر لکھنؤ کی تحریر پر سیتاپور کا مفتی دوسرے مقام کے مفتی کو لکھ سکتا ہے، اور وہ اس پر عمل کا مجاز ہے، تو خیر آباد یا کوئی دوسرا مقام جو سیتاپور سے اس مقدار مسافت سے کم ہے، جس کا عبارت مذکورہ بالا میں بیان ہے، تحریر بھیجنے کی کیا صورت ہوگی، نیز خود اگر سیتاپور میں شہادت علی الرؤیۃ گذر جائے تو خیر آباد کا مفتی وہاں کے مفتی کے بیان پر کس طرح عمل کرے، جب کہ قول مفتی بہ مسافت مذکورہ کتاب القاضی الیٰ القاضی کے لئے ضروری ہے: **قال فی الدرالمختار وجوزهما الثانی ان بحيث لا يعود فی يومه وعليه الفتویٰ.** یہ بھی تحریر فرمایئے کہ شہادت علی القضاء کیلئے تو مسافت شرط نہیں ہے۔

(۴) مفتی خیر آباد نے اعلان عید کے بارے میں لکھنو کے آدمیوں کی واپسی تک توقف کیا یہ فعل شرعاً صحیح تھا یا غلط اور بغیر اس کے محض سیتاپور کی عید کا حال معلوم کر کے اعلان عید کر دینا (جب کہ یہاں کا نظام افتاء جداگانہ ہے) جائز تھا یا نہیں۔

(۵) خیر آباد کے جن لوگوں نے شرعی ثبوت کا انتظار کئے بغیر روزہ توڑ ڈالا یا نماز عید ادا کی یہ گنہ گار ہوے یا نہیں اور نماز صحیح ہوئی یا اعادہ ضروری ہے۔

(۶) خیر آباد کے بعض لوگ جو اپنی ملازمت یا دوسری ضرورت سے سیتاپور گئے ہوئے تھے وہاں کے اتباع میں انہوں نے نماز بھی ادا کی روزہ بھی توڑا اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

(۷) بعض باشندگان خیر آباد خاص طور سے نماز ادا کرنے کے لئے سیتاپور گئے ان کا یہ فعل کیسا ہے، خیر آباد کی اتباع ضروری تھی، یا سیتاپور جانا صحیح تھا۔

(۸) پاکستان اور حیدر آباد میں ۲۹ر کی رویت رمضان کی ہوئی تھی، یعنی یہاں سے ایک روز قبل روزہ رکھا تھا، بعض لوگ جو وہاں موجود تھے، عید کے لئے یہاں آ گئے تو یہاں تیسویں کو ان کا

اکتیسواں روزہ پڑ رہا تھا، اس لئے انہیں روزہ رکھنا چاہئے تھا، یا ترک کر دینا چاہئے تھا۔

(۹) رؤیت ہلال میں تار ٹیلیفون ریڈیوں کی اطلاع معتبر ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان چونکہ مسلم سلطنت ہے اس لئے وہاں کا ریڈیو معتبر ہونا چاہئے۔

(۱۰) اگر جس قاضی کے پاس شہادت گذری ہے مفتی خود جائے یا اپنا نائب بنا کر بھیج دے تب بھی شاہدین کی ضرورت ہوگی، قاضی خود آ کر مفتی سے زبانی کہہ دے کہ میرے پاس شہادت گذر گئی اور میں نے تسلیم کر لی بلا شہادت یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۱) سیتاپور جہاں کتاب القاضی الیٰ القاضی کے اصول پر عید ہوئی ہے رؤیت سے نہیں ہوئی ہے اگر وہاں سے مختلف جماعتیں خیر آباد آ کر عید ہونا بیان کر دیں یا خیر آباد کی مختلف جماعتیں وہاں جا کر دیکھ آئیں، اور مفتی سے آ کر عید کا ہونا بیان کریں تو یہ امر خیر آباد میں عید کا حکم دینے کے لئے کافی ہے یا نہیں، جب کہ فقہاء نے مجرد شیوع کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(۱۲) عید میں جب شہادت مستور غیر معتبر ہے تو باہر کے آئے ہوئے لوگوں کی گواہی کیسے مانی جائے، کیونکہ وہ مستور الحال ہیں، حالانکہ شہادت اہل الشرق لاہل الغرب کو رویت میں معتبر مانا گیا ہے، اگر عیدین کا ثبوت باب شہادت سے ہے تو پھر خبر مستفیض جہاں عدالت بھی ضروری نہیں صرف تعداد کافی ہے کیونکر معتبر ہے نیز ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر جب کہ متعدد جگہوں سے ہو یا ریڈیو کا نظام جب کہ مسلمان عملہ کی زیر نگرانی ہو کیوں غیر معتبر ہے۔

(۱۳) اگر ہلال رمضان محض ایک عادل سے ثابت ہوا ہے، تو تیس دن پورے کر کے بغیر چاند دیکھے ہوئے عید کرنا جائز ہے یا نہیں خصوصاً جب کہ مطلع صاف ہو اور تیس کو چاند نظر نہ آئے۔ بینوا وتوجروا.

پوری توجہ اور غور فکر کے بعد جواب تحریر فرمائیے گا، معاملہ بہت اہم اور وقت نازک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل شرعی قاضی تو یہاں موجود نہیں اور مفتی وقاضی میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے یعنی اول

مخبر حکم ہے اور ثانی ملزم ہے، جس جگہ حاکم ملزم نہ ہو وہاں مفتی کا فتویٰ ہی عامی کے حق میں بمنزلہ حکم حاکم کے ہے، اس بناء پر مفتی کی تحریر کو کتاب القاضی کا حکم دیا جاتا ہے: **ولا فرق بين المفتي والحاكم الا ان المفتي مخبر بالحكم والقاضي ملزم بهٖ[1] اھ** (شرح عقود رسم المفتی)

(۱) اگر قاضی کاتب نے کسی خاص قاضی مکتوب الیہ کے نام خط لکھ کر عموم کر دیا ہو تو تمام قضاۃ وحکام کے لئے وہ قابل عمل ہے اگر ابتداءً ہی عموم کر دیا ہو تب بھی قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ قابل عمل ہے، اور بہت سے مشائخ کے نزدیک بھی وہ قابل عمل ہے یہ ہی اوجہ ہے، اسی پر عمل ہے مسائل قضاء وشہادت میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے: **الا اذا عمم بعد تخصيص اسم المكتوب اليه بخلاف مالو عمم ابتداءً وجوزه الثاني وعليه العمل خلاصه اھ درمختار قوله بخلاف مالو عمم، بان قال إلى من يصل اليه كتابي هٰذا من قضاة المسلمين وحكامهم، قوله وجوزه الثاني، وكذا الشافعيؒ واحمدؒ فتح، قوله وعليه العمل، قال الزيلعي واستحسنه كثير من المشائخ وفي الفتح وهو الاوجه لان اعلام المكتوب وان كان شرطاً فبالعموم يعلم كما يعلم بالخصوص وليس العموم من قبيل الاجمال والتجهيل فصار قصديته وتبعيته سواء نهر اھ[2] شامي. وفي القنية من باب المفتي الفتوىٰ علىٰ قول ابي يوسفؒ فيما يتعلق بالقضا وزاد في شرح البيري**

---

[1] شرح عقود رسم المفتي ص: ۴۷، وكذا في الشامي نعمانية ص: ۵۱، ج:۱، شامي كراچي ص: ۷۴، ج: ۱، لا يجوز العمل بالضعيف.

[2] شامي نعمانيه ص: ۳۵۵، ج:۴، شامي كراچي ص:۴۳۸، ج:۵، باب كتاب القاضي الى القاضي قبيل مطلب في قضاء القاضي بعلمه، النهر الفائق ص۶۲۲، ۶۲۳ ج۳ باب كتاب القاضي الى القاضي، قبيل فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۱۸۷ ج۴ باب كتاب القاضي الى القاضي، مطبوعه امداديه ملتان، المحيط البرهاني ص۳۴۲ ج۱۲ الفصل الرابع والعشرون في كتاب القضاة الى القضاة، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

علی الاشباہ ان الفتویٰ علٰی قول ابی یوسفؒ ایضًا فی الشہادات اھ[1] (شرح عقود رسم المفتی)

اگر کسی خاص شہر کے قضاۃ کو مکتوب الیہم قرار نہیں دیا بلکہ عام رکھا ہے، تو کسی خاص شہر کی تعیین نہیں ہوگی، اور مفتی کی طرح ہر وہ شخص اس صورت میں مکتوب الیہ سمجھا جائے گا جس کی طرف عوام ایسے مسائل میں رجوع کرتے ہوں اور وہ ذمہ دار ہو بشرطیکہ شہادت شرعیہ کے ساتھ یہ تحریر اس کے پاس پہنچ جائے۔

(۲) یہ جزئیہ اور اس کی نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں: **ویجوز للقاضی المکتوب الیہ ان یکتب کتاباً الٰی قاضٍ اٰخر اذا تعذر حضور خصمہ عندہ وکذا للمکتوب الیہ ثانیا ان یکتب الٰی اٰخر ما لا یتناھی لان الشہادۃ الواقعۃ عند الاول صارت منقولۃ الٰی المکتوب الیہ حکمًا فصار واکانھم شھدوا عندہ حقیقۃ فجاز لہ ان ینقلھا الٰی غیرہ اذ الحاجۃ الٰی نقلھا مراراً ماسۃ وھی المجوزۃ للنقل اھ**[2] زیلعی شرح کنز (فرع) **لوسمع الخصم بوصول کتاب القاضی الٰی قاضی بلدۃ فھرب الٰی بلدۃ اٰخریٰ کان للقاضی المکتوب الیہ ان یکتب الٰی قاضی تلک البلدمما ثبت عندہ من کتاب القاضی فکما جوزنا للاول الکتابۃ نجوز للثانی والثالث وھلم جرا للحاجۃ اھ**[3] (فتح القدیر)

(۳) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہونے کے باوجود ان کے قاضی ہونے کی بنا پر مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، لیکن امام محمدؒ نے یہ شرط نہیں لگائی اور بعض فقہاء نے امام

---

[1] شرح عقود رسم المفتی ص: ۱۴۷، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[2] تبیین الحقائق للزیلعی ص:۱۸۷، ج:۴، باب کتاب القاضی ای القاضی، مطبوعہ ملتان.

[3] فتح القدیر ص:۲۹۵، ج:۷، باب کتاب القاضی، مطبوعہ دارالفکر، النہر الفائق ص ۶۱۹، ج۳، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے: ثم لا بد من مسافة بين القاضيين حتى يجوز كتاب القاضى واختلفوا فى تلك المسافة منهم من قال هى معتبرة بالشهادة علىٰ الشهادة وهى مسيرة ثلاثة ايام فى ظاهر الرواية وعن ابى يوسفؒ انه ان كان فى مكان لو غدا لاداء الشهادة لا يستطيع ان يبيت فى اهله صح الاشهاد وعن محمدؒ انه تجوز الشهادة على الشهادة وان كان الاصل صحيحاً فى المصر وذكرالكرخىؒ فى اختلاف الفقهاء ان كتاب القاضى الىٰ القاضى مقبول وان كان فى مصر واحد فكانهما اعتبراه بالتوكيل وفى الظاهر اعتبر بالعجز اھ[1] زيلعى. فى الخصاف وروىٰ عن محمدؒ انه قال فى مصرفيه قاضيان فى كل جانب قاضٍ يكتب احدهما الىٰ الاٰخر كتابا يقبل كتابه ولواتى احدهماالى صاحبه فاخبره بالحادثة بنفسه لم يقبل قوله لان فى الوجه الاول كان الاول خاطبه فى موضع القضاء وفى الثانى خاطبه فى غير موضع القضاء اھ[2] شلبى. اس قول کی بناء پر مسافت مذکورہ فی الدر المختار سے کم کی صورت میں بھی تحریر قابل عمل ہوسکتی ہے۔

(۴) مفتی خیرآباد کا عمل صحیح رہا، روزہ توڑنا جائز نہیں تھا۔

(۵) یہ روزہ توڑنا اور عید پڑھنا خلاف شرع ہوا، پھر اگر کسی نے یہ سمجھتے ہوئے نماز عید پڑھی ہے کہ عید کا ثبوت نہیں ہوا تو اس کو آئندہ روزہ جب کہ اور آدمیوں نے ثبوت ہونے پر پڑھی ہے، ان کے ساتھ پڑھنا چاہئے، پہلی دفعہ کا پڑھنا کافی نہیں اور اگر یہ سمجھتے ہوئے پہلی دفعہ پڑھی ہے کہ

---

[1] تبيين الحقائق للزيلعى ص: ۱۸۶، ج:۴، باب كتاب القاضى الى القاضى امداديه ملتان.

[2] حاشية الشلبى على الزيلعى ص: ۱۸۶، ج:۴، باب كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه امداديه ملتان، المحيط البرهانى ص ۳۶۹، ۱۲/۳۷۰، الفصل الرابع والعشرون فى كتاب القضاة الى القضاة، مجمع الأنهر ص ۲۳۰ ج۳ فصل كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

عید کا ثبوت ہوگیا تو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں: **صلی الفرض وعنده ان الوقت لم یدخل فظهر انه کان قد دخل لایجزیه لانه عنده ان ما فعله غیر جائز اھ**[1] (کبیری)

(۶) نہیں کوئی حرج نہیں۔

(۷) ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

(۸) ایسے لوگوں کو روزہ رکھنا چاہئے جیسے کہ اگر کوئی شخص عید کا چاند دیکھ لے مگر اس کا قول قبول نہ کیا جائے تو اس کو عید کرنا درست نہیں بلکہ روزہ رکھنا چاہئے تاہم اگر روزہ نہیں رکھا یا رکھ کر توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں[2]

(۹) جن مسائل میں شہادت شرعیہ ضروری ہے ان میں تار، ریڈیو ٹیلیفون کی اطلاع معتبر نہیں خواہ پاکستان سے یہ اطلاع آئے خواہ عربستان سے اور جن مسائل میں خبر بھی کافی ہے ان میں اگر معتمد تار ریڈیو ٹیلیفون کی اطلاع سے ظن غالب حاصل ہوجائے تو ان مسائل میں معتبر ہے خواہ پاکستان سے اطلاع ملے خواہ کسی اور جگہ سے پاکستان کی اسلامی حکومت کا ہندوستان پر ایسے مسائل میں کوئی اثر نہیں جیسے کہ عرب وغیرہ کی حکومت کا کوئی اثر نہیں۔

(۱۰) جواب ۳ر کے اخیر میں شلبی کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قاضی خود آکر دوسرے قاضی سے معاملہ بیان کرے تو اس کا قول قبول نہیں والعلۃ مذکورۃ ثم۔

(۱۱) جب کہ خیرآباد کا نظام افتاء جداگانہ ہے سیتاپور کے ماتحت نہیں تو صورت مسئولہ میں عید کا حکم صحیح نہیں۔

---

[1] کبیری ص ۲۲۲ الشرط الرابع استقبال القبلة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الاشباه والنظائر ص: ۹۴، القاعدة الثانیة، فتح القدیر ص: ۲۷۱، ج: ۱، باب شروط الصلاة.

[2] رای مکلف هلال رمضان اوالفطر ورد قوله بدلیل شرعی صام فافطر قضی فقط فیها لشبهة الرد. (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۳۸۴، ج: ۲، شامی نعمانیة ص ۲/۹۰، مبحث فی صوم یوم الشک، تاتارخانیة کراچی ص ۳۵۳ ج ۲ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، المحیط البرهانی ص ۳۴۰ ج ۳ الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، مطبوعه ڈابهیل،

(۱۲) جی ہاں مستور الحال کی شہادت رؤیت ہلال عید کے متعلق معتبر نہیں شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے خواہ وہ مقامی ہو خواہ باہر سے آنے والا ہو، جو فائدہ شہادت سے حاصل ہوتا ہے وہ فائدہ خبر مستفیض سے بطریق اتم حاصل ہوجاتا ہے اس لئے یہاں بھی مستفیض معتبر ہے: **فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم روية اولئک بطريق موجب اهـ درمختار. كأن يتحمل اثنان الشهادة علىٰ حكم القاضى اويستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبرا ان اهل بلدة كذا رأوه لانه حكاية اهـ**[1] **شامى وقبل بلاعلة جمع عظيم يقع العلم الشرعى وهو غلبة الظن بخبرهم اهـ درمختار قوله وقبل بلاعلة اى ان شرط القبول عند عدم علة فى السماء لهلال الصوم او الفطر اوغيرهما اهـ قوله وهو غلبة الظن لانه العلم الموجب للعمل اهـ** (شامی)[2] ریڈیو اور ٹیلیفون اور تار کی شہادت کا نہ ہونا تو ظاہر ہے، دو چار خبریں اگر آ بھی جائیں تو وہ حد استفاضہ تک نہیں پہنچتی، ریڈیو کا نظام مسلمان عملہ کے زیر نگرانی اگر ہو تب بھی اس کو شہادت کا درجہ نہیں دیا جاتا: **لان النغمة تشبه النغمة** ہر مسلمان عادل مقبول الشہادۃ ہی نہیں ہوتا۔

(۱۳) ایسی صورت میں عید کرنا جائز نہیں: **واذا تم العدد اى عدد رمضان لا يحل الفطر اتفاقاً علىٰ ما ذكره شمس الائمة ويعزر ذٰلک الشاهد كذا فى الدر وفى التجنيس اذا لم يرهلال شوال لا يفطرون حتى يصوموا يومًا اٰخر وقال الزيلعى والاشبه ان يقال ان كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطه وان كانت**

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۹۴، ج:۲، کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف المطالع.

[2] شامی نعمانیة ص۹۲ ج۲، شامی کراچی ص: ۳۱۷، ج:۲، کتاب الصوم، مطلب ماقاله السبکی من الاعتماد، عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۸ ج۱ الباب الثانی فی رؤیة الهلال، مجمع الأنهر ص۳۴۹ ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر ص۳۴۹ ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه بیروت.

متغیمة یفطرون لعدم ظهور الغلط اھ (مراقی[1] الفلاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۱۱/۶۸ھ

کتابُ القاضی الیٰ القاضی کا طریقہ

سوال: -مکتوب قاضی الیٰ القاضی کا کیا قاعدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکم یا شہادت کو گواہوں کے سامنے تحریر کرے اور ان کو سنا کر مہر لگا دے پھر اس مہر شدہ تحریر کو دوسرے قاضی کے پاس ان گواہوں کے ساتھ بھیج دے، مکتوب الیہ کے پاس، جب یہ گواہ اس تحریر کو لے کر جائیں تو وہ ان گواہوں سے دریافت کرے کہ اس میں کیا لکھا ہے، اور وہ گواہ پورے طور پر شہادت دیں کہ فلاں قاضی نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے، اور اس میں یہ مضمون ہے، پھر وہ مکتوب الیہ اس تحریر کو کھول کر پڑھے، یہ شرائط آج کل کی ڈاک، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، خط وغیرہ کسی میں بھی موجود نہیں، تفصیل مطلوب ہو تو کتابُ القاضی الیٰ القاضی ص: ۴۸۶، ج:۴، ردالمحتار[2] اور

---

[1] مراقی الفلاح ص: ۱۰۴، مصری، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۴۰، فصل فیما یثبت به الهلال، عالمگیری کوئٹه ص۱۹۸ ج ۱ الباب الثانی فی رؤیة الهلال، تبیین الحقائق ص ۳۲۰ ج ۱ کتاب الصوم، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق به یفتی استحسانا غیر حد وقود لشبهه وقرأ الکتاب علیهم او اعلمهم بما فیه وختم عندهم ای عندم شهود الطریق وسلم الکتاب الیهم بعد کتابة عنوانه فی باطنه، فاذا وصل الی المکتوب الیه نظر الی ختمه اولا ولا یقبله ای لا یقرأة الاَّ بحضور الخصم وشهوده. (الدر مع الشامی نعمانیة ص: ۳۵۰، ج:۴، شامی کراچی ص۴۳۲ ج۵ باب کتاب القاضی الی القاضی، تبیین الحقائق ص۱۸۲، ۱۸۴ ج۴ کتاب القاضی الی القاضی، مطبوعه امدادیه ملتان، المحیط البرهانی ص۳۴۴ ج۱۲ الفصل الرابع والعشرون کتاب القضاة، مطبوعه ڈابهیل.

لسان الحکام وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۴ رشعبان ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶ رشعبان ۶۶ھ

رویتِ ہلال کمیٹی اگر فتویٰ کے خلاف کرے تو کیا کیا جائے؟

سوال:- رویتِ ہلال کمیٹی میں کوئی شخص دینی علم رکھنے والا نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس کی رائے غلبۂ آراء میں دب کر رہ جائے اور خلافِ فتویٰ مفتی رویتِ ہلال کمیٹی شہر کی اپنا حکم نافذ کرنا چاہے تو کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رویتِ ہلال کمیٹی کو مفتی کے فتویٰ کے ماتحت رہنا اور کام کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ کمیٹی شرعاً معتبر نہیں ہوگی، اور اس کے اعلانات شرعی اعلانات نہ ہوں گے، ان پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی، جو کمیٹی عالمِ دین کی بات جب کہ وہ شرعی دلیل کے ساتھ ہو تسلیم نہ کرے تو عالمِ دین کو کمیٹی سے علیحدہ ہو کر اعلان کر دینا چاہئے، کہ یہ لوگ حکم شرعی تسلیم نہیں کرتے ہیں، اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، ان کی رائے شرعاً معتبر نہیں، میں ان سے علیحدہ ہوتا ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مفتیٰ بہ قول کو اختیار کرنا

سوال:-محترم المقام.....سلام مسنون!

رویتِ ہلال سے متعلق تیرہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا تھا جس کا جواب آپ کے یہاں

یکم ذی قعدہ ۶۹ھ کو مکمل ہوا اور آخر ذی قعدہ میں یہاں پہنچا ہے، اس کے جواب ۳ر میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب ایک شہر میں دو قاضی ہوں تو مراسلت ان کے درمیان جائز ہے میں نے یہ لکھا تھا کہ مفتیٰ بہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے لہٰذا مسافت مقرر کردہ امام ابو یوسف سے کم کی صورت میں کیا صورت اختیار کی جائے مثلاً سیتا پور یہاں سے پانچ میل ہے، وہاں اگر شہادت گذر جائے تو خیر آباد میں مراسلت کیسے کی جائے، امام محمدؒ کی روایت نوادر کی ہے، اور فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ جس قول پر فتوی کی صراحت ہو اس سے عدول جائز نہیں ہے، تو خصاف سے جو امام محمدؒ کا قول تحریر فرما کر عمل کی گنجائش تحریر فرمائی ہے، وہ کس طرح ممکن ہوگی، ذیل میں وہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں، جن میں غیر مفتی بہ قول پر عمل کرنا ناجائز بتایا گیا ہے، جب کہ دوسرے قول کے لئے فتویٰ کی صراحت موجود ہو۔

عقود رسم المفتی ص:۱۶ میں ہے: **معناه ان ما كان من المسائل فى الكتب التى رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتىٰ به وان لم يصرحوا بتصحيحه نعم لو صححوا رواية اخرىٰ من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه قال العلامة الطرطوسى فى انفع الوسائل فى مسئلة الكفالة فى شهر ان القاضى المقلد لا يجوز له ان يحكم الا بما هو ظاهر الرواية لا بالرواية الشاذة الا ان ينصوا علىٰ ان الفتوىٰ عليها.**

(۲) فما فيه لفظ الفتوىٰ يتضمن شيئين احدهما الاذن بالفتوىٰ به والاٰخر صحته لان الافتاء به تصحيح له عقود ص: ۳۹.

(۳) واذا ذيلت بالصحيح اوالمآخوذ به اوبه يفتىٰ اوعليه الفتوىٰ لم يفت بمخالفتها ص: ۳۸، عقود.

عبارات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہے کہ جس امر پر فتویٰ کی صراحت ہو اس کے خلاف عمل نہیں جائز ہے۔

الجواب وهوالموفق للصواب

یہاں کے جواب میں روایت امام محمد نوادر کو مفتیٰ بہ نہیں کہا گیا بلکہ مفتی بہ حسب تصریح فقہاء

قول ابو یوسفؒ ہی ہے، لیکن جیسے کہ آج کل کے قاضی شرعی قاضی نہیں ان پر فقہاء کی بیان کردہ تعریف صادق نہیں آتی، ان کو قدرت الزام حاصل نہیں بلکہ تسامحاً مفتی یا عالم پر قاضی کے احکام جاری کردیئے جاتے ہیں، اسی طرح قبول کتاب قاضی کے شرائط میں بھی تسامح سے کام لیا جاتا ہے، خاص کر ایسے مسائل میں جن میں عوام کے فتنہ کا مظنہ ہو، مواقع ضرورت میں بعض غیر مفتی بہ اقوال کو اختیار کرنے کی فقہاء نے گنجائش تحریر فرمائی ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے نواقض وضو کی بحث میں کیُّ الحمَّصَة کا حکم ذکر فرماتے ہوئے خارج ومخرج کے ذیل میں بعنوان تنبیہ ایک قول کو صحیح کہا ہے اور پھر بحوالہ حلوانی اسی صحیح کے مقابل قول پر عمل کی گنجائش نقل کی ہے[1] بلکہ اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے[2] نیز احکام حیض میں مواضع ضرورت میں کسی ایک قول کو اختیار کرنے بلکہ فتویٰ دینے کی اجازت نقل کی ہے، اگرچہ وہ قول مفتیٰ بہ نہ ہو[3] امسال عید کے موقعہ پر بعض دیار میں اس قدر خلفشار رہا کہ جس کی حد نہیں ایک ہی شہر میں کچھ آدمی صائم رہے، کچھ نے نماز عید ادا کی بعض نے محض افواہ پر روزہ افطار کیا، بعض نے شرعی شہادت کے باوجود روزہ پورا کیا وغیرہ وغیرہ پھر نااہل لوگوں نے مسائل فقہ پر زبان طعن محض دراز کی اس کے بعد فتویٰ کا سلسلہ چلا جواب تک ختم نہیں ہوا یعنی افطار کردینے والوں پر قضاء وکفارہ کا کیا حکم ہے، اور جنہوں نے افطار نہیں کیا وہ صوم منہی عنہ سے عاصی ہوئے یا نہیں، پس اگر ایسے خلفشار اور فتنۂ عوام سے بچنے اور عوام کو بچانے کے

---

[1] والصحيح الاول كما ذكره قاضي خان لكن في الثاني توسعة لمن به جدري او جرب كما قاله الإمام الحلواني ولا بأس بالعمل به هنا عند الضرورة. شامي كراچي ص: ۱۳۹، ج: ۱، مطلب في حكم كيّ الحمصه، كتاب الطهارة، عقود رسم المفتي ص: ۱۸۹.

[2] رسائل ابن عابدين ص: ۵۴، ج: ۱، رساله ثالثة "الفوائد المخصصة باحكام كي الحمصة، مطبوعه لاهور.

[3] شامي نعمانية ص ۱۹۲ ج ۱، شامي كراچي ص: ۲۸۹، ج: ۱، مطلب لوافتى مفت بشيءٍ من هذه الاقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً، باب الحيض، عقود رسم المفتي ص: ۱۹۰.

لئے قول امام محمدؒ پر عمل کی گنجائش تحریر کردی جائے تو یہ اصول افتاء کے خلاف نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/محرم ۷۰ھ

خبر عادل اور اصول ہیئت میں تعارض ہو تو کس کا اعتبار ہے

سوال:- اذا تعارض المحاق بحسب علم الهندسة وخبرالعادل برؤية الهلال لأيهما الترجيح وقد وقع الاختلاف فی هٰذا الامر بين العلماء.

الجواب حامداً ومصلیاً

قال العلامه الحصفكی، ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدولاً علی المذهب اهـ(الدر المختار[1] ص: ۹۲، ج:۲) قوله ولا عبرة بقول الموقتين ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولايجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه اهـ(در مختار نعمانیه[2] ص: ۹۲، ج:۲) ظهر من العبارة المنقولة ان علم الهندسة ليس بحجة فی رؤية الهلال لوجوب الصوم بل الحجة خبر العادل كما هو مصرح فی كتب المذهب وقبل للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل الخ[3] (الدر المختار) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۶ھ

---

[1] الدر المختار كراچی ص: ۳۸۷، ج:۲، كتاب الصوم.

[2] شامی كراچی ص:۳۸۷، ج:۲، كتاب الصوم مطلب لاعبرة بقول الموقتين فی الصوم، عالمگیری كوئٹه ص۱۹۷ ج۱ الباب الثانی فی رؤية الهلال، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اُمّی کی تحقیق اور اصحابِ توقیت کا قول رویتِ ہلال کے بارے میں

سوال:- زید کہتا ہے کہ اہلِ علم عرب ستاروں کی چال سے ناواقف تھے، اسلئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ رُویتِ ہلال سے مہینوں کی ابتداء مانی جائے، چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں: **نحن أمة أمية لانكتب ولانحسب ألشهرُ هٰكذا وهٰكذا يعنى مرةً تسعة وعشرين ومرة ثلاثين.** (بخاری شریف کتابُ الصوم)

اب زید کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جو لوگ مہینوں کی ابتداء کو رُویتِ ہلال پر موقوف مانتے ہیں، وہ دراصل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے منشاء اور غایت وغرض سے ناواقف و بے خبر ہیں،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ الدر المختار مع الشامی کراچی ص:۳۸۵، ج:۲، کتاب الصوم، عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۷ الباب الثانی فی رؤیة الهلا، مجمع الأنهر ص۳۴۸ ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ سوال وجواب

سوال:- جب علم ہندسہ کے اعتبار سے مہینہ کی آخری رات اور رویت ہلال سے متعلق خبر عادل میں تعارض ہو تو ان دونوں میں کس کو ترجیح ہوگی، علماء کے درمیان اس میں اختلاف واقع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ توقیت کے قول کا اعتبار نہیں اگر چہ وہ عادل ہوں مذہب کے مطابق (درمختار ص:۹۲، ج:۲) قولہ ولاعبرة بقول الموقتین یعنی لوگوں پر روزہ کے واجب ہونے میں اہل توقیت کا قول کا اعتبار نہیں، بلکہ معراج الدرایۃ میں ہے کہ ان کا قول بالاتفاق معتبر نہیں، اور علم نجوم کے ماہر کے لئے جائز نہیں کہ وہ خود اپنے حساب پر عمل کرے۔ (ردالمحتار نعمانیہ ص:۹۲، ج:۲) منقولہ عبارت سے ظاہر ہوا کہ علم ہندسہ رویت ہلال میں حجت نہیں روزہ کے واجب ہونے کے لئے بلکہ حجت خبر عادل ہے، جیسا کہ مذہب کی کتابوں میں مصرح ہے، اور روزہ رکھنے کے لئے علت پائے جانے کی صورت میں جیسے بادل وغبار خبر عادل کو قبول کیا جائے گا فقط۔

چونکہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ستاروں کی چال سے اور ان کے حساب سے خوب واقف ہیں، لہٰذا زید کا یہ قولِ مذکورہ آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) أمّة أميّة کے کیا معنی ہیں؟ اَن پڑھ یا جاہل یا کچھ اور؟

(۳) أمّة أميّة سے کون لوگ مراد ہیں؟

(۴) اہل عرب کیا جاہل تھے؟ اور اُن میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا اور اُن میں کچھ لوگ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے، تو امّة اُميّة سے اہلِ عرب مراد لینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۵) بقولِ زید اگر اگلے زمانہ کے عرب ستاروں کی چال کے حساب سے واقف نہ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حساب اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر ان کو کیوں نہیں تعلیم فرمائی؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانے کے عرب کوتاہ عقل تھے، تو العیاذ باللہ حضراتِ صحابہ کرامؓ کے اجتہادی مسائل سب ناقابلِ اعتبار ہو جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وَلاَ عبرة بقول الموقتين ولو عدولاً على المذهب الخ درمختار اى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع وَلايجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفى النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه اى الهلال كان فى السماء ليلة كذا وان كانوا عدولاً فى الصحيح كمافى الايضاح الخ[۱] (ردالمحتار ص:۱۴۵، ج:۲) احکام وارکانِ اسلام کے ایسے سادہ طریقہ پر قائم کیا گیا ہے، جس کا سمجھنا بلا تکلف آسان ہو، ہیئت وحساب یا دیگر دقیق علوم پر قائم نہیں کیا گیا ہے جن کے سمجھنے کیلئے بڑے آلات وتکلفات کی ضرورت پیش آئے، اگر ایسے علوم پر قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن

---

[۱] شامی نعمانیه ص: ۹۲، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۸۷، ج:۲، کتاب الصوم، مطلب لا عبرة بقول الموقتين، عالمگیری کوئٹه ص۱۹۷ ج ۱ الباب الثانی فی رؤية الهلال.

کی بھی وحی آتی، اور آپ اپنے صحابہ کرامؓ کو ان کی بھی تعلیم دیتے اور صحابہ کرامؓ اُن کی تبلیغ واشاعت فرماتے، علامہ سبکی شافعیؒ نے اہلِ توقیت کے قول کو معتبر مانا ہے مگر خود شوافع ابن حجر، رملی شہابؒ وغیرہ نے ہی ان کی تردید کی ہے، اور علامہ ابن عابدینؒ نے معراج سے اجماع نقل کیا ہے کہ اہلِ توقیت کا قول معتبر نہیں[1]

(۲) مجمع[2] بحار الانوار ص: ۴۹، ج:۱، میں اس حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے یعنی: **علی اصل ولادة امهم لم يتعلمو الكتاب وَالحساب فهم علىٰ جبلتهم الاولىٰ** جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو وہ امی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی امی تھے، یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی تمام ضروری اشیاء اور شانِ نبوت کے لائق اتنے علوم عطا فرمائے کہ کسی کو نہیں ملے، لہٰذا اس موقع پر اُمی کا ترجمہ ''جاہل'' کرنا جہالت ہے۔

(۳) بعث فی الامیین رسولاً قیل نسبة الی اُم القُریٰ فان قلت العرب فیهم الکاتب واکثرهم کانوا یعرفون الحساب قلت ان اکثرهم امیون والحساب حساب النجوم وهم لایعرفونه الخ (مجمع بحار[3] الانوار ص: ۴۹، ج: ۱)

(۴) ان میں پڑھے لکھے بھی تھے، اسی وجہ سے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو لکھوادیا کرتے تھے، خط وکتابت بھی کرتے تھے، حدیثیں بھی وہ حضرات لکھا کرتے تھے، مگر اس کا

---

[1] ماقاله السبكی رده متاخروا اهل مذهبه ومنهم ابن حجر والرملی فی شرحی المنهاج (وقبله) بل فی المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع. (شامی نعمانيه ص: ۹۲، ج:۲، شامی کراچی ص۳۸۷ ج۲ کتاب الصوم، مطلب ماقاله السبكی من الاعتماد علی قول الحساب مردود)، تحفة المحتاج بشرح المنهاج ص۵۰۵ ج ۱ کتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] مجمع بحار الانوار ص:۱۰۷، ج: ۱ باب الهمزة، مع الميم، امم، مطبوعه دار الايمان مكه مكرمه.

[3] مجمع بحار الانوار ص: ۹۱، ج: ۱، الهمزة مع الميم، امم طبع دائرة المعارف حيدر آباد.

عمومی رواج نہیں تھا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اہلِ مشرق کی رُویتِ اہل مغرب کے لئے

سوال:- فقہِ حنفی کی رُو سے ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے حجت ہے، ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا (درمختار ردالمحتار) ابتدائے مغرب کی رُویت انتہائے مشرق کے لئے حجت ہونے سے کیا مراد ہے؟

(۲) عرب ملک کی خبر چاند کی جو ریڈیو کے ذریعہ سے سرکاری طور پر ساری دنیا میں پہنچا دی جاتی ہے تو کیا ہمارے لئے وہ خبر حجت ہوگی، جبکہ مشرق میں اس دن رویت ممکن ہی نہیں۔

(۳) رُویت کی شہادت یا خبر کی کس حد تک معتبر ہے ریڈیو سے یا ٹیلیفون سے؟

(۴) پاکستان ریڈیو کی سرکاری خبر ہمارے لئے حجت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ ہر شہر والے اپنے اپنے مطلع کے مکلّف ہیں جیسے کہ اوقاتِ نماز کا حال ہے،

---

[1] هوالذی بعث فی الامیین ای فی العرب لأن اکثرهم لا یکتبون ولا یقرأون من بین الأمم فغلب الأکثر وإنما قلنا اکثرهم لأنه کان فیهم من یکتب ویقرأ وإن کانوا علی قلة، روح البیان ص۵۱۳ ج۹ مطبوعه دار الفکر بیروت، احکام القرآن للجصاص ص۳/۴۴۳، مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت، روح المعانی ص۱۳۷ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، مطبوعه دار الفکر بیروت، تفسیر مظهری ص۲۷۵ ج۹ سورۂ جمعه تحت آیت ۲، مطبوعه کوئٹه.

ایسے ہی صوم وافطار کا حال ہے: "صوموا لرويته وافطروا لرويته" (الحدیث[۱]) یوم الشک میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن پورے کرنے کا حکم ہے، یوم الشک ۲۹/تاریخ کے بعد والا دن ہے، جس میں احتمال ہیکہ اسی مہینہ کا تیسواں دن ہو، اور یہ بھی احتمال ہیکہ آئندہ مہینہ کا پہلا دن ہو، اس دن کی جورات ہوتی ہے، یعنی ۲۹/تاریخ کے بعد والی شب، یہ لیلۃ الشک ہے، کیونکہ احتمال ہیکہ یہ اسی مہینہ کی تیسویں شب ہو اور یہ بھی احتمال ہیکہ آئندہ مہینہ کی پہلی شب ہو۔

لیلۃ الشک میں اگر مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں کسی جگہ چاند نظر نہ آیا اور دوسری جگہ نظر آ گیا وہاں سے جب بھی لیلۃ الشک میں یا رات گذرنے کے بعد یوم الشک میں شہادت پہنچے گی جو کہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق مکمل اور قابلِ قبول ہے، تو وہ شہادت قبول کر لی جائے گی، خواہ نزدیک سے آئے یا دور سے حتی کہ مغرب کی شہادت مشرق میں اور بالعکس سب جگہ تسلیم کر لی جائے گی[۲]

تنبیہ: قبولِ شہادت کے لئے ضروری ہے کہ یوم الشک میں ایسا نہ ہو کہ شہادت قبول کرنے سے مہینہ ۲۸/کا رہ جائے یا ۳۱/کا ہو جائے، ایسی صورت محلِ شہادت ہی نہیں۔ (بدائع[۳]، زیلعی[۴]، بحر[۵]

---

[۱] من حديث ابى هريرةؓ مرفوعاً بخارى ص: ۲۵۶، ج:۱، كتاب الصوم، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الهلا الخ، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم ص:۳۴۷، ج:۱، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، مطبوعه بلال ديوبند، مشكوٰة ص:۱۷۴، كتاب الصوم، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

[۲] واختلاف المطالع غير معتبر علىٰ ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ بحرعن الخلاصة فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب درمختار ص: ۹۶، ج:۲، نعمانيه، وشامى كراچى ص: ۳۹۴، ج:۲، كتاب الصوم، مطلب فى اختلاف المطالع، عالمگيرى كوئٹه ص۱۹۸، ۱۹۹ ج ۱ الباب الثانى فى رؤية الهلال، مجمع الأنهر ص۳۵۲ ج ۱ كتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] بدائع الصنائع ص: ۲۲۴، ج:۲ كتاب الصوم، اختلاف المطالع، مطبوعه زكريا ديوبند،

[۴] تبيين الحقائق للزيلعى ص: ۳۱۷، ج: ۱ كتاب الصوم، مطبوعه امداديه ملتان،

[۵] البحرالرائق ص:۲۶۴، ج:۲، كتاب الصوم، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

اگر عرب ممالک یا کسی اور جگہ سے ۲۸ر کی رویت کی شہادت آئے گی تو وہ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ صرف ۲۸ر کا رہ جائے گا، شہادت کیلئے یہ ضروری ہے کہ شاہد حاضر ہوکر شہادت دے، لہٰذا ریڈیو، تار، ٹیلیفون، خط کے ذریعہ سے آنے والی خبر شرعی شہادت نہیں، اگر کسی جگہ رُویتِ ہلال کمیٹی یا قاضی شرعی یا حاکم مسلم ذی علم باشرع شہادتِ شرعیہ باقاعدہ حاصل کرکے ریڈیو پر اعلان کرے یا کرائے کہ یہاں شرعی شہادت سے چاند کا ثبوت ہوگیا، لہٰذا فلاں روز عید ہے تو مذکورہ بالا طریق پر یہ اعلان قابلِ تسلیم ہوگا، مگر اس اعلان پر عوام کو چاہئے کہ خود جلدی سے عمل نہ کرلیں، بلکہ اہلِ علم اور ذمہ دار حضرات کی طرف رجوع کریں، جب وہ شرعی قواعد کے موافق اس کو قابلِ اطمینان سمجھ کر تسلیم کرلیں، تب عوام اس پر عمل کریں، اس لئے کہ عوام پوری حدود و قیود کا نہ علم رکھتے ہیں، نہ پابندی کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۵ھ

رؤیت کے زبانی پیغام پر افطار

سوال:- ہمارے یہاں رمضان المبارک کا اول روزہ پنجشنبہ کا ہوا اور جب پنجشنبہ کو ۲۹ر رمضان المبارک ہوا تو ابر ہونے کی وجہ سے نہ شہر بیاور میں چاند نظر آیا اور نہ شہر اجمیر شریف میں اور بروز جمعہ تیسواں روزہ کل مسلمانان شہر اجمیر و بیاور نے رکھا، مگر تیس رمضان المبارک بروز جمعہ دس بجے دن کے چار پانچ آدمیوں نے کسی شہر سے آکر اجمیر شریف میں ایک مولوی صاحب سے ایک مجمع میں یہ شہادت دی کہ ہم نے کل بروز پنجشنبہ بچشم خود فلاں شہر میں چاند دیکھا ہے، اس پر مولوی صاحب نے ایک مجمع میں حکم دیا کہ روزہ افطار کرلو سب نے اجمیر شریف میں روزہ افطار کرلیا اس مجمع میں دو آدمی شہر بیاور کے بھی موجود تھے، انہوں نے بھی بروز جمعہ قریب دس بجے دن کے اسی مجمع

میں روزہ افطار کرلیا جب یہ دونوں شخص شہر بیاور میں آنے لگے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم بیاور والوں سے کہہ دینا کہ روزہ افطار کرلیں ان دونوں آدمیوں نے بیاور میں آکر بوقت جمعہ جامع مسجد میں آکر کہا کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ روزہ افطار کرلو، اس کہنے پر زید نے روزہ افطار کرلیا، اور زید نے کہا کہ جب مولوی صاحب نے کہلا کر بھیجا ہے، اور اجمیر میں روزہ افطار کر لئے ہیں تو شرعاً سب کو یہاں بھی روزہ افطار کرلینا چاہئے، مگر بکر نے افطار نہیں کیا اور بکر نے زید پر یہ اعتراض کیا کہ جو مولوی صاحب نے کہلا کر بھیجا ہے اس کا ثبوت کیا ہے، اُن دونوں آدمیوں کو مولوی صاحب نے تحریری سند دی ہے یا درگاہ شریف کی مہر لگی ہوئی کوئی سند لائے ہیں، یا ان ہر دونوں نے خود چاند لکھا ہے، لہٰذا علماء کرام سے یہ عرض ہے کہ زید کا قول معتبر ہے، یا بکر کا، اور ایسی صورت میں روزہ بیاور والوں کو افطار کرلینا چاہئے تھا یا نہیں، جو حکم ہو خلاصہ تحریر فرمائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیاور کے لوگ ان مولوی صاحب کی طرف اپنے مسائل اور معاملات میں رجوع کرتے ہیں، اور وہ مرجع الفتویٰ ہیں اور انہوں نے جن دو شخصوں کی معرفت روزہ افطار کرنے کا حکم و پیغام بھیجا ہے وہ دونوں معتبر ومقبول الشہادۃ ہیں نیز مولوی صاحب نے شرعی طریق پر شہادت حاصل کر کے پیغام بھیجا ہے تو وہ معتبر ہے اس پر روزہ افطار کردینا چاہئے[1] ایسی حالت میں بکر کا یہ مطالبہ کہ کیا مولوی صاحب نے کوئی تحریری سند دی ہے بیکار ہے کیونکہ اگر یہ دونوں کوئی تحریر لاتے اور وہ بکر کے نزدیک معتبر ہوتی تو زبانی پیغام کے غیر معتبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اگر ان کے توسط کی وجہ سے زبانی پیغام غیر معتبر ہے اور یہ احتمال ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی معرفت جو تحریر آتی وہ بھی

---

[1] فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئک بطريق موجب، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۹۴ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف المطالع،
النهر الفائق ص ۱۴ ج ۲ کتاب الصوم قبيل باب ما يفسد الصوم، طبع مكه مكرمه بحر كوئٹه ص ۲۷۰ ج ۲ کتاب الصوم، قبيل باب ما يفسد الصوم الخ.

غیر معتبر ہوتی، اور اسمیں بھی احتمال ہوتا کہ شاید جعلی تحریر بنالائے ہوں: ''لِاَنَّ الخطّ یشبه الخط اھ''[1] غرض بکر کا زبانی پیغام نہ ماننا اور تحریر کو ماننے کے لئے آمادہ ہونا بے دلیل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبول شہادت کی صورتیں

سوال:- جب کہ مطلع صاف ہو تو ایسی صورت میں عیدین کے ہلال کے لئے مجمع کثیر کی شہادت لی جائے گی، یا دو چار شخصوں کی۔

(۲) اگر دو چار شخصوں کی شہادت لی جاسکتی ہے تو ان کا عادل ثقہ ہونا ضروری ہے، یا جس طرح کے لوگ میسر آویں ان کی شہادت قابلِ قبول ہوگی۔

(۳) عدل وثقاہت کی تعریف اور اس کے معنی کیا ہیں، عادل وثقہ کے الفاظ جو کتب احادیث، فقہ میں بکثرت آئے ہیں ان سے کیسے لوگ مراد ہیں۔

(۴) موجودہ زمانے میں عادل وثقہ لوگ بآسانی مل سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) شریعت نے جن لوگوں کو عادل کہا ہے اگر وہ نہ ملیں تو کیا غیر عادل وغیر ثقہ کی گواہی رویت ہلال کے بارے میں جائز ہوگی یا نہیں اور اگر جائز ہو تو عیدین اور رمضان دونوں کے لئے یا کسی ایک کے لئے۔

(الف) مجمع کثیر سے کم از کم کتنے لوگ مراد ہیں۔

(ب) اگر دو تین بستیوں سے ایک ایک دو دو رویت ہلال کی گواہی دیں تو ایسی صورت میں

---

[1] مجمع الانهر ص۲۶۷ ج۳ کتاب الشهادات، فصل یشهد بکل ما سمعه الخ ایضا ص۲۳۰، ج۳، کتاب القضاء، دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین ص۲۱۴ ج۴ کتاب الشهادة، طبع امدادیه ملتان.

مجمع کثیر کا ان پر اطلاق ہوگا یا نہیں اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف ان کی ہی گواہی کافی ہے یا نہیں۔

(۷) کیا ایسی صورت میں جب کہ دروغ گو مفتری اور منافق لوگوں کی موجودہ زمانہ میں کثرت ہے اور اہل ایمان اور بے ایمان میں تفاوت مشکل ہے، شریعت نے قاضی کو اختیار دیا ہے کہ وہ بغیر دریافت اور تحقیق حال کے جس کو چاہے عادل ثقہ سمجھ لے اور مطلع صاف ہونے کی حالت میں بھی اس پر اور اس کی شہادت پر اعتماد کلی کرتے ہوئے انتیس کی رویت ہلال کا حکم کردے۔

(۸) اگر کسی قصبہ یا شہر کے باشندوں نے انتیس تاریخ کو چاند دیکھا اور دوسری جگہ کے لوگوں نے چاند نہیں دیکھا اور قاضی نے تیس کے چاند کا اعلان کیا تو ایسی صورت میں جنہوں نے ۲۹ رکو چاند دیکھا ہے عیدین کی نماز اپنی رویت کے اعتبار سے پڑھیں یا قاضی کے حکم کے مطابق تیس کے حساب سے نماز ادا کریں۔

(۹) اگر مطلع بالکل صاف ہو اور رویت ہلال عیدالاضحیٰ کیلئے پورا پورا اہتمام کرنے کے باوجود دور ونزدیک کہیں بھی کسی شخص نے انتیس کا چاند نہیں دیکھا مگر قاضی نے بعض لوگوں کے کہنے پر پانچ چھ تاریخ کو ۲۹ رکی رویت ہلال کا اعلان کیا اور لوگوں نے اسکے متعلق دس ذی الحجہ کو نماز وقربانی ادا کی تو ایسی صورت میں فریضۂ نماز واضحیہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

(ب) اور اگر بعد کو بالتحقیق معلوم ہوا کہ چاند تیس کو ہوا تو انتیس کے حساب سے صلوٰۃ اضحیہ کرنے والوں کے صلوٰۃ اضحیہ کا شرعاً کیا حکم ہوگا۔

(ج) اور اعلان قاضی کا وثوق نہ کر کے تیس کے چاند کے مطابق صلوٰۃ اضحیہ کرنے پر کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مجمع کثیر کی : قبل بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم درمختار وقوله قبل بلاعلة ای ان شرط القبول عند عدم علة فی السّماء الهلال الصوم او الفطر اوغیرهما کما فی الامداد اھ(ردالمحتار[۱] ج:۲، ص: ۱۴۷)

(۲)عادل وثقہ ہونا ضروری ہے: لا (یقبل خبر) فاسق اتفاقاً[۲] درمختار.

(۳)العدل فی اصطلاح الفقهاء من اجتنب الافعال الخسیسة کالاکل فی الطریق والبول اھ[۳]تعریفات جرجانی ص: ۸۹.

الثقة هی التی یعتمد علیها فی الاقوال والافعال اھ[۴](تعریفات جرجانی ص: ۴۱)

(۴)مل سکتے ہیں کہیں بآسانی اور کہیں بدقت۔

(۵)غیر عادل اگر مستور الحال ہو تو اس کی گواہی (موقع خبر واحد میں) مقبول ومعتبر ہے اگر ظاہر الفسق ہو تو معتبر نہیں: وقول الطحاوی اوغیر عدل محمول علیٰ المستور کما هو روایة الحسن لان المراد بالعدل من ثبتت عدالته ولاثبوت فی المستورو اما

---

[۱] شامی نعمانیه ص۹۲ ج۲، مطلب فی ما قاله السبکی من الاعتماد کتاب الصوم، شامی کراچی ص ۳۸۷ج۲، النهر الفائق ص۱۴ ج۲ کتاب الصوم، طبع مکه مکرمه، محیط برهانی ص۳۳۹ج۳ کتاب الصوم، الفصل الثانی فی ما یتعلق برؤیة الهلال، طبع مجلس علمی گجرات.

[۲] شامی نعمانیه ص:۹۰،ج:۲، کتاب الصوم شامی کراچی ص: ۳۸۵، طحطاوی علی المراقی ص۵۳۸ فصل فیما یثبت به الهلال، طبع مصر، محیط برهانی ص۳۳۹ج۳ کتاب الصوم، الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، طبع مجلس علمی گجرات.

[۳] کتاب التعریفات ص۱۴۳، مکتبه فقیه الامت دیوبند، شامی کراچی ص۳۸۵ج۲ کتاب الصوم مبحث فی صوم یوم الشک، بحر کوئٹه ص۲۶۶ ج۲ کتاب الصوم.

[۴] کتاب التعریفات ص: ۶۸، طبع مکتبه فقیه الامت، دیوبند.

مع تبین الفسق فلا قائل به عندنا اھ[1] شامی ج:۲، ص:۴۵. رمضان وعیدین سب کا حکم یہی ہے۔

(۶) (الف) مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی عدد متعین نہیں بلکہ رائے امام پر محمول ہے: وهو مفوض الٰی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علٰی المذهب درمختار[2]

(ب) اس کا جواب (الف) سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۷) بس اتنا اختیار ہے کہ زیادہ کنج وکاؤ نہ کرے بلکہ ظاہر عدالت یا ستر حال پر اکتفاء کرے، فاسق کو عادل قرار دینا درست نہیں جیسا کہ جواب ۵/ میں گذرا لیکن اگر قرائن سے صدق معلوم ہو تو اس کی شہادت مقبول ہو سکتی ہے[3]

(۸) اگر یہ قصبہ یا شہر ہے جس میں ۲۹/ کی رویت عام ہے، اس دوسری جگہ جس میں قاضی نے ۳۰/ کا اعلان کیا ہے، تابع نہیں بلکہ مستقل ہے تو یہاں کے لوگوں کے ذمہ قاضی کے اعلان کی پابندی لازم نہیں[4]

---

[1] شامی نعمانیه ص: ۹۱، ج:۲، قبیل مطلب لاعبرة بقول الموقتین شامی کراچی ص۳۸۵، ج۲، کتاب الصوم مبحث فی صوم یوم الشک، بحر کوئٹه ص۲۶۶ ج۲ کتاب الصوم، فتح القدیر ص۳۲۳ ج۲ کتاب الصوم، فصل فی رؤیة الهلا، دار الفکر.

[2] الدرا لمختار مع الشامی نعمانیه ص: ۹۲، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۸۸، ج:۲، مطلب ما قاله السبکی، النهر الفائق ص۱۴ ج۲ کتاب الصوم، قبیل باب ما یفسد الصوم، طبع عباس احمد الباز مکة مکرمة، بحر کوئٹه ص۲۶۹ ج۲ کتاب الصوم.

[3] المراد بالعدل فی ظاهر الروایة من ثبتت عدالته وأن الحکم بقوله فرع ثبوتها ولا ثبوت فی المستور وفی روایة الحسن وهی المذکورة تقبل شهادة المستور وبه اخذ الحلوانی فصار بهذا التاویل أن الخلاف المتحقق فی المذهب هو اشتراط ظهور العدالة أو الاکتفاء بالستر (فتح القدریر ص۳۲۳ ج۲ کتاب الصوم فصل فی رؤیة الهلال، دار الفکر، شامی کراچی ص۳۸۵ ج۲ مبحث فی صوم یوم الشک بحر کوئٹه ص۲۶۶ ج۲ کتاب الصوم.

[4] امداد المفتین ص۴۸۴ رؤیت هلال میں ریڈیائی خبروں کی شرعی حیثیت، طبع دار الاشاعت کراچی آلات جدیده کے شرعی احکام ص۱۸۸ هلال کے معامله میں آلات جدیده کی خبروں کا درجه، طبع کتب خانه قاسمی دیوبند.

(۹) اگر شہادت شرعیہ پر قاضی نے اعلان کیا ہے تو نماز وقربانی سب صحیح ہوگی۔

(ب) سب درست ہوگئی کسی کا اعادہ واجب نہیں کیونکہ یہ اختلاف مطالع پر مبنی ہوسکتا ہے، کہ ایک جگہ رویت ہوئی ہو اور دوسری جگہ نہ ہوئی ہو اور مسائل صلوٰۃ واضحیہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، (کمافی ردالمحتار[1] ج:۲،ص:۵۴ اقبیل مفسدات الصوم)

(ج) جو لوگ اس قاضی کے ماتحت ہیں اور قاضی نے شرعی شہادت سے اعلان کیا ہے تو ان کے ذمہ اس پر عمل واجب ہے اس کے خلاف کرنے سے گنہگار ہوں گے[2] اور جو قربانی ایام اضحیہ کے بعد کی ہے وہ درست نہیں اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے[3] اس حساب سے دس ذی الحجہ کو اگر نماز عید ادا نہیں کی بلکہ گیارہ کو ادا کی تو وہ ادا ہوگئی[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] اختلاف المطالع انما لم يعتبر فى الصوم لتعلقه بمطلق الروية وهذا بخلاف الاضحية فالظاهر انها كاوقات الصلاة يلزم كل قوم العمل بما عندهم. (شامی نعمانیه ص: ۹۶، ج:۲) شامی کراچی ص: ۳۹۴، ج:۲.

[2] امر السلطان انما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا يتبع ولا تجوز مخالفته، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۲۲ ج۵، كتاب القضاء، مطلب اطاعة الامام واجبة،

[3] ولو تركت التضحية ومضت ايامها تصدق بها حية، شامی ص ۳۲۰ ج۶، كتاب الأضحية، طبع كراچی، هنديه كوئٹه ص ۲۹۶ ج۵ كتاب الأضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان أو الزمان، مجمع الأنهر ص ۱۷۰ ج۴ كتاب الأضحية، دار الكتب العلمية بيروت.

[4] وأحكامها أحكام الأضحى لكن هنا يجوز تاخيرها إلى آخر ثالث ايام النحر بلا عذر مع الكراهة، الدر مع الشامی كراچی ص ۱۷۶ ج۲ باب العيدين، مطلب امر الخليفة لا يبقى بعد موته، هنديه كوئٹه ص ۱۵۲ ج۱ الباب السابع عشر فى صلاة العيدين بحر كوئٹه ص ۱۶۳ ج۲ باب العيدين.

ہلال فطر کا ثبوت

سوال:- ۲۹/رمضان کو بہت زیادہ ابر تھا باوجود پوری کوشش کے چاند نظر نہیں آیا اس لئے جملہ مساجد میں تراویح پڑھی گئی پھر ریڈیو سے بھی معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ چاند نظر نہیں آیا، اس کے بعد نصف شب گذر جانے پر قاضی شہر کے پاس چار شخصوں نے بیان دیا، ایک نوجوان مستور الحال نے کہا کہ میں نے بازار میں قبل از مغرب ایک سکنڈ چاند دیکھا ابر آجانے سے دوسروں کو دکھا نہیں سکا، دوسرے نوجوان ڈاڑھی منڈے نے کہا کہ میں نے لکیر سی دیکھی ہے، غالباً وہ چاند تھا، تیسرے شخص نے جو رافضی ہے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، چوتھے شخص نے جو مولوی ہے کہا کہ چاند دیکھنے والے معتبر ہیں، ان بیانات پر قاضی نے اعلان عید کر دیا اور اہل شہر نے عید منالی قرب وجوار کے قصبات اور گاؤں میں سے بعضوں نے اس کو تسلیم کیا اور بعض نے تسلیم نہیں کیا، بعض بستیوں میں نصف لوگوں نے عید منائی اور نصف نے نہیں منائی بعض نے روزے رکھے بعض نے نہیں رکھے، اور بعض نے رکھ کر توڑ دیئے، بعض نے نہیں توڑے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں قاضی کو کیا فیصلہ دینا تھا کیا جو فیصلہ دیا ہے، وہ از روئے شرع صحیح ہے یا غلط اور اس پر عمل جائز ہے یا ناجائز روزے کی قضا ہے یا نہیں اطراف کے لوگوں نے محض سورت کے فیصلہ کی خبر پر عید منائی اور روزہ نہیں رکھا یا رکھ کر توڑ دیا اس کا کیا حکم ہے اور جنہوں نے عید نہیں منائی اور روزہ نہیں چھوڑا اور نہیں توڑا ان کے متعلق کیا حکم ہے، بڑا انتشار اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے، لہٰذا جلد تفصیلی جواب مرحمت فرماویں تاکہ شائع کر دیا جائے اور عوام وخواص مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہو جاویں، تاکہ آئندہ اس قسم کی بات اور اختلاف رائے نہ ہو، بعض نے منگل کو عید کی ہے، بعض مقامات کی اطلاع ہے کہ بعض اشخاص نے دونوں روز عید کی نماز پڑھی پہلے روز ایک پارٹی کے ساتھ دوسرے روز دوسری جماعت کے ساتھ یہ سارا اختلاف دراصل دیکھا جائے تو رمضان کے چاند کے بارے میں پاکستان کے ریڈیو نے اطلاع دی تھی، اس بناء پر ہوا ہے، بعضوں

نے روزہ بھی رکھ لیا تھا اور تراویح بھی باجماعت ادا کر لی تھی ان کے چونکہ تیس روزے ختم ہو رہے تھے، اس لئے ان کو بھی سعی یہ تھی کہ دوشنبہ کی عید ہو جانی چاہئے، کہ کراچی میں بھی اسی روز عید تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہلال عید کے لئے شہادت شرعیہ ضروری ہے جو بیانات سوال میں نقل کئے گئے ہیں ان کی حیثیت مجموعی طور پر شرعی شہادت کی نہیں، صرف پہلا نوجوان صرف ایک سکنڈ چاند دیکھنے والا مستور الحال ایسا ہے کہ بعض احکام میں اس کا بیان شہادت کہلانے کا مستحق ہے، مگر نصاب تام نہ ہونے کی بناء پر صرف اس کے بیان پر ثبوت ہلال کا حکم نہیں دیا جا سکتا[1] دوسرا نوجوان اولاً ڈاڑھی منڈا ہونے کی وجہ سے عادل نہیں مستور الحال نہیں مقبول الشہادۃ نہیں[2] ثانیاً اس کو چاند کا یقین نہیں بلکہ لکیر سی دیکھی ہے، تیسرا شخص رافضی ہے، جو مردود الشہادۃ ہے[3] چوتھے شخص مولوی نے خود چاند دیکھنا بیان نہیں کیا بلکہ دیکھنے والوں کی توثیق کی ہے اس لئے قاضی صاحب کا فیصلہ ان بیانات پر درست نہیں، عید پڑھنا درست نہیں، روزہ نہ رکھنا درست نہیں ہے، روزہ کی قضاء لازم ہے جنہوں نے توڑ دیا ہے

---

[1] وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة أى على الأموال وهو رجلان أو رجل وإمرأتان، الدر مع الشامى كراچى ص۳۸۶ج۲ كتاب الصوم، مبحث فى صوم يوم الشک، هنديه كوئٹه ص۱۹۸ ج۱ الباب الثانى فى رؤية الهلال، بحر كوئٹه ص۲۶۷ ج۲ كتاب الصوم.

[2] لا يقبل خبر فاسق اتفاقاً، الدر مع الشامى كراچى ص۳۸۵ج۲ مبحث فى صوم يوم الشک، طحطاوى على المراقى ص۵۳۸ فصل فيما يثبت به الهلال، طبع مصر، محيط برهانى ص ۳۳۹ ج۳ كتاب الصوم، الفصل الثانى، مطبوعه ڈابهيل،

[3] ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف الذين هم الصحابة والتابعون وأبوحنيفة وأصحابه رضى الله عنهم اجمعين، هنديه كوئٹه ص۵/۴۸۳، الفصل الثانى من لا تقبل شهادته لفسقه، مجمع الأنهر ص۲۷۸ ج۳ باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۹۲ ج۷ باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل.

ان کے ذمہ بھی قضاء لازم ہے[1] جنہوں نے اس فیصلہ پر روزہ نہیں توڑا اور عید نہیں منائی انہوں نے درست کیا جنہوں نے دو مرتبہ عید پڑھی انہوں نے بھی بیجا حرکت کی، ہمارے اطراف میں انتیس روزے ہوئے پھر اکثر مقامات پر رویت ہوئی اور دہلی سے بھی بذریعہ ریڈیو اطلاع آ گئی مگر سہارنپور ابر تھا، ریڈیو کی اطلاع کو شرعی شہادت قرار نہیں دیا گیا کچھ دیر میں شہادت پہنچی حتی کہ بہت سی مساجد میں تراویح بھی ہوئی، اور دوشنبہ کو بالاتفاق عید ہوئی: **وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادت ولفظ اشهد اھ** (درمختار)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۰ر شوال ۶۹ھ

ہلالِ عید کی شہادت پر روزہ افطار کرنا اور عید پڑھنا

سوال:- عید الفطر کا چاند ۲۹ر کو عام نہیں ہوا، ۳۰ر تاریخ کو شہادت کی وجہ سے دوپہر کو روزہ افطار کئے گئے اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے عید اس روز مانی جائیگی جس روز روزے افطار کئے گئے ہیں یا اگلے دن جب نماز ہوئی ہے عید مانی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے ۲۹ر رمضان کو چاند نظر نہیں آیا اس بنا پر روزہ رکھا گیا یہ تصور کرتے ہوئے کہ ۳۰ر رمضان ہے، مگر بعد میں شہادتِ شرعیہ سے چاند کا ثبوت ہو گیا، اور روزہ

---

[1] ولو أفطر أهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلاثين ظانين أنه يوم العيد وهو لغيره لم يكفروا، طحطاوی علی المراقی، ص ۵۵۶ باب ما يفسد الصوم، طبع مصر،

شامی زکریا ص۳۸۳ ج۳ باب ما يفسد الصوم الخ، مطلب فی جواز الإفطار بالتحری تاتارخانية كراچی ص۳۹۵ ج۲ كتاب الصوم، الفصل التاسع فيما يصير شبهة فی إسقاط الكفارة.

[2] الدرالمختار مع الشامی ص:۳۸۶، ج:۲، مبحث فی صوم يوم الشک شامی نعمانيه ص:۹۴، ج:۲.

افطار کر دیا گیا اور ثابت ہو گیا کہ یکم شوال ہے، تو وہی دن عید کا دن ہے، اسی دن عید کی نماز پڑھی جائے لیکن اگر شہادت دیر میں پہنچی اور عید کی نماز کا وقت نہیں رہا، تو نمازِ عید ۲ر شوال کو پڑھی جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

غلط شہادت پر اعلان عید و ریڈیو کا اعلان

سوال: -فخر الاماثل مفتی صاحب دامت برکاتہم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

حضرت یہاں پر امسال عید کے موقع پر ایک بہت بڑا فتنہ برپا ہوا اور ہمیشہ سے یہاں کے لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہیں چنانچہ حضور والا کے تائیدی جواب کے بعد انشاء اللہ یہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے گا آسمان ابر آلود ہے، اور یہاں کے برادری کے منتظمین نے اپنے قدیم غیر شرعی دستور و نظام کے موجب انتیس رمضان ۶۹ھ کو ایک بالکل فاسق فاجر مزدور لڑکے کو جو نہ تو کبھی نماز پڑھتا ہے، نہ کبھی روزہ رکھتا ہے بلکہ ہمیشہ فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے، سورت کے ایک تاجر کے پاس پرچہ دے کر بھیجا کہ اگر وہاں چاند ہو اور عید ہو تو اس مزدور لڑکے کے ہاتھ چٹھی لکھ کر بھیج دینا، اس پر ہم عمل کریں گے یہ لڑکا صبح چار بجے کے قریب ان تاجر صاحب کی چٹھی لے کر آیا اس میں لکھا تھا کہ یہاں عید کا نقارہ پٹ گیا اور صبح عید کی عید مبارک، مجھے جب اس کی اطلاع پہنچی تو میرے پاس حضرت العلامۃ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا فتویٰ موجود تھا، جو میں نے پہلے ہی منگا رکھا تھا، اس فتوی میں لکھا ہوا ہے کہ باہر سے خبر یا تحریر لانے والے دو عادل مسلمان ہونے ضروری ہیں

---

[1] وتؤخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد (الدر) ودخل فيه ما إذا لم يخرج الإمام وما إذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس، (شامی کراچی ص ۱۷۶، ج ۲، قبيل مطلب لا يلزم من ترک المستحب، باب العيدين شامی نعمانيه ص ۵۶۱ ج ۱، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۴۳۹ باب احكام العيدين، حلبی كبير ص ۵۷۱ فصل فی العيد، طبع لاهور)

خواہ وہ ہلال رمضان ہو یا عیدین سو میں نے یہاں کے لوگوں کو مذکورہ فتویٰ کی بناء پر روکا بعض نے افطار نہیں کیا اور دوسرے دن میرے ہمراہ عید منائی اور یہاں کی اکثریت نے افطار بھی کرلیا، اور عید بھی منالی اب سورت کی شہادت کا حاصل کیا ہوا وہ ملاحظہ ہو۔

میں نے یہاں تین ثقہ اشخاص کو جن میں دو عالم اور ایک متشرع مستور الحال ہیں راندیر بھیجا تا کہ ان کی شہادت پر عمل کیا جائے، یہ لوگ راندیر کے علماء سے ملے چنانچہ انہوں نے ان حضرات سے کہا اور تحریر بھی لکھ دی جس پر مولوی عبدالرحیم صادق صاحب اور حافظ صالح صاحب کے جو وہاں کے ایک مسلم بزرگ ہیں دستخط تھے زبانی روئیداد یہ بیان کی کہ یہاں کے شہر قاضی نے بھی نقارہ پیٹ دیا تھا مگر ہم ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کے پاس شہر سورت سے جن چاند دیکھنے والوں کے نام آئے ہیں ان کے نام ہم کو دو اور اپنی موٹر بھی دو ہم ابھی تحقیق کر کے آتے ہیں، اور چنانچہ یہ حضرات سورت گئے اور نام بنام سب سے دریافت کرنا شروع کیا تو سب ہی نے کہا کہ ہم نے چاند نہیں دیکھا ہمارا نام کسی نے غلط اڑایا ہے، بہر حال یہ راندیر کے علماء رات بارہ بجے سے تین بجے تک موٹر میں گھومے اور شہر کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ چھان مارا، اور جن جن لوگوں کے نام لئے گئے ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے صاف انکار کیا اور بعض نے کہا کہ صاحب ہم ٹھیک تو نہیں کہہ سکتے مگر ایک سکنڈ کے لئے کچھ سفیدی سی معلوم ہوگئی اخیر میں ایک شخص ایسا ملا جس نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا ہے اور شہر قاضی نے بھی دیکھا ہے، چنانچہ یہ حضرات سورت کے شہر قاضی کے پاس گئے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کس شہادت کی بناء پر شہر میں عید کا اعلان کرایا ہے، انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ لوگ دو چار لوگوں کو لے کر آئے اور کہا کہ یہ آدمی اچھے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، ان لوگوں نے چاند دیکھا ہے میں نے ان کے دستخط لے لئے اور عید کا نقارہ پٹوا ڈالا۔

(۱) ان حضرات نے قاضی صاحب سے کہا کہ فلاں صاحب تو آپ کا نام بھی لیتے ہیں کہ قاضی صاحب نے چاند دیکھا ہے، جواباً کہا کہ حاشا وکلّا وہ جھوٹے ہیں میں نے ہرگز چاند نہیں

دیکھا صرف ان لوگوں کے کہنے سے نقارہ پٹواڈالا ان حضرات نے کہا کہ یہ حضرات تو انکار کرتے ہیں کہ ہم نے چاند نہیں دیکھا اور یہ دستخط بھی ہمارے نہیں ہیں، اس پر قاضی صاحب خاموش ہوگئے، مگر عید تو صبح کو قاضی صاحب کے حکم سے ہو ہی گئی، راندیر والوں نے نہیں کی بہرحال جس شہر کی شہادت کی بناء پر یہاں کٹھور میں عید منائی گئی اس شہادت کا یہ حشر ہوا اور قطع نظر اس کے کہ سورت میں شرعاً عید درست ہوئی یا نہیں صرف ایک بالکل فاسق فاجر لڑکے کے وہاں کے کسی تاجر کی تحقیق لانے پر صرف یہاں والوں نے روزہ توڑ ڈالا اور عید کی دوگانہ ادا کر لی گئی سو اگر جن لوگوں کو روزہ توڑنے سے پہلے میں نے روکا اور مسئلہ بتلایا ایسے لوگوں نے روزہ توڑ ڈالا اور عید کر لی تو آیا ان لوگوں پر روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں ہیں یا نہیں نیز وہ دوگانہ واجب الاعادہ ہے، یا نہیں نیز جن لوگوں کو اس مسئلہ کا علم ہی نہیں ہوا اور اس غیر شرعی شہادت پر روزہ توڑ ڈالا اور عید منائی ان کے قضا اور کفارہ اور اعادہ عید کا کیا حکم ہے۔

(۲) پاکستان ریڈیو سے اعلان ہوا ہیکہ آئندہ رمضان اور عیدین کے موقع پر پاکستان ریڈیو سے ایک ثقہ عالم رویت ہلال کی اطلاع دیدیا کریں گے جن کا نام پروگرام میں بتلایا جائے گا سو اس اطلاع کی بناء پر تمام مسلمان عمل کرلیا کریں اول تو ریڈیو کی اطلاع پھر وہ بھی بولنے والا صرف ایک ہی کم از کم دو بھی نہیں اس خبر پر عمل کر کے صوم وافطار کا حکم دیا جا سکتا ہے۔

(۳) یہاں قاضی شرعی تو کوئی ہے نہیں صرف نکاح خواں اور فاتحہ خواں شخص کو یہاں عرفاً قاضی کہتے ہیں جو علاوہ جاہل ہونے کے ان میں عدالت تو کجا مستور الحال ہونے کی بھی اہلیت نہیں سو ایسی صورت میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر رؤیت یا شہادت کی تحریر لانے کے باب میں کتاب القاضی الی القاضی کی تو گنجائش ہے نہیں تو جس مقام سے تحریر منگائی جاتی ہے، اس مقام کا بذریعۂ تحریر خبر دینے والا شخص کس قماش کا ہونا چاہئے، نیز تنہا ایک ہی شخص کی تحریر اور دستخط دو عادل اور ثقہ آدمی لے کر یا اس تحریر پر دو شخصوں کے دستخط ہونے چاہئیں، نیز تحریر کے شاہدین عادلین کا

حضور اس محرر کے سامنے ضروری ہے یا نہیں نیز ان شاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ قسم کھا کر کہیں کہ یہ تحریر فلاں فلاں حضرات نے ہمارے حضور میں لکھی ہے، امید کہ جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سورت کی اس شہادت اور قاضی صاحب کی حالت اور کٹھور کی پبلک کے (باوجود منع کرنے کے) روزہ توڑنے اور عید منانے پر حسرت وافسوس ہے اللہ پاک صلاحیت عطا فرمائیں اور احکام شرع پر عمل کی توفیق دیں دیانات میں فاسق کی خبر معتبر نہیں[1] شہادت کا درجہ خبر سے بڑھ کر ہے وہ کیسے معتبر ہوگی سورت کے قاضی صاحب کو جب تحقیق ہوگئی کہ چاند نہیں ہوا اور ان کے سامنے جو بیانات دیئے گئے تھے وہ غلط تھے ان کے ذمہ لازم تھا کہ فوراً اعلان کراتے کہ عید کے لئے جو نقارہ پیٹا گیا ہے، وہ غلط ہے اس نقارہ کی بناء پر کل ہرگز عید نہ کی جائے اور بھی جن لوگوں کو اس غلط بیانی کی اطلاع ہوئی ان کو لازم تھا کہ وہ روزہ رکھتے اور عید کی نماز اس روز نہ پڑھتے اور جب وہاں ثبوت رویت نہیں ہوا تو اس روزہ کی قضا لازم ہے دوگانہ عید کی نماز لازم نہیں اعادہ بھی نہیں، روزہ کا کفارہ بھی لازم نہیں کفارہ شبہ سے بھی ساقط ہوجاتا ہے: **لو افطر اهل الرستاق بصوت الطبل يوم الثلاثين ظانين انه يوم العيد وهو لغيره لم يكفروا كما فى المنية اهـ** (طحطاوی[2] ص: ۲۲۹)

---

[1] لأن قول الفاسق فى الديانات التى يمكن تلقيها من العدول غير مقبول البحر الرائق كوئٹه ص۲۶۶ ج۲ كتاب الصوم، هدايه مع فتح القدير ص۳۲۲ ج۲ كتاب الصوم، فصل فى رؤية الهلال، مطبوعه دار الفكر بيروت، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۳۸ كتاب الصوم، فصل فيما يثبت به الهلال.

[2] طحطاوى على المراقى مصرى ص۵۵۶، باب مايفسد الصوم ويوجب القضاء من غير كفارة، شامى زكريا ص۳/۳۸۳ باب مايفسد الصوم الخ، مطلب فى جواز الإفطار بالتحرى، تاتارخانية كراچى ص۲/۳۹۵ كتاب الصوم، الفصل التاسع فيما يصير شبهة فى اسقاط الكفارة.

(۲) اگر حکومت رویت ہلال کا انتظام معتبر ومعتمد علماء کے سپرد کرے کہ وہ باقاعدہ شہادت لیں اس کے بعد حکومت کی طرف سے ذمہ دارانہ حیثیت سے کوئی عالم ریڈیو پر بطور اعلان نشر کردے اور اس امر کا پورا پورا انتظام ہو کہ کوئی دوسرا شخص اعلان نہ کرے اور بغیر شہادت شرعیہ کے اعلان نہ کیا جائے غرض کسی قسم کی تلبیس نہ ہو تو اس علاقہ کے لوگوں کو بحیثیت اعلان حکومت اس اعلان کا اعتبار کرنا ہوگا، جیسے کہ دیگر اعلانات حکومت بذریعہ منادی کئے جاتے ہیں جن کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جو مسلمان اس علاقہ کے رہنے والے نہیں وہ اس اعلان کے بھی پابند نہیں[۱]

(۳) اگر وہاں کے عام مسلمین ان قاضی صاحب پر امور دینیہ میں اعتماد کرتے اور ان کے اعلانات پر عمل کرتے ہیں تو ان کا تنہا کا ایک تحریر دو ثقہ معتبر آدمی کے سامنے لکھ کر ان کو سنا کر ان کے حوالہ کردینا کافی ہے وہ دونوں ثقہ جب بیان کریں کہ ہمارے سامنے یہ تحریر لکھی ہے اور اس میں یہ تحریر ہے تو اعتبار کرلیا کریں اور اگر ان قاضی صاحب پر عام مسلمین کو اس قدر اعتماد نہیں تو تنہا کا لکھنا کافی نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۱ر شوال ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۷ر شوال ۶۹ھ

---

[۱] امداد المفتیین ص ۴۸۴ رؤیت ہلال میں ریڈیائی خبروں کی شرعی حیثیت، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۸۸ ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ، مطبوعہ قاسمی دیوبند، انوار رحمت ص ۵۴۲ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا ریڈیو یا ٹیلی ویزن میں اعلان، مطبوعہ مکتبہ الاصلاح مرادآباد.

[۲] ولا يقبله الا بحضرة الخصم وبشهادة رجلين أو رجل وأمرأتين أنه كتاب فلان، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ص ۲۳۲ ج ۳ كتاب القضاء، فصل ثانى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۴ ج ۷ كتاب القضاء، باب كتاب القاضى الخ، النهر الفائق ص ۶۲۲ ج ۳ كتاب القضاء، باب كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیا مفتی کے ذمہ لازم ہے کہ رویت ہلال کے لئے شاہدوں کو تلاش کرتا پھرے

سوال: -عید یا رمضان یا کسی دوسرے مہینہ کے چاند دیکھنے والوں پر یہ لازم ہے کہ مفتی کے پاس آ کر گواہی دیں یا خود مفتی کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ محلّہ محلّہ گھر گھر بلکہ دیہات جا کر گواہیاں حاصل کرے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خود مفتی کے فرائض میں سے ہے، مفتی کا بیان یہ ہے کہ جب عام طور سے گواہی کا وجوب لوگوں کو بتلا دیا گیا ہے تو اب خود لوگوں کا فرض ہے کہ وہ آ کر گواہی دیں بحوالہ کتاب تحریر کیا جائے کہ کس کی بات صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مفتی کا بیان صحیح ہے، یہاں تک کہ اگر صرف کوئی پردہ دار چاند دیکھے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ آ کر گواہی دے: **ویجب علی الجاریة المخدرة أن تخرج فی لیلتها بلا اذن مولاها وتشهد اهـ (درمختار) قوله ویجب علی الجاریة المخدرة ای التی لا تخالط الرجال وکذا یجب علی الحرة أن تخرج بلا اذن زوجها وکذا غیر المخدرة والمزوجة بالاولیٰ قال والظاهر ان محل ذٰلک عند توقف اثبات الرؤیة علیها والا فلا اهـ[1] (رد المحتار ص: ۱۲۴، ج:۲) فقط واللّٰه سبحانهٗ تعالیٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۱/۶۷ھ

---

[1] الدرالمختار مع رد المحتار ص۲/۳۸۶، قبل مطلب لاعبرة بقول الموقتین مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۳۸ کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به الهلال، البحر الرائق کوئٹه ص۲۶۷ ج۲ کتاب الصوم.

کیا ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند کی جستجو ضروری ہے

سوال:- برطانیہ میں امسال رمضان کے آغاز کے سلسلہ میں کافی اختلاف رہا اسلامک کلچر سینٹر نے حجاز مقدس کی خبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیر ۲۹ رنومبر ۶۹ء کو پہلے روزے کا اعلان کیا ایسٹ لنڈ مسجد (مرکز تبلیغ جماعت) نے جنوبی افریقہ کی خبر کے تحت منگل کے روز اور برطانیہ کے علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر اس بات کا فیصلہ کیا کہ بیرونی ممالک کے خبروں کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے اور اگر برطانیہ میں چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس روز مکمل کر کے اور اسی طرح قابل وثوق برطانیہ ہی کی خبر نہ ملنے کی صورت میں رمضان کے تیس بھی روزے مکمل کئے جائیں اور اس طرح انہوں نے بدھ کے روز پہلا روزہ رکھا۔

برطانیہ کا موسم اس قابل نہیں کہ چاند آسانی سے دیکھا جاسکے اس صورت میں کوئی اسلامی مہینہ علماء حضرات کی رائے کے تحت تیس روز سے کم نہیں ہوگا، الّا ماشاء اللہ ایک جماعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رصدگاہ کی اطلاعات کے مطابق ہلال افق میں موجودہ ہوتا ہے لیکن بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آنے کے امکانات قوی تر ہیں اس جماعت کا یہ خیال ہے کہ چند قابل ثقہ حضرات کو لے کر غروب آفتاب کے فوراً بعد بذریعہ ہوائی جہاز بادلوں سے اوپر سفر کیا جائے اور چاند کو دیکھا جائے اور اس طرح مسلمانوں کے اس اختلاف کو دور کیا جائے، جس نے اس سال بہت شدت اختیار کرلی ہے، اور جس کی وجہ سے باطل طاقتیں اسلام کے خلاف اپنی تحریکوں کو مضبوط کر رہی ہیں احادیث میں رویت ہلال کی ضمن میں کسی اونچے مقام پر جانے کا مضمون وارد ہوا ہے کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے ہوائی جہاز کے اس سفر کے جواز کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

برطانیہ میں اگر بادل کی وجہ سے ۲۹ رشعبان کو چاند نظر نہ آئے تو آس پاس جہاں نظر آئے وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز دیکھنے والوں کو طلب کر کے ان سے تحقیق کرلی جائے اگر وہ معتبر اور ثقہ

ہوں تو ان کے قول کو تسلیم کر کے ثبوت رمضان کا حکم کر دیا جائے، اگر مہینہ ۲۸/ یا ۳۱/ کا نہ بن جاتا ہو تو دوسرے مقامات کی شہادت معتبر ہوگی، ہوائی جہاز کے ذریعہ بادلوں سے بلندی پر جا کر دیکھنے کو شرعاً ضروری قرار نہیں دیا جائے گا اس سے اقرب یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے ہوائی جہاز سے آ کر گواہی دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آلات جدیدہ سے رویت ہلال کا ثبوت

سوال:- (۱) ہمارے شہر دہرہ دون سے کوہ منصوری چودہ میل کے فاصلہ پر ہے، جہاں کی بلندی سے قدرتی طور پر چاند دیکھنے کی آسانی ہے، لہٰذا اگر منصوری کی جامع مسجد کا امام مع دیگر متشرع مسلمانوں کے ۲۹/ شعبان ۲۹/ رمضان اور ۲۹/ ذیقعدہ کو دیکھ کر چاند ہونے کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون دے تو ممبران رویت ہلال کمیٹی دہرہ دون ان کی رویت ہلال کو مستند سمجھ کر اعلان رویت ہلال کریں یا نہیں؟

(۲) اگر صدر رویت ہلال کمیٹی دہرہ دون اپنے کسی متشرع ممبر کو بغرض رویت ہلال منصوری بھیجے اور وہ ممبر مع دیگر مسلمانان منصوری چاند دیکھ کر ہمیں بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دیں تو اس پر عمل کیا جائے گا یا نہیں یا وہ ممبر بذات خود منصوری سے واپس دہرہ دون آ کر چاند دیکھنا بیان کرے اور ثبوت میں امام جامع مسجد منصوری و دیگر مسلمانان منصوری کی تحریری تصدیق کے ساتھ چاند دیکھنا

---

[1] نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الأخری لزمهم علی الصحیح من المذهب مجتبی وغیره (درمختار) قال الرحمتی معنی الاستفاضه أن تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صامو عن رؤیة لا مجردالشیوع (شامی کراچی ص ۲/۳۹۰، شامی زکریا ص ۳۵۹ ج۳ کتاب الصوم، قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهارا. منحة الخالق هامش البحر الرائق کوئٹه ص ۲۷۰ ج۲ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۱ کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به الهلال الخ)

بیان کرے تو ایسی صورت میں رویت ہلال کمیٹی دہرہ دون کی اعلان رویت ہلال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بذریعہ تار یا خطوط دیگر اضلاع مثلاً بمبئی، کراچی، مراد آباد، دہلی، سہارن پور سے رویت ہلال کی مستند خبر آئے تو کیا حکم ہے جب کہ تار دہندہ وخط نوسندہ جانتے بھی ہیں یا دریافت کرنے پر انہوں نے تار دیا ہے یا خط لکھا ہے۔

(۴) ریڈیو کے ذریعہ سے رویت ہلال کی خبر کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگر بعد تصدیق شرعی ممبران رویت ہلال کمیٹی دہرہ دون کے اعلان کو امام عیدگاہ یا امام جامع مسجد قبول نہ کرے تو ایسی حالت میں ممبران رویت ہلال کمیٹی کیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ٹیلیفون کے ذریعہ سے اطلاع ملنے پر اگرچہ امام جامع مسجد نے اطلاع دی ہو اعلان اطلاع رویت ہلال کرنا شرعاً درست نہیں[۱]

(۲) اس پر بھی عمل درست نہیں، وہ ممبر اگر ثقہ اور مقبول الشہادۃ ہے تو رمضان شریف کے چاند کے مطابق اس کا تنہا آکر شہادت دینا بھی کافی ہے، جیسا کہ کوئی ثقہ شہادت دیتا تو وہ کافی ہوتی[۲] غیر رمضان کے لئے ایک شخص کی شہادت کافی نہیں ہوتی ہاں اگر جامع مسجد کے امام صاحب

---

[۱] ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة تبيين الحقائق ص۲۱۴ ج۴ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان، شامی زكريا ص ۱۸۱ ج۸ كتاب الشهادات، مجمع الأنهر ص۲۶۶ ج۳ كتاب الشهادات، فصل يشهد بكل سمعه الخ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] لو اخبر رجل القاضى بمجئى رمضان يقبل ويامر الناس فى الصوم فى يوم الغيم. البحر الرائق ص: ۲۶۳، ج:۲، كتاب الصوم، مطبع كوئٹه. هكذا فى الهندية كوئٹه ص: ۱۹۷، ج:۱. كتاب الصوم، الباب الثانى فى رؤية الهلال، تبيين الحقائق ص۳۱۹ ج۱ كتاب الصوم، مطبوعه امداديه ملتان.

اور دیگر مسلمانان کم از کم شرعی دو شہادتیں قلمبند کر کے کم از کم دو معتبر مسلمانوں کے ہاتھ بھیجیں اور وہ اپنے ساتھ لکھوا کر بحفاظت لائیں تو پھر اعلان رویت درست ہوگا[۱]

(۳) تار یا بذریعہ ڈاک سرکاری آئے ہوئے خطوط سے رویت درست نہیں خواہ وہ تار یا خط مرسل نے از خود روانہ کیا ہو خواہ دریافت کرنے پر![۲]

(۴) ریڈیو کے ذریعہ سے بھی شرعی شہادت حاصل نہیں ہوتی![۳]

(۵) شرعی شہادت کا قبول کرنا واجب ہے[۴] ممبران کمیٹی کو چاہئے کہ امام عیدگاہ اور امام جامع مسجد کے سامنے اپنے ذرائع تصدیق بیان کریں اگر وہ ان ذرائع میں کوئی شرعی نقص بتائیں تو ان کا تدارک کریں اگر باوجود شرعاً قابل قبول ہونے کے وہ قبول نہ کریں اور کوئی شرعی نقص بھی نہ نکال سکیں تو پھر ممبران کو رویت ہلال کے احکام پر عمل کرنا چاہئے، مثلاً اگر رمضان شریف کا چاند تھا تو

---

[۱] وشرط لهلال الفطر اى لثبوته وغيره من الأهلة إذا كان بالسماء علة لفظ الشهادة الحاصلة من حرين مسلمين مكلفين اوحر وحرتين مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۵۳۹ كتاب الصوم، فصل فيما يثبت به الهلال، شامى زكريا ص۳۶۱ج۳ كتاب الصوم، قبيل مطلب فى رؤية الهلا نهاراً، مجمع الأنهر ص۳۴۹ج۱ كتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۳۳۹ج۳ الفصل الثانى فيما يتعلق برؤية الهلال، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، بدائع الصنائع زكريا ص۲۲۲ج۲ كتاب الصوم، اختلاف المطالع.

[۲] ولا يعمل بالخط الا فى مسئلة كتاب الامان الدر المختار عبارة الاشباه لا يعتمد على الخط قال البيرى المراد من قوله لا يعتمد اى لا يقضى القاضى بذلک عند المنازعة لان الخط مما يزوّر ويفتعل، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۱۳۵ج۸ باب كتاب القاضى الخ مطلب لا يعمل بالخط، البحر الرائق كوئٹه ص۴ج۷ باب كتاب القاضى الخ.

[۳] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ ۱

[۴] ومن تحمل وشهد وجب على كال قاض الحكم بشهادته، فتح القدير ص۲۹۵ج۷ كتاب القضاء، كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه دار الفكر بيروت.

روزہ رکھیں[1] مگر فتنہ وفساد سے حتی الوسع پرہیز کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

ٹیلیفون کی خبر کا حکم

سوال:-(۱) خبر ٹیلیفون جب کہ کسی معتبر شخص کی طرف سے ہو مفید ظن ہے، اور غلبۂ ظن عمل کے لئے حجت ہے، پس خبر ٹیلیفون جب کسی معتمد علیہ عالم کی طرف سے ہو اس پر صوم وافطار درست ہے یا نہیں؟

(۲) فقہ کی کتابوں میں کتاب القاضی الیٰ القاضی کو مشابہ خطاب القاضی الیٰ لقاضی بنا کر حجت مانتے ہیں تو ٹیلیفون قاضی شہر جو کہ بعینہٖ خطاب القاضی الیٰ القاضی ہے کیونکر حجت نہ ہوگی۔

(۳) اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار کے تحت میں قول فقہاء کہ **فیلزم اھل المشرق برؤیة اھل المغرب** کا محمل اگر خبر ٹیلیفون قرار دیا جائے تو اس میں کیا خرابی یا مخالفت روایات ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محض ٹیلیفون کی خبر پر صوم وافطار درست نہیں[2]!

---

[1] عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ وفی روایة قال الشھر تسع وعشرون لیلة فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین مشکوٰة شریف ص۱۷۴ باب رؤیة الھلال، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص۲۵۵ ج۱ کتاب الصوم، باب رؤیة الھلال، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۳۴۷ ج۱ کتاب الصیام، باب وجوب رمضان لرؤیة الھلال، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] تقدم تخریجہ تحت عنوان ''آلات جدیدہ سے رؤیت ہلال کا ثبوت''.

(۲) کتاب القاضی الیٰ القاضی کو شرعاً معاملات میں حجت مانا ہے نہ کہ جمیع امور میں اور یہ بھی خلاف قیاس حجت ہے اور اس کے لئے جس قدر شروط ہیں کیا تمام ٹیلیفون میں موجود ہیں: **یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الیٰ القاضی صار حجة شرعاً فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ولکن جعلناه حجة بالاجماع ولکن انما یقبله القاضی المکتوب الیه عندوجود شرائطه ومن جملة الشرائط البینة حتی ان القاضی المکتوب الیه لا یقبل کتاب القاضی ما لم یثبت بالبیّنة انه کتاب القاضی** (فتاویٰ عالمگیری[1] ص: ۳۸۱، ج:۳)

اس کے علاوہ اور بھی شرائط ذکر کئے ہیں ان میں سے کیا کیا شرطیں یہاں پائی جاتی ہیں کم از کم اس ایک شرط پر غور کرلیا جائے کیا شرعی بینہ اس بات پر قائم ہے کہ یہ ٹیلیفون قاضیٔ شہر ہی دے رہے ہیں، ٹیلیفون کو خطاب بعینہٖ قرار دے کر حجت سمجھنا تفقہ سے بعید ہے **وفی التبیین[2] لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمة اھ** دیکھئے پس پردہ آواز سن کر شہادت دینا درست نہیں مگر اس شرط سے **الا اذا کان فی الداخل وحده وعلم الشاهد انه لیس فیها غیره ثم جلس علیٰ المسلک ولیس له المسلک غیره فسمع اقرار الداخل ولایراه لانه یحصل به العلم**[3] اس کے بعد بھی اگر شاہد نے قاضی کے یہاں پوری تفصیل وتفسیر کے ساتھ یہ شہادت دی تو قاضی قبول نہیں کرے گا

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۳۸۱ ج۳، کتاب القاضی، الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی، تبیین الحقائق ص ۱۸۲ ج۴ باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۲۳۰ ج۳ کتاب القضاء، فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] زیلعی ص ۲۱۳، ۲۱۴/۴، کتاب الشهادة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص:۲۶۶، ج:۳، کتاب الشهادات، فصل اول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] تبیین الحقائق ص ۲۱۴ ج۴ کتاب الشهادة، مطبوعه امدادیه ملتان.

وینبغی للقاضی اذا فسر له ان لا یقبله لان النغمة تشبه النغمة[1] پس پردہ سے اگر کوئی شخص بولے اور دو گواہ بھی اس کو دیکھ رہے ہیں، اور کسی اور شخص کے سامنے یہ دو شخص گواہی دیں کہ فلاں شخص نے ہمارے سامنے بولا ہے تو جس نے فقط پس پردہ سے آواز سنی ہے اس کو بغیر دیکھے محض آواز سن کر باوجود دو گواہوں کی گواہی کے اس بولنے والے کے متعلق گواہی دینا درست نہیں۔

قالوا اذا سمع صوت امرأة من وراء الحجاب لا یجوز ان یشهد علیها الا اذا کان یریٰ شخصها وقت الاقرار قال الفقیه ابواللیث اذا اقرت امرأة من وراء حجاب وشهد عنده اثنان انها فلانة بنت فلان بن فلان لا یجوز لمن سمع اقرارها ان یشهد علیها الا اذا رأی شخصها حال ما اقرت فحینئذ یجوز ان یشهد علیٰ اقرارها برؤیة شخصها لا رؤیة وجهها اھ (مجمع الانهر[2] ص: ۱۹۱، ج:۲)

(۳) خرابی یہ ہیکہ عبارت مذکورہ کے بعد کچھ اور بھی عبارت ہے جس کو آپ نے کسی مصلحت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب کمامر، اس کی شرح اس طرح کی ہے: کان یتحمل اثنان الشهادة او یشهدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة کذا رأوه لانه حکایة (ردالمحتار[3] ص: ۱۴۸، ج: ۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] تبیین الحقائق ص ۲۱۴ ج ۴ کتاب الشهادة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] مجمع الانهر ص: ۲۶۶، ج:۳، کتاب الشهادات، فصل اول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۶ ج ۷، کتاب الشهادات، شامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج ۸ کتاب الشهادات.

[3] شامی کراچی ص ۳۹۴ ج ۲ شامی نعمانیه ص: ۹۶، ج:۲، مطلب فی اختلاف المطالع، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۱ کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به الهلال، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۷۰ ج ۲ قبیل باب ما یفسد الصوم.

تار، ٹیلیفون وغیرہ کی خبر پر عید رمضان

سوال:-(۱) اگر کسی شہر یا ملک میں رویتِ ہلال رمضان وعید الفطر نہ ہو اور کسی دوسرے شہر یا ملک سے صرف بذریعہ تار برقی، ٹیلی گراف، ٹیلیفون، ریڈیو اور وارلیس خبر موصول ہو تو کیا از روئے شرع شریف مطابق مذہب احناف اس شہر والوں پر جہاں رویتِ ہلال نہیں ہوئی ہے روزہ رکھنا یا رکھوانا، افطار کرنا یا کرانا ضروری اور واجب ہے۔

(۲) امسال رویتِ ہلال عید الفطر کے سلسلہ میں ڈھاکہ اور حیدر آباد سے بذریعہ ریڈیو ۲۹ رمضان المبارک کو یہ خبر نشر کی گئی تھی کہ ہلالِ عید الفطر کی رویت ہوگئی ہے اور کل عید ہے کیا اس خبر کو صحیح باور فرما کر جناب نے شنبہ ۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو یوم الفطر قرار دیا تھا یا نہیں؟

(۳) بصورتِ معتبری خبر ریڈیو، ٹیلیفون، وارلیس فقہی نقطۂ نظر سے اس کو دعویٰ شہادت، قضاء قاضی خبر مستفیض کی شقوں میں سے کس شق میں داخل سمجھا جاوے، از روئے شرع شریف مع حوالہ کتبِ معتبرہ حنفی سے مستفیض فرما کر داخلِ اجر عظیم ہوں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آلاتِ مذکورہ کے ذریعہ جو خبر حاصل ہو وہ مقامِ شہادت میں شرعاً حجت نہیں، کیونکہ شاہد کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے انکا علم واقعی طور پر حاصل ہونا دشوار ہوتا ہے: **لان النغمة تشبه النغمة والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم كذا في شرح الملتقى**[1] لہٰذا ایسی خبر پر عید کرنا شرعاً درست نہیں، کیونکہ عید کیلئے شہادتِ عدلین شرط ہے، جب کہ آسمان پر بادل وغیرہ ہو اور

---

[1] مجمع الانهر ص: ۲۳۰، ج:۳، كتاب القضاء فصل ثانى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص ۲۸۶ ج۷ باب كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه دار الفكر بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۸۲ ج۴ باب كتاب القاضى الى القاضى، مطبوعه امداديه ملتان.

مطلع صاف نہ ہو تو ثبوتِ رمضان کے لئے ایسی صورت میں قولِ واحد کافی ہوتا ہے بشرطیکہ وہ واحد عدل ہو یا مستور ہو، اگر متعدد تار برقی یا ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے مختلف خبریں حاصل ہوں اور قرائن قویہ سے ان کی صحت کا غلبۂ ظن حاصل ہو جاوے تو وہ خبر شہود کے حکم میں ہوگی اور اس پر روزہ کا رکھنا صحیح ہوگا: **واذا كان بِالسَّمَاءِ علة تمنع الرؤية قبل فى هلال رَمضان خبر عدل او مستور فى الاصح لافاسق خلافاً للطحاوى ولو عبداً او انثٰى او محدوداً فى قذف تاب لانه خبر لا شهادة ولذا لا يشترط لفظ الشهادة وقبل فى هلال الفطر شهادة حُرّين او حر وحرتين بشرط لفظ الشهادة وعدم الحد فى القذف** اھ(سکب الانہر[1])

(۲) اس خبر پر یہاں شنبہ ۸/ستمبر کو عید الفطر قرار نہیں دی گئی بلکہ ۳۰/رمضان یوم شنبہ ۸/ستمبر ۴۵ء کو رویتِ عامہ ہو کر ۹/ستمبر ۴۵ء یوم یکشنبہ کو عید الفطر قرار دی گئی۔

(۳) نہ یہ قضاءِ قاضی ہے نہ شہادتِ شرعیہ ہے، نہ خبر مستفیض ہے کچھ بھی نہیں بلکہ خبر مستور ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس کا نام "**القول الكافى فى حكم الخبر التلغرافى**" اس میں تفصیل موجود ہے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ دیوبندی نے بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۱۰/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/شوال ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/شوال ۶۴ھ

---

[1] سكب الانهر. ملخصاً ص ۳۴۸، ج: ۱، كتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۵۳۸ كتاب الصوم، فصل يثبت به الهلال.

تار وٹیلیفون کی خبر

سوال:-خبر رویتِ ہلال بذریعہ ریڈیو یا تار، ٹیلیفون شرعاً معتبر ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خبر شہادت شرعیہ کے حکم میں نہیں: **لان الخط یشبه الخطّ**[1] **والنغمة تشبه النغمة**[2] خاص کر جب کہ تار وغیرہ کا واسطہ غیر مسلم ہوں اور مطلب سمجھنے میں بھی اکثر غلطی ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریڈیو ٹیلی فون، تار برقی کے ذریعہ چاند کا ثبوت

سوال:-ریڈیو، ٹیلیفون، تار برقی کی اطلاع پر کیا رویت یا عیدین کے چاند ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ ہوسکتا ہے، درانحالیکہ حکومت خود ان ایجادات کو اس درجہ میں معتبر نہیں سمجھتی ہے کہ اس کی آواز پر کوئی عدالت کسی مقدمہ کا فیصلہ کردے ان ایجادات کے جو موجد ہیں جب ان کی نگاہوں میں یہ چیزیں اتنا اعتبار نہیں رکھتی ہیں، تو پھر کیا شریعت مطہرہ کے احکامات پر یہ ایجادات حاکم ہوسکتی ہیں اور تمام علماء متقدمین ومتاخرین کے طریق کار اور تحقیق کو لغو، فضول، دقیانوسی، اور بیکار جیسے الفاظ سے یاد کیا جاسکتا ہے، رویت ہلال کے مسئلہ کی تحقیق کس طرح کی جائے شریعت مطہرہ نے اس کے

---

[1] مجمع الانهر ص:۲۳۰، ج:۳، کتاب القضاء فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۸۶ ج۷ باب کتاب القاضی مطبوعه دار الفکر بیروت، تبیین الحقائق ص۱۸۲ ج۴ باب کتاب القاضی، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] مجمع الانهر ص: ۲۶۶، ج:۳، کتاب الشهادات، فصل اول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص: ۱۵۸، ج:۳، کتاب الشهادة.

متعلق کیا ہدایت فرمائی ہے اوران آلات وایجادات کے اعتبار کی شرعی حیثیت کیا ہے براہ عنایت جواب باصواب سے جلد سرفراز فرمائیں تا کہ رفع فتنہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدین کے چاند کیلئے شہادت ضروری ہے، مثلاً اگر ۲۹ ؍رمضان المبارک کو مطلع صاف نہ ہوتو آئندہ دن کو ۳۰ ؍رمضان مانتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا الّا یہ کہ چاند دیکھنے کی شہادت حاصل ہوجائے اور وہ شہادت اصول شرعیہ پر قابل قبول ہو جس کیلئے ایک امر یہ بھی ضروری ہیکہ شاہد مجلس شہادت میں (جہاں پر شہادت قبول کی جارہی ہو اور شاہد پر جرح کی جاسکتی ہو) حاضر ہو پس پردہ کی شہادت یعنی غائبانہ آواز پر حکم شہادت نافذ کر کے احکام شرعیہ کو جاری نہیں کیا جائے گا، اس سے ریڈیو، ٹیلیفون، تار برقی کا حکم سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

رمضان المبارک کے چاند کی شہادت ضروری نہیں صرف خبر کافی ہے، پس اگر ریڈیو، ٹیلیفون، تار سے خبریں آجائیں اوران پر وثوق ہو یعنی خبر دینے والے رویت کی خبریں دیں اور یہ پورا امن ہو کہ کوئی دوسرا شخص نہیں بول رہا ہے، نہ دوسرے شخص نے تار دیا ہے بلکہ بولنے والے اور تار دینے والے کو خوب اچھی طرح پہچانا جاتا ہے اور وہ ثقہ ہے مجروح نہیں ہے (تار میں تو یہ چیز ممکن ہی نہیں) تو اگر ایسی خبروں سے صدق کا ظن غالب ہوجائے تو ان کو معتبر مان لیا جائے گا اگر مطلع صاف ہوتو اس میں ان آلات میں سے کوئی آلہ بھی کارگر نہیں بلکہ جم غفیر کا چاند دیکھنا ضروری ہے، خواہ رمضان شریف کا چاند ہو خواہ عید کا ہو۔

والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذٰلک لغير رمضان بعيد اذ لايفعل مثل ذٰلک عادةً فى

ليلة الشک الالثبوت رمضان[1](رد المحتار)وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد درمختار (قوله مع العلة) ای من غيم وغبار ودخان (قول لتعلق نفع العبد) علة لاشتراط ماذكر فی الشهادة علىٰ هلال الفطر بخلاف هلال الصوم لان الصوم امر دينی فلم يشترط فيه ذٰلک اما الفطر فهو نفع دنيوی للعباد فاشبه سائر حقوقهم فيشترط فيه ما يشترط فيها اهـ (ردالمحتار)[2] الشهادة هی اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء اهـ (درمختار) (قوله فی مجلس القضاء) خرج به اخبارهٗ فی غير مجلسه فلا يعتبرُ[3] اهـ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریڈیو کے ذریعہ رویتِ ہلال کا ثبوت

سوال:- ہم لوگ مشرقی یوپی ضلع بستی کے رہنے والے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہوتا ہے مگر چاند نظر نہیں آتا، زمانہ کی ترقی اور ریڈیو کی ایجاد نے پوری دنیا کو ایک محلّہ بنادیا ہے، رویتِ ہلال نہ ہونے کے باوجود ایسا ہوتا ہے کہ کبھی پٹنہ، کبھی حیدرآباد، کبھی لکھنؤ کبھی کان پور سے اطلاع آتی

---

[1] شامی نعمانیه ص: ۹۱، ج:۲، لاعبرة بقول الموقتين، شامی کراچی ص: ۳۸۷، ج:۲، کتاب الصوم، منحة الخالق ص۲۷۰ ج۲ کتاب الصوم مطبوعه الماجديه کوئٹه.

[2] شامی کراچی ص۳۸۷ج۲ کتاب الصوم، لا عبرة بقبول الموقتين، زيلعی ص۳۱۹ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه امداديه ملتان، البحرالرائق ص۲۶۷ ج۲ کتاب الصوم مطبوعه الماجديه کوئٹه، النهرالفائق ص۱۳ ج۲، کتاب الصوم مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[3] شامی کراچی ص:۶۲، ج:۷، کتاب الشهادات وايضا شامی کراچی ص ۴۶۱ ج۵ کتاب الشهادات، وطحطاوی علی الدر ص۲۲۷ ج۳ دار المعرفة بيروت، عالمگيری ص۴۵۰، ج۳ کتاب الشهادات، الباب الأول الخ مطبوعه کوئٹه،

ہے کہ ان جگہوں میں کسی جگہ یا تمام جگہوں میں چاند ہو گیا وہاں کل عید ہے اور اطلاع یہ دی جاتی ہے کہ وہاں کے قاضی نے یا وہاں کے جامع مسجد کے امام نے رویتِ ہلال کا اعلان کر دیا ہے، بتایا جائے کہ ایسی اطلاع پر ہم لوگوں کا عید کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا ایسی حالت میں جو روزہ رکھ لیتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے یا غیر مناسب؟ مثلاً اسی سال راقم السطور نے تراویح سے فارغ ہونے کے بعد دہلی ریڈیو اسٹیشن سے سنا کہ دہلی کی جامع مسجد کے امام صاحب نے اعلان کیا ہے کہ چاند کا ثبوت ہو چکا ہے، کل عید ہے، حیدر آباد کی رویتِ ہلال کمیٹی نے چاند کی رویت تسلیم کر لی ہے اور کل عید ہے، ریڈیو کی ان خبروں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آج کل ریڈیو کی خبروں پر بہت سے کام ہوتے ہیں چاند کی بات تو میں نہیں کہہ سکتا، لیکن فسادات، انتخابات کے موقعوں پر ممبران کی کامیابی یا ناکامی کی اطلاع، حکومت بننے کے بعد عہدوں کی تقسیم کا اعلان، کسی بڑے آدمی کے انتقال کی خبر اگر ریڈیو پر آجاتی ہے، تو اس کو تسلیم کیا جاتا ہے، پھر بھلا کسی کی جانب سے خصوصاً مفتی اور قاضی کی طرف سے رویتِ ہلال کے ثبوت کا اعلان کیونکر قابلِ تسلیم نہیں ہے؟

یا ایسا ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقہ کے لئے کسی علاقہ کی خبر نا قابلِ تسلیم ہے، مثلاً حجازِ مقدس میں عید ہمیشہ یہاں سے پہلے ہوتی ہے، تو ہندوستان میں بھی کوئی علاقہ ایسا ہی ہو کہ اس میں عید یہاں سے پہلے ہی ہوتی ہو؟ اگر ایسا ہو تو اس کی نشاندہی کا ارزومند ہوں، ہم کم پڑھے لکھے لوگ تو بہشتی زیور (جو معتبر کتاب اور اہلِ دیوبند کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے، نیز اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اس کے تمام مسائل کو مدلل کر دیا گیا ہے) دیکھتے ہیں اس میں یہ ملتا ہے کہ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے، ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو حتی کہ اگر ابتداءِ مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر انتہائے مشرق کے رہنے والوں پر پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا، (بہشتی زیور حصہ یازدہم) نہیں کہا جا سکتا ہے، کہ یہ حکم صرف روزہ کے بارے میں ہے یا عید کے بارے میں بھی حاشیہ پر عبارت ملتی ہے: واختلاف

المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذاهب فیلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب (درمختار ص:۱۴۹، ج:۱، عالمگیری ص:۱۹۷، ج:۱، بحر ص:۲۷۰، ج:۲)

بہت سے معتبر علماء کی رائے میری نگاہ سے ایسی بھی گذری کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس طرح کی اطلاع ریڈیو پر آجائے کہ فلاں جگہ کے مفتی یا قاضی یا امام یا رویتِ ہلال کمیٹی نے رویتِ ہلال کا اعلان کردیا ہے، تو اس صورت میں اس کو تسلیم کرلینا چاہئے، اور اس پر کار بند ہونا چاہئے لیکن اگر یہاں کے صاحبِ علم اور اہلِ وجاہت اسے تسلیم نہ کریں تو میرے لئے روزہ رکھنا یا افطار کرلینا شرعی حیثیت سے جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب باصواب سے نوازیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسائل دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن میں خبر معتبر کافی ہے، دوم وہ کہ ان میں شہادت ضروری ہے، ریڈیو پر خبریں تو آپ سنتے اور معتبر مانتے ہیں، اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے ایسی خبروں کو معتبر مانا ہے، مگر کبھی یہ بھی دیکھا اور سنا ہے کہ کسی مجسٹریٹ نے کسی مقدمہ میں گواہی ریڈیو پر لے لی ہو اور اس پر فیصلہ کردیا ہو، یا کسی قاضی نے مرد وعورت کا ایجاب وقبول ریڈیو پر کرادیا ہو اور وہاں گواہ موجود نہ ہوں اور شرعاً وہ نکاح معتبر مان لیا گیا ہو، علاوہ ازیں دو باتیں اور بھی غور طلب ہیں ایک یہ کہ جب مطلع صاف ہوگیا اس وقت بھی ایک دو آدمی کی خبر یا گواہی کافی ہے یا جم غفیر کی رویت ضروری ہے، دوسری بات یہ ہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں جس مقام پر رویت ہوگئی ہے وہاں سے خبر طریق موجب کے ساتھ پہنچنا ضروری ہے، جیسا کہ آپ نے عالمگیری کے حوالہ سے بہشتی زیور سے نقل کیا ہے، خبروں کا حال خاص کر ہنگاموں کے وقت مثلاً الیکشن اور جنگ وغیرہ کے وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہر فریق اپنے حریف کو شکست دینے کیلئے جو تدبیر مناسب سمجھتا ہے

اختیار کرلیتا ہے، پھر بعد میں ظاہر ہوتا ہے کہ فلاں فلاں خبر غلط تھی، اہلِ تدبیر وتجربہ شروع ہی سے بتلا دیتے ہیں کہ فلاں خبر غلط ہے، بعض دفعہ وہ بھی فریب میں آجاتے ہیں، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھ جاتے ہیں، یہ آئے دن کا حال ہے، پس کلیۃً یہ رائے قائم کرلینا کہ ریڈیو کی ہر خبر معتبر اور کافی ہے، صحیح نہیں ہے، عید کے لئے خبر محض کافی نہیں بلکہ شہادت ضروری ہے، یا خبر مستفیض ہو، اس کے شرائط شامی، بحر وغیرہ میں مذکور ہیں[1] خبر یا شہادت قبول کرنے کا محل بھی ذہن میں رکھیں، وہ ۲۹/ تاریخ ہے، اگر حجازِ مقدس سے بذریعۂ ہوائی جہاز یہاں آکر گواہی دیں کہ ہم نے کل چاند دیکھا ہے جو کہ ہمارے حساب سے ۲۸/ تاریخ تھی، تو انکی گواہی سنی بھی نہیں جائے گی، کیونکہ اسکے اعتبار سے ہمارا مہینہ ۲۸/ کا رہ جائے گا اور حدیث شریف میں ہیکہ مہینہ ۳۰/ کا ہوتا ہے یا ۲۹/ کا[2] (نہ ۲۸/ کا ہوتا ہے، نہ ۳۱ کا) امید ہیکہ اس تفصیل کے بعد آپکے اشکالات کا جواب واضح ہوگیا ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۱ھ

---

[1] (۱) وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وقبل بلاعلة جمع عظيم يقع العلم الشرعى بخبرهم. (الدرمع الشامى كراچى ص: ۲۳۶، ج:۲ قبيل مطلب لا عبرة بقول الموقتين، شامى نعمانيه ص: ۹۱، ج:۲) البحر الرائق ص۲۶۷ ج۲ كتاب الصوم مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگيرى ص۱۹۸ ج۱ كتاب الصوم الباب الثانى فى رؤية الهلال مطبوعه كوئٹه.

(۲) معنى الاستفاضه ان تاتى من تلك البلدةجماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن روية لا مجرد شيوع من غير علم بمن اشاعه. (شامى كراچى ص ۳۹۰، ج:۲، شامى نعمانيه ص:۹۴، ج:۲، منحة الخالق على البحر الرائق ص:۲۷۰، ج:۲)

[2] وعن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم إنّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وعقد الإبهام فى الثالثة ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا يعنى تمام الثلاثين يعنى مرةً تسعاو عشرين ومرةً ثلٰثين متفق عليه، مشكوٰة شريف ص۱۷۴ باب رؤية الهلال كتاب الصوم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ہلال رمضان وعید اور ریڈیو کی اطلاع

رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور شعبان کا ۲۹ ؍کا چاند دیکھنے کے بارے میں شہر بھر میں اور اطرافِ شہر کے کسی نے چاند نہیں دیکھا، اور نہ قصبہ میں دیکھا گیا، لیکن لوگوں نے صرف جنتری کے حساب سے گاؤں اور دوسرے بہت سے قصبوں میں بغیر چاند دیکھے روزہ شروع کر دیا ہے، یہ روزہ رمضان کا ہے، یا نہیں؟ شہر سے ایک شخص نے پچاس میل دور ۲۹ ؍شعبان کے چاند دیکھنے کی خبر دی ہے، باقی دیکھنے والے ہندو تھے، صرف اکیلا ایک مسلمان شہادت دیتا ہے، اور اس شخص کی نمازیں قضا ہوتی رہتی ہیں اور چاند دیکھنے کی حالت اس طرح بتلاتا ہے کہ کبھی کہتا ہے کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے، اور کبھی کہتا ہے کہ ایک ہندو نے دیکھا ہے اور اس نے مجھے بتلایا اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے موٹر روک کر خود دیکھا ہے، اور یہ بات عشاء سے پہلے ایک دو شہر کی مسجد والوں سے بتلائی اور ایک دو مسجد میں تراویح بھی ہوئی ہم سے جب اس ڈرائیور نے آ کر خبر دی اور اس نے بذریعہ خط ہم کو خبر دی، لیکن لکھی ہوئی عبارت کی وجہ سے ہم لوگوں نے اس شخص کی خبر معتبر طریقہ سے نہیں معلوم کی، اس لئے ہم نے ۲۹ ؍شعبان کا روزہ نہیں رکھا، اور کچھ لوگوں نے شہر میں روزے کا اعلان کر دیا، آپ مطلع فرما دیں کہ ایک مسلمان کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اور چاند ۲۹ ؍شعبان کا ہوا ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ عید مبارک کے چاند کا کیا مسئلہ ہے؟ فاسق، فاجر، ہندو، کافر، غلام وغیرہ کی شہادت ان مسائل میں معتبر ہے، یا نہیں؟ ٹیلیفون، ٹیلی گرام، ریڈیو، مشرق وسطیٰ کے ریڈیو کی خبریں جو رویتِ ہلال سے سے متعلق ہوں وہ معتبر ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۹ ؍شعبان کو اگر مطلع صاف نہ ہو تو ایک مسلمان کا چاند دیکھ کر بیان کر دینا بھی کافی ہے،

بشرطیکہ وہ ظاہرُ الفسق نہ ہو[1] امسال یہاں بھی ۲۹ رشعبان جمعرات کو چاند نظر نہیں آیا، لیکن بعد میں متعدد مقامات سے چاند ہونے کی اطلاع آئی اور دیکھنے والے معتبر گواہوں نے خود جمعرات کو چاند دیکھنے کی گواہی دی، اس وجہ سے یہاں جمعہ کو یکم تاریخ رمضان کی قرار پائی، اور جن لوگوں نے جمعہ کو روزہ نہیں رکھا ان کو ایک روز بعد میں روزہ رکھنے کا حکم کر دیا گیا، اور اس چیز کو بذریعہ اعلان طبع کرا کر شائع کرا دیا گیا، جن لوگوں نے محض جنتری دیکھ کر جمعہ کا روزہ رکھا انہوں نے ٹھیک نہیں کیا، یہ شرعی حکم نہیں کہ محض جنتری دیکھ کر روزہ رکھا جائے یا عید کی جائے، تاہم ان کا روزہ صحیح ہو گیا، اور ان کے ذمہ قضا لازم نہیں۔

ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر کے متعلق بڑی تفصیل ہے، بعض صورتوں میں معتبر ہوتی ہے، بعض میں نہیں، رسالہ آلاتِ[2] جدیدہ اور ریڈیو کے متعلق احکام میں وہ تفصیل مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

ریڈیو کا اعلان

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ دہلی میں جو ہلال کمیٹی ہے اس کا اعلان جو آل انڈیا ریڈیو دیتی ہے اس کی حیثیت کیا ہے آیا اس خبر پر عمل کیا جائے یا نہیں

---

[1] وقبل للصوم مع علة خبر عدل أو مستور در مختار قال الشامی أما مع تبین الفسق فلا قائل به عندنا، درمختار مع الشامی کراچی ص۳۸۵ج۲ کتاب الصوم مبحث فی صوم یوم الشک، عالمگیری ص۱۹۷ ج۱ الباب الثانی فی رؤیة الهلال، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص۳۱۹ ج۱ کتاب الصوم، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] آلات جدیده کے شرعی احکام ص:۱۸۸، مصنفه مفتی محمد شفیع صاحب، باب هوائی رؤیت هلال کی شرعی حیثیت، مطبوعه قاسمی دیوبند.

کیونکہ ہلال کمیٹی کے صدر یا اس کا کوئی بھی رکن ریڈیو سے اعلان نہیں کرتا بلکہ صرف خبروں میں کمیٹی کے صدر کا حوالہ دیا جاتا ہے، اسی طرح پاکستان میں بھی ہلال کمیٹی ہے، اس کا صدر عام طور پر خود ریڈیو پاکستان پر چاند کا اعلان فرماتے ہیں آیا اس اعلان کا اطلاق صرف پاکستان پر لاگو ہوگا یا ہندوستان والے اس اعلان پر عمل کر سکتے ہیں شرعی حیثیت کے مطابق آپ مع حوالہ جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں اور اس رمضان کی پہلی تاریخ اور دن سے بھی مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہلال کمیٹی جس کے افراد اہل علم واہل دیانت ہوں شرعی قاعدے کے مطابق ثبوت رویت ہلال حاصل کر کے ریڈیو کے ذمہ دار کو تحریر لکھ کر دیدیں کہ ہمارے پاس شرعی شہادت ہے فلاں روز رویت ہلال کا ثبوت ہوگیا ہے اس بناء پر ہم اعلان کرتے ہیں کہ کل فلاں دن روزہ رکھا جائے تو یہ اعلان معتبر ہوگا جب کہ ۲۹ رکو مطلع صاف نہ ہو اعلان کرنے والا ریڈیو پر اگر چہ غیر مسلم ہو لیکن جب اسکا پورا اعتماد ہے، کہ رویت ہلال کمیٹی کے صدر صاحب نے اسکو یہ تحریر دی ہے جس کا اس نے انکی طرف سے یہ اعلان کیا ہے تو یہ اعلان معتبر ہے جیسے سرکاری حکم، اعلان کوئی بہت چھوٹا آدمی بذریعہ منادی کرتا ہے اور یہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے یہ اعلان نہیں کر رہا ہے بلکہ سرکاری تحریر کا اعلان کر رہا ہے تو اسکے اعلان کا اعتبار کر لیا جاتا ہے، جہاں تک اس ریڈیو کے اعلان تسلیم کرنے سے مہینہ اٹھائیس کا نہ رہ جائے یا اکتیس کا نہ بن جائے وہاں تک اسکا اعتبار کیا جاسکتا ہے، یہی حال پاکستان کے اعلان کا ہے، کہ اگر وہ باضابطہ شرعی شہادت کے بعد کیا گیا ہے تو معتبر ہے اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں، ان میں دلائل بھی مذکور ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۹/۱۴۰۲ھ

---

[1] والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجةٌ موجبةٌ للعمل، شامی کراچی ص ۳۸۶ ج ۲ مبحث فی صوم یوم الشک آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۸۸ مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ، بیان ہوائی رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت، مطبوعہ قاسمی دیوبند، انوار رحمت مؤلفہ مفتی شبیر احمد صاحب شاہی مرادآباد ص ۵۴۲ آلات جدیدہ اور چاند کا ثبوت، مطبوعہ مرادآباد۔

ریڈیو کے اعلان کی حیثیت

سوال :- بعض شہروں میں مثلاً بمبئی، دہلی وغیرہ میں رویت ہلال کمیٹی قائم ہے، انکے فیصلوں کی پیروی کتنے میل کے فاصلہ تک جائز ہے اور کن پر نہیں، جب کہ ان کے اعلانات اور فیصلے محض ریڈیو کے ذریعہ پہنچتے ہوں اور محض خبر پر اعتماد کر لینا کیا حکم ہے جب کہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب کے مرنے یا منتخب ہونے یا حادثہ کی خبر کیوں مانتے ہو؟ عینی گواہ شرعاً کیسا ہو اور کن خوبیوں کا حامل ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رویت ہلال کمیٹی اہل علم اور دیانت حضرات پر مشتمل ہو اور باقاعدہ ثبوت رویت فراہم ہونے پر وہ ریڈیو سے اعلان کرے تو وہ اعلان رویت ہے، شہادت نہیں جس طرح توپ اور نقارہ کے ذریعہ اعلان معتبر ہے اسی طرح یہ اعلان بھی معتبر ہے اور جہاں تک اس اعلان کو تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸/ کا نہ رہ جائے اور ۳۱/ کا نہ ہو جائے وہاں تک یہ اعلان معتبر ہوگا، بشرطیکہ ۲۹/ کی رویت کے متعلق ہو اور مطلع صاف نہ ہو اور اعلان کے الفاظ بھی ذمہ دارانہ ہوں، ثبوت ہلال عید کیلئے خبر محض کافی نہیں بلکہ شہادت شرط ہے[1] لہٰذا اسکو دوسری چیزوں پر قیاس نہیں جا سکتا اگر حکومت مسلمہ کی طرف سے ریڈیو پر اعلان ہو تو اس کی حیثیت سرکاری اعلان کی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة وهو رجلان أو رجل وامرأتان ولفظ اشهد. الدر المختار على الشامی کراچی ص: ۳۸۶، ج:۲، کتاب الصوم. شامی زکریا ص: ۳۵۳، ج:۳، عالمگیری ص۱۹۸ ج۱ کتاب الصوم الباب الثانی فی رؤیة الهلال، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص۳۲۵ ج۲ باب رؤیة الهلال، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ریڈیو کے اعلان کی حیثیت

سوال:- پاکستان ریڈیو سے یا ہندوستان ریڈیو سے اگر چاند کی خبر آوے تو وہ معتبر ہے یا نہیں جبکہ ریڈیو پاکستان مسلمانوں کی ریڈیو ہے تو پھر کیا وجہ ہیکہ اسکی خبر معتبر نہ مانی جاوے؟

(۲) صبح کو ہی جب بمبئی سے چاند ہونیکی خبر امام صاحب جامع مسجد دلی کے پاس آ گئی تو اس وقت انہوں نے بمبئی کی بات کیوں نہیں مانی اور بعد میں ایک بجے کیوں افطار کرایا، عجب معمہ ہے، یہ سب واقعات ریڈیو سے معلوم ہوتے رہے لہٰذا صحیح جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص ریڈیو پر شہادت دے کہ میں نے عید کا چاند دیکھا ہے تو یہ شہادت سننے والوں کے حق میں معتبر نہیں نہ بمبئی کی ریڈیو سے نہ لاہور کی ریڈیو سے، نہ کسی اور اسلامی یا غیر اسلامی ملک سے قبولِ شہادت کے لئے شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا شرط ہے: **وهو مصرح في كتب[1] الفقه.**

اگر ریڈیو پر یہ خبر آئے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے یا عید ہے تو یہ خبر کافی نہیں، اس میں بھی سب جگہ کا ریڈیو برابر ہے، اگر مسلم باشرع رویتِ ہلال کمیٹی یا قاضی شرعی یا حاکم مسلم باقاعدہ شہادت لے کر ریڈیو پر اعلان کرے یا کرائے کہ یہاں شہادتِ شرعیہ سے چاند کا ثبوت ہو گیا اس بنا پر اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے تو یہ اعلان یوم الشک میں یعنی ۲۹/رمضان کے بعد والے دن کے لئے مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں معتبر مانا جائے گا، جہاں اس کے مان لینے سے مہینہ ۲۸/ یا ۳۱ کا نہ ہونے پائے وہ ریڈیو کسی جگہ کا ہو سب کا یہی حکم ہے، ایسے ریڈیو کی خبر پر روزہ

---

[1] الشهادة هي اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القاضي قال الشامي، قوله في مجلس القضاء خرج به اخباره في غير مجلسه فلا يعتبر (الدر المختار مع الشامي كراچي ص ٦٢، ج٧، كتاب الشهادات، طحطاوي على الدر المختار ص٢٢٧، ج٣، دار المعرفة بيروت.

افطار کرنا اور نمازِ عید ادا کرنا درست ہوگا[۱]

ضلع سہارن پور میں متعدد مقامات پر لوگوں نے چاند دیکھا اور ان کی باقاعدہ شہادت لی گئی اس پر عید کا حکم کیا گیا اور یہ حکم بھی رات میں ہی کر دیا گیا تھا، بعض جگہ اس کی اطلاع دن میں پہنچی اس شہادت پر اتوار کو عید ہوئی، کسی ریڈیو پر عید نہیں کی گئی جس وقت بھی عید کے چاند کا ثبوت پہنچ جائے گا خواہ دوپہر سے پہلے یا بعد اسی وقت روزہ افطار کر دیا جائے گا، عید کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں[۲] اگر ثبوت نہ پہنچا اور روزہ رکھ لیا گیا تو گناہ نہیں ہے، لیکن اگر پھر ثابت ہو گیا کہ وہ عید کا دن تھا اس لئے روزہ توڑ دیا تو اس روزہ کی قضاء یا کفارہ بھی لازم نہیں[۳] بمبئی اور دوسرے شہروں کی پوری تفصیل ہمیں معلوم نہیں کہ وہاں شہادت پر عید کی گئی یا کس طرح چاند سے متعلق آپ کے سوالات کا جواب تحریر بالا میں آ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۵ھ

---

[۱] ملاحظہ: رسالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۸۸ ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ: مطبوعہ قاسمی دیوبند، انوار رحمت مصنفہ مفتی محمد شبیر احمد صاحب مرادآبادی ص ۵۴۲ ہلال کمیٹی کا ریڈیو یا ٹیلیفون میں اعلان، مطبوعہ مرادآباد.

[۲] والثانی الذی کرہ تحریماً صوم العیدین الفطر والنحر للإعراض عن ضیافة اللّٰہ ومخالفه الأمر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۲۸ کتاب الصوم فصل فی صفة الصوم الخ مطبوعه مصری، عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۱ الباب الثالث فیما یکره للصائم الخ، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۳۳۶ ج ۳ کتاب الصوم.

[۳] ولو کانو ببلدة لا حکم فیها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة(الدرالمختار) (قوله افطروا الخ)عبارة غیره لا بأس ان یفطروا والظاهر ان المراد به الوجوب. شامی کراچی ص:۳۸۶، ج:۲، ولا قضاء علیه ان شرع فیها ثم أفطر کذا فی الکنز، عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۱ الباب الثالث فیما یکره للصائم، مطبوعه کوئٹه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۳۷ کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به الهلال الخ.

ریڈیو کا اعلان کب معتبر ہے

سوال:- امسال ہمارے یہاں مطلع صاف نہ ہونیکی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا، اور نہ بدلی کی وجہ سے اطراف ہی کے کسی گاؤں سے چاند دیکھنے کی اطلاع ملی، ریڈیو نے ملک کے مختلف حصوں میں چاند دیکھنے اور عید الفطر کی نماز ادا کرنیکی اطلاع دی ریڈیو پر اعتماد کر کے ہمارے گاؤں میں عید پڑھی گئی کچھ لوگوں کا کہنا ہیکہ ریڈیو کے اعتماد پر عید کی نماز پڑھنا شرعاً غلط ہے، اب جناب والا ہی بتائیں کہ ریڈیو کے اعتماد پر عید کی نماز ادا کرنا صحیح تھا یا غلط، اور اگر صحیح نہیں تھا، تو کیا اس معاملہ میں کسی شکل سے بھی ریڈیو پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اگر اس سلسلہ میں کچھ تفاصیل ہوں تو تحریر فرماویں تا کہ اس طرح کے موقع پر صحیح مسئلہ پر عمل کیا جا سکے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حاکم مسلم یا رویت ہلال کمیٹی جس کے افراد حدود شرع سے واقف اور متبع شریعت ہوں ثبوت رویت کے بعد (شہادت لے کر) ریڈیو پر اعلان کرے یا اعلان کرائے اس طرح پر کہ ہم نے شہادت لی ہے، اور رویت کا ثبوت ہو گیا ہے لہٰذا فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو اتنی دور تک کہ اس اعلان کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ر کا نہ رجائے اور ۳۱ر کا نہ ہو جائے، یہ اعلان شرعاً قابل تسلیم ہوگا جب کہ رویت یوم الشک یعنی ۲۹ر شعبان میں ہو اور مطلع صاف نہ ہو۔

ایسے اعلان پر بھی عوام کو پیش قدمی نہیں چاہئے بلکہ ریڈیو کے اعلان کی پوری تفصیل ذمہ دار اہل علم کے سامنے رکھ دیں جب وہ تحقیق و تفتیش سے اطمینان کر لیں تو انکی ہدایت پر عمل کریں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عندنا العمل بالإمارات الظاهرة الدالّة على ثبوت ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایضاً

سوال:-عید یا رمضان کے بارے میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار ہے یا نہیں اگر ہے تو کس صورت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۹ رشعبان کو اگر مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور متعدد ریڈیو سے چاند کی خبر آئے جس سے ظن غالب ہو جائے تو ثبوت رمضان کے لئے اتنا ہی کافی ہے[۱]، لیکن ثبوت عید کے لئے شہادت ضروری ہے[۲]، پس اگر ۲۹ ررمضان کو مطلع صاف نہ وہ اور چاند نظر نہ آئے اور مسلم حاکم یا رویت ہلال کمیٹی جو کہ ذی علم اور دیانتدار افراد وارکان پر مشتمل ہوں باقاعدہ شرعی شہادت حاصل کر کے اعلان کرے یا ریڈیو پر اس طرح اعلان کرائے کہ فلاں مقام پر رویت ہلال کمیٹی کے پاس شرعی شہادت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممّن كان غائباً عن المصر كأهلِ القرىٰ ونحوها كما يجب العمل بها على أهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود وقوله اَنّه يثبت انّه بالإمارات الظاهرة الدّالة الّتى لا تختلف عادةً كرؤية القناديل المعلّقة بالمنائر ومخالفة جمع فى ذلك غير صحيحة، منحة الخالق ص ۲۷۰ ج ۲ كتاب الصوم قبيل باب ما يفسد الصوم الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى كراچى ص ۳۸۶ ج ۲ كتاب الصوم مبحث فى صوم يوم الشك انوار رحمت مصنفہ مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ ص ۵۴۲ ہلال کمیٹی کا ریڈیو یا ٹیلیفون میں اعلان، مطبوعہ مراد آباد، رسالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام، مصنفہ مفتی شفیع احمد صاحبؒ ص ۱۸۸ ہلال کے معاملہ میں آلات جدیدہ کی خبروں کا درجہ، مطبوعہ قاسمی دیوبند۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ كفايت المفتى ص ۲۰۹/۴، پهلا باب. رويت هلال رمضان و عيدين.

۲ آلات جدیدہ کے شرعی احکام مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص: ۱۸۸، مطبوعه قاسمى ديوبند، وشرط للفطر مع العلة والعداله نصاب الشهادة ولفظ اشهد. الدرالمختار على الشمى كراچى ص: ۳۸۶، ج: ۲، كتاب الصوم، قبيل مطلب لاعبرة بقول الموقتين فى الصوم.

پہنچ گئی ہے اور رویت کا ثبوت ہوگیا ہے، اب وہ رویت ہلال کمیٹی اعلان کراتی ہے کہ کل فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸/ کا نہ رہ جائے یا ۳۱/ کا نہ ہو جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

رویتِ ہلال کا اعلان ریڈیو سے کب معتبر ہے؟

سوال:- رمضان المبارک میں عید، بقرعید کی رویتِ ہلال سے متعلق ریڈیو کی خبر معتبر ہے یا نہیں، خواہ ریڈیو ہندوستان کا ہو یا پاکستان کا عرب کا یا مصر کا، اس کا کیا حکم ہے؟ امسال مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا، لیکن بعض مقامات پر پاکستان اور ہندوستان میں دونوں جگہ چاند ہوگیا اور اس کا اعلان ریڈیو پر ہوا تو اس کو مان کر روزہ افطار کرنا اور عید کرنا کیسا ہے؟ آپ تفصیلی جواب لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شاہد کا مجلسِ شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے، پسِ پردہ محض آواز سن کر شہادت قبول نہیں کی جائے گی[2]، لہٰذا ریڈیو پر جو شہادت سنی جائے وہ قبول نہیں، نہ نزدیک سے نہ دور سے یعنی نہ

---

[1] ایک مقام پر چاند ۲۸/ یا ۳۱/ کا ہو اور دوسری جگہ ۲۹/ یا ۳۰/ کا ہو تو اختلاف مطالع ہو جاتا ہے، لهذا اذا كان المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احدالبلدين حكمالاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشه تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر الخ. بدائع الصنائع كراچى ص۸۳، ج:۲، كتاب الصوم، فصل واما شرائط الصوم فنوعان، زيلعى ص ۳۲۱ ج ۱، كتاب الصوم مطبوعه امداديه ملتان.

[2] (۱) الشهادة هى اخبار صدق لا ثبات حق بلفظ الشهادة فى مجلس القاضى (الدرالمختار مع الشامى قال الشامى قوله فى مجلس القضاء خرج به اخباره فى غير مجلسه فلا يعتبر ص ۶۲/۷، كتاب الشهادات، طحطاوى على الدر ص۲۲۷/۳، طبع دار المعرفة بيروت،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہندوستان سے نہ پاکستان سے نہ مصر، نہ مکہ مکرمہ سے، پس اگر ریڈیو پر کوئی شخص شہادت دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو اس شہادت پر عید کرنا درست نہیں، اگر چہ شاہد ثقہ اور متدین ہو، ریڈیو پر اگر اس طرح خبر آئے کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا ہے، یا فلاں جگہ عید ہے تو یہ خبر بھی کافی نہیں، اگر باقاعدہ شرعی شہادت ذمہ دار حضرات حاصل کریں، مثلاً قاضی شرعی، مسلمان وزیر، رویت ہلال کمیٹی، جمعیۃ العلماء، امارتِ شرعیہ جب کہ ان کے افراد باعلم اور متبع سنت ہوں، اور پھر ان کی طرف سے ریڈیو پر اس طرح اعلان کیا جائے کہ ہمارے پاس چاند دیکھنے والے ثقہ گواہوں نے شہادت دی ہے، اور ان کی شہادت سے رویتِ ہلال تسلیم کر لی گئی ہے، لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے تو یہ اعلان یوم الشک سے متعلق مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں معتبر ہوگا[1] خواہ ہندوستان کا اعلان ہو یا کسی اور جگہ کا جس مقام پر اس اعلان کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ ر دن کا رہ جائے یا ۳۱ ر دن کا ہو جائے وہاں یہ اعلان تسلیم نہ ہوگا،[2] مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) لو سمع من وراء الحجاب لایسعه أن یشهد لاحتمال أن یکون غیره إذ النعمة تشبه النغمة مجمع الأنهر ص۲۶۶ ج۳ کتاب الشهادات فصل یشهد بکل ما سمعه الخ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۱۳ ج۴ کتاب الشهادة مطبوعه امدادیه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد (الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص:۳۸۶، ج:۲) کتاب الصوم، انوار رحمت (مفتی شبیر صاحب شاهی مرادآباد) ص۵۴۲، مطبوعه مرادآباد، آلات جدیده کے شرعی احکام (مصنفه مفتی شفیع صاحب) ص۱۸۸ مطبوعه قاسمی دیوبند.

[2] واذا کانت المسافة بین البلدین قریبة لا مختلف فیها المطالع، فاما اذا کانت بعیدة فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة مختلف فیعتبر فی اهل کابلد مطالع بلدهم دون بلد الآخر الخ (بدائع الصنائع کراچی ص:۸۳، ج:۲) کتاب الصوم.

قسم کا ایک دو اعلان کافی نہیں ہوگا، تاوقتیکہ خبر مستفیض کے درجہ تک نہ پہنچ جائے[1]، جن صورتوں میں یہ اعلان معتبر ہوگا، ان صورتوں میں بھی عوام کو جلدی اور پیش قدمی نہیں چاہئے، کہ جیسے ہی اعلان سنا فوراً روزہ توڑ کر عید الفطر منانا شروع کردیں، بلکہ اہلِ علم حضرات کی طرف رجوع کیا جائے کہ وہ دینی حدود و قیود کو پوری طرح سمجھتے ہیں ایسے اعلان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اعلان کرنے والا خود بھی مقبول الشہادۃ ہو بلکہ ذمہ دار مقبول الشہادۃ حضرات کی طرف سے اگر غیر مقبول الشہادۃ شخص اعلان کردے تو وہ بھی کافی ہے، جیسا کہ منادی کا حال ہوتا ہے امید کہ اس میں آپ کے جملہ سوالات کا جواب مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ریڈیو کی خبر ہلال رمضان وعید کے لئے

سوال:- اسلامی سلطنت میں خواہ والی ملک کی جانب سے یا مسلمانانِ شہر کی جانب سے ایک محکمہ رویتِ ہلال کے متعلق ایسا قائم کیا جائے کہ جب چاند ۲۹ر کا نظر آجاوے تو وہ بڑے بڑے شہروں میں تار یا ریڈیو کے ذریعہ خبر پہنچادیں اور اس تار یا ریڈیو کی خبر معتبر سمجھ کر روزہ رکھیں یا روزہ افطار کریں یا عید کریں، لہٰذا علماء کرام سے عرض ہے کہ کیا اس محکمہ کی تار یا ریڈیو کی خبر از روئے شرع معتبر سمجھی جائے گی اور مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا شرعاً درست ہوگا، جو حکم ہو تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا.

---

[1] ان لم یکن بالسماء علة فیهما یشترط ان یکون فیها الشهود جمعا کثیرا یقع العلم بخبرهم (البحر الرائق ص:۲۶۸، ج:۲، مکتبه کوئٹه) کتاب الصوم. (بدائع الصنائع ص ۸۱، ج۲، کراچی) کتاب الصوم، زیلعی ص ۳۲۰، ج ۱ کتاب الصوم، مطبوعه امدادیه ملتان، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۴۰، کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به الهلال فی صوم الخ، مطبوعه مصری،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ محکمہ رویتِ ہلال کی شرعی طور پر تحقیق کر کے والی ملک کے امر سے تار یا ریڈیو کے ذریعہ رویت کا اعلان کردے تو خاص اس شہر میں نیز ان مقامات میں جو اس شہر کے تابع ہوں جیسے قرب وجوار کے قصبات اس اعلان کا اعتبار کر کے عمل کرنا شرعاً درست ہے جو شہر یا قصبات اس کے تابع نہیں، وہاں یہ اعلان کافی نہیں، جیسے ایک قاضی کی قضا دوسرے قاضی کے شہر میں نافذ نہیں ہوتی، جن مقامات پر اعلان کو معتبر مانا جائے گا وہاں بھی بہت سے علماء کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اس کی صحت وصدق کا غلبۂ ظن حاصل ہو، حکومت کی طرف سے اس کا انتظام ضروری ہے کہ کوئی اور شخص ایسی جعلی کاروائی نہ کرنے پائے: **فی تعبیر المصنّف کغیرہ بالظن اشارۃ الٰی جواز التسحر والافطار بالتحری وقیل لا یتحری فی الافطار والٰی انہ یتسحر بقول عدل وکذا بضرب الطبول واختلف فی الدیک وَاَمَّا الافطار فلا یجوز بقول الواحد بل بالمثنٰی وظاھر الجواب انہ لا بأس بہٖ اذا کان عدلا صدقہ کما فی الزاھدی والٰی انہ لوافطر اھل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلاثین ظانین انہ یوم العید وھو لغیرہ لم یکفروا کما فی المنیۃ قھستانی قلت ومقتضی قولہ لا بأس بالفطر بقول عدل صدقہ انہ لایجوز اذا لم یصدقہ ولا بقول المستور مطلقاً وبالاولیٰ سماع الطبل او المدفع الحادث فی زماننا لاحتمال کونہ لغیرہ ولان الغالب کون الضارب غیر عدل فلا بد حینئذ من التحری فیجوز لان ظاھر مذھب اصحابنا جواز الافطار بالتحری کما نقلہ فی المعراج عن شمس الائمۃ السرخسی لان التحری یفید غلبۃ الظن وھی کالیقین کما تقدَّمَ فلو لم یتحر لا یحل لہٗ الفطر لما فی السراج وغیرہ لوشک فی الغروب لا یحل لہ الفطر لان الاصل بقاء النھار اھـ وفی البحر عن البزازیۃ ولا یفطر مَالم یغلب علی ظنہ الغروب وان اذن الموذن اھـ وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان**

کان ضاربه فاسقاً لان العادة ان الموقت یذهب الیٰ دارالحکم اٰخر النهار فیعین لهٗ وقت ضربه ویعینه ایضاً للوزیر وغیره واذا ضربه یکون ذٰلک بمراقبة الوزیر واعوانه للوقت المعین فیغلب علی الظن بهٰذه القرائن عدم الخطاء وعدم قصد الافساد والالزم تاثیم الناسِ وایجاب قضاء الشهر بتمامه علیهم فان غالبهم یفطر بمجرد سماع المدفع من غیر تحر ولا غلبة ظن[1] **شامی فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ اعلم**

حررہٗ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/شوال ۶۷ھ

یہ حکم محض اعلان کا ہے جیسے بھنگی کے ذریعہ حکومت کوئی اعلان کرادیتی ہے، نفسِ ثبوت رویتِ یا شہادت کے حق میں سب طریقے شرعاً معتبر نہیں۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

رویت ہلال کا ثبوت پاکستانی ریڈیو سے

سوال:- امسال ہندوستان میں ۲۹/رمضان کو چاند نہیں دیکھا گیا، مگر ریڈیو پاکستان نے آٹھ بجے شب میں خبر دی کہ ۲۹/کا چاند ہوگیا ہے، اس خبر کو سن کر بعض عجلت پسند لوگوں نے روزہ توڑ دیا جس میں ایک مولوی صاحب بھی ہیں، انہوں نے روزہ توڑا، اور دوسروں سے بھی توڑوادیا، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ صرف ریڈیو پاکستان کی خبر یا شہادت پر روزہ افطار کرنے والوں نے کیسا فعل کیا، اور جن لوگوں نے روزہ نہیں توڑا ان لوگوں کا فعل کیسا ہے؟ مولوی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ پاکستان مسلم حکومت ہے وہ غلط خبر نہیں دے گی۔

---

[1] شامی کراچی ص:۴۰۷، ج:۲، مطلب فی جواز الافطار بالتحری باب مایفسد الصوم: شامی نعمانیه ص:۱۰۶، ج:۲، عالمگیری ص۱۹۵ ج۱، کتاب الصوم الباب الاول الخ، مطبوعه کوئٹه،

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں ریڈیو کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، پاکستانی ہو یا ہندوستانی، یا عربی جن مولوی صاحب نے پاکستان کی خبر پر روزہ توڑ دیا، اور لوگوں سے توڑ وادیا انہوں نے سخت غلطی کی اور قضاء لازم ہے، اور جن لوگوں نے پاکستان کی ریڈیو کی خبر پر روزہ نہیں توڑا شریعت کے حکم کے مطابق کیا۔

مفتی عبدالجبار الحنفی مدرّس مدرسہ مفتاح العلوم مئو ۲۵ رشوال المکرّم ۸۶ھ

الجواب: ریڈیو کی خبر شرعاً معتبر نہیں، اس پر جن لوگوں نے روزہ توڑا ان پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگیا، جس میں مولوی صاحب بھی شامل ہیں اور روزہ توڑوانے کی وجہ سے تمام روزہ توڑنے والوں کا گناہ بھی اس کے سر عائد ہوگا، اور جن لوگوں نے روزہ نہیں توڑا انہوں نے بالکل درست کیا۔ واللہ اعلم وحکمہ احکم

حررہٗ ابوالقاسم محمد عتیق غفرلہٗ فرنگی محلی ۴ رذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

سوال:- امسال بھی عید کے چاند میں بہت گڑبڑ ہوگئی، ابر کی وجہ سے ۲۹ رکا چاند نہیں دیکھا گیا، مگر آٹھ بجے رات کے بعد ریڈیو پاکستان (بمبئی واحمد آباد) حیدرآباد سے چاند کی خبر ملی، وہاں کے مولوی صاحب نے آپ کے فتویٰ کے پیشِ نظر ریڈیو پاکستان کی خبر مانتے ہوئے چاند کا اعلان کرادیا، اور جمعرات کو نمازِ عید ادا کی، ہمارے پاس تین جگہ کے فتاویٰ موجود ہیں، ان کو دیکھ کر طبیعت پریشان ہے کہ کس کو مانا جائے، بلیا کے علماء کرام کا کہنا ہے کہ پاکستان ایک الگ حکومت ہے، وہاں کی خبر باشہادت ہمارے لئے معتبر نہیں، اور ہندوستان میں کوئی وزیر یا قاضی اعلان کرتا ہی نہیں، اس لئے یہاں کی بھی خبر معتبر نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دارالعلوم کے فتویٰ محررہ ۲۷/۳/۸۶ھ میں شروع ہی میں بتادیا گیا ہے کہ آج کل عامۃً ریڈیو

پر اس طرح خبر آتی ہے تو اس خبر پر روزہ توڑنا درست نہیں، اور فرنگی محل لکھنؤ اور مفتاح العلوم مئو کے فتاویٰ منقولہ کی بنیاد بھی یہی چیز ہے، اس لئے اتنی بات میں ہر سہ فتاویٰ متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں البتہ دار العلوم دیوبند کے فتوے میں ایک دوسری شق بھی مذکور ہے، جس سے ریڈیو کی خبر محض خبر کے درجہ سے نکل کر ذمہ دارانہ اعلان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اس کی کوشش بھی کی جارہی ہے، اور بعض جگہ کامیابی بھی ہوگئی ہے، رہی یہ بات کہ پاکستان کی خبر یا شہادت ہمارے لئے معتبر نہیں یہ تو بالکل بے بنیاد ہے، اگر ۲۹ رکو مطلع صاف نہ ہو اور دو مقبول الشہادۃ مرد آکر گواہی بھی دیں تو ان کی شہادت کو محض اس درجہ سے رد کر دینا کہ یہ الگ حکومت کے آدمی ہیں ہرگز صحیح نہیں، اختلافِ دارین کو فقہاء نے موانعِ ارث میں تو شمار کیا ہے وہ بھی بحق اہل اسلام نہیں، مگر قبولِ شہادت کے موانع میں شمار نہیں کیا، لاہور اور امرتسر دو شہر قریب قریب ہیں مطلع بھی متحد ہی ہے، اگر ایک جگہ رویت ہوجائے اور چاند دیکھ کر دوسری جگہ شرعی شہادت پہنچ جائے تو یقیناً قابلِ قبول ہوگی، اگر اختلافِ مطالع کی بحث کو نہ لایا جائے تو فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مغرب کی رویت سے اہلِ مشرق پر بھی یہی حکم لازم ہوجائے گا جب کہ رویت بطریق موجب ثابت ہوجائے: **فیلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب اھ** (درمختار) **قوله بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشهادة اویشهدا علٰی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبرا ان اهل بلدة کذا رأوه لانه حکایة اھ**[1] (رد المحتار ص: ۱۳۲، ج:۲) مشرق ومغرب سب جگہ ایک حکومت اس وقت بھی نہیں تھی، جب یہ مسئلہ فقہاء نے تحریر فرمایا تھا، بلیا کے علماء کرام کے قول مذکور کا

---

[1] شامی کراچی ص:۳۹۴، ج:۲، مطلب فی اختلاف المطالع شامی نعمانیه ص: ۹۶، ج:۲، کتاب الصوم، البحر الرائق ص۲۷۰ ج۲ کتاب الصوم قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد مطبوعه الماجدیه کوئٹه، تاتارخانیة ص۳۵۵ ج۲ کتاب الصوم رؤیة الهلال، مطبوعه کراچی.

ماخذ ان سے دریافت کر کے ہم کو بھی مطلع فرمائیں تو احسان ہوگا اور مزید غور کا موقع ملے گا، رویتِ ہلال پر علامہ شامیؒ کا مستقل رسالہ ہے، جس میں مفصل بحث ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۹ھ

رمضان کا چاند اور ریڈیو پاکستان کی ایک دلچسپ غلطی

کراچی ۱۰/مارچ (بذریعہ ڈاک) ریڈیو پاکستان کراچی نے اپنی دانستہ غلطی سے کراچی کے باشندوں کو الجھن میں ڈال دیا ہے بتایا گیا ہے کہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے رمضان کا چاند نظر آنے کی صورت میں ریڈیو پاکستان سے نشر کرنے کے لئے اپنی تقریر ریکارڈ کرائی تھی، آج چاند نظر آنے کی امید تھی لیکن نظر نہیں آیا، ادھر ریڈیو پاکستان کے ذمہ داروں نے سمجھا کہ چاند نکل آیا ہے چنانچہ اس غلط فہمی کے نتیجہ میں انہوں نے مذکورہ بالا تقریر کا ریکارڈ نشر کر دیا جس میں مولانا نے کراچی کے باشندوں کو یہ خوشخبری سنائی تھی، کہ ماہ رمضان شروع ہوگیا ہے، بعد میں ریڈیو پاکستان نے اپنی غلطی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے معذرت چاہی۔

(اخبار روزنامۂ سیاست کان پور ۱۸/مارچ ۵۹ء ۸/رمضان ۷۸ھ)

تار کا یہ حال ہے کہ روزآنہ اس میں غلطی ہوتی ہے ڈاک خانہ کے کہنہ مشق کچھ کا کچھ لکھتے ہیں اور کچھ کا کچھ پڑھتے ہیں، چنانچہ ایک تار آیا ''کتّا بے دین'' ڈاکیہ تلاش کرتا پھرتا ہے اس نام کا کوئی ملتا اور جس سے پڑھوایا سب نے یہی ''کتّا بے دین'' پڑھا یہ ناس مارا گیا تھا، قطب الدین کا۔ غرض ان آلات وایجادات پر خود ان کے استعمال کرنے والوں کا جس قدر اعتماد ہے، وہ سائل کے علم میں ہے پھر ان کے مقابلے میں شرعی احکام واصول پر اس نوع کا کلام کرنا شرعی احکام سے

[1] تنبیه الغافل والوسنان علی احکام هلال رمضان (رسائل ابن عابدین ص: ۲۳۱، ج: ۱) مطبوعه لاهور پاکستان،

بے خبری اور ان کی بے وقعتی ہے اور آلات مذکورہ کی صحیح حیثیت سے عدم واقفیت پر مبنی ہے، اگر اصل حقیقت سے واقفیت ہوتو ایسے کلام کی جرأت نہ ہو سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

ریڈیو کی خبر، خبر ہے شہادت نہیں

سوال:- یہاں موضع بھاول پور ضلع جلگاؤں میں عید الفطر کا انتیسواں چاند نظر نہیں آیا، اور نہ کوئی عینی شاہد ملا صرف ریڈیو پر بمبئی سے اطلاع ملی کہ وہاں کی رویت ہلال کمیٹی نے عید کا اعلان کر دیا ہے، یہاں پر کچھ لوگوں نے اس پر اعتماد کر کے تیسواں روزہ نہیں رکھا، اور عید منالی اور لوگوں کا روزہ بھی توڑوایا کہ آج کا روزہ حرام ہے، اور کچھ لوگوں نے ۳۰/ پورے روزے رکھے تو اب خبر ہے یا شہادت اور ایسا کرنے والوں پر شرعاً کیا حکم ہے اور جن لوگوں نے روزہ توڑوایا ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے، غائب کی شہادت اگر چہ وہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں شرعی شہادت نہیں، اسلئے کہ ریڈیو کی خبر خبر ہی ہے[1]؛ خبر اگر مستفیض ہوتو اس پر بھی حکم کرنا درست ہے، ایک دو ریڈیو کی خبر کافی نہیں بلکہ ۲۹/ کو اگر مطلع صاف ہوتو ایک دو کی شہادت بھی کافی نہیں: **وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد اھ درمختار قوله مع**

---

[1] الشهادة هی اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء قوله فی مجلس القضاء خرج به اخباره فی غیر مجلسه فلا یعتبر الخ شامی کراچی ص۶۲ ج۷ کتاب الشهادات، طحطاوی علی الدر ص۲۲۷ ج۳ دار المعرفة بیروت.

العلة ای غیم وغبار ودخان اھ[1] (شامی نعمانیه ص: ۹۱، ج:۲) **وقبل بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی بخبرھم**[2] **اھ**(درمختار علی الشامی ص:۹۳، ج:۲)

نعم لواستفاض الخبر فی البلدة الاخریٰ لزمهم علی الصحیح من المذهب اھ درمختار قال الرّحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلد اھ[3](شامی نعمانیه ص: ۹۴، ج:۲.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریڈیو کے ذریعہ شہادت

سوال:-عید کا چاند یا کسی اور مہینہ کا چاند دکھائی نہ دے اور پاکستان وبمبئی کے ریڈیو سے اگر خبر ملے تو اس کی خبر معتبر ہوگی یا نہیں اور ایسی صورت میں روزہ توڑنا مناسب ہے یا نہیں؟ حالانکہ اکثر کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ریڈیو کی خبر معتبر نہیں، ہاں اگر اعلان کرنے والے کی آواز

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۸۶، ج:۲، کتاب الصوم. شامی زکریا ص۳۵۳ ج۳، مجمع الأنهر ص۳۴۹ ج۱ کتاب الصوم مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۶۷ ج۲ کتاب الصوم مطبوعه کوئٹه، هندیه کوئٹه ص۱۹۸ ج۱ کتاب الصوم، فتح القدیر ص۳۲۵ ج۲ باب رؤیة الهلال مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] درمختار علی الشامی کراچی صء ۳۸۷، ج:۲، کتاب الصوم زکریا ص: ۳۵۵، ج:۳، سکب الأنهر ص۳۴۹ کتاب الصوم مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۶۸ ج۲ کتاب الصوم مطبوعه. منحة الخالق ص۲۷۰ ج۲ کتاب الصوم مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] شامی کراچی ص:۳۹۰، ج:۲، کتاب الصوم، مطلب ماقاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، شامی زکریا ص:۳۵۹، ج:۳، منحة الخالق ص۲۷۰، ج۲، کتاب الصوم مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

پہچان لی جائے تو معتبر ہے، نیز یہ کہ اگر چاند کے متعلق ریڈیو سے یہ اعلان کیا جائے کہ بمبئی سے جمعیۃ العلماء اور دہلی سے فلاں جماعت نے اعلان کیا ہے کہ چاندی کی تصدیق ہوگئی ہے اور اس پر عمل کیا جائے تو عام مسلمانوں کو ایسی صورت میں اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص چاند دیکھ کر ریڈیو پر خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو اس کی خبر شہادت شرعیہ نہیں، اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا بلکہ اس کو لغو کہا جائے گا،[1] اگر رویتِ ہلال کمیٹی جس میں ذی علم اور قابلِ اعتماد لوگ ہوں باقاعدہ چاند کی شہادت حاصل کر کے اعلان کریں یا کرائیں کہ شرعی شہادت سے چاند کا ثبوت ہوگیا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو اعلان شرعاً معتبر ہوگا،[2] لیکن عوام کو چاہئے کہ اس اعلان پر اپنے یہاں کے اہلِ علم حضرات کی طرف رجوع کریں اور وہ اس کو معتبر مانتے ہوئے روزہ افطار کرنے اور نمازِ عید ادا کرنے کا حکم دیدیں یہی احتیاط ہے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] هی ای الشهادة اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی خرج به اخباره فی غیر مجلسه فلا یعتبر، تکملة رد المحتار مع در المختار زکریا ص۷۸/۷۷ ج ۱۱ کتاب الشهادات، مطلب لا تحل الشهادة بسماع صوت المرأة، لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه أن یشهد لاحتمال أن یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمة، زیلعی ص۱۳/۲۱۴ ج۴ کتاب الشهادات، امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۲۶۶ ج۳ کتاب الشهادات فصل یشهد بکل ما سمعه أو رآه، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۱۸۱، ج۸، کتاب الشهادات، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص۱۸۸، ہوائی رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت مکتبۂ قاسمی دیوبند۔

[2] امداد المفتین ص ۴۸۴ ج ۲ کتاب الصوم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ریڈیو کی اطلاع پر روزہ

سوال:- گذارش یہ ہے کہ آپ حضرات نے آج تک رویتِ ہلال کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں فرمایا اور احکامِ رمضان المبارک جو دارالعلوم سے شائع ہوا ہے اس میں بھی آپ نے یہی لکھا ہے کہ اس کو مستند اور غیر مستند ہونے کے متعلق علماء سے معلوم کرلیا جائے اگر آپ ریڈیو کو لکھ کر دیتے ہیں کہ خبر فلاں فلاں شکل میں معتبر ہوگی تو ہم لوگوں کو آسانی ہوجائے گی، امام صاحب دہلی نے گذشتہ عید الفطر کے موقع پر اعلان کرکے ہر جگہ روزہ کو افطار کرا کر عید دوسرے دن منائی اس مرتبہ میں بھی وہ جمعہ کے روزہ کا اعلان کرچکے ہیں، اور جابجا عمل اس پر ہورہا ہے اور ہر جگہ روزہ جمعہ و ہفتہ کا ہوا ہے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت مفتی سعود صاحب باجازت حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ اور سید عبد القادر فرنگی محل لکھنؤ، مفتی مظہر اللہ صاحب دہلی وغیرہ ان سب حضرات نے اس کو غیر معتبر مانا ہے، اور آپ نے صرف خبر مستفیض کی بحث چھیڑ دی، ہندوستان میں بنگلور اور پٹنہ کی رویت کی خبر بذریعہ ریڈیو پہنچی ہے اور پاکستان میں ہمیشہ چاند ۲۹/ کا ہوتا ہے، وہ لوگ بذریعہ ہوائی جہاز اور دوربین تلاش کرلیتے ہیں پھر بھی ان میں اختلاف

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... "رؤیت ھلال میں ریڈیائی خبروں کی شرعی حیثیت" مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، احسن الفتاوی ص۴۱۷، ج۴، کتاب الصوم طبع دار الاشاعت دیوبند، انوار رحمت جدید آلات اور چاند کا ثبوت ص۵۴۲، مطبوعہ مرادآباد، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص۱۸۹ مکتبۂ قاسمی دیوبند.

۳ والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیه قائم مقامه، عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة ص۲۴۶، ج۱، کتاب الصوم طبع اداره مرکزِ ادب دیوبند، احسن الفتاوی ص۴۷۱، ج۴، کتاب الصوم، طبع دارالاشاعت دیوبند، انوار رحمت جدید آلات اور چاند کا ثبوت ص۵۱۵، مصنفه مفتی شبیر احمد صاحب مرادآباد، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص۱۸۸، مصنفه مفتی شبیر احمد صاحب مرادآباد، مکتبه قاسمی دیوبند،

رہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۲۱ر دسمبر اور ۲۹ر شعبان اور ۳۰ر شعبان پاکستان بروز سنیچر اگر مطلع ابر آلود ہو اور چاند دیکھا گیا ہمارے قرب وجوار میں اور ریڈیو میں یو پی سے اطلاع ملے تو اس ریڈیو کی خبر پر ہم لوگ عید کریں یا نہ کریں؟ ریڈیو کی اور چاند کی خبر کے معتبر اور غیر معتبر ہونے میں اختلاف کا ہونا قدرت کی طرف سے ہے، وہ یہ کہ چاند ہمیشہ ۲۹ر کو نظر نہیں آتا، بلکہ ۳۰ر تاریخ کو نظر آتا ہے، مطلع ہمیشہ صاف نہیں رہتا، کبھی ابر آلود رہتا ہے ہر شخص کی نظر صاف نہیں دیکھ سکتی، اختلاف تو ہمیشہ سے چل رہا ہے البتہ اس کو خلاف قرار دینا جو کہ نتیجہ ہے، عناد کا، جس کا ثمرہ فساد ہے، شرعاً وعقلاً ہر طرح سخت مذموم اور ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے ریڈیو کے ذریعہ موصول ہونے والی خبروں کے متعلق تفصیل سے کلام کیا اور اس کو شائع کیا ہے کہ کس صورت میں ایسی چیزیں معتبر ہوں گی، کس صورت میں معتبر نہیں ہوں گی[1] یہاں سے بھی چند شرائط کے ساتھ معتبر ہونے کو لکھا جاتا ہے، نہ یہ بات ہے کہ ہر حال میں ان کو معتبر مانا جائے، نہ یہ ہے کہ کسی حال میں معتبر نہ مانا جائے، جیسے کہ بغیر ریڈیو کی خبر نہ معتبر ہوتی ہے نہ غیر معتبر ہوتی ہے، مولانا محمد میاں صاحب نے بھی دہلی سے اس کی تفصیل عرصہ ہوا شائع کردی ہے، ہمارے پاس امسال معتبر آدمیوں نے خود اپنا دیکھنا اور جمعہ کو روزہ رکھنا بیان کیا ہے، ان کے بیان کو یہاں معتبر تسلیم کیا گیا اور اعلان کردیا گیا کہ جمعہ کو پہلا روزہ ہے، جن لوگوں نے رکھ لیا ہے وہ بری ہوگئے، جنہوں نے نہیں رکھا وہ بعد عید ایک روزہ کی قضا

---

[1] آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص: ۱۸۸، مکتبۂ قاسمی دیوبند.

کریں[1] دہلی، بجنور وغیرہ متعدد مقامات پر ۲۹ر کی رویت ہوئی ہے، اب کوئی تردد نہیں رہا، آئندہ روزہ کا حکم اسی پر مرتب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید

سوال:- ہمارے یہاں بہت سے آدمیوں نے ریڈیو کی خبر کے مطابق آج ۲۳ر جنوری ۶۶ھ بروز اتوار سات آٹھ بجے دن کو روزہ افطار کرلیا ہے اور عید الفطر کی نماز بھی ادا کرلی، لیکن ہمارے یہاں اور گردونواح کی کسی بھی جگہ سے چاند دیکھنے کی کوئی معتبر خبر نہیں سنی، سب جگہوں سے بدستور روزہ رکھنے کی اور ۲۴ر جنوری کو عید الفطر کی نماز ادا کرنے کی خبر ہے، لہٰذا جن آدمیوں نے ۲۳ر جنوری کو روزہ افطار کرلیا اور عید الفطر کی نماز ادا کرلی ان کے لئے اسلام کی رو سے کیا حکم ہے؟

---

[1] إذا صام أهل بلدة ثلاثين يوماً للرؤية وصام أهل بلدة تسعة وعشرين يوماً للرؤية فعليهم قضاء يوم وفي القدوري إذا كان بين البلدتين تفاوت لا تختلف المطالع لزم حكم احدىٰ البلدتين حكم البلدة الاخرىٰ فأما إذا كان تفاوت تختلف المطالع فيه لم يلزم حكم احدىٰ البلدتين حكم البلدة الاخرى، المحيط البرهاني ص۳۴۲/۳۴۱ ج۳ كتاب الصوم الفصل الثاني ما يتعلق برؤية الهلال، مطبوعه المجلس العلمي گجرات، فتاوى التاتارخانية ص۳۵۵ ج۲ كتاب الصوم، رؤية الهلال طبع ادارة القرآن كراچي خانية على هامش الهندية ۱۹۸ ج۱ كتاب الصوم الفصل الاول في رؤية الهلال طبع كوئٹه، مجمع الأنهر ص۳۵۳ ج۱ كتاب الصوم قبيل باب موجب الفساد طبع دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ریڈیو کی خبر پر کہ فلاں جگہ عید ہے روزہ توڑ دینا اور عید پڑھنا درست نہیں[۱] لیکن اگر رویتِ ہلال کمیٹی یا قاضی شرع با قاعدہ شرعی شہادت لے کر اعلان کرے یا کرائے کہ شرعی طور پر چاند کا ثبوت ہو گیا ہے، اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو یہ اعلان معتبر ہوگا،[۲] جب کہ بعد میں ثابت ہو گیا کہ اتوار کو یکم شوال تھی تو جو روزہ توڑا گیا تھا اس کی قضاء لازم نہیں،[۳] اور جو نماز عید الفطر پڑھ لی گئی ہے اس کی بھی قضاء لازم نہیں[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دار العلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذا النغمة تشبه النغمة، زيلعى ص ۲۱۴، ۲۱۳ ج ۴ كتاب الشهادات، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۲۶۶ ج ۳ كتاب الشهادات فصل يشهد بكل ما سمع أو راه، طبع دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۱۸۱ ج ۸ كتاب الشهادات، آلات جديده كے شرعى احكام ص ۱۸۸، هوائى رؤيت هلال كى شرعى حيثيت، مكتبه قاسمى ديوبند.

[۲] امداد المفتين ص ۴۸۴ ج ۲ كتاب الصوم، ''رؤیت ہلال میں ریڈیائی خبروں کی شرعی حیثیت'' طبع دار الاشاعت كراچى، احسن الفتاوىٰ ص ۴۱۷ ج ۴ كتاب الصوم، رؤيت هلال ميں ريڈيو وغيره كى خبر كى تحقيق، طبع دار الاشاعت ديوبند، انوار رحمت آلات جدیدہ اور چاند کا ثبوت ص ۵۴۲، مطبوعه مرادآباد، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۸۹ مكتبۂ قاسمى ديوبند.

[۳] ويكره صوم يوم العيد وأيام التشريق إلى قوله ولا قضاء عليها ان شرع فيها ثم افطر الخ، عالمگيرى كوئٹه ص: ۲۰۱، ج: ۱، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره، طحطاوى مع المراقى ص ۵۶۹ كتاب الصوم فصل فى العوارض، مطبوع مصر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۵ ج ۲ كتاب الصوم فصل عقد لبيان ما يوجبه العبد على نفسه.

[۴] چونکہ وہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو چکی ہے اس لئے اسکی قضاء کی ضرورت نہیں، قضاء تو وقت سے فوت ہو جانے کے بعد واجب ہوتی ہے۔ القضاء تسليم عين الوجب بعد خروج الوقت (طحطاوى على المرقى ص: ۳۵۸) باب قضاء الفوائت، مطبوعه مصر، فتاوى الهنديه كوئٹه ص ۱۲۱ ج ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، البحر الرائق كوئٹه ص ۷۹ ج ۲ باب قضاء الفوائت.

ریڈیو کی خبر پر روزہ افطار کرنا

سوال:- امسال بلیا میں عید کا چاند نہیں دیکھا گیا، ہندوستان اور پاکستان کے تمام ریڈیو سے ۲۹/رمضان کی خبر دی کہ کہیں چاند نہیں، لیکن ۱۲/ بجے رات کے پاکستان ریڈیو اور بمبئی ریڈیو نے خبر دی کہ ۲۹/ کا چاند ہوگیا ہے، اس خبر کو سن کر بعض عجلت پسند لوگوں نے روزہ توڑ دیا، اس میں ایک مولوی صاحب بھی ہیں انہوں نے بھی روزہ توڑ دیا، لیکن عید کی نماز دوشنبہ کو پڑھائی، حالانکہ نماز کا وقت تھا اس لئے کہ سحری کے وقت تک خبر معلوم ہو چکی تھی، اور شہر بلیا اور اس کے قرب وجوار کے تمام لوگوں نے اس خبر کو نہیں مانا، اور روزہ نہیں توڑا، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ جن لوگوں نے صرف ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ دیا اور نماز عید نہیں پڑھی، حالانکہ وقت تھا، ان لوگوں نے کیسا فعل کیا اور جن لوگوں نے روزہ نہیں توڑا ان کا فعل کیسا ہے، جب کہ عینی شہادت مفقود تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل عامۃً ریڈیو پر اس طرح خبر آتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا، یا فلاں جگہ عید ہے، نہ یہ خبر کہ چاند کس نے دیکھا ہے ایک دو نے یا زائد نے، مطلع صاف تھا یا نہیں، چاند دیکھنے والے مقبول الشہادۃ ہیں یا نہیں، رویت ہلال کمیٹی نے شہادت قبول کر کے اعلان کیا ہے یا ویسے ہی یہ اعلان حکومت مسلم کی طرف سے ہے، یا محض ریڈیو کے منتظمین کی طرف سے وغیرہ وغیرہ تو ایسی خبر پر روزہ توڑنا درست نہیں[1]، اگر وہ اعلان ریڈیو پر اس طرح ہو کہ فلاں جگہ شرعی شہادت کے ذریعہ سے چاند کا ثبوت ہوگیا ہے اور رویت ہلال کمیٹی (جس کے ذمہ دار مسائل شرع سے واقف اور مقبول الشہادۃ آدمی ہیں) یا حکومت مسلم (قاضی یا وزیر وغیرہ) کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا

---

[1] ملاحظہ ہو تحت عنوان "ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید" رقم الحاشیۃ ۱، "ریڈیو کے ذریعے شہادت" رقم الحاشیۃ ۱.

ہے کہ کل فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو یہ خبر معتبر ہے[1]، اس پر روزہ افطار کرنا اور نماز عید ادا کرنا درست ہے، اس مسئلہ کی پوری تفصیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے مستقل رسالہ[2] میں بیان فرمائی ہے، اگر عید کے چاند کا ثبوت واعلان ایسے وقت ہوجائے کہ نماز روزہ والوں کو خبر پہنچ جائے اور وہ نماز عید وقت پر (زوال سے پہلے) ادا کرسکیں تو آئندہ روز کیلئے بغیر کسی شرعی مجبوری (بارش شدید وغیرہ) کے نماز کو مؤخر کرنا درست نہیں[3] آپ اپنے یہاں کے حالات کو اس مسئلہ کی روشنی میں خود سمجھ لیں اور مولوی صاحب سے دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ دینا

سوال:- ریڈیو کی خبر دیانات ومعاملات میں شرعاً حجت ہے یا نہیں؟ دیانات میں خصوصاً رویتِ ہلال رمضان وعید الفطر میں؟

(۲) آگرہ میں ۱۷/اگست کو مطلع صاف نہ ہونیکی وجہ سے رویت نہ ہوسکی، ۱۸/اگست کو سب نے روزہ رکھا مگر دوپہر کو بعض افراد یہ کہہ کر (کہ پاکستانی ریڈیو کی خبر سے ہمارا دل گواہی دے رہا کہ آج عید ہے) روزہ افطار کیا اور دوسروں سے یہ کہہ افطار کرایا کہ آج شیطانی روزہ ہے، ان

---

[1] تقدم تخریجه تحت عنوان "ریڈیو کے ذریعه شهادت" رقم الحاشية ۱، "ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید" رقم الحاشية ۱.

[2] آلات جدیده کے شرعی احکام، مکتبه قاسمی دیوبند.

[3] وتوخر بعذر کمطر دخل فیه ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحیث لا یمکن جمع الناس فلا توخر من غیر عذر (شامی نعمانیه ص: ۵۶۱، ج: ۱، باب العیدین، مطلب امر الخلیفة لا یبقٰی بعد موته، شامی کراچی ص: ۱۷۶، ج: ۲، الفتاوی الهندیة ص ۱۵۲، ج ۱، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۴۳۹، باب احکام العیدین مطبوعه مصر.

لوگوں کا یہ فعل صحیح تھا یا غلط؟ اگر غلط تھا تو ان لوگوں پر قضا ہے یا قضا مع الکفارہ یا کچھ نہیں، اگر کچھ نہیں تو کیوں؟

(۳) فقہاء کے نزدیک اختلافِ مطالع کا کہاں تک اعتبار مانا گیا ہے بینوا توجروا۔

نوٹ: چونکہ میں ایک طالب علم ہوں اس لئے دلائل سے سمجھنا چاہتا ہوں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ۶ رستمبر ۴۷ء

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو کی خبر حجت نہیں محض ریڈیو کی خبر پر روزہ افطار کر کے عید کرنا ہرگز جائز نہیں[۱] بلکہ ناجائز اور معصیت ہے، لیکن اگر بعد میں شہادتِ شرعیہ یا خبر مستفیض سے ثبوت ہو جائے، تو قضا یا کفارہ کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا[۲]

رمضان کے متعلق اختلافِ مطالع شرعاً معتبر نہیں، یہی ظاہرِ مذہب ہے: **واختلاف المطالع غیر معتبر علیٰ ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ بحر عن الخلاصة یلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب اهـ کان یتحمل اثنان الشهادة اویشهدا علیٰ حکم القاضی او**

---

[۱] تقدم تخریجه تحت عنوان "ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید" رقم الحاشیة ۱، "ریڈیو کے ذریعه شهادت" رقم الحاشیة ۱.

[۲] ولزم نفل شرع فیه قصداً اداء وقضاءً اِلّا فی العیدین وایّام التشریق فلا یلزم اداءً ولا قضاءً اذا أفسده، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۱۲، ۴۱۱ ج۳ کتاب الصوم باب یفسد الصوم وما لا یفسد، فصل فی العوارض، طحطاوی مع المراقی ص ۵۶۹ کتاب الصوم فصل فی العوارض مطبوعه مصر، فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب الصوم الباب الثالث فیما یکره للصائم.

يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا رأوه لانه حكاية[1] اهـ

(درمختار وشامی ص: ۱۳۲)

تار، ٹیلیفون، خط، ریڈیو وغیرہ کی خبر کے متعلق مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ[2] تالیف کیا ہے زیادہ تفصیل مطلب ہو تو اس کو دیکھئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱۱/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۱۲/ذیقعدہ ۶۶ھ

ریڈیو کی خبر پر روزہ نہ توڑنا

سوال:- جن لوگوں نے رڈیو کی خبر پر روزہ نہ توڑا اور ۳۰/روزے پورے کئے انکا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثبوت رویت نہ ہونے کی بناء پر جنہوں نے عمل کیا صحیح کیا **كما مر من الدر المختار وشرط للفطر[3] الخ.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] شامی ص: ۹۶، ج:۲، نعمانیه مطلب فی اختلاف المطالع شامی کراچی ص: ۳۹۳، ج:۲، الفتاوی الهندیه کوئٹه ص۱۹۸ ج ۱ کتاب الصوم الباب الثانی فی رؤیة الهلال، طحطاوی مع المراقی ص ۵۴۱ فصل فیما یثبت الهلال فی صوم مطبوعه مصر.

[2] "آلات جدیده کے شرعی احکام"، ص۱۸۸ طبع مکتبۂ قاسمی دیوبند.

[3] وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهاده وهو رجلان او رجل وأمرأتان ولفظ اشهد. الدر المختار علی الشامی کراچی ص۲/۳۸۶، کتاب الصوم، شامی زکریا ص۳/۳۵۳، مبحث فی صوم یوم الشک، مجمع الأنهر ص۳۴۸ج ۱ کتاب الصوم، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، هندیة کوئٹه ص۱۹۸/۱، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیة الهلال،

بغیر ثبوتِ رویت کے عید کرنا درست نہیں

سوال:- (۱) اگر کوئی شخص بلا چاند دیکھے صرف ریڈیو کی خبر پر ۳۰/رمضان کو عید کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

بغیر رویت کے محض ریڈیو کی خبر پر عید کرنا

سوال:- (۲) قریبی شہر کلکتہ سے بذریعہ ریڈیو اگر یہ خبر پہنچے کہ اگرچہ کلکتہ میں چاند نہیں دیکھا گیا، لیکن چونکہ ڈھاکہ، دہلی وغیرہ شہر سے چاند کی خبریں بذریعہ ریڈیو آرہی ہیں، اسی بناء پر یہ کلکتہ میں عید ہورہی ہے اس خبر پر کلکتہ والوں کو اور کلکتہ کی خبر پر دیہاتوں میں عید کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر ۳۰/رمضان کو ایسی خبر پر عید کرے اور بعد کو اگلے روز چاند ہونے کی تحقیق ہوجائے، تو اس کو عید بلا تحقیق کرنا جائز ہوا یا نہیں؟

(۴) اور اگرچہ بعد میں چاند کی تحقیق ہوئی، لیکن چونکہ وہ لوگ ۳۰/رمضان کو آٹھ بجے تک روزہ میں تھے، ریڈیو کی ایسی خبر پر کلکتہ کے مسلمان آکر دیہات میں کہیں اور وہ لوگ روزہ توڑ کر عید کرلیں، تو قضاء وکفارہ یعنی ۶۰/روزے لازم ہوں گے۔

(۵) یا صرف ایک روزہ رکھے؟

(۶) یا کچھ کرنا نہیں پڑے گا؟

(۷) اور جو لوگ ایسی خبروں کو غیر معتبر سمجھ کر ۳۰/رمضان کو عید نہ کرکے پورا ۳۰/روزہ رکھ کر اگلے دن عید کریں تو وہ حق پر تھے، یا نہیں؟

(۸) اگرچہ بعد میں ۲۹/رمضان کے چاند کی تحقیق ہو تب بھی کیا ہوگا؟

(۹) چونکہ صرف ریڈیو کی خبر تھی، جس کے مشتہر غیر مسلم ہوتے ہیں۔

(۱۰) یا ڈھاکہ کی خبر جو مسلمین دے رہے ہیں انکے احوال معلوم نہیں کہ متقی ہیں یا نہیں؟

(۱۱) اور دہلی چونکہ کلکتہ سے قریب ہزار میل ہے، جسکا طلوع وغروب کلکتہ کے ساتھ متفق نہیں ہوسکتا، کہ وہاں ۲۹ ؍رمضان کو چاند ہوا ہو اور یہاں نہیں اسلئے اس کو غیر معتبر سمجھ کر۔

(۱۲) اور چونکہ کلکتہ والے خود چاند نہیں دیکھے صرف ڈھاکہ یا دہلی کی خبر پر عید کر رہے ہیں۔

(۱۳) لہٰذا اس خبر کو بھی غیر معتبر سمجھ کر ۳۰ ؍رمضان کو عید نہ کریں بلکہ روزہ رکھیں تو ان کا یہ روزہ رکھنا حرام تو نہیں ہوگا۔

(۱۵) نیز امسال دیوبند وسہارن پور میں روزہ کتنے ہوئے؟

(۱۶) عید کب ہوئی۔

(۱۷) اچھا شریعت میں کوئی ایسی حد معین ہے کہ اگر مثلاً پانچ سو میل کے اندر والے کے لئے حجت ہو، اس سے اگر دور ہو تو حجت نہیں۔

یہ کل سترہ سوالات ہیں، امید ہے کہ ہر ہر سوال کے جواب سے سرفراز فرمائیں گے، حقیقت میں سوال ایک ہی ہے، اس لئے آپ کے قانون کے خلاف نہیں ہوا۔

ضروری گذارش: چونکہ اس مسئلہ پر پوری مغربی بنگال میں اختلاف ہے، اور شدید اختلاف ہے، اس لئے برائے کرم ہر ہر سوال کے جواب سے سرفراز فرمائیں کیوں کہ اس کا ہر سوال حقیقی اور واقعی ہے، مخترعہ نہیں، جس کا جواب نہیں آئے گا، پھر اسی کو لے کر جھگڑا ہوگا، ۲۲ ؍شوال کو ہمارا ایک اجلاس ہوگا، جس میں یہی مسئلہ لے کر گہری بات ہوگی، لہٰذا قبل اس تاریخ کے اگر جواب پہنچے تو بڑا احسان ہوگا، خط پہنچنے میں چھ روز لگتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر ۲۹ ؍کو مطلع صاف ہو کہ نہ بادل ہو نہ غبار نہ دھواں ہو نہ بارش ہو نہ سرخی ہو تو محض کسی

ریڈیو کی اتنی خبر پر کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا ۳۰ ؍رمضان کو عید کرنا درست نہیں[۱]

(۲) اتنی خبر بھی کافی نہیں[۲]

(۳) بلاتحقیق عید کرنا جائز نہیں تھا، اگرچہ بعد میں تحقیق سے حجت کا علم ہوجائے[۳]

(۴) جب تک شرعی طور پر تحقیق نہ ہوجائے روزہ توڑنے کی اجازت نہیں لیکن بعد میں تحقیق ہونے پر کہ اسی روز عید تھی، قضاء وکفارہ کا وجوب نہ ہوگا[۴]

(۵،۶) نہ قضاء سے ہے نہ کفارہ، بلاتحقیق روزہ توڑنے پر استغفار کرے[۵]

(۷) جب تک تحقیق نہ ہوجائے روزہ رکھنا لازم ہے، عید کرنا درست نہیں لہٰذا انہوں نے ٹھیک کیا[۶]

---

[۱] وان لم یکن بالسماء علة فیهما یشترط ان یکون فیهما الشهود جمعاً کثیراً یقع العلم بخبرهم (بحر کوئٹه ص۲۶۸، ج:۲، کتاب الصوم) الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۵۶ج۳ کتاب الصوم مطلب ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، الفتاویٰ الهندیة کوئٹه ص۱۹۸ ج ۱ کتاب الصوم الباب الثانی فی رؤیة الهلال طبع کوئٹه.

[۲] تقدم تخریجه تحت عنوان "ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید" رقم الحاشیة ۱، "ریڈیو کے ذریعه شهادت" رقم الحاشیة ۱.

[۳] ان غم علی الناس هلال شوال اکملوا عدة رمضان ثلاثین یوماً لان الاصل بقاء الشهر وکماله فلا یترک هذا الاصل الا بیقین (بدائع ص۸۰، ج:۲، کتاب الصوم، مطبوعه کراچی.

[۴] ولا قضاء علیها ان شرع فیها ثم افطر الخ (عالم گیری کوئٹه ص ۲۰۱/۱، البا ب اثالث فیما یکره للصائم، شامی زکریا ص ۴۱۲/۳ کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد فصل فی العوارض طحطاوی مع المراقی مصری ص۵۶۹، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

[۵] حوالۂ باله.

[۶] ان غم علی الناس هلال شوال اکملوا عده رمضان ثلاثین یوماً لان الاصل بقاء الشهر وکماله فلا یترک هذا الاصل الا بیقین (بدائع ص۸۰، ج:۲، کتاب الصوم، مطبوعه کراچی، بدائع الصنائع زکریا ص۲۲۰ج۲ فصل انواع الصوم، بحر کوئٹه ص۲۶۳ج۲ کتاب الصوم، زیعلی ص ۳۷۱ج ۱ کتاب الصوم امدادیه ملتان.

(۸) انہوں نے ٹھیک کیا وہ گنہگار نہیں[1]

(۹،۱۳) محض یہ خبر کہ چاند ہو گیا یا عید ہے کسی کی بھی معتبر نہیں اگر چہ ریڈیو پر خبر دینے والے مسلم متفق ہوں[2]

(۱۴) آپ کی تحریر کردہ صورت میں وہ لوگ گنہگار نہیں[1]

(۱۵) ۲۹ رہوئے۔

(۱۶) عید سنیچر کو ہوئی۔

(۱۷) ایک قول میں اس کا بھی اندازہ کیا گیا ہے: **وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر فاکثرعلیٰ مَا فی القهستانی**(رد المحتار ص: ۹۶ ج:۲) شامی نے اس کی دلیل کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۱ھ

---

[1] ان غم علی الناس هلال شوال اکملوا عده رمضان ثلاثین یوماً لان الاصل بقاء الشهر وکماله فلا یترک هذا الاصل الا بیقین (بدائع ص ۸۰، ج:۲، کتاب الصوم، مطبوعه کراچی، بدائع الصنائع زکریا ص ۲۲۰ ج۲ فصل انواع الصوم، بحر کوئٹه ص ۲۶۳ ج۲ کتاب الصوم، زیعلی ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصوم امدادیه ملتان.

[2] تقدم تخریجه تحت عنوان "ریڈیو کے ذریعے شهادت" رقم الحاشیة ۱، "ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید" رقم الحاشیة ۱.

[3] گذشتہ صفحہ کا حوالہ نمبر ۵۔

[4] فی القهستانی عن الجواهر اعتباراً بقصه سلیمان علیه السلام فانه قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم الی اقلیم وبینهما شهر اهـ ولا یخفی مافی هذا الاستدلال. شامی کراچی ص: ۳۹۳، ج:۲، مطلب فی اختلاف المطالع کتاب الصوم وشامی نعمانیه ص: ۹۶، ج:۲، شامی زکریا ص ۳۶۴/۳۶۳ ج۳ مطلب فی اختلاف المطالع، طحطاوی مع المراقی ص ۵۴۱ فصل فی ما یثبت الهلال فی صوم مطبوعه مصر.

اٹھائیس رمضان کو چاند کی شہادت

سوال:- ایک گاؤں میں دس آدمیوں نے گواہی دی ہے کہ ہم نے مورخہ ۲۸/رمضان المبارک ۵۷ھ کو شام چاند بچشم خود دیکھا ہے، لوگوں کے روزے چھوڑوانے اور جو آدمی چاند دیکھنے والے ہیں، ان میں پانچ بالغ اور پانچ نابالغ ایک چمار باقی نومسلم ہیں گاہے گاہے نماز پڑھتے ہیں لیکن ہیں مسلمان، چاند دیکھنے والوں کا کیا حکم ہے، اور مفطرین کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہینہ ۲۹/روز کا ہوتا ہے، یا ۳۰/کا ۲۸/کا نہیں ہوتا، وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جب وہ نمازی نہیں، تو وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں فاسق ہیں انکی شہادت ہرگز مقبول نہیں: **وقبل بلادعوی وبلا لفظ اشهد للصوم مع علةٍ كغيمٍ خبر عدل اومستورعلى ماصَحّحَه البزازى علٰى خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقا بين اهل المذهب ومانسبه الاكمل الى الطحاوى من ان شهادة الفاسق فى هلال رمضان تقبل فهى نسبة غير صحيحة كما اوضحه صاحب النهر وفى النهر قول الفاسق فى الديانات اى يمكن تلقيها من العدول غير مقبول كالهلال ورواية الاخبار ولو تعدد كفاسقين فاكثر** (درمختار[1] وطحطاوی[2] ص: ۴۴۶، ج: ۱)

ایسے لوگوں کی شہادت پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ افطار کرنا ہرگز درست نہیں، خصوصاً جب

---

[1] الدر مختار مع الشامی نعمانیه ص: ۹۰، ج:۲، مطلب فی صوم یوم الشک شامی کراچی ص: ۳۸۵، ج:۲.

[2] طحطاوی علی الدر ص:۷۱۴، ج:۱، کتاب الصوم ، مطبوعه مصر، فتح القدیر ص ۳۲۲ ج ۲ کتاب الصوم فصل فی رؤیة الهلال مطبوعه دار الفکر بیروت.

کہ چاند کا محل بھی نہیں[1]، جس میں شک اور شبہ کی گنجائش ہو لہٰذا جن لوگوں نے ان کے کہنے سے روزہ نہیں رکھا، ان کے ذمہ قضا لازم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف

تیس رمضان کو چاند نظر نہیں آیا

سوال:- شرعی شہادت کی بناء پر قاضی شہر نے رویت ہلال کی تصدیق کردی اور عام اعلان بھی کردیا اور اس علان کے مطابق عوام وخواص نے روزے رکھنا بھی شروع کردیئے، تیس روزے پورے ہونے کے بعد جب تیس تاریخ کو چاند دیکھنے کی نوبت آئی تو مطلع بالکل صاف تھا، مگر اس کے باوجود چاند نظر نہیں آیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صبح عید منائی جائے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہلال رمضان کی رویت کے وقت مطلع صاف نہیں تھا، بلکہ ابر تھا اور قاضی کے پاس دو

---

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّا اُمّۃ اُمّیّۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا وھکذا وعقد الإبھام فی الثالثۃ ثم قال الشھر ھٰکذا وھٰکذا وھٰکذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرّۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلاثین متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۴ ج ۱ کتاب الصوم باب رؤیۃ الھلال طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] إذا مضٰی من رمضان تسعۃ وعشرون یوما فاصبح الناس فی الرساتیق وسمعوا اصوات الطبل فی الیوم الثلاثین فظنوا ان ھذا یوم العید فافطروا ثم تبین أن صوت الطبل کان لغیر ما ظنوا ھل تلزمھم الکفارۃ؟ فقال لا، فتاوی التاتارخانیۃ ص ۳۹۵ ج ۲ کتاب الصوم الفصل التاسع ما یصیر شبھۃ فی اسقاط الکفارۃ، طبع ادارۃ القرآن کراچی شامی زکریا ص ۳۸۳، ج ۳، کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد مطلب فی جواز الافطار بالتحرّی.

گواہوں نے اپنی رویت بیان کی جس پر قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس روزے پورے ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہیں حالانکہ یہ اکتسویں شب ہے، تو عید نہ کی جائے بلکہ روزہ رکھا جائے، اگر ایک شخص کی خبر پر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا پھر تیس روزے ہو جانے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا شرعی سزا دیجائے کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی۔ ردالمحتار ص: ۹۴، ج:۲[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوال سے پہلے یا بعد چاند دیکھ کر روزہ افطار کر دینا

سوال:- اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ابر کی وجہ سے انتیس رمضان کو رویتِ ہلال نہ ہوئی مگر تیس تاریخ کو چھ سات بجے تقریباً دوسری جگہ سے ٹیلیفون اور تار آیا اور قریب دس بجے چاند بھی دیکھا گیا، بناء علیہ بعض لوگوں نے صرف تار اور ٹیلیفون پر اعتماد کر کے رویتِ ہلال کے قبل روزہ توڑ ڈالا اور بعضوں نے چاند دیکھ کر توڑا مگر قبل زوال اور بعضوں نے چاند دیکھ کر بعد زوال توڑا اور بعض لوگوں نے چاند دیکھا قبل زوال اور روزہ بعد زوال توڑا اور بعض لوگوں نے اپنی خوشی سے رکھ لیا تھا مگر کسی مولوی صاحب کے کہنے پر توڑا چاند کے یقین تار ٹیلیفون پر اعتماد کر کے کہ انتیس پر چاند ہوا اور آج عید کا دن ہے، عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے، پھر ایک دو روز کے بعد یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ انتیس تاریخ کو چاند ہوا ہے، اب ان لوگوں کا روزہ توڑنا بحکم شرع شریعت صحیح

---

[1] وبعد صوم ثلاثين بقول عدلين حل الفطر ولو صاموا بقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لايحل على المذهب (الدر) اى الفطر اذا لم ير الهلال قال فى الدرر ويعزر ذلك الشاهد اى لظهور كذبه. (شامى نعمانيه ص: ۹۴، ج:۲، قبيل مطلب فى روية الهلال نهارا شامى كراچى ص: ۳۹۰، ج:۲)

ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی کفارہ بھی ہے، یا صرف قضاء ہے، ہر ایک فریق کا حکم بالدلیل تحریر فرمائیں بحوالہ کتب معتبرہ وتعین صفحہ جات۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تار اور ٹیلیفون کی خبر شرعی شہادت نہیں[1] لہٰذا اس پر روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، قریب ۱۰ر بجے چاند دیکھنا بھی روزہ توڑنے کے لئے ظاہر مذہب کے موافق شرعی حجت نہیں، اس پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑنا بھی منع ہے: **ورویته نهاراً قبل الزوال وبعده غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ بحر عن الخلاصه درمختار ومعنی عدم اعتبارها انه لا یثبت بها حکم من وجوب صوم او فطر فلذا قال فی الخانیة فلا یصام له ولا یفطر** (ردالمحتار[2] ص: ۱۴۹، ج:۲)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ خواہ چاند قبل الزوال دیکھا جاوے تو خواہ بعد الزوال دونوں صورتوں میں اس دن کے حق میں یہ رویت معتبر نہ ہوگی، لہٰذا دونوں صورتوں میں روزہ توڑنا درست نہ ہوگا، خواہ روزہ قبل الزوال توڑے خواہ بعد الزوال ہر حال میں ممنوع ہوگا، یہی قول مختار اور مفتی بہ ہے والبسط فی ردالمحتار[3] ص:۱۴۶، ج:۲ صرف تار اور ٹیلیفون پر اعتماد کر کے روزہ توڑنا نہ خود جائز ہے، نہ کسی دوسرے مولوی صاحب وغیرہ کے کہنے سے جائز، یہ صحیح ہے کہ عید کے روزہ رکھنا حرام

---

[1] الشهادة هی اخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء قوله فی مجلس القضاء خرجه به اخباره فی غیر مجلسه فلا یعتبر الخ شامی کراچی ص۶۲ ج۷ کتاب الشهادات، طحطاوی علی الدر ص۲۲۷ ج۳، دار المعرفة بیروت.

[2] رد المحتار ص: ۹۶، ج:۲، نعمانیه، خانیه علی الهندیة ص۱۹۸ ج۱ کتاب الصوم الفصل الاوّل فی رؤیة الهلال الخ مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص۳۵۴ ج۲ کتاب الصوم الفصل الثانی فی رؤیة الهلال، مطبوعه کراچی.

[3] شامی زکریا ص ۳۶۱ ج۳ کتاب الصوم مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً.

ہے لیکن عید کا روز چاند دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے یا رمضان شریف کے یقینی طور پر تیس دن گذرنے سے یا شرعی شہادت مہیا ہو جانے سے۔

اور صورتِ مسئولہ میں چاند دیکھا نہیں، رمضان شریف کے پورے تیس دن ہوئے نہیں شرعی شہادت موجود نہیں پھر عید کا روز ہونا کیسے ثابت ہوا، البتہ جس نے ناواقفیت کی بنا پر کسی مولوی صاحب کے کہنے سے روزہ توڑا ہے وہ گنہگار نہیں جن لوگوں نے چاند دیکھ کر قبل الزوال روزہ توڑا ہے یا قبل الزوال دیکھ کر بعد الزوال توڑا ہے اس کے ذمہ کفارہ نہ ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس میں اختلاف ہے، امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر چاند قبل الزوال دیکھا جاوے تو وہ شب گذشتہ کا ہوگا، لہٰذا یہ دن اس قول کے مطابق عید کا دن ہے گو اس مسئلہ میں طرفین کے قول پر فتویٰ نہیں ہوتا۔

ورویته بالنهار لیلة الآتیة مطلقاً ای سواء رؤی قبل الزوال او بعده وقوله علی المذهب ای الذی هو قول ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه ومحمد رحمة اللّٰه علیه قال فی البدائع فلا یکون ذلک الیوم من رمضان عندهما. وقال ابویوسف رحمة اللّٰه علیه ان کان بعد الزوال فکذالک وان کان قبله فهو للیلة الماضیة ویکون الیوم من رمضان وعلی هذا الخلاف هلال شوال فعندهما یکون للمستقبلة مطلقاً ویکون الیوم من رمضان وعنده لوقبل الزوال یکون للماضیة ویکون الیوم یوم الفطر لانه لا یری قبل الزوال عادة الا ان یکون للیلتین فیجب فی هلال رمضان کون الیوم من رمضان وفی هلال شوال کونه یوم الفطر والاصل عندهما انه لا تعتبر رویته نهاراً (الٰی) قوله والمختار قولهما اھ(شامی[1] ص: ۱۴۶، ج:۲)

چونکہ ان دونوں فریقوں نے قبل الزوال چاند دیکھ لیا ہے لہٰذا اگر یہ عادل ہیں اور شہادت دیں

---

[1] شامی زکریا ص ۳۶۱ ج۳ کتاب الصوم مطلب فی رؤیة الهلال.

تو ان کا دیکھنا گویا کہ سب کا دیکھنا ہے اور ان کے حق میں شبہ پیدا ہوتا ہے، پس جس فریق نے بعد الزوال چاند دیکھ کر روزہ توڑا ہے تو درحقیقت اس نے بھی اسی چاند کو دیکھا ہے، جس کو دو فریق نے قبل الزوال دیکھا ہے کوئی نیا چاند نہیں دیکھا تو جو اثر پہلے دو فریق کے حق میں اس چاند کا ہوا ہے یعنی شبہ کی وجہ سے کفارہ کا وجوب نہ ہونا وہی اثر اس فریق کے حق میں بھی ہوگا، یہ حال ان تین فریق کا ہوا جنہوں نے چاند دیکھا ہے، اب رہ گئے وہ فریق جنہوں نے چاند نہیں دیکھا نہ قبل الزوال نہ بعد الزوال بلکہ کسی مولوی صاحب کے کہنے سے روزہ توڑا ہے یا صرف تار ٹیلیفون پر اعتبار کر کے توڑا ہے، سو ان دونوں کا حکم بھی وہی ہے جو پہلے ان تین فریق کا ہے، کیونکہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے لئے ہر شخص کا چاند دیکھنا ضروری نہیں، اگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہوتا تو پہلے دو فریق کی رویت سب کے حق میں کافی ہوتی، یعنی وہ ان سب کے حق میں عید کا دن ہوتا اور ان دونوں فریق پر بھی کفارہ واجب نہ ہوگا، نیز بعد میں اس روز کا روز عید ہونا یقینی طور پر ثابت بھی ہو گیا۔

رای مکلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعی صام مطلقاً وجوباً وقيل ندباً فان افطر قضى فقط فيهما لشبهة الرد علة لما تضمنه قوله فقط من عدم لزوم الكفارة ای ان القاضی لما رد قوله بدليل شرعی اورث شبهة وهذه الكفارة تندری بالشبهات هدايه. ولا يخفى ان هذه علة لسقوط الكفارة فی هلال رمضان اما فی هلال الفطر فلكونه يوم عيد عنده كما فی النهر وغيره وكانه تركه لظهوره (واختلف فيما اذا افطر قبل الرد لشهادته) وكذا لو لم يشهد عند الامام فصام ثم افطر كما فی السراج (والراجع عدم وجوب الكفارة وصححه غير واحد لان ما رأه يحتمل ان يكون خيالاً لا هلالاً) انما يصلح تعليلاً لعدم الكفارة فی هلال رمضان اما فی هلال شوال فانما لا تجب لانه يوم عيد عنده

علٰی نسق ما تقدم. (درمختار[1] ص: ۹۰، ج: ۲، مکتبہ نعمانیہ وشامی ص: ۱۳۸، ج: ۲)

دیکھئے اس صورت میں ایک شخص نے خود اپنی آنکھ سے رمضان شریف یا عید کا چاند دیکھ لیا لیکن قاضی نے اس کے قول کو فسق وغیرہ کی وجہ سے رد کر دیا اور پھر اس نے روزہ توڑ دیا (گو ایسی حالت میں روزہ رکھنا چاہئے) تو اس کے ذمہ کفارہ واجب نہیں، اگر رمضان شریف کا چاند دیکھ کر ایسا کیا ہے تو اس نے ایسا روزہ توڑا ہے جو اس کے نزدیک رمضان کا روزہ ہے، اور اگر عید کا چاند دیکھ کر روزہ توڑا ہے تو قاضی اور تمام اہل شہر کے نزدیک وہ رمضان کا روزہ ہے، اور اگر قاضی کے رد کرنے سے پہلے روزہ توڑا ہے، یا قاضی کے پاس شہادت ہی نہیں دی اور پھر روزہ رکھ کر واقعۃً اس کے ہلال نہ ہونے بلکہ خیال ہونیسے اور ہلال عید میں خود اس کے نزدیک یوم عید ہونے سے شبہ پیدا ہو گیا اور اتنا شبہ سقوط کفارہ کے لئے کافی ہے۔

قال فی البحر وانما لم تجب الکفارة بافطاره عمداً بعد اکله اوشربه اوجماعه ناسیا لانه ظن فی موضع الاشتباه بالنظیر وهو الاکل عمدا لان الاکل مصاد للصوم ساهیاً اوعامدا فاورث شبهة وکذا فی شبهته اختلاف العلماء فان مالکاً رحمه اللّٰه یقول بفساد صوم من اکل ناسیا واطلقه فشمل ما لوعلم انه لم یفطره بان بلغه الحدیث اوالفتویٰ اولاً وهوقول ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه وهو الصحیح وکذا لو ذرعه القی وظن انه یفطره فافطر فلا کفارة علیه لوجود شبهة الاشتباه بالنظیر فان القئ والاستقاء متشابهان لان مخرجهما من الفم وکذا لو احتلم للتشابه فی قضاء الشهوة وان علم ان ذلک لا یفطره فعلیه الکفارة لانه لم توجد شبهة ولو شبهة الاختلاف (رد المحتار[2] ص: ۱۵۷)

---

[1] رد المحتار ص: ۹۰، ج: ۲، کتاب الصوم نعمانیه، شامی زکریا ص ۳۵۰، ج ۳، کتاب الصوم، مجمع الأنهر ص ۳۵۱ ج ۱ کتاب الصوم مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی کراچی ص: ۴۰۱، ج: ۲، باب ما یفسد الصوم، شامی نعمانیة ص: ۱۰۱، ج: ۲، البحر الرائق ص ۲۹۳ ج ۲ کتاب الصوم فصل فی العوارض مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۳۴۳ ج ۱ کتاب الصوم فصل فی العوارض مطبوعه ملتان.

ان سب صورتوں میں شبہۃ الاشتباہ اور شبہۃ الاختلاف کا اعتبار کر کے کفارہ لازم نہیں کیا گیا اور اختلاف دوسرے ائمہ کا بھی اس میں مؤثر ہوگیا اور صورتِ مسئولہ میں تو اختلاف امام ابو یوسفؒ کا ہے اور شبہ کلی ظاہر ہے، لہٰذا کفارہ لازم نہیں ہوگا، اور اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے انتیس رمضان کو رویت نہیں ہوئی اور اس بات سے ایک دو روز شرعی شہادت سے انتیس کی رویت ثابت ہوگئی تو پھر قضاء بھی اس دن کی لازم نہیں تار اور ٹیلیفون کی خبر شرعی نہ ہونے میں **البیان الکافی فی حکم الخبر التلغرافی** مستقل رسالہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۱۲/ذیقعدہ ۵۷ھ

ریڈیو کی خبر کا اعتبار اور توحیدِ عید کا مسئلہ

سوال:- مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ ہندو بیرون ہند مسلمانوں کے دینی معاملات میں رہبر اکبر مانے جاتے ہیں اور مسلم قوم کو دینی امور میں آپ پر کامل بھروسہ ہے، اس لئے آپ کو بھی یہ سمجھنا اور دیکھنا ہوگا کہ بوقت موجودہ ایک مسئلہ سامنے آیا ہے آج کے حالات میں اس کو ٹھیک طریقہ سے سمجھانے کا کیا راستہ اختیار کیا جائے، اگر وقت کو نہیں سمجھا گیا اور مسائل دینی کو پندرہ سو سال پرانے طور پر ہی سلجھانے کی کوشش کی تو اس طرح عوام کا اطمینان حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا، ساتھ میں یہ کہنا نہیں چاہتا کہ زمانہ کو دیکھ کر آپ نمازوں کے اوقات گھٹا دیں، زکوٰۃ کم کر دیں، ایک آدھ بار شراب کی چھوٹ دیدیں، یا ایک بیوی تک شادی کا مسئلہ طے کر دیں بنیادی چیزوں پر تبدیلی کی توجہ دلانا بھی دین محمدی سے انحراف ہے، لیکن جہاں احادیث کے مسائل ہیں وہاں وقت کی ضرورت کو سمجھ کر مسائل حل کرنا ضروری ہے، میرا مقصد رویت ہلال سے ہے، چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر عید کرنا مسئلہ ہے، لفظ دیکھنے کی بات چیت کہی گئی ہے، اس وقت انسان کے پاس جو

ذرائع تھے وہ صرف دیکھنے کے تھے، اللہ تعالیٰ کی طویل وعریض زمین اور اس پر طلوع وغروب کی حالت ایک ملک سے دوسرے ملک کے جداگانہ ہے اور اس اعتبار سے دیکھ کر عمل کرنا بہترین ضابطہ ہے، لیکن آج وقت نے ایسی تبدیلیاں کھڑی کی ہیں، جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، لاسلکی پیغامات تک ہم نے جو دلیلیں چاند کے معاملے میں آپ کے سامنے رکھی تھیں وہ لائق قبول نہیں اس لئے عوام میں تار اور ٹیلیفون ایجاد ہونے تک بھی بحث نہیں، چھڑی لیکن یکا یک برقی بے تار طاقت نے ایک نیا ماحول سامنے رکھ دیا ہے اور وہ ہے ٹیلی ویژن، ریڈیو ان آلوں نے ملکوں اور قوموں کی موت وبقاء تک اپنا دسترس حاصل کرلیا ہے، اگر مشرقی بنگال میں کوئی حادثہ ہوا تو اس کی خبر فی الوقت دینے والے یہی آلے اور انہیں جیسی برقی طاقت کے آلے ہیں جن پر بھروسہ کر کے دفاع یا حملہ وغیرہ کا انتظام ہوتا رہتا ہے، کیا ان سے انکار کرنا اللہ تعالیٰ کے انعامات سے منکر ہونا نہیں ہے؟ اگر مسلمان کسی شئ کو حاصل نہ کرسکا تو کیا اس بناء پر ان انعامات کو جھٹلانا، ان میں تاویلیں پیدا کرنا مناسب ہے؟ ہمارے علماء میں کثرت ان کی ہے جو دین محمد کو محض ایک گھیرے میں دکھا کر عوام کو اس سے باہر جانے نہیں دینا چاہتے لیکن علماء کو جھٹلانے سے کثرت والی پارٹی کیا عوام میں مقبول ہوگی جنہوں نے علامہ اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ جیسے دقیق مطالعہ نے زمین کے ساتھ آسمانوں تک انسان کی دسترس کو قرآن حکیم سے ثابت کیا ہے، قرآن حکیم کے ان رازوں کی عقدہ کشائی کی ہے، جن کو سمجھنے میں علماء کی عقل نے ساتھ نہیں دیا۔

نشر واشاعت پر ہندوستان میں بھی اختیار دے رکھا ہے، جہاں مسلم حکومتیں نہیں ہیں وہاں سب آپ ہی ہیں پھر کیا سبب ہے کہ آپ ایران، پاکستان، مکہ، مدینہ انڈونیشیا اور دیگر اسلامی ممالک کے بذریعۂ ریڈیو اس اعلان کی مخالفت کرتے ہیں جو رمضان المبارک کے چاند سے بطور خاص متعلق ہے اور اگر اس کتاب کے مضمون کو پڑھا جائے جو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے نام سے موسوم ہے اور جو حضرت مفتی اعظم عزیز الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے

لکھی ہے اور جہاں ''کشف الظنون فی حکم الخط والتلفون'' کی سرخی دیکھ کر ہلال پر بہت وقت صرف کرنے کے بعد بھی حق اور ظاہر پر قطعی فیصلہ نہ کر کے عوام کو الجھن میں ڈالا ہے، ایسے مضامین جن کے پڑھنے کے بعد بھی انسان قطعی فیصلہ پر نہ پہنچے کیا معنی رکھتا ہے، کیا شہادت زیادہ قابل یقین ہے، جب کہ وہ شاہد جس کی تعریف کی گئی ہے، اس جمہوری دور میں غائب ہیں جیسے کبھی نہ تھے اور کیا اسلامی ممالک کے ریڈیو کی نشریات پر شبہ ظاہر کرنا مناسب ہے، علماء کے رویہ سے مسلم عوام کس طرح مستفید ہوں، نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال دو، دو دن مسلمانوں کے رمضان اور عید ہو رہی ہے، گویا اس طرح تفریق کی دعوت دی جا رہی ہے، بہتر ہو کہ آپ اتنی اتنی چھوٹی بات سے مسلمانوں کو دو اور تین روز تک علیحدہ علیحدہ رمضان اور عید کے جھگڑے سے بچائیں، اور اس ریڈیو پر اظہار اطمینان کریں، جو ملکوں اور قوموں کے تحفظ کی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ فقط والسلام

نوٹ: اگر طبیعت پر ناراضگی آئے تو حقائق پر نظر رکھ کر معاف فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دین اسلام اور اس کے بنیادی احکام وہی ہیں جو پندرہ سو سال پہلے عطا ہوئے اور احکم الحاکمین نے زبردست سند عطا فرمائی: **الیوم اکملتُ لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً**[1] نیز ارشاد فرمایا: **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرة من الخاسرین**[2]

جس کی تفصیلات وتشریحات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمائی ہیں،

---

[1] سورۂ المائدہ: ۳/ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کر لیا (بیان القرآن)

[2] سورۂ آل عمران: ۸۵/ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا وہ اس سے مقبول نہ ہوگا، اور وہ آخرت میں تبہ کاروں میں سے ہوگا۔ (بیان القرآن)

الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ آپ بنیادی طور پر پختگی سے قائم ہیں اور کسی ترمیم کے روادار نہیں بلکہ ترمیم کو دین سے انحراف تصور کرتے ہیں، اللہ پاک مزید استقامت عطا فرمائے اتنا تو ذہن نشین رکھیں کہ نئے مسائل کو حل کرنے کے لئے اصل بنیادیں تو وہی ہیں جن پر پندرہ سو سال گذر چکے، حق تعالیٰ نے ان بنیادوں میں ایسی گہرائی رکھی ہے، کہ نئے مسائل کے لئے ان سے خوب روشنی ملتی ہے، اور علماء امت نے ہمیشہ ایسی روشنی سے نئے مسائل کو حل کیا ہے، ٹرین، پلین میں نماز، ایک نماز مثلاً مغرب پڑھی ہوئی نماز کا حکم اور وہاں غروب ہونے پر دوبارہ پڑھنے کا حکم، پٹرول سے کپڑے دھونے کا حکم انجکشن کے ذریعہ جانوروں کو گابھن کرانے اور عورتوں سے بچہ پیدا کرانے کا حکم وغیرہ وغیرہ سارے ہی مسائل کا حل کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ سب مسائل بھی دائرے کے اندر آ گئے ہیں، دائرہ سے خارج نہیں، حق تعالیٰ نے زندگی کے مختلف شعبوں کے احکام کو بیان کر کے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے: "**تلک حدود اللّٰہ**" اور ان حدود اللہ سے خارج ہونے پر ارشاد فرمایا ہے "**ومن یتعدد حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ**"[1] رہا عوام کا اطمینان ان بیچاروں میں اتنی صلاحیت اور استعداد کہاں ہے، کہ مسائل شرعیہ کی گہرائی تک پہنچ سکیں، اکثریت کا فیصلہ کوئی شرعی فیصلہ نہیں ہوتا: "**وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ ان یتبعون الا الظن**" (الآیۃ)[2]

پورے انتظامات اہل اسلام کے ہاتھ میں ہونے کے باوجود بھول، چوک غلطی سے تحفظ کا کیا اطمینان ہے، چند سال ہوئے پاکستان میں مولانا احتشام صاحب نے ریڈیو کو ایک تقریر ریکارڈ کرائی تھی جس میں اہل پاکستان کو عید کی مبارک باد اور پھر اس کے متعلق ہدایات دی تھیں، ریڈیو کے ذمہ داروں کو غلط فہمی ہوئی انہوں نے رویت ہلال سے پہلے ہی اس کو نشر کر دیا جس سے

---

[1] سورہ الطلاق: ۱/ اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ (بیان القرآن)

[2] سورہ الانعام: ۱۱۴/ اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں، اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

تمام پاکستان میں ہیجان پیدا ہو گیا پھر ریڈیو کو اپنی غلطی پر معذرت کرنیکی نوبت آئی۔

اسمبلی میں یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا کہ ریڈیو سے آنے والی خبر معتبر ہے یا نہیں، ان لوگوں نے اس پر اطمینان نہیں کیا، عدالتوں، کچہریوں میں، ریڈیو اور ٹیلیفون سے شہادت نہیں قبول کی جاتی، شاہد خود حاضر عدالت ہو یا پھر اس کے پاس کمیشن جائے تب وہ شہادت معتبر ہوتی ہے، شرعاً بھی پس پردہ کی شہادت معتبر نہیں: "النغمة تشبه النغمة"[1] کوئی شخص اپنی تحریر بذریعہ ڈاک بھیج دے وہ بھی شرعاً کافی نہیں: "الخطّ يشبه الخط"[2]

جن بلاد اسلامیہ کا آپ نے تذکرہ کیا ہے کیا ان میں ٹیلی فون ٹیلی ویژن کی شہادت پر مقدمہ فیصل کر دیا جاتا ہے؟

چاند کا نکلنا سب مقامات پر بیک وقت نہیں ہے، بلکہ اس میں قدرت کا پیدا کیا ہوا اختلاف ہے کہیں ایک دن پہلے طلوع ہوتا ہے کہیں دو دن پہلے اگر شرعی اصول کے مطابق ایک ملک میں چاند کی رویت ثابت ہو جائے اور دو عادل شاہد بذریعۂ ہوائی جہاز ایسے ملک میں آ کر شہادت دیں جہاں اس روز اٹھائیس تاریخ ہو تو شاہدوں کے عادل وثقہ ہونے کے باوجود ان کی شہادت قابل سماعت نہیں ہوگی۔

شہادت کے لئے محل ہونا ضروری ہے، اس کا محل یوم الشک ہے، یعنی ۲۹/ تاریخ اور ۲۸/ تاریخ کو تو شہادت لی بھی نہیں جائے گی، ورنہ شاہد کاذب قرار دیا جائے گا، اگر چار آدمی عادل معتبر

---

[1] مجمع الأنهر ص۲۶۶ ج۳ كتاب الشهادات فصل يشهد بكل ما سمعه الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۲۱۳ ج۴ كتاب الشهادة مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى ص ۵۲ ج۳ كتاب الشهادات، الباب الثانى مطبوعه كوئٹه.

[2] مجمع الأنهر ص۲۳۰ ج۳ كتاب القضاء مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۴۱۳ ج۴ كتاب الوقف مطلب لا يعتمد على الحظ إلا فى مسائل، ص۳۸۷ ج۷ كتاب الشهادة مطبوعه دار الفكر بيروت.

کسی شخص کے متعلق گواہی دیں کہ ہم نے اس کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہ شخص مجبوب ہے، یعنی اس کے پاس آلہ ہی موجود نہیں بلکہ مقطوع ہے، تو ان شاہدوں کی وجہ سے اس شخص کو سنگسار نہیں کیا جائے نہ شاہدوں کے حد قذف جاری ہوگی[1]

آفتاب غروب ہونے پر مغرب کا وقت ہوجاتا ہے مغرب کی نماز کا پڑھنا فرض ہوجاتا ہے اگر ٹیلی ویژن سے معلوم ہوا کہ فلاں مقام پر آفتاب غروب ہوگیا تو کیا اس کی وجہ سے ایسی جگہ پر بھی نماز کا حکم کیا جائے گا جہاں سورج سامنے ہو ؟

اسی طرح ٹیلی ویژن کے ذریعہ رویت ہلال ثابت ہونے پر کیا دو روز پہلے حج کا بھی حکم کردیا جائے گا ؟

یہ چاند سورج کا اختلاف قدرت کا پیدا کیا ہوا اختلاف ہے، جو رہتی دنیا تک باقی رہیگا، اور جو مسائل چاند و سورج سے متعلق ہیں ان میں بھی یہ اختلاف ظاہر ہوکر رہیگا، اسکے متعلق یہ کہنا کہ علماء تفریق کی دعوت دیتے ہیں یہ سوءِ ظن ہے یا مسائل سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔

اطمینان قلبی حاصل ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اسلام کے بنیادی اصول کی گہرائی تک آدمی پہنچ جائے تو وہ بہت جلد سمجھ جائے گا کہ یہ مسئلہ کس اصل پر مبنی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قلب میں اسلام اور اس کے احکام کی انتہائی عظمت ہو تب اطمینان حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر ہر شخص اپنی عقل کی کسوٹی بنا کر ہر مسئلہ کو اس پر پرکھنے کی کوشش کرے یا دوسروں کو دعوت دے تو اس کی سعی لا حاصل ہے، عقلاً، شرعاً، عرفاً کسی طرح بھی درست نہیں، اور

---

[1] واذا شهدوا على رجل بالزنا وهو مجبوب فانه لا يحد ولا يحد الشهود ايضاً كذا فى التبيين. (عالمگیری ص: ۱۵۳، ج:۲، كتاب الحدود) الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۳ج۲ كتاب الحدود باب الشهادة على الزنا، تبيين الحقائق ص۱۹۰ ج۳ كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری ص ۴۵۲/۳، كتاب الشهادات، مطبوعه كوئٹه،

جن لوگوں نے ایسا کیا ہے وہ کبھی صراط مستقیم پر قائم نہیں رہے: "ضلّوا فاضلوا"[1] ممکن ہے کہ آپ کے سامنے بھی اس کے کچھ نمونے ہوں، ممکن کیا ضرور آپ کے سامنے بھی نمونے ہیں۔

جو شخص تحقیق حق کے لئے مسئلہ دریافت کرے اس پر ناراض ہونا بے محل ہے اگر چہ وہ حقیقت سے ناواقف ہو۔

نامناسب بھی لکھ دے تو وہ معذور ہے اس کا علاج ناراضگی نہیں بلکہ نرمی وشفقت سے افہام وتفہیم ہے یہ بھی ممکن ہے کہ افہام وتفہیم میں کوئی جملہ سائل کے مزاج کے خلاف آ گیا ہو تو اس کے لئے معذرت خواہ ہوں، معاف فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

پہاڑ کا سامنے ہونا مانع رویتِ ہلال ہے

سوال:- رویتِ ہلال کے متعلق حیلولة الجبال علة فی السماء کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رویتِ ہلال کے متعلق احکام مختلف ہیں شعبان، رمضان، عیدین میں اختلاف کثیر ہے: حیلولۃ الجبال وغیرہ کو بعض احکام میں اختلاف مطالع کے ماتحت ذکر کیا گیا ہے: **وحکی عن ابی عبد اللّٰہ ابن ابی موسٰی الضریر أنه استفتی فی اهل الاسکندریة ان الشمس تغرب بها ومن علی منارتها یری الشمس بعد ذلک بزمان کثیرفقال یحل لاهل البلد الفطر ولا یحل لمن علی راس المنارة اذا کان یری غروب الشمس لان مغرب الشمس یختلف کما یختلف مطلعها فیعتبر فی اهل کل موضع مغربه اھ**

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۳ کتاب العلم الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم.

(بدائع[1] ص:۸۳، ج:۲) **واما اذا جاء من مکان اٰخر خارج المصر فانه تقبل شهادته اذا کان عدلاً ثقة لانه یتیقن فی الروية فی الصحاری مالم یتیقن فی الامصار لما فیها من کثرة الغبار وکذا اذا کان فی المصر فی موضع مرتفع**[2] (بحرالرائق ص: ۲۶۹، ج:۲) **وذکرالطحاوی انه تقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر وکذا اذا کان علی مکان مرتفع کذا فی الهدایة**[3]

وعلی قول الطحاوی اعتمد الامام المرغینانی وصاحب الاقضیة والفتاویٰ لکن فی ظاهرالروایة لا فرق بین خارج المصر والمصر (کذا فی معراج الدرایة فتاویٰ عالمگیری[4] ص:۱۹۸، ج:۱)

علتِ فی السماء کے وقت ہلال رمضان واحد عدل کی خبر سے ثابت ہوجاتا ہے اور ہلال عید عدلین کی شہادت سے ثابت ہوتا،[5] جن حضرات کے نزدیک اختلافِ مطالع معتبر نہیں ان کے نزدیک ایک جگہ کا ثبوت سب جگہ کے لئے کافی ہے، لہٰذا اگر پہاڑ کے اوپر یا کسی ایسی جگہ جہاں حیلولۃ الجبال نہ ہو ثبوت ہلال ہوجائے تو دامن کوہ میں رہنے والوں کے لئے بھی ثبوت کا حکم دیا جائے گا، اور جن مشائخ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے جیسے صاحب تجرید وغیرہ[6] ان کے نزدیک ثبوت نہ

---

[1] بدائع الصنائع ص: ۲۲۵، ج:۲، اثبات الاهلة. مطبوعه زکریا دیوبند.

[2] مطبوعه کوئٹه کتاب الصوم.

[3] هدایه ص۲۱۶ ج۱ کتاب الصوم.

[4] عالمگیری ص: ۱۹۸، ج:۱، الباب الثانی فی روية الهلال مطبوعه کوئٹه.

[5] قبل فی هلال رمضان خبر عدل ..... وفی هلال النظر وذی الحجة شهادة حرین او حر وحرتین بشرط العدالة ولفظ الشهادة الخ ملتقی الابحر ص۳۴۸ج۱ کتاب الصوم دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۱۳ج۲ دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۱۹ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

[6] ومختار صاحب التجرید وغیره من المشائخ اعتبار اختلاف المطالع الخ فتح القدیر ص۳۱۴ج۲، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہوگا، زیلعی[1] نے اس کو اشبہ کہا ہے، اور اول ظاہر الروایۃ ہے شیخ ابن ہمام نے اس کو احوط کہا ہے اور خلاصہ میں ہے: ظاہر المذہب وعلیہ الفتویٰ۔ (فتح[2] ج:۲،ص:۵۳، وبحر[3] ج:۲،ص:۲۷۰)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱/۱۱/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۷/ذیقعدہ ۵۲ھ

رؤیت نہ ہونے پر پہلی تاریخ کا اعلان

سوال:- برطانیہ میں عموماً بادل غبار آلود ہوتا ہے، جس کی وجہ سے سال کے بارہ مہینے چاند کی رویت محال تو نہیں نہ ممکن ہوتی ہے، اسلئے رمضان وعیدین کے تعیین کے بارے میں ہر سال یہ معمول رہتا ہے کہ رمضان کی ابتداء کے لئے قریبی ملک مراکش ۲۹/شعبان کو فون سے گفتگو کی جاتی ہے، اور اس پر رمضان یا عدم رمضان کا اعلان کیا جاتا ہے، چنانچہ اس سال بھی اسی طرح مراکش فون سے گفتگو ہونے پر ۱۸/ستمبر مطابق ۷۴ھ بروز بدھ رمضان کا اعلان کیا گیا اور اس اعلان پر لوگوں نے رمضان شروع کیا۔

عید الفطر کے لئے عموماً ہر سال یہ ہوتا ہے کہ چار پانچ مسلم ملکوں کے ریڈیو فون وغیرہ کی اطلاع پر اس کو خبر مستفیض قرار دے کر عید الفطر کا اعلان کیا جاتا ہے۔

سال رواں رویت ہلال کمیٹی نے ۲۹/رمضان بروز بدھ جمعرات کو عید الفطر ہونے کا اعلان کیا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے لندن میں ایک صاحب سے بذریعہ فون ساؤتھ افریقہ

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ص ۲۴۹ ج ۱ کتاب الصوم الفصل الاول فی الشهادة علی هلال رمضان الخ مطبوعه امجد اکیڈمی لاهور.

[2] فتح القدیر ص: ۳۱۴، ج:۲، فصل فی رویة الهلال مطبوعه دارالفکر.

[3] وهو الاشبه کذافی التبیین والاول ظاهر الروایة وهو الاحوط کذا فی فتح القدیر وهو ظاهر المذهب وعلیه الفتویٰ کذافی الخلاصة. (البحرالرائق ص: ۲۷۰، ج:۲، کتاب الصوم)

گفتگو کی جس میں انہوں نے جمعرات کو عید ہونے کی اطلاع دی (تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنوبی افریقہ میں رمضان ۳۰ر شعبان پورے کر کے شروع ہوا، اور یہاں ۲۹ر شعبان کو چاند کی اطلاع پر) اسی طرح ایک صاحب نے مراکش فون سے گفتگو کی وہاں سے انہوں نے عید ہونے کی اطلاع دی یہ بات کرنے والے دونوں آپس میں غیر متعارف تھے، اور الجزائر سے اقبال نامی شخص کے پاس کسی صاحب کا میٹلکش عید ہونے کا آیا تھا، فیصلہ کے وقت یہ دونوں مجہول لندن کے ایک فرد کی مذکورہ خبروں پر اعتماد کرتے ہوئے ہلال کمیٹی نے ۱۷ر اکتوبر جمعرات کو عید ہونے کا اعلان کیا اور لوگوں نے عید منائی۔

مگر بعض علماء نے ہلال کمیٹی کے اس فیصلہ سے اتفاق نہیں کیا، وہ دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ عید کے لئے صرف مراکش اور افریقہ کی دو خبریں کافی نہیں کیونکہ یہ شرعی شہادت نہیں، صرف خبر ہے، اور دو خبریں استفاضہ کا درجہ بھی نہیں رکھتی اور الجزائر کی خبر موہوم ہے اسلئے ان علماء نے ۱۸ر اکتوبر جمعہ کو ۳۰ر روزہ کر کے عید الفطر منانے کا اعلان کیا۔

اب ہم عوام کے لئے سوال طلب عمور یہ ہے کہ جن لوگوں نے جمعرات کو عید منائی اور روزہ نہیں رکھا، کیا انکو ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی؟ صرف قضاء ہوگی یا کفارہ بھی، شبہہ اس لئے بھی زیادہ قوی ہو رہا ہے کہ جن شہروں کے مقامی علماء نے ہلال کمیٹی کے اعلان پر جمعرات کو عید کا اعلان کیا، ان کو بھی بعد میں تحقیق ہونے پر جمعرات کو عید کے اعلان پر افسوس ہوا کہ یہ صحیح نہیں ہوا، امید کہ جواب سے جلد مدلل طور پر ممنون فرمائیں گے،

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں وہ لوگ ایک روزہ بطور قضاء بعد میں رکھیں کفارہ لازم نہیں، کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہیکہ رمضان کا روزہ شروع کر کے بلا عذر شرعی توڑ دیا جائے یہاں ایسا نہیں ہوا۔

عید کا اعلان کرنے میں پوری احتیاط نہیں کی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دار العلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۹۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

﴿سحری اور افطار﴾

کیا افطار کے لئے اذان شرط ہے؟

سوال: - رمضان یا اس کے علاوہ روزوں میں افطار غروب آفتاب پر موقوف ہے یا اذان مغرب پر بعض لوگ باوجود غروب ہونے کے افطار نہیں کرتے اور اس کے لئے اذان کو شرط جانتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غروب متحقق ہوجانے پر افطار کا وقت ہوجاتا ہے، اذان پر موقوف نہیں، لیکن عموماً لوگ غروب کا اندازنہیں کرپاتے یا اذان غروب پر ہی ہوتی ہے، اس لئے اذان پر افطار کے عادی ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هو الامساک عن المفطرات حقيقة او حكما فی وقت مخصوص وهو اليوم ای اليوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب الی قوله قال ﷺ اذا اقبل الليل من هاهنا فقد افطر الصائم ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر او صار مفطرا فی الحكم ..... وانما ادی بصورة الخبر ترغيبا فی تعجيل الافطار، شامی مع الدرالمختار مطبوعه زكريا ديوبند ص ۳/۳۳۰، اول كتاب الصوم، سكب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۱/۳۴۱، اول كتاب الصوم، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۲۱، كتاب الصوم.

افطار غروب پر یا اذان پر

سوال:- کیا روزہ افطار کرنے کے لئے غروب آفتاب شرط ہے یا اذان شرط ہے، جب کہ پچاس فٹ اونچا بانس پر لال بتی کا انتظام کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر روزہ افطار کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ افطار کرنے کے لئے دن کا ختم ہونا اور رات کا شروع ہوجانا ضروری ہے، اور یہ چیز آفتاب غروب ہونے سے ہوتی ہے: "ثمَّ اتموا الصيَّام الى الليل" (الآیۃ[1]) اور اذان غروب آفتاب سے پہلے درست نہیں[2] بعض جگہ غروب سے کچھ وقفہ کے بعد ہوتی ہے بعض مقامات پر سرخ بتی بھی غروب پر روشن کی جاتی ہے، لیکن اگر غروب متحقق ہوجائے اور سرخ بتی روشن نہ ہو تو اس کی وجہ سے افطار کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۹/۱۳۹۹ھ

---

[1] سورہ بقرہ: آیت نمبر ۱۸۷.

ترجمہ: پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔

[2] فيعاد أذان وقع قبله كالاقامة. اى فى انما تعاد اذا وقعت قبل الوقت شامى زكريا ص: ۵۰، ج: ۲، مطلب فى المواضع التى يندب لها الاذان فى غير الصلاة. باب الاذان، مطبوعه زكريا، البحر الرائق ص ۲۶۲، الاذان، مطبوعه كراچى، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۳/۱، كتاب الصلوة، الباب الثانى فى الاذان)

[3] عن عمر رضى اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم. متفق عليه. (مشكوٰة شريف ص: ۱۷۵، الفصل الاول، كتاب الصوم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

(باقی اگلے صفحہ پر)

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ توڑنا درست نہیں

سوال:- تیسواں چاند اگر وقت افطار سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قبل نظر آجائے تو روزہ توڑ دینا چاہئے، یا نہیں کیوں کہ بعض لوگوں نے یہ کہہ کر روزہ توڑ دیا ہے کہ چاند نظر آ گیا، ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاند اگر غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل نظر آجائے، تب بھی غروب تک روزہ پورا کرنا لازم ہے، غروب سے پہلے روزہ توڑنا اور دوسروں کا روزہ توڑوانا حرام ہے: **رؤیتہ بالنهار للیلة الآتیة (درمختار علی الشامی[1] ص: ۱۳۰، ج: ۲)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس جگہ سے آئے اور دن اس جگہ سے جائے اور سورج غروب ہوجائے پس اس وقت روزہ دار کے لئے افطار کا وقت ہے۔ **اذا اقبل اللیل فلیفطر الصائم وذلک ان الخیریة منوطة بتعجیل الافطار. (مرقاة، ص: ۵۱۰، ج: ۲، کتاب الصوم، الفصل الاول، باب ای فی مسائل متفرقة من کتاب الصوم، مطبوعه بمبئی)**

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] **درمختار مع شامی زکریا ص: ۳۶۱، ج: ۳، شامی نعمانیه ص ۲/۱۵۳، مطلب فی رویة الهلال نهاراً. کتاب الصوم. اذا رأو الهلال نهارا قبل الزوال او بعده لایصام به ولایفطر وهی من اللیلة المستقبلة، خانیة علی هامش الهندیة ص ۱/۱۹۸، کتاب الصوم، الفصل الاول فی رؤیة الهلال، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، تاتارخانیه ص ۲/۳۵۴، کتاب الصوم، الفصل الثانی فیما یتعلق برؤیة الهلال، مطبوعه کراچی.**

غروبِ شمس کی علامت کیا ہے؟

سوال: -افطار غروبِ شمس کے بعد فوراً ہونا چاہئے لیکن غروبِ شمس ہے کیا؟ کیا شمس کی طرف اعلیٰ کا آنکھ سے غائب ہونے کا نام ہے یا کہ غروبِ شمس کے لئے ظلمت من المشرق بھی ضروری ہے، جس طرح شامی ج:۲، میں شرط لگائی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت جرم شمس غائب ہوتا ہے جب ہی مشرق سے ظلمت ظاہر ہوتی ہے، چونکہ ہر شخص کی نظر جرم شمس پر نہیں پڑتی، اس لئے ظہورِ ظلمت کو اس کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ یہ ایک حسی چیز ہے، جس کو ہر شخص پہچان لیتا ہے شامی کی عبارت کا مطلب بھی یہی ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

اذان افطار کے بعد

سوال: -رمضان میں اذان مغرب افطار سے قبل کی جائے یا افطار کے بعد۔

---

[۱] والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة الشرق. (شامی ص:۸۰، ج:۲، مطبوعہ نعمانیہ، شامی کراچی ص:۳۷۱، ج:۲، مطبوعہ زکریا ص ۳/۳۳۰، کتاب الصوم، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۲۱، کتاب الصوم، مطبوعہ مصری، سکب الانہر علی ہامش مجمع الانہر ص ۳۴۱، ج ۱، کتاب الصوم، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

افطار کر کے اذان دی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۵ھ

رمضان میں غروب کی کتنی دیر بعد جماعت کھڑی ہو

﴿اکابر کے معمولات﴾

سوال:- (۱) رمضان میں غروب کے بعد نماز جماعت میں کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی منٹ تاخیر کی گنجائش ہے یعنی افطار کے لئے کتنی منٹ نکالی جائے یہاں برطانیہ میں افطار کے بعد نماز کے بارے میں اکثر جگہوں میں اختلاف ہوتا رہتا ہے، بعض کہتے ہیں مختصر افطاری کر کے نماز کھڑی کر دی جائے، بعض کہتے ہیں حسب خواہش افطار کرنی چاہئے، لہٰذا اس سلسلہ میں اپنے اکابر خصوصاً حضرت گنگوہیؒ حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ وغیرہ کے معمولات تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں ہے رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں، اور اذان اول وقت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے، اور

---

[1] ویستحب السحور وتاخیره وتعجیل الفطر لحدیث. ثلاث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار. (درمختار مع الشامی ص: ۴۰۰، ج:۳، کتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من اللحیة، مطبوعه زکریا دیوبند، مجمع الانهر ص ۳۶۵/۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

اطمینان کے ساتھ افطار کر کے ہاتھ دھو کر کلی کر کے بطمانینت وسکون نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کرے اور تکبیر اولیٰ نہ جائے، اہل محلّہ اپنے گھروں میں افطار کر کے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں، اھ معمولات اشرفیہ اکابر کا رمضان ص[1] ۳۰ر

حضرت مدنیؒ کے معمولات میں ہے۔ ۸/۱۰ر منٹ اس افطار میں لگ جاتے ہیں، اھ اکابر کا رمضان ص[2] ۳۲ر

حضرت سہارن پوری کے معمولات میں ہے تقریباً دس منٹ کا فصل ہوتا تھا، تا کہ اپنے گھروں سے افطار کر کے آنے والے نماز میں شریک ہوسکیں، اکابر کے رمضان ص[3] ۶ر

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کے معمولات میں ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے دور میں مغرب کی اذان خود کہنے کا بہت معمول تھا اس میں جہری الصوت اور نہایت طویل اذان کا معمول تھا، وہ (مولانا یحییٰ صاحبؒ) اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہو کر آجائیں، دور تک آواز پہنچتی رہے، میری اذان کے درمیان بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہوسکتا ہے، اور اذان کے بعد اپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب عالم امام ربانی قدس سرہٗ کے یہاں تکبیر اولیٰ میں شریک ہوسکتا ہے، حضرت قطب عالم قدس سرہٗ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا والد صاحب فرماتے تھے، کہ میں غروب سے ایک دو منٹ پہلے خانقاہ کی چھت پر چلا جایا کرتا تھا خود رو گھاس کے دو چار پتے توڑ کر ان

---

[1] حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی اور دیگر اکابر کا رمضان۔ ص: ۱۶۱، مطبوعہ دار العلوم المدنیۃ بفیلو

[2] ایضاً ص ۱۷۴،

[3] ایضاً ص ۱۳۷،

کو چبا کر ان سے افطار کر کے اذان شروع کر دیتا تھا، اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا، اھ اکابر کا رمضان ص[1] ۶۴۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۵ھ

نمازِ مغرب افطار کے کتنے منٹ بعد

سوال:- رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنے کے بعد مغرب کی نماز کی جماعت میں کتنی دیر کی تاخیر کی جاسکتی ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے لئے افطار کے فوراً بعد کھڑا ہونا چاہئے، کچھ کہتے ہیں کہ محلے کے لوگوں کے آنے کے بعد دس منٹ تک انتظار کیا جاسکتا ہے، برائے مہربانی جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان وجماعت میں اتنا فصل کیا جائے کہ پابند جماعت افطار سے فارغ ہوکر کلی وغیرہ کرلیں اور شروع جماعت سے شریک ہوسکیں، جو لوگ اپنے مکان پر افطار کرتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ افطار میں زیادہ وقت خرچ نہ کریں اور اپنے انتظام میں تمام حاضرینِ مسجد کو نہ روکے رہیں، آپس کی مصالحت سے وہاں کے اعتبار سے ۵/۱۰ منٹ جیسا مناسب ہو تجویز کر لیں اس میں نزاع نہ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۸۸ھ

---

[1] ایضاً ص ۱۹۸،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سحر وافطار کی اطلاع بذریعہ سائرن

سوال: -شہر سہارن پور میں عرصہ دراز سے رمضان المبارک میں سحر وافطار کے وقت گولے چھوڑے جاتے ہیں اب تقریباً آٹھ دس جگہ گولے چھوڑے جاتے ہیں اور ان میں تھوڑا لیٹ ٹائم میں فرق ہوجاتا ہے اور تقریباً چالیس روپئے روزانہ خرچ ہوتے ہیں، جامع مسجد میں تین سو روپے ہر سال خرچ آتا ہے اور گولا سبزی منڈی میں چھوڑا جاتا ہے، ایسی صورت میں کسی کو چوٹ آجانے کا بھی خطرہ ہے، جس سے ناحق جھگڑا کھڑا ہوگا، ایسی صورت میں اگر جامع مسجد کی طرف سے ایک سائرن خرید لیا جائے، تو تمام شہر کو آواز پہنچ جائے، اور سحر وافطار صحیح طریقہ پر ہوجائے اور رقم بھی بچ جائے، شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں افطار کی اطلاع جامع مسجد کے ذمہ ہے، تو موجودہ انتشار کا دفعیہ، جھگڑے سے تحفظ سائرن سے ہوجائے تو ذمہ دارانِ جامعِ مسجد کے مشورے سے سائرن خرید سکتے ہیں، اس کو مسجد سے باہر کسی سہ دری وغیرہ میں رکھا جائے، اگر رائے متفق نہ ہو تو اہلِ وسعت اس کا انتظام کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۱۴۰۱ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ویفصل بین الاذان والاقامة لکراهة وصلهما لقوله ﷺ لبلال اجعل بین اذانک واقامتک نفسا حتی یقضی المتوضی حاجته فی مهل وحتی یفرغ الآکل من اکل طعامه فی مهل بقدر ما یحضر الملازمون الی قوله ولان المقصود بالاذان اعلام الناس بدخول الوقت لیتهیئو للصلاة بالطهارة فیحضروا المسجد وبالوصل فینتفی هذا المقصود ..... الحاصل ان التاخیر الیسیر للاعانة علی الخیر غیر مکروه الخ، طحطاوی مع المراقی ص ۱۵۹، باب الاذان، مطبوعه مصر، تبیین الحقائق ص ۹۲/۱، باب الاذان، مطبوعه امدادیه ملتان.

سحری وافطار کے وقت ڈھول بجانا

سوال:- کیا سحری وافطار ونماز جمعہ وعیدین کے لئے جمع ہونے کے واسطے کوئی باجا یا دف یا نقارہ یا ڈھول یا بارود کا گولہ یا گھنٹہ بجانا درست ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو تمام باجے یا کوئی خاص باجہ مثلاً دف اور جملہ امور شادی بیاہ بارات نکاح کے لئے جائز ہے، یا صرف وہی امور مثل مذکورہ بالا کے لئے جائز ہے؟ اور مسجد کے چھت یا مسجد کے فرش یا مینار یا برج پر بھی جائز ہے اور افطاری کے وقت قبل اذان یا بعد اذان بجانا چاہئے، بعض مقام ایسے ہی ہیں، جس جگہ اہل ہنود اس رحمتِ عظمیٰ سے منع کرتے ہیں، یعنی اذان بلند آواز سے نہیں ہونے دیتے اس جگہ یہ نقارہ وغیرہ بجا دیا جائے یا عام جگہ؟ اور اس سے شبہ ہوتا ہے کہ جو موافقت کرے غیر قوم کی وہ انہیں میں سے ہے، تمام باجوں کے ساتھ شیطان ہے یا تمام کاموں کے واسطے فرمایا منادی ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سحر کا یا افطاری کا اگر وقت معلوم نہ ہوتا ہو اور روزوں کے فساد کا اندیشہ ہو، تو نقارہ بجانا یا گھنٹہ بجانا، گولہ بنانا درست ہے،[1] لیکن مسجد یا اس کی چھت پر نہیں چاہئے، بلکہ مسجد سے ہٹ کر کسی دوسرے مکان یا بلند مقام پر چاہئے کیونکہ یہ چیز احترام مسجد کے خلاف ہے، نماز کیلئے

---

[1] وینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبة وعن الحسن لابأس بالدف فی العرس لیشتهر وفی السراجیة هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطرب اقول وینبغی ان یکون طبل المسحر فی رمضان لا یقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام. (شامی کراچی ص: ۳۵۰، ج: ۶، شامی زکریا ص ۹/۵۰۵، شامی نعمانیه ص ۵/۲۲۳، قبیل فصل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحة، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۲۲۲، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

شریعت نے اذان مقرر فرمادی ہے، لہٰذا اس کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں، نماز عید کے وقت کا پہلے سے اعلان کردیا جائے، جب کہ اذان کی ممانعت اس جگہ ہے، اس قدر بلند آواز سے نہ کہی جائے جس سے ناقابلِ برداشت فتنہ پیدا ہو، لیکن بالکل ترک کرنا بھی نہیں چاہئے بلکہ کسی قدر درست آواز سے کہہ لیا کریں، آخر تکبیر بھی تو کہتے ہی ہوں گے، اس سے کچھ اور بلند آواز سے کہہ لیں نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانا بغیر ساز کے درست ہے[1] اور کسی باجے کی کسی کام کے لئے قطعاً اجازت نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲/ربیع الثانی ۶۰ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ ہذا ۲۱/ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟ اور نمک وادرک سے افطار کرنا

سوال:- ہمارے یہاں لوگ نمک وادرک سے یا چاول ادرک ونمک سے افطار

---

[1] وینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبة وعن الحسن لابأس بالدف فی العرس لیشتهر وفی السراجیة هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطرب اقول وینبغی ان یکون طبل المسحر فی رمضان لا یقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام. (شامی کراچی ص: ۳۵۰، ج: ۶، شامی زکریا ص ۹/۵۰۵، شامی نعمانیه ص ۵/۲۲۳، قبیل فصل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحة، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۲۲۲، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۶/۳۴۹، مطبوعه کراچی، ومطبوعه نعمانیه ص ۵/۲۲۳، شامی زکریا ص ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۲۲۳، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

کرتے ہیں اور اس کو شریعت سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کہیں جاتے ہیں اور لوٹنے میں راستہ میں افطار کرنا ہوگا، یہ سمجھ کر تھوڑا چاول ونمک باندھ لیتے ہیں، اسے ایک صاحب نے بے بنیاد اور بدعت کہا ہے اور کہا ہے کہ افضل خرما سے پھر میٹھی چیز سے پھر پانی سے افطار کرنا ہے، ان صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نمک یا ادرک یا چاول سے افطار کو سنت یا مستحب سمجھنا اور اس کو حکم شرعی تصور کرنا غلط اور بے اصل ہے ابوداؤد شریف[1] اور ترمذی شریف[2] سے معلوم ہوتا ہے کہ کھجور سے افطار کرنا سنت سے ثابت ہے اور اگر کھجور میسر نہ آئے تو خشک چھوارے سے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۱ھ

بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار

سوال:- ہمارے شہر میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ اکثر وبیشتر آم وامرود وبیر وغیرہ کی بیع پھول اور پھل آنے سے قبل کردی جاتی ہے، اس قسم کا پھل کھانا حرام یا مکروہ ہے، حضرت تھانویؒ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس قسم کے پھل نہیں کھاتے تھے، مگر دورِ حاضر کے علما وصلحاء

---

[1] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول کان رسول اللہ ﷺ یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم تکن فعلی تمرات فان لم تکن حسا حسوات من ماء، ابو داؤد شریف ص ۳۲۱/۱، کتاب الصیام، باب مایفطر علیہ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] ترمذی شریف ص ۱۵۰/۱، ابواب الصوم، باب ماجاء ما یستحب علیہ الافطار، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوۃ شریف ص ۱۷۵/۱، کتاب الصوم، الباب الثانی، قبیل باب تنزیہ الصوم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

واتقیاء کی اکثریت اس قسم کے کھانے سے قطعاً احتراز نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کو بلا تکلیف کھاتے ہیں اور ناجائز بھی نہیں سمجھتے ہیں، تو کیا اس کی وجہ سے کچھ گنجائش نکل آئی ہے، اور حرمت میں کچھ تخفیف ہوگئی ہے، نیز رمضان المبارک میں اس قسم کے پھلوں سے افطار کرنا کیسا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ "رُبّ صَائم لیس لهٗ من صیامه الاّ الجُوع" کے تحت فضائل رمضان المبارک میں رقم طراز ہیں کہ اس سے مراد مالِ حرام سے افطار کرنا ہے، کیا ثمراتِ مذکورہ سے روزہ افطار کرنا تو اس میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع باطل ہے[1]، جس پھل کے متعلق پختہ معلوم ہو کہ اس کی بیع باطل ہوئی ہے، اس کا کھانا جائز نہیں، نہ افطار میں نہ بغیر رمضان کے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق یقین ہے، کہ وہ ایسا پھل نوش نہیں فرماتے تھے، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ پھل بالکل ہی نوش نہیں فرماتے تھے، اگر کاشت کی زمین کو سال دو سال کے لئے اجارہ پر لے لیا جائے تو اس کی پیداوار درست ہے، بہت سے لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں اس لئے پھل کو کلیۃً ناجائز نہیں کہا جائے گا[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۹۰ھ

---

[1] لا خلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر ولا فی عدم جوازه بعد الظهور قبل بدو الصلاح الخ، شامی کراچی ص ۴/۵۵۵، مطبوعه زکریا ص ۷/۸۵، فصل فیما یدخل فی البیع ومالا یدخل، مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ، مجمع الانهر ص ۳/۲۶،۲۵، کتاب البیوع، فصل یدخل البناء والمفاتیح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۹/۴۰، باب مایجوز من الاجارة الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۳/۵۲۲، باب مایجوز من الاجارة ومالا یجوز، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۷/۳۰۵، باب مایجوز من الاجارة ومالایجوز.

دوسرے کی افطاری سے پرہیز کرنا

سوال:- کوئی شخص رمضان المبارک میں اپنے گھر سے افطاری لے کر آتا ہے، اور مسجد میں رکھتا ہے، اور وہ شخص کسی دوسرے کی افطاری لینے سے انکار کرتا ہے تو اس شخص کی افطاری دوسرے روزہ دار کو کھا لینی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص دوسرے کی لائی ہوئی افطاری بلا وجہ شرعی نفرت کرتا ہے، وہ برا کرتا ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ اگر دوسرے لوگوں نے اس کی لائی ہوئی افطاری کو قبول نہ کیا تو مستقل نفرت سب کے دل میں بیٹھ جائے گی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ جب وہ اپنی افطاری پیش کرے تو اس کو قبول کرنے میں عذر نہ کیا جائے امید ہے کہ وہ خود بھی نرم ہو جائے گا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۹۱ھ

افطاری کے بعد کلی کرنا

سوال:- کیا افطاری کے بعد نماز میں شرکت کے لئے کلی کرنا ضروری ہے، اگر بغیر کلی کئے نماز میں شریک ہو جائے تو نماز میں کوئی نقص تو نہیں آئے گا۔

---

[1] ولو دعی الی دعوة فالواجب أن یجیبه الی ذلک وانما یجب علیه اُن یجیبه اذا لم یکن هناک معصیة ولا بدعة وان لم یجبه کان عاصیاً الخ. (عالمگیری کوئٹه ص:۳۴۳، ج:۵، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة. شامی زکریا ص ۹/۵۰۱، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی چیز کھائی ہے کہ اس کے اجزاء منہ میں باقی ہیں، تو کلی کر لی جائے، ورنہ اگر عین نماز کی حالت میں وہ اجزاء اندر چلے گئے تو فساد نماز کا خطرہ ہے[1]، اگر ایسی چیز نہیں کھائی تو یہ خطرہ نہیں تاہم کلی کر لینا اعلیٰ بات ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۵ھ

PAGE24\A022
not found.

---

[1] والمستحب تطهير الفم فی جميع المواضع، عالمگیری کوئٹہ ص۵/۳۳۷، کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهية فی الاکل ومايتصل به.

[2] او اکل ما يبين أسانانه ..... لاتفسد فلانه لايمكن الاحتراز عنه ..... الااذا کان کثيرا فتفسد به صلاته ..... الفاصل بينهما مقدار الحمصة، تبيين الحقائق للزيلعی ص ۱/۵۹۱، باب مايفسد الصلاة ومايکره فيها، مطبوعه امداديه ملتان، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۲۷۷، فصل فيما لا يفسد الصلاة، مطبوعه مصر، البحر الرائق کراچی ص ۲/۱۴، باب مايفسد الصلاة ومايکره فيها)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

﴿روزہ کے مفسدات ومکروہات﴾

روزہ میں مسواک سنت ہے

سوال:- ماہِ رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں مسواک کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست بلکہ سنت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۱۳۹۰ھ

---

[1] لایکرہ دھن شارب وکحل ومسواک ولو عشیا. (الدر) بل یسن للصائم کغیرہ صرح بہ فی النھایۃ. (شامی کراچی ص: ۴۱۹، ج:۲، شامی نعمانیہ ص: ۱۱۴، ج:۲) مطلب فی حدیث التوسعۃ، باب مایفسد الصوم مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۶۱، فصل فیما یکرہ للصائم وما لایکرہ الخ.

کسی کا تھوک نگلنے سے کفارہ

سوال:- اگر کوئی روزہ دار آدمی اپنے دوست یا اپنی بیوی کا لعاب یا تھوک نگل گیا تو کیا اس کی وجہ سے کفارہ لازم ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قضا بھی لازم ہوگی اور کفارہ بھی لازم ہوگا: **ومنه ابتلاع بزاق زوجته او بزاق صديقه لانه يتلذ دبه لا تلزم الكفارة ببزاق غيرهما لانهٔ يعافه ا هـ مراقی[1] الفلاح ص: ۳۶۵.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۰ھ

ندی میں غسل کرتے ہوئے پانی پی لیا

سوال:- ایک شخص رمضان کا روزہ رکھتے ہوئے ندی پر غسل کرنے کے لئے گیا، تو ایک آدمی اس کو پکڑ کر ندی کے اندر لے گیا تیرنا سکھانے کے لئے تو اس نے ندی میں ڈوبتے ہوئے پانی پی لیا کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟

---

[1] مراقی مع الطحطاوی ص: ۵۴۹، مصری، باب مایفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء. شامی کراچی ص ۲/۴۱۰، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۰۳، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

ٹوٹ گیا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

چکنے ہاتھ سے مضمضہ واستنشاق روزہ میں

سوال:- ایک شخص نے روزہ کی حالت میں اپنے ہاتھ پر سرسوں کے تیل کی مالش کی، پھر وضو کیا ہاتھوں پر چکناہٹ کا اثر باقی تھا، ایسی ہی چکناہٹ سے انگلیوں سے ناک میں پانی لگایا، اور ناک صاف کر کے وضو کرنے کے تھوڑی دیر بعد میں بھی محسوس ہوا کہ زبان پر بھی چکناہٹ کا اثر محسوس ہوتا تھا، نیز حلق کے اندر بھی اور زبان پر بھی، اب شبہ ہوتا ہے کہ پیٹ کے اندر بھی چکناہٹ گئی ہے اس کے علاوہ جب سر میں تیل لگاتا ہے تو حلق اور زبان پر بھی اثر معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں حلق یا زبان پر چکناہٹ محسوس ہوتی ہے، تو روزہ میں اس سے کیا خرابی اور فرق ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے روزہ میں فرق نہیں آتا ہے، بعض دفعہ چکناہٹ بہت تیز ہوتی ہے، بغیر کلی اور بغیر ناک میں چکنے ہاتھ سے پانی داخل کئے ہوئے بھی محض سانس کے ساتھ اندر پہنچ کر سر

---

[1] لو اكل مكرها او مخطئا عليه القضاء دون الكفارة المخطى هو الذاكر للصوم غير القاصد للفطر اذا اكل او شرب (هنديه كوئٹه ص ۲۰۲/۱، الباب الرابع فيما يفسد ومالا يفسد، النهر الفائق ص ۲۱/۲، باب مايفسد الصوم الخ، مطبوعه مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۲۷۶/۲، باب مايفسد الصوم الخ.

اور حلق کو متأثر کر دیتی ہے اور جب کہ پانی حلق کے اندر داخل نہیں ہوا اور نہ دماغ میں پہنچا تو روزہ پر اثر کیوں پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۹ھ

سر پر تیل رکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:- ایک شخص نے صبح کو ۱۰ر بجے دن کو روزہ کی حالت میں اپنے سر پر بھول کر تیل رکھ لیا تھا کیا روزہ ٹوٹ گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باقی رہا ٹوٹا نہیں اگر جان کر رکھ لیگا، تب بھی نہیں ٹوٹے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ ہذا

روزہ کی حالت میں تمباکو سے تیار شدہ منجن کا استعمال

سوال:- زید روزہ کی حالت میں ایک قسم کا منجن جو تمباکو اور پرانے گڑ سے تیار کیا جاتا

---

[1] ادهن لم يفسد صومه. (مراقی ۱۰۵، مطبوعه مصری، طحطاوی ص: ۵۴۳، مطبوعه مصری، باب مالايفسد الصوم، الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۳۹۵، باب مايفسد الصوم، مطلب يكره السهر اذا خاف فوت الصبح، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۰۳، الباب الرابع فيما يفسد الصوم الخ)

ہے، استعمال کرتا ہے جس کی اسے عادت پڑی ہوئی ہے اس کے استعمال سے اس کو تسکین بھی ہوتی ہے، اس منجن میں نشہ بقدر تمبا کو ہے، کیا ایسے منجن کا روزہ کی حالت میں استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پورا پرہیز کرے اکثر اس کا کچھ حصہ حلق کے اندر پہنچ جاتا ہے، نشہ کا ہونا مستقل وجہ منع ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۹۴ھ

روزہ میں ڈکار میں ذائقہ محسوس ہونا

سوال:- زید روزہ رکھتا ہے، لیکن اس کو ڈکار (ریاحی) آتی ہے، اگر وہ روکتا ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے، تکلیف ہونے لگتی ہے، اگر ڈکار لیتا ہے تو جو کچھ اس نے کھایا ہے، اس کا ذائقہ اندر سے باہر آتا ہے، اس کا روزہ اگر وہ ڈکار لیتا ہے ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈکار آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ ذائقہ بھی اس کے ساتھ آجائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۱۳۹۹ھ

---

[1] وکرہ مضغ العلک الذی لا یصل منہ شیئ الی الجوف مع الریق. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص: ۵۵۹، فصل فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ الخ. الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۴۱۶، باب مایفسد الصوم، مطلب فیما یکرہ للصائم، ھندیہ کوئٹہ ص ۱/۱۹۹، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کچی ڈکار آنا

سوال:-عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ کچی ڈکار آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے، کیوں کہ کبھی کبھی تو کم سے کم کھانے پر بھی آرام نہ ملنے کی وجہ سے اس طرح کی ڈکار آ ہی جاتی ہے، یا گلا چلنے ہی لگتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کچی ڈکار سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم ۲۰/۹/۱۳۹۹ھ

ناک میں دوا ڈالنا کیا مفسد صوم ہے

سوال:-ایک آدمی کو دائمی ناک کی بیماری ہے، (ناک ہمیشہ بند رہتی ہے) جس کی وجہ سے دواؤں کا استعمال کرنا ضروری اور لازمی ہے، اب روزے کی حالت میں اس شخص

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ کما یستفاد وان ذرعه القیء وخرج ولم یعد لایفطر مطلقا، (درمختار مع الشامی ص ۳/۳۹۲، باب مایفسد الصوم ومالا یفسد الصوم، مطلب فی الکفارة، مطبوعه زکریا دیوبند، هندیة کوئٹه ص ۱/۲۰۴، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۴۵، باب فی بیان مالایفسد الصوم)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ چنانچہ قے کی وجہ جس طرح روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ڈکار کی وجہ سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ قے کی بنسبت اخف ہے۔ واذ ذرعه القیٔ وخرج ولم یعد لایفطر مطلقاً (درمختار مع الشامی ص: ۳۹۲، ج:۳، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده. مطلب فی الکفارة، مطبوعه زکریا دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۰۴، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۴۵، باب فی بیان مالایفسد الصوم.

مذکور کو ناک میں دوا ڈالنے کی اجازت ہے، یا نہیں؟ نہ ڈالنے کی صورت میں بیحد تکلیف ہوتی ہے، اور اکثر منہ سے سانس لینی پڑتی ہے، جس سے گلہ اور منہ سوکھ جاتا ہے، اور درد ہونے لگتا ہے، ناک کے اندر مادہ جم جاتا ہے، اور دوا ڈالنے کی وجہ سے وہ صاف ہوجاتا ہے، براہ کرام جواب سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حالتِ صوم میں ناک میں دوا ڈالی اور وہ دوا جوفِ دماغ میں پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں: **او استعط فی انفه شیئًا (الٰی ان قال) فوصل الدواء حقیقة الٰی جوفه ودماغه (قوله وصل الدواء حقیقة) اشار الٰی ان ما وقع فی ظاهر الروایة من تقیید الافساد بالدواء الرطب مبنی علی العادة من انه یصل والا فالمعتبر حقیقة الوصول الخ کذا فی الشامی**[1] ص: ۱۴۰، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

روزہ میں خوشبو کا حکم

سوال: - ہومیو پیتھک میں ایک اصول معالجہ یہ بھی ہے، کہ شکر کی سادہ گولیوں کی شیشی میں دوا کے تین قطرے ڈال کر رکھ دیتے ہیں، جب گولیاں خشک ہوجائیں تو انہیں

---

[1] شامی نعمانیہ ص: ۱۰۲، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۴۰۲، ج: ۲. مطلب فی حکم الاستمناء، باب ما یفسد الصوم، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۵۴، باب مایفسد الصوم ویوجب القضاء من غیر کفارة، هندیه کوئٹه ص ۲۰۴/۱، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد.

مریض کو سونگھنے کی ہدایت کریں، اس طرح کہ ناک کے ایک راستہ کو بند کر کے دوسرا راستہ کھول دیں ایک یا دو مرتبہ سونگھنا کافی ہوتا ہے، اس عمل سے روزہ فاسد ہوتا ہے کہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محض کسی خوشبو یا بدبو کے بے اختیار ناک میں جانے یا قصداً سونگھنے سے خواہ علاجاً ہو یا تنشیطاً روز فاسد نہیں ہوتا[1]۔ اگربتی، عطر، دواسب کا ایک حکم ہے، البتہ اگربتی وغیرہ سلگا کر اس کا دھواں حلق میں پہنچانا مفسد صوم ہے۔ **کذا فی مراقی الفلاح و الطحطاوی**[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لوبان سونگھنے سے روزہ کا حکم

سوال:- بہشتی زیور کے تیسرے حصہ میں لکھا ہے کہ روزہ کی حالت میں لوبان وغیرہ کی دھونی سلگا کر سونگھنے سے روزہ جاتا رہے گا، کیا یہ حکم لوبان ہی کے لئے ہے، یا اگربتی وغیرہ ہر دھوئیں کے لئے ہے، بعض حضرات روزہ میں اگربتی جلا کر سونگھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تو خوشبودار چیز ہے، اور خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں جاتا یہ صحیح ہے یا غلط؟

---

[1] لایکرہ للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوہ مما لا یکون جوھرا متصلا کالدخان. (مراقی ص: ۱۰۵، مطبوعہ مصری، طحطاوی مصری ص: ۵۴۳، باب فی بیان مالایفسد الصوم)

[2] من ادخل بصنعه دخانا حلقه بای صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر اوعود او غیرھما. (مراقی ص: ۱۰۵، مطبوعہ مصری، طحطاوی مصری ص: ۵۴۴، باب فی بیان مالا یفسد الصوم، سکب الانھر ص ۱/۳۶۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۳۹۵، باب مایفسد الصوم، مطلب یکرہ السھر اذا خاف فوت الصبح)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لوبان وغیرہ غرض جو بھی دھواں خوشبو کے لئے سونگھ کر حلق یا دماغ میں پہنچایا جائے اس سے روزہ فاسد[1] ہو جائے گا۔ محض خوشبو (عطر) سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ کذا فی الطحطاوی[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

روزہ میں اگربتی اور عطر سونگھنا

سوال:- صائم رمضان یا غیر رمضان ہے بحالتِ روزہ اگربتی یا لوبان کا دھواں سونگھے یا سینٹ تو روزہ ٹوٹتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سینٹ یا کسی بھی عطر کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگربتی یا لوبان کا دھواں بالقصد حلق کے راستے سے اندر پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے: صَرَّحَ بہ الشامی وغیرہ فی

---

[1] من ادخل بصنعه دخانا حلقه بای صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر اوعود اوغیرهما (مراقی ص:۱۰۵، مطبوعه مصری، طحطاوی مصری ص:۵۴۴، باب فی بیان مالایفسد الصوم)

[2] لا یکره للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوه ممالا یکون جوهرا متصلا کالدخان (مراقی ص:۱۰۵، مطبوعه مصری، طحطاوی ص:۵۴۳، مطبوعه مصری، باب فی بیان ما لا یفسد الصوم، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۱/۳۶۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۳۹۵، باب ما یفسد الصوم، مطلب یکره الهسر اذا خاف فوت الصبح)

ردالمحتار وغیرہ من کتب الفقہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان اھ (درمختار) ای بای صورۃ کان الادخال حتّٰی لو بتخر بخور فآواہ الیٰ نفسہ واشتمّہ ذاکراً لصومہ افطر لامکان التحرز عنہ وھٰذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس ولا یتوھم انہ کشم الورد ومائہ والمسک لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسک وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الٰی جوفہٖ بفعلہ امداد وبہ علم حکم شرب الدخان اھ شامی[1] ص:۱۳۳، ج:۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی

عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۸ھ

اگربتی روزہ میں

سوال:- رمضان شریف میں جمعہ کی نماز کے وقت مسجد میں ایک روزہ دار شخص نے کچھ اگربتیاں اس مقصد سے سلگائیں کہ تمام مسجد میں خوشبو پھیلے، اگربتیاں جلتی رہیں اور خوشبو پھیلتی رہے، نماز کے بعد کچھ لوگوں نے اچھی خوشبو ہونے کی وجہ سے لمبا سانس لے کر خوشبو سونگھی، کسی نے جلتی ہوئی اگربتیوں کو قریب لے نہیں سونگھا اور نہ اس کے پاس سونگھنے بیٹھا، تمام مسجد میں خوشبو پھیل رہی تھی، اس خوشبو کو لمبا سانس لے کر سونگھا، ایسی حالت میں کیا روزہ دار اور نمازیوں کے روزے ٹوٹ گئے اور جنہوں نے خوشبو کو لمبی سانس لے کر سونگھا تھا ان کے روزے کیا ٹوٹ گئے؟

---

[1] شامی نعمانیہ ص:۹۷، ج:۲، شامی کراچی ص:۳۹۵، ج:۲. یکرہ السھر اذا خاف قوت الصبح، باب ما یفسد الصوم، سکب الانھر ص ۱/۳۶۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۴۳، ۵۴۴، باب فی بیان مالا یفسد الصوم.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بتی کا دھواں اگر قصداً سانس لے کر دماغ میں پہنچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہوگیا اگر دھواں دماغ میں نہیں پہنچا صرف خوشبو سونگھی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوا، روزہ کی حالت میں اگر بتی نہ سلگائی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

ہومیو پیتھک دوائی کا سونگھنا

سوال:- ہومیو پیتھک دوا کے سونگھنے سے مریض کو بالکل اتنا ہی اثر ہوتا ہے جتنا کہ دوا کے کھانے سے، خواہ دوا کی صرف ایک ہی گولی چٹکی میں لے کر کسی روزہ دار مریض کو سونگھائی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۳ھ

---

[1] دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاكراً استحساناً لم يفطر. (الدرالمختار) لو ادخل حلقه الدخان اى باى صورة كان الادخال حتى لوتبخر ببخور فآواه الى نفسه او اشتمّهٗ ذاكراً لصومه افطر لامكان التحرز عنه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس. (شامى نعمانيه ص۲/۹۷، شامى كراچى ص۲/۳۹۵، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده، سكب الانهر ص ۱/۳۶۱، كتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۵۴۳، ۵۴۴، باب فى بيان مالايفسد الصوم)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روزہ میں انجکشن

سوال:- میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ ایک معاملہ میں اپنی تسکین کرلوں، اور آپ کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاؤں امید کہ آپ بذات خود تکلیف وتوجہ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں گے، واقعہ یہ ہے کہ ابھی دیوبند کے دارالعلوم سے انگریزی میں ایک رسالہ رمضان المبارک پر شائع ہوا ہے یہ رسالہ مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب کی جانب سے ہے، اس لئے اس کی بڑی اہمیت ہے، اس میں لکھا ہے کہ انجکشن لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا صرف دو استثناء کے گئے ہیں، (۱) اگر زخم کے کر کے پانی پیٹ میں لے جایا جائے یا (۲) براہ راست دماغ میں دوا لے جائی جائے، بقیہ انجکشن کو عمومیت کے ساتھ جائز کہا گیا ہے اس میں مجھے شبہ گذرتا ہے، اور خیال ہوتا ہے کہ یہ معاملہ مزید توجہ کا محتاج ہے۔

اسی رسالہ میں روزے کی تعریف یہ کی گئی ہے، کہ کھانے پینے اور جماع سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک پرہیز کرنا، ایک زمانہ میں کھانے کا طریقہ صرف یہ تھا کہ حلق کے راستہ سے کھانا پیٹ میں ڈالا جائے، اور پینے کا بھی یہی طریقہ تھا کہ پانی حلق کے راستہ سے پیٹ میں ڈالا جائے، مگر سائنس کی ترقی نے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ کھانا پیٹ میں جا کر کیا کام دیتا ہے کھانا معدے میں ہضم ہونے کے بعد اس کا جوہر خون بن کر رگوں میں رواں ہوتا ہے، لہٰذا ایسے مریضوں کو جو منہ سے کھا نہیں سکتے رگوں کے انجکشن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ لایکرہ للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوہ مما لایکون جوهراً متصلا کالدخان. (مراقی ص:۱۰۵ مطبوعه مصری، مراقی مع الطحطاوی ص:۵۴۳، مطبوعه مصری، باب فی بیان مالایفسد للصوم، سکب الانهر ص ۱/۳۶۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۲/۳۹۵، باب مایفسد الصوم، مطلب یکره السهرا اذا خاف فوت الصبح)

کے ذریعہ کھانا پہنچایا جاتا ہے بلکہ براہ راست خون بھی رگوں میں پہنچادیا جاتا ہے، اورعرصہ تک اسی طرح مریض کو وہ جوہر رگوں میں پہنچا کر جو کھانے کا مقصد ہے، بلا کھانا کھلائے رکھا جاتا ہے۔

اسی طرح پانی پینے کا ایک مقصد رگوں کو سیراب کرنا ہے، ایک کافی مقدار پانی کی ہر انسانی جسم میں موجود رہنی ضروری ہے، اوراگر وہ موجود نہ رہے تو انسان مرجائے گا اس لئے ہیضہ کا مرض پانی کی کمی سے ہوتا ہے، دستوں کے راستہ اس کے جسم کا پانی نکل جاتا ہے اوراس کا علاج یہ ہے کہ رگ کاٹ کر پانی براہ راست رگوں میں بھر دیا جاتا ہے واضح ہو کہ رگ کاٹ کر پانی میں نہیں ڈالا جاتا ہے، بلکہ رگوں میں بھرا جاتا ہے اگر ناک کے ذریعہ ٹیوب ڈال کر پیٹ میں پانی ڈالا جائے تو ڈالا جاسکتا ہے، مگر معدے میں سوء ہضم ہے اور جب تک پانی تحلیل ہو کر رگوں کو سیراب کرے گا، مریض ختم ہوجائے گا، لہٰذا براہ راست پانی رگوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔

یہ دو مثالیں میں نے دی ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انجکشن غذا کا بعض پینے کا مقصد ادا کرتے ہیں، تمثیل کے لئے حسب ذیل باتوں پر نگاہ فرمائی جائے۔

(۱) گلوکوز کا ۲۵/۵۰، ۱۰۰، ۲۰۰، ۵۰۰/سی سی کا رگوں کے ذریعہ انجکشن کھانے کا کام دے گا۔

(۲) رگ کو کاٹ کر دو سیر چار سیر پانی براہ راست رگوں میں بھر دیا جائے یہ طریقہ پینے کا کام دے گا۔

(۳) رگوں کے ذریعہ خون جسم کے اندر ڈال دیا جائے یہ طریقہ طویل اور پیچیدہ راستے کو ترک کر کے براہ راست غذا کا مقصد پورا کرتا ہے، یہ سب انجکشن ہیں اور عمومیت کے پیش نظر سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب جائز ہیں اوراگر یہ جائز ہیں تو ہر آدمی کھانا کھانے کے بجائے

۵۰سی سی گلوکوز انجکشن لے لے۔ کھانے کا مقصد حل ہوجائے گا، اور بلا روزہ کا مقصد پورا کئے روزہ کہلائے گا۔

لہٰذا التماس ہے کہ آپ مندرجہ بالا امور پر میری تشفی فرماویں، میں جناب والا کی اس عنایت وکرم فرمائی کا بہت ممنوع ہوں گا۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

روزے کی نقل کردہ تعریف: کھانے، پینے، اور جماع سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک پرہیز کرنا۔

انجکشن سے چاہے وہ ۵۰سی سی کا ہو یا اس سے کم زاید کا اس تعریف میں خلل نہیں آتا، کھانا، پینا، بدیہی ہے انجکشن کو کھانا پینا نہیں کہا جاتا، رگ کاٹ کر پانی عروق (رگوں) میں پہنچانے سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، یعنی رگوں کو تر اور سیراب کرنا وہ فائدہ گو پورا نہ سہی، لیکن کافی مقدار میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے میں غوطہ لگانے، ایرکنڈیشنڈ میں داخل ہونے، سبز وشاداب مقام پر پہنچ جانے سے بھی حاصل ہوتا ہے، سر اور بدن پر تیل کی مالش سے بھی تیل اندر پہنچتا ہے اور رگوں میں تراوٹ پیدا ہوتی ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا[1]۔ شدت گرمی کی وجہ سے کپڑا بھگو کر حالت صوم میں سر پر لپیٹنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] من اغتسل فی ماء فوجد برده فی باطنه انه لا یفطر. (شامی کراچی ص:۳۹۶، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۹۸، ج:۱، باب مایفسد الصوم، النهر الفائق ص۲/۱۷، باب مایفسد الصوم، مطبوعه مکه مکرمه) ادهن لم یفسد صومهٗ. (مراقی مع الطحطاوی ص:۵۴۳، مطبوعه مصری، باب فی بیان مالا یفسد الصوم، هندیه کوئٹه ص۱/۲۰۳، الباب الرابع فیما یفسد، النهر الفائق ص۲/۱۶، باب مایفسد الصوم، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه)

ثابت ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ مقصد کے خلاف ہے، یونانی اطباء بعض امراض کے علاج میں بھپارہ دیتے ہیں جس سے مسامات کھل کر دوا کے اثرات اندر داخل ہوتے ہیں، اور اکثر مسامات سے ہی پسینہ کے راستہ امراض باہر آجاتے ہیں، اور کبھی مادۂ کثیفہ کو رقیق بنا کر صورت اسہال یا پلٹس مادہ خارج کردیا جاتا ہے، غرض کہ جو فائدے حلق کی راہ دوا جوف معدہ میں پہنچانے سے حاصل ہوتا ہے وہی بھپارہ دینے سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ طریقۂ علاج طب قدیم میں موجود ہے، جدید انکشاف نہیں، فقہاء ومجتہدین اس سے خوب واقف ہیں، مگر اس کو مفسد صوم نہیں قرار دیا، آج سائنس کی ترقی کی وجہ سے اگر ڈاکٹر پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا یقین کیا جاتا ہے کہ رگوں کے ذریعہ پانی جسم میں پہنچانے سے پینے کا مقصد حاصل ہوتا ہے، اور خون رگوں میں پہنچانے سے کھانے کا مقصد حاصل ہوتا ہے، اور بعض مریضوں پر تجربہ اس کا مؤید بھی ہے تو آج سے چودہ سو سال پہلے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ۔ کھانے کا مقصد حاصل کرنے کیلئے مفید ہے[2]۔ اور جان نثار پیروی کرنے والوں کو

---

[1] کپڑا بھگو کر بحالت صوم سر پر لپیٹنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ثبوت نہیں ملا، شدت گرمی یا شدت پیاس سے سر پر پانی بہانا آپ سے بہر حال ثابت ہے۔

فی حدیث ابی بکر عن بعض اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقد رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالعرج یصب علی راسہ الماء وھو صائم من العطش او من الحر. (ابوداؤد، ص: ۳۲۲، ج: ۱، کتاب الصیام، باب الصائم یصب علیہ الماء، شامی کراچی ص: ۴۱۹، ج: ۳، کتاب الصوم، مشکوٰۃ ص: ۱۷۷، باب تنزیہ الصوم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یبل الثوب ویلفہ علیہ وھو صائم، (شامی کراچی ص ۲/۳۲۲، مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال، کتاب الصوم، بذل المجھود ص ۳/۳۵۳، مطبوعہ سہارنپور، کتاب الصوم، باب الصائم یصب علیہ الماء)

[2] فی حدیث اسماء بنت یزید مرفوعاً قال یجزئھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح والتقدیس (مشکوٰۃ ص: ۴۷۷، باب العلامات بین یدی الساعۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

اس کا تجربہ بھی ہے، یہ یقین واعتقاد بہت زیادہ قوی ہے، سائنس اور ڈاکٹروں کے یقین واعتماد سے کیا اس کو بھی مفسد صوم قرار دیا جائے گا غیبت کو قرآن پاک نے اکل فرمایا ہے: ''اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَأکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ''[1] سورہ الحجرات (الآیۃ) اور بعض کے متعلق تجربۃً قے کرا کے مشاہدہ کرانا بھی حدیث شریف میں مذکور ہے[2]۔ کیا یہ بھی مفسد صوم ہے۔

بعض صورتیں ایسی بھی کہ وہاں مشاہدۃً اکل وشرب ہے مگر مقصد اکل وشرب اس پر کچھ بھی مرتب نہیں ہوتا، پھر بھی وہ مفسد صوم ہے، مثلاً کسی نے ایک تل کھالیا اس سے بھوک کچھ بھی دفع نہیں ہوتی مگر روزہ فاسد ہوگیا[3] اور اگر بھول کر کھا پی لیا تو حقیقۃً اکل وشرب بھی پایا گیا اور مقصد بھی پورا ہوگیا لیکن روزہ فاسد نہیں ہوا[4]۔

بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جوف میں ایسی چیز داخل ہوگئی جو اکل وشرب کا فائدہ دینے کے بجائے وبال ومصیبت بن گئی مگر روزہ فاسد ہوگیا، مثلاً کسی روزے دار کے تیر مارا گیا

---

[1] سورۂ حجرات آیت: ۱۱،

ترجمہ:- کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے۔

[2] فی حدیث عبید مرفوعاً فقال لاحدهما قیئی فقاء ت قیحا او دماً وصدیدا ولحماً حتی قاء ت نصف القدح الحدیث، (مسند احمد ص: ۴۳۱، ج:۵، حدیث عبید مولی النبی ﷺ، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الزوائد ص: ۳۹۹، ج:۳، کتاب الصیام، باب الغیبة للصائم، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[3] اکل مثل سمسمة من خرج یفطر. (الدر مع الشامی کراچی ص:۴۱۵، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۱۱۲، ج:۲، مطلب فی مایکره للصائم، هندیه کوئٹه ص۲۰۳/۱، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد، النهر الفائق ص۱۸/۲، باب ما یفسد الصوم، مطبوعه مکه مکرمه)

[4] اذا اکل الصائم اوشرب اوجامع ناسیاً لم یفطر. (الدرمع الشامی ملخصاً ص۳۹۴، ج:۲، مطبوعه کراچی، شامی نعمانیه ص:۹۷، ج:۲، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، هندیة کوئٹه ص۲۰۲/۱. الباب الرابع فیما یفسد)

اور لوہے کا حصہ اندر رہ گیا تو روزہ فاسد ہوگیا[۱] سونے میں احتلام سے مقصد جماع حاصل ہوگیا مگر روزہ فاسد نہیں ہوا۔ محض دیکھ کر انزال ہوگیا روزہ فاسد نہیں ہوا[۲]۔ سفر میں عامۃً مشقت ہوتی ہے، جس کی رعایت سے شریعت نے قصر نماز کا حکم دیا اور اجازت افطار دی اور دوسرے بعض احکام میں بھی تخفیفاً سہولت اور رخصت دی اور مسافت سفر تین یوم (تین منزل تقریباً اڑتالیس میل) مقرر کی[۳]، لیکن اگر کوئی شخص تین دن کی مسافت تین گھنٹہ یا اس سے کم میں طے کرے اور بہت راحت کے ساتھ کہ کسی قسم کی مشقت پیش نہ آئے تو کیا وہ نماز قصر نہیں کرے گا یا اس کو رخصت افطار سے محروم کر دیا جائے گا، یا دوسرے احکام میں تخفیف کی سہولت ورخصت سے فائدہ نہیں حاصل کر سکے گا۔

اصل یہ ہے کہ قانون پر عمل کی صورت شرعاً تجویز کر دی گئی ہے، اس طرح عمل کیا جائے اور اس پر حکم دیا جائے گا، اس کے خلاف اپنی دوسری صورت تجویز کر کے اپنے تجویز کردہ مقصد قانون کو پورا کیا گیا تو وہ شرعاً قانون پر عمل نہیں ہوگا، اور جو صورت حدود قانون کے اندر جائز ہے اس کو مقصد قانون کے خلاف قرار دے کر حدود جواز سے خارج نہیں کیا جائے گا، سرکاری قانون ہے کہ لفافہ پر ۲۵ر پیسے کا ٹکٹ لگایا جائے اب اگر کوئی شخص ۲۵ر پیسے

---

[۱] ولو بقی النصل فی جوفه فسد. (الدر مع الشامی کراچی ص:۳۹۷، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۹۸، ج:۲، باب مایفسد الصوم، النهر الفائق ص۲/۲۳، باب مایفسد الصوم الخ، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۲/۲۷۹، باب مایفسد الصوم الخ)

[۲] احتلم اوانزال بنظر او بفکر لم یفطر. (شامی کراچی ص:۳۹۶، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۹۸، ج:۲، مطلب یکره السهر، هندیة کوئٹه ص۱/۲۰۴، الباب الرابع، النهر الفائق ص۲/۱۶، باب مایفسد الصوم ومالایفسده، مطبوعه مکه مکرمه)

[۳] اقل مسافة تتغیر فیها الاحکام مسیرة ثلاثة ایام (هندیة کوئٹه ص۱/۱۳۸، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، النهر الفائق ص۱/۳۴۴، باب صلاة المسافر، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۲/۱۲۸، باب المسافر.

کا ٹکٹ نہیں لگاتا ہے بلکہ ۲۵/ پیسے لفافہ پر چپکا دیتا ہے اس تخیل سے کہ مقصد قانون یہ ہے کہ ۲۵/ پیسے حکومت کے لئے خرچ کئے جائیں، سو میں نے ۲۵/ پیسے خرچ کر دیئے، تو اس کا یہ عمل قانون پر عمل نہیں ہوگا، بلکہ کہا جائے گا کہ اس نے قانون میں تحریف وترمیم کی ہے جس کا اس کو حق نہیں تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روزہ میں انجکشن

سوال:- زید کو رمضان شریف میں انجکشن کی ضرورت ہے بوجہ بیماری بخار ہو یا پھوڑا یا اور کوئی صورت ہو تو انجکشن لگوایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اور کوئی صورت جواز کی ہے یا نہیں اگر ہے تو پھر حدیث ''**الفطر مما دخل ولیس مما خرج**'' (شرح وقایہ جلد اول ص:۱۹۷) سے تعارض ہوگا کہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا **الفطر مما دخل ولیس مما خرج** اول تو کلیہ نہیں بلکہ خاص موقعہ کے متعلق ہے،[1] **کما یظھر بادنٰی تأمُّل** دوسرے حصر کے لئے نہیں، تیسرے جو منفذ سے داخل ہو وہ مفطرِ صوم ہے، **والمفطر انما ھو الداخل من المنافذ اھ**[2] **شامی ص:۱۳۴، ج:۲،** چوتھے مطلقاً داخل بھی مفطرِ صوم نہیں بلکہ جوف معدہ میں

---

[1] لقوله عليه السلام الفطر مما دخل وليس مماخرج وهو مخصوص بحديث الاستسقاء او الفطر فيه (بحر كوئٹه ص۲/۲۷۸، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده)

[2] شامی نعمانیه ص:۹۸، ج:۲، شامی کراچی ص:۳۹۵، ج:۲. باب مايفسد الصوم وما لا يفسدهٗ. النهر الفائق ص۲/۱۷، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه.

جو داخل ہو وہ مفطر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

روزہ میں انجکشن

سوال:- بحالت صوم انجکشن لگوانا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

روزہ میں انجکشن اور پمپ سے منہ میں ہوا لینا

سوال:- فرض روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا اور سانس کے مریض کا پمپ کے ذریعہ منہ میں ہوا لینا کیسا ہے؟

---

[1] والذی ذکرہ المحققون ان معنی الفطر وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف اعم من کونہ غذاء او دواء. (شامی کراچی ص:۴۱۰، ج:۲، شامی نعمانیہ ص:۱۰۸، ج:۲، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، کتاب الصوم)

[2] والذی ذکرہ المحققون ان معنی الفطر وصول ما فیہ صلاح البدن الی الجوف اعم من کونہ غذاء او دواء. (شامی کراچی ص:۴۱۰، ج:۲، شامی نعمانیہ ص:۱۰۸، ج:۲، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، کتاب الصوم)

الجواب حامداًومصلیاً

انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، الّا یہ کہ جوفِ معدہ میں دوا پہنچائی جائے[1]۔ ہوا منہ کے اندر جانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ پمپ سے پہنچائی جائے، جب کہ کوئی اور چیز نہ ہو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احتلام مفسد صوم نہیں جماع مفسد ہے

سوال:- اگر روزہ رکھا ہوا ہے اور سوتے میں حاجت غسل ہوجائے یا دیدۂ ودانستہ صحبت کرلے تو روزہ رہے گا یا نہیں اگر رہے گا تو کیسا؟

الجواب حامداًومصلیاً

احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا[3]۔ ہاں عمداً صحبت کرنے سے فاسد ہوجاتا ہے، اور

---

[1] ان معنی الفطر وصول ما فیه صلاح البدن الی الجوف اعم من کونه غذاء اودواءً. (شامی کراچی ص:۴۱۰، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۱۰۸، ج:۲، باب مایفسد الصوم، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، هندیه کوئٹه ص۲۰۴/۱، الباب الرابع فیما یفسد الخ)

[2] دخل حلقه غبار او ذباب او دخان لم یفطر (الی قوله) ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه والمسک لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسک وشبهه وبین جوهر دخان الخ (شامی کراچی ملخصاً ص۳۹۵/۲، باب مایفسد الصوم الخ، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص۳۶۱/۱، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی مع المراقی مصری ص۵۴۳، باب فی بیان مالایفسد الصوم)

[3] ولو اکل او شرب او جامع ناسیاً لا یفطر وکذا لونام فاحتلم (مجمع الانهر ص:۳۶۰، ج:۱، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، شامی کراچی ص:۴۰۱، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۹۸، ج:۲، کتاب الصوم، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، النهر الفائق ص۲/۱۶، باب مایفسد الصوم ومالایفسد، مطبوعه مکه مکرمه)

کفارہ وقضا ذمہ میں لازم ہوتے ہیں[۱]۔ اگر رمضان کے علاوہ کا روزہ ہوتو صرف قضاء لازم آئے گی، کفارہ لازم نہ ہوگا[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

جلق کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے

سوال:- عادت جلق مذہبی اعتبار سے غلط ہے، یا نہیں؟ اس سے غسل اور وضو تو خیر واجب ہی جاتا ہے، مگر روزہ کی حالت میں روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے، اور کیا اس کا کرنے والا زانی شخص کے برابر گنہ گار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذہبی اعتبار سے غلط ہے ناجائز گناہ ہے، اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا[۳]۔ ایسا کرنے

---

[۱] من جامع عمداً فی احد السبیلین فعلیه القضاء والکفارة. (عالمگیری ص:۳۰۵، ج:۱، ما یوجب القضاء والکفارة، مطبوعه کوئٹه پاکستان، النهر الفائق ص ۲۰، ۲/۲۱، باب مایفسد الصوم، مطبوعه مکه مکمه، الدر مع الشامی زکریا ص ۳۸۵ تا ۳/۳۸۸، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری)

[۲] ولاکفارة بافساد صوم غیر رمضان لانه لم یهتک حرمة الشهر فعلی هذا لا تلزم الکفارة علی قضاء رمضان. (مجمع الانهر، ص:۳۵۵، ج:۱، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی نعمانیه ص:۱۰۴، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۰۴، ج:۲، کتاب الصوم، قبیل مطلب فی جواز الافطار بالتحری، النهر الفائق ص ۲/۲۲، باب مایفسد الصوم، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه)

[۳] وکذا الاستمناء بالکف. ای فی کونه لایفسد لکن هذا اذا لم ینزل اما اذا انزل فعلیه القضاء. وان کره تحریماً لحدیث "ناکح الید ملعون" .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والا زنا کی سزا کا مستحق نہیں اس پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

جلق مفسد صوم اور موجب غسل ہے یا نہیں

سوال:- جلق لگایا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں نہیں لگی تو اس صورت میں صرف اعضائے تناسل دھولینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا، اگر مذی نکلی ہے، تو عضو کا دھولینا اور وضو کر لینا کافی ہے، غسل واجب نہیں، نہ روزہ فاسد ہوا، اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہو گیا اور غسل بھی واجب ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....(شامی زکریا ص ۳/۳۷۱، کتاب الصوم. مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۳، باب فی بیان مالایفسد الصوم، فتح القدیر ص ۲/۳۳۰، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، طبع دارالفکر بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ الاستمناء حرام ولو مکن امرأته أو امته من العبث بذکره فأنزل کره ولاشئ علیه ای من حدٍ وتعزیرٍ. (درمختاری مع الشامی کراچی ص ۴/۲۷، کتاب الحدود، مطلب فی حکم اللواطة)

۲ وکذا الاستمناء بالکف ای فی کونه لا یفسد لکن هذا اذا لم ینزل اما اذا انزل فعلیه القضاء. (شامی نعمانیه ص: ۱۰۰، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۹۹، ج: ۲، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، باب مایفسد الصوم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۴۳، باب فی بیان مالایفسد الصوم، مطبوعه مصری، فتح القدیر ص ۲/۳۳۰، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

استمناء بالید کے بعد بیوی سے جماع کرلیا

سوال:- زید نے رمضان کا روزہ رکھنے کی حالت میں قصداً ہاتھ سے ذکر کو حرکت دے کر انزال کردیا، پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً بیوی سے جماع کیا، اور کھایا پیا تو کیا زید پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اور بیوی کے قرینہ سے یہ پتہ چلا کہ پہلے تو راضی نہیں تھی مگر اپنے اصرار پر قائم نہ رہی بلکہ زید کو قدرت دیدی خفیف طریقہ سے زید کا ڈر کرتے ہوئے، تو بیوی پر قضاء لازم آئے گی یا کفارہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر روزۂ رمضان کی حالت میں جماع کرتا تو اس پر کفارہ لازم ہوتا، مگر رمضان کا روزہ تو پہلے ہی ختم کر چکا جس کی وجہ سے قضا لازم ہوگئی[1]۔ ایسی حالت میں جماع کرنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں، البتہ اس کی بیوی پر قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی لازم ہے[2]۔ رد المحتار ص: ۱۰۸، ج: ۲. فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۲ھ

---

[1] وكذا الاستمناء بالكف (الدر) اذا انزل فعليه القضاء. (شامی نعمانیه ص: ۱۰۰، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۹۹، ج: ۲، مطلب فی حکم الاستمناء، باب مایفسد الصوم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۴۳، باب فی بیان مالایفسد الصوم، فتح القدیر ص ۲/۳۳۰، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] وان جامع فی رمضان اداء اوجو مع فی احد السبیلین عمداً قضی وکفر. (تنویر مختصراً مع الشامی ص: ۱۰۸، ج: ۲، مطبوعه نعمانیه، شامی کراچی ص: ۴۰۹، ج: ۲، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، باب مایفسد الصوم، النهر الفائق ص ۲/۲۰، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، طحطاوی مع المراقی مصری ص ۵۴۷، باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء)

ادخالِ اصبع اور تقبیل حالت صوم میں

سوال:-سحری کھانے کے بعد بیوی سے صحبت کرنا یا شرمگاہ میں انگلی ڈالنا یا وہ خود ڈالے روزہ میں کیسا ہے؟ یا یہ سب کرنے سے روزہ میں کوئی فرق آتا ہے یا قضاء واجب ہے یا کیا؟ جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صبحِ صادق سے پہلے تو ان چیزوں سے بلکہ صحبت سے بھی روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی اس لئے کہ روزہ صرف سحری کھالینے سے شروع نہیں ہوتا، بلکہ صبحِ صادق سے شروع ہوتا ہے[۱]، اس لئے پہلے روزہ ہی نہیں، صبحِ صادق کے بعد اگر بیوی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کی یا بیوی نے خود داخل کی اگر وہ انگلی خشک ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوا، اگر تر تھی تو فاسد ہوگیا، قضاء لازم ہوگی[۲]۔ بوسہ اگر اس طرح لیا کہ اس کی رال لعاب میں نگل گیا تو روزہ فاسد ہوگیا، اور کفارہ بھی لازم ہوگا۔[۳] اگر بغیر اس کے لیا ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوا، جس کو جماع یا انزال کا اندیشہ ہو اس کو

---

[۱] هو امساک عن المفطرات حقيقة او حكما فی وقت مخصوص وهو اليوم ای اليوم الشرعی من طلوع الفجر الی غروب، (الدر مع الشامی كراچی ص ۲/۳۷۱، اول كتاب الصوم، النهر الفائق ص۲/۵، كتاب الصوم، مطبوعه مكه مكرمه، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۲۱، اول كتاب الصوم)

[۲] او ادخل اصبعه اليابسة فيه ای دبره اوفرجها ولو مبتلة فسد الخ، درمختار مع الشامی ص: ۹۹، ج: ۲، مطبوعه نعمانيه. شامی كراچی ص۳۹۷، ج: ۲، باب مايفسد الصوم. مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۵۷، باب مايفسد الصوم ويوجب القضاء من غير كفارة، النهر الفائق ص۲/۲۳، باب مايفسد الصوم ومالا يفسده، مطبوعه مكه مكرمه.

[۳] ومن موجب الكفارة ابتلاع بزاق زوجته، (مراقی ص۱۰۷، مطبوعه مصری، مع الطحطاوی ص ۵۴۹، باب مايفسد به الصوم، شامی كراچی ص ۲/۴۰۱، باب مايفسد الصوم، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، النهرالفائق ص ۲/۲۱، باب مايفسد الصوم، مطبوعه مكه مكرمه)

یہ سب نہیں کرنا چاہئے جس کو اندیشہ نہ ہو اس کے لئے بوسہ لینے میں مضائقہ نہیں مگر اس طرح نہ لے کہ روزہ فاسد ہو جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

بحالتِ صوم ادخالِ اصبع

سوال:- روزے کی حالت میں بغرضِ صفائی اگر کوئی تر انگلی مقعد میں داخل کرے تو اس سے روزہ کے فساد کا حکم ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محلِ حقنہ تک تر انگلی پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا: **اذا دخل اصبعه مبلولة اهـ فی دبره او استنجٰی فوصل الماء الٰی داخل دبره اوفرجها الداخل بالمبالغة فيه والحد الفاصل الذی يتعلق بالوصول اليه الفساد قدر المحقنة قلما يكون ذلک اهـ[2] مراقی الفلاح باب مايفسد الصوم ويوجب القضاء. الطحطاوی[3] ص: ۲۰۸.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۹ھ

---

[1] وكره قبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة ان لم يأمن المفسد وان امن لا بأس. (درمختار مع الشامی نعمانیه ص:۱۱۳، ج:۲، شامی کراچی ص۴۱۷، ج:۲، مطلب فيما يكرهٗ للصائم. النهر الفائق ص۲/۲۷، قبيل فصل فی العوارض، مطبوعه مكه مكرمه، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۶۰، فصل فيما يكره للصائم)

[2] مراقی الفلاح ص: ۱۰۹، مطبوعه مصری.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انگلی ڈال کر پاخانہ نکالنا

سوال:- ایک آدمی کو قبض کی شکایت ہے، اس نے روزہ کی حالت میں تھوڑی سی انگلی ڈال کر خشک پائخانہ نکالا تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ اگر فاسد ہوگیا تو کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خشک انگلی سے یہ کام لیا ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

لمس سے انزال ہونے پر فسادِ صوم

سوال:- روزہ کی حالت میں زید نے اپنی بیوی سے دور سے بات کی اور ہاتھ پکڑا کہ انزال ہوگیا، روزہ رہا یا ٹوٹ گیا یا کوئی خامی ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳ الطحطاوی ص:۵۵۷، مطبوعہ مصری مصری. شامی کراچی ص۲/۳۹۷، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب یکرہ السھر اذا خاف فوت الصبح، ھندیہ کوئٹہ ص۱/۲۰۴، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱ ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ اوفرجھا لم یفطر. (الدرا لمختار مختصراً مع الشامی نعمانیہ ص:۹۹، ج:۲، قبیل مطلب مھم المفتی فی الوقائع، باب مایفسد الصوم، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۵۵۷، باب مایفسد الصوم ویوجب القضاء من غیر کفارۃ، النھر الفائق ص۲/۲۳، باب مایفسد الصوم، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ ٹوٹ گیا قضا لازم ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹ ر رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۰ ر رمضان المبارک ۶۷ھ

زوجہ کی تقبیل ولمس مفسدِ صوم نہیں

سوال:- روزہ کی حالت میں زید نے اپنی زوجہ کو گود میں لیا بوسے لئے روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ نہیں ٹوٹا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کہ مبادا نوبت آگے تک پہنچے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] او لمس فانزل قضی فقط. (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۱۰۴، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۰۳، ج:۲، باب مایفسد الصوم. قبیل مطلب فی جواز الافطار بالتحری، هدایه مع الفتح ص ۲/۳۳۱، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت، النهر الفائق ص ۲/۱۶، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، مطبوعه مکه مکرمه)

[2] وکره قبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة ان لم یامن المفسد. (الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۱۱۲، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۱۸، ج:۲، مطلب فیما یکره للصائم، النهرالفائق ص ۲/۲۷، فصل فی العوارض، مطبوعه مکه مکرمه، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۶۰، فصل فیما یکره للصائم)

سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ کا حکم

سوال:- کیا سانپ، بچھو کے کاٹنے اور انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ نہیں ٹوٹتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سحری کھائی صبح صادق سے ایک دو منٹ بعد

سوال:- سحری کا آخری وقت مثلاً پانچ بجے ہے ایک شخص مثال کے طور پر چار بج کر پچیس منٹ پر سوکر بیدار ہوا اس نے جلدی جلدی دو چار لقمے کھائے، جس وقت وہ کھا کر پانی پینے لگا اس وقت پانچ بج کر ایک منٹ یا دو منٹ زیادہ ہوگئے اب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو یہ چاہئے کہ اس روزہ کو پورا کرے پھر بعد رمضان ایک روزہ جداگانہ اس کے عوض رکھے۔ **اوتسحر اوجامع شاکاً فی طلوع الفجر وھو طالع لا کفارۃ علیہ للشبھۃ لان الاصل بقاء اللیل ویاثم اثم ترک التثبت مع الشک**[2] **اھ** راقی

---

[1] والمفطر انما ھو الداخل من المنافذ اھ شامی نعمانیہ ص:۹۸، ج:۲، باب ما یفسد الصوم. النھر الفائق ص۲/۱۷، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ.

[2] مراقی ص:۱۰۹، مطبوعہ مصری. طحطاوی ص:۵۵۶، مطبوعہ مصری. النھر الفائق ص۲/۳۶، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، الدر مع الشامی کراچی ص۲/۴۰۵، باب مایفسد الصوم الخ، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف.

الفلاح ص: ۳۶۹، باب مایفسد الصَّوم ویوجب القضاء. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سحری اس وقت کھائی جبکہ صبح صادق ہو چکی تھی

سوال:- جب طلوع حسی پانچ بجے ہوتا ہے، تو ایک شخص سحری کھاتا ہوا جب رکا جبکہ ٹھیک چار بج چکے تھے تو اس دن کا روزہ رہے گا یا نہیں؟

یہ شخص جو کہ سحری کھا رہا ہے اس کو باوجود مطلع صاف ہونے کے تعیین کے درجہ میں صبح صادق کا وجود بالکل محسوس نہیں ہو رہا ہے، شخص مذکور ماہر اوقات ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہمارے اطراف کے طلوع کے لحاظ سے اس دن کا روزہ نہیں ہوا، اس لئے کہ سحری صبح صادق کے بعد کھائی ہے[1]، نفس صبح صادق سے کھانے سے رک جانا چاہئے، تبیین کا منتظر نہیں رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۷۹ھ

---

[1] او تسحر او افطر بظن الیوم لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب قضی فی الصور کلها فقط (الدرالمختار علی هامش الشامی کراچی ص ۲/۴۰۶، باب مایفسد الصوم ومالا یفسد، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، عالمگیری ص ۱/۱۹۴، کتاب الصوم، الباب الاول فی تعریفه، مطبوعه کوئٹه، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۵۶، باب مایفسد الصوم ویوجب القضاء)

جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں اس سے سحری کے لئے جگانا

سوال:- لاؤڈ اسپیکر پر فحش گانے ہوتے ہیں، کچھ قوالیاں بھی ہوتی ہیں، اس طرح سحری کے لئے جگانا جائز ہے یا نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس طرح گانے بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لاؤڈ اسپیکر سے جو روپیہ کمایا جاتا ہے، وہ حلال ہے یا حرام؟ کوئی عالم فاضل اگر ایسے شخص کے یہاں ٹھہرے یا کھانا کھاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لاؤڈ اسپیکر پر اس طرح گانے گا کر سحری کے لئے جگانا ممنوع ہے، احترام رمضان کے بھی خلاف ہے، فی نفسہ بھی ناجائز ہے، شادی بیاہ میں بھی یہ چیز منع ہے[1]، اس طرح روپیہ کمانا بھی منع ہے، اہل علم کو ایسے روپئے سے دعوت قبول نہیں کرنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ان الملاهی کلها حرام قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب قلت وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام الخ (درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۲، ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، هندیه کوئٹه ص ۳۵۱، ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی)

[2] آکل الربوا وکاسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل الخ (عالمگیری ص ۵/۳۴۳، مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدیا والضیافات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

روزوں کی قضاء اور کفارہ

رمضان سمجھ کر یکم شوال کا روزہ

سوال:- رمضان المبارک کی انتیسویں شام میں مطلع صاف ہونے کے باوجود ہلال نظر نہ آیا اور شب کے ۹ ½ بجے ریڈیو سے بھی یہ اطلاع ملی کہ ریاست میسور اور بھارت کے دوسرے حصہ میں ہلال نظر نہ آیا، رمضان المبارک ۳۰/ کی صبح کو یہ خبر ملی کہ بمبئی میں عید منائی جارہی ہے تو یہاں کے بہت سارے روزہ داروں نے روزہ توڑ دیا اور بہت ساروں نے روزہ نہ توڑا، عید کی نماز دوسرے دن پڑھی گئی، برائے مہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی افواہ پر بغیر تحقیق وتصدیق کے ۳۰/ رمضان کو روزہ توڑنا درست نہیں، لیکن اگر بعد میں تحقیق ہوجائے کہ وہ تاریخ ۳۰/ رمضان کی نہیں بلکہ یکم شوال تھی تو اس روزہ کی قضاء یا کفارہ کچھ لازم نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۲۳/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ولزم نفل شرع فیه قصداً اداءً وقضاءً الاّ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ریڈیو کی خبر پر افطار کرنے سے قضاء کا حکم

سوال:- ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنا یا توڑنا کیسا ہے؟ جن لوگوں نے ریڈیو کی خبر سن کر روزہ توڑا ان لوگوں پر صرف قضا لازم ہے، یا نہیں؟ یا کفارہ بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ریڈیو پر یہ خبر آئے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا تو یہ کافی نہیں، البتہ اگر یہ اعلان آئے کہ فلاں جگہ قاضی شرعی یا حاکمِ مسلم یا رویتِ ہلال کمیٹی نے جس کے افراد باعلم اور متبع شریعت ہوں شرعی شہادت لے کر اعلان کر دیا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو یہ اعلان یوم الشک میں ایسے مقامات پر معتبر مانا جائے گا، کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸/دن یا ۳۱/دن کا نہ ہو جائے[1]، امسال جن لوگوں نے تیسواں روزہ محض ریڈیو کی خبر پر بغیر تحقیق شرائط توڑ دیا ہے انہوں نے غلط کیا، ان کو اس میں جلدی سے کام لینا نہیں چاہئے تھا، لیکن جب بعد میں یہاں شہادتوں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورته صائمًا بنفس الشروع فیصیر مرتکباً للنهی الخ. درمختار نعمانیه ص:۱۲۰، ج:۲، شامی زکریا ص:۴۱۱، ج:۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض. ولاقضاء علیه ان شرع فیها ثم افطر کذا فی الکنز، عالمگیری ص ۲۰۱/۱، الباب الثالث فیما یکره للصائم الخ، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۳۴۶/۲، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۴۱/۲، کتاب الصوم، فصل فی النذر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ملاحظه هو آلات جدیده کے شرعی احکام، مصنفه مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۱۸۸، هلال کے معامله میں آلات جدیده کی خبروں کا درجه، مطبوعه قاسمی دیوبند، انوار رحمت مصنفه مفتی شبیر احمد صاحب ص ۵۴۲، جدید آلات اور چاند کا ثبوت، مطبوع مرادآباد.

سے ثابت ہوگیا، کہ وہ عید کا دن تھا تو اس دن کے روزہ کی قضاء لازم نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

رمضان کے متعدد روزوں کے قضاء کا طریقہ

سوال:- زید نے قضائے عمری کے روزوں کی نیت اس طرح پر کی کہ میرا جو روزہ قضاء ہوا ہے وہ رکھ رہا ہوں، اسی طرح نیت کر کے اس نے سب روزے رکھ لئے یہ درست ہوئے یا نہیں؟ جب کہ مسئلہ شاید یوں ہے کہ نیت کرے کہ پہلے سال کے رمضان کی قضاء دوسرے تیسرے کی قضاء رکھ رہا ہوں علی الترتیب۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تعیین کر لینا تو بلا اختلاف یہ قضا درست ہو جاتی، اب بلا تعیین روزے پورے کر لئے تب بھی ایک قول پر درست ہو گئے، بحوالہ خلاصۂ مراقی الفلاح[۲] میں اس قول کو بھی صحیح لکھا ہے

---

[۱] ولز نفل شرع فيه قصدا اداء وقضاء الا فى العيدين وايام التشريق فلا يلزم لصيرورته صائما بنفس الشروع فيصير مرتكبا للنهى الخ، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۲/۴۲۸، كتاب الصوم، فصل فى العوارض، ولا قضاء عليه ان شرع فيها ثم افطر، عالمگيرى ص ۱/۲۰۱، الباب الثالث فيما يكره للصائم الخ، مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۲/۲۹۸، كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف.

[۲] وكذا الصوم الذى عليه من رمضانين اذا اراد القضائه يفعل مثل هذا على احد تصحيحين مختلفين صحح الزيلعى لزوم التعيين وصحح فى خلاصة عدم لزوم التعيين، مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص ۳۶۳، باب قضاء الفوائت، تاتارخانيه ص ۲/۳۶۰، كتاب الصوم، الفصل الثالث فى النية، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۳/۳۴۴، الفصل الثالث ما يتعلق بالنية، مطبوعه ڈابهيل.

دوبارہ قضاء رکھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۶ھ

نذر و قضاء روزوں میں کون سے پہلے رکھے

سوال:- ایک شخص نے جس کے رمضان کے روزے کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہو گئے اس کے بعد اس شخص نے نذر کے روزے مانے مسئلہ یہ ہے کہ وہ شخص اگر رمضان کے قضاء روزے رکھنے سے پہلے نذر کے روزے رکھتا ہے تو نذر کے روزے رکھنا جائز ہوگا یا رمضان کے روزوں کی قضاء کے بعد وہ نذر کے روزے رکھے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قضاء اور نذر مطلق روزوں کیلئے شریعت نے وقت متعین نہیں کیا، پس اگر نذر کے روزے پہلے رکھے پھر قضاء کے روزے رکھے تب بھی بری الذمہ ہو جائیگا۔ **لقوله تعالیٰ فعدة من ایام اخر**[1] (الآیۃ)

روزوں کی قضاء عمری

سوال:- ایک شخص کے ذمہ فرض روزے باقی ہیں بالغ ہونے کے بعد بہت سے روزے متواتر اور بہت سے غیر متواتر روزے نہیں رکھے، تو تو روزے اور نمازیں کس طرح قضاء کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ اور نماز دونوں چیزیں بالغ ہونے سے فرض ہوتی ہیں، پس جب بالغ ہوا ہے

---

[1] **ترجمہ:** تو اس کی گنتی پوری کرنی چاہئے، اور دنوں سے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر: ۱۸۵۔

اسی وقت سے حساب کر کے ہر روز کی چھ نمازیں یعنی پانچ فرض نمازیں چھٹی وتر کی قضاء کرے۔ اور اسی وقت سے ہر رمضان کے روزے رکھے اور روزے سے رمضان کی تعیین کرے مثلاً پہلے رمضان کے روزے جو مجھ پر فرض ہوئے اور میں نے نہیں رکھے اسکے روزے رکھتا ہوں اس نیت سے ایک مہینہ کے روزے رکھے اور روزے بعد دوسرے رمضان کے اسی طرح رکھے یا یہ نیت کرے کہ اخیر کے رمضان کے روزے جو مجھ پر فرض ہوئے اور میں نے نہیں رکھے وہ رکھتا ہوں۔ **هكذا في الطحطاوي على المراقي الفلاح** [1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مستحاضہ کے روزوں سے متعلق

(ترجمہ منیۃ المصلی کی ایک عبارت کی توضیح)

سوال:- گذارش ہے کہ ترجمہ منیۃ المصلّی صلوٰۃ الرحمٰن فصل باب الحیض کے آخری مسئلہ میں یہ عبارت بحرالرائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جو عورت بسبب خون استحاضہ کے بھول گئی گنتی حیض کی اور وقتِ حیض الخ اور حکم روزے کے واسطے اس کے یہ ہے کہ روزہ رکھے رمضان کے تمام مہینے میں کیوں کہ ہر روز پاک ہونے کا گمان ہے، اور بعد رمضان کے قضاء کرے بیس روزے اور نزدیک بعضوں کے بائیس روزے اور احتیاط اسی میں ہے، کہ یہ حکم اس عورت کا ہے، جس کو حیض ہر مہینہ میں ایک دفعہ آتا ہے، اور اگر دو دفعہ آتا ہو یعنی اول مہینہ

---

[1] واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة فاذا اراد تسهيل الامر عليه نوى اول ظهر عليه او ان شاء نوى اخره وكذا الصوم الذى عليه من رمضانين اذا اراد قضاء يفعل مثل هذا. (مراقى ص: ۷۲، مطبوعه مصرى، طحطاوى مصرى ص: ۳۶۲، باب قضاء الفوائت، المحيط البرهانى ص ۳/۳۴۴، الفصل الثالث، ما يتعلق بالنية، مطبوعه ڈابھیل گجرات، تاتارخانيه ص ۲/۳۶۰، كتاب الصوم، الفصل الثالث فى النية، مطبوعه كراچى)

میں اور آخر مہینہ میں تو وہ عورت قضاء کرے تیس روزے اور نزدیک بعضوں کے چھتیس روزے اور احتیاط اسی میں ہے، فقط یہ عبارت سلیس حضور فرمادیں کہ طہر کی مدت تو پندرہ روز ہے پھر قضاء بیس روزں کی کیونکر اور بائیس کی کیونکر کرے، اگر دس روز حیض میں شمار ہوئے تو دو روز زائد کیسے اور کل رمضان تو ۲۹/ یا ۳۰/ دن کا ہوتا ہے، تو قضاء ۳۲/ یا چھتیس دن کی کیونکر ہوئی اگر تمام مہینہ ناپاکی میں شمار ہوا تو طہر کا زمانہ کب ہوا یعنی پاکی کتنے روز رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ترجمہ منیۃ المصلّی صلوٰۃ الرحمان میرے پاس موجود نہیں، البتہ بحر[1] شرح کنز میں ص:۲۱۰، ج:۱، پر یہ مسئلہ بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اس میں کچھ دوسرے اقوال فقہاء بھی درج ہیں مگر چونکہ آپ نے صرف چار اقوال نقل کر کے ان کی وجہ دریافت کی ہے اس لئے انہیں چار کی وجہ پر اکتفا کرتا ہوں، زیادہ سے زیادہ مدت حیض دس روز ہیں، اور اصالۃً دس روز ماہ رمضان میں حیض کے شمار ہوں گیں، اور بعد رمضان دس روز کا اعادہ ہوگا، پھر جب انتیس کے ماہ میں دس روزوں کا اعادہ کیا تو اس احتمال کی بنا پر کہ شاید دس روز حیض کے ہوں دوسرے دس روزوں کا حکم دیا گیا لہٰذا بیس روزوں کی قضاء ہوگئی یہ اس وقت ہے جب کہ عورت کو یہ علم ہو کہ حیض کی ابتداء رات میں ہوئی اگر ابتداء دن میں ہوئی ہو تو بائیس روزوں کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس صورت میں گیارہ روزوں کا اور حکم دیا جائے گا یہ کل تیس روزے ہوگئے، یہ دونوں صورتیں اس وقت ہیں کہ قضاء مسلسل ہو یا ایک ہی ماہ میں ہو: **واما الصوم فانها تصوم كل شهر رمضان لاحتمال طهارتها كل يوم وتعيد بعد رمضان عشرين يوما وهو على ثلاثة اوجه الاول ان عملت ان ابتداء حيضها كان يكون بالليل فانها تقضى عشرين يوما لجواز ان حيضها فى كل شهر عشرة ايام فاذا قضت عشرة**

---

[1] البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۱، ۲۱۰/۱، باب الحيض.

یجوز حصولها فی الحیض فتقضی عشرة اخریٰ والثانی ان علمت ان ابتداء حیضها کان یکون بالنهار فتقضی اثنین وعشرین یوما لان اکثر مافسد صومها فی الشهر احد عشر یوما فتقضی ضعفه احتیاطاً اهـ ولا یخفی انه یظهر فیما اذا قضته موصولاً او مفصولا ولکن فی شهرواحد اهـ بحر[1]

اگر دو دفعہ حیض آتا ہو اور حیض کی ابتداء دن میں ہوئی ہو تو ہر ماہ کے پندرہ روز طہر کے رہیں گے، پندرہ روز حیض کے مگر چونکہ طہر کی ابتداء دن میں بھی ہوسکتی ہے، ایسی حالت میں طہر کے چودہ ہی روز رہینگے تو گویا کہ رمضان شریف میں چودہ ہی روزے صحیح ہوگئے اور سولہ روزہ فاسد پس سولہ کی قضاء کرے گی آئندہ ماہ میں مگر اس میں بھی اسی طرح کے سولہ کے فساد کا احتمال ہے۔

لہٰذا دوسرے سولہ کا حکم دیا جائے گا، تو کل تیس ۳۲ رہو جائیں گے: **وان علمت ان ابتداء حیضها کان بالنهار یقضی اثنین وثلثین یوما ان قضت موصولاً برمضان لان اکثر ما فسد من صومها من اول الشهر ستة عشر یوماً اهـ**[2] اور چھتیس کا قول بحر میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ ربیع الثانی ۶۰ھ

کفارہ صیام

سوال:- ایک شخص اپنے فرض روزہ کا کفارہ اس طرح ادا کرتا ہے کہ ایک آدمی کو دونوں وقت کھانا دیتا ہے، اپنے سامنے بٹھا کر نہیں کھلاتا ساٹھ دن برابر دیتا ہے، یا فطرہ بھی

---

[1] منحة الخالق علی هامش بحر الرائق کوئٹه ص: ۲۱۰، ج: ۱، باب الحیض.

[2] البحر الرائق ص: ۲۱۱، ج: ۱، باب الحیض. مطبوعه کوئٹه.

دیتا ہے، اور کھانا بھی دیتا ہے یعنی کسی دن فطرہ کسی دن کھانا دیتا ہے، ہر صورت سے اس کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے، یا نہیں، یا کیا صورت بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ کا کفارہ اوّلاً غلام آزاد کرنا ہے اگر اس کی قدرت نہ ہو تو دو ماہ تک مسلسل روزہ رکھنا اگر اس کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا اگر ایک فقیر کو کھانا دے تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اپنے سامنے بٹھا کر کھلائے سو اس میں کوئی مقدار متعین نہیں وہ جتنا بھی کھالے صرف اتنی شرط ہے کہ فقیر بالغ ہو یا بلوغ کے بالکل قریب ہو اور پہلے سے کھانا کھائے ہوئے نہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کھانا یا غلہ وغیرہ دیدے سو اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک وقت کا کھانا ایک فطرہ سے کم نہ ہو کذا فی مراقی الفلاح[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/ ربیع الاول ۵۵ھ

کفارۂ صوم کی تشریح

سوال: - خباثتِ نفس کی وجہ سے شادی کے بعد رمضان شریف میں روزہ کی حالت

---

[1] والکفارة تحریر رقبة مومنة فان عجر عنه صام شهرین متتابعین فان لم یستطع الصوم اطعم ستین مسکینا یغدیهم ویعشیهم واکل الشبعان لا یکفی ولا یجزی اطعام غیر المراهق او یعطی کل فقیر نصف صاع من بر او دقیقه اویعطی قیمته. (ملخصاً طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۵۵۲، کتاب الصوم، فصل فی الکفارة، البحرالرائق ص۲/۲۷۷، باب مایفسد الصوم، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۳/۳۹۰، مطلب فی الکفارة، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده)

میں مباشرت کرلی، ایک مولوی صاحب کے بتلانے پر ۱۲۰ر خوراکوں کا حساب لگا کر نقد دو غریبوں کو یکمشت دیدیا، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ایک دم ادا کرنے سے ادا نہیں ہوا، ۳۰ر یوم یا تو کھانا کھلائے یا پونے دو سیر گندم یا اسکے برابر قیمت دینی چاہے تب کفارہ ادا ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان المبارک کا روزہ توڑنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے، کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے، اگر ضعف یا مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے خواہ ساٹھ غریبوں کو کھانا دیدے، ہر ایک صدقۃ الفطر کے برابر یا اس کی قیمت دیدے، ان سب صورتوں میں کفارہ ادا ہوجائے گا، جس میں ساٹھ روزے مسلسل رکھنے کی طاقت ہو، اس کے لئے کھانا کھلانا یا غلہ یا قیمت دینا درست نہیں بلکہ وہ روزہ ہی رکھے گا، تب ہی کفارہ ادا ہوگا، غلہ یا قیمت (صدقۃ الفطر کے برابر) ساٹھ غریبوں کو دینے کے بجائے اگر دو غریبوں کو مجموعہ دیدیا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا، اٹھاون کو اور دیدے، ہر ایک کو صدقۃ الفطر کے برابر دے تب ادا ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۰ھ

---

[1] فان لم یستطع الصوم لمرض او کبر اطعم ستین مسکینا یغدیهم ویعشیهم غداءً وعشاءً مشبعین اوغدائین او عشائین ولو اطعم فقیراً ستین یوماً اجزاه او یعطی محل فقیر نصف صاعٍ من بر او یعطی قیمته (مراقی) ولو اباح واحداً کل الطعام فی یوم واحدٍ دفعة اجزأ عن یوم ذلک فقط اتفاقاً وکذا اذا ملکه الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح. (طحطاوی علی مراقی ص: ۵۵۲، مطبوعه مصری، فصل فی الکفارة، عالمگیری ص ۵۱۳/۱، کتاب الطلاق، الباب العاشر فی الکفارة، مجمع الانهر ص ۱۲۵/۲، کتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

کفارہ صوم ادا ہونے کی آسان صورت

سوال:- اگر دینی مدرسہ کے مقیم طلباء روزہ کے کفارہ کا کھانا نہیں کھا سکتے ہیں، دیگر مساکین مستحق ہیں تو ان میں تمیز دشوار ہوگی کہ مسکین کون ہے، اور پیشہ ور فقیر کون؟ نیز وقتِ واحد میں جس کا اجتماع دشوار ہوگا، ساٹھ کا دشوار تر، اس دشواری میں اور اضافہ ہو جائے گا، اگر دونوں وقت کے کھانے کی شرط ہے کہ مساکین وہی ہیں جو صبح کو کھا چکے ہیں، اس حالت میں آسان صورت کیا ہے روزہ کے کفارہ ادا ہونے کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ میں ایسے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھلانا دشوار نہیں، اس سے بھی زیادہ سہل صورت یہ ہے کہ ایک مسکین کو تجویز کر لیا جائے اس کو دونوں وقت بلا کر کھلا دیا جائے جب ساٹھ دن (ایک سو بیس وقت) مسلسل کھالے گا تو کفارہ ادا ہو جائیگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

کفارہ صوم میں دینی مدارس کے طلباء کو کھانا کھلانا

سوال:- دینی مدرسہ کے مقیم طلباء کو جن کے خورد ونوش کا مدرسہ ذمہ دار ہے، روزہ

---

[1] ولو اطعم فقیرا ستین یوماً اجزائه. (مراقی مصری ص:۱۰۸، طحطاوی ص:۵۵۲، کتاب الصوم، فصل فی الکفارة، مطبوعه مصری، ملتقی الابحر ص۱۲۵/۲، کتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۶۰/۲، کتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی الکفارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

کے کفارہ کا کھانا کھلایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مستحقِ زکوٰۃ ہوں تو انکو کھلا سکتے ہیں، مگر ان کو بٹھا کر کھلایا جائے، یہ نہ ہو کہ دو روٹی دیکر چلتا کر دیا جائے، بیٹھ کر دو روٹی کھائیں یا کم زیادہ جتنے میں سیر ہو جائیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفارۂ صوم میں ساٹھ مساکین دونوں وقت ایک ہی ہوں یا الگ الگ؟

سوال:- روزہ کے کفارہ میں ساٹھ مسکین کو دو وقت (دن رات) کھانا کھلایا جائے گا یا تیس کو دو وقت کھانا کھلا کر ساٹھ پورے کئے جائیں گے؟ نیز دونوں وقت کھانا کھانے والے ایک ہی ہوں گے یا دن میں اور رات کو اور ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے، دونوں وقت وہی ہوں گے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اطعم ستين مسكينا يغديهم ويعشيهم غداء وعشاء مشبعين. الى قوله والشرط اذا اباح الطعام ان يشبعهم ولو بخبز البر من غير إدم ..... واكل الشبعان لا يكفى، (مراقى الفلاح شرح نورالايضاح ص ۱۰۸، طحطاوى مصرى ص ۵۵۲، فصل فى الكفارة، ملتقى الابحر ج ۲، ص ۱۲۵، كتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۶۰، ج ۲، كتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فى الكفارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کفارۂ صوم میں ایک مسکین کو دو ماہ کھلانا

سوال:- میرے ذمہ قصداً روزہ توڑنے کی وجہ سے دو ماہ کا کفارہ لازم ہے، اب مجھ میں غلام کے آزاد کرنے کی اور مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی دشواری ہے، اگر میں ساٹھ مسکینوں کی جگہ ایک طالب علم یا غریب کو دو ماہ مسلسل کھلا دوں دونوں وقت کا کھانا ایک طالب علم یا غریب کو مقرر کردوں تو یہ میرا کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک طالب علم کو مقرر کردیں، کہ وہ روزانہ دونوں وقت آپ کے مکان پر آکر کھانا کھالیا کرے، جتنی مقدار وہ کھائے اور سیر ہو جایا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح بھی کفارہ ادا ہو جائے گا: **ولو اطعم فقیرا ستین یوماً اجزأه لانه بتجددا لحاجة بکل یوم یصیر بمنزلة فقیر آخر وا لشرط اذا اباح الطعام ان یشبعهم اھ** (مراقی الفلاح[1]) جب ساٹھ دن پورے ہو جائیں گے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۶ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] اطعم ستین مسکینا یغدیهم ویعشیهم غداء وعشاءً مشبعین بشرط ان یکون الذّین اطعمهم ثانیاهم الذین اطعهم اوّلا حتی لو غدی ستین غیرهم لم یجز. (مراقی الفلاح مصری ص:۱۰۸، طحطاوی مصری ص:۵۵۲، فصل فی الکفارة، مجمع الانهر ص۱۲۵/۲، کتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۶۰/۲، کتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی الکفارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مراقی الفلاح ص:۱۰۸، فصل فی الکفارة، ومایسقطها عن الذمة. مطبوعه مصری.

کفارۂ صوم میں تتابع ضروری ہے

سوال:- ایک شخص نے کفارہ کے انسٹھ روزے مسلسل رکھے، ساٹھویں روزہ رکھنے کے دن وہ بیمار پڑ گیا، تو کیا از سرِ نو ساٹھ روزے رکھے یا بعد صحت صرف ایک روزہ رکھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پھر سے ساٹھ روزے مسلسل رکھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الاول ۱۳۹۰ھ

کفارۂ صوم میں بیماری کی وجہ سے اگر تسلسل نہ ہو سکے

سوال:- رمضان المبارک کے روزے رکھ کر عمداً توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے، اس کفارہ میں ایک تخفیف تو معلوم ہو چکی ہے، کہ ایک رمضان المبارک کے متعدد روزے رکھ کر توڑے ہوں یا متعدد رمضانوں کے رکھ کر توڑے ہوں تو کفارہ میں تداخل ہو کر ایک کفارہ کافی ہوگا، بشرطیکہ سب روزوں کے توڑنے کے بعد کفارہ ادا کر دیا جائے، یہ معلوم کرنا ہے کہ کوئی دوسری تخفیف بھی اس بات میں ہے، مثلاً تتابع صیام اگر کسی عذر کی وجہ سے باقی نہ رہ سکیں، مثلاً تیس روزے رکھنے کے بعد بیماری کی وجہ سے ایک دو روزے چھوٹ گئے پھر تیس روزے رکھ کر ساٹھ پورے کر دے تو کفارہ ادا ہوگا یا از سرے نو روزے رکھ کر ساٹھ پورے کرے گا نیز

---

[1] صام شهرين متتابعين فان افطر ولو بعذر غير الحيض استانف. (طحطاوی علی المراقی مصری ص: ۵۵۲، فصل فی الکفارة، البحرالرائق ص۲/۲۷۷، باب مایفسد الصوم ومالا یفسده، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۳/۳۹۰، باب مایفسد الصوم ومالایفسده، مطلب فی الکفارة)

کفارہ کے بعد قضاء صیام بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفارہ صوم میں بہ نسبت کفارہ ظہار کے ایک تخفیف اور بھی ہے، وہ یہ ہے کہ صیام شہرین متتابعین کے لئے کفارہ ظہار میں قبل المس کی قید بھی ہے، کفارہ صوم میں یہ قید نہیں ہے تتابع بہرحال ضروری ہے، صرف ایام حیض کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، ایام نفاس کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا مرد کے لئے کوئی عذر معتبر نہیں جس طرح بھی تتابع میں فرق آجائے گا، استیناف لازم ہوگا: **ککفارة المظاهر ای مثلها فی الترتیب فیعتق اولا فان لم یجد صام شهرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا فلو افطر ولو لعذر استانف الا لعذر الحیض. (شامی[1] نعمانیه ص: ۱۰۹، ج: ۲) واما النفاس فیقطع التتابع فی صوم کل کفارة اهـ (شامی[2] نعمانیة ص: ۵۸۱، ج: ۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۶ھ

متعدد روزوں میں زنا سے کفارہ ایک ہی ہوگا یا زیادہ

سوال:- زید نے ہندہ کے ساتھ رمضان شریف میں روزہ رکھتے ہوئے زنا کیا اور وہ

---

[1] شامی زکریا ص: ۳۹۰، ج: ۳، کتاب الصوم، مطلب فی الکفارة. بحر ص ۲/۲۷۷، باب مایفسد الصوم ومالایفسده، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۵۲، فصل فی الکفارة، مطبوعه مصری.

[2] شامی زکریا ص: ۱۴۱، ج: ۵، باب الکفارة، مطلب لاستحالة فی جعل المعصیة سبباً للعبادة. مجمع الانهر ص ۲/۱۲۳، کتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲/۴۵۷، کتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی الکفارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

اس ماہ کے اندر پانچ یا چھ مرتبہ کیا اور زید زنا کرنے کے بعد فوراً غسل کیا اور یہ جب نماز پڑھنے کے لئے مسجد گیا تو مقتدیوں نے زید کو امام بنا دیا اور زید نے حیض کی حالت میں بھی زنا کیا ہے، ایک یا دو مرتبہ اسی ماہ کے اندر، اب زید کو کتنے روزے رکھنے چاہئے، آیا متواتر روزہ رکھنا چاہئے یا جدا جدا یا صدقہ وغیرہ؟ ان مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں یا پھر نماز کو لوٹانا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید و ہندہ نے اپنے فعل شنیع سے جتنے روزے کو فاسد کیا ہے ان سب کی قضاء لازم ہے، اور جب کہ روزہ توڑ کر کفارہ ادا کرنے سے پہلے پہلے دوسرا روزہ توڑ دیا تو کفارہ میں تداخل ہو جائے گا یعنی قضاء تو ہر روزہ کی لازم ہوگی، مگر کفارہ ایک ہی کافی ہوگا، جو ساٹھ روزہ ہے: **لو تکرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمدؒ وعليه الاعتماد بزازيه ومجتبیٰ وغيرهما**[1] (رد مختار ص: ۱۱۰، ج: ۲) اس میں دوسرا قول بھی ہے وہ یہ کہ ہر روزہ کا کفارہ جداگانہ ادا کرنا ہوگا، زید و ہندہ کا باہمی تعلق کا منقطع کرانا ضروری ہے دونوں کی علیحدہ علیحدہ شادی کرادی جائے جن لوگوں نے زید کے پیچھے نماز پڑھی وہ ادا ہوگئی جب تک زید سچی توبہ نہ کرے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] درمختار على هامش الشامي كراچی ص: ۴۱۳، ج: ۲، مطبوعه زكريا ص: ۳۹۱، ج: ۳. كتاب الصوم، مطلب في الكفارة، البحرالرائق كوئٹه ص۲/۲۷۷، باب مايفسد الصوم ومالايفسده، مراقي مع الطحطاوي ص ۵۵۲، فصل في الكفارة الخ، مطبوعه مصري.

[2] أن امامة الفاسق مكروهة تحريما: طحطاوي مصري ص: ۲۴۴، فصل في بيان الاحق بالامامة.

کیا کفارہ مفتی کا حق ہے؟

سوال:- اگر کوئی شخص کفارہ یا ساتھی کی جملہ رقم ایک دن ایک ہی وقت یا دن کے مختلف گھنٹوں میں کسی ایک فقیر یا قاضی یا استاذ یا مرشد کو دیدے تو پورا کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کفارہ کا مستحق مرشد یا قاضی ہی ہے گو وہ صاحبِ نصاب ہی کیوں نہ ہوں

الجواب حامداً ومصلیاً

کفارہ کا مستحق وہ ہے جو زکوٰۃ کا مستحق ہے[1]، جس کفارہ میں تعدد شرط ہے اس میں ایک دفعہ ایک شخص کو دینا کافی نہیں، جس قسم کے کفارہ کے متعلق دریافت کرنا ہے اس کو تعیین کے ساتھ دریافت کیا جائے فتاویٰ[2] عالمگیری میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۹ھ

مس بالید سے انزال کی صورت میں کفارہ نہیں

سوال:- ایک شخص رمضان کا روزہ رکھتے ہوئے ایک عورت کے یہاں گیا اس کی چھاتی اور اس کے کلّے کو اپنے ہاتھ سے مس کیا اور اسی حالت میں انزال ہو گیا تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور کفارہ لازم ہوگا۔

---

[1] مصرف الزكاة والعشر وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالك من الصدقات الواجبة. (شامی نعمانیہ ص:۵۸، ج:۲، باب المصرف، سكب الانهر ص ۲/۳۲۴، باب فی بيان احكام المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۶۱، كتاب الايمان، الفصل الثانی فی الكفارة.

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہیں: وانزال بتفخيذ اوتبطين اوعبث الكف اوانزل من قبلة او لمس لاكفارة عليه[1] مراقی الفلاح ص: ۳۹۲، باب مايفسد الصوم ويوجب القضاء من غير كفارة. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مسافر ومریض پر فدیہ صوم وصلوٰۃ

سوال:- اگر مریض بسبب مرض روزہ نہ رکھ سکے، اور صحت کی قطعاً نوبت نہیں آئی، تو ایسی صورت میں اس پر صدقہ واجب ہوگا، یا نہیں باوجودیکہ صدقہ کے لئے صحت ضروری ہے تاکہ انہیں ایام کے اعتبار سے صدقہ کی وصیت کر جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسا مریض تھا کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تھا اور مرض ہی میں انتقال ہوگیا، روزہ رکھنے کے قابل صحت میسر نہیں ہوئی تو اس کے ذمہ فدیہ کی وصیت لازم نہیں، نہ ورثہ کو فدیہ صوم دینا واجب ہے۔ وكذا حكم الصوم فی شهر رمضان ان افطر فيه المسافر والمريض وماتا، قبل الاقامة والصحة لعدم ادراكهما عدة من ايام اُخر فلا يلزم هما الايصاء به لانهما عذرا فی الاداء فلان يعذرا فی القضاء اولی . زيلعی. واذا لم يلزمها

---

[1] مراقی الفلاح مصری ص: ۱۰۹، طحطاوی مصری ص: ۵۵۷، هدايه مع فتح القدير ص ۲/۳۳۱، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگيری ص ۱/۲۰۴، الباب الرابع فيما يفسد ومالايفسد، مطبوعه كوئٹه.

القضاء لایلزمها الایصاء به.[1] مراقی الفلاح وطحطاوی مختصراً ص: ۲۶۲.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صوم وصلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقدار اس کا مستحق

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضاء ہوئیں کہ اس کو ہوش تھا مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا ایسی صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے، یا نہیں اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

(۲) مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضاء ہو گئے ہیں جس کے بعد بیماری نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ قضاء ادا کر سکے ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے۔

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے، اسی طرح کئی نمازوں یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے، اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے، یا نہیں۔

(۴) اس فدیہ کے مستحق کون ہیں مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص: ۳۵۵، فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم، کتاب الصلاۃ. مجمع الانهر ص ۳۶۷/۱، کتاب الصوم، فصل فی بیان الاعذار المبیحة للافطار، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۳۳۴/۱، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص ۲۰۷/۱، الباب الخامس فی الاعذار الخ، مطبوعه کوئٹه.

یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے یا محض فقیروں کو دینا چاہئے۔

(۵) اگر کسی میت کے ورثاء غریب ومفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کر سکتے ہوں، تو میت کی براءت کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی حالت میں نمازیں قضاء ہوئی ہیں کہ مریض میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی، اور مرض سے صحت نہیں پائی بلکہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس پر ان نمازوں کی قضاء فرض نہیں نہ اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے: **وان تعذر الایماء براسه وكثرت الفوائت بان زادت علىٰ يوم وليلة سقط القضاء عنه وان كان يفهم فى ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ درمختار قال الشامى فلومات ولم يقدر علىٰ الصلوٰة لم يلزمه القضاء حتى لا يلزمه الايصاء بها.** شامی[1] ص: ۳۱۰، ج: ۱.

(۲) ایسی حالت میں روزہ کی قضاء بھی ضروری نہیں لہٰذا فدیہ بھی ضروری نہیں: **لا قضاء للصوم علىٰ المريض والمسافر اذا ماتا قبل الصحة او الاقامة بحر**[2] ج: ۲، ص: ۲۸۳، ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے، فطرہ کی طرح اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہے، اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے: **يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من**

---

[1] شامی کراچی ص: ۹۹، ج: ۲، مطبوعه نعمانيه ص ۵۱۰/۱، باب صلاة المريض، زيلعى ص ۲۰۱، باب صلاة المريض، مطبوعه امداديه ملتان، هنديه كوئٹه ص ۱۳۷/۱، باب الرابع عشر فى صلاة المريض،

[2] بحر ص: ۲۸۳، ج: ۲، فصل فى العوارض كتاب الصوم. مطبوعه كوئٹه، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۳۵۵، فصل فى اسقاط الصلاة والصوم، عالمگيرى ص ۲۰۷/۱، الباب الخامس فى الاعذار الخ، مطبوعه كوئٹه.

بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم.[۱] درمختار ص: ۷۶۶، ج: ۱.

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے کئی کو نہ دیا جائے: ولو ادی الفقیر اقل من نصف صاع لم یجز[۲] درمختار ج: ۱، ص: ۷۶۸، البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے: ولو اعطاہ الکل جاز[۳] اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے: ویجوز اعطاء فدیة صلوات ایّام ونحوها لواحد من الفقراء جملة.[۴] مراقی الفلاح ص: ۲۵۵، اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں، گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے، بلکہ بہتر ہے: قال الشامی ج: ۱، ص: ۷۶۶، تحت قول الدر (نصف صاع من بر) ای اومن دقیقه اوسویقه او صاع تمر او زبیب اوشعیر او قیمته وهی افضل عندنا لاسراعها لسد حاجة الفقیر.[۵]

---

[۱] الدر مع الشامی کراچی ص: ۷۲، ج: ۲، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت. باب قضاء الفوائت، عالمگیری ص ۱۲۵/۱، باب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۵۶، باب صلاة المریض، فصل فی اسقاط الصلوة، والصوم، مطبوعه مصری.

[۲] الدر مع الشامی کراچی ص: ۷۴، ج: ۲، شامی نعمانیه ص: ۴۹۳، ج: ۱. باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات الخ، بحر کوئٹه ص ۹۱/۲، باب قضاء الفوائت، تاتارخانیه ص ۷۷۱/۱، کتاب الصلوة، فی قضاء الفوائت، مطبوعه کراچی.

[۳] عالمگیری ص ۱۲۵/۱، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۷۴/۲، باب قضاء الفوائت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۷، فصل فی اسقاط الصلوة والصوم، قبیل باب قضاء الفوائت.

[۴] مراقی مصری ص: ۷۲، طحطاوی مصری ص: ۳۵۷، قبیل باب قضاء الفوائت،

[۵] شامی کراچی ص: ۷۲، ج: ۲، ومطبوعه نعمانیه ص: ۴۹۲، ج: ۱. مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت، باب قضاء الفوائت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص ۳۳۹/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت،

(۴) غریب مسکین لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں، مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں، کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطور تملیک دیدینا جائز ہے، اسی طرح کپڑے، بنا کر دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں مالدار نہ ہوں، فقیروں کو دینا بھی جائز ہے[۱]۔

(۵) اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصف صاع کسی فقیر کو دیدیں اور قبضہ کرادیں، اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطور ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں، اسی طرح لیتے دیتے رہیں، مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے، ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا، جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو وہ نصف صاع اگر فقیر کو دینا تھا تب تو اسی کو دیدیں اگر کسی سے قرض لیا تھا، اس کا واپس کردیں، انشاء اللہ امید ہے کہ میت کی برأت ہوجاوے گی، اور ورثہ کا یہ معاملہ بطور احسان وتبرع ہوگا کیونکہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں[۲]، اور صورت مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بری ہے کیوں کہ نماز قضا کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا۔ هٰكذا في كتب الفقه نحو مراقي[۳] الفلاح ص: ۲۵۴، وشامي ص ۷۶۷/۱، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۷/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرس مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/رجب ۵۲ھ

---

[۱] ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مر لا يصرف الى بناء نحو مسجد ولاالى كفن ميت وقضاء دينه، الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۲۹۱، ج:۳، كتاب الزكوة، باب المصرف.

[۲] ولو لم يترك ما لا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم. (الدرمع الشامي كراچي ص:۷۳، ج:۲، شامي نمعانيه ص:۴۹۲، ج:۱، مطبوعه زكريا ص ۵۳۴/۲، باب قضاء الفوائت، مطلب في بطلان الوصية بالختمات الخ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ص ۳۵۷، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز روزہ کے فدیہ کی ادائیگی

سوال:- ہندہ بحالت ضعیفی پانچ ماہ از جمادی الآخر تا نصف شوال بمرض فالج بخار بیمار رہ کر فوت ہوگئی اس عرصہ میں کسی وقت افاقہ نہیں ہوا ان ایام کی نمازیں اس کی فوت ہوئیں اور روزے بھی نہ رکھ سکی، البتہ اول الذکر دو ماہ پورے ہوش باقی رہے اور باقی عرصہ میں ہوش کی یہ حالت تھی کہ بیمار پرسی کرنے والوں کو پہچانتی تھی کہ کھانا پانی طلب کرتی اور بول و براز کے اخراج کا اس کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا، اور جس وقت تیمار دار وضو کرا کر چار پائی قبلہ رخ کر کے نماز کی کہہ کر نیت بندھواتے تو اس وقت رفع یدین کرا کے ہاتھ بندھوانے کے بعد پھر ایک دو منٹ کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ خود بخود اٹھا لیتی تھی، گویا نسیان تھا ہوش قائم نہ تھے، بتانے پر کہ نماز پوری کر لی تو کہہ دیتی کہاں نماز پڑھتی ہوں کیا ان ایام کی نمازیں روزے اس کے ذمے ہیں یا نہیں پھر کہہ کر نماز کے فدیہ کی وصیت کرائی تھی کہ میرے بعد میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیدینا اور روزوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں روزوں کی قضاء اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، لہٰذا فدیہ بھی واجب نہیں ہوا جن نمازوں کے پڑھنے کا وقت پایا اور اس قدر حواس باقی رہے کہ اشارہ کر کے نماز پڑھ سکے اور پھر نہیں پڑھی نہ ادا نہ قضا اور ان کے متعلق وصیت کی ہے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ سے وصیت کو پورا کرنا واجب ہے حساب کر کے ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... کتاب الصلوۃ، فصل فی اسقاط الصلوۃ والصوم، مطبوعہ مصری، منحۃ الخالق ص ۲/۹۰، باب قضاء الفوائت، مطبوعہ کوئٹہ)

۳ مراقی مصری ص: ۷۱، طحطاوی مصری ص: ۳۵۴، فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم، شامی کراچی ص: ۹۹، ج: ۲، شامی نعمانیہ ص: ۵۰۱، ج: ۱. باب صلاۃ المریض.

غلّہ یا اس کی قیمت ادا کریں، وتر مستقل نماز ہے اگر تہائی ورثہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکے، تو پھر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب رضامند ہوں تو زیادہ میں وصیت پوری کردی جائے ورنہ نہیں نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور جن نمازوں کا وقت ایسی حالت میں پایا کہ اس قدر حواس باقی نہیں تھے اور بعد میں حواس اس قدر درست نہیں ہوئے کہ ان کی قضاء کر سکے تو ان کا فدیہ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

مظاہر علوم سہارن پور

اداءِ فدیہ کا طریقہ اور مصرف

سوال:- اگر فدیہ کی اجازت ہو تو کیا یہ ضروری ہے کہ ہر روزہ کا فدیہ روزانہ ہی ادا کیا جائے یا پورے ماہ کے روزوں کا فدیہ یکمشت ختم رمضان پر یا پیشگی ہی ادا کیا جا سکتا ہے، اور اگر ایسا ممکن ہو تو ختم رمضان پر پورے ماہ کے فدیہ کے لئے کس قدر غلّہ دینا ضروری ہے، آیا بازاری بھاؤ کے اعتبار سے اس کی قیمت ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں اگر قیمت ادا کی جا سکتی ہے تو آیا اس کا غرباء کو ہی تقسیم کرنا ضروری ہے، یا کسی غریب عزیز کو بھی دیا جا سکتا ہے، یا کسی مدرسہ کو بھی دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] واذا مات المریض ولم یقدر علی اداء الصلاۃ بالایماء براسہ لایلزمہ الایصاء بھا وکذا حکم الصوم فی شھر رمضان ولزم علیہ الوصیۃ بما قدر علیہ من ادراک عدۃ من ایام اخر وبقی بذمتہ فیخرج عنہ ولیہ ثلث ماترک فیعطی لصوم کل یوم وکذا الصلاۃ کل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر اوقیمتہ. (مراقی ملخصاً ص: ۷۱، مصری، طحطاوی ص: ۳۵۵، مصری، فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۷۲-۲/۷۳، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلوۃ عن المیت، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۲۵/۱، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

الجواب حامداً ومصلیاً

جس صورت میں فدیہ کا حکم ہے تو فدیہ یکمشت قبل رمضان اور بعد رمضان اور روزانہ جس طرح دل چاہے ادا کیا جا سکتا ہے، کوئی خاص پابندی نہیں، ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر غلّہ یا اس کی قیمت ہے جو بازار کا عام بھاؤ ہو اس سے قیمت لگالی جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۸ھ

فدیہ دیندار عالم کو دینا افضل ہے

فدیہ یا فطرہ کسی عالم دیندار شخص کو جو صاحبِ حاجت ہوں لیکن خرچ سے پریشان ہوں دینا انسب ہے، یا بالکل مسکین کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دیندار حاجت مند کو دینا افضل ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویجوز الفطر لشیخ فان وعجوز فانیة وتلزمهما الفدیة لکل یوم نصف صاع من بر ثم ان شاء اعطی فی اول رمضان وان شاء اعطی فی اٰخر. (طحطاوی مصری ص: ۵۶۶، فصل فی العوارض، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۷/۱، الباب الخامس فی الاعذار الخ، شامی کراچی ص ۲/۴۲۴، فصل فی العوارض المبیحة)

تنبیہ: غریب عزیز اور غریب طالب علم کو بھی فدیہ دینا درست ہے بلکہ افضل ہے۔ (عالم گیری ص: ۱۸۷، ج:۱)

[2] التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل. (عالمگیری ص: ۱۸۷، ج: ۱، فصل فی المصارف، شامی نعمانیه ص: ۶۹، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۵۴، ج: ۲، باب المصرف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصری)

فدیہ کتنے مال سے دیا جائے

سوال:- فدیہ متروکہ مال کی کس مقدار سے دیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک تہائی ترکہ سے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اگر قلت مال سے فدیہ پورا نہ ہو سکے تو

سوال:- اگر مقدار سے ادا نہ ہو سکے تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے زائد ورثاء کے ذمہ واجب نہیں اگر بالغ ورثاء اپنا اپنا کل حصۂ میراث فدیہ میں دیدیں تو بترع ہوگا نابالغ کا نہ دیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفدی لزوما عنه عن المیت ولیه کالفطرة قدرا بعد قدرته علیه وفوته ای فوت القضاء بالموت بوصیته من الثلث ای ثلث ماله بعد تجهیزه وایفاء دیون العباد. (الدرالمختار علی الشامی کراچی ۲/۴۲۴، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم. زکریا ص ۳/۴۰۶. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۵۵، باب صلاة المریض، فصل فی اسقاط الصلاة والصوم، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۹۱، باب قضاء الفوائت، قبیل باب سجود السهو)

[2] فیخرج عنه ولیه من ثلث ماترک الموصی وان لم یوص لا یلزم الوارث الاخراج، فان تبرع جاز. (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۳۵۵، مطبوعه مصری، فصل فی اسقاط الصلاة والصوم، عالمگیری ص ۱/۱۲۵، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۲/۷۳، باب قضاء الفوائت، مطلب فی اسقاط الصلوة عن المیت)

فدیۂ صیام شروع رمضان میں دے یا اخیر رمضان میں؟

سوال:- آیا فدیہ رمضان شریف شروع ہوتے ہی ادا کرنا ضروری ہے یا رمضان کے کچھ دن گذرنے پر بھی دے سکتے ہیں، نیت پہلے سے کرلی جائے کہ دوں گا، میرے گھر میں والد اور والدہ دونوں بے حد کمزور اور بیمار ہیں، صحت وقوت بہت کم ہے اور نہ اس کے عود کرنے کی کوئی امید ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ فانی کو فدیہ دینا شروع رمضان میں بھی درست ہے اخیر میں بھی[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

مرض وفات کے روزوں کا فدیہ لازم نہیں

سوال:- مرض الوفات کے روزہ کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرض الوفات کے روزوں کا فدیہ واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان شاء اعطی فی اول رمضان وان شاء اعطی فی اخره. (طحطاوی مصری ص: ۵۶۶، فصل فی العوارض، شامی کراچی ص۲/۴۲۷، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، بحر کوئٹہ ص۲/۲۸۷، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه الماجدیه کوئٹہ)

[2] فان ماتوا فیه ای فی ذلک العذر فلا تجب علیهم الوصیة ....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پہلے کا کھلایا ہوا کفارہ میں محسوب نہیں

سوال:- زید ایک غریب کو ایک سال سے کھانا کھلا رہا ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید نے رمضان میں روزے کی حالت میں ایسے فعل کئے جس سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتا ہے مثلاً قصداً کھانا کھایا یا جماع کرلیا تو کیا اگر زید یہ نیت کرے کہ جو میں نے غریب کو کھلایا ہے اس میں دو مہینہ کفارہ کا ہے تو اس کی نیت درست ہوگی یا دوبارہ پھر کھلانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلّیاً!

پہلے کا کھلایا ہوا اب کفارہ میں محسوب نہیں ہوگا جیسے حنث سے پہلے کفارہ یمین کا ادا کرنا معتبر نہیں۔ افسادِ صوم کے بعد کفارہ کا ادا کرنا ضروری ہے نیز نیت متاخرہ عملِ مقدم میں کافی نہیں اسکے ذریعہ سے واجب ادا نہیں ہوتا لا عبرة بنية متاخرة اهـ (درمختار[1]) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۹۱ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....بالفدية لعدم ادراكهم عدة من ايام أخر. (درمختار على الشامی کراچی ص: ۴۳۴، ج: ۲، كتاب الصوم فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم. ومطبوعه زکریا ص: ۴۰۶، ج: ۳، بحر ص ۲/۲۸۳، كتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگیری كوئٹه ص ۲۰۷/۱، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعذار الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الدرالمختار على الشامی زكريا ص: ۲/۹۴، كتاب الصلاة، مطلب فی حضور القلب والخشوع.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب پنجم

﴿وہ مجبوریاں جن سے افطار جائز ہوجاتا ہے﴾

مریض کے لئے افطار کی رخصت

سوال:- اگر کوئی شخص اختلاطی دورہ میں مبتلا ہو کیفیت ان کی یہ ہو کہ بغیر دوا کے صحت نہ ہوتی ہو اور نماز میں کبھی اس کی کیفیت یہ ہو کہ چار کی جگہ پانچ اور دو سجدوں کی جگہ تین سجدے یا چار سجدے کرتا ہو اور رمضان کے روزے میں حالت اس کی غیر ہوتی ہو حتی کہ ہوش حواس بھی مختل ہوجاتے ہیں اندریں صورت اس کو رمضان کے روزوں کے متعلق کیا کرنا چاہئے، روزے رکھنے کی طاقت بالکل نہیں ہے اور روزوں کی ادائیگی کی کیا شکل ہونا چاہئے، نیز کفارہ کی کیا تفصیل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص میں بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اگر روزہ رکھے تو مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہے، تو اس کے لئے شرعاً اجازت ہے کہ رمضان شریف میں روزہ نہ رکھے بلکہ صحت یاب ہو کر قضاء کرے اگر حالت مرض ہی میں مر گیا صحت یاب نہیں ہوا، تو اس

پر قضاء، فدیہ کچھ واجب نہیں اگر صحت یاب ہوکر روزوں کی قضاء نہیں کی اور مر گیا تو مرتے وقت اس پر وصیت واجب ہے، ورنہ اس کی طرف سے ایک ثلث ترکہ میں سے اس کے روزوں کا فدیہ دیں، ہر روزہ کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلّہ یا اس کی قیمت کسی مسکین، غریب کو دیں، یا پیٹ بھر کھانا کھلا دیں، اگر وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ کچھ واجب نہیں، اور جو شخص اس قدر بوڑھا ہوگیا ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں اور یہ بھی توقع نہیں کہ آئندہ اس میں اس قدر طاقت آئیگی بلکہ روز بروز حالت کمزور ہی ہورہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ موت کا وقت قریب آگیا تو ایسے شخص کے لئے شرعاً حکم ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں روزوں کا فدیہ دیدے اس کی ضرورت نہیں کہ مرتے وقت وصیت کرے اور بعد میں اس کے ورثہ فدیہ دیں، اگر اس نے اپنی زندگی میں فدیہ نہ دیا اور وصیت کی تو طریقۂ مذکورہ کے مطابق فدیہ دیدیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] لمسافرٍ او مریض خاف الزیادة الفطر وقضوا ما قدروا بلا فدیة وولاء فان ماتوا فیه ای فی ذلک العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة وفدی عنه ولیه کالفطرة قدرا بعد قدرته علیه وفوته بوصیة من الثلث وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی. (الدر المختار مع الشامی ملخصاً کراچی ص: ۴۲۱، ج: ۲، فصل فی العوارض، شامی نعمانیه ص: ۱۱۷، ج: ۲، ومطبوعه زکریا ص ۴۰۳/ تا ۳/۳۱۰، مجمع الانهر ملخصاً ص ۳۶۶، تا ۱/۳۶۹، فصل یباح الفطر لمریض الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کنز علی هامش البحر ص ۲۸۱، تا ۲/۲۸۶، فصل فی العوارض، مطبوعه کراچی)

مسافر کو فرض روزہ توڑنے کی اجازت

سوال:- زید نے فرض روزے کی نیت کی اور دن کا کچھ حصہ گذرا تھا کہ وہ اتفاقیہ سفر پر روانہ ہوگیا، سفر کافی طویل ہے، کیا زید اس روزے کو توڑ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مشقت ہے پورا کرنا دشوار ہے تو اس کو توڑ سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

سوال:- چوں کہ بکریاں چرانا بہت مشکل کام ہے ایک شخص کی عمر ۴۵ رسال ہے اس کام میں دوڑ دھوپ زیادہ کرنا پڑتی ہے کیا وہ بکریاں چرانے میں رمضان المبارک کے روزے فوت کرسکتا ہے۔

---

[1] (وللمسافر) الذی انشأ السفر قبل طلوع الفجر اذ لا یباح له الفطر بانشائه بعد ما اصبح صائما بخلاف ما لوحل به مرض بعده فله (الفطر) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۶۵، فصل فی العوارض. مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۲، فصل یباح الفطر لمریض الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۲/۳۸۳، کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاسباب المبیحة للفطر، مطبوعه کراچی.

وجاز الفطر لمن حصل له عطش شدیدا وجوع مفرط یخاف منه الهلاک، مراقی مع الطحطاوی ص:۵۶۴، فصل فی العوارض. کتاب الصوم، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱/۳۶۶، فصل یباح الفطر الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۲/۳۸۷، الفصل السابع، مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر روزہ برداشت نہیں کرسکتا تو جن ایام میں برداشت کرسکے ان ایامِ غیر رمضان میں قضاء رکھے[۱]، برداشت نہ کرسکنے کا مطلب یہ ہے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے ہلاک ہونے یا بدحواس ہوجانے کا ظن غالب ہو[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

جواب صحیح ہے، لیکن جب بکریاں چرانا ہی اس کا ذریعۂ معاش ہے، تو ایسا انتظام کرنا بھی ضروری ہے کہ ٹھنڈے وقتوں میں بکریاں چرا کر بقیہ دن سکون سے رہ کر روزے پورے کر لیا کرے[۳]۔

بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۸۹ھ

---

۱ ولو ضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعشية فله ان يفطر، اقول هذا اذا لم يدرک عدة من ايام أخر يمكنه الصوم فيها، اما اذا امكنه يجب القضاء، منحة الخالق على البحر الرائق ص ۲/۲۸۱، فصل فی العوارض، مطبوعه سعيد كراچی، حاشية الشلبی على شرح الكنز للزيلعی ص۱/۳۳۷، فصل فی العوارض، مطبوعه امداديه ملتان.

۲ وجاز الفطر لمن حصل له عطش شديد أوجوع مفرط يخاف منه الهلاک او نقصان العقل أو ذهاب الحواس وكان ذلک لا تعاب نفسه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۶۴، فصل فی العوارض. كتاب الصوم. مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص۱/۳۶۶، فصل يباح الفطر الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲/۳۵۰، كتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه دارالفكر بيروت.

۳ سألت اباحامد: عن خباز يخبز فی شهر رمضان والضعف فی آخر النهار هل يجوز له ان يعمل هذا العمل؟ فقال لا يجوز له بان يعمل مايوصله الى هذا النوع من الضعف ولكن يخبز نصف النهار ويستريح فی النصف الباقی الخ، تاتارخانيه ص۲/۳۸۵، كتاب الصوم، الفصل السابع، فی الاسباب المبيحة الخ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

نفلی روزے

تنہا جمعہ کا روزہ

سوال:- یہ جو مشہور ہے کہ صرف جمعہ کے روز نفل روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ اس سے پہلے یا بعد کا دن ملا لیا جائے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں بعض روایات میں صرف جمعہ کا نفلی روزہ رکھنے سے ممانعت آئی ہے، اس لئے اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں ملا لینا چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/صفر ۶۸ھ

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصوم احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم قبله او يصوم بعده متفق عليه. (مشكوٰة شريف ص: ۱۷۹، باب صيام التطوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص ۱/۲۶۶، كتاب الصوم، باب صوم يوم الجمعة، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۱/۳۶۰، كتاب الصيام، باب كراهية افراد يوم الجمعة بصوم، مطبوعه رشيديه دهلی) (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

صومِ عاشورہ

سوال:- عاشورہ کا ایک روزہ مکروہ ہے، لیکن مکروہ ہونے کے ساتھ ثواب بھی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عاشورہ کے فقط ایک روزہ پر کفایت کرنا مکروہ ہے[1] لیکن ثواب اس کا بھی ملے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

صوم عاشورہ منفرداً مکروہ ہے

سوال:-محرم کے دو روزے جو کہ مسنون ہیں بجائے دو کے اگر ایک ہی رکھے تو کیا ناجائز ہے یا جائز۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تنزیہی ہے: **واما القسم السادس و هو المكروه فهو قسمان مكروهاً**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں کوئی جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے مگر اس سے قبل یا بعد بھی روزہ رکھے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] **والمكروه تحريما كالعيدين وتنزيها كالعاشوراء وحده (درمختار على الشامي كراچي ص ۲/۳۷۵، اول كتاب الصوم، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۰۲، كتاب الصوم، قبيل الباب الرابع فيما يفسد وفيما لا يفسد، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱/۳۴۳، كتاب الصوم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.**

تنزیهاً ومکروهاً تحریماً الا والذی کره تنزیهاً کصوم یوم عاشوراء منفرداً عن التاسع اوعن الحادی عشر اهـ. مراقی الفلاح[1] ص: ۳۵۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذی الحجہ کے روزے اور قربانی سے کھانے کی ابتداء

سوال:- ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا ایک روزہ ہے یادو رکھنے چاہئے اور دس تاریخ کو کیا یہ ضروری ہے، کہ روزہ قربانی کے گوشت سے کھولا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب حامداً ومصلیاً

یکم ذی الحجہ سے ۹/ذی الحجہ تک روزے رکھنا بہت ثواب ہے[2]، اور نویں ذالحجہ کا ان روزوں میں سب سے زیادہ درجہ ہے[3]۔ مستحب یہ ہے کہ ذی الحجہ کو اپنی قربانی سے ابتداء کرے

---

[1] مراقی الفلاح مصری، ص: ۱۰۱، کتاب الصوم، طحطاوی مصری ص: ۵۲۸، کتاب الصوم، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۰۲/۱، کتاب الصوم، قبیل الفصل الرابع فیما یفسد الخ، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۷۵/۲، کتاب الصوم.

[2] فی حدیث ابی هریرة مرفوعاً ما من ایام احب الی اللّٰه ان یتعبد له فیها من عشر ذی الحجة یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة. (ترمذی شریف ص: ۱۵۸، ج: ۱، ابواب الصوم، باب ماجاء فی صیام العشر، مطبوعه اشرفی دیوبند، ابن ماجه ص ۱۲۴، کتاب الصوم، باب صیام العشر، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوة شریف ص ۱۲۸، باب فی الاضحیة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) **ترجمہ**:- اللہ کے نزدیک کوئی دن جس میں اس کی عبادت کی جائے دس ذی الحجہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔

[3] فی حدیث ابی قتادةؓ مرفوعاً صیام یوم عرفة انی احتسب علی اللّٰه ان یکفرا لسنة التی بعدهٗ والسنة التی قبله. (ترمذی شریف ص ۱۵۷/۱، باب ماجاء فی فضل صوم یوم عرفة، طبع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۶۷/۱، کتاب الصوم، باب استیجاب صیام ثلاثة ایام من شهرا الخ، مشکوة شریف ص ۱۷۹، باب صیام التطوع، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم دیوبند)

اس سے پہلے نہ کھائے، لیکن اس سے پہلے کھانا بھی مکروہ یا ناجائز نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۴/ ذی الحجہ

فضائل میں ضعیف روایت پر عمل برائے صوم وشب برأت

سوال:- ہمارے یہاں گذشتہ سال پندرہویں شعبان کا روزہ نہیں رکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے، علاوہ ازیں اس روزہ کو بدعت قرار دیتے ہیں کیا فضائل میں ضعیف حدیثوں کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللّٰہ تعالیٰ ینزل فیھا بغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول اللّٰہ لامن مستغفر فاغفرلہ الا من مستر زق فارزقہ الا من مبتلیٰ فاعانیہ الاکذا الا کذا حتی یطلع الفجر رواہ ابن ماجہ. (مشکوٰۃ شریف[۲] ص:۱۱۵)

ابن[۳] ماجہ میں یہ روایت ص:۱۰۰ پر ہے: **ویجوز عند اھل الحدیث وغیرھم**

---

[۱] ویندب تاخیر اکلہ عنھا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ، (الدر مع الشامی کراچی ص:۱۷۶، ج:۲، باب العیدین، مطلب لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھیۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص:۱۶۳، ج:۲. باب العیدین، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۴۳۹، باب العیدین)

[۲] مشکوٰۃ ص:۱۱۵. باب قیام شھر رمضان، الفصل الثالث، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[۳] ابن ماجہ ص ۹۹، باب ماجاء فی قیام شھر رمضان، ماجاء من لیلۃ النصف من شعبان، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

التساهل فی الاسانید وروایة ما سوی من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات اللّٰه تعالٰی والاحکام کالحلال والحرام وغیرهما وذاک کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام اهـ (تدریب[1] الراوی ص: ۱۹۲) پس اس روزہ کو بدعت کہنا درست نہیں، جب کہ اس کے متعلق حدیث شریف موجود ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵ھ ۲/۹۲ھ

چند مخصوص تاریخوں کا روزہ

سوال:-لوگوں میں مشہور ہے کہ سال بھر میں پانچ روزے ایسے ہیں جن کے رکھنے کا ثواب ایک ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے (۱) ۲۷/رجب کو (۲) ۲۵/ذی قعدہ کو (۳) ۱۸/ذی الحج کو (۴) ۲۲/محرم کو (۵) ۱۲/ربیع الاول کو، براہ کرم اگر ان روزوں کا ثبوت ہو تب بھی نہ ہو جب بھی نظام میں شائع فرمادیں، کیونکہ اس مسئلہ میں ابوتراب کاکوریؒ کی ایک کتاب دیکھنے میں آئی ہے انہوں نے بغیر حوالہ کے لکھا ہے جس سے تشویش ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۲۷/رجب، ۲۵/ذی قعدہ، ۱۸/ذی الحجہ، ۲۲/محرم، ۱۲/ربیع الاول ان پانچ دن کے روزوں کے متعلق کوئی صحیح حدیث کتب حدیث میں مذکور نہیں، نہ فقہاء نے ان ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی ہے، عوام میں ۲۷/رجب کے متعلق بہت بڑی فضیلت مشہور ہے، مگر

---

[1] تدریب الراوی کراچی ص ۲۵۲.

[2] ابن ماجه ص: ۱۰۰. باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان. مطبوعه اشرفی دیوبند.

وہ غلط ہے، اس فضیلت کا اعتقاد بھی غلط ہے، اس نیت سے روزہ رکھنا بھی غلط ہے، ماثبت بالسنۃ[1] وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

صیام دوام

سوال:- ایک شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے جائز ہے یا نہیں، اور اس کو ہمیشہ رکھنے کا ثواب ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمیشہ روزہ رکھنا اس طرح کہ ایام منہیہ میں بھی روزہ رکھے تو یہ روزہ رکھے تو یہ مکروہ تحریمی ہے[2]۔ اگر ایام منہیہ میں روزہ نہ رکھے اور تمام سال روزہ رکھے تو اس میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ عادت ہوجاتی ہے عبادت نہیں رہتی، یا اس سے ضعف زیادہ ہوجاتا ہے[3]۔ کما مر فی مراقی الفلاح ص: ۳۷۴. بعض نے کہا ہے کہ اس میں

---

[1] ثم اعلم انا لم نجد فی کتب الحدیث لا اثباتا ولا نفیا مااشتهر من تخصیص الخامس والعشرین من رجب بالتعظیم والصوم والصلوة وتسمیته صوم الاستفتاح وتسمیته بمریم روزه الخ، ماثبت بالسنة ص۷۷،

[2] الذی کره تحریماً صوم العیدین الفطر والنحر للاعراض عن ضیافة اللّٰه ومخالفة الامر ومنه صوم ایام التشریق لورود النهی عن صیامها. (مراقی مصری ص: ۱۰۱، طحطاوی مصری ص: ۵۲۸، کتاب الصوم، البحر الرائق کوئٹه ص۲/۲۵۷، کتاب الصوم، مجمع الانهر ص۱/۳۴۳، کتاب الصوم، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] وکره صوم الدهر لانه یضعفه اویصیر طبعاً له ومعنی العبادة علی مخالفة العادة. (مراقی مصری ص۱۰۲، طحطاوی مصری ص۵۲۹، کتاب الصوم، بدائع الصنائع زکریا ص۲/۲۱۷، کتاب الصوم، صوم الوصال، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۳۷، ۳/۳۳۸، کتاب الصوم)

کچھ حرج نہیں اور یہی مختار ہے لہٰذا ثواب ہوگا (کذا فی الھندیۃ[1] ج: ۱، ص: ۱۹۹) صوم داؤد علیہ السلام افضل ہے وہ یہ کہ ایک دن روزہ رکھے دوسرے دن افطار کرے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۰/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/محرم ۵۴ھ

صوم یوم الشک

سوال: -امسال رمضان میں جن لوگوں نے رمضان شریف کا روزہ رکھا تھا یعنی ان کے زعم میں ۳۰/شعبان کو یکم رمضان ہو چکی تھی، لہٰذا اس حساب سے ان کے ۳۰/ یوم کے روزے پورے ہو گئے، یا کہ نہیں اگر نہیں تو کیا ان کو بھی ایک روزہ مثل ان لوگوں کے جنہوں نے اس روز روزہ نہیں رکھا تھا، بعد میں بموجب فتویٰ دہلی رکھنا پڑے گا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا چاند دیکھے محض شک کی بنیاد پر تیس شعبان کو یکم رمضان سمجھ کر روزہ رکھنا مکروہ ہے،

---

[1] ویکرہ صوم الوصال وھو ان یصوم السنۃ کلھا ولا یفطر فی الایام المنھی عنھا واذا افطر فی الایام المنھیۃ المختار انہ لا بأس بہ کذا فی الخلاصۃ. (عالمگیری کوئٹہ ص: ۲۰۱، ج: ۱، ما یکرہ للصائم، شامی زکریا ص۳/۳۳۷، کتاب الصوم، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۳۸۹، الفصل الثامن فی بیان الاوقات التی یکرہ فیھا الصوم)

[2] عن عبد اللہ بن عمر یقول قال رسول اللہ ﷺ احب الصیام الی اللہ صیام داؤد فانہ کان یصوم یوما ویفطر یوما، (ابن ماجہ شریف ص۱۲۳، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صیام داؤد علیہ السلام، مطبوعہ اشرفی دیوبند) والافضل ان یصوم یوما ویفطر یوما (الھندیہ کوئٹہ ص ۱/۲۰۱، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم ومالا یکرہ، البحرالرائق کوئٹہ ص۲/۲۵۷، اول کتاب الصوم)

تاہم جن لوگوں نے ایسا کیا انکے روزے مکروہ ہوگئے اب ان کے ذمہ ایک روزہ کی قضاء لازم نہیں: **وکرہ فیه ای فی یوم الشک کل صوم الاصوم نفل جزم به بلا تردید بینه وبین صوم اٰخر فانه لا یکره وان ظهر انه من رمضان اجزأ عنه ای عن رمضان ماصامه بای نیة کانت الخ مراقی[1] الفلاح مختصراً ص:۳۷۷.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

یوم الشک میں روزہ

سوال:- ۲۹ر شعبان کو مطلع صاف تھا بالکل اور چاند نظر نہیں آیا، ۳۰ر شعبان کو زید نے اس نیت سے روزہ رکھا کہ اگر شہادت کی بنا پر روزہ ہوگیا تو فرض ورنہ نفل بکر نے ۳۰ر شعبان کو بلا تردد نفل روزہ رکھا کچھ روز بعد شرعی شہادت سے ۳۰ر شعبان کو یکم رمضان ہے، سوال یہ ہے کہ زید بکر کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان شریف کا روزہ دونوں سے ادا ہوگیا، بکر کا بلا کراہت اور زید کے روزہ میں اس تردد کی وجہ سے کچھ کراہت آگئی تاہم قضاء کسی کے ذمہ نہیں: **وان ظهر انه من رمضان اجزاء عنه ای عن رمضان ماصامه بای نیة کانت الی قوله واما کراهیة النفل مع التردد فلانه ناوٍ للفرض من وجه وهو ان یقول ان کان غدا من رمضان فعنه والا**

---

[1] مراقی ص:۱۰۳، طحطاوی مصری ص:۵۳۴. فصل فیما یثبت به الهلال، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۳۴۶، کتاب الصوم، مبحث فی صوم یوم الشک، هدایه مع فتح القدیر ص ۲/۳۱۴، کتاب الصوم، فصل فی رویة الهلال، مطبوعه دارالفکر بیروت.

فتطوع الخ. (مراقی الفلاح[1] ص:۳۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف

کیا یوم الشک کا روزہ مکروہ ہے

سوال:- شعبان کے چاند کا پتہ نہ چلا کہ ۲۹/ کا ہوا یا ۳۰/ کا بوجہ ابر غلیظ ہونے کے، اس وجہ سے شہادت دو ہوئی، بعض نے پیر کو ۲۹/ کا چاند شمار کر کے کیا اور بعض نے منگل کو ۳۰/ شمار کیا، اور ابر کی وجہ سے، رمضان میں بھی اختلاف ہوا جس کے اعتبار سے پیر کی شبِ برأت ہوئی، ان کے اعتبار سے بدھ کی ۳۰/ ہوئی اور منگل والوں کے لئے جمعرات کی ۳۰/ ہوئی ایک عالم کے پاس گئے جمعرات کے روزہ کے واسطے دریافت کرنے کے لئے، انہوں نے کہا میں بدھ کو روزہ رکھوں گا، تم کو اختیار ہے چاہے روزہ رکھو یا نہ رکھو، اور میں بحیثیت مفتی ہونے کے یوم شک میں روزہ رکھوں گا، اب اس شخص کو اطمینان نہ ہوا اور دوسرے عالم کے پاس گیا کہ کوئی اطمینان بخش جواب دیں، انہوں نے شعبان کا چاند بوجہ عدمِ رویت پورے ۳۰/ دن تو رجب کا شمار کر کے شعبان کے ایام شمار کئے گئے تو بدھ کی ۲۹/ اور جمعرات کی ۳۰/ ہوئی اور شعبان کی رویت کا ۲۹/ یا ۳۰/ کا ثبوت نہیں ملا اور نہ باہر سے شعبان کے چاند کی رویت کی خبر ملی۔ اس وجہ سے شعبان ۳۰/ دن شمار کئے اب اس حساب سے بدھ کی ۲۹/ ہوتی ہے۔ اس عالم نے

---

[1] مراقی الفلاح ص: ۱۰۳، مطبوعہ مصری، طحطاوی مصری ص: ۵۳۴. فصل فیما یثبت بہ الھلال، مجمع الانھر ص ۱/۳۴۷، کتاب الصوم، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۲۶۵، کتاب الصوم.

جمعرات کو یوم الشک قرار دے کر اور اس چاند کو پورے ۳۰ ر دن کا کرنے کا حکم دیا چونکہ چاند کا کوئی ثبوت نہیں ملا بوجہ ابر کے۔ **لهذا** اس وجہ سے عالم نے جمعرات کے روزہ کو منع کر دیا اور اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا۔ اس نے عالم سے دلیل مانگی تو اس نے یہ عبارت پڑھی: **وينبغي للناس ان يلتمسوا الهلال في يوم التاسع والعشرين من شعبان فان غم عليكم الهلال اكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما ثم صاموا ولا يصام يوم الشك لقوله عليه السلام من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم فان غم ليلة الشك لا يصام لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرويته وافطر والرؤيته فان حال بينكم وبينه سحاب فاكملوا العدة ثلاثين ولاستصالوا عدة الشهر استقبالا.**

لهذا ان دلائل کی وجہ سے عالم نے رمضان کا روزہ جمعرات کے دن مکروہ تحریمی قرار دیا اور حکم دیا کہ لوگوں سے منادی کرائی جائے کہ جمعرات کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، اور روزہ نہیں رکھا جائیگا، اب عالم نمبر: ۱ ر عالم نمبر: ۲ ر کے اختلاف کی بناء پر بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا اور بعض نے روزہ رکھ کر دن میں توڑ دیا۔ عالم دوم کے کہنے پر عالم اول کا کہنا ہے کہ گناہ ہوا اور اس کی کوئی حد نہیں ہوسکتی۔ عالم دوم نے کہا نہ قضاء ہے نہ کفارہ وہ دن ہی رمضان کا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

۲۹ ر تاریخ کو ابر وغیرہ کی وجہ سے جب چاند نظر نہ آئے نہ شرعی شہادت حاصل ہو تو مہینہ ۳۰ ر کا شمار کرنا چاہئے، محض احتمال کی وجہ سے اگلا روز آئندہ ماہ کی یکم قرار دینا درست نہیں۔ یہ حکم رجب، شعبان، رمضان وغیرہ ہر ماہ کے لئے عام ہے عالم اول نے صورت مسئولہ میں جو مفتی ہونے کی حیثیت سے یوم الشک میں روزہ رکھا ہے درست ہے۔

اور یہ حکم شریعت کا ہے۔ لیکن یہ روزہ رمضان کا نہیں بلکہ خالص نفلی روزہ ہے عالم اول

سے دو قسم کی کوتاہی ہوئی ہے۔اول یہ کہ انہوں نے عوام کو بتایا نہیں کہ یہ نفلی روزہ ہے جس سے عوام سمجھے کہ یہ رمضان کا روزہ ہے کہ انہوں نے یوم الشک میں عوام کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار دیا حالانکہ عوام کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ عوام کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ زوال تک انتظار کرلیں کہ ممکن ہے کہ کہیں سے شہادت آ جائے۔ پھر اگر زوال تک شہادت نہ آئے تو اس وقت کھائیں پئیں۔ نیز عالم اول کو اپنے روزہ کا اولا اخفاء کرنا چاہئے تھا۔ اگر اظہار کی ضرورت پر اظہار کرتے تو رمضان ہونے کا شبہ نہ ہوتا۔

عالم دوم نے یوم الشک کے روزہ کو مکروہ تحریمی فرمایا یہ صحیح ہے۔مگر دو قسم کی کوتاہی ان سے بھی ہوئی ہے۔اول یہ کہ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ کیسا روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ عالم اول نے جو روزہ رکھا ہے وہ بھی مکروہ تحریمی ہے، حالانکہ جمعرات کو زوال کے وقت تک انتظار کا حکم دینا چاہئے تھا۔اگر شہادت نہ آتی تب کھانے پینے کا حکم دیتے۔ نیز عالم دوم نے یہ بھی تفصیل نہیں کی کہ مفتی کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی نہیں۔ کیوں کہ وہ خالص نفلی روزہ رکھتا ہے، اور عوام کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ وہ اس کو رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھتے ہیں۔ جب کہ ثبوت رمضان کا نہیں ہوا۔اور لوگوں نے روزہ توڑ دیا خواہ خود توڑ دیا یا عالم دوم کے کہنے پر توڑا تو عالم اول نے ان کے ذمہ قضاء وکفارہ کا لزوم کس دلیل سے کیا ان سے مطالبہ کیا جائے: **وکرہ فیہ ای یوم الشک کل صوم من فرض وواجب وصوم ردد فیہ بین نفل وواجب الاصوم نفل جزم بہ بلا تردید بینہٗ وبین صوم اٰخر فانہٗ لا یکرہ لحدیث السرار اذا کان علٰی وجہ لا یعلم العوام ذٰلک لیعتادوا صومہ وان ظھر انہ من رمضان اجزأ عنہ ای عن رمضان مَا صَامہ بای نیۃ کانت وھو مَا اذا ظھر انہٗ من رمضان فانہ یجزی عنہ فکانہٗ لم یشرع ملتزمًا بل مسقطاً من الوجہ فلا قضاء علیہ لو افسدہ والمختار ان یأمر المفتی**

العامة باظهار النداء بالتلوم اى بالانتظار بلانية صوم فى ابتداء يوم الشک ثم يأمر العامة بالافطار اذا ذهب وقت انشاء النية ولم يتبين الحال ويصوم فيه نفلاً المفتى والقاضى اهـ[1] مراقى الفلاح وطحطاوى مختصراً ص: ۳۵۵، ولا يصام يوم الشک الا نفلاً و يكره غيره ولو جزم ان يكون عن رمضان كره تحريمًا والتنفل فيه احب ان وافق صومًا يعتاده والا يصومه الخواص ويفطر غيرهم بعد الزوال بهٖ يفتى اهـ[2] درمختار ص: ۱۳۴، ج: ۲.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۸/رمضان ۶۲ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۸/رمضان ۶۲ھ

یوم عرفہ ونحر میں شک

سوال:- اوائل ذی الحجہ میں مختلف جگہوں سے ۲۹/ کے چاند کی خبر معلوم ہوئی لیکن شرعی ثبوت نہ ہوا، پس اس صورت میں ۹/ذی الحجہ جس کے متعلق یوم عرفہ ویوم نحر ہونے کا شک ہے نفلی روزہ رکھنا کیسا ہے، زید کہتا ہے کہ جائز وافضل ہے: لما فى الفيض وغيره لو وقع الشک فى ان اليوم عرفة او يوم النحر فالافضل فيه الصوم. (شامی ص۸۷، ج۲)

---

[1] مراقى الفلاح مصرى ص۱۰۳، طحطاوى مصرى ص۵۳۴، ۵۳۶، فصل فيما يثبت به الهلال.

[2] الدرالمختار على الشامى كراچى ص: ۳۸۱، ج: ۲، شامى نعمانيه ص: ۸۷، ج: ۲، مبحث فى صوم يوم الشک. فتح القدير ص۳۱۴، ۲/۳۱۹، فصل فى روية الهلال، مطبوعه دارالفكر بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۲۶۴، ۲/۲۶۵، كتاب الصوم.

اورعمر کہتا ہے کہ مکروہ ہے: لما فی مجالس الابرار ما تردد بین البدعة والسنة یترکه لان ترک البدعة لازم واداء السنة غیر لازم (۱۲۹ مجلس ثامن عشر) اوکان فی شیء وجوه کثیرة یوجب الحل و الجواز ووجه واحد یوجب الحرمة وعدم الجواز یرجح جانب الحرمة احتیاطاً. (مجالس ص: ۵۵۱، مجلس نمبر: ۹۶)

نیز عمر یہ بھی کہتا ہے کہ قربانی اس صورت میں دو دن تک کی جائے تیسرے دن نہ کی جاوے بخلاف زید کے کہ وہ کہتا ہے کہ بلاتردد تین دن تک کی جائے اور خالد کہتا ہے بہتر یہ ہے کہ عرفہ مشکوکہ میں روزہ رکھا جائے اور تیسرے دن قربانی نہ کی جائے کس کا قول صحیح ہے، جواب مدلل بحوالہ کتب وعبارت عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا قول قوی معلوم ہوتا ہے فقہاء نے ہلال رمضان کے مسئلہ میں اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانا ذی الحجہ کے متعلق جو احکام ہیں، جیسے حج، صوم، عرفہ، اضحیہ، ان میں معتبر ہے، جب ثبوت رویت کے باوجود ان مسائل میں صحت کا حکم ہے، تو محض شک کی صورت میں نفل روزہ اور اضحیہ کی ممانعت نہ کی جائے گی۔

تنبیه: یفهم من کلامهم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیه معتبر فلا یلزمهم شیء لو ظهر انه رئی فی بلدة اخریٰ قبلهم بیوم وهل یقال کذٰلک فی حق الاضحیة لغیر الحجاج لم اره والظاهر انها کاوقات الصلوٰة یلزم کل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحیة فی الیوم الثالث عشر وان کان علیٰ رؤیا غیرهم هو الرابع عشر. شامی[1] ج: ۲، ص: ۹۶.

اگر کوئی شخص جانب احوط وتنزہ کو اختیار کرے، اس کی ممانعت نہیں مگر روزہ یا اضحیہ کی

---

[1] شامی کراچی ص ۲/۳۹۴، قبیل باب مایفسد الصوم.

ممانعت کا حکم نہیں کیا جاسکتا، محض شک سے حلت وحرمت کے احکام صادر نہیں ہوتے، مجالس ابرار کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر مسئلہ واحدہ میں دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہوں تب یہ حکم ہوگا، اس قسم کی عبارت شامی[1] و بحر[2] وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ مگر صورت مسئولہ میں تو عدم حرمت پہلے سے متعین ہے اور وجود دلیل حرمت میں شک ہے والیقین لایزال بالشک[3].

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

گناہ کے ترک کا عہد

پھر اس کے خلاف کرنے پر روزہ کی نیت کرنا

سوال:- زید سے ایک گناہِ کبیرہ صادر ہو رہا ہے، وہ بہت کوشش کرتا ہے کہ اس گناہ سے نجات مل جائے، توبہ بھی کرتا ہے اور پختہ ارادہ بھی کرتا ہے کہ اب نہیں کرے گا، مگر وہ گناہ پھر بھی اس سے صادر ہو جاتا ہے، لہٰذا اس نے ایک تدبیر سوچی کہ جب اس سے یہ گناہ صادر

---

[1] شامی کراچی ص: ۶۴۲، ج: ۲، شامی نعمانیہ ص: ۴۳۱، ج: ۲. مطلب اذا تردد الحکم، مکروهات الصلوة، شامی کراچی ص ۱/۱۷۶، کتاب الطهارة، مطلب یطلق الدعاء علی ما یشمل الثناء.

[2] ان الحکم اذا تردد بین سنة وبدعة کان ترک البدعة راجحاً علی فعل السنة. (البحرالرائق ص: ۲۰، ج: ۲، باب مایفسد الصلاة ومایکره،

[3] الاشباه والنظائر ص ۱۰۰، تحت القاعدة الثانیة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقه ص ۱۴۳، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، القواعد الفقهیة المحمودة ص ۳۹، الفصل الثانی، القاعدة الثانیة، من القواعد الخمسة الکبری، مطبوعه مکتبه المظاهر سیلم.

ہوگا تو وہ ایک ہفتہ کا روزہ رکھے گا تا کہ نفسِ امارہ روزہ کی وجہ سے مرجائے، مگر پھر بھی اس سے گناہ صادر ہوا، لہٰذا اس نے ایک ہفتہ کا روزہ رکھ لیا، مگر جب بہت مرتبہ صادر ہوتا رہا تو کیا پے در پے اسپر لازم ہے کہ روزہ رکھے یا فصل کر کے رکھے اور کس وقت رکھے اور کتنے روز رکھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس نے صرف دل میں سوچا ہے اور اپنے اوپر بطور نذر ویمین کے لازم نہیں کیا ہے تو اس کے ذمہ ایسے روزوں کا رکھنا لازم نہیں ہے[1]، البتہ گناہوں کا چھوڑنا اور توبہ کرنا اور توبہ پر پختہ رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ضروری ہے، اور توبہ کرتے وقت پختہ عہد چاہئے کہ آئندہ نہیں کرے گا[2]، پھر اگر صدور ہو جائے تو پھر توبہ کرے مایوس کبھی نہ ہو[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۱ھ

---

[1] واجب بالنذر بلسانه فلا يكفى لا يجابه النية منح عن شمس الائمة، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۰، باب الاعتكاف، قال فى شرح الملتقى والنذر عمل اللسان الخ، شامى زكريا ص ۳/۴۱۹، باب مايفسد الصوم الخ، مطلب فى الكلام على النذر، سكب الانهر كوئٹه ص ۱/۳۷۳، كتاب الصوم، فصل ثانى، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف.

[2] والتوبة فى الشرع ترك الذنب لقبحه والندم على مافرط منه والعزيمة على ترك المعاوة والتدارك ما امكنه ان يتدارك من الاعمال بالاعادة الخ، مرقاة شرح مشكوة ص ۳/۶۰، باب الاستغفار، مطبوعه بمبئى، نووى على مسلم ص ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلى، المفهم شرح مسلم ص ۷/۶۹، كتاب الرقاق، باب وجوب التوبة، مطبوعه دارابن كثير بيروت.

[3] قل ياعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم، سورة الزمر آيت: ۵۳.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ہفتم

روزے کے متفرق مسائل

جہاں اٹھارہ گھنٹہ کا دن ہو وہاں روزہ کی صورت

سوال:- جہاں دن اٹھارہ گھنٹے سے بھی زیادہ کا ہوتا ہے، اور رات چھ گھنٹے یا اس سے کم اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے، کیا روزہ دن کے تناسب سے رکھا جائے گا، یا کوئی دوسرا حساب ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں کے قوی مزاج لوگ اتنے بڑے دن کا عموماً تحمل کرتے ہیں اس لئے وہاں خود ان کا ہی دن معتبر ہوگا، کسی دوسرے حساب کی ضرورت نہیں جیسا کہ مجموعہ الفتاویٰ ص:۶۹۶، ج:۱، میں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] صوم وصلوۃ وغیرہ کے احکام کے نصوص جمیع مکلفین کے لئے ہر شہر اور ہر زمانہ میں عام ہیں، لہٰذا اختلاف اقالیم اور طول نہار کی وجہ سے کوئی خلل نہ پڑیگا اور یہ خیال کرنا کہ جہاں دن بہت بڑا ہوتا ہے وہاں روزہ ہلاکت کا باعث ہے غلط ہے، کیوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کو عام کر رکھا ہے اسی طرح جہاں روزہ رکھنا طاقت بشریہ سے خارج معلوم ہوتا ہے وہاں ابن آدم کا مسکن نہیں بنایا۔اھ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طویل دن میں روزہ کس طرح رکھے

سوال: - گرمیوں میں دن لمبا ہوتا ہے کناڈا جب کہ اس سے اوپر تو بیس بائیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہے تو ان لوگوں کے لئے روزہ کا کیا حکم ہوگا پوری مدت امساک ہوگا یا اندازہ کر کے جیسے کہ وہاں بعض عرب لوگ کہتے ہیں کہ قریب کے علاقہ میں جو مدت امساک ہے، اس وقت تک روزہ کھول دیا جائے، یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سردیوں میں وہاں دن چھوٹا ہوتا ہوگا، (دو چار گھنٹہ کا) تو اس وقت بھی اتنے ہی وقت کا روزہ رکھتے ہیں یا قریب کے علاقہ کا حساب لگاتے ہیں نیز پانچ نمازوں کا کیا حساب کرتے ہیں جو معمول ہو اس کو لکھئے انشاء اللہ تعالیٰ جواب مکمل آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۱۴۰۰ھ

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**).....اور بلغار میں زمانۂ صیف میں رقت اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ بعض اوقات غروب شفق کے ساتھ میں صبح صادق کا طلوع ہوتا ہے، وہاں مسلمان لوگ روزہ رکھتے ہیں، رمضان جاڑے میں پڑے یا گرمی میں، اور آفاقی جو وہاں ہوتے ہیں روزہ رکھتے ہیں اور کوئی روزہ رکھنے کی وجہ سے مرتا نہیں، مجموعة الفتاوی ص ۲۹۶/۱، کتاب الصلوة، مطبوعه کراچی.

لم ار من تعرض عندنا لحکم صومهم فیما اذا کان یطلع الفجر عندهم کما تغیب الشمس او بعده بزمان لا یقدر فیه الصائم علی اکل مایقیم بنیته ولایمکن ان یقال بوجوب موالاة الصوم علیهم لانه یؤدی الی الهلاک فان قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر، وهل یقدر لیلهم باقرب البلاد الیهم کما قال الشافعیة هنا ایضا، ام یقدر لهم بما یسع الاکل والشرب، ام یجب علیهم القضاء فقط دون الاداء؟ کل محتمل، فلیتأمل ولا یمکن القول هنا بعدم الوجوب اصلا کالعشاء عند القائل به فیها، لان علة عدم الوجوب فیها عند القائل به عدم السبب، وفی الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر کل یوم، هذا ما ظهر لی والله تعالیٰ اعلم رد المحتار علی الدرالمختار ص ۲۳-۲۴/۲، کتاب الصلوة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها. مطبوعه زکریا.

مغرب پڑھ کر سفر کیا جہاں ابھی غروب نہیں ہوا

تیس روزے پورے کر کے سفر کیا ایسی جگہ جہاں انتیسواں روزہ ہے

سوال:- ایک شخص یہاں مغرب کی نماز ادا کر کے ہوائی جہاز کے ذریعہ مکہ پہنچ جائے، مکہ میں مغرب کی نماز تفاوتِ وقت کے سبب ابھی ہی ہوتی ہے، کیا پھر دوبارہ اس کو مغرب کی نماز ادا کرنا لازم ہے، علیٰ ہذا مکہ سے روزہ افطار کر کے یا عید کی نماز ادا کر کے ہندوستان آیا ہے کہ یہاں لوگ روزہ سے ہیں، اور نماز عید ادا نہیں کی ہے، اب کیا کرے روزہ رکھے، عید کی نماز دوبارہ ادا کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احتراماً للوقت وموافقة للمسلمين وہ نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے اگرچہ اس کا فریضہ ادا و مکمل ہو چکا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گرمی کے روزہ کا ثواب زیادہ ہے

سوال:- کیا روزہ دار اس رمضان میں جس میں روزہ گرمیوں میں پڑے زیادہ ثواب

---

[1] وقالا يشبه بالمصلين اى احتراما للوقت قوله كالصوم اى فى مثل الحائض اذا طهرت فى رمضان فانها تمسک تشبها بالصائم لحرمة الشهر الخ، درمختار مع الشامى كراچى ص ۲۵۲، ۲۵۳/۱، باب التيمم، مطلب فاقد الطهورين، الفقه الحنفى وادلته للصاغرجیؒ ص ۳۸۳/۱، فقه العبادات، كتاب الصوم، قبيل احكام تتعلق بالمجنون، مطبوعه دارالفيحاء بيروت، حاشية الشلبى على هامش الزيلعى ص ۳۳۹/۱، فصل فى العوارض، مطبوعه امداديه ملتان.

کی امید کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گرمی کے ایام میں روزہ کا ثواب زیادہ ملنا تو اس کلیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے: **اجرک علٰی قدر تعبک**[1] نیز افطار کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کا فرمانا ثابت ہے: **کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا افطر قال ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء اللّٰہ تعالٰی اھ.** (ابوداؤد شریف[2]) روزہ میں جس قدر پیاس کی شدت ہوگی رگیں خشک ہوجائیں گی، اسی قدر اجر زیادہ ملے گا۔ (انشاء اللہ)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے روزہ کے حق میں سخت الفاظ

سوال: -مولوی صاحب نے عید کے روز نماز پڑھانے سے قبل روزہ نہ رکھنے والے کو برا بھلا کہا اور نماز کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا، بعد نماز مولوی صاحب نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، کہ روزہ داروں کی نماز مکروہ ہوگی، یہ ہماری غلطی ہے کہ جس آدمی نے روزہ نہیں رکھا ہے، اس کو پچھلی صف میں کھڑا کردیتے کیونکہ یہ لوگ روزہ نہیں رکھے، روزہ بھر انہوں نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ بھی فرض ہے اور نماز بھی فرض ہے، اگر کسی موقع پر روزہ کا بیان کیا گیا ہے اور نماز

---

[1] راجع کشف الخفا للعجلونی ص: ۴۹، ج: ۱، حرف الھمزۃ مع الجیم، رقم: ۱۱۲، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

[2] فی حدیث ابن عمر باب القول عند الافطار. (ابوداؤد ص: ۳۲۱، ج: ۱، طبع رشیدیہ)

کا نہیں کیا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر نماز میں روزہ دار پچھلی صف میں ہوں اور بے روزہ پہلی صف میں ہوں تو اس سے روزہ داروں کی نماز مکروہ نہیں ہوتی، نماز یا روزہ یا کسی اور دینی کام کے لئے لوگوں کو نصیحت کی جائے تو نرم الفاظ میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے[1]، سخت الفاظ کہنا مثلاً یہ کہ بے روزہ لوگ خنزیر کھاتے رہے ہیں، اس سے اکثر اوقات اچھا اثر نہیں ہوتا، لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے، بلکہ ان کی طبیعت میں نصیحت کرنے والے کی طرف سے غلیظ پیدا ہوجاتا ہے اور جو کچھ نماز روزہ پہلے کرتے تھے، وہ بھی ترک کردیتے ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تارکِ صوم کو کتے اور سور کی طرح سمجھنا

سوال:- ایک اشتہار ارسال ہے (اس کو دیکھ کر فتویٰ عطا کریں) شرعِ محمدی میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ جو مسلمان ماہِ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھے اور نماز نہ پڑھے، وہ ہرگز مسلمان نہیں، وہ خنزیر سے بدتر ہے، ایسے لوگوں پر لعنت کرنا چاہئے، اور ان سے تعلقات

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء، اولها العلم الی قوله والثالث الشفقة علی المأمور فیامره باللین والشفقة الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۳، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ، تفسیر مظهری ص ۵/۳۹۰، سورة النحل تحت آیت: ۱۲۵، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، مرقاة شرح مشکوة ص ۴، ج۵، باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

[2] للامر بالمعروف شرائط منها ..... وان لا یکون موجبا للفتنة والفساد، وزیادة الذنوب کما صرح به فی المواقف، احکام القرآن للتهانوی ص ۲/۶، شروط الامر بالمعروف، سورۂ آل عمران، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

منقطع کر دینا چاہئے، اس اشتہار کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان المبارک کا روزہ اسلام کا عظیم الشان رکن ہے، اس کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہے: كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيَامُ[1] فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ[2]، بلاعذر شرعی کھلے بندوں رمضان المبارک میں سگریٹ پیتے پھرنا انتہائی جسارت اور رمضان المبارک کی حق تلفی اور اللہ پاک کی قانون شکنی ہے، جس کا وبال دنیا میں بھی سخت ہے، اور آخرت میں بھی عذاب سخت ہے[3]، جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے بیان فرمودہ ارشادات سنائے جائیں اور نہایت شفقت ودلسوزی سے خوف دلایا جائے، اہلِ قلب حضرات کے وعظ کرائے جائیں جس سے ان کی اصلاح ہو سکے، لیکن اگر کتے اور خنزیر کی طرح اُن سے نفرت کی جائیگی اور ان پر لعنت کی جائے گی، اور ان کو اسلام سے خارج مانا جائے گا، تو ان سے اصلاح کی توقع نہیں اور یہ طریقہ قرآن وحدیث کے موافق

---

[1] سورہ البقرہ الآیة: ۱۸۳

(**ترجمہ**) تم پر روزہ فرض کیا گیا۔ (بیان القرآن)

[2] سورة البقرة الآية: ۱۸۵

(**ترجمہ**) سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس ماہ میں روزہ رکھنا چاہئے۔ (بیان القرآن)

[3] عن ابی امامة الباهلیؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول بينا انا نائم اتانی رجلان فاخذا بضبعی فاتيا بی جبلا وعرا فقالا اصعد؟ فقلت انی لا اطيقه فقال انا سنسهله لک فصعدت حتی اذ كنت فی سواء الجبل اذا باصوات شديدة، قلت ما هذه الاصوات؟ قالوا هذا عواء اهل النار، ثم انطلق بی فاذا انا بقوم فعلقين بعراقيبهم مشققةً اشداقهم تسيل اشدا قهم ودما قال قلت من هؤلاء قال الذين يفطرون قبل تحلة صومهم الحديث رواه ابن خزيمة ابن حبان، الترغيب الترهيب ص۱۰۸/۱۰۹/۲، كتاب الصوم، الترهيب من افطار شئی من رمضان من غير عذر، مطبوعه مصر.

نہیں[۱]، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک مومن کی عزت اللہ پاک کے نزدیک خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے[۲]۔ لہٰذا ایسا رویہ اختیار نہ کیا جاوے کہ وہ صرف کلمہ پر اکتفاء کر کے بیٹھ جاویں اور اسلام کے بقیہ ارکان کی بھی فکر نہ کریں اور نہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاوے کہ ان کو اسلام سے خارج کر کے کتے اور خنزیر کی طرح ان سے نفرت کی جائے، دونوں غلط طریقے ہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۹ھ

رمضان میں اعلانیہ کھانا کھانے کی سزا

روزہ کے ایام میں ہوٹل میں کھلانا

سوال:- رمضان میں وہ لوگ جن پر روزہ فرض ہوتا ہے علانیہ طور پر روزہ داروں

---

[۱] ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك يدل على وجوب استعمال اللين والرفق وترك الفظاظة والغلظة في الدعاء الى الله تعالىٰ كما قال تعالىٰ ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الخ. الآية، وقوله تعالىٰ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى، احكام القرآن للجصاص ص ۲/۴۰، سورۂ آل عمران، باب الاستعانة باهل الذمة، قبيل مطلب في قوله تعالىٰ وشاورهم في الامر، مطبوعه دارالكتاب العربي بيروت، تفسير مظهري ص ۵/۳۹۰، سورة النحل تحت آيت: ۱۲۵، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

[۲] في حديث عبد اللّٰه بن عمر وقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة، ويقول ما اطيبك واطيب ريحك مااعظمك واعظم حرمتك والذي نفس محمد بيده محرمة المومن اعظم عند اللّٰه حرمة منك. (ابن ماجه ص: ۲۹۰، باب حرمة دم المومن وماله ابواب الفتن، مطبوعه رشيديه دهلي، ومطبوعه اشرفي ديوبند ص ۲/۲۸۲،)

[۳] تقدم تخريبه تحت عنوان "بے روزہ کے حق میں سخت الفاظ"

کے سامنے کھاتے پھرتے ہیں، اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، کیا احترامِ رمضان کی شریعت نے کوئی حد مقرر کی ہے؟ کیا مریض اور مسافر کو شرعاً اجازت ہے، کہ روزہ داروں کے سامنے کھائیں، رمضان میں ہوٹل میں کھانا روزہ داروں کے سامنے فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مریض اور مسافر کو عذرِ شرعی کی بناء پر (حائضہ ونفساء کی طرح) روزہ داروں کے سامنے نہیں کھانا چاہئے، سراً کھائے بلا عذر شرعی وہ صورت اختیار کرنا جو سوال میں درج ہے، سخت جرم ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت ہے، مگر سزا دینا ہر ایک کے بس میں نہیں: **ولو اکل عمداً شهرة بلا عذرٍ يقتل اھ**[1] **طحطاوی ص: ۳۶۳.**

يجب الامساک بقية اليوم علٰی من فسد صومه وعلٰی حَائض ونفساء طهرتا بعد طلوع الفجر وعلٰی صبی بلغ وکافرا سلم لحرمة الوقت بالقدر الممکن اھ اما فی حالة تحقق الحيض والنفاس فيحرم الامساک ولکن لا يجبُ الامساک علی المريض والمسافر ولکن لا ياکلون جهراً بل سراً اھ طحطاوی[2] **مختصراً ص: ۳۷.**

سزا کے لئے قدرتِ قاہرہ ضروری ہے جو کہ امیر المؤمنین کو حاصل ہوتی ہے، جن پر

---

[1] طحطاوی ص: ۵۴۹، مصری، باب مایفسد به الصوم. هامش الترغيب والترهيب لمحمد عمار ص ۲/۱۰۹، کتاب الصوم، الترهيب من افطار شیء من رمضان من غير عذر، مطبوعه مصری.

[2] طحطاوی مع المراقی ص: ۵۵۸، مطبوعه مصری. فصل يجب الامساک الخ، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۳، کتاب الصوم، فصل يباح الفطر الخ، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، الفقة الحنفی وادلته ص ۱/۳۸۳، فقه العبادات، کتاب الصوم، قبيل احکام تتعلق بالمجنون، مطبوعه دارالفيحاء بيروت.

روزہ فرض ہے، ان کو کھانا ہوٹل وغیرہ میں کھلانا بھی معصیت اور تعاون علی الاثم ہے: **ولا تعاونو علی الاثم والعدوان**[1].(الآیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۱ھ

غسلِ جنابت بحالتِ صوم آٹھ بجے کرنا

سوال:- زید نے رمضان شریف میں سحری کھانے سے قبل اپنی اہلیہ سے قربت کی اور آٹھ بجے دن کو غسل کیا اور روزہ رکھا، کیا روزہ میں کوئی خامی ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزہ درست ہوگیا[2]، لیکن نماز قضاء کرنے کا گناہ بہت بڑا ہوا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورہ مائدہ الآیة ۲. (**ترجمہ**) اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(بیان القرآن)

[2] او اصبح جنبا ..... لایفسد قال فی المجمع: لان اللہ تعالیٰ اباح المباشرة باللیل، ومن ضرورتها وقوع الغسل بعد الصبح، مجمع الانهر ص ۳۶۰/۱، کتاب الصوم، باب موجب الفساد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار علی الشامی ص ۳۷۲/۳، باب مایفسد الصوم ومالا یفسد، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، مطبوعه زکریا دیوبند، تاتارخانیه ص ۳۷۰/۲، کتاب الصوم، الفصل الرابع فیما یفسد الصوم ومالا یفسد، مطبوعه کراچی.

[3] عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنهما عن النبی ﷺ انه ذکر الصلوة یوما فقال من حافظ علیها کانت له نورا و برهانا ونجاة یوم القیامة، ومن لم یحافظ علیها لم یکن له نور ولا برهان، ولا نجاة، وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان، الترغیب والترهیب للمنذری ص ۳۸۶/۱، کتاب الصلوة، الترهیب من ترک الصلوة تعمدا واخراجها عن وقتها تهاونا، رقم الحدیث (۲۶) مطبوعه درالفکر بیروت.

صبح صادق کے بعد غسل جنابت

سوال:- ایک شخص صحبت کرتا ہے، اور سو جاتا ہے، سحری میں اٹھ کر ہاتھ دھو کر اور کلی غرارہ وغیرہ کرنے کے بعد کھانا کھالیتا ہے، اور پھر سو جاتا ہے، صبح اٹھ کر نہالیتا ہے، اس صورت میں روزہ ہو جاتا ہے، یا نہیں، اور نہانے کا وقت کب تک رہے گا، یعنی کس وقت نہانا افضل ہے، یہ بات عورت اور مرد کے لئے برابر ہے، یا کوئی تفریق ہے، کیونکہ وہ کھانا وغیرہ پکاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا روزہ اس صورت میں صحیح ہے کوئی خرابی نہیں نمازِ فجر سے پہلے پہلے دونوں نہالیں نماز قضاء نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا

سوال:- قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

---

[1] واصبح جنبا وان بقی کل الیوم لم یفطر. (شامی کراچی ص: ۴۰۰، ج:۲، باب یفسد الصوموما لا یفسده شامی نعمانیه ص: ۱۰۱، ج:۲، شامی زکریا ص ۳/۳۷۲، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف، عن نوفل بن معاویة رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال من فاتته صلاة فکانما وتر اهله وماله رواه ابن حبان فی صحیحه الترغیب للمنذری ص۱/۳۸۷، الترهیب من ترک الصلوة، مطبوعه دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کے دن روزہ رکھنا حرام ہے[1]۔ البتہ سنت یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی دس تاریخ کو قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے نہ پیئے، کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۱ھ

بقرعید کی صلوٰۃ عید تک روزہ ہے

سوال:- عیدالاضحیٰ میں عرف عام میں جو روزہ بولا جاتا ہے، اس کے متعلق زید کہتا ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں روزہ موزہ کیسا؟ روزہ تو پورے دن ہوتا ہے، بکر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اور سنت رہی کہ بروز عیدالفطر آپ نماز عید ادا کرنے سے پہلے کوئی میٹھی چیز تناول فرمالیا کرتے تھے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ آج روزہ نہیں، اور بروز عیدالاضحیٰ آپ صبح صادق سے لے کر جب تک نماز عید ادا نہ فرمالیتے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے، جس کو عرف عام میں روزہ کہہ دیا جاتا تھا، لوگ یہ سنت اپنانے کی سعی کریں، اس لئے لوگوں میں دوران بیان ترغیب دیدینا چاہئے کہ کسی کو شوق ہوجائے۔

---

[1] الذی کرہ تحریماً صوم العیدین وایام التشریق. (مراقی الفلاح ص:۵۲۸، فصل فی صفة الصوم وتقسیمه، مطبوعه مصر، شامی نعمانیه ص:۸۴، ج:۲، کتاب الصوم،

[2] واحکام الاضحی کالفطر لکنه فی الضحی یؤخر الاکل عن الصلوة استحبابا ..... لانه علیه الصلاة والسلام کان لایطعم فی یوم الاضحی حتی یرجع فیأکل من اضحیته الخ، مراقی علی الطحطاوی ص ۴۳۹، ۴۴۰، باب احکام العیدین الخ، مجمع الانهر ص۲۵۸/۱، باب صلاة العیدین، دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۱۶۳/۲، باب العیدین.

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ صحیح ہے، بعض شراح حدیث نے بھی ۱۰/ذی الحجہ کو نماز عید تک نہ کھانے کا نام صوم رکھا ہے، جس کا اظہار قربانی سے ہوتا ہے، اس ناتمام صوم کو بھی یوم کامل کے صوم کے حکم میں قرار دیا ہے: **باب فی صوم العشر ای فی عشر ذی الحجة والمراد بعشر تسعة ایام کمافی الباب کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصوم تسع ذی الحجة ای من اول ذی الحجة الی التاسع منها فان العاشر یوم العید والمراد عشر لان فی یوم العید یکون الامساک الی الاضحیة فیکون فی حکم صوم یوم الکامل انوار المحمود ص: ۹۱، ج:۲، ثم ظاهر الحدیث ان استحباب الامساک لکل رجل یضحی اولا وهٰذا الامساک اسمیه بالصوم لان الحدیث یسمی صوم عشرة والحال ان صوم العاشر مکروه فالصوم فی الیوم العاشر هو الصوم الی الصلٰوة اهـ العرف الشذی عن الترمذی ۱۱۹، باب الاکل یوم الفطر[1] قبل الخروج.**

اسکو روزہ کہنے نہ کہنے میں نزاع بیکار ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۵ھ

رمضان میں یکسوئی حاصل ہونے کی تدبیر

سوال: - رمضان المبارک کے متعلق کچھ ہدایت فرمائیں، دنیوی تفکرات سے قلب

---

[1] العرف الشذی علی الترمذی ص ۱۱۹/۱، ابواب العیدین. باب الاکل یوم الفطر قبل الخروج.

کو یکسوئی حاصل ہونے کا حضرتِ والا کوئی علاج بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنا نظام الاوقات بنا کر تمام اوقات کو کام میں مشغول رکھیں، کوئی وقت ضائع نہ ہونے دیں، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کریں، فضائل رمضان اپنے مکان پر یا مسجد میں سننے یا سنانے کا اہتمام کریں، اس سے رمضان کی عظمت دل میں پختہ ہوکر اعمالِ صالحہ کی رغبت میں اضافہ ہوگا، اور انشاء اللہ تعالیٰ یکسوئی میسر ہوگی، خدا دین ودنیا کی ترقیات سے نوازے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

اعتکاف کے احکام

اعتکاف واجب، سنت، نفل کب ہے؟

سوال: -فرض اعتکاف سنت اعتکاف، نفلی اعتکاف کی وضاحت فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فرض اعتکاف کوئی نہیں، نذر مان لینے سے واجب ہوتا ہے، رمضان میں ایک عشرہ کا اعتکاف سنت ہے، بقیہ جب دل چاہے نفلی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نفلی اعتکاف

سوال: -رمضان المبارک کے مہینہ کے علاوہ دوسرے ایام میں نفلی اعتکاف کی نیت

---

[1] وهو ثلاثة اقسام واجب بالنذر وسنة مؤكدة فى العشر الاخير من رمضان ومستحب فى غيره من الازمنة (الدرالمختار مع الشامى كراچى ص: ۴۴۱، ج: ۲، شامى نعمانيه ص: ۱۲۹، ج: ۲، باب الاعتكاف، عالمگيرى ص ۲۱۱/۱، الباب السابع فى الاعتكاف، كتاب الصوم، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص ۲۹۹/۲، باب الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه)

سے مسجد میں قیام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفلی اعتکاف بغیر رمضان کے بھی ہوسکتا ہے اور ایسے معتکف کو بھی مسجد میں قیام کرنا درست ہے۔ شامی[1] ج:۲،ص:۱۲۹۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نفلی اعتکاف کے حقوق اور پابندیاں

سوال:- اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ میں جو پابندی یا حقوق ہیں وہ مستحب اعتکاف میں بھی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پابندیاں نفلی اعتکاف میں بھی ہیں، مگر ایک تو اس میں روزہ کی قید نہیں[2]۔ اور اعتکاف مسنون رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے، اس میں روزہ بھی ہوتا ہے دوسرے بلاضرورت جب مسجد سے معتکف نکلے گا تو نفلی اعتکاف جس کی کوئی مدت معین نہیں

---

[1] هو لبث ذكر فى مسجد جماعة بنية وهو ثلاثة اقسام الى قوله مستحب فى غيره من الازمنة هو بمعنى غير المؤكدة، (الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۲/۴۴۱، باب الاعتكاف، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۹۹، باب الاعتكاف،

[2] ومستحب فى غيره من الازمنة (الدر) فلم يكن الصوم شرط له. (شامى نعمانيه ص: ۱۲۹، ج:۲، ص: ۱۳۰، ج:۲، شامى كراچى ص: ۴۴۲، ج:۲، باب الاعتكاف، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۹۹، باب الاعتكاف)

کی تھی، وہ ختم ہوجائے گا، فاسد نہیں ہوگا۔ اعتکاف مسنون ایسی حالت میں فاسد ہوجاتا ہے۔ شامی[1] ج:۲،ص:۱۳۰۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نفلی اعتکاف مسجد میں نہ کہ گھر میں

سوال:- کیا اعتکاف نفلی بھی ہوتا ہے، اگر کوئی آدمی مسجد میں جاوے اور یہ نیت کر لے کہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا میرا اعتکاف ہے، کیا اس کو نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا؟ کیا نفلی اعتکاف گھر میں بھی کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں اس طرح نیت کرنے سے نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا،[2] مرد کو اس طرح گھر

---

[1] اما النفل فله الخروج لانه منه له لا مبطل الی قوله: اما السنة فلو خرج ساعة بلا عذر فسد، (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۴۴۴، تا ۴۴۷، ج:۲، مطبوعه نعمانیه ص:۱۳۲، ج:۲. مطبوعه زکریا ص۴۳۷، ۳/۴۳۶، باب الاعتکاف، زیلعی ص ۱/۳۵۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۱/۳۷۸، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] واقله نفلا ساعة من لیل او نهار عند محمد وظاهر الروایة عن الامام لبناء النفل علی المسامحة وبه یفتٰی. (درمختار علٰی ردالمحتار ص: ۱۳۱، ج:۲، مطبوعه نعمانیه، شامی کراچی ص:۴۴۳، ج:۲، باب الاعتکاف، زیلعی ص:۳۵۰، ج:۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۱/۳۷۷، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

میں ثواب نہیں ملے گا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کا، لفظوں میں اعتکاف کی نیت

سوال: -نفلی اعتکاف گھنٹے آدھ گھنٹے کا بھی ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہوجاتا ہے تو مسجد میں جاتے وقت یعنی داخل ہوکر کیا نیت کرنی چاہئے جو روزانہ اعتکاف کا ثواب مل جایا کرے، لفظوں میں نیت کا طریقہ بتلا دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میں جتنی دیر تک مسجد میں ٹھہروں اللہ کے لئے معتکف ہوں، اس نیت سے مسجد میں داخل ہوجایا کرے، بس جتنی دیر تک وہاں رہے گا، اعتکاف کا ثواب ملے گا، گھنٹہ بھر ٹھہرے یا کم وبیش[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۱۲/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۱۲/۶۷ھ

---

[1] ومقتضاہٗ انہ یندب للرجل ایضاً ان یخصص موضعاً من بیتہ لصلوٰتہ النافلۃ امّا الفریضۃ والاعتکاف فھو فی المسجد کما لا یخفٰی الخ، شامی ص: ۱۲۹، ج: ۲، مطبعوہ نعمانیہ، شامی کراچی ص: ۴۴۱، ج: ۲. باب الاعتکاف.

[2] الصوم لیس بشرط فی التطوع ولیس لاقلہ تقدیر علی الظاھر حتی لو دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی ان یخرج منہ صح (عالمگیری کوئٹہ ص: ۲۱۱، ج: ۱، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۷۸، باب الاعتکاف، مطبوعہ مصری شامی کراچی ص ۲/۴۴۳، باب الاعتکاف)

پورے رمضان کا اعتکاف

سوال:- پورے رمضان میں اعتکاف کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے پورے رمضان شریف اعتکاف کرلیا ہوتو اس کا ثواب ہوگا یا نہیں؟ حدیث سے دس روز ثابت ہے، اور جو چیز ثابت نہ ہو، اس کو ثواب سمجھ کر کرنا کیسا ہے؟ مکمل جواب مع دلائل کے تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اخیر دس روز کا اعتکاف ماہ رمضان میں سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، پورے ماہ کا اعتکاف بھی لیلۃ القدر کی تلاش میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، بیس روز کا بھی ثابت ہے، پس پورے رمضان کا اعتکاف کرنا بھی موجب ثواب ہوگا، بدعت نہیں ہوگا: **عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یعتکف العشر الا واخر من رمضان حتی توفاه اللّٰه ثم اعتکف ازواجه من بعده متفق علیه.** مشکوٰۃ[1] ص: ۱۸۳، ج: ۱.

عن ابی هرهریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: کان یعرض علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم القرآن کل عام مرة فعرض علیه مرتین فی العام الذی قبض وکان یعتکف کل عام عشرا فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض رواه البخاری. مشکوٰۃ[2] ص: ۱۸۳، ج: ۱.

---

[1] مشکوة شریف ص ۱۸۳، باب الاعتکاف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دیدی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف فرمایا کرتی تھیں۔

[2] مشکوة شریف س ۱۸۳، باب الاعتکاف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبۃ ترکیۃ ثم اطلع راسہ فقال انی اعتکف العشر الاول التمس ھٰذہٖ الیلۃ ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انھا فی العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر متفق علیہ (مشکوٰۃ[1] شریف)

ہاں اس کو سنت مؤکدہ کہنا صحیح نہیں ہوگا، جیسے کوئی شخص تہجد کی نماز اتنی ہی رکعات پڑھے جتنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ان کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ تصور کرے پھر اس سے زیادہ پڑھے حتی کہ ساری رات پڑھتا رہے تو اس کو بدعت یا ناجائز نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کا یہ پڑھنا موجب اجر وثواب ہوگا، اور ایسا کرنا بکثرت صحابہ وائمہ سے ثابت ومنقول بھی ہے، اگر ایک ماہ کا اعتکاف قربت نہ ہوتا، تو اس کی نذر بھی درست نہ ہوتی، حالاں کہ فقہاء تصریح کی ہے ایک ماہ رمضان المبارک کے اعتکاف کی نذر صحیح ہے، ایک ماہ کی نذر کرے یا کم وبیش کی۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم پر ہر سال رمضان المبارک میں ایک مرتبہ قرآن پاک پیش کیا جاتا تھا، اور جس سال وفات ہوئی دو مرتبہ پیش کیا گیا، (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو مرتبہ دور فرمایا، اور ہر سال ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور جس سال وفات ہوئی دو عشرہ کا اعتکاف فرمایا)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] **مشکوۃ شریف ص ۱۸۲، باب لیلۃ القدر، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،**

ترجمہ:-حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے عشرۂ اولیٰ کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا ترکی خیمہ میں پھر اپنا سر مبارک نکالا اور ارشاد فرمایا میں نے عشرہ اولیٰ کا اعتکاف اس رات (لیلۃ القدر) کو تلاش میں کیا تھا، پھر اس تلاش میں عشرہ وسطیٰ کا اعتکاف کیا پھر مجھ کو بتا گیا کہ وہ (لیلۃ القدر) عشرۂ اخیرہ میں ہے پس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے، وہ عشرہ اخیرہ کا بھی اعتکاف کریں۔

فلو نذر اعتکاف شهر رمضان لزمه واجزاه صوم رمضان عن صوم الاعتکاف وان لم یعتکف قضٰی شهرا غیره بصوم مقصود اهـ درمختار علی هامش الشامی نعانیه[1] ص: ۱۳۰، وص: ۱۳۱، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۹۲ھ

عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف

سوال:- رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مستحب ہے یا سنت مؤکدہ اگر سنت مؤکدہ ہے تو اس میں روزہ رکھنا شرط ہے، یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو اب دریافت طلب یہ ہے کہ اگر معتکف نے رات سمجھ کر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ اس روز کا روزہ نہ ہوگا، اب جب کہ روزہ نہ ہوا تو کیا اعتکاف بھی فاسد یا ختم ہو جائے گا؟ اس پر اعتکاف کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے[2]۔ اگر بغیر روزہ کے یہ اعتکاف کیا تو یہ اعتکاف

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص ۲/۴۴۳، مطبوعه زکریا ص ۳/۴۳۲، باب الاعتکاف، بحر ص ۲/۳۰۰، باب الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۱/۲۱۱، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه.

[2] سنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان ای سنة کفایة (الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۱۲۹، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۴۴۲، ج: ۲. باب الاعتکاف، سکب الانهر ص ۱/۳۷۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲/۴۳، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

مسنون نہیں ہوگا، بلکہ نفل بن جائے گا، البتہ اگر ایک دن روزہ نہ رکھا تو صرف ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ شامی[1] ج:۲،ص:۱۲۹،۱۳۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کو توڑنے کی وجہ سے قضاء قضاء وادا اعتکاف ایک ساتھ

سوال:- زید نے رمضان شریف میں آخری عشرہ کا اعتکاف کیا تین دن اعتکاف کے بعد اچانک خبر آگئی کہ حج بیت اللہ کے سفر میں جانا ہے، جس کی وجہ سے مجبوراً اعتکاف توڑ کر جانا پڑا، تو اب اس عشرہ کی قضاء کرنا لازم ہے یا نہیں؟ نیز قضاء کی کیا صورت ہوگی؟ اور اگر امسال رمضان کے اخیر عشرہ میں قضاء وادا کو مدغم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احوط تو یہی ہے کہ بعد رمضان پورے عشرہ کا اعتکاف کرلے اور اس عشرہ کے روزے بھی رکھے، لیکن یہ حکم وجوبی نہیں جس دن اعتکافِ مسنون توڑا ہے اس دن کی قضاء بھی کافی ہے[2]، گذشتہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کو توڑے ہوئے مسنون اعتکاف کی قضاء کے لئے امسال

---

[1] یقضی الیوم الذی افسد لاستقلال کل یوم بنفسه. (شامی نعمانیه ص: ۱۳۱، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، باب الاعتکاف، عالمگیری ص۲۱۳/۱، الباب السابع فی الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه)

[2] لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه اوباقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه. (شامی نعمانیه ص ۱۳۱/۲، شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، باب الاعتکاف، عالمگیری کوئٹه ص۲۱۳، ج۱، الباب السابع فی الاعتکاف، تاتارخانیه کراچی ص۴۱۴/۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کافی نہیں، وہ اس میں ادا نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۷ھ

اعتکافِ مسنون توڑ دینے سے اس کی قضاء

سوال:- رمضان المبارک میں بالخصوص عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف شروع کر دینے کے بعد لازم ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑ دے تو قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟ صلوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے کہ نوافل شروع کر دینے کے بعد لازم ہو جاتا ہے چھوڑ دینے پر قضاء لازم ہوتی ہے یا نہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کہ عشرۂ اخیرہ میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وحضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کے لئے خیمے مسجد میں لگا دیئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خیموں کو مسجد سے باہر کر دیا اور توڑ دیا، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ما انا بمعتکف** چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں دس دن اعتکاف کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء لازم ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر نظیر کا یہی تقاضا ہے جو آپ نے کہا، تاہم الاشباہ والنظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] ثم اذا لم یصم صوما مقصودا وجاء الرمضان الثانی لم ینقل حکم اللہ تعالیٰ الی ھذا الرمضان الثانی وفی ھامشہ (لم ینتقل الخ) علی ان الرمضان لیس خلفا للرمضان الاول ولا محلا للمنذور فلا یصح ذالک الاعتکاف فیہ، نور الانوار مع ھامشہ ص ۴۰، مبحث الامر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۲/۴۴۳، باب الاعتکاف.

سنت مؤکدہ کو شروع کر کے اگر توڑ دے تو اس کی قضاء لازم نہیں[1]، عشرہ اخیرہ کا اعتکاف بھی مؤکدہ ہے، گو علی الکفایہ ہے: ومقتضی النظر انه لو شرع فی المسنون اعنی العشر الا واخر بنیته ثم افسده ان یجب قضائه تخریجاً علیٰ قول ابی یوسف رحمة الله علیه فی الشروع فی نفل الصّلٰوة ناویا اربعًا لا علیٰ قولهما (فتح[2] القدیر ص:۱۰۸، ج:۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۸ھ

اعتکافِ مسنون میں ایک روز کا استثناء

سوال:- زید رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف مسنون کرتا ہے، اگر اعتکاف کرنے سے قبل یہ نیت کر لے کہ رمضان کی فلاں تاریخ کو ایک روز یا ایک شب کے لئے باہر سفر میں جاؤں گا، اور جائے اعتکاف سے نکلوں گا، تو کیا اس صورت میں اعتکاف مسنون ادا ہو جائے گا، اور اعتکاف سے باہر نکلنا جائز ہوگا یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اعتکافِ مسنون ادا نہیں ہوگا، اور باہر نکلنے سے اعتکاف باقی نہیں رہے گا۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۹ھ

---

[1] اذا اشرع فی صلاة وقطعها قبل اکمالها فانه یقضیها الا الفرض والسنن فلا قضاء فیهما وانما یؤدیهما، الاشباه والنظائر ص۸۳، کتاب الصلوة، الفن الثانی، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

[2] فتح القدیر ص:۳۹۳، ج:۲، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[3] لایخرج المعتکف من معتکفه لیلا ونهارا الا بعذر وان خرج من غیر عذر ساعة فسد اعتکافه، (عالمگیری کوئٹه ص۲۱۳/۱، باب الاعتکاف، شامی کراچی ص۴۴۷/۲، باب الاعتکاف، مجمع الانهر ص۳۷۸/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

اعتکاف میں غسلِ میت کے لئے نکلنا

مستورات کے اعتکافِ مسنون ٹوٹ جانے پر قضاء کا حکم

سوال:- میں ۲۰/رمضان المبارک کو اعتکاف میں بیٹھ گئی، ۲۲/رمضان المبارک کو ۱۱/بجے دن میں میری بھتیجی کی وفات ہوگئی جس میں اپنے بھائی کے گھر جو چند گز کے فاصلہ پر ہے، چلی گئی اور بھتیجی کو غسل دے کر کفن وغیرہ پہنا کر جب جنازہ گھر سے چلا گیا واپس میں اپنے گھر چلی آئی اور پھر اعتکاف میں بیٹھ گئی، اپنے بھائی کے گھر جب تک رہی ان لوگوں کو صبر دلاتی رہی، اور سمجھاتی رہی، اب سوال یہ ہے کہ میرا اعتکاف صحیح ہوا کہ نہیں؟ یہاں کے امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اعتکاف صحیح نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بھتیجی کے انتقال پر وہاں جا کر غسل وکفن کرنا اور ان لوگوں کو صبر دلانا بہت اجر وثواب کی چیز ہے، لیکن اعتکاف سے نکلنا اس مقصد کے لئے بھی درست نہیں[1]، تاہم اعلیٰ بات یہ ہے کہ آپ دس روز کا اعتکاف مستقل کرلیں، اس میں روزہ بھی رکھیں، حالات اس کی اجازت نہ دیں، تو جس قدر وہاں جانا ہوا، صرف ایک روز کا اعتکاف اور روزہ رکھ کر کرلیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۱ھ

---

[1] لایخرج لعیادة المریض ومجلس العلم، وصلاة الجنازة وانجاء الغریق والحریق والجهاد ولو کان النفیر عاما واداء الشهادة فانه یفسد، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۹، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط ص ۳/۳۸۰، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، مطبوعه ڈابھیل، شامی کراچی ص ۲/۴۴۷، باب الاعتکاف، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے کیا صوم شرط ہے؟

سوال:- ایک شخص رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے، مگر ایک دن بھول سے صبح ہوجانے پر سحری کھالی رات سمجھتے ہوئے، اب دن غروب ہونے پر افطار کرتا ہے، تو واجب اعتکاف کے اندر خلل واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اعتکاف کے لئے صوم شرط نہیں: **والصوم شرط لصحة الاعتكاف المنذر وراهـ (طحطاوی علی المراقی[1] الفلاح ص: ۵۷۸)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۵ھ

معتکف کا قرآن پاک پڑھانا

سوال:- معتکف قرآن مجید ناظرہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ بچے پہلے سے بھی پڑھتے ہوں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جميع او باقيه مخرج على قول ابى يوسف اما على قول غيره فيقضى اليوم الذى افسده لاستقلال كل يوم بنفسه، (شامی کراچی ص ۲/۴۴۵، باب الاعتكاف، عالمگیری س ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص ۲/۴۱۴، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف، مطبوعه كراچى)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] طحطاوى على المراقى الفلاح ص: ۵۷۸، باب الاعتكاف. سكب الانهر ص ۱/۳۷۷، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۲/۳۰۰، باب الاعتكاف، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

پڑھا سکتا ہے[1]، لیکن اگر بچے اتنے چھوٹے ہوں کہ پاکی ناپاکی نہ سمجھتے ہوں تو ان کو مسجد میں نہ بٹھایا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف کا تمبا کو کھانا

سوال: -معتکف تمبا کو کا پان مسجد میں کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھا سکتا ہے جب کہ بدبودار نہ ہو[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیهم الصلاة والسلام واخبار الصالحین وکتابة امعد الدین، فتح القدیر ص ۲/۳۹۸، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالفکر بیروت، مراقی الفلاح، مع الطحطاوی س ۵۸۱، باب الاعتکاف، مطبوعه مصری، الدالمختار علی الشامی کراچی ص ۲/۴۵۰، باب الاعتکاف.

[2] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکرهٗ. (الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص: ۴۴۱، ج: ۱، مطوعه کراچی ص ۱/۶۵۶، مطلب فی احکام المسجد، باب مایفسد الصلاة، عالمگیری ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه کوئٹه، حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان)

[3] ویکره اکل ونوم الالمعتکف وغریب واکل نحو ثوم ویمنع منه (ملخصاً الدر) وملحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتکف کا بیڑی سگریٹ پینا

سوال:- زید بیڑی سگریٹ کا بہت ہی عادی ہے بغیر پیئے رہ نہیں سکتا، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بہ حالتِ اعتکاف مسجد کے باہر بیڑی سگریٹ استعمال کرے یا مسجد میں رہ کر ہی؟ اور زید کے علاوہ مسجد میں معتکف بننے کو کوئی تیار نہیں ہے؟ تو اس صورت میں اس کو معتکف بنایا جائے، یا ترک کر دیا جائے؟ نیز حاجتِ انسانی کے اندر کیا کیا چیزیں داخل ہیں؟ تفصیل درکار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعتکاف کی فضیلت بھی بہت ہے اور منفعت بھی بہت ہے، اس کی طرف اہتمام سے توجہ کی جائے[1]۔ جب قضائے حاجت (پاخانہ پیشاب) کے لئے رات کے وقت مسجد سے باہر جائے تو وہاں یہ حاجت (بیڑی سگریٹ) بھی پوری کرتا آئے، وضو اور مسواک وغیرہ سے منہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....كريهة ماكولا اوغيره. (شامی نعمانیه ص: ۴۴۴، ج: ۱، شامی کراچی ۶۶۹، ج: ۱، قبيل باب الوتر والنوافل) يجب ان تصان عن ادخال الرايحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والنكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتاذى ممايتأذى منه بنو آدم متفق عليه، (حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، عمدة القاری ص ۳/۱۴۴، الجزء السادس، باب ماجاء فی اکل الثوم النی والبصل الخ، کتاب الآذان، مطبوعه دارالفکر بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ومحاسنة كثيرة لان فيه تفريغ القلب عن امور الدنيا وتسليم النفس الى المولىٰ وهو من اشرف الاعمال اذا كان عن اخلاصٍ. (البحرالرائق كوئٹه ص: ۲۹۹، ج: ۲، باب الاعتكاف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۸۴، مطبوعه مصری، باب الاعتكاف، بدائع ص ۲/۲۷۳، اول كتاب الاعتكاف، مطبوعه زكريا ديوبند)

خوب صاف کرے، بدبودار منہ لے کر مسجد میں نہ آئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۹۲ھ

اعتکاف میں بیڑی پینا

سوال:-(۱) حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر بیڑی پینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز ہے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یا بغیر کراہت کے؟

(۳) اس سے پہلے مفتی صاحب فتویٰ دے چکے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت بیڑی وغیرہ پی کر منہ کو مسواک سے خوب صاف کر کے مسجد میں داخل ہو تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قضائے حاجت تو صرف زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ ہوسکتا ہے، اور بیڑی پینے کی ضرورت دس مرتبہ ہوتی ہے، تو یہ دس مرتبہ کہاں استعمال کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) منع ہے[2]۔

---

[1] ویکرہ اکل ونوم الالمعتکف وغریب واکل نحو ثوم ویمنع منه (ملخصاً الدر) وملحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا اوغیره. (شامی کراچی ص ۱/۶۶۹، قبیل باب الوتر والنوافل، حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، عمدة القاری ص ۳/۱۴۴، جزء:۶، باب ماجاء فی اکل الثوم الخ، طبع دارالفکر بیروت.

[2] واکل نحو ثوم ویمنع منه الی قوله علة النهی آذی الملائکة وآذی المسلمین ویلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا أو غیره: شامی کراچی ص: ۶۶۱، ج: ۱، مطلب فی الغرس فی المسجد. حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عمدة القاری ص ۳/۱۴۴، جزء:۶، باب ماجاء فی اکل الثوم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(۲) مکروہ تحریمی ہے[۱]۔

(۳) مسجد میں ہرگز نہ پئے[۲]۔ جب سب مرغوبات کو ترک کیا ہے، تو اس سے بھی صبر کرے، اعتکاف کا مقصد بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ صبر کی عادت پیدا ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۹۲ھ

بار بار بیتُ الخلاء جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا

سوال: -معتکف کو دست لگنے لگے اس وجہ سے ۱۵/۲۰/ بار دن میں گھر جانا پڑتا ہے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمّی بالتتن فتنبه وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الی قوله ظاهر کلام العمادی أنه مکروه تحریما ویفسق فتعاطیه. شامی کراچی ص: ۴۶۰، ج: ۶، کتاب الاشربة قبیل کتاب الصید.

[۲] واکل نحوثم ویمنع منه الی قوله علة النهی آذی الملائکة و آذی المسلمین. (شامی کراچی ص: ۶۶۱، ج: ۱، مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیری ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان)

[۳] وان خرج بعذر یغلب وقوعه وهو ما مر. (ای من الحاجة الطبعیة والشرعیة) لا غیر لایفسد. (شامی کراچی: ۴۴۷، ج: ۲، باب الاعتکاف، مجمع الانهر ص ۳۷۸/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۴۱۱/۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، مطبوعه کراچی)

معتکف بیتُ الخلاء کے لئے نکل کر کتنا کام کرسکتا ہے؟

سوال:-معتکف کا بیتُ الخلاء کر کے گھر میں جانا، بیوی بچوں سے بات چیت کرنا، کوئی کتاب اٹھا کر لانا، کاغذات حساب وغیرہ کے اُٹھا کر لانا، باہر سے آئی ہوئی ڈاک پڑھنا، مہمانوں سے بات چیت کرنا، جو باہر سے آئے ہوں سلام دعاء، خیر وعافیت دریافت کرنا، کپڑے بدن، نہانا اور کپڑے دھونا، خطوط کے جواب لکھنا وغیرہ عمل کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیتُ الخلاء سے فارغ ہو کر ان کاموں کے لئے مستقلاً مکان پر نہ ٹھہرے، چلتے چلتے ضروری بات سلام ودعا مہمان سے کرسکتا ہے[1]، بقیہ اشیاء مکان سے لاسکتا ہے، ڈاک مسجد میں لاکر پڑھے مسجد میں ہی جواب لکھے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف سحر وافطار، استنجاء اپنے مکان پر کرے

سوال:-معتکف کا مکان مسجد سے چند قدم پر ہے، معتکف سحر وافطار، چھوٹا بڑا استنجاء

---

[1] وحرم علیه الخروج الالحاجة الانسان طبعية كبول وغائط (الدر) ولا يمكث بعد فراغه من الطهور. (شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، باب الاعتكاف، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۳۷۸/۱، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العليمية بيروت)

[2] (وكره) تكلم الا بخير كقراءة قرآن وحديث وعلم، وكتابته امور الدين (الدرالمختار مع الشامی ملخصاً ص ۴۵۰، ج۲، باب الاعتكاف، مطبوعه كاراچی، تاتارخانيه ص ۴۱۴/۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتكاف، مطبوعه كراچی، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۸۱، باب الاعتكاف، مطبوعه مصری)

غسل وغیرہ گھر کرسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

چھوٹا بڑا استنجاء تو بہر حال مسجد سے باہر ہی ہوگا، غسلِ جنابت بھی باہر کرے گا[۱]۔ سحر وافطار کی مسجد میں اجازت ہے، اس کے لئے باہر نہ جائے، کوئی لانے والا نہ ہوتو مکان سے جا کر لے آئے، استنجاء کے لئے اگر اپنے گھر ہی کا عادی ہوتو وہاں چلا جایا کرے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعتکاف میں حدث

سوال:- اعتکاف میں جاگتے اور سوتے بار بار حدث ہوتا ہوتو بار بار وضو کرنا ہوگا، اور ایسی حالت میں تفسیر وفقہی کتب کا دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

باوضو رہنا مستحب ہے، واجب نہیں[۳]۔ تفسیر وفقہ کی کتب کا مطالعہ بھی باوضو مستحب

---

[۱] وحرم علیه الخروج الالحاجة الانسان طبعية كبول وغائط وغسل لواحتلم. (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۲/۴۴۵، باب الاعتکاف، تاتارخانیه ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، مطبوعه کراچی، النهر الفائق ص ۲/۴۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دالکتب العلمية بيروت)

[۲] اذا كان لايالف غيره بان لا يتيسر له الاّ فی بيته فلا يبعد الجواز بلا خلاف. (شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۱۳۲، ج:۲. باب الاعتکاف.

[۳] ومنه (من المندوب) المحافظة علی الوضوء وتفسير ان يتوضاء كلما احدث (تاتارخانیه ص ۱/۱۱۳، قبل مايوجب الوضوء، مطبوعه کراچی، خانیه کوئٹه ص ۱/۳۲، باب الوضوء والغسل الخ، فصل فی صفة الوضوء، طحطاوی مصری ص ۶۶، فصل فی اوصاف الوضوء)

ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بحالتِ اعتکاف اخراجِ ریاح

سوال:- مجھے خروجِ ریح کا مرض ہے، خروجِ ریح آواز اور بغیر آواز دونوں طرح سے ہوتا ہے، تو اس حالت میں کیا میں اعتکاف کرسکتا ہوں؟ اگر اس بستی میں ایسے شخص کے سوا کوئی اور شخص اعتکاف سنت علی الکفایہ میں معتکف ہونے والا نہ ہو تب بھی اسکو اعتکاف کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے[2]، مسجد میں احداث مکروہ ہے[3]، جس کا یہ حال ہو کہ اس کو ریاح سے نجات نہ ہو واس کو احترامِ مسجد کے پیشِ نظر اعتکاف سے احتیاط چاہئے خاص کر جب کہ کوئی دوسرا اعتکاف کرنے والا موجود ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۹ھ

---

[1] وضوء مندوب فی احوال کثیرة کمس الکتب الشرعیة. (مراقی مصری ص:۱۳، فصل فی اوصاف الوضوء، طحطاوی مصری ص:۶۶، فصل فی اوصاف الوضوء، شامی کراچی ص:۱۷۶، ج:۱، قبیل باب المیاہ)

[2] وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من اکل من ھذہ الشجرة المنتنة فلا یقربن مسجدنا فان الملائکة تتأذی مما یتاذی منه الانس، متفق علیه، (مشکوة شریف ص۶۸، باب المساجد، ومواضع الصلوة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[3] لایخرج الریح فیه من الدبر. (شامی کراچی ص۶۵۶/۱، شامی نعمانیه ص:۴۴۱، ج:۱، مطلب احکام المسجد، وشامی کراچی ص۱۷۲/۱، کتاب الطهارة، یوم عرفة افضل من یوم الجمعة، عالمگیری ص۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی آداب المسجد)

مسجد کی ایک جانب سے دوسری جانب منتقل ہونا

سوال:- اعتکاف میں مسجد کے دائیں رُخ پر کھڑکی دریچہ ہے جہاں ہوا اور روشنی کی تنگی ہے، اور بائیں طرف بڑے بڑے دروازے موجود ہیں، جہاں ہوا اور روشنی کی کافی سہولت ہے تو معتکف دائیں سمت کو چھوڑ کر بائیں جانب اپنا حصار کا پردہ باندھنے میں افضل واولیٰ کا معاملہ رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں کافی توسع ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کا اعتکاف گھر پر نفلی ہے یا سنت ہے

سوال:- گھر پر عورت کا اعتکاف نفل ہوگا یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ نفلی اعتکاف بھی کرسکتی ہے سنت بھی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هو (الاعتكاف) شرعاً لبث ذكر فى مسجد جماعة مطلقاً (الدر المختار مع الشامى ص: ۴۴۰، ج: ۲، باب الاعتكاف، عالمگیری ص ۲۱۱/۱، الباب السابع فى الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۴۲/۲، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] والمرأة تعتكف فى مسجد بيتها وينقسم اى الاعتكاف الى واجب وهو المنذور والى سنة مؤكدة وهو فى العشر الاخير من رمضان والى مستحب وهو ما سواهما. (عالمگیری كوئٹه ص ۲۱۱/۱، الباب السبع فى الاعتكاف، النهر الفائق ص ۴۵/۲، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۴۴۱/۲، باب الاعتكاف)

ترکِ اعتکاف سے کیا عورت بھی گنہگار ہے؟

سوال:- اگر کسی بستی سے کوئی صاحب معتکف نہ ہوئے، تو صرف بالغ مرد گناہگار ہوں گے یا مرد، عورت، بالغ، نابالغ لڑکے بھی گنہگار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ مکلّف نہیں اس پر گناہ نہیں[1]۔ عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے، بلکہ اپنے مکان میں ایک جگہ متعین کر کے وہیں اعتکاف کرے[2]۔ کسی نے بھی نہ کیا تو سب بالغ ترکِ سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کا اعتکاف

سوال:- نابالغ بچہ معتکف ہوا کیا حکم ہے؟

---

[1] فصل واما شرائط صحته فنوعان الی ان قال اما مایرجع الی المعتکف فمنها الاسلام والعقل الخ، بدائع زکریا ص ۲/۲۷۴، کتاب الاعتکاف، شرائط صحته، النهر الفائق ص ۲/۴۳، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۱/۲۱۱، الفصل السابع فی الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه.

[2] او لبث امرأة فی مسجد بیتها ویکره فی المسجد. (درمختار مع الشامی ص: ۴۴۱، ج: ۲، باب الاعتکاف، مطبوعه کراچی، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۶، باب الاعتکاف، مطبوعه مصری، النهر الفائق ص ۲/۴۵، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] لوترک أهل بلدة بأسرهم یلحقهم الاساء والا فلا کالتاذین. (مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلیمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ اعتکاف کرے گا تو اس کو بھی ثواب ملے گا۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اعتکاف سے روکنا

سوال:- کوئی جاہل معتکف صاحب کو ممانعت کرے اور کہے کہ اس مسجد سے چلے جاؤ، یہاں اعتکاف کی ضرورت نہیں، تو ایسے نامعقول کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے وجہ دریافت کر کے اس کا شبہ رفع کر دیا جائے اگر وہ محض عناداً کہتا ہو تو اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں، اس کا شرعی حکم آپ نے خود ہی لکھ دیا کہ وہ جاہل نامعقول ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] (۱) واما البلوغ فليس بشرط حتى يصح اعتكاف الصبى العاقل الخ، البحر الرائق ص ۲/۲۹۹، باب الاعتكاف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، بدائع زكريا ص ۲/۲۷۴، كتاب الاعتكاف، شرائط صحته، شامى كراچى ص ۲/۴۴۰، باب الاعتكاف،

(۲) حسنات الصبى له لا لابويه بل لهما ثواب التعليم. (الدر المختار على الشامى كراچى ص: ۲۱۵، ج: ۲، شامى نعمانيه ص: ۵۸۷، ج: ۱، كتاب الجنائز)

[۲] خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين. سورۂ اعراف ص: ۱۹۹،

ترجمہ:- عادت کرو درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

اعتکاف کی حالت میں تقبیلِ وجہ

سوال: -معتکف نے محض دلداری کی خاطر بلاشہوت اپنی بیوی کے رُخسار کو چوم لیا، تو مطلق بوسہ لینا مفسد اعتکاف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا درست نہیں، لیکن اس سے نہ اعتکاف فاسد ہوا نہ روزہ فاسد ہوا، قضاء بھی واجب نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۸۹ھ

معتکف کے لئے امور مباح

سوال: -معتکف کو کبھی پردہ سے باہر یعنی مسجد کے جماعت خانہ میں بھی نماز سنت ونفل وتلاوت قرآن یا کسی کتاب کا دیکھنا کیسا ہے؟ اور جماعت خانہ میں کتاب کا سنانا، اذان دینا، تکبیر کا کہنا، وعظ کہنا، عمدہ اخبار کا دیکھنا اور دینی مضامین کا ترجمہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب درست ہے[۲]، البتہ اذان بلند مقام پر کہنا مستحب ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولو لم ينزل (اى بقبلة اولمس) لم يبطل ولذا لم يفسد به الصوم وان حرم الكل اى كل ما ذكر من دواعى الوطئ اذلا يلزم من عدم البطلان بها حلها لعدم الحرج. (شامى كراچى ص: ۴۵۰، ج: ۲، شامى نعمانيه ص: ۱۳۵، ج: ۲، باب الاعتكاف، تاتارخانيه ص ۲/۴۱۳، باب الاعتكاف، مطبوعه كراچى، بدائع زكريا ص ۲/۲۸۶، كتاب الاعتكاف، مايفسده ومالايفسده)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملاقاتیوں سے معتکف کا بات چیت اور خیریت معلوم کرنا

سوال:- باہر کے حضرات ملاقات کے لئے آئیں تو ان سے بات چیت خیریت اور دوسرے غائب حضرات کے حالات معلوم کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف کا ہڈی وغیرہ ڈالنے کے لئے باہر نکلنا

سوال:- اعتکاف کی حالت میں ہاتھ دھونے کا پانی اور دسترخوان پر ہڈی یا کھجور کی گٹھلی وغیرہ مسجد کے باہر پھینک سکتا ہے؟ اسی طرح بوریا یا بستر وغیرہ دھوپ میں رکھ سکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ویکرہ صمت وتکلم الابخیر کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امورا لدین. (الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص:۱۳۵، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۴۹، ج:۲، باب الاعتکاف، فتح القدیر ص۲/۳۹۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، عالمگیری ص۱/۲۱۲، الفصل السابع فی الاعتکاف، مطبوعہ کوئٹہ)

۳ ویسن الآذان فی موضع عال، شامی زکریا ص۲/۴۸، باب الآذان،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ویکرہ صمت وتکلم الا بخیر وھو مالا اثم فیہ ومنہ المباح عند الحاجۃ الیھا. (الدرالمختار مع الشامی نعمانیہ ص:۱۳۵، ج:۲، شامی کراچی ص:۴۴۹، ج:۲، باب الاعتکاف، البحر الرائق ص۲/۳۰۴، باب الاعتکاف، مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص۱/۳۸۰، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، طحطاوی ص۵۸۱، مطبوعہ مصری)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد ہی سے گٹھلی پانی وغیرہ باہر پھینک سکتا ہے، اور مسجد ہی سے بوریا بستر وغیرہ دھوپ میں رکھ سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

معتکف کا قضائے حاجت کو جاتے ہوئے سلام وکلام کرنا

سوال:- بیت الخلاء جاتے ہوئے کسی کی خیریت پوچھ سکتے ہیں، اگر کوئی اپنی خیریت معلوم کرے سلام کا اشارہ کرے تو جواب دینا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آتے جاتے سلام کرنا جواب دینا خیریت بتانا پوچھنا، سب درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اس لئے کہ معتکف کے لئے نکلنا ممنوع اور یہ پھینکنے اور رکھنے کے لئے نکلنے کی ضرورت نہیں۔ ولا یخرج منه الالحاجة شرعية كالجمعة اوطبعية كالبول والغائط. (البحرالرئق ص: ۳۰۱، ج: ۲، باب الاعتكاف، طحطاوی ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص ۳۷۸/ ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] البتہ طبعی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد سلام کرنے یا اس کا جواب دینے کے لئے ٹھہرنا منع ہے۔ لايخرج منه الا لحاجة شرعية كالجمعة اوطبيعية كالبول والغائط ولا يمكث بعد فراغه من الطهور لان ماثبت بالضرورة بتقدر يقدرها. (البحر الرائق كوئٹه ص: ۳۰۱، ج: ۲، باب الاعتكاف، طحطاوی مصری ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، شامی كراچی ص ۴۴۵/ ۲، باب الاعتكاف)

معتکف کا مسجد میں بذریعۂ مائک باہر مجمع کو خطاب کرنا

سوال:- کیا معتکف مائک کے ذریعہ باہر کے جلسۂ عام میں مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطاب کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرسکتا ہے، جب کہ وہ خطاب دینی واصلاحی مضامین سے متعلق ہو[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعتکاف کفایہ ہر مسجد ہر شہر میں ہے؟

سوال:- کتنی آبادی پر ایک آدمی کا اعتکاف کافی ہوگا، مثلاً جیسے مدراس، کلکتہ، بمبئی وغیرہ میں ایک آدمی کا اعتکاف کافی ہوگا، یا کئی آدمیوں کو بیٹھنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے، کہ ہر مسجد میں کم از کم ایک آدمی اعتکاف کرے، اس سنت علی الکفایہ کی طرف سے بہت غفلت ہے، جو کہ بہت بڑی محرومی ہے، اگر محلّہ یا شہر میں ایک بھی معتکف

---

[1] ویکرہ تکلم الابخیر کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین. (ملخصاً الدرالمختار مع الشامی ص:۱۳۵، ج:۲، مطبوعہ نعمانیہ، شامی کراچی ص:۴۴۹، ج:۲، باب الاعتکاف، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۱، باب الاعتکاف، ہندیہ کوئٹہ ص ۲۱۲/۱، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف)

ہے تو کافی ہو جائے گا۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعتکاف میں غسل

سوال:- حالت اعتکاف میں آرام وٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غسل کرنا جائز ہے؟ اگر غسل کرے تو مسجد کے اندر یا باہر؟

(الف) کنواں، غسل خانہ وضو کی جگہ مسجد کے حدود میں ہے یا باہر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل کرنا درست ہے، مسجد ہی میں کسی ٹپ وغیرہ بڑے برتن میں لے کر[۲]۔ اگر غسل خانہ میں استنجاء کرنے جائے تو وہاں بھی جلدی سے کرسکتا ہے۔

(الف) عامۃً یہ چیزیں حدود مسجد سے خارج ہوتی ہیں بلاضرورت معتکف کو وہاں جانا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] (سنة كفاية) فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين. (شامی نعمانیه ص: ۱۳۹، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۴۴۲، ج: ۲، باب الاعتكاف، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۷۸، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۲] لو امكنه من غير ان يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع اى بان كان فيه بركة ماء او موضع معه للطهارة او اغتسل فى اناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل. (شامی کراچی ص: ۴۴۵، ج: ۲، شامی نعمانیه ص: ۱۳۲، ج: ۲، باب الاعتكاف، بدائع زكريا ص ۲/۲۸۷، كتاب الاعتكاف، فصل واما ركن الاعتكاف، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف)

اعتکاف مسجد ہی میں ہے باہر نہیں

سوال:- رمضان شریف میں ایک عشرہ کا تین روز کا اعتکاف فرض کفایہ مسجد میں کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ ایک شخص مسجد کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ مسجد میں کپڑے بھی خراب ہوسکتے ہیں ہوا بھی خارج ہوسکتی ہے، مسجد کے علاوہ بھی دوسری جگہ اعتکاف ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ مسجد کے نیچے کا حصہ جس کو تحت الثریٰ بولتے ہیں، اس میں اعتکاف کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ اس میں لیٹنا، بیٹھنا جانوروں کا باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرض کفایہ نہیں، بلکہ سنت کفایہ ہے[1]، اور یہ مسجد ہی میں ہوتا ہے، خارج مسجد کسی مکان میں یا صحن مسجد سے الگ جہاں جوتے اتارتے ہیں، جو نماز کے لئے متعین نہیں ہے وہاں درست نہیں[2]، عورت البتہ اپنے مکان میں اعتکاف کرے گی[3]۔ اگر مسجد میں اعتکاف کی حالت میں بدن ناپاک ہوجائے کپڑے خراب ہوجائیں

---

[1] وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان اى سنة كفاية كما في البرهان وغيره. (درمختار على هامش الشامي كراچي ص: ۴۴۲، ج: ۲، مطبوعه زكريا ص: ۴۳۰، ج: ۳، باب الاعتكاف، مراقي مع الطحطاوي مصري ص ۵۷۸، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۳۷۶/۱، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] هولبث ذكر في مسجد جماعة هو ماله امام ومؤذن (الدر مع الشامي كراچي ص ۴۴۰/۲، باب الاعتكاف، هنديه كوئٹه ص ۲۱۱/۱، الباب السابع في الاعتكاف، النهر الفائق ص ۴۳/۲، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3] امرأة في مسجد بيتها ويكره في المسجد ولا يصح في غير موضع صلاتها من بيتها درمختار على الشامي كراچي ص: ۴۴۱، ج: ۲، مطبوعه زكريا ص: ۴۲۹، ج: ۳. باب الاعتكاف

تو مسجد سے باہر جاکر پاکی حاصل کرلے[۱]، اعتکاف کی حالت میں وہاں کھانا پینا سونا سب درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۵ھ

غسلِ سنت وتبرید کے لئے معتکف کا خروج

سوال:- معتکف کو غسلِ سنت یا غسل تبرید کے لئے مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزئیہ صراحۃً نہیں ملا، اشعۃ اللمعات میں اوراد احسانی سے مطلقاً خروج للغسل کو نقل کیا ہے[۳]، غسل واجب ہو یا سنت ہو، لیکن اوراد احسانی بذاتِ خود ایک مجموعۂ موضوعات ہے۔

---

[۱] وحرم عليه الخروج الا لحاجة الانسان طبيعية كبول وغائط وغسل لواحتلم ولايمكنه الاغتسال فى المسجد الى قوله ولا يمكث بعد فراغه من الطهور. (درمختار على الشامى كراچى ص:۴۴۵، ج:۲، شامى زكريا ص:۴۳۴، ج:۳. باب الاعتكاف، النهر الفائق ص۲/۴۶، باب الاعتكاف، مطبوعه مكه مكرمه، فتاوى عالمگيرى كوئٹه ص۱/۲۱۲، الباب السابع فى الاعتكاف)

[۲] وخص المعتكف بأكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه لنفسه اوعياله فلو لتجارة كره: (درمختار على الشامى كراچى ص:۴۴۸، ج:۲، شامى زكريا ص:۴۴۰، ج:۳. باب الاعتكاف، النهر الفائق ص۲/۴۷، باب الاعتكاف، مطبوعه مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص۲/۳۰۳، باب الاعتكاف)

[۳] وكان لايدخل البيت الا لحاجة الانسان (الى قوله) وہمچنیں برائے نماز جمعہ وغسل جمعہ روایتے صریح درآں از اصول نمی یابم جز آنکہ در شرح اوراد گفتہ است کہ بیروں می آمد برائے غسل فرض باشد یا نفل متفق علیہ (اشعة اللمعات ص۲/۱۲۰، باب الاعتكاف، مطبوعه نوريه رضويه كراچى)

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسل تبرید یا غسل مسنون کے لئے مستقلاً نہ نکلے بلکہ قضائے حاجت کے لئے جب نکلے تو استنجاء کرتے وقت غسل بھی کر لے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/۲/۶۶ھ

وضو اور اذان کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

سوال:- (۱) معتکف اذان دینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر جا سکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) اور مسجد میں کسی برتن میں اس طرح وضو کرنے پر قادر ہونے کے باوجود کہ تلویث مسجد لازم نہ آوے، معتکف وضو کرنے کے لئے باہر جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مؤذن مینارۂ مسجد پر چڑھ کر اذان دے اور اس کا دروازہ خارجِ مسجد ہو تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، کذا فی البدائع ص:[2] ۱۱۵، ج:۲، رد المحتار[3] ص:۱۸۱، ج:۲، والبحر

---

[1] لو خرج لها ثم ذهب لعيادة مريض اوصلاة جنازة من غير ان يكون خرج لذلك قصدا فانه جائز. (شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۱۳۲، ج:۲، باب الاعتكاف، بحر كوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتكاف، بدائع زكريا ص ۲/۲۸۴، كتاب الاعتكاف، فصل واما ركن الاعتكاف)

[2] ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وان كان باب المئذنة خارج المسجد لان المئذنة من المسجد. (بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۲۸۴، كتاب الاعتكاف، فصل واما ركن الاعتكاف الخ)

[3] شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۱۳۲، ج:۲، باب الاعتكاف

ص[۱]:۳۰۳، ج:۲، والفتح ص[۲]:۱۱۱، ج:۱، لیکن حدِ مسجد سے باہر جا کر اذان دینے کا حکم میں نے نہیں دیکھا البتہ سکب الانہر ص:۲۵۲، ج:۱، میں خروج للاذان کی اجازت دی ہے اور منارہ کی قید نہیں لگائی[۳]۔

(۲) مسجد میں اس طرح وضو کرنے کے متعلق لا بأس بہ کا لفظ مذکور ہے، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واجب نہیں بلکہ باہر بھی جا سکتا ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف کا خارج مسجد سے ہو کر اذان کے لئے جانا

سوال: -مسجد کے زینہ پر سے جو کہ مسجد سے خارج ہے اذان کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی گنجائش ہے[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ البحر الرائق کوئٹہ ص:۳۰۳، ج:۲، باب الاعتکاف،

۲ فتح القدیر ص:۳۹۶، ج:۲، باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

۳ ولایخرج المعتکف الا لحاجة الانسان طبیعیة او شرعیة کعید او اذان الخ، (سکب الانہر علی مجمع الانہر ص۳۷۸/۱، باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)

۴ فلو امکنہ من غیر ان یتلوث المسجد فلا بأس بہ. (شامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲ باب الاعتکاف، بدائع زکریا ص:۲۸۴، ج:۲، کتاب الاعتکاف، فصل واما رکن الاعتکاف الخ، بحر کوئٹہ ص۳۰۳/۲، باب الاعتکاف)

۵ وحرم علیہ الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة أو شرعیة کعید وأذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد. (درالمختار علی ہامش الشامی کراچی ص:۴۴۴، ج:۲، مطبوعہ زکریا ص:۴۳۴، ج:۳. باب الاعتکاف، بدائع زکریا ص۲۸۴/۲، فصل واما رکن الاعتکاف، البحر الرائق ص۳۰۳/۲، باب الاعتکاف)

معتکف کا وضو کے لئے گھر جانا

سوال:- اگر معتکف کا وضو ٹوٹ جائے اور پانی مسجد سے باہر ہو اور کوئی شخص بھی موجود نہ ہو تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھر جا کر وضو کرے اور فوراً واپس آجائے: **ولا بأس بان يدخل بيته للوضوء ولا يمكث بعد الفراغ**.[1] (مجمع الانہر) لیکن یہ حکم واجب وضو کا ہے، مستحب وضو کے لئے نکلنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو تو معتکف ندی پر وضو کرلے

سوال:- مسجد میں وضو کے لئے پانی کا انتظام نہیں، قریب، ۵۰/۶۰ رقدم پر ندی ہے سب لوگ ندی سے وضو کر کے آتے ہیں، معتکف بھی ہر نماز کا وضو کرنے غسل کرنے کپڑے دھونے جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک دفعہ جائے آئندہ کے لئے پانی لیتا آئے، فرش مسجد کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کر لیا کرے، جب پانی ختم ہو جائے اور کوئی لانے والا نہ ہو تو خود چلا جائے، کپڑے بھی لا کر مسجد

---

[1] مجمع الانهر ص:۳۷۸، ج:۱، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، طبع دار الكتب العلمية بيروت. هنديه كوئٹه ص ۲۱۲/۱، الباب السابع فى الاعتكاف، محيط برهانى ص ۳۸۰/۳، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل گجرات)

کے کنارے بیٹھ کر دھوئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف کا حوض سے پانی لینا

سوال:- اگر حمام مسجد کے فرش سے الگ ہو تو معتکف وضو کے لئے حوض سے پانی لے سکتا ہے یا نہیں، جب کہ اندر کوئی آدمی ہی نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی پانی لانے والا نہیں ہے تو لا سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

معتکف کا جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا

سوال:- ایک مسجد میں تین آدمی اعتکاف میں بیٹھے ایک ساتھ اب الوداع جمعہ آیا، اور یہ اعتکاف کی مسجد جامع مسجد سے دوسرے محلّہ میں تھی، اور جامع مسجد کا محلّہ دوسرا ہے، اور

---

[1] وحرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم ولایمکنه الاغتسال فی المسجد کذا فی النهر. (درمختار علی هامش الشامی کراچی ص:۴۴۵، ج:۲ باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۲/۴۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف)

[2] ولایخرج المعتکف من معتکفه لیلا ولانهاراً الا بعذر. (تاتارخانیه کراچی ص: ۴۱۱، ج:۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، محیط برهانی ص ۳/۳۷۹، کتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، مطبوعه مجلس علمی گجرات، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف)

یہ تینوں معتکف اس مسجد سے جامع مسجد گئے نماز جمعہ کے لئے ان میں سے ایک آدمی جامع مسجد کا پیش امام ہے، اس نے جاتے ہی ایک آدمی سے عام آدمیوں کے سامنے پوچھا کہ گھڑی میں چابی دے دی گئی ہے یا نہیں؟ اور نماز عید کے بارے میں ٹائم معلوم کرنے کو عام آدمیوں کے سامنے کچھ باتیں کیں اور قریب بیس منٹ کچھ دین کی باتیں بھی بیان کیں، حالاں کہ دین کی باتیں اور گھڑی میں چابی یہ سب پیش امام ہی ہر جمعہ کو دیتا رہا ہے، اب علماء دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں ان لوگوں کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۲ھ

معتکف کا تبلیغی اجتماع میں شرکت کرنا

سوال:- کیا معتکف تبلیغی اجتماعات میں تقریر وغیرہ کرنے شریک ہوسکتا ہے، جب کہ اس کی شرکت کے بغیر اجتماع کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن حوائج طبعیہ شرعیہ کیلئے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے، اس میں

---

[1] ولا خرج لوجه مباح كحاجة الانسان او الجمعة وعاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان يخرج لذالک قصدا وذالک جائز وبه علم انه بعد الخروج بوجه مباح انما يضر المكث لو فی غير مسجد لغير عيادة (شامی کراچی ص ۲/۴۴۶، مطبوعه زکریا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتكاف، بحر كوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتكاف، بدائع زكريا ص ۲/۲۸۴، كتاب الاعتكاف، فصل واما ركن الاعتكاف)

شرکت اجتماع نہیں اس لئے اس کا اعتکاف ختم ہوجائے گا۔[۱] یہ اور بات ہے کہ اس کی وجہ سے اس سے باز پرس نہ ہو اور اس کو گنہ گار قرار نہ دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معتکف کا اخراجِ ریح کے لئے بیتُ الخلاء جانا

سوال:- معتکف اگر ہوا خارج کرنے کیلئے بیت الخلاء جائے تو کیا اعتکاف فاسد ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۲ھ

معتکف کو نماز جنازہ کے لئے باہر نکلنا

سوال:- معتکف مسجد میں اعتکاف کررہا ہے، اتفاقاً جنازہ حاضر ہوا، اب محلّہ والے

---

[۱] وحرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان طبیعیة کبول وغائط وغسل او شرعیة کعید واذان الخ. (الدرالمختار علی الشامی ص:۴۴۴، ج:۲، مطبوعه کراچی، شامی زکریا ص:۴۳۴، ج:۳. باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۲/۴۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف)

[۲] وکذا لا یخرج فیه الریح من الدبر کما فی الاشباه واختلف فیه السلف فقیل لا بأس وقیل یخرج اذا احتاج الیه وهو الاصح. (شامی کراچی ص:۶۵۶، ج:۱، شامی نعمانیه ص:۴۴۱، ج:۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد، هندیه کوئٹه ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد)

بوجہ تبرک معتکف صاحب سے نماز پڑھوانا چاہتے ہیں، ان میں سے کوئی اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں جانتا۔ شرعی اعتبار سے معتکف نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلوٰۃ جنازہ کیلئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے: **ولو خرج لجنازة يفسد اعتكافه و كذا لصلاتها ولو تعينت عليه**[1] **(هنديه ص: ۲۱۱، ج: ۱)**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/رجب ۱۳۵۶ھ

معتکف کا جنازہ میں شرکت کرنا یا عیادت کرنا

سوال: -معتکف کو شرکتِ جنازہ وعیادتِ مریض کے لئے اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر آتشزدگی ہو تو اس کو بجھانا جب کہ اپنے گھر کے جلنے کا بھی خوف ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالتِ اعتکاف میں شرکتِ جنازہ اور عیادتِ مریض کے لئے اگر مسجد سے نکلے گا تو اعتکاف باقی نہیں رہے گا البتہ بغیر اس کے جائے کام نہ چلے، تو گنہگار نہیں ہوگا: **يفسد لو**

---

[1] فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص: ۲۱۲، ج: ۱، الباب السابع فی الاعتکاف، تبیین الحقائق ص ۱/۳۵۱، باب الاعتکاف، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی کراچی ص ۲/۴۴۸، باب الاعتکاف،

لعیادة مریض او شهود جنازة وان تعینت علیه الا انه لا یاثم کمافی المریض (شامی[1] ص: ۱۳۳، ج: ۲) اس کی مثال اس طرح سمجھئے جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ سامنے کوئی نابینا ہے جو کنویں میں گرنے کے قریب ہے اور کوئی خبردار کرنے والا نہیں تو یہ نمازی فوراً اس کو جا کر بچائے یا آواز دے کر کہہ دے تو یہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ نماز فاسد ہوجائے گی، وہ باقی نہیں رہے گی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۹۷ھ

معتکف کا خارجِ مسجد تراویح کے لئے جانا

سوال:- مذکورہ صورت میں معتکف تراویح کے لئے صحن میں جا سکتا ہے یا نہیں، کہ اگر اعتکاف کیوقت نیت کی ہو تو نکل سکتا ہے ورنہ نہیں، آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد نہیں، وہاں تراویح پڑھنے سے تراویح کی فضلیت تو حاصل ہوجائے گی لیکن سنت کفایہ مسجد میں حاصل ہوگی، اور مسجد میں پڑھنے کا ستائیس درجہ ثواب ہے، وہ نہیں ملے گا۔

---

[1] شامی کراچی ص: ۴۴۷، ج: ۲، شامی نعمانیه ص: ۱۳، ج: ۲. باب الاعتکاف، هندیه کوئٹه ص ۲۱۲/۱، الباب السابع فی الاعتکاف، تبیین الحقائق ص ۳۵۱/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولو رای اعمی عند البئر فخاف علیه ان یقع فیها قطع الصلاة لاجله. (فتاوی عالمگیری کوئٹه ص: ۱۰۹، ج: ۱، ممایتصل بذلک مسائل، مفسدات الصلاة)

(کبیری ص:۳۸۴[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- اور اگر نہیں نکل سکتا ہو تو تمام مصلی مسجد میں پڑھیں یا صحن میں؟ حالانکہ سخت گرمی کی حالت ہے، اور مصلّی اندر پڑھنے کی حالت میں بہت بے چین رہتے ہیں تو باہر پڑھنے میں کسی قسم کا نقص تو واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمام مصلّی اگر صحن میں (جو کہ خارجِ مسجد قرار دیا ہے) پڑھیں گے تو ۲۷/درجہ ثواب میں کمی رہے گی، مسجد میں پڑھنے سے نفسِ نماز کا ثواب مستقلاً ۲۷/درجہ زیادہ ملے گا، اور گرمی کے تحمل اور معتکف کی رعایت وغیرہ امور کا ثواب مزید ملے گا، یا صحن داخلِ مسجد کیا جائے یا پنکھے وغیرہ سے ہوا کا انتظام کیا جاوے، تراویح میں پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] الجماعة فی المسجد سنة علی سبیل الکفایة: لو صلی جماعة فی البیت علی هئیة الجماعة فی المسجد نالوا فضیلة الجماعة وهی المضاعفة بسبع وعشرین درجة لکن لم ینالوا فضیلة الجماعة الکائنة فی المسجد. (کبیری ص: ۴۰۲، تراویح. طبع لاهور، شامی کراچی ص ۲/۴۵، مبحث صلاة التراویح، بحر کوئٹه ص ۲/۶۸، باب الوتر والنوافل)

[2] **تنبیه:** خارجِ مسجد با جماعت نماز پڑھنے سے جماعت کا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتکف کو خارج مسجد جانا درست نہیں

سوال: -صحن کو خارج از مسجد ماننے کی صورت میں معتکف تراویح ادا کرنے کے لئے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی غلام حاجی یوسف ترکیسر ضلع سورت

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ حصہ مسقفہ میں جماعت نہیں ہوتی، تو پھر وہاں اعتکاف درست نہیں، کیونکہ ایسی حالت میں جماعت کیلئے باہر نکلنا ہوگا، اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہئے جہاں جماعت ہوتی ہو، تاکہ جماعت کیلئے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱۰/۶۱ھ

جوابات صحیح ہیں: اگر فرائض کی جماعت مسجد میں ہوتی ہو اور تراویح کی خارجِ مسجد

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... ثواب حاصل ہو جائے گا، البتہ فضیلتِ مسجد حاصل نہیں ہوگی، اور ترک سنت علی الکفایہ لازم آئے گا۔ اور ۲۷/درجہ ثواب مطلق باجماعت نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (کوکب عالم)

الجماعة فی المسجد سنة علی سبیل الکفایة لو صلی جماعة فی البیت علی هیئة الجماعة فی المسجد نالوا فضیلة الجماعة وهی المضاعفه بسبع وعشرین دوجة لکن لم ینالوا فضیلة الجماعة الکائنة فی المسجد. (کبیری ص: ۴۰۲، تراویح، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۳۳۵، فصل فی صلاة التراویح، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۶/۱، فصل فی التراویح)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ومنها مسجد الجماعة فیصیح فی کل مسجد له اذان واقامة هو الصحیح. (عالمگیری ص: ۲۱۱، ج: ۱، باب الاعتکاف، تبیین الحقائق ص ۳۵۰/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۱/۲، باب الاعتکاف)

تو تراویح کی جماعت کیلئے معتکف کو باہر جانا جائز نہیں مسجد میں خود تراویح ادا کرے[۱]۔

فقط واللہ اعلم سعید احمد غفرلہ ۹ رشوال ۶۱ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹ رشوال ۶۱ھ

معتکف کا ضرورت کیلئے مسجد سے نکل کر کسی سے بات چیت کرنا

سوال: -معتکف بیتُ الخلاء کے لئے گھر جا رہا تھا، راستہ میں دوستوں سے ہنسی مذاق کی بات چیت کھڑے ہو کر کی یا چلتے چلتے کی، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لغو ہنسی مذاق کہیں بھی نہ کرے[۲]۔ ضروری بات چلتے ہوئے کر لے خارجِ مسجد بات کرنے کے لئے کھڑا نہ ہو[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وحرم على المعتكف اعتكاف واجبا الخروج الا لحاجة الانسان او شرعية كعيد الخ، الدرالمختار على الشامي كراچي ص: ۴۴۵، ج: ۲، باب الاعتكاف، البحرالرائق كوئٹه ص: ۳۰۱، ج: ۲، باب الاعتكاف، تبيين الحقائق ص: ۳۵۰، ج: ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] اما التكلم بغير خيرفانه يكره لغير المعتكف فما ظنت للمعتكف. (البحر الرائق ص ۳۰۴، ج ۲، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۳۸۰/ ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۳۵۲/ ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان)

[۳] ولايخرج منه الا لحاجة شرعية كالجمعة او طبيعية كالبول والغائط ولا يمكث بعد فراغه من الطهور لان ماثبت بالضرورة يتقدربقدرها. (البحرالرائق كوئٹه ص: ۳۰۱، ج: ۲، باب الاعتكاف، تبيين الحقائق ص ۳۵۰/ ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان، شامي زكريا ص ۴۳۵/ ۳، باب الاعتكاف)

معتکف کا خارجِ مسجد بات کرنا

سوال:- کیا معتکف کا مسجد میں پیشاب یا پاخانہ کی جگہ تک راستہ میں بات کرنا جائز نہیں، اگر بات کرے گا تو اعتکاف باطل ہوجائے گا، اوراس طریقہ پر سلام کا جواب دینا بھی جائز نہیں، اگر ایک آدھ بات کرلی تو کیا اس صورت میں بھی اعتکاف کا بطلان لازم آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا: **وَلاَ یخرج من معتکفه اِلاَّ لِحَاجَةٍ شرعیةٍ او طبعیةٍ ای یدعو الیها طبع الانسان ولو ذهب بعد ان خرج الیها لعیادة مریضٍ او صلوة جنازة من غیر ان یکون لذٰلک قصداً جَاز بخلافما اذا خرج لحاجة الانسان ومکث بعد فراغهِ فانه ینتقض اعتکافه عند الامَام اھ (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح[1] ص: ۴۳۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۸ھ

جمعۃ الوداع میں معتکف کہاں تک جاسکتا ہے؟

سوال:- جمعہ، الوداعی جمعہ، عیدین کی نماز بالاخانوں، چھتوں، سیڑھیوں اور سڑکوں تک پر ہوتی ہے، معتکف کہاں کہاں تک چل پھر کر آسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز کے لئے مخصوص کردی گئی ہے وہ مسجد ہے، معتکف کو اس جگہ میں رہنے کا حکم

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص: ۵۷۹، مطبوعه مصری، باب الاعتکاف. البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۲۰۳، باب الاعتکاف، شامی کراچی ص ۲/۴۴۵، باب الاعتکاف.

ہے، اور عید کی نماز سے تو پہلے ہی اعتکاف ختم ہو جاتا ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

دیہاتی معتکف کو نماز جمعہ کے لئے شہر جانا

سوال:- جس گاؤں میں جمعہ کے شرائط نہیں وہاں اعتکاف اخیر عشرہ میں علی الکفایہ مؤکدہ ہے یا نہیں اگر مؤکدہ ہے تو جمعہ کی نماز کے لئے معتکف جس قصبہ میں جمعہ ہوتا ہے، وہاں جا کر نماز جمعہ پڑھ سکتا ہے، یا نہیں۔ مؤکدہ اعتکاف ساقط تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اعتکاف کے لئے شہر یا شرائط جمعہ کا پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ وہ ہر جگہ شہر ہو یا گاؤں مسنون علیٰ الکفایہ ہے البتہ مسجد ایسی ہو جس میں جماعت ہوتی ہو[۲]، گاؤں والے پر نہ جمعہ فرض ہے، نہ سنت مؤکدہ، لہٰذا اس کو جمعہ کیلئے شہر میں آنا جائز نہیں[۳]، اگر آئے گا تو اعتکاف فاسد

---

[۱] والشرط: المسجد المخصوص وهو ماتقام فيه الجماعة. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۷۷، باب الاعتکاف، مطبوعه مصری، تبيين الحقائق ص ۳۴۹، ۳۵۰/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امداديه ملتان، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۴۰/۲، باب الاعتکاف)

[۲] والشرط: المسجد المخصوص وهو ماتقام فيه الجماعة. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۷۷، باب الاعتکاف، تبيين الحقائق ص ۳۴۹، ۳۵۰/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امداديه ملتان، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۴۰/۲، باب الاعتکاف)

[۳] من لاتجب عليهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة، (عالمگیری کوئٹه ص:۱۴۵، ج:۱، صلاة الجمعة، قاضيخان علی الهندية کوئٹه ص۱۷۷/۱، باب صلاة الجمعة، شامی زکريا ص۳/۳۳، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/ذی قعدہ ۵۷ھ

معتکف کا کن مجبوریوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا درست ہے؟

سوال:۔ بعض حالتوں میں معتکف کا مسجد سے نکلنا ضروری ہوتا ہے، ان حالتوں میں سنتِ مؤکدہ کی ادائیگی کی کیا سبیل ہوگی؟ معتکف کا انتقال ہوگیا، پاگل ہوگیا، پولیس پکڑ لے گئی، مسجد میں آگ لگ گئی، فساد ہوگیا، جان کے خوف سے مسجد سے بھاگ گیا، طبیعت خراب ہوگئی، پیشی مقدمات کی آگئی، بیوی یا بچہ کا انتقال ہوگیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہر مسجد ومحلّہ میں اعتکاف کا اہتمام ہو اور کسی ایک کو اس قسم کا حادثہ پیش آجائے تو بقیہ کا اعتکاف تو پورا ہو جائے گا اور سنت علی الکفایہ ادا ہو جائے گی، مسجد میں آگ لگنے یا فساد ہونے سے اگر وہاں سے نکل کر فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] ولایخرج منه الا لحاجة شرعية او طبعية او ضرورية كانهدام المسجد واخراج ظالم كرها وتفرق اهله وخوف على نفسه اومتاعه من المكارين فيدخل مسجدا غيره من ساعته. (مراقی الفلاح ص: ۵۷۹، مطبوعه مصری، باب الاعتكاف، شامی كراچی ص:۴۴۷، ج: ۲، باب الاعتكاف، عالمگیری كوئٹه ص ۲۱۲/۱، الباب السابع فی الاعتكاف)

مسجد بارش سے ٹپکتی ہو تو معتکف کیا کرے؟

سوال:- مسجد بارش سے بے حد ٹپکتی ہے جب کہ نماز پڑھنا ہی دشوار ہے لوگوں کو ٹھیک کرانے کی کوئی فکر نہیں ہے، اذان نماز ہوتی ہے لیکن زور سے بارش نہ ہوتی ہو، تو معتکف کا سونا کجا گھنٹہ دو گھنٹہ بیٹھنا دوبھر ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصلاح علاج تو یہ ہے کہ چھت درست کرائی جائے اور ہر مسجد و ہر محلّہ میں اعتکاف کا انتظام کیا جائے، مسجد مذکور میں اعتکاف کی گنجائش نہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو جائے، بحالتِ عذر اس کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعتکاف کے ۶۴ رمسائل

سوال:- برائے کرم حسبِ ذیل مسائل میں شرعی حکم سے آگاہ کریں، تمام سوالات ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے بارے میں ہیں۔

رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا حکم

(۱) رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرض ہے یا سنت ہے؟

---

[1] ولایخرج منه الا لحاجة شرعية او بطيعة او ضرورية كانهدام المسجد او اخراج ظالم كرها وخوف على نفسه فيدخل مسجدا غيره من ساعته الخ، (مراقی الفلاح مصری ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۲۸۴، فصل واما ركن الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

معتکف کون کون ہوسکتا ہے؟

(۲) معتکف نیچے لکھے آدمیوں میں سے کون کون ہوسکتا ہے، (۱) غلام، (۲) کوڑھی، (۳) اندھا، (۴) اجہل، (۵) مخنث، (۶) ہیجڑا، (۷) سادا سہاگن، (۷) بے نمازی، (۸) بے روزہ دار، (۹) گونگا بہرہ، (۱۰) نیم پاگل، (۱۱) فقیر، (۱۲) مجذوب، (۱۳) مقروض، (۱۴) فاسق وفاجر، (۱۵) حاملہ جب کہ دن قریب ہوں۔

گھر میں اعتکاف کا حکم

(۳) معتکف کا مسجد میں بیٹھنا ضروری ہے یا مسجد ہوتے ہوئے گھر میں بیٹھ سکتا ہے؟

عورت کے اعتکاف سے مردوں کا اعتکاف ساقط نہ ہوگا

(۴) کوئی صاحب مسجد میں معتکف نہ ہوئے ایک عورت گھر پر معتکف ہوگئی کیا حکم ہے؟

عورت کا اعتکاف مسجد کی مخصوص جگہ میں

(۵) مسجد میں عورتوں کی نماز پڑھنے کی جگہ ایک مقررہ، اس حصہ میں ایک عورت معتکف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کے اعتکاف سے بستی کا بوجھ اتر جائے گا یا نہیں؟

کیا اعتکاف کے لئے اذان، جماعت، مسجد شرط ہے

(۶) اعتکاف کے لئے مسجد اذان نماز جناعت شرط ہے، یا جس مقام میں نہ ہو، یا چند مسلمان نمازی روزہ دارہ ہوں، یا گاؤں میں چند مکان مسلمانوں کے ہوں نہ نماز پڑھتے ہوں

نہ روزہ رکھتے ہوں وہاں بھی اعتکاف ضروری ہے یا نہیں؟

اگر ۲۴/رمضان المبارک کو معتکف کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(۷) معتکف کا ۲۴/رمضان المبارک کو انتقال ہو گیا کیا حکم ہے؟

دو آدمی کا پانچ پانچ دن اعتکاف کرنے سے سنت ادا نہیں ہوئی

(۸) بغرضِ مجبوری دو صاحب پانچ پانچ یوم معتکف ہوئے کیا حکم ہے؟

معتکف کے لئے حدود مسجد

(۹) مسجد کا احاطہ کافی لمبا چوڑا ہے، معتکف کہاں تک چل پھر سکتا ہے؟

معتکف کا قضاءِ حاجت کیلئے نکلتے وقت بات چیت کرنا

(۱۰) پاخانہ آتے جاتے معتکف لوگوں سے بات چیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے، تو کتنی دیر تک اور کس قسم کی بات چیت کر سکتا ہے؟

احاطہ مسجد میں پھول سبزی کی دیکھ بھال کرنا

(۱۱) مسجد کے احاطہ میں پھل پھول سبزی لگی ہے معتکف اس کی دیکھ بھال کر سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۱۲) مسجد سے ملحق باغ ہے، معتکف مسجد میں بیٹھے بیٹھے چلتے پھرتے باغ کی نگرانی کرسکتا ہے؟ پرندوں کو بھگانے کے لئے ڈوری کھینچ یا چلا سکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا تعمیر مسجد کا کام کرنا

(۱۳) تعمیرِ مسجد کا کام مسجد میں جاری ہے، معتکف مزدوری سے یا فی سبیل اللہ کام کرسکتا ہے یا نہیں؟

حالت اعتکاف میں ماہواری یا شوہر کی ہمبستری کا حکم

(۱۴) عورت گھر پر معتکف تھی ماہواری خون جاری ہوگیا، یا شوہر سے جبراً صحبت کرلی، نہا کر پھر معتکف ہوگئی کیا حکم ہے؟

ایضاً

(۱۵) معتکف گھر پاخانہ کرنے گیا پاخانہ میں اس کی عورت تھی اس کو دیکھ کر دماغی توازن کھو بیٹھا اور صحبت کرلی، بعد فراغت غسل کر کے معتکف ہوگیا کیا حکم ہے؟ جب کہ دوسرا کوئی معتکف نہیں ہے۔

معتکف کا بیوی کو بوسہ لینا

(۱۶) معتکف کی بیوی کھانا دینے مسجد میں آئی معتکف نے بوسہ لے لیا، کیا حکم ہے؟

اگر معتکف ۲۴ ؍رمضان کو پاگل ہو جائے

(۱۷) معتکف ۲۴ ؍رمضان کو پاگل ہو گیا کیا حکم ہے؟

معتکف کا نماز جنازہ میں شرکت

(۱۸) معتکف کے قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا جنازہ میں شرکت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۱۹) معتکف کی بیوی یا بچے کا انتقال ہو گیا تجہیز و تکفین کا انتظام معتکف کرتا ہے، کیا حکم ہے؟

ایضاً

(۲۰) معتکف کی یا کسی عزیز کی لڑکی کی شادی ہے، شرکت کر سکتا ہے، جا سکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا پانی لینے مسجد سے باہر جانا

(۲۱) مسجد میں پانی نہیں معتکف وضو کرنے یا پانی لینے تالاب ندی یا کنویں پر جا سکتا ہے یا نہیں؟

پانی نہ ہو تو معتکف تیمّم کرے یا غسل

(۲۲) معتکف کو غسل کی حاجت ہو گئی، مسجد میں پانی نہیں ہے کیا حکم ہے، تیمّم کرے یا

باہر جا کر غسل کرے۔

معتکف کا کھانا لینے گھر جانا

(۲۳) معتکف کا ایک دن سحر وافطار نہیں آیا، کھانا لینے گھر جا سکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا اپنی جگہ دوسرے کو بٹھا کر مقدمہ کی پیشی کو جانا

(۲۴) ۲۸ ؍رمضان کو معتکف کی مقدمہ کی پیشی آ گئی کیا حکم ہے؟ کسی دوسرے کو بٹھا کر جا سکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا علاج کے لئے باہر جانا

(۲۵) معتکف سخت بیمار ہو گیا، علاج کو باہر جاتا ہے کیا حکم ہے؟

معتکف کا تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد جانا

(۲۶) حافظ صاحب معتکف ہو گئے تراویح پڑھانے دوسری مسجد میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟

معتکف کا وعظ کے لئے دوسری مسجد جانا

(۲۷) عالم صاحب معتکف ہو گئے وعظ کہنے دوسری مسجد یا دینی مجلس میں یا شارعِ عام پر جا سکتے ہیں یا نہیں؟

معتکف کا میٹنگ میں جانا

(۲۸) معتکف سیاسی آدمی ہیں، ایک میٹنگ ہے کلام کرنا ہے اور ضروری ہے کیا حکم ہے؟

معتکف کا ووٹ دینے کے لئے جانا

(۲۹) کیا معتکف رائے شماری میں ووٹ دینے جا سکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا پیر سے مصافحہ کرنے مسجد سے باہر جانا

(۳۰) معتکف کے پیر صاحب پاس والے گاؤں ریل یا موٹر سے گذر رہے ہیں، معتکف سلام ومصافحہ کو جا سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۳۱) معتکف اپنے مقامی پیر صاحب سے ملاقات کو روزانہ، ہفتہ میں یا عشرہ میں جا سکتا ہے؟

بیوی کے علاج کے لئے مسجد سے باہر جانا

(۳۲) معتکف کی بیوی کی طبیعت خراب ہوگئی علان کو لے جاتا ہے کیا حکم ہے؟

معتکف حاکم کے بلانے پر کیا کرے

(۳۳) معتکف کو حاکم یا افسر نے طلب کیا، کیا حکم ہے؟

معتکف کا صلح کرانے مسجد سے باہر نکلنا

(۳۴) لڑائی جھگڑے میں صلح وصفائی کو جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر جا سکتا ہے تو کتنی دور

اور کتنی دیر کو جاسکتا ہے؟

معتکف کا جھاڑ پھونک کے لئے جانا

(۳۵) معتکف سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے کا عمل جانتا ہے، پاس والے گاؤں میں سانپ نے کاٹ لیا، لوگ بلانے آئے، جاسکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا بیوی کی دوائی کے لئے جانا

(۳۶) معتکف روزانہ صبح اپنی بیوی کی دوا لینے شفاخانہ جاسکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا آگ بجھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

(۳۷) مسجد کے پڑوس میں آگ لگ گئی معتکف آگ بجھانے جاسکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۳۸) مسجد میں آگ لگ گئی معتکف پانی ڈھونے آگ بجھانے کو کنویں پر جاسکتا ہے یا نہیں؟

معتکف بمجبوری گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے

(۳۹) مسجد کسی حادثہ میں شہید ہوگئی معتکف باقی دن دوسری مسجد یا مسجد نہ ہو تو گھر پورے کرسکتا ہے؟

گم شدہ چیز کو تلاش کرنے مسجد سے باہر نکلنا

(۴۰) معتکف پاخانہ کرنے گیا راستہ میں نقدی یا ضروری کاغذات گر گئے، تلاش کرنے جاسکتا ہے؟

معتکف کا جوتے اٹھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

(۴۱) معتکف نے جوتے مسجد سے باہر اتار دیئے چوری کئے جانے کا ڈر ہے اب اُٹھانے باہر جاسکتا ہے؟

چائے پینے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

(۴۲) معتکف چائے کا شدت سے عادی ہے ایک دن گھر سے نہیں آئی ہوٹل یا گھر چائے پینے جاسکتا ہے؟

وعظ سننے دوسری مسجد جانا

(۴۳) معتکف علماءِ کرام کا وعظ سننے دوسری مسجد یا دینی مجلس یا شارعِ عام پر جاسکتا ہے؟

سبق سنانے مدرسہ جانا

(۴۴) معتکف طالب علم ہے سبق سنانے مدرسہ جاسکتا ہے؟

چوری کی رپورٹ لکھوانے باہر جانا

(۴۵) معتکف کے گھر چوری ہوگئی، رپورٹ لکھانے جاسکتا ہے؟

بیڑی پینے کے لئے بار بار باہر جانا

(۴۶) معتکف کثرت سے بیڑی پیتا ہے بار بار جانا پڑتا ہے کیا حکم ہے؟

معتکف کا خشک کپڑے لینے باہر جانا

(۴۷) معتکف نے کپڑے سوکھنے کے لئے ڈالے، ہوا میں اُڑ گئے اٹھانے جاسکتا ہے یا نہیں؟

معتکف کا روزہ نماز نہ پڑھنا

(۴۸) معتکف نہ تو روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے کیا حکم ہے؟

معتکف کا دن بھر بات چیت کرنا

(۴۹) معتکف دن بھر اپنے کاروبار کے سلسلہ میں لوگوں سے مسجد میں بات چیت کرتا ہے، ویسے نماز روزہ کا پابند ہے کیا حکم ہے؟

معتکف کا مسجد میں فون لگوانا

(۵۰) معتکف نے مسجد میں فون لگوالیا ہے، دن بھر اپنے کاروبار، بیوی، بچوں سے

باخبر رہتا ہے کیا حکم ہے؟

قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت پانی گھر لے جانا

(۵۱) معتکف گھر پاخانہ جاتے ہوئے دو بالٹی پانی گھر لے جاتا ہے واپسی پر دو بالٹی مسجد میں لیتا آتا ہے؟

قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت دکان کا تالا کھولنا

(۵۲) معتکف صبح پاخانہ کرنے جاتا ہے تو راستہ میں اپنی دوکان کا تالہ کھول دیتا ہے اور پاخانہ کر کے مسجد آجاتا ہے، نوکر دن بھر کاروبار چلاتے ہیں شام کو جب پاخانہ کرنے جاتا ہے، تو نقدی سنبھال کر ڈال دیتا ہے، اور پاخانہ کر کے مسجد آجاتا ہے۔

معتکف کا روزانہ سبق پڑھانے مدرسہ جانا

(۵۳) مولانا صاحب معتکف ہیں لیکن بچوں کو عربی سبق دینے روزانہ مدرسہ ایک گھنٹہ کو جاتے ہیں؟

معتکف کا مسجد میں مریضوں کو نسخے لکھوانا

(۵۴) حکیم صاحب معتکف ہیں، لیکن مسجد میں روزانہ صبح ایک گھنٹہ کے قریب مریضوں کو دیکھ کر نسخے لکھتے ہیں

ٹیوشن پڑھانے باہر جانا

(۵۵) ماسٹر صاحب معتکف ہیں دو بچوں کو ٹیوشن پڑھانے ایک گھنٹہ کو جاتے ہیں۔

مسجد میں ہندی وانگریزی پڑھانا

(۵۶) ماسٹر صاحب معتکف ہیں مسجد میں چند بچوں کو ہندی یا انگریزی پڑھاتے ہیں۔

قضائے حاجت کیلئے جاتے آتے ہوئے بیلوں کی دیکھ بھال کرنا

(۵۷) معتکف صبح پاخانہ کر کے گھر سے واپس آیا تو بیلوں کو کھولتا لے آیا، اور کھلیان میں رات میں بند کر کے مسجد آ گیا شام کو پاخانہ جاتے وقت کھلیان سے لے گیا اور گھر باندھ کر کے پاخانہ کر کے مسجد آ گیا، کیا حکم ہے؟

مسجد کے بیت الخلاء کے باوجود گھر قضائے حاجت کیلئے جانا

(۵۸) مسجد میں پاخانہ ہے معتکف کا کہنا ہے کہ مجھے اپنے گھر کے پاخانہ کے علاوہ کہیں پاخانہ نہیں اترتا، کیا معتکف اپنے گھر پاخانہ کرنے جا سکتا ہے؟

مسجد میں داخل ہوتے وقت ہر مرتبہ دعا پڑھنا

(۵۹) معتکف پاخانہ پیشاب کو جب جب مسجد سے باہر نکلے واپسی پر ہر مرتبہ اعتکاف کی دعا پڑھے یا پہلے دن داخل ہوتے وقت کی دعا آخر تک کافی ہے۔

بھول سے مسجد سے نکلنے کا حکم

(۶۰) معتکف بھول سے مسجد سے باہر چلا گیا، کیا حکم ہے؟

نماز جمعہ کے لئے دوسری مسجد جانا

(۶۱) معتکف اپنے محلّہ کی مسجد میں بیٹھ گیا، نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع مسجد جا سکتا ہے، یا نہیں؟

ایضاً

(۶۲) معتکف اپنے گاؤں کی مسجد میں بیٹھ گیا وہاں جمعہ نہیں ہوتا، بلکہ جمعہ پاس والے دوسرے گاؤں میں ہوتا ہے، نمامِ جمعہ ادا کرنے جاسکتا ہے، یا نہیں؟

پولس کا معتکف کو جبراً لے جانے سے اعتکاف کا حکم

(۶۳) معتکف کو پولیس یا کوئی آدمی کسی چکر میں جبراً پکڑ لے گیا، بعد دو گھنٹہ کے چھوڑ دیا کیا حکم ہے؟

جان کے خوف سے مسجد چھوڑ کر فرار اختیار کرنے سے اعتکاف کا حکم

(۶۴) مسجد کے قریب میں جھگڑا ہوا گیا، معتکف کو جان کا خوف ہے، مسجد چھوڑ کر بھاگ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دوسرے دن امن ہو گیا تو معتکف اب معتکف رہا یا اعتکاف ٹوٹ گیا؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے[۱]۔

---

[۱] وسنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) بدن سے اگر رطوبت نکلتی یا بدبو آتی ہے، یا لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں تو اس کو مسجد میں نہیں آنا چاہئے[۱]، نہ وہ مسجد میں اعتکاف کرے۔ (۵) اپنی حالت بدل کر توبہ کرے تو اعتکاف بھی مسجد میں کرے[۲]، (۶) کا بھی یہی حکم ہے، (۷) جب مسجد میں اعتکاف کرے گا تو نماز بھی پڑھے گا[۳]، (۸) جب مسجد میں عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کرے گا تو روزہ بھی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ای سنة كفاية كما فی البرهان، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۳۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الفتاوی الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتكاف، طحطاوی مع المراقی ص۵۷۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ واكل نحو ثوم ويمنع منه (نحو ثوم) ای كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة الی قوله قلت علة النهی اذی الملائكة واذی المسلمين الی ان قال وكذالک الحق بعضهم بذالک من بفيه بخر او به جرح له رائحة وكذلک القصاب، والسماک والمجذوم والابرص اولیٰ بالالحاق (الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۳۵، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی كبير ص ۶۱۰، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

۲ لبث زكر مسجد جماعة او لبث امرأة فی مسجد بيتها الی قوله وهل يصح (ای الاعتكاف) من الخنثی فی تيته؟ لم اره والظاهر لا لانه علی تقدير انوثته يصح فی المسجد مع الكراهية وعلی تقدير ذكورته لا يصح فی البيت بوجه، (الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۲۹، باب الاعتكاف، الدرلامنتقیٰ مع مجمع الانهر ص ۱/۳۷۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲/۴۵، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

۳ هو الاقامة بنية الاعتكاف فی مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل الصلوة الخمس، (طحطاوی مع المراقی مصری ص ۵۷۶، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعی ص ۱/۳۴۷، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان.

رکھے گا،[۱] (۱۰) اگر مسجد کا احترام نہ کرے تو مسجد میں نہ آئے نہ وہاں اعتکاف کرے،[۲] (۱۲) کا بھی یہی حکم ہے، (۱۴) مسجد میں فسق وفجور نہ کرے تو اعتکاف بھی کر لے، (۱۵) گھر میں اعتکاف کرسکتی ہے[۳] باقی لوگوں کے اعتکاف میں کیا اشکال ہے؟

(۳) مرد کا اعتکاف گھر میں نہیں ہوتا، وہ مسجد ہی میں ہوتا ہے۔[۴]

(۴) عورت کا اعتکاف صحیح ہوجائیگا، لیکن مردوں کے ذمہ سے سنت ادا نہیں ہوگی۔[۵]

---

[۱] ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضاً فى الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۱، باب الاعتكاف، زيلعى ص۱/۳۴۷، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۲/۴۵، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] ويحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم والا فيكره لما اخرجه المنذرى مرفوعا جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم الخ، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۴۲۹، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها مطلب فى احكام المسجد، حلبى كبير ص ۶۱۰، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه لاهور. البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۳۴، فصل لما فرغ من بيان الكراهة فى الصلوة، واما شروط (اى الاعتكاف) فمنها النية ومنها الاسلام والعقل، فتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۳] والمرأة تعتكف فى مسجد بيتها، مجمع الانهر ص۳۷۸، ج ۱، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف، شامى زكريا ص ۳/۴۲۹، باب الاعتكاف.

[۴] هو لبث ذكر فى مسجد جماعة فانه شرط لاعتكاف الرجل الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۳/۴۲۸، باب الاعتكاف، النهر الفائق ص۲/۴۴، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۵] هو لبث ذكر فى مسجد جماعة فانه شرط لاعتكاف الرجل الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۳/۴۲۸، باب الاعتكاف، النهر الفائق ص۲/۴۴، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف.

(۵) عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے بلکہ گھر میں کرے لیکن اس کے اعتکاف سے مردوں کے ذمہ سے سنت ادا نہ ہوگی۔[۱]

(۶) اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جہاں اذان اور پنجگانہ جماعت کا اہتمام ہو، ویران جنگل کی مسجد یا عیدگاہ میں نہیں جہاں بھی مسلمان ہوں ان کو اذان و جماعت کا اہتمام لازم ہے، جہاں مسجد نہ ہو وہاں اعتکاف مسنون نہیں۔[۲]

(۷) اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اس کی نیت پورے عشرہ کے اعتکاف کی تھی اس کا اس کو اجر ملے گا۔[۳]

(۸) اس طرح سنت ادا نہیں ہوئی۔[۴]

(۹) جو حصہ نماز کے لئے متعین ہے، وہاں تک اجازت ے بلا وجہ وہاں بھی تفریح

---

[۱] هو لبث ذكر فى مسجد جماعة فانه شرط لاعتكاف الرجل الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۲۸، باب الاعتكاف، النهر الفائق ص ۲/۴۴، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۲] واما شروطه (اى الاعتكاف) ومنها مسجد الجماعة فيصح فى كل مسجد له اذان واقامة هو الصحيح كذا فى الخلاصه، الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف، طحطاوى مع المراقى ص ۵۷۶، باب الاعتكاف، مطبوعه مصرى، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۴۲۹، ۳/۴۲۸، باب الاعتكاف.

[۳] عن انسؓ ان رسول الله ﷺ قال اذا ابتلى المسلم ببلاء فى جسده قال (اى قال الله تعالىٰ) للملك كتب له صالح عمله الذى كان يعمل فان شفاه غسله وطهر (من الذنوب) وان قبضه (اى امر بقبضه واماته غفرله من السيآت) ورحمه (بقول الحسنات او تفضل عليه بزيادة المثوبات) مرقاة المفاتيح ص ۲/۳۰۹، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى.

[۴] وسنة مؤكدة فى العشر الاخير من رمضان، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، طحطاوى مع المراقى ص۵۷۷، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، فتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف)

کرتا نہ پھرے۔[۱]

(۱۰) جب ضرورت ہو بات کرسکتا ہے[۲]، بات کرنے کیلئے نہ نکلے، نہ ٹھہرے ایسی بات بھی نہ کرے، جو مقصدِ اعتکاف کے خلاف ہو۔[۳]

(۱۱) جو حصہ نماز کے لئے ہے وہ مسجد ہے وہاں سے پانی وغیرہ دیدے تو مضائقہ نہیں باہر نہ نکلے۔[۴]

---

[۱] (ولایخرج منه) من معتکفه فیشمل المرأة المعتکفة بمسجد بیتها الا لحاجة شرعیة کالجمعة والعیدین او حاجة طبیعیة کالبول والغائط وازالة نجاسة الخ، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، فتاوی الهندیة کوئٹه س ۲۱۲/۱، الباب السابع فی الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۴، باب الاعتکاف.

[۲] وتکل الا بخیر والمعنی وکره تکلم الا تکلما بخیر وهو ممالا اثم فیه ومنه المباح عند الحاجة الیه لا عند عدمها وهو محمل ما فی الفتح انه مکروه (وهو) ای المباح عند عدم الاحتیاج الیه، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۴۲، ۳/۴۴۱، باب الاعتکاف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۱، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱/۳۸۰، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] لوخرج لوجه مباح کحاجة الانسان او الجمعة وعاد مریضا او صلی علی جنازة من غیر ان یخرج لذالک قصدا وذالک جائز وبه علم انه بعد الخروج لوجه مباح انما یضر المکث لو فی غیر مسجد لغیر عیادة، شامی زکریا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتکاف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، فتاوی الهندیة کوئٹه ص ۲۱۲/۱، الباب السابع فی الاعتکاف.

[۴] واکل المعتکف وشربه ونومه وعقده البیع لما یحتاجه لنفسه او عیاله لا تکون الا فی المسجد لضرورة الاعتکاف حتی لو خرج لهذه الاشیاء یفسد اعتکافه، طحطاوی مع المراقی ص: ۵۸۰، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۴۰، ج: ۳، باب الاعتکاف، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص: ۲۱۳، ج: ۱، الباب السابع فی الاعتکاف،

(۱۲) مسجد میں چلانا منع ہے[۱]، بغیر چلائے نگرانی کرسکتا ہے[۲]۔

(۱۳) اگر مسجد سے باہر نہ جانا پڑے تو کرسکتا ہے[۳]۔

(۱۴) پہلا اعتکاف ختم ہوگیا[۴]، دوسرا شروع ہوا، اگر عشرہ اخیرہ میں ایسا ہوا تو سنت ادا نہ ہوئی[۵]۔

(۱۵) یہ بھی (۱۴) کی طرح ہے۔

---

[۱] حرمة المسجد خمسة عشر الى قوله والسادس ان لايرفع فيه الصوت، (فتاوى الهندية كوئٹه ص ۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، حلبى كبير ص ۶۱۰، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه لاهور، شامى زكريا ص ۲/۴۲۹، باب مايفسد الصلوة، مطلب فى احكام المسجد، لاينبغى ان يشتغل فيه بامور الدنيا، تبيين الحقائق ص ۱/۳۵۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان،

[۲] واكل المعتكف وشربه ونومه وعقده البيع لما يحتاجه لنفسه او عياله لا تكون الا فى المسجد لضرورة الاعتكاف حتى لو خرج لهذه الاشياء يفسد اعتكافه، طحطاوى مع المراقى ص ۵۸۰، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتكاف، فتاوى الهندية ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۳] واكل المعتكف وشربه ونومه وعقده البيع لما يحتاجه لنفسه او عياله لا تكون الا فى المسجد لضرورة الاعتكاف حتى لو خرج لهذه الاشياء يفسد اعتكافه، طحطاوى مع المراقى ص ۵۸۰، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتكاف، فتاوى الهندية ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۴] تكون الزوجة معتكفة فى مسجد بيتها فيأتيها فيه زوجها فيبطل اعتكافها، شامى زكريا ص ۳/۴۴۲، باب الاعتكاف، فتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف، بحر كوئٹه ص ۲/۳۰۴، باب الاعتكاف.

[۵] وسنة مؤكدة فى العشر الاخير من رمضان، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، طحطاوى مع المراقى ص ۵۷۷، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، فتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۱، الباب السابع فى الاعتكاف)

(۱۶) ایسا کرنا ممنوع ہے، مگر صرف اتنی بات سے اعتکاف ختم نہیں ہوا[۱]۔

(۱۷) وہ مکلّف نہیں رہا[۲]، اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے۔

(۱۸) شرکتِ جنازہ کے لئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا[۳]۔

(۱۹) اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اعتکاف باقی نہ رہے گا، اگر چہ ضرورت کی بناء پر ایسا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اور اس سے گنہگار نہ ہو[۴]۔

(۲۰) نہیں[۵]۔

---

[۱] بطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيذ ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل اى كل ماذكر من دواعى الوطى اذ لايلزم عدم البطلان بها حلها لعدم الحرج، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۴۲، باب الاعتكاف، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۴، باب الاعتكاف، فتاوى الهنديه كوئٹه ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فى الاعتكاف.

[۲] واما شروط (اى الاعتكاف) فمنها النية ومنها الاسلام والعقل والطهارة الخ، فتاوى الهندية كوئٹه ص: ۲۱۱، ج: ۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۴۳۰، ج: ۳، باب الاعتكاف، البحرالرائق ص: ۲۹۹، ج: ۲، باب الاعتكاف، مطبوعه كوئٹه.

[۳] لو خرج للجنازة يفسد اعتكافه، زيلعى ص ۱/۳۵۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان. الفتاوى الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فى الاعتكاف، شامى زكريا ص ۳/۴۳۸، باب الاعتكاف.

[۴] يفسد لو لعيادة مريض او شهود جنازة وان تعينت عليه الا انه لا يأثم كما فى المرض بل يجب كما فى الجمعة، شامى زكريا ص ۳/۴۳۸، باب الاعتكاف، فتح القدير ص ۲/۳۹۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالفكر بيروت، النهر الفائق ص ۲/۴۷، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۵] (ولايخرج منه) من معتكفه فيشمل المرأة المعتكفة بمسجد بيتها الا لحاجة شرعية كالجمعة والعيدين او حاجة طبيعية كالبول والغائط وازالة نجاسة الخ، طحطاوى مع المراقى ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، فتاوى الهندية كوئٹه س ۱/۲۱۲، الباب السابع فى الاعتكاف، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۴، باب الاعتكاف.

(۲۱) جاسکتا ہے۔[۱]

(۲۲) تیمّم کرکے باہر نکلے اور غسل کرے۔[۲]

(۲۳) اگر کوئی لانے والا نہ ہو تو جاسکتا ہے۔[۳]

(۲۴) اگر جائے گا تو اعتکاف باقی نہ رہے گا، اور دوسرے شخص کے بٹھانے سے اس کے اعتکاف میں پیوند نہیں لگے گا۔[۴]

---

[۱] (ولایخرج منه) من معتکفه فیشمل المرأة المعتکفة بمسجد بیتها الا لحاجة شرعیة کالجمعة والعیدین او حاجة طبیعیة کالبول والغائط وازالة نجاسة الخ، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، فتاوی الهندیة کوئٹه س ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۴، باب الاعتکاف.

[۲] ولو احتلم المعتکف لا یفسد اعتکافه ثم ان امکنه الاغتسال فی المسجد من غیر ان یتلوث المسجد فلا بأس به والا فیخرج فیغتسل ویعود الی المسجد، بدائع زکریا ص ۲/۲۸۷، کتاب الاعتکاف، فصل واما رکن الاعتکاف ومحظوراته، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۳، الباب السابع فی الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۵، باب الاعتکاف.

[۳] واکله وشربه ونومه ومبایعته فیه یعنی یفعل المعتکف هذه الاشیاء فی المسجد فان خرج لاجلها بطل اعتکافه الی قوله وقیل یخرج بعد الغروب للآکل والشرب وینبغی حمله علی ماذا لم یجد من یأتی له به فحینئذ یکون من الحوائج الضروریة کالبول والغائط، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۲/۴۷، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۴] فان خرج ساعة بلا عذر فسد لو جود المنافی الی قوله الخروج ناسیا او مکرها غیر مفسد لکونه عذرا شرعیا ولیس کذلک بل هو مفسد کما صرحوا به، (البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۵، ۴۳۴، زیلعی ص ۱/۳۵۰، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

(۲۵) باہر جانے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔[۱]

(۲۶) ان کا بھی اعتکاف ختم ہو جائے گا۔[۲]

(۲۷) ان کا بھی یہی حال ہے[۳]۔

(۲۸) اس کا اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔[۴]

(۲۹) مثل (۲۸)

---

[۱] فان خرج ساعة بلا عذر فسد لو جود المنافی الی قوله الخروج ناسیا او مکرها غیر مفسد لکونه عذرا شرعیا ولیس کذلک بل هو مفسد کما صرحوا به، (البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۴، ۳/۴۳۵، زیلعی ص ۱/۳۵۰، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

[۲] فان خرج ساعة بلا عذر فسد لو جود المنافی الی قوله الخروج ناسیا او مکرها غیر مفسد لکونه عذرا شرعیا ولیس کذلک بل هو مفسد کما صرحوا به، (البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۴، ۳/۴۳۵، زیلعی ص ۱/۳۵۰، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

[۳] فان خرج ساعة بلا عذر فسد لو جود المنافی الی قوله الخروج ناسیا او مکرها غیر مفسد لکونه عذرا شرعیا ولیس کذلک بل هو مفسد کما صرحوا به، (البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۴، ۳/۴۳۵، زیلعی ص ۱/۳۵۰، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

[۴] فان خرج ساعة بلا عذر فسد لو جود المنافی الی قوله الخروج ناسیا او مکرها غیر مفسد لکونه عذرا شرعیا ولیس کذلک بل هو مفسد کما صرحوا به، (البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۴، ۳/۴۳۵، زیلعی ص ۱/۳۵۰، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

(۳۰)مثل (۲۸)

(۳۱)مثل (۲۸)

(۳۲)مثل (۲۸)

(۳۳)مثل (۲۸)

(۳۴)مثل (۲۸)

(۳۵)مثل (۲۸)

(۳۶)مثل (۲۸)

(۳۷)مثل (۲۸)

(۳۸)مثل (۲۸)

(۳۹)دوسری مسجد میں اعتکاف پورا کرے[۱]

(۴۰)اس کی بھی گنجائش ہے[۲]

(۴۱)صحن کے متصل ہی تو ہوں گے اٹھالے[۳]

---

[۱] لو انهدم المسجد الذی هو فيه فانتقل الی مسجد آخر لم يفسد اعتكافه للضرورة، زيلعی ص ۱/۳۵۱، باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان، شامی زكريا ص ۳/۴۳۹، باب الاعتكاف، الفتاوی الهندية كوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتكاف.

[۲] واكله وشربه ونومه ومبايعته فيه يعنی يفعل المعتكف هذه الاشياء فی المسجد فان خرج لاجلها بطل اعتكافه الی قوله وقيل يخرج بعد الغروب للآكل والشرب وينبغی حمله علی ماذا لم يجد من يأتی له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول والغائط، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتكاف، النهر الفائق ص ۲/۴۷، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۳] اگر صحن سے اتنے متصل ہو کہ قدموں کو باہر نکالے بغیر اٹھا سکتا ہو تو اٹھالے ورنہ کسی دوسرے سے منگوالے۔

فان خرج ساعة بلاعذر فسد واراد بالخروج انفصال ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۴۲) گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہ ہو بہتر یہ ہے کہ وہاں سے لاکر مسجد میں پیئے[۱]۔

(۴۳) مثل (۲۸)

(۴۴) مثل (۲۸)

(۴۵) مثل (۲۸)

(۴۶) گنجائش ہے اگر بغیر اس کے گذارہ نہیں[۲]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....قدمیہ احتراز اعما اذا خرج رأسه الی داره فانه لا یفسد اعتکافه فانه لیس بخروج، البحر الرائق کوئٹہ س ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، بدائع الصنائع زکریا ص ۲/۲۸۴، فصل واما رکن الاعتکاف ومحظوراته.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ واکله وشربه ونومه ومبایعته فیه یعنی یفعل المعتکف هذه الاشیاء فی المسجد فان خرج لاجلها بطل اعتکافه الی قوله وقیل یخرج بعد الغروب للآکل والشرب وینبغی حمله علی مااذا لم یجد من یأتی له به فحینئذ یکون من الحوائج الضروریة کالبول والغائط، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۲/۴۷، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ ''یہ حکم اضطراری حالت ومجبوری کی کیفیت کا ہے اسوقت حقہ، بیڑی، وغیرہ کے لئے نکلنا طبعی ضرورت میں شمار ہوگا اور مخل ومفسد اعتکاف نہ ہوگا'' جیسا کہ فتاوی رحیمیه ص ۵/۲۰۲، باب الاعتکاف، مطبوعه مکتبه رحیمیه گجرات، اور فتاوی رشیدیه میں اسکی اجازت دی گئی ہے۔ ''معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جاکر حقہ پی کر اور کلی کر کے بوزائل کر کے مسجد میں چلا آوے'' (فتاوی رشیدیه ص ۵۷، حصه سوم مطبوعه مکتبه رحیمیه دهلی)

''ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے جائے تو یہ کام بھی کرلے پھر منہ خوب مسواک سے صاف کر کے مسجد میں آجائے'' جیسا کہ خود حضرت نے ماقبل میں یہی جواب دیا ہے، ملاحظہ ہو عنوان ''وضو، اذان، سگریٹ کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا'' ولایخرج من معتکفه الا لحاجة شرعیة او حاجة طبعیة کالبول والغائط ولو ذهب بعد ان خرج الیها (ای حاجة طبعیة) لعیادة مریض او صلاة جنازة من غیر ان یکون لذلک قصدا جاز، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، بحر کوئٹہ ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف، شامی زکریا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتکاف. مستقل اسی کام کے لئے نکلنا درست نہیں، کفایة المفتی ص ۴/۲۳۲، کتاب الصوم، باب سوم الاعتکاف، مطبوعه کوه نور پریس دهلی، فتاوی دارالعلوم ص ۶/۵۰۵، مطبوعه زکریا دیوبند.

(۴۷) مثل (۲۸)

(۴۸) معتکف ترکِ فرض کی وجہ سے سخت گنہگار ہے[۱]۔

(۴۹) اعتکاف تو ہو جائے گا مگر اس کے اصلی منافع مرتب نہ ہوں گے[۲]۔

(۵۰) حسبِ ضرورت باخبر رہنے سے مضائقہ نہیں[۳]۔

(۵۱) درست ہے مگر مسجد کی بالٹی کو اس طرح گھر کے لئے استعمال نہ کرے[۴]۔

---

[۱] وهی ای الصلاة فرض عین علی کل مکلف الی قوله والصوم کالصلاة علی الصحیح ویکفر جاحدها وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۱۵، کتاب الصلوة، طحطاوی مع المراقی ص ۱۳۹، کتاب الصلوة، مطبوعه مصری، الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ص ۱/۱۰۲، کتاب الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] واکل المعتکف وشربه ونومه وعقده البیع لما یحتاجه لنفسه او عیاله لا تکون الا فی المسجد لضرورة الاعتکاف، حتی لوخرج لهذه الاشیاء یفسد اعتکافه، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف، لانه منقطع الی الله تعالیٰ فلا ینبغی له ان یشتغل بامور الدنیا، بحر کوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف،

[۳] واکل المعتکف وشربه ونومه وعقده البیع لما یحتاجه لنفسه او عیاله لا تکون الا فی المسجد لضرورة الاعتکاف، حتی لوخرج لهذه الاشیاء یفسد اعتکافه، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف،

[۴] ولایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته ویحمل من بیته الی المسجد، الفتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱/۱۱۰، قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر، خلاصة الفتاوی ص ۴۲۳، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد، مطبوعه کراچی.

(۵۲) گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہیں[۱]۔

(۵۳) مثل (۲۸)

(۵۴) مثل (۲۸)[۲]

(۵۵) مثل (۲۸)

(۵۶) اعتکاف تو فاسد نہیں ہوتا، مگر منافع اعتکاف بھی پورے حاصل نہیں ہوتے[۳]۔

(۵۷) گنجائش ہے اگر کوئی اور انتظام نہیں[۴]۔

(۵۸) جا سکتا ہے[۵]۔

---

[۱] لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلاة الجنازة من غير ان يكون لذلك قصدا فانه جائز، البحر الرائق كوئٹه ص: ۳۰۲، ج: ۲، باب الاعتكاف، شامی زكريا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتكاف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر.

[۲] **تنبیه**:- اگر حکیم صاحب مسجد میں نسخے لکھیں تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ جواب نمبر: ۵۶، میں ہے، اور اگر مطلب میں جاتے ہیں تو فاسد ہو جائیگا، مثل ۲۸۔

[۳] واكل المعتكف وشربه ونومه وعقده البيع لما يحتاجه لنفسه او عياله لا تكون الا فی المسجد لضرورة الاعتكاف، حتى لو خرج لهذه الاشياء يفسد اعتكافه، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۰، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف، الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتكاف، لانه منقطع الى الله تعالىٰ فلا ينبغی له ان يشتغل بالامور الدنيا وكذا كره فيه التعظيم والكتابة والخياطة باجر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف، فتاوی هندية ص ۲۱۲،

[۴] لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلاة الجنازة من غير ان يكون لذلك قصدا فانه جائز، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتكاف، شامی زكريا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتكاف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه مصر.

[۵] حرم عليه الخروج الا لحاجة الانسان طبعية كبول وغائط قال ..... (باقی حاشیہ صفحہ اگلے صفحہ پر)

(۵۹) پہلی دعاء کافی ہے، ہر دفعہ پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔

(۶۰) اعتکاف ختم ہو گیا۔[۱]

(۶۱) جا سکتا ہے۔[۲]

(۶۲) نہیں[۳]۔

(۶۳) مثل (۲۸)

(۶۴) مثل (۲۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....فی الشامیة لان الانسان قد لا یألف غیر بیته ای فاذا کان لا یألف غیره بان یتیسر له الا فی بیته فلا یبعد الجواز بلا خلاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۵، باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۲/۴۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ فلو خرج ولو ناسیا ساعة بلا عذر فسد، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۷، باب الاعتکاف، الفتاوی الهندیة ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۲/۴۶، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ ومن الاعذار الخروج للغائط والبول واداء الجمعة الی قوله ویخرج للجمعة حین تزول الشمس (فتاوی هندیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۶، باب الاعتکاف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر.

۳ جس گاؤں جمعہ نہیں ہوتا ایسے آدمی پر جمعہ فرض نہیں بلکہ اسکے ذمے ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے جب جمعہ فرض نہیں تو جمعہ کے لئے نکلنا حاجت شرعیہ میں شمار نہ ہوگا اور معتکف کیلئے بغیر حاجت شرعیہ طبعیہ کے نکلنا درست نہیں، وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (شامی زکریا ص ۳/۷، باب الجمعة، ولایخرج من معتکفه الا لحاجة شرعیة کالجمعة والعیدین او حاجة طبعیة، طحطاوی مع المراقی مصری ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، فتاوی هنیة کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۳۴، باب الاعتکاف)

مسائلِ اعتکاف

کیا معتکف مسجد میں ایک ہی جگہ بیٹھے یا ہر جگہ بیٹھ سکتا ہے؟

سوال:- (۱) معتکف مسجد میں مخصوص ایک ہی جگہ بیٹھے یا باہر جگہ بیٹھ سکتا ہے؟

کیا معتکف خارج مسجد اذان پڑھ سکتا ہے؟

(۲) معتکف مسجد میں یا خارجِ مسجد اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

کیا معتکف جمعہ کے لئے شہر جا سکتا ہے؟

(۳) معتکف ایسے گاؤں میں ہے جس میں شرعاً جمعہ درست نہیں تو وہ نمازِ جمعہ کیلئے شہر میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۴) کوئی شخص شہر میں ایسی جگہ معتکف ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا، تو اسی شہر میں دوسری جگہ نمازِ جمعہ کے لئے جا سکتا ہے یا نہیں؟

کیا اعتکاف گاؤں اور شہر کی ہر ایک مسجد میں ضروری ہے؟

(۵) گاؤں اور شہر کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے یا فقط ایک ہی مسجد میں کافی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایک جگہ بیٹھنا لازم نہیں، مسجد کے کسی بھی حصہ میں جانے کی اجازت ہے، مثلاً اندر گرمی ہو تو صحن میں بھی آ سکتا ہے[۱]۔

(۲) معتکف کو اذان پڑھنے کی اجازت ہے، اگر وہ مؤذن ہے تو اذان کی متعینہ جگہ (خارجِ مسجد) بھی اذان پڑھ سکتا ہے[۲]۔

(۳) جب کہ اس پر جمعہ فرض نہیں ہے، تو اس کو اعتکاف کی جگہ سے نکل کر شہر میں جمعہ کے لئے جانے کی اجازت نہیں[۳]۔

(۴) جو شخص شہر کی کسی مسجد میں معتکف ہو جہاں جمعہ نہیں ہوتا، وہ جمعہ والی مسجد میں جمعہ کے لئے جائے، اور نماز پڑھ کر واپس آ جائے بلاضرورت دیر نہ لگائے[۴]۔

(۵) اچھا تو ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کیا جائے ہر محلّہ میں کسی مسجد میں اعتکاف کر لیا

---

[۱] فتاوی دارالعلوم ص ۶/۵۰۳، مسائل اعتکاف، مطبوعه زکریا دیوبند، امداد الاحکام ص ۳/۱۴۵، باب الاعتکاف، مطبوعه زکریا دیوبند.

[۲] ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وان كان بالئذنة خارج المسجد كذا فى البدائع والموذن وغيره فيه سواء هو الصحيح (عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فى الاعتكاف، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف، الدالمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۴۳۶، ۴۳۵، باب الاعتكاف، تاتارخانيه كراچى ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۱/۲۲۳، فصل فى الاعتكاف.

[۳] تقدم تخريجه تحت عنوان "دیہاتی معتکف کو نماز جمعه کے لئے شهر جانا"

[۴] يخرج فى وقت يمكنه ان ياتى الجامع فيصلى اربع ركعات قبل الاذان عند المنبر وبعد الجمعة يملك بقدر ما يصلى اربع ركعات او استا على اختلافهم فى سنة الجمعة، (عالمگیری ص: ۲۱۲، ج: ۱، باب الاعتكاف، تاتارخانيه كراچى ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف، بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۲۸۳، فصل واما ركن الاعتكاف)

جائے، تب بھی کافی ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۰ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اعتکاف سے متعلق گیارہ مسائل

معتکف ریح مسجد میں خارج کرے یا باہر کرے؟

(۱) اگر ریح کا غلبہ ہوتو اس کو خارج کرنے کے لئے معتکف مسجد سے باہر جائے یا احاطۂ مسجد ہی میں کرے۔

ایک قدم مسجد میں اور دوسرا باہر تو اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر ایک قدم ہے مسجد کے اندر اور دوسرا باہر تو اعتکاف ٹوٹے گا یا نہیں؟

مطالعہ یا تلاوت کیلئے معتکف مسجد کا تیل جلا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) معتکف مسجد کا تیل، کتاب یا کلام مجید پڑھنے کے لئے جلا سکتا ہے یا نہیں؟

کیا معتکف مسجد میں چراغ روشن کرسکتا ہے؟

(۴) معتکف مسجد میں دیا سلائی سے چراغ روشن کرے یا چراغ جلا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] سنة كفاية فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۴۴۲، باب الاعتكاف، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۷۸، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کیا معتکف کھانا کھانے کے لئے گھر جا سکتا ہے؟

(۵) معتکف اپنا کھانا مکان پر جا کر کھا سکتا ہے یا نہیں جبکہ لانے والا موجود نہ ہو۔

معتکف کا ٹھنڈا پانی قریب ہونے کی صورت میں گرم پانی کے لئے باہر جانا

(۶) اگر گرم پانی دور ہے اور سرد پانی نزدیک تو گرم پانی لینے جا سکتا ہے یا نہیں۔

گرمی یا سردی کی وجہ سے وضو کے لئے باہر سایہ میں جانا

(۷) احاطہ مسجد میں گرمی زیادہ ہے یا سردی زیادہ ہے تو وضو کے لئے باہر سایہ میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

ایضاً

(۸) مسجد کی چٹائی یا دیواروں پر تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

پانی لانے کے لئے معتکف کیا باہر جا سکتا ہے؟

(۹) اگر پاس موجود ہو تو پھر بھی خود پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟

حالت اعتکاف میں حجامت بنوانا

(۱۰) کیا حالت اعتکاف میں حجامت بنوا سکتا ہے یا نہیں۔

ابتداء اعتکاف کا وقت

(۱۱) ۲۰ر تاریخ کو اذان مغرب ہوجائے تب بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حدود مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں، (کذا فی ردالمختار[۱] ص:۶۸۷، ج:۱)

(۲) نہیں۔ قولہ الخروج الخ المراد بالخروج انفصَال قدمیہ (طحطاوی[۲] ص:۴۷۵)

(۳) اوقات نماز میں جب تک چراغ جلنے کا عرف ہوجلاسکتا ہے اور اس کے بعد تیل دینے والوں کی اجازت سے جلاسکتا ہے[۳]۔

(۴) اگر بدبودار نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ[۴] ص:۶)

---

[۱] وکذا لایخرج فیه الریح من الدبر واختلف فیه السلف فقیل لا بأس وقیل یخرج اذا احتاج الیه وهو الاصح (ردالمحتار ص۶۵۶/۱، شامی نعمانیه ص۴۴۱/۱، مطبوعه زکریا ص۴۲۹/۲، باب مایفسد الصلوة الخ، مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۱/۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد)

[۲] طحطاوی علی الدر ص۴۷۵/۱، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، واراد بالخروج انفصال قدمیه (البحر ص۳۰۳/۲، مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

[۳] ولابأس بان یترک سراج المسجد فی المسجد الی ثلث اللیل ولایترک اکثر من ذلک الا اذا شرط الواقف، ذالک او کان ذلک معتادا فی ذلک الموضع، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۰/۱، قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۶۸/۱، فصل فی المسجد، البحرالرائق کوئٹه ص۲۵۰/۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[۴] فتاویٰ رشیدیه ص۵۳/۱، ص۱۱۳/۲، ص۱۰۸/۳، ممنوع ومباح کے بیان میں۔

(۵) کھا سکتا ہے (کذا فی البحر ص[۱]:۳۰۳، ج:۲) شرط مذکور کے ساتھ۔

(۶) اگر سرد پانی سے وضو کرنے میں زیادہ دقت ہوتی ہے اور حدوث مرض یا ازدیاد مرض کا اندیشہ ہے تو جا سکتا ہے[۲]۔

(۷) زیادہ دقت کی حالت میں جا سکتا ہے جب کہ تحمل نہ ہو[۳]۔

(۸) چٹائی پر اگر غبار ہو تو اس سے تیمّم درست ہے[۴]، دیوار مسجد سے بعض کتبِ فقہ میں مکروہ وہ لکھا ہے[۵]۔

(۹) نہیں۔ ھٰکذا یفھم (کما فی البحر[۶] ص:۳۰۳، ج:۲) اگر دوسرے منگا سکتا ہے تو خود جانا جائز نہیں۔

---

۱ یخرج بعد الغروب للاکل والشرب وینبغی حملہ علی ما اذا لم یجد من یاتی لہ بہ فحینئذ یکون من الحوائج الضروریۃ. (البحر ص: ۳۰۳، ج:۲، باب الاعتکاف، طبع کراچی، شامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

۲ فلایخرج المعتکف من معتکفہ لیلا ونھارا الا بعذر، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۴۱۱، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

۳ فلایخرج المعتکف من معتکفہ لیلا ونھارا الا بعذر، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۴۱۱، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۲۱۲، الباب السابع فی الاعتکاف.

۴ ولوکان الغبار علی ظھر حیوان او نحو ثوب او نحو حنطۃ فتیمم بہ جاز بالغبار (طحطاوی علی المراقی مصری ص۹۷، باب التیمم، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۲۴۰، نوع آخر فیما یجوز بہ التیمم)

۵ ویکرہ مسح الرجل من طین والردغۃ باسطوانۃ المسجد او بحائطہ قاضیخان علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۱/۶۵، فصل فی المسجد)

۶ یخرج بعد الغروب للاکل والشرب وینبغی حملہ علی ما اذا لم یجد من یاتی لہ بہ فحینئذ یکون من الحوائج الضروریۃ. (البحر ص: ۳۰۳، ج:۲، باب الاعتکاف، طبع کراچی، شامی زکریا ص ۳/۴۴۰، باب الاعتکاف، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

(۱۰) بال بنوا سکتا ہے[۱]، حجامت بنوانا جس میں خون نکلتا ہے منع ہے[۲]۔

(۱۱) غروب آفتاب سے کچھ پہلے اعتکاف کی جگہ میں آجانا چاہئے کیونکہ عین غروب کے وقت مہینہ ختم ہونے پر اعتکاف ختم ہوجائے گا، پس اگر کوئی ۲۰/تاریخ کو بعد غروب بنیت اعتکاف مسجد میں آیا، تو جس قدر دیر کر کے آیا ہے اتنا وقت ایک عشرہ میں سے کم ہوجائے گا اور ایک عشرہ کا اعتکاف مسنون ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲/رجب ۵۷ھ

شرکت اجتماع کا بوقت نیت اعتکاف استثناء

سوال:- کیا معتکف اجتماعات میں شریک ہونے کو اور دینی خدمات میں شرکت کو

---

[۱] بالوں میں کنگھا کرانا حدیث سے ثابت ہے اور ان کو کسی برتن میں اسطرح دھونا کہ مسجد ملوث نہ ہو درست ہے اسی طرح بال بنوانا بھی درست ہوگا، جبکہ اجرت بغیر بنوائے جائیں اور کوئی تلوث نہ ہو۔

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اعتكف ادنى اى قرب الىّ راسه وهو فى المسجد فارجله الحديث، متفق عليه، ان الترجيل مباح للمعتكف قال ابن الهمام وان غسله فى اناء فى المسجد بحيث لا يلوث المسجد لا بأس به (مرقاة ص ۲/۵۶۹، باب الاعتكاف، كتاب الصوم، مطبوعه بمبئى، فتح القدير ص ۲/۳۹۶، باب الاعتكاف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲] فلا يجوز الاستصباح بدهن نجس فيه ولا البول والفصد فيه ولو فى اناء واما الفصد فيه فى اناء فلم اره وينبغى ان لافرق اى لا فرق بينه وبين البول (الدر المختار على الشامى كراچى ص ۱/۶۵۶، باب مايفسد الصلوة، مطلب فى احكام المسجد)

[۳] وسنة وهو فى العشر الاخير من رمضان (البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۲۹۹، باب الاعتكاف، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳/۴۳۰، باب الاعتكاف، وعند الائمة الاربعة انه يدخل قبل غروب ان اراد اعتكاف شهر او عشر، مرقاة شرح مشكوة ص ۲/۵۷۰، باب الاعتكاف، مطبوعه بمبئى)

نیت کرتے وقت مستثنیٰ کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بذریعہ نذر اعتکاف کو اپنے اوپر لازم کرتے وقت اگر شرکت اجتماع کو مستثنیٰ کرلے تو پھر شرکت کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلوٰة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذالک اھ (عالم گیری[1] ص: ۲۱۲، ج: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۹۵ھ

بستی کی مختلف مسجدوں میں سے کسی ایک جگہ اعتکاف

سوال:- موضع کرست ایک بڑی بستی ہے، زیادہ مسلم آبادی ہے البتہ اس کے مذرعہ جات کافی ہیں، جو اکثر ہندو آبادی ہے، بعض مذرعوں میں مسلم آبادی ہے اور وہ بھی مخلوط ہے، نیز یہ مذرعہ کرست سے کوئی ۶/۷/فرلانگ کوئی چار فرلانگ کوئی دو فرلانگ پر آباد ہیں، اگر کرست میں کوئی معتکف ہو تو مسلم آبادی مذرعہ جات کی رمضان المبارک کے اعتکاف سے سبکدوش ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی مذرعہ میں معتکف ہو تو خاص کرست اور مذرعہ جات سبکدوش ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ سب آبادیاں دیکھنے میں جداگانہ معلوم ہوتی ہیں، تو ایک آبادی کا اعتکاف

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۲۱۲، ج: ۱، الباب السابع فی الاعتکاف. تاتارخانیه ص ۲/۴۱۲، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، مطبوعه کراچی، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه مصر،

دوسری کے لئے کافی نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

جو مسجد وقف نہ ہو اس میں اعتکاف

سوال:- جو مسجدیں وقف نہیں ہیں ان میں رمضان المبارک کا اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور میں اعتکاف کے لئے مسجد کی شرط کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد شرعی تو اسی وقت بنتی ہے جب کہ وہ وقف ہو بغیر وقف کے وہ شرعی مسجد نہیں[2]، اگرچہ نمازِ جمعہ اور پنجگانہ نماز پڑھنے سے وہاں بھی ادا ہو جاتی ہے، مگر موقوفہ مسجد کو فضیلت حاصل ہے اور اعتکاف موقوفہ مسجد ہی میں کیا جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

---

[1] وكل مسجد تقام فيه الجماعة له امام وموذن فانه يعتكف فيه. (الفقه الحنفي وادلته ص ۳۸۶، ج: ۱، الاعتكاف)

[2] ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بقوله جعلته مسجدا عند الثاني وشرط محمد والامام الصلاة فيه، (الدرالمختار مع الشامي كراچي ص ۳۵۶، ج۴، مطلب في احكام المسجد، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۳، كتاب الوقف، فصل في احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3] وشرعاً اللبث في المسجد مع نيته فالركن هو الليث والكون في المسجد. (البحرالرائق ص: ۲۹۹، ج: ۲، باب الاعتكاف، النهر الفائق ص ۲/۴۳، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعي ص ۱/۳۴۸، مطبوعه امداديه ملتان)

دوسرے محلّہ کے آدمی کے ذریعہ سنت اعتکاف کی ادائیگی

سوال:- ایک محلّہ کا کوئی آدمی اگر دوسرے محلّہ کی مسجد میں عشرۂ اخیرہ رمضان کا اعتکاف کرے تو کیا اس کے اعتکاف کرنے سے اس مسجد کے محلّہ والوں سے اعتکاف مسنون ادا ہو جائے گا، یا اس مسجد کے محلّہ والوں میں ہی کسی کا معتکف بننا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کریگا اس مسجد سے متعلق سنتِ اعتکاف ادا ہو جائے گی[1]۔ مگر اہلِ محلّہ کو چاہئے کہ خود ہی اعتکاف کریں دوسرے محلّہ سے بلا کر اعتکاف کرا کے خود محروم نہ رہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنتِ اعتکاف کی ادائیگی بذریعہ امام

سوال:- ایک محلّہ کا کوئی آدمی دوسرے محلّہ کا امام ہو تو ان امام صاحب کو اپنی امامت کے محلّہ والوں میں سے شرعاً شمار کیا جائے یا نہیں؟ نیز ان کے لئے امامت کی مسجد میں اعتکاف

---

[1] وسنة مؤكدة فى العشر الاخير من رمضان اى سنة كفاية نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام به البعض سقط الطلب عن الباقين. (شامی کراچی ص ۲/۴۴۲، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۶، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] قال الزهرى رحمة الله عليه عجبا من الناس كيف تركوا الاعتكاف ورسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفعل الشئ ويتركهٗ وما ترك الاعتكاف حتى قبض. (الفقه الحنفى وادلته ص: ۳۸۶، ج: ۱، بحر ص ۲/۲۹۹، باب الاعتكاف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۲/۴۳، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

کرنے سے اس محلّہ والوں سے اعتکافِ مسنونہ ادا ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ امام صاحب جس محلّہ کے مسجد کے امام صاحب ہیں بحق اعتکاف اسی محلّہ کے شمار ہوں گے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسی مسجد میں اعتکاف جسمیں رات کو رکنے کی اجازت نہ ہو

سوال:- مسجد سرکاری احاطہ میں ہے، صرف نماز اذان کی اجازت ہے، وہاں رات کو رکنے کی اجازت نہیں ہے، ایسی صورت میں اعتکاف ہو یا نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہاں رات کو رہنے کی اجازت نہیں تو اعتکاف کیسے کرے گا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ویران مسجد اور عیدگاہ میں اعتکاف

سوال:- ویران مسجد یا عیدگاہ میں ایک صاحب نے اعتکاف کیا مسجد میں کوئی نہ

---

[1] وسنة مؤكدة فى العشر الاخير من رمضان اى سنة كفاية. (الدر) فاذا قام به البعض سقط الطلب عن الباقين. (شامی کراچی ص: ۴۴۲، ج: ۲، باب الاعتكاف)

[2] ان الاعتكاف يدوم بالليل والنهار الخ، طحطاوی على المراقى ص ۵۸۲، باب الاعتكاف، مطبوعه مصرى)

بیٹھا، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جاتا ہے جہاں اذان جماعت پنجگانہ کا اہتمام ہو، اگر ویران مسجد میں بھی اعتکاف کیا تو ہو جائے گا عیدگاہ میں کافی نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مسجد کے متصل حجرہ میں اعتکاف

سوال:- ایک مسجد جو نوتعمیر ہے اس کے پیچھے حصہ میں شمال کی جانب ایک تین کھونٹا چھوٹا کمرہ ہے، جس کا دروازہ مسجد کے اندر ہی کو ہے، متولّی مسجد نے بیان کیا یہ مسجد تعمیر ہوتے وقت یہ حصہ مسجد ہی کی نیت سے تعمیر ہوا مگر صف سیدھی کرنے کی وجہ سے مشیرانِ کمیٹی نے اس حصہ کو علیحدہ کر دیا اور یہ طے ہوا کہ اس میں مسجد وغیرہ کا سامان رکھ دیا جایا کرے گا، اس حجرہ میں معتکف اعتکاف کے لئے بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا کوئی دروازہ باہر کو نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے کسی حصہ کو جو نماز کے لئے ہو کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص کر دینا اور نماز کو وہاں سے ختم کر دینا جائز نہیں، حجرہ کی بظاہر ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد سے خارج ہے، مسجد نہیں ہے، امام یا متولّی یا سامان کے لئے بنایا گیا ہے، اس لئے اس حجرہ میں اعتکاف

---

[1] ومنها مسجد الجماعة فيصح في كل مسجد له اذان واقامة هو الصحيح. (عالمگیری ص: ۲۱۱، ج: ۱، درمختار علی الشامی کراچی ص ۲/۴۴۰، باب الاعتکاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۷، باب الاعتکاف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

نہ کیا جائے[1]۔ ہاں اگر دروازہ یا دیوار توڑ کر مسجد میں شامل کرلے تو پھر وہاں اعتکاف کرنے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۰ھ

معتکف کا صحنِ مسجد میں حجامت بنوانا

سوال: -معتکف مسجد کے فرش پر بیٹھ کر حجامت بنواسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بنواسکتا ہے البتہ بال وہاں نہ گرنے پائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

[1] وشرعاً هو الاقامة بنية أى بنية الاعتكاف فى مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل للصلاة الخمس: مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص: ۵۷۶، مصرى، باب الاعتكاف، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۲/۴۴۰، باب الاعتكاف،

[2] مستفاد: سئل ابوحنيفة رحمة الله تعالىٰ عن المعتكف اذا احتاج الى الفصد والحجامة هل يخرج فقال لا وفى اللائى واختلف فى الذى يفسو فى المسجد فلم ير بعضهم باسئا وبعضهم قالوا لا يفسوا ويخرج اذا احتاج اليه والاصح كذا فى التمرتاشى. (عالمگيرى ص: ۳۲۰، ج:۵، باب احكام المساجد)

اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدون عوض کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بعوض ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے مگر حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنوائے، مسجد کے اندر اجرت سے کام کرنا جائز نہیں، احسن الفتاویٰ ص ۴/۵۱۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالاشاعت ديوبند،

معتکف کو مسجد میں چارپائی

سوال: -معتکف مسجد میں چارپائی بچھا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز چارپائی پر لیٹ سکتا ہے یا نہیں؟ اور مکانوں میں جو عورتیں اعتکاف کرتی ہیں وہ اپنے اعتکاف کرنے کی جگہ پر چارپائی بچھا سکتی ہیں یا نہیں؟ اور بقیہ پورے مکان میں بغرضِ ضرورت آ جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ چارپائی بچھا سکتا ہے، اور اس پر لیٹ سکتا ہے[1] مگر آج کل عرفاً مسجد میں چارپائی بچھانا خلافِ احترام سمجھا جاتا ہے، اس لئے احتیاط چاہئے[2] عورت کو اپنی اعتکاف کی جگہ یہ اشکال نہیں، عورت اگر بلاضرورتِ شرعیہ وطبعیہ اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر مکان میں کسی اور جگہ جائے گی تو اس کا اعتکاف باقی نہیں رہے گا، **وللمرأة الاعتكاف في مسجد بيتها وهُوَ محل لصَّلوٰة فيه ولا تخرج منه اذا اعتكفت فلو خرجت بغير عذرٍ يفسد واجبه وينتهي نفله كذا في مراقي الفلاح والطحطاوي**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۹ھ

---

[1] عن بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان اذا اعتكف طرح له فراشه اويوضع له سريرهٗ وراء اسطوانة التوبة. (ابن ماجه ص: ۱۲۷، باب في المعتكف يلزم مكانا من المسجد. وراجع فتاوى رحيميه ص: ۲۰۷، ج:۵، مكتبه رحيميه سورت گجرات، ومجموعة الفتاوى ص:۱۸، ج:۲، مطبوعه يوسفي لكهنؤ)

[2] امداد الفتاویٰ ص: ۷۵۰، ج:۲، احكام المسجد، مطبوعه زكريا ديوبند،

[3] مراقي الفلاح ص: ۱۱۳، طحطاوي ص: ۵۷۶، مصري، باب الاعتكاف، فتاوى عالمگيري كوئٹه ص ۱/۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، النهر الفائق ص ۲/۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مكتبه عباس احمد الباز،

عورت کا اعتکاف میں کھانا پکانا

سوال:- اور امرأۃِ معتکفہ مسجدِ بیت میں کھانا پکا سکتی ہے یا نہیں؟

اذان اور وضو کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے تو کافی کی اس عبارت کے خلاف ہے: ویخرج لغائط او بول او جمعة. شامی جلد: ۲، جوابات مع حوالات دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا کوئی کھانا پکانے والا نہ ہو تو مسجدِ بیت میں کھانا پکا سکتی ہے مسجدِ بیت پر تمام احکام مسجد کے جاری نہیں ہوتے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱۲/۸۸ھ

اعتکاف میں فتویٰ کس کے قول پر ہے

سوال:- رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کرنے والا اگر بغیر عذر شرعی وطبعی مسجد کی حد سے کچھ دیر کے لئے باہر چلا جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگا، یا نہیں کیا اس مسئلہ میں اس زمانہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے، مگر

---

[1] مندوب لكل مسلم أن يعد في بيته مكانًا يصلي فيه الا أن هذا المكان لا يأخذ حكم المسجد على الاطلاق، (عالمگيری كوئٹه ص: ۳۲۰، ج: ۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد الخ، المحيط البرهاني ص ۵، ج ۸، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف)

صاحب ہدایہ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول راجح ہے، اس لئے اس مسئلہ میں نزاع نہیں چاہئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول اورع ہے، اور صاحبین کا قول اوسع ہے، صراحۃ فتویٰ کسی مذہب پر نہیں دیکھا صرف قیاس واستحسان کے لفظ سے ترجیح معلوم ہوتی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی ترجیح

سوال:- اگر مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے، تو اس کے بعد بھی ایسے عالم کے لئے جو مفتی نہ ہو کیا یہ گنجائش رہتی ہے، کہ وہ خود بھی صاحبین رحمہم اللہ علیہ کے قول پر عمل کرے اور دوسرے عوام کو بھی صاحبین کے قول پر عمل کرے اور امام صاحب کے قول کو چھوڑ دے، اس کا ایسا کرنا کیسا ہے، جب کہ شرح عقود رسم المفتی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ص: ۲۷ پر تحریر فرمایا ہے: **والمرجوح فی مقابلته الراجح کالعدم** اس کے بعد لکھا ہے: **اعلم انّ من یکتفی بان یکون فتواہ اوعملہ موافقًا لقول اووجهٍ فی المسئلة ویعمل بما شاء من الاقوال والموجودة من غیر نظر فی الترجیح فقد حمل وقوف الاجماع** براہ کرم حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

---

[1] ولو خرج من المسجد ساعة بغیرعذر فسد اعتکافه عند ابی حنیفة رحمة اللّٰه تعالٰی علیه لوجود المنافی وهو القیاس وقالا، لایفسد حتی یکون اکثرمن نصف یوم وهو الاستحسان لان فی القلیل ضرورة. فتح القدیر ص: ۳۹۵، ج: ۲، باب الاعتکاف. (مصری) مجمع الانهر ص۳۷۸، ۱/۳۷۹، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۲، باب الاعتکاف،

الجواب حامداًومصلیاً

اب اس کے جواب کی خاص ضرورت باقی نہیں رہی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

اعتکاف پر معاوضہ

سوال:- رقم حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے محلّہ میں جا کر اعتکاف کرنا کیسا ہے؟ اس طرح اعتکاف کرنے کے سے اس محلّہ والوں سے اعتکاف کی سنت ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر ساقط نہ ہوتو اس کا اعتکاف صحیح ہوا یا نہیں؟ اس کا ثواب اس کو ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اعتکاف کو بزنس (تجارت) بنانا غلط اور ناجائز ہے، اعتکاف پر پیسے لینا اس کو فروخت کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے، ایسے اعتکاف کا ثواب نہیں، نہ اس کے سنتِ اعتکاف اہلِ محلّہ سے ساقط ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۵/۹/۹۲ھ

---

[1] ان کل طاعة یختص بها المسلم لا یجوز الاستئجار علیها عندنا ..... لان القربة متی حصلت وقعت علی العامل ولهذا تتعین اهلیته فلا یجوز له اخذ الاجرة من غیره کما فی الصوم والصلاة هدایة، شامی زکریا ص ۹/۷۶، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، شامی نعمانیه ص ۵/۳۴، شامی کراچی ص ۶/۵۵، مجمع الانهر ص ۵۳۲، ۳/۵۳۳، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

حج کے شرائط اور ارکان وغیرہ

حج اکبر

سوال:۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وأذان من اللّٰہ ورسولہ الیٰ الناس یوم الحج الاکبر ان اللّٰہ بریٔ من المشرکین ورسولہ'' اس آیت کریمہ میں حج اکبر سے کیا مراد ہے، کیا اس میں اقوال مختلف ہیں، قول راجح کیا ہے، یوم عرفہ، وجمعہ کو حج اکبر کا سمجھنا کیا کسی امام فن کا قول ہے یا محض شیخ اکبر کا قول؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یوم الحج الاکبر کی تعیین میں مفسرین کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ اس سے یوم عرفہ مراد ہے، دوسرا قول ہے کہ اس سے یوم النحر مراد ہے، کمافی الاکلیل[1] ج ۳/ص ۳۳۴/ حافظ عماد نے اپنی تفسیر میں سعید بن مسیبؒ سے نقل کیا ہے:۔

---

[1] یوم الحج الاکبر یوم عرفة لان الوقوف بعرفة معظم افعال الحج او یوم النحر لان فیه تمام الحج من الطواف والنحر والحلق والرمی ووصف الحج بالاکبر لان العمرة تسمیٰ الحج الاصغر الخ، مدارک التنزیل علی الخازن ص ۳۰۵، ۲/۲۰۴، سورۂ براءۃ آیت: ۳، مطبوعہ مصر، شامی کراچی ص ۲/۶۲۲، باب الهدی مطلب فی الحج الاکبر، مطبوعہ زکریا ص ۴/۴۷،

"قال یوم الحج الاکبر الیوم الثانی من یوم النحر" مجاہدؒ سے نقل کیا ہے، کہ یوم الحج الاکبر ایام الحج کلھا[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۲/ص ۳۳۵/ حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے ابن عباسؓ وغیرہ سے نقل کیا ہے "العمرۃ الحج الصغریٰ، احکام القرآن، ج ۳/ص ۹۹[2]/ جس کا حاصل یہ ہے کہ الاکبر کی قید احترازعن العمرۃ کے لئے ہے، اسی لئے ایام حج میں عمرہ منع ہے، جس دن پر قرآن پاک میں یوم الحج الاکبر کا اطلاق کیا گیا ہے، مفسرین کی بڑی جماعت اس کی قائل ہے، کہ وہ جمعہ کا دن تھا، مگر اس کا یہ مطلب کہ ہر وہ حج جو جمعہ کے روز ہو وہ حج اکبر ہے، جیسا کہ مشہور ہے، میں نے ائمہ مجتہدین کے اقوال میں نہیں پایا، البتہ جو حج جمعہ کے روز ہو اس کی فضیلت کسی اور دن کے حج پر ستر درجہ ہے، اس کی تصریح طحطاوی، ص ۴۰۳[3]/ زیلعی، ج ۲/ص ۲۶[4]/ اور اوجز، ص ۲۲۷[5]/ وغیرہ میں مذکور ہے، عوام جمعہ کے روز والے حج کو حج اکبر کہتے ہیں، العرف الشذی، ص ۳۴۰[6]/ میں اسکی تردید موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۲/۵۲۵، سورۂ توبہ آیت: ۳، مطبوعہ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ.

[2] احکام القرآن للجصاص ص ۳/۸۰، مطبوعہ لبنان، مطبوعہ قدیمی کراچی ص ۳/۱۲۰، سورۂ توبہ آیت: ۳.

[3] وافضل الایام یوم عرفۃ اذا وافق یوم الجمعۃ وھو افضل من سبعین حجۃ فی غیر جمعۃ الخ، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۶۰۸، فصل، العمرۃ، مطبوعہ مصری.

[4] زیلعی ص ۲/۲۶، باب الاحرام، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[5] اوجز المسالک ص ۳/۷۲۷، کتاب الحج، حج یوم الجمعۃ ھل لہ مزیۃ، مطبوعہ یحیوی سہارنپور.

[6] الحج الاکبر فی عرف الحدیث ھو الحج واما الحج الأصغر فالعمرۃ لاماھو متعارف فی عامۃ الناس من ان الحج الأکبر الذی یکون یوم عرفۃ فیہ یوم الجمعۃ، العرف الشذی ص ۳۴۰، کتاب الحج، باب بلا ترجمۃ، قبیل ابواب الجنائز. مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

حج اکبر کی تشریح

سوال:۔ حج اکبر کی تعریف کیا ہے، اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور حج جس میں طواف، نحر، حلق، رمی، داخل ہے، اس کو حج اکبر کہتے ہیں، اور سورہ توبہ کے شروع میں بھی ہے، "**یوم الحج الاکبر**" اس کی تفسیر میں ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ، عطاءؒ، طاؤسؒ ومجاہدؒ نے کہا کہ مراد عرفہ کا دن ہے کیونکہ بڑے ارکان اس دن میں ادا ہوتے ہیں، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے کہا کہ یوم النحر مراد ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا چونکہ اس دن یوم جمعہ واقع ہوا تھا، اس لئے اس حج کو جو جمعہ کے دن ہو حج اکبر سے تعبیر کرنے لگے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

حج کے دو رکن ہیں

سوال:۔ اگر کسی مسلمان نے حج کی نیت سے احرام کی چادریں باندھیں، عرفات میں وقوف کیا اور طواف زیارت بھی کرلیا، تو کیا اس کا حج ہوگیا، اور اس کو حج کا پورا پورا ثواب ملے گا یا نہیں؟

---

[1] قال العلامة نوح فی رسالتهٔ المصنفة فی تحقیق الحج الاکبر قیل انه الذی حج فیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو المشهور وقیل یوم عرفة جمعة اوغیرها والیه ذهب ابن عباس وابن عمر وابن زبیر وغیرهم وقیل یوم النحر والیه ذهب علی وابن ابی اوفی والمغیرة ابن شعبة وقیل انه ایام منی کلها وهو قول مجاهد وسفیان الثوری وقال مجاهد الحج الاکبر القران والاصغر الافراد وقال الزهری والشعبی وعطاء الاکبر الحج والاصغر العمرة .شامی کوئٹه، ج۲/ص ۲۷۶/مطلب فی الحج الاکبر، شامی زکریا ص۴/۴۷،

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج کے دو رکن ہیں، وقوف عرفات، اور طواف زیارت، بحالت احرام ادا کر لینے سے حج ادا ہو جائے گا،[۱] بقیہ امور حج میں واجب سنت اور مستحب ہیں، جن کے ترک سے صدقہ وغیرہ لازم ہوتا ہے یا تو ثواب میں کمی آتی ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج مقبول ومبرور میں فرق

سوال:۔ حج مبرور اور حج مقبول میں کیا فرق ہے، حج مقبول ومبرور دونوں مترادف الفاظ ہیں، آیا متضاد اگر متضاد تو دونوں میں کیا فرق ہے، اور حج نفلی مبرور اور مقبول ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مقبول ومبرور کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے مبرور وہ ہے جس میں کوئی جنایت نہ کی ہو،[۳] جس سے دم یا کفارہ لازم آئے،[۴] مقبول جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے،[۵] کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنایت کے باوجود قبول ہو جائے، تو مقبول ہے، مبرور نہیں ہے، کبھی جنایت سے پاک صاف ہونے کے باوجود قبول نہیں ہوتا، مثلاً ناجائز روپیہ سے حج کیا تو وہ مبرور

---

[۱] واما رکنه فشیٔان الوقوف بعرفة وطواف الزیارة لکن الوقوف اقوی من الطواف. عالمگیری ص ۲۱۹/۱/ الباب الاول فی تفسیر الحج، مطبوعه رحیمیه دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۷، الحج، النهر الفائق ص ۲/۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ثم الرکن لایجزی عنه البدل ولایتخلص عنه بالدم الاباتیان عینه والواجب یجزی عنه البدل اذا ترکه ولوترک السنن والآداب فلاشئی علیه وقد أساء عالمگیری، ج ۱/ ص ۲۲۰/ الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیته. مطبوعه رحیمیه دیوبند، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

ہے، مقبول نہیں[۱]، مبرور ومقبول کبھی ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۹۴ھ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۳ قولہ الحج المبرور الخ قالوا ان الحج المبرور هوالسالم عن الجنابت، العرف الشذی ص ۳۱۱، ابواب الحج باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة، مطبوعه رحیمیه دیوبند، فیض الباری ص ۳/۶۲، باب فضل الحج المبرور، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند.

۴ وفی العارضة اختلف الناس فی الحجة المبرورة فقیل هی التی لامعصیة فیها وقیل هی التی لامعصیة بعدها الخ اوجز المسالک، ج۳/ص ۳۹۲/ کتاب الحج (جامع ماجاء فی العمرة) الحج المبرور بالمال الحرام، مطبوعه یحیوی سهارنپور الهند.

۵ والقبول المترتب علیه الثواب یبتنی علی اشیا کحل المال والاخلاص کما لو صلی مرائیا او صام واغتاب فان الفعل صحیح لکنه بلا ثواب، ردالمحتار علی الدرالمختار کراچی ص ۲/۴۵۶، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال الحرام، مطبوعه زکریا ص ۳/۴۵۳،

(حواشی صفحہ ھذا) ۱ وقال الدردیر صح الحج فرضاً او نفلاً بالحرام من المال فیسقط عنه الفرض والنفل و عصی اذ لا منافاة بین الصحة والعصیان قلت و کذلک عند الحنیفیة کما فی الشامی عن البحر اذ قال یجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولاتنا فی فی سقوطه و عدم قبولها، اوجزالمسالک ص ۳/۳۹۲، کتاب الحج، جامع ماجاء فی العمرة، الحج المبرور بالمال الحرام، مطبوعه یحیوی سهارنپور، شامی کراچی ص ۲/۴۵۶، مطلب فیمن حج بمال حرام، عالمگیری ص ۱/۲۲۰، کتاب المناسک، مطبوعه کوئٹه.

۲ فضل الحج المبرور ای المقبول، عمدة القاری ص ۵/۱۳۳ جز: ۹، باب فضل الحج المبرور، مطبوعه دارالفکر بیروت، (وفی الفتح) المبرور المقبول وقال غیره الذی لا یخالطه شئ من الاثم. وقال القرطبی، الأقوال التی ذکرت فی تفسیره متقاربة المعنیٰ، فتح الباری ص ۴/۱۵۷، باب فضل الحج المبرور، مطبوعه دارالفکر بیروت، اوجز المسالک ص ۳/۳۹۲، کتاب الحج، الحج المبرور بالمال الحرام، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

حج اور عمرہ میں نیت زبان سے کرنا

سوال:۔ مدرسہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے حج اور عمرہ نام کی ایک کتاب شائع ہوچکی ہے، جس میں حج اور عمرہ کے ضروری احکامات کو بیان کیا گیا ہے، ہم نے اسکا بغور مطالعہ کرکے، ایک مسئلہ کے بارے میں پیچیدگی پائی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے، کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ (۴۵-۴۶-۴۷-۴۸- میں حج اور عمرہ کا تفصیلی بیان شروع کیا گیا ہے، سب سے پہلے نیت کا بیان تحریر کیا گیا ہے، اور لکھا ہے کہ عمرہ اور حج کے موقعہ پر دل سے نیت کرنے کے علاوہ الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں گے، عمرہ اور حج کے علاوہ دوسری عبادات مثلاً نماز، روزہ، طواف وغیرہ میں نیت زبان سے ادا کرنا بدعت قرار دیتے ہیں، اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھتے وقت نیت کے الفاظ زبان سے ادا کئے ہیں، اس لئے حج اور عمرہ میں نیت زبان سے ادا کرنا سنت کی اتباع ہے، اور دیگر عبادات مثلاً نماز، روزہ، طواف وغیرہ کی نیت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین تبع تابعین سے زبان سے ادا کرنے کی صورت میں ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے مسلم، مشکوٰۃ کے درج ذیل حدیث کے ضمن میں لاکر صدیوں بعد کی ایجاد قرار دی گئی ہے، **کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔**

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ بات صحیح ہے کہ نماز کی نیت کیلئے زبان سے الفاظ کا کہنا حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں، درحقیقت نیت نام ہے ارادہ قلبی کا، بہت سے لوگ ایسے ہیں جن پر خیالات اور وساوس کا ہجوم رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادہ قلبی کو مستحکم و مستحضر نہیں کرسکتے، ان کے لئے الفاظ کا ادا کردینا کافی قرار دیا گیا ہے، اگر کوئی شخص زبان سے الفاظ نہ کہے دل میں ارادہ کرے، تو بھی بلاشبہ اس کی نماز درست ہے، اس صورت میں الفاظ ادا کرنے

کو بدعت، ضلالت قرار دینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ

ایام معلومات کی تشریح

سوال:۔ ”وقد روی ابن ابی شیبة من وجه اٰخر عن ابن عباس ان المعلومات یوم النحر وثلثة ایام بعده ورجح الطحاوی هذا لقوله تعالیٰ ویذکروا اسم اللّٰه فی ایام معلومات علیٰ مارزقهم الخ فتح الباری، ج۲/ص ۲۶۶/“ ابن ابی شیبہ کی مکمل سند مطلوب ہے، پوری سند تحریر فرماویں، امام طحاویؒ کا بیان طحاوی میں نہیں ملتا، امام طحاویؒ نے جو چاردن کی قربانی کو قرآن کی آیت سے ترجیح فرمائی ہے، یہ بیان امام طحاویؒ کا کونسی کتاب میں ہے اس کتاب کا نام وصفحہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہاں مصنف ابن ابی شیبہؒ کا مکمل نسخہ موجود نہیں، نہ مطبوعہ، نہ قلمی، جس قدر ہے، اس میں یہ روایت موجود نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے امام طحاوی کی کونسی کتاب سے یہ روایت لی معلوم نہیں ہوسکا، تلاش سے بھی کامیابی نہیں ہوئی، اغلب یہ ہے کہ اس میں کسی کو خلط ہوا، وہ اسطرح کہ ”ایام معلومات“ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ بھی ہے ”یوم النحر وثلثة ایام بعده“ اس سے ذہن اس طرف چلا گیا، کہ یہی ایام ذبح بھی ہیں، حافظ ابوبکر

---

[1] النیة ارادة الدخول فی الصلوٰة والشرط ان یعلم قلبه ای صلوٰة یصلی وادناها مالوسئل لأمکنه ان یجیب علی البدیهة وان لم یقدر علی ان یجیب الا بتأمل لم تجز صلوته ولاعبرة للذکر باللسان فان فعله لتجتمع عزیمة قلبه فهو حسن کذا فی الکافی ومن عجز عن احضار القلب یکفیه اللسان کذافی الزاهدی. فتاویٰ عالمگیری، ج۱/ص ۶۵/ مکتبه بلوچستان. درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۹۱، باب شروط الصلاة، بحث النیة. بحر ص۱۲/۲۷۷، باب شروط الصلاة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

جصاص رازیؒ نے احکام القرآن[1]، ج۳/ص۲۸۷[2] میں لکھا ہے:۔

"فروی عن علیؓ وابن عمرؓ ان المعلومات یوم النحر ویومان بعده واذبح فی ایهاشئت قال ابن عمرؓ المعلومات ایام النحر والمعدودات ایام التشریق وذکر الطحاوی عن شیخه احمد ابن ابی عمران عن بشربن ولید الکندی القاضی قال کتب ابوالعباس الطوسی الیٰ ابی یوسف یسئله عن ایام المعلومات فاملیٰ علیٰ ابی یوسف جواب کتابه اختلف اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فیها فرویٰ عن علیؓ وابن عمرؓ انها ایام النحر والیٰ ذالک اذهب لانه قال علیٰ مارزقهم من بهیمة الانعام وذٰلک فی ایام النحر وعن ابن عباسؓ والحسنؒ وابراهیمؒ ان المعلومات ایام العشر والمعدودات ایام التشریق وروی معمرعن قتادة مثل ذٰلک وروی ابن ابی یعلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ "واذکر واللّٰه فی ایام معلو مات" یوم النحر وثلٰثة ایام بعده وذکرابوالحسن الکرخی ان احمد القاری روی عن محمد عن ابی حنیفة ان المعلومات العشر وعن محمدانها ایام النحر الثلٰثة ،یوم الاضحیٰ ویومان بعده اھ" علاوہ ازیں اور بھی بعض امور ایسے ہیں جن کو حافظ ابن حجرؒ نے طحاویؒ کی طرف منسوب کیا ہے، مگر وہ تصانیف طحاوی میں موجود نہیں، بلکہ اس کے برعکس موجود ہے، غالباً کسی دوسرے نے لکھا ہے، اس کے اتباع میں حافظؒ نے بلاتحقیق کے نقل کر دیا ہے۔

---

[1] قال الحافظ: واسناده صحیح، وظاهره ادخال یوم العید فی ایام التشریق وقد روی ابن ابی شیبة عن بن عباس ایضاً ان المعلومات یوم وثلاثة ایام بعدهٗ الخ، نیل الاوطار ص۳/۳۸۴، کتاب العیدین، باب الحث علی الذکر والطاعة فی ایام العشر، اعلاء السنن ۱۷/۲۳۷، کتاب الاضاحی، ادارة القرآن کراچی.

[2] احکام القرآن للجصاص الرازی ص۳/۳۴۵، باب الایام المعلومات، سوره حج آیت:۲۸، مطبوعه قدیمی کراچی.

ایام ذبح کی تعداد میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ بھی ہے "یوم النحر و ثلثة ایام بعده" اس کے استدلال میں جبیر ابن مطعمؓ کی روایت پیش کی جاتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں "ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال کل فجاج منیٰ منحر وفی کل ایام التشریق ذبح" مگر جبیر ابن مطعم سے اس کو عبدالرحمٰن ابن ابی حسین روایت کرتے ہیں، اور بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے "لم یلق ابن ابی حسین جبیر ابن مطعم فیکون منقطعاً" اسی روایت کو سلیمان بن موسیٰ نے جبیر ابن مطعمؓ سے نقل کیا ہے، مگر بیہقی نے لکھا ہے "سلیمان ابن موسیٰ لم یدرک جبیر بن مطعم "فیکون منقطعاً ابن عدی نے کامل میں دوسری سند سے لیا ہے "عن معاویة بن یحیٰ الصدفی عن الزهری عن ابن المسیب عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم قال ایام التشریق کلها ذبح" مگر نسائی ابن معین، علی ابن المدینی، نے معاویة بن یحییٰ کی تضعیف کی ہے، حتی کے ابن ابی حاتم نے "کتاب العلل" میں فرمایا ہے "قال ابی هذا حدیث موضوع بهذا الاسناد" یہ سب بحث عینی[1]، ج ۱ ص ۶۳ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] واستدل من قال الاضحی یوم النحر وثلاثة ایام بما روی فی صحیح ابن حبان من حدیث جبیر بن مطعمؓ ان النبیﷺ قال کل فجاج منی منحر وفی کل ایام التشیرق ذبح قلت هذا رواه احمد وابن حبان من حدیث عبد الرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعمؓ وقال البزار فی مسنده لم یلق ابن ابی حسین جبیر بن مطعم فیکون منقطعا فان قلت الی قوله وقال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل قال ابی هذا حدیث موضوع هذا الاسناد، عمدة القاری ص ۱۴۸/۱۱، جز: ۲۱، کتاب الاضاحی، باب من قال الاضحی یوم النحر، مطبوعه بیروت، بنایه فی شرح الهدایه للعینی ص ۳۰-۳۱/۱۱، باب الاضحیة، مطبوعه کوئٹه.

یوم القر کی تشریح

سوال:۔ "ان اعظم الایام عنداللّٰہ یوم النحر ثم یوم القر" مشکوٰۃ شریف، ص ۲۳۲/ جب کہ قربانی کے تین دن ہیں، تو لفظ "یوم القر" کا کیا مطلب ہے؟ کیا حاجیوں کے لئے قربانی کے تین دن نہیں ہیں، اگر ہیں لفظ "یوم القر" کیوں فرمایا، اس حدیث سے تو صاف یہ بیان ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے دوسرا دن آرام کرنے کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم "ان اعظم الایام عنداللّٰہ یوم النحر ثم یوم القر" الحدیث مشکوٰۃ شریف[1]، ص ۲۳۲/ اس میں تو حصر نہیں ہے کہ قربانی صرف ایک روز ہی ہوسکتی ہے اس کے بعد درست نہیں "یوم القر" کو یوم القر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قال ابن المنظور الافریقی فی لسان العرب[2]، ج ۶/ ص ۳۹۶/. "یوم القر الیوم الذی یلی یوم النحر لان الناس یقرون فی منازلهم وقیل لانهم یقرون بمنیٰ عن کراع ای یسکنون ویقیمون، وقال ابو عبید اراد بیوم القر الغد من یوم النحر وهو حادی عشر ذی الحجة سمی یوم القر لان اهل الموسم یوم التروية ویوم عرفة ویوم النحر فی تعب من الحج فاذا کان الغد من یوم النحر قروا بمنیٰ فسمیٰ یوم القر اھ"

مجمع البحار[3]، ج ۲/ ص ۱۳۱/ میں علامہ پٹنی نے لکھا ہے "افضل الایام یوم النحر ثم

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۳۲، باب الهدی، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، سب سے بڑا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا دن ہے، اسکے بعد قر کا دن ہے۔

[2] لسان العرب، ج ۵/ ص ۸۷/ مکتبہ دار صادر بیروت۔

[3] مجمع بحار الانوار ص ۲۴۹/۴، (قرر) مطبوعه دارالایمان مدینة المنوره.

یوم القر وھو حادی عشر ذی الحجة لانھم یقرون فیه بمنیٰ ای یسکنون ویقیمون اھ" ایسا ہی تقریباً تاج العروس فی شرح القاموس[1]، ج ۳/ص ۴۸۷/ میں ہے۔

شرح مشکوٰۃ، مرقاۃ[2]، ج ۳/ص ۲۳۷/ لمعات[3]، طیبی[4]، ج ۳/ص ۴۳۴/ میں بھی یہی وجہ تسمیہ لکھی ہے "**یوم القر بفتح القاف وتشدید الرأای یوم القر اربخلاف ماقبله وما بعده من حیث الانتشار قال بعض الشراح هو الیوم الاول من ایام التشریق سمی بذٰلک لان الناس یقررون یومئذ فی منازلهم بمنی ولاینفرون عنه بخلاف الیومین الاخیرین[5] اھ**" وجہ تسمیہ سے دور کا بھی اشارہ نہیں ملتا کہ قربانی کا صرف ایک دن ہے۔

یوم الترویہ میں مکہ معظّمہ سے چل کر منیٰ پہنچے، یوم عرفہ میں منیٰ سے چل کر عرفات گئے بعد غروب وہاں سے چل کر مزدلفہ آئے، شب میں ٹھہر کر یوم النحر منیٰ آئے وہاں رمی جمرۂ عقبہ اضحیہ، حلق، سے فارغ ہو کر مکہ آئے، طواف زیارت اور سعی کر کے جب ہی اسی روز منیٰ پہنچ گئے، یہ تین روز مسلسل چلنا پھرنا ہوا، درمیان میں کوئی دن قرار کا نہیں ملا، ۱۱/کو منیٰ میں قرار پکڑ کر یہ مکہ مکرمہ جاتا ہے، نہ مزدلفہ میں، نہ مزدلفہ میں، نہ عرفات میں اس لے ء یہ دن یوم القر ہے، امام طحاویؒ نے حدیث روایت کی ہے "**بسنده عن عبداللّٰه بن قرطؓ قال**

---

[1] وفی الحدیث، افضل الایام عند اللہ یوم النحر ثم یوم القر، وھو الذی یلی یوم النحر لانھم یقرون فیه بمعنی عن کراع وقال غیره لانھم یقرون فی منازلھم، تاج العروس فی جواھر القاموس ص ۱۳/۳۹۴، مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

[2] مرقاة ص ۳/۲۳۷، کتاب المناسک، باب الھدی، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[3] لمعات ص ۲/۳۵۶، باب الھدی، الفصل الثانی، مطبوعه نوریه رضویه سکھر، پاکستان،

[4] طیبی شرح مشکوة ص ۵/۳۴۶، مطبوعه زکریا دیوبند.

[5] مرقاة ص ۳/۲۳۷، کتاب المناسک، باب الھدی، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احب الایام الیٰ اللّٰہ عزوجل یوم النحر ثم یوم القر، فقد مت الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بدنات خمس اوست فطفقن یزد لفن الیہ بایتھن یبدأ قال فلما وجبت جنوبھا قال کلمۃ خفیۃ لم افقھھا، فقلت للذی کان الیٰ جنبی ماقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قال من شاء اقتطع[1] **اھ مشکل الآثار**[2]**، ج۲/ ص ۱۳۲/ ۱۲"۔ ابوداؤد شریف**[3] میں بھی بتغیر بعض الالفاظ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قربانی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم القر میں فرمائی ہے، سیوطیؒ نے اس کو جن الفاظ میں نقل کیا ہے، ان میں زیادہ وضاحت ہے "**اخرج الطبرانی وابونعیم والحاکم وصححہ عن عبداللّٰہ بن قرط قال قدم رسول اللّٰہ ﷺ فی یوم القر بدنات خمس اوست فطفقن یزدلفن الیہ بایتھن یبدأ اھ**" (خصائص کبریٰ، ج۲/ص۳۹[4]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **ترجمہ**:۔ حضرت عبداللہ بن قرط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دن قربانی کا دن ہے، اس کے بعد قر کا دن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پانچ یا چھ اونٹ کئے گئے وہ اونٹ آپ کے نزدیک ہوتے تھے کہ کس کو پہلے ذبح کریں، راوی نے کہا جب ان کے پہلو زمین پر گرے تو آپ ﷺ نے آہستہ سے ایک بات کہی جس کو میں سمجھ نہ سکا میں نے کہا اس سے جو میرے قریب تھے کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ تو اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو چاہے کاٹ لے جائے۔

[2] **شرح مشکل الآثار ص ۳/۳۶۰، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللّٰہ ﷺ من قولہ من انتھب فلیس منا، رقم الحدیث ۱۳۱۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت.**

[3] **ابو داؤد شریف ص ۱/۲۴۵، کتاب المناسک، باب الھدی اذا عطب قبل ان یبلغ، مطبوعہ سعد دیوبند.**

[4] **خصائص الکبریٰ ص ۲/۳۹، باب ماوقع فی حجۃ الوداع من الآیات والمعجزات، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.**

وسعت کے باوجود حج نہ کرنا

سوال:۔ زید کے گھر میں کافی دولت ہے، مگر حج کو نہیں جاتا، اور جب اس سے کہا جاتا ہے، تو کہتا ہے کہ میرے اوپر ذمہ داری بہت ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر زید کے پاس اتنی دولت ہے جس سے اسکے اوپر حج فرض ہے، تو وہ گنہگار ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

استطاعت سے پہلے حج کا حکم

سوال:۔ ایک مسکین نے مسکینی کی حالت میں کسی طرح حج کرلیا، اور وہ مالدار ہوگیا تو کیا حج فرض دوبارہ ادا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اپنی ہی طرف سے حج کیا ہے، تو اب مالدار ہوجانے کیوجہ سے دوبارہ حج فرض نہیں، اگر حج بدل کیا ہے، تو اب مالدار ہوکر اپنا حج کرنا ضروری ہے[2]۔ بحر، ج ۲/ص ۳۲۵/[3] و ج ۳/ص ۷۴، ج ۲/[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فرض مرة على الفور فى العام الاول عند الثانى واصح الروايتين عن الامام ومالک واحمد فيفسق وترد شهادته بتأخيره الخ درمختار على الشامى كراچى، ج ۲/ص ۴۵۵/ كتاب لحج. مجمع الانهر ص ۳۸۴، كتاب الحج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تاتارخانية ص ۲/۴۳۸، كتاب المناسک واما كيفية وجوبه، مطبوعه كراچى(**باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں**)

فرضیت حج کیلئے مدینہ طیبہ کا خرچ ہونا ضروری نہیں

سوال:۔ زید کے پاس صرف مکہ معظّمہ تک جانے آنے کا خرچ ہے، تو ایسی صورت میں زید کے ذمہ حج کے لئے جانا فرض ہوگا، یا مدینہ طیبہ کے سفر خرچ ہونے تک حج کو ملتوی رکھے، پھر جب کبھی حرمین تک کا خرچ میسر آجائے، اس وقت جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس کے پاس مکہ معظّمہ تک جانے اور آنے اور حج کرنے کا خرچ موجود ہو اس کے ذمہ لازم ہوگا[1] بحر، ج ۲/ص ۳۳۴/ پھر مدینہ طیبہ کیلئے کوشش کرے، اور اللہ سے دعا کرے اگر گنجائش ہوجائے تو وہاں حاضری کی سعادت بھی حاصل کرے، حج کو اس انتظار میں مؤخر نہ کرے کہ جب مدینہ طیبہ کا خرچ بھی پاس ہوگا، تب حج کرے گا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حواشی صفحہ گذشتہ) [2] ولو تکلف هؤلاء الحج بانفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذٰلک لایجب علیهم الأداء لان سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج فاذا تحملوه وقع عن حجة الاسلام کالفقیر اذا حج، البحر الرائق مکتبه زکریا ج ۲/ص ۵۴۶/ البحر مکتبه ایچ ایم سعید، ج ۲/ ص ۳۱۲/. کتاب الحج. فتح القدیر ص ۲/۴۱۶، کتاب الحج، مطبوعه دارالفکر بیروت، بدائع زکریا ص ۲/۳۰۱، کتاب الحج، شرائط فرضیته.

[3] قوله کالفقیر اذ حج ای فانه یسقط عنه الفرض حتى لواستغنى لایجب علیه ان یحج منحة الخالق، ج ۲/ص ۳۱۲، کتاب الحج، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[4] اتفقوا ان الفرض یسقط عن الآمر ولایسقط عن المامور، البحر، ج ۳/ص ۱۱۰، باب الحج عن الغیر، عالمگیری ص ۱/۲۵۷، الباب الربع عشر فی الحج عن الغبر، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۲/۸۵، باب الحج عن الغیر، مطبوعه امدادیه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ونفقة ذهابه وایابه الخ، ج ۲/ص ۵۴۴/ کتاب الحج. (مکتبه زکریا) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۸، کتاب الحج، مطبوعه مصری. (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

ضعیف العمر پر بھی بوقت استطاعت حج فرض ہے

سوال:۔ زید ایک چھوٹا زمیندار تھا، زمینداری ختم ہونے کے بعد معاوضہ میں اس کو کچھ روپئے کے پونڈ ملے تھے، جس کو اس نے فروخت کر کے نقد روپئے کی صورت میں اپنے پاس محفوظ کرلیا ہے، اس کے پاس چند بیگھے کا شتکاری بھی ہے، جس کی پیداوار اسی کے خورد ونوش کے لئے بمشکل کفایت کرتی ہے، بقیہ تمام ضروریات زندگی کے اخراجات کے لئے نقد روپیہ میں سے کفایت اور تنگی ترشی کے ساتھ خرچ کرنا رہتا ہے، زید ضعیف آدمی ہے، اس کے لڑکے پاکستان میں ہیں، جو اس کی کچھ مدد نہیں کر سکتے، اس کی بیوی اور یہ، دونوں اپنے مکان میں رہتے ہیں، فی الحال زید کے پاس اس قدر رقم ہے، کہ وہ حج کے اخراجات کو برداشت کرسکتا ہے، اور زکوٰۃ بھی ادا کرسکتا ہے، اگر اس کے اوپر عائد ہوتی ہے، مگر یہ بات کہ اس کے پاس جو رقم ہے، اس کی مثال ایک ایسے حوض کی سی ہے کہ جس میں پانی آنے کا راستہ نہ ہو، مگر نکلنے کا راستہ ہو، ظاہر ہے کہ جس قدر جلد پانی باہر خارج ہوجائے گا اتنا ہی جلد حوض خشک ہوجائے گا؟

زید کی ضعیف العمری کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس بات کی امید نہیں کہ وہ کوئی کمائی کرسکتا ہے، بس یہ پسماندہ رقم اس کی زندگی کا ظاہری سہارا ہے، اگر موت نے اسے جلد یاد نہ کیا تو جس قدر روپیہ جلد ختم ہوجائے گا، اتنا ہی جلد وہ قوم وملت پر ناخوشگوار بوجھ بن کر رہ جائے گا، اور اگر روپیہ ختم ہونے سے پہلے انتقال کرگیا، تو بقیہ روپیہ اس کے ورثاء کے حصہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ واما تفسیر الزاد والراحلة فهو ان ملک من لامال مقدار ما یبلغه الیٰ مکة ذاهباً وجائیاً راکباً لاماشیاً ینفقة وسط لا اسراف فیها ولاتقتیر، فاضلاً عن مسکنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثیابه واثاثه ونفقة عیاله وخدمه وکسوتهم وقضاء دینه، بدائع الصنائع ص۲/۲۹۷، کتاب الحج، شرائط فرضیته، مطبوعه زکریا دیوبند، عالمگیری ص۱/۲۱۷، کتاب المناسک، مطبوع کوئٹه.

میں آ جائے گا، دونوں صورتوں کا امکان ہے، معلوم نہیں کیا پیش آئے، بہر حال ان احوال میں کیا زید پر حج فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ان حالات میں اس پر حج فرض ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۹۰ھ

روپیہ ضائع ہونے سے فرضیت حج ساقط نہیں ہوتی

سوال:۔عرصہ ۲۶/سال کا ہوا جب زید پر حج فرض ہوا، اس رقم سے زید نے کھانڈ خرید لی، چونکہ حج کے جانے میں زیادہ دن تھے، قسمت کی بات کہ اس دوران میں کھانڈ سرکاری گرفت میں آ گئی، اور جو روپیہ تھا، وہ سب ختم ہو گیا، اور زید حج سے محروم رہ گیا، اب قدرت نے پھر موقع عنایت فرمایا ہے، لڑکے اپنے پیسہ سے حج بیت اللہ کو بھیج رہے ہیں، اب آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ جو زید کی حج کی فرضیت ماضی میں ہو چکی تھی وہ پیسہ ختم ہونے کے بعد فرضیت ختم ہو گئی، یا باقی رہے گی؟ اور اگر باقی رہی، تو کیا لڑکوں کے حج کرانے سے وہ فرضیت ختم ہو جائے گی یا نہیں؟ تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے، کہ جس سے حج بھی ہو جائے اور فرضیت بھی نہ رہے؟

---

[1] وفضلا عن نفقة عياله ممن تلزم نفقته لتقدم حق العبد الى حين عوده وقيل بعده بيوم وقيل بشهر قوله الىٰ حين عوده متعلق بقوله فضلا اوبمالابد منه بمعنى مايحتاج لوبنفقة اى فلا يشترط بقاء نفقة لمابعد عوده وهذاظاهر الرواية، درمختار مع الشامى كراچى، ج۲/ ص۴۶۲/ مطلب فى قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع. تاتارخانيه ص ۲/۴۳۲، كتاب الحج شرائط الوجود، مطبوعه كراچى، بدائع زكريا ص۲/۲۹۷، كتاب الحج، شرائطه فرضيته.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

روپیہ محفوظ نہیں رکھا تجارت میں لگا دیا، جس کی وجہ سے وہ ضائع ہوگیا، اس لئے فریضۂ حج ختم نہیں ہوا، بلکہ ذمہ میں باقی ہے، لڑکے اگر پیسہ دے رہے ہیں، اور وہ اس سے حج کرے گا، تو فریضۂ حج ادا ہو جائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا مال ضائع ہو جانے سے حج ساقط ہو جائے گا

سوال:۔ ایک شخص پر حج فرض ہو چکا تھا، مگر کسی طرح اس کا مال ضائع ہوگیا، جس سے حج کو جانے کی طاقت جاتی رہی، تو اب حج اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اسکے پاس مال بقدر حج ایسے وقت تھا، کہ لوگ حج کو نہیں جا رہے تھے، بلکہ ابھی وقت حج میں دیر تھی، اور وقت حج آنے سے پہلے ہی وہ مال ضائع ہوگیا، تو اسکے ذمہ حج فرض نہیں، اگر زمانۂ حج میں مال تھا، اور اسنے ارادہ کرلیا تھا مگر بغیر اسکے اختیار کے مال ضائع ہوگیا، تب بھی اسکے ذمہ حج نہیں اگر اس نے خود اپنے اختیار سے ایسی جگہ خرچ کر دیا، جہاں شریعت کی طرف سے خرچ کرنے کا امر نہیں تھا، تو اسکے ذمہ حج لازم ہوگیا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قالوا لو لم یحج اتلف ماوسعه ان یستقرض ویحج ولوغیرقادر علی وفائه ویرجی ان لایواخذه اللّٰه بذالک الخ، درمختار مع الشامی کراچی، ج ۲/ص۴۵۷/ کتاب الحج. لو ملکه مسلما فلم یحج حتی افتقر حیث یتقرر الحج فی ذمته دیناً علیه، عالمگیری کوئٹه، ص۲۱۷/۱، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج، فان صرفه الی غیر الحج أثم وعلیه الحج، بدائع زکریا ص ۲/۳۰۲، شرائط فرضیته. **(حاشیه نمبر ۲/اگلے صفحه پر)**

روپیہ حج کے لئے تھا اس سے مکان بنالیا کیا اب بھی حج فرض ہے؟

سوال:۔ کہ ایک شخص کے پاس اتنا روپیہ تھا کہ وہ حج بیت اللہ کر سکے، مگر پھر بعض دقتوں کی وجہ اپنی سکونت دوسری جگہ اختیار کرلی، اب وہاں چونکہ مکان بنانا پڑا، اس لئے وہ روپیہ خرچ ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ اس شخص پر اس وقت جب کہ اس کے پاس کافی روپیہ موجود تھا، اس وقت اس کے ذمہ حج فرض ہوگیا تھا یا نہیں، بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر مکان کی ضرورت حج سے پہلے ہی پیش آ گئی اور اس مجبوری کی وجہ سے مکان بنالیا ،تو اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہوا تھا، اگر وقت حج یعنی جس وقت کہ لوگ اس کے پاس سے حج کے لئے جارہے تھے، اس وقت تو مکان کی ضرورت نہ تھی، بلکہ بعد میں ضرورت پیش آئی، اور اس میں روپیہ خرچ کرلیا، تو اس کے ذمہ حج فرض ہو چکا تھا، ''لولم یکن لہٗ مسکن ولاخادم وعندہ مال یبلغ ثمن ذٰلک ولایبقی بعدہ قدر مایحج بہ فانہ

(حاشیہ صفحۃ گذشتہ) ۲ وقد منا ان من الشرائط الوقت اعنی ان یکون مالکالماذکرفی اشھر الحج حتی لوملک مابہ الاستطاعۃ قبلھا کان فی سعۃ من صرفھا الیٰ غیرہ وافادھذا قید افی صیرورتہ دیننا اذا افتقرھوان یکون مالکاً فی اشھرالحج فلم یحج والأولی ان یقال اذاکان قادراً وقت خروج اھل بلدہ ان کانوا یخرجون قبل اشھر الحج لبعد المسافۃ اوکان قادرافی اشھر الحج ان کانوا یخرجون فیھا ولم یحج حتی افتقرتقرردینا وان ملک فی غیرھا وصرفھا الیٰ غیرہ لاشی علیہ البحرالرائق ج۲/ص۵۵۰/کتاب الحج. ج۲/ص۳۱۴/ مکتبہ کوئٹہ. عالمگیری ص ۱/۲۱۹، کتاب المناسک، الفصل الاول الخ، مطبوعہ کوئٹہ، بدائع زکریا ص ۲/۳۰۱، کتاب الحج، شرائط فرضیتہ.

لایجب علیہ الحج لان ھذا المال مشغول بالحاجۃ الاصلیۃ الیہ اشار فی الخلاصۃ اھ، ج۲/ص۳۱۳ /[1] ھذا محمول علیٰ ماقبل حضور الوقت الذی یخرج فیہ اھل بلدہ فلو حضر تعین اداء النسک علیہ فلیس للئن یدفعہ عنہ الیہ کماذکرہ ملاعلی قاری فی شرحہ علیٰ لباب المناسک، منحۃ الخالق، ص۳۱۳/. [2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا
صحیح عبد اللطیف ۶/ذیقعدہ ۵۷ھ

لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج

سوال:۔ ایک شخص پر حج فرض ہو چکا، مگر اس کی لڑکی شادی کے قابل ہو چکی ہے، تو اس صورت میں پہلے حج کرے یا لڑکی کی شادی؟ جبکہ شادی کرنے میں حج کو ملتوی کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کی وجہ سے حج کو مؤخر یا ملتوی نہ کرے آج کل کی رسم ورواج نے شادی کے لئے جو پابندیاں لازم کر دی ہیں، وہ اکثر ایسی ہیں، جو شرعاً لازم نہیں، بلکہ شرعاً ناجائز ہیں، شادی کا مسنون طریقہ تحفۃ الزوجین وغیرہ اردو رسائل میں دیکھنا چاہئے، اگر طریقہ مسنونہ پر شادی

---

[1] البحر، مکتبہ زکریا، ج۲/ص۵۴۹/ کتاب الحج.

[2] منحۃ الخالق زکریا، ج۲/ص۵۴۹/ کتاب الحج. شامی کراچی ص ۲/۴۶۲، کتاب الحج مطلب فی من حج بمال حرام، بدائع زکریا ص ۲/۳۰۱، کتاب الحج شرائط فرضیتہ.

کی جائے تو حج کو ملتوی یا مؤخر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج

سوال:۔ بالغہ لڑکی بغیر شادی شدہ گھر میں موجود ہو اور والدین حج کو جانا چاہتے ہیں، تو بالغہ کی شادی کرنا افضل ہے یا حج کو جانا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر حج فرض ہے، اور لڑکی کی حفاظت کا انتظام بھی ہے، تو اس کی شادی کی وجہ سے حج کو مؤخر نہ کیا جائے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اذاوجد مایحج به وقد قصدالتزوج یحج به ولایتزوج لان الحج فریضة اوجبها الله تعالیٰ علیٰ عبده کذافی التبیین ،عالمگیری، ج ۱/ص ۲۱۷/ کتاب الحج الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، شامی نعامانیه مع الدر، ج۲/ص ۱۴۴/ کتاب الحج، تبیین الحقائق، ج۲/ ص۳/. مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] وفی الاشباه المسألة منقولة عن ابی حنیفة فی تقدیم الحج علی التزوج والتفصیل المذکور ذکره صاحب الهدایة فی التجنیس وذکرها فی الهدایة مطلقاً واشهد بها علیٰ ان الحج علی الفور عنده ومقتضاء تقدیم الحج علی التزوج الخ درالمختار مع رد المحتار، ج۲/ص ۴۶۲/قبیل مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع. فتح القدیر ص ۲/۴۱۱، کتاب الحج، مطبوعه دارالفکر بیروت، تاتارخانیه ص۲/۴۳۸، کتاب الحج، اما کیفیته وجوبه، مطبوعه کراچی.

بیوی پر حج فرض ہے یا شوہر پر؟

سوال:۔ بیوی پر حج فرض ہے یا نفل؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر شرائط موجود ہوں تو بیوی پر بھی حج فرض ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

شوہر پر حج فرض ہونے سے عورت پر فرض نہیں ہوتا

سوال:۔ کیا عورتوں پر حج کرنا فرض ہے، کہ اپنے شوہر کے ساتھ جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شوہر پر حج فرض ہونے سے عورت پر حج فرض نہیں ہوتا، جب وہ خود مالدار ہوگی، تب حج فرض ہوگا، شوہر اس کو از خود کرادے تو اس کا احسان ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فرض عینا سنة تسع وقیل ست علی کل من استکمل شرائط وجوبه وادائه فی العمر مرة غنیة الناسک، ص ۲/ مقدمه فی تعریف الحج ومایتعلق بفرضیة. شامی کراچی ص ۲/۴۵۸، مطلب فیمن حج بمال حرام، تاتارخانیه ص ۲/۴۲۹، اول کتاب الحج، مطبوعه کراچی.

[2] قوله ولووهب الاب لابنه الخ وکذا عکسه وحیث لایجب قبوله مع انه لایمن احدهما علی الآخر یعلم حکم الا جنبی بالاولیٰ ومراده افادة ان القدرة علی الزادوالراحلة لابدفیها من الملک دون الاباحة والعاریة، ردالمحتار، ج۲/ص ۴۶۱/ مطلب فیمن حج بمال حرام. کراچی. بدائع زکریا ص۲/۲۹۷، کتاب الحج، شرائط فرضیته، البحرالرائق ص ۲/۳۱۳، کتاب الحج، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

والدہ کے روپیہ سے حج

سوال:۔ میں خیریت سے رہ کر اس سال فریضہ حج کے لئے اپنی والدہ محترمہ کا محرم بن کر ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں، میری عمر غالباً ۱۸/سال ہے، مجھ سے بڑے ایک بھائی ہیں، جن کی عمر تقریباً ۲۱/سال ہے، میرے اس مسئلہ کا حل فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر خرچ کا روپیہ آپ کی ملک کر دیا جائے، یا پہلے سے آپ کے پاس اتنا ہو کہ جس میں آپ حج کر سکیں تو پھر والدہ محترمہ کے ساتھ جانے اور حج کرنے سے آپ کا حج فرض ادا ہو جائے گا، اگر والدہ محترمہ اپنے روپیہ سے آپ کو ساتھ لے جائیں، اور حج کر لیں تب بھی حج ادا ہو جائیگا،[1] اس فکر میں نہ رہیں کہ بڑے بھائی نے حج نہیں کیا، تو میں کیسے حج کر لوں، آپ کا حج ہر حال میں ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ

کیا مکہ مکرمہ جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے

سوال:۔ ایک شخص مکۃ المکرّمہ میں جائے، اور وہاں جا کر اپنی طرف سے عمرہ کرے، یا اپنے والدین یا کسی اور کی طرف سے عمرہ کرے، تو اس پر حج واجب ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اگر اس شخص نے ثواب کی نیت سے عمرہ کیا تھا، تو کچھ حرج تو نہیں ہے، اور اگر اس نے

---

[1] ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الامارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين اومن غيرهم كالاجانب كذافي السراج الوهاج، عالمگيری، ج ۱/ص ۲۱۷/ كتاب الحج الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، شامی مع الدر نعمانيه، ج ۲/ص ۱۴۳/ كتاب الحج. تاتارخانيه كراچی، ص ۲/۴۳۱، الفصل الاول فی بيان شرائط الوجوب.

والدین وغیرہ کی طرف سے عمرہ کیا تو والدین وغیرہ پر حج واجب ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ مکۃ المکرّمہ کی زیارت کی غرض سے جائے، تو اس پر قربانی واجب ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس شخص پر حج فرض نہیں تھا، اور وہ عمرہ کی غرض سے مکۃ المکرّمہ پہنچ گیا، جب کہ حج کا زمانہ بھی قریب ہے، تو اس کے ذمہ حج فرض ہوگیا ہے، چاہے اپنی طرف سے عمرہ کیلئے گیا ہو، یا اپنے والدین کی طرف سے، اگر حج کا زمانہ قریب نہیں، تو اسکے ذمہ حج فرض نہیں ہوا، جو شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا، تو محض اس میں داخل ہونے کی وجہ سے انکے ذمہ قربانی واجب نہیں ہوئی، اگر کسی نے روپیہ دے کر عمرہ یا حج بدل کیلئے بھیجا ہے، اور خود اس کے پاس روپیہ اپنا نہیں ہے، تو یہ عمرہ یا حج اس شخص کی طرف سے کرے، اس پر حج فرض نہیں ہوا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۶/۸ھ

کیا حج کے لئے والد کی اجازت لینی چاہئے؟

سوال:۔ آج کل چند ماہ سے دمام سعودیہ رہ رہا ہوں، میں نے والد صاحب کو خط لکھا

---

[1] والفقیر الآفاقی اذا وصل الی المیقات صار کالمکی فیجب علیه وان لم یقدر علی الراحلة فتح ولباب وینبغی ان یراد به الفقیر المتنفل لنفسه لیخرج الفقیر المأموربه لانه اذا وصل الی المیقات لایصیر کالمکی لان قدرته بقدرة غیره وهی لاتعتبر فلایجب علیه بخلاف المتنفل لنفسه لانه اذاوصل الی المیقات صار قادراً بقدرة نفسه وان کان سفره تطوعا ابتداءً، غنیة الناسک فی بغیة المناسک، ص ۶/ مسئلة الفقیر الآفاقی اذا وصل الی المیقات صار کالمکی، مطبوعه الخیریة، میرٹھ. شامی، ج ۲/ص ۲۶۲/ کتاب الحج، (مکتبه رشیدیه دیوبند) مطبوعه کراچی ص ۲/۴۶۰، مطلب فیمن حج بمال حرام.

کہ آپ اس سال حج کو چلے جاویں، مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا، میں مدد کرونگا، ابا نے جواب دیا کہ میں تین ہزار روپے کا مقروض ہوں، جب تک ادا نہ ہو جائے ناممکن ہے، میں نے فوراً لکھا کہ یہ قرض میں ادا کرونگا، اس کے علاوہ حج کے سلسلہ میں بھی ایک ہزار دو ہزار کی مدد کروں گا، مگر ابا نے کوئی جواب نہیں دیا، حالانکہ مجھ کو معلوم ہوا کہ ابا کو میرا خط ملا تھا، جب کہ میں اپنے ذمہ کا قرض ادا کرنے میں ہی پریشان ہوں، اور بچوں کے اخراجات کی الگ پریشانی ہے، ۵-۶/ بچے بچیاں ہیں، میرے پاس کوئی جائداد نہیں ہے، صرف محنت ومشقت سے مزدوری کا سہارا ہے، اب یہ کہ کوشش کر رہا ہوں کہ قرض ادا کر کے حج کو جاؤں کیوں کہ یہاں سے حج کرنے میں آسانی اور خرچ بھی کم ہی ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرلوں اب اگر ابا کو اجازت کے لئے خط لکھوں تو ہو سکتا ہے کہ جواب بھی نہ دیں، ایسی حالت میں کیا حج کے لئے بھی والدین کی اجازت ضروری ہے، اب مجھے کیا کرنا چاہئے، حالانکہ ہم دو بھائی ہیں، اور ماشاء اللہ بڑے بھائی ہماری طرح سے خوش حال ہیں، کافی زر وجائداد والے ہیں، میرے پاس کوئی جائیداد نہیں ہے، صرف محنت ومشقت سے مزدوری کا سہارا ہے، والد صاحب کے پاس بھی کافی جائیداد ہے، اور سب کی مجھ کو کوئی فکر نہیں، اطلاعاً عرض ہے کہ آپ کو ساری بات معلوم ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تحریر کردہ حالات کے پیش نظر آپ حج کر سکتے ہیں بلکہ حج کرلیں، والد صاحب کی اجازت پر موقوف نہ رکھیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] ویکرہ الخروج الی الحج اذا کرہ احد ابویہ ان کان الوالد محتاجاً الی خدمۃ الولد وان کان مستغنیاً عن خدمتہ فلابأس .عالمگیری، ج ۱/ص ۱۱۳/ (مکتبہ رحیمہ دیوبند) مطبوعہ کوئٹہ ص ۲۲۰/۱، کتاب الحج، الباب الاول، ومما یتصل بذٰلک مسائل. فتح القدیر ص ۲/۴۰۷، کتاب الحج، مطبوعہ دارالفکر بیروت، طحطاوی علی مراقی ص ۵۹۷ کتاب الحج، مطبوعہ مصری.

جس کے ذمہ حج فرض تھا، مگر چوٹ لگنے کی وجہ سے معذور ہو گیا

سوال:۔ (۱) کوئی شخص حج کے قابل ہے، لیکن جا سکتا نہیں، اکیلے کی وجہ سے اگر وہ اس روپیہ کو مدرسہ اور غریب پر تقسیم کرے یا کسی مقروض آدمی کو دے تو ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح نفلی حج کے لئے ایک آدمی نے حج کا ارادہ کیا، اس کو چوٹ بہت لگ گئی، چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا، اگر وہ بھی اسی طرح تقسیم کر دے، تو ٹھیک ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جس کے ذمہ حج فرض ہے، اور اکیلا ہونے کی وجہ سے نہیں جا سکتا، تو اس کو روپیہ بھی خرچ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ساتھی تلاش کرے، جب گھر سے نکلے گا، تو امید ہے کہ اس کے ساتھی ایک نہیں کئی مل جائیں گے۔[۱]

(۲) جو شخص نفلی حج کا ارادہ رکھتا تھا، اور اسکو چوٹ لگ گئی، جسکی وجہ سے سفر سے معذور ہو گیا، تو اسکو حق ہے کہ روپیہ غریبوں کو دیدے یا اپنی طرف سے کسی کو حج کیلئے بھیج دے۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۱ھ

---

[۱] ولیلتمس الحاج لرفقته من تذکر بالله رؤیته الخ، هدایة السالک الی المذاهب الاربعة فی المناسک ص ۱۴۰/۱، اختیار الرفقه فی سفر الحج، مطبوعه دارالبشائر الاسلامیة بیروت، ولا بد له من رفیق صالح یذکره اذا نسی الخ، فتح القدیر ص ۴۰۷/۲، کتاب الحج، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] فان ملک المال قبل الوقت فله صرفه حیث شاء. غنیة الناسک، ص ۸، قبیل فصل واما شرائط الوجوب، مطبوعه الخیریة، میرٹھ الهند، بدائع زکریا ص ۳۰۱/۲، شرائط فرضیته، المحیط البرهانی ص ۳۹۳/۳، الفصل الاول بیان شرائط الوجوب، مطبوعه ڈابهیل،

مشترکہ تجارت میں حج کس پر ہے

سوال:۔ (۱) مثلاً کئی بھائی مشترکہ زندگی گذارتے ہیں، اور سب کماتے ہیں، کوئی تجارت سے، کوئی زراعت سے، مگر تجارت کرنے والے بھائی زیادہ کماتے ہیں، کہ سب کے اخراجات مشترکہ اٹھانے کے بعد بھی اتنا روپیہ بچ رہتا ہے، کہ گھر کا ہر فرد حج کرسکتا ہے ،اور مشترکہ گھر جس میں نصاب سے کم کماتے ہیں، حسب ذیل قسم کے لوگ شامل ہیں، اس تاجر کے بھائی اور ان کی بیویاں اور اس کے والدین اور اس تاجر کے بالغ لڑکے غیر شادی شدہ ہیں تو شرعاً ان میں کس پر حج فرض ہوگا، اور کس پر نہیں؟

(۲) خاندانِ مشترکہ میں سوال نمبر ا کی نوعیت کے لوگ شامل ہوں، اور روپیہ صرف تین یا چار آدمی کے ہوں کہ حج کے لئے کفیل ہوتا ہو اور سب کے لئے کفالت نہیں کرتا، تو کیا ان میں چار آدمیوں پر حج فرض ہوگا، یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں خاندان کے کن لوگوں کو پہلے جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جب سب بھائی الگ الگ کماتے ہیں، تو ہر ایک اپنی اپنی کمائی کا مالک ہے، جس کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد بقدر حج روپیہ ہو اس پر حج فرض ہے[۱]، ان کا ایک ساتھ مشترکہ زندگی گذارنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا یہ آپس کی ہمدردی ہے، جن کا کمایا ہوا روپیہ ہے، اگر وہ پہلے حج کرلیں، پھر نمبروار دوسروں کو حج کرائیں تو سب کو یہ سعادت حاصل ہوجائے گی، نابالغ پر حج فرض نہیں، اگر وہ حج کرلیں تو ثواب کے وہ بھی مستحق ہوں

---

[۱] ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة، دون الاعارة والاباحة الى قوله و تفسير ملك الزاد والراحلة ان يكون له مال فاضل عن حاجته وهو ماسوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه الى مكة ذاهباً وجائياً، عالمگیری کوئٹہ ص۲۱۷/۱، کتاب المناسک، بدائع الصنائع زکریا ص۲۹۷/۲، شرائط فرضیته.

گے، مگر بالغ ہونے پر اگر فرض ہوا ہو تو پھر ادا کرنا ہوگا۔[1]

(۲) نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

اپنے حج کے لئے کیا پہلے والد کو حج کرانا ضروری ہے

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی کمائی سے حج کے لئے روپیہ اکٹھا کیا اور وہ حج کو جانا چاہتا ہے، مگر لوگ کہتے ہیں پہلے والد کو حج کرانا چاہئے، بعد میں خود کرے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے، جب کہ اس کے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ والد کو بھی ساتھ لیجا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کو خود اپنا حج کرنا چاہئے، پھر اگر کسی وقت وسعت ہو اور اپنے والد کو بھی حج کرادے، تو عین سعادت ہے، یہ بات کہ جب تک والد کو حج نہ کرائے اپنا حج بھی نہ کرے، شرعی مسئلہ نہیں،[2] بلکہ بے علم عوام میں غلط مشہور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] فمنها البلوغ ومنها العقل فلا حج على الصبى والمجنون ..... حتى لو حجا بلغ الصبى وافاق المجنون فعليهما حجة الاسلام، وما فعله الصبى قبل البلوغ يكون تطوعاً الخ.
بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۲۹۳، شرائط فرضيته، بحر ص ۲/۳۰۷، اول كتاب الحج، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۱۷، كتاب المناسك، الفصل الاول

[2] واما شرائط وجوبه فمنها الاسلام ومنها العقل ومنها البلوغ ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجاره دون الاعارة والاباحة، ومنها سلامة البدن ومنها امن الطريق الخ، عالمگيرى ص ۱/۲۱۷-۱۶، كتاب المناسك، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۲/۲، مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۲/۵۴، كتاب الحج، مطبوعه دالكتب العلمية بيروت.

قحط کی حالت میں حج

سوال:۔ عبدالرشید کی ایک لڑکی شادی شدہ ہے، لیکن داماد لڑکی کو بہت زدوکوب کرتا ہے، ہر چند سمجھایا مگر باز نہیں آیا، اب عبدالرشید حج کو جانا چاہتا ہے، مگر ڈر یہ ہے کہ سفر حج میں اگر کچھ ہو گیا، تو لڑکی یتیم ہو جائے گی، اور اس کی زندگی بھیانک گذرے گی، اسی طرح اس علاقہ میں قحط پڑ رہا ہے، تو پھر حج کو چلا جاوے، یا اس وقت ملتوی کر دے، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

لڑکی کی مذکورہ حالت کی بناء پر حج فرض کو ترک ہرگز نہ کرے[1]، اسی طرح بارش نہ ہونے کی وجہ سے ترک نہ کرے، الا یہ کہ حج سے پہلے پہلے اپنا روپیہ غرباء کو صدقہ کر دے تا کہ قحط زدہ غریبوں کی امداد ہو جائے، تو حج خود ہی امسال لازم نہیں رہے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض لیکر حج کرنا

سوال:۔ ایک شخص قرض جات کے بارِ گراں سے دبا ہوا ہے، لیکن اسکے پاس سرمایہ

---

[1] ومن لاتلزمه نفقته لو كان حاضراً فلابأس بالخروج مع كراهية وان يخاف الضيعة عليه كذا في المحيط، عالمگيری، ج ۱/ص ۱۱۳/ (مكتبه رحيميه ديوبند) المحيط البرهانی ص ۳/۵۰۰، الفصل العشرون، المتفرقات، مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانيه، ص ۲/۵۷۷، الفصل العشرون، المتفرقات، مطبوعه كراچی.

[2] فان ملك المال قبل الوقت فلهٗ صرفه حيث شاء لاكن ان صرفه علىٰ قصد حيلة اسقاط الحج مكروه عند محمدؒ ولابأس به عند ابی يوسفؒ الخ، غنية الناسك فی بغية المناسك، ص ۸، قبيل فصل واما شرائط وجوب الاداء، مطبوعه الخيريه ميرٹھ، المحيط البرهانی ص ۳/۳۹۳، الفصل الاول، بيان شرائط الوجوب، مطبوعه ڈابهيل، بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۳۰۱، شرائط فرضيته.

(جائیداد اس قدر ہے، کہ اس کو چکانے کے بعد بھی اتنا پس انداز ہوتا ہے) کہ اس سے مصارف حج پورے ہوسکیں، اور اس کے اہل وعیال جن کا وہ سرپرست ہے، اس کی غیر حاضری میں اچھے ڈھنگ سے گذر بسر اوقات کرسکیں، نیز واپسی حج کے بعد وہ فارغ البال بھی رہے، کیا ایسے شخص پر حج بیت اللہ فرض ہے، اس سلسلہ میں یہ امر بھی دریافت طلب ہے، کہ اگر وہ اپنے بارِگراں کو بعد واپسی ہی چکادے تو کیا حرج ہے، چونکہ موجودہ حالات میں بالفرض محال اگر وہ اپنی جز وجائداد ہی کو فروخت کرے گا، تو وہ کم داموں میں فروخت ہوگی، اور اغلب یہ ہے کہ فوری طور پر کوئی خریدنے کو آمادہ ہی نہ ہو، مزید بران پبلک برا تصور کریں گے، کہ فلاں اپنی زمین فروخت کرکے حج کو جارہا ہے، موجودہ زمانہ کی روشنی میں اگر وہ احتیاطاً وصیت کرے کہ میرے جائز ورثاء میری جائداد میں سے ایسے قرضہ جات ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے، تو بعد ہی میں ادا کرنے میں کیا قباحت ہے، یعنی اس کی اقتصادی حالت اس کے سرمایہ سے بہترین ہوسکتی ہے، بشرطیکہ قاعدہ کے اندر اسکا منجمنٹ ہو جس کا وہ کسی مجبوری لائن سے اہل نہ ہو پاتا ہے، اسکے ساتھ ہی ساتھ بعض قرضہ جات اس قسم کے ہیں، جو عدالت میں چل رہے ہیں، جن میں اس نے اعتراض کررکھے ہیں، کہ وہ مطالبات گورنمنٹ فوری طور سے سائل کے نام دیئے گئے ہیں، جو ہنوز طے نہیں پائے ہیں، کہ میعادی طور سے ہو بھی سکتا ہے، وہ ایک سال تک زیر معتمد ہی رہی، اگر دست گردہ اور اُدھار بھی ہو جس سے روپیہ لیا ہو وہ کہہ دے کہ ایک سال یا دو سال پیچھے چکادینا ایسی مشکل ہے، بھی کیا برائی ہے؟ کہ غیر مشروط میعاد تک اس کی ادائیگی ملتوی رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اللہ پاک نے جب اتنی وسعت اور گنجائش دے رکھی ہے تو اس کو حج ہی کرلینا چاہئے، تاخیر نہ کرے، اپنی دوسری حوائج کیلئے قرض لیتا ہی ہے، اور لے ہی رکھا ہے، اور ادائیگی کے واسطے خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے، آپ حج میں تاخیر نہ کریں، جس سے روپیہ لیں اس

کو تحریر لکھ کر کام پختہ کر دیں، کہ اس کار پیہ ضائع نہ ہو موت وحیات کا معاملہ سب کے ساتھ ہے کسی معتبر آدمی کو ادائے قرض کا ذمہ دار بنادے کہ اگر میں ادا نہ کر سکا تو تم فلاں جائیداد کے ذریعہ سے ادا کر دینا یہ اعتراض کہ قرض لیکر حج کیا ہے، وزنی نہیں، جب آدمی اپنا اور اہل وعیال کا حق قرض لے کر پورا کرتا ہے، اور پھر قرضہ ادا کر دیتا ہے، تو خدائے پاک کا حق ادا کرنے میں کیا اعتراض ہے؟

"فرض مرة على الفور على مسلم حرمكلف صحيح بصير ذى زاد وراحلة فضلا عن مالا بدمنه ومنه المسكن ومرمته وكبيراً يمكنه الاستغناء ببعضه والحج بالفاضل فانه لايلزمه بيع الزائد نعم هوالافضل اھ (درمختار) قوله ومنه المسكن أى الذى يسكنه هوأومن يجب مسكنه بخلاف الفاضل عنه من مسكن أو عبد أو متاع أوكتب شرعية اوالية كعربية أما نحو الطب والنجوم وامثالها من الكتب الرياضيةفتثبت بها الاستطاعةوان احتاج اليها كمافى شرح اللباب عن التاترخانية قوله لايلزمه بيع الزوائد لانه لايعتبرفى الحاجة قدر مالابدمنه ولوكان عنده طعام سنة ولواكثر لزمه بيع الزائد ان كان فيه وفاء كمافى اللباب وشرحه اھ(شامى نعمانية[1]، ج۲/ص ۱۴۳-۱۴۴/) كتاب الحج. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کے ذریعہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

سوال: ۔جس پر حج واجب ہو چکا اس نے حج کیا تو حدیث شریف کے لحاظ سے اس

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۴۵۵-۲/۴۶۵، کتاب الحج، تاتارخانیه ص ۴۲۹ تا۲/۴۳۳، اول کتاب الحج، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۳۹۱ تا ۳/۳۹۳، کتاب المناسک، الفصل الاول، مطبوعه ڈابھیل.

کیلئے شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہوجاتی ہے، اور اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، جیسے کہ ماں کے پیٹ سے دوبارہ پیدا ہوا ہو، حج کے بعد جو کچھ گناہ بقیہ عمر میں ہوتے ہیں، تو مرنے کے بعد اسی سے باز پرس یعنی حساب وکتاب پیدائش سے تاموت کا ہوگا، یا حج کے بعد سے موت تک جتنے گناہ کئے محض اس کی سزا بھگتنی ہوگی، اور پیشتر کے گناہ بوجہ حج کے معاف ہوجائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جن گناہوں کی معافی کی بشارت حج کرنے پر دی گئی ہے حج کرنے سے انکی باز پرس نہیں ہوگی، کیونکہ وہ معاف ہوچکے[1] اور بعد حج جو گناہ کئے ہیں، انکی معافی گذشتہ حج سے کسی حدیث میں مذکور نہیں، لہٰذا اگر توبہ نہیں کی تو ان کی باز پرس ہوگی؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا حج سے قضا نمازیں معاف ہوجائیں گی

سوال:۔ زید نے اپنی عمر میں بہت سی نمازیں چھوڑ دیں اب وہ حج کرنے جارہا ہے تو کیا حج کرنے سے اس کی نمازیں (جو نمازیں نہیں پڑھیں ہیں) معاف ہوجائیں گی؟ ہمارے بعض احباب تو یہی کہتے ہیں اور ثبوت میں حدیث پیش کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج کرنے سے دین معاف نہیں ہوتا، نہ اللہ کا دین اور نہ بندے کا دین، مثلاً اگر کسی

---

[1] الحج يهدم ماكان قبله من الصغائر وكذا الكبائر دون الحقوق كالدين والمغصوب وقضاء الصلوٰة ونحوها نعم مايتعلق بها من الكبائر كالمطل وفعل الغصب وتاخير الصلوٰة تسقط واما نفس الحقوق فلا قايل بسقوطها عند القدرة عليها بعد الحج فاذا مطل اواخر قضاء الصلوٰة بعده اثم اجماعاً. (غنية الناسک، ص ۱۰۳/) خاتمه فی فضائل الحج. مطبوعه خيريه ميرٹھ، مرقاة شرح مشكوة ص ۱۶۸/۳، كتاب المناسک، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شامی كراچی ص ۶۲۳/۲، كتاب الحج، مطلب فی تكفير الحج الكبائر.

کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو حج کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا، اسی طرح کسی کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو حج کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا، اسی طرح کسی کے ذمہ کچھ فرض نمازیں ہو یا فرض روزے ہوں یا فرض زکوٰۃ ہو، تو حج کرنے سے یہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کچھ بھی معاف نہیں ہوں گے[1] یہ اللہ کا دین ہے، دین کا معاف نہ ہونا حدیث شریف میں موجود ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

صاحب استطاعت کو حج کے لئے بھیجنا

سوال:۔ بیوی کے حالات خراب ہونے پر مجھے اس سے ناراضگی پیدا ہوگئی اب وہ

---

[1] قال فی البحر فلیس معنی التکفیر کمایتوهمه کثیر من الناس ان الدین یسقط عنه وکذاقضاء الصلوٰة والصوم والزکوٰة اذ لم یقل احدبذٰلک ،شامی کراچی ج۲/ ص ۲۷۶/ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر.

[2] عن عبداللّٰه بن عمر وان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال یغفر للشهید کل ذنب الا الدین رواه مسلم (مشکوٰة ،ص ۲۵۲/ کتاب البیوع.

ترجمہ:۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، سوائے دین کے۔

تنبیہ:۔حدیث شریف میں دین کا معاف نہ ہونا، حدیث شہید وارد ہے اور حج کے متعلق حدیث عباس بن مرداس میں ہے

"ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم دعالامته عشیة عرفة بالمغفرة فاجیب انی قدغفرت لهم ماخلاالمظالم فلما اصبح بالمزدلفة اعاد والدعاء فاجیب الی ماسأل، الحدیث"(ابن ماجه ،ص ۲۱۶/ باب الدعاء ابواب المناسک، مطبوعه رشیدیه دهلی)

میرے پاس اپنے گھر سے آنا چاہتی ہے تو میں نے کہلا بھیجا کہ تو حج کو جا کر آ تب میں تجھے گھر میں رکھوں گا اس سے پہلے تو گھر میں نہیں آسکتی اور تو میری صورت نہیں دیکھ سکتی اور میں تیری صورت نہیں دیکھ سکتا، میرا حج کی شرط لگانا صحیح ہے یا نہیں کیونکہ حج کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس پر حج فرض ہے تو ضرور حج کو بھیجنا چاہئے،[1] اگر یہ توقع ہو کہ حج کے ذریعہ سے ہی اسکی اصلاح ہوگی، بغیر اس کے اصلاح نہ ہوگی، تو پہلے حج کرالیا جائے، اگر اس کو ندامت ہے، اور اپنی غلطی پر شرمندہ ہے تو حج سے پہلے بھی بلا سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومتِ سعودیہ کے حکم پر حج دو دن پہلے

سوال:- اس سال ۲۹/ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کو رویتِ ہلال بروز پنجشنبہ اور یکم ذی الحجہ جمعہ کو ہوئی اس حساب سے یومِ عرفہ سنیچر کو تھا یہی دن وقوف عرفات و یوم الحج تھا کیا یہ حج صحیح ہے؟ ۱۰/ذی الحجہ کو منیٰ میں جو قربانیاں دی گئیں، صحیح ہوئیں؟ کیا ان حجاج کا فریضۂ حج جو ان پر فرض تھا ادا ہو گیا؟ یہ اور بات ہے کہ بہ نیت حج ابتداءِ سفر ہی سے یہ حجاج ثواب کے مستحق ہو گئے، اگر یہ حج نہیں ہوا کیونکہ حکومتِ سعودیہ کے حکم پر خاص یومِ حج سے دو دن پہلے ہوا تو کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں؟

---

[1] الحج فرض مرة علی الفور علی مسلم مکلف صحیح ،بصیر ذی زاد وراحلة الخ الدرالمختار علیٰ ردالمحتار، زکریا، ج۳/ص ۴۵۰-۴۵۸/باب الحج. المحیط ص ۳/۳۹۱، الفصل الاول فی بیان شرائط الوجوب، مطبوعہ ڈابھیل، عالمگیری ص ۱/۲۱۶، کتاب المناسک، الباب الاول الخ، مطبوعہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً!

حکومتِ سعودیہ میں جہاں تک مجھے علم ہے۔ رویتِ ہلال کا خاص کر حج سے متعلق بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ جہاں بھی رویت ہوئی فوراً محکمہ میں شہادت لی جاتی ہے۔ اور تمام علاقہ کے قضاۃ ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر اس ثبوت وشہادت پر پوری جرح اور گفتگو ہوتی ہے، پھر سب کو سامنے رکھ کر مل کر خود فیصلہ کرتے ہیں اور باضابطہ اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے، خطبات دئے جاتے ہیں، منیٰ عرفات، مزدلفہ کے انتظامات کئے جاتے ہیں، اس اہم فریضہ کی اس کی شان کے مطابق اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، ۸/ذی الحجہ کو منیٰ روانگی ہوتی ہے، ۹/ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف ہوتا ہے، آفتاب غروب ہونے پر وہاں سے واپسی ہوتی ہے، مزدلفہ میں مغرب وعشاء پڑھتے ہیں، پھر طوافِ زیارت ۱۰/کو یا ۱۱/کو یا ۱۲/کو جب جب موقع ہوا کرتے ہیں، اضحیہ کا سلسلہ بھی تین دن جاری رہتا ہے، یہ عام نظم ہے، اپنے کسی ملک کی رویت اگر اس سے مختلف ہو تو اس سے مختلف ہو تو اس کی وجہ سے تمام حجاج کے حج اور قربانی کو غلط کہنا یا اس کو مداخلت فی الدین قرار دینا غلط ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۹۵ھ

جھوٹ اندراج کرا کے حج ثانی کرنا

سوال:۔ سائل نے ۱۹۴۰ء میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا، امسال پھر حج کی خواہش

---

[1] ولا عبرة باختلاف المطالع وقيل يعتبر الىٰ ما قال والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم والفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما ان دخول الوقت و خروجه يختلف باختلاف الاقطار حتى اذا ازالت الشمس فى المشرف لا يلزم منه ان تزول فى المغرب الخ، زيلعى ص ۳۲۱/۱، كتاب الصوم، مطبوعه امداديه ملتان، مراقى مع الطحطاوى ص ۵۴۱، كتاب الصوم، فصل فيما يثبت الهلال الخ، مطبوعه مصرى.

ہے، ارادہ ہے کہ کلکتہ سے جہاں میرے ایک چچازاد بھائی بسلسلۂ تجارت مقیم ہیں، وہاں سے حج کی درخواست دوں، مگر ایک دشواری یہ ہے کہ درخواست کے فارم میں ایک سوال یہ چھپا ہوتا ہے کہ کیا آپ نے اس سے پہلے کبھی حج کیا ہے؟ اگر جواب اثبات میں دیا جائے تو درخواست منظور ہونے میں دشواری ہوتی ہے، بلکہ منظور ہونے کی امید ہی نہیں رہتی، اگر نفی میں جواب دیں تو یہ جھوٹ ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حج کا شرف حاصل کرنے کے لئے اتنا جھوٹ بولنے کے سلسلہ میں معذور قرار دیا جاسکتا ہوں، جبکہ جھوٹ کو جھوٹ اور غلط سمجھتا ہوں، بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ سوال مذہبی معاملات میں مداخلت ہے، لہٰذا اس سوال کے آگے × نشان اس نیت سے بنادے کہ میں اس سوال کا جواب نہیں دیتا، وہ سمجھیں گے کہ اس نے حج نہیں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عمر بھر کا سوال نہیں ہوتا، بلکہ پانچ سال کا سوال ہوتا ہے، آپ نے پانچ سال میں حج نہیں کیا ہے، پس آپ کا اس میں انکار لکھ دینا صحیح ہوگا، جھوٹ نہیں، نیز جب آپ کلکتہ سے جارہے ہیں تو وہاں سے آپ نے کبھی بھی حج نہیں کیا، یہ بات بھی صحیح ہے، جھوٹ کی ضرورت نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۲ھ

دروغ حلفی کرکے حج ثانی کرنا

سوال:۔ حج کے لئے یہ پابندی ہے کہ ایک مرتبہ حج کرنے کے بعد پانچ سال تک وہ

---

[۱] نعم المعاریض تباح بغرض حقیقی (شامی کراچی ص ۶/۴۲۸، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع.

حج کے لئے نہیں جا سکتا، حکومت نے اس سلسلہ میں ایک حلف نامہ بھی جاری کیا ہے، اگر ان پابندیوں کے باوجود کسی صورت سے ہم حج کے لئے چلے جائیں تو گناہ تو نہیں ہوگا، اور حج ادا ہوگا کہ نہیں؟ حلف نامہ میں غلط بیانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دروغ، زبانی ہو یا تحریری، بہرحال دروغ ہے اور دروغ حلفی اس سے بھی زیادہ قبیح اور شنیع ہے[1]، حج بدل کے لئے ایسے آدمی بھی بسہولت مل سکتے ہیں جن کے لئے حلفیہ دروغ بیانی کی ضرورت نہیں اور قانونی رکاوٹ بھی ان کے لئے نہیں ہوگی، پھر قانون کی مخالفت تو اور بھی خطرناک ہے، جعل کھل جانے پر مال وعزت دونوں کا خطرہ ہے، ایسا خطرہ مول لینا قرین دانشمندی نہیں[2]، تاہم حج فرض ادا ہو ہی جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کی عرضی میں یہ قید کہ میں نے اتنی مدت سے حج نہیں کیا

سوال:۔ گذشتہ چند سالوں سے حکومت کے حج بیت اللہ کمیٹی کوٹہ مقرر کر دینے کی وجہ

---

[1] وان حلف علی کاذب راجعت عمداً.....یاثم بها فتلزمه التوبة (شامی کراچی، ج۳/ ص۷۰۵/ مطلب فی حکم الحلف بغیره تعالیٰ، کتاب الایمان. هندیه کوئٹه ص ۲/۵۲، کتاب الایمان، الباب الاول، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲/۲۶۱، کتاب الایمان، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالوا وکیف یذل نفسه قال یعترض من البلاء لمالایطیق(ترمذی شریف ،ج۲/ص ۵۱/ ابواب الفتن، مکتبه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، عرض کیا کیسے اپنے کو ذلیل کرے گا فرمایا ایسی پریشانی کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

سے مغل لائن لمٹیڈ نے حج کے فارم میں ایک دفعہ اس طرح بڑھا دی ہے کہ اس سے قبل آپ نے کسی سال حج کیا تھا؟ فارم بھرنے سے قبل زندگی میں جس نے ایک مرتبہ بھی حج کیا ہو (خواہ نفلی ہو یا حج فرض) اب اگر وہ خانہ پری کے وقت صحیح حقیقت کہہ دیتا ہے، کہ میں اس سے قبل فلاں سال حج کر چکا ہوں تو پھر مغل لائن والے ایسی عرضی کو ہر سال قرعہ کے اندر پہلے سال والی عرضیوں کی فہرست میں ڈال دیتے ہیں، اب ہر سال ہر صوبہ سے اس کے مقرر کوٹہ سے زیادہ عرضیاں آتی ہیں، جو ہر سال واپس کی جاتی ہیں، چنانچہ وہ عرضیاں جو کہ تین چار سال سے مسلسل رد ہو رہی ہیں ان کو قرعہ اندازی میں ۷۰ رفیصدی تناسب سے شامل کیا جاتا ہے، (بشرطیکہ عرض میں مذکورہ بالا دفعہ اس طرح پر کی گئی ہو کہ میں نے اس سے قبل حج نہیں کیا ہے) اور جس عرضی میں صحیح حقیقت لکھ دی گئی ہو، ایسی عرضی کو اگر چہ وہ تین چار سال سے مسلسل رد ہو رہی ہو، تب بھی پہلے سال والوں کی فہرست میں ڈال کر قرعہ اندازی میں بیس تیس فیصدی کے تناسب سے شامل کیا جاتا ہے، جس کی بناء پر ان کی عرضی منظور ہونے کا کوئی امکان نہیں رہتا ہے، علاوہ ازیں اب تو یہ بھی سنا جا رہا ہے کہ جو ایک مرتبہ حج کر چکا ہو اس کی عرضی کو قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیا جائیگا، چنانچہ اس صورت میں تو ہمیشہ کے لئے اس کی عرضی کی نامنظوری قطعی اور یقینی ہے، مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر اکثر لوگ جو زندگی میں ایک مرتبہ حج کر چکے ہیں، اور وہ اپنے فارم میں یہی لکھ دیتے ہیں کہ میں نے اس سے قبل حج نہیں کیا، اب سوال یہ ہے کہ موجودہ مشکلات کے پیش نظر اگر یہ صورت اختیار نہیں کرتا تو اس کے لئے دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کی اور کوئی دوسری شکل نہیں ہے، اور دوسرے لوگ اس طرح عذر بیانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اپنی گاڑھی کمائی میں سے رقم بچا کر دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے جانا ایک مسلمان کا خالص مذہبی معاملہ ہے، مگر حکومت نے زرِ مبادلہ بچانے کے لئے کوٹہ سسٹم کر کے پابندیاں عائد کی ہیں، یہی بات ہے کہ یہ کوٹہ سسٹم اور اس طرح کی پابندیاں تو شریعت اسلامیہ کے بالکل مخالف ہے، لہٰذا دوبارہ زیارتِ حرمین

شریفین کی تمنا اور شوق میں صحیح حقیقت چھپا کر اس طرح خانہ پری کی شرعاً اجازت اور گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج عظیم عبادت ہے جسکے ذریعہ سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں[۱] جھوٹ گناہ ہے[۲] عبادت کیلئے گناہ کی اجازت نہیں، ویسے بھی خلاف قانون چیز کا ارتکاب اپنے مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے، جو قرین دانشمندی نہیں[۳] بعض حضرات نے ایسا کیا ہے اور ان کا روپیہ واپس نہیں ہوا، بلکہ معلوم ہونے پر جرم کی وجہ سے ضبط ہوگیا، اور ان کا نام مستقلاً درج کرلیا گیا کہ یہ دروغ حلفی کے مجرم ہیں، سخت قوانین بننے کی وجہ بھی ہمارے ہی اعمال وسیئات ہیں، اگر حج کو جانے والے واقعۃً حج وعبادت ہی کی نیت سے جائیں، اور وہاں کے آداب کی رعایت رکھیں تو غالباً سخت گیری کی نوبت نہ آئے، مگر جب وہاں سے خلاف قانون سامان چھپا کر لائیں اور رشوت کے باوجود مخبری ہوکر کسٹم پر پکڑے جاتے ہیں، تو بڑی ذلت ہوتی ہے، اور دوسرے حجاج بھی بدنام ہوتے ہیں، اللہ پاک اخلاص دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۰ھ

---

۱ ان الحج یهدم ما کان قبله الحدیث ،مشکوٰة شریف،ص ۱۴/ کتاب الایمان. طبع یاسر ندیم دیوبند، من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (بخاری شریف ص ۲۰۶/۱، کتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور، طبع مکتبه اشرفیه دیوبند.

۲ وان الکذب فجور. الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۴۱۲/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم. شامی کراچی ص۴۲۷/۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، هندیه کوئٹه ص ۳۵۲/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی الخ.

۳ ولاتلقوا بایدیکم الی التهلکة الایة. سورۂ بقرہ آیت: ۱۹۵، عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالوا وکیف یذل نفسه قال یعترض من البلاء لما لا یطیق (ترمذی شریف ص ۲/۵۱، ابواب الفتن، طبع مکتبه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

سعودیہ میں رہ کر حج کرے اور بھارت پاکستان سے حج

سوال:۔ ایک شخص بسلسلہ روزگار سعودیہ میں مقیم ہے، اور وہ کتنے حج کرسکتا ہے، اور آیا اس کا حج اس طرح مقبول حج ہوگا جس طرح کہ ایک شخص پاکستان یا بھارت سے حج کے لئے سفر کرتا ہے، اور مزید یہ کہ یہ شخص اگر مدینۃ النبیؐ میں مقیم ہے کیا اس کا حج بھی اتنا ہی مقبولیت والا ہے، جتنا کسی دوسرے ملک سے سفر کرنے والے کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ہر سال بھی حج کرسکتا ہے، مدینہ طیبہ سے بھی ہر سال حج کرسکتا ہے[۱]، مقبولیت کے سلسلہ میں دو چیزیں ہیں ایک مال زیادہ خرچ کرنا اور سفر بعید کی مشقت برداشت کرنا[۲]، یہ چیز تو ظاہر ہے کہ پاکستان اور بھارت والوں اور دوسرے ممالک بعید والوں کے لئے زیادہ ہیں، دوسری چیز ہے رضاء باری تعالیٰ اس کا مدار اخلاص پر ہے، جس میں اخلاص زیادہ ہوگا، وہ زیادہ خوشنودی کا ذریعہ ہوگا[۳]، اخلاص ایک قلبی کیفیت ہے جس کا علم خدائے پاک کو ہے[۴]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[۱] وادائه فی العمرمرة لان سببه البيت وهو واحد ومازاد فتطوع هذا عندنا وعند الشافعیؒ الحج لايوصف بالنفلية بالمرة الاولیٰ فرض عين ومازادففرض كفاية لان من الفروض الكفاية ان يحج البيت كل عام .غنية الناسک ص ۱، مقدمه فی تعريف الحج، مطبوعه خيريه ميرٹھ، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۳۰۹، كتاب الحج، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۵۲، كتاب الحج.

[۲] الاجر علی قدر النصب، كشف الخفاء ص ۴۹/ج ۱، باب الهمزة مع الجيم، مطبوعه دارا احياء التراث العربی بيروت، بخاری شريف، ص ۱/۲۴۰، ابواب العمرة، باب اجر العمرة علی قدر النصب، مطبوعه اشرفية ديوبند.

[۳] والقبول المترتب عليه الثواب يبتنی ..... **(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

بیوی سے کیا گیا حج کا وعدہ کیا شوہر کے حق میں مانع ہے

سوال:۔ سائل نے اپنی بیوی سے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسکو ایک بار حج کرادیگا، لیکن بیوی اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ مروجہ قانون کے مطابق اس کو اجازت سفر مل جائے، تو کیا یہ امر سائل کے حج میں مانع ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بیوی کا اس پوزیشن میں نہ ہونا آپ کیلئے حج سے مانع نہیں ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کو حج کے لئے ساتھ لیجانا کب ضروری ہے

سوال:۔ زید حج بیت اللہ کیلئے جارہا ہے، اس کی بیوی کے پاس ایک ہزار روپے نقد موجود ہیں، جو کرایہ وغیرہ کیلئے کافی ہوگا، مگر زادراہ کا روپیہ اسکے پاس نہیں ہے، اسکی بیوی زید سے تقاضا کرتی ہے کہ آپ گھر رہنے کی صورت میں میرے نان ونفقہ کا انتظام کریں گے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... علی اشیاء کحل المال والاخلاص، شامی، ج۲/ ص ۱۵۲/ (مکتبہ رشیدیہ دیوبند) مطلب فیمن حج بمال حرام. (شامی نعمانیہ، ص ۲/۱۴۰.

[۴] عن الحسن البصری قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالی الاخلاص سرٌ من سری استودعتہ قلب من احببتہ من عبادی، اتحاف السادۃ شرح احیاء علوم الدین ص ۴۳-۱۰/۴۴، کتاب النیۃ والاخلاص الباب الثانی فی الاخلاص، فضیلۃ الاخلاص، مطبوعہ دارالفکر، انہ علیم بذات الصدور الآیۃ، سورۃ الزمر رقم الآیۃ:۷.

ترجمہ:— وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے (بیان القرآن)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] وفی الکبیر عن التتمہ من علیہ الحج ومرضت زوجتہ لایکون عذرا فی التخلف عن الحج. (غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک ص ۲، مرض الزوجۃ لایکون عذراً، مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ.

وہی روپیہ مجھے دیدیجئے تاکہ آپ کے ہمراہ میں بھی حج کو چلوں، تو کیا ایسی صورت میں زید کی بیوی پر حج فرض ہوجاتا ہے، کیا زید کی بیوی اپنے مطالبہ نان ونفقہ میں حق بجانب ہے، کیا زید پر واجب ہے کہ بیوی کے زادراہ کا انتظام کرکے اپنے ہمراہ حج کیلئے لیجائے، اگر زید زحمت کی وجہ سے بیوی کو ساتھ لیجانے سے گریز کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب کہ زید حج کو جارہا ہے، اور بیوی کے پاس خرچ راہ اور کرایہ آمدورفت موجود ہے، تو بیوی کا نان ونفقہ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اگر بیوی نہ جاتی تو زید کے ذمہ لازم تھا کہ اس کو نان ونفقہ دیکر جاتا البتہ ساتھ جانے کی صورت میں وہ نان ونفقہ لازم ہوگا، جو حضر میں لازم ہوتا، سفر کی وجہ سے جس قدر نان نفقہ زائد خرچ ہوگا، اس کی ذمہ داری زید پر نہیں، زید کے ذمہ لازم ہے کہ اس کو ساتھ لیکر جائے، جب کہ بیوی کا حج حج فرض ہو ''**ولو حجت معه فلها نفقة الحضر لاالسفر وعن الثانی لوارادت حجة الاسلام یومر الزوج معها بالانفاق علیها کما فی المحیط اھ سکب الانهر، ج ۱/۴۹۸**''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج ثانی کے لئے پانچ سال کی قید

سوال:۔ حکومت ہند نے حج کے سلسلہ میں یہ قید لگارکھی ہے کہ ایک مرتبہ آدمی حج کرنے بعد پانچ برس تک حج کو نہیں جاسکتا ہے، ایسی قید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ایک حلف

---

[1] سکب الانهر علیٰ مجمع الانهر، ج۲/ص ۱۸۱/(مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت) باب النفقة. المحیط البرهانی ص۲۷۸/۴، کتاب النفقة، الفصل الاول من یستحق النفقة من الزوجات، عالمگیری ۵۴۶/۱، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة، مطبوعه کوئٹه.

نامہ بھی بھرنا پڑتا ہے، کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ پانچ برس میں سے کسی سال بھی حج کو نہیں گیا ہوں، کیا اس پابندی میں توریہ کی کوئی شکل ہوسکتی ہے؟ یہ شخص گذشتہ دوسال پہلے حج بدل میں جاچکا ہے، اب اپنا حج فرض ادا کرنا چاہتا ہے، مگر یہ حلف والی شرط درپیش ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایسی پابندی لگانے کا کوئی شرعاً حق نہیں، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹے حلف نامہ پر دستخط کرنا گناہ ہے[1]، اگر کوئی توریہ میں یہ نیت کرے کہ گذشتہ پانچ سال میں اپنے حج فرض کو نہیں گیا، تو نیت صحیح ہوسکتی ہے، جبکہ اپنا حج فرض ادا نہیں کیا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۹ھ

حج کے لئے بدلا ہوا روپیہ ناکافی ہو تو اپنا دوسرا انتظام کرنا

سوال:۔ زید نے فریضۂ حج ادا کرنے کی نیت کی ہے، یہ سفر رمضان سے ۵/ ماہ قبل کا ہوگا، حکومت سے ۱۵۷۵/ روپیہ ملیں گے، جس کے ۹۲۹/ ریال ملیں گے، جبکہ صرف حج کا خرچہ ۹۴۶/ ریال بتلایا گیا ہے، یہ رقم سفر میں بالکل ناکافی ہے، کیا اس کے لئے جائز ہوسکتا ہے کہ سعودی عرب میں اخراجات کی کفایت کے لئے اپنے طور پر کوئی دوسرا انتظام کرے؟ برائے کرم فوری جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اپنے طور پر دوسرے انتظام کی اجازت ہے، مگر قانونی تحفظ کا لحاظ کرلیا جائے، کہ کوئی

---

[1] الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواہ البخاری وفی روایۃ انس وشھادۃ الزور بدلُ الیمین الغموس متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۱۷، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] نعم المعاریض تباح بغرض حقیقی .شامی، ج۷/ص ۳۰۳/ مکتبہ رشیدیہ .باب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع) مطبوعہ کراچی، ج۶/ص ۴۲۸/.

مصیبت نہ آئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

حج کے بعد مالی پوزیشن صفر ہونے کی حالت میں حج

سوال:۔ سائل کی مالی حیثیت اتنی ہے کہ بیوی کا مہر ادا کرنے کے بعد اور اہل وعیال کے خرچہ کے بعد بہ آسانی حج کے اخراجات پورے ہوسکتے ہیں، تو کیا حج فرض ہوجاتا ہے، گو کہ حج کے بعد مالی پوزیشن صفر ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس صورت میں حج فرض ہوگا "تلک القدرة فاضلة عن نفقته و نفقة عياله الىٰ حين عودة وقيل بعده بيوم و قيل بشهر، (طحطاوی[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقوف مزدلفہ

سوال:۔ اگر ہجوم کیوجہ سے عورتیں اور ضعیف مردوں کو تکلیف کا اندیشہ ہو اور مزدلفہ کا

---

[1] "ولاتلقوا بايديكم الىٰ التهلكة "الاية، سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۵،

ترجمہ:۔ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو!

عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمؤمن ان يذل نفسه قالوا وكيف يذل نفسه قال يتعرض من البلاء لما لا يطيق، ترمذی شریف ص ۲/۵۰، باب بلاترجمة، ابواب الفتن، مطبع مكتبه رشيديه دهلی.

[2] طحطاوی علی المراقی، ص ۵۹۸/ کتاب الحج. مطبوعه مصر، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۶۲، کتاب الحج، مطلب فی قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع الباب الاول فی تفسير الحج وفريضته ووقته وشرائطه.

قیام نہ کریں، تو دم واجب نہیں ہوگا، کیا بالکل ہی مزدلفہ نہ جائیں اور جہاں مغرب کا وقت ہو مغرب کی نماز پڑھیں اور عشاء کے وقت عشاء کی نماز پڑھیں تو کیا یہ بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

صبح صادق سے سورج نکلنے تک ذرا سی دیر بھی وقوف کرلیا خواہ سوتے یا جاگتے بلکہ وہاں سے گذرنے سے بھی وقوف ہوکر واجب ادا ہوجائیگا، صبح صادق سے پہلے مزدلفہ میں ٹھہرنے سے واجب ادا نہیں ہوگا، اور ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا[۱] اگر رات کو مزدلفہ نہیں پہنچ سکا حتی کہ صبح صادق ہوگئی، اس وقت ہی پہنچا تو اس پر دم لازم ہے، سورج نکلنے میں جب دو رکعت کی مقدار وقت باقی رہ جائے اس وقت تک ٹھہرنا سنت مؤکدہ ہے[۲] لیکن ضعیف مرد اور عورت اگر صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر پڑھ کر منیٰ کیلئے روانہ ہوجائے تو ان کیلئے اجازت ہے بلکہ جو زیادہ ضعیف ہو اور برداشت نہ کرسکیں وہ اگر اندھیرے ہی میں صبح صادق سے بھی پہلے روانہ ہوجائیں، تو ان پر عذر کی وجہ سے دم لازم نہیں[۳] آئے گا، اگر وقوف مزدلفہ نہ کرنا ہو تو نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے، جمع نہ کی جائے[۴]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ثم وقت الوقوف فيها من حين طلوع الفجر الىٰ ان يسفر جدا فاذا طلعت الشمس خرج وقته ولووقف فيها فى هذا الوقت اومربها جاز كمافى الوقوف بعرفة وقبله اوبعده لايجوز ولوجاوز حدالمزدلفة قبل طلوع الفجر فعليه دم لترك الوقوف بها الا اذاكانت به علة اومرض اوضعف فخاف الزحام فدفع منها ليلا فلا شئى عليه كذافى السراج الوهاج عالمگيرى، ج ۱/ص ۱۱۸/ الباب الخامس فى كيفية اداء الحج، شامى كراچى ص ۲/۵۱۱، كتاب الحج، مطلب فى الوقوف بمزدلفة، غنية كراچى ص ۸۹، فصل فى شرائط الوقوف بها.

[۲] وهذا الوقوف من الواجبات عندنا وليس بركن حتى لو تركه يلزمه الدم ولكن يجزيه الحج وروى محمد ..... **(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

ایضاً

سوال:۔ اگر تندرست مرد عورتوں اور بوڑھے مردوں کے ساتھ کسی وجہ سے مزدلفہ نہ ٹھہریں تو اس کو دم دینا ہوگا، ایسی صورت میں عورتیں اور بوڑھے مرد کس طرح تنہا عرفات سے منیٰ اپنے خیمہ میں جاسکتے ہیں، اگر دوسرے تندرست آدمی بھی ان معذوروں کو لیکر عرفات سے منیٰ جاکر ان کو وہاں چھوڑ کر واپس آنا چاہیں، تو آج کل بہت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں آنا اور قیام کرنا مشکل ہوجائے گا، اور دوسرے ساتھیوں کو تلاش کرنا ناممکن ہوگا، بہتیری عورتیں تنہا منیٰ میں رہیں گی، آج کل فتنہ کے زمانہ میں ان کی عزت وآبرو کا ڈر ہے، بعض عورتیں تنہائی میں گھبراتی ہیں، اور عورتوں اور بوڑھے مردوں کو جس طرح بھی ہو مزدلفہ کا قیام کرانا چاہئے، اور اگر ان کو منیٰ میں پہنچانا ضروری ہو تو پھر ساتھی تندرست مرد اور عورت

(حواشی صفحہ گذشتہ) ..... عن ابی حنیفة رحمهما الله انه حد حد الاسفار فقال اذااسفر بحیث لم یبق الی طلوع الشمس الامقدار مایصلی رکعتین یذهب وی فی الخلاصة ومن لم یکن هٰذه اللیلة بالمزدلفة علیه دم ان لم یأتها قبل طلوع الشمس جبراً للنقصان، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۹-۲/۴۶۰، الوقوف بمزدلفة، عالمگیری، ج ۱/ص ۲۳۱/ الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج، شامی، ج۲/ص ۱۹۳/ مطلب فی الوقوف بمزدلفة.

۳ الا اذا کان لعذر بان یکون به ضعف او علة او کانت امرأة تخاف الزحام فلا شی علیه، غنیة الناسک کراچی ص ۸۹، فصل فی شرائط الوقوف بها، شامی کراچی ص ۲/۵۱۱، کتاب الحج، مطلب فی الوقوف بمزدلفة، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۳۱، الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج.

۴ والحاصل ان من عزم علی عدم المرور بالمزدلفة تلک اللیلة فعلیه ان یصلی کل صلاة فی وقتها لعدم استکمال شروط الجمع ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص ۱۴۵، فصل فی الجمع بین الصلاتین، یستحب التعجیل فی هذا الجمع، طبع المکة المکرمه، شامی زکریا ص ۳/۵۲۶، کتاب الحج، مطلب فی اجابة الدعاء، غنیة الناسک کراچی ص ۸۸، فصل وشرائط هذا الجمع ستة.

بھی مزدلفہ کا قیام بوجہ مجبوری ترک کردیں، کیا یہ ترک قیام مزدلفہ مجبوری میں جائز ہوگا، ورنہ معذور اور غیر معذور سب ایک ہی جگہ مزدلفہ میں رہیں اور صبح صادق میں قیام کرکے مزدلفہ سے روانہ ہوجائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بہتر یہی ہے، کہ سب مزدلفہ میں قیام کریں، ضعیفوں کی وجہ سے زیادہ نصرت ہوگی "**هل تنصرون الابضعفائكم**"[1]، اگر یہ صورت نہ ہوسکے تو ان ضعیفوں کی نگرانی وحفاظت کی خاطر جو تندرست اس وقوف سے پہلے (رات ہی میں) چلا جائے، تو وہ دم دیدے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منیٰ سے روانگی

سوال:۔ اس کا مسئلہ بھی بہت مشکل ہے، بوڑھے ضعیف مردوں اور عورتوں کیلئے دس

---

[1] (من حديث سعدبن ابى وقاص حلية الاولياء، ج۸/ص ۲۹۰/ ابو مسعود الموصلى، مطبوعه دارالفكر بيروت، كنز العمال، ج۳/ ص ۱۷۳/ الرحمة بالشيوخ والضعفاء، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، راجع صحيح البخارى، ج ۱/ص ۴۰۵/ كتاب الجهاد) باب من استعان بالضعفاء الصالحين فى الحرب، مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمہ:۔ ضعیفوں کی وجہ سے ہی تمہاری نصرت کی جاتی ہے۔

[2] لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لاشئى عليه وفى الشامية تحته الااذاكان لعلة اوضعف اويكون امرأة تخاف الزحام فلاشئى عليه الخ درمختار مع الشامى ج۲/ ص ۱۹۳/ كتاب الحج، مطلب فى الوقوف بمزدلفة، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۳۱/۱، الباب الخامس فى كيفية اداء الحج، غنية الناسك كراچى ص ۸۹، فصل فى شرائط الوقوف بها، وهذاالوقوف عندنا واجب وليس بركن حتى لوتركه بغير عذر يلزمه دم الجوهرة النيرة، ج ۱/ص ۲۳۳/ كتاب الحج. تاتارخانيه كراچى ص ۴۵۹/۲، الوقوف بمزدلفة، غنية كراچى ص ۸۹، فصل فى شرائط الوقوف.

ذی الحجہ کو ضعیف مرد اور عورت رات میں جبکہ ہجوم کم ہو جاتا ہے قیام کریں، صبح صادق سے پہلے پہلے تک اس طرح گیارہ ذی الحجہ کو قیام مغرب کے بعد سے بارہ ذی الحجہ کو تقریباً سب ہی حجاج کرام منیٰ سے واپس ہو جاتے ہیں، اگر مستورات کا ساتھ ہو تو مناسب بھی یہی ہے کہ بارہ ذی الحجہ میں منیٰ کو واپس جائے، اکثر معلمین خیمے بناتے ہیں، دور دور کہیں ایک خیمہ نظر آتا ہے، جو تیرہ ذی الحجہ کو قیام کرنے والوں کے لئے رہ جاتا ہے، بارہ ذی الحجہ کو اول اپنے خیمہ میں عصر کی نماز پڑھ کر مستورات کو لے جائیں، اس وقت ہجوم کم ہو جاتا ہے، اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے پہلے حدود منیٰ چھوڑ دیتے ہیں، ورنہ صبح صادق سے پہلے تک منیٰ چھوڑنے کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر مستورات یا ضعیف مردوں کی وجہ سے آفتاب غروب ہو جائے تو ایسی صورت میں مکروہ وقت خیال نہ کریں، اس سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جائیں، کیا یہ مناسب اور درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن دم واجب نہیں ہوگا، اور مستورات وضعفاء کی رعایت سے کراہیت میں بھی تخفیف ہو جائے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۰ھ

---

[1] لافرق فی ذٰلک بین المکی والآفاقی والأفضل أن یقیم ویرمی فی الیوم الرابع وإن لم یقم نفر قبل غروب الشمس فإن لم ینفر حتی غربت الشمس یکرہ له أن ینفر حتی یرمی فی الرابع ویسقط بنفرہٖ قبل طلوع فجر الرابع ولو نفر من اللیل قبل طلوعه لاشئی علیه فی الظاهر عن الإمام وقد أساء وعنه أنه لیس لهٗ أن ینفر بعد الغروب فإن نفر لزمه دم وعلیه الائمة الثلاثة ،غنیة الناسک، ص۹۸/ فصل فی صفة رمی الجمار فی الیوم الثالث والرابع، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، مجمع الانهر ص ۴۱۶/۱، کتاب الحج، فصل، فاذا دخل مکة ابتداء بالمسجد الحرام الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح ص ۲۶۹، کتاب الحج، فصل فی کیفیة ترکیب افعال الحج، مطبوعه مکتبة الاسعدی سهارنپور.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب دوم: مواقیت کا بیان

ہندوستانیوں کے لئے میقات یلملم ہے یا جدہ

سوال:۔ یلملم پہاڑی جو ہندوستانیوں کیلئے میقات ہے وہاں کے بجائے جدہ پہنچ کر احرام باندھنے میں کوئی حرج تو نہیں، کہتے ہیں جدہ بھی حرم سے باہر ہے، لہٰذا وہاں سے احرام باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، مگر افضل واحسن کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

افضل واحوط یہی ہے کہ یلملم[1] سے احرام باندھا جائے، اسلاف کا معمول بھی یہی رہا ہے، گو اب جغرافیائی رو سے بعض حضرات نقشے دیکھ کر یہ بتلاتے ہیں کہ جہاز میں یلملم کی محاذات بھی نہیں آتی، لہٰذا جدہ سے قبل احرام باندھنا لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویلملم للمدنی والعراقی والشامی والنجدی والیمنی قولہٗ والعراقی أی اهل البصرة والکوفة وهم اهل العراقین وکذا سائر اهل المشرق،(الدرالمختار مع الشامی، ج۲/ ص۴۷۵/ مطلب فی المواقیت، مطبوعه کراچی)

[2] مناسک علی قاری میں عبارت موجود ہے! وان لم یعلم المحاذات فعلی المرحلتین من مکة کجدة المحروسة من طرف البحر،

اور ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لئے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں ہوتی لہذا جدہ بھی ان کے لئے میقات ہے۔ فتاوی خلیلیه ص ۹۲/ ۱، کتاب الحج، مطبوعه مظاهر علوم سهارنپور، امداد الفتاویٰ زکریا ص ۱۶۹/ ۲، قبیل مسائل منثوره متعلقه بالحج. مزید تفصیل کے لئے جواهر الفقه ص ۴۷۸/ ۱، ملاحظہ فرمائیں اس میں علماء کے اختلاف آراء تفصیل کے ساتھ مدلل مذکور ہیں۔

یلملم سے احرام

سوال:۔ زید نے جہاز میں یلملم پر احرام نہیں باندھا حالانکہ دوسرے عوام اور اہل علم نے وہیں احرام باندھا اور زید کو بھی کہا لیکن زید نے جدہ پہنچ کر احرام باندھا تو کیا ایسی حالت میں احرام کے میقات سے مؤخر ہونے کی وجہ سے زید پر دم یا فدیہ لازم آئیگا، یا نہیں اگر ہوگا تو کیا لازم ہوگا، اور اس کو ہندوستان ہی میں ادا کرنا کافی ہوگا یا حرم میں بھیجنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عامۃً علماء اہل ہند یلملم پر احرام باندھنے کو لازم[1] فرماتے ہیں، میقات سے بغیر احرام گذر جانا حاجی کے حق میں جنایت ہے، جس کی وجہ سے دم لازم ہوگا[2]، یعنی ایک بکری کی قربانی کیجائے گی، اور یہ قربانی ہندوستان میں کافی نہیں، بلکہ روپیہ دے کر کسی کو ذمہ دار بنادیا جائے کہ وہ حرم میں قربانی کردے[3]، یہی احوط ہے، اگرچہ بعض حضرات اس کے بھی قائل ہیں، کہ جدہ پہنچ کر احرام باندھنے کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ ہندوستان سے جاتے

---

[1] ویلملم للمدنی والعراقی والشامی والنجدی والیمنی قوله والعراقی أی اهل البصرة والکوفة وهم اهل العراقین وکذا سائر اهل المشرق،(الدرالمختار مع الشامی، ج۲/ ص۴۷۵/ مطلب فی المواقیت، مطبوعه کراچی)

[2] وقد قدمنا انه لا یجوز مجاوز آخر المواقیت الا محرما فاذا جاوز بلا احرام لزمه دم، البحر الرائق کوئٹه ص۳/۴۸، کتاب الحج، باب مجاوزة المیقات بغیر احرام، تاتارخانیه کراچی ص۲/۴۷۵، الفصل الرابع بیان مواقیت الاحرام ومایلزم لمجاوزتها بغیر احرام، غنیة الناسک کراچی ص۳۰، باب مجاوزة المیقات بغیراحرام.

[3] وکل دم یجب علی الحاج ولو هدیا یختص بالحرم لقوله تعالیٰ هدیا بالغ الکعبة المائدة:۹۵ الخ، النهر الفائق ص۲/۱۶۹، کتاب الحج، باب الهدی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص۲/۵۳۶، کتاب المناسک، تفسیر الهدی، مجمع الانهر ص۱/۴۵۹، کتاب الحج، باب الهدی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

وقت نہ یلملم درمیان میں آتا ہے، نہ یلملم کی محاذات ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہندوستان سے پانی کے جہاز سے جانے والا کہاں سے احرام باندھے

سوال:۔ ہندوستان سے پانی کے جہاز سے جانے والے حجاج کو بمطابق شرع احناف احرام کہاں سے باندھنا چاہئے؟ کس جگہ سے واجب ہے، اور کس جگہ سے فرض؟ احناف کا فتویٰ کس پر ہے؟ بندہ حج کا ارادہ رکھتا ہے، حرم کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پانی کے جہاز سے جانے والے کیلئے جو قدیم ایام سے راستہ تھا، تو یلملم کی محاذات پر پہنچ کر احرام باندھا جاتا تھا، یہی ہندوستان کے اکابر علماء فقہاء کا معمول رہا ہے، اب بھی احوط یہی ہے، اگرچہ موجودہ اہل جغرافیہ کا قول یہ ہے کہ اب راستہ میں نہ یلملم آتا ہے، اور نہ اس کی محاذات آتی ہے، بلکہ جدہ سے احرام باندھنا لازم ہے[2]، مگر احتیاط کا تقاضا وہی ہے،

---

[1] مناسک علی قاری میں عبارت موجود ہے! **وان لم یعلم المحاذات فعلی المرحلتین من مکة کجدة المحروسة من طرف البحر،**

اور ظاہر ہے کہ اہل ہند کے لئے یلملم کی محاذات کسی معتبر طریقہ سے نہیں ہوتی لہذا جدہ بھی ان کے لئے میقات ہے۔

فتاوی خلیلیه ص ۹۲/۱، کتاب الحج، مطبوعه مظاهر علوم سهارنپور، امداد الفتاویٰ زکریا ص ۱۶۹/۲، قبیل مسائل منثوره متعلقه بالحج.

مزید تفصیل کے لئے **جواهر الفقه ص ۴۷۸/۱**، ملاحظہ فرمائیں اس میں علماء کے اختلاف آراء تفصیل کے ساتھ مدلل مذکور ہیں۔

[2] مندرجہ بالا حاشیہ نمبر:۱ ملاحظہ ہو۔

جواوپر مذکور ہوا[1]، وہاں جہاز سیٹی دیتا ہے، اور عامۃً حج کو جانے والے احرام باندھتے ہیں، حدود حرم جدہ سے آگے چل کر شروع ہوتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ معلم الحجاج ساتھ رکھیں، اس میں مسائل حج اور مواقیت کی پوری تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸۹ھ

حج بدل میں ذوالحلیفہ سے احرام

سوال:۔ حج بدل میں جانے والے کیلئے حج سے پہلے مدینہ جانا اور ذوالحلیفہ (بیرعلی) سے احرام باندھنا درست ہے، یا نہیں، جب کہ آمر کی میقات سمندر میں محاذات یلملم ہے، کیا اس میں آمر کا حج خراب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اِذن آمر سے درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویلملم للمدنی والعراقی والشامی والنجدی والیمنی قوله والعراقی أی اهل البصرة والکوفة وهم اهل العراقین وکذا سائر اهل المشرق، (الدرالمختار مع الشامی، ج۲/ ص۴۷۵/ مطلب فی المواقیت، مطبوعه کراچی)

[2] الرابع عشر (من شروط الحج عن الغیر) عدم المخالفة (شامی کراچی، ج۲/ص۶۰۰/ کتاب الحج، مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

الرابع عشر ان یحرم من میقات الآمر لو امره بالحج واطلق عن ذکره المیقات لان الامر بالحج تضمن الامر بایقاع احرامه من المیقات، غنیة الناسک ص۱۷۸، الرابع عشر ان یحرم من میقات الآمر، مطبوعه خیریه میرٹھ. وان اوصی ان یحج عنه من موضع کذا من غیر بلده یحج عنه من ثلث ماله من ذلک الموضع الذی بین قرب من مکة او بعد عنها لان الاحجاج لا یجوز الا بامره فیتقدر بقدر امره، بدائع الصنائع کراچی ص۲/۲۲۳، کتاب الحج، فوات الحج، فصل واما بیان حکم فوات الحج، ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص۴۸۳، فصل فی شرائط جواز الحج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

جو شخص مکہ سے جدہ آئے کسی ضرورت کے لئے پھر مکہ واپس جانے کے لئے کیا احرام کی ضرورت ہے

سوال:۔ اگر جدہ کو میقات مانا جائے، تو مکہ سے جو لوگ کام کاج کے لئے جدہ آتے ہیں، جدہ سے مکہ واپس ہوتے وقت احرام لازم نہ ہونا، جواب تحریر فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے، کہ میقات میں رہنے والا اور جو ان کے حکم میں ہو کسی ضرورت کے لئے مکہ جائے تو احرام ضروری نہیں ہوتا، بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ جب میقات پر واپس آ گیا ہے، تو پھر سے احکام دخول مکہ کے لئے دوسرا احرام ضروری ہوگا، مہربانی فرما کر دونوں مسئلوں کا جواب روانہ فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس مقام سے بغیر احرام کے آگے حرم کی طرف جانا نہیں، اس مقام سے خروج کے بعد بغیر احرام دوبارہ مکہ معظّمہ جانا درست نہیں، اگر جدہ کو بالفرض میقات تسلیم کیا بھی جائے، تو جب جدہ سے نکل جائے گا، پھر دوبارہ داخل ہونا پایا جائے گا، تو دوبارہ احرام باندھنا لازم ہوگا، محض جدہ میں داخل ہونے کی وجہ سے دوبارہ احرام لازم نہیں ہوگا، میقات سے تجاوز جب ہوگا کہ جدہ سے دوسری طرف نکل جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۸/۷/۸۷ھ

---

[1] وکذا البستانی اوالمکی اذاخرج الی الآفاق صار حکمه حکم اهل الآفاق لاتجوزله مجاوزة میقات اهل الآفاق وهویرید مکة اوالحرم الا محرماً. غنیة الناسک کراچی ص ۲۹، فصل وقد یتغیر المیقات بتغیر الحال، شامی زکریا ص ۳/۴۸۴، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۱۹، کتاب الحج، قبیل باب الاحرام.

کیا احرام باندھ کر طواف ضروری ہے

سوال:۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد جب منیٰ کا ارادہ کر کے جاتے ہیں تو جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کر کے جانا ضروری ہے، یا بغیر طواف کے بھی جا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ طواف فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طواف زیارت بحالت احرام

سوال:۔ دسویں ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کے بعد اگر دیر ہونے کے سبب حجامت نہ بنوائے، یا حجام نہ ملے تو ایسی صورت میں طواف زیارت کو جا سکتا ہے، احرام کے ساتھ یا بلا احرام کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب اس نے حجامت نہیں بنوائی یعنی نہ حلق کیا نہ قصر تو وہ احرام سے حلال نہیں ہوا[2]، بحالت احرام ہی طوافِ زیارت کر لے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وروی الحسن عن ابی حنیفة ان المتمتع اذا احرم بالحج یوم التروية او قبله فان شاء طاف وسعی قبل ان یاتی الی منی وهو افضل وروی هشام عن محمد انه ان طاف وسعی لا بأس به ووجه ذلک ان هذا الطواف لیس بواجب بل هو سنة، بدائع الصنائع کراچی ص ۲/۱۵۰، فصل واما بیان سنن الحج وترتیبه، غنیة کراچی ص ۵۲، اول ما یبدأ به داخل هذا المسجد.

[2] وحکمه التحلل فاذا حلق..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)**

کیا جدہ میقات ہے

سوال:۔(۱) جدہ کے متعلق علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ آیا اسکا میقات میں شمار ہے یا نہیں؟

میقات کا علم نہ ہو تو تحری کرے

سوال:۔(۲) آفاقی اگر حرم مکہ کا قصد کرے، دخول کے وقت وہ مواقیت خمسہ سے داخل نہیں ہوتا، بلکہ مواقیت کے مابین جو محاذاۃ ہے وہاں سے داخل ہوتا ہے، تو ایسا شخص احرام کہاں سے باندھے؟ اور ایسے شخص کے لئے محاذات شرط ہے یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو آدمی کس طرح کرے گا؟ کیونکہ اس کے لئے تو کوئی علامت موجود نہیں، جس پر وہ اعتماد کر سکے، نیز یہ بھی تحریر فرمائیں، کہ محاذات کی تعریف شرعاً کیا ہے؟

مکی اگر جدہ جائے تو واپسی پر احرام لازم ہے یا نہیں

سوال:۔(۳) مکی یا وہ شخص جو مکی کے حکم میں ہے، ایسا شخص اگر جدہ چلا جائے، تو مکہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... حل لہ جمیع ماحظر بالاحرام من الطیب والصید ولبس المخیط وغیر ذٰلک الاالجماع ودواعیه فحلهما یتوقف علی الطواف .غنیة الناسک ، ۹۴/مطلب فی حکم الحلق. ولولم یحلق حتی طاف بالبیت لم یحل له شئ حتی یحلق، تبیین الحقائق ص۳۳، ج۲، کتاب الحج، باب الاحرام، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۲۳۲، ج۱، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج، شامی کراچی ص۵۱۷، ج۲، کتاب الحج، قبیل مطلب فی طواف الزیارة، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۴۶، کتاب الحج، باب الاحرام،

۳ بخلاف الطواف لان التحلل ووقع بالحلق السابق لا بهفصار کان الحلق اوجب بعض التحلل معجلا وبعضه مؤجلا الی الطواف لیقع الطواف الذی هورکن فی الاحرام ولیتبین انه دون الوقوف من حیث لم یشرع فی مطلق الا حرام غنیة الناسک، ۹۴/ مطلب فی حکم الحلق. مطبوعه خیریه میرٹھ.

عود کرتے وقت اس کے لئے احرام باندھنا واجب ہے یا نہیں؟

سائل ابراھیم میاں جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جس کے راستہ میں مواقیت مخصوصہ واقع نہ ہوں یا ان کی محاذات کا علم نہ ہو، اور بحری راستہ سے آرہا ہو، تو اس کے حق میں جدہ میقات ہے۔

"فمن سلک ای طریقاً لیس فیه میقات معین براً اوبحراً اجتهدو اذاحاذیٰ میقاتاً منها ای من المواقیت المعروفة وان لم یعلم المحاذاة فعلی رحلتین من مکة کجدة المحروسة من طرف البحراھ شرح المسلک[1] للمتقسط، ص ۲۸/.

(۲) جو میقات مکہ مکرمہ سے ابعد ہے، اس کی محاذات سے احرام افضل ہے، اقرب کی محاذات سے بھی درست ہے، اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو تحری کرلے۔

"کمامراٰنفاً من قوله اجتهدومن حذوالا بعداولیٰ فان الافضل ان یحرم من اول المیقات وهوالطرف الابعد من مکة حتی لایمر شئ یسمیٰ میقاتاً غیر محرم ولواحرم من الطرف الاقرب الیٰ مکة جاز باتفاق الاربعة ، شرح المسلک[2] المتقسط، ص ۲۸/.

(۳) جدہ کو بعض احوال میں ضرورۃً میقات تسلیم کیا گیا ہے، جیسا کہ جواب نمبر ۱ میں

---

[1] شرح المسلک المتقسط ص ۸۰، فصل فی مواقیت، الصنف الاول، مطبوعه کراچی، البحرالرائق کوئٹه ۲/۳۱۸، کتاب الحج، قبیل باب الاحرام، غنیة الناسک کراچی ص ۲۶، تنبیه المصری اوالشامی اذا اتی علی ذی الحلیفة الخ، النهر الفائق ص ۲/۶۲، قبیل باب الاحرام، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] شرح المسلک المتقسط ص ۸۰، فصل فی مواقیت، الصنف الاول، مطبوعه کراچی، غنیة الناسک کراچی ص ۲۶، تنبیه المصری اوالشامی اذا اتی علی ذی الحلیفة الخ، تبیین الحقائق ص ۲/۷، کتاب الحج، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہے، ورنہ وہ درحقیقت حِل میں ہے، مکی آدمی اگر حِل میں جائے، تو اس کو مکۃ المکرّمہ جانے کے لئے احرام کی ضرورت نہیں. "اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحقق باهله کمامرّ انفاً بشرط ان لایجاوز میقات الأفاقی. رد المحتار[1]، ج ۲/ ص ۱۵۵/ البتہ اگر حج یا عمرہ کی نیت ہو تو اہل حل کو بھی بلا احرام دخول مکہ ممنوع ہے، "من ارادهٔ من اهل الحل لایدخل مکة بلا احرام اھ والمراد بالمکی من کان داخل الحرم سواء کان بمکة اولا سواء کان من اهلها اولا فیشمل الأفاقی المفرد بالعمرة والمتمتع والحلال من اهل الحل اھ شامی[2] ج ۲/ ص ۱۵۵/ ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۲/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۹۲ھ

احرام کے بعد میقات سے خارج ہونا

سوال:۔ایک آفاقی شخص میقات پر پہنچ کر احرام پہنتا ہے اور نیت حج یا عمرہ کرتا ہے، مگر جدہ پہنچ کر احرام کی حالت میں میقات مدینہ ذوالحلیفۃ سے بھی باہر ہو کر مدینہ شریف جاتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسے محرم کو جس نے میقات پر پہنچ کر احرام پہنا اور نیت کی ہے، قبل حج یا عمرہ دوسری آفاقی میقات سے باہر نکل جانا درست ہے، کیا اس پر کوئی کفارہ ہے، میقات ہی سے جو اس نے احرام پہنا ہے، اس سے تو بظاہر لازم آتا ہے، کہ وہ سوائے مکہ کے

---

[1] درمختار علی الشامی نعمانیہ، ج ۲/ص ۱۵۴-۱۵۵/ کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، غنیة الناسک ص ۳۲، فصل فی مجاوزة الحلی اوالحرمی وقته، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۱۸، کتاب الحج، قبیل باب الاحرام.

[2] شامی نعمانیہ، ج ۲/ص ۱۵۵/ کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۱۹، قبیل باب الاحرام، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۲۱، الباب الثانی فی المواقیت.

کہیں نہ جائے، نہ کہ آفاقی میقات سے گذر جانا۔ بینوا وتوجروا!

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس پر بھی کوئی کفارہ نہیں ممنوعات احرام سے بچتا رہے، بغیر حج یا عمرہ کئے احرام سے حلال نہ ہو، یہی احرام کا احترام ہے، میقات سے خارج ہو جانا احرام کے منافی نہیں۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۶۶ھ

میقات سے بلا احرام گذرنا

سوال:۔ ایک شخص ہندوستان سے حج کا ارادہ کر کے چلتا ہے، اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز ہے یا نہیں، اگر وہ پہلے مدینہ طیبہ جانا چاہے، یا ایک شخص مکہ کے قصد سے یہاں سے چلتا ہے، اور اس کا ارادہ ہے کہ کچھ روز جدہ ٹھہر کر تجارت کرے، اس کے بعد مکہ مکرمہ حاضر ہو تو اس کے لئے بغیر احرام کے میقات سے گذرنے کا کیا حکم ہے اہل ہند کی میقات کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو آفاقی مکہ یا حرم کا ارادہ رکھتا ہے، اس کیلئے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز

---

[1] فان ذات الخروج من الحرم لایلزم المحرم به شئی، شامی ج۲/ ص۲۲۵/ (مکتبه رشیدیه دیوبند، شامی کراچی ج۲/ ص۵۵۴/ کتاب الحج، باب الجنایات. عنایه علی فتح القدیر ص۳/۶۴، باب الجنایات، مطبوعه دارالفکر بیروت، تبیین الحقائق ۲/۶۲، باب الجنایات، مطبوعه امدادیه ملتان.

نہیں، خواہ اس کا حج عمرہ کا ارادہ ہو، خواہ سیر، تجارت وغیرہ کا ارادہ ہو[1]، اگر گذر جائے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ کسی میقات پر آکر احرام باندھے، ورنہ اس پر دم واجب ہوگا[2]، اگر کسی کا قصد اول یہ ہو کہ حل میں کسی جگہ تجارت کیلئے جائے، تو اس کیلئے احرام لازم نہیں، بلا احرام حِل میں جاسکتا ہے، پھر اپنی تجارت وغیرہ سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ میں بھی بغیر احرام کے داخل ہوسکتا ہے، بشرطیکہ اداء نسک کا ارادہ نہ ہو، اگر اداء نسک کا اراد ہو تو حِل سے احرام باندھ کر داخل ہو، اگر میقات پر گذرتے وقت قصد اولی تو ادائے نسک ہو یا دخول مکہ ہو، لیکن مرور فی الحل کی مجبوری کی وجہ سے حل میں تجارت وغیرہ کی نیت کرے، تو اس کیلئے میقات سے بلا احرام گذرنا جائز نہیں، یہ تمام جزئیات کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہیں، ”**وحرم تاخیر الاحرام عنها کلها لمن ای للآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولولحاجة غیر الحج امالو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدة حل لهٗ مجاوزته بلااحرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مکة بلااحرام وهو الحیلة لمرید ذٰلک وحل لاهل داخلها یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکة الخ درمختار (قوله وحرم الخ) فعلیه العود الیٰ میقات منها وان لم یکن**

---

[1] وکذلک لو اراد بمجاوزة هذه المواقیت دخول مکة لا یجوز له ان یجاوزها الا محرما سواء اراد بدخول مکة النسک من الحج اوالعمرة اوالتجارة او حاجة اخری عندنا الخ، بدائع الصنائع کراچی ص ۲/۱۶۴، کتاب الحج، فصل واما مکان بیان الاحرام، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۴۷۵، الفصل الرابع فی بیان مواقیت الاحرام الخ، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۱۸، کتاب الحج.

[2] من جاوز وقته غیر محرم ثم احرم اولا فعلیه العود الی وقت وان لم یعد فعلیه دم، غنیة الناسک ص ۳۰، باب مجاوز المیقات بغیر احرام، تاتار خانیه کراچی ص ۲/۴۷۵، الفصل الرابع فی بیان مواقیت الاحرام، فتح القدیر ص ۳/۱۰۹، باب مجاوزة الوقت بغیر احرام، مطبوعه دارالفکر بیروت.

میقاتہ ردالمحتار[1]، ج۲/ص ۲۱۱/ غنیۃ الناسک، ص۲۷/میں یہ حیلہ لکھا ہے، اور مسئلہ کو زیادہ واضح کر دیا، چنانچہ عبارات متعددہ نقل کر کے لکھا ہے:۔

”وفی الطوالع وقد ذکر السید میر غنی فی حاشیته علی التبیین ان من کان فی خاطره انه اذافرغ من بیعه وشرائه دخل مکة وجب علیه الاحرام عند المیقات لکونه قاصداً مع دخول جدة الحرم وان کان قصد دخول جدة سابقاً علی قصد دخول الحرم اھ“[2]

جس شخص کے راستہ میں میقات واقع نہ ہو، اس کو میقات کی محاذات سے احرام باندھنا چاہئے، جس کے راستہ میں دو میقات واقع ہوں، اس کو میقات ابعد عن الحرم سے باندھنا افضل ہے، اقرب سے بھی درست ہے[3]، اہل ہند کیلئے یلملم کی محاذات سے احرام باندھنا چاہئے[4]، حرم میں داخل ہونے کیلئے احرام کی ضرورت ہوتی ہے، جدہ حرم سے خارج ہے، لہٰذا جو شخص پہلے مدینہ طیبہ کا قصد کرے، اس کیلئے یلملم سے احرام ضروری نہیں، بلکہ وہ

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ج۲/ص۱۵۴/ شامی کراچی ج۲/ص۴۷۷. کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱/۳۹۳، کتاب الحج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۱۸، کتاب الحج، قبیل باب الاحترام.

[2] غنیة الناسک ص۲۷/ باب المواقیت قبل فصل امامیقات اهل الحل، طبع مکتبه خیریه میرٹھ.

[3] وان سلک بین میقاتین فی البحر او البر اجتهد واحرم اذا حازی میقاتا منهما وابعدهما اولی بالاحرام منه، تبیین الحقائق ص۲/۷، کتاب الحج، مطبوعه امدادیه ملتان، غنیة الناسک ص۲۶، تنبیه المصری او الشامی اذاتی علی ذی الحلیفة الخ، مطبوعه خیریه میرٹھ، الدالمختار علی الشامی کراچی ص۲/۴۷۶، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت.

[4] والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزها مرید مکة الا محرما خمسة ذوالحلیفة الی قوله ویلملم للمدنی والعراقی والشامی وکذا سائر اهل المشرق الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۲/۴۷۵، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت.

مدینہ طیبہ سے واپسی پر ذوالحلیفہ سے احرام باندھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رجب ۶۶ھ

found.

[1] فلاهل المدينة ومن مر بها ذوالحليفة، غنية الناسک ص ۲۵، فصل واما مواقيت اهل الآفاق، شامی کراچی ص ۲/۴۷۵، کتاب الحج، مطلب فی المواقيت، معلم الحجاج ص ۱۰۴، مطبوعه کراچی، قرة العينين فی زيارة الحرمين ص ۴۹، مواقيت احرام حج وعمره کا بيان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

﴿عورتوں کے لئے محرم کا بیان﴾

عورت کے محرم کون کون ہیں

سوال:۔ عورت کیلئے محرم کون کون شخص ہیں اور نامحرم کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس جس سے نکاح ناجائز ہے، وہ محرم ہیں، اور جس جس سے نکاح جائز ہے وہ نامحرم ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کو بلا محرم سفر حج کرنا

سوال:۔ زید اپنی والدہ کو حج میں بلانا چاہتا ہے جسمیں زید کی والدہ کو صرف بمبئی سے

---

[1] والمحرم الزوج ومن لایجوزمناکحتها علی التابید بقرابة اورضاع اومصاهرة کذافی الخلاصة، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۲۱۹/ کتاب الحج، الباب الاول، شامی ج ۲/ ص ۱۴۵/ کتاب الحج. کراچی ص ۲/۴۶۴، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، النهر الفائق ص ۲/۵۷، کتاب الحج، طبع مکه مکرمه.

جدہ تک بذریعہ ہوائی جہاز بغیر محرم سفر کرنا ہوگا، اور واپسی میں زید خود ساتھ رہے گا، کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سفر شرعی (۴۸ رمیل) کی بغیر محرم یا بغیر شوہر کے عورت کو اجازت نہیں، خواہ کسی سواری سے ہو، ہے تو وہ سفر شرعی ہی اس پر احکام شرعی مرتب ہوتے ہیں، مثلاً نماز کا قصر کرنا وغیرہ[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بوڑھی عورت کا بلا محرم کے حج کرنا

سوال:۔ مسماۃ ہندہ عمر ۵۵ رسالہ ہے پردہ نشین بیوہ ہے، وارثوں میں صرف ایک لڑکا جو کہ ملازم ہے لڑکے کی ایک لڑکی جو کہ غیر شادی شدہ ہے، اس کے علاوہ دو بچے چھوٹے و بیوی بھی موجود ہے؟ ایسی صورت میں ہندہ غیر کفوء کے ساتھ حج کیلئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جائز نہیں جب تک کوئی محرم ساتھ نہ ہو حج کے لئے بھی سفر کرنا گناہ ہے، تاہم اگر حج کیا تو حج بھی ادا ہوجائے گا، ''**الرابع المحرم او الزوج لامرأة بالغة ولو عجوزا ومعها غيرها من النساء الثقات والرجال الصالحين اھ غنية الناسک**[2] ص ۱۰ /

---

[1] ومع زوج او محرم ولو عبدا (الیٰ قوله) لامرأة حرة ولو عجوزا فی سفر ثلاثة ايام ولياليها فيباح لها الخروج الیٰ مادونه لحاجة بغير محرم الخ درمختار مع الشامی، ج ۲ / ص ۱۵۷ / کتاب الحج . کراچی ص ۲/۴۶۴، مطلب فی قولهم يقدم حق العبد علی الشرع، النهر الفائق ص ۵۸-۲/۵۹، کتاب الحج، طبع مکه مکرمه، محيط برهانی ص ۳/۳۹۴، کتاب الحج، الفصل الاول، طبع مجلس علمی گجرات.

[2] غنية الناسک ص ۱۰ / شرائط وجوب الاداء (مطبوعه مکتبه خيريه ميرٹھ)

اشاربه الیٰ ان مااستفیدمن المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوج او محرم خاص بالحرة اھ[1] ردالمحتار ، ج۲/ص ۱۹۹/ ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر محرم کے بوڑھیا کو سفر حج

سوال:۔(۱) ایک ساٹھ سالہ بوڑھی عورت حج کو جانا چاہتی ہے مگر کوئی محرم ساتھ نہیں ہے، ایک بڑے میاں جو اس عورت کے محرم تو نہیں، مگر ان کی عمر بھی ساٹھ سے زیادہ ہے، تو ایسی صورت میں وہ عورت ان بڑے میاں کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا صورت میں اگر بڑے میاں عورت کو ساتھ لیجانے سے انکار کردیں مگر وہ عورت دوران سفر میں ان بڑے میاں کے قافلے کے ساتھ لگ جائے تو اب ایسی صورت میں بڑے میاں کو اس عورت کی خبر گیری کرنی چاہئے یا اس کو کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) بوڑھی عورت کو بھی بغیر شوہر یا کسی محرم کے سفر نہیں کرنا چاہئے[2] بحر، ج۲/ ص۳۳۹/(۲) جب وہ ساتھ لگ ہی گئی تو اسکی خبر گیری لازم ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ردالمحتار ج۲/ص۱۵۸/ کتاب الحج. کراچی ص۲/۴۶۴، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، محیط برهانی ص۳/۳۹۴، کتاب الحج، الفصل الاول، مجلس علمی گجرات.

[2] واطلق المرأة فشمل الشابة والعجوز لاطلاق النصوص البحر ج۲/ص۵۵۲/کتاب الحج، بحر کوئٹه ص۲/۳۱۵، شامی کراچی ص۲/۴۶۴، کتاب الحج، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، محیط برهانی ص۳/۳۹۴، کتاب الحج، الفصل الاول، مجلس علی گجرات. **(حاشیه نمبر ۳/ اگلے صفحه پر ملاحظه هو)**

نامحرم کو سفر حج میں ساتھ لیجانا

سوال:۔ غیر محرم عورت کو ساتھ لیکر حج میں جانے میں کوئی گنجائش نکلتی ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں بیوہ ہیں اور کوئی محرم بھی ان کے نہیں ہے، اگر نا جائز ہے تو پھر ان کے حج ادا کرنے کی کیا سبیل ہے، نیز بعض علماء دین کے واقعات اس قسم کے ہیں کہ انہوں نے یا تو کسی غیر محرم کیساتھ کسی غیر محرم عورت کو حج کے لئے بھیجا ہے مثلاً یہاں بھیسانی کا ایک واقعہ ہے، حضرت تھانویؒ نے یہاں سے ایک عورت کو کانپور کے کچھ حاجیوں کے ساتھ بھیجا اور علمائے دین کے وفد میں کچھ لوگوں کے ساتھ غیر محرم عورت تھی مگر انہوں نے کسی قسم کی نکیر نہیں کی؟

اس طرح کی باتوں سے عام رجحان یہ پیدا ہو گیا ہے، کہ حج میں غیر محرم کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس مسئلہ میں کہا تک گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عورت کو بغیر محرم یا بغیر شوہر کے سفر کرنا منع ہے، خواہ مشتہاۃ ہو! خواہ غیر مشتہاۃ ہو،[1] بیوہ کیساتھ کوئی محرم نہ ہو تو وہ نکاح کرے۔

ایک واقعہ میرے علم میں بھی ہے:۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ والنصح لکل مسلم ترمذی شریف، ج۲/ص۱۴/ ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی النصیحة، مکتبه بلال دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ویشترط فی حج المرأة من سفر زوج اومحرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق مع النفقة علیه واطلق المرأة فشمل الشابة والعجوز لاطلاق النصوص، البحرالرائق، ج۲/ص۵۵۲/ مکتبه زکریا، کتاب الحج، طبع کوئٹه ۲/۳۱۵، الدر مع الشامی کراچی ص۲/۴۶۴، کتاب الحج، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، محیط برهانی ص۳/۳۹۴، کتاب الحج، الفصل الاول، مجلس علی گجرات.

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ارادۂ حج فرمایا ایک عالم زیارت وملاقات کے لئے آئے اور اپنی عزیزہ کو مکان پر پہنچا گئے، جس کی حضرت سہارنپوریؒ کو خبر نہیں ہوئی، جب جملہ اہل وعیال گاڑی میں سوار ہوئے اور ٹکٹوں کا حساب کیا گیا تو ایک ٹکٹ حساب سے زائد تھا، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان عالم صاحب کی عزیزہ بھی ساتھ ہیں، یہ ان کا ٹکٹ ہے، اس پر حضرت سہارنپوریؒ نے ناگواری کا اظہار فرمایا کہ انہوں نے مجھے خبر تک نہیں کی، کہ میں نامحرم کو ہرگز ساتھ نہ لیجاتا بلکہ واپس کر دیتا، اس پر بعض رفقاء کے سفر کا مسئلہ دریافت کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ نامحرم کو ساتھ لیجانا درست نہیں، لیکن جب وہ ساتھ ہوگئی تو اپنے بچوں کی طرح اس کی خبر گیری بھی ہمارے ذمہ لازم ہوگئی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۵ھ

خسر کے ساتھ حج کو جانا

سوال:۔ میری ہمشیرہ میرے خسر اور ساس کے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہے، ان کا کوئی محرم نہیں ہے، کیا یہ ہمشیرہ جاسکتی ہے، یا نہیں؟ ان کا حج ادا ہو جائیگا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپکا خسر آپکی ہمشیرہ کا محرم نہیں[2] انکے ساتھ سفر حج کرنے کی اجازت نہیں، اگرچہ فریضہ ادا ہو جائیگا، لیکن بغیر محرم کے سفر کرنے کا گناہ بھی ہوگا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۸۹ھ

---

[1] ان کل صاحب یصحب آخر فانه مسوؤل عن صحابته ولو ساعة من نهار الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جز:۵/ص ۱۶۵/ج۳، سورۂ نساء، تحت الایة والصاحب بالجنب، ۳۶/ طبع دالفکر بیروت.

[2] والمحرم من لایجوز له مناکحتها علی التابید بقرابة اورضاع اوصهریة شامی ج۲/ ص۱۵۷/ کتاب الحج، غنیه ص ۱۱ شرائط وجوب الاداء، مطبع خیریه میرٹھ. (حاشیه ۳/اگلے صفحه پر)

رضاعی بھائی کے ساتھ حج

سوال:۔ رسولن اور خلیل دودھ شریک بھائی بہن ہیں اور رشتہ میں بھی چچازاد بھائی بہن ہیں، رسولن کا کوئی محرم نہیں کہ جس کے ساتھ وہ حج کو جائے کیا وہ خلیل کے ہمراہ حج کو جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جاسکتی ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

رضاعی بیٹی کے شوہر کے ساتھ سفر حج

سوال:۔ اگر ایک عورت اپنا دودھ پلائی ہوئی عورت کے شوہر کے ساتھ جب کہ دوسرا آدمی سفر کرنے کو تیار نہیں ہے، سفر حج میں جائے درآنحالیکہ وہ دودھ پلائی ہوئی عورت بھی حج کرنے اس قافلہ میں جارہی ہو تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو سفر حج کرنا مکروہ ہے، بچے کو دودھ پلانا سفر سے مانع نہیں،

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [۳] ولو حجت بلامحرم جاز مع الكراهة (قوله مع الكراهة) اى التحريمية للنهى فى حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم الخ، غنية الناسک ص ۱۲، اما شرائط وجوب الاداء، مطبع خيريه ميرٹھ، سكب الانهر مع مجمع الانهر ص ۱/۳۸۶، كتاب الحج، دارالكتب العلمية بيروت، درمختار ج۲/ص۱۵۸/ كتاب الحج. كراچى ص ۲/۴۶۵.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التابيد لقرابة اورضاع اوصهرية شامى مع الدر ج۲/ ص۱۴۵/ كتاب الحج، كراچى ص ۲/۴۶۴، عالمگيرى ج۱/ص۲۱۹/ كتاب الحج، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، غنيه ص ۱۱، شرائط وجوب الاداء، مطبع خريه ميرٹھ.

ایک عورت نے اگر کسی بچی کو دودھ پلایا ہو تو وہ رضاعی بیٹی ہوگئی، اور اس کا شوہر داماد ہوگیا، اس سے نکاح درست نہیں ایسے داماد کے ساتھ سفر کرنا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۷ھ

بہن اور بہنوئی کے ساتھ سفر حج

سوال:۔ حج کے سفر کیلئے بیوی مستورات کس رشتہ دار کے ساتھ سفر حج کرسکتی ہے، شوہر کی بہن (یعنی نند) اور اس کا شوہر کیا اس کے ساتھ سفر کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عورت کو اپنے محرم (باپ، بھائی، چچا، ماموں، وغیرہ) اور اپنے شوہر کے ساتھ سفر حج میں جانا چاہئے، بغیر ان کے بہنوئی، نندوئی وغیرہ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں، اگرچہ ان کے ساتھ بہن اور نند وغیرہ بھی ہوں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لاتحج امرأة الا ومعها محرم (الیٰ قوله) والمحرم من لایجوز له مناکحتها علی التابید بقرابة اورضاع اومصاهرة الخ البحرالرائق، ج۲/ص ۵۵۱/ (مکتبه زکریا) منحة الخالق ج۲/ ص ۵۵۱/ کتاب الحج، عالمگیری ج۱/ص ۱۱۲/ کتاب الحج، الباب الاول، مکتبه رحیمیه.

[2] (ومنها المحرم للمرأة)شابة کانت اوعجوزاً اذاکانت بینهماوبین مکه مسیرة ثلاثة ایام هکذافی المحیط وان کان اقل من ذٰلک حجت بغیر محرم کذافی البدائع والمحرم الزوج ومن لایجوز مناکحتها علی التابید بقرابة اورضاع اومصاهرة کذافی الخلاصة فتاویٰ هندیه کوئٹه ج۱/ص ۲۱۹/ کتاب الحج، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۲/۳۱۵، کتاب الحج، محیط برهانی ص ۳/۳۹۴، کتاب الحج، الفصل الاول، طبع مجلس علیمی گجرات.

بغیر شوہر کی اجازت کے بھائی کے ساتھ حج کرنا

سوال:۔ زید کی عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف امسال حج کو جانے پر بضد ہے، اور اس کے حقیقی برادر بھی حج کو جارہے ہیں، زید اپنے خانگی حالات کی وجہ سے اس سال اجازت دینے سے روکتا ہے، یعنی زید کی بیوی اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتی ہے، زید کی بہن نے بھی اپنے حج کی درخواست دے رکھی ہے، اگر خدا کو منظور ہوا تو زید کا مکان تنہا رہ جائے گا، اور اس کے مکان پر سوائے ان دونوں کے اور کوئی قابل اطمینان آدمی نہیں ہے، تو زید کی بیوی اپنے برادر کے ساتھ زید کی بلا اجازت حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی اپنے حقوق کا اور خداوندی حقوق یعنی صوم وصلوٰۃ میں پاکی ناپاکی کا خیال نہیں رکھتی ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور کے پانچویں حصہ میں صفحہ ۶۳/ تا ۷۰/ میں تحریر فرمایا ہے، اور دیگر حوالہ بہشتی زیور کے تیسرے حصہ کے صفحہ ۶۷/ میں نامحرم بہنوئی وندوئی وغیرہ وغسل آنے پر ہفتہ تا چالیس یوم تک بغل وغیرہ کے بال دور کرنا، بدن کو صاف ستھرا کرنا سخت تحریر فرمایا ہے، جبکہ اس عورت کو دو دو تین تین ماہ ہوجاتے ہیں بغیر کسی مجبوری کے تو اس عورت پر کیسا گناہ ہوا، صغیرہ یا کبیرہ؟ اب اس کو حج کیلئے اس صورت میں اجازت دی جائے، یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں اس کے ساتھ بھائی وغیرہ جو اس کے ساتھ حج کو جائیں گے، تو انکا یہ حج ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب اس عورت کی ملک میں اتنا روپیہ ہے کہ اس پر حج فرض ہوجائے، اور ساتھ جانے والا محرم بھی موجود ہے، تو اس کو ضرور اجازت دیدی جائے، شوہر کو حق نہیں کہ وہ اس حالت میں حج سے اس کو روکے، وہ اگر ناپاکی سے پاک نہیں ہوتی، خدا اور شوہر کے حقوق کو ادا نہیں

کرتی ہے، تو وہ سخت گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، اور اس کو فہمائش کی جائے، اور وعید سنائی جائے، اور بتایا جائے کہ خدا کے گھر جانے کے لئے پاکی کا اہتمام کرے، نماز وغیرہ کی پابند ہو جاوے، شوہر کی نافرمانی چھوڑ دے، امید ہے کہ سفر حج کی برکت سے اس کی مزید اصلاح ہوگی [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی عورت کا دوسری عورت کے ساتھ حج کرنا

سوال:۔ میری اہلیہ محترمہ ڈاکٹر آمنہ خاتون صاحبہ جن کی عمر پچاس برس کی ہے، اور ان پر حج فرض ہو چکا ہے، فریضۂ حج ادا کرنے کی تڑپ رکھتی ہے، لیکن میں ایک خاص عذر کی وجہ سے مجبور و معذور ہوں، ان کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا، اور نہ کوئی محرم موجود ہے، جو ان کے ساتھ سفر حج کر سکے، حسن اتفاق سے نواب بسالت جاہ حیدر آبادی مدظلہٗ العالی اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی والدہ محترمہ حج کو جا رہے ہیں، ان بزرگوں خواتین کے ساتھ میری اہلیہ محترمہ ڈاکٹر آمنہ خاتون صاحبہ سفر حج کو جانا چاہتی ہیں، میں اس پر راضی ہوں، آیا بصورت ہذا از روئے شرع شریف اپنا فریضۂ حج ادا کر سکتی ہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب از مولانا حبیب اللہ ندویؒ مفتی مدرسہ حقانیہ بنگلور)

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح ہو کہ سفر حج چونکہ مہتم بالشان اور مقدس سفر ہے، اور حدیث شریف میں ہے "عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایخلون رجل بامرأۃ

[1] ولیس للزوج منعها عن حجة الاسلام اذا كان معها محرم والا فله منعها .غنية الناسک ص ۱۲/ فصل واماشرائط وجوب الاداء فخمسة. مطبع خريه ميرٹھ، محيط برهانی ص ۳/۳۹۴، كتاب الحج، الفصل الاول، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۱۹، كتاب الحج، الباب الاول.

ولاتسافر امرأة الا ومعها محرم متفرق عليه "اور ہدایہ میں ہے "ويعتبر فی المرأة ان تكون لها محرم تحج معه اوزوج ولايجوز لها ان تحج بغيرهما اذا كان بينهاوبين مكة ثلاثة ايام" اورمرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے "ولهٰذا قال ابوحنيفة واحمد وقال مالک يلزمها اذا كان معها جماعة النساء وقال الشافعیؒ يلزمها اذا كان معها امرأة ثقة وقال الشمنی مذهب مالک اذاوجدت المرأة صحبة مامونة لزمها الحج لانه سفر مفروض كالهجرة ومذهب الشافعی اذا وجدت سفرة ثقات فعليها ان تخرج معهن "

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت مطلق سفر یا سفر حج اس وقت کرسکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا کوئی محرم موجود ہو، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر معتبر عورتیں یا ایک عورت ساتھ ہو اور امن ہو تو عورت بلا محرم بھی حج کرسکتی ہے۔

اب صورتِ مسئولہ میں ڈاکٹر آمنہ صاحبہ اگر مضطرب ہیں اور مضطرہ ہیں اور شوہر کی اجازت ہے مگر وہ خود جا نہیں سکتا، اور کوئی محرم بھی نہیں ہے، تو از روئے قرآن شریف حالت اضطراری میں جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فمن اضطر غير باغٍ ولاعادٍ فلااثم عليه " اس صورت میں فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر فقہ حنفی میں کسی مسئلہ میں سختی ہو، اور امام مالکؒ کے مذہب میں سختی نہ ہو تو مذہب مالک پر عمل کرنے کی اجازت خود فقہ حنفی دیتا ہے، بلکہ اس پر فتویٰ حنفی دے سکتا ہے، جیسا کہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں مذہب حنفی کے خلاف مذہب مالکی پر فتویٰ حنفی علماء دیتے ہیں، دیکھو ردالمحتار باب الرجعۃ میں ہے، "فالاولی الجمع بين مذهبين ابی حنيفةؒ ومذهب مالکؒ لانه كالتلميذ لابی حنيفةؒ لذامال اصحابنا الیٰ بعض اقوال مالک ضرورة" اور ایک جگہ ہے "وقد قال فی البزازية الفتویٰ فی زماننا علیٰ قول مالک" غرض تقلید مالکیہ میں صورتِ مسئولہ میں ڈاکٹر آمنہ خاتون صاحبہ

عالیجناب نواب بسالت جاہ مدظلہٗ کی والدہ محترمہ اوران کی اہلیہ محترمہ کے ساتھ فریضۂ حج کی غرض سے سفر کرسکتی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ ابوالکمال محمد حبیب اللہ باقوی ندوی حنفی قادری
مفتی دارالافتاء مدرسہ حقانیہ عربیہ بنگلور

(جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ)

الجواب حامداًومصلیاً:۔

عورت کے پاس اگر اپنے حج کیلئے روپیہ کافی ہواورشوہر یا کوئی محرم بھی جانے والا ہو تب تواس کے ذمہ حج کیلئے جانا فرض ہوتا ہے، ورنہ فرض نہیں ہوتا، بلکہ حج بدل کیلئے وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے، جس کی تنفیذ ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوتی ہے، عورت بوڑھی ہو یا جوان اور قافلہ میں دوسری عورتیں ہوں یا نہ ہوں، سب کا حکم یہی ہے، اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے، دوسرے بعض حضرات نے ہجرت واسارت پر قیاس کرتے ہوئے عورت کودوسری قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ سفر کی اجازت دی ہے، مگر حنفیہ نے اسکی تردید کی ہے، کہ یہ نص کے مقابلہ میں قیاس ہے، جسکی اجازت نہیں ہے، اور قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے، جوشرعاً حجت نہیں ہے، اضطرار کا یہاں کوئی محل ہی نہیں، کہ حرام شئی کی حرمت مرتفع ہوجائے، اسلئے کہ اضطرار جان کے تحفظ کیلئے ہوتا ہے، یا ایمان کے تحفظ کیلئے، یہاں حج کیلئے نہ جانے میں جان کا کوئی خطرہ نہیں، نہ ایمان میں کوئی نقص آتا ہے، کیونکہ محرم نہ ہونے کی وجہ سے جانا فرض نہیں، بخلاف زوجۂ مفقود کے وہاں نفقہ کا انتظام نہ ہونا اور دربدر بھیک مانگنا، نامحرموں کی ملازمت کرنا، عصمت کا محفوظ نہ رہنا، حرامکاری میں مبتلا ہونا، دین اسلام چھوڑ کر ارتداد اختیار کرنا، یہ امور قبیحہ شنیعہ ضرور ایسے ہیں کہ امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنے سے ان سب کا سدِّ باب ہوجاتا ہے، صورتِ مسئولہ میں ڈاکٹر آمنہ خاتون صاحبہ کوسفر حج نہ کرنے سے کسی امر قبیح شنیع کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا، سب سے حفاظت ہے، ہاں

سفر کرنے سے حدیث پاک کی مخالفت ہے، اپنے امام کے مذہب کی مخالفت ہے، اور سفر بھی سفر حج ہے جسکی بنیاد ہی گناہوں کو معاف کرانا ہے، گناہ معاف کرانے کیلئے مستقلاً گناہ کا راستہ اختیار کرنا ویسے بھی دانشمندی سے بعید تر ہے (ومحرم اوزوج لامرأة فی سفر) ویشترط محرم الیٰ اٰخرہٖ کمافی الصحیحین لاتسافر امرأة ثلاثاً الا ومعها محرم وزادمسلم فی روایة اوزوج وروی البزاز لاتحج امرأة الا ومعها محرم فقال رجل یا رسول اللّٰه انی کتبت فی غزوة وامرأتی حاجة قال ارجع فحج معها فافادهذا کله ان النسوة الثقات لاتکفی قیاساً علی المهاجرة والماسورة لانه قیاس مع النص ومع وجود الفارق فان الموجود فی المهاجرة والماسورة لیس سفراً لانها لاتقصد مکاناً معیناً بل النجاة خوفاً من الفتنة حتی لووجدت مأمنا کعسکر المسلمین وجب ان تفرولانه یخاف علیها الفتنة وتزادبانضمام غیرها الیها ولهٰذا تحرم الخلوة بالاجنبیة وان کان معها غیرها من النساء وأطلق المرأة فشمل الشابة والعجوز لاطلاق النصوص کذافی البحرالرائق ج۲/ص ۳۱۴-۳۱۵/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۸۸ھ

---

[1] البحر زکریا ج۲/ص ۵۵۱-۵۵۲/ کتاب الحج. قبیل باب الاحرام. ومطبوعه کوئٹه ۳۱۴،۳۱۵، ج۲.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

طواف کا بیان

طواف زیارت کرکے منیٰ آنا افضل ہے

سوال:۔ (۱) طواف زیارت اگر بعد میں کرے اور منیٰ میں رکا رہے تو یہ افضل ہے یا مکہ جا کر طواف زیارت کرکے منیٰ میں پھر آئے، بہتر طریقہ کون سا ہے؟

(۲) کیا منیٰ میں ٹھہرنا ضروری ہے، یعنی واپسی کے وقت جمرہ وغیرہ کو کنکریاں مار کر مکہ چلا جائے، اور پھر نہ آئے، یا پھر طواف زیارت کے بعد منیٰ آ کر ٹھہرے کونسا طریقہ بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

افضل یہ ہے کہ دس تاریخ کو طواف زیارت کرکے منیٰ آجائے اسکی بھی اجازت ہے کہ دس اور گیارہ کو منیٰ میں رہے بارہ تاریخ کو مکہ معظّمہ جا کر طواف کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۲ھ

---

[1] أول وقته بعد طلوع الفجر يوم النحر وهو أفضل (الىٰ قوله) ثم أتى منىٰ، درمختار علىٰ هامش ردالمحتار ج۲/ص۱۹۸/ مكتبه رشيديه، مطبوعه زكريا ص۳/۵۳۸، مطلب فى طواف الزيارة، غنية الناسك ص۹۴، ۹۵، باب طواف الزيارة، وفصل فى العود الى منىٰ الخ، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، مجمع الانهر ص۴۱۴، ج۱، كتاب الحج، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

متعدد طوافوں کے بعد نفل

سوال:۔ اگر کوئی شخص چند طواف مسلسل کرے، اور پھر ہر طواف کیلئے وہ دو رکعت مسلسل پڑھے تو کیا اس میں کوئی قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایسا کرنا مکروہ ہے، البتہ جن اوقات میں طواف کی دو رکعت کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں اس طرح مسلسل طواف کرنا اور پھر بعد میں ہر طواف کیلئے دو دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں۔ منحة الخالق[1] ج ۲/ص ۳۵۷/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

حالت حیض میں طواف کرنا

سوال:۔ بعض حضرات مع اپنی بیوی کے اسی ملک میں قیام کرتے ہیں، ملازم ہیں، صرف دس بارہ یوم کی رخصت بڑی مشکل سے ملتی ہے، لہٰذا عین وقت پر حج کو آتے ہیں، کبھی کوئی ایسا واقعہ بھی پیش آتا ہے کہ بیوی یا لڑکی کو حیض شروع ہو جاتا ہے، ایسا فتنہ ہے کہ بیوی کو تنہا جائے ملازمت پر چھوڑ کر بھی نہیں آسکتے ہیں، اور وہ خود حج کے آنے کے جذبہ میں ہوتی ہے، لہٰذا اس مجبوری میں طواف زیارت حیض کی حالت میں ہی کر کے جانا ہوسکتا ہے، شوہر بیوی کو تنہا مکۃ المکرّمہ میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا ہے، اور نہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑا جاسکتا ہے، اور خود کو چھٹی بہت کم ملتی ہے، لہٰذا مجبوری میں واپس جانا ہوتا ہے، تو اس مجبوری کی صورت میں عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کر لے، کیونکہ حیض

---

[1] ویکرہ تاخیرها عن الطواف إلافی وقت مکروہ أی لأن الموالاة سنة، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، ج۲/ ص ۵۸۰/ مطبوعه زکریا، مطبوعه کراچی، ص ۲/۳۳۱، باب الاحرام، شامی ص ۳/۵۱۲، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، مطبوعه زکریا دیوبند.

کی حالت میں بوجہ مجبوری طواف زیارت کیسا ہے؟ اور ایک اونٹ یا گائے، یا بیل حدود حرم میں ذبح کردے تاکہ مرد کیلئے حلال ہوجائے، حج مکمل ہوجائے، حیض کی حالت میں طواف کرنے کے گناہ کیلئے توبہ واستغفار کرلے کہ بالکل مجبوری کی وجہ سے کیا ہے، یہ ضرور ہے کہ طواف زیارت جان بوجھ کر حالت حیض میں کرنا بہت بڑا جرم ہے، کیونکہ اونٹ یا گائے کے ذبح کرنے کی جزا اس پر لازم ہے، ساتھ ہی مندرجہ بالا مجبوری لاکھوں عورتوں کے مجمع میں صرف چند کو پیش آتی ہے، اور اس حالت سے بچنا مستورات کے بس کا نہیں، اگر جلد واپسی ضروری نہ ہو تو کبھی کوئی عورت اتنا بڑا گناہ نہیں کرے گی، بالکل مجبوری کی حالت میں حالت حیض میں طواف کیا جائے، تاکہ حج مکمل ہوجائے، اور مرد کے لئے حلال ہوجائے، ایک صاحب کی اہلیہ کو ایسا ہی معاملہ پیش آیا، ان کے میاں نے بیوی سے کہا کہ ہم تمہارا حج فسخ کراتے ہیں، لہٰذا تم اپنے کو حاجی ہی مت سمجھنا، مجبوری ہے، لوگوں نے بہت سمجھایا کہ اس طرح حج فسخ نہیں ہوتا، مگر نہیں مانے اور واپس بھی چلے گئے، بعض عورتیں حیض والی عورتوں کو مشورہ دیتی ہیں کہ کسی سے ذکر مت کرو، اور خوب اطمینان سے ایسی حالت میں طواف زیارت کرو، چنانچہ بعض عورتیں ان کے کہنے پر عمل کرتی ہیں، اور اس کو گناہ نہیں سمجھتیں اور نہ جزا دیتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ناپاکی کی حالت (حیض نفاس جنابت) میں طواف کرنا حرام ہے، اس کو گناہ نہ سمجھنا خطرناک گناہ ہے، طواف زیارت ایسی حالت میں کرنے سے اونٹ یا گائے کا دم دینا واجب ہے، تاہم اس گناہ کے باوجود فریضۂ حج ادا ہوجائے گا،[1] سعی ایسی حالت میں بھی درست

---

[1] ولو طاف لزيارة جنباً او حائضاً او نفساء كله او اكثره وهو ربعة اشواط فعليه بدنة، غنية الناسک ص ۱۴۵، باب الجنايات، الفصل السابع فی ترک الواجب فی افعال الحج، المطلب الاول فی ترک الواجب فی طواف الزيارة، مطبوعه خيرية ميرٹھ، البحر الرائق كوئٹه ص ۳/۱۱۸، باب الجنايات، فصل ولاشئ ان نظر الخ، درمختار علی الشامی زكريا ص ۳/۵۸۱، باب الجنايات.

ہے، دم واجب نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طواف میں شاذوران کو مس کرنا

سوال:۔ بیت اللہ شریف کے تین طرف کی دیوار کے نیچے (سوائے حطیم کی طرف کے) ایک انچ کے برابر پشتہ بنا ہوا ہے، جس کو شاذوران بھی کہتے ہیں، ہم حنفیوں کے نزدیک بیت اللہ شریف سے باہر ہے، مگر امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بیت اللہ میں داخل ہے، اگر بیت اللہ میں شاذوران داخل ہے، تو رکن یمانی کو چلتے ہوئے ہاتھ لگانے سے اتنا حصہ بیت اللہ کے اندر طواف کرتے وقت ہوگا، لہٰذا طواف بھی نہیں ہوگا، یا کوئی عضو شاذوران کے اوپر سے گھوم جائے، تو اس عضو کی طواف میں کوئی نقص رہے گا، یا ہم حنفیہ کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہے، لہٰذا یہاں ٹھہر کر ہاتھ لگانا چاہئے یا چلتے ہوئے ہی رکن یمانی پر ہاتھ لگائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس سے طواف میں نقص نہیں آئے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان سعی جنباً او حائضاً او نفساً فسعیه صحیح، عالمگیری ص۲۴۷، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطواف والسعی والرمل الخ، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، غنیة الناسک ص ۷۲، باب السعی، فصل فی واجبات السعی، تتمة، مطبوعه الخیریة میرٹھ، تبیین الحقائق ص ۶۰-۶۱/۲، باب الجنایات، فصل ولاشئ ان نظر الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وحکم المستحب حصول الاجر بالاتیان وعدم لزوم الاسأة بالترک، غنیة الناسک. ص۲۳/ باب فرائض الحج، فصل واما مستحباته، مطبوعه الخیریه میرٹھ.

رمی اور طواف زیارت میں ترتیب بدلدی

سوال:۔ ایک حاجی نے غلطی سے پہلے رمی کی اور پھر جا کر طواف زیارت کی اور پھر آ کر قربانی کی اور پھر بال کٹوائے، ان تمام صورتوں میں حاجی پر شرعاً کیا واجب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس پر دم واجب نہیں، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے[1]

یہ تینوں حکم غنیة الناسک، المطلب العاشر فی ترک الطواف الترتیب بین الرمی والذبح میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۱ھ

عورتیں طواف رات میں کریں

سوال:۔ عورتیں اگر حج کو جاویں تو طواف ان کو رات میں ہی کرنا چاہئے یا جس وقت پہنچے اس وقت کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بہتر یہ ہے کہ وہ رات میں طواف کریں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو طاف قبل الرمی والحلق لاشئی علیه ویکره .غنیة الناسک،ص ۱۵۰، باب الجنایات، المطلب العاشر فی ترک الترتیب بین الرمی والذبح والحلق، مطبوعه الخیریة میرٹھ، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق کوئٹه ص ۳/۲۴، کتاب الحج، فصل ولاشئ ان نظر الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ۳/۵۸۸، باب الجنایات.

[2] وللمرأة البعد الااذاخلاالمطاف من الرجال وطوافها لیلاً غنیة الناسک ص ۶۵/. فصل واما مستحبات الطواف الخ، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

حالت حیض میں طواف زیارت

سوال:۔ زینب اپنے زوج کے ہمراہ ۱۹۷۳ء میں پاکستان سے حج کو گئی تھی، زینب جب عرفات سے منیٰ شریف کو آ گئی، اور جمرۃ العقبیٰ کی رمی کی تو فوراً اس کو حیض آ گیا، (یہ حیض دس دن تک رہتا ہے) زینب اور اس کے زوج کی تاریخ روانگی ۱۳/ذی الحجہ ہے، اب زینب کا طواف زیارت باقی ہے، جب زینب کو مکہ مکرمہ میں اتنا وقت نہیں ملا کہ پاک ہو جائے، اور غسل کر کے طواف زیارت ادا کرے، تو زینب اپنی رائے اور اجتہاد کے متعلق غسل کر کے حرم شریف کو چلی گئی، اور طواف زیارت کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر دوسرا طواف شروع کیا کہ یہ طواف الوداع کرتی ہوں، دوسرے طواف الوداع سے فارغ ہو کر نماز پڑھ لی اور ۱۳/تاریخ کو جدہ روانہ ہو گئے، اب سوال یہ ہے کہ کیا زینب کا طواف زیارت صحیح ہے، یا بدنہ واجب ہے اور پاکستان میں زینب زوج پر حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس صورت میں زینب پر ایک بدنہ بحالت حیض طواف زیارت کرنے کی وجہ سے لازم ہوا،[1] اور ایک دم (بکری یا بھیڑ) طواف وداع اس حالت میں کرنے کی وجہ سے ہوا،[2] احرام

---

[1] ولو طاف للزيارة جنباً او حائضاً او نفساً ء كله او اكثره وهو اربعة اشواط فعليه بدنة، غنية الناسک ص ۱۴۵/ (مطبوعه كراچی) المطلب الأول فی ترک الواجب فی طواف الزيارة، تبيين الحقائق ص ۲/۵۹، كتاب الحج، فصل ولا شئ ان نظر، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق ص ۳/۱۸، فصل ولا شئ ان نظر الخ، مطبوعه كوئٹه.

[2] ولو طاف للصدر جنباً فعليه شاة، غنية الناسک ۱۴۷، باب الجنايات، المطلب الثانی فی ترک الواجب فی طواف الصدر، مطبوعه الخيريه ميرٹھ، عالمگيری كوئٹه ص ۱/۲۴۶، الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الخامس، تبيين الحقائق ص ۲/۵۹، باب الجنايات، فصل ولا شئ ان نظر الخ، مطبوعه امداديه ملتان.

کے حلال ہونے کیلئے قدر متعین بالوں کا کاٹنا ضروری ہے[۱]، اگر اس میں ممنوعات احرام کا ارتکاب یہ سمجھتے ہوئے کہ احرام ختم ہوگیا کیا تو ایک دم اس کی وجہ سے لازم ہوگا[۲]، پھر وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۴ھ

طواف وداع نہیں کیا تو اب کیا کرے

سوال:۔ ہندہ نے حج تو کرلیا، لیکن طواف وداع نہیں کیا، وہ ہندوستان بغیر طواف وداع کے آگئی ہیں، کیا ایسی صورت میں دم لازم ہوتا ہے، اگر دم لازم ہو تو کیا جس مقام پر ہندہ رہتی ہے، وہیں ذبح کروایا جائے، یا مکہ معظّمہ میں اور اگر لازم دم یہاں ذبح کریں تو

---

۱ فاذا فرغ من الذبح حلق رأسه او قصر والحلق افضل للرجال ومكروه للنساء كراهة تحريم الا لضرورة والتقصير مباح لهم ومسنون بل واجب لهن الى قوله فأقل الواجب فى التقصير قدر الأنملة من جمع شعر ربع الرأس لكن اصحابنا قالوا يجب ان يزيد فى تقصير الربع على قدر الأنملة لان اطراف الشعر غير متساوية عادة الخ، غنية الناسک ص ۹۲، ۹۳، فصل فى الحلق، مطبوعه خيرية ميرٹھ، عالمگيرى ديوبند ص ۱/۲۳۱، الباب الخامس فى كيفية اداء الحج، واما سسننه، البحر الرائق كراچى س ۲/۳۴۶، باب الاحرام.

۲ صرح فى فتح القدير انه لا يخرج من الاحرام الا بالحلق فافاد انه لو ترک الحلق اصلا وقلم ظفره او خطى رأسه قاصداً التحلل من الاحرام كان ذلک جناية موجبة للجزاء الخ، البحر الرائق ص ۲/۳۴۸، باب الاحرام، مطبوعه كراچى، غنية الناسک ص ۹۳، فصل فى الحلق، مطبوعه الخيرية ميرٹھ.

۳ وحل لک النساء يعنى بالحلق السابق لان الحلق هو المحلل، البحر الرائق ص ۲/۳۴۷، باب الاحرام، تبيين الحقائق ص ۲/۳۳، باب الاحرام، مطبوعه امداديه ملتان.

اسکے گوشت اور چمڑے کو پورا کا پورا خیرات کر دیا جائے، یا قربانی کی طرح تین حصہ کئے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر طواف زیارت کے بعد ایک طواف بھی کر لیا ہے چاہے نفل کی نیت سے کیا ہو وہی طواف وداع ہو گیا[۱]، اگر ایک طواف نہیں کیا تو ایک دم کی قیمت مکہ مکرمہ بھیجدے، وہیں ذبح کر کے غرباء کو صدقہ کر دیا جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ

نفل طواف کے بعد استیلام

سوال:۔ حجر اسود کا استیلام کیا دو رکعت طواف کے بعد بھی کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس طواف کے بعد سعی ہے اس کی دو رکعت کے بعد استلام کے لئے جاتے وقت حجر اسود کا استیلام کیا جائے گا، اور جس کے بعد سعی نہیں اس کی دو رکعت کے بعد استلام بھی نہیں۔ منحہ[۳]، ج ۲/ص ۳۵۷۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] فلو طاف بعد ما حل النفر ونوی التطوع اجزأه عن الصدر، غنية الناسک ۱۰۲، باب طواف الصدر، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، البحرالرائق ص ۲/۳۵۱، باب الاحرام، مطبوعه کراچی، درمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۵۴۵، کتاب الحج.

[۲] والاولی ان لایرجع بعد المجاوزة ویبعث دماً لانه انفع للفقراء وایسر علیه، غنية الناسک ۱۰۲، باب طواف الصدر، فصل: فمن خرج من مکة الخ، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، البحرالرائق کراچی ص ۲/۳۵۱، باب الاحرام.

[۳] قال فی شرح اللباب والاصل ان کل طواف بعده سعی فانه یعود الیٰ استیلام الحجر بعد الصلوٰة ومالا فلا، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوگانہ طواف بھول کر دوسرا طواف شروع کر دیا

سوال:۔ اگر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا بھول جائے، اور دوسرا طواف شروع کر دے تب یاد آئے تو کیا کرے، آیا اس دوسرے طواف کو چھوڑ کر دو رکعت پڑھے یا دوسرا طواف بھی پورا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر دوسرے طواف کا ایک چکر پورا ہونے سے پہلے یاد آجائے، تو اسکو چھوڑ کر دو رکعت پڑھ لے، اگر ایک چکر پورا ہونیکے بعد یاد آئے تو یہ طواف پورا کر لے، اسکے بعد دو رکعت پہلے طواف کیلئے پڑھے اور دو رکعت دوسرے طواف کیلئے۔ منحۃ[1] ج ۲/ص ۳۵۶/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲/ص ۵۸۳/ مطبوعه زكريا، مطبوعه كراچی ص ۲/۳۳۲، باب الاحرام، فرع، حاشية الشلبی على شرح الكنز للزيلعی ص ۲/۱۹، باب الاحرام، مطبوعه امداديه ملتان، درمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۵۱۳، كتاب الحج، مطلب فی السعی بين الصفا والمروة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] طاف ونسی ركعتی الطواف فلم يتذكر الابعد شروعه فی طواف آخر فان كان قبل تمام شوط رفضه وبعد اتمامه لابل يتم طوافه الذی شرع فيه وعليه لكل اسبوع ركعتان منحة الخالق، ج ۲/ص ۵۸۰/ مطبوعه زكريا، مطبوعه كراچی ص ۲/۳۳۱، باب الاحرام، فروع، شامی زكريا ص ۳/۵۱۳، كتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، عند قوله بعد كل اسبوع، حاشية الشلبی على هامش الزيلعی ص ۲/۱۹، باب الاحرام، مطبوعه امداديه ملتان.

دوگانہ طواف اوقات مکروہہ میں

سوال:۔طواف کے بعد دو رکعت کا پڑھنا کیا ہر وقت درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

جن اوقات میں نماز فرض کا پڑھنا منع اور نفل کا پڑھنا مکروہ ہے،(سورج نکلتے وقت جس وقت سورج سر پر ہو،سورج ڈوبتے وقت،صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے مغرب کی نماز سے پہلے خطبہ کے وقت جماعت شروع ہوجانے کے بعد)ان اوقات میں ان دو رکعت کا پڑھنا بھی منع ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طواف وداع نہ کرنے سے دم

سوال:۔(۱) زید بغیر طواف وداع کے چلا آیا دم واجب ہوا تو جدہ میں قربانی کرے، یا وطن پہنچ کر؟

---

[1] ثلاثة اوقات لا يصح فيها شئ من الفرائض والواجبات التى لزمک فى الذمة قبل دخولها عن طلوع الشمس وعند استوائها وعند اصفرارها الى ان تغرب والاوقات الثلاثة تكره فيها النافلة كراهة تحريم ولوكان لها سبب كالمنذور وركعتى الطواف ويكره التنفل بعد طلوع الفجر باكثر من سنته وبعد صلاته وبعد صلاة العصر وقبل صلاة المغرب وعند خروج الخطيب وعند الاقامة لكل فريضة الخ، مراقى الفلاح ص۷۳-۷۴، كتاب الصلاة، فصل: ثلاثة اوقات الخ، مطبوعه المكتبة الاسعدى سهارنپور، مجمع الانهر ص۱۱۰-۱۱۱، ج۱، كتاب الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كراچى ص۲۴۹تا ۲۵۳/۱، كتاب الصلوة.

(۲) زاہد طواف وداع کیلئے تیار تھا، مگر تار آیا کہ جہاز تیار ہے، فوراً آؤ حجاج لاری پر سوار ہو گئے، زاہد بھی سوار ہو گیا، تو اس عذر سے دم ساقط ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) حرم میں قربانی کرادے "وخص ذبح هدی المتعة والقران بایام النحر وخص الکل بالحرم لابغیره ولابمنی علیٰ الاصح اھ سکب الانهر[۱]"

(۲) ساقط نہیں ہوا۔

تنبیہ:۔ طواف وداع کیلئے مخصوص نیت شرط نہیں بلکہ منی سے فارغ ہو کر جب مکہ مکرمہ میں آئے اور بہ نیت تطوع طواف کر لے تو وہ بھی طواف وداع کے حکم میں ہو جائیگا، "فاذا اراد الظعن عنها ای عن مکة طاف للصدر ویسمیٰ طواف الوداع وهو واجب ولٰکن لاتشترط له نیة معینة حتیٰ لوطاف بعد ماحل النفرونوی التطوع اجزأه عن الصدر اھ مجمع الانهر[۲]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] سکب الانهر علی مجمع الأنهر ص ۴۵۹/۱/ باب الهدی، کتاب الحج، طبع دارالکت بالعلمیة بیروت، طحطاوی مع المراقی ص ۶۱۱، فصل: الهدی الخ، مطبوعه مصر، کنز علی هامش البحر ص ۳/۷۲، باب الهدی، مطبوعه کوئٹه،

[۲] مجمع الانهر علی ملتقی الابحر ج ۱/ص ۴۱۷/ کتاب الحج، فی الفصل الثالث، مطبوعه ایضاً، البحرالرائق ص ۳۵۰- ۲/۳۵۱، آخر باب الاحرام، مطبوعه کراچی، درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۵۴۵، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم : حج میں بال کٹانے کے مسائل

حلق وقصر میں ایک ربع بھی کافی ہے

سوال:۔ قصر میں پورے سر کے بال چھوٹے کرانے ضروری ہیں، یا ربع راس کا قصر کافی ہے، اگر کسی کے سر پر پٹھے ہوں تو وہ بال کتنے چھوٹے کرائے جو شرعی قصر کا مصداق بن سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

رُبع راس بھی کافی ہے، ایک انگلی بال کٹانے سے قصر معتبر ہو جائیگا، حلق افضل ہے "ثم یحلق اویقصر والحلق افضل ویکفی فیه ربع الراس والتقصیر ان یاخذ من رؤس شعره مقدار الانملة[1]، مراقی الفلاح، ص ۴۴۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۰/۱۰/۸۹ھ

عورتیں حلال ہونے کے لئے کتنے بال کہاں کے کاٹیں

سوال:۔ حج کے بعد قربانی کے وقت مرد سر منڈاتے ہیں، اور عورتیں اپنی انگلی کے پھیر کے اتنے بال تراشتی ہیں، تو جب عمرہ کرتے ہیں، تو حج کے بعد جتنے بال کاٹتے ہیں،

---

[1] مراقی الفلاح، ص ۴۰۱/ فصل فی کیفیة ترکیب افعال الحج. طحطاوی مع المراقی مصری ص ۶۰۵/ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۵۳۴، کتاب الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة، سکب الانهر ص ۱/۴۱۳، کتاب الحج، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

اتنے بال عمرہ کے بعد بھی کاٹنا چاہئے یا اس سے بھی کم بال کاٹ سکتے ہیں، اور یہ کہ نیچے کے بال کاٹے جائیں یا پیشانی کے بال بھی کاٹے جا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایک انگلی کے برابر یعنی ایک انگلی کی تہائی کی مقدار تمام سر کے بال کاٹ دیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احرام سے حلال ہونے کیلئے چند بالوں کا منڈانا

سوال:۔ ارکان عمرہ ادا کرنے کے بعد ارکان حج میں دس ذی الحجہ کے بعد اور متمتع اور قارن کو قربانی کرنے کے بعد مرد کو سارے سر کے بال استرے سے منڈوانا چاہئے، یا سارے سر کے بال انگلی کے ایک پورِ کے برابر کٹوانا ہونگے، اگر سر کے بال انگلی کے ایک پور یعنی انملہ کے برابر بڑے نہیں تو سارے سر کے بال کو کم از کم چوتھائی سر کے بالوں کو استرے سے منڈوانا پڑے گا، تاکہ احرام اتر جائے، اور ممنوعاتِ احرام حلال ہو جائے، مگر آج کل لاکھوں کی تعداد حج میں ایسے لوگوں کی ہوتی ہے کہ وہ سر کے بال کے صرف چند بال کٹوا لیتے ہیں، لہٰذا نہ تو ان کا احرام اُترتا ہے، اور نہ بیوی کے لئے حلال ہوتے ہیں، جس کو دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے، کثرت سے مرد اس میں مبتلا ہیں، تو کیا کسی امام کے نزدیک اس طرح سر کے چند بال کاٹنے سے مرد کا احرام اتر جاتا ہے، اور بوجہ مجبوری حنفیہ بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ ورنہ یہ کوتاہی عام ہے اور کوئی مانتا نہیں، لہٰذا اکثریت کا گناہ عظیم سے بچانے کے لئے کوئی

---

[1] قال فی البحر والمراد بالتقصیر ان یأخذ الرجل والمرأة من رؤس شعر ربع الرأس مقدار الانملة کذا ذکره الزیلعی الخ ردالمحتار، ج۲/ص۱۹۶/ مطلب فی رمی جمرة العقبة. زیلعی ص ۲/۳۲، باب الاحرام، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الانهر ص ۱/۴۱۳، کتاب الحج، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

گنجائش ہوسکتی ہو تو ان کے لئے بتلا دیا جائے، تا کہ وہ بال منڈوانے کو غیر ضروری نہ سمجھیں بلکہ اس گنجائش پر عمل کریں، اور حلال ہو جائیں، یہ رواج ہو گیا کہ چند بال کٹواتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ رواج غلط اور خلافِ شرع ہے، اس چیز کے اختیار کرنے پر عوام کو کس نے مجبور کیا، خاص کر جبکہ فقہاء نے اس سلسلہ میں بہت وسعت دی، مثلاً چوتھائی سر کے بال منڈوانا یا کتروانا بھی کافی ہے، ایک انگلی سے کچھ زیادہ بال کٹا دینا بھی کافی ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ جڑ ہی سے کاٹا جائے، یعنی احرام سے ان صورتوں میں بھی حلال ہو جائے گا، اگرچہ صرف چوتھائی سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہوگا، اگر کسی دوا صابون وغیرہ سے سر کے بال کو ختم کر دے تب بھی کافی ہے، اگر سر پر بال ہی نہیں، تو صرف استرہ پھیر لینا بھی کافی ہوگا، اگر سر پر زخم ہوا اور اُسترہ بھی نہ پھر سکے تو اس سے یہ واجب ہی ساقط ہے[1]۔ (حلق وقصر)

ان سب کے باوجود اگر عوام غلط راستہ بلا کسی مجبوری کے اختیار کر لیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں، ان کی وجہ سے حکم شرعی کو نہ بدلا جائیگا، مثلاً داڑھی منڈانے، جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، سود لینے، سود دینے کا عام رواج ہو جائے، تو اس کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ وعیدات وترغیبات کے ذریعہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی، ورنہ شریعت عوام کے لئے کھلونا بن جائے گی۔ (العیاذ باللہ) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ثم قصر بان يأخذ من كل شعر قد رالانملة وجوبا وتقصير الكل مندوب والربع واجب ويجب اجراء الموسىٰ على الاقرع وذى قروح ان امكن والا سقط (الىٰ قوله) ولو ازاله بنحو نورة جاز درمختار على هامش ردالمحتار، ج۲/ص۱۹۶/ مطلب فى رمى جمرة العقبة زيلعى ص ۲/۳۲، كتاب الحج، باب الاحرام، مطبوعه امداديه ملتان، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۶۰۵، فصل فى كيفية تركيب افعال الحج، مطبوعه مصرى.

مُحرِم کو حلال ہونے کیلئے حلق وقصر خود کرنا

سوال:۔محرم اپنا احرام کھولنے کے وقت حلق یا قصر خود کرسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ احرام سے باہر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے سر کا حلق یا قصر کسی غیر محرم کے پاس کرائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حلق یا قصر خود بھی کرسکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

اپنے بال اپنے ہاتھ سے کاٹنا

سوال:۔عورت اپنے بال اپنے ہی ہاتھ سے کاٹ لے یا حلال شدہ عورت سے بال کٹوائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دونوں طرح درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۲ھ

---

[1] واذا حلق ای المحرم رأسه أی رأس نفسه او رأس غیره ای ولو کان محرما عن جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شئ الاولیٰ لم یلزمهما شئ وهذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت، مناسک الملا علی القاری ص ۲۳۰، فصل فی الحلق والتقصیر، مطبوعه کراچی.

[2] واذا حلق ای المحرم رأسه او رأس غیره ولو کان محرما عن جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شئ، ارشاد الساری الی مناسک ملا علی القاری ص ۵۰، فصل فی واجباته، مطبعة مصطفی محمد مصری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم : قران اور تمتع

قِران افضل ہے

سوال:۔حرم سے باہر رہنے والوں کیلئے حج کی کونسی صورت افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قران افضل ہے۔بحر، ج ۲ رص ۳۸۳ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قارن عمرہ کے بعد احرام کھولدے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ایک شخص نے پاکستان میں حج بدل کیلئے قران کی نیت کی وہ حرم مکی شریف میں آیا، اوراس نے عمرہ ادا کیا چونکہ وہ معلم کے ساتھ ہے، اسلئے اسے معلم مدینہ منورہ بھیج دیتا ہے آیا اسکو احرام کھول دینا چاہئے یا نہیں، اوراگر وہ کھول دے تو آیا اس پر کیا دم دینا پڑیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قارن کو محض عمرہ کر کے احرام کھولنا درست نہیں، حج کے بعد میں احرام کھول سکتا ہے

---

[1] هو افضل ثم التمتع ثم الافراد، بحر ج ۲ رص ۳۵۷ ر باب القران (مكتبه ايچ، ايم، سعيد كمپنى كراچى) سكب الانهر ص ۴۲۳/۱، باب القران والتمتع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. شامى زكريا ص ۵۵۳/۳، كتاب الحج، باب القران هو افضل.

اگر اس نے پہلے احرام کھول دیا تو اس کا قران باطل ہوگیا، اس کے ذمہ دم لازم ہوگا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

حج بدل میں افراد ہو یا قران

سوال:۔ (۱) حج بدل اگر میت کی طرف سے کیا جائے جبکہ اس نے حج کی قسم سے کسی قسم کا تعین نہ کیا ہو تو کون سی صورت مناسب ہے؟

(۲) اگر حج بدل میں افراد کرنا ہو تو رمضان المبارک سے قبل والے جہاز سے روانہ ہوکر پھر ایام حج کا احرام میقات سے باندھنا کیسا ہے؟

(۳) بمبئی سے جدہ اور جدہ سے مدینہ احرام کے بغیر جا کر پھر ایام حج میں حج بدل لیکر افراد کا احرام باندھ کر آنا کیسا ہے؟

(۴) حج بدل میں تمتع اور قران کے بارے کیا مسئلہ ہے؟ تمتع کی کوئی صورت جواز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) افراد کیا جائے۔[2]

---

[1] ان اتی بافعال العمرة بکما لها الا انه ممنوع من التحلل عنها لکونه محرماً بالحج فیتوقف تحلله علی فراغه من افعاله ولزمه دمان لجنایته علی احرامین شامی کراچی، ج۲/ص ۵۳۲/ باب القران هو افضل، البحر الرائق ص ۲/۳۵۹، باب القران، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱/۴۲۵، باب القران والتمتع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] مستفاد ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن لهٗ الآمر بالقران والتمتع والافیعتبر مخالفا (درمختار علی الشامی کراچی ج۲/ص ۶۱۱/ باب الحج عن الغیر، مطلب العمل دون القیاس الخ. بحر کوئٹه ص ۳/۶۶، باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه.

(۲) درست ہے[۱]

(۳) درست ہے[۲]

(۴) جب وصیت کے ماتحت بدل میں حج فرض ادا کرنا ہو تو تمتع نہ کیا جائے، قران کی گنجائش ہے، لیکن دم قران مامور پر لازم ہوگا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

متمتع وقارن پر کیا دو دم ہیں

سوال: ۔قارن اور متمتع کو ایک ہی قربانی واجب ہے، یا دو؟

---

[۱] الاحرام وهو شرط ابتداء حتى صح تقديمه على اشهر الحج وان كره (شامی کراچی، ج۲/ص۴۶۷/ مطلب فی فروض الحج وواجباته) غنية الناسک ص۳۴، فصل فيما ينبغى لمريد الاحرام، مطبوعه الخيرية ميرٹھ، بحر کوئٹه ص ۲/۳۱۹، قبيل باب الاحرام، النهر الفائق ص ۲/۶۱، قبيل باب الاحرام، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] أما مواقيت اهل الآفاق وهى المواضع التى لايجوز أن يتجاوز ها الانسان الى مكة اوالحرم ولولحاجة الا محرماً فلاهل المدينة ومن مربها ذوالحليفة (غنية الناسک، ص۲۵/ باب المواقيت)على القياس دون الاستحسان هذا. عالمگيری ص ۱/۲۲۱، الباب الثانى فى المواقيت، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانيه ص۲/۴۷۳، الفصل الرابع فى بيان مواقيت الاحرام الخ، مطبوعه کراچی.

[۳] ودم القران ودم الجناية على المأمور الى قوله وانما وجب دم القران على المأمور باعتبار انه وجب شكرا لماوفقه الله تعالى من الجمع بين النسكين والمأمور هو المختص بهذه النعمة لان حقيقة الفعل منه وان كان الحج يقع عن الآمر، البحرالرائق ص۳/۶۵، باب الحج عن الغير، مطبوعه ايچ.ايم.کراچی، تاتارخانيه ص۲/۵۴۸، الفصل الخامس فى الرجل يحج عن الغير، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۲/۶۱۱، باب الحج عن الغير، مطلب العمل على القياس الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایک قربانی تو دم قران یا دم تمتع واجب ہے[۱] پھر اگر وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے، اور صاحب نصاب ہو تو ایک قربانی صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے واجب ہوگی[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اشہر حج سے پہلے عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا

سوال:۔ حج میں اگر حاجی ایام حج سے پہلے حج تمتع میں عمرہ کا احرام باندھ کر حرم میں داخل ہوا اور عمرہ کے سب کام کرے تو اس کا حج تمتع ہو جائیگا، یا اس کو پھر ایام حج میں عمرہ کرنا پڑے گا، تب حج تمتع درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اشہر حج شروع ہونے سے پہلے یعنی شوال شروع ہونے سے پہلے اگر عمرہ کیا اور پھر حج کیا تو وہ تمتع نہیں ہوگا، اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو کر پھر حج کے لئے احرام باندھ کر حج کرنے سے تمتع ہوگا۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۷ھ

---

[۱] ویجب الدم علی المتمتع شکراً لما انعم اللہ تعالیٰ علیه بتیسیر الجمع بین العبادتین، عالمگیری ص ۲۳۹/۱، الباب السابع فی القران والتمتع، قاضیخان ص ۳۰۴/۱، فصل فی التمتع، مطبوعه کوئٹه، وحکم القارن کحکم المتمتع فی وجوب الهدی ان وجده، عالمگیری کوئٹه ص ۲۳۹/۱، الباب السابع فی القرآن،

[۲] فتجب علی حرمسلم مقیم بمصراوقریة اوبادیة عینی فلاتجب علی حاج مسافر فاما اهل مکة فتلزمهم وان حجوا قوله فتلزمهم وان حجو اقتصرعلیه فی البدائع وذٰلک لانهم مقیمون درمختار مع الشامی، ج۶/ص ۳۱۵/ کتاب الاضحیة. (حاشیہ ۳/ اگلے صفحہ پر)

ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے کیا تمتع باقی رہے گا

سوال:۔ایک شخص جو رمضان سے پہلے مکہ معظّمہ جا کر عمرہ کر کے حلال ہو کر مقیم رہا اور اشہر حج وہیں شروع ہو گئے، پھر شوال میں مدینہ منورہ گیا، مدینہ سے واپسی کے وقت بہتر بات یہ ہے کہ حج کا احرام باندھ کر آئے، لیکن عمرہ کا احرام باندھ کر آنے میں گنجائش ہے، یہ گنجائش مذکورہ دونوں صورتوں والوں کے لئے ہے، یا فرض ہے؟ اور اجازت کی وجہ کیا یہی ہے کہ یہ حاجی آفاقی ہے اور حقیقی طور پر مکی نہیں ہے؟

دوسرا وہ جو اشہر حج میں عمرہ کے احرام سے مکہ معظّمہ جا کر حلال ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جس شخص نے اشہر حج میں عمرہ کر لیا ہے اس کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا، پھر اس سال حج کر کے وطن واپس ہوگا، امام صاحب کے نزدیک وہ شخص متمتع ہے، اس کو ایک عمرہ کر لینے کے بعد حج سے پہلے مدینہ سے چلکر عمرہ کرنے سے امام صاحب منع فرماتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک مدینہ طیبہ چلے جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا، اب اگر دوبارہ وہ عمرہ کرے گا، تو تمتع صحیح ہو جائے گا، جس شخص نے اشہر حج میں عمرہ نہیں کیا اگر چہ اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ والمتمتع من یاتی باعمال العمرة فی اشهر الحج اویطوف اکثر طوافها فی اشهر الحج ثم یحرم بالحج ویحج من عامه ذٰلک قبل ان یلم باهله الماماصحیحا هکذا فی فتاویٰ قاضی خان عالمگیری، ج ۱/ص ۲۳۸/ الباب السابع فی التمتع والقران. لا یسمی تمتعا اذا کان احدهما فی غیر اشهر الحج والآخر فی اشهر الحج، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۲/۴۵، باب التمتع، مطبوعه امدادیه ملتان، زیلعی ص ۲/۴۵، باب التمتع، مطبوعه امدادیه ملتان.

سے پہلے کیا ہو وہ مدینہ طیبہ کی زیارت سے فارغ ہو کر جب حج کیلئے آئے اور احرام باندھ کر عمرہ کرے تو اس میں کوئی اشکال ہی نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متمتع کا مدینہ طیبہ جانا پھر عمرہ کرنا

سوال:۔ (۱) ایک شخص آفاقی اشہر حج میں مکہ مکرمہ گیا اور عمرہ ادا کیا، عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، مدینہ منورہ سے واپسی پر دوسرا عمرہ کیا، پھر حج کا احرام باندھا، کیا اس کا تمتع صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) اس پر دمِ تمتع ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اس پر کوئی دم جبر ہے یا نہیں؟

(۴) تمتع پہلے عمرہ یا دوسرے عمرہ سے ادا ہوا؟

(۵) آفاقی کے لئے ایک عمرہ سے زائد کرنا اشہر حج میں صحیح ہے یا نہیں؟

(۶) مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر فقط حج کا احرام باندھا تو اس کا تمتع ادا ہوگا یا نہیں؟

(۷) کیا اس پر دم جبر ہے یا نہیں؟

(۸) آفاقی حاجی کا اشہر حج میں میقات سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

---

[1] کوفی ای آفاقی حل من عمرته فیهاای الاشهر وسکن بمکة ای داخل المواقیت او بصرة ای غیر بلده وحج من عامه متمتع لبقاء سفره،درمختار قوله لبقاء سفره اماإذا أقام بمکة اوداخل المواقیت فلانه ترفق بنسکین فی سفر واحد فی اشهر الحج وهو علامة التمتع واما اذاأقام خارجها فقد ذکر الطحاوی ان هذا قول الامام وعند هما لایکون متمتعاً الخ شامی، ج۲/ص ۲۱۶/ مکتبه رشیدیه دیوبند، مطبوعه کراچی ج۲/ص ۵۴۲/قبیل باب الجنایات. البحر الرائق ص ۲/۳۶۹، باب التمتع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۲/۵۰، باب التمتع، مطبوعه امدادیه ملتان.

(۹) ان صورتوں میں بہتر کونسی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اشہر حج میں اگر کوئی شخص عمرہ کر کے مدینہ طیبہ چلا گیا، پھر وہاں سے واپسی کے بعد صرف حج کا احرام باندھ کر آیا تو تمتع صحیح ہوگا، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے، ان کے نزدیک پہلا تمتع باطل ہوگیا، ہاں اگر پھر مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، اور پھر حج کرے تو ان کے نزدیک تمتع ہوجائیگا، مگر امام صاحب کے نزدیک ایسا نہ کرے، معلم الحجاج[۱]، ص ۲۱۸/ میں مولانا شیر محمد کے حاشیہ نمبر ۱/ سے یہ عبارت لی گئی ہے، اس عبارت سے آپ کے تمام سوالات کے جوابات صراحۃً یا اشارۃً نکل آئے، اب نمبروار جوابات لیجئے:۔

(۱) صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے[۲]!

(۲) ان کے نزدیک دم تمتع واجب ہے۔[۳]

(۳) میقات سے باہر چلے جانے کی وجہ سے اس کا پہلا تمتع باطل ہوگیا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر دم جبر واجب ہو۔[۴]

---

[۱] ''معلم الحجاج'' ص ۲۱۸، مطبوعہ اشاعۃ العلوم سہارنپور، شرائط تمتع۔

[۲] ولو خرج الی البصرة وسکن بها اتخذها داراً ولاتوطن بها اولا ثم قضاها فهو علی الخلاف (الیٰ قوله) متمتع عند هما (غنية الناسک، مطبع خيريه ميرٹھ، ص ۱۲۲/ باب التمتع فصل فی تعريفات الالمام)

[۳] کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہوگیا اور متمتع پر دم تمتع واجب ہوتا ہے، وعليه دم التمتع (هدايه، ج ۱/ ص ۲۶۱/ کتاب الحج، باب التمتع)

[۴] لان الاصل عنده أن الخروج فی اشهر الحج الی غير أهله کالاقامة بمکة وأما عندهما فکالرجوع الی أهله فاذا خرج بطل تمتعه (غنية الناسک فی بغية المناسک ص ۱۱۵/ مطبع خيريه ميرٹھ، باب التمتع)

(۴) دوسرے عمرہ سے تمتع منعقد ہوا[۱]

(۵) اس میں اختلاف ہے، معلم الحجاج، ۲۲۱/ پر یہ مسئلہ مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۱/ پر اختلاف نقل کیا ہے[۲]

(۶) امام صاحب کے نزدیک اس کا تمتع ادا ہو جائے گا[۳]

(۷) اس پر دم جبر واجب نہیں[۴]

(۸) نامناسب ہے[۵]

(۹) بہتر صورت امام صاحب کے نزدیک یہی ہے کہ مدینہ طیبہ سے فقط حج کا احرام

---

[۱] ولوخرج الی البصرة وسکن بها ثم قضاها فهو علی الخلاف (الیٰ قوله) ومتمتع عندهما لانتهاء سفره الاول بخروجه من المیقات کانه لحق باهله فهو حین عاد آفاقی فعلها فی اشهر الحج (غنیة الناسک، مطبع خیریه میرٹھ، ص ۱۲۲/ باب التمتع فصل فی تعریفات الالمام)

[۲] قال فی اللباب ولایعتمر قبل الحج وقال القاری فی الشرح وهذا بناءً علی أن المکی ممنوع من العمرة المفردة ایضاً قد سبق أنه غیرصحیح بل أنه ممنوع من التمتع، القران وهذا المتمتع آفاقی غیرممنوع من العمرة فجاز لهٗ تکرارها لانها عبادة مستقلة کالطواف (حاشیه معلم الحجاج ص ۲۲۱، مطبوعه اشاعة العلوم سهارنپور، مسائل تمتع)

[۳] فلو تحلل من عمرته فی اشهر الحج ورجع الی أهله ثم حج من عامه لم یکن متمتعا بالاتفاق ولوعاد الی غیر أهله الی موضع لأهله التمتع والقران اتخذها داراً أو لاتوطن بها أو لاثم حج من عامه یکون متمتعا عنده لاعندهما. (غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص ۱۱۴/ باب التمتع) مطبوعه الخیریة میرٹھ.

[۴] وہ متمتع آفاقی ہے اور اس پر دم تمتع ہے جو دمِ شکر ہے اگر متمتع مکی ہو تو اس پر دمِ جبر ہے "وان مضی علیهما اجزأه وعلیه دم لجمعه بینهما.....وهذا فی حق المکی دم جبر وفی حق الأفاقی دم شکر (هدایه، ج ۱/ص ۲۹۱/ باب اضافة الاحرام، مطبوعه تهانوی، فتح القدیر ج۳/ ص ۱۱۶/ دارالفکر بیروت.

[۵] مستفاد: اقام بمکة حلالاً یطوف بالبیت مابداله (غنیة الناسک، ص ۱۱۵/ فصل فی کیفیة اداء التمتع المسنون) مطبوعه الخیریة میرٹھ.

باندھ کر آئے[1]، عبادات میں بروقت اختلاف امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

عمرہ کے بعد کیا بال منڈانا لازم ہے اور بار بار اشہر حج میں عمرہ

سوال:۔ (۱) زید جدہ میں ملازم ہے تقریباً ہر ہفتہ عمرہ کرتا ہے، عمرہ کے بعد باریک مشین سے بال کٹوا دیتا ہے، استرہ سے نہیں مونڈتا ہے، کیونکہ اس نے معلم الحجاج میں پڑھا ہے، کہ بال کتروانے کی اجازت ہے، اگرچہ مونڈنا افضل ہے، ہر ہفتہ عمرہ کے بعد بال رگڑ کر مشین سے کٹوا دیتا ہے، اسی طرح بہت سے عمرے کر چکا ہے، اس دفعہ عمرہ کے بعد کسی شخص نے بتایا کہ اس طرح جائز نہیں، بال منڈوانا لازم ہے، برائے مہربانی مجھے مطلع فرمائیں کہ یہ شخص تو اب تک اسی طرح بیسیوں عمرے کر چکا ہے، اب وہ کیا کرے، اس کا کیا علاج کرے، جو کہ وہ کر چکا ہے؟

(۲) کیا حج کے مہینہ میں عمرہ جائز ہے، معلم الحجاج والے بزرگ کہتے ہیں کہ جائز ہے، لیکن کئی دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ ناجائز ہے، صحیح جواب کا انتظار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اگر مشین ایسی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا بال بھی کاٹ دیتی ہے، تو اب کسی تدارک

---

[1] فلو تحلل من عمرته فی اشهر الحج ورجع الی أهله ثم حج من عامه لم یکن متمتعا بالاتفاق ولوعاد الی غیر أهله الی موضع لأهله التمتع والقران اتخذها داراً أو لاتوطن بها أو لاثم حج من عامه یکون متمتعا عنده لاعندهما. (غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص ۱۱۴/ باب التمتع) مطبوعه الخیریة میرٹھ.

[2] الفتویٰ علی قوله (الامام) فی العبادات مطلقاً (رسم المفتی، ص ۱۴۶/ الفتوی علی قول الامام فی العبادات، مطبوعه زکریا دیوبند)

کی ضرورت نہیں، سب عمرے درست ہوگئے، البتہ ایسی حالت میں احتیاط یہ ہے کہ استرہ پھیر دیا کریں[1] عمرہ صرف ایام حج میں نہیں ہے، بقیہ تمام سال جائز ہے[2] البتہ جو شخص تمتع کرے یعنی اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر اسی سال حج کرے، تو بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ اشہر حج میں عمرہ کرنے کے بعد حج سے پہلے اگر عمرہ کریگا تو تمتع باطل ہو جائیگا، مگر دوسرے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب دوسرا عمرہ کیا تو اسکے ذریعہ سے تمتع ہو جائیگا، علیٰ ہذا القیاس جتنے عمرے کریگا، اخیر عمرہ کے ذریعہ تمتع ہو جائے گا۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۰ھ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمتع سے منع کرنیکی وجہ

سوال:۔(۱) حج کے اقسام ثلثہ میں سے تمتع کے اندر آدمی افعال عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ معظّمہ میں ایام حج تک حلال ہو کر اپنے علاقائی لباس، وضع قطع، ہیئت، نیز خاندانی اور قومی خصوصیات وامتیازات کے ساتھ رہتا ہے، چونکہ اس صورت میں حجاج کرام میں

---

[1] ویجب اجراء الموسیٰ علی الاقرع وذی قروح ان امکن والاسقط ولوازاله بنحو نورة جاز، درمختار مع ردالمحتار ج۲/ص۵۱۶/ قبیل مطلب فی طواف الزیارة، بحر کوئٹه ص۲/۳۴۶، باب الاحرام، النهر الفائق ص۲/۸۸، باب الاحرام، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وجازت فی کل سنة وکرهت تحریماً یوم عرفة واربعة بعدها درمختار، ج۲/ ص۱۶۴/ مطلب احکام العمرة. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۶۰۸، فصل فی العمرة، مطبوعه مصری، تاتارخانیه ص۲/۵۲۵، الفصل الثامن فی بیان وقت الحج والعمرة، مطبوعه کراچی.

[3] ویعتمر قبل الحج ماشاء ومافی اللباب ولایعتمر قبل الحج فغیر صحیح وهو خلاف مذهب اصحابنا جمیعاً(غنیة الناسک ،ص۱۱۵/ باب التمتع،فصل فی کیفیة اداء التمتع المسنون) مطبوعه الخیریة میرٹھ.

باہمی علاقائیت کے جذبات ابھرنے، تخریب، گروہ بندی نیز قومی خاندانی، ملکی عصبیت کے جذبات پیدا ہونے کا قوی امکان بلکہ یقین ہے، جو مقصد حج یعنی اتحاد بین المسلمین، باہمی یگانگت مساوات وغیرہ کے منافی ہے، اس لئے دورِ خلافت راشدہ میں حضراتِ شیخین نے اپنے اپنے خلافت کے زمانہ میں تمتع پر بالکلیہ پابندی لگا رکھی تھی، اور قطعاً کسی کو تمتع کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی، لیکن پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں تیسیراً علی الناس تمتع کی اجازت دیدی، اور لوگوں نے تمتع کیا، چنانچہ مذکورہ بالا مفاسد (علاقائیت کے جذبات، تخریب، گروہ بندی وغیرہ وغیرہ) امکان سے فعل میں آ گئے، لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف میٹنگیں کی اور ان کے خلاف محاذ قائم کیا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں خود یا صحابہ، یا تابعین میں سے کسی نے ان کے علم اور اجازت سے کبھی تمتع نہیں کیا؟ مذکورہ بالا خیال وتاریخ، اقوال وآثار اور عمل صحابہ ان کی روشنی میں صحیح ہے؟ اگر صحیح ہو تو اس کی تائید کی روایات اقوال وآثارِ صحابہ میں سے کچھ بطور مثال تحریر فرما کر ممنوع فرمائیں؟

(۲) اگر یہ خیال صحیح نہ ہو بلکہ حضراتِ شیخینؓ کے دور میں تمتع معمول بہ ہو اور اس پر عام پابندی ونکیر نہ ہو، تو اقوال وآثارِ صحابہؓ میں سے کچھ اس کی تائید میں حوالہ کے ساتھ نقل فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں؟

(۳) حضراتِ شیخینؓ کے دور میں قران یا افراد کی شکل میں حج ہوتا تھا، اور طوافِ زیارت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جبراً وکرہاً (حتی کہ دُرّے سے پٹائی کر کے) آفاقی حجاج کرام کو اپنے اپنے وطن واپس کر دیتے تھے، اور مکہ معظّمہ میں قیام نہیں کرنے دیتے تھے کیونکہ اب وہ احرام سے حلال ہو کر اپنے اصلی وضع قطع اور لباس وغیرہ میں آ گئے ہیں، اسی لئے کہ کہیں مذکورہ بالا مفاسد پیدا نہ ہو جائیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج وعمرہ ایک ساتھ کرنے کو منع فرمایا ہے، اس کی تین وجوہ حافظ ابوبکر جصاصؒ نے احکام القران میں لکھی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ حج کی طرح عمرہ بھی مستقل عبادت ہے، اس کے لئے بھی مستقل سفر کیا جائے، جیسے کہ حج کے لئے کیا جاتا ہے، اس کو حج کے ضمن میں ادا کرنے سے اس کی استقلالی شان نہیں رہے گی، دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح اوقات حج میں زائرین وطائفین سے بیت اللہ معمور رہتا ہے، اسی طرح غیر اوقات حج میں بھی معتمرین سے معمور رہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ حجاج ومعتمرین سب ہی ایک وقت میں جمع ہوں تو ازدحام زیادہ ہوکر سب کو ضیق ہوتی ہے، اس سے حفاظت رہے اور مناسک بہ آسانی ادا ہوں، لہٰذا جو کچھ اختلاف ہے، وہ حظر واباحت کا اختلاف نہیں بلکہ افضلیت کا اختلاف ہے۔

"وقدروی عن اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ھذہ المتعۃ روایات ظاھرھا یقتضی الاختلاف فی اباحتھا واذا حصلت کان الاختلاف فی الافضل لافی الحظر والاباحۃ کذافی احکام القرآن[1]، ج ۱/ ص ۲۸۴/ وذٰلک لمعان احدھا الفضیلۃ لیکون الحج فی اشھرہ المعلومۃ لہٗ ویکون العمرۃ فی غیرھا من الشھور ،والثانی انہٗ احب عمارۃ البیت وان یکثر زوارہ فی غیرھا من الشھور. والثالث انہ رای ادخال الرفق علیٰ اھل الحرم بدخول الناس الیھم فقد جاء ت بھٰذہ الوجوہ اخبار مفسرۃ عنہ اھ احکام القرآن[2]، ج ۱/ص ۲۸۵/ پھر وہ اخبار بھی سند کے ساتھ نقل کی ہیں، جن سے ان وجوہ پر استدلال مقصود ہے، اس کے بعد اپنی سند

---

[1] احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۲۸۴/۱، باب التمتع بالعمرۃ الی الحج، سورۃ بقرہ، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.

[2] احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۲۸۵/۱، باب التمتع بالعمرۃ الی الحج، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.

حضرت ابن عباسؓ تک پہنچا کر لکھا ہے:۔

”عن ابن عباسؓ قال سمعت عمرؓ یقول لواعتمرت ثم اعتمرت ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت ففی هذا الخبر اختیاره للمتعة فثبت بذٰلک انه لم یکن ماکان منه فی امر المتعة علیٰ وجه النهی وانما کان علیٰ وجه اختیار المصلحة لاهل البلدتارة ولعمارة البیت اخریٰ احکام القرآن[1]، ج ۱/ص ۲۸۵/“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سنئے ”عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه لان اعتمر فی شوال اوفی ذی القعدة اوفی ذی الحجة فی شهر یجب علی فیه الهدی احب الی من ان اعتمرفی شهر لایجب علی فیهاھ(احکام القرآن[2]، ج ۱/ص ۲۸۵)

بخاری شریف کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ حصار ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں عمرہ کے لئے جانا، اور جب فتنہ کی وجہ سے بعض اولاد نے جانے کا مشورہ دیا تو یہ فرمانا منقول ہے۔

”عن نافع ان بعض بنی عبداللّٰه قال لهٗ لواقمت العام فانی اخاف ان لاتصل الی البیت قال خرجنا مع النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم فحال کفار قریش دون البیت فنحر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هدایاه وحلق وقصر اصحابه اشهدکم انی اوجبت عمرة فان خلی بینی وبین البیت طفت وان حیل بینی وبین البیت صنعت کما صنع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فسار ساعة ثم قال ماری شانهما الا واحدة اشهد کم انی قداوجبت حجة

---

[1] احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۲۸۵/۱، باب التمتع بالعمرة الی الحج، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[2] احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۲۸۵/۱، باب التمتع بالعمرة الی الحج، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

مع عمرتی[1] اھ بخاری شریف ص ۶۰۱/" امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد اشکال باقی نہیں رہے گا۔

تنبیہ :۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمتع سے منع فرمایا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اجازت دی ہے۔کمافی احکام القران[2] ج ۱/ص ۲۸۵/۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۸۵ھ

قارن کیلئے وطن کے اعتبار سے حرم میں قربانی

سوال:۔قارن قران کے شکر میں قربانی دینے کے بعد وہ اور بھی قربانی جو اپنے وطن میں کرتا تھا وہاں کرے یا اپنی اولاد کو وطن میں قربانی کرنے کو کہہ جائے کون افضل ہے؟

---

[1] بخاری شریف ص ۶۰۱/۲، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:۔حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے کسی بیٹے نے عرض کیا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جائیں تو اچھا ہے، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچیں گے، تو انہوں نے ارشاد فرمایا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، پس کفار قریش بیت اللہ سے پہلے حائل ہوگئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کے جانور قربان کردئے، اور حلق کیا اور آپؐ کے صحابہؓ نے قصر کیا، میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کرلیا، پس اگر میرے درمیان اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رُکاوٹ نہ ڈالی گئی تو میں طواف کروں گا، اور اگر میرے درمیان اور بیت اللہ کے درمیان رُکاوٹ ڈالی گئی تو میں ایسے کرونگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، پس تھوڑی دیر چلے اور پھر فرمایا میں دونوں (حج وعمرہ) کا معاملہ میں ایک ہی جیسا سمجھتا ہوں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج واجب کرلیا۔

[2] عن قتادة قال سمعت جری بن کلیب یقول رأیت عثمان ینهیٰ عن المتعة وعلی یأمر بها فاتیت علیاً ان بینکما لشرا انت تامربها وعثمان ینهیٰ عنها فقال مابیننا الاخیر ولکن خیرنا اتبعنا لهٰذا الدین (احکام القران للجصاص الرازی ج ۱/ص ۲۸۵/ باب التمتع بالعمرة الی الحج) مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اسکی طرف سے اسکی اولاد قربانی کردیگی، اسکے کہنے کے مطابق، تو اسکی قربانی درست ہوجائے گی[۱] لیکن حرم محترم میں قربانی کا اجر بہت زیادہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مفرد اور قارن کے لئے سعی

سوال:۔ (۱) مفرد وقارن کو طواف قدوم میں سعی کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) طواف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا خلفاء راشدین سے کون دعائیں منقول ہیں، طواف کرنے والا اپنی زبان میں جو دعا چاہے پڑھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) طواف قدوم میں سعی کرنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ طواف کیا جاتا ہے، مسجد حرام میں اور سعی کی جاتی ہے، خارج مسجد صفا ومروہ کے درمیان!

(۲) بہت سی دعائیں ایسے موقعہ پر پڑھنے کے لئے علماء نے لکھی ہے مستقل رسائل بھی تصنیف کئے ہیں، ایک دعا جو حدیث شریف[۳] میں آئی ہے یہ ہے "**اللّٰھم انی اسألک العفو**

---

[۱] وکذالک لو لم یوص وامر رجلاً ان یضحی عنہ ولم یسم شیئاً فھو جائز، فتاوی عالمگیری ص ۵/۳۰۶، کتاب الاضحیة، الباب التاسع فی المتفرقات، مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] وجاء ت احادیث تدل علی تفضیل ثواب الصوم وغیرہ من القربات بمکة الا انھا فی الثبوت لیست کاحادیث الصلوٰة فیھا (الیٰ قولہ) وذکر البیری فی شرح الاشباہ فی احکام المسجد ان المشھور عنداصحابنا ان التضعیف یعم جمیع مکة بل جمیع حرم مکة الذی یحرم صیدہ شامی، ج۲/ص ۲۰۳/ مطلب فی مضاعفة الصلوٰة بمکة. کتاب الصلوٰة.

[۳] مشکوٰة شریف، ص ۲۲۸/باب قصة حجة الوداع والطواف، الفصل الثالث،

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں دنیا اور آخرت کی عافیت اور معافی کا اے پروردگار تو ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی عذاب سے بچا۔

والعافية فى الدنيا والأخرة ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الأخرة حسنة وقناعذاب النار" یہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھی جاتی ہے، دعا اپنی زبان میں بھی درست ہے، لیکن جس شخص کو عربی کی دعا یاد نہ ہو اس کے لئے "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم" پڑھنا بہتر ہے اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، هكذا فى شرح سفر السعادة[1]، ص ۳۴۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

استفتاء متعلق سوال بالا

سوال:۔ جناب مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی عم فیضہٗ سلام مسنون

میرے استفتاء کا جواب ملا مگر تشفی نہیں ہوئی، میں نے عرض کیا تھا کہ مفرد اور قارن طواف کے بعد سعی کرے یا نہیں، آپ نے لکھا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا، حالانکہ موٹی بات ہے، عرض یہ ہے کہ جس طرح تمتع والا طواف کر کے صفا مروہ جا کر سعی کرتا ہے، ان دونوں کو بھی سعی کرنا چاہئے یا نہیں، یا کب سعی کرے، اب یہ عرض بھی ہے کہ مفرد اور قارن طواف قدوم میں عمرہ کی نیت کرے یا طواف قدوم کی اور مفرد و قارن سعی کب کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپ دوبارہ اپنے خط کو دیکھئے اس میں لکھا ہے مفرد اور قارن طواف میں سعی کریگا، یا نہیں؟ موٹی سی بات ہیکہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے، اور سعی بین الصفا والمروۃ ہوتی ہے، پھر طواف میں سعی کرنے کا مطلب کیسے سمجھ میں آئے، اب آپ نے مطلب کی وضاحت

---

[1] شرح سفر السعادة ص ۳۴۱، فصل در حج پیغمبر صلی الله علیه وسلم، مطبع منشی نول کشور لکھنئو،

کی ہے، جواب یہ ہیکہ ان دونوں کو بھی طواف کرنے کے بعد صفا مروہ جا کر سعی کرنا چاہئے، قارن اول عمرہ کے لئے طواف کرتا ہے، پھر عمرہ ہی کے لئے سعی کرتا ہے، اس کے بعد حج کے لئے طواف قدوم کرتا ہے، پھر سعی بھی اسی کے لئے کرتا ہے، درمیان میں حلال نہیں ہوتا ، پھر بقیہ ارکان حج ادا کرتا ہے، اور یوم النحر میں ذبح کے بعد ممنوعات احرام حلال ہو جاتے ہیں۔ کذافی مجمع الانہر[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مظاہر علوم سہارنپور ۲۲ رمحرم ۷۰ھ

not found.

[1] فاذا دخل (ای القارن) مکة ابتدأ بالعمرة فطاف للعمرة وسعٰی ثم طاف للحج طواف القدوم وسعیٰ (قولہٗ)وسعی لأن تحلل القارن من العمرة انما هویوم النحر (مجمع الانهر ج ۱ /ص ۴۲۵/ (باب القران والتمتع ،مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت) درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۴۶، کتاب الحج، باب القارن، البحر الرائق ص ۲/۳۵۹، باب القران.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم: حج بدل کا بیان

حج بدل کی تفصیلی کیفیت

سوال:۔ (۱) زید کے والد پر حج فرض تھا، مگر انہوں نے ادا نہیں کیا، اور نہ انتقال کے وقت ورثاء کو حج بدل کی وصیت کی بعد انتقال کے عرصۂ دراز کے بعد زید کو احساس ہوا اور تبرعاً عمر کو والد کی طرف سے مامور کر کے رمضان سے قبل جانے کی اجازت بھی دیدی، اب عمر کا ارادہ یہ ہے کہ رمضان سے پہلے مکہ معظّمہ پہنچ جائے، اور وہاں سے مدینہ منورہ جا کر رمضان شریف کا نصف اول یا دو عشرے مدینہ میں قیام کر کے اخیر عشرہ میں مکہ معظّمہ واپس آ کر حج تک وہیں قیام کرے، اور ۷/۸/ ذی الحجہ کو مامور عنہ (زید کے والد) کی جانب سے حج (افراد) کا احرام باندھ کر حج کرے، اس بارے میں درج ذیل امور قابل دریافت ہیں، اس صورت میں حج بدل کا احرام مامور عنہ (زید کے والد) کے میقات یلملم سے نہیں بلکہ اہل مکہ کے میقات مسجد حرام سے باندھا گیا ہے، تو یہ حج بدل صحیح ہوگا، یا نہیں؟ اور مامور عنہ کا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ حج بدل میں مامور عنہ کے میقات سے ہی احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) صورت مسئولہ میں قبل رمضان مکہ معظّمہ حاضری کے لئے (مامور) عمر کو میقات (یلملم) سے عمرہ کا احرام مامور عنہ کی جانب ہی سے باندھنا ضروری ہے؟ یا خود اپنی طرف سے بھی باندھ سکتا ہے، براہِ کرم تفصیلی جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج بدل کے لئے فقہاء نے بیس شرطیں لکھیں ہیں، ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور میقات

آمر سے حج بدل کا احرام باندھے، ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور تمتع نہ کرے، مگر یہ شرطیں اسی وقت ہیں جبکہ میت نے وصیت کی ہو اور اگر وصیت نہ کی ہو تو اس میں بہت توسع ہے، زید کو چاہئے کہ مامور (عمر) کو اجازت دیدے کہ رمضان المبارک سے پہلے چلا جائے یلملم سے عمرہ کا اپنی طرف سے احرام باندھے پھر مدینہ منورہ چلا جائے، رمضان ہی میں وہاں سے مکہ مکرمہ آتے وقت زید کے والد کی طرف سے عمرہ کرے پھر وقت حج تک وہیں مقیم رہے، پھر ۸/ذی الحجہ کو حج کا احرام حرم شریف سے باندھ کر مناسک والدِ زید کی طرف سے ادا کرے یہ صورت افراد کی ہوئی، تمتع کرنا چاہے تو اس کی بھی اجازت دیدے، "ولاجزاء النیابة فی حجة الاسلام عشرون شرطا، غنیة الناسک[1] ص ۱۷۲/ الرابع عشران یحرم من میقات الأمر، ص ۱۷۸-۱۷۹/ الخامس عشر عدم المخالفة فلو امره بالحج فتمتع ولو عن الأمر فهو مخالف ضامن اجماعاً، ص ۱۷۹/ من مات بعد وجوب الحج ولم یؤص به لم یلزم الوارث ان یحج عنه من تركته، ص ۱۷۳/ وهذه الشرائط كلها فی الحج الفرض واما فی الحج النفل فلایشترط شئی منها غالباً الا الاسلام والعقل والتمیز والنیة غنیة الناسک، ص ۱۸۱/"

پس صورت مسئولہ میں وصیت نہ ہونے کی وجہ سے حج نفل ہوگا، اور ثواب پہنچا دیا جائے، شرائط حج بدل کی پابندی لازم نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

حج بدل کے سلسلہ میں معلومات

سوال:۔(۱) حج بدل کس کو کہتے ہیں؟

---

[1] غنیة الناسک ص ۱۷۲/تا ۱۸۲، مطبوعہ خیریہ میرٹھ، باب الحج عن الغیر، شامی زکریا ص ۱۷-۱۸/۴، باب الحج عن الغیر.

(۲) حج بدل حج کی کونسی قسم ہے، یعنی قران یا افراد؟

(۳) ایک شخص بسلسلہ روزگار سعودیہ میں کافی عرصہ سے مقیم ہے، کیا وہ اپنے کسی مرحوم بزرگ کے لئے حج بدل کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) حج دوسرے کی طرف سے کیا جائے وہ حج بدل ہے!

(۲) جس پر حج فرض تھا، اگر اس نے وصیت کی ہے تو حج بدل افراد کرنا چاہئے،[۱] اگر نہیں کی از خود ثواب پہنچانا مقصود ہے تو قران افضل ہے۔[۲]

(۳) حج کر کے ثواب پہنچا سکتا ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج بدل کے شرائط

سوال:۔ اہلیہ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، بے حد تکلیف ہے، بیحد چلنے پھرنے کی تکلیف ہے، معلم کہتے ہیں کہ ان کا حج مکہ معظّمہ کے کسی آدمی سے کرا سکتے ہو، کیا یہ صحیح ہے، اور اس

---

[۱] الرابع عشر عدم المخالفة فلو امره بالافراد فقرن اوتمتع ولو للميت لم يقع منه ويضمن النفقة. شامی ج۲/ص ۲۶۰/ مکتبہ رشیدیہ دیوبند، باب الحج عن الغير. غنية الناسک ص ۱۷۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ، عالمگیری ص ۱/۲۵۸، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير، مطبوعه كوئٹه.

[۲] وهوافضل ثم التمتع ثم الافراد، كنز الدقائق، ص ۷۱۰/ درمختار مع الشامی كراچی ص ۲/۵۲۹، باب القرآن، غنية الناسک ص ۱۰۷، باب القرآن، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

[۳] الاصل فی هذالباب ان للانسان لهٗ ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة كان اوصوماً اوصدقة او غيرها كالحج وقرأة القرآن الخ عالمگیری ج۱/ص ۱۳۱/ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير. هدايه مع فتح القدير ص ۳/۱۴۲، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالفكر بيروت. غنية الناسک ص ۱۷۲، باب الحج عن الغير. مطبوعه الخيرية ميرٹھ.

کے شرائط کیا ہیں خبر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس کے ذمہ حج فرض ہو اور اسنے وصیت کی ہو اور اسکے تہائی ترکہ میں حج کی گنجائش ہو تو اس کے وطن سے حج کرایا جائے، اتنی گنجائش نہ ہو تو جہاں سے گنجائش ہو وہاں سے کرادیا جائے[۱]، جس نے اپنا حج کرلیا ہو اس کے ذریعہ حج کرانا افضل ہے، جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس سے کرالیا جائے، تب بھی ادا ہو جائے گا[۲]، حج کا پورا خرچ دیا جائے[۳]، مرد کی طرف سے عورت اور بالعکس حج کرے تب بھی ادا ہو جائیگا، حج کا معاوضہ نقدی یا کسی اور صورت میں دینا درست نہیں[۴]، جو سفر سے معذور ہو اس کے ذمہ حج نہیں[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۴ھ

---

۱ من علیه الحج اذامات قبل ادائه فان مات عن غیر وصیة یأثم (الیٰ قوله) ویحج عنه من ثلث مالهٗ سواء قید الوصیة بالثلث بان اوصی ان یحج عنه بثلث ماله او اطلق بان اوصی بأن یحج عنه هکذا فی البدائع فان لم یبین مکانا یحج عنه من وطنه عندعلمائنا وهذا اذاکان ثلث ماله یکفی للحج من و طنه فاما اذا کان لایکفی لذالک فانه یحج عنه من حیث یمکن الاحجاج عنه بثلث ماله کذافی المحیط .فتاویٰ عالمگیری ج ۱/ ص۲۵۸/ الباب الخامس عشرفی الوصیة بالحج، درمختار مع الشامی ج ۲/ ص۶۰۵/ ایچ ایم سعید کراچی، باب الحج عن الغیر.

۲ فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج والمرأة ولوامة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم اولیٰ لعدم الخلاف .درمختار مع الشامی ، ایچ ایم، سعید، ج۲/ص۶۰۳/ باب الحج عن الغیر، مطلب فی حج الصرورة. عالمگیری ص۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص ۱۵۱/۲، باب الحج عن الغیر، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۳ الخامس ان یحج بمال المحجوج عنه ان امره صریحاً والشرط کون اکثر النفقة من مال المیت الخ، غنیة الناسک ص۱۷۳، باب الحج عن الغیر، فصل شرائط النیابة، مطبوعه خیریه میرٹھ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۶/۴، باب الحج عن الغیر، عالمگیری ص۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه. **(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)**

حج بدل میں نیت

سوال:۔ اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کرنے میں عربی میں حج قران کی نیت ،طواف کی نیت اور قربانی کے وقت منیٰ کی جگہ پر ماں یا باپ کا نام لیا جائے، یا صرف یہ کہے کہ اپنے والد بزرگوار کی طرف سے یا اپنی والدہ محترمہ کی طرف سے نیت کر رہا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نیت تو اصالۃً دل سے ہوتی ہے[۱]، زبان سے عربی میں کہے یا اردو میں ہر طرح درست اور کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۴ لایجوز الاستئجار علی الحج فلودفع الیہ الأجر فحج یجوز عن المیت ولہ من الاجر مقدار نفقۃ الطریق ویرد الفضل علی الورثۃ الخ شامی مع الدر مطلب فی الاستئجار فی الحج ،ج ۲/ص ۶۰۱ .باب الحج عن الغیر. شامی زکریا ص ۱۸/۴، غنیۃ الناسک ص ۱۷۳، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط النیابۃ الخ، مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ.

۵ الاول الصحۃ وھی سلامۃ البدن عن الآفات المانعۃ عن القیام بمالابد منہ فی سفر الحج ھذا عند ھما اما ظاھر المذھب عندابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فھی شرط الوجوب فلایجب الحج علی المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلین والیدین اوالرجل الواحدۃ والاعمٰی والمریض والمعضوب وھوالشیخ الکبیر الذی لایثبت علی الراحلۃ بنفسہ .غنیۃ الناسک ،ص ۹/.(مطبوعہ خیریہ میرٹھ)فصل واماشرائط وجوب الاداء. النھر الفائق ص ۵۵/۲، کتاب الحج، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری ص ۲۱۸/۱، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج الخ، مطبوعہ کوئٹہ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ولو نسی اسمہ فنویٰ عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب، درمختار ج ۲/ص ۲۳۸/ باب الحج عن الغیر. غنیۃ الناسک ص ۱۷۴، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط النیابۃ، مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ، سکب الانھر ص ۴۵۶/۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

حج بدل میں کیا نام لینا ضروری ہے

سوال:۔ حج بدل میں لبیک پڑھتے وقت جس کی جانب سے حج بدل کیا جاتا ہے، اس کا نام بھی لبیک میں ملانا ضروری ہے، اگر ضروری ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ پوری تفصیل سے لکھیں، اور کس جگہ تلبیہ میں نام لیا جائے، اور پورا تلبیہ لکھ کر بھیجیں تاکہ حج بدل صحیح ہوجائے، عام طور پر لوگ جاتے ہیں اور اپنی ذاتی حج کی طرح نسبت وغیرہ کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کوئی ضروری نہیں ہے، دل میں یہ نیت کافی ہے کہ فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں، اگر احرام کے وقت اس کی طرف سے احرام کی نیت نہیں کی اور اعمال حج شروع کردیئے تو حج بدل صحیح نہیں[1] ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حج بدل

سوال:۔ جس شخص نے اپنا حج فرض پہلے ادا نہ کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] السادس؛ نية الحج عن المحجوج عنه عند الاحرام او تعيينه قبل الشروع فى الاعمال فلو قال بلسانه احرمت عن فلان او لبيک بحجة عن فلان فهو افضل والا تكفى نية القلب ولو نسى اسمه فنوى عن الآمر صح، غنية الناسک ص۱۷۴، باب الحج عن الغير، فصل فى شرائط النيابة، مطبوعه الخيرية ميرٹھ، عالمگيرى ص۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير، مطبوعه كوئٹه، شامى زكريا ص۱۵/۴، باب الحج عن الغير.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مکروہ ہے[1]، بحرالرائق، ج۳/ص۷۴/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج بدل

سوال:۔ حاجی صاحبان کو چندہ کر کے یا کچھ لوگ اپنی خواہش سے اپنے صرفہ سے حج کے لئے روانہ کریں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو شخص خود حج کو نہ جاسکے وہ اپنی طرف سے یا کسی میت کی طرف سے حج بدل کو بھیجے تو یہ درست ہے، جسکی طرف سے حج کیا جائیگا اس کا حج ادا ہو جائے گا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۹۰ھ

---

[1] ثم المصنف رحمه الله تعالىٰ لم يقيد الحاج عن الغير بشئى ليفيد انه يجوز احجاج الصرورة وهوالذى لم يحج اولا عن نفسه لكنه مكروه كما صرحوابه الخ البحر، ج۳/ص ۶۹/ باب الحج عن الغير. مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۱۵۱/۲، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالفكر بيروت، شامى مع الدرالمختار ص۶۰۳/۲، باب الحج عن الغير، مطلب فى حج الصرورة، مطبوعه كراچى.

[2] فمن عجز عن اداء الحج فأحج اى امر بان يحج عنه غيره صح ..... ويقع عنه اى الآمر على الصحيح وهو ظاهر المذهب، مجمع الانهر ص۴۵۶/۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۲۵۷/۱، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير.

''وان احب الوارث ان يحج عنه حج وارجوان يجزئه ذالك ان شاء الله تعالىٰ كذا ذكره ابوحنيفةؒ عالمگيرى رحيميه ج۱/ص۱۳۲/كتاب الحج، الباب الخامس عشر فى الوصية بالحج، شامى زكريا ص۱۶/۴، باب الحج عن الغير.

حج بدل

سوال:۔ زید کی تجارت اور کاروبار مدراس شہر میں تھا، اور اصلی مکان واہل وعیال مدراس سے ۷۵ رمیل کے فاصلہ پر ہیں، زید مدراس سے ہفتہ عشرہ میں ایک مرتبہ وطن آیا کرتا تھا، اس اثناء میں زید نے حج کا قصد کیا حج کی تیاری سے فارغ ہوکر مکان سے رخصت ہوتے ہوئے مدراس پہنچا اور حج کے ٹکٹ بھی خرید لئے، بمبئی کی ٹرین پر سوار ہونے کے قبل دفعۃً بیمار ہوکر ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس بیماری میں انتقال ہوگیا، ایسی صورت میں زید سے فریضۂ حج ساقط ہوا یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا بدل کرانا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اسی سال زید کے ذمہ حج فرض ہوا تھا، اور اس سے قبل زید میں اتنی وسعت نہ تھی کہ اس پر حج فرض ہوتا اور وقت حج آنے سے پیشتر زید انتقال کر گیا، تو زید کے ذمہ اس حج کا نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں، کیونکہ ادائے حج کے لئے زید نے وقت نہیں پایا، اس سال سے قبل حج فرض نہیں ہوا وسعت نہ ہونے کی وجہ سے اس سال وسعت ہوئی، اور زید نے ارادہ بھی کرلیا، مگر قضائے الٰہی سے وقت اداء حج سے قبل انتقال ہوگیا، اگر اس سال سے قبل اس کے ذمہ حج فرض ہو چکا تھا، اور اس نے اداء نہیں کیا، امسال یہ واقعہ پیش آیا، تو زید کے ذمہ فرض باقی رہ گیا اور نہ کرنے سے گنہگار رہوا، اس کے ذمہ واجب تھا کہ مرنے سے پہلے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کرتا، پس اگر وصیت کی ہے تو حسب وصیت اس کی طرف سے حج کرانا فرض ہے، لیکن اس کے ترکہ میں سے ایک ثلث مال سے اس وصیت کا پورا کرنا فرض ہے، اگر ایک ثلث میں حج ہوسکتا ہے، تب تو خیر ورنہ اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ اجازت دیدیں تب بھی حج کرایا جائے، اگر ایک ثلث میں حج نہ ہوسکتا ہو، اور ورثہ نابالغ ہوں، یا ورثہ بالغ ہوں اور ایک ثلث سے زائد خرچ کرنے کی اجازت نہ دیں (ایک ثلث تو بغیر ان کی

اجازت کے خرچ کرنا ضروری ہے) تو جس جگہ ثلث میں سے حج ادا ہو سکے حج کرانا کافی ہوگا، اگر وصیت نہیں تو ورثہ کے ذمہ حج کرانا ضروری اور فرض نہیں، تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے روپیہ سے (خواہ وہ روپیہ زید کے ترکہ سے ہی ملا ہو) حج کرادیں تو زید کو ثواب پہنچ جائیگا، ”خرج المكلف الى الحج ومات فى الطريق وأوصىٰ بالحج عنه انماتجب الوصية به إذا أخرّه بعد وجوبه امالو حج من عامه فلا فان فسرالمال أوالمكان فلأمر عليه اى على مافسره وإلافيحج عنه من بلده ان وفى به ثلثه وان لم يف فمن حيث يبلغ استحساناً[1] اھ درمختار، ج ۲/ص ۳۷۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ ۵/ذی الحجہ ۵۶ھ

مریض کا حج بدل کرانا

سوال:۔ زید مالدار ہے حج اس پر فرض ہے، لیکن آنت اُترنے کا عارضہ ہے اور بیماری ہے، آنکھ کی روشنی بھی کم ہے، زید چاہتا ہے کہ حج بدل کرالیا جائے، اب آپ فرمائیے کہ ایسی صورت میں زید کا حج بدل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر مرض کی وجہ سے زید خود جا کر ارکان حج ادا نہیں کرسکتا، تو اس کیلئے درست ہے، کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرالے، لیکن اگر زید پھر خود حج کرنے کے قابل ہوگیا

[1] درمختار نعمانيه ج۲/ص ۲۴۲/ شامى زكريا ص ۴/۲۳، باب الحج عن الغير، عالمگيرى ص ۱/۲۵۸، الباب الخامس عشر فى الوصية بالحج، مطبوعه كوئٹه، غنية الناسک ص ۱۷۳، باب الحج عن الغير، فصل فى شرائط النيابة، مطبوعه الخيرية ميرٹھ.

تو خود کرنا لازم ہوگا، یہ حج بدل کافی نہیں ہوگا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۹ھ

بیمار کا حج بدل کرانا

سوال:۔ایک شخص پر حج واجب تھا، اور وہ حج کیلئے تیار بھی تھا، لیکن حج کرنے سے قبل ایک شدید مرض میں مبتلا ہوگیا، کہ اطباء نے حکم دیا کہ چار چھ ماہ سے قبل اس کو شفاء ہونی مشکل ہے، تو کیا یہ شخص اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کے لئے بھیج سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ابھی تو حج بدل کیلئے نہ بھیجے بلکہ علاج کرائے، اگر شفا ہوجائے، تو خود حج کرے[۲] ورنہ اخیر وقت میں جب خود جانے سے مایوس ہوجائے تو اس وقت حج بدل کی وصیت کردے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] فاذا عجز عن ذٰلک فی مدة عمره رخص له الاستنابة رحمة وفضلا فحيث قدر عليه وقتا من عمره بعد مااستنابه فيه لعجز لحقه ظهر انتفاء شرط الرخصة، البحرج۳/ ص۶۰/ باب الحج عن الغير، تاتارخانيه كراچی ص۲/۵۴۵، كتاب الناسک، الفصل الخامس عشر فی الرجل يحج عن الغير، شامی كراچی ص۲/۵۹۸، باب الحج عن الغير.

[۲] والمركبة منها كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز الى الموت لانه فرض العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العذر ای العذر الذی يرجى زواله كالحبس والمرض الخ درمختار مع الشامی ص۲/۲۳۸، باب الحج عن الغير. غنية الناسک ص۱۷۲، باب الحج عن الغير، مطبوعه ميرٹھ، تاتارخانيه كراچی ص۲/۵۴۵، باب الحج عن الغير،

[۳] وان كان عليه حق مستحقا للّٰه تعالیٰ كالزكوٰة اوالصيام اوالصلوٰة التی فرط فيهافهی واجبة، عالمگيری ص۶/۹۰/كتاب الوصايالباب الاول، تقبل النيابة عند العجز وفی الرد المحتار فيعتبر فيه عجز مستوعب لبقية العمر ليقع به اليأس عن الاداء بالبدن، شامی كراچی ص۲/۵۹۸، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بين العبادة الخ، غنية ص۱۷۲، فصل فی شرائط النيابة، مطبوعه ميرٹھ،

نابینا عورت کا حج بدل کرانا

سوال:۔ ایک نابینا تندرست عورت ہے، اس کے اوپر حج فرض ہے، تو وہ حج بدل کرا سکتی ہے یا خود ہی حج فرض ادا کرے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس کو خود جانے کا شوق ہے، اور محرم اس کو ساتھ لے جانے والا موجود ہے، تو خود جا کر بھی حج کر سکتی ہے، نہ جانا چاہے تو حج بدل بھی کرا سکتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۹۲ھ

بیوی کو حج بدل کرانا اپنا حج کرنے سے پہلے

سوال:۔ میں اپنی مرحوم بیوی کے ساتھ ایک مرتبہ حج کر چکا ہوں، اب دوبارہ اپنی موجودہ بیوی کے ساتھ حج کا ارادہ ہے، لیکن بیوی کو حج بدل میں لیجانے کا ارادہ ہے، اور اس نے اب تک حج نہیں کیا ہے، میں نے اس کے نام گذارے کیلئے پانچ ہزار روپیہ کے شیئر لکھ دیئے ہیں، پانچ ہزار روپیہ کے شیئر کا جو دیوان (آمدنی) ملے گی وہ استعمال کریگی، اسکے علاوہ اسکو نکاح کے وقت میں نے ڈیڑھ ہزار روپیہ کے زیور بھی دیئے ہیں، اور قصبہ کے رواج کے مطابق جتنی قیمت کا زیور ہوتا ہے اتنی ہی قیمت کی مہر بھی لکھائی جاتی ہے، جو میں نے لکھ دی ہے، اب

---

[1] لجواز النيابة في الحج شرائط منها ان يكون المحجوج عنه عاجزاً بنفسه وله مال عالمگيری، ج ۱/ص ۱۳۱/ (مكتبه رحيميه) كتاب المناسك، ولوتكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذٰلك لايجب عليهم الاداء هكذا في فتح القدير، عالمگيری، ج ۱/ص ۱۱۲/ (مكتبه رحيميه كتاب المناسك) فتح القدير ص ۲/۴۱۶، كتاب الحج، مطبوعه دارالفكر بيروت، بحر كراچی ص ۲/۳۱۲، كتاب الحج.

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں؟ اور حج فرض ہونے کی صورت میں حج فرض ادا کرنے سے قبل حج بدل کیلئے اسکو لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپکی موجودہ بیوی کی ملک میں اگر اتنا مال ہیکہ حج کے سفر کیلئے واپسی تک کافی ہو سکے تو اس پر حج فرض ہے، اور جبکہ شوہر بھی سفر حج میں ہمراہی کیلئے موجود ہے، تو اسکو بہت جلد اپنا فرض حج ادا کرنا چاہئے[1] حج بدل کیلئے اس وقت نہ جائے کہ پھر خدا جانے محرم یا شوہر کا ساتھ میسر آئے یا نہ آئے، کہ جس نے اپنا حج فرض ادا نہ کیا ہو، اگر وہ حج بدل کر لے تو حج بدل ہو جائے گا، لیکن اعلیٰ بات یہ ہے کہ حج بدل ایسے شخص سے کرایا جائے، جس نے اپنا حج فرض ادا کر لیا ہو، جس کے ذمہ خود اپنا حج فرض ہو، اور اسکو موقع بھی ہو، اس سے حج بدل نہ کرایا جائے، کیونکہ وہ اپنا حج ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۹ھ

---

[1] فرض عینا سنة تسع وقيل ست على كل من استكمل شرائط وجوبه وادائه فى العمر مرة غنية الناسک ص ۱/ مقدمه فى تعريف الحج الخ، مطبوعه كراچى، وهوفرض على الفور وهو الاصح فلا يباح لهٗ التاخير بعد الامكان الى العام الثانى كذافى خزانة المفتيين الخ، عالمگيرى ص ۲۱۶/۱/ كتاب المناسک. تاتارخانيه ص ۲/۴۲۹، اول كتاب الحج، مطبوعه كراچى.

[2] قال فى الفتح ايضا والافضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجاعن الخلاف ثم قال والافضل احجاج الحرالعالم بالمناسک الذى حج عن نفسه وذكر فى البدائع كراهة احجاج الصرورة لانه تارک فرض الحج ثم قال فى الفتح بعد ما اطال الاستدلال والذى يقتضيه النظر ان حج الصرورة عن غيره ان كان بعد تحقق الوجوب عليه بملک الزادوالراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم لانه تضيق عليه فى اول سنى الامكان فيأثم بتركه الخ درالمختار، مع الشامى كراچى ج۲/ص ۶۰۳/ وشامى زكريا ص ۴/۲۱، مطلب فى حج الصرورة، باب الحج عن الغير، البحرالرائق ص ۶۹-۷۰، باب الحج عن الغير، مطبوعه الماجديه كوئٹه، ومنحة الخالق على هامش البحر ص ۳/۶۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۳/۱۵۱، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالفكر بيروت.

والد مرحوم کی طرف سے حج بدل

سوال:۔ زید کے والد مرحوم پر حج فرض تھا، مگر نادانی اور غفلت کی وجہ سے فریضۂ حج ادا نہیں کر سکے، یہاں تک کہ ان پر ایسا بھی وقت آ گیا کہ وہ بہت مقروض ہو گئے، اور مقروض ہو کر انتقال کر گئے، اور اپنے حج کی کوئی وصیت نہیں کی، وصال کے بعد زید نے والد مرحوم کا سب قرض ادا کر دیا، اب اسکے دل میں خیال گذرا کہ والد مرحوم کی جانب سے حج بدل کرادے، اور اس فریضہ سے بھی ان کو سبکدوش کرادے، مگر زید پر بھی حج فرض ہے، اور نقد روپیہ اتنا نہیں کہ خود بھی حج کیلئے جائے، اور والد کا حج بدل بھی کرادے تو اب مقدم کس کو کرے، خود یا والد مرحوم کو، جس کو مؤخر کرے اگر اس کیلئے قرض لیکر ساتھ حج کرائے تو اسمیں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں، بہتر کیا ہے، نیز اسکے والد کا معیار زندگی بہت بلند تھا، اب زید چاہتا ہے کہ والد کے حج بدل کیلئے کسی ایسے شخص کو بھیجے جسکا معیار زندگی والد سے پست ہوتا کہ کم سے کم روپیہ میں حج ہو جائے، تو کیا ایسا کرنے سے اسکے والد کا حج بدل درست ہو جائیگا، اور وہ عنداللہ سبکدوش ہو سکیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

والد نے حج بدل کی نصیحت نہیں کی تو ان کی طرف سے حج بدل کرانا فرض نہیں[1]، اور خود زید کے ذمہ حج فرض ہے، لہٰذا اپنا حج فرضِ اول ادا کرے[2]، پھر اگر وسعت ہو تو والد کی طرف

---

[1] من مات بعد وجوب الحج ولم یوص به لم یلزم الوارث ان یحج عنه، غنیة الناسک ص ۱۷۳، باب الحج عن الغیر، تنبیه:— من مات بعد وجوب الحج الخ، مطبوعه الخیریة میرٹھ، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۵۶۴، کتاب المناسک، قبیل الفصل السابع عشر، محیط برهانی ص ۳/۴۸۷، کتاب المناسک، الفصل السادس عشر الوصیة بالحج، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

[2] والحق انها تنزیهیة للأمر ..... تحریمیة علی الصرورة المأمور ان کان بعد تحقق الوجوب علیه بملک الزاد والراحلة والصحة لانه یتضیق علیه والحالة هذه فی اول سنی الامکان فیأثم بترکه غنیة الناسک ص ۱۸۱، وکذا یجوز احجاج الصرورة الخ، الخیریة میرٹھ، بدائع کراچی ص ۲/۲۱۳، کتاب الحج، فصل واما الذی یرجع الی النبات، بحر کوئٹه ص ۳/۶۹، قبیل باب الهدی،

سے بھی حج ادا کرادے، ان کو بھی ثواب پہنچ جائیگا، جس معیار کے آدمی سے جس قدر روپیہ بھی خرچ کر کے حج ادا کرادے گا، اسی قدر ثواب پہنچ جائے گا، اگر انہوں نے وصیت کی ہوتی، تو ادائے فرض کا حتمی حکم کیا جاتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

میت کی طرف سے حج بدل بلا وصیت

سوال: تکمیل القبور ترجمہ شرح الصدور میں منجملہ چند احادیث کے ایک حدیث کا یہ مضمون ہے بزّار اور طبرانی نے بسند حسن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا، انہوں نے حج اسلام یعنی حج فرض ادا نہیں کیا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بتا کہ اگر تیرے باپ کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا کیا اس کی جانب سے تو ادا کرتا تو اس نے عرض کیا کہ ہاں ضرور کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی تو اس کے ذمہ قرض ہے، سو تو اس کو ادا کر، اور بھی کئی حدیثیں اس قسم کی ہیں، اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص اتنا سرمایہ چھوڑ کر مرے جس سے حج ادا ہوسکتا ہے، تو اس کے ورثاء کو لازم ہے کہ اس کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض ادا کرے، چونکہ حج بھی جس پر فرض ہوگیا ہے، قرض ہی میں داخل ہے لہٰذا اس کو بھی ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بچے اس کو ورثاء حسب حصہ تقسیم کرلیں، احقر کو اس میں یہ تشویش ہورہی ہے کہ چچا پٹواری کا ترکہ جو کئی ہزار روپیہ کی مالیت تھی، ہم لوگوں نے بلا اس کی طرف سے حج ادا کرائے سب ورثاء نے آپس میں تقسیم کرلیا، تو ان کی حق تلفی

---

[1] وان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه واذا حج عنه يجوز عندنا باستجماع شرائط الجواز، هنديه كوئٹه ص ۲۵۸/۱، الباب الخامس عشر فى الوصية بالحج، غنية الناسک ص ۱۸۲، فصل فى الوصية بالحج، مطبوعه خيريه ميرٹھ، بدائع كراچى ص ۲۲۱/۲، فصل واما بيان حكم فوات الحج.

کی گئی، اس کے سوا بہت سی جگہ ایسا معاملہ ہوا اور ہوتا رہتا ہے کہ قرضہ تو قرض خواہوں کی طلب پر ادا کر دیا جاتا ہے، لیکن حج مردہ کا کوئی نہیں کراتا، اس کا مواخذہ ورثہ سے ہوگا یا کیوں کر؟ جواب باصواب سے ممنوں فرمایا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میت کی طرف سے حج کرانا اس وقت واجب ہے، جب کہ اس نے وصیت کی ہو وہ بھی ثلث ترکہ سے بغیر وصیت واجب نہیں، اگر بغیر وصیت کوئی وارث اپنے حصے سے حج ادا کرادے، یا اپنی طرف سے اپنے مال سے ادا کرادے تو امید ہے کہ وہ میت مواخذہ سے بری ہوجائے[1]، حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ میت کو مواخذہ سے بچانے کے لئے حج ادا کردو، یہ مطلب نہیں کہ اگر حج نہیں کروگے، تو تم سے مواخذہ ہوگا، اور ترکہ تقسیم کرنا ناجائز ہوگا، اگر آپ کے چچا نے وصیت نہیں کی تو آپ پر مواخذہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ // // //

صحیح عبد اللطیف ۱۵/۷/۶۴ھ

---

[1] من علیه الحج اذامات قبل ادائه من غیر وصیة یأثم بلاخلاف وان احب الوارث ان یحج عنه حج وأرجو ان یجزئه ذٰلک ان شاء اللّٰه کذاذکر ابو حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ وان مات عن وصیة لایسقط الحج عنه واذا حج عنه یجوز الیٰ قوله ویحج عنه من ثلث ماله. الخ عالمگیری، ج ۱/ص ۲۵۸/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحج الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج. بدائع کراچی ص ۲/۲۲۱، فصل واما بیان حکم فوات الحج، غنیة الناسک ص ۱۸۲، فصل فی الوصیة بالحج، مطبوعه خیریه میرٹھ.

[2] من مات بعد وجوب الحج ولم یوص به لم یلزم الوارث ان یحج عنه، غنیة الناسک ص ۱۷۳، تنبیه:- من مات بعد وجوب الحج الخ، مطبوعه خیریه میرٹھ. تاتارخانیه کراچی ص ۲/۵۶۴، کتاب المناسک والفصل السادس عشر، محیط برهانی ص ۳/۴۸۷، الفصل السادس عشر الوصیة بالحج، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

آفاقی کا حجِ فرض مکّی کے ذریعہ

سوال:۔رواج ہے کہ حج میں جا کر کسی شخص کو سو روپیہ دیکر حج بدل کراتے ہیں، اپنی زوجہ کی طرف سے جس پر بھی حج فرض تھا، لیکن زوج زوجہ کو اپنے ساتھ لیجانے میں راضی نہیں ہوا، اور کہا کہ میں تیری طرف سے بھی حج کراؤں گا، یعنی کچھ روپیہ دیکر کسی غیر کی طرف سے افعال حج ادا کرنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟ اور فرضیت حج ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس طرح فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا، سو روپیہ اگر کسی مستحق کو دیئے ہیں تو صدقہ دینے کا ثواب مل جائے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج بدل کے بعد نابینا کا عذر زائل ہو گیا دوبارہ حج فرض نہیں

سوال:۔اگر کوئی نابینا شخص قائد نہ ملنے کی وجہ سے حج بدل کرادے، اور بعد کو قائد میسر آجائے، تو کیا صاحبین کے قول کے مطابق دوبارہ حج ادا کرنا فرض ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نابینا نے اگر حج بدل کرادیا، پھر اس کا عذر زائل ہو گیا، مثلاً بینائی آ گئی تب بھی اس کے ذمہ اپنا حج خود کرنا لازم نہیں، قائد ملنے کا مسئلہ بھی اسی سے واضح ہو گیا، "هذا ای اشترط

---

[1] ولاتجزی (النیابة) فی البدنیة کالصلوٰة والصوم بحالٍ وفی المرکبة منهما ان کانت واجبة کحج الفرض المنذور تجزئ فی حالة العجز دون القدرة.(غنیة الناسک،ص ۱۷۲) باب الحج عن الغیر(مطبوعه خیریه میرٹھ) النهر الفائق ص ۲/۱۶۲، باب الحج عن الغیر، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۴۴۵، الفصل الخامس عشر،

دوام العجز الی الموت اذاکان العجز کالحبس والمرض یرجیٰ زواله ای یمکن وان لم یکن کذالک کالعمیٰ والزمانة سقط الفرض بحج الغیر عنه فلا اعادة مطلقاً سواء استمر به ذٰلک العذرام لا اھ درمختار، ج ۲/ص ۳۲۸/ [1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۳ھ

حج بدل کے بعد اگر استطاعت ہو جائے تو فریضہ ساقط نہیں ہوتا

سوال:۔ زید مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے وہ تین سال تک تعلیم پاتا رہا، ایک مرتبہ اس نے اپنا حج کیا، اوراس کے والدین پر حج واجب نہیں ہے، زید نے دوسرے سال میں والد کی طرف سے اور تیسرے سال میں والدہ کی طرف سے حج بدل کیا تو اس کا یہ حج بدل صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو پھر اس کے جواز کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کا حج تینوں دفعہ صحیح ہوگیا، پہلے حج سے اس کا فریضہ ادا ہوگیا، دوسرے تیسرے حج کا والدین کو ثواب پہنچ گیا، لیکن اگر والدین کے ذمہ حج فرض ہو جائے گا تو وہ ادا کرنا ہوگا، وہ اس کے حج سے ساقط نہیں ہوگا [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۹۲ھ

---

[1] درمختار علی الشامی کراچی، ج ۲/ص ۵۹۹/ باب الحج عن الغیر. مطلب فی الفرق بین العبادة والقربة والطاعة، النهر الفائق ص ۲/۱۶۳، باب الحج عن الغیر، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۳/۶۱، باب الحج عن الغیر. **(حاشیه ۲/ اگلے صفحه پر)**

کیا حج بدل کے لئے پہلے سے سفر ضروری ہے

سوال:۔اس حج بدل کے احرام کو حرم سے باندھنے میں مسافر اور مقیم کی تو قید نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حسب وصیت یہ حج فرض نہ ہو تو اس میں توسع ہے، مسافر مقیم کی بھی قید نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجنا جسنے اپنا حج فرض نہ کیا ہو

سوال:۔(۱) کیا کوئی صاحب مقدور حاجی جو قبل اپنا فریضۂ حج نہیں ادا کر چکا ہے وہ اس طرح حج بدل میں کسی کی طرف سے جا سکتا ہے، کہ گھر سے وہ اپنے محض عمرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہے، اور مکہ معظّمہ ہی پہنچ کر اپنا عمرہ ادا کر کے ایام حج میں مقام حل تنعیم مسجد عائشہؓ سے یا مقام جعرانہ سے حج بدل کا احرام باندھتا ہے، تو از روئے شرع گنجائش جواز نکل سکتی ہے؟ اور وہ محض دو مجبوریوں کی بنا پر، اولاً جو حج بدل میں حج بدل والا رقم دینا چاہتا ہے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] والمركبة منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز الى الموت. درالمختار على ردالمحتار ،ج۲/ص ۲۵۸/ مكتبه رشيديه. باب الحج عن الغير. مطلب فى الفرق بين العبادة والقربة والطاعة، النهر الفائق ص ۱۶۲/۲، باب الحج عن الغير، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۳/۶۰، باب الحج عن الغير.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وهذه الشرائط كلها فى الحج الفرض وامافى الحج النفل فلايشترط شئى منها غالباً الاالاسلام والعقل والتمييز والنية الخ غنية الناسک، ص ۱۸۱/(مطبوعه خيريه ميرٹھ) باب الحج عن الغير. بحر كوئٹه ص ۳/۶۲، باب الحج عن الغير، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۵۷، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير.

وہ مکہ معظّمہ وغیرہ کی گرانی وغیرہ کو لے کر کافی دینا نہیں چاہتا؟

(۲) ثانیاً:۔سب سے زیادہ پریشان اور دشوار طلب مسئلہ حج بدل میں یہ آرہا ہے کہ حج بدل میں محض افراد حج ہی کا احرام باندھنا ضروری ہے، اور نہ معلوم کتنا عرصہ افراد حج میں کرنا پڑتا ہے، جس درمیان میں احرام حج کے ارکان وشرائط غسل نہ کرنا، ناخن نہ ترشوانا، حجامت نہ بنوانا، کپڑا نہ بدلنا، جوئیں وغیرہ نہ مارنا وغیرہ کی پابندی غیر معمولی دشواریوں پر قابو پانا، ہر ایک کا کام نہیں ان وجوہ کی بنا پر صحیح مسئلہ کی نوعیت سے آگاہی وسرفرازی بخشی جائے؟

(۳) کوئی حاجی اپنے مکان ومقام سے محض روضۂ انور ﷺ کی زیارت وجائے اطہر مواجہ شریف پر صلوٰۃ وسلام کی ڈالیاں لگانے کے لئے گھر سے جارہا ہے، اور ساتھ ہی مدینہ طیبہ سے رخصتی پر مقام ذوالحلیفہ پر ہی کسی کے حج بدل کا احرام باندھتا ہے، اور حج بدل میں احرام افراد باندھ کر حرم محترم مکہ معظّمہ آتا ہے، اور حج بدل کے ارکان ادا کرتا ہے، تو شرعاً جائز اور گنجائش جواز نکلتی ہے یا نہیں، اور یہ سب محض نمبر دو استفتاء کی مجبوریوں اور دشواریوں پر قابو پانے کے لئے کہ طوالت احرام میں زمانہ حج تک ہر شخص کا شرائط احرام کا لحاظ رکھنا یقیناً دقت طلب ہے؟

الجواب حامداومصلیاً:۔

(۱) اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو، لیکن اگر ایسے کو بھیج دیا جائے جس نے حج فرض نہ کیا ہو اور وہ آمر کی طرف سے حج بدل کرے تب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ کذا فی الدر المختار[1]

---

[1] فجاز حج الصرورة بمهملة من لم يحج والمرأة ولوامة والعبد وغيره كالمراهق وغيرهم اولى لعدم الخلاف .شامی مکتبہ رشیدیہ ج۲/ص ۲۶۱/ باب الحج عن الغير. مطلب فی حج الصرورة، غنية الناسک ص ۱۸۱، فصل فيما ليس من شرائط النيابة الحج، مطبع الخرية ميرٹھ، مجمع الانهر ص۴۵۶/۱، الحج عن الغير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

(۲) یہ حج بدل اگر نفل ہوتو اس کی گنجائش ہے، اگر فرض ہوتو اسکی اجازت نہیں[۱]، مامور کو حج کیلئے میقات آمر سے احرام باندھنا چاہئے، آفاقی کیلئے تنعیم وجعرانہ میقات نہیں، نیز حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں۔ کذافی غنیۃ الناسک[۲]۔

(۳) محض ایصال ثواب کے لئے تو اس کی بھی گنجائش ہے، مگر حج فرض ادا کرنے کے لئے سفر کے سب اخراجات آمر کے ذمہ ہوتے ہیں[۳]، اور صورت مسئولہ میں یہ نہیں، نیز اس میں تمتع ہوگا، اس کی بھی اجازت نہیں مامور کو چاہئے کہ زمانہ حج کے قریب جائے، افراد کا احرام میقات سے باندھے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج بدل میں کونسا حج کرے

سوال:۔ ایک شخص پر حج فرض ہونیکے باوجود حج ادا نہیں کیا، نیز مرتے وقت اپنی جانب

---

[۱] وهذه الشرائط كلها فى الحج الفرض واما فى الحج النفل فلا يشترط شئ منها غالبا، غنية الناسک ص ۱۸۱، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ، بحر كوئٹه ص ۳/۶۲، باب الحج عن الغير، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۵۷، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير.

[۲] الرابع عشر أن يحرم من ميقات الآمر الىٰ قوله والخامس عشر عدم المخالفة فلو امره بالحج فتمتع ولوعن الآمر فهو مخالف الخ غنية الناسک، ص ۱۷۸ – ۱۷۹/ باب الحج عن الغير، مطبوعه ميرٹھ. محيط برهانى ص ۳/۴۷۵، كتاب المناسک، الفصل الخامس عشر فى الحج عن الغير، مجلس علمى گجرات، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۵۸، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير.

[۳] الخامس أن يحج بمال المحجوج عنه ان أمره صريحاً والشرط كون اكثر النفقة من مال الميت الخ غنية الناسک، ص ۱۷۳/ (مطبوعه ميرٹھ) باب الحج عن الغير. بحر كوئٹه ص ۶۱، باب الحج عن الغير، بدائع كراچى ص ۲/۲۱۳، واما الذى يرجع الى النبات.

[۴] الخامس عشر عدم المخالفة فلو امره بالحج فتمتع ولو عن الآمر فهو مخالف الخ، غنية الناسک ص ۱۷۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

سے حج بدل کرانے کی ورثاء کو وصیت بھی نہیں کی، اب میت کا لڑکا کسی شخص کے ذریعہ اپنے والد کا حج بدل کراتا ہے، اور حج کو جانے والا شخص اس میت کی جانب سے حج فرض ہی کی نیت سے احرام باندھتا ہے، بایں طور کہ فلاں ابن فلاں پر جو حج فرض تھا، اسی حج فرض کا میں احرام باندھ رہا ہوں، اور اسی نیت سے تلبیہ پڑھتا ہوں، تو میت کا حج فرض ادا ہوگا یا نہیں، اور میت اپنے فریضہ سے بری الذمہ ہو کر عنداللہ مطالبہ سے بری ہو جائیگا یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا صورت میں اس شخص کو باجازت آمر حج کی تین قسموں میں سے ہر ایک کی شرعاً اجازت ہے یا کسی خاص قسم کی؟

(۳) اشہر حج شروع ہونے کے بعد یہ شخص مکہ معظّمہ جاتا ہے، دو چار روز وہاں قیام کر کے پھر مدینہ طیبہ جاتا ہے، وہاں سے ایام حج سے پہلے پہلے مکہ معظّمہ واپس آ کر حج بدل کرتا ہے، لہٰذا اس صورت میں اس کو لازمی طور پر دو عمروں کا احرام باندھنا ہوگا (ایک یلملم سے دوسرا ذوالحلیفہ سے) چنانچہ اوپر والی صورت میں اس شخص کو دونوں عمروں کا احرام میت کی طرف سے ہی باندھنا لازم اور ضروری ہے، یا پھر باجازت آمر دونوں عمروں کا اپنی جانب سے یا علی الاطلاق دونوں میں سے کسی ایک عمرہ کا احرام باندھنا بھی شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) میت نے حج بدل کی وصیت نہیں کی ورثاء اس کی طرف سے حج بدل کرادیں، اور مامور حج فرض کی نیت میت کی طرف سے ادا کرے تو انشاء اللہ میت کے فریضہ کے لئے کافی ہو جائے گا۔[۱]

---

[۱] لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص به فحج رجل عنه او حج عن ابیه اوامه عن حجة الاسلام من غیر وصیة قال ابو حنیفة یجزیه انشاء اللّٰه الخ ،شامی زکریا ج۴/ص ۱۶ / باب الحج عن الغیر. هندیه کوئٹه ص۲۵۸/۱، الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج، تاتارخانیه کراچی ص۵۶۴/۲، کتاب المناسک، الفصل السادس عشر فی الوصیة بالحج.

(۲) احوط یہ ہے کہ ایسی صورت میں تمتع نہ کرے[۱]!

(۳) بہتر یہ ہے کہ اشہرِ حج میں یلملم سے احرام نہ باندھے جدہ سے مدینہ طیبہ چلا جائے، پھر وہاں سے چل کر ذوالحلیفہ میں احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آجائے، اور اسی احرام سے حج ادا کرے درمیان میں حلال نہ ہو، اس کا یہ احرام افراد کا ہوگا یا قران کا، حج تمتع کرنے والے کیلئے اس کی بھی اجازت ہے، کہ عمرہ کسی اور کی طرف سے کرے اور حج اپنی طرف سے[۲] اشہرِ حج میں متمتع کو ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے میں اختلاف ہے[۳]، اس سے بچنا ہی بہتر ہے، حج بدل کے ذریعہ جب فریضہ میت کو ساقط کرنا مقصود ہے، تو اس میں تمتع نہ کیا جائے، حج سے پہلے نہ ایک عمرہ کرے، نہ دو بلکہ طول احرام سے بچاؤ کی صورت اور تحریر کردی گئی ہے، پھر بعد حج جس قدر دل چاہے اور جس جس کی طرف سے چاہے عمرہ کرے، یا پھر قبل رمضان کے جہاز سے جائے، اور رمضان المبارک میں جتنا دل چاہے عمرے کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

حج بدل میں تمتع

سوال:۔ جیسا کہ معلم الحجاج میں ہے کہ اگر زندہ ہو اور اسکی طرف سے تمتع کی اجازت

---

[۱] الخامس عشر عدم المخالفة فلو امره بالحج فتمتع ولو عن الآمر فهو مخالف ضامن الخ، غنية الناسک ص ۱۷۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

[۲] ولا (يشترط) ان يكون النسكان عن شخص واحد حتى لو كان احدهما عن نفسه والآمر عن غيره واذن له في التمتع جاز (غنية الناسک ص ۱۱۴، فصل في ماهية التمتع وشرائطه، مطبوعه خيريه ميرٹھ)

[۳] ويعتمر قبل الحج ماشاء ومافي الباب ولا يعتمر قبل الحج فغير صحيح الخ، (غنية الناسک ص ۱۱۵، فصل في كيفية اداء التمتع المسنون، مطبوعه خيريه ميرٹھ)

ہوتو کرسکتا ہے، اور یہ کہ معلم الحجاج میں اس مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں، وہ مسئلہ وصیت کرنے کی صورت میں ہے، اب حضرت والا مزید اطمینان کیلئے تحریر فرمائیں، مولانا سعید خاں صاحب نے یہ جواب دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

معلم الحجاج میں حج بدل کے مسائل کے تحت یہ تشریح وتفصیل نہیں ہے، کہ اگر زندہ ہے تو یہ حکم ہے، مرگیا ہے، تو یہ حکم ہے، بلکہ مطلقاً حج بدل میں تمتع کو منع کیا ہے، اگرچہ آمر کی طرف سے اجازت ہوحتی کہ حاشیہ معلم الحجاج، ص ۳۰۷ رمیں تصریح کی ہے، حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کیلئے تمتع کر کے اسکے حج کو خراب نہ کرنا چاہئے اور اس کو چاہئے کہ حج بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کردے کہ تمتع نہ کرے[1]۔

ظاہر عبارت سے تو یہ استفادہ ہوتا ہے، کہ آمر زندہ ہے، اگر زندہ نہ بھی ہوتب بھی اس کے امر کے بعد مرگیا ہوتو اس کے امر کی پابندی دونوں حالت میں مامور کو لازم ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۹ھ

حج بدل میں تمتع

سوال:۔ایک شخص حج کیلئے جارہا ہے اور اپنے ساتھ دو شخصوں کو اپنے خرچ سے لے

---

[1] معلم الحجاج ص ۴۲۸، مطبوعہ کراچی.

[2] الرابع عشر، عدم المخالفة فلوأمره بالافراد فقرن اوتمتع ولوللميت لم يقع عنه ويضمن النفقة كماسيأتي (شامي زكريا، ج۴/ص ۱۷/ باب الحج عن الغير) الخامس عشر عدم المخالفة فلو امره بالحج فتمتع ولو عن الآمر فهو مخالف ضامن الخ، غنية الناسک ص ۱۷۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ. هنديه كوئٹه ص ۲۵۸/۱، بالباب الرابع عشر فى الحج عن الغير.

جارہا ہے تاکہ ان سے اپنے والد اور دادا کی طرف سے حج بدل کرائے بغیر انکی وصیت کے تو یہ دونوں شخص اگر حج بدل کریں بغیر کسی وصیت کے تو کیا ان کے لئے یلملم ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے، اگر یہاں سے احرام باندھا جائے، تو بڑا لمبا زمانہ احرام کا ہوجائے گا، اس کی پابندیوں کا نبھانا مشکل ہے، اگر یہ دونوں جدہ سے مدینہ پاک سیدھے جائیں تو بھی جس مقصد کے لئے ان کو ساتھ لیا ہے، وہ فوت ہوجائیگا، اور سب رفقاء کا سیدھے مدینہ جانا مشکل ہے، تو کیا اس کی گنجائش ہے، کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھیں اور مکۃ المکرّمہ جاکر عمرہ کے ارکان سے فارغ ہوکر احرام کھولدیں، اور حج کا احرام یہ دونوں شخص جدہ آکر باندھیں مولانا منظور نعمانی نے الفرقان کے شعبان ۸۷ھ دسمبر ۶۷ء کے پرچہ میں اپنی رائے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دوسرے حضرات کی رائے بھی نقل کی ہے کہ ہندوستان و پاکستان سے آنے والے حضرات کے لئے جدہ میں احرام باندھنا صحیح ہے، اس سے پہلے جہاز میں احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، وہاں سے یلملم کی محاذات ایسی نہیں ہے، کہ جس کی وجہ سے احرام ضروری ہو، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اگر جدہ سے احرام باندھنا صحیح ہو تو یہ آمر کی میقات ہوجائے گی تو کیا اس میں کچھ گنجائش ہے، کہ روپیہ دینے والے کی اجازت سے یہ تمتع کا احرام باندھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

الفرقان کی اس تحقیق کے بغیر بھی نفلی حج بدل میں (بلا وصیت) تمتع کی گنجائش ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وهذه الشرائط كلها في الحج الفرض واما النفل فلا يشترط فيه شئى منها الا الاسلام والعقل والتمييز الخ (شامی زکریا، ج۴/ص۱۸/ باب الحج عن الغير) غنية الناسک ص ۱۸۱، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

حج بدل میں تمتع

سوال:۔ مشہور واعظ حضرت شاہ صوفی مولانا محمد روح الامین صاحب مفتی اعظم جمعیۃ العلماء بنگال جو کہ ایک زبردست اور محقق عالم گذرے ہیں، ان کی تصنیف کردہ کتاب مسائل حج، ص۱۳۰/ میں انہوں نے یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ منیب یا وصی اگر نائب کو پورا اختیار دیدے، تو اس کے لئے تمتع کرنا بلاشبہ جائز ہے، اور اس سے حج بھی ادا ہو جاتا ہے، مگر حضور عالی کا لکھا ہوا فتویٰ جو کہ معلم الحجاج میں مرقوم ہے اس کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے، بہرکیف جو قابل ترجیح بات ہو عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اور بھی بعض علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن ہمیں کتب فقہ شامی، بحر، غنیۃ، سے وہی راجح معلوم ہوا جو معلم الحجاج میں مذکور ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۶۷ھ

حج بدل والے کو مدینہ طیبہ پہلے جانا

سوال:۔ ہندوستان سے حج بدل کرنے والے اگر جدہ سے سیدھے مدینہ شریف چلے جائیں اور حج کے قریب کے دنوں میں افراد کا احرام باندھ کر حج کریں تو کسی قسم کی قباحت تو نہیں، اگر ایسا حاجی رمضان سے پہلے والے جہاز سے سفر کرے، اور سیدھا مکہ شریف

---

[1] ومنها ماإذا امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة لانه مأمور لحج ميقاتي وما اتى به مكي، البحر ج۳/ص۶۳/ (باب الحج عن الغير) ايضاً شامي ج۲/ص۱۵۴/ قبيل باب الاحرام. غنية الناسک ص۱۷۹، باب الحج عن الغير، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

جائے، اور شوال آنے سے پہلے وہاں سے مدینہ شریف چلا جائے، اور آخر میں افراد کا احرام باندھ کر حج کرے تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر آمر کی طرف سے اجازت ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، دونوں صورتیں اختیار کرسکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۸۹ھ

مامور بالحج کو پہلے مدینہ طیبہ جانا

سوال:۔ (۱) حج بدل والے کو تمتع کرنا محتاط علماء منع کرتے ہیں، اب آج کل جہازوں کے ٹکٹوں کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ کبھی بہت پہلے جانیکی صورت ہوجاتی ہے، اسلئے حج بدل میں جانے والے بعض ذی علم یہ صورت کرتے ہیں کہ پہلے مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں، اور وہاں سے واپسی میں ذوالحلیفہ سے حج بدل کیلئے افراد کا احرام باندھتے ہیں، ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں، کیا اس کیلئے بھی بھیجنے والیکی اجازت ضروری ہے؟

(۲) اسی طرح اگر بھیجنے والے کی اجازت سے حج بدل والا قبل از رمضان جاوے اور بیس پچیس رمضان تک مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر اشہر حج شروع ہونے سے پہلے مدینہ چلا جاوے پھر ابتداء ذی الحجہ میں وہاں سے حج بدل کیلئے افراد کا احرام باندھ کر آئے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) آمر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے۔

---

[1] ودم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الآمر بالقران والتمتع والا فيصير مخالفاً فيضمن شامی کراچی باب الحج عن الغير، مطلب العمل على القياس دون الاستحسان، جواهر الفقه ج ۱/ص ۵۱۴/ حج بدل میں قران اور تمتع.

(۲) یہ بھی اجازت سے درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں

سوال:۔ ماہ شوال میں جو جہاز حج کیلئے جانے والا ہے، اس میں حاج عن الغیر کی مدت طویل ہوجاتی ہے، جس میں بے حد مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس لئے ضرورت دفع حرج اور تیسیر سہولت کی بناء پر حاج عن الغیر کو حج تمتع صحیح ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں[۲]، ایسے شخص کو اگر شوال ہی میں جانا ہو تو وہ میقات (یلملم) سے احرام نہ باندھے بلکہ جدہ پہنچ کر مدینہ طیبہ چلا جائے، وہاں سے شروع ذی الحجہ میں حج کا احرام باندھ کر مکہ معظّمہ آجائے، اور حسب قواعد شرعیہ مناسک ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۴ھ

حج بدل والے کیلئے تمتع سے بچاؤ

سوال:۔ حج بدل کیلئے احرام میقات سے باندھنے کے بعد حج کی تکمیل تک رکھنا کیا

---

[۱] الرابع عشر ان یحرم من میقات الآمر لوامره بالحج واطلق عن ذکر المیقات الخ، غنیة الناسک ص۱۷۸، باب الحج عن الغیر، مطبوعه الخیریه میرٹھ. جواهر الفقه، ج۱/ص۵۱۴/ حج بدل میں قران اور تمتع.

[۲] الخامس عشرعدم المخالفة فلوامره بالحج فتمتع ولوعن الآمر فهو مخالف ضامن الخ غنیة الناسک ص۱۷۹/(مطبوعه میرٹھ) باب الحج عن الغیر. شامی زکریا ص۱۷/۴، باب الحج عن الغیر، بحر ص۳/۶۳، باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه.

ضروری ہے، جب کہ تقریباً چار ماہ احرام میں رہنا پڑتا ہے، اس لئے کہ رمضان سے پہلے جارہا ہوں کیا عمرہ کر کے احرام اتار سکتے ہیں، یا نہیں از راہِ مہربانی جلد مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب رمضان سے قبل آپ جارہے ہیں تو میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرلیں، پھر رمضان المبارک میں جس قدر بھی ہوسکے عمرہ کرتے رہیں، رمضان المبارک کا ایک عمرہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے[1]، پھر رمضان ختم ہونے پر کوئی عمرہ نہ کریں، اگر حج تک مکہ معظّمہ ہی میں رہنا ہو تو حج کے موقع پر جدہ آکر حج کیلئے احرام باندھ لیں، اگر مدینہ طیبہ پہلے جانا چاہیں تو چلے جائیں وہاں سے حج کے قریب چل کر ذوالحلیفہ میں احرام باندھ لیں یا مدینہ طیبہ ہی سے احرام حج باندھ لیں، اور حج ادا کریں اس صورت میں نہ احرام طویل ہوگا نہ تمتع کی نوبت آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ

حج صرورہ

سوال:۔ ایک شخص کا انتقال ہوگیا، یا مرض الموت میں مبتلا ہے، جس پر حج فرض تھا اگر وہ حج کرانا چاہے تو کیا ایسے شخص کے ذریعہ کرا سکتا ہے، کہ جس نے قبل اس کے کسی قسم کا حج نہ کیا ہو، مگر اس پر حج فرض نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر تندرستی میں حج فرض ہوا تھا، اور پھر بیمار ہوگیا، حج نہیں کرسکا، اور اس نے نیت وصیت بھی کی ہے، نیز ترکہ میں اتنی گنجائش بھی ہے کہ ثلث مال سے حج کرایا جاسکے تو اس کی

---

[1] قال فعمرة فی رمضان تقضی حجة او حجة معی .مسلم شریف ، ج ۱ /ص ۴۰۹ /کتاب الحج باب فضل العمرة فی رمضان(فصل فی شرائط النیابة فی الحج الفرض.

طرف سے حج کرانا ضروری ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کے ذریعہ حج کرایا جائے، جس نے پہلے حج کرلیا ہو، اگر اس نے پہلے اپنا حج نہیں کیا تو اس کو حج کرانا مکروہ ہے۔

"ویجوز احجاج الصرورة ویرادبه الذی لم یحج عن نفسه حجة الاسلام قال فی البدائع الا ان الا فضل ان یکون قد حج عن نفسه لانه بالحج عن غیره یصیر تارکاً لاسقاط الفرض عن نفسه فیتمکن فی هذا الاحجاج ضرب کراهة ولانه اعرف بالمناسک وابعد عن محل الخلاف فکان افضل ھ غنیة الناسک ص ۱۸۱[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف، صحیح سعید احمد غفرلہٗ یکم ربیع الثانی ۵۷ھ

حج بدل میں پہلے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری

سوال:۔ ۲۸/شوال المکرّم کے جہاز سے میں حج بدل کے لئے روانہ ہورہا ہوں، جو ۵/ذیقعدہ تک جدہ پہنچے گا، موسم سرما کی وجہ سے پہلے مدینہ منورہ جانے کے بجائے، عمرہ کا احرام باندھ کر مکۃ المکرّمہ جانے کا خیال تھا، مگر معلوم یہ ہوا کہ بدل میں حج کرنے والا صرف افراد کرسکتا ہے، تمتع کی کوئی گنجائش نہیں، اگر ایسا ہے تو اولاً مدینہ منورہ جانا ناگزیر ہوجائیگا، کیونکہ اس موسم میں ایک مہینہ دس روز تک حالت احرام میں رہنا تو بہت دشوار ہے، لہٰذا

[1] غنیة الناسک ص ۱۸۱/ (مطبوعه خیریه میرٹھ) باب الحج عن الغیر فصل فیما لیس من شرائط النیابة فی الحج. شامی کراچی ص ۲/۶۰۳، باب الحج عن الغیر مطلب فی حج الصرورة، منحة الخالق ص ۳/۶۹، باب الحض عن الغیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مسئلہ کی تحقیق مقصود ہے، اگر جدہ سے مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کے حلال ہوجانے کی کوئی شرعی گنجائش ہو تو بتلا دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سفر مبارک مبارک ہو۔

زہے سعادت بندہ کہ کرد نزول
گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسولؐ

حق تعالیٰ بہت سہولت وعافیت کے ساتھ جملہ مناسک پورے کرائے، اور ہر قسم کی جنایت سے محفوظ رکھے، مقامات مقدس کے آداب کی رعایت کی پوری توفیق دے، بہت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ ترقیات سے نوازے، روزہ اقدس پر اس سیاہ کار کی طرف سے بھی صلوٰۃ وسلام پیش فرمادیں۔

آپ جدہ سے اتر کر پہلے درِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیں، پھر وہاں کی شفاعت اور دعا ساتھ لیکر مکہ مکرمہ حاضر ہوں، یہی اسلم وارجیٰ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے

سوال:۔ میری والدہ پر حج فرض نہیں تھا اور وہ اس کی بہت زیادہ خواہشمند تھیں، مگر ان

---

[1] ویبدأ بالحج لو فرضاً وهو الاحسن فلو بدأ بالزيارة جاز ويخير لو نفلا مالم يمر به فيبدأ بالزيارة لامحالة من كان حجه فرضا وجاء مكة قبل اوان الحج فهل له ان يزور قبل الحج ام لا ؟ والظاهر ان له ان يزور قبل دخول اشهر الحج واما بعده فلا. (غنية الناسک ص ۳۱/باب الزيارة) مطبوعه خيريه ميرٹھ، شامی کراچی ص۲/۶۲۷، باب الهدی مطلب فی تفضيل قبره المكرم ﷺ، فتح القدير ص ۳/۱۷۹، كتاب الحج، مسائل منشوره، المقصد الثالث فی زيارة قبر النبی ﷺ، مطبوعه دار الفكر بيروت.

کا انتقال ہوگیا، میں ان کو ثواب پہنچانے کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں، تو حج بدل کرانے میں زیادہ ثواب ملے گا، یا ایک سسکتے ہوئے مکتب کی مدد کرنے میں؟ جس مکتب کے بند ہو جانے کا اندیشہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جبکہ میت کے ذمہ حج فرض نہیں تھا، اور ان کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو جس مکتب میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ مکتب ضرورت مند بھی ہے، تو وہاں روپیہ دیکر مکتب کو سنبھالنے اور ترقی دینے میں ثواب زیادہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۹ھ

مامور بالحج کا مکہ پہنچ کر کسی دوسرے سے حج بدل کرانا اور خود اپنا حج کرنا

سوال:۔ حج بدل کرنے والا غریب ہے، اور حاجی بھی نہیں، اب حج بدل جانے کے وقت حج فرض ہوگا یا نہیں؟ حج بدل کرنے والا مالک کی اجازت سے مکہ مکرمہ پہنچ کر کسی دوسرے کو وہ حج بدل کرنے کو کہہ کر پھر خود اپنا حج کرسکتا ہے یا نہیں؟ مالک یعنی بھیجنے والے نے صرف یہی کہا کہ مرنے والے کے لئے حج بدل کو تم کو بھیج رہا ہوں، یہ روپئے ہیں میرے

---

[1] قال الرحمتی والحق التفصیل فماکانت الحاجة فیه اکثر والمنفعة فیه اشمل فهو الافضل کما وردحجة افضل من عشر غزوات وورد عکسه فیحمل علی ماکان ینفع الخ شامی کراچی ج۲/ص ۶۲۱/باب الهدی، مطلب فی تفصیل الحج علی الصدقة.

باپ کا حج ادا ہونا چاہئے، اب تم کیسے بھی کرو، یہ مالک کی طرف سے اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غریب آدمی (جس پر حج فرض نہیں) مگر دوسرے کے روپے سے حج بدل کیلئے جائے تو اسی کی طرف سے حج بدل کرے وہاں پہنچ کر کسی اور کو حج بدل کے لئے تجویز کر کے اپنا حج نہ کرے[1] وہاں حج بدل کے لئے پہنچ جانے کی وجہ سے خود اس غریب کے ذمہ حج فرض نہیں ہو جائے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۹/۱۶ھ

حج بدل کے بعد جو رقم زائد بچے اس کا حکم

سوال:۔ سید مبارک صاحب نے اپنی والدہ کی طرف سے عبدالحفیظ کو حج بدل میں بھیجا بوقت روانگی ان کے صاحبزادہ سید وسیم نے دو سو روپئے دیئے کہ میرا سامان لیتے آنا، حسب تحریر عبدالحفیظ نے وسیم الحق کو بعض سامان لا کر دیا اور بعد حساب باقی رقم واپس دے گئے، نیز حج کا کل حساب بھی ان کے والد سید مبارک حسین صاحب کو دیدیا، اور جو سامان

---

[1] ولیس للمأمور ان یأمر غیرہ بما امر بہ عن الآمر وان مرض فی الطریق الا ان یکون وقت الدفع قیل لہ اصنع ماشئت الخ، البحر الرائق ص ۳/۶۴، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴/۲۲، باب الحج عن الغیر، غنیۃ الناسک ص ۱۷۶، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط النیابۃ، مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ، فتح القدیر ص ۳/۱۵۱، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] اختلف المتأخرون فی الصرورۃ الفقیر المأمور فقیل انہ ایضاً یجب علیہ بوصولہٗ الی مکۃ (الیٰ قولہ)وقیل لایجب علیہ لانہ مادخل مکۃ الاوھو متلبس بالاحرام فصار بمنزلۃ المریض العاجز عن الاداء والمقعد والمحبوس اذاکانوا بمکۃ الخ غنیۃ الناسک ص ۱۸۱/ فصل فیما لیس من شرائط النیابۃ فی الحج.باب الحج عن الغیر. مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ.

فرمائش خریدا گیا وہ سو روپے کا نوٹ چالیس کے حساب سے سامان کے بدلہ میں دیا گیا، مگر موصوف نے گراں جان کر واپس کر دیا، سفر حج میں جو ریال حاجی کے پاس باقی اخراجات سے زائد ہوئے ان کی واپسی ہندوستان میں ہو یا گورنمنٹ کے حساب سے ادا کی جائے یا جو عام نرخ چالیس کا رہا واپس کئے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر عبدالحفیظ کے پاس اخراجات سفر پورے کرنے کے بعد کچھ باقی بچا اور وہ عربی ریال کے صورت میں ہے تو وہی واپس کر دے اگر ہندوستانی نوٹ بنائے تھے تو وہ واپس کر دے، اگر گورنمنٹ کے حساب والے نوٹ بچے تو وہ واپس کر دے[1]، اگر عبدالحفیظ کے کچھ ریال زیادہ خرچ ہو گئے اور وہ سید مبارک حسین صاحب سے وصول کرنا چاہتا ہے تو اسکی بھی یہی تفصیل ہے، یعنی وہاں پہنچ کر جو کچھ زائد خرچ کیا وہ اگر ہندوستان سے عربی ریال بنا کر خرچ کیا تو ہندوستانی نوٹ لے لے اگر سرکاری نوٹ سے جو کہ وہاں کیلئے حاجیوں کو ملتا ہے اس سے خرچ کیا ہے تو اس حساب سے اپنی زائد خرچ کی ہوئی رقم واپس لے لے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۶ھ

---

[1] وعلیه ردمافضل من النفقة الخ درمختار علی الشامی، ج۴/ص ۳۴/(مطبوعه زکریا دیوبند) باب الحج عن الغیر) البحر الرائق ص ۳/۶۴، باب الحج عن الغیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الانهر ص ۱/۴۵۶، باب الحج عن الغیر، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] فان انفق الاکثر أو الکل من مال نفسه وفی مال المدفوع الیه وفاء لحجه رجع به فیه اذقد یبتلی بالانفاق من مال نفسه لبغتة الحاجة ولایکون المال حاضراً فجوز ذٰلک الخ شامی زکریا، ج۴/ص ۱۹/ باب الحج عن الغیر. البحر الرائق ص ۳/۶۱، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، غنیة الناسک ص ۱۷۳، باب الحج عن الغیر، مطبوعه الخیریة میرٹھ.

حج بدل میں روپیہ مامور کو دیں یا اپنے پاس رکھیں

سوال:۔ ایک شخص خود حج کرنے جا رہا ہے اور دو شخصوں کو اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کرانے لے جا رہا ہے تو اخراجات کیلئے روپیہ مامور کو دیدینا زیادہ بہتر ہوگا، یا اپنے پاس رکھ کر ان کی ضروریات میں خرچ کرنا، ان کو ہر ہر چیز کا پھر حساب بھی مشکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ اعتماد ہو کہ وہ روپیہ حفاظت سے رکھیں گے اور بے محل خرچ نہیں کریں گے، اور مقصد وصیت بھی فوت نہیں ہوگا، تو ان کو دیدینا بہتر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۹۰ھ

حج بدل کی رقم میں تصرف کرنے کا ضمان

سوال:۔ (۱) زید نے اپنے والد مرحوم کا حج بدل کرانے کے متعلق اپنے بہنوئی کو تیار کیا، اور اس نے متواتر دو سال درخواست دی مگر قرعہ میں نام نہ آسکا کچھ رقم زید نے اپنے بہنوئی کو بہ سلسلہ درخواست اور فارم بھرنے کیلئے دیا تھا، جو تقریباً ایک ہزار ہے، وہ بہنوئی نے بغیر زید کے علم میں لائے، اپنے بھانجے کو تجارت کے سلسلہ میں دیدی، اس کے بارے

---

[1] فللمأمور بالحج ان ينفق على نفسه بالمعروف ذاهباً وآيباً من غير تبذير ولا تقنير الخ، البحر ص ۳/۶۴، باب الحج عن الغير، مطبوعه الماجديه كوئٹه، غنية الناسک ص ۱۸۴، باب الحج عن الغير، فصل فى النفقة، مطبوعه خيريه ميرٹھ، مأمور کو روپئے دینا اس لئے بہتر ہے کہ کبھی اچانک ضرورت پیش آجاتی ہے اور آمر موجود نہ ہو، كما يستفاد: اذ قد يتبلى بالانفاق من مال نفسه لبغتة الحاجة ولا يكون المال حاضراً الخ، شامى زكريا ص ۴/۱۹، باب الحج عن الغير، بحر ص ۳/۶۱، باب الحج عن الغير، مطبوعه كوئٹه.

میں علماء دین کیا فرماتے ہیں، کہ آیا وہ روپیہ جو زید کا تھا وہ زید کے بہنوئی نے جو خرچ کر دیا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے پاس جو رقم حج بدل کیلئے جمع ہے، اگر تیسری بار بھی قرعہ میں نام نہ آیا، تو وہ روپیہ کسی تجارت میں یا مکان بنانے کے لئے استعمال میں لاسکتا ہے، اور کیا زید کے لئے جمع شدہ رقم جو ایک مرحوم کے حج بدل کی نیت سے تھی، استعمال میں لانا علماء دین جائز قرار دیتے ہیں، اور جائز ہے تو کس حد تک؟ تفصیل دیجائے؟

(۳) اگر جمع شدہ رقم حج بدل والی زید اپنی ضروریات میں لانے کا حقدار نہ ہو تو وہ رقم کس استعمال میں لاسکتا ہے؟ کیا دینی مدرسہ میں دینا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کس مد میں

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

۱/۲/۳/ اگر والد مرحوم نے اپنی طرف سے حج بدل کرانے کی وصیت نہیں کی تھی بلکہ زید خود ہی انکی طرف سے حج بدل کرانے کی نیت کر چکا ہے، اور اس مقصد کیلئے روپیہ رکھا ہوا ہے، تو محض اس نیت کی وجہ سے حج بدل کرانا واجب نہیں ہوا، زید اس روپیہ کا مالک ہے اسکو اختیار ہے، کہ کسی بھی دینی کام میں لگا کر والد کو ثواب پہنچادے، مثلاً کسی مسجد کی تعمیر یا پانی اور نل کا انتظام یا دینی مدرسہ کی تعمیر، طلبہ کی خوارک، پوشاک یا دینی کتب خرید کر وقف یا غریب بچوں کی پرورش یا بیواؤں کی ضروریات میں خرچ کردے، ضرورت ہو تو اپنے ذاتی کام میں بھی صرف کرسکتا ہے، بہنوئی وغیرہ اقرباء کو بھی دے سکتا ہے[۱]، بہنوئی صاحب کا اس روپیہ کو جو کہ درخواست فارم وغیرہ کیلئے دیا گیا تھا، کسی دوسرے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بھانجے کو تجارت کیلئے دینا بھی جائز نہیں، یہ خیانت ہے، انکو لازم ہے، کہ وہ زید کو روپیہ واپس کردیں[۲]، اور اس سے معافی طلب کریں تاکہ وہ دنیا و آخرت میں بری الذمہ ہوسکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

---

[۱] المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف ....(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

حکومت کیطرف سے ملا نقصان کا معاوضہ آمر کا ہے یا مامور کا

سوال:۔زید اوراس کی بیوی حج کو گئے اورساتھ میں زید عبداللہ اوراس کی بیوی کواپنے باپ اورمرحوم بیوی کے لئے حج بدل کو لے گیا، دوران حج آگ کا حادثہ ہوا، اوران کا کچھ نقصان ہوا، حج سے فارغ ہونے کے بعد سعودی حکومت نے اعلان کیا کہ جوحاجی آگ میں نقصان اٹھائے ہوئے ہیں، ان حاجیوں کو بطور امداد ہر حاجی کوایک ہزار روپے دینے کا وعدہ ہوا، بڑی کوشش سے وہ امدادی رقم عبداللہ نے حاصل کی اب زید کہتا ہے کہ یہ پوری رقم چار حاجیوں کی اس کا حق ہے، جوحج بدل کو آئے ،عبداللہ کہتا ہے کہ آپ ہم کو حج بدل کے لئے لائے اورہم حج ادا کردیئے اس رقم کواورتمہارے حج بدل کوکوئی تعلق نہیں، اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

اگرعبداللہ اوراس کی بیوی کا اس حادثہ میں وہ مال ضائع ہوا جوخود ان کی ملک تھا، تب تواس کا معاوضہ قرار دے کر یہ روپیہ ایک ایک ہزار دونوں کو دیدیا جائے ،اگروہ مال ضائع ہوا، جوزید نے ان کو دیا تھا، یا زید کے دیئے ہوئے روپیہ سے خریدا تھا تو وہ روپیہ زید کا ہے[۱]، عبداللہ اوراسکی بیوی کومطالبہ نہیں کرنا چاہئے ،انہوں نے حج بدل کرلیا، جس کا اجر بہت بڑا

(حواشی صفحہ گذشتہ) ..... شاء الخ، بیضاوی شریف ص۷/ ۱ ، سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

۲ ووجهه انه لم یأت بالمأموربه لانه امره بسفر یصرفه الی الحج لاغیر فقد خالف امر الآمر فضمن بدائع ،شامی نعمانیه ۲ /ص۲۴۷/ باب الحج عن الغیر. بدائع الصنائع زکریا ص۲/۴۵۷ ، کتاب الحج، بیان شرائط النیابة فی الحج.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ من ملک شیئا ملک ماهومن ضروراته الخ، قوائدالفقه ص ۱۳۰ / مطبوعه اشرفی دیوبند، القواعدالفقهیة المحمودة ص ۹۰۴.

ہے، ایک ہزار روپیہ کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے، زید کو عبداللہ اور اس کی بیوی کا احسان مند ہونا چاہئے کہ انہوں نے حج بدل کیا، اور سفر کی مشقت اٹھائی اگر وہ ان کو یہ روپیہ دیدے تو یہی مکارم اخلاق کا تقاضہ ہے اور حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ جان سب کی بچ گئی۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۶ھ

حج کیلئے روپیہ دیا اس میں سے کچھ بچ گیا اس کو کیا کرے

سوال:۔ (الف (آقا) نے اپنے ملازم (ب) کو اس کی پچاس سالہ خدمت کے عوض میں اس کو حج بیت اللہ کرانے کو مغل لائن مقرر روپیہ دے کر بیت اللہ شریف بھیجا، (ب) نے اپنی کفایت شعاری سے کام لے کر کچھ روپیہ پس انداز کرلیا تو اب (ب) اس پس انداز کئے ہوئے رقم کو (الف) کو واپس کرے یا اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بہتر یہ ہے کہ وہ پس انداز رقم (الف) کے سامنے پیش کردے کہ بچ گئی ہے، پھر (الف) وہ رقم (ب) کو ہی دیدے خود نہ لے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۱ھ

---

[1] فان اعطاه زائداً على كفايته فلايحل للمأمور ما زاد بل يجب عليه رده الى صاحبه الا اذا قال وكلتك ان تهب الفضل من نفسك وتقبضه لنفسك، البحرالرائق ج۳/ ص۱۱۴/ مكتبه زكريا (باب الحج عن الغير) زيلعى ص۲/۸۸، باب الحج عن الغير مكتبه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۲/۱۶۷، باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم: مال حرام سے حج کرنا

مال حرام سے حج

سوال:۔ مال حرام سے حج کرنا چاہئے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں چاہئے، تاہم اگر کرلیا جائیگا تو فریضہ ادا ہوجائے گا، لیکن حج مقبول کا ثواب حاصل نہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز آمدنی سے حج کرنا

سوال:۔ ہندہ کے پاس صرف ایک پختہ عمارت جس کی قیمت تقریباً ۱۶/ ہزار روپیہ

---

[1] ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولایعاقب عقاب تارک الحج ای لان عدم الترک یبتنی علی الصحة وهی الاتیان بالشرائط والارکان والقبول المترتب علیه الثواب یبتنی علی اشیاء کحل المال والا خلاص کما لو صلی مرائیا اوصام واغتاب فان الفعل صحیح لکنه بلاثواب شامی کراچی ج۲/ص۴۵۶/ مطلب فیمن حج بمال حرام، عالمگیری ص۲۲۰/۱، کتاب المناسک، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، ولا بمال حرام ولو حج به سقط عنه الفرض لکنه لا تقبل حجته کما ورد فی الحدیث الخ، غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص۸، قبیل فصل واما شرائط وجوب الاداء، مطبوعه الخیریة میرٹھ.

ہے، حلال اور حرام پیسے سے عمارت کی تعمیر ہوئی ہے، یعنی رشوت اور غیر رشوت کے پیسے سے رشوت کا روپیہ ۳/ گنا لگا ہے، صورت نمبر ۱/ میں ہندہ غیر کفو کے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟

صورت نمبر ۲/۔ میں عمارت مذکور بیچ کر حج کر سکتی ہے یا نہیں حوالہ حدیث مع کتب مدلل تحریر فرمادیں، بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۲) ہندہ کو چاہئے کہ کسی سے قرض لیکر اسی سے حج کرلے[۱] (کسی محرم کے ساتھ) پھر عمارت مذکورہ کی قیمت سے وہ قرض ادا کردے تاکہ حج بلا شبہ حلال مال سے ادا ہو، لیکن عمارت مذکورہ کی قیمت بلکہ خالص حرام مال سے بھی اگر حج ادا کیا تو فریضہ ساقط ہو جائیگا اور حرام مال اس میں خرچ کرنے کا گناہ بھی ہوگا" **قال فی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لایقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلایثاب لعدم القبول ولایعاقب عقاب تارک الحج**اھ ردالمحتار[۲] ج ۲/ص ۱۹۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ربیع الثانی ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ربیع الثانی ۶۷ھ

---

[۱] اذا اراد ان یحج بمال حلال فیه شبهة فانه یستدین للحج ویقضی دینه من ماله الخ، فتاویٰ قاضیخان ص ۳۱۳/۱، کتاب الحج، فصل فی المقطعات، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۲۲۰/۱، کتاب المناسک، الباب الاول الخ، مطبوعه کوئٹه، غنیة الناسک ص ۸، قبیل فصل وما شرائط وجوب الاداء، مطبوعه الخیریة میرٹھ.

[۲] ردالمحتار کراچی ج ۲/ص ۴۵۶/ مطلب فیمن حج بمال حرام. فتح القدیر ص ۴۰۷/۲، کتاب الحج، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحر الرائق ص ۳۰۹/۲، کتاب الحج، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

غبن کے روپئے سے حج اور کاروبار

سوال:۔زید دو سال قبل ملازم تھا، ملازمت خود ہی سے چھوڑ کر دو سال ہو گئے ہیں، زید کی ملازمت سات سال رہی:۔

(ا) زید سے دوران ملازمت غبن ہوا (خرد برد) غبن میں زید اکیلا نہیں تھا، بلکہ کارخانہ کے اور لوگ بھی شریک تھے، دوران ملازمت زید نے غبن کا روپیہ جمع کر کے ایک دوکان کھولی ہے، دوکان تین سال تک زید کے بھائی کے دو بھائی اور حضرت والا چلا رہے ہیں، اب زید خود بیٹھ کر کاروبار چلا رہا ہے، اللہ کے فضل وکرم سے دوکان اچھی چل رہی ہے، ہر سال زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے، اب کچھ روپیہ جمع ہو گیا ہے، اور وہ حج کو جانا چاہتا ہے، حج کو جا سکتا ہے یا نہیں؟ اب حرام کمائی سے دوکان کھولی ہے، جو رقم جمع ہو رہی ہے کھانے پینے کپڑوں میں استعمال ہو رہی ہے۔

(ج) زید کا یہ خیال ہے کہ حرام روپیہ غبن کیا ہوا روپیہ سے جو دوکان کھولی ہے، جتنا بھی روپیہ غبن کیا ہے، پورا کا پورا کسی صورت سے کارخانہ میں جمع کرا دینا چاہتا ہوں، پوری کی پوری رقم یکمشت ادا نہیں کر سکتا، کاروبار پر برا اثر پڑتا ہے، زید کا خیال ہے کہ دس پندرہ سال تھوڑا تھوڑا روپیہ کارخانہ کو واپس کر دینا چاہتا ہوں، زید کا خیال یہ بھی ہے کہ دوکان کی رقم ابتدائی کو حلال کر لے اور کارخانہ کو قسط وار انداز میں رقم واپس کر دے تو دوکان کی ابتدائی رقم حلال ہوئی یا نہیں؟

(۲) پورا کا پورا واپس ہونے تک زید حج کو جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) زید کارخانہ میں رقم جمع کرے یا کسی دینی ادارے کو دیدے یا خاموش رہے کونسا عمل بہتر ہے۔

(فتویٰ وتقویٰ دونوں مطلوب ہیں)

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حق العبد مقدم ہے پہلے اس کو ادا کرنا چاہئے[۱] تاہم اگر روپیہ قرض لے کر حج کرے تو یہ زیادہ اچھا ہے اس لئے کہ جائز روپیہ لے کر جائے[۲] جتنا روپیہ غبن تھا اس کو واپس کرنا لازم ہے، اب اس کو اپنے اوپر یا مشتبہ قرض تصور کرلیا جائے، اور وہ روپیہ جہاں سے لیا ہے وہیں واپس کردے، دینی اداروں میں دینا کافی نہیں یکدم نہیں کرسکتا تو آہستہ آہستہ دے، مگر پورے روپیہ کی واپسی لازم ہے، کارخانہ والوں سے صاف صاف کہہ دے اور قسط وار ادا کرنے کا معاملہ کرلے ورنہ شاید ادا کرنے کی نوبت نہ آئے، نفس روکاوٹ ڈال دے تقویٰ تو یہ ہے کہ ہر قسم کی تنگی برداشت کرکے روپیہ واپس کردے، یہ نہ سوچے کہ سب روپیہ ایک دم واپس کرنے سے کاروبار پر اثر پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۴/۹۱ھ

حرام آمدنی والے کو بوقت حج اپنے گروپ میں شامل کرنا

سوال:۔ ایک شخص ریاست نیپال میں چمڑا اور شراب کی بھٹی وغیرہ کا ٹھیکہ لیتا ہے، وہ

---

[۱] لتقدم حق العبد ای علی حق الشرع لانها ونا بحق الشرع بل لحاجة العبد وعدم حاجة الشرع. شامی رشیدیه کوئٹه، ج۲/ص ۱۵۶/ شامی زکریا ص ۳/۴۶۲، کتاب الحج، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع، سکب الانهر ص ۱/۳۸۶، کتاب الحج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بنایة علی فتح القدیر ص ۲/۴۱۸، کتاب الحج، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] والحیلة لمن لیس معه الامال حرام اوفیه شبهة ان یستدین للحج من مال حلال لیس فیه شبهة ویحج به ثم یقضی دینه من مالهٗ ذکره قاضیخان، غنیة الناسک ص۸/ قبیل فصل واما شرائط وجوب الاداء، مطبوعه الخیریه میرٹھ، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۲۰، کتاب المناسک، الباب الاول الخ، قاضیخان علی هندیه ص ۱/۳۱۳، فصل فی المقطعات، کتاب الحج، مطبوعه کوئٹه.

حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتا ہے، کچھ لوگ اسی گاؤں یا آس پاس کے ہیں، وہ بھی جارہے ہیں، ان لوگوں کا شخص مذکور سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے، نہ کاروبار کا نہ رشتہ کا، شخص مذکور یا اس کی اہلیہ اس گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہے یا چاہتی ہے، اس کی اہلیہ کا محرم اس کا بھائی ہے ، وہ بھی اس گروپ میں ہے اور بھائی کا اپنی بہن کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے گروپ بنانے کا مقصد یہ ہے کہ دورانِ سفر قیام مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کھانا ورہائش وغیرہ ایک ساتھ ہو، کیا ایسے گروپ میں شامل ہوکر حج کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج ادا ہوجائیگا[۱]، مگر حرام مال ان کی شرکت میں نہ کھائیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جائز وناجائز مخلوط مال سے حج

سوال:۔ ایک شخص نے ارادۂ حج بیت اللہ شریف کے لئے پونجی جمع کی جو اس وقت حج کے لئے کافی معلوم ہوتی ہے، لیکن اس نے چند ایک کتب دینیات مطالعہ کیں جس سے اس نے اپنی غلطیاں محسوس کیں اور اس کو شک ہے کہ ایسی پونجی سے حج بیت اللہ شریف شاید واجب نہ ہو لہٰذا معلوم ہو کہ پونجی جمع شدہ ایسی رقوم سے ہے:۔

---

[۱] ولا بمال حرام ولو حج به سقط عنه الفرض لكنه لا تقبل حجته كما ورد في الحديث الخ، غنية الناسک في بغية المناسک ص۸، قبيل فصل واما شرائط وجوب الاداء، مطبوعه الخيريه ميرٹھ. شامی کراچی ج۲/ص۴۵۶/ مطلب فيمن حج بمال حرام، فتح القدير ص۲/۴۰۷، كتاب الحج، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲] آكل الرباء وكاسب الحرام أهدىٰ اليه أو اضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل (عالمگيری كوئٹه، ج۵/ص ۳۴۳/ كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات. الدرالمختار على الشامي كراچی ص۶/۳۸۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع.

(۱) شخص مذکورہ آج سے ۸/۷/سال پہلے کمیٹی گھر میں ملازمت لال ٹین جلانے کی ۶/۷/سال کرتا رہا، اس میں حسب دستور سب ملازم تیل کی بچت کرتے ہیں، چنانچہ اس نے بھی ایسا ہی کیا اور تیل فروخت کر کے رقم جمع کرتا رہا، لیکن معلوم نہیں ہے کہ ایسی کتنی رقم اس نے جمع کی ہے، لیکن رقم تیل فروخت شدہ تنخواہ سے زائد ہوا کرتی تھی۔

(۲) نیز یہ شخص حافظ قرآن شریف ہے، جو عرصہ ۱۶-۱۷/سال سے ماہ رمضان مبارک کے موقعہ پر لوگوں کو مسجدوں میں سنایا کرتا ہے، بعد ختم قرآن کریم پر رسم کے طور پر لوگوں سے معقول رقم حاصل کرتا ہے، جس کی بچت وہ جمع کر کے اسی پونجی میں جمع کر لیتا ہے۔

(۳) یہ شخص تمام رقوم پس انداز کو ڈاکخانہ سرکاری میں آج تک جمع رکھتا ہے، جس پر اس کو ہر سال سود ملتا ہے جو اصل رقم میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۴) انہیں رقوم پیدا شدہ سے اس نے چند ایک زیورات خانہ داری اور ایک معمولی مکان رہائشی بھی بنایا ہے، لہٰذا کیا ایسے پیسہ سے حج بیت اللہ شریف واجب ہے، اگر نہیں تو ایسی رقم کا صحیح مصرف کیا ہو سکتا ہے؟

(۵) اور کیا وہ شخص نمبر۲/یعنی قرآن کریم کا سنانا اور اس پر بغیر طلب کئے اجرت کا حصول ہو جائے فی سبیل اللہ تو لینے کا حقدار ہے یا نہیں، اگر نہیں تو مل جانے پر صحیح مصرف کیا ہو سکتا ہے، یا انکار لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوٰة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاک اذالم يمكن تمييزه عندابی حنيفةؒ وقوله ارفق اذقل مايخلومال عن غصب وهذا اذاكان له مال غيرما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفی دينه والا فلازكوٰة كما لوكان الكل خبيثا كمافی

النهر عن الحواشي السعدية ھ درمختار[1] ج ۲/ص ۳۸/ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مال ناجائز طریقہ سے جمع کیا ہے اس کو منہا کرنے کے بعد اگر حج کیلئے کافی ہو تو حج فرض ہوگا، ورنہ حج فرض نہ ہوگا، اور جو مال حرام جمع کیا ہے، اس کے اصل مالک کو اگر وہ مر چکا ہے، تو اس کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر نہ مالک موجود ہو نہ اس کے ورثہ موجود ہوں تو بہ نیت گلو خلاصی اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے[2]:۔

رقم نمبر ۱/ چوری ہے[3]، رقم نمبر ۲/ بھی ناجائز ہے، کہ یہ قرآن شریف رمضان شریف میں سنانے کی اجرت ہے، رقم نمبر ۳/ اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے، بعض کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے، تاہم اس کی واپسی ڈاکخانہ میں ہرگز جائز نہیں، اگر زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو غرباء پر اس کو صدقہ کر دیا جائے، ورنہ اپنے پاس رکھنے میں بھی گنجائش ہے، رقم نمبر ۴/ یہ سب چیزیں جائز ہیں، بشرطیکہ رقم ناجائز کا ضماں ادا کر دیا جائے[4]، رقم نمبر ۵/ قرآن کریم سنانے پر کوئی رقم لینا بغیر طلب بھی ناجائز ہے، لان المعروف کالمشروط[5] البتہ اگر کسی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج ۲/ص ۲۹۰/ کتاب الزکاۃ، مطلب فیما لو صادر السلطان جائزاً الخ.

[2] واما اذا کان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد او حصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الی مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء، بذل المجهود ص ۱/۳۷، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، شامی زکریا ص ۷/۳۰۱، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً، کتاب البیوع، مجمع الانهر ص ۲/۲۸۵، اول کتاب الزکاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] فهو اخذ الشئ من الغیر علی وجه الخفیة بغیر حق سواء کان نصباً اولا، البحر الرائق ص ۵/۵۰، کتاب السرقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی ص ۴/۸۲، کتاب السرقة.

[4] لو اختلط بحیث لا یتمیز یملکه ملکا خبیثاً لکن لا یحل له التصرف فیه مالم یؤدبدله، شامی زکریا ص ۷/۳۰۲، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

[5] الاشباه والنظائر ص ۱۵۶، القاعدة السادسة العادة محکمة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند. قواعد الفقه ص ۱۲۵، مطبوعه دارالکتاب الدیوبند.

جگہ یہ رواج ہو کہ سنانے والے کو کچھ نہ دیا جاتا ہو، اور وہ محض ثواب کی غرض سے سناتا ہو، اور اس کے ذہن میں بھی نہ ہو کہ یہاں سے کچھ ملے گا، یا صاف طور پر تصریح کر دی جائے کہ یہاں سے کچھ نہ دیا جائے گا، اور پھر کوئی شخص از خود کچھ خدمت کر دے تو اس کے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں اور چندہ کرنے اور جبراً وصول کر کے حافظ کو دینے کا جیسا رواج ہے یہ ہرگز درست نہیں لینے والا اور دینے والا سب گنہگار ہوتے ہیں، ایسی رقم کی واپسی ضروری ہے۔ کذا فی الشامی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ ۵۵ھ

سرکاری روپیہ سے حج

سوال:۔ حکومت ہند موسم حج میں حاجیوں کی دیکھ بھال کے لئے ویل فیر آفیسر بنا کر کسی کو منتخب کر کے اس کے تمام مصارف برداشت کرتی ہے، اور اس کے لئے بقدر ضرورت تمام رقم پیشگی دیدیتی ہے، وہ منتخب آفیسر اپنے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ بھی ادا کر لیتے ہیں، اس کا یہ حج کیسا ہوگا، اس کا وہ حج فرضیت حج میں شمار ہوگا، نفل؟ کیا حکومت نے جب رقم دی اس وقت وہ صاحب نصاب شمار نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب کوئی شخص خود صاحب نصاب نہیں جس سے اس پر حج فرض ہو یعنی زاد راہ پر قادر

---

[1] ان القرآن بالأجرة لایستحق الثواب وقال العینی :یمنع القاری للدنیا والأخذ والمعطی آثمان (شامی کراچی ،مختصراً ، ج۶/ص ۵۶/ کتاب الاجارة،مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة ،الخ.

نہیں مگر وہ پیدل پہنچ جائے یا کوئی شخص اس کو اپنے ساتھ لے جائے، یا کسی نے اس کو روپیہ دے دیا جس سے وہ وہاں پہنچ گیا اور حج ادا کرلیا، تو اس کا حج ادا ہوجائیگا، پھر غنی ہوجانے پر اس کے ذمہ دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا۔[1]

الاشباہ والنظائر میں ہے[2] کہ کسی فرض کی ادائیگی کے لئے جو شرائط ہوں ان کی تحصیل مقصود نہیں بلکہ جب ان کا حصول ہوجائے خواہ کسی طریقے سے ہو تو بھی کافی ہے، مثلاً نماز کے لئے طہارت شرط ہے، ایک شخص بلا اختیار نہر میں گر گیا، پانی اس کے بدن پر پہنچ گیا اور بہہ گیا، پھر اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوجائے گی، یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے اپنے قصد سے وضو نہیں کیا، اس لئے اس کی نماز نہیں ہوئی، اسی طرح یہاں بھی اس کا حج ادا ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۱۴۰۶ھ

کافر کے روپیہ سے حج کرنا

سوال: ۔کافر کے روپیہ سے حج کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] الفقیر اذا حج ماشیا ثم ایسر لاحج علیہ ھکذا فی فتاویٰ قاضیخان عالمگیری ص۲۱۷/۱/ الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیتہ، فی اللباب الفقیر الا فاقی اذاوصل الی میقات فھو کالمکی قال شارحہ ای حیث لایشترط فی حقہ الا الزادوالراحلۃ ان لم یکن عاجزاعن المشی وینبغی ان یکون الغنی الا فاقی کذالک، اذاعدم الرکوب بعدوصولہ الی احد المواقیت فالتقیید بالفقیر لظھور عجزہ عن المرکب ولیفید انہ یتعین علیہ ان لاینوی نفلاً علی زعم انہ لایجب علیہ لفقرہ لانہ ماکان واجباً وھو افاقی فلما صارکالمکی وجب علیہ فلو نواہ نفلا لزمہ الحج ثانیا شامی ۲/۴۵۹، کتاب الحج. مطلب فی من حج بمال حرام، مطبوعہ کراچی، تاتارخانیہ کراچی ص۲/۴۳۷، شرائط الوجوب کتاب المناسک.

[2] انمایراعی حصولھا لاتحصیلھا الاشباہ والنظائر ص۷۲/ القاعدۃ الثانیۃ، الامور بمقاصدھا، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس نے ہبہ کر دیا ہے تو کر سکتا ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف // //

غیر کی زمین پر غاصبانہ قبضہ رکھتے ہوئے حج

سوال:۔ خالد نے عمر کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، تو اگر خالد حج کو جائے تو حج درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زمین کے غصب کا گناہ مستقل[۲] ہے مگر حج ادا ہو جائے گا، اگر حرام روپیہ سے حج کیا ہے تو وہ مقبول نہیں ہوگا۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

---

[۱] وأما الهدية للمشركين واهل الكتاب وقبول هدايا هم فكل ذٰلک جائز (اعلاء السنن ج۱۶/ ص۱۴۶/ باب الهدية للمشركين وقبول الهدية منهم، كتاب الهبة، مطبوعه كراچی، عالمگیری ص۴۰۵/۴، كتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات.

[۲] عن سعيد بن زيد رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين، متفق عليه، مشكوة شريف ص۲۵۴، باب الغصب والعارية، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] ولذاقال فی البحر ويجتهد فی تحصيل نفقة حلال فانه لايقبل بالنفقة الحرام كما وردفی الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بين سقوطه وعدم قبوله فلايثاب لعدم القبول ولايعاقب عقاب تارک الحج الخ. رد المحتار ج۲/ص۴۵۶/ مطلب فيمن حج بمال حرام. غنية الناسک فی بغية المناسک ص۸، قبيل فصل واما شراط وجوب الاداء، مطبوعه الخيرية ميرٹھ، فتح القدير ص۴۰۷/۲، كتاب الحج، مطبوعه دار الفكر بيروت.

سرکاری ملازم کا دورہ پر حج ادا کرنا

سوال:۔ زید ایک سرکاری اسپتال میں کمپونڈر رہے، اس سال حکومت ہند کی جانب سے وہ بحیثیت ملازم سعودی عرب چار ماہ کے لئے بھیجا جارہا ہے، اس مدت میں اس کو تنخواہ کے ساتھ دیگر سہولتیں بھی حکومت کی طرف سے حاصل رہے گی، مثلاً سفر خرچ وغیرہ، زمانۂ حج میں وہ سعودی عرب میں مقیم رہے گا، ایسی صورت میں اگر وہ فریضۂ حج ادا کرے گا تو کیا اس کے ذمہ سے فرض اُتر جائے گا، یا صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں دوبارہ اپنے ذاتی مصارف سے حج کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہ سرکار کے دیئے ہوئے مصارف سے حج کرے گا تب بھی فریضۂ حج ادا ہوجائے گا، پھر صاحب استطاعت ہونے سے دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۸۹ھ

جس کے پاس حرام آمدنی ہو وہ یہ کہے کہ یہ روپیہ میں نے قرض لیا ہے یا حلال آمدنی ہے تو اسکا قول معتبر ہے

سوال:۔ اگر شخص مذکور یہ کہتا ہے کہ وہ حج حلال کمائی سے کررہا ہے، حرام کی کمائی سے

---

[1] ومنها القدرة على الزادوالراحلة بطريق الملك اوالا جارة الخ عالمگیری کوئٹہ ج ۱/ ص ۲۱۷/ کتاب الحج، الباب الاول، ومراده افادة ان القدرة على الزادوالراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية ،شامی نعمانیه مع الدر ج ۲/ص ۱۴۲/ کتاب الحج. البحر الرائق ۲/۳۱۳، کتاب الحج، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

کوئی تعلق نہیں ہے، تو کیا اس کی اس بات کو قبول کیا جا سکتا ہے؟ اور پھر اس کو گروپ میں شامل کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس کے پاس حلال آمدنی کا ذریعہ بھی ہے یا وہ کہتا ہے کہ یہ روپیہ قرض لیا ہے تو اس کا قول صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۰ھ

not found.

[1] یقبل قول الواحد فی المعاملات عدلاً کان اوفا سقاً حراً کان اوعبداً ذکراً کان اوانثیٰ مسلماً کان او کافراً دفعاً للحرج .عالمگیری ج۴/ص۸۷/ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، کتاب الکراھیة، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات. فان کان الغالب ھو الحرام ینبغی ان لایقبل الھدایا ولا یأکل الطعام الا ان یخبرہ بانہ حلال ورثتہ او استقرضتہ من رجل الخ، عالمگیری کوئتہ ص ۵/۳۴۲، الباب الثانی عشر فی الھدایا الخ.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب نہم: حج میں جنایات

حالت احرام میں حیض آجانا

سوال:۔(۱) مجیبہ بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے حج کیلئے روانہ ہونے والی تھی، تو اس وقت حائضہ تھی، حیض بند ہوگیا تھا، روانہ ہونے کے وقت غسل کرکے احرام باندھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوگئی، اور جدہ پہنچنے کے بعد پھر حیض جاری ہوگیا، تو مجیبہ نے احرام اُتار دیا، اور دوسرے دن پھر موقوف ہوگیا، تو غسل کرکے احرام باندھ لیا، کیا مجیبہ نے یہ درست کیا؟

(۲) کیا یہاں پر احرام باندھ کر اتار دینے پر دم ضروری ہے؟

(۳) کیا دم اب بھی دے سکتی ہے، جب کہ مجیبہ حج سے فارغ ہوکر وطن واپس آچکی ہے؟

(۴) درآں حالیکہ ایام عادت نہ گزرے کہ یہ واقعہ پیش آیا؟

(۵) اور اگر بعد ایام عادت گزرنے کے یہ واقعہ پیش آیا ہے، تو اس حالت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) احرام ختم کردیا غلطی کی۔

(۲) جی ہاں دم ضروری ہے[۱]

---

[۱] کل شی رفضہ یجب لرفضہ دم، غینۃ الناسک ص۱۲۷/ قبیل باب الجنایات، مطبوعہ خریہ میرٹھ، تبیین الحقائق ص۲/۷۶، قبیل باب الاحصار، مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحر الرائق کوئٹہ ص۳/۵۰، باب اضافۃ الاحرام الی الاحرام.

(۳) اب بھی دم کا وجوب ذمہ میں باقی ہے، مکہ مکرمہ کسی کی معرفت روپیہ بھیج کر دم دلوادے۔[۱]

(۴-۵) تب بھی یہی حکم ہے، اگر حالت احرام میں حیض جاری ہوجائے تو احرام نہیں کھولنا چاہئے، بلکہ عرفات جاکر وقوف کرلے، اور طواف کو مؤخر کردے، جب حیض ختم ہوجائے، اس وقت میں اگر طواف کرلے، اس صورت میں کوئی دم لازم نہیں ہوگا۔[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۱۴۰۱ھ

حالت احرام میں بضرورت حیض روکنے والی دوا کا استعمال

سوال:۔ میری بیگم صاحبہ میری معیت میں حج کو جارہی ہے، اب اس دوران کئی مسائل کا پوچھنا ضروری ہے؟

(۱) اگر بیگم صاحبہ کو ایام حج میں حیض آگیا تو شرعاً حج پورا کرنے کی کیا صورت ہے اور

---

[۱] ویجوز ذبح بقیة الهدایا فی ای وقت شاء ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۶۱، الباب السادس عشر فی الهدی الثامن ذبحه فی الحرم فلو ذبح فی غیره لایجزیه عن الذبح، غنیة الناسک، ص ۱۴۰/مطلب فی شرائط جواز الدم، مطبوعه خیریه میرٹھ، هدایه مع فتح القدیر ص ۳/۱۶۳، باب الهدی، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] والاصل ان کل عبادة تؤدی لافی المسجد من احکام المناسک فالطهارة لیست من شرطها کالسعی والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمی الجمار، ونحوها وکل عبادة فی المسجد فالطهارة من شرطها والطواف ان یؤدی فی المسجد کذافی شرح الطحاوی، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۲۲۷/ کتاب المناسک، الباب الخامس، فی کیفیة اداء الحج. غنیة الناسک ص ۷۲، فصل فی واجبات السعی وهذا عند الامکان فلا شئ علی الحائض بتأخیره اذا لم تطهر الابعد ایام النحر، غنیة الناسک ص ۹۵، باب طواف الزیارة، مطبوعه خیریه میرٹھ، شامی کراچی ص ۲/۵۱۹، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارة، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۴۸، کتاب الحج، باب الاحرام.

اس کے ازالہ کی صورت ڈاکٹری طور پر یوں بھی ہے کہ ایک قسم کی دوا استعمال کی جاتی ہے جس سے حیض رک جاتا ہے، یا کچھ دن پیچھے آتا ہے، کیا یہ طریقہ جائز ہے جب کہ مقصد اونچا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وقوف عرفات بحالت حیض ہو تو بھی درست ہے[۱] البتہ طواف زیارت حیض سے فراغت پر کیا جائے، اسکی وجہ سے تاخیر ہو جائے، تو مضائقہ نہیں[۲] اگر حیض ایسے وقت پر آئے کہ اسکے ختم تک انتظار کرنے سے واپسی کا جہاز نہیں ملے گا، تو مجبوراً ایسی دوا استعمال کر لی جائے، جس سے حیض تاخیر سے آئے تاکہ اس سے پہلے ہی طواف زیارت سے فراغت ہو جائے، صفا مروہ کے درمیان سعی حالت حیض میں درست ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۱۳۹۹ھ

---

[۱] والاصل ان کل عبادة تؤدی لافی المسجد من احکام المناسک فالطهارة لیست من شرطها کالسعی والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمی الجمار، ونحوها وکل عبادة فی المسجد فالطهارة من شرطها والطواف ان یؤدی فی المسجد کذافی شرح الطحاوی، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۲۲۷/ کتاب المناسک، الباب الخامس، فی کیفیة اداء الحج. غنیة الناسک ص ۷۲، فصل فی واجبات السعی وهذا عند الامکان فلا شئ علی الحائض بتأخیره اذا لم تطهر الابعد ایام النحر، غنیة الناسک ص ۹۵، باب طواف الزیارة، مطبوعه خیریه میرٹھ، شامی کراچی ص ۲/۵۱۹، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۴۸، کتاب الحج، باب الاحرام.

[۲] فان اخره عنها ای ایام النحر ولیالیها منها کره تحریماً ووجب دم لترک الواجب عندالامکان. درمختار مع الشامی رشیدیه، ج ۲/ص ۱۹۹/ کراچی، ج ۲/ص ۵۱۸/۵۱۹/مطلب فی طواف الزیارة، وهذا عندالامکان فلاشئی علی الحائض بتاخیره اذالم تطهر الابعد ایام النحر، غنیة الناسک ص ۹۵/ باب طواف الزیارة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۴۸، کتاب الحج، باب الاحرام. (حاشیه نمبر: ۳/ اگلے صفحه پر)

سلی ہوئی تھیلی احرام میں رکھنا

سوال:۔ جب حاجی احرام باندھتے ہیں تو وہ چادر ہی ہوتی ہے، سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت ہے، لیکن روپیہ کی حفاظت ایسی حالت میں مشکل ہے، اگر ان کو سلی ہوئی تھیلی میں رکھ لیا جائے، تو یہ صحیح ہے یا نہیں، تو اس پر دم تو واجب نہیں ہوگا، نیز اگر دھاگوں کی بنی ہوئی تھیلی میں رکھ لے جو سلی ہوئی ہو نہیں ہوتی، یا پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ لے اور اپنے پاس رکھے تو ایسی تھیلیوں کے اندر روپیہ رکھنا حالت احرام میں کیسا ہے؟ تینوں شکلوں کا حکم ارشاد فرمادیجئے

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

محرم کو ان تینوں طریقوں پر رکھنا درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] والاصل ان کل عبادة تؤدی لا فی المسجد من احکام المناسک فالطهارة لیست من شرطها کاالسعی والوقوف بعرفة الخ، عالمگیری ج ۱/ص ۱۱۶/ الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج، غنیة الناسک ص ۷۲، فصل فی واجبات السعی، مطبوعه خیریه میرٹھ، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۳۲، باب الاحرام.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولابأس بشد الهمیان اوالمنطقة للمحرم سواء کان فی الهمیان نفقته اونفقة غیره وسواء کان شد المنطقة بالابریسم اوبالسیور هکذا فی البدائع والسراج الوهاج .عالمگیری، ج ۱/ ۱۱۴/مکتبه رشیدیه. کوئٹه ج ۱/ ص ۲۲۴/ الباب الرابع فیما یفعلهٗ المحرم بعد الاحرام. بدائع الصنائع کراچی ص ۲/۱۸۶، کتاب الحج، فصل واما بیان ما یخطره الاحرام، غنیة الناسک ص ۴۸، فصل فی مکروهات الاحرام، مطبوعه خیریه میرٹھ.

حالت احرام میں رضائی اوڑھنا

سوال:۔حالت احرام میں روئی کی رضائی وغیرہ اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

محرم کو حالت احرام میں سردی سے حفاظت کے لئے لحاف روئی دار اوڑھنا درست ہے، مگر سر کھلا رکھے، باقی تمام بدن پر لحاف رہے، تو مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۸ھ

حالت احرام میں کان میں روئی رکھنا اور پیروں پر کپڑا ڈالنا

سوال:۔احرام کی حالت میں پیروں پر کپڑا لپیٹنا جائز ہے یا نہیں، جبکہ سردی کی وجہ سے یا پیروں کے درد کی وجہ سے ہو؟ سردی یا کسی اور وجہ سے کان میں روئی رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جائز ہے، پیروں کو چادر وغیرہ سے ڈھانکنا بھی[2] اور کانوں کے اندر روئی رکھنا بھی[3]، مگر خوشبو کے استعمال کی اجازت نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وستر الوجه والرأس بخلاف الميت وبقية البدن اى بالجر عطفا على الميت اى وبخلاف ستر بقية البدن سوى الرأس والوجه فانه لاشئى عليه لوعصبه ويكره وان كان بغير عذر ، درمختار مع الشامى ، ج۲/ص۱۷۶/ كراچى ، ج۲/ص ۴۸۸/ كتاب الحج، مطلب فيما يحرم بالاحرام ومالايحرم. غنية الناسك ص۴۶، نعم لو كان الكوش الهندى يستر العقب الخ، مطبوعه خيريه ميرٹھ. بدائع كراچى ص۱۸۷/۲، فصل واما بيان يحظره الاحرام. **(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)**

حالت احرام میں شکار کی ممانعت

سوال:۔ بحالت احرام خشکی کے شکار کی ممانعت ہے، دریائی شکار کی نہیں ایسا کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اللہ پاک نے ایسا ہی فرمایا ہے، "احل لکم صید البحر وطعامه متاعاً لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البر مادمتم حرماً" اور وہ حاکم بھی ہے، اور حکیم بھی ہے

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۲ وستر الوجه والرأس بخلاف الميت وبقية البدن اى بالجر عطفاً على الميت اى وبخلاف ستربقية البدن سوى الرأس والوجه فانه لاشى عليه لوعصبه ويكره ان كان بغير عذر الخ درمختار مع الشامى ،ج۲/ص ۱۷۶/ کراچی، ج۲/ص۴۸۸/ مطلب فيما يحرم بالاحرام ومالايحرم. غنية الناسک ص۴۶، لو كان الكوش الهندى الخ، مطبوعه خيريه ميرٹھ، بدائع کراچی ص۱۸۷/۲، فصل واما بيان يحظره الاحرام،

۳ فجاز تغطية اللحية ما دون الذقن واذنيه وقفاه الخ، غنية الناسک ص۴۶، فصل محرمات الاحرام الخ، مطبوعه خيريه ميرٹھ، الدرالمختار على الشامى كراچى ص۵۴۹/۲، باب الجنايات، البحرالرائق كوئٹه ص۳/۸، باب الجنايات.

۴ وبعده يتقى الرفث والفسوق والجدال وقتل صيد البر والاشارة اليه والدلالة عليه والتطيب وان لم يقصدهٗ ،درمختار ج۲/ص۱۷۵/ کراچی ج۲/ص۴۸۷/ مطلب فيما يحرم بالاحرام ومالا يحرم. تاتارخانيه كراچى ص۲/۵۰۳، كتاب المناسک، نوع منه فى الدهن والتطييب والخضاب، عالمگيرى كوئٹه ص۱/۲۲۴، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الاحرام.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ سورہ مائدہ، آیت:۹۶/ **ترجمہ**:۔تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے، اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے، جب تک تم احرام میں رہو۔(بیان القرآن)

البحر الرائق كوئٹ ص۳/۲۶، كتاب الحج، فصل ان قتل محرم صيداً الخ، شامى كراچى ص۲/۵۶۱، باب الجنايات، تبيين الحقائق ص۲/۶۳، كتاب الحج، فصل ان قتل محرم صيداً، مطبوعه امداديه ملتان.

اسکے نازل فرمائے ہوئے، قانون میں کسی کو چون وچرا (کیوں کا سوال) کا حق نہیں جو چاہے کرے، ''لایسئل عما یفعل''[1]، بندوں کا فریضہ اطاعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حالت احرام میں کیا عورت منہ کھولے رکھے

سوال:۔ اسلام میں ہر زیبائش کی جگہ کو چھپانے کا حکم ہے، اور سختی سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر عورتیں جب حج کو جاتی ہیں، تو عموماً چہرہ، ہاتھ وغیرہ کھلا رکھتی ہیں، کیونکہ احرام کے زمانے میں چہرہ کو کپڑا لگانا سختی سے منع ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کھلا رکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس طرح چہرہ کھلا رہنا گناہ ہے، اس لئے ایسا انتظام کریں کہ چہرے کے سامنے ٹٹی یا کسی قسم کا فریم لگا کر نقاب اوڑھا جائے، تاکہ چہرہ ڈھکا ہوا رہے، بے پردگی نہ ہو، مگر اس سے عورتوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے، بلکہ ان کا دھیان مکمل طور پر عبادت کی طرف نہیں رہتا، بلکہ نقاب کی طرف رہتا ہے، کہ نقاب ہٹنے نہ پائے تاکہ بے پردگی نہ ہو، کیا ایسی عبادت اور ایسا پردہ جائز ہے یا کھلے منہ جیسے عام طور پر چہرہ کھلا رکھ کر حج کیا جاتا ہے، وہ جائز ہے اور اس قسم کے پردہ کے ساتھ حج کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عورت کے چہرے پر کپڑا نہیں ہونا چاہئے، پنکھا وغیرہ کوئی چیز اس طرح آڑ بنالی جائے کہ نقاب کا کپڑا چہرہ کو نہ لگے، اور لوگوں کی نظر اس پر نہ پڑے، احرام کی حالت ایسی بے اطمینانی کی ہوتی ہے، کہ مرد بھی سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، ہر وقت فکر رہتی ہے کہ جسم نہ کھل جائے، اس صورت سے وہ مناسکِ حج ادا کرتا ہے، عورت کو بھی بے اطمینانی ہو تو کیا

[1] سورۂ انبیاء آیت نمبر ۲۳/ **ترجمہ**:۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا (بیان القرآن)

مضائقہ ہے؟ یہ بے اطمینانی اور پریشانی محبوب ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

قربانی سے پہلے بال کٹوانے سے دم

۵۷۰۲/

سوال:۔ ایک حاجی نے عرفات سے واپسی پر رمی کرنے کے بعد فوراً ہی بال کٹوادیئے اور بعد میں قربانی کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس پر دم واجب ہے، جبکہ یہ قارن یا متمتع ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] والمرأة فيما مر كالرجل لعموم الخطاب مالم يقم دليل الخصوص لكنها تكشف وجهها لارأسها ولو سدلت شياً عليه وجافته عنه جاز بل يندب قوله جافته اى باعدته عنه قال فى الفتح وقد جعلوا لذالک اعوادا كالقبة توضع على الوجه ويسدل من فوقها الثوب، درمختار مع الشامى زكريا ص ۳/۵۵۱، كتاب الحج، مطلب فى مضاعفة الصلوٰة بمكة، قبيل باب القران. غنية الناسک ص ۴۹، فصل فى احرام المرأة، مطبوعه خيريه ميرٹھ، تبيين الحقائق ص ۲/۳۸، قبيل باب القران، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۱/۴۲۱، قبيل باب القران والتمتع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] ولو حلق المفرد او غيره قبل الرمى او القارن او المتمتع قبل الذبح او ذبحا قبل الرمى فعليه دم عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ الخ، غنية الناسک ص ۱۴۹، مطلب العاشر فى ترک ترتيب بين الرمى الخ، مطبوعه الخيرية ميرٹھ، مناسک الملا على القارى ص ۳۵۸، باب الجنايات، فصل فى ترک التركيب بين افعال الحج، مطبوعه كراچى.

رمی سے پہلے قربانی کرنے سے دم

۵۷۰۳/

سوال:۔ایک حاجی نے عرفات سے واپسی پر رمی کئے بغیر قربان گاہ میں جا کر قربانی کر دی؟

الجواب حامداً ومصلیا:۔

اگر یہ قارن یا متمتع ہے تو اس پر دم واجب ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رمی کا بدل آئندہ سال

۵۷۰۴/

سوال:۔اسلم نے حج کیا مگر اس سے رمی اولیٰ ترک ہوگئی عدم سہولت وعدم گنجائش کی بناء پر اسی سال دم (قربانی) نہ دے سکا، اگر وہ اپنی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کیلئے اس سال دم دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور وہ بری الذمہ ہو جائیگا، اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آئندہ سال بھی حدود حرم میں دم دینے سے بری ہو جائے گا، کسی کو وکیل بنا دے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۹ھ

---

[۱] ولو حلق المفرد اوغیرہ قبل الرمی او القارن او المتمتع قبل الذبح او ذبحا قبل الرمی فعلیه دم عند ابی حنیفة بترک الترتیب. غنیة الناسک، ص ۱۴۹/ المطلب العاشر فی ترک الترتیب بین الرمی والذبح، مطبوعه خیریه میرٹھ، الدر مع الشامی کراچی ص ۲/۵۵۵، باب الجنایات، عنایه مع الفتح ص ۳/۶۲، باب الجنایات، فصل ومن طاف طواف القدوم محدثا الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] والثامن ذبحه فی الحرم فلوذبح فی غیرہ لایجزیه عن الذبح غنیة الناسک ص ۱۴۰/مطلب فی شرائط جواز الدم، مطبوعه خیریه میرٹھ، هدایه ص ۱/۳۰۱، باب الهدی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۶۱، الباب السادس عشر فی الهدی.

۵۷۰۵ رمی اور قیام منیٰ چھوڑ دینے پر دم ہے یا نہیں

سوال:۔ کیا حاجی کو رمی چھوڑنے پر اور قیام منیٰ چھوڑنے پر کوئی دم دینا ہوگا؟ اگر دم دینا ضروری ہے تو کیا، کب اور کہاں دینا ہوگا؟

بالجواب حامداً ومصلیاً:۔

رمی چھوڑنے سے دم واجب ہوگا[۱] اور وہ حرم (منیٰ وغیرہ) میں ہی ذبح کرنا ہوگا[۲] منیٰ میں قیام چھوڑنے سے دم واجب نہ ہوگا، استغفار کرنا ہوگا، رمی وغیرہ چھوڑنے سے بکری (شاۃ) واجب ہوتی ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] و من ترک الجمار کلها اورمی واحدة اوجمرة العقبة یوم النحر فعلیه شاة ،عالمگیری، ج۲/ص ۲۴۷/الفصل الخامس فی الطواف. سکب الانهر ص۴۳۴/۱، باب جنایات، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۱۲۹/۲، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] الثامن ذبحه فی الحرم فلوذبح فی غیره لایجزیه عن الذبح الا اذا تصدق بلحمه علی ستة مساکین علی کل واحد منهم قدر قیمة نصف صاع حنطة الخ غنیة الناسک. ص ۱۴۰/ فصل فی شرائط کفاراتها، مطبوعه الخیریة میرٹھ، سکب الانهر ص ۴۵۹/۱، باب الهدی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] فاذاکان یوم التروية وهو الثامن من ذی الحجه راح الامام والناس معه من مکة الیٰ منی والمبیت بها اکثر اللیلة سنة واما الاقامة بها بعد الزوال الی صبیحة عرفة فمندوبة (غنیة الناسک ص۷۸) والجنایة فی الشرع اسم لفعل محرم..... وترک واجب من واجبات الحج، (غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص۱۲۷، مطبوعه الخیریة میرٹھ، من ترک الجمار کلها او رمی واحدة او جمرة العقبة یوم النحر فعلیه شاة، عالمگیری ص۲۴۷/۲، الفصل الخامس فی الطواف.

حج فارم میں یہ دستخط کرنا کہ پانچ سال سے حج نہیں کیا دھوکا ہے جبکہ خلاف واقع ہو

۵۷۰۶

سوال:۔ (۱) حج کے درخواست فارم میں اس بات کا بھی اقرار ہوتا ہے کہ پانچ سال کے اندر حج نہ کیا ہو، اگر کوئی شخص جا چکا ہے تو کیا یہ شخص دھوکا دینے والا کہلائیگا یا نہیں؟

(۲) ایک شخص زید کو حج بدل کے لئے بھیجتا ہے، لیکن زید قانونی وجہ سے نہیں جا سکتا تو کیا زید کیلئے اس کے لکھنے کی گنجائش ہے کہ پانچ سال کے اندر حج کو نہیں گیا، یا صرف خانہ میں دستخط کر دے اور کچھ نہ لکھے، ایسی صورت میں اگر حج کو چلا گیا تو حج ہو جائے گا یا نہیں؟

(۳) اور نہ لکھنے کی صورت میں اگر درخواست منظور ہوگئی اور وہ شخص چلا گیا تو حج بدل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اس میں کیا شبہ ہے؟

(۲) اس لکھنے یا دستخط کرنے کی اجازت نہیں، اگر ایسا لکھدے یا دستخط کر دے گا تو گنہ گار[۱] ہوگا، مگر اس سے جو حج فرض ادا کر چکا ہے، وہ باطل ہو کر دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوگا البتہ حج فرض کے ذریعہ سے گناہ صاف ہو کر پاک وصاف ہو گیا، وہ پاکی بعد خطا اب باقی نہیں رہے گا، گناہ میں ملوث ہو جائے گا، اس لئے ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔

---

[۱] کل کذب مکتوب لامحالة الاثلاثة الیٰ قوله هو محمول علی المعاریض لان عین الکذب حرام (شامی کراچی ص ۶/۴۲۷، کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع) هندیه کوئٹه ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی الخ.

(۳) حج بدل تو ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

وقت احصار بغیر ذبح حلال ہونے کی شرط

۵۷۰۷

سوال:۔ (۱) "اشتراط الاحلال بغیر ذبح عندالاحرام وقت الاحصار" مفتیٰ بہ قول کے مطابق صحیح اور معتبر ہے یا نہیں؟ بصورت مذکورہ احصار شرعی پیش آ گیا، تو ہدی ذبح کئے بغیر احرام سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟

کیا دمِ جنایت کو فقراء پر تقسیم کرنا ضروری ہے

۵۷۰۸

سوال:۔ (۲) گذشتہ سال ایک صاحب نے دم جنایت منیٰ میں دم شکر (دمِ قران دم تمتع) کی طرح صرف ذبح کر کے چھوڑ دیا، فقراء پر تقسیم نہیں کیا، کیا دم جنایت میں ذبح کے بعد تصدق علی الفقراء بھی ضروری ہے؟ اگر ضروری ہو تو اب اس کی تلافی اور تدارک کی کیا شکل ہے؟ تاکہ اس سال جانے والے کسی حاجی سے اس کی تلافی کر دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) یہ شرط کارآمد نہیں، بغیر ہدی ذبح کئے حلال نہیں ہوگا، "مالم یذبح لایحل وھو قول عامة العلماء سواء شرط عندالاحرام الاحلال بغیر ذبح عندالاحصار اولم یشترط ویجب ان یواعد یوماً معلوماً یذبح عنه فیحل بعد الذبح ولایحل قبله اھ فتاویٰ عالمگیری[1]، ج ۱/ص ۱۴۰/"

---

[1] عالمگیری کوئٹہ، ج ۱/ص ۲۵۵/کتاب المناسک، الباب الثانی عشرفی الاحصار. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۸/۲، کتاب الحج، فصل واما حکم الاحصار.

(۲) جنایت فقراء پر صدقہ کرنے کا حکم ہے، لیکن اگر اس وقت فقراء وہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذبح کر کے وہیں چھوڑ دیا، تب بھی کافی ہے، اب کسی تلافی کی ضرورت نہیں[1] کذافی معلم الحجاج، ص ۲۸۴/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱۰/۸ھ

عمرہ کا احرام کھولنے میں چند بال کٹوائے تو دم ہے

۵۷۰۹

سوال:۔ میں اس سے قبل تقریباً ۶/ماہ قبل عمرہ کیلئے پہلی دفعہ گیا، اور عمرہ کے بعد صرف چند بال سر کے کٹوا لئے تھے، اور واپس آ گیا، (ایک عمرہ کیا تھا) پھر دوبارہ چند ماہ پہلے گیا تو دو عمرے کئے، اور دونوں دفعہ صرف چند بال سر کے کٹوا دیئے تھے (اس دفعہ دو عمرے کئے تھے) اب تک صرف چھوٹی موٹی کتابیں حج وعمرہ پر مل سکیں تھی، جس میں مسائل کھول کر بیان نہیں کئے ہوتے، الحمدللہ کہ اب قاری محمد سعید صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپورؒ کی) تالیف کردہ کتاب مل گئی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حج سنت نبوی کے مطابق ہو سکے، انشاء اللہ آپ سے درخواست ہیکہ آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ فقہ حنفی کے مطابق مجھے پہلے عمروں پر کتنا دم دینا ہے، تاکہ میں ادا کر سکوں، اور ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ یہ دم حج کے بعد قربانی کے ساتھ دیدوں، یا کہ حج سے پہلے دینا واجب ہے، قربانی کے دن دینے میں سہولت رہے گی؟

---

[1] السادس الذبح فلو هلک المذبوح بعد الذبح او شرق لا شئ علیه، العاشر التصدق بلحمه عند الامکان فلایجوزله الاکل منه الخ غنیة الناسک، ص ۱۴۰/ مطلب فی شرائط جواز الدم، مطبوعه خیریه میرٹھ، البحر الرائق کوئٹه ص ۳/۱۴، باب الجنایات، فتح القدیر ص ۳/۱۶۲، باب الهدی، مطبوعه دارالفکر بیروت، معلم الحجاج ص ۳۱۰، شرائط جواز دم، مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپ تین عمروں کے تین دم دیدیں[۱] خواہ حج سے پہلے یا ایام نحر میں یا بعد میں جب بھی سہولت ہو[۲] اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے، ہر قسم کی جنایات سے محفوظ رکھے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

ترتیب واجب کے خلاف سے وجوب دم

۵۷۱۰

سوال:۔ تمتع میں عورت کو دس تاریخ میں رمی، ذبح، حلق، اور طواف زیارت میں ترتیب قائم رکھنے میں دشواری ہو تو کیا دم دینا پڑے گا؟ اسی طرح عورتوں کے قافلے میں جو لوگ ہیں عورتوں کی وجہ سے انہیں بھی ترتیب قائم رکھنے میں دشواری ہو تو کیا دم دینا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جی ہاں، ترتیب واجب کے خلاف کرنے سے دم دینا پڑیگا[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] واذا تعددالجنایات تعدد الجزاء. غنیة الناسک ص ۱۲۹/ واما ترک الواجبات بعذر، مطبوعه خریه میرٹھ، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۵۴۸، باب الجنایات، البحر الرائق کوئٹه ص ۳/۱۲، باب الجنایات.

[۲] ثم الکفارات کلها واجبة علی التراخی فیکون مؤدیاً فی ای وقت وانما یتضیق علیه الوجوب فی آخر عمره فی وقت یغلب علی ظنه انه لولم یؤده لفات الخ شامی، ج۲/ص ۲۱۷/ مطبوعه کراچی، ج۲/ص ۵۴۳/ اوّل باب الجنایات هدایه مع فتح القدیر ص ۳/۱۶۳، باب الهدی، مطبوعه دارالفکر بیروت، تبیین الحقائق ص ۲/۹۰، باب الهدی، مطبوعه امدادیه ملتان. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وقوف مزدلفہ ترک ہوگیا تو دم واجب ہے

۵۷۱۱

سوال:۔احقر نے اسی سال مع اپنی اہلیہ کے فریضۂ حج ادا کیا ہے، جس ڈرائیور نے عشاء کے وقت مزدلفہ پہنچایا اور کہا "صلوا، صلوا" ہم نے اور دوسرے حجاج نے نماز مغرب اور عشاء ادا کی بعد نماز ڈرائیور نے رمی جمار کی کنکریاں جمع کرنے کا اشارہ کیا، لوگوں نے کنکریاں چن لیں، اب اس نے دوبارہ موٹر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، تو مجھے شبہ ہوا کہ ڈرائیور اسی وقت منیٰ جانا چاہتا ہے، چونکہ ہم ایک دوسرے کی زبان کو سمجھنے سے قاصر تھے، پھر بھی ہم نے کسی طرح بعد صبح صادق وقوف مزدلفہ کے بعد کہا ڈرائیور نے "طیب" کہا اور کہا کہ ہم مزدلفہ کی سرحد پر روکیں گے، تاکہ صبح موٹروں کی بھیڑ سے بچ کر رمی جمار کے لئے آپ کو منی پہنچا دیں، ساتھ ہی ایک پرانے حاجی صاحب بھی تھے، انہوں نے بھی کہا کہ ڈرائیور "طیب" کہتا ہے کہ ہم لوگ راضی ہوگئے، اور موٹر پر بیٹھ گئے، موٹر چلی اور تھوڑی دیر میں رکی، اپنا منیٰ کا کیمپ اور مسجد خیف کا مینارہ جو بجلی کی بتیوں سے جگمگا رہا تھا، دیکھ کر تھوڑی دیر رکی، ڈرائیور خلاص خلاص کہتا ہوا دوسری طرف چلا گیا، اسی طرح میرا اور دوسرے حاجیوں اور حاجنوں کا وقوف مزدلفہ ترک ہوگیا، اس وقت یہ سوچا کہ وقوف مزدلفہ مستحب ہے لیکن مکان آنے پر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳؎ اوقدم نسکاً علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف لکن لاشئی علیٰ من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکره لباب (قوله فیجب الخ) لماکان قوله اوقدم الخ بیانا لوجوب الدم بعکس الترتیب فرع علیه ان الترتیب واجب مع بیان مایجب ترتیبه ومالا یجب فافهم ،شامی کراچی، ج۲/ص۵۵۵/ باب الجنایات، ایچ ایم سعید، مطبوعه زکریا ص۳/۵۸۸، تبیین الحقائق ص۲/۶۳، کتاب الحج، باب الجنایات، مطبوعه امدادیه ملتان، غنیة الناسک ص ۴۹، مقدمه فی ضوابط ینبغی حفظها المطلب العاشر فی ترک الترتیب، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

چند مسئلہ سے واقف کار لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دم دینا چاہئے کیونکہ وقوف مزدلفہ واجب ہے، صورت مسئلہ میں ہم میاں بیوی دونوں پر دم واجب ہے، یا ایک پر جیسا کہ معلم الحجاج، ص۱۸۲/ پر ہے، کہ عورت اگر مجبوری کی وجہ سے مزدلفہ نہ ٹھہرے تو اس پر دم واجب نہ ہوگا، اگر دم واجب ہے تو اب کس طرح اور کہاں ادا کیا جائے؟ دم کا گوشت مساکین کے علاوہ خود یا دوسروں کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عام طور پر رات مزدلفہ میں ہی گذاری جاتی ہے، اس کی ڈرائیوروں کو ہدایت ہے، اس کی نگرانی بھی کی جاتی ہے، محض بجلی کی روشنی وغیرہ نظر آنے کی وجہ سے سمجھ لینا بھی آسان نہیں، کہ حدود مزدلفہ سے خارج رات گزاری ہے تاہم اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ دھوکہ ہو گیا اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں بالکل وقوف نہیں ہو سکا، بلکہ پہلے مزدلفہ سے نکل کر منیٰ میں داخل ہو گئے، اور رات ختم ہونے پر وہیں سے روانگی ہو گئی، تو ایک ایک دم (قربانی) دونوں پر واجب ہوگی[1] اس کی صورت یہ ہے کہ جانے والے حجاج کی معرفت روپیہ بھیج دے کہ وہ دونوں کی طرف سے قربانی کر دے اس قربانی کا گوشت غرباء کھائینگے، مالدار نہیں کھائینگے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۲ھ

---

[1] ثم هذاالوقوف واجب عندناوليس بركن حتى لوتركه بغير عذر يلزمه الدم ،هدايه ، ج ۱/ص ۲۴۸/ باب الاحرام، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، غنية الناسک ص ۸۹، باب احكام المزدلفة، فصل فی شرائط الوقوف بها، مطبوعه خريه ميرٹھ. محيط برهانی ص ۳/۴۰۵، كتاب المناسک، الفصل الثالث فی تعليم اعمال الحج، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے جب تنعیم سے حضرت عائشہؓ کو عمرہ کرایا تو خود بھی احرام باندھا یا نہیں

۵۷۱۲

سوال:۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لیکر تنعیم سے عمرہ کے لئے گئے تھے، تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تنعیم سے احرام باندھا ہے، یا نہیں؟ مکہ میں علماء تقریر فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے تنعیم سے احرام نہیں باندھا ہے، اس لئے حج کے بعد عمرہ اگر کیا جائے، تو اس کے لئے تنعیم سے احرام ضروری نہیں ہے، بلکہ گھر سے احرام باندھ لے جس کا گھر حرم ہی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ عبارت نقل کیوں نہ کی جس سے جواز معلوم ہوتا ہے، کیا انہوں نے عمرہ کیا تھا، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بلا احرام کے عمرہ کیا تھا تو کیا ان حضرات کے نزدیک ایسا کرنا درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۱] ولایجوز الأکل من بقیة الهدایا لأنها دماء کفارات ولایجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم لقوله تعالیٰ فی جزاء الصید هدیا بالغ الکعبة (هدایة، ج ۱/ص ۳۰۰/ باب الهدی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۲۶۲/ کتاب الحج، الباب السادس عشر فی الهدی، غنیة الناسک ص ۱۹۱، فصل فی احکام الهدایا بعد الذبح الخ، مطبوعه خیریه میرٹھ

(حاشیہ صفحہ ھذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

found.

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱ مکی کے لئے عمرہ کا احرام باندھنے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہیکہ مکی عمرہ کا تنعیم سے باندھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حل سے باندھے خواہ تنعیم جائے یا کہیں اور سے باندھ لے، البتہ حج کا احرام مکی شخص حرم سے باندھے۔

وقد وقع الخلاف هل يتعين التنعيم لمن اعتمر من مكة، قال الطحطاوی ذهب قوم الى انه لا ميقات للعمرة لمن كان بمكة الا التنعيم وخالفهم آخرون فقالوا ميقات العمرة الحل فمن اى الحل احرموا بها اجزاهم ذلک الى قوله ان ميقات مكة للعمرة الحل وان التنعيم وغيره فی ذلک سواء وان ميقات المكی للحج الحرم، اعلاء السنن ص ۱۰/۲۶، كتاب الحج، باب ميقات، اهل مكة للحج الحرم وللعمرة الحل، مطبوعه امداديه مكة المكرمة، فتح البارى ص ۴/۴۴۳، كتاب العمرة، باب عمرة التنعيم، مطبوعه نزار مصطفى احمد الباز مكة المكرمة، عمدة القارى ص ۵/۱۲۰، الجزء العاشرة، باب العمرة التنعيم، مطبوعه دارالفكر بيروت.

فائده:- امر لعبدالرحمن وعائشة كليهما اى افرغا من العمرة وهذا يدل على ان عبدالرحمن ايضاً اعتمر مع عائشة، عمد القارى ص ۵/۱۹۴، الجزء التاسع، كتاب الحج، باب قول الله تعالى الحج اشهر معلومات الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دہم

مقامات متبرکہ

رکن یمانی کی تعریف

سوال:۔ (۱) رکن یمانی کی مختصر تعریف کیجئے اور کہاں سے صادر ہوا؟

(۲) معبود حقیقی کے خلیفہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سنگِ اسود کو جنت سے لائے تھے، یا جہاں بیت اللہ شریف بنا ہے، یا زمین کی نشاندہی کے واسطے آسمان سے خدائے برتر نے یہ پتھر پھینکا کہ اس جگہ تعمیر کعبہ کی جائے، کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جنت سے آیا ہے۔[۱]

(۲) اس کا جواب نمبر: ۱ر میں آ گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الركن والمقام ياقوتتان من يواقيت الجنة، ترمذی شريف ص۱۷۷/۱، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والركن والمقام، مطبوعه اشرفيه ديوبند، مشكاة شريف ص۲۲۷، باب دخول مكة والطواف، الفصل الثانی، طبع ياسر نديم ديوبند، الدرالمنشور ج۱/ص۲۹۱/ سوره بقره تحت آيت ۱۲۵/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

حجر اسود کہاں سے آیا

سوال:۔ سنگِ اسود کی مختصر تعریف کیجئے، اور کہاں سے صادر ہوا جو دیوارِ ملتزم کعبہ پر نصب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے، جس وقت آیا تھا نہایت روشن تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو سیاہ کر دیا، اخبار مکہ[۱]، شروحِ حدیث[۲]، فتح الباری[۳] وغیرہ اور کتب تفسیر[۴] میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حجر اسود کا استیلام

سوال:۔ (۱) سنگ اسود کے معاملہ میں جھگڑا تھا، جس کو اللہ کے محبوب ﷺ نے طے فرمایا، سنگ اسود کو بوسہ دیا، کیا یہ سنت قیامت تک جاری رہے گی؟ بوسہ دینے کی وجہ کیا تھی؟

(۲) مشہور روایت ہے کہ اللہ کے پسندیدہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ سنگ اسود کے پاس جو بڑا ہجوم آپس میں دھڑ وپکڑ وغیرہ میں مصروف تھا کہ سنگ اسود تو ایک پتھر ہے، اگر اللہ کے محبوب ﷺ نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بوسہ نہ دیتا، کیا توحید پر کچھ اثر ہو رہا تھا؟

---

۱ اخبار مکہ ص ۳۹/۱، ذکر ھبوط آدم الارض الخ، مطبوعہ دارالثقافۃ مکہ مکرمہ.

۲ عمدۃ القاری، ج۵/ص ۲۴۲/ الجزالتاسع، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۳ نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھواَشَدُّ بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم، فتح الباری ج۴/ ص۲۶۰/ کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

۴ الدرالمنشور، ج۱/ص ۳۲۳/سورہ بقرہ آیت ۱۲۷/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

(۳) دیگر قوم کا کہنا ہے کہ قوم مسلم سنگ اسود کو چومتی ہے، اور ہمارے پتھر چومنے کو برا کہتی ہے، سوال کرنے والے کو کیا دلیل پیش کی جائے جبکہ مسلمانوں کا ایک گروہ بزرگوں کی قبر چومتا ہے اور سر جھکاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اللّٰہ ورسولہٗ اعلم۔

(۲) تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ نافع یا ضار ہے، جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو نافع وضار سمجھتے تھے۔[۱]

(۳) محض چومنا اس عقیدت کے ساتھ جس کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صاف اظہار فرمادیا، ہرگز پرستش نہیں[۲]، بت پرست اپنے بتوں کو نافع وضار سمجھتے ہیں، اوران کو سجدے کرتے ہیں، جوگروہ قبروں کو چومتا اوران کے آگے سر جھکاتا ہے، وہ غلط کار خلاف شرع کرتا ہے، وہ اسلام کی تعلیم نہیں[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۵ھ

---

[۱] انما قال ذالک لئلا یغتر بعض قریبی العهد بالاسلام الذین قد ألفوا عبادة الاحجار وتعظیمها ورجاء نفعها وخوف الضرر بالتقصیر فی تعظیمها فخاف رضی الله عنه ان یراه بعضهم یقبله فیفتتن به فبین انه لایضر ولاینفع بذاته وان کان امتثال ماشرع فیه ینفع باعتبار الجزاء والثواب ولیشیع فی الموسم فیشتهر فی البلدان وفیه الحث علی الاقتداء برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی تقبیله ونبه علی انه لولا الا قتداء لمافعلته .طیبی، ج۵/ص۲۷۸/ کتاب الحج، باب دخول مکة، الفصل الثالث، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، مرقة شرح مشکوة ص۳/۲۱۳، باب دخول مکة، الفصل الثالث، مطبوعه ممبئی، عمدة القاری ص۵/۲۴۰، الجزء التاسع، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعه دارالفکر بیروت. فتح الباری ص۴/۲۶۰، کتاب الحج، باب ذکر فی الحجر الاسود، مطبوعه نزارمصطفی الباز مکة المکرمة.

[۲] ملاحظه هو حواله بالا. **(حاشیه نمبر: ۳/ اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

استیلام حجر اسود کا ثبوت

سوال:۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا حج کے موقع پر نہ مسنون ہے نہ واجب نہ فرض، کلام پاک میں بھی اس کا ذکر نہیں، نہ حدیث میں وارد ہے نہ کسی صحابہ کا قول ہے، بلکہ لوگوں کی ایجاد ہے، کیا یہ قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حجر اسود کو بوسہ دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے، ان صاحب کا انکار کرنا حدیث وفقہ سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے، تمام کتب فقہ میں جہاں بھی حج کا ذکر کیا گیا ہے، حجر اسود کو بوسہ دینا مذکور ہے "**عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه حین یقدم مکة اذااستلم الرکن الاسود اول مایطوف یخب ثلاثة اطواف من السبع**[1]، **بخاری ج ۱/ص ۲۱۸/ ان عمر بن الخطاب قال للرکن اما واللّٰه انی لاعلم انک حجر لاتضر ولاتنفع لولا انی رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم استلمک مااستلمتک فاستلمه**[2] **بخاری ص ۲۱۸/**

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) [3] **الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولاعبرة بمایفعله الجهلة ولو کانوافی صورة المشائخ والعلماء.شرح مناسک، مطبوعه رشیدیه ص ۱۶۸/) المدخل ص ۲۶۳/۱، زیارة سید الاولین والآخرین ﷺ. مطبوعه مصر، فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۵/۲، مسائل متفرقه، طواف قبور وصلحاء بدعت است، مطبوعه رحیمیه دیوبند.**

(**حاشیہ صفحہ ھذا**) [1] **بخاری شریف ص ۲۱۸/۱، کتاب المناسک، باب استلام الحجر الاسود، مطبوعه اشرفی دیوبند،**

ترجمہ:- سالم اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپؐ مکہ تشریف لائے تو پہلے طواف میں حجر اسود کا بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے تین میں رمل کرتے۔

[2] **بخاری شریف ص ۲۱۸/۱، کتاب المناسک، باب الرمل فی الحج والعمرة، مطبوعه اشرفی دیوبند، (ترجمه حاشیه هذا اگلے صفه پر)**

واللفظ لهٗ، لمسلم[1] ص ۴۱۲-۴۱۳/ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فی الحجر والله لیبعثنه الله یوم القیٰمة له عینان یبصر بهما ولسان ینطق به یشهد علیٰ من استلمه بحق رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی، مشکوٰة شریف[2] ص ۲۲۷/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

حجر اسود کا استیلام

سوال:۔ سنگ اسود جو پتھر کعبہ شریف میں نصب ہے، اس کے کیا خواص ہیں، اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد کعبہ ڈالی تب پتھر تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کہاں سے آیا، اس کا بوسہ لینا اور چومنا کیسا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ**:۔ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے مخاطب ہوکر کہا کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ دے سکتا ہے، اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا اسکے بعد انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مسلم شریف ص ۴۱۲/۱، کتاب الحج، باب تقبل الحجر الاسود، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] ترمذی شریف ص ۱۹۰/۱، قبیل ابواب الجنائز، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابن ماجہ شریف ص ۲۱۱، ابواب المناسک، باب استلام الحجر، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، سنن الدارمی ص ۶۳/۲، کتاب المناسک، باب الفضل فی استلام الحجر، مطبوعہ دارالریان بیروت. مشکوۃ شریف ص ۲۲۷، باب دخول مکۃ والطواف، الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا قسم خدا کی اللہ اس کو قیامت کے دن اُٹھائیں گے، اس کے لئے دو آنکھ ہیں جس سے وہ دیکھے گا اور اسکے لئے زبان ہے جس سے بات کریگا اور گواہی دے گا، اس شخص کی جس نے اس کا اخلاص کے ساتھ بوسہ لیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ پتھر جنت سے آیا ہے[۱]، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر کی اس وقت اس پتھر کو اس جگہ نصب کیا تھا، اس کا بوسہ لینا ثواب ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

استیلام حجر اسود دور سے کرنے کا طریقہ

سوال:۔ حجر اسود کا استیلام دور سے اشارۃً کس طرح کیا جائے، حنفی، شافعی، اور دیگر ائمہ کا کیا فتویٰ ہے، جواب صحیح حوالہ کتب سے دیں؟

الجواب حامداً ومصلیا:۔

اگر حجر اسود کو چھونے کا موقع نہ ملے بلکہ دور سے طواف کرنے کی نوبت آئے تو جس وقت حجر اسود کے سامنے پہنچے تو دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں پھر اپنے ہاتھوں کو چوم لے، یہ تصور کرے کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر

---

[۱] عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنة وھو اشد بیاضا من اللبن فسودته خطایابنی آدم .ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۷۷/ باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام. مشکوۃ ص۲۲۷، باب دخول مکة والطواف، الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، فتح الباری ص ۴/۲۵۹، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجر اسود جنت سے اس حال میں اُترا تھا کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، پس آدمیوں کے گناہوں نے اس کو سیاہ کردیا۔

[۲] والاستلام ان یضع یدیه علی الحجر الاسود ویقبله لفعله علیه السلام الثابت فی صحیحین وھذا التقبیل مسنون، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۳۲۶، کتاب الحج، باب الاحرام، عمدة القاری ص ۵/۲۴۰، الجزء التاسع، کتاب المناسک، باب ماذکر فی الحجر الاسود، مطبوعہ دارالفکر بیروت، مراقی الفلاح ،ص ۴۰۰/ فصل فی کیفیة افعال الحج.

چومے ہیں، اور تکبیر، تحمید، تہلیل صلوٰۃ وسلام بھی اس وقت پڑھے "وان عجز عنهما ای الاستلام والامساس استقبله مشيرا اليه بباطن كفيه كانه واضعهماعليه وكبر وهلل وحمد الله تعالىٰ وصلى الله على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يقبل كفيه[1]" درمختار على هامش الشامى نعمانيه ج ۲/ص ۱۶۶/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیض کو روکنا اور عمرہ اور طواف میں حجر اسود کے استلام کا طریقہ

سوال:۔ (۱) حیض کو روکنے کیلئے بعض ایسی دوائیں ہوتی ہیں جو حیض کو مستقل طور پر روکدیتی ہے، اور بعض ادویات ایسی ہیں جو حیض کو مؤخر کردیتی ہیں، یعنی جب تک اس دوا کو استعمال کیا جائے حیض نہیں آئیگا، اور جب استعمال ترک کیا جائے تو دوسرے یا تیسرے روز حیض آجاتا ہے، تو شرعاً اس قسم کی دوائیں استعمال کرنا رمضان میں یا ایام حج میں جائز ہیں یا نہیں؟ نیز مؤخر الذکر دوا کو حیض آجانے کے بعد کسی نے استعمال کرکے حیض کو روکدیا تو وہ طاہرہ شمار ہوگی یا نہیں؟

(۲) ایک عورت نے ایسے وقت تمتع کا احرام باندھا کہ مکہ پہنچ کر طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہوگئی، اور ۹/ذی الحجہ سے پہلے پاک نہیں ہوسکتی تو اب اس کو حج کے احرام کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

(۳) ابتداء طواف میں یا درمیانی اشواط میں جب حجر اسود کا استلام کرے اس وقت

---

[1] شامی ص ۱۸۰/ کتاب الحج، مطلب فی دخول مكة، (مكتبه رشيديه كوئٹه) مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۶۰۳، فصل فی كيفية تركيب افعال الحج، مجمع الانهر ص ۴۰۰/۱، كتاب الحج، فصل ثانی، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

تقبیل ہتھیلی کی ہے یا ظاہرا بہام کی، نیز درمیانی اشواط میں استلام کے وقت قدم کو مع سینہ کے کعبہ کی طرف گھمانا چاہئے یا صرف سینہ کو گھمانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) رمضان المبارک کی خاطر حیض کو روکنے کی ضرورت نہیں، جتنے ایام حیض آیا ہو روزے نہ رکھے ہوں ان کی قضاء بعد میں کر دے[۱]، البتہ حج کے موقع پر اگر حیض کی وجہ سے طواف رکن میں تاخیر ہوئی اور جہاز کا نمبر نکل گیا ٹھہرنا دشوار ہو، سارے قافلہ کا رکنا دشوار ہو تو ایسی حالت میں وہ دوا استعمال کر لی جائے، اور جب حیض جاری ہوگا اپنی عادت کے موافق جاری ہو یا دوا کے ذریعہ روکنے کے بعد جاری ہو تو عورت حائضہ ہوگی، اس پر حیض کے احکام جاری ہونگے، جب حیض کو روک دیا گیا تو وہ طاہر ہے ہی[۲]۔

(۲) وہ عمرہ ترک کر دے اور حج کا احرام باندھ کر ارکان حج ادا کرے پھر بعد میں عمرہ کی قضا کرے[۳]۔

---

[۱] منها ان يحرم عليهما الصوم فتقضيانه (عالمگيری، ج ۱/ص ۳۸/)الفصل الرابع فی احكام الحيض والنفاس والاستحاضة) مطبوعه كوئٹه. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۱۳، ۱۱۷، باب الحيض والنفاس، حلبی كبير ۷۸، فصل فی التيمم، مطوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[۲] یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مانع حیض دواء حیض جاری ہونے سے پہلے استعمال کی ہو اگر حیض جاری ہونے کے بعد دواء کے ذریعہ حیض روک لیا اور طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد عادت کے ایام میں دوبارہ حیض آ گیا تو یہ طہر متخلل کے حکم میں ہے اور جب اس نے حالت حیض میں طواف کیا ہے تو اس پر بدنہ واجب ہوگا۔ لو انقطع دمها بدواء اولا او لم ينقطع فاغتسلت اولا وطافت ثم عاد دمها فی ايام عادتها يصح طوافها ولزمها بدنة الخ، غنية الناسک ص ۱۴۶، المطلب الاول فی ترک الواجب، مطبوعه خيريه ميرٹھ، (ابو القاسم)

[۳] ولو لم يطف لعمرته اوطاف لها اقله ولوبعذر كحيض مثلا حتى وقف بعرفة ارتفضت عمرته وان لم ينوا الرفض لانه تعذر عليه اداء ها الى قوله وعليه قضاء ها بعد ايام التشريق ودم لرفضها (غنية الناسک قديم، ج/ ص ۱۱۰/)(فصل فی صفة القران المسنون) مطبوعه خيريه ميرٹھ.

(۳) دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر ان کے درمیان حجر اسود کی تقبیل کی جاتی ہے، اگر اس کا موقع نہ ہو تو دونوں ہاتھ حجر اسود کی طرف کر کے پھر ہتھیلی کی تقبیل کر لی جائے، ابہام کی نہیں[1] جس وقت اثناء طواف میں حجر اسود کا استلام کیا جائے، تو پیر اور سینہ سب حجر اسود کی طرف ہوں پھر اسی جگہ کھڑے کھڑے پیروں کا اور سینہ کا رخ بدل کر بیت اللہ کو بائیں طرف کر لیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

میزاب رحمت کے نیچے دیوار کا التزام

سوال: حطیم میں بیت اللہ شریف کی دیوار جو میزاب رحمت کے نیچے ہے اسکا بھی التزام جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے حضرات اس کو مشروع کہتے ہیں۔ بحوالہ قرۃ العین، ص ۲۳۶/؟

---

[1] وتفسیر الاستلام عندالفقهاء وضع الكفين على الحجر وتقبيله اومسحه بالكف وتقبيله كبير وتقبيله ولوبغير استلام (غنية الناسک ص ۶۳/) فصل واما سنن الطواف، مطبوعه خيريه ميرٹھ. البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۲۶، كتاب الحج، باب الاحرام، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۵۲۲، الفصل الخامس فى كيفية اداء الحج.

[2] وكيفية الطواف ان يحاذى بجميعه جميع الحجر الاسود فلايصح طوافه حتى يمر بحميع بدنه على جميع الحجر الاسود بان يستقبل البيت الى قوله فاذا نفصل بعد فراغه من الاستلام ومشى فقد حاذى جميع الحجر بحميع شقه الايسر حين مروره عليه (غنية الناسک قديم ،ص ۶۴/ فصل واما سنن الطواف) مطبوعه خيريه ميرٹھ، البحر الرائق كوئٹه ۲/۳۲۸، باب الاحرام، عالمگيرى كوئٹه ص ۱/۲۲۵، الباب الخامس فى كيفية افعال الحج.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

میزاب رحمت کے نیچے حطیم میں دعا مقبول ہونا قوی ہے کتب فقہ میں منقول ہے[1] مگر اس جگہ کا التزام اس طرح منقول نہیں ترک احوط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقامات اجابت

سوال:۔ حج میں کون کون سے خاص مقامات ہیں جہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ملتزم کے پاس، تحت المیزاب، بیت اللہ میں، زمزم پیتے وقت، مقام ابراہیم کے پیچھے، صفا مروہ پر، سعی میں، عرفات میں، مزدلفہ میں، رمی کے وقت بیت اللہ پر نظر پڑتے وقت[2]۔ البحر الرائق، ج ۲/ص ۳۷۸/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] وزادغیره وعند روية البيت وفی الحطيم لكن الثانی هوتحت الميزاب البحرالرائق ج۲/ص ۳۵۲/ آخر باب الاحرام، مطبوعه كوئٹه، درمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۵۲۴، كتاب الحج، مطلب فی اجابة الدعاء، منحة الخالق علی هامش البحر ص ۲/۳۵۱، كتاب الحج، اواخر باب الاحرام، مطبوعه كوئٹه.

[2] فی الطواف وعند الملتزم وتحت الميزاب وفی البيت وعند زمزم وخلف المقام وعلی الصفا وعلی المروة وفی السعی وفی عرفات وفی مزدلفة وفی منی وعند الجمرات الثلاثة وزاد غيره وعند رؤية البيت وفی الحطيم الخ ،البحرالرائق ج۲/ص ۳۵۲/ آخرباب الاحرام. مطبوعه كوئٹه، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۵۲۴، كتاب الحج، مطلب فی اجابة الدعاء، غنية الناسک ص ۶۵، تنبيه فی اماكن الاجابة، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

غلاف کعبہ کو پھاڑ توڑ کر لانا

سوال:۔ حاجی لوگ حج کرنے جاتے ہیں، اور بہت سامان لاتے ہیں ضرورت کے علاوہ بھی، اور بعض غلافِ کعبہ کو توڑ کر لاتے ہیں، اور بعض پھاڑ کر لاتے ہیں، یہ افعال جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غلاف کعبہ کو توڑ کر نوچ کر لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بزرگ کے بدن پر کرتا ہو اور اس کو توڑ کر نوچ کر لانا یہ سخت بے ادبی ہے ہرگز اس کی اجازت نہیں، علاوہ ازیں وہ وقف کا مال بھی ہے، بلا اذنِ واقف ومتولی اس کے لینے کا کسی کو حق نہیں، اگر کوئی کنکر یا پتھری معمولی طور پر تبرک کی نیت سے لے آئے تو اسکی گنجائش ہے[1] جس سامان کے لانے کی قانوناً اجازت نہیں، اس کو لانا آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

---

[1] ولابأس باخراج حجارة الحرم وترابه الى الحل عندنا (الىٰ قوله) ولا ياخذ شيئاً من استار الكعبة وماسقط منهايصرف الىٰ الفقراء الخ عالمگیری کوئٹہ ج ۱/ص ۲۶۴/ الباب السابع عشر فی النذر بالحج، قبيل خاتمه فی زيارة قبر النبی صلی اللّٰه عليه وسلم . لايجوز قطع شئ من كسوة الكعبة ولا نقله، ولابيعه، ولا شراؤه ولا وضعه فی اوراق المصحف، ومن حمل شيئاً من ذالک فعليه رده (الى قوله) او على ان اصل الكسوة من الاقاف فيعمل على وقف شرط الواقف وليس فيه التصرف ولا لغيره، مناسک الملا على القاری، باب المتفرقات ص ۴۹۵-۴۹۶، مطبوعه کراچی.

[2] لاينبغی للمؤمن ان يذل نفسه الحديث، ترمذی شريف، ج ۲/ص ۵۰/ کتاب الفتن (مطبوعه رشيديه دهلی)

باب یازدھم: زیارتِ مدینہ

گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوٰۃ وسلام

سوال:۔ بہار شریعت حصہ ششم، ص ۱۷۱ر میں ہے شہر میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں، ہاں درود میں زیادتی مناسب ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیارت روضۂ پاک علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب

سوال:۔ بہار شریعت ششم، ص ۱۶۷ر میں ہیکہ امام محمد بن الحاج مکی مدخل میں اور امام محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دینؒ فرماتے ہیں ''لافرق بین موته وحیاته ﷺ

---

[1] ینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثر الصلوة علیه فانه یسمعها وتبلغ الیه، وفضلها اشهر من ان یذکر، فاذا عاین حیطان المدینة المنورة یصلی علی النبی ﷺ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۶۱۲، فصل فی زیارة النبی ﷺ، مطبوعه مصری، مجمع الانهر ص ۴۶۳/۱، کتاب الحج، من المهمات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. فتح القدیر ج۳/ص ۱۸۰/ المقصد الثالث فی زیارة قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

اعنی فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذٰلک عندهم جلی لاخفاء فیه انتهیٰ"

کیا مدخل اور مواہب لدنیہ میں یہ لکھا ہے اور یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے، مفصل جواب مرحمت ہو ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بہار شریعت یہاں موجود نہیں معلوم نہیں کہ اس میں اس عبارت سے کیا استدلال کیا ہے، یہ عبارت مدخل، ج ۱ رص ۲۰۹[1] میں موجود ہے اسی طرح مواہب لدنیہ[2]، ج ۲ رص ۵۰۸ میں ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو، ظاہری احترام کے ساتھ قلب کی بھی نگہداشت رکھے کہ کوئی خیال جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گرامی کے خلاف نہ آنے پائے، غرض جس طرح آپ کی حیات میں آداب ظاہری وباطنی کی رعایت ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح مزار مبارک پر حاضری کے وقت بھی ضروری سمجھے، کیونکہ آپ کی حیات برزخی قوی دلائل سے موجود وثابت ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مجھ پر پاس کھڑا ہو کر درود بھیجتا ہے، میں اس کو سنتا ہوا اور جو دور سے بھیجا جاتا ہے، وہ مجھ کو سنایا جاتا ہے[3]، آپ ﷺ کی حیات میں منافقین جب حاضر

---

[1] مدخل ج ۱ رص ۲۵۹ ر (مطبوعه مصر، فصل فی زیارة سید الاولین والآخرین.

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ص ۱۹۵ / ۱۲، الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف، مطبوعه عباس احمد الباز مکة المکرمة.

[3] عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عندی قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغته،مشکوٰة شریف ،ص ۸۷ ر باب الصلوٰة علی النبی وفضلها، الفصل الثالث.

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں، جو مجھ پر درود دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

ہوتے تھے، تو بسا اوقات آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ نفاق پر اطلاع ہو جاتی تھی[۱]، اسی طرح اگر مزار مبارک پر خلاف شان اقدس کوئی خیال کیا جائے تو کیا عجب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر بھی مطلع فرمادیں، بعض روایات میں وارد ہے کہ امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں، اگر وہاں حاضر ہونے والوں کے عزائم وخواطر بھی پیش کر دیئے جائیں تو کیا استبعاد ہے، مدخل کی عبارت اس سے پہلے یہ ہے "**ویحتاج الیٰ الادب الکلی فی زیارته علیه الصلوٰة والسلام وقد قال علمائنا رحمة اللّٰه علیهم ان الزائر یشعر نفسه بانه واقف بین یدیه علیه الصلوة والسلام کما هو فی حیاته الخ**"[۲]

تنبیہ:۔ صاحب مدخل[۳] مذہباً مالکی ہیں اور صاحب مواہب لدنیہ شافعی المذہب[۴] ہیں اور مجموعی حیثیت سے دونوں کتابیں مالکیہ وشافعیہ کے یہاں معتبر ہیں لیکن مذہب اور

---

۱ قال الامام احمد حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن سلمة بن عیاض عن ابیه عن ابی مسعود وعقبة بن عمروؓ قال خطبنا رسول اللّٰه ﷺ خطبة فحمد اللّٰه واثنی علیه ثم قال ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم ثم قال قم یافلان ثم یافلان ثم یافلان حتی سمی ستة وثلاثین رجلاً الخ (مسند احمد ج۵/ص۲۷۳، حدیث ابی مسعود عقبة بن عمرو الانصاریؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت) تفسیر ابن کثیر ص۲۷۷/۴/ (مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، سوره محمد تحت آیت ۳۳/

۲ المدخل لابن الحاج ص۲۵۸/۱، فصل زیارة سید الاولین والآخرین صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوع المصریة بالازهر.

۳ مدخل للامام ابن الحاج ابی عبداللّٰه محمدبن محمد بن العبدری الفاسی المالکی المتوفی ۷۳۷/ سبع ثلاثین وسبعمائة،قال ابن حجر هو کثیر الفوائد کشف فیه عن معائب وبدع یفعلها الناس ویتساهلون فیها واکثر ها مماینکر ویقبضها ممایحتمل.(کشف الظنون ج۲/ ص۱۶۴۳/ مدخل الشرع الشریف علی المذهب الاربعة، طبع دارالفکر)

۴ وهو احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد القسطلانی القتیبی المصری الشافعی..... توفی لیلة الجمعة بالقاهرة سابع محرم سنة ثلاث وعشرین وتسع مائة (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه ،ج۱/ص۳/ طبع بیروت، کشف الظنون ج۲/ ص۱۸۹۶، مطبوعه دارالفکر بیروت،

فتویٰ کی کتابیں نہیں ہیں، بلکہ سیرت اور آداب کی حیثیت رکھتی ہیں پس جب مذہب اور فتویٰ سے ٹکرائیں گی تو ان کو دونوں مذہب والے چھوڑ دیں گے، اور فتویٰ اور مذہب کی کتابوں پر عمل کریں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲/ذی الحجہ ۵۷ھ

عورتوں کیلئے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سوال:۔ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت منع ہے، تو کیا روضۂ اطہر پر بھی جانا عورتوں کو منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

منع نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں

سوال:۔ آیا مسجد نبوی میں ۴۰/وقت کی نمازیں تواتر کے ساتھ ضروری ہیں یا نہیں،

---

[1] هل تستحب زيارة قبره ﷺ للنساء الصحيح نعم بلا كراهة بشروطها (شامی نعمانیہ، ج ۲/ص ۲۵۷/) مطبوعه زكريا، ج ۴/ص ۵۴/ باب الهدى، مطلب فی تفضيل قبره المكرم ﷺ. ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص ۳۳۴، باب زيارة سيد المرسلين، مطبوعه مصری، غنية الناسک ص ۲۰۱، خاتمه فی زيارة قبر سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم، مطبوعه خيريه ميرٹھ.

اگر کسی سبب سے تواتر ختم ہوگیا تو پھر پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

چالیس نمازیں ادا کرنے پر جو وعدہ ہے وہ مسلسل پر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

حرمین میں پہلے کہاں جائے

سوال:۔ حج اور زیارت کے لئے ایک شخص گیا اب اس کو پہلے مدینہ طیبہ کی حاضری بہتر ہے یا پہلے حج کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ پہلا حج ہے تو پہلے مکہ معظّمہ جانا افضل ہے ورنہ پہلے مدینہ طیبہ کی حاضری افضل ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] من صلی فی مسجدی اربعین صلوٰۃ لاتفوتہ صلوٰۃ کتب لہ براء ۃ من النار وبراء ۃ من العذاب وبراء ۃ من النفاق. جمع الفوائد ج ۱/ص ۳۰۳/باب ماجاء فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وزیارتہ.

ترجمہ:۔ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے کوئی نماز فوت نہ ہو اس کے لئے جہنم سے براءت، عذاب سے براءت اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

[2] ویبدأ بالحج فرضاً ویخیر لونفلا. الدرالمختار علی الرد، ص ۲۵۷/ مکتبہ نعمانیہ. (مطبوعہ زکریا، ج ۴/ص ۵۴/ باب الھدی، مطلب فی تفضیل قبرہ المکرم ﷺ. طحطاوی علی المراقی ص ۶۱۲، کتاب الحج، فصل فی زیارۃ النبی ﷺ، مطبوعہ مصری، غنیۃ الناسک ص ۲۰۱، خاتمہ فی زیارۃ قبر سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مطبوعہ خیریہ میرٹھ.

سفر مدینہ کی نیت

سوال:۔ مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے سفر کرے یا روضۂ اطہر کی زیارت کا قصد مقدم ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

روضۂ اطہر کی زیارت کا قصد مقدم رکھے، طحطاوی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مدینہ منورہ کے حدود حرم کیا ہیں؟

سوال:۔ حرم مدینہ منورہ کے حدود کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حنفیہ کے نزدیک مدینہ منورہ کا حرم نہیں، وہاں کا شکار وغیرہ درست ہے۔ **ولیس للمدینة المنورة حرم عندنا فیجوز الاصطیاد فیها وقطع حشیشها ورعیه اھ شرنبلالیه**[2] ج ۱/ص ۲۵۳/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب صحیح ہے سعید احمد غفرلہٗ خادم دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ربیع الثانی ۵۵ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۴/۵۵ھ

---

[1] الاولی فی الزیارة تجرید النیة لزیارة قبرہٖ صلی اللّٰہ ﷺ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۶۱۲/ مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر، فصل فی زیارت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، شامی زکریا ص ۴/۵۴، باب الهدی، مطلب فی تفضیل قبره المکرم ﷺ، فتح القدیر ص ۳/۱۸۰، خاتمة، المقصد الثالث فی زیارة قبر النبی ﷺ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] شامی زکریا ج ۴/ص ۵۲/ باب الهدی، کتاب الحج.

ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال:۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو زید قطعاً حرام کہتا ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بعض حضرات اکابر نے اس موقع پر نماز کی طرح ہاتھ باندھنے کو منع فرمایا ہے، مگر دوسرے بعض اکابر نے اس کو آداب میں شمار کیا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''ودروقت سلام آنحضرت ووقوف درآں جناب باعظمت دست راست رابر دست چپ نہند چنانچہ درحالت نماز کنند کرمانی کہ ازعلمائے حنفیہ است تصریح بایں معنی کردہ است[1]۔ جذب القلوب[2]، ص ۲۱۷ رلہٰذا اس میں تشدد نہیں چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنے کے وقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں وقوف کے وقت باعظمت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز کی حالت میں کرتے ہیں، کرمانی نے جو علمائے حنفیہ میں سے ہیں اس معنی کی تصریح کی ہے۔

[2] جذب القلوب، ص ۲۱۷ رمطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ۔

باب دوازدھم: حج کے متفرق مسائل

حالت حیض میں حرم شریف کی نماز اور صلوٰۃ وسلام

سوال:۔ اسی طرح مکۃ المکرّمہ میں یا مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں عورت یا جوان لڑکی کو حیض شروع ہوگیا، عزت وآبرو کی وجہ سے مرد اپنی بیوی یا اپنی لڑکی کو تنہا قیام گاہ پر نہیں چھوڑنا چاہتا ہے، اور وقت کم ہوتا ہے، خود حرم شریف میں جاکر نمازیں ادا کرنا چاہتا ہے، طواف کرنا چاہتا ہے، اور مدینہ منورہ میں نمازیں ادا کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنا چاہتا ہے، بعض عورتیں ایسی عورتوں کو مشورہ دیتی ہیں، کہ کسی سے کہو نہیں نمازیں بھی پڑھو طواف بھی کرو، سلام بھی عرض کرو، یہ تو صریحاً گناہ ہے، مگر ایسی مجبوری میں مرد اپنی بیوی کو اور لڑکی کو حیض کی حالت میں حرم شریف میں اور مسجد نبوی میں کسی ایک جگہ لاکر بیٹھا دے تاکہ وہ خاموش بیٹھے بیٹھے توبہ استغفار کرے، درود شریف پڑھتی رہے نمازیں ادا نہیں کرے اور نہ طواف کرے تو کیا ایسے کرنے میں بوجہ مجبوری کوئی گناہ نہیں، جب مرد مسجد سے یا حرم شریف سے باہر نکلے تو بیوی کو ساتھ لے لے اور کیا بوجہ مجبوری حضور اکرم صلی اللہ عیہ وسلم پر سلام بھی عرض کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد میں داخل نہ کیا جائے[1] مسجد کے متصل خارج مسجد بیٹھا دے تاکہ وہ تسبیح واستغفار میں

---

[1] ویحرم بالحیض والنفاس دخول مسجد شمل الکعبة الی قوله ویحرم بهما الطواف بالکعبة، طحطاوی مع المراقی ص ۱۱۵، باب الحیض والنفاس والاستحاضة، مطبوعه مصر. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱/۴۸۶، کتاب الطهارة، باب الحیض مطلب لو افتیٰ مفت بشیٔ، النهر الفائق ص ۱/۱۳۱، باب الحیض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

مشغول رہے، صلوٰۃ وسلام بھی وہیں پڑھتی رہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کو جاتے وقت والد، والدہ، بیوی کس کو ساتھ لیجائے

سوال:۔ میں حج کو جارہا ہوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اپنی والدہ، بیوی، اور والد میں سے کس کو اپنے ہمراہ لے جانے کا پہلے حق حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

والدہ صاحبہ کو اپنے ساتھ لیجائیں، تو بہتر ہے، خدا جانے پھر ان کو ساتھ جانے کے لئے محرم میسر آئے یا نہ آئے، ویسے آپ والد صاحب اور اہلیہ میں سے جس کو دل چاہے ساتھ لے جاسکتے ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۱ھ

ایک محرم دوسرے محرم کا سر مونڈے حلال کرنے کیلئے

سوال:۔ حج میں سر منڈانا ضروری ہے، اس وقت اگر کوئی حاجی جو ابھی حلال نہیں ہوا

---

[1] ولا بأس لحائض وجنب بقراءة ادعية ومسها وذكر الله تالیٰ وتسبيح، الدرالمختار ص۴۸۸/۱، كتاب الصلوة، باب الحيض، اعلاء السنن ص۲۶۷/۱، باب ان الحائض والنفساء والجنب لا يقرؤن شيئاً من القرآن، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، طحطاوی مع المراقی ص۱۱۴، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، مطبوعه مصر، وتترک غيرموكدة ومسجد اوجماعة الخ درمختار ج۱/ص۲۸۸/ مبحث فی مسائل المتحيرة ج۲/ص۵۱۷/ مطلب فی طواف الزيارة.

[2] وفی شرح مسلم للنووی فيه الحث على برالاقارب وان الام احقهم بذالک ثم بعد ها الا ب ثم الاقرب فالاقرب قالو اوسبب تقديم الام كثرة تعبها عليه وشفقتها وخدمتها الخ مرقاة ج۹/ص۱۹۰/ كتاب الآداب، باب البر والصلة. مطبوعه امداديه ملتان.

ہے، کسی محرم کا سر مونڈے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

احرام سے حلال کرنے کیلئے ایک محرم دوسرے محرم کا سر مونڈے تو کوئی حرج نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۲ھ

حج سے آنے والے کے ساتھ معانقہ اور دست بوسی

سوال:۔ یہاں پر جب لوگ حج کر کے آتے ہیں تو مرد عورت سب ہی لوگ ان کے گلے ملتے ہیں، اور ان کے ہاتھوں کو اور کندھوں کو بوسہ دیتے ہیں، کیا جائز و درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس قصد سے کہ کوئی شخص مکہ مکرمہ سے آرہا ہے، اس کی تعظیم اور محبت کی خاطر ہاتھوں کو چومنا درست ہے[2]، معانقہ کی بھی اجازت ہے[3]، مگر عورت کو نامحرم کے ساتھ یہ معاملہ درست

---

[1] ولوازال الشعرة بالنورة اوالحرق اوالنتف بيده اواسنانه بفعله اوبفعل غيره اجزا عن الحلق، غنية الناسک ،ص ۹۳/ فصل فی الحلق، مطبوعه خيريه ميرٹھ، شامی کراچی ص ۲/۵۲۶، کتاب الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة.

[2] وان قبل يدغير العالم وغيرالسلطان العادل ان ارادبه تعظيم المسلم واكرامه فلاباس به عالمگيری، ج۴/ص ۱۱۹/ (مكتبه رحيميه، كتاب الكراهية. الباب الثامن والعشرون. مرقاة ص ۹/۷۶، كتاب الآداب، باب المعانقة والمصافحة، مطبوعه امداديه ملتان، شامی كراچی ص ۶/۳۸۳، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره.

[3] وقال ابويوسفؒ لا بأس بالتقبيل والمعانقة فی ازارواحد فان كانت المعانقة فوق قميص اوجبة اوكانت القبلة علی وجه المبرة دون الشهوة جاز عندالكل كذافی فتاویٰ قاضی خاں عالمگيری ص ۴/۱۱۹ ، كتاب الكراهية،الباب الثامن والعشرون. مطبوعه رحيميه ديوبند، شامی كراچی ص ۶/۳۸۱، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء.

نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۲ھ

عورتوں کے لئے اپنی قیامگاہ پر نماز پڑھنا بنسبت حرم کے بہتر ہے

سوال:۔عورتیں نمازوں کیلئے حرم شریف میں جاویں یا اپنی قیامگاہ پر پڑھیں افضل کیا ہے سمجھ میں یہ آتا ہیکہ صبح اور عشاء حرم میں پڑھیں کیوں کہ اندھیرے کی وجہ سے پردہ بھی ہے اور حرم میں آنے جانے میں سہولت بھی ہے اول وقت چلی جائیں اور آخر میں باہر آئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ان کو مکان پر نماز پڑھنا بہتر ہے، ہر نماز کا یہی حکم ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلموں کا حرم میں داخلہ کیوں ممنوع ہے

سوال:۔مکہ مکرمہ میں غیر مسلموں کو داخل کیوں نہیں ہونے دیتے جب کہ ہمارے

---

[1] ولاتمس شيئاً منه اذكان احد هما شاباً فى حد الشهوة وان امنا على انفسهما الشهوة عالمگيرى ،ج۴/ص ۹۷/ (مكتبه رحيميه) كتاب الكراهية، الباب الثامن، وما حل نظره حل لمسه الا من اجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وان امن الشهرة لانه اغلظ، الدرمع الشامى كراچى ص۶/۳۶۷، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس.

[2] وكذا هى (المضاعفة) فى حق الرجال دون النساء كماحققه فى الفتح، غنية الناسك ص۷۶/ مطلب فى مضاعفة الصلوة فى المسجد الحرام، مطبوعه خيريه ميرتھ.

ہندوستان میں مسلمان اور ہندو ملکر رہتے ہیں اور تمام ہندو لوگ مسلمان پیروں کی زیارت پر جاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شاہی دربار میں وہی جاسکتا ہے جس کے پاس شاہی پروانہ ہو، دوسرا شخص نہیں جاسکتا، شاہی پروانہ ہے ایمان جس کی علامت ہے کلمہ "لَااِلٰهَ اِلّااللّٰه مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللّٰه" ہندو بھی اپنے مخصوص اور متبرک مقامات میں دوسروں کو آنے کی اجازت نہیں دیتے، بعض تیرتھ ایسے ہیں کہ وہاں کوئی غیر ہندو غسل (اسنان) نہیں کرسکتا نہ عام مساجد کے یہ حال ہیں نہ عام مندروں کے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۱۴۰۰ھ

بذریعہ بس سفر حج مزارات کی زیارت کرتے ہوئے

سوال:۔ سیاست اخبار مورخہ ۲/دسمبر ۶۰ھ میں سفر حج کا جو طریقہ درج ہے کیا شرع شریف میں اس طریقہ سے حج بیت اللہ شریف جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کانپور سے اجمیر شریف تک کا ٹکٹ خرید کر اس کے ذریعہ دہلی، اجمیر، آگرہ، جے پور، فتح پور، سیکری، بمبئی، بصرہ، بغداد، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین شریف، کوفہ، بیت المقدس، جدہ، مکہ معظّمہ، طائف شریف، مدینہ منورہ کی زیارت بہت سستی اور آسان ہے،

---

[1] والسر فی حرم مکة والمدینة ان لکل شئ تعظیماً وتعظیم البقاع ان لا یتعرض لما فیها بسوءٍ واصله مأخوذ من حمی الملوک وحلة بلادهم فانه کان انقیاد القوم لهم وتعظیمهم ایاهم مساوقاً لمؤاخذة انفسهم ان لایتعرضوا الخ حجة الله البالغة ص ۲/۶۱، امور تتعلق بالحج، مطبوعه مصری.

بظاہر تو بہت بڑے کارِ خیر کا دروازہ کھول کر شائقین حج وزیارت پر احسان عظیم کیا گیا ہے، بہت سے مسلمان روپیہ کی کمی کیوجہ سے محروم تھے، اب انکو بھی آسانی ہوگی، غالباً اس اعلان پر بے شمار ٹکٹ خریدے جائیں گے، اور بے شمار روپیہ بھی جمع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کتنے خوش نصیب ایسے ہوں گے جن کا ٹکٹ برآمد ہوگا، اور کتنے ایسے ہوں گے جنکے ارمانوں پر پانی پھر جائے گا، اور حسرتیں خاک میں مل جائیں گی، یہ درحقیقت جوا اور قمار ہے[1]، جیسے قسم قسم کے معمے حل کرنے کیلئے دفتر کھلے ہوئے ہیں، اور لاٹری کے ذریعہ کاروبار کئے جارہے ہیں، اسی کا شعبہ یہ بھی کھولا گیا ہے، اسی کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت کا وعدہ کرکے اہل تشیع کو دعوت دی گئی ہے اہل سنت والجماعۃ کو بھی ان کے خصوصی مذہبی شعار میں شرکت کا موقع مل سکے گا، تاکہ یہ بیچارے تعزیہ داری اور ماتم ہی پر قناعت نہ کریں، بلکہ قدم آگے بھی بڑھائیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کی شرکت کو تو اس میں اصل ہی قرار دیا گیا ہے، کہ جو بیچارے بزرگان دین کے مزارات کی زیارت مسنونہ پر کفایت کرتے اور مشروع طریق پر ایصال ثواب کرلیتے تھے، وہ طواف اور سجدہ مزار شریف سے بھی نہ بچ سکیں گے، اور وہاں کی ہر قسم کی خرافات وشرکیات سے برابر کے شریک ہوجائیں گے، سیر وتفریح کے دیگر مقامات بھی دکھائے جائیں گے، غرض محض حج وزیارت کی نیت سے یہ سفر اصالۃ نہ ہوسکے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص اخری لان کل واحد من المقارین ممن یجوز ان یذهب مالهٗ الی صاحبه ویجوز ان یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص (شامی زکریا ج ۹/ص ۵۷۸/ فصل فی البیع، باب الاستبراء، کتاب الحظر والاباحة.

[2] سفر حج سیاحت کی نیت سے بھی پاک کرنا چاہئے جیسے تجارت کی نیت سے خالص کرنا چاہئے۔

مستفاد: وتجرید السفر من التجارة احسن (عالمگیری ج ۱/ص ۲۲۰/ الباب الاول، کتاب الحج. واما آدابه، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق ص ۲/۳۰۹، اول کتاب الحج، مطبوعه سعید کراچی، النهر الفائق ص ۲/۵۲، اول کتاب الحج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

کیا ہر حج میں نو لاکھ نو ہزار نو سو ننانوے آدمی شریک ہوتے ہیں

سوال:۔عوام میں یہ بھی مشہور ہے کعبۃ اللہ کا جب حج ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ نو لاکھ نوے ہزار نو سو ننانوے (999999) آدمی اس میں شامل ہوتے ہیں، اگر کمی ہوتی ہے تو فرشتے پوری کر دیتے ہیں، آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ عدد میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

منجاء پر وقوف شعارِ روافض ہے

سوال:۔اسی طرح مکان منجاء جو کہ پشت کعبہ میں رکن یمانی سے بائیں طرف چار ہاتھ کی مقدار تک ہے اس کا التزام بھی مکروہ ہے، اگرچہ ایسا کرنا روافض کا شعار ہو گیا ہے، وہ اس جگہ دعا کے لئے وقوف کرتے ہیں، بہر حال جائز تو ہے اور اکثر کے علم میں نہیں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے، لہٰذا کیا ہم حنفی اس جگہ التزام بلا کراہیت کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو امر فی نفسہ مندوب ہو مگر وہ روافض کا شعار بن جائے، تو اس سے بھی اجتناب چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] ان کل سنة تکون شعاراً اهل البدعة ترکها اولیٰ، مرقاة ج۴/ص ۶۳/ باب المشی بالجنازة والصلوة علیها، الفصل الثالث، کل سنة تکون شعاراً اهل البدعة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان.

نوٹ پر کمیشن

سوال:۔ بعض حاجی دوسرے حاجی کو اپنے ملک کا نوٹ دیکر یہ کہتے ہیں کہ میرے نوٹ کو حج والے نوٹ سے بدل کر اپنے ساتھ سعودیہ عربیہ لیتے چلو وہاں تم مجھ کو دیدینا اور میں تم کو اس کے عوض اتنا کمیشن دوں گا، کیا یہ درست ہے اگر نہیں تو جواز کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ بھی درست نہیں، اپنے نوٹ جس قدر قانون کی اجازت سے ہے بس وہی لیجائے اس سے زیادہ کمیشن دے کر نہ لیجائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

دارالعلوم دیوبند

حج میں نوٹ کا تبادلہ کمی زیادتی سے

سوال:۔ عام ملکوں کی حکومتوں کا دستور ہے کہ وہاں کی حکومت سعودیہ عربیہ میں حاجیوں کو خرچ کے لئے ایک خاص قسم کا نوٹ دیتی ہے، جو سعودیہ عربیہ میں گراں قیمت پر فروخت ہوتا ہے، تو کیا حج کا سو روپے والا نوٹ اس ملک کے دوسرے نوٹ سے کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ نوٹ حکومت سعودیہ عربیہ میں چلانے کے لئے دیا جاتا ہے، اس کو اپنے ملک میں زیادہ

---

[1] ولاتلقوا بایدیکم الیٰ التھلکۃ الایۃ، سورۂ بقرہ آیت: ۱۹۵،

ترجمہ:۔ اپنے آپکو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

قیمت پر چلانا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ضلع کے نام سے درخواست حج

سوال:۔ ہمارے یہاں قصبہ شیرکوٹ کے نام سے حج کے لئے پاسپورٹ یا منظوری نہیں ہوتی، اور کسی دوسرے شہر کے نام سے پاسپورٹ یا منظوری ہوجاتی ہے، اب ہمیں کیا کرنا چاہئے، اسکے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر بجنور سے منظوری ہوجاتی ہے، تو موضع بجنور کا رہنے والا اپنے آپ کو بجنوری کہہ کر بھی درخواست دے سکتا ہے[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۴ھ

---

[1] کیونکہ قانوناً ایسا کرنا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ قال تعالیٰ: ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة الآية، آیت: ۱۹۵، سورۂ بقرہ.

عن حذيفةؓ قال قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمؤمن ان يذل نفسه قالوا وكيف يذل نفسه؟ قال يتعرض من البلاء لما لا يطيق، ترمذی شریف ص ۲/۵۱، ابواب الفتن، باب بلا ترجمة بعد باب ماجاء فی النهی عن سب الرياح، مطبوعه اشرفی دیوبند، مطبوعه رشیدیه دهلی ص ۲/۵۰.

[2] نعم المعاريض تباح بغرض خفيف، شامی ص ۹/۶۱۳، كتاب الحظر والاباحة (فصل فی البيع، مطبوعه زكريا ديوبند، احياء العلوم الدين ص ۳/۱۳۷، كتاب آفات اللسان، الآفة الرابعة عشرة الكذب فی القول؛ بيان الحذر من الكذب بالمعاريض، مطبوعه مصطفى البابی الحلبی واولادهٗ بمصر.

لڑکی کی حق تلفی کر کے حج

سوال:۔ ۳۷/ بیگہ زمین سسرال سے میرے حصہ میں آئی اور ۱۹/ بیگہ میرے پاس موروثی ہے، موروثی زمین کا بیس گنا ادا کر رہا ہوں اور ۲۵/ سال سے برابر ادا کر رہا ہوں، کل جگہ ۵۶/ بیگہ ہے اور سب کے رہائشی مکان الگ الگ بنوا دیئے ہیں، ایک لڑکی تھی اس کی شادی کر دی وہ اپنے گھر بار کی ہوگئی ہے، زمین سے کوئی حصہ نہیں دیا ہے، اور میرے پاس ۱۴/ بیگہ زمین ہر دو قسم کی زمینوں کو ملا کر باقی بچی ہے، میں چاہتا ہوں کہ ۱۴/ بیگہ زمین کو بیچ کر زیارت حج بیت اللہ کر آؤں تو کیا یہ حج میرے لئے جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج تو آپ کا ہو جائے گا لیکن آپ نے لڑکی کو زمین نہیں دی، یہ اس کی حق تلفی ہوئی ہے، حالانکہ جتنی جتنی لڑکوں کو دی ہے، اتنی لڑکی کو دینا چاہئے تھی، اپنی زندگی میں جب اولاد کو بطور عطیہ زمین وغیرہ دی جائے تو سب کا حق برابر ہوتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ ہوتا ہے

سوال:۔ کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ کیا جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں کیا جاتا ہے، زید کہتا

---

[1] وروی المعلی عن ابی یوسفؒ انه لابأس به اذالم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل مایعطی للابن وعلیه الفتویٰ هکذافی فتاویٰ قاضی خان وهو المختار کذافی الظهیریة، عالمگیری ج۳/ص ۴۹۴/ (مکتبه رحیمیه) ومطبوعه زکریا دیوبند ج۴/ص ۳۹۱/ کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغیر. درمختار علی الشامی کراچی ص۵/۶۹۶، کتاب الهبة، خانیة علی هامش الهندیة مطبوعه کوئٹه ص ۳/۲۷۹، کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده الخ.

ہے مدینہ میں بھی کرنا چاہئے آیا قول زید صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عمرہ میں دو کام کئے جاتے ہیں، ایک طواف بیت اللہ دوسرا کام صفا ومروہ کے درمیان سعی یہ دونوں کام صرف مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

عورتیں فجر کی نماز کہاں پڑھیں
اور
رمی جمرہ عقبہ کس وقت کریں

سوال:۔ عورتیں دسویں کی رمی کس وقت کریں، اور صبح کی نماز کہاں پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عورتیں فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھیں[2]، اور جمرۃ العقبہ کی رمی طلوع آفتاب کے بعد کریں، زوال کے بعد بھی گنجائش ہے، کوئی عذر ہو تو بعد نماز فجر قبل طلوع شمس بھی کرسکتی

---

[1] وهي في الشرع زيارة البيت والسعي بين الصفا والمروة .عالمگيری ج۶/ص ۱۲۱/ (الباب السادس في العمرة) مطبوعه دارالكتاب ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۳۵۹، باب القران، الدارالمختار مع الشامي، مطبوعه زكريا ص ۴۷۵-۴۷۶/۳، كتاب الحج، مطلب احكام العمرة.

[2] وصلى الفجر بغلس لاجل الوقوف ثم وقف بمزدلفة الخ، درمختار على هامش ردالمحتار ص ۳/۵۲۹، قبيل مطلب الوقوف بمزدلفة، مطبوعه زكريا، بحر كوئٹه ص ۲/۳۴۲، باب الاحرام، زيلعي ص ۲/۲۸، كتاب الحج، باب الاحرام، امداديه ملتان،

ہیں[1]۔ کذافی ردالمحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے

سوال:۔ ایک عورت سفر پر شوہر کے باہر جانے سے مریض ہو جاتی ہے، کیا شوہر کا اسے ساتھ لے جانا ضروری ہے یا شوہر کا اس عذر پر نہ جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شوہر اپنی ضروریات کی وجہ سے سفر میں جا سکتا ہے، اگر چہ اسکی بیوی بیمار ہو جاتی ہو، مگر اسکی تیمارداری کا انتظام کر کے جائے، یا سفر میں ساتھ لیجائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

---

[1] ورمی جمرة العقبة من بطن الوادی الی قوله ووقته من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء (الشمس) لزوالها ویباح لغروبها ویکره للفجر وکذا یکره قبل طلوع الشمس وهذا عند عدم العذر فلا اساء ة برمی الضعفة قبل طلوع الشمس ولا برمی الرعاة لیلاً کما فی الفتح، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۳۴-۵۳۰/۳، کتاب الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة، غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص ۹۱، باب مناسک یوم النحر، فصل فی رمی جمرة العقبة، مطبوعه خیریه میرٹھ.

[2] وکذا ان کرهت خروجه زوجته واولاده اومن سواهم ممن تلزمه نفقته وهو لایخاف الضیعة علیهم فلابأس بان یخرج ومن لاتلزمه نفقته لو کان حاضرا فلا بأس بالخروج مع کراهته وان کان یخاف الضیعة علیهم کذافی المحیط، عالمگیری، ج ۱/ ص ۲۲۱/ کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج ومما یتصل بذالک مسائل، مطبوعه کوئٹه، وفی الکبیر عن التتمه من علیه الحج ومرضت زوجته لا یکون عذراً عن التخلف فی الحج، غنیة الناسک ص ۲، مقدمه فی تعریف الحج وما یتعلق بفرضیته، مطبوعه الخیریة میرٹھ.

ہندوستانی کا پاکستانی پاسپورٹ سے حج کرنا

سوال:۔ کوئی شخص ہندوستانی ہے وہ پاکستان سے پاکستانی پاسپورٹ بنوا کر حج کو جائے تو حج درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اسکا حج درست ہو جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

داخلے میں کچھ دینا رشوت ہے

سوال:۔ خدام کعبہ بلا کچھ لئے خانہ کعبہ کے اندر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ان کو کچھ دینا کیسا ہے یہ رشوت تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ رشوت ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مگر یہ دیکھ لے کہ یہ قانونی جرم تو نہیں، اور خلاف ورزی کی وجہ سے کوئی دشواری تو پیش نہیں آئیگی، اس لئے کہ قانونی خلاف ورزی کر کے اپنی عزت وآبرو کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی نہیں، ارشاد خداوندی ہے "ولا تلقوا بایدیکم الیٰ التھلکۃ" الایۃ. سورۂ بقرہ آیت: ۱۹۵، مگر اس کے باوجود حج ادا ہو جائیگا۔

[2] ویحرم اخذ الاجرۃ ممن یدخل البیت اویقصد زیارۃ مقام ابراھیم علیہ السلام بلاخلاف بین علماء الاسلام وائمۃ الانام کماصرح بہ فی البحر وغیرہ اھ شامی کراچی ج ۲/ص ۶۲۴/ باب الھدی، مطلب فی دخول البیت، غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک ص ۷۴، مطلب فی دخول البیت، باب السعی، مطبوعہ الخیریۃ میرٹھ.

حج سے پہلے پہنچنے والا مکہ معظّمہ میں مقیم ہے یا مسافر

سوال:۔ جو شخص یکم ذی الحجہ کو مکہ شریف پہنچے اور بیس روز قیام کی نیت کرے اور حج سے فارغ ہوکر اکیس کو مدینہ طیبہ جانے کا قصد کرے تو وہ شخص قیام مکہ معظّمہ میں نماز پوری پڑھے گا یا قصر کرے گا، ایسا شخص مقیم ہے یا مسافر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ شخص مقیم نہیں بلکہ مسافر ہے اسکو چاہئے کہ مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرے اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں بھی قصر کرے، البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو قصر نہیں کریگا، بلکہ اتمام کریگا، جیسا کہ ہر مسافر کا حال ہوتا ہے[1]۔ البحر الرائق ج ۲/ص ۱۴۳/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وذكر في كتاب المناسك ان الحاج اذا دخل مكة في ايام العشر ونوى الاقامة نصف شهر لايصح لانه لابدله من الخروج عرفات فلايتحقق الشرط . البحر الرائق ، ج۲/ص ۱۳۲/ باب المسافر. حاشية الشلبي ص ۲۱۲/۱، باب المسافر، مطبوعه امداديه ملتان.

نوٹ:۔ منیٰ عرفات ومزدلفہ میں قصر واتمام سے متعلق مفتیان کرام کا فتویٰ جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں شائع کیا گیا ہے، یہاں افادہ واستفادہ کیلئے درج ہے۔

الاستفتاء:۔ (۱) کیا منیٰ مکۃ المکرّمہ میں داخل ہے یا خارج؟

(۲) کیا منیٰ میں حاجی کو قصر کرنا ہے، یا پوری نماز ہوگی؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق:۔ (۲/۱) عام کتب فقہ میں یہ تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں پہنچا اور ۸/ذی الحجہ تک اس کے پندرہ روز نہیں بنتے تو اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی، کیونکہ ۸/تاریخ کو اس کو ہر حال میں مکہ مکرمہ چھوڑنا ہے، لہٰذا اس کا پندرہ روز قیام کا اعتبار نہ ہوگا، یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب منیٰ مکہ مکرمہ سے علیحدہ تھا، اب صورتِ حال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی منیٰ سے بھی متجاوز ہوچکی ہے، اور منیٰ مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ ہے، جیسا کہ مقامی حضرات سے تحقیق کرنے..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

رکن یمانی کو دور سے اشارہ نہیں

سوال:۔رکن یمانی سے دور طواف کے وقت رکن یمانی کو کس کس طرح کیا جائے اشارہ مس کرتے وقت دور سے کیا تکبیر پڑھی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جائے گا، نہ ہاتھوں کو چوما جائیگا، بلکہ رکن یمانی سے قریب ہونے کی حالت میں بھی اس کو نہیں چوما جائے گا۔

"واستلم الركن اليماني وهو مندوب لكن بلاتقبيل درمختار على هامش الشامي نعمانية، ج۲/ ص ۱۶۹/ وقوله واستلم الركن اليماني اى فى كل شوط والمراد بالاستلام هنالمسه بكفيه اوبيمينه دون يساره بدون تقبيل وسجود عليه ولانيابة عنه بالاشارة العجز عن لمسه للزحمة اھ" (شامی[1] نعمانية ج۲/ص ۱۶۹/

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... سے اور مشاہدہ سے معلوم ہوا، اور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہے، لہٰذا اب ۸/تاریخ نہیں بلکہ ۹/کا اعتبار ہوگا، نیز اگر حج سے قبل مسافر ہے اور حج کے بعد یعنی ۹/ذی الحجہ کے بعد اس کو پندرہ روز مکہ مکرمہ میں رہنا ہے، تو ۱۰/ذی الحجہ کو ظہر کی نماز سے مقیم ہوگا، اور نمازیں پوری ادا کرنا ہونگی، اور جو پہلے سے مقیم ہے وہ تو ہر حال میں منیٰ عرفات، مزدلفہ میں نماز پوری ادا کرے گا، کیونکہ عندالاحناف قصر سفر کی وجہ سے ہے نہ کہ حج کی وجہ سے۔کتبہ سید محمد علوی دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور۔

تصدیق مفتیان کرام واردین مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ موسمِ حج ۳/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء

(۱) مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھ (۲) مفتی مشرف علی تھانوی صاحب لاہور (۳) مفتی احمد خانپوری صاحب گجرات (۴) مولانا مبین احمد صاحب ہاپور (۵) مفتی شبیر احمد صاحب مرادآباد (انوار رحمت، ص۷۲)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] شامی کراچی ص۲/۴۹۸/ مطلب فی طواف القدوم، بحر کوئٹہ ص ۲/۳۳۰، باب الاحرام، مجمع الانهر ص۱/۴۰۳، كتاب الحج، فصل فاذا دخل مكة الخ، دارالكتب العلمية بيروت.

حاجی کے گلے میں ہار

سوال:۔ حاجی کے گلے میں لوگ گری اور مکھانے اور کپڑے کے پھولوں، اور گلاب کے پھولوں کا ہار بنا کر ڈالتے ہیں، گلاب اور گیندے وغیرہ کے ہار پھول حاجی کے اوپر پھینکتے ہیں، یہ سب از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ سب طریقے خلاف سنت ہیں اور غلط قابل ترک ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

حجاج کے لئے نعرۂ تکبیر اور پھولوں کے ہار

سوال:۔ پندرہ بیس سال سے یہ رواج ہوگیا ہے کہ حجاج کو رخصت کرتے وقت اور واپسی میں ان کے استقبال کے وقت لوگ پھولوں کے ہار ان کے گلے میں ڈالتے ہیں، اور جوش وخروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں، زید اس فعل کو بدعت مکروہ اور ریا کاری ونمائش پر محمول کرتے ہوئے ناجائز سمجھتا ہے، اور بکر اسے فعل مباح اور نعرۂ تکبیر کو مستحسن اور بلندی شعائر اسلام سمجھتا ہے دونوں میں کس کا قول صحیح ہے، بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ابتداءً نعرۂ تکبیر بلندی شعائر اسلام کیلئے تجویز ہوا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام

---

[1] فتاوی رحمیہ ص ۱۷۳/۱۰، حجاج کرام کی دعوت ھدیہ کا لین الخ، مطبوعہ رحیمیہ گجرات، آپ کے مسائل اور انکا حل ص ۱۶۱/۴، حاجیوں کا استقبال کرنا شرعاً کیسا ھے، طبع کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، انوار مناسک ص ۵۹۵، سفر حج میں غلطیوں کی اصلاح، واپسی میں حاجی کی بارات، مطبوعہ مرادآباد.

قبول کرنا[۱]، ابوجہل کا مقتول[۲] ہونا، قلعۂ انطاکیہ کا فتح ہونا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی مواقع پر نعرۂ تکبیر کا ثبوت ملتا ہے، مگر اب تو محض نمائش ہی ہے، خاص کر ہندی لوگوں کیلئے بلکہ اکثر مواقع میں لہو ولعب کی صورت ہوجاتی ہے، اس لئے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، پھولوں کا ہار ڈالنا سلف صالحین سے کہیں ثابت نہیں مشرکین اپنے بتوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور مبتدعین ان کی حرص میں قبور اور مزارات پر چڑھاتے ہیں، اب ایک قدم اور آگے بڑھا کر زندہ لیڈروں اور عازمین حج یا حجاج پر چڑھانے لگے اس سے زیادہ اور کوئی اس کی اصل معلوم نہیں ہوتی[۳]، اگر سونگھنے کیلئے کسی کو پھول یا کوئی اور خوشبو دیجائے تو وہ بہتر ہے، جس کا رد کرنا بھی خلاف سنت ہے۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] حدثنی نافع عن ابن عمر قال: لما اسلم عمر بن الخطاب (الی قوله) قلت اشهد ان لااله الا الله وانک رسول الله فکبر المسلمون تکبیرة سمعت بطریق مکة (اسد الغابه ص ۳/۶۴۶، باب العین والمیم، عمر ابن الخطاب، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] عن ابن مسعود قال اتیت رسول اللهﷺ یوم بدر فقلت قد قتلت ابا جهل فقال آالله الذی لا اله الا هو: فقلت الله الذی لااله الا هو مرتین او ثلاثاً قال فقال النبیﷺ الله اکبر الحمد لله الذی صدق وعده وهزم الاحزاب وحده الخ (البدایه والنهایه ص ۲/۳۲۴، الجز: ۳، مقتل ابی جهل لعنه الله، طبع مکتبه تجاریه مکه مکرمه)

[۳] ازدادالعامة اصراراً علی هذا العمل الذی لااصل له،تقلید اللنصاری حتی صاروالیضعون الزهور علی القبور ویتهادون بینهم فیضعها الناس علی قبور اقاربهم ومعارفهم تحیة لهم ومجالة للاحیاء حتی صارت عادةً شبیهة بالرسمیة فی المجاملات الدولیة (معارف السنن، ج ۱/ص ۲۶۶/ باب التشدید فی البول. المکتبة الاشرفیة دیوبند)

[۴] عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قا ل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاث لاترد الوسائد والدهن واللبن .رواه الترمذی.مشکوٰة شریف،ص ۲۵۱/کتاب البیوع، قبل باب اللقطة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزوں کو رد نہیں کیا جاتا، تکیے، خوشبو، دودھ۔

حاجی کو رخصت کرنے کیلئے عورتوں کا اسٹیشن جانا

سوال:۔ حج کرنے والے کے پیچھے عورتیں جوان و بوڑھی اسٹیشن پر بھیجنے جاتی ہیں، یہ طریقہ کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عورتوں کو اس مقصد کے لئے گھر سے نکلنے اور اسٹیشن پر جانے کی ضرورت نہیں ان کو باز آنا چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

حاجی کا ولیمہ

سوال:۔ لوگ حج سے واپس آنے پر اپنے خاندان والوں کی دعوت کرتے ہیں، یہ دعوت اور کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حج اسلام کا عظیم الشان رکن ہے، اور بہت بڑی نعمت ہے اس کی ادائیگی پر اگر کوئی شخص شکریہ کے طور پر غرباء ومساکین اور اعزہ واحباب کو کھانا کھلائے، یا کچھ ہدیہ دے تو شرعاً درست ہے، لیکن بعض جگہ اس میں ریا اور فخر کی شان ہوتی ہے[2]، اور گویا کہ اپنے حج کا اعلان

---

[1] ومن منكراتهم ايضاً خروج النساء عند ذهابهم وعند مجيئهم فان الواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن الخروج ولواذن لها وخرجت كانا عاصيين مجالس الابرار ص۱۴۵/ رقم المجلس:۲۰.

[2] ان النبي ﷺ قال ان اخوف ما اخاف عليم الشرك الاصغر قالوا يا رسول الله وما الشرك الاصغر قال الرياء رواه احمد، (مشكوة شريف ص۴۵۶، باب الرياء والسمعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، غنية الناسك ص۱۶، باب ما ينبغي لمريد الحج، مطبوعه خيريه ميرٹھ)

ہوتا ہے کہ حج کر کے آئے ہیں اور بعض جگہ پر کھانا لازم اور ضروری تصور کیا جاتا ہے[1]، حتی کہ اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہو تو قرض لے کر کھلایا جاتا ہے، اور بعض دفعہ اس کے لئے سودی قرض لیا جاتا ہے، ایسی صورت میں شریعت کی طرف سے اس کی اجازت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے، اس طرح کھلانے سے بھی اور ایسا کھانا کھانے سے بھی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۰ھ

حاجی کا خطاب

سوال:۔ حجاج کرام جب حج کر کے واپس لوٹتے ہیں، تو انہیں حاجی کا خطاب دیا جاتا ہے، اور کچھ لوگ خود ہی حاجی لکھنے لگتے ہیں، عوام کو حاجی کے خطاب سے پکارنا درست ہے یا نہیں؟ یہاں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے بھی حج کئے اور رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ ہی حج کیا، لیکن کہیں بھی حاجی کا خطاب نظر نہیں آتا، شرع سے اسکی تفصیل لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاجی کے لفظ سے خطاب نہیں کیا جاتا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، اس لئے کہ ان کے مناقب وفضائل بے شمار تھے، اور حج تو وہاں کے مشرک بھی کرتے تھے، ہمارے یہاں جس غریب کے پاس کوئی فضائل ومناقب نہیں اس کو حاجی کہہ کر کچھ تعظیم وتکریم کر لی جائے، تو اس میں مضائقہ نہیں،

---

[1] ان من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال (مرقاة ص ۲/۱۴، باب الدعاء فی التشهد، مطبوعه بمبئی.

[2] آکل الرباء وکاسب الحرام اهدی الیه اواضافه وغالب مالهٗ حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبره ان ..... ذٰلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه (فتاویٰ عالمگیری کوئٹه ج۵/ ص ۳۴۳/ کتاب الکراهیة ،باب الهدایا والضیافات)

لیکن حاجی کو اس کا منتظر رہنا یا خواہش مند رہنا یا خود اس کی تشہیر کرنا کہ لوگ مجھے حاجی کہیں یہ زیبا نہیں، وہ اپنے حج کی نمائش ہرگز نہ کرے[1] فقط واللہ وسبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۴۰۶ھ

حج کے لئے حیلۂ تملیک

سوال:۔ احقر کو میراثی ترکہ سے حصہ ملا ہے، کل تین سو روپیہ ہیں، وہ اس طرح کہ مرحومہ بیوی کے حصہ میں باپ کا ترکہ کل نوصد روپیہ آیا، جس کے حسب وصیت مرحومہ تین حصہ کئے گئے، ایک حصہ مرحومہ کی بہن کو ملا، اور ایک احقر کو اور ایک حصہ مرحومہ کے ایصال ثواب کا نکالکر ڈیڑھ سو میرے پاس ہیں اور ڈیڑھ سو مرحومہ کی بہن کے پاس میں، گویا ڈیڑھ سو ایصال ثواب میں، میں صرف کروں گا، اور ڈیڑھ سو مرحومہ کی بہن صرف کرے گی، چونکہ مرحومہ کی بیماری میں صـــ روپیہ بھی دوا کے لئے بھیجے تھے، جو مرحومہ کی کچھ دوا میں لگ گئے باقی ماندہ کچھ مرحومہ اپنے ہاتھ سے خیرات کرگئی، کچھ میں نے اس کے ایصال ثواب میں لگادیئے وہ پچاس روپیہ بہن نے اسکے تین تہائی حصہ میں وضع کر کے احقر کو کل چار سو روپیہ دئے، جس میں تین سو میرے حصہ کے ہیں، اور ایک سو مرحومہ کے حصہ کے ہیں، اب میں کل تین سو کا مالک ہوں، اس کے علاوہ میں نے جو اپنے سرمایۂ کا حساب دیکھا تو قرض وغیرہ ادا کر کے کل پچاس روپیہ کا حساب ہے، جس میں پچاس سے زیادہ ادھار میں ہیں، جن کی عندالضرورت وصولیت کی پختہ امید نہیں، اور ایام حج کے چھ سات مہینے باقی ہیں، نہ معلوم اتنے دن اگر رہا ان میں سے کچھ گھٹے گا یا بڑھے گا، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کیا صورت ہوگی، مذکورہ رقم میں سے پچاس روپیہ ادھار دیدئے جب احقر کو بہت تنگی ہوئی، اور

---

[1] وتجريد السفر من التجارة احسن واما عن الرياء والسمعة والفخر ظاهر او باطناً ففرض. (غنية الناسک ص ۱۶/ مطبوعه الخيرية ميرٹھ، عالمگيری ج ۱/ص ۲۱۹/ کتاب المناسک، الباب الاول.

گذارہ بمشکل ہونے لگا یہ اُدھار بھی ایسا ہے کہ وقت پر ملے نہ ملے، احقر کے سرمایہ کی یہ صورت ہے اور فریضۂ حج کی ادائیگی ذمہ ہے، اس لئے عرض کیا تھا کہ مرحومہ کے حصہ کے جو یکصد روپیہ باقی ہیں، اگر ان کی اجازت مل گئی تو ساڑھے تین سو کے قریب روپیہ قبضہ میں آجائیگا، حج کا ارادہ کرلوں گا، گو اتنا روپیہ بھی مجھ معذور کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مجھے معیت کے لئے ہر وقت ایک مستقل آدمی کی ضرورت ہے کیونکہ وہ سفر تو دور دراز کا ہے، اگر قریبی سفر میں جاتا ہوں بغیر معیت دوسرے آدمی کے پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

سہارنپور جب گیا بازار میں تانگا، موٹر کی بھیڑ میں کئی دفعہ چوٹ سے بچا اور مغرب کے بعد تو اندھیرے میں کہیں آنے جانے کی بہت ہی دقت ہوتی ہے، حتی کہ دن کو مکان میں بیٹھا ہوا آدمی بہت دیر میں پہچانا جاتا ہے، چنانچہ اپنے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب اور مولانا الیاس صاحب چھوٹے مدرسہ کی سہ دری میں تشریف فرما تھے، صبح کے وقت جب میں گیا تو پہچان نہیں سکا یوں ہی السلام علیکم کی انہوں نے سلام کا جواب دیا اس وقت مصافحہ کیا

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ یکصد روپیہ کسی غریب کو برائے ایصال ثواب دیدیا جائے وہ اگر اپنی خوشی سے آپ کو دیدے تو پھر آپ اس کو اپنے صرف میں لا سکتے ہیں[1] مرحومہ نے آپ کو اس روپیہ کے مصرف خیر پر صرف کرنے کا وکیل بنایا ہے، خود رکھنے کی اجازت نہیں دی، اس لئے بغیر تملیک کے آپ کو خود رکھنا جائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۹ھ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/ربیع الاول ۵۹ھ

حاشیہ صفحہ ھذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حج کی درخواست منظور کرانے کیلئے سو روپیہ دینا

سوال:۔ کوئی شخص حج بیت اللہ کا متمنی ہے اس سے کوئی شخص سو روپیہ یا اس سے کم وبیش اس یقین کا معاوضہ طلب کرتا ہے، کہ وہ اسی سال درخواست حج بیت اللہ منظور کرادے گا، تو ایسی صورت میں یہ معاوضہ دے کر حج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر درخواست منظور کرانے میں ذمہ داروں کے پاس جانے سفر کرتے وقت خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے، اور یہ شخص سفر حج یا حق المحنت کے طور پر مبلغ سو روپے لے تو اس طرح حج کرنا درست ہے بغیر ان سے ملے اور بغیر خصوصی کوشش کے بسا اوقات درخواست پڑی رہتی ہے، نامنظور ہو جاتی ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامه فی حیل الاشباه، شامی ج۲/ ص۱۳/ (مکتبه رشیدیه دیوبند) کتاب الزکوٰة، باب المصرف. تاتارخانیه ص۲۷۲/۲، الفصل الثامن بمن توضع الزکاة فیه، کتاب الزکاة، مطبوعه کراچی، طیبی ص۵۷/۴، کتاب الزکاة، باب من لا تحل له الصدقة، مطبوعه زکریا دیوبند)

[2] وللوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لالنفسه الا اذا قال ربها ضعها حیث شئت شامی ج۲/ص ۱۲/ (مکتبه رشیدیه دیوبند، کتاب الزکاة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال فی التاتر خانیة وفی الدلال والسمسار یجب اجرالمثل وما تواضعوا علیه ان فی کل عشرة دنانیر کذا فذاک حرام علیهم وفی الحاوی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجوانه لابأس به وان کان فی الاصل فاسداً لکثرة التعامل وکثیر من هذا غیر جائز فجوزوه لحاجة الناس الیه الخ شامی ج۵/ص۴۴/ مکتبه رشیدیه، مطبوعه کراچی ص۶/۶۳، مطلب فی اجرة الدلال، قبیل باب ضمان الاجیر. کتاب الاجارة، مبسوط سرخسی ص۱۵/۱۱۵، کتاب الاجارات، باب السمسار، مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری ص۴/۴۵۰، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، مطبوعه کوئٹه.

حج میں تجارت

سوال:۔ایک شخص نفع کی غرض سے کچھ تجارتی سامان لے کر حج کو جاتا ہے، اسی طرح وہاں سے بھی لاتا ہے، ایسا کرنے سے حج کے ثواب میں کوئی خلل تو نہ ہوگا، جب کہ ان چیزوں کے لیجانے اور لانے کی ممانعت بھی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ثواب میں تو کمی نہیں ہوگی، لیکن یہ سفر مبارک اگر تجارت سے بالکل ہی خالی رہے تو زیادہ اچھا ہے "وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لاينقص ثوابه اھ بحر، ج ۲/ص ۳۳۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حاجیوں کا خلاف قانون سامان لانا

سوال:۔ بہت سے لوگ حج سے واپسی پر سستے ہونیکی وجہ سے سونا وغیرہ خرید کر لاتے ہیں، جب کہ سعودی حکومت کے قانون کے مطابق بہت سی چیزیں ایک خاص مقدار سے زائد ملک سے باہر لیجانے کی ممانعت ہے، کیا اس قانون کی رعایت نہ کرنے سے گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب سعودی حکومت میں کوئی شخص داخل ہو تو اس کو سعودی قانون کی پابندی لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق زکریا ج ۲/ص ۵۴۱/ مطبوعہ ایچ ایم سعید ج ۲/ص ۳۰۹/ اول کتاب الحج، عالمگیری ص ۲۲۰/۱، کتاب الحج، الباب الاول، النہر الفائق ص ۲/۵۲، کتاب الحج، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. **(حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)**

عورت کو رات میں رمی جمار کرنا

سوال:۔ جمرہ میں کنکری مارنے کیلئے اگر عورتیں رات کو کنکری ماریں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ہجوم کی وجہ سے دن کو موقع نہ ملے تو رات کو ان کے لئے گنجائش ہے ورنہ رات کو مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۲ھ

سوال کر کے حج کو جانا

سوال:۔ ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے، مگر وہ لوگوں سے سوال کر کے حج کو جانے کا ارادہ کرتا ہے اور حج کرتا ہے، تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اس طرح سوال کرنا کیسا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] حق علی الامام ان یحکم بالعدل ویودی الامانة فاذا فعل ذٰلک وجب علی المسلمین ان یطیعوہ (الجامع لاحکام القرآن ج۳/ص ۲۲۴/ سورة النساء آیت: ۸۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت، احکام القرآن للجصاص الرازی ص۲/۲۹۸، باب فی طاعة اولی الامر، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۵/۴۲۲، کتاب القضاء، مطلب طاعة الامام واجبة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] واللیل وقت مکروہ کذافی محیط السرخسی فتاویٰ عالمگیری ج۲/ ص ۲۳۳/ بحث الکلام فی الرمی، فی مواضع قد تبین مماقد منا انهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة ولمن به علة اوضعف فی تقدیم الرمی قبل طلوع الشمس اوتاخیره الی اللیل الخ غنیة الناسک فی بغیة المناسک ص ۱۰۰/ فصل فی شرائط الرمی. مطبوعه الخیریة میرٹھ، النهر الفائق ص۸۷، کتاب الحج، باب الاحرام، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس کے پاس ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو اس کو سوال کرنا درست نہیں، ''لایحل ان یسأل شیئاً من القوت من لہٗ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ. طحطاوی ص ۳۹۳/[1] اور ایسے شخص کو دینا بھی درست نہیں '' ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم طحطاوی[2] ص ۳۹۴/'' اس طرح حج کرنے سے حج ادا ہوجائے گا، مگر سوال کرنے کا گناہ بھی ہوگا، کذافی ردالمحتار، ج ۲/ص ۱۰۴/[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۹۰ھ

دس روپیہ حرم میں خرچ کرنے کیلئے دیئے اور خرچ کردیئے بمبئی میں

سوال:۔ زید حج کو جارہا تھا، بکر نے اس کو دس روپیہ دئے کہ ان کو حرم میں خرچ کردینا، مگر زید نے بمبئی میں ایک غریب شخص کو دیدیئے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید نے غلطی کی کہ بمبئی میں روپیہ خرچ کردیا، اسکو حرم شریف میں خرچ کرنا چاہئے تھا،

---

[1] طحاوی علی المراقی ص ۵۹۴/ قبیل باب صدقۃ الفطر (مطبوعہ مصر) شامی کراچی ص ۲/۳۵۴، باب المصرف، مطلب فی الحوائج الاصلیۃ، بحر ص ۲/۲۵۰، باب المصرف، قبیل باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۴، باب المصرف، قبیل باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ مصری، بحر ص ۲/۲۵۰، باب المصرف، قبیل باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[3] ویجتھدفی تحصیل نفقۃ حلال فانہ لایقبل بالنفقۃ الحرام ..... کماورد فی الحدیث مع أنہ یسقط الفرض عنہ معھا الخ شامی زکریا، ص ۳/۴۵۴/ اول کتاب الحج مطلب فیمن حج بمال حرام،

اب وہ بکر کو خبر کردے کہ وہ اس خرچ پر رضا مند ہو تو بہتر ہے، ورنہ دس روپیہ بکر کو واپس کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۵ھ

حج کی درخواست میں اپنے کو دوسرے صوبہ کا بتلانا

سوال:۔ایک شخص حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے، چونکہ یوپی میں حجاج کی کثرت کی وجہ سے اکثر درخواست منظور نہیں ہوتی، اس لئے اگر کوئی شخص حیلہ کرکے اپنے کو کسی دوسرے صوبہ بنگال یا بہار کا باشندہ ظاہر کرکے درخواست منظور کرائے تو یہ فعل شرعاً جائز ہوجائیگا یا نہیں؟ یہ فعل کذب میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر دوسرے صوبہ میں کچھ مدت رہا ہو یا رہتا ہو تو اسکی طرف نسب کرنا بھی بے اصل نہیں محدثین کے یہاں بھی ایک مخصوص مدت تک ایک جگہ قیام کرنے سے اسکی طرف نسبت کرنا درست ہے، نیز اس نسبت کرنے سے کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوتی ہو تو گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] رجل دفع الی رجل عشرة دراهم اومائة من حنطة وقال ادفع الی فلان الفقير فدفع الی غيره فی الحاوی انه يضمن وقال ظهيرالدين لايضمن .عالمگيری ج۳/ ص۵۰۴/ (مكتبه رحيميه ديوبند) عالمگيری كوئٹه ص۴۰۸/۴، كتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة، شامی زكريا ص۱۸۹/۳، كتاب الزكاة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً.

[2] استعمال المعاريض عند الحاجة الی قوله وشرط المعاريض المباحة ان لايضيع بها حق احد، شرح للنووی علی الصحيح المسلم ص۲۰۹/۲، كتاب الادب، باب استحباب تحنيک المولود عند ولادته، مطبوعه رشيديه دهلی، الاذكار المنتخبة للنووی ص۳۳۸، باب التعريض والتورية، مطبوعه دارالكتاب العربی بيروت، نووی علی المسلم ص۳۲۵/۲، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكذب وما يباح منه، مكتبه سعد ديوبند، فضل الله الصمد فی توضيح الادب المفرد ص۱۹۷/۲، باب المعاريض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

حج میں کیا تمنا کی جائے

سوال:۔ حج میں جانے والے کو کیا تمنا کرنا چاہئے وہاں مرنے کی یا واپسی آنے کی اس میں جو احسن ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ تمنا کرنا چاہئے کہ اگر میری بہتری وہیں موت میں ہے، تو اللہ تعالیٰ وہاں موت نصیب فرمائے، اگر بہتری واپسی میں ہے تو اللہ تعالیٰ سب گناہ سے پاک وصاف کر کے عافیت کے ساتھ واپس لائے اور پوری طاعت کی توفیق دے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۶ھ

حاجیوں کا سامان لانا اور لیجانا

سوال:۔ حج کے لئے جو رقم تبادلہ گورنمنٹ کرتی ہے وہ محدود ہے، اس لئے حاجی مدراسی لنگی، عطر، صندل وغیرہ لیجا سکتے ہیں یا نہیں؟ ان پر حکومت کی کوئی پابندی نہیں تاکہ اس سے تجارت کر کے اطمینان سے خرچ کر سکے یا وہاں سے وہ سامان جس پر حکومت سعودیہ کی

---

[1] فلا یطلب الموت مطلقاً بل لیقیدہ تفویضاً وتسلیماً فلیقل اللّٰھم احینی ماکانت الحیاۃ مدۃ بقائھا خیراً لی ای من الموت وھو ان تکون الطاعۃ غالبۃ علی المعصیۃ والا زمنۃ خالیۃ عن الفتنۃ والمحنۃ وتوفنی ای امتنی اذا کانت الوفاۃ وفی نسخۃ صحیحۃ اذا کان الوفاۃ ای الممات خیر الی ای من الحیاۃ (متفق علیہ) الی قولہ ویندب ایضاً تمنی الموت ببلد شریف، مرقاۃ المفاتیح ص ۲/۳۲۱، باب تمنی الموت، کتاب الجنائز، مطبوعہ بمبئی، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۹/۶۰۱، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبرا وغیرہ.

کوئی پابندی نہیں مثلاً لونگ، جائفل، دارچینی، ریگ ماہی، اور دوسری جڑی بوٹیاں یہاں پر سونے چاندی کا سوال نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس سامان کے یہاں سے لیجانے اور وہاں سے لانے پر کوئی قانونی پابندی نہیں اسکا یہاں سے لیجانا اور وہاں سے لانا حاجی وغیر حاجی سب کیلئے جائز ہے، ایسا کرنے سے حج کے ثواب میں کمی نہیں آتی[1] لیکن اتنا ضرور ہیکہ حاجی کا دھیان صرف تجارت وغیرہ میں اٹکا رہتا ہے، اسلئے افضل یہ ہے کہ تجارت کی نیت نہ ہو اور پیسہ کی کمی کو دور کر کے فرائض کو سہولت سے ادا کرنا اور خیرات کرنا مقصود ہو تو اس نیت میں اجر وثواب ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۸۹ھ

تبلیغی جماعت کے ساتھ حج کرنا

سوال:۔ زید کا خیال ہے کہ جب حج بیت اللہ کو روانگی ہو تو کسی تبلیغی جماعت میں شامل ہوں، عمر نے جب یہ سنا کہ زید کا خیال یہ ہے کہ جماعت میں شامل ہو جاؤں تو انہوں

---

[1] وتجريد السفر من التجارة احسن ولو اتجر لاينقص ثوابه غنية الناسک، ص ۱۶/ باب ماينبغی لمريد الحج. مطبوعه خيريه ميرٹھ، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۰۹، کتاب الحج، فتاوی الهنديه کوئٹه ص ۱/۲۲۰، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسير الحج.

[2] والکسب مستحب وهو الزيادة علی ذٰلک ليواسی به فقيرا اويجازی به قريباً فانه افضل. (عالمگيری، ج۵/ص ۳۴۹/ الباب الخامس عشر فی الکسب، کتاب الکراهية. مطبوعه کوئٹه، وقال النبی ﷺ من طلب الدنيا حلالاً تعففاً عن المسئلة وسعياً علی عياله وتعطفاً (ای ترحماً وتلطفاً) علی جاره من الفقراء (فی تحسين حاله) لقی الله (ای يوم القيامة فی ماله) ووجهه کالقمر ليلة البدر قال العراقی رواه ابو الشيخ فی الثواب وابو نعيم فی الحلية والبيهقی فی شعب الايمان من حديث ابو هريرة، اتحاف السادة المتقين ص ۵/۴۱۴، کتاب آداب الکسب والمعاش، الباب الاول، مطبوعه دارالفکر بيروت.

نے یہ فرمایا کہ جماعت میں شامل ہونے سے بیت اللہ شریف میں جو نماز پڑھو گے اس سے محروم ہو جاؤ گے، اس وجہ سے جماعت تو محلّہ در محلّہ مسجدوں میں گشت کرے گی، اور وہیں نمازیں پڑھے گی، تو ظاہر بات ہے کہ اس ثواب سے محروم رہو گے، تو زید نے یہ جواب دیا کہ دوسروں کو دین کی بات پہنچانا ہی بڑی چیز ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے، بات یہاں آ کر ٹھہری کہ فتویٰ منگا لیا جائے، جیسے مفتی صاحبان کی رائے ہو اس پر عمل کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تبلیغی جماعت میں جا کر اصول کے موافق کام کرنے سے نیت کی درستی کا اہتمام ہوتا ہے، قلب میں اخلاص پیدا ہوتا ہے، نماز با جماعت کی پابندی ہوتی ہے، تہجد کی توفیق ہوتی ہے، ذکر سے زبان، قلب کو اُنس پیدا ہوتا ہے، حج کے زمانے کی جماعت میں حج کے موافقِ سنت ادا کرنے کی تعلیم ہوتی ہے، حرم محترم اور اہل حرم کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، لایعنی باتوں سے حفاظت رہتی ہے، اگر یہ سب چیزیں میسر آئیں تو پھر حج کی قیمت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، اور جب حج کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کیلئے یہ سب کچھ کیا جاوے تو یہ جماعتوں کیساتھ جانا بھی حج ہی کیلئے جانا شمار ہوگا، اسلئے مناسب یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی معیت میں حج ادا کیا جائے، اور وہاں بھی جماعت کے ساتھ شریک ہو کر کام کیا جائے، تبلیغ کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی تعداد میں حرمین شریفین سے باہر سفر فرمائے ہیں[1]، وہ

---

[1] (الف) فی حدیث عمر بن اسید ،قدم علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رھط من عضل والقارۃ فقالوا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فینا اسلاماً فابعث معنا نفرا من اصحابک یفقھونا ویقرؤن القرآن ویعلمونا شرائع الاسلام فبعث رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم معھم عشرۃ رھط الحدیث(طبقات ابن سعد، ج۲/ص۵۵/) سریۃ مرثد بن ابی مرثد، مطبوعہ دارالفکر بیروت. **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

حضرات بھی جانتے تھے کہ نمازِ حرم کا مقام کس قدر بلند ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۱ھ

تم
الجزء الخامس عشر
بحمد اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء
السادس عشر مطلعہ کتاب النکاح
انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین
(آمین)
محمد فاروق غفرلہ
جامعہ ھٰذا

(مابقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (ب) فی حدیث انسؓ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعین رجلاً لحاجۃ یقال لھم القراء فعرض لھم حیان من بنی سلیم رعل وذکوان عند بئر یقال بئر معونۃ (بخاری شریف، ج۲/ص۵۸۶/ کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع. مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

(ج) راجع حیاۃ الصحابۃ، ج۱/ص۹۰/ ارسالہ علیہ السلام الافراد للدعوۃ، ج۱/ص۹۴/ ارسالہ علیہ السلام السرایا للدعوۃ فیہ ذکر بعثہ علیہ السلام الی دومۃ الجندل والی بلی والی الیمن والی نجران، من باب الدعوۃ الی اللہ والیٰ رسولہٖ. (حیاۃ الصحابۃ ج۱/ ص۹۰/) مطبوعہ حضرت نظام الدین نئی دھلی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرعاً نکاح کی حقیقت

سوال:-سوال بیحد طویل ہے۔ خلاصۂ سوال جواب سے ظاہر ہے۔ سائل نے مطبوعہ نکاح نامہ رجسٹر کا ایک صفحہ نقل کر کے سوال کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً نکاح کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک طرف سے ایجاب ہو جائے دوسری طرف سے قبول اور یہ دو گواہوں کے سامنے ہو جو دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔ اس طرح شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا[1] جو صورت سوال میں مذکور ہے نکاح اس طرح بھی ہو جائے گا۔ مگر یہ تمام کیفیت نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت۔ ہاں خطبہ پڑھنا مسنون ہے[2] اگر لڑکی بالغہ نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی نکاح کرے گا[3] اور اگر بالغہ ہو تو اس کی

---

[1] وینعقد بإیجاب من احدهما وقبول من الأخر کزوجت ویقول الأخر تزوجت. وشرط حضور شاهدین اوحر وحرتین الخ. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۶۹، ۹۱/ ج۴/ کتاب النکاح ،هندیه کوئٹه ص۲۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح،الباب الاول بحر کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح.

[2] ویستحب ان یکون النکاح ظاهراً وان یکون قبله خطبة. البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح،الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۶۶،۶۷/ ج۴/ کتاب النکاح ،مطلب کثیراً مایتساهل فی اطلاق المستحب الخ النهرالفائق ص ۱۷۶/ ج۲/ کتاب النکاح ،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[3] وهوای الولی شرط صحة نکاح صغیر الخ. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۵۵/ ج۴/ باب الولی،النهرالفائق ص ۲۰۸/ ج۲/ باب الاولیاء والاکفاء،طبع دارالکتب العلمیه بیروت بحر کوئٹه ص ۱۱۸/ ج۳/ باب الاولیاء.

اجازت سے نکاح کیا جائے اور اپنی طرف سے کسی کو وکیل بھی بنا سکتی ہے[۱]۔ گواہوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ لڑکی کے محرم ہوں، نہ وکیل کے لئے محرم ہونا ضروری ہے۔ غیر شخص کو وکیل بنانے کا حق ہے مثلاً چچازاد بھائی۔ خطبہ کے لئے کھڑا ہونا بھی ضروری نہیں اور اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ[۲] وغیرہ احادیث اگر نہ پڑھی جائیں تب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا۔ تین مرتبہ ایجاب وقبول کرانا زائد بات ہے۔ ایجاب وقبول ایک دفعہ بھی کافی ہے۔ طلوع، زوال، غروب کے وقت بھی نکاح صحیح ہے[۳]۔ رجسٹر میں درج کرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت۔ طریقہ مذکورہ پر (وکیل، گواہ وغیرہ کے نام لکھنا) یہ قانونی چیز ہے کہ بوقت ضرورت عدالت میں کام دے سکے اور نزاع کو ختم کرنا آسان ہو جائے۔ نفس نکاح بغیر اندراج رجسٹر کے بلا تکلف درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کی تعریف اور غرض اور اس کا طریقہ

سوال:- (۱) نکاح کس کو کہتے ہیں اور اس کی کیا غرضیں ہیں اور کیا غایت ہے؟

(۲) بنیاد نکاح کیا ہے؟ اور کیسے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یعنی نکاح ہو جانے کا کیا

---

[۱] یصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضرہ الشھود، ھندیہ کوئٹہ ص ۲۹۴/ ج ۱/ الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح، تاتارخانیہ کراچی ص ۶۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی الوکالۃ بالنکاح.

[۲] ابن ماجہ شریف ص ۱۳۴ باب ماجاء فی فضل النکاح. مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[۳] ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ، الدرمع الشامی زکریا ص ۶۶، ۶۷/ ج ۴/ کتاب النکاح مطلب کثیراً من یتساھل فی اطلاق المستحب، فتح القدیر ص ۱۸۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، دارالفکر، بحر کوئٹہ ص ۸۰/ ج ۳/ کتاب النکاح.

یوم جمعہ اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام یوم کو شامل ہے طلوع زوال غروب بھی اس میں داخل ہے اس لئے ان اوقات میں نکاح بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ ابوالقاسم ادروی۔

حکم ہے؟ اس کی کیا صورت ہے؟

(۳) نکاح میں گواہ کی شرط ہے یا نہیں؟ اور گواہ کتنے شرط ہیں؟ کیا عورتوں کی گواہی سے بھی نکاح ہوسکتا ہے؟

(۴) نکاح میں عورت کے وکیل ہونے کی شرط ہے۔ ایک یا دو یا اس سے بھی زائد؟

(۵) نکاح میں قاضی یعنی نکاح پڑھانے والے کی شرط ہے یا نہیں؟ قاضی ایک یا دو یا زائد ہو سکتے ہیں یا کبھی قاضی کی بھی ضرورت نہیں؟

(۶) گواہ کا مطلب اردو کلام میں کیا ہے اور وکیل کا مطلب کیا ہے اور کیا کام ہے اور یہ سب کام غیر مسلم مرد عورت بھی ادا کر سکتے ہیں یا مسلمان ہونا گواہ اور وکیل کا شرط ہے یا سرپرست بن سکتے ہیں؟

(۷) نکاح کرنے والا مسلم عورت کا سرپرست حقیقی اس کا عزیز رشتہ دار ہی ہوسکتا ہے یا کوئی غیر بھی یعنی گواہ یا وکیل یا غیر بھی؟

(۸) نکاح کے معاملہ کو رجسٹر پر لکھ لینا ضروری یا شرط ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر ایسا نہ ہو تو کیا نکاح نہ ہوگا؟ اگر رجسٹر میں گواہ بھی تین اور قاضی بھی تین سرپرست وکیل بھی تین ہیں اور عورت انکار کردے تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/۳/۴/۵/۶/۷/۸) نکاح ایک عقد ہے جس کے ذریعہ مرد کو عورت سے حق جماع حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے لوازمات مرتب ہوتے ہیں[۱]۔ عورت کے لئے مہر، نفقہ، سکنی نیز اولاد ہونے پر ثبوت نسب وغیرہ۔ عورت اگر بالغہ ہو تو وہ خود بھی بغیر سرپرست کے اور بغیر

---

[۱] هو عقد يرد على مالك المتعة قصداً اى حل استمتاع الرجل من المرأة (مجمع الانهر ص۴۶۷/ج ۱/ اول كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۴۶۷/ج ۱/ بحر كوئٹه ص ۷۹/ج ۳/ اول كتاب النكاح.

کسی وکیل کے براہِ راست عقد نکاح کرسکتی ہے۔ مگر اس کے لئے اتنی شرط ہے کہ اپنے کفو میں مہر مثل پر نکاح کرے اپنے سے گرے ہوئے مرد سے نکاح نہ کرے جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو اس کا سرپرست ولی بھی اس کا نکاح اس کی اجازت سے کرسکتا ہے اور یہی بہتر ہے[۱] ولی نے اگر بغیر اس سے اجازت حاصل کئے اس کا نکاح کردیا اور وہ معلوم ہونے پر خاموش ہوگئی یعنی رضامند رہی تب بھی نکاح معتبر ہوجائے گا[۲] نکاح کے لئے کم از کم دو مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، بغیر گواہوں کے یا صرف عورتوں کی گواہی پر یا غیر مسلمان کی گواہی پر ایجاب وقبول کرنے سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوتا[۳] عورت اگر خود ایجاب وقبول نہ کرے، اس کا ولی اس کا عقد کرے بلکہ عورت کسی کو اپنی طرف سے وکیل بنادے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرے تب بھی صحیح ہے۔ اگرچہ وہ وکیل کوئی عورت ہی ہو۔ وکیل بنانے کے لئے یا عورت سے نکاح کی اجازت کے لئے گواہوں کا ہونا شرط نہیں ہے[۴] مسلم عورت کا ولی غیر مسلم نہیں ہوسکتا[۵] غیر مسلم

---

[۱] نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي وله الاعتراض في غيرالكفوء دفعا لضرر العار، مجمع الانهر ص ۴۸۸، ۴۸۹/ ج ۱/ باب الاولياء والاكفاء دارالكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۰۹، ۱۱۰/ ج ۳/ باب الاولياء والاكفاء.

[۲] وان استأذنها الولي فسكتت اوضحكت او زوجها فبلغها فسكتت فهو اذن، بحر كوئٹه ص ۱۱۱/ ج ۳/ باب الاولياء والاكفاء، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ ج ۱/ باب الاولياء والاكفاء، دارالكتب العلميه بيروت، فتح القدير ص ۲۶۷/ ج ۳/ باب الاولياء والاكفاء، دارالفكر بيروت.

[۳] ومنها الشهادة وشرط في الشهادة اربعة امور الحرية والعقل والبلوغ والاسلام فلاينعقد بحضرة العبيد ولابحضرة الكفار ولتشترط العدد فلاينعقد النكاح بشاهدوا احد ولاينعقد بشهاد المرأتين بغير رجل، هنديه كوئٹه مختصراً ص ۲۶۸/ ج ۱/ كتاب النكاح، الباب الاول، محيط برهاني ص ۳۶/ ج ۴/ كتاب النكاح، الفصل السابع في الشهادة في النكاح، مجلس علمي گجرات مجمع الانهر ص ۴۷۲/ ج ۱/ كتاب النكاح، دارالكتب العلميه بيروت.

[۴] أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته شامي كراچي ص ۲۱/ ج ۳/ كتاب النكاح، مطلب هل ينعقد النكاح بالالفاظ المصحفة نحوتجوزت، بحر كوئٹه ص ۸۹/ ج ۳/ كتاب النكاح. (حاشیہ نمبر ۵/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کونکاح میں وکیل بھی نہ بنایا جائے، قاضی یا کوئی بھی ایجاب وقبول کرادے۔ اس طرح درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مجمع میں نکاح کیا جائے[۱] اگر بغیر قاضی کے صرف دو گواہوں کے سامنے مرد اور عورت نکاح کرلیں تب بھی نکاح ہوجائے گا اور نکاح کے ثبوت کے لئے گواہوں کا سننا بھی کافی ہے[۲] نکاح کی مجلس منعقد ہونا بھی ضروری نہیں۔ جب کسی کے متعلق مشہور ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے ہوا ہے اور وہ اس کی بیوی ہے اور عورت انکار کرے اس کے باوجود وہ اس کی بیوی ہے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/ ۹۰ھ

نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات

سوال:- نکاح میں کتنے فرض، کتنی سنت، کتنے مستحب ہیں اور کیا کیا ہیں؟ اور کتنی باتوں اور کاموں سے نکاح درست ہوگا؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[۵] ولالکافر علی مسلم لقوله تعالیٰ ولن یجعل اللّٰه للکافرین علی المؤمنین سبیلاً الخ ،بحر کوئٹه ص ۱۲۳/ ج۳/ باب الاولیاء والاکفاء ،مجمع الانهر ص۴۹۷/ ج۱/ باب الاولیاء ،والاکفاء ،دارالکتب العلمیه بیروت،الدرمع الشامی زکریاص ۱۹۳/ج۴/باب الولی مطلب لایصح تولیة الصغیر شیخا علی خیرات.

[۱] ویندب اعلانه ای اظهاره،الدرمع الشامی زکریاص ۶۶/ج۴/کتاب النکاح،مطلب کثیراً مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة،بحر کوئٹه ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح،فتح القدیر ص ۱۸۹/ج۳/کتاب النکاح،دارالفکر.

[۲] وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاعلی الاصح،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۹۱/ج۴/ کتاب النکاح ،مطلب الخصاف کبیر فی العلم یجوزالاقتداء به،بحر کوئٹه ص۸۸/ج۳/کتاب النکاح،فتح القدیرص ۱۹۹/ج۳/کتاب النکاح.دارالفکر بیروت.

[۳] حجودجمیع العقودماعدالنکاح فسخ اما النکاح فلایقبل الفسخ اصلاً،الدر المختارمع الشامی کراچی ص ۴۵۱/ج۵/کتاب القضاء، قبیل کتاب الشهادات،مطلب اقتسموا دار اوارادکل منهم فتح باب لهم ذالک.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایجاب وقبول فرض ہے بغیر اس کے نکاح ہی نہیں ہوتا[۱] دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے[۲] نکاح کا اعلان اور اس سے پہلے خطبہ اور اس کا مسجد میں ہونا اور جمعہ کا دن ہونا مندوب ہے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۳۸ھ

نکاح کے احکام وجوب وسنیت وغیرہ

سوال: -مسئلہ احکامِ نکاح سے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ نکاح کا حکم مطلق ہے یا اس کا حکم حال کے مطابق بدلتا رہتا ہے؟ از راہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا حکم سب کے حق میں یکساں نہیں ہے۔ جس پر شہوت غالب ہو کہ بغیر نکاح

---

۱ وامارکنه فالایجاب والقبول، عالمگیری ص۲۶۷/ ج۱/ کتاب النکاح، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، عنایة مع الفتح ص۱۸۸/ ج۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص۱۸۹/ ج۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت.

۲ وشرط حضور شاهدین الخ. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۸۷/ ج۴/ کتاب النکاح مطلب هل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفة، بحر کوئٹه ص۸۸/ ج۳/ کتاب النکاح، فتح القدیر ص۱۹۹/ ج۳/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۳ ویندب اعلانه وتقدیم خطبته وکونه فی مسجد یوم جمعة، الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۶۶، ۶۷/ ج۴/ کتاب النکاح مطلب کثیراً مایتساهل فی اطلاق المستحب الخ، بحر کوئٹه ص۸۰، ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح، فتح القدیر ص۱۸۹/ ج۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت.

کے زنا میں مبتلا ہوجانے کا مظنہ ہواوروہ مہر ونفقہ پرقادر ہواس کے ذمہ نکاح کرنا فرض ہے، نکاح نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اتنی بات بلا اختلاف ہے۔ چنانچہ ملک العلماء نے لکھا ہے۔ لاخلاف ان النکاح فرض حالة التوقان حتیٰ ان من تاقت نفسه الی النساء بحیث لایمکنهٗ الصبر عنهن وهو قادرٌ علی المهر والنفقة ولم یتزوج یأثم اھ بدائع[1] ص ۲۲۸ ر ج ۲ ر جس پر ایسا غلبۂ شہوت نہ ہواس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ اصحابِ ظواہر کے نزدیک نماز روزہ کی طرح فرض عین ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک بیع وشراء کی طرح مباح ہے۔ احناف میں سے بعض نے مندوب ومستحب کہا ہے، بعض وجوب علی الکفایہ کے قائل ہیں، بعض وجوب علی العین کے۔ ان سب اقوال کے دلائل بدائع میں مذکور ہیں۔ راجح یہ ہے کہ اعتدالِ شہوت کے وقت یعنی جب کہ ابتلاء معصیت کا مظنہ بھی نہ ہو بلکہ صبر وضبط پر قدرت ہو اداءِ حقِ زوجیت پر قدرت ہو اور ادائے نفقہ ومہر پر بھی قدرت ہو سنت مؤکدہ ہے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ نکاح کی وجہ سے ترک فرائض وسنن کا خوف نہ ہو نیز خوف جور نہ ہو، اس حالت اعتدال میں اگر نہیں کرے گا تو ترکِ سنت مؤکدہ کے وبال میں ماخوذ ہوگا۔ اگر حالت اس اعتدال سے گری ہوئی ہو تو اس کے حق میں سنت مؤکدہ نہیں۔ بلکہ اس حالت میں اگر ادائے مہر ونفقہ پر قدرت نہ ہو یا جور میں مبتلا ہوجائے یا اس کی وجہ سے فرائض وسنت ترک کرنے کی نوبت آجائے تو گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص کو نکاح سے بچنا لازم ہوگا، بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ ہوگا اور بعض میں حرام ہوگا۔ علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے وصفته فرض وواجب وسنة وحرام ومکروه ومباح اھ بحر[2] ۷۹ ر ج ۳ ر پھر ہر نوع کا محمل بیان کیا ہے اور مختصر دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

اَمَّا الاوَّل فبان یخاف الوقوع فی الزنا لولم یتزوج بحیث لایمکنه الاحتزازعنه الابه لانّ مالا یتوصل الیٰ ترک الحرام الا به یکون فرضاً واَمَّا الثانی

---

[1] بدائع ص ۲۲۸ ر ج ۲ ر اول کتاب النکاح مطبوعه سعید کمپنی پاکستان.

[2] البحرالرائق ص ۷۹ ر ج ۳ ر کتاب النکاح کوئٹه پاکستان.

فبان یخافه لابالحیثیةالمذکورة اذ لیس الخوف مطلقاً مستلزماً بلوغه الیٰ عدم التمکن وبه یحصل التوفیق بین قول من عبر بالا فتراض وبین من عبر بالوجوب وکل من هٰذین القسمین مشروط بشرطین الاوّلُ ملک المهر والنفقة فلیس من خافه اذا کا ن عاجزاً عنهما اٰثما بترکه کما فی البدائع. الثانی عدم خوف الجورفان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج وخوف الجور لوتزوج قدم الثانی فلا افتراض بل مکروه کما افا دهٗ فی فتح القدیر ولعله لانّ الجور معصیة متعلقة بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللّٰه تعالیٰ وحق العبد مقدم عندالتعارض لاحتیاجه وغنی المولیٰ تعالیٰ. واما الثالث فعندالاعتدال وسیأتی بیانه واما الرابع فبان یخاف الجور بحیث لایمکنه الاحتراز عنه لانه انما شرع لمصلحةمن تحصین النفس وتحصیل الثواب وبالجور یأثم ویرتکب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هٰذہٖ المفاسد واما الخامس فبان یخاف لابالحیثیةالمذکورةوهی کراهة تحریم ومن ا طلق الکراهة عندخوف الجور فمراده القسم الثانی من القسمین واما السادس فبان یخاف العجز عن الایفاء بمواجبه کذافی المجتبیٰ یعنی فی المستقبل وامامحاسنه فکثیرة . بحر ۷۹/ ج۳/[1]

حالت اعتدال میں نکاح کوسنت مؤکدہ قرار دیا گیا ہے شرائط پائے جانے کے باوجود سنت مؤکدہ کا ترک کرنا گناہ ہے، اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے۔وهوسنة وعند التوقان واجب فالمرادبه السنةالمؤکدةعلی الاصح و صرح فی المحیط ایضاً بانها مؤکدة ومقتضاه الاثم لولم یتزوج لان الصحیح ان ترک السنة المؤکدة موثم کما علم فی الصلوٰة والمراد بها حالةالقدرة علی الوطئی والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترک الفرائض والسنن فلولم یقدر علیٰ واحد من الثلاثة أوخاف

[1] بحرص ۷۹/ ج۳/ کتاب النکاح الماجدیه کوئٹه پاکستان.

واحداً من الثلاثة فليس معتدلاً فلايكون سنةفي حقه كما افاده في البدائع اھ[1] ص ۸۰/ ج۳/فتح القدير،[2] مبسوط[3] وغیرہ کتب احناف میں یہی تفصیل مذکور ہے۔لہٰذا سب پر ایک حکم لگا دینا درست نہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۰/۶/ ۸۹ھ

نکاح کا شرعی طریقہ

سوال:-نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ خود عورت یا اس کے ولی سے اجازت لیکر دو گواہوں کے سامنے عقد کرلیا جائے۔[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کا مسنون طریقہ

سوال:-شرعی شادی کا کیا طریقہ ہے؟ مختصراً بیان کیا جائے تاکہ عمل میں لایا جائے۔

---

[1] بحر کوئٹہ ص ۸۰/ ج۳/اول کتاب النکاح.

[2] فتح القدیر ص۱۸۷/ ج۳/ کتاب النکاح،دارالفکر بیروت.

[3] مبسوط سرخسی ص ۱۹۳/ ج۲/الجزء الرابع، کتاب النکاح،مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[4] وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الآخر،وشرط حضور شاهدين مكلفين الخ،الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۶۹، ۹۱/ ج۴/اول کتاب النکاح،هندیه کوئٹه ص۲۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الاول ،بحر کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب شادی کرنے کا ارادہ ہو بلا کسی خاص برات اور بری وغیرہ کے اہتمام کئے چند آدمیوں میں ایجاب وقبول کرادیا جائے[۱] اگر وسعت ہوتو چھوارے تقسیم کرادیئے جائیں[۲] دولہن کو دولہا کے گھر بھیج دیا جائے جو کچھ چیز دولہن کو بطور صلہ رحمی دینا منظور ہو بلا کسی خاص شہرت اور نمود کے خواہ بعد میں بھیج دیا جائے خواہ جب ہی اس کے ساتھ کردیا جائے اور مہر حسب استطاعت ہو شریعت نے اس کی ادنیٰ مقدار دس درہم مقرر کی ہے اس سے کم جائز نہیں[۳] اور زیادہ کی شریعت نے مقدار مقرر نہیں کی ہے البتہ وسعت سے زیادہ ہونا اچھا نہیں۔ زیادہ تفصیل دیکھنا ہوتو بہشتی زیور چھٹا حصہ دیکھئے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف یکم جمادی الاول ۵۷ھ

---

[۱] وینعقد بایجاب وقبول کزوجت نفسی الخ الدر المختار مع الرد المحتار زکریا ص ۶۹/ ج ۴/ اول کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح مطبوعه، عباس احمد الباز مكة مكرمة، بحر کوئٹه ص ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح.

[۲] ويلتحق به ماتعارفه المسلمون من نثر التمر ونحوه فی مجلس النكاح فقد روى البيهقی عن معاذ بن جبل ان النبی صلی الله عليه وسلم حضر فی املاک ای نكاح فاتی بطباق عليها جوز ولو ز وتمر فنثرت فقبضا ايدينا فقال : مابالكم لاتأخذ ون؟فقالوا لانک نهيت عن النهبی فقال فما نهيتكم عن نهبئی العساكر خذوا على اسم الله فجاذبنا وجاذبناه، اعلاء السنن ص ۱۱/ ج ۱۱/ كتاب النكاح، باب استحباب الوليمة وكون وقته بعد الدخول، طبع امدادية مكة مكرمة.

[۳] أقله عشرة دراهم لحديث البيهقی وغيره لامهر اقل من عشرة دراهم وراية ا لأقل تحمل على المعجل درمختار مع الشامی نعمانيه ص ۳۲۹/ ج ۲/ باب المهر، مجمع الانهر ص ۵۰۸/ ج ۱/ باب المهر، طبع دار الكتب العلميه بيروت، فتاوی عالمگيری كوئٹه ص ۳۰۲/ ج ۱/ الباب السابع فی المهر.

[۴] بہشتی زیور حصہ ششم ص ۴۱/ مہر زیادہ بڑھانے کا بیان، طبع مکتبہ تھانوی دیوبند۔

نکاح کا مسنون طریقہ

سوال:- نکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے یعنی کس طرح ایجاب وقبول کرائے اور کیا خطبہ پڑھے؟ محمد بشیر ۲۴/ پرگنہ

الجواب حامداًومصلیاً

الحمد لله ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلاهادى له واشهدان لااله الاالله واشهد ان محمداً عبده ورسوله ويقرأ ثلٰث اٰيات. ياايها الذين اٰمنوا اتقوا الله حق تقاته ولاتموتن الا وانتم مسلمون.

اوردوسری آیت: ياايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً و نساءً واتقوا الله الذى تساء لون به والارحام ان الله كان عليكم رقيباً.

تیسری: ياايهاالذين اٰمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سيديداً يصلح لكم اعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ومن يطع الله رسولوله فقد فازفوزاً عظيماً. رواه احمد والترمذى وابوداؤد والنسائى وابن ماجه والدارمى وفسرالاٰيات الثلاث سفيان الثورى وزاد ابن ماجة بعد قوله ان الحمد لله: " نحمده وبعد قوله من شرورانفسنا: "ومن سيئاٰت اعمالنا" والدارمى بعد قوله عظيماً: " ثم يتكلم بحاجته" وروىٰ فى شرح السنةعن ابن مسعودؓ فى خطبةالحاجة من النكاح وغيرهٗ[1] مشكوٰة ص ۲۷۲/.

---

[1] مشكوة شريف ۲۷۲/. باب اعلان النكاح والخطبة والشرط ،الفصل الأول طبع ياسرنديم ديوبند،مسنداحمدص ۳۹۲/ ج ۱/مسندعبدالله بن مسعودؓ دارالفكربيروت،ترمذى شريف ص ۲۱۰/ ج ۱/ابواب النكاح،باب ماجاء فى خطبة النكاح،مكتبه بلال ديوبند،ابوداؤدشريف ص ۲۸۹/باب فى خطبة النكاح،سعدبكڈپوديوبند،سنن نسائى ص ۶۵/ ج ۲/ كتاب النكاح، مايستحب من الكلام عندالنكاح،مطبوعه فيصل ديوبند،سنن ابن ماجه ص ۱۳۶/ابواب النكاح خطبة النكاح،مطبوعه اشرفى بكڈپو ديوبند،سنن دارمى ص ۱۴۲/ ج ۲/ كتاب النكاح،باب فى خطبة النكاح،طبع دارالكتب العلميه.

خطبہ مذکورہ پڑھنے کے بعد عورت کا نام مع ولدیت لے کر مرد سے کہے کہ میں نے فلانۃ بنت فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ بعوض مہر مبلغ اتنے روپیہ کیا! کیا تم نے قبول کیا؟ وہ مرد جواب میں کہے میں نے اس کو قبول کیا بس نکاح ہو گیا اس کے بعد دعا کرے:

بارک اللّٰہ لک وبارک اللّٰہ علیک وجمع بینکما فی خیر[1].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے؟

سوال:- شادی میں نکاح پڑھانے کے وقت امام صاحب نکاح قبول نہیں کراتے، بلکہ وکیل ہی قبول کراتے ہیں۔ یہ حق وکیل کا ہے یا امام صاحب کا؟ نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی کی طرف سے اس کا وکیل، ولی، امام، قاضی کوئی بھی ہو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے فلاں کی بیٹی اتنے مہر پر تمہارے نکاح میں دی۔ لڑکا کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا۔ لڑکی خود بھی گواہوں کی موجودگی میں اپنے متعلق یہ کہہ دے اور لڑکا قبول کر لے تب بھی درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ابوداؤد شریف ص ۲۹۰/ج ۱/کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۰۷/ابواب النکاح، باب ماجاء للمتزوج، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند، ابن ماجہ ص ۱۳۷/کتاب النکاح، باب تهنية النكاح، مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند.

[2] وينعقد بايجاب من احدهما وقبول من الاخر كزوجت نفسي اوبنتي او مؤكلتي منك ويقول الاخر تزوجت اى او قبلت لنفسي الخ. الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۶۹/ج ۴/ اول كتاب النكاح، النهر الفائق ص ۱۷۶/ج ۲/كتاب النكاح، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۸۱/ج ۳/كتاب النكاح.

نکاح کا مسنون طریقہ جس میں وکیل قاضی بھی ہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا؟

سوال:- نکاح پڑھانے کا جو مروّجہ طریقہ ہے کہ ایک شخص لڑکی کی جانب سے وکیل ہوتا ہے جو ہر دو گواہوں کو اپنے ہمراہ لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور اس سے اس کے نفس کی بابت رضامندی اور مہر کی مقدار معلوم کر کے نکاح خواں کے پاس آتے ہیں اور نکاح خواں دونوں گواہوں کی موجودگی میں وکیل سے برضا اجازت نفس اور مقدارِ مہر کا سوال کرتا ہے جسے وکیل دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ بیان کرتا ہے، پھر نکاح خواں نکاح پڑھاتا ہے۔ سارے ہندوستان میں یہی طریقہ جاری ہے۔ مگر ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے بلکہ خلافِ سنت ہے اور سنت طریقہ یہ بتلاتے ہیں کہ لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ باپ خود اپنی وکالت سے پورے حاضرین کو گواہ بنا کر نکاح خواں کو اجازت دے۔ حالانکہ اس صورت میں نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی رضامند ہے یا نہیں، نہ ہی اس کی رضامندی پر کوئی شاہد ہوتا ہے، حالانکہ شریعت میں یہ بھی ہے کہ لڑکی سے معلوم کرو۔ اگر وہ ہنس پڑے یا خاموش رہے تو اجازت سمجھے۔ اگر رونے لگے تو اس کی ناراضگی تصور کرے اور فقہ کا یہ مقولہ مشہور ہے السکُوتُ یَدُلُّ عَلَی الایجاب اور پھر یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اسی طرح ہوا تھا کہ کوئی گواہ نہ تھا اور سنت طریقہ یہی ہے، ایسا ہی کرنا چاہئے۔

تو جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح خوانی کا صحیح طریقہ مسنون کیا ہے؟ اور طریقۂ مروجہ مطابق شرع ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص جو طریقہ نکاح خوانی کا بتلا رہا ہے وہ کس حد تک ٹھیک ہے؟ اگر اس شخص کے بتلائے ہوئے طریقہ پر نکاح ہوا جس میں نہ تو لڑکی کی طرف سے کوئی وکیل اور نہ اس کی رضامندی پر کوئی شاہد ہے تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس طرح ہوا تھا؟ اور حضور پاک ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا اور کیسے پڑھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی بالغہ ہوتو ولی اس سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح اتنے مہر پر کرتا ہوں، کیا تم کو منظور ہے؟ انکار تو نہیں ہے۔ پھر گواہوں کے سامنے خود لڑکے سے ایجاب وقبول کرادے یا نکاح خواں کے ذریعہ ایجاب وقبول کرادے۔ بس اس سے نکاح درست ہوجاتا ہے[1] جو طریقہ مروج ہے یہ رجسٹر میں اندراج کی مصلحت سے ہے کہ اگر عدالت میں معاملہ جائے تو متعینہ گواہوں کے ذریعہ ثبوت آسان رہے۔ لڑکی اگر انکار کردے صراحۃً یا دلالۃً تو وہاں نکاح نہ کیا جائے۔ اگر لڑکی نابالغ ہوتو اس کی منظوری کی بھی ضرورت نہیں[2] وکیل یا گواہ نامحرم ہوں تو ان کے سامنے لڑکی کا بے پردہ ہونا منع ہے[3]

---

[1] فان أستاذنها هو أى الولى وهو السنة بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك أويذكرك فسكتت الخ. الدرالمختار مع ردالمحتار زكريا ص ۱۵۹ / ج۴ / باب الولى، مجمع الانهر ص ۴۹۰ / ج ۱ / باب الاولياء والاكفاء ،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱۱، ۱۱۳ / ج۳ / باب الاولياء والاكفاء، وينعقد بأيجاب وقبول الى قوله وشرط حضور شاهدين الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۶۹، ۸۷ / ج۴ / كتاب النكاح،مجمع الانهر ص۴۶۷، ۴۷۲ / ج ۱ / اول كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،البحرالرائق كوئٹه ص ۸۱، ۸۷ / ج۳ / كتاب النكاح.

[2] وللولى أنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولزم النكاح أى بلاتوقف على اجازة أحد الخ. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۱۷۰، ۱۷۱ / ج۴ / باب الولى،مجمع الانهر ص ۴۹۴ / باب الاولياء والاكفاء،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱۸ / ج۳ / باب الاولياء والاكفاء.

[3] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لالأنه عورة بل لخوف الفتنة الخ. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۷۹ / ج۲ / باب شروط الصلاة. مطلب فى ستر العورة،روح المعانى ص ۸۹ / ج۲۲ / سورة الاحزاب،تحت آيت ۵۹ / مطبوعه مصطفائيه ديوبند،احكام القرآن للتهانوى ص ۴۱۶ / ج۳ / سورة الاحزاب،تحت آيت ايضاً.

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت نبی کریم ﷺ نے خود پڑھایا۔ جتنے حاضرین مجمع میں تھے سب گواہ تھے۔ کذا فی الخمیس[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۱۳۹۱ھ

اعلان نکاح کے مصالح

سوال:- آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ''نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد اعلان ہو۔'' اعلان ہونا سخت خطرناک امر ہے خاکسار کی تو یہ ہی عرض ہے کہ خفیہ نکاح کی اطلاع خاص قاضی اور دو گواہوں کو ہو اور کسی بچہ تک کو بھی نہ معلوم ہو سکے کیونکہ پوشیدہ نکاح سے لوگوں سے کسی قسم کا فتنہ فساد نہیں ہوتا ہے۔ اگر نکاح سے پہلے یا بعد میں اطلاع دی جاوے تو سخت نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ صرف خادم کی یہ عرض ہے، نکاح کی اطلاع اعلان تا زندگی معلوم نہ ہو آپ یہ فرماویں کہ تا زندگی کے لئے خفیہ نکاح جائز ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً نکاح صرف دو گواہوں کے سامنے منعقد ہو جاتا ہے[2] البتہ اس کا اعلان کرنا

---

[1] أن النبی ﷺ خطب حین النکاح هذا الخطبة (إلی قوله) أن اللّٰه تعالیٰ أمرنی ازوّج فاطمة من علی وقد زوجته (وبعد سطور) قدزوجنی رسول اللّٰه علیه الصلاة والسلام فاطمة أبنته علی ثنتی عشرة أوقیة فسلوه واشهدوا (تاریخ الخمیس ص۴۰۸/ج ۱/ذکر خطبة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی نکاح فاطمة.

ان اللّٰه تعالیٰ أمرنی أن أزوج فاطمة من علی بن أبی طالب فاشهد أنی قد زوجته ایاها علی أربع مائة مثقال فضة الخ المواهب اللدنیه ص۶/ج۲/ ذکر تزویج علی بفاطمة رضی اللّٰه عنهما مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[2] وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین الخ، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۲۱، ۲۲/ ج۳/کتاب النکاح،ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۷۲/ج ۱/کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،النهر الفائق ص ۱۸۱، ۱۸۲/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

مستحب ہے[1] اس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں، مثلاً اگر دو گواہوں میں سے ایک گواہ کہیں چلا گیا یا مر گیا اور عورت نے نکاح سے انکار کر دیا تو قضاءً ثبوت میں دشواری ہوگی۔ اسی طرح اگر زوجین میں سے کوئی مر جائے تو ثبوت وراثت میں دقت ہوگی اولاد کے نسب میں بھی اشکال ہوگا جن لوگوں کو نکاح کا علم نہیں وہ طرح طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ زوجین کے تعلقات کو حرمت اور زنا وغیرہ پر محمول کریں گے۔ اہل تجربہ سے یہ اشیاء مخفی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/محرم ۵۷ھ

نکاح سے قبل منسوبہ کو دیکھنا

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بغیر دیکھے نکاح کرنے پر راضی نہ ہو تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ لڑکی کو دیکھا جائے جواب مع حوالہ جات سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صاف صاف مطالبہ کرنا کہ مجھے دکھاؤ میں خود دیکھوں گا تو مناسب نہیں۔ ہاں کہیں موقع مل جائے چھپ چھپا کر دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے عن جابر بن عبداللہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب أحدکم المرأة فأن أستطاع أن ینظر الیٰ مایدعوه الیٰ نکاحها فلیفعل، ابو داؤد شریف بذل المجهود[2] ص ۳۲۰/ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] وینـدب اعلانه الخ، الدر المختار کراچی ص ۸/ج ۳/ کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱/ج ۳/ کتاب النکاح.

[2] بذل الجهود ص ۲۲۸/ج ۳/ باب الرجل ینظر إلی المرأة وهو یرید تزویجها، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

اشکال بر جواب مذکورہ بالا

سوال:- مندرجہ بالا سوال کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ مزید چند سوالات اسی سے متعلق جو ذہن کو بری طرح کرید رہے ہیں۔ پیش خدمت ہیں براہ کرم واضح طور پر جواب ارسال فرماویں

(۱) لفظ مناسب نہیں (اور شرعاً جائز ہونے میں) بڑا فرق ہے۔ میرا مقصود شرعاً جائز ناجائز ہونے میں ہے۔ یہ سب اسی لئے کہ پردہ کا عمل مانع ہوا ہے لہٰذا اگر صحیح طور پر پردہ کیا جائے تو چھپ چھپا کر دیکھنے کا موقع بھی نہیں مل سکتا ہے اس طرح اگر دیکھنے کا موقع میسر آتا ہے تو پردہ پر عیب آتا ہے اور اگر پردہ سخت وصحیح ہے تو دیکھنا ممکن نہیں۔ دوسری چوری سے دیکھنا کیرکٹر کے خلاف ہے۔ دیگر چھپ چھپا کر دیکھنے میں قطعی ممکن نہیں کہ صرف مطلوبہ کو ہی دیکھا جاوے اس کے عوض دیگر مستورات پر نگاہ پڑنا فطری وقدرتی بات ہے۔ لہٰذا دوسروں کی بیوی اور بہو بیٹیوں کو نگاھیں ڈالنا نہایت معیوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے شرافت سے بھی پرے ہے یہاں تک کہ گناہ ہے۔ کیا اس مذہب میں شریفانہ طریقہ پر دیکھنے کا موقع ان فریقین کو حاصل ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ تمام عمر کا معاہدہ کرتے ہیں۔ اس دور میں صورت کا قبول ہونا ایک خاص جزو بن چکا ہے اور ایک طرف شرعی طور پر دونوں فریقین ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لئے قطعی خود مختار ہیں لہٰذا اس صورت میں کیا جائز اور صحیح نہیں ہوگا کہ دیکھنے کا موقعہ میسر کیا جائے نمائش اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ میرا مقصود صرف دیکھنے سے ہے نمائش سے نہیں ہے۔ آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیجئے چونکہ بعض جگہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید جس سے عقد نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ پہلے ایک نظر اس کو دیکھ لے تو اس کی شریعت نے گنجائش دی ہے۔ اگر زید کی کوئی محرم (خالہ، پھوپھی، نانی، دادی،

وغیرہ) اپنے مکان پر زید کی منسوبہ کو پردہ کے ساتھ بلالیں اور زید وہاں کسی کمرہ میں ہو جس کا منسوبہ کو علم نہ ہو اور وہاں سے دیکھ لے تو یہ درست ہے۔ اس صورت پر آپ کے پیش شدہ اشکالات وارد نہیں ہوں گے۔

اگر ہر شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے اور یہ دروازہ کھولدیا جائے تو نہیں معلوم ایک ایک لڑکی کو شادی کرنے کے لئے کتنے کتنے لڑکوں کو دکھانے کی نوبت آئے گی ایک ناپسند کریگا اس کی بھی شہرت ہوگی اس سے احباب ناپسندیدگی کی وجہ دریافت کریں گے وہ اس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتائے گا گھوڑی اور گائے کی سی کیفیت ہوجائے گی کہ گاہک آتے ہیں دیکھتے ہیں ناپسند کرتے ہیں اور وہ چلے جاتے ہیں[1]

یہ صحیح ہے کہ شادی عمر بھر کے ساتھ کی نیت سے کی جاتی ہے (چھوڑنے کی نیت سے نہیں کی جاتی) لیکن ساتھ کا نباہ صرف صورت پر نہیں بسا اوقات صورت اچھی ہونے کے باوجود خانہ داری کا سلیقہ نہیں ہوتا۔ تعلیم نہیں ہوتی۔ اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی۔ گفتگو شستہ نہیں ہوتی اور بھی امور ہیں جن کو نباہ میں بڑا دخل ہے اور محض صورت دیکھ کر ان کے متعلق رائے صحیح قائم کرنا دشوار ہے۔ پھر منسوبہ کو بھی قلبی تعلق ہوگا یا نہیں[2]؟

اس قسم کے امور کی وجہ سے ایک قوم نے مستقل انٹرویو شروع کردیا کہ تنہا کمرہ میں

---

[1] فدل علی انه لایجوز له ان یطلب من اولیائها ان یحضروها بین یدیه لما فی ذالک من الاستخفاف بهم ،ولایجوز ارتکاب مثل ذالک لامرمباح،وقدیفضی ذالک الی مفاسد عظیمة کما لایخفی ،وانما یجوزله ان یتخبأ لها وینظر الیهاخفیة اعلاء السنن ص ۳۸۴/ج ۱۷/ باب جواز النظر الی المخطوبة ،کتاب الحظروالاباحة،مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] ویتزوج من هی فوقه فی الخلق والادب والورع والجمال ودونه فی العزو الحرفة والحسب والمال والسن والقامة، ولایتزوج طویلة مهزوله، ولاسیئة الخلق ،سوداء ولودخیرمن حسناء عقیم الخ ،البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱/ج۳/ کتاب النکاح،شامی مع الدارالمختار زکریا ص۶۷،۶۸/ج۴/ کتاب النکاح، النهرالفائق ص ۱۷۶/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

اپنی منسوبہ سے ملاقات کر کے ہاتھ ملا کر دیر تک گفتگو اور خوش طبعی کر کے طرفین اندازہ کر لیں[۱]۔

ایک قوم نے یہ روش اختیار کی کہ لڑکے اور لڑکی کو خاندان والے واحباب کسی جگہ ساتھ رہنے وزندگی کا کچھ حصہ مل کر گذارنے کے لئے تجربہ کے طور پر بھیج دیں کہ دونوں اپنے اپنے خاندان سے علیٰحدہ ہو کر کاروبار کریں اور سال دوسال کے بعد اگر اندازہ ہو جائے کہ نباہ ہو جائے گا تو پھر شادی کر دی جائے۔ ورنہ تجربہ کے لئے لڑکے کے لئے دوسری لڑکی تجویز کی جائے اور لڑکی کے واسطے دوسرا لڑکا تجویز کیا جائے۔ اس سب کے باوجود پھر بھی موافقت نہیں ہوتی اور متارکت کی نوبت آتی ہے جو جذبات قلب میں آج موجود ہیں کوئی ذمہ داری نہیں کہ کل بھی موجود رہیں گے[۲]۔

اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں پس جتنی بات کی شریعت نے گنجائش دی ہے اس پر اکتفاء کیا جائے۔ شادی کے بعد صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔ ہاں اگر صورت حال قابل برداشت نہ رہے تو شریعت نے خلع اور طلاق کا باب بھی رکھا ہے[۳]۔ تاکہ زندگی اجیرن نہ ہو جائے اور حقوق بھی تلف نہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دیوبند ۲/۲۸/ ۹۰ھ

---

[۱] الخلوة بالاجنبيه حرام، درمختار على الشامى كراچى ص ۳۶۸/ ج ۶/ فصل فى النظر والمس، كتاب الحظر والاباحة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴/ ج ۸/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، زيلعى شرح كنز ص ۱۷/ ج ۶/ فصل فى النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] لاتسافر المرأة فوق ثلاثة ايام الابزوج او محرم، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴/ ج ۸/ كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس، زيلعى شرح كنز ص ۱۹/ ج ۶/ كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] لايجب على الزوج تطليق الفاجرة ولاعليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لايقيما حدود الله فلابأس أن يتفرقا الدرالمختار كراچى ص ۵۰/ ج ۳/ باب المحرمات، مطلب فيما لوزوج المولى امته، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۷/ ج ۳/ فصل فى المحرمات.

باہمی مخالفت ضد کی بنا پر، زوجین کی عمر میں تناسب، فعل رسول ﷺ پر اعتراض اور اس کا حکم

سوال:- آج کل بعض مسلمان بوجہ اپنی جہالت وکم فہمی کے لڑکے لڑکی کی شادیوں میں باہمی رنجشوں اور عداوتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو نقصان وزک پہونچانے کے لئے جھوٹی درخواستیں عدالتوں اور تھانوں میں گذرا کر شادیاں رکوا دیتے ہیں اور احکام خدا ورسول کو بالکل پس پشت ڈالتے ہیں اس طرح بندگان کو ناحق لٹوا کر اپنا مطلب نکالتے ہیں اور جائز کو ناجائز کر کے گنہگار ہوتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی شادی مبارک ہمراہ حضرت ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وقت حضرت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک ۵۰/سال کی اور ام المومنینؓ کی عمر صرف چند سال کی تھی تو اس کمی بیشی عمر پر نافہم لوگ بہت اعتراض کرتے ہیں تو کیا بعض مسلمانوں کی یہ کارروائی شرعاً درست وجائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو ایسے شخص یا اشخاص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب حامداً ومصلیاً

آپس میں لڑائی رکھنا اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا جھوٹی درخواستیں دے کر شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسی چیزوں کی سخت ممانعت آئی ہے[1] حضور اقدس ﷺ کے کسی کام میں عیب نکالنا اور تحقیر کرنا کفر ہے ایسی چیز سے ایمان جاتا رہتا ہے[2] شریعت

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا تحسسوا ولاتجسسوا ول اتناجشوا ولاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباداللّٰہ اخوانا وفی روایۃ ولاتنافسوا متفق علیہ (مشکوٰۃشریف ص۴۲۷/ج۲/ باب ماینھی عنہ من التھاجر الخ. الفصل الاول ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] ومن استخف بسنۃ او حدیث من احادیثہ علیہ الصلوۃ والسلام او رد حدیثاً متواتراً او قال سمعنا ہ کثیراً بطریق الاستخفاف کفر، مجمع الانھر ص۵۰۶/ج۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی طرف سے نکاح میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن مصالح اور معاشرت کی وجہ سے طرفین کی عمر میں تناسب کی رعایت رکھی جائے تو بہتر ہے[1]، اور حضور اکرم ﷺ کے کسی فعل میں شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آپ کا ہر فعل مصالح سے پر تھا اس نکاح میں بھی بے شمار مصالح تھیں جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں بہت سی مصلحتیں تھیں جب کہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور آنحضرت ﷺ کی عمر ۲۵ رسال تھی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶ ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہئے؟

سوال: - نکاح پڑھانے سے قبل امام کو کون کون شرط سے آگاہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بات کی اس وقت ضرورت ہو اس کو بتادیں۔ دینی اخلاق واعمال کی تعلیم کی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ثم ان الفاظ الکفر انواع، الثانی فی الانبیاء علیهم الصلوة والسلام، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری دارالکتاب دیوبند ص ۲۶۳ / ج ۲ / الباب التاسع فی احکام المرتدین، مایتعلق بالانبیاء، تاتار خانیه ص ۴۷۷ / ج ۵ / کتاب احکام المرتد ینفصل فیما یعود الی الانبیاء علیهم السلام، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[1] ویندب اعلانه وکونها دونه سناً، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۷ / ج ۴ / کتاب النکاح، مطلب کثیراً مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۰ / ج ۳ / کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶ / ج ۲ / کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وأسرار کلماته وأدعیته فوق ماینحطر بالبال، التعلیق الصبیح ص ۱۹۷ / ج ۱ / باب آداب الخلاء، الفصل الثانی، مطبوعه مکتبه فخریه دیوبند.

سب کو ہی ضرورت ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۳۹۴ھ

نکاح کے لئے پیر جمعرات جمعہ کی فضیلت

سوال:- جیسے مہینوں میں مہینہ شوال کا نکاح کے لئے مسنون یا مستحب بیان کیا جاتا ہے اس طرح دنوں میں کوئی دن بھی مسنون یا مستحب بھی مشروع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعہ، جمعرات، پیر کو فضیلت ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/ ۹۶ھ

اندیشہ تقسیم وراثت سے نکاح نہ کرنا

سوال:- دو لڑکیوں کا باپ پہلے مر گیا تھا اور سوائے لڑکیوں کے اور کوئی لڑکا نہیں تھا

---

[1] وتعلم مالابدمنه من الفقه فرض عين شامی زکریا ص۲۱۷/ج۹/ آخر کتاب الحظر والاباحة، هنديه كوئٹه ص۳۷۷/ج۵/کتاب الكراهية،الباب الثلاثون فی المتفرقات مجمع الانهر ص۱۸۴/ج۴/ کتاب الكراهية،فصل فی الكسب ،دارالكتب العلميه بيروت.

[2] حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے جمعہ کے دن نکاح کرنے کے استحباب اور فضیلت کو بیان کیا ہے لیکن پیر اور جمعرات کے دن فضیلت نکاح کا کوئی تذکرہ نہیں ملا ويندب أعلانه وتقديم خطبته وكونه فی مسجد يوم جمعة. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۶۷/ج۴/ کتاب النكاح. البتہ پیر اور جمعرات کی فضیلت حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ اس دن لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله عليه وسلم تعرض الأعمال يوم الاثنين والخميس فأحب أن يعرض عملی وأناصائم. مشكوٰة شريف ۱۸۰/باب صيام التطوع، الفصل الثانی. مطبوعه ياسرنديم ديوبند.ويوم الجمعة ولو منفرداً،ان صومه بانفرادهٖ مستحب عندالعامة كالاثنين والخميس، ومثله فی المحيط معللاً بأن لهٰذه الايام فضيلة، شامی کراچی ص۳۷۵/ج۲/کتاب الصوم.

اس کی عورت ابھی زندہ تھی تو وراثت کا شریعت کے اعتبار سے پنجاب میں رواج نہیں ہے تو خاوند نے زمین اور گھر چھوڑا اس کی مالکہ اس کی عورت تھی اس کے مرنے کے بعد اب صرف دو لڑکیاں رہ گئیں وہ عاقلہ اور بالغہ ہیں ان کی منگنی والدہ نے اپنے بھائیوں کے لڑکوں کے ساتھ کردی تھی۔ اب والدہ کے مرنے کے بعد والدہ کے بھائیوں نے ہی لڑکیوں کو کہدیا کہ تم شادی نہ کراؤ اور خاوند کی طرف سے جو لڑکیوں کے چچا وغیرہ ہیں ان کے کہنے پر بھی شادی نہ کراؤ اگر شادی کرالوگی تو شریعت کے اعتبار سے تو وہاں تقسیم نہیں ہے اور قانون کے اعتبار سے اب لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا اب جب تک وہ لڑکیاں شادی نہ کراویں گیں تب تک تو وہ مالک ہیں اگر شادی ہوگئی تو دوسرے چچا وغیرہ کو جائیداد مل جائے گی تو وہ چچا کہتے ہیں کہ ہم لڑکیوں کو قانون کے اعتبار سے اگر کسی طرح شادی کرانے پر مجبور کریں تو شریعت کی طرف سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ ہماری نیت نیک ہے تاکہ ہر گناہ سے بچ جاویں کیونکہ آجکل فتنہ کا زمانہ ہے اور وہ بائیس وپچیس برس کی ہیں پھر انھوں نے زمین مزارعت پر دوسروں کو دے رکھی ہے۔ جو کہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہیں اور وہ ان کے سامنے آتی جاتی ہیں ہم کو شرم اور غیرت آتی ہے اور صرف ماموں کے کہنے پر شادی سے انکار کرتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ یہی ہے تو ماموں کی نیت صحیح نہیں لڑکیوں کو ماموں کے کہنے پر عمل نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کو چاہئے کہ وہ سنت کے موافق نکاح کرلیں[1] پھر اگر قانونی حیثیت سے لڑکیوں کا حصہ انھیں نہ ملتا ہو چچا کو ملتا ہو تو چچا کو لازم ہے کہ ان کا حصہ ان کے حوالہ کردیں اس کو خود

---

[1] وعن ابی نجیح ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان موسراً لان ینکح ثم لم ینکح فلیس منی، رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، مجمع الزوائد ص ۴۶۲/ ج ۴/ باب الحث علی النکاح، رقم ص ۷۳۰۳/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

رکھنا حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] إلا إذا علم ربه أى رب المال فيجب على الوارث رده على صاحبه شامى نعمانية ص۲۴۷/ ج۵/ فصل فى البيع. كتاب الحظر والإباحة،شامى دارالفكربيروت ص۳۸۶/ ج۶/ البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱/ ج۸/ كتاب الكراهية،فصل فى البيع.

باب اول: وعدۂ نکاح (منگنی)

قول وقرار سے نکاح

سوال: -عمر وفاطمہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں۔عمر کی دولڑکیاں پیدا ہوئی ہیں اور فاطمہ کے دولڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ دونوں بھائی بہن آپس میں اپنے بچوں کے متعلق ایک دوسرے سے شادی کے قول وقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد عمر اپنی بڑی لڑکی کی شادی اپنی بہن فاطمہ کے بڑے لڑکے سے کردیتا ہے باقاعدہ شرعی نکاح کے ساتھ، چنانچہ دونوں خوش وخرم ہیں۔اس کے بعد فاطمہ اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عرصہ دس سال سے بھاگ گیا ہے۔اسلئے بھائی تم اپنی لڑکی کی شادی کسی اور جگہ کردو۔ چنانچہ عمر نے دوسری جگہ شادی کردی ہے۔اسکے بعد بعض لوگوں نے واللہ اعلم دشمنی سے یا کسی اور وجہ سے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے۔اسلئے کہ اس لڑکی کا نکاح فاطمہ کے چھوٹے لڑکے سے بچپن میں ہوچکا ہے۔ چنانچہ فاطمہ کو بھی لوگوں نے بہکالیا ہے وہ بھی ایسا ہی کہتی ہے۔اب کیا ہم اس پہلے نکاح کو جبکہ وہ نکاح ہی نہیں تھا بلکہ آپس میں قول وقرار تھا اور شاید گواہ بھی نہیں ہے۔کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے متعلق صرف وعدہ ہوا تھا کہ ان کی شادی کردیں گے اور نکاح نہیں کیا گیا تھا، نہ نکاح پڑھنے والا کوئی موجود تھا نہ گواہ موجود تھا، تو محض وعدہ کرلینے سے نکاح نہیں ہوگیا[1] اور عمر نے دوسری جگہ جو شادی کردی ہے وہ صحیح اور معتبر ہے۔[2]

---

[1] لوقال هل اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد الخ، شامی زکریا ص ۷۲/ ج۴/ کتاب النکاح، قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب،البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۳/ج۳/ کتاب النکاح،النهر الفائق ص ۱۷۸/ج۲/کتاب النکاح،مطبع دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وینعقدمتلبسابایجاب من احدهما وقبول من الاخر،وشرط (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دشمنی کی وجہ سے غلط بات کہنا اور بہکانا سخت مذموم ہے۔ فاطمہ کو بھی چاہئے کہ اصل حقیقت کو نہ چھپائے۔ وعدہ اور ہے شادی اور ہے، دونوں ایک چیز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۱۳۸۹ھ

نکاح کی قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا

سوال:- ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کی لڑکی انوارہ سے شادی کروں گا۔ میں اللہ سے اقرار کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ انوارہ کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی نہیں کروں گا۔ اب اگر کسی دوسری لڑکی سے وہ شخص شادی کرلے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری لڑکی سے شادی کرے گا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۲/ ۹۲ھ

نکاح کا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا

سوال:- (۱) زید و ہندہ کے والدین نے زید و ہندہ کا نکاح ان کے بچپن میں طے کر رکھا تھا۔ زید کے والد کے انتقال ہونے پر اس کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح ہندہ کے بڑے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) حضور شاهدين حرين اوحرة وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۶۹، ۹۱/ ج۴/ کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱، ۸۷/ ج۳/ کتاب النکاح فتاوی الهندیه ص ۲۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح الباب الاول.

[1] فلو حلف لايتزوج فعقده بنفسه أووكل فعقدالوكيل حنث شامی کراچی ص ۸۱۵/ ج۳/ مطلب حلف لايتزوج، شامی زکریا ص ۶۲۸/ ج۵/ کتاب الايمان باب اليمين فی البيع والشراء مطلب حلف لايتزوج، فتاوی عالمگیری ص ۱۱۱/ ج۲/ الباب السابع فی اليمين فی الطلاق والعتاق مطلب من حلف لاتزوج فوكل به حنث مطبوعه کوئٹہ، النهرالفائق ص ۱۰۲، ۱۰۱/ ج۳/ کتاب الايمان باب اليمين فی البيع والشراء، مطبع دارالکتب العلمية بيروت.

والد (یعنی ہندہ کے والد کے بڑے بھائی) سے کرلیا۔ اب تقریباً دوسال سے زید کے دونوں ذمہ داروں نے ہندہ سے نکاح کرنے کا کسی مصلحت سے انکار کردیا۔ یہ بات ہندہ کے والدین کے لئے تکلیف کا سبب بنی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندہ کے والد کا یہ انتقام کہ اپنے بڑے بھائی سے ترک تعلق مذکورہ بالا وجہ سے کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح دوسرے بھائیوں پر ان کا دباؤ ڈالنا کہ بڑے بھائی سے اس بنیاد پر مقاطعہ رکھیں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والد اور ان کے دوسرے چچاؤں کو اپنے بڑے بھائی سے مذکورہ بالا وجہ سے کس طرح معاملہ رکھنا چاہئے؟ حسن مدارات کا یا نزاع و جھگڑا و فساد کا؟

(۳) نکاح کے بچپن سے طے ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے انکار کردینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نکاحِ بیوہ بعد عدت شرعاً مستحسن ہے[۱] وجہ مذکور کی بناء مقاطعہ کرنا اور پر مقاطعہ پر دوسروں کو آمادہ کرنا غلط اور خلاف شرع ہے۔ جن پر دباؤ ڈالا جارہے وہ ہرگز دباؤ میں نہ آئیں۔ مقاطعہ کی ممانعت نہایت قوی ہے، اس کی نحوست کی وجہ سے مغفرت سے محرومی ہوتی ہے۔ کمافی الحدیث[۲]

---

[۱] وانکحوا الایامی منکم الایة سورة النور رقم الایة ص ۳۲/ الایامی منکم ای الذین لاازواج لهم من الرجال والنساء واحدهم ایم، تفسیر القرطبی ص ۲۲۲/ ج ۶/ مطبع دار الفکر بیروت.

ترجمہ: اور تم میں جو بے نکاح ہو تم ان کا نکاح کردیا کرو (خواہ مرد خواہ عورت یا ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات وطلاق کی وجہ سے اب تجرد ہوگیا ہو) بیان القرآن۔

[۲] النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول لایدخل الجنة قاطع بخاری شریف ص ۸۸۵/ ج ۲/ باب اثم القاطع کتا ب الادب مطبع اشرفیه دیوبند.

ترجمہ: حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (یعنی اول وہلہ میں یا سزا بھگتنے سے پہلے) عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) جھگڑے سے حتی الوسع پرہیز کریں[۱] ملاطفت وشفقت سے فہمائش کریں[۲]

(۳) اگر وہاں نکاح کرنا مصلحت کے خلاف ہو اور لڑکی کی زندگی دینی اور خوشگوار متوقع نہ ہو تو انکار کرنا بھی درست ہے۔ حموی[۳] میں خلفِ وعدہ کے تحت اس قسم کے وعدوں پر بحث کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/ ۹۲ھ

وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوجاتا

سوال:- زید نے اپنے دوست بکر سے مذاقاً کہا کہ تمہاری لڑکی فاطمہ کا عقد اور رشتہ میرے لڑکے خالد کے لئے مطلوب ہے۔ بکر نے جواباً کہا کہ ہاں مجھے منظور ہے۔ میں راضی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) قال تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لايشرك بالله شيأ الارجل كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال انظروا هذين حتى يصطلحا انظروا هذين حتى يصطلحا وفى حديث الا لمتهاجرين ،مسلم شريف ص۳۱۷/ ج۲/ كتاب البروالصلة والادب باب النهى عن الشحناء مطبع سعد بكڈپو ديوبند.

[۱] قال الله تعالى:ولاتنازعوافتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين الاية ص۴۶/سورة الانفال.

ترجمہ: اور نزاع (جھگڑا) مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ بیان القرآن۔

[۲] وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق واخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم وتخولهم بالموعظة،شرح للنووى على الصحيح المسلم ص۵۴/ ج۱/ كتاب الايمان باب بيان ان الدين النصحيحة مطبع مكتبه سعدديوبند،مرقاة المفاتيح ص۴/ ج۴/ كتاب الآداب باب الامربالمعروف،الفصل الاول،مطبع بمبئى.

[۳] الخلف فى الوعد حرام وفى القينة وعده أن يأتيه فلم لاياثم (اشباه) قلنا يحمل الاول على مااذا وعد وفى نيته الخلف فيحرم والثانى على مااذانوى الوفاء وعرض مانع (حموى مع الاشباه ص۴۵۲/ الفن الثانى، كتاب الحظر والاباحه، مطبوعه نول كشور)

ہوں اس کے بعد دونوں فاطمہ اور خالد کو بہو اور داماد کہنے لگے۔ مذکورہ الفاظ تکرار متعدد مجلسوں میں ہوتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ فاطمہ اور خالد کم سن (ایک سال یا اس سے بھی کم عمر کے تھے) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ الفاظ سے کیا شرعاً نکاح منعقد ہو گیا؟ اور کیا یہ ایجاب وقبول میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صرف (رشتہ) خطبہ ہے جو کہ وعدۂ نکاح کے درجہ میں ہے، نکاح نہیں۔ لہٰذا ابھی نکاح منعقد نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مجلس وعدۂ نکاح، کیا نکاح ہے؟

سوال:- ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کو اس کے چچازاد بھائی کے لڑکے سے شادی کرایا اور ان دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ ہم دوسرے سے شادی نہیں کرائیں گے کچھ دن کے بعد لڑکے کے باپ غریب ہو گئے اور وہ روزی کے لئے باہر چلے گئے اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی۔ اس دوران وہ لڑکے کا باپ آپہونچا اور ان کے پہنچنے کی خبر سن کر لڑکی کا باپ آیا اور اپنی معذوریت پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو آپ معاف فرمائیے میں مجبور ہوں۔ تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہا تو دیکھوں گا کس طرح آپ دوسری جگہ شادی کراتے ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو

---

[1] لوقال هل اعطيتينها فقال أعطيت إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح، شامی کراچی ص ۱۱/ج۳/ کتاب النکاح، شامی زکریاص ۷۲/ج۴/ کتاب النکاح، قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب، البحرالرائق کوئٹہ ص ۸۳/ج۳/ کتاب النکاح، النهرالفائق ص ۱۷۸/ ج۲/ کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت.

بندوق سے تیری جان نکالوں گا اور اگر مر گیا تو قیامت میں اس کا جواب دینا ہوگا اللہ کے دربار میں۔ مسجد میں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا۔ اب یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مجلس عقدِ نکاح کی مجلس تھی اور گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہوگیا[1] پھر دوسری جگہ شادی کا حق نہیں رہا وہ نکاح ثانی غلط ہے۔ اگر پہلی دفعہ نکاح کا ایجاب وقبول نہیں کیا گیا بلکہ رشتہ کیا گیا جو کہ وعدۂ نکاح ہے، تو بلاوجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[2] لیکن اگر مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس جگہ نکاح نہ کیا جائے بلکہ دوسری جگہ کردیا جائے تو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اس بات پر بندوق مارنے کا حق ہرگز نہیں اور قیامت میں بھی عذاب نہیں ہوگا۔ لڑکی کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ یہ ولی کی ذمہ داری ہے۔ مسئلہ وعدہ الاشباہ والنظائر[3] میں اور مجلس نکاح کی بحث شامی[4] میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۳۹۶ھ

---

[1] وینعقد بایجاب وقبول الی قوله وشرط حضور شاهدین ای یشهد ان علی العقد الخ. الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۶۹، ۸۷/ج۴/کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص۸۷، ۸۱/ج۳/کتاب النکاح، فتاوی عالمگیری ص۲۶۷/ج۱/کتاب النکاح، الباب الاول.

[2] الخلف فی الوعد حرام الاشباه والنظائر ص ۱۵۹/کتاب الحظر والاباحة مکتبہ اشاعت الاسلام دہلی۔

[3] الخلف فی الوعد حرام وفی القنیة وعده ان یاتیه فلم یاته لایاثم ولایلزم الوعد والتوفیق بینه وبین الاول بحمل الاول علی مااذا وعد وفی نیته الخلف والثانی علی مااذا نوی الوفاء وعرض مانع، الاشباه والنظائر مع هامش الرافعی ص ۱۵۹/کتاب الحظر والاباحة، مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

[4] لوقال اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح، شامی زکریا ص ۷۲/ج۴/کتاب النکاح، قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب، البحر الرائق کوئٹه ص۸۳/ج۳/کتاب النکاح، النهر الفائق ص۱۷۸/ج۲/کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت.

پیغام نکاح، نکاح نہیں

سوال:- (۱) زید نے اپنے لڑکے کا عمر کی لڑکی کے لئے شادی کا پیغام دیا۔ عمر نے بعد مشورہ عزیزان زید کے لڑکے کے لئے قبول کرلیا۔ دین مہر کے شرائط بھی طے ہوگئے۔ زید نے اپنے لڑکے کو جو لندن میں زیر تعلیم ہے اس رشتہ کی منظوری سے مطلع کر دیا۔ زید نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد رسم منگنی تقریباً پچاس ۵۰ اشخاص کی موجودگی میں ادا ہوگئی۔ لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے اس ایجاب وقبول کی بابت کیا حکم ہے؟

(۲) زید کے ایک پرانے دوست نے ان واقعات کے علم ہونے کے باوجود اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا پیغام دیدیا۔ کیا شرعی نقطۂ نظر ایسا کرنا جائز تھا؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیان واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوا بلکہ یہ خِطبہ ہے اور اس کی حیثیت وعدہ کی ہے۔ اس سے ابھی طرفین شوہر و بیوی نہیں ہیں۔ حاضرین مجلس نے بھی اس کو خِطبہ ہی سمجھا ہے۔[۱]

(۲) اس طرح خِطبہ (رشتہ) ہوجانے کے بعد دوسرے شخص کے خطبہ کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ یکم ربیع الثانی ۸۸ھ

---

[۱] قال فی شرح الطحاوی لوقال هل اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح، شامی زکریا ص ۷۲/ج۴/کتاب النکاح قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۳/ج۳/کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۸/ج۲/کتاب النکاح مطبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] أن ابن عمر كان يقول نهى النبى صلى الله عليه وسلم أن يبيع بعضكم على بيع بعض ولا يخطب الرجل على خطبة اخيه حتى يترك الخاطب قبله أو ياذن له الخاطب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال:- زید مع چند کس واسطے ناطہ مانگنے اپنے فرزند بالغ کے بکر صاحبِ دختر کے گھر گیا۔ دختر نابالغہ تھی۔ بکر صاحب دختر نے اپنے بھائی حقیقی احمد اللہ کو جواب دینے کے لئے اجازت دی احمد اللہ مذکور نے اپنی طرف سے خالد کو جو کہ زید کا بہنوئی ہے جواب دینے کے واسطے مختار بنایا۔ امام صاحب نے جن کو خود زید اپنے ساتھ لایا تھا کہا کہ زید اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے تو خالد زید کے بہنوئی نے جواب دیا کہ ہم نے دے دیا۔ تو امام صاحب نے دعا فرمائی جو کہ خود امام صاحب کے بیان سے عیاں ہے۔

اسی طرح باقی گواہان کا بیان ہے صرف زید کا حقیقی بھائی اور خالد زید کا بہنوئی بیان دیتے ہیں کہ ایجاب بھی ہوا قبول بھی زید نے کہا جو کہ سراسر غلط ہے بلکہ ان دو گواہان کے لئے بکر صاحب دختر نے کہا تھا کہ قرآن شریف ہاتھ میں لو۔ مگر انکاری ہو گئے ہیں اور مجلس داہنداری یعنی منگنی کے سب کے سب مانتے ہیں اسی وجہ سے مہر کا ذکر یا خطبہ نہیں پڑھا گیا کیونکہ مجلس داہنداری کی تھی پس صورتِ بالا میں نکاح ہوا یا نہیں؟ عنداللہ جواباً مشکور فرمائیں و عبارت فقہ درج فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب التنقیحی

جو لوگ ایجاب اور قبول دونوں کو بیان کرتے ہیں ان سے وہ الفاظ لکھوا کر بھیجئے جن

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بخاری شریف ص ۷۷۲/ ج ۲/ کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح اویدع، مطبع اشرفیه دیوبند.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے حضرت نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ تم میں کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع کرے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے یہاں تک کہ پیغام دینے والا اس سے قبل اس کو ترک کر دے یا پیغام دینے والا اس کو اجازت دیدے۔

سے ایجاب وقبول ہوا ہے۔ ایجاب کے الفاظ علیحدہ ہوں اور قبول کے علیحدہ ہوں تب جواب دیا جائے گا نیز اس سے پہلے کبھی پیغام بھیجا ہے یا یہ گفتگو اول ہی مرتبہ ہوئی اور ان بیانات کو بھی ہمراہ بھیجئے۔

از دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ر شعبان ۵۵ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

عبدالرحمٰن مدعی کے بیان میں بھی تصریح ہے کہ ''مجلس داہنداری بود'' اسی طرح عبداللہ، احمد اللہ، غلام رسول، احمد جونیہ، عزیز جو، چودھری وجے جو، سب اس کے مقر ہیں کہ مجلس رشتہ اور منگنی کی تھی اس کا کوئی اقرار نہیں کرتا کہ مجلس نکاح کی تھی اور ہمارے عرف میں مجلس نکاح اور ہوتی ہے اور مجلس رشتہ اور، منگنی ہمارے یہاں صرف وعدۂ نکاح کا نام ہے صرف وعدہ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا بلکہ نکاح کے لئے مستقلاً دوسری مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر وہاں کا عرف بھی یہی ہے تو صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا کتزوجینی نفسک اذا لم ینوالا ستقبال أی الاستیعادأی طلب الوعدالیٰ قوله قال فی شرح الطحاوی لوقال هل اعطیتنیهافقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح. اھ شامی[1] ص ۴۰۸/ ج ۲/.

نیز امام صاحب کے الفاظ کہ ''زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے'' صریح ہیں کہ رشتہ کی درخواست کی جاری ہے اور جواب میں خالد کا کہنا کہ ''ہم نے دے دیا'' بھی رشتہ ہی پر محمول ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۹ر شوال ۵۵ھ

---

[1] الدرمع الرد کراچی ص ۱۱/ ج ۳/ قبیل مطلب التزوج بإرسال کتاب (کتاب النکاح) شامی زکریاص ۷۲/ ج ۴/ کتاب النکاح، قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۳/ ج ۳/ کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۸/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت.

کیا رشتہ کرنا بھی نکاح ہے؟

سوال:- زید بہ ہمراہ چند اشخاص بکر کے گھر آیا اور مقصد بیان کیا جواباً بکر نے کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانی تیرے لڑکے کو دیدی تو زید نے اپنے پسر کے لئے قبول کی مٹھائی تقسیم ہوگئی بعد انقضاء مدت بروز جمعہ مولانا عبداللطیف صاحب جامع مسجد کی خدمت میں مع زید کے روبرو درخواست پیش کی کہ میں نے اپنے لڑکی زید کے پسر کو دی تھی اب میری رضا نہیں کیا میں اپنی لڑکی دوسری جگہ دے سکتا ہوں مولانا موصوف بموجب شریعت حکم دیں مجھے منظور ہے مولانا موصوف نے ہردو کے حلفیہ بیان لئے ہردو نے مثل سابق بیان دیئے اور رشتہ داروں نے تصدیق کی مولانا موصوف نے فرمایا کہ شرعاً یہی نکاح ہے دوسری جگہ لڑکی دینے کی شرعاً اجازت نہیں۔

بکر بخیر رہا۔ بعد انقضاء مدت مولانا موصوف نے بغیر فیصلہ زید کے وہی لڑکی خود شامل ہوکر عمر کو نکاح کردی مولانا موصوف نے کئی مواضعات میں انجمن کی صورت میں حلفاً عہد وقرار لیا کہ آئندہ شادی پر گانے گانا ڈھول بجانا آتشبازی کرنا بند ہے جو اس عہد کو توڑے گا اس پر بطور شریعت و برادری ڈنڈ لگایا جائے گا چنانچہ اس پر عمل درآمد بھی ہوا، الحاصل ایک شادی میں شریک ہوئے اور ازاول تا آخر شریک رہے مگر عہد و پیماں کا کچھ خیال نہ کیا آتشبازی کرائی اس عہد شکنی سے لوگوں کو رنج ہوا۔ اب استدعا یہ ہے کہ حسب شریعت مولانا موصوف واہل مجلس وحواریین کو کیا حکم ہے؟

محمد ایوب خان سکنہ ریالہ ڈاک خانہ کوہالہ تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک جگہ نکاح صحیح ہوجانے کے بعد دوسری جگہ درست نہیں نکاح جائز نہیں۔ جب تک شوہر سابق سے شرعی علیحدگی طلاق وخلع وغیرہ کے ذریعہ سے نہ ہوجائے اور عدت نہ

گذر جاوے۔لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذا المعتدة وکذا فی سراج الوهاج عالم گیری[1] ص ۲۷/ج ۲/رحیمیه.

بکر کے الفاظ جو کہ سوال میں درج ہیں کنایات نکاح میں سے ہیں صریح نہیں نکاح اور رشتہ دونوں کے لئے مستعمل ہیں پس اگر گواہوں کے سامنے مہر وغیرہ کا ذکر ہوا اور یہ الفاظ نکاح کیلئے کہے گئے اور اس مجلس کو مجلس نکاح سمجھا گیا۔تب تو نکاح ہوا ورنہ نہیں۔[2] بلکہ محض وعدہ ہے لہٰذا اگر حسب تفصیل سابق پہلا نکاح صحیح ہو گیا تھا تو دوسرا نکاح صورت مسئولہ میں صحیح نہیں ہوا باوجود علم کے اس میں شرکت کرنے والے گنہگار ہوئے سب کو عموماً اور مولوی صاحب کو خصوصاً علی الاعلان توبہ کرنا ضروری ہے آتشبازی اور گانا ڈھول بجانا وغیرہ ناجائز ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔[3] البتہ مال کا جرمانہ ایسے مجرموں کو نہیں کرنا چاہئے۔والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال بحر[4] ص ۴۱/ج ۵/ بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری

---

[1] الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،مطبوعه کوئٹه،الفقه الحنفی وادلته ص ۱۵۸/ج ۱/القسم الاول فقه المعاملات کتاب النکاح،محرمات النکاح،السادس محرمات بتعلق حق الغیر مکتبة الغزال بیروت،بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۹،۵۴۸/ج ۲/کتاب النکاح،عدم جواز منکوحة الغیر، بیان عدم جواز نکاح معتدة الغیر.

[2] قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح،شامی زکریا ص ۷۲/ج ۴/کتاب النکاح،مطلب التزوج بارسال کتاب،النهر الفائق ص ۱۷۸/ج ۲/کتاب النکاح،مطبع دارالکتب العلمیة بیروت،البحر الرائق کوئٹه ص ۸۳/ج ۳/کتاب النکاح.

[3] وکره کل لهوای کل لعب وعبث الی قوله والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها کلها مکروهة لانها زیّ الکفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذالک حرام،شامی زکریا ص ۵۶۶/ج ۹/کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیره.

[4] البحر ص ۴۱/ج ۵/کتاب الحدود فصل فی التعزیر مکتبه کوئٹه پاکستان،الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۰۵/ج ۶/کتاب الحدود باب التعزیر مطلب فی التعزیر باخذ المال.

سزائیں مقرر کی جائیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۳ھ

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ ہذا ۱۵/محرم ۵۳ھ

وعدۂ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا

سوال:- ایک شخص نے بوقت شادی طفل خود اس بات کا وعدہ کیا کہ ''وہ اپنی لڑکی، جو اس وقت خورد سالہ اور نابالغہ ہے، کا ناطہ عوض معاوضہ کر دے گا۔'' مگر اب لڑکی عرصہ سے بالغ ہو چکی ہے اور لڑکا ابھی نابالغ نادار اور ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں منجانبین سخت کشیدگی اور حالات مکدر ہو چکے ہیں اور ناطہ کرنے کی صورت میں مضرت لڑکی کا یقین غالب ہے، اندریں حالات اس دور فتن میں اگر وعدہ کنندہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرے تو وہ شرعی نقطۂ نگاہ سے قابل گرفت ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو اس کا دفعیہ کس صورت میں ہو سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وعدہ کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا البتہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتے وقت اس نیت سے وعدہ کرنا کہ بعد میں مخالفت کروں گا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر وعدہ کرتے وقت تو وعدہ پورا کرنیکی نیت تھی لیکن بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آ گئے کہ وعدہ پورا کرنا دشوار ہے یا مصالح کے خلاف ہے تو پورا کرنا واجب نہیں۔ اس کے خلاف کرنا

---

[1] قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصية فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته، المفهم شرح مسلم ص ۹۸/ج ۷/ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصية، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقاة المفاتيح ص ۷۱۶/ ج ۴/ كتاب الآداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، مطبع بمبئى.

درست ہے[1]۔ کما صرح به الحموی فی شرح الاشباه والنظائر نقلاً عن العقد الفرید[2] ص ۴۵۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۱۱/ ۵۶ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/ذیقعدہ ۵۶ھ

منگنی کر کے نکاح سے انکار

سوال:- چودھری عطا محمد کے لڑکے کی منگنی ہوئی چودھری محمد علی کی لڑکی کے ساتھ جس کا نام شریفاً بی ہے۔ لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ مانگتا ہے تو برادری بٹھا کر صلاح کر کے لڑکی کے ماں باپ پھر زبان رشتہ کی دیدیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں دن آ کر لڑکی کو کپڑے لگا کر چلے جائیں تو اسے ہم کپڑا مائی کہتے ہیں یا منگنی۔ تو بارات لڑکے کے گھر سے جاتی ہے اور لڑکی والے بھی اپنے رشتہ داروں کو دعوت میں بلاتے ہیں اور لڑکی کو کپڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا طریقہ چودھری محمد یونس ولد عطا محمد کے لڑکے کا

---

[1] ثم إذا فهم مع ذالک الجزم فی الوعد فلابد من الوفاء إلا أن یتعذر فان کان عند الوعد عازماً علی ان لایفی به فهذا هوالنفاق الخ (مرقات ص ۶۵۳/ ج ۴/ قبیل باب المفاخرة والعصبیة، باب المزاح، مطبوعه بمبئی شرح الطیبی ص ۱۳۳/ ج ۹/ باب المزاح، ادارة القرآن کراچی.

[2] قوله: "الخلف فی الوعدحرام "وقال صاحب عقد الفریدفی التقلید، انما یوصف بما ذکر ای بأن خلف الوعد نفاق اذا قارن الوعد العزم علی الخلف، واما من عزم علی الوفاء ثم بداله، فلم یف بهذا لم یوجد منه صورة نفاقٍ کما فی الاحیاء من حدیث طویل عن ابی داؤد والترمذی مختصراً بلفظ اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی فلم یف فلا اثم علیه، انهتی، غمز عیون البصائر للحموی ص ۲۳۶/ ج ۳/ کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه ادارة القرأن کراچی.

ہوا، لیکن اب چودھری علی محمد اور اس کے رشتے دار اشادی دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اب فتویٰ صادر فرمائیں کہ شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منگنی کے لئے یہ چیزیں شرعاً لازم نہیں بغیر ان کے بھی درست ہے۔ منگنی ایک وعدہ ہے۔ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا (والخلف فی الوعد حرامٌ. کذا فی الدر المختار[1]) شرعاً بہت برا ہے۔ کوئی واقعی عذر ہو تو منگنی کو توڑنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] الخلف فی الوعد حرام وفی القنیة وعده ان یاتیه فلم یأته لایأثم ولایلزم الوعد والتوفیق بینه وبین الاول بحمل الاول علی مااذا وعد وفی نیته الخلف والثانی علی مااذانوی الوفاء وعرض مانع، الاشباه والنظائر مع هامش الرافعی ص ۱۵۹ / کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعت اسلام دهلی، مرقاة المفاتیح ص ۶۴۷ / ج ۴ / باب الوعد الفصل الثانی، مطبع بمبئی.

باب دوم: صحت وشرائط نکاح

فصل اول: نکاح صحیح

ثبوت نکاح کس طرح ہوتا ہے

سوال:- زید کی لڑکی مسماۃ ہندہ غیر شادی شدہ بعمر ۱۷ رسال جوان عمر ہے ایک مرتبہ خالد نے عمر کو زید کی لڑکی ہندہ مذکورہ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو خالد کے جی میں شبہ ہوا کہ یہ ایک اجنبیہ لڑکی سے کیوں تخلیہ میں باتیں کر رہا ہے خالد نے ہندہ کے والد اور اہل محلّہ کے معتبرین سے ذکر کیا تو عمر سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے عمر نے محلّہ کے مولوی صاحب اور دیگر متعدد آدمیوں سے حلفیہ طور پر بیان کیا کہ خدا تعالیٰ کی قسم ہندہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری اپنی لڑکی، خدا کرے میرا روسیاہ ہو جو میں جھوٹ بولتا ہوں میں تو اسکو اپنی لڑکی کی طرح سمجھتا ہوں نیز عمر کی زوجہ نے محلّہ کے اکثر گھروں میں جا کر بیان کیا کہ میں بقسم کہتی ہوں کہ میرا خاوند ہندہ کو اپنی لڑکی کی طرح سمجھتا رہتا ہے اور یہ واقعہ بالکل غلط ہے اس واقعہ کے بعد زید اور عمر کی مصالحت کر دی گئی بعد ازاں جب عرصہ چار ماہ کا گذر چکا تو ایک روز عمر نے محلّہ کے مولوی صاحب سے بیان کیا کہ زید کی لڑکی مسماۃ ہندہ سے میرا دو سال کا خفیہ طور پر نکاح پڑھا ہوا ہے نکاح کا کاغذ لکھا ہوا ہے دو گواہ بھی ہیں نکاح خواں میں خود ہی ہوں۔ تین مرتبہ اس عرصہ میں ہندہ کو حمل ہو چکا جس کو دوائی پلا کر خود ہی ضائع کراتا رہا ہوں اب ہندہ کو میرا ہی حمل ٹھہرا ہوا ہے آپ زید سے کہہ دیں کہ مجھ سے فیصلہ کر لیوے اور یہ لڑکی مجھے دیدیوے اسکے عوض میں مجھ سے ہمشیرہ اور میری حقیقی لڑکی کا نکاح اپنے لئے اور اپنے لڑکے کیلئے لے لیوے۔

مولوی صاحب مذکور نے یہ تمام قصہ زید سے بیان کیا زید نے جواب دیا کہ آپ اس

نکاح کے کاغذ اچھی طرح تحقیق کر لیجئے یہ شخص بہت مکار اور جھوٹا ہے ہمیشہ جھوٹی قسمیں اٹھایا کرتا ہے اور نہایت چالاک شخص ہے اگر واقعی اس کے پاس نکاح کا صحیح طور پر کاغذ موجود ہے اور بات اس طرح پر ہے کہ پھر باہمی مشورہ کر کے بات کریں گے۔ مولوی صاحب نے عمر کو بلوا کر فرمایا کہ آپ وہ نکاح کا کاغذ لے آویں تا کہ میں اس کو دیکھ کر غور کروں اس کے دیکھنے کے بعد آپ کے گواہ بھی بلوالوں گا۔

عمر نے کہا کہ کاغذ تو کسی دوسرے گاؤں میں ہے یہاں پر نہیں ہے اگر فرماؤ تو گواہ حاضر کر دیتا ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ گواہ تو آج کل ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ میں مل جاتے ہیں تم پہلے وہ کاغذ دکھاؤ، اس نے کاغذ دکھانے سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ کاغذ میں نہیں دکھاتا عمر کے ایک دوست نے بیان کیا کہ کاغذ تو اس نے کوئی لکھوایا ہی نہیں ہے کون بکواس بکتا ہے اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب تم ہمیں کاغذ نہیں دکھاتے ہو تو اب ہمارے پاس تحقیق کا ذریعہ صرف لڑکی مسماۃ ہندہ ہی ہے دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے چنانچہ ہندہ سے دو مولوی صاحب نے جو سند یافتہ عالم ہیں ہندہ کے حقیقی ماموں کی موجودگی میں دریافت کیا کہ عمر کہتا پھرتا ہے کہ میرا نکاح ہندہ سے عرصہ دو سال سے خفیہ طور پر دو گواہوں کے روبرو پڑھا گیا ہے کیا یہ بات صحیح ہے نیز تو از روئے ایمان ہمیں بتلا بلا کسی کے اجبار و خوف کے آیا عمر سے تیرا خفیہ طور پر نکاح ہوا ہے یا نہیں ہندہ نے بلا کسی خوف کے دلیری سے بیان کیا کہ میں ایمان سے کہتی ہوں کہ عمر بالکل جھوٹ بولتا ہے میرا اس سے کوئی خفیہ نکاح وغیرہ نہیں ہے مولوی صاحبان نے فرمایا کہ تو سر پر کلام مجید رکھ کر یہ کہو کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کرے کلام مجید سے ماری جاؤں اس نے اسی طرح بیان کیا اور کہا کہ میرا عمر سے کوئی نکاح وغیرہ نہیں ہے وہ جھوٹ بولتا ہے تین چار مرتبہ یہی کلمات دہراتی رہی اسکے بعد عمر سے کہا گیا کہ تم جھوٹے ہو عمر نے کہا کہ میں آپ کو دو اس قسم کے نشانات بتلاتا ہوں جن کو یا تو وہ جانتی ہے یا میں جانتا ہوں وہ نشان اس اکیلی کے آگے ظاہر کر کے میرے نکاح کے متعلق دریافت کیا جائے اگر پھر بھی

انکار کرے تو میں جھوٹا اور کاذب ہوں چنانچہ بالکل تنہائی کی جگہ مولوی صاحبان نے دریافت کیا تو ہندہ نے بدستور سابق نکاح سے بالکل انکار کردیا اور کہا کہ اگر میرا نکاح عمر سے پڑھا گیا ہوتا تو میں کلام مجید سر پر رکھ کر کیوں انکار کرتی عمر سے میرا قطعاً کوئی نکاح وغیرہ نہیں ہے۔ یونہی مجھ پر بہتان لگایا گیا ہے اس کے بعد محلّہ کے مولوی صاحبان نے زید سے کہا کہ عمر نکاح کے متعلق غلط کہتا ہے چنانچہ اسی شب کو ہندہ کا نکاح خالد سے کردیا گیا قبل از نکاح ہندہ سے پھر گواہوں کے روبرو نکاح خواں نے دریافت کیا کہ خالد سے تیرا نکاح کردیا جائے ہندہ نے بآواز بلند کہا کہ میری طرف سے اجازت ہے چنانچہ ہندہ مذکورہ کا نکاح خالد سے کردیا گیا اور ہندہ وخالد کا نکاح درج رجسٹر کرادیا گیا اور دونوں کے نشان انگشت نکاح کے رجسٹر پر لگادیئے گئے نکاح خواں اور گواہان کے دستخط بھی کرادیئے گئے نکاح کی مجلس میں تقریباً چالیس آدمی موجود تھے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کا نکاح خالد سے شرعی طور سے منعقد ہوگیا ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندہ کا نکاح خالد سے صحیح نہیں ہوا ہے۔ نیز عمر اب کہتا پھرتا ہے کہ ہندہ سے میرا نکاح ہے خالد کے نکاح میں شرعی طور پر کوئی نقص آیا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر مفصل جواب ارشاد فرماویں۔ تاکہ اطمینان ہوجاوے جواب جلدی دیویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا ثبوت اولاً گواہوں سے ہوتا ہے[1] اگر عادل ثقہ معتبر کم از کم دو گواہ بھی موجود نہ ہوں تو پھر زوجین کی تصدیق کافی ہوتی ہے[2] اگر ایک انکار کردے تو نکاح کا ثبوت نہیں ہوتا

---

[1] رجلان أو رجل وامرأتان مالا كان أو غير مال كالنكاح والرضاع، والطلاق والوكالة (مجمع الأنهر ص ۲۶۱/ج۳/ كتاب الشهادات،مكتبه عباس احمد البازويشترط العدد فلا ينعقد النكاح بشاهد واحد هكذافي البدائع،عالمگیری ص۲۶۷/ج۱/كتاب النكاح،الباب الاول، مطبوعه كوئٹه،بدائع زكرياص۵۲۷/ج۲/كتاب النكاح فصل ومنها العدد.

[2] ولابالاقراروفي الرد المحتارلاينافيه ماصرحوابه ان النكاح يثبت بالتصادق لان المراد هنا ان الاقرار لايكون من صيغ العقد،والمراد من قولهم انه يثبت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لہٰذا اگر دو عادل ثقہ گواہ موجود ہوں تو انکا اعتبار ہوگا یعنی اگر عمر کے پاس دوسرے گواہ موجود نہ ہوں تو اس کا قول معتبر نہیں اور خالد سے جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح اور معتبر ہے اور اگر عمر کے پاس دو عادل گواہ موجود ہیں تو اس کا قول معتبر ہے اور خالد کا نکاح صحیح نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایجاب وقبول تین دفعہ

سوال:- ایجاب وقبول تین مرتبہ کرانا اور گواہوں کا نام تین مرتبہ لینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین دفعہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں، ایک دفعہ ہی کافی ہے۔ گواہوں کا نام لینا ضروری نہیں، البتہ گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بالتصادق ان القاضی یثبته به ای بالتصادق، شامی کراچی ص ۱۳/ ج۳/ کتاب النکاح مطلب التزوج بارسال کتاب، منحة الخالق علی هامش البحر ص ۸۴/ ج۳/ کتاب النکاح مطبوعه کوئٹه.

[1] فاذا صحت الدعوی سأل المدعی علیه عنها فان أقرأ وانکر فبرهن المدعی قضی علیه لوجود الحجة الملتزمة للقضاء بحر کوئٹه ص ۲۰۲/ ج۷/ کتاب الدعوی، وفی فتح القدیر فان احضر المدعی البینة علی وفق دعواه قضی بها ای قضی القاضی بالبینة لانتفاء التهمة عنها، فتح القدیر ص ۱۶۸/ ج۸/ کتاب الدعوی مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] وشرط حضور شاهدین مکلفین سامعین قولهما معاً الخ. الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۸۷/ ج۴/ بحر کوئٹه ص ۸۷/ ج۳/ کتاب النکاح، مجمع الانهر ص ۴۷۲/ ج ۱/ کتاب النکاح، طبع دار الکتب العلمیه بیروت.

نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی ایک صورت

سوال:- زید کہتا ہے کہ سوال (۱) و (۲) میں روبرو گواہان دے کر یعنی دختر بکر کو و نیز اس کی کفالت کو تین مرتبہ قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی ہر دو سوال کے اندر زید کی زوجیت روبرو گواہان قبول کی ہے ورو برو بکر کے زید کہتا ہے کہ میں نے دختر بکر کے نفس کو جیسا کہ نکاح کے اندر قبول کرتے ہیں تین مرتبہ ہر دو سوال میں روبرو گواہان قبول کیا ہے اور دختر بکر نے بھی روبرو گواہان سوال (۱) و (۲) میں زید کی زوجیت میں جانا قبول کیا ہے اور زوجیت میں رہنا قبول کیا ہے۔ (۲) ہر دو سوال کی شکل میں نکاح منعقد ہوا تھا زید و دختر بکر و گواہان کو معلوم تھا کہ نکاح ہے۔ (۳) ہر دو سوالات کے اندر گواہان موافق شریعت تھے۔ (۴) زید کا اور دختر بکر کا ایجاب وقبول جیسا کہ نکاح کے اندر ہوتا ہے ہر دو جانب سے ویسا ہی ہوا ہے ہر دو نے نکاح کو قبول کیا ہے۔ (۵) ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول ہوا ہے روبرو گواہان۔ (۶) بکر و زید ایک ہی برادری سے ہیں نیز دختر بکر بالغہ عاقلہ ہے۔ (۷) دختر بکر کے نکاح کے اندر ایک مرد عاقل وعورت عاقل و چودہ سالہ لڑکی بالغہ مسلمان شہادت میں ہیں علاوہ بکر کے، کیا ان سوالات سے بروئے شرع نکاح ہو گیا ہے؟ شیخ غلام محمد

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مسلمان مرد اور دو عورت کے سامنے اگر نکاح کا ایجاب وقبول کیا جائے تو شرعاً نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور ان کی گواہی معتبر ہوتی ہے چودہ سالہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو اس کی گواہی بھی شرعاً نکاح میں معتبر ہے[1] لڑکی جب بالغہ ہو تو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا اور ولی کو بغیر اس کی مرضی کے جبراً نکاح کر دینے کا حق نہیں بلکہ وہ اپنے نکاح میں خود مختار

---

[1] وینعقد بایجاب وقبول وشرائطها حضور شاهدین حرین اوحرة وحرتین مکلفین، مجمع الانهر ص ۴۶۷/ تا ۴۷۲/ کتاب النکاح، طبع دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۸۱، ۸۷/ ج ۳/ کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶، ۱۸۱/ ج ۲/.

ہے اپنی مرضی سے اپنی برادری میں مہر مثل پر بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح کرسکتی ہے[۱]پس اگر بکر نے اپنی مرضی کے موافق کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے زید سے یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے اپنی فلاں دختر کا نکاح تیرے ساتھ کردیا۔ یا اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دیدی اور زید نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا۔ تمہاری لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگیا۔ یا زید نے اور دختر بکر نے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے اس طرح ایجاب وقبول کیا کہ مثلاً دختر بکر نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تمہارے نکاح میں دے دیا تمہاری زوجیت میں دے دیا۔ اس کے جواب میں زید نے کہا کہ میں نے اس کو قبول کرلیا زید نے کہا کہ میں نے تم سے نکاح کرلیا اس کے جواب میں دختر بکر نے کہا کہ میں نے اس نکاح کو یا تمہاری زوجہ بننے کو قبول کیا تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہوگیا۔ اب یہ بلاوجہ شرعی نہیں ٹوٹ سکتا بکر کو اس کے فسخ کرانے کا حق نہیں۔ اس سے پہلے سوال میں بکر کا مقولہ تو نقل کیا تھا لیکن اس کے جواب میں زید کی طرف سے نکاح کے قبول کرنے کا کوئی ذکر نہ تھا۔ اس لئے اس کا حکم اس وقت لکھ دیا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ جمادی الاول ۵۶ھ

---

[۱] نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى :لايجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من اب أو سلطان بغير اذنها بكرا كانت او ثيبا فان فعل ذالک فالنكاح موقوف على اجازتها ،هنديه كوئٹه ص۲۸۷/ج ۱/ الباب الرابع فى الاولياء ،تبيين الحقائق ص۱۱۷/ج۲/باب الاولياء والاكفاء ، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۱۰۹، ۱۱۰/ج۳/باب الاولياء والاكفاء ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كف أصح النكاح ،لكن للاولياء حق الاعتراض (الى ان قال) ولوتزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللولى الاعتراض عليها حتى يتم لها مهر ها اويفار قها ،هنديه كوئٹه ص ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴/ج ۱/الباب الخامس فى الاكفاء، محيط برهانى ص ۶۱/ ج۴/ كتاب النكاح،الفصل التاسع فى معرفة الاولياء، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

بچوں کے نکاح کا طریقہ

سوال:- ۶ رسال سے کم عمر کے بچوں کے نکاح کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں کی طرف سے ان کے لئے ان کے والد ایجاب وقبول کرلیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کی اجازت سے

سوال:- جبکہ لڑکا لڑکی نابالغ ہیں تو ولی ایجاب وقبول کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا یہ خود ایجاب وقبول کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ ان کو معلوم ہو کہ نکاح کے فوائد کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی درست ہے کہ ولی نابالغ لڑکے لڑکی کے لئے ایجاب وقبول کرلے اور یہ بھی درست ہے کہ ولی کی اجازت سے نابالغ ایجاب وقبول کرلے۔ کذا فی الشامی[2] ص ۳۱۴ ر ج ۲ ر۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳ ر ۲ ر ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً الخ النہر الفائق ص ۲۰۸ ر ج ۲ ر باب الاولیاء والاکفاء مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۷۰ ر ج ۴ ر باب الولی، البحر الرائق ص ۱۱۸ ر ج ۳ ر باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] لو کان لھا اب وجد وزوجت نفسھا کذلک توقف لان لہ مجیزاً وقت العقد لان الاب والجد یملکان العقد بذلک الخ. شامی زکریا ص ۱۹۸ ر ج ۴ ر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نابالغ بچی کا ایجاب وقبول بذریعہ والد

سوال:- (۱) میں نے اپنے چھوٹے کمسن بچے کے لئے ایک چھوٹی لڑکی (جس کی عمر لگ بھگ تین سال تھی) کا رشتہ طلب کیا۔ تو لڑکی کے دادا نے لڑکی کے والد کی موجودگی میں میرے لڑکے کے لئے اس لڑکی کا رشتہ منظور کرلیا۔ اس امر کا گواہ ماسوا لڑکی کے والد، ماں اور میری بیوی کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ ایجاب اور قبول صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ نیز یہ لڑکی بعد بلوغت اس لڑکے پر راضی ہے۔

(۲) اسی اثناء میں اس لڑکی کو ایک شخص نے جنگل کی طرف اغوا کرلیا اور جبریہ نکاح کرلیا، مگر لڑکی کچھ دنوں کے بعد بھاگ گئی اور اس معاملہ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے وقت لڑکی کی ماں کے بقول لڑکی نابالغ تھی۔ ان وجوہات کی بناء پر جبریہ نکاح ثابت ہوا یا نہیں؟ براہ کرام مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) رشتہ کرنا درحقیقت نکاح نہیں وعدۂ نکاح ہے، اس کے لئے گواہی کی ضرورت نہیں۔ وعدہ پورا کرنا چاہئے جب تک کوئی مانع قوی نہ ہو[۱]۔

(۲) اگر لڑکی اغواء کے وقت نابالغ تھی تو اس کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں، بلکہ وہ نکاح لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر اس نے اس کو نامنظور کردیا تھا تو وہ جب ہی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب الولی. مطلب لایصح تولیة الصغیر الخ،فتح القدیر ص ۳۰۹/ ج۳/ کتاب النکاح،فصل فی الوکالة بالنکاح مطبوعه دار الکفر بیروت، البحر الرائق ص ۱۱۰/ ج۳/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۱] لوقال أعطیتنیها فقال أعطیت إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح شامی کراچی ص ۱۱/ج۳/ کتاب النکاح،بحر کوئٹه ص ۸۳/ج۳/کتاب النکاح،النهر الفائق ص ۱۷۸/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ختم ہوگیا تھا۔ اب والد، دادا اور خود لڑکی سب ہی اس بچپن کے رشتہ پر رضامند ہیں تو ان حالات میں یہ نکاح کردیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۱ھ

کپکپی کی حالت میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح

سوال:- ایک طالب علم دین کا نکاح بطریق مسنونہ ایجاب وقبول دوگواہوں کی موجودگی میں ہوا۔ نکاح ہوجانے کے دوتین روز بعد اس طالب علم نے یہ کہا کہ جب میرا نکاح خطبہ مسنونہ کے ساتھ شروع ہوا تو فوراً میرے پورے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے میرا ذہن موقع پر حاضر نہ رہا اور جب وکیل نے لڑکی اور اس کا اور اس کے باپ کا نام لیا تو مجھے کچھ پتہ نہیں۔ ہاں جب وکیل نے کہا کہ قبول کیا۔ تو میں نے حضور ذہن کے ساتھ کہا کہ میں نے قبول کیا۔ تو کیا اس صورت میں (جب کہ لڑکی اور اس کے باپ کا نام پہلے معہود فی الذہن ہے) نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبۂ نکاح کے وقت اگر حواس درست نہ رہیں اور پہلے سے تمام باتیں طے ہیں اور قبول کرتے وقت بھی حواس درست ہوگئے اور سمجھ کر قبول کی نوبت آئی ہے خود قبول کیا ہو یا وکیل نے کیا ہو تو نکاح درست ہوگیا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۴۰۶ھ

---

[1] لو کان لها اب وجدوزوجت نفسها كذالك توقف لان له مجيزاً وقت العقد لان الاب والجد يملكان العقدبذالك الخ شامی زکریا ص ۱۹۸/ج۴/باب الولی مطلب لایصح تولیة الصغیر الخ،فتح القدیر ص ۳۰۹/ج۳/کتا ب النکاح،فصل فی الوکالة بالنکاح،دارالفکر بیروت،بحر کوئٹه ص ۱۱۰/ج۳/باب الاولیاء. (نمبر۲/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول مذاق میں بیع کا ایجاب وقبول

سوال:- کوئی شخص کسی عورت سے کہدے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت بھی مذاق میں کہہ دے کہ ''میں نے قبول کیا'' اور ایسے ہی خرید وفروخت میں بھی اگر کوئی شخص کسی کو چیز مذاق کے طور پر فروخت کردے اور دوسرا بھی مذاق سے قبول کرلے، تو کیا یہ بیع منعقد ہوجائے گی یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر کردیں کہ کونسی چیزیں مذاق سے واقع ہوجاتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا ایجاب وقبول اگر مذاق میں گواہوں کے سامنے کیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا[1] اگر بیع کا ایجاب وقبول مذاق میں کیا ہے حقیقۃً بیع کرنا مقصود نہیں تھا اور بائع و مشتری دونوں کو اس کا اعتراف ہے تو اس سے بیع منعقد نہیں ہوگی[2] آپ کو جس جس چیز کے متعلق دریافت کرنا مقصود ہو تو اس کو متعین کرکے دریافت کرلیں۔ تفصیل مطلوب ہو تو ''نور الانوار'' دیکھ لیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] من یفیق احیاناً ای یزول عنه مابه بالکلیةوهذاکالعاقل البالغ فی تلک الحالة الخ شامی کراچی ص۱۴۵/ج۶/کتاب الحجر.

[1] حقیقة الرضا غیر مشروط فی النکاح لصحته مع الإکراه والهزل شامی کراچی ص ۲۱/ ج۳/کتاب النکاح،شامی زکریاص۸۶/ج۴/کتاب النکاح،عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ثلاث،جدهن جدوهزلهن جدٌّ النکاح والطلاق والرجعة رواه الترمذی وابوداؤد، مشکوة المصابیح ص۲۸۴/ج۲/کتاب الطلاق،باب المطلقة ثلثاً مطبع یاسرندیم دیوبند، اعلاء السنن ص۱۳۳/ج۱۱/باب لعب النکاح وجده سواء کتاب النکاح،مطبع ادارة القرآن کراچی.

[2] ولم ینعقد مع الهزل لعدم الرضاء بحکمه معه والهازل یتکلم بصیغة العقدمثلاً باختیاره ورضاه لکن لایختارثبوته الحکم ولایرضاه،الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۱۹/ج۷/کتاب البیوع مطلب فی حکم البیع مع الهزل.

[3] نورالانوارص۳۰۹،۳۰۶/مبحث الاهلیة بحث فی تعریف الهزل والجد،مطبع یاسرندیم دیوبند.

کیا نکاح کے وقت والد کا نام لینا ضروری ہے

سوال:- کیا نکاح میں بوقت ایجاب وقبول دلہا دلہن کے والد کا نام لینا ضروری ہے؟ بشق اول اگر نام نہیں لیا سہواً یا عمداً تو کیا نکاح پھر سے دوبارہ پڑھنا پڑے گا؟ بشق ثانی ولدالزنا یا لقطہ کا نکاح کس طرح پڑھا جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بغیر والد کا نام لئے قاضی اور گواہ سب پہچان لیں کوئی اشتباہ نہ رہے تو بھی نکاح صحیح ہوجائے گا، مثلاً دونوں مجلس میں سامنے موجود ہوں اور گواہوں کے سامنے وہ خود ہی ایجاب وقبول کرلیں یا ان کا ولی کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح اس سے کردیا، یا خاندان کے لوگوں کے سامنے نکاح ہو وہ خود جانتے ہیں، والد کا نام لینے سے مقصود تعارف ہوتا ہے، وہ جس طرح بھی ہوجائے صحیح ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۳۹۶ھ

بغیر قبول کئے لڑکے کا چلا جانا اور دوسرے لڑکے سے ایجاب وقبول کرانا، ان میں سے کس کا نکاح درست ہوا؟

سوال:- محمد تقی (بالغ) ولد محمد شفیع کی بارات بنارس آئی۔ نیاز احمد صاحب (محمد شفیع

---

[1] الحاصل ان الغائبة لابدمن ذكر اسمهاواسم ابيهاوجدها وان كانت معروفة عند الشهودعلى قول ابن الفضل وعلى قول غيره،يكفى ذكراسمها ان كانت معروفة عندهم والافلاوبه جزم صاحب الهداية فى التجنيس وقال لان المقصودمن التسمية التعريف وقدحصل،شامى زكريا ص ۹۰/ج۴/كتاب النكاح،مطلب الخصاف كبيرفى العلم يجوزالاقتداء به،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۶۸/ج ۱/كتاب النكاح،الباب الاول فى تفسيره الخ تاتارخانيه ص ۶۰۵/ج ۲/كتاب النكاح،الفصل الخامس فى تعريف المرأة والزوج الخ مطبوعه كراچى.

کے بڑے بھائی) سے لوگوں نے کہا کہ ماسٹر صاحب آپ کو نکاح پڑھانے کے لئے تلاش کررہے تھے۔لوگوں نے دوگواہ اورلڑکی طرف سے ایک وکیل دیکر نیاز احمد کولڑکی کے نکاح کے لئے بھیجالڑکی سے قبولیت کرائی۔ بعدہٗ محمد تقی کے پاس نیاز احمد نے خطبہ پڑھااور چند کلمات محمد تقی کو پڑھایا قبولیت باقی تھی کہ محمد تقی اٹھ کر جھگڑے والوں میں چلا گیا۔ بعدہٗ بارات واپس ہوگئی۔ بعدہٗ افضل ولد محمد عمر صاحب سے اس لڑکی کا نکاح ہوگیا۔علماء کے دو طبقے ہیں۔ایک طبقہ محمد تقی کے نکاح کو درست کہتا ہےاور دوسرا طبقہ افضل کے نکاح کو۔کونسا نکاح درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

محمد تقی قبول کرنے سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تو نکاح نہیں ہوا[1] افضل ولد محمد عمر سے نکاح کے لئے لڑکی نے اجازت نہیں دی نہ اس کو خبر ہے،تو نکاح کی خبر سن کر اگر لڑکی نے نامنظور کردیا تو وہ بھی نکاح نہیں ہوا۔اگر لڑکی نے منظور کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۱۳۹۶ھ

مہر پانچ ہزار کو ہاتھ کے نیچے چھپا کر ایجاب وقبول

سوال:-خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک بارات بہت اچھے طریقہ سے

---

[1] وینعقدالنکاح بایجاب من احدهما وقبول من الآخرالی ماقال ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقدفلوأوجب احدهما فقام الآخر او اشتغل بعمل آخر بطل الایجاب الخ درمختارمع الشامی زکریاص۶۸،۷۶/ج۴/کتاب النکاح،البحرالرائق ص۸۳/ج۳/مطبوعه الماجدیه کوئٹه،زیلعی ص۹۶/ج۲/مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب اوسلطان بغیر اذنها بکراً کانت اوثیبا فان فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل عالمگیری کوئٹه ص۲۸۷/ج۱/الباب الرابع فی الاولیاء والضابطة،شامی زکریاص۱۵۹/ج۴/باب الولی، البحرالرائق ص۱۱۳/ج۳/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه سعید کراچی.

آئی کھانا وغیرہ کے بعد با قاعدہ لکھائی پڑھائی ہوئی خطبہ پڑھا گیا سب حقوق کئے گئے مگر امام صاحب نے رجسٹر میں ۵۰۰۰/ پانچ ہزار مہر کو اپنے ہاتھ کے نیچے دبا لیا اور بعد میں کہا کہ پانچ ہزار ہوتے ہوئے باندھے گئے ہیں اس کو لڑکے والوں نے منظور نہیں کیا اور بات بڑھتی چلی گئی اور بارات کو خالی جانا پڑا۔ معلوم ہوا ہے کہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا ہے پہلا نکاح درست تھا یا دوسرا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو صورت پیش آئی وہ یقیناً رنج وافسوس کی صورت ہے اس کے باوجود اگر یہاں ایجاب وقبول نہیں ہوا تھا اور دوسری جگہ پر شریعت کے مطابق لڑکی کی اجازت ورضامندی سے نکاح کر دیا گیا تو وہ درست ہو گیا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

آنکھوں پہ پٹی باندھ کر نکاح

سوال:- زید نے ہندہ سے دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا لیکن ہندہ نے اپنی آنکھوں پر حیاءً پٹی باندھ لی تو کیا یہ پٹی نقاب کے حکم میں ہوگی جس کے بارے میں ردالمحتار وغیرہ میں لکھا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ چہرہ پر نقاب نہ ہو۔ یا نقاب کے حکم میں نہیں ہے اور نکاح مع جملہ احتیاطوں کے منعقد ہو جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصود تعریف وتمییز ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو نکاح درست ہوتا ہے اگرچہ

---

[1] وينعقد بإيجاب من احدهما وقبول من الأخر. شامی زکریا ص ۶۹/ ج۴/ مطلب كثير ما يتساهل فی اطلاق المستحب على النساء. كتاب النكاح، هداية ص ۳۰۵/ ج ۲/ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بحر كوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ كتاب النكاح.

عورت مجلس عقد میں حاضر نہ ہو محض اس کا نام لیا ہو اور اگر چہ گواہ نابینا ہوں اور اگر چہ عورت نقاب پوش ہو، پس صورت مسئولہ میں اگر گواہ جانتے اور پہچانتے ہیں تو پٹی باندھنا مضر نہیں خواہ صورت وشکل سے پہچانتے ہوں یا باپ دادا کے نام سے یا محلّہ اور بستی کے پتہ سے یا کسی اور ذریعہ سے اگر پٹی کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے اور جہالت باقی ہے کوئی اور ذریعہ بھی شناخت کا نہیں تو احتیاط کے خلاف ہے اگر چہ حکم عدم صحت کا نہیں دیا جا سکتا۔ هكذا يستفاد من ردالمحتار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

گونگے کا نکاح

سوال:- کسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے گونگے مرد کے ساتھ کر دیا۔ اور گونگے نے (قبولیت کے لئے) اشارۃً ہی سر ہلا دیا تو سوال یہ ہے کہ گونگے کا اشارۃً نکاح کو قبول کرنا کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گونگا اگر اشارہ سے قبول کرے تو نکاح درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولابد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفى الجهالة،فإن كانت حاضرة منتقبة كفى الإشارة إليها والإحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصا وسمعوا كلامها من البيت،إن كانت وحدها فيه جاز ولومعها أخرى فلا لعدم الجهالة،فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها وإن لم يعرفوها لابد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها. شامی کراچی ص ۲۱، ۲۲/ ج۳/زکریا ص ۸۹/ ج۴/ کتاب النکاح، مطلب الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء به،البحر الرائق ص ۸۸/ ج۳/ کتاب النکاح،مطبوعه الماجدیه کوئٹه،فتح القدیر ص ۱۹۲/ ج۳/ کتاب النکاح،مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] فان كان الاخرس لايكتب وكان له اشارة تعرف فى طلاقه، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

گونگے کا نکاح

سوال:- ایک شخص کم بولتا ہے نہ پاگل ہے نہ گونگا، سوال یہ ہے کہ اب اس کی شادی کرنی ہے تو نکاح میں اگر اس نے ایجاب وقبول نہیں کیا اور گردن کے اشارے سے ہاں کہہ دیا تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زبان سے ہاں کہہ سکتا ہے تو زبان سے کہنا ضروری ہے جو شخص زبان سے نہ بول سکے اس کا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ

نابینا بہرے کا نکاح

سوال:- زید کہتا ہے کہ میرا بھائی نابینا بھی ہے اور بہرا بھی اس کا نکاح کس طریقہ سے پڑھایا جائے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ونکاحه وشرائه وبيعه فهو جائز شامی زکریا ص ۴۴۸/ ج ۴/ باب الطلاق مطلب فی الحشيشة والافيون والبنج، ينعقدالنكاح من الآخرس اذاكانت له اشارة معلومة الخ شامی زکریاص ۸۶/ ج ۴/ کتاب النکاح، فتح القدیر ص ۱۹۸/ ج ۳/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[1] ففی کافی الحاكم الشهيد مانصه: فان كان الأخرس لايكتب وكان له اشاره تعرف فی طلاقه ونكاحه وبيعه فهو جائز، وان كان لم يعرف ذلک فهو باطل. فقد رتب جواز الاشارة على عجزه عن الكتابة، فيفيد أنه ان كان يحسن الكتابة لاتجوز اشارته: شامی کراچی ص ۲۴۱/ ج ۳/ کتاب الطلاق مطلب فی الحشيشة والافيون والبنج، وكماينعقد النكاح بالعبارة ينعقد بالاشارة اذاكانت اشارة معلومة الخ بدائع زکریاص ۴۸۸/ ج ۲/ کتاب النکاح بیان رکنه، النهر الفائق ص ۱۸۲/ ج ۲/ کتاب النکاح، دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح اورضروریات اس کوسمجھائی جاتی اوراس سے دریافت کی جاتی ہیں اسی طرح نکاح بھی کردیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

نابینا کے ساتھ نکاح

سوال:- میری لڑکی جوکہ تقریباً ۴/سال سے بالغ ہے اس کا نکاح تقریباً ۶/سال قبل یعنی اس کے سن بلوغیت سے ۲/سال پہلے ایک لڑکے کے ساتھ ہوا تھا، نکاح جیسا کہ موجودہ مسلم معاشرہ کا خصوصاً ہمارے دیہاتوں کا دستور ہے، میں نے اپنی صواب دید پر اپنے گاؤں پڑوسیوں کے مشورہ پر لڑکے کو بغیر دیکھے کرآیا تھا، نکاح کے تقریباً ۸/ماہ بعد جب خود لڑکے کے یہاں گیا تو معلوم ہوا کہ لڑکا بالکل نابینا ہے اوراس کو موتیا بند ہے، اورنکاح کے قبل مجھ سے یہ پوشیدہ رکھا گیا کہ لڑکے کو موتیا بند بیماری ہے، بہرحال لڑکی کے بالغ ہونے سے تقریباً دوسال قبل میں نے نکاح کرادیا تھا، ایسی صورت میں میری لڑکی وہاں جانے کو تیار نہیں ہے، لڑکا نکاح کے بعد کبھی میرے گھر نہیں آیا، لڑکے کی مالی حالت بھی اچھی نہیں کہ وہ بلا محنت مزدوری نان ونفقہ دے سکے، اوروہ مزدوری کیسے کرسکتا ہے، جب کہ وہ نابینا ہے، اب چارسال سے یہ بالغ لڑکی میرے اوپر بار ہے، ایسی صورت میں حکمِ شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آنکھوں میں موتیا بند ہونے کے باوجود کیا ضروری ہے کہ قدرت نے اس کیلئے روزی

---

[1] وينبغي أن لايختلف في انعقاده بالأصمين إذا كان كل من الزوج والزوجة أخرس لأن نكاحهٗ كما قالوا ينعقد بالإشارة حيث كانت معلومة اھ شامی نعمانیه ص ۲۷۳/ج ۲/، شامی کراچی ص ۲۳/ج ۳/ کتاب النکاح، مطلب الخصاف کبیر فی العلم الخ، النهر الفائق ص ۱۸۲/ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

کا دروازہ بند کر دیا ہو، اسلئے بہتر یہ ہے کہ لڑکی رخصت کر دیا جائے، اور لڑکی کو چاہئے کہ والد کے کئے ہوئے نکاح کا احترام کر کے رخصت ہو جائے، لیکن اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو مہر کے عوض طلاق حاصل کر لی جائے، پھر لڑکی کا عقد دوسری جگہ کر دیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۱۳۸۹ھ

نکاح کے وقت کلمہ اور دو رکعت نماز پڑھوانا

سوال:- (۱) نکاح پڑھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کس طرح نکاح پڑھایا کرتے تھے؟

(۲) نکاح کے وقت مسلمان دولہا کو پانچوں کلمے اور ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھانا جیسا کہ آج کل بعض علاقوں میں عام رواج ہے کیسا ہے؟ کیا یہ نکاح کی سنت ہے یا مستحب چیزوں میں سے ہے۔ بعض جگہوں پر ان کلموں کے پڑھوانے پر اصرار کیا جاتا ہے اور نکاح خواں اگر نہ پڑھوائے تو اس پر طعن کیا جاتا ہے اور اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ غیر ضروری چیز کے ساتھ ضروری جیسا معاملہ کرنے کی وجہ سے اس کو مکروہ کا حکم دیا جائے گا۔؟ حضور ﷺ سے نکاح سے پہلے کلمہ پڑھوانا ثابت ہے؟

(۳) دولہا سسرال جاتے وقت اپنے گھر سے نکل کر پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھتا ہے پھر بارات کے ساتھ سسرال کے لئے روانہ ہوتا ہے خواہ سسرال اپنی ہی بستی میں ہو یا دوسری بستی میں؟

---

[1] السنة اذا وقع بين الزوجين اختلاف ان يجتمع اهلهما ليصلحوا بينهما فان لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. شامی کراچی ص ۴۴۱/ج۳/ باب الخلع، مجمع الانهر ص ۱۰۲/ج۲/باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱۰۲/ج۲/ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خطبہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرادیا جائے اسی سے نکاح ہوجاتا ہے مگر اتنا ضروری ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں[۱] ہو لڑکی بالغہ ہو تو اس سے اجازت لی جائے نابالغہ ہو تو ولی کو خود اختیار ہے[۲] مہر بھی متعین کرلیا جائے۔

(۲) جو لوگ کلمہ اور ضروری عقائد سے واقف نہیں ان کو کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھادیا جائے تو ٹھیک ہے اور اس سے پہلے جو چیزیں کلمہ کے خلاف سرزد ہوئی ہوں ان سے رجوع کرلیں مگر کلمہ سے بھی واقف ایمان مجمل ومفصل سے بھی واقف بلکہ ان کے تقاضوں پر عامل ہیں ان کو اس خاص موقع پر کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھانے کی کیا ضرورت ہے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان چیزوں کو نکاح خواں سے زیادہ جانتا ہو۔ ہر شخص کے لئے اس پر اصرار کرنا غلط ہے جو کہ قابل ترک ہے اس میں یہ بھی مظنہ ہے کہ جس کو کلمہ پڑھایا جارہا ہے وہ یہ سمجھے کہ مجھے مسلمان ہی نہیں سمجھا گیا اور اس کے ترک کرنے پر ملامت کرنے کا حق ہی نہیں ملامت کی وجہ سے تو حکم میں شدت پیدا ہوجائے گی۔

(۳) یہ بھی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں خاص کر جو شخص نماز پنجگانہ کا پابند ہو اس کو اس موقع پر نماز پڑھنے پر اصرار کرنا بالکل بے محل اور غلط ہے جس نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو وہ اس

---

[۱] النکاح ینعقدبالایجاب والقبول الی قوله ولا ینعقد نکاح المسلمین الابحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولا کانوا أوغیرعدول هدایه ص ۳۰۵، ۳۰۶/ج۲/ کتاب النکاح،مطبوعه یاسرندیم،النهرالفائق ص ۱۷۶، ۱۸۱/کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،ملتقی الابحرعلی هامش مجمع الانهر ص۴۶۷، ۴۷۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] ولایجبر ولی بالغة علی النکاح بل یجبرالصغیرة عندنا،مجمع الانهرص ۴۹۰/ج ۱/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،هدایه ص ۳۱۴/ج ۲/باب فی الاولیاء والاکفاء،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،درمختارعلی الشامی زکریاص ۱۵۹/ج۴/باب الولی.

وقت دو رکعت پڑھ بھی لے گا تو اس سے گذشتہ متروکہ نماز کی قضاء تو نہیں ہو جائے گی[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۵ھ

اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترکِ تعلق

سوال: -شکر اللہ کی بیوی کو ممتاز علی درزی نے بھگالیا۔ کچھ دن اِدھر اُدھر بھاگا پھرا، جب یہ لوگ گھر واپس آئے تو شکر اللہ نے زوجہ کو طلاق دیدی۔ عدت کے بعد ممتاز علی نے اس عورت سے اپنا نکاح پڑھوالیا۔ اب جولاہے کے چودھری نے گاؤں کے تمام مسلمانوں کو منع کردیا کہ تمام درزیوں سے کوئی بات چیت نہ کرے۔ سلام دعا تک بند کرادی۔ صحیح راستہ پر کون ہے اور میں کس کے ساتھ رہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرے کی عورت کو بھگالیجانا اور عورت کا غیر مرد کے ساتھ بھاگ جانا عقلاً وعرفاً سخت معیوب اور شرعاً سخت گناہ اور معصیت ہے[۲]۔ شکر اللہ نے اس کو طلاق دیدی اچھا کیا بعد عدت ممتاز علی درزی نے اس سے نکاح کرلیا تو وہ جائز ہوگیا۔ اب جولاہوں کے چودھری کا حکم کہ درزی لوگوں سے کوئی بات چیت نہ کرے غلط ہے تمام درزیوں کی کیا خطا ہے جس نے

---

[۱] عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها: قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد، مشکوة شریف ص۲۷/ج۱/باب الاعتصام با لکتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم.

[۲] خدع امراءة انسان وأخرجها وزوجها من غیره یحبس الی ان یحدث توبته او یموت لانه سعی فی الارض بالنساء الاشباه والنظائر ص۷۴/ج۲/کتاب الحدود، الفن الثانی الفوائد، مطبوعه کراچی، وفی الشامی، عبارة غیره حتی یردها وفی الهندیة وغیرها: قال محمد احبسه ابداً حتی یردها حتی یردها اویموت درمختار مع الشامی ص۱۳۴/ج۶/کتاب الحدود، باب التعزیر مطلب العامی لامذهب له، مطبوعه زکریا دیوبند.

ناجائز کام کیا اس کی خطا تھی۔ اس سے تعلقات ترک کرنے کا حکم نہیں دیا۔ جب اس نے شریعت کے موافق نکاح پڑھالیا تب حکم دیا۔ وہ بھی سب سے ترکِ تعلقات کا۔ اس لئے یہ حکم غلط ہے[1] چودھری کو چاہئے کہ اپنا یہ حکم واپس لے لے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کے بعد شرط کے خلاف کرنا

سوال:- شریعت کا حکم اس مسئلہ میں کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اس شرط پر کہ میرے پاس ایک لڑکا ہے اس لڑکے کا نکاح تم کو کرنا پڑے گا جیسا کہ آج کل ہندوستان میں رواج ہے کہ بدلہ کرتے ہیں جس کے پاس ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے پاس بھی اسی طرح سے ہوتی ہیں تو اس میں وہ لڑکی اس کو دیدیتا ہے اور وہ اس کو۔ غرض اس شرط پر اس شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا کہ اگر میری لڑکی کا نکاح کرو تو میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے لڑکے کے ساتھ کرتا ہوں لڑکے والے نے یا اس کے وکیل نے منظور کرلیا کہ لکھدو کہ بعد میں تمہارے لڑکے کا بھی کردیں گے۔ چند دنوں بعد اس لڑکے والے نے جواب دیدیا کہ میرے پاس لڑکی نہیں ہے نہ میں نے تم سے کوئی شرط کی آیا اس صورت میں اس لڑکی کا نکاح جو کہ اس کے والدین نے اس شرط پر کیا تھا وہ شرط اس نے پوری نہیں کی اب وہ نکاح صحیح درست ہے یا نہیں اگر وہ درست ہے تو لڑکی بالغ ہونے پر اس کو فسخ کراسکتی ہے یا نہیں اور وہ شرط پورا نہ کرنے پر لڑکی کے والدین بھی ناراض ہیں اور لڑکی کا نکاح فسخ کرانا

---

[1] عن أبی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لايحل لمسلم أن يجهر أخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار رواه احمد مشكوٰة شريف ص ۴۲۸/ باب ماينهٰى عنه من التهاجر الخ الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

چاہتے ہیں اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرط پوری نہ کرنا ایک قسم کا دھوکہ بازی معلوم ہوتا ہے اگر یہ دھوکہ نہ دیا جاتا تو لڑکی والے کی مرضی نہیں تھی کہ نکاح کرتا اور وہ لڑکی والا کچھ بے عقل سا آدمی تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح صحیح ہوگیا اب نہ لڑکی فسخ کراسکتی ہے نہ لڑکی کا والد[1] البتہ لڑکی والے سے جو وعدہ خلافی کی ہے اس سے وہ گنہگار[2] ہوا اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لڑکی والے کے بے عقل ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کیا وہ دیوانہ ہے اوراس کے کس کس فعل میں بے عقلی ظاہر ہوتی ہے اگر لڑکے والا عوض میں نکاح کر دیتا تو کیا پھر بھی لڑکی والے کو بے عقل کہا جاتا۔ اگر لڑکے کے یہاں لڑکی نہیں جانا چاہتی اور لڑکا بالغ ہے تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے اس کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۷/ ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/رجب ۶۴ھ

---

[1] وللولی نکاح المجنونة والصغیر والصغیرة فان کان المزوج أباً اوجداً لزم فلیس لها خیار الفسخ ولالها البلوغ ،مجمع الانهر ص ۴۹۴/ ج ۱/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، درمختار علی الشامی دارالفکر بیروت ص ۶۵، ۶۶/ ج ۳/باب الولی، النهر الفائق ص ۲۰۸، ۲۰۹/ ج ۲/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الخلف فی الوعد من غیر مانع حرام حاشیۂ مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۶/ ج ۲/باب الوعد،شرح الاشباه والنظائر ص ۲۳۶/ ج ۳/کتاب الحظر ولاباحة،مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[3] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة الهندیة ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر مطبوعه کوئٹه پاکستان،شامی زکریا ص ۱۹۷/ ج ۵/باب العدة،مطلب فی النکاح الفاسد والباطل،تاتارخانیه ص ۴/ ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ،مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

نکاح میں شرطیں لگانا

سوال:- عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے سے قبل از رخصتی اپنے داماد زید کے سامنے یہ شرطیں رکھیں (۱) اس لڑکی کی حیات میں دوسری کوئی بھی شادی کی تو اس سے منکوحہ ثانیہ پر طلاق مغلظہ (۲) مہر بغیر عمر کی مرضی کے معاف نہ ہوگا۔ (۳) اگر لڑکی پر ظلم وتعدی کیا گیا تو عمر لڑکی کو از خود طلاق دے سکتا ہے۔ (وغیرہ)

(ب) دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ پہلی شرط کا وقوع کیا زید کے دستخط کرنے سے ہوجائیگا نیز کسی ایسی شرط کا یا شرط لگانے والے کا شرعا کیا حکم ہے؟ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ کبیرہ کا مرتکب ہوگا یا صغیرہ کا؟

(ج) اگر زید کی وجہ سے مثلاً طلاق وغیرہ کا خطرہ ہے تو کیا یہ شرط اور شرط لگانے والا ان دونوں پر کسی گناہ کا اندیشہ ہے؟

(د) زید کا شرائط بالا یا صرف شرط اول پر دستخط کرنا کیسا ہے؟ دستخط کرنے کے بعد پہلی صورت سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ مطلب یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیسے کرے گا؟

(ص) پہلی شرط کو جائز سمجھنے والا کیسا ہے؟

شرط نمبر: (۲) پر زید کے دستخط کے بعد اس کا وقوع بھی ہوگا یا نہیں؟ یعنی کیا معافی مہر کا اختیار عمر کو رہے گا یا اس کی لڑکی کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق مغلظہ دینا دلوانا گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کی شرط کرنا اور شرط کو منظور کرنا بھی گناہ کبیرہ ہوگا۔ زید کا شرطِ مذکور پر دستخط کر دینا اس کی رضامندی کے لئے کافی ہے اور اب اگر زید

اپنی زوجہ اول کے زندہ ہوتے ہوئے نکاح ثانی کرے گا تو اس کی زوجہ ثانیہ پر طلاقِ مغلظہ پڑ جائے گی۔ قوله (ثلاثاً في طهر أو بكلمة بدعي) والمراد بها هنا المحرمة لأنهم صرحوا بعصيانه. كذا في البحر[1] ص ۲۳۹ / ج ۳/. زید کا اپنی زوجۂ اول کے زندہ ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ زید نہ خود نکاح کرے اور نہ کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنائے بلکہ کسی فہیم آدمی کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے یہ شرط لگادی ہے کہ میں اگر زوجۂ اولیٰ کی حیات میں نکاح کروں تو زوجہ ثانیہ پر طلاقِ مغلظہ ہو اور مجھ کو نکاح ثانی کی ضرورت ہے اور اس کی شرعاً یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی آدمی بلا میری اجازت نکاح کردے اور مجھ کو خبر کردے میں اس کو سن کر عملاً جائز رکھوں تو نکاح صحیح ہوجائے گا اور زوجہ ثانیہ پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ پھر وہ فہیم آدمی کسی مناسب جگہ اس طرح نکاح کردے تو درست ہوجائیگا۔ وفي البحر نقلاً عن البزازية والتزوج فعلاً أولىٰ من فسخ اليمين في زماننا وينبغي أن يجئي أليٰ عالم ويقول لهٗ ماحلف واحتياجه اليٰ نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل فلايحنث اھ كذا في الشامي[2] ص ۶۸۳ / ج ۲/.

(۲) مہر لڑکی کا حق ہے، اس کی معافی کا تعلق لڑکی ہی سے ہے۔ بالغہ ہونے پر خود لڑکی اور اس کی اجازت سے اس کا باپ بھی معاف کرسکتا ہے۔ بغیر لڑکی کی اجازت کے اور رضامندی کے باپ کو معاف کرنے کا حق نہیں ہے اور نابالغہ کی اجازت غیر معتبر ہے۔ (وصح حطها) وقيد بحطّها لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة ولو كبيرة توقف علىٰ أجازتها

---

[1] البحر الرائق الماجديه كوئٹه ص ۲۳۹ / ج ۲/. كتاب الطلاق، مجمع الانهر ص ۶ / ج ۲ / اول كتاب الطلاق، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، هدايه مع الفتح ص ۴۶۸ / ج ۳ / باب طلاق السنة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] شامي كراچي ص ۳۴۸ / ج ۳ / مطلب في فسخ اليمين المضافة إلى الملك باب التعليق، مجمع الانهر ص ۶۰ / ج ۲ / باب التعليق، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، عالمگيري كوئٹه ص ۱۱۷ / ج ۲ / كتاب الايمان، الباب الثامن في اليمين في البيع والشراء والتزوج وغيرذالك.

ولا بد من رضاها اھ کذا فی الشامی[1] ص۴۶۴/ج۲/۔

(۳) عمر کا زید سے مذکورہ شرط لگانا درست ہے اور عمر کو زید کے ظلم وتعدی کے وقت اپنی لڑکی کو زید کی طرف سے طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ واذا وجدت الحاجة المذکورة أبیح کذا فی الشامی[2] ص ۵۷۲/ج ۲/. مگر طلاق مغلظہ نہ ہو بلکہ طلاقِ بائن غیر مغلظہ کا اختیار ہوگا۔ رجل قال لآخر ان امر امراتی بیدک الیٰ سنة صارَ الامر بیده الیٰ سنة حتی لو أراد أن یرجع لایملک واذا تمت خرج الأمر من یده کذا فی التجنیس کذا فی الفتاویٰ الهندیة[3] ص ۷۰/ج ۲/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح میں شرط لگانا

سوال:- مسافر سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو طلاق دے کر جانا ہوگا، تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح صحیح ہو جائے گا[4] اور محض وطن جانے کی بناء پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۷/۵/۸۹ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۱۱۳/ج۳/ مطلب فی حط المهر والإبراء منه ،باب المهر ،عالمگیری دارالکتاب دیوبند ص۳۱۳/ج ۱/الباب السابع فی المهر ،الفصل السابع فی الزیادة فی المهر والحط عنه الخ ،مجمع الانهر ص۵۱۴/ج ۱/باب المهر ،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] شامی کراچی ص۲۲۸/ج۳/اول کتاب الطلاق.

[3] الفتاویٰ الهندیة ص۳۹۳/ج ۱/الفصل الثانی فی الأمر بالید ،الباب الثالث فی تفویض الطلاق مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(نمبر۴/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

غیر مسلمہ سے کورٹ میرج کے نکاح کے بعد وہ مسلمان ہوئی تو دوبارہ نکاح کے لئے استبراء رحم

سوال:- (۱) زید نے لتا سے کورٹ میرج (عدالتی نکاح) کرلیا۔ ایک عرصہ تقریباً ساڑھے تین یا پونے چار سال گذرنے کے بعد ایک دن لتا نے زید اور ڈاڑھی اور ٹوپی والے دو مسلمانوں کے روبرو یہ کہہ کر کہ میں نے مذہب اسلام کو اپنے مذہب کے طور پر کیا آج سے میں مسلمان ہوں اور کلمہ اشهد ان لاالٰہ الا اللّٰہ و اشهدان محمداً عبدهٗ ورسولهٗ پڑھ کر قبول کرلیا اور پھر اسی مجلس میں انہیں دو مسلمانوں کے روبرو زید نے لتا سے کہا میں نے تمہیں اپنی بیوی بنالیا اور لتا نے کہا میں نے یہ بات منظور کرلی اور مہر کی ایک رقم متعین کردی گئی اس وقت ان دونوں کے دو بچے موجود تھے اور ایک تیسرے کا حمل بھی تھا، تو اس صورت میں لتا کا ایمان عنداللہ مقبول سمجھا جائیگا۔ یا نہیں؟

(۲) یہ نکاح (یعنی جواب ہوا) عنداللہ درست ہوگیا یا نہیں؟

(۳) صورت مذکورہ سے نکاح ہونے کے بعد زید کا لتا سے وضع حمل سے پہلے ہمبستری کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۴) وضع حمل کے بعد پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

وجہ اشکال یہ ہے کہ جو ایک حکم استبراء کا ہے نومسلمہ کے لئے غیر منکوحہ ہونے کی صورت میں وہ استبراء صورت مذکورہ میں نکاح سے قبل نہیں کیا گیا ہے یہ خیال کرکے یہاں لتا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۴ لو شرط شرطاً فاسداً، فإنه يصح النكاح ويفسد الشرط شامی کراچی ص ۱۳۱ / ج ۳ / مطلب فی النکاح الفاسد، کتاب النکاح، باب المهر، مجمع الانهر مع سکب الانهر ص ۴۸۸، ۴۸۹ / ج ۱ / باب المحرمات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۸ / ج ۳ / فصل فی المحرمات.

کے شکم میں جو کچھ بھی ہے اسی زید کا ہے۔ کیونکہ عرصۂ مذکورہ سے یہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

(۵) صورت مذکورہ سے لتا کے ایمان قبول کرنے اور لتا وزید کے نکاح میں اگر عنداللہ وعندالشریعۃ کوئی خامی رہ گئی ہے تو درست ہونے کی صحیح صورت بتائی جائے تاکہ اس کے مطابق عمل کرلیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر اس نے صدق دل سے یہ کہا ہے تو اس کا ایمان مقبول ہے۔ کذا فی شرح الاکبر[۱]

(۲) اس طرح نکاح صحیح ہے۔ کذا فی الہندیہ[۲]

(۳) درست ہے۔ کذا فی الدرالمختار[۳]

(۴) دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی عورت حاملہ ہو زنا سے (اس کے شوہر نہ ہو) اور خود اسی سے نکاح کیا جائے جس سے وہ حمل ہے تو استبراء کی حاجت نہیں بلکہ ہمبستری اور نکاح سب درست ہے اور اگر کسی اور سے نکاح ہو تو نکاح درست ہوگا مگر وطی وغیرہ سے قبلِ وضع حمل منع کیا جائے گا[۴] کذا فی الدرالمختار۔ غیر مسلمہ اگر شادی شدہ ہو تو اس پر

---

[۱] أن الإيمان هو التصديق بالقلب وانما الإقرار شرط لإجراء الأحكام فى الدنيا، لما ان تصديق القلب امر باطنى لابد له من علامة، شرح فقه الاكبر ص ۱۴۰/مطبوعه رحيميه ديوبند.

[۲] حتى لو اسلما يقران على ذالک عند علما ئنا الثلاثة الخ عالمگيرى ص۳۳۷/ج ۱/كتاب النكاح الباب العاشر فى نكاح الكافر ،زيلعى ص ۱۷۱/ج۲/ باب النكاح الكافر مطبوعه امداديه ملتان،شامى كراچى ص ۱۸۶/ج۳/باب النكاح الكافر.

[۳] وصح نكاح الموطؤة بزنى وله وطؤ ها بلااستبراء شامى كراچى ص ۵۰/ج۳/ مطلب فيما لوزوج المولىٰ أمته.

[۴] وصح نكاح حبلىٰ من زنى،وإن حرم وطؤها حتى تضع لو نكحها الزانى حل له وطؤ ها اتفاقاً الخ، شامى كراچى ص۴۸/ج۳/ كتاب النكاح،فتح القدير ص ۲۴۱/ج۳/فصل فى بيان المحرمات،مطبوعه دارالفكربيروت،بحر كوئٹه ص ۱۰۶/ج۳/فصل فى المحرمات.

استبراء نہیں۔

(۵) کوئی خامی نہیں، گذشتہ غلطیوں سے سچی توبہ کرکے احکامِ اسلام کی خوب پابندی کریں۔حق تعالیٰ اخلاص اور استقامت بخشے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سِوِل میرج

سوال:- ملک افریقہ میں ''بربون'' نامی حکومت ،فرانس کے تابع ایک جزیرہ ہے وہاں عقد نکاح حکومت فرانس کے قانون کے مطابق کرنا ہوتا ہے اس کو سِوِل میرج کہتے ہیں وہاں حکومت شریعت اسلامیہ کے موافق عقد نکاح کا اعتبار نہیں کرتی یعنی عورت کو غیر منکوحہ قرار دیا جاتا ہے اور اولاد کو میراث کی تقسیم میں مشکل درپیش ہوتی ہے نیز اولاد کے وہاں کی پیدائش کے حقوق کو نقصان پہونچتا ہے۔

اگر کسی شخص نے شریعت اسلامیہ کے مطابق عقد نکاح کرنے سے پہلے یا بعد میں حکومت کے قانون کے موافق بھی نکاح کرلیا تو اب اس کو حکومت منظور کرے گی مگر اس صورت میں اس شخص پر حکومتی عقد کے احکام عائد ہوں گے مثلاً۔

(۱) اب وہ شخص دوسرا نکاح نہیں کرسکتا۔

(۲) تقسیم میراث شریعت اسلامیہ کے موافق نہیں بلکہ وہاں کے قانون کے موافق کرنی ہوگی مثلاً زوجہ کو ثمن کے بجائے نصف دیا جائے گا۔

ہندوستان سے جو مسلمان وہاں پر تجارت وغیرہ کے لئے مقیم ہیں ان سے بعض اہل اغراض نکاح شرعی کے قبل یا بعد نکاح قانونی مذکور کرلیتے ہیں۔اب ایسے شخص کے بارے میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کیا اس کو بوجہ عقد قانونی خارج عن الاسلام سمجھا جائے گا اور کیا اس کو دوبارہ کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نفس نکاح جائز اور مشروع طریق پر ہوا اور اس میں کوئی کام اعتقاداً وعملاً وقولاً خلاف شرع نہ کرنا پڑے مثلاً ایسی عورت سے نکاح کیا جائے جو اس کے لئے شرعاً حلال ہے ایسی عورت نہ ہو جس سے شرعاً نکاح حرام ہوتا ہے مثلاً اس کی محرم نہ ہو، منکوحہ غیر یا معتدۂ غیر نہ ہو، مشرکہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ کتب فقہ باب المحرمات[1] میں تفصیل مذکور ہے تو یہ قانونی نکاح کرانے سے آدمی خارج عن الاسلام نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس نکاح پر جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی خلاف شرع ہوں گے مگر وہ اہون ہونگے ان نتائج سے جو بغیر قانونی نکاح کے مرتب ہوتے ہیں۔ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما[2]۔ ان خلاف شرع نتائج سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرلی جائے وہ یہ کہ ورثا کو اپنی زندگی میں حسب حصص شرعیہ دیدے اور ان کو مالک بنادے[3] اور نکاح ثانی کو اعتقاداً جائز سمجھے وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ ذیقعدہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ ذیقعدہ ۶۷ھ

کیا عورت کا یہ کہنا ''میں بغیر شوہر کے ہوں'' معتبر ہے؟

سوال:- ایک عورت مسلمہ اجنبیہ غیر علاقہ کی شادی شدہ اور جس کی گود میں تین سال

---

[1] ملاحظہ ہو شامی کراچی ص ۲۸/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، سکب الانہر مع مجمع الانہر ص ۴۷۵، ۴۷۶/ ج ۱/ باب المحرمات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.

[2] وفی مراقی الفلاح من ابتلی ببلیتین وجب ان یختار اقلھما محظوراً الخ ص ۲۵۶/ (باب سجود السھو) الاشباہ والنظائر ص ۱۴۵/ القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال، مطبوعہ دار العلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص ۱۴۰/ رقم القاعدۃ ص ۴۰۵/ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[3] ان اراد الوقف علی اولادہٖ یقول: للذکر مثل حظ الانثیین وان شاء یقول الذکر والانثیٰ علی السواء ولکن الاول اقرب للصواب واجلب للثواب، ردالمحتار ص ۴۴۵/ ج ۳/ کتاب الوقف مطلب مھم فی قول الواقف علی الفریضۃ الشرعیۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت، تکملۃ فتح الملھم ص ۷۵/ ج ۲/ کتاب الھبات باب کراھۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ مطبوعہ دار العلوم کراچی.

کی ایک لڑکی ہے وہ عورت اہل اسلام کے روبرو یہ بیان دیتی ہے کہ میں بیوہ ہوں لاوارثہوں اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ محض اس اجنبیہ عورت کے بیان پر شرعاً اس کا عقد کردیا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ظاہر حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی بلکہ اس کے صدق کا ظن غالب ہے تو اس کا نکاح کردینا درست ہے مگر اس سے دوبارہ تفصیلاً دریافت کرلیا جائے کہ تیرا شوہر مرگیا ہے یا اس نے طلاق دیدی ہے اگر اس کے کذب کا ظن غالب ہو تو اس کے نکاح سے احتراز کیا جائے۔ ولو أن امرأة قالت لرجل أن زوجي طلقني ثلاثاً وانقضت عدتي فان كانت عدلة وسعه أن يتزوجها وأن كانت فاسقة تحرّى وعمل بماوقع تحريه عليه كذا في الذخيرة اھ فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۳۱۳/ ج ۵/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/ جمادی الاول ۵۹ھ

بلا طلاق نامہ دیکھے نکاح ثانی

سوال:- ۱۹۵۵ء میں مجھے طلاق ہوگئی تھی، طلاق نامہ میرے بھائیوں کے قبضے میں ہے وہ لوگ اس کو دینا نہیں چاہتے اور میرے عقد ثانی سے بھی وہ متفق نہیں ہیں۔ میں بالغ ہوں اور اپنا نفع ونقصان سمجھتے ہوئے عقدِ ثانی کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن قاضی ومولوی صاحبان طلاق یا کوئی چشم دید شہادت چاہتے ہیں اور یہ بھائیوں کی وجہ سے نہیں ہو پا رہا ہے۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ایسا بن سکتا ہے کہ میں اپنا عقد ثانی کرسکوں؟ اگر ہے تو مطلع فرماویں۔

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۱۳/ ج ۵/ کتاب الکراهية، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات، المحيط البرهانی ص ۴۹۵/ ج ۷/ کتاب الکراهية، الفصل الاول فی العمل بخبر الواحد، نوع آخر فی العمل بخبر الواحد بارتداد احد الزوجين الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، هدایه ص ۴۶۹/ ج ۴/ کتاب الکراهية، فصل فی البيع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی اگر طلاق نامہ نہیں دیتے اور بغیر اس کو دکھائے آپ کا دوسرا نکاح نہیں ہو رہا ہے تو یہ بھائیوں کی طرف سے ظلم ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو آپ کے کہنے پر اعتماد ہو اور بغیر طلاق نامہ دیکھے وہ نکاح پر آمادہ ہو تو اس سے نکاح درست ہو جائے گا۔ اگر آپ کے شوہر کو طلاق دیدینے کا اقرار ہو تو طلاق نامہ کسی کو دیکھنے کی ضرورت نہیں، بلا طلاق نامہ دیکھے نکاح درست ہوگا جب کہ عدت بھی گذر چکی ہو[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

بیوہ کے لئے نکاح ثانی

سوال:- زید کی عورت بیوہ ہوگئی وہ یہ چاہتی ہے کہ میں اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دوں یعنی نکاح ثانی نہ کروں یہ ڈر ہے کہ کہیں قیامت میں ماخوذ نہ ہوں چونکہ وہ جانتی ہے کہ نکاح ثانی کرنا سنت ہے۔

فرمایئے! اس صورت میں جب کہ وہ صوم وصلوٰۃ پر قائم ہے بوجہ نکاح ثانی نہ کرنے کے مستحق عذاب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں بلکہ اطمینان سے زندگی بسر کرسکتی ہے تو اس کے ذمہ نکاح ثانی ضروری نہیں اور نکاح ثانی نہ کرنے سے مستحق عذاب نہ ہوگی تاہم اگر

---

[1] ولوأن امرأة قالت لرجل ان زوجي طلقني ثلاثاً وانقضت عدتي فان كانت عدلة وسعه أن يتزوجها وإن كانت فاسقة تحرى وعمل بما وقع تحريه عليه كذا في الذخيرة (الهندية ص ۳۱۳/ج۵/الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات، مكتبه كوئٹه پاكستان، البحر الرائق ص ۲۰۱/ج۸/كتاب الكراهية،فصل في البيع،تبيين الحقائق ص ۲۶/كتاب الكراهية،فصل في البيع،مطبوعه امداديه ملتان.

سنت سمجھ کر کرلے گی تو ثواب کی مستحق ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ جمادی الثانی ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۷/ ۵۶ھ

تین طلاق کے بعد نکاح ثانی

سوال:- زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور گھر سے نکال دیا۔ لڑکی اپنے باپ کے گھر چلی آئی۔ پھر لڑکے کا ماموں آیا اور خوشامد کر کے لڑکی کو لے گیا۔ لڑکے نے پھر اس کو نکال دیا اور اس کے ماموں کے یہاں چلی آئی۔ لڑکی کچھ دنوں کے بعد پھر شوہر کے مکان پر پہونچ گئی۔ تو لڑکے نے کہا کہ جب میں تجھ کو تین طلاق دے چکا ہوں تو بار بار میرے مکان پر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو بچہ تھا وہ زید نے رکھ لیا۔ اب لڑکی تنہا اپنے باپ کے گھر پر ہے۔ اب لڑکی کا والد اس کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیج سکتا ہے یا نہیں؟ اس بات کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب شوہر کو طلاق کا اقرار ہے وہ رکھنے پر تیار نہیں۔ وقت طلاق سے تین حیض گزرنے پر دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۱/۱۳۹۷ھ

---

[1] ویکون واجباً عندالتوقان ویکون سنة، ویثاب إن نوی تحصیناً وولداً حال الإعتدال الدر المختار علی ردالمحتار کراچی ص۷/ ج۳/ الدر المختار نعمانی ص ۲۶۱/ ج۲/ کتاب النکاح، مجمع الانهر ص۴۶۷/ ج ۱/ اول کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، النهر الفائق ص۱۷۵/ ج۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[1] ولو اقر بالطلاق کاذبا اوهاز لاوقع قضاء شامی زکریا ص ۴۴۰/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بلا اجازت زوجۂ اُولیٰ نکاح ثانی سے نکاح اول منسوخ نہیں ہوگا

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی رضامندی یا اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرلے تو کیا دوسرا نکاح نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرے نکاح کی وجہ سے پہلا نکاح منسوخ نہیں ہوگا اگرچہ بیوی سے بغیر اجازت لئے کیا ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قبول اسلام کے بعد نکاح ثانی

سوال:- ایک مسماۃ عیسائی اپنے کو یہ کہتی ہے کہ میرا شوہر تو مرگیا اب میں مسلمان سے شادی کرکے رہنا چاہتی ہوں۔ ایسی صورت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ج۴/ کتاب الطلاق، قبیل مطلب فی المسائل اللتی تصح مع الاکراہ واذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائنا اورجعیاً او ثلاثاً وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء. عالمگیری کوئٹه ص۵۲۶/ج۱/الباب الثالث عشرفی العدة،سکب الانهرص۱۴۲/ج۲/ باب العدة،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت،درمختارعلی الشامی زکریاص۱۸۲، ۱۸۱/ج۵/ باب العدة.

[1] کیونکہ شریعت نے بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے۔ وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر الخ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۱۳۸/ج۴/ فصل فی المحرمات،بحر کوئٹه ص۱۰۵/ج۳/فصل فی المحرمات هندیه کوئٹه ص۲۷۷/ج۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات،القسم الرابع.

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام قبول کرلے۔ عدت گذر چکی ہو تو کسی مسلمان سے شادی کرے[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۴/۱/ ۹۶ھ

خفیہ نکاح

سوال:- ایک شخص یعنی غلام نبی ولد غلام محمد ایک عورت کے ساتھ عورت کے ورثاء سے خفیہ نکاح کرتا ہے جس کا نام خدیجہ بی بی بنت سردار خان ہے، عورت بیوہ ہے رشتہ دار اس شخص یعنی غلام نبی سے دریافت کرتے ہیں کہ اس عورت سے علیحدہ ہو جا چونکہ شبہ ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ عورت میری ماں بہن کی طرح ہے۔ حالاں کہ دو تین سال ہو چکے خفیہ نکاح ہوئے۔ عام مجلس میں اقرار کرکے بری ہونے کے چند دن بعد دونوں نکاح ظاہر کرتے ہیں ایسے شخص کا کیا حکم ہے کیا اس سے بائیکاٹ کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً علىٰ الأصح فاهمين أنه نكاح علىٰ المذهب اھ درمختار[2] أمر الأب رجلاً أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل اوامراتين والحال أن الأب حاضر صح لأنه يجعل عاقداً حكماً والا لاولوزوج بنته

---

[1] وتنكح المهاجرة الى قوله وكذا أذاأسلمت فى دارالاسلام وقالا تجب العدة،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۸/ ج ۱/الباب العاشر فى نكاح الكفار،الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۶۵/ ج ۴/ باب نكاح الكافر، مطلب الصبى المجنون ليسابأهل،تبيين الحقائق للزيلعى ص ۱۷۷/ ج ۲/باب نكاح الكافر،مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الدرعلى الرد كراچى ص ۲۱/ ج ۳/ كتاب النكاح،مطبوعه زكرياص ۸۷/تا ۹۲/ ج ۴/ سكب الانهرعلى هامش مجمع الانهر ص ۴۷۲/ ج ۱/ كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،هدايه ص ۳۰۶/ ج ۲/ كتاب النكاح،مطبوعه ياسرنديم.

البالغةالعاقلةبمحضر شاهد واحد جازان كانت بنته حاضرة لأنها تجعل عاقدة والا لا اھ درمختار[1] ويندب اعلانه وخطبته وكونه فی مسجد اھ در مختار[2].

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لئے کم ازکم دوگواہوں کا ہونا شرط ہے اور اعلان کے ساتھ نکاح کرنا مستحب ہے پس اگر مسمی غلام نبی نے دوگواہوں کی موجودگی میں خدیجہ سے نکاح کیا ہے تو وہ شرعاً صحیح اور منعقد ہوگیا۔ بشرطیکہ کوئی اور بھی مانع حرمت مصاہرت کا وعدم کفاءت وغیرہ نہ ہوں البتہ اعلان نہ کرنے سے مستحب کا تارک ہوا لیکن ترک مستحب پر بائیکاٹ کرنا جائز نہیں[3] (اور خاص کر جب کسی مصلحت سے مستحب کو ترک کیا ہو) اور اگر دوگواہ بھی بوقت نکاح موجود نہیں تھے تو یہ نکاح فاسد ہوا اور اس کا حکم یہ ہے کہ متارکت لازم ہے[4] اور اس کے بعد عدت گذار کر اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ باقاعدہ نکاح کریں۔ اگر غلام نبی

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص ۹۴، ۹۵/ ج ۴/ کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۷۴/ ج ۱/ آخر کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، هدایه ص ۳۰۷/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم.

[2] شامی زکریا ص ۶۶/ ج ۴/ کتاب النکاح، مطلب کثیرا مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة، البحر الرائق ص ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[3] یستفاد: ترکه لایوجب اساءة ولاعتاباً کترک سنة الزوائد، درمختار مع الشامی ص ۴۷۷/ ج ۱/ باب صفة الصلوة، مطلب آداب الصلوة، مطبوعه کراچی، الفقه الحنفی وادلته ص ۴۴/ ج ۱/ فقه العبادات، مستحبات الوضوء، مطبوعه دار الفیحاء بیروت.

[4] ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود الی قوله بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۷۴، ۲۷۶/ ج ۴/ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، مجمع الانهر ص ۱۴۳/ ج ۲/ کتاب الطلاق، باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۹/ ج ۳/ باب المهر، باب العدة ص ۱۳۹/ ج ۴/.

متارکت پر تیار نہ ہو اور مسئلہ سمجھانے کے باوجود نہ مانے تو پھر اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔[1]

نکاح صحیح ہونے کی صورت میں لوگوں کے دریافت کرنے پر یہ کہنا کہ یہ عورت میری ماں بہن کی طرح ہے، کنایات ظہار سے ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے ظہار یا طلاق کی نیت کی ہے تو وہ نیت معتبر ہے اور حسب نیت ظہار یا طلاق کا حکم جاری کیا جائے گا۔ اگر کرامت کی نیت کی ہے یا کچھ نیت نہیں کی ہے تو اس نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ وان نوی بانت علی مثل أمی أو کامی و کذا لو حذف (علیّ) خانیه براً أو ظهاراً أو طلاقاً صحت نیته ووقع مانواه لأنه کنایة والا ینو شیئاً او حذف الکاف بأن قال أنت أمی تعین الأدنیٰ أی البر یعنی الکرامة. اھ درمختار۔[2]

اور اگر اس کہنے کے بعد باقاعدہ نکاح کیا ہے تو اس میں کوئی اشکال ہی نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف ۱۵/ربیع الاول ۵۷ھ

نکاح خفیہ

سوال:- ایک مرد و عورت آپس میں دو گواہوں کے روبرو نکاح کرنا چاہیں اپنے

---

[1] فاما الهجران لاجل المعاصی والبدعة فواجب استصحابه الی ان یتوب من ذالک ولا یتخلف فی هذا، المفهم اشکل من تلخیص کتاب مسلم ص ۵۳۴/ کتاب البر والصلة، قبیل باب النهی عن التجسس الخ، حکم الهجران لاجل المعاصی، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

[2] درمختار کراچی ص ۲۷۰/ ج۳/ باب الظهار مطبوعه نعمانیه ص ۵۷۷/ ج۲/ زکریا ص ۱۳۱/ ج۵/ سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۱۱۸/ ج۲/ کتاب الطلاق، باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، النهر الفائق ص ۴۵۲/ ج۲/ باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

رشتہ داروں کی پوشیدگی سے تو شرعاً یہ نکاح کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح میں افضل اور بہتر یہ ہے کہ اعلان کے ساتھ بڑے مجمع میں مسجد میں کیا جائے[1] اور جائز دو گواہوں کی موجودگی میں بھی ہوجاتا ہے۔ جب کہ وہ دونوں گواہ مرد مسلمان بالغ عاقل ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۹/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذی قعدہ ۵۳ھ

تحقیق کے بعد منکوحہ کا نکاح پڑھانا جرم نہیں

سوال: -ایک شخص ایک مسجد میں امام ہے۔ دو آدمی امام کے پاس آئے اور وہ کہنے لگے کہ امام صاحب ہمارے یہاں چل کر ایک لڑکی کا نکاح پڑھا دیجئے۔ جس پر امام نے یہ تحقیق کی کہ بیوہ عورت کا نکاح ہے یا کنواری لڑکی کا؟ انھوں نے کہا کنواری لڑکی کا نکاح ہے اور قسم کھا کر دونوں شخص کہنے لگے امام صاحب گھبراؤ نہیں یہ نکاح اس لڑکی کا پہلا نکاح ہے۔ اس کے برخلاف صورت یہ تھی کہ اس لڑکی کا نکاح نابالغی کی عمر میں پہلے کسی دوسرے سے ہو چکا تھا، جس کا علم امام صاحب کو نہیں تھا۔

---

[1] ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة الدر المختار کراچی ص ۸/ج ۳/ کتاب النکاح، مطبوعه زکریا ص ۶۶/ج ۴/مطلب: کثیرا مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة، النهر الفائق ص ۱۷۶/ج ۲/کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱/ج ۳/کتاب النکاح.

[2] ولاینعقدنکاح المسلمین الابحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین اورجل وامرأتین الخ، هدایه ص ۳۰۶/ج ۲/کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۷۲/ج ۱/کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، درمختار علی الشامی زکریا ص ۸۷/تا ۹۲/ج ۴/کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء به.

اس بیان پر امام صاحب نکاح پڑھانے کے لئے چل دیئے۔ جب مکان پر پہنچے تو وہاں ۱۰/۱۵/آدمی موجود تھے، امام صاحب نے ان سے بھی دریافت کیا کہ لڑکی مطلقہ ہے یا غیر مطلقہ؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ کنواری لڑکی ہے اور اس لڑکی کا یہ پہلا نکاح ہے۔ امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تین دن کے بعد امام صاحب کو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا تھا اور وہاں سے طلاق بھی نہیں ہوئی۔ اب بتلایئے کہ امام صاحب کا جرم مانا جائے گا یا نہیں؟ جب کہ امام صاحب بالکل بے خبر تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب نے تحقیق کی، متعدد آدمیوں سے دریافت کیا جب اطمینان ہو گیا تب نکاح پڑھایا اس لئے امام صاحب مجرم نہیں البتہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا جب کہ پہلے اس لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے اور وہاں سے طلاق نہیں ہوئی ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۱۳۹۵ھ

ایک سے چار تک نکاح کی اجازت

سوال:- ہمارے بھارت سرکار نے یہ قانون نافذ کر دیا ہے کہ کوئی بھی شخص ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیوی نہیں رکھ سکتا۔ کیا ہم بھارتی مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا لازم ہے؟ جب کہ اسلامی شریعت کے مطابق ایک شخص بیک وقت چار بیوی رکھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے حسب استطاعت ایک مرد کو چار عورتوں تک اجازت دی ہے، اس

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فلم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا. شامی زکریا ص ۲۷۴/ج ۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/فصل فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص ۴/ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة.

اجازت کو کوئی بھی ضبط نہیں کرسکتا۔ البتہ جو شخص مساوات کا برتاؤ نہ کر سکے اس کو ایک سے زیادہ کی اجازت خود شریعت نے نہیں دی بلکہ اس کو تاکید کی ہے کہ ایک ہی پر کفایت وقناعت کرے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۴ھ

دو عورتوں سے دو دفعہ نکاح کیا چار کے حکم میں ہے؟

سوال:- (۱) ایک مسلمان ہے جو کہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن وسنت کا پابند ہے، میرا قریبی بھائی ہے۔ اس نے پہلے ایک نکاح کیا ہے (الف کے ساتھ) پھر اس کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی (ب کے ساتھ) ایک سال کے بعد اس کے ساتھ بھی ان بن ہوگئی اور (ب) کو بھی طلاق شرعی لکھ کر عدالت سے دے دی نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعت کہتی ہے۔ کچھ عرصہ (۸/ماہ) ہوا تو یہ عورت (ب) نادم ہو کر آئی اور اس نے شادی کرنی چاہی وہ دونوں عدالت میں گئے اور وہاں ایک بیان حلفی پبلک نوتری سے تصدیق کرا کے شادی دوبارہ رچائی اور کوئی خطبۂ نکاح انجام نہ پایا۔ اسی دوران اس عورت کو حمل ٹھہرا اور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ پھر اسی عورت (ب) کو فحش کلامی کی بنا پر اس مرد نے دوبارہ عدالت سے طلاق نامہ دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہے اور تقریباً آٹھ سال سے الگ ہے۔ عورت (ب) نے دوسری شادی کر کے دوسرے مرد سے دو بچے حاصل کئے۔ عرض یوں ہے کہ جو لڑکا عورت (ب) کو پہلے مرد سے سمجھئے یعنی میرے بھائی سے ہوا ہے کیا وہ شرعاً مرد کا ہے یا عورت کا حتی کہ وہ لڑکا اس وقت ۹/سال کا ہے اور امی جان کے پاس رہتا ہے۔ کیا یہ شرعی طور سے باپ کا وارث کہلائے گا مجھے شک ہے چونکہ شادی شرعی طور سے انجام نہیں پائی تھی۔ تو یہ بچہ کس کا ہے صحیح

---

[1] فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربعٰ فان خفتم الاتعدلوا فواحدۃ، سورۃ النساء آیت ۳/۔

ترجمہ: تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو۔ (از بیان القرآن)

قرآنی وشرعی فیصلہ دے کر مشکور وممنون فرمائیں۔

(۲) اب یہ جو مرد ہے سمجھئے (یعنی) میرا بھائی اس نے دوسری دفعہ پہلی والی عورت (الف) سے دوبارہ شادی کی ہے۔ اوراس کے تین بچے ہیں۔ اس طرح سے اس نے چار دفعہ نکاح کیا ہے جب کہ بیویاں صرف دو ہیں تو کیا ایسے مرد پر شرعی حد یعنی چار نکاح کا ہونا عمل میں آیا ہے۔ یا یہ کہ وہ اگر چاہے شریعت کی رو سے تیسری بیوی کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شخص مذکور نے (ب) کو جو طلاق شرعی لکھ کر دی ہے وہ بعینہ یا اس کی نقل ارسال کریں اس کو دیکھ کر معلوم ہو سکے گا کہ پھر اس سے جو دوبارہ نکاح کیا ہے اس کی اجازت شرعاً تھی یا نہیں۔ نیز بتائیں کہ دوبارہ نکاح گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے ہوا ہے یا پہلی طلاق سے رجعت کی ہے اور پہلے نکاح ہی کو باقی رکھا گیا ہے۔

نوٹ:- جب بچہ نو سال کا ہو گیا تو آج اس کی تحقیق کی کیا ضرورت پیش آئی پہلے سے اتنی مدت میں مسئلہ کیوں دریافت نہیں کیا؟ کیا محض وراثت کی بنا پر دریافت کرنا ہے اور وہ شخص خود کیا انتقال کر گیا یا ابھی زندہ ہے۔

(۲) عورتیں تو دو ہی اس کے نکاح میں آئی ہیں اگر چہ ان سے بار بار نکاح کی نوبت آئی۔ ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ چار نکاح کر چکا، اس کے چار بیویاں موجود ہیں اب اگر کسی اور سے نکاح کرے گا تو وہ پانچویں بیوی ہوگی جو کہ ناجائز ہوگی بلکہ وہ تیسری ہوگی اور جائز ہوگی[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۴۰۶ھ

بیوی کو طلاق دیکر اس کی بہن سے نکاح کسی مصلحت سے

سوال:- میری بیوی قریب ۱۲/۱۴ سال سے ٹی بی کی مریض ہے، اس سے کوئی کام

---

[۱] فانکحوا اما طالب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع، سورہ نساء پ ۴/ آیت ۳/.

نہیں ہوتا اور اس کے دولڑکے بھی ہیں اور بچوں کی کوئی محبت نہیں ہے۔ اس لئے میری بیوی یہ چاہتی ہے کہ مجھے آزاد کر کے میری چھوٹی بہن بیوہ سے عقد نکاح کرلیں۔ اس سے کام کی پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔ یہ نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوی کی خودخواہش ہے اور اس کی تیمارداری نیز بچوں کی پرورش کی ضرورت ہے کہ مریضہ بیوی کو طلاق[1] دے کر بعد عدت اس کی بیوہ بہن سے آپ نکاح کرلیں تو شرعاً اجازت ہے۔ پہلی بیوی سے پھر پردہ لازم ہوجائے گا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/ ۹۲ھ

مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح

سوال:- میری بیوی مرحومہ مرنے سے پہلے مجھے نصیحت کرتی رہتی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تو فلاں جگہ شادی نہ کرنا اور جہاں چاہے شادی کرلینا۔ اب اس کا انتقال ہوگیا ہے اور میرا رشتہ وہیں سے پکا ہورہا ہے۔ اب اس بارے میں تحریر کریں کہ میں رشتہ قبول کروں یا نہ کروں؟

---

[1] الاصح حظره اى منعه الالحاجة كريبة وكبروفى الشامى،وأما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظورالالعارض يبيحه،الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۴۲۸، ۴۲۷/ ج۴/اول باب الطلاق،البحرالرائق كوئٹه ص۲۳۷، ۲۳۶/ ج۳/مجمع الانهرص ۴،۳/ ج۲/ اول كتاب الطلاق مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] نظرالرجل الى المرأة الاجنبية حرام من كل شئ من بدنها وكذالك نظرالمرأة الى الرجل سواء كانت بشهوة او بغيرها،مرقاة المفاتيح ص ۴۰۹/ ج۳/كتاب النكاح،باب النظرالى المخطوبة الفصل الاول مطبع بمبئى،طيبى ص ۲۵۲/ ج۶/كتاب النكاح،باب النظرالى المخطوبة الفصل الاول مطبع زكريابكڈپوديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے منع کر دینے سے وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی[۱] شادی کریں گے تو نکاح درست ہو جائیگا[۲] آپ کو اختیار ہے اپنی مرحومہ بیوی کا کہنا مانیں یا اپنے دل کا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/ ۹۲ھ

نکاح میں کھانے کپڑے وغیرہ کا تذکرہ

سوال:- زید نے نکاح کے بعد خطبہ پڑھا اور بوقت نکاح کھانا کپڑا نان ونفقہ کا تذکرہ نہیں کیا بکر کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح ایجاب وقبول سے ہو جاتا ہے[۳] جب کہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہو[۴] خطبہ ایجاب وقبول سے پہلے سنت ہے۔ کتب فقہ، درمختار[۵]، بحر[۶]، فتح القدیر[۷] وغیرہ میں ایسا ہی مذکور ہے

---

۱ واحل لکم ماوراء ذالکم الایه سورة النساء رقم الایه ۲۴/.

۲ فانکحوا ماطاب لکم من ا لنساء، سورة النساء پ۴/آیت ۳/.

۳ وینعقد متلبساً بایجاب من احدهما وقبول من الأخر وضعا للمضی له درمختار علی الشامی کراچی ص ۹/ج۳/ کتاب النکاح،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح،زیلعی ص ۹۶/ج۲/کتاب النکاح،مطبع امدادیه ملتان.

۴ وشرط حضور شاهدین حرین او حروحرتین مکلفین سامعین قولهما معاً درمختار علی الشامی کراچی ص ۲۱/ج۳/کتاب النکاح،تبیین الحقائق ص۹۸/ج۲/کتاب النکاح،مطبع امدادیه ملتان،البحرالرائق کوئٹه ص۸۷/ج۳/کتاب النکاح.

۵ ویندب اعلانه وتقدیم خطبة الخ،درمختار علی الشامی کراچی ص۸/ج۳/ کتاب النکاح، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح،فتح القدیر (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کھانا کپڑا نان ونفقہ کا ذکر نکاح میں نہیں ہوتا۔ بکر کا یہ دعویٰ صحیح نہیں اس سے دریافت کیا جائے کہ صحت نکاح کے لئے نان ونفقہ کا ذکر کس کتاب میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے بعد، بعد عدت نکاح

سوال:- (۱) زید کسی کی بیوی سے محبت کر کے اس کو لیکر بھاگ گیا، اپنی بیوی کی طرح استعمال کیا۔ اس عورت کا شوہر اس بدسلوک کو دیکھ کر اسے تین طلاق دیا۔ ادھر وہ عورت اس نے زید کے گھر پر تین حیض گذارے۔ زید نے بعد قضاء العدت اس سے شادی کی۔ اب سوال یہ ہے کہ عدت گذارنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) بغیر توبہ کئے ہوئے دونوں کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور شرعاً ومعاشرۃً کیا سزا ہونی چاہئے؟ جب کہ ہندوستانی دارالقضاۃ ہر جگہ موجود نہیں ہے۔

(۳) نکاح پڑھانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے؟ اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو خلاف اولیٰ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کسی کی بیوی لیکر بھاگ جانا معصیت کبیرہ اور سخت حرام ہے[۱] جب شوہر نے

(پچھلے صفحہ کے حواشی) ص ۱۸۹ / ج ۳ / کتاب النکاح، مطبع دار الفکر.

۶ البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱ / ج ۳ / کتاب النکاح فتح القدیر ص ۱۸۵ / ج ۳ / کتاب النکاح، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

۷ فتح القدیر ص ۱۸۹ / کتاب النکاح، دار الفکر بیروت. (حاشیہ نمبر ۱ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

طلاق دیدی اوراس کے بعد تین ماہواری گذرگئی اگرچہ کہیں گذری ہوتو عدت پوری ہوگئی، پھر دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت ہوگئی، یہاں تک کہ اگرعورت کوطلاق کاعلم بھی نہ ہوتب بھی مدت پوری ہونے پرکہاجائے گا کہ عدت ختم ہوگئی۔ وانقضاء ہٗ بدون علمها اھ[1] بحر ۱۲۴/ج ۴/۔

(۲) اس کمینہ اورحرام حرکت سے توبہ بہرحال لازم ہے، دونوں توبہ کریں، نادم ہوں[2]، نکاح کرادیاجائے۔ معاشرہ کوآج کس سزاپرقدرت ہے۔

(۳) بعدعدت نکاح پڑھادیا تو ٹھیک کیا، دونوں کومعصیت سے بچالیا، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنادرست ہے۔ معاشرہ کواگرقدرت تھی تو دونوں کواس معصیت سے روکنا لازم تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/ ۹۱ھ

(پچھلے صفحہ کاباقی حاشیہ) [1] خدع امرأةً :انسان وأخرجها وزوجها من غيره يحبس الى ان يحدث توبته اويموت لانه سعى فى الارض بالفساد،الاشباه والنظائر ص ۷۴/ ج ۲/ كتاب الحدود،الفن الثانى،الفوائد،مطبوعه كراچى،درمختارعلى الشامى زكريا ص ۱۳۴/ ج ۶/باب التعزير،مطلب العامى لامذهب له.

[1] البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۴/ ج ۴/باب العدة،مجمع الانهرص ۱۴۹/ ج ۲/باب العدة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،درمختارعلى الشامى كراچى ص ۵۲۰/ ج ۳/باب العدة، مطلب فى وطء المعترة بشبهة.

[2] واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبةٌوانها واجبة على الفور ولايجوز تاخيرها الخ ، روح المعانى ص ۲۳۶/ ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون،سورۂ تحريم آيت ۸/مطبوعه دارالفكر بيروت نووى على هامش مسلم ص ۳۵۴/ ج ۲/باب التوبة،مطبوعه رشيديه دهلى،وركنها الاعظم الندم ،روح المعانى ص ۲۳۵/ ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون،سورۂ تحريم آيت ۸/مطبوعه دارالفكر بيروت،شرح نووى ص ۱۵/ على المسلم ص ۳۵۴/ ج ۲/ كتاب التوبة،طبع رشيديه دهلى.

لڑکی نے بھاگ کرلڑکے کے ساتھ نکاح کرلیا

سوال:- ایک گاؤں کالڑکا دوسرے گاؤں کے ایک بوڑھے اور بڑھیا کے پاس رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اس بوڑھے کا انتقال ہوگیا۔ وہ لڑکا اب تک اس بڑھیا کے پاس ہے۔اس بڑھیا کی لڑکی کی ایک بالغ لڑکی ہے اس لڑکی کے والدین نے لڑکے سے کہا تم فکر نہ کرو تمہاری شادی ہم اپنی لڑکی سے کردیں گے۔لیکن دو چار ماہ انتظار کرنا ہوگا۔ وہ لڑکا کہنے لگا کہ جب شادی کرنی ہے تو اسی ماہ میں کردیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں میں جھگڑا ہوگیا اور جھگڑے کے بعد اس لڑکی کے والدین نے شادی کرنے سے انکار کردیا اور لڑکی کو جب انکار کا علم ہوا تو اس نے اپنے والدین سے کہا کہ جب تم لوگوں نے شادی کی بات کرلی تھی تو انکار نہیں کرنا چاہئے تھا، مگر اس کے والدین شادی کرنے پر رضامند نہیں ہوئے اور جب ان دونوں کی شادی نہیں ہوئی تو لڑکی بھاگ کرلڑکے کے پاس آئی اور شادی کرلی، تو کیا یہ نکاح درست ہوا؟ گواہ سات لوگ بیٹھے تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ لڑکی بھاگ کر آئی ہے تو سب لوگ بھاگ گئے صرف دو آدمی نکاح کے وقت بچے۔ان میں سے ایک کے ڈاڑھی تھی اور ایک کے نہیں تھی۔ یہی دو آدمی نکاح کے شاہد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی کے والدین نے سخت غلطی کی کہ بات چیت طے کرلینے کے باوجود اپنے جھگڑے کی وجہ سے شادی کرنے سے انکار کردیا اور لڑکی کے توجہ دلانے سے بھی آمادہ نہیں ہوئے۔اس غلطی کا خمیازہ اس طرح بھگتنا پڑا۔ انا للہ الخ۔لڑکی اور لڑکے نے بھاگ کر بہت نالائقی کا ثبوت دیا کہ خاندان کی عزت کو داغ لگایا، خلافِ شرع کام کرکے گنہگار ہوئے۔ تاہم جب دو گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا، اگرچہ ایک گواہ

کے ڈاڑھی نہیں، انعقادِ نکاح ایسے لوگوں کے سامنے بھی ہوجاتا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/ ۹۲ھ

نکاح کے بعد ملازم چمار کے ساتھ بیوی بھاگ گئی

سوال:- (۱) زید کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے پچھلے سال ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی یہ طے ہوا تھا کہ رخصتی اگلے سال ہوگی۔ نکاح کے نو یا دس ماہ کے بعد لڑکی اپنے ایک ملازم چمار کے ساتھ بھاگ گئی یا وہ بھگا لے گیا۔ بعد تلاش کے چار دن بعد لڑکی بہرائچ میں اس نوکر کے ساتھ ملی۔ لڑکی کے باپ اس کو اپنے گھر لائے اور زید کو بلا کر روپیہ پیسہ سامان کا لالچ دیکر لڑکی کو زید کے ساتھ رخصت کر دیا۔ زید کے والدین کو ان واقعات کا علم ہوگیا تھا، تو جب زید اپنی بیوی کو لیکر اپنے گھر آیا تو والدین نے مکان سے نکالدیا۔ مجبوراً زید اپنی بیوی کو لیکر کہیں چلا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ والدین گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

(۲) زید کے حق میں وہ عورت حلال رہی یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ضابطہ میں بالغ لڑکے اور اس کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہیں[۲] جبکہ لڑکا محتاج نہ ہو خود کماتا ہو، اس لحاظ سے ان کو نکال دینا جرم نہیں۔ نیز اس کو چاہئے تھا کہ جب اس کا نکاح اس

---

[۱] وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الأخر وشرط حضور شاهدین ولو فاسقین مختصراً الدرعلی الردص ۲۳/ج۳/کراچی،عالمگیری کوئٹه ص۲۶۷/ج۱/کتاب النکاح، الباب الاول،زیلعی ص۹۸/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] ولایجب علی الأب نفقة الذکور الکبار إلا أن یکون الولد عاجزا عن الکسب الهندیة ص۵۶۳/ج۱/الفصل الرابع فی نفقة الاولاد،مجمع الانهرص۱۹۲/ج۲/باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،بحرص۲۰۱/ج۴/باب النفقة،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کے والد نے کیا تھا تو رخصتی بھی ان کے مشورہ وسرپرستی میں کر کے لاتا۔ اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی تنبیہ کے لئے نکال دینا بھی جرم نہیں۔ تاہم آج کل ایسی طبائع کم ہیں جو ایسی تنبیہات سے اصلاح پذیر ہوں، بلکہ دیگر خطرات بھی ہوتے ہیں جن کا سد باب اہم ہوتا ہے جیسے یہی لڑکی ملازم چمار کافر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

(۲) اس نالائق حرکت کے باوجود وہ عورت اس کی بیوی ہے اور حلال ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/ ۹۲ھ

بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا

سوال:- میری بہن کی لڑکی ہے اس کی ماں کا انتقال ہوگیا ہے۔ باپ نالائق ہے۔ بھائی نے گھر سے باہر کردیا ہے اس وجہ سے کہ اس کے ناجائز بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ لاوارث تھی اس لئے میں نے اس کی شادی کردی تھی۔ لیکن سال بھر کے بعد اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دیا پھر دوسری جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ سوچ رہے تھے کہ اب کہاں رشتہ تلاش کیا جائے کہ اس کی زندگی بن جائے۔ طلاق ہوئے ۲/دو سال ہوگئے۔ پہلی شادی جب ہوئی تو اس کے بھائی لوگ میرے اوپر بہت خفا ہوئے۔ اس لئے دوسری شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی زندگی عذاب بن کر رہ گئی۔ بھائیوں نے جب نکال دیا تو میرے گھر آئی ہے، رہ رہی ہے، اب بتائیے کہ میں اپنے گھر رکھوں یا نہ رکھوں اور اب اس کے بارے میں کیا کیا جائے یعنی لڑکی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے؟ مجھ کو رکھنے میں

---

[۱] والمزنی بها لاتحرم علی الزوج الخ، البحر الرائق ص ۱۳۹/ ج ۴/ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص ۱۴۴/ ج ۴/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مجموعة الفتاویٰ ص ۷۷/ ج ۳/ کتاب النکاح، نکاح بزنی باطل نشود مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

عذاب ہوتو میں لڑکی کو نکال دوں؟ اور اگر عذاب نہ ہوتو میں رکھے رہوں اور پھر جب بچہ پیدا ہوتو بچہ کا کیا کروں؟ بچہ کو کہیں دور بھیجدوں یا کیا کروں؟ میں بہت پریشان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اس وقت نہ کسی کے نکاح میں ہے نہ عدت میں ہے تو کوشش کر کے کسی مناسب جگہ اس کا نکاح کر دیا جائے۔ کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی جائے[1] اور جب تک نکاح نہ ہو آپ اس کو اپنے گھر رکھ سکتے ہیں۔ وہ آپ کی بھانجی ہے۔ آپ اس کے محرم ہیں۔ جو بچہ غلط طریقہ پر پیدا ہوا اس کا کیا قصور ہے[2]؟ وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا اس کو ماں سے جدا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۱۳۹۹ھ

سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح مگر والدین ناراض ہیں

سوال:- تیرہ ۱۳/سال قبل میں نے اپنے بڑے والد کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ دو ۲/سال تک زندگی بہت خوشگوار گذری، مگر دو سال بعد ہی خاندانی نااتفاقی کی بناء پر طلاق دینی پڑی۔ طلاق کے وقت وہ میرے دوسرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اب وہ دونوں بچوں کو اپنے ہی پاس رکھ کر زندگی بسر کرنے لگی۔ اس دوران میں نے دوسری شادی کر لی۔ اس کے والدین نے بھی اس کی شادی دوسری جگہ پر کر دی، اسے اپنے بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی

---

[1] عن ابی حاتم المزنی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذاجاء کم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ الاتفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد الاتفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد قالوا یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان کان فیہ قال اذا جاء کم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ ثلث مرات، ترمذی شریف ص۲۰۷/ج ۱/. ابواب النکاح باب ماجاء فیمن ترضون دینہ فزوجوہ مطبوعہ بلال دیوبند.

[2] واما افتضاح اولاد الزنا فلافضیحۃ الی قولہ ولاذنب لھم فی ذالک حتی یترتب علیہ الافتضاح انتھی تفسیرروح المعانی ص۱۷۶/ج۹/سورۃ الاسراء رقم الایہ ۷۱/مطبع دارالفکر.

اوراس پریشانی کے تحت وہاں سے بھی طلاق ہوگئی۔ اس دوران اس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا۔ وہ بے سہارا ہوگئی۔ والد کے انتقال کے بعد بھائیوں نے بھی ساتھ دینا بند کردیا۔ اس درمیان اس نے مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا اور دوبارہ نکاح کے لئے اصرار کیا اوراس پر میں بھی اس کی یہ مجبوری دیکھتے ہوئے تیار ہوگیا۔ میری اپنی بیوی بھی ہے وہ بھی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے راضی ہوگئی ہے۔ مگر میرے والد ایسا نہیں چاہتے اوران کے لئے پرانی دشمنی آڑ بنی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک بار گھر سے نکل گئی تو دوبارہ نہیں لانا چاہئے۔ حالانکہ وہ لڑکی ہمارے والد کی سگی بھتیجی ہے۔ اس کی والدہ نے ہمارے گھر آکر بہت منت سماجت کیا بہت سمجھایا۔ لیکن والدین کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہ رشتہ ہوجائے گا تو زندگی بھی سنور جائے گی، اور دشمنی بھی ختم ہوجائے گی۔ اب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ والدین بالکل تیار نہیں ہیں حالانکہ میں والدین سے الگ ہوں اپنا کاروبار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں کو سکھ چین کی زندگی دے سکتا ہوں ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس غریب کا دوسرے شوہر سے بھی تعلق ختم ہوگیا اور وہ بے سہارا ہوگئی اور آپ کے ساتھ نباہ ہوسکتا ہے۔ نیز دونوں کے حقوق میں آپ برابری کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی توقع ہے کہ اس سے نکاح ہونے پر خاندانی دشمنی ختم ہوکر میل ملاپ کی صورت پیدا ہوجائے گی تو آپ اس سے دوبارہ نکاح کرلیں۔ امید ہے کہ اس کے نتیجے میں والدین بھی رضامند ہوجائیں گے اور آپ کے بچوں کی پرورش بھی آسان ہوجائے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۱۳۹۴ھ

---

[1] فان طلقها فلاجناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله الآيه، سورة البقرة آيت ص ۲۳۰/.

لڑکے کے گھر جا کر نکاح

سوال:- ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک زمیندار لڑکے کے ساتھ اس کے گھر جا کر کردیا۔ جائز شرائط کے ساتھ ہوا کہ وہاں لڑکے کے والدین اور لڑکا اور لڑکی کے والدین اور لڑکی اور مولوی صاحب جنھوں نے نکاح پڑھایا۔ لڑکے کے گھر جانے کی ضرورت یوں پڑی کہ برادری والے دوسری جگہ شادی کرانے پر بضد تھے، تو کیا یہ نکاح درست ہوگیا؟ برادری والے دوبارہ نکاح کو کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب لڑکا اور لڑکی اور دونوں کے والدین اور گواہ موجود تھے اور نکاح کا ایجاب وقبول سب کی رضامندی سے شریعت کے مطابق ہوا ہے، اگرچہ کسی کے مکان میں ہوا ہے تو بلاشبہ وہ شرعاً صحیح اور معتبر ہوگیا[1] برادری کا یہ کہنا کہ نکاح (ہماری سب کی موجودگی میں ہماری منشاء کے مطابق ہو) دوبارہ کیا جائے غلط اور بلاوجہ شرعی تنگ کرنا اور لڑکی کے والد کو مجبور کرنا کہ جہاں ہم کہیں وہاں نکاح کرو ظلم ہے۔ برادری کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کرے، ظلم سے باز آئے ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/ ۹۱ھ

---

[1] وینعقد ملتبسا بایجاب من احدهما وقبول من الآخر الی قوله وشرط حضور شاهدین ای یشهد ان علی العقد الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۸۷، ۶۹/ ج ۴/ کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۸، ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح، مجمع الانهر ص ۴۷۲، ۴۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عن ابی موسیٰ رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه لیملی الظالم حتیٰ اذا اخذه لم یفلته ثم قرأ وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وهی ظالمة الایة متفق علیه، وعن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال الظلم ظلمات یوم القیامة متفق علیه مشکوة المصابیح ص ۲۳۴/ ج ۲/ کتاب الآداب باب الظلم، الفصل الاول، مطبع یاسر ندیم دیوبند.

رجسٹر میں ولدیت بدلنے سے نکاح پر اثر

سوال:- ایک شادی کے رجسٹر میں دلہا کی ولدیت میں لڑکے کے ماموں کا نام لکھا گیا اس صورت میں یہ شادی درست ہوگی یا نہیں؟ چونکہ لڑکا بچپن میں اپنے ماموں کی تربیت میں تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ لڑکی دولہا کے یہاں جاتی ہے اور گواہ اس کو دیکھ رہے ہیں، تو انعقادِ نکاح کے لئے اتنی بات کافی ہے[1]، رجسٹر میں بالکل ہی اندراج نہ ہو تب بھی نکاح صحیح ہے۔ والد کے نام کی جگہ ماموں کا نام لکھ دیا گیا ہو کیونکہ وہ ماموں کی تربیت میں تھا تب بھی نکاح میں خرابی نہیں آئی۔ والد کے نام کی ضرورت رفعِ جہالت کے لئے ہوتی ہے جو حاضر میں موجود نہیں۔ کذا فی ردالمحتار[2] ۲/۲۷۲، ج ۲/ نعمانیہ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/ ۹۴ھ

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ منکوحہ کا دماغی توازن صحیح نہیں

سوال:- زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ گھریلو پریشانیاں بڑھ گئیں۔ جس کے باعث

---

[1] وینعقد ای النکاح متلبساً بایجاب من احدهما وقبول من الاخر، شامی کراچی ص ۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، تاتارخانیه ص ۵۷۹/ ج ۲/ کتاب النکاح، الفصل الاول، مطبوعه کراچی، النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] والحاصل أن الغائبة لابد من ذکر اسمها واسم أبیها وجدها وإن کانت معروفة عندالشهود علی قول ابن الفضل وعلی قول غیره یکفی ذکر اسمها إن کانت معروفة عندهم شامی کراچی ص ۲۲/ ج ۳/ کتاب النکاح، تاتار خانیه ص ۶۰۵/ ج ۲/ کتاب النکاح، الفصل الخامس مطبوعه کراچی عالمگیری ص ۲۶۸/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیره الخ مطبوعه کوئٹه.

عقد ثانی کی ضرورت پیش آئی، جس کے بارے میں زید نے اعزہ سے تذکرہ کیا۔ ان حضرات نے چند دنوں میں کوشش کر کے کافی دوری پر ایک رشتہ مطلقہ عورت تلاش کیا۔ صاحب رشتہ حضرات سے زید بالکل ناواقف و ناآشنا تھا۔ اعزہ خاص نے اس رشتہ پر ایسی خوشی ظاہر کی کہ جس سے زید اس رشتہ کے جوڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ باوجودیکہ پھر بھی دور دراز ہونے کی وجہ سے زید نے اپنے ان ہمدرد اعزہ سے کہا کہ بھائی سارے معاملات اور حالات کو بخوبی معلوم کرلیا جائے۔ جس پر ان حضرات نے جواب دیا کہ ایسا نہیں کہ ہم لوگوں کو سمجھ بوجھ کر غلط رشتہ سے پھنسا دیں۔ ہم لوگوں نے خوب سمجھ لیا ہے، تمہارے لئے یہ رشتہ بدرجہا بہتر ہے۔

بہرکیف زید ان حضرات کی اس خوش بیانی پر مطمئن ہوگیا۔ بعدازاں یہ حضرات صاحب رشتہ کے یہاں پہنچے اور اس مطلقہ عورت کے والدین سے گفتگو کر کے وہیں سے بذریعہ تار زید کو اطلاع دی کہ تم معہ سامانِ عقد فوراً چلے آؤ۔ حالانکہ زید کی خواہش تھی کہ اس عورت مطلقہ پر بذات خود بھی نظر ڈال لے، جس کا اظہار ان اعزہ پر بھی کردیا۔ مگر ان حضرات نے زید کی اس خواہش کو پس پشت ڈالدیا اور زید کو کوئی ایسا موقع نہیں دیا گیا یا نہ ملا کہ وہ خود دیکھ لے۔ بہرحال اس اچانک موصول شدہ تار کی خبر پر زید سامانِ عقد لے کر صاحب رشتہ کے مکان پر پہنچ گیا اور اسی دن شب کو مجلس عقد منعقد ہوئی اور قاضی صاحب تشریف لائے اور اپنے نکاح نامہ رجسٹر کی خانہ پری کرنے لگے۔ عین وقت پر جب مہر کا مسئلہ آیا تو اس مطلقہ عورت کے والد نے دس ہزار روپے کی آواز دی۔ زید نے قاضی صاحب سے کہا کہ خلافِ حیثیت زائد ہے۔ اتنے میں زید کے اعزہ خاص نے درمیان سے جواب دیا کہ ٹھیک ہے، ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔ زید نے ان ہمدرانِ اعزہ کی طرف سے کوششوں کے تحت خیال کر کے خاموشی اختیار کی۔ قاضی صاحب نے فوراً اجازت لے کر خطبۂ نکاح دیا۔ ایجاب وقبول کراتے وقت کہا کہ پانچ ہزار سکہ رائج الوقت مؤجل اور پانچ ہزار روپئے سکہ رائج الوقت غیر مؤجل قبول کیا۔ تو زید اس وقت انتہائی تذبذب میں پھنس گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ قبل ازیں کوئی تفصیل مؤجل وغیر مؤجل کی سامنے نہ آئی اور یہ قبول کرا رہے ہیں۔

بہر کیف زید نے غیر معجّل ہی تصور کر کے دلی جبر وکراہت کے ساتھ کہا کہ قبول کیا۔ ۵/ ہزار معجّل کی رقم زید سے لی گئی اور نہ اس بارے میں کوئی ذکر آیا اور نہ زید کو ادا کرنے کی طاقت تھی، لیکن قاضی صاحب نے اپنے رجسٹر نکاح میں اندراج ضرور کرلیا۔ بعدازاں یہ مجلس نکاح برخاست کردی گئی اور اسی شب میں فوراً رخصتی کردی گئی۔ بوقت رخصت لڑکی کے والدین نے کسی قسم کا زیور وسامان نہیں دیا۔ صرف لڑکی کو زید ہی کے زیور اور کپڑے پہنا کر رخصت کردیا۔ جب زید رخصت کرا کر اپنے مکان پر واپس آیا اور جب بیوی سے قربت حاصل کی اور بات چیت شروع کی تو کوئی بات کا صحیح طور پر جواب نہ ملا۔ دیگر اِدھر اُدھر کی فضول باتیں یا فلمی گانے سنانا شروع کی اور یہ کہا کہ میں تو شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ میرے والدین نے زبردستی شادی کردی، جس سے زن وشوہر کے تعلقات انتہائی دشوار گذار نظر آرہے ہیں۔ یہ حالات سامنے آنے پر زید سناٹے میں آ گیا اور خیال کیا کہ کم ازکم چار چھ یوم میں صحیح پتہ چلے گا۔ بہر حال ایک ہفتہ گذرنے پر تمام حالات کا جائزہ لیا تو کسی وقت بھی دماغی توازن صحیح نہیں پایا۔ وہی فضولیات بکواس اور رات کو تنہا اٹھ کر کہیں زبانی تلاوت اور کہیں فلمی گانے گانا۔ ایک ہفتہ گذرنے پر زید اپنے ان ہمدرد اعزہ کے پاس گیا اور تمام حالات نقل کئے، جنھوں نے جواب دیا کہ میاں کم ازکم ایک دو ماہ تو ان حالات کو دیکھو کیا کیفیت رہتی ہے۔ ان حضرات کے اس جواب سے زید نے پھر سکوت اختیار کیا اور ایک ماہ انتظار کیا۔ اب ایک ماہ گذرنے پر بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ان گذشتہ ایام میں بھی کسی دن یا کسی وقت صحیح الدماغ ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ایک ہوشیار مستند طبیب کو بھی دکھلایا، جنھوں نے بتلایا کہ واقعی دماغی توازن درست نہیں ہے۔ اس پاگل پن کی وجہ سے غلاظت وگندگی کے باعث اس کے ہاتھ کے چھوئے ہوئے برتن میں پانی پینے تک کو جی نہیں چاہتا۔ ان حالات سے زید کو بے انتہا پریشانی ہے۔ زید کی طبیعت کسی صورت سے اس طرف مائل نہیں ہوتی یہ تمام واقعات درمیانی ہمدرد واعزہ کو بھی تحریر کئے ہیں۔ مگر ان حضرات نے اب تک کوئی خبر نہیں لی۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ اندراج کئے ہوئے حالات وواقعات کے تحت یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زید اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرے۔ اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کے حل سے جلد سے جلد مستفیض فرمائیں۔

خلیل احمد جلد ساز پہانوی ہردوئی ۱۹/ستمبر ۱۹۷۰ء

الجواب حامداً ومصلیاً

اس بیان میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں جس کی وجہ سے نکاح کو غیر صحیح کہا جائے۔ زید کو چاہئے کہ خوش اخلاقی اور نرمی سے آہستہ آہستہ اصلاح کرتا رہے۔ اگر حالات ایسے ہوں کہ نباہ دشوار ہو اور حقوقِ زوجیت ادا نہ ہوسکیں تو اس کو طلاق دیکر آزاد کردینے میں مضائقہ نہیں[1]۔ اگر وہ اتنی سمجھ رکھتی ہے کہ مہر کو اور مہر کی معافی کو سمجھتی ہے اور وہ مہر معاف کردے تو مہر معاف بھی ہوسکتا ہے[2]۔ اگر مہر کی معافی کی تحریر ہو اور اس پر گواہوں کے دستخط ہوں تو قانونی تحفظ بھی ہوجائے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن محاسنه(ای الطلاق)التخلص به من المكاره ای الدينية والدنيوية بحر ای كان عجز عن اقامة حقوق الزوج او كان لايشتهيها. الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۴۲۹/ج۴/ كتاب الطلاق قبيل مطلب طلاق الدور،البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۸/ج۳/كتاب الطلاق،فتح القدير ص ۴۶۵/ج۳/كتاب الطلاق،قبيل باب طلاق السنة،مطبع دارالفكر بيروت.

[2] وصح حطها لكله اوبعضه عنه قبل اولاالخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۴۸/ج۴/ باب المهر،مطلب فی حط المهر والابراء منه،النهر الفائق ص ۲۳۶/ج۲/ كتاب النكاح،باب المهر،مطبع دارالكتب العلمية بيروت،زيلعی ص ۱۴۱/ج۲/كتاب النكاح باب المهر مطبع امداديه ملتان.

دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کوطلاق دینا ضروری نہیں

سوال:- ایک شخص نے شادی کی اور کسی وجہ سے بیوی کو چھوڑ دیا اور طلاق بھی نہیں دیا۔ پھر دوسری شادی کرلی، تو بلا طلاق کے مرد کو دوسری شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو دوسری شادی کرنے کے لئے پہلی بیوی کوطلاق دینا ضروری نہیں بلکہ بیک وقت چار تک کی اجازت ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربـــاع الاٰیۃ[1] البتہ پہلی بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا اور اس کو ویسے ہی بلا طلاق ڈالے رکھنا گناہ اور ظلم ہے[2] اس کا معاملہ صاف کیا جائے، یا اس کو شریفانہ طریقہ پر آباد کیا جائے یا طلاق دیکر آزاد کیا جائے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/ ۹۵ھ

ختنہ سے پہلے نکاح

سوال:- مسمیٰ گامی پسر جمہ کا نکاح مسماۃ بیان دختر سے ہوا بوقت نکاح لڑکے کی

---

[1] سورۃ النساء پارہ ۴/ آیت ۳/. **ترجمہ:** تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے (بیان القرآن)

[2] قال اللّٰہ تعالیٰ: ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلاتمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ الایۃ ای لاھی مطلقۃ ولاذات زوج، تفسیر القرطبی ص ۳۴۸/ ج ۳/ سورۃ النساء رقم الایۃ ص ۱۲۹/ مطبع دارالفکر بیروت، عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی مشکوۃ المصابیح ص ۲۷۹/ ج ۲/ کتاب النکاح، باب القسم مطبع یاسر ندیم دیوبند.

[3] الطلاق مرتان فامساک بمعروف (ای بالرجعۃ وحسن المعاشرۃ) اوتسریح باحسان (ای اطلاق مصاحب لہ من جبر الخاطر واداء الحقوق) تفسیر روح المعانی ص ۲۰۴/ ج ۲/ سورۃ البقرۃ رقم الایۃ ص ۲۲۹/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

عمر چار سال تھی اور وہ بغیر ختنہ کے تھا اور مسماۃ کی عمر ایک سال تھی دونوں میں ایجاب وقبول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے صرف طرفین سے والدین کی رضامندی سے نکاح ہوا تھا جب طرفین بالغ ہوئے تو بعد از بلوغ ازدواجی زندگی خوشی سے گذارنی شروع کردی اس وقت لڑکے کی عمر ۲۶ رسال ہے اور لڑکی کی عمر ۲۲ رسال ہے۔ اب بعض کہتے ہیں کہ نکاح چونکہ بدون ختنہ کے ہوا ہے لہٰذا یہ سنت کے خلاف ہے اس لئے ان دونوں کا نکاح درست نہیں ہے۔ دونوں میاں بیوی خوش نہیں ہیں لڑکی شوہر کے گھر رہنا نہیں چاہتی ہے آپ سے گذارش ہے کہ مسئلہ مذکورہ کو تفصیل سے جواب مطلع فرمائیں اور باہم بڑھتے ہوئے نزاع کو ختم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چار سال کی عمر میں والد نے جو نکاح کردیا وہ بلاشبہ صحیح ہوگیا[1] ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو غلط کہنا اور شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرانا صحیح نہیں ان کو آپس میں ملنے سے ہرگز نہ روکیں[2] ختنہ سنت ہے اور اس کی تاکید ہے[3] مگر اس کی وجہ سے نکاح ناجائز نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۸۸ھ

---

[1] وللولی الآتی بیانه إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولوثیباً الدرالمختار علی الرد ص ۶۵ / ج ۳ / کراچی باب الولی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۰، ۱۶۹ / ج ۴ / کتاب النکاح، باب الولی، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۱۸ / ج ۳ / کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۲۸۵ / ج ۱ / کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء.

[2] نهی الاولیاء عن المنع عن نکاحهن انفسهن من ازواجهن اذا تراضی الزوجان، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۱۵ / ج ۲ / کتاب النکاح، بیان ولایة الندب.

[3] والاصل ان الختان سنة کماجاء فی الخبروهومن شعائر الاسلام وخصائصه الخ شامی زکریا ص ۴۸۰ / ج ۱۰ / کتاب الخنثٰی، مسائل شتی، عالمگیری ص ۳۵۷ / ج ۵ / الباب التاسع عشر فی الختان مطبوعه کوئٹه پاکستان، مجمع الانهر ص ۴۹۰ / ج ۴ / مسائل شتی کتاب الخنثی، مطبوعه دارالکتب العلمیه.

تین برس کی بچی کا نکاح

سوال:- زیداورعمر میں دنیاوی معاملات میں جھگڑا وفساد ہوگیا۔ اس فساد میں زید کے ہاتھ سے عمر مارا گیا۔ بعدہٗ اس میں اتفاق کرنے کی غرض سے زید کے برادر سے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تین سال یا چار سال ہوگی عمر مقتول کے برادر خالد سے نکاح کرایا۔ اس واقعہ کو ۱۳/سال کا عرصہ گذر گیا ہے اور لڑکی اپنے والدین کے یہاں موجود ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد مذکور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اب لڑکی کو بعد بلوغت فسخ نکاح کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت کی جائے مہربانی فرما کر تمام شبہات کو دفع فرما کر مکمل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح لازم ہوگیا اس کو خیار بلوغ کے ذریعہ بھی فسخ کرانا درست نہیں۔ البتہ خالد طلاق دیدے تب دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ **اذا زوجهما ای الصغیر والصغیرة الاب والجد فانه لاخیار لهما بعد بلوغهما بحر**[1] **ص ۱۴۰/ج۳/.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف

دس سالہ لڑکی کا نکاح تیس سالہ آدمی کے ساتھ

سوال:- اگر قاضی صاحب دس ۱۰/سالہ لڑکی کا نکاح تیس سالہ آدمی کے ساتھ

---

[1] البحر ص ۱۲۰/ج۳/کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، فتح القدیر ص۲۷۷/ج۳/کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء مطبع دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۱/ج۴/کتاب النکاح، باب الولی.

پڑھادیں تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور قاضی صاحب کا یہ عمل صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ولی کی اجازت سے پڑھایا ہے تو صحیح ہے[۱] ولی کو خود سوچنا چاہئے کہ یہ مناسب ہے یا نہیں[۲]؟ اگر لڑکی بالغ ہو تو خود اس کی رائے بھی معتبر ہے جب کہ نکاح کفو میں ہو اس سے نیچے اتر کر نہ ہو[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو عورت ہندو کے یہاں ایک سال رہی اس کا نکاح

سوال:- ایک عورت جو کہ صوبہ بہار کی رہنے والی ہے، اس کو دھوکہ سے ایک ہندو کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ عورت کو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ہندو ہے جہاں مجھے فروخت کیا گیا، وہ اپنا ایمان بچانے کے لئے مسلمانوں سے ملتی رہی اور حد درجہ کوشش کرتی رہی کہ کسی صورت سے ایمان بچا رہے، لیکن کسی مسلمان نے اس عورت کی مدد نہیں کی۔ اس جستجو میں وہ عورت اس

---

[۱] وھو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۱۵۵/ج۴/ باب الولی ،فتح القدیر ص ۲۷۴/ج۳/باب الولی مطبوعه دارالفکر، البحر الرائق ص ۱۱۸/ج۳/باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه کوئٹه.

[۲] عن عبداللّٰه بریدة عن ابیه قال خطب ابوبکر وعمررضی اللّٰه عنهما فاطمة رضی اللّٰه عنها فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انها صغیرة فخطبها علیؓ فزوجهامنه،نسائی شریف ص ۵۸/ کتاب النکاح،باب تزوج المرأة مثلها فی السن مطبوعه فیصل دیوبند.

[۳] فنفذ نکاح حرة مکلفة الخ، الدرالمختار علی هامش رد المحتارزکریا ص ۱۵۵/ج۴/ باب الولی،نفد نکاح حرة مکلفة بلاولی لانها تصرفت فی خالص حقها وهی من هله لکونها عاقلة بالغة (الی قوله) وروی الحسن عن الامام انه ان کان الزوج کفاءً نفذ نکاحها والافلم ینعقد اصلاً الخ البحر الرائق ص ۱۱۰/ج۳/ باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه کوئٹه فتح القدیر ص ۲۵۸/ج۳/باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه دارالفکر.

ہندو کے یہاں ایک سال رہی یہ عورت کا حلفیہ بیان ہے، اس کے بعد وہ عورت ایک مسلمان کے ساتھ ہوگئی اور حلفیہ یہ کہتی ہے کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا۔ اس صورت میں اس عورت کا نکاح اس مسلمان سے جس کے ساتھ وہ ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ عورت کہتی ہے کہ ہندوؤں کے یہاں بیچنے سے پہلے وہ کسی مسلمان کے نکاح میں یا عدت میں نہیں تھی اور غالب گمان یہ ہے کہ وہ اس بات میں سچی ہے تو اس سے نکاح کرنا درست ہے[1] ایک آزاد عورت کو فروخت کرنا درست نہیں[2]۔ اس سے وہ مملوکہ نہیں بن جاتی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوے میں بیوی کو ہار گیا تو نکاح باقی رہا یا نہیں؟

سوال: زید ایک جواری شخص ہے، اس نے اپنی بیوی کو جوے میں ہار کر جواریوں کے سپرد کردی، انھوں نے ایک دن اور ایک رات کسی نامعلوم جگہ میں غائب رکھی، لڑکی کے والدین نے زید پر سختی کی۔ تو اس نے تلاش کیا۔ تلاش کرنے پر کہیں جنگل میں ملی۔ والدین اپنے گھر لے آئے۔ لڑکی اس وقت اپنے باپ ہی کے گھر پر ہے۔ زید کہتا ہے کہ میں رکھوں گا۔

---

[1] وحاصله انه متى اخبرت بامر محتمل ،فان ثقة او وقع فى قلبه صدقهالابأس بتزوجها وان بامر مستنكر لامالم يستفسر ها شامى زكريا ص ۶۰۳/ ج۹/باب الاستبراء كتاب الحظر والاباحة عالمگيرى ص ۳۱۴/ ج۵/الباب الثانى فى العمل بغالب الرأى كتاب الكراهية كوئٹه،خانيه على الهنديه ص ۴۱۹/ ج۳/كتاب الحظروالاباحة فصل فى مايقبل فيه قول الواحدمطبوعه كوئٹه.

[2] بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحروالبيع به الدرمع الرد ص ۲۳۶/ ج۷/ باب البيع الفاسد فتح القدير ص ۴۰۲/ ج۶/باب البيع الفاسدمطبوعه دارالفكر،هدايه ص ۴۹/ ج۳/ كتاب البيوع باب البيع الفاسدمكتبه اشرفى ديوبند.

والدین کہتے ہیں کہ جب تو جوے میں اپنی بیوی کو ہار گیا تو تیرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں؟ یا زید ہی کے نکاح میں رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوا حرام ہے[1] جوے میں اگر بیوی ہار گیا تو اس سے نکاح ختم نہیں ہوا، لیکن حیا اور شرافت بالکل ختم ہوگئی۔ آئندہ ہی اس سے کیا توقع ہے۔ بعوض مہر یا کسی اور طرح لالچ دے کر اس سے طلاق حاصل کر لینا لڑکی کے حق میں مفید ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے

سوال:- زید پردیس میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کی بیوی نے ۲/۳ ماہ کا ناجائز حمل ساقط کرادیا تو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کتنے شرعی گواہ کی ضرورت ہے؟ ثابت ہوجانے پر زید کی بیوی نکاح میں ہے یا فسخ ہوگیا۔ فسخ ہونے کی صورت میں دوبارہ رکھنا چاہے تو کس صورت میں جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز حمل باقی رہے یا ساقط ہوجائے اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، پہلا ہی نکاح باقی

---

[1] انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. سورۃ مائدہ آیت ۹۰/ **ترجمہ**: بات یہی ہے کہ شراب اور جوابت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو (بیان القرآن)

[2] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لایقیما حدود اللّٰہ فلا باس بان تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ عالمگیری ص ۴۸۸/ج ۱/الباب الثامن فی الخلع، ھدایہ ص ۴۰۴/ج ۲/باب الخلع دار الکتاب دیوبند، فتح القدیر ص ۲۱۰/ج ۴/باب الخلع مطبوعہ دار الفکر.

ہے اس لئے گواہوں کی ضرورت نہیں، اس کی فکر نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۰/۵/ ۹۶ھ

حیض نہ آنے اور ثدیین اُبھرے ہوئے نہ ہونے کی حالت میں نکاح

سوال:- زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا۔ خلوت صحیحہ کا بھی ثبوت ہے، مگر چار سال کے بعد ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ کردیا کہ ہندہ مرد کے قابل نہیں ہے، نہ حیض آتا ہے نہ ثدیین اُبھرے ہوئے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا یا نہیں؟ بصورت نکاح مہر کا لزوم ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ثدیین کے نہ اُبھرنے اور حیض نہ آنے کے باوجود اگر اس کے محل جماع ہے تو زید اس کے پاس جا کر ہمبستری کرسکتا ہے اور نکاح بھی صحیح ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/ ۹۳ھ

جواب صحیح ہے۔ چونکہ خلوت ہوچکی ہے اس لئے مہر بھی پورا لازم ہوگا۔[3]

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] چونکہ طلاق اور رفع نکاح کی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے اسلئے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ هو رفع قيد النكاح بلفظ مخصوص، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۲۴، ۴۲۶/ ج ۴/ اول كتاب الطلاق، فتح القدير ص ۴۶۳/ ج ۳/ كتاب الطلاق مطبوعه دار الفكر، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸/ ج ۱/ كتاب الطلاق.

[2] النكاح هو عقد يفيد ملك المتعة أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى فخرج الذكر والحنثى المشكل الخ، الدر المختار كراچى ص ۳/ ج ۳/ كتاب النكاح، مجمع الانهر ص ۴۶۷/ ج ۱/ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، حاشيه الشلبى ص ۹۴/ ج ۲/ كتاب النكاح، مطبوعه امداديه ملتان. (نمبر ۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حالت نفاس میں نکاح

سوال:- (۱) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جب کہ وہ حالت نفاس میں تھی اور اس کی گود میں بچہ ۲۶/ یوم کا تھا۔ اس حالت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟

(۲) نفاس کی کم سے کم مدت کیا ہے۔ نفاس سے فراغت کے بعد کب نکاح درست ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس عورت کا شوہر مر گیا یا اس نے طلاق دے دی تو بچہ پیدا ہونے پر اس کی عدت ختم ہوگئی[۱] حالت نفاس میں نکاح درست ہے مگر صحبت درست نہیں[۲] اس کیلئے نفاس ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا اگر بغیر شادی کے اس کو حمل تھا تب بھی نکاح درست ہوگیا۔

(۲) نفاس کی کم سے کم مدت کچھ نہیں جب بھی ختم ہو جائے۔ بعض کو بالکل ہی نفاس نہیں آتا ختم ہونے پر کچھ مزید انتظار ضروری نہیں۔ انتہائی مدت چالیس روز ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] حتی یجب المهر به (ای بالخلوة) کاملا کما وجب بالوطئی الخ زیلعی ص ۱۴۲/ ج ۲/ باب المهر مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص ۳۰۳/ ج ۱/ الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۲۳۸/ ج ۲/ باب المهر دار الکتب العلمیه بیروت.

[۱] والعدة للحامل وضعه سواء کانت عن طلاق او وفاة او متارکة الخ النهر الفائق ص ۴۷۷/ ج ۲/ باب العدة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۵۲۸/ ج ۱/ الباب الثالث عشر فی العدة، مطبوعه کوئٹه بدائع ص ۱۹۶/ ج ۳/ فصل وأما بیان مقادیر العدة الخ مطبوعه سعید کراچی.

[۲] ویمنع دخول مسجد، وقربان ماتحت إزار، وحکمه أی النفاس (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

نفاس اور حیض میں نکاح

سوال:- نفاس کے اندر نکاح جائز ہے یا ناجائز اور حیض میں نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں تجدید نکاح حالت حیض اور حالت نفاس دونوں میں درست ہے اور صورت مسئولہ کے علاوہ میں بھی حیض اور نفاس نکاح سے مانع نہیں بشرطیکہ عورت عدت میں نہ ہو عدت میں ہونا البتہ مانع نکاح ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف یکم شعبان

زنا کا حمل پیدا ہونے کے بعد حالت نفاس میں نکاح

سوال:- ایک کنواری لڑکی کے زنا کے ذریعہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کا نکاح مسنونہ ایام نفاس ختم ہونے سے قبل کیا جاتا ہے اور قاضی جو کہ محلّہ کی مسجد کے امام بھی ہیں ان

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) کالحیض فی کل شئ الخ،الدرالمختار زکریا ص ۴۹۶/ج ۱/باب الحیض،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۱۶/باب الحیض والنفاس،مطبوعہ مصری .

۳ والنفاس لاحد لأقله واکثره أربعون یوماً الدرالمختار زکریا ص ۴۹۷/ج ۱/ باب الحیض، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۱۲/باب الحیض والنفاس،مطبوعہ مصری،مجمع الانهر ص ۸۲/ج ۱/باب الحیض مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

---

۱ لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة الخ ،الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،تاتارخانیه ص ۸/ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ بدائع ص ۵۴۹/ج ۲/کتاب النکاح،بیان عدم جواز نکاح معتدة الغیر مطبوعہ زکریا دیوبند.

ہی کے گھر میں وہ لڑکی رہتی ہے اور زنا اور ولادت کا واقعہ قاضی صاحب کی اہلیہ اور دوسرے آدمیوں کا چشم دید ہے۔ اب ایسی صورت میں اس لڑکی کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ آیا قاضی کو مکمل علم ہوتے ہوئے پھر نکاح پڑھانا اس پر کوئی گناہ عائد ہوگا یا نہیں؟ اور وہ لڑکا جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے۔ اسکو اس واقعہ کا بالکل علم نہیں ہے۔ اب ایسی صورت میں لڑکا بیوی کے پاس شب زفاف کیلئے جائیگا جو بحالت نفاس حرام ہے۔ تو اس حرام کاری کا ذمہ دار قاضی ہوگا یا نہیں؟ چونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت نفاس میں نکاح جائز ہے[1] البتہ صحبت ناجائز ہے، جیسے کہ حالت حیض میں ناجائز ہے[2] جب لڑکا اس کے پاس آئے گا تو وہ بتادے کہ اس حالت میں صحبت درست نہیں۔ لیکن اگر لڑکے کو یہ بتایا گیا کہ یہ لڑکی باکرہ ہے نہ اس کے اولاد ہوئی ہے اور نہ نکاح ہوا ہے تو یہ بتانا غلط ہے اور جھوٹ ہے۔ ایسا بتانے والے گنہگار ہوئے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] اذا ولدت المرأة بعد وفاة الزوج او بعد الطلاق فقد انقضت العدة وجازلها التزوج بزوج أخر و ان كان ولادتها بعد الطلاق او الوفاة بلحظة الخ. مرقاة شرح مشكوٰة ص ۵۱۲/ج۳/ باب العدة الفصل الاول ،مطبوعه بمبئی. عالمگیری کوئٹه ص۵۲۸/الباب الثالث عشر فی العدة، شامی زکریا ص ۱۹۰/ج۵/ باب العدة مطلب فی عدة الموت.

[2] الاحكام التی یشترک فیها الحیض والنفاس ثمانیة والی قوله ومنها حرمة الجماع الخ. عالمگیری کوئٹه ص۳۸،۳۹/ج۱/ الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس الخ. یمنع ای الحیض وکذا النفاس صلاةوصوماً وجماعاً. الدرالمختار مع الشامی زکریاص۴۸۴/ج۱/باب الحیض مطلب لوافتی مفت بشئی،مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۱۱۶/باب الحیض والنفاس، مطبوعه مصری.

[3] الكذب حرام الخ. الدرالمختارعلی ردالمحتار زکریاص۶۲۱/ج۹/ آخر کتاب الحظر والاباحة.

مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح

سوال:- زید کی شادی ایک شخص کے یہاں طے ہوئی۔ اس شخص کے یہاں اس روز دو باراتیں آئی تھیں۔ جب نکاح ہو چکا تب معلوم ہوا کہ زید کا نکاح اس لڑکی سے ہو گیا ہے جس کو وہ نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اس لڑکی سے زید کا نکاح طے ہوا تھا۔ اب زید اس غلط شادی کی وجہ سے سخت پریشان ہے اور وہ اس لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ کیا وہ طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی سے نکاح نہیں چاہتا تھا، مغالطہ میں اگر اس سے ایجاب وقبول ہو گیا تو بہتر یہ ہے کہ اس پر صبر کرے اور اس کو آباد کرے۔ لیکن اگر اس سے نباہ ہی دشوار ہو یا اس سے نکاح میں دوسری مصالح مانع ہوں اور حقوق ادا نہ کر سکے تو اس کو طلاق دیدے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/ ۹۲ھ

جو عورت اپنے آپ کو بیوہ بتلائے اس سے نکاح

سوال:- (۱) بنگلہ دیش سے کچھ عورتیں آتی ہیں جن کے ساتھ آتی ہیں وہ آدمی ادھر اُدھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اب وہ عورتیں اِدھر اُدھر مانگتی کھاتی پھرتی ہیں اور اپنے کو بیوہ بتلاتی ہیں، ان کے بیوہ بتلانے کے مطابق ادھر کے آدمی ان سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ صحیح تحقیق نہیں کہ وہ بیوہ ہیں یا نکاح شدہ ہیں؟

---

[1] ومن محاسنه التخلص به من المكاره الى الدينية والدنيوية بحراى كان عجزعن اقامةحقوق الزوج أو كان لايشتهيها الخ. الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص ۴۲۹/ج۴/ كتاب الطلاق،قبيل مطلب طلاق الدور،البحرالرائق ص۲۳۸/ج۳/باب الطلاق مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دل گواہی دے کہ وہ عورتیں بیوہ ہیں اوران کی عدت ختم ہوچکی ہے تو ان سے نکاح کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/ ۹۵ھ

جو مرد وعورت کبھی نماز نہیں پڑھتے ان کا نکاح

سوال:-لڑکا اورلڑکی دونوں کلمہ تو جانتے ہیں مگر کبھی نماز نہیں پڑھتے، تو کیا ان دونوں کا نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح تو صحیح ہوگا[2] مگر ترک فرض کا گناہ کچھ ہلکا نہیں اس کا اہتمام بہت ضروری ہے نماز ترک کرنا معمولی گناہ نہیں ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یہ اس وقت ہے جب کہ تحقیق ممکن نہ ہو اور اگر ان کے وطن سے تحقیق ممکن ہو تو پھر تحقیق کے بعد ہی نکاح کرنا چاہئے خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ اس کا عام ابتلاء ہو رہا ہے اور بعض لوگوں نے اس کو کاروبار بنا رکھا ہے۔

لوقالت امرأته لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لابأس ان ینکحها وفی الشامی فان کانت ثقةً اولم تکن ووقع فی قلبه صدقها فلابأس بان یتزوجها الخ درمختارمع الشامی زکریا ص ۲۱۵/ ج۵/باب العدة،مطلب فی المنعی الیها زوجها.

[2] ورکنه الایجاب والقبول حقیقة اوحکماً الخ بحرکوئٹه ص ۷۸/ ج۳/کتاب النکاح، عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۷/ ج ۱/کتاب النکاح،الباب الاول،بدائع زکریا ص ۴۸۵/ ج ۲/ کتاب النکاح،بیان رکنه.

[3] وتارکها عمداً مجانةً ای تکاسلاًفاسق یحبس حتی یصلی الدر المختار ص ۳۵۲/ ج ۱/ کتاب الصلاة مجمع الانهرص ۲۱۸/ ج ۱/باب قضاء الفوائت،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

مہر وسعت سے زیادہ ہو تب بھی نکاح درست ہے

سوال: -زید کی تنخواہ ایک سوتیس روپے ہے۔ شادی سے قبل مہر پندرہ سو روپے طے ہوا تھا۔ لیکن عین موقع پر خسر نے چار ہزار روپیہ پر اصرار کیا اور زید نے چار ہزار دو اشرفی دین مہر قبول کر لیا۔ اب زید کو شک ہے کہ یہ تو وسعت سے زیادہ ہو گئے۔ کیا شرع کے مطابق یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح تو صحیح ہو گیا اب یا تو مہر کے ادا کرنے کی تدبیر کرے یا معاف کرائے وتجب العشرة ان سماها او دونها ويجب الاكثر منها ان سمى الاكثر اى بالغاً ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان (درمختار شامی[1] ص ۳۳۰/ج ۲/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/ ۸۸ھ

کنیسہ میں نکاح ہو جائے گا

سوال: -هل يصح النكاح فى الكنيسة وهل يجوز فى المواضع المرتفعة الخاصة له مشهورة بين الناس المبنية علىٰ يدالسياسية[2]

---

[1] الدرمع الرد ص ۱۰۲/ج۳/ باب المهر، مجمع الانهر ۵۰۸، ۵۰۹/ج ۱/باب المهر، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، هدايه مع فتح القدير ص ۳۲۱/ج۳/باب المهر مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] **ترجمہ سوال:** کیا کنیسہ میں نکاح کرنا صحیح ہے اور کیا ان سیاسی بلند جگہوں میں کرنا جائز ہے جو نکاح کے لئے خاص ہیں اور لوگوں کے درمیان مشہور ہیں۔

ترجمہ جواب: نکاح بلا کسی تخصیص مکان کے جس جگہ بھی ہو منعقد ہو جاتا ہے لیکن مسجد میں ہونا اور نکاح سے پہلے خطبہ کا ہونا مستحب ہے کیونکہ نکاح عبادت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

النکاح ینعقدبالایجاب والقبول فی ای مکان حصل له ولایختص بمکان دون مکان ولکن یندب کونه فی المسجد وینبغی الخطبةقبله لانه قربة[1].

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۱۳۹۵ھ

نکاح کی اجازت نہ دیکر رخصت ہوجانا پھر وہاں سے فرار ہوجانا

سوال:- (۱) زید کی شادی سلمیٰ سے مورخہ ۶/جون ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔ دو ہفتہ بعد سلمیٰ میکے چلی گئی ایک ماہ بعد آئی ایک ہفتہ رہنے کے بعد پھر میکے چلی گئی بہت جستجو اور چھان بین کرنے کے بعد پتہ چلا کہ سلمیٰ کے ناجائز تعلقات چچازاد بھائی سے پرانے ہیں جب لڑکی سے اس کی سہیلی نے سسرال میں نہ رہنے کا سبب معلوم کیا تو سلمیٰ نے ساری باتیں اپنی سہیلی کو بتادیں اور کہا کہ میری شادی جبراً کی گئی ہے میں کسی طرح بھی سسرال نہیں رہوں گی۔ بلکہ فرار ہوکر چلی جاؤں گی اور کورٹ میرج کرلونگی جب سہیلی نے کہا کہ شادی سے پہلے کیوں ظاہر نہیں کیا تو جواب دیا کہ میرے والد اور بھائی مجھ کو مار ڈالتے پھر سہیلی نے کہا وکیل وگواہ سے منع کیوں نہیں کیا تو جواب دیا کہ والد صاحب کو سب معلوم تھا اس وجہ سے وہ خود ہی وکیل بنے مجھ کو مجبور کیا گیا مگر میں نے پھر بھی زبان سے اقرار نہیں کیا عورتوں نے میری طرف سے جواب

---

[1] ویندب اعلانه وتقدیم خطبته وکونه فی مسجدیوم جمعة. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۶۶/ج۴/ کتاب النکاح. مطلب کثیراما یتساهل فی اطلاق المستحب الخ فتح القدیر ص ۱۸۹/ج۳/کتاب النکاح،مطبوعه دارالفکر بیروت،النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

دیا جوکہ منظوری جان لیا گیا ادھر سلمیٰ اپنے سسرال سے فرار ہوگئی ہے اور ۴۶ر گھنٹے اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں رہی جس کے دونو جوان کنوارے لڑکے بھی ہیں۔اس کے بعد اس نے سلمیٰ کو اس کے میکے بھیج دیا اور پھر بلالیا۔غرض کبھی میکے رہتی ہے کسی روز رشتہ دار پھوپھا کے یہاں مندرجہ بالا حالات میں کیا نکاح باقی رہا۔

(۲) کیا وہ مہر لینے کی حق دار ہے۔

(۳) کیا اپنے میکے رہتے ہوئے نان ونفقہ کی حق دار ہے۔

(۴) کیا لڑکی کا باپ وکیل بن سکتا تھا۔

(۵) لڑکی کہتی ہے اگر کوئی اور وکیل ہوتا تو میں انکار کردیتی۔

(۶) کیا شوہر اور گھر والوں کو دھوکہ دے کر فرار ہوکر چلے جانے کے بعد نکاح قائم رہا۔

(۷) اس کا حمل اپنے شوہر سے قطعی نہیں رہا اس کو ہمیشہ غلط نظروں سے دیکھتی رہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا اور حسب رواج رخصت ہوکر شوہر کے مکان کو چلی گئی تو اس نکاح میں کوئی شبہ نہ کریں یہ نکاح صحیح ہو چکا ہے اگرچہ وہ اس سے خوش نہ ہو[۱]

(۲) وہ مہر لینے کی حق دار ہے[۲]

(۳) بغیر شوہر کی اجازت کے جب تک میکے میں رہے گی شوہر کے ذمہ نان ونفقہ

---

[۱] لان المعتبر فیها الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطء وطلب المهر الخ شامی زکریا ص ۱۶۵ / ج ۴ / باب الولی، مجمع الانهر ص ۴۹۲ / ج ۱ / باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، النهر الفائق ص ۲۰۶ / ج ۲ / باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[۲] ان المهر وجب بنفس العقد الی قوله وإنما یتأکد لزوم تمامه بالوطء ونحوه (شامی زکریا ص ۲۳۳ / ج ۴ / باب المهر) النهر الفائق ص ۲۲۸ / ج ۲ / باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص ۵۰۸ / ج ۱ / دار الکتب العلمیة بیروت.

نہیں ہے[1]۔

(۴) اگر لڑکی وکیل بنائے تو بن سکتا ہے۔

(۵) لیکن انکار نہیں کیا والد ہونے کی رعایت کرلی اور پھر نکاح کے بعد اس کو نامنظور بھی نہیں کیا اور شوہر کے مکان پر رخصت ہونے سے بھی انکار نہیں کیا ایسی صورت میں نکاح بالکل صحیح ہوگیا۔

(۶) اس کمینہ حرکت کے باوجود نکاح برقرار ہے۔

(۷) یہ خود اس کی غلطی ہے نکاح صحیح ہوجانے کے بعد شوہر سے صحیح تعلق نہ رکھنا محرومی اور بدنصیبی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۴۰۰ھ

جو لڑکا کم بولتا ہے اس کا نکاح

سوال:- (۱) ایک شخص کم گو ہے اشارے سے ہاں نہیں کا جواب دیتا ہے شادی کے موقع پر اگر اس نے اشارے سے ہاں کہہ دیا زبانی ایجاب وقبول نہ کیا تو اس کا نکاح ہوگا یا نہیں؟

(۲) والدین اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح خود پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] لانفقة لأحد عشر مرتدة. (إلى قوله) وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود (در مختار مع شامی زکریا ص ۲۸۵، ۲۸۶/ج۵/ کتاب الطلاق. باب النفقة مطلب لاتجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، النهر الفائق ص ۵۰۶/ج۲/باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۱۷۹/ج۱/دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عن ابی هريرة قال ثلث جد هن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة. رواه الترمذی وابو داؤد، مشكوٰة شريف ص ۲۸۴/ باب الخلع والطلاق الفصل الثانی مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں کہ ان کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور مذاق سے کہنا بھی قصد ہے۔ نکاح کرنا طلاق دینا۔ رجوع کرنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب کہ وہ بولنے پر قادر ہے۔ اپنی صواب دید کے مطابق بولتا اور بات بھی کرتا ہے تو اس کے لئے ایجاب نکاح کے بعد زبان سے ہی قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ بغیر زبان سے قبول کئے نکاح تام نہ ہوگا اس لئے ایجاب کے بعد زبان سے کہہ دینا کہ میں نے قبول کیا۔ یا پھر دوسرے شخص کو قبول کے لئے وکیل بنادے وہ اس کی طرف سے قبول کرے تب بھی صحیح ہے۔[۱]

(۲) پڑھا سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

طلاق کی نیت سے نکاح

سوال:- ایک شخص نکاح اس نیت سے کرتا ہے کہ نفسانی خواہش ایک آدھ دن میں پورا کر کے طلاق دیدوں گا اور ایسے نکاح کرتے رہے تو کیا ایسی نیت کرنے والے کا یہ نکاح درست ہوگا یا نکاح متعہ جیسا ہوگا؟ اگر جائز ہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضابطہ میں تو نکاح منعقد ہو جائے گا[۲] مگر نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مستحق وعید ہوگا۔ بلاوجہ طلاق دینا خود مبغوض ہے[۳] البتہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدی۔

---

[۱] وان لم یکن معتقلا لایعتبر اشارته مطلقاً الخ الدر المنتقیٰ ص ۴۷۴/ج ۴/مسائل شتیٰ دار الکتب العلمیة بیروت،قال والایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجازة وهبة،شامی زکریا ص ۴۶۳/ج ۱۰/ کتاب الخنثیٰ ،مسائل شتّٰی .

[۲] ولو تزوجها علی ان یطلق بعد شهر فانه جائز، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۳/ج ۱/القسم التاسع المحرمات بالطلاق،ومما یتصل بذلک مسائل،درمختار علی الشامی کراچی ص ۵۱/ ج ۳/باب المحرمات مجمع الانهر ص ۴۸۸/ج ۱/دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] ابغض الحلال الی اللّٰه عزوجل الطلاق،ابوداؤد شریف ص ۴۲۷/ج ۲/کتاب الطلاق مطبوعه دیوبند.

اب وہ پریشان ہے، اس کا گھر ویران ہے۔ اس کی پریشانی اور ویرانی کو دور کرنے کے لئے کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرلے اور ایک دورات رکھ کر طلاق دیدے تو انشاء اللہ ماجور ہوگا بشرطیکہ طلاق کی شرط نہ لگائی جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۱۳۹۴ھ

فاحشہ عورت کی لڑکی سے نکاح

سوال:- (۱) ایک مسلم فاحشہ عورت ہے، اس کی دو لڑکیاں ہیں، ان کے نام عمر النساء اور مہر النساء ہیں۔ ان لڑکیوں کا شرعی نقطہ نظر سے اسلام میں کیا درجہ ہے؟ کیا ان سے نکاح کرسکتے ہیں؟ کیونکہ میرا ایک دوست ہے جو اس کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میرے خیال سے اسلام میں حرام خوری جائز نہیں ہے اور حرام چیز کو قبول نہیں کرسکتے۔ اس لئے اس لڑکی سے شادی نہیں کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے، اس کی رگوں میں حرام خون دوڑ رہا ہے۔ اس لحاظ سے اس سے شرعی اعتبار سے نکاح نہیں کرسکتے۔ لیکن میرے دوست کا کہنا ہے کہ اگر سماج نے اس لڑکی کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو وہ بھی وہی راستہ اختیار کرے گی جو اس کی ماں نے کیا اور پھر اس کی ماں کے گناہوں کی سزا اس کی اولاد کو کیوں ملے؟

نیز میرے دوست کا کہنا ہے کہ ایک غیر مسلم فاحشہ عورت ہے اس کے بھی لڑکی ہے اور اس لڑکی نے اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس لڑکی سے نکاح کرسکتے ہیں۔

---

[1] وکرہ تحریما بشرط التحلیل الی قولہ اما اذا اضمر ذلک لایکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح ای اذا کان قصدہ ذلک لامجرد قضاء الشھوۃ ونحوھا الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۷/ج۵/ باب الرجعۃ مطلب حیلۃ اسقاط عدۃ المحلل، سکب الانھر ص ۹۱/ج۲/کتاب الطلاق باب الرجعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، النھر الفائق ص۴۲۳/ج۲/باب الرجعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

جب ایک غیر مسلم سے اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کر سکتے ہیں تو میرے خیال سے مسلم لڑکی سے بدرجۂ اولیٰ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ آپ ہی اس تعلق سے فتویٰ دیں۔

(۲) اسلام میں شراب حرام ہے۔ فرض کرو ایک شخص بہت نشہ کرتا ہے اور نشہ کی حالت میں وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے، اس سے لڑکی تولد ہوتی ہے، تو اس لڑکی کا اسلام میں کیا درجہ ہے؟ جب کہ اسلام میں شراب حرام ہے، لیکن اس کے باوجود بھی سماج سے لوگ اس لڑکی کو قبول کرتے ہیں۔ کیا اس لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں؟ کر سکتے ہیں تو کیوں؟ اور اگر نہیں کر سکتے تو کیوں نہیں ان تینوں مسائل کی منزل ایک ہی ہے لیکن راستہ الگ الگ ہے۔ اب آپ تشفی بخش اور شرعی اعتبار سے جواب دیں۔ آپ کے فیصلہ پر ہی میرا دوست شادی کے لئے ٹھوس اقدام کرے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو لڑکی مسلمان ہو خواہ پیدائشی مسلمان ہو یا اسلام قبول کرے، اس کی ماں کا نکاح ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، بہر صورت اس کا نکاح مسلمان سے درست ہے۔ باپ یا ماں نے اگر کفر کیا یا حرام کام کیا تو اس کی وجہ سے لڑکی کے نکاح کو ناجائز وحرام نہیں کہا جائے گا[۱]

(۲) ماں باپ کی اس معصیت کی وجہ سے لڑکی کو نکاح سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ لڑکی کا نکاح درست ہوگا۔ شراب پینے کی سزا کا مستحق باپ ہے نہ کہ لڑکی[۲]۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ

---

[۱] ومن هاجرت الينا مسلمة فيحل تزوجها الخ. الدر المختار على ردالمحتار زكريا ص ۳۶۵ / ج ۴ / باب نكاح الكافر مطلب الصبى والمجنون ليساباهل الخ، عالمگیری كوئٹه ص ۳۳۸ / ج ۱ / كتاب النكاح، الباب العاشر فى نكاح الكفار، تبيين الحقائق ص ۱۷۷ / ج ۲ / باب نكاح الكافر، طبع امداديه ملتان.

[۲] وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَاُخْرٰى (سوره بنى اسرائيل آيت ۱۵ /)

کافر کے گھر میں مسلمان پیدا فرما دیتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سہیلی کے انگوٹھا لگانے سے نکاح

سوال:- ایک لڑکی کا نکاح ہونے لگا۔ نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت نہیں لی بلکہ اس کی والدہ نے اجازت دیدی اور رجسٹر میں بھی اس کی سہیلی نے انگوٹھا لگا دیا البتہ لڑکی رضامند تھی اور لڑکی بالغ بھی تھی۔ اس حالت میں نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے بعد عقد اس کو منظور کر لیا ہو قولاً ہو یا فعلاً، تو یہ نکاح صحیح ہو گیا[2] سہیلی کا انگوٹھا لگانا بیکار ہے جب کہ اس کا ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشتبہ الخلقت سے نکاح

سوال:- ایک شخص کا نکاح ہوا خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کا مقامِ خاص تنگ

---

[1] وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی،الایة،قال الحسن وعطاء یخرج الکافر من المؤمن والمؤمن من الکافر قال اللّٰہ تعالیٰ اومن کامیتا فاحییناہ ،تفسیر مظهری ص ۳۱/ ج۲/ سورۂ آل عمران آیت ۲۷/مطبوعه رشیدیه کوئٹه روح المعانی ص۱۱۸/ج۳/آل عمران آیت ۲۷/مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

[2] لان المعتبر فیها الرضا باللسان اوالفعل الذی یدل علی الرضا نحوالتمکین من الوطئ وطلب المهرالخ شامی کراچی ص ۶۲/ج۳/باب الولی ،مجمع الانهر ص ۴۹۲/ج ۱/باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ہے، نیز صرف سوراخ کی طرح معلوم ہوتا ہے، اور سینہ بھی تھوڑا سا اُبھرا ہوا ہے باوجودیکہ عورت جوان تندرست ہے، تندرستی کے اعتبار سے سینہ نہیں ہے، اور ماہواری کی طرح خون بھی آتا ہے بلاتخصیص وتعین ایام، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے کو مؤنث شمار کریں یا خنثیٰ شمار کریں، اگر خنثیٰ ہے تو نکاح درست ہوا یا نہیں، اگر نکاح درست نہیں ہوا، تو خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے شوہر پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح صحیح ہوا تو چھٹکارہ کے لئے پورا مہر دینا ہوگا، خنثیٰ کے تمام اقسام کی تعریف کے ساتھ جواز وعدمِ جوازِ نکاح کا حکم مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خنثیٰ تو وہ ہے جس میں مرد وعورت دونوں کی علامت پائی جائے اور یہاں مرد کی کوئی علامت آپ نے نہیں لکھی، عورت ہونے کی علامت ظاہر ہے صرف یہ کہ اس میں کچھ نقصان ہے اسلئے نہ تو اس کو مرد کہا جائے گا، نہ خنثیٰ بلکہ وہ عورت ہے[1] اس سے نکاح درست ہوگیا اگر بذریعۂ علاج اصلاح ہوسکتی ہو تو علاج کرالیا جائے، آپریشن سے کشادگی ہوجائیگی، ممکن ہے کہ سینہ میں بھی فرق آجائے ورنہ شوہر کو طلاق کا حق تو حاصل ہے ہی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ دارالعلوم دیوبند

باپ اور بھائی کے ڈر سے نکاح سے منکر ہوجانا

سوال: - خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مسمّٰی عبدالحمید اور مسماۃ وحیداً اپنا نکاح اپنی مرضی سے

---

[1] الخنثی وھوذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعاً فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی وان ظھر لہ ثدی او لبن او حاض اوحبل اوامکن وطؤہٗ فامرأۃ. شامی کراچی ص۷۲۷/ج۶/کتاب الخنثی، مجمع الانھر ص۴۶۷، ۴۶۸/ج۴/کتاب الخنثیٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۷۲/ج۸/کتاب الخنثیٰ.

ازخود کرنا چاہتے تھے۔ایک روز مسماۃ وحیداً نے اپنے والد کے مکان پر روبرو ایک مسلمان بالغ مرد اور دو مسلمان بالغ عورتوں کے عبدالحمید کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا۔عبدالحمید نے جواب میں کہا کہ میں نے قبول کیا۔ یہ سوال وجواب ایک ہی جگہ ہوئے جس کو گواہوں نے سنا۔ وحیداً نے اپنے ہاتھوں سے شکر گھر میں سے لیکر تقسیم کردی کہ یہ میرے نکاح کی شیرینی ہے جس کو گواہوں نے کھایا اور عدالت سے بیان حلفی تصدیق کرالی۔ جب باپ اور بھائی کو علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ اب مسماۃ وحیداً بوجہ خوف اپنے باپ اور بھائی کے اس واقعہ سے منکر ہے جب کہ عبدالحمید کے ساتھ خفیہ طور پر ازدواجی زندگی گذار چکی ہے۔سوال یہ ہے کہ اب مسماۃ وحیداً دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح حسب طریقہ تحریر درست ہوگیا تھا یا نہیں؟ اور اب باپ اور بھائی کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے جب نکاح کا ایجاب وقبول ہوا[1] اور یہ نکاح کفوء میں ہوا تو وہ شرعاً معتبر اور لازم ہوگیا[2] لڑکی کے والدین یا کوئی اور اس کو غیر معتبر نہیں کہہ سکتے۔ اب لڑکی کا انکار بھی شرعاً معتبر نہیں، اس کے بعد مسماۃ وحیداً کا نکاح کسی اور شخص سے نہیں ہوسکتا[3] اس کے باپ بھائی کو چاہئے کہ عبدالحمید کے ساتھ اس کو رخصت کردیں اور کوئی ہنگامہ

---

[1] وینعقد بإیجاب من احدهماوقبول من الأخر وشرط حضورشاهدین الدرالمختار علی الرد المحتار کراچی ص ۹/ تا ۲۱/ ج۳/ومطبوعه زکریاص ۶۸/ج۴/ کتاب النکاح،هدایة ص ۳۰۵،۳۰۶/ج۲/ کتاب النکاح،مطبوعه تهانوی زیلعی ص ۹۶/ج۲/کتاب النکاح، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] فنفذ نکاح حرة مکلفة بلارضا ولی وله ای للولی اذا کان عصبة الاعتراض فی غیرالکفء الدرالمختارزکریاص ۱۵۵/ج۴/باب الولی ،بحرص ۱۰۹، ۱۱۰/ج۳/باب الولی، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة ،فتاوی هندیه ص ۲۸۰/ج۱/ القسم السادس،المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر ،مطبوعه کوئٹه، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

برپا نہ کریں ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اتنی مدت تک مسماۃ حرام کاری کرتی رہی یا پھر دوسری جگہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی، غرض باپ اور بھائی راضی ہو جائیں اور مسماۃ اصل واقعہ کی منکر نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل

سوال:- زید بکر کی لڑکی اغوا کر لیتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد یوں زید و بکر میں صلح ہوتی ہے کہ زید و بکر کی لڑکی کا نکاح آپس میں باندھا جاتا ہے زید کا بھائی اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ باندھ دیتا ہے اس کے علاوہ سات سو روپیہ نقد بھی بکر کے حوالہ کئے جاتے ہیں کیا یہ نکاح درست ہے پھر زید کے بھائی کی لڑکی جب جوان ہوتی ہے تو بکر چاہتا ہے کہ فسخ نکاح کر لیا جائے تو زید اور اس کا بھائی لڑکی سے دعویٰ کروا کر عدالت سے مذکورہ لڑکی کا نکاح فسخ کرا لیتے ہیں۔

اب وہی مولوی صاحب عدالت سے فسخ شدہ نکاح کو فسخ مان کر اس لڑکی کا نکاح ایک اور مرد سے پڑھا دیتے ہیں اور جب اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کرتے وقت وکالت لڑکی کے والد نے کی تھی جو مشرک ہے اور مشرک کی وکالت مردود ہے اس لئے لڑکی کا سابقہ نکاح بھی باقی نہیں جب کہا گیا کہ لڑکی کا والد مشرک کیسے مانا تو جواب دیا گیا کہ ایک روز اس نے مجھے کہا تھا کہ مولوی صاحب آپ اور آپ کے سارے مقتدی وہابی ہیں اس سے سمجھا گیا کہ وہ مشرک ہے۔ اور مشرک کا نکاح کیسا یعنی مشرک کی وکالت مردود ہے نیز

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) شامی کراچی ص ۱۳۲ / ج ۳ / کتاب النکاح باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، زیلعی ص ۱۰۱ / ج ۲ / فصل فی المحرمات مطبوعہ امدادیہ ملتان، تاتارخانیہ ص ۴ / ج ۳ / الفصل الثامن مایجوز من الانکحة الخ مطبوعہ کراچی.

ویسے بھی مندرجہ بالا نکاح چھوٹی لڑکی والا درست نہیں اس لئے کہ روپیہ پیش کئے گئے ہیں اورزید کے بھائی نے اپنی بیٹی پرظلم کیا ہے اس صورت میں شرعی طور سے بھی لڑکی باپ کا نکاح فسخ کراسکتی کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً

زید کا بکر کی لڑکی کواغوا کرنا تو حرام ہوا۔لیکن اس کے بعد نکاح کرلیا تو صحیح ہوگیا۔زید کے بھائی نے اپنے چھوٹی لڑکی کا نکاح جوبکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے وہ بھی صحیح ہے لیکن جوسات سوروپیہ نقددیئے ہیں ان کی واپسی لازم ہے۔کیونکہ یہ خالص رشوت ہے۔اخذ اهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة.ردالمحتار[1]ص۵۶۰/ج۲/۔

بلاوجہ شرعی عدالت کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرانا ظلم ہے کسی شرعی وجہ سے اگر حاکم مسلم بااختیار نے نکاح فسخ کیا ہے تب تو یہ فسخ معتبر ہے اور بعد فسخ دوسری جگہ نکاح درست ہے۔اوراگر حاکم غیر مسلم ہے تو یہ فسخ معتبر نہیں ہوا بلکہ کالعدم ہوا ہے[2]اور دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں۔ہاں اگر شوہر طلاق دیدے تو دوسری جگہ درست ہوگا ان مولوی صاحب لڑکے کے باپ کو محض اس وجہ سے کہ اس نے مولوی صاحب اور ان کے مقتدیوں کو وہابی کہا ہے مشرک کہنا درست نہیں بلکہ جہالت ہے لہٰذا محض اسی بناء پر سابقہ نکاح کو غیر معتبر کہنا درست نہیں،روپیہ کا لینا ناجائز ہے،لیکن اس سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

ضمیمہ استفتاء ماقبل

سوال:۔نقل فتویٰ مولوی صاحب جو جواز نکاح کے لیا گیا یعنی وہ مولوی جس نے

---

[1] الدرالمختار کراچی ص۱۵۶/ج۳/شامی زکریاص۳۰۹/ج۴/ باب المهر قبيل مطلب فی دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية،سكب الانهر ص۵۳۴/ج۱/قبل باب نكاح الرقيق، دارالكتب العلمية بيروت،البحرالرائق ص۱۸۷/ج۳/باب المهر،مطبوعه كوئٹه.

[2] ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا الاية،سورة النساء آيت ۱۴۱/.

نکاح پر نکاح باندھا تو یہی فتویٰ لیا گیا ہے کہ مولوی صاحب کا نکاح درست ہے۔ اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے۔

ایک شخص نے ایک عورت کو اغواء کرلیا پھر اغواء کرنے والے کے بھائی نے عورت کے ساتھ فساد کرنے کے لئے سات سو روپیہ نقد دیا عورت کے بھائی صغیر نے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح کردیا پس بموجب قانون سرکاری لڑکی کا نکاح جو پہلے ہوا تھا عدالت میں فسخ کرایا گیا ایک مولوی صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اور شخص کے ساتھ پڑھا دیا۔ اس نکاح خواں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح القدیر[1] میں ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نکاح صغیرہ کا کرنا ناجائز ہے منعقد نہیں ہوتا، ابن شبرمہ کا یہی مذہب ہے بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اب وجد کو اختیار ہے کہ صغیرہ کا نکاح کردے اور بعد بلوغ اس کو فسخ کرنا درست نہیں بغیر اب وجد کا نکاح جائز نہیں، شافعیؒ کا یہی مذہب ہے، ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہ مذہب ہے کہ اب وجد کو بھی نکاح جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے خیار فسخ حاصل نہیں اور غیر اب وجد کے بھی صغیرہ کا نکاح کرنا جائز ہے اور صغیرہ کو بعد بلوغ خیار فسخ حاصل ہے اور شامی[2] میں ہے کہ اب وجد کو ولایت نظریہ ہے اگر یقین ہو کہ خیر خواہی صغیرہ کے واسطے نکاح نہیں باندھا تو باجماع امت نکاح منعقد نہیں ہوا کتاب مسمیٰ بحیلۃ الناجزۃ میں بہت صورتیں مجتہد فیہ ہیں۔ برخلاف حنفیہ فسخ نکاح کا حکم دیدیا جس میں دستخط مولانا اشرف علی وغیرہ علماء کے ہیں۔ پس یقین ہے کہ نکاح صغیرہ برائے خیر خواہی نہیں ہوا تو فسخ نکاح عدالت کے بعد مولوی نکاح خواں کو حکم دینا کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے یہ غلط ہے بالکل یہ حکم خلاف شرع ہے حکم دینے والے نے خدا سے خوف نہیں کیا۔

---

[1] فتح القدیر ص ۲۷۴، ۲۷۶/ ج ۳/ باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[2] شامی کراچی ص ۶۷/ ج ۳/ باب الولی.

(نوٹ) اگر وہ شخص کہ جس کا نکاح فسخ کرایا گیا عقیدہ فاسد رکھتا ہو تو فرض ہے جمیع مسلمانوں پر کہ اس کو عورت نہ دیں کہ قرآن پاک میں سورۂ ممتحنہ میں ہے۔ فلاترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم الخ[1]. پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا ولاجناح علیکم ان تنکحوھن[2] غیر اللہ کو پکارنا اس عقیدہ سے کہ وہ میری پکار کو سنتا ہے ہر وقت شرک ہے سورۂ جن میں ہے قل انما ادعوا ربی الخ[3]. یعنی میں کسی کو نہیں پکاروں گا شرک نہیں کروں گا حق تعالیٰ اپنے غیب سے واقف کسی کو نہیں کرتا مگر نبیوں کے لئے فرشتے مقرر ہیں واسطے وحی پہونچانے کے اور دفع شیاطین کے اور جس نے یہ حکم نامہ نہیں مانا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابداً[4]. اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا فرض ہے بتانا اگر میں نہ بتاؤں تو اللہ کے عذاب سے کوئی چھڑانے والا نہیں۔

الراقم عظمت اللہ شاہ کشمیری

یہ جو کہا گیا اس میں کوئی اہل اسلام منصف مزاج شبہ نہیں کرے گا جس کو خوف خدا نہیں اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے آفریں صد آفریں شاہ صاحب پر کہ کیا مسئلہ منقح لکھا اب بھی اگر شبہ کرے ایسے دلائل قرآن وحدیث وفقہ شریف پر کیا لکھے وہ محض ضد ہوگی۔

مولوی نذیر بقلم خود و مولوی محمد عبدالخالق بقلم خود

آپ کے فتویٰ کا فائدہ مزید یہ ہوگیا کہ جو لوگ پہلے خیالات فاسدہ کے مرتکب تھے اور مندرجہ قسم بالا عقیدہ رکھتے تھے اب راہ راست پر آرہے ہیں اور جو بھی فتویٰ دیکھتا ہے کہتا ہے کون مغیبات کلی اور مساوی وغیرہ کا قائل ہے اور یہ باعث مسرت ہے توقع ہے کہ ایسی زن جو نکاح ثانی کے جواز کے حق میں ہیں آئیں گی اور معاملہ یہی تھا جو آپ کی خدمت میں لکھ کر

---

[1] سورۂ ممتحنہ آیت ۱۰/۔

[2] سورۂ ممتحنہ آیت ۱۰/۔

[3] سورۂ جن آیت ۲۰/۔

[4] سورۂ جن آیت ۲۳/۔

عرض کیا گیا اگر وہ اس کے خلاف کوئی بات کہہ کر فتویٰ حاصل کریں تو اس کی نقل آنجناب ضرور لکھ کر رکھ لیں۔ اس قسم کا فتویٰ دیوبند اور ڈابھیل سے منگوایا گیا ہے دونوں وصول ہوئے انھوں نے بھی نکاح کے بارے میں آپ سے اتفاق کیا ہے باقی امور کے بارے میں وضاحت نہیں کی ایک ان میں سے واپس برائے وضاحت کیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کی تحریر میں یہ امور جواب طلب ہیں۔

(۱) جو شخص مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کو کافر نہ سمجھے وہ خود کیسا ہے مسلم ہے یا کافر؟

(۲) حضور ﷺ اور اولیاء کرام کے متعلق کلی علم غیب اور ہر وقت ہر جگہ سے فریاد رسی کا اعتقاد رکھنے والے کی علماء نے تو تکفیر کی ہے مگر تم اے اہل مظاہر علوم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یعنی دیگر علماء حق کی موافقت کرتے ہو یا اس مسئلہ میں اہل حق کے مخالف ہو یا کچھ جداگانہ مسلک رکھتے ہو؟

(۳) جو امام ناجائز نکاح پڑھائے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے اور اس سے بہتر دوسرا آدمی امامت کے لائق موجود نہ ہو تو پھر بھی امام مذکور کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

(۴) باپ دادا نے اگر صغیرہ کا نکاح کر دیا ہو تو وہ فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اب ترتیب وار جواب سنئے۔

(۱) اقول وباللّٰہ التوفیق وبیدہٖ ازمۃ الحق والتحقیق. وہ شخص اس مشرکانہ عقیدہ کو بہتر سمجھتا ہے اور اس کے معتقد کو مشرک نہیں سمجھتا بلکہ مسلم سمجھتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ مشرکانہ عقیدہ کے باوجود وہ مسلم کیسے رہ سکتا ہے۔

(۲) اہل حق کے فتویٰ کے خلاف اہل مظاہر علوم کا مسلک نہیں۔

(۳) ایسی مجبوری کی حالت میں کراہت نہیں۔

(۴) صغیرہ کا نکاح اگر اب وجد کے غیر نے کیا ہو تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے

یعنی آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضگی کا اظہار کردے اور پھر عدالت مسلمہ کے ذریعہ اس نکاح کو فسخ کرالے اگر اب وجد نے کیا ہو تو اس میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا البتہ جب کہ غیر کفو یعنی لڑکی کی قوم سے گھٹ کر نیچے کی قوم میں کردیا ہو یا صالح کا نکاح فاسق سے کردیا ہو یا مہر میں غبن فاحش ہو اور اس نکاح سے قبل اب وجد کا سئی الاختیار ہونا معروف ہو تو ایسی صورت میں خیار بلوغ حاصل ہوگا اگر کفو میں کیا ہے تو پھر باوجود سئی الاختیار ہونا معروف ہونے کے بھی خیار بلوغ حاصل نہیں۔

وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً ولزم النکاح ولو بغبن فاحش اوغیر کفو وان کان الولی ابا اوجد الم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقاً الخ. (درمختار) والحاصل ان المانع هو کون الاب مشهوراً باختیار السوء قبل العقد فاذا لم یکن مشهوراً بذالک ثم زوج بنته من فاسق صح وان تحقق بذالک انه سئی الاختیار واشتهر به عندالناس فلو زوج بنتاً اخریٰ من فاسق لم یصح الثانی لانه مشهوراً بسوء الاختیار قبلهٗ بخلاف الاول لعدم وجود المانع قبلهٗ ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الاختیار بدون الاشتهار لزم احالة المسئلةاعنی قولهم ولزم النکاح ولو بغبن فاحش اوبغیر کفو وان کان الولی اباوجدا ثم اعلم ان مامر عن النوازل من ان النکاح باطل معناهٗ انه سیبطل کما فی الذخیرة الیٰ قولهٖ وماذکرنا من ثبوت الخیار للبنت اذا بلغت ای هوفی الصغیرة الخ. شامی[1] ص ۴۷۰/ج ۲/.

زید کے بھائی نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح جو بکر کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ کیا ہے اگر یہ کفو میں کیا ہے اور مہر میں غبن فاحش نہیں تو یہ نکاح بلاتردد درست ہے اور اس میں خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت کے ذریعہ اس کو فسخ کرانا بھی درست نہیں اگر چہ اس نکاح

---

[1] الدرمع الرد کراچی ص ۶۷/ج ۳/باب الولی، فتح القدیر ص ۳۰۵، ۳۰۳/ج ۳/فی فی الکفاءۃ مطبوعه دارالفکر بیروت، البحر الرائق ص ۱۳۴/ج ۳/فصل فی الاکفاء مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

سے مصالحت اور دفع فساد بھی حاصل ہوگئی اور پھر دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح بھی درست نہیں جب تک کہ شوہر طلاق نہ دیدے اگر غیر کفو میں کیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ زید کا بھائی سئی الاختیار مشہور نہ ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے یعنی نکاح درست ہوگیا اور خیار بلوغ حاصل نہیں اور عدالت سے اس نکاح کا فسخ کرانا بھی درست نہیں بغیر شوہر سے طلاق لئے۔ اس کا نکاح ثانی بھی ناجائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زید کا بھائی سئی الاختیار ہونے میں مشہور ہے تو اس صورت میں البتہ خیار بلوغ حاصل ہے اور آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی ناراضی ظاہر کر کے عدالت مسلمہ کے ذریعہ سے نکاح فسخ کرا کے نکاح ثانی درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم ربیع الاول ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نکاح کے لئے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے

سوال:- نکاح کے گواہوں میں ایک گواہ وکیل (قاضی) کے ساتھ ایجاب سنے اور دوسرا گواہ لڑکی سے اجازت لے۔ اور قبول کے وقت دونوں گواہ ایک ساتھ وکیل کے ایجابی جملہ کے ساتھ قبول بھی سنیں تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی نکاح صحیح ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۸۸ھ

---

[1] وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً (درمختار) اما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته (شامی زکریا ص ۸۷/تا ۹۱/کتاب النکاح، مطلب هل ينعقد النكاح بالفاظ المصحفة بحر کراچی ص ۸۸، ۸۹/ ج ۳/ کتاب النکاح.

فصل دوم

مجلس عقد اور رجسٹر میں اندراج کرنا

مجلس نکاح میں کلمہ پڑھوانا اور زوجین سے ایجاب وقبول کرانا

سوال: -مشرقی یوپی کے بعض مقامات پر دلہا اور دلہن کو اکٹھا بٹھا کر نکاح پڑھواتے ہیں۔ دلہا سے تین مرتبہ ایجاب وقبول کرواتے ہیں اور دلہن سے بھی اسی طرح ایجاب وقبول کراتے ہیں۔ اگر دلہن سے ایجاب وقبول نہ کرائیں تو کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا لوگ کہتے ہیں جس طرح طلاق تین دفعہ ہے اسی طرح نکاح میں ایجاب وقبول بھی تین دفعہ ہے اور نکاح سے پہلے کلمہ پڑھانا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طریقے کی پابندی کرنا کوئی شرعی حکم نہیں۔ مجلس عقد میں دلہن موجود نہ ہو اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی یا وکیل قاضی وغیرہ ایجاب کرلے تب بھی درست ہے[1] ایک دفعہ بھی ایجاب وقبول کافی ہے[2] طلاق کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک دفعہ دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، اس کا اور حکم ہے[3] تین دفعہ دینے سے بھی ہوجاتی ہے اس کا اور حکم ہے[4] نکاح کی یہ قسمیں

---

[1] وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الاخر کزوجت نفسی اوبنتی اوموکلتی منک ویقول الآخر تزوجت، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، هدایة ص ۳۰۵/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه تهانوی دیوبند، بحر ۸۱/ ج ۳/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] فاذاقال اتزوجک بکذا فقالت قد قبلت یتم النکاح، عالمگیری ص ۲۷۰/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقدالنکاح، مطبوعه کوئٹه.

[3] صریحة ما استعمل فیه خاصة ولایحتاج الی نیة وهو انت (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نہیں۔ پس طلاق پر اس کو قیاس کرنا غلط ہے۔ کلمہ پڑھوانا بھی ضروری نہیں وہ تو خود پہلے سے ہی مسلمان ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۴ھ

نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا

سوال:- اس طرف امام صاحب بوقت نکاح دلہا و دلہن کو ایجاب وقبول وکلمہ وغیرہ پڑھاتے ہیں دلہن بالغہ ہو یا نابالغہ بعض آدمی اس پر معترض ہوئے کہ بالغہ سے کلام نہ کرنا چاہئے امام صاحب نے کہا اس میں کیا نقصان ہے؟

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے آیا ایجاب وقبول وکلمہ وغیرہ دونوں کو پڑھانا چاہئے یا صرف دلہا کو اگر صرف دلہا کو تو دلہن کو پڑھانا ثواب ہے یا گناہ؟ مع دلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بوقت عقدِ نکاح کلمہ پڑھانا احادیث اور صحابہؓ اور مجتہدینؒ سے منقول نہیں البتہ اگر دلہا ودلہن کے متعلق علم ہو کہ ان کے عقائد اچھے نہیں خلاف شرع ہیں تو جس کے عقائد خلاف شرع ہوں ان کو تجدید ایمان کے لئے کلمہ پڑھانا ضروری ہے اور جس کے عقائد موافق شرع ہوں اس کو ضروری نہیں ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلطی ہے، خاص کر جب کہ دولہن کو کلمہ پڑھانے میں

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) طالق ومطلقة وطلقتک وتقع بکل منها واحدة رجعية وان نوی اکثر الخ مجمع الانهر ص ۱۱/ ج ۲/ باب ایقاع الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۴/ ج ۱/ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول.

۴ وان کان الطلاق ثلاثی فی الحرة وثنتین فی الائمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳/ ج ۱/ کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، شامی کراچی ص ۴۱۰/ ج ۳/ کتاب الطلاق، باب الرجعة.

فتنہ کا اندیشہ ہو اس کی آواز کی وجہ سے یا لوگوں کی بدگمانی اور اعتراض کی وجہ سے اور اس کے عقیدہ کی خرابی کا علم نہ ہو بلکہ بظاہر اس کا عقیدہ درست معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کو کلمہ پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خطبہ مسنونہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرادیا جائے، ہاں اگر اس کے عقیدہ کی خرابی کا علم ہو تو ضرور تجدیدِ ایمان کرائی جائے[1] ایسی حالت میں بالغہ کو بھی زور سے اس طرح کلمہ پڑھانا چاہئے کہ آس پاس کے ایک دو آدمی کم از کم ضرور سن لیں، نابالغہ کو پڑھانے کی کیا ضرورت ہے اگر احتیاطاً بلا التزام وبلا مفاسد پڑھایا جائے تو زور سے پڑھانا ضروری نہیں آہستہ کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/ جمادی الاول ۵۸ھ

نکاح میں چھوارے بکھیرنا، اور نکاح کو رجسٹر میں درج کرنا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں مشہور ہے کہ نکاح کی شیرنی لوٹنا سنت ہے اس بنا پر ہمارے جوار میں مجلس نکاح میں شیرنی تقسیم کرنے کے وقت طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے، جس وقت مٹھائی تقسیم کرنے والا مٹھائی کا ٹوکرا اٹھاتا ہے اور دو چار آدمیوں کے ہاتھوں میں مٹھائی دیتا ہے کسی وقت مضبوط قسم کے نوجوان لڑکے ٹوٹ پڑتے ہیں، اور ہاتھا پائی ہونے لگتی ہیں بعض بڑے بچوں کو چوٹ بھی لگ جاتی ہے اور چونکہ شیرنی کھجور چھوارے بھی ہوتے ہیں بلکہ بتاشے خورمے، لڈو وغیرہ مصنوعی مٹھائی ہوتی ہے اس لئے فرش پر گر کر مٹھائی پامال ہو جاتی ہے اور شیرنی پانے سے مجلس کے اکثر آدمی محروم ہو جاتے ہیں

---

[1] ماکان فی کونہ کفرا اختلاف فان قائلہ یومر بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۳/ ج ۲/ قبیل الباب العاشر فی البغاۃ.

کیا یہ صحیح ہے کہ نکاح کی شیرنی لوٹنا سنت ہے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں ایسے بدتمیزی کی اجازت نہیں دیتا وہ کہتے ہیں کہ بے شک بعض احادیث میں لابھی ''نہیں'' کا لفظ آیا ہے، لیکن ''نہیں'' سے مراد اسکے معنی مجازی ہیں، یعنی نثر اور نثار کے بعد اپنی جگہ پر تہذیب سے بیٹھے ہوئے سامنے گری ہوئی شیرینی کو ہاتھ بڑھا کر جھپٹ اٹھالینا مراد ہے، حقیقی ''نہیں'' مراد ہے، کیا مولوی صاحب کا قول صحیح ہے؟ نیز مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ صورت کھجور اور چھواروں کی تقسیم میں ممکن ہے، اسلئے مولوی صاحب مذکور کی بات بے اثر رہتی ہے یہ تو بیر نکالی ہے، نیز دوسرا مولوی صاحب عوام کی عام رواج کی عملاً تصویب کرتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور نے اب اپنے حلقۂ اثر میں یہ تدبیر نکالی ہے مسجد میں نکاح پڑھنے کا سلسلہ قائم کیا ہے، اس سے ضرور اس طوفان بے تمیزی سے بچاؤ ہوگیا لیکن پھر بھی بعض مجلسوں سے مٹھائی لوٹنے کی رسم مذکور کی ابتداء ہوچکی ہے، نیز مسجدوں میں نکاح پڑھانے پر یہ اعتراض ہورہا ہے چونکہ مسجد میں ایسی مجلس میں بے نمازی اور بے وضو لوگ گھس جائیں گے جن سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی، اس لئے مسجدوں کو مجلس نکاح سے بچانا چاہئے اور نکاح مکان و بارات میں ہی پڑھنا چاہئے جیسا کہ اب تک رواج رہا ہے، مذکورہ مسائل میں براہ کرم کتاب وسنت اور فقہ کے احکام واجب و مستحسن و مستحب تحریر فرما کر ہم لوگوں کی رہنمائی فرمائی جائے، مولوی صاحب مذکور اپنے پڑھائے ہوئے نکاحوں کا اندراج مرادآباد مطبوعہ رجسٹر جاری کئے ہوئے میں، کرتے ہیں، اور اسی پر دستخط کراتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے بعض لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی صاحب کا فرمانا صحیح ہے اس بدتہذیبی، اضاعت مال، مسجد کی بے حرمتی سے بچنا لازم ہے اگر لوگ باز نہ آئے اور مسجد کا احترام نہ کرے تو مسجد میں نکاح کا انتظام نہ کیا جائے،

''ومنه الحديث أنه نُثِرَ شئی فی أملاکٍ فلم يأخذوه فقال: مالكم، قالوا لاتنتهبون :

أولیس قد نهیت عن النهبی؟ فقال: انما نهیت عن نهبی العساکر فانتهبوا الخ نهایة، ج۴/ص ۱۹۹/[1].

"الاملاک التزویج وعقد النکاح الخ نهایة ج۴/ص ۱۱۵/[2]"

(۲) نفس نکاح بغیر اندراج کے بھی صحیح ہوجاتا ہے یہ اندراج دیگر مصالح کی بناء پر ہے ثبوت کے لئے اس کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۷/۴/۹۱ھ

کیا رجسٹر میں درج نہ ہونے سے نکاح نہیں ہوتا؟

سوال:- مسمّٰی غلام حیدر کا نکاح جب کہ اس کی عمر ۱۳/۱۴/سال کی تھی، مسماۃ مریم ولد ستار شیخ کے ساتھ جب کہ اس کی عمر ۱۰/۱۱/سال کی تھی بہ اجازت والدین ہوگیا تھا۔ نکاح درج رجسٹر زوجین کے نابالغ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا تھا۔ اس نکاح پر ۴/۵/سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب جب کہ مسمّٰی غلام حیدر اپنے سسر سے لڑکی کی رخصت کے لئے کہتا ہے تو وہ انکار کرتا ہے اور جواب دیتا ہے کہ کوئی نکاح نہیں ہوا اور اس نے اپنی لڑکی مریم کا نکاح دوسری جگہ کردیا ہے جب کہ اس کی لڑکی کو طلاق نہیں ہوئی ایسی حالت میں یہ نکاح ثانی درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جس مولوی صاحب نے یہ نکاح ثانی پڑھایا ہے ان کے بارے میں شرعی طور پر کیا حکم صادر ہوتا ہے؟

---

[1] النهایة فی غریب الحدیث والاثر ص ۱۳۳/ج۵/باب النون مع الهاء مطبع مکتبة التجاریة مکة المکرمة، اعلاء السنن ص ۱۱/ج ۱۱/کتاب النکاح، باب استحباب الولیمه، وکون وقته بعد الدخول مطبع ادارة القرآن کراچی.

[2] النهایة فی غریب الحدیث والاثر، ص ۳۵۹/ج۴/باب المیم مع اللام، مطبع مکتبة التجاریة مکة المکرمة، اعلاء السنن ص ۱۱/ج ۱۱/کتاب النکاح، باب استحباب الولیمه، وکون وقته بعدالدخول مطبع ادارة القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

ستار شیخ نے اپنی نابالغہ لڑکی مسماۃ مریم کا نکاح غلام حیدر کے ساتھ گواہوں کے سامنے کردیا تو وہ شرعاً منعقد اور لازم ہوگیا۔ اب اس کے بالغ ہونے پر لڑکی شوہر کے مکان پر بھیجنا اور اس کے شوہر کا مطالبۂ رخصتی پورا کرنا لازم ہے۔ محض رجسٹر میں درج نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا درست نہیں کہ نکاح نہیں ہوا تھا ایسی حالت میں اگر لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کیا جائے گا تو وہ شرعی نکاح نہیں ہوگا بلکہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی۔ لڑکی بھی معصیت میں مبتلا ہوگی اور جس سے نکاح کیا جائے گا وہ بھی معصیت میں مبتلا ہوگا۔ باوجود علم کے جو شخص اب نکاح پڑھائے گا وہ بھی سخت گنہگار ہوگا اور جو لوگ ایسے نکاح میں شرکت کریں گے وہ بھی سخت گنہگار ہوں گے اور قہر خداوندی اس سے جوش میں آئے گا۔ اس لئے ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ اگر اس کا والد اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہے تو لڑکی کو لازم ہے کہ ہرگز اس نکاح کو قبول ومنظور نہ کرے، اس کی ہرگز اجازت نہ دے اور رخصت ہوکر ہرگز اس دوسرے شخص کے پاس نہ جائے۔ لقولہٖ تعالیٰ حرمت علیکم امھاتکم (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) والمحصنات من النساء. (الآیۃ[1]) ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذلک المعتدۃ فتاویٰ عالمگیری[2] ص ۶ / ج ۲ /. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانی ۹۰ھ

نکاح کا اندراج رجسٹر میں

سوال: – نکاح کا اندراج رجسٹر سرکاری میں نہیں ہوا۔ کیا اندراج ضروری ہے؟

---

[1] سورۃ النساء پارہ ۴ / رقم الآیۃ ۲۳، ۲۴ /۔

[2] الھندیۃ ص ۲۸۰ / ج ۱ / الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۹، ۵۴۸ / ج ۲ / کتاب النکاح، بیان عدم جواز منکوحۃ الغیر، بیان عدم جواز نکاح، معتدۃ الغیر، الفقہ الحنفی وأدلتہ ص ۱۵۸ / ج ۱ / کتاب النکاح، محرّمات النکاح، السادس محرّمات بتعلق حق الغیر، مطبع مکتبۃ الغزالی بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً ضروری نہیں[1] البتہ قانون کی روک تھام کے لئے ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

بغیر کلمہ پڑھائے نکاح

سوال:-مؤرخہ ۱۵/جون ۱۹۸۶ء کو محمد محمود ولد علی کی شادی مقرر تھی جس میں میرے والد کو نکاح خوانی کے لئے جانا تھا لیکن بوجہ بزرگی وہ نہ جا سکے۔ بندہ گھر پر موجود تھا۔ مجھے انھوں نے کہا کہ آپ جا کر نکاح کرآئیں۔ بندہ ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چلا گیا وہاں ڈھول وغیرہ گانے بجانے کے لئے آئے ہوئے تھے جو کہ مجھے دیکھ کر جانے لگے۔ میں نے دیکھا کہ ڈھول بج رہا ہے اور ۴/۵/سال کے بچے ڈانس کر رہے ہیں۔ بڑا دکھ ہوا کہ مسلمان کا بچہ جب بسم اللہ پڑھتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کے ماں باپ کو بخش دیتے ہیں اور آج یہ بچے شیطان کے شیدائی بنے ہیں۔ بندہ نے جا کر سلام کیا اور ڈھول بند کرا کر بچوں کو ڈانٹا۔ تمام بچوں کے والدین کو طلب کیا جس کی شادی تھی اسے بھی طلب کیا مسئلہ بیان کیا۔ اور کہا کہ اسے بند کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھی تو جانتے ہیں لیکن بند نہیں کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے خدائی حکم سنایا تھا، ہدایت اللہ دے سکتا ہے میں نہیں۔ لیکن میں آپ کی ڈھول والی بارات کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میں یہ کہہ کر چلا آیا۔ چند آدمی جو اسلامی قدر

---

[1] ینعقد النکاح بإیجاب وقبول، وشرط حضورِ شاهدین (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۹/ج۳/ کتاب النکاح)سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۴۶۷، ۴۷۲/ج ۱/ اول کتاب النکاح،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت،البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱، ۸۷/ج۳/ کتاب النکاح. تاہم قانونی گرفت کے پیش نظر اندراج کر لینا چاہئے۔قال تعالیٰ: ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة الآیة سورۂ بقره آیت ۱۹۵/(م ر ن).

جانتے تھے وہ مجھے واپس بلا کر لے گئے اور کہنے لگے اس سے قبل ۴/افراد نے اس ماہ میں ڈھول بجایا ہے۔ اگر آپ ان پر اسلامی تعزیرات لگائیں گے تو ہم ابھی ڈھول واپس کردیں گے۔ میں نے کہا انشاء اللہ۔ اگر آپ لوگوں کا ساتھ ہوا تو ضرور ان پر تعزیرات لگائی جائے گی۔ جب علی محمد گھر واپس آئے تو انھوں نے کہا کہ اگر صرف دو ڈھول اور ایک آدمی جائے گا تب بھی ڈھول بجا کر جاؤں گا۔ اس پر محلّہ کے لوگوں کو جوش آیا کہ ایک طرف امام صاحب قرآن وحدیث کا ثبوت دیتے ہیں اور یہ لوگ پھر بھی نہیں مانتے۔ تو اس پر لوگوں کو جوش آیا اعلان کیا کہ جو لوگ قرآن وحدیث پر چلنے والے ہیں وہ امام صاحب کے پیچھے اور جو لوگ شیطان کی پیروی کرنا چاہتے ہیں وہ ڈھول کے ساتھ جاؤ اس پر ۴/افراد امام صاحب کے ساتھ اور ۲۲ افراد ڈھول والی بارات کے ساتھ چلے گئے۔ ۲۲ کے بارے میں امام صاحب نے اعلان کیا کہ اب ان کا نکاح کوئی مسلمان نہیں پڑھ سکتا ہے۔ جب لڑکی والے کے گھر بارات گئی تو عقد نکاح کے لئے کوئی مسلمان تیار نہ ہوا۔ انھوں نے کہا جب امام صاحب کا اعلان ہے تم نہیں پڑھا سکتے۔ اس پر وہاں کا قاضی جو دور موجود تھا وہاں بھی گئے۔ اس نے کہا کہ امام صاحب کو بلا کر لاؤ اور ڈھول بند کرو ہم تحقیقات کریں گے۔ پھر نکاح پڑھا جائے گا۔ بندہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تمام واقفیت کرائی۔ تب تک محمد رفیق ولد فیروز الدین نکاح پڑھانے لگا۔ نہ ہی اس نے چھ کلمہ سیکھے۔ صفت ایمان دعائے قنوت اور نہ ہی نماز کا سبق آتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی نکاح کے ارکان جانتا ہے۔ اس نے نکاح کی رسم ادا کی اور لڑکی کو لے کر لڑکے کے گھر چلے گئے۔ بندہ نے ۱۶/جون کو اپنے گاؤں کے اسلامی آدمیوں کی کمیٹی طلب کی۔ جس میں نوٹس جاری کی گئی کہ یہ ۲۴/افراد آکر صفائی پیش کریں ورنہ ان لوگوں کے ساتھ اسلامی بائیکاٹ کیا جائے گا جن پر مورخہ ۱۷/کو ان میں ۱۴/افراد حاضر ہوئے انھوں نے آکر ۲۲/افراد کی طرف سے غلطی مان لی۔ اس اسلامی کمیٹی میں قاضی وچند مولوی صاحب تھے۔ ڈھول بجانے والے کو ۲۰۰/روپیہ جرمانہ باقی جو لوگ بارات کے ساتھ گئے تھے۔ ۶۰/روپیہ جرمانہ ڈال کر توبہ وغیرہ کرائی، جرمانہ ادا ہو گیا مسکینوں

کو پیسہ دیا گیا اور نکاح کے بارے میں دریافت کیا گیا تو لڑکے کے باپ نے کہا نکاح کیا تھا۔ ایسے ہی اس لڑکے نے کاپی دیکھ کر کلمہ وغیرہ پڑھائے تھے جب کہ اسے آتے ہی نہیں تھے ہم نے دریافت کیا کہ لڑکا نماز کا پابند ہے یا نہیں؟ کہا لڑکا نماز جانتا ہی نہیں، لڑکا روزے رکھتا ہے کہ نہیں؟ کہا نہیں۔ تو اس پر علمائے کرام نے کہا پھر اس لڑکے کا نکاح نہیں ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے اور یہ نکاح علی محمد کے لڑکے کا آپ جا کر کرآئیں۔ بندہ نے باقاعدہ صفائی لے کر کہ اس نے ازدواجی زندگی تو اختیار نہیں کی ہے۔ جب حلفی شہادت مل گئی بندہ نے نکاح پڑھا۔ محمد رفیق ولد فیروز الدین کو نوٹس جاری کیا کہ مؤرخہ ۲۲/ جون کو اپنی صفائی پیش کریں۔ کیونکہ آپ کا نکاح ٹوٹ گیا ہے لیکن وہ یہ سن کر اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ بندہ کے پاس محمد رفیق کا سسر آیا بندہ نے اس سے کہا آپ محمد رفیق کو لاؤ اس سے بیان لے کر تحقیق کی جائے گی۔ جب لڑکا آیا تو اس کی جگہ غلط بحث کرنے کے لئے صوفی سید محمد اور محمد رشید تیار ہو گئے کہ لڑکے کا نکاح نہیں ٹوٹا ہے۔ بندہ نے کہا کہ اگر نہیں ٹوٹا ہے تو عالم کو فتویٰ لکھو۔ جو حکم وہ قرآن وحدیث سے دیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ لیکن پھر بھی غلط باتیں کہتے رہے۔ آخر کار بندہ نے بھری مجلس میں کہا کہ لڑکے کو لاؤ۔ چھ کلمے صفت ایمان دعائے قنوت اگر لڑکا محمد رفیق سنا دے تو پھر اس کا نکاح نہیں ٹوٹا بلکہ میرا ٹوٹ گیا ہے۔ میرا پھر دوبارہ نکاح پڑھو۔ کیونکہ میں نے نوٹس جاری کیا ہے کہ اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے کیونکہ جب اعلان تھا ایک طرف اسلام اور کفر کا اور اس نے بھی کفر کا ساتھ دیا ہے دوسرے اسلام سے واقفیت بھی نہیں ہے۔ لڑکا حاضر ہوا۔ پہلا کلمہ بھی نہیں سنایا۔ اس پر باقی مسلمانوں نے کہا کہ اب اس پر جرمانہ لگایا جائے۔ بندہ نے کہا جرمانہ تو لگائیں گے لیکن اس کا نکاح بھی دوبارہ پڑھنا ہے۔ اس پر بندہ نے ۵۰/ روپئے محمد رفیق پر لگائے اور صوفی سید محمد کو کہا کہ اگر آپ کو میرے نکاح پڑھنے سے شرم آتی ہے تو خود جا کر پڑھائیں اور آپ کی جو ذمہ داری ہے کہ لڑکے کو چھ کلمے اور صفت ایمان اور دعائے قنوت اور نماز کا سبق پڑھائیں۔ اسے الحمد کی قسم بھی دی تھی۔ سننے میں آیا کہ وہ لوگ مولود والوں کے پاس سے فتویٰ لائے ہیں کہ نکاح نہیں ٹوٹا ہے۔ اس لئے انھوں نے نکاح دوبارہ

نہیں پڑھوایا ہے۔ جب توبہ وجرمانہ وغیرہ ادا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کے بارے میں قرآن پاک وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں اور صوفی محمد اور محمد رشید جو کہ غلط بحث کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بے علمی اور جہالت کی باتیں پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ مسلمان کلمہ اور صفت ایمان سے بھی واقف نہیں۔ پھر اور مسائل کا کیا ذکر۔ صورت مسئولہ میں اگر نکاح کا ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں کرادیا گیا تو وہ نکاح شرعاً صحیح ہوگیا[1] اگرچہ ایجاب وقبول کرنے والا خود کلمے اور نماز وغیرہ سے ناواقف ہو اور نکاح پڑھانے والے یا انکار کرنے والے تقریر کرنے والے کسی کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ سب کا نکاح اپنی جگہ برقرار ہے۔ مالی تعزیر شرعاً درست نہیں۔ جس جس پر تعزیر کی گئی وہ غلط کی گئی۔ (کذا فی البحر الرائق[2]) باجہ وغیرہ بھی ممنوع ہے[3] نکاح کو سنت طریقہ پر انجام دیا جائے جو کہ ایجاب وقبول سے دو گواہوں کے سامنے منعقد

---

[1] وینعقد بإیجاب وقبول وشرط حضور شاهدین ملخصاً الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۲۲/ج۳/مطبوعه زکریا ص ۶۹، ۸۷/ج۴/کتاب النکاح، هدایة ص ۳۰۵، ۳۰۶/ج۲/ کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱، ۸۷/ج۳/کتاب النکاح.

[2] والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال البحر ص ۴۱/ج۵/کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، شامی کراچی ص ۶۲/ج۴/کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، مجمع الانهر ص ۳۷۱/ج۲/کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[3] ویکره استماع صوت اللهو والضرب به والواجب علی الانسان ان یجتهد ما امکن حتی لایسمع الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۷/ج۸/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مجمع الانهر ص ۲۲۲/ج۴/کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، شامی کراچی ص ۳۴۹/ج۶/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

ہوجاتا ہے۔ خطبہ پڑھنا مستحب ہے[۱] اور نکاح بغیر خطبہ کے بھی درست ہوجاتا ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] ویندب أعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد الدرالمختار كراچی ص۸/ ج۳/ كتاب النكاح، بحر ۸۱/ ج۳/ كتاب النكاح، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص۱۷۶/ كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] والنكاح جائز بغير خطبه، الفقه الحنفي وأدلتة ص ۱۴۱/ ج۲/ فقه المعاملات، القسم الاول، خطبة النكاح، مطبوعه دارالفيحاء بيروت.

فصل سوم: نکاح میں گواہ

اللہ کی گواہی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: -عنایت اللہ نے ایک غیر مسلم شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرلیا اور اس کو اپنے گھر لے آئے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ میں نے اس کو مسلمان کرلیا ہے اور نکاح کرلیا ہے لال محمد نے نکاح پڑھایا جو مرچکے۔ گواہ اللہ میاں تھے۔ ایسی صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت مسلمان ہونے کا اقرار کرتی ہے تو وہ مسلمہ ہے لیکن وہ عنایت اللہ کی بیوی نہیں۔ عنایت اللہ کا نکاح اس سے منعقد نہیں ہوا۔ ولا ینعقد نکاح المسلمین الاّ بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین او رجل وامرأتین. (هدایہ[1] ص ۳۸۶/ ج ۲/) نکاح کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ صرف اللہ میاں کی گواہی صحت نکاح کے لئے کافی نہیں[2]۔ اللہ میاں تو ہر چیز کو دیکھتے ہیں حلال ہو یا حرام۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۵/ ۸۹ھ

---

[1] هداية ص ۳۰۶/ ج ۲/ كتاب النكاح مكتبه دارالكتاب، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۲۱، ۲۲/ ج ۳/ كتاب النكاح، النهر الفائق ص ۱۸۱/ ج ۲/ كتاب النكاح مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] فلو تزوج امرأة بشهادة الله تعالىٰ ورسوله لايجوز النكاح، مجمع الانهر ص ۴۷۲/ ج ۱/ كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۸۸/ ج ۳/ كتا النكاح، خانيه على الهنديه ص ۳۳۴/ ج ۱/ فصل فى شرائط النكاح، مطبوعه كوئٹه، هنديه ص ۲۶۸/ ج ۱/ كتاب النكاح، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه.

نکاح میں خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بنانا

سوال:- فتاویٰ عالمگیری جلد۲/ص۸۴۳/ کہ اگر کسی نے نکاح میں خدا اور رسول کو گواہ بنایا اور اس طرح کہا کہ میں نے خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بنایا۔ تو کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ دائیں اور بائیں ہاتھ کے فرشتوں کو گواہ بنایا تو کافر نہیں ہوگا۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت مسئولہ یہ ہے۔ رجل تزوج امرأۃ ولم یحضر الشھود وقال خدا اور رسول را گواہ کردم وفرشتہ دست وچپ را گواہ کردم لایکفر کذا فی الفصول العمادیة عالمگیری مصری ۲۶۶/ ج۲/ کتابُ السیر البابُ التاسع فی احکام المرتد[1]

اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر جگہ، ہر وقت حاضر وناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، کسی اور فرشتہ یا پیغمبر کے لئے بھی یہ ثابت کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور وہاں کوئی گواہ سامنے نہیں تھا بلکہ خدا اور رسول کو گواہ بنایا تو اس نے رسول کو خدا کی طرح حاضر ناظر مانا یا تمام فرشتوں کو گواہ بنایا تو ان کو خدا کی طرح حاضر ناظر مانا لہٰذا یہ مشرک ہوگیا۔ اگر داہنے یا بائیں ہاتھ کے کاتب اعمال فرشتوں کو گواہ بنایا تو اس سے مشرک نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ موجود رہتے ہیں۔ خدائے پاک کی طرف سے مسلط ہیں۔ دوسرے کسی فرشتہ کی یہ شان نہیں۔ تو نکاح دونوں صورتوں میں نہیں ہوا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/ ۹۲ھ

---

[1] عالمگیری ص ۲۶۶/ ج۲/ کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منھا مایتعلق بالانبیاء علیھم السلام الخ مطبوعہ کوئٹہ۔

[2] وفی الخانیة والخلاصة توتزوج بشھادة اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خدا اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح

سوال:- زید ایک بیوہ عورت کو لے کر وطن سے دوسری جگہ دور چلا گیا اور وہاں پہنچ کر بیوہ عورت نے زید سے راضی خوشی میں کہا کہ میں بعوض ۳۰۰/روپیہ مہر پر آپ کے نکاح میں آنا منظور کرتی ہوں۔ زید نے خدا اور رسول کو گواہ قرار دے کر بعوض ۳۰۰/روپیہ مہر پر بیوہ عورت کو قبول کیا۔ (منظور کرلیا) نکاح کے وقت زید اور بیوہ عورت ان دونوں فرد کے سوا اور دوسرا کوئی فرد نہیں تھا اور دونوں ساتھ میاں بیوں کی طرح رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد اس سے بچہ پیدا ہوا۔ بچے کو حلالی قرار دیا جائے گا یا حرامی؟ زید کا نکاح ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے حوالہ سے جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح نکاح کرنے سے نکاح نہیں ہوتا۔ انعقاد نکاح کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا مجلس عقد میں بطور گواہ ایجاب وقبول سننا ضروری ہے[1]۔ تنہائی میں نکاح نہیں ہوتا۔ خدا اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے سے ایک قول پر ایمان سلامت نہیں رہتا۔ کتب فقہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس طرح نکاح کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس نے خدائے پاک کی طرح حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کو بھی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) لاینعقد ویکرہ لاعتقادہ ان النبی ﷺ یعلم الغیب، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۸/ ج ۳/ کتاب النکاح، خانیہ علی الھندیہ ص ۳۳۴/ ج ۱/ فصل فی شرائط النکاح، مطبوعہ کوئٹہ مجمع الانھر ص ۴۷۲/ ج ۱/ کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

[1] وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معاً فاھمین الخ. الدر المختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۸۷/ ج ۴/ کتاب النکاح مطلب ھل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفة الخ، ھدایہ ص ۳۰۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مکتبہ دارالکتاب، النھر الفائق ص ۱۸۱/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

حاضر ناظر اور عالم الغیب اعتقاد کیا۔

ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہو، اس کے ثابت النسب اور غیر ثابت النسب ہونے کو کیا دریافت کرتے ہیں۔ اس مرد اور عورت کو سچی توبہ کرا کے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا جائے۔

رَجُلٌ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَانَ بَاطِلاً لَقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ وَكُلُّ نِكَاحٍ يكُوْنُ بِشَهادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَبَعْضُهُمْ جَعَلُوْا ذٰلِكَ كُفْراً لانَّهٗ يعتقدانَّ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم يعلم الغيبَ وهو كُفرٌ[1] ماكان فى كونهٖ كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبةوالرجوع عن ذٰلک بطريقِ الاحتياط[2].

اس کے بعد گواہوں کے سامنے باقاعدہ نکاح کرایا جائے اور جو اولاد پہلے نکاح سے پیدا ہو چکی ہے اس کو اولادِ زنا کہنے سے بھی احتیاط کی جائے یہی صورت احوط ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کے لئے گواہ کم از کم کتنے ہوں؟

سوال:- (۱) اگر کوئی مقام کفرستان ہو اور مسلمان دور دراز فاصلہ پر ہوں محض ایک ہی مسلمانوں کا گھر ہو نیز لڑکی جوان العمر عاقلہ بالغہ ہو اور لڑکا بھی جوان ہو وہ ہر دو روبرو ایک مرد اور ایک عورت کے اپنا نکاح کرلیں۔ مجبوری و مسلمان نہ ہونے و اندیشہ نیز حرام سے بچنے کی غرض سے کیا نکاح جائز ہے؟

---

[1] قاضیخان علی الهندية ص ۳۳۴ / ج ۱ / فصل فی شرائط النكاح مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۸۸ / ج ۳ / كتاب النكاح، شامی زكرياص ۹۹ / ج ۴ / قبيل فصل فی المحرمات المحيط ص ۳۷ / ج ۴ / الفصل السابع، الشهادة فی النكاح، مطبوعه ڈابهيل.

[2] عالمگيری كوئٹه ص ۲۸۳ / ج ۲ / الباب التاسع فی احكام المرتدين قبيل الباب العاشر فی البغاة.

(۲) ہر دو گواہاں مرد وعورت کے ہمراہ ایک لڑکی مسلمان چودہ سالہ جس کو کئی مرتبہ حیض آ چکا ہے وہ بھی بوقت نکاح موجود ہوتی ہے کیا لڑکی کی شہادت از روئے شرع معتبر ہے حضرت مولانا حافظ محدث اشرف علی تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہر دو استفتاء موافق چھ سوالات از روئے شرع محمدی نکاح ہو گیا ہے۔ یہ نہیں ٹوٹ سکتا، مگر بکر کہتا ہے مدرسہ سہارنپور کا فتویٰ بمعہ آیات قرآن واحادیث مستفسرہ معہ مہر مدرسہ ہونا چاہئے؟

(۳) اگر بکر دوسری جگہ دختر کو دیدے تو جو افعال حرام ہوگا اس کا عذاب کس کی گردن پر ہوگا کیا دوسری جگہ دینا جائز ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲،۱) حنفیہ کے نزدیک ایجاب وقبول کم از کم دو عاقل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہونا ضروری ہے ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے ایجاب وقبول نکاح باقاعدہ سنا ہے تو ان کی شہادت معتبر ہے اور چودہ سالہ لڑکی کی جب کہ وہ بالغہ ہے شہادت معتبر ہے[۱]۔

(۳) تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ نکاح شریعت کے موافق منعقد ہوا یا نہیں اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا اگر نکاح کے منعقد ہونے کی صرف یہی صورت ہے جو کہ پہلے سوال کے (۲،۱) میں مذکور ہے تو شرعاً نکاح نہیں ہوا بکر کو جائز ہے کہ اپنی دختر کا نکاح اس کی رضامندی سے دوسری جگہ کر دے ہاں اگر دختر دوسری جگہ رضامند نہ ہو تو زید ہی سے دوبارہ باقاعدہ نکاح کر دے دختر بالغہ کی مرضی کے خلاف بکر کو کسی جگہ اس کا نکاح کرنا جائز نہیں[۲] اور پہلے سوال (۲،۱) میں جو

---

[۱] وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين الدر المختار كراچی ص ۲۱/ج۳/ (كتاب النكاح)هدايه ص ۳۰۶/ج ۲/كتاب النكاح،مكتبه دار الكتاب ديوبند،تاتارخانيه ص ۶۰۸/ج ۲/الوصل السادس فی الشهادة النكاح مطبوعه كراچی.

[۲] ولاتجبر البكر البالغةعلى النكاح الخ درمختارعلى الشامی زكرياص ۱۵۹/ج۴/باب الولی ، هداية ص ۳۱۴/ج ۲/باب فی الاولياء الخ مطبوعه دارالكتاب ديوبند،بحرص ۱۱۰/ ج۳/ باب الاولياء الخ مطبوعه كوئٹه.

الفاظ ہیں وہ کافی نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا فتویٰ ہمارے سامنے نہیں معلوم نہیں وہاں کیا سوال لکھا گیا ہے اور انہوں نے کیا جواب مرحمت فرمایا ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

باپ بھائی کی شہادت سے نکاح

سوال:- اگر کسی عقد میں لڑکی کا والد اور بالغ بھائی گواہ کی حیثیت سے ہوں اور قاضی صاحب نے بھائی کے ایک دوست کی موجودگی میں نکاح پڑھایا ہو اور قاضی صاحب نے مذکورہ اشخاص کی موجودگی میں پردہ کی آڑ سے لڑکی سے ایجاب وقبول کرایا ہو تو کیا شرعاً عقد درست ہو جائیگا جبکہ عقد کے وقت صرف ایک بھائی، لڑکی کا باپ اور قاضی اور بھائی کا ایک دوست موجود تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] والأصل أن كل من صلح أن يكون وليافيه بولاية نفسه صلح أن يكون شاهدا فيه الىٰ قوله فإن الأب يصلح شاهداً شامی کراچی ص ۲۴/ ج۳/ کتاب النکاح ،تاتارخانیه ص ۶۰۸/ ج ۲/ کتاب النکاح الشهادة فی النکاح،مطبوعه کراچی،عالمگیری ص ۲۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح، باب الاول، مطبوعه کوئٹه.

باپ اور بھائی کی گواہی نکاح میں

سوال:- ایک مرد اور ایک اجنبیہ عورت میں تعلق قائم ہوا۔ جب ایک مرتبہ لڑکی کا خط پکڑا گیا تو تعلق ظاہر ہوا۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ میری شادی ۱۵/رمضان رات میں بارہ بجے ہو چکی ہے۔ میرے باپ اور بھائی گواہ ہیں، تو اس کا نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر والد اور بھائی کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول ہوا تو یہ بھی صحت نکاح کیلئے کافی ہے[1]۔ دوسرے لوگ اب تجسس نہ کریں، دونوں کی گواہی پر اکتفاء کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح میں

سوال:- ایک بالغہ عورت نے شوہر کے ماں باپ اور بہن کو شاہد بنا کر اپنے دیور سے شادی کر لی ہے، تو شرعاً یہ شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ جب کہ عورت کے کسی شتہ دار کو نکاح ثانی کا بالکل علم نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بہن بالغہ ہے تو شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ کیونکہ بالغہ کو اپنا نکاح اپنے کفو میں

---

[1] وشرط حضور شاهدين الدرالمختار وفي الشامية: وشرط في الشهود الحرية، والعقل والبلوغ، والإسلام، شامی کراچی ص ۲۳/ج ۳/ کتاب النکاح، زیلعی ص ۹۸/ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه امدادیه ملتان، هدایه ص ۳۰۶/ج ۲/ کتاب النکاح مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

کرنے کا اختیار حاصل ہے[1]اور دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۳/۱۱/ ۸۸ھ

صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح

سوال:- زید محلّہ کی مسجد میں بلا اجرت امامت کے فرائض انجام دیتا ہے، محلّہ کی نکاح خوانی بھی اسی کے سپرد ہے۔ معتبر ذریعہ سے پتہ چلا ہے کہ عرصہ ہوا زید نے اپنا خود نکاح ایک بیوہ عورت سے چار عورتوں کی گواہی سے پڑھ لیا۔ پہلی بیوی دوسرے مقام پر رہتی ہے دوسری بیوی ساتھ رہتی ہے ایسے شخص کا امامت کرنا اور اس سے نکاح پڑھوانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض عورتوں کی گواہی سے (اگرچہ وہ چار ہوں) نکاح صحیح نہیں ہوتا[3]جس نے ایسا کیا غلط کیا۔ اس کو لازم ہے کہ اپنی اس غلطی پر توبہ واستغفار کرے اور کم از کم دو مردوں یا ایک

---

[1] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۱۵۵/ ج۴/ باب الولي، هداية ص ۳۱۳/ ج۲/ باب في الاولياء الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر كوئٹه ص ۱۰۹/ ج۳/ باب الاولياء والاكفاء.

[2] وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين الخ، الدر المختار كراچي ص ۲۱/ ج۳/ كتاب النكاح، هدايه ص ۳۰۶/ ج۲/ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بحر كوئٹه ص ۸۷/ ج۳/ كتاب النكاح.

[3] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أوغيره كنكاح، رجلان أ ورجل وإمرأتان ولايفرق بينهما، ولاتقبل شهادة أربع بلارجل لئلايكثر خروجهن الدر المختار كراچي ص ۴۶۵/ ج۵/ كتاب الشهادة، زيلعي ص ۲۰۹/ ج۴/ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق ص ۶۲/ ج۷/ كتاب الشهادات، مطبوعه كوئٹه.

مرد اور دو عورتوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کرے[1]۔ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے۔ یہ طریقہ کہ ایک کو الگ ڈال کر اس کے حقوق سے دست کش ہو کر دوسری بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی جائے ناانصافی اور ظلم ہے۔ اگر یہ شخص اپنی اصلاح نہ کرے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ پھر اچھا یہ ہے کہ اس سے نکاح بھی نہ پڑھوایا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/ ۹۰ھ

تعیین گواہاں کے بغیر مجمع میں نکاح

سوال:- یہاں پر ایک بارات مسجد میں آئی۔ نمازِ مغرب کے بعد نکاح ہونا تھا۔ نکاح خواں نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ لڑکی کے باپ نے کہا کہ خدا کے گھر میں بیٹھے ہیں گواہ کی کیا ضرورت ہے، تم نکاح پڑھاؤ۔ اس وقت لڑکی کی اجازت بھی کوئی ظاہر نہیں کی گئی تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مجمع کے سامنے ایجاب وقبول کرایا گیا ہے تو وہ سب گواہ ہیں۔ مستقلاً مقرر کر کے گواہ بنانا ضروری نہیں[3]۔ اگر لڑکی کے والد نے پہلے ہی کہہ دیا ہو کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر

---

[1] شرط حضور شاهدين حرين اور حروحرتين مكلفين الخ الدرالمختار كراچی ص ۲۱ / ج۳/ كتاب النكاح ،هدايه ص ۳۰۶/ ج۲ / كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،البحر الرائق ص۸۷/ ج۳/ كتا ب النكاح مطبوعه كوئٹه.

[2] ويكره امامة عبد واعرابی وفاسق ولعل المرادبه من يرتكب الكبائرالخ درمختارمع الشامی كراچی ص ۵۵۹/ ج ۱ /باب الامامة.

[3] كما يستفاد ولو بعث مريد النكاح اقواماً للخطبة فزوجها الاب اوالولی بحضرتهم صح فيجعل المتكلم فقط خاطباً والباقی شهوداً به يفتی،الدرالمختارعلی الشامی زكريا ص۹۷،۹۸/ ج۴/ كتاب النكاح قبيل فصل فی المحرمات،فتح القدير ص ۲۰۵/ ج۳/ كتاب النكاح،مطبوعه دارالفكربيروت.

تمہارا نکاح کر رہا ہوں اور لڑکی نے انکار نہ کیا ہو تو بھی اجازت ہے۔ اگر پہلے نہ کہا ہو اور نکاح کے بعد جا کر خبر کر دے اور لڑکی خبر سن کر اس کو منظور نہ کرے بلکہ خاموش رہے تب بھی وہ نکاح پختہ اور لازم ہو جاتا ہے[1] ہاں خبر سن کر فوراً اس نے انکار کر دیا کہ مجھے منظور نہیں تو وہ جب ہی ختم ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق ہوتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۲۰/۴/ ۹۰ھ

نکاح کے لئے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے

سوال:- (۱) زید بکر کی دختر کی نکاح کی نسبت بکر سے جا کر سوال کرتا ہے کہ اپنی دختر کا نکاح میرے ہمراہ کر دو اور بکر سن کر کہتا ہے کہ ہم لوگ سب خوش ہیں تو دوسری مرتبہ آنا یا نہیں خود آدمی بھیج کر بلوالوں گا مشورہ بھی کرلوں گا زید واپس چلا آتا ہے عرصہ بیس یوم کے بعد بکر ایک مرد مسلمان کو بھیج کر زید کو بغرض عقد دختر طلب کرتا ہے اور زید ہمراہ بکر چلا آتا ہے بکر زید سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ وقرآن شریف کو ضامن دے کر وحاضر وناظر جان کر سامنے گواہوں کے کہتا ہوں کہ میں نے لڑکی تجھ کو دیدی ہے بعد ازاں زید دختر بکر کی

---

[1] فإن استاذنها هو أى الولى فسكتت عن رده فهو إذن الدر المختار على الرد المحتار ص ۵۹/ ج۳/ باب الولى، هداية مع فتح القدير ص ۲۶۴/ ج۳/ باب الاولياء الخ مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص ۲۰۳/ ج۲/ باب الاولياء دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وفى العتابية بالغة زوجها ابوها فبلغها الخبر فقالت لا اريد الزوج او قالت لا اريد فلاناً تعنى الذى اخبرت انها زوجت منه فالمختار انه يكون رداً فى الوجهين، تاتارخانيه ص ۴۷/ ج۳/ كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر فى نكاح الابكار، مطبوعه كراچى، عالمگيرى ص ۲۸۸/ ج ۱/ الباب الرابع فى الاولياء مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۶۷/ ج۳/ باب الاولياء والاكفاء مطبوعه دار الفكر بيروت.

رضامندی دریافت کرتا ہے کہ تو بھی رضامند ہے یا نہیں دختر بکر عاقلہ وبالغہ سترہ سالہ طلاق شدہ جواب دیتی ہے کہ مجھ کو قبول ہے اور زید سے اپنی کفالت وخرچ وغیرہ کا حلفیہ اقرار روبرو گواہان کے لے لیتی ہے کیا یہ عقد اس طرح بروئے شرع محمدی جائز ہے؟

(۲) چند یوم کے بعد منکر ہو جاتا ہے کہ میں اپنے پیر سے دریافت کرلوں بعد ازاں یہ شرط قائم کردی خود رسول اللہ ﷺ قرآن شریف کا کوئی پاس نہ رہا بلکہ پیر کی ذات پر انحصار رہا جب کہ ایجاب وقبول ہو گیا تھا تو اب اجازت کی کیا ضرورت رہی دوسرے دختر بکر عاقلہ بالغہ ہے بااختیار ہے۔ شرعاً اس پر بدعہدی کا کیا حکم ہے۔؟ سوال (۱) میں تو کوئی فرق نہیں آتا یا آتا ہے جب زید کو و دختر بکر کو بکر کے منکر ہونے کا حال معلوم ہوا تو زید نے دختر بکر کے پاس جا کر دریافت کیا ہے۔ تیری کیا رائے ہے اور تو رضامند ہے دختر بکر کہتی ہے کہ میں بہت خوش ہوں اور پہلے بھی میں نے تو خوش ہوتے ہوئے قبول کیا تھا اور اب بھی تجھ سے خوش ہوں اور قبول کرتی ہوں بلکہ آپس میں حلفیہ ایجاب وقبول کر کے زید کہتا ہے کہ بہت بہتر ہے دختر بکر زید کے ہاتھ پر قرآن شریف رکھ کر روبرو گواہان کہتی ہے کہ تجھ کو میری ہر بات کا کفیل ہونا پڑیگا تجھ کو قبول ہے زید تین مرتبہ قبول کرتا ہے بعد ازاں دختر بکر جب کہ عاقلہ بالغہ سترہ سالہ طلاق شدہ ہے روبرو گواہان اپنے ہاتھ پر کلام الٰہی رکھ کر اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اور گواہان کا نام لے کر کہتی ہے کہ مجھ کو قبول اور منظور ہے کیونکہ میں بااختیار ہوں قسم ہے خدا اور رسول وقرآن شریف کی اور حاضر وناظر جان کر کہتی ہوں اور اپنے باپ کو کہہ دونگی کہ ہم نے اپنا ایجاب وقبول کرلیا ہے یہ ہی شرائط نکاح کے اندر ہوتی ہیں وہ پوری ہو گئیں اور میں اپنا نکاح سوائے زید کے دوسری جگہ نہیں کرنا چاہتی تھی اگر باپ جبراً زید کو نہیں دے گا تو نکاح ہو چکا ہے مکان ہی پر تمام عمر گذار دینی ہے حرام نہیں کھانا ہے کیونکہ دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔

(۳) کیا شرعاً نکاح ہو گیا یا نہیں؟

(۴) اگر زید نکاح تصور کرتے ہوئے دختر بکر سے ہمبستری کرے یا کرلی ہو تو شرعاً

جائز ہے یا نہیں؟

(۵) کیا سترہ سالہ عاقلہ بالغہ طلاق شدہ لڑکی بااختیار ہوتی ہے شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) عبارت مذکورہ میں لڑکی کے باپ بکر کا قول کہ میں نے لڑکی تجھے دیدی ہے تو مذکور ہے لیکن اس کے جواب میں زید کا کوئی قول نہیں مذکور ہے نہ معلوم زید نے اس کے جواب میں قبول کیا ہے یا نہیں اگر زید نے قبول نہیں کیا تو شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا اگر قبول کیا ہے تو اس کے الفاظ لکھ کر دریافت کیجئے کیونکہ نکاح صرف ایک کے قول سے منعقد نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول گواہوں کے سامنے ضروری ہوتا ہے[۱] خدا کے سواء کسی کو حاضر ناظر جاننا بہت بڑا گناہ اور شرک ہے[۲]

(۲) کا جواب متفرع ہے۔(۱) تنقیح پر البتہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے لیکن محض وعدہ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا۔

(۳) اگر دونوں نے گواہوں کے سامنے یہی الفاظ کہے ہیں جو سوال میں تحریر ہیں تو اس سے نکاح نہیں ہوا کیونکہ زید نے نکاح کو قبول نہیں کیا نہ لفظ نکاح کا ذکر آیا بلکہ ہر بات کا کفیل ہونے کو قبول کیا ہے جس کا دختر بکر کے کلام میں ذکر ہے اور اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اگر کچھ اور الفاظ کہے ہیں تو وہ لکھ کر دریافت کیا جائے۔

(۴) کا جواب متفرع ہے۔(۱) و(۳) کی تنقیح پر۔

---

[۱] وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الآخر الی ان قال وشرط حضور شاهدین الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۶۸، ۸۶/ ج ۴/ کتاب النکاح، هدایة ص ۳۰۵، ۳۰۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۲۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[۲] یعتقدان الرسول صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب وهو کفر، خانیه ص ۳۳۴/ ج ۱/ فصل فی شرائط النکاح، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۹۹/ ج ۴/ قبیل فصل فی المحرمات، المحیط ص ۳۷/ ج ۴/ الفصل السابع، الشهادة فی النکاح، مطبوعه ڈابھیل.

(۵) سترہ سال کی لڑکی خود مختار ہوتی ہے شرعاً اس کا نکاح جب کہ وہ اپنی برادری میں مہر مثل پر کرے باپ کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا بلکہ خود کر سکتی ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ جمادی الاول ۵۶ھ

تجدید نکاح کے وقت بھی گواہوں کی ضرورت ہے

سوال: - احتیاطاً اگر نکاح کو دہرانا ہے تو اس وقت بھی کیا شاہد و مہر کی ضرورت ہے یا میاں بیوی دونوں کا ایجاب وقبول کافی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقت بھی شاہدوں کا ہونا ضروری ہے[۲] صرف شوہر و بیوی کا تنہائی میں ایجاب و قبول کافی نہیں مہر بھی متعین کیا جائے گذشتہ مہر کافی نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۶/محرم ۶۸ھ

---

[۱] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي الدرالمختار كراچي ص ۵۶/ ج۳/ (باب الولي)هدايه ص ۳۱۳/ ج ۲/باب الاولياء الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند،بحر كوئٹه ص ۱۰۹/ ج۳/باب الاولياء والاكفاء.

[۲] ولاينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين الخ،الدرالمختار كراچي ص ۲۳/ ج۳/كتاب النكاح،هدايه ص ۳۰۶/ ج ۲/كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،بحر كوئٹه ص ۸۷/ ج۳/كتاب النكاح.

[۳] المهر يتكرر بالعقد مرة وبالوطء أخرى ومرة يتكرر بهما،خانيه على الهندية ص ۳۹۲/ ج ۱/ فصل في تكرار المهر مطبوعه كوئٹه.

بھائی و بہنوئی کی گواہی اور گواہوں کے بیان میں اختلاف

سوال:- (۱) زید عمرو کا حقیقی بھائی ہے زید عمرو کے حق میں اس کی نفع کی شہادت دیتا ہے نہ نقصان کی آیا زید کی شہادت عمرو کے حق میں نفع کے واسطے شرعاً قبول ہے یا نہیں؟

(۲) منگنی کی مجلس کے چار گواہ دیندار معزز رئیس اور دو گواہ معمولی تھے چار گواہان کہتے ہیں کہ ایجاب کے بعد قبول نہیں سنا اور دو گواہ معمولی ایک حقیقی بھائی مدعی کا دوسرا بہنوئی مدعی کا یعنی رشتہ دار کہتے ہیں قبول مدعی نے کیا ہے آیا یہ اختلاف شہادت میں ہوا یا نہیں اس اختلاف کی وجہ سے یہ شہادت شرعاً مقبول ہے یا نہیں، نیز بہنوئی کی شہادت بوجہ رشتہ دار ہونے کے شرعاً مقبول ہے یا مردود؟

(۳) جو گواہ مدعیٰ علیہ کی طرف سے مختار ہے وہ ہی گواہ ہمراہ مدعی متفق ہو کر مدعا علیہ کے ساتھ مخاصمت کرتا ہے اور مدعی کے ساتھ مدعیٰ علیہ کے برخلاف اس کے حقوق کو پامال کرنے کیلئے مشورہ کرتا ہے کیا اس کی شہادت شرعاً مقبول ہے یا مردود؟ لہٰذا عنداللہ جواب بعبارات فقہ ارقام فرما کر اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصلی واقعہ کا جواب مدعی و مدعا علیہ و گواہان کے بیان دیکھ کر اور حسب ضرورت تنقیحات کر کے پہلے مفصل لکھا جا چکا ہے اس مرتبہ جو سوالات کئے گئے ہیں صرف ان کا جواب دیا جاتا ہے۔

(۱) بھائی ہونا گواہی قبول ہونے سے مانع نہیں شهادة الاخ لاخيه واولاده جائزة اھ فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۴۵/ ج ۲/.

---

[1] الهندية ص ۴۷۰/ ج ۳/ الفصل الثالث فيمن لاتقبل شهادته للتهمة كتاب الشهادة مطبوعه كوئٹه پاكستان، بحر كوئٹه ص ۹۲/ باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل، زيلعى ص ۲۲۳/ ج ۲/ باب من تقبل شهادته الخ مطبوعه امداديه ملتان.

(۲) یہ شہادت میں اختلاف نہیں کیونکہ چار گواہ اپنے سننے کی نفی کرتے ہیں نفس قبول کی نفی نہیں کرتے پس اگر مدعی کا بھائی اور مدعیٰ کا بہنوئی عادل ہیں اور مدعی کی طرف سے قبول کرنے کی شہادت دیتے ہیں تو شرعاً ان کی شہادت قبول ہوگی۔ محض بھائی اور بہنوئی ہونے کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی رہی یہ بات کہ ان کی شہادت سے نکاح کو منعقد قرار دیا جائے یا محض منگنی کی پختگی پر محمول کیا جائے تو یہ موقوف ہے مدعی اور مدعیٰ علیہ اور گواہوں کے پورے بیان اور مجلس کی پوری کیفیت سامنے ہونے پر جس کو پہلے لکھا جاچکا ہے۔

(۳) اگر مدعیٰ علیہ نے کسی شخص کو وکیل بنایا تھا اور وکیل یہ کہتا ہے کہ مجھے عقد نکاح کا وکیل بنایا تھا اور میں نے عقد کردیا ہے اور مدعیٰ علیہ وکیل بنانے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن عقد کا انکار کرتا ہے تو اس سے وکالت تو ثابت ہوجائیگی۔ لیکن عقد کے لئے مستقل شہادت درکار ہے اگر لڑکی بالغہ ہے تو عقد کے لئے اس کی اجازت اور رضا بھی ضروری ہے[۱] اور شرعاً وکیل ہونا بھی شہادت کے رد کا سبب نہیں اور بلاوجہ کسی کی مخالفت کرنا اور اس کو اذیت پہونچانا پامال کرنا سخت گناہ ہے اس سے ہر شخص کو اجتناب لازم ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ والذین یوذون المومنین والمؤمنات بغیر مااکتسبوا فقداحتملوا بھتاناًو اثماً مبیناً**[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۸/محرم ۵۶ھ

---

[۱] ولاتجبر بکر بالغة علی النکاح ای لاینفذعقدالولی علیهابغیر رضاهاعندنا، بحر کوئٹه ص ۱۱۰/ باب الاولیاء الخ حاشیه الشلبی ص ۱۱۸/ ج ۲/باب الاولیاء الخ مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص ۲۸۷/ج ۱/الباب الرابع فی الاولیاء، مطبوعه کوئٹه.

[۲] **ترجمہ:** اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو ایذاء پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔ بیان القرآن سورۂ احزاب رکوع ۳/ آیت ۵۸/ پارہ ۲۲/۔

شہادت فاسق کا حکم

سوال:- (۱) زید کہتا ہے کہ بموجب کتب متداولہ نزد احناف مثلاً قدوری، کنز الدقائق شرح وقایہ، ہدایہ، ردالمحتار، درمختار۔ درالمنتقی، مجمع الانہر، فتاویٰ ہندیہ، فتح القدیر، بحر الرائق، خانیہ وغیرہ بوقت انعقاد نکاح دومرد یا ایک مرد دوعورت گواہ خواہ عادل ہوں یا فاسق کافی ہیں اوراس صورت میں فاسق کی شہادت سے نزد احناف نکاح صحیح ہے اس لئے کہ حدیث شریف جو کہ فتح القدیر وغیرہ کتب میں مذکور ہے وہ مقید بقید عدالت نہیں ہے۔

اورنزد احناف یہ قاعدہ اصول فقہ میں طے شدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے بایں روایت المطلق یجری علیٰ اطلاقه ارشادنبوی ہے۔لانکاح إلاّ بشهود. اس حدیث شریف میں لفظ شہود بوجہ قاعدہ مسلمہ فاسق وعادل ہر دوقسم شاہد کوشامل ہے۔البتہ بوقت نزاع نزد قاضی بدیں طور کہ مثلاً زوج مدعی نکاح ہے اورعورت منکرۃ ہے یا بالعکس گواہان انعقاد نکاح جو کہ فاسق ہیں صرف ان کی شہادت سے نزد قاضی یہ نکاح شرعاً ثابت نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ صریح فرمان واجب الاذعان بابت گواہ مقبول الشہادت یہ ہے۔واشهدوا ذوی عدل منكم. صحيح ذواعدل منكم صحيح . ممن ترضون من الشهدآء اوراس صورت میں فیصلہ شرعیہ بموجب حدیث شریف "والیمین علیٰ من انکر" حلف پر ہے اوربصورت مذکورہ بوقت نزاع نزد قاضی گواہان فاسق شرعاً ہیچ ہیں اورعمر یہ کہتا ہے کہ جب کہ گواہان فاسق کی شہادت سے انعقاد نکاح صحیح ہے اور بوقت انعقاد نکاح ان کی شہادت مانی جاتی ہے تو بوقت نزاع بھی ان کی گواہی معتبر کیوں نہیں رکھی جاتی، اس لئے کہ مقصود از گواہان انعقاد نکاح اظہار نکاح بوقت نزاع ہے اور جب یہ مقصود فوت ہوگیا تو گواہان مذکورہ لا طائل ثابت ہوں گے تو گویا نکاح بغیر شہود ہوا جو کہ نزد احناف ناجائز ہے۔زید اس کے جواب میں علاوہ دلائل نقلیہ مذکورہ یہ کہتا ہے کہ گواہان فاسق لا طائل نہیں بلکہ کارآمد ہیں اس لئے کہ بوجہ گواہان مذکورہ

مؤاخذہ اخروی زنا سے بریت ہے نیز مواخذۂ دنیاوی جو کہ حد ہے وہ ساقط ہے۔ بموجب حدیث شریف "الحدود تندرأ بالشبهات."

اور اہلیت شہادت اور ادا اور مقبولیت شہادت نزد قاضی میں بڑا فرق ہے جس سے کتب فقہ مملو اور مشحون ہیں۔ منفی نزد قاضی مقبولیت شہادت ہے نہ اہلیت پس محل نفی واثبات وسلب وایجاب علیحدہ ہے اور یہ مردودیت شہادت زجراً بوجہ فسق ہے۔ خانگی معاملات غیر نزاعی اور قضائی معاملات نزاعی میں فرق نہیں ہے۔

(۲) زید کہتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا یا قبضہ سے کم رکھنا موجب گناہ ہے اور بوجہ ارتکاب فعل مذکور شخص عادل قابل قبول شہادت شرعاً نہیں ہے گو کہ صوم وصلوٰۃ اور امور کا پابند ہو اور دیگر منہیات شرعیہ سے بھی مجتنب ہو۔ بموجب حدیث شریف جو کہ متفق علیہ شیخین ہے۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللّٰحی واحفوا الشوارب وفی روایة انهکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیه. اور یہ قاعدہ اصول فقہ میں ثابت ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے خصوصاً جب کہ وہ مقرون بالوعید ہو۔ وبروایت ردمحتار، دربارۂ قطع لحیہ فلم یبحه احد. اور اس روایت سے باجماع خیر القرون سلف صالحین تا خلف صالحین عدم اباحت قطع لحیہ ثابت ہے اور بصورت قطع لحیہ خلاف اجماع بھی لازم آتا ہے جو کہ موجب فسق ومخل عدالت شاہد ہے اس لئے کہ اجماع فی نفسہ مستقل حجت شرعیہ قابل عمل ہے اور گواہ عادل کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کبیرۃ واصرار صغیرۃ سے محترز ہو اور بصورت مذکورہ عدم احتراز از گناہ مذکورہ ثابت ہے۔

عمر کہتا ہے کہ دور حاضرہ میں ڈاڑھی منڈوانا یا ایک قبضہ سے کم رکھنا عام رواج ہے اور اس میں اکثر بلکہ قریب قریب تمام عالم مبتلا ہیں اب اگر یہ فعل مخل قبول شہادت ہے تو گواہ ڈاڑھی دار کا ملنا زمان مشاہد میں قریب ناممکن عادی ہے اور اس قید کی وجہ سے شب وروز حلف کاذب فریق منکر دلیرانہ ادا کرے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دروازہ حق تلفی حقوق العباد بجائے بستہ

ہونے کے واہو جائیگا۔ کیونکہ نہ ڈاڑھی دار گواہ موافق معیار شرعی دستیاب ہوں گے اور نہ حق رسی صحیح طریق پر ہو سکے گی۔ اس لئے یہ فعل مذکور بلحاظ ضرورت شدیدہ دور حاضر میں مخل عدالت گواہ نہیں ہے کیونکہ بموجب روایت فقہیہ بوجہ اختلاف زمانہ حکم بدل جاتا ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ الحکم یختلف باختلاف الزمان. علاوہ ازیں اگر یہ فعل شرعاً موجب فسق اور مخل قبول شہادت ہے تو نزد امام ابو یوسفؒ فاسق صاحب مروت اور وجیہ کی شہادت قابل قبول ہے چنانچہ وہ روایت کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح موجود ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا ایک قبضہ سے کم رکھنے والا لائق قبول شہادت نہ ہو۔

اس کے جواب میں زید کہتا ہے کہ دین کی تکمیل ہو چکی چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے الیوم اکملت لکم دینکم الآیة. نصوص صریحہ اور اجماع اور سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم السلام سے یہ فعل ناجائز ثابت ہے۔

لہٰذا اب دور حاضرہ میں کسی طرح احکام متقررہ شرعیہ قابل ترمیم اور تنسیخ نہیں ہیں اور نہ ہوں گے اور تردید روایت امام ابو یوسفؒ بمقابلہ نص صریح خود کتب فقہ ہدایہ وغیرہ سے ثابت ہے۔

اور دیگر روایت پیش کردہ احکام متقررہ منصوصہ شرعیہ پر ہرگز ہرگز حاوی نہیں ہے، اس پر الف لام الحکم الخ۔ شاہد عدل ہیں لہٰذا ضرورت دور حاضرہ بمقابلہ احکام متقررہ شرعاً، ہیچ ہے اور رواج دین متقررہ پر ہرگز غالب نہیں ہو سکتا۔ ''الاسلام یعلو ولا یعلی'' صریح فرمان ہے ہر مسلمان پر اتباع دین لازم اور ضروری ہے اور دین کو اپنی ضروریات اور خواہشات کے تابع کرنا محل خطرہ ہے پس بموجب فرمان والا شان ''فاسئلوا اهل الذکر الآیة.'' علماء کرام سے استدعا ہے کہ مباحثہ زید وعمر پر نظر عمیق شرعی فرما کر بالتفصیل بحوالۂ روایات معتبرہ اظہار فرمائیں کہ زید حق پر ہے یا عمر تا کہ نزاع موجودہ طے ہو جائے۔ واللہ اعلم واحکم

المستفتی احمد حسن ابن سید ابوالحسن۔ از ٹونک راجپوتانہ محلّہ قافلہ

الجواب حامداًومصلیاً

زید وعمر کا مباحثہ پڑھا۔عمر کا کہنا کہ جب شہادت فاسق سے انعقاد صحیح ہے تو بوقت نزاع بھی اس کا اعتبار ہونا چاہئے۔قیاس مع الفارق اوراصول وفروع فقہ وحدیث کے خلاف ہے اور بوقت نزاع اس شہادت کا اعتبار نہ کرنے سے اصل انعقاد میں بھی اعتبار نہ کر کے اس کو معدوم اور لا طائل سمجھ کر انعقاد بلا شہادت (جو کہ ناجائز ہے) ماننا بھی غلط ہے اور عدم تفقہ پر مبنی ہے جیسا کہ امور ذیل سے واضح ہے۔

الامر الاول (۱) شاہد کی دو حالتیں ہیں جو اپنی شرائط اور آثار کے اعتبار سے بالکل متمیز ہیں۔ایک حالت تحمل، دوسری حالت ادا۔ان للشاهد حالتين حالة التحمل وحالة الاداء وان من شرط الاداء الحرية والبلوغ والاسلام فيشترط وجود ذٰلک عند الاداء اھ معين الحكام[1] ص ۸۰/اس سے معلوم ہوا کہ حریت، بلوغ، اسلام، سے قبل تحمل شہادت کر کے بعد میں ادا کر دینا درست اور شرعاً معتبر ہے جیسا کہ روایت حدیث کے متعلق بھی یہ ہی قاعدہ ہے يصح التحمل قبل وجود الاهلية فيقبل رواية من تحمل قبل الاسلام وروىٰ بعده وكذا رواية من سمع قبل البلوغ وروىٰ بعدهٗ اھ مقدمه ابن صلاح ص ۵۸/[2]

الامر الثانی (۲) جس عارض کی وجہ سے شہادت رد کر دی جاتی ہے اس کے مرتفع ہونے سے اہلیت پیدا ہو کر شہادت قبول کر لی جائے گی مثال کے طور پر چند جزئیات نقل کرتا ہوں۔

اذا شهد الصبى فى حادثة فردت ثم اعادها بعد البلوغ تقبل وكذا العبد اذا شهد فى حادثة فردت ثم اعادها بعد العتق تقبل وكذاا لذمى اذا شهد علىٰ حكم

---

[1] معين الحكام ص ۷۰/الفصل السابع فى ذكر البينات الفصل الرابع،مطبوعه حلبى مصر.

[2] مقدمه ابن الصلاح ص ۵۸/النوع الرابع والعشرون معرفة كيفية سماع الحديث وتحمله وصفة ضبطه.

فردت ثم اعادها بعد الاسلام تقبل وكذا الاعمىٰ اذا شهد فردت ثم اعادها بعدما ابصر تقبل اھ معين الحكام ص ۸۱[1].

الامر الثالث (۳) فاسق میں شہادت کی اہلیت ہے کسی عارض کی وجہ سے اس کی شہادت قبول کرنے کو منع کر دیا گیا۔ اگر اس میں نفی اہلیت نہ ہوتی تو اس کی شہادت نہ قبول کرنے کا حکم نہی عاجز کے قبیل سے ہوتا جو کہ شارع سے محال ہے کما تقرر فی کتب الاصول اور جو عارض ''فسق'' مانع عن القبول ہے وہ لازم ذات نہیں بلکہ قابل انفکاک ہے ''بطریق توبہ'' اسی لئے تحت حکم الحاکم داخل نہیں پس اگر تحمل شہادت تو بحالت فسق ہے اور ادا بعد التوبہ ہو تو شرعاً یہ تحمل بھی معتبر اور ادا بھی معتبر۔

الامر الرابع (۴) اگر فاسق بحالت فسق بھی شہادت دے اور قاضی کو تحری سے اس میں صدق راجح معلوم ہو تو اس پر حکم نافذ کرنا درست ہے کیوں کہ بسا اوقات فاسق مختلف کبائر میں مبتلا رہتا ہے لیکن کذب سے اجتناب کرتا ہے اور اسی کی یہاں ضرورت ہے۔ وكذا ينعقد النكاح بشهادة الفاسقين عندنا وعنده لاينعقد وجه قول الشافعيؒ ان مبنى قبول الشهادات علىٰ الصدق ولايظهر الصدق الا بالعدالةلان خبر من ليس بمعصوم عن الكذب يحتمل الصدق والكذب ولايقع الترجيح الا بالعدالة واحتج فى انعقاد النكاح هكذا فى الاصل والظاهر فى عدم النكاح بقوله عليه الصلوٰة والسلام لانكاح الابولى وشاهدى عدل ولناعمومات قوله تعالىٰ واستشهدوا شهيدين من رجالكم الآية. وقوله عليه الصلوٰة والسلام لانكاح الَّا بشهود والفاسق شاهد بقوله سبحانه وتعالىٰ ممن ترضون من الشهداء قسم الشهود الى مرضين وغيرمرضين فيدل علىٰ كون غير المرضى وهوالفاسق شاهد اولان حضرة الشهود فى باب النكاح لدفع تهمة الزنا لاللحاجةالىٰ شهادتهم عندالجحود والانكار لان النكاح يشتهر بعد

[1] معين الحكام ص ۷۰/الفصل السابع فى ذكرالبينات،الفصل الرابع،مطبوعه حلبى مصر.

وقوعه فيمكن دفع الجحود والانكار بالشهادةبالتسامع والتهمةتندفع بحضرة الفاسق فينعقد النكاح بحضرتهم واماقوله الركن فى الشهادة هو صدق الشاهد فنعم لكن الصدق لايقف علىٰ العدالة لامحالة فان من الفسقةمن لايبالى بارتكابه هكذا فى الاصل والظاهر انواعاً، انواع من الفسق ويستنكف عن الكذب والكلام فى فاسق تحرى القاضى الصدق فى الشهادة فغلب علىٰ ظنه صدقه ولولم يكن كذلك لايجوز القضاء بشهادته عندنا واما الحديث فقد روى عن بعض نقلة الحديث انه قال لم يثبت عن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ومن يثبت فلاحجة له فيه اھ بدائع الصنائع[1] ص ۲۷۰/ج۶/.

یہاں سے معلوم ہوا کہ فاسق کی شہادت بالکلیہ ہرحال میں مردود نہیں بلکہ بعض اوقات میں مقبول بھی ہے۔

الامر الخامس (۵) فاسق کی شہادت مقبول نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قاضی کے ذمہ اس کی شہادت کا قبول کرنا واجب نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کی شہادت کو (بعد تحری) قبول کرنا صحیح بھی نہیں ہے باب القبول وعدمه اى من يجب قبول شهادته ومن لايجب لامن يصح قبولها اولايصح لصحةالفاسق مثلاً اھ درمختار اى لصحةالقضاء بشهادته اى وقد ذكره مما لايقبل اھ طحطاوی[2] ص ۲۳۹/ج۳/.

الامر السادس (۶) بعض مشائخ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص نکاح میں ولی بن سکتا ہے وہ شاہد بھی بن سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک فسق مانع ولایت نہیں پس اس کی شہادت بھی درست ہے ومن ذٰلک قول الشافعیؒ واحمدؒ انه لا ولاية لفاسق مع قول ابى حنيفةؒ ومالک ان الفسق لايمنع الولاية اھ میزان شعرانی[3] ص ۱۱۶/ج۲/.

---

[1] كتاب الشهادة مطبوعه كراچى،بدائع الصنائع ص ۲۷۰/ج۶/.

[2] طحطاوى على الدرالمختار ص ۲۳۹/ج۳/كتاب الشهادة باب القبول وعدمه مطبوعه دار المعرفة بيروت.

[3] ميزان شعرانى ص ۶۰۹/ج۲/كتاب النكاح،مطبوعه حلبى مصر.

بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس عقد کو خود قبول کرسکتا ہے اس کی موجودگی میں وہ عقد درست ہوتا ہے اور فاسق عقد نکاح کو خود قبول کرسکتا ہے لہٰذا اس کی موجودگی میں عقد نکاح درست ہوجائے گا (کافر بسبب نص کے اس حکم میں داخل نہیں) قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس کی شہادت پر بعض فقہاء کے نزدیک حکم کرنا صحیح ہے اس کی موجودگی میں نکاح صحیح ہے اور فاسق کی شہادت پر حکم کرنا بعض صورتوں میں جائز ہے جیسا کہ امر رابع میں گذرا پس اس کی موجودگی میں نکاح صحیح ہے۔

من مشائخنا من اصل فی هٰذا اصلاً.: فقال کل من صلح ان یکون ولیاً فی النکاح بولایة نفسه یصلح شاهداً فیه والا فلا وهٰذا الاعتبار صحیح لان الشهادة من باب الولایة لانها تنفیذ القول علیٰ الغیر والولایة هی نفاذ المشیئة ومنهم من قال کل من یملک قبول عقد نفسه ینعقد ذٰلک العقد بحضوره ومن لافلا وهٰذا الاعتبار صحیح ایضاً لان الشهادة من شرائط رکن العقد ورکنه وهوالایجاب والقبول ولاوجود للرکن بدون القبول فکما لاوجود للرکن بدون القبول حقیقة لاوجود له شرعاً بدون الشهادة و عن ابی یوسفؒ انه اصل فیه اصلا وقال کل من جاز الحکم بشهادته فی قول بعض الفقهاء ینعقد النکاح بحضوره ومن لایجوز الحکم بشهادته عند احدلایجوز.بحضوره وهٰذا الاعتبار صحیح ایضاً لان الحضور لفائدةالحکم بها عند الاداء فاذا جازالحکم بها فی الجملةکان الحضور مفیداً ھ بدائع مختصراً[1] ص ۲۵۳/ج ۲/.

انعقاد نکاح بشہادۃ الاعمیٰ کی دلیل یہی کلیات ہیں۔ بدائع[2] ص ۲۵۵/ج ۲/۔

---

[1] بدائع ص ۲۵۳/ج ۲/فصل وأما صفات الشاهد مطبوعة کراچی.

[2] وکذابصرالشاهدلیس بشرط فینعقدبحضورالاعمٰی الخ بدائع کراچی ص ۲۵۲/ج ۲/ کتاب النکاح،فصل فی شرط الشهود.

الامر السابع (۷) دراصل اشتراط الشہود فی النکاح کی علت اثبات النکاح عندالجحود نہیں کہ مقبول الشہادت کی شہادت ضروری اور غیر مقبول الشہادت کی شہادت لاطائل اور کالعدم ہے بلکہ علت کچھ اور ہے کما سیجیٔ البتہ مقبول الشہادہ ہونا افضل ہے ضروری نہیں تاکہ بوقت جحود ثبوت میں سہولت رہے اور شہادت نکاح حضور عندالعقد پر موقوف بھی نہیں۔ کما سیجی فی الامر الثامن لہٰذا انعقاد ایسے گواہ کی گواہی سے بھی ہو جائے گا جس کی شہادت قطعاً مقبول نہیں۔

وکذا کون شاهدالنکاح مقبول الشهادة عليه ليس بشرط لانعقاد النكاح بحضوره وينعقد النكاح بحضورمن لاتقبل شهادته عليه اصلاً كما اذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه منهما وهٰذا عندنا وعند الشافعیؒ لاينعقد وجه قوله ان الشهادة فی باب النكاح للحاجة الیٰ صيانته عن الجحود والانكار والصيانة لاتحصل الا بالقبول فاذا لم يكن مقبول الشهادة لاتحصل الصيانةولنا ان الاشهاد فی النكاح لدفع تهمة الزنا لالصيانة العقد عن الجحود والانكار والتهمة تندفع بالحضور من غيرقبول علیٰ ان معنى الصيانة يحصل بسبب حضورهما وان كان لاتقبل شهادتهما لان النكاح يظهر ويشتهر بحضورهما فاذا ظهروا شتهرتقبل الشهادة فيه بالتسامع فتحصيل الصيانة وكذا اذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه لامنها اوابنيها لامنه يجوزلماقلنا ثم عند وقوع الحجروالانكار ينظر ان وقعت شهادتهما لواحد من الابوين لاتقبل وان وقعت عليه تقبل لان شهادة الابن لابويه غير مقبولة وشهادتهما عليه مقبولة اھ بدائع[1] ص ۲۵۵/ج ۲/.

الامر الثامن (۸) اگر اثبات النکاح عندالجحود کو اشتراط الشہود فی النکاح کی علت ہی کہا جاوے، فائدہ اور منفعت کے درجہ میں نہ مانا جائے، تب بھی گواہان انعقاد کا عادل ہونا لازم نہیں، کیونکہ ثبوت عندالقاضی شہود انعقاد کی شہادت پر موقوف نہیں۔ لیکن باب نکاح

[1] بدائع ص ۲۵۵/ج ۲/فصل ومنها العدد كتاب النكاح،مطبوعه كراچی.

میں بطریق استفاضہ شہادت بالتسامع بھی کافی ہوتی ہے اوراس پر ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کا اتفاق ہے امام مالکؒ نفس شہادت کو بھی ضروری نہیں مانتے بلکہ اعلان وتشہیر کو ضروری اور کافی سمجھتے ہیں۔ ومن ذٰلک قول ابی حنیفةؒ انه تجوز الشهادة بالاستفاضة فی خمسة اشیاء فی النکاح والدخول والنسب و الموت وولایة القضاء مع قول اصحاب الشافعیؒ فی الاصح من مذهبه جواز ذٰلک فی ثمانیة اشیاء فی النکاح والنسب والموت وولایة القضاء والملک والعتق والوقف والولاء ومع قول احمدؒ انه تجوز فی تسعة اشیاء الثمانیة المذکورة عندالشافعیة والتاسعة الدخول اھ میزانؒ[1] ص ۲۰۵/ج۲/ ومن ذٰلک قول ائمة الثلاثةؒ انه لایصح النکاح الابشهادة مع قول مالکؒ انه یصح من غیرشهادة الا انه یعتبر فیه الاشاعة وترک التراضی بالکتمان. میزان ص ۱۱۸/ج۲/[2]

الامر التاسع (۹) قضاء اور دیانت میں فرق کثیر ہے، نکاح، طلاق، عتاق وغیرہ کی بے شمار جزئیات اس کی شاہد اوراس پر متفرع ہیں کما لایخفیٰ علیٰ من طالع کتب الفقة الامن لم یرزق التفقه[3]

الامر العاشر (۱۰) یہ تمام گفتگو اس وقت ہے کہ زید وعمر دونوں مقلد اور حنفی ہوں اور قول امام کو حجت سمجھتے ہوں اور خود منصب اجتہاد کے مدعی نہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو نزاع بیکار

---

[1] میزان الشعرانی ص ۲۰۰/ج۲/کتاب الشهادات، مطبوعه حلبی مصر.

[2] میزان الشعرانی ص ۱۱۱/ج۲/کتاب النکاح، مطبوعه البابی الحلبی مصر.

[3] کررلفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکیددین وفی الردالمختار، تحت قوله: وان نوی التاکید دین ای ووقع الکل قضاءً، شامی کراچی ص ۲۹۳/ج۳/باب طلاق غیرالمدخول ولو نوی الطلاق ای بقوله انت طالق عن وثاق لم یدین فی القضاء لانه خلاف الظاهر، الاان یکون مکرهاً ویدین فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ لانه یحتمله، فتح القدیر ص ۶/ج۴/باب ایقاع الطلاق مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری ص ۳۵۴/ج۱/کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه.

ہے کیونکہ اس صورت میں نہ ان کے لئے کسی عالم، مفتی، مجتہد، غوث، صحابی کا قول وفعل حجت ہے خواہ وہ نص قرآنی یا حدیث صحیح پر ہی کیوں نہ مبنی ہو، بلکہ حدیث کا ترجمہ اور روایت بالمعنی کیوں نہ ہو، نہ کسی کتاب فقہ کی نقل کافی ہے بلکہ جو کچھ ان کی سمجھ میں آئے گا وہ کریں گے خواہ اس کا مأخذ کچھ بھی ہو اور خواہ کسی طرح سمجھا ہو۔ واللہ یهدی من یشاء إلی صراط مستقیم لہٰذا ان کو اولاً مسئلہ تقلید کا فیصلہ ضروری ہے کیونکہ یہ اسی پر مبنی ہے، تلک عشرة کاملة.

(۲) ڈاڑھی منڈوانا یا ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹانا بلاشبہ ممنوع اور ناجائز ہے روایات حدیث وفقہ اس پر صراحۃً دال ہیں، ملاعلی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔ قص اللحیة کان من صنع الاعاجم وهو الیوم شعار کثیر من اهل الشرک کالافرنج والهنود ومن لاخلاق له فی الدین من الفرقة الموسومه بالقلندریة فی زماننا[1] اھ.

جس امر کے متعلق شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص صریح موجود ہے اور اس پر اجماع بھی ثابت ہے آج اس کے خلاف اعتقاد رکھنا یا فتویٰ دینا درحقیقت اس کو منسوخ کرنا اور دعویٰ نبوت کرنا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اختلاف زمان سے بعض احکام بدل جاتے ہیں لیکن احکام منصوصہ کبھی نہیں بدلتے اگر ایسے تبدیل کا حکم عام ہوجائے تو آج پابند صلوٰۃ وجماعت بھی بہت کم دستیاب ہوتے ہیں اسی طرح اگر غور کرکے دیکھا جائے تو شریعت کے بہت امر ونواہی اس نوع کے ملیں گے کہ جن پر عمل کرنے والے خال خال ہیں، اسی طرح کتنی سنتیں رہی ہونگی جو مردہ ہوچکی ہیں۔ مجموعہ[2] رسائل ابن عابدین میں ان حکام کو بسط سے بیان کیا ہے جو اختلاف زمان سے مختلف ہوگئے ہیں رہا عمر کا یہ کہنا کہ حق رسی کا دروازہ بند ہوجائے گا تو یہ عذر

---

[1] المرقاة فی شرح المشکوٰة ص ۳۰۲/ ج ۱/ باب السواک، الفصل الاول مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[2] ملاحظہ ہو رسالہ ابن عابدین ص ۱۱۴/ تا الخ۔ العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

کوئی مقبول عذر نہیں کتنے مقدمات ہیں جو مطابق شریعت طے ہوتے ہیں اور کتنے خلاف شریعت کوئی عدالت اور حکومت دنیا میں علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ان حالات کے پیش نظر تو عمر کے قول کے موافق اکثر وبیشتر بلکہ باستثناء بعض قلیل (کالعدم) تمام احکام کا بدل جانا کچھ غیر مناسب نہیں لہٰذا دین اسلام کیا ہوا جو کچھ وقت پر مناسب سمجھا وہی ہوا، قطع نظر اس سے کہ شرع کا یہ حکم دائمی ہے یا وقتی ہے پس ڈاڑھی کا حکم تو وہی رہے گا جو کہ منصوص ہے۔ رہا شہادت فاسق کا مسئلہ تو اس کے متعلق پہلے جواب میں معلوم ہو چکا کہ بغیر تحری کے حکم نافذ کرنا ناجائز ہے اور تحری کے بعد اگر صدق کا غلبۂ ظن ہو جائے تو حکم جائز ہے مطلقاً اس کی شہادت کا قبول کرنا ممنوع نہیں۔ عادل کو اس کے مقابلہ میں یقیناً ترجیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۷/ذی الحجہ ۵۷ھ

عورت اجازت نکاح کی منکر، مرد مدعی، کس کے گواہ معتبر ہیں؟

سوال: - مسماۃ حلیمہ جو کہ اس وقت بالغہ ہے اس کے چچا نے بسبب ولایت بحالت صغر اس کی نسبت مسمّٰی زید سے کی مگر بعد زید کو دینے سے انکاری ہوا زید نے اس لڑکی کے چچا پر دعویٰ نکاح کر دیا اور دو شاہد پیش کر دیئے چچا شور مچاتا ہوا پھرا کہ یہ نسبت تھی نکاح نہ تھا کسی نے نہ سنی قاضی نے مسمّٰی زید کے نکاح کا حکم کر دیا اور یہی کہا کہ چونکہ لڑکی نابالغہ ہے اور ولی اس کا چچا وغیرہ کو طلب کر کے بیاہ دینے کو کہا گیا۔ چچا وغیرہ نے شور مچایا کہ لڑکی ابتک نابالغہ ہے ہرگز نہ دینگے لڑکی بھی فریاد کرتی رہی کہ مجھے یہ منظور نہیں لڑکی کے چچا کو زیر حراست رکھا گیا اور لڑکی کا اقرار نکاح پر زبردستی انگوٹھا لیا گیا حالانکہ وہ انکار کرتی تھی۔ جب وہاں سے نجات پائی کچھ عرصہ بعد لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح پر شاہد رکھے اور قاضی کے پاس جا کر فسخ نکاح

کے لئے پیش ہوگئی چنانچہ قاضی نے حکم دیا جا تیرا نکاح فسخ ہوگیا، اب زید نے دعویٰ کیا کہ بوقت بلوغ مسماۃ حلیمہ اقرار کرنے اور اجازت سے منکر ہے دونوں کے پاس شاہد موجود ہیں بینہ مرد ثبوت اجازت کیلئے اور بینہ عورت رد کے لئے پس دریں صورت شرعاً کس کے بینہ اولیٰ ارجح ہوں گے۔ بینوا وتوجروا

ھو الملھم للصواب: صورت مذکورہ میں حلیمہ کے شاہد معتبر ہوں گے نہ زید کے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں خصاف اور جامع کبیر سے منقول ہے **فی ادب القاضی للخصاف لو اقام الزوج او الاب البینة علی الاجازة والمرأة علی الرد فبینتھا اولیٰ وبیوع الجامع الکبیر فی باب المرابحة القول قولھا والبینته بینتھا اھ** (خلاصة ص ۴۴/ ج ۲/) اس نقل سے قطع نظر کر کے تمام سرگذشت پر نظر ڈالی جائے تو منصف کے لئے ماننا پڑیگا کہ سربسر قصہ سے مسماۃ حلیمہ کا انکار ٹھیک رہا ہے مفتی کے لئے ایسے موقع پر کمال حزم وتدبر سے کام لینا ضروری ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں **علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع اھ** (رد المحتار[1] ص ۸۵۳/ ج ۲/) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں **المفتی فی الوقائع لابدله من ضرب اجتھاد ومعرفة باحوال الناس اھ** (ردالمحتار[2] ص ۱۳۶/ ج ۲/) قاضی کے لئے تو بطریق اولیٰ اس چیز کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد فاروق از ادستہ بلوچستان

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعات مندرجہ سوال صحیح ہیں تو روایت خلاصہ پر مفتی کو فتویٰ دینا درست ہے[3] کما

---

[1] شامی کراچی ص ۵۳۵/ ج ۳/ کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، مطلب الحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع.

[2] شامی کراچی ص ۳۹۸/ ج ۲/ کتاب الصوم باب مایفسد الصوم ومالایفسده مطلب منھم.

[3] البالغة اذا اقامت البینة علی رد النکاح بعدالبلوغ والزوج اقام البینة انھا سکتت بعدبلوغھا تقبل بینتھاالخ عالمگیری ص ۸۰/ ج ۴/ کتاب الدعویٰ الباب التاسع (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

افتیٰہ المفتی العلامہ وان کان المذھب المشھور والروایۃالظاھرۃ خلاف ذلک.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/صفر ۶۸ھ

قاضی، گواہ، نوشہ کے بے شرع ہونے کے ساتھ نکاح

سوال:- اگر قاضی، گواہ ونوشہ بے شرع ہوں تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صحیح ہوجاتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بعض نکاح کے مقر ہوں، بعض منکر، تو کیا کیا جائے؟

سوال:- ایک بالغ لڑکا اور ایک بالغ لڑکی دونوں نے چھپ کر نکاح کرلیا ہے۔ اب دونوں کے والدین کو خبر نہیں۔ نکاح کے ایک کاغذ پر وکیل کے دستخط اور دلہا دلہن کے دستخط اور قاضی کے دستخط ہیں۔ ان سبھوں کی موجودگی میں نکاح ہوا ہے۔ جب نکاح کا چرچا ہوا تو بعض لوگوں کی ڈر سے ایک گواہ اور قاضی دونوں انکار کررہے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا ہے اور انکار

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فی دعوی الرجلین الفصل الثانی فی دعوی الملک فی الاعیان الخ مطبوعہ کوئٹہ، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴۴/ ج ۲/ کتاب النکاح الفصل الرابع عشر فی دعوی النکاح، مطبوعہ لاھور.

[1] وشرط حضور شاھدین الی قولہ ولو فاسقین انعقد بحضور الفاسقین والاعمیین والمحدودین فی قذف وان لم یتوبا الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۹۳، ۸۷ ج ۴/ کتاب النکاح قبیل مطلب فی عطف الخاص علی العام، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، زیلعی ص ۹۸/ ج ۲/ کتاب النکاح، امدادیہ ملتان.

کرنے والوں کے دستخط بھی ہیں۔ دستخط کر کے بھی انکار کر رہے ہیں۔ ابھی دلہا اور دلہن اور ایک گواہ اور وکیل یہ چاروں کہہ رہے ہیں کہ نکاح ہوا ہے۔ اب بتائیے کہ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اب لڑکا اور لڑکی کے والدین کو کوئی اعتراض نہیں۔

(۲) دلہا اور دلہن اور وکیل اور ایک گواہ یہ چاروں قرآن مجید کی حلف لینے کے لئے تیار ہیں کہ نکاح ہوا ہے اور ایک گواہ اور قاضی دونوں دستخط کرنے کے باوجود بھی قرآن مجید کی حلف لینے کے لئے تیار ہیں کہ نکاح نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا منجانب پنچایت حلف دلوا سکتے ہیں کہ نہیں از روئے شرع مفصل و مدلل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲) اگر لڑکا لڑکی دونوں ہم کفو اور بالغ ہیں اور ایک گواہ اور وکیل کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے لڑکے سے یہ کہا گیا کہ یہ لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکے نے یہ کہا کہ میں نے اس کو قبول کیا اور لڑکی بھی اسی مجلس میں موجود تھی تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہو گیا[۱]، کسی سے حلف لینے کی ضرورت نہیں۔ جب دونوں کے والدین کو اعتراض نہیں ہے تو اپنے اطمینان کے لئے دوبارہ ایجاب وقبول کرادیں، بات کو طول نہ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں خیر ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک عورت پر دو شخصوں کا دعویٰ نکاح

سوال:- تجمل علی اور عبدالنور نامی دو شخصوں نے ایک عورت پر زوجیت کا دعویٰ

---

[۱] ولوزوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جازان كانت ابنته حاضرة والالا ،الدر المختار مع الشامی کراچی (۲۵/ ج۳/ کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام، فتح القدیر ص ۲۰۶/ ج۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت، عنایة مع الفتح ص ۲۰۶/ ج۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت.

کر کے ہر ایک نے اپنا نکاح پہلے ہونے کے دعویٰ پر شاہد پیش کیا۔اس پر عقد کی شہادت طلب کی گئی تو تجمل علی نے ایک وکیل اور ایک شاہد پیش کیا اور دوسرے شاہد نے باوجود طلب کے شہادت دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں ایک مرتبہ پنچایت میں شہادت دے چکا ہوں دوبارہ مقررہ حاکم کے پاس شہادت نہیں دونگا۔عبدالنور نے ایک وکیل اور ایک شاہد اپنے بہنوئی اور ایک شاہدان کے باپ کو پیش کیا۔اور عورت بالغہ ہے۔لہٰذا عورت سے دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا نکاح پہلے عبدالنور سے ہوا ہے اس کے چند روز بعد جبراً تجمل علی کے ساتھ نکاح کر دیا گیا میرے شوہر عبدالنور مجھ کو لے آئے۔لہٰذا اب تین سال سے میں اطمینان سے اپنے شوہر کے پاس ہوں اور میرے دو اولاد ہیں۔ایک عالم نے بھی عبدالنور کے نکاح کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا۔ایک مفتی نے بھی عبدالنور کے نکاح صحیح ہونے کا فتویٰ دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے[1] البتہ اگر زوجین میں سے کوئی منکر ہو تو باپ کی شہادت اولاد کی موافقت میں قضاءً معتبر نہیں ہوتی۔صورت مسئولہ میں کوئی منکر نہیں۔ لہٰذا اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا[2] عبدالنور کا نکاح صحیح ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] لان الاب یصلح ان یکون شاهداً فی باب النکاح،عنایة علی فتح القدیر ص ۲۰۶/ج۳/ کتاب النکاح قبیل فصل فی بیان المحرمات،مطبوعه دارالفکر بیروت،شامی کراچی ص ۲۴/ ج۳/کتاب النکاح مطلب فی عطف الخاص علی العام،النهرالفائق ص ۱۸۴/ج۲/کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] والأصل فی هذا لباب أن کل من یصلح أن یکون ولیاً فی النکاح بولایة نفسه صلح أن یکون شاهداً ومن لا فلا،الهندیة کوئٹه ص۲۶۷/ج۱/کتاب النکاح،شامی کراچی ص ۲۴/ج۳/ کتاب النکاح،تاتارخانیه ص ۶۰۸/ج۲/کتاب النکاح،الشهادة فی النکاح مطبوعه کراچی.

فصل چہارم: خطبۂ نکاح

نکاح میں خطبہ کی حیثیت

سوال:- خطبہ نکاح دو ہیں اول، دوئم۔ جو شخص نکاح میں صرف خطبہ ثانی پڑھے نکاح درست ہے یا نہیں؟ مع حوالہ حدیث شریف تحریر فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ ایک ہی کافی ہے اور خطبہ مستحب ہے لہٰذا بغیر خطبہ کے بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ نکاح نام ہے ایجاب وقبول کا اور بس لہٰذا خطبہ فرض کے درجہ میں نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۶۶ھ

خطبہ نکاح سنت ہے فرض نہیں

سوال:- خطبہ نکاح فرض ہے یا سنت؟ یہ بیٹھ کر پڑھنے سے بھی درست ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ نکاح سنت ہے واجب یا فرض نہیں ہے، بغیر خطبہ کے بھی نکاح درست ہوجاتا

---

[1] ويندب أعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة، وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعا للمضى الدر المختار كراچى ص ۸/ ج ۳/ كتاب النكاح، مطبوعه زكريا ص ۶۶، ۶۹/ ج ۴/ مطلب كثيرا ما يتساهل فى اطلاق المستحب على السنة، هداية على هامش الفتح ص ۱۸۹/ ج ۳/ اول كتاب النكاح، مطبوعه دار الفكر بيروت، الفقه الحنفى وادلته ص ۱۴۱/ فقه المعاملات، كتاب النكاح، خطبة النكاح، مطبوعه دار الفيحاء بيروت.

ہے۔خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھنے سے بھی نکاح بلاشبہ ہوجاتا ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قاضی کا ہونا خطبہ نکاح کے لئے ضروری نہیں

سوال:- کیا نکاح صرف قاضی پڑھا سکتا ہے اور کوئی علم داں شخص نہیں پڑھا سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح ہر شخص پڑھا سکتا ہے۔قاضی کی تخصیص نہیں۔بلکہ عورت اور مرد خود بھی گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کر سکتے ہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے

سوال:- خطبہ نکاح کس وقت پڑھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] یستحب أن یکون النکاح ظاهراً أو أن یکون قبله خطبة الخ. البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ج۳/ کتاب النکاح ، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۶۶، ۶۹/ج۴/ کتاب النکاح.

[۲] وینعقد بایجاب من احدهماوقبول من الآخروضعاً للمضی کزوجت نفسی اوبنتی ،ویقول الآخر تزوجت الدرالمختارعلی ردالمحتار کراچی ص ۹ ج۳/کتاب النکاح،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح،ملتقی الابحر علی هامش الانهرص۴۶۷/ج ۱/کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[۳] ویندب أعلانه وتقدیم خطبته الخ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتارزکریا ص۶۷/ج۴/ کتاب النکاح،مطلب کثیر اما یتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ج۳/ کتاب النکاح .

خطبہ پہلے ہو یا ایجاب وقبول؟ اور قاضی ووکیل کا الگ الگ ہونا

سوال:- یہاں پر پہلے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایجاب وقبول واجب ہے اور خطبہ سنت ہے۔ اس لئے ایجاب وقبول پہلے ہونا چاہئے اور خطبہ بعد میں۔ نیت ایجاب وقبول اس طرح کرائی جاتی ہے کہ فلاں کی صاحبزادی فلاں صاحب کی وکالت اور فلاں فلاں کی شہادت میں اپنے نفس کو بعوض اتنے اتنے آپ کی زوجیت میں دیا کیا آپ نے قبول کیا؟

(الف) سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے کہ پہلے ایجاب وقبول ہو یا نہ ہو؟

(ب) کیا وکیل دوسرا ہو اور ناکح دوسرا اور قاضی یہ کہے کہ فلاں کی وکالت سے اور قاضی صرف خطیب کی حیثیت رکھتا ہو۔ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) پہلے خطبہ پڑھا جائے پھر ایجاب وقبول کرایا جائے[1]۔ یہ بات کہ فرض پہلے ہو سنت بعد میں ہو، قاعدہ کلیہ نہیں۔ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ منھ دھونا فرض ہے۔ سنت پہلے ادا کی جاتی ہے فرض بعد میں۔ فجر کی نماز میں سنت دو رکعت پہلے پڑھتے ہیں فرض بعد میں پڑھتے ہیں۔

(ب) یہ صورت بھی درست ہے۔ قاضی بھی وکیل ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/ ۹۴ھ

دو نکاح کے لئے ایک خطبہ

سوال:- اگر ایک ہی مجلس میں دو شخص کا نکاح پڑھانا ہو تو اس کے لئے الگ الگ دو

---

[1] ویندب إعلانه وتقدیم خطبة الدر المختار کراچی ص ۸/ ج ۳/ کتاب النکاح.

خطبے پڑھنا چاہئے یا ایک ہی خطبہ کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک خطبہ بھی کافی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خطبہ نکاح بیٹھ کر ہے یا کھڑے ہو کر؟

سوال:- شادی کے اندر خطبہ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا بغیر خطبہ کے شادی نہیں ہوسکتی۔ اگر خطبہ ضروری ہے تو بیٹھ کر پڑھیں یا کھڑے ہو کر؟ جب کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں تو اس کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا خطبہ پڑھنا شرط یا رکن نہیں بلکہ مندوب ہے۔ ویندب اعلانہ وتقدیم خطبة وکونہ فی مسجد یوم جمعة درمختار[2] ص ۴۰۲/ ج ۲/ بعضے حضرات کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں بعضے بیٹھ کر۔ کھڑے ہو کر پڑھنے میں اعلان کی صورت بھی ہے جو کہ مندوب ہے۔ عقد بیع وغیرہ میں بھی پڑھتے ہیں اور عامۃً یہ چیزیں بیٹھ کر ہوتی ہیں ان کے لئے مستقل قیام نہیں ہوتا۔ یہی حال خطبہ نکاح کا بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/ ۸۹ھ

خطبہ نکاح بیٹھ کر

سوال:- خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر؟

---

[1] فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۴۸/ ج ۷/ متعلقات نکاح، دوسرا باب، سوال ص ۱۶۵/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند۔

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار ص ۸/ ج ۳/ کتاب النکاح مطبوعہ کراچی، مطبوعہ زکریا ص ۶۷/ ج ۴/ مطلب کثیرا مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس خطبہ کا کھڑے ہوکر پڑھنا کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ بیٹھ کر پڑھنے کا معمول ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

خطبہ نکاح کھڑے ہوکر

سوال:- ہمارے شہر میں ایک امام صاحب تشریف لائے ہیں اور خطبہ نکاح کھڑے ہوکر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کھڑے ہوکر پڑھنا مسنون ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جتنے خطبے دیئے ہیں وہ سب کھڑے ہوکر دیئے ہیں جب کہ خطبہ نکاح حدیث میں کہیں بھی بیٹھ کر دینا ثابت نہیں ہے۔ تو کیا کھڑے ہوکر خطبہ نکاح دینے کا جواز ملتا ہے؟ کیا خطبہ نکاح خطبہ جمعہ واستسقاء کے مشابہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز تو کھڑے ہوکر بھی پڑھنا ہے، بیٹھ کر پڑھنا بھی ہے۔ جو شخص کھڑے ہوکر خطبہ نکاح کو پڑھنا مسنون کہے دلیل اس کے ذمہ ہے، وہ حدیث وفقہ سے ثبوت پیش کرے۔ متعدد مواقع پر حدیث شریف میں منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا ہے۔ مسلم شریف[1]، الادب المفرد[2] میں حدیثیں موجود ہیں۔ شراح نے اس جگہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حولہ فقال ان مما اخاف علیکم بعدی مایفتح علیکم من زھرۃالدنیا وزینتھا الحدیث،مسلم شریف ص ۳۳۶/ج ۱/کتاب الزکوۃ،باب التحذیر من الاغترار بزینۃ الدنیا الخ ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی .

[2] عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ جلس النبی صلی اللّٰہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جمعہ نہیں تھا۔ اس کا کھڑے ہوکر پڑھنا بھی منقول ہے۔ خطبہ نکاح کو خطبہ جمعہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/ ۹۴ھ

خطبہ نکاح میں نفقہ وغیرہ کا ذکر

سوال:- ایجاب وقبول کے درمیان نان ونفقہ کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اور بغیر اس کے نکاح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان چیزوں کا تذکرہ نکاح میں ضروری نہیں بغیر ان کے ذکر کے بھی نکاح درست ہوجاتا ہے۔ یہ چیزیں تو بغیر ذکر کئے بھی لازم ہوجاتی ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کا اعلان

سوال:- بوقت نکاح اعلان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر بارات کے آدمی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) علیہ وسلم عام الفتح علی درج الکعبة فحمد اللّٰہ واثنی علیه، ثم قال: من کان له حلف فی الجاهلیة لم یزده الاسلام الاشدة ولا هجرة بعد الفتح، اخرجه الترمذی فی السیر وابن حزیمة فی الزکاة الخ، الادب المفرد علی هامش فصل اللّٰہ الصمد فی توضیح الادب المفرد ص ۵۵۸، ۵۵۹/ ج ۱/ باب لاحلف فی الاسلام، رقم ۵۷۰/ مطبوعه عباس احمد البازمکة المکرمة.

[1] تجب النفقة والکسوة والسکنی للزوجة علی زوجها بنکاح صحیح الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۱۷۳/ ج ۲/ کتاب الطلاق، اول باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، درمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۷۸/ ج ۵/ باب النفقة، مطلب: اللفظ جامد ومشتقٌ، شرح وقایة ص ۱۷۱/ ج ۲/ کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

کثرت سے موجود ہوں پھر بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور کس چیز سے شریعت میں اعلان کرنا جائز ہے؟ ہمارے یہاں رواج ہے کہ شادی میں گانے بجانے کے ساز و باز جو برات مروج ہے، ان سے اعلان کرایا جاتا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح کا اعلان مندوب ہے ویندب أعلانه اھ درمختار[1] ص ۴۰۴/ ج ۲/ اعلان کے لئے بوقت عقد محض دف بجادینا کافی ہے اور طریقہ مروجہ پر ساز وغیرہ بجانا جیسا کہ سوال میں درج ہے جائز نہیں۔ وکره كل لهو أى كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التاويلات والأطلاق شامل لنفس الفعل وأستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والضنج والبوق فكلها مكروهةلانهازىّ الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام اھ شامی[2] ص ۲۷۹/ ج ۵/ وعن الحسن لابأس بالدف فى العرس يشتهر وفى السراجية هٰذا اذا لم يكن لهٗ جلاجل ولم يضرب علىٰ هيئة التطرب اھ شامی[3] ص ۲۴۷/ ج ۵/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱/۱۳۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار نعمانية ص ۲۶۱/ ج ۲/ كتاب النكاح ،شامی زكريا ص ۶۷/ ج ۴/ مطلب كثيراً مايتساهل فى اطلاقه المستحب على السنة،النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] شامی نعمانية ص ۲۵۳/ ج ۵/ فصل فى البيع كتاب الحظر والإباحة،مطبوعه زكريا ص ۵۶۶/ ج ۹/ سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۲۲۲/ ج ۴/ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،طحطاوى على المراقى ص ۲۵۸/ قبيل باب مايفسدالصلوة،مطبوعه مصر.

(نمبر ۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مقررہ امام نے نکاح دوسرے کے ذریعہ پڑھوایا

سوال:- ہمارے یہاں جامع مسجد کے پیش امام صاحب نکاح وجنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی دوپہر بعد آیا اور کہا کہ شام ۴/ بجے تشریف لائیں نکاح ہوگا۔ امام صاحب احتیاطاً ایک آدمی کو ساتھ لیکر چلے، کیونکہ رات کو واپس آنا تھا۔ اندھیری رات ہے۔ وہ لوگ بھی سواری لئے منتظر تھے۔ دونوں آدمی سواری میں بیٹھ کر وہاں مغرب میں پہنچے پھر وہ لوگ اپنے گھر لے گئے۔ معلوم ہوا یہاں مسجد بھی ہے، امام بھی موجود ہیں، ہمارے امام کو شک ہوا کہ یہ نکاح کیسا ہے؟ ان لوگوں نے اطمینان دلایا کہ طلاق شدہ ہے اور کاغذ لائے تو دیکھا کہ فتویٰ دیوبند موجود تھا۔ جس کا نمبر وغیرہ ہمیں یاد نہیں، ان لوگوں کے پاس مستند بامہر فتویٰ تھا۔ پھر بھی امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا اور دوسرا آدمی جو ساتھ گیا تھا نکاح پڑھوادیا۔ ان لوگوں نے نکاح خوانی گھر پہونچادی جس کو امام نے نصفا نصف کردیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم نے خود کیوں نہیں پڑھا اور شک تھا تو نکاح خوانی کیوں لی۔ اس وجہ سے امام صاحب نے وہ پیسہ ایک بیوہ عورت کو دے دیا۔ پھر بھی کچھ آدمی خلاف ہیں۔ اس پر ہمارے امام پر کیا ہونا چاہئے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام صاحب نے تحقیق کرلی اور فتویٰ دیکھ لیا کہ یہ نکاح صحیح ہے۔ پھر اپنے ساتھی سے کہہ دیا کہ تم نکاح پڑھادو۔ ساتھی نے پڑھادیا۔ تب بھی امام صاحب پر اعتراض کرنا بیجا ہے اور غلط ہے۔ کسی مصلحت سے آدمی خود نکاح نہ پڑھے دوسرے سے پڑھوادے تو یہ بھی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۳ شامی نعمانیة ص ۲۲۳/ ج۵/ قبیل فصل فی اللبس، کتاب الحظر والإباحة، مطبوعه زکریا ص ۵۰۵/ سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲۲۲/ ج۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۲۰۷/ ج۸/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

درست ہے، کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/ ۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کس سے پڑھوایا جائے؟

سوال:- ایک شخص ریش بریدہ جو صوم وصلوۃ کا بھی پابند نہیں مگر موروثی نکاح خوانی کی وجہ سے خود کو نکاح خوانی کا مستحق سمجھتا ہے اس سے نکاح پڑھایا جائے؟ یا جو شخص عالم دین صوم وصلوۃ کا پابند ہے جامع مسجد کا امام ہے اس سے پڑھوانا بہتر ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً پورا اختیار ہے جس کے ذریعہ چاہے نکاح پڑھوالیا جائے۔ کسی نکاح خواں کی کوئی قید نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص دیندار اور مسائل نکاح سے خوب واقف ہو اس سے پڑھوایا جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

بے داڑھی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح

سوال:- زید کا نکاح مشتری کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ قاضی ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے پاس ڈاڑھی نہیں ہے اور وہ نکاح پڑھا چکا ہے نکاح ہوا یا نہیں؟

---

[1] وکونہ فی مسجد یوم جمعة بعاقدرشید، درمختار علی الشامی ص ۸/ج ۳/ کتاب النکاح، دارالفکر بیروت، النہر الفائق ص ۱۷۶/ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱/ج ۳/ کتاب النکاح.

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی بغیر ڈاڑھی کا ہو تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہو جائے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نابینا بھی نکاح پڑھا سکتا ہے

سوال:- اندھا آدمی اگر خطبہ پڑھا دے یا دکر کے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ جب کہ اس نے نہ وکیل کو دیکھا نہ دولہا کو اور نہ گواہان کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایجاب وقبول کے گواہ آنکھ والے موجود ہیں تو نکاح درست ہو جائے گا اگرچہ خطبہ پڑھانے والا اندھا ہو۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۶/۵/ ۸۹ھ

---

[1] البتہ نکاح کسی متقی عالم دین سے پڑھوانا بہتر ہے۔ ویندب أعلانه ألی قوله وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید وشهود عدل الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۶۷/ ج۴/ کتاب النکاح، مطلب کثیراً مایتساهل فی أطلاق المستحب الخ،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح،النهرالفائق ص۱۷۶/ ج۲/ کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، ابوالقاسم ادروی.

[2] اس لئے کہ نکاح میں اصل ایجاب وقبول ہے اور وہ دو نابینا گواہوں کی موجودگی میں ہو چکا ہے، خطبہ نکاح صرف سنت ہے، بغیر خطبہ کے بھی نکاح درست ہو جاتا ہے، لہٰذا مذکورہ نکاح درست ہو گیا۔ یستحب ان یکون النکاح ظاهراً وان یکون قبله خطبة،وینعقدبایجاب وقبول وضعاللمضی ، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱/ ج۳/ کتاب النکاح،النهرالفائق ص۱۷۶/ ج۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،والنکاح جائز بغیر خطبة،الفقه الحنفی وادلته ص ۱۴۱/ ج۲/ فقه المعاملات ، القسم الاول، کتاب النکاح،خطبة النکاح،مطبوعه دارالفیحاء بیروت. (م رن)

برہمن سے نکاح پڑھوانا

سوال: -مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے کہ اگر برہمن نکاح پڑھادے تو جائز ہے کہ نکاح نام ہے ایجاب وقبول کا۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص نکاح پڑھاتا ہے وہ شرعی قاضی نہیں، لہٰذا اس میں قاضی کی شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ وہ شخص محض ایجاب وقبول کی تعبیر کرتا ہے[1] زوجین خود گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/ ۸۵ھ

جواب صحیح ہے: غیر مسلم کے ایجاب وقبول نکاح کردینے سے اگرچہ حقیقۃً نکاح منعقد ہوجاتا ہے[2] مگر ایسا کرنا سخت بے غیرتی اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے[3]

بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ ۲۲/۱۲/ ۸۵ھ

---

[1] واذا اذنت المرأة للرجل ان يزوجها من نفسه فعقدبحضرة شاهدين جاز الى قوله ولناان الوكيل سفيرومعبر،هداية على هامش الفتح ص ۳۰۵،۳۰۷/ ج۳/فصل فى الوكالة باالنكاح، مطبوعه دارالفكر بيروت،النهرالفائق ص ۲۲۶/ ج۲/فصل فى الوكالة،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۶/ ج۳/باب الاولياء والاكفاء ،فصل فى الوكالة.

[2] وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعاً للمضى الدرالمختار ص ۹/ ج۳/ كراچى كتاب النكاح،سكب الانهر ص ۴۶۷/ ج ۱/ كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، فتح القدير ص ۱۸۹/ كتاب النكاح،مطبوعه دارالفكر.

[3] ويندب أعلانه وتقديم خطبة فى مسجد يوم جمعة بعاقدر رشيد وشهود عدول الدر المختار على الردالشامى ص ۸/ ج۳/ كراچى كتاب النكاح،البحرالرائق ص ۸۱/ ج۳/ كتاب النكاح، مطبوعه كوئٹه، النهرالفائق ص ۱۷۶/ ج۲/ كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

شیعہ وغیرہ سے نکاح پڑھوانا

سوال:- اگر اہل سنت والجماعت کا نکاح کوئی شیعہ یا غیر مسلم پڑھ دے یعنی خطبہ و ایجاب وقبول کوئی شیعہ یا غیر مسلم کرائے تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زید کا نکاح اس طرح پر ہوتا ہے کہ زاہد شیعہ نکاح خواں ہے۔ عمر وبکر لڑکی کی طرف سے گواہ ہیں۔ زاہد عمر وبکر سے دریافت کرتا ہے کہ انکا کیا بیان ہے۔ وہ (عمر وبکر) بیان کرتے ہیں کہ فلاں لڑکی اور فلاں کی بیٹی اتنے مہر پر زید کے نکاح میں دی زاہد (نکاح خواں) زید سے دریافت کرتا ہے کہ آپ کو قبول ہے۔ یہ اقرار کرتا ہے کہ اس اقرار کے بعد زاہد خطبہ پڑھتا ہے۔ زید اور لڑکی بالغ ہیں۔ اہل سنت والجماعت ہیں، گواہ بھی اہل سنت والجماعت ہیں، لیکن زاہد شیعہ ہے۔ تو کیا یہ نکاح عقائد احناف کے مطابق درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل ایجاب وقبول شوہر اور بیوی نے کیا۔ کوئی شیعہ یا غیر مسلم محض خطبہ پڑھے یا اس ایجاب وقبول کی تصدیق زوجین سے کرے تو اس سے نفس نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی[1]، تاہم مستحب اور بہتر یہی ہے کہ کسی دیندار صالح آدمی سے خطبہ پڑھوایا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعاً للمضى الدرالمختار ص ۹/ج۳/ كراچى كتاب النكاح،سكب الانهر ص۴۶۷/ج ۱/كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، فتح القدير ص ۱۸۹/كتاب النكاح،مطبوعه دارالفكر.

[2] ويندب أعلانه وتقديم خطبة فى مسجد يوم جمعة بعاقدر رشيد وشهود عدول الدر المختار على الردالمحتار ص۸/ج۳/ كراچى، كتاب النكاح،البحرالرائق ص ۸۱/ج۳/كتاب النكاح، مطبوعه كوئٹه، النهرالفائق ص۱۷۶/ج۲/كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

فصل پنجم: الفاظ نکاح

ایجاب وقبول کے الفاظ

سوال:- ان لفظوں سے نکاح ہوتا ہے کہ نہیں کہ کسی نے گواہوں کے روبرو کہا ''میں نے اپنی فلاں لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔'' آیا نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الفاظِ نکاح کتنی بار کہے جائیں؟

سوال:- (۱) نکاح منعقد ہونے کے لئے کتنے الفاظ کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر نکاح جائز نہ ہو؟

---

[1] وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الاخر کزوجت نفسی اوبنتی ویقول الاخر تزوجت ای او قبلت لنفسی الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۹/ج۴/ کتاب النکاح مطلب کثیراً مایتسا هل فی اطلاق المستحب علی السنة،بدائع کراچی ص ۲۳۱/ج۲/کتاب النکاح فصل واما رکن النکاح،بحر کوئٹه ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح.

(۲) ناکح ایجاب وقبول کے الفاظ کو صرف ایک بار کہے یا تین بار سے کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دولفظ، ایک ایجاب دوسرا قبول ہوتو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ کم ازکم دوگواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے[۱]۔

(۲) ایک بار کہنا کافی ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا

سوال:- میرا نام زہرہ خاتون ہے والد کا نام نذیر محمد خاں ہے۔ ساہوا گاؤں ضلع چوروکی رہنے والی ہوں۔ میری ایک بڑی بہن مقصودہ بانو ہے جو میری ہی طرح طلاق کے بعد تعلیم حاصل کرکے رتن گڈھ میں ملازم ہے۔ ہم دونوں بہنوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی تھی اور ۱۴/ ۱۵/ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ ہم دونوں سسرال پہونچ گئیں، دونوں آٹھویں اور دسویں پاس تھیں۔ ہم لوگ گاؤں اور پچھڑے ہوئے قصبے میں پلے ہیں، نہ ہم میں اسلامی شعور تھا اور نہ ہم مذہب کی الف ب سے واقف تھے صرف کلمہ طیبہ آتا تھا۔ حلال وحرام، نکاح

---

[۱] قال النکاح ینعقدبالایجاب والقول بلفظین یعبربهما عن الماضی الی قوله ولاینعقدنکاح المسلمین الابحضورشاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین اور رجل وامرأتین عدولاً کانوا اوغیرعدول الخ هدایه ص ۳۰۵/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه یاسرندیم دیوبند، الدر المختارعلی الشامی کراچی ص ۹/ج۳/اول کتاب النکاح،المحیط ص ۵/ج۴/کتاب النکاح،الفصل الاول فی الالفاظ التی الخ مطبوعه ڈابهیل گجرات.

[۲] وینعقد ای النکاح متلبساً بایجاب من احدهما وقبول من الآخر،الدرالمختار کراچی ص ۹/ ج۳/کتاب النکاح، تاتارخانیه ص ۵۷۹/ج۲/کتاب النکاح الفصل الاول فی الالفاظ التی الخ، مطبوعه کراچی،النهرالفائق ص ۱۷۶/ج۲/کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

وطلاق کی اہمیت یا فرق سے ذرا بھی واقف نہیں تھے۔ والدین نے بہت ناز سے پیار سے پالا تھا۔ والد سرکاری کمپاونڈر تھے، ریٹائرڈ، ہونے کے بعد پریکٹس کررہے ہیں۔ غرض یہ کہ سسرال سے میری والدہ کنیز فاطمہ کا قریبی رشتہ تھا۔ لہٰذا گھر کی ایک دوعورتوں نے خاصا پیار دیا مگر میرا شوہر دوچار دن بعد سے ہی جھگڑے اور گالیوں پر آمادہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اور اب وہ میری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ وہ سامنے رہنے والی ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا، جو بعد میں گھر آ گئی۔ والدین نے میرے شوہر اور سسرال والوں کو بہت نوازا بہت سمجھایا مگر جو جھگڑے گالی گلوچ مار پیٹ شروع ہوچکی تھی وہ کم نہ ہوسکی بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا۔ میرے ہی کمرے میں میرا شوہر محمد شفیع اپنی محبوبہ سے سبھی کچھ کرتا رہا میرا خاموش رہنا ضروری تھا۔ میں خاموشی پر بھی گالیاں کھاتی اور پٹتی رہی۔ طلاق دیدوں گا طلاق دے کر ہی رہوں گا تو تو تیرے باپ کے گھر ہی اچھی لگتی ہے۔ مجھے گھر روانہ کردیا گیا اور والدین نے فٹ بال کی طرح ٹھوکر مار کر سسرال واپس کردیا۔ میرے شوہر نے پھر جھگڑا کیا کہ تو طلاق کے قابل ہے میں تجھے طلاق دیدوں گا اور سفید چادر اوڑھا کر گھر سے ذلیل کرکے نکالوں گا۔ ایک روز بہت جھگڑا ہوا۔ جب میں مقابلہ میں تھک گئی تو دو تین عورتوں نے بیچ بچاؤ کیا تو اور غضب ہوگیا نکال دو اس رانڈ کو میں نے اسے طلاق دی اسے دھکے دے کر نکالو، میں والدین کے یہاں بھجوادی گئی۔ والدین نے سارا ماجرسن کر نرس کی ٹریننگ میں ڈالدیا، اب میں ہوسٹل میں ٹریننگ کرنے لگی اور اپنے کو طلاق شدہ سمجھنے لگی۔ میرے والد کے بھائی جناب نور محمد خاں کی سالی کے لڑکے جن کا نام واجد حسین خاں ہے یہ جے پور میں رہتے ہیں۔ ان کی خالہ نور محمد خاں کی اہلیہ نے میری شادی سے پہلے ان کے پیغام میرے نام اشارۃً بھجوائے تھے۔ چونکہ میری شادی میری والدہ کی رشتہ داری میں ہونا طے ہوگئی تھی اس لئے خاموشی اختیار کی گئی، غرض کہ واجد حسین خاں مجھ سے ملنے ہوسٹل آتے رہتے تھے اور گھنٹوں باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اخلاقی طور پر ہم ایک

دوسرے کے بہت ہی قریب تھے ان کے گھر بھی آنا جانا تھا۔ میری ٹریننگ بھی ختم ہو چکی تھی۔ ایک دن واجد صاحب مجھے گھر لے گئے۔ دنیاداری کی باتیں ہوتی رہیں۔ مجھے رات میں واجد صاحب کے گھر میں قیام کرنا پڑا۔ اس رات ہم دونوں میں یہ بھی طے ہو گیا کہ ہم ایک دوسرے سے شادی کرلیں گے۔ ہم دونوں نے ہی حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا کہ ہم دونوں شادی کرلیں گے اور اسی رات ہم ایک دوسرے میں ضم ہو گئے۔ میرے بطن میں واجد حسین صاحب کا نطفہ قرار پایا اور ایک دو دن انھیں کے گھر رہ کر اپنے گاؤں چلی آئی۔ مجھے سروس کرنی تھی، میری سسرال کے کچھ معتبر لوگ میرے گھر آئے اور والدین سے کہا کہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے لڑکی کو بھیجدو۔ لہٰذا مجھے سسرال بھیج دیا گیا۔ وہاں جا کر میں نے اپنے کو ہر طرح محفوظ رکھا اور اس جال سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ میرا شوہر جو مجھے طلاق دے چکا تھا۔ اب وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ شادی اس لڑکی سے کرے اور نوکری مجھ سے کرائے اور خدمت بھی میں کروں لیکن وہ جھگڑے بھی برابر کرتا رہا اور آنگن میں بیٹھ کر کہتا جان من نوکری کرو نوکری۔ طلاق دے چکا تو کیا ہوا تجھے اس گھر سے جانا ہے۔ میری زبان تو کھل ہی چکی تھی۔ لہٰذا ایک سوال کے چار جواب دیتی اور پٹتی چنانچہ ایک دن بہت بڑا ہنگامہ ہوا اگر چند عورتیں نہ بیچ بچاؤ کرتیں تو شاید مار ہی ڈالتا۔ جھگڑے اور طلاق کی اطلاع میرے والدین کو پہنچی تو میرے بڑے بھائی محمد بشیر مجھے لینے آئے۔ پھر جھگڑا ہوا میرے شوہر نے کہا کہ طلاق دیدی تو کیا ہوا۔ میں اس بدمعاش رانڈ کو نہیں بھیجوں گا غرضیکہ میں اپنے بڑے بھائی صاحب کے ساتھ والدین کے گھر آ گئی میرا رجحان تعلیم کی طرف ہو گیا میں نے واجد صاحب کے نطفے سے ایک لڑکے کو جنم دیا جو اس وقت گیارہ سال کا ہے۔ واجد حسین خاں صاحب کو میں اپنا شوہر ۱۹۷۴ء سے تسلیم کرتی ہوں۔ اس طرح وہ بھی مجھے اپنی بیوی تسلیم کرتے ہیں، ہم دونوں نے حمائل شریف پر ہاتھ رکھ کر ایک دوسرے کو زن وشوہر تسلیم کیا ہے۔ لیکن نکاح کے دو بول نہیں پڑھے یا سنے۔ ۱۹۷۵ء میں میں نے لڑکے کو جنم دیا۔ اردو پڑھی، عربی پڑھی اور دینیات

سے واقفیت حاصل کی ان دنوں میں جے پور میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کررہی ہوں۔ بچہ میرے پاس رہتا ہے اردو دینیات اور انگلش کی تعلیم حاصل کررہا ہے۔ واجد ایک عدد بیوی کے شوہر اور ایک بچی کے باپ ہوچکے ہیں۔ اب وہ مجھے اور بچے کونوازنا چاہتے ہیں۔ وہ کثیر تعداد کو روشناس کراچکے ہیں کہ میں ۱۹۷۴ء سے ان کی بیوی ہوں اور یہ بچہ جن کا نام انھوں نے خود ہی رکھا تھا۔ یعنی آصف کے وہ والد ہیں یا آصف ان کا بیٹا ہے۔ لہٰذا (۱) کیا واجد حسین خاں صاحب سے میرا نکاح ہوچکا ہے یا مجھے نکاح پڑھنا ہوگا۔ اگر نکاح پڑھنا ہوگا تو بچہ کی ہیئت کیا رہے گی یہ بچہ تو انہیں کے نطفے سے ہے۔ (۲) مجھے میرے پہلے شوہر سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پہلے شوہر کے طلاق دینے کے گواہ موجود ہیں[۱] یا خود شوہر کو طلاق کا اقرار ہے اور اس اقرار کے گواہ ہیں تو طلاق واقع ہوگئی[۲] وقت طلاق سے تین مرتبہ ماہواری آنے پر عدت ختم ہوگئی[۳] اور دوسرے نکاح کا آپ کو حق ہوگیا[۴] لیکن حمائل شریف ہاتھ میں رکھ کر دونوں کا

---

[۱] وشرط لغیر ذالک ،رجلان اور رجل وامرأتان مالاً کان اوغیر مال کالنکاح والرضاع والطلاق، مجمع الانهر ص ۲۶۱ / ج۳ / کتاب الشهادات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۶۲ / ج۷ / کتاب الشهادات مطبوعه الماجدیه کوئٹه،شامی کراچی ص ۴۶۵ / ج۵ / کتاب الشهادة.

[۲] ولو اقر بالطلاق کاذباً اوهازلاً وقع قضاء الخ شامی کراچی ص ۲۳۶ / ج۳ / کتاب الطلاق، قبیل مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراه،وفی الخانیة فان اقر الاول بالنکاح والطلاق الی قوله فالطلاق واقع وعلیها العدة کانه طلقها للحال،خانیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۸ / ج ۱ / کتاب النکاح، باب فی المحرمات فصل فی اقرار احدالزوجین بالحرمة الخ ،البحر الرائق ص ۲۴۶ / ج۳ / کتاب الطلاق مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] عدة الحرة للطلاق اوالفسخ ثلاثة اقراء،بحر کوئٹه ص ۱۲۸ / ج۴ / باب العدة،شامی کراچی ص ۵۰۵ / ج۳ / باب العدة،تاتارخانیه ص ۵۳ / ج۴ / کتاب الطلاق،الفصل الثامن والعشرون فی العدة مطبوعه کراچی.

(نمبر۴ / کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عہد کرلینا کافی نہیں بلکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول لازم ہے بغیراس کے نکاح نہیں ہوتا[1] واجد حسین خانصاحب کے ساتھ جو تعلق ہوا وہ زنا کاری ہے اور زنا سے جو بچہ ہوا اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا[2] گذشتہ زندگی سے تائب ہوکر واجد حسین خانصاحب سے نکاح کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

اشارۂ سر، یا لفظ منظور سے قبول نکاح

سوال:- ہندہ باکرہ ہے اور وہ جب گواہوں کے سامنے آئی تو استحیاءً اس نے ایجاب کا جواب لفظ قبلت یا کسی اور لفظ سے نہیں دیا بلکہ خاموش رہی یا سر سے منظوری کا اشارہ کیا یا بجائے قبلت کے منظور ہے کا لفظ کہنے سے نکاح بلاتردد منعقد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خاموش رہنے اور سر ہلانے سے منعقد نہیں ہوگا اور لفظ منظور ہے کہنے سے منعقد ہوجائے گا۔ وینعقد بإیجاب وقبول وضعاللمضی وبما وضع احدهما له والأخر للاستقبال کزوجنی فاذا قال زوجت اوقبلت او بالسمع والطاعة بزازیه اھ نص

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وتحل للازواج بمجرد انقطاع العدة، بدائع الصنائع ص ۱۸۳/ ج ۳/ کتاب الطلاق فصل واما شرائط جواز الرجعة مطبوعه کراچی.

[1] وینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الأخر وضعاً للمضی وشرط حضور شاهدین حرین اوحر وحرتین الدرالمختار کراچی ص ۲۲/ ج ۳/ کتاب النکاح، بحر کوئٹه ص ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح هدایه ص ۳۰۵/ ج ۲/ کتاب النکاح مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنه قال قام رجل فقال یارسول الله ان فلانا ابنی عاهرت بامه فی الجاهلیة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لادعوة فی الاسلام ذهب امر الجاهلیة الولد للفراش وللعاهر الحجر رواه ابوداؤد مشکوة شریف ص ۲۸۷/ ج ۲/ باب اللعان، الفصل الثالث مطبوعه دیوبند ابوداؤد ص ۳۱۷/ ج ۱/ کتاب الطلاق باب الولد للفراش طبع اشرفی دیوبند.

عبارتها قال زوجی نفسک منی فقالت بالسمع والطاعةصح اھ ونقل ھٰذا الفرع فی البحر عن النوازل ونقله فی موضع اٰخرعن الخلاصةفافهم درو شامی[1] مختصراً الاشارة انما تعتبر اذا صارت معهودة وذٰلک فی الاخرس دون المعتقل ولان الضرورة فی الاصل لازمة وفی العارض علیٰ شرف الزوال اھ مجمع الانهر ص ۷۳۳/ ج ۲/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شربت پر پھونک مار کر ایک گھونٹ پینے سے نکاح

سوال:- چھوٹے چھوٹے بچوں کو کلمہ پڑھ کر شربت پر پھونک مار کر پلا دینے سے نکاح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اتنی بات سے نکاح نہیں ہوجاتا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/ ۹۴ھ

''لڑکی خدا واسطے دیدی'' کہنے سے نکاح ہوگا یا نہیں؟

سوال:- زید نے اپنی دختر ہندہ جس کی عمر تقریباً چار پانچ سال کی ہے زید نے اپنے

---

[1] الدرالمختارمع الشامی کراچی ص ۱۰۹/ ج۳/ کتاب النکاح،بزازیه علی الهندیه ص ۱۰۹/ ج۴/ کتاب النکاح،الفصل الاول،مطبوعه کوئٹه،هدایه ص ۳۰۵/ ج۲/ کتاب النکاح مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[2] مجمع الانهر ص ۴۷۴/ ج۴/ کتاب الخنثیٰ،مسائل شتی مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] وینعقد أی النکاح بایجاب وقبول وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخروحضور حرین کلفین مسلمین مجمع الأنهر ص ۴۷۲،۴۶۷/ ج ۱ کتاب النکاح،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۱،۸۷/ ج۳/ کتاب النکاح،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۶۹، ۹۱/ ج۴/ کتاب النکاح.

ہوش وعقل کے ساتھ یہ الفاظ کہے۔ کہ میں نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ خالد کے پسر کو اللہ واسطے دیدی ہے۔ خالد نے اسی مجلس میں اپنے پسر کے لئے قبول کیا۔ آیا عندالشرع صورت مسئولہ میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ الفاظ کہ میں نے اپنی دختر ہندہ کو خالد کے پسر کو اللہ واسطے دیدی ہے، کنایاتِ نکاح میں سے ہیں اگر بہ نیت نکاح یہ الفاظ کہے ہیں یا کوئی دوسرا قرینہ وغیرہ نکاح پر موجود ہے اور اس مجلس کو عقد نکاح سمجھا گیا ہو اور گواہوں نے بھی یہی سمجھا ہو کہ ان الفاظ سے مقصود نکاح ہے تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا ورنہ نہیں۔ وانمایصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریحان وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملة فلایصح بالشرکة فی الحال خرج الوصیة غیر المقیدة بالحال کهبة وتملیک وصدقة وعطیة وقرض وسلم واستیجار وصلح وصرف وکل ماتملک به الرقاب بشرط نیة اوقرینة وفهم الشهود المقصود. درمختار[1] ص۴۱۳/ج۲/۔ فقط

والحاصل انه کنایة علیٰ ثلثة انواع ماینعقد به اجماعاً اھ زیلعی قال الشلبی وذٰلک کالتملیک والهبة والصدقة ونحوها[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۰/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف

---

[1] درمختار کراچی ص ۱۶، ۱۸/ج۳/کتاب النکاح، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۷۸، ۸۳/ج۴/فتاوی الهندیه کوئٹه ص ۲۷۰/ج۱/کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالاینعقدبه، النهرالفائق ص ۱۷۹/ج۲/کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] زیلعی مع حاشیة العلامة الشلبی ۹۸/ج۲/ مکتبة امدادیة ملتان (کتاب النکاح) مجمع الانهر ص ۴۷۱، ۴۷۰/ج۱/کتاب النکاح مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۸۰/ج۴/کتاب النکاح.

لفظ جان بخشی سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں

سوال:- احمد ابراہیم صوفی ایک لڑکی مسلمہ باکرہ مسماۃ حافظہ بی بی کو بہکا کر کسی گاؤں میں لے گیا اور اس گاؤں کے امام مسجد سے کہا کہ ہم دونوں کا نکاح پڑھا دیجئے امام موصوف نے انکار کیا کہ میں ایسے جھگڑے کے نکاح نہیں پڑھاتا ہوں، چنانچہ امام صاحب کے اس انکار کی وجہ سے مذکورہ لڑکی نے دو مرد اور دو عورتوں کے سامنے احمد ابراہیم صوفی کو اپنی ذات بخشدی مگر مہر کا ذکر اور تسمیہ اس مجلس میں نہ ہوا منجملہ ان دو مردوں کے ایک ان میں سے ناکح احمد ابراہیم صوفی کا پھوپھی زاد بھائی اور دوسرے رشتہ سے سالہ یا بہنوئی ہوتا ہے اور مذکورہ دو عورتوں میں سے ایک ان میں سے ناکح مذکور کی حقیقی پھوپھی ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی فرض کیجئے کہ شہود مذکورہ غیر عدول یعنی فاسق ہی ہیں اب عقد مذکور کی جب کہ لڑکی کے والدین کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی لڑکی کو گاؤں سے واپس لے آئے اور بھری مجلس میں مثلاً زید سے لڑکی مذکورہ کا نکاح پڑھا دیا چنانچہ احمد ابراہیم صوفی نے مسماۃ حافظہ بی بی اور زید ناکح ثانی کے خلاف عدالت میں نالش دائر کردی۔ تو لڑکی نے اپنے تحریری بیان میں یہ بیان دیا کہ نہ تو مجھے احمد ابراہیم صوفی نے کسی گاؤں میں بہکایا اور نہ ہی میں نے ذات بخشی کی یعنی یہ واقعہ ہی سراسر جھوٹ ہے اور من گھڑت ہے (چونکہ لڑکی اس وقت والدین اور زید ناکح ثانی کے قبضہ میں ہے اس وجہ سے لڑکی سے یہ بیان تحریری دلوایا) چنانچہ اب گذارش ہے کہ۔

(الف) حافظہ بی بی مذکورہ کے انکار اور جحود کی بنا پر نیز قطع نظر اس سے کہ قضاء قاضی کیلئے اس مدعی احمد ابراہیم صوفی کے ذمہ مذکورہ شہود نکاح پر شہادت عدولی کی بینہ عدول کی مزید ضرورت ہو یا نہ ہو ذات بخشی کے وقت مہر کے عدم ذکر اور عدم تسمیہ کے باوجود نیز شہود مذکورہ کے غیر عدول ہونے کے باوجود نفس عقد اول یعنی ذات بخشی والا عقد کنائی صحیح اور عقد ثانی یعنی زید کا عقد غیر صحیح ہوگا یا نہیں؟

(ب) نیز مدعی احمد ابراہیم صوفی کے ذمہ آیا یہ ضروری ہے کہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے علاوہ شہود نکاح کے جنھیں غیر عدول فرض کیا گیا ہے کسی اور بینہ عدول کو پیش کرے یا یہی شہود کا نکاح غیر عدول رشتہ مذکورہ کے ثبوت دعویٰ اور قضاء قاضی کے لئے کافی ہیں؟

(ج) نیز پھوپھی زاد بھائی اور حقیقی پھوپھی کا رشتہ کسی ادائے شہادت میں خواہ وہ شہادت نکاح ہو یا غیر نکاح ہو۔ مدعی کے خلاف اثر انداز ہوسکتا ہے؟ نیز ادائے شہادت میں کس قسم کا رشتہ اور قرابۃ قابل قبول نہیں؟

(د) اگر مدعی احمد ابراہیم صوفی کے ذمہ دعویٰ مذکورہ کے ثبوت کے لئے علاوہ شہود نکاح کے جو کہ غیر عدول ہیں۔ کسی اور شہود عدول کی مزید ضرورت ہو اور وہ میسر نہ آئیں تو مذکورہ عقد اول اور ثانی دیانۃً اور قضاءً کس قسم کے ہونگے صحیح یا غیر صحیح؟

(ہ) اگر شہود نکاح میں سے ایک مرد عادل یا مستور الحال ہو تو مدعی کے ثبوت دعویٰ اور قضاء قاضی کے لئے اس ایک مرد عادل یا مستور الحال کی شہادت کافی ہوگی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

نوٹ:۔ واضح ہو کہ یہ دونوں عقد کفو میں ہوئے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) کسی لڑکی کو بھگانا بڑی بے غیرتی اور کمینہ پن ہے۔ سوال میں عقد نکاح کے متعلق محض جان بخشی کا تذکرہ ہے۔ اگر محض لڑکی نے اپنی جان بخشدی اور احمد ابراہیم صوفی نے جواب میں کچھ نہیں کہا بلکہ سکوت اختیار کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ اگر باقاعدہ طرفین سے ایجاب وقبول ہوا ہے اگرچہ بجائے لفظ نکاح کے جان بخشی کا لفظ استعمال کیا گیا ہو تو نکاح منعقد اور صحیح ہوگیا[1] مہر کا ذکر صحت نکاح کے لئے ضروری نہیں بغیر ذکر وتسمیہ مہر بھی نکاح صحیح

---

[1] وانما يصح بلفظ تزويج ونكاح لأنهما صريح وما عداهما كناية هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة كهبة وتمليك وصدقة وعطية وقرض وسلم واستيجار وصلح وصرف وكل ما تملك به الرقاب بشرط او قرينة وفهم الشهود المقصود، الدر المختار كراچی ص ۱۶ / ج ۳ / كتاب النكاح، الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۸۳، ۷۸ / ج ۴ / (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہوجاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے،[۱] اور انعقاد نکاح کے لئے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں (البتہ اگر مقدمہ عدالت میں پہونچے گا تو قاضی غیر عدول کی شہادت کو رد کردیگا[۲]) اس صورت میں عقد کے صریح اور کنائی ہونے میں کوئی فرق نہیں لہٰذا صریح کو کنائی پر کوئی فوقیت نہیں ہوگی۔[۳]

(ب) عدالت میں دعویٰ ثابت کرنے کے لئے شہود کا عدول ہونا ضروری ہے[۴] غیر عدول کی شہادت کو قاضی قبول نہیں کریگا الّا یہ کہ صحت واقعہ مشہود لہا کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے۔[۵]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۹/ ج ۲/ کتاب النکاح مطبع دارالکتب العلمية بيروت، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰/ ج ۱/ کتاب النکاح الباب الثانی فيما ينعقدبه النكاح ومالا ينعقدبه.

[۱] ويصح النكاح بلاذكره اجماعاً ومع نفيه لو نفاه بان عقدعلى ان لامهرلهالزم مهر المثل، مجمع الانهر ص ۵۰۸،۵۰۹/ ج ۱/ کتا ب النکاح، باب المهر، مطبع دارالکتب العلمية بيروت، بحر کوئٹه ص ۱۴۲/ ج ۳/ باب المهر، فتاوی الهنديه کوئٹه ص ۳۰۴/ ج ۱/ الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی.

[۲] انعقدبحضور الفاسقين والاعميين والمحدودين فی قذف وان لم يتوبا وابنی العاقدين وان لم يقبل ادائو هم عند القاضی كانعقاده بحضرة العدوين، شامی زکریامع الدر المختار ص ۹۳/ ج ۴/ کتاب النکاح قبيل مطلب فی عطف الخاص على العام، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، بدائع زکریاص ۵۲۷/ ج ۲/ کتاب النکاح، فصل ومنها العدروعدالة الشاهدين.

[۳] حوالۂ بالا رقم الحاشیہ ۱/۔

[۴] وشرط للكل الحرية والإسلام والعدالة (والعدالة) وهی شرط لوجوبه لا لصحته، الملتقی مع درالمنتقیٰ على مجمع الانهر ص ۲۶۱/ ج ۳/ کتاب الشهادات مطبع دارالکتب العلمية بيروت، الدر المختارمع الشامی زکریاص ۱۷۸/ ج ۸/ کتاب الشهادات، هداية ص ۱۵۶/ ج ۳/ کتاب الشهادة، مکتبه تهانوی دیوبند.

[۵] فلو قضی بشهادة فاسق نفذ واثم فتح قال فی جامع الفتاوی واما شهادة الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شهادة تقبل والا فلافقال وفی الفتاوی القاعدية: هذا اذا غلب على ظنه صدقه وهومما يحفظ درراول کتاب القضاء، الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۱۷۸،۱۷۹/ ج ۸/ کتاب الشهادات، مجمع الانهرص ۲۱۲/ ج ۳/ کتاب القضاء، مطبع دارالکتب العلمية بيروت.

(ج) یہ رشتہ مانع قبول شہادت نہیں[۱]۔

(د) اگر عدالت قاضی میں ثبوت نہ ہو اور قاضی کو صحت واقعہ کا شہادت سے غلبہ ظن حاصل نہ ہو تو وہ عقد کو غیر معتبر مانے گا ایسی صورت میں قاضی کو چاہئے کہ ناکح کو کہے کہ تم طلاق دیدو (احتیاط کا تقاضہ یہی ہے) اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی خود نکاح کو فسخ کر دے[۲]۔

(ہ) صرف ایک مرد عادل یا مستور الحال کی شہادت پر قضاء جائز نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ر شوال ۶۷ھ

نکاح کا اقرار کافی نہیں

سوال: - ہندہ اور زید کے درمیان تین چار سال سے محبت کا خط خطوط تھا اور ہندہ

---

[۱] وتجوز شهادة الاخ لاخته شهادة الاخ لاخيه واولاده جائزة وكذالاعمام واولادهم والاخوال والخالات والعمات كذا في فتاوى قاضي خان،فتاوى عالمگيرى كوئٹه ص ۴۷۰/ ج۳/ كتاب الشهادت،الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لاتقبل،الفصل الثالث، مجمع الانهر ص ۲۷۸/ ج۳/ كتاب الشهادات،باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل،الدرالمختارمع الشامي زكريا ج۸/ كتاب الشهادات،بالقبول وعدمه.

[۲] فقد شرطاً من شرائط الصحة الى قوله بل يجب على القاضي التفريق بينهما (بل يجب على القاضي) اى ان لم يتفرقا، الدرالمختار مع الشامي زكرياص ۲۷۶، ۲۷۴/ ج۴/ كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد،النهرالفائق ص ۲۵۲/ ج۲/ باب المهر،مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

[۳] وشرط لغير ذالك الى قوله رجلان اوررجل وامرأتان مالاً كان او غيرمال كالنكاح والرضاع والطلاق والوكالة والوصية الخ،مجمع الانهرص ۲۶۱/ ج۳/ كتاب الشهادات، مطبع دارالكتب العلمية بيروت،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۱/ ج۳/ كتاب الشهادات،الباب الاول، هدايةص ۱۵۵، ۱۵۴/ ج۳/ كتاب الشهادة مكتبه تهانوى ديوبند.

نے بعض خطوط میں یہ لکھا تھا کہ میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی اور بعض میں یہ کہ آپ کو شوہر بنانا چاہتی ہوں اور اکثر خطوں میں اس نے زید کو خاوند سے تعبیر کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اظہار کیا ہے کہ آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ جو خطوط اس نے زید کے پاس بھیجے تھے ان کو زید نے دو تین بالغ عاقل آدمیوں کے سامنے پڑھ کر اس کو تین بار آدمیوں کے سامنے قبول کرلیا ہے یہ کہہ کر کہ میں اس کو اپنی زوجیت میں قبول کرتا ہوں۔ اب ہندہ کے باپ نے ان تمام باتوں کے علم ہو جانے اور ہندہ کے بہت سے خطوط ہاتھ لگ جانے کے باوجود بھی اس کو دوسری جگہ شادی میں دیدیا اور اس نے بھی خواہ اپنے والدین کے خوف سے یا دنیوی طمع کی خاطر اپنے نکاح کی اذن دیدی اب صورت اولیٰ میں مذہب حنفیہ کے مطابق نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ بر تقدیر اولیٰ نکاح ثانی کیا حکم ہے؟ اور اس جرم کا مرتکب کون اور اس کی کیا سزا مع الادلة الشريفة بينوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً

الفاظ بالا میں آپ ہی کو خاوند بناؤں گی، آپ کو شوہر بنانا چاہتی ہوں، آپ اور میرے درمیان نکاح منعقد ہو چکا ہے، نکاح کے لئے ایجاب نہیں پہلے اور دوسرے الفاظ سے خواہش ظاہر کی ہے، تیسرے الفاظ سے اقرار کیا ہے جو کذب ہے۔ انشاء عقد کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ نیز خاوند سے تعبیر کرنا بھی ایجاب کے لئے کافی نہیں۔ اگر ہندہ نے یہ ہی الفاظ لکھے ہیں اور زید نے انہیں کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر قبول کیا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوا والدین نے جو ہندہ کی اجازت سے اس کا نکاح کیا ہے وہ صحیح اور معتبر ہے۔ لیکن اگر ہندہ نے کچھ ایسے الفاظ بھی لکھے ہیں جو ایجاب کے لئے کافی ہیں اور زید نے ان کو سنا کر گواہوں کے سامنے قبول کیا ہے تو وہ صحیح اور معتبر ہے اور والدین کا کیا ہوا نکاح معتبر نہیں۔ والبسط فی ردالمحتار[1]

---

[1] ولا ينعقد بالإقرار على المختار لأن الأقرار اظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء ولا بكتابة حاضر بل غائب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه الخ. (الدر المختار على الشامي (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ص ۴۰۹/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/شعبان المعظم ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/شعبان ۵۸ھ

عورت کا قول کہ ''میں فلاں شخص کے ساتھ رہونگی'' نکاح نہیں

سوال: -اگر کوئی عورت صرف دو مردوں کے سامنے کہدے کہ میں ہمیشہ فلاں مرد کے ساتھ رہونگی، اگر وہ مرد موجود نہ ہو، تب اس طرح نکاح ہوا یا نہیں؟ جب کہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح پر راضی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنے سے خواہش نکاح کا اظہار ہوا، لیکن نکاح منعقد نہیں ہوا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

لفظ اجرت سے نکاح

سوال: -مسماۃ ہندہ نے جو عاقلہ بالغہ ثیبہ بیوہ ہے اور عمر اس کی بیس سال سے متجاوز

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۷۴، ۷۳/ج ۴/کتاب النکاح) مطلب التزوج بارسال کتاب، مطبع مکتبہ زکریا دیوبند، فتح القدیر ص ۱۹۳، ۱۹۲/ج ۳/کتاب النکاح، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[1] وینعقد ملتبساً بایجاب من احدھما وقبول من الاخر لان الشرع یعتبر الایجاب والقبول ارکان عقد النکاح الی ان قال وشرط حضور شاھدین ای یشھدان علی العقد، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۶۸، ۸۷/ج ۴/کتاب النکاح فتاوی عالمگیری ص ۲۶۷/ج ۱/کتاب النکاح الاول، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱، ۸۷/ج ۳/کتاب النکاح.

ہے، زید نے ایک مختصر سا کام کیا زید نے بعد انجام دہی ہندہ سے مذاقاً کہا کہ مجھ کو اس کی اجرت چاہئے جو خاص خصوصیت رکھتی ہو اس وقت ہندہ نے بہت خوش ہو کر کہا کہ اس صلہ میں مجھ کو لے لیجئے میں نے اپنے ہی کو آپ کے حوالہ کیا تب زید نے کہا کہ خوب مضبوط ہو کر کہو پھر ہندہ نے اور بھی مستعدی اور مضبوطی سے پرزور الفاظ میں کہا اور زید نے اس قول کو ہندہ سے بار بار کہہ کر تین چار دفعہ کہلوایا اور ہندہ نے ہر بار اقرار کیا اور زید قبول کرتا رہا اور یہ واقعہ تین چار عورتوں اور ایک مرد کے مواجہہ میں ہوا۔ پھر دوسرے دن بھی زید نے اس معاملہ کی دوبارہ تجدید وتصدیق ہندہ سے کی چنانچہ اسی طرح ہندہ اپنی ذات کو زید کے سپرد کرتی رہی اور زید قبول کرتا رہا پھر زید نے کہا کہ اس قول سے پھر تو نہ پلٹو گی ہندہ نے کہا کہ نہیں اور یہ بات ہندہ نے محبت واخلاص سے اور محبت وصداقت سے کہی اس میں کوئی بناوٹ یا مذاق کا پہلو نہ تھا اور حقیقۃً ہندہ نے محبت واخلاص سے واقعی طور پر کہا تھا تب پھر زید نے کہا کہ دیکھو اب تو رجسٹری ہوگئی ہندہ نے اسے بھی تسلیم کرلیا پس ایسی حالت میں زید اور ہندہ کا باہم عقد مناکحت شرعاً منعقد ہوگیا یا نہیں؟ بحوالہ کتب فقہ جواب سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا اور صورت عقد مناکحت ہوجانے کے مہر کیا قرار پاوے گا۔ شوہر کے خاندان کا لیا جاویگا۔ (زید) یا زوجہ یعنی مسماۃ ہندہ کے خاندان کا بینوا توجروا۔

المستفتی محمد خلیل مقیم درگاہ شریف کچھوچھہ ضلع فیض آباد یو، پی۔

تنقیحات

(۱) وہ مختصر سا کام کیا تھا (اس پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟)

(۲) جس وقت ہندہ نے زید سے اس کام کے لئے کہا تھا اس وقت اجرت کا کوئی تذکرہ آیا یا نہیں؟ اگر آیا تو کیا اجرت قرار پائی اگر نہیں تو کیا دونوں کے ذہن میں لینے دینے کا ارادہ تھا یا نہیں؟ یا محض تبرعاً واستحساناً کام کیا اور دل میں کوئی اجرت کی نیت نہ تھی؟ مہر میں اجرت کا ذکر آیا؟

(۳) ہندہ نے بعینہ یہ ہی الفاظ کہے یا کچھ اور؟ اس کے جواب میں زید نے کن الفاظ سے قبول کیا؟

(۴) ہندہ نے یہ الفاظ بنیت نکاح کہے یا کچھ اور؟ اس کو زید نے بنیت نکاح قبول کیا یا کسی اور نیت سے؟

(۵) حاضرین مرد اور عورتوں نے بھی اس کلام کو نکاح سمجھا یا کچھ اور۔؟

اولاً جواب لکھا تھا لیکن تشقیقات کے باعث محل اشکال وتامل تھا اس لئے بعد میں مناسب معلوم ہوا کہ تشقیقات اور اغلاقات کو سائل سے حاصل کرلیا جاوے تا کہ جواب صاف اور بے تردد ہو۔ لہٰذا امور مذکورہ بالا کو حل کر دیجئے پھر انشاء اللہ جواب واضح تحریر کر دیا جائے گا۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم

جوابات تنقیح

(۱) وہ کام یہ تھا کہ ہندہ نے زید کو دو سیر کی مٹھائی دی اور کہا کہ اس کو فلاں بزرگ کے نام فاتحہ پڑھ دو اس نے پڑھ دیا تھا پس واقعۃً اجرت لینا مقصود بھی نہ تھا۔

(۲) اس کام کی نہ کوئی اجرت ہوسکتی ہے نہ کوئی تذکرہ تھا نہ ضرورت ہی تھی نہ لینا مقصود تھا دونوں کے ذہن میں اجرت لینے دینے کا بالکل خیال نہ تھا یہ کام تو تبرعاً واحساناً کیا بعد میں محض مذاقاً اجرت کو کہا تھا نہ اجرت ٹھہری تھی نہ ذکر آیا تھا نہ نیت تھی نہ موقع ہی تھا۔ صورت یہ تھی کہ ۸/رجب کو ملانے فاتحہ دیتے ہیں پیسے روپیہ چراغی کے نام سے لیتے ہیں اسی بناء پر زید نے کہا کہ ہماری چراغی ملنی چاہئے ورنہ اجرت کیسی اور چراغی بھی مقصود نہ تھا نہ زید کا یہ پیشہ ہے۔

(۳) ہندہ نے بعینہٖ وہی الفاظ کہے تھے (اور اس کا اصل منشاء یہ ہی ہے کہ میں من کل الوجوہ اپنے اوپر زید کو کلی اختیار دیتی ہوں، اس کا لب ولہجہ اور عنوان محبت واخلاص وہی تھا جو لکھا ہے (زید نے کہا کہ ''میں بسر وچشم قبول کرتا ہوں مگر مضبوط رہنا'' اس نے کہا کہ ''ہاں

ہاں میں مضبوط ہوں'' اور پھر دوسرے دن رجسٹری والا مضمون پیش آیا اور ہندہ نے بھی تسلیم کیا۔

(۴) ہندہ نے بہ نیت نکاح یہ الفاظ نہیں کہے مگر زید نے بہ نیت نکاح ہی قبول کیا اور خیال کیا علماء سے دریافت کر کے جیسا ہوگا کیا جائے گا۔

(۵) حاضرین میں چند عورتیں تھیں ایک مرد بھی تھا اس کلام کو نکاح نہیں سمجھا مگر مذاقاً یہ طنز لگایا مگر نکاح نہ سمجھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے وہ دو قسم پر ہیں۔ اول صریح۔ دوم کنایہ ''اس صلہ واجرت میں آپ مجھ کو لے لیجئے'' کنایات نکاح میں سے ہے۔ صریح نہیں اور کسی کام کی اجرت میں نکاح کر دینا یعنی عورت کو اجرت قرار دینا شرعاً درست ہوتا ہے گو اس کی صحت کے لئے چند شرطیں ہیں۔

اول:۔ ادائے الفاظ کے وقت نکاح کی نیت ہو (ہندہ نے بہ نیت نکاح یہ الفاظ نہیں کہے)

دوم:۔ حاضرین اور گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو (یہاں ایسا نہیں ہوا)

سوم:۔ کوئی قرینہ بھی ارادۂ نکاح پر ہو (اس صورت میں یہ بھی نہیں)

چہارم:۔ باقاعدہ اجارہ کیا گیا ہو اور عورت کو ایسے کام کی اجرت قرار دیا گیا ہو کہ اس پر اجرت لینا شرعاً جائز ہو (صورت مسئولہ میں یہ بھی مفقود ہے)

پس یہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہوا بلکہ لغو اور بیکار ہے اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہ ہوگا۔

وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وماعداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملةفلایصح بالشرکة فی الحال خرج الوصیة غیر المقیدة بالحال کهبة وتملیک وصدقة وعطیة وقرض وسلم واستیجار وصلح وصرف وکل ماتملک به الرقاب بشرط نیة او قرینة. وفهم الشهود المقصود، درمختار[1] قوله

[1] الدرالمختار کراچی ص ۱۶، ۱۸/ ج۳/ کتاب النکاح، الدرالمختار (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر کیجئے)

وسلم واستیجار هٰذا اذا جعلت المرأة راس مال السلم اوجعلت اجرة فینعقد اجماعاً وقال تحت قوله بشرط نية اوقرينة بعد بسط الكلام وملخصه انه لابد فی كنايات النكاح من النيةمع قرينته اوتصديق القابل للموجب وفهم الشهود المراد أواعلامهم به درمختار[1] ص ۴۱۵، ۴۱۶/ ج ۲/ شرط کا معدوم ہونا جواب تنقیح سے واضح ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۷ھ

اس سوال کے تنقیح مع جواب تنقیح نقل ہیں۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۹/شعبان ۵۷ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مع الشامی زکریا ص ۸۳، ۷۸/ فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقدبه النکاح ومالا ینعقدبه، النهر الفائق ص ۱۷۹/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت.

[1] شامی کراچی ص ۱۶،۱۷/ ج ۳/ کتاب النکاح، مجمع الانهر ص ۴۷۱/ ج ۱/ کتاب النکاح مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۹۸/ ج ۲/ کتاب النکاح مطبع مکتبه امدادیه ملتان.

فصل ششم: تحریر اور ٹیلیفون سے نکاح

نکاح بذریعۂ خط

سوال: – دلہا افریقہ میں اور دلہن ہندوستان میں اور نکاح پڑھانا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دلہن یا اس کا ولی دلہا یا اس کے ولی کو بذریعہ خط اجازت دیدے اور اس خط کے پہنچنے پر دلہا یا اس کا ولی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرالے مثلاً دلہن نے لکھا کہ میں تم کو وکیل بناتی ہوں تم میرا نکاح اپنے سے کرلو اس پر دو گواہوں کے سامنے کہے کہ فلانۃ بنت فلاں نے مجھے اپنی طرف سے اپنے نکاح کا وکیل بنایا ہے میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا۔ یا دلہن کے ولی (باپ) نے دلہا کے ولی (باپ) کو لکھا کہ میں تم کو وکیل بناتا ہوں کہ میری فلاں لڑکی کا نکاح تم اپنے لڑکے سے کرلو۔ اس پر وہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے فلاں کی لڑکی فلاں کا نکاح اپنے لڑکے فلاں سے کردیا بس نکاح ہوجائے گا[1] ایک ہی شخص کا کہنا ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوجائے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] إمرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فقال الوكيل بحضرة الشهود تزوجت فلانة لايجوز النكاح مالم يذكر اسمها واسم ابيها وجدها لانها غائبة والغائبة تعرف بالتسمية الهندية ص ۲۶۸/ ج ۱/ كتاب النكاح، الباب الاول مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شامی زكريا ص ۷۳/ ج ۴/ مطلب بالتزوج بارسال كتاب، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۳۶/ ج ۳/ باب الاولياء والاكفاء فصل فى الوكالة شامی نعمانية ص ۲۶۷/ ج ۲/ كتاب النكاح.

[2] اجمع اصحابنا ان الواحديصلح وكيلافى النكاح من الجانبين (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

خط کے ذریعہ نکاح

سوال:- فاطمہ نے لکھنؤ سے رفیق مقیم کلکتہ کے پاس رجسٹری خط بذریعہ ڈاکخانہ بھیجا جس میں تحریر کیا کہ بھائی رفیق صاحب میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اس لئے میں نے اپنے کو آپ کی زوجیت میں دے دیا امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے پھر دستخط کر دیا۔ جب رفیق کے پاس یہ خط پہونچا تو دس پانچ روز اپنے پاس خط ڈالے رہے پھر دو آدمیوں کو گواہی کے لئے بلایا کہ میری حقیقی پھوپھی زاد بہن مسماۃ فاطمہ بنت حبیب خاں نے لکھنؤ سے میرے پاس بذریعہ ڈاک نکاح کے لئے رجسٹری خط بھیجا ہے جس کا مضمون یہ ہے، اس کے بعد فاطمہ کا ایجاب نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ خط بھی گواہوں کو دکھایا پھر کہا کہ آپ لوگ گواہ رہیں میں نے فاطمہ کی بات منظور کر لی اور اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور اس کا نکاح اپنے سے کر لیا اب کیا اس صورت میں نکاح ہو گیا یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند سے کل فتویٰ نمبر ۴۸۸ آیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔ مذکورہ صورت میں جب کہ رفیق نے دو گواہوں کے سامنے فاطمہ کا خط سنا کر اور ان کے سامنے ہی اس نکاح کو قبول کر لیا اور فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب کیا اور پھر بحیثیت زوج قبول نکاح کیا اور اس ایجاب وقبول پر دو گواہ بنا لئے تو یہ نکاح صحیح ہوگا۔ اس فتوے میں فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب کی قید لگی ہوئی ہے۔ درمختار ص ۳۶۴ ج ۲ میں ہے۔ اور مولانا احمد علی سعید صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف کردہ کتاب ''عورت اور اسلام'' ص ۴۲ بعنوان ''خط کے ذریعہ نکاح'' بنقلِ عبارت فتح القدیر جو تحریر ہے اس میں اس وکالت کی قید مذکور نہیں ہے۔ پس صورت مسئولہ کا فیصلہ از خود مشکل ہو گیا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الی قولہ ووکیلا من جانب اصیلا من جانب الخ، عالمگیری ص ۲۹۹ ج ۱ الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۰ ج ۳ باب الاولیاء فصل فی الوکالۃ.

اب سوال یہ ہے کہ رفیق کو تو یہ کچھ معلوم تھا نہیں کہ خط سنانے کے ساتھ ہی فاطمہ کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب کرنا پھر بحیثیت زوج قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں اس نے خالی الذہن کے ساتھ وکیل ہونے یا نہ ہونے کی نیت کئے بغیر عورت کے ایجاب نامہ کو سنا کر بحیثیت زوج قبول کرلیا اس پر دو گواہ بنالئے۔ تو اب کیا یہ نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح ہوگیا تو فبہا، اگر صحیح نہیں ہوا تو ایسے نکاح کے بعد جو رفیق نے اپنی منکوحہ سے وطی کی ہے پھر اس فاطمہ کو طلاقِ مغلظہ دی ہے اس کا کیا ہوگا؟ کیا اس نکاح و وطی و طلاقِ مغلظہ کو کالعدم قرار دیا جائے اور رفیق بلا عدت گذارے اور بلا حلالہ کے دوبارہ فاطمہ سے نکاح کرسکتا ہے یا فاطمہ عدت طلاق گذار کر اور پھر رفیق یا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے؟ صحیح نکاح نہ ہونے کی صورت میں رفیق اگر دوبارہ فاطمہ سے نکاح کرنا چاہے تو حلالہ کی ضرورت تو نہیں پڑے گی، کیونکہ اس نے وطی کے بعد تین طلاق دی ہے اب حضرت والا سے گذارش ہے کہ جواب تشفی بخش طور پر فی الفور براہِ راست عطا فرمائیں تاکہ دس روز تک مل جائے۔ بڑی ہی عنایت ہوگی۔ اس سے قبل قریب ہی میں ایک خط حضرت والا کی خدمت میں برائے دعا ارسال کرچکا ہوں امید کے فراموش نہ فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وکالت کے علاوہ دوسری صورت بھی ہوسکتی ہے اور اس سے بھی نکاح درست ہوسکتا ہے۔ **ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته ان یکتب الیها. یخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه اوتقول ان فلاناً کتب الی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه اما لولم تقل. بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لاینعقد لان سماع الشطرین شرط صحة النکاح قدسمعوا الشطرین بخلاف ما اذا انتفیا** شامی[1] ص ۳۶۴ / ج ۲ / اس

[1] شامی کراچی ص ۱۲ / ج ۳ / شامی نعمانیه ص ۲۶۵ / ج ۲ / کتاب النکاح، مطلب التزوج بإرسال الکتاب فتح القدیر ص ۱۹۷ / ج ۳ / کتاب النکاح، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لئے رفیق نے فاطمہ کو جو تین طلاق دی ہیں وہ معتبر ہوں گی اور بغیر حلالہ کے فاطمہ کے ساتھ رفیق کا نکاح دوبارہ جائز نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۸۶ھ

نکاح بذریعہ تحریر

سوال:- ایک نابالغ لڑکی نے جو برادری کے اعتبار سے انصاری ہے اس نے بنا کسی جبر و دباؤ اور لالچ کے بخوشی ایک بالغ شادی شدہ لڑکے صدیقی کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ میں فلاں بنت فلاں نے اپنا نفس فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دیدیا۔ لڑکے نے لڑکی کی اس تحریر کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنائی اور کہا کہ یہ تحریر فلاں بنت فلاں نے اپنے نکاح کے لئے میرے پاس بھیجی ہے اور ان گواہوں کے روبرو لڑکے نے لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا۔ کیا یہ نکاح صحیح درست ہوگیا؟ بعد نکاح وہمبستری کے لڑکی اپنے عزیز و اقارب کے دباؤ یا خوف دلانے یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر شوہر کی طرف سے بدظن ہوکر اپنی تحریر سے انکار کردے یا یہ کہدے کہ یہ تحریر مجھ سے دھوکہ دیکر لکھائی ہے اور شوہر کو اپنا بھائی کہدے تو کیا ایسی صورت میں نکاح میں کوئی فرق آئے گا؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مطبوعہ دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص ۴۷۲/ج ۱/کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، بدائع کراچی ص ۲۳۳/ج ۲/کتاب النکاح، فصل واما شرائط الرکن.

[1] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاغیره نکاحا صحیحا ویدخل بهاثم یطلقهااویموت عنها، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳/ج ۱/کتاب الطلاق فصل فیما تحل به المطلقة، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۴۰۹، ۴۱۰/ج ۳/باب الرجعة مطلب فی العقدعلی المبانة، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳/ج ۳/الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ نکاح صحیح ہو گیا[۱]۔ نکاح اور ہمبستری کے بعد لڑکی کا اپنی تحریر سے انکار شرعاً معتبر نہیں[۲]۔ شوہر کو بھائی کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۸۵ھ

نکاح بشکل معمہ

سوال:- مسمّٰی زید کی سوتیلی ماں مع اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے علیٰحدہ مکان میں رہتی ہے اور ان کے تعلقات مسمّٰی بکر کے گھرانے سے خوشگوار تھے اور بکر کا لڑکا جس کے دوستانہ مراسم زید کے سبب سے سوتیلے بھائی سے تھے اور کچھ دنوں تک اس کو ٹیوشن بھی پڑھایا تھا جس کی وجہ سے کثرت سے آمد ورفت رہتی تھی اور اسی سبب سے دونوں گھرانوں میں پردہ کا بھی اہتمام نہ تھا۔ چند ماہ قبل مسمّٰی بکر کا لڑکا جب ٹیوشن پڑھا چکا تو اس نے یہ چال چلی کہ معمہ

---

[۱] ولابکتابة حاضر بل غائب بشرط إعلام الشهود بما فی الکتاب مالم یکن بلفظ الأمر فیتولی الطرفین فتح، الدرالمختار کراچی ص ۱۲/ ج۳/ ونعمانیة ص ۲۶۵/ ج۲/ کتاب النکاح، مطلب التزوج بإرسال الکتاب، عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۹/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الاول فی تفسیره، تاتارخانیه کراچی ص ۵۴/ ج۳/ کتاب النکاح، الفصل الرابع عشر فی النکاح بالکتاب.

[۲] جحود جمیع العقود ماعدا النکاح فسخ واما النکاح فلایقبل الفسخ اصلا، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۵۲/ ج۵/ کتاب القضاء، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیره، شامی زکریا ص ۱۵۷/ ج۸/.

[۳] وظهارها منه لغو فلاحرمة علیها وفی الشامیة اذا قالت انت علی کظهر امی او انا علیک کظهر امک فهو لغو لان التحریم لیس الیها، الدالختار مع الشامی زکریا ص ۱۲۷/ ج۵/ باب الظهار، مطلب مایسوغ فیه الاجتهاد، عالمگیری کوئٹه ص ۵۰۷/ ج ۱/ الباب التاسع فی الظهار، خاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۵۴۳/ ج ۱/ باب الظهار، روح المعانی ص ۱۵/ ج ۱۵/ الجزء الثامن والعشرون سورة المجادلة تحت آیت ۳/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

حل کرانے کے بہانے سے ان کے گھر آ کر یہ معمہ لڑکی سے حل کرانے لگا، جس میں یہ تحریر تھی۔ ''میں جاوید سے ..... کر رہی ہوں اور یہ ..... میری مرضی سے ہو رہا ہے، اس پر کسی کی ذمہ داری نہیں ہے''

لڑکی نے کہا تم ہی حل کرلو۔ مگر اس نے سمجھایا کہ یہ تو معمہ ہے اس کو حل کرنے میں کیا حرج ہے۔ جو الفاظ ان دو جگہوں پر فٹ ہوں وہ ان میں لکھنا ہے۔ بہر حال کافی غور کرنے کے بعد لڑکے نے ''نکاح'' خالی جگہوں پر لکھوالیا اور اس کو بناء بنا کر جعلی وفرضی دستخط وکیل و گواہ بنا کر نکاح نامہ واقرار نامہ مرتب کرالیا۔ جب اس کا علم زید کو ہوا تو زید نے ہمشیرہ سے دریافت کیا کہ واقعہ کیا ہے۔ پرچہ لکھ کر دینے اور معمہ وغیرہ کا لڑکی نے اقرار کرلیا اور کہا کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میرے وہم وگمان میں تھا اور نہ میں کسی قاضی کے پاس گئی اور نہ ہی وکیل سے کچھ کہا اور نہ کوئی گواہ آیا اور نہ تو میں نے کاغذ پر دستخط کئے اور میں حلفیہ کہتی ہوں کہ پرچہ لکھتے وقت میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ اب اس صورت پر کیا پابندی عائد ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جعل سازی سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔ نکاح کے لئے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے۔ یہاں تحریر لکھتے اور دستخط کرتے وقت کوئی گواہ سامنے موجود نہیں تھا۔ اگر گواہ سامنے موجود ہوتے اور برضا ورغبت لڑکی تحریر لکھتی جس سے واقعۃً نکاح کرنا مقصود ہوتا اور لڑکا بھی اس پر دستخط کر دیتا اور گواہ بھی دستخط کر دیتے مگر زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا نہ کئے جاتے اور سب کارروائی تحریری ہوتی اور اس مجلس میں لڑکا لڑکی گواہ سب موجود ہوتے تب بھی اس تحریر سے شرعاً نکاح منعقد نہ ہوتا ہے۔ ردالمحتار[1] میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

---

[1] ولابكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود الدر المختار (قوله ولابكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد بحر (قوله بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضراً في البلد وصورته، أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تحریر غائب کے حق میں چند شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے۔ حاضر کے حق میں تحریر سے نکاح نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۹۳ھ

ٹیلیفون کے ذریعہ سے نکاح

سوال:- ایک شخص امریکہ میں تعلیم پا رہا ہے وہ شادی کرنا چاہتا ہے ہندوستان آنے کیلئے بہت روپیہ اور وقت خرچ ہوگا اس لئے وہ چاہتا ہے کہ بذریعہ ٹیلیفون یا دوسرے ذریعہ سے نکاح کرے تو امریکہ میں چند معتبر لوگوں کے سامنے بذریعہ ٹیلیفون قبول کرسکتا ہے۔ کیا اس طرح نکاح درست ہوگا؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص امریکہ میں ہے وہاں بذریعہ ٹیلیفون یا دیگر ذرائع (خط تار وغیرہ) سے کسی کو ہندوستان میں اپنا وکیل بنادے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کے نکاح کو قبول کرلے۔ پھر یہاں مجلس نکاح منعقد کی جائے اور قاضی صاحب یا لڑکی کے والد وغیرہ جو بھی نکاح پڑھائیں وہ کہیں کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے جو کہ امریکہ میں ہے کیا اور وکیل کہے کہ میں نے اس لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا۔ پس اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور صحیح ہوجائیگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۰/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) إن فلاناً كتب إلى يخطبني فاشهدوا اني زوجت نفسي منه. الدرمع الرد كراچی ص ۱۲/ج۳/ كتاب النكاح مطلب التزوج بارسال الكتاب، بحر كوئٹه ص ۸۳/ ج۳/ كتاب النكاح، مجمع الانهر ص ۴۶۸/ ج ۱/ كتاب النكاح، طبع داراكتب العلميه بيروت.

[1] إمرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فقال الوكيل بحضرة الشهود تزوجت فلانة ولم يعرف الشهود فلانة لايجوز النكاح مالم يذكر اسمها او اسم ابيهاالخ الهندية ص ۲۶۸ ج ۱ كتاب النكاح شامی نعمانية ص ۲۶۷/ج۲ كتاب النكاح، كتاب التزوج بارسال كتاب البحر الرائق كوئٹه ص ۸۸، ۸۹/ ج۳/ كتاب النكاح.

فصل ہفتم: نکاح شغار کے احکام

نکاح شغار

سوال:- بختاور نامی ایک بیوہ عورت سے اُبّن نامی ایک شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ بختاور کے لڑکے نابالغ مسمّٰی نور محمد کو کوئی بازو لگا دیا جائے گا چنانچہ اُبّن نے اس شرط کو منظور کر کے اپنی بھانجی مسماۃ واجدل نابالغہ کے والد مسمّٰی ولی محمد سے کہہ کر نور محمد کا نکاح واجدل نابالغہ سے بولایت والدش ولی محمد پڑھوا دیا اور اپنا نکاح بختاور مذکورہ سے پڑھوالیا۔ ہر دو نکاحوں کے وقت مجمع کثیر معتبر اشخاص کا موجود تھا اس واقعہ کو عرصہ پندرہ سولہ سال کے گذر چکا ہے بختاور تا حال اُبّن کے گھر آباد ہے داشت ریکارڈ کے لئے ریاست ہٰذا میں اس وقت رجسٹر نکاحات میں نکاح کا اندراج ضروری ہے لیکن قاضی نکاح خواں نے ان ہر دو نکاحوں کے اندراج نکرائے عرصہ ۱۵/۱۶/ کے بعد جب کہ نور محمد اور مسماۃ واجدل عرصہ ۳/سال سے بالغ ہیں نور محمد نے اپنی منکوحہ کو اس کے ورثاء سے طلب کیا برائے شادی، تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے کسی لڑکے کے لئے کوئی دوسری لڑکی دو گے تو ہم واجدل کی شادی تمہارے ساتھ کر دیں گے ورنہ نہیں سابقہ نکاح سے جو مسماۃ واجدل کے والد ولی محمد نے ابن کے عوض نور محمد سے کر دیا تھا ولی محمد والد لڑکی اور اس کے دیگر رشتہ داران منحرف ہو گئے اور انکار کر دیا کہ ہم نے کوئی نکاح نہ کیا تھا اور نور محمد مذکورہ کی طرف سے دوسری لڑکی کے نہ ملنے پر انھوں نے واجدل لڑکی کا دوسرا نکاح کسی دوسری جگہ پر کر دیا ہے۔ سابقہ ہر دو نکاح کے گواہ چشم دید تیس و چالیس معتبر و حلفیہ موجود ہیں۔ مقدمہ عدالت میں دائر ہے عدالت کاغذ نکاح کا طلب کرتی ہے قاضی نکاح خواں فوت ہو چکا اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ۔

(۱) مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح جو اس کے لڑکے نے بختاور کے لڑکے نور محمد کے ساتھ

اس وقت کیا تھا جب کہ ہر دو نابالغ تھے اور جس کے ثبوت میں تیس چالیس گواہ معتبر حلفیہ بیان دینے والے اور معمر موجود ہیں جائز ہے یا اندراج رجسٹر نہ ہونے کے باعث ناجائز ہے؟

(۲) مسماۃ واجدل کا دوسرا نکاح جواب اس کے رشتہ داروں اور والد نے دوسری جگہ پر کر دیا ہے حلال ہے، یا حرام؟ اور اس نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

(۳) دوسرے نکاح کا پڑھنے والا اور ہر دو گواہان جو نکاح میں موجود تھے آیا بروئے شرع شریف قابل تعزیر ہیں اس مقدمہ کی پیشی مورخہ ۱۰/فروری ۱۹۴۲ء ہے اور یہ فتویٰ عدالت میں ۱۰/تاریخ کو پیش کرنا ہے۔ مفصل بالتشریح مع حوالہ کتب وحدیث وفقہ اور صاف خوشخط ہوتا کہ پڑھنے میں دقت نہ ہو اسلئے کہ اسلامی معاملہ ہے۔ اسلامی ریاست کا مقدمہ ہے عقبیٰ میں باعث تکلیف نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح نور محمد کے ساتھ شرعاً صحیح ومعتبر ہو گیا رجسٹر میں اندراج شرعاً ضروری نہیں جو لوگ مجلس نکاح میں موجود تھے ان کی گواہی کافی ہے۔

تنبیہ: -عوض میں نکاح کرنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اس نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوا بلکہ بجائے مہر کے یہ نکاح کر دیا گیا تو یہ شرط شرعاً ناجائز ہے لیکن ایسی شرط سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا بلکہ یہ شرط غیر معتبر ہوتی ہے اور نکاح درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے۔

وینعقد أی النکاح متلبساً بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی کزوجت نفسی أو بنتی أو مؤکلتی منک ویقول الآخر تزوجت درمختار[1] ص ۴۰۶/

---

[1] الدرالمختار کراچی ص ۹/ج ۹/ کتاب النکاح، مطبوعه زکریا ص ۶۹/ج ۴/ مطلب کثیراً مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۶۷، ۴۶۸/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، هدایه ص ۳۰۵/ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم.

ج ۲/وللولی أنکاح الصغیر والصغیرۃجبراً ولزم النکاح اھ درمختار[1] ص ۴۶۹/ج ۲/ ووجب مهر المثل فی الشغار هوأن یزوجه بنته علی أن یزوجهٔ الأخربنته أو أخته مثلاً معاوضةً بالعقدین وهو منهی عنه لخلوه عن المهر فأوجبنا منه مهر المثل فلم یبق شغاراً اھ درمختار[2] ص ۵۱۴/ج ۲/.

(۲) مسماۃ واجدل کا جودوسرا نکاح ہوا ہے وہ شرعاً بالکل ناجائز وحرام ہے جس سے دوبارہ نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے اس سے جواولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہوگا۔ لایجوزللرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج اھ عالمگیری[3] ص ۲۸۰/ج ۱/(أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدتهٔ) والدخول فیه لایوجب العدة ان علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحدٌ بجوازه فلم ینعقد أصلاً ولهذا یجب الحد مع العلم بالفرقة لکونه زنا کما فی القنیةوغیرها اھ شامی[4] ص ۲۳۸/ج ۲/.

---

[1] درمختارعلی الشامی زکریا ص ۱۷۰/ج ۴/کتاب النکاح،باب الولی،قبیل مطلب مهم،هل للعصبة،تزویج الصغیرالخ،سکب الانهرعلی هامش مجمع الانهر ص ۴۹۴/ج ۱/کتاب النکاح،باب الاولیاء والاکفاء،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۱۸/ ج ۳/باب الاولیاء والاکفاء.

[2] درمختارص ۳۳۲/ج ۲/مطبوعه نعمانیه،شامی زکریاص ۲۳۷،۲۳۸/ج ۴/باب المهر، مطلب نکاح الشغار،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۵۶/ج ۳/باب المهر،مجمع الانهر ص ۵۱۲/ ج ۱/باب المهر،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] عالمگیری مطبوعه دیوبندص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات،القسم السادس، المحرمات یتعلق بهاحق الغیر،تاتارخانیه ص ۲/ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ مطبوعه ادارة القرآن کراچی،خانیه علی الهندیه ص ۳۶۶/ج ۱/باب فی المحرمات،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[4] شامی نعمانیه ص ۶۰۳/ج ۲/باب العدة مطلب فی النکاح الفاسدوالباطل،مطبوعه زکریا ص ۱۹۷/ج ۵/ایضاًشامی زکریاص ۲۷۴/ج ۴/مطلب فی النکاح الفاسد.

(۳) مسماۃ واجدل اوراس کا والداور جس سے دوسرا نکاح ہوا وہ اور نکاح خواں نیز جملہ شرکاء مجلس اور جولوگ اس نکاح سے خوش تھے یاباوجود قدرت کے اس کونہیں روکا سب گنہگار ہوئے سب کولازم ہے کہ توبہ کریں اور جس شخص کو پہلے نکاح کا علم نہیں بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس دوسرے نکاح میں شریک ہوا وہ اس درجہ قابل ملامت نہیں توبہ اس کو بھی چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۱/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف ۲۵/۱/ ۶۱ھ

ہمشیرہ داماد کے نکاح کی شرط پر لڑکی کا نکاح

سوال:- ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اس طریق پر کہ جس سے نکاح اپنی لڑکی کا کرتا ہے اس کی حقیقی ہمشیرہ سے خود نکاح کرنا چاہتا ہے لڑکا مسمیٰ عبداللہ اور لڑکی ہمشیرہ پرور دونوں کے والدہ ایک اور باپ دو ہیں یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

میانجی نورالحسن امام مسجد بہاری گڑھ سہارنپور ۸/ذی قعدہ ۵۲ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو اس نکاح میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلاشبہ جائز ہے لقولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ذیقعدہ ۵۲ھ

---

[1] سورۃ النساء پارہ ۵/آیت ۲۴/

ترجمہ: اور حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں۔

آنٹہ سانٹہ کا نکاح

سوال:- زید نے اپنی بہن کی شادی بکر کے ساتھ کردی اور بکر نے اپنی لڑکی کی شادی زید کے ساتھ کردی۔ بکر کی یہ لڑکی پہلی عورت کی ہے تو کیا اس طرح شادی ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہوسکتی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

آنٹہ سانٹہ میں نااتفاقی ہوگئی

سوال:- دونکاح ہوئے آنٹہ سانٹہ میں جس میں چند سال بعد آپس میں نااتفاقی ہوگئی اور انھوں نے اس کی لڑکی چھوڑ دی اور دوسرے نے بھی اس کی لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ایک لڑکی دوبارہ راضی ہوکر اپنے خاوند کے پاس چلی گئی اور دوسری کی دوسری جگہ پر شادی کردی۔ اس لڑکی کے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اب اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی کے شوہر کا انتقال ہوگیا اس کی عدت چار مہینہ دس روز گذر گئے تو اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے[2] جو لڑکی پھر اپنے شوہر کے پاس چلی گئی اس نے بھی ٹھیک کیا۔ یہ حکم

---

[1] وکذایجب مهر المثل فی الشغاروهو ان یزوجه بنته علی ان یزوجه بنته واخته معاوضة بالعقدین بقی حکمه فی حق صحة العقد الخ ، مجمع الانهر ص ۵۱۲/ج ۱/باب المهر،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، در مختارعلی الشامی ص ۲۳۸/ج ۴/باب المهر،مطلب نکاح الشغار،مطبوعه زکریادیوبندالبحرالرائق ص ۱۵۶/ج ۳/باب المهر،مطبوعه کوئٹه.

[2] عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهرو عشرة ایام ،عالمگیری ص ۵۲۹/ج ۱/کتاب الطلاق، الباب الثالث عشرفی العدة ،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،هدایه ص ۴۲۳/ج ۲/باب العدة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند ویجوزلصاحب العدة ان یتزوجها،هذااذالم یکن هناک مانع آخر سوی العدة، عالمگیری دارالکتاب ص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث فی المحرمات،القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر.

اس وقت ہے کہ دونوں شوہروں نے اپنی اپنی بیوی کوطلاق نہ دی ہو۔ اگر طلاق دیدی ہواور عدت بھی گذر گئی تو پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں رہا[1] اور جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا اگراس کوبھی طلاق دیدی تھی اوراس کی عدت طلاق گذر چکی تھی تو پھر انتقال شوہر کے بعد کوئی عدت وفات لازم نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة،لم تحل له حتی تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقهااو يموت عنها،عالمگیری دیوبندص ۴۷۳/ ج ۱/ کتاب الطلاق،الباب السادس فی الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ،هدايه ص ۳۹۹/ ج ۲/ باب الرجعة،فيما تحل به المطلقة ،مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،النهر الفائق ص ۴۲۱/ ج ۲/باب الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة،مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

[2] اما اذاكانت منقضية لم تكن زوجته فلايجب عليها بموته شیء الخ،شامی ص ۵۱۳/ ج ۳/ باب العدة،مطلب فی عدة الموت،مطبوعه دار الفكر بيروت.

فصل ہشتم: زبردستی نکاح کرانا

نکاح مکرہ

سوال: میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میرے فرزند غلام رسول کا مسماۃ نورانی کے ساتھ ناجائز تعلق مشہور تھا مسماۃ نوارنی کے سسر اور خاوند سدا نے مشورہ کیا کہ ایک رات نورانی کو میرے گھر روانہ کردیا جائے میں اس وقت موجود نہ تھا جب نورانی میرے فرزند کے پاس آ کر بیٹھی تو فوراً محمد نور مسماۃ نورانی کا سسر بھی پہنچ گیا محمد نور نے آ کر غلام رسول اور نورانی دونوں کو پکڑا اور شور وغل مچایا۔ میرا فرزند تو بھاگ گیا نورانی کو لے کر وہ گھر چلے گئے لوگ بھی سن کر جمع ہو گئے چرچا ہو گیا صبح سویرے محمد نور اور اس کی برادری کے تمام لوگ ہتھیار ڈنڈے لیکر میرے گھر پر حملہ کردیئے اور ہم کو آ کر پکڑ لیا اور شہر کا نمبردار بھی ان کے ساتھ ہو گیا تھا تمام دن ہم کو قید رکھا اور برا بھلا کہتے رہے اور کہا یا فرزند ہمارے حوالہ کرو چاہے ہم اس کو قتل کریں یا جو ہماری مرضی ہو۔ فرزند صاحب تو ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ پھر انھوں نے کہا یا اپنی دختر کا محمد نور کے پوتے محمد اسلام سے نکاح کردو یا تمہاری عورت اور دختر کو ہم جبریہ اٹھاتے ہیں اور تم اگر مقابلہ کرو گے تو قتل کردیئے جاؤ گے نمبردار نے تو ہم کو مارا بھی ہے۔ میں اکیلا تھا گھبرایا تب ہم نے ڈر اور پیٹ کی وجہ سے کچھ سوچے بغیر اپنی دختر معصومہ کا جس کی عمر تقریباً چار سال ہے نکاح کردیا اور میرے گواہ موجود ہیں اور یہ بات تمام لوگوں کو معلوم ہو چکی ہے۔

بیان گواہ حسین بخش:۔

میں مسجد میں اور بقبلہ رو بیٹھ کر کلمہ اشھد کہہ کر حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اللہ بخش کے گھر پر محمد نور وغیرہ تمام برادری بمع ہتھیار حملہ کر کے اللہ بخش کو پکڑ لیا اور تمام دن قید رکھا اور تقاضا کیا کہ یا فرزند ہمارے حوالہ کرو ہم اس کو قتل کرتے ہیں وہ غلام رسول تو کہیں بھاگ گیا اور یا تو

دختر کا نکاح کردو یا پھر ہم جبریہ لے جائیں گے۔

بیان گواہ محمد بخش

میں مسجد میں بیٹھ کر روبقبلہ بیان کرتا ہوں کچھ اضافہ کے ساتھ وہی بیان

جناب مفتی صاحب اس معاملہ کو ایک عالم فاضل دیوبند کے سامنے پیش کیا گیا تو ان فاضل نے یہ تحریر کردیا کہ یہ نکاح محض بد اور ناعاقبت اندیشی اور سوء خیار اور ظلم بدتمیزی سے کیا گیا ہے جو باتفاق ائمہ اربعہ اصلاً باطل ہے اور جس پاداش میں یہ نکاح ہوا اس میں اللہ بخش اور معصومہ کا کیا قصور ہے اگر ایسے نکاح درست قرار دیئے جائیں تو پھر غریب کی تو جگہ بھی دنیا میں نہیں۔ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس ظلم وتشدد کے باوجود نکاح منعقد ہوگیا اور لازم ہوگیا۔ والاصل ان تصرفات المکرہ کلھا قولاً منعقدۃ عندنا الاان یتحمل الفسخ فیہ کالبیع والاجارۃ یفسخ وما لایتحمل الفسخ کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر فھو لازم. کذا فی الکافی وفتاویٰ عالمگیری[1] ۵۹۰/ج۳/.

جیسے کہ ظلم وتشدد سے مجبور ہوکر کوئی طلاق دیدے تو واقع ہوجاتی ہے۔ ناعاقبت اندیش اور سوء خیار وہ ہوتا کہ لالچ میں کہیں غیر کفو میں نکاح کردیا جاتا جس سے سوء اختیار ثابت ہوکر آئندہ اس کا کیا ہوا نکاح محل کلام ہوتا۔ جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار[2] میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صورت مسئولہ اس میں داخل نہیں۔ غریب کے متعلق جو اشکال نکاح پر ہے وہ ہی مسئلہ طلاق پر بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۰/ ۸۹ھ

---

[1] الھندیۃ ص ۳۵/ج۵/ کتاب الإکراہ الباب الأول مطبوعہ کوئٹہ.

[2] لوعرف من الأب سوء الإختیار لسفھہ أولطمعہ لایجوز عقدہ اجماعاً الخ. شامی نعمانیۃ ص ۳۰۴/ ج۲/ باب الولی، البحر الرائق ص ۱۳۶/ج۳/فصل فی الاکفاء مطبوعہ سعید کراچی، مجمع الانھر ص۵۰۸/ج۱/فصل فی تزویج الفضولی الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

نکاح بذریعۂ اکراہ

سوال:- زید کے ایک لڑکی ہے اس کو دس آدمی مل کر یہ کہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کردو اور اگر نہیں کرتے تو ہم تم کو ماریں گے اب اگر لڑکی کا باپ بخوف جان بکر سے اپنی لڑکی کا نکاح کرے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاوجہ اس طرح جبر کرنا گناہ اور ناجائز ہے مگر نکاح اس صورت سے بھی منعقد ہوجاتا ہے۔ نکاح المکرہ صحیح اھ شامی[1] ص ۳۷۳/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

بالغہ کا جبراً نکاح

سوال:- ہندہ کا عقد نکاح بزمانہ بلوغ ہندہ زید کے ساتھ اس کے والدین نے کردیا ہندہ اس نکاح پر قطعی رضامند نہ تھی اور نہ بروقت ایجاب وقبول ہندہ سے اجازت نکاح لی گئی۔ ہندہ نے اس مقام پر بہت آہ وفغاں کرکے اظہار ناراضگی بھی کیا مگر حسب رواج ہندوستان ہندہ کی والدہ نانی وغیرہ نے ہندہ کو چپ کرکے دبالیا اور کہا کہ تو بڑی بے حیا لڑکی ہے۔ ننگ خاندان وغیرہ کہہ کر آہ وفغان سے روکدیا۔ علاوہ ازیں ہندہ کو اس وقت یہ علم بھی یقینی طور پر نہ تھا کہ بالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف والدین وغیرہ نہیں کرسکتے ہیں اس وجہ سے بھی ہندہ بصد رنج وملال خاموش ہوکر زید کے یہاں چلی گئی ہندہ کے والدین ناخواندہ اور حکم شرع سے ناواقف تھے اس وجہ سے ان کو ہندہ کے انکار کی اہمیت نہ ہوئی اور ہندہ کو زید

---

[1] شامی نعمانیة ص ۲۷۱/ ج ۲/ مطلب هل ينعقد النكاح بالإلفاظ المصحفة كتاب النكاح، عالمگیری ص ۳۵/ ج ۵/ کتاب الاکراہ، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ.

کے ساتھ رخصت کردیا جب ہندہ زید کے یہاں چلی گئی حسب رواج ہندہ اور زید تنہا مکان میں رہے چونکہ یہ نکاح ہندہ کی مرضی کے خلاف منعقد ہوا تھا اس وجہ سے زید و ہندہ میں خلوت صحیحہ نہ ہوئی اگر زید ہندہ کی طرف بڑھا تو ہندہ نے اس کی دست درازی کو روکدیا غرض کہ زید و ہندہ میں کوئی تعلق زن وشوئی کا پیدا نہ ہوا (اسی رد وکد میں زید نے ہندہ کو اکثر نہایت بے دردی سے یہاں تک مار پیٹ کیا کہ ہندہ کی تندرستی بھی خراب ہوگئی مگر ہندہ نے اس کی مقاربت کو کبھی گوارہ نہ کیا ہندہ بخوف جان اپنے میکے میں چلی آئی زید نے ہندہ کو جبراً لیجانا چاہا مگر ہندہ خود نہیں گئی زید و ہندہ کے رشتہ داروں میں نہایت جھگڑے، فساد، مار پیٹ ہوئی یہاں تک کہ آپس میں مقدمہ بازی شروع ہوگئی ہندہ کی طرف سے دعویٰ استقرار طلاق دین مہر۔ زید کی طرف سے دعویٰ دخل زوجیت عدالت منصفی میں رجوع ہوگیا۔ ہندہ کے رشتہ داروں نے زید کو پیغام دلوایا کہ فریقین میں تنازعہ طویل ہوگیا۔ آرام کے ساتھ زندگی بسر ہونے کی کوئی توقع نہیں بہتر ہے کہ تو ہندہ کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کردے ہندہ تجھ کو ایک ہزار روپے دین مہر کا معاف کرتی ہے مگر زید اس کے لئے آمادہ نہیں۔ بالآخر مقدمہ بازی ہوکر زید کا دعویٰ خارج ہوگیا اور ہندہ کا دعویٰ زید پر ڈگری ہوا۔ لہٰذا اس صورت میں کیا حکم ہے نکاح متذکرہ جائز ہوا یا نہیں اور عدت ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح منعقد ہوگیا تو اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے عقد کے بعد اس نکاح کو رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا تھا اگر رد نہیں کیا بلکہ سکوت کیا اور شوہر کے گھر چلی گئی (اگرچہ خوشی سے نہ گئی ہو) اور وہاں پہونچکر شوہر کے سامنے نکاح کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے بعد سختی سے تنگ آکر مقدمہ کی نوبت آئی اور مسلمان حاکم نے شوہر کی سختیوں کی تحقیق کرکے تفریق کردی ہے تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہے اب اس کو عدت طلاق تین حیض گزار کر نکاح کرنا جائز ہوگا۔

یہ سب حکم اسی وقت ہے کہ حاکم مسلمان ہو۔ اگر حاکم غیر مسلم ہے تو اس کی تفریق معتبر نہیں کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے تفریق کا حکم حاصل کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۸/ ۵۵ھ

بہتر یہ ہوتا کہ فیصلہ کی نقل اور مدعی اور مدعیٰ علیہ کا بیان استفسار کے ساتھ آتا تاکہ تمام پہلوؤں پر غور کیا جاسکتا سوال مجمل اور مبہم ہے جو کچھ اس سے متبادر ہوتا ہے اس کے مطابق جواب صحیح ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ کاغذات مقدمہ مفتی صاحب کو دکھلا کر دوبارہ تحقیق کیجائے۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۹/ شعبان ۵۵ھ

ضمیمہ سوال جو بجواب تنقیح مکرر آیا چنانچہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے سائل نے حسب طلب مقدمہ کی مِسل روانہ کی جو حسب ذیل کاغذات پر مشتمل تھی۔

(۱) عرضی دعویٰ، جس میں مدعیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دے دی۔

(۲) بیان تحریری مدعیٰ علیہ، جس میں اس نے تحریر کیا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی۔

(۳) نقل فیصلہ حاکم مسلم۔ جس میں حاکم نے بوجہ عدم پیروی وغیر حاضری مدعی علیہ یکطرفہ مدعیہ کا دعویٰ ڈگری کر دیا۔

(۴) نقل عرضی دعویٰ خاوند برائے دخل زوجیت۔

(۵) فیصلہ حاکم، جس میں مدعی کے دعوی کو خارج کر دیا ہے اور عورت کو آزاد اور فیصلہ حاکم اول کو بحال رکھا گیا ہے۔ ان کاغذات کے ملاحظہ کے بعد حسب ذیل جواب دیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ سروری بیگم مدعیہ ہے اور دعویٰ یہ نہیں کہ شوہر تنگ رکھتا ہے لہٰذا تفریق کر دی جائے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے اصول شرع کے موافق مدعیہ کے ذمہ

ضروری تھا کہ اپنے دعوی کے ثبوت میں دو عادل گواہ پیش کرتی اور گواہ موجود نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ شوہر سے قسم لی جاتی کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اگر مدعیہ گواہ پیش کر دیتی۔ یا گواہ موجود نہ ہونیکی حالت میں مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کر دیتا تب عورت کے حق میں مقدمہ فیصل کیا جاتا۔ مگر کاغذات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعیہ سے گواہ نہیں طلب کئے گئے نہ مدعیٰ علیہ سے قسم لیگئی۔ بلکہ مدعیٰ علیہ کے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے مدعیہ کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔ یہ فیصلہ اصول شریعت کے خلاف ہے۔ اس کا نفاذ شرعاً درست نہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ مدعیہ سے گواہ نہیں طلب کئے گئے۔ ثانیاً۔ اس لئے کہ مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی گئی ثالثاً اس لئے کہ مدعیٰ علیہ کے غیر حاضر ہونیکی صورت میں فیصلہ کیا گیا ہے جو کہ قضاء علی الغائب ہے اور قضاء علی الغائب ایسی صورت میں ناجائز ہے **فاذا صحت الدعویٰ سال المدعٰی علیه عنها فان اقرأو انکر فبرهن المدعی قضیٰ علیه والاحلف وطلبه بحر ولایقضیٰ علیٰ غائب وله ای لایصح بل ولا ینفذ علی المفتیٰ به بحر الابحضور نائبه الخ. درمختار**[1].

دوسرا دعویٰ شوہر کا دخل زوجیت کے متعلق جو خارج کیا گیا ہے اس کے خارج کرنے کی بناء زیادہ تر مسماۃ سروری بیگم کے دعویٰ کی کامیابی بیان کی گئی ہے اور اس کی شرعی حیثیت اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ اب تمام صورت کا شرعی جواب اسی قدر ہے کہ اگر ہندہ نے بعد عقد اس نکاح کو رد کر دیا تھا تب تو رد ہو گیا اگر رد نہیں کیا بلکہ اجازت دیدی تو جائز ہو گیا[2]۔

---

[1] الدرالمختار زکریا ص ۹۹ / ج۸ / مطلب فی أمرالأمیر وقضائه کتاب القضاء، البحرالرائق ص ۳۴۵، ۳۴۶ / ج۷ / کتاب الدعویٰ، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

[2] لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکراً کانت او ثیبا فان فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل الخ عالمگیری ص ۲۷۸ / ج ۱ / الباب الرابع فی الاولیاء، مطبوعه کوئٹه بحر ص ۱۱۳ / ج۳ / باب الاولیاء والاکفاء، شامی کراچی ص ۵۸ / ج۳ / باب الولی.

پس اگر اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے تو اس طرح دعویٰ کرنا چاہئے کہ شوہر سختی کرتا ہے اس لئے نکاح فسخ کر دیا جائے اور یہ دعویٰ حاکم مسلم کی عدالت میں ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲/رمضان ۱۳۵۵ھ

جبراً نکاح

سوال: – ہندہ کا نکاح جبراً اس کے بھائیوں نے زید سے کر دیا باپ کا انتقال ہو چکا تھا ہندہ عاقل بالغ تھی رخصتی بھی جبراً کی گئی۔ اس حالت میں ایک سال ہوا شاید دو مرتبہ اسی سال میں بیوی کی ملاقات ہوئی اس طریقہ سے ہندہ زید سے ہرگز خوش نہیں اور نہ نکاح کو مانتی ہے اس حالت میں ہندہ زید کی زوجہ ہے یا نہیں اگر ہے تو تفریق کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور پھر بھی بھائیوں نے اس کا نکاح کر دیا اور نکاح ہو جانے کی خبر سن کر ہی ہندہ نے انکار کر دیا اور اس نکاح کو نامنظور کر دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا پھر اس کا زید کے ساتھ رخصت ہونا اور ملاقات کرنا سخت گناہ ہوا ایسی صورت میں وہ زید کی زوجہ نہیں اگر ہندہ نے نکاح ہو جانے کی خبر سن کر خاموشی اختیار کی اور پھر زید کے ساتھ رخصت ہو کر چلی گئی اور زید کو اپنے اوپر قابو دے دیا تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا[2] اگرچہ دل میں اس سے

---

[1] فیشترط اهلية القضاء ولايجوز تحكيم الكافر الخ هداية ص ۱۴۴/ج۳/باب التحكيم، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] لايجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من اب او سلطان بغير اذنها بكراً كانت او ثيبا فان فعل ذالك فالنكاح موقوف على اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل كمافى السراج الوهاج، عالمگيری ص ۲۸۷/ج ۱/كتاب النكاح، الباب الرابع فى الاولياء، شامی كراچی ص ۵۸/ج۳/باب الولی، بحر كوئٹه ص ۱۱۳/ج۳/كتاب النكاح.

ناخوش ہو اب ہندہ زید کی بیوی ہے دوسری جگہ نکاح کا اس کو اختیار نہیں جب تک زید طلاق نہ دیدے اس کو چاہئے کہ زید کے ساتھ رہ کر اس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۸۸ھ

جبراً اقرارِ نکاح

سوال:- مسماۃ راحت النساء اپنی پھوپھی کے گھر گئی تھی۔ کچھ لوگ وہاں پہنچے اور لڑکی سے کہا کہ تمہارے والد تم کو فلاں جگہ بلاتے ہیں۔ لڑکی ان کے ساتھ چلی۔ راستہ میں ایک جنگل میں ان لوگوں نے لڑکی سے کہا کہ تم اقرار کرو کہ تمہارا عقد فلاں کے ہمراہ کر دیا گیا۔ اگر تم اقرار نہیں کرتی تو ہتھیار دکھلا کر کہا کہ تم کو ختم کر دیا جائے گا۔ لڑکی نے جان کے خوف سے ہاں کر دی اور عقد ہو گیا۔ پھر لڑکی کسی طرح بہانہ کر کے وہاں سے بھاگ کر آ گئی۔ اب وہ نکاح ہو گیا تھا یا نہیں؟ لڑکی نہ پہلے راضی تھی نہ اب راضی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی پر یہ بہت بڑا ظلم ہوا۔ ایسا کرنے والے سب لوگ سخت گنہگار ہوئے۔ اس کے باوجود یہ نکاح منعقد ہو گیا[1] لڑکی صبر کرے اور منتظر رہے کہ ظالموں پر کیسا وبال آتا ہے۔ اگر برداشت نہیں کر سکتی تو کسی طرح خوشامد کر کے مہر معاف کر کے طلاق لے لے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/ ۹۴ھ

---

[1] حقيقة الرضاغير مشروط فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل، ولواكرهت على أن تزوجته بألف ومهر مثلها عشرة آلاف زوجها أولياء ها مكرهين فالنكاح جائز شامی کراچی ص۲۱/ج۳/ كتاب النكاح، عالمگیری ص۳۵/ج۵/ كتاب الاكراه الباب الاول، مطبوعه كوئٹه طحطاوى على الدرالمختار ص۱۰/ج۲/ كتاب النكاح، دارالمعرفة بيروت.

[2] وذكر القدورى فى مختصره اذا تشاق الزوجان وخافا ان لايقيما (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

لڑکی کا جبراً نکاح

سوال:- (۱) ایک بارہ سالہ لڑکی کو کسی ظالم نے عداوۃً زبردستی باہر جنگل سے اٹھا کر اور بلا رضامندی لڑکی کے اور بلا اجازت وارثین اس کا نکاح کر دیا۔ یہاں تک کہ اس لڑکی کے والدین و وارثین کو کچھ خبر تک بھی نہیں ہے بلکہ وہ شب و روز اس گم شدہ لڑکی کے متلاشی ہیں۔ اس صورت مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یا دوسرے کسی امام کے نزدیک یا حدیث وقرآن کی رو سے یہ نکاح صحیح و درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک مولوی صاحب نے پانچ روپیہ کے عوض باوجود حالات معلوم ہونے کے دو گواہوں کے روبرو نکاح پڑھا دیا از روئے شریعت اس نکاح پڑھانے والے کی بھی کچھ گرفت ہے یا نہیں اور بروقت نکاح جس وقت لڑکی سے اجازت طلب کی گئی تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہاں نکاح نہیں کرتی تو لوگوں نے اس لڑکی کو کاغذ پر انگوٹھا لگانے پر مجبور کیا مگر لڑکی نے صاف انکار کر دیا اور انگوٹھا بھی نہیں لگایا پھر اس جگہ سے لڑکی کو اٹھا کر دوسرے ضلع میں لے گئے وہاں پر دو آدمیوں نے مارنے کی دھمکی دی اور زبردستی پکڑ کر انگوٹھا لگوایا اب یہ انگوٹھا نکاح ہونے کی حجت و دلیل ہوسکتی ہے یا نہیں براہ مہربانی اس کا جواب مفصل مع دلائل تحریر فرماویں۔

وعدہ خلافی:-

(۲) وعدہ خلافی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ نکاح صحیح نہیں ہوا جس شخص نے باوجود علم کے یہ نکاح پڑھایا ہے وہ سخت گنہگار

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) حدود اللّٰہ فابأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها وفی الزادواذا فعل ذالک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳/ ج ۳/ کتاب الطلاق الفصل السادس عشرفی الخلع، زیلعی ص ۲۶۸/ ج ۲/ مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸/ ج ۱/ کتاب الطلاق الباب الثامن فصل اول.

ہے لڑکی اگر بالغہ ہوتو اس پر جبر کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ لاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ اھ درمختار[1] ص ۴۸۹/ ج ۲/ اگر نابالغہ ہوتو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ الولی شرط صحة نكاح صغير اھ درمختار الموصوف محذوف اى شخص صغير فيشمل الذكر والانثىٰ اھ شامی[2] ۴۸۵/ ج ۲/ بہکا کر لے جانے والے زبردستی نکاح پڑھانے والے انگوٹھا لگانے والے اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے اور باوجود قدرت جن لوگوں نے اس حرکت سے نہیں روکا سب گنہگار ہیں سب کے سب توبہ کریں سب کے ذمہ توبہ لازم ہے[3] اور ضروری ہے کہ جس طرح ممکن ہو لڑکی کو اس کے اولیاء کے پاس پہنچائیں۔

(۲) وعدہ خلافی کرنا شرعاً گناہ ہے مگر یہ کہ کوئی مانع قوی پیش آجائے یا وہ وعدہ ہی خلاف شرع ہو۔ كذا فى الحموى شرح الاشباه[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف ۲۰/ رجب ۶۴ھ

---

[1] الدرالمختار كراچى ص ۵۸/ ج ۳/ باب الولى، زيلعى ص ۱۱۸/ ج ۲/ كتاب النكاح، باب الاولياء والاكفاء مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى ص ۲۸۷/ ج ۱/ الباب الرابع فى الاولياء مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۱۱۰/ ج ۳/ باب الاولياء الخ.

[2] شامى كراچى ص ۵۵/ ج ۳/ باب الولى، طحطاوى على الدر ص ۲۶/ ج ۲/ باب الولى، دار المعرفة بيروت.

[3] واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة روح المعانى ص ۲۳۶/ ج ۱۵/ الجزء الثامن والعشرون، سوره تحريم آيت ص ۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت، نووى على مسلم ص ۳۵۴/ ج ۲/ كتاب التوبة مطبوعه رشيديه دهلى، المفهم شرح مسلم ص ۲۷/ ج ۷/ كتاب الاذكار باب تجديد الاستغفار والتوبة مطبوعه دارصادر بيروت.

[4] الخلف فى الوعد حرام الخ فان قيل ماوجه التوفيق بين هذين القولين (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بیوہ کا جبراً نکاح

سوال:- ایک بیوہ عورت کا نکاح زبردستی ایک نابالغ سے کردیا گیا بغیر اس کی رضا مندی کے اور اس کا نشانی انگوٹھا بھی درج کرلیا مگر وہ یہ کہتی رہی کہ مجھ کو ساری کو بھی نہ لگا لو تب بھی اس کے یہاں نہ رہوں گی۔ پھر اسی کے مکان پر ایک سال گذر بسر کرتی رہی کیوں کہ بیوہ اسی کے بھائی کی عورت تھی یعنی جس کے ساتھ نکاح ہوا جنھوں نے جبراً نکاح کیا تھا انھوں نے اپنی رضاء سے دوبارہ نکاح کردیا جہاں وہ رضامند تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کے بعد بھی اس نے انکار کردیا تھا اور وہ راضی نہ تھی تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا اور پھر جس جگہ اس کی رضامندی سے نکاح ہوا ہے وہ صحیح اور درست ہے اور اگر نکاح ہوجانے پر وہ رضامند ہوگئی تھی تو نکاح صحیح اور لازم ہوگیا تھا[1] پھر دوسری جگہ جو نکاح ہوا وہ صحیح نہیں ہوا[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۹/ ۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فان الحرام یا ثم بفعله وقل صرح فی القینة بنفی الاثم قلت یحمل الاول علی ماذا وعد وفی نیته الخلف فیحرم والثانی علی ما اذا نوی الوفاء وعرض مانع (الاشباه مع حموی ص ۴۵۲/ کتاب الحظر والاباحة، الفن الثانی، مطبوعه نول کشور)

[1] (قوله فی المتن ولاتجبربکر بالغة علی النکاح) یریدبه انه لایزوجها بغیر رضاها فان فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتها عند نا وان ردته بطل وان سکتت عند استئذان ولیها لها فهو اذن منها، حاشیة الشلبی ص ۱۱۸/ ج ۲/ باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۷/ ج ۱/ الباب الرابع فی الاولیاء، شامی کراچی ص ۵۸/ ج ۳/ باب الولی.

[2] لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره الخ عالمگیری ص ۲۸۰/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب السادس، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر مطبوعه کوئٹه، بدائع زکریا ص ۵۴۸/ ج ۲/ کتاب النکاح، فصل ومنهاان لاتکون منکوحة الغیر، زیلعی ص ۱۰۱/ ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبوعه امدادیه ملتان.

بیوہ کا زبردستی نکاح

سوال:- ایک بیوہ عورت ہے اس کے ہمراہ ایک لڑکی بھی ہے بیوہ ہونے کے بعد تقریباً سال بھر اپنے میکے میں رہ کر گذر بسر کیا بعدازاں اس کے باپ نے ایک جگہ نکاح کی بات چیت کی نکاح ہونے کی خبر سن کر اس کا پہلا خسر اس کے میکے میں آیا اور کہا کہ تم میرے یہاں چلو میں اپنے دوسرے لڑکے کے ساتھ تمہارا نکاح کردوں گا مگر وہ عورت جانے کے لئے کسی بھی طرح رضامند نہ ہوئی آخر کار عورت کی لڑکی کو اس کا خسر گود میں لیکر اپنے گھر چلا گیا لڑکی کو لینے کے لئے عورت نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانا لہٰذا مجبوراً عورت لڑکی کی محبت سے اس کے پیچھے پیچھے چلی گئی گھر جا کر اس کے خسر نے نکاح کی مجلس منعقد کی جب عورت سے نکاح کی منظوری لی گئی اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ میرے باپ اور بھائی کو بلوالو چنانچہ اس کا خسر گالی گلوج دینے لگا عورت اٹھ کر دوسرے گھر چلی گئی اس کے خسر نے نکاح پڑھادیا پھر بچہ کے ساتھ کچھ دنوں تک وہ عورت اس پہلے خسر کے یہاں رہی نکاح کے چھٹے مہینہ اس عورت کو لڑکی پیدا ہوئی جس کی بنا پر عورت کو مکان سے نکالدیا اور کہا کہ جس کے نطفہ سے ہو لیکر جاؤ یہ تمہارا بچہ ہمارے کام کا نہیں لہٰذا عورت نے اپنے باپ کو بلوایا اور باپ کے ہمراہ اپنے میکے میں چلی آئی اور وہاں سے ایک مسلم شخص کو بتلایا کہ فلاں کے نطفے سے ہے چنانچہ اب وہ عورت اسی کے یہاں مقیم ہے آیا اس عورت کا نکاح جائز ہوا یا ناجائز اور دوسرے شخص سے اس کو نکاح کرنے کا اختیار ہے کہ نہیں یہ بھی ارشاد ہو کہ جب کہ نکاح پڑھانے والے لوگ کہتے ہیں کہ عورت نے منظور کیا تھا اور عورت ہر حال میں بیان کرتی ہے کہ میں نے نہیں منظور کیا میں دوسری جگہ چلی گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کے بعد بھی عورت نے انکار کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اگر نکاح

کے بعد انکار نہ کیا بلکہ اجازت دیدی خواہ دوسروں کے برا بھلا کہنے ہی سے اجازت دی ہو تو نکاح صحیح ہوگیا پہلی صورت میں دوسری جگہ نکاح درست ہے۔ دوسری صورت میں جب تک شوہر طلاق نہ دے اور عدت نہ گذر جاوے دوسری جگہ نکاح صحیح نہیں۔

لایجوز نکاح احدٍ علیٰ بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا او کانت ثیباً فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل اھ ھندیہ[1] ص ۲۸۷ / ج ۱ / لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره اھ ھندیہ[2] ص ۲۸۰ / ج ۱ /. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۶ / جمادی الثانیہ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۶ / جمادی الثانیہ ۵۹ھ

والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا

سوال:- (۱) ہمارے ایک عزیز ہیں وہ اپنے لڑکے کی شادی اپنی عزیزہ کے یہاں کرنا چاہتے ہیں، اور لڑکا اس جگہ شادی کرنے کو آمادہ نہیں اور کچھ عزیز بھی وہاں کرنے کو اچھا نہیں خیال کرتے۔ مگر والدین معلوم نہیں کہ کس دباؤ لالچ میں آ کر لڑکے کو زبردستی وہاں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اگر لڑکا وہاں شادی کرنے کو منع کردے تو لڑکے کو نافرمان تو نہیں کہا جائے گا اور گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور لڑکا اپنی مرضی سے خود شادی کرسکتا ہے یا نہیں جب کہ والدین

---

[1] ھندیة ص ۳۰۵ / ج ۱ / مصریه (الباب الرابع فی الاولیاء) حاشیة الشلبی علی الزیلعی ۱۱۸ / ج ۲ / باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه امدادیه ملتان، شامی کراچی ص ۵۸ / ج ۳ / باب الولی.

[2] ھندیه ص ۲۹۸ / ج ۱ / (القسم السادس من المحرمات) بدائع زکریا ص ۵۴۸ / ج ۲ / کتاب النکاح فصل ومنها ان لاتکون منکوحة الغیر، زیلعی ص ۱۰۱ / ج ۲ / فصل فی المحرمات مطبوعه امدادیه ملتان.

رضامند نہ ہوں؟

(۲) لڑکے کو اس کی مرضی پر چھوڑنا والدین نہ چاہتے ہوں اور اس کو عاق کرنے کا دباؤ ناجائز دے کر اپنی من مانی پر تلے ہوئے ہوں لڑکے کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کو اپنی خوشگوار زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے یا والدین کی تقلید ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) والدین کو راضی رکھنا اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے[۱] لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں جہاں لڑکے کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں اور وہ جانتا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکے گا، نباہ نہیں ہوگا جو کہ والدین کے لئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے وہ وہاں شادی سے انکار کردے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ نافرمانی کا گنہگار نہیں، مگر نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کردے پھر بتادے کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، گو خود بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہوجائے گا[۲] مگر والدین کے مشورہ سے اور ان کے انتظام سے ہو تو ان کیلئے زیادہ خوشی کی بات ہے۔

(۲) اس کو اپنی خوشگوار زندگی کی تدبیر اختیار کرنے کا پورا حق ہے تدبیر اس کی (۱) میں آچکی ہے۔ والدین کو بھی لازم ہے کہ لڑکے کے جذبات کا خیال رکھیں، اس کی منشاء کے خلاف ضد نہ کریں۔ عاق کرنے یعنی وراثت سے محروم کرنے کا ان کو ہرگز حق نہیں۔ اگر وہ عاق کر بھی دیں گے تب بھی وہ محروم نہیں ہوگا[۳] ان کو سوچنا چاہئے کہ اگر زبردستی اس کی شادی

---

[۱] وقضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا (سورۂ اسراء آیت ۲۳/)

[۲] نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلاولی (النہر الفائق ص ۲۰۲/ ج ۲/ باب الاولیاء طبع مکہ مکرمہ، مجمع الانہر ص ۴۸۸/ ج ۱/ باب الاولیاء، طبع بیروت بحر کوئٹہ ص ۱۰۹/ ج ۳/ باب الاولیاء.

[۳] من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ یوم القیامۃ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷/ باب الوصایا، الفصل الثالث، طبع یاسر ندیم دیوبند، الارث جبری لایسقط بالاسقاط (تکملہ ردالمحتار ص ۵۰۵/ ج ۷/ طبع کراچی کتاب الدعویٰ، مطلب واقعۃ الفتوی، تبیین الحقائق ص ۲۲۹/ ج ۶/ کتاب الفرائض، امدادیہ ملتان، سکب الانہر ص ۴۹۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت.

کردی گئی اوراس نے بیوی کی طرف رخ نہ کیا تواس کوسنبھالنا کس قدر دشوار ہوگا اورایسی حالت میں طلاق یاخلع تک نوبت پہونچی تو پھر کیا ہوگا، دوسری شادی آسان نہیں ہوگی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بالغہ کا نکاح جبراً

سوال:-ایک بالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر زید سے کردیا ہےاورنکاح سے قبل لڑکی زید کے یہاں جانے سے انکار کرتی رہی اورنکاح کے بعد بھی رخصتی کے وقت اس نے صراحت کے ساتھ کہا کہ میں زید کے ساتھ نکاح نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن جب والد صاحب نے بالجبر اس کوگھر سے رخصت کرنا چاہا تو وہ صدمہ سے بے ہوش ہوگئی اوراسی حالت میں اس کوزید کے یہاں بھیجدیا گیا۔لڑکی دینی تعلیم یافتہ اور پابند شرع ہے اورزیداوراس کا گھرانہ جاہل ہے بلکہ شریعت کے استہزاء وتمسخر کا عادی ہے۔لڑکی کے تنفر کا بڑا سبب یہی ہے کہ زید کے بارے میں پہلے سے بدستور شور تھا کہ وہ آوارہ اورآزاد طبع ہے، چنانچہ رخصتی کے بعد بھی لڑکی نے حتی الامکان زید کواپنے اوپر قابونہیں دیا حتی کہ اس کی ساس نے اس کے ہاتھ وغیرہ باندھ کرشوہر کواس کے پاس حق زوجیت ادا کرنے کے لئے بھیجا۔زید نے لڑکی کے ساتھ جب بھی قربت کی اسی جبروقہر کی حالت میں کی۔نکاح کو بارہ تیرہ سال گذر چکے ہیں۔اس دوران میں لڑکی بار بار زید کے مکان سے فرار ہوکراپنے عزیزوں کے یہاں جاتی رہی اوراب اس سے تین بچے بھی ہوگئے،مگرلڑکی کی نفرت وکراہت کا وہی عالم ہے۔اس صورت میں کیا نکاح منعقد ہوایانہیں؟ اوراب اس لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب یہ ظلم وستم بارہ تیرہ سال سے ہورہا ہےاورتین بچے بھی ہوچکے ہیں،تواتنی مدت

تک مسئلہ کیوں دریافت نہیں کیا۔ حرام وحلال کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ جب اس قسم کا نکاح کیا گیا تو فوراً دریافت کیا جاتا کہ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ لڑکی کو رخصت کرنا حلال ہے یا حرام ہے؟ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شوہر کو زبردستی اس پر مسلط کرنا جائز ہے یا معصیت ہے؟ ان سب حوادث کے بعد آج دریافت کرنا شبہ پیدا کرتا ہے۔ اب شوہر سے طلاق لی جائے یا بذریعہ شرعی کمیٹی تفریق کرائی جائے[1] پھر جب عدت گذر جائے تب نکاح ثانی کے اقدام کی گنجائش ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لایقیما حدود اللّٰہ فلابأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنةالخ. عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸/ج۱/ الفصل الاول فی شرائط الخلع الخ.

[2] فاذابلغن اجلهن فلاتعضلوهن ان ینکحن ازواجهن (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۲/)

فصل نہم: نکاح مؤقت

اگر منکوحہ کو مرد کی نیت توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح مؤقت ہوگا

سوال:- زید نے ایک عقد خفیہ طور پر دو گواہوں کے روبرو کیا اور عقد کے وقت ارادہ کرلیا کہ اس عقد کو اس وقت تک کے لئے کرتا ہوں جب تک کہ منکوحہ کا اچھا پیام دوسری جگہ سے آوے۔ کیونکہ اس عقد کا حال بوجہ خفیہ ہونے کے معلوم نہ ہوگا تو کوئی نہ کوئی ضرور پیام بھیجے گا اور اس شرط پر عقد کے موقت کو ایک گواہ کے سامنے تو بیان کیا اور دوسرے گواہ نے اس شرط کو ثقل سماعت یا عدم توجہی یا بعد مقام کی وجہ سے نہیں سنا حالانکہ وہ وہاں موجود تھا مگر وہ گواہ اس شرط کو سننے کا منکر ہے (پھر بھی یہ شرط عقد موقت اس منکر گواہ کو دوسرے موقع پر تنہائی میں سنادی گئی تھی) خیر تو یہ شرط عقد مؤقت ایک گواہ کو سنادی گئی، تو اس کے بعد بغیر تبدیل مقام دو گواہوں کے روبرو زید مذکورہ ولی مستورہ کے مابین ایجاب وقبول ہوگیا۔ مگر عین ایجاب وقبول میں یہ کوئی شرط مذکورہ نہیں ہوئی، تو از راہِ کرم آگاہ فرمائیے کہ یہ عقد از روئے شریعت منعقد ہوگیا یا نہیں؟ نیز منکوحہ کی والدہ زید کی محرم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سائل نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس مخفی شرط کو مخطوبہ یا ولی مخطوبہ کے سامنے بھی پیش کیا ہے یا نہیں؟ اگر مخطوبہ کے سامنے اس شرط کو پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کیا یا اس کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کے ولی کے سامنے پیش کیا اور اس نے قبول کیا تو شرعاً یہ عقد صحیح نہیں ہوا بلکہ باطل ہوا، اس پر نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوں گے اور محض عقد کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے اس کی والدہ محرم نہیں ہوگی۔ وَبَطَلَ نکاحُ متعةٍ وَمؤقتٍ وان جهلت المدة

اھ در مختار[1] اور اگر مخطوبہ اور ولی مخطوبہ کے سامنے یہ شرط پیش نہیں کی وہ اس سے بالکل بے خبر ہے تو محض نیت کرنے یا خفیہ طور پر گواہوں سے کہہ دینے کی بناء پر یہ نکاح مؤقت نہیں ہوا بلکہ نکاح درست ہوگیا۔ جیسے کوئی اس نیت سے نکاح کرے کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کو علیحدہ کردوں گا۔ یہ نکاح مؤقت میں داخل نہیں بلکہ یہ نکاح صحیح ہے اور اس صورت میں اس کی والدہ محض نکاح کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے بھی زید کی محرم ہوجاوے گی اور اس کے اوپر کل نکاح کے احکام مرتب ہوں گے۔ **ولیس منه مالو نکحها علی ان یطلقها بعد شهر اونویٰ مکثه معها مدةمعینة اھ درمختار[2] وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطؤة وام زوجته وجدتها مطلقاً بمجرد العقد الصحیح وان لم توطأ الزوجة لماتقرر ان وطی الامهات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامهات اھ درمختار[3] (قوله بمجرد العقد) ای بالعقد المجرد عن الوطئی وقد بین ذٰلک بقوله وان لم توطا واخرج بالصحیح العقد الفاسد فان امها لاتحرم بمجردہ بل بالوطی اوما یقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة اھ طحطاوی[4]** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/ ۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف

---

[1] الدرالمختار کراچی ص ۵۱/ ج۳/ مطلب فیما لوزوج المولیٰ امته (کتاب النکاح) زیلعی ص ۱۱۵/ ج۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۲۰۰/ ج۲/ فصل فی المحرمات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الدرالمختار نعمانیة ص ۲۷۸/ ج۲/ فصل فی المحرمات الشامی کراچی ص ۳۰/ ج۳/ زیلعی ص ۱۰۲/ ج۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۴۷۷/ ج۱/ باب المحرمات، سکب الانهر ص ۱۷۷/ ج۱/ باب المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[4] طحطاوی مع الدر ص ۲۰/ ج۲/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سکب الانهر ص ۴۷۷/ ج۱/ باب المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

نکاح متعہ کے احکام

سوال:- اگر کوئی عالم نکاح متعہ کررہا ہے۔ جانتے ہوئے بھی کہ نکاح مؤقت حرام ہے، پھر اس سے وطی کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حد زنا ثابت ہونی چاہئے پھر اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور منجانب شریعت حد زنا کے علاوہ کوئی دوسرا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح المتعة باطل لایفید الحل ولایقع علیها طلاق ولا ایلا ولاظهار ولایرث احدهما من صاحبه. هٰکذا فی فتاویٰ قاضی خان. فی الفاظ النکاح وهوان یقول لامرأة خالیة من الموانع اتمتع بک کذا مدة عشرةایام مثلاً اویقول اياماً او متعینی نفسک اياماً اوعشرةً ایام. او لم یذکر اياماً بکذا من المال، کذا فی فتح القدیر فتاویٰ عالمگیری ص۳۲۰/ج۲/[1]

نکاح متعہ باطل ہے۔ اس سے عورت حلال نہیں ہوگی اور اس پر نکاح کے شرعی احکام مرتب نہیں ہوں گے۔ حد زنا جاری کرنے کے لئے جو شرائط ہیں، وہ یہاں موجود نہیں[2] اگر

---

[1] عالمگیری ص۲۸۳/ج۱/کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم التاسع المحرمات بالطلقات، فتاوی قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص۳۲۶/ج۱/کتاب النکاح، الفصل الاول فی الالفاظ التی ینعقده بهاالنکاح، فتح القدیر ص۲۴۶/ج۳/فصل فی بیان المحرمات مطبوعه دارالفکربیروت، شامی کراچی ص۵۱/ج۳/باب المحرمات.

[2] ورکنه اقامته الامام اونائبه فی الاقامة، عالمگیری کوئٹه ص۱۴۳/ج۲/کتاب الحدود الباب الاول، وفی البحر، لایجب الحد بالزنافی دارالحرب اوفی دارالبغی الخ، البحرالرائق کوئٹه ص۱۷/ج۵/کتاب الحدودباب الوطئی الذی یوجب الحدوالذی لایوجبه، مجمع الانهر ص۳۴۸/ج۲/کتاب الحدود باب الوطئی الذی یوجب الحدالخ، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ترک تعلقات اصلاح کے لئے مفید ہوتو وہ بھی ایک سزا ہے[1] عالم سے بعید ہے کہ وہ نکاح باطل اور حرام کو اختیار کرے۔ تحقیق ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/ ۹۲ھ

---

[1] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیة فلایسلم علیه الاان یقلع عنه وتظهرتوبته الخ المفهم شرح المسلم ص۹۸/ ج۷/باب یهجر من ظهرت معصیة،مطبوعه دارابن کثیربیروت مرقاة شرح مشکوة ص۷۱۶/ ج۴/باب ماینهی عنه من التهاجروالتقاطع واتباع العورات مطبع اصح المطابع بمبئی.

باب سوم: نکاح فاسد وغیرہ کا بیان

فصل اول: نکاح فاسد

نکاح فاسد اور اس کے احکام

سوال:- (۱) زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا دو گواہوں کے سامنے مگر ان میں ایک بالغ ہے۔ دوسرا نابالغ مگر سمجھدار۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(۲) ہندہ مذکورہ بیوہ ہے اس نے نکاح کی قبولیت اقرار سے نہیں ظاہر کی بلکہ کنواری کی طرح سکوت کیا ہاں اس کے بعد مباشرت وغیرہ میں رضا متحقق ہوئی یہ نکاح صحیح ہے یا فاسد؟

(۳) اگر دونوں گواہ انکار کر دیں کہ ہمارے سامنے نکاح نہیں ہوا۔ تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یا نہیں؟

(۴) اس نکاح کے بعد زید نے کئی مہینہ ہندہ کو پاس رکھا اور مجامعت کی اس جماع کو زنا کہیں گے یا مشتبہ قابل عفو اور مہر مسمّٰی واجب ہوگا یا نہیں؟

(۵) مہر کے ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ دونوں گواہوں کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے وشرط فی الشاهد اربعة امور الحرية والعقل والبلوغ والاسلام عالمگیری[1] ص ۲۷۵/ج ۲/اور

---

[1] الهندية ص ۲۶۷/ج ۱/كتاب النكاح الباب الاول فی تفسيره مكتبه كوئٹه پاكستان، كنز مع النهر الفائق ص ۱۸۱، ۱۸۲/ج ۲/كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۹/ج ۳/كتاب النكاح.

ایک گواہ کالعدم ہے۔

(۲) قول اور فعل دونوں سے رضا متحقق ہوجاتی ہے فان استاذنها (ای البکر) غیر الاقرب کاجنبی اوولی بعید فلاعبرة لسکوتها بل لابد من القول کالثیب البالغة لافرق بینهما الا فی السکوت لان رضاهما یکون بالدلالة کما ذکره بقوله او ما هو معناه من فعل یدل علیٰ الرضا کطلب مهر ها ونفقتها وتمکینها من الوطء در[1] ص ۴۶۵/ لیکن فقط رضا کا متحقق ہونا کافی نہیں گواہوں کا نصاب بھی شرط ہے اور وہ موجود نہیں لہٰذا نکاح نہیں ہوا۔

(۳) اگر گواہ اقرار بھی کریں تب بھی یہ نکاح صحیح نہیں علیحدگی واجب ہے یا از سرنو نکاح صحیح کیا جاوے تکمیل شہادت کے ساتھ[2]۔

(۴) اس مجامعت کو زنا موجب حد نہیں کہا جاوے گا وان کان النکاح مختلفا فیه کالنکاح بلاشهود او بلاولی فلاحد علیه اتفاقاً لتمکن الشبهة عند الکل. عالمگیری[3] ص ۷۵۶/ ج ۲/ مہر مسمّٰی اور مہر مثل میں سے اقل واجب ہوگا۔ وان کان قددخل بها فلها الاقل مما سمی لها ومن مهر مثلها[4].

---

[1] الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۶۲/ ج۳/ باب الولی، تبیین الحقائق ص ۱۱۹/ ج۲/ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۴۹۲/ ج ۱/ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ملاحظہ فرمائیں جواب نمبر ۱ مع حاشیہ۔

[3] عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۹/ ج۲/ کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد الخ، النهرالفائق ص ۱۳۹/ ج۳/ باب الوطء الذی یوجب الحد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۲۶۰/ ج۵/ باب الوطء الذی یوجب الحد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰/ ج ۱/ الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه، شامی زکریا ص ۲۷۴/ ج۴/ باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۳۵/ ج۲/ فصل واماالنکاح الفاسد.

(۵) ہندہ کے سامنے رکھدے وہ اٹھائے یا نہ اٹھائے زید بری ہوجائیگا یا کسی ذریعہ سے اس تک پہنچادیوے خواہ اس کو علم ہو دین مہر ہونے کا یا نہ ہو[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۲۰/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۲/ذی قعدہ ۵۳ھ

نکاح فاسد و باطل

سوال:- ایک شخص کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا اس کے بعد اس نے تجدید ایمان و نکاح کیا مگر نکاح کی صورت یہ ہوئی کہ ایک شخص کے سامنے اس نے اپنی اہلیہ سے یہ کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں تمہیں نکاح منظور ہے عورت نے جواب دیا کہ مجھے منظور ہے الفاظ ایجاب وقبول اس شخص نے سنے اور اس شخص نے مسجد میں جا کر دو گواہوں کے روبرو کہا کہ عورت نے میرے سامنے کہا ہے کہ مجھے مثلاً زید سے نکاح منظور ہے اور ہاں راضی ہوں چنانچہ اس شخص نے ان ہی دو گواہوں کے سامنے زید کا نکاح کردیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح فاسد ہوا یا باطل اور اس حالت میں جو بچہ پیدا ہوجائے تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں۔ حلالی ہوگا یا حرامی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس شخص کو مسئلہ معلوم ہوا کہ اس طرح نکاح صحیح نہیں ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح تم روبرو دو گواہوں کے اپنے سے کرلے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔ اس شخص نے دو گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ

---

[۱] والتسليم الموجب للتبرأة ان يخلى بينه وبين المبيع على وجه يتمكن من قبضه من غير حائل وكذا تسليمالثمن وشرط فى الاجنا س مع ذالک ان يقول خليت بينک وبين المبيع الى قوله ودفع المفتاح فى بيع الدارتسليم اذاتهيأ له فتحه من غيرتكلف ،سكب الانهرعلى مجمع الانهر ص ۳۲،۳۳/ج۲/ كتاب البيوع،فصل اول،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،البحرالرائق كوئٹه ص ۳۰۸/ج۵/ كتاب البيوع ،فصل يدخل البناء والمفاتيح فى بيع الدار،شامى زكريا ص ۹۶/ج۷/كتاب البيوع ، مطلب فى شروط التخلية.

عورت نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میرا نکاح اپنے سے کرلو چنانچہ اس شخص نے عورت کا وکیل بنتے ہوئے کہا کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا تم گواہ رہو اور گواہ بالکل اجنبی ہیں۔ کیا گواہوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زوجین کو جانتے ہوں یا کم ازکم دو گواہوں کا تحقق ضروری ہے خواہ وہ پہچانیں یا نہ، اب اس شخص نے اپنا نکاح دو اجنبی گواہوں کے سامنے کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں گر نہیں تو نکاح کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہے۔

مفصل جواب مرحمت فرمادیں براہ کرم کچھ مثالیں نکاح باطل وفاسد کی تحریر فرماویں نیز یہ کہ مہر کس نکاح میں ثابت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عورت نے نکاح کی اجازت دیدی ہے گویا کہ اس مرد کو نکاح کا وکیل بنادیا ہے تو وکیل بالنکاح کے لئے شہادت شرط نہیں کما فی ردالمحتار[1] ص ۴۱۹/ ج ۲/ پس جن گواہوں کے روبرو نکاح پڑھایا ہے اگر وہ اس عورت کو پہلے سے پہچانتے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا یا ان کے سامنے عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام اس طرح لیا گیا ہو جس سے وہ متمیز ہوگئی تب بھی درست ہوگیا اگر گواہ پہچانتے نہیں وہ ان کے نزدیک مجہولہ ہے نہ عورت کا نام لیا گیا نہ باپ دادا کا بلکہ اس طرح کہا گیا کہ ایک عورت مجھ سے نکاح کرنے پر رضامند ہے اور اس نے مجھے نکاح کی اجازت دیدی ہے میں اس کا وکیل ہوں پھر ایجاب و قبول ہوا ہے تب بھی خصّاف، قاضیخاں، حاکم شہید کے نزدیک نکاح درست ہوگیا مگر مفتیٰ بہ قول کے مطابق درست نہیں ہوا۔ یا عورت سامنے ہو یا گواہ اس کو پہچانتے ہوں تب نکاح درست ہوگا۔[2]

---

[1] الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته، شامی کراچی ص ۲۱/ ج۳/ کتاب النكاح، بحر کوئٹہ ص ۸۹/ ج۳/ کتاب النكاح، تاتارخانیہ کراچی ص ۶۹/ ج۳/ الفصل السادس عشر في الوكالة بالنكاح، هنديه كوئٹه ص ۲۹۴/ ج ۱/ كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيره. (نمبر۲/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صورت مسئولہ میں اگر عدم جواز کی کوئی شق ہوتب بھی جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ ثابت النسب ہوگا کیوں کہ یہ نکاح باطل نہیں ہوگا بلکہ فاسد ہوگا۔ نکاح فاسد میں جو اولاد ہوتی ہے وہ حرامی نہیں کہلاتی بلکہ ثابت النسب ہوتی ہے[1] بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ نکاح میں فاسد اور باطل دونوں ایک ہیں کچھ فرق نہیں بعض علماء فرق کرتے ہیں کہ نکاح باطل پر وجوب مہر کا ثبوت نسب، وجوب عدت، وغیرہ احکام مرتب نہیں ہوتے اور فاسد پر قبل الدخول مرتب نہیں ہوتے بعد الدخول مرتب ہوجاتے ہیں۔ نکاح فاسد اسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو۔ جیسے مثلاً بلا گواہ ہونے کے نکاح کرلیا۔ یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کرلیا یا حرۃ پر امۃ سے کرلیا۔ یہ سب انکحۃ فاسدہ ہیں۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ فاسد ہے اور جو بالاجماع حرام ہے وہ باطل ہے۔ پس منکوحہ غیر یا معتدۂ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[2] ولابدمن تمییز المنکوحة عند الشاهدین لتلتقی الجهالة فان کانت حاضرة منتقبة کفی الاشارة الیها وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بان عقدلهاوکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکر اسمها اذا علموا انه ارادها وان لم یعرفوها لابد من ذکر اسمها واسم ابیها وجدها وجوز الخصاف النکاح مطلقا،قال قاضیخان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوزا الاقتداء به وذکر الحاکم الشهید فی المنتقی کما قال الخصاف،قلت:فی التاترخانیه عن المضمرات ان الاول هو الصحیح وعلیه الفتوی (شامی زکریا ص ۸۹، ۹۰/ج۴/کتاب النکاح ،مطلب الخصاف کبیرفی العلم یجوز الاقتداء به،بحر کوئٹه ص۸۸/ج۳/کتاب النکاح، تاتار خانیه کراچی ص۶۰۵/ ج۲/ کتاب النکاح،الفصل الخامس فی تعریف الزوج والمرأة فی العقد الخ.

---

[1] رجل تزوج امرأة نکاحاً فاسداً فجاء ت بولدالی ستة اشهریثبت النسب(تاتارخانیه کراچی ص ۱۲/ج۳/الفصل التاسع فی النکاح الفاسد،هندیه کوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فی النکاح الفاسد، تبیین الحقائق ص۱۵۳/ج۲/باب المهر،مطبوعه امدادیه ملتان.

نکاح باطل ہوگا کیوں کہ وہ زنا محض ہے[1]، نکاح مذکورہ مسئولہ میں اگر گواہ عورت کو پہچانتے تھے یا ان کے سامنے عورت موجود تھی۔ یا اس کا پورا نام مع ولدیت بتایا گیا تب تو وہ نکاح صحیح ہوگیا۔ اگر گواہ جانتے نہیں تھے تو مختار قول کی بناء پر وہ نکاح فاسد ہوا۔ بعد دخول مہر لازم ہوگا اور وہ مہر مثل اور مہر مسمّٰی میں سے اقل لازم ہوگا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا نکاح نہیں ہوا

سوال: میری شادی کی منگنی معروف طریقہ پر ہوئی، پھر مقررہ تاریخ میں بارات

---

[1] ویجب مهر امثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة کشهود ومثله تزوج الاختین معاً ونکاح الاخت فی عدة الاخت ونکاح المعتدة والخامسة فی عدة الرابعة والامة علی الحرة، فظاهره انهما لایحدان وان النسب یثبت فیه والعدة ان دخل قلت لکن سیذکر الشارح فی آخر فصل فی ثبوت النسب عن مجمع الفتاوی ،نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه ولاتجب العدة لانه نکاح باطل، ومقتضاه الفرق بین الفاسد والباطل فی النکاح لکن فی الفتح انه لافرق بینهما فی النکاح نعم فی البزازیة حکایة قولین فی ان نکاح المحارم باطل او فاسد والظاهر ان المراد بالباطل ماوجوده کعدمه ولذا لایثبت النسب ولاالعدة وفسر القهستانی هنا الفاسد بالباطل،وذکر فی البحر هناک عن المجتبی ان کل نکاح اختلف العلماء فی جوازکالنکاح بلا شهود فالدخول فیه موجب للعدة،اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة،ان علم انها للغیر لانه لم یقل احدبجوازه فلم ینعقداصلاً قال فعلی هذایفرق بین فاسده وباطله فی العدة ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی کما فی القنیة وغیرها اه (الدرمع الشامی زکریا ص ۲۷۴/ج۴/باب المهر،مطلب فی النکاح الفاسد.

[2] وان کان قددخل بهافلها الاقل مما سمی لها ومن مهر مثلها(هندیه کوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/ الباب الثامن فی النکاح الفاسد، الدرمع الشامی زکریا ص ۲۷۵/ج۴/باب المهر،مطلب فی النکاح الفاسد،بحرکوئٹه ص ۱۶۹/ج۳/باب المهر.

گئی۔ ہمارے خسر طفیل احمد صاحب کی دولڑکیاں ہیں۔ بڑی لڑکی مسماۃ رخسانہ خاتون جو قریب البلوغ ہے جس سے میری شادی کی نسبت طے ہوئی تھی۔ دوسری چھوٹی لڑکی کا نام عمرانہ ہے۔نکاح خواں نے بوقت نکاح ولی سے اجازت نہیں لی اور نہ کسی وکیل کا پتہ چلا، بلکہ مجمع میں سے ایک دوآدمیوں نے کہا کہ نکاح پڑھاؤ۔ نکاح خواں نے بوقت قبولیت بجائے رخسانہ خاتون بنت طفیل احمد کہنے کے ریحانہ خاتون بنت طفیل احمد کہا اور میں نے قبول بھی کرلیا۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ اس لڑکی کا نام رخسانہ خاتون ہے ریحانہ نہیں ہے۔نکاح خواں کی آواز پست ہونے کے سبب دوتین احباب نے ہی سنا،لیکن بعد میں کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور نہ کوئی تنازعہ ہے بلکہ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد اسی طور پر بیوی رخصت ہوکر میرے مکان پر بھی آ گئی۔صورت مسئولہ میں میرا یہ نکاح شرعاً ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپ کی منگنی رخسانہ خاتون سے طے ہوئی تھی،مگراس کا آپ سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا تو اس کا آپ سے نکاح نہیں ہوا[1] اگر وہ رخصت ہوکر آپ کے یہاں آئی تو غلط آئی۔آپ اس سے الگ رہیں، یہاں تک کم از کم دو۲/آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوجائے تو آپ کا اس سے شرعاً نکاح درست ہوجائیگا[2] عمرانہ سے نہ آپ کی منگنی ہوئی نہ ایجاب وقبول ہوا نہ وہ رخصت ہوکر آئی۔وہ اپنی جگہ پر جہاں تھی ویسی ہی ہے۔ریحانہ نام کی

---

[1] رجل له ابنة واحدة واسمهاعائشة فقال الاب وقت العقدزوجت منک ابنتی فاطمة لاینعقد النکاح بینها، فتاوی قاضیخان علی الهندیه ص ۳۲۴/ج ۱/کتاب النکاح الباب الاول، الفصل الاول مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۲۶/ ج۳/ کتاب النکاح مطلب فی عطف الخاص علی العام، عالمگیری ص ۲۷۰/ج ۱/قبیل الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح مطبوعه کوئٹه.

[2] وینعقد بایجاب وقبول الی قوله وشرط حضورشاهدین الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۶۹،۸۷/ج۴/کتاب النکاح،هدایه ص ۳۰۵/ج ۲/کتاب النکاح مطبوعه دار الکتاب دیوبند،عالمگیری ص۲۶۷/ج ۱/کتاب النکاح الباب الاول،مطبوعه کوئٹه.

کوئی بچی نہیں جس کو آپ نے قبول کیا، تو یہ قبول کرنا بیکار ہوگیا[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۴۰۰ھ

نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا

سوال: انوار احمد کا نکاح صفیہ بیگم سے ہونا تھا مگر بوقت نکاح منجانب ولی اندراج رجسٹر میں بجائے صفیہ بیگم کے ذکیہ بیگم لکھایا گیا اور اسی نام سے ایجاب وقبول ہوگیا۔ بعد ایجاب وقبول رجسٹر میں صفیہ بیگم نے اپنا نام لکھا تو لوگوں کو تنبہ ہوا۔ وکیل عقد نے آکر بتایا کہ یہ غلطی ہوگئی ہے۔ لہٰذا قاضی نکاح خواں نے رجسٹر میں بھی اصلاح کردی اور بغرضِ تصحیح نوشہ کو بھی بتلادیا کہ ذکیہ بیگم نہیں بلکہ صفیہ بیگم زوجہ کا نام ہے اور عوام کو بھی بروقت اس کی تصحیح کی اطلاع کردی گئی۔ تو اس نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صفیہ بیگم کی جگہ ذکیہ بیگم کا نام لیکر ایجاب وقبول کرادیا گیا ہے اور یہ دونوں بہنیں ہیں تو نکاح ذکیہ بیگم کا ہوا ہے صفیہ بیگم کا نہیں ہوا[2]، ایسی حالت میں صفیہ بیگم سے تعلق زوجیت

---

[1] رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منک ابنتی عائشة ولم تقع الاشارة الی شخصها ذکرفی فتاویٰ انه لاینعقد النکاح .عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰/ج ۱/قبیل الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح الخ،شامی کراچی ص ۲۶/ج۳/کتاب النکاح،مطلب فی عطف الخاص علی العام،قاضیخان علی الهندیه ص ۳۲۴/ج ۱/کتاب النکاح الباب الاول،الفصل الاول مطبوعه کوئٹه،المحیط ص ۲۵/ج۴/الفصل الخامس تعریف الطرفین بالتسمیه الخ مطبوعه ڈابهیل.

[2] ولو کان لرجل بنتان کبریٰ أسمها عائشة وصغری أسمها فاطمة وأرادأن یزوج الکبریٰ وعقد باسم فاطمة ینعقد الصغریٰ عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰/ج ۱/الباب الاول فی تفسیره شرعاً الخ، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۹۷/ج۴/ کتاب النکاح .قبیل فصل فی المحرمات تاتارخانیه ص۶۰۷/ج۲/کتاب النکاح،الفصل الخامس فی تعریف المرأة والزوج الخ مطبوعه کراچی.

قائم کرنا جائز نہیں[1]۔ اگر صفیہ بیگم سے تعلق قائم کرنا ہے تو انوار احمد کو چاہئے کہ وہ ذکیہ بیگم کو طلاق دیدے۔ بعد طلاق صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول کرایا جائے یہ طلاق اگر خلوت صحیحہ سے پہلے ہی دیدی ہے تو ذکیہ بیگم پر عدت واجب نہیں[2] اور فوراً بعد صفیہ بیگم سے نکاح جائز ہوگا۔ اگر ذکیہ بیگم کوئی صفیہ بیگم کی بہن نہیں ہے تو ایجاب وقبول لغو ہوگا۔ صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول مستقلاً کرایا جائے۔ بعد کو محض اطلاع کرنا کافی نہیں۔ نہ رجسٹر میں نام کی تصحیح کافی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۶ھ

نکاح میں غلطی سے بڑی شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح کا حکم

سوال:- زید کے یہاں دو لڑکیاں ہیں۔ بڑی لڑکی کا عقد پہلے ہو چکا تھا مگر شوہر کی نالائقی کی وجہ سے قریباً آٹھ سال سے بڑی لڑکی بھی ماں باپ کے یہاں ہے۔ اب زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا مگر سہواً نکاح خوانی کے وقت وکیل اور گواہان کو جو نام بتلایا گیا وہ بجائے چھوٹی کے بڑی لڑکی کا بتلا دیا اور ناکح نے یہی نام لے کر ایجاب وقبول دلہا کو کرادیا۔ نکاح خوانی کے رجسٹر پر جس وقت دلہن نے دستخط کئے تو اس غلطی کا احساس ہوا کہ

---

[1] لاخلف فی ان الجمع بین الاختین فی النکاح حرام، بدائع زکریا ص ۵۳۸/ ج ۲/ کتاب النکاح المحرمات بالمصاهرة ،فصل منها ان لایقع نکاح الخ، تاتارخانیه کراچی ص ۱/ ج ۳/ کتاب النکاح الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ.

[2] اربع من النساء لاعدة علیهن المطلقة قبل الدخول، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۵/ ج ۱/ الباب الثالث عشر فی العدة،شامی زکریاص ۵۱۲/ ج ۴/ کتاب الطلاق باب الطلاق غیرالمدخول بها، تاتارخانیه کراچی ص ۵۴/ ج ۴/ کتاب الطلاق الفصل الثامن والعشرون فی العدة.

نام صحیح نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح چھوٹی لڑکی کا بکر کے ساتھ صحیح ہوگیا کہ نہیں؟ خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور بڑی کا ہوگیا۔ دلہا دلہن میں خلوت بھی ہوچکی، نکاح چھوٹی لڑکی کا دوبارہ پڑھانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کے وقت بڑی لڑکی کا نام لیکر قبول کرایا گیا جس کا پہلے نکاح ہو چکا ہے اور اب والد کے گھر پر ہے تو یہ نکاح کسی کا بھی نہیں ہوا۔ بڑی کا تو اس لئے کہ وہ محل نکاح ہی نہیں کیونکہ وہ شادی شدہ ہے۔[1] چھوٹی کا اس لئے کہ اس کا نام لیکر قبول نہیں کرایا گیا،[2] اس لئے دوبارہ نکاح کرایا جائے اس کے لئے چند گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کافی ہے۔ رجسٹر نکاح میں بھی اندراج صحیح کرایا جائے۔[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۸ھ

نام بدل کر نکاح

سوال: - زید کے گواہوں کو اس لڑکی ہندہ کا نام خالدہ بنت ولید بتلایا حالانکہ وہ ہندہ بنت بکر تھی یا یہ کیا کہ ہندہ بنت بکر کا نام زینب بنت بکر بتایا یعنی اس کے نام کے بجائے اس کی

---

[1] لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره الخ، عالمگیری ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس فی المحرمات یتعلق بهاحق الغیر،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/باب فی المحرمات تاتارخانیه کراچی ص ۴/ج ۳/الفصل الثامن من فی بیان مایجوزمن الانکحة.

[2] غلط وکیلها بالنکاح فی أسم أبیها بغیرحضورها لم یصح للجهالة الدرالمختار وفی الشامیة، وکذا یقال فیما لوغلط فی إسمها، شامی کراچی ص ۲۶/ج ۳/ کتاب النکاح،البحرالرائق کوئٹه ص ۸۵/ج ۳/ کتاب النکاح،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۲۳،۳۲۴/ج ۱/کتاب النکاح، الفصل الاول فی الالفاظ التی ینعقدالخ.

[3] وینعقدبایجاب وقبول وشرط حضورشاهدین حرین الخ،درمختارملخصاً ص ۹، ۲۲/ج ۳/ کتاب النکاح،مطبوعه دارالفکربیروت.

بہن کا نام لیا اور گواہ چونکہ نہ ہندہ سے واقف تھے اور نہ زینب وخالدہ سے اس لئے وہ کچھ نہ جان سکے کہ کون ہے البتہ چونکہ ہندہ سامنے بے نقاب یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر آئی تھی اس لئے اس کے کل یا بعض چہرہ کو پہچان گئے تھے اور انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا تو کیا ایسی صورت میں نکاح کا انعقاد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

امیر علی صاحب معرفت حامد میاں مدرسہ شاہی مرادآباد

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گواہوں نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا ہے تو نکاح صحیح ہے زوجہ یا اس کے والد کا نام غلط لینے سے کوئی اثر نہیں ہوگا۔ غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالة وکذا لوغلط فی اسم بنته الا اذا کانت حاضرة واشار الیها فیصح اھ درمختار. قوله الا اذا کانت حاضرة الخ راجع الیٰ المسئلتین ای فانها لوکانت مشارا الیها وغلط فی اسم ابیها اواسمها لایضرلان تعریف الاشارة الحسیة اقویٰ من التسمیة لما فی التسمیةمن الاشتراک لعارض فتلغوالتسمیة عندها کمالوقال اقتدیت بزید هذا فاذا هوعمرو فانه یصح اھ شامی[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

نکاح پڑھاتے وقت نام بدلا گیا

سوال:- کچھ ماہ پہلے میری شادی ہوئی تھی میری بیوی کا اصلی نام کوثر حسین ہے لیکن نکاح میں اقرار کے وقت قیصر جہاں کے نام سے اقرار کرایا گیا۔ قاضی صاحب نے قیصر

---

[1] شامی کراچی ص ۲۶/ج۳/کتاب النکاح،تاتارخانیه ص ۶۰۶/ج۲/کتاب النکاح الفصل الخامس فی تعریف المرأة الخ مطبوعه کراچی ،المحیط ص ۲۴/ج۴/کتاب النکاح،الفصل الخامس فی تعریف المرأة الخ مطبوعه ڈابهیل،خانیه کوئٹه ص ۳۲۴/ج ۱/کتاب النکاح.

جہاں ہی نام لیکر مجھ سے تین مرتبہ اقرار کرایا اور رسید میں بھی قیصر جہاں نام ہے۔ ذہنی الجھن میں مبتلا ہوں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا اس میں کچھ خامی ہے۔ شرعی اعتبار سے مجھے کیا کرنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصلی نام قیصر جہاں تھا، لیکن صحیح تلفظ نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوثر حسین کہنے لگے، یا اصلی نام کوثر حسین تھا اسی کو قیصر جہاں کہنے لگے، یا دونوں ہی نام ہیں کوئی کوثر حسین کہتا ہے کوئی قیصر جہاں، تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہو گیا[1] اگر نام ایک ہی ہے اور وہی لیا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا گیا ہے وہ نام نہیں ہے اور غلطی سے نام بدل گیا تو دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کے ایجاب وقبول میں نام بدلا گیا

سوال: مقصود احمد ولد اشفاق احمد سے سلمیٰ بیگم دختر امیر احمد کا رجسٹر قاضی میں نکاح لکھا گیا ہے۔ جس وقت وکیل اور گواہان سلمیٰ بیگم کے پاس قبولیت کے لئے گئے تو وکیل عباس احمد اور گواہان منظور احمد اور شکور احمد نے سلمیٰ بیگم کے سامنے تفصیلات بتلانے کے وقت مقصود احمد کا نام بتلانے کے بجائے افضال احمد بتلا دیا۔ نکاح جو پڑھایا گیا وہ مقصود احمد سے پڑھایا

---

[1] لان المقصود من التسمية التعريف وقدحصل الخ شامی زکریا ص ۹۰/ ج۴/ کتاب النکاح، المحیط البرهانی ص ۲۴/ ج۴/ الفصل الخامس فی تعریف المرأة الخ مطبوعه ڈابهیل ،تاتار خانیه ص ۶۰۵/ ج۲/ الفصل الخامس مطبوعه کراچی.

[2] وکذالوغلط فی اسم بنته الااذاکانت حاضرة واشارالیها فیصح، الدرعلی الرد ص ۲۶/ ج۳/ کراچی مطلب فی عطف الخاص علی العام،تاتارخانیه ص ۶۰۶/ ج۲/ کتاب النکاح،الفصل الخامس فی تعریف المرأة الخ مطبوعه کراچی، خانیه علی الهندیه ص ۳۲۴/ ج۱/ کتاب النکاح مطبوعه کوئٹه.

گیا ہے جس سے طے پایا تھا۔ افضال احمد جو صاحب معلومات پہونچنے پر پتہ لیا کہ مقصود احمد کا بھائی ہے۔ اب وکیل اور گواہان کو افضال احمد کا نام زبان پر کیوں آیا۔ جس وقت وکیل نے رجسٹر نکاح پر دستخط کئے تو افضال احمد کا نام لکھا ہوا ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ لڑکے کا نام افضال احمد ہے جب کہ شاہد افضال احمد ایک گواہ کی حیثیت سے ان کا نام رجسٹر نکاح میں ہے۔ یہ بات کہنے کا سبب یہ ہے کہ سلمیٰ بیگم کے پاس ۲/لڑکیاں جو کہ بالغ تھیں وہ مقصود احمد کی طرف سے ہیں۔ نکاح سے فارغ ہونے کے بعد مقصود احمد کی بہن شرما بیگم سے ظاہر کیا کہ یہ نکاح مقصود احمد سے نہیں بلکہ افضال سے ہوا ہے مگر وکیل اور گواہان مغالطہ میں تھے اور لڑکی کے دماغ میں مقصود احمد ہی ہے، نام صرف زبان سے نکل گیا۔ اس صورت میں نکاح افضال احمد سے ہوا یا مقصود احمد سے یا کسی سے بھی نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

لڑکی نے نکاح کی اجازت دی افضال احمد کے لئے اور نکاح ہوا مقصود احمد سے۔ پھر معلوم ہونے پر اگر لڑکی نے اس مقصود احمد کے نکاح پر رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح مقصود احمد سے صحیح ہو گیا[1]۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ وہ اپنے نزدیک افضال احمد کے ہی نکاح پر قائم ہے تو یہ مقصود کا نکاح صحیح نہیں ہوا اور افضال احمد سے تو ایجاب وقبول کرایا ہی نہیں گیا۔ اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ اب اگر لڑکی کی رضامندی بھی افضال احمد سے ہو تو اس سے ایجاب و قبول کرا دیا جائے بشرطیکہ افضال احمد بھی اس نکاح پر آمادہ ہو اور کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوزوج رجل امرأة بغير رضاها اورجلاً بغيررضاه وهذا عند نافان كل عقدصدر من الفضولى وله مجيزاً انعقد موقوفاً على الاجازة،هدايه ص ۳۲۲/ج ۲/كتاب النكاح فصل فى الوكالة بالنكاح مطبوعه ياسرنديم ديوبند،عالمگيرى ص ۲۹۹/ج ۱/كتاب النكاح،الباب السادس فى الوكالة بالنكاح مطبوعه كوئٹه،المحيط ص ۸۵/ج ۴/الفصل الثانى عشرفى النكاح الخ مطبوعه ڈابھيل.

دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے، رخصتی میں ادل بدل

سوال:- دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے ہوا اور ایک ہی ساتھ ہوا اور غلطی یہ ہوگئی کہ جس لڑکے کی شادی جس لڑکی سے ہوئی وہ لڑکی دوسرے لڑکے کے پاس رہ کر آپس میں شوہر و بیوی کے تعلقات ہوگئے اور دوسری کے تعلقات دوسرے لڑکے سے زن وشوہر کے ہوئے۔ صبح کو معلوم ہوا کہ جس لڑکی کا عقد جس لڑکے سے ہوا تھا غلطی سے ادل بدل ہوگئی، تو اس بارے میں حکم شرعی بتلایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس غلطی کے اصلاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس سے عقد ہوا ہے اس کو اس سے طلاق دلوادی جائے اور ہر ایک اپنا مہر معاف کردے۔ پھر جو جس کے پاس غلطی سے پہنچ گئی اور مغالطہ میں تعلق بھی ہوگیا اس کا اس سے عقد کردیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۸۹ھ

رشتہ بڑی لڑکی سے ہوا غلطی سے رخصت چھوٹی کو کردیا گیا

سوال:- زید کی دو لڑکیاں تھیں، دونوں بالغ تھیں، اسے اپنی ایک لڑکی کی شادی کرنی تھی، جو عمر کے لحاظ سے بڑی تھی، نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی لڑکی کا نام لیا گیا اور پھر رخصت بڑی ہی لڑکی کو کردی۔ تو ایسی صورت میں نکاح میں کون سی لڑکی رہے گی؟ اور میاں بیوی اس مخالطت سے گنہگار تو نہیں ہوئے؟

---

[1] وأجاب أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ بأنه إذا رضى كل واحد بموطوءته يطلق كل واحد زوجته ويعقد على موطوءته ويدخل عليها للحال (شامی کراچی ص۵۰۷ ج۳ مطلب حكاية أبي حنيفة في الموطوءة بشبهة، باب العدة)

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی کو شوہر نے قبول کیا ہے، نکاح اسی سے ہوا یعنی چھوٹی لڑکی سے[1] پھر بڑی لڑکی کو رخصت کرنا اور اس سے تعلق زوجیت قائم کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اس سے توبہ و استغفار کریں۔ اب بہتر صورت یہ ہے کہ چھوٹی لڑکی جس کو قبول کیا ہے طلاق دیدے اور بڑی لڑکی سے دوبارہ ایجاب وقبول کرا کے نکاح کرا دیا جائے اور چھوٹی لڑکی کو قبول کرتے وقت جو مہر تجویز کیا گیا ہے وہ لڑکی اپنا مہر بعوض طلاق کے معاف کردے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۱۳۹۴ھ

ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے

سوال: - ہندہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا۔ وکیل اور گواہ سب اجازت لینے گئے، تو ہندہ کے بجائے دوسری عورت نے کہہ دیا کہ نکاح پڑھا دیا جائے۔ بعدہٗ اس شخص کے ہمراہ چلی گئی اور صرف دورات وہاں رہی۔ اس بات کو تقریباً دو سال ہو گئے ہیں۔ اب ہندہ وہاں جانے کے لئے تیار نہیں، کہتی ہے کہ میرا نکاح اس سے نہیں ہوا تھا، میں نے اجازت نہیں دی تھی۔ تو کیا عندالشرع ہندہ کا نکاح معتبر ہے یا بغیر اجازت نکاح ہوا ہی نہیں

---

[1] ولو له بنتان اراد تزويج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرىٰ صح للصغرىٰ الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۹۷/ج۴/ كتاب النكاح قبيل فصل فى المحرمات،فتاوى الخانيه على هامش الهنديه ص۳۲۴/ج ۱/الفصل الاول فى الالفاظ التى ينعقدبها النكاح مطبوعه كوئٹه،فتاوى الهنديه ص ۲۷۰/الباب الاول كتاب النكاح مطبوعه كوئٹه.

[2] واذا تشاق الزوجان وخافاان لايقيما حدود اللّٰه فلابأس بان تفتدى نفسها منه بمال يخلعهابه فاذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال. عالمگيرى كوئٹه ص۴۸۸/ج ۱/الباب الثامن فى الخلع ومافى حكمه،زيلعى شرح الكنز ص۲۶۸/ج۲/كتاب الطلاق،باب الخلع مطبع امداديه ملتان،النهر الفائق ص ۴۳۶/ج۲/كتاب الطلاق باب الخلع، مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

تھا۔ جبراً دورات وہاں گذاری تھی۔ نیز ہندہ کو دوسرا نکاح کرنے میں پہلے زوج سے طلاق کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے نکاح کے وقت اجازت نہیں دی بلکہ دوسری عورت نے اجازت دی تو وہ اجازت معتبر نہیں۔ پھر نکاح ہونے کے بعد جب ہندہ کو خبر ہوئی اور اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو شرعاً وہ نکاح نہیں ہوا[1] پھر اگر اس کو ظلماً وزبردستی بھیجا گیا اور وہ انکار کرتی رہی اور وہاں پہونچ کر بھی ہندہ نے کہدیا کہ میں نے اس نکاح کو نامنظور کر دیا، میرا نکاح نہیں ہوا۔ تو یہ اس کو زبردستی بھیجنا بہت بڑا ظلم اور سخت گناہ ہوا۔ اب وہاں اس کو ہرگز نہ بھیجا جائے دوسری جگہ اس کی مرضی کے موافق نکاح کر دیا جائے۔ جن لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا وہ بھی سب گنہگار ہوئے سب کو توبہ کرنا ضروری ہے۔

اگر ہندہ نے اجازت لینے کے وقت تو خاموشی اختیار کی مگر نکاح ہو جانے پر اس کو نامنظور نہیں کیا اور نہ رخصتی کے وقت نامنظوری کا اظہار کیا بلکہ خاموشی سے رخصت ہوگئی تو شرعاً وہ صحیح اور لازم ہو گیا۔ اب انکار سے کچھ نہیں ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

---

[1] لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها، بکراً کانت او ثیباً فان فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل کذافی السراج الوهاج، عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۷/ج ۱/الباب الرابع فی الاولیاء، شامی کراچی ص۵۸/ج۳/باب الولی، بحر ص۱۱۳/ج۳/کتاب النکاح، مطبوعه سعید کراچی.

[2] فإن استاذنها هو أی الولی وهو السنة أو وکیله أو رسوله أو زوجها ولیها واخبرها رسوله أو فضولی عدل فسکتت أو ضحکت الخ. فهو إذن، الدرالمختار کراچی ص ۵۹/ج۳/ باب الولی، سکب الانهر ص ۴۹۰/ج ۱/باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۰۳/ج۲/مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول

سوال:- زید کی بارات عمر کے گھر گئی۔ قاضی نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔ مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکے نے انکار کردیا۔ اس کے والد نے سمجھایا تو وہ راضی ہوگیا۔ قاضی صاحب بھی اس دوران میں اٹھ کر چلے گئے تھے۔ پھر واپس آ کر لڑکی کے والد کو بلایا کہ نکاح پڑھوالیجئے۔ اس نے کہا کل فیصلہ ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکے نے دوبارہ آ کر قبول کرنے کا اقرار کیا۔ لڑکی کے والد نے قاضی صاحب کو بالکلیہ اختیار نکاح دیدیا تھا۔ یہ نکاح درست ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی صاحب نے نکاح کا ایجاب لڑکی کی طرف سے لڑکے کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پھر لڑکے کے والد صاحب وہاں سے اٹھ کر دوسری مجلس میں اس کو لے کر گئے۔ ادھر قاضی صاحب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو پہلا ایجاب بیکار ہوگیا۔ اب لڑکے کے قبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، جب تک لڑکی کی طرف سے اعادہ نہ ہو۔ غرض ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے[1] طرفین کی رضامندی ہو تو دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے، نکاح درست ہوجائیگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/ ۹۵ھ

---

[1] ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرين، الدرالمختار كراچی ص ۱۴/ ج۳/ كتاب النكاح، بحر كوئٹه ص ۸۳/ ج۳/ كتاب النكاح، مطبوعه سعيد كراچی، فتح القدير ص ۱۹۱/ ج۳/ كتاب النكاح، مطبوعه دارالفكر بيروت.

بیوی کوفروخت کر کے فارغ خطی لکھدی، عدت پوری ہونے پر خریدار نے زبردستی اجازت لیکر نکاح کرلیا۔ بعدہٗ باپ نے بلا نکاح کورٹ کے فیصلہ کے بعد زید کے حوالہ کردیا، زید سے نکاح کا حکم؟

سوال:- ایک لڑکی مسماۃ خالدہ کا اس کے والد نے بقاعدۂ شرعی رشید سے نکاح کردیا۔ رشید نے کچھ مدت کے بعد اپنے دوست بکر سے کچھ روپیہ لیکر لڑکی کو بکر کے حوالہ کردیا۔ بکر نے جس وقت روپیہ ادا کیا رشید نے لڑکی کو فارغ خطی لکھدی۔ لڑکی نے اپنی عدت مقررہ بکر کے گھر پوری کی۔

اس کے بعد بکر کی جانب سے وکیل اور گواہ نے لڑکی سے اجازت مانگی کہ وہ بکر سے نکاح کرلے، لیکن لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، اس کو رضامند کرنے کے لئے بکر نے اس لڑکی پر جبر وتشدد کیا۔ مار پیٹ تک کی نوبت آئی لڑکی نے اپنی جان بچانے کی خاطر بلا ارادہ اجازت دیدی اور بکر سے بقاعدہ شرعی نکاح ہوگیا۔ لڑکی موقعہ پاکر کسی بھی صورت سے بکر کے یہاں سے نکل کر اپنے باپ کے گھر آ گئی۔ باپ نے بکر پر عدالتی کارروائی کی۔ عدالت نے اپنے قانون کے مطابق لڑکی کو بکر سے الگ کردیا اور اس کو نکاح ثانی کی اجازت دے دی۔ لڑکی کے باپ نے تیسرے شخص زید کے یہاں بلا نکاح لڑکی کو بھیجدیا۔ لڑکی تقریباً چھ سال سے زید کے یہاں رہتی ہے اور زید سے دو بچے بھی ہیں جو کہ اس لڑکی سے پیدا ہوئے۔ یہ چھ سال کی مدت جو لڑکی نے زید کے گھر گذاری۔ یہ اس طرح سے کہ دو سال مقدمہ کے دوران جو بکر سے چلتا رہا اس وقت رہی اور چار سال مقدمہ سے فراغت کے بعد بھی اب تک رہتی رہی اور ایک بچہ پہلے دو سال میں پیدا ہوا اور دوسرا اس چار سال کے عرصے میں پیدا ہوا۔ اب یہ لڑکی اس زید سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ زید سے نکاح

ہوسکتا ہے یانہیں؟ یہ عدالتی کارروائی سے جدا ہونا شرعی طور پر جائز ہوا یانہیں؟ اوراب اتنی مدت یعنی چھ سال کا عرصہ گذرنے کے بعد اب زید سے نکاح (باوجود نسب زید سے ثابت ہونے کے) ہوسکتا ہے یانہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت حال نہایت افسوسناک اور بے غیرتی کا مظاہرہ ہے۔ اس میں پہلا ظلم رشید کا ہے۔ دوسرا ظلم بکر کا ہے۔ رشید نے جب طلاق دی تو اس نے اپنا حق زوجیت قطع کردیا۔ تیسرا ظلم والدین کا ہے کہ ان کی لڑکی کو بے غیرت داماد نے فروخت کرکے اجنبی آدمی کے حوالہ کردیا اور انھوں نے اس کی خبر نہ لی۔ بعد عدت بکر نے اس پر ظلم وتشدد کرکے اس سے اجازت لے کر نکاح کرلیا، تو اس ظلم وتشدد کے باوجود نکاح منعقد ہوگیا[1] چوتھا ظلم لڑکی کا ہے کہ وہ غیر محرم کے مکان پر فروخت ہوکر رہی اور اس نے وہاں سے الگ ہونے کی کوشش نہیں کی اور جب بقاعدہ شرعی اس کا نکاح ہوگیا تو وہاں سے نکل کر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی۔ باپ ایسا دیوث نکلا کہ اس نے بغیر نکاح کے لڑکی کو زید کے حوالہ کردیا۔ لڑکی کو یہاں بلا نکاح رہتے ہوئے کوئی غیرت نہیں آئی۔ زید بھی ایسا کمینہ ہے کہ غیرت عورت کو بلا نکاح چھ سال تک استعمال کرتا رہا جس سے دو بچے بھی پیدا ہوئے یہ سب معاشرہ میں غضب الٰہی کا مورد ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے ہی حلیم ہیں جو غضب نازل نہیں فرماتے۔ اب اگر اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو یہ سب کے سب افراد خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ کریں[2] اور لڑکی کو زید سے علیحدہ کردیا جائے کوئی تعلق نہ رہے تاوقتیکہ اس سے بکر کا تعلق زوجیت منقطع ہوکر اس کی عدت

---

[1] ان نکاح المکرہ صحیح کطلاقه وعتقه الخ شامی زکریا ص۸۷/ ج۴/ کتاب النکاح، طحطاوی عل الدرالمختار ص ۱۰/ ج۲/ کتاب النکاح، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، عالمگیری ص ۳۵/ ج۵/ کتاب الاکراہ، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور سواء کانت المعصیة صغیرةً او کبیرةً الخ روح المعانی ص ۲۳۶/ ج۱۵/ الجزء الثامن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

پوری نہ ہوجائے۔اس کے بعد زید سے نکاح کی اجازت ہوگی[1] معلوم ہوتا ہے کہ بکر اس کو جدا کرنا نہیں چاہتا، اسی لئے دوسال تک مقدمہ چلا۔ جب شوہر حقوق زوجیت ادا کرنے کا وعدہ کرے تو بیوی کو مطالبۂ تفریق کا حق نہیں اور ایسی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/ ۹۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)والعشرون، سورۃ التحریم آیت ۸/مطبوعہ دارالفکر بیروت،نووی علی المسلم ص ۳۵۴/ج ۲/کتاب التوبۃ مطبوعہ رشیدیہ دھلی،المفھم شرح المسلم ص ۲۷/ ج۷/کتاب الاذکار باب تجدید الاستغفار مطبوعہ دارصادر بیروت.

[1] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجۃ غیرہ وکذالک المعتدۃ،الھندیۃ ص ۲۸۰/ج ۱/تاتارخانیہ ص ۵/ج ۳/الفصل الثامن الخ مطبوعہ کراچی زیلعی ص ۱۰۱/ج ۲/فصل فی المحرمات، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

فصل دوم: منکوحۂ غیر سے نکاح کے احکام

منکوحۂ غیر سے نکاح

سوال: -زید نے مثلاً منکوحۂ عمر سے نکاح ناجائز کیا زید کو عمر نے متعدد بار مختلف ذرائع سے مثلاً خط وکتابت، زبانی، اشتہار عام سے اطلاع دی کہ زید مرے (عمر) کے ساتھ شریعت کرلے مگر زید روپوش ہوکر منکوحۂ عمر کو ساتھ لے کر کراچی چلا گیا اب اس صورت میں جب کہ زید نے منکوحۂ غیر سے نکاح کرکے اس کو حلال جانا نیز شریعت سے انکار وانحراف کیا زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منکوحۂ غیر سے نکاح کرنا حرام ہے لہٰذا زید کا نکاح منکوحۂ عمر سے صحیح نہیں ہوا۔ **لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذٰلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج اھ عالمگیری**[1] ص ۲۸۸/ اگر زید کو علم ہے کہ یہ نکاح حرام ہے اور پھر اس نے حرام نکاح کیا تو شرعاً اس پر حد واجب ہے۔ اگر حد کے شرائط متحقق ہوں تو اس پر حد جاری کی جائے۔ بشرطیکہ حکومت اسلامی موجود ہو۔ **اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لایوجب العدة الیٰ قوله ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونه زنا کما فی القنیة وغیرها اھ شامی**[2] شریعت کرلے اور شریعت کرنے سے انحراف کا مطلب اگر یہ ہے کہ شریعت کے

---

[1] الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/مطبوعه کوئٹه پاکستان الباب الثالث فی المحرمات (القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، بحر کوئٹه ص ۱۰۸/ج ۳/قبیل باب الاولیاء والاکفاء، تبیین الحقائق ص ۱۱۴/ج ۲/فصل فی المحرمات، طبع امدادیه ملتان.

[2] شامی کراچی ص ۱۳۲/ج ۳/مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر، بحر کوئٹه ص ۱۳۹/ج ۴/ باب العدة.

موافق فیصلہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی وہ حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہے اس کے ذمہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر شرائط موجود نہ ہوں تو اس سے سب کو قطع تعلق واجب ہے تا کہ وہ تنگ آ کر توبہ کرلے اور اس عورت کو واپس کر دے[1] اگر کچھ اور مطلب ہے تو اس کو واضح کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف ۲۱/ جمادی الثانی ۵۵ھ

زوجۂ غیر سے نکاح

سوال:- ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی اسلام سے کی۔ اس کے بعد لیاقت نے اپنی بد دیانتی سے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بہت سے کپڑے اور سونے چاندی کا سامان جو اسلام نے نکاح کے وقت بری میں دیا تھا وہ ضبط کرلیا۔

دوسرے یہ کہ اس بد دیانت شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے لڑکے سے کر دیا اور اپنے دو لڑکوں کی شادی اس شخص کی دو لڑکیوں سے کرلی۔ لڑکی کے نکاح ثانی کی نوعیت یہ ہوئی کہ لڑکی کے باپ نے قاضی کو جھوٹ کہا کہ اسلام نے لڑکی کو طلاق دیدی ہے اور اس جھوٹ پر فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ چونکہ اس نے طلاق دیدی۔ لہٰذا اب نکاح ثانی کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ شوہر اول اسلام نے طلاق نہیں دی ہے، جس کے لئے وہ حلفیہ بیان دے سکتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے بارے میں کوئی گفتگو ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ لڑکی کا نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟ نکاح اول باقی رہا یا نہیں؟ جب کہ شوہر اول نے اب تک طلاق نہیں دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہے۔ فقط

---

[1] فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة علٰى مرّ الاوقات مالم يظهرمنه التوبة والرجوع الى الحق مرقاة ص ۷۱۶/ ج۴/ باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات طبع بمبئى المفهم شرح المسلم ص ۹۸/ ج۷/ باب يهجر من ظهرت معصية، مطبوعه دار ابن كثير بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب قاعدۂ شریعت کے مطابق نکاح ہوجائے تو دونوں شوہر و بیوی بن جاتے ہیں اور اس بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہیں ہوتا بلکہ حرام ہوتا ہے۔ ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذٰلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج. فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۷ / ج ۲ / لہٰذا اس نے جو اپنی لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا ہے۔ یہ جائز نہ ہوگا اور ثبوت طلاق کے لئے صرف اس کا دعویٰ کافی نہیں ہے۔ یا شرعی شہادت موجود ہو[2] یا شوہر اقرار کرے[3]۔

مفتی کے سامنے جیسا سوال بیان کر کے پیش کیا جائے گا وہ اسی کے موافق حکم شرعی بتلا دیگا۔ سوال کا صحیح طور پر پیش کرنا سائل کی ذمہ داری ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند یکم صفر ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا

سوال: - ہندہ حنفیہ سنیہ ہے اس کی شادی زید اہل حدیث یعنی غیر مقلد کے ساتھ ہوئی تھی اور اس شادی کو تقریباً ایک سال ہوا۔ اس دوران ہندہ کے پاس شوہر کی آمد و رفت بھی

---

[1] الفتاویٰ الهندیة ص ۲۸۰ / ج ۱ / الباب الثالث فی المحرمات القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر مکتبه کوئٹه پاکستان، بدائع زکریا ص ۵۴۸ / ج ۲ / کتاب النکاح عدم جواز منکوحة الغیر، بحر کوئٹه ص ۱۰۸ / ج ۳ / فصلی فی المحرمات)

[2] وشرط فیها شهادة رجلین وارجل وامرأتین سواء کان الحق مالاً او غیر مال کالنکاح والطلاق والعتاق الخ، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱ / ج ۳ / کتاب الشهادات، الباب الاول، الدرمع الشامی کراچی ص ۴۶۵ / ج ۵ / کتاب الشهادة، تبیین الحقائق ص ۲۰۶ / ج ۴ / کتاب الشهادة، طبع امدادیه ملتان.

[3] لو اقر بالطلاق کاذبا او هازلا وقع قضاءً لا دیانة، شامی کراچی ص ۲۳۶ / ج ۳ / کتاب الطلاق مطلب فی الاکراه علی التوکیل بالطلاق الخ.

رہی۔ پھر بکر جو کہ حنفی سنی ہے وہ ہندہ کو لے کر فرار ہوگیا اور ہندہ بکر کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ غائب رہی۔ پھر ایک مہینہ کے بعد بکر کے ساتھ مکان واپس آئی اور بکر کے ساتھ شادی کرلی، حالانکہ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے۔ تو اس بات کو لوگوں سے پوچھا تو کہا کہ یہ شادی جائز ہے، اس لئے کہ حقیقت میں ہندہ کے ساتھ زید کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے کہ ہندہ مقلدہ ہے اور زید غیر مقلد ہے۔ تو اب علماء سنی و حنفی سے سوال ہے کہ یہ شادی بغیر طلاق کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اہل حدیث آمین بالجہر ورفع یدین کا اہل حدیث ہے کہ ائمہ مجتہدین کو گالیاں نہیں دیتا اور علماء مقلدین کو مشرک نہیں کہتا تو ہندہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح ہوگیا۔ پھر ہندہ کا بکر کے ساتھ فرار اختیار کرنا اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ یہ شرعی نکاح نہیں۔ جب تک زید اس کو طلاق نہ دے اور پھر عدت نہ گذر جائے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۱۴۰۱ھ

شوہر لاپتہ ہوجائے تو نکاح پر نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال:- ایک عورت نے جس کا خاوند یکسال سے گھر سے چلا گیا تھا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ آیا وہ مرگیا یا کہ زندہ ہے اس عورت نے ایک میانجی کو بلا کر اپنا نکاح کسی اور سے کرلیا اور سوائے اس عورت کے کہ اس نے میاں جی سے کہا کہ میرا خاوند مرگیا ہے اور کسی محلّہ والے نے نہ کچھ کہا اور نہ عورت کا چال چلن درست ہے صبح کو محلّہ والوں کو علم ہوا کہ اس عورت

---

[1] واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فلم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً، شامی زکریاص ۲۷۴/ ج۴/ باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، هندیه کوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/ الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، بدائع زکریاص ۵۴۸/ ج ۲/ کتاب النکاح، عدم جواز منکوحة الغیر.

نے اپنا نکاح کرلیا ہے۔ میاں جی کو بلا کر دریافت کیا گیا کہ تم نے نکاح کس طرح پڑھایا ہے اس نے کہا کہ میں نے محض عورت کے کہنے سے نکاح پڑھایا ہے۔ اس میاں جی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر میاں جی کو اس کے شوہر کے زندہ ہونے کا حال نہیں معلوم تھا اور عورت کے کہنے سے یقین کر کے نکاح پڑھا دیا تو اس سے میاں جی کی امامت میں نقصان نہیں آیا نہ میاں جی کا نکاح ٹوٹا اور جس شخص سے نکاح ہوا ہے اگر اس کو بھی علم نہیں تھا اور عورت کی بات کا یقین کر کے اس سے نکاح کیا ہے تو گناہ نہیں ہوگا البتہ تاوقتیکہ پہلے شوہر سے شرعی طریق پر موت، خلع اور طلاق کے ذریعہ سے جدائی ہو کر عدت نہ گذر جائے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مفارقت ومتارکت لازم ہے کما فی ردالمحتار[1]

اور اگر اس کے نکاح کا علم تھا اور پھر نکاح پڑھا دیا تو وہ شخص اور میاں جی دونوں گنہگار ہوں گے۔ دونوں کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ نکاح کسی کا بھی نہیں ٹوٹا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ

---

[1] امانکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً بل یجب علی القاضی التفریق بینها ،شامی زکریا ص ۲۷۴، ۲۷۶/ج ۴/ باب المهر،مطلب فی النکاح الفاسد،شامی کراچی ص ۳۲، ۱۳۳/ج ۳/عالمگیری ص ۲۸۰/ ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات،القسم السادس الخ،ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه ،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،تاتارخانیه ص ۱۱/ج ۳/الفصل التاسع فی النکاح الفاسد واحکامه مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

جبراً نکاح پر نکاح

سوال:- زید کی شادی ایک عورت سے اس طرح ہوئی کہ زید کی ہمشیرہ ان کی بیوی کے رشتہ دار منسوب کی جاتی ہے کچھ عرصہ کے بعد زید کی ہمشیرہ حالت بلوغت میں ہوجاتی ہے اوران ایام میں زید کی بیوی بھی اپنے والدین کے یہاں ہے زید کی ہمشیرہ بخوشی خود دوسری جگہ اپنا نکاح ثانی کرلیتی ہے مگراس میں زید کے سسرال والے زید کی ہمشیرہ کی اس نکاح ثانی کے خلاف ہے حالانکہ زید کی ہمشیرہ بالغ ہے اس ناراضگی میں چندآدمی زید کی بیوی کو زید کے گھر آنے سے منع کرتے ہیں جس پر زید عدالتی چارہ جوئی کرکے حقوق زوجیت کا دعویٰ دائر کرنے کے بعد ڈگری حاصل کرتا ہے مگر بعد حاصل کرنے ڈگری بھی زید کی بیوی اس کے گھر نہیں آتی ہے بیوی تو آنے پر رضامند ہے مگر چند گمراہ اشخاص کی سازش سے ایسا نہیں ہوتا۔ بعدازاں زید کی بیوی ان کے والدین کے گھر ہی فاحشہ ہوجاتی ہے اور بچہ ولد الحرام پیدا ہوتا ہے زید پھر ایک دعویٰ عدالت میں اسی شخص کے خلاف دائر کرتا ہے جس شخص سے زید کی بیوی نے حرام کیا ہے اس کو چھ ماہ قید اور پچاس روپے جرمانہ ہوا بعدازاں زید کے سسرال والے زید کی بیوی کا حرام نکاح ایک دوسری جگہ کردیتے ہیں وہاں زید کی بیوی چند یوم رہ کر اپنے جدید خاوند کی رضامندی سے زید کے گھر آجاتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

زید کا نکاح جب شریعت کے موافق صحیح اور نافذ ہوگیا اور پھر نہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی نہ قاضی نے تفریق کی تو زید کے سسرال والوں نے جو زید کی بیوی کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا تو وہ نکاح ناجائز ہے لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج، عالمگیری[1] ص ۲۸۸ / ج۲ / اب جب کہ زید کی بیوی

---

[1] الهندیة ص۲۸۰ / ج۱ / القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

زید کے پاس آ گئی تو زید کو مواصلت کے لئے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں البتہ زید کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اگر وہ شخص جس سے زید کی بیوی کا نکاح ہوا نہیں جانتا تھا کہ جس سے میں نکاح کر رہا ہوں یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں اور اس نے زید کی بیوی کے ساتھ جماع کیا ہے یا خلوت صحیحہ کی ہے لیکن اگر جانتا تھا کہ یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں۔ ولو تزوج بمنکوحة الغير وهو لايعلم أنها منكوحةالغير فوطئها تجب العدة وأن كان يعلم أنها منكوحةالغير لاتجب حتى لايحرم علىٰ الزوج وطئها كذا في فتاوىٰ قاضي خان عالمگیری[1] ص ۲۸۸/ج ۲/ وخلاصہ[2] ص ۱۱۸/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۱/۱۲/ ۵۱ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نکاح پر نکاح اور اس میں شرکت کا حکم

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی لڑکی شادی شدہ کا نکاح دوسری جگہ کر دے جب کہ شوہر سابق خود نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے۔ تو ایسے شخص اور شریک نکاح اور نکاح خواں کیلئے کیا حکم ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) حق الغير مطبوعه كوئٹه پاكستان، بدائع الصنائع ص ۲۶۸/ج ۲/ فصل ومنها ان لاتكون منكوحة الغير، مطبوعه سعيد كراچی، قاضی خان على الهنديه ص ۳۶۶/ج ۱/ باب فی المحرمات، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[1] عالمگیری مطبوعه دار الكتاب ديوبند ص ۲۸۰/ج ۱/ الباب الثالث القسم السادس، قاضی خان على هامش الهندية ص ۳۶۶/ قبيل فصل فی اقرار احدالزوجين بالحرمة الخ باب فی المحرمات مطبوعه ايضاً.

[2] خلاصة الفتاوى ص ۱۱۸/ج ۲/ كتاب الطلاق، الفصل الثامن فی العدة مطبوعه لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ شوہر نے طلاق نہیں دی اور ضروریات ونفقہ کا کفیل ہے اور حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو پھر دوسری جگہ نکاح کا کوئی حق نہیں ہے لڑکی کے والد نے ایسی حالت میں جو نکاح کیا ہے تو یہ شرعی نکاح نہیں بلکہ زنا اور حرام کاری ہے۔[۱] یہ معصیت کبیرہ اور انتہائی بے غیرتی ہے۔ علم کے باوجود جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ بھی سب گنہگار ہوئے۔ سب کو صاف صاف توبہ لازم ہے۔ لڑکی کو اس بات میں والد کی اطاعت ناجائز ہے۔[۲] فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے ہرگز ایک جگہ نہ ہونے دیا جائے۔[۳] لڑکی اپنے اصلی شوہر کے پاس جا کر رہے جس نے نکاح پڑھایا ہے اگر اس کو اصل حقیقت معلوم تھی تو وہ بھی گنہگار رہے اس کو بھی توبہ لازم ہے۔[۴] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

---

[۱] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکون زنا کمافی القنیة وغیرها، شامی زکریا ص۱۹۷/ج۵/باب العدة مطلب فی النکاح الفاسد والباطل،شامی زکریا ص۲۷۴/ج۴/باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، قاضی خان علی الهندیه ص۳۶۶/ ج۱/ باب فی المحرمات مطبوعه دیوبند.

[۲] وعن النواس بن سمعان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق مشکوة شریف ص ۳۲۱/ج۲/کتاب الامارة والقضاء الفصل الثانی مطبوعه یاسرندیم.

[۳] ولکل واحدمنهما فسخه ولو بغیرمحضر عن صاحبه فی الاصح، بل یجب علی القاضی التفریق بینهما ،در مختار علی الشامی زکریاص۲۷۵/ج۴/باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد،عالمگیری دیوبند ص۳۳۰/ج۱/ الباب الثامن فی النکاح الفاسد،تاتارخانیه ص ۱۱/ ج۳/الفصل التاسع فی النکاح الفاسد،مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[۴] اتفقوا علی ان التوبةمع جمیع المعاصی واجبة الخ روح المعانی ص۲۳۶/ج۱۵/الجزء الثامن والعشرون ،سورۂ تحریم آیت ۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت،شرح نووی علی المسلم ص۳۵۴/ج۲/ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی،والتوبة علی حسب الجنایة، فالسربالسر والاعلان بالاعلان هدایة ص۲۷۴/ج۳/کتاب الرجوع عن الشهادة مطبوعه تهانوی دیوبند.

منکوحہ کا فرار ہوکر دوسرا نکاح کر لینا

سوال:- ایک لڑکی کو شوہر اس کی ماں کے یہاں چھوڑ کر بمبئی چلا گیا اور خط میں لکھا کہ میں دو ماہ کے بعد آ رہا ہوں ۔ مگر لڑکی آٹھ دس روز بعد ہی گھر سے نکل گئی اور اس نے عدالت میں جا کر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا نہ اس کے شوہر نے طلاق دی اور نہ وہ بمبئی سے ابھی تک آیا ہے۔ تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ معلوم ہے کہ شوہر موجود ہے خط و کتابت بھی کرتا ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی پھر بھی دوسرا نکاح کر لیا۔ تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ عورت سے اگر صحبت ہوئی تو وہ حرام ہوئی، عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں موجود ہے۔ فوراً اس شخص سے علیٰحدہ ہو جانا چاہئے ۔ اگر علیٰحدہ نہیں ہوگی حرام کاری میں مبتلا رہے گی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۶/۳/۸۸ھ

نابالغہ کا نکاح پر نکاح

سوال:- زید نے دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا تھا پھر بکر سے بلا طلاق دلوائے خالد سے کر دیا ہے اب یہ نکاح دوسرا جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے والے کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دوسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے اگر خالد کو معلوم ہے کہ جس لڑکی سے زید نے میرا نکاح کیا ہے اس کا نکاح پہلے بکر سے کر چکا ہے اور بکر نے اس کو طلاق نہیں دی تو شرعاً خالد بھی

[1] تقدم تخریجہ تحت عنوان، نکاح پر نکاح اور اس میں شرکت کا حکم ۔

گنہگار رہوا اگر صحبت کریگا تو یہ زنا ہوگا جس کا گناہ خالد کے ساتھ زید کو بھی ہوگا اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے وہ سب گنہگار ہیں خالد کے ذمہ واجب ہیکہ زید کی لڑکی سے علیحدہ رہے اور زید کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو بکر کے پاس بھیجے اور لڑکی کو حرام ہے کہ خالد کے ساتھ مباشرت کرے اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے یا ان کو قدرت ہے تو حسب استطاعت سب کے ذمہ ضروری ہے کہ زید کی لڑکی کو بکر کے گھر بھجوائیں اور خالد کے پاس نہ رہنے دیں۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۲۴/محرم الحرام ۵۹ھ

شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف

سوال:- تنقیح کی گئی اب مولانا صاحب گذارش ہے کہ ہماری مسجد محلّہ شیشگران فیروز آباد اس میں پانچ عہدیدار ہیں۔ ۳/آدمی ورکن کمیٹی کے ممبروں میں کل صدر، سیکرٹری، خزانچی اور اس کے علاوہ ۲۸/ممبر ہیں، لیکن ان میں معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔ ایک عورت مسماۃ حمیدن ضلع علی گڈھ کی رہنے والی ہے اس کا شوہر موجود ہے۔ اب سے بیس سال پہلے وہ عورت

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً قال فعلی هذا یفرق بین فاسده وباطله فی العدة ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی، شامی کراچی ص ۱۳۲/ج۳/مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر، مطبوعه زکریا ص ۲۷۶/ج۴/ شامی زکریا ص ۱۹۷/ج۵/باب العدة مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، ولکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر عن صاحبه ودخل بها او لا فی الاصح خروجاً عن المعصیة بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، شامی زکریا ص ۲۷۵/ج۴/باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد.

فیروزآباد آ گئی ہے۔ اوراس عورت نے میرے ماموں بنام ننّے سے نکاح کرلیا۔ ایک دوسرے مرد نے علی گڈھ سے لاکر ۵۰۰ روپیہ اس کو ننّے کو دیدیا ہے، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی۔ اس کے دو بچہ بھی ہیں۔ ننھے اور کلو دو بھائی تھے اور دونوں ایک ہی مکان میں ہمیشہ رہتے تھے کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں اوراس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولاد سابقہ شوہر سے تھی۔ اس عورت نے کئی مرتبہ ننھے سے یہ کہا کہ یہ جائداد جو تیرے پاس ہے میرے یا میرے بچوں کے نام کردے۔ اس نے عورت کا کہنا نہیں مانا۔ کلو نے اپنے بھائی ننھے سے کہا کہ تم اس عورت کو علیٰحدہ کردو لیکن ننھے نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے بھائی کے پاس رنڈی ہے۔ پھر اتفاق سے ننھے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کے لئے گئے تھے کہ راستہ ہی میں ان کا انتقال کسی بیماری کی وجہ سے ہوگیا، انھوں نے کوئی شئی کسی کے نام بیع یا رجسٹری نہیں کی۔ کلو نے عورت سے کہا کہ تم میرے بھائی کی بیوی ہو میرے پاس رہو مگر وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہوئی۔ اہل محلّہ نے عورت کو بہکانا شروع کردیا اور اہل محلّہ نے یہ کہا کہ اس مکان میں تیرا ۱/۴ حصہ ہے کیونکہ ننھے کے کوئی اولاد تیرے سے نہیں ہے اوراس مکان کو محلّہ شیشگران کی مسجد کے نام ہبہ کردے اور مسجد کے نام بیع نامہ کرادیا اور بیعنامہ صدر نواب الدین کے نام کرادیا ہے۔ اس سے کلو کو سخت پریشانی ہوئی۔ دونوں بیعنامہ کی نقل کو پڑھا جو بیعنامہ صدر نواب الدین کے نام ہے جو کہ مسجد کے صدر ہیں اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔ جو پارٹی اس مکان کو لینا چاہتی ہے وہ یہ کہتی ہے کہ اس عورت نے یہ شرط رکھ کر مسجد کے نام بیعنامہ کیا ہے کہ میں اپنی زندگی تک اس مکان میں رہوں گی اور یہ چوتھائی مکان میں جو مسجد کے نام کررہی ہوں کلو کو آپ نہیں دے سکتے۔ اس عورت نے جو جو کاغذات مسجد کو دیئے ہیں اس میں بھی مکان کا بیعنامہ ننھے اور اپنے نکاح کی رسید دیدی ہے اور ایک کرایہ نامہ کا کاغذ بھی دیا ہے جو کہ کبھی ننھے کلو سے کرایا ہوگا اور اپنی طلاق کی کوئی رسید نہیں دی ہے نہ اس کے پاس سابقہ شوہر کی طلاق کوئی رسید ہے۔ اب عندالشرع کیا حکم ہے؟

اس سوال پر تنقیح یہ ہوئی۔

تنقیح (۱) اس عورت نے جو کاغذ بطور بیع نامہ مسجد کے لئے لکھا ہے جو کہ صدر صاحب کے نام ہے وہ یا اس کی نقل بھیجئے۔

(۲) حمیدن کا شوہر موجود ہوتے ہوئے آپ کے ماموں مرحوم کا اس عورت سے نکاح کیسے ہوا؟ کیا ماموں کو اس کا علم نہیں تھا۔ اگر نکاح کے بعد یہ علم ہوا کہ یہ منکوحہ ہے تو اس نے کیا اثر لیا، آیا اس بات کو غلط تصور کرتے ہوئے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا یا مسماۃ حمیدن کو اپنے سے الگ کیا یا ماموں کو علم نہیں ہوسکا آپ نے بھی ان کو خبر نہیں کی کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے۔

(۳) ماموں صاحب نے اپنے انتقال پر کوئی اولاد چھوڑی ہے یا کہ نہیں؟

جواب تنقیح۔

(۱) مسماۃ حمیدن نے جو بیعنامہ صدر مسجد نواب الدین کے نام کیا ہے اس کی پختہ نقل رجسٹری شدہ آپ کو روانہ کرتے ہیں یعنی ملاحظہ ہو۔

(۲) مسماۃ حمیدن سے جب ننھے جلسری نے نکاح کیا اس وقت ان کو ہر بات کا علم تھا کہ اس عورت کا شوہر موجود ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے دو بچے موجود ہیں۔ اس عورت سے بھی ننھے کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور نہ پہلی بیوی سے تھی۔

(۳) میں نے ماموں صاحب سے اس معاملہ میں کئی مرتبہ کہا سنا اور ان کو جو پریشانی ہوتی تھی وہ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے اب تو جو کرلیا سو کرلیا اب کیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ننھے کو معلوم تھا کہ یہ عورت دوسرے شخص کی بیوی ہے اور شوہر نے طلاق نہیں دی ہے بلکہ دھوکہ دیکر اس کو لایا گیا ہے تو ننھے کا اس سے نکاح جائز نہیں تھا وہ نکاح منعقد ہی نہیں

ہوا ہے۔ جتنی مدت تک وہ ننھے کے ساتھ رہی معصیت وحرام کاری ہوتی رہی[۱] ایسی صورت میں وہ شرعاً ننھے کی بیوی نہیں۔ ننھے کے ترکہ سے کچھ بھی پانے کی حقدار نہیں۔ مکان کا چوتھائی حصہ فروخت کرنے کا اس کو حق نہیں ہے۔ اس کا بیعنامہ بالکل بیکار ہے جب تک کلو اس کی اجازت نہ دے۔ اس لئے کہ مکان مذکورہ پورا کلو کی ملک ہے، کلو اجازت دے تو اس کی بیع درست ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ کلو کو پورا حق ہے کہ اس عورت کو مکان سے نکال باہر کرے۔ وہ اپنے اصل شوہر کے پاس چلی جائے۔ کلو پورے مکان کا خود ہی مالک ہے۔ ایک ہزار روپیہ جو کہ بطور بیعنامہ کے اس نے صدرِ محترم کو دیا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے۔ صدر محترم کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کو واپس کردیں اور جو روپیہ صدر محترم نے اس عورت کو مکان کی قیمت کا ۳/ ہزار دیا ہے وہ اس سے واپس لے سکتے ہیں۔ اگر عورت واقعۃً ننھے کی بیوی ہوتی رنڈی کی طرح بلا شرعی نکاح کے نہ ہوتی اور پھر وہ اپنا چوتھائی حصہ فروخت کرتی تو بھی بیع فاسد ہوتی کیوں کہ اپنی حیات تک مکان مذکور میں رہنے کی شرط لگا رکھی ہے جو کہ مفسد بیع ہے۔ اس شرط کا پارٹی کو اقرار ہے (اگرچہ تحریر میں یہ شرط نہ ہو) بیع فاسد کا فسخ کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولذایجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی، شامی زکریا ص ۲۷۴/ج ۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[۲] ولابیع بشرط یعنی الی قوله الأصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط الی قوله ویجب فسخه قبل القبض (قوله فسخه) أی فسخ البیع الفاسد. درمختار مع الشامی کراچی ص ۸۴، ۹۱/ج ۵/کتاب البیوع، مطلب فی البیع بشرط فاسد، تبیین الحقائق ص ۵۷/ج ۴/کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل قبض المشتری الخ طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۸۵/ج ۶/باب البیع الفاسد.

منکوحۂ غیر کو طلاق دلوا کر اس کی کفالت کرنا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک منکوحہ عورت کو اس کے گاؤں سے جا کر لے آیا اور اس نے کسی کے گھر جدا کر بٹھا دیا اور اس کو کپڑے بنوا دیئے اور کھانے پینے کو روپے بھی دیئے چونکہ اس عورت کی اور اس کے خاندان کی ایک عرصہ سے ناچاقی تھی اور وہ اپنے خاوند کے یہاں رہنے کو تیار نہ تھی اس لئے زید نے اس کے خاوند کو مبلغ ایک سو روپے دے کر طلاق لے لی۔ طلاق لینے کے بعد اس عورت کو ایک ملاں کے گھر بٹھا دیا ملاں نے کہا میں نہیں بٹھاتا تو اپنے گھر بٹھا دے اس معاملہ کا لوگوں میں چرچہ ہوا تو جمعہ کے دن ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا گیا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس غیر عورت کو غیر محرم آدمی کے ساتھ آنا غیر محرم کے یہاں عدت گذارنا اور پھر ایک غیر آدمی کا روپیہ دے کر طلاق دلوانا یہ سب ناجائز ہے اس زید کو سمجھانا چاہئے اگر وہ سمجھانے سے باز نہ آوے تو پھر شرعی سلوک کرنا چاہئے۔ اس کے بعد زید پھر مولوی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ اب تک جو کچھ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اس کے متعلق مجھے معافی مل جائے اب جس طرح شریعت کا حکم ہے میں عمل کروں گا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ عورت کسی اپنے رشتہ دار کے یہاں رہ کر عدت گذار دے تم اس کو کوئی خرچ وغیرہ مت دو اور اس سے ملو بھی مت اس نے کہا کہ میرا لڑکا اس کو اس کے یہاں چھوڑ آتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ کوئی اور آدمی جا کر چھوڑ آوے اس کے بعد زید نے اپنے لڑکے کو اس کے ہمراہ کر دیا کہ تو اس کو اس کے بھائی کے یہاں چھوڑ آ اور خرچ کرایہ اپنے پاس سے دے دیا۔

اب بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ زید کے اس طرح کرنے سے زید کا حقہ پانی بند کرنا چاہئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طرح کرنے سے زید کا حقہ پانی بند کرنا جائز ہے یا نہیں نیز اگر زید اس کو گھر بیٹھ کر خرچ وغیرہ روانہ کرتا رہے تو زید شریعت کا چور ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر محرم عورت کو بلا پردہ دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت کرنا منع ہے[۱] اگر عورت اور اس کے شوہر کے درمیان مصالحت کی توقع نہ تھی اور تعلقات زیادہ خراب ہو چکے تھے تب زید نے طلاق دلوائی ہے تو اس میں مضائقہ نہیں[۲] تاہم اس کے گھر سے لانا اور کسی غیر کے گھر بٹھانا اس کو جائز نہ تھا[۳] لہٰذا زید کو تنبیہ کی جائے اگر وہ اس عورت سے کسی قسم کا غیر شرعی تعلق نہ رکھے اور گذشتہ سے صدق دل سے توبہ کرے تو اس کا حقہ پانی بند کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ اس کا حقہ پانی بند کر دیا جائے[۴] اگر وہ عورت غریب ہے اور محتاج ہے اس لئے زید اس کے ساتھ

---

[۱] الخلوة بالأجنبية حرام الدرالمختار على ردالمحتار ص ۳۶۸/ ج ۶/(فصل فى النظر والمس كتاب الحظر والإباحة)نظر الرجل الى المرأة الاجنبية حرام من كل شئ من بدنها الخ مرقاة شرح مشكوة ص ۴۰۹/ ج ۳/باب النظر الى المخطوبة الفصل الاول، كتاب النكاح مطبوعه بمبئى ،التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح ص ۸/ ج ۴/باب النظر المخطوبة مطبوعه مكتبه فخريه ديوبند.

[۲] ولابأس به اى بالخلع عند اللحاجة للشقاق بعدم الوفاق، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱۰۲/ ج ۲/باب الخلع،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،درمختارعلى الشامى دار الفكر بيروت،ص ۴۴۱/ ج ۳/باب الخلع،عالمگيرى ص ۴۸۸/ ج ۱/الباب الثامن من فى الخلع ومافى حكمه الفصل الاول،مطبوعه دارالكتب العلمية ديوبند.

[۳] ولاتخرج معتدة رجعى وبائن بأى فرقة كانت ولو مختلعة على نفقة عدتهافى الاصح، درمختار على الشامى ص ۵۳۵/ ج ۳/فصل فى الحداد،مطلب الحقائق على المفتى ان ينظر فى خصوص الوقائع ،مطبوعه دارالفكر بيروت،مجمع الانهر ص ۱۵۴/ ج ۲/باب العدة فصل فى الحداد،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،تبيين الحقائق ص ۳۶/ ج ۳/فصل فى الاحداد مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] قال الخطابى،رخص للمسلم ان يغضب على اخيه ثلاث ليال ولايجوز فوقها الااذاكان الهجران فى حقوق اللّٰه تعالىٰ فيجوز فوق ذالك،مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، مرقاة شرح مشكوة ص ۷۱۶/ ج ۴/باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع،الفصل الاول مطبوعه بمبئى،المفهم شرح المسلم ص ۹۸/ ج ۷/كتاب الرقاق،باب يجهر من ظهرت معصية مطبوعه دارابن كثير دمشق.

سلوک کرتا ہے اور کوئی بری نیت نہیں ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اگر زید کا مقصود اس سے نکاح کرنا ہے تو وہ عدت کے بعد نکاح کرسکتا ہے پہلے نہیں کرسکتا[1] اگر اس سے ناجائز تعلق ہے تو پھر اس کو خرچ دینا اور اس سے ملنا سب گناہ اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۳۰/ربیع الثانی ۵۴ھ

بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا

سوال: ہندہ کی بچپن کی حالت میں برضاء والدین ایک گاؤں میں شادی ہوگئی تھی پھر بوجہ جھگڑا ہونے کے والدین نے یہ کہا کہ ہم وہاں نہیں بھیجیں گے پھر پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ والدین نے نکاح پڑھا دیا بغیر طلاق لئے۔ اس کے دو سال بعد ان سے لڑائی کر کے طلاق لی پھر نکاح ثانی نہیں ہوا پھر زوج ثانی نے ہندہ کو مار پیٹ کر باہر نکال دیا پھر اس نے زبردستی ہندہ کو پکڑ کر گھر میں بٹھالیا۔ کیونکہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا اس مجبوری میں پھر رات کو اس کے ساتھ ہمبستر ہوا پھر اس کے سات بچے پیدا ہوئے وہ اسی طرح گاہے گاہے مارتا رہا اور طلاق بھی دیتا رہا اب کی بار روکے جب عورت نے کہا کسی مولوی سے دریافت کرو کہ یہ ناجائز ہے تو اس نے اس کو مار پیٹ کر ہمبستری کی۔ اب کی طلاق پر پھر عورت باہر نکل آئی کہ چاہے مجھے قتل کر دے میں تیرے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔ پہلے عورت لاعلم تھی اب اس نے چار بچوں کی ماں ہونے کی حالت میں قرآن شریف پڑھا اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ناجائز حرکت ہے اور اس مرد نے منع کیا کہ میرے گھر میں قرآن شریف نہ پڑھو۔ بینوا وتوجروا

---

[1] کذا یستفاد وحل لها التزوج بآخر بعد العدة، درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۵۱/ج۴/ فصل فی المحرمات قبیل باب الولی، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۰۸/ج۳/قبیل باب الاولیاء والاکفاء.

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغی کی حالت میں جب والدین نے نکاح کردیا تھا تو وہ لازم ہوگیا تھا اس کے بعد بلاطلاق جونکاح ثانی کردیا گیا وہ قطعاً ناجائز ہوا بلکہ بدستور پہلے شوہر کا نکاح برقرار رہا اور جب شوہر اول نے طلاق دی تب اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی لیکن نکاح ثانی قبل از طلاق ہوا ہے وہ کسی طرح جائز نہیں ہوا اور پھر بعد میں بھی نکاح ثانی کی تجدید نہیں کی گئی۔ لہٰذا شوہر ثانی شرعی شوہر نہیں جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہنا واجب ہے اتنے زمانہ تک جو شوہر ثانی نے رکھا ہے یہ بھی ناجائز طریقہ پر رکھا ہے اس کی طلاق کی بھی حاجت نہیں۔ اگر شوہر ثانی کو نکاح کرتے وقت یہ علم تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ نکاح بالکل باطل ہوا اب اس کے لئے عدت کی بھی ضرورت نہیں بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو عورت اس سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے یا اسی سے نکاح کرے اگر اس کو علم نہ تھا اس سے علیحدگی کے بعد تین حیض عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرے **أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة أن علم أنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمةلكونه زناً كما فى القنية وغيرها اھ ردالمحتار[1] مختصراً باب العدة ص ۹۳۸ / ج ۲ /.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۲/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۵۱۶ / ج ۳ / مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، مطبوعہ زکریا ص ۱۹۷ / ج ۵ / شامی زکریا ص ۲۷۴ / ج ۴ / باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۳۹ / ج ۴ / باب العدة، خانية على هامش الهندية ص ۳۶۶ / ج ۱ / باب فی المحرمات مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

بغیر طلاق نکاح ثانی

سوال:- ایک لڑکی کی شادی ہوئی، شادی کے چھ ۶/سات ۷/مہینہ کے بعد لڑکا کلکتہ شہر چلا گیا۔ لڑکی کا باپ کلکتہ میں رہتا ہے لڑکی کے باپ نے دریافت کیا کہ تم کیوں چلے آئے؟ کہا میرا گذارا مشکل ہے میں نہیں جاؤں گا تب لڑکی کے باپ نے اس کی دوسری شادی کر دی دوسرے شوہر سے بلا طلاق، اور نکاح پڑھانے والے بستی کے امام صاحب ہیں جب نکاح پڑھانے کے لئے گئے تو اس وقت امام نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ دیکھو قیامت کا بوجھ تم پر ہے میں نکاح پڑھاتا ہوں تو عند الشرع اس نکاح کا کیا حکم ہے اور امام نکاح خواں اور شریک نکاح گواہ وکیل وغیرہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح شرعاً درست نہیں جو اس نکاح میں شریک ہوئے سب گنہگار ہیں۔ سب کو توبہ لازم ہے[1] اور ان دونوں کو علیحدہ کرنا ضروری ہے لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس کلکتہ پہنچا دیں یا شوہر سے طلاق حاصل کریں جب وہ طلاق دیدے اور عدت گذر جائے جب دوسری جگہ نکاح کریں اس سے پہلے نہیں[2]۔ امام صاحب بھی گنہگار ہیں ان کو ہرگز یہ نکاح پڑھانا جائز نہیں

---

[1] اتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور الخ، روح المعانی ص ۴۳۶/ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون، سورۂ تحریم آیت ۸/مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی المسلم ص ۳۵۴/ج ۲/کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] أما نکاح منکوحة الغیر لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر علی صاحبه، فی الاصح خروجا عن المعصیة اذ لاشک فی انه خروج من المعصیة الخروج منها واجب بل یجب علی القاضی التفریق بینهما وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفریق او متارکة الزوج الخ، شامی مع الدر المختار ملخصاً ص ۲۷۴ تا ۲۷۶/ج ۴/باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، مطبوعه زکریا، تاتارخانیه ص ۱۱/ج ۳/الفصل التاسع فی النکاح الفاسد واحکامه مطبوعه کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۹/ج ۳/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد باب المهر.

تھا اگر وہ توبہ کر کے اپنے پڑھائے ہوئے نکاح سے دونوں کو جدا کرانے کی کوشش نہ کریں تو ان کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے اور کسی دوسرے متبع سنت کو امام مقرر کیا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/

بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح

سوال:- لڑکی کی شادی گاؤں میں ہوئی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو شوہر نے بیوی کی طرف توجہ نہیں کی، پتہ چلا لڑکے کا تعلق بھاوج سے ہے، لڑکی کو اس بارے میں جب پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے روکنے کی تدبیر کی مگر کامیاب نہ ہوئی، مجبوراً لڑکی جب اپنے گھر آئی تو والدہ سے یہ قصہ بیان کیا، داماد کو بلایا گیا، سمجھایا گیا مگر وہ باز نہیں آیا، لڑکی نے سسرال جانے سے انکار کر دیا، کئی مرتبہ لڑکے والے لینے کے لئے آئے مگر لڑکی قطعاً تیار نہیں ہوئی۔ پنچایتیں ہوئیں، طے پایا کہ لڑکا بھی یہیں رہے، جس کے لئے لڑکا تیار نہیں ہوا، لڑکے نے بدمعاش کے ذریعہ سے لے جانے کی سعی کی، لڑکی غریب گھرانے کی تھی، ذرائع نہ بنے پریشان ہو کر ایک دوسری جگہ انتظام کر دیا، لڑکے نے وہاں بھی سعی کی بذریعہ پولس گرفتاری کی سعی کی، مگر لڑکی پر قابو نہیں پا سکے، لڑکا نہ طلاق دینے کے لئے تیار ہے، نہ فیصلہ کے لئے۔ لڑکی

---

[1] ویکرہ امامة عبد وفاسق وفی الشامی قوله: وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من یرتکب الکبائر کشارب الخمروالزانی واکل الربا ونحو ذالک، (شامی زکریا ص ۲۹۸/ ج ۲/ باب الإمامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام مجمع الانهر ص ۱۶۳/ ج ۱/ فصل الجماعة سنة مؤکده کتاب الصلاة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، وکره امامة العبد، والفاسق لانه لایهتم لامردینه ولان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانة شرعاً، زیلعی شرح کنز ص ۱۳۴/ ج ۱/ باب الامامة والحدث فی الصلاة مطبوعه امدادیه ملتان.

کا باپ کل سامان بھی واپس کرنے کے لئے تیار ہے، کیا ان تمام مجبوریوں میں جہاں وہ لڑکی ہے، نکاح ہوسکتا ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کر دیا ہے تو نکاح بالکل درست نہیں، فوراً ان کو علیحدہ کر دیا جائے، جب تک شوہر طلاق نہ دے یا شرعی طور پر تفریق نہ ہو جائے، دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا[1] اگر لڑکا تعلق زوجیت رکھنے اور حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے، تو اس کے پاس بھیج دیا جائے، پھر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ مؤدت وموافقت کر کے اپنی طرف مائل کر سکتی ہے، اگر بالکل توقع نہ ہو تو بعوض مہر طلاق حاصل کر لی جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۴/۶/۸۷ھ

زوج اول سے نکاح بغیر طلاق زوج ثانی

سوال:- زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدی اور عورت مطلقہ نے پونے دو ماہ کے بعد عمرو سے نکاح کر لیا اس کے چند روز کے بعد اول خاوند زید کے پاس چلی گئی اور زید سے تین لڑکے پیدا ہوئے اب زید کہتا ہے کہ میں اس عورت کو از روئے شرع شریف حلال

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته الی قوله لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ،شامی زکریا ص۱۹۷/ ج۵/مطبوعه کراچی ص۵۱۶/ج۳/ باب العدة مطلب فی النکاح الفاسد والباطل ، هندیه کوئٹه ص۲۸۰/ج۱/الباب الثالث فی المحرمات ، القسم السادس المحرمات التی ،یتعلق بهاحق الغیر تاتارخانیه کراچی ص۴/ج۳/ کتاب النکاح،مایجوز من الانکحة ومالایجوز.

[2] وان تشاق الزوجان وخافاان لایقیما حدود اللّٰه فلاباس بان تفتدی نفسها عنه بمال یخلعها به هدایه ص۴۰۴/ج۲/باب الخلع مطبوعه یاسرندیم، عالمگیری کوئٹه ص۴۸۸/ج۱/الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمه،مجمع الانهر ص۱۰۲/ج۲/باب الخلع دارالکتب العلمیه بیروت.

کر کے رکھنا چاہتا ہوں فلہٰذا علماء دین اس کی صورت مع حوالہ کتب معتبرہ بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر عمرو سے طلاق حاصل کئے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا زید سے جو تعلق اس مدت میں رہا وہ مطلقاً حرام اور زنا ہے اور ان تین لڑکوں کا نسب بھی زید سے شرعاً ثابت نہیں[1] پونے دو ماہ میں عدت طلاق (تین حیض) گذر سکتی ہے۔ لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج اھ عالمگیری[2] ص ۲۸۰/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ذی الحجہ ۶۷ھ

جواب صحیح ہے لیکن یہ شرط ہے کہ عورت نے انقضاء عدت کا دعویٰ بھی کیا ہو۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ ۲۲/ذی الحجہ ۶۷ھ

غلط بیان کے ذریعہ فتویٰ لے کر شادی شدہ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا

سوال: - زید کی لڑکی کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے لڑکی کے والدین نے کرادیا تھا مگر

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدبه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زناً کما فی القنیة وغیرها، شامی زکریا ص ۲۷۴/ج ۴/باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد شامی ایضاً ص ۱۹۷/ج ۵/ باب العدة مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، النهر الفائق ص ۴۸۰/ ج ۲/ بابالعدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق ص ۱۳۹/ ۴/ باب العدة مطبوعه الماجدیه کوئٹه ان المراد بالباطل ماوجوده کعدمه ولذالایثبت النسب، شامی زکریاص ۲۷۴/ج ۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر بلوچستان بک ڈپو کراچی، الثالث، تاتارخانیه ص ۴/ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ مطبوعه کراچی، خانیه علی الهندیه ص ۳۶۶/ج ۱/باب المحرمات مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

جب کہ لڑکی بلوغ کو پہنچی تو اس وقت باہم فریقین میں رضامندی نہ رہی اور نہ لڑکی کو طلاق ہی ہوئی لڑکی کے والدین نے ایک مولوی صاحب سے اصلیت کو چھپاتے ہوئے یہ بیان کیا کہ نکاح لڑکی کا مجھے بیہوشی کی دوا لگا کر کر دیا تھا اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں نے بیہوشی کی حالت میں اجازت دی یا نہیں دی نکاح جائز ہے یا نہیں یہ لڑکی کے والدین نے مولوی صاحب سے زبانی بیان کیا مولوی صاحب نے یہ سنکر لڑکی کے والدین کو یہ کہدیا کہ نکاح ناجائز ہے دوسرا نکاح کرادیا جاوے، مولوی صاحب کے تحریری فتویٰ دینے پر قاضی صاحب نے لڑکی کا نکاح دوسرا پڑھ دیا اس کے بعد جب مولوی صاحب مذکور پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اپنا تحریری فتویٰ اپنے قبضہ میں کرلیا مولوی صاحب نے رمضان المبارک نماز جمعہ میں یہ کہا کہ قاضی صاحب تکبیر نہ کہیں اب اس میں کون قابل اعتراض ہے آیا مولوی صاحب یا قاضی صاحب لہٰذا اس کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی صاحب جب کہ خود اصل واقعہ سے ناواقف تھے اور لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کیا اور مولوی صاحب نے اس کو صحیح سمجھتے ہوئے فتویٰ دیا تو اس میں مولوی صاحب کا قصور نہیں لیکن جس وقت ان کو صحیح واقعہ کا علم ہوا اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو ان کو اپنا فتویٰ چھپانا نہیں چاہئے تھا بلکہ ان کے ذمہ لازم تھا کہ لوگوں سے نیز قاضی صاحب سے ظاہر کرتے کہ لڑکی کے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا یعنی اس بیان پر فتویٰ دیا اور قاضی صاحب جب کہ مسائل سے خود ناواقف تھے انہوں نے مولوی صاحب کا تحریری فتویٰ دیکھ کر دوسرا نکاح پڑھایا ہے تو قاضی صاحب کا بھی قصور نہیں لیکن قاضی صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے نکاح والوں کو اس کی اطلاع کردیں کہ لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کرکے فتویٰ حاصل کیا ہے لہٰذا دوسرا نکاح[1] صحیح نہیں بلکہ پہلا ہی نکاح بدستور صحیح اور قائم

[1] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره و کذالک المعتدة، الهندیة ص ۲۸۰/ ج ۱/القسم السادس المحرمات التی الخ،الباب الثالث فی بیان المحرمات، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

ہے ایسی حالت میں مولوی صاحب کو تکبیر کہنے سے روکنا بے جا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذیقعدہ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی قعدہ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی قعدہ ۶۰ھ

نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کردے تو دوسرے نکاح کا حکم

سوال:- ایک عورت نے برضاء ورغبت خویش ایک شخص سے بحضور شاہدین نکاح کرایا دو گواہوں کے علاوہ نکاح پڑھانے والا ایک تیسرا آدمی تھا کہ عرصہ کے بعد چار پانچ عامی آدمیوں نے (جو کہ نہایت غضب وغصہ میں تھے) نکاح خواں سے ڈرا کر پوچھا کہ تو نے اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے پڑھایا ہے؟ ان کی غصہ بھری حالت کو دیکھ کر نکاح خواں نے جواب میں کہا کہ نہیں۔ صرف نکاح خواں کے اتنا کہنے پر انہوں نے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ پڑھ دیا۔ کیا اس عورت کا پہلا نکاح صحیح اور درست ہوا یا نہ اگر صحیح ودرست ہوا تو کیا ان چار آدمیوں کے سامنے نکاح خواں کا نکاح پڑھنے سے انکار کردینے پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہ حالانکہ وہ عدالت قانونی یا شرعی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور ثابت وقائم ہے۔ اگر پہلا نکاح حسب شریعت صحیح منعقد ہو چکا ہے اور نکاح خوان کے اتنا کہنے پر فسخ نہیں ہوا تو اس عورت کا نکاح جو دوسری جگہ پڑھا گیا ہے اس کا کیا حکم اور نکاح پڑھنے والے اور نکاح کرنے والا اور مجلس نکاح ثانی میں شامل ہونے والوں سے شرعاً کیا برتاؤ کیا جائے۔ بینوا بالدلیل۔ توجروا من الرب الجلیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زوجین اپنے نکاح پر قائم ہیں اور دو گواہ عاقل وبالغ ومسلم موجود ہیں کہ ہمارے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۱۹۷/ج ۵/باب العدۃ، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.

سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اس حالت میں عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہوا۔ نکاح خواں ایجاب وقبول کے لئے محض وکیل ہوتا ہے اصیل مقر ہے اور گواہ بھی رکھتا ہے تو پھر وکیل کا انکار معتبر نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ عدالت شرعی وقانونی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور قائم بھی ہے پھر کسی مجلس میں اس کا انکار کچھ مفید نہیں اور اگر نکاح خواں کو ایجاب وقبول کے لئے وکیل ہی نہ بنایا ہو محض خطبہ یا اعلان نکاح اس کے ذریعہ سے کرایا گیا تو اس کی اتنی بھی حیثیت باقی نہیں رہتی بہرحال نکاح اول درست ہو گیا اور نکاح ثانی درست نہیں ہوا و شرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما فاهمين مسلمين الخ درمختار[1] مختصر ص ۴۱۹/ج ۲/ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة عالمگیری[2] ص ۴۸۸/ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/محرم الحرام ۵۴ھ

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاح ثانی

سوال:- دو نکاح ۱۹۶۸ء میں ہوئے۔ ایک نکاح جناب مست عرف عبد الحمید صاحب پسر جناب مولیٰ بخش صاحب ساکن قرول کا ہمراہ مسماۃ رشیدہ بانو دختر چاند محمد ساکن جے پور کا ہوا۔ یہ نکاح جے پور میں ہوا۔ دوسرا نکاح جناب ولی محمد صاحب پسر جناب چاند محمد صاحب ساکن جے پور کے ہمراہ مسماۃ روشن جہاں دختر جناب مولیٰ بخش ساکن قرول سے ہوا۔

---

[1] درمختار شامی ص ۲۷۲، ۲۷۳/ج ۲/مکتبه نعمانيه ديوبند، كتاب النكاح، هداية ص ۳۰۶/ج ۲/كتاب النكاح، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق ص ۸۶/ج ۳/مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] الهندية ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، درمختار على الشامي زكريا ص ۱۰۰/ج ۴/كتاب النكاح، فصل في المحرمات، زيلعي ص ۱۰۱/ج ۲/فصل في المحرمات، مطبوعه امداديه ملتان.

یہ نکاح قرول میں ہوا۔ یہ دونوں نکاح آٹے ساٹے کے تھے۔یعنی روشن جہاں عبدالحمید کی بہن تھی اور رشیدہ بانو ولی محمد کی بہن تھی۔ روشن جہاں کی رخصتی نکاح کے بعد کردی گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے ایک بچی کو جنم دیا، مگر رشیدہ بانو کی رخصتی نکاح کے بعد عمل میں نہیں آئی اور پانچ چھ سال کی مدت گذر گئی۔یعنی یہ لڑکی سسرال نہیں گئی۔اس پانچ چھ سال کی مدت میں دونوں پارٹیوں میں نفاق پیدا ہوگیا۔اس نفاق کی وجہ سے روشن جہاں سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اپنے نانا ماموں کے پاس ہی ہے۔اس دوران میں دونوں پارٹیوں میں مقدمہ بازی بھی ہوگئی ہے۔ جے پور والوں نے جے پور میں اور قرولی والوں نے قرولی میں مقدمے کئے۔ دوران مقدمہ مست عرف عبدالحمید کے والد مولیٰ بخش نے تین خط جے پور لکھوائے جو الگ الگ شخصوں کے نام تھے تینوں خط کا مضمون ایک ہی ہے جن کی فوٹو اسٹیٹ کاپی خدمت میں بھجوار ہا ہوں۔ خط کی عبارت اس طرح سے ہے۔ از قرول ۔ جناب چاند محمد صاحب کو قرول سے مولیٰ بخش کا سلام معلوم ہو، بعد سلام کے معلوم ہو کہ ہم سب یہاں خیریت سے ہیں اور آپ سب لوگوں کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں۔ دیگر احوال یہ ہے کہ ہم نے آپ کو کئی بار لکھا کوئی جواب نہیں آیا۔لہٰذا درخواست یہ ہے کہ ہمارے لڑکے کو آپ کی لڑکی سے نکاح ہوئے قریب آٹھ نو سال ہوگئے آپ نے ہم کو ابھی تک وداع نہیں دی اور جب ہم اپنی لڑکی روشن جہاں کو لینے آپ کے یہاں گئے جب ہم نے آپ سے وداع کی کہا تھا۔ جب آپ نے ہم کو وداع کے بارے میں صاف انکار کردیا کہ ہم آپ کو وداع نہیں دیتے ہیں۔آپ کو منظور ہے۔جب ہم نے آپ سے کہا کہ ہم کو منظور ہے اور یہ رشتہ لڑکے کو بھی نامنظور ہے۔اس لئے آپ اب اپنی لڑکی کا انتظام اور کسی دوسری جگہ دیکھ لینا اور ہم بھی اپنے لڑکے کا انتظام دوسری جگہ دیکھ لیں گے۔اس لئے ہمارا تمہارا جو رشتہ ہے آج سے ختم ہے۔اور ہم نے ایک خط میاں جی یٰسین محمد اور ایک خط بندو جی کو بھی لکھ دیا ہے۔مقدمہ دونوں جانب کا چل رہا ہے۔اس ہی دوران میں مست عرف عبدالحمید نے اپنی دوسری شادی دوسری جگہ کرلی۔اس شادی کو قریب آٹھ نو سال ہوگئے اور بچے بھی ہیں۔ برخلاف اس کے ۱۹۸۲ء میں کورٹ نے رشیدہ بانو کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ کیونکہ عبدالحمید کا وصول خارج

کردیا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں چاند محمد نے رشیدہ بانو کا دوسرا نکاح دوسرے لڑکے سے کردیا برائے کرم شرعی حکم سے آگاہ کریں کہ کیا رشیدہ بانو کا نکاح درست ہے یا خلاف شرع ہے۔ اگر خلافِ شرع ہوا تو اس نکاح کا عذاب وثواب کس پر عائد ہوتا ہے۔ آیا ولد پر، قاضی صاحب پر، وکیل پر، گواہان پر مندرجہ بالا خطوط جو مولیٰ بخش نے لکھوائے تھے قاضی صاحب نے دیکھ لئے تھے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

رشیدہ بیگم کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی اور عدالت نے یک طرفہ بیان پر تفریق کردی تو اس سے شرعاً نکاح ختم نہیں ہوا اور دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہوا[1] اگر باوجود علم کے دوسرا نکاح کیا گیا ہے تو خود رشیدہ بیگم اور اس کے ولی اور نکاح کے شاہد اور وہ شخص جس سے نکاح کیا گیا ہے سب گنہگار ہیں۔ جو لوگ علم کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے یا اس سے خوش ہوئے سب کو توبہ کرنا لازم ہے[2] اور واجب ہے کہ رشیدہ بیگم کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ کردیں اور اس کے اصلی شوہر سے جب تک طلاق نہ ہوجائے دوسری جگہ نکاح نہ کیا جائے[3] اور جب کہ اس کے اصلی شوہر نے دوسری شادی بھی کرلی ہے تو اس کو چاہئے کہ رشیدہ

---

[1] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة،الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،الباب الثالث فی بیان المحرمات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، تاتارخانیه ص ۴/ج۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة الخ، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، خانیة علی هامش الهندیه ص ۳۶۶/ج ۱/باب فی بیان المحرمات مطبوعه دارالکتاب.

[2] ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفورلایجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة اوکبیرة،تفسیرروح المعانی ص ۲۳۶/ج۱۵/سورۂ تحریم تحت الایة ۸/ مطبع دار الفکر بیروت،شرح نووی علی المسلم ص ۳۵۴/ج۲/کتاب التوبة،مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

[3] ولکل واحد منهما فسخه ولوبغیرمحضرعن صاحبه ودخل بها اولافی الاصح خروجا عن المعصیة اذ لاشک فی انه خروج من المعصیةالخروج منها واجب بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، شامی مع الدرالمختار ص ۲۷۵،۲۷۶/باب المهر،مطلب فی النکاح الفاسد، مطبوعه زکریادیوبند،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۹/ج۳/باب المهر،النهرالفائق ص ۲۵۲/ ج۲/ باب المهر،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

بیگم کو طلاق دیکر آزاد کردے تاکہ اس کو دوسری جگہ نکاح کا حق ہو جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۱۴۰۶ھ

نابالغ کا نکاح غیر ولی نے کیا ولی نے طلاق دی پھر نکاح ثانی ہوا

سوال:- زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح مسمیٰ عمر کے نابالغ لڑکے سے کردیا مسمیٰ بکر نے جو عمر کا حقیقی بھائی ہے اپنے بھتیجے کے لئے قبول کیا، عرصہ ایک سال بعد مسمیٰ بکر نے جو نابالغ کا باپ تھا اپنے لڑکے نابالغ کی جانب سے طلاق ثلاثہ دیدی طلاق کے بعد تقریباً ۴/سال عرصہ گذرنے کے بعد اب مسمیٰ زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی دوسری جگہ کردیا کیا عندالشرع نکاح ثانی جائز ہے؟

(۲) اور طلاق مسمیٰ عمر کی نابالغ لڑکے کی جانب سے درست ہے؟ جواب مدلل ہو۔

(۳) اگر نہیں تو مسمیٰ زید کی نسبت عندالشرع کیا سزا ہے؟

(۴) اور جنہوں نے نکاح ثانی کیا ہے ان کی نسبت کیا حکم ہے یہ یاد رہے کہ نکاح ثانی لینے والوں کو یہ تو علم تھا کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے ہوا تھا مگر بچپن ہی میں مطلقہ ہوگئی وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے طلاق کو درست اور صحیح سمجھے۔

(۵) نیز جو گواہان وغیرہ اب نکاح ثانی میں ہوئے ان میں سے کسی کو بھی پہلے نکاح یا طلاق کا کوئی علم نہ تھا نکاح کے وقت منکوحہ کنواری لکھی گئی۔ اب نکاح ثانی کو بھی عرصہ سات ماہ کا ہو چکا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اول نکاح درست ہو چکا تھا یعنی عمر نے اس کی اجازت دے دی تھی (کیونکہ قبول

---

[1] والمعنى فالواجب ان يمسكها بمعروف او يبينها باحسان سواء طلق ثالثا اولا والغرض منه تحريم الامساك بالاضرار بغير معروف، تفسير مظهرى ص ۳۰۶/ج ۱/سورة البقره تحت آيت ص ۲۲۹/ مطبوعه ندوة المصنفين دهلى، ومن محاسنه اى الطلاق التخلص به من المكاره اى الدينية والدنيوية، شامى زكرياص ۴۲۹/ج ۴/كتاب الطلاق، قبيل مطلب طلاق الدور، البحر كوئٹه ص ۲۳۶/ج ۳/كتاب الطلاق.

عمر نے نہیں کیا جو کہ شرعی ولی ہے بلکہ بکر نے کیا ہے پس یہ قبول عمر کی اجازت پر موقوف ہے) تو یہ نکاح نافذ اور صحیح ہو گیا تھا اور عمر نے جو طلاق ثلثہ دی ہے وہ واقع نہیں ہوئی جب طلاق واقع نہیں ہوئی تو نکاح ثانی درست نہیں ہوا۔ اگر عمر نے اول نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ اس کو رد کر دیا تھا تو وہ اول نکاح نافذ اور لازم نہیں ہوا تھا بلکہ رد ہو گیا تھا پس نکاح ثانی درست ہو گیا اور طلاق بیکار گئی اس کی ضرورت بھی نہیں۔

الولی فی النکاح العصبةبنفسه بلاتوسط أنثی علیٰ ترتیب الارث والحجب[1] درمختاروشامی لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة اھ هندیه[2].

(۲) نہیں جیسا کہ جواب (۱) میں گزرا۔

(۳) اس نے اگر اول نکاح صحیح اور نافذ ہو جانے کے باوجود دوسرا نکاح کر دیا ہے تو وہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا اور ایسا کرنے سے زید گنہگار ہوا اس کو چاہئے کہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے اور لڑکی کو اس کے شوہر اول کے پاس پہنچا دے[3] اگر اول صحیح اور نافذ نہیں ہوا تھا تب ایسا کیا ہے تو یہ موافق شرع ہے اس سے گنہگار نہیں ہوا۔

---

[1] الدرالمختار کراچی ص ۷۶/ج۳/ مطلب فی فرق النکاح مطبوعه نعمانیة ص ۳۱۱/ج۲/ سکب الانهرعلی هامش مجمع الانهرص ۴۹۶/ج ۱/کتاب النکاح،با ب الاولیاء والاکفاء مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۱۹/ج۳/باب الاولیاء والاکفاء.

[2] الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیرالباب الثالث فی بیان المحرمات، مطبوعه مطبعة الکبریٰ الامیریه ببولاق مصر،تاتارخانیه ص ۴/ج۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة الخ ادارة القرآن کراچی.

[3] اما نکاح منکوحة الغیر الی قوله لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر عن صاحبه ودخل بها اولافی الاصح خروجاًعن المعصیة فلاینافی وجوبه الدر المختار وفی الشامی ولکل منهمافسخه بغیر محضر من صاحبه لایرید به عدم الوجوب اذلاشک فی انه خروج من المعصیة الخروج منها واجب،بل یجب علی القاضی التفریق بینهما ای ان لم یتفرقا،شامی زکریا ص ۷۴،۲۷۵،۲۷۶/ ج۴/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، وان تعلقت (ای المعصیة)بحقوق العبادلزم مع الندم والعزم ایصال حق العبدالخ،روح المعانی ص ۲۳۵،۱۵/الجزء الثامن والعشرون،سورة تحریم آیت ۸/مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح فقه اکبرص ۱۹۴/بیان اقسام التوبة مطبوعه مجتبائی دهلی،مرقاة شرح مشکوة ص ۱۰۲/ج ۱/باب الکبائروعلامات النفاق،الفصل الاول،مطبوعه بمبئی.

نہیں واقع ہوئی) سے نکاح کرلیا تو وہ لوگ معذور ہیں اب انہیں لڑکی کو واپس کر دینا چاہئے۔ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو سخت گنہگار ہیں۔ اگر پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا تو دوسرا نکاح کرنے

(۴) اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کیا ہے یعنی منکوحہ لڑکی (جس پر طلاق شرعاً والے گنہگار نہیں۔

(۵) ایسی حالت میں ان پر گناہ نہیں اگر جان بوجھ کر ناجائز نکاح کے گواہ بنتے تو گنہگار ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۷/ذی الحجہ ۵۶ھ

لڑکی کا نکاح ہوا، اس کا شوہر پاکستان چلا گیا، اس کا دوبارہ نکاح، اور اس کی طرف سے طلاق کا نزاع

سوال:- زید اور ہندہ کی شادی بحالت نابالغی ہوئی۔ چند سال بعد زید نے اپنے باپ عمر کے ساتھ پاکستان جا کر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اب دونوں بالغ ہو چکے ہیں، ایسی کوئی صورت نہیں کہ ہندہ زید کے پاس پاکستان جا سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک تحریر عمر کی اپنے بھائی امین کے پاس آئی کہ میں نے اپنے لڑکے زید کی ذیقعدہ میں شادی مقرر کرلی۔ لہٰذا بھائی امین کو معلوم ہو کہ ہندہ کے باپ خالد سے اپنے زیورات وغیرہ وصول کرلینا۔ ایک تحریر پاکستان سے خالد کے پاس اس کے بھائی بکر کی آئی کہ عمر نے اپنے لڑکے زید کی شادی کرلی ہے اور میں نے راضی نامہ لے لیا ہے۔

لہٰذا آپ اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کوئی اچھا رشتہ تلاش کر کے دوسری جگہ کر دینا۔ راضی نامہ میرے پاس ہے۔ یہ دونوں تحریریں دوسرے ملک کے ذریعہ وصول ہوئی تھیں۔ امین

وخالد نے یہ دونوں تحریریں چند علماء کے سامنے پیش کیں، تو فیصلہ دیا کہ ان تحریروں سے طلاق کا ثبوت نہیں ملتا، جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ واقعی زید نے طلاق دیدی ہے ہندہ کا نکاح ثانی جائز نہ ہوگا۔ امین کے پاس خالد کی طرف سے چند لوگ یہ تحریر لینے کے لئے آئے لیکن امین نے یہ خط دینے سے انکار کر دیا جس کو امین اپنی سمجھ کے مطابق طلاقنامہ سمجھے ہوئے تھا، حالانکہ لڑکی کے متعلق خط میں مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ عمر نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ ان چند لوگوں میں سے چار آدمی دہلی مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کے پاس پہنچے، انھوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ہم نے زید کے پاس طلاقنامہ دیکھا ہے۔

نیز مفتی صاحب کے سامنے تحریر پیش کی کہ زید اور اس کے باپ نے پاکستان سے لکھا ہے۔ (حالانکہ زید کی کوئی تحریر نہیں تھی) کہ ہم نے شادی کر لی ہے تم لوگ زیور وغیرہ وصول کر لو اور یہ طلاق کے بعد ہی وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری قوم میں دستور ہے کہ بغیر طلاق دیئے ہوئے دوسرا آدمی اپنی لڑکی نہیں دیتا۔ جب ان لوگوں نے تحریراً وتقریراً مفتی صاحب کو اعتماد دلا دیا کہ زید کی تحریر ہے تو مفتی صاحب نے ہندہ کو مطلقہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے نکاح ثانی کو جائز قرار دیدیا۔ یہاں آتے ہی ان لوگوں نے ہندہ کا نکاح ثانی کر دیا۔ خالد اور امین کے پاس جو تحریر تھی مندرجہ بالا تحریروں کو لفظ بلفظ لکھ کر چند آدمی علماء دہلی اور علماء دیوبند کے پاس پہنچا کر فتویٰ طلب کیا۔ دونوں جگہ سے یہی فتویٰ ملا کہ زید کے باپ ہندہ کے چچا کی تحریر عندالشرع قابل تسلیم نہیں اور ثبوت طلاق کے لئے یہ تحریریں ناکافی ہیں۔ لہٰذا ہندہ کا نکاح ناجائز وحرام ہے۔ زید کے چچا امین کا تحریر دینے سے انکار کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ ہندہ کے نکاح کے بعد قوم میں دو فریق ہو گئے۔ فریق اول مفتی صاحب کے فتویٰ پر جمع ہوئے ہیں۔ وہ سوال کی غلطی جہالت وضد کی وجہ سے نہیں مانتے۔ بس کہتے ہیں کہ مفتی صاحب نے لکھدیا تو نکاح ہو گیا۔ فریق ثانی اصل تحریر کے مطابق جو فتویٰ ہے اس کو تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کے نکاح کو ناجائز کہتے ہوئے آج تک اس کو زنا قرار دیتے ہیں۔ ہندہ کے نکاح ثانی کے چند ماہ

بعد بذریعہ کویت پاکستان سے سرکاری اسٹامپ پر تحریر شدہ طلاق نامہ پانچ گواہوں کی شہادت وزید کے دستخط شدہ آیا، اس میں مندرجہ تاریخ سے چار ماہ قبل ہندہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ نیز زید کے باپ نے پاکستان سے لکھا کہ اصل طلاقنامہ یہی ہے۔ اگر کوئی ہماری طرف سے دوسری تحریر طلاقنامہ کی صورت میں کوئی بھیجے تو اسے جعلی تسلیم کرنا، ہم نے اس سے قبل طلاق نہیں دی ہے۔ فریق اول کے پاس آج تک کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا جس کو زید نے اپنے نکاح کے وقت تحریراً دیا ہوگا۔

بقول ہندہ کے چچا کے کہ میرے پاس طلاق نامہ ہے لیکن ہندہ کے چچا نے آج تک وہ طلاق نامہ فریق اول کے پاس نہیں بھیجا جس میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوگیا۔ فریق ثانی کے ایک دو آدمی حج بیت اللہ کے لئے گئے تھے۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مکہ مکرمہ میں پاکستانی حاجیوں سے ملاقات ہوئی تھی اور ان سے مفصل گفتگو اس سلسلے میں ہوئی ہے۔ پاکستانی حاجی جو زید کے نکاح کے وقت موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہندہ کے نکاح ثانی سے قبل زید نے طلاق دیدی تھی اور ان حاجیوں نے بطور شہادت اپنی طرف سے یہ تحریر حاجی صاحبان ہندی کو دیدی کہ زید کا نکاح فلاں سن میں ہوا تھا اور اس نے اسی وقت طلاقنامہ تحریر کر دیا تھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عندالشرع ان حاجیوں کی تحریر کا اعتبار ہوگا جو نکاح بعد الطلاق ثابت کرتے ہیں، یا زید کی تحریر کا جس سے نکاح قبل از وقت ثابت ہوتا ہے۔ اب اگر بالفرض کوئی تحریر زید کی طرف سے ایسی دستیاب ہو جس سے یہ احتمال نکاح بعد الطلاق ثابت ہو جائے تو کیا یہ ثبوت عندالشرع قابل تسلیم ہوگا اور یہ نکاح باقی رہے گا۔ کیا نکاح ہندہ کا ہر حال میں دوبارہ ہوگا۔ فریق اول بضد ہے کہ ہم نے جائز سمجھ کر نکاح کیا تھا وہ ہمارے لئے اب بھی جائز ہے۔ فریق ثانی نکاح کو ناجائز اور زید کی تحریر ملنے کے بعد نکاح جدید کو لازم بتاتا ہے۔ اس قصے کو لے کر قوم میں اختلاف شدید پیدا ہوگیا اور یہ احتمال ہے کہ حدود شرعیہ کی خلاف ورزی کسی ضد میں نہ کر بیٹھیں۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کے مطابق حقیقت کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مفتی کے پاس جس طرح سوال پہونچے گا اس کے مطابق جواب لکھ دیا جائے گا۔ واقعہ کے مطابق صحیح سوال کرنا سائل کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی شخص مردار کا گوشت لائے اور مفتی سے کہے کہ میں بکری کا گوشت لایا ہوں جو کہ عبدالرحمٰن مسلمان نے میرے سامنے خرید کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ مفتی کا جواب یہی ہوگا کہ یہ جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس فتویٰ کی وجہ سے وہ مردار کا گوشت مردار وحرامی ہی رہے گا حلال نہیں ہوجائے گا۔

اس تمہید کے بعد سنئے طلاق کا اختیار شوہر کو ہوتا ہے[1] شوہر کے والد کے زبانی یا تحریری طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی[2] الا یہ کہ شوہر نے ہی اپنے والد کو طلاق دینے کا وکیل بنادیا ہو۔ صورت مسئولہ میں جب اس کا کوئی پختہ ثبوت نہیں کہ ہندہ کا نکاح ثانی شوہر اول کے طلاق کے بعد ہوا ہے بلکہ اس کے خلاف ثبوت ہے اور نکاح ثانی کا مدار صرف فتویٰ پر رکھا گیا ہے۔ اور فتویٰ شوہر کے والد کی تحریر کو طلاقنامہ قرار دیکر لیا گیا ہے، حالانکہ وہ طلاق کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور جو طلاق نامہ شوہر کے دستخط سے آیا ہے اس کی تحریر سے پہلے ہی نکاح ثانی کردیا گیا تھا، تو اب دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے تاکہ نکاح بالیقین صحیح ہوجائے شک وشبہ باقی نہ رہے، باہمی نزاع بھی ختم ہوجائے۔ حرام سے بچنے کے لئے یہی صورت اختیار کی جائے۔ حاجی صاحبان کا بیان بھی زید سے مل کر یا زید کی طرف سے طلاقنامہ دیکھ کر نہیں ہے۔

---

[1] واهله زوج عاقل بالغ مستيقظ، درمختار على الشامى ص ۴۳۱/ ج۴/ كتاب الطلاق ،مطلب طلاق الدور مطبوعه زكريا ديوبند، مطبوعه كراچى ص ۲۳۰/ ج۳/،سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص۴/ ج۲/اول كتاب الطلاق مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،تاتارخانية ص۲۴۳/ اول كتاب الطلاق مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

[2] يستفاد: لايقع طلاق المولى على امرأة عبده لحديث ابن ماجه :الطلاق لمن اخذ بالساق درمختار على الشامى ص ۲۴۲/ ج۳/ كتاب الطلاق قبيل مطلب فى طلاق المدهوش مطبوعه دارالفكر بيروت.

جیسا انھوں نے سنا ویسا ہی بیان کر دیا۔ اس لئے ان کا بیان بھی شرعی شہادت کے درجہ میں نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/ ۹۴ھ

فیصلہ عدالت کے بعد نکاح ثانی

سوال:- ایک عورت عدالت میں دعویٰ پیش کرتی ہے جس نے اپنے خاوند پر ایک عورت کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی کہ مجھے میرا شوہر بری طرح مارتا پیٹتا ہے اور مجھ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے مگر شوہر ان دونوں باتوں سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نہ اس کو مار پیٹ کی نہ کوئی تہمت لگائی ہے اور جس کے متعلق یہ مجھ پر تہمت لگاتی ہے وہ میری نکاح کی ہوئی بیوی ہے اور یہ مدعیہ خود بھی یہ دعویٰ کرنے کے وقت اس عورت کو اپنے شوہر کے نکاح میں ہونے کا اقرار کرتی ہے اور یہ مدعیہ اپنے اس دعویٰ کی بنا پر کہ مجھے مار پیٹ کرتا ہے اور مجھے بدچلن ہونے کی تہمت لگاتا ہے۔ عدالت سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ میں طلاق لینے کی حقدار ہوں۔ اس لئے عدالت مجھے طلاق دلوادے۔ عدالت کا مجسٹریٹ ایک غیر مسلم شخص ہے۔ خاوند کی غیر حاضری میں یہ حکم کر دیا۔ مذکورہ سببوں کی بناء پر یہ دعویٰ منظور کیا جاتا ہے اور مدعیہ کی طلاق عدالت تسلیم کرتی ہے اور مدعیہ کو مدعیٰ علیہ کی بندش سے رہا کیا جاتا ہے۔ عدالت کے اس حکم کے بعد اسی روز عورت مذکورہ کے باپ و چچا وغیرہ نے مل کر ایک دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا اور عدالت سے یہ فیصلہ ہوتے ہی اسی روز عورت مذکورہ کے اصلی شوہر کی طرف سے اس فیصلہ کو رد کرنے کے لئے عدالت میں اپیل بھی دائر کر دی گئی اور وہ اس کو یعنی مدعیٰ علیہ اپنی بیوی کو گھر لے جانے کے مطالبہ پر

---

[1] ومنها ان تكون الشهادة بمعلوم فان كانت بمجهول لم تقبل، بدائع الصنائع زكريا ديوبند ص ۴۱۶/ ج۵/ كتاب الشهادة، مارجع الى المشهود به، مجمع الانهر ص ۲۶۶/ ج۳/ كتاب الشهادة، فصل يشهد بكل ماسمعه الخ، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

مصر ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) صورت مذکورہ بالا میں عدالت میں دی ہوئی طلاق ہوئی یا نہیں؟

(۲) عورتِ مذکورہ کا جو دوسرا نکاح کیا گیا وہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کن کن وجہ سے؟

(۳) یہ نکاح کرنے والے اور کروانے والے شرع میں کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شرعاً یہ طلاق قطعاً غیر معتبر ہے اس مذکورہ طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی بلکہ بدستور اس کی بیوی ہے،[۱] غیر مسلم حاکم نہ تو کسی مسلم کا نکاح فسخ کرسکتا ہے اور نہ اس کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کا حکم صورت مسئولہ میں کسی طرح نافذ نہیں أهله أی أهل القضاء أهل الشهادات فلاتصح تولية كافر وصبی الخ[۲] بحر ص ۲۶۰/ ج۶/.

(۲) جب کہ پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ طلاق واقع ہوئی تو یہ نکاح ثانی کیسے درست ہوسکتا ہے؟ نکاح ثانی شرعاً بالکل باطل ہے اور اس سے جو صحبت ہوگی وہ بالکل حرام ہوگی۔ أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فلم ينعقد أصلاً فعلىٰ هذا يفرق بين فاسده وباطله فی العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمةلكونه زنا الخ، ردالمحتار[۳]

---

[۱] ومحله المنكوحة واهله زوج عاقل بالغ احترزبالزوج عن سيدالعبدووالد الصغير الخ، درمختارمع الشامی دارالفكربيروت ص ۲۳۰/ ج۳/ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، سكب الانهرعلى هامش مجمع الانهرص ۸/ ج۲/ اول كتاب الطلاق مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۲۴۴/ ج۳/ كتاب الطلاق.

[۲] ملخصا بتقديم وتاخيرص ۲۶۰/ ج۶/ كتاب القضاء مكتبة ماجدية كوئٹه، مجمع الانهر ص ۲۱۱/ ج۳/ اول كتاب القضاء مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، بدائع الصنائع ص ۴۳۸/ ج۵/ كتاب آداب القاضی، فصل واما بيان من يصلح القضاء مطبوعه زكرياديوبند.

[۳] شامی كراچی ص ۵۱۶/ ج۳/ مطلب فی النكاح الفاسدوالباطل، شامی زكرياص ۱۹۷/ ج۵/.

ص ۹۳۸/ ج ۲/.

(۳) وہ عورت اور وہ شخص جس سے نکاح ثانی ہوا ہے اور اس نکاح میں تمام شرکت کرنے والے اور اس سے خوش اور راضی رہنے والے اور باوجود قدرت کے اس کو نہ روکنے والے سب کے سب گنہگار ہیں[۱] سب کے ذمہ واجب ہے علی الاعلان توبہ کریں[۲] اور عورت کو پہلے شوہر کے پاس پہنچانے کی کوشش کریں[۳] البتہ جن لوگوں کو پورا حال معلوم نہیں تھا بلکہ ناواقفیت سے نکاح میں شریک ہوئے وہ گنہگار نہیں ہوئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور

عدالت سے اجازت لے کر نکاح

سوال: – دو بہنیں تھیں، ان دونوں کا نکاح ہوگیا۔ بڑی کی رخصتی کردی، چھوٹی کی نہیں۔ پانچ سال کے بعد چھوٹی لڑکی کے شوہر نے کہا کہ لڑکی کو رخصت کردو، تو لڑکی والوں

---

[۱] عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من رأی منکم منکر فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث مشکوۃ شریف ص ۲۳۶/ ج ۲/ باب الامر بالمعروف الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم قال فی المرقاۃ ومن تمکن منہ وترکہ بلاعذر اثم، شرح مشکوۃ ص ۳/ ج ۵/ باب الامر بالمعروف مطبوعہ بمبئی طیبی، شرح مشکوۃ ص ۳۱۰/ ج ۹/ باب الامر بالمعروف مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۲] والتوبۃ علی حسب الجنایۃ فالسر بالسر والاعلان بالاعلان الخ، ھدایہ ص ۱۷۴/ ج ۳/ کتاب الرجوع عن الشھادۃ مطبوعہ تھانوی دیوبند.

[۳] بل یجب علی القاضی التفریق أی ان لم یتفرقا، شامی مع الدر المختار زکریا ص ۲۷۶/ ج ۴/ باب المھر، مطلب فی النکاح الفاسد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۶۹/ ج ۳/ باب المھر، النھر الفائق ص ۲۵۲/ ج ۲/ باب المھر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.

نے منع کر دیا۔ اس کے بعد مقدمہ بازی شروع ہوئی۔ مقدمہ لڑکے والے جیت گئے مگر لڑکی والوں نے جب بھی نہیں بھیجا۔ اس کے بعد لڑکی والے نے دوسرا نکاح کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم نے سرکار سے طلاق لے لی، کیا یہ نکاح درست ہے؟ منع کرنے والوں نے بہت منع کیا مگر لڑکی والے نہیں مانے اور اس کے بارے میں پنچایت بھی ہوئی۔ پنچوں نے فیصلہ لڑکے کے حق میں دے دیا۔ لڑکی والے سے کہا کہ لڑکی بھیجدو۔ لڑکی والے نے کہا، پنچ تمہارے رشتہ دار ہیں اس لئے یہ ایسا فیصلہ کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی بہن جب رخصتی کے قابل ہوگئی تھی اور اس کا شوہر رخصتی کا مطالبہ کر رہا تھا تو رخصتی کرنا لازم تھا۔ انکار کر کے عدالت سے اجازت لے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دینا صحیح نہیں ہوا۔ اس کے شوہر پر بڑا ظلم ہوا۔ یہ نکاح شرعی نکاح نہیں بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے فوراً لڑکی کو وہاں سے علیٰحدہ کریں اور اصلی (پہلے) شوہر کے پاس رخصتی کر دیں اور توبہ واستغفار کریں، اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کریں ورنہ دنیا وآخرت میں سخت وبال ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۵/۷/ ۹۲ھ

ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح

سوال:- کسی شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور لڑکی اس کے یہاں کچھ دنوں آتی رہی اور اب وہ اس کے یہاں جانا نہیں چاہتی اور وہ شخص لینے آتا ہے اور اس کے ماں باپ

---

[1] اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته،لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً الى قوله ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زناً ولكل واحد منهما فسخه فى الاصح خروجاعن المعصية بل يجب على القاضى التفريق بينهما ،شامى كراچى ص ۱۳۲/ ج۳/(باب المهر)مطلب فى النكاح الفاسد مطبوعه زكريا ص ۲۷۴، ۲۷۶/ ج۴/شامى كراچى ص ۱۳۲/ج۳/باب المهر.

نہیں بھیجتے اور عرصہ ۸/سال کا ہوگیا ہے لڑکی اپنی اجازت سے یا اپنے ماں باپ کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں کرسکتی جب تک شوہر طلاق نہ دے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شرط کے خلاف کرنے کا نکاح پر اثر

سوال:- ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح کسی لڑکے کے ساتھ اس شرط پر کرتا ہے کہ اس لڑکے کو اس کے گھر پر ہی رہنا ہوگا۔ لڑکے نے شرط منظور کرلی اور نکاح ہوگیا۔ اب یہ بات پانچ ماہ کے بعد اس لڑکے سے کہتا ہے کہ تو تو میرے گھر نہیں رہتا اور لڑکا اس کے گھر پر رہتا ہے مگر اس کے کہیں بھی جانے کو یہ وہی کہتا ہے کہ تو تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور اس بات کو عذر بنا کر اس نے اپنی لڑکی کو طلاق مان کر دوسری جگہ نکاح کی تاریخ مقرر کردی ہے۔ آپ شریعت مطہرہ کی روشنی میں یہ تحریر کیجئے کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ پہلے شوہر کا رشتۂ زوجیت ٹوٹ گیا یا قائم ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

صرف اتنی بات سے طلاق نہیں ہوئی پہلا نکاح ہی باقی ہے دوسرے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں۔ اگر دوسرا نکاح کردیگا تو وہ شرعی نکاح نہیں ہوگا بلکہ نکاح کے نام پر حرامکاری

---

[1] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة (الهندیة ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/ باب فی المحرمات،تاتارخانیه کراچی ص ۴/ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة.

ہوگی جس کا وبال سخت ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۱۴۰۶ھ

منکوحۂ غیر سے نکاح کیا پھر شوہر مرگیا اب کیا کیا جائے

سوال:- اگر کوئی ایک مالدار شخص ایک غریب آدمی کی خوبصورت عورت کو پکڑ کر جبراً دوسری جگہ لے جا کر نکاح پڑھا دیا اور اپنی زوجیت میں رکھا اور دو چار بچے بھی پیدا ہوئے ۳/ سال کے بعد پہلا شوہر مرگیا اب وہ جو دوسرے کے ساتھ نکاح پڑھایا گیا ہے وہی نکاح باقی رہے گا یا دوسرا نکاح پڑھانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کرنا زنا اور حرام کاری ہے سخت گناہ اور بہت بڑا ظلم ہے یہ نکاح ہرگز صحیح نہیں[2] ہوا تاہم اس جرم عظیم کے باوجود اس کا اپنا نکاح فسخ نہیں ہوا اس عورت کا شوہر جب مرا ہے اس وقت سے اس عورت پر عدت وفات چار ماہ دس دن پورا کرنا ضروری ہے[3] اس کے بعد

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زناً، شامی زکریا ص ۲۷۴/ ج ۴/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۸۰/ ج ۱/ الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر، تاتار خانیة ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ، مطبوعه کراچی.

[2] أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً الخ شامی کراچی ملخصاً ص ۵۱۶/ ج ۳/ باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل شامی نعمانیه ص ۶۰۷/ ج ۲/ شامی زکریا ص ۱۹۷/ ج ۵/ تاتار خانیة ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ، مطبوعه کراچی، خانیة علی هامش الهندیه ص ۳۶۶/ ج ۱/ باب فی المحرمات مطبوعه زکریا دیوبند.

[3] لقوله تعالیٰ: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بأنفسهنّ اربعة اشهر وعشراً. سوره بقره پاره ۲/ آیت نمبر ۲۳۴/.

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ بیبیاں اپنے آپ کو نکاح وغیرہ سے روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن (بیان القرآن) وعدة الحرة للموت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دوبارہ نکاح کیا جائے پہلے نکاح پر کفایت نہ کی جائے وہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا تیسرا نکاح

سوال:- ایک عورت کسی کے ورغلانے سے یا یوں ہی کسی خاص مقصد کے لئے عدالت میں جا کر کہتی ہے کہ میں مذہباً عیسائی وغیرہ ہوگئی ہوں اب میری اور میرے خاوند کی موافقت نہیں ہوسکتی تو عدالت نے اس کے خاوند کو بلوایا تو وہ جب پہلی تاریخ پر حاضر عدالت ہوا تو عدالت نے تاریخ ڈالدی تو دوسری تاریخ میں حاضر نہیں ہوا تو عدالت نے عورت کو کہا جا۔ جہاں چاہ بیٹھ جا، لیکن اس کے خاوند نے نہ زبان سے طلاق دی ہے اور نہ کاغذ وغیرہ لکھا ہے تو پھر مذکورہ عورت کی ماں نے روپیہ کے لالچ میں آ کر اپنی لڑکی کا دوسرا خاوند بنادیا اب اس کا خاوند ثانی مرگیا ابھی اس کے دو ماہ گذشتہ ہوئے ہیں تو مذکورہ عورت کی ماں نے نقدی کے لالچ میں آ کر تیسرے خاوند کی تیاری کردی۔ غرض روپیہ کے طمع میں آ کر ایک میاں جی نے تیسرے خاوند کے ساتھ نکاح کردیا آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ حاضرین نکاح اور میاں جی کو کوئی تعزیر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا؟ اگر تعزیر سے انکار ہو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور وہ کون ہیں اور ہم ان کو کیا کہیں اپنے فتویٰ کے ساتھ بیان کریں اور ایسے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے کہ نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فی نکاح صحیح اربعة اشهر وعشرة ایام من وقت الموت الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۱۴۴/ ج ۲/باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، در مختار علی الشامی ص ۵۲۰/ باب العدة، مطلب فی وطئی المعتدة بشبهة، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۴/ ج ۴/باب العدة.

[1] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل احدبجوازه فلم ینعقد اصلاً، شامی زکریا ص ۱۹۷/ ج ۵/باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، تاتارخانیه ص ۴/ ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة الخ مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

عدالت میں جاکر عیسائی مذہب اختیار کرنے یا اس کا اقرار کرنے سے مفتی بہ قول پر نکاح فسخ نہیں ہوا[1] لہٰذا دوسرا اور تیسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے۔ عورت کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے پہلے شوہر کے پاس رہے اس دوسرے اور تیسرے نکاح سے عورت اور اس کی ماں دونوں کو سخت گناہ ہوا اور جن سے نکاح کیا ہے اگر ان کو اس کا علم ہے کہ شوہر اول نے طلاق نہیں دی اور ہمارے لئے یہ عورت حرام ہے تو وہ بھی سخت گنہگار ہوئے اب سب کے ذمہ توبہ لازم ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کر کے عورت کو اس کے شوہر اول کے پاس پہنچادیں[2] جس طریقہ سے عورت نے عدالت کے ذریعہ سے دوسرے نکاح کی اجازت لی ہے وہ اجازت شرعاً بالکل ناقابل اعتبار ہے اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج فتاویٰ عالمگیری[3] ص ۲۸۰/ ج ۱/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۲/ ۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۱/صفر ۵۹ھ

---

[1] وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتهازجرا وتیسیراً قال فی النهر والا فتاء بهذا اولی من الافتاء بما فی النوادر، درمختار علی الشامی ص۳۶۷/ ج۴/باب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل لایقاع طلاق بل للوقوع، مطبوعه زکریا دیوبند، النهرالفائق ص ۲۹۱/ ج۲/باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، سکب الانهرعلی هامش مجمع الانهر ص۵۴۷/ج ۱/ باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، ارتدت لتفارق زوجها تجبر علی الاسلام ولاتتزوج بغیره به یفتی، در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۳۲/ ج۶/باب التعزیر، قبیل مطلب فیما اذاارتحل الی غیر مذهبه.

[2] اما نکاح منکوحة الغیرومعتدته لم یقل احد بجوازه ولهذایجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زناً ولکل واحدمنهما فسخه فی الاصح خروجاً عن المعصیة (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جس عورت کے کئی نکاح ہوئے تو اس سے نکاح کی کیا صورت ہے؟

سوال:- ہمارے پڑوس میں ایک عورت تھی جب ہمارا پڑوسی اس عورت کا نکاح کر کے لایا تھا جب ہی سنا تھا کہ اس عورت کا پچھلا خاوند زندہ ہے۔ جب ہمارا پڑوسی اس کا خاوند مر گیا تو اکثر یہ عورت ہمارے گھر بیٹھا کرتی تھی، کیونکہ ہمارے گھر کے پاس اس کا گھر ہے درمیان میں صرف ایک دیوار ہے۔ اس عورت کی ایک نابالغ لڑکی تھی جس روز اس نابالغ لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ سن رکھا تھا کہ اس لڑکی نابالغ کی ماں کا پچھلا خاوند زندہ ہے، انکار کر کے جب گھر میں آیا تو میں نے گھر میں کہا کہ میں نے تو اس لڑکی کے نکاح کرنے سے انکار کر دیا ہے کہنے لگی کہ کیوں انکار کر دیا میں نے کہا کہ اس کی ماں کا پچھلا خاوند زندہ ہے۔ سنا کرتے ہیں کہنے لگی وہ تو کئی کئی عورتوں کے سامنے ہمارے گھر بیٹھ کر کہا کرتی تھی کہ جس سے مرا پہلا بیاہ ہوا وہ تو مر گیا دوسرے مرد سے نکاح کیا میرا اس سے اتفاق نہیں رہا پھر وہ ہمارے گھر چھوڑ گیا اور پھر لینے نہیں آیا پھر تیسرا نکاح کیا اس نے بھی چھوڑ دیا کیونکہ وہ ملازم تھا جب وہ چھٹی پر آیا تو میں گھر پر نہیں ملی کیونکہ میری عادت پاس پڑوس میں بیٹھنے کی ہے جب گھر پر نہ ملی تو اس نے کہا کہ میرے کام کی نہیں رہی کیونکہ میرے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) والخروج منها واجب بل يجب على القاضي التفريق بينهما، شامي مع الدر المختار زکریا ص ۲۷۴/تا ۲۷۶/ج ۴/باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد النهر الفائق ص ۲۵۲/ج ۲/باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

۳ عالمگیری مصری ص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث، القسم السادس في المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، خانية على الهنديه مصری ص ۳۶۶/ج ۱/باب في المحرمات، تاتارخانية ص ۴/ج ۳/الفصل الثامن في بيان مايجوز من الانكحة الخ، مطبوعه كراچی.

گھر پر نہیں ملی۔ پھر میں نے غسل کیا اور کپڑے بھی بدلے پھر بھی کہا کہ میرے کام کی نہیں رہی پھر اس نے بھی چھوڑ دیا میں اپنے گھر چلی آئی پھر یہ ہمارا پڑوسی نکاح کر کے چار سو روپے میں لے آیا۔ طلاق کا کبھی بھی ذکر نہیں کیا کہ مجھ کو طلاق بھی دیدی تھی یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ میرا دوسرا تیسرا نکاح عدت کے بعد یا عدت کے اندر ہوا ہے جب ہمارا پڑوسی مر گیا تو پھر ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا پھر وہ بھی مر گیا پھر موضع بھاگلہ کا ایک مرد نکاح کر کے لے گیا سنا ہے وہ عورت اب بھی زندہ ہے۔

جس عورت کی بابت یہ باتیں مشہور ہوں کہ اس کے کئی نکاح ہوئے ہیں نہ عدت کا پتہ ہے نہ طلاق کا اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس کا پچھلا خاوند زندہ ہے تو شرعاً ایسی عورت کا نکاح یا ایسی عورت کی نابالغ لڑکی کا نکاح بغیر تحقیق کے کرنا چاہئے یا نہیں یا انکار کر دینا چاہئے؟

شوہر نابالغ زوجہ بالغ

سوال:- (۲) عورت جوان ہو خاوند بچہ نابالغ ہو اور وہ عورت زنا کاری کرنے لگ جاوے اور بھاگنے لگ جاوے تو شرعاً اس عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے اور دونوں میں شرعی علیحدگی ہو کر عدت نہیں گذری تو اس عورت کا نکاح دوسری جگہ جائز نہیں اور نکاح پڑھانے والا بھی گنہگار ہوگا[1] اگر تحقیق سے معلوم ہو جاوے کہ دونوں میں شرعی علیحدگی ہو چکی ہے تو پھر نکاح

---

[1] ولا یجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتدہ الغیر عند الکل، تاتارخانیة ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة مطبوعه ادارة القرآن کراچی، خانیة علی هامش الهندیه ص ۳۶۶/ ج ۱/ باب فی المحرمات، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۹/ ج ۳/ باب المهر.

جائز ہے[1] اگر دونوں باتوں میں سے کسی کی تحقیق نہ ہوتو پھر اگر وہ عورت شرعاً عادلہ ہے اور اس کی شہادت مقبول ہے تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور نکاح پڑھانا بھی درست ہے اگر عادلہ نہیں بلکہ فاسقہ ہے اور اس کی شہادت مقبول نہیں تو پھر تحری کی جاوے یعنی اگر غور وفکر کے بعد غالب گمان ہو جاوے کہ عورت سچی ہے جب تو نکاح درست ہے اگر غور وفکر کے بعد معلوم ہو کہ عورت جھوٹی ہے کیونکہ اور باتوں میں بھی جھوٹ بولتی ہے اور حرام وحلال اور دوسرے احکام شرعیہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتی بلکہ اغراض نفسانی کے درپے رہتی ہے اس سے غالب گمان اگر ہو کہ اس امر میں بھی جھوٹ بولتی ہے پھر اس سے نکاح نہیں کرنا چاہئے اسی طرح نکاح پڑھنے سے اجتناب چاہئے۔ **ولو ان امرأة قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلاثاً وانقضت عدتی فان کانت عدلة وسعه ان یتزوجها وان کانت فاسقة تحری وعمل بماوقع تحریه کذا فی الذخیرة عالمگیری**[2] ص ۱۸۷ / ج ۴ /.

اس کی نابالغ لڑکی کے نکاح میں یہ تفصیل ہے کہ بغیر شرعی ولی کے نکاح موقوف رہے گا یعنی اگر کسی نے اس کا نکاح کر دیا تو وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر ولی شرعی نے اجازت دیدی تب تو نافذ ہوگا ورنہ نافذ نہ ہوگا[3] اس لڑکی کے باپ نے اگر اس کی ماں کو

---

[1] فان کانت ثقة اولمتکن ووقع فی قلبه صدقها فلابأس بان یتزوجها الخ شامی ص ۵۲۹ / ج ۳ / باب العدة، مطلب فی المنعی الیهازوجها، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] عالمگیری ص ۳۱۳ / ج ۵ / الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحدفی المعاملات مطبوعه کوئٹه پاکستان، زیلعی شرح کنز ص ۲۶ / ج ۶ / کتاب الکراهیة فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ / ج ۸ / کتاب الکراهیة فصل فی البیع.

[3] فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی أجازته ولوتحولت الولایة إلیه لم یجز إلا بإجازته بعد التحول، الدرالمختار علی ردالمحتار ص ۸۱ / ج ۳ / کراچی باب الولی، مطلب لایصح تولیة الصغیر شیخاً علی خیرات، سکب الانهرعلی هامش مجمع الانهرص ۴۹۹ / ج ۱ / باب الاولیاء والاکفاء قبیل فصل فی الاکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۵ / ج ۱ / الباب الرابع فی الاولیاء.

طلاق دے دی تو اس سے اس کی ولایت سلب نہیں ہوئی البتہ اس کا انتقال ہو گیا ہو تو پھر جو کوئی اس کا ولی اقرب ہو اس کی اجازت نکاح کے لئے درکار ہوگی۔

(۲) جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دے یا خلع نہ کرے عورت کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شوہر والی کا بغیر طلاق کے نکاح

سوال:- (۱) ایک نکاح بغیر طلاق کا ہوا اور دلہن بھی تخمیناً چار ماہ سے مطلقہ ہوئی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر دولہا سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا نکاح حرام ہوا تو وہ کہتا ہے کہ سب کے نکاح ناجائز اور میرا جائز ہے اب آیا اس کے کہنے کا کچھ تدارک بھی ہے یا نہیں جب کہ وہ کہنے پر سرکشی کرتا ہے؟

(۳) جو باراتی اس نکاح میں شامل تھے ان کے نکاح میں کچھ فرق آیا یا نہیں جب کہ سمجھتے تھے کہ دلہن مطلقہ بھی نہیں ہے؟

(۴) بعض باراتیوں کو بالکل علم نہیں تھا کہ نکاح ہوا ہے یا نہیں اب اس میں عمداً یا سہواً کا فرق لگایا جائے گا یا نہیں۔ دلہن کے گاؤں کے پیش امام صاحب نے نکاح بھی نہیں پڑھایا بلکہ دوسرے گاؤں کے آدمی کو رشوت دے کر نکاح پڑھوایا کچھ جہلاء کا یہ خیال یہ سمجھ کر کوشش کی۔ کچھ لوگ حقیقۃً مکروہ سمجھتے تھے مگر اس قدر مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کسی دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے جب تک پہلا شوہر طلاق نہ

---

[۱] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۰/ج ۱/ القسم السادس المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر الباب الثالث.

دیدے اور مدخولہ ہونیکی صورت میں عدت گذر جائے۔[۱]

(۲) حرام کو حلال کہنا سخت گناہ ہے اسی طرح حلال کو حرام کہنا جرم عظیم ہے[۲]۔ ایسا کہنے والے کو توبہ کرنا لازم ہے اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔[۳]

(۳) باوجود علم کے اور مکروہ سمجھ کر ایسا کرنا گنہ عظیم ہے اور جو شخص کسی حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرے اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا لازم ہے۔ کما صرح به فی البحر[۴] وردالمحتار[۵] وغیرهما من الکتب الفقهیه.

(۴) جس کو عورت کے غیر مطلقہ ہونے کا علم نہی تھا اس کا نکاح نہیں ٹوٹا اور گناہ بھی نہیں ہوا اور جس کو علم تھا پھر بھی وہ شریک ہوا اس کا بھی نکاح نہیں ٹوٹا مگر وہ گنہگار ہوا ہے اس کو توبہ کرنا چاہئے،[۶] اور جو اس حرام نکاح کو حلال قطعی اعتقاد کر کے شریک ہوا ہے اس کو دوبارہ

---

[۱] لایجوز الرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذا لک المعتدة الهندیة ص ۲۸۰ /ج ۱ /مطبوعه کوئٹه پاکستان القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر ،بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۸/ ج ۲ /بیان عدم جواز منکوحة الغیر ،الفقه الحنفی وادلته محرمات النکاح، السادس محرمات بتعلق حق الغیر مطبع مکتبه الغزالی دارالفیحاء،بیروت.

[۲] ویکفر باستحلاله حراما علمت حرمته من الدین الخ البحرالرائق کوئٹه ص ۱۲۱ /ج۵/ باب احکام المرتدین، شامی دارالفکر ص ۲۴ /ج۴/مطلب اذااستعمل المحرم علی وجه الظن باب الوط ء الذی یوجب الحد.

[۳] ومافیه خلاف یومر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح شامی ص ۳۹۰/ج۶/ زکریا باب المرتد،فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۳/ ج ۲ /الباب التاسع احکام المرتدین قبیل الباب العاشر فی البغاة،مجمع الانهر ص ۵۰۱/ ج ۲ /باب المرتد کتاب الجهاد،دارالکتاب العلمیه بیروت.

[۴] البحرالرائق کوئٹه ص ۱۲۱ /ج۵ /باب احکام المرتدین.

[۵] شامی دارالفکر ص ۲۴ /ج۴ /مطلب اذااستعمل المحرم علی وجه الظن،شامی زکریا ص ۳۹۰/ ج ۶ /باب المرتدین.

[۶] ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفورسواء کانت المعصیة صغیرة اوکبیرة،تفسیرروح المعانی ص ۲۳۶/ ج۱۵ /سورۂ تحریم آیت ۸/مطبوعه دارالفکر،شرح نووی علی المسلم ص ۳۵۴/ ج ۲ /کتاب التوبة مطبع بلال دیوبند.

نکاح کرنا چاہئے اور تجدید ایمان بھی کرلے اور اس عورت کو اس شخص سے علیحدہ کرنا ضروری ہے تاوقتیکہ اس کو طلاق ہوکر عدت نہ گذر جائے[1] جب طلاق ہوجائے اور عدت بھی گذر جائے تو دوبارہ نکاح کرکے رکھنا درست ہے[2] اور اس بات کو نہ مانے تو اس سے قطع تعلق کردیا جائے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۵ھ

---

[1] بل یجب علی القاضی التفریق بینهما ای ان لم یتفرقا، الدر المختار مع الشامی دار الفکر بیروت، ص ۱۳۳/ ج۳/ باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰/ ج ۱/ الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه.

[2] ولاتعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله ای ینتهی ماکتب وفرض من العدة، تفسیر روح المعانی ص ۲۲۹/ ج۲/ سورة البقرة الایة ص ۲۳۵/.

[3] وجوب هجران من ظهرت معصیة فلایسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح مسلم ص ۹۸/ ج۸/ باب یهجر من ظهرت معصیة الخ دارابن کثیر بیروت، مرقاة ص ۷۱۷/ ج۴/ باب ماینهی عنه من التهاجر، اصح المطابع بمبئی.

فصل سوم: نکاح معتدہ کے احکام

نکاح معتدہ

سوال:- ایک شخص نے اپنی زوجہ بالغہ صحبت کی ہوئی کو تین طلاق بائن دیدی تھی دو حیض گذرنے کے بعد دوسرے ایک مرد نے نکاح کرلیا ہے، یہاں کا عبداللطیف قاری کہتا ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے پھر سات مہینے کے بعد اس کے ساتھ نکاح دہرایا گیا۔ دہرانے کے بعد ۹/ مہینے کے اندر اسی سے حاملہ ہوگئی کیا زوج ثانی کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور زوج اول کی عدت کس طرح ادا کرے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صریح الفاظ میں تین طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی[1] اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ تین حیض عدت گذارنا واجب[2] ہے صرف دو حیض گذرنے پر جو نکاح کرلیا ہے وہ درست نہیں ہوا۔ اگر باوجود مسئلہ جاننے کے یہ نکاح کیا ہے تو یہ زنا ہے۔ اس کی وجہ سے دوبارہ عدت

---

[1] کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۳۱/ ج۴/ باب طلاق غیر المدخول بها، مطلب فیما قال امرأته طالق الخ، قال اصحابنا لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا الخ الاشباه والنظائر ص ۲۱۹/ القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی، لو کرر الطلاق الخ، مطبوعه دار العلوم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۶/ ج ۱/ الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

[2] وعدة الحرة للطلاق او الفسخ ثلاثة اقرأ ای حیض، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۸/ ج۴/ باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۶/ ج ۱/ الباب الثالث عشر فی العدة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲/ باب العدة، مطلب عشرون موضعا یعتد فیها الرجل.

واجب نہیں[1]۔ بلکہ دو حیض پہلے گذر چکے ایک حیض اور گذارنا واجب ہے۔ پس دوبارہ نکاح جو سات ماہ بعد ہوا ہے ظاہر یہ ہے کہ اتنی مدت میں ایک حیض اور آ چکا ہوگا لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے (اگر اتنی مدت میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک حیض نہیں آیا تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا ایک حیض اور آنے پر نکاح صحیح ہوگا۔ اگر حیض آنے سے پہلے پہلے حمل ہوگیا تو عدت وضع حمل ہے وضع حمل کے بعد نکاح ہونا چاہئے[2]) اگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو تین حیض مستقل طور پر عدت واجب ہے پس سات ماہ میں اگر تین حیض آ چکے تھے تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا ورنہ وہ بھی صحیح نہیں ہوا[3]۔ وضع حمل کے بعد کرنا چاہئے، اگر صریح الفاظ میں طلاق نہیں دی۔ تو الفاظ لکھنے سے حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیا معتدہ کا نکاح صحیح ہے؟

سوال:- ایک لڑکی جو اپنے شوہر سے نااتفاقی کی وجہ سے تقریباً تین سال سے تین میل دور اپنے شوہر سے علیحدہ رہ رہی تھی۔ بسیار پریشانی کے بعد طلاق حاصل کی گئی آج طلاق کو صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہوگا کہ خاموشی سے اس کا نکاح ثانی کر دیا گیا ہے یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدةان علم انها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً قال فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة،ولهٰذايجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى، شامى كراچى ص ۱۳۲ / ج۳/ مطلب فى النكاح الفاسد،قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۶۶/ ج ۱/فصل فى المحرمات،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التى يتعلق بهاحق الغير.

[2] وفى الحامل عدتهاان تضع حملها ،تاتارخانيه كراچى ص ۵۵/ ج۴/الفصل الثامن والعشرون فى العدة،تبيين الحقائق ص ۲۸/ ج۳/باب العدة،مطبوعه امداديه ملتان،قاضيخان على الهندية كوئٹه ۵۵۰/ ج ۱/باب العدة.

[3] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رخصتی اور خلوت صحیحہ ہو چکی تھی اس کے بعد نا اتفاقی ہو کر تین سال تک علیحدہ رہنے کے باعث طلاق حاصل کی گئی ہے تو عدت تین حیض لازم ہے[1] عدت ختم ہوئے بغیر جو خاموشی کے ساتھ نکاح ثانی کر دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا اس نکاح کی بناء پر صحبت وغیرہ درست نہیں بلکہ دونوں میں تفریق لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

عدت میں نکاح

سوال:- ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس وقت اس کو امید نہ تھی دو ماہ کے بعد ایام عدت میں امید ہو گئی عدت کے بعد عورت نے اپنا نکاح اس مرد سے پڑھا لیا جس سے امید تھی یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل، آیا نکاح درست ہوگا یا نہیں اور بچہ کیسا قرار پائے گا ایام عدت میں ایسا کرنے کی وجہ سے مرد و عورت دونوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت وفات ختم ہونے کے بعد اگر نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور نکاح سے کم از کم چھ ماہ گذرنے سے پہلے بچہ ہوا ہے تو وہ اس ناکح سے ثابت النسب نہ ہوگا اور عدت وفات اس

---

[1] اذاطلقت الحرة اووقعت الفرقة بينهما بغير طلاق فعدتهاثلاثة قروء ان كانت من ذوات الحيض الخ، تبيين الحقائق ص ۲۶/ ج۳/باب العدة،مطبوعه امداديه ملتان،تاتارخانيه كراچى ص۵۳/ ج۴/الفصل الثامن والعشرون فى العدة،بدائع الصنائع كراچى ص۱۹۳/ ج۳/كتاب الطلاق،فصل فى بيان مقادير العدة.

[2] ومنع غيره أى غير الزوج فى العدة لإشتباه النسب بالعلوق، شامى نعمانيةص۵۳۷/ ج۲/ باب العدة، مطلب فى العقد على المبانة،فتح القدير ص۱۷۶/ ج۴/باب الرجعة،فصل فيماتحل به المطلقة،مطبوعه دارالفكربيروت،النهرالفائق ص۴۲۰/ ج۲/باب الرجعة،فصل فيماتحل به المطلقة،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

صورت میں صحیح قول پر چار ماہ دس روز ہی رہے گی وضع حمل کو عدت نہیں قرار دیا جاوے گا۔

والصحیح ماذکرہٗ محمدؒ ان عدۃ المتوفیٰ عنھا زوجھا لاتتغیر بوجود الحمل بعد الوفات ولاتنتقل من الاشھر الیٰ وضع الحمل[1] ویعلم کون الحمل من الزنابولادتھا قبل ستۃاشھر من حین العقد شامی[2] ص ۹۳۴/ج ۲/.

اگر زنا کا شرعی ثبوت ہوجائے اور شرائط رجم موجود ہوں تو حکومت اسلامی دونوں کو رجم کرادے اگر شرائط رجم موجود نہ ہوں تو سوسو کوڑے لگوائے[3] حکومت اسلامی جس جگہ موجود نہ ہو تو وہاں یہ حد زنا جاری نہیں کی جائے گی[4] ایسی جگہ ترک تعلقات وغیرہ کی سزا دی جائے تاکہ وہ دونوں تنگ آکر توبہ کرلیں اور آئندہ دوسروں کو عبرت ہو[5] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

الجواب صحیح: عبداللطیف ۷/ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] بدائع الصنائع کراچی ص ۲۰۱/ج۳/کتاب الطلاق،فصل فی بیان انتقال العدۃ، وتغیرھا، شامی کراچی ص ۵۱۱/ج۳/ باب العدۃ،مطلب فی عدۃ الوفاۃ،النھرالفائق ص ۴۷۹/ ج۲/ باب العدۃ،فرع مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] شامی کراچی ص ۵۱۱/ج۳/ مطلب فی عدۃالوفاۃ، باب العدۃ.

[3] اذاوجب وکان الزانی محصنارجمہ بالحجارۃ حتی یموت الی قولہ وان کان غیرمحصن فحدہ مائۃ جلدۃ ان کان حراالخ عالمگیری کوئٹہ ص ۱۴۵، ۱۴۶/ج۲/کتاب الحدود، الباب الثالث فی کیفیۃ الحدواقامتہ،البحرالرائق کوئٹہ ص ۸، ۹/ج۵/کتاب الحدود،مجمع الانھر ص ۳۳۶، ۳۳۸/ج۲/کتاب الحدود،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[4] لاحدبالزنا فی دارالحرب، شامی زکریا ص ۶/ج۶/کتاب الحدود،مطلب الزنا شرعا لایختص الخ،البحرالرائق کوئٹہ ص ۴/ج۵/کتاب الحدود،عنایۃ علی فتح القدیر ص ۲۱۶/ ج۵/کتاب الحدود،مطبوعہ دارالفکربیروت.

[5] نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کلامنا الخ،وھو دلیل علی وجوب ھجران من ظھرت معصیۃ فلایسلم علیہ الاان یقلع وتظھرتوبتہ المفھم شرح مسلم ص ۹۸/ ج۷/کتاب الرقاق، باب یھجرمن ظھرت معصیۃ مطبوعہ دارابن کثیر بیروت،طیبی شرح مشکوۃ ص ۲۴۳/ج۹/باب ماینھی عنہ من التھاجر،مطبوعہ زکریادیوبند،مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۷۱۶/ج۴/باب ماینھی عنہ من التھاجر،مطبوعہ بمبئی.

عدت میں نکاح

سوال:- متوفی زید کی بیوی ہندہ نے بعد انتقال زید کے تین مہینہ پانچ دن کے عمرو سے نکاح کرلیا اور بعد نکاح دو تین روز کے عمرو کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عدت ہی کے اندر نکاح کیا۔ بعد معلوم ہوجانے کے بھی عمرو نے ہندہ مذکورہ سے تفریق یا متارکت وفسخ کچھ بھی نہیں کی اور اس طرح دونوں باہم زندگی بسر کرنے لگے یعنی وطی بھی کرنے لگا اس حالت پر آٹھ مہینے گذرنے کے بعد عمرو نے کسی ملا صاحب کے ذریعہ سے صرف نکاح دہرالیا بعد نکاح اس آٹھ مہینہ کے اندر تفریق متارکت فسخ ان تینوں میں سے کسی ایک کو ایک لحظہ کے لئے بھی اختیار نہ کیا۔ اب عمرو نے جس طرح نکاح دہرالیا از روئے شرع عمرو کے لئے وہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ اگر عمرو کے لئے نکاح مذکورہ جائز نہ ہو تو از روئے شرع جائز ہونے کی کیا صورت ہے۔ کتب معتبرہ وحدیث صحیحہ سے مع عبارت ونام کتاب تحریر فرمائیں۔ روز جزا میں اس کا اجر ملے گا۔

نوٹ:- اس کے بعد سائل نے مجموعہ فتاویٰ ص ۳۱۱ ج ۱ باب النکاح سے استفتاء ۲/۲۹۶ مع جواب نقل کر کے لکھا ہے کہ سوال دوم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کا نکاح صرف دہرانے سے صحیح نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت وفات غیر حاملہ کے لئے چار ماہ دس روز ہے[1] عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح ناجائز ہے۔ اگر عمرو کو علم ہو کہ ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی تو یہ نکاح باطل اور زنا محض

---

[1] وعدة الحرة فی الوفات اربعة اشهر و عشرة ایام سواء کانت مدخولا بها اولا ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲۹ / ج ۱ / الباب الثالث عشر فی العدة، بدائع الصنائع کراچی ص ۱۹۵ / ج ۳ / کتاب الطلاق ، فصل واما بیان مقادیر العدة، تبیین الحقائق ص ۲۷ / ج ۳ / باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہوا ہے آٹھ ماہ بعد جب دوبارہ نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے جب پہلا نکاح قطعاً باطل ہوا تھا تو دوبارہ نکاح کے لئے مستقل عدت کی ضرورت نہ تھی۔ تفریق قاضی متارکۃ فسخ کی ضرورت بھی شبہ کے موقع پر ہوتی ہے اور جہاں خالص زنا ہو وہاں ان اشیاء کا محل ہی نہیں بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر معتدۃ الغیر سے باوجود علم کے نکاح کرے تو حد شرعی یعنی حد زنا واجب ہے (جب کہ شرائط متحقق ہوں) اگر عمرو کو علم نہیں تھا تو پہلا نکاح جو کہ بحالت عدت کیا ہے وہ فاسد ہوا اس سے متارکت واجب ہے۔ جب تک متارکت نہ ہو جائے نکاح صحیح نہیں لہٰذا بغیر متارکت جو آٹھ ماہ بعد نکاح کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ اب جواز کی شکل یہ ہے کہ عمرو متارکت کرے یعنی زبان سے ایسے الفاظ کہے جس سے مضمون ترک سمجھا جائے مثلاً یہ کہے کہ میں نے تجھ کو علیحدہ کر دیا چھوڑ دیا میرا تیرا کوئی تعلق نہیں وغیرہ وغیرہ یا طلاق دیدے اس کے بعد عدت تین حیض گذارے اور اس مدت میں عمرو ہندہ بالکل علیحدہ رہیں وطی خلوت وغیرہ کچھ نہ ہو جب یہ عدت پوری ہو جائے تب از سر نو نکاح کریں۔ وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً فلا عدة فی باطل والموطؤة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها الحيض للموت وغيره كفرقةٍ او متاركة لان عدة هؤلاء لتعرف براء ة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضةٍ احتياطاً اھ درمختار مختصراً (قوله نكاحاً فاسداً) هی المنكوحة بغير شهود ونكاح امرأة الغير بلاعلم بانها متزوجة ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافاً لهما (قوله فلاعدة فی باطل) اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلاً فعلىٰ هٰذا يفرق بين فاسدهٖ وباطله فی العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زناً (قوله الحيض) جمع حيضة ای عد ة المذكورات ثلاث حيض (قوله كفرقة) الاولىٰ كتفريق ای تفريق القاضی وسيأتی ان ابتداء العدة فی الموت من وقت الموت وفی غيره من وقت التفريق أو المتاركة ای اظهار العزم من الزوج علىٰ ترک وطيها بان يقول بلسانه تركتک بلاوطء ونحوه ومنه الطلاق. اھ

درمختار[1]۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ بغیر عدت گذارے بعد متارکت کے نکاح کرلیں لیکن اگر عمرو کے علاوہ کسی اور سے ہندہ نکاح کرنا چاہے تو متارکت کے بعد عدت گذارنا ضروری ہے۔ بغیر عدت گذارے نکاح درست نہیں۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۸ھ

لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق اووفات اودخول فی نکاح فاسد اوشبهة نکاح الیٰ قوله ویجوز لصاحب العدة ان یتزوجها کذا فی المحیط السرخی اھ فتاویٰ عالمگیری[2] ص ۲۹۸/.

نقل فتویٰ منسلکہ اس کے حق میں ہے جب کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اس صورت میں بغیر عدت گذارے نکاح درست نہیں[3] صورت مسئولہ میں خود صاحب عدۃ (عمرو) سے نکاح کرنا بعد متارکت بلا عدت گذارے بھی درست ہے[4]۔ محمود بقلم خود

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الثانی ۵۸ھ

---

[1] الدرمع الرد کراچی ص ۵۱۶/ تا ۵۲۳/ ج۳/ مطلب فی النکاح الفاسد والباطل باب العدة البحرالرائق کوئٹه ص ۱۳۹/ ج۴/باب العدة،فتح القدیر ص ۳۲۰، ۳۳۰/ ج۴/باب العدة، مطبوعه دارالفکربیروت.

[2] الهندیةص ۲۸۰/ ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیرمطبوعه بلوچستان بکڈپو، بدائع الصنائع زکریاص ۵۴۸، ۵۴۹/ ج۲/ کتاب النکاح،فصل ومنهاان لاتکون منکوحة الغیر،فتح القدیر ص ۱۷۶/ ج۴/باب الرجعة،فصل فیماتحل به المطلقة، مطبوعه دار الفکربیروت.

[3] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۲/۔

[4] ویجوزلصاحب العدة ان یتزوجها فی العدة،عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر.

نکاح معتدہ

سوال:- زید وبکر حقیقی بھائی تھے ہندہ اور زبیدہ حقیقی بہن تھیں دونوں کی شادی دونوں بھائیوں کے ساتھ ہوئی یعنی ہندہ کی زید کے ساتھ اور زبیدہ کی بکر کے ساتھ مگر زید عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ فوت ہوگیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا اب ہندہ مع اپنے لڑکا ولڑکی کے بکر اپنے دیور کے ساتھ پرورش پاتی رہی۔ اس کے بعد بکر نے اپنی بیوی زبیدہ کو طلاق دے دیا مگر مطلقہ زبیدہ کو گھر سے نہیں نکالا اور طلاق کے تین چار روز بعد ہندہ اپنی بھاوج ونیز سالی سے نکاح کرلیا بغیر گواہ وشاہد کے قاضی کے سامنے کرلیا صبح کو قاضی نے بکر و ہندہ کے نکاح کا اعلان کردیا۔ اب دونوں میں زن وشوئی کا برتاؤ ہونے لگا اور مطلقہ زبیدہ بھی اسی مکان میں رہتی تھی اسی وجہ سے دونوں میں برابر جھگڑا ہوتا رہا بکر نے عاجز ہوکر دو ماہ بعد ہندہ کو بھی طلاق دے دیا دونوں مطلقہ اب بھی اسی طرح بکر کے گھر میں رہتی تھیں مگر پھر ڈیڑھ سال بعد ہندہ سے نکاح کرلیا اس نکاح میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی اس واقعہ کو ڈیڑھ ماہ ہوئے اور زبیدہ بھی اب تک بکر کے مکان میں رہتی ہے اور کچھ لوگ بکر کے ساتھ میل جول خورد ونوش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ اب دریافت طلب چند امور ہیں جو ذیل میں مذکور ہیں۔

(۱) بکر نے زبیدہ کو طلاق کے بعد رکھا ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو بکر نے زبیدہ کو طلاق دینے کے بعد چار پانچ روز بعد اس کی بہن ہندہ سے نکاح کرلیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بکر نے ہندہ کو طلاق دینے کے بعد دوبارہ ڈیڑھ سال بعد نکاح کیا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ شریک ہوئے بعد کے نکاح میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) جو لوگ بکر کی حمایت کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟

(۵) جو لوگ بائیکاٹ کئے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) جب اس کوطلاق دے کرتعلق زن وشوئی منقطع کر چکا ہے۔تواب اس کواپنے مکان میں رکھنا ناجائز ہےاس کوعلیحدہ کرنا واجب ہے۔[۱]

(۲) یہ نکاح ناجائز ہوا ولایجوز ان یتزوج اخت معتدته سواءٌ کانت العدة من طلاق رجعی او بائن اوثلٰث او عن نکاح فاسد او عن شبهة اھ عالمگیری[۲] ص۲۸۷/ ج۲/ جب تک زبیدہ کی عدت پوری نہ ہوجائے اس کی بہن سے بکر کونکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر نکاح کے وقت بکر اور ہندہ نے صرف قاضی کے سامنے ایجاب وقبول کیا ہےاورکوئی شخص موجود نہ تھا تو یہ شہادت بھی تام نہیں شرعاً نکاح کے لئے کم ازکم دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے۔بغیراس کے نکاح فاسد ہوتا ہے کذا فی الدر والهندیة[۳] وغیرهما.

(۳) ہندہ نے جودوبارہ نکاح کرلیا ہےتو شرعاً یہ نکاح صحیح اورمعتبر ہے جائز نکاح میں شرکت جائز اورناجائز میں ناجائز۔ناجائز کام میں امداد ناجائز ہے۔[۴] بکرکوسمجھانا چاہئے کہ

---

[۱] مطلقہ عدت گزرنے کے بعداجنبیہ ہوجاتی ہے،اجنبیہ کے ساتھ خلوت ناجائز ہے،اس لئے اس کوعلیحدہ کرنا واجب ہے۔الخلوة بالاجنبية حرام الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۵۲۹/ج۹/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی النظروالمس سکب الانهر علی مجمع الانهرص ۲۰۳/ج۴/کتاب الکراهية،فصل فی النظر،مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت،بدائع الصنائع کراچی ص ۱۱۹/ ج۵/کتاب الاستحسان.

[۲] الهندية ص ۲۷۹/ج ۱/القسم الرابع المحرمات بالجمع،قاضيخان علی الهندية کوئٹه ص ۳۶۴/ج ۱/فصل فی المحرمات،تاتارخانيه کراچی ص۳/ج۳/الفصل الثامن فی بيان مايجوز من الانکحة ومالايجوز.

[۳] وشرط حضورشاهدين حرين اوحروحرتين مکلفين سامعين قولهما معاً،الدرالمختار علی الشامی ص ۲۷۲/ج۲/کتاب النکاح ،مطلب الخصاف کبيرفی العلم،عالمگيری کوئٹه ص۲۶۷/ج ۱/کتاب النکاح،الباب الاول فی تفسيره الخ.،کنزمع البحرکوئٹه ص۸۷، ۸۸/ ج۳/کتاب النکاح.

[۴] لقوله تعالیٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ،سوره مائده،آیت ۲/پاره ۶/.

ترجمہ: اورگناہ اورزیادتی پرایک دوسرے کی مدد مت کرو۔

وہ پہلی مطلقہ یعنی زبیدہ کو علیحدہ کردے اگر مان جائے تو خیر ورنہ (اگر مفید ہو تو) اس سے ترک تعلق کردیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/شعبان ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۷/شعبان ۵۸ھ

عدت میں نکاح

سوال:- ایک عورت کو اس کے شوہر نے خلوت کے بعد میں طلاق دی اس عورت نے ایک دوسرے شخص سے اسی تاریخ طلاق کی شب کو بغیر عدت طلاق پوری کئے ہوئے نکاح کرلیا اور آٹھ ماہ دس یوم بعد بچہ پیدا ہوگیا آیا یہ نکاح کرنا اس کا جائز ہے یا نہیں اور یہ عورت اس موجودہ شخص کی بیوی قرار دیجاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بیوی قرار نہیں دی جاسکتی تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت کے اندر نکاح ناجائز ہے۔ لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں[2] ہوا بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲/ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیالی ولایجوزفوقها الّا اذاکان الهجران فی حقوق اللّٰه تعالیٰ فیجوزفوق ذالک مالم یظهرمنه التوبة والرجوع الی الحق،مرقاةشرح مشکوة ص۷۱۶/ ج۴/ باب ماینهی عنه من التهاجروالتقاطع،الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی،المفهم شرح المسلم ص۹۸/ج۷/ کتاب الرقاق باب مایهجرمن ظهرت معصیة،مطبوعه دارابن کثیربیروت.

[2] أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته ،لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد أصلاً شامی کراچی ص۵۱۶/ ج۳/ مطلب فی النکاح الفاسد والباطل،باب العدة،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۶۶/ ج۱/ تاتارخانیه کراچی ص۴/ج۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة ومالایجوز.

عدت میں نکاح

سوال:- ہندہ بیوہ ہوگئی۔ عدت وفات ابھی اسکی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی کے ساتھ کردیا گیا، حالانکہ مسماۃ مذکورہ رضامند نہ تھی۔ اس واسطے وہ تین روز گھر سے بے گھر رہی۔ تیسرے دن اس نے شخص مذکور کو جس کے ساتھ نکاح کردیا گیا تھا مجبور کیا طلاق دینے پر، چنانچہ اس نے طلاق دیدی سرکاری کاغذ پر بموجب قانون انگریزی طلاق نامہ لکھ دیا۔ اس کے بعد اب مسماۃ ہندہ اسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ پہلا نکاح تو بسبب عدت میں ہونے کے صحیح نہ ہوا، پھر طلاق کس بات کی ہے۔ اگر دوبارہ نکاح جائز ہو تو کیا مزید عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ پہلا نکاح عدت کے اندر اگر دانستہ کرایا گیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور شرکاء مجلس گنہگار ہوئے یا نہیں؟ شرعاً ان کی تادیب وتنبیہ اور ان کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اگر نکاح پڑھانے والا پیش امام بھی ہے حکم شرعی کا منکر ہو اور بے جا تاویلات سے کام لے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت میں نکاح جائز نہیں، نکاح کرنے والا اور نکاح پڑھنے والا اور تمام شرکاء مجلس نیز جو لوگ اس نکاح کے روکنے پر قادر تھے پھر خاموش رہے اور نہیں روکا تو یہ سب کے سب گنہگار ہوئے[1] سب کو توبہ لازم ہے[2] امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے

---

[1] عن ابی سعیدالخدری رضی اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان مشکوۃ شریف ص ۴۳۶/ کتاب الآداب ،باب الامر بالمعروف الفصل الاول، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،مسلم ص ۵۱/ ج ۱/ کتاب الایمان باب کون النھی عن المنکرمن الایمان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۲۸/ ج ۹/ باب الامر بالمعروف مطبوعہ امدادیہ ملتان، طیبی شرح مشکوۃ ص ۳۱۱/ ج ۹/ باب الامر بالمعروف مطبوعہ زکریادیوبند،ومن تمکن منہ وترکہ بالعذر اثم،مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳/ ج ۵/ باب الامربالمعروف مطبع اصح المطابع بمبئی. (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر)

بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی دوسرا آدمی موجود ہو۔ نیز اس کی علیحدگی میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو[1] اگر توبہ کرلے تو پھر اس کی امامت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں[2] عدت میں نکاح ہوا ہے وہ باطل ہے۔ کیونکہ عورت اور مرد ہر دو کو اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا علم تھا۔ اس لئے اس نکاح کے بعد اگر صحبت کی ہے تو وہ حرام اور زنا کے حکم میں ہے، جو طلاق دی ہے وہ بھی بیکار۔ اس طلاق کی وجہ سے عدت لازم نہیں۔ محض عدت وفات گذرنے کے بعد نکاح درست ہے۔ **واما نکاح منکوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدةان علم انها للغير لانه لم يقل احدبجوازه ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمةلكونه زنا كما في القنيةوغيرها اھ ردالمحتار[3] ص ۹۳۹ / ج ۲ /.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ ۶/ ۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ ۶/ ۶۲ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] **واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصي واجبة سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة روح المعاني ص ۲۳۶ / ج ۱۵ / الجزء الثامن والعشرون ،سورة التحريم تحت آيت ۸ / مطبوعه دارالفكر بيروت،نووى على مسلم ص ۳۵۴ / ج ۲ / كتاب التوبة،مطبوعه رشيديه دهلى،المفهم شرح مسلم ص ۲۷ / ج ۷ / كتاب الاذكار ،باب تجديدالاستغفار، مطبوعه دارابن كثير بيروت.**

[1] **ويكره امامة عبد واعرابى وفاسق واعمى وولد الزنا هذاان وجد غيرهم والافلاكراهة، الدر المختار على الشامى زكرياص ۲۹۸، ۳۰۰ / ج ۲ / باب الامامة،قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام،البحرالرائق كوئٹه ص ۳۴۸، ۳۴۹ / ج ۱ / باب الامامة، النهر الفائق ص ۲۴۲، ۲۴۴ / ج ۱ / باب الامامة.**

[2] **عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قالقال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لاذنب له ،مشكوة شريف ص ۲۰۶ / باب الاستغفار والتوبة،الفصل الثالث،مطبوعه دار الكتاب ديوبند،سنن ابن ماجه ص ۳۱۳ / ابواب الزهد باب ذكر التوبة،مطبوعه اشرفى ديوبند.**

[3] **شامى كراچى ص ۵۱۶ / ج ۳ / مطلب فى النكاح الفاسد والباطل باب العدة،قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۶۶ / فصل فى المحرمات،تاتارخانيه كراچى ص ۴ / ج ۳ / الفصل الثامن فى بيان من يجوزمن الانكحة.**

عدت میں نکاح کی اجازت نہیں

سوال: -طلاق کے کتنے مہینے کتنے دن کے بعد دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہئے۔طلاق دیئے ہوئے پانچ مہینہ ہوئے اور ایک سال کا لڑکا ہے اور مہینہ نہیں ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عدت پوری ہونے پر نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق کے بعد جب تین مرتبہ ماہواری آجائے تب عدت ختم ہوگی اور دوسرا نکاح درست ہوگا[1] بچہ گود میں ایک سال کا ہے اور طلاق کو پانچ مہینے ہوئے اور ماہواری نہیں ہورہی ہے تو ابھی نکاح کی اجازت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

مطلقہ بائنہ کا نکاحِ ثانی عدت میں

سوال: -عورت موطوءہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہے کسی اور شخص سے عدت کے اندر نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ بشرط اثبات صحبت حلال ہے یا نہیں؟

---

[1] اذاطلقت الحرة اووقعت الفرقة بينهما بغير طلاق فعدتهاثلاثة قروء ان كانت من ذوات الحيض الخ، تبيين الحقائق ص ۲۶/ ج۳/ باب العدة، مطبوعه امداديه ملتان،مدايه مع فتح القدير ص۳۰۷/ ج۴/ باب العدة،مطبوعه دارالفكر بيروت، بدائع الصنائع كراچی ص۱۹۳/ ج۳/ كتاب الطلاق فصل واما بيان مقادير العدة.

[2] لا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل،قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۶۶/ فصل فی المحرمات،تاتارخانيه كراچی ص۴/ج۳/ الفصل الثامن فی بيان مايجوز من الانكحة ومالايجوز، شامی كراچی ص ۵۱۶/ ج۳/باب العدة، مطلب فی النكاح الفاسد والباطل.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا نکاح کرنا حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیا تھا۔ صرف دو حیض عورت کو آئے تھے کہ لڑکی کے ولی نے دوسری شادی کردی۔ کیونکہ گھر والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی شادی ہوگئی ہے۔ حالانکہ پہلا نکاح اگرچہ پوشیدہ ہوا تھا لیکن ایسے دو گواہوں کے سامنے ہوا تھا جو لڑکے کے گھر والوں کو جانتے ہیں۔ اور لڑکی کے گھر والوں کو ایک گواہ اچھی طرح جانتا ہے۔ دوسرے گواہ کو مقام وغیرہ کا نام اور لڑکی کے باپ کا نام بتا کر شناخت دیدی گئی تھی۔ لہٰذا وہ بھی واقف ہوگیا۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح اول ہوا یا نہیں؟ اور لڑکے نے محبت میں آکر اس خیال سے شادی کرلی کہ یہ جنت میں میرے ساتھ رہے گی۔ اگرچہ اس کو معلوم تھا کہ کچھ روز بعد یہ لڑکی الگ ہوسکتی ہے بوجہ لاعلمی والدین کے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید کوئی صورت ساتھ رہنے کی بن جائے۔ یہ نکاح کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر یہ جائز ہوا تو دوسرا نکاح عدت کے اندر جو ہوا وہ باطل ہوگیا یا نہیں؟ اور مہر وغیرہ کا بغیر احکام نکاح کیا حکم ہے؟ اپنی عزت بچانے کے لئے نہ لڑکی نے بتلایا نہ لڑکے نے۔ حالانکہ لڑکا دینی تعلیم سے قدر واقف ہے اور خوف خدا بھی ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں کوئی صورت بتلائیں۔

---

[1] لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره و کذالک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق الخ، الهندیة کوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۹/ج ۲/کتاب النکاح، بیان عدم جواز نکاح معتدة الغیر، شامی زکریا ص ۲۷۴/ج ۲/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلا نکاح دو گواہوں کے سامنے کفو میں ہوا تو وہ صحیح ہو گیا تھا[۱] پھر اگر بعد وطی کے طلاق رجعی دی تو اس کی عدت (تین حیض) لازم تھی[۲] صرف دو حیض آنے پر دوسرا نکاح غلط ہوا۔ فاسد ہوا دونوں میں علیٰحدگی لازم ہے[۳] جب تیسرا حیض آجائے تب اس دوسرے شخص سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ نکاح فاسد میں وطی کی صورت میں مہر بھی لازم ہوتا ہے[۴]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت

سوال: -متوفیٰ کے ورثاء نے امام مسجد سے کہا کہ ہمیں عورت کے اغواء ہونے کا

---

[۱] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولى الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۱۵۶/ ج۴/ باب الولى، مجمع الانهر ص ۴۸۸/ ج ۱/ باب الاولياء والاكفاء، مطبوعه دارالكتاب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۹/ ج۳/ باب الاولياء والاكفاء.

[۲] اذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائنا اورجعيا اوثلاثاً وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۲۶/ ج ۱/ الباب الثالث فى العدة، الدرالمختارعلى الشامى كراچى ص ۵۰۴، ۵۰۵/ ج۳/ باب العدة، مطلب عشرون موضعا يعتدبه فيهاالرجل، تبيين الحقائق ص ۲۶/ ج۳/ باب العدة، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] واما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فلم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلاً، بل يجب على القاضى التفريق بينهما، الدرالمختارمع الشامى زكريا ص ۲۷۴ ج۴ باب المهر. مطلب فى النكاح الفاسد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۶۶/ ج ۱/ فصل فى المحرمات، تاتارخانيه كراچى ص ۴/ ج۳/ الفصل الثامن فى بيان مايجوز من الانكحة ومالايجوز، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۰/ ج ۱/ الباب الثامن فى النكاح الفاسد.

[۴] ويجب مهر المثل فى نكاح فاسد بالوط، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۷۴/ ج۴/ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، تبيين الحقائق ص ۱۵۲/ ج۲/ باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۲۳/ ج ۱/ باب المهر، فصل مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

خطرہ ہے اسی لئے کسی طرح جلد از جلد اس کا نکاح ہمارے خاندان کے فلاں آدمی سے کردو۔ امام مسجد نے ایک اور مولوی صاحب سے مشورہ لیا جس نے کہا عدت گذرنے سے پہلے نکاح نہیں ہوسکتا۔ مگر عورت کو ڈرانے کے لئے آپ نکاح پڑھ دیں اور عورت کو کہدیں کہ بس اب تیرا نکاح ہوگیا ہے، مگر خاوند کو اس مدت میں صحبت سے منع کردیں تاکہ وہ زنا کا مرتکب نہ ہو۔ پھر جب عدت گذر جائے گی تو از سرنو نکاح پڑھنا اور اس کے بعد عورت خاوند پر حلال ہوگی۔ چنانچہ امام مسجد نے نکاح کردیا اور خاوند کو صحبت سے منع کردیا۔ لیکن خاوند نے اس پابندی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور عورت سے تعلقات زن وشوہر قائم کرلئے۔ اسی دوران عورت کو پتہ چل گیا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا، تو وہ ایک شخص کے ساتھ بھاگ گئی۔ از روئے شریعت مطہرہ ہر ایک کا حکم تحریر فرمائیں۔ امام مسجد، شرکاءِ نکاح اور امام کو مشورہ دینے والے پر کیا کیا تعزیر ہے۔ عورت کا نکاح کس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے؟ نکاح مذکورہ کے بعد صحبت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ اور اغواء کنندہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت عدت میں نکاح کی بات اور وعدہ لینا بھی ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے[1]۔ قرآن کریم کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ غلط کام کیا گیا، جس کے نتیجہ میں مرد اور عورت حرام کاری میں مبتلا ہوئے اور مصلحت بھی فوت ہوگئی۔ جس نے یہ غلط مشورہ دیا وہ بھی توبہ کرے اور جو جو اس غلط نکاح میں شریک ومعاون ہوئے سب توبہ واستغفار کریں[2]۔ اجنبی کے ساتھ بھاگ جانا بھی مستقل معصیت ہے[3]۔ بھگا کرلے

---

[1] ولکن لاتواعدوهن سراً الاان تقولوا قولا معروفاً ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتٰب اجله. سوره بقره آيت ۲۳۵/.

[2] واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانهاواجبة على الفور لايجوزتاخيرهاسواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة روح المعانى ص ۲۳۶/ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون،سورة التحريم تحت آيت ۸/ مطبوعه دارالفكربيروت،نووى على مسلم (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

جانے والا بھی سخت گنہگار ہے[۱]۔ تعزیر کے لئے اپنے علاقہ کے اہل علم سے دریافت کریں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۱۳۹۵ھ

مطلقہ کا نکاح بلا عدت

سوال:- ماقولکم رحمکم اللّٰہ ان الرجل طلق امرأته طلاقاً ثلاثاً وتزوجت برجل آخر بلا انقضاء العدة بدليل ان الطلاق وقع بعد العقد قبل الزفاف والحضار عندالعقد الثانی يسئلونهما عن الدخول الآن فيقول الزوج الاول بالحلف ان الخلوة الصحيحة وقعت بيننا بلا مانع وتقول المرأة ان الزوج جامعنی ويقولان ان سكوتنا عن هذاالامرعندالعقدالثانی لعدم العدم فالمطلوب ان العقد الثانی صحيح ام باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

العقد الثانی ليس بصحيح فعلى الثانی ان يفارقها وعليها ان تعتد للاول والجهل ليس بعذر بينهما الاان حدالزنا لايجب لعدم العلم بالمسئلة اما نكاح

(پچھلے صفحہ کے حواشی) ص ۳۵۴/ کتاب التوبة مطبوعه رشيديه دهلی، المفهم شرح مسلم ص ۲۷/ ج۷/ کتاب الاذکار، باب تجديد الاستغفار، مطبوعه دارابن كثيربيروت.

[۳] الخلوةبالاجنبية حرام، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۵۲۹/ ج۹/ كتاب الحظر والاباحة. فصل فی النظر والمس، سكب الانهرعلى مجمع الانهرص ۲۰۳/ ج۴/ كتاب الكراهية، فصل فی النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچی ص ۱۱۹/ ج۵/ كتاب الاستحسان.

[۱] خدع امرأة انسان واخرجها زوجها يحبس يتوب اويموت لسعيه فی الارض بالفساد عبارة غيره حتى يردها وفی الهندية وغيرهاقال محمد احبسه ابداً حتى يردها اويموت الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۱۳۴/ ج۶/ كتاب الحدود، فصل فی التعزير، مطلب العامی لامذهب له، عالمگيری كوئٹه ص ۱۷۰/ ج۲/ قبيل كتاب السرقة.

منکوحة الغیر ومعتدتهٗ فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انهاللغیر ویجب الحد مع العلم بالحرمة لکونه زنا کذا فی القنیة وغیرها اه رد المحتار[1] ص ۹۳۸/ ج ۲/.

ولایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة اه هندیة[2] ص ۲۸۰/ وبعد مضی العدة لایکفی العقدالسابق بل یجب العقد الجدید۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۷/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم

---

[1] شامی کراچی ص ۵۱۶/ ج ۳/ مطلب فی النکاح الفاسدو الباطل (باب العدة) بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۸، ۵۴۹/ ج ۲/ عدم جواز نکاح منکوحة الغیر تاتارخانیه کراچی ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثانی فی بیان مایجوز من الانکحة.

[2] الهندیة ص ۲۸۰/ ج ۱/ مطبع بلوچستان بکڈپو، القسم السادس المحرمات اللتی تتعلق بها حق الغیر، قاضی خان علی الهندیه ص ۳۶۶/ ج ۱/ باب فی المحرمات، مطبوعه دیوبند، شامی زکریاص ۲۷۴/ ج ۴/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

ترجمہ سوال: کیا فرماتے ہیں آپ، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ کہ آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور اس نے کسی دوسرے آدمی سے بغیر عدت پوری ہوئے شادی کر لی اس دلیل کی بنیاد پر کہ طلاق عقد کے بعد زفاف سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ دوسرے عقد کے وقت موجود حضرات اب دونوں سے دخول کے متعلق سوال کرتے ہیں تو پہلا شوہر قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہمارے درمیان بلا کسی رکاوٹ کے خلوت صحیحہ واقع ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ پہلے شوہر نے مجھ سے جماع کیا ہے اور وہ دونوں کہتے ہیں کہ عقد ثانی کے وقت اس معاملہ سے ہمارا خاموش رہنا نہ جاننے کی وجہ تھا بہر حال منشاء سوال یہ ہے کہ دوسرا نکاح صحیح ہے یا باطل؟

ترجمہ جواب: دوسرا عقد صحیح نہیں ہے لہٰذا شوہر ثانی پر لازم ہے کہ اس عورت سے الگ ہو جائے اور اس پر لازم ہے کہ پہلے شوہر کی عدت گزارے اور ان دونوں کا نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے البتہ مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے حد زنا واجب نہیں ہوتی، بہر حال غیر کی منکوحہ اور معتدہ سے نکاح اور اس کے ساتھ دخول عدت کو واجب نہیں کرتا اگر معلوم ہو کہ وہ غیر کی ہے اور حد واجب ہوتی ہے حرمت کے علم کے ساتھ کیونکہ وہ زنا ہے۔

فصل چہارم: لاپتہ شخص کی بیوی کے نکاح کے احکام

زوجۂ مفقود

سوال:- ایک عورت کا خاوند مفقود الخبر ہوگیا اور بعد تلاش کے نہیں ملا، اب یہ عورت کتنی مدت گذار کر عقد ثانی کرلیوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی عورت کو چاہئے کہ جب انتظار کرکے تھک جائے اور صبر دشوار ہوجائے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنے عرصہ سے مفقود ہے اب مجھ میں انتظار کی قوت نہیں نکاح ثانی کی سخت ضرورت ہے، اس پر حاکم اس کو تلاش کرا کے جب ملنے سے مایوس ہوجائے تو حاکم عورت کو چار سال یا اس سے کچھ کم عرصہ انتظار کرنے کا حکم دے اس مدت میں اگر وہ آجائے تو خیر ورنہ حاکم مسلم با اختیار عورت کے مطالبہ پر اس مفقود کے اوپر موت کا حکم جاری کردے اس کے بعد وہ عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے[1] بغیر حکم حاکم مسلم با اختیار بصورت مذکورہ دوسرا نکاح جائز نہیں، بلکہ وہ عورت پہلے شوہر کے نکاح میں رہے گی، مسلم حاکم کو یہ بھی اختیار ہے کہ ضرورت وقت کا لحاظ کرتے ہوئے بعد تلاش و مایوسی فوراً ہی عدت گذارنے کا حکم دیدے اور کوئی مدت چار سال یا اس سے کم انتظار کے لئے مقرر نہ کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

---

[1] الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۰/ حکم زوجۂ مفقود، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند۔

[2] الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۹/ واپسی مفقود کے احکام، فائدہ، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند۔

زوجۂ مفقود الخبر کے لئے سہولت

سوال: -مسئلہ مفقود الخبر میں سخت خلجان ہے، حنفیہ کے نزدیک عورت کو نوے برس یا ایک سو برس تک انتظار کرنا چاہئے کوئی کہتا ہے کہ جب اس کے خاوند کے ہم عمر عموماً مر جاویں تو نکاح کر سکتی ہے، اس پر بھی یہ شرط ہے کہ حاکم شرعی اس کے مرنے کا حکم لگاوے اور عورت اس وقت تک جوان ہو اس مسئلہ کی وجہ سے جو مصیبت عورتوں کو آئے دن بھگتنا پڑتا ہے، کچھ محتاج بیان نہیں، جو شرائط ہیں ان کا پورا ہونا ناممکن ہے، اس سے صاف کہہ دینا اچھا تھا کہ نکاح ہی نہ کرے، اسلام ایک فطری مذہب ہے، اس میں عورت کے جذبات کی رعایت کی گئی ہے، آخر وہ کس طرح اس حقیقت سے نجات پاوے۔

(۲) مرد کو تو ہر طرح سہولت حاصل ہیں، وہ اپنی بیوی کو جب چاہے اور جس طرح چاہے علیحدہ کر سکتا ہے، مگر عورت بے چاری کے لئے قید ہے، طلاق میں تو وہ مجبور ہے ہی خلع میں بھی اس کو سہولت نہیں اس میں بھی ایسی قیود ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ کسی طرح مرد کے پنجہ سے نہیں نکل سکتی، شریعت میں برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی گئی۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) عورت کو ایسی صورت میں ایک سو بیس یا نوے برس تک انتظار کرنا ضروری نہیں، بلکہ عورت کی سہولت کے لئے مسئلہ مفقود الخبر وخلع وغیرہ کے احکام تفصیل سے رسالہ حیلہ ناجزہ میں اردو میں عام فہم طریق پر لکھ دیئے گئے ہیں جس پر علماء تھانہ بھون علماء دیوبند وعلماء سہارن پور کے متفقہ دستخط ہیں، اس کو منگا کر دیکھئے ہر طرح سے عورت کی تکالیف کے پیش نظر سہولتیں اس میں درج ہیں،[1] وہ رسالہ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانہ یحیوی سہارنپور

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۵۰ / حکم زوجۂ مفقود مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

سے ملتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/۲/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/صفر ۵۸ھ

واپسیٔ مفقود

سوال:- اس علاقہ میں دو چار واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں عوام الناس دریافت کرتے ہیں کہ بالفرض اس عورت کا خاوند پہلا واپس آجائے تو اب وہ اول الذکر خاوند کے پاس رہے یا موخر الذکر کے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں اگر پہلا شوہر آجائے تو نکاح ثانی کو کالعدم قرار دیا جائے گا، اور وہ عورت پہلے ہی شوہر کو مل جائے گی، لیکن اس کو صحبت وغیرہ کرنا جائز نہیں، تاوقتیکہ شوہر ثانی کی عدت نہ گذر جائے، شوہر ثانی کی عدت گذرنے کے بعد شوہر اول کو صحبت وغیرہ کی اجازت ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/۲/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/صفر ۵۸ھ

---

[1] فانه كان يقول ترد الى زوجها الاول ويفرق بينها وبين الآخر ولها المهر بما استحل من فرجها ولايقربها الاول حتى تنقضى عدتها من الآخر وبهذا كان ياخذ ابراهيم رحمه الله فيقول قول على رضى الله احب الى من قول عمر رضى الله عنه وبه ناخذ ايضا، المبسوط للسرخسى ص۳۷/ج۶/ الجزء الحادى عشر، كتاب المفقود، مطبوعه دارالفكر بيروت ،شامى زكريا ص ۲۳۰/ج۵/ قبيل فصل فى ثبوت النسب، اعلاء السنن ص ۶۲/ ج۱۳/ كتا ب المفقود ،باب اذا قدم المفقود الخ، مطبوعة امدادية مكة مكرمة،الحيلة الناجزة ص۵۷،۵۸ /واپسی مفقود کے احکام،مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند.

مفقود کی واپسی نکاح ثانی کے بعد

سوال:- زید نے ہندہ کیساتھ نکاح کیا اور باہم رہتے رہے کچھ دنوں کے بعد زید تلاش معاش کیلئے پردیس چلا گیا اور ہندہ اپنے مکان پر بمعہ والدہ زید کے رہتی رہی، زید پردیس جانے کے بعد بالکل لاپتہ ہوگیا خط وکتابت بند کردی، اورخرچہ وغیرہ بھی تقریباً دس گیارہ سال تک بالکل چھوڑ دیا اور بے خبر رہا ہندہ نے اپنی مجبوری اور بے بسی برادری میں ظاہر کی اور زید کولاپتہ بتایا برادری نے حکم عقد ثانی کا دیدیا، ہندہ نے عقد ثانی کرلیا،عقد ثانی ہونے کے بعد تقریباً آٹھ سال کے بعد زید کا پتہ معلوم ہوا اور اسکی والدہ زید کے پاس چلی گئی تقریباً تین سال تک زید کے پاس پردیس میں رہی، ہندہ ابھی تک زوج ثانی کے پاس رہتی رہی، اب تقریباً ایک ماہ ہوتا ہے، کہ زید بمعہ اپنی والدہ کے مکان آگیا، ہندہ جس نے نکاح ثانی کیا تھا، اپنے پہلے شوہر یعنی زید کی آمد سن کر زوج ثانی کے گھر سے بھاگ کر زید کے مکان پر آگئی، اور بہت گریہ وزاری کر کے رہنے کی درخواست کی زید نے اپنی منکوحہ بیوی یعنی ہندہ کو رکھ لیا، اب سوال یہ ہے۔

(۱) زید کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟

(۲) برادری نے جو نکاح کی اجازت دی اس کا کیا حکم ہے، کیا برادری پر توبہ لازم ہے۔؟

(۳) ہندہ اتنی مدت جو زوج ثانی کے یہاں رہی گنہگار ہوئی یا نہیں؟

(۴) زید نے جو ہندہ کو رکھ لیا ہے اس کو نکاح ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۵) زید اب اگر اپنی منکوحہ کا دعویٰ کرے اور رکھ لے تو نکاح ثانی فسخ ہوجائے گا یا نہیں، یا زوج ثانی کو طلاق دینے کی ضرورت ہوگی۔؟

(۶) جو نکاح زوج ثانی کے ساتھ ہوا جو لوگ اس نکاح میں شامل رہے اور بلا دلیل

شرعی نکاح کا حکم صادر کیا ان کے لئے کیا حکم ہے۔

(۷) نکاح ثانی جس کے ساتھ ہوا ہے اس کو طلاق دینے کی ضرورت ہے یا بلا طلاق زید اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یا نکاح ثانی قائم رہے گا، اور زوج اول کا کچھ حق نہیں رہا۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت کا شوہر مفقود اور لاپتہ ہو جائے اس کے لئے شرعی یہ حکم ہے کہ حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور اس مفقود کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے اور کہے کہ اتنے زمانہ سے لاپتہ ہے نہ مجھے نفقہ دیکر گیا ہے، نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے نہ وہاں سے بھیجتا ہے مجھے نکاح کی سخت ضرورت ہے، اس پر حاکم مسلم باقاعدہ واقعات کی تفتیش کرے اور اس مفقود کو تلاش کرائے جب پوری سعی کر کے اس کے ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو حکم دے کہ چار سال تک انتظار کرے اس عرصہ میں اگر وہ آ گیا تو خیر ورنہ چار سال پورے ہونے پر اس مفقود کے متعلق موت کا حکم لگاوے پھر عورت عدت وفات گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے[۱] اس سے پہلے عورت کو نکاح ثانی کا اختیار نہیں، اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار ہوشیار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب

---

[۱] ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی اربع سنین خلافالمالک فان عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی اربع سنین وهومذهب الشافعی القدیم ونظیرهذه المسئلة عدة ممتد الی الطهر التی بلغت برؤیة الدم ثلاثة ایام ثم امتد طهرها فانها تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلاث حیض و عند مالک تنقضی عدتها بتسعة اشهروقد قال فی البزازیة الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۶۰، ۴۶۱/ ج۶/کتاب المفقود،مطلب فی الافتاء بمذهب مالک ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۰/ج۲/کتاب المفقود. حاشیه الدسوقی علی الشرح الکبیر ص ۴۲۹، ۴۳۰/ ج۳/ کتاب النکاح،فصل لذکر المفقود، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. الحیلة الناجزة ص ۵۰/حکم زوجۂ مفقود، مطبوعه دارالاشاعت دیوبند.

کام کرسکتی ہے، جس میں کم ازکم ایک معتبر معاملہ شناس عالم کا ہونا بھی ضروری ہے[1]پس اگر صورت مسئولہ میں برادری نے طریقۂ مذکورہ پراس عورت کوعقد ثانی کی اجازت دی ہے تو یہ اجازت مطابق شرع ہے اورعقد ثانی درست ہے، اوراس میں شرکت کرنے والے گنہ گار نہیں اور نہ اس نکاح سے عورت گنہ گار ہوئی البتہ زید کا پتہ معلوم ہونے کے بعد ہندہ کوشوہر ثانی کے یہاں رہنا ناجائز تھا کیونکہ مفقود کی واپسی پر نکاح ثانی باطل ہوجاتا ہے، اورعورت اسی مفقود کو مل جاتی ہے، اورتجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، البتہ نکاح ثانی کے باطل ہونے پرعدت گذارنا واجب ہوتا ہے، اورنکاح ثانی مفقود کی واپسی پرخود بخود باطل ہوجاتا ہے، طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی[2]، اگر برادری نے طریق مذکور پرعورت کونکاحِ ثانی کی اجازت نہیں دی، بلکہ طریق مذکور کے خلاف یعنی بلامفقود کوتلاش کئے اور بلامدت انتظار مقرر کئے اور بلاحکم موت وعدت لگائے ویسے ہی عورت کے کہنے پرعقد ثانی کی اجازت دیدی ہے، تو شرعاً یہ اجازت معتبر نہیں، ایسی اجازت دینے والے اورعقد ثانی میں شرکت کرنے والے نیز ہندہ اورشوہر ثانی (اگر مسئلہ سے واقف تھے) سب گنہ گار ہوئے سب کوتوبہ لازم ہے[3]اور ہندہ

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۲۸/ تنبیہات ضروریہ متعلق جماعات مسلمین، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[2] وقد صح رجوعه عنه الی قول علی رضی اللّٰه عنه فانه کان یقول ترد الی زوجها الاول ویفرق بینها وبین الآخر ولایقربها ،الاول حتی تنقضی عدتها من الآخر وبهذا یاخذ ابراهیم رحمه اللّٰه فیقول قول علی رضی اللّٰه عنه احب الی من قول عمروبه ناخذ ایضا، المبسوط للسرخسی ص۳۷/ ج۶/ الجزء الحادی عشر، کتاب المفقود، مطبوعه دارالفکر بیروت،شامی زکریا ص ۲۳۰/ ج۵/قبیل فصل فی ثبوت النسب ، اعلاء السنن ص ۶۲/ ج۱۳/ کتاب المفقود، باب اذاقدم المفقودالخ، مطبوعة امدادیة مکة مکرمة .الحیلة الناجزة ص ۵۷/ واپسی مفقود کے احکام، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[3] واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوزتاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة اوکبیرة ،روح المعانی ص ۲۳۶/ ج۱۵/الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت آیت ۸/مطبوعه دارالفکر بیروت،نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ ج۲/ کتاب التوبة ،مطبوعه رشیدیه دهلی ، المفهم شرح تلخیص مسلم ص ۲۷/ ج۷/ کتاب الرقاق،باب تجدید الاستغفار،مطبوعه دارابن کثیر بیروت.

بدستور سابق زید کی بیوی ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۱۲/۵۶ھ

زوجہ مفقود کے نکاح کے بعد واپسی مفقود

سوال:- زید غیر مقلد کہتا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کا نکاح مفقود کے آنے پر صحیح رہیگا، ٹوٹے گا نہیں کیونکہ شریعت نے اس کو نکاح ثانی کی اجازت دی ہے، اسلئے وہ زوجہ زوج ثانی کی ہی رہے گی، مگر حنفی کہتا ہے کہ ثانی فسخ ہو جائے گا، کیونکہ زوج اول نے طلاق نہیں دی اس لئے اس کا نکاح باقی ہے، اور بیوی سے دو نکاح صحیح نہیں، ان دونوں میں کون صحیح کہتا ہے؟ تردیدی وتائیدی دونوں جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت نے باقاعدہ بعد مرافعہ وتفتیش بحکم قاضی مدت معینہ تک انتظار کیا ہے اور قاضی کے حکم بموت المفقود کی وجہ سے عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کیا ہے اور اس سے دخول بھی ہو چکا ہے، اور اس کے بعد مفقود واپس آ گیا تو حنفیہ کے نزدیک نکاح ثانی باطل قرار دیا جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو ملے گی البتہ پہلے شوہر کو اس سے صحبت وغیرہ درست نہیں تاوقتیکہ شوہر ثانی کی عدت پوری نہ ہو جائے اور شوہر ثانی پر مہر لازم ہوگا: ومن ذٰلک قول ابی حنیفةؒ ان المفقود اذا قدم بعد ان تزوجت زوجته بعد التربص یبطل العقد وهی للاول وان کان الثانی وطئها فعلیه مهر المثل وتعتد من الثانی ثم ترد الی الاول اھ میزان[2]

---

[1] الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۷/ واپسی مفقود کے احکام، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند۔

[2] المیزان للشعرانی ص ۱۳۶/ ج ۲/ کتاب العدد والاستبراء مطبوعه مصر.

شعرانی ص ۱۶۴/ج ۲/ وکان عمرؓ انما رجع عن قوله فی امرأة المفقود لما تبین فی حال هٰذا الرجل واما تخییره ایاه بین ان یردها علیه وبین المهر فهو بناء علٰی مذهب عمرؓ فی المرأة اذا نعٰی الیها زوجها فاعتدت وتزوجت ثم اتی الزوج الاول حیا انه یخیر بین ان تردعلیه وبین المهر وقد صح رجوعه عنه الٰی قول علی رضی اللّٰه عنه فانه کان یقول ترد الٰی زوجها الاول ویفرق بینها وبین الاٰخر ولها المهر بما استحل من فرجها ولا یقربها الاول حتٰی تنقضی عدتها من الاٰخر بهٰذا کان یاخذ ابراهیمؒ فیقول قول علی رضی اللّٰه عنه احب الّی من قول عمرؓ وبه نأخذ ایضاً لانه تبین انها تزوجت وهی منکوحة ومنکوحة الغیر لیست من المحللات بل هی من المحرمات فی حق سائر الناس کما قال اللّٰه تعالٰی والمحصنات من النسآء فکیف یستقیم ترکها مع الثانی واذا اختار الاول المهر ولکن یکون النکاح منعقدا بینهما فکیف یستقیم دفع المهر الی الاول وهوبدل بعضها فیکون مملوکا لها دون زوجها کالمنکوحة اذا وطئت بشبهة فعرفنا ان الصحیح انها زوجة الاول ولٰکن لایقربها لکونها معتدة لغیره کالمنکوحة اذا وطئت بالشبهة وذکرعن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ ان عمرؓ رجع عن ثلاث قضیات الٰی قول علیؓ عن امرأة أبی کنف والمفقود زوجها والمرأة التی تزوجت فی عدتها اهـ مبسوط سرخسی[1] ج ۱۱/ص ۳۷/ وقال فی الحیلةالناجزة:[2] وما فی العالمگیریة[3] ج۳/ص ۱۷۶/عن التاتارخانیة فان عاد زوجها بعد مضی المدة فهو احق

---

[1] مبسوط سرخسی ص۳۷/ج ۱۱/جز ۶/ کتاب المفقود، طبع دارالفکر بیروت،اعلاء السنن ص ۶۲/ج۱۳/کتاب المفقود ، باب اذاقدم المفقودوقدتزوجت امرأته الخ ،مطبوعة امدادیة مکة مکرمة،المغنی ص ۶۶/ج۸/باب اللعان،فصول حکم من غاب عن زوجته سنین الخ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۷/واپسی مفقود کے احکام،طبع دارالاشاعت دیوبند۔

[3] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۰/ج ۲/کتاب المفقود۔

لها وان تزوجت فلا سبيل له عليها اهـ فلا يعول عليه فى مقابلة تصريح المبسو ط.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۲/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۴/ذی الحجہ ۵۵ھ

مفقود کی واپسی زوجہ کے نکاح ثانی کے بعد

سوال:- ایک حنفی عورت کا شوہر عرصہ ۶/سال سے مفرور ہے تو ایسی صورت میں عورت نکاح ثانی کرسکتی ہے، یا نہیں، جیسا کہ جامع الرموز، وفتاویٰ بزازیہ میں تحریر ہے، یعنی چار سال کے بعد عورت نکاحِ ثانی کرسکتی ہے، اور فتویٰ موجودہ وقت میں امام مالکؒ کے قول پر ہے، اگر اتفاق سے نکاح ثانی کے بعد اسکا پہلا شوہر آجائے تو ایسی صورت میں بیوی کا حق دار پہلا شوہر ہوگا، یا عقد ثانی والا شوہر شرعاً عورت کو کس شوہر کے پاس رہنا چاہئے، حنفی قاضی اگر مالکؒ کے فتاویٰ کے لحاظ سے نکاح ثانی پڑھادے تو درست ہوگا، یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

مفقود الخبر کی زوجہ کے متعلق تفصیلی حکم یہ ہے کہ اگر وہ عفت اور صبر سے زندگی بسر کرسکتی ہو تو فبہا ورنہ اس کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، جو اتنے عرصہ سے مفقود ہے، نہ مجھ کو نفقہ دے کر گیا ہے نہ وہاں سے بھیجتا ہے، نہ کسی کو کفیل بنایا ہے، مجھے نکاح ثانی کی سخت ضرورت ہے اس پر حاکم واقعات کی باقاعدہ تفتیش کرے مایوس ہوجائے، تو عورت کو ۴/سال تک انتظار کا حکم دے، اس سے پہلے جس قدر مدت گذر چکی ہے، وہ کالعدم ہے) اگر اس ۴/سال کی مدت میں وہ مفقود آگیا تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار اس مفقود پر موت کا حکم لگادے، پھر عدت گذار کر عورت کا دوسری جگہ

نکاح درست ہوگا[1] اگر حاکم مناسب اور مصلحت سمجھے تو چار سال سے کم مدت بھی انتظار کے لئے مقرر کرسکتا ہے[2] پھر اگر وہ مفقود واپس آجائے، خواہ نکاح ثانی سے قبل یا بعد میں بہر صورت وہ عورت اس مفقود کو مل جائے گی اور شوہر ثانی کے پاس نہیں رہے گی، البتہ اگر شوہر ثانی سے خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے، تو اس کی عدت لازم ہوگی اور بعد عدت شوہر اول کو اس سے صحبت وغیرہ درست ہے[3] اس مسئلہ کی پوری تفصیل ۔ رسالہ" الحیلة الناجزة للحیلة العاجزة" میں مرقوم ہے، اور اس پر حضرات علماء تھانہ بھون، دیوبند، سہارن پور کے متفقہ دستخط ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ

---

[1] ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی اربع خلافا لمالک فان عنده تعتدزوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی اربع سنین وهو مذهب الشافعی القدیم قلت ونظیرهذه المسئلة عدة ممتدة الی الطهر التی بلغت برؤ یة الدم ثلاثة ایام ثم امتد طهرها فانها تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلاث حیض وعند مالک تنقضی عدتهابتسعة اشهر وقد قال فی البزازیة الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضروة، شامی زکریا ص ۴۶۰، ۴۶۱/ ج۶/ کتاب المفقود،مطلب الافتاء بقول مالک فی زوجة المفقود،الحیلة الناجزة ص ۵۰/ حکم زوجۂ مفقود ،مطبوعه دارالاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص ۵۹/ واپسی مفقود کے احکام، فائدہ، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[3] فان غاب عن زوجته سنین فبلغتها وفاته فاعتدت ونکحت نکاحا صحیحان فی الظاهرودخل بها الثانی واولدها اولاداً ثم قدم الاول فسخ نکاح الثانی وردت الی الاول وتعتد من الثانی الخ اعلاء السنن ص ۶۲/ ج۳/ کتاب المفقود،باب اذا قدم المفقو دالخ، مطبوعة امدادیة مکة مکرمة،المغنی ص ۶۶/ ج۸/ باب اللعان،فصول حکم من غاب عن زوجته الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت، الحیلة الناجزة ص ۵۷/ واپسی مفقود کے احکام، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

زوجۂ مفقود کا نکاح ثانی اور بچہ

سوال:- ہندہ کے خاوند زید نے برائے طلب روزی جہاز کا سفر کیا تھا، آج تین سال گذر گئے زید کا کچھ پتہ نہیں آیا زندہ ہے، یا مردہ لیکن غالب گمان ہے، کہ زید زندہ نہیں، اور ہندہ نے شدت خوف ابتلاء معاصی وغیرہ کے دوڈھائی سال انتظار کر کے بدون حکم حاکم گورنمنٹ و بدون حکم پنچائت زوج آخر سے نکاح کیا اور کچھ مہینہ میں ہندہ کے بطن سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید شرعاً مفقود ہے یا نہیں، اگر مفقود ہے تو ہندہ کا بدون پنچائت و بدون حکم حاکم فسخ نکاح میں خود مختار ہو کر مدت مذکورہ بالا میں زوج آخر سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اب شرعاً ان پر کیا حکم ہے، نیز اس بچہ کا کیا حکم ہے، واضح ہو کہ زوج آخر کو بھی زید کے لاپتہ ہونے کا علم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید کا کوئی پتہ نہیں تو وہ مفقود ہے (ای المفقود) غائب لم یدر احی هو ام میت اودع اللحد اھ تنویر[1] ص ۵۰۷/ج ۳/ ہندہ کا صورت مسئولہ میں نکاح زوج آخر سے شرعاً صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے، اور اس نکاح کا فسخ اور مفارقت ومتارکت واجب ہے، اور یہ بچہ شبہۃ العقد یا شبہۃ المحل کی وجہ سے ثابت النسب ہے، مگر زوج ثانی سے میراث کا مستحق نہیں۔

لاحد لشبهة العقد عنده كوطء محرم نكحها وحرر فى الفتح انها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب اھ درمختار قوله كوطء محرم نكحها اى عقد عليها اطلق فى المحرم فشمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهرية واشار الىٰ انه لوعقد علىٰ منكوحة الغير او معتدته

---

[1] تنوير مع الشامى كراچى ص ۴۹۲/ ج ۴/ كتاب المفقود، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۵۳۷/ ج ۲/ كتاب المفقود، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۹/ ج ۲/ كتاب المفقود.

فانه لا حد بالاتفاق اهـ رد المحتار[1] مختصراً ص ۲۳۶ / ج ۳ / ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره ولكل واحد منهما فسخه وتجب العدة من وقت التفريق اومتاركة الزوج ويثبت النسب احتياطاً وتعتبر مدته وهي ستة اشهر من الوطء اهـ درمختار مختصراً اما الارث فلا يثبت فيه قوله احتياطا اى في اثباته لاحياء الولد اهـ شامی[2] ص ۵۷۷ / ج ۲ / . فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۶/۶۴ھ

زوجہ غائب کے نکاح کی صورت

سوال:- زید نے نابالغہ لڑکی کا نکاح بعمر چھ سال کر دیا تھا، اس وقت لڑکے کی عمر دس سال کی تھی، جب لڑکی بالغہ ہوگئی اور لڑکا بھی بالغ ہوگیا تو بغیر اطلاع کئے وہ لڑکا کہیں فرار ہوگیا، جب تین سال گذر گئے تو لڑکے کے والد نے کہا کہ شاید میرا لڑکا مر گیا، تم اپنی لڑکی کی شادی کہیں اور کردو، چار سال میں ایک ماہ کم تھا کہ دوسری جگہ نکاح پڑھا دیا، اب وہ لڑکی دوسرے شوہر کے گھر ایک ہفتہ سے تھی کہ پہلا شوہر آ گیا لیکن اب وہ لوگوں کے بہکانے سے طلاق نہیں دیتا، لڑکی نہایت شریف ہے، ایسی صورت میں یہ عورت کون سے شوہر کی ہے، جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے، اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

[1] شامی کراچی ص ۲۳ / ج ۴ / مطبوعه نعمانيه ص ۱۵۳ / ج ۳ / . مطلب في بيان شبهة العقد، باب الوطء الذي يوجب الحد، كتاب الحدود، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۸، ۱۴۹ / كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۵، ۱۶ / ج ۵ / كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد.

[2] شامی کراچی ص ۱۳۱، ۱۳۴ / ج ۳ / مطبوعه نعمانيه ص ۳۵۰، ۳۵۲ / ج ۲ / ، مطلب في النكاح الفاسد، باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰ / ج ۱ / الباب الثامن من في النكاح الفاسد واحكامه، تبيين الحقائق ص ۱۵۲، ۱۵۳ / ج ۲ / باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

(۱) دوسرا نکاح درست تھا یا نہیں؟

(۲) دوسرے شوہر کی عدت ہوگی یا نہیں، جب کہ صحبت بھی ہو چکی ہو؟

(۳) یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟

(۴) جس نکاح خواں نے دوبارہ نکاح پڑھایا اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا[۱] (۲) اگر دوسرے شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا نکاح کسی اور سے ہو چکا نہ اس نے طلاق دی ہے، نہ تفریق شرعی کرائی گئی، نہ شوہر کے انتقال کی تحقیق ہے، تو اس سے جدائی کرا کے لڑکی کی عدت بھی پوری کرائی جائے[۲] (۳) یہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے[۳] (۴) اس کی عورت نکاح سے خارج نہیں ہوئی، البتہ اگر اس نے باوجود علم کے ایسا کیا تو وہ گنہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے، ان کو بھی دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا نکاح سب کا باقی ہے، توبہ سب کو لازم ہے[۴]

---

[۱] لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره عالمگیری ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، باب المحرمات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ ج ۱/ فصل فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثانی فی بیان مایجوزمن الانکحة.

[۲] ولوتزوج بمنکوحةالغیر وهو لایعلم انها منکوحة الغیر فوطئها تجب العدة عالمگیری ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، باب المحرمات، تاتار خانیه کراچی ص ۵/ ج ۳/ الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ ج ۱/ فصل فی المحرمات.

[۳] واما نکاح منکوحة الغیر فلم ینعقد اصلا شامی کراچی ص ۱۳۲/ ج ۲/ شامی نعمانیه ص ۳۵۰/ ج ۲/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[۴] واتفقوا علی ان ا لتوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوزها تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة، روح المعانی ص ۲۳۶/ ج ۱۵/ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت آیت ۸/ مطبوعه دارالفکربیروت، نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ ج ۲/ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح تلخیص مسلم ص ۲۷/ ج ۷/ کتاب الاذکار، باب تجدیدالاستغفار، مطبوعه دارابن کثیربیروت.

پہلے شوہر کو لازم ہے کہ اس کو شرعی طور پر آباد کرے، اس پر کوئی تہمت نہ لگائے ورنہ سخت گنہ گار ہوگا، اگر اس کو آباد کرنا منظور نہیں تو طلاق دیدے تاکہ اس کی زندگی تباہ نہ ہو[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

زوجۂ غائب

سوال:- ایک عورت کہتی ہے کہ میرے گذر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں کہ میرا خاوند عرصہ ۹/سال سے چوری کر کے چلا گیا ہے، اور جو میرا زیور ہے وہ بھی لے گیا ہے، اب میں نکاح کر سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی عورت کو چاہئے کہ مسلمان حاکم کے یہاں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اتنے زمانہ سے غائب ہے، میرے خرچ کا نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے نہ وہاں سے بھیجتا ہے نہ دیکر گیا ہے، میں سخت پریشان ہوں مجھے نکاحِ ثانی کی ضرورت ہے، حاکم ان سب واقعات کی تحقیق کر کے اس کو تلاش کرائے جب ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو حکم کرے کہ چار سال تک انتظار کرتی رہے، اگر اس مدت میں بھی نہ آئے تو اس پر موت کا حکم کر دے

---

[1] فالواجب علیکم اما امساک للمرأة مع المعاشرة بالمعروف واماتسریحها بامضاء الطلاق مع الاحسان الیها فی المعاملة الخ تفسیر المنار ص۳۸۷/ ج۲/سورة البقرہ تحت آیت ۲۲۹/ مطبوعہ دارالفکر بیروت تفسیر مظهری ص۳۰۶/ ج۱/ سوة البقرہ تحت ۲۲۹/ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، الحیلة الناجزة ص ۶۲/حکم زوجۂ متعنت ،مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند.

پھر عدت گذار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے[1]، اور اگر حاکم مناسب سمجھے تو چار سال سے کم مدت مقرر کر دے[2]، اگر کسی جگہ مسلمان حاکم نہ ہو یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو برادری کے معزز لوگ بھی یہ سب کام کر سکتے ہیں، اور ان میں کم از کم ایک معتبر معاملہ شناس عالم کا ہونا ضروری ہے[3]، اور رسالہ ''حیلۃ الناجزۃ'' کو بھی دیکھ لیا جائے، اس میں اس مسئلہ کو خوب واضح کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شوہر کے لاپتہ ہونے پر اسکو مردہ سمجھ کر اسکی بیوی سے نکاح

سوال:- زید اپنی بیوی سے ناراض ہو کر چھوڑ کر چلا گیا، چار سال ہو گئے زید کے بھائی بکر نے یوں خیال کر کے کہ شاید زید مر گیا ہو زید کی عدم موجودگی میں بھاوج سے خود شادی کر لی، جب زید کو معلوم ہوا تو زید نے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا، جب بکر کو معلوم ہوا تو زید

---

[1] ولزوجة المفقود الرفع للقاضی والولی ای حاکم السیاسة ووالیاالماء والافلجماعة المسلمین فیؤ جل الحرار بع سنین الی قوله ثم اعتدت عدة کالوفات الخ حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر الشهیر بالدردیر ص ۴۲۹، ۴۳۰/ ج۳/ کتاب النکاح، فصل لذکر المفقود، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. اعلاء السنن ص ۵۵/ ۱۳/ کتاب المفقود، قبیل باب اذا جاء المفقود وقد تزوجت الخ، مطبوعة امدادیة مکة مکرمة، الحیلة الناجزة ص ۵۰/ حکم زوجۂ مفقود، مطبوعه دارالاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزه ص ۵۹/ واپسی مفقود کے احکام، فائدہ: مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[3] الحیلة الناجزه ص ۲۸/ تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند

سے کہا کہ چونکہ تم موجود ہو اس لئے تم اس کے مالک ہو، میں چھوڑ دیتا ہوں، اب یہ کس کے نکاح میں ہے، حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بھائی نے اپنے بھائی کی عدمِ موجودگی میں نکاح کیا تھا، یہ جائز نہیں تھا[1] پھر اس کی زندگی معلوم ہونے پر اسنے اسکی بیوی کو چھوڑ دیا تو اس سے اصلی نکاح ختم نہیں ہوگیا تھا، اسلئے حلالہ کی ضرورت نہیں، اگر وہ تین طلاق لکھ کر بھیج چکا ہے، تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اسکے لئے جائز نہیں ہوسکتی[2] اس صورت میں اس بھاگ جانے والیکے بھائی کو چاہئے کہ بعد عدت اس عورت سے نکاح کرلے، یہ نکاح جائز ہوجائیگا، اور جو بچے پیدا ہوچکے ہیں، ان کی پرورش کا بھی انتظام ہوجائے گا، اگر اصلی شوہر نے تین طلاق لکھ کر نہیں بھیجی بلکہ طلاقِ رجعی بھیجی ہے تو عدت کے اندر اسکو رجعت کا حق حاصل ہے[3] بعد عدت بائنہ ہوجائیگی، پھر طرفین کی رضامندیت سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی[4]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

---

[1] لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره عالمگیری ص ۲۸۰/ ج ۲/ باب المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، شامی زکریاص ۲۷۴/ ج ۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، تاتارخانیه کراچی ص ۴/ ج ۳/الفصل الثامن فی بیان مایجوزمن الانکحة.

[2] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنهاعالمگیری ص ۴۷۳/ ج ۱/ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مجمع الانهرص ۸۸/ ج ۲/باب الرجعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۵۶/ ج ۴/باب الرجعة، فصل فیماتحل به المطلقة.

[3] واذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اسکی بہن سے نکاح

سوال:- ایک شخص کی بیوی کو پاگل ہوئے تقریباً سات آٹھ سال ہو چکے، اب سے دس ماہ پہلے گھر سے نکل گئی، گھر سے نکلنے کے دو ہفتہ بعد تک کچھ اس طرح پتہ چلتا رہا کہ کل یہاں تھی، آج وہاں تھی، مگر تلاش کرنے پر وہ کہیں نہ مل سکی، اس کے بعد سے اب بالکل لاپتہ ہے، نہ معلوم کہ وہ زندہ ہے، یا مر چکی ہے، شروع میں پتہ دینے والے کا کہنا یہ ہے کہ وہ بیماری کی حالت میں تھی اور حالت نازک تھی، اب اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ اپنی پہلی بیوی کو مردہ تصور کر کے دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے، اگر نہیں کر سکتا تو اگر اس کو طلاق دے کر دوسری بہن سے نکاح کرنا چاہے تو اس صورت میں مطلقہ کے لئے عدت ہوگی یا نہیں؟ اگر عدت ہوگی تو کیا ہوگی، اور اس عدت کا گذرنا کیسے معلوم ہوگا؟ بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی بیوی سے تین بچے ہیں، جس کی وجہ سے بچوں کی پرورش اچھی طرح ہو جانے کی امید ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کی موت وحیات کی تحقیق نہیں تو اس کو ابھی مردہ تصور نہیں کیا جائیگا، اس کو

(پچھلے صفحہ باقی حواشی) ان یراجعها فی عدتها عالمگیری ص ۴۷۰/ج ۱/الباب السادس فی الرجعة، مجمع الانهر ص ۸۰/ج ۲/باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۵۱/ج ۲/باب الرجعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

۴ فان کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۲/ج ۱/باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، تبیین الحقائق ص ۲۵۵/ج ۲/باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۸۷/ج ۲/باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۱ هو غائب لم یدر موضعه یعنی لم تدر حیاته ولا موته فالمدار انما هو الجهل بحیاته وموته الی قوله انه حی فی حق نفسه حتی لا یورث عنه ماله ولا تتزوج نسائه الخ البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۳/ج ۵/ کتاب المفقود، مجمع الانهر ص ۵۳۷، ۵۳۸/ کتاب المفقود، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۹/ج ۲/ کتاب المفقود.

طلاق دیدے، پھر عدت تین ماہواری کا انتظار کر کے اس کی بہن سے نکاح کر لے جتنی مدت میں اس کو تین حیض آیا کرتے تھے، وہ مدتِ انتظار کافی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۹۰ھ

زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ

سوال: -منظور احمد قبل تقسیم ملک مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں بیمار ہو کر اسپتال میں داخل ہو گیا تھا، جس کی اطلاع ایک آدمی نے وہاں سے آ کر دی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ جب خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہوا تو اس نے گھر پر اپنے زندہ ہونے کا کوئی خط تحریر نہیں کیا۔ اس پر نو سال کا عرصہ گذر گیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند سے استفسار کیا گیا۔ دارالافتاء نے جواب دیا کہ معاملہ سے واقف پانچ آدمیوں کی ایک پنچایت مقرر کی جائے جس میں ایک عالم بھی ہو اور وہ اخبار وغیرہ میں اشتہار دیں کہ منظور احمد جہاں کہیں بھی ہو فوراً گھر آ ؤ یا اپنی خیریت سے مطلع کرو۔ ورنہ تمہیں مردہ تصور کر کے تمہاری بیوی عدت وفات گذار کر دوسرا نکاح کرے گی۔ چنانچہ اس پر عمل کرنے کے بعد آمنہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔ ۱۷/سال بعد ایک شخص منظور احمد نامی بحالت جوگی آیا، جس کے بارے میں لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ آمنہ کا پہلا شوہر ہے، لیکن خود اس جوگی نے گاؤں کے معزز آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں۔ لیکن جب دوسرے لوگوں نے کہا کہ پہلے تو تم کہتے تھے میں آمنہ کا شوہر ہوں۔ تو جواب دیا کہ کسی مجبوری پر قسم کھا لیا تھا۔ منظور احمد کے

---

[1] فان عدتها تمنع من تزوج اختها، فتح القدير ص ۲۱۵/ج۳/فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالفكر بيروت، واذاطلق الرجل امرأته الى قوله وهى حرة ممن تحيض فعدتهاثلثة اقراء، هداية ص ۴۲۲/ج۲/كتاب الطلاق، اول باب العدة، مكتبه تهانوى ديوبند، مجمع الانهر ص ۱۴۲/ج۲/باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۲۶/ج۳/ باب العدة، مطبوعه امداديه ملتان.

والد فیض اللہ صاحب شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ منظور احمد پھر لاپتہ ہوگیا، اس لئے مزید اس سے کچھ پوچھا نہیں جاسکتا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ منظور احمد ہی تھا اور اسلام ترک نہ کیا تو آمنہ دوسرے شوہر کے لئے جائز رہی یا نہیں، جب کہ پنچایت کے فیصلہ کے بعد عقد ثانی کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد نہ ہو۔ کیونکہ نہ اس نے اقرار کیا نہ اس کو قطعی طور پر کسی نے پہچانا، حتیٰ کہ اس کے والد نے بھی صرف شبہ ظاہر کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد ہو اور اس نے اسلام ترک کر کے جوگ اختیار کیا ہو۔ اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی ہو کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں۔ غرض احتمالات کی بناء پر آمنہ کے دوسرے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، کیونکہ شرعی فتوے اور فیصلہ کے بعد ہوا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوج اول کا جوگی بن کر آنا

سوال:- آمنہ کا نکاح منظور احمد سے ہوا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد منظور احمد لاپتہ ہوگیا۔ تقریباً ۹/سال کے بعد آمنہ نے دارالعلوم دیوبند سے استفسار کرنے کے بعد عقد ثانی کرلیا۔ اب نکاح ثانی کے ۱۶/سال بعد ایک شخص جوگی کی حالت میں آیا ہے جس کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ یہی منظور احمد ہے۔ منظور احمد اس وقت بحالت جوگی زندگی گزار رہا ہے گاؤں کی عورتیں آمنہ سے کہتی ہیں کہ تم زوج ثانی کے لئے جائز نہیں رہیں۔ جس سے آمنہ بہت پریشان ہے زوجِ ثانی سے تین چار بچے بھی ہیں اس لئے جواب سے جلد نوازیں۔

---

[1] الیقین لایرتفع بالشک (الاشباہ ص ۱۰۲/ القاعدة الثالثة الیقین لایزول بالشک طبع دارالعلوم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جوگی سے دریافت کرلیا جائے کہ وہ واقعتہً منظور احمد ہی ہے یا اور کوئی ہے اور کیا اس نے مذہب اسلام ترک کر کے نعوذ باللہ کفر اختیار کرلیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کتنی مدت سے؟ اگر خدانخواستہ یہی صورت پیش آئی ہے اور اس کی تبدیلیٔ مذہب کے بعد اس کی بیوی نے قاعدہ شرعی کے موافق دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور اولاد بھی سب صحیح ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۴ھ

زوجۂ مسجون کا حکم

سوال:- مسماۃ حسینہ خاتون دُختر گھسیٹے قومپٹھان ساکن سہارنپور کی شادی نیاز احمد پسر عبداللہ قوم راج پوت ساکن حال جیل خانہ آگرہ کے ساتھ عرصہ پندرہ سال ہوئے ہوئی تھی، جس روز سے شادی ہوئی اس روز سے نیاز احمد نے روٹی وکپڑے سے تنگ رکھا اور ہمیشہ جیل خانہ میں رہنے کا عادی ہے، چند مرتبہ کا سزا یافتہ ہے، جس وقت جیل سے چھوٹ کر آتا ہے، فوراً پھر جیل میں چلا جاتا ہے، مسماۃ حسینہ خاتون کے پاس ایک لڑکا فیاض احمد ومسماۃ حسینہ خاتون دختر موجود ہے، جس کے خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں ہے بچہ نابالغ ہے مسماۃ حسینہ خاتون جوان ہے، کہیں محنت مزدوری اگر کرے تو زمانہ نازک ہے، ایسی حالت میں اپنی گذر اوقات اور نابالغان کی کیسے بسر کرے اب مسماۃ حسینہ خاتون نیاز احمد کے نکاح سے باہر ہوکر علیحدہ ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

---

[1] وارتداد احدهما اى الزوجين فسخ الخ الدرالمختارعلى الشامى كراچى ص ۱۹۳/ ج۳/ باب نكاح الكافر، سكب الانهرعلى هامش مجمع الانهر ص ۵۴۶/ج ۱/باب نكاح الكافر، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت ،النهرالفائق ص ۲۹۰/ج ۲/باب نكاح الكافر، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جوشخص قصداً ایسی حرکات کا عادی ہو کہ جن سے بار بار جیل خانہ جانا پڑتا ہو اور ایسی حالت میں بیوی کا نان نفقہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کی بیوی کو اپنی مجبوری اور پریشانی کی وجہ سے حق حاصل ہے، کہ کسی طرح لالچ دے کر یا خوف دلا کر اس سے طلاق لے لے اگر جیل خانہ میں ہونے کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے یہ دشوار ہو تو پھر حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور وہ حاکم مسلم جبراً اس شخص سے طلاق دلا دے یا کسی صورت سے اس کے نان نفقہ کا انتظام کرائے تا کہ وہ پریشانی سے رہائی پا سکے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۳/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۵/ربیع الاول ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

زوجۂ مجذوم کو خیار تفریق

سوال:- زید کا نکاح نابالغہ لڑکی صغیرہ کے ساتھ اس کے والدین کی ولایت سے ہوا، مگر زید نے مرض کوڑھ کو چھپایا اور اس مرض میں مبتلا ہوتے ہوئے کسی سے راز افشا نہ کیا چونکہ نکاح کے بعد صغیرہ اس لئے رخصت نہ کی گئی کہ وہ نابالغ رہی، اب یہ ظاہر ہوا کہ زید مرض مذکورہ بالا میں مبتلا ہے کیا مرض مذکورہ کے ہوتے ہوئے از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے۔؟

(۲) صغیرہ کی ماں پہلے بھی کسی دوسری وجہ سے بھی خلاف تھی صرف اپنے شوہر کی مجبوری کی وجہ سے خاموش تھی، مگر اب بالکل خلاف ہے، اور وہ اپنی لڑکی کی بہتری کے لئے شوہر کی اجازت دربار نکاح ناجائز قرار دیتی ہے۔

(۳) لڑکی اس بات پر آمادہ ہے کہ اسکے باپ کو دھوکہ دیا گیا ہے اسلئے وہ اس نکاح سے

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲/حکم زوجه متعنت ،مطبوعه دارالاشاعت دیوبند.

ناراض ہے اور بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرنے پر آمادہ ہے از روئے شریعت کیا حکم ہے۔

(۴) لڑکی صغیرہ اپنے شوہر سے کس طرح علیحدہ ہوسکتی ہے جبکہ وہ ایسے شخص کو اپنا شوہر پسند نہ کرتی ہو جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا ہے اور وہ متنفر ہے، مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے کیا ہے تو شرعاً وہ صحیح ہوگیا ماں کی عدم رضا کچھ معتبر نہیں[1] اور کوڑھ کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکی کو فسخ نکاح کا بھی حق حاصل نہیں، البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خیار تفریق حاصل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور شوہر کے مرض مذکور کو ثابت کیا جائے اس پر حاکم تحقیق کرے گا کہ یہ مرض قدیمی اور اصلی ہے، کہ جس سے صحت دشوار ہے، یا حادث اور عارض ہے، کہ جس سے علاج کے بعد صحت دشوار نہیں، پہلی صورت میں تو حاکم فوراً تفریق کردے اور دوسری صورت میں شوہر کو علاج کے لئے مہلت دے اور اس دوران میں زوجہ کی طرف سے جماع یا دواعی جماع میں شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت اور رغبت بھی نہ پائی جائے سال بھر علاج کرکے اگر تندرست ہوگیا تو خیر ورنہ عورت کے مطالبہ پر تفریق کردے

واذا كان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلا خيارلها كذا فى الكافى قال محمدؒ ان كان الجنون حادثا يؤجل سنة كالعنة ثم تخير المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ وان كان مطبقا فهو كالجب وبه ناخذ كذا فى الحاوى القدسى عالمگیری[2] ص ۵۴۲/ج ۲/.

---

[1] وللولى نكاح المجنونة والصغيروالصغيرة ولو ثيبا فان كان المزوج اباوجدا لزم، سكب الانهر مع مجمع الانهر ص ۴۹۴/ج ۱/باب الاولياء والاكفاء،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۴/ج۳/فصل فى الاكفاء،النهرالفائق ص ۲۲۴، ۲۲۵/ ج۲/فصل فى الاكفاء، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] عالمگيرى ص ۵۲۶/ج ۱/مصرى الباب الثانى عشرفى العنين،سكب الانهرعلى مجمع الانهر ص ۱۴۱/ج۲/باب العنين وغيره، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،النهرالفائق ص ۴۷۳/ج ۲/باب العنين مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

قال محمدؒ ان کان بالزوج عیب لا یمکنه الوصول الیٰ زوجته فالمرأة مخیرة بعد ذٰلک ینظر ان کان العیب کالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء فینظر حولا وان کان الجنون مطبقا اوبه برص ولا یرجٰی ببرئه فهو و الجب سواء وهی بالخیار ان شاء ت رضیت بالمقام معه وان شاء ت رفعت الامرالیٰ الحاکم حتی یفرق بینهما اھ۔[1]

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ کام کرسکتی ہے، جماعت میں ایک کم ازکم معاملہ فہم عالم ہونا ضروری ہے،[2] اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی آخر تک ضرور بغور دیکھ لیا جاوئے اس میں جو شرائط زوجہ مجنون کے متعلق لکھی ہے، وہ زوجۂ مذکور کے لئے بھی امام محمدؒ کے نزدیک معتبر ہیں وہ رسالہ سہارن پور کتب خانہ یحیوی سے ملتا ہے۔ فقط والسلام

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۵۵ھ

شوہر کو جذام ہو تو خلاصی کی صورت

سوال:- ایک مرد کو سات سال سے جذام کا مرض لگا ہے، تو کیا عورت اس سے چھوٹ سکتی ہے یا نہیں؟ وہ اس کے ساتھ ناجائز کام کرتا ہے لیکن وہ عورت بے بس ہے، اس کے پاس اتنا خرچہ نہیں کہ وہ اس سے چھوٹ کر اپنا خرچہ پورا کرسکے اور اپنی جان آزاد کرائے۔

---

[1] کذافی الزیلعی ص ۲۵/ ج ۳/ باب العنین وغیرہ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، الحیلة الناجزة ص ۳۹/ حکم زوجۂ مجنون، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص ۲۸/ تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس مرض کی وجہ سے عورت کو ساتھ رہنا دشوار ہے، اور وہ برداشت نہیں کرسکتی، یا شوہر اس کے ساتھ ایسی حرکت کرتا ہے جو شرعاً حرام ہے تو کسی طرح خوشامد کر کے شوہر سے طلاق حاصل کرلے چاہے مہر ہی کے بدلہ میں ہو یعنی بیوی مہر معاف کردے اور اس کے بدلہ میں شوہر طلاق دیدے، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے[1] اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو مسلمان حاکم سے فیصلہ کرالے، مسلمان حاکم معتبر اہلِ علم کو سب حالات بتا کر فتویٰ لے اور اس فتوے کے مطابق فیصلہ کردے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

---

[1] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال. عالمگیری ص ۴۸۸/ج ۱/ باب الخلع، مجمع الانهر ص ۱۰۲/ج ۲/باب الخلع مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳/ج ۳/الفصل السادس عشر فی الخلع.

فصل پنجم: نومسلم کے نکاح کا بیان

نومسلمہ کا نکاح

سوال: - ہندوستان میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اوراس کا خاوند کفر پر ہے۔ اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندوستان اگر دارالحرب ہے تو فرقت کے لئے تین حیض ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام عدم ولایت کی وجہ سے پیش نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہاں بعض دفعہ میں پیش کیا جاسکتا ہے بعض دفعہ نہیں، جیسا کہ ظاہر ہے اوراگر دارالامن ہے تو مذکورہ صورت کا کیا حل ہے؟ آیا مہاجرۃ النساء کی صورت ہے؟ غرضیکہ جیسی تحقیق ہو تحریر ہو۔ مولانا تھانویؒ نے فرقت تین حیض سے لکھی ہے، کیا وہ بھی صورت ہے جو ہندوستان میں باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق پہلے سے اختلاف چلا آتا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت شاہ اسماعیل صاحبؒ نے اس کو دارالحرب فرمایا ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب اور نواب صدیق صاحبؒ اور مولانا عبدالباری صاحبؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔ طرفین اہل تحقیق اس میں اوراپنے دعویٰ پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں جیسا کہ مجموعہ فتاویٰ[1] اور فتاویٰ عزیزی[2] میں موجود ہے اور یہ اختلاف درحقیقت دارالحرب کے آثار اور علامات میں اکابر ائمہ کے اختلاف پر مبنی ہے۔ مبسوط[3]، عالمگیری[4]، شامی[5] وغیرہ میں ان اکابر کے اقوال دارالحرب کی تعریف کے متعلق

---

[1] مجموعۃ الفتاویٰ اردو ص ۴۷۹/ مسائل شتی، ہندوستان دارالحرب نہیں، مطبوعہ دیوبند.

[2] فتاویٰ عزیزی ص ۳۰/ ج ۱/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[3] والحاصل ان عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی انما تصیردارهم دارالحرب بثلاثة شرائط احدها ان تکون متاخمة ارض الترک لیس بینهاوبین ارض الحرب دارالمسلمین والثانی ان لا یبقی فیها مسلم امن بایمانه الخ مبسوط للسرخسی ص ۹۳/ ج ۱۰/ باب المرتدین، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] عالمگیری کوئٹه ص ۲۳۲/ ج ۱/ کتاب السیر، مطلب فیما تصیربه دارالحرب دارالاسلام.

[5] الدرالمختارمع الشامی کراچی ص ۱۷۴/ ج ۴/ باب المستأمن، مطلب فیماتصیربه دارالاسلام دارحرب.

ذکر کرتے ہیں اسی اختلاف کی بناء پر حضرت مولانا تھانویؒ کا تحریر فرمانا احوط ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین حیض کے گذرنے کے بعد ایسی عورت کا نکاح منقطع ہوگا اور پھر تین حیض اور عورت کو انتظار کرنا چاہئے۔ غرض چھ حیض کے بعد اس کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی۔ یہ صاحبینؒ کا قول ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر عدت واجب نہیں۔ لہٰذا صرف تین حیض گذر جانے پر نکاح ثانی درست ہوگا۔ امام صاحبؒ کا قول اوسع ہے۔ ہندوستان میں بلکہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے محض قبول اسلام کی بناء پر مہاجرۃ النساء کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے۔ ولو اسلم احدهما ثمة اى فى دارالحرب لم تبن حتىٰ تحيض ثلاثاً اوتمضى ثلاثة اشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة قيام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها قال الشامى (قولهٗ وليست بعدة) اى ليست هٰذا المدة عدة لان غير المدخول بها داخلة تحت هٰذا الحكم ولو كانت عدة لاختص ذٰلک بالمدخول بها وهل تجب العدة بعد مضىٰ هذه المدة فان كانت المرأة حربية فلالانه لاعدة على الحربية وان كانت هى المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنافكذا لک عندابى حنيفة خلافاً لهما لان المهاجرة لاعدة عليها عندهٗ خلافاً لهما كما سياتى الخ ردالمحتار ص ۳۹۱/ ج ۲/ مطبوعه نعمانيه[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۷/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۸/رجب ۶۲ھ

نومسلمہ کا نکاح عدت سے پہلے

سوال: – ہندہ نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد فوراً ہی وہ یہ

[1] شامی کراچی ص ۱۹۱/ ج۳/ باب نکاح الکافر، البحر الرائق ص ۲۱۳/ ج۳/ باب نکاح الکافر، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص ۱۷۵/ ج۲/ باب نكاح الكافر، مطبوعه امداديه ملتان.

چاہتی ہے کہ میرا نکاح زید سے (جو خاندانی مسلمان ہے) ہوجائے اور زید بھی راضی ہے مگر شرعاً تین حیض کی مدت گذارنے کے بعد ہی نکاح کی اجازت دی گئی ہے تو اس صورت میں قاضی وقت ان دونوں کے اصرار پر نکاح پڑھادے تو نکاح بلا کراہت درست ہوگا۔ اگر صحیح بھی ہوجائے تو کیا ترک عدت کا گناہ ان دونوں کے ذمہ عائد ہوگا کیا قاضی صاحب بھی گنہگار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا شوہر موجود ہے تو فوراً اس کا نکاح درست نہیں اس سے وہ بھی گنہگار ہوگی اور مرد بھی گنہگار ہوگا اور قاضی صاحب بھی گنہگار ہوں گے۔

قبول اسلام کے بعد (اگر شوہر مسلمان نہ ہو) تین حیض گذرنے پر وہ بائنہ ہوگی پھر اس کے بعد تین حیض بطور عدت لازم ہوں گے۔ پھر نکاح درست ہے ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نومسلمہ کا اسلام لانے کے بعد نکاح

سوال:- ایک عورت غیر مسلمہ کی شادی اپنے مذہب کے اعتبار سے سات سال کی عمر میں ہوچکی تھی۔ لیکن بلوغ تک نہ شوہر کے گھر گئی نہ اس سے کچھ تعلق پیدا کیا اس کے بعد وہ ایک مسلمان کے گھر رہنے لگی اور مسلمان ہوکر اسی دن اس سے شادی کردی۔ اس کے بھائی اس کی شادی دوسری جگہ کردینا چاہتے تھے۔ شادی کے بعد اس کے ایک لڑکا چار سال بعد ہوا تو کیا قبولیت اسلام کے بعد کیا ہوا نکاح درست ہوا یا نہیں؟

---

[1] ولو اسلم احدهما ثمة لم تبن حتى تحيض ثلاثاً أو تمضى ثلاثة اشهر قبل اسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها الخ، الدرمع الرد ص ۱۹۱ / ج۳/ كراچى، باب نكاح الكافر، مطلب الصبى والمجنون، البحر الرائق ص ۲۱۳ / ج۳/ باب نكاح الكافر، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۲۸۸ / ج۲/ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر والی عورت (مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ) جب دارالحرب میں اسلام قبول کرے تو تین حیض گذرنے پر اس کا نکاح فسخ ہوتا ہے پھر اگر غیر مدخولہ ہوتو اس پر عدت واجب نہیں ہوتی بلکہ نکاح فسخ ہونے کے بعد اس کا نکاح درست ہوجاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اسلام قبول کرتے ہی اس کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا یہ درست نہیں ہوا تین حیض کا انتظار لازم تھا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

غیر مسلمہ کا قبول اسلام اور اس کا نکاح

سوال:- (۱) اگر ہندو قوم کی عورت مسلمان لڑکے پر فدا ہوکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہو اور اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم وقانون کوئی معترض نہ ہوتو اس حالت میں کیا شرع اجازت دیتا ہے کہ اس عورت کو مسلمان کرلیا جائے؟

(۲) اگر مسلمان لڑکے نے نیچ قوم کے ہمراہ رہ کر حرام کھایا ہو۔ اس کے بعد اپنی حرکت سے نادم ہوکر توبہ کرے تو کیا یہ توبہ کرنا درست ہے۔ یا پھر سے شرع حکم دیتا ہے کہ دوبارہ مسلمان کیا جائے؟

(۳) اگر ہنود کی عورت مسلمان کے ہمراہ مدت تک رہ چکی ہو اور مدت دراز کے بعد اپنی سیاہ کاری سے نادم ہوکر اسلام قبول کرلے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو، ایسی صورت میں بعد قبول

---

[1] ولو اسلم أحدهما أى احد المجوسين أو امرأة الكتابى ثمه أى فى دارالحرب لم تبن حتى تحيض ثلاثا أوتمضى ثلاثة اشهر قبل اسلام الأخر إقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها الدرالمختار كراچى ص ۱۹۱ / ج۳/ باب نكاح الكافر، البحر الرائق ص ۲۱۳ / ج۳/ باب نكاح الكافر، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۲۸۸ / ج ۲ / باب نكاح الكافر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کرنے اسلام کے لڑکے موصوف کے ہمراہ فوراً نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر بعد قبولِ اسلام کے خود لڑکے موصوف کے ہمراہ نکاح کیا جائے تو کیا وہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۵) اور یہ کامل اندیشہ ہے کہ اگر فوراً نکاح نہ کرادیا جائے تو بعد قبولِ اسلام کے بھی جانبین سے ضرور گناہ سرزد ہوگا اور لڑکے موصوف کے سوا اس لڑکی کی کہیں رہائش کی امید اور خورد ونوش کا کفیل کوئی نہیں ہوتا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بعد قبولِ اسلام کے فوراً نکاح کرادیا جائے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

(۶) اگر مسلمان کسی نیچ قوم کو اپنی کسرِ شان سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کردیں اور وہ اس بات کا شائق ہو تو کیا وہ مسلمان گنہگار رہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس عورت کو مسلمان کرلیا جائے۔

(۲) حرام کام کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور توبہ کرنا گناہ سے فرض ہے[۱] اور گناہ کرنے سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ لہٰذا دوبارہ مسلمان کرنا یعنی تجدید اسلام کرنا فرض نہیں۔ ولا نکفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان اھ شرح فقه اکبر ص ۸۶[۲]۔

(۳) اگر عورت کافر ہے تو بغیر اسلام قبول کئے اس سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں اور جس مسلمان نے اس سے ناجائز تعلق رکھا ہے وہ گنہگار رہے۔ اس کے ذمہ توبہ ضروری

---

[۱] واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور الخ روح المعانی ص ۲۳۶/ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون سورۂ تحریم آیت ۸/مطبوعه دارالفکر بیروت، نووی علی المسلم ص ۳۵۴/ج ۲/کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح المسلم ص ۲۷/ج ۷/کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار والتوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

[۲] شرح فقه اکبر ص ۸۶/قبیل سب الشیخین الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

ہے، تجدید اسلام ضروری نہیں۔ لایصح نکاح عابدة کوکب لاکتاب لها والمجوسية والوثنية، اھ درمختار[1] ص ۴۴۸/ ج ۲/.

(۴) اگر وہ ہندو عورت ایسی ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں تو جب وہ اسلام قبول کرے فوراً اس سے نکاح درست ہے۔ اگر اس کا شوہر موجود ہے تو پھر اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تب تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے۔ اگر وہ شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو ان میں تفریق کردی جائے۔ اگر یہ عورت دارالحرب میں ہو تو اسلام قبول کرنے کے وقت سے تین حیض گذار کر اس کا نکاح ختم ہوگا۔ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر اس کا نکاح ختم ہوگا۔ اس کے بعد عدت گذار کر نکاح کرنا چاہئے یہی احوط ہے۔ ولو اسلم احدهما ثمة لم تبن حتى تحيض ثلاثاً قبل اسلام الأخر الخ، درمختار[2] ص ۶۰۳/ ج ۲/.

(۵) ہندو عورت سے بلا اس کے اسلام قبول کئے کسی طرح نکاح درست نہیں ہے لقوله تعالىٰ ولاتنكحوا المشركات حتىٰ يومن الأية[3].

(۶) جو شخص مسلمان ہونا چاہے اس کو مسلمان کرنے سے انکار کرنا اس کے کفر کے ساتھ راضی ہونا ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے اس کو فوراً مسلمان کرنا ضروری ہے وفی الخلاصة كافر قال لمسلم اعرض على الاسلام فقال اذهب الىٰ فلان العالم كفر لانه رضى ببقائه على الكفر حين ملازمة العالم ولقائه وقال ابو الليث ان بعثه الىٰ عالم لايكفر لان العالم ربما يحسنه ولايحسن الجاهل فلم يكن راضياً بكفره ساعة بل

---

[1] درمختار علىٰ ردالمحتار ص ۲۹۰/ ج ۲/ نعمانيه، فصل فى المحرمات، زيلعى ص ۱۰۹/ ج ۲/ فصل فى المحرمات، مطبوعه امداديه ملتان، سكب الانهر ص ۴۸۴/ ج ۳/ باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت.

[2] درمختار على ردالمحتار نعمانيه ص ۳۹۰/ ج ۲/ باب نكاح الكافر البحر الرائق ص ۲۱۳/ ج ۳/ باب نكاح الكافر، مطبوعه سعيد كراچى، زيلعى ص ۱۷۵/ ج ۲/ باب نكاح الكافر مطبوعه امداديه ملتان.

[3] سورة البقرة آيت ۲۲۱/.

کان راضیاً بالاسلام اتم واکمل الخ، شرح فقه اکبر ص ۲۱۸ /[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم

نومسلمہ کا نکاح بعد عدت

سوال:- ایک غیر مسلم لڑکی تھی جو شادی شدہ تھی ایک مسلم کا اس سے تعلق ہو گیا اور لڑکی نے کچھ دنوں بعد اسلام قبول کر لیا۔ ایک سال سے وہ لڑکی اس مسلمان کے ساتھ رہ رہی ہے ابھی تک انہوں نے نکاح نہیں کیا لڑکی چاہتی ہے کہ نکاح ہو جائے کیا دونوں کا نکاح درست ہوگا اور اس لڑکی کے لئے عدت بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام قبول کرنے کے بعد سال بھر گذر چکا ہے تو اب اس کی شادی اس شخص سے درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۲۱۸ /فصل فی الکفر صریحاً وکنایةً ،مطبوعه رحیمیه دیوبند،عالمگیری ص ۲۵۸ /ج ۲ / الباب التاسع فی احکام المرتدین ،مطلب موجبات الکفر انواع ،منها مایتعلق بالایمان، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولو اسلم احدهما لم تبن حتی تحیض ثلاثاً أو تمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الأخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب ولیست بعدة لدخول غیر المدخول بها الدر المختار نعمانیة ص ۳۹۰ / ج ۲ /باب نکاح الکافر مطلب الصبی والمجنون لیسا بأهل،البحر الرائق ص ۲۱۳ / ج ۳ /باب نکاح الکافر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۲۸۸ / ج ۲ /باب نکاح الکافر مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے

سوال:- ایک عورت جو غیر مسلمہ اور شادی شدہ ہے اور اس عورت کے غیر مسلم شوہر سے اولاد بھی ہے۔ لیکن ایک مسلمان اس عورت کے ساتھ اور عورت بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ عورت کا کہنا ہے کہ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلم۔ مگر ٹیکا لگاتی ہے یعنی اس میں شرک کی آمیزش ہے اور اس مسلمان نالائق نے بھی جمعہ تک کی نماز چھوڑ دی۔ اس نے اس غیر مسلمہ کے خاوند کو طلاق پر آمادہ بھی نہ کیا نہ وہ مسلمان ہوئی۔ نہ یہ پورا مرتد ہوا۔ غرض ان دونوں کو شرعاً کس طریقہ سے الگ کرنا یا ملانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دونوں ملے ہوئے ہیں تو ان کو فوراً الگ الگ کرا دیا جائے اور عورت اسلام قبول کرلے۔ ٹیکہ وغیرہ مشرکانہ چیزیں چھوڑ دے۔ جب اسے چھ مرتبہ ماہواری آجائے تو اس مسلمان سے اس کا نکاح کر دیا جائے[1] اس وقت تک عورت کسی دوسری عافیت کی جگہ رہے۔ کلمہ اور نماز وغیرہ آہستہ آہستہ سیکھتی رہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۳۹۹ھ

نومسلم کا نکاح

سوال:- زید کا لڑکا عمر عیسائی ہے بکر کی لڑکی فریدہ مسلمان ہے بالغہ ہے۔ عمر اگر

---

[1] ولو اسلم احدهما اى احد المجوسيين او امرأة الكتابى لم تبن حتى تحيض ثلاثاً أو تمضى ثلاثة اشهر وهل تجب العدة بعد مضى هٰذا المدة فان كانت المرأة حربية فلا لانه لاعدة على الحربية وان كانت هى المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا فكذلك عندابى حنيفة خلافالهماوجزم الطحاوى بوجوبهاالدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۶۲ ج ۴ با ب نكاح الكافر،مطلب الصبى والمجنون ليسا بأهل الخ،البحر الرائق ص ۲۱۳ / ج ۳/باب نكاح الكافر،مطبوعه كوئٹه،فتح القدير ص ۲۲، ۴۲۱/ ج ۳/باب نكاح اهل الشرك،مطبوعه دارالفكر بيروت.

مذہب اسلام قبول کرلے تو کیا فریدہ کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالکل ہوسکتا ہے[1] مگر اس کا بھی اطمینان کرلیا جائے کہ یہ قبول اسلام کہیں نکاح ہی کی خاطر تو نہیں۔ کبھی نکاح کے بعد کہیں لڑکی کا دین بھی تباہ ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۸۸ھ

غیر مسلم شوہر کے انتقال کے بعد نومسلمہ کا نکاح

سوال:- ایک عورت اپنے خاوند کے انتقال کے ڈیڑھ ماہ بعد اسلام قبول کرتی ہے آیا اس کو اس صورت میں عدت بمقدار شرع متین پوری کرنی ہوگی یا وہ اسلام قبول کرتے ہی نکاح کرسکتی ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ عورت حاملہ ہے تو اس کو نکاح کے لئے وضع حمل کا انتظار کرنا چاہئے **وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت انما وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجھا لا لانھا معتدۃ بل لان فی بطنھا ولدا ثابت النسب کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ ثم اسلمت وصارت ذمیۃ لما مرانہ ملحق بالجماد الا الحامل لمامر درمختار ھامش شامی**[2]

---

[1] ومنھا اسلام الرجل اذاکانت المرأۃ مسلمۃ فلایجوز انکاح المؤمنۃ الکافر الخ ،بدائع زکریا ص ۵۵۴/ج ۲/کتاب النکاح، اسلام الرجل اذاکانت المرأۃ مسلمۃ،ھندیہ کوئٹہ ص ۲۸۲/ ج ۱/الباب الثالث فی المحرمات،القسم السابع المحرمات بالشرک.

[2] شامی نعمانیۃ ص ۲۱۴/ج ۲/مطلب الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی، باب العدۃ، زیلعی ص ۳۴/ج ۳/باب العدۃ،مطبوعہ امدادیہ ملتان،مجمع الانھر ص ۱۵۲/ج ۱/فصل فی العدۃ،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

ج ۲/ص ۱۱، ۱۰/ اگر حاملہ نہیں تو پھر اس کے اوپر شرعاً عدت واجب نہیں ان المرأة ان كانت حربية فلاعدة عليها بحر[1] ص ۲۱۳/ ج ۳/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: عبداللطیف عفی عنہ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ ۱۲/۱/ ۵۲ھ

جو لڑکی شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائے اس سے نکاح کرنا

سوال:- میں ایک شیعہ لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اس لڑکی کی عمر ۳۰ یا ۳۲ سال ہے اور میری عمر ۲۸ سال ہے، اس کی والدہ بمبئی میں گذر گئی تھیں۔ اس کی دادی نے اس کو پالا ہے، اس کی دادی آٹھ سال سے پاگل ہے اور والد گونگے اور بہرے ہیں وہ لڑکی اپنے والدین کی اکیلی ہے اور وہ لڑکی بیمار بھی ہے اور وہ لڑکی بہت غریب ہے اور میرے گھر والے اس رشتے کے خلاف ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس لڑکی سے شادی کرلوں اور وہ لڑکی بھی میرے سے شادی کے لئے تیار ہے اور میرے پاس شادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ لڑکی اپنا شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائے گی اور اس لڑکی نے کہا ہے کہ اگر وہ شادی نہیں کرے گا تو وہ خودکشی کرلے گی۔ اس لئے آپ سے فتویٰ چاہتا ہوں مہربانی کر کے جواب سے جلد از جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ اس کے حقوق ادا کر سکتے ہیں تو اس سے شادی کرلیں۔ حقوق میں کھانا کپڑا

---

[1] البحر ص ۲۱۳/ ج ۳/ باب نكاح الكافر، تاتارخانيه ص ۶/ ج ۳/ كتاب النكاح، الفصل الثامن فى بيان مايجوزمن الانكحة الخ، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۱۰۹/ ج ۴/ الفصل الرابع عشرفى بيان مايجوزمن الانكحة الخ، مطبوعه ڈابهيل.

رہنے کے لئے مکان بھی داخل ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] النفقة هی الطعام والكسوة والسكنى الى قوله فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها الخ، الدرالمختارعلى الشامی زكريا ص۲۷۸/ج۴/اول باب النفقة،عن عبداللّٰه من مسعود قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يامعشرالشباب من ستطاع منكم الباء ة،ای مؤفة الباء ة من المهروالنفقة،فليتزوج فانه اغض للبصرواحصن للفرج الخ مرقاة المفاتيح ص۴۰۲/ ج۳/ كتاب النكاح،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

☆.....باب چہارم.....☆

﴿جن عورتوں سے نکاح جائز ہے﴾

چچی سے نکاح

سوال:- میں نے نکاح ثانی کیا ہے جو رشتہ میں میری چچی لگتی ہے۔ سگی چچی نہیں ہے۔ لیکن اب کچھ لوگ اس پر شبہ کرتے ہیں۔ حضور والا کا فتویٰ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سگی چچی بھی ہو اور کوئی دوسرا رشتہ اس سے حرمت والا نہ ہو اور وہ بیوہ ہو کر عدت گزر جائے تو اس سے بھی نکاح شرعاً درست ہے کوئی شبہ نہ کریں[1] لیکن جب بیویاں دو ہوں تو دونوں کے حقوق برابر ادا کرنا لازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک کی طرف جھک جائے اور دوسری کی پرواہ نہ کرے کہ یہ ظلم ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واُحلِ لکُمْ مَا وَرَاءَ ذالِکُمْ .سورۃ نساء پ ۴/ آیت ۲۴/ **ترجمہ:** اوران عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں (بیان القرآن) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۱۰/ ج ۳/ دار الفکر بیروت، روح المعانی ص ۴/ ج ۵/ ادارۃ الطباعۃ المصطفائیہ دیوبند، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ ج ۲/ المحرمات بالقرابۃ، کتاب النکاح .

[2] ومنھا وجوب العدل بین النساء فی حقوقھن من القسم والنفقۃ والکسوۃ وھو التسویۃ الخ بدائع الصنائع ص ۳۳۲/ ج ۱/ ایچ.ایم.سعید، فصل ومنھا وجوب العدل بین النساء الخ، البحر کوئٹہ ص ۲۱۸/ ج ۳/ باب القسم، فتح القدیر ص ۴۳۲/ ج ۳/ باب القسم، مطبوعہ دار الفکر.

کیا چچی سے نکاح درست ہے؟

سوال:- زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ کا نکاح زید کے طلاق دینے یا انتقال کے بعد زید کے حقیقی بھائی کے بیٹے عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ کے بطن سے زید کے اولاد بھی موجود ہے۔ نیز ہندہ زید کی زوجیت میں ہوتے ہوئے عمرو سے مثل اجنبی پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چچی سے بھتیجے کا نکاح شرعاً درست ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع مصاہرت ورضاعت وغیرہ نہ ہو[1] چچی اور بھتیجے آپس میں محرم نہیں بلکہ اجنبی ہیں ان میں پردہ ضروری ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چچی اور ممانی سے نکاح

سوال:- بھتیجا یا بھانجا اپنی چچی یا ممانی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رشتہ نکاح سے مانع نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ربیع الثانی ۶۳ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] واحل لکم ماوراء ذالکم .سورة نساء پ۴/آیت ۲۴/.

[2] عن عقبة بن عامر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اياكم والدخول على النساء، اى غير المحرمات على طريق التخلية اوعلى التكشف الخ،مرقاة المفاتيح ص ۴۰۹/ج۳/باب النظر الى المخطوبة،اصح المطابع بمبئى،طيبى ص ۲۵۳/ج۶/باب النظر الى المخطوبة، مطبوعه زكرياديوبند.

[3] وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذَالِكُمْ (النساء پ۴) آیت ۲۴/.

سوتیلی خالہ سے نکاح

سوال:- پہلی بیوی کا لڑکا اور دوسری بیوی کی بہن، ان کا ایک دوسرے سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو بہنیں ہوں ان میں سے ایک سے ایک آدمی نکاح کرے اور دوسری سے اس کا لڑکا نکاح کرے تو شرعاً اجازت ہے[1] یعنی سوتیلی والدہ کی بہن حقیقی خالہ کی طرح حرام نہیں بلکہ اس سے نکاح جائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ

حقیقی بہن اور خالہ زاد پھوپھی زاد بہن میں فرق کیا ہے

سوال:- پھوپھی ماموں خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہو جاتی ہے، لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو برا گردانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اپنی بہن کی لڑکی کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے، اور جائز سمجھتا ہے، اور اپنی بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا، بلکہ برا سمجھتا ہے، لہٰذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل عقل سے دیا جائے تاکہ مخالف اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی وشافی مل جائے، اور مطمئن ہو جائے؟

---

[1] لابأس بان يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها اوامها عالمگيری كوئٹه ص۲۷۷/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية ،مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات دارالكتب العلميه،فتح القدير ص ۲۱۸/ج۳/باب المحرمات، دارالفكر.

[2] کوئی وجہ حرمت نہیں ہے یہ ''واحل لكم ماوراء ذٰلكم'' میں داخل ہے۔ سورہ نساء پ۴/آیت ۲۴/ابوالقاسم ادروی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصولی جواب تو وہی ہے کہ کتب فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے[۱]، اور کتب حدیث میں زمانہ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے[۲]، قرآن کریم سورہ احزاب میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے لئے جن عورتوں سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے، "یا ایھا النبی انا احللنا لک" اس میں وبنات عمک وبنات عماتک الخ[۳] بھی مذکور ہے اور امت کے لئے محرمات کو شمار کرا کے سورۂ نساء میں کلیہ بیان فرما دیا گیا ہے، واحل لکم ماوراء ذٰلکم الایۃ[۴]، غیر مسلم کے نزدیک جب نفس اسلام ہی باطل ہے تو پھر ان مسائل میں اس کو بحث کرنا ہی بے کار و بے محل ہے، وہ اسلام کی عقلیت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی عقلیت کو کیسے سمجھے گا، وہ عقل سے اس قدر بعید بلکہ محروم ہے کہ بہن کے معنی ومقصود کو بھی نہیں سمجھتا جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے کیا وہی چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد کے ساتھ بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- ایک شخص اپنے لڑکے کا عقد اپنی سگی بہن کی لڑکی سے کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

[۱] وتحل له بنت العمة والخالة وبنت العم والخال (بدائع صنائع ج۲/ص ۵۳۱/) باب المحرمات، مطبوعه زكريا.

[۲] عن انس قال اولم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بنى بزينب بنت جحشؓ فاشبع النساء خبزاً ولحماً، مشكوة شريف ص۲۷۸/ج۲/باب الوليمة، الفصل الاول، مطبع ياسر نديم ديوبند، زينب بنت جحش ام المؤمنين وامها امية بنت عبدالمطلب عمة النبى صلى الله عليه وسلم "اكمال فى اسماء الرجال" على مشكوة ص۵۹۶/مطبع ياسر نديم ديوبند.

[۳] سورۂ احزاب آیت ۵۰/.

[۴] سورۂ نساء آیت ۲۴/ اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں یہ داخل نہیں ہے۔ وَاُحِلَّ لکم ماوَرَاءَ ذالکم[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۹ھ

خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح

سوال:- (۱) اپنی خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اپنی ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

(۲) پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہن کی لڑکی سے بھی نکاح درست ہے۔ جس جس عورت سے نکاح حرام ہے اس کی تفصیل چوتھے پارہ کے آخر میں قرآن پاک میں بیان فرمادی گئی ہے[2]، اس میں ان مذکورتین عورتوں کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ تفصیل کے بعد فرمادیا گیا وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ[3] یعنی ان محرمات کے علاوہ عورتوں سے نکاح درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۱/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۃ النساء آیت ۲۴/پ ۴/. الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۱۰/ج۳/دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۴/ج۵/ادارۃ الطباعۃ المصطفائی دیوبند.

[2] حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم الّٰتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھات نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن فان لم تکونوادخلتم بھن فلاجناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الاماقدسلف ،ان اللّٰہ کان غفوراً رحیماً .سورۃ النساء آیت ۲۳/.

[3] واحل لکم ماوراء ذٰلکم .سورۃ النساء آیت ۲۴/ پ ۴/.

ماں کے بیٹے سے نکاح

سوال:- ایک عورت شادی شدہ ہے اس کا زید سے ناجائز تعلق ہوگیا۔ بعد میں زید کی شادی ہوگئی اوران دونوں کا ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔ اب زید کے بچے ہوئے اوراس عورت کے بھی بچے ہیں ناجائز تعلق سے پہلے بھی اوراس زمانہ کے بعد بھی جس زمانہ میں ناجائز تعلق رہااور بعد کے بھی جب کہ ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ عورت اورزید اپنے بچوں کی آپس میں شادی کر سکتے ہیں یانہیں؟ یعنی اس عورت کے لڑکے سے جواسی زمانہ کی پیدائش ہے جس زمانہ میں ناجائز تعلق تھا، زید اپنی لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یانہیں؟ کیا اس زمانہ کے پہلے یابعد کے بچوں سے شادی کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس عورت کی جتنی بھی اولاد ہے وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب ہوگی، کسی کا نسب بھی زید سے ثابت نہیں ہوگا[1] لہٰذا زیداوراس عورت کی اولاد میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، ان کا آپس میں نکاح درست ہوگا، خواہ ناجائز تعلق رہنے کے وقت کی اولاد ہو یا پہلے کی یابعد کی۔ **هكذا يفهم ممّا في الهندية[2] ص۶/ج۲/ لابأس بان يتزوج الرجل امرأةويتزوج ابنه ابنتها اوامها كذا في محيط السرخسيؒ والبسط في رد المحتار فصل في المحرمات[3] ص۳۸۱/ج۲/۔** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

---

[1] والزنا المحض سبب لايجاب العقوبة فلايصلح سبباً لايجاب الحرمة والكرامة الاترى انه لايثبت به النسب والعدة المبسوط للسرخسي ص۲۰۵/ج۴/كتاب النكاح، مطبوعه دارالفكر.

[2] الهندية ص۲۷۷/ج۱/القسم الثاني المحرمات بالصهرية (مبطوعه كوئٹه پاكستان)

[3] شامي كراچي ص۳۱/ج۳/مجمع الانهر ص۴۸۱/ج۱/باب المحرمات، دارالكتب العلميه بيروت،فتح القدير ص۲۱۸/ج۳/باب المحرمات، دارالفكربيروت.

بھائی کی بہن سے نکاح

سوال:- زید نے ایک عورت سے نکاح کیا مثلاً ہندہ سے اوراس عورت کے ساتھ پہلے خاوند مثلاً عمر سے ایک لڑکا ہے اور عمر کے انتقال کے بعد زید نے یہ نکاح کیا ہے اب زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے اور پہلی عورت کے نکاح کے بعد اس دوسری عورت سے زید کے نطفہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تو آیا اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوسکتا ہے کہ نہیں یعنی وہ لڑکا عمر کے نطفہ سے ہے مگر عمر کے انتقال کے بعد اس لڑکے کی والدہ زید کے نکاح میں آ گئی اور زید کے پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا ناجائز اور اس لڑکی کا نکاح نابالغی کے حالت میں دوسری جگہ ہوا تھا مگر نابالغی کے حالت میں بیوہ ہوگئی اور اب لڑکی قریب بلوغ ہے تو اس نکاح میں صرف والد کی اجازت کافی ہے یا لڑکی کی اجازت چاہئے اور لڑکا لڑکی کے والدین علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں اور آیا جب اس جگہ پہلے اس کا نکاح ہوا تھا اس سے بھی اجازت لینی پڑے گی یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح جائز ہے اگر لڑکی بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت بھی کافی ہے بشرطیکہ نکاح برادری میں مہر مثل پر ہو، اگر نابالغہ ہے یا نکاح غیر برادری میں ہو یا مہر مثل سے کم پر ہو تو لڑکی کے ولی کی اجازت ضروری ہے[1] اور صورت موجودہ میں باپ ولی ہے لڑکی کے پہلے خسر سے اجازت کا کوئی تعلق نہیں۔ واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال اھ درمختار[2] ص ۴۴۰/ ج ۲/

---

[1] ولاية اجبار وهي الولاية على الصغيرة: نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، وروى الحسن عن الامام ان كان الزوج كفواً نفذ نكاحها والا فلم ينعقد اصلاً البحر كوئٹه ص ۱۱۰/ ج ۳/ باب الاولياء والاكفاء، شامی زکریا ص ۱۷۰، تا ۱۷۳/ ج ۴/ باب الولی، فتح القدیر ص ۲۵۸/ ج ۱/ باب الاولياء والاكفاء مطبوعه دار الفكر.

[2] الدر المختار الشامی زکریا ص ۱۰۵/ ج ۴/ مطبوعه نعمانیه ص ۲۷۹/ ج ۲/ باب المحرمات.

لاباس بان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه ابنتها اھ هندیة[1] ص ۲۷۷/ج ۱/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مظاہر علوم ۱۲/۲/ ۶۱ھ

صحیح: عبد اللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

تایازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- ایک صاحب کے تائے زاد بھائی کی لڑکی ہے اس سے نکاح جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح

سوال:- خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا ممنوع نہیں بلکہ جائز

---

[1] الهندیة ص ۲۷۷/ج ۱/کوئٹہ پاکستان، القسم الثانی المحرمات بالصهریة، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات، دار الکتب العلمیه بیروت، فتح القدیر ص ۲۱۸/ج ۳/باب المحرمات، دار الفکر.

[2] واحل لکم ماوراء ذٰلکم .سورة نساء آیت نمبر ۲۴/.

ترجمہ: اوران عورتوں کے سواء اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔

ہے، اگر کوئی اور وجہ حرمت ہو مثلاً مصاہرت یا رضاعت تو دوسری بات ہے، ورنہ صرف مذکورہ فی السوال رشتہ مانعِ نکاح نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح

سوال: دو بہن بھائی ہیں۔ بھائی کے ایک لڑکا ہے اور بہن کے لڑکے کی لڑکی ہے۔ رشتہ سے بھائی کا لڑکا اس لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔ تو ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رشتہ ایسی قرابت نہیں ہے جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو۔ حقیقی بھائی بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہوتا ہے۔ پھوپھی زاد، چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح

سوال:- حقیقی بہن کے بڑے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] وعمته وخالته وأما بناتهما فحلال درمنتقیٰ ص۴۷۷/ج ۱/باب المحرمات (دار الکتب العلمیه بیروت) هدایه ص۳۰۷/ج ۲/باب المحرمات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الدر المختار علی الشامی ص ۳۰/ ج۳/ باب المحرماتدار الفکر بیروت.

[2] یحرم علی الرجل وعمته وخالته وأما بناتهما فحلال درمنتقیٰ ص۴۷۷/ج ۱/باب المحرمات (مطبوعه بیروت)الدر المختار علی الشامی ص ۳۰/ج۳/باب المحرمات، دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

حقیقی بہن کے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔ یہ ان رشتوں میں سے نہیں جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۸ھ

بیوی کی چچازاد بہن سے نکاح

سوال:- اپنی بیوی کی چچازاد بہن سے شادی کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اس کی چچازاد بہن سے عقد نکاح درست ہوگا[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۸ھ

بھتیجہ کی بیوی سے نکاح

سوال: دو بھائی سگے ہیں۔ بندہ اور کمالو۔ جس میں سے بندہ کا انتقال ہوگیا ہے اور بندہ کی عورت سے کمالو کا نکاح ہوگیا ہے اور بندہ کے ایک لڑکا تھا اور اسکا بیاہ ہوگیا تھا۔ جس میں اسکی عورت اس سے رضامند نہیں ہے۔ کمالو سے رضامند ہے اور لڑکا میرے نہیں ہے اس کی عورت مجھ کو چاہتی ہے اور میرے بھتیجے کو نہیں چاہتی اور چار دفعہ وہ بھاگ چکی ہے۔ اس کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ فقط

---

[1] واحل لکم ماوراء ذلکم. سورة النساء آیت ۲۴/ پ۴/. الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۱۱۰/ ج۳/ دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۴/ ج۵/ ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند.

[2] ایضاً.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کا بھتیجہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عدت گذر جائے، نیز کوئی اور بھی مانع نہ ہو تو شرعاً آپ کا اس بھتیجہ کی بیوی سے نکاح درست ہے۔ بغیر طلاق کے اس سے آپ کا نکاح درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

بیوی کی بھتیجی سے نکاح

سوال:- زید نے جس عورت سے شادی کی تھی اس کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہیں اور زید اپنی مرحومہ کے بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے آیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شرعاً یہ نکاح درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذٰلکم (الآیۃ[2]) البتہ اس مرحومہ کی حیات میں یہ نکاح درست نہ ہوتا کیونکہ پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح میں ایک وقت میں رہنا ممنوع ہے کذا فی نصب الرایۃ[3] ص ۱۶۹/

---

[1] اما نکاح منکوحة الغیر، لأنه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد أصلاً شامی کراچی ص ۱۳۲/ ج۳/مطلب فی النکاح الفاسد (باب المهر) فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بهاحق الغیر، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۴۸/ ج۲/فصل فی شرط ان لاتکون منکوحة الغیر.

[2] سورة النساء پ ۴/آیت ۲۴/.

[3] قال علیه السلام: لاتنکح المرأة علی عمتها الخ، نصب الرایۃ ص ۱۶۹/ج۳/فصل فی بیان المحرمات، بخاری شریف ص ۷۶۶/ج۲/باب لاتنکح المرأة علی عمتها، مطبوعه دیوبند، نسائی شریف ص ۲/۶۶/الجمع بین المرأة وعمتها، مکتبه فیصل دیوبند.

حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۶۶ھ

بیوی کی بھانجی سے نکاح

سوال:- اپنی بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی مرجائے یا اس کو طلاق دیکر عدت ختم ہوجائے تو بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہوگا[1] خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح

سوال: بڑے بھائی نے جس عورت سے نکاح کیا ہے اس کی ایک لڑکی پہلے شوہر سے ہے۔ کیا اس لڑکی سے چھوٹے بھائی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت بغیر طلاق کے ہے۔

---

[1] لوماتت الزوجة فلزوجها التزوج باختها يوم الموت ،الدرالمنتقى مع مجمع الانهر ص ۴۷۸/ ج ۱ /باب المحرمات، مطبع دارالكتب العلمية بيروت،لم يجزله ان يتزوج باختها حتى تنقضى عدتها،فتح القدير ص ۲۲۵/ ج۳/ فصل فى بيان المحرمات، مطبع دار الفكر، تاتار خانيه ص ۷/ ج۳/باب مايجوز من الانكحة ومالايجوز،مطبع ادارة القرآن كراچى .

[2] ويحرم الجمع بين إمرأتين لوفرضت إحداهما ذكرا تحرم عليه الأخرىٰ ،فلايجوزالجمع بين المرأة وبنت اختها مجمع الأنهر ص ۴۸۰/ ج ۱ /باب المحرمات (بيروت)شامى زكريا ص ۱۱۶/ ج۴/باب المحرمات،فتح القدير ص ۲۱۲/ ج۳/فصل فى بيان المحرمات، مطبع دار الفكر.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عورت کی اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے[۱]۔ جس کے بڑے بھائی کے گھر میں وہ عورت ہے۔ اس عورت کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی ہے تو بڑے بھائی کا اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا اور تعلق زوجیت قائم کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

بہن بھائی کے لڑکے لڑکی کا نکاح

سوال:- ایک ماں باپ سے دو بھائی بہن ہیں۔ تو بھائی کا لڑکا اور بہن کی لڑکی ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی سے کرنا جائز ہے۔ نکاح کرنے میں کوئی وجہ حرمت نہیں[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

---

[۱] واما بنت زوجة ابيه فحلال الدرالمختار على الشامى ص ۲۷۹/ج ۲/مطبوعه نعمانيه، فصل فى المحرمات،عالمگيرى ص۲۷۷/ج ۱/الباب الثالث فى المحرمات، كتاب النكاح ،مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۱۸/ج۳/باب المحرمات، دارالفكر.

[۲] لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/الباب الثالث، القسم السادس الخ،شامى كراچى ص ۱۳۲/ج۳/مطلب فى النكاح الفاسد، باب المهر.

[۳] واحل لكم ماوراء ذلكم سورة النساء آيت ۲۴/ پ۴/.

ماں اور بیٹی کا نکاح دو بھائیوں سے

سوال:- ہندہ اور ہندہ کی لڑکی کانپور آئے بغرض شادی۔ لڑکی کی شادی زید کے بڑے بھائی سے ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد لڑکی کی ماں نے زید سے شادی کچھ تعلق ہوجانے پر کرلی۔ دونوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس لڑکی کی شادی زید کے بھائی سے ہوئی اور لڑکی کی والدہ کی شادی زید سے ہوئی تو دونوں صحیح ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے

سوال:- دو حقیقی بہنوں کا نکاح دو حقیقی باپ بیٹے سے ہوسکتا ہے یا نہیں پہلے ان کا رشتہ ان عورتوں سے کچھ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے۔ ایک عورت اگر کسی مرد کے نکاح میں ہو تو اس عورت کی لڑکی اس مرد کے باپ پر حرام نہیں ہوتی تو اس کی بہن بطریق اولیٰ حرام نہ ہوگی و امابنت زوجة ابيه او ابنه فحلال، درمختار علی الشامی[2] ص ۴۳۰ ج ۲۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان ۱۳۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲ رمضان ۱۳۵۴ھ

---

[1] واحل لكم ماوراء ذلكم. سورة النساء آیت ۲۴ پ ۴۔ (حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دو بھائیوں کی شادی دو بہنوں سے

سوال:- زید کی بڑی لڑکی عمر کے بڑے لڑکے سے منسوب ہے۔ جانبین کے تعلقات بحمد اللہ بہت خوشگوار ہیں۔ عمر کی خواہش ہے کہ اس کے چھوٹے لڑکے کا رشتہ بھی زید کی چھوٹی لڑکی سے ہو جائے۔ مگر زید کو یہ عذر ہے کہ چونکہ اس کی تین پشتوں سے ایسا ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی اس کے کنبہ کی دو بہنیں ایک ہی گھر میں دو سگے بھائیوں سے منسوب ہوئی ہیں تو راس نہیں آیا ہے یعنی ایک بھائی یا ایک بہن فوت ہوگئی۔ اس لئے معذور ہے۔ از روئے شرع زید کا ایسا عقیدہ رکھنا اور خوف زدہ ہونا جائز ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو بہنوں کی شادی ایک گھر میں دو بھائیوں سے ہونے کی بناء پر یہ تصور کرنا یا عقیدہ رکھنا کہ ایک بہن ضرور مر جائے گی یا ایک بھائی مر جائے گا، گھر آباد نہیں ہو سکے گا شرعاً بے بنیاد اور غلط ہے[1] اس کی اصلاح ضروری ہے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے خواہ ایک گھر میں شادی ہو یا علیحدہ علیحدہ۔ گھروں میں بالکل شادی نہ ہو، موت اپنے وقت پر آئے گی نہ مؤخر ہوگی نہ مقدم[2] کیا چھوٹے بچوں کو موت نہیں آتی۔ لڑکی کے حق میں حالات کے اعتبار سے شادی وہاں نہ کرنا مناسب ہو تو دوسری بات ہے۔ لیکن مذکورہ خوف غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۹۶ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] الدر المختار کراچی ص ۳۱/ج۳/فصل فی المحرمات ،عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ج۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية، فتح القدير ص۲۱۸/ج۳/باب المحرمات،دار الفكر.

[1] عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لاعدوى ولاهامة ولانوء ولاصفر مشكوٰة ص ۳۹۲،۳۹۳/ باب الفال والطيرة، الفصل الاول،مبطوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] لكل امة اجل اذا جاء اجلهم فلايستاخرون ساعةولايستقدمون سوره يونس آيت ۴۹/.

تین لڑکیوں کی شادیاں تین لڑکوں کے ساتھ

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا بدر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کی وفات ہوگئی، پھر زید کی دوسری شادی سلطانہ سے ہوئی جو اپنے ساتھ اپنے پہلے شوہر قمر کا ایک لڑکا جعفر کو زید کے یہاں لے کر آئی ہے۔ سلطانہ حیات ہے، سلطانہ کے سگے چچا یا سگے بڑے باپ کی رضیہ ہے اور رضیہ کی شادی فرقان سے ہوئی تھی۔ رضیہ کے بطن سے تین لڑکیاں ہیں، جن کا نام نرگس، ریحانہ، نجمہ ہے۔ ان تینوں لڑکیوں کا نکاح زید، بدر، جعفر سے جائز ہے یا نہیں جب کہ سلطانہ حیات ہو زید سلطانہ کی موجودگی میں یہ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید کا لڑکا بدر ہے جعفر سلطانہ کے بطن سے ہے۔ زید کی رضیہ چچیری سالی بھی لگتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رضیہ زوجۂ فرقان کی تین لڑکیاں ہیں، نرگس، ریحانہ، نجمہ ان میں سے ایک کی شادی رضیہ کی چچازاد بہن سلطانہ کے شوہر زید سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کے لڑکے بدر سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کی زوجہ سلطانہ کے لڑکے جعفر بن قمر سے ہوجائے تو شرعاً درست ہے۔ ان میں کوئی حرمت کا شبہ نہیں۔ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُم (الآیۃ)[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۲/۱۳۹۱ھ

دو بیویوں کی اولاد کا نکاح

سوال:- زید کی دو بیویاں ہیں۔ زوجۂ اولیٰ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے انتقال

---

[1] سورۃ النساء پارہ ۴/ آیت ۲۴/ تفسیر ابن کثیر ص ۷۰۷/ ج ۱/ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ ج ۲/ النوع الاول المحرمات بالقرابۃ.

کے بعد زید نے نکاح ثانی کیا اس نکاح سے دو اولاد نرینہ پیدا ہوئی اور زوجۂ ثانی کے ایک حقیقی بھائی بکر نے زوجۂ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح از روئے شریعت درست ہے؟ نیز زوجۂ ثانی کی اولادِ نرینہ زوجۂ اولیٰ کی اولاد اناثہ سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجۂ ثانی کے حقیقی بھائی بکر نے جو زید کی زوجۂ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو یہ شرعاً درست ہے[1] اس سے حرمت مصاہرت نہیں، نہ نسبی حرمت ہے۔ اگر کوئی حرمت رضاعت ہو تو امرِ آخر ہے۔

دوسری صورت میں زوجۂ ثانیہ اور زوجۂ اولیٰ کی اولاد باپ میں شریک ہیں، لہٰذا یہ علاتی بھائی بہن ہیں ان کا نکاح آپس میں درست نہیں لقولہٖ تعالیٰ حُرِّمَتْ علیکم امھاتکم وبناتکم واخوتکم الخ[2]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۱۳۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف

والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح

سوال: -لڑکی کے والد اور لڑکا آپس میں ماموں پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں۔

---

[1] واحل لکم ماوراء ذٰلکم. سورۃ النساء آیت ۲۴/. تفسیر ابن کثیر ص ۷۰۷/ ج ۱/ مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ ج ۲/ کتاب النکاح، النوع الاول المحرمات بالقرابۃ.

[2] سورۃ النساء آیت ۲۳۔ **ترجمہ:** تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔ بیان القرآن ص ۱۰۶/۔

جس سے نکاح ہورہا ہے وہ چچا لگتا ہے۔لڑکی کا یہ نکاح جائز ہے یانہیں؟ پھر ماں باپ کی غیر موجودگی میں نکاح کرادیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ہے[۱] حقیقی چچا سے ناجائز ہے[۲] لیکن یہ حقیقی چچانہیں، بلکہ اس کے والد کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/ ۹۲ھ

نواسی کا نکاح بھتیجے سے

سوال:- زید اپنی حقیقی نواسی کا نکاح اپنے حقیقی بھتیجے سے کرنا چاہتا ہے شرعاً یہ نکاح جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

شرعاً یہ نکاح درست ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح

سوال:- حاجی عبدالرحمٰن کی دو بیویاں مریم بی اور زینب النساء ہیں۔پہلی بیوی کا

---

[۱] وأحل لکم ماوراء ذلکم سورة النساء پارہ ۴/ آیت ۲۴/ کے عموم کے تحت داخل ہے۔

[۲] وبنات الاخ وبنات الاخت فهن محرمات نکاحاً ووطأً الخ (عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۳/ ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الاول المحرمات بالنسب)،بدائع زکریاص ۵۲۹/ج ۲/اماالنوع الاول فالمحرمات بالقرابة،الدرالمختارمع الشامی ص ۲۹/ج ۳/ فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالفکر.

[۳] واُحِلَّ لکم ماوراءَ ذٰلِکُمْ .سوره نساء آیت نمبر ۲۴/.

ترجمہ: اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا۔(از بیان القرآن)

انتقال ہوگیا ہے اس سے دولڑکے شبیر احمد اور رحمت احمد ہیں۔ دوسری بیوی اپنی حقیقی بہن سے شبیر احمد کا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے[۱] مگر خالہ وہ ہے جو والدہ کی بہن ہو، سوتیلی والدہ کی بہن خالہ نہیں۔ اس سے نکاح جائز ہے۔ شبیر احمد کی اپنی والدہ مریم بی کا انتقال ہوگیا۔ شبیر احمد کے والد کی دوسری بیوی زینب النساء ہے جو کہ شبیر احمد کی حقیقی والدہ نہیں بلکہ سوتیلی والدہ ہے۔ زیب النساء کی بہن شبیر احمد کی خالہ نہیں۔ لہٰذا ان دونوں کا نکاح جائز ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/ ۹۰ھ

سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح کا حکم

سوال: - زید کی دو بیویاں ہیں زینب اور کلثوم، پہلی بیوی زینب سے ایک لڑکا خالد ہے۔ دوسری بیوی کلثوم کی ایک بہن رقیہ ہے۔ واضح رہے کہ کلثوم اور رقیہ بھی آپس میں سوتیلی بہن ہیں۔ تو خالد کا نکاح رقیہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ لڑکی بھی سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خالہ سے نکاح حرام ہے[۳] مگر خالہ وہ ہے جو حقیقی والدہ کی بہن ہو۔ سوتیلی والدہ، والد

---

[۱] حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم الآیة سورة النساء ۲۳/. بخاری شریف ص ۷۶۵/ ج ۲/ باب مایحل من النساء ومایحرم، کتاب النکاح، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۲] واحل لکم ماوراء ذٰلکم سورة النساء پ ۴/ آیت ۲۴/. تفسیر ابن کثیر ص ۷۷/ ج ۱/ مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ ج ۲/ کتاب النکاح، النوع الاول المحرمات بالقرابة.

[۳] حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم الآیة سورة النساء ۲۳/. بدائع الصنائع ص ۵۲۹/ ج ۲/ مطبوعه زکریا، اماالنوع الاول فالمحرمات بالقرابة، احکام القرآن للقرطبی ص ۹۳/ ج ۳/ دارالفکر بیروت.

کی دوسری بیوی کی جو بہن ہے (وہ خالہ نہیں اس سے نکاح حرام نہیں۔ لہٰذا زید کے لڑکے خالد کا نکاح زید کی دوسری بیوی کلثوم کی حقیقی بہن سے درست ہے۔ اگر کوئی اور رشتہ حرمت ورضاعت وغیرہ کا نہ ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح

سوال:- زید کی ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ ہے۔ زید اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۱ھ

سوتیلی ساس سے زنا پھر نکاح

سوال:- ایک شخص نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا جس سے حمل بھی ہوگیا اور اس حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق جس نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا ہو پھر حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا ہو قرآن مجید احادیث صحیحہ اور فقہ اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

---

[1] اسباب التحریم انواع قرابة مصاهرة ورضاع ،جمع ملک، شرک الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۲۸/ ج۳/باب المحرمات، بدائع زکریا ص ۵۲۹/ ج۳/المحرمات بالقرابة .

[2] واحل لکم ماوراء ذٰلکم. سوره نساء آیت ۲۴/. تفسیر ابن کثیر ص۷۰۷/ ج ۱/دارالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنا قطعاً حرام ہے[۱] اگر شرعی طریق پر زنا کا ثبوت ہوجائے تو حکومت اسلامیہ میں زانی اور زانیہ پر حد زنا جاری کرنا لازم ہے[۲] اپنی سوتیلی ساس یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے خواہ بیوی زندہ ہو۔ خواہ مرچکی ہو۔ بخلاف الجمع بین امرأة وبنت زوجها فانه یجوز اھ مجمع الأنہر[۳] ص ۳۳۶ / ایسی حاملہ سے بھی نکاح درست ہے اگر وہ حمل اس نکاح کرنے والے کا ہے۔ (زنا سے) تب تو اس کو صحبت بھی جائز ہے اور اگر کسی اور کا ہے تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ ناجائز ہے اور نکاح جائز ہے۔ وصح نکاح حبلیٰ من زنا عندالطرفین وعلیه الفتویٰ لدخولها تحت النص وفیه اشعار بانه لونکح الزانی فانه جائز بالاجماع خلافاً لابی یوسفؒ قیاساً علیٰ الحبلیٰ من غیره ولاتوطئی الحبلی من الزنا ای یحرم الوطی وکذا دواعیه ولاتجب النفقة حتی تضع الحمل اتفاقاً اھ مجمع[۴] ۳۲۹ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[۱] ولاتقربوا الزنی انه کان فاحشة وساء سبیلا (سورة الاسراء ۳۲/ شرح فقه اکبر ص ۶۸/ مطبع مجتبائی دهلی.

[۲] ویثبت بشهادة اربعة فی مجلس واحدبلفظ الزنا(الی قوله)حکم به وجوباً الدرالمختار علی الشامی ص ۸، ۱۰/ ج ۶/ کتاب الحدود، مکتبه زکریا.

[۳] مجمع الأنهر ص ۴۸۰/ ج ۱/ فصل فی المحرمات (مطبوعه بیروت) عالمگیری ص ۲۷۷/ ج ۱/ القسم الرابع المحرمات بالجمع، البحر کوئٹه ص ۹۸/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

[۴] مجمع الأنهر ص ۴۸۵/ ج ۱/ فصل فی المحرمات، مطبوعه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، الدرالمختار مع الشامی ص ۴۸/ ج ۳/ مطلب مهم فی وطء السراری الخ، کتاب النکاح.

سوتیلے ماموں سے شادی

سوال:- زید کے دو بیٹیاں جوان ہیں مگر بیوی کا انتقال ہوگیا ہے زید نے دوسری شادی کر لی۔ اب دوسری بیوی کے بھائی سے زید کی بیٹی کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی لڑکی کی شادی اس کے ماموں سے درست نہیں۔ مگر یہاں زید کی دوسری بیوی کا بھائی زید کی پہلی بیوی سے جو بیٹی ہے اس کا ماموں نہیں یہ نکاح شرعاً درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ دار العلوم دیوبند

سوتیلے ماموں سے نکاح

سوال:- (۱) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے علاتی ماموں سے کر دیا علاتی ماموں اور حقیقی والدہ کا والد ایک ہے اور والدہ مختلف ہیں۔ شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں تو نکاح کے موقع پر جو لوگ واقف کار تھے اور نکاح میں موجود تھے ان کے ساتھ شریعت کیا حکم رکھتی ہے؟

(۳) زید کے ساتھ اسکی لڑکی کی اولاد کے ساتھ میل جول برتاؤ کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

(۴) ہر چہار اماموں میں سے کسی امام صاحب کے مذہب میں درست ہو تو بھی مطلع فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ نکاح شرعاً جائز نہیں ویحرم اختہ لاب وام اولاحدھما لقولہ تعالیٰ

---

[1] واحل لکم ماوراء ذٰلکم. سورہ نساء آیت ۲۴/.

واخواتکم وبنتهالقوله تعالیٰ وبنات الاخت وابنةاخيه لاب وام او لاحدهما لقوله تعالیٰ بنات الاخ وان سفلن لعموم المجاز أودلالةالنص أوالاجماع اھ مجمع الأنهر[1] ص۳۲۳/ج۱/۔

(۲) جولوگ واقف ہونے کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے وہ سب گنہگار ہوئے سب کوتوبہ لازم ہے[2] اوران دونوں میں تفریق ضروری ہے[3]۔

(۳) اگرزید اپنی لڑکی اوردامادمیں تفریق نہ کرائے اوروہ دونوں متارکت نہ کریں توان سے تعلقات ترک کردیئے جائیں تاکہ وہ تنگ آکرتوبہ کریں[4]۔

(۴) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۵/۲/۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم ۲۹/صفر ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعیداحمدغفرلہٗ

---

[1] مجمع الأنهر ص۴۷۶/ج۱/کتاب النكاح، باب المحرمات، مطبع دارالكتب العلمية بيروت،البحرالرائق كوئٹه ص۹۳/ج۳/كتاب النكاح،فصل فی المحرمات،زيلعی ص۱۰۲/ج۲/كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، مطبع امداديه ملتان.

[2] ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفورولايجوزتاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة،تفسيرروح المعانی ص۲۳۶/ج۱۵/سورة التحريم تحت الاية ۸/ مطبع دار الفكر بيروت،شرح للنووی علی الصحيح المسلم ص۳۵۴/ج۲/كتاب التوبة، مكتبه بلال ديوبند.

[3] بل يجب علی القاضی التفريق بينهما الخ الدر المختار علی الشامی كراچی ص۱۳۳/ج۳/ مطلب فی النكاح الفاسد،باب المهر،فتاوی عالمگيری ص۳۳۰/ج۱/الباب الثامن فی النكاح الفاسد، مطبوعه كوئٹه.مجمع الانهرص۵۲۳/ج۱/باب المهر،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[4] وفيه دليل علی وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الاان يقلع وتظهرتوبته الخ المفهم شرح المسلم ص۹۸/ج۷/باب يجهرمن ظهرت معصيته حتی تتحقق توبته الخ،دارابن كثير بيروت، مرقاةص۷۱۶/ج۴/باب ماينهی عنه من التهاجروالتقاطع الخ،طيبی ۲۴۳/ج۹/باب ايضا مطبوعه ديوبند.

ربیبہ اور سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا

سوال:- بکر کی منکوحہ ہندہ کے بطن سے ایک دختر زبیدہ ہے اور لڑکی کا نکاح زید سے کیا گیا اور زید کی اس منکوحہ زبیدہ کے بطن سے دو طفل ہوئے اسی دوران میں بکر کی منکوحہ ہندہ فوت ہوگئی اس نے سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک لڑکا تولد ہوا بکر کے فوت ہوجانے کے بعد زید نے زبیدہ کی موجودگی میں سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک ماہ بعد سکینہ کے کہنے پر زبیدہ کو طلاق دیدی۔ کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو نکاح خواں اور گواہان حضور نکاح کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ نکاح جائز ہے درمختار برحاشیہ شامی ص ۴۳۹/ج ۲/ کتاب النکاح فصل فی المحرمات میں فجاز الجمع بین امرأۃ بنت زوجھا اھ[1] پس جائز ہے نکاح میں جمع کرنا ایک عورت کو اور اس کے شوہر کی لڑکی کو، زبیدہ صورت مسئولہ میں سکینہ کے شوہر (بکر کی) لڑکی ہے۔ زید نے ہر دو کو نکاح میں جمع کرلیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۲/۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/صفر ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

زوجۂ ربیب سے نکاح

سوال:- (۱) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے زید

---

[1] الدر المختار نعمانیة ص ۲۸۴/ج ۲/فصل فی المحرمات، عالمگیری ص ۲۷۷/ج ۱/ القسم الرابع المحرمات بالجمع، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص ۲۱۸/ج ۳/فصل فی بیان المحرمات، کتاب النکاح.

نے اس لڑکے کا بھی نکاح کردیا اس کے بعد وہ عورت ولڑکا فوت ہوگیا تو زید سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر لڑکے کی والدہ زندہ زید کے نکاح میں ہو جب بھی زید اپنے اس سوتیلے لڑکے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہیں تو کرسکتا ہے لقوله تعالیٰ احل لکم ما وراء ذٰلکم[1] سوتیلا بیٹا شرعی بیٹا نہیں کہ اس کی بیوی سے نکاح ناجائز ہو۔

(۲) اس صورت میں بھی یہ نکاح جمع جائز ہے اگر اس لڑکے کی والدہ اور اس کی بیوی میں کوئی اور مانع نکاح رشتہ داری نہ ہو۔ فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها الخ. درمختار[2] ص ۱۸۸ / ج ۱ /. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۹/ ۶/ ۵۲ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۳/ رجب ۵۲ھ

سمدھی سمدھن کا نکاح

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد زید کی ماں نے ہندہ کے باپ سے شادی کرلی۔ کیا یہ شادی درست ہے؟ اگر شادی درست ہے تو پھر زید کی ماں ایک واسطے سے ساس ہوگئی جو ناقابل فہم ہے۔

---

[1] سورۃ النساء آیت ۲۴/۔

[2] الدر المختار نعمانیه ص ۲۸۴ / ج ۲ / مطبوعه کراچی ص ۳۹ / ج ۳ / فصل فی المحرمات فتح القدیر ص ۲۱۸ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، کتاب النکاح، دار الفکر، تبیین الحقائق ص ۱۰۵ / ج ۲ / فصل فی المحرمات، مکتبه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سمدھی سمدھن کا نکاح ہے جو کہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۹۳ھ

بیوہ کا نکاح دیور سے

سوال:- ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی اور لڑکی و والدین حقیقی و تین برادر نابالغ چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ مرحوم کے والدین مرحوم کی بیوی سے اپنے دوسرے لڑکے خورد سال کی شادی یا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ مرحوم کی بیوی اور بیوی کے ورثاء بھی اس نکاح سے ناراض ہیں۔ شرعاً بصورت مذکورہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرحوم کی بیوی جب کہ بالغہ ہے تو کوئی شخص جبراً اس کا نکاح نہیں کرسکتا[2] جہاں نکاح کرنا ہو اس کی مرضی سے کریں۔ اگر اپنے دیور سے رضامند ہو اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو اس سے بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۲/۵۶ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[1] واحل لکم ماوراء ذالکم. سورۃ النساء پ۴/آیت ۲۴/.

[2] ولاتجبر البالغة علی النکاح درمختار نعمانیه علی ردالمحتار ص۲۹۸/ج۲/الدرالمختار کراچی ص۵۸/ج۳/ باب الولی، البحر کوئٹه ص۱۱۰/ج۳/باب الاولیاء والاکفاء، تبیین الحقائق ص۱۱۸/ج۲/باب الاولیاء والاکفاء، مکتبه امدادیه ملتان.

دیور سے نکاح

سوال:- خالدہ اور زید

زوجین

عبداللہ شوہر ثانی ہندہ دختر زید

عبداللہ کا چھوٹا بھائی سعید

تو اب ہندہ کا نکاح سعید سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید مر چکا ہے۔ خالدہ نے نکاح ثانی عبداللہ سے کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں عبداللہ کا چھوٹا بھائی سعید ہندہ سے عقد کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ محرم نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح

سوال:- زید کی زوجۂ ثانیہ کی جو لڑکی خاوند اول سے ہے زید کے اس لڑکے سے جو پہلی بیوی سے ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] واحل لکم ماوراء ذٰلکم .سورة النساء رقم الآية ۲۴/.تفسیر ابن کثیر ص ۷۰۷/ج ۲/مطبع مصطفی البازمکة المکرمة،بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ج ۲/انواع الاول،المحرمات بالقرابة.

[2] ولابأس بأن يتزوج الرجل إمرأة ويتزوج ابنه امها أوبنتها الخ،(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے

سوال:- ہندہ مرگئی۔ اس نے ایک لڑکا چھوڑا لڑکے کے باپ نے دوسری شادی کرلی اور آنے والی عورت کے ساتھ ایک لڑکی آئی تو اس لڑکی سے ہندہ کے لڑکے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوی کی لڑکی پہلے شوہر سے ہے اور شوہر کا لڑکا پہلی بیوی سے ہے تو ان دونوں کا نکاح شرعاً درست ہے دونوں آپس میں بہن بھائی نہ ہوئے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

سوال:- ہندہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتی ہے اور اس نے زید سے شادی کرلی زید شافعی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ چند سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ اس اثناء میں ہندہ کے بطن سے دو بچے ہوئے، ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ عدت گذرنے کے بعد ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا۔ ثانی شوہر کا ایک بھائی ہے۔ اب ہندہ کی لڑکی سن شعور کو پہنچ چکی ہے۔ ہندہ کا موجودہ شوہر

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مجمع الأنهر ص ۴۸۱ ج ۱ باب المحرمات (مطبوعه بيروت)، فتاوى عالمگيرى ص ۲۷۷/ ج ۱/ القسم الثانى المحرمات بالصهرية، مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۱۸/ ج ۳/ باب المحرمات، كتاب النكاح، دار الفكر.

[1] واما بنت زوجة ابيه وابنه فحلال درمختار نعمانية ص ۲۷۹/ ج ۲/ باب المحرمات، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۷/ ج ۱/ القسم الثانى المحرمات بالصهرية، فتح القدير ص ۲۱۸/ ج ۳/ باب المحرمات كتاب النكاح دار الفكر مصر.

اپنے سگے بھائی سے ہندہ کی لڑکی سے شادی کرانا چاہتا ہے۔ ازروئے شرع مطلع کیجئے کہ رشتہ جائز ہے یا نا جائز ہے۔ ہندہ کے موجودہ شوہر اور مرحوم شوہر میں کوئی خونی رشتہ نہیں، دونوں مسلمان ہیں اور شافعی مسلک کے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ کا نکاحِ ثانی ایک شخص سے ہوا اور اس کی لڑکی جو کہ پہلے شوہر مرحوم سے ہے، اس کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر کے بھائی سے ہو شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/ ۹۲ھ

ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے

سوال:- عورت مع اپنی سوتیلی ماں کے ایک شخص کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہو سکتی ہے ویجوز (الجمع) بین امرأة وبنت زوجها اھ عالمگیری ص ۲۷۷/ج ۱/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۲/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۷/صفر ۶۱ھ

---

[1] وأحل لكم ماوراء ذٰلكم. سورة النساء آيت ۲۴/پ ۴/تفسیر ابن کثیر ص ۷۰۷/ج ۳/ مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، تفسیر مظهری ص ۶۶/ج ۲/مكتبه رشيديه كوئٹه، بدائع زكرياص ۵۳۱/ج ۲/ فصل فى المحرمات.

[2] عالمگیری ص ۲۷۷/ج ۱/مطبوعه كوئٹه پاكستان، القسم الرابع المحرمات بالجمع، فتح القدير ص ۲۱۸/ج ۳/فصل فى بيان المحرمات، كتاب النكاح، مطبوعه دارالفكر، مجمع الانهر ص ۴۷۹/كتاب النكاح، باب المحرمات، مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

مطلقہ بیمار کو گھر رکھنا اور اس کی بہن سے نکاح کرنا

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو اس کی صحت کی خرابی کی بناء پر طلاق دیدی۔ بعد عدت گذرنے مطلقہ بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، مطلقہ بیوی بہت بیمار ہے اور والدین بوجہ غربت کے اس کے نفقہ سے مجبور ہیں۔ اس لئے زید کا اس مطلقہ بیوی کو بھی اپنے گھر ٹھہرائے رکھنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی ہمدردی اور اعانت کے لئے درست ہے مگر پردہ پورا رہے اور سامنا نہ ہو نیز تنہائی بھی نہ ہونے پائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۷۷ھ

بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترکِ تعلق

سوال:- ایک شخص مرگیا ہے اس نے ایک بھائی اور ایک لڑکا چھوڑا یہ لڑکا شادی شدہ ہے۔ اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بعد عدت اس کے چچا نے خود اس سے نکاح کرلیا ہے۔ پس یہ نکاح درست ہے یا کہ نہیں؟ اگر درست ہے تو پھر گاؤں یا خاندان والوں کا اس بنا پر اس سے ترکِ تعلق درست ہے یا کہ نہیں؟ اور ترکِ تعلق بھی ایسا کہ اگر اس کے خاندان میں کوئی مرگیا ہے تو نمازِ جنازہ کوئی نہیں پڑھے گا، اور نہ اس کا کھانا مہیا کریں گے۔ پس اس مسئلہ کا تشفی بخش جواب دیا جائے۔

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرامٌ، الدرالمختار مع الشامی ص ۳۶۸/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، مطبع دارالفکر بیروت، شامی زکریا ص ۵۲۹/ ج ۹/ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۹۴/ ج ۸/ کتاب الکراهية، فصل فی النظر والمس، زیلعی ص ۱۷/ ج ۶/ کتاب الکراهية، فصل فی النظر والمس، مطبع امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

بھتیجے کی بیوی سے اگر کوئی دوسرا رشتہ حرمت کا نہ ہوتو اس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے[۱]۔ جب طلاق کے بعد عدت گذار کر نکاح کیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے اور اس کی وجہ سے ترکِ تعلق کر دینا ظلم ہے اور نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کرنا گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/ ۹۱ھ

حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے

سوال: -حضرت فاطمہؓ کا عقد حضرت علیؓ سے ہوا جو حضرت نبی اکرمؐ کے چچازاد بھائی تھے ہر مسلمان کو فرض ہے کہ سنت کی پیروی کرے۔ لیکن میری عمر ۷۷/ برس کی ہوئی ایسا عقد میری نظر سے نہیں گذرا، کیا آپ کے یہاں کوئی عقد ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن قرابتوں سے نکاح حرام ہوتا ہے ان کی تفصیل قرآن پاک[۳] اور حدیث شریف[۴] اور کتب فقہ[۵] میں مذکور ہے۔ چچازاد بھائی ان قرابتوں میں نہیں[۶]۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا اپنی

---

[۱] قال اللّٰہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذٰلکم .سورہ نساء آیت ۲۴/.

[۲] الصلاۃعلی الجنازۃفرض کفایۃالی قولہ واذا ترک الکل أثموا،عالمگیری کوئٹہ ص ۱۶۲/ ج ۱/الفصل الخامس فی الصلاۃعلی المیت،شرح وقایہ ص ۲۵۳/ ج ۱/باب الجنائز، مکتبہ رحیمیہ دیوبند،شامی زکریاص ۱۰۲/ ج۳/قبیل مطلب فی صلاۃالجنازۃ.

[۳] حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنت الاخت وامھاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھات نسائکم وربائبکم التی فی حجورکم الی آخرالآیۃ،سورۃ النساء ۲۳/.

[۴] عن ابن عباسؓ حرم من النسب سبع ومن الصھرسبعٌ ثم قرأ حرمت علیکم امھاتکم الایۃ بخاری شریف ص ۷۶۵/ ج۲/کتاب النکاح، باب مایحل من النساء ومایحرم ،مطبع اشرفیہ دیوبند.

[۵] الدرالمختارمع الشامی دارالفکرص ۲۸، ۳۰/ ج۳/فصل فی المحرمات بدائع الصنائع زکریا ص ۵۲۹، ۵۳۱/ ج۲/ النوع الاول المحرمات بالقرابۃ. (حاشیہ نمبر۶/اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں)

بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ سے کردینا بذریعہ وحی تھا[۱] اس پر شبہ کی گنجائش نہیں اور اس کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ کوئی ضرورت نہیں اگر ۷۷/سال سے زائد بھی عمر ہوجائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑیں۔ البتہ حقیقی بھائی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے وَبَنَاتُ الاخِ[۲]. عینی، علاتی، اخیافی سب کا یہی حکم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک بھائی کی مطلقہ بیوی کی اولاد سے دوسرے بھائی کی حلالہ والی اولاد کا نکاح

سوال: -محمد شاہد ومحمد زاہد دونوں حقیقی بھائی ہیں دونوں ہی شادی شدہ ہیں۔ محمد شاہد نے اپنی بیوی مسماۃ جمیلہ کو جو کہ کئی بچوں کی ماں ہے غصہ میں تین طلاق دیدی۔ عدت کے بعد محمد زاہد سے نکاح کردیا۔ ۱۲/۱۳/دن کے بعد محمد زاہد نے مسماۃ جمیلہ کو تین طلاق دیدی۔ عدت کے بعد پھر مسماۃ جمیلہ کا نکاح محمد شاہد سے ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد شاہد ومحمد زاہد کی اولاد

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۶] واحل لکم ماوراء ذٰلکم .الآیة سورة النساء ۲۴/.تفسیر ابن کثیر ص۷۰۷/ج ۱/مطبع مکتبه نزار مصطفی البازمکه مکرمه،بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۱/ ج۲/ النوع الاول المحرمات بالقرابة.

[۱] قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمة بنت خدیجةؓ من علی بن ابی طالب فاشهدوا انی قد زوجته علی اربعة مثقال فضة ان رضی بذلک علی بن ابی طالب الخ مرقاة المفاتیح تحت حدیث بریدة قال خطب ابوبکرؓ وعمرؓ فاطمةؓ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انها صغیرة ثم خطبها علیؓ فزوجها منه رواه نسائی ،مرقاة المفاتیح ص ۵۷۴/ج۵/ باب مناقب علی رضی اللّٰه تعالی عنه الفصل الثالث ،مطبوعه بمبئی.

[۲] سورة النساء پ۴/آیت ۲۴/.

کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد شاہد اور محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے۔ محمد شاہد کی بیوی کے نکاح بعد طلاق وعدت محمد زاہد سے ہوجانے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نکاح میں رکاوٹ اور حرمت پیدا نہیں ہوگی۔ لابأس بان یتزوج الرجل امرأۃ ویتزوج ابنہ ابنتھا اوامھا کذا فی محیط السرخسی اھ (عالمگیری[1] ص ۲۷۷/ج ۱/) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/ ۹۶ھ

کسی بیوہ کا نکاح امام سے

سوال: – ہندہ اور اس کے بچے مسلمان ہوگئے تھے، ان میں سے بڑی لڑکی کی شادی مسلمان سے کردی گئی تھی۔ اب وہ لڑکی بیوہ ہوگئی ہے تو اس بیوہ کا نکاح بعد عدت امام سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ لوگ اس میں شک کررہے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال اللّٰہ تعالیٰ واُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ[2]. جب وہ لڑکی مسلمان ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہوچکی تو مسلمان مرد سے اس کی شادی بلاتکلف درست ہے۔ جو شخص اس سے نکاح کرے گا اس نکاح کی وجہ سے اس کی امامت میں کچھ خرابی نہیں آئیگی بلا شک وشبہ اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷/ج ۱/قبیل القسم الثالث المحرمات بالرضاع، مجمع الانھر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات، مطبع دارالکتب العلمیۃ بیروت، فتح القدیر ص ۲۱۸/ج ۳/ باب المحرمات، مطبع دارالفکر۔ (صفحہ نمبر ۲/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جس لڑکے سے لواطت کی ہو اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا

سوال:- ایک شخص نے ایک لڑکے سے اغلام بازی کی اور اب اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کمینہ حرکت اور سخت معصیت کی وجہ سے اس شخص کی لڑکی اس لڑکے پر حرام نہیں ہوئی بلکہ نکاح کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۱۳۹۵ھ

پیر کی بیٹی سے نکاح

سوال:- ایک جنگل میں باپ اور بیٹا دونوں کام کر رہے تھے باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم کس کے مرید بنو گے؟ تو لڑکے نے کہا میں اپنے ماموں کا بالک بنوں گا۔ تو باپ نے کہا کہ ماموں کی لڑکی تیرے گھر میں ہے، جب تو ماموں کا مرید بننا چاہتا ہے تو تیرا نکاح اس کی لڑکی سے ہے اس سے تو بہتر ہے کہ اپنی بہن سے نکاح کر لیتا۔ تو لڑکے نے جواب دیا کہ بالک یا مرید بنوں گا تو ماموں کا۔ اس کے بعد اس لڑکے نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اور طلاق باپ کے سامنے دی۔ ویسے نہ مرضی طلاق کی تھی اور نہ اب ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک ہونے کو کہتے ہیں۔ اب علماء اس بارے میں کیا کہتے ہیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] سورہ نساء آیت ۲۴/ **ترجمہ:** اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ بیان القرآن ص ۱۰۷/ج ۱/۔

[1] وفی الوالوالجبة: اتی رجل رجلاله ان یتزوج ابنته لان هذاالفعل لو کان فی الانات لایوجب حرمة المصاهرة ففی الذکر اولیٰ شامی زکریاص ۱۱۱/ج ۴/فصل فی المحرمات تحت قوله کوطؤ دبر مطلقاً.

الجواب حامداً ومصلیاً

پیر کی لڑکی سے نکاح جائز ہے وہ حقیقی بہن کی طرح نہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ پیر اور مربیّ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں[1]

بیٹے نے جب تین طلاق دی تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کے دونوں کا شوہر بیوی کی طرح رہنا ہرگز جائز نہیں اور حلالہ یہ ہے کہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ ہمبستری کرکے اگر طلاق دیدے یا مرجائے اور اس کی عدت گذر جائے تب دوبارہ اس مطلقہ لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے[2] طلاق باپ کے سامنے اور جنگل میں دی تب بھی وہ طلاق ہوگئی[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شاگردہ سے نکاح

سوال: – حامد اپنی شاگردہ کو زوجیت میں لانا چاہتا ہے۔ حامد شادی شدہ ہے ایک یا

---

[1] عن عبداللّٰہ بن بریدۃ عن ابیہ قال خطب ابوبکرؓ وعمرؓ فاطمۃؓ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انھا صغیرۃ فخطبھا علی فزوجھا منہ ،نسائی شریف ص۵۸/ج۲/کتاب النکاح، باب تزوج المرأۃ مثلھا فی السن،مطبع فیصل دیوبند.

[2] إن کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃلم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً ویدخل بھا ثم یطلقھا أویموت عنھا الھندیۃص۴۷۳/ج۱/فصل فیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ،تاتار خانیہ ص۶۰۳/ج۳/الفصل الثالث والعشرون فی المسائل الخ، ادارۃ القرآن کراچی،الدرالمختار علی الشامی ص۴۰۹، ۴۱۱/باب الرجعۃ، مطبوعہ کراچی .

[3] أومخطئا بأن ارادالتکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق أوتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ أوغافلاً أوساھیاً الدرالمختارعلی الرد کراچی ص ۲۴۱/ج۳/ کتاب الطلاق،مجمع الانھر ص۸/ج۲/کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت.

دو بچے ہیں مگر پہلی زوجہ اجازت دے رہی ہے اور حامد اس قابل بھی ہے کہ دونوں کا نباہ کرسکتا ہے۔ اصولِ شرع کے مطابق براہِ کرم تفصیل سے واضح تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ضرورت ہو، شرع کے مطابق حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو، تو چار عورتوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں رکھنا درست ہے۔ لقوله تعالیٰ فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ[1]. شاگردہ ہونا نکاح سے مانع نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۱۴۰۶ھ

---

[1] سورة النساء پ۴/ آیت ۳ / **ترجمہ:** تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔ (بیان القرآن) بدائع الصنائع کراچی ص ۳۳۲/ ج ۱/ فصل ومنها وجوب العدل بين الخ، فتح القدير ص ۴۳۲/ ج ۳/ باب القسم، مطبوعه دارالفكر.

[2] واحل لكم ماوراء ذالكم: سورة النساء آيت ۲۴/ پ۴/ تفسير ابن كثير ص ۷۰۷/ ج ۱/ مطبوعه نزار مصطفى البازمكه مكرمه، بدائع الصنائع زكريا ص ۵۳۱/ ج ۲/ كتاب النكاح، الباب الاول المحرمات بالقرابة.

فصل: حاملہ اورزانیہ کے نکاح کے احکام

حاملہ سے نکاح

سوال:- ایک کنواری لڑکی نے زنا کرایا اوراس کوزنا کرانے سے حمل رہ گیا اور یہ بات مشہور ہوگئی پھراس لڑکی کا نکاح اس حمل ہی کے زمانہ میں ہوگیا اور جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اس کو بھی اس کا علم ہے اوراس نے اس کے ساتھ وطی بھی کی ہے تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں۔اب اس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے اس کا پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرایا جائے؟

الجواب حامداً مصلیاً

جوعورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح مفتی بہ قول پر درست ہے اور جس سے وہ حمل ہے اگر اسی سے نکاح ہو تو وطی بھی درست ہے اور اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو تو وضع حمل سے پہلے وطی درست نہیں تاہم اگر وطی کر لی ہے تب بھی دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں پہلا ہی نکاح کافی ہے۔صح نکاح حبلیٰ من زنا عندالطرفین وعلیه الفتویٰ لدخولها تحت النص وفیه اشعار بانه لونکح الزانی فانه جائز بالاجماع خلافاً لابی یوسفؒ قیاساً علیٰ الحبلیٰ من غیره و لاتوطئوالحبلیٰ من الزنا ای یحرم الوطؤ وکذا دواعیه ولاتجب النفقة حتی تضع الحمل اتفاقاً لقوله علیه الصلوٰة والسلام من کان یؤمن باللّٰه والیوم الاٰخر فلایسقین ماء ه زرع غیره یعنی اتیان الحبالیٰ خلافاً للشافعی وفی الفوائد عن النوازل انه یحل الوطؤ عندالکل وتستحق النفقة کما فی النهایة اھ مجمع الانهر[1]

[1] مجمع الأنهر ص ۴۸۵/ج/ باب المحرمات مطبوعه دارالکتب العلمیة (بیروت)فتح القدیر ص ۲۴۱/ج۳/فصل فی المحرمات،مطبوعه دارالفکر بیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/القسم السادس المحرمات التی،یتعلق بهاحق الغیر.

ص ۳۲۹/ج ۱/ اگر اس نکاح کی تجدید کرلی جائے تو بھی ناجائز نہیں بلکہ اس صورت میں سب کے نزدیک نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

حاملہ سے نکاح

سوال:- زید نے ہندہ سے نکاح کیا نکاح کے بعد ٹھیک پانچ ماہ آٹھ دن میں ہندہ سے لڑکی پیدا ہوئی کیا یہ لڑکی زید کی ہے؟ زید کا نکاح درست ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس لڑکی کا نسب زید سے نہیں ہے[1] یہ نکاح درست ہوگیا[2] آئندہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ زید کی شمار کی جائے گی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

حاملہ مزنیہ سے نکاح

سوال:- (۱) زید کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا اور عورت زید کے نطفہ سے

---

[1] اذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر منذيوم تزوجها لم يثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت ،تاتارخانيه كراچى ص۷۷/ج۴/الفصل التاسع والعشرون فى ثبوت النسب،مجمع الانهر ص۱۶۳/ج۲/باب ثبوت النسب ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،تبيين الحقائق ص۴۴/ج۳/باب ثبوت النسب ، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وصح نكاح حبلىٰ من زنى لاحبلىٰ من غيره أى الزنى،الدرالمختار كراچى ص۴۸/ج۳/ فصل فى المحرمات،تبيين الحقائق ص۱۱۳/ج۲/فصل فى المحرمات مطبوعه امداديه ملتان بدائع الصنائع زكرياص ۵۵۰/ج۲/بيان عدم جوازنكاح معتدة الغير.

[3] ملاحظہ ہو نمبر حاشیہ ۱/۔

حاملہ ہوگئی اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوا ایسی صورت میں زید کا نکاح اس عورت سے جائز ہے یا نہیں؟ عورت کہتی ہے کہ میرے پیٹ میں زید کا نطفہ ہے۔

(۲) جائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی مفصل ہونا چاہئے۔

(۳) اگر ناجائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی۔

(۴) عورت تعلق ناجائز ہونے سے پیشتر غیر شادی شدہ یعنی کنواری تھی۔ عورت اور مرد ایک مکان میں رہتے ہیں اور عورت پردہ نشین نہیں ہے۔ عام طور سے باہر نکلتی ہے عورت مرد کا تعلق ناجائز ہو جاتا ہے اور عورت بیان کرتی ہے کہ نطفہ اسی مرد کا ہے اور ابھی بچہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲،۳،۴) جائز ہے رجل تزوج حاملاً من زنا منه فالنكاح صحيح عندالكل ويحل وطؤها عندالكل اھ شلبی[1] ص ۱۱۳ / ج ۲ / ناجائز تعلق مطلقا حرام ہے اس سے ہمیشہ کے لئے توبہ لازم ہے۔ لقوله تعالیٰ ولاتقربوا لزنا انه كان فاحشة[2] اور چہرہ کھول کر بے پردہ باہر نکلنا بھی ناجائز ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شلبی علی هامش تبيين الحقائق ص ۱۱۳ / ج ۲ / فتح القدير ص ۲۴۱ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالفكر بيروت ، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۶ / ج ۳ / فصل فی المحرمات مكتبة امدادية ملتان پاكستان.

[2] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲ / ۔ **ترجمہ**: اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔

[3] دلت الاية على مسائل: الاولى وجوب التجلبب اوالتبرقع للنساء، بحيث يسترجميع البدن اذا مست الحاجة الى الخروج من البيت، احكام القرآن للتهانوی ص ۴۱۶ / ج ۳ / سورة الحجاب كيفية التستر، مادلت عليه الاحكام، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، تفسيرمظهری ص ۴۹۵ / ج ۶ / سورة النورتحت آيت ۳۱ / مطبوعه رشيديه كوئٹه، احكام القرآن للجصاص ص ۶ / ج ۳ / سورة الاحزاب باب ذكرحجاب النساء مطبوعه قديمی كتب خانه كراچی.

مزنیہ حاملہ کا نکاح

سوال:- اگر مطلقہ عورت کو ایام عدت میں حمل من الزنا ہو جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ نیز زانی مزنیہ سے زمانۂ عدت میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے دنیاوی معاملہ کرنا کیسا ہے؟ مثلاً سلام وکلام، کھانا، پینا وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی بالعدةسواء کان من المطلق او من الزانی شامی[1] ص ۶۰۴/ج ۲/.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ عدت میں نکاح کرنے کی زانی کو اجازت نہیں۔ زنا بھی حرام ہے اور حالت عدت میں مزنیہ سے نکاح بھی حرام ہے۔ ایسے نکاح کی وجہ سے معاملات (سلام، کلام، کھانا، پینا وغیرہ) تو سائل کے نزدیک تحقیق طلب ہے، مگر نفس زنا کا حکم کیا کچھ ہلکا ہے کہ اس کے متعلق دریافت نہیں کیا، اگر ترک تعلق اصلاح کے لئے مفید ہے تو ترک تعلق کر دیا جائے۔ **ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج سواء کانت العدةعن طلاق اووفاة اھ فتاویٰ عالمگیری ج ۲[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شامی زکریا ص ۱۸۹/ج۵/باب العدة،مطلب فی عدة الموت،سکب الانهرعلی مجمع الانهرص ۱۴۶/ج ۲/باب العدة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،تاتارخانیه کراچی ص ۶۸/ج۴/قبیل نوع آخرفی بیان مایلزم المعتدة فی عدتها.

[2] عالم گیری ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر،قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶/ج ۱/فصل فی المحرمات،شامی زکریاص ۲۷۴/ج۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

حاملہ سے نکاح

سوال:- زانیہ عورت کا نکاح جب کہ وہ زنا سے حاملہ ہو بحالت حمل ایسے شخص سے جس سے وہ حاملہ نہیں ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح جائز ہے لیکن وضع حمل سے پہلے صحبت جائز نہیں وصح نکاح حبلیٰ من زنا لاحبلیٰ من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتیٰ تضع درمختار مختصراً ۴۵۰/ ج ۲/[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/ ۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/ شوال ۵۳ھ

حاملہ من الزنا سے نکاح

سوال:- (۱) زید عمرو کے گھر دو تین سال سے رہتا ہے۔ عمرو کی ایک لڑکی ہندہ ہے۔ جس سے زید کی شادی طے پائی تھی لیکن ابھی ہندہ اور زید کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ صرف ہندہ اور زید کے والدین نے بات چیت مکمل کر رکھی تھی۔ اس کی معلومات ہندہ اور زید دونوں کو تھی چنانچہ دونوں زید و ہندہ ایک ہی گھر میں (عمرو کے یہاں) رہتے تھے جب کہ زید کا عمرو چچا لگتا ہے اس کی وجہ سے زید عمرو کے یہاں رہتا تھا، اسی اثناء میں زید نے ہندہ سے جماع کر لیا اور اس جماع کے نتیجہ میں حمل قرار پا گیا تو اس صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

---

[1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۸/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، النہر الفائق ص ۱۹۸/ ج ۲/ فصل فی المحرمات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مجمع الانہر ص ۴۸۵/ ج ۱/ فصل فی المحرمات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(۲) نکاح کے بعد زید ہندہ سے پھر دوبارہ جماع کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اس کے حمل کا کیا حکم ہے؟ کیا حرامی کہلائے گا؟

(۴) زید اور ہندہ کے لئے شرعاً کیا حکم نافذ ہوگا؟ جواب سے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کا اسی حالت میں ہندہ سے نکاح کردیا جائے۔[۱]

(۲) کرسکتا ہے۔[۲]

(۳) اس کے دریافت کرنے کا ابھی وقت نہیں۔ جب بچہ پیدا ہوجائے اس وقت یہ لکھ کر دریافت کریں کہ نکاح سے اتنے روز بعد بچہ پیدا ہوا ہے۔

(۴) اگر ثبوت شرعی ہوجائے تو احکام بہت سخت ہیں مگر ان کے شرائط یہاں موجود نہیں۔ اس لئے توبہ واستغفار پر کفایت کی جائے،[۳] اور نکاح ہونے سے پہلے ان کو ہرگز ایک جگہ نہ ہونے دیا جائے۔ فوراً پردہ کرایا جائے اور تمام خاندان کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ پردہ شرعی نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر مفاسد اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ملاحظہ ہو حاشیہ ۲/۔

[۲] رجل تزوج حاملاً من زنا منه فالنكاح صحيح عندالكل ويحل وطؤ هاعند الكل، شلبی علی الزيلعی ص ۱۱۳/ج ۲/فصل فی المحرمات،مكتبة امدادية پاكستان،البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۶/ج ۳/فصل فی المحرمات،الدرالمختارعلی الشامی زكرياص ۱۴۲/ج ۴/فصل فی المحرمات.

[۳] واتفقواعلی ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانهاواجبة علی الفورسواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة روح المعانی ص ۲۳۶/ج ۱۵/الجزء الثامن والعشرون،سورة التحريم تحت آيت ۸/مطبوعه دارالفكربيروت،نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ج ۲/كتاب التوبة،مطبوعه رشيديه دهلی ،المفهم شرح مسلم ص ۲۲۷/ج ۷/كتاب الاذكار، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی

سوال:- ایک شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا اسے حمل رہ گیا ان دونوں کا یہ فعل اس شہر یا گاؤں میں مشہور ہوگیا مگر لوگوں نے جب زانیہ سے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ یہ شخص زنا کرتا ہے تو زانیہ عورت نے بالکل صاف انکار کردیا بلکہ ایک غیر شخص کی طرف اس قول کو منسوب کیا۔ اب نکاح کے متعلق فکر ہوا۔ تو لوگوں نے اس ہی غیر شخص سے اس کا نکاح حمل ہونے کی حالت میں پڑھوادیا اول شخص جو کہ زانی تھا اس کو کچھ سزا وغیرہ نہیں دی گئی۔ ثانی شخص یعنی جس نے اس زانیہ سے نکاح کیا ہے اسی حالت میں وطی کرنا شروع کردیا آیا نکاح درست ہوا یا نہیں ایسی حالت میں وطی کرنا کیسا ہوگا۔ عندالشرع کس سزا کا مستوجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ غیر شخص بھی زنا کا اقرار کرتا ہے یا نہیں اگر اقرار کرتا ہے تو اس سے نکاح جائز ہے اور وطی بھی جائز ہے۔ اگر انکار کرتا ہے تو نکاح جائز ہے۔ مگر وطی وضع حمل سے پہلے جائز نہیں۔ کذا فی الفتاویٰ الهندیة[1] ص ۲۸۸ / ج ۲ / کتاب النکاح . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف / سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم ۲ / ربیع الآخر ۵۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) باب تجدید الاستغفار والتوبة مطبوعه دار صادر بیروت.

[4] یاایها النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذالک ادنی ان یعرفن فلایؤذین وکان اللّٰه غفوراً رحیما. سورة الاحزاب آیت ۵۹ /.

[1] یجوز أن یتزوج إمرأة حاملا من الزنا ولایطوها حتی تضع إذا تزوج إمرأة قد زنی هوبها وظهر بها حبل فالنکاح جائز عند الکل وله أن یطأها الهندیة ص ۲۸۰ / ج ۱ / الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، طبع کوئٹه، الدرمع الرد کراچی ص ۴۸، ۴۹ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، مطلب مهم فی وطء السراری اللاتی یؤخذن الخ، النهر الفائق ص ۱۹۸ / ج ۲ / فصل فی المحرمات، مطبوعه مکه مکرمه.

مزنیہ سے نکاح

سوال:- زید کی شادی ہوگئی اور تین چار لڑکے ہوگئے پھر زید نے دوسری عورت سے جس کا خاوند مرگیا ہے اس سے اس نے بغیر نکاح کئے صحبت کی بہت دنوں تک اور بعد میں نکاح کیا ۶/ یا ۷/ ماہ بعد، نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب عنایت فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس عورت کی عدت گذر چکی تھی اس کے بعد اس سے زید نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو نکاح سے قبل صحبت کرنا اگر چہ حرام ہے لیکن مانع نکاح نہیں اذا تزوج امرأة قد زنیٰ بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عندالكل الخ. عالمگیری[1] ص ۲۸۸/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ رجب ۵۳ھ

زانیہ کا نکاح زانی سے

سوال:- زانی مرد کا نکاح زانیہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر زانیہ حاملہ ہوجائے تو اس زانی مرد کا نکاح اس سے کس وقت ہوسکتا ہے؟

---

[1] الهندية كوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/ الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير، الدرمع الشامی كراچی ص ۴۹/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، مطلب مهم فی وطء السرار اللاتی يؤخذن غنيمة الخ فتح القدير ص ۲۴۱/ ج ۳/ فصل فی بيان المحرمات، مطبوعه دار الفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

زانی کا زانیہ کو حمل ہو تب بھی اس سے زانی کا نکاح درست ہے اور صحبت بھی درست ہے زانیہ نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں تب بھی اس کا نکاح درست ہوتا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

زانی کا نکاح مزنیہ حاملہ سے جبراً

سوال:- اگر رشیدہ کو زید کا ناجائز نطفہ ٹھہر گیا تو کیا زید کے لئے یہ لازم ہو گیا کہ وہ رشیدہ سے جبراً نکاح کرلے؟ اگر نہیں تو ایسی حالت میں شرعی اصول کیا ہے؟ اگر لازم ہے تو کیونکر اس صورت کی تفصیل فرمائیں شرعی بنیاد پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لازم تو نہیں مگر رشیدہ کو اس پر رضامند ہو جانا چاہئے کہ وہ زید سے نکاح کرے اس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہے۔ کذا فی الزیلعی[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وصح نكاح حبلىٰ من زنى لاحبلىٰ من غيره أى الزنىٰ لثبوت نسبه،لونكحها الزانى حل له وطؤ ها (قوله ثبوت نسبه) فهى فى العدة ونكاح المعتدة لايصح، شامى كراچى ص ۴۸/ج ۳/ فصل فى المحرمات،مجمع الانهر ص ۴۸۵/ج ۱/باب المحرمات،مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت،عالمگيرى ص ۲۸۰/ج ۱/كتاب النكاح،القسم السادس،المحرمات التى يتعلق بها حق الغيرمطبوعه كوئٹه.

[2] إذا تزوجت بالزانى الذى حبلت منه لأن الأحكام مرتبةعليه من حل الوط ووجوب النفقة والسكنىٰ وغير ذالك زيعلى ص ۱۱۳/ج ۲/ فصل فى المحرمات،مطبوعه امداديه ملتان، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۴۹/ج ۳/قبيل مطلب فيما لوزوج المولىٰ فى المحرمات،بحر كوئٹه ص ۱۰۶/ج ۳/ فصل فى المحرمات.

مزنیہ کی بیٹی سے نکاح

سوال:- مسمیٰ عبدالوحید کی لڑکی دلربا کی شادی عرصہ ۷/۸/سال ہوئے حقیقی بھتیجہ عبدالرشید خاں سے ہوئی اور تقریباً ۱۱/۱۲ سال سے لڑکی اس بنیاد پر اپنے شوہر کے یہاں نہیں جاتی کہ عبدالرشید نے یہ طعنہ دیا کہ میں نے تو تیری ماں کو اپنی بیوی بنا کر رکھا۔ اس امر کی تصدیق کی گئی کہ عبدالرشید خاں نے اپنی ساس یعنی چچی سے ناجائز تعلق رکھے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ شادی سے قبل واقعی عبدالرشید خاں نے ساس سے زنا کیا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ دلربا کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ یا معلوم ہونے پر نکاح ساقط ہو گیا؟ عبدالرشید سے طلاق دینے کو کہتے ہیں تو وہ آمادہ نہیں ہے اور لڑکی شوہر کے یہاں جانے کو تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عبدالرشید کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے دلربا کی والدہ کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس کا نکاح دلربا سے صحیح نہیں ہوا۔ یہ نکاح باطل ہوا۔ طلاق دلوانے کی حاجت نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۸۸ھ

معتدہ مزنیہ کا بعد ختم عدت زانی سے نکاح

سوال:- ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاق دیدی یا ہندہ کا شوہر مر گیا، تو زید نے ہندہ سے ایام عدت میں زنا کیا۔ (العیاذ باللہ) تو کیا ہندہ عدت گذرنے کے بعد زید (زانی) سے نکاح کر سکتی ہے؟ یا زید کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟ اور ہندہ کی عدت میں کوئی

---

[1] قال لإمرأته كنت جامعت أمك قبل نكاحك يؤأخذ به ويفرق بينهما، الهندية مطبوعه كوئٹه پاكستان ص ۲۷۵/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية،الدرالمختار على الشامی زكريا ص ۱۱۵/ ج۴/كتاب النكاح،فصل فی المحرمات،بحر كوئٹه ص ۱۰۱/ج۳/ فصل فی المحرمات.

خلل تو نہیں واقع ہوا؟ عوام میں مشہور ہے کہ عدت میں زنا کرنے والے پر وہ عورت مزنیہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ عدت میں اگر زنا کرالیا تو دوبارہ عدت گذارنی پڑیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس معصیت کبیرہ کی وجہ سے نہ مزنیہ اس زانی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہے[1]، نہ اس پر دوسری عدت واجب ہوتی ہے[2]۔ بلکہ پہلی عدت ختم ہونے تک دونوں الگ الگ رہیں۔ پھر جب عدت ختم ہو جائے تو نکاح کرلیں[3]۔ گناہ سے توبہ کریں[4]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۱/۹/۹۳ھ

مزنیہ منکوحہ سے زانی کا نکاح بلا عدت

سوال:- ایک شخص کسی دوسرے کی عورت کو لاتا ہے چار پانچ سال اپنے گھر رکھتا

---

[1] وصح نكاح حبلىٰ من زنى لاحبلىٰ من غيره أى الزنى وإن حرم وطؤ ها ودواعيه حتى تضع لونكحها الزانى حل له وطؤها،الدرعلى الرد ص ۴۹/ج۳/،كراچى فصل فى المحرمات،البحر الرائق ص ۱۰۶/ج۳/فصل فى المحرمات مطبوعه سعيد كراچى،مجمع الانهر ص ۴۸۵/ ج ۱/باب المحرمات مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

[2] لاتجب العدة على الزانية،عالمگيرى ص ۵۲۶/ج ۱/الباب الثالث عشرفى العدة،مطبوعه كوئٹه.

[3] ولايجوزنكاح منكوحة الغيرومعتدة الغيرعندالكل،تاتارخانيه كراچى ص ۴/ج۳/الفصل الثامن فى بيان مايجوزمن الانكحة الخ،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۰/ج ۱/القسم السادس فى المحرمات الخ،شامى كراچى ص ۴۸/ج۳/فصل فى المحرمات.

[4] واتفقواعلى ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرة اور كبيرة روح المعانى ص ۲۳۶/ج۱۵/الجزء الثامن والعشرون سوره تحريم آيت ۸/ مطبوعه دارالفكربيروت،نووى على مسلم ص ۳۵۴/ج۲/كتاب التوبة مطبوعه رشيديه دهلى الفهم شرح مسلم ص ۲۷/ج۷/كتاب الاذكارباب تجديدالاستغفاروالتوبة مطبوعه دارصادر بيروت.

ہے، اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے۔ اب اس کو طلاق بھی ہو گئی ہے۔ تو کیا اب بغیر توبہ واستغفار وعدت اس زانیہ مطلقہ سے اس زانی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بغیر عدت کے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح زنا کرنا حرام ہے اسی طرح طلاق کے بعد عدت میں نکاح کرنا بھی حرام ہے[1]، اگر چہ وہ عورت اپنے شوہر سے کتنی ہی مدت سے الگ اور زنا میں مبتلا ہو۔ ایسی ہٹ بہت خطرناک ہے۔ اس کو لازم ہے کہ اس عورت کو فوراً جدا کر دے اور توبہ واستغفار کرے۔ جب طلاق کے بعد عدت تین ماہواری ختم ہو جائیں تب اس سے نکاح کرے ورنہ سخت قہر میں گرفتار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح

سوال: - زید مسماۃ ہندہ اور اس کی بیٹی دونوں کے ساتھ مرتکب فعلِ زنا ہوا اب زید دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو عندالشرع ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے یا بیٹی کے ساتھ یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔ ومن زنیٰ بأمرأة حرمت عليه

---

[1] لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذالك المعتدة الهندية ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، تاتارخانيه كراچی ص ۴/ ج ۳/ الفصل الثامن، مايجوز من الانكحة الخ شامی كراچی ص ۴۸/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

امها و بنتها، هدایہ[1] ص ۲۸۹ / ج ۱ / . فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۰/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/شوال ۵۲ھ

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:- زید نے خالدہ سے ناجائز تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی بنیاد پر خالدہ سے زنا کیا۔ خالدہ سے زنا کرنے کے بعد خالدہ کی ماں سے بھی زنا کیا۔ ان بدبختیوں کے بعد زید کو ندامت ہوئی اور اب وہ اپنی مزنیہ خالدہ سے عقد شرعی کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ حرام تعلق کو حلال سے بدل دے۔ سوال یہ ہے کہ خالدہ زید کے لئے جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ زید نے خالدہ سے کئی مرتبہ زنا کیا، اس کے بعد اس کی ماں سے زنا کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زید کے لئے خالدہ اور اس کی ماں دونوں سے نکاح حرام ہے۔ ناجائز تعلقات قائم کرنے سے وہ گنہگار ہوکر مرتکب کبیرہ ہوا۔ فوراً توبہ کرلے زید کے لئے اب کوئی صورت ان دونوں میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے کی نہیں رہی۔ ومن زنیٰ بأمرأة حرمت علیه امها وبنتها هدایه اولین[2] ص ۲۸۹ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۸ھ

---

[1] هداية ص ۳۰۹ / ج ۲ / كتاب النكاح مكتبة دار الكتاب، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۱۰۷، ۱۰۸ / ج ۴ / فصل في المحرمات، عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۴ / ج ۱ / القسم الثانی المحرمات بالصهرية الخ.

[2] هداية كتاب النكاح، دار الكتاب، ص ۳۰۹ / ج ۲ / مجمع الانهر ص ۴۸۱ / ج ۱ / باب المحرمات مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، شامی زكريا ص ۱۰۷ / ج ۴ / فصل فی المحرمات.

بنت الزنا کا حکم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر اس کی بلا مرضی بازار میں بیٹھ گئی اور فحش پیشہ کرنے لگی مسمیٰ زید ایک شخص نے قومی غیرت وشرم سے اس عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور قوم نے تعلقات اس بناء پر ترک کر دیئے اسی حالت میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی بعد میں جرمانہ داخل کرنے کے بعد اور معافی مانگ لینے سے زید قوم میں داخل ہو گیا مگر وہ عورت اسی طرح اس کے پاس ہے تو اب اس لڑکی (جو کہ حرام نطفہ سے ہے) نکاح کر دینا اور اس کو اپنے گھر لے جانا درست ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے سے صحیح ہو جاتا ہے[1]، بشرطیکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو اسی طرح اس کا نکاح بھی پڑھنا پڑھانا درست ہے مال کا جرمانہ جائز نہیں[2] تنبیہ کی اگر شرعی ضرورت ہو دوسرے طرق مقاطعہ وغیرہ سے کرنا چاہئے[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/محرم الحرام ۵۲ھ

---

[1] واحل لکم ماوراء ذٰلکم سورۃ النساء پارہ ۴/ کے عموم میں داخل ہیں اور محرمات میں سے نہیں ہیں۔

[2] لایجوز لاحدمن المسلمین اخذمال اخذبغیرسبب شرعی الی قولہ والحاصل ان المذھب عدم التعزیربأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱/ ج۵/ فصل فی التعزیرباب حدالقذف کتاب الحدود، مطبوعہ سعید کراچی، شامی کراچی ص ۶۱/ ج۴/ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیربأخذالمال، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷/ ج۲/ کتاب الحدود فصل فی التعزیر.

[3] نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کلامنا ایھا الثلاثۃ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:- اگر کسی لڑکے نے کسی عورت کے ساتھ ہمبستری کی جو ناجائز تھی۔ اب اس عورت کی لڑکی جوان ہے اور لڑکی اور لڑکے کے تمام رشتہ دار اس لڑکے سے شادی کرانا چاہتے ہیں۔ جس نے اس لڑکی کی والدہ سے ہمبستری کی تھی اب اس حالت میں لڑکا منع نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اگر لڑکا منع کرتا ہے تو اس کی بات نہیں چلتی ہے اور منع کرنے سے ایک رشتہ داری بالکل ختم ہو جائے گی اور لڑکے سے سب آدمی کہتے ہیں کہ اس لڑکی سے شادی کرنے سے تم کو کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ تمہارے لائق ہے ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ کچھ گنجائش ہے کہ لڑکا عیب چھپا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے والد سے اگر صاف نہیں کہہ سکتا تو کسی بڑے عالم کو سب بات بتادے، وہ اس کے والد صاحب کو بلا کر کہدیں کہ شرعاً یہ نکاح درست نہیں۔ اگر یہ نکاح کیا جائیگا تو معصیت اور حرامکاری ہوگی[1] تم تفصیل مت دریافت کرو۔ اس نکاح کو ختم کرکے دوسری جگہ نکاح کردو۔ خدائے پاک ان کو اس کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/ ۹۴ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصية فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم ص ۹۸/ ج ۷/ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصية، مطبوعه دارصادر بيروت، مرقات ص ۷۱۶/ ج ۴/ كتاب الآداب باب ماينهى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئى.

---

[1] من زنى با مرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۷۴/ ج ۱/ القسم الثانى المحرمات بالصهرية، هداية ص ۳۰۹/ ج ۲/ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شامى زكرياص ۱۰۷/ ج ۴/ فصل فى المحرمات.

بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:- (۱) زید کے ناجائز (زنا) کے تعلقات ماموں کی بیوی سے ہیں تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی بیوی کی لڑکی سے جائز ہے یا حرام؟ ماموں بھی زندہ ہیں۔

(۲) اگر زید کے ماموں کی بیوی خود تسلیم کرے کہ یہ میری لڑکی میرے شوہر کے نطفہ سے ہے تو نکاح حرام ہے یا حلال؟

(۳) اس فیصلہ کے بعد بھی زید اپنی مومانی سے برابر زنا کر رہا ہے۔

(۴) اگر لڑکی نے اپنی ماں کو اس برے فعل میں مبتلا دیکھ لیا ہو تو پھر بھی اس کا نکاح جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کی ان نالائق حرکتوں اور معصیتوں کی وجہ سے جو اس نے ماموں کی بیوی سے کی ہیں اس کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی لڑکی سے ناجائز نہیں ہوگا[۱]۔

(۲) یہ نکاح جائز ہے۔

(۳) اس نکاح پر اس سے بھی اثر نہیں پڑیگا۔

(۴) اس سے بھی یہ نکاح حرام نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۹ھ

---

[۱] ومقتضى تقييده بالفرع والاصل انه لاخلاف فى عدم الحرمة على غيرهما من الحواشى كالاخ والعم الخ شامى زكرياص ۱۰۶/ج۴/ فصل فى المحرمات،حرمة المرأة على اصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على الزانى نسباً ورضاعاً، شامى كراچى ص ۳۲/ج۳/ فصل فى المحرمات،مجمع الانهرص ۴۸۱/ج ۱/كتاب النكاح فصل فى المحرمات،مطبوعه دارالكتاب العلمية بيروت،البحرالرائق ص ۱۰۱/ج۳/فصل فى المحرمات،مطبوعه سعيد كراچى.

زانی زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال:- ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا۔ پھر مرد کا نکاح کسی اور عورت سے اور عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہوجائے۔ پھر ان دونوں سے اولاد ہوتو ان کا نکاح آپس میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مرد ایک عورت سے غلط طریقہ پر صحبت کرے مگر اس مرد کی شادی کسی اور عورت سے ہوئی جس سے لڑکا پیدا ہوا۔ عورت کی شادی کسی اور مرد سے ہوئی اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ

ابن الزانی اور بنت المزنیہ کا نکاح

سوال:- مسمیٰ عبداللہ شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسماۃ فضلی سے زنا کیا جب کہ دونوں ہی شادی شدہ تھے۔ عرصہ کے بعد مسماۃ فضلی کے اپنے خاوند کی موجودگی میں لڑکی پیدا ہوئی اور میرے لڑکا پیدا ہوا۔ ان دونوں کا ہم نے آپس میں نکاح کردیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبداللہ شیخ اور فضلی کی معصیت کی وجہ سے ان دونوں کے لڑکے لڑکی کا نکاح آپس

---

[1] ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها الخ، شامی زکریا ص۱۰۷/ج۴/ فصل فی المحرمات، البحرالرائق ص ۱۰۱/ج۳/فصل فی المحرمات، مطبوعه سعید کراچی، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

میں ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، حتی کہ اگر عبداللہ شیخ اور فضلی آپس میں اپنا نکاح کرلیں جب کہ فضلی نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں تب بھی دونوں کی مذکورہ اولاد کا نکاح صحیح ہوگا۔ "لاَبَأسَ بِاَنْ یَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ المَرأۃَو یَتزَوَّجُ اِبْنُہٗ اِبْنَتَھَا اَوْ اُمَّھَا" فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۶ / ج ۲ / ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/ ۹۴ھ

زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے

سوال:- زید نے ایک بنگالی عورت سے زنا کیا۔ زنا کے بعد عقد بھی ہوگیا تھا۔ ہندہ کی بیٹی عابدہ ہے اور عابدہ کی بیٹی فاطمہ ہے۔ زید کے لڑکے بکر کا عقد فاطمہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی اس کمینہ حرکت کی وجہ سے اس کے لڑکے بکر کا عقد نکاح ہندہ کی لڑکی کی لڑکی سے ناجائز نہیں بلکہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۵ھ

زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے

سوال:- ایک شریف اور اچھے گھرانے کی لڑکی کے ناجائز حمل قرار پاجاتا ہے۔

---

[1] الھندیة ص۲۷۷/ ج ۱ /القسم الثانی المحرمات بالصھریة،فتح القدیر ص۲۱۸/ ج۳/ فصل فی بیان المحرمات،مطبوعه دارالفکر بیروت،مجمع الانھر ص ۴۸۱/ ج ۱ /باب المحرمات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وتحرم اصولھاوفروعھاعلی ابن الواطئ وابیه کما المحیط السرخسی،مجمع الانھر ص ۴۸۱/ ج ۱ /فصل فی المحرمات،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،بحر ۱۰۱/ ج۳/ مطبوعه کوئٹه،شامی زکریاص۱۰۷/ ج۴/فصل فی المحرمات.

(جس سے حمل قرار پایا وہ مرد کافر تھا) لیکن اس لڑکی کی شادی بچی پیدا ہونے کے چھ ماہ بعد ایک شریف لڑکے سے ہوجاتی ہے۔ اس وقت اس ناجائز طرح سے پیدا ہونے والی لڑکی کی عمر ۱۶/۱۷/سال ہے۔ لڑکی سمجھ دار پڑھی لکھی نمازی ہے، دیندار ہے، اسلام کو سمجھتی ہے۔ کیا ایسی لڑکی سے کوئی بھی شریف اور اچھے گھرانے کا لڑکا شادی کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو لڑکی اپنی ماں کی غلطی کی وجہ سے غلط (ناجائز) صورت حال سے پیدا ہوئی اور اب وہ بالغ ہوکر نیک دیندار شریف ہے اور اس سے کوئی شریف لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو شادی کرنا درست ہے۔ ماں کی غلطی کی وجہ سے اس لڑکی کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۱۳۹۱ھ

حرامی لڑکے سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا

سوال:- ایک لڑکے کے متعلق برادری میں شہرت ہے کہ وہ حرامی ہے، کیا اس لڑکے سے ہم اپنی لڑکی منسوب کرسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت نے نکاح نہ کیا ہو اس سے پیدا شدہ بچہ حرامی ہوتا ہے[2]۔ بغیر دلیل کے کسی کو حرامی کہنا حرام ہے۔ اگر اس لڑکے کا شرعی طور پر والد موجود ہے اور اس نے نسب کا انکار

---

[1] اس لئے کہ حرمت کوئی وجہ نہیں ہے۔ واحل لکم ماوراء ذالکم الایة سورة النساء آیت ۲۴/.

[2] لانه نکاح باطل فالوطء فیه زنا لایثبت النسب، شامی زکریا ص ۲۵۲/ج۵/ قبیل باب الحضانة.

نہیں کیا تو بلاشبہ ثابت النسب ہے[1]، اس سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۱۳۹۶ھ

بلا نکاح کے عورت کو اپنے ساتھ رکھنا

سوال:- ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا۔ جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدوکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی۔ جس سے برا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دیدی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لئے امام صاحب کو بلایا۔ لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گذاریگی نکاح درست نہیں ہوگا۔ شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں اب تک رکھا تھا پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تو اب اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ اپنی زوجیت میں رکھا مفہوم زوجیت کا استہزاء ہے، جو کہ خطرناک ہے۔ ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے یہ زوجیت نہیں بلکہ زنا کاری ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنت متواترہ

---

[1] واذا تزوج الرجل امرأة الی قوله وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسکت الخ. عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶/ ج ۱/ الباب الخامس فی ثبوت النسب.

سے ثابت ہے[1] اور زنا کرنا حرام ہے ممنوع ہے اس پر سخت سزا ہے[2] ہر دو کو توبہ واستغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں[3] جب وہ عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے۔ عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے[4] اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے۔ پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے۔ اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے۔ جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گذرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا۔ اگر چھ ماہ گذرنے سے پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس کا شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ **وصح نکاح حبلیٰ من زنا وان حرم وطؤ ها حتیٰ تضع لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً والولد له اھ درمختار قوله والولد لهٗ ای ان جاء ت بعدالنکاح بعد ستة اشهر فلو لاقل من ستةاشهر من وقت النکاح لایثبت النسب ولایرث منه اھ ردالمحتار[5] ص ۲۲ / ج ۲ /۔** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۰ھ

---

[1] ویکون واجباعند التوقان وسنة مؤکدة فی الاصح حال الاعتدال(الدرمع الشامی زکریا ص ۶۳ / ج ۴ /اول کتاب النکاح،بحر کوئٹه ص ۸۰ / ج ۳ / کتاب النکاح،فتح القدیر ص ۱۸۷، تا ۱۸۹ / ج ۳ / کتاب النکاح.

[2] ولاتقربوالزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا(بنی اسرائیل آیت ۳۲ /.

[3] انها واجبة علی الفور لایجوزتاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة اوکبیرة(نووی علی مسلم ص ۳۵۴ / ج ۲ /اول کتاب التوبة،رشیدیه دهلی،المفهم شرح مسلم ص ۲۷ / ج ۲ / کتاب الاذکاروالدعوات،باب تجدیدالاستغفاروالتوبه،مطبوعه دار ابن کثیربیروت.

[4] (لتمحضه زنا)لانه لاشبهة ملک فیه،ولذالاتثبت به عدة لانه لاعدة من الزنا(شامی کراچی ص ۲۳ / ج ۴ / کتاب الحدود،مطلب الحکم المذکورفی بابه اولی من المذکورفی غیربابه، فتح القدیر ص ۲۵۱ / ج ۵ / کتاب الحدود،باب الوطء الذی یوجب الحدودالذی لایوجبه،دارالفکر بیروت.

[5] شامی کراچی ص ۴۹ / ج ۳ / فصل فی المحرمات،هندیه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا

سوال:- اسی طرح ایک اور مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوا۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو کہتی ہے کہ میری شادی ہو چکی ہے دو چار بچے بھی ہو چکے ہیں۔ مگر اب وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے تو جھوٹ بول دیا تھا۔ اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعۃً نکاح نہیں ہوا بلکہ جھوٹ بولا ہے تو فوراً ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے کر لیں[1] اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں[2] اب تک سخت معصیت میں پھنسے رہے۔ جب خدا کے سامنے آدمی صدق دل سے توبہ کرتا ہے، روتا ہے، نادم ہوتا ہے، معافی مانگتا ہے تو اللہ توبہ قبول فرما لیتے ہیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کوئٹہ ص ۲۸۰/ ج ۱/ الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، ایضاً ص ۵۳۶/ ج ۱/ کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، فتح القدیر ص ۲۴۱/ ج ۳/ فصل فی بیان المحرمات، دار الفکر بیروت، تبیین الحقائق ص ۳۸/ ج ۳/ باب ثبوت النسب، طبع امدادیہ ملتان.

[1] ینعقد بإیجاب وقبول، وشرط حضور شاهدین، الدر المختار کراچی ص ۹/ ج ۳/ کتاب النکاح، بحر کوئٹہ ص ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح، مجمع الانهر ص ۴۶۷/ ج ۱/ کتاب النکاح، دار الکتب العلمیه بیروت.

[2] اتفقوا علی ان التوبة من جمیع الماصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة (نووی عل مسلم ص ۳۵۴/ ج ۲/ اول کتاب التوبة، طبع رشیدیه دهلی، المفهم شرح مسلم ص ۲۷/ ج ۷/ کتاب الاذکار والدعوات، باب تجدید الاستغفار والتوبة طبع دار ابن کثیر بیروت.

(نمبر ۳/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

زنا کا اقرار اپنے حق میں معتبر ہے

سوال:- مسجد کی کمیٹی کے دو اراکین نے پہلے ہندہ کی بدچلنی اور اس کا کسی اور سے تعلقات کا ذکر بکر سے کیا تھا (مگر بعد میں بکر سے نکاح کرنے کے لئے دو اراکین نے بھی جوق در جوق حصہ لیا) ہندہ کوئی کنواری بالغہ نہیں بلکہ بیوہ اور تین بچوں کی ماں ہے، جو گھر سے باہر رہ کر مزدوری کرتی ہے اس کے سب سے بڑے لڑکے کی عمر ۱۳/ اور ۱۴/ سال کے مابین ہے۔ کیا ایسی حالت میں مطابق شریعت اسلامیہ ہندہ کا بیان قابل اعتبار ہوسکتا ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں صرف کنواری بالغہ کا بیان قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے، بیوہ کا نہیں بتائیے ان اصحاب کی رائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ اپنے حق میں زنا کا اقرار کرلے تو وہ معتبر ہوگا لیکن بکر یا کسی اور کے متعلق اقرار کرے تو محض اس کے اقرار سے بکر یا کسی اور کو زانی قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک شرعی ثبوت موجود نہ ہو۔ (کذا فی البحر الرائق[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] غافر الذنب وقابل التوب شديدالعقاب ذى الطول: اى وهوالذى يغفر ماسلف من الذنوب ويقبل التوبة فى مستأنف الازمنة لمن تاب وخضع (تفسيرمراغى ص ۴۲/ ج۸/ سورۂ غافر آيت ۳/ مطبوعه مكتبه تجاريه.

---

[1] وان اقرت المرأة بالزنا بفلان وكذبها الرجل فلاحد عليها ايضاً خلافاً لهما، البحر الرائق مطبوعه كوئٹه ج۵/ ص۷/ كتاب الحدود. وان انكر بان مازنيت ولم يدع مايسقط الحد وجب على المقردون المنكر، البحرالرائق ج۵/ ص ۱۹/ قبيل باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها شامى زكرياص ۱۱/ ج۶/ كتاب الحدود، زيلعى ص ۱۸۵/ ج۳/ كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد الخ، قبيل باب الشهادة على الزناوالرجوع عنها مطبوعه امداديه ملتان.

﴿باب پنجم: محرمات کا بیان﴾

(فصل اول: محرمات نسبی کا بیان)

محرمات کی تفصیل

سوال: -مرد کے لئے کون کون سی عورتیں حرام ہیں، اسی طرح عورت کے لئے کون کون سے مرد حرام ہیں؟ مفصل تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصول (ماں، نانی، دادی وغیرہ) فروع (بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ) اصل قریب کی فروع (بہن، بھانجی، بھتیجی، وغیرہ) اصل بعید کی صلبی اولاد (خالہ، پھوپھی) رضاعی ماں اور اس کی اولاد، رضاعی بہن اور اس کی اولاد، رضاعی ماں کے اصول، نانی، دادی وغیرہ، بیوی کی ماں، نانی، دادی، مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی، باپ دادا کی بیوی، مزنیہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اصول و فروع بیٹے، پوتے، نواسے کی بیوی، مشرکہ، کافرہ، یہ عورتیں تو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔

اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں وہ حالات نہ رہیں تو ان کی حرمت نہ رہے گی۔ جیسے بیوی کی خالہ، پھوپھی، بہن اس وقت تک حرام ہیں جب تک بیوی نکاح میں ہے اگر وہ مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور عدت گذر جائے تو ان کی حرمت نہیں رہے گی اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں۔ لیکن اگر کوئی سی مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور اس کی عدت گذر جائے تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

مردوں کے جن رشتوں سے عورتوں کے نکاح درست نہیں۔ اگر ان رشتوں کو مردوں

کی طرف منسوب کیا جائے تو عورتوں کا نکاح ان مردوں سے بھی درست نہیں ہوگا مثلاً کسی عورت کا نکاح اپنے اصول (باپ، دادا، نانا وغیرہ) اور فروع (بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ) سے درست نہیں ہوگا۔ مزید تفصیل کتب فقہ، شامی[1]، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

بیٹی سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا ثبوت نسب

سوال:- زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا ہندوستان میں اور کچھ عرصہ تک زید نے ہندہ کے ساتھ گزارا اور ہندہ کو حمل قرار پا گیا۔ پھر اس کے بعد زید دوسرے ملک میں چلا گیا، اس کے بعد ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی اور اب زید کو وہاں سے آنے کو حکومت مجبور کرتی ہے اور زید بھی مجبوراً چلا آیا اور پھر ہندہ کی جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کا نام زینب ہے اور یہ زینب زید ہی کے نطفہ سے پیدا ہوئی ہے۔ بہر حال زینب بھی جہاں زید رہتا ہے پہونچ جاتی ہے اور زینب عاقل بالغ ہے اور زید کو معلوم نہیں ہے کہ یہ میری لڑکی ہے۔ اس کے بعد زید کا نکاح زینب کے ساتھ ہو گیا اور زید زینب کے ساتھ رہتا ہے اور زید کے نطفہ سے زینب کو اولاد ہوتی ہے تو اس اولاد کا نسب کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ہندہ کی لڑکی زینب سے زید نے نکاح کیا جب کہ اس کو علم نہیں تھا

---

[1] حرم على المتزوج أصله وفروعه على اونزل وبنت أخيه واخته وبنتهاولو من زنا وعمته وخالته وحرم المصاهرةً بنت زوجته الموطؤة وأم زوجته ان لم توطاء وحرم الكل ممامر تحريمه نسباً و مصاهرة ورضاعاً الخ، الدر المختارمع الشامی زکریا ص ۱۰۰، ۱۰۵/ ج۴/ فصل فی المحرمات، فتح القدير ص ۲۱۲، ۲۰۸/ ج۳/ فصل فی بيان المحرمات مطبع دارالفكر.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۳/ ج ۱/ الباب الثانی فی المحرمات، مجمع الانهر، باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص ۲۱۲، ۲۰۸/ ج۳/ باب المحرمات مطبع دارالفكر.

کہ یہ خود اس کی لڑکی ہے۔ لہٰذا جو اولاد زید سے پیدا ہوئی وہ حرامی شمار نہیں ہوگی بلکہ زید سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ البتہ علم ہونے کے بعد اس کو فوراً تعلقِ زوجیت ختم کر دینا ضروری ہے۔ نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب اھ (ردالمحتار[1] ص ۶۵۹ / ج ۲ / باب العدة) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بیوی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- زید نے کسی عورت سے نکاح کیا اس کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکی بھی آ گئی۔ اس عورت کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اسکی حقیقی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت سے زید نے نکاح کے بعد ہمبستری کی ہے اس کی لڑکی سے جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہے زید کا نکاح کبھی بھی اور کسی حال میں بھی جائز نہیں بالکل حرام ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

منکوحہ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح

سوال:- زید جمیلہ بیوہ کے گھر سکونت پذیر ہے اور جمیلہ اپنے نفس کا واک اختیار زید

---

[1] ردالمحتار زکریا ص ۱۹۷ / ج ۵ / باب العدة مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، البحر کوئٹہ ص ۱۳۹ / ج ۴ / باب العدة، تاتارخانیہ کراچی ص ۱۱ / ج ۳ / الفصل التاسع فی النکاح الفاسد واحکامہ.

[2] وبنت إمرأة دخل بها مجمع الأنهر ص ۴۷۶ ج ۱ باب المحرمات، البحر کوئٹہ ص ۹۳ / ج ۳ / باب المحرمات، شامی زکریا ص ۱۰۴ / ج ۴ / باب المحرمات.

کو دے دیتی ہے اور وہ زید مذکور قبول کر لیتا ہے اور جمیلہ مذکورہ کو اپنی بیوی جان کر اس کے ساتھ جماع کرتا رہتا ہے مگر ایجاب وقبول کے وقت شاہد موجود نہیں ہیں بعد میں یہ عورت لوگوں کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے نفس کا واک زید کو دے دیا ہے اب یہ نکاح بلاشہود فاسد ہے یا کہ صحیح۔ اگر فاسد ہے تو زید جب جمیلہ کے ساتھ جماع کرتا رہا، ساتھ نکاح فاسد کے تو جمیلہ مذکورہ کی بیٹی جو بکر سے ہے زید مذکور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نکاح کر لیوے تو نکاح بیٹی کا باطل ہوتا ہے یا کہ درست ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا گواہوں کے نکاح جائز نہیں۔ لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا[1] اور اس جماع کی وجہ سے زید اور جمیلہ سخت گنہگار ہوئے۔ ان دونوں کی علیحدگی اور متارکت واجب ہے[2] جب زید جمیلہ سے جماع کر چکا ہے تو جمیلہ کی اولاد خواہ کسی سے ہو زید پر حرام ہے لہٰذا زید کا نکاح جمیلہ کی بیٹی سے جو بکر سے ہے ہرگز جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: احمد سعید غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الثانی ص ۵۸ھ

---

[1] نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۷۴/ج ۴/کتاب النکاح مطلب فی النکاح الفاسد، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۲۳/ج ۲/فصل ومنها الشهادة وهی حضور الشهادة، هدایه ص ۳۰۶/ج ۲/کتاب النکاح، مطبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۷۶/ج ۴/مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فی النکاح الفاسد.

[3] بنات الزوجة (أی تحرم) وبنات اولادها وان سفلن بشرط الدخول بالام كذا فی الحاوی القدسی سواء كانت الابنة فمی حجره اولم تكن فتاوی عالمگیری ص ۲۷۴/ج ۱/المحرمات بالصهرة مطبع دار الكتاب دیوبند، مجمع الانهر ص ۲۷۶/ج ۱/باب المحرمات مطبع دار الكتب العلمية بیروت، بدائع زکریا ص ۵۳۱/ج ۲/المحرمات بالمصاهرة.

اخیافی بہن سے نکاح

سوال:-(۱) زید کا انتقال ہوگیا اور اس نے ایک لڑکا اور بیوی کو چھوڑا بعد آں اس کی بیوی نے عمر کے ساتھ نکاح کرلیا اور عمر سے لڑکی ہوئی اس صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح عمر کی لڑکی کے ساتھ کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

علاتی بہن کے ساتھ نکاح

سوال:-(۲) بکر کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہوا تھا اور بکر کی بیوی کا انتقال ہوگیا چنانچہ بکر نے دوسرا نکاح کرلیا۔ دوسری بیوی سے لڑکی ہوئی کیا ان دونوں کا نکاح درست ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی کی ماں ایک ہے پس یہ دونوں بہن بھائی ہوئے لہٰذا ان کا آپس میں نکاح درست نہیں۔

(۲) ان دونوں کا باپ ایک ہے لہٰذا ان کا نکاح بھی ناجائز ہے۔ وتحرم اختہ لاب وام او لاحدھما اھ مجمع الانہر[1] ص ۳۲۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

علاتی واخیافی بہن سے نکاح کی حرمت

سوال:- قرآن شریف میں جو رشتے نکاح یا پردہ کے متعلق ہیں وہ صرف سگے ہیں یا دُور کے بھی ہیں؟

---

[1] مجمع الأنهر بيروت ص ۴۷۶/ ج ۱/باب المحرمات، البحر كوئٹه ص ۹۳/ ج ۳/فصل فی المحرمات، تبيين الحقائق ص ۱۰۲/ ج ۲/فصل فی المحرمات مكتبه امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن شریف میں بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی سے نکاح حرام ہے، اس میں بہن کی تینوں قسمیں مراد ہیں۔ ایک عینی یعنی ماں اور باپ دونوں میں شریک ہو جس کو سگی بہن کہتے ہیں۔ دوسرے علاتی یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں۔ تیسرے اخیافی یعنی ماں ایک ہو باپ الگ الگ، ایسی تینوں قسموں کی بہن سے نکاح حرام ہے۔ ایسے ہی بھائی کی لڑکی اور بہن کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے[1]۔ باقی دور کے رشتہ کی اگر بہن ہو مثلاً پھوپھی کی لڑکی یا خالہ کی لڑکی یا ماموں کی لڑکی یا چچا کی لڑکی تو اس سے نکاح حرام نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اخیافی وعلاتی بہن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے

سوال:- یہ منیجر جو پہلے عورت تھی اور اس کے پاس ایک لڑکا بھی تھا اب یہ عورت مرد بن کر شادی کیا اس کے بعد بچے پیدا ہوئے اس کے پاس ایک لڑکی بھی ہے تو کیا عورت ہونے کے زمانے میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا منیجر کو اس کی شادی اس لڑکی سے جائز ہوگی جو مرد ہونے کے بعد شادی کیا منیجر نے اور اس کے بعد لڑکی جو پیدا ہوئی ہے نیز پہلے والا لڑکا اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی ہونے کا کون سے علاقہ ہوں گے یعنی اخیافی یا اس کے علاوہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک ہی ذات سے جو لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئے اگرچہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت

---

[1] حُرمتْ علیکم اُمھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکُمْ وبنات الاخ وبنات الاخت الأیة سورة النساء الأیة (آیت ۲۳/ پ ۴/) البحر کوئٹه ص ۹۳/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، تبیین الحقائق ص ۱۰۲/ ج ۲/ فصل فی المحرمات مکتبه امدادیه ملتان.

[2] احل لکم ماوراء ذٰلکم الآیة سورۂ نساء ۲۴/.

جداگانہ تھی پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بنا پر ان کا تعلق ازدواج درست نہیں جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح علاتی اور اخیافی بہن سے بھی نکاح حرام ہے[1] ہر ایک تولید کے وقت جو مولود منہ کی صفت تھی اس کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۹ھ

نواسی سے نکاح

سوال: -نواسی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح اپنی حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح حقیقی بہن کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی سے بھی حرام ہے۔ **لقولہٖ تعالیٰ حُرِّمَتْ علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت الأیة .وتحرم علیه بنت الاخ وبنت الاخت بالنص وھوقوله تعالیٰ وبنات الاخ وبنات الاخت وبنات بنات الاخ والاخت وان سفلت بالاجماع (بدائع الصنائع[2] ص ۲۵۷ / ج ۲ /)** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/ ۸۹ھ

---

[1] **هن الامهات والبنات والاخوات والعمات والخلات وبنات الاخ وبنات الأخت فهن محرمات نكاحاً ووطيا (الى قوله) واما الاخوات فالاخت لاب وام والأخت لأب والاخت لام (عالم گیری ص ۲۷۳ / ج ۱ /دارالکتب کتاب النکاح، الباب الثالث)مجمع الانهر ص ۴۷۶ / ج ۱ /باب المحرمات،دارالکتب العلمیه بیروت،البحر کوئٹه ص ۹۳ / ج ۳ /فصل فی المحرمات.**

[2] **بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۰ / ج ۲ / باب المحرمات،البحر کوئٹه ص ۹۳ / ج ۳ /فصل فی المحرمات،تبیین الحقائق ص ۱۰۲ / ج ۲ /فصل فی المحرمات،مکتبه امدادیه ملتان.**

بھانجی اور بھتیجی سے نکاح

سوال:- سگی بھانجی اور سگی بھتیجی کے ساتھ اسلام کی نظر میں شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سگی بھانجی (بہن کی لڑکی) اور سگی بھتیجی، (بھائی کی لڑکی) سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس کی حرمت قرآن کے چوتھے پارے کے اخیر میں مذکور ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح

سوال:- سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہن اور بہن کی اولاد کسی سے بھی نکاح جائز نہیں۔ بھانجے کی لڑکی سے بھی نکاح جائز نہیں۔ وبنات الاخ وبنات الاخت[2] کے تحت اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۸۹ھ

بھانجہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:- بھانجے کی لڑکی سے نکاح کس وجہ سے حرام ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟

---

[1] وبنات الأخ وبنات الاخت الأية سوره نساء آيت ۲۳/ پ۴/بدائع زكرياص ۵۲۹/ج۲/ المحرمات بالقرابة،مجمع الانهر ص ۵۷۵/ج ۱/باب المحرمات،دارالكتب العلميه.

[2] قوله تعالىٰ "وبنات الأخ وبنات الأخت"وإن سفلن.بالإجماع،بدائع زكرياص۵۳۰/ج۲/باب المحرمات،مجمع الانهر ص ۵۷۵/ج ۱/باب المحرمات،دارالكتب العلميه،البحر كوئٹه ص ۹۳/ج۳/باب المحرمات.

الجواب حامداًومصلیاً

حرمت قرابت کی بناء پرممنوع ہے فتحرم بنات الاخوۃوالاخوات وبنات اولاد الاخوۃوالاخوات وان نزلن اھ شامی[1] جلداول فصل المحرمات۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی غفرلہٗ

بھانجی کی لڑکی سے نکاح

سوال:-اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چودہ عورتوں کی تخصیص فرمائی ہےاور ماسواء ان چودہ عورتوں کے جن جن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہےان سب کی تشریح حدیث میں صراحۃً بیان فرمائی ہےاب احل لکم ماوراء ذٰلکم سے چودہ عورتوں کےسواجتنی عورتیں ہیں سب سےنکاح کرنا جائزمعلوم ہوتا ہے۔قرآن مجیدمیں بنات الاخ وبنات الاخت کی حرمت آئی ہےیعنی بھانجی سےنکاح کرنے کی حرمت آئی ہے بھانجی کی لڑکی سےنکاح کرنے کی حرمت کہاں سےثابت ہوتی ہے۔اگر بھانجی کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہےتوعم،عمہ، خالہ،کی لڑکی سےنکاح کرنا حرام ہونا چاہئے چونکہ معطوف اورمعطوف علیہ کاایک حکم ہوتا ہے۔ اورفقہاء کےقول میں اختلاف واقع ہوا ہے۔بعض فقہاء نےوان سفلن کی قیدلگائی ہے جیسا کہ صاحب درمختاراوربعض فقہاء نےوان سفلن کی قیدنہیں لگائی بلکہ سکوت کیا جیسا کہ صاحب ہدایہ۔

الجواب حامداًومصلیاً

وتحرم علیہ بنات الاخ بالنص وھوقولہ تعالیٰ وبنات الاخ وبنات الاخت

---

[1] شامی زکریا ص ۹۹/ج۴/ فصل فی المحرمات،عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۳/ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات،البحر کوئٹہ ص۹۳/ج۳/باب المحرمات.

وان سفلن بالاجماع بدائع[1] ص ۲۵۷ / ج ۲ / اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور یہ حرمت اجماع سے ثابت ہے۔ (ویحرم ابنة اختہ لاب وام اولاحدھما لقولہ تعالیٰ واخواتکم وفیھا لقولہ تعالیٰ وبنات الاخت وابنةاخیہ لاب وام او لاحدھما لقولہ تعالیٰ وبنات الاخ وان سفلن لعموم المجازاودلالة النص اوالاجماع مجمع الانھر[2] ص ۳۲۳ /) اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی کی حرمت عموم مجاز سے بھی نکلتی ہے اور دلالۃ النص سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ رہا بعض فقہاء کا سکوت تو اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔ لان الناطق مقدم علیٰ الساکت. اور اس کو اختلاف نہیں کہتے۔ اگر بعض جواز لکھتے اور بعض حرمت تب اختلاف ہوتا۔ رہا عم، عمہ، خالہ کی لڑکی کو بھانجی کی لڑکی پر قیاس کر کے حرمت کا تقاضہ کرنا سو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ نص میں بنات الاخ وبنات الاخت مذکور ہیں اور بنت کا اطلاق جس طرح سے لڑکی پر آتا ہے لڑکی کی لڑکی پر بھی آتا ہے اور عمہ کا اطلاق پھوپھی پر آتا ہے مگر پھوپھی کی لڑکی پر نہیں آتا۔ نیز اس کے متعلق کوئی اجماع منعقد نہیں ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۹ / جمادی الاول ۵۵ھ

بھانجی کی لڑکی سے نکاح

استفتاء ان باتوں کا ہے:

سوال: - زید نے اپنی سگی بہن کی بیٹی یعنی اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کر دیا جس

---

[1] بدائع زکریا ص ۵۳۰ / ج ۲ / فصل المحرمات بالقرابة، مجمع الانھر ص ۵۷۵ / ج ۱ / باب المحرمات، دار الکتب العلمیہ، زیلعی ص ۱۰۱ / ج ۲ / باب المحرمات، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] مجمع الأنھر بیروت ملخصاً ص ۴۸۶ / ج ۱ / باب المحرمات.

میں دو آدمی گواہ تھے اور حالت نکاح میں زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں بالغ تھے، اور زید مذکور اپنی سگی بہن کی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کرنا شرعاً حلال سمجھتا ہے، اور قیاس بھی کرتا ہے جیسا کہ اپنی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام مگر اس کی بیٹی سے حلال ہے وقال رجل آخر جاء فی تفسیر خازن قوله تعالیٰ وبنات الاخ وبنٰت الاخت اھ پاره لن تنا ص ۳۴۰/ وفی الدر المختار علی حاشیة رد المحتار ص ۳۰۱/ حرم علی المتزوج ذکرا کان اوانثی نکاح اصله وفروعه علاا ونزل اھ عبارت مذکور سے معلوم ہوا کہ اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

زید مذکور کا نکاح اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب

سوال:- (۲) ان دونوں کی جفتی سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب زید سے ثابت ہوا یا نہیں مگر زید اس کو اپنا لڑکا لڑکی ثابت کرتا ہے؟

ایسی اولاد کو حق وراثت

سوال:- (۳) زید کے مرنے کے بعد یہ لڑکا لڑکی عصبہ بن کر اس کے مال کے وارث بنیں گے یا نہیں؟

ایسے نکاح میں مہر کا وجوب

سوال:- (۴) زید پر اس عورت کا مہر واجب ہے یا نہیں؟

ایسے نکاح میں عورت کو حق وارثت

سوال:- (۵) زید کے مرنے کے بعد اس کے مال سے یہ عورت ثمن کی وارث

ہوگی یا نہیں؟

ایسے نکاح کے بعد ایک مکان میں رہنا سہنا

سوال:-(۶) زید مذکور کی سگی بھانجی کی بیٹی سے جولڑکے زید کی جفتی سے پیدا ہوئے اگر وہ عورت اپنے لڑکا لڑکی کولیکر زید کے مکان کے باہر دوسری جگہ سکونت کرے تو ہر قسم کی دشواری وسختی وبے عزتی پیش آتی ہے اس تقدیر پر اگر وہ عورت اپنے بال بچے لیکر زید کے مکان میں علیٰحدہ گھر بنوا کر سکونت اختیار کرے اور زید سے نزدیکی نہ کرے مگر ایک دوسرے کو گھر کے باہر آمد ورفت کے وقت دیکھتا ہے کیونکہ ایک مکان میں ایک دوسرے کو ضرور دیکھ لیا کرتا ہے۔ مگر بدکاری سے دور رہتے ہیں مگر امکان سے خالی نہیں شیطان ہر شخص کے ساتھ ہے اور زید مذکور بظاہر فاسق ہے۔ علامت فسق کی اس میں پائی جاتی ہے تو ایک مکان میں دونوں کا علیٰحدہ علیٰحدہ رہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ایسے نکاح پر کیا حد جاری ہوگی

سوال:-(۷) زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں سے فرزند پیدا ہوئے۔ اب زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی پر کونسی سزا شرع کی رو سے وارد ہے۔ زنا کی یا اور کسی قسم کی مفتیٰ بہ قول بیان فرماویں۔

ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نکاح

سوال:-(۸) زید اپنی بھانجی کی بیٹی سے نکاح وجماع کرنے کے بعد جولڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی سے دوسرے نیک شریف النسب آدمی کا نکاح کردیں تو اس میں شرعاً کوئی عیب تو نہیں ہوگا زید بھی شریف النسب آدمی ہے۔

ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نسب

سوال:-(۹) زید کی بھانجی کی بیٹی سے جو زید کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہوا تو شرعاً ولد الزنا کہلائے جائیں گے یا نہیں؟

ایسے نکاح سے پیداہ شدہ لڑکے کی امامت

سوال:-(۱۰) اگر وہ لڑکا بالغ عالم ہونے کے بعد امامت کرے تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ ہر ہر سوال کے جواب کو ادلۃ سے زیور پہنا کر تحریر فرماویں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) یہ نکاح ناجائز ہے۔ متون شروح فتاویٰ سب میں عدم جواز مصرح ہے۔ کسی کتاب میں اس کا جواز نہیں ہے۔[۱]

(۲) باوجود نکاح حرام ہونے کے اس نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی۔ نکاح محارم سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت النسب ہوتی ہے۔ ولاحد ان کان بشبهة العقد ای عقد النکاح عنده ای الامام کوطء محرم نکحها وقالا ان علم الحرمةحدوعليه الفتویٰ خلاصةلکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتویٰ علیه اولیٰ قاله قاسم فی تصحیحه لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتویٰ فحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کمامر اھ درمختار کتاب الحدود (قوله کوطء محرم نکحها)

---

[۱] وبنات الاخ والاخت و بناتهن وان سفلن الخ فتح القدیرص ۲۰۹/ج۳/فصل فی بیان المحرمات،بدائع زکریاص ۵۳۰/ج۲/فصل فی المحرمات بالقرابة،مجمع الانهرص ۵۷۵/ج ۱/باب المحرمات،دارالکتب العلمیه بیروت.

ای عقد علیها اطلق فی المحرم فیشتمل المحرم نسباً و رضاعاً وصهریةً اھ (قوله وقالا الخ) مدار الخلاف علی ثبوت محلیةالنکاح للمحارم وعدمه فعنده هی ثابتة علی معنی انها محل لنفس العقد لابالنظر الی خصوص عاقد لقبولها مقاصده من التوالد فاورث شبهةونفیا علیٰ معنی انها لیست محلا لعقد هذا العاقد فلم یورث شبهة وتمامه فی الفتح والنهر اھ ردالمحتار[1] ص ۳۳۶/ ج۳/ والمسئلة مذکورة فی ردالمحتار ص ۵۷۴/ ج ۲/ ص ۹۹۹/ ج ۲/[2]

(۳) نسب تو ثابت ہے احتیاطاً میراث کا استحقاق نہیں ہوگا۔ واما الارث فلا تثبت فیه اھ طحطاوی ص ۶/ ج ۲/[3]

(۴) واجب ہے۔ ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد وهوالذی فقدشرطا من شرائط الصحةکشهودبالوطء فی القبل لابغیره ولم یزدعلی المسمیٰ ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولوبغیر محضرعن صاحبه دخل بها اولا فی الاصح اھ درمختار ص ۵۷۴/ ج ۲/ کشهود ومثله تزوج الاختین معاً ونکاح الاخت فی عدة الاخت الخ شامی[4] عبارت بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر مثل واجب ہوگا اور مسمیٰ سے زائد نہیں ہوگا اور طرفین پر اس نکاح کا فسخ کرنا واجب ہے۔ دخول کی نوبت آئی ہو یا نہیں آئی ہو۔

---

[1] ردالمحتار نعمانیه ص ۱۵۳/ ج۳/ کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۵/ ج۵/ کتاب الحدودباب الوطء الذی یوجب الحدالخ، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۷/ ج ۲/ المصدرالسابق.

[2] درمختار نعمانیه ص ۳۵۰، ۳۵۱/ ج ۲/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[3] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۶۰/ ج ۲/ باب المهردارالمعرفة بیروت، شامی ص ۱۳۴/ ج۳/ باب المهر، دارالفکربیروت.

[4] شامی نعمانیه ص ۳۵۰/ ج ۲/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰/ ج ۱/ الباب الثامن فی النکاح الفاسدواحکامه، بدائع زکریاص ۶۵۱/ ج ۲/ النکاح الفاسدومایتعلق به.

(۵) اگر زندگی میں نکاح فسخ نہیں کیا تب بھی عورت کو میراث نہیں ملے گی۔ کما مر فی (۳) (اس نکاح کا فسخ واجب ہے)

(۶) اس میں فتنہ کا قوی احتمال ہے۔ لہٰذا قطعاً علیٰحدگی اور متارکت کر کے عورت کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے۔ زید کے لئے اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں[۱]، دنیا میں اگر ناسمجھ لوگوں میں بے عزتی ہوتی ہے تو آخرت کے عذاب سے انشاء اللہ نجات ہوگی جس کے مقابلہ میں دنیا کی بے عزتی کوئی شئی نہیں اور اہل فہم لوگ دنیا میں بھی بے عزتی نہیں کریں گے۔

(۷) حد زنا واجب نہیں تعزیر واجب ہے[۲] بشرطیکہ اسلامی حکومت ہو[۳] ورنہ باہمی متارکت تامہ کر کے ہر دو توبہ کر لیں[۴]۔

(۸) اولاد کا اس میں کیا قصور ہے[۵]، دوسرے لوگ اگر اس اولاد سے نکاح کر لیں تو شرعاً درست ہے۔

---

[۱] بل یجب علی القاضی التفریق بینهما الدرالمختار ص ۱۳۳ / ج ۳ / باب المهر، دارالفکر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳ / ج ۱ / الباب الثامن فی النکاح الفاسد.

[۲] الحاصل ان کل من ارتکب معصیة لیس فیها حد مقدر ثبت علیه عند الحاکم فانه یجب التعزیر، البحر کوئٹه ص ۴۲ / ج ۵ / کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۸ / ج ۲ / کتاب الحدود، الباب السابع فصل فی التعزیر.

[۳] ورکنه اقامة الامام او نائبه فی الاقامة الخ عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۳ / ج ۲ / کتاب الحدود، شامی زکریا ص ۶ / ج ۶ / کتاب الحدود.

[۴] ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة روح المعانی ص ۲۳۶ / ج ۱۵ / سورۂ تحریم الآیة ۸ / مطبوعه دارالفکر، نووی شرح مسلم ص ۳۵۴ / ج ۲ / کتاب التوبة مکتبه بلال دیوبند.

[۵] واما افتضاح اولاد الزنا فلافضیحة الا للامهات وهی حاصلة دعی غیرهم بالامهات او بالآباء ولاذنب لهم فی ذالک حتی یترتب علیه الافتضاح، روح المعانی ص ۱۷۶ / ج ۹ / تحت الایة یوم ندعو کل اُناس، مطبوعه دارالفکر.

(۹) ولدالزنا نہیں بلکہ ثابت النسب ہیں[۱]۔

(۱۰) اگر اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۲۷/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۲۷/ربیع الثانی ۶۴ھ

پھوپھی سے نکاح

سوال:- حقیقی پھوپھی یعنی باپ کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص حقیقی پھوپھی سے نکاح کرلے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حقیقی پھوپھی سے نکاح کرنا قطعی حرام ہے[۳]، لہٰذا یہ نکاح کرنے والا اگر اس مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح کرے گا تو شرعی قاعدہ کے موافق صاحبین کے نزدیک اس پر حد جاری کی

---

[۱] ویثبت نسب الولدالمولود فی النکاح الفاسدالخ عالمگیری کوئٹہ ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فی النکاح الفاسد، بدائع زکریاص ۶۵۱/ج ۲/النکاح الفاسدومایتعلق به، الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۲۷۷/ج ۴/مطلب فی النکاح الفاسد.

[۲] وولد الزناهذاان وجدغیرهم والافلاکراهة بحرشامی ص ۵۶۲/ج ۱/مطلب البدعة خمسة اقسام دارالفکربیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۵/مصری، عالمگیری کوئٹه ص ۸۵/ج ۱/الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث.

[۳] حرم العمات والخالات وهن اولاد الجدات فهن اقرب من اولادهن تبیین الحقائق ص ۱۰۱/ج ۲/فصل فی المحرمات، مکتبه امدادیه ملتان، البحرکوئٹه ص ۹۳/ج ۳/فصل فی المحرمات، شامی نعمانیه ص ۲۷۲/ج ۲/فصل فی المحرمات.

جائے گی اور تفریق ہر حال میں ضروری ہے۔[1] وعندهما اذا نكح نكاحاً مجمعاً علىٰ تحريمه فليس ذٰلک بشبهة ويحدان علم بالتحريم والا لاعالم گیری[2] ص۷۵۴/ج۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی یکم ربیع الاول ۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف یکم ربیع الاول ۵۴ھ

چچا سے نکاح

سوال:- کیا خاص چچا سے بھتیجی کا عقد جائز ہے یا نہیں؟ صورت دراصل یہ ہے کہ لڑکا لڑکی بالغ و بالغہ باکرہ تقریباً ہم عمر ہیں لڑکی کا اصرار یہ ہے کہ شادی ہو تو اس لڑکے سے ورنہ بصورتِ دیگر خودکشی کرلوں گی اس مجبوری کی حالت میں شریعت میں جان بچانے یا خوشگوار زندگی کے لئے کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چچا بھتیجی کا نکاح حرام ہے کسی صورت سے جائز نہیں۔ قرآن کریم میں ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ. الاٰية[3] جس چیز کو اللہ پاک نے خود حرام قرار دیا ہے اس کو حلال کرنے کی کس کی مجال ہے۔ اس طرح جان

---

[1] بل يجب على القاضى التفريق بينهما الدر المختار ص ۱۳۳/ج۳/باب المهر مطلب فى النكاح الفاسد، مطبوعه دار الفكر عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فى النكاح الفاسد.

[2] الهندية ص ۱۴۷/ج ۲/كوئٹه پاكستان الباب الرابع فى الوطؤ الذى يوجب الحد والذى لايوجبه، شامى زكرياص ۳۳/ج ۶/كتاب الحدود باب الوطء الذى يوجب الحد، مطلب فى بيان شبهة العقد البحر كوئٹه ص ۱۳/ج ۵/كتاب الحدود ايضاً.

[3] سورۂ نساء آیت ۲۳/۔ ترجمہ: تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں۔ (بیان القرآن)

بچانے کی دھمکی سے کیا حقیقی بہن بیٹی والدہ کے نکاح کی بھی اجازت حاصل کی جائے گی اور پھر اگر کسی کے دل میں کفر اختیار کرنے کا جوش پیدا ہو اس کی بھی اجازت لی جائے گی۔ دین ایمان کیا ہوگا جی چاہتا کھلونا بن جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سوتیلی والدہ سے نکاح

سوال: - زید اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت سے زید کے والد نے نکاح کیا وہ اس کی سوتیلی والدہ ہے اس سے زید کا نکاح کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/ ۹۲ھ

ساس سے نکاح

سوال: - ایک شخص بمبئی میں رہتا ہے۔ اس نے ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر وطن بھیج دیا۔ وکیل نے نکاح کرادیا اس کے بعد اس نے بمبئی سے طلاق دیدی بغیر خلوت کے دریافت طلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی غیر مدخولہ مطلقہ زوجہ کی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح بالتوکیل صحیح ہے اور نکاح صحیح کے بعد زوجہ کی ماں حرام ہوجاتی ہے خلوت سے

---

[1] ولاتنکحوا مانکح أباؤکم سورۃ النساء پ ۴/ آیت ۲۳/ شامی زکریاص ۱۰۴/ ج ۴/ باب المحرمات، البحر کوئٹہ ص ۹۴/ ۳/ باب المحرمات.

پہلے طلاق دی ہو یا بعد میں کما فی القرآن[1] وامهات نسائكم الأية وكما فی الحديث ايما رجل نكح امرأة فلايحل لهٗ ان ينكح امهادخل بها او لم يدخل بها. مشكوٰة شريف[2] ص ۲۷۵/ وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطؤة وام زوجته وجداتها مطلقاً بمجرد العقدالصحيح وان لم تؤطا الزوجة (شامی[3] ص ۲۷۸/ ج ۲/ نعمانیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

داماد سے نکاح

سوال:- زینب نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد کے ساتھ کیا اور بعد چند دن کے زینب خالد یعنی اپنے داماد پر فریفتہ ہوگئی اور اپنی لڑکی کو اس سے طلاق دلا کر خود اپنے ساتھ نکاح کرلیا یہ نکاح اس کا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داماد کا ساس سے نکاح حرام ہے ويحرم ام امرأته مطلقاً دخل اولا ان كان العقد صحيحاً اھ درمنتقی[4] ص ۳۲۳/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبداللطیف ۹/ ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[1] سورۃ النساء پ ۴/ آیت ۲۳/.

[2] مشكوٰة شريف ص ۲۷۵/ ج ۱/ باب المحرمات الفصل الثالث، بدائع زكرياص ۵۳۱/ ج ۲/ فصل واما النوع الثانی فالمحرمات بالمصاهرة.

[3] الدرالمختار كراچی ص ۳۰/ ج ۳/ فصل فی بيان المحرمات، مجمع الانهرص ۴۷۶/ ج ۱/ باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت، زيلعی ص ۱۰۲/ ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبع امداديه ملتان.

[4] الدرالمنتقیٰ علی مجمع الأنهر ص ۴۷۶/ ج ۱/ باب المحرمات (مطبوعه بيروت) زيلعی ص ۱۰۲/ ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبع امداديه ملتان، الدرالمختارمع الشامی دارالفكر ص ۳۰/ ج ۳/ فصل فی بيان المحرمات.

بہو سے نکاح

سوال: -عرصہ ہوا زید نے اپنی سگی بہو کے ساتھ عقد کرلیا ہے۔ ایسی صورت میں زید کے گھر کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ عنداللہ اگر کوئی صورت ہو تو مطلع کریں کہ ہم لوگ اسکے یہاں کھا پی سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیٹے کی بیوی سے عقد نکاح کرنا بالکل حرام ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ وحلائل ابنائکم (الأیۃ)[1] اور نکاح ہی منعقد نہیں ہوا[2] لہٰذا زید سے اس کو الگ کرائیں، پھر زید توبہ کرے تب زید کا گناہ معاف ہوگا۔ پھر اس کے گھر کھانے پینے کا معاملہ جاری کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۱۳۹۲ھ

موطوءۃ الجد سے نکاح حرام ہے

سوال: -ایک شخص کے سگے نانا ہیں، ان کی دو بیویاں ہیں۔ تو اس شخص نے اپنی سوتیلی نانی سے پہلے بدکاری کی، اس کے بعد اپنے نکاح میں لے لیا۔ کیا نواسہ کے لئے سوتیلی نانی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدکاری تو بدکاری ہے ہی مگر موطوءۃ الجد سے بھی نکاح حرام ہے۔ جد دادا ہو یا نانا ہر دو

---

[1] **ترجمہ:** اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں۔ از بیان القرآن ص ۱۰۶/ج ۱/ سورہ نساء آیت ۲۳/۔

[2] ان نکاح المحارم باطل اوفاسدوالظاهر ان المرادبالباطل ماوجوده كعدمه ،شامی دار الفكر ص ۱۳۲/ج ۳/باب المهر، مطلب فی النكاح الفاسد.

کی موطوءہ سے نکاح ناجائز ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلا تنکحوا مانکح اٰباء کم (الاٰیۃ)[1].

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۱۴۰۰ھ

ماں کے ماموں سے نکاح

سوال: - ماں کے ماموں محرمات میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داخل ہیں۔ وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن اھ عالمگیری[2] ص ۲۷۳/ج ۲/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۶/۶۴ھ

تبدیل جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت

سوال: - ایک عورت تھی وہ مرد بن گئی۔ عورت ہونے کے زمانہ میں اس کے ایک لڑکا تھا۔ اب مرد بننے کے بعد اس کے چند بچے پیدا ہوئے ان میں ایک لڑکی بھی ہے کیا عورت ہونے کے زمانہ میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی شادی اس لڑکی سے جائز ہوگی جو مرد ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے نیز پہلے والے لڑکے اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی چارہ کی کونسی نسبت ہوگی وہ سگے بھائی بہن ہوں گے یا اخیافی وعلاتی۔ یہ واقعہ بھی اٹلی میں وقوع پذیر ہو چکا ہے؟

---

[1] سورہ نساء آیت ۲۴/۔ **ترجمہ:** اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ (از بیان القرآن) شامی زکریا ص ۱۰۵/ج ۴/ باب المحرمات۔

[2] الھندیۃ ص ۲۷۳/ج ۱/ الباب الثالث فی بیان المحرمات مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، درمختار مع الشامی ص ۲۹/ج ۳/ دارالفکر بیروت، فصل فی المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک ہی ذات سے جولڑکا لڑکی پیدا ہوئے اگر چہ ہرایک کی پیدائش پراس کی صفت جداگانہ تھی۔ پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بناء پران کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں۔ جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح علاتی اوراخیافی بہن سے بھی حرام ہے[1] ہرایک کی تولید کے وقت جومولود منہٗ کی صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

خونی رشتے

سوال: -خون کا رشتہ کس کو کہتے ہیں اوراس کی اہمیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جورشتہ نسبی ہوجیسے بھائی بہن، پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں وغیرہ یہ سب رشتے ہیں ان سے نکاح حرام ہے قرآن کریم میں بھی حرمت مذکور ہے۔ چوتھے پارے کا اخیر دیکھئے حرمت علیکم امھتکم[2] الخ. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

دوسرے کے خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا

سوال: -ایک مسلمان دوسرے مسلمان مرد یا عورت کو خون دے توان دونوں کے

---

[1] وتحرم اخته لاب وام اولا حدهما الخ مجمع الانهر ص ۴۷۴/ج ۱/باب المحرمات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۹۳/ج ۳/فصل فی المحرمات، بدائع الصنائع زکریا ص ۵۲۹/ج ۲/المحرمات بالقرابة.

[2] سورۃ النساء آیت ۲۳/۔

درمیان رشتہ کس طرح ہوجاتا ہے یعنی مرد کا خون مرد کو دیا جائے تو کیا دونوں خون کے رشتہ سے بھائی ہوجاتے ہیں یا مرد کا خون عورت کو دیں تو دونوں بھائی بہن ہوجاتے ہیں۔ اور کیا دونوں کا نکاح جائز ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی وجہ سے ان میں کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہیں گے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

امہات المومنینؓ اور دیگر محرمات میں فرق

سوال:- جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے مثلاً بہن، ماں، ساس۔ ان سے پردہ کرنا ہوگا یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ساس سے پردہ نہ کیا جائے، لیکن اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، کیونکہ ازواجِ مطہراتؓ سے نکاح کرنا حرام ہے۔ لیکن ارشاد باری یہ بھی ہے کہ ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ تو ساس سے پردہ نہ کرنا اور ازواج مطہراتؓ سے پردہ کرنا دونوں متعارض معلوم ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ازواجِ مطہراتؓ کی کچھ خصوصیات بھی ہیں۔ ان کو امہات المومنینؓ فرمایا گیا ہے۔

---

[1] نوٹ:- کسی کو خون دینا اسباب مصاہرت میں سے نہیں ہے۔ واما الذی یوجب حرمة المصاهرة فهو اربعة امور احدها: العقد الصحیح، ثانیها: الوطء سواء کان بعقد صحیح اوفاسد اوزنا: ثالثها المس: اربعها نظر الرجل الی داخل فرج المرأة ونظر المرأة الی ذکر الرجل کتاب الفقه علی مذاهب الاربعة ص ۶۲/ ج ۴/ مبحث فیما تثبت به حرمة المصاهرة مجمع الانهر ص ۴۸۰/ ج ۱/ باب المحرمات دارالکتب العلمیه بدائع زکریا ص ۵۳۴/ ج ۲/ باب المحرمات بالمصاهرة جواهر الفقه ص ۴۰/ ج ۲/ ''خون کا مسئلہ'' سیرت النبیؐ دیوبند۔

وازواجه امهاتهم. الآیۃ[1] لیکن اگر حقیقی ماں قرار دیا جائے۔ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے پردہ نہ ہو۔ حالانکہ آیت حجاب ان کے لئے مستقلاً نازل ہوئی۔ نیز ان کو حقیقی ماں قرار دینے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح جائز نہ ہو، کیونکہ سب بھائی بہن ہو جائیں گے، حالانکہ نکاح کا بکثرت واقع ہونا اس زمانہ میں بھی پیش آیا، اس لئے ان دونوں مسئلوں میں ان پر وہ احکام نافذ نہیں ہوں گے جو حقیقی ماں پر ہوتے ہیں۔ البتہ جس طرح اپنی ماں سے نکاح حرام ہے اسی طرح ازواج مطہراتؓ سے بھی کسی امتی کا نکاح جائز نہیں۔ ولا أن تنكحوا ازواجه من بعده ابداً. الآیۃ[2].

غرض ازواج مطہرات کو دیگر مستورات پر قیاس کر کے جملہ احکام کو نافذ کرنا درست نہیں۔ یانساء النبی لستن كاحد من النساء الآیۃ[3]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۶/۔

[2] سورۂ احزاب پ ۲۲/ رکوع ۳/ **ترجمہ**: اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ احزاب پ ۲۲/ رکوع ۱/ **ترجمہ**: اے نبیؐ کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (بیان القرآن)

فصل دوم: حرمتِ نکاح بسببِ مصاہرت

حرمت مصاہرت پر اشکال کا جواب

سوال:- ایک مسئلہ ہے مرد رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس پر پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا لازم ہے کہ یہ مرد اب اس عورت کو طلاق دیدے اس میں غلطی کی کوئی رعایت نہیں جب منشاء دلی اس کا ایک فعل کا نہیں تھا تو ایسی سخت سزا کیوں دی جاتی ہے۔ پھر یہ کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ نزلہ بر عضوِ ضعیف ریزد کا مضمون ہے۔ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی ہرن کے بندوق مارے اور کسی آدمی کے غلطی سے لگ جائے تو اس غلطی سے بالکل تو اس کی معافی نہیں ہو جاتی ہے، بلکہ خون بہا دلایا جاتا ہے اور وہ بھی مارنے والے کے اعزاء سے دلایا جاتا ہے۔ دیکھئے یہاں بھی اسی طرح یعنی اگر جان کر مارتا تو قتل کیا جاتا غلطی کی تو اتنی رعایت ہوئی کہ خون بہا سے جان بچ گئی نیز گناہ نہیں ہوا[1]

صورت مسئولہ میں بھی اگر جان کر کرتا اور قاضی شرعی تک اطلاع پہنچتی تو وہ حسب صوابدید تعزیراً سزا دیتا نیز گناہ عظیم کا مرتکب قرار پاتا[2] اور غلطی کی وجہ سے سزا اور گناہ دونوں

---

[1] والخطاء علی نوعین خطأ فی القصد وھوان یرمی شخصایظنه صیداً فاذاھو ادمی اویظنه حربیاً فاذاھو مسلم وخطأ فی الفعل وھو ان یرمی غرضافیصیب ادمیاً وموجب ذٰلک الکفارة والدیة علی العاقلة الخ ھدایه ص ۵۶۱/ج۴/کتاب الجنایات مطبوعه دیوبند ،مجمع الانھر ص ۳۱۲/ج۴/کتاب الجنایات دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الحاصل ان کل من ارتکب معصیة لیس فیھاحدمقدروثبت علیه عند الحاکم فانه یجب التعزیر الخ البحر کوئٹه ص ۴۲/ج۵/فصل فی التعزیر،عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۸/ج۲/ فصل فی التعزیر،تاتارخانیه ص ۱۴۱/۵۰/ادارة القرآن کراچی.

سے بچ گیا۔ بسا اوقات ایک فعل کا اثر دوسرے پر بھی پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مثالِ مذکور میں اعزاء سے خون بہا دلایا جاتا ہے۔ اگر کوئی ناسمجھ بچہ کسی کا کوئی نقصان کردے تو اس کی ذمہ داری بھی بڑوں پر آتی ہے۔ غور کرنے سے مثالیں ملیں گی[1] اور یہ سب دنیوی احکام ہیں آخرت میں بلا وجہ ایک کے فعل کا گناہ دوسرے کو بھگتنا نہیں پڑیگا[2] جان کر فعل مذکور کرنے سے جس قدر گناہ ہوتا ہے۔ (حرمت تو بہر حال ہے) اس کے مقابلہ میں حرمت کس قدر ہے ہلکی اور نرم سزا ہے غور کا مقام ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱/۸۵ھ

آپ کے سوالات کا منشاء مسائل دینیہ سے ناواقفیت ہے اس لئے ضروری ہے کہ علماء کی صحبت اختیار کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے شبہات پیدا نہ ہوں گے۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۵/صفر ۵۸ھ

ساس کے ساتھ زنا سے حرمت مصاہرت

سوال:- زید نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا، سہواً کیا یا قصداً، بہر صورت اس کی بیوی حرام ہوگئی یا نہیں؟ اگر حرام ہوگئی ہے تو پھر دوبارہ شادی کرنے سے حلال ہوگی یا نہیں؟ اور اگر حرام نہ ہو تو اس بیوی کو طلاق صریح دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بغیر طلاق کے وہ بیوی دوسرے مرد سے شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] الصبی والمجنون وان اتلفا شیئاً لزمهما ضمانه احیاءً لحق المتلف علیه الخ فتح القدیر ص ۲۵۸/ج ۹/کتاب الحجر، دار الفکر هدایه ص ۳۵۳/ج ۳/کتاب الحجر مکتبه تهانوی، مجمع الانهر ص ۵۱/ج ۴/مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت.

[2] ولا تزرو وازرة وزراخری، سوره بنی اسرائیل ای لایحمل احدذنب احدولایجنی جان الاعلی نفسه تفسیر ابن کثیر ص ۴۷/ج ۳/آیت ۱۵/مکتبه تجاریه مکه مکرمه.

الجواب حامداًومصلیاً

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی زید پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی دوبارہ نکاح کرکے بھی حلال نہیں ہوگی۔اس کوطلاق دیدے یا کہہ دے کہ میں نے اس کوچھوڑ دیا۔اس کے بعد اگر مدخولہ ہے تو عدت گذار کراوراگر غیر مدخولہ ہے تو بغیر عدت گذارے اس کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہوگا۔فمن زنیٰ بامرأۃ حرمت علیه امها وان علت وابنتها وان سفلت (فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۲۷۴/ج ۱/وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتیٰ لایحل لها التزوج باخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة والمتارکة لاتتحقق الا بالقول ان کانت مدخولاً بها کترکتکِ اوخلیت سبیلک اماغیرالمدخول بهافقیل تکون بالقول فیهاحتی لوترکهاومضی علی عدتها سنون لم یکن لها ان تزوج باٰخر فافهم. درمختاروشامی ص ۴۳۷/ج ۲/[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

اپنے دس سالہ لڑکے کوشوہر کے سوتیلے لڑکے کا بتانا

سوال:-زید کی بیوی زینب کے بطن سے ایک لڑکا ہے جس کی عمر تقریباً دس برس ہوگی۔اب زینب اپنے شوہر زید سے کہتی ہے کہ یہ لڑکا آپ کے لڑکے خالد کے نطفہ سے ہے (خالد زینب کا سوتیلا لڑکا ہے) زید نے اپنے لڑکے سے دریافت کیا مگر اس نے قسم کھا کر انکار

---

[1] عالمگیری ص ۲۷۴/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهریة، مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۶۳/ج ۴/کتاب فیما تثبت به حرمة المصاهرة،المکتبة الرشیدیوبند،البحر کوئٹه ص ۹۸/ج ۳/باب المحرمات.

[2] الدرالمختارمع الشامی ص ۳۷/ج ۳/باب المحرمات دارالفکر،عالمگیری ص ۲۷۷/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهریة،مطبوعه کوئٹه.

کیا کہ میری سوتیلی ماں جھوٹ بول رہی ہے۔ خالد دیندار ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ زید پر زینب حرام ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زینب کے شوہر کے نزدیک زینب اپنے اس اقرار میں جھوٹی ہے تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی[1] پھر دس برس تک اس نے برابر تعلق رکھا اور اتنی طویل مدت میں کبھی اظہار نہیں کیا تو اب وہ اپنے اس اقرار میں خود ہی شرعاً متہم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۵/۳/۸۸ھ

بیٹے کی بیوی سے زنا

سوال:- زید اور بکر آپس میں باپ اور بیٹا ہیں۔ زید والد ہے اور بکر ولد، زید نے اپنے لڑکے بکر کی عورت سے ناجائز فعل یعنی زنا کیا گواہ کوئی نہیں صرف وہ عورت اقرار کرتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا اور زید و بکر کے آپس کے تعلقات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہے تو آیا وہ عورت اب بکر کو جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ اس کے والد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکا اس بات میں اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے باپ کو جھوٹا سمجھتا ہے شرعاً لڑکے پر اس کی بیوی حرام ہوگئی اس کے ذمہ واجب ہے کہ اسے چھوڑ دے اور کہدے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ یا طلاق دیدے اور اگر لڑکا اپنی بیوی کی تکذیب کرتا ہے اور اپنے باپ

---

[1] ثبوت الحرمة بمسها مشروط بأن يصدقها أويقع فى اكبر رايه صدقها فتح القدير مصرى ص ۲۲۲/ج۳/ (فصل فى بيان المحرمات)شامى دارالفكر ص ۳۳/ج۳/فصل فى المحرمات مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات،دارالكتب العلميه بيروت.

کواس انکار میں سچا سمجھتا ہے تو پھر وہ حرام نہیں ہوئی بدستور نکاح باقی ہے۔ رجل تزوج امرأة علیٰ انها عذراء فلما ارادوقاعها وجدهاقد افتضت فقال لها من افتضک فقالت ابوک ان صدقه الزوج بانت منه ولامهرلها وان کذبها فهی امرأته کذا فی الظهیریة الخ،عالمگیری[1]ص ۲۷۶/ج ۱/وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بآخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة الخ. درمختار[2]ص ۴۳۷/ج ۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۲۸/۱۰/ ۶۱ھ

خسر اور بہو کا ناجائز تعلق

سوال:- ایک مسلمان دھوبی کا لڑکا مرگیا، اور اسکی بہو وہیں رہنے لگی اور خسر کی خدمت کرنے لگی، پھر خسر اور بہو کا ناجائز تعلق ہوگیا، جس سے تین لڑکیاں ہوئیں، اس پر محلّہ والوں نے ان کا بائکاٹ کردیا اب یہ معافی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی، اب ان بچوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ بچے مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان بچوں کو اسلام برادری میں لیا جائے گا یا نہیں؟ اب ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۶/ج ۱/مکتبه کوئٹه پاکستان الباب الثانی المحرمات بالصهریة، الدرالمختارمع الشامی دارالفکر ص ۳۲/ج ۳/فصل فی المحرمات.

[2] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۷/ج ۳/ فصل فی المحرمات،طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۷/ج ۳/فصل فی المحرمات،مطبع دارالمعرفة،فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۷/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهریة.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حرکت نہایت بے غیرتی اور حرام کاری ہے، صدق دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں[1] اور ان دونوں مرد وعورت کو جدا جدا کر دیا جائے[2]، کوئی تعلق باقی نہ رہے، ان بچوں کو مسلمان ہی قرار دیا جائیگا، ان کی پرورش لازم ہے، ان سے قطع تعلق نہ کیا جائے، اور وہ دونوں توبہ کر کے الگ الگ ہو جائیں، اور حرام کاری چھوڑ دیں، اور ان سے جو قطع تعلق اصلاح کے لئے کیا تھا اس کو ختم کر دیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

حرمت مصاہرت دعویٰ زنا سے

سوال: -مسئلہ دریافت طلب ہے جس کے واقعات حسب ذیل ہیں۔ مسماۃ بوندی بیوہ تھی اس کا نکاح ثانی زید سے ہو گیا۔ ہر دو کی عمر بیس اور پچیس سال ہے بعد نکاح معلوم ہوا کہ مرد خراب ہے نکاح ہو کر عورت خاوند کے یہاں دو سال سے کم رہی ہو گی عورت مسماۃ بوندی کے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی ہے جو زندہ ہے جس کی عمر تیرہ ماہ ہے اور ہمیشہ ان کے وہاں

---

[1] والتوبة فی الشرع ترک الذنب لقبحه والندم علی ما فرط منه والعزیمة علی ترک المعاودة وتدارک ماامکنه أن یتدارک من الاعمال بالاعادة الخ مرقاة ج۳/ص ۶۰/(مطبوعه بمبئی) اول باب الاستغفار.

[2] بل یجب علی القاضی التفریق بینهما الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۲۷۶/ج۴/ باب المهرمطلب فی النکاح الفاسد،عالمگیری ص ۳۳۰/ج ۱/الباب الثامن فی النکاح الفاسد مطبوعه کوئٹه.

[3] قولهٗ نهیٰ رسول اللّٰه ﷺ عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم، ج۷/ ص۹۸/ (مطبوعه دار ابن کثیر بیروت) کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته.

تکرار رہا۔اب عورت مسماۃ بوندی اپنے باپ کے یہاں آ گئی جب اس کے لینے کو سسرال کے لوگ گئے تو وہ کہتی ہے کہ میرا مالک تو بالکل خراب ہے عورت کے قابل نہیں ہے تو کیا مجھے میرے خسر کے ساتھ بھیج رہے ہو اور میرا خسر ہی مجھ کو خراب کرتا ہے اور چند مرتبہ میرے خسر نے مجھ کو خراب کیا ہے یعنی مجھ سے بہت مرتبہ صحبت مباشرت کی ہے میں ان کے یہاں نہیں جاؤنگی گواہ ایسے واقعہ کے کوئی نہیں چشم دید صرف مسماۃ بوندی کا بیان ہے اور ظاہر واقعات بھی واقعہ کی تائید کرتے ہیں ایسی صورت میں مسماۃ بوندی کو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں وہ اپنا نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں۔اس کا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں مکمل جواب مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کو مسماۃ بوندی کے اس کہنے کا یقین ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو شرعاً مسماۃ بوندی زید پر حرام ہوگئی زید پر واجب ہے کہ مسماۃ بوندی سے متارکت کرلے یعنی اس کو کہہ دے کہ میں تجھے چھوڑ چکا یا طلاق دیدے اور ہمیشہ کے لئے اس سے علیٰحدہ ہوجائے اس کے بعد عدت گذار کر مسماۃ بوندی کسی دوسری جگہ شریعت کے موافق نکاح کرلے۔اگر زید کو مسماۃ بوندی کے کہنے کا یقین نہیں بلکہ وہ اس کی تکذیب کرتا ہے تو پھر حرمت نہیں ہوئی بدستور دونوں شوہر اور بیوی ہیں[1]۔یحرم کل من الزانی والمزنیۃ علی اصل الاٰخر وفرعہ اھ شامی[2] (وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھاالتزوج باٰخر الابعد المتارکۃو

---

[1] تزوج بکرا فوجدھا ثیبا وقالت ابوک فضنی ان صدقھا بانت بلامھر والالا الدر المختار علی الشامی ص ۳۲/ج۳/باب المحرمات دارالفکر بیروت،عالمگیری ص ۲۷۶/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصھریہ.

[2] شامی نعمانیہ ص ۲۷۹/ج۲/مطبوعہ کراچی ص ۳۱/ج۳/ فصل فی المحرمات، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ص ۶۳/ج۴/کتاب النکاح فیماتثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ البحر کوئٹہ ص ۱۰۱/ج۳/فصل فی المحرمات.

انقضاء العدة اھ) در مختار[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۵۸ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہانپور ۳۰/ذی قعدہ ۵۸ھ

خسر کا اپنے بیٹے کی بہو کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملانا

سوال: -لعل میاں سارنگ اوراس کی بہو کے درمیان مندرجہ ذیل واقعات پیش آئے۔اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں؟

حلفیہ بیان حلیمہ کا روبرو عدالت:

پہلا واقعہ: -تقریباً ایک مہینہ ہوا ایک دن دوپہر سے پہلے میرے خسر صاحب کھیت یعنی زمین سے غسل کرنے کے واسطے حوض کے گھاٹ پر آئے تھے میں اس وقت اندر مکان سے گھاس لارہی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ میرا کپڑا لادے میں نے کپڑا لادیا پھر دوبارہ جب میں گھاس لائی دیکھتی ہوں کہ وہ غسل کرکے ڈیوڑھی میں داخل ہوا پھر مجھے کہا کہ حلیمہ تو اس طرف آجا۔ میں نے عرض کی کس لئے اس نے کہا کہ جلد آجا۔ میں مجبوراً ڈیوڑھی کے پوربی دروازے پر جاکر ٹھہری اس نے کہا اندر آجا۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا کہنا ہے۔فرمائیں۔ اس نے کہا کہ تو میری ایک بات قبول کر میں تجھ کو اپنی جگہ زمین اور ٹین کے گھر دوں گا میں نے کہا وہ کیا بات ہے۔اس نے کہا کام کر۔ میں کہا وہ کام کیا ہے۔اس نے کہا اندر داخل ہوجا میں نے کہا ہرگز نہیں آپ میرے خسر اور ماموں ہیں۔آپ سے میرا یہ کام نہیں ہوسکتا تب

---

[1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۷ ج۳ مطبوعہ نعمانیہ ص۲۸۳/ ج۲/فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدر المختار ص۱۷/ ج۳/فصل فی المحرمات دار المعرفة، عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ ج۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں زور سے ہاتھ چھڑا کر مکان کی طرف بھاگ گئی۔

دوسرا واقعہ:- دوسرے روز میں عصر کے وقت ڈیوڑھی کے سامنے صحن کو جھاڑو دیتی تھی اس نے پیچھے سے آ کر کہا تو نے میری بات کو قبول نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا آپ کی ایسی بات کو قبول نہیں کر سکتی اس کے بعد وہ میرے دیور کو آتے ہوئے دیکھ کر دوسری طرف بھاگ گیا۔

تیسرا واقعہ:- تیسرے دن دوپہر کو میں بیل گھر کے سامنے سرنگوں ہو کر گھاس جمع کر رہی تھی اس نے پیچھے سے آ کر میری کمر پر ہاتھ لگایا۔ جس میں کپڑا حائل نہیں تھا اور کہا تو بارش میں کیوں بھیگ رہی ہے پس میں اس سے الگ ہو گئی۔

چوتھا واقعہ:- اس کے دس پندرہ دن کے بعد میں تائی کے گھر میں نیند کے لئے گئی تھی تقریباً آدھی رات گذری ہوگی۔ میرے خسر نے مجھے اپنے حجرہ میں بلوایا جب میں وہاں پہونچی میری ساس نے کہا اپنے خسر کو پنکھا کر پس میں پنکھا کرنے لگی اس نے کہا کہ میرے بدن میں تیل مل آ کر تو میں اس کے ہاتھ اور پیٹھ میں تیل ملنے لگی اس اثنا میں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایسا زور سے کھینچا جس سے میرا سینہ اس کے سینہ کے ساتھ مل گیا میں اس سے چھوٹ کر بھاگ گئی۔

سوال عدالت و جواب حلیمہ

عدالت:- جس وقت تم کو چمٹا لیا تھا اس وقت تیرے اور اس کے سینہ کے درمیان کپڑا حائل تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ:- جس وقت مجھ کو چمٹا لیا اس وقت میرے پیٹ اور سینہ سے کپڑا الگ ہو گیا تھا؟

سوال عدالت:- اس کے سینہ پر کپڑا وغیرہ کچھ تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ:- اس کا سینہ برہنہ تھا۔

(سوال وجواب عدالت لعل میاں سارنگ خسر حلیمہ عمر پچاس سال)

سوال عدالت:- کیا تم اس فعل میں مجرم ہو یا نہیں؟

جواب لعل میاں:- جب آپ لوگ مجرم کہتے ہیں تو میں مجرم ہوں۔

عدالت:- ارے ہم لوگوں کی بات چھوڑو تم نے یہ فعل کیا ہے یا نہیں؟

جواب لعل میاں:- میں اس فعل میں مجرم ہوں۔

عدالت:- کیا تم نے یہ فعل کیا ہے؟

جواب لعل میاں:- جی ہاں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حلیمہ کے اس بیان کی کہ اس کو اس کے خسر نے شہوت سے ہاتھ لگایا ہے حلیمہ کا شوہر تصدیق کرتا ہے اور اس کو حلیمہ کے سچا ہونے کا یقین یا ظن غالب ہے تو وہ اپنے شوہر کے اوپر حرام ہوگئی متارکت لازم ہے اور متارکت کے بعد عدت گذار کر حلیمہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے خسر سے اس وقت بھی درست نہیں۔ وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها اويقع فی اكبر رأيه صدقها وعلىٰ هٰذا ينبغی ان يقال فی مسه ايا ها لاتحرم علىٰ ابيه وابنه الا ان يصدقاه اويغلب علىٰ ظنهما صدقها ثم رأيت عن ابی يوسف مايفيد ذٰلك اھ بحر[1] ص ۱۰۰ / ج ۳ / وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة درمختار[2] على الشامی ص ۴۳۷ / ج ۲ /.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ / جمادی الاول ۱۳۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف ۱۳ / جمادی الاول ۵۴ھ

---

[1] البحر مكتبه كوئٹه پاكستان ص ۱۰۰ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۳۲ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، عالمگیری كوئٹه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حرمت مصاہرت کے لئے ایک طرف سے شہوت کافی ہے

سوال: -عورت خوشحال کے رشتہ کے اعتبار سے زید کی چچی ہوتی تھی۔ زید کی عمر ۲۱/ ۲۲/سال کی تھی۔ زید غریب اور تنگدست تھا۔ وہ زید کو بلا کر اچھے کھانے کھلاتی تھی اور بہت خاطر کیا کرتی، اکثر زید کو پوچھتی تھی کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ زید کہتا تھا کہ میں آپ کو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہوں۔ وہ خاموش ہو جاتی۔ حسب معمول ایک روز زید کو مکان سے بلا کر کھانا کھلایا اور اصرار کیا کہ یہیں آرام کرو۔ زید کھانا کھا کر اس کے کمرے میں سو گیا، اس کے بعد وہ کمرہ میں داخل ہو کر اندر کی کنڈی بند کر کے زید کا کپڑا چپکے سے اٹھا کر خود بھی برہنہ ہو کر زید کے اوپر چمٹ گئی، فوراً زید کی آنکھ کھل گئی، زید اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا اور وہ زید سے بدکاری پر زور دیتی رہی، ترکیب بتلاتی کہ اس طرح کرو۔ زید گھبرا کر غصہ میں بھر گیا، کسی طرح اوپر ہو گیا اور پھر کنڈی کھول کر اپنے گھر چلا گیا۔ پھر کبھی اس کے جال میں نہیں پھنسا۔

(۲) کچھ عرصہ کے بعد وہ زید کے گھر آئی، رات کو قیام کیا۔ سب گھر والے اور وہ بھی نیچے سوئی اور زید اوپر چھت پر سویا۔ رات کو دو بجے کے بعد وہ چھت پر پہونچ کر زید کو لپٹ گئی، زید کی آنکھ کھل گئی، زید نے غصہ ہو کر جھڑک دیا اور اتر کر دوسرے مکان میں جا کر سویا، اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی، کبھی کوئی حرکت نہیں کی۔

(۳) اس کے دس سال کے بعد زید کی شادی اس عورت کی لڑکی سے ہو گئی۔ جس کو آٹھ سال ہو گئے، تین بچے بھی ہو گئے۔ اب اس گذری ہوئی بات کا کیا مسئلہ ہے؟ اگر چہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) ص ۲۷۶/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

۲ الدر المختار نعمانی ص ۲۴/ ج ۲/ الدر المختار کراچی ص ۳۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات مطبع دار المعرفة بیروت، فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

میری خواہش کبھی اس سے بدکاری کی نہیں ہوئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نابکار نے اپنی اس کمینہ حرکت سے اپنے لئے گناہ کا انبار جمع کر ہی لیا ہے، مگر آپ کی زندگی کو بھی تباہ کر دیا۔ اگر چہ آپ کی نیت بالکل نہیں تھی اور فرض کیجئے کہ جب وہ آپ کو آ کر لپٹی اور بدن برہنہ کیا اور دخول کی پوری کوشش کی، اس وقت آپ کو شہوت نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ مگر اس کو تو ضرور شہوت تھی۔ حرمت مصاہرت کے لئے ایک کی شہوت بھی کافی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے وتکفی الشهوة من احدهما قال الشامی هٰذا یظهر فی المس اھ درمختار[1] ۲۸۳/ ج ۲/ اس وجہ سے اس کی لڑکی سے آپ کی شادی حرام ہے۔ فوراً اس کو چھوڑ دیں اور تعلق زوجیت منقطع کر دیں، صاف لفظوں میں کہہ دیں کہ میں نے تجھ سے تعلق زوجیت ختم کر دیا، آئندہ اس سے بالکل علاحدہ رہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/ ۹۰ھ

حرمت مصاہرت کے اقرار سے رجوع

سوال:- آج سے ۴/ سال پہلے صبرو بیگم زوجہ حسین خاں نے اپنے شوہر حسین کی زندگی میں جب حسین خاں کہیں دوسری جگہ مزدوری کرنے گیا ہوا تھا صبرو بیگم نے اپنے دیور مسمی سموخاں کے برخلاف علاقہ کے قاضی صاحب وغیرہ معتبران علاقہ کے سامنے چند کسان گواہوں کی موجودگی میں یہ دعویٰ پیش کیا کہ میرے دیور سموخاں نے آج رات مجھ پر ہاتھ ڈالا اور مجھے پکڑا اور میرے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے، قاضی صاحب نے مسماۃ صبرو بیگم کے بیانات سن

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیة ص ۲۸۳/ ج ۲/ شامی کراچی ص ۳۶/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۲/ ج ۱/ کتاب النکاح، باب المحرمات مطبع دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۰۰/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

کر یک گونہ افہام تفہیم کی اور معاملہ کی تدارک رئیس علاقہ راجہ اللہ داد خاں کے سپرد کی اور اس رات کو سموخاں اپنے گھر سے کہیں بھاگ کر چلا گیا اطلاع پانے پر حسین خاں شوہر صبرو بیگم گھر واپس آ گیا یعنی بیوی کو اس دعویٰ پر سچا جان کر معتبران علاقہ سے شکایت کی کہ آپ نے میرے بیوی کی تدارک نہ کی۔ خیر بعد ازاں معاملہ ویسا ہی رہا چار سال گذرنے کے بعد جب حسین خاں مر گیا تو عدت گذرنے کے بعد صبرو بیگم بیوہ کے اس دیور سموخان کے بیٹے مسکین خاں نے صبرو بیگم کے ساتھ نکاح کر لیا چونکہ پہلے قاضی صاحب مرقوم اس وقت فوت ہو چکے تھے اب ان کی جگہ ان کا فرزند قاضی علاقہ مقرر کیا گیا ہے نکاح ہونے کے بعد معاملہ ہذا نئے قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو نئے قاضی صاحب نے صبرو بیگم وغیرہ معتبران علاقہ کو طلب کیا تو اب صبرو بیگم نے بیان کیا کہ بیشک میں نے پہلے قاضی صاحب کے سامنے اپنے دیور سموخان کے برخلاف مجھے پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ کیا تھا مگر میں نے وہ دعویٰ اپنے دوسرے دیور مسمیٰ دھاور خاں کے ورغلانے پر کیا تھا اور میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا راجہ اللہ داد خاں رئیس علاقہ وغیرہ جن گواہوں کے روبرو صبرو بیگم نے پہلے قاضی صاحب مرحوم کے سامنے دعویٰ کیا تھا ان سب نے حلفیہ شہادت دی کہ صبرو بیگم نے اپنے دیور سموخاں کے برخلاف پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ ہمارے روبرو بڑے قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا تھا علاوہ ازیں سموخاں کا صبرو بیگم کو پکڑنا اور چھیڑنا اور صبرو بیگم پر ہاتھ ڈالنا اہلدیہ اور علاقہ کے مرد اور عورت اور خورد و کلاں میں معروف و مشہور ہے مزید برآں یہ ہے کہ صبرو بیگم کا فاحشہ اور غیر محتاط ہونا کالشّمس فی نصف النہار ہے گواہان سابقہ اور باشندگان دیہہ وعلاقہ سے تصدیق حاصل کرنے کے بعد جدید قاضی صاحب نے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے ماتحت حکم دیدیا کہ بوجہ حرمت مصاہرت فرزند سموخاں کے مسمیٰ مسکین خاں کے لئے صبرو بیگم کا نکاح ناجائز اور حرام ہے اور فسخ نکاح اور تفریق کا حکم دیدیا قاضی جدید نے صبرو بیگم کے انکار بعد از اقرار کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ لما فی تکملة

الشامی ص ۳۹۲ / ج ۱ /الاقرار المتاخریرفع الانکار المتقدم والاقرار المتقدم یمنع الانکار المتاخر وفی العالمگیریةص ۲۸۳ / ج ۲ /ولواقرت بحرمةالمصاهرةیواخذبه ویفرق بینهما وکذلک اذا اضاف ذلک الی ماقبل النکاح الخ. الی ان قال والاستمرارعلی هذا الاقرار لیس بشرط حتی لورجع عن ذلک وقال کذبت فالقاضی لایصدقه عبارت مذکورہ کے مطابق صبر وبیگم کا انکار بعد از اقرار غیر معتبر ہے اور قابل قبول نہیں اور اثبات حرمت مصاہرت کے لئے یہ دلائل ہیں وفی العالمگیریة ص ۲۸۴ / ج ۲ /قال یثبت حرمة المصاهرة قبل ان کان السائل والمسئول هازلین قال لایتفاوت ولایصدق انه کذب فتح القدیر ص ۲۳ / میں ہے ولافرق فی ثبوت الحرمة باللمس بین کونه عامداً او ناسیاً اومکرها اومخطیا ایضاً فتح القدیر وتقبل الشهادة علی الاقرار باللمس والتقبیل بشهوة درمختار میں ہے۔ وتقبل الشهادة علی الاقرار باللمس والتقبیل بشهوة وکذا تقبل علی نفس اللمس، والتقبیل والنظر الی ذکره او فرجها من شهوة فی المختار.

امام دیہہ نکاح خواں نے اس حکم اور انفساخ کے فیصلہ کو نافذ نہیں ہونے دیا اور خلاف استفتاء قائم کر کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے روڑہ اٹکا رکھا ہے۔

(۱) بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ اقرار حجۃ قاصرہ ہے تو صبر وبیگم کے اقرار کرنے سے سموخاں یا اس کے بیٹے مسکین خاں پر اس اقرار کا اثر نہیں پڑتا۔

(۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار ہی نہیں تو صبر وبیگم کے اقرار یا انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۳) بعض علماء کہتے ہیں کہ حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے فقہاء نے جو دلائل کتب فقہ میں بیان فرمائے ہیں ان تمام عبارات میں صیغہ مذکر کا استعمال کیا گیا ہے اور مذکر کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اس قسم کے افعال اقوال یا اقرار مرد اگر کرے تو حرمت مصاہرت کے ثبوت کا حکم دیا جائیگا اگر عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال اقوال یا اقرار کا اعتبار ہوتا تو مؤنث کے صیغہ کے ساتھ بھی فقہاء عبارت پیش کرتے تو ثابت ہوا کہ عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال اقوال اور اقرار سے حرمت مصاہرت نہیں ثابت ہوتی اور قاضی علاقہ کا کہنا ہے کہ مقامی واقعات اور گواہوں کی گواہی اور علاقہ کے عوام خواص میں واقعہ کی شہرت اس مسئلہ کو نظر انداز نہیں کرسکتی باوجودیکہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۸۸/ میں الاصل فی الابضاع التحریم وکذا قال فی کشف الاسرار شرح فخر الاسلام الاصل فی النکاح الحظر وابیح للضروۃ ، فاذا تقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت الحرمۃ ولھذا لایجوز التحری فی الفروج ص ۱۳۲/ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام. اذا تعارض دلیلان احدھما یقتضی التحریم والاخر الاباحۃ قدم التحریم ولایجوز التحری فی الفروج لانہ یجوز فی کل ماجاز للضرورۃ والفروج لاتحل بالضرورۃ انتھیٰ.

ایک عورت کی شہادت اور قول کا شریعت نے بیسوں جگہ اعتبار کیا ہے تو صبر وبیگم کا اقرار کیسے نظر انداز کیا جاسکتا۔ واقعہ کی اصل حقیقت اور مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف پیش خدمت روانہ کیا جاتا ہے اصول شرعیہ اور دین اسلام کی رو سے جو حق فیصلہ ہو رقم طراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مسماۃ نے اپنے دیور کے متعلق دعویٰ اور اقرار زنا کیا تو مسماۃ کے حق میں اس دیور کی اولاد کی حرمت ثابت ہوگئی[1] اب اس کے لڑکے سے نکاح جائز نہیں[2] مسماۃ کا اب یہ کہنا کہ

---

[1] لواقر بحرمۃ المصاھرۃ یؤ اخذبہ ویفرق بینھما وکذالک اذا اضاف ذٰلک الی ماقبل النکاح بان قال لامرأتہ کنت جامعت امک قبل نکاحک یؤاخذبہ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس نکاح کے حق میں قابل قبول نہیں۔ اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مسلم ہے۔ یہاں بھی مقرہ کے حق میں اس اقرار کی وجہ سے حرمت ثابت ہوئی ہے[۱]۔ یہ کہنا کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار نہیں بالکل غلط اور لغو ہے کتب فقہ میں جزئیات واضحہ مصرحہ اس کی تردید کرتی ہیں[۲]۔ اگر مذکر کا صیغہ اس نوع کے احکام میں ذکر کیا جائے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ عورتوں کے لئے یہ احکام ثابت نہیں، عامۃً قرآن کریم حدیث شریف کتب فقہ میں عبادات معاملات وغیرہ کے مسائل میں مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ مؤنث کا صیغہ اس جگہ ذکر کرتے ہیں جہاں دونوں کے احکام میں فرق بتانا مقصود ہوتا ہے یا اور کوئی حکمت ہوتی ہے تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے صرف وہ احکام ہیں جہاں مؤنث کا صیغہ مذکور ہے باقی سب احکام مردوں کے لئے ہیں ہرگز نہیں بلکہ تمام احکام عام ہوتے ہیں۔ لان النساء شقائق الرجال الا ان یدل دلیل الخصوص[۲]۔

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ویفرق بینهما، والاصرار علی هذا الاقرار لیس بشرط حتی لو رجع عن ذٰلک وقال کذبت فالقاضی لایصدقه الخ فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۵/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة ومما یتصل بذالک مسائل البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۱/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

۲ لوزنا با مراة حرمت علیه اصولها وفروعها وحرمت المزنیة علی اصوله وفروعه، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ ج ۱/ باب المحرمات مطبع دار الکتب العلمیة بیروت، شامی دار الفکر ص ۳۱/ ج ۳/ فصل المحرمات، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۱/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۱ لو اقر بحرمة المصاهرة یؤاخذبه ویفرق بینهما وکذالک اذا اضاف ذٰلک الی ماقبل النکاح بان قال لامرأته کنت جامعت امک قبل نکاحک یؤاخذبه ویفرق بینهما، والاصرار علی هذا الاقرار لیس بشرط حتی لو رجع عن ذٰلک وقال کذبت فالقاضی لایصدقه الخ فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۵/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة ومما یتصل بذالک مسائل البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۱/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

۲ ویثبت (ای الرضاع) بشهادة رجلین اورجل وامراتین وقال مالک یثبت بشهادة امرأة واحدة هدایه ص ۳۵۴/ ج ۳/ کتاب الرضاع، مطبع تهانوی دیوبند. فی حدیث عائشة رضی قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان النساء شقائق الرجال قال علی القاری: قال الخطابی فی الحدیث من الفقه اثبات القیاس والحاق النظر بالنظر وان الخطاب اذاورد بلفظ الذکور کان خطابا للنساء الافی مواضع مخصوصة الخ مرقاة ص ۳۲۷/ ج ۱/ باب الغسل الفصل الثانی اصح المطابع بمبئی.

عالمگیری قاضیخان فتح القدیر وغیرہ میں ایسے جزئیات موجود ہیں جن میں عورت کے قول فعل اقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم دیا گیا ہے کہیں مطلقاً کہیں مرد کی تصدیق کے ساتھ جیسا کہ مرد کے قول وفعل واقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا جاتا ہے۔ کہیں مطلقاً، کہیں عورت کی تصدیق کے ساتھ، ہدایہ میں ہے۔ ومن مستہ[1] امرأة بشهوة حرمت عليه امها وبنته یہاں دیکھئے عورت کے فعل پر حرمت مرتب ہوئی فتح القدیر[2] ص ۳۶۶/ج ۲/ میں شیخ ابن ہمام اس کے ذیل میں فرماتے ہیں ومس امرأة كذلك معلوم ہوا دونوں کے فعل میں کوئی فرق نہیں۔ وثبوت الحرمة بمسها مشروط بان يصدقها او يقع فی اکبر رایه صدقها وعلى هذا ينبغی ان يقال فی مسه اياها[3] نیز ایک جزئیہ امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے امرأة قبلت ابن زوجها وقالت كانت من شهوة ان كذبها الزوج لا يفرق بينهما ولو صدقها وقعت الفرقة[4] فتاویٰ عالمگیری مصری ص ۲۷۶/ ج ۱/ میں ہے رجل تزوج امرأة على انها عذراء فلما ارادوقاعها وجدها قدافتضت فقال لها من افتضك فقالت ابوك ان صدقها الزوج بانت منه ولامهر لها وان كذبهافهی امرأته كذا فی الظهيرية[5] اس کے کچھ بعد ایک جزئیہ عالمگیری میں نقل کیا ہے جس میں محض ایک جانب سے اقرار ہے پھر بھی حرمت کا حکم کیا گیا ہے تزوج بامة رجل ثم ان الامة قبلت ابن زوجها قبل الدخول بها فادعى الزوج انها قبلت بشهوة وكذبه المولىٰ فانها تبين من زوجها لاقرار الزوج انها قبلته بشهوة[6] دیکھئے اس صورت میں فعل صادر ہوا عورت کی طرف سے

---

[1] هداية اولين ص ۲۸۹/ ج ۱/ كتاب النكاح طبع تهانوی ديوبند.

[2] فتح القدير مصری ص ۲۲۱/ ج۳/ كتاب النكاح.

[3] فتح القدير ص ۲۲۲/ ج۳/ فصل المحرمات مطبع دارالفكر.

[4] فتح القدير مصری ص ۲۲۲/ ج۳/ فصل فی المحرمات.

[5] عالمگیری مجیدی کانپور ص ۵/ ج ۲/ عالمگیری مصری ص ۲۷۶/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

(حاشیہ نمبر ۶ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اوراقرار کیا مرد نے پھر بھی حرمت ہوگئی معلوم ہوا کہ عورت کے فعل پر بھی حرمت مرتب ہوتی ہے اور مقرہ کے حق میں حرمت ہونا اس کی حجت قاصرہ ہونے کے منافی نہیں بلکہ حجت قاصرہ ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مقرہ کے حق میں حرمت ثابت ہوجائے یہاں مسماۃ مقرہ ہے لہٰذا اس کے حق میں حرمت ثابت ہوجائیگی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ مسماۃ کے حق میں تو حرمت ہو اور دیور کے لڑکے کے حق میں حلت باقی رہے اگر مقر کے حق میں بھی ثابت نہ ہو تو پھر اقرار کی حجیت ہی ختم ہوجائے گی بحر ص ۱۰۸/ج ۳/ میں ہے لافرق بین الرجل والمرأة فلو مست المرأة عضواً من اعضاء الرجال بشهوة اونظرت الى ذكره بشهوة فثبتت الحرمة[1].

اقرار سے رجوع اور اپنے نفس کی تکذیب ایسے مسائل میں قضاءً معتبر نہیں۔ کذا فی البحر[2] ص ۱۰۹/ج ۳۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/ ۶۶ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ربیع الثانی ۶۶ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ ملاحظہ فرمائیں) [1] الهندية ص ۲۷۶/ج ۱/مصری، القسم الثانی المحرمات بالصهرية، تاتارخانيه ص ۲۲۵/ج ۲/کتاب النكاح، اسباب التحريم، ادارة القرآن كراچی.

[2] البحر كوئٹه پاكستان ص ۱۰۱/ج ۳/ فصل فی المحرمات، تاتارخانيه ص ۲۲۰/ج ۲/ اسباب التحريم طبع ادارة القرآن كراچی.

[3] وفی الخلاصة قيل لرجل مافعلت بأم امراتک قال جامعتها ثبتت الحرمة ولايصدق انه كذب وإن كانوا هازلين والإصرار ليس بشرط فی الإقرار لحرمة المصاهرة البحر الرائق ص ۱۰۱/ ج ۳/ كوئٹه پاكستان فصل فی المحرمات، عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۵/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية ومما يتصل بذلک مسائل، تاتارخانيه ص ۲۲۶/كتاب النكاح، اسباب التحريم طبع ادارة القرآن كراچی.

حرمت مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار

سوال:- ایک آدمی پر الزام ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے مگر کہیں سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ کیا سچ ہے یا غلط ہے۔

گواہ (۱) اس آدمی کی زوجہ کہتی ہے کہ میں نے شوہر کا ذکر کھڑا دیکھا۔ تو شک ہوا کہ یہ زنا کر کے آئے ہیں۔

گواہ (۲) لڑکی کی عمر ۹ رسال اس کا بیان ہے کہ سب جھوٹ ہے کچھ نہیں ہوا، خود وہ شخص کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے کچھ نہیں ہوا جب کہ وہ پہلے ایک یا دو مولوی کے سامنے زنا کا اقرار کر چکا ہے، دوسرے روز کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں ہے، کہ میں نے کیا کہا ہے۔ اس صورت میں اسکی زوجہ حرام ہوگئی یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کا جو کچھ بیان ہے وہ تو ثبوت زنا کے لئے بالکل کافی نہیں[۱] لیکن مرد کا اقرار کر لینا حرمت کے لئے کافی ہوگا، یعنی جس نے دو مولویوں کے سامنے اقرار کیا اور وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس پر اس کی عورت یعنی لڑکی کی ماں حرام ہوگئی ہے[۲] اس سے علیٰحدگی ضروری ہے۔ صاف صاف کہہ دے کہ میں نے تعلق نکاح ختم کر دیا[۳] اس کے بعد اس کی وہ عورت عدت تین حیض گذار کر دوسری

---

[۱] اربعة رجال فلاتقبل شهادة النساء شامی ص ۴۶۴ / ج۵ / کتاب الشهادة، دارالفکر بیروت، هدایه ص ۱۵۴ / ج۳ / کتاب الشهادة، مکتبه تهانوی دیوبند، البحر کوئٹه ۶۰ / ج۷ / کتاب الشهادة.

[۲] لو أقر بحرمة المصاهرة يوأخذ به ويفرق بينهما، والإصرار على هذا الإقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذالک وقال كذبت فالقاضی لايصدقه الهندية ص ۲۷۵ / ج ۱ / القسم الثانی المحرمات بالصهرية مكتبه كوئٹه پاكستان، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۱ / ج۳ / فصل فی المحرمات، تاتارخانيه ص ۲۲۶ / ج۲ / كتاب النكاح، اسباب التحريم مطبع ادارة القرآن كراچی.

[۳] وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بآخر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

جگہ اپنا نکاح کرلے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

کیا حرمت مصاہرت حلالہ سے ختم ہوجاتی ہے

سوال: - زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ وطی کرکے دونوں میاں بیوی ایک بستر پر سورہے تھے آخر اللیل میں ہندہ کی ماں داماد کے پاس سوگئی۔ داماد نے ساس کے ساتھ اپنی بیوی جان کر وطی بالشبہ کیا قریب الانزال کے وقت معلوم ہوا کہ بیوی نہیں بلکہ اس کی ساس ہے ساس کو دیکھ کر زید فوراً علیحدہ ہوگیا بعدہ ایک شخص سے زید نے ذکر کیا کہ واقعہ یہ ہے اس نے چند عالموں سے دریافت کرکے کہا کہ زید تم پر ہندہ حرام ہوگئی ہے بوجہ طلاق کے اگر تم چاہو تو بعد حلالہ کے ہندہ سے نکاح کرسکتے ہو یہ بات سن کر زید نے بعد حلالہ ہندہ سے نکاح کرلیا اسی طرح دوسال گذر گیا بعدہ ایک شخص نے کہا کہ بھائی زید میں نے اور عالموں سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ہندہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی لہٰذا زید نے ہندہ کو طلاق نامہ رجسٹری کرا کر بھیجدیا۔ ان سب واقعات کے پہلے ایک لڑکی دولڑکے تھے انہوں نے اپنی ماں ہندہ کو لاکر دوسرے مکان میں رکھا۔ اب زید پر ہندہ کسی صورت میں حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر حلال نہ ہو تو زید ہندہ کی معیشت کا بندوبست کرسکتا ہے یا نہیں اور زید نے ہندہ

(پچھلے صفحہ کا باقی) الابعد المتارکة والمتارکة لایتحقق الا بالقول، الدرالمختار مع الشامی فصل المحرمات، دارالفکر ص۳۷/ج۳/طحطاوی علی الدرالمختار ص۱۷/ج۳/ فصل فی المحرمات دارالمعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ج۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

[1] اذاطلق الرجل امرأته اووقعت الفرقة بينهمابغيرطلاق وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء هنديه كوئٹه ص۵۲۶/ج۱/الباب الثالث عشرفی العدة.

کے ساتھ بعد وطی بالشبہ شخص مذکورہ کے قول کے مطابق نکاح کر کے وطی کیا اس پر کیا حکم ہے؟ اور اس جاہل مفتی پر کیا حکم ہے اور اس واقعہ کے شاہدوں سے وطی بالشبہ کا ثبوت نہ ہو بلکہ زنا کا ثبوت ہو تو اس پر کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ زوجہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی کوئی صورت اس کے حلال ہونے کی نہیں اس سے متارکت واجب ہے ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ دے اور کہدے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر بعد عدت وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر لے۔ جس شخص نے یہ مسئلہ بتلایا ہے کہ طلاق پڑ گئی حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح درست ہے اس نے غلط بتایا حرمت مصاہرت سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نکاح باطل نہیں ہوتا البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور عورت کو چھوڑانا واجب ہو جاتا ہے اور بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ **وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة و الوطء بها لايكون زنا اھ درمختار ذكر محمد فى نكاح الاصل ان النكاح لايرتفع بحرمةالمصاهرة والرضاع بل يفسد حتى لووطيها الزوج قبل التفريق لايجب عليه الحد اشتبه عليه اولم يشتبه عليه وقدصرحوا فى النكاح الفاسد بان المتاركةلاتتحقق الا بالقول قال فى الحاوى والوطى فيها لايكون زنا لانه مختلف فيه وعليه مهر المثل بوطيها بعدالحرمة ولاحد عليه ويثبت النسب اھ ردالمحتار**[1] ص ۴۳۷ / ج ۲ / شخص مذکور پر اس وطی کی وجہ سے حد زنا لازم نہیں ہوگی اور اس کا گناہ مفتی مذکور پر ہوگا اور بغیر تحقیق کے فتویٰ دینا حرام ہے۔

قال رسول اللّٰه ﷺ اجرأكم على الفتيااجرأكم على النارعن ابى هريرة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبى ﷺ من افتى بفتيا من غير ثبت فانما اثمه علىٰ من افتاه

---

[1] ردالمحتار نعمانيه ص ۲۸۳ / ج ۲ / مطبوعه كراچى ص ۳۷ / ج ۳ / فصل فى المحرمات، طحطاوى على الدرالمختار ص ۱۷ / ج ۳ / فصل فى المحرمات مطبع دارالمعرفة بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۷۷ / ج ۱ / القسم الثانى المحرمات بالصهرية ومايتصل بذٰلك مسائل.

اھ دارمی[1] ص ۳۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

حرمت مصاہرت سے متعلق بیانات

سوال:- ایک شخص محمد عمر نے متوفیٰ عنہا زوجہا سے جو حاملہ ہے قبل از وضع حمل نکاح کرلیا جس کی وجہ سے دیندار مسلمانوں نے قطع تعلق کیا مزید براں یہ ہے کہ متوفیٰ عنہا زوجہا کے ماموں نے کہا کہ اس محمد عمر کے چرواہے نے مجھے کہا کہ اس متوفیٰ عنہا زوجہا کے ساتھ اس ناکح کے جو پہلی عورت سے ہے اس سے زنا ہوا ہے میں نے دیکھا ہے میں گواہی جہاں کہو گے آکر دونگا اسی طرح اس ناکح کی جو اگلی عورت ہے۔ اس نے بھی ایک دوسرے شخص سے کہا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کو جو محمد عمر کا لڑکا ہے اس نے بیسوں مرتبہ اس متوفیٰ عنہا زوجہا کے ساتھ زنا کیا ہے اس بناء پر عمر تائب ہونے کو تیار ہوا بشرطیکہ یہ متوفیٰ عنہا زوجہا جس سے حالت حمل میں میں نے عقد کیا ہے صحیح نہیں ہوا تو دوبارہ مجھ سے عقد کرادو، گاؤں والوں نے کہا کہ تمہارے لڑکے سے جب اس کے ساتھ زنا ہوا ہے تو دائماً تم اس سے عقد نہیں کر سکتے ہیں اب دریافت کرنے پر اور مجبور کرنے پر وہ شرعی فیصلہ پر تیار ہوا اور مدعی مدعیٰ علیہ اور گواہوں کا بیان لیا گیا جو آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔

مدعی نور احمد: میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ عمر کے لڑکے قمر الدین نے اس عمر کی منکوحہ ثانی متوفیٰ عنہا زوجہا سے زنا کیا ہے۔ قبل این عقد الخ۔

---

[1] دارمی ص ۵۷/ ج ۱/ باب الفتیاء مافیه من الشدة مکتبة دار الکتب العلمیة بیروت، مشکوة شریف ص ۳۵/ ج ۱/ کتاب العلم الفصل الثانی مطبع یاسر ندیم دیوبند، فیض القدیر ص ۵۸/ ج ۱/ مطبع دار الفکر بیروت.

(مدعی علیہ قمرالدین ولدعمر) میں حلفیہ بیان کہتا ہوں کہ مسماۃ دوران متوفیٰ عنہا زوجہا سے میں نے زنا نہیں کیا۔

(گواہ والدہ قمرالدین جوزوجہ اولیٰ عمر ہے) میں نے اپنے لڑکے قمرالدین کو دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا۔

(گواہ دوم کمال الدین) میں نے عمر کے لڑکے قمرالدین کو مسماۃ دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا۔

اب سوال یہ ہے کہ نور محمد سے پہلے گواہ دویم نے رویت زنا کا اقرار کیا ہے۔

(ب) عمر کی اول عورت اپنے بھائی سے پہلے اقرار کرچکی کہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا ہے اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کو علیٰحدہ کیا لیکن اب گواہی کے وقت رویت زنا کی منکر ہے جب پوچھا گیا کہ تم نے اپنے بھائی سے رویت زنا کی کیسے خبر دی تب جواب دیا میرے شوہر نے دوسری شادی کرکے مجھے اذیت پہونچائی جس کی وجہ سے میں نے کہا۔

(ج) ایک شخص نے خبر دی ہے ان بیانات کے بعد کہ ان گواہوں نے برادری کے بعض افراد کے دباؤ سے یہ گواہی بدلی ہے۔

(د) یہ حرمت مصاہرت دیانات میں سے ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو عورت واحد یا مرد واحد کے خبر دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں۔

(ہ) اور یہ حکم مفتی کے سامنے جب گواہی دیگا تب ہی اس کی گواہی معتبر ہوگی یا اور دوسرے کے لئے مانی جائے گی۔ اگر کہے گا تو اس کے حق میں اور دوسرے لوگوں کے حق میں بھی کہے گا تو مانی جائیگی۔

(و) لفظ اشہد یا اس کا ترجمہ گواہی کے وقت ادا کرنا ضروری ہے کمافی متون کتب الفقہ۔

(ز) ان گواہوں کا حکم بھی تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سوال کچھ روز ہوئے پہلے بھی آیا تھا پہلے بھی یہاں میں تدافع تھا اب بھی تدافع ہے گواہوں کی طرف سے مدعی ازخود تو رویت زنا کو نقل کرتا ہے اور جب ان کا بیان نقل کرتا ہے تو اس میں رویت زنا سے انکار ہے۔ شرعاً ثبوت زنا کے لئے چار عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے[1] اگر اس میں کمی ہو تو گواہوں پر حد قذف جاری ہوتی ہے اور خود مدعی پر بھی اس باب میں عورت کی شہادت قطعاً معتبر نہیں اگر شاہد بعد شہادت رجوع کرلیں تب بھی ان پر حد قذف جاری ہوگی[2] یہ سب باتیں اسلامی حکومت کی ہیں یہ سب تفصیل قضاءً ہے لیکن دیانۃً حرمت مصاہرت ثابت ہونے کیلئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں بلکہ اگر صرف ایک گواہ کے کہنے سے صدق کا غلبہ ظن حاصل ہوجائے تب بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ قاضی حکم یا مفتی کے سامنے گواہی دی جائے یا بصیغۂ اشہد بیان کیا جائے۔ بلکہ یہ قبیل اخبار سے ہے اور حرمت مصاہرت کے لئے حقیقی زنا شرط نہیں۔ بلکہ یہ حرمت مس بالشهوة اور تقبيل بالشهوة سے بھی ثابت ہوتی ہے[3] ان تمام بیانات میں

---

[1] ونصابها للزنا اربعة رجال وفی الشامی فلاتقبل شهادة النساء الدرالمختار مع الشامی دارالفکر ص ۴۶۴/ج۵/ کتاب الشهادات،هدایه ص ۱۵۴/ج۳/کتاب الشهادات طبع تهانوی دیوبند،البحر کوئٹه ص ۶۰/ج۷/کتاب الشهادات.

[2] ویحدمن رجع من الاربعة بعد الرجم فقط لانقلاب شهادته بالرجوع قذفاًالدر المختار مع الشامی دارالفکر ص ۳۴/ج۴/باب الشهادة علی الزناوالرجوع عنهاکتاب الحدود، عالمگیری کوئٹه ص ۱۵۵،۱۵۴/ج۲/المصدرالسابق،هدایه ص ۵۲۰/ج۲/ باب الشهادة علی الزناوالرجوع عنهامطبع تهانوی دیوبند.

[3] والزنایوجب حرمة المصاهرة وکذالمس بشهوة والمس شامل للتفخیذوالتقبیل والمعانقة ونظره الی فرجهاالداخل ،مجمع الانهرص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات مطبع دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ج۳/فصل فی المحرمات.

مسماۃ دوران کا بیان درج نہیں کہ وہ اقرار کرتی ہے یا انکار اگر وہ اقرار کرے اور اس کے اقرار سے مدعیٰ علیہ کو صدق کا غلبۂ ظن حاصل ہو جائے تب بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

رجل تزوج امرأة على انها عذر اء فلما اراد وقاعها وجدها قد افتضت فقال لها من افتضک فقالت ابوک ان صدقها الزوج بانت منه ولامهر لها وان كذبها فهى امرأته كذا فى الظهيرية هكذا فى الهندية[1] ص ۲۷۶/ج ۱/.

خبر الواحد يقبل فى الديانات كالحل والحرمةوالطهارةوالنجاسة اذا كان مسلماً عدلاً ذكرا اوانثىٰ حراً اوعبداً محدوداً اولاولايشترط لفظ الشهادةوالعدد وكذا فى الوجيزللكردرى هٰكذا فى المحيط السرخسى والهداية اھ عالمگیری[2] ص ۳۱۰/ج۵/ اذا كانت الزوجة مشتهاة فاخبره رجل ان ابا الزوج او ابنه قبلها بشهوة ووقع فى قلبه انه صادق له ان يتزوج باختها اواربع سواها بخلاف مالواخبره بسبق الرضاع والمصاهرةعلى النكاح لان الزوج ثمه ينا زعه وفى العارض لاينازعه لعدم العلم فان وقع عنده صدقهٗ وجب قبوله هٰكذا فى الوجيزللكردرى اھ هندية[3] ۳۱۲/ج۵/.

حالت عدت میں جو نکاح کیا ہے وہ یقیناً ناجائز ہے اس کا فسخ اور متارکت واجب ہے[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الثانی ۶۴ھ

---

[1] الهندية ص ۲۷۶/ج ۱/عالمگیری مجیدی کانپور ص ۵/ج ۲/القسم الثانى المحرمات بالصهرية.

[2] الهندية ص ۳۰۸/ج۵/كتاب الكراهية، الباب الأول فى العمل بخبر الواحد، مطبوعه كوئٹه پاكستان،هدايه ص ۴۵۴/ج ۴/كتاب الكراهية،مكتبه تهانوى ديوبند.

[3] عالمگیری ص ۳۱۲/ج۵/ كتاب الكراهية،الفصل الثانى (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حرمت مصاہرت محض ظن سے

سوال: (۱) ہندہ ایک دفعہ اپنی ساس سے جھگڑتے ہوئے کہتی ہے کل کو تو مجھے اور تہمت بھی لگاویگی یعنی تیرا تعلق بکر سے ناجائز ہے بکر اس بات کو سنکر مسکرایا۔

(۲) زید مع اپنی بیوی کے سفر میں تھا تو بکر یعنی زید کا باپ ملنے آیا پندرہ بیس روز رہا ہندہ خوب ان دنوں بکر کی خدمت کرتی رہی۔ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے رہتے اور ہندہ خوب دنداسہ مل کر ہونٹوں کو سرخ کرتی اور آنکھوں میں سرمہ ڈالتی اور وہ دوپٹہ جو ۲۶/۲۷/ سال کا بیاہ کا پڑا ہوا تھا اس نے نکال کر اپنے اوپر لے لیا اس پر زید کو شک ہوا چنانچہ زید رات کو اپنے پیشاب کے بار بار آنے کی تکلیف سے اٹھتا تو چارپائیاں ہندہ اور بکر کی جو دوسرے کمرہ میں تھیں (کیونکہ زید کو شک پہلے تھا ہی نہیں) چارپائی کے کھڑکنے کی آواز آئی اس پر زید کو شک ہوا ایک دفعہ زید بہت جلدی سے اٹھ کر پہونچا تو ہندہ اپنی چارپائی کے پاس جھکی ہوئی تھی۔ اس پر زید ہندہ کو پکڑ کر فی الفور باہر لے گیا اور اس کے سر پر قرآن پاک رکھا اور کہا سچ سچ بتا کہ تو کس چارپائی سے اٹھی ہے۔ ہندہ کہنے لگی کہ میں اٹھ کر اپنی چارپائی سے باہر چلی تھی اگر اپنی چارپائی کے بغیر اور کسی دوسری چارپائی سے اٹھی ہوں یعنی بکر کی چارپائی سے تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو۔

(۳) دو تین موقع پر بکر اور ہندہ کو دیکھا گیا کہ رات کو چارپائی اس طرح بچھاتے ہیں چارپائیوں کے سر قریب قریب رہیں۔

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات.

۴ اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر: لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا شامی ص ۱۳۲/ ج ۳/ باب المهر فی النکاح الفاسد دار الکتب العلمیه بیروت، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰/ ج ۱/ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر قاضی خان علی الهندیة ص ۳۶۶/ ج ۱/ باب المحرمات کوئٹه پاکستان.

(۴) ہندہ اور بکر اکثر علیٰحدگی کی تلاش میں رہتے ہیں اگر ہندہ کو کہا جاتا ہے کہ تو برائی سے واپس آ جا تو کہتی ہے اگر میں بری ہوں تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو یا جو حصہ غیر مرد نے چھوا ہے وہ دوزخ میں جلے کبھی زید سے کہتی ہے کہ میرا فیصلہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے کرے۔ بکر بھی انکار کرتا ہے۔

کیا مندرجہ بالا حالات میں ہندہ زید پر حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کو ہندہ کا یقین ہے کہ وہ اپنے بیان میں سچی ہے تو وہ زید پر حرام نہیں ہوئی نکاح بدستور باقی ہے۔ مگر بکر سے اس قدر بے تکلفی اور اختلاط نہیں چاہئے اس کے انتظام کی ضرورت ہے اور اگر زید کو ہندہ کا یقین نہیں بلکہ اس کو ظن غالب ہے کہ ہندہ کا تعلق بکر سے ناجائز ہے اور مس بالشہوۃ کی نوبت آئی ہے[1] تو اس کو علیٰحدہ کر دے یعنی طلاق دے کر تعلق منقطع کر دے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/صفر ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/صفر ۶۳ھ

حرمت مصاہرت اور وجوب حد زنا میں فرق

سوال:- زید و ہندہ کسی عالم کے آگے جا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے زنا کیا ہے

---

[1] وثبوت الحرمة بمسها مشروط بأن يصدقها أويقع فى اكبر رأيه صدقها الخ، فتح القدير ص ۲۲۲/ج۳/ فصل فى بيان المحرمات مكتبه مصرى،البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۰/ج۳/ فصل فى المحرمات،الدرالمختارمع الشامى دارالفكر ص ۳۳/ج۳/فصل فى المحرمات.

[2] وبحرمةالمصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بأخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة الدرالمختار على الشامى كراچى ص۳۷/ج۳/ فصل فى المحرمات،طحطاوى على الدر المختار،ص۱۷/ج۲/كتاب النكاح فصل فى المحرمات مطبع دارالمعرفة بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۲۷۷/ج۱/القسم الثانى المحرمات بالصهرية ومما يتصل بذلك مسائل.

خواہ وہ عالم ان دونوں کا حکم ہو جائے یا نہ، کیا صورت مذکورہ میں مصاہرت عندالاحناف ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ یعنی برتقدیر ثبوت زنا کے ہندہ کی ماں یا دختر کا نکاح زید کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ زنا کا ثبوت دو طرح پر ہے ایک یہ کہ قاضی کے آگے جا کر چار گواہ عدول بدین طور اپنی شہادت ادا کریں کہ۔ رأیناہ وطئھا فی فرجھا کالمیل فی المکحلة.

دوم یہ ہے کہ دونوں زنا کنندگان صریحاً قاضی کے آگے جا کر زنا کا اقرار چار مجلس میں کریں۔ اور مانحن فیہ میں یہ دونوں صورتیں مفقود ہیں کیونکہ یہاں شرعی قاضی موجود نہیں ہے اور عالم مذکور قاضی شرعی نہیں ہے۔ حکم ہو یا نہ ہو پس بغیر دو صورت مذکورہ کے ثبوت زنا عندالحنفیہ نہیں ہے اور یہ مسئلہ کتب احناف میں کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ عالم مذکور اگرچہ حکم بھی ہو وہ قاضی کے حکم میں ہے۔ پس مانحن فیہ. میں زنا ثابت نہیں ہوسکتا۔ جب زنا ثابت نہیں تو ثبوت مصاہرت کہاں۔ پس زید ہندہ کی ماں اور دختر کو نکاح میں لاسکتا ہے؟

درمختار میں ہے۔ فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینة علی الاقرار الخ، یثبت کا فاعل ہے ردالمحتار میں اس کے تحت میں مرقوم ہے تصریح علیٰ مافھم من حصر ثبوته باحد شیئین الشھادة بالزنا اوالاقرار به وقوله ولا بالبینة علی الاقرار بیان لفائدة تقیید الشھادة بان تکون علی الزنا الخ. پس ثابت ہوا کہ زنا سے ثبوت کے لئے یہی دو صورتیں ہیں۔ تیسری صورت بالکل کوئی نہیں تم کلام المفتی الفنجابی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ثبوت زنا کی جو صورتیں سائل نے نقل کی ہیں وہ وجوب حد کے لئے ہیں کیونکہ حد کو شبہات کی بناء پر ساقط کرنے کا حکم ہے ادرؤا الحدود ما استطعتم الحدیث[1] ثبوت حرمت

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین مااستطعتم ،ترمذی شریف ص ۱۷۱ / ج ۱ / باب ماجاء فی درالحدود مکتبة رشیدیه دهلی.

مصاہرت کے لئے ان صورتوں کی ضرورت نہیں ہے کہ نفس اقرار یا شہادت کافی ہے اپنے اقرار پر اصرار بھی ضروری نہیں حتی کہ اگر اقرار سے رجوع کر کے اپنی تکذیب کر دے تو شرعاً وہ تکذیب معتبر نہیں اور اس حرمت کا ثبوت جس طرح زنا سے ہوتا ہے مس بالشہوۃ وتقبیل بالشہوۃ سے بھی ہو جاتا ہے۔ نیز عمد، نسیان۔ اکراہ، خطا، سب کا ایک حکم ہے اور ان صورتوں میں حد زنا شرعاً جاری نہیں ہوتی ہے۔ مسائل حلت وحرمت میں مفتی کا فتویٰ عامی کے حق میں بمنزلہ قضاء القاضی ہے۔ تثبت حرمة المصاهرة بالوطء حلالا كان أو عن شبهة او زنا كذا في فتاوىٰ قاضي خان[1] ممن زنىٰ بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا تحرم المزني بها على اٰباء الزاني واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا كذا في فتح القدير[2] وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل سواء كان بنكاح اوملك اوفجور ثم لافرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامداً او ناسياً اومكرها اومخطئا كذا في فتح القدير[3] لواقر بحرمة المصاهرة يؤاخذ به ويفرق بينهما والاصرار على الاقرار ليس بشرط حتى لورجع عن ذلك فقال كذبت فالقاضي لايصدقه ولكن في مابينه وبين الله تعالىٰ ان كا ن كاذباً فيما اقر لاتحرم عليه امرأته اھ كذا في الهندية[4] مختصراً۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/۶۳ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الاول ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الاول ۶۳ھ

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں ص ۳۶۰/ج ۱/باب المحرمات کوئٹہ پاکستان، کتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۶۲/ج ۴/مبحث فيماتثبت به حرمة المصاهرة مطبع مكتبة الرشيد ديوبند.

[2] فتح القدير مصرى ص ۲۱۹/ج ۳/باب بيان المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت، شامى دارالفكر ص ۳۱/ج ۳/فصل فى المحرمات.

[3] فتح القدير مصرى ۲۲۲/ج ۳/باب بيان المحرمات، الدرالمختار (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال: -اذازنی احدٌ مع امرأته بنت امرأته اوبنته ای بنت الزوجة والزوج معاً هل امرأته حلال ام حرامٌ واذا كان حراماً هل يبقى طلاقها ونكاحها؟

الجواب حامداًومصلیاً

من[1] زنی باحدی من ذكرت فی السوال حرمت عليه زوجته ولكن لم يرتفع النكاح بعد فعليه ان يفارقها فراقاً تاماً قال فی الدرالمختار وحرم بالصهريةاصل مزنية الیٰ قوله وبحرمةالمصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لايحل له التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة[2] اھ وقال فی الشامی قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علیٰ اصول الزانی وفروعه وحرمة اصولها وفروعها على الزانی كما فی الوطئی الحلال[3] اھ مختصراً ص۲۷۹/ج۲/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) مع الشامی دارالفكر ص۳۵/ ج۳/فصل فی المحرمات،زيلعی ص۱۰۷/ ج۲/فصل فی المحرمات مطبع امداديه ملتان.

[4] الهندية ص۲۷۵/ج۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية مطبوعه كوئٹه پاكستان،البحر الرائق كوئٹه ص۱۰۱/ج۳/فصل فی المحرمات، تاتارخانيه ص۲۲۶/ج۲/كتاب النكاح اسباب التحريم مطبع ادارة القرآن كراچی.

---

[1] **ترجمہ سوال:** جب کوئی شخص اپنی عورت کی موجودگی میں اس کی بیٹی یا اپنی بیٹی (یعنی بیوی کی اور اپنی) سے زنا کرے تو کیا اس کی عورت حلال رہے گی یا حرام ہو جائیگی اور جب حرام ہو جائیگی تو اس کے طلاق ونکاح (کا حکم) باقی رہے گا یا نہیں؟

ترجمہ جواب: جو شخص ان میں سے کسی سے زنا کرے جن کا سوال میں ذکر ہے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی لیکن نکاح ختم نہیں ہوگا بلکہ اس (شوہر) پر اس کو پورے طور پر جدا کرنا لازم ہے۔ درمختار میں کہا ہے کہ صہریت کی وجہ سے اصل مزنیہ حرام ہو جاتی ہے (اس کے قول تک) اور حرمت مصاہرت سے (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

حرمت مصاہرت کی ایک صورت

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی پیر جان ہمراہ زوجۂ خود مسماۃ ہندہ چند دن اتفاقیہ آبادرہا چنانچہ مذکورہ سے دولڑکیاں پیدا ہوئیں بعدہ جب پیر جان نے دوسری شادی کی تو ہندہ نے بھاگنا شروع کیا جس میں اس بات کا چرچا پھیلا۔ کہ پیر جان کا بھائی مسمّٰی جموں خاں شرارت کرتا ہے اس لئے ہندہ بھاگتی ہے اور روپوش ہوجاتی ہے۔ اگرچہ فی الواقع جموں خاں کی شرارت ضرور ہی ہے لیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ اس کے ساتھ کبھی روپوش ہوا اس اثناء مخالفت فی مابین زوجین میں ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا علی اختر پیدا ہوا جس کی نسبت ولدیت کا پیر جان قائل ہے کہ علی اختر میرا ہی بیٹا ہے جب علی اختر سال یا ڈیڑھ سال کی عمر کا ہوا تو اس کی والدہ ہندہ مذکورہ کو پیر جان نے طلاق دیدی بعد انقضاء عدت ہندہ کے ساتھ جموں نے نکاح کرلیا اب جموں خاں کی لڑکی دوسری زوجہ مسماۃ فاطمہ کے بطن سے ہے اس کے ساتھ علی اختر خاں نکاح کرنا چاہتا ہے مذکورہ کے لئے وہ لڑکی شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) نکاح ختم نہیں ہوتا حتی کہ اس کو دوسرے شخص سے نکاح بھی حلال نہیں ہوتا مگر متارکت اور عدت ختم ہونے کے بعد اھ اور شامی نے کہا ہے کہ بحر میں کہا ہے کہ حرمت مصاہرت سے حرمات اربع کا ارادہ کیا ہے۔ عورت کا زانی کے اصول اور اس کے فروع پر حرام ہونا اور عورت کے اصول وفروع کا زانی پر حرام ہونا جیسا کہ وطی حلال میں ہوتا ہے۔

۲ الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۳۷/ ج۳/ مطبوعه نعمانیه ص ۲۷۹/ ج۲/فصل فی المحرمات،طحطاوی علی الدرالمختارص۱۷/ ج۲/فصل المحرمات مطبع دارالمعرفة بیروت،عالمگیری کوئٹه ص۲۷۷/ج۱/المحرمات بالصهرية.

۳ الدرالمختارعلی الشامی ص ۳۱/ ج۳/باب المحرمات،دارالفکربیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۱/ ج۳/فصل فی المحرمات،مجمع الانهرص ۴۸۱/ ج۱/باب المحرمات، مطبع دار الکتب العملیة بیروت

(۲) بوجہ قواعد فقہیہ صورت ہذا میں حرمت مصاہرت یہاں ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۳) اور وہ جو فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ کسی شخص نے منکوحۂ غیر باکرہ بالغہ کو حبس کرلیا تو بحالت حبس مذکورہ سے جو اولاد پیدا ہوئی تو اس کی نسبت ولدیت بطرف حابس منسوب ہے تو صورت مسئولہ میں یہ وجہ صادق آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں علی اختر خاں کا نسب مسمی پیر جان سے ثابت ہے مسمی جموں خاں سے ثابت نہیں قال اصحابنا فی ثبوت النسب ثلٰث مراتب احدهما النكاح الصحيح وماهو فی معناه من النكاح الفاسد والحكم فيه انه يثبت النسب من غير دعوة ولاينتفی بمجرد النفی وانما ينتفی باللعان فان كانا ممن لالعان بينهما لاينتفی نسب الولد كذا فی المحيط فتاویٰ عالمگیری مطبوعه نولكشور[1] ص ۵۵۲/ الباب الثانی عشر فی ثبوت النسب، كتاب الطلاق.

لہٰذا جموں خاں کی دوسری زوجہ کی لڑکی سے علی اختر کا نکاح شرعاً درست ہے وامـا بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال درمختار[2] علی الشامی مصری كتاب النكاح فصل فی المحرمات. اس حرمت مصاہرۃ کا اثر جموں خاں کی لڑکی اور پیر جان کے لڑکے پر نہیں پڑے گا بلکہ مسماۃ ہندہ کے اصول وفروع جموں خاں پر حرام ہوجائیں گے۔[3] فتح القدیر کی عبارت مع

---

[1] الهندية ص ۵۳۶/ج ۱/الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب مكتبة كوئٹه پاكستان، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۵۵۰/ج ۳/كتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب مطلب الفراش علی اربع مراتب.

[2] الدر المختار علی الشامی زكريا ص ۱۰۵/ج ۴/ كتاب النكاح فصل فی المحرمات، فتح القدير ص ۲۱۸،۲۱۹/مطبع دار الفكر، فتاوی عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۷/ج ۱/المحرمات بالصهرية.

[3] المحرمات بالمصاهرة وهن انواع اربعة فروع نسائه المدخول بهن واصولهن وحلائل فروعه وحلائل اصوله زيلعی ص ۱۰۱/ج ۲/فصل فی المحرمات، مطبع امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص ۹۲/ج ۳/فصل فی المحرمات، شامی دار الفكر ص ۲۸/ج ۳/فصل فی المحرمات.

حوالہ صفحہ وباب ومطبع کتاب نقل کیجائے تب اس کے متعلق کچھ لکھا جاسکتا ہے سوال میں جوعبارت ہے فتح القدیر کی نہیں ہے خدا جانے وہاں کی کس عبارت کا یہ مطلب سمجھ لیا گیا اور اس مطلب پر بھی صورت مسئولہ منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں بکر کی قید ہے اور ہندہ ''بکر'' نہیں جیسا کہ سائل نے خود اقرار کرلیا کہ چنانچہ مذکورہ سے دولڑکیاں پیدا ہوئیں۔ دوسرے اس میں جس کی قید ہے اور صورت مسئولہ میں جموں نے ہندہ کو جس نہیں کیا جیسا کہ سائل نے لکھا ہے کہ ولیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ کبھی اس کے ساتھ روپوش ہوا پھر تعجب ہے کہ فتح القدیر کی کس عبارت کے اس مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے بھی علی اختر کے متعلق کیسے شبہ ہوا کہ اس کا نسب جموں خاں سے ثابت ہوکر جموں کی لڑکی سے جو کہ دوسری زوجہ سے ہے جائز نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ ر رجب ۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۵ ر رجب ۵۴ھ

حرمت مصاہرت کی شرط

سوال: -مسماۃ فاطمہ اپنے شوہر زید کے گھر بطریق سکونت گئی اور پدر زید مسمی عمر بھی ہمراہ پسر خود زید سکونت پذیر ہے کچھ عرصہ بعد مسماۃ فاطمہ نے اپنے میکے جاکر خسر خود عمر کو متہم کیا کہ میرے خسر عمر نے بنگاہ بد مجھے پکڑا اور ارادہ بد کا رکھتا ہے اور کوئی گواہ موجود نہیں بلکہ عام لوگ کہتے ہیں کہ واقعی یہ واقعہ درست ہے مگر شاہد عینی کوئی نہیں خصومت میں سب لوگ انگشت نما ہیں۔ پنچایت نے زوجہ فاطمہ کو شوہر زید سے چھڑالیا یعنی بلا طلاق حاصل کئے کوئی نکاح غیر پڑھانا چاہتے ہیں۔ جواب تحریر فرماویں۔ ۲۱ ر شعبان ۵۶ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کو مسماۃ فاطمہ کے قول کے صدق کا یقین یا ظن غالب ہے تو وہ زید پر حرام ہوگئی

لیکن اس سے نکاح نہیں ٹوٹا جب تک متارکت ومفارقت اس طرح نہ ہوجائے کہ زید کہدے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا طلاق دیدی تیرا دل جہاں چاہے نکاح کرلے اوراس کے بعد عدت گذر جائے اس وقت تک دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ اگر زید کواس کے صدق کا یقین اورظن غالب نہیں تو وہ حرام ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کا دوسرا نکاح درست نہیں اس کے لئے زید کی طرف سے طلاق ومفارقت ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس کے نکاح ثانی میں شرکت کرنے والے اگر مسئلہ جاننے کے باوجود شریک ہوں گے تو گنہگار ہوں گے۔ ان کو توبہ کرنا لازم ہے۔ وثبوت الحرمة بمسها مشروط بان يصدقها اويقع فی اكبر رأيه صدقها وعلیٰ هذا ينبغی ان يقال فی مسه اياها لايحرم علیٰ امه وابنه الا ان يصدقاه او يقع علیٰ ظنهما صدقهٗ فتح القدير[1] ص ۳۶۷/ ج ۲/ وبحرمةالمصاهرة لايرتفع النكاح حتی لايحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة والمتاركةلاتتحقق الا بالقول ان كانت مدخولاً بها كتركتک اوخليت سبيلک الخ، ردالمحتار[2] ص ۴۳۷/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۸/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ رمضان ۵۶ھ

رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہنچ گیا

سوال:- ایک کمرہ میں سب سورہے تھے۔ بھول سے رات کو بہن کی چارپائی کے

---

[1] فتح القدير مصری ۲۲۲/ ج ۳/ فصل فی بيان المحرمات، البحر كوئٹه ص ۱۰۰/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، الدرالمختار مع الشامی دار الفكر ص ۳۳/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

[2] شامی كراچی ص ۳۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۷/ ج ۲/ كتاب النكاح فصل فی المحرمات عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۷/ ج ۱/ القسم الثامن المحرمات بالصهرية.

پاس پہنچ گیا۔ جب ہاتھ لگا تو معلوم ہوا کہ بہن ہے۔ صحبت نہیں کی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھول کر بہن کے پاس جانے سے اس کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ وہ معلوم ہونے پر فوراً واپس آ گیا اور جماع وغیرہ کچھ نہیں کیا تو گناہ بھی نہیں ہوا، تاہم استغفار بہر حال ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۹ھ

ساس کا بدن دبانے سے حرمت

سوال:- زید جوان مرد نے ہندہ کی بیٹی زینب سے نکاح کیا زینب کے قبل بلوغ ہندہ کی زبانی معلوم ہوا کہ زید ایک رات کہ نصف کے قریب گذر چکی تھی ہندہ کی چار پائی پر آ بیٹھا اس حالت میں کہ ہندہ کپڑے وغیرہ اتار کر سوئی ہوئی تھی لیٹنے کے وقت جو معمولی کپڑے پہنے جاتے ہیں وہی پہنے ہوئے تھی زید بیٹھ کر ہندہ کا بدن دبانے لگا۔ ہندہ نے کہا کہ میں کوئی تھکی ماندی نہیں ہوں اور یہ وقت بدن دبانے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد جب زید کو یقین ہو گیا کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو ہندہ شور مچا دے گی اس وقت چلا گیا۔ صبح زید کے بچھونے پر رطوبت کے نشانات بھی تھے غرض یہ بات تو ہندہ کی زبانی معلوم ہوئی اور زید سے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں تو کئی دن سے اس کے پاس بیٹھ کر بدن دباتا ہوں مگر کوئی بری نیت نہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ زینب زید پر حرام ہوئی یا نہیں۔ شق اول پر طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں زید کا قول شرعاً معتبر ہوگا جب تک اس کے خلاف قرائن ظاہرہ

---

[1] ان التوبة عن جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة ص ۲۳۶/ج ۱۵/سورة التحريم آيت ۸/شرح للنوى على الصحيح المسلم ص ۳۵۵/ج ۲/كتاب التوبة، مكتبه بلال ديوبند.

سے یقین یا ظن غالب حاصل نہ ہوجائے اور زید کے بچھونے پر رطوبت کا صبح کو پایا جانا اس پر قرینۂ ظاہرہ نہیں کہ اس نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شب کو احتلام ہوگیا ہو لہٰذا اس کی بیٹی زید پر حرام نہیں ہوئی۔ البتہ اگر ہندہ کو شہوت سے مس کرنے کا یقین یا ظن غالب ہے یا خود ہندہ نے زید کو شہوت سے مس کیا ہے تو اس کی بیٹی زید پر حرام ہوگئی۔ متارکت ضروری ہے واذا قبلها ثم قال لم يكن عن شهوة او لمسها او نظر الىٰ فرجها ثم قال لم يكن فقد ذكر الصدر الشهيد فى التقبيل يفتىٰ بثبوت الحرمة مالم يتبين انه قبل بغير شهوة وفى المس والنظر الىٰ الفرج لايفتى بالحرمةالا اذا تبين انه فعل بشهوة لان الاصل فى التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر كذا فى المحيط هذا اذا كان المس علىٰ غير الفرج واما اذا كان على الفرج لايصدق ايضاً كذا فى المحيط عالمگیریہ[1] ص ۲۸۴/ج ۱/ اگر واقع میں زید نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے اور پھر انکار کرکے ہندہ کی بیٹی سے نکاح برقرار رکھے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ یکم ربیع الآخر ۵۴ھ

بیٹے کی بیوی کا بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت

سوال:- ایک شخص نے مندرجۂ ذیل سوالات کے حسب ذیل حلفی بیانات دیئے۔

(۱) خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر اور اپنے قلم سے لکھ کر بیان کرو کہ کیا تم نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ سوتے وقت چھ سات روز تک متواتر یہ حرکتیں کیں کہ اس کی چھاتی کئی مرتبہ پکڑی اس کو منھ کھولدینے پر مجبور کیا اس کے گالوں پر دو مرتبہ بوسہ دیا یعنی چوما اور اس کا کمر بند کھولا یا کھولنا چاہا اور کہا کہ میری جان میں تجھ پر عاشق ہوگیا ہوں۔

---

[1] الهندية كوئٹه پاكستان ص ۲۷۶/ج ۱/القسم الثانى المحرمات بالصهرية،فتح القدير ص ۲۲۲/ج ۳/باب المحرمات،دار الفكر بيروت،شامى دار الفكر ص ۳۵/ج ۳/كتاب النكاح فصل فى المحرمات.

(۲) جس وقت تم نے اس کا کمر بند کھولا تھا یا کھولنا چاہا تھا اس وقت کیا تم کو شہوت بہت زیادہ ہو رہی تھی اور تمہارے اعضائے تناسل میں بہت تندی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے تم نے اس قسم کا بیہودہ ارادہ کیا۔

(۳) کیا تم اس سے صحبت کر سکے یا نہیں اور تم کو اطمینان کے ساتھ انزال ہو گیا یا نہیں اور صحبت تم نے اس عورت کی رضامندی سے کی یا بلا رضا بالکل سچ اور صحیح تحریر کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو بڑی سخت سزا دیں گے۔

(۴) اگر تم صحبت نہیں کر سکے اور پاجامہ اس کا نہیں کھول سکے اور تندی تم کو نہیں ہو رہی تھی تو کیا تم کو اس کشاکشی میں بغیر صحبت کئے ہوئے انزال ہو گیا تھا یا نہیں۔ بات ہرگز مت چھپانا اس میں بڑی باریک بات ہے بالکل سچ بیان کرو۔

(۵) سب سے آخر میں یہ لکھو یا بیان کرو کہ میں نے جو کچھ اوپر لکھا یا بیان کیا بالکل سچ اور صحیح ہے اگر میں نے کوئی بات اس میں جھوٹ کہی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اسی وقت ہمیشہ کے لئے اندھا اور کوڑھی کر دے اور میں بھیک مانگ مانگ کر مروں۔

جواب سوالات جرح:

(۱) خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ یہ شیطان کا کام ہے کہ وہ آدمی کو بہکاتا ہے اور ذلت میں ڈلواتا ہے تین چار مرتبہ اس نے یہ حرکت کرائیں کہ اس کے بدن پر ہاتھ لگوایا۔ یعنی اس کے پستان کو پکڑا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا دو مرتبہ گالوں کو چوما ایک دو مرتبہ اس کو منہ کھولنے کو بھی کہا کمر بند اس کا نہیں کھولا نہ کھولنے کا ارادہ کیا نہ اس کے پلنگ پر بیٹھا۔

(۲) کمر بند اس کا نہیں کھولا اور نہ کھولنا چاہا نہ اس وقت مجھ کو شہوت ہو رہی تھی اور اعضاء تناسل پر تندی بھی نہیں ہو رہی تھی۔

(۳) صحبت نہیں ہوئی نہ رضامندی سے نہ بغیر رضامندی اور نہ انزال ہوا۔

(۴) انزال اسکو ہاتھ لگانے سے نہیں ہوا نہ اعضائے تناسل پر تندی تھی۔منی خارج نہیں ہوئی۔

(۵) یہ جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے یا بیان کیا ہے بالکل سچ اور صحیح ہے اگر کوئی جھوٹ لکھی ہو تو خداوند تعالیٰ اسی وقت ہمیشہ کے لئے اس کی سزا مجھ کو دے گا۔

اب سوال یہ ہیں:

(۱) ایسی صورت میں حنفی مذہب کی رو سے عمر کی بیوی اس کے نکاح میں داخل رہی یا نہیں؟

(۲) اگر حنفی مذہب کی رو سے کوئی صورت عمر کے نکاح میں داخل رہنے کی باقی نہ ہو تو کسی دوسرے امام کے مذہب پر ضرورۃً عمل کرنا موجب گناہ تو نہیں ہوگا اور کس امام کے مذہب کے موافق عمر کی بیوی نکاح سے باہر نہیں ہوسکتی ان کا نام بھی تحریر کیجئے؟

(۳) اگر عندالاحناف عورت مذکورہ ہمیشہ کے لئے عمر پر حرام ہوگئی اور کسی امام کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ نکاح میں آنا جائز نہ ہو تو کیا عورت مذکورہ بغیر کسی روک کے دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔؟

(۴) عورت اپنے مہروں کا دعوی خسر پر کرے یا عمر (شوہر) پر؟

(۵) عمر پر جس پر اس کے باپ نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس کی بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام کردیا کیا اب بھی اس پر باپ کے حقوق پدری باقی رہیں گے۔یا ساقط ہوجائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

صورت مسئولہ میں عندالاحناف عمر کے لئے اس بیوی کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں بلکہ اس سے متارکت ضروری ہے کیونکہ مصاہرت کی وجہ سے اس پر حرام ہوگئی یہ حرمت بلا انزال ثابت ہوجاتی ہے ولو اخذ ثديها وقال كان عن غير شهوة لا يصدق خلاصة[1] ص۹/

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۶/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ج ۲/ اور عالمگیری[1] ص ۲۸۴/ ج ۲/ میں ہے لان الغالب خلافه قال فی الفتاویٰ الهندیه وکان الشیخ الامام الاجل ظهیر الدین مرغینانی یفتی بالحرمة فی القبلة علی الفم والخدو الرأس وان کانت علی مقنعة وکان یقول لایصدق فی انه لم یکن بشهوة طحطاوی[2] ص ۱۷/ ج ۲/ وفی البحر الرائق[3] ص ۱۰۰/ ج ۳/ لان الاصل فی التقبیل وهو الشهوة شامی[4] ص ۴۶۲/ ج ۲/ میں ہے ان قبل الفم یفتیٰ بها ای بالحرمة وان ادعیٰ انه بلاشهوة واُلحق الخد بالفم.

(۲) امام شافعی کے نزدیک صورت مسئولہ میں حرمت ثابت نہیں ہوئی وعند الشافعی لاتثبت الحرمة بالزنا فاولی ان لاتثبت بالمس والنظر بدون الملک بدایع ۲۶۰/ ج ۲/[5] لیکن حنفی کے لئے امام شافعیؒ کے مذہب پر ایسی صورت میں عمل کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اول تو حلت حرمت کا مقابلہ ہے لہٰذا حرمت کو ترجیح ہوگی دوسرے ایسی صورتوں میں غیر کے مذہب پر عمل کرنیکی ہمارے فقہاء رحمہم اللہ نے اجازت نہیں دی۔

(۳) عمر کی بیوی کو عدت گذار کر عندالاحناف موافق شرع دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے جب کہ عمر نے کہدیا ہو کہ میں تجھے چھوڑ چکا یا حاکم مسلم نے دونوں میں تفریق کردی ہو وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج الابعد المتارکة وانقضاء

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) خلاصة الفتاوی ص ۹/ ج ۲/ الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة امجد اکیڈمی لاهور طحطاوی علی الدرالمختار فصل فی المحرمات ص ۱۷/ ج ۲/ دارالمعرفة بیروت.

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۶/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة.

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۷/ ج ۲/ فصل فی المحرمات دارالمعرفة بیروت.

[3] البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

[4] شامی زکریا ص ۱۱۲/ ج ۴/ کتاب النکاح فصل فی المحرمات.

[5] بدائع الصنائع زکریا ص ۵۳۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، فصل واما الفرقة الرابعة. البحر کوئٹه ص ۹۸/ ج ۳/ باب المحرمات.

العدة درمختار[1] علی الشامی ص ۴۶۲/ ج ۲/.

(۴) عورت مہر کا مطالبہ عمر سے کرے اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت عمر کے ساتھ آ چکی ہے ویتاکد (المهر) عندوطی اوخلوة صحت من الزوج الخ[2] در واذا تاکد المهر لم یسقط وان جاء ت الفرقة من قبلها عالمگیری[3] ص ۳۱۷/ ج ۲/ اگر ان حرکات سے عمر کے باپ کی نیت یہ تھی کہ عمر پر اس کی بیوی حرام ہو جائے تو مقدار مہر عمر اپنے باپ سے لیگا اگر یہ نیت نہیں تھی تو عمر باپ سے نہیں لیگا هکذا فی العالمگیریة[4] ص ۳۸۴/ ج ۲/.

(۵) حقوق پدری اب بھی باقی ہیں ساقط نہیں ہوئے جب تک کسی معصیت کا امر نہ کرے حتی الوسع باپ کی اطاعت کرنی چاہئے[5] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۷/۱۲/ ۵۱ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۱/ ذی الحجہ ۵۱ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

نواسہ کی بیوی سے بوس وکنار کی بناء پر حرمت

سوال:- زید نے اپنے نواسہ کی منکوحہ سے بوس وکنار کیا۔ یہ بیان صرف لڑکی کا ہے

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۱۴/ ج ۴/ فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، دارالمعرفة بیروت.

[2] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۳۳/ ج ۴/ باب المهر.

[3] عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۶/ ج ۱/ الفصل الثانی فیما یتأکدبه المهر الخ.

[4] قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهی مکرهة الی قوله وان صدقه الزوج وقعت الفرقة ویجب المهر علی الزوج ویرجع بذلک علی الذی فعل ان تعمد الفاعل الفساد الخ عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۶/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، دارالمعرفة بیروت.

[5] ان طاعة الابوین لاتراعی فی رکوب کبیرة ولافی ترک فریضة علی الاعیان وتلزم طاعتها فی المباحات الخ الجامع لاحکام القرآن ص ۶۰/ ج ۷/ آیت ۱۴/ دارالفکر بیروت.

اور کوئی شہادت نہیں اور وہ لڑکی زید کی بھتیجی بھی ہوتی ہے۔ تو کیا وہ لڑکی زید کے نواسہ پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ نیز اگر نواسہ اپنی مذکورہ بیوی کو طلاق دیدے تو نانا اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ حرمت مصاہرت کے سلسلہ میں دادا اور نانا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید (نانا) پر اس کے نواسہ کی منکوحہ تو اسی وقت حرام ہوگئی تھی جب کہ اس کے نواسہ نے اس سے نکاح کیا تھا اور زید نانا نے اپنے نواسے کی بیوی کو شہوت سے بوسہ دیا اور نواسہ نے اس کی تصدیق بھی کردی تو اب یہ نواسہ کی منکوحہ خود اپنے زوج پر بھی حرام ہوگئی۔ اب زوج پر لازم ہے کہ اس کو صاف صاف طلاق دیدے اور اپنے سے جدا کردے کذا فی البحر ص ۹۴/ ج ۳/ فتحرم حليلة ابن السافل على الجد الاعلىٰ وكذا حليلة ابن البنت وان سفل[1] اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دادا اور نانا حرمت مصاہرت کے باب میں برابر ہیں۔

وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها ويقع فى اكبر رأيه صدقها وعلىٰ هٰذا ينبغى ان يقال فى مسه اياها لاتحرم علىٰ ابيه وابنه الاان يصدقاه اويغلب علىٰ ظنهما صدقه ثم رأيت عن ابى يوسفؒ ما يفيد ذٰلك اھ شامی[2] ص ۲۸۰/ ج ۲/ وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باٰخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة (الدرالمختار على هامش ردالمحتار نعمانیہ[3] ص ۲۸۳/ ج ۲/)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر مکتبہ کوئٹہ پاکستان ص ۹۴/ ج ۳/ فصل فى المحرمات، فتح القدير ص ۲۱۲/ ج ۳/ فصل فى المحرمات دارالفكر، زيلعى ص ۱۰۳/ ج ۲/ فصل فى المحرمات مطبع امداديه ملتان.

[2] شامی نعمانیہ ص ۲۸۰/ ج ۲/ شامی کراچی ص ۳۳/ ج ۳/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق

سوال:- ہندہ نے نکاح ثانی زید سے کیا جو کہ نابالغ تھا اس درمیان میں ہندہ کا تعلق اپنے خسر بکر سے ہوگیا جب زید سن بلوغ کو پہنچا تو اس نے اپنے والد بکر کو اپنی زوجہ ہندہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا وہ غیرت کا مارا اسی وقت اپنے وطن سے نکل گیا اور اب تک واپس نہیں آیا، اس کی عدم موجودگی میں ہندہ کے چند بچے پیدا ہوئے اور وہ بچے بعض بالغ ہیں بعض آٹھ دس سال کے، برادری میں عام چرچہ ہے کہ یہ سب بچے ولد الحرام ہیں اب بکر ان بچوں کی شادی اپنے اخراجات سے کرنا چاہتا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مطابق شرع شریف ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور ایسی شادی میں شریک ہونا کیسا ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں ان سے اور خود اس شخص سے ترک کلام، حقہ پانی بند کرنا کیسا ہے؟ مطابق شرع شریف حکم فرماویں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے[1] اس کا مرتکب فاسق ہے[2] جب تک بکر ہندہ سے

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) مطبوعہ زکریا ص ۱۰۸ / ج ۴ / فصل فی المحرمات، فتح القدیر ص ۲۲۲ / ج ۳ / فصل فی المحرمات مطبع دار الفکر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۰۰ / ج ۳ / فصل فی المحرمات.

[3] الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۳۷ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷ / ج ۲ / فصل فی المحرمات مطبع دار المعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷ / ج ۱ / المحرمات بالصهرية.

---

[1] ولا تقربوا الزنی انه کان فاحشة (ای ذنبا عظیماً) وساءَ سبیلاً (ای وبئس طریقاً ومسلکاً) عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال مامن ذنب بعد الشرک اعظم عند اللّٰه من نطفة وضعها رجل فی رحم لایحل له، الحدیث تفسیر ابن کثیر ص ۶۴ / ج ۳ / سورة لاسراء الایة ص ۳۲ / مطبع مکتبه تجاریة مکة المکرمة. (حاشیہ نمبر ۲ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تعلق قطع کر کے سچی توبہ نہ کرے اس کے ساتھ اختلاط میل جول نہ کرنا چاہئے بلکہ اگر مفید ہو تو اس سے سب مل کر قطع تعلق کریں کہ وہ تنگ آ کر توبہ کرلے[۱] نیز جب اس لڑکے نے بیوی کو اپنے باپ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بیوی اس شوہر پر حرام ہوگئی[۲]

تنبیہ: - بلاشرعی ثبوت کے کسی کو ولد الزنا کہنا حرام ہے[۳] اسی طرح کسی کو بلاشرعی شہادت کے زانی کہنا بھی حرام ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۲/شوال ۵۶ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانى واكل الرباء، شامى زكرياص ۲۹۸/ج ۲/باب الامامة.

۱ وجوب هجران من ظهرت معصية فلايسلم عليه الاان يقلع وتظهر توبته المفهم شرح المسلم للقرطبى ص ۹۸/ج ۷/كتاب الرقاق باب يهجرمن ظهرت معصية الخ مطبع دارابن كثير مرقاة، شرح مشكوة شريف ص ۷۱۷/ج ۴/باب ماينهى عن من التهاجروالتقاطع مطبع بمبئى.

۲ أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزانى الشامى كراچى ص ۳۲/ج ۳/ فصل فى المحرمات، تاتار خانيه ص ۶۱۸/ج ۲/اسباب التحريم مطبع ادارة القرآن كراچى، مجمع الانهرص ۴۸۱/ج ۱/ باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

۳ وعزّر كل مرتكب منكر او موذى مسلم بغيرحق بقول اوفعل، وعزّرالشاتم بياكافر، ياحرام زاده معناه المتولدمن الوطء الحرام، الدرالمختارمع الشامى زكرياص ۱۱۳، ۱۱۹/ج ۶/ كتاب الحدودباب التعزير، البحرالرائق كوئٹه ص ۴۲، ۴۳/ج ۵/فصل فى التعزير، مجمع الانهر ص ۳۷۳، ۳۷۴/ج ۲/فصل فى التعزير.

۴ بئس الِاسم الفسوق بعدالايمان الاية اى بئس ان يسّمى الرجل كافراً اوزانياً بعد اسلامه وتوبته، فمن فعل مانهى اللّه عنه من السخرية والهمزوالنبذ فذٰلک فسوق وذٰلک لايجوز تفسيرالقرطبى ص ۲۹۷/ج ۸/سورة الحجرات، رقم الاية ۱۱/مطبع دارالفكر، القذف وفى الشرع الرمى بالزناوهو من الكبائرباجماع الامة، واليه الاشارة فى النص لانه شرط اربعة من الشهداء العناية مع فتح القديرص ۳۱۶، ۳۱۷/ج ۵/باب حدالقذف مطبع دارالفكر.

بحالت نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت

سوال:- زید نے نابالغی کی حالت میں اپنی سالی کا بوسہ لیا اور وہ سالی عمر میں زید سے بڑی یعنی بالغ ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب زید کا تعلق اپنی بیوی سے کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً مصلیاً

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی زید پر حرام نہ ہوگی بلکہ بدستور سابق بیوی رہے گی کیونکہ سالی کا تعلق بیوی سے جزئیت کا نہیں نہ اصلاً نہ فرعاً **وثبوت الحرمة بالمس ليس الالكونه سبباً للجزئية، كذافي الغنية**[1] ص ۳۳۰ نیز حرمت مصاہرت کے لئے بلوغ یا کم از کم مراہقت شرط ہے **وكذا تشترط الشهوة في الذكر فلوجامع غير مراهق زوجة ابيه لم تحرم درمختار**[2] ص ۱۸۸ / ج ۱ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۵/۲/۵۳ھ

صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/صفر ۵۳ھ

اپنی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت

سوال:- ایک شخص رات کے وقت اپنی نفسانی خواہش کے واسطے اپنی بیوی کی چارپائی کے پاس گیا اس کی بیوی کے پاس اس کی لڑکی سوئی ہوئی تھی اس کا ہاتھ لڑکی کو لگ گیا

---

[1] هكذافي الشامي زكريا ص ۱۱۱ / ج ۴ / فصل في المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۲ / ج ۱ / باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

[2] الدرالمختار على الشامي كراچي ص ۳۵ / ج ۳ / فصل في المحرمات، فتح القدير ص ۲۲۲ / ج ۳ / فصل في المحرمات مطبع دارالفكر طحطاوي على الدرالمختار ص ۱۶ / ج ۲ / مطبع دار المعرفة بيروت.

یعنی بازو وغیرہ کوتو اس کو اسی وقت معلوم ہوگیا کہ میری لڑکی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ کی بابت مولوی اشرف علی صاحبؒ اپنے بہشتی زیور میں لکھتے ہیں اس مرد کی عورت اس پر ناجائز ہوگئی وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے۔ میں آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ غلطی اس سے ہوئی پھر اس کی عورت کا کیا قصور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس مسئلہ کو بہشتی زیور حصہ چہارم کے صفحہ ۶۹/ پر تحریر فرماتے ہیں اور آپ کے اس شبہ کا جواب امداد الفتاویٰ[1] کے تتمہ ثالثہ ص ۳۴/ میں دیا ہے ان سے یہی سوال کیا گیا ہے اس کے جواب میں لکھا ہے۔

''اس کا حرام ہونا کسی قصور کی وجہ سے نہیں بلکہ جب سبب پایا جاتا ہے تو مسبب بھی پایا جاتا ہے کوئی شخص بھولے سے زہر کھالے گناہ تو نہیں مگر مرتو جاویگا یعنی جیسا کہ خواہ بھول کر کھاوے خواہ جان کر اس کا اثر ہوتا ہے اسی طرح خواہ بھول کر جوانی کے جوش اور شہوت سے لڑکی کو ہاتھ لگاوے خواہ جان کر بہر حال اس کا اثر تو ضروری ہے''

اگر وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے تو بیوی یعنی لڑکی کی والدہ اس پر حرام ہوگئی اس کو علیحدہ کرنا ضروری ہے وحرم ایضاً بالصهرية اصل مزنيته اراد بالزنا الوطی الحرام واصل ممسوسته بشهوة درمختار قال الشامی لان المس والنظر سبب داع الی الوطی فيقام مقامه فی موضع الاحتياط هدايه واستدل لذٰلک فی الفتح بالاحاديث والآثار عن الصحابةوالتابعين ردالمحتار[2] ص ۴۳۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبداللطیف ۲۵/ ذی قعدہ ۵۴ھ

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۳۳۸/ ج ۲/ (مطبوعه تاليفات اولياء ديوبند) باب المحرمات وغيرها.

[2] الدرمع الرد کراچی ص ۳۲/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، البحر ص ۹۸/ ج ۳/ باب المحرمات کوئٹه، خلاصة الفتاوی ص ۸/ ج ۲/ الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة، امجد اکیڈمی لاهور.

ماں، ساس، بیٹے کی بیوی کو مس کرنے سے حرمت مصاہرت

سوال:- اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگائے تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور اس کو کتنا گناہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی بیوی سمجھ کر ساس کو ہاتھ لگا دے تو بیوی حرام ہونے پر کیا ساس سے نکاح ہو سکے گا۔ ایسے ہی بعض ملحدین اپنی اولاد کی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں تو کیا اولاد پر بیویاں حرام ہو جائیں گی اور خسر پر اس کا کتنا گناہ ہوگا؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

اگر واقعی غلطی سے ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگایا اور معلوم ہونے پر نادم ہوا تو اس سے گناہ نہیں ہوا نہ اس سے بیوی اس پر حرام ہوئی۔ البتہ وہ ماں اس کے باپ پر حرام ہو جائیگی جب کہ باپ اس کی تصدیق کرے[1] ساس کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے بیوی حرام ہو جاوے گی اگر چہ غلطی ہی سے ہاتھ لگایا ہو اور ساس سے بھی نکاح جائز نہ ہوگا۔ ایسے ہی اولاد کی بیوی خسر کے جماع کرنے سے اولاد پر حرام ہو جاوے گی[2] اور اولاد پر طلاق یا زبانی متارکت لازم ہوگی بعد میں عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا[3] خسر کا یہ فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ **قبل ام امرأة حرمت امرأته مالم يظهر عدم الشهوة وفي المس لامالم**

---

[1] وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقهااويقع في اكبررأيه صدقها وعلى هذا ينبغي ان يقال في مسه اياها :لاتحرم على ابيه وابنه الاان يصدقها اويغلب على ظنهاصدقها،البحر كوئٹه ص ۱۰۰/ج۳/فصل في المحرمات،فتح القدير ص ۲۲۲/ج۳/دارالفكر.

[2] وحرم ايضا بالصهرية اصل مزنية (الدرالمختار)ارادبحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا،ورضا عاالخ شامي ص ۳۲/ج۳/دارالفكر بيروت،باب المحرمات،عالمگيري كوئٹه ص ۲۷۴/ج ۱/القسم الثاني المحرمات بالصهرية.

[3] وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لهاالتزوج بآخرالابعد المتاركة وانقضاء العدة،الدرالمختارعلى الشامي ص ۳۷/ج۳/باب المحرمات،دارالفكر،طحطاوي على الدر ص ۱۷/ج۲/دارالمعرفة بيروت.

تعلم الشهوة، تنویر[1] ص ۲۸۲/ ج ۲/ نعمانیه، لایحل ان یتزوج بام امرأته هدایه[2] ص ۲۸۷/ ج ۱/ ولافرق فی ثبوت الحرمةبالمس بین کونه عامداً او ناسیاً او مکرهاً او مخطئاً فتح القدیر[3] ص ۳۶۷/ تحرم المزنی بها علیٰ اٰباء الزانی، عالمگیر[4] ص ۲۸۲/ ج ۲/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ صفر ۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف ۶/ صفر ۵۳ھ

ساس کی شرمگاہ پر نظر پڑنے سے حرمت مصاہرت

سوال:- زید گھر سے باہر جارہا تھا کہ اس کی نگاہ ننگی عورت کی شرمگا پر پڑی جو بعد غسل اپنے بدن کو کپڑے سے خشک کررہی تھی۔ زید نے سمجھا کہ بیوی ہے۔ زید نے تھوڑی دیر بحالت شہوت اس کی شرمگاہ کو دیکھا پھر اسی وقت زید کو معلوم ہوا کہ یہ تو خوشدامن ہے۔ اب زید کی بیوی زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شرمگاہ کے صرف اوپر (ظاہری) حصہ پر نظر پڑی ہے تو اس سے بیوی حرام نہیں

---

[1] تنویر الأبصار علی ردالمحتار کراچی ص ۳۶/ ج ۳/ فصل فی المحرمات.

[2] هدایة ص ۳۰۷/ ج ۲/ کتاب النکاح (دارالکتاب)

[3] فتح القدیر دارالفکر ص ۲۲۲/ ج ۳/ فصل فی بیان المحرمات، تبیین الحقائق ص ۱۰۷/ ج ۲/ باب المحرمات، مکتبه امدادیه ملتان.

[4] الهندیة مکتبه کوئٹه پاکستان ص ۲۷۳/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة، فتح القدیر ص ۲۱۹/ ج ۳/ باب المحرمات، دارالفکر بیروت.

ہوئی۔ دونوں بدستور شوہر بیوی ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

جواب صحیح ہے: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۸۵ھ

سوتیلی ماں سے حرمت مصاہرت کی ایک صورت

سوال:- زید کی منکوحہ کو قبل نکاح زید کے لڑکے سے محبت تھی اور لڑکے کو منکوحہ زید سے۔ زید نے نکاح کے وقت دریافت کیا کہ تجھ کو میرے لڑکے سے محبت ہے اس کو تجھ سے، تو پھر میرا نکاح کیونکر جائز ہے اس منکوحہ نے قسم کھائی اور بہت بڑی قسم کھائی اور کہا کہ مجھ کو اس سے اولاد والی محبت ہے۔ غرض نکاح اور ایک گھر میں رہنا سہنا ہو گیا۔ عرصہ ۴/سال سے دیکھتے رہے کہ اکثر حرکات، سکنات واشارہ کنایہ سے ہے مگر چشم دید مجامعت کا واقعہ نہیں۔ اس وقت لڑکے کی عمر ۲۲/سال کی ہے۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ جس مکان میں زید کی منکوحہ رہتی تھی اس میں سوائے زید کے اور کوئی نہ سوتا تھا۔ اس روز لڑکے کو مکان میں دیکھ کر شبہ ہوا اور زید نے اپنے گھر کا دروازہ کھلوایا تب زید کو زوجہ کے پاس کسی غیر شخص کے موجود ہونے کا شبہ ہوا۔ مکان میں اندھیرا تھا۔ زید نے منکوحہ سے دیا سلائی طلب کی۔ مگر اس نے کچھ سرسری سا جواب دیا۔ زید کو اور شبہ ہو گیا پھر تلاش کرتے کرتے زید پاخانہ میں گیا تو لڑکے کو چھپا ہوا پایا۔ اس پر پورا شک ہو گیا ہر دو شخص فعل زنا کا اقرار نہیں کرتے اور اپنی صفائی پر قسم کھاتے ہیں۔ اب زید علیحدہ کرے یا نہیں؟

---

[۱] والمنظوالی فرجها المدور الداخل اختاره فی الهداية وصححه فی المحيط والذخيرة والخانية وعليه الفتوى وفی الفتح وهوظاهر الرواية شامی کراچی ص ۳۳/ج ۳/فصل فی المحرمات، قاضی خان علی الهنديه ص ۳۶۲/ج ۱/باب فی المحرمات، کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۶۳/ج ۴/کتاب النکاح فيما تثبت به الحرمة، المکتبه الرشيديه بند.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر زید نے اپنے لڑکے کو اپنی بیوی کے ساتھ جماع یا دواعی جماع میں نہ خود کبھی مبتلا دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا۔ نیز زید کا لڑکا حلفیہ بیان دیتا ہے کہ زید کی بیوی کے ساتھ نہ مجھے کبھی جماع کی نوبت آئی ہے نہ دواعی جماع کی یعنی کبھی شہوت سے بوسہ دینے یا مس کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح زید کی بیوی حلفیہ بیان دیتی ہے اور زید کو دونوں کے حلفیہ بیان پر اطمینان ہے تو شرعاً اس پر بیوی کا الگ کرنا ضروری نہیں ہے فتح القدیر[1] ص ۳۶۷ / ج ۲ / میں تصریح ہے۔

وثبوت الحرمةبمسها مشروط بان يصدقها اويقع فی اكبر رأيه صدقها وعلىٰ هٰذا ينبغی ان يقال فی مسهٖ اياها لاتحرم علىٰ ابيه وابنه الا ان يصدقاه او يغلب علىٰ ظنهما صدقه ثم رأيت عن ابی يوسفؒ انهٗ ذكر فی الامالی مايفيد ذالک قال امرأة قبلت ابن زوجها وقالت كان عن شهوة ان كذبها الزوج لايفرق بينهما ولو صدقها وقعت الفرقة.

البتہ اگر دونوں کے بیان پر اطمینان نہیں بلکہ شک باقی ہے اور طبعی تقاضا بھی بیوی کو الگ کرنے کا ہے تو احتیاطاً بیوی کو الگ کردے **دع مايريبک الىٰ مالايريبک**[2] اگر یہ بھی نہ ہو تو اس لڑکے اور اس عورت کا مکان الگ کردینا چاہئے اور اس لڑکے کو ممانعت کردی جائے اس عورت کے پاس آنے کی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: بندہ الرحمٰن غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۱۳ / ربیع الاول ۵۲ھ

---

[1] فتح القدير دارالفكر ص ۲۲۲ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، شامی دارالفكر بيروت، ص ۳۳ / ج ۳ / باب المحرمات، البحر كوئٹه ص ۱۰۰ / ج ۳ / فصل فی المحرمات.

[2] فيض القدير ص ۵۲۸ / ج ۳ / رقم الحديث ص ۴۲۱۱، دارالفكر بيروت، بخاری شريف ص ۲۷۵ / ج ۱ / كتاب البيوع باب تفسير المشبهات.

بیوی کی پستان منہ میں لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:- دورانِ صحبت میں نے اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لی اس سے کچھ نمکین سا پانی نکلا۔ میں نے فوراً تھوک دیا۔ پہلا بچہ تقریباً ایک سال ہوا مر چکا تھا۔ تو اس سے میرے نکاح میں کچھ اثر پڑا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے آپ کے نکاح میں کچھ خلل نہیں آیا بدستور نکاح قائم اور پختہ ہے فکر نہ کریں۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۸ھ

چچی سے زنا

سوال:- زید نے اپنی چچی ہندہ سے زنا کیا اور حمل مشکوک ہے کہ زید کا ہے یا زید کے چچا کا۔ یا ان دونوں میں سے ایک کے حمل کا یقین ہو گیا تو اب زید کی شادی ہندہ کے حقیقی بھائی کی لڑکی فاطمہ سے ہوئی ہے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور ہندہ کی اس کمینی حرکت سے ہندہ کے بھائی کی لڑکی زید پر حرام نہیں ہوئی۔[2]

---

[1] اذامص الرجل ثدی امرأته وشرب لبنهالم تحرم علیه امرأته لماقلناانه لارضاع بعد الفصال، فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیه ص۴۱۷/ج۱/اول باب الرضاع، کذافی الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۱/ج۴/آخرباب الرضاع.

[2] وحرم ایضا بالصهریة اصل مزنیته قال فی البحراراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرءة علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطء الحلال الخ شامی کراچی ص ۳۲/ج۳/ فصل فی الحرمات، عالمگیری کوئٹه ص۲۷۴/ج۱/القسم الثانی المحرمات بالصهریة،تبیین الحقائق ص۱۰۷/ ج۲/باب المحرمات،مکتبه امدادیه ملتان.

اس سے شادی درست ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

لامس وملموسہ کی اولاد کا نکاح

سوال:- زید نے ہندہ کو لمس بالشہوت کیا تو لامس وملوسہ کی اولاد آپس میں مناکحت کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں (لامس اور ملوسہ) کی اولاد کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

جواب منجانب قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور۔

لامس اور ملموسہ کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے حضرت مفتی صاحب کو اس میں سہو ہوا ہے یا کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔

ویحل لاصول الزانی وفروعہ اصول المزنی بھا وفروعھا، شامی[1] ص ۲۷۹/ج ۲/.

آپ اس استفتاء کو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں دوبارہ پیش کیجئے اگر جواب پھر بھی یہی ہو تو مجھے بھی اطلاع دیجئے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/رمضان ۶۷ھ

خط بابت استفتاء بالا

سوال:- مکرمی ومحترمی حضرت مفتی صاحب دامت عنایتہم وفیوضہم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۲۷۹/ج ۲/ فصل فی الحرمات.

اسی رمضان میں ایک استفتاء جناب کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا جس کا جواب وصول ہوگیا اب پھر دوبار تکلیف دینے کی جرأت کررہا ہوں معاف فرماویں۔

اس سلسلہ میں ضروری عرض یہ ہے کہ اس استفتاء کے سوال کے جواب میں جناب نے ارقام فرمایا کہ لامس وملموسہ کی اولاد آپس میں نکاح کرسکتی ہے لیکن وہی استفتاء حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ کے پاس ارسال کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ نکاح نہیں ہوسکتا حوالجات طرفین سے نہیں لکھے گئے نہ جناب محترم نے نہ حضرت مفتی اعظم صاحب نے اب تردد ہے کہ کیا کیا جاوے کس پر عمل کریں لہٰذا بعد تحقیق وحوالہ کتب کے جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں سوال اول کے جواب پر بھی نظر ثانی فرمالیں تو بہتر ہے۔

نوٹ:- جناب کا فتویٰ اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا ارسال خدمت ہے برائے مہربانی مفتی اعظم صاحب کے جوابات پر نظر ثانی فرمائی جائے اور مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مکرمی زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہاں کے فتویٰ کے مسئلہ کا استدلال عبارات ذیل سے ہے:

حرم ایضاً بالصهرية اصل مزنيته اھ درمختار قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی و فروعه نسباً ورضاعاً وحرمةاصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطء الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها اھ شامی[1] ص ۳۸۴ / ج ۲ / ولا تحرم اصولها وفروعها علی ابن الواطی وابیه اھ مجمع الانهر[2] ص ۳۲۶ / ج ۱ /.

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۷۹ / ج ۲ / مطبوعه مصر ص ۳۰۳ / فصل فی الحرمات، تاتارخانیه ص ۶۲۶ / ج ۲ / کتاب النکاح، اسباب التحریم، ادارة القرآن کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۴ / ج ۱ / القسم الثانی المحرمات، بالصهرية.

[2] مجمع الأنهر ص ۴۸۱ / ج ۱ / مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، باب المحرمات.

اگر کسی شخص نے جس کے لڑکا موجود ہے ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح سب کے نزدیک درست ہے۔

ماں باپ کے نکاح اور جماع سے ان کے حق میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی

واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال اھ درمختار[1] وشامی ص ۳۸۴/ج ۲/لابأس بان يتزوج الرجل ا مرأة ويتزوج ابنه ابنتها اوامها كذا فی محيط السرخسی اھ عالمگیری[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۴/رمضان المبارک ۶۷ھ

زنا سے رشتہ کا ثبوت

سوال:- ایک شخص اپنی بیٹی سے ملوث ہوگیا۔ نتیجہ میں لڑکی ہوئی۔ جس کو ایک بیوہ نے پالا۔ لڑکی بالغہ ہوگئی شادی ہوگئی اس سے لڑکی ہوئی، اب اس لڑکی کی جس سے منگنی ہو رہی ہے وہ اس کا ماموں ہوتا ہے کہ زانیہ کی ماں نے ایک رنڈوے سے شادی کر لی تھی جس سے یہ لڑکا ہوا تھا۔ اب اگر معاملہ صحیح ظاہر کیا جاتا ہے تو بدنامی اور رسوائی ہے۔ اگر نہیں کیا جاتا تو کیا شرعاً حرج تو نہیں اور پھر ان واقعات کا ثبوت کا رے دارد ہے اور نہ ہی شاہد ہے۔

---

[1] شامی نعمانية ص ۲۷۹/ج ۲/فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۷/ ج ۱/فصل فی المحرمات، دارالمعرفة بيروت.

[2] الهندية مصری ص ۲۹۴/ج ۱/قبيل المحرمات بالرضاع وكذا فی مجمع الأنهر ص ۳۲۶/ ج ۱/مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/كتاب النكاح، باب المحرمات، دارالكتب العلميه، تبيين الحائق ص ۱۰۵/ج ۲/باب المحرمات، مكتبه امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان ماموں بھانجی کا رشتہ شریعت کی رو سے تو موجود نہیں اور جو اس رشتہ کی بیان کاری ہے اس پر شرعی شہادت نہیں۔ لہٰذا اس رشتہ کو حرام نہیں کہا جائے گا جن صاحب کو اصل مخفی واقعہ معلوم ہے وہ شہادت نہیں دیتے۔ جیسا کہ آپ نے خود ہی لکھا ہے اگر شہادت دیں بھی تو تنہا شہادت پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا[1] لڑکا اور لڑکی میں کوئی مدعیٔ حرمت نہیں۔ لہٰذا اگر ان کے درمیان مناکحت ہو جائے تو وہ ناجائز نہیں۔ جن صاحب کو کچھ معلوم ہے وہ بہت سے بہت کہہ دیں کہ یہ نکاح نہ کیا جائے تفصیل کچھ نہ بتائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سالی سے زنا اور حرمت مصاہرت

سوال:- اگر کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا اور زنا بھی بھول کر کیا اور ایسی حالت میں کہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میری بیوی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی سالی تھی۔ اب بتایئے کہ اس کی بیوی اس کے نکاح میں برقرار رہی یا نکاح سے نکل گئی؟ مدلل تحریر کریں۔ اگر اس کو معلوم تھا کہ میری بیوی نہیں بلکہ سالی ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا نکاح تو باقی ہے ختم نہیں ہوا، لیکن اگر اس سالی کو بیوی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ وطی بالشبہ ہے۔ ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہے یہاں تک کہ سالی کو حیض آجائے۔ اگر سالی کو سالی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ زنا ہے، سخت معصیت ہے۔ ایسی حالت میں

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً اوغيره كالنكاح والطلاق الى قوله رجلان اورجل وامرأتان، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۷۵/ج۷/كتاب الشهادة مطلب فى الشهادة فى اتيان البهيمة، البحر كوئٹه ص ۷۱۲/ج۷/كتاب الشهادات، هدايه ص ۱۵۴/ج۳/كتاب الشهادة، مكتبه تهانوى ديوبند.

بیوی سے کچھ بھی علیحدگی لازم نہیں۔ وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لاتحرمه علیه امرأته اھ درمختار، وجهه انه لااعتبارلماء الزانی قال فی البحرلووطی اخت امرأته بشبهة تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة اه شامی[1] بتقدیم وتاخیر ص ۲۸۱/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۱۴۰۱ھ

حرمت مصاہرت کا شبہ

سوال:- زید نے ہندہ سے زنا کیا تھا ہندہ عمر کی منکوحہ تھی پھر زید مرگیا اس کے مرنے کے بعد ہندہ کے لڑکے نے جو عمر کے نطفہ سے تھا زید مذکور کی بیوی سے نکاح کیا، کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

اس زنا سے عمر کے لڑکے اور زید کی بیوی میں کوئی حرمت کا تعلق نہیں ہوا لہٰذا یہ نکاح درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ ۱۹/۱۲/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۲/ ذی الحجہ ۵۳ھ

سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا حرمت مصاہرت کی وجہ

سوال:- زید نے اپنی سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا۔ مگر سوتیلی ماں نے اپنے کو

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریاص ۱۰۹/ ج ۴/ کتاب النکاح فصل فی المحرمات، خلاصة الفتاوی ص ۷/ ج ۲/ کتاب النکاح مطبوعه لاهور.

[2] واحل لکم ماوراء ذالکم سورة النساء پ ۴/ آیت ۲۴/ کے عموم کے تحت داخل ہے لہٰذا عمر سے نکاح حرام نہیں ہوگا۔

پوری طاقت سے زنا بالجبر سے بچالیا۔ جب شوہر تھوڑی دیر کے بعد آیا تو عورت نے لڑکے کی گستاخی کا ذکر کیا۔ ماں نے یہ بھی کہا کہ اپنے کو بچانے کے لئے لڑکے کے چہرہ کو زخمی کر دیا، چنانچہ لڑکے کے چہرہ پر نشان شوہر کو دکھلا دیا۔ باپ اور بیٹے کی تھوڑی دیر بعد ملاقات ہوئی، تو باپ نے یہ کہا کہ تم آج سے یہاں نہ رہو کہیں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لڑکا اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور یہ بات کسی کو معلوم نہ ہوئی۔ اس واقعہ کو تقریباً چار برس ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ عورت لڑکے کی اس حرکت کی وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے بغیر کپڑے کے سوتیلی ماں کے جسم کے کسی بھی حصہ کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے اور اس سے شہوت پیدا ہو گئی یا شہوت میں اضافہ ہو گیا یا کپڑے کے اوپر سے مس کیا مگر وہ کپڑا اتنا باریک تھا کہ جسم کی حرارت محسوس ہوئی نیز زید کو انزال نہ ہوا ہو تو وہ زید کے والد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی[1] اس کو دوسرے سے ابھی نکاح کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ تعلق زوجیت ختم کر دے بلکہ صاف صاف طلاق دے کر اس کو بالکل چھوڑ دے پھر وہ عدت گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکے گی۔[2]

---

[1] فمن زنٰی بامرأة حرمت علیه امها وان علت وابنتها وان سفلت وکذاتحرم المزنی بهاعلی آباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا وکما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبیل ثم المس انما یوجب حرمة المصاهرة اذاکان بینهما ثوب فان کان صفیقا لایجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة وان انتشرت آلته بذلک وان کارقیقاً بحیث تصل حرارة الممسوس الی یده تثبت وشرطه ان لا ینزل فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۵، ۲۷۴/ ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهریة شامی دارالفکر ص ۳۳، ۳۲/ ج ۳/ فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۸۲، ۴۸۱/ ج ۱/ باب المحرمات مطبع دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لهاالتزوج باخرالابعد المتارکة وانقضاء العدة الدرالمختارمع الشامی دارالفکر ص ۳۷/ ج ۳/ فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۷/ ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبع دارالمعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۷/ ج ۱/ المحرمات بالصهریة ممایتصل بذٰلک مسائل.

یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر (زید کے والد) کو اپنی بیوی کے اس بیان پر اعتبار ہو اور وہ اس کو سچ سمجھے ورنہ کوئی حرمت نہیں، دونوں ایک دوسرے کے لئے پہلے کی طرح حلال ہیں۔ یہ مسئلہ درمختار[1]، بحر[2]، فتح[3] وغیرہ سب کتب میں مذکور ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مکان میں آگ لگ جائے تو اس سے دوسرے کا مکان بھی جل جاتا ہے، اگر چہ دوسرا بے قصور ہے۔ قریب قریب اس مسئلہ کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ آخر لڑکے کے جرم کی وجہ سے بسا اوقات ماں باپ کو بھی تھانہ اور کچہری میں جانا پڑتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے کہنا

سوال:- ایک شخص نے اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے بدنیتی سے کہا کہ میرے ساتھ صحبت کرالو یہ بات ایک بار نہیں تین بار کہا۔ عورت نے مجبور ہو کر اپنے گھر والے کو کہدیا۔ گھر والے نے جواب دیا چپ رہ کئی دنوں کے بعد بدکاری کے لئے پھر کہا۔ عورت نے مجبوراً اپنے باپ اور دیگر رشتہ داروں سے کہہ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں لڑکے کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خالی زبان سے کہا ہے ہاتھ نہیں لگایا تو اس سے کچھ نہیں ہوا، اگر اس کے بدن کو ہاتھ لگایا کہ بدن کی گرمی محسوس ہوئی اور شہوت پیدا ہوگئی یا پہلے سے شہوت تھی اس میں اضافہ

---

[1] الدرالمختار کراچی ص۳۷/ج۳/ فصل فی الحرمات.

[2] وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع فی أكبر رأيه صدقها وعلى هذا ينبغی أن يقال فی مسه إياها لاتحرم على أبيه وابنه الاأن يصدقها أويغلب على ظنه صدقها،البحر الرائق ص۱۰۰/ج۳/ فصل فی المحرمات.

[3] فتح القدير ص۲۲۲/ج۳/فصل فی المحرمات،دارالفكر بيروت.

ہوگیا[۱] اور عورت کے شوہر نے اس کی تصدیق کی تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی[۲]۔ اس کے ذمہ لازم ہے کہ طلاق دے کر آزاد کردے[۳]۔ اگر شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو حرام نہیں ہوئی[۴]۔ لیکن اس کا انتظام کیا جائے کہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے کہ شکایت کا موقع ملے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۱۳۹۵ھ

بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوئی

سوال:- مسماۃ رفیقاً کا شوہر اور اس کا بھائی دونوں ایک چارپائی پر رات کو سو رہے تھے۔ رفیقاً نے اپنے بھائی کو اپنا شوہر سمجھ کر ہاتھ لگایا۔ کیا مسماۃ رفیقاً اس غلطی کرنے سے اپنے خاوند کے نکاح سے باہر ہوگئی؟

---

[۱] وحرم أيضاً بالصهرية اصل ممسوسته بشهوة، وأصل ماسته، وحد الشهوة فيهما تحرك ألته أوزيادته به يفتى الدرالمختار كراچى ص ۳۲/ ج۳/ فصل فى المحرمات، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۵، ۲۷۴/ ج ۱/ المحرمات بالصهرية مجمع الانهر ص ۴۸۲، ۴۸۱/ ج ۱/ باب المحرمات مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها ويقع فى اكبر رأيه صدقها البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۰/ ج۳/ فصل فى المحرمات فتح القدير ص ۲۲۲/ ج۲/ فصل فى بيان المحرمات، شامى دارالفكر ص ۳۳/ ج۳/ فصل فى المحرمات.

[۳] وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لهاالتزوج بآخرالابعد المتاركة وانقضاء العدة، الدرالمختارمع الشامى دارالفكر ص ۳۷/ ج۳/ فصل فى المحرمات، طحطاوى على الدر المختار ص ۱۷/ ج۲/ فصل فى المحرمات مطبع دارالمعرفة بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۷/ ج ۱/ المحرمات بالصهرية.

[۴] لاتحرم على ابيه وابنته الاان يصدقاه اويغلب على ظنهماصدقه، فتح القدير ص ۲۲۲/ ج۳/ فصل فى بيان المحرمات مطبع دارالفكر، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۰/ ج۳/ فصل فى المحرمات شامى دارالفكر ص ۳۲/ ج۳/ فصل فى المحرمات مطبع دارالمعرفة بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس غلطی سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۱۳۹۴ھ

بیٹی کو باشہوت چھونے سے حرمت مصاہرت اور اس کی شرائط

سوال:- زید نے اپنی بیٹی کو لاعلمی اور شبہ سے بالشہوۃ چھولیا تو کیا زید پر اپنی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، جیسا کہ امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔ مفتی حضرات اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے۔ اگر زید اپنی بیوی کو علیٰحدہ نہیں کرتا تو وہ فی مابینہ وبین اللہ آثم ہوگا یا نہیں؟ اور اس صورت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ حرامی ہے یا نہیں؟ اور اگر ان کو یہ مسئلہ نہ معلوم ہو تو کچھ گنجائش بیوی کو رکھنے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے جن لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ زید کو اس مسئلہ سے آگاہ کریں یا نہیں؟ اگر ایسی صورت میں کئی مجبوریاں ہوں تو دیگر ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ زوجۂ مفقود میں فتویٰ دیا جاتا ہے۔ مثلاً زید کے نکاح ثانی کی امید بالکل نہ ہو، نہ اس کی بیوی کے لئے نکاح ثانی کی امید ہو، نیز بچوں کی پرورش میں بڑی پریشانی پیش آئے، گھر کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے۔ دوسری بات یہ کہ اس عورت کے اعزہ زید کو مارنے پیٹنے کو تیار ہوجائیں اور پھر عورت خود نان و نفقہ وسکنی کی محتاج ہے، اس کا کوئی کفیل نہ ہو اور نہ خود کما کر اپنی گذر اوقات کرسکتی ہو۔ جواب عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مفصل ومدلل ہونا بھی ضروری ہے اختصار بالکل نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے اپنی قابل شہوت (بالغ یا قریب البلوغ) لڑکی کو بغیر کپڑے کے یا باریک کپڑے کے اوپر سے جو جسم کی گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہو ایسے طریقے پر ہاتھ لگایا ہے کہ اس کو ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا ہوگئی، یا پہلے سے موجود تھی اس میں اضافہ ہوگیا تو اس

لڑکی کی والدۂ زید پر حرام ہوگئی[1] زید کے لئے واجب ہے کہ اس کو آزاد کردے اور تعلق زوجیت ختم کردے اگر بیوی کے لئے اور کوئی ٹھکانہ نہیں، کہیں نہیں جاسکتی، نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، نیز زید کو اولاد کی پرورش کے لئے اس کی ضرورت ہے تو مجبوراً اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رہے اور زید اس کا خرچ برداشت کرتا رہے مگر پورا پردہ ہونا لازم ہے، دونوں کبھی بھی تنہائی میں نہ ملیں، بے پردہ سامنے نہ آئیں، کوئی ہنسی بے تکلفی نہ ہونے پائے۔ اگر لڑکی نہ بالغہ ہے نہ قریب البلوغ ہے بالکل چھوٹی ہے یا موٹے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا گیا ہے کہ جسم کی گرمی محسوس نہ ہونے پائے بغیر شہوت کے ہاتھ لگایا ہے یا ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا نہیں ہوئی یا شہوت پہلے سے موجود تھی مگر اس میں اضافہ نہیں ہوا تو ان سب صورتوں میں حرمت نہیں ہوئی۔ حرمت ثابت ہونے کی صورت میں بھی نکاح ختم نہیں ہوا، اس سے صحبت کرنا زنا نہیں اگرچہ حرام اور سخت معصیت ہے، جیسے کہ بیوی سے حالت حیض میں صحبت کرنا زنا نہیں مگر حرام ہے۔ ایسی حالت میں بھی اگر خدانخواستہ صحبت کر لی تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو ولد الزنا کہنا درست نہیں ہوگا۔ یہ سب تفصیل کتب فقہ[2] بحر، عالمگیری[3]، ردالمحتار[4] وغیرہ میں موجود ہے۔

بحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة والوطى بها لايكون زناً اھ(درمختار)قال فى الذخيرةذكر محمد فى نكاح الاصل ان النكاح لايرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد حتى لووطئها

---

[1] ويشترط فى المس شروط احدهاان يكون بدون حائل او بحائل خفيف لايمنع الحرارة ،ثالثها ان يكون المس بشهوة ولافرق بين اللمس والنظر بشهوة بين عمد ونسيان واكراه فالكل تثبت به حرمة المصاهرة كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۶۲/ ج۴/ كتاب النكاح فيماتثبت به حرمة المصاهرة مطبوعه ديوبند شامى ص ۳۲/ ج۳/ كتاب النكاح باب المحرمات دار الفكر بيروت.

[2] البحرالرائق ص ۹۸/ ج۳/ كتاب النكاح فصل فى المحرمات.

[3] عالمگيرى كوئٹه ص۲۷۷/ الباب الثانى المحرمات بالصهرية.

[4] شامى كراچى ص۳۷/ ج۳/ فصل فى المحرمات.

الزوج قبل التفريق لايجب عليه الحد اشتبه عليه اولم يشتبه عليه اھ (ردالمحتار[1])

لیکن حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے بعد اگر صحبت کرے گا تو سخت گنہگار بھی ہوگا اور مہر بھی لازم ہوگا۔ وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة ولاحد عليه ويثبت النسب اھ ردالمحتار[2] ص ۲۸۳ / ج ۲ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/ ۹۴ھ

غیر کو اپنی عورت سمجھ کر صحبت کرنا

سوال:- کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی عورت سے صحبت کر لی تو کیا وہ حرام ہوگئی اور عورت اپنے شوہر کے عقد سے خارج ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی عورت سے شادی ہوئی جس سے پہلے کوئی واقفیت نہ ہو کبھی اس کو نہ دیکھا ہو اور پہلی شب میں کسی غیر عورت کو اس کے پاس پہنچا دی جائے کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور وہ اس کو بیوی سمجھ کر صحبت کر لے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو بیوی نہیں تھی بلکہ غیر تھی، تو امید ہے کہ اس پر پکڑ نہیں ہوگی[3] اور اس کے ذمہ واجب ہوگا کہ اس سے علیٰحدہ رہے اور نادم ہو کر توبہ و استغفار کرے[4] جس سے واقفیت ہو اس میں اشتباہ مشکل ہے بے احتیاطی کی حد تک یقیناً آدمی

---

[1] الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۳۷ / ج ۳ / فصل المحرمات، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷ / ج ۱ / القسم الثانی المحرمات بالصهرية.

[2] شامی کراچی ص ۳۷ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۶۴ / ج ۴ / کتاب النکاح فیماتثبت به حرمة المصاهرة.

[3] ورأيت فی الخانية رجل زفت اليه غيرامرأته ولم يكن رآها قبل ذالک فوطئها كان عليه المهر ولاحد عليه شامی زکریاص ۳۷ / ج ۶ / مطلب فيمن وطئی من زفت اليه كتاب الحدود، عالمگیری کوئٹه ص ۱۵۰ / ج ۲ / باب الوطء الذی يوجب الحد والذی لايوجبه.

[4] التوبة من جميع المعاصی واجبة علی الفور شرح نووی علی المسلم ص ۳۵۴ / ج ۲ / کتاب التوبةمکتبه بلال دیوبند، روح المعانی ص ۱۵۹ / ج ۲۸ / داراحياء التراث العربی.

ماخوذ ہوگا۔ اگر کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کر لی اور وہ ایسی عورت ہے کہ اس سے صحبت کرنے کی وجہ سے بیوی حرام ہو جاتی ہے، مثلاً بیوی کی والدہ ہے یا بیوی کی لڑکی ہے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو کر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی[1] شوہر کے ذمہ واجب ہوگا کہ اپنی بیوی کو زوجیت سے خارج کرے یا طلاق دے کر تعلق نکاح کو ختم کر دے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۹۰ھ

بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے سسرال گیا اور رات میں کھانے کے بعد بیوی سے الگ ہو کر دوسرے بستر پر سو رہا۔ لیکن جس کمرہ میں سویا اس میں اس کی بیوی کی دادی اور پھوپھی اور چچی اور اس کی بیوی چاروں ایک بستر پر سوئیں۔

نصف شب میں وہ شخص جنسی طغیانی اور قضاء حاجت کے لئے اپنے بستر پر سے اٹھا، کمرہ میں اندھیرا تھا، جس کی وجہ سے اٹھانے کے لئے بجائے بیوی کے دادی کا قدم پکڑ لیا۔ بیوی کی دادی نے جھٹک دیا اور دشنام طرازی بھی کی اور یہ شخص خاموشی سے بستر پر چل دیا۔ لیکن جنسی طغیان اور ہیجان نے یہ معاملہ بیوی کی پھوپھی اور چچی کے ساتھ بھی کرا دیا ادھر وہ

---

[1] أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على اصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزانى نسباً ورضاعاً الشامى كراچى ص۳۲/ج۳/ فصل فى المحرمات، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۴/ج ۱/القسم الثانى المحرمات بالصهرية تبيين الحقائق ص۱۰۷/ج۲/باب المحرمات، مكتبه امداديه ملتان.

[2] وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بآخر الابعدالمتاركة الدر المختار مع الشامى ص۳۷/ج۳/فصل فى المحرمات، مطبوعه دارالفكر بيروت، طحطاوى على الدر ص۱۷/ج۲/دارالمعرفة بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۲۷۷/ج ۱/القسم الثانى المحرمات بالصهرية.

معاملہ انھوں نے کیا جو کہ دادی نے کیا تھا۔ مگر یہ سب کچھ اس شخص کی لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔ اس مذکورہ بالا صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی جب کہ بیوی کی دادی کا قدم غلطی سے پکڑا اور اس سے شہوت میں اضافہ نہیں ہوا فوراً دادی نے جھٹک دیا اور معلوم ہوتے ہی یہ وہاں سے چلا گیا، علیحدہ[1] ہو گیا۔ پھوپھی چچی کی وجہ سے کوئی اثر نہیں ہوا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/ ۹۱ھ

دائی کو ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم

سوال:- ایک صاحب کی شادی کو آٹھ سال ہو چکے ہیں۔ ان کو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی کی دائی کو (دودھ پلانے والی کو) شہوت سے ہاتھ لگائے تو اس لڑکی سے نکاح درست نہیں۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ دس سال پہلے ان کی بیوی کی دائی کے دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا اس نے ان صاحب کو پکڑ لیا تھا اور ان کو شہوت بھی ہو گئی تھی، پھر اس

---

[1] وحد الشهوة فی الرجل أن تنتشر آلته أوتزدادا نتشارا ان كانت منتشرة،فمن انتشرت آلته فطلب إمرأته وأو لجهابين فخذى ابنتها لاتحرم عليه امها مالم تزددانتشاراً الهندية ۲۷۵/ ج ۱/(القسم الثانی المحرمات بالصهرية)الدرالمختارعلى الشامی ص ۳۳/ ج ۳/ كتاب النكاح فصل فی المحرمات كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۶۲/ ج ۴/ كتاب النكاح فيماتثبت به حرمة المصاهرة مطبوعه ديوبند.

[2] أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على ا لزانی نسبا ورضاعاً شامی كراچی ص ۳۲/ ج ۳/ فصل فی المحرمات،عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۴/ ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية، تبيين الحقائق ص ۱۰۷/ ج ۲/باب المحرمات مكتبه امداديه ملتان.

دائی سے ہاتھ چھڑا کر بھاگے۔اس صورت میں کیا کریں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر خرابی دماغ کی حالت میں اس عورت نے ان کو پکڑا جس سے ان کو شہوت ہوگئی مگر یہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئے تو اس سے ان کی بیوی حرام نہیں ہوئی[1]۔ہاں اگر عورت نے شہوت سے ہاتھ پکڑا تھا اور اس کی شہوت میں اس پکڑنے سے اضافہ ہوگیا تو پھر ان کی بیوی ان پر حرام ہوگئی[2]۔اب اس سے تعلق زوجیت ختم کردیں بلکہ صاف لفظوں میں طلاق دیدیں۔یہ حکم اس وقت ہے کہ اس دائی نے ان کی بیوی کو ایّام رضاعت میں دودھ پلایا ہو اور وہ عورت دائی بیان کرے کہ اس نے شہوت سے ان کو پکڑا تھا۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر شہوت چہرہ ٹٹول کر پہچاننے سے حرمت مصاہرت نہیں

سوال:-کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا۔بیوی کے بستر پر لڑکی بھی سوئی تھی جس کی عمر نو ۹/دس ۱۰/برس تھی یعنی نابالغ تھی۔پہچان کرنے کے لئے دونوں کے چہروں کو ٹٹول کر دیکھتا رہا۔آخر پہچان کر بیوی کو جگالیا۔سوال یہ ہے کہ لڑکی کو ٹٹولنے کی وجہ سے کیا اس شخص کی بیوی اس کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟

---

[1] والعبرة للشهوة عندالمس والنظر لابعدهما وحدها فيهما تحرک آلته أو زيادته به يفتى وفى امرأة ونحو شيخ كبير تحرک قلبه أو زيادته الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۳۳/ج ۳/ فصل فى المحرمات،خلاصة الفتاوى ص ۸، ۹/ج ۲/كتاب النكاح الفصل الثالث فى حرمة المصاهرة عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۵/ج ۱/القسم الثانى المحرمات بالصهرية.

[2] فى النكاح الفاسدبان المتاركة لاتتحقق الابالقول،كتركتک اوخليت سبيلک الخ شامى كراچى ص ۳۷/ج ۳/باب المحرمات كتاب النكاح،طحطاوى على الدرص ۱۷/ج ۲/دار المعرفة بيروت،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۷/ج ۱/القسم الثانى فى المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگرلڑکی کے چہرے پر ہاتھ ڈالا اورفوراً ہٹالیا کہ یہ تو لڑکی ہے بیوی نہیں، تو اس صورت میں بیوی حرام نہیں ہوگی۔ اگر پہلے سے شہوت موجود ہواور ہاتھ لگانے سے شہوت میں اضافہ ہو یا شہوت پہلے سے نہیں تھی ہاتھ لگانے سے شہوت ہوتب حرمت مصاہرت ہوتی ہے، وہ بھی جب کہ لڑکی بالغہ ہو یا بلوغ کے قریب ہو[1] فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۸/۱۳۹۹ھ

بیٹے کی بیوی سے تعلق

سوال:- ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی زوجہ سے بعدم موجودگیٔ پسر خود فعل ناجائز کیا اس عورت کو خسر کا حمل حرام ہوگیا بیٹے کے پاس اس عورت کو بھیجا اس نے یہ امر ظاہر ہونے پر اس کو واپس نکالدیا بعد گذرنے ایام حمل لڑکا پیدا ہوگیا۔ اس کے لڑکے نے آگے بڑا فساد پیدا کیا اس کو طلاق کے واسطے کہا گیا اور مہر طلب کیا گیا تو مہر ۵۰۰/ روپیہ تھا وہ ادائیگی کی وسعت نہ رکھتا تھا اس وجہ سے طلاق نہ دے سکا اور ملازمت پر چلا گیا اس اثناء میں دوسرا بچہ اس خسر کا پیدا ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عورت بے طلاق بیٹے کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے اور مہر اس کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں۔ بہر دوصورت بعد گذرنے میعاد عدت اس عورت مطلقہ کا نکاح اس خسر سے جائز ہے یا نہیں اور اس صورت میں جب کہ اس

---

[1] تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة الهندية ص ۲۷۴/ ج ۱/ (القسم الثانی المحرمات بالصهرية)اذاكانت حية مشتهاة واما غيرهايعنى الميتة وصغيرة لم تشتهٖ فلا تثبت الحرمة (قوله مشتهاة)بانهابنت تسع فاكثرالدرمع الشامی ص ۳۴/ ج ۳/باب المحرمات، دارالفكر بيروت، كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ص ۶۲/ ج ۴/ كتاب النكاح فيماتثبت به حرمة المصاهرة مطبوعه ديوبند.

کا امر ظاہر ہو گیا اہل محلّہ جو لوگ اس کے طرفدار ہوتے ہیں ان پر بھی کوئی سزا شرعی عائد ہوتی ہے یا نہیں۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں لڑکے پر اس کی بیوی حرام تو ہوگئی مگر نکاح کرنا اس عورت کو بلا تفریق قاضی یا بلا متارکت جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کہدے کہ میں نے چھوڑ دی یا قاضی تفریق کردے اور پھر عدت بھی گذر جائے تب عورت کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا۔

وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتىٰ لايحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة اھ وقد علمت النكاح لايرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد بان المتاركة لاتتحقق الا بالقول ان كانت مدخولاً بها و كتركتك اوخليت سبيلك الخ، شامی[1] ص ۴۳۷/ج ۲/ اور مہر لڑکے کے ذمہ واجب ہے کذا فی الہندیہ[2] ص ۲۸۴/ج ۲/ متارکت بالقول یا تفریق قاضی کے بعد جب عدت گذر جائے۔ تب بھی عورت کو خسر سے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں کذا فی الہندیہ[3] ۲۸۸/ج ۲/ ایسی حالت میں خسر کی طرفداری کرنا اس معاملہ میں شرعاً گناہ ہے[4] بلکہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات ترک کردیئے جائیں[5]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۷/ج ۳/ شامی نعمانی ص ۲۸۴/ج ۲/ فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷/ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبع دار المعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷/ج ۱/ المحرمات بالصهرية.

[2] ويجب المهر على الزوج الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۶/ج ۱/ القسم الثانی المحرمات بالصهرية، طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۷/ج ۲/ فصل فی المحرمات مطبع دار المعرفة بیروت، تاتارخانیہ ص ۶۲۵/ج ۲/ اسباب التحریم مطبع ادارة القرآن کراچی.

[3] وحليلة الابن وابن الابن وابن البنت وان سفلو الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۴ ج ۱ القسم الثانی المحرمات بالصهرية، فتاوی تاتارخانیہ ص ۶۱۸/ج ۲/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

لڑکی سے بوس وکنار کا اثر سوتیلی ماں پر

سوال:- ایک شخص اپنی لڑکی سے اگر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے تو کیا اس کی بیوی جس سے وہ لڑکی پیدا ہوئی ہے اس شخص پر حرام ہو جائیگی؟ اور اگر اس لڑکی کی ماں انتقال کر چکی ہو اور اس کے باپ نے دوسرا نکاح کر لیا ہو تو اس دوسری بیوی کے متعلق کیا حکم ہے؟ حرام ہوگی یا نہیں؟ نیز اپنی لڑکی سے شہوت کی حالت میں بوس وکنار کرنے سے یا دواعیٔ وطی سے بیوی اس پر حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے اس فعلِ بد کی وجہ سے اس لڑکی کی حقیقی ماں حرام ہوگئی، سوتیلی ماں حرام نہیں ہوئی۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ شہوت سے اپنی لڑکی سے بوس وکنار یا دواعی وطی کرے۔ حرم ایضاً بالصهرية اصل مزنيته وممسوسته بشهوة اھ درمختار[۱].

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) اسباب التحريم مطبع ادارة القرآن كراچی، بدائع الصنائع زكريا ص ۵۳۴/ج ۲/ واما الفرقة الثالثة.

۴ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان الاية سورة المائده رقم الاية ۲/.

۵ وجوب هجران من ظهرت معصية فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته المفهم شرح المسلم للقرطبی ص ۹۸/ج ۷/باب يهجر من ظهرت معصيته حتى تتحقق توبته مطبع دار ابن كثير بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص ۷۱۷/ج ۴/باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع مطبع بمبئی.

---

۱ درمختار كراچی ص ۳۲/ج ۳/ فصل فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ج ۱/باب المحرمات مطبع دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۲۷۴/ج ۱/المحرمات بالصهرية.

چھوٹی بچی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

سوال:- میری بچی تین سال کی ہے نیند کی حالت میں اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا رہا جب بیدار ہوا تو علم ہوا۔ بہت فکر مند ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین سال کی بچی کی شرمگاہ پر سونے میں ہاتھ رکھے جانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اگر جاگتے میں رکھدے تب بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا استنجا اور اور طہارت بھی کرانا ہوتا ہے اس لئے بے فکر رہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۵/ ۹۰ھ

اندیشۂ مصاہرت والے نکاح میں شرکت

سوال:- زید جو ڈاکٹری اور حکمت کرتا ہے اور ہندہ جو دائی کا کام کرتی ہے اور ڈاکٹر مذکور کی اس میں مدد کرتی ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کافی اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ ہندہ کی ایک جوان لڑکی ہے اور ہندہ اپنی اس لڑکی کا نکاح زید سے کرنا چاہتی ہے ایک صاحب جو محتاط ہیں وہ اس نکاح میں شرکت نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ان دونوں کا کہنا ہے کہ ہم برائی سے بالکل بری ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر ان دونوں سے حلف لے کر شرکت کرلیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

علاج ودوا میں مدد کرنے کی بناء پر جو اختلاط ہوتا ہے اس کو ناجائز تعلق پر محمول کر کے

---

[1] ویشترط أن تکون المرأة مشتهاة، والفتویٰ علی أن بنت تسع محل الشهوة لامادونها الهندية کوئٹہ ص ۲۷۴/ج ۱/القسم الثانی المحرمات بالصهرية، الدرالمختار مع الشامی دار الفکر ص ۳۳/۳/فصل فی المحرمات، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۶/ج ۲/فصل فی المحرمات، مطبع دارالمعرفة بیروت.

متہم کرنا جائز نہیں[1] اور جب کہ برأت پر وہ حلف بھی کرتے ہیں تو شرعاً اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا اور اس میں شرکت ممنوع نہیں، اگرچہ مواقع تہمت سے بچنا بھی لازم ہے[2]۔ لہٰذا علاج میں مدد حدود کے اندر رہ کر کریں تاکہ بدگمانی کا موقع بھی نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۹۱ھ

تم
الجزء السادس عشر من
الفتاویٰ المحمودیة بحمد الله تعالیٰ وبمنه
وکرمه ویلیه الجزء السابع عشر اوله فصل فی نکاح
المحرمات بالرضاعة انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ
علی خیر خلقه سیدنا وسندنا ومولانا وحبیبنا
محمد واٰله وصحبه وبارک وسلم
تسلیماً کثیراً کثیرا
ابداً ابدا
العبد محمد فاروق غفرله
جامعه هٰذا

---

[1] القذف وفی الشرع الرمی بالزنا وهو من الکبائر باجماع الامة، والیه الاشارة فی النص لانه شرط اربعة من الشهداء العنایة مع فتح القدیر ص۳۱۷، ۳۱۶/ ج۵/باب حدالقذف مطبع دار الفکر، الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۲۷۹/ ج۶/حد القذف .

[2] اتقوامواضع التهم کشف الخفاء ص۴۴/ ج ۱/مطبع داراحیاء التراثی العربی بیروت.

ترجمہ: تہمت کی جگہوں سے بچو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم: حرمت نکاح بسبب رضاعت

رضاعی بہن سے نکاح

سوال:- خالد کی ماں کی جانکنی کی حالت میں رشیدہ کی ماں نے خالد کو دودھ پلایا اور رشیدہ کی ماں کی قریب المرگ حالت میں خالد کی ماں نے رشیدہ کو دودھ پلایا۔ آگے چل کر رشیدہ کی شادی افسر سے ہوگئی اور ایک نرینہ اولاد بھی ۴ رسالہ موجود ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ خالد کی شادی جمیلہ سے عنقریب ہونے والی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ مطلع فرمائیں تاکہ اظہارِ حق ہو۔

نوٹ:- رحیمہ بی کے دو ۲ رشوہر ہوئے اور دونوں وفات پا گئے۔ ہر ایک سے ایک ایک بچی موجود ہے۔ رشیدہ و جمیلہ، نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

زید

(۱) الیمہ زوج اولیٰ حامد صاحب مرحوم (۲) اختری بیگم زوجہ سید محمد صاحب

زوجِ ثانی فرید صاحب مرحوم

رشیدہ بنت حامد صاحب جمیلہ بنت فرید صاحب

زوجِ اولیٰ زوجِ ثانی افسر صاحب، خالد صاحب

الجواب حامداً ومصلیاً

خالد نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس کی رضاعی ماں ہوگئی۔ اس کی کسی اولاد سے

خالد کا نکاح درست نہیں۔ ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[1] شامی ص ۳۳۰ ر ج ۲ ر۔

ایسے ہی اگر رشیدہ نے خالد کی ماں کا دودھ پیا جیسا کہ سوال کی ابتدائی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے تو وہ اس کی ماں ہوگئی اس کی کسی اولاد سے رشیدہ کا نکاح درست نہیں ہوا۔ اگر افسر خالد کا بھائی ہے اور رشیدہ نے خالد کی والدہ کا دودھ پیا ہو تو افسر کا نکاح رشیدہ سے درست نہیں ہوا۔ ان دونوں میں تفریق کرادینا ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

(تنبیہ) صورتِ سوال بہت عمیق ہے۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۸۸ھ

کیا رضاعی بہن سے نکاح درست ہے؟

سوال: – رحیم اور کریم دو بھائی ہیں کریم کی ایک دودھ شریک بہن ہے۔ اس بہن کی شادی رحیم کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو کیا یہ درست ہوگا۔ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں۔ ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے لیکن ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت (کریم کی والدہ) کا دودھ اس لڑکی نے پیا ہے اس کی تمام اولاد سے اس لڑکی کے حق میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ کریم ورحیم کسی سے بھی اس کی شادی درست نہ

---

[1] شامی نعمانیہ ص ۴۰۸ ر ج ۲ ر باب الرضاع، شامی زکریا ص ۴۰۹ ر ج ۴ ر باب الرضاع، تبیین الحقائق ص ۱۸۱ ر ج ۲ ر کتاب الرضاع، مکتبہ امدادیہ ملتان، مجمع الانہر ص ۵۵۲ ر ج ۱ ر کتاب الرضاع، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] بل یجب علی القاضی التفریق بینہما الخ الدر المختار علی الشامی ص ۱۳۳ ر ج ۳ ر باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد، دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۷ ر ج ۱ ر القسم الثانی المحرمات بالصہریۃ،

ہوگی[1] بہشتی زیور کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک بھائی نے کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہے اس کے لئے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، لیکن جس بھائی نے اس کا دودھ نہیں پیا اس کے حق میں ثابت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۸۹ھ

رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

سوال:- ایک آدمی بالفرض زید اس کے دو بیٹے اور پہلے لڑکے سے ایک لڑکی ہے اور دوسرے سے ایک لڑکا دوسرے لڑکے کے لڑکے نے اپنی دادی کی چھاتی سے دودھ پیا ہے اور پہلے لڑکے کی لڑکی نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ کیا دونوں لڑکوں کی لڑکی و لڑکوں سے شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ دوسرے لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے۔ کیا ان پر حکم رضاعت کی وجہ سے شادی ممنوع ہوسکتی ہے یا حکم رضاعی کا اطلاق نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکے نے مدت رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے وہ دادی اس کی رضاعی ماں ہوگئی ہے۔ اب اس دادی کی اولاد اور اولاد کی اولاد کسی سے بھی اس لڑکے کی شادی شرعاً درست نہیں چاہے کسی نے اس دادی کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۸ھ

---

[1] ولاحل بین الرضیعة وولدمرضعتهاالدرالمختارعلی الشامی ص۴۰۸/ج۲/باب الرضاع مکتبه نعمانیه، البحرالرائق کوئٹه ص۳/۲۲۸، کتاب الرضاع، ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص۱/۵۵۴، کتاب الرضاع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] وتحل اخت اخیه رضاعا یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۳/۲۱۷، باب الرضاع، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

کیا رضاعی بہن کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال:- ایک عورت ہندہ نے ایک لڑکی کبیرہ کے بطن سے جو تھی اس کو دودھ پلایا اب کبیرہ کی لڑکی کا جو اس کے بطن سے ہے ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں ان کا نکاح شرعاً درست نہیں ہے ولاحل بین رضیع وولد مرضعته اھ ملتقی الابحر[1] ص ۳۷۷/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۹/شعبان ۵۵ھ

بھول سے رضاعی بہن سے نکاح

سوال:- ایک شخص کی شادی ہوگئی تھی۔ چند سال گذرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں یعنی داماد نے اپنی ساس کا دودھ پیا ہے۔ اس وقت دو تین بچے ہیں۔ اب کیا کرنا چاہئے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حواشی) بهشتی زیور ص ۴/۱۹، دودھ پینے اور پلانے کا بیان، مطبوعه تهانوی دیوبند،

[3] فیحرم منه ای بسببه مایحرم من النسب، شامی زکریا ص ۴/۴۰۲، باب الرضاع، کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص ۲/۱۸۱، کتاب الرضاع، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۱/۵۵۲، کتاب الرضاع، دارالکتب العلمیة بیروت،

---

[1] ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۱/۵۵۴، کتاب الرضاع، مکتبه دارالکتب العلمیه الدرالمختار علی الشامی ص ۳/۲۱۷، باب الرضاع، دارالفکر البحر کوئٹه ص ۳/۲۲۸، کتاب الرضاع،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور بے خبری میں نکاح کرلیا گیا تھا تو فوراً اس کو طلاق دے کر تعلقِ نکاح ختم کردے[1] اور وہ مطلقہ بعد عدّت دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے۔ رضاعی بھائی بہن میں پردہ نہیں ہے۔ بعد میں اس سے بہن کی حیثیت سے ملنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ

رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح

سوال:- زید نے سوتیلی بہن سے نکاح کیا اس لڑکی کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا جب کہ وہ پندرہ روز کی تھی۔ جب وہ تین ماہ کی ہوگئی تو اس نے زید کی ماں کا دودھ پستان سے پیا۔ تقریباً ایک سال تک دودھ پیا اور تقریباً پندرہ بیس آدمی گواہ ہیں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے جس نے نکاح پڑھایا اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ قرآن اور حدیث سے حوالہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح حرام ہے ہر دو میں تفریق واجب ہے[2] زید اور اس کی بہن اور نکاح پڑھانے والا اور نکاح میں شریک ہونے والے اور اس نکاح سے راضی ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح سے نہ روکنے والے سب گنہگار ہوئے۔ سب کو علی الاعلان توبہ ضروری ہے[3] نیز

---

[1] أن النكاح لايرتفع بحرمة الرضاع والمصاهرة بل يفسد وفى الفاسد لابد من تفريق القاضى أوالمتاركة بالقول فى المدخول بها وفى غيرها يكتفى بالمفارقة (شامی نعمانیہ ص۴۱۴/ج۲/ باب الرضاع، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۷/ج۱/ کتاب الرضاع،

[2] حوالہ بالا۔ [3] التوبة من جميع المعاصى واجبة سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة شرح النووى على المسلم ص۳۵۴/ ج۲/ كتاب التوبة،روح المعانى ص۲۳۶/ج۱۵/سورة التحريم آيت ۸، مطبوعه دارالفكر بيروت،

کوشش کرکے زید کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رضاعی بہن کو چھوڑ دے اور طلاق دیدے۔ جو شخص توبہ نہ کرے اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔[1] اگر نکاح پڑھانے والا توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے۔ یہ اس وقت ہے کہ زید کی رضاعی بہن ہونا معلوم ہو، اگر معلوم نہ ہو تو پھر جس کو معلوم نہیں اس کو گناہ نہیں ہے توبہ پھر بھی ضروری ہے۔ حرمت علیکم امھا تکم وبناتکم اخواتکم الیٰ قولہٖ تعالیٰ واخواتکم من الرضاعۃ[2] الاٰیۃ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دودھ شریک بہن سے نکاح

سوال: -ہندہ کی گود میں ایک لڑکا تھا جو فوت ہوگیا۔ ہندہ نے اپنی بہن خالدہ کے لڑکے زید کو اپنا دودھ صرف ایک دن پلایا۔ اسکے بعد ہندہ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جواب بالغ ہے اس لڑکی کا عقد خالدہ کے بڑے لڑکے یعنی زید جس کو دودھ پلایا تھا اس کے بڑے بھائی مسمّٰی بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہن کے جس لڑکے کو ہندہ نے دودھ پلایا ہے وہ ہندہ کا رضاعی بیٹا ہوگیا۔ اس کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی سے درست نہیں[3] اس لڑکے کے دوسرے بھائی سے جس کو دودھ نہیں پلایا ہے

---

[1] وفیہ وجوب ھجران من ظھرت معصیۃ فلایسلم علیہ الاان یقلع وتظھر توبتہ الخ، المفھم شرح المسلم ص ۸/۹۸، باب یھجر من ظھرت معصیتہ الخ، دارابن کثیر بیروت، مرقاۃ ص ۴/۷۱۶، باب ماینھی عنہ من التھاجر، اصح المطابع بمبئی،

[2] سورۂ نساء آیت: ۲۳/ **ترجمہ:** تم پر حرام کی گئی ہیں، تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[3] فیحرم منہ ای یسببہ مایحرم من النسب شامی ص ۳/۲۱۳، باب الرضاع، دارالفکر بیروت، تبیین الحقائق ص ۲/۱۸۱، کتاب الرضاع، مکتبہ امدادیہ ملتان، مجمع الانھر ص ۵۵۲/ ج ۱/ کتاب الرضاع، دارالکتب العلمیہ بیروت.

ہندہ کی لڑکی کا نکاح درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح

سوال: -قمرالدین کے ساتھ اس کی چچازاد بہن نے دودھ پیا ہے اور پھر اس کے بعد چچازاد بہن کی کسی کے یہاں شادی ہوگئی اور لڑکی پیدا ہوگئی۔ اب اس لڑکی سے قمرالدین کے بڑے بھائی لعل الدین کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کیا رضاعت کا کوئی درجہ ان میں بھی ہوسکتا ہے؟ براہِ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح درست ہے، شرعاً جائز ہے۔ لہٰذا لعل الدین کی شادی قمرالدین کی رضاعی بہن کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے، جب کہ چچازاد بہن نے لعل الدین کی والدہ کا دودھ نہ پیا ہو[2]، بلکہ قمرالدین کے ساتھ کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہو۔ لیکن اگر قمرالدین کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو قمرالدین کی طرح وہ لعل الدین کی بھی بہن ہوگی اور لعل الدین سے اس کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتحل اخت اخیه رضاعاً (شامی نعمانیه ص ۴۰۸/ ج ۲/ باب الرضاع) بہشتی زیور ص ۲۱۳/ ج ۴/ دودھ پینے اور پلانے کا بیان۔ فیض عام بکڈپو۔

[2] ویجوزان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع، الهدایه ص ۲/۳۵۱، کتاب الرضاع، طبع تهانوی دیوبند، فتح القدیر ص ۳/۴۵۰، کتاب الرضاع، طبع دارالفکر، الدرالمختار مع الشامی دارالفکر ص ۳/۲۱۷، کتاب الرضاع، عالمگیری کوئٹه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح

سوال:- زیداور عمر دو حقیقی بھائی ہیں اور ہندہ ایک اجنبی لڑکی تھی۔ اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا تو دودھ شریک بھائی ٹھہرا اب اس لڑکی کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور ہندہ کی بہن سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں، عمر کا نکاح ہندہ کی بہن سے جائز ہے یا نہیں۔ مع حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ کا نکاح نہ زید کے ساتھ درست نہ عمر کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں کی رضاعی بہن ہے لیکن ہندہ کی بہن سے (جس نے کہ زید وعمر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا) زید کا نکاح بھی درست ہے اور عمر کا نکاح بھی درست ہے اھ **ولا حل بین رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان اختلف الزمن ووالاب وتحلت اخت اخیه رضاعا ونسبا اھ، ردالمحتار**[1] ص ۲/۴۰۸۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

رضاعی بہن کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح

سوال:- اور رضاعی بھائی کے بڑے یا چھوٹے بھائی سے اس رضاعی بھائی کی بہن

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ص ۳۴۳/ ج ۱/ کتاب الرضاع.

[3] وکل صبیین (یریدصبیاً وصبیة فغلب المذکرفی التشبة کالقمرین الخ، اجتمعاعلی ثدی امرأة واحدة لم یجز لاحدهما ان یتزوج بالاخریٰ، فتح القدیر ص ۳/۴۵۰، کتاب الرضاع، طبع دارالفکر، الدرالمختار مع الشامی دارالفکر ص ۳/۲۱۷، کتاب الرضاع، الهدایه ص ۲/۳۵۱، کتاب الرضاع، مطبع مکتبه تهانوی دیوبند،

[1] شامی ص ۴۰۸/ ج ۲/ مکتبه نعمانیه، باب الرضاع، مجمع الأنهر ص ۵۵۴/ ج ۱/ کتاب الرضاع، مطبع دارالکتب العلمیه بیروت، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۹۶/ ج ۲/ باب الرضاع، مطبع دارالمعرفة بیروت،

یاماں سے شادی جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

رضاعی بہن کی نسبی بہن سے اور ماں سے شادی جائز ہے جب کہ وہ اس کی خود کی رضاعی یانسبی بہن یاماں نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲/۱۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند۴/۱۲/ ۹۲ھ

والد کی رضاعی بہن سے نکاح

سوال:- زید نے خالدہ سے نکاح کیا اور خالدہ کے دو بچے زید سے نوازش علی اور زینب پیدا ہوئی۔ اس کے بعد خالدہ کا انتقال ہوگیا تو زید نے ہندہ سے نکاح کرلیا۔ ہندہ کے دو بچے ایک نصیب علی اور طاہرہ پیدا ہوئے اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید کے انتقال کے تقریباً دس بارہ سال بعد نوازش علی کے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی نوازش علی کی بیوی زبیدہ کے پیدا ہونے کے دس بارہ دن کے بعد انتقال کرگئی۔ اس کے بعد زبیدہ کو ہندہ نے جوکہ زبیدہ کی سوتیلی دادی ہے اس نے اپنا دودھ پلاکر پرورش کیا۔ قدرتی طور پر ہندہ کو دودھ اتر آیا۔ اب زبیدہ کی شادی زینب کے لڑکے صغیر احمد سے کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

زبیدہ نے جب اپنے دادا کی بیوی ہندہ کا دودھ ایامِ رضاعت میں پیا تو ہندہ رضاعی والدہ ہوگئی اور ہندہ کا شوہر یعنی زبیدہ کا دادا رضاعی والد ہوگیا۔ جس طرح نسبی والد کی اولاد در

---

[1] فيحرم منه مايحرم من النسب إلا أم أخيه وأخته الدرالمختار كراچی ص۲۱۳/ج۳/باب الرضاع،عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳/ج ۱/کتاب الرضاع،مجمع الانهر ص۵۵۳/ج ۱/ کتاب الرضاع، مطبع دارالكتب العلمية بيروت،الهدايه ص ۳۵۱/ج۲/ كتاب الرضاع، مطبع مكتبه تهانوی دیوبند،

اولاد سب سے نکاح حرام ہوتا ہے اسی طرح رضاعی والد کی بھی اولاد در اولاد سب سے نکاح حرام ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں نسبی (۱) کے اعتبار سے تو صغیر احمد (۱) نسبی پھوپی زاد بھائی ہے۔ زبیدہ کا اتنا ہی رشتہ ہوتا تو نکاح جائز ہوتا۔ لیکن رضاعت کے اعتبار سے زبیدہ اپنے والد کی رضاعی بہن ہوگئی اور اپنی پھوپی کی بھی رضاعی بہن ہوگئی اور صغیر احمد اس کا بھانجہ ہوگیا اور وہ صغیر احمد کی خالہ ہوگئی جس طرح کہ نسبی خالہ سے نکاح ناجائز ہے اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی ناجائز ہے۔ ولاحل بین رضیع وولد مرضعته وان سفل وولد زوج لبنها منه فهواب للمرضع وابنه اخ. وبنته اخت وان كانت من امرأة اخرىٰ، مجمع الأنهر[۱] ص۳۷۷/ج ۱/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح

سوال: -حکمِ شرع اس بارے میں کیا ہے؟ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(الف)	(ب)
(۱) لڑکی انتقال کم عمری میں	(۱) لڑکی مرحوم
(۲) لڑکا	(۲) لڑکی مرحوم
(۳) لڑکا	(۳) لڑکا
(۴) لڑکی شادی شدہ	(۴) لڑکا
(۵) لڑکا	(۵) لڑکی شادی شدہ
(۶) لڑکی مرحوم	(۶) لڑکا

[۱] مجمع الانهر ص۵۵۵، ۵۵۴/ج ۱/ کتاب الرضاع، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۲۶/ج۳/ کتاب الرضاع، مکتبہ ماجدیہ، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۳/ ج ۱/ کتاب الرضاع،

(۷) لڑکا

(۸) لڑکا

(۹) لڑکی

(۱۰) لڑکی

الف اور ب آپس میں رشتہ دار، الف بھاوج اور ب نند ہے اور ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ب کو ہمیشہ دودھ کی کمی رہتی تھی۔ الف نے باجازتِ شوہر ب کے بچوں کو حسبِ ضرورت وموقع دودھ پلایا ہے اور اب ب کے چوتھے لڑکے کا خیال الف کی دسویں لڑکی سے شادی کی نسبت طے کرنا ٹھہرا ہے اور الف کی دسویں لڑکی کا دودھ ب کے چوتھے لڑکے نے نہیں پیا ہے۔ البتہ (ب) کے چوتھے لڑکے نے (الف) کے آٹھویں لڑکے کا دودھ پیا ہے۔ یہاں پر اختلاف واعتراض دودھ بھائی کا پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ ب کے چوتھے لڑکے نے الف کا دودھ پیا ہے تو الف اس کی رضاعی والدہ ہوگئی اور الف کی سب اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے۔ اس کی شادی الف کی کسی بھی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں بالکل حرام ہے۔ اس نے دودھ الف کے کسی لڑکے یا لڑکی کے زمانۂ شیر خوارگی میں پیا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح چوتھے لڑکے کے علاوہ جس نے بھی الف کا دودھ پیا ہے اس کی شادی الف کی کسی بھی لڑکی سے درست نہیں ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال:- میرے ایک ملنے والے ہیں جن کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر ایک نکاح ہوا ہے اور بعد نکاح یہ معلوم ہوا کہ لڑکی نے شوہر کی حقیقی بہن کا دودھ بچپن میں ایک دو ماہ تک پیا۔ کیونکہ پیدائش کے بعد لڑکی کی والدہ بیمار ہونے کے سبب اس کو دودھ نہ پلاسکی اور اس کو شوہر کی بہن کا دودھ پلایا گیا۔ تو شریعت کے مطابق یہ نکاح ہو گیا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو شرعاً کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے[1] اگر غلطی سے ایسا کر دیا گیا تو فوراً ان دونوں میں جدائی کرادی جائے اور شوہر کہدے کہ میں نے تعلّقِ زوجیت ختم کر دیا اور طلاق دیدی، اس کے بعد عدت تین حیض گذار کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے۔ اگر دونوں میں خلوت نہیں ہوئی تو طلاق کے بعد عدت لازم نہ ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غير قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضيعا او ولد لهذا الرجل من غير هذا المرأة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اخوته واخواته، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۳۴۳، کتاب الرضاع، مجمع الانهر ص ۱/۵۵۴، کتاب الرضاع، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۳/۲۲۶، كتاب الرضاع،

[1] فيحرم به أى الرضاع مايحرم من النسب، ملتقى الأبحر ص ۱/۵۵۲، كتاب الرضاع، مكتبه دارالكتب العلميه، شامى زكريا ص ۴/۴۰۲، باب الرضاع، تبيين الحقائق ص ۱/۵۵۲، كتاب الرضاع، دارالكتب العلميه،

[2] المتاركة فى الفاسد بعد الدخول لاتكون إلا بالقول كخليت سبيلك أوتركتك الخ، الهندية ص۳۳۰/ج۱/ الباب الثامن فى النكاح الفاسد وأحكامه، مكتبه كوئٹه پاكستان، البحر كوئٹه ص ۳/۲۳۰، كتاب الرضاع،

رضاعی بھتیجی کا حکم

سوال:- میرے خسر کو میری والدہ نے بچپن میں دودھ پلایا تھا، لہٰذا میرے خسر میرے رضاعی بھائی ہوئے اور جس لڑکی سے میرا عقد ہوا وہ میری بھتیجی ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کیساتھ میرا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایّامِ رضاعت میں دودھ حلق کے اندر اتر جائے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے دودھ کم ہو یا زائد ایک دفعہ ہو یا زائد سب[1] کا یہی حکم ہے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ ایّام رضاعت میں آپ کے خسر کو آپ کی والدہ نے دودھ پلایا ہے تو آپ کے خسر آپ کی والدہ کے رضاعی بیٹے اور آپ کے رضاعی بھائی ہو گئے اور جس لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی وہ آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب[2]۔ لیکن قابلِ غور یہ امر ہے کہ جس وقت آپ کی شادی ہوئی کیا اس وقت رضاعت کا علم نہیں تھا یا مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ اگر لاعلمی میں ایسا ہوا تو فوراً متارکت لازم ہے۔ آپ اس سے تعلق زوجیت ختم کر دیں[3]۔ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو سخت گناہ کیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۱۳۸۷ھ

---

[1] والرضاع یثبت حکمه وهو حل النظر وحرمة المناکحة بقلیله وکثیره فی مدته لابعدها (الدر المنتقی ص ۵۵۱/۱، کتاب الرضاع، مکتبه دارالکتب العلمیه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۲/ ج ۱/ کتاب الرضاع، هدایه ص ۳۵۰/۲، کتاب الرضاع، مکتبه تهانوی دیوبند،

[2] شامی نعمانیه ص ۴۰۵/ ج ۲/ باب الرضاع، تبیین الحقائق ص ۱۸۱/ ج ۲/ کتاب الرضاع، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۵۲/۱/ کتاب الرضاع، دارالکتب العلمیه،

[3] لابد من تفریق القاضی أو المتارکة بالقول فی المدخول بها (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- محمد رمضان کی والدہ مسماۃ غلام فاطمہ کا دودھ شاہ محمد نے بھی پیا اور اس وقت شاہ محمد کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ والدہ شاہ محمد فوت ہوگئی اور شاہ محمد کی حقیقی بہن غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان ہے جس کا شاہ محمد نے دودھ پیا ہے۔ اب محمد رمضان چاہتا ہے کہ شاہ محمد اپنی دختر کا نکاح اور عقد میرے ساتھ کردے۔ کیا شرعاً محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی بنت سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور جس وقت شاہ محمد، غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان کا دودھ پیتا ہے اس وقت محمد رمضان غلام فاطمہ کو پیدا اور تولد نہیں ہوا تھا بلکہ بعد آٹھ سال کے محمد رمضان تولد ہوتا ہے۔ لہٰذا محمد رمضان کا اور شاہ محمد کا اکٹھے دودھ پینا نہیں ہوا بلکہ پس وپیش ہے۔ کیا کوئی ایسی صورت شرعاً نکل سکتی ہے کہ محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی دختر سے درست ہو۔ دوسرے کیا شرعِ محمدی میں ہمشیرہ حقیقی کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد رمضان اور شاہ محمد نے اگرچہ ایک وقت میں غلام فاطمہ کا دودھ نہیں پیا ہے بلکہ پس وپیش پیا ہے لیکن شریعت کی رو سے دونوں رضاعی بھائی بن گئے۔ جو حکم بیک وقت دودھ پینے پر مرتب ہوتا ہے وہی پس وپیش پینے پر مرتب ہوتا ہے، رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح حرام ہے لہٰذا یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ **ولاحلّ بین الرضیعة، وولد مرضعتها ای التی ارضعتها وولد ولدها لانّه ولد الاخ اھ درمختار. وشمل ایضاً بالولادة قبل ارضاعها للرضیعة او بعده ولوبسنین اھ شامی[1] ص ۶۳۱/ج ۲/ولاحل بین رضیعی ثدی وان اختلف**

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) **وفی غیرها یکتفی بالمفارقة شامی نعمانیه ص ۴۱۴/ج ۲/ قبیل کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۷/ج ۱/کتاب الرضاع.**

[1] **الدرالمختار علی الشامی ص ۲/۴۰۸، مکتبه نعمانیه، باب الرضاع،**

زمانهما ولابين رضيع وولد مرضعته وان سفل اھ مجمع الأنهر[1] ص۲۷۷/ج ۱/.

بوقت ضرورت بہن کا دودھ پینا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کیا رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال:- زید نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ دوسال کی عمر کے اندر پیا تو کیا اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی سے نکاح صحیح ودرست ہے اور اگر نکاح ہوگیا اور اولاد بھی ہوگئی تو کیا اب اس کو اپنی زوجہ سے جدائی اور مفارقت کرنی چاہئے یا نہیں اور اس اولاد کی نسبت کیا حکم ہے حلالی ہے یا حرامی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں زید اور اس کا ماموں رضاعی بھائی ہوگئے اور ماموں کی بیٹی زید کی رضاعی بھتیجی ہوئی لہٰذا ان دونوں کا نکاح آپس میں ناجائز ہے اگر نکاح ہو چکا ہے تو مفارقت ومتارکت لازم ہے ولاحل بين الرضيعة وولد مرضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ اھ درمختار[2] یہ نکاح فاسد ہے اور نکاح فاسد میں امام اعظمؒ کے نزدیک نسب ثابت ہوجاتا ہے۔ ودخل تحت النكاح الفاسد النكاح بغير شهود ونكاح المحارم مع العلم بعدم الحل

[1] مجمع الأنهر ص:۵۵۴/ ج: ۱/ كتاب الرضاع، مكتبه دارالكتب العلمية، البحر كوئٹه ص:۲۲۷/ ج:۳/ كتاب الرضاع، تبيين الحقائق ص:۱۸۳/ ج:۲/ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان،

[2] الدرالمختارعلى ردالمحتار ص۴۰۸/ج۲/باب الرضاع، مكتبه نعمانيه، مجمع الانهر ص۵۵۴/ ج ۱/ كتاب الرضاع،دارالكتب العلميه بيروت، البحر كوئٹه ص۲۲۶/ج۳/ كتاب الرضاع.

عندالامام خلافاً لهما النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد . هداية[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۹ رشعبان ۱۳۵۵ھ

رضاعی بھائی سے نکاح

سوال:- زید کی دو بیویاں (ہندہ اور زینب) ہیں۔ عمر نے ہندہ کا دودھ پیا اور زید کی ایک لڑکی خالدہ جو بطن زینب سے ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمر اور خالدہ کے درمیان رضاعت از روئے شرع ثابت ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں لبن ہندہ زید سے ہے لہٰذا عمر زید کا رضاعی بیٹا ہوا اور خالدہ زید کی نسبی بیٹی ہے (اگرچہ بطن زینب سے ہے) پس عمر اور خالدہ دونوں بہن بھائی ہوئے ان کا نکاح آپس میں درست نہیں ولا حل بين رضيع وولد زوج لبنها اى لبن المرضعة منه اى من الزوج بان نزل بوطئه فهو اى ذٰلک الزوج اب للرضيع وابنه اى ابن زوج المرضعة اخ للرضيع وان كان من امرأة اخرىٰ وبنته أخت للرضيع وان كان من امرأة اخرىٰ اھ مجمع الانهر[2] ص ۳۷۸/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/ جمادی الاول ۵۵ھ

---

[1] هدايه ص ۴۱۴/ ج ۲/ كتاب الطلاق، قبيل باب حضانة الولدومن احق به، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۳۰/ ج ۱/ الباب الثامن فی النكاح الفاسدواحكامه،

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں

سوال: -نواسی کا نکاح رضاعی ماموں سے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہوگیا ہے، بعد میں اس کے رضاعی ماموں ہونے کا علم ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نکاح ہونے کے بعد جب عورت حاملہ ہوچکی ہے اس کی نانی نے دورانِ گفتگو اس بات کا اقرار کیا کہ بچپن میں جب شوہر کی والدہ شدید بیمار تھیں تو میں نے اس وقت لڑکے کو دودھ پلایا تھا۔ اس بناء پر شوہر اپنی منکوحہ کا رضاعی ماموں ہوتا ہے۔ اس کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور عنقریب جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ حلالی ہے یا حرامی۔ نکاح کے جواز اور عدم جواز کو اور بچہ کے حلال اور عدم حلال کو واضح کر کے مسئلہ مذکورہ کا جواب وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ عدمِ جواز کی صورت میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے عورت کے ساتھ کیا معاملہ برتا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ اس کی زوجہ اس کی رضاعی بھانجی ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں[1] ہوا فوراً اس کو علیحدہ کردے۔ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے متعلق کچھ نہ دریافت کیا جائے۔ اگر شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/ ۹۶ھ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۷۷/ج۴/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[2] مجمع الأنهر ص۵۵۵/ج۱/کتاب الرضاع مکتبه دارالکتب العلمیة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۶/ج۳/کتاب الرضاع، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳/ج۱/کتاب الرضاع.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وإن صدقها الرجل وكذبتها المرأة فسد النكاح، الهندية ص۳۴۷/ج۱/ كتاب الرضاع، مكتبه كوئٹه پاكستان، تاتارخانيه ص۲۳۹/ج۳/ ادارة القرآن كراچی، كتاب الرضاع، البحر كوئٹه ص۲۳۳/ ج۳/ كتاب الرضاع،

رضاعی چچا سے نکاح

سوال:- زید کی اہلیہ کے ایک لڑکا خالد ہوا۔ خالد کے ہوتے ہی زید کی اہلیہ مرگئی تو زید کی بڑی لڑکی سلمیٰ نے اپنا دودھ پلا کر اپنے بھائی خالد کی پرورش کی۔ اب خالد کے پاس ایک لڑکی شادی کے لائق موجود ہے تو خالد اپنی بڑی بہن سلمیٰ کے سب سے چھوٹے لڑکے کے ساتھ اس کا عقد کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں سلمیٰ کے لڑکے کا نکاح خالد کی لڑکی سے جائز نہیں۔ اس لئے کہ جب خالد نے سلمیٰ کا دودھ پی لیا تو سلمیٰ اس کی رضاعی ماں ہوگئی اور سلمیٰ کا لڑکا خالد کا رضاعی بھائی ہوکر خالد کی لڑکی کا رضاعی چچا ہوا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۸ھ

نکاح کے وقت حرمت رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار

سوال:- سراج الدین ولد دلبر خان کی شادی چودہ سال قبل شاہ بیگم دختر کالا خان نمبر دار کوڈارہ کے ساتھ ہوئی۔ مسمّٰی مذکورہ نے بارہ سال گذرنے کے بعد دوسری شادی مسماۃ حسن جان دختر کالا خاں سے کی۔ پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں اور سسر نے مسمّٰی مذکورہ سے گیارہ ہزار بطورِ قرض حسنہ لئے تھے۔ دوسری شادی ہونے کی وجہ سے اور روپیہ دینے کی وجہ سے مسمّٰی مذکور کے سسر اور ساس نے دودھ پینے کا مسئلہ بنالیا ہے اور مسمّٰی مذکور کی بیوی شاہ بیگم کو ورغلا کر مسمّٰی مذکور سے طلاق لینا چاہتے ہیں اور ایک دوسری جگہ نکاح کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ دودھ

---

[1] فيحرم به أى الرضاع مايحرم من النسب، ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر ص ۵۵۲/ ج ۱، كتاب الرضاع، مكتبه دارالكتب العلمية، تبيين الحقائق ص ۱۸۱/ ج ۲/ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۵۲/ ج ۱/ كتاب الرضاع، دارالكتب العلميه بيروت،

پینے کا نہ کوئی گواہ ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ مسمّٰی مذکور کی شادی کے وقت کوئی جھگڑا تنازعہ تھا۔ دونوں فریقین کی مرضی وخوشی ورضا سے مسمّٰی مذکور کی شادی ہوئی تھی۔ مگر آج دوسری شادی کرنے اور روپیہ مانگنے پر یہ جھگڑا بنایا ہے، کیونکہ اس سے قبل بارہ سال تک دودھ کی کوئی بات تک نہ تھی، تو آج کیسے مسمّٰی مذکور کی ساس اور سسر بتاتے ہیں۔ شرعاً ان کے قول کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اب دودھ پینے کا مسئلہ (حرمت رضاعت) بالکل بے محل ہے۔ جو لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرنے والے ہیں وہ نکاح کرتے وقت کیوں خاموش رہے اور کیوں نکاح کیا۔ اگر حرمت رضاعت تھی تو اس وقت کیوں نہیں کہا، اب ان کے قول کا شرعاً اعتبار نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح اور تولد کے بعد حرمت رضاعت کا علم ہوا

سوال:- زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کو تقریباً تین سال ہوگئے اور اس دوران دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ زید نے ہندہ کی نانی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا تھا جس کے سلسلہ میں علماء نے فتویٰ دیا کہ دونوں یکجا نہیں رہ سکتے۔ اس کے بعد دونوں کو الگ الگ کر دیا گیا۔ لیکن زبانی طلاق نہیں ہو پائی ہے اور اس کے بعد زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے تو کیا زید سے الفاظِ طلاق کہلوانا بھی

---

[1] والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين الدر المختار على الشامي ص ۴۱۳/ ج ۲/ باب الرضاع مكتبه نعمانيه، مجمع الانهر ص ۵۵۸/ ج ۱/ آخر كتاب الرضاع، دار الكتب العلميه، فتاوى عالمگيرى ص ۳۴۷/ ج ۱/ كتاب الرضاع، مطبوعه كوئٹه،

ضروری ہے یا نہیں؟ اور کیا زید سے جو دونوں بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے ثابت النسب ہیں یا نہیں؟ اور کیا بغیر الفاظِ طلاق کے ہندہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا ہندہ سے نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ حرمت رضاعت کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا یہ نکاح فاسد ہوا۔ جو بچے ہوئے وہ ثابت النسب ہیں۔ رضاعت کا علم ہونے پر زید زبان سے کہدے کہ میں نے ہندہ سے تعلق زوجیت ختم کردیا۔ پھر عدت گذار کر ہندہ دوسری جگہ نکاح کرے۔ وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتىٰ لايحل لها التزوج باٰخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة اھ درمختار . النكاح لايرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد اھ قوله الا بعد المتاركة اى وان مضى عليها سنون كما فى البزازية وعبارة الحاوى الا بعد تفريق القاضى اوبعد المتاركة اھ وقد علمت ان النكاح لايرتفع بل يفسد وقد صرحوا فى النكاح الفاسد بان المتاركة لاتحقق الا بالقول ان كانت مدخولاً بها كتركتك اوخليت سبيلك اھ (شامی[1] ص ۲۸۳/ج ۲/)

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۱۴۰۵ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳/۳۷، فصل فی المحرمات، هندیه کوئٹه ص ۱/۲۷۷، الباب الثالث فی المحرمات، بحر کوئٹه ص ۳/۲۳۰، کتاب الرضاع،

فصل چہارم: حرمت نکاح بسبب جمع

پھوپھی بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا

سوال:- زید نے اپنی حقیقی بہن ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا تھا۔ بہن مذکورہ حیات ہے اور نکاح میں ہے۔ اب زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی عمر کے ساتھ کر دیا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ ماجد کہتا ہے کہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ماجد ٹھیک کہتا ہے کہ یہ نکاح ہرگز جائز نہیں[1] اور اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کر دے ورنہ یہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۵ھ

خالہ بھانجی ایک نکاح میں

سوال:- عرصہ آٹھ سال ہوا کہ میرے شوہر نے میری حقیقی بھانجی سے جو کہ بیوہ ہے نکاح کر لیا ہے۔ سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ جب وہ ایک مرتبہ گھر میں آئے تو میں نے پردہ کر لیا۔ اب میں بہت سخت پریشان ہوں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالہ بھانجی کا ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے[2] تو آپ کی بھانجی سے آپ کے شوہر نے جو نکاح کر لیا ہے وہ شرعی نکاح نہیں بلکہ نکاح کے نام پر زنا ہے، حرام کاری ہے۔ تاہم

---

[1] لاتنكح المرأة على عمتها شامی کراچی ص ۳۹/ ج۳/ فصل فی المحرمات، البحر کوئٹہ ص۹۷/ ج۳/ باب المحرمات، الفقه الحنفی وادلته ص۱۵۷/ ۲، الرابع محرمات بالجمع، مکتبة الغزالی دمشق.

(نمبر۲/ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ آپ کو اپنے شوہر سے پردہ نہیں کرنا چاہئے۔ اپنی غلطی کے وہ خود ذمہ دار ہیں، ان کی غلطی میں ان کا ساتھ ہرگز نہ دیں اور حقوقِ زوجیت اپنی طرف سے پوری طرح ادا کریں۔ حق تعالیٰ سے شوہر کے لئے دعا کریں۔ اللہ پاک ان کی اصلاح فرمائے اور آپ کی پریشانی دور کرے اور سکون عطا فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سالی سے پردہ اور نکاح کا حکم

سوال:- سالی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اور کچھ حد مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں پردہ کرنا چاہئے وہ اجنبیہ ہے اس کی بہن کو طلاق دینے اور عدت گذرنے پر یا اس کے انتقال پر اس سے نکاح درست ہے۔ اس سے خلوت بھی منع ہے[1] ہنسی، مذاق، اور بے پردہ سامنے آنا بھی منع ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(پچھے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ (قوله لاتنكح المرأة على عمتها) الى ما قال ولاعلى خالتها الخ، شامی کراچی ص ۳۹/ ج۳/ فصل فی المحرمات، البحر کوئٹہ ص۹۷/ ج۳/ باب المحرمات.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ماتت امرأته له التزوج باختها بعد يوم من موتها، شامی زکریا ص ۱۱۶/۴، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ص۴۷۸/۱، باب المحرمات، طبع بيروت، مبسوط للسرخسی ص ۲۱۰/۴، كتاب النكاح، دارالفكر، تاتارخانيه ص۳/۷، كتاب النكاح، باب مايجوز من الانكحة ومالايجوز، ادارةالقرآن كراچی،

۲ الخلوة بالاجنبيةحرام، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۵۲۹/ ج۹/ كتاب الحظروالاباحة، فصل فی النظر والمس، البحرالرائق كوئٹه ص۱۹۴/ ج۸/ كتاب الكراهية فصل فی النظروالمس، زيلعی ص۱۷/ ج۶/ كتاب الكراهية، فصل فی النظر والمس، مطبع امداديه ملتان،

بیوی کی بہن سے نکاح

سوال:- (۱) زید صاحب اولاد ہے، اس نے دوسری شادی کرنے کا بیوی سے اظہار کیا۔ بیوی نے کہا اگر آپ شادی کرنا چاہتے ہیں تو میری چھوٹی بہن سے ہی کریں۔ آخر کار زید نے نکاح کرلیا۔ اب لوگوں نے اس نکاح کو ناجائز کہنا شروع کردیا۔ ایک قاضی صاحب سے معلوم کیا انھوں نے ناجائز کہا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) نکاح کرنے سے سالی زوجیت میں آ گئی یا نہیں؟

(۳) نصف مہر واجب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اگر جماع کرلیا ہے تو پہلی بیوی نکاح میں باقی ہے یا نکاح فسخ ہوگیا۔

(۵) جماع کے بعد دونوں میں سے اول کو رکھ سکتا ہے یا ثانی کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیوی کی بہن سے نکاح حرام ہے[۱] ہاں اگر بیوی مرجائے یا اس کو طلاق دیدے اور عدت گذر جائے تو اس کی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے۔

(۲) وہ زوجیت میں نہیں آئی[۲]

(۳) کچھ بھی واجب نہ ہوگا علیحدگی واجب ہوگی ہرگز دونوں تنہائی میں جمع نہ ہونے پائیں[۳]

---

[۱] لایجمع بین اختین بنکاح سواء کانتا اختین من النسب اومن الرضاع عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ج ۱/القسم الرابع المحرمات بالجمع، فتح القدیر ص ۲۱۲/ج۳/فصل فی بیان المحرمات، شامی زکریا ص ۱۱۹/ج۴/کتاب النکاح، فصل فی المحرمات.

[۲] وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد، عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ج ۱/القسم الرابع المحرمات بالجمع، تاتارخانیه ص ۱/ج۳/ الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الانکحة ومالایجوز، ادارةالقرآن، الفقه الحنفی وادلته ص۱۵۷/۲، الرابع المحرمات بالجمع، مکتبه الغزالی دمشق،

[۳] ویجب علیه ان یفارقها فان فارقها قبل الدخول لایثبت شئی من الاحکام، عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ج ۱/القسم الرابع المحرمات بالجمع، تاتارخانیه ص ۱/ج۳/الفصل الثامن ادارة القرآن.

(۴) سالی سے جماع کرنا حرام ہے مگر اس سے اس کا پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا[۱]

(۵) اول تو پہلے ہی سے نکاح میں ہے دوسری کو فوراً الگ کر دے، پھر اگر پہلی کو طلاق دیدے گا اور عدت گذر جائے گی تو دوسری سے نکاح کی اجازت ہو سکے گی[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کی بہن سے نکاح

سوال:- زید نے ہندہ سے شادی کی مگر چند دنوں کے بعد اس نے ہندہ ہی کی حقیقی بہن سے شادی کر لی جب کہ ہندہ اس کے نکاح میں پہلے سے موجود تھی۔ تو دریافت طلب یہ ہے کہ نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو پہلی بیوی پر اس کا کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے لقولہٖ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین، الآیۃ[۳] صورت مسئولہ میں دوسرا نکاح باطل ہوا۔ ولو تزوج اختین فی عقدین ولم

---

[۱] وطی اخت امرأته لاتحرم علیه امرأته الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۱۰۸/ ج۴/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، خلاصة الفتاوی ص۷/ ج۲/ کتاب النکاح، مطبوعه لاهور،

[۲] وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ویجب علیه ان یفارقها عالمگیری کوئٹه ص۲۷۷/ ج۱/ القسم الرابع فی المحرمات.

[۳] سورة النساء آیت۲۳، فتح القدیر ص۲۱۲/ ج۳/ فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه دارالفکر، عالمگیری کوئٹه ص۲۷۷/ ج۱/ القسم الرابع المحرمات بالجمع.

تعلم الاولیٰ الخ،اذ لوعلمت لبطل نکاح الثانیة (سکب الانهر ص ۳۲۵/ ج ۱/[1]) زید پر لازم ہے کہ فوراً دوسری عورت سے علیحدگی اختیار کر کے صدقِ دل سے توبہ واستغفار کرے۔ اگر دوسری عورت سے زید نے مجامعت کر لی تو ہندہ سے اس وقت تک علاحدہ رہے جب تک دوسری عورت کو ایک حیض نہ گذر جائے۔ ولوزنیٰ باحدی الاختین لایقرب الاخریٰ حتی تحیض الاخریٰ بحیضة (مجمع الأنهر[2] ص ۳۲۵/ ج ۱/). فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال:- زیب النساء بیوہ سے شرف الدین نے نکاح کیا۔ ابھی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ بیوہ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح شرف الدین سے کر دیا جس پر برادری میں شور مچ گیا۔ یہ بات بالکل سچی ہے کہ ابھی خلوت پہلی بیوی زیب النساء سے نہیں ہوئی۔ تو اب کونسا نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماں اور بیٹی کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے[3]۔ لہٰذا جب زیب النساء سے نکاح ہو چکا

---

[1] سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴۷۹/ ۱، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، باب المحرمات، فتح القدیر ص ۲۱۴/ ج۳/ فصل فی المحرمات، مطبوعه دارالفکر، البحر کوئٹه ص ۹۶/ ج۳/فصل فی المحرمات.

[2] مجمع الأنهر ص ۴۷۹/ج ۱/باب المحرمات، مطبوعه بیروت، البحر کوئٹه ص ۹۶/ج۳/ فصل فی المحرمات،

[3] وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطؤة مطلقاً بمجرد العقد وإن لم توطاء الزوجة الدرالمختار کراچی ص ۳۰/ج۳/ فصل فی المحرمات، زیلعی ص ۱۰۲/ج۲/فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۹۳/ج۳/فصل فی المحرمات،

ہے تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہوا۔ مگر چونکہ ابھی زیب النساء سے صحبت اور تنہائی کی نوبت نہیں آئی، اس لئے اس کو اگر اس حالت میں طلاق دیدے گا تو اس کی لڑکی سے نکاح کی اجازت ہوجائے گی۔ لیکن یہ نکاح کافی نہیں ہوگا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ پھر زیب النساء ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی خواہ اس کی لڑکی سے صحبت ہو یا نہ ہو۔ اگر زیب النساء سے صحبت وغیرہ ہوگی یا ہوجائے تو اس کی وجہ سے بھی اس کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۵ھ

غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاتی سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- "ان تجمعوا بین الاختین" کی زوجہ ثانیہ کی اولاد سے انجان صورت حال یا جانکاری کی حالت میں ان کے اغیار سے جن کو ان کے رشتہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایسی لڑکی سے ایک مومن کا عقد ومناکحت جائز ہے یا نہیں؟

باپ شریک سالی کی اولاد سے یعنی اس قسم کی ساڑھو کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی لڑکی غلط طریقہ پر پیدا ہوئی تو اس سے عقدِ نکاح حرام نہیں، جبکہ اس سے حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہو۔ جب تک بیوی نکاح میں رہے اسکی سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] فلایجوز الجمع بین المرأة وعمتها أوخالتها مجمع الأنهر ص ۴۸۰/ج ۱/باب المحرمات، مطبوعه دارالتکب العلمیه بیروت، البحر کوئٹه ص۹۷/ج۳/باب المحرمات،الفقه الحنفی وادلته ص۱۵۷/۲، محرمات النکاح، الرابع محرمات، بالجمع مکتبة الغزالی دمشق،

علاتی سالی سے نکاح

سوال:- زید نے زبیدہ سے نکاح کیا جس سے چند لڑکے بھی پیدا ہوئے۔ بعدہ زید نے زبیدہ کی حیات میں زبیدہ کو طلاق دیئے بغیر اس کی علاتی بہن خدیجہ سے شادی کرلی۔ خدیجہ کے والدین اور گاؤں والوں نے بہت سمجھایا لیکن خدیجہ اور کہیں نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوئی نہ زید زبیدہ کو طلاق دینے کو تیار ہوا۔ زبیدہ بھی طلاق لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں خدیجہ کا نکاح زید سے درست ہوا یا نہیں؟ کیا ان لوگوں سے قطع تعلق ضروری ہے اگر نہ کیا جائے تو کیسا ہے زید کی کمائی زبیدہ اور ان کے خسر اور سالے وغیرہ کو کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح حرام ہے[1] لوگوں کو چاہئے کہ زید اور خدیجہ کے درمیان تفریق کرادیں[2] اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قطع تعلق کردیں یہاں تک کہ وہ تنگ آکر توبہ کرلیں اور حرام سے کنارہ کش ہوجائیں۔ جب تک وہ اس حرام کاری سے باز نہ آئیں ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے خسر اور سالے وغیرہ کو خصوصیت سے اس معاملہ میں زور ڈالنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ لین دین بالکل بند کردیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً أى عقداً صحيحاً وعدة ولو من طلاق بائن الدرالمختار كراچى ص ۳۸/ ج ۳ /فصل فى المحرمات،مجمع الانهر ص ۴۷۸/ ج ۱ /باب المحرمات، دار الكتب العلميه بيروت،البحر كوئٹه ۱۰۲ / ج ۳/باب المحرمات.

[2] بل يجب على القاضى التفريق بينهما، الدرالمختار ص ۱۳۳ /۳، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد،مطبوعه دارالفكر،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۰/ ج ۱ /الباب الثامن فى النكاح الفاسد، البحر كوئٹه ص ۹۶/ ج ۳/باب المحرمات.

[3] وفيه دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الاان يقلع وتظهر توبته الخ المفهم ص ۹۸/ ج ۷/باب يجهر من ظهرت معصيته الخ، دارابن كثيربيروت، مرقات ص ۷۱۶/ ج ۴/ باب ماينهى عنه من التهاجر، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

سوتیلی سالی سے نکاح

سوال:- میری شادی کو۲۲/ برس ہوگئے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اب میری بیوی کی خواہش ہے کہ میں اپنی سوتیلی سالی سے نکاح کروں۔ کیا سوتیلی سالی سے نکاح درست ہے جب کہ میری بیوی موجود ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں بالکل حرام ہے[۱] دونوں بہنیں حقیقی ہوں یا سوتیلی سب کا یہی حکم ہے۔ یہ خدا کا حکم ہے[۲] بیوی کی خوشی یا ناخوشی کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیز بیوی کے کہنے سے حلال نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال:- ایک صاحب جو کہ نیک صالح ہیں اور نمازی بھی ہیں ان کی عمر اس وقت تقریباً پچاس سال کی ہے دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھ رہے ہیں ایک بیوی جس سے متعدد اولاد بھی ہوئی لیکن اب اس پہلی والی بیوی سے ہمبستری نہیں کرتے ہیں نہ اس کا پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں۔ دوسری بیوی جس کی دو تین اولادیں بھی ہوئیں اس سے ہمبستری کرتے ہیں غرض کہ عرصہ دراز سے اس فعل حرام میں منہمک ہیں تو کیا ایسے شخص کے گھر کھانا کھانا جائز

---

[۱] ولایجمع بین اختین نکاحاً ای عقداً فتح القدیر ص ۲۱۲/ ج۳/فصل فی بیان المحرمات، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۱۹/ ج۴/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، عالمگیری کوئٹہ ص۲۷۷/ ج ۱/ القسم الرابع المحرمات بالجمع،

[۲] حرمت علیکم امھاتکم الی قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین، (سورۃ النساء الآیۃ ۲۳)

ہے جب کہ وہ یہ کام عمداً کررہے ہیں اور دوسری بیوی ہے وہ بحمد اللہ نیک صالح نمازی بھی ہیں ان کی لڑکی یا لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لقولہ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ الی قولہ تعالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ[1] جو شخص ایسے حرام کام میں مبتلا ہو جس کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا ہو اس کو نیک صالح کہنا غلط ہے جب ان کے یہاں کھانا پینا ترک کردینے سے انکی اصلاح کی توقع ہو کہ وہ دوسری بیوی کو جو کہ شرعاً بیوی نہیں ہے چھوڑ دیں اور ترک تعلق کردیں تو یہ ترک تعلق کرنا حق بجانب ہے[2] قال اللّٰہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع قوم الظّٰلمین[3] وقال اللّٰہ تعالیٰ ولاتر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

سوتیلی ساس سے نکاح

سوال:- زید اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں جب کہ وہ نہ پھوپھی اور نہ خالہ وغیرہ ہے اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] سورۃ النساء آیت ۲۳/ **ترجمہ:** اور تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو۔ (بیان القرآن)

[2] وفیہ دلیل علی وجوب ھجران من ظھرت معصیتہ فلایسلم علیہ الا ان یقلع وتظھر توبتہ المفھم شرح المسلم ص ۷/۹۸، باب یجھر من ظھرت معصیۃ حتی تتحقق توبتہ، مطبع دار ابن کثیر بیروت، مرقاۃ ص ۴/۷۱۶، باب ماینھی عنہ من التھاجر، مطبع بمبئی، طیبی ص ۲۴۳/ ج ۹/ المصدر السابق، مطبوعہ دیوبند،

[3] سورۃ انعام آیت ۶۸/۔ **ترجمہ:** اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو (بیان القرآن)

[4] سورہ ہود آیت نمبر ۱۳/ **ترجمہ:** اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جن دوعورتوں میں ایسا تعلق ہو کہ اگر ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری سے اس کا نکاح جائز نہ ہو دونوں طرف سے حرمت ہو تو ایسی دوعورتوں کو نکاح میں جمع کرنا درست نہیں اگر ایک طرف سے جائز ہو دوسری طرف سے حرمت ہو تو دونوں کو جمع کرنا درست ہے، سوتیلی ساس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، کیونکہ زید کی بیوی کو اگر مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح زید کی سوتیلی ساس سے درست نہیں کیوں کہ وہ موطوءۃ الاب ہے اگر سوتیلی ساس کو مرد فرض کرلیا جائے تو زید کی بیوی سے اس کا نکاح درست ہے کوئی رشتہ حرمت نہیں وحرم الجمع بین امرأتین ایّۃفرضت ذکراحرم النکاح اھ کنزبقوله ایۃفرضت لانه لوجاز نکاح احداهما علی تقدیر مثل المرأة بنت زوجها اوامراۃابنها فانه یجوز الجمع بینهما عند الائمۃالاربع وقد جمع عبداللّٰه بن جعفر بین زوجة علی وبنته و لم ینکر علیه احد اھ بحر الرائق ص ۹۸ / ج ۳[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۱۴۰۰ھ

مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح

سوال:- زید کی زوجہ ایک مدت دراز سے بعارضہ فالج بیمار ہوگئی گھر کا کوئی کام نہیں ہوسکتا اس سے زید کو از حد مشکل ہوگئی۔ ایسے مشکل وقت میں زید کی سالی گھر کا کام چلاتی رہی اس پر مشکل یہ پڑی کہ اس سالی سے ناجائز تعلق ہوگیا اب یہ سالی زید کے گھر رہا کرتی ہے۔ ایسے وقت پہلی بیوی کو طلاق دینے کی سوچ رہا ہے اور وہ طلاق لینے کو ناپسند کرتی ہے اور اپنی بہن سے نکاح کر لینے سے رضامند ہے۔ فی الحال زید نے یہ تجویز کیا کہ پہلی عورت جو کسی کام

---

[1] البحر الرائق ص ۹۸ / ج ۳، مطبوعه کراچی، فصل فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۷۹ / ج ۱ / کتاب النکاح، باب المحرمات، دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص ۲۱۷ / ج ۳ / فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه دار الفکر،

کے قابل نہیں رہی اس کا مہر اور رہائش کا جدا مکان اور نفقہ وغیرہ کی پوری صورت دے کر بغیر طلاق دیئے اس کی بہن سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے شریعت مطہرہ میں کوئی صورت ہوتو زید کی زندگی کی کوئی امید ہوگی ورنہ زندگی سے ہاتھ دھونے کا مسلّم خیال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک ایک بہن نکاح میں ہے دوسری بہن سے نکاح قطعاً حرام ہے بلکہ اگر اس کو طلاق دے دی جائے تب بھی جب تک عدت نہ گذر جائے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں۔

قال الله تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین الاٰیة[1] وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً ای عقداًصحیحاً وعدةولومن طلاق بائن اھ درمختار[2] ص ۴۳۸/ج ۲/.

زندگی سے ہاتھ دھونا کچھ آسان کام نہیں دنیا اور آخرت دونوں منزلیں نہایت کٹھن ہیں۔ حرام موت کا انجام زید کو خود سوچ لینا چاہئے اگر ناواقف ہوتو کسی عالم سے دریافت کرلے زید زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے اس لئے کہ جو شئی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادی ہے وہ اس کے لئے حلال کیوں نہیں غور وفکر کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور یہ ضد خداوند تعالیٰ کا قانونِ عام توڑنے کی ضد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۶/ربیع الاول ۵۷ھ

ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح

سوال:- ایک شخص نے اپنی بھاوج سے نکاح کیا۔ اس کا ایک بچہ بھائی کا دودھ

---

[1] سورۃ النساء آیت ۲۳/۔ (نمبر ۲/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پی رہا تھا۔ جب یہ بچہ جوان ہوگیا تو اس کی شادی کردی اس لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو پھر چچا نے اس کی بیوی سے بھی نکاح کرلیا، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکے کی ماں اس کے نکاح میں موجود ہے۔ لوگ اس کو زنا کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح دوسری سے ناجائز ہو۔ یہاں یہ صورت ہے کہ اگر اپنی پہلی منکوحہ کو یہ شخص مرد فرض کرے تو اس کا نکاح لڑکے کی بیوی سے ناجائز ہوگا، کیونکہ وہ اس کے بیٹے کی بیوی ہوگی اور قرآن کریم میں ہے وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم[1]. اگر اس لڑکے کی بیوی کو مرد فرض کریں تو اس کا نکاح اس پہلی منکوحہ سے ناجائز نہیں ہوگا۔ کیوں کہ کوئی حرمت کا رشتہ نہیں۔ ربیب کی بیوی سے نکاح جائز ہے ولاتحرم زوجة الربیب ولازوجة الراب اھ شامی[2] ص ۲۷۹ / ج ۲ / وحرم الجمع بین امرأتین ایتهما فرضت ذکرا لم تحل للاخریٰ ابداً فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها اوامة لانهٗ لوفرضت المرأة اومرأة الابن ذکراً لم یحرم بخلاف عکسه اھ درمختار[3] ص ۲۹۴ / ج ۲ /. پس اس نکاح کو زنا کہنا غلط ہے۔ کیونکہ یہ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/ ۹۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ الدرالمختار کراچی ص ۳۸ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۷۸ / ج ۱ / باب المحرمات، دارالکتب العلمیه بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۰۲ / ج ۳ / باب المحرمات،

۱ سورة النساء پ ۴ / آیت نمبر ۲۳ / رکوع ۱۴ /۔

۲ شامی کراچی ص ۳۱ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، منحة الخالق علی البحر الرائق ص ۹۵ / ج ۳ / باب المحرمات، مکتبه کوئٹه.

۳ الدرالمختار کراچی ص ۳۸ / ج ۳ / فصل فی المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۰ / ج ۱ / باب المحرمات، دارالکتب العلمیه، فتح القدیر ص ۲۱۷ / ج ۳ / فصل فی بیان المحرمات، دارالفکر،

سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال:- سالی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہوتا[۱] جمع حرام ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

[۱] واحل لکم ماوراء ذٰلکم سورۃ النساء ۲۴/.

[۲] والجمع بین إمرأتین لوفرضت إحداهما ذكرا تحرم عليه الاخرى، مجمع الأنهر ص ۴۷۹، ج ۱/ باب المحرمات، مطبوعه داارلكتب العلميه بيروت، شامی زکریا ص ۱۱۶/ ج ۴/ باب المحرمات،

فصل پنجم: حرمت نکاح بسبب اختلاف مذہب

غیر مذہب لڑکے سے نکاح

سوال:- ایک شادی کی تصویر آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ ایسے مسلمان ماں باپ کو سکھ کہا جائے یا مسلمان؟ جنھوں نے اپنی لڑکی خوشی کے ساتھ غیر مذہب لڑکے کے (سیول میرج کے ذریعہ) حوالے کی ہو؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان لڑکی کی شادی غیر مذہب والے سے قطعاً حرام ہے[1] یہ نکاح نہیں بلکہ حرام کاری اور زنا ہے۔ جو باپ اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کردے وہ بے غیرت اور دیوث ہے[2] اس نے قرآن حکیم کے حکم کو توڑا ہے، صاف صاف قرآن شریف میں ہے **لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن**[3] ایسے شخص سے بالکل قطع تعلق کردیا جائے[4] تاکہ اس کی خباثت کے مہلک اثرات سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو بزرگوں سے ملا دیا جائے اور اسلامی اخلاق کی تعلیم ومطالعہ کی اہمیت دی جائے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اس کے

---

[1] ولایجوز تزویج المسلمة من مشرک ولا کتابی عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۲/ج ۱/القسم السابع المحرمات بالشرک، بدائع کراچی ص ۲۷۱/ج ۲/فصل ومنھاان لاتکون المرأة مشرکة.

[2] دیوث ھومن لایغارعلی امرأته او محرمه الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۱۱۸/ج ۶/ باب التعزیر کتاب الحدود، مجمع الانھر ص ۳۷۲/ج ۲/باب التعزیر کتاب الحدود.

[3] سورہ ممتحنہ آیت ۱۰/.

[4] وجوب ھجران من ظھرت معصیته فلایسلم علیه الاان یقلع وتظھرتوبته الخ المفھم شرح المسلم ص ۹۸/ج ۸/باب یھجرمن ظھرت معصیته الخ دارابن کثیربیروت، مرقات ص ۷۱۶/ ج ۴/باب ماینھی عنه من التھاجر اصح المطابع بمبئی،

دل میں اسلام کی محبت وعظمت پیدا فرمائے اور وہ اسلام قبول کرلے۔ پھران دونوں کا دوبارہ نکاح کردیا جائے۔ اس لڑکی اور لڑکے دونوں کی عاقبت درست ہوجائے گی اور دونوں تباہی و ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ وَمَا ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/ ۹۰ھ

مسلم اور غیر مسلم کا نکاح

سوال:- کافر کی لڑکی اور مسلمان کا لڑکا دونوں کی شادی درست ہے یا نہیں اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے دونوں کا نکاح ہوا تو اسلام لانے کے بعد دونوں کا پہلا نکاح کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکا اور لڑکی دونوں مسلمان ہوں تو ان کا نکاح درست ہوگیا۔ اگر ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو ان کا نکاح جائز نہیں[2] اگر اسلام لانے سے پہلے دونوں کا کفر کی حالت میں نکاح ہوا اور پھر وہ دونوں مسلمان ہوگئے تو ان کا وہی پہلا نکاح کافی ہوگا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/ ۸۵ھ

---

[1] سورہ ابراہیم آیت ۲۰/۔

[2] ومنها ان لاتكون المرأة مشركة اذاكان الرجل مسلما فلايجوز المسلم ان ينكح المشركة (بدائع زكريا ص ۵۵۲/ ج ۲/ كتاب النكاح، عدم نكاح المشركة، هنديه كوئٹه ص ۲۸۲/ ج ۱/ الباب الثالث فى المحرمات، القسم السابع، النهر الفائق ص ۱۹۸/ ج ۲/ فصل فى المحرمات، طبع مكه مكرمه.

[3] أسلم المتزوجان بلاسماع شهود أو فى عدة كافر معتقدين ذالک أقراعليه لأنه امرنا بتركهم ومايعتقدون شامى نعمانى ص ۳۸۷/ ج ۲/ (باب نكاح الكافر) شامى كراچى ص ۱۸۶/ ج ۳/.

غیر مسلم سے نکاح

سوال:- ایک غیر مسلم شخص نے ایک مسلم عورت سے نکاح کر رکھا تھا اور اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ رکھا تھا۔ اس عورت کے کوئی اولاد نہیں ہوتی، تو وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ تم اپنی لڑکی کی شادی میرے خاوند سے کردو۔ چنانچہ میں نے اس عورت کا اعتبار کر کے لڑکی کی شادی اس شخص سے کردی۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ لڑکی صرف دو۲/ یوم اس کے پاس رہی، اس کے بعد وہاں نہیں گئی۔ اب وہ شخص چار سال سے لاپتہ ہے۔ تلاش کے بعد بھی اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی نے وہاں کفر وشرک دیکھا، مثلاً یہ کہ بت کو سجدہ کیا گیا تو شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا۔ آپ نے سخت غلطی کی کہ بلا تحقیق اپنی لڑکی کو ایسی جگہ جھونک دیا۔ اب باقاعدہ شریعت کے مطابق جانی پہچانی مناسب جگہ اس کا عقد کردیں اور اس عورت کو بھی وہاں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کریں جس نے اس نکاح کی سفارش کی تھی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۳۹۵ھ

دھوکہ دیکر کافر سے نکاح

سوال:- ایک مسلمان شخص نے ایک کافر عورت کو رکھ لیا، پہلے شوہر سے اسکے دو لڑکے ہیں جو کافر ہی ہیں، اس مسلمان شخص کے دوست نے ایک غریب مسلمان لڑکی کو دھوکہ دیکر اس سے اس عورت کے کافر لڑکے سے نکاح کرادیا اور لڑکی کو رخصت کردیا، جب لڑکی کو معلوم ہوا کہ

---

[1] ولایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی. عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۲/ ج ۱/ الباب الثالث، القسم السابع المحرمات بالشرک، بدائع زکریا ص ۵۵۴/ ج ۲/ کتاب النکاح، اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة.

اسکا کافر لڑکے سے نکاح کیا گیا ہے تو لڑکی سخت بیزار ہوئی اور اس کافر کے پاس جانے کو تیار نہیں، اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور جس نے یہ نکاح کیا ہے اسکے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا[1] لڑکی ہرگز اس خبیث کافر کے پاس نہ جائے۔ جس نے یہ فریب کیا ہے وہ انتہائی درجہ بے غیرت اور سخت گنہگار ہے۔ ہمیشہ اس کے فریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جس نے کافر عورت کو رکھ لیا ہے وہ بھی زنا کاری میں مبتلا ہے۔ اس سے اس عورت کو الگ کر دیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح

سوال:- میں نے اپنی لڑکی کی شادی ناآشنائی میں ایک جگہ کی، جس وقت میری لڑکی اپنی سسرال کو گئی تو پتہ چلا کہ وہ دوسرے مسلک کے آدمی ہیں۔ یہ بھی نہیں طے کر سکتا کہ وہ کونسا مسلک ہے جس کی وہ لوگ اقتداء کرتے ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ انھوں نے صبح کو میری لڑکی سے کہا کہ روزہ رکھو۔ میری لڑکی نے کہا ہم نے کہیں ایسا روزہ نہیں رکھا۔ ان لوگوں نے روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطار کر لیا۔ میری لڑکی کو بہت زیادہ مطعون کیا۔ ان کے بڑے

[1] لایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی (هندیه کوئٹه ص ۲۸۲/ج ۱/الباب الثالث فی المحرمات، القسم السابع، بدائع زکریا ص ۵۵۴/ج ۲/اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة.

[2] یجب علی القاضی التفریق بینهما، الدر مع الشامی کراچی ص ۱۳۳/۳، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، هندیه کوئٹه ص ۳۳۰/۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد،

ولاتنکحو المشرکات حتیٰ یومن، ولاتنکحوالمشرکین حتی یومنوا الأیة، سوره بقره آیت نمبر ۲۲/ پ ۲/. **ترجمہ:** اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں (بیان القرآن)

بھائی کے گھر میں شیعہ کی لڑکی ہے، ان کا کوئی طریقہ مسلمانوں جیسا نہیں ہے۔ نماز کا آج تک ثبوت نہیں ملا کہ کبھی انھوں نے پڑھی ہے۔ اس کے بارے میں بہت زیادہ متفکر ہوں کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں جھوٹ بہت زیادہ بولتے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اپنی لڑکی وہاں بھیجوں یا نہیں؟ یا یہی مناسب ہے جس طرح ہوگیا؟ خیال ایسا ہے کہ شاید نباہ نہ ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا تحقیق وتفتیش کے لڑکی کی شادی کر دینا غیر دانشمندانہ فعل ہے جس سے لڑکی کی زندگی بھی تباہ ہوسکتی ہے دین بھی خراب ہوسکتا ہے۔ اب تحقیق کی جائے اگر شوہر کے عقیدے اسلامی عقیدے نہیں۔ نماز کو فرض نہیں کہتے، روزہ کو محض عصر کے بعد تک کہتے ہیں غروب تک نہیں کہتے ہیں تو ایسے شخص سے نکاح ہی درست نہیں[1] لڑکی کو وہاں سے علیٰحدہ کرلیا جائے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/ ۹۲ھ

مغل باشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح

سوال:- مغل باشاہوں نے جو ہندو عورتوں سے نکاح کیا اور ان سے جو اولاد ہوئی وہ حلالی ہوئی یا حرامی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ کسی ہندو لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک وہ

---

[1] لایجوز نکاح المجوسیات ولاالوثنیات ،وکل مذهب یکفر به معتقده الهندیة ص ۲۸۱/ ج ۱/القسم السابع المحرمات بالشرک،بدائع زکریاص ۵۵۴/ ج ۲/اسلام الرجل اذاکانت المرأة مسلمة.

[2] یجب علی القاضی التفریق بینهما،الدرمع الشامی کراچی ص ۱۳۳/ ج ۳/باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد،بدائع زکریاص ۵۵۴/ ج ۲/اسلام الرجل اذاکانت المرأة مسلمة.

اسلام قبول نہ کرے بغیر قبول اسلام اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ولا تنکحوا المشرکات. الایۃ[1]۔ اب یہ سوال اس طرز پر بے محل ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال:- زید تعلیم یافتہ ہے اور گورنمنٹ سروس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے اس کا کہنا ہے کہ ان کے ہونے والے داماد ''رام'' نے اسلام قبول کرلیا ہے لیکن خفیہ طور پر اور سوائے زید کے یہ اسرار اور کوئی نہیں جانتا اور کچھ مصلحت جائیداد وغیرہ کی بنا پر رام نے اپنا ہندو نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اب زید چاہتا ہے کہ ان کی لڑکی مسلمہ کا نکاح رام سے کردیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنا پرانا ہندو نام رکھ سکتا ہے؟

رام کے سلسلہ میں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کے مسلمان ہونے کی شہادت صرف ایک آدمی یعنی زید ہی دیتا ہے۔ اس کے ثبوت میں ان کے پاس نہ تو کوئی تحریری اعلان ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح اس کا کفر سب کو معلوم ہے وہ مخفی نہیں ہے اسی طرح اس کے اسلام کا بھی اعلان ہونا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ وہ مجمع میں اسلام قبول کرے یا اپنے مسلمان ہوجانے کا اعلان کرے خواہ اس طرح کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۲۱/۔ **ترجمہ:** اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے۔ ومنھا ان لاتکون المرأۃ مشرکۃ اذا کان الرجل مسلماً فلایجوز للمسلم ان ینکح المشرکۃ لقولہ تعالی ولاتنکحوا المشرکات الخ بدائع الصنائع کراچی ص ۲۷۰/ ج ۲/ عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۲/ ج ۱/ القسم السابع المحرمات بالشرک.

کرے[1] مسئولہ طریقہ پر اس کے خفیہ اسلام کا سہارا لیکر اس سے مسلمان لڑکی کی شادی نہ کی جائے[2] اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام اسلامی رکھا جائے، پرانا ہندوانہ نام بدل دیا جائے۔ جائیداد وغیرہ کی مصلحت سے اسلام کو مخفی رکھنا اور اپنا پرانا نام باقی رکھنا اور مسلمان لڑکی سے شادی کر لینا خطرناک تلبیس ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۲/۸۸ھ

نکاح مرتدہ

سوال:- مسماۃ غفوراً مرتدہ ہوکر عیسائی ہوگئی اور عرصہ تک عیسائی مشن میں رہی بدقت تمام اس کو وہاں سے نکالا گیا اور پھر مسلمان کر کے مسمیٰ عبداللہ مسماۃ کے سوتیلے باپ کے برادرزادہ سے اس کا نکاح کیا گیا عورت مذکور کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات ہیں۔

(۱) بحالت ارتداد مسماۃ غفوراً کا نکاح شوہر سابق سے باقی رہا یا نہیں؟

(۲) اگر نکاح سابق مرتد ہونے سے فسخ ہوگیا تو عقد ثانی جو عبداللہ سے ہوا تو صحیح ہوگا لہٰذا بصحت عقد ثانی شوہر سابق کا شوہر ثانی عبداللہ سے مسماۃ کے مہر کا معاوضہ کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر سابق نکاح بدستور قائم رہا تو عقد ثانی جو مسمیٰ عبداللہ سے ہوا اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] واسلامه ان يتبرأ عن الاديان سوى الاسلام اوعما انتقل اليه بعد نطقه بشهادتين الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۳۶۱/ ج۶/باب المرتد مطلب مايشك انه ردة لايحكم بها، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۲۸/ ج۵/كتاب السير باب احكام المرتدين، مجمع الانهر ص ۴۸۹/ ج۲/كتاب السير والجهاد باب المرتد مطبع دارالكتب العلمية بيروت.

[2] ومنها اسلام الرجل اذا كنت المرأة مسلمة فلايجوز انكاح المؤمنة الكافر الخ، بدائع كراچی ص ۲۷۱/ ج۲/فصل ومنها اسلام الرجل، عالمگيری كوئٹه ص ۲۸۲/ ج۱/القسم السابع المحرمات بالشرك.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں مسماۃ مذکور کے لئے جائز نہیں کہ علاوہ شوہر سابق کے کسی اور سے نکاح کریں بلکہ اگر شوہر اول اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً عورت پر جبر کیا جاوے گا کہ شوہر اول سے نکاح اول کی تجدید کرلے ولیس للمرتدة التزوج بغیر زوجها وبه یفتیٰ درمختار[۱] وقال الطحطاوی وقوله تجبر علیٰ تجدید النکاح مع الزوج فلکل قاض ان یجدد النکاح بمهر یسیرو لوبدینا ررضیت ام لاوتمنع من التزوج بغیره بعد اسلامها قال فی البحر ولایخفیٰ انه محله اذا طلب الاول ذٰلک اما اذا اوصی بتزوجها من غیره فهو صحیح لان الحق له وکذلک لولم یطلب تجدید النکاح واستمرساکتاً لایجدده القاضی حیث اخرجها من بیته[۲].

(۲) شوہر سابق کو شرعاً حق حاصل ہے کہ مسماۃ مذکورہ کا عبداللہ سے مطالبہ کرے اگر اس کے نکاح سے راضی نہیں ہے۔ اگر اس کے نکاح سے راضی ہے اور خود تعلق زوجیت کو ختم کر چکا ہے تو مطالبہ کافی نہیں[۳]۔

(۳) شوہر سابق اگر راضی نہیں عورت کے اس نکاح ثانی سے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا لیکن اگر شوہر سابق عورت کے اس نکاح ثانی سے راضی ہے تو یہ صحیح ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: عبداللطیف ۳۰/ذی الحجہ ۵۱ھ

---

[۱] الدرالمختار زکریا ص ۴۰۰/ج۶/باب المرتد، کتاب الجهاد ،فتاوی عالمگیری ص ۳۳۹/ ج ۱/کتاب النکاح ،الباب العاشر فی نکاح الکفار ،مجمع الانهر ص ۵۴۷/ج ۱/کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] طحطاوی علی الدر المختار ص ۸۵، ۸۴/ج ۲/باب نکاح الکافر مطبع دار المعرفة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۶۷/ج ۴/کتاب النکاح باب نکاح الکافر، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۵/ج ۳/باب نکاح الکافر مجمع الانهر ص ۵۴۷/ج ۱/باب نکاح الکافر مطبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳]، [۴] حوالۂ بالا۔

مرتد کی زمانۂ ارتداد کی اولاد سے رشتۂ نکاح

سوال:-شوکت علی صاحب مسلمان سے قادیانی ہوگئے۔تقریباً آٹھ برس تک قادیانی رہے۔علماءِ دیوبند اورعلماء اہل حدیث سے مناظرہ ہوا۔ پھر وہ تائب ہوکر مسلمان ہوگئے،جس کا اعلان اخبارات میں کردیا گیا۔سوال یہ ہے کہ اس عرصہ میں جواولاد ہوئی اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے۔ وہ باپ کے تابع ہوکرمسلمان ہیں یانہیں؟ان سے رشتہ کیا جاسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوشخص مرتد ہوجائے (نعوذ باللہ) اورپھرحق تعالیٰ کی توفیق سے اسلام قبول کرے اس کا اسلام قبول ہے۔اس کی جواولاد حالت ارتداد میں پیدا ہوئی وہ اگر ناسمجھ ہےتو اس کے قبول اسلام سے وہ اولاد بھی مسلمان شمار ہوگی اور جواولاد حالت اسلام میں پیدا ہوئی وہ بھی مسلمان ہے،جوارتداد سے قبل کی ہے وہ بھی اب مسلمان ہے[1] الا یہ کہ بالغ اولاد (خدانخواستہ) خودہی قادیانیت کواختیار کرلے۔ ہرمسلم سے شادی بیاہ درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۵/۱۱/۸۹ھ

---

[1] الولد یتبع خیر الابوین دیناً،بان کانا کافرین فاسلم او اسلمت ثم جاء ت بولد قبل العرض علی الآخروالتفریق او بعده فی مدة یثبت النسب فی مثلها او کان بینهما ولد صغیرقبل اسلام احدهما فانه باسلام احدهما یصیرالولد مسلماً الخ شامی زکریاص ۳۷۰/ ج۴/مطلب الولد یتبع خیر الابوین دیناً کتاب النکاح النهرالفائق ص ۲۸۶/ج۲/باب نکاح الکافر کتاب النکاح دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ومنها المحل القابل وهی المرأة اللتی احلها الشرع بالنکاح عالمگیری کوئٹه ص۲۶۷/ ج ۱/کتاب النکاح،شامی زکریاص ۶۰/ج۴/اول کتاب النکاح.

رافضی مرد عورت سے نکاح اور ان کے عقائد

سوال:- رافضی عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ یا رافضی مرد کا سُنیہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ اور لاتنکحوا المشرکین حتی یومنوا سے کیا مراد ہے۔ لیکن مشرکوں سے مسلمانوں کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رافضی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جس پر کفر کا فتویٰ ہے، اس رافضی مرد وعورت سے کسی سنی العقیدہ مرد وعورت کا نکاح درست نہیں۔ جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو ایسی عورت سے سنی مرد کے نکاح میں وہی تفصیل ہے جو عنوان (رضا خانی عورت سے نکاح) میں ہے اور ایسے مرد سے سنی العقیدہ عورت کا نکاح بالکل نہ کیا جائے اور اس میں بظن غالب خطرہ ہی خطرہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۶/۴/۵ھ

جو مسلمان عیسائی ہو جائے اس کا نکاح

سوال: جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور مرتدین عیسائیوں سے رشتۂ مناکحت قائم کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے کیا یہ مرتد لوگ بھی اہل کتاب ہیں اور ان مرتدین سے تعلقات

---

[1] وبھٰذا ظھران الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علّی اوان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق اویقذف السیدة الصدیقة فھو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین با لضرورة بخلاف ما اذا کان یفضل علیه اویسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر. شامی زکریا ص ۱۳۵ / ج ۴ / کتاب النکاح مطلب مھم فی وطء السراری الخ، طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۸۳ / ج ۲ / باب المرتد، دارالمعرفة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۴ / ج ۲ / الباب التاسع فی احکام المرتدین.

رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں، جو امام مسجد ایسے لوگوں کے ساتھ موالات رکھے ان کا کھانا کھائے اس کا کیا حکم ہے؟ جو شخص مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ) تو کیا ان کی لڑکیوں کا رشتہ لینا جائز ہے؟ آیات قرآنیہ سے اس کو واضح فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص پہلے مسلمان تھا پھر مذہب عیسائی اختیار کر لیا (العیاذ باللہ) تو یہ شخص مرتد ہے ایسے شخص کا نکاح کسی مسلمہ، کافرہ، مرتدہ سے جائز نہیں اور جو عورت ارتداد اختیار کرے اس کا بھی نکاح کسی سے درست نہیں مرتد عیسائی کی لڑکی بھی اگر مرتدہ ہو تو اس سے بھی نکاح ناجائز ہے۔ ولا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط اھ عالمگیری[1] ص ۲۸۲/ج ۱/ مرتد سے موالات حرام ہے الا یہ کہ نرمی سے اس کے اسلام کی توقع ہو تو حسن تدبیر سے اس کو تبلیغ کی جائے اور محاسن اسلام پر متوجہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/ ۶۴ھ

بوھرہ لڑکی اگر اسلام قبول کر لے اس کا حکم

سوال:- اگر داؤدی بوھرہ قوم کی لڑکی اسلام قبول کر لے تو وہ اپنے شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی یا نہیں؟

---

[1] فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۲/ج ۱/الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السابع المحرمات بالشرک البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۰۹/ج ۳/باب نکاح الکافر، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۷۶/ج ۴/کتاب النکاح باب نکاح الکافر.

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے اس قوم کے عقائد کا حال معلوم نہیں[۱] مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی غیر مسلم عورت اسلام قبول کرلے اور اس کا شوہر اسلام قبول نہ کرے تو تین حیض گذرنے پر اس کا نکاح ختم ہو جائے گا[۲] پھر تین حیض عدت واجب ہوگی۔ اس کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

شیعہ سے نکاح

سوال:- زید مذہب شیعہ رکھتا ہے اور وہ تفضیلی شیعہ نہیں بلکہ جو لوگ سب وشتم صحابہ کرامؓ کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ حضرت علیؓ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوا تھا یا حضرت علیؓ کو نبی آخرالزماں مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتا ہے یا

---

[۱] بوھرہ مغربی ہند کا ایک فرقہ (جو زیادہ تر ہندو نسل سے ہے اور جس میں کسی قدر یمنی عربوں کے خون کی آمیزش ہے) یہ لوگ بیشتر اسماعیلی فرقہ کے شیعہ ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۶۸/ج ۵/دانش گاہ پنجاب)

[۲] واذا اسلمت المرأة فی دار الحرب وزوجها کافر او اسلم الحربی وتحته مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها، ہدایہ ص ۲/۳۴۷، باب نکاح اهل الشرک، مکتبہ تھانوی دیوبند، عالمگیری ص ۱/۳۳۸، الباب العاشر نکاح الکفار، شامی نعمانیہ ص ۲/۳۹۰، شامی بیروت وکراچی ص ۳/۱۹۱، باب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل الخ،

[۳] وجزم الطحطاوی بوجوبها (ای العدة) (شامی نعمانیه ص ۳۹۱/ج ۲/باب نکاح الکافر، شامی بیروت ص ۱۹۱/ج ۳/البحر الرائق ص ۲۱۳/ج ۳/باب نکاح الکافر، مطبوعه کوئٹه.

قرآن شریف کو محرف مانتا ہے یا حضرت عائشہؓ پر تہمت لگاتا ہے یا شیخین کو کافر اعتقاد کرتا ہے یا صحابہؓ کی سب وشتم کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اگر شروع ہی سے اس کا عقیدہ ایسا ہے تب تو اس سے سنی عورت کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا[1] اگر نکاح کے بعد ایسا عقیدہ ہو گیا تو جب سے ایسا عقیدہ ہوا نکاح فوراً فسخ ہو گیا۔ لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشةؓ او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن اھ ردالمحتار[2] ص ۴۵۳/ ج ۴/. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف یکم رمضان ۱۳۵۵ھ

سُنیہ کا نکاح شیعہ سے

سوال: - ہندہ کا نکاح زید سے ہو چکا ہے اور اس کے والدین سنی المذہب اہلِ سنت والجماعت سے ہیں۔ مسماۃ مذکورہ اور اس کے باپ دونوں نیک اور صالح ہیں اور زید شیعی المذہب سب وشتم کرنے والا ہے، اپنے مذہب میں غالی ہے، مسماۃ مذکور کے والدین اپنی لڑکی کو زید کو دینے کے لئے بوجہ اس کے شیعہ ہونے کے بالکل تیار نہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شیعہ اور سنیہ کا نکاح ہو سکتا ہے؟ یا اگر نکاح صحیح نہیں ہے تو لڑکی کے والدین

---

[1] ومنها اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة فلایجوز انکاح المؤمنة الکافر الخ بدائع کراچی ص ۲۷۱/ ج ۲/ فصل ومنها ان لاتکون المرأة مشرکة الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۲/ ج ۱/ القسم السابع المحرمات بالشرک فتح القدیر ۴۱۷/ ج ۳/ باب نکاح الکافر دارالفکر.

[2] شامی زکریا ص ۳۷۸/ ج ۶/ مطلب مهم: فی حکم سب الشیخین (باب المرتد) طحطاوی علی الدر ص ۴۸۳/ ج ۲/ باب المرتد، دارالمعرفة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۴/ ج ۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین.

بغیر فسخ کرائے دوسری جگہ نکاح کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فسخ کرانا ضروری ہے تو صورت فسخ کیا ہوگی؟ بالتفصیل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کفریہ عقائد رکھتا ہے مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی الوہیت کا معتقد ہے یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انھوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی، یا اور کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے جو کہ صریح قرآن اور نصوصِ قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتداء ہی سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا[1] لہٰذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر زید صرف سب وشتم کرتا ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، بعض تکفیر کرتے ہیں بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں[2] ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر زید سے طلاق حاصل کر لی جائے یا خلع کر لیا جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو حاکم مسلم کی عدالت سے فسخ کرا لیا جائے۔ قال الشامی بعد نقل العبارات من الکتب (المختلفة) نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشةؓ او انکر صحبة الصدیق اواعتقد الالوهیة فی علی اوان جبرئیلؑ غلط فی الوحی اونحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن

---

[1] ومنها اسلام الرجل اذاکانت المرأة مسلمة فلایجوز انکاح المؤمنة الکافر الخ، بدائع کراچی ص ۲۷۱/ ج۲/ فصل ومنها ان لاتکون المرأة مشرکة الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۲/ ج ۱/ القسم السابع المحرمات بالشرک فتح القدیر ۴۱۷/ ج۳/ باب نکاح الکافر دارالفکر.

[2] بخلاف مااذاکان یفضل علیه اویسب الصحابة فانه مبتدع لاکافر، شامی زکریا ص ۱۳۵/ ج۴/ کتاب النکاح، مطلب مهم فی وطء السراری، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۶۴/ ج۲/ الباب التاسع فی احکام المرتدین.

ردالمحتار[1] ص ۴۵۳ / ج ۴ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۹/ ۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عیسائی لڑکی سے نکاح

سوال: - دین اسلام کی رو سے اہل کتاب سے نکاح کی اجازت ہے۔ اس مسئلہ کی رُو سے کیا ایک مسلمان عیسائی رومن کیتھولک لڑکی سے شادی کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں بچوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو مذہب اسلام کی تعلیم پر اٹھایا جائے۔ لیکن لڑکی کو چرچ کی جانب سے شادی کی اجازت صرف اس وقت مل سکتی ہے جب کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ کم از کم بچوں کو بپتھم (مذہبی رسم) کیا جائے۔ ان بچوں کے مذہب اسلام پر اٹھانے پر چرچ کو اعتراض نہیں ہے۔ کیا یہ شرط منظور کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کی شادی کی گنجائش ہے[2] لیکن اس میں مفاسد ہیں حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرمایا ہے[3] اس لئے جہاں تک ہوسکے ایسا قدم نہ اٹھایا جائے[4]۔ اگر

---

[1] شامی زکریا ص ۳۷۸ / ج ۶ / مطلب مهم : فی حکم سب الشیخین (باب المرتد)

[2] کل من یعتقد دینا سماویاً له کتاب منزل کصحف ابراهیم وشیث وزبورداؤد فهومن اهل الکتاب فتجوز مناکحتهم، عالمگیری ص ۲۸۱ / ۱، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرک، شامی ص ۴۵ / ۳، فصل فی المحرمات، کتاب النکاح، دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص ۲۲۸ / ج ۳ / فصل فی المحرمات دارالفکر.

[3] فمن المتزوجین حذیفة وطلحة وکعب بن مالک وغضب عمر فقالوا نطلق یاامیر المؤمنین وانما کان غضبه لخلطة الکافرة بالمؤمن وخوف الفتنة علی الولد، فتح القدیر ص ۲۳۰ / ج ۳ / مطبوعه دارالفکر.

(حاشیہ نمبر ۴ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کوئی مسلمان کسی ایسے مقام میں ہو جہاں مسلم عورت نہ مل سکتی ہو اور دوسری جگہ سے بھی انتظام دشوار ہو اور اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں تنگی نہیں۔ بچے مسلمان ہوں گے، چرچ کی جانب سے ان کے اوپر عیسائی ہونے کا شرعاً حکم نہ ہوگا بلکہ یہ عمل بیکار ہوگا شرط کریں یا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلمان کا عیسائیہ سے نکاح

سوال:- (۱) ایک مسلمان مرد ایک عیسائی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا اس سے نکاح جائز ہوگا؟

(۲) مسلمان مرد شریعت محمدیؐ کا پابند ہے مگر اس کی عیسائی بیوی اپنے عیسائی مذہب پر سختی سے پابند ہے کیا ایسی حالت میں ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے نکاح میں سخت مفسدہ اور خطرہ ہے مسلمان شوہر کا اپنے اسلام پر باقی رہنا مشکل ہے اولاد بھی ماں کے اثر کو قبول کرے گی خاندان کے دوسرے افراد بھی متاثر ہوں گے۔ اس لئے ایسا ارادہ ہرگز نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۴۰۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۴] وصح نكاح كتابية و إن كره تنزيها الدرالمختار وفي الشامية: ويجوز تزوج الكتابيات والأولىٰ أن لايفعل ولايأكل ذبيحتهم إلا لضرورة الشامي ص ۴۵/ج۳/ فصل في المحرمات، مطبوعه دارالفكر، البحر كوئٹه ص ۱۰۳/ج۳/فصل في المحرمات كتاب النكاح.

[1] وصح نكاح كتابية وان كره تنزيها مومنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وان اعتقدوا المسيح الها، ففي الفتح ويجوز تزوج الكتابيات، والاولى ان لايفعل وتكره الكتابية الحربية اجماعاً لافتتاح باب الفتنه (درمختار مع الشامي ص ۴۵/ج۳/مطبع كراچي فصل في المحرمات، فتح القدير ص ۲۳۰/ج۳/ مطبوعه دارالفكر، البحر كوئٹه ص ۱۰۳/ج۳/فصل في المحرمات، كتاب النكاح.

جس کا شوہر شیعہ ہو جائے اس کا حکم

سوال: - زید اپنی منکوحہ کے نان ونفقہ سے عرصہ آٹھ سال سے دست بردار ہے کیا اس کی منکوحہ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی بروئے شریعت اجازت ہے اور زید مذہباً شیعہ ہو گیا ہے اور مفقود الخبر بھی نہیں ہے۔ بینوا بالبرهان وتوجروا من رب الرحمان.

الجواب حامداً ومصلیاً

روافض کے فرقے مختلف ہیں جن میں سے اکثر کافر ہیں اور بعض مومن مگر فاسق ہیں۔ جو فرقے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مصاحب النبیؐ ہونے کا انکار کرتے ہیں یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل مانتے ہیں۔ یا اس بات کے قائل ہیں کہ آئندہ کوئی نبی پیدا ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کرے گا وغیرہ وغیرہ من الکفر الصریح یہ سب فرقے کافر ہیں اور شرعاً مرتد کے حکم میں ہیں نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق اواعتقد الالوهیة فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ردالمحتار[1] ص ۴۵۳/ج ۳/ عالمگیری میں ہے ص ۸۸۵/ج ۲/ احکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة[2]۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بدکاران فرقوں میں سے کسی فرقے میں شامل ہو جاوے تو مرتد ہے اور ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاویگا تنویر ص ۲۲۰/ج ۱/ میں ہے وارتداد احدهما فسخ عاجلاً[3] اور جو فرقے شیعہ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۹۴/ج ۳/ شامی کراچی وبیروت ص ۲۳۸/ج ۴/ باب المرتد.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۲۶۴/۲، کتاب السیر، الباب الباسع فی احکام المرتدین، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۴۸۳/۲، باب المرتد، مطبع دارالمعرفة بیروت، شامی زکریا ص ۳۷۸/ج ۶/ باب المرتدمطلب فی حکم ساب الشیخین.

[3] شامی نعمانیه ص ۳۹۲/ج ۲/ شامی بیروت ص ۱۹۳/ج ۳/ باب نکاح الکافر، خلاصة الفتاوی رشیدیه ص ۳۸۳/ج ۴/ کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۹، ج ۱، باب العاشر فی نکاح الکافر،

کے ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے البتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں وہ کافر نہیں بلکہ مومن ہیں لیکن فاسق ہیں اگر زید ان میں داخل ہوا ہے تو اس سے ان کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نفقہ نہ دینے کی وجہ سے اندریں صورت اس کی عورت کے لئے جائز نہیں کہ دوسری جگہ اپنا نکاح کرے۔

ولایفرق بینهما بعجزه عنها شامی نعمانیہ[1] ص ۶۵۶ / ج ۲ / کیونکہ وہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، البتہ عورت کو حق ہے کہ شوہر پر نفقہ کے مطالبہ کا دعویٰ کرے اگر شوہر کے پاس نفقہ دینے کی گنجائش نہیں بلکہ وہ تنگدست ہے تو حاکم عورت کو اجازت دیدیگا کہ وہ قرض لے کر اپنا نفقہ پورا کرے اور اس قرض کی ادائیگی شوہر پر ہوگی۔ **ومن اعسر بنفقة امرأته لم یفرق بینهما ویقال لها استدینی علیه هدایہ[2] ص ۴۱۹ / ج ۲ /** اور اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کی گنجائش ہے تو حاکم اس کے اوپر جبر کریگا اور اس کے مال سے نفقہ دے گا۔ **ولو امتنع عن الانفاق علیها مع الیسر لم یفرق ویبیع الحاکم علیه ماله ویصرفه فی نفقتها فان لم یجدماله یحبسه حتی ینفق علیها ولایفسخ فتح القدیر[3] مصری ص ۳۲۹ / ج ۳ /.**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن

صحیح: عبداللطیف ۶ / محرم الحرام ۵۲ھ

---

[1] شامی کراچی وبیروت ص ۵۹۰ / ج ۳ / باب النفقه، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۵۵۱ / ج ۱ / الباب السابع عشر فی النفقات الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

[2] هدایه ص ۴۳۹ / ج ۲ / باب النفقه، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الفتاوی الهندیه کوئٹه ص ۵۵۰، ۵۵۱ / ج ۱ / الباب السابع عشر فی النفقات الفصل الاول.

[3] فتح القدیر ص ۳۹۰ / ج ۴ / باب النفقة، مطبوعه دارالفکر،

شوہر شیعہ ہوجائے تو اس کے نکاح کا حکم

سوال:- ایک سنی عورت کا نکاح ایک سنی مرد سے ہوا اور عرصہ تقریباً آٹھ نو سال آباد رہی مگر شامت اعمال سے وہ مرد سنی مذہب کو ترک کر کے مذہب شیعہ تبرائی میں داخل ہوگیا اور حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں بیبا کانہ، ظالم، غاصب الفاظ تک العیاذ باللہ استعمال کرنے لگا۔ چونکہ عورت اپنے مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم تھی اس لئے اس سے متنفر ہوئی اور دونوں کے باہمی مذہبی اختلاف اور ناچاقی شروع ہوگئی آخر نوبت بایں جارسید کہ شیعہ مرد نے تنگ آ کر عورت کو طلاق مغلظہ دیدی اور عورت میکے چلی گئی۔ لیکن گواہان طلاق اہل تشیع ہیں جو مذہبی پاسداری کے سبب سے قاضی کے روبرو گواہی دینے سے انحراف کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ہمارے شیعہ مذہب میں طلاق مغلظہ واقع ہی نہیں ہوتی بعدازاں مرد شیعہ نے ایک عورت شیعہ سے نکاح کرلیا اور عرصہ تک وہ بھی اس کے ساتھ آباد رہی آخر اس کو بھی بوجہ کسی نااتفاقی کے اس مرد نے گھر سے نکالدیا اب وہ پھر شیعہ مرد اس پہلی عورت سنی کو اپنے گھر آباد کرنے کے لئے لیجانا چاہتا ہے۔ کیا ایسا شخص جس کا مذکورہ بالا حال ہے۔ وہ اس سنی عورت کو آبادی کے واسطے اپنے گھر شرعاً لیجاسکتا ہے اور ایسے تبرائی کا نکاح سنیہ عورت حنفیہ سے رہ سکتا ہے یا باطل ہوجاتا ہے اور اس میں قضاء قاضی کی بھی شرط ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر مفصل جواب بحوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ وعندالرسول ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے[1] اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اسلام وایمان پر اجماع ہے

---

[1] عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ اخہ سمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لایرمی رجل رجلاً بالفسوق ولایرمیہ بالکفر الااردت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک بخاری شریف ص ۸۹۳/ ج ۲/باب ما ینھی عن السباب واللعن کتاب الادب، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند،

ان کو کافر کہنا بالیقین کفر ہوگا اور ان حضرات کی خلافت بھی اجماعی ہے لہٰذا ان حضرات کے حق میں ظالم اور غاصب وغیرہ الفاظ کا استعمال بھی خلاف اجماع ہے لہٰذا کفر ہے۔ وفی الفتح عن الخلاصة ان انکر خلافة الصدیقؓ او عمرؓ فهو کافر اھ لعل المراد انکار استحقاقهما الخلاصة فهو مخالف لاجماع الصحابة لا انکار وجودهما لهما بحر، رد المحتار ص ۵۷۶ ر[1] اور شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے قضاء قاضی کی شرط نہیں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے اور پورا مہر اس کو دلایا جاتا ہے اور غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہوتی اور نصف مہر اس کو دلایا جاتا ہے۔ وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ فلاینقص عدد عاجل بلاقضاء فللموطوءة ولو حکما کل مهرها لتاکده به ولغیرها نصفه، درمختار، قال الشامی فی قوله بلاقضاء ای بلاتوقف علیٰ قضاء القاضی وکذا بلاتوقف علیٰ معنی عدة فی المدخول بها کما فی البحر شامی[2] ص ۶۰۶ ر ج ۲ ر لہٰذا اگر عدت گذر چکی ہے تو اس عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا درست ہے اس شیعہ کے یہاں کسی طرح جانا جائز نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان ۱۳۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲ ر رمضان ۱۳۵۴ھ

ایضاً

سوال: - ایک شخص اہل سنت کا نکاح عرصہ ۱۴ ر ماہ وسال کا ہوا ہوگا۔ آج تک لڑکی

---

[1] شامی دارالفکر ص ۵۶۱ ر ج ۱ ر مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة البحر کوئٹہ ص ۱۲۱ ر ج ۵ ر باب احکام المرتدین کتاب السیر، تاتارخانیہ ص ۴۸۵ ر ج ۵ ر کتاب احکام المرتدین ادارة القرآن.

[2] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۶۶ ر ج ۴ ر باب نکاح الکافر، فتاوی عالمگیری ص ۳۳۹ ر ج ۱ ر باب نکاح الکافر، هدایه ص ۳۴۸ ر ج ۲ ر باب نکاح اهل الشرک، مکتبه تهانوی دیوبند.

کے والدین نے شوہر کے پاس نہیں بھیجا اکثر یہ اوقات یہ کہتا رہا کہ مجھ کو بدلا دو یا کچھ رقم دو، اب عرصہ دوسال سے یہ ظاہر کیا کہ لڑکا شیعہ ہوگیا ہے جس کی بابت دیوبند کے علماء صاحبان سے دریافت کیا تو یہ بتلایا گیا ہے کہ لڑکا شیعہ ہوگیا ہے تو اس کا نکاح جائز نہیں رہا حرام ہوگیا۔ یہ تحریر برادری میں پیش کی جو جو گواہان کے دستخط ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ لڑکے کو ہم نے شیعہ ہوتے نہیں دیکھا بلکہ ان ہی لوگوں کی زبانی سے سنا ہے۔ اگر واقعی نکاح حرام ہوگیا۔ تو کس صورت سے اس کے متعلق جو فتویٰ ہو تحریر ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکے نے شیعہ کے وہ عقائد اختیار کر لئے ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے تو نکاح فسخ ہوگیا[1] اگر عقائد کفریہ اختیار نہیں کئے۔ تو نکاح فسخ نہیں ہوا تاہم بہتر یہ ہے کہ اس شخص کے عقائد سمجھا کر درست کر دیئے جائیں کیونکہ رفتہ رفتہ زیادہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس کا اثر عورت پر بھی پڑے گا۔ شیعہ کے عقائد کفریہ ہیں۔ حضرت عائشہ پر تہمت لگانا، حضرت علیؓ میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھنا یا ان کو نبی آخر الزماں ماننا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ انہوں نے وحی پہنچانے میں غلطی کی۔ قرآن شریف کو محرف ماننا[2] وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[1] وارتداد احدهما فسخ عاجل، شامی نعمانیه ص ۲/۳۹۲، شامی بیروت ص ۳/۱۹۳، باب نکاح الکافر،

[2] لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی اوان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن، شامی نعمانیه ص ۳/۲۹۴، شامی کراچی ص ۴/۲۳۸/ باب المرتد، طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۸۳/ ج ۲/باب المرتد، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

کتابیہ سے نکاح

سوال:- زید مسلمان ہے وہ کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے یانہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کوئی شرط وغیرہ تو نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

عالمگیری میں ہے[1]۔ **وکل من یعتقد دیناً سماویاً ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وزبور داؤد فھومن اھل الکتاب فیجوز مناکحتھم واکل ذبائحھم.** نیز درمختار ص۲۸۹/ج۲/علیٰ ہامش الردالمحتار[2] میں ہے **وصح نکاح کتابیۃ.** نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے **والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الخ**[3]۔پ۶/سورہ مائدہ۔

مذکورہ بالاعبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ (عیسائی ہو یا یہودی) سے نکاح کرسکتا ہے۔الحیلۃ الناجزہ ص۱۶۵ میں لکھا ہے کہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہوتو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دوشرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے۔اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کوکم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے یہودیہ و نصرانیہ ہو۔اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یانصرانیت اختیار نہ کی ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے۔لیکن بلاضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کومنع فرمادیا تھا

---

[1] الھندیۃ ص ۲۸۱/ج ۱/کوئٹہ پاکستان القسم السابع المحرمات بالشرک.

[3] وشامی کراچی ص۴۵/ج۳/ فصل فی المحرمات،البحر کوئٹہ ص۱۰۳/ج۳/باب المحرمات،فتح القدیر ص ۲۳۰/ج۳/فصل فی المحرمات کتاب النکاح مطبوعہ دارالفکر.

[4] سورۃ المائدہ پارہ۶/آیت۵/۔

اور جب عہدِ فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہے۔[1]

بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی انکے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کمسنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اسکے اثرات سے متأثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت حذیفہؓ وطلحہؓ وکعب بن مالکؓ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے۔ خفگی کی وجہ ابن ہمام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، وانما کان غضبه لخلطة الكافرة بالمومن وخوف الفتنة على الولد لانه فى صغره الزم لامه فتح القدیر[2] کتاب النکاح ص ۳۸۳/ نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہٰذا اسلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے، اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں خواہ کفر کی کوئی قسم ہو کتابی ہو یا غیر کتابی۔[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۸ھ

بحالت مجبوری اہل کتاب سے نکاح

سوال:- یہودی اور عیسائی جو کہ اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی لڑکیوں سے بغیر ان کو مسلمان کئے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] الحيلة الناجرة ص ۱۷۰/ خلاصة حكم الازواج مع اختلاف دين الازواج، كتب خانه اعزازيه ديوبند.

[2] فتح القدير ص ۲۳۰/ ج۳/ مطبوعه بيروت كتاب النكاح فصل فى بيان المحرمات.

[3] ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلايجوز انكاح المؤمنة الكافر الخ بدائع كراچى ص ۲۷۱/ ج۲/ فصل ومنها اسلام الرجل، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۲/ ۱/ القسم السابع المحرمات بالشرك.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان عورتیں نہ ہوں اور اس کو ابتلاء کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے اہل کتاب کی عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ اہل کتاب ہونے کے لئے ان کا دعویٰ بھی کافی ہے۔ کہ وہ اہل کتاب ہیں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے[1] بغیر مجبوری کے ان سے نکاح نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۴ھ

یہود ونصاریٰ عورتوں سے نکاح

سوال:- یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے مگر اس میں مفاسد زیادہ ہیں اس لئے پرہیز کرنا چاہئے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۹ھ

---

[1] وصح نكاح كتابية مومنة بنبى مرسل مقرة بكتاب واعلم ان من اعتقد دينا مساوياً وله كتاب منزل كصحف ابراهيم وشيث وزبور داؤد فهو من اهل الكتاب فنجوز مناكحتهم واكل ذبائحهم الخ، شامی زکریا ص ۱۳۴/ج۴/شامی کراچی باب المحرمات،

[2] ففى الفتح ويجوز تزوج الكتابيات والاولى ان لايفعل ولايأكل ذبيحها الالضرورة وتكره الكتابية الحربية اجماعاً لافتتاح باب الفتنة، شامی زکریا ص ۱۳۴/۴، فصل فى المحرمات، كتاب النكاح، مطلب مهم فى وطء السرارى الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۳/۳، فصل فى المحرمات، فتح القدير ص ۲۲۸/۳، فصل فى بيان المحرمات، مطبع دار الفكر،

[3] ملاحظ هو حواله بالا حاشيه نمبر: ۲/

انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال:- لڑکا انگریزی پڑھا ہوا ہے مسلمانوں کا لڑکا ہے اس لڑکے کا نکاح جو کہ انگریزی پڑھا ہوا ہے مسلمان لڑکی سے جائز ہے یا نہیں، ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انگریزی پڑھنے والے لڑکے کے اگر اعتقاد درست اور شریعت کے مطابق ہیں تو اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے درست ہے اگر اس کے عقائد درست نہیں بلکہ دہریہ ہے یا دوسرے عقائد اسلام کے خلاف رکھتا ہے تو مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۵/ذی قعدہ ۵۴ھ

اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے

سوال:- (۱) اگر کسی اہل حدیث لڑکی کا نکاح کسی حنفی دیوبندی لڑکے سے کر دیا جائے تو لڑکی کو اپنے عقیدہ ومذہب پر قائم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق باقی رہتا ہے کہ نہیں؟

[1] وحرم نكاح الوثنية بالاجماع (وفي الشامي) وكل مذهب يكفربه معتقده الخ، شامي زكريا ص ۱۲۵/ج۴/فصل في المحرمات البحر كوئٹه ص ۱۰۲/ج۳/فصل في المحرمات، فتح القدير ص ۲۳۱/ج۳/فصل في المحرمات، مطبع دار الفكر.

کیا کسی دیوبندی کو حق ہے کہ وہ اپنی اہل حدیث بیوی کو تبدیل عقیدہ پر مجبور کرے؟

سوال:- (۲) اہل حدیث لڑکی اپنا عقیدہ ومذہب تبدیل کئے بغیر حنفی دیوبندی لڑکے کی بیوی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ کیا حنفی دیوبندی شوہر یا اس کے خاندان کے لوگ زبردستی دباؤ دے کر اور طلاق کی دھمکی دے کر اہل حدیث لڑکی کو مذہب وعقیدہ تبدیل کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں؟ اور کیا جیٹھ، دیور وغیرہ سے پردہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفی دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان رفع یدین، آمین بالجہر، تورک، قنوت، تعداد وتر، تعداد تراویح، جمعہ فی القری، قرأۃ خلف الامام وغیرہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ دونوں کے پاس دلائل ہیں بحث دلائل کی قوت وضعف میں ہے، ترجیح ونسخ میں ہے۔ ان میں سے بعض میں تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہے۔ بعض میں واجب وغیر واجب کا اختلاف ہے۔ بایں ہمہ عقیدہ ایمانیہ جو کہ حدیث جبرئیل میں مفصل مذکور ہے۔ اس پر سب ہی متفق ہیں، پھر عقیدہ تبدیل کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اختلاف عقیدہ کی کوئی چیز ہے، مثلاً لڑکی کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید شرک ہے اور حنفی دیوبندی مشرک ہیں، تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ ایسی اہل حدیث لڑکی کا حنفی دیوبندی سے نکاح بھی صحیح ہوا یا نہیں۔ تبدیل عقیدہ کا سوال بعد کا ہے۔ جیٹھ دیور وغیرہ نامحرم ہیں، ان سے شرعی پردہ لازم ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللّٰہ ارایت الحموقال الحمو الموت، مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے

سوال:- زید علمائے دیوبند کے مسلک پر عمل پیرا ہے اور اس نے اپنی لڑکی کی شادی لاعلمی میں ایک بریلوی مسلک لڑکے کے ساتھ کردی ہے جب کہ اس کے یہاں میلاد، فاتحہ، قیام وسلام ہوتا ہے، مزاراتِ بزرگاں پر جاتا ہے، رسول کے لئے علم غیب مانتا ہے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ یاغوث المدد کا وظیفہ جپتا ہے اور رسول کو حاضر وناظر مانتا ہے۔ علماء دیوبند کی برائی بیان کرتا ہے اور انھیں خارج از ایمان کہتا ہے، تو ایسے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ ابھی اس لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور زید اپنی لڑکی کو اس بریلوی کے یہاں رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے، طلاق کا خواہش مند ہے، لیکن وہ لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری عمر طلاق نہیں دوں گا۔ ایسی صورت میں عندالشرع اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید کا اور زید کی لڑکی کا مسلک وہی ہے جو علمائے دیوبند کا مسلک ہے اور اس مسلک کی وجہ سے وہ لڑکا علماء دیوبند کو خارج از اسلام سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک زید بھی خارج اسلام ہے اور زید کی لڑکی بھی خارج از اسلام ہے۔ پس اس کا نکاح ہی اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوا۔ اس جہت سے طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ اگر رخصتی کردی جائے گی تو بھی چونکہ اس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب النظر الی المخطوبة الخ، الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عن عقبة بن عامر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ایاکم والدخول علی النساء، ای غیر المحرمات علی طریق التخلیة اوعلی وجه التکشف الخ مرقاة ص ۴۰۹/ ج۳/ باب النظر، اصح المطابع بمبئی، طیبی ص ۲۵۳/ ج۶/ باب النظر الی المخطوبة مطبوعه زکریا دیوبند.

ترجمہ: رسول خدا ﷺ نے فرمایا عورتوں پر داخل ہونے سے بچو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسولؐ دیور کے متعلق کیا حکم ہے آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

لڑکے کے نزدیک زید کی لڑکی مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے تو اس سے صحبت کرنا حرام اور زنا ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں ''فتاویٰ رضویہ'' ''الملفوظ'' وغیرہ میں صاف صاف یہ موجود ہے۔ حاصل یہ کہ خود اس شخص سے تحقیق کی جائے کہ وہ علماء دیوبند اور زید کو مسلمان سمجھتا ہے یا کافر۔ اگر کافر سمجھتا ہے تو نکاح کیسے درست ہوا[1]؟ اگر مسلمان سمجھتا ہے تو اقرار کرلے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رضا خانی عورت سے نکاح

سوال:- زید اپنا نکاح ایک رضا خانی عورت سے کرنا چاہتا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے لئے علم غیب تسلیم کرتی ہے۔ یہ نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کو یہ توقع ہے کہ وہ اس عورت کے خیالات کی اصلاح کرلے گا تو اس سے نکاح کرسکتا ہے۔[2] علم غیب کا یہ عقیدہ غلط ہے مگر شرک فی الذات نہیں، جس کی وجہ سے حقیقی ارتداد کا حکم کیا جائے۔ اگر زید کو یہ توقع نہیں بلکہ خود ہی اس کے خیالات کی طرف مائل ہوجانے کا خطرہ ہے تو اس سے ہرگز نکاح نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۲/ج ۱/القسم السابع المحرمات بالشرک، بدائع کراچی ص ۲۷۱/ج ۲/فصل ومنهااسلام الرجل.

[2] تجوزمناکحة المعتزلة لانا لانکفر احداً من اهل القبلة وان وقع الزاماً فی المباحث الخ، الدر المختارعلی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۳۴/ج ۴/ کتاب النکاح مطلب مهم فی وطء السراری الخ، فتح القدیر ص ۲۳۱/ج ۳/فصل فی المحرمات مطبع دارالفکر، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۳/ج ۳/فصل فی المحرمات.

دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت

سوال:- رضاخانی عقائد والوں کے یہاں سے شادی میں لڑکی لینا یا ان کے یہاں اپنی لڑکی دینا ہمارے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے کہ وہابی سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، مرد ہو یا عورت۔ اپنی لڑکی وہابی کو دینا ایسا ہے جیسا کتے کو دیدینا، یہ نکاح نہیں بلکہ جس نے اپنی لڑکی وہابی کو دیدی اس نے زنا کے واسطے دی ہے، سب اولاد حرامی ہوگی۔ وہابی کی لڑکی لینا بھی حرام اور گناہ ہے۔ وہابی کی نماز نہیں ان کو اپنی مسجد میں مت آنے دو، ان کے ساتھ کھانا پینا سب گناہ ہے، ان کے جنازہ کی نماز مت پڑھو۔ وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، بالکل کافر و مرتد ہیں[1]۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔ اکابرِ دیوبند جیسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانا توی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ قدس اللہ اسرارہم سب کے نام لے کر سب کو بریلیوں کے سرغنہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کافر و مرتد لکھا ہے[2]۔ (نعوذ باللہ منہ) اب خود ہی غور کرلیا جائے کہ جس کے یہ عقائد و خیالات ہوں اس کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہوگا اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اگر وہ اپنی لڑکی دے گا تو کتا سمجھ کر دے گا۔ زنا کے واسطے دے گا اگر لڑکی لے گا تو حرام کاری کے واسطے لے گا۔ غرض دونوں

---

[1] ملفوظات احمد رضا خاں صاحب ص ۲۰۱/حصہ دوم، مطبوعہ کانپور۔

[2] فتاویٰ رضویہ ص ۲۶۳/ج ۳/ باب الامامۃ، مطبوعہ دارالاشاعت لائل پور پاکستان، ملفوظات احمد رضاخاں ص ۹۷/حصہ اول، مطبوعہ کانپور۔

صورت میں ان کے نزدیک اولاد حرامی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۵ھ

کنیز کی تعریف اور اس سے نکاح

سوال:- کنیز اسلام میں جس عورت کو کہتے ہیں اس سے بلا نکاح کے مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ دلائل فقہیہ سے واضح فرمائیں۔ نیز جودھا بائی جو اکبر کی بیوی تھی جس سے سلیم پیدا ہوا، وہ ولدالزنا ہے یا نہیں؟ اس کو دلیل سے واضح فرمائیں۔ جودھا بائی غیر مسلم تھی اور آخر تک وہ اپنے دین پر قائم رہی۔ پھر ایسی صورت میں جب کہ اکبر نے اس سے نکاح نہیں کیا تو اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ شرعاً ولدالزنا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کنیز مملوکہ سے مالک کو بغیر نکاح کے صحبت درست ہے، بلکہ وہ خود اس سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کی اجازت نہیں۔ اگر اپنی مملوکہ نہیں غیر کی مملوکہ تھی اور اس سے نکاح کرلیا پھر وہ اس کی ملک میں آ گئی تو نکاح ختم ہوگیا۔ وحرم نکاح المولیٰ امته (درمختار) قال فی الفتح لان النکاح ماشرع الامثمرا ثمرات مشترکةفی الملک بین المتناکحین منها ماتختص هی بملکه کالنفقةوالسکنی والقسم والمنع من العزل الاباذن ومنها مایختص هو بملکه کوجوب التمکین والقرار فی المنزل ومنها ما یکون الملک فی کل منها مشترکاً کالاستمتاع مجامعةومباشرةوالولد فی حق الاضافة المملوکیة تنافی المالکیة(ردالمحتار[1] ص ۲۸۸/ج ۲/.

اکبر اور جودھا بائی کی صحیح قابل وثوق تاریخ موجود نہیں۔ جو تاریخیں شائع ہیں ان میں

---

[1] شامی کراچی ص ۴۴/ج ۳/مطبوعه نعمانیه ص ۲۸۸/ج ۲/فصل فی المحرمات، تبیین الحقائق ص ۱۰۹/باب المحرمات مکتبه امدادیه ملتان، فتح القدیر ص ۲۲۷/ج ۳/باب المحرمات کتاب النکاح دارالفکر.

رطب ویابس سب کچھ بھرا ہوا ہے اور تضاد بھی بہت ہے۔ شرعی مسائل کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ شرعی دلائل کے خلاف کسی کا فعل حجت نہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ ولاتنکحوا المشرکات (الآیۃ)[1] حضرت مجدد صاحبؒ نے دین اکبری پر مستقل رد فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں اب سلیم کے یا کسی کے بارے میں بحث کرنا امورِ شرعیہ میں سے نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۳ھ

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۲۲۱/.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم: ولایت وکفاءت نکاح

فصل اول:- ولایت نکاح کا بیان

سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح

سوال:- ایک لڑکی جو کہ مراہق تھی۔ اس کے والد کا انتقال لڑکپن میں ہوگیا تھا اور حقیقی چچا موجود تھا۔ اس کی موجودگی میں غیر ولی نے لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کر دیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ غیر ولی لڑکی کا سوتیلا باپ ہے۔ لڑکی نکاح سے چھ ماہ بعد بالغ ہوگئی۔ اب شوہر کے یہاں جانے سے منع کر رہی ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نکاح چچا کی اجازت پر موقوف تھا[1] اگر چچا نے نہ اسکی اجازت دی نہ رد کیا، تو یہ اس لڑکی کے بالغہ ہونے کے بعد خود اسکی اجازت پر موقوف ہوگیا۔ اگر اس نے اسکو رد اور نامنظور

---

[1] فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على اجازته الدرعلى الرد كراچى ص ۸۱ ج۳ باب الولى هنديه كوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فى الاولياء، تاتارخانية كراچى ص۲۳ ج۳ كتاب النكاح، الفصل الحادى عشر فى معرفة الاولياء.

کر دیا تو یہ نکاح شرعاً ختم ہو گیا، اب دوسری جگہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کی اجازت ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین

دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دیدیا

سوال: - زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا نہ معلوم اب کہاں ہے اس نے جاتے وقت اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت اپنے والد اور بھائی اور بیوی کو دیدی تھی۔ پھر پرچہ کے ذریعہ بھی تحریری اجازت روانہ کی ہے۔ زید کے والد نابالغہ لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقد ہو جائے گا لڑکی کی عمر ۱۲/سال ہے زید کے والد کی حالت پریشان کن ہے۔ وہ اس صورت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعاً نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس طرح والد کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا خود اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اختیار دیدے[۲] پس صورتِ مسئولہ

---

[۱] فإن زوجهما الاب والجد فلا خيار بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء اقام على النكاح وإن شاء فسخ، هنديه كوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فى الاولياء، تاتارخانية كراچى ص۲۶ ج۳ كتاب النكاح، معرفة الاولياء، الدر مع الشامى زكريا ص۱۷۴ ج۴ باب الولى، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له.

[۲] يصح التوكيل بالنكاح، هنديه كوئٹه ص۲۹۴ ج۱ الباب السادس فى الوكالة بالنكاح، تاتارخانية كراچى ص۶۹ ج۳ كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فى الوكالة بالنكاح.

میں لڑکی کے دادا اگر نکاح کردیں تو وہ بھی شرعاً معتبر اور لازم ہوجائے گا۔ لیکن اپنے کفو میں کیا جائے اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو کذا فی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/ ۸۸ھ

باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایت نکاح

سوال:- میرے والد صاحب نے میری دختر نابالغ جس کی عمر ۳/سال کی تھی اور میری اجازت نہیں لی تھی خود ہی دادا نے نکاح کردیا نہ ایجاب وقبول لڑکے نے کئے اور نہ لڑکی نے اور نہ میں نے اجازت دی اس صورت میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نکاح آپ کی اجازت پر موقوف ہے اس کا رد اور نفاذ آپ کے اختیار میں ہے الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثی علیٰ ترتیب الارث والحجب[2]. تنویر فلوزوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازته درمختار[3] پس اگر آپ نے صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہیں کی تو آپ اس کو رد کرسکتے ہیں اور اگر رضامندی ظاہر کرچکے ہیں تو یہ

---

[1] وان کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح من غیر کف اوبغبن فاحش الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۱۷۳ ج۴ باب الولی، مطلب مهم هل للعصبة تزویج الصغیر الخ النهر الفائق ص۲۲۴ ج۲ فصل فی الکفاء ة، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۱۳۴ ج۳ فصل فی الاکفاء.

[2] تنویر الأبصار علی ردالمحتار نعمانیه ص ۳۱۱ ج۲ با ب الولی.

[3] شامی نعمانیةص۳۱۵ ج۲ باب الولی، هندیه کوئٹه ص۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیة کراچی ص۲۳ ج۳ کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء.

نکاح نافذ ہو چکا بشرطیکہ لڑکے کی طرف سے بھی باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا ہو یعنی ولی کی اجازت سے ہوا ہو یا خود ولی نے کیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۱/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۹/ذی قعدہ ۵۵ھ

نکاح میں کس کی اطاعت ہے باپ کی یا ماں کی؟

سوال:- ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بالکل چھوڑ دیا زوجہ نے اپنی لڑکی اور لڑکے کی پرورش کی، جب لڑکا جوان ہو گیا تو باپ کہتا ہے کہ میں تیری اچھی جگہ شادی کروں گا۔ اگر باپ کے کہنے پر لڑکا دوسری جگہ شادی کرے تو ماں کی جدائی کا اندیشہ ہے۔ اب یہاں لڑکے کو کس کی بات ماننا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باپ نے جو حق تلفی کی ہے لڑکا اس کا انتقام نہ لے، بلکہ والد کی اطاعت کرے اور والد کے کہنے کے مطابق شادی کر لے، پھر والدہ کی بھی خدمت کرتا رہے ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے۔ اگر والد منع کریں تو اس میں والد کی اطاعت لازم نہیں، بلکہ والدہ کے ساتھ ہمیشہ احسان وہمدردی لازم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/ ۸۸ھ

---

[1] أن طاعتهما أى ابوين فرض عين شامى زكريا ص ۲۰۲ ج ۶، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ

سوال:- ایک شخص بالغ اور تعلیم یافتہ، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ملازمت پر ہے۔ مگر اس کے والد اپنے سالے کی لڑکی سے نہ معلوم کس دباؤ کے تحت شادی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لڑکا عاقل بالغ ہونے کے باوجود اس لڑکی سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے اور دیگر لوگ بھی اس رشتہ سے ناخوش ہیں، مگر لڑکے کے والدین دباؤ ڈال کر زبردستی نکاح کرانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نافرمانی نہ کرو۔ نیز عاق کرنے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں جس نکاح کو لڑکا پسند نہیں کرتا کسی دباؤ کے تحت نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

والدین کو اپنے لڑکے سے طبعی محبت ہوتی ہے وہ فطرۃً اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اپنے نزدیک بہتر جگہ شادی کرتے ہیں، اس لئے بلاوجہ ان سے گمان خراب نہ کیا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کی مرضی کسی دوسری جگہ ہو اور وہ اپنی پسند میں خیر سمجھتا ہو۔ والدین اپنی پسند میں خیر سمجھتے ہوں۔ لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ وہ والدین کی پسند کو اختیار کرے۔ لیکن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... كتاب الجهاد. مطلب طاعة الوالدين فرض عين، فتح القدير ص ۴۴۲ ج۵ كتاب السير، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص ۵۷۲ كتاب السير، مطبوعه كراچی پاكستان،

لیکن نکاح میں باپ کی اطاعت ماں پر مقدم ہے ماں کے ناقص العقل ہونے کی وجہ سے، اس لئے ماں ولایت نکاح میں باپ سے مؤخر ہے۔

وإن كان المزوج غيرهما أى غير الأب وأبيه ولوالأم أوالقاضى.....لايصح النكاح من غير كفوء الدرالمختار قوله ولوالأم أوالقاضى هوالأصح لأن ولايتهما متأحرة..... ولقصور الرأى فى ا لأم شامى كراچى ص۶۷ ج۳ (باب الولى) بحر كوئٹه ص ۱۲۰ ج۳ باب الاولياء والاكفاء، النهر الفائق ص ۲۱۰ ج۲ باب الاولياء والاكفاء، طبع مكه مكرمه،

اگر وہ مجبور ہو تو والدین کو اصرار نہیں کرنا چاہئے بلکہ لڑکے کی رغبت کو اختیار کرلیں ورنہ اندیشہ ہے کہ نباہ نہ ہو اور سب ذمہ داری والدین پر عائد ہو جائے۔ ایسی ضد نہ کریں۔ اگر والدین نہ مانیں تو لڑکے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرے اللہ پاک اس میں خیر کریگا[1]۔ پھر بھی اگر ایسی کوئی بات پیش آئے کہ دل نہ ملے اور حقوق ادا نہ ہوسکیں تو لڑکے کو شریعت نے بہت کچھ اختیار دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۶/ ۹۱ھ

چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے جس کا نکاح چند سال ہوئے ہو چکا تھا اتفاقاً اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا۔ جس کو بھی عرصہ گذر چکا اور یہ نکاح اس لڑکی کے ننہال میں ہوا تھا اور اس کے والد نے نکاح کی اجازت خود دی تھی۔ بیوہ ہونے پر وہ لڑکی اپنے ننہال ہی چلی گئی اور اب تک ننہال میں ہی رہتی ہے، کیونکہ اس کے والد ووالدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا حقیقی چچا موجود ہے اور صرف وہ ہی ولی ہے اس کے سوا کوئی ولی نہیں ہے۔ اب اس کے ننہال نے بغیر اجازت

---

[1] وقضى ربک أن لا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين (الاية) قد أمر سبحانه بالاحسان إليهما للأسباب الاٰتية (ا) شفقتهما على الولد وبذل الجهد فى ايصال الخير إليه وأبعاد الضر عنه جهد المستطاع ... ثم فصل ما يجب من الإحسان إليهما بقوله : إما يبلغن الخ ..... ويتجلى ذلک بان تتبع معهما الأمور الخمسة الاٰتية ..... (د) أتتواضع لهما وتتذلل وتطيعهما فيما امراک به مما لم يكن معصية للّٰه الخ (تفسير مراغى ص۳۳-۳۴-۳۵ج۵ سورۂ اسراء آيت ۲۳ مطبوعه مكتبه تجاريه،

ولی کے (واقف ہوتے ہوئے اور آگاہ بھی کر دیا تھا جان کر کے) اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ اپنی اجازت سے اس کے ماموں نے کر دیا ہے اور ولی اس نکاح پر رضامند نہیں ہے اور نہ ولی سے کچھ مشورہ ہوا ہے تو وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں شامل ہوئے ان کے اوپر کوئی شرعی حکم نہیں لگتا اور اگر لگتا ہے تو کیا شرعی قید لگائی جاوے، کیونکہ اس مجلس والوں کو معلوم تھا کہ اس کا اصل ولی زندہ اور قریب ہی کے گاؤں میں موجود ہے۔ جان بوجھ کر ایسا عمل کیا گیا ہے۔ جواب جلد مرحمت فرماویں تا کہ اس کا تدارک کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا چچا ہے۔ ماموں کو چچا کی موجودگی میں نکاح کی ولایت حاصل نہیں[1]۔ اس لئے اگر چچا نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح نہیں ہوا[2]۔ جن لوگوں نے بلا اجازت نکاح کیا ہے اور اس میں شریک ہوئے ان کو لازم ہے کہ وہ توبہ کریں اور اس کے چچا کے کہنے کے موافق نکاح کریں یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط اثنی علی ترتیب الارث والحجب. درمختار علی ردالمحتار ص ۳۱۱ ج۲ مکتبه نعمانیة باب الولی، بحر کوئٹه ص ۱۱۹ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، النهر الفائق ص ۲۰۹ ج۲ باب الأولیاء والإکفاء، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] فلوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته ولو تحولت الولایةالیه لم یجز الاباجازته بعد التحول. درمختار علی ردالمحتار ص ۳۱۵ ج۲ مطبوعه نعمانیه دیوبند (باب الولی)، بحر کوئٹه ص ۱۱۹ ج۳ باب الأولیاء والإکفاء، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۴۹۹ ج ۱ کتاب النکاح، باب الأولیاء والإکفاء، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

چچا کو حق ولایت

سوال:- چند یتیم بچے ہیں اوران کے دوتین حقیقی چچا ہیں توان پرحق ولایت حاصل ہے یانہیں؟ اور جو بچے نابالغ ہیں ان کو بہن پر ولایت حاصل ہے یانہیں؟ اوراگر چچا شادی کردے تو لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے یانہیں؟ یا نکاح چچا کا کیا ہوالازم ہوجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اس صورت میں چچا کو ولایت نکاح حاصل ہوگی[1]۔ چچا اگر نیک نیت نہیں ہیں تو خیارِ بلوغ لڑکی کو حاصل ہوگا اورآثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً دوگواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کردے تو پھر عدالت مسلمہ یا شرعی کمیٹی کے ذریعہ فسخِ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا[2]، نابالغ بھائی کی ولایت نہیں[3] اگر وہ بعد میں بالغ ہوا تو اس کے حق میں چچا کا کیا ہوا نکاح،

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثی علی ترتیب الإرث والحجب الدرالمختار کراچی ص۷۶ج۳ باب الولی، بحر کوئٹه ص۱۱۹ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، النهر الفائق ص۲۰۹ ج۲ باب الأولیاء والإکفاء، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] إن کان الزوج غیرهما أی غیر الأب وأبیه.....وإن کان من کف وبمهر المثل صح ولکن لهما أی لصغیر وصغیرة خیار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده الدرالمختار کراچی ص۳/۶۹، (باب الولی) مجمع الانهر ص۴۹۴ ج۲ کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۱۲۲ ج۲ باب الأولیاء والاکفاء، طبع امدادیه ملتان،

[3] ولا ولایة لصغیر وعبد ومجنون لأنهم لا ولایة لهم علی أنفسهم فأولی أن لا یکون لهم ولایة علی غیرهم، تبیین الحقائق ص۱۲۵ ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، امدادیه ملتان، النهر الفائق ص۲۱۳ ج۲ باب الأولیاء والاکفاء، مکه مکرمه، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج۱ باب الأولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت.

نکاحِ فضولی نہیں ہوگا اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/ ۸۹ھ

چچا کو بالغہ پر ولایت نکاح

سوال:- ایک آٹھ سالہ لڑکی کی منگنی اس کے چچا کی اجازت سے ہوگئی۔ جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو لڑکی کے حقیقی بھائی نے انکار کردیا، تو اس لڑکی بالغہ پر چچا کو ولایت اجبار حاصل ہے یا نہیں یا لڑکی خود مختار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چچا کو بالغہ پر ولایت اجبار حاصل نہیں، جہاں نکاح کیا جائے لڑکی کی اجازت سے کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ

بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟

سوال:- ایک لڑکی ہندہ جو کہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اسکے والد صاحب کا انتقال

---

[1] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لإنقطاع الولاية بالبلوغ فإن استاذنها هوأى الولى وهوالسنة او زوجها وليها فسكت فهوإذن مختصراً الدرالمختار كراچى ص ۵۹ ج ۳ باب الولى، فهو إذن مختصراً الدر المختار كراچى ص ۵۹ ج ۳ باب الولى مجمع الأنهر ص ۴۹۰/۱، باب الأولياء والاكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص ۲۸۷/۱، الباب الرابع فى الأولياء.

ہو چکا ہے اور اس لڑکی کا ایک بھائی علاتی ہے اور ایک چچا حقیقی ہے ان دونوں میں سے ولی مقدم کون ہے اور لڑکی کا بھائی یہاں موجود نہیں ہے اگر حقیقی چچا اس لڑکی کا عقد کرادے تو عندالشرع یہ عقد منعقد ہو گیا یا نہیں یا اس لڑکی کے برادر کی اجازت ہی کی ضرورت ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

علاتی بھائی کی ولایت نکاح چچا کی ولایت پر مقدم ہے کذا فی ردالمحتار[1] ص ۴۸۱ ج ۲ اگر بھائی اتنی دور کسی جگہ ہے کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں موقع نکل جانے کا اندیشہ قوی ہے تو چچا کو بھی نکاح کر دینا درست ہے ورنہ اگر چچا نے نکاح کر بھی دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا[2] اور بہر صورت لڑکی کو وقت بلوغ خیار حاصل ہوگا۔ یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت سے نکاح فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸ رشوال ۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ ۱۸ رشوال ۵۵ھ

---

[1] يقدم لأب ثم أبوه،ثم الأخ الشقيق ثم لأب، شامی کراچی ص ۳/۷۶، باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، بحر کوئٹہ ص ۳/۱۹۹، باب الأولياء والاكفاء، هنديه كوئٹه ص ۲۸۳، ج ۱، الباب الرابع فی الأولياء،

[2] فلا ولاية للأبعد مع الأقرب إلا إذا غاب غيبة منقطعة، بحر كوئٹه ص ۱۱۹ ج ۳ باب الأولياء، وإن زوج أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً توقف نكاح الأبعد على إجازته، هنديه كوئٹه ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فی الأولياء، سكب الأنهر ص ۴۹۹ ج ۱ باب الأولياء، دار الكتب العلمية بيروت،

[3] ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غير الاب والجد بشرط القضاء، البحر كوئٹه ص ۱۳۰، ج ۳، باب الاولياء، والاكفاء، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الاولياء، مجمع الانهر ص ۱/۴۹۴، باب الاولياء، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تائے کو یا چھوٹے تائے کو

سوال:- ایک کنواری لڑکی بالغہ اس کے والدین وفات پا چکے ہیں۔ لڑکی کے دو تائے ابا ہیں، ایک بڑے اور ایک چھوٹے اور ایک خالہ ہیں، اگر لڑکی کے برضا ورغبت ان کے بڑے تائے ابا نے نکاح کر دیا کسی لڑکے سے۔ جہاں وہ لڑکی چھوٹے تائے ابا کے یہاں رہتی ہے اس سے کسی دوسری جگہ پر نکاح درست ہے یا نہیں۔ جب کہ لڑکی کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کے والدین وفات پا چکے ہیں تو اس کی مرضی کے موافق اس کے بڑے تائے ابا نے جو نکاح کر دیا وہ صحیح ہو گیا اگر چہ پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۲/ ۸۸ھ

ولایت نکاح بھائی کو ہے ماں کو نہیں

سوال:- زید کی پہلی بیوی مرحومہ سے دو بچے ہیں۔ اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی ہندہ سے۔ اس سے بھی زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی خالدہ خاتون ہے۔ بعد انتقال ہندہ

---

[1] ولوزوجها الولی فقالت نعم ما صنع فالاصح انه اجازة الخ عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۹، ج ۱، الباب الرابع فی الاولیاء، مجمع الأنهر ص ۴۹۰ ج ۱ باب الأولیاء والاکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲۰۲-۳-۴، ج ۲، باب الأولیاء، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه،

نے بکر سے شادی کر لی۔ خالدہ خاتون کی شادی نابالغی کی حالت میں چاروں بھائیوں کے علاوہ کسی اپنے آدمی نے باجازت والدۂ خالدہ کی۔ حالانکہ نکاح میں بھائی موجود نہ تھے نہ اس پر راضی تھے۔ کیا اس صورت میں یہ شادی درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا خالدہ کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں والدہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں بلکہ بھائی ولی ہے۔ لہٰذا والدہ نے جو نکاح کرایا وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے اگر بھائیوں نے نکاح کی خبر سن کر اس کو رد (نامنظور) کر دیا تو وہ نکاح کالعدم اور ختم ہوگیا۔ اب بھائی دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/ ۸۷ھ

ولایت نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی کی تھی اسی سے دو لڑکے ہوئے تھے اس کے بعد وہ بیوی مرگئی تو اس زید نے دوسری بیوی کی جس سے دو اولاد ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زید انتقال کر گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی نابالغہ اور لڑکا نابالغ کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے اس کی والدہ کو یا اس کے بالغ سوتیلے بھائیوں کو اور اگر اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح اس کی حقیقی والدہ

---

[1] فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف علىٰ إجازته درمختار على ردالمحتارنعمانيه ص ۳۱۵ ج ۲ (باب الولى)، هنديه كوئٹه ص ۲۸۵ ج ۱ الرابع فى الأولياء، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۴۹۹ ج ۱ باب الأولياء، دار الكتب العلمية بيروت،

یا سوتیلی والدہ کردے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نابالغ لڑکا اور لڑکی نہ اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں نہ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں۔ ولاولایۃلعبد ولاصغیر ولامجنون لانہ لاولا یۃلھم علیٰ انفسھم فاولیٰ ان لایثبت علیٰ غیرھم ھدایۃ[1] ص ۲۹۸ ج ۲ سوتیلا باپ اگر قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، تایا نہیں تو وہ بھی ولی نہیں بن سکتا ولوکان الصغیر والصغیرۃفی حجر رجل یعولھما کالملتقط ونحوہ فانہ لایملک تزویجھما کذا فی فتاویٰ قاضی خان عالمگیری[2] ص ۲۹۲ ج ۲ جب کہ باپ دادا نہ ہوں تو حقیقی بھائی شرعاً ولی نکاح ہوتا ہے۔ یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق ثم لاب شامی ص[3] ۴۲۸ ج ۲ اگر حقیقی بھائی ہو مگر نابالغ ہو تب بھی سوتیلا بھائی ولی ہوتا ہے اور ماں کو حق نہیں ہوتا ہے جب تک عصبہ موجود ہوں الولی فی النکاح العصبۃ بفنسہ بلاتوسط انثی علیٰ ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام تنویر[4] ص ۱۹۳ ج ۱ . لہٰذا صورت

---

[1] ھدایۃ أولین ص ۳۱۸ ج ۲ باب الاولیاء مکتبہ دارالکتاب، تبیین الحقائق ص ۱۲۵ ج ۲ باب الأولیاء والاکفاء، طبع امدادیہ ملتان، مجمع الأنھر ص ۴۹۷ ج ۱ باب الأولیاء طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت،

[2] الھندیۃ کوئٹہ ص ۲۸۴ ج ۱ الباب الرابع فی الاولیاء، قاضی خاں علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳۵۶ ج ۱ فصل فی الاولیاء، بحر کوئٹہ ص ۱۲۶ ج ۳ باب الأولیاء والإکفاء.

[3] شامی زکریا ص ۱۹۶ ج ۴ باب الولی، بحر کوئٹہ ص ۱۱۹ ج ۳ باب الأولیاء والإکفاء، النھر الفائق ص ۲۰۹ ج ۲ باب الأولیاء، عباس احمد الباز مکہ مکرمہ.

[4] تنویر الأبصا مع الدرالمختار کراچی ص ۷۶ ج ۳ باب الولی، النھر الفائق ص ۲۱۴ ج ۲ باب الأولیاء والإکفاء، مکہ مکرمہ، مجمع الأنھر ص ۴۹۷ ج ۱ باب الأولیاء، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت.

مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی کا دادا موجود نہیں تو ولایت نکاح سوتیلے بالغ بھائی کو ہوگی اگر ماں نے نکاح کر دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر بھائی اجازت دے گا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں ولو زوجها الابعد حال قيام الاقرب حتى توقف علىٰ اجازة الاقرب عالمگیری ص[1]۲۹۳ ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/۲/۵۳ھ

ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟

سوال:- (۱) ہندہ نے اپنی نابالغہ بچی جمیلہ کے رشتہ کے لئے لڑکا تلاش کرنے کے لئے ایک غیر ولی زید کو بھیجا۔ زید نے دوسرے گاؤں میں جا کر ایک لڑکا دیکھا اور اس سے کچھ رقم لے کر از خود اپنی جانب سے نکاح کر دیا حالانکہ زید کو نکاح کرنے کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا تھا۔ اس نکاح سے لڑکی کی ماں اور دادی کوئی بھی راضی نہیں باپ مر چکا ہے۔

(۲) اب مدت کے بعد جمیلہ کی دادی رضامند ہوگئی۔ تو کیا دادی کی رضامندی سے نکاح ہو جائے گا جب کہ اس کی ماں رضامند نہیں ہے۔

(۳) جس لڑکے سے نکاح ہوا ہے اس نے دوسری شادی کر لی ہے۔ جمیلہ کو طلاق نہیں دیتا ہے رقم مانگتا ہے اور جمیلہ کو بیوی تصور کرتا ہے۔

(۴) تو ان باتوں سے جمیلہ کا نکاح ہوا یا نہیں اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

---

[1] الهندية ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فى الأولياء، الدر مع الشامى زكريا ص ۱۹۹ ج ۴ باب الولى، سكب الانهر ص ۴۹۹ ج ۱ باب الأولياء، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) زید ولی نہیں اس کو نکاح کا اختیار نہیں۔ اس کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ بیکار ہو گیا[۱] زید نے جو رقم لی ہے وہ رشوت ہے اس کو واپس کرنا ضروری ہے[۲]۔

(۲) لڑکی کی والدہ کے انکار نے کے بعد دادی کی رضامندی بیکار ہے[۳]

(۳) جب لڑکی کی والدہ نے انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح بھی ختم ہو گیا تھا۔ اب اس لڑکے کا جمیلہ کو اپنی منکوحہ سمجھنا غلط ہے طلاق کی ضرورت نہیں۔

(۴) لڑکی کی والدہ کے نامنظور کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح حسب صواب دید دوسری جگہ شرعاً درست ہوگا۔ لڑکے سے طلاق کو کہنا ہی بے محل ہے اسکا کوئی اثر لڑکی پر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الإجازة كنكاح الفضولي سيجئي في البيوع توقف عقوده كلها والا تبطل الدرالمختار كراچی ص۹۷ ج۳ مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، النهر الفائق ص۲۲۶ ج۲ باب الأولياء فصل في الوكالة، مطبوعه مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص۱۳۷ ج۳ باب الأولياء فصل لإبن العم أن يزوج بنت عمه الخ.

[۲] اخذ اهل المرأة شيأعند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة. الدر المختار على الشامي زكريا ص۳۰۷ ج۴ باب المهر. مطلب انفق على معتدة الغير.

[۳] فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم ثم لأم الأب، الدر مع الشامي كراچی ص۷۸ ج۳ باب الولي، مطلب لا يصح تولية الصغير شيخا على خيرات، النهر الفائق ص۲۱۴ ج۲ باب الأولياء، مطبوعه مكة مكرمة، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج۱ باب الأولياء والاكفاء، طبع دار الكتب العلمية بيروت،

چچا کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح نہیں

سوال:- شوہر کا انتقال ہوگیا۔ ایک لڑکی صغیرہ چھوڑ گیا۔ مریم بیوہ نے لڑکی کا نکاح اپنی صوابدید کے مطابق کردیا لڑکی کا چچا شعبان اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتا تھا لڑکی کی والدہ نے جہاں نکاح کیا ہے وہ اس نکاح سے خوش نہیں۔ شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔ جب کہ چچا نے یتیم کی کوئی خیر گیری نہیں کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کا کوئی رشتہ دار چچا سے قریب موجود نہیں تو اس کا ولی نکاح شرعاً چچا شعبان ہے۔ مریم نے جو اپنی لڑکی کا نکاح بلا رضا مندی شعبان کیا ہے وہ شعبان کی اجازت پر موقوف ہے اگر شعبان اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ماں کو ولایت عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جب عصبہ موجود ہو تو وہ ولی ہوتا ہے۔ ماں کو ولایت نہیں پہونچتی۔ **الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلاتوسط انثیٰ علیٰ ترتیب الارث تنویر ص ۲/۲۸۰، فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام فلوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازتہ درمختار[1] ص ۲/۴۸۶،**

یتیمہ کی خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے شعبان کی ولایت سلب نہیں ہوئی کیونکہ ولایت کا سبب یہاں پر قرابت اور رشتہ داری ہے وہ موجود ہے البتہ خواہ مریم کے کئے ہوئے نکاح کو شعبان جائز رکھے خواہ اپنے لڑکے سے خود اس لڑکی کا نکاح کردے۔ دونوں صورتوں میں

---

[1] الدرالمختار کراچی مختصراً ص۷۶، ۷۸ ج۳ باب الولی مطلب لایصح تولیۃ الصغیر شیخاعلی خیرات، بحر کوئٹہ ص۱۱۸، ۱۲۴ ج۳ باب الأولیاء والاکفاء، النہر الفائق ص۲۰۹، ۲۱۴ ج۲، باب الأولیاء، مکۃ مکرمۃ، ہندیہ کوئٹہ ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فی الأولیاء، سکب الأنہر ص۴۹۹ ج۱ باب الأولیاء، دار الکتب العلمیۃ بیروت،

خیار بلوغ ہوگا یعنی اگر لڑکی بالغ ہوتے ہی فوراً گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار کردے اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں دعویٰ کرکے اس سے نکاح فسخ کرالے اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے۔ اوراس جماعت میں کم ازکم ایک معاملہ فہم عالم بھی ہونا چاہئے اور رسالۃ حیلۃ الناجزہ کو بھی دیکھ لینا چاہئے۔اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے وہ کتبخانہ یحیوی سے بھی ملتا ہے۔

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فى غير الاب والجد بشرط القضاء،بحر[1] ص۱۱۰ ج۳۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/ ۵۴ھ

الجواب صحیح: عید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: بداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/شعبان ۵۴ھ

ماں کو ولایت نکاح

سوال:- مسمات ہندہ کے والدین جبل پور میں رہتے تھے۔ ہندہ وہیں پیدا ہوئی۔ جب ہندہ کی عمر ۶/ماہ کی ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا اور ہندہ کا نکاح بعمر تین سال لوگوں کے مشورہ سے اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا اور شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ کے ساتھ پڑھایا گیا اور رسم نکاح ادا کئے گئے، بعد نکاح ہندہ اپنی والدہ کی معیت میں جبل پور میں

[1]..... البحر الرائق ص۱۲۰ ج۳ کوئٹہ پاکستان باب الأولياء والاكفاء، هنديه كوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فى الأولياء، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۱ باب الأولياء، دار الكتب العلمية بيروت.

دوسال تک اور رہی، لوگ ہندہ کی والدہ کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اپنا نکاح ثانی کرلے مگر وہ انکار کرتی رہی، لوگ اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اس کو جبل پور چھوڑ کر الہٰ آباد آنا پڑا۔ وہ یہاں آکر محنت ومزدوری سے بسر اوقات کرتی رہی۔ جب ہندہ کی عمر تیرہ ۱۳/ سال کی ہوئی تو والدۂ ہندہ نے چند لوگوں کے کہنے سے شفیق الاسلام کے والد کے پاس پانچ یا چھ خطوط جبل پور روانہ کئے کہ تم شفیق الاسلام کو لے کر آؤ اور ہندہ کو رخصت کرا کر لے جاؤ۔ مگر شفیق الاسلام کے والد نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ مجبوراً والدۂ ہندہ نے تار روانہ کیا تو والدِ شفیق الاسلام نے الہٰ آباد آکر رخصتی کے متعلق گفتگو کی۔ شفیق الاسلام کے والد نے کہا کہ شفیق الاسلام نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا۔ جب ہندہ نے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا کہ میں اب وہاں نہ جاؤنگی۔ والد شفیق الاسلام نے کہا کہ میں ایک ماہ کے اندر شفیق الاسلام کو لے کر آجاؤں گا مگر ایک سال تک پھر خبر نہ آئی۔ غرضیکہ والدۂ ہندہ نے ایک سال تک انتظار کیا تو اہل محلّہ نے اس سے کہا کہ تم فتویٰ لے کر نکاح ثانی کردو۔ بنابریں الہٰ آباد کے علماء سے اس کا استفتاء کیا گیا انھوں نے نکاح ثانی کی اجازت دے دی۔ لہٰذا ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا گیا اور بکر سے چند لڑکے ہندہ کے پیدا ہوئے جو اب تک بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کا نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ اور ان بچوں کو حرامی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ ہندہ نے بالغہ ہونے پر خیارِ بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح جو کہ اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا تھا فسخ نہیں کرایا تو شرعاً وہ نکاح لازم ہوگیا۔ بغیر شفیق الاسلام کے طلاق دیئے دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہوا اور حرمت کا علم ہوتے ہوئے نکاح ثانی سے جو صحبت کی گئی ہے وہ زنا ہے۔ اما منکوحة الغیر. إلی قوله مع العلم بالحرمة لکونه زنا

اھ ردالمحتار[1] ص ۹۳۸ ج ۲ لہٰذا شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے قائم ہے۔ اس لئے جب تک شفیق الاسلام اولاد کی نفی کر کے با قاعدہ لعان نہ کرے ہندہ کی اولاد کو حرامی نہ کہا جاوے گا اور اولاد کا نسب اس دوسرے شخص سے ثابت نہ ہوگا بلکہ وہ اولاد شفیق الاسلام کی طرف منسوب ہوگی[2] اگر والدہ سے قریب کوئی عصبہ ہندہ کا موجود تھا اور اس نے والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا[3] پھر بعد البلوغ ہندہ نے جو نکاح ثانی کیا وہ درست ہے اور اس صورت میں اولاد کا نسب اس دوسرے سے ثابت ہوگا۔ شفیق الاسلام سے ثابت نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۷/ ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رجب ۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] شامی نعمانیه ص ۳۵۰ ج ۲ مطبوعه دیوبند باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، بحر کوئٹه ص ۱۳۹ ج ۴ باب العدة، النهر الفائق ص ۴۸۰ ج ۲ باب العدة، مطبوعه مکة مکرمة،

[2] الولد للفراش وللعاهر الحجر أی وللزانی الحجارة ..... ویحتمل أن یکون معناه الحرمان عن المیراث والنسب ..... کانت العرب فی جاهلیتهم یتخذون الولائد ویضربون علیهن الضرائب (إلی قوله) فحکم (صلی اللّٰه علیه وسلم) أن الولد للسید الذی ولد علی فراشه ولیس للزانی من فعله سوی الوبال والنکال وابطل ما کانوا علیه من جاهلیتهم من اثبات النسب للزانی، مرقاة ص ۵۰۰ ج ۳ باب اللعان الفصل الأول، طبع بمبئی.

[3] فلوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازته الخ. ص ۳۱۵ ج ۲ مطبوعه نعمانیه دیوبند باب الولی، هندیه کوئٹه ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فی الأولیاء، سکب الأنهر ص ۴۹۹ ج ۱ باب الأولیاء، دار الکتب العلمیة بیروت،

والد اور حقیقی نانی میں سے ولایت نکاح کس کو ہے؟

سوال:- والدہ نے اپنی دختر کے نام اپنے روپیوں سے مکان خریدا اور لڑکی فوت ہوگئی۔ متوفیہ کی تین نابالغ لڑکیاں زندہ ہیں۔ آیا شرعاً نانی حقیقی یا والد نابالغاں۔ ان میں سے کن کو حق ولایت نابالغان حاصل ہے؟ خصوصاً جب کہ نانی قابض مکان ہے اور مکان کس کی ملکیت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان نابالغ لڑکیوں کی ولایت نکاح ان کے والد کو حاصل ہے نانی کو نہیں۔ اسی طرح ان کی ملک میں جو مال ہو اس پر بھی والد ہی کو ولایت حاصل ہوگئی۔ کذا فی ردالمحتار[1]۔ وہ مکان خریدنے والے کی ملک ہے محض لڑکی کے نام خریدنے سے لڑکی کی ملکیت نہیں ہوتی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/ ۸۵ھ

ولایت نکاح بہنوئی کو یا علاتی بھائی کو؟

سوال:- شریف احمد پسر امام الدین متوفی سنی المذہب کے لڑکے مسمیٰ مطلوب الحسن

---

[1] الولی فی النکاح لاالمال العصبة بنفسه وهومن يتصل بالميت بلا توسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب قوله: لاالمال فإنه الولى فيه الأب الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۷۶ج۳ شامی نعمانیه ص۳۱۱ج۲باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۶ج۱ باب الأولياء والاكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۷۷ج۳ باب الأولياء والاكفاء، دار الفكر بيروت،

کی ولایت میں متوفیٰ کے برادر علاتی مسمّٰی عبدالغنی اور متوفی کے بہنوئی مسمّٰی محمد قاسم پسر شیر علی کے درمیان جھگڑا ہے کہ دونوں میں حنفی مذہب کے اعتبار سے کون شخص ولایت کا مستحق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

متوفی کے بہنوئی کو ولایت نہیں۔ علاتی بھائی ولی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اگر سوال ولایت نکاح سے ہے تو ولایت علاتی چچا کو ہے اور اگر مال کی ولایت کا سوال ہے تو اس میں اگر متوفیٰ نے کسی کو وصیت کی ہے تو اس کو ولایت حاصل ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر حاکم کو اختیار ہے کہ وہ انتظام کرے یا کسی دیانت دار شخص کو منتظم مقرر کردے کذا فی الدر المختار[1]۔

سعید احمد غفرلہٗ

دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ جمادی الاول ۵۴ھ

ولایت نکاح

سوال:- مسماۃ نصیباً کا نکاح اللہ بندے سے ہوا۔ اللہ بندے کا انتقال ہوگیا۔ اللہ بندے نے دو اولاد چھوڑی۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی، مسماۃ مذکورہ نے دوسرا نکاح کرم الٰہی سے کیا، کرم الٰہی سے دو لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی عمر کے لحاظ سے نابالغہ ہے اور وجود

---

[1] الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه وهومن يتصل بالميت بلاتوسط انثى على ترتيب الإرث والحجب (قوله لا المال) فإنه الولى فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضى ونائبه، الدرالمختار كراچى ص۷۶ ج۳ مطلب فى فرق النكاح ، تبيين الحقائق ص ۱۲۱ ج۲ باب الأولياء والاكفاء، طبع امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۴۹۶ باب الأولياء والاكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

کے اعتبار سے بالغہ معلوم ہوتی ہے۔ کرم الٰہی کے ایک بہت دور کے رشتہ کا ایک بھائی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی لڑکی کی ولایت کا حق اس کے بھائی کو ہے یا نہیں، جو اللہ بندے نے چھوڑا ہے۔ یا اس کی ماں کو ہے یا اس کے نانا کو ہے یا ماموں کو ہے یا کس کو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دادھیال کی طرف سے کوئی بھی بھائی موجود ہے تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت اسی کو حاصل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۸۸ھ

نکاح کے لئے ناخوش عصبہ کی اجازت

سوال:- ہندہ کے شوہر زید کا انتقال ہوگیا اور اس کی کئی لڑکیاں ہیں جن میں ایک کے علاوہ سب شادی شدہ ہیں ایک لڑکی ابھی نابالغہ اور غیر شادی شدہ ہے جس کے نکاح کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی ہندہ سے اپنی دو شادی شدہ لڑکیوں کے سامنے اس بات کی زبانی وصیت کی کہ اس نابالغہ کا نکاح فلاں خالد کے لڑکے سے کر دینا واضح ہو کہ زید کا کوئی بھائی بھی نہیں ہے ایک بھتیجا ہے لیکن بھتیجا زندگی ہی میں اپنے تایا زید سے رنجش رکھتا تھا اور آج بھی اپنی تائی ہندہ سے رنجش رکھتا ہے اور یہ الفاظ کہتا ہے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثی علی ترتیب الإرث والحجب فإن لم یکن عصبة فالو لایة للأم الخ. الدرالمختار کراچی ص۷۸ ج۳ باب الولی، هندیه کوئٹه ص۲۸۳ ج۱ الباب الرابع فی الأولیاء، فتح القدیر ص۲۷۷ ج۳ باب الأولیاء والاکفاء، دار الفکر بیروت.

مطلب نہیں اور نہ ہی آپ لوگ مجھ سے مطلب رکھو نہ میں نابالغہ کے نکاح کی اجازت دوں گا۔ ہندہ اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق خالد کے لڑکے ہی سے کرانا چاہتی ہے کہ میری ہی زندگی میں نابالغہ کا نکاح ہونا چاہئے کیوں کہ میں بیمار رہتی ہوں لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں زید کے بھتیجے کی اجازت ضروری ہوگی یا جو زید کا حقیقی چچا ہے اس کی اجازت ضروری ہوگی یا زید کی بیوی کی اجازت وصیت کے مطابق کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھتیجا تو اپنی ناراضگی کی وجہ سے بے تعلق ہے اور اس نابالغہ کے ساتھ اس کو کوئی ہمدردی نہیں اگر نابالغہ کے نکاح کی ضرورت اور مصلحت ہے تو موجودہ صورت میں مرحوم کا چچا اجازت دے دے تو نکاح درست ہوسکتا ہے[1] محض والدہ کی اجازت مرحوم کی وصیت کی بناء پر کافی نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] ویثبت للأبعد من اولیاء النسب التزویج بعضل الأقرب أی بامتناعه عن التزویج، الدر مع الشامی زکریا ص ۲۰۱ ج۴ باب الولی، مجمع الأنهر ص ۴۹۹ ج ۱ باب الأولیاء، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲۱۶ ج ۲ باب الأولیاء والاکفاء طبع مکة مکرمة.

[2] والولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه علی ترتیب الارث والحجب (درمختار) ثم یقدم الاب ثم ابوه،ثم الأخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق ثم عم الأب کذٰلک. (درمختار مع الشامی کراچی ص۷۶ ج۳ مطبوعه زکریا ص ۱۹۲ ج۴ کتاب النکاح باب الولی)، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج ۱ باب الأولیاء، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة کراچی ص ۱۹ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء.

ولیٔ اقرب کی بغیر اجازت نکاح

سوال:- ایک لڑکی نابالغ کے بڑے بھائی بالغ ہیں بڑا بھائی مسافت منقطعہ پر نہیں تھا بلکہ اس سے دانستن اس معاملہ کو چھپایا گیا اور چھوٹا بھائی گھر پر موجود تھا۔ لیکن اس نے کوئی اجازت نکاح خواں کو نہیں دی اور نہ قاضی صاحب نے چھوٹے بھائی سے طلب کی کیونکہ ان کو بتلایا گیا ہے کہ لڑکی بالغہ ہے اور اجازت دادی صاحبہ نے دی اور یہ نکاح دادی کی رضامندی سے ہوا لڑکی نابالغہ کے ہر دو بالغ بھائی بڑے باپ شریک بھائی ہیں۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نکاح صورت مسئولہ میں بھائی کی اجازت پر موقوف ہے خواہ کوئی بھائی اجازت دے، لڑکی یا اس کی دادی کی اجازت سے نکاح لازم نہ ہوگا اور بھائی کا سکوت معتبر نہیں یعنی جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضا متحقق نہ ہو نکاح لازم نہ ہوگا۔ **فی التنویر الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثیٰ علیٰ ترتیب الارث والحجب فی الدرفلوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازته قال الشامی تحته بعد عبارة فلایکون سکوته اجازة لنکاح الا بعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالة تأمل**[1]۔

---

[1] درمختار مع رد المحتار نعمانیه ص ۳۱۱ تا ۳۱۵ ج۲ الشامی کراچی ص۷۶ ج۳ باب الولی، هندیه کوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیة کراچی ص۲۳ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء.

اگر کوئی سا بھائی بھی اجازت سے پہلے اس نکاح کو رد کردے گا تو رد ہو جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ ۳؍ جمادی الثانی ۵۳ھ

ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حق نکاح

سوال:- ایک بیوہ عورت نے اپنی لڑکی کے نکاح کا مختار اپنے بھائی کو بنایا اور اس کی معرفت اسی کے مکان پر نکاح ہوا۔ نکاح جس گاؤں میں ہوا وہ گاؤں بیوہ کی سکونت سے پانچ میل ہے۔ نکاح کی اطلاع دور نزدیک سب جگہ کی گئی تھی بارات کئی سو آدمیوں کی آئی تھی جن کی موجودگی میں نکاح ہوا کچھ پتہ کسی کو نہیں چلا کہ اس میں لڑکی کے تایا اور چچا کی اجازت ہے یا نہیں کیوں کہ تایا چچا کی طرف سے انکار معلوم نہیں ہوا نہ یہ علم ہوا کہ وہ رضامند نہیں ہیں۔ لڑکی کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال تھی۔ بخوشی رخصت ہو کر خاوند کے یہاں گئی پندرہ روز رہی اس کے بعد بخوشی میکے میں بھیجدی گئی۔ کسی کی جانب سے ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا۔ اتفاق سے اس لڑکی کے خاوند نے ایک عورت سے نکاح کرلیا دوسرے نکاح کی خبر پا کر لڑکی کے تایا چچا اسکے مکان پر پہونچے کہ ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی جوان ہے تم لے آؤ اور اس عورت کو طلاق دیدو طلاق نہ دے سکو تو ہم لڑکی کو نہیں بھیجیں گے۔ اس شخص نے طلاق نہ دی اس پر انھوں نے اس بیوہ کی لڑکی کو دوسری جگہ بھیجدیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے زبانی پوچھا ہے کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے۔ مگر فتویٰ کوئی نہیں ہے۔

لہٰذا عرض ہے کہ سابق نکاح جائز ہے یا نہیں؟ تو ان لوگوں کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی تب تو اس نکاح میں کوئی تردد ہی نہیں بلکہ بلا تأمل صحیح ہے[1] اگر نابالغہ تھی تو اس کے ولی تایا چچا ہیں ایسی صورت میں ماں کو یا ماموں کو ولایت نکاح حاصل نہیں[2] اور جب کہ نکاح لڑکی کے ماموں نے کیا ہے تو وہ تایا چچا کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ رد کر دیتے ہیں تو رد ہو جاتا لیکن انھوں نے رد نہیں کیا بلکہ لڑکی کے شوہر سے اس کے نکاح ثانی کر لینے سے تقاضا کیا اور کہا (ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی جوان ہوگئی تم لے آؤ) تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس نکاح سے رضامند ہیں اور لڑکی کے ماموں نے جو نکاح کر دیا ہے اس سے خوش ہیں لہٰذا شرعاً یہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا۔ اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیجنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے دوسری جگہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوا ان کے ذمہ واجب ہے کہ لڑکی کو اس جگہ سے بلا کر اسی شوہر کے گھر بھیجیں جس سے اولاً نکاح کیا ہے۔

فلوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازته فلایکون سکوته اجازة لنکاح الابعد وان کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالةً تامل اھ درمختار[3] و شامی ص ۲/۴۸۶، فقط واللّٰہ سبحانه تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۲/ ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۵/ذی الحجہ ۵۸ھ

---

[1] فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۵۵ ج۴ باب الولی، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الأولیاء والاکفاء، طبع مکة مکرمة، مجمع الأنهر ص۴۸۸ ج۱ باب الأولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں

سوال: -لڑکی کی پرورش ابتداء سے دوسرے شخص نے کی ہے اور ولی زندہ ہے اب شرعاً لڑکی کا ولی کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض پرورش کرنے سے آدمی ولی نہیں بن جاتا جس کو شریعت نے ولی مقرر کیا ہے وہی ولی ہے۔ **ولوکان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط و نحوه فانه لایملک تزویجهما.کذافی فتاویٰ قاضیخان عالمگیری**[1] ص ۱۲ ج ۲، پس اس پرورش کرنے والے کو بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۷/ ۵۶ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہٗ الصمد

صحیح: عبد اللطیف ۸/صفر ۵۶ھ

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۲ الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثی علی ترتیب الإرث والحجب، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۹۱ ج ۴ باب الولی، مجمع الأنهر ص ۴۹۷ ج ۱ باب الأولیاء، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۲۰۹ ج ۲ باب الأولیاء والاکفاء مطبوعه عباس احمد الباز مکة مکرمة.

۳ شامی کراچی ص ۳/۸۱، وشامی نعمانی ص ۲/۳۱۵، باب الولی، هندیه کوئٹه، ص ۲۸۵، ج ۱، الباب الرابع فی الأولیاء، تاتارخانیة کراچی ص ۲۳ ج ۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ الهندیة ص ۱/۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء مکتبه مصر، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۱/۳۵۶، فصل فی الاولیاء، بحر کوئٹه ص ۳/۱۲۶، باب الأولیاء والاکفاء.

نکاح بغیر ولی کے

سوال:-مسماۃ ہندہ بالغہ باکرہ نے بغیر اجازت والد خود نکاح کرلیا کیونکہ اس کا والد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا تھا ہندہ وہاں رضامند نہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا ہندہ کا نکاح ہوا یا نہیں؟ غیر مقلد کہتے ہیں کہ دوسری جگہ پڑھایا جائے اول نکاح درست نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ہندہ بالغہ نے اپنی برداری میں مہر مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے اگر غیر برادری میں یعنی نیچے خاندان میں نکاح کیا ہے تو مفتی بہ قول کے موافق وہ صحیح نہیں ہوا دوبارہ برادری میں کرے اگر مہر مثل سے کم پر کیا ہے تو ولی یعنی باپ کو اختیار ہے کہ حاکم مسلم کے یہاں درخواست دے اور حاکم شوہر کو بلا کر کہے یا تو مہر مثل پورا کرو ورنہ ہم نکاح فسخ کردیں گے اگر شوہر نے مہر مثل پورا کردیا تب وہ نکاح برقرار ہے۔ اگر پورا نہ کرے تو حاکم مسلم نکاح فسخ کردے۔

تنفذ نکاح حرة مکلفة بلارضاولی وله اذاکان عصبة الاعتراض فی غیر الکفوء مالم تلد منه ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازه اصلاً وهوالمختار للفتویٰ ا ه درمختار[1] ص۴۵۸ج۲ ولونکحت باقل من مهر المثل فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مهرمثلها او یفرق القاضی بینهما دفعا للعار ا ه. قوله الاعتراض افادان العقد صحیح وتقدم انها لوتزوجت غیرکفوء فالمختار

---

[1]..... الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص۵۶ج۳ باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۰ج۱ باب الاولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۰۲ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، مطبوعه مکة مکرمة،

للفتویٰ رواية الحسن انه لا يصح العقد ولم ارمن ذكر مثل هذه الرواية هنا ومقتضاه انه لاخلاف فی صحة العقد لعل وجهه انه يمكن الاستدراک هنا باتمام مهوثل بخلاف عدم الكفأ والله تعالیٰ اعلم اه درمختار ردالمحتار[1] ص ۵۰۰ ج ۲،

نفد نكاح حرة مكلفة بلاولی وقال مالکؒ والشافعیؒ لاينفذ بعبارة النساء اصلا لقوله تعالیٰ فَلَاتَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ. فلولا ان له ولاية التزويج لما منع عن عضل وقال الشافعیؒ هی ابين آية فی كتاب الله تعالیٰ علیٰ اشتراط الولی ولقوله عليه الصلوٰة والسلام لانكاح الا بولی وشاهدی عدل وقدرووا فی كتبهم احاديث كثيرة ليس لها صحة عند اهل النقل حتی قال البخاری وابن معين لم يصح فی هذا الباب حديث يعنی علی اشتراط الولی ولناقوله تعالیٰ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِیْ اَنْفُسِهِنَّ. وقوله تعالیٰ فَلَاتَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ. وقوله تعالیٰ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه وقوله تعالیٰ فلاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ الله .وهذهِ الاٰيات تصرح بان النكاح ينعقد بعبارة النساء لان النكاح المذكور فيها منسوب الی. المرأة من قوله اَنْ يَّنْكِحْنَ وَحَتّٰی تنكِحَ وهذا صريح بان النكاح صادر منها اه زيلعی[2] ص ۱۱۷ ج ۲،

غیر مقلد اگر ذی علم ہے تو ان عبارات میں اس کیلئے دلیل موجود ہے، اگر ذی علم نہیں

---

[1] الدر المختار مع الشامی كراچی ص ۹۴ ج ۳ باب الكفاء ة، مجمع الأنهر ص ۵۰۴ ج ۱ فصل تعتبر الكفاء ة فی النكاح الخ دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۳۴ ج ۳ باب الاكفاء،

[2] زيلعی ص ۱۱۷ ج ۲ باب الاولياء والاكفاء.مطبوعه امداديه پاكستان، عناية مع فتح القدير ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ ج ۳ باب الاولياء والاكفاء، دار الفكر بيروت، بدائع زكريا ص ۵۱۳ تا ۵۱۷ ج ۲ كتاب النكاح، فصل وأما ولاية الندب،

بلکہ عامی اور جاہل ہے تو علمی مسائل میں جاہل سے بحث فضول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۵/ ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ج ۱/ ۵۹ھ

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح

سوال:- میرے چچازاد بھائی محمد عمر خاں کے لڑکے کلام الدین خاں جو مر چکے ہیں ان کے دو لڑکیاں اور بیوی موجود ہیں (۱) دختر سروری جس کی عمر چار یا پانچ سال ہے۔ (۲) دختر قیصری جس کی عمر ڈھائی سال ہے۔ ان دونوں لڑکیوں کا عقدِ نکاح ہو گیا۔ سروری کا نکاح محمد ظہیر خاں نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا۔ قیصری کا نکاح ثناء اللہ نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا۔ یہ دونوں عقد کس کی اجازت سے ہونے چاہئیں تھے اور ولی کون ہو سکتا تھا۔

شجرہ خاندان

محبوب خاں — شفیع خاں — کلو خاں — وزیر خاں

نجیب اللہ، ثناء اللہ، جان اللہ — محمد عمر خاں فوت — دولت خاں فوت

مر چکے — زندہ — زندہ — کلام الدین خاں فوت — محمد ظہیر خاں زندہ

سروری، قیصری

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثناء اللہ خاں نے جو قیصری کا نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو گیا۔ اس کو شرعاً ولایت نکاح حاصل

ہے[1]۔ محمد ظہیر خاں نے جو نکاح سروری کا کیا ہے وہ ثناء اللہ اور جان اللہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی اس کو منظور کر لیا تو وہ درست ہو گیا، اگر کسی نے نامنظور کر دیا تو وہ جب ہی بیکار اور ختم ہو گیا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/ ۸۸ھ
الجواب صحیح: محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

نابالغ عاقل کا نکاح بغیر ولی کے

سوال:- ایک نابالغ لڑکا ہے مگر عاقل ہے، اگر نکاح کے وقت اس سے ایجاب وقبول بغیر ولایت باپ کے کیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ ایسے کئی نکاح ہمارے یہاں ہوئے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا ایجاب وقبول بغیر ولی کے کافی نہیں بلکہ وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، تو ایسی صورت میں ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔ الولی شرط نکاح صغیر،

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونة علی ابیها (در مختار) ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق ..... ثم العم الشقیق ثم عم الأب کذالک ثم إبنه، شامی زکریا ص۱۹۲ ج۴ باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج۱ باب الاولیاء، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة کراچی ص۱۹ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء،

[2] فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته الدرعلی الردکراچی ص۸۱ ج۳، باب الولی، هندیه کوئٹه ص۲۸۵ ج۱، الباب الرابع فی الاولیاء، سکب الأنهر ص۴۹۹، ج۱، باب الاولیاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

درمختار[1] ص ۴۵۸ ج ۲ صغیرۃ زوجت نفسھا[2] الخ، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور مبسوط کی عبارت

سوال:- اگر کوئی عورت باکرہ عاقلہ بالغہ بغیر رضاء ولی کے خفیہ نکاح کر لیتی ہے جس سے والدین اولیاء کی عزت پر بہت بدنما دھبہ لگ گیا ہے، کیونکہ وہ شریف خاندان میں سے نہیں۔ اور اس نکاح کو ہرگز جائز نہیں کہتے۔ تو کیا اس صورت میں حسب مضمون عبارت مبسوط سرخسی بغیر رضاءِ ولی یہ نکاح جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ **ومن العلماء من یقول اذا کانت غنیة شریفة لم یجز تزوجھا نفسھا من غیر رضاء الولی وان کانت فقیرۃ خسیسة یجوز لھا ان تزوج نفسھا من غیر رضاء الولی. مبسوط ص ۱۰ ج ۵ باب النکاح.**

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں مہر مثل پر کیا ہے تو وہ شرعاً نافذ اور درست ہے، امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا قول ظاہر الروایۃ میں یہی ہے اور انھوں نے قولِ اول سے رجوع کیا ہے جو یہ ہے کہ بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا جب کہ اس کا کوئی ولی ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر کفو میں کیا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اس سے بھی رجوع کیا اور فرمایا کہ زوج کفو ہو یا نہ ہو بہر صورت درست ہے، امام محمدؒ کے نزدیک یہ نکاح ولی کی اجازت

---

[1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۵۵ ج ۳ مطبوعہ زکریا ص ۱۵۵ ج ۴ باب الولی،

[2] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۹۸/۴، باب الولی مطلب یصح تولیة الصغیر الخ، بحر کوئٹہ ص ۱۲۵ ج ۳ باب الأولیاء والاکفاء،

پر موقوف رہتا ہے پھر ان سے بھی شیخین کے قول کی طرف جو کہ ظاہر الروایۃ ہے رجوع مروی ہے۔ لہٰذا ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول متفق علیہ یہی ہے کہ نکاح درست اور نافذ ہے پھر اس متفق علیہ قول کے خلاف فتویٰ دینا شرعاً درست نہیں۔ مبسوط میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں یا غیر حنفی جیسے کہ آئندہ قول اصحابِ ظواہر کا درجہ ہے۔ پھر یہ کہ اس پر نہ کسی کا فتویٰ نقل کیا ہے نہ اس کو کسی دلیل سے مبرہن کیا ہے۔ ایسے قول پر فتویٰ دینا قواعدِ افتاء کے خلاف ہے۔ کما صرح به ابن عابدين فی عقود رسم[1] المفتی. نفذ نكاح حرةمكلفةبلاولی وهٰذا عندابی حنيفة وابی يوسف فی ظاهر الرواية وكان ابويوسف اولاً يقول انه لاينعقد الاّ بولی اذا كان لها ولی ثم رجع وقال ان كان الزوج كفواً لها جاز وإلاّ فَلاَ ثم رجع وقال جازَ سواء كان الزوج كفواً لها او لم يكن وعند محمدؒ وينعقد موقوفاً علیٰ اجازة الولی سواء كان الزوج كفواً لها او لم يكن ويروی رجوعه الیٰ قولهما اھ تبيين الحقائق[2] ص۱۱۷ ج۲ ان ما اتفق عليه اصحابنا فی الروايةالظاهرةيفتی به قطعاً وان الحكم و الفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للإجماع. درمختار .مذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتی لنفسه لكون المرجوع صار منسوخاً . شامی[3] ص۵ ج۱ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۶۲ ۱۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف

---

[1] إن الواجب على من اراد ان يعمل لنفسه أو يفتی غيره أن يتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه فلا يجوز له العمل او الافتاء بالمرجوح، رسم المفتی ص۲۵، مطبوعه سعيديه سهارنپور،

[2] ..... زيلعی ص۱۱۷ ج۲ باب الأولياء والأكفاء مكتبه امداديه پاكستان، بحر كوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الأولياء والاكفاء، بدائع زكريا ص۵۱۳ ج۲ فصل واما ولاية الندب.

[3] شامی كراچی ص۷۴ ج۱ مطلب لايجوزالعمل بالضعيف حتی لنفسه عند نا،

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے

سوال:- (۱) ایک بالغ لڑکی نے اپنے کفواور خاندان کے بالغ لڑکے سے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کرلیا کیا ایسی صورت میں ولی کو حق فسخ ہے یا نہیں؟

(۲) فسخ کی صورت کیا ہوگی؟ کیا قاضی یا کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعویٰ کر کے یا پنچایت میں معاملہ رکھ کر نکاح فسخ کرادیا جائے گا۔ یا خود ولی کے کہنے سے فسخ ہوسکتا ہے کہ ولی کہدے فسخت بینکما اور وہ فسخ ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو ولی کو حق فسخ حاصل نہیں۔ نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی وله الاعتراض فی غیر الکفو وروی الحسن عن الامام عدم جوازه وعلیه فتویٰ قاضیخان وهٰذا اصح واحوط والمختار للفتویٰ فی زماننا الخ. مجمع الأنهر[۱]

(۲) فسخ کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۹/ذی قعدہ ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور نابالغ کے ولی کی طلاق

سوال:- مسماۃ رمضانوں بنت نتھو بیوہ ہوگئی تھی۔ عدت ختم ہونے پر اس کے والد نے

---

[۱] مجمع الأنهر ص ۴۹۰ ج ۱، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۶ ج ۳، باب الولی، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲، باب الاولياء والاكفاء، مطبوعه عباس احمد الباز مكة مكرمة،

اس کے دیور مسمیٰ جماعت علی سے نکاح کر دیا اور پھر اس لڑکی سے والد نے کہد یا کہ تمہارا نکاح مسمیٰ جماعت علی سے کر دیا جو کہ نابالغ تھا۔ یعنی اس وقت جماعت علی کی عمر دس برس کی تھی اور لڑکی بالغ تھی۔ تو لڑکی نے اس بات پر اظہار ناراضگی کیا اور انکار کیا۔ اب تین سال کے بعد لڑکی کے والد نے جماعت علی کے والد سے کہد یا کہ اپنی بہو کو لیجا تو تین طلاق دیدی ہے اور پہلے بھی کہد یا تھا کہ اپنی لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کر دو۔ اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنی لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کر دو اور لڑکی خود بھی جانا نہیں چاہتی ہے اور لڑکا اب بھی نابالغ ہے۔ یعنی تیرہ سال کی عمر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باپ کو جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح کرنے کا حق نہیں۔ پس اگر نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا تو رد ہو گیا تھا[1]۔ اب طلاق کی ضرورت نہیں دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے اگر اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دیدی تھی تو وہ صحیح ہو گیا تھا اب جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح درست نہیں لڑکے کے باپ کو شرعاً لڑکے کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں یہ طلاق بالکل بیکار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲ رذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح الخ الدر المختار على الشامی نعمانیه ص۲۹۸، ج۲، مطبوعه کراچی ص۵۸ ج۳، باب الولی، فإن فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وإن ردته بطل، هندیه کوئٹه ص۲۸۷، ج۱، الباب الرابع فی الاولیاء، بحر کوئٹه ص۱۱۰ ج۳، باب الاولیاء،

بالغہ پر ولایت

سوال:- زید کے ایک لڑکی ہے جس کا رشتہ زید نے اپنی زندگی میں خالد سے کر دیا ہے زید کا ایک چھوٹا بھائی بکر ہے زید بکر سے سخت ناراض تھا زید کا انتقال ہو گیا اب بکر چاہتا ہے کہ زید کی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہو اور زید کی بیوی اور لڑکی اس سے رضامند نہیں۔ کیونکہ وہ لڑکا نالائق اور بدچلن ہے زید کی بیوی اور لڑکی خالد سے نکاح کرنے میں رضامند ہیں کیونکہ زید اپنی زندگی میں خالد سے رشتہ کر چکا تھا اب زید کی لڑکی بالغ ہے وہ اپنی مرضی کے موافق بغیر اجازت اپنے چچا صاحب کے خالد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکی بالغ اور خود مختار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب لڑکی بالغہ ہے تو اس کا چچا بلا اس کی رضامندی کے ہرگز اس کا نکاح نہیں کر سکتا جس جگہ لڑکی کے باپ نے لڑکی کا رشتہ اپنی زندگی میں کیا تھا اگر وہاں لڑکی کی بغیر رضامندی اپنی چچا کے اپنا نکاح کر لے گی تو شرعاً یہ نکاح معتبر ہوگا اور چچا کو شرعاً اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ نکاح کفو یعنی اپنی برادری میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔ **ونفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاء ولی الخ. ولاتجبر البالغة البکر علیٰ النکاح**[1] اھ **درمختار باب الولی**، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ ربیع الثانی ۵۴ھ

---

[1] **درمختار علی الشامی نعمانیه ۲/۲۹۸، شامی کراچی ص۳/۵۸، باب الولی، هندیه کوئٹه ص۱/۲۸۷، الباب الرابع فی الاولیاء، بحر کوئٹه ص ۱۰۹، ۳/۱۱۰، باب الاولیاء والاکفاء.**

نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے؟

سوال:- ایک نابالغہ لڑکی کے نکاح کی چند وجوہ سے نانی کو ضرورت پیش آئی کہ ولی لڑکی کا حقیقی چچا ہے جو عرصۂ دراز سے صریح دشمن ہے جب نانی نے اجازت طلب کی تو اس نے کہا کہ ہم سے کوئی تعلق نہیں ہم نہیں جانتے، علاوہ ازیں ایک اور دور کے رشتہ کے چچا ہیں اور ماں کو ایسی صورت میں یا غیر حقیقی چچا کی طرف ولایت یا اختیار اجازت منتقل ہوگا یا نہیں؟ یا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ نابالغہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکے؟ جب کہ چچا کا یہ قول ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں جب لڑکی کا حقیقی چچا اس لڑکی کے نکاح کرنے کا منکر ہے اور نکاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان بااختیار حاکم کے یہاں درخواست دی جاوے اور وہ حاکم اس لڑکی کا نکاح اپنی طرف سے کر دے۔

شامی[1] ص ۴۳۳ ج ۲ عن المنتقیٰ اذا کان للصغیرۃ اب امتنع عن تزویجھا لاتنتقل الولایۃ الیٰ الجد بل یزوجھا القاضی (الیٰ) واما ما فی الخلاصۃ والبزازیۃ من انھا تنتقل الیٰ الابعد بعضل الاقرب فالمراد بالابعد القاضی لانہ اٰخر الاولیاء الخ. صورت مذکورہ میں ماں یا غیر حقیقی چچا کو خود اس لڑکی کے نکاح کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ ۳/۳/ ۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] شامی کراچی ص ۸۲ ج ۳، مطلب لایصح تولیۃ الصغیر شیخا علی خیرات (باب الولی، مجمع الأنھر ص ۴۹۹ ج ۱، باب الاولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، النھر الفائق ص ۲۱۶ ج ۲، باب الاولیاء والاکفاء، طبع مکۃ مکرمۃ،

نکاح صغیر بغیر ولی

سوال:- ایک نابالغ لڑکا ہے مگر عاقل ہے اگر نکاح کے وقت اس سے ایجاب وقبول بغیر ولایت باپ کے کیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں ایسے کئی نکاح ہو رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا ایجاب وقبول بغیر ولی کے کافی نہیں بلکہ وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ **الولی شرط نکاح صغیراھ درمختار[1] ص۴۵۸ ج۲ صغیرۃ زوجت نفسها من کفئ ولاولی لهاولاقاضی فی ذالک الموضع ینعقد و یتوقف علیٰ اجازتها بعد بلوغها واذا زوجت الصغیرة نفسها فاجازالاخ الولی جازولها الخیار اذا بلغت اھ عالمگیری[2] ص۲۸۶ ج۲۔** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح

سوال:- مسمیٰ سلامت علی نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ وایک دختر حقیقی مسماۃ اختری کو مکمل

---

[1] درمختار علی الشامی نعمانیة ص۲۹۲ ج۲ باب الولی.

[2] عالمگیری مجیدی کانپور ص۱۰ ج۲. مطبوعه دارالکتاب دیوبند ص۲۸۶ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، الدر مع الشامی زکریا ص۱۹۸ ج۴ باب الولی، مطلب یصح تولیة الصغیر الخ، بحر کوئٹه ص۱۲۵ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء.

قطع کر کے دوسرے موضع میں سکونت اختیار کر لی اور عرصہ دراز تک دونوں زوجین اپنی اپنی جائے سکونت پر بالکل اجنبی کی طرح رہتے رہے جب جانبین میں موافقت کی امید بالکل قطع ہو چکی تو ہندہ نے اپنا نکاح ثانی مسمیٰ کرامت علی سے کر لیا اور خوب محبت و پیار سے رہتے سہتے رہے نکاح کے بعد سلامت علی نے نہ دختر کو لیجانے کا قصد کیا اور نہ زوجہ کا دھیان دل پر لایا، ایک روز ہندہ نے اپنے خاوند کرامت علی سے کہا کہ مسماۃ اختری کا نکاح مسمیٰ اصغر علی سے موضع ساہا میں کر دو، خاوند صاحب نے اختری کے بلا اجازت پوشیدہ طریقہ سے اپنے رشتہ دار مسمیٰ حشمت علی سے کر دیا اور معاً رخصت بھی کر دیا، ان ایام میں اختری سن نابالغہ میں تھی جب یہ تمام دغا بازی ہندہ کو معلوم ہوئی تو وہ خاوند پر بہت خفا ہوئی اور فوراً اپنی دختر کو اپنے پاس بلوا لیا بعدہ سالہا سال تک رخصتی کا نام تک نہ لیا یہاں تک کہ اختری جوان ہوگئی اور اختری کا والد حقیقی فوت ہو گیا بعد میں ہندہ نے سینہ سپر ہو کر اپنے شوہر کی رضامندی کے خلاف اور حشمت علی کے طلاق دیئے بغیر صرف اپنی و اختری کی رضامندی سے اسے سابق پسند کردہ لڑکے اصغر علی سے نکاح ثانی کر دیا اور حشمت علی کو صاف جواب دے دیا وہ محروم ہو کر بیٹھ گیا، فی الحال دونوں اختری و اصغر علی ایک مکان میں خاوند و بیوی کی طرح رہتے سہتے ہیں اب بعض لاعلم اشخاص یہ کہتے ہیں کہ جو نکاح اول کیا تھا وہی صحیح ہو گیا تھا نکاح ثانی نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح ثانی صحیح ہوا ہے کیونکہ یہ اختری و اصغری کی والدہ کی رضامندی سے ہوا ہے، حضور والا سلیس اردو میں تحریر فرماویں کہ یہ عورت کون سے خاوند کو حلال ہے اور کس کو حرام ہے بینوا و توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سلامت علی نے ہندہ کو طلاق دیدی تھی اور ہندہ نے عدت گذار کر کرامت علی سے نکاح کیا تھا تب تو یہ نکاح صحیح ہے اور اگر طلاق نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، سلامت علی کے انتقال کے بعد عدت وفات گذار کر دوبارہ نکاح کرنا چاہئے اور اگر سلامت علی نے ہندہ

کوطلاق تو دیدی تھی لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے ہندہ نے کرامت علی سے نکاح کیا ہے تب بھی صحیح نہیں ہوا، عدت طلاق گذار کر دوبارہ کرنا چاہئے یہ حکم تو ہندہ کا ہے[1]

اور ہندہ کی لڑکی اختری کا یہ حکم ہے کہ اس کا پہلا نکاح جو کرامت علی نے کیا تھا وہ ہندہ کے پہلے شوہر یعنی اختری کے والد سلامت علی کی اجازت پر موقوف تھا اگر اس نے اجازت دیدی تھی تو نافذ ہوگیا تھا پھر اختری کو جو اس کی والدہ نے بلالیا تھا اور پھر رخصت نہیں کیا بلکہ اس کے جوان ہونے پر دوبارہ اصغر علی سے نکاح کر دیا یہ ناجائز رہا یہ نکاح درست نہیں ہوا۔ حشمت علی کے گھر اس کو بھیجنا ضروری ہے اور اگر اختری کے والد سلامت علی نے اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ رد کر دیا تھا تو وہ رد ہوگیا تھا[2] اب حشمت علی کو کوئی حق نہیں رہا اختری کے بالغہ ہونے پر جو اس کی رضامندی سے اس کی والدہ نے اصغر علی سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ صحیح اور نافذ ہوگیا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۸/ ۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم یکم رمضان ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلاً، شامی زکریا ص ۲۷۴ باب المهر مطلب فی النكاح الفاسد هنديه كوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، تاتارخانية كراچی ص ۴ ج ۳ كتاب النكاح الفصل الثامن.

[2] وقف تزويج فضولی من احد الجانبين أو فضوليين من الجانبين على الإجازة أی اجازة من له العقد فان اجاز ينفذ والا لا، مجمع الأنهر ص ۵۰۶ ج ۱ باب الأولياء فصل فی تزويج الفضولی الخ سكب الأنهر ص ۵۰۵ ج ۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ونفذ نكاح حرة مكلفة بلاولی الخ مجمع الانهر ص ۴۹۰ ج ۱ باب الاولياء والاكفاء. مطبوعه دارالكتب العلميه. بيروت، الدر المختار مع الشامی كراچی ص ۵۶ ج ۳ باب الولی، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲، باب الاولياء والاكفاء طبع مكة مكرمة،

اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے

سوال:- ماں باپ کی اجازت لئے بغیر کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کسی سے نہیں کرتا۔ لیکن اگر لڑکے کے ماں باپ کبھی راضی نہ ہوں کیونکہ ابھی بڑے بھائی بغیر شادی کے بیٹھے ہیں تو وہ خود بھی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ جب سر پر بڑے موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ہی اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا چاہئے۔ لیکن نابالغ کے والد کو ولایت نکاح حاصل ہے۔ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو ہر شخص اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح بغیر اپنے والد سے دریافت کئے بھی کرسکتا ہے[1]۔ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو چھوٹے لڑکے کی شادی بڑے لڑکے سے پہلے بھی کرنا درست ہے اور جس کو خود ضرورت ہو وہ معصیت سے بچنے کیلئے خود بھی اپنی شادی کرسکتا ہے۔ اگرچہ والدین نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الولی فی النکاح العصبة وهو من یتصل بالمیت بلاتوسط أنثی علی ترتیب الارث والحجب درمختار علی رد المحتار ص ۳۱۱ ج۲ مطبوعه نعمانیه الشامیکراچی ص ۷۶ ج۳ مطلب فی فرق النکاح. باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۷ باب الأولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة کراچی ص ۱۹ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء.

[2] شرح السنة ص۳۵، ج۶، رقم الحدیث۲۴۵۵، باب الطاعة فی المعروف، کتاب الإمارة والقضاء، مطبوعه بیروت، مشکوٰة شریف ص ۳۲۱، ج۲، کتاب الإمارة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟

سوال:- ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کیا کہ کچھ ان ابن ہوگئی ہے حالانکہ پہلے وہیں رشتہ کیا تھا۔ دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپئے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا بات کرلی۔ لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپیوں کو ٹھکرا کر پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کرلی۔ جب کہ والد صاحب سے اصرار وضد کی وجہ سے ناراضگی ہوگئی۔ تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے۔ ناجائز ہے۔ ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط روپئے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کرلی تو وہ نافرمان نہیں ہوا۔ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (الحدیث[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ

لڑکی نے اپنا ایجاب وقبول خود کرلیا

سوال:- (۱) ایک لڑکی بالغہ عاقلہ نے برضا ورغبت حسب منشاء باپ کے گھر سے ہم

---

[1] شرح السنة ص۳۵ج۶رقم الحديث ۲۴۵۵ باب الطاعة فی المعروف، كتاب الإمارة والقضاء، مطبوعه بيروت، مشكوٰة شريف ص ۳۲۱، ج۲، كتاب الإمارة، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

کفوء پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ آ کر ایک مولوی اور اسکی بیوی اور مولوی صاحب کا ایک بالغ لڑکا اور ناکح کے والدین اور ایک بالغ بھائی اور منکوحہ کی دادی کے سامنے مہر متعینہ پر ایجاب وقبول کرلیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے ہی ایجاب وقبول سے دونوں کا نکاح شرعاً منعقد ہوجائے گا؟

(۲) بلا اجازت ولی ایجاب وقبول ہوجانے میں ولی چاہتا ہے کہ حدیث "ایما امرأة یتزوج بغیر اذن ولی فنکاحها باطل باطل باطل" پر عمل کرکے نکاح فسخ وباطل کرسکتا ہے؟

(۳) اگر موافق مذہب حنفیہ دونوں کا نکاح منعقد ہوگیا تو "وعند محمد ینعقد النکاح موقوفاً (ای باجازة الولی)" جب کہ نکاح ہوجانا اجازت ولی پر موقوف رہتا ہے۔ تو ولی اجازت نہ دے کر اس بالغہ عاقلہ لڑکی کا نکاح دوسری کسی کے ساتھ کردینا شرعاً جائز ہے؟ حالانکہ صاحب ہدایہ نے ویروی رجوع محمد الیٰ قولهما قول ابی حنیفة وابی یوسفؒ.

(۴) اگر امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق کوئی گنجائش نہیں ہے تو امام شافعیؒ وامام مالکؒ کے مذہب کے موافق نکاح فسخ وباطل کرنے کی کوئی صورت بن سکتی ہے؟

(۵) خود منکوحہ اور ولی منکوحہ مذہب حنفیہ کے مقلد ہیں اور منکوحہ بروقت نکاح مذہب حنفیہ کے مقلد رہے۔ اب ولی اپنی ضد کو برقرار رکھنے کی غرض سے صرف اس مسئلہ کے بارے میں امام شافعیؒ کا مقلد بن کر یعنی تبدیلی مذہب کرکے اس عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردینا جائز ہے؟

(۶) تبدیلی مذہب کسی خاص غرض سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ نکاح شرعاً منعقد ہوجائے گا، لیکن جس لڑکی کے سر پر باپ موجود ہو اس کو ایسا

اقدام کرنا مناسب نہیں۔ "فنفذ نکاح حرة مکلفة بلارضی ولی" (درمختار[1])

(۲) جب یہ نکاح کفو میں مہر مثل پر ہوا ہے تو ولی کو اس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ غیر کفو میں ہوتا تو حکم کچھ اور ہوتا۔

اراد بالنفاذ الصحة وترتب الاحکام من طلاق وتوارث وغیرهما لااللزوم اذ هواخص منها لانه مالایمکن نقضه وهذا یمکن رفعه، اذا کان من غیرکفوء. واماحدیث ایما امرأة نکحت نفسها بغیراذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل، وحسنه الترمذی وحدیث لانکاح الابولی رواه ابوداؤد وغیره فمعارض بقوله صلی اللّٰه علیه وسلم "الایم احق بنفسها من ولیها" رواه مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی ومالک فی المؤطا والایم من لازوج لها بکرا اولا فانه لیس للولی الامباشرةالعقد اذا رضیت وقد جعلها احق منه بهٖ ویترجح هٰذا بقوةالسند والاتفاق علیٰ صحته بخلاف الحدیثین الاولیین فانهما ضعیفان اوحسنان اویجمع بالتخصیص اوبان النفی للکمال الخ. شامی[2] ص۲۹۶ ج۲

(۳) ولی کو اختیار نہیں کہ اس نکاح کی اجازت نہ دے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دے۔ یہ نکاح اجازت پر موقوف نہیں رہا۔[3]

---

[1]..... الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۱۵۵ ج۴ اول باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الاولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، طبع مکة مکرمة.

[2] شامی زکریا ص۱۵۵ ج۴ اول باب الولی، فتح القدیر ص۲۵۹ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، دار الفکر بیروت.

[3] نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی وهذا عند أبی حنیفة وأبی یوسف فی ظاهر الروایة ..... وعند محمد ینعقد موقوفا علی اجازة الولی سواء کان الزوج کفألها أو لم یکن ویروی رجوعه إلی قولهما، تبیین الحقائق ص۱۱۷ ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، مکة مکرمة.

(۴) ان کا مسلک مختار مجھ کو معلوم نہیں۔ حنفی کو اس مسئلہ میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔

(۵) اس کا جواب ۳/و۴/ میں آ گیا۔

(۶) جس مجتہد کے مذہب کو حق تصور کر کے اختیار کیا ہے، اس کے مذہب کو بلا مجبوری چھوڑ کر دوسرے مجتہد کے مذہب کو اختیار کرنا درست نہیں۔ **وفی الفتح قالوا المنتقل من مذهب الی مذهب باجتهاد وبرهان اثم یستوجب التعزیر فبلااجتهاد وبرهان اولیٰ انتهیٰ** (حموی ص۲۵۶)[1]

لیس للعامی ان یتحول من مذهب الیٰ مذهب ویستوی فیه الحنفی والشافعی وقیل لمن انتقل الیٰ مذهب الشافعی لیزوج له اخاف ان یموت مسلوب الایمان لاهانته بالدین لجیفةقذرة(قنیةص ۱۵۵)

الرجوع من التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً وهوالمختار[2] **اه درمختار ص ۵۱ ج ۱.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/ ۹۴ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح

سوال:- زید (بالغ) نے بغیر والد کی رضامندی کے ہندہ (بالغہ) سے نکاح کرلیا ہے۔ گواہان وقاضی ونکاحِ رسید سب کچھ موجود ہے۔ اب چونکہ والد ناراض ہیں۔ اس لئے

---

[1] حموی شرح اشباہ ص ۷۱ ج ۲ الفن الثانی، کتاب الحدود، طبع کراچی.

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۷۵، ج ۱، مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنهٗ، مطبوعه کراچی،

مسئلہ دریافت طلب ہے۔

یہ سوال سائل نے ۶/۷/صفحات پر پھیلا دیا ہے۔ رسید نکاح بھی موجود ہے۔ اسی کی پشت پر مفتی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعات اسی طرح ہیں تو یہ نہایت خود غرضی، فریب دہی، جعلسازی ہے۔ خدائے پاک کے نزدیک مذموم وقبیح ہے۔ شریف معاشرہ کے نزدیک ناپسند اور موجب غضب ہے اور لائق ملامت ونفرت ہے اور رجسٹر نکاح پر غلط اندراج پر قانونی گرفت بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن لڑکا ماشاء اللہ عاقل بالغ ہے، برسرِ روزگار ہے، حالات وواقعات سے واقف ہے، اپنے والد کی اس عقد سے نارضامندی کو بھی جانتا ہے، اس سے بھی یقیناً کوتاہی ہوئی کہ اس نے بغیر والد کی موجودگی واجازت کے عقد نکاح کو قبول کرلیا جب اس نے قبول کرلیا اور چند لوگوں کی موجودگی میں قبول کیا ہے جو کہ لڑکی سے بھی واقف تھے اگر چہ معلوم نہیں تھے تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا۔ والد کی عدمِ موجودگی باعث تنسیخ نکاح نہیں بن سکتی۔ **هٰكذا في كتب الفقه البحر ردالمحتار. والخانية والهندية[1] وغيره.** اب مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ تین سال سے زائد گذر چکنے کے بعد اس قصہ کو نہ اٹھایا جائے بلکہ لڑکے کی زندگی درست وخوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس اعتراض کا موقع بھی نہ دیا جائے کہ تین سال تک اس عقد کو کیوں

---

[1] وينعقد بايجاب وقبول ..... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما (در مختار) ينعقد أى النكاح أى يثبت ويحصل انعقاده بالايجاب والقبول ..... فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها، شامى زكريا ص۶۸تا۹۱ ج۴ كتاب النكاح، بحر كراچى ص۸۱تا۸۸ كتاب النكاح خانية علىٰ هامش الهندية كوئٹه ص۳۲۱ ج۱ كتاب النكاح، الباب الاول، الفصل الاول، هنديه كوئٹه ص۲۶۷ ج۱ كتاب النكاح، الباب الاول،

برداشت کیا گیا جب کہ یہ آپ کے نزدیک ناجائز تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۹/ ۹۴ھ

بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا

سوال:- آج کل پنجاب میں یہ مرض عام پھیل گیا ہے کہ عموماً کنواری لڑکیاں محض فساق سے خفیہ ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہیں، کئی دنوں کے بعد وہ فساق ان کو والدین کے گھر سے کوئی موقع پا کر لے بھاگتے ہیں اور کسی اور علاقہ میں جا کر کے نکاح کر لیتے ہیں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باکرہ کا نکاح بغیر اجازت ولی جائز ہے جس سے فساق نے ناجائز نفع اٹھانا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے۔ کیا آج کل انسداد فتنہ کے واسطے امام شافعیؒ کے قول عدمِ جواز نکاح باکرہ بغیر رضاءِ ولی پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور اس پر عمل جائز نہیں، جب کہ دیگر ائمہ بھی امام شافعیؒ کے متفق ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس مرض کا علاج یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو ترک کر دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ بعد بلوغ لڑکیوں کی شادی میں اپنے رواج یا قومی مصالح یا ذاتی منافع کی بنا پر تاخیر نہ کی جاوے[1]، نیز شادی سے قبل لڑکی سے استیذان کیا جاوے تاکہ اس کی رضا وعدمِ رضا کا بھی اندازہ ہو جائے[2]۔ یہ علاج مذہب امام ابوحنیفہؒ کے موافق اور احادیث سے ثابت ہے۔ دیگر ائمہ بھی اسی میں متفق ہیں۔ جب کہ متفق علیہ اور مسنون طریقہ موجود ہے پھر مذہب کو چھوڑنے کی

---

[1] من بلغت إبنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت إثما فاثم ذالک علیه، الحدیث مشکوٰة ص ۲۷۱ ج ۱، باب الولی فی النکاح، یاسر ندیم دیوبند، (حاشیہ:۲/ اگلے صفحہ پر)

اجازت کیسے ہوسکتی ہے[1] دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا اس مسئلہ میں درست نہیں۔

نوٹ:- اگر بالغہ لڑکی غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرے تو امام صاحبؒ کے ایک قول کے مطابق اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوتا اور یہی قول مفتیٰ بہ بھی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/۱۱/۱۳۶۲ھ

میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں میں دوسری جگہ، کیا ہو؟

سوال:- اگر میں شادی نہ کروں تو گناہ ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ میں گناہ کی زندگی بسر کروں یعنی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھوں کیا پھر بھی مجھے گناہ ہوگا؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] لا تنكح البكر حتى تستأذن، مشكوٰة شريف ص ۲۷۰ باب الولى فى النكاح، ياسر نديم ديوبند، فإن استاذنها هوأى الولى وهو السنة (قوله وهوالسنة) بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبک أو يذكرک فسكتت وإن زوجها بغير استئمار فقد اخطاء السنة وتوقف على رضاها "بحر" الدرمع الرد كراچى ص۵۸ ج۳ باب الولى، بحر كوئٹه ص۱۱۳ ج۳ باب الاولياء والاكفاء،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اما انتقال غيره (أى المجتهد) من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهرتها فهو المذموم الأثم المستوجب للتاديب والتعزير، شامى كراچى ص ۸۰ ج۴ كتاب الحدود، مطلب فيما إذا ارتحل إلى غير مذهبه.

[2] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضاو لى وله أى للولى الإعتراض فى غير الكفوء و يفتى بعدم جوازه أصلا وهوالمختار للفتوىٰ لفساد الزمان الدركراچى ص۵۷ ج۳ مطبوعه زكريا ص۱۵۷ ج۴ باب الولى، مجمع الأنهر ص ۴۹۰ ج۱ باب الأولياء والاكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولياء والاكفاء، مطبوعه عباس احمد الباز مكة مكرمة.

میں اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں میرے والدین راضی نہیں ہوتے، وہ کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان سے انکار کردوں تو میں گنہگار ہوں گا، جب کہ اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعتدال کے وقت نکاح کرنا سنت ہے۔ قدرت اور ضرورت کے باوجود جو شخص نکاح نہیں کرتا وہ اس سنت سے محروم ہے۔ غلبۂ جذبات کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ اگر ادائے حقوق پر قدرت نہ ہو، ظلم کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا منع ہے[1]۔ اس لئے سب کا حال یکساں نہیں۔

شریعت میں ایک ہدایت تو اولاد کے لئے ہے، وہ یہ کہ والدین کی اطاعت کریں[2]، اگر والدین کا حکم ہو کہ اپنی بیوی سے الگ ہوجائے تب بھی اطاعت چاہئے[3]۔ ایک ہدایت والدین کے لئے ہے کہ جب اولاد بڑی ہوجائے تو اس کی طبیعت کے خلاف اس پر جبر نہ کیا

---

[1] ویکون واجباً عندالتوقان فإن تیقن الزنا إلابه فرض.....ویکون سنة مؤکدة حال الاعتدال أی القدرة علی وطؤ ومهر ونفقة ومکروها لخوف الجور فإن تیقنه حرم ذالک الدرعلی الرد کراچی ص۷ج۳ مطبوعه زکریا ص۶۳ج۴ کتاب النکاح، بحر کوئٹه ص۸۰ج۳ کتاب النکاح، مجمع الأنهر ص۴۶۷ج۱ کتاب النکاح، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وقضی ربک أن لا تعبدوا إلا إیاه وبالوالدین احسانا، سورۂ اسراء آیت ۲۳، إن طاعتهما أی ابوین فرض عین، شامی زکریا ص۲۰۲ج۶ کتاب الجهاد، مطلب طاعة الوالدین فرض عین، فتح القدیر ص۴۴۲ج۵ کتاب السیر مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر کوئٹه ص۷۲ج۵ کتاب السیر.

[3] عن ابن عمرؓ قال کانت تحتی امرأة احبها وکان عمر یکرهها فقال لی طلقها وابیت فاتی عمرؓ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکر ذلک له فقال لی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طلقها، مشکوٰة ص۴۲۱، باب البر والصلة، طبع یاسر ندیم دیوبند.

جائے[1] ہاں مشورہ دیدیا جائے۔ پس اگر اولاد اور ماں باپ اپنے اپنے متعلق ہدایات پر عمل کرے تو صحیح زندگی گذرے، کوئی خلفشار نہ ہو، مگر مشکل یہ ہے کہ اولاد نے تو وہ ہدایت یاد کی جو والدین کے حق میں تھی اور والدین نے وہ ہدایت کہ جو اولاد کے حق میں تھی اپنے اپنے متعلق ہدایت کو ہر ایک نے فراموش کر دیا جس کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا۔ بہر حال اگر آپ والدین کی رضامندی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں تو بہت بڑی سعادت ہے، اس کی برکت سے زندگی بھی خوشگوار ہوگی۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو **لا یُکلف اللّٰہ نفساً اِلاّ وسعھا**[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص شرعی باپ نہیں وہ ولی بھی نہیں

سوال:- ایک عورت اپنا خاوند چھوڑ کر دوسرے کے یہاں رہنے لگی اس کے پاس ایک لڑکی اس کے اپنے خاوند کی بھی ہے اور اس کا نکاح نہیں ہوا۔ اس کے نکاح کو میاں جی انکار کرتے ہیں گاؤں کے لوگ ناراض ہیں تو اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا والد ہے بغیر اس کی اجازت کے اس کا نکاح درست نہیں۔ جس شخص کے پاس اس کی والدہ ناجائز طریقے پر رہتی ہے وہ ولی شرعی نہیں اس

---

[1] لا تجبر بکر بالغة علی النکاح، بحر کوئٹه ۱۱۰ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ کتاب النکاح، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، فلا یجبر حر بالغ بالأولی، سکب الأنهر ص۴۹۰.

[2] سوره بقره آیت: ۲۸۶، **ترجمه**:- اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ (از بیان القرآن)

کا باپ نہیں اس کو اس کے نکاح کرنے کا حق نہیں[1] اور اس عورت کو دوسرے شخص کے پاس رہنا حرام ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند

ربیبہ کے نکاح کی ولایت

سوال:- خالد نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو اپنے ساتھ ایک نابالغہ لڑکی لائی جو پہلے شوہر سے ہے۔ اب خالد نے اس نابالغہ صغیرہ کا نکاح کر دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکی کو فسخ نکاح کا حق ہے یا نہیں؟ اگر نابالغہ تو ہے لیکن صغیرہ نہیں ہے ہوشیار ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خالد کو اپنی اس بیوی کی نابالغہ لڑکی پر ولایت نکاح حاصل نہیں جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے **ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه فانه**

---

[1] الولی فی النکاح العصبة وهو من یتصل بالمیت بلا توسط أنثی علی ترتیب الارث والحجب، الدر مع الرد کراچی ص۷۶ ج۳ باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج۱ باب الاولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة کراچی ص۱۹ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء.

[2] أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته ..... لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ..... ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی شامی زکریا ص۲۷۴ ج۴ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، بحر کوئٹه ص۱۳۹ ج۴ باب العدة، النهر الفائق ص۴۸۰ ج۲ باب العدة، مکة مکرمة،

لایملک تزویجهما کذا فی فتاویٰ قاضی خان فتاویٰ عالمگیریة[1] ص ۲۹۲، ج ۲. لہٰذا لڑکی بالغہ ہونے پر اگر اس سے ناخوشی ظاہر کردے اور کہہ دے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو اس نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا بلکہ کالعدم ہوجائے گا اور اس کے لئے عدالت یا پنچایت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

شافعیہ کے قول پر فتویٰ

سوال:- امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علاقہ میں ایسا ہوتا چلا آرہا ہے جو علماء ندوہ سے فارغ ہوکر آئے ہیں انھوں نے ایسے نکاحوں کی ممانعت کی۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہوجاتا ہے۔ مگر جن لڑکیوں نے فرار ہوکر بغیر ولی کے اپنا نکاح کرلیا ہے۔ صاحب اولاد بھی ہیں۔ ان کے بارے میں امام شافعیؒ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جواب امام شافعیؒ کے حوالہ سے تحریر کریں ہمارے علاقہ میں دنیاوی علم بہت ہے اور دینی کم۔ اس لئے ایسے نکاح کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔

---

[1] هندیه کوئٹه ص۲۸۴ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیة کراچی ص۲۵ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء، محیط برهانی ص۵۷ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الاولیاء، طبع مجلس علمی گجرات.

[2] وقف تزویج فضولی علی الاجازة أی اجازة من له العقد فإن اجاز ینفذ والا لا، مجمع الأنهر ص۵۰۶ ج۱ باب الاولیاء، فصل فی تزویج الفضولی، سکب الأنهر ص۵۰۵ ج۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا[1] پھر ایسے نکاح اور ایسے نکاح سے اولاد کا حکم جو کچھ دریافت کرنا ہو علماء شافعیہ ہی سے دریافت کیا جائے، بمبئی جامع مسجد سے بھی حکم مذہب شافعیہ کا معلوم ہوسکتا ہے آپ کے مقامی علماء شافعیہ اگر خود نہ بتائیں تو بمبئی سے دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۱۴۰۶ھ

ولایت نکاح بعوض مہر دیدینا

سوال:- ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور عوض مہر اپنی نابالغہ لڑکیوں کا جو کہ اس عورت سے ہیں والدہ دختران کو ولایت کلی دیتا ہے اور اپنا حق ولایت کلیۃ سلب کرتا ہے، یعنی جہاں والدہ دختران کی مرضی ہو نکاح بلا اجازت ورضامندی والد کردے تو والدہ مذکورہ کا کوئی حق رکاوٹ نہ ہو اور عورت مذکورہ کی طرف سے نشوز بالکل نہ ہو بلکہ خاوند برضامندی خوش اس کو طلاق دے کر یہ اختیارات کلیۃً دینا چاہتا ہے کیا شرعاً وہ عورت کلیۃً اتنی اختیارات کی حقیقی مالک منصور ہوسکتی ہے، یا وقت نکاح پھر والد کی اجازت کی ضرورت ہے اور اگر خاوند دوسرا نکاح کرتا ہے اور عورت سابقہ کو طلاق نہ بلکہ عوض مہر یہ اختیارات کلی اپنی دختران کا جو مذکورہ سابقہ کے بطن سے نابالغہ ہیں، اپنی منکوحہ سابقہ کو دینا چاہے کیا وہ ان اختیارات کی مالکہ

---

[1] نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي ..... وقال مالك والشافعي لا ينفذ بعبارة النساء اصلاً، تبيين الحقائق ص۱۱۷ ج۲ باب الاولياء والاكفاء، امداديه ملتان، بدائع زكريا ص۵۱۳ ج۲ فصل وأما ولاية الندب،

شرعاً ہوسکتی ہے یا نہ اور خاوند سبب افلاس اداء مہر سے قاصر ہے اور والدہ حقیقی شرعاً ولی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت اگر اپنا مہر ساقط کردے تو ساقط ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ حق عورت ہے ''وان حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها او الحط يلاقيه حالة البقاء هدايه[1] ج۲/ص۳۰۵'' لیکن مہر کے عوض میں ولایت اور اختیارات شرعیہ کی بیع نہیں ہوسکتی کیونکہ ولایت مثل میتہ ودم کے ہیں مال نہیں اور صحت بیع کے لئے طرفین میں مال ہونا ضروری ہے، ''وكذا بيع الميتة والدم والحر باطل لانها ليست اموالا، هدايه[2]، ج۳ص۵۳۲'' البتہ اگر زوج چاہے تو زوجہ کو اپنی طرف سے لڑکیوں کے نکاح کی اجازت بطور وکالت دے سکتا ہے۔ ''ومن شرط الوكالة أن يكون المؤكل ممن يملك التصرف ويلزمه الاحكام لان الوكيل يملك التصرف من جهة المؤكل فلا بد ان يكون المؤكل مالكا ليملكه من غيره هدايه[3] ج۳ص۱۷۸'' مگر اس وکالت کی وجہ سے اختیار زوج سلب نہیں ہوگا، بلکہ اگر بلا رضامندی زوجہ اگر زوج خود کسی جگہ

---

[1] هدايه ج۲/ ص۳۲۵، باب المهر ياسر نديم اينڈ كمپنى، مجمع الأنهر ص۵۱۴، ج۱، باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۱۴۱ ج۲، باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] هدايه، ج۳ص۴۹ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۲ ج۳ كتاب البيوع، الباب الاول.

[3] هدايه ج۳، ص۱۷۹، كتاب الوكالة، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند، مجمع الأنهر ص۳۰۶ج۳، اول كتاب الوكالة، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۵۶۱، ج۳، كتاب الوكالة الباب الاول،

لڑکیوں کا نکاح کردے تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوجائے گی، ''من وکل آخر بشئ ثم تصرف بنفسه فيما وكل به بطلت الوكالت، هدايه[1] ج۳ص۱۹۹'' اگر زوجہ نے بغیر اجازت زوج اپنی لڑکیوں کا نکاح کردیا تو اجازت زوج پر موقوف رہے گا، ''وان زوج الصغير او الصغير ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضراً وهو من اهل الولاية توقف نكاح الابعد على اجازته عالمگیری[2] ج۲ص۲۹۳'' اگر وزج لڑکیوں کا نکاح کرنے سے عاجز ہے تو زوجہ خود نکاح کرسکتی ہے ''اجمعوا ان الاقرب إذا عضل تنتقل الولاية الى الابعد كذا فى الخلاصة عالمگیری،[3] ج۲ص۲۹۳ الحاصل شوہر کے بعوض مہر زوجہ کو لڑکیوں کی ولایت دینے سے جو کہ مذکور فی السوال ہے عورت اختیارات کلیہ کی شرعاً مالک نہیں بن سکتی اور اختیارات شوہر شرعاً سلب نہیں ہوسکتے، شوہر طلاق دے کر عورت کو اختیارات کا مالک بنائے یا بغیر طلاق دیئے جواب یکساں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ ۲۰ ذیقعدہ ۵۱ھ

---

[1] هدايه ج۳ص۲۰۰، باب عزل الوكيل، مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى، مجمع الأنهر ص۳۴۰، ج۳، باب عزل الوكيل، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۶۳۶، ج۳، كتاب الوكالة، الباب التاسع، شامى كراچى ص۸۲، ج۳، باب الولى، مجمع الأنهر ص۴۹۹، ج۱، باب الاولياء والاكفاء، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] عالمگیری ج۱، ص۲۸۵، الباب الرابع فى الاولياء، مطبوعه زكريا ديوبند، سكب الأنهر ص۴۹۹، ج۱، باب الاولياء، دار الكتب العلمية بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص۸۱، ج۳، باب الولى.

[3] عالمگیری ج۱ص۲۸۵، الباب الرابع فى الاولياء، مطبوعه زكريا ديوبند، شامى كراچى ص۸۲، ج۳، باب الولى، مجمع الأنهر ص۴۹۹ج۱ باب الاولياء والاكفاء، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

ولایت مجنون

سوال:-لڑکی کا نام سکینہ ہے اورلڑکے کا باپ باؤلا ہے اورلڑکی کی ماں محنت کرتی ہے اوراپنے بچوں کو پالتی ہے جس وقت لڑکی کا نکاح ہوا تھا اس وقت لڑکی کی عمر چار یا پانچ سال کی تھی لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ نکاح شرع کی رو سے جائز ہے یا نہیں کیونکہ لڑکی بھی چاہتی ہے کہ وہاں نہ جاؤں کیونکہ ۵/و ۷/آدمی اکٹھا ہوئے اورانھوں نے لڑکی سے کہا تو لڑکی نے جواب دیدیا کہ میں اس گھر میں نہیں جاتی اگر تم زیادتی کروگے تو ہم کنوئیں میں گر کر مر جائیں گے اس لئے یہ فتویٰ طلب ہے کہ یہ جائز ہے۔ یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر نکاح کے وقت لڑکی کا باپ باؤلا نہیں تھا بلکہ ہوش میں تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں[1] جب تک شوہر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر لڑکی کا باپ نکاح کے وقت باؤلا تھا اور اسی حالت میں اس نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح اس کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا اگر والدہ نے اجازت دیدی تو صحیح ہوگیا تھا۔ اگر والدہ نے اس سے ناراضی ظاہر کر کے انکار کردیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا[2] اب لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے برادری میں اپنا

---

[1] للولی نکاح المجنونة والصغیر والصغیرة ولو ثیبا فإن کان أباً أو جداً لزم العقد فلیس لها خیار الفسخ بعد الافاقة ولا لها بعد البلوغ، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۱ باب الاولیاء، بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۶۶ ج۳ باب الولی، محیط برهانی ص۵۸ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، طبع مجلس علمی.

[2] وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الاولیاء فإن کان الاقرب حاضراً ..... وإن لم یکن من أهل الولایة بان کان صغیراً أو کبیراً أو مجنوناً جاز، محیط ص۵۶ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، مجلس علمی، تاتارخانیة کراچی ص۲۳ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء، هندیه کوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء.

نکاح کرلے۔ اگر والدہ نے نکاح کی اجازت دیدی تھی تو اگرچہ اس وقت نکاح صحیح ہوگیا مگر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے یعنی جب بالغ ہونے کے آثار دیکھے فوراً دو آدمیوں کو گواہ بنائے اور کہدے کہ میں اس وقت بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح سے راضی نہیں ہوں اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرالے اگر وقت بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو پھر یہ اختیار حاصل نہیں[1]۔ اگر لڑکی جانا نہیں چاہتی تو کسی صورت سے طلاق لے لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۷/ ۶۱ھ

درست ہے: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہانپور ۲۸/صفر ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نکاح سے متعلق ماں کی وصیت کا حکم

سوال:- زید کی بیوی نے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کے متعلق حالت تندرستی میں زید سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ارادہ عمر کے یہاں کرنے کا ہے؟ زید نے کہا جو تمہارا ارادہ ہے وہی میرا بھی ارادہ ہے، زید کی بیوی نے کہا میں اس سے ناراض ہوں اس کے بعد زید کی بیوی نے بوقت مرگ محض ایک عاقلہ بالغہ سے وصیت کی کہ لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں نہ کی جاوے اگر ایسا کیا گیا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ اب اگر زید لڑکی مذکورہ کی شادی عمر

---

[1] إذا بلغت وهي عالمة بالنكاح او علمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ في حال البلوغ أو العلم فلو سكت ولو قليلاً بطل خيارها، شامي كراچي ص ۷۴ ج ۳ مطلب في فرق النكاح، باب الولي، بحر كوئٹه ص ۱۲۲ ج ۳ باب الاولياء والاكفاء، النهر الفائق ص ۲۱۲ ج ۲ باب الاولياء، طبع مكة مكرمة.

کے یہاں کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ زید سے عمر کی قرابت قریبہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں زید کو اس لڑکی پر جس قسم کی ولایت کا حق پہلے حاصل تھا ویسے ہی اب بھی ہے یعنی باپ ہونے کی حیثیت سے جس طرح بیوی کی زندگی میں اپنے اختیار سے بیوی کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے کا مجاز تھا اسی طرح اب بھی ہے[1] اگر وہ لڑکی زید کی نہیں بلکہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کا اس سے کوئی رشتہ عصبیت کا نہیں تو زید کو اس کی ولایت نہ پہلے حاصل تھی نہ اب حاصل ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

والد اگر فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کریں

سوال:- زید کے والدین نے زید کا پیام بغیر زید کے علم واطلاع کے ایک فاجر شرابی کی لڑکی سے کردیا، یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی صرف ابتدائی بات چیت حسبِ رواج بالکل طے

---

[1] الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۱۹۱-۱۹۰، ج۴، باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۷، ج۱، باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۸، ج۳، باب الاولیاء والاکفاء،

[2] لو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه فإنه لا یملک تزویجهما، هندیه کوئٹه ص۲۸۴ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیة کراچی ص۲۵، ج۳، الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء، محیط برهانی ص۵۷ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء مطبوعه گجرات.

ہوگئی ہے جس کی مدت تقریباً تین سال ہوچکی ہے۔ بات چیت طے ہونے کے بعد زید کو معلوم ہوا تو زید نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کی ذرائع آمدنی حلال نہیں۔ اس لئے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے۔ مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنے پر مجبور کررہے ہیں۔ اب زید کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے کہ پورا پورا شریعت پر عمل ہوسکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر والدین مجبور کررہے ہیں کسی دوسری جگہ پر رضامند نہیں ہیں تو مجبوراً شادی کرلے۔ شراب کی آمدنی سے پورا پرہیز کرے۔ لڑکی کے والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کہیں سے حلال آمدنی قرض لے کر اس سے شادی کے مصارف پورے کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/ ۸۹ھ

عورت کا اپنا نکاح خود کرنا

سوال:- ایک بالغہ عاقلہ حنفیہ نے کفو میں بلا رضامندی ولی کے شادی کی۔ نکاح ہوا یا نہیں؟ زید یوں کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اصلاً، اور یوں تاویل کرتے ہیں کہ اگرچہ امام صاحب کا اصل اصول یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ خود مختار ہے، لہٰذا پورا حق حاصل ہوگا اور اگر نابالغہ ہو تو اجازت ولی پر موقوف ہوگا لانکاح الابولی یا وہ فنکا حھا باطل باطل باطل کی رو سے جو کہ امام شافعیؒ کا استدلال ہے۔ امام صاحبؒ نے دونوں پر عمل کیا اور امام شافعیؒ نے

---

[1]..... آکل الربا وکاسب الحرام اھدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه الخ. عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳ج۵ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات. کتاب الکراھیة،

ایک کو چھوڑ دیا اور امامین میں جو اختلاف ہے وہ ایک دوسرے کی تردید میں ہے، ورنہ حدیث تو دونوں ہیں اور حدیث ای امرأة نکحت بنفسها فنکاحُها باطل باطل باطل میں ''امرأة'' کہتے ہیں باندی کو، جاریہ کو۔ چھوٹی بچی کو تو امرأۃ نہیں کہتے۔ اس لئے اس حدیث کی رو سے تاویل کی گنجائش ہے اور سوفی صد نکاح نہیں ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تاویل درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جو امام محمدؒ کا اصل اصول ہے، نیز کیا اس کی اجازت کلی نہیں ملتی جو احناف کے یہاں عمل کرنا دشوار ہو اور دوسرے مذاہب میں سہولت ہو تو اس پر عمل کیا جائے، اس لئے کہ حدیث سب صحیح ہیں۔

سلیمان محمد قاسم ابووی ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ

الجواب حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کے نزدیک بلاشبہ درست ہوگیا۔ فلاتعضلوهن ان ینکحن ازواجهن[1]. عورت اگر اپنا نکاح کرنا چاہے تو ولی کو روکنے کا حق نہیں۔ البتہ اگر غیر کفو میں کرے تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر فنکاحها باطلٌ محمول ہے۔ سہولت مذہب حنفی میں موجود ہے، کہیں اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ فتح القدیر[2]، احکام القرآن[3]، بدائع الصنائع[4] وغیرہ میں دلیل موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۱۳۹۵ھ

---

[1] سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۲،

ترجمہ:- پھر وہ عورتیں اپنی میعاد بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں۔ (از بیان القرآن)

[2] والجواب أما الأية فمعناها الحقيقى النهى عن منعهن عن مباشرة النكاح هذا هو حقيقة لا تمنعوهن أن ينكحن ازواجهن إذا أريد بالنكاح العقد ..... ويوافقها قوله تعالىٰ حتى تنكح زوجاً غيره لانه حقيقة اسناد الفعل إلى الفاعل ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شاردا ایکٹ کے خلاف نکاح کا حکم

سوال:-شاردا ایکٹ قانون کے نکاح شرعاً کیسے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جونکاح شاردا ایکٹ کی مخالفت میں اولیاء نے شریعت کے موافق کئے ہیں وہ جائز اور نافذ ہیں اگر ایسا نکاح باپ دادا نے کیا ہے تو وہ لازم ہے اس میں کسی قسم کا خیار باقی نہیں اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور شرعی ولی نے کیا ہے تو اس میں خیار بلوغ حاصل ہے یعنی لڑکا لڑکی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو رد کردے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے اس نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے۔**ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الاب والجد بشرط القضاء زيلعي**[1] ص۱۲۲ ج۲ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....واما الحديث المذكور وما بمعناه من الاحاديث فمعارضة بقوله صلى الله عليه وسلم الأيم احق بنفسها من وليها ..... وما رووا حكم المعارضة والترجيح أو طريقة الجمع فعلى الاول يترجح هذا بقوة السند وعدم الاختلاف في صحته بخلاف الحديثين فانهما أما ضعيفان الخ، فتح القدير ص۵۸-۵۹ ج۳ باب الاولياء، دار الفكر بيروت.

[3] أحكام القرآن للجصاص ص۴۱۰ ج۱ باب النكاح بغير ولي، ذكر الاختلاف في ذلك مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت.

[4] بدائع الصنائع كراچي ص۲۴۸ ج۲ كتاب النكاح، فصل وأما ولاية الندب.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] زيلعي شرح كنز ص۱۲۲ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان پاكستان، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۱ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامي ۶۹ ج۳ باب الولي، مطلب مهم : هل للعصبة تزويج الصغير الخ، مطبوعه دار الفكر بيروت

ولی سے جبراً اجازت نکاح

سوال:- (۱) ایک لڑکی کے نکاح کی یہ صورت ہوئی جب کہ وہ نابالغ تھی اس کے ولی کا بائیکاٹ کیا گیا اور اس پر جھوٹے معاملہ کا دعویٰ کر دیا گیا عدالت میں وہ بہت پریشان ہوا اور چند آدمیوں نے اس کو پکڑ کر زبردستی نکاح کی اجازت لے لی یہ اجازت باپ سے لی۔

(۲) کیا اس صورت میں لڑکی کا نکاح ہو گیا یا نہیں؟

(۳) کیا یہ عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے اپنی مرضی سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) بالغ ہونے پر لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱،۲) صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح ہو گیا۔ زوجها اولياء ها وهم مكرهون جاز النكاح بدائع[1] ص ۱۸۵ ج ۷،

(۳) جب تک شوہر اس عورت کو طلاق نہ دے یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق سے جدائی نہ ہو جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں[2]

---

[1] بدائع ص ۱۸۵ ج ۷ مطبوعه ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی (کتاب الاکراه) فصل فی حکم ما یقع علیه الاکراه، شامی کراچی ص ۲۱ ج ۳ کتاب النکاح قبیل مطلب الخصاف کبیر فی العلم الخ، عالمگیری ص ۴۵ ج ۵ کتاب الاکراه الباب الثانی فیما یحل للمکره، مطبوعه کوئٹه.

[2] لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره الخ عالمگیری ص ۲۸۰ ج ۱ کتاب النکاح السادس، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، مطبوعه کوئٹه، بدائع زکریا ص ۵۴۸ ج ۲ کتاب النکاح فصل ومنها ان لا تکون منکوحة الغیر، زیلعی ص ۱۰۱ ج ۲ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان.

(۴) جب کہ باپ نے نکاح کی اجازت دی تھی (اگر چہ جبراً ہی دی تھی) تو عورت کو بالغ ہونے پر اس کے فسخ کا کوئی اختیار حاصل نہیں[۱] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ

صحیح : عبداللطیف ۱۹/ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[۱] وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجازة احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد الخ در مختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۱ ج۴ باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۱ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۱۲۰ ج۳ مطبوعه سعید کراچی،

فصل دوم: نکاح کیلئے عورت سے اجازت لینا

نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال:۔ اصولی طریقہ دلہن سے اجازت حاصل کرنے کا کیا ہے۔ (۲) اجنبی گواہوں کا جازت لینے کے لئے عورتوں کے مجمع میں جانا شرعاً کیسا ہے۔ (۳) یہاں پر تو نکاح سے دو گھنٹہ قبل لڑکی کا ولی یا نامزد کردہ وکیل مع دو گواہوں کے اندر جاتا ہے اور عورتیں دو گھنٹہ تک پریشان کرتی ہیں پھر لڑکی سے کہلاتی ہیں کہ ہاں کہہ دو۔ اس رسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) خود لڑکی کو اطلاع کردے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح کرتا ہوں پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے اس پر اصرار نہ کرے کہ جواب دے بلکہ خاموشی بھی کافی ہے[1]۔ پھر مجمع میں چاہے خود اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔ یا قاضی یا نکاح خواں کو وکیل بنادے اور وہ ایجاب وقبول کرے۔ شرعاً تو اتنا کرلینا کافی ہے۔ اور جو طریقہ رائج ہے وہ کچھ رسم کی پابندی ہے کچھ قانونی رعایت ہے۔ اجنبی گواہوں کا جاکر اجازت لینا شرم وغیرت کے خلاف ہے۔ اس کو نیز دیگر خرافات کو حسنِ تدبیر

---

[1] فان استاذ نهاهو أى الولى أو وكيله أورسوله أوزوجها وليها وأخبرها رسوله أو فضولى عدل فسكتت عن رده..... فهو اذن الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص۵۹ ج۳ باب الولى ، وقدم المصنفؒ مسئلة الاستئذان قبل العقد لأنه السنة قال فى المحيط والسنة ان يستأمر البكر وليها قبل النكاح بان يقول أنّ فلانا يخطبک أو يذكرک فسكتت الخ البحر الرائق ص۱۱۳ ج۳ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص۱۱۸ ج۲ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه امداديه ملتان.

سے روکنا چاہئے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال:۔کیا لڑکی سے اختیارِ نفس لینے کا ضروریات نکاح سے ہے، اگر یہ اختیار نہ لیا جائے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یہاں پر یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت شاہدین اور وکیل تین مرتبہ لڑکے لڑکی کے پاس آتے جاتے ہیں، اور تعداد مہر میں کمی کراتے ہیں، تیسری مرتبہ میں خواہ کتنا ہی مہر ہو، اور لڑکے کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو مہر مقرر کر کے نکاح ہو جاتا ہے، اختیارِ نفس نہیں لیا جاتا، ایک تعلیم یافتہ صاحب کے گھر میں نکاح میں شریک تھا، لڑکی بالغ تھی، وکیل شاہدین نے جا کر لڑکی سے دریافت کیا فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں، تم اپنا مہر بتلاؤ، اس کی ماں نے مہر بتلایا، شاہدین نے لڑکے سے مرضی طلب کی اس نے انکار کر دیا، دوسری مرتبہ گئے، مہر میں نصف کمی ہوگئی، جب لڑکے سے دریافت کیا گیا تو اس نے رضامندی ظاہر کر دی، حالانکہ وہ تعداد رقم بھی اس کی طاقت سے باہر تھی، پس نکاح پڑھا دیا گیا، قاضی نے لڑکے سے نکاح قبول کرا کے خطبہ پڑھ دیا، لڑکی سے ایجاب نہیں کرایا گیا تھا نہ اختیارِ نفس ہی لیا گیا تھا، کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکی اگر بالغہ ہو اور اس کا ولی اس سے کہے کہ میں تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے پر کرتا ہوں تم کو منظور ہے اسکے جواب میں لڑکی اگر کہہ دے کہ منظور ہے یا صرف ہاں کر دے یا خاموش رہے تو اتنا ہی کافی ہے، یہی اختیارِ نفس بھی ہے، نہ وکیل کی ضرورت نہ گواہوں کی، پھر گواہوں کے

---

[۲] اُدْعُ إلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ والْمَوْعِظَةِ الحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ الاٰیة، سوره نحل آیت ۱۲۵، وفی الهندیة الثالث الشفقة علی المأمور فیأمره باللین والشفقة الخ هندیه کوئٹه ص۳۵۳ج۵ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والامر بالمعروف.

سامنے ولی خود یا اس کی اجازت سے قاضی لڑکے سے کہے کہ میں نے فلاں کی فلاں لڑکی کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا، تم نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تو یہ نکاح منعقد صحیح ہو جائیگا۔[1] اگر ولی خود لڑکی سے اجازت طلب نہ کرے بلکہ کسی کو اپنی طرف سے اسکے پاس اجازت لینے کیلئے بھیج دے اور وہ جا کر اسطرح لڑکی سے کہیکہ تمہارے والد نے مجھے بھیجا ہے وہ تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرنا چاہتے ہیں، اسلئے میں تمہارے پاس انکی طرف سے اجازت لینے کیلئے آیا ہوں تم کو یہ نکاح منظور ہے اس پر لڑکی منظوری کی اجازت دیدے یا خاموش رہے تب بھی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرادینے سے نکاح منعقد ہو جائیگا، جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس صورت سے بھی نکاح درست ہو گیا، کوئی فکر اور شبہ نہ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں

سوال:۔ زید کا عقد ہندہ کے ساتھ ہوا۔ چند دنوں کے بعد ہندہ نے یہ اقرار کیا کہ قاضی کے پوچھنے پر میں نے (ہاں) نہیں کہا تھا بلکہ محلّہ کی فلاں عورت نے کہہ دیا تھا۔ لیکن میں اس عقد پر راضی تھی اور اب بھی ہوں، اس وقت محض شرم کی بناء پر نہیں کہا تھا۔ یہ واضح رہے کہ آج کل عام ابتلاء اس میں ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عقد درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادہ میں کیا پھر بار اول کی طرح اعلان کی حاجت ہے یا محض دو تین آدمیوں کے سامنے کر دینا کافی ہے۔ اگر خلوت کے بعد اس صورت کا علم ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب تو نکاح کے علی الاعلان اعادہ میں

---

[1] وينعقد بالايجاب والقبول الخ، هدايه ص ۳۰۵ ج ۲، كتاب النكاح، مطبوعه تهانوى ديوبند، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج ۳ كتاب النكاح، زيلعى ص ۹۶ ج ۲، كتاب النكاح مطبوعه امداديه ملتان،

[2] فان استاذنها هو أى الولى أو وكيله أورسوله أوزوجها وليها و اخبر ها رسوله أو فضولى عدل فسكتت أو ضحكت فهو اِذن . الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۵۸ ج ۳ باب الولى ، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۷ ج ۱ كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء، زيلعى ص ۱۱۸ ج ۲ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان.

رسوائی بھی ہے۔اور اگر ہندہ نے ہنس دیا ہو یا رو دیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ لیکن بوجہ پردہ کے قاضی کو ان سب باتوں کا علم نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ہندہ بوقتِ عقد نابالغہ تھی تب تو اس کی رضا وعدم رضا کا صراحۃً بھی کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس کے عقد کا اختیار من کل الوجوہ ولی کو ہے[1] اگر وہ بوقتِ عقد بالغہ تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں، باکرہ تھی یا ثیبہ، اول صورت میں اس کا سکوت، تبسم، بلا استہزاء ہنسنا، بلا صوت رونا۔ یہ جملہ امور صریح اذن کے حکم میں ہیں بشرطیکہ مستاذن ولی ہو یا اس کا وکیل ہو یا اس کا رسول ہو۔ یہی حکم اس وقت ہے جبکہ ولی نے بغیر استیذ ان نکاح کر کے خود اس کو اطلاع کر دی ہو یا اس کے رسول یا کسی غیر شخص نے بشرطیکہ وہ عادل ہو اطلاع کی ہو۔ اگر مستاذن ولی اقرب اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہو مثلاً ولی ابعد ہو یا اجنبی، تو سکوت کافی نہیں، بلکہ صریح قول یا کوئی ایسا فعل جو کہ رضا پر دلالت کرنے میں بمنزلہ قول کے ہو ضروری ہے جیسے مہر اور نفقہ کا طلب کرنا اور ہمبستری پر قدرت دینا۔ ثانی صورت میں یعنی جبکہ وہ ثیبہ ہو تب بھی سکوت کافی نہیں ہوتا، بلکہ قول یا بمنزلۂ قول ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تجدیدِ عقد کی ضرورت پیش آئے تو دو گواہوں کی موجودگی میں کافی ہے۔ **فان استاذنها هوای الولی وهو السنة اووکیله اورسوله اوزوجها ولیها واخبرها رسوله اوفضولی عدلٌ فسکتت عن رده مختارةً اوضحکت غیرمستهزئةٍ اوتبسمت اوبکت بلاصوتٍ فهواذن فان استاذنها غیرالاقرب کالاجنبی اوولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لابد من القول کالثیب البالغة اوماهوفی معناه من فعل یدل علی الرضی**

[1] وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً ولزم النکاح وفی الشامیة أی بلا توقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۶۵-۶۶ ج۳ کتاب النکاح، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۵ ج۱ کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، زیلعی ص۱۲۱ ج۲ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعه امدادیه ملتان.

کطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطئ ودخولهٗ بها برضا ها وقبول التهنئة الخ درمختار[1] مختصراً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف

اجازت نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا

سوال: ۔ایک قوم مثلاً راجپوت رانگڑ وغیرہ جو کہ نکاح بیوہ بیاہ کرنا برا جانتے ہیں اور بسبب جہالت کے عورتیں بھی اپنے منہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتیں بلکہ وہ وقت نکاح لوگوں کے سامنے انکار کر دیتی ہیں۔ یعنی ظاہراً صاف انکار کرتی ہیں مگر دل میں خواہش یقیناً ہوتی ہے اس حالت میں کہ ظاہراً انکار کرتی ہو تو نکاح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوہ کے نکاح کو عار سمجھنا سخت جہالت ہے۔ عورتوں کو مسائل سمجھا کر جہاں تک ہو سکے اس رواج کو توڑنا چاہئے۔ جو عورت زبان سے انکار کرتی ہے اور دل میں نکاح کی خواہش رکھتی ہے تو شرعاً اس کی زبان کا اعتبار ہوگا۔ پھر اگر نکاح ہونے پر اس نے زبان سے انکار کیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اگر انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی اور شوہر کے ساتھ راضی ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا۔

الولی اذا زوج الثیب فرضیت بقلبها ولم تظهر الرضا بلسانها کان لها ان ترد لان المعتبر فیها الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطئ وطلب المهر وقبول المهر اه شامی[2] ص ۴۶۶ ج ۲ . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۶۱

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] الدرعلی الرد ص ۶۳ تا ۶۸ ج ۳، (باب الولی) مکتبہ کراچی، زیلعی ص ۱۱۸ ج ۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اجازت نکاح بالفعل

سوال:۔ایک نابالغہ لڑکی جس کے ماں باپ دادا انتقال کر چکے ہیں صرف ایک چچا موجود ہیں وہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد اس کے نانا نے اس کا نکاح کر دیا لیکن لڑکی سے نکاح کرتے وقت نہ اجازت لی گئی اور نہ اسے اس کی اطلاع دی گئی اور اگر دریافت کیا بھی جاتا شرم وحیاء کی وجہ سے شاید اس کا جواب بھی نہ دیتی۔ چونکہ اس اطراف میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے ہاں اس کو یونہی اپنے نکاح کی اطلاع ہوگئی تھی اور وہ اس پر بالکل راضی تھی مگر زبان سے نہ اس نے اپنی رضا کا اظہار کیا اور نہ کسی شخص نے اس سے دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی اس صورت میں اس کا نکاح منعقد ہوگیا کہ نہیں اگر نہیں ہوا تو اب تک میاں بیوی کے جو تعلقات تھے وہ کیسے تھے۔ کیا اس لاعلمی کی وجہ سے وہ ناجائز تعلقات کے مؤاخذہ سے بچ جائیں گے۔بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نے نہ زبان سے اجازت دی نہ زبان سے رد کیا بلکہ مباشرت کے وقت رضا متحقق ہوگئی تو یہ نکاح نافذ اور لازم ہوگیا بشرطیکہ کوئی اور مانع موجود نہ ہو۔ کیونکہ رضا جس طرح قول سے ثابت ہوجاتی ہے اسی طرح فعل سے بھی۔ **اذاثبت الرضاء بالقول یثبت بالتمکین من الوطی بالاولیٰ.** شامی[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص۱۱۳ ج۳ کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء.

[2] شامی کراچی ص۶۲ ج۳ باب الولی، بحر کوئٹہ ص۱۱۵ ج۳ باب الأولیاء والأکفاء، ھدایہ ص۳۱۴ ج۲ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعہ تھانوی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] شامی زکریا ص۱۶۵ ج۴ باب الولی، بحر ص۱۱۴ ج۳ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، مجمع الأنھر ص۴۹۲ ج۱ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

ولی سے اجازت کی ایک صورت

سوال:۔ بکر نے مولوی عمر سے کچھ نا اتفاقی کی وجہ سے اپنے لڑکے سے کہا کہ مولوی صاحب سے کہہ دو میری لڑکی کا نکاح پڑھا دیں۔ یہ اجازت معتبر یہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح اجازت بھی معتبر ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۲/۱۰ھ

استیذان ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں

سوال:۔ ہمارے یہاں شادیوں میں دولہا والے کی جانب سے دو شاہد رضامندی دولہن کی سننے کے لئے وکیل کے ساتھ عورتوں کے مجمع میں جاتے ہیں اور والدین کی جانب سے مہینوں پیشتر نسبت طے شدہ ہوتی ہے دولہا اور دولہن کی جانب سے کبھی انکار کا موقعہ اب تک نہیں آیا اب سوال یہ ہے کہ بذات خود باپ لڑکی کی جانب سے وکیل رہے اور نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے سے اپنی ایجاب پیش کردے تو اس حالت میں بغیر شاہدوں کے نکاح ہو جائے گا؟ مزید سنا گیا ہے کہ باپ بذات خود وکیل ہو تو شاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی لہٰذا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

باپ اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر میں تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے اس پر اگر لڑکی صاف اجازت دیدے یا خاموش رہے یعنی عدم رضا ظاہر نہ کرے تو بس اتنی بات

---

[1] وحکم رسول الولی کالولی لأنه قائم مقامه الخ بحر ص ۱۱۲ ج۳ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۷۵ ج۴ الفصل الحادی عشر فی نکاح الأبکار.

کافی ہے[1] اس کے لئے شاہدوں کی ضرورت نہیں[2] پھر باپ جب مجمع میں ایجاب وقبول کرائے۔ یا اس کی اجازت سے قاضی ایجاب وقبول کرائے تو نکاح بلاتکلف صحیح ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے

سوال:۔ایک مقام پر نکاح کے وقت لڑکی کے پاس گواہ اور وکیل بن کر چند آدمی استیذان کے واسطے گئے مگر وہ لڑکی خاموش رہی اور ان لوگوں نے اسکا نکاح پڑھوادیا یہ سمجھتے ہوئے کہ استیذان کے وقت لڑکی کی خاموشی اجازت شمار کی جاتی ہے اسمیں ذیل کی صورتوں کو واضح فرمایا جائے:

(۱) استیذان کے وقت کونسی عورت کی خاموشی اذن قرار دی جاتی ہے بیوہ کی یا کنواری کی؟

(۲) اس معاملہ میں نابالغ لڑکی کا کیا حکم ہے؟

(۳) استیذان کے وقت عورت کی خاموشی اذن سمجھی جاتی ہے وہ کن کن اولیاء کے استیذان کے وقت سمجھی جاتی ہے؟

(۴) اولیا کی تفصیل بیان فرما کر بیان فرمایا جائے کہ ولی اقرب کون کون ہوتے ہیں اور ولی ابعد کون کون ہوتے ہیں؟

(۵) اگر بھائی تایا چچا کے استیذان کے وقت عورت خاموش رہی تھی تو اس کی خاموشی رضاء سمجھی جائے گی یا نہیں اور ایسا نکاح شرعاً منعقد ہوگا یا نہیں؟

---

[1].....فان استاذ نها هو أى الولى أووكيله أو رسوله أوزوجها وليها وأخبرها رسوله أو فضولى عدل فسكتت أوضحكت غيرمستهزئة أو تبسمت أوبكت بلا صوت فهو اذن الدرالمختار على الشامى كراچى ص۵۹ ج۳، مطبوعه نعمانيه ص۲۹۹ ج۲، باب الولى، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۷ ج۱، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء، زيلعى ص۱۱۸ ج۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان،

[2]..... ان الشهادة تشترط فى الموقوف عند العقد لا عند الاجارة، البحرالرائق كوئٹه ص۳/۳۸۸، كتاب النكاح، شامى زكريا ص۸۷، ۴/۸۹، كتاب النكاح، قبيل مطلب الخصاف كبير فى العلم، عالمگيرى كوئٹه ص۱/۲۹۴، كتاب النكاح، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح،

(۶) بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اول لڑکے سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد شکر پر پاکیے چاولوں پر کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں جس سے اس کو یہ اطلاع دینا مقصود ہوتا ہے کہ تیرا نکاح ہو گیا۔

اس وقت یا اس سے قبل لڑکی سے کچھ نہیں کہا جاتا، یعنی اس سے اجازت کے واسطے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا۔ جملہ جوابات مزین بالدلائل الشرعیہ فرما کر واپس فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) کنواری کی[۱]

(۲) اقرار انکار سب کا حکم ایک سا ہے یعنی کوئی اعتبار نہیں[۲]

(۳) جس کو اختیار اجبار ہے اس کا وکیل ہو یا رسول ہو[۳]

(۴) ولی عصبہ بنفسہ ہے بہ ترتیب میراث وحجب **الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونة علی ابیها لانه یحجبه حجب نقصانه هذا عندهما خلافا لمحمد حیث قدم الاب. وفی الهندیة عن الطحاوی ان الأفضل ان یامرالاب الابن بالنکاح حتی یجوزبلا خلاف و ابن الابن**

---

[۱] فإن إستأذن الولی البکر فسکتت أو ضحکت أو بکت بلا صوت فهو إذن ومع الصوت رد مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۱۱ ج۳ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۱۵۹ ج۴ باب الولی.

[۲] وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً ولزم النکاح، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۱۶۹-۱۷۱ ج۴، باب الولی، البحر ص۱۱۸ ج۳، باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۱ باب الأولیاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[۳] فإن استاذن الولی اووکیله أو رسوله قبل النکاح أو بعده فسکتت أو ضحکت أو بکت بلا صوت فهو إذن، سکب الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار مع الشامی زکریا ص۱۵۹ ج۴ باب الولی، البحر الرائق ص۱۱۲ ج۳ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

کالابن ثم یقدم الاب ثم ابوہ ثم الاخ الشقیق ثم الاب ثم ابن الاخ الشقیق ثم لاب ثم العم الشقیق ثم لاب ثم ابنہ کذلک ثم عم الاب کذلک ثم ابنہ کذلک ثم عم الجد کذلک ثم ابنہ کذالک، کل ہؤلاء لھم اجبار الصغیرین وکذا الکبیرین اذاجناثم المعتق ولوانثی ثم ابنہ وان سفل ثم عصبۃ من النسب علی ترتیبھم، بحر عن الفتح وغیرہ اھ ردالمحتار شامی بقدر الحاجۃ ص۴۸۰[1] ج۲

اس میں ثم کے ذریعہ ولی قریب وبعید کی ترتیب بھی بیان کردی۔

(۵) اس سے قریب کوئی ولی موجود ہے اور انہوں نے بغیر وکالت ورسالت کے استیذان کیا ہے تو کنواری کا سکوت معتبر نہیں۔ **فان استاذن غیر الاقرب فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابدمن القول کالثیب اوماھوفی معناہ اھ درمختار ص ۴۶۵[2] ج ۲۔**

بلکہ قول یا کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلالت کرے قول کے مثل فعل ہو سکے جیسے طلب مہر ونفقہ اور تمکین وطی وغیرہ ضروری ہے۔

(۶) یہ محض رسم وخلاف سنت ہے اس کو ترک کر کے سنت پر عمل کرنا چاہئے۔ یعنی قبل از نکاح استیذان کیا جاوے **قولہ وھو السنۃ بان تقول لھا قبل النکاح فلان یخطبک اویذکرک فسکتت وان زوجھا بغیر استئمار فقد اخطأ السنۃ وتوقف علی رضاھا . بحر عن المحیط اھ درمختار[3] ص ۴۶۱ ج ۲** . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف ۲۱/۱۲/۵۹ھ

---

[1].....شامی کراچی ص۷۶ ج۳ باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، بحر ص۱۱۹ ج۳ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، سکب الأنھر ص۴۹۷ ج ۱، باب الاولیاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2].....الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳/۶۲، باب الولی، الدر المنتقی ص ۱/۴۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ھدایہ ص ۲/۳۱۴، باب الاولیاء، مطبوعہ تھانوی دیوبند،

[3].....شامی کراچی ص۵۸ ج۳ وشامی نعمانیہ ص۲۹۸ ج۲. باب الولی، البحر الرائق ص۱۱۳ ج۳ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

غیر ولی کے استیذ ان میں سکوت اذن نہیں

سوال:۔ ہندہ بالغہ اور مطلقہ ہے عدت گذر جانے کے بعد ایک دور کے رشتہ کے چچا سے نکاح ہوا۔ یہ بالغہ ہندہ قبل نکاح اس چچا کے ساتھ نکاح سے قبل راضی نہ تھی ہندہ کا ولی سواء اس کی ماں اور ماموں کے کوئی نہ تھا زید نے بغیر اجازت ہندہ کی ماں اور ماموں کے ولی ہو کر محمد سمیر کو وکیل بنایا اور دو گواہ بھیجے جب وکیل سمیر نے لڑکی ہندہ سے اذن طلب کی تو اس نے سکوت اختیار کیا تین مرتبہ پوچھا اس نے جواب نہیں دیا ملا جی نے نکاح پڑھا دیا لڑکی کہتی ہے کہ اجبار شریعت کہاں جائز رکھتی ہے۔ میں نکاح ہونے سے قبل راضی نہ تھی اور جس وقت سمیر میرے پاس آیا میں نے اس کو اپنی طرف سے وکیل نہیں بنایا حتیٰ کہ اس سے بات بھی نہیں کی۔ پھر میرا نکاح کہاں ہوا۔ اس واقعہ کو ایک مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا مولوی صاحب نے **ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار ص ۳۰۹ مصری مطبوعہ ۱۳۳۲ھ** کی دلیل پر **فان استاذ نها غیر الاقرب کا جنبی اوولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لا بدمنه القول وایضافی الهدایة ص ۲۹۴ فی المطبع المجتبائی الواقع فی الدهلی قال و ان فعل هذا غیر الولی لم یکن رضاحتیٰ تتکلم به** پہلے نکاح کو عدم الجواز کا فتویٰ دے کر ہندہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کرا دیا۔ دونوں میں کون صحیح ہوگا جلد از جلد ارسال فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلا نکاح حسب تحریر مولوی صاحب ناجائز ہوا یعنی منعقد نہیں ہوا[1] پھر اگر دوسرا نکاح ہندہ کی اجازت سے ہو تو وہ درست ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/صفر/۶۷ھ

---

[1] فان استاذ نها غیر الاقرب کا جنبی اوولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لا بدمن القول الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۶۴ ج ۴ باب الولی، مجمع الأنهر ص ۴۹۲ ج ۱ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لڑکی کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے

سوال:۔زید نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کی عدم موجودگی میں جبکہ وہ گاؤں سے سومیل دور تھی بکر سے کر دیا۔لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا میں تو یہاں ہوں میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا ہے تو نکاح ہوگیا یا نہیں اگر لڑکی کے گھر پہونچنے پر اس کے والد اس سے رضامندی کی اجازت لے لیں تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نکاح کی خبر سن کر برجستہ بطور فرطِ مسرت یہ کہا کہ میں تو یہاں ہوں میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا۔یعنی اس پر خوشی کا اظہار کیا تو وہ نکاح لازم ہوگیا۔اب نہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے نہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔بس پہلا نکاح کافی اور صحیح ہے۔اگر بطور ناراضی وغصہ کے فقرہ مذکور کہا ہے اور اس نکاح کو نامنظور کر دیا ہے تو وہ نکاح بیکار اور کالعدم ہوگیا[1] اب اگر اس لڑکے سے عقد منظور ہے تو بھی لڑکی کی اجازت سے دوبارہ نکاح کیا جائے دوسری جگہ منظور ہے تب بھی اجازت سے کیا جائے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۳۱۴ ج۲، باب الاولياء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] وكلت رجلاً بالتزويج فتزوجها أو زوجها فضولى فأجازت جاز الخ بدائع زكريا ص۵۱۳ ج۲ كتاب النكاح، باب ولاية الندب، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فى الأولياء،

(صفحہ ہذا) [1] فإن استأذن الولى البكر البالغة فسكتت أى البكر البالغة أو ضحكت بلا استهزاء فلو ضحكت مستهزئة لم يكن إذناً على ما قاله السرخسى، أو بكت بلا صوت فهو إذن ومع الصوت رد، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۵۹ ج۳ باب الولى، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۸ ج۱ الباب الرابع فى الاولياء. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار

سوال: ۔زید کی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے ہوا، لیکن نکاح کے وقت کسی بھی ذریعہ سے زینب کی مرضی دریافت نہیں کی گئی بلکہ زید ہی نے مجلسِ نکاح میں اس کی طرف سے قبول کرلیا۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک روز قبل میں نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تھا تو وہ عمر سے نکاح پر راضی تھی، لیکن زینب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی اور زینب کو جس وقت اس نکاح کی اطلاع پہونچی اس نے فوراً ہی اعلان کردیا کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں۔ اب یہ مسئلہ ایک مقامی عالم صاحب سے جو قاضی بھی ہیں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا نکاح نہیں ہوا۔ لہٰذا جناب والا فتویٰ صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زینب کی عمر ۱۶ رسال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی کنواری ہے اور باپ نے اس سے نکاح کے لئے کہا کہ فلاں لڑکے سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ تجھے منظور ہے؟ اس پر لڑکی نے آمادگی ظاہر نہیں کی، جیسا کہ اس کا بیان ہے، مگر انکار بھی نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اب پھر اس کا انکار کرنا بیکار ہے۔[1] یہ اجازت دو روز قبل بھی لینا کافی ہے۔ عین وقت پر لینا ضروری نہیں۔ ہاں اگر اجازت لینے پر خاموش رہنے کے بعد ایجاب وقبول سے پہلے کہہ دیتی کہ میں اجازت نہیں دیتی تو باپ کو حق نہ رہتا۔ یا اگر باپ نے بالکل اس سے کہا ہی نہ ہو اور خود ہی نکاح پڑھوا دیا ہو، تو یہ نکاح لڑکی کی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) [2] لا تجر البكر البالغة على النكاح لانقطاع الولاية الدرالمختار على الشامی کراچی ص۵۸ ج۳ (باب الولی) هدايه ص۳۱۴ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولياء الخ، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] فان استاذ نها هو أى الولى فسكتت فهو اذن الدر المختار على الشامی کراچی ص۵۸ ج۳ باب الولی، عالمگیری ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فی الأولياء، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱، باب الاولياء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

اجازت پر موقوف ہوگا۔ خبر پانے پر لڑکی نامنظور کردے تو فوراً ختم ہوجائے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۱۸ھ

نکاح بالغہ بلا اجازت

سوال:۔ میرے والد حقیقی محمد اسماعیل نے میری شادی میری مرضی کے خلاف مسمّٰی خدا بخش ولد میاں خیر الدین کے ساتھ کردی میں کنواری اور بالغہ ہوں، مجھے اس نکاح کے متعلق کچھ خبر نہیں دی گئی اور نہ ہی میرے والد یا کسی نے مجھ سے اجازت لی اور نہ ہی ایجاب وقبول کرایا گیا، چنانچہ خدا بخش مذکور فاسق فاجر زانی بے روزگار اور معمر ہے، نیز تا حال میں سسرال یعنی خدا بخش کے گھر بھی نہیں گئی، میں نہ تو رضامند تھی اور نہ ہوں نکاح معرض تحریر میں آچکا ہے جو منجانب خدا بخش ہے میرے مشاہدہ سے نہ نکاح نامہ گذرا اور نہ گذارا گیا میں خواندہ بھی ہوں، ولی، وکیل اور شاہدان امور متذکرہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں پس درخواست ہے کہ بوضاحت فرمادیا جائے کہ آیا نکاح درست ہے یا نہیں۔

نوٹ:۔ عام طور پر لڑکی کی خاموشی کو اس پر دال کیا جاتا ہے کہ لڑکی رضامند ہے مگر یہاں تو اتنی تکلیف بھی نہیں کی گئی کہ لڑکی کے پاس جائیں اور ایجاب وقبول کا تذکرہ کریں نہ کوئی میرے پاس آیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا میں کسی حالت میں بھی خدا بخش مذکور کی زوجیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔

تصدیق: میں اس بات کی بحیثیت ولی کے تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی لڑکی کی اجازت نہیں طلب کی گئی۔ العبد محمد اسماعیل ولد رحیم۔

بخدمت علمائے دین ومفتیان شرع متین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

---

[1] وان زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف على رضاها الخ شامی زکریا ص ۱۵۹ ج۴ باب الولی، البحر الرائق ص۱۱۳ ج۳، باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه، كوئٹه عالمگیری ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فی الأولياء، مطبوعه كوئٹه.

گذارش ہے کہ بندہ درمعاملہ و درخواست متعلقہ نکاح مسماۃ غلام بتول دختر محمد اسماعیل حسب ذیل عرض کرتا ہے اول یہ کہ جو درخواست مسماۃ غلام بتول مذکور کی طرف سے علماء کرام کی خدمت میں ہے کہ اس کا مضمون درست ہے، بات یہ کہ غلام بتول مذکور کے نکاح نامہ پر میرے دستخط بذریعہ وکیل کے ہیں جو کہ میں نے بذریعہ والد غلام بتول یعنی محمد اسماعیل کے کہنے پر وکیل بنا کر دستخط کئے خود میں نے غلام بتول سے اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی بعد میں ایجاب وقبول کرایا گیا لہٰذا ملتمس ہوں کہ درخواست جو کہ مسماۃ غلام بتول نے گذاری ہے وہ بالکل درست ہے۔ العبد حاجی قادر بخش ولد میاں پیر، المرقوم ۲۸/ اکتوبر ۱۹۳۶ء

جو کہ درخواست غلام بتول دختر محمد اسماعیل کی طرف سے علماء کی خدمت میں ہے اس درخواست کا مضمون درست ہے کیونکہ میری موجودگی میں دختر محمد اسماعیل سے بذریعہ وکیل و گواہان جن میں سے میں بھی موجود تھا دختر محمد اسماعیل سے نہ اجازت حاصل کی گئی ہے اور نہ ایجاب وقبول کرایا گیا تھا حالانکہ دختر محمد اسماعیل بالغہ تھی۔ میری گواہی شرعی کاغذ پر ضرور ہے مگر وہ تکمیل حق ہی کے واسطے ہے۔ میرا بیان حلفیہ ہے۔ العبد رحمۃ اللہ ولد میاں خیر الدین

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو کنواری بالغہ ہو اس پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں یعنی کوئی شخص باپ وغیرہ اس کا نکاح جبراً بلا اسکی رضامندی نہیں کرسکتا، اگر کسی نے ایسا کیا بھی تو یہ نکاح اس بالغہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ پس اگر بوقت نکاح اجازت نہیں لی گئی اور بلا اجازت نکاح کر دیا گیا ہے۔ تو یہ نکاح تمہاری اجازت پر موقوف ہے اگر تم نے اجازت دے دی تو جائز ہو گیا اگر اجازت نہیں دی بلکہ رد کر دیا اس طرح پر کہ میں اس نکاح سے رضامند نہیں۔ میں نے اس نکاح کو رد کر دیا تو نکاح رد ہو گیا[1] اب

[1] لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكرا كانت أو ثيباً فان فعل ذلک فالنكاح موقوف على اجازتها فإن اجازته جاز وإن ردّته بطل كذا فى السراج الوهاج، عالمگيرى كوئٹه، ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فى الأولياء، البحر الرائق ص۱۱۳ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى زكريا ص ۱۵۹ ج۴ باب الولى،

تمہارے والد کو تمہاری مرضی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں **ولا تجبر البکر البالغة علیٰ النکاح لا نقطاع الولایة بالبلوغ اه درمختار ص ۴۶۱**[1]. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، عبد اللطیف یکم رمضان

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے

سوال:۔ایک عورت مسماۃ نور بیگم کا نکاح مسمّٰی نورو کے ساتھ نور بیگم کے والدین کر دیتے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد نورو اپنی زوجہ نور بیگم کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیتا ہے نور بیگم اپنے والد نتھو کے یہاں آجاتی ہے عدت گذارنے کے بعد نور بیگم کا والد نتھو نور بیگم کا نکاح دوسری جگہ مسمّٰی عبدل کے ساتھ کر دیتا ہے عبدل کے ساتھ حمل قرار پاتا ہے لیکن جب کہ حمل چار ماہ کا ہو چکتا ہے تو عبدل اور نور بیگم (میاں بیوی) میں سخت تنازع ہوتا ہے اور نور بیگم اپنے والد نتھو کے گھر آجاتی ہے اور نتھو کے یہاں ہی نور بیگم کے لڑکی پیدا ہو جاتی ہے جب لڑکی ڈھائی سال کی ہو چکی ہے تو نتھو اپنی لڑکی نور بیگم کو اس کے پہلے خاوند نورو کے یہاں بلا نکاح بٹھا دیتا ہے چونکہ نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے طلاق نہیں دی تھی اسی طرح سے بلا نکاح مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں پندرہ سولہ سال رہتی ہے اور نہ ہی نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے اب تک طلاق دی ہے عرصہ پندرہ سال میں نورو سے چار بچے ہو چکے ہیں جو کہ شرعی احکام کے مطابق حرام کے ہیں اور برادری ہماری ان سے سخت خلاف ہے لیکن اب وہ لڑکی جو کہ عبدل سے ہے سولہ سال کی ہے نیز بالغہ ہے لڑکی کا نانا نتھو اب لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن لڑکی کا والد عبدل جھگڑا ڈالتا ہے کہ میری لڑکی مجھے دیدی جاوے میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا، لڑکی بالغ ہے کیا لڑکی کے نکاح میں جب کہ وہ بالغ ہے اس کے والد عبدل کی اجازت واجب ہے یا نہیں۔(لڑکی کا نانا عبدل کو لڑکی اس وجہ سے نہیں دیتا کہ

---

[1] الدر المختار کراچی ص ۵۸ ج ۳ باب الولی، هدایه ص ۲۱۴ ج ۲ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۴۹۰ ج ۱ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کہیں وہ اس کو ویسے ہی فروخت نہ کردے) دوسری بات اشد ضروری ہے کہ چوں کے مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں بلا نکاح رہ رہی ہے اور نور بیگم اپنی والدہ کے مرجانے کی وجہ سے اپنے والد نتھو کی روٹی پکا کر دیتی ہے اب نتھو اپنی دھیوتی کی شادی بجائے مسماۃ نور بیگم کے یہاں ہونے کے اپنے مکان پر اپنی کمائی سے کرنا چاہتا ہے چونکہ برادری سخت خلاف ہے اس لئے شادی میں شریک ہونا نہیں چاہتی کہ یہ اپنی لڑکی جو حرام کار ہے اس کی پکائی ہوئی روٹی کھاتا ہے شرعاً کیا حکم ہے اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بالغہ لڑکی اگر اپنی برادری میں اپنا نکاح مہر مثل پر خود کرے تو وہ صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے اجازت والد پر موقوف نہیں رہتا[1] اور والد کو شرعاً اجازت نہیں کہ بالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کسی جگہ کردے لڑکی بالغہ کی رضامندی ہر حالت میں ضروری ہے[2]۔

بغیر نکاح عورت کو اپنے گھر رکھنا اور عورت کو رہنا حرام ہے[3] نتھو کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو اس حرامکاری سے روکے[4] اگر وہ باوجود قدرت کے نہیں روکتا یا اس کے اس فعل سے خوش

---

[1] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي وله اى للولى الاعتراض فى غير الكفوء، در مختار على الشامى زكريا ص۱۵۵ ج۴ باب الولى، البحر الرائق ص ۱۰۹ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، هدايه ص۳۱۳ ج۲ باب فى الأولياء الخ، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[2] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ الخ در مختار على الشامى زكريا ص۱۵۹ ج۴ باب الولى ، هدايه ص۳۱۴ ج۲ باب فى الاولياء والأكفاء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق ص۱۱۰ ج۳، باب الاولياء، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] الخلوة بالأجنبية حرام، الدر المختار على الشامى زكريا ص۵۲۹ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس،

[4] عن أبى سعيد الخدرىؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى منكم منكراً فيلغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الأيمان، رواه مسلم، مشكوٰة شريف ص۴۳۶ باب الأمر بالمعروف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ہے تو نتھو سے بھی ترک تعلق کرنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے نتھو اور اس کی لڑکی پر اور اس شخص پر جس کے گھر میں بغیر نکاح رہتی ہے۔ روک دیا جائے تا کہ حرام کاری بند ہو جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۲۵ رشوال ۵۷ھ

بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے

سوال:۔ کسی بالغہ لڑکی کی شادی بلا رضامندی اس کے اور اس کی والدہ کے کی جائے یعنی صرف والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس مذکورہ بالا لڑکی کا بٹہ دے کر اپنے لڑکے کی شادی یعنی نکاح کرے اور وہ مذکور لڑکا مذکورہ والدہ کے دو لڑکوں کا سوتیلا بھائی و بیٹا ہو اور نکاح کے صرف والد ہی ذمہ دار ہوں اور لڑکی اور والدہ لڑکی کو نکاح ہونے کے وقت بالکل پوچھا نہ گیا ہو یہاں تک کہ لڑکی اور والدۂ لڑکی کو مطلق علم نہ ہو کہ نکاح کس وقت بلکہ کب ہوا اور مہر کیا مقرر ہوا ہے۔ لڑکی کو پس گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ میرا نکاح کر دیا گیا ہے اور دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا مہر اتنا مقرر ہوا ہے اب چھ ماہ کے بعد لڑکی کو سسرال بھیجا گیا وہاں لڑکی نے بائیس روز گذارے جس میں سوائے لڑائی نا اتفاقی کے ہر دو فریقین اپنی زوجہ خاوند میں اور کچھ نہ ہوا، اور خاوند کی بیوی سے زبردستی ایک دفعہ صحبت ہوئی ہے سو مہربانی کر کے بموجب شرع اصول حقانی اس مسئلہ کا حل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ کہ آیا یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے گھر میں مقیم ہے سسرال جانے سے قطعی انکار کرتی ہے بلکہ یہ کہتی ہے کہ اگر زبردستی بھیجا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی۔ فقط والسلام مہربانی فرما کر اس کاغذ کی پشت پر جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

---

[1] هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الان يقلع وتظهر توبته، المفهم شرح مسلم ص۹۸ ج۷ كتاب الرقاق. باب يهجر من ظهرت الخ. مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقاة شرح مشكوٰة ص۷۱۶ ج۴ كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئى،

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نے والد کے کئے ہوئے نکاح کو اطلاع پانے پر رد نہیں کیا بلکہ قبول کرلیا یا خاموش ہوگئی، مہر کی خبر پانے پر بھی رد نہیں کیا بلکہ چپ ہوگئی اور سسرال جاتے وقت بھی نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو شرعاً وہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا اب لڑکی اس کو فسخ نہیں کرسکتی[1] اگر شوہر سے نباہ دشوار ہے طبیعتوں میں اختلاف ہے یا شوہر پریشان کرتا ہے حقوق ادا نہیں کرتا تو چاہئے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کرلی جاوے یا خلع کرلیا جائے اسکے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا[2] یا حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق کردیں گے اگر وہ کسی بات کو اختیار کرلے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے[3] اس کے بعد

---

[1] فان استاذ نها هو أى الولى وهو السنة أو وكيله أورسوله أوزوجها وليها واخبرها رسوله أو فضولى عدل فسكتت..... فهو اذن (قوله فهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبک أو يذكرک فسكتت وان زوجها بغير استئمار فقد أخطأالسنة شامى كراچى ص۳/۵۸، باب الولى، عالمگيرى كوئٹه ص۱/۲۸۷، الباب الرابع فى الأولياء، مجمع الأنهر ص۱/۴۹۰، باب الاولياء، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وان تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدودَ اللّٰه فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمالٍ يخلعها به فإذا فعل ذلک وقع بالخلع تطليقةً بائنةً ولزمها المال، هدايه ص۲/۴۰۴، كتاب الطلاق، باب الخلع، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فى الخلع، الفصل الاول، شامى كراچى ص۴۴۱ ج۳ باب الخلع.

[3] قال اللّٰه تعالٰى (فإمساک بمعروف أو تسريح بإحسان) أمر عزوجل بالإمساک بالمعروف وقد عجز عن الإمساک بالمعروف لأن ذلک بإيفاء حقها فى الوطء والنفقة، فتعين عليه التسريح فإن فعل وإلا ناب القاضى منا به فى التسريح وهو التفريق، بدائع الصنائع ص۶۴۳ ج۲ كتاب النكاح، واما ما يبطل به الخيار، مطبوعه زكريا ديوبند.

[4] وإذا طلق الرج امرأته طلاقاً بائناً او رجعياً او وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء إلى قوله والفرقة إذا كانت بغير طلاق فهى فى معنى الطلاق لأن العدة وجبت للتعرّف عن براء ة الرحم فى الفرقة الطارية على النكاح وهذا يتحقق فيها، هدايه ص۴۲۲ ج۲، باب العدة، مطبوعه تهانوى ديوبند، شامى زكريا ص۱۸۲ ج۵ كتاب الطلاق، باب العدة.

عدت طلاق تین حیض گذار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا[۴] لیکن اگر وہ پریشان نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر ایسی کارروائی کرنا ناجائز ہے عورت کے ذمہ واجب ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے اگر نکاح سے ناراضی تھی تو خبر پانے پر کیوں انکار نہیں کر دیا تھا گو باپ کو چاہئے تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو اطلاع کر دیتا لیکن اس صورت میں بھی نکاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف ۱۴/رجب ۵۷ھ

بیوہ کا نکاح بلا اذن صریح

سوال:۔ عام طور پر بیوہ بالغہ سے نکاح کی اجازت باللسان لینے کا دستور نہیں ہے اکثر بیوہ کی سسرال والے یعنی جیٹھ سسر وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے چاہے جہاں اس کا نکاح کریں یا بیٹھا رہنے دیں۔ چنانچہ زبانی پوچھنا تو کیا اس سے ذکر تک نہیں کیا جاتا، دیور، جیٹھ وغیرہ اپنی اجازت سے نکاح پڑھا دیتے ہیں اکثر بیوہ کا دل اس جگہ نہیں چاہتا مگر انکار کی صراحت نہ ہونے کے باعث دل کی ناراضگی کے ساتھ شوہر کے یہاں رخصت کر دینے پر چلی جاتی ہے۔ ایک واقعہ ایسا ہی ہوا بالغہ بیوہ کا نکاح بغیر اجازتِ لسانی اور رضامندی کے جیٹھ نے اپنی اجازت سے نکاح پڑھوا دیا بیوہ کو جدید شوہر کے یہاں جانا پڑا مگر عرف کے سبب وہ بیوہ اس کو نکاح سمجھتی رہی اور وہاں سے علیحدہ ہونے اور نکل بھاگنے کا موقع دیکھتی رہی۔ اب کسی بہانہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں چلی آئی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہم کفوٴ میں اپنی اجازت سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغیر اجازت والے جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی اور اس نکاح کے گواہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے بیوہ سے نہیں پوچھا گیا بلکہ صرف بیوہ کے جیٹھ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس سے اجازت لے لی ہے تم نکاح پڑھاؤ اب دریافت طلب یہ ہے کہ رواج کی وجہ سے خود بیوہ کو بھی یہ نہیں معلوم کہ بغیر میری اجازت لسانی کے نکاح نہیں ہوتا، اور نکاح کا ذکر

سن کر انکار لسانی بھی ممکن نہیں، البتہ ناراضگی اور بیزاری اس نکاح سے اب تک ہے اگر شرعاً اس بیوہ کو اپنی مرضی کے موافق نکاح کرنے کی اجازت ہو تو جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح پر کوئی فتنہ بھی نہیں ہے نہ وہ درج رجسٹر ہے کہ عدالتی کارروائی کا خطرہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بالغہ عورت پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں تھی یعنی کوئی شرعی ولی باپ بھائی وغیرہ جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ جیٹھ۔ اگر کردے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ بیوہ کے نکاح کے لئے بھی اس کی رضامندی ضروری ہے خواہ زبان سے رضامندی کا اظہار کرے خواہ کوئی اور فعل ایسا کرے جس سے اس کی رضامندی ظاہر ہوجائے مثلاً مہر کا مطالبہ کرے یا قبضہ کرے یا نفقہ کا مطالبہ کرے یا قبول کرے یا مبارکباد کو قبول کرے اور فقہاء نے جماع پر قدرت دینے کو بھی علامت رضا لکھا ہے پس اگر صورتِ مسئولہ میں بیوہ مذکورہ نے اس شوہر کو جس کے ساتھ جیٹھ نے نکاح کیا تھا اپنے اوپر جماع کی قدرت دیدی اور صحبت سے منع نہیں کیا یا اور کوئی چیز علامت رضامندی کی پائی گئی تو شرعاً یہ نکاح نافذ ہوگیا اب دوسری جگہ اس کو نکاح کرنا جائز نہیں[1] اور اگر کوئی علامت رضامندی نہیں پائی گئی اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا یعنی شوہر نے صحبت نہیں کی یا جبراً اور زبردستی صحبت کی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی تھی لیکن زبردستی اس کو بھیجا گیا تو شرعاً یہ نکاح لازم نہیں ہوا اب دوسری جگہ نکاح درست ہے۔ **ولا تجبر البالغة البكر على النكاح فان استاذنها غير الاقرب فلا عبرة لسكوتها بل لا بدمن القول كالثيب البالغة لا فرق بينهما الا فى السكوت لان رضاهما يكون بالدلالة كما ذكره بقوله اوماهوفى معناه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها**

---

[1] لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۰ ج۱ الباب الثالث القسم السادس، المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، الدر المختار على الشامى زكريا ص۱۰۰ ج۴ كتاب النكاح فصل فى المحرمات، بدائع زكريا ص۵۴۸ ج۲ كتاب النكاح ومنها ان لا تكون منكوحة الغير.

من الوطئ ودخوله بها برضاها وقبول التهنئة والضحک سروراً ونحوذٰلک کقبول المهر والظاهرانه مثله قبول النفقة اه درمختار و شامی[1] مختصراً ج۲ ص ۲۶۹ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۲/۵/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۷ھ

نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے عورت منکر تو کیا حکم ہے؟

سوال: ۔ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں عورت نے اجازت دی ہے کہ تم جا کر مجھ سے نکاح کرلو۔اور میں نے جا کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا۔ نیز کہتا ہے کہ اس نے مجھے اجازت کی تحریر دی ہے اور دستخط بھی کر دیئے ہیں۔مگر عورت ہر چیز سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ اسے زبانی نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور نہ ہی کوئی تحریر لکھ کر کے دی ہے، یہ شخص جھوٹا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس شخص کے پاس گواہ موجود ہیں اور وہ شرعاً مقبول الشہادۃ ہیں، جن کے سامنے عورت نے زبانی اجازت دی ہے یا تحریر لکھی ہے تب تو ان کی گواہی معتبر ہے اور نکاح صحیح ہے۔اگر گواہ موجود نہیں یا وہ مقبول الشہادۃ نہیں تو عورت کا قول معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ اور یہ نکاح معتبر نہیں ہوگا۔ هكذا يفهم عما ذكره فى الدر المختار ص۴۶۷ ج۲ قال الزوج للبكرا لبالغة بلغک النكاح فسكتت وقالت رددت النكاح ولا بينة لهما على ذٰلک ولم

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۶۵ . ۱۵۹ ج۴ باب الولی، هدایه ص۳۱۴ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۴۹۰ ج ۱ ، باب الاولياء، دار الكتب العلمية بيروت،

یکن دخل بها طوعاً فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی به وتقبل بینته علی سکوتها اه قوله فالقول قولها لانه یدعی لزوم العقد وملک البضع والمرأة تدفعه فکانت منکرة اهردالمحتار[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۱۳۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف

لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا

سوال:۔ایک لڑکی جس کی شادی ہوچکی ہے اس کی عمر ۲۲/سال ہے وہ اپنے ماں باپ کے یہاں تھی جب کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا۔اس اطلاع کے ملنے پر وہ سسرال آئی، جہاں پر اس نے اپنے شوہر کی مہر بخشی اور عدت کے دن پورے کئے۔عدت پوری ہونے کے بعد اس لڑکی کو اس کے ایک دیور جس کی عمر ۱۶/سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے نکاح کرنے پر مجبور کیا لیکن اس نے صاف انکار کردیا۔مجبور کرنے والے لڑکی کے سسرال والے ہی تھے۔لڑکی کا منشاء شوہر کے چچازاد بھائی سے نکاح کرنے کا تھا۔لیکن ان آدمیوں نے لڑکی کی کوئی بات نہیں سنی اور امام صاحب سے کہا کہ رجسٹر لاکر زبردستی لڑکی کا انگوٹھا لگوالو اور اسی دن رات کے ۹/بجے انھوں نے اور آدمیوں کو جمع کیا کہ ہمارے نکاح میں سب ہی کو جمع ہونا ہے۔ایک وکیل دو گواہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے آئے جو کہ اس لڑکی کے جیٹھ وغیرہ لگتے تھے انھوں نے لڑکی سے اجازت مانگی، لیکن لڑکی نے صاف انکار کردیا، وکیل اور گواہوں نے یہی بات آکر تمام آدمیوں میں بتلائی کہ وہ صاف انکار کرتی ہے۔اس پر لڑکی کے سسر نے کہا کہ دوسرے آدمی کو بھیجو یہ آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔تین آدمی اور بھیجے گئے، لیکن لڑکی نے صاف انکار کردیا۔واپسی پر ان آدمیوں نے وہی سب

---

[1] الدر مع الرد کراچی ص۶۳ ج۳ باب الولی، هدایه مع فتح القدیر ص۲۷۲ ج۳ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص۲۰۷ ج۲ باب الأولیاء والأکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کے سامنے بتلا دیا۔اس کے بعد پرانے بزرگ ۸۰/۹۰ رسال کی عمر کے بھیجے گئے، ان کے سامنے لڑکی شرم کی وجہ سے بول نہ سکی اور کوئی جواب نہیں دیا بلکہ رونے لگی۔ یہی بات انھوں نے آ کر سب کے سامنے بتلائی کہ لڑکی رو رہی ہے کچھ بول نہیں رہی ہے۔امام صاحب نے کہا کہ چپ رہنے پر اور رونے پر نکاح جائز ہے۔

آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ لڑکی جن آدمیوں سے بولتی تھی ان سے اس نے کہا کہ خدا کے واسطے میرے باپ یا بھائی کو بلوا دو، جیسا وہ کہیں گے ویسا ہی کروں گی۔کسی نے بھی اس بات پر عمل نہیں کیا اور امام صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اس کے شادی شدہ دیور سے پڑھا دیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟ امام صاحب اور لڑکے والے اور صرف ۸۰/۹۰ رسال کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہوا، امام صاحب جنھوں نے یہ نکاح پڑھایا ہے تاش وشطرنج کھیلتے ہیں۔ یہ نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام حالات حلف سے کہتی ہوں برائے کرم مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس بالغ لڑکی کی شادی ہوگئی، شوہر کے ساتھ رہ چکی پھر بیوہ ہوگئی تو بعد عدت اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کے نکاح کا کسی کو حق حاصل نہیں۔اگر اجازت لی جائے تو اس کے جواب میں اس کا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگا، یعنی اس کا ولی اس کا باپ اس سے پوچھے تب بھی خاموشی کافی نہیں۔

اگر کوئی آدمی جو کہ نہ ولی ہے نہ ولی کا قائم مقام پوچھے تو کسی حال میں بھی خاموشی کو اجازت قرار نہیں دیا جائے گا[1]۔صورتِ مسئولہ میں دریافت کرنے والے نہ ولی ہیں نہ ولی کے قائم مقام

---

[1] فإن ستاذ نها غیرالأقرب کأجنبی أو ولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لابد من القول کالثیب البالغة لافرق بینهما إلا فی السکوت (قوله إلافی السکوت) حیث یکون سکوت البکر البالغة إ ذنا فی حق الولی الأقرب ولایکون إ ذنا فی الثیب البالغة مطلقاً شامی کراچی ص ۶۲ ج۳ باب الولی، بحر کوئٹه ص ۱۱۵ ج۳ باب الاولیاء، النهر الفائق ص ۲۰۵ ج۲ باب الاولیاء، طبع مکه مکرمه.

ہیں بلکہ محض اجنبی ہیں، ان کے دریافت کرنے میں خاموشی کو اجازت شمار کرنا بالکل غلط اور مسئلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تو لڑکی پہلے دو مرتبہ صاف انکار کر چکی ہے، پھر بوڑھے آدمیوں کے دریافت کرنے پر رو رہی ہے تو اس کو اجازت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ نکاح فضولی ہوا، یعنی ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے رضامندی ظاہر کر دی تو صحیح ہو گیا اگر چہ پہلے انکار کر چکی تھی اگر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو جب ہی ختم ہو گیا، شرعاً اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ اس لڑکی کو پورا اختیار ہے دوسری جگہ نکاح کر لے۔

اگر نہ رضامندی ظاہر کی نہ اس کو نامنظور کیا بلکہ اب تک خاموش ہے تو اب بھی نامنظور کر سکتی ہے[۱] جو لوگ لڑکی پر ظلم کر رہے ہیں۔ وہ سخت مجرم ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے، سخت وبال کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/ ۹۱ھ

عورت کی طرف سے اجازت نکاح کا سننا

سوال: ۔ایک بالغہ عورت کا نکاح ایک وکیل دو شاہد کو لے کر ایک مولوی صاحب نے پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد دو شاہدوں میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے نکاح کے وقت عورت کے منہ سے اذن سنا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے عورت کے منہ سے کوئی لفظ اِذن کا نہیں سنا۔ اس پر ایک عالم نے کہا کہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ اس پر ایک شادی شدہ شخص نے اس عالم کو گالیاں دیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟ جس شخص نے عالم صاحب کو گالی دی اس پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص شریعت کے کسی مسئلہ کا انکار کرے تو اس کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟

---

۱ وقف تزويج فضولي على الاجازة أى اجازة من له العقد فإن اجاز وإلا لا، مجمع الانهر مختصراً ص ۵۰۶ ج ۱ فصل فى تزويج الفضولى، طبع دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص ۵۰۵ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۲۶ ج ۲ باب الاولياء، فصل فى الوكالة، طبع مكة مكرمة،

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نکاح کا ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہوا اور عورت نے اس کو نامنظور نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اگرچہ وکیل کے دریافت کرنے پر گواہوں نے عورت سے اجازت کو نہ سنا ہو۔ وہ اجازت کے گواہ ہیں ایجاب وقبول کے گواہ نہیں۔ عورت کی طرف سے جس نے (قاضی نے) ایجاب کیا اور مرد نے اس کو قبول کیا، اس کو تو سننے والے موجود ہیں۔ بس یہ کافی ہے[1]۔ عالم کے علم کا احترام لازم ہے، ان کو کیا کسی معمولی انسان کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں۔ جس نے گالی دی ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہوکر معافی طلب کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۱۳۹۶ھ

نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا

سوال:۔ مجموعۂ ادعیہ ماثورہ ۵۳ء از مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی میں تحریر ہے کہ نکاح کی اجازت لینے کے لئے وکیل اور اس کے گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور گواہ اجازت کا درجہ استحباب کا ہے لہٰذا اگر گواہ محرم نہ ہوں تو اذن پر گواہ بنانا ترک کرنا ضروری ہے۔ کیا حقیقت میں لڑکی سے اجازتِ نکاح لینے کے لئے وکیل وگواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر محرم گواہ نہ ہو تو لڑکی سے اجازت صرف محرم وکیل لے اور گواہ غیر محرم نہ بنائے۔ یہ حکم احتیاطی اور تقویٰ کے طور پر ہے یا بالکل ضروری اور لازم ہے۔ اگر کوئی بھی محرم نہیں تو پھر وکیل غیر محرم ہوسکے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب لڑکی بالغہ ہو اور اس کا ولی موجود ہو تو خود لڑکی سے اجازت لے لے یعنی اس سے

---

[1] وشرط حضور شاهدين مكلفين سامعين قولهما معاالخ. الدرالمختار على الشامي زكريا ص۸۷ ج۴ كتاب النكاح، هداية ص۳۰۶ ج۲ كتاب النكاح، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۷۲ ج۱، كتاب النكاح، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] سباب المسلم فسوق. مشكوٰة شريف ص۴۱۱ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم.

کہدے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے۔ اس پر اگر لڑکی اجازت دیدے یا خاموش رہے تو بس اتنا کافی ہے اس کے لئے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی[1] اگر ولی موجود نہ ہو تو لڑکی اپنے کسی محرم کو وکیل بنادے اس کے لئے بھی کوئی گواہ ضروری نہیں اگر کوئی محرم ابھی موجود نہ ہو تو وہ غیر محرم کو بھی بذریعہ تحریر یا زبانی پس پردہ سے وکیل بنادے تب بھی کافی ہے۔ یا خود لڑکے ہی کو وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں خواہ زبانی یا بذریعہ تحریر، یہ سب صورتیں درست ہیں[2] قابلِ لحاظ بہرصورت یہ چیز ہے کہ نامحرم وکیل بن کر یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے پردہ نہ جائے[3] غالباً مقصد کلام (ادعیہ ماثورہ کا) یہی ہے اس میں لفظ ضروری ہے اس حکم کی وضاحت کردی کہ لازم ہے۔ امّا الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته اھ ردالمحتار[4] ص۲۷۲ ج۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان استأذنها هو أى الولى فسكتت أو ضحكت أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن، در مختار مع الشامى زكريا ص۱۵۹-۱۶۰ باب الولى، البحر كوئٹه ص۱۱۱ج۳ باب الاولياء والاكفاء، النهر الفائق ص۲۰۳ ج۲ باب الاولياء والاكفاء، مكه مكرمة.

[2] يصح التوكيل بالنكاح ..... امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه فقال زوجت فلانة من نفسى يجوز وإن لم تقل قبلت، هنديه كوئٹه ص۲۹۴-۲۹۵ ج۱ الباب السادس فى الوكالة بالنكاح، تاتارخانيه كراچى ص۷۴ج۳ كتاب النكاح، الوكالة بالنكاح، محيط برهانى ص۴۸ج۴ الفصل الثامن الوكالة فى النكاح، طبع مجلس علمى گجرات.

[3] الثانية وجوب ستر الوجه للنساء إذا خيف الفتنة، احكام القرآن للعلامة محمد شفيعؒ ص۴۱۶ ج۳ سورۂ احزاب آيت ۵۹ طبع كراچى، روح المعانى ص۸۹ج۲۲ سورۂ احزاب آيت ۵۹ مطبوعه مصطفائيه ديوبند.

[4] شامى كراچى ص۲۱ ج۳ كتاب النكاح، بحر كوئٹه ص۸۹ج۳ كتاب النكاح، هنديه كوئٹه ص۲۹۴ ج۱ الباب السادس فى الوكالة بالنكاح.

فصل سوم: خیار بلوغ کا بیان

خیارِ بلوغ

سوال:- جہاں پر حکومت غیر مسلم ہواور شرعی بااختیار قاضی کی جگہ غیر مسلم اور غیر شرعی حاکم ہوتو حالت موجودہ میں کیا صورت ہوگی، یعنی زید کا نکاح بزمانۂ نابالغی ایک نابالغہ لڑکی کے ساتھ اس لڑکی کے بھائی نے باپ کے انتقال کے بعد کردیا۔ لڑکی نے بوقت بلوغ اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کردیا اور اسکی اطلاع شوہر اور اس کے والدین کو کردی گئی لڑکی اس نکاح سے کسی صورت میں رضامند نہیں وہ بموجب استحقاق شرع شریف عقد دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے لہٰذا اس بارے میں کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نے فوراً بوقت بلوغ اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردی اور شوہر کے یہاں جانے کے لئے رضامند نہیں تو اس کو چاہئے کہ اس مقدمہ کو کسی مسلمان حاکم عادل بااختیار کے یہاں پیش کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو فسخ کردے بغیر حاکم مسلم کے فسخ کئے فسخ نہ ہوگا اور جب فسخ کردے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے وان زوجها غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام علىٰ النكاح وان شاء فسخ يشترط فيه القضاء هداية[1] ص ۲۹۷ ج ۲.

اگر اس جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہوتو دوسری جگہ جہاں حاکم مسلم ہو وہاں نکاح فسخ کرانا چاہئے اور چونکہ شوہر کے ساتھ جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہیں آئی اس لئے عدت واجب نہ ہوگی فسخ کے بعد فوراً دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور..... صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

---

[1] هدايه ص ۳۱۷ ج ۲ باب الأولياء والاكفاء مطبوعه دار الكتاب ديوبند، در مختار على الشامى زكريا ص ۱۷۳ ج ۴ باب الولى، البحر الرائق ص ۱۲۰ ج ۳ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وفى الخزانة، أربع من النساء لا عدة عليهن، المطلقة قبل الدخول، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صغیرہ کے لئے خیار بلوغ

سوال: - زید نے ایک ہندہ عورت جس کے ساتھ اس کی شیر خوار لڑکی صفیہ تھی نکاح کیا اور صفیہ شیر خوار کی پرورش بھی کرتا رہا اور پھر بصورت نابالغی زید نے صفیہ کا نکاح بھی کر دیا زید صفیہ کے خاندان سے بھی نہیں بلکہ ہندہ اپنے آپ کو نومسلم ظاہر کرتی ہے صفیہ نابالغہ کو بھی زید نے اس کے سسرال میں بھیجدیا۔ وہاں فتنہ وفساد ہوتا رہا۔ صفیہ کا خاوند کبھی صفیہ کو گھر سے نکالدیتا رہا کبھی صفیہ خود سسرال سے نکل آتی رہی اب صفیہ بالغہ ہے اس کے خاوند نے اب اس کو گھر سے نکال دیا ہے اب صفیہ اور اس کی والدہ کے خاوند کا ارادہ کسی جگہ نکاح کر دینے کا ہے وہ کہتے ہیں کہ صفیہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے خاوند کا کیا ہوا سریسے صحیح ہی نہیں ہوا۔ عالمگیری جلد دوم ص ۱۳ کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں **ولو کان الصغیر والصغیرۃفی حجر رجل یعولھما کالملتقط ونحوہ فانہ لایملک تزویجھما کذا فی فتاویٰ قاضی خان۱ بینوا توجروا عنداللّٰہ اجراً عظیماً.**

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نکاح فضولی کا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف ہے[۲] اگر اس لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہیں تو اس کی ماں ولی ہے[۳] اگر ماں نے اجازت دیدی تو جائز ہو گیا اگر ماں نے اجازت

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تاتارخانیة کراچی ص۵۷ ج۴ کتاب الطلاق الفصل الثامن والعشرون فی العدة، عالمگیری کوئٹہ ص۵۲۶ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة، کتاب الطلاق.

(صفحہ ہذا) ۱ هندية ص۲۸۴ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

۲ وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فأن الأقرب حاضراً وهو من الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته الخ عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۵ ج۱ کتاب النکاح الباب الرابع فی الأولیاء، المحیط البرهانی ص۵۶ ج۴ کتاب النکاح الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء مطبوعه ڈابهیل، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۸۱ ج۳ باب الولی. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نہیں دی بلکہ رد کر دیا تو رد ہو گیا اور اس صورت میں کسی طلاق یا تفریق کی ضرورت نہیں اور پہلی صورت میں یعنی جب کہ ماں نے اجازت دے دی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل تھا یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً لڑکی نے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کر دی تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اور اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اظہار ناراضی نہیں کیا تو اب فسخ نہیں کرا سکتی تاوقتیکہ شوہر طلاق نہ دے یا کسی دوسرے شرعی طریق پر خلع وغیرہ کے ذریعہ سے جدائی نہ ہو اور پھر عدت نہ گذر جائے تو دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الاب و الجد بشرط القضاء اى للصغير والصغيرة اذا بلغا وقد زوجا ان يفسخا عقد النكاح الصادر من ولى غير اب ولا جد بشرط قضاء القاضى بالفرقة اھ بحر[1] ص ۱۲۰ ج۳ ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۹/ ذی قعدہ ۵۵ھ

بلوغت کے ڈیڑھ سال بعد خیارِ بلوغ

سوال:- (۱) کیا نابالغ لڑکی بالغ ہونے کے ۱½ سال بعد اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟ لڑکا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] ويجب أن يعلم بان الولى من كان أهل الميراث الى قوله بعدها يحتاج إلى معرفة ترتيبهم، فنقول، أقرب الأولياء إلى المرأة الابن إلى ما قال ثم عصبة مولى العتاقة ثم الام الخ المحيط البرهانى ص۵۵ ج۴ كتاب النكاح الفصل التاسع فى معرفة الأولياء مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص۱۹ ج۳ الفصل الحادى عشر فى معرفة الأولياء، مطبوعه كراچى، شامى كراچى ص۷۸ ج۳ كتاب النكاح باب الولى.

(صفحہ ہذا) [۱] البحر الرائق ص۱۲۰ ج۳، باب الاولياء والأكفاء (مكتبه كوئٹه پاكستان) الدر المختار على الشامى زكريا ص۷۳ ج۴ باب الولى، هدايه ص۳۱۷ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینے پر رضامند تھا۔ اب طلاق نہیں دیتا نہ لڑکی کو بلاتا ہے۔ نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا تھا۔

(۲) کیا اس لڑکی کا نکاحِ ثانی بعد طلاق فوراً چند دن بعد ہوسکتا ہے جب کہ شوہر کے گھر تک نہ گئی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو نامنظور کر کے اور اس پر گواہ بنا کر موافق شرع حاکم مسلم سے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً نامنظور نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی تو اب الم سال بعد خیارِ بلوغ باقی نہیں رہا[1] اب اگر لڑکا رخصتی کرانا اور آباد کرانا نہیں چاہتا تو بہتر یہ ہے کہ لڑکی طلاق مہر کے عوض لیلے[2]، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا مجھے نکاح ثانی کی اجازت دی جائے، اگر حاکم کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے تو شوہر کو حاضر عدالت کر کے کہے کہ تم اپنی بیوی کو رخصت کراؤ اس کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، پھر اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار خود تفریق کر دے۔ یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی۔ اس کے بعد دوسری جگہ

---

[1] وان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه لايصح النكاح من غير كفوا وبغبن فاحش اصلاً وان كان من كفو وبمهر المثل صح ولكن لهما اى لصغير وصغيرة خيار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده الخ. درمختار علىٰ ردالمحتار ص۳۰۶ ج۲ نعمانية الدرالمختار کراچی ص۶۹ ج۳ باب الولى، البحر الرائق ص۱۲۰ ج۳ مطبوعه الماجديه كوئٹه، هدايه مع فتح القدير ص۲۷۷ ج۳ مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] وان تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمالٍ يخلعها به فإذا فعل ذلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال، هدايه ص۴۰۴ ج۲ كتاب الطلاق باب الخلع، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فى الخلع الفصل الأول، شامى كراچى ص۴۴۱ ج۳ باب الخلع.

نکاح درست ہوگا۔ اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی بطورِ پنچایت یہ سب کام کرسکتی ہے اوراس جماعت میں کم از کم ایک فہیم ومعاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ رسالہ[1] الحیلۃ الناجزۃ کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے اس میں تفصیل مذکور ہے۔

اگر نکاح باپ نے کیا تھا یا باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے دادا نے کیا تھا تب بھی خیارِ بلوغ حاصل نہیں[2] لیکن ادائے حقوق نہ کرنے کی صورت میں طریقہ مذکور پر فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

(۲) جب کہ شوہر سے تنہائی نہیں ہوئی اور شوہر نے طلاق دیدی یا خیارِ بلوغ کی وجہ سے فسخ کرالیا یا حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ کرالیا جس کی تفصیل (۱) میں گذری تو عدت واجب نہیں، طلاق یا فسخ کے بعد جب بھی دل چاہے دوسرا نکاح ہوسکتا ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ ۱۸/۶/ ۸۷ھ

---

[1] ملاحظه هو الحيلة الناجزة ص۲۸ تنبيهات ضروريه متعلق جماعت مسلمين، ص۶۲، حكم زوجۂ متعنت، مطبوعه اعزازيه ديوبند.

[2] بخلاف ما اذا زوجهما الاب والجد فانه لا خيار لهما بعد بلوغهما، البحر الرائق ص۱۲۰ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامی كراچی ص۶۷-۶۹ ج۳ باب الولی، النهر الفائق ص۲۰۹ ج۲ باب الأولياء الخ دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها الأية. سورة احزاب آيت: ۴۹ والفرقة بلا طلاق كالفرقة بخيار العتق والبلوغ الى ما قال إن فرق (القاضی) قبل الدخول لا تجب العدة، تاتارخانية كراچی ص۵۳ ج۴، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، وفی الخزانة أربع من النساء لا عدة عليهن، المطلقة قبل الدخول، تاتارخانية كراچی ص۵۷ ج۴، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، عالمگيری كوئٹه ص۵۲۶ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة.

ترجمہ:۔ پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو (بیان القرآن)

نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیارِ بلوغ کی تفصیل

سوال: - ہندہ کا نکاح نابالغہ ہونے کی حالت میں ایسی صورت میں کیا گیا کہ اس کے ولی شرعی ناراض تھے۔ ہندہ کی خالہ نے ہندہ کا نکاح بلااس کی مرضی کے جبراً کردیا، لیکن ہندہ برابر انکار ہی کرتی رہی۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو اس وقت بھی ہندہ نے انکار کردیا اور ناراضگی کی وجہ سے اس کی رخصتی ملتوی کردی گئی۔ چنانچہ ہندہ آج تک یعنی عرصہ تقریباً چھ سال کا ہو چکا اور اس شخص کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ عرصہ چھ سال سے وہ لوگ جہاں ہندہ کا نکاح ہوا تھا ہندہ کے طالب ہیں۔ چونکہ ہندہ کی خالہ اپنی طرف سے وہاں بھیجنا چاہتی تھی مگر ہندہ جانے سے انکار کرتی رہی۔ سوال یہ ہے کہ ہندہ کا یہ نکاح شریعت کے مطابق ہے کہ نہیں؟ جب کہ محض ہندہ کی خالہ نے اپنے ارادہ سے بلااس کی مرضی کے کردیا تھا اور نہ ہی کوئی ہندہ کے نکاح کے شاہد ہیں، محض اس کی خالہ اور خالو ہی ہندہ کو اس شخص کے یہاں بھیجنا چاہتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ نکاح کے وقت محض ہندہ کی والدہ موجود تھی، لیکن ہندہ کی والدہ کی بھی مرضی نہیں تھی کہ یہ نکاح کیا جائے، اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ (نوٹ) ہندہ کے والد کا پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وقتِ نکاح والدہ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ نامنظور کردیا تھا تو یہ نکاح اس وقت ختم ہو گیا تھا[1] اگر والدہ خاموش رہی اور لڑکی نے بالغہ ہونے پر اس کو نامنظور کردیا تب بھی بیکار ہو گیا۔ اب لڑکی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کردیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ لڑکی کا کوئی ولی عصبہ

---

[1] فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، إلى قوله فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته الدر المختار على الشامي كراچي ص۷۸-۸۱ ج۳ كتاب النكاح باب الولي، عالمگيری كوئٹه ص۲۸۴-۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فی الأولياء، المحيط ص۵۵ ج۴ كتاب النكاح الفصل التاسع فی معرفة الأولياء، مطبوعه ڈابهيل.

موجود نہ[1] ہو، ورنہ اس کی منظوری اور نامنظوری پر موقوف رہے گا البتہ بالغہ ہونے پر لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا۔ یعنی اگر ولی عصبہ نے منظور نہیں کیا تھا تو بیکار ہوگیا تھا۔ اگر منظور کرلیا تھا تو درست ہوگیا تھا۔ پھر اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی لڑکی نے فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کردی تھی تو حاکم مسلم یا مسلم کمیٹی کے ذریعہ سے فسخ کرانے کا اس کو اختیار حاصل ہوگا۔ پھر فسخ کے بعد نکاحِ ثانی کی اجازت ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۷ھ

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں

سوال: - زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تھا ابھی تک رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا نابالغ دوسری شادی کررہا ہے اور اس لڑکی کی رخصتی نہیں کراتا۔ کیا لڑکی بالغ ہونے پر اپنا نکاح خود فسخ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابھی لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں۔ رخصتی کی کیا ضرورت ہے۔ باپ نے جو نکاح حالت نابالغی میں کردیا وہ لازم اور صحیح ہوگیا اور لڑکا اور لڑکی فسخ نہیں کرسکتے۔ بالغ ہونے پر اگر لڑکا رخصتی نہ کرادے تو مسئلہ دریافت کرلیا جائے۔ ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غيرالاب والجد بشرط القضاء. (بحر[3] ص۱۲۰ ج۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۳۰/۳/ ۸۸ھ

---

[1] وهو ای الولی شرط صحة نكاح صغير الدر المختار كراچی ص۵۵ ج۳ (باب الولی)

[2] ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غير الأب والجد بشرط القضاء ای للصغير والصغيرة اذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولی غير اب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة البحر الرائق ص۱۲۰ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، الدر المختار زكريا ص۱۷۳ ج۴ باب الولی، هداية ص۳۱۷ ج۲ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه دار الكتاب ديوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ

سوال:- ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے زید سے کردیا۔ ہندہ نے بالغ ہوکر زید کے یہاں جانے سے انکار کردیا۔ ہندہ نکاح کے بعد سے اب تک زید کے یہاں نہیں گئی اور نہ اب کسی طرح جانے پر رضامند ہے اب ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔ جب تک زید طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ **وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولوثیباً ولزم النکاح ای بلاتوقف علیٰ اجازةاحد وبلاثبوت خیار فی تزویج الاب والجد اھ** شامی[1] ص ۴۶۹ ج ۲۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

باپ کا کیا ہوا نکاح بعد بلوغ فسخ نہیں ہوسکتا

سوال:- میرے ایک رشتہ دار نے اپنی دختر کی شادی عرصہ تقریباً گیارہ سال گذرا جب کہ لڑکی کی عمر ۹/۱۰ سال کی تھی ایک لڑکے کے ساتھ کردی تھی۔ جب سے اب تک نہ تو وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہوئی ہے اور نہ اب تک اس نے اپنے شوہر کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور نہ ابھی اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو کسی قسم کا کھانا خرچہ وغیرہ دیا ہے کیوں کہ وہ لڑکا بذات خود شرابی اور زانی اور بدمعاش ہے اور لڑکی نہایت ہی ٹھیک چلن شریف اور پڑھی لکھی ہوئی ہے اب جب کہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] النهر الفائق ص ۲۰۹ ج ۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية مع فتح القدير ص ۲۷۷ ج ۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] شامی کراچی ص ۶۶ ج ۳ باب الولی، الدر المنتقیٰ ص ۴۹۴ ج ۱ باب الأولياء والاكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۱۲۰ ج ۳ باب الأولياء الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

لڑکی کو ہوش آئی تو اس کے شوہر کی بدچلنی و برائی کی وجہ سے بالکل نفرت پیدا ہوگئی ہے اور وہ اس کے گھر میں آباد ہونا بالکل نہیں چاہتی والدین کے ہر چند زور دینے پر بھی وہ بجائے اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے زہر کھالینا اچھا سمجھتی ہے یا والدین کے گھر اپنا منہ کالا کرنے پر ترجیح دے رہی ہے لہٰذا اے بزرگوار صاحب ہماری مشکل کشائی میں حضور سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہوجائے کیونکہ وہ لڑکا طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور لڑکی اس کے گھر میں آباد ہونے سے انکار کرتی ہے ہم لوگوں کی جان زحمت میں ہے بلکہ کھانا پینا بھی حرام ہوگیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں چونکہ خود باپ نے نکاح کیا ہے اس لئے لڑکی کو بعد بلوغ اس کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے۔ باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی اور ولی نابالغی کی حالت میں نکاح کردے تو اس میں خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے یعنی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے تو اس کے بعد حاکم مسلم با اختیار کے ذریعہ سے نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے[1] لیکن یہاں پر خود باپ نے نکاح کیا ہے۔ ایسی حالت میں نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل نہیں۔ اب جب تک شوہر طلاق نہ دے لڑکی کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا اگر کسی طرح سمجھا کر یا لالچ دلا کر یا ڈرا کر رضامندی سے یا زور ڈال کر شوہر سے طلاق حاصل کرلی جائے گی تو پھر لڑکی کا نکاح دوسرے سے درست ہوگا۔ یا خلع کرلیا جائے یعنی لڑکی اپنے حقوق مہر وغیرہ ساقط

---

[1] وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً ولزم النکاح ..... ان کان الولی أباً او جداً ..... وإن کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح من غیر کف، او بغبن فاحش اصلاً وإن کانت من کفء وبمهر المثل صح ولهما أی لصغیر وصغیرة خیارالفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء للفسخ، تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ص۱۶۹-۱۷۶ج۴ باب الولی، بحر ص۱۲۰ ج۳باب الأولیاء الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المنتقی ص۴۹۴ج۱ باب الأولیاء والاکفاء مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کردے خواہ لڑکی کی طرف سے کچھ روپیہ دے کر شوہر سے خلع کرلیا جائے۔ بغیر اس کے دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست نہیں ہوسکتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۲۴ محرم ۵۹ھ مظاہر علوم سہارنپور

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیارِ بلوغ حاصل نہیں

سوال:- زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح عمر کے لڑکے کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمر اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ کردے یا کسی اور رشتہ دار کی لڑکی سے کرادے اور زید کی لڑکی کی عمر اس وقت تین سال کی تھی، تو زید کی لڑکی نے بالغ ہونے پر فوراً انکار کردیا اور عمر نے بھی زید کی لڑکی کی شادی کو انکار کردیا تو آیا زید کی لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باپ نے جب اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ صحیح اور پختہ ہوگیا۔ بالغ ہونے پر لڑکی کو اس کے فسخ کردینے کا اختیار نہیں[2] عمر کے شرط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

---

[1] وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعا فاذا فعل ذالک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال الخ هدايه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى ص۴۸۸ ج۱ الباب الثانى فى الخلع، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانية ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فى الخلع مطبوعه كراچى.

[2] اذا زوجهما الأب والجد فانه لا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرأى وافرا لشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما الخ بحر ص۱۲۰ ج۳ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى زكريا ص۱۷۰ ج۴ باب الولى، الدر المنتقى ص۴۹۴ ج۱ باب الاولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

یہ نکاح باطل نہیں ہوا۔ وھو (ای النکاح) لایبطل بالشرطِ الفاسد بل یبطل الشرط ویصح (النکاح) اھ شامی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/ ۹۴ھ

باپ نے نکاح کردیا تو حقِ فسخ نہیں

سوال: -مسماۃ وہاب نوری کا عقد اس کے والد نے یونس لوہار سے کردیا۔ اس بات کو تین سال ہوگئے والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آج مسماۃ نوری کو وہ عقد نا منظور ہے۔ وجہ یہ بیان کرتی ہے کہ میں کسی اور جگہ نکاح کرونگی یونس لوہار مجھے پسند نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ اپنے باپ کے کئے نکاح کو کسی وقت بھی کالعدم کرانے یا کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

سوال سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مسماۃ وہاب نوری کا جس وقت اس کے والد نے عقد کیا تھا تو اس وقت مسماۃ کی عمر کیا تھی؟ وہ بالغہ تھی یا نابالغہ ایک شق کو متعین کرکے لکھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر مسماۃ وہاب نوری وقت عقد بالغہ تھی اور والد نے اس سے دریافت کیا کہ میں تمہارا عقد فلاں شخص سے کرتا ہوں، تم کو منظور ہے۔ اس پر مسماۃ نے اگر اجازت دیدی یا خاموش رہی انکار نہیں کیا۔ یا والد نے دریافت ہی نہیں کیا بلکہ بغیر مسماۃ سے دریافت کئے اس کا عقد یونس لوہار سے کردیا اور مسماۃ نے اس عقد کی خبر معلوم ہونے پر اس کو رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو ان سب صورتوں میں نکاح لازم اور صحیح ہوگیا اب مسماۃ وہاب نوری محض شوہر ناپسند ہونے پر والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں رکھتی اور بغیر یونس سے طلاق حاصل کئے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا

[1] کذا فی الدرالمختار کراچی ص۵۳ ج۳ فصل فی المحرمات. مطلب لوزوج الولی امته. هدایه ص۳۱۳ ج۲ کتاب النکاح قبیل باب فی الأولیاء والأکفاء، مطبوعه تهانوی دیوبند، زیلعی ص۱۱۵ ج۲ فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہرگز جائز نہیں۔ ولاتجبر البالغةالبكر على النكاح لانقطاع الولايةبالبلوغ فان استاذنها هواى الولى وهو السنةاو وكيله اورسوله اوزوجها وليها واخبرها رسوله فسكتت عن رده مختارةفهواذن ان علمت بالزوج اھ درمختار[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کر دینا

سوال:- خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسمی انوار نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا عقد کر دیا تھا، لیکن آنٹے سانٹے کی وجہ سے لڑکیاں جب بالغ ہوگئیں تو کلکٹر سے اجازت لے کر اور رقم لے کر دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ پھر تقریباً تین چار سال بعد جب کہ ان کے دو بچے بھی پیدا ہو چکے تھے برادری کے لوگوں نے جمع ہو کر جہاں پہلے نکاح ہوا تھا وہیں پر بھجوا دی اور ہر سہ فریقین پر جرمانہ کیا اور سزا بھی دی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ انوار کی دونوں لڑکیاں کس کے لئے جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب انوار اپنی دونوں نابالغ لڑکیوں کا خود نکاح کر چکا تھا تو وہ صحیح اور لازم ہو گیا تھا،[2] پھر ان کے بالغ ہونے پر کلکٹر سے بلاوجہ شرعی اجازت لے کر دوسری جگہ نکاح کر دیا وہ غلط اور گناہ کیا دوسرا

---

[1] الدرالمختار كراچى ص۵۸ ج۳ باب الولى، بحر ص۱۱۰-۱۱۱ج۳ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وللولى إنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولو ثيباً ولزم النكاح، الدر المختار زكريا ص۱۷۰ ج۴ باب الولى، الدر المنتقى ص۴۹۴ ج۱ باب الأولياء والاكفاء مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۲۰ ج۳ باب الاولياء والاكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

نکاح ہرگز درست نہیں ہوا[1] برادری کو اس وقت لازم تھا کہ اس دوسرے نکاح کی پوری مخالفت کرتی، اب وہاں سے علیحدہ کر کے پہلی جگہ دونوں کو بھجوا دیا یہ ٹھیک کیا۔ سب کو اپنی اپنی غلط حرکت پر توبہ واستغفار لازم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۸/۱۲/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ

سوال: - امام الدین نے اپنی نابالغہ بھتیجی کا نکاح گل احمد کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت منکوحہ کی عمر ساڑھے گیارہ سال کی تھی۔ اب جب کہ وہ ۲۱ رسال کی ہے تو اس نے تنسیخِ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا ہے کہ چچا کا نکاح کردہ چونکہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ لہٰذا عدالت خیارِ بلوغ کے دفعہ کے تحت مجھے دوسری جگہ نکاح کی اجازت دے اور پہلے نکاح کو کالعدم قرار دیدے۔

لڑکی نے عدالت میں دعویٰ دائر کرنے سے پہلے کسی اجلاس یا شریعت یا قاضی کے سامنے کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی ہے اور بلوغت کی حالت میں ۲۱ رسال تک جتنا عرصہ گذرا ہے بالکل خاموش رہی ہے۔ کیا یہ نکاح مذکورہ صورت میں قابلِ فسخ ہے یا نہیں؟

---

[1] لایجوزللرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة الهندیة ص۲۸۰ ج۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه ص۴ ج۳ کتاب النکاح الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة وما لا یجوز مطبوعه کراچی، زیلعی ص ۱۰۱ ج۲ فصل فی المحرمات مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور، روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورۂ تحریم آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی المسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح المسلم ص۲۷ ج۷ کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار، مطبوعه دار صادر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یتیمہ کا دادا یا بھائی موجود نہیں تو چچا کو ولایت نکاح حاصل تھی[1] چچا نے جو نکاح کیا وہ منعقد ہوگیا۔ یتیمہ کو خیارِ بلوغ حاصل تھا۔ اگر وہ آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر کے اس پر گواہ بنالیتی تو اس کو بذریعۂ عدالت مسلمہ اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق ہوتا۔ لیکن اگر اس نے بالغہ ہونے پر خاموشی اختیار کی، نکاح کو رد اور نامنظور نہیں کیا تو وہ نکاح پختہ اور لازم ہوگیا اور فسخ کرانے کا حق ختم اور کالعدم ہوگیا۔ اب اس کو چاہئے کہ اسی شوہر کے مکان پر آباد ہو[2] بلوغ کی علامت حیض ہے یا پھر پوری پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجاتا ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

شوہر کی بداخلاقی کی وجہ سے نابالغہ کو خیارِ بلوغ

سوال: - محمد شفیع ومسماۃ عنایت بی کا نکاح بوجہ ان کی نابالغیت کے ان کے ولیوں نے اپنی اجازت سے تقریباً بارہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کردیا تھا۔ وقت نکاح محمد شفیع کی عمر آٹھ سال اور مسماۃ

---

[1] ثم يقدم الأب ثم ابوه ثم الأخ الشقيق الى قوله ثم العم الشقيق، شامی زکریا ص۱۹۲ ج۴ باب الولی، قبيل مطلب لا يصح تولية الصغير الخ، المحيط ص۵۵ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولياء مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص۱۹ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولياء مطبوعه كراچی.

[2] إذا بلغت وهی عالمة بالنكاح أو علمت به بعد بلوغها فلابد من الفسخ فی حال البلوغ أو العلم فلو سكتت ولوقليلا بطل خيارها شامی كراچی ص۷۴ ج۳ مطلب فی فرق النكاح (باب الولی)، باب الأولياء والأكفاء مطبوعه الماجديه كوئٹه، المحيط ص۵۸ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولياء مطبوعه ڈابهيل.

[3] والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شیء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى، شامی زكريا ص۲۲۶ ج۹ كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، هداية ص۳۵۷ ج۴ فصل فی حد البلوغ مطبوعه ديوبند، مجمع الأنهر ص۶۰ ج۱ كتاب الحجر، بيروت.

کی عمر چار سال تھی۔ لیکن چونکہ محمد شفیع کی اخلاقی حالت اس قسم کی ہوگئی ہے جو شریعت کے بالکل متضاد ہے۔ مثلاً ڈاڑھی منڈانا، شراب پینا، نماز کا بالکلیہ نہ پڑھنا وغیرہ، گویا کہ محمد شفیع کا چال چلن نہایت خراب ہے، جس کی وجہ سے مسماۃ عنایت بی کو اپنی جان وایمان وعصمت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، بلکہ یقین ہے۔ بایں وجہ مسماۃ عنایت بی محمد شفیع کے یہاں جانا ہی نہیں چاہتی، بلکہ اگر اس کو زبردستی بھیج بھی دیا جائے تو اس کا خودکشی کر لینا یقینی ہے اور مسماۃ عنایت بی نکاح کے وقت سے اس وقت تک غیر مدخول بہا ہے کیونکہ محمد شفیع کے یہاں اب تک نہ گئی ہے اور نہ خلوت صحیحہ ثابت ہوئی لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع شریف میں مسئلہ مذکورہ کے لئے ایسی کوئی صورت ہوسکتی ہے کہ مسماۃ عنایت بی ومحمد شفیع کے درمیان تفریق کردی جائے، جب کہ محمد شفیع نہ طلاق کے لئے رضامند ہے اور نہ خلع کرنے کے لئے۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نکاح مسماۃ بی کے باپ یا دادا نے کیا ہے تب تو وہ فسخ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ لازم ہو چکا ہے۔ اب جب تک محمد شفیع طلاق نہ دے دوسری جگہ ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں، یا اس کے یہاں جائے یا اس سے طلاق حاصل کرے خواہ سمجھا کر یا لالچ دلا کر یا ڈرا کر جس صورت سے بھی ہو، یا خلع کرے اور کوئی صورت نہیں، اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کیا ہے تو اس میں خیارِ بلوغ حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے عدمِ رضا کا کم از کم دو گواہوں کے سامنے اظہار کر دیا ہے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے اپنا نکاح فسخ کرالے۔ **للصغير والصغيرة اذا بلغا وقد زوجا ان يفسخا عقد النكاح الصادر من ولى غيراب ولاجد بشرط قضاء القاضى بالفرقةبخلاف مااذا زوجهما الاب والجد فانه لاخيالهما بعدبلوغهما. بحر[1] ص ۱۲۰ ج ۳.** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

علامات بلوغ

سوال: -شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں۔ احتلام، انزال، احبال اور لڑکی میں بھی تین ہیں۔ حیض، احتلام، حبل۔

اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر دو کو پندرہ سال پورے ہونے پر بقول مفتیٰ بہ بالغ کہا جائے گا کذا فی تبیین[1] الحقائق ص ۴۰۳۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۶/ جمادی الاول ۵۵ھ

علامتِ بلوغ اور اجازتِ نکاح

نابالغہ کا نکاح جس کی عمر بارہ تیرہ برس ہو، ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ عمر سن بلوغ ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] (باب الأولياء والاكفاء)مطبوعه كوئٹه پاكستان، شامی كراچی ص۶۷-۶۹ باب الوی، النهر الفائق ص ۲۰۹ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] بلوغ الغلام بالإحتلاوالاحبال والإنزال والافحتى يتم له ثمانى عشرة سنة والجارية بالحيض والاحتلام والحبل والافحتى يتم لها سبع عشرة سنة ويفتى بالبلوغ فيهما بخمس عشرة سنة زيلعى ص۲۰۳ ج۵ فصل فى البلوغ، كتاب الحجر، مطبوعه امداديه ملتان، در مختار مع الشامى زكريا ص۲۲۵ ج۹ كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ، بحر ص۸۴ ج۸ كتاب الحجر، فصل فى حد البلوغ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۶۰ ج۴ كتاب الحجر فصل فى احكام البلوغ، دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ۳۵۷ ج۴ كتاب الحجر، فصل فى حد البلوغ مطبوعه تهانوى ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس عمر میں اس کو حیض آنا شروع ہو گیا تو وہ بالغہ ہے[۱] اور خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے[۲] اگر غیر خاندان میں کیا جاوے تو ولی کی اجازت بھی ضروری ہے[۳] اگر ابھی اس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا تو وہ نابالغہ ہے، ولی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے۔ تنہا اس لڑکی کی اجازت پر نکاح کرنے سے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گی[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مدت بلوغ

سوال: -شرع شریف میں نابالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

---

[۱] والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى وادنى مدته له اثنتا عشرة ولها تسع سنين، الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۲۶ ج۹ كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، البحر الرائق ص۸۴ ج۸ كتاب الحجر فصل فى حد البلوغ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الانهر ص۶۰ ج۴ كتاب الحجر، فصل فى احكام البلوغ، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، الدر المختار زكريا ص۱۵۹ ج۴ باب الولى عنايه على فتح القدير ص۲۶۰ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الفكر بيروت، بحر ص۱۱۰ ج۳ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] وله اى للولى إذا كان عصبة الاعتراض فى غير الكفء، الدر المختار زكريا ص۱۵۶ ج۴ باب الولى، هدايه مع فتح القدير ص۲۵۸ ج۳ باب الأولياء الخ، مطبوعه دار الفكر بيروت، بحر ص۱۱۰ ج۳ باب الأولياء الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۴] وهو أى الولى شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق، الدر المختار زكريا ص۱۵۵ ج۴ باب الولى، البحر الرائق ص۱۱۸ ج۳ باب الأولياء والأكفاء مطبوعه الماجديه كوئٹه وإذا زوجت الصغيرة نفسها فاجاز الولى الا خ جاز الخ عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۶ ج۱ الباب الرابع فى الاولياء.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر علامات بلوغ احتلام وانزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا۔ فان لم یوجد فیهما شیئٌ منها فحتیٰ یتم لکل منهما خمس عشرة سنة وبه یفتیٰ درمختار[1] ص ۱۹۹ ج ۲ ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۷/ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/محرم الحرام ۷/ ۵۴ھ

حد بلوغ

سوال: -لڑکا کتنے سال پر بالغ ہوجاتا ہے اور موئے زیر ناف اور ڈاڑھی مونچھ آنا علامت بلوغ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ڈاڑھی مونچھ موئے زیر ناف علامت بلوغ نہیں۔ بلکہ انزال، احتلام، احبال علامت بلوغ ہیں۔ اگر یہ علامات ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال پورے ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جائے گا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/ ۹۴ھ

---

[1] الدرالمختار نعمانية ص۹۷ ج۳ فصل بلوغ الغلام (كتاب الحجر)، هداية ص۳۵۷ ج۴ كتاب الحجر فصل فی حد البلوغ، مطبوعه تهانوی ديوبند، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج۴ كتاب الحجر، فصل فی احكام البلوغ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فصل، بلوغ الغلام بالإحتلام والاحبال والإنزال.....فإن لم يوجد فيهما شئی فحتی يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتی الدرالمختار ص۹۷ ج۵ كتاب الحجر مكتبة نعمانية ومطبوعه زكريا ص۲۲۵ ج۹، زيلعی ص۲۰۳ ج۵ فصل فی البلوغ، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج۴ كتاب الحجر، فصل فی احكام البلوغ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حد بلوغ

سوال:-مسلمانوں میں لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ سمجھے جاتے ہیں عمر معصومیت کب ختم ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے بلوغ کا حکم شرعاً کر دیا جائیگا اگر اس سے پہلے علامت بلوغ ظاہر ہو جائیں تو اسی وقت سے بلوغ کا حکم کر دیا جائیگا پندرہ سال پورے ہوں یا نہ ہوں لڑکی میں عامۃً نو سال سے پہلے اور لڑکے میں عامۃً بارہ سال سے پہلے علاماتِ بلوغ ظاہر نہیں ہوتیں[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

حد بلوغ

سوال:- زید کہتا ہے کہ بارہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے۔شرعاً اس کا قول صحیح ہے یا نہیں۔ حکم شرعی اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکے کے بلوغ کی ادنیٰ مدت بارہ سال ہے بس اگر بارہ سال کا لڑکا کہے کہ میں بالغ ہوں

---

[1] فإن لم يوجد فيهما شيئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى لقصر أعمار أهل زماننا وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين هوالمختار الدرالمختار نعمانية ص۹۷ ج۵ ومطبوعه زكريا ص۲۲۵ ج۹ (كتاب الحجر) (فصل بلوغ الغلام)، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۶۰ ج۴ كتاب الحجر، فصل فى حد البلوغ، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۸۴ ج۸ كتاب الحجر، فصل فى حد البلوغ، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

شرعاً اس کا قول معتبر ہے اگر لڑکا نہ کہے نیز کوئی علامت بھی اس میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورا ہونے پر اس کو بالغ کہہ دیا جائے گا۔ کذا فی الدر المختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف

---

[1] فإن لم يوجد فيهما شيئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى الدرالمختار نعمانية ص۹۷ ج۵ فصل بلوغ الغلام (كتاب الحجر) ومطبوعه زكريا ص۲۲۵ ج۹، عالمگيرى كوئٹه ص ۶۱ ج۵ كتاب الحجر، الفصل الثانى فى معرفة حد البلوغ، تبيين الحقائق ص۲۰۳ ج۵ كتاب الحجر، فصل فى البلوغ، مطبوعه امداديه ملتان.

فصل چہارم:- وکالت نکاح کا بیان

نکاح میں شخص واحد کا اصیل اور وکیل ہونا

سوال:- رشید کی عمر ۵۰/سال اور انیسن خاتون بیوہ کی عمر تقریباً ۴۵/سال ہے شوہر کے انتقال کو تقریباً ۲۰/سال ہوگئے۔ رشید نے انیسن سے نکاح کرنے کو کہا وہ راضی ہوگئی اور کہا کہ نکاح تم کرلو۔ زید نے نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے والا اور وکیل نمازی نہیں۔ عمر بحیثیت گواہ ہے وہ بھی نمازی نہیں۔ نکاح انیسن کی عدمِ موجودگی میں ہوا۔ بعد میں رشید نے انیسن سے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے نکاح کرلیا ہے اور انیسن نے بھی قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ کیا اس کو بیع فضولی پر قیاس کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ انیسن نے رشید کو نکاح کی اجازت دیدی کہ تم نکاح کرلو تو رشید اسکی طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہوگیا، زید اور عمر دونوں گواہ ہوگئے، جب رشید نے ان دونوں کے سامنے انیسن کو قبول کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہوگیا[1]، نفسِ توکیل بھی کافی تھی، نکاح میں شخص واحد اصیل اور وکیل ہوسکتا ہے، پھر انیسن نے اسکی تنفیذ بھی کردی تو بالکل ہی بلاتردد لازم ونافذ ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وکالت نامۂ نکاح

سوال:- (نقل وکالت نامہ) دفتر قضاءت شریعت حیدرآباد آندھرا پردیش میں

---

[1] ویتولی طرفی النکاح واحد..... أواصیلاً من جانب ووکیلاً أوولیاً من أخر شامی کراچی ص۹۶ ج۳ باب الکفاء ۃ، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، النهر الفائق ص۲۲۵ ج۲ باب الاولیاء والاکفاء، فصل فی الوکالة، طبع مکة مکرمة، بحر کراچی ص۱۳۶ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء، فصل لابن العم ان یزوج بنت عمه الخ.

سردار حامد حسین خاں شاکر ولد میر منور علی خاں صاحب عمر ۲۷ رسال پیشہ طالب علم ساکن بالٹی مور میاری لمیٹیڈ اسٹیٹ امریکہ بثبات عقل وہوش وحواس بلا جبر واکراہ برضا ورغبت خود لکھ دیتا ہوں، اس بات پر کہ میں بعض مجبوریوں کی بناء پر حیدرآباد حاضر نہیں ہوسکتا اور اس لئے اپنے جانب سے اپنے حقیقی والد میر منور علی خاں صاحب ابن میر غلام محمد خاں صاحب مرحوم کو ولی مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ میرے غیاب میں مراسم عقد انجام دے سکیں۔ میرا عقد مسماۃ ثریا نفیس بنت محمد رفیع الدین صاحب مرحوم سے بمعاوضہ گیارہ ہزار سکہ ہند مہر مؤجل طے پایا ہے اور میرے غیاب میں سارے مراسم تکمیل میرے والد انجام دیں گے جو میرے لئے منظور وقبول ہے۔ لہٰذا یہ چند کلمے بطور امانت نامہ کے لکھ دیئے ہیں، تاکہ آئندہ سند رہے۔ اور وقت ضرورت کام آئے سردار حامد حسین خاں۔

دستخط سالم محبوب

مذکورہ وکالت نامہ یا اجازت نامہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) وکالت نامہ یا اجازت نامہ حکومت امریکہ کا مصدقہ نہیں ہے۔

(۲) عاقد نے اجازت نامہ کے ذریعہ زر مہر سکہ ہند میں قبول کیا ہے۔ برخلاف اس کے نکاح نامہ میں عاقد کی مرضی کے خلاف سکۂ رائج الوقت لکھا گیا۔

(۳) عقد نکاح کی اہم شرط دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول لازمی ہے۔ عاقد نے ایک مرد گواہ اور ایک عورت گواہ سے مواجہ میں مہر وعاقدہ کو قبول کیا ہے، حالانکہ احکامِ ربانی کی رو سے ایک مرد اور عورت گواہان کی موجودگی میں قبولیت لازمی تھی۔ براہِ کرم شریعت کے احکام کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ یہ عقد نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۴) عاقدہ بغیر کسی کارروائی کے نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وکالت نامہ کے لئے کسی حکومت کا مصدقہ ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے۔ سردار حامد

حسین خاں شاکر صاحب کو اس سے انکار نہ ہو۔ نکاح ہندوستان میں ہوا وہیں پر سکہ رائج الوقت لکھا گیا۔ اس لئے کوئی فرق نہیں ہوا وکالت نامہ پر جو گواہ ہیں وہ عقدِ نکاح کے گواہ نہیں بلکہ وکالت کے گواہ ہیں۔ نفس وکالت کے لئے گواہوں کا ہونا شرط بھی نہیں[1] نکاح کے گواہ وہ ہیں جن کی موجودگی میں میر منور علی خاں نے ایجاب وقبول کیا اور قاری النکاح سید محبوب حسین نے جب ان سے قبول کرایا دو گواہوں کے نام سوال میں بھی درج ہیں (۱) محمد رئیس الدین صاحب (۲) احمد محی الدین صاحب ان کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا لہٰذا

(۱) یہ عقد نکاح شرعاً جائز ہو گیا[2]

(۲) عاقدہ کا نکاح موجودہ حالت میں کسی دوسری جگہ نہیں ہوسکتا جب تک شوہر سے طلاق حاصل نہ کی جائے یا شرعی قاعدہ سے تفریق نہ کرائی جائے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

توکیل نکاح کے لئے شہادت ضروری نہیں

سوال: - کسی اجتماع میں ایک لڑکی کا ولی آ کر مقرر سے کہتا ہے کہ میری لڑکی کا نکاح اس شخص سے اتنے مہر پر کر دیجئے۔ سینکڑوں ہزاروں کے مجمع میں واعظ صاحب لڑکے سے خطبۂ

---

[1] ولا يشترط الاشهاد على التوكيل البحر الرائق كوئٹه ص ۸۹ ج ۳ كتاب النكاح، شامى كراچى ص ۲۱ ج ۳ كتاب النكاح، قبيل مطلب الخصاف كبير فى العلم، عالمگيرى دار الكتاب ص ۲۹۴ ج ۱، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح.

[2] وينعقد متلبساً بايجاب وقبول ..... وشرط حضور شاهدين حرين او حر وحرتين الدر على الرد ص ۲۲ ج ۳ كتاب النكاح، مجمع الأنهر ص ۴۶۷، ۴۷۲ ج ۱ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۹۸ ج ۲ كتاب النكاح، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذالک المعتدة كذا فى السراج الوهاج الهندية ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس، المحرمات التى تتعلق بها حق الغير، شامى زكريا ص ۲۷۴ ج ۴ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ باب فى المحرمات.

مسنونہ کے بعد کہتے ہیں بآواز بلند فلانہ بنت فلاں کا نکاح میں نے تم سے پانچ ہزار مہر پر کیا۔ تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ لڑکا اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ہزاروں کا مجمع اس ایجاب وقبول کو سنتا ہے۔ کیا اس قدر ایجاب وقبول کافی ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے۔ یا ناکح کا ولی سے یہ پوچھنا کہ تم نے لڑکی سے اجازت لی کہ نہیں اور اس کی شرعی اجازت کے گواہ کون کون ہیں اور ان گواہوں سے بھی پوچھا جائے کہ کیا تمہارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے۔ کیا گواہوں کی اس گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ولی نے لڑکی سے بالغہ ہونے کی حالت میں نکاح کی اجازت لی ہے اور اس نے اجازت دیدی یا سکوت کیا۔ پھر ولی نے ایجاب وقبول کے لئے اپنی طرف سے مقرر صاحب کو وکیل بنادیا اور وکیل نے ایجاب وقبول کرادیا جس کے گواہ موجود ہیں تو یہ نکاح درست ہوگیا۔ اگر ولی نے پہلے اجازت نہیں لی اور نکاح کے بعد لڑکی کو خبر کردی لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا تب بھی نکاح صحیح ہوگیا۔ ولی جب لڑکی سے اجازت لے تو اس کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔ نہ وکیل کے لئے اس کو دریافت کرنا ضروری ہے کہ تم نے کس کے سامنے اجازت لی گواہ لاؤ۔ کذا فی ردالمحتار اما الشهادةعلى التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته ص ۲۷۲ ج ۲ شامی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟

سوال: - ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ یا چچا

[1].....شامی کراچی ص ۲۱ ج۳ کتاب النکاح، قبیل مطلب الخصاف کبیر فی العلم الخ البحر الرائق ص۸۸ج۳ کتاب النکاح، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۲۹۴ج۱ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح الخ، مطبوعه کوئٹه.

نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دو گواہوں کو لیکر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور لڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہارا وکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں کے روبرو نکاح کردوں۔ جب لڑکی ہاں کہدیتی ہے تو یہ وکیل اور دونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں بعدہٗ محلّہ کا پیش امام خطبۂ نکاح پڑھتا ہے اور وکیل سے کہتا ہے یوں کہو میں نے اپنی وکالت سے فلاں کی لڑکی فلانہ کو مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں اور حاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں دیا، تم نے قبول کیا۔ تو وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ صورتِ بالا پیش نظر رکھتے ہوئے اگر لڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے، وہ وکالت کرتا ہے اور دونوں گواہ مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں وہ قادیانی ایجاب وقبول کرتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہوگیا یا نہیں؟ واضح ہو کہ بہشتی زیور میں ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا ہے؟ لہٰذا برائے مہربانی اس صورت پر نظر فرما کر جواب سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ولی اور وکیل میں فرق ہے نکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے[1] اصل ایجاب وقبول زوجین کا ہوتا ہے بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، قادیانی کی وکالت بیکار گئی۔ اگر لڑکی کی طرف سے اصالۃً یا وکالۃً یا دلالۃً کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جاوے تب بھی اس نکاح پر لڑکی کا راضی ہونا اور اس کے لوازمات کو بجالانا یہ اجازت فعلی ہے جو کہ شرعاً معتبر ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان الوکیل فی النکاح سفیر ومعبر ینقل عبارۃ الموکل فإذا کان الموکل حاضراً کان مباشرا لأن العبارۃ تنتقل إلیه شامی کراچی ص۲۴ ج۳ مطلب فی عطف الخاص علی ا لعام (کتاب النکاح)، زیلعی ص۱۰۰ ج۲ کتاب النکاح، قبیل فصل فی المحرمات، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۹۱ ج۳ کتاب النکاح، فتح القدیر ص۲۰۶ ج۳ کتاب النکاح، دار الفکر بیروت.

[2] ومن الرضا دلالۃ فی جانبها وتمکینه من الوطء وطلب الواجب من النفقۃ الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قادیانی کی وکالت سے نکاح

سوال:- ایک شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہل سنت والجماعت میں کیا۔ لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت بالنکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور مجلس عقد میں اس کا باپ موجود ہے، اس کی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائے گا اور قادیانی کی وکالت بیکار ہے اور نکاح صحیح ہوگیا اور اگر لڑکی بالغہ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے عقد کرایا تو بھی نکاح ہوگیا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۸۸ھ

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا

سوال:- (۱) ہندہ زید کو جو کہ عاقلہ بالغہ ہے۔ یہ الفاظ کہتی ہے۔ کہ میں مسماۃ فلانی بعمر ۱۶/ سال بالغہ تم مسمیٰ فلاں کو اجازت اپنی رضا وخوشی سے دیتی ہوں کہ رو برو گواہان میرا نکاح اپنے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) شامی کراچی ص۷۵ ج۳ باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، مجمع الأنهر ص۴۹۲ ج۱ باب الأولیاء والأکفاء مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] امر رجلان ان یتزوج صغیرته فزوجها عند رجل وامرأتین والاب حاضر صح لأن یجعل عاقداً حکما ولو زوج بنته البالغة بمحضر شاهد واحد جاز ان کانت حاضرة لأنها تجعل عاقدة وإن لم تکن حاضرة لا یکون العقد نافذاً بل موقوفاً علی اجازتها الخ شامی کراچی ص۲۴، ۲۵ ج۳ کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام، فتح القدیر ص۲۰۶ ج۳ کتاب النکاح، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر کوئٹه ص۹۱ ج۳ کتاب النکاح.

ساتھ کرلو۔ زید نے بعنیہٖ یہی الفاظ کاغذ پر تحریر کئے ہندہ نے جو کہ کتب بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم یافتہ ہے۔ پڑھ کر دستخط کر دیئے اور ایک پرچہ میں زید نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ مسماۃ فلانی دختر فلاں سکنہ فلاں کیا تم کو منظور ہے کہ میں مسمیٰ فلاں بن فلاں سکنہ فلاں تیرا نکاح بعوض اتنے روپیہ مہر پر اپنے ساتھ روبرو گواہاں کرلوں۔ تو ہندہ نے یہ الفاظ تحریر کئے۔

۷۸۶

میں دل سے راضی ہوں۔ فلانی بقلم خود

اس کے بعد زید نے ہندہ کے والد والدہ و دادا کے نام سے واقف اور ہندہ کے والد کے ملنے والے عاقل بالغ مردوں کے روبرو ہندہ کے زبانی کہے ہوئے الفاظ سنائے اور تحریر میں بھی دکھائے شاہدوں نے خود پڑھا بعدہ زید نے کہا کہ میں نے تمہارے روبرو فلانی بنت فلان کا نکاح اپنے ساتھ کیا اور قبول کیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

توکیل واجازت نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا

سوال:- (۲) اسی ہندہ نے ۲ر شوال ۱۳۶۲ھ کی شب کو انھیں دو شاہدوں کے روبرو رجسٹر نکاح خوانی سرکاری پر انگوٹھا اپنی رضا سے لگا دیا۔ بعد ازاں جب ورثاء ہندہ کو واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ تو حلفیہ بیان کرتی ہے کہ نہ میرا انگوٹھا ہے نہ کسی کاغذ پر دستخط کئے ہیں اور نہ نکاح کی اجازت دی ہے تو کیا اس صورت میں اس کا انکار عندالاحناف معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا بشرطیکہ زید ہندہ کا کفو ہو اور نکاح مہر مثل پر ہوا ہو[۱]

---

[۱] (قوله فی غیر الکفء) أی فی تزویجها نفسها من غیر الکف ء وکذا له الاعتراض فی تزویجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتی یتم مهر المثل أو یفرق القاضی، شامی کراچی ص ۵۶ ج ۳ باب الولی، تاتارخانیة کراچی ص ۳۱ ج ۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء، مسألة النکاح بغیر الولی، المحیط ص ۶۱ ج ۳ الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، مطبوعه ڈابهیل.

(۲) جب شرعی گواہ موجود ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کئے اور اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں۔

امرأة وكلت رجلا بان يزوجها من نفسه فقال زوجت فلانةمن نفسي يجوز وان لم تقل قبلت كذا في الخلاصه ص۲۹۵ج۱[1] ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأت عليهم وقالت زوجت نفسي منه اوتقول ان فلانا كتب الي يخطبني فاشهدوا اني زوجت نفسي منه اما لولم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لاينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح وباسماعهم الكتاب او التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفىٰ هذا اى الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسک مني لايشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولىٰ طرفي العقد بحكم الوكالة. اھ ردالمحتار[2] ص۱۰۹ ج۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۲/۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف سہارنپور ۱۴/صفر ۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/صفر ۶۳ھ

اجازت ودستخط کے بعد انکار

سوال: - ایک عاقلہ بالغہ عورت اپنے ایک رشتہ دار کو جس کو وہ چچا کہتی ہے کہ چچا جی میرا نکاح فلاں سے کرادو کیونکہ والدین کی طرف سے اس کے ساتھ میری نسبت کی ہوئی ہے اب غیر جگہ جہاں میں منظور نہیں کرتی بطمع زر کرنا چاہتے ہیں اس گفتگو کے تقریباً ۴-۳۰ گھنٹہ بعد مسماۃ

[1] عالمگیری ص۲۹۵ج۱ الباب السادس في الوكالة بالنكاح الخ مطبوعه كوئٹه، خلاصة الفتاوىٰ ص۳۰ج۲ الفصل الحادي عشر في الوكالة بالنكاح، مطبوعه لاهور، شامي كراچي ص۹۸ ج۳ باب الأكفاء.

[2] شامي كراچي ص۱۲ ج۳، كتاب النكاح، مطلب التزوج بارسال كتاب، المحيط البرهاني ص۸۳ج۴ الفصل الثاني عشر في النكاح بالكتاب الخ، مطبوعه ڈابهيل، تاتارخانية ص۱۵۴ ج۳ الفصل الرابع عشر في النكاح بالكتاب الخ، مطبوعه كراچي،

کے منسوب جس کے ساتھ وہ جہاں نکاح رکھتی ہے وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس حالت میں کہ وہ دونوں ہیں اور کوئی نہیں مسماۃ اس کو کہتی ہے کہ میں بخوشی اجازت دیتی ہوں کہ روبرو دو گواہوں کے نکاح کرلو اور یہی الفاظ مرد تحریر کرتا ہے اور عورت دستخط کردیتی ہے اور ایک پرچہ پر تحریر کرتا ہے کہ فلانی کیا فلاں سے ۵۰/روپئے حق مہر میں منظور ہے تو روبرو دو گواہوں کے اپنے ساتھ نکاح کر لو جس کے نیچے وہ تحریر کرتی ہے۔ فلانی دل سے راضی ہوں۔ اس کے بعد مسماۃ کے چچا کو جس کو وہ چچا کہتی ہے اور ایک دوسرے شخص کے سامنے اس نے دونوں کاغذ دکھلا دئے اور کہا میں اپنا نکاح کرتا ہوں ۵۵/روپے بمد مہر ہیں اور قبول کرتا ہوں۔ تینوں مسماۃ کے گھر چلے گئے اور ناکح نے اندراج رجسٹر کرلیا اور شاہدین نے پوچھا تو اس نے کہا ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ مسماۃ نے نشان انگوٹھا لگا دیا اور شاہدین نے دستخط کردیئے مگر جب مسماۃ کے ورثاء کو علم ہوا تو اس نے انکار کردیا کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی اور نہ دستخط کئے آیا یہ انکار معتبر ہے یا نہیں۔ ناکح شرعاً کیا کرسکتا ہے تھوڑی دیر کے بعد چچا اور دوسرے شخص نے پوچھا کہ نشان وغیرہ تم نے کیا؟ اس نے ہاں کہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ نے دو گواہوں کے سامنے اجازت ورضا مندی کا اقرار کیا اور رجسٹر نکاح خوانی پر خود دستخط کئے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا۔ اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا[1] البتہ وہ گواہ عادل نہ ہوں اور شرعاً مردود الشہادۃ ہوں تو ان کی گواہی سے قضاءً نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا[2]

---

[1] ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته ان یکتب الیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه او تقول إن فلاناً کتب الی یخطبنی فاشهدوا انی زوجتب نفسی منه الخ شامی کراچی ص ۱۲ ج۳ کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال الکتاب، المحیط البرهانی ص۸۳ج۴ الفصل الثانی عشر فی النکاح بالکتاب، مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانیة ص۱۵۴ ج۳ الفصل الرابع عشر الخ، مطبوعه کراچی.

[2] ولو فاسقین اعلم ان النکاح له حکمان حکم الانعقاد وحکم الاظهار (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور مسماۃ کا انکار اس وقت معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ جمادی الثانی ۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

سکران کی طرف سے اجازت نکاح

سوال:- زید ایک شرابی کبابی آدمی تھا۔ اس کے یہاں کچھ مساکین کو کھلانے کی تقریب میں کافی چہل پہل تھی۔ اس میں زید کے بھائی عمر نے زید کو بہلا پھسلا کر الگ تھلگ لے جا کر شراب پلائی۔ پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک پڑھے لکھے شخص کو لے کر آئے۔ زید پی کر مست تھا تو زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر سے مانگی۔ زید نے اجازت دی یا نہیں دی بلکہ یوں ہی ہوگیا۔ ہوگیا کہا واللہ اعلم، اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے بعد زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہوگیا۔ زید یہ سنکر بھونچکا ہوگیا اور کہا مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے کوئی اجازت دی یا نہیں؟ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں زید نے صاف کہا اور کہتا چلا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کیا کہلوایا گیا ہے۔

مذکورہ بالا منکوحہ غیر موطوءہ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے۔ عام طور پر ننگا بند کمرہ میں رہتا ہے۔ تقریباً چار سال کی مدت اس طرح گذر گئی۔ اب طلاق دینے یا خلع کرنے کا حق اس کے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فالاول ما ذکرہ والثانی انما یکون عند التجاحد فلا یقبل فی الإظهار الا شهادة من تقبل شهادته فی سائرت الأحکام کما فی شرح الطحاوی فلذا نعقد بحضور الفاسقین والأعمیین والمحدودین فی قذف وإن لم یتوبا وابنی العاقدین وإن لم یقبل أدائهم عند القاضی الخ شامی کراچی ص۲۳ ج۳ کتاب النکاح، قبیل مطلب فی عطف الخاص علی العام، بحر ص ۸۹ ج۳ کتاب النکاح، مطبوعه کوئٹه.

باپ کو ہے یا نہیں؟ لڑکی اپنا رشتہ کسی اور سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ لڑکی تو پہلے ہی سے حالت صحت میں ناراض تھی۔ اب کس طرح راضی ہوسکتی ہے۔ صدر شرعی پنچایت نے کہا کہ ہم کو تنسیخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخر اس قسم کی منکوحہ کی زندگی کس طرح بسر ہو، کیا طلاق خود پڑ جائے گی۔ صاف لکھیں اور جنون کی جتنی قسمیں ہوں سب کے احکام الگ الگ تحریر فرمائیں مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے سب جائداد کے بدلہ خلع چاہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شراب کے نشہ میں لڑکی کے باپ سے اجازت لی اور نکاح پڑھا دیا گیا تو اس سے شرعاً وہ نکاح لازم نہیں ہوا[1] بلکہ اگر لڑکی بالغہ ہے تو یہ نکاح شرعاً اس کی اجازت پر موقوف ہے معلوم ہونے پر لڑکی نے اس کو نامنظور کردیا تو وہ جب ہی ختم ہوگیا[2] اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح اس کے ولی (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے۔ وہ نشہ ختم ہونے پر جب اپنے ہوش میں آیا اس وقت اس کو نامنظور کردیا تو جب ہی ختم ہوگیا[3] اب لڑکی کا نکاح خود اس کی اجازت ورائے سے دوسری مناسب جگہ کردیا جائے۔ فسخ کرانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا جنون کی قسمیں اور سب کی علامات اور سب کے احکام کا سوال بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] إن كان الولى المزوج بنفسه بغبن أبا أو جدا لم يعرف منهما سوء الإختار مجانة وفسقا وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق، الدر على الرد ص۶۷-۶۶ ج۳ كراچى، باب الولى، البحر الرائق ص۱۳۶ ج۳ فصل فى الأكفاء، مطبوعه سعيد كراچى، قاضى خان على الهندية ص۳۵۴ ج۱ فصل فى الكفاء ة، مطبوعه كوئٹه.

[2] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح وفى ردالمحتار، وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها بحر عن المحيط، الدر المختار مع الشامى كراچى ص۵۸ ج۳ كتاب النكاح، باب الولى، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فى الاولياء، البحر الرائق ص۱۱۰ ج۳ باب الأولياء الخ، مطبوعه سعيد كراچى.

[3] وإن زوّج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح غائب کی صورت

سوال:- (۱) زاہد امریکہ میں ہے اور زاہدہ افریقہ میں ہے زاہد امریکہ میں رہتے ہوئے زاہدہ کی عدم موجودگی میں زاہدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجلس نکاح کیسے قائم کی جائے اور جواز کی کیا صورت ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی محمودہ امریکہ میں ہے اور محمود افریقہ میں ہے۔ مجلس نکاح کہاں پر قائم ہوگی؟ ایجاب وقبول کی طرفین میں کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) زاہد زبانی یا تحریری کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ زاہدہ کو اس کے لئے قبول کرے پھر ایک محفل منعقد کی جائے جس میں زاہدہ یا اس کا ولی یا وکیل موجود ہو اس میں زاہدہ کی طرف سے ایجاب ہو اور زاہد کا وکیل زاہد کے لئے قبول کرے۔ پس نکاح منعقد ہو جائے گا۔ حاضرین مجلس گواہ ہوں گے۔ شامی[۱] اور خانیہ[۲] میں تفصیل مذکور ہے۔

(۲) اس کی بھی یہی صورت ہے جو (۱) میں ہے خواہ شوہر کے مقام پر ہو اور زوجہ کی طرف سے وکیل[۳] ہو یا اس کا عکس ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/ ۹۳ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته، المحيط ص ٥٦ ج ٤ الفصل التاسع فى معرفة الأولياء، مطبوعه ڈابهيل، شامى كراچى ص ٨١ ج ٣ باب الولى، عالمگيرى كوئٹه ص ٢٨٥ ج ١ الباب الرابع فى الأولياء.

(صفحہ ہذا) ۱ وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً وفى الشامية: وإن كانت غائبةً ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها فان كان الشهود يعرفونها كفى ذكرإسمها .....ففى الخانية قال الإمام ابن الفضل إن كان الزوج حاضراً مشاراً إليه جاز ولوغائباً فلا مالم يذكر اسمه واسم ابيه وجده الخ شامى زكريا ص ٩٠ ج ٤ كتاب النكاح، مطلب الخصاف كبير فى العلم.

۲ خانية على هامش الهندية ص ٣٢٤ ج ١ كتاب النكاح، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح فضولی یمین طلاق کی صورت میں

سوال: - زید نے ایک آدمی کو مندرجہ ذیل قسم کھانے پر مجبور کیا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں جب بھی شادی کروں تو میری عورت پر طلاق ہوگی اس کے بعد زید نے وہ کام کرلیا۔ چند سال بعد اس نے شادی کر لی اور ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا اب ایک شخص کے یاد دلانے پر اسے اپنی قسم یاد آئی جب سے شادی کی ہے اب تک اسے قسم یاد نہیں آئی تھی اب وہ کیا کرے (۱) عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ (۲) بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۳) پھر سے اس کے ساتھ زندگی گذارنے کی کیا صورت ہے؟ (۴) اس کے ساتھ اب تک جو میاں بیوی کے تعلقات رکھے اس میں گناہ ہوا یا نہیں؟ (۵) اگر گناہ ہوا تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) طلاق ہوگئی[۱] (۲) شبہۃ العقد کی وجہ سے بچہ ثابت النسب ہے (۳) کوئی فضولی اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے۔ زبان سے قبول نہ کرے بلکہ فعل سے اجازت دیدے۔ مثلاً اس طرح کہ اس کی عدم موجودگی میں فضولی گواہوں کے سامنے اس عورت سے ایجاب وقبول کرلے۔ پھر اس (قسم کھانے والے) سے کہے کہ فلاں عورت کے ساتھ میں نے تمہارا عقد کردیا ہے اور اتنی رقم مہر معجّل مثلاً بیس روپے مقرر کردیا ہے۔ وہ بیس روپے لاؤ تاکہ تمہاری عورت کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب الأول فيما يتعلق به إنعقاد النكاح، الفصل الأول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق مع منحة الخالق ص۸۸، ۸۹ ج۳، كتاب النكاح، مطبوعه كوئٹه.

۳ ملاحظه هو حوالۂ بالا،

(صفحه هذا) ۱ كل إمرأة اتزوجها ..... فهى طالق ..... وتزوج إمرأة بعده طلقت الخ عالمگيرى ص۴۱۸ كتاب الطلاق، الباب الرابع، الفصل الثانى فى تعليق الطلاق الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، خانية على هامش الهندية ص۵۱۲ ج۱ باب التعليق، مسائل تعليق الطلاق بالتزوج، مطبوعه ايضاً، البحر الرائق كوئٹه ص۱۷ ج۴ باب التعليق.

دیدوں وہ خاموشی سے بیس روپے مہر کے اس کو دیدے بس نکاح ہوگیا۔(۴) وہ قسم یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے لہٰذا توبہ واستغفار کرے اللہ پاک معاف کرے ولا فرق فی وجوب الکفارة بین العامد والناسی والمکرہ فی الحلف والحنث اھ ملتقی[1] ص ۵۴۹ وفی لا یتزوج فزوجه فضولی فأجاز بالقول حنث وبالفعل لا یحنث[2] اھ ص ۵۸۳ ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد اھ ھندیة[3] ص ۳۴۴

جب تک طریق مذکور پر بذریعۂ فضولی دوبارہ نکاح نہ ہوجائے دونوں الگ الگ رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/ ۹۳ھ

بیرون ملک میں مقیم لڑکے کا نکاح کیلئے اپنے والد کو مختار بنانا

سوال:- میں کنیڈا میں بوجہ تعلیم مقیم ہوں۔ میری شادی کے سلسلہ میں والد نے لکھا تو میں نے جواباً لکھا بذریعہ ٹیلی فون نکاح کردو جب کہ اور بہت سے لڑکوں کے ہوتے ہیں۔ ایک مولوی

---

[1] ملتقی الابحر علی هامش مجمع الأنهر ص ۲۶۴ ج ۲ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار مع الشامی زکریا ص ۴۷۹ ج ۵ کتاب الأیمان، مطلب فی الفرق بین السهو والنسیان، النهرالفائق ص ۵۱ ج ۳ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ملتی الأبحر ص ۳۱۶ ج ۲ باب الیمین فی البیع والشراء والتزوج وغیر ذالک، دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی ص ۶۷۲ ج ۵ باب الیمین فی الضرب والقتل الخ، مطلب : حلف لا یتزوج فزوجه فضولی، مطبوعه زکریا دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۸ ج ۴ کتاب الأیمان، باب الیمین فی البیع والشراء والتزوج الخ، البحرالرائق ص ۳۷۰ ج ۴ باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک، مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

[3] الهندیة ص ۳۳۰ ج ۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، تاتارخانیة ص ۱۲ ج ۳ الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحکامه، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۱۶۸ ج ۴ الفصل السابع عشر فی النکاح الفاسد وأحکامه، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

صاحب کے بتلانے پر کہ مختار نامہ منگالیا جائے تو میں نے ایک بیرسٹر سے مختار نامہ لے کر اور پاکستانی ہائی کمشنر سے تصدیق کرا کر والد کو بھجوادیا۔ میں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ نکاح پڑھنے کے بعد جب اقرار لیویں تو آپ میری طرف سے اقرار کرلیں کہ یہ رشتہ میرے لڑکے کو منظور ہے اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ مذہب اور مختار نامہ کی رو سے مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کے بعد چند شہادتوں کے ساتھ میرے والد سے قبولیت کا اقرار لیا اور مجھے اباجان نے ٹیلی گرام سے مبارکباد دی اور میرے والد صاحب نے بطور مختاری نکاح نامہ پر دستخط کئے۔ میرے گھر میں سے ۱۰ر کو کنیڈا پہونچ رہی ہیں۔ میری بیوی کے تایا کہتے پھرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، کیونکہ لڑکا یہاں نہیں تھا۔ براہِ کرم بتلادیں کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ آپ نے والد صاحب کو اپنی طرف سے مختار بنادیا، انھوں نے مجلس نکاح میں گواہوں کے سامنے آپ کی طرف سے قبول کیا تو نکاح بلا تکلف درست ہوگیا۔ کوئی شبہ اور تردد نہ کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/ ۹۰ھ

نکاح بذریعۂ وکیل یا بذریعۂ خط

سوال: -لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے خفیہ طور پر نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی دن نکاح ہونا ضروری ہے یا دو چار دن کا وقفہ ہوسکتا ہے؟ مثلاً ایک کا نکاح پیر کے دن ہو اور دوسرے کا جمعرات کے دن ہوا؟

---

[1] يصح التوكيل بالنكاح الهندية ص۲۹۴ ج۱ الباب السادس فى الوكالة بالنكاح، ثم النكاح كما ينعقد بهذه الالفاظ بطريق الاصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لان تصرف الوكيل كتصرف المؤكل والاصل فى جواز الوكالة فى باب النكاح ما روى أن النجاشى زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم أم حبيبةؓ، بدائع زكريا ص۴۸۷ ج۲ فصل وأما ركن النكاح، هنديه كوئٹه ص۲۹۴ ج۱ الباب السادس فى الوكالة بالنكاح، تاتارخانيه كراچى ص۷۴ ج۳ الوكالة بالنكاح،

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مجلس میں دونوں موجود ہوں یا ایک موجود ہو اور دوسرے کی طرف سے کوئی وکیل موجود ہو تب بھی کافی ہے، دو مجلس کی ضرورت نہیں اور یہی صورت مناسب اور بہتر ہے۔ یا مثلاً لڑکی اپنی طرف سے لڑکے کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح اپنے سے اتنے مہر پر کرلیں اور لڑکا گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، لہٰذا اس کا نکاح اپنے سے میں نے کرلیا تب بھی صحیح ہوجائے گا[1] اگر لڑکی نے خط کے ذریعہ ایجاب کیا اور لڑکے نے خط پہونچنے پر گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان کے سامنے ہی قبول کرلیا، تب بھی صحیح ہوجائے گا[2] دونوں کا نکاح آپس میں ہوا اور پھر دو تین دن کے وقفہ سے ہو، یہ صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/ ۹۴ھ

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا

سوال: -محمد ابوالکلام اور ہشمت آرا دونوں آپس میں چچازاد بھائی بہن ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ آپس میں دونوں کی شادی ہوجائے اور دونوں بالغ بھی ہیں۔ تو گھر والوں کی طرف سے نکاح کے بارے میں رکاوٹ کی بنا پر ایک دن دونوں تنہائی میں اکٹھے ہوئے اور ہشمت آرا نے ابوالکلام سے کہا کہ میں نے آپ کو اپنا شوہر تسلیم کرلیا اور آپ کو میرے بارے میں کلیۃً اختیار ہے کہ آپ جس وقت جیسے چاہیں میرے بارے میں اقدام کرسکتے ہیں آپ کو میں نے اپنی طرف سے ہر کام کا وکیل

---

[2] امرأة وكلت رجلاً بان يزوجها من نفسه فقال زوجت فلانة من نفسي يجوز، هنديه كوئٹه ص ۱/۲۹۵، الباب السادس في الوكالة بالنكاح، تاتارخانية كراچی ص ۳/۷۴ الفصل السادس عشر في الوكالة بالنكاح، محيط برهاني ص ۴/۴۸، الفصل الثامن في الوكالة بالنكاح، طبع مجلس علمي گجرات.

[1] ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته: أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أوتقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، شامي كراچی ص ۱۲۰ ج۳ مطلب التزوج بإرسال كتاب.

بنایا مذکورہ باتوں کی بنا پر وکیل ابوالکلام نے چند دن کے بعد اپنے دو مسلمان بالغ ساتھی کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ ہشمت آرا کی طرف سے وکیل بن کر از خود اس سے نکاح کر لیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ ہشمت آرا نے بالغ ہونے کی حالت میں اپنے چچازاد بھائی کو نکاح کا اختیار دے کر وکیل بنایا اور اس وکالت پر اس کے چچازاد بھائی ابوالکلام نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے اپنا عقد کر لیا اس طرح پر کہ اس کی طرف سے وکیل تھا اور اپنی طرف سے اصیل تو شرعاً نکاح درست ہو گیا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/ ۱۴۰۰ھ

نانا کو نکاح کا وکیل بنانا

سوال:- مجھ سائلہ کی عمر ۲۳/ سال ہے میری کامل پرورش نانا نے کی ہے۔ والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ میرے والد نے کبھی کوئی ہمدردی مجھ سے نہ کی۔ اب وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میری زندگی وہاں پر خوشگوار نہ رہے گی۔ جو شخص (والد) میری والدہ کو نہ رکھ سکے وہ مجھ سے کیا ہمدردی رکھے گا۔ اب میں سائلہ بالغہ ہوں۔ کیا میں اپنے نکاح کی وکالت اپنے نانا صاحب کے سپرد کر سکتی ہوں۔ میں مذہباً شافعی مسلک ہوں۔ امید کہ جواب سے نوازیں گے۔

---

[1] ویتولی طرفی النکاح واحد بإیجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کأن کان ولیا او وکیلاً من الجانبین أو أصیلاً من جانب ووکیلاً أو ولیا من آخر الی قوله کما لو وکلته امرأةان یزوجها من نفسه. الدرالمختار علی هامش الشامی کراچی ص۹۶ ج۳ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح)، هندیه کوئٹه ص۲۹۵ ج۱ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح، محیط برهانی ص۴۸ ج۴ الفصل الثامن فی الوکالة بالنکاح، مطبوعه مجلس علمی گجرات. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ نانا صاحب کو وکیل بنادیں وہ آپ کا نکاح مناسب جگہ کردیں گے جس سے آپ کی زندگی خوشگوار گذرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکا عرب میں لڑکی ہندوستان میں ان کا نکاح

سوال:- لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی انڈیا میں ہے آپ بتائیں نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نے کسی کو اپنا وکیل بنادیا اور اس نے سعودی عرب میں لڑکے سے ایجاب وقبول کرلیا تو صحیح ہوگیا۔ بلکہ اگر لڑکی خط کے ذریعہ لڑکے کو اپنا وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں اور اس نے گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ فلاں شخص کی فلانی لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے میں اسے اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں تو یہ بھی درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویصح التوکیل بالنکاح. عالمگیری کوئٹہ ص۲۹۴ ج۱ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح، تاتارخانیة کراچی ص۶۹ ج۳، الفصل السادس عشر فی الوکالة بالنکاح، بدائع زکریا ص۴۸۷، ج۲، فصل وأما رکن النکاح.

[2] ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته، ان یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه او قال أن فلاناً کتب إلی یخطبنی فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه، (شامی زکریا ص۷۳ ج۴ مطلب التزوج بإرسال کتاب، کتاب النکاح) البحر الرائق ص۸۴ ج۳ کتاب النکاح، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۱۹۷ ج۳ کتاب النکاح، دار الفکر بیروت.

فصل پنجم: کفاءت کا بیان

مسئلہ کفاءت

سوال:- ''کفو'' کے بیان میں صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ص ۳۰۱ پر امام ابو یوسفؒ کا قول نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذلیل پیشوں کا کفو میں اعتبار کیا جائے گا اور ذلیل پیشوں میں جولاہا، حجام، دباغ، کناس کو شمار کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ صراف و بزاز کے کفو نہیں ہو سکتے اور حاشیہ شرح وقایہ پر بھی عبارت موجود ہے۔ ''الحائک لیس کفواً لبنت الدھقان وان کانت فقیرۃ''

اب آپ سے پرخلوص گذارش ہے کہ شریعت مطہرہ میں بھی اونچ نیچ ذات پات کا اعتبار ہے تو کیسے جب کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح دوسرے قبیلہ میں کیا ہے چنانچہ علامہ شامی وابن ہمام نیز امام اعظمؒ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ پیشہ کا اعتبار نہیں کیا جائیگا، پس آج تک کتب فقہ میں یہ عبارتیں کیوں مذکور ہیں، یہ الفاظ وحی تو نہیں کہ جن پر تنسیخ کا قلم اٹھانا خروج اسلام کا باعث ہو۔

لہٰذا جناب عالی سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں تا کہ اطمینان اور سکون ہو جائے۔

(نوٹ) اساتذۂ کرام بھی اسباق میں بتاتے ہیں کہ یہ باتیں پہلے تھیں، اب نہیں پس فی زمانہ یہ عبارتیں کیوں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس کفاءت کی رعایت وحی خفی (حدیث شریف) میں موجود ہے جیسا کہ ترمذی[1]، حاکم[2]،

---

[1] عن علی بن ابی طالبؓ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ثلاث لا توخرھا الصلوۃ إذا آتت والجنازۃ إذا حضرت والایم إذا وجدت لھا کفواً، ترمذی شریف ص ۲۰۶ ج ۱ ابوب الجنائز، باب ما جاء فی تعجیل الجنازۃ، مکتبہ بلال دیوبند.

[2] مستدرک حاکم ص ۱۷۶-۱۷۷ ج ۲ رقم الحدیث ۲۶۸۶ و ۲۶۸۷ کتاب النکاح، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

ذہبی[1]، سیوطی[2]، ابن ماجہ[3]، بیہقی[4] نے نقل کیا ہے۔ مزید تفصیلات فقہاء کی استنباط کردہ ہیں۔ جس طرح کہ فقہاء کے استنباط کردہ دیگر مسائل قابل اعتماد ہیں یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی دولڑکیوں کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا وہ نسباً کچھ زیادہ دور نہیں۔ چوتھی پانچویں پشت میں اوپر متحد ہو جاتے ہیں[5] نیز یہ نکاح بذریعہ وحی ہوئے عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ تعالیٰ اوحیٰ الیّ ان ازوج کریمتی من عثمانؓ اھ[6] المعجم الصغیر للطبرانی ص ۸۳ پس سقوط کفائت کے لئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

سب خاندانوں کی معیشت ومعاشرت، خو، بو، طور طریقہ یکساں نہیں اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو مصالح نکاح کا نظم برقرار رہنا دشوار ہو جاتا ہے مثلاً کوئی ناز پروردہ اونچے خاندان کی لڑکی ہو جس کی خوارک، پوشاک، اعلیٰ قسم کی ہو گھر کا کام کرنے کے لئے خادمہ موجود ہو۔ نہ کبھی اس کو خود کھانا پکانا پڑے، نہ مکان کی صفائی کرنی پڑے، نہ کپڑے دھونے کی نوبت آئے، نہ باہر سے پانی بھر کر لانے کی ضرورت ہو بلکہ سب کام اس کے خادم وملازم کرتے ہوں اگر اس کی شادی

---

[1] تلخیص الذھبی علی المستدرک حوالۂ بالا.

[2] الجامع الصغیر للسیوطی ص ۱۳۰ ج ۱ حرف التاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[3] ابن ماجہ ص ۱۴۱ ابواب النکاح، باب الاکفاء، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند.

[4] سنن کبریٰ ص ۱۳۳ ج ۷ کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ، دار المعرفۃ بیروت.

[5] محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب بن عبد مناف بن قصی الخ، طبقات ابن سعد ص ۵۶ ج ۱ ذکر نسب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، دار الفکر، عثمان بن عفان بن ابی العاص بن أمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف الخ، طبقات ابن سعد ص ۵۳ ج ۳ طبقات البدریین من المھاجرین، عثمان بن عفان، دار الفکر بیروت.

[6] الروض الدانی إلی المعجم الصغیر للطبرانی، ص ۲۵۳ ج ۲ رقم الحدیث، باب من اسمہ حباب، مطبوعہ بیروت. **ترجمہ**:۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی کہ میں اپنی بزرگ بیٹی کا نکاح عثمانؓ سے کردوں۔۱۲

کاشتکار سے ہوجائے جہاں بیل، بھینس وغیرہ بھی ہیں روزانہ ان کا گوبر صاف کرنا، ان کو وقت پر گھاس پانی دینا۔ ڈول رسی لے کر باہر کنویں سے پانی بھر کر سر پر رکھ کر لانا۔ مرد کا کھانا کھیت میں پہونچانا یہ سب کام اس کے ذمہ ہوں تو اس کے لئے ظاہر ہے کہ نا قابل برداشت ہیں اس کی زندگی بد سے بدتر حالت تک پہونچ جائے گی نیز ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام بھی صحیح نہیں کر سکے گی۔ جو کہ شوہر کے لئے بھی مستقل کوفت کا باعث ہے اسی طرح اور دوسرے پیشوں کو قیاس کر لیا جائے اس وجہ سے مسئلہ کفاءت کو کلیۃً نظر انداز کرنا بہت سی مصالح کو فوت کرنا ہے جس کا نتیجہ نہایت تلخ ہوگا لڑکی کو برداشت کرتے کرتے ٹی، بی ہوجائے گی لڑکا بات بات پر طلاق کے لئے آمادہ ہوگا۔ سخت زبان استعمال کریگا۔ ہاں بعض دفعہ لڑکے میں کوئی ایسا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے کفاءت کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے اور وہاں لڑکی کی زندگی اس جوہر کی وجہ سے خوشگوار بھی ہوجاتی ہے۔ پریشانی پیش نہیں آتی۔

حاکم کی روایت ہے عن عبداللّٰہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العرب بعضھم اکفاء لبعض والموالی بعضھم اکفاء لبعض الاحائک اوحجامھ نصب الرأیۃ[1] میں اس کی تخریج کر کے اس کو منقطع لکھا ہے اعلاء السنن[2] ص ۵۱ میں جواب دیا ہے قلت الانقطاع فی القرون الفاضلۃلایضرنا لاسیما ولہ شواھد ذکرھا الزیلعی بالبسط.

ابوبکر بزاز کے حوالہ سے "اقتضاء الصراط المستقیم" میں حضرت سلمانؓ کا قول نقل کیا ہے نفضلکم یامعشر العرب لتفضیل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاکم لاننکح نسائکم . اھ (اعلاء السنن[3])

---

[1] اعلاء السنن ص ۷۷ ج ۱۱ فصل فی الکفأۃ۔ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ۔ ترجمہ:۔ اے معشر عرب رسول اکرم ﷺ کے تم کو فضیلت دینے کی وجہ سے ہم تم کو فضیلت دیتے ہیں ہم تمہاری عورتوں سے نکاح نہیں کرتے۔

[2].....اعلاء السنن ص ۷۷ ج ۱۱ فصل فی الکفأۃ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی،

[3].....نصب الرأیۃ ص ۱۹۷ ج ۲ فصل فی الکفأۃ۔ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل گجرات ترجمہ:۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل عرب بعض بعض کے کفو ہیں جولاہہ اور حجام کے علاوہ۔

کسی مصنف نے اپنی کتاب میں ایک مسئلہ لکھا ہے اگر وہ آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کو دلائل کی روشنی میں اس کی تغلیط کا حق ہے آپ حاشیہ بھی لکھ سکتے ہیں شرح بھی لکھ سکتے ہیں اس کی تردید پوری قوت کے ساتھ کر سکتے ہیں لیکن دوسرے کی کتاب سے اس مسئلہ کو خارج کرنے کا آپ کو حق نہیں اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا البتہ خائن اور مفتری ضرور ہوگا۔ پھر فقہاء کرام کی سب کتابوں سے اس کو خارج کر دینے کا کسی کو حق نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- (۱) زید کا اس بات پر اصرار ہے کہ برادری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں جب کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر شیخ، سید، مغل، پٹھان اور انصاری کی تخصیص کے کیا معنیٰ؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سرکار مدینہؐ یا صحابہ کرام، تابعینؒ، تبع تابعین کسی نے بھی اس امتیاز کو ملحوظ رکھا؟

(۲) کیا ان حضرات نے حکم دیا ہے کہ دوسری برادریوں میں رشتہ نہ کیا جائے۔ یا انھوں نے اشارۃً، کنایۃً یہ کہا ہے کہ میں فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہوں؟

(۳) کفو غیر کفو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جب کہ اس کی بین شہادتیں موجود ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں سے رشتۂ ازدواج منسلک کر رہی ہیں؟

(۴) تلک اور جہیز کے روز افزوں مطالبات کے باعث بہت سے مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں اپنی زندگی یونہی گذار رہی ہیں کہ کیا والدین پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا کہ وہ کسی دیندار مسلمان کے حبالۂ عقد میں اپنی لڑکیاں دیدیں؟

(۵) وہ لوگ جو ذات پات یا برادری میں تفریق کرتے ہیں عنداللہ ماخوذ ہوں گے؟

(۶) زید اپنے احباب کے ساتھ مل کر یہ تحریک چلانا چاہتا ہے کہ اس برادری کے امتیاز کو ختم

کیا جائے کیا اس کا یہ اقدام لائق تحسین ہے یا قابل مذمت؟ براہ کرم اپنے جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱و۲) یہ ذات برادری کی تخصیص مدار نجات نہیں[۱] نہ اس کی وجہ سے ایمانی امتیاز برتنے کی اجازت ہے۔ انما المؤمنون اخوة الأية.[۲] اس وجہ سے نماز میں ایک صف میں کھڑے ہونے سے کسی کو منع کرنیکا حق نہیں۔ نماز، روزہ، حج سب پر یکساں طریقہ سے لازم ہیں جو شخص جس منصب کا اہل ہوگا۔ علم وفہم، اخلاق، اعمال تجربہ کے اعتبار سے وہ منصب اس کو دیا جائے گا لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر برادری کا ذہن، مزاج، طور طریقہ، عادت، خصلت، رہن سہن یکساں نہیں۔ ان میں تفاوت یقینی اور مشاہد ہے۔

شادی کے لئے معاشرت میں توافق بہت قابل رعایت ہے عمر میں بھی توافق کا لحاظ کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت رسول مقبول ﷺ نے عمر میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے عذر فرمادیا[۳] مگر یہ شرط لازم نہیں صحت، قوت وغیرہ کی وجہسے اس کو نظر انداز بھی کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی لڑکی کا عقد حضرت عمرؓ سے کردیا تھا[۴]

---

[۱] سورة حجرات آیت: ۱۰، ترجمه: مسلمان توسب بهائی هیں.

[۲] إن اكرمكم عند الله اتقاكم، سورۂ حجرات آیت ۱۳، **ترجمه**: اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (بیان القرآن)

[۳] عن بريدةؓ قال خطب ابوبكرؓ وعمرؓ فاطمةؓ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انها صغيرة ثم خطبها على فزوجها منه. المراد إنها صغيرة بالنسبة إليهما لكبر سنهما، مرقاة ص۳۵۰ ج۱۱ باب مناقب علیؓ طبع امداديه ملتان.

[۴] أم كلثوم بنت على ابن ابى طالب ..... خطبها عمر بن الخطابؓ إلىٰ بيها علیؓ فقال إنها صغيرة فقال عمرؓ زوجنيها يا أبا الحسن ..... فتزوجها على مهر اربعين ألفا، أسد الغاية ص۳۸۷ ج۶ كتاب النساء الكنى من الصحابيات حرف الكاف، مطبوعه دار الفكر، شامى زكريا ص ۲۰۹ ج۴ باب الكفاء ة.

مال کے اعتبار سے بھی توافق دیکھا جاتا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے ایک عورت نے مشورہ کیا کہ فلاں شخص نے پیغام دیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس کے پاس مال کم ہے (توافق نہیں) مزاج کے اعتبار سے بھی توافق کا لحاظ ہوتا ہے جیسا کہ ایک صاحب کا مزاج سخت تھا ان کے پیغام کو قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا گیا[1] لون وجمال کی بھی رعایت ثابت ہے[2] تجارت، دباغت، زراعت، خیاطت، حجامت حیاکت وغیرہ پیشوں اور مشاغل کے بھی خصوصی اثرات ہوتے ہیں بعض قبائل کے بھی کچھ خواص بیان کئے گئے ہیں کبھی لڑکے میں ایسا علم اور اخلاق کا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے دیگر امور کی رعایت نہ کرنے سے مصالح نکاح منظّم ہوجاتے ہیں[3] اور توافق نہ ہونے کی وجہ سے شوہر، بیوی دونوں کو ضیق ہوتی ہے لیکن کسی جائز پیشہ اور کسب کی وجہ سے کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں اور اپنے نسب پر فخر، غرور، اور گھمنڈ کرنا سخت گناہ ہے۔ خدا کی بارگاہ میں ذریعۂ قرب، ایمان اور عمل صالح ہے[4]

---

[1] فلما حللت ذكرت له ان معاوية ابن ابى سفيان واباجهم خطبانى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ابوجهم فلايضع عصاه عن عاتقة وامامعاوية فصعلوك لامال لهوداؤد شريف ص ۳۱۲ ج ۱ كتاب الطلاق، باب فى نفقة المبتوتة، سعد بكڈپو ديوبند.

[2] النصيحة أن يراعى الأولياء المحانسة فى الحسن والجمال، شامى كراچى ص ۹۳ ج ۳ باب الكفاءة، هنديه كوئٹه ص ۲۹۲ ج ۱ الباب الخامس فى الاكفاء، تاتارخانية كراچى ص ۶۳ ج ۳ الفصل الخامس عشر فى الكفاءة.

[3] والذى يظهر لى أن شرف النسب أو العلم بجبر نقص الحرفة بل يفوق سائر الحرف فلا يكون نحو العطار العجمى الجاهل كفؤاً لنحو حلاق عربى أو عالم، شامى زكريا ص ۲۱۵ ج ۴ باب الكفاءة، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج ۱ فصل فى الكفاءة، بيروت.

[4] يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى الخ عن ابى مليكة قال لما كان يوم فتح مكة رقى بلال فاذن على ظهر الكعبة فقال عتاب ابن أسيد الحمد لله الذى قبض أبى حتى لا يرى هذا اليوم ..... فأنزل الله الأية زجرا لهم عن التفاخر بالانساب والتكاثر بالاموال والازدراء بالفقراء وبين أن الفضل بالتقوىٰ، تفسير مراغى ص ۱۴۳ ج ۹ سورة حجرات آيت ۱۳، مكتبه تجاريه، روح المعانى ص ۱۶۳ ج ۲۶ طبع مصطفائيه ديوبند.

(۳) یہ ازدواج نہیں یہ تو حرام کاری ہے کیا مسئلہ کفاءت کو ساقط کرتے ہوئے اس کی بھی اجازت مطلوب ہے۔ استغفرا للہ. اس حرام کاری کی وجہ مسئلہ کفاءت نہیں بلکہ طبعی کمینگی، جہالت، عدم خشیت ہے جو لوگ مسئلہ کفاءت کو صحیح طور پر نہ سمجھیں اور اس پر عمل نہ کریں تو یہ خود ان کی کوتاہی ہے۔[۱]

(۴) ان غلط اور بیجا پابندیوں کو سب مل کر ختم کر دیں ورنہ دیندار شریف المزاج مسلمان لڑکے تلاش کر کے اپنی لڑکیاں ان کے حبالۂ عقد میں دیدیں۔[۲]

(۵) اپنی طرف سے تفریق کا کسی کو حق نہیں جو لوگ ایسا کریں گے وہ جوابدہ ہوں گے۔

(۶) جو امتیازات خلاف شرع قائم ہو گئے ہوں ان کے ختم کرنے کی سعی مبارک اقدام ہے مگر اس میں بڑے تدبر اور حکمت کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑا فتنہ قائم ہو جائے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/ ۹۲ھ

کفاءت کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟

سوال:- (۱) عمر اپنے لڑکے کی شادی زید کی دختر سے کرنا چاہتا ہے۔ عمر قاضی گھرانے کا

---

[۱] ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمن ..... ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، سورۂ بقرہ آیت ۲۲۱ **ترجمہ:** اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں (بیان القرآن)

[۲] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوا تكن فتنة فى الارض وفساد عريض، ترمذى شريف ص۲۰۷ ج ۱ ابواب النكاح، باب ما جاء فى من ترضون دينه، مكتبه بلال ديوبند.

[۳] ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن، سورۂ نحل آیت ۱۲۵ **ترجمہ:** آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ (بیان القرآن)

ہے اور زید کا سلسلہ نسب جناب نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے اور عربی النسل ہے۔

(۲) زید بدایونی مسلک کا کٹر حنفی اہل سنت والجماعت ہے اور قادریہ سلسلہ میں مجاز بیعت ہے۔ لیکن کسی کو شرف بیعت کا اہل نہیں سمجھتا تاوقتیکہ وہ تائب ہو کر اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ پر ایمان نہ لائے اور ذات پات، رنگ ونسل، قوم ووطن کے جاہلی امتیازات کو برا نہ سمجھے نیز یہ کہ آنحضور ﷺ ان جاہلی امتیازات کو مٹانے اور نوعِ انسانی کو امت واحدہ بنانے کیلئے تشریف لائے۔

(۳) زید مصر ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں خاص طور پر اسلامی ذہنیت کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے جب کہ موجودہ اسلامی معاشرہ، عجمی یہودی اور آریائی ذہنیت کا شکار ہے۔ غیر تو غیر اپنوں میں آپسی بیاہ وشادی کے دروازے بند ہیں۔ قوم مسلم کی تباہی وبربادی کے جہاں اور وجوہ ہیں ان میں ایک یہ بھی نہایت اہم ہے۔ آج مسلم سماج امت واحدہ ہونے کے بجائے منتشر وپراگندہ ہے۔

(۴) زید نے آنحضرت ﷺ کے ترتیب دیئے ہوئے خطوط پر اسلامی معاشرہ کو لانے کی کوشش شروع کردی ہے قولاً وفعلاً دونوں طرح سے، وہ ہندوانہ ذہنیت کے تحت پیشہ کو ذات نہیں سمجھتا۔ ہر پیشہ جائز ہے جس کے ذریعہ اکلِ حلال حاصل ہو بشرطیکہ پیشہ حرام نہ ہو۔ اس نے بیاہ شادی کے سلسلہ میں اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے مسلم خاندان سے بھی رشتہ ناطہ جوڑا، اس کا کہنا ہے کہ مسلم قوم کو سربلند رہنے کے لئے ضرورت ہے کہ وہ غیر مسلم امت دعوت کے ان گھرانوں کے افراد سے بھی رشتہ ناطہ جوڑے جو ایمان کے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کے معیار پر پورے اُترتے ہوں اور دوغلہ پن کی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

(۵) عمر بھی زید کا ہم خیال ہے، لیکن عمر کی برادری اس کی رائے سے متفق نہیں ہے، کچھ موافق بھی ہیں کچھ مخالف ہیں۔ برادری کے دباؤ کی وجہ سے عمر کشمکش میں مبتلا ہے۔ براہ کرم کلام پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ عمر کون سا راستہ اختیار کرے۔

(نوٹ) زید اصولِ فقہ واصولِ دیانت کو لازم وملزوم سمجھتا ہے، کفاءت کی تمام شرائط فقہ فی

الدین کے ساتھ مشروط ہیں، اس طرح دونوں کا مقصد ومنشاء بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَسْخَرْقَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْاخَیْراً مِّنْھُمْ وقال اللّٰہ تعالیٰ وَلَاتَنَابَزُوْابِالْاَلْقَابِ وقال اللّٰہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورۃ الحجرات[1])

ان آیات میں ہدایت کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے جس کو یہ مرحمت ہوجائے اس کا مذاق نہ اُڑایا جائے۔ اس کو ذلیل نہ کیا جائے، اس کے لئے طعن آمیز القاب نہ تجویز کئے جائیں۔ یہ سب احترام ایمان کا تقاضہ ہے۔ انسان کی نسل ایک مرد ایک عورت سے چلی ہے یعنی تمام نسل انسانی ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہے، البتہ آگے چل کر ان کے مختلف شعبے اور قبیلے بنادیئے ہیں تاکہ ان میں شناخت ہوسکے۔ ان کے تمدن الگ الگ ہوگئے۔ طبائع جدا جدا ہوگئیں۔ رہن سہن علیٰحدہ علیٰحدہ ہوگیا۔ اسی مصلحت سے کفاءت کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا۔ زوجین میں جب تمدن اور معاشرہ کا اتحاد نہ ہوتو نباہ دشوار ہوتا ہے۔ مصالح نکاح منظّم نہیں ہوتیں، زندگی تلخ ہوجاتی ہے، اولاد کی بھی صحیح تربیت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو چیز ذریعہ کرامت اور موجبِ قربت ہے وہ تقویٰ ہے۔ اس لئے جس کو یہ نعمت نصیب ہوجائے اس میں تمدن ومعاشرہ جدا ہونے کے باوجود صبر وتحمل، سخاوت نفس، وسعتِ حوصلہ، حسن تدبیر، صلاحیت

---

[1] سورۃ حجرات آیت: ۱۳، پ ۲۶، **ترجمہ**:- اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے (بیان القرآن)

تربیت کی بنا پر خلاف طبع امور کے برداشت کی طاقت ہوتی ہے اوراوصاف عالیہ کی وجہ سے کفائت کونظر انداز بھی کردیا جاتا ہے،اس کی نظیر خیرالقرون میں بھی موجود ہے۔ بعد کے طبقات میں بھی اقتداء کیا گیا ہے۔مگر ظاہر ہے کہ یہ چیز عام نہیں قلیل الوجود ہے۔ جہاں یہ نہ ہووہاں کفاءت کالحاظ کرنا چاہئے کفاءت کالحاظ خود حدیث شریف میں موجود ہے۔ارشاد ہے تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم اس میں کفائت کی رعایت کا حکم ہے۔ نیز ارشاد ہے اِنّ ربکم واحد وأباء کم واحد فلا فضل لعربی علیٰ عجمیٰ ولا احمر علیٰ اسود الا بالتقویٰ اس میں فرمادیا گیا کہ عربی کو عجمی پر تقویٰ ہی کے ذریعہ فضیلت ہے۔ نیز ارشاد ہے العرب بعضھا اکفاء لبعض والموالی بعضھم اکفاء بعض یعنی عرب ایک دوسرے کے کفوء ہیں اورموالی (غیرعرب) ایک دوسرے کے کفوء ہیں۔ یہ سب احادیث جمع الفوائد[1] ص۲۱۸ ج۱میں مذکور ہیں، جو پیشہ آدمی اختیار کرتا ہے جب تک شریعت کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہواس کو ناجائز اوراس کی کمائی کوحرام نہیں کہا جاسکتا۔لیکن پیشوں کے خواص واثرات بھی احادیث میں موجود ہیں ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ان نامناسب اثرات سے تحفظ اورنگہداشت میں کچھ غفلت ہوجائے توان کاظہور بھی ہوتا ہے۔اس لئے اس کی نفی کلیۃً کردینا بھی غلط ہے اوراس نفی کو یہودیت آرائی ذہنیت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۱۳۹۵ھ

ہندوستان میں کفاءت

سوال:- ہندوستان میں بین الاقوامی شادی کے بارے میں فقہائے امت کی کیا رائے ہے۔ ”لِاَنَّ العجم ضیعوا انسابھم “ کے تحت مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ شرح وقایہ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔لان العجم المراد بھم من لم ینتسب الیٰ احدیٰ قبائل العرب وعامته

[1] جمع الفوائد ص۳۳۰ ج۱ کتاب النکاح، الاولیاء والشھود والاستیذان والکفاءۃ، طبع المکتبۃ الجامعۃ مکہ مکرمہ.

اهل الامصار والقریٰ فی زماننا منهم سواء تکلموا بالعربیة او غیرها الامن کان لهٗ عنهم نسب معروف کالمنتسبین الیٰ احدالخلفاء اوالی الانصار وغیرهم. اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں نسب کا خیال کرنا چاہئے ۔ اگر انساب کا ہندوستان میں کوئی اعتبار نہیں تو کیا بین الاقوامی شادی کی تحریک چلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو قبائل عرب سے آ کر یہاں آباد ہوئے اور انھوں نے اپنے انساب کو محفوظ رکھا تو ان میں بھی کفاءت نسباً معتبر وملحوظ ہے[1] جو قبائل ایسے نہیں ان میں کفاءت کی دوسری صورت جہات ملحوظ ہوں گی۔ دیانت حرفت وغیرہ، حرفت میں مدار عار وعدم عار پر ہوگا۔ جیسا کہ شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر[2] میں اور ابن نجیم[3] نے بحر میں اور ابن عابدین نے ردالمحتار[4] میں لکھا ہے کہ بین الاقوامی شادی کا مفہوم تو بظاہر یہ ہے کہ مذہب کی رعایت بھی ختم کردی جائے۔ ایسا کرنا نصوصِ قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے۔ ولاتنکحوا المشرکات[5] (سورة بقرة) الخ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفاءت ومساوات شرافت نسبی

سوال:- ہندوستان میں ذات پات کا وجود عرب کے شعوب وقبائل (جن کا ذکر قرآن

---

[1] تعتبر الکفاء ة فی النکاح نسبا فقریش بعضهم اکفاء بعض وغیرهم من العرب لیسوا کفؤاً لهم ..... وتعتبر فی العجم اسلاماً وحریةً، مجمع الأنهر ص ۵۰۰ ج ۱ فصل فی الکفاء ة، دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۸۶ ج ۳ باب الکفاء ة.

[2] فتح القدیر ص ۳۰۱ ج ۳ فصل فی الکفاء ة مطبوعه دارالفکر بیروت

[3] البحر الرائق کوئٹه ص ۱۳۳ ج ۳ فصل فی الاکفاء.

[4] تعتبر فی العرب والعجم دیانة وحرفة الدرالمختار وفی الفتح: أن الموجب هواستنقاص أهل العرف فیدور معه شامی کراچی ص ۹۰ ج ۳ باب الکفاء ة،

[5] سورة البقرة آیت: ۱۲۱،

پاک میں ہے) سے مماثلت یا مطابقت رکھتا ہے، کیا ہندوستان میں ذات پات کا رواج مساوات اسلامی کی روح کی ضد ہے؟

اگر ذات پات کا امتیاز اشعار اسلامی کے خلاف ہے تو علماء نے اس سلسلہ میں کیا کیا؟ کون سی کتب اس لعنت کے بطلان کیلئے لکھی گئی، عام طور پر کہا جاتا ہے، کہ نام کے ساتھ صدیقی، عثمانی، انصاری، سید، مرزا، خان، شیخ وغیرہ کا اضافہ تعارف کیلئے ہے، اس سے افتخار مقصود نہیں، سوال یہ ہے کہ تعارف کا یہ ذریعہ زمانۂ رسالت (ﷺ) میں اور آج عرب ممالک میں کیوں رائج نہیں ہے، عوام کو اصرار ہیکہ ناموں کے ساتھ نسبی تعارف کے اضافہ کا ضرور استعمال ہو، یہاں تک کہ نومسلم حضرات اور پیشہ ور مسلمان بھی اپنے ناموں کے ساتھ کوئی عرف یا امتیاز پسند کر کے شامل کر لیتے ہیں، ایسا کرنا کہاں تک شرعی حیثیت رکھتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ اضافہ تعارف کا ذریعہ ہو یا نہ ہوں، اس ذہنیت کے آئینہ دار ہیں، جو نسبی شرافت کو تقویٰ پر فضیلت دیتی ہے، آپکا کیا خیال ہے اور شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس مساوات (کفائت کا ذکر کتب فقہ میں ہے وہ مساوات اسلامی کی روح کی ضد نہیں اور جو ہندوستان میں نومسلموں نے ترکۂ آباء کی حیثیت سے باقی رکھی اور دوسرے ناواقف مسلمانوں میں صحبت کے اثر سے آ گئی وہ ضد ہے، علماء اسلام نے ہمیشہ اس کو رد کیا، ''ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم[1]'' کی تفسیر میں اس کا ذکر اردو کی تفاسیر میں بھی موجود ہے[2]، غایب النسب، میں اس پر کافی بحث ہے، القول الاسلم، اسی مقصد کے لئے تصنیف کی گئی ہے، سید، صدیقی، فاروقی، انصاری وغیرہ کا لگانا تعارف کے لئے اہل عرب میں بھی موجود تھا، اور اب بھی ہے، کتب حدیث میں اسانید میں بکثرت راویوں کے نام کے ساتھ قبائل کی نسبتیں مذکور ہیں، اسماء رجال میں تحقیقات

---

[1].....سورۃ الحجرات آیت ۱۳ / ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ (بیان القرآن)

[2].....ملاحظہ ہو بیان القرآن ج ۱۱ / ص ۴۷ / سورۃ الحجرات.

انساب میں بکری، عمری، انصاری، اموی، خزرجی، اویسی، قریشی وغیرہ الفاظ ملتے ہیں، حتی کہ صحاح ستہ میں یہ الفاظ موجود ہیں[1]

البتہ تعارف دوسرے طریق سے بھی ہوسکتا ہے، اور دوسرے طریق بھی عرب وعجم میں شائع ہیں، مگر اس طریق کو بھی ممنوع نہیں کہا جاسکتا، بعض خاندانوں کے ساتھ ایک لقب ہوتا ہے، جو خاندان کے ہر افراد کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

بعض اپنی صفتوں کے ساتھ جیسے قصاب، جصاص، اسکاف، خیاط وغیرہ بعض اپنے عہدوں اور کاموں وکیل، جج، حکیم، ڈاکٹر وغیرہ کے ساتھ مشہور ہوتے ہیں، بعض لوگ کسی ایسے وصف کے ساتھ مشہور ہوجاتے ہیں، جس کو وہ خود پسند نہیں کرتے، بلکہ اس سے ناراض ہوتے ہیں، لیکن رواۃً انساب سے بحث کرنے والے حضرات محض امتیاز کے لئے اس وصف کو ذکر کرنے پر مجبور ہیں، نیز اگر ملک عرب میں امتیاز وتخصیص کے لئے ایک طریقہ رائج ہو، اور شریعت کی طرف سے اس طریق پر مسلمانوں کو مجبور ومحصور نہ کردیا گیا ہو، تو دوسرا طریقہ اختیار کرنا بھی گناہ نہیں، البتہ فخر وتکبر انتہائی مذموم وممنوع ہے[2] اور اس امتیاز کی وجہ سے دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھنا ہرگز جائز نہیں، امتیاز نسبی کو نجات کے لئے کافی سمجھنا اور احکام شریعت کی پابندی سے آزاد ہوجانا جہنم میں جانے کے لئے تو کافی ہوسکتا ہے، مگر خدا کے عذاب سے تحفظ کے لئے کافی نہیں ہے!

حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل خاندان کو نام بنام خطاب فرمایا کہ نبی کی قربت کو اپنے لئے ذریعۂ نجات نہ سمجھنا، بلکہ ذریعہ نجات ایمان وعمل صالح ہے[3] اگر قرابت نسبی کافی ہوتی تو

---

[1] حدثنی خلیفة قال حدثنا محمد بن عبدالله الانصاری الخ بخاری شریف ص۵۷۰/کتاب المغازی، باب شهود الملائکة بدراً، باب حدیث ۳۸۵۲

[2] ان رسول الله ﷺ قال ان الله اوحیٰ الی ان تواضعوا حتی لایفخر احد ولا یبغیٰ احد علی احد. مشکوٰة شریف ص ۴۱۸/باب المفاخرة والعصبیة الفصل الاول.

[3] قال (ای النبی ﷺ) یا معشر قریش اشترو انفسکم لااغنی عنکم من الله شیئاً یابنی عبد مناف لا اغنی عنکم من الله شیئاً یا عباس بن عبدالمطلب لا اغنی عنک من الله شیئاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بعض اہل قرابت ابولہب وغیرہ بھی ناجیہ ہوتے، البتہ ایمان وعمل صالح کے ساتھ شرافت نسبی کی سعادت بھی میسر ہوجائے، تو نورعلیٰ نور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

کیا کفاءت شرعی چیز نہیں؟

سوال:- ایک عورت نے خود اپنا نکاح کرلیا ہے۔ اس کا کہنا ہے خدا اور رسول کلمہ قرآن سب ایک ہیں۔ ہندوستان میں صرف ۱۷ر مسلمان آئے تھے یہاں کے پیشوں سے ذات برادری بن گئی۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ سب کھانے کمانے کے لئے گروہ بنالئے ہیں کیونکہ مرد غیر برادری ہے کیا عورت کا کہنا درست ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ مسلمانوں کا خدا اور رسول کلمہ اور قرآن سب ایک ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ برادری کس چیز کا نام ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ حدیث شریف میں نکاح کے متعلق برادری کا اعتبار کیا گیا ہے[1] اگر عورت اپنے سے کم درجہ کے خاندان میں اپنا نکاح بغیر ولی کی رضامندی کے کرے جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ کتب فقہ شامی[2]، بحر[3]، فتح القدیر[4] وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ویاصفیة عمة رسول اللّٰه لااغنی عنک من اللّٰه شیئاً ویافاطمة بنت محمد سلینی ماشئت من مالی لااغنی عنک من اللّٰه شیئاً. مشکوٰة شریف، ۴۶۰/باب الانذار و التحذیر، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] عن علی بن أبی طالب أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال له یا علی ثلاث لا تؤخرها الصلوة إذا آنت والجنازة إذا حضرت والأیم إذا وجدت لها کفوء اً، ترمذی شریف ص۲۰۶ ج ۱ ابواب الجنائز، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة، مکتبه بلال دیوبند، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نداف لڑکی کا نکاح پٹھان سے

سوال:- رشید احمد نداف کی لڑکی شفیعہ بیگم بالغہ کو سلیمان خاں پٹھان لیکر بھاگ گیا اور کہیں جا کر شفیعہ بیگم کی مرضی سے سلیمان خاں نے نکاح کرلیا بغیر والدین کی مرضی کے اور ایک ماہ کے بعد رشید احمد نے بذریعہ پولیس لڑکی کو گرفتار کرا کر اپنی ضمانت پر لے کر اپنے گھر لے آیا۔ بہت آدمی کہتے ہیں کہ نداف کی لڑکی کا نکاح سلیمان سے جائز نہیں ہوا۔ کیونکہ غیر برادری ہے اور بغیر ولی کی اجازت نکاح ہوا۔ غیر برادری ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں۔ اس وقت عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے۔ سلیمان بھی ضمانت پر ہے اور طلاق دینے کو تیار نہیں۔ ان حالات میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہندوستانی نسلوں میں نسب کے اعتبار سے کفاءت معتبر نہیں لہٰذا اس نکاح کو غیر معتبر قرار دینے یا فسخ کرانے کے لئے یہ وجہ کافی نہیں[1] لیکن اگر لڑکی کا والد بہت صالح اور متبع سنت ہے اور جو پٹھان اس لڑکی کو بھگا کر لے گیا وہ آوارہ، بدچلن، فواحش میں مبتلا ہے اور اس کی یہ بدچلنی مشہور ومعروف ہے اور اس نکاح سے لڑکی کے خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے[2] اور لڑکی نے بغیر والد سے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) سنن ابن ما جه ص ۱۴۱ ابواب النكاح، باب الاكفاء، مطبوعه اشرفيه ديوبند، جامع صغير للسيوطى ص ۱۳۰ ج ۱ حرف التاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۲ فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضاولى وله أى للولى الإعتراض فى غير الكفوء بعدم جوازه أصلاً وهوالمختار للفتوىٰ لفساد الزمان الدرالمختارعلى الشامى كراچى ص ۵۶ ج ۳ باب الولى

۳ البحر الرائق كوئٹه ص ۱۱۰ ج ۳ باب الاولياء والاكفاء.

۴ فتح القدير ص ۲۵۹ ج ۳ باب الاولياء والاكفاء.مطبوعه دارالفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب وأما العجم فلا يعتبر فى حقهم، بحر كوئٹه ص ۱۳۱ ج ۳ باب الأكفاء، النهر الفائق ص ۲۲۰ ج ۲ فصل فى الكفاء ة، مكه مكرمه، شامى كراچى ص ۸۷ ج ۳ باب الكفاء ة.

۲ وتعتبر فى العرب والعجم ديانة اى تقوىٰ فليس فاسق كفؤالصالحة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مشورہ کئے یہ نکاح بہت ہی غلط طریقہ پر بھاگ کر کیا ہے اور والد اس کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا[۱]، طلاق کی بھی ضرورت نہیں[۲]، لڑکی کو جب ایک حیض آ جائے تو اس کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا[۳]، البتہ قانونی تحفظ پہلے کر لیا جائے۔ اور احوط یہی ہے کہ اس نکاح کو باقاعدہ عدالت مسلمہ سے فسخ کرا لیا جائے[۴]، لیکن اگر وہ شخص جس سے لڑکی نے نکاح کر لیا ہے ایسا باوجاہت ہے کہ اس سے نکاح کرنا باعث عار شمار نہیں ہوتا تو یہ نکاح درست ہو گیا اور اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/ ۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وفی الفتح أن الموجب هو انتقاص اهل العرف فيدور معه شامی کراچی ص ۹۰ ج ۳ باب الكفاء ة، النهر الفائق ص ۲۲۱ ج ۲ فصل فی الكفاء ة، مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۱۳۲ ج ۳ فصل فی الاكفاء.

۱ روی الحسن عن الامام أنه إن كان الزوج كفأ نفذ نكاحها وإلا فلم ينعقد اصلا ..... والمختار للفتوى فی زماننا رواية الحسن، بحر كوئٹه ص ۱۱۰ ج ۳ باب الاولياء، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲ باب الاولياء، طبع مكه مكرمه، الدر مع الشامی ص ۵۶-۵۷ ج ۳ باب الولی.

۲ ومحله المنكوحة، در مختار، بخلاف عدة الفسخ بحرمة مؤبدة أو غير مؤبدة كالفسخ بخيار عتق وبلوغ وعدم كفاء ة ..... فلا يقع الطلاق فيها، شامی كراچی ص ۲۳۰ ج ۳ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ اول كتاب الطلاق، مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۲۳۷ ج ۳ كتاب الطلاق.

۳ والموطوء ة بشبهة وأم الولد الحيض للموت وغيره كفرقة أو متاركة لأن عدة هؤلاء لتعرف براء ة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطاً، الدر مع الرد زكريا ص ۱۹۹ ج ۵ باب العدة، مطلب فی النكاح الفاسد والباطل.

۴ ولا يكون التفريق بذالک إلا عند القاضی أما بدون فسخ القاضی فلا ينفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة بغير طلاق، هنديه كوئٹه ص ۲۹۲ ج ۱ الباب الخامس فی الاكفاء.

۵ ملاحظہ ہو حوالہ ۱۔

برات اور برادری وکفاءت

سوال:- قانونِ اسلام میں برات کا کیا درجہ ہے؟ چونکہ بعض اہل علم بھی اس میں شریک ہوتے ہیں اوراسلام میں برادری کی کیا اصل ہے؟ اچھی طرح تشریح فرمائیں۔ چونکہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک گھر جنتی ہے ایک گھر دوزخی ہے۔اور حضرات علماء بھی برادریوں سے ہوتے ہیں۔لہٰذا بیاہ شادی بھی برادری کے طریقہ پر کرتے ہیں اور برادری کے رواج کوادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

نکاح ایک عبادت ہے اس کوسنت طریقہ پرادا کرنا چاہئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند متعارف ومخصوص لوگوں کو بلا کران کے مجمع میں ایجاب وقبول کرادیا جائے[1] مسجد میں ہوتواوراچھا ہے۔ پھرلڑکی کودولہا کے مکان پر پہونچا دیا جائے۔اگر دوسری بستی میں پہونچانا ہوتو حفاظت کی خاطر حسب موقع دولہا اوردولہن کی طرف سے لوگ بھی ہمراہ ہوں تو مناسب ہے۔ پہلے عامۃً بیل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اورسامانِ جہیز کے متعلق چورڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا،اس لئے اس وقت کے مدبرین نے تجویز کیا تھا کہ ہرگھر سے ایک آدمی ساتھ جائے تاکہ کسی گھر کے مصالح فوت نہ ہوں اورسامان وغیرہ کی حفاظت بھی ہوجائے اورسہولت سے سفر پورا ہوجائے اس مجمع کا نام برات تھا۔ جب وہ لڑکی کے مکان پرآتے تھے اورشادی کے مصالح کے لئے آتے تھے توان کوکھانا بھی کھلایا جاتا تھا۔مستقلاً لڑکی والے کے مکان پرکھانا لازم کرنا جیسا کہ آج کل عام دستور ہوگیا ہے یہ ثابت

---

[1] ليست لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن ثم تستمر فى الجنة الا النكاح والايمان ..... ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة ..... وينعقد بايجاب وقبول، الدر مع الشامى كراچى ص۳ تا۹ ج۳ اول كتاب النكاح، فتح القدير ص۱۸۹ ج۳ كتاب النكاح، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص۸۰ ج۳ كتاب النكاح.

نہیں کہ جس شان سے لڑکے والے کھانا کھلاتے ہیں اسی شان سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھایا جائے۔اس طریقہ کو ترک کرنا چاہئے[1]

نسبی حیثیت سے جداعلی کی اولاد برادری کہلاتی ہے اور نجات کا دار ومدار اس پر نہیں ہے۔ وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم[2] جس آیت[3] کا ترجمہ آپ نے لکھا ہے اس سے برادری مراد نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ عقائد واعمال واخلاق کی حیثیت سے ایک گروہ جنتی ہے اور ایک گروہ جہنمی، کسی بھی برادری سے اس کا تعلق نسبی ہو، کسی نسبی برادری کو نہ جنتی فرمایا گیا نہ جہنمی، بلکہ جس برادری کا بھی عمل اہل جنت کے مثل ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا عمل اہل جہنم کی طرح ہوگا وہ دوزخ میں جائیگا۔اَعَاذَنَا اللہ منہ.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا تو برادری کو ترک تعلق کا حق نہیں

سوال:- زید ایک دیندار اور مالدار شخص ہے اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی اور لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں کردیا۔لڑکا جس سے نکاح کیا وہ بھی دیندار باحیثیت ہے تو کیا غیر کفو میں نکاح کردینے سے زید کی برادری کو یہ حق ہے کہ وہ زید سے ترکِ تعلقات کرے؟

---

[1] من اصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال، مرقاة ص ۱۴ ج ۲ باب الدعاء فی التشهد، طبع بمبئی.

[2] سورہ حجرات، آیت: ۲۶، **ترجمہ:-** اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔(از بیان القرآن)

[3] فریق فی الجنة وفریق فی السعیر، سورۂ شوری آیت ۷.

الجواب حامداً ومصلیاً!

کفاءت لڑکی اوراس کے ولی کا حق ہے جب دونوں اپنے اس حق کوختم کرنے پر رضامند ہوں تو برادری کوترک تعلقات کرنے کا حق نہیں بلکہ یہ ترک تعلق کی سزا غلط ہے، ظلم ہے مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ بحر[1]، عالمگیری[2]، خانیہ[3]، ردالمحتار[4] وغیرہ میں ہے۔لڑکے میں بعض دفعہ ایسا جوہر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے حق کفاءت کوختم کردینا لڑکی کے حق میں انفع ہوتا ہے[5] اس کے نظائر سلف صالحین میں موجود ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۱۳۹۷ھ

نکاح کے بعد کفاءت زائل ہوجانے میں خیار

سوال:- ایک عالم فاضل اجل کی دختر صغیرہ کا نکاح ہوا ایک صغیر السن لڑکے سے جو اچھے حال وذات کا تھا اور جس میں امید تھی کہ یہ علم پڑھے گا اور صالح ہوگا اور فسق وفجور سے مجتنب رہے گا مگر سنِ شعور سے لے کر اب تک چوبیس، پچیس سال کی عمر کو پہونچ چکا ہے، فسق وفجور میں رہا۔ ترک صلوٰۃ عمداً، حقہ نوشی، دنگل وتماشا بینی وغیرہ میں منہمک ہے۔کیا شرعاً ایسے نکاح کے متعلق تنسیخ وفسخ کی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بوقت نکاح لڑکا صغیر السن تھا، عیوب مذکورہ اس وقت تو موجود نہیں تھے بلکہ بعد میں پیدا

---

[1] البحر الرائق ص۱۳۴ ج۳ (مطبوعه كوئٹه) فصل فی الاكفاء

[2] عالمگیری ص۲۹۴ ج۱ (مطبوعه كوئٹه) الباب الخامس فی الاكفاء

[3] خانیه كوئٹه ص۳۵۴ ج۱ فصل فی الاكفاء.

[4] للمرأة وللأولياء حق الكفارة، ردالمحتار كراچی ص۸۵ ج۳ (باب الكفاء ة)

[5] والذی يظهر لی أن شرف النسب او العلم يجبر نقص الحرفة بل يفوق سائر الحرف، شامی زكريا ص۲۱۵ ج۴ باب الكفاء ة، مجمع الأنهر ص۵۰۱ ج۱ فصل فی الكفاء ة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۲۲۰ ج۲ فصل فی الكفاء ة، طبع مكه مكرمه.

ہوئے ہیں۔ پس ایسے عیوب مذکورہ کی بنا پر شوہر فاسق وفاجر تو ہوگیا جس سے کفاءت زائل ہوگئی مگر اس کفاءت کے زائل ہونے سے فسخ نکاح کا اختیار نہیں، کیونکہ کفاءت بوقت نکاح معتبر ہے بعد میں زائل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر بوقت نکاح فسق وفجور لڑکے میں موجود ہوتا تو وہ کفو نہیں تھا اور خیارِ کفاءت حاصل ہوتا اب حاصل نہیں۔ والکفاء ة اعتبارها عند ابتداء العقد فلا يضر زوالها بعده فلوكان وقته كفواثم فجرلم يفسخ الخ. درمختار . قوله ثم فجر الاولیٰ ان يقول ثم زالت كفاء ته لان الفجور يقابل الديانةوهى احدیٰ مايعتبر فى الكفاء ة الخ[1] ردالمحتار ص۴۹۸ ج۲ باب الكفاء ة، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۰/ ۸۹ھ

حرفت میں کفاءت

سوال:- ایک شخص کا پیشہ درودگری کا ہے اور سہ پشت سے درودگری کے ہمراہ زراعت اور کھیتی کا کام بھی ان کی پشت میں چلا آتا ہے۔ قانون رائج میں چونکہ کمین ہے وہ اراضیات خرید نہیں سکتا ہے۔ مگر وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ وہ شخص بغیر اجازت ولی جائز ایک عورت روانی کو نکاح کرتا ہے جو کہ علاقہ پنجاب میں شریف قوم سمجھی جاتی ہے اور مالک ارضیات کے اور زراعت کا کام بھی کرتے ہیں۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ ناکح قوم کا درودگر غیر زراعت پیشہ ہے۔ درودگری کا کام بھی کرتا ہے اور زراعت کا کام بھی کرتا ہے اور عورت منکوحہ روانی قوم کی جو کہ زراعت پیشہ ہے اور اس کے اولیاء بھی زراعت کا کام کرتے ہیں۔ کیا ناکح بغیر رضامندی ولی اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ حرفت درودگری قلبہ رانی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں عورت مرد ہر دو پیشہ زراعت میں مشترک ہیں۔ مرد پیشہ درودگری بھی کرتا

[1] الدرمع الرد كراچى ص۹۲ ج۳ باب الكفاء ة، مجمع الأنهر ص۵۰۰، ۵۰۱ فصل فى الكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۳۰ ج۳ باب الأكفاء.

ہے عورت اس سے خالی ہے پس اگر دونوں عجمی ہیں کہ کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب نہیں تو بظاہر ایک دوسرے کے کفو ہیں کیونکہ عجم میں کفاءت حرفت کے اعتبار سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر دونوں یا ایک کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب ہیں تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جا سکتا ہے واما فی العجم فتعتبر حریةواسلاماً ومالاً وحرفة فمثل حائک غیر کف لمثل خیاط الخ[1] درمختار ملخصاً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم محرم ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ر محرم ۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف ۲ر محرم ۵۹ھ

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ

سوال:- میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کان پور میں رشتہ طے ہو گیا ہے لڑکے والے اور خود لڑکا اشیاء کی درآمد برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کی تاریخ متعین کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس کہیں باہر سے برش بنوا کر بھیجنے کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنوائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکر مند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتے کو باقی رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قولِ صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں، ان کی بیع بھی ناجائز ہے، جیسا کہ کتب فقہ، در مختار، شامی[2]، بحر[3] وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن یہ چیز محتاج تحقیق ہے کہ برش خنزیر کے بال سے بنتے

[1] درمختار کراچی علی الشامی ص۸۵ تا ۹۰ ج۳ باب الکفاء ة ، مجمع الأنهر ص۵۰۴ باب الأولیاء، فصل فی الکفاء ة، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۲۲ ج۲ فصل فی الکفاء ة، طبع مکه مکرمه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں۔ کیوں کہ مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس ہے اس سے بنتے ہیں برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں جو متقوم ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ استخارۂ مسنونہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۱ھ

شیخ اور خاں باہم کفو ہیں

سوال:- شیخ خان کا کفو ہے یا نہیں، اور خان شیخ کا کفو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہندوستان کا شیخ اور خان کفو ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ترک اور انصاری کفو ہیں یا نہیں؟

سوال:- ہماری طرف ایک جھگڑا چل رہا ہے کہ ایک جولاہے انصاری کی لڑکی نے ایک دوسرے قوم کے آدمی سے نکاح کرلیا ہے۔ وہ آدمی قوم کا ترک ہے۔ اب لڑکے والے کہتے ہیں کہ نکاح درست نہیں ہوا ہے۔ اب انصاری حضرات کہتے ہیں کہ تمہاری قومیت سے ہماری قومیت اعلیٰ ہے۔ اور ترکی حضرات کہتے ہیں کہ ہماری قومیت تمہاری قومیت سے اعلیٰ ہے۔ اب دونوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه الدر المختار على رد المحتار نعمانيه ص۱۱۳ ج۴، باب البيع الفاسد، شامی مع الدر المختار كراچی ص ۷۱، ۷۲ ج۵ مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان.

[2] البحر الرائق ص ۸۰ ج ۶ باب البيع الفاسد، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] وأما فی العجم فتعتبر حرية وإسلاماً الدرالمختار على الشامی كراچی ص۸۷ ج۳ باب الكفاءة، هنديه كوئٹه ص ۲۹۰ ج ۱ الباب الخامس فی الأكفاء، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج ۱ فصل فی الكفاءة، بيروت.

میں جھگڑا چل رہا ہے۔ ہماری طرف ترکی حضرات کھیتی یعنی کاشتکاری کرتے ہیں ان کے یہاں کاشتکاری ہی کا کام ہوا کرتا ہے، تو اس بارے میں مکمل جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اما فی العجم فتعتبر حریة واسلاماً الیٰ قولہٖ وحرفة فمثل حائک غیر کفو مثل خیاط الخ. قال فی الملتقیٰ وشرحه فحائک اوحجام او کناس او دباغ او حلاق اوبیطار اوحداد او صفار غیر کفو لسائر الحرف کعطار او بزاز اوصواف الیٰ قولہٖ وفی الفتح ان الموجب هواستنقاص اهل العرف فیدور معه وعلیٰ هٰذا ینبغی ان یکون الحائک کفواً للعطار بالاسکندریة لماهناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة اللهم إلّا ان یقترن بها خساسة غیرها اھ ردالمحتار[1] ص ۴۳۲ ج ۲ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہاں کے عرف میں یہ شادی موجب عیب ونقص نہیں ہے تو لڑکی کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/ ۸۹ھ

بنجارے اور رنگریز کفوء ہیں یا نہیں؟

سوال:- بنجارے اور رنگریز باہم کفو ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ عُرفاً برابر کے سمجھے جاتے ہوں تو کفو ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۱۳۹۶ھ

---

[1] ردالمحتار کراچی ص ۹۰ ج ۳ باب الکفاءة، بحر کوئٹہ ص ۱۳۳ ج ۳ فصل فی الاکفاء، فتح القدیر ص ۳۰۱-۳۰۲ ج ۳ فصل فی الکفاءة، دار الفکر.

[2] وفی الفتح: أن الموجب هواستنقاص أهل العرف فید ورمعه وعلیٰ هذا ینبغی أن یکون الحائک کفوء اللعطار بالأسکندریة لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتةشامی کراچی ص ۹۰ ج ۳ باب الکفاءة، فتح القدیر ص ۳۰۲ ج ۳ فصل فی الکفاءة، دار الفکر، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا

سوال:- کیا سید عورتوں سے دوسرے مسلمانوں کا شادی کرنا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حرام نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۳۰/۳/ ۸۸ھ

سیدہ کا نکاح غیر کفو میں

سوال:- غلام حسین گوجر اپنے لڑکے کا نکاح اپنے سید بہنوئی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے۔ اس کا بہنوئی بھی راضی ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سالے کے لڑکے سے کروں گا۔ کشمیری علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ بہت برا کیا کہ ایک گوجر نے سید کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا ترک موالاۃ اور کفر کا فتویٰ دیدیا تو کیا از رُوئے شرع سید سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ان علماء کا کفر کا فتویٰ دینا کس حد تک صحیح ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والا سخت گنہگار اور کافر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتنی بات صحیح ہے کہ سید لڑکی کا کفو گوجر نہیں ہے اور غیر کفو میں اگر لڑکی اپنا نکاح خود کرلے تو وہ صحیح نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ غیر کفو علم واخلاق وشرافت سے نوازا گیا ہو اور لڑکی کا دل بھی اس کو پسند کرتا ہو تو شرعاً نکاح منعقد وصحیح ہوجائے گا۔ ذکر قاضی خان فی جامعه قالوا الحسیب کفوء

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) النهر الفائق ص۳۲۳ ج۲ فصل فی الکفاء ة، طبع مکه مکرمه.

(صفحہ ہذا) [1] نفذ نکاح حرة مکلفة بلارضا ولی وله أی للولی الإعتراض فی غیر الکف ویفتی فی غیر الکف ء بعدم جوازه اصلاً (در مختار) وأما إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح (إلی قوله) وإنما تحل فی الصورة الرابعة وهی رضا الولی بغیر الکفء مع علمه بأنه کذالک، شامی زکریا ص۱۵۵، ۵۶، ۵۷ ج۴ باب الولی، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الأولیاء.

للنسيب فالعالم العجمي يكون كفواً للجاهل العربي والعلوية لان شرف العلم فوق شرف النسب والحسب مكارم الاخلاق وفي المحيط عن صدر الاسلام الحسيب الذي له جاهٌ وحشمةٌ ومنصبٌ اھ بحر[1] ص ۱۳۴ ج۳ولوزوج طفله غير كفوءٍ وبغبن فاحش صح ولم يجز ذٰلک لغير الاب والجلھ بحر[2] ص ۱۳۴ ج۳ فصل في الأكفاء .

جن حضرات نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس کو بغیر دیکھے کیا لکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/ ۹۴ھ

سیدہ کا نکاح پٹھان سے

سوال:- میری دو خالائیں پٹھان چچا یا تایا کی دختر ہیں۔ بڑی خالہ مرحومہ رفیع الدین کی بیگم اور دوسری خالہ مرحومہ نواب عبدالرزاق کی بیگم۔ رفیع الدین کی بڑی لڑکی سید متین سے بیاہی گئیں، ان کی ایک دختر نفیسہ پروین ہے۔ عبدالرزاق کی دختر ننھیال میں رحمت اللہ خاں سے بیاہی گئیں، ان کا ایک صاحبزادہ عزیز اللہ خاں ہے۔ کچھ رشتہ دار عزیز اللہ خاں کا رشتہ نفیسہ سے کرنا چاہتے ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ سید کی بیٹی پٹھانوں میں نہیں دیجاتی ہے۔ کیونکہ سید کا مرتبہ بڑا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر پٹھان میں اچھی صفات، اعمالِ صالحہ، اخلاق فاضلہ موجود ہوں اور سید کی لڑکی اور اس کے ولی پسند کریں تو ایسے پٹھان سے شادی کرنا بھی درست ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/ ۹۹ھ

---

[1] البحر الرائق ص ۱۳۰ ج۳ فصل في الأكفاء مكتبه كوئٹه پاكستان، شامي كراچي ص ۲۲۰ ج۲ باب الكفاء ة، النهر الفائق ص ۲۲۰ ج۲فصل في الكفاء ة، مكه مكرمه.

[2] بحر كوئٹه ص ۱۳۴ ج۳ باب الاكفاء، شامي كراچي ص ۸۵ ج۳ باب الكفاء ة، النهر الفائق ص ۲۲۴ ج۲ فصل في الكفاء ة، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نکاح غیر کفو میں

سوال:- ہندہ بالغہ لڑکی سید یا شیخ اپنے ولی کی عدم موجودگی میں کسی زید جولا ہے یا تیلی وغیرہ کم ذات سے نکاح کر لیتی ہے۔ علم ہونے پر اس نکاح پر ولی ناخوش ہے آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی (اگر چہ سید نہ ہو بلکہ صدیقی فاروقی شیوخ میں سے ہو) جب اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ[1] اھ درمختار فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر کفو میں نکاح اور نکاح فاسد میں عدت

سوال:- غیر کفو میں نکاح بدون رضاء اولیاء کے ہوا۔ علماء علاقہ سے دریافت کیا گیا کہ نکاح جائز ہے یا ناجائز۔ اس میں علماء کا آپس میں اختلاف ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ زوج

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] قالوا الحسیب کفؤ للنسیب فالعالم العجمی یکون کفوأ للجاھل العربی والعلویة لان شرف العلم فوق شرف النسب والحسب مکارم ألاخلاق وفی المحیط عن صدر الاسلام الحسیب الذی له جاه وحشمة ومنصب. البحرالرائق کوئٹه ص۱۳۰ ج۳ فصل فی الاکفاء، شامی کراچی ص۹۲ ج۳ باب الکفاء ة، النهر الفائق ص۲۲۰ ج۲ فصل فی الکفاء ة، مطبوعه مکه مکرمه.

(صفحہ ہذا) [۱] درمختار علیٰ ردالمحتار نعمانیه ص۲۹۷ ج۲ مطبوعه وکراچی ص۹۵۷ ج۳ باب الولی، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولیاء، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الأولیاء، طبع مکه مکرمه.

غیر کفو میں بدون رضاء اولیاء کے جس جگہ ننگ وعار موجود ہے نکاح باطل ہے اور نکاح ثانی کیلئے عدت نہیں۔ خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نکاح باطل ہو یا فاسد مدخولہ میں عدت ہے اور فریق اول کی دلیل یہ ہے نکاح فی غیر الکفوء میں باتفاق متون وشروح حدیث نادر حسن ابن زیاد پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایت متروکہ ہے لفساد الزمان۔ جس کا مفاد اور مقتضی یہ ہے کہ نکاح باطل ہے جب نکاح باطل ہوا تو باتفاق فقہاء کرام (فلاعدة فی باطل) درمختار، عدت نہیں۔ دوسرا جب نکاح باطل ہوا تو زنا ہوا جس میں پھر بھی عدت نہیں ولاتجب العدة علیٰ الزانية وهٰذا قول ابی حنيفةؒ ومحمدؒ كذا فی الشرح الطحطاوی عالمگیری ص ۹۳۲ ج ۲ اور فریق ثانی فسق بقضاء القاضی کی صورت مدنظر رکھ کر اور ظاہر الروایت پر عمل کرتے ہوئے مدخولہ میں عدت قرار دیتے ہیں حالانکہ فسخ وجود نکاح کو مستلزم ہے جب نکاح ہی باطل ہے تو پھر فسخ کیسے اور ثمرہ فسخ یعنی عدت کیسے جب کہ علامہ حمویؒ نے شرح اشباہ میں تصریح کردی ہے الفرق ثلاثةعشر فرقةسبعةمنها تحتاج الی القضاء وستة لا. الفرقة بالجب والعنة وبخيار البلوغ وبعدم الكفاء ة انتهیٰ بقدر الحاجة. اشباه فن ثانی كتاب النكاح ص۲۲۶ اور قولهٗ بعدم الكفاء ة پر علامہ حمویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ (وقول بعدم الكفاء ة) يعنی علیٰ قوله من يقول بصحة العقد واما علیٰ قول من يقول بطلانه وهوالصحيح فلا يحتاج الیٰ حكمه بفرقته: حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب النکاح ص ۲۲۶ آں جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کس کا قول معتبر اور قابل عمل ہے امید ہے کہ اول فرصت میں جواب بالصواب سے مستفیض فرمائیں گے۔ بینوا وتوجروا از راولپنڈی محلّہ شاہ ندار (فقط)

الجواب:-وبيده ازمة التحقيق والصواب حامداًومصلياً !

جب حرہ بالغہ اپنا نکاح خود کرے بغیر رضا مندی اولیاء کے تو اس میں کفاءۃ الزوج شرط ہے ظاہر الروایۃ کے موافق تو شرط لزوم نکاح ہے اور روایت حسن کے موافق شرط جواز نکاح ہے۔ الكفاء ة معتبرةفی ابتداء النكاح للزومه اولصحته من جانبه ای الرجل اھ در (قوله للزومه

اولصحته) الاول بناء علیٰ ظاهر الرواية والثانی علیٰ رواية الحسن اھ شامی[1] ص ۴۹۰ ج ۲ باب الکفاء ۃ. اگرعورت بغیر رضامندی اولیاء کے غیر کفو میں (جو کہ موجب عار ہو) نکاح کرے تو ظاہرالروایت کے موافق نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔لیکن اولیاء کوحق اعتراض باقی رہتا ہے کہ قاضی کے ذریعہ سے اس کو فسخ کرادیں، بغیر قاضی کے وہ فسخ نہیں ہوسکتا۔لیکن روایت حسن کے موافق وہ منعقد ہی نہیں ہوتا ولی موجود نہ ہونے کی صورت میں باتفاق صحیح نافذ ہوجاتا ہے واما اذا لم یکن لهاولی فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً. درمختار[2] باب الولی ص ۴۵۹ پس اس نکاح کے جواز میں اختلاف ہوا کہ ظاہرالروایت کے مطابق جائز ہوا۔ روایت حسن کے مطابق ناجائز اور جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہو وہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔نیز روایت حسن (مفتی بہا) کے موافق شرط صحت (کفاءۃ) مفقود ہے اور جس نکاح میں کوئی شرط مفقود ہو وہ نکاح فاسد ہوتا ہے اور نکاح فاسد میں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد وهوالذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود بالوطاء فی القبل لابغیره کالخلوة لحرمة وطئها وتجب العدة بالوطاء للخلوة للطلاق اوللموت من وقت التفریق اومتارکة الزوج اھ درمختار ص ۵۴۱ ج ۲ باب المهر[4]

وفی المجتبی کل نکاح اختلف العلماء فی جوازه کالنکاح بلاشهود فالدخول فیه یوجب العدة اھ بحر باب العدة ص ۱۴۴ ج ۴ جمیع علماء حنفیہؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ متفق ہیں کہ بلاشہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا۔صرف امام مالکؒ کا اختلاف ہے کہ وہ صحت کے قائل ہیں

---

[1] شامی نعمانیه ص۳۱۷ ج۲ باب الکفاء ۃ عنایه مع فتح القدیر ص ۲۹۱ ج۳ فصل فی الکفاء ۃ، دارالفکر بیروت،

[2] درمختار علی ردالمحتار نعمانیه ص۲۹۸ ج۲ باب الولی هندیه کوئٹه ص۲۹۲ ج۱ الباب الخامس فی الاکفاء، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء، طبع مکه مکرمه.

[3] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۳۱ ج۳ مطلب فی النکاح الفاسدباب المهر.

[4] البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۴ ج۴ باب العدة.

(گواشاعت کووہ بھی ضروری کہتے ہیں) ومن ذٰلک قول الائمة الثلاثة انه لایصح النکاح الابشهادة مع قول مالکؒ انه یصح من غیرشهادة الاانه یعتبرفیه الاشاعة وترک التراضی بالکتمان حتی لو عقد فی السرواشترط کتمان النکاح فسخ عنده واما عندالثلثة فلایضر کتما نهم مع حضور الشاهدین. اھ میزان[1] شعرانی ص۱۱۸ ج۴ لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے بھی حنفیہ عدت کو واجب کہتے ہیں کما مرصورت مسئولہ میں تو حنفیہ کا خود اختلاف ہے تو یہاں وجوب عدت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ فریق اول کا یہ کہنا کہ باتفاق متون وشروح روایت نادر حسن بن زیاد پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایت متروک ہے الخ صحیح نہیں کیونکہ بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایت پر بھی فتویٰ دیا ہے اور دونوں کی تفریعات فقہاء نے علیحدہ علیحدہ بیان کی ہیں فاذا فرق القاضی بینهما فان کان بعدالدخول فلها المسمٰی وعلیها العدة ولها النفقة فیها والخلوة الصحیحة کالدخول وان کان قبلهما فلامهر لها لان الفرقةلیست من قبله هٰکذا فی الخانیة وهوتفریع علیٰ انعقاده واما علیٰ المفتی به فینبغی ان یجب الاقل من المسمیٰ ومن مهر المثل وان لانفقة لها فی هٰذه العدة کما لایخفی،واما تمکینها من الوطء فعلیٰ المفتیٰ به هو حرام کمایحرم علیه الوطء لعدم انعقاده واما علیٰ ظاهر الروایة ففی الولوالجیة ان لها ان تمنع نفسها اھ وفی الخلاصة وکثیر من المشائخ افتوا بظاهر الروایةانها لیس لها ان تمنع نفسها اھ وهٰذا یدل علیٰ ان کثیراً من المشائخ افتوا بانعقاده فقد اختلف الافتاء بحر[2] بتغیرص۱۲۸، وطحطاوی[3] ص۳۷ج۲ لہٰذا اس کونکاح باطل کہنا بھی درست نہیں پھر اس کو زنا کہنا (جوحرام قطعی ہے اور اس کا اقرار موجب حد ہے) بالکل

---

[1] میزان الشعرانی ص۱۱۱ ج۲ کتاب النکاح، مطبوعه مصر.

[2] البحرالرائق کوئٹه ص۱۲۸ ج۳ فصل فی الاکفاء.

[3] طحطاوی علی الدر ص۲۷ ج۲ باب الوی، دار المعرفة بیروت.

بدیہی البطلان ہے اور انتہائی جرأت ہے (کیونکہ مشائخ جواز زنا کا فتویٰ نہیں دے سکتے فریق ثانی کو ایجاب عدت کے لئے ظاہر الروایت پر جس کو فریق اول نے بالکل متروک قرار دیا ہے) عمل کرنے کی چنداں حاجت نہیں بلکہ روایت حسن بھی (جس کو فریق اول نے بھی تسلیم کیا ہے) کافی ہے، عدت صرف ثمرۂ فسخ ہی نہیں بلکہ متارکت وغیرہ کی صورت میں بھی واجب ہوتی ہے۔ ومنها الفرقة فی النکاح الفاسد بتفریق القاضی اوبالمتارکة وشرطها الدخول لان النکاح الفاسد یجعل منعقداً عندالحاجةوهی عند استیفاء المنافع وقد مست الحاجة الی الانعقاد ولوجوب العدة وصیانتهللماء عن الضیاع بثبوت اھ بدائع[1] ص۱۹۲ ج۳۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/ذی الحجہ ۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۷/ذی الحجہ ۵۶ھ

غیر کفو میں نکاح

سوال:- ایک شخص قوم جندروں کہ اس کے والد کے عزیز اور رشتہ دار تیلی کا کام کرتے ہیں ایک لڑکی بعمر ۱۴/۱۵/سالہ قوم سید صحیح النسب اہل سنت والجماعت حنفی المذہب کو چوری سے بوقت نیم شب نکال کر لیجاتا ہے اگر شخص مذکور لڑکی مذکورہ سے نکاح کر لیوے آیا جائز رہ سکتا ہے یا نہیں بطور کفوٗ کے اور شخص مذکور بدچلن بدمعاش اور شراب خور ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے ویسے ہی فارغ پھرتا ہے۔ بینوا توجروا

---

[1] بدائع الصنائع کراچی ص ۱۹۲ ج۳ کتاب الطلاق فصل وأما عدة الأشهر فنوعان الدر مع الشامی کراچی ص۵۱۶ تا ۵۲۲ ج۳ باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، النهر الفائق ص۴۸۳، ۴۸۴ ج۲ کتاب الطلاق، باب العدة، طبع مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مفتیٰ بہ قول کی بناء پر یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضامند ہیں یا اس کے کوئی ولی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا۔ ویفتیٰ فی غیرالکفو بعدم جوازہ اصلاً وھوالمختار للفتوی لفساد الزمان درمختار وقال الشامی وھٰذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضابعدہ (بحر) واما اذا لم یکن لھا ولی فھوصحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً شامی[1] ص ۴۰۹ ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

اگر لڑکی نابالغہ ہے تب بھی اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہ ہوگا[2]

صحیح: عبداللطیف ۲۹/ربیع الثانی

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

غیر کفو میں نکاح

سوال:- زید ہاشمی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اولاد کی نابالغی کی حالت میں غیر کفو میں نکاح کرلیا، تمام گھر والے اور ماں، بھائی سب اس سے ناراض ہوئے اور سمجھایا پر وہ نکاح سے باز نہیں رہی، اس غیر کفو نکاح سے بہت شور مچا، چارہ جوئی تک کی گئی، لیکن سنوائی تک نہیں ہوئی، مزید حالات بہت پیچیدہ اور معاملات غلط صورت اختیار کر گئے، آخر مسماۃ کے ماں، بھائی سب کو وطن چھوڑ کر پاکستان جانا پڑا، زید ہاشمی کا صرف ایک مکان باقی رہ گیا ہے، روپیہ، مالیت اور اور زمین تو غاصبین اور برباد کرنے والوں نے برباد کردی، جو زید کے یتیم لڑکوں کو پہنچتا، اب اس

---

[1] الدر المختار مع شامی کراچی ص۵۷ ج۳ باب الولی، ھندیہ کوئٹہ ص ۲۹۲ ج ۱ الباب الخامس فی الاکفاء، النھر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲ باب الاولیاء، طبع مکہ مکرمہ.

[2] الولی شرط صحۃ نکاح صغیر لا مکلفۃ، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۳ باب الولی، النھر الفائق ص ۲۰۲ ج ۲ باب الاولیاء والاکفاء، طبع مکہ مکرمہ، بحر کوئٹہ ص ۱۱۰ ج۳ باب الاولیاء.

مکان پر بھی دانت ہے، اور لڑکوں کو محروم کر دینا چاہتے ہیں، زید کو اولاد سے مسماۃ کو سخت عداوت ہے، اور دوسرے ناجائز شوہر کی اولاد کو بہت چاہتی ہے، اور وارثوں کے اس مکان میں اپنے ناجائز شوہر کی اولاد کو حصہ دار بنانے کے لئے زید ہاشمی کے مکان کو اپنے نام بتاتی ہے، اور اب تک کوئی ثبوت نہ دے سکی، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مسماۃ کا نکاح جو سید مشہور ہے، غیر کفو میں جائز ہوا یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ حسب تحریر صورت میں مکان زید کی اولاد کو ملنا چاہئے یا دوسرے شوہر کی اولاد کو بھی حصہ پہنچتا ہے، جبکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اس سے شرعاً نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید ہاشمی مرحوم کے ترکہ سے (خواہ مکان ہو یا کچھ اور) مسماۃ بحق زوجیت آٹھواں حصہ پانے کی حقدار ہے[1]، اگر مہر باقی ہو تو اس کی بھی حقدار ہے[2] مسماۃ کا نکاح ثانی اگر صحیح طریقہ پر بھی تسلیم کیا جائے، اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ زید ہاشمی کے ترکہ سے حصہ پانے کی بالکل حقدار نہیں، وہ تو قطعاً غیر ہے[3] البتہ مسماۃ کی جو کچھ ملک ہو خواہ اس کے پہلے شوہر سے یا والدین وغیرہ سے ملی ہو وہ ضرور مسماۃ کی ہے، مکان مذکور کے متعلق مسماۃ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوگا[4] بلکہ وہ زید ہاشمی کا ترکہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۴ھ

---

[1] اما للزوجات فحالتان الربع الواحدة فصاعدةً عند عدم الولد ولد الابن وان سفل والثمن مع الولد وولد الابن الخ سراجی، ص ۱۲. فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰ ج ۶ کتاب الفرائض الباب الثانی، الدر مع الشامی کراچی ص ۷۶۹ ج ۶ کتاب الفرائض.

[2] ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد، الدر مع الشامی کراچی ص ۷۶۰ ج ۶ کتاب الفرائض هندیه کوئٹه ص ۴۴۷ ج ۶ کتاب الفرائض، الباب الاول.

[3] ویستحق الارث باحد ثلاثة برحم ونکاح صحیح وولاء، الدر مع الشامی کراچی ص ۷۶۲ ج ۶ کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۴۷ ج ۶ کتاب الفرائض، الباب الاول.

[4] البینة علی المدعی الحدیث، ترمذی شریف، ج ۱/ص ۲۴۹/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لڑکی کا نکاح غیر برادری میں

سوال:- (۱) زید چھپائی کا کام کرنے والے چھپا برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ برادری عموماً شادی بیاہ رشتہ داری برادری کے لوگوں ہی تک محدود رکھتا ہے مگر اس کے علاوہ بھی خاص مثالیں موجود ہیں۔ زید کی ایک لڑکی بیوہ مطلقہ ہے۔ زید نے اپنی برادری میں دوسال تک بڑی سرگرمی کے ساتھ اس کے لئے رشتہ کی تلاش کی مگر ناکامی ہونے پر ایک دوسری برادری کے مفتی، پرہیزگار، عالم دین لڑکے کے ساتھ رشتہ کرنے کی بات سوچی، چند احباب سے مشورہ وذکر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب نے بھی معاملات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اجازت دے دی۔ مگر ابھی رشتہ پختہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ برادری کے چند لوگوں نے شدید رخنہ اندازی اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے سرراہ زید کی لڑکی اور ہونے والے داماد اور اس کی برادری کی تحقیر اور تضحیک کرنا شروع کر دیا اور جب انھیں یہ بتلایا گیا کہ شریعت نے دوسری برادری میں نکاح کرنے سے منع نہیں کیا ہے، تو کھل کر گالیوں اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا گیا اور ایک تحریر جمعیت چھپائی کے نام لکھی گئی جس پر لوگوں کو ورغلا کر اس بات کے انفرادی دستخط کرائے گئے کہ یہ شادی غلط ہو رہی ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے لڑکے سے کر دے تو یہ فعل جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۲) برادری میں رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے اور دیندار شخص سے محض برادری کے اختلاف کی وجہ سے نہ کرنے دینا اور لڑکی کو مجبوراً بٹھائے رکھنے پر مجبور کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) برادری کے غیر متعلق اشخاص کا اس رشتہ کے بارے میں دوسرے لوگوں کو مخالفت پر اُبھارنا اس فعل کو ناجائز اور غلط بتلانا، ورغلا کر تحریر میں دستخط کروانا اور جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ابواب الاحکام، باب ماجاء ان البینة علی المدعی الخ، لا یقبل قول الانسان فیما یدعیه بمجرد دعواه بل یحتاج إلی بینة أو تصدیق المدعی علیه، مرقاة ص ۱۵۵ ج۴ باب الاقضیة والشهادات، الفصل الاول، طبع بمبئی.

انھیں گالیوں سے نوازنا اور برادری سے خارج کردینے کی دھمکی دینا، زید اور زید کی لڑکی اور ہونے والے رشتہ دار اور اس کی برادری کی تحقیر وتضحیک کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

(۴) مندرجہ بالا افعال کی حرکتیں شرعاً کس زمرہ میں آتی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو نماز میں امامت کے لئے کھڑا کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے پیچھے پڑھی گئی نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) لڑکی بھی رضامند ہو لڑکی کا والد بھی رضامند ہو تو مصلحت کے پیش نظر اس میں مضائقہ نہیں، بلکہ جائز اور درست ہے[۱]۔

(۲) یہ ظلم ہے اس میں مفاسد ہیں۔

(۳) یہ غلط کام ہے۔ غلط کام کی اعانت ہے، شرعاً جائز نہیں، اس کا انجام دنیا وآخرت میں برا ہے[۲]۔

(۴) مقتدی بھی ایسے ہی ہوں، امام بھی ایسے ہی ہوں تو پھر کیا پوچھنا۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر چلائے، غلط راستہ سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرنا

سوال:-نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم. ایک شخص مسمیٰ زید اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرتا ہے محض لالچ دنیوی پر ان سے مال لینا چاہتا ہے لڑکی کی صلاح کی بابت کچھ نہیں

---

[۱] وانما تحل فی الصورة الرابعة وهی رضا الولی بغیر الکفء مع علمه بانه کذلک، شامی زکریا ص۱۵۷ ج۴ باب الولی، بحر کوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الاولیاء، النهرالفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء، طبع مکه مکرمه.

[۲] تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، سوره مائده آیت ۲.

اوراس کے نشیب وفراز کی طرف خیال نہیں کرتا۔اب لڑکی بعد بلوغیت اس نکاح اپنے والد کے کئے ہوئے سے متنفر ہے اور اپنے کفو میں خیال رکھتی ہے ازدریں صورت علماء دین ومفتیان شرع متین کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر باپ سئی الاخلاق ہونے کے ساتھ مشہور ہے مثلاً لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بہت کم عقل اور بیوقوف ہے کہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں سوچتا یا اس قدر لالچی ہے کہ روپیہ کے مقابلہ میں عزت کی بھی پروانہیں کرتا پھر اس نے اس بات کو جانتے ہوئے نکاح کیا کہ یہ غیر کفو ہے۔تو ایسی صورت میں لڑکی کو اختیار حاصل ہے کہ حاکم مسلم کے ذریعہ سے اس نکاح کو فسخ کرادے۔اگر باپ کا سئی الاخلاق سئی الاختیار ہونا مشہور نہیں تو پھر نکاح درست ولازم ہے کیونکہ ممکن ہے کہ باپ کے ذہن میں لڑکی کی کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کفاءت سے بڑھ کر ہو۔ ہٰکذا فی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں

سوال:- ایک لڑکی آگرہ ہوسٹل میں نرس کی ٹریننگ کررہی تھی۔دورانِ ٹریننگ ایک لڑکا ملا جس نے اپنے آپ کو سی آئی ڈی انسپکٹر بتایا۔ذات سید بتائی اور بغیر شادی شدہ بتایا۔لڑکی بھی سید کی تھی۔پھر اسی دوران نکاح ہوگیا۔آگرہ میں لڑکی کے والدین کو کوئی اطلاع نہیں۔پھر لڑکی

---

[1] لزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولى أبا أو جداً لم يعرف منهما سوء الاختيار وإن عرف لا يصح (در مختار) وفى شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطعمه لا يجوز، عقده اجماعاً ..... والظاهر من حال الصاحى أنه يتأمل أى أنه لو فور شفقته بالابوة لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة تزيد على هذا الضرر، شامى كراچى ص۶۶-۶۷ ج۳ باب الولى بحر كوئٹه ص۱۳۵ ج۳ فصل الاكفاء، النهر الفائق ص۲۲۴ ج۲ فصل فى الكفاء ة، مكه مكرمه.

کا کہنا ہے کہ مجھے وکیل گواہ بھی معلوم نہیں کہ کون بنا صرف ایک جگہ دستخط کرائے گئے نکاح لڑکے نے کسی غیر آدمی کے گھر پر کرایا۔ لڑکا میرٹھ کا رہنے والا ہے۔ جب لڑکی چھٹی لے کر لڑکے کے گھر پر آئی تب لڑکی کو سب حقیقت معلوم ہوئی کہ دھوکا ہوا ہے۔ لڑکا بلیک کا کام کرتا ہے ذات جولاہا شادی شدہ ہے دو بیویاں ہیں۔ ایک چھوڑ رکھی ہے ایک گھر پر موجود ہے پھر لڑکی لڑکے کو چھوڑ کر مظفر نگر اپنے باپ کے پاس آئی پھر لڑکا مظفر نگر آیا اور لڑکی کے والدین سے کہا کہ لڑکی میرے نکاح میں ہے میرے ساتھ شادی ہوئی ہے۔ لڑکی کے والدین نے کہا کہ بغیر ہماری اجازت نکاح کیسے ہوا۔ وکیل کون بنا نکاح کا کاغذ دکھاؤ۔ ہم تصدیق کریں گے کہ کس نے بغیر ہماری اجازت کے نکاح پڑھایا ہے۔ ابھی تک کاغذ نہیں دکھایا گیا۔ ایسا دھوکہ دیکر بغیر ماں باپ کی اجازت کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سید کی لڑکی کا جولاہا کفو نہیں[1] بالغہ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو بغیر ولی کی اجازت کے مفتیٰ بہ قول پر منعقد نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا[2] طلاق کی بھی ضرورت نہیں۔ کسی مناسب جگہ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/ ۹۴ھ

---

[1] تعتبر الكفاء ة نسبا فقريش اكفاء والعرب اكفاء وهذا فى العرب واما فى العجم فتعتبر حرية واسلاماً (وأما فى العجم) المراد بهم من لم ينتسب إلى احدى قبائل العرب ..... سواء تكلموا بالغربية أو غيرها إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنسبين إلى احدى الخلفاء الاربعة أو إلى الانصار ونحوهم، الدر مع الشامى كراچى ص۸۷ ج۳ باب الكفاء ة.

[2] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولى وله اى للولى الإعتراض فى غير الكفء ويفتى فى غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهوالمختار للفتویٰ لفساد الزمان الدرالمختار كراچى ص۵۶ ج۳ باب الولى، بحر كوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الاولياء، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولياء، طبع مكه مكرمه.

[3] ومحله المنكوحة (در مختار) بخلاعدة الفسخ بحرمة مؤبدة أو غير مؤبدة كالفسخ بخيار عتق وبلوغ وعدم كفاء ة ..... فلا يقع الطلاق فيها، شامى كراچى ص۲۳۰ ج۳ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور النهر الفائق ص۳۱۰ ج۲ اول كتاب الطلاق، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص۲۳۷ ج۳ كتاب الطلاق.

صالح لڑکی کا نکاح فاسق وفاجر سے کرادینا

سوال:- ایک بھائی اپنی سوتیلی بہن کو اس کی ماں کے گھر سے فریب دے کر اپنے گھر لے آیا۔ لڑکی کا سوتیلا بھائی فاسق فاجر قسم کا ہے اور اس کے سبھی ساتھی بھی اسی قسم کے اشخاص میں سے تھے۔ لڑکی کے بھائی نے زبردستی نشہ کی حالت میں لڑکی کو مار ڈالنے کی دھمکی دیتے ہوئے اس سے نکاح کی زبردستی اجازت لے کر ایک ایسے شخص کے ساتھ نکاح پڑھادیا جو کہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔ لڑکی نے عدالتی طلاق حاصل کرلی ہے۔ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر لڑکی نیک اور صالح ہے اور جس سے اس کا نکاح کیا گیا وہ فاسق فاجر شرابی ہے شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا[1] پھر عدالت سے فسخ کرالیا تو قانونی تحفظ بھی ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

فرار شدہ عورت کے لڑکے سے نکاح

سوال:- عبدالجبار کا وحیداً سے نکاح ہوا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد آپس میں نااتفاقی ہوگئی۔ لڑکی کو زیادہ تکلیف دینے پر لڑکی کے گھر والے آکر لے گئے۔ پھر لڑکی کی طرف سے طلاقنامہ کا سوال پیدا ہوا، کئی مرتبہ سوال وجواب اور بات چیت ہوئی لیکن لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں ہوا اور نہ لڑکی کو رکھنے پر آمادہ ہوتا تھا، اس کے بعد لڑکا اپنے کام کے سلسلے میں کلکتہ چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوا اس نکاح کے متعلق موضع کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خط کے

---

[1].....فليس فاسق كفوءاً لصالحة او فاسقة بنت صالح الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۲۱۳ ج۴ باب الكفاءة، ويفتى فى غير الكف بعدم جوازه اصلاً وهوالمختار للفتوىٰ لفساد الزمان الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۱۵۶ ج۴ باب الولى، بحر كوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الاولياء والاكفاء، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولياء، طبع مكه مكرمه.

ذریعہ طلاقنامہ آ گیا تھا۔ کچھ لوگوں کہنا ہے کہ نہیں آیا تھا۔اس کی مکمل صفائی معلوم نہیں ہو پا رہی ہے، کیونکہ لڑکی کے والد اور ایک شخص جو اس کام میں شریک تھے انتقال ہو چکا ہے۔ چند مہینوں کے بعد پہلے نکاح والا لڑکا عبدالجبار بھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے بعد وہی لڑکی عدت پوری کر کے اور اس شخص سے (جس سے دوبارہ نکاح ہونا بتایا جاتا ہے) نکاح ہوا، اس کے بعد کئی لڑکے پیدا ہوئے، دوسرے نکاح والا شوہر بھی مر چکا ہے، لیکن عورت ابھی زندہ ہے۔ اس عورت سے جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں ان میں کوئی خرابی پائی جائے گی یا نہیں؟ کیوں کہ اس لڑکے اور میری لڑکی سے بات طے ہو چکی ہے۔ بعد طے ہونے کے یہ سب باتیں ان کے موضع سے سننے میں آ رہی ہیں۔ تو کیا میں اپنی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے شرعاً کر سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب لڑکوں کے نسب میں بحث کرنا بے محل اور غلط ہے وہ ثابت النسب ہیں[1] اپنی اور لڑکی کی مرضی سے اپنی لڑکی کا رشتہ آپ ان میں سے جس سے مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/ ۹۲ھ

کیا ولد الزنا غیر ولد الزنا کا کفوء ہے

سوال:- یاایّھا الاساتذة الکرام والمفتون العظام ھل ترون جوازتزوج ولد الزنا مع غیرالولد الزنا فان کان رأیکم فیه ایجاباً کان اوسلباً فھل لکم فی شفائی بان بینوا ماخذه وتوضحوا مخارجه. فقط

---

[1] ومنھا ثبوت النسب ..... لکون الدخول امرا باطنا فیقام النکاح مقامه فی اثبات النسب ولھذا قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر وکذا لو تزوج المشرقی بمغربیة فجاء ت بولد یثبت النسب الخ، بدائع زکریا ص ۶۴۶ ج ۲ حکم النکاح الصحیح وما یترتب علیه من احکام، حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق ص ۳۹ ج ۳ باب ثبوت النسب، طبع امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کان السوال عن نفس الجوازفلااشکال فیه وان کان عن الکفاء ة فجوابه یفهم مما قال الحصکفی فیما علقه علی الملتقی لوتزوجته علیٰ انه حرفاذا هوعبد اوعلیٰ انه فلان بن فلان فاذا هولقیط اوابن زنا او علیٰ انه سنی فظهر انه بدعی اوعلیٰ انه قادر علیٰ المهرا والنفقة فاذا هوعاجز فانه یثبت لها الخیار[1] وان اشکل علیه ابن عابدین فی حاشیته علیٰ الدرالمختار حیث قال لکن ظهر لی الآن ان ثبوت حق الفسخ لها للتعزیر لا لعدم الکفاء ة بدلیل انه لوظهرکفوء ایثبت لها حق الفسخ لانه غرها ولایثبت للاولیاء لان التعزیر لم یحصل لهم وحقهم فی الکفاء ة وهی موجودة وعلیه فلایلزم من ثبوت الخیار لها فی هٰذه المسائل ظهوره غیرکفوء[2].قلت هذا ممکن لکن فیما لم یثبت فیه التصریح من الفقهاء لعدم الکفاء ة واماماصرحوافیه بعدم الکفاء ة فالتعلیل فیه شیئان التعزیر وعدم الکفاء ة قال فی الدرالمختار[3] وتعتبر الکفاء ةنسباً ودیانةً ومالابان یقدر علیٰ المعجل ونفقة شهر اھ قال البزازی مجهول النسب لایکون کفوءً لمعروف النسب اھ[4] وسئل شیخ الاسلام عن مجهول النسب هل هو کفوء لامرأة معروفة النسب قال لاکذا فی المحیط اھ هندیة[4] والکفاء ة حق المرأة وحق الاولیاء ولاحقهم فقط دونها کما نص علیه التمرتاشی وردالشامی مستظهراً لعبارة الذخیرة والظهیرقوالبحر.[6] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۳/ ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف ۵/ربیع الاول ۶۱ھ.....الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

ترجمہ سوال:۔حضرات اساتذہ کرام ومفتیان عظام: کیا آپ حضرات ولد الزنا کے نکاح کو غیر ولد الزنا کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں؟ پس آپ حضرات کی رائے اس میں خواہ ایجابی ہو یا سلبی (جائز ہو یا ناجائز) مگر کیا میری شفاء آپ حضرات فرمائیں گے کہ اس مسئلہ کے ماخذ کو بیان فرمادیں اور اس کے مخارج کو بوضاحت تحریر کردیں؟ فقط۔

[1] الدر المنتقی فی شرح الملتقی ص ۱۴۱ ج ۲ کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی کراچی ص ۵۰۲ ج ۳ قبیل باب العدة.

[3] الدر مع الشامی کراچی ص ۸۶ تا ۹۰ ج ۳ باب الکفاء ة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سید کا نکاح غیر کفوء میں

سوال:- میں نے اس سے قبل ایک فتویٰ ارسال کیا تھا مگر جواب نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ ظریفہ دختر عمر بٹ چپراسی جس کا اس نے پہلے نکاح کیا تھا اس سے طلاق ملا اور ایک بچہ بھی تھا بچہ ۲/۳ رسال کا ہے اور دو ۲ رسال تک باپ کے پاس رہی اس نے شادی کا کوئی بندوبست نہیں کیا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ۴ بزازیہ ص ۱۱۶ ج ۴ الخامس فی الاکفاء، طبع کوئٹہ.

۵ ھندیہ کوئٹہ ص ۲۹۳ ج ۱ الباب الخامس فی الاکفاء.

۶ شامی کراچی ص ۸۵ ج ۳ باب الکفاءۃ۔

ترجمہ جواب:- اگر سوال نفس جواز (نکاح) کے متعلق ہے تو اس میں تو کوئی اشکال نہیں (جائز ہے) اور اگر سوال کفاءت سے متعلق ہے تو اس کا جواب سمجھا جاتا ہے اس عبارت سے جو حصکفیؒ، ملتقیٰ پر تعلیق میں کہی ہے کہ اگر بیوی سے نکاح کیا تھا اس شرط پر کہ وہ (مرد) حر ہوگا مگر وہ نکلا غلام یا اس شرط پر نکاح منظور کیا تھا کہ وہ فلاں ابن فلاں ہوگا مگر دیکھا تو وہ لقیط یا ابن الزنا تھا یا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ وہ اہل سنت سے ہے مگر ظاہر ہوا کہ وہ بدعتی ہے یا اس شرط پر کہ وہ قادر علی المہر یا نفقہ ہوگا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ عاجز ہے پس (ان تمام صورتوں میں) عورت کے لئے اختیار ہے۔ اگر چہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے اپنے حاشیہ علی الدر المختار میں اس پر اشکال کیا ہے اس طریقہ پر کہ وہ فرماتے ہیں ۔لیکن اب مجھ کو ظاہر ہوئی ہے یہ بات کہ حق فسخ کا ثبوت عورت کے لئے بوجہ تعزیر کے ہے نہ بوجہ عدم کفأۃ کے اس دلیل سے کہ اگر ظاہر ہوگا کفوء (تب بھی) عورت کے لئے حق فسخ ثابت ہوگا اس لئے کہ اس شخص نے عورت کو دھوکہ میں مبتلا کیا اور (حق فسخ) اولیاء کے لئے ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ تعزیر ان کے لئے حاصل نہیں ہوئی ان کا حق تو محض کفأت کے اعتبار سے ہے اور کفأت موجود ہے اور اسی بناء پر ان مسائل میں عورت کے لئے حق فسخ کے ثابت ہو جانے سے زوجین کا غیر کفوء ظاہر ہونا لازم نہیں آتا۔ (ردالمحتار)

(از مجیب علام) میں کہتا ہوں یہ (تقریر ابن عابدینؒ) ممکن ہے لیکن اسی موقع پر جہاں فقہاء کرام کی تصریح عدم کفاءت میں ثابت نہ ہوتی اور بہر حال جس موقع پر فقہاء نے عدم کفاءت کی تصریح فرمادی ہے تو تعلیل اس میں (حق فسخ میں) دو چیزیں ہیں تعزیر اور عدم کفاءت۔

درمختار میں کہا ہے اور اعتبار کیا جائیگا کفأت میں نسب کے اعتبار سے دیانت کے اعتبار سے مال کے اعتبار سے بایں صورت کہ وہ شخص قادر ہو مہر معجّل پر اور ایک مہینہ کے نفقہ پر اھ بزازی نے کہا ہے کہ مجہول النسب معروف النسب کا ہم کفوء نہیں ہے۔ اھ اور شیخ الاسلامؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا مجہول النسب شخص معروف النسب عورت کا ہم کفوء ہے فرمایا نہیں اسی طرح محیط میں ہے۔ اھ ہندیہ۔ اور کفاءت عورت اور اولیاء دونوں کا حق ہے نہ کہ اولیاء کا فقط۔ اسی طرح تمرتاشی نے صراحت کی ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کو ذخیرہ اور ظہیرۃ اور بحر کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے رد کیا ہے۔ فقط

پھر ظریفہ نے اپنی پسند سے عبدالوہاب سید کے ساتھ عدالت اور شرعی نکاح باضابطہ کیا اس کے ساتھ رہی۔ ایک ماہ بعد زید عالم کہتا ہے کہ یہ نکاح نادرست ہے اور کفوء اور غیر کفوء کا مسئلہ اٹھایا۔ عالم کے گھر میں بھی ایک لڑکی ہے جو کہ گوجری کی لڑکی ہے۔ اگر عبدالوہاب سید اور ظریفہ میں کفوء وغیر کفوء ہے۔ تو ایک امام اور سید خاندان میں ایک گوجر کی لڑکی پھر کیسے اس میں بھی کفوء اور غیر کفوء ہے۔ میں اس وقت بھی غصہ میں ہوں، جب تک کہ جواب نہ مل جائے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ جلد جواب روانہ نہ کریں تو میں خودکشی کرلوں گا۔ اس وقت مجھے کتابوں کی بھی ضرورت ہے غصہ میں دکھائی نہیں دیتا کہ کیا کروں۔ برائے مہربانی جلد جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ نے اس سے پہلے کب سوال بھیجا میرے علم میں نہیں۔ اگر تاریخ مہینہ لکھتے تو رجسٹر میں تلاش کیا جاتا۔ آپ نے اس خط کو لکھتے وقت بھی اپنے غصہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے اور خودکشی کی دھمکی بھی دی ہے۔ میرے محترم! بے جا غصہ اس قدرت مصیبت اور خطرناک ہے کہ آدمی کی زندگی کو تباہ کردیتا ہے، ایمان کو بھی برباد کردیتا ہے۔ غور تو کیجئے کہ اگر خودکشی کرینگے تو کسی کا کیا بگاڑیں گے۔ مالک حقیقی کی دی ہوئی امانت (جان) کو ضائع اور ہلاک کریں گے جس کی وجہ سے خود بھی سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔ دنیا بھی برباد آخرت بھی برباد۔ انا للہ۔ آپ توبہ کریں۔ مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ سید اگر کسی گوجر کی لڑکی سے نکاح کرلے تو کفاءت کی وجہ سے اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ ہاں سید کی لڑکی اگر بغیر ولی کی اجازت کے کسی گوجر وغیرہ سے نکاح کرلے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا۔ کفاءت کی رعایت لڑکی کے حق میں ہے۔ یہ شریعت کا مسئلہ ہے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۳/ ۹۴ھ

---

[1] الكفاء ة معتبرة من جانبه لاتعتبر من جانبها الدرالمختار، أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الاولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم أو لا يصح بخلاف جانب الرجل فانه إذا تزوج بنفسه مكافئة له أو لا فانه صحيح لازم، شامی کراچی ص ۸۴-۸۵ باب الكفاء ة، هنديه كوئٹه ص ۲۹۰ ج ۱ الباب الخامس فی الاكفاء، بحر كوئٹه ص ۱۲۸ ج ۳ فصل فی الاكفاء.

نومسلم کی کفاءت

سوال:- ایک غیر مسلمان ہوا اس نے ترجمہ ومطلب کے ساتھ پورا کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پڑھا، اس کے بارے میں ہمارے یہاں اختلاف پیدا ہوگیا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے، ہم اس کو اپنی سوسائٹی کا فرد تصور کریں گے اور اسے وہ سب حقوق دیں گے جو اسلام نے مسلم کو دیا ہے۔

دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے اس کا کہنا ہے کہ جب تک وہ پورا مسلمان نہ ہولے نماز، روزہ سیکھ کر عمل نہ کرنے لگے تب تک ہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ نہ کریں گے ہم اسے اپنی بیٹی اس وقت تک نہ دیں گے نہ حقہ پانی میں شریک کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان سمجھا جائے گا، یا نہیں اور یہ کہ اسے مسلم سوسائٹی کا فرد جان کر حقوق دیئے جائیں گے یا نہیں، ممکن ہو تو مختصراً دلائل بھی پیش کردیئے جائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ شخص شرعاً مسلمان ہے اس کے جان، مال کی اسی طرح حفاظت کی جائے گی، جس طرح قدیم الاسلام اور پورے دین پر عمل کرنے والے کو جان مال کی حفاظت کا حکم ہے، اسلام کی وجہ سے گذشتہ معاصی معاف ہوگئے، "**اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰه عليه وسلم اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حتّٰى يَقُوْلُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَال اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه فَقَدْ عَصِمَ مِنِّى نَفْسَهُ وَمَالَهُ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهُ عَلى اللّٰه اهـ (كذا فى البخارى، فى كتاب الجهاد**[1]

---

[1] بخاری شریف ص۴۱۴/ج ۱ باب دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلی الإسلام، طبع اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۳۷ ج ۱ کتاب الإیمان، باب الامر بقتال الناس، مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے حکم ھوا ھے کہ لوگوں سے قتال کروں یھاں تک کہ ولا الہ الا اللّٰہ کھیں اور جس شخص نے لا الہ الا اللّٰہ کھا اس نے میری طرف سے اپنے نفس ومال کو محفوظ کرلیا، مگر اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ھے.

محض کلمہ پڑھنے والے کو اگر کسی شخص نے عین جہاد میں قتل کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا ہے[۱] اور معاوضۂ قتل کا حکم فرمایا ہے[۲] رہا بیٹی دینا تو شرعاً اس کی ممانعت نہیں جو شخص مسلمان ہو اور وہ پورے دین پر عمل کرتا ہو اس کا وہ شخص برضاء اولیا کفو بن سکتا ہے جو کہ آج ہی اسلام لایا ہے اور بجز شہادتین کے اس کو دین کا کوئی علم حاصل نہیں، فقہاء نے باب الکفاءۃ[۳] میں اس کو ذکر کیا ہے ایسے شخص کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ وہ مسلم سوسائٹی کا فرد نہیں ہے، غلط ہے اور تعلیمات اسلام کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

والدین کی چوری سے بالغ لڑکے لڑکی کا کفو میں نکاح

سوال:- جوان لڑکی اور لڑکا اپنی مرضئ کامل اور والدین کی چوری سے کیا ایک دوسرے کو باعتبارِ شریعت قبول کر سکتے ہیں؟ فریقین ایک ہی حسب ونسب سے تعلق رکھتے ہیں، اور حنفی العقائد بھی ہیں۔

---

[۱] فی حدیث اسامة بن زید مرفوعاً "فَقَالَ یَا اُسامَةَ اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا کانَ مُتَعَوِّذاً قَالَ اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه قَالَ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا عَلٰی حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَالِکَ الْیَومَ (بخاری شریف، ص۱۰۱۵، ج۲، کتاب الدیانات باب قول اللّٰه تعالی ومن احیاها، طبع اشرفی دیوبند) مسلم شریف ص۶۸ ج۱ باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا اله الا اللّٰه، طبع بلال دیوبند.

ترجمہ : حضرت اسامہ بن زید صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اسامہ بن زید صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو قتل کیا، حضرت اسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو جان بچانے کے لئے کہا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کیا تو نے "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد قتل کیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بار بار لوٹاتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اس دن سے قبل اسلام نہ لاتا۔

[۲] نقل ابو عبد اللّٰه القرطبی فی تفسیره انه امره بالدیة (ارشاد الساری، ص۳۰۶ ج۹، دار الفکر بیروت.

[۳] انما تحل فی الصورة الرابعة وهی رضا الولی بغیر الکفء مع علمه بانه کذالک، شامی زکریا ص۱۵۷ ج۴ باب الولی، بحر کوئٹه ص۱۱۰ ج۳ باب الاولیاء، النهر الفائق ص۲۰۲ ج۲ باب الاولیاء، طبع مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کرلیں گے تو شرعاً درست ہوجائیگا[1]، لیکن بڑے سر پر موجود ہوں تو بغیر ان کے مشورہ کے خود اقدام کرنا ان کی ناقدری اور غیر مناسب ہے خاص کر لڑکی کے حق میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسہ کو حرامی نہیں کہا جائے گا

سوال:- ایک عورت ہے، ماشاء اللہ دیندار ہے اس کا شوہر بھی دیندار ہے، مگر لوگ بچوں کو اور بچوں کی ماں کو حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچوں کی نانی فاحشہ تھی، اس وجہ سے لوگ عورت کا جو لڑکا ہے اس کے ساتھ شادی کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرامی کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے، آیا اس حال میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر حرامی لڑکا ہے اور ماشاء اللہ دیندار ہے تو اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی بچہ کو اس کی نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے حرامی کہنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اگر قرآن کریم کے مطابق حکومت ہو تو ایسا کہنے والوں کو عبرتناک سزا دی جائے[2] ایسے بچوں کی

---

[1] ویعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها الخ فتح القدیر ص۲۵۶ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء مطبوعه دارالفکر بیروت، بحر کوئٹه ص۱۰۹ ج۳ باب الاولیاء، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۳ باب الولی.

[2] وتعتبر فی العرب والعجم دیانة أی تقویٰ فلیس فاسق کفؤا لصالحة الدرالمختار کراچی ص۸۹ ج۳ باب الکفاء ت، مجمع الأنهر ص۵۰۳ ج۱ باب الأولیاء والأکفاء فی الکفاء ة، دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة ص۶۲ ج۳ الفصل الخامس عشر فی الکفاء ة، مطبوعه کراچی.

شادی بالکل درست ہے۔ اگر بالفرض کوئی حرامی ہو بھی تو اس کی بھی شادی جائز ہے۔ خاص کر جب کہ وہ صالح دیندار ہو۔ البتہ صالحہ لڑکی کی شادی فاسق لڑکے سے نہ کی جائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/ ۹۵ھ

[1] ومن قذف یا آکل الربا الی ما قال یاحرام زاده عزرت الخ البحر الرائق ص۴۲ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه سعید کراچی، مجمع الأنهر ص۳۷۳ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۶۲ ج۲ الباب السابع فی حد القذف فی التعزیر.

باب ہفتم: مہر کا بیان

مہر کی حکمت

سوال:- (۱) مہر کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اور یہ کیوں فرض قرار پایا؟ اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟

(۲) مہر کی حد سے زیادتی یا حد سے زیادہ کمی سے سماج میں کیا خرابی پیدا ہوسکتی ہے؟

(۳) حالات وکیفیات کے لحاظ سے مہر کی تعیین میں تبدیلی مستحب ہوگی یا حدِ مسنون ہی کو مستحب سمجھا جائے گا؟

(۴) نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں درہم کی قیمت چاندی کے بجائے اشیاء کی صورت میں کیا ہوتی تھی؟ مثلاً بکری، اونٹ یا غلہ کتنے درہم میں کتنا حاصل ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ ۱۸[1] ج ۲ میں اس پر کلام کیا ہے۔ وکان فیه مصالح منهاانالنکاح لاتتم فائد ته الابأن یوطن کل واحد نفسه علی المعاونةالدائمةویتحقق ذٰلک من جانب المرأةبزوال امرهامن یدها ولاجائزان یشرع زوال امره ایضاً من یده والاّ انسَدَّ. باب الطلاق. وکان اسیرافی یدها کما انها عانیة بیده وکان الاصل ان یکونوا قوامین علی النساء والاجائز ان یجعل امرهماالی القضاة فان مرافعة القضیةالیهم فیها حرج وهم لایعرفون مایعرف هومن خاصةامره فتعین ان یکون بین عینیه خسارةمال ان اراد فک النظر لئلایجترئ علیٰ ذٰلک الاّ عند حاجة لایجد منها بداً فکان هذا نوعاً من التوطین ایضاً فلایظهر الاهتمام بالنکاح الاّ بمالٍ یکون عوض البضع فان الناس لماتشاحوابا الاموال شحاً لم یتشاحوا بهٖ فی غیرها کان الإهتمام لایتم اِلاّ ببذلها وبالإهتمام تقرأ عین الاولیاء حین یتملک هوفلذةاکباد هم وبهٖ یتحقق التمییزبین النکاح والسفاح وهوقوله تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین. ملک العلماء علامہ

[1] حجة اللّٰه البالغة ص ۱۱۸ ج ۲ صفة النکاح، مطبوعه مصری.

کاسانیؒ نے بھی بدائع الصنائع میں اس کی حکمت بیان فرمائی ہے۔[۱]

(۲) اس پر بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ۔ (اقول) والسرفیما سن ان ینبغی ان یکون المهر ممّا یتشاح به ویکون لهٗ بال ینبغی ان لایکون ممّا یتعذر اداء هٗ عادةبحسب ماعلیه قومه وهٰذا القدر نصاب صالح حسب ماکان علیه الناس فی زمانه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وکذلک اکثر الناس بعدهٗ اللّٰهم الاناس اغنیاء هم بمنزلةالملوک علیٰ الاسرة وکان اهل الجاهلیةیظلمون النساء فی صدقا تهن بمطل اونقص فانزل اللّٰه تعالیٰ واٰتو النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لکم الاٰیة حجة اللّٰه البالغة[۲] ص۱۱۸،۱۱۹ج۲۔

(۳) شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی جتنی مقدار ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو تجویز کرلیا جائے۔

(۴) وقت اور ضرورت کے لحاظ سے نرخ میں فرق ہوتا رہتا تھا۔ حضرت نبیٔ اکرم ﷺ نے حکیم بن حزامؓ کو ایک دینار دیا کہ قربانی کے لئے ایک بکری خرید لائیں، انھوں نے ایک بکری ایک دینار میں خرید لی پھر اس کو دو دینار میں فروخت کردیا اور ایک دینار میں پھر ایک بکری خریدی اور وہ مع ایک دینار نفع لاکر پیش کردیا۔ آپؐ نے برکت کی دعا کی اور بکری قربانی کرنے اور دینار نفع کو صدقہ کردینے کا حکم فرمایا۔ یہ واقعہ مبسوط[۳] ص۱۳ ج۱۲ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] ولأن ملک النکاح لم یشرع لعینه بل لمقاصد لا حصول لها إلا بالدوام علی النکاح والقرار علیه ولا یدوم إلا بوجوب المهر بنفس العقد لما یجری بین الزوجین من الأسباب التی تحمل الزوج علی الطلاق من الوحشة والخشونة فلو لم یجب المهر بنفس العقد لا یبالی الزوج عن إزالة هذا الملک بادنیٰ خشونة إلی ما قال، ولأن مصالح النکاح ومقاصده لا تحصل إلا بالموافقة ولا تحصل الموافقة إلا إذا کانت المرأة عزیرة مکرمة عند الزوج ولا عزة إلا بانسداد طریق الوصول الیها إلا بمالٍ له خطر الخ، بدائع زکریا ص۵۶۰ ج۲ فصل ومنها (شرط) المهر.

[۲] حجة اللّٰه البالغة ص۱۱۸-۱۱۹، ج۲، صفة النکاح ومطبوعه مصری،

[۳] أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم دفع دیناراً إلی حکیم بن حزامؓ لیشتری له شاة للأضحیة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مہر کی ادنیٰ مقدار

سوال: -کم از کم مہر کی مقدار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم چاندی ہے[1] جو موجودہ زمانہ میں ۳½ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہر کی کم اور زیادہ مقدار

سوال: - ہمارے یہاں یہ بات شریعت کے عین مطابق سمجھی جارہی ہے کہ لڑکی کا مہر ۱۱/۲۵/۱۲۵/روپیہ باندھا جائے۔ زیادہ باندھنے والے کو شریعت کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر کی کم سے کم مقدار دس ۱۰/درہم ہے جو کہ تین تولہ کے قریب چاندی ہے۔ جو چیز بھی اس قیمت کی ہو غلہ کپڑا وغیرہ اس کو مہر میں مقرر کرنا درست ہے۔ مہر کی مقدار زیادہ بھی درست ہے اس کے لئے کوئی حد متعین نہیں کی گئی ہے[2] لیکن فخر کے طور پر بہت زیادہ مہر مقرر کرنا ناپسندیدہ ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) فاشترى شاة ثم باعها بدينارين ثم اشترى شاة بدينار وجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره بذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بارك الله فى صفقتك أما الشأة فضحّ بها وأما الدينار فتصدق به الخ. المبسوط. ص۱۳ ج۱۲ باب الأضحية. مطبوعه دارالفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] اقله عشرةدراهم، شامى كراچى ص ۱۰۱ ج۳ باب المهر، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۴۲، ج۳، باب المهر، بدائع زكريا ص ۲/۵۶۱، بيان ادنى المهر،

[2] وتجب العشرة إن سماها ودونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر (ويجب الأكثر) أى بالغا مابلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان (الدرعلى الرد ص ۱۰۲ ج۳ باب المهرمطبوعه كراچى، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۴۴/۳، باب المهر، مجمع الانهر ص ۱/۵۰۹، باب المهر، دارالكتب العلمية بيروت،

حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرمایا ہے[1]۔ جو لوگ زیادہ مہر مقرر کر لیتے ہیں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ مہر دینا نہیں ہے۔ تو حدیث پاک میں ان کے متعلق بہت سخت الفاظ آئے ہیں[2]۔ لہٰذا مہر نہ تو اتنا زیادہ ہو جس کے ادا کرنے کی وسعت ہی نہ ہو۔ کوشش کرتا کرتا آدمی تھک جائے اور مہر اس کے حق میں پیر کی زنجیر یا گلے کا طوق بن کر رہ جائے۔ نہ اتنا کم ہو کہ جب بھی کوئی بات خلافِ طبع ہوئی طلاق دیکر مہر ہاتھ پر رکھ دیا، بلکہ اتنا ہونا چاہئے کہ اس کی ادائیگی کا شوہر پر دباؤ بھی پڑے۔ خاندانوں اور برادری کے اعتبار سے سب کا حال یکساں نہیں۔ مختلف برادریوں میں مہر مثل الگ الگ ہے۔ ہر ایک کے لئے اور ہر خاندان کے لئے ایک ہی مقدار کو مہر مثل تجویز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا

سوال: - حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کتنا تھا؟ کیا اتنا ہی رکھنا چاہئے یا استطاعت کے مطابق رکھنا چاہئے؟

ایک متوسط آدمی کو کس طرح شادی کرنا چاہئے؟ شادی میں پلنگ سنوارا جاتا ہے اور اس میں رشتہ دار و دیگر کھانا کھانے والے برتن و دیگر اشیاء دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ یا پلنگ باہر نہ رکھا جائے جس کی مرضی ہو وہ آئے اور صاحب خانہ کو پوشیدہ طور پر عنایت کرے؟ تحریر فرمائیں۔

---

[1] عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ قال الا لاتغالوا صدقة النساء فإنها لوكانت مكرمة فی الدنيا وتقوى عنداللّٰہ لكان اولكم بها النبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الحديث (مشكوٰةشريف ص۲۷۷ ج ۱ باب الصٰدق) مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] ايما رجل تزوج امرأة فنوىٰ ان لا يعطيها من صداقها شيئاً مات يوم يموت وهو زان، فيض القدير ص ۱۴۰ ج۳ رقم الحديث ۲۹۵۲ مطبوعه دار الفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر فاطمی[1] ایک سو بتیس (۱۳۲) تولہ کے قریب چاندی ہے۔ اس سے کم، زیادہ بھی تجویز کرنا درست ہے۔ متوسط آدمی کو اتنا مہر رکھنا چاہئے جس کو وہ ادا کر سکے۔ ادا کرنے میں اس پر کچھ بوجھ بھی ہو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو بیوی اس سے کچھ روز گذارہ بھی کر سکے۔ اس شوہر کو خود بھی سوچنا پڑے کہ اتنا مہر بھی طلاق کے ساتھ دینا ہوگا۔ شادی کا بہتر طریقہ بہشتی زیور میں[2] موجود ہے اس کو دیکھ لیا جائے زیادہ تفصیل چاہئے تو تحفۂ زوجین میں ہے[3] شادی میں پلنگ سنوارنا اور رشتہ داروں سے وصول کرنا غلط طریقہ ہے۔ کوئی امداد کرنا چاہے تو اخلاص کے ساتھ مخفی طریقہ پر امداد کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

مہر فاطمی

سوال: -حضرت فاطمہؓ کا مہر جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں کتنا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چار سو (۴۰۰/) مثقال تھا[4] جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے[5]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص۴۲۴ ج ا باب اوزان شرعیہ بہشتی زیور مع حاشیہ ص۱۲ ج ۴ بیان مہر

[2] بہشتی زیور ص۲ ج ۴ نکاح کا بیان۔

[3] تحفۃ الزوجین ص۳۸-۳۹ باب اول، مؤلفہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ مطبوعہ احمدی دہلی۔

[4] ان صداق فاطمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها کان اربعمائة مثقال فضة (مرقاة ص۴۴۷ ج۳ باب الصداق، مطبع اصح المطابع بمبئی. برحاشیه مشکوٰة ص۲۷۷ باب الصداق شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ص۶ ج۲ کتاب المغازی ذکر تزویج علی بفاطمة رضی اللّٰہ عنهما، مطبوعه دار المعرفة، بیروت. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

مہر شرعی اور مہر فاطمی

سوال: - زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے وہ زمیندار بھی ہے اس کی بیوی غریب گھر کی لڑکی ہے۔ لڑکی دوسرا نکاح کرنا نہیں چاہتی ہے اور مہر شرع محمدی یعنی ساڑھے بتیس روپیہ ہے۔ شرع محمدی مہر کی تعداد زیادہ سے زیادہ کتنی ہے؟ بتلایا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرع محمدی مہر کی مقدار ساڑھے بتیس ۳۲/روپیہ اگر وہاں کا عرف ہے تو صحیح ہے یعنی جب لوگ شرع محمدی مہر بولتے ہیں تو اس سے ساڑھے بتیس روپیہ ہی مراد لیتے ہیں، تو بس اتنی ہی تعداد لازم ہوگی اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق نہیں[1]۔ اگر یہ عرف نہ ہو تو مہر فاطمی مراد ہوگا۔ شریعت نے زیادہ کی تعداد مقرر نہیں کی یہ طرفین کی رضامندی پر ہے لیکن حیثیت سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرنا چاہئے جس کو ادا نہ کر سکے، حضرت عمرؓ کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۱۳۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ۵ ملاحظہ ہو جواہر الفقہ رسالہ اوزان شرعیہ ص۴۲۴ ج۱ فتاویٰ رحیمیہ ص۴۴۵ ج۶۔ معاشرتی مسائل ص۵۳ از مولانا برہان الدین صاحب۔

(صفحہ ہذا) [1] وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الاكثر منها إن سمّى الأكثر، شامی کراچی ص۱۰۲ ج۳ باب المهر، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه مع فتح القدير، ص۳۲۱ ج۳ باب المهر مطبوعه دار الفكر بيروت. یہ اس وقت کی بات ہے جب چاندی کا روپیہ رائج تھا۔ اس زمانہ میں جو روپیہ رائج ہے اس کے اعتبار سے یہ مقدار کافی نہیں اس لئے کہ مہر کی اقل مقدار دس درہم (تقریباً ساڑھے تین تولہ چاندی) ہے اس لئے بازار میں ساڑھے تین تولہ چاندی کی جو قیمت ہو کم از کم وہ مہر ہوگا اس سے کم مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔

[2] عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال الا لاتغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمةفى الدنيا وتقوى عند الله لكان اولٰيكم بها نبى صلى الله صلى الله عليه وسلم.(مشكوٰة شريف ص۲۷۷ ج۱ باب الصداق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر

سوال: - زید اپنی لڑکی کا نکاح ایک فارغ التحصیل لڑکے سے مہر فاطمی پر کرنا چاہتا ہے جب کہ یہاں پر مہر مثل کا دستور ۵/ ہزار ۷/ ہزار کا ہے جب کہ سب راضی بھی ہیں لڑکی اور لڑکا بھی راضی ہے تو مہر فاطمی پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء رضامند ہیں تو مہر مثل کی پابندی لازم نہیں، خاص کر جب کہ لڑکا عالمِ دین بھی ہے تو مہر فاطمی کی سنت کا احیاء باعثِ اجر بھی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۲/ ۹۷ھ

مہر فاطمی کی مقدار

سوال: - مہر فاطمی کی مقدار فی زمانہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ازواجِ مطہراتؓ کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے برابر تھے کذا فی المشکوٰۃ[2]۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر بھی اتنا ہی تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس پانچ سو درہم ہوئے جس کی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتوں کے مہر میں بیجا زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیا میں عزت کی چیز اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کا باعث ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے کہ وہ مہر زیادہ سے زیادہ رکھتے۔

[1] یستحب کون الصداق خمسمائۃدرھم النووی علی المسلم ص۴۵۸ ج ۱ باب الصداق، مطبوعہ بلال دیوبند. مہر فاطمی کافی وموجب برکت ہے، اصلاح الرسوم ص۵۴۔

[2] فی حدیث عمرؓ ماعلمت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائہ ولاانکح شیئا من بناتہٖ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد (مشکوٰۃشریف ص۲۷۷ ج ۱ باب الصداق

ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی سے اپنا نکاح یا اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ (مہر) پر کیا ہو۔

مقدار تقریباً ۱۳۲/تولہ چاندی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۸۸ھ

مہر فاطمی کی مقدار

سوال:- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر واقعی کتنا تھا جب کہ ہم نے بعض کتابوں میں ساڑھے باون تولہ یا چار سو اسی ۴۸۰ درہم پڑھا ہے اور کیا ۲۵/روپے بھی مہر فاطمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر فاطمی ۲۵/روپے نہیں بلکہ ۱۳۲/تولہ کے قریب چاندی ہے۔بعض حضرات کے حساب میں اس سے بھی کچھ زائد ۱۵۰/تولہ تک ہے، جیسا کہ حواشی مشکوٰۃ شریف میں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہر شرع محمدی

سوال:- شرع محمدی مہر ۸/۔ باندھے جاتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہو تو اس مقدار میں کتنے ٹھیک ہیں، اور اس کے علاوہ کیا کیا مقدار ٹھیک ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرع محمدی مہر سے مراد عام طور پر مہر فاطمی ہوتا ہے اس کی مقدار بہشتی زیور[2] ص ۲۴ ج ۳ کے حاشیہ پر ایک ۸/۔سو چھپن روپئے آٹھ آنہ کے قریب لکھی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور مقدار لکھی ہے

---

[1] مہر فاطمیؓ ۴۰۰/مثقال بر حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۷۷ باب الصداق مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ رسالہ اوزان شرعیہ ص ۴۲۷ ج ۱/فتاوی رحیمیہ ص ۴۴۵ ج ۶، مرقاۃ المفاتیح ص ۴۴۷ ج ۳ باب الصداق، مطبوعہ ممبئی،

[2] بہشتی زیور مکمل ومدلل ص ۱۲ حصہ چہارم، مہر کا بیان، مکتبہ تھانوی دیوبند۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بوقت نکاح اس مہر کی تعیین کر لی جاوے روپوں میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۳/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الاول ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم

شرع محمدی میں مہر کی مقدار کم از کم دس درہم ہیں[1] یعنی تقریباً تین ۳/۔ روپیہ اور اس سے زیادہ کی حد مقرر نہیں جتنی تعداد چاہے مقرر کی جاسکتی ہے مگر زیادہ مہر کی ممانعت آئی ہے[2] اس لئے اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جس کو شوہر سہولت سے ادا کر سکے۔ بعض جگہ شرع محمدی مہر سے مراد ۸/۔ ہوتے ہیں مگر یہ شرعی طور پر نہیں ہے خود وہاں کا عرف ہے۔ فقط اللہ اعلم

سعید احمد مفتی مدرسہ ۲۵/۳/ ۶۴ھ

مہر کی قیمت وقتِ عقد کی معتبر ہوگی یا وقت ادا کی؟

سوال: -عقد میں مہر نو اوقیئے زر سُرخ خالص مقرر کیا گیا تھا۔ زر خالص یعنی طلاء کی قیمت کا اعتبار زمانۂ عقد کا ہوگا یا زمانۂ مابعد مطالبہ کی قیمت کا ہوگا از روئے احکام شرع شریف بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب زر خالص کی مخصوص مقدار کو مہر قرار دیا گیا ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی قیمت دی جائے تو گویا اب اس زرِ خالص کو جس کی زوجہ مستحق ہے شوہر اس

---

[1] وأقل المهر عشرة دراهم.....قوله صلى الله عليه وسلم ولامهر أقل من عشرة دراهم فتح القدير ص۳۱۷ ج۳ باب المهر البحر الرائق ص۱۴۲ ج۳ باب المهر، مطبوعه كوئٹه، شامی كراچی ص۱۰۱ ج۳ باب المهر.

[2] عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة فى الدنيا وتقوى عند الله لكان اوليكم بها النبى صلى الله عليه وسلم، الحديث مشكوٰة شريف ص۲۷۷ ج۱ باب الصداق مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

سے حکماً خرید کر قیمت دے رہا ہے۔تو اب جو قیمت ہوگی اس کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بیوی کم قیمت لے لے۔اس صورت میں گویا بیوی نے اتنی مقدار معاف کر دیا زرِ خالص کے علاوہ اگر کسی اور چیز کو مہر قرار دیا جاتا، مثلاً پچاس من گندم، تو گندم کا دینا واجب ہوتا۔ پھر جب گندم کے بجائے قیمت دی جاتی تو اس کی صورت بھی یہ ہوتی کہ گویا وہ پچاس من گندم مملوکہ زوجہ شوہر کے پاس تھے اور شوہر نے ان کو اب خریدا ہے اور قیمت دے رہا ہے۔ لہٰذا خریداری کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیوی دَین مہر میں قبل الوقت تصرف کر رہی ہے یعنی شوہر کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے روپیہ وغیرہ کی شکل میں حاصل کر رہی ہے۔ وجاز التصرف فی الثمن بهبةٍ اوبيع اوغيرها لوعيناً اى مشاراً اليه. ولو ديناً فالتصرف فيه تمليک ممّن عليه الدين ولوبعوض قبل قبضه سواء تعين بالتعيين كمكيل اولا كنقود كذا الحكم فى كل دين قبل قبضه كمهر (درمختار) قوله بعوض كأن اشترىٰ البائع من المشترى شيئاً بالثمن الذى له عليه. قوله وكذا الحكم فى كل دين اى يجوز التصرف فيه قبل قبضه كمهر (درمختار)لكن بشرط ان يكون تمليكاً ممّن عليه بعوض اوبدونه كماعلمت قوله كمهر وكذا القرض اھ (ردالمحتار[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین

نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہو گیا

سوال: - زید کا نکاح ہندہ سے بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ بسکہ رائج الوقت دَین مہر ہوا ہے اور اس وقت روپیہ مختلف شکلوں میں رائج تھا۔ یعنی وہ وکٹوریہ کا روپیہ، ایڈورڈ ہفتم کا روپیہ، جارج

[1] الدر المختار مع الرد المحتار كراچى ص۱۵۳ ج۵ باب المرابحة والتولية، مطلب فى بيان الثمن والمبيع والدين، البحر الرائق ص۱۱۹ ج۶ باب المرابحة والتولية فصل فى بيان التصرف فى المبيع مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص۵۱۸ ج۶ باب المرابحة والتولية، مطبوعه دار الفكر بيروت.

پنجم کا روپیہ، جارج ششم کا روپیہ اور کاغذی نوٹ۔ اب بیس پچیس سال بعد زید ہندہ کا دَین مہر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایک ہزار روپے ادا کرنا ہوگا یا ایک ہزار روپے کی چاندی کی قیمت جب کہ مختلف رائج روپوں میں چاندی کی مقدار مختلف ہے اور کاغذی نوٹ میں چاندی کا وجود نہیں، امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر مجھے دَین مہر کی ادائیگی میں مدد فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقت عقد جو سکّہ مروّج تھا اور وہاں کے ماحول میں جس کا لین دین زیادہ تھا وہی مراد ہوگا۔ اگر اس میں چاندی غالب تھی تو اتنی مقدار چاندی لازم ہوگی۔ اگر چاندی مغلوب تھی تو وقت عقد جو قیمت تھی وہ قیمت لازم ہوگی۔ اگر وہی روپیہ مل جائے جو بوقت عقد رواج تھا تو وہی دیدیا جائے بشرطیکہ اس میں چاندی غالب ہو ومما یکثر وقوعه مالو اشتریٰ بقطع رائجة فکسدت بضربٍ جدیدةٍ یجب قیمتها یوم البیع ولا یدفع قیمتها من الفضةالجدیدة لانها ما لم یغلب غشها فجیدها ورديها سواء اجماعاً وفی الذخیرة عن المنتقیٰ اذا غلت الفلوس قبل القبض اورخصت قال ابویوسف قولی وقول ابی حنیفةؒ فی ذٰلک سواء ولیس له غیرها ثم رجع ابویوسف وقال علیه قیمتها من الدراهم یوم وقع البیع ویوم وقع القبض قوله یوم وقع البیع ای فی صورةالبیع وقولهٗ یوم وقع القبض ای فی صورةالقرض وحاصل مامرّانه علیٰ قول ابی یوسف المفتی به لافرق بین الکساد والا نقطاع والرخص والغلاء فی انه تجب قیمتها یوم وقع البیع اوالقرض لامثلها استقرض منه دانق فلوس حا ل کونها عشرة بدانق فصارت ستة بدانق اورخص وصار عشرون بدانق یاخذ منه عدد ما اعطی ولایزید ولاینقص. قلت هٰذا مبنی علیٰ قول الامام وهوقول ابی یوسف اولاً وقد علمت ان المفتیٰ بهٖ قولهٗ ثانیاً بوجوب قیمتها یوم القرض وهودانق ای سدس درهم سواء صار الاٰن ستة فلوس بدانق اوعشرین بدانق تأمل . ینصرف مطلقه الیٰ غالب نقد البلد ای بلد العقد لانه المتعارف وان اختلفت النقود مالیةفسدالعقد مع الاستواء فی رواجها اما اذا اختلفت رواجاً مع اختلاف مالیتهما اوبدونه فیصح وینصرف الی الاروج. درمختار ورد

المحتار کتاب البیوع مختصراً[1]۔ وللشارح رسالة بذل المجهود فی مسئلة تغیر النقود وللمحشی ایضاً .رساله تنبیه الرقود فی احکام النقود فیهما البسط کل البسط[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مہر کی زیادتی

سوال: - کیا اپنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا یا بندھوانا جائز ہے یہ کہکر کہ برادری میں رسم اتنے ہی مہر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح تو ایسی حالت میں درست ہوجاتا ہے لیکن زیادہ مہر مقرر کرنا اور اس میں غلو کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں۔ خصوصاً دنیا کے دکھلاوے کیلئے اور رسم کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال الا لاتغالوا فی صَدُقَةَ النسآء فانها لوکانت مکرمة فی الدنیا وتقوی عنداللّٰه لکان اولٰیکم بها نبی اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) الحدیث[3] مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۷۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار کراچی ص۵۳۳، ۵۳۶ ج۴ مطلب مهم فی أحکام النقود إذاکسدت أوانقطعت أوغلت أورخصت .

[2] رسائل ابن عابدین، تنبیه الرقود علی مسائل النقود، ۲/ ۶۰، ۶۱، ۶۲، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] مشکوٰة شریف ص۲۷۷ ج۲ باب الصداق مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خبردار عورتوں کے مہروں میں زیادتی نہ کرو یقیناً اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقابلہ میں اس کے زیادہ مستحق تھے۔

ایضاً

سوال:- مہر کے لئے شرعی قانون کیا ہے کیونکہ آج کل کثرت سے یہ ہورہا ہے کہ خاوند میں وسعت نہیں ہوتی مگر لڑکی کے ورثاء اصرار سے زیادہ ہی مہر مقرر کراتے ہیں اور بعضوں کا خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر مہر زیادہ از وسعت ہو پڑا ہو لینا دینا تو کچھ بھی نہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر کی ادنی مقدار شریعت نے دس درہم مقرر کی ہے[1] زیادہ کی تحدید کچھ نہیں۔ طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کر سکتے ہیں حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا نام آوری، شہرت کے لئے شرعاً پسندیدہ نہیں۔ نہایت مذموم اور برا ہے احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے[2] اور جب کہ دینے یا معاف کرانے کی نیت نہ ہو تو بہت ہی برا ہے بعض احادیث میں ایسے شخص کیلئے سخت کلمات فرمائے گئے ہیں[3] جس طرح کہ دوسرا کسی قسم کا قرض ذمہ میں رہتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دین مہر بھی عورت کا واجب الاداء قرض ہوتا ہے اس کو ادا کرنا یا معاف کرانا ضروری ہے اور جس شخص کی ادا کرنے کی نیت نہ ہو۔ باوجود وسعت کے ادا نہ کرے اور نہ معاف کرائے اور نہ عورت معاف کرے تو وہ قیامت میں ماخوذ ہوگا اور اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا[4] نکاح بہر حال درست ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۲۱/ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[1] اقله عشرةدراهم الخ . درمختار على ردالمحتار ص ۲۲۱ ج۲ نعمانيه باب المهر، البحر الرائق ص۱۴۲ ج۳ باب المهر مطبوعه كوئٹه، فتح القدير ص۳۱۷ ج۳ باب المهر مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] عن عمر بن الخطابؓ قال ألا لا تغالوا فى صدُقةَ النساء الحديث مشكوٰة شريف ص۲۷۷ ج۲ باب الصداق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] ايما رجل تزوج امرأة فنوىٰ ان لا يعطيها من صداقها شيئاً مات يوم يموت وهو زان، فيض القدير ص۱۴۰ ج۳ رقم الحديث ۲۹۵۲ مطبوعه دار الفكر بيروت،

(حاشیہ: ۴/اگلے صفحہ پر)

لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا

سوال:- (۱) ایک شادی شدہ لڑکا جس کی عمر پینتیس ۳۵ رسال ہے اور اس کا مہر پینتیس روپے چار آنے ہے کیوں کہ ان کی برادری میں اتنا ہی مہر باندھنے کا رواج ہے اور یہ لڑکا سرکاری ملازم ہے، ایک دوسرے شخص نے بہلا پھسلا کر چوری سے اپنی لڑکی سے ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا دیا اور بستی والوں کو معلوم نہیں ہوا۔ یہ چوری سے نکاح اور ڈیڑھ ہزار روپے مہر جو کہ دباؤ ڈال کر باندھا گیا ہے۔ درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایک غریب خاندان ہے جو کہ دادا پردادا ماں باپ سب کا مہر پینتیس روپے چار آنے ہے، لیکن لڑکے کا مہر زبردستی سے دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے باندھا گیا جس کی نہ کوئی جگہ ہے نہ زمین ہے نہ کوئی حیثیت ہے۔ تو آیا دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے مہر باندھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے شریعت کے مطابق ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے[۱] اور مہر کی اتنی مقدار بھی منظور کرنے سے مہر لازم ہو جاتا ہے[۲] اگر چہ برادری میں کم مہر کا رواج ہے۔ پینتیس ۳۵ رسالہ شادی شدہ سرکاری ملازم لڑکا ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو نابالغ یا کم عمر لڑکا سمجھ کر بہلا پھسلا کر غلط کام کرا لیا جائے اور اس کو معذور قرار دیا جائے۔ اس لئے نکاح درست ہو گیا اور مہر بھی پورا لازم ہوگا۔ اگر دو گواہ بھی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴] موت احدهما كحياتهما فى الحكم اصلا وقدرا لعدم سقوطه، بموت احدهما، شامى كراچى ص ۱۵۰/۳، باب المهر،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وينعقد متلبسا بإيجاب وقبول.....وشرط حضور شاهدين، الدرعلى الرد ص ۲۱، ج۳، كراچى، هدايه ص ۳۰۵ ج۲ كتاب النكاح مطبوعه ياسر نديم ديوبند، زيلعى ص ۹۶ ج۲ كتاب النكاح، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر ويتأكد (قوله ويجب الأكثر) اى بالغامابلغ، الدر المختار على الرد المحتار كراچى ص ۱۰۲ ج۳ باب المهر، مجمع الأنهر ص ۵۰۹ ج ۱ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه مع فتح القدير ص ۳۲۱ ج۳ باب المهر، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(۲) اکراہ کر کے اگر اتنا مہر مقرر کیا گیا ہے یعنی اگر اس کو منظور نہ کرے تو ضرب حبس وغیرہ کی سزا دی جائے تو نکاح جب بھی[1] منعقد ہو گیا لیکن اگر وطی سے پہلے طلاق دے دیگا تو شخص مذکور حقدار ہوگا کہ وہ نصف مہر اکراہ کرنے والوں سے وصول کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/ ۹۱ھ

مہر حیثیت سے زیادہ ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا

سوال: -(۱) بعض لوگ فخر یہ طور پر اپنے قولی رواج کے موافق اور بعض لڑکی کے طلاق کے اندیشہ سے لڑکی کا مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ بندھواتے ہیں حالانکہ شوہر کی حیثیت پچاس روپیہ بھی ادا کرنے کی نہیں ہوتی اور اس کو پانچ صد یا پانچ ہزار کا زور دیا جاتا ہے اور شوہر کی طلب میں مطلوبہ مہر بندھوانے پر مجبور ہو جانا پڑتا ہے اور اس ناقابل برداشت بار کو ذمہ رکھ لیتا ہے چونکہ یہ بار طاقت سے بالکل باہر ہو جاتا ہے کسی بھی طرح اس کی ادائیگی ممکن نہیں ہوتی لہٰذا بغیر ادا کئے بھی مر جاتا ہے اور اس دین مہر کو اپنے ذمہ ہی لے جاتا ہے اگر عورت معاف نہ کرے تو شوہر کی سبکدوشی کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مثلاً شوہر کے ذمہ پانچ صد کا مہر ہے اس کا کل ترکہ مع خانگی سامان کے سو یا ڈیڑھ سو روپیہ ہے وارثوں میں لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں تو متوفی کا ترکہ سب وارثوں کو ملے گا یا عورت کو مہر میں دیا جاویگا اور باقی ماندہ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ تو ظاہر بات ہے کہ فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں زیادہ مہر مقرر

---

[1] حقیقۃالرضا غیر مشروطۃفی النکاح لصحتہ مع الإکراہ شامی کراچی ص ۲۱ ج۳ کتاب النکاح .

[2] وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمّٰی ان لم یطأ ای وصح نکاحہ فلو اکرہ علیہ بالزیادۃ بطلت الزیادۃ وأوجبھا الطحاوی وقال یرجع علی المکرہ الخ در مختار مع الشامی کراچی ص۱۳۷ ج۶ کتاب الاکراہ مطلب بیع المکرہ فاسد الخ.

کرنے کی حدیث شریف میں[1] مذمت آئی ہے اگر کسی نے بجبوری زیادہ مہر پر نکاح کیا (کم مہر پر نہیں ہوتا تھا) اور نیت بھی ادا کرنے کی تھی اور عمر بھر فکر میں رہا اور کوشش کرتا رہا لیکن ابھی ادا نہیں ہوسکا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ وہ اپنے خزانہ سے بیوی کو عطا کردیں گے اور شوہر کی جان بچ جاوے گی۔[2]

(۲) دَین مہر وغیرہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔[3] بقیہ مہر کا حل (۱) میں مذکور ہوا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یو، پی)

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یو، پی)

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۴ رصفر ۶۳ھ

کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟

سوال: - نکاح کے وقت لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرکے بتلائے۔ کیا اس بارے میں قرآن کریم یا حدیث شریف میں کوئی دلیل ہے؟ اگر اس بارے میں کوئی حدیث ہو تو ضرور لکھیں۔ یہاں پر اہل حدیث کہتے ہیں کہ لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے گی۔ میری نظر سے ایسی کوئی حدیث نہیں گذری۔ اگر یہ خالص فقہ کا مسئلہ ہے تو جواب سے مطلع فرمائیں۔

---

[1] عن عمر بن الخطابؓ قال الا لاتغالو اصَدُقة النساء، فإنها لو كانت مكرمةفى الدنيا وتقوىٰ عنداللّٰه لكان اولٰيكم بها نبى اللّٰه ﷺالخ. مشكوٰة شريف ص۲۷۷ج۱باب الصداق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] عن ابى هريرةؓ عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من اخذ اموال الناس يريد اداء ها ادى اللّٰه الحديث مشكوٰة وفى هامشه ادى اللّٰه عنه اى اعانه علٰى ادائه فى الدنيا او برضى خصمه فى الاٰخرة الخ، مشكوٰة شريف مع هامشه ص ۲۵۲ باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] لأن الحق إما للميت أوعليه أولا ولا،الأول التجهيز.....ثم تقدم ديونه التى لها مطالب من جهةالعبادثم وصيته ثم رابعا يقسم الباقى بعد ذالک بين ورثته الدرالمختار ص ۷۶۱ج۶ كراچى كتاب الفرائض سراجى ص۴ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر کی کم از کم مقدار شریعت نے مقرر کردی ہے۔ لامَهرَ اقل من عشرة دراهم یہ روایت دارقطنی[1] اور بیہقی میں ہے[2]۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (شارحِ بخاری) نے اس کو حسن لکھا ہے[3]۔ مگر زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ ہاں اتنا زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے[4]۔ جس کی ادائیگی قابو سے باہر ہو۔ پھر جو مقدار مہر کی کسی خاندان میں مہر مثل ہو کر رائج ہو، اس کے متعلق تو لڑکی سے خصوصیت سے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں وہ اس کو معلوم ہی ہے۔ اگر وہ اس پر رضامند نہ ہو تو انکار کرسکتی ہے۔ لیکن اگر ولی اس مہر مثل سے کم مقرر کرنا چاہے تو لڑکی سے استصواب واستئذان لازم ہے۔ کیوں کہ اس میں اس کی حق تلفی ہے۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو اور اس کا مہر مہر مثل سے کم کردیا جائے تو بلوغ پر اس کو تکمیلِ مہر کے مطالبہ کا حق ہے[5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/ ۹۰ھ

---

[1] دارقطنی ص ۱۵۲ ج ۲ کتاب النکاح (بیروت) فی حدیث جابرؓ وعن علیؓ موقوفاً.

[2] بیهقی ص ۲۴۰ ج ۷ مکتبه بیروت کتاب الصداق.

[3] نصب الرایة ص ۱۹۹ ج ۳ باب المهر. قال القاری ماروا ه البیهقی فی سننه الکبریٰ من طرق ضعیفة عن جابر فیقوی بعضها بعضاً فیرتقی إلی مرتبة الحسن (کشف الخفاء ص ۳۶۸ ج ۲) رقم الحدیث ۳۰۹۰، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان.

[4] عن عمرؓ بن الخطاب قال الا لاتغالوا صدقة النساء فانها لو کانت مکرمة فی الدنیا وتقویٰ عنداللّٰه لکان اولیٰکم بهانبی اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مشکوٰة شریف ۲۷۷ ج ا باب الصداق

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا خبردار عورتوں کے مہر میں غلومت کرو اسلئے کہ یہ اگر دنیا میں عزت کی چیز اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقوی کی چیز ہوتی تو تمہارے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اس کے زیادہ لائق تھے۔

[5] قلت وعلیٰ القول باشتراط تسمیته یشترط کونه مهر المثل فلا یکون السکوت رضا بدونه کما فی البحر عن الزیلعی وبقی علی القول بعدم الاشتراط فهل یشترط أن یزوجها بمهر المثل حتی لو نقص عنه لم یصح العقد الا برضاها صارت حادثة الفتویٰ الخ شامی کراچی ص ۶۱ ج ۳ کتاب النکاح زیلعی ص ۱۱۹ ج ۲ وحاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۱۱۸ ج ۲ باب الاکفاء والأولیاء، مطبوعه امدادیه ملتان، ان الحق الیٰ تمام مهر مثلها عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه للمرأة وللأولیاء حق الفکاء ة وعندهما الحق للمرأة لا غیر الخ تاتارخانیة کراچی ص ۳۲ ج ۳ مسألة النکاح بغیر ولی.

مغالاۃ مہر

سوال:- (۱) رسالہ ''النور'' ج۱/۵۳ھ ص ۲۵ ملفوظ ۲۹۴ میں حسب ذیل عبارت ہے۔ جواب میں فرمایا کہ احادیث میں جو مغالات مہر کی ممانعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے خلاف ایک شخص قلیل مہر مقرر کرے ورنہ فقہاء اس راز کو سمجھتے۔ دیکھئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غیر اب وجد کسی لڑکی کا نکاح مہر مثل سے کم پر کردے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالاۃ کرتی ہو تو اپنی اولاد کے لئے مہر مثل کی مراعاۃ واجب ہے ممانعت مغالات مہر کا مطلب یہ ہے کہ ساری قوم مہر میں مغالاۃ کو رفع کرے۔ انتہٰی ملفوظ۔

پس احقر نے ہمشیرۂ خود کا عقد ۶۰۰/روپیہ مہر پر کردیا حالانکہ ہماری ذات میں ساڑھے بارہ ہزار روپے کے قریب مہر مقرر ہوتا ہے پس مذکورہ بالا عبارت مسئلہ فقہاء کی رو سے نکاح منعقد نہیں ہوا اور جگہ پر بھی مہر معمولی و مہر مثل سے کم پر ہمارے یہاں مہر بندھا ہے مگر وہ لڑکی کے والد نے خود باندھا ہے۔ پس کیا ایسی صورت میں نکاح ہمشیرہ اسی شخص سے مہر مثل پر کردینا چاہئے۔

(۲) اگر وہ شخص ساڑھے بارہ ہزار مہر منظور نہ کرے اور عذر کرے تو کیا از روئے مقدمہ ہمشیرہ کو ان سے چھڑا لینا چاہئے۔

(۳) اگر ہمشیرہ ۶۰۰/روپے پر نکاح قائم رکھے یا کہے کہ بوقتِ نکاح مجھے یہ مہر منظور تھا تو کیا نکاح بحال رہے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر کے متعلق شریعت کی طرف سے تعیین ہے کہ کم از کم دس درہم ہونا چاہئے اس سے کم جائز نہیں اس سے زائد عورت اور اولیاء کا حق ہے[۱] عورت اگر بلا رضامندی اولیاء مہر مثل سے کم

---

[۱] أقله عشرة دراهم إن سماها أودونها ويجب الأكثر منها إن سمى أى بالغا ما بلغ الدرمع الرد كراچى ص۱۰۲ ج۳ باب المهر، عالمگيرى ص۳۰۳ ج۱ الباب السابع فى المهر، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص۱۴۲ ج۳ مطبوعه الماجديه كوئٹه. مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

پر نکاح کرے گی تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ سے فسخ کا حق ہے اگر عورت بالغہ و اولیاء مہر مثل سے کم پر رضامند ہو جاویں تو صحیح ہے[1] صورت مسئولہ میں اگر ہمشیرہ بوقت نکاح بالغہ تھیں اور مہر مثل سے کم پر رضامند تھیں اور اولیاء سے بھی کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا تو یہ نکاح صحیح ہے۔

(۲) جب سب کی رضامندی سے نکاح ہوا تو چھڑانیکی کیا ضرورت ہے۔

(۳) اگر بوقت نکاح بالغہ تھی اور اولیاء کو بھی اعتراض نہیں تھا تو نکاح بحالہ درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۱۱/۶/۵۳ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۱۳/رج ۲/۵۳ھ

مہر میں معجّل و مؤجل کی تصریح نہیں

مہر مثل میں مقدم کا اعتبار ہوگا یا مؤخر کا؟

سوال: - ایک شخص زید ایک مسماۃ خیرن کے ساتھ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۶۴ء تک زندگی گذارتا رہا۔ اس عرصہ میں مسماۃ مذکور سے نو ۹ رلڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں، ان میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں اور خود مسماۃ مذکور بقید حیات ہیں ۱۹۲۵ء میں زید کے والد نے ان واقعات کے علم کے بعد اعلان کر دیا تھا کہ اگر زید مسماۃ خیرن سے نکاح کرے گا تو وہ اپنے کو عاق سمجھے ورنہ زید کو خاندان سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ۱۹۵۶ء میں زید کے پیروں کی ہڈیاں ٹوٹ جانے سے دونوں ٹانگیں (کولھے سے نیچے تک) قطعی بیکار ہو گئیں۔ لہٰذا زید نے بقیہ زندگی اپاہج کی طرح پلنگ

---

[1] وكذا لو نقصت عن مهر مثلها إن لم يتم خلافا لهما وقبضه المهر أو تجهيزه او طلبه النفقة رضى لا سكوته وإن رضى احد الأولياء، فليس لغيره الاعتراض الخ ملتقى الابحر ص۵۰۴ ج۱ فصل فى الكفاء ة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۳۰ ج۲ فصل فى الأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان، فتح القدير ص۳۰۲ ج۳ فصل فى الكفاء ة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

پر پڑے پڑے گذاری۔ خود سے اٹھنا بیٹھنا و بیت الخلاء و پیشاب وغیرہ نہ ہوسکا۔ چونکہ عمر بھی ستّر ۷۰ رسال سے اوپر تھی۔ اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۹۵۸ء میں خیرن نے اپنے کو منکوحہ کہلانے اور ثابت کرنے کے لئے زید کو مجبور کیا اور اس کا اقرار و اظہار اس طور پر کہ اپنا مہر تیس ۳۰ ہزار متعین کر کے ایک لاکھ روپے کی جائیداد بعوض مبلغ سولہ ہزار منجملہ تیس ہزار کے اپنے نام منتقل کرائی اور دستاویزات رجسٹری کرائی اور دستاویزات میں یہ تحریر کرلیا کہ مسماۃ خیرن کا مہر تیس ۳۰ ہزار روپے ہے اور اسی کے منجملہ سولہ ہزار میں جائیداد اس کے مہر میں دی گئی اور چودہ ہزار مہر باقی رہا۔ (مسماۃ خیرن کا آبائی پیشہ عصمت فروشی تھا اور ہے) اور اس پر مہر کا تعین تیس ہزار روپیہ کیا گیا۔ زید کا انتقال ۱۹۶۴ء میں ہوگیا۔ اس کے انتقال کے بعد اولاد جو کہ منکوحہ بیویوں سے ہے اس نے اپنے حقوق کی دادرسی چاہی۔ اس پر خیرن نے ایک نکاح نامہ تحریر کردہ مورخہ ۱۹/اپریل ۱۹۲۸ء پیش کیا۔ اس تحریر میں سے تعدادِ رقم مٹادی گئی ہے اور آگے نصف جس کے تحریر ہے اس کے بعد جو رقم تحریر ہے اس پر روشنی ڈال کر معدوم کردیا گیا ہے۔ اس تحریر نکاح نامہ میں مہر معجّل و مؤجل قطعی تحریر نہیں اور اس نکاح نامہ پر مسماۃ خیرن کا نہ انگوٹھا ہے نہ دستخط۔ صرف نکاح خواں کے اور گواہوں کے اور وکیل کے دستخط ہیں اور جس جگہ مسماۃ کا نام تحریر ہے اس پر بھی روشنائی پڑی ہے بایں طور کہ صحیح نام پڑھنا دشوار ہے۔

حق وراثت جس کا دعویٰ مسماۃ مذکورہ کرتی ہے۔ (۱) خیرن اپنے کو منکوحہ زید بتلاتی ہے۔ (ب) قمرالدین عرف چھنو بڑا لڑکا خیرن کا جس کی پیدائش ۱۹۲۵ء میں ہوئی بقیدِ حیات پاکستان میں ہے۔ اس کو مسماۃ نہ اپنی اولاد تسلیم کرتی ہے نہ وارث، جب کہ ایک فوٹو تمام بچوں کا ۱۹۴۰ء کا موجود ہے جس میں یہ لڑکا بھی موجود ہے۔ (ج) غلام قادر اس کی پیدائش ۲۷ء میں ہوئی، یعنی نکاح نامہ کی تحریر سے ایک سال چار ماہ قبل اس کو وارث مان کر حق وراثت طلب کرتی ہے۔ (ح) (۱) سراج الدین لڑکا بقیدِ حیات پیدائش بعد ۲۹ء (۲) نظام الدین لڑکا فوت پیدائش ۳۱ء (۳) قطب الدین بقیدِ حیات پیدائش بعد ۳۳ء (۴) معین الدین بقیدِ حیات

پیدائش بعد ۳۵ء (۵) کنیز فاطمہ لڑکی بقید حیات پیدائش بعد ۲۸ء (۶) الٰہی بخش فوت پیدائش بعد ۲۸ء (۷) عزیز فاطمہ بقید حیات پیدائش بعد ۲۸ء (۸) نذیر فاطمہ بقید حیات پیدائش بعد ۲۸ء (۹) عدن لڑکا بقید حیات پیدائش بعد ۲۸ء (۱۰) غلام قادر لڑکا بقید حیات پیدائش بعد ۱۹۲۸ء یہ سب ۱۹۲۸ء کے بعد پیدا ہوئے ہیں سب کو وارث بتاتی ہے۔

سوالات: (۱) نکاح نامہ جس میں معجّل و مؤجل تحریر نہ ہو، جو نکاح بلاصراحت معجّل ومؤجل پڑھایا گیا ہو کیا شرعی طور سے واضح نہیں کرتا کہ اقرارِ مہر مابین زید وخیرن نہیں ہوا۔ اسی لئے تحریر میں وضاحت نہیں کی گئی۔ یہ نکاح شرعی ہوا یا نہیں؟ ایسے کاغذات کی تحریر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

(۲) وہ اولاد جس کا مکمل ثبوت خود خیرن کے پیش کردہ نکاح نامہ سے ہے کہ اس تحریر سے ۱½ سال قبل پیدا ہوا ہے کیا شرعاً وارث ہوسکتا ہے؟

(۳) بلاتفصیل مہر معجّل ومؤجل کے کیا اقرارِ مہر شرعاً جائز ہے اور تکمیلِ نکاح ہوسکتی ہے؟

(۴) ان حالات میں شرعی فیصلہ جب کہ نکاح نامہ معجّل ومؤجل بذاتِ خود مشکوک ومشتبہ ہے اور واقعات شاہد ہیں کہ یہ سب کچھ نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے اور انتقالاتِ جائیداد مالیتی ایک لاکھ کا بعوض سولہ ہزار روپیہ مہر کی رقم میں منتقل کیا جانا بتلا رہا ہے کہ جبر وتشدد اور مجبور کرنے پر یہ کرایا گیا ہے اور نکاح کا قاضی نہ وکیل نہ گواہ نہ اہلِ خاندان کا کوئی فرد نہ اہل محلّہ کا کوئی ہمسایہ اس نکاح کی اور نکاح نامہ کی تصدیق کرتا ہے اور نہ ہی اس کا ان میں سے کسی کو کسی طرح کا کوئی علم ہے۔ ایسی حالت میں اس تحریری نکاح نامہ کی حیثیت کیا ہے؟

(۵) ان حالات کے پیشِ نظر جو بالکل صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ جبر وتشدد سے کرایا گیا ہے اور صرف اس مشکوک تحریر پر نکاح قابلِ تسلیم ہے یا نہیں؟

(۶) زید کے والد کا اعلان کہ اگر خیرن سے نکاح کیا تو عاق سمجھا جائیگا اور جائیداد کی وراثت براہِ راست اولادِ زید جو کہ منکوحہ بیویوں سے موجود ہے ملے گی اور وہی جائیداد کے شرعی وارث

ہوں گے۔اس اعلانِ عام کے بعد اب شرعی حکم اس متروکہ جائیداد کے لئے کیا ہے؟ جو زید کے والد نے چھوڑی ہے۔

شیخ فخر الدین لال کرتی میرٹھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نکاح کا ایجاب وقبول شریعت کے مطابق ہوجائے اور اس میں مہر کے معجّل یا مؤجل کی کوئی صراحت نہ ہوتو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔نکاح صحیح ہوجاتا ہے[1]۔

(۲) جو اولاد ایجاب وقبول سے پہلے پیدا ہو وہ ثابت النسب نہیں۔ وہ صرف ماں سے وراثت پاسکتی ہے، باپ سے وراثت نہیں پائے گی۔ کیونکہ شرعاً وہ باپ نہیں، نہ وہ اولاد اس کی شرعی اولاد ہے[2]۔

(۳) اگر ایجاب وقبول کرکے گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا گیا تو وہ صحیح ہوگیا۔اگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ عورت ومرد نے یہ کہا ہم دونوں شوہر بیوی ہیں حالانکہ پہلے نکاح نہیں کیا گیا تو محض اس کہنے اور اقرار کرنے سے مختار قول کی بناء پر نکاح منعقد نہیں ہوا۔رجل وامرأة اقرا بالنكاح بين يدى الشهود وقالا بالفارسية مازن وشوئيم لاينعقد النكاح بينهما هُوَ المختار كذا فى الخلاصة اھ عالمگیری[3] ص ۲۸۰ ج ۲

---

[1] وينعقد بايجاب وقبول وشرط حضور شاهدين الخ. الدرالمحتار على هامش ردالمحتار زكريا ص۶۸،۸۷ ج۴ كتاب النكاح، يصح النكاح بلا ذكر المهر الخ مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۳۶ ج۲ مطبوعه امداديه ملتان، البحر ص۱۴۲ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] ويرث ولد الزنا واللعان بجهةالام فقط لماقد مناه فى العصبات انه لااب لهما الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۵۵۸ ج۱۰ كتاب الفرائض فصل فى الغرقىٰ والحرقىٰ وغيرهم البحر الرائق ص۵۰۳ ج۸ كتاب الفرائض، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص۵۰۷ ج۴ فصل فى العصبات دار الكتب العلمية بيروت.

[3] عالمگیری کوئٹہ ۲۷۲ ج ۱ الباب الثانى فيما ينعقد به النكاح ومالاينعقدبه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۴تا۶) اگر گواہوں کے سامنے شرعی طور پر ایجاب وقبول کیا گیا ہے تو وہ عنداللہ معتبر ہے اگرچہ اس وقت نہ گواہ زندہ ہوں نہ وکیل نہ قاضی، بلکہ کوئی تحریر بھی موجود نہ ہو۔ اگر بغیر نکاح کے تعلق رہا اور اولاد ہوئی تو سخت معصیت ہوئی اور ایسی اولاد مستحقِ میراث بھی نہیں۔ خالی نکاح نامہ وہ بھی اس مشکوک حالت میں ثبوت نکاح کیلئے قضاءً کافی نہیں بلکہ اس کیلئے گواہوں کی ضرورت ہے۔

زید کے ناگفتہ بہ حالات کے ساتھ ہی یہ بھی غور طلب ہے کہ اتنی مدت تک منکوحہ بیویوں اوران کی اولاد نے زید پر کوئی سوال نہیں اٹھایا کہ وہ بغیر نکاح کے ایک عورت خیرن کو رکھے ہوئے ہے اوراس سے ناجائز اولاد پیدا ہورہی ہے۔ خاص کر وہ زمانہ علالت ومجبوری میں کہ وہ زمانہ بھی کافی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کو کیسے برداشت کیا گیا۔ زید کے والد کا یہ اعلان کہ اگر زید خیرن سے نکاح کرے گا اور بیوی بنائے گا تو پھر یہ ہوگا اور وہ ہوگا اور بعد نکاح خیرن سے پیدا شدہ اولاد محروم رہے گی، اس کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ یہ زیادتی اور خلافِ شرع اعلان ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ زید کی منکوحہ بیویوں کی اولاد ترکہ پدری پورا وصول کرنے اور خیرن کی اولاد نیز خیرن کو محروم کرنے کے لئے اپنے والد کو زانی قرار دینا چاہتے ہوں اوراس بات کے مدعی ہوں کہ ان کے والد نے آخیر عمر زنا کا ارتکاب کیا اور بغیر توبہ کئے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جو جائیداد ان کو ملنے والی تھی وہ حرام کاری کے معاوضہ میں ناحق ایک فاحشہ عورت کو دے دی اور اپنی اصل اولاد کو محروم کردیا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہے تو انتہائی اذیت اور تکلیف کی چیز ہے جس کو کوئی شریف انسان برداشت نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اس کا ارتکاب کرے۔

جو شخص شرعاً مستحق میراث ہو اور مورث اس کو عاق یعنی محروم الارث کرنا چاہے تو محروم نہیں کرسکتا۔ محروم کرنا مورث کے اختیار میں نہیں۔ وہ کتنا ہی محروم کرے اوراعلان کردے یا لکھ بھی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) الدر المختار علی الشامی کراچی ص۱۳ ج۳ کتاب النکاح مطلب التزوج بإرسال کتاب، المحیط ص۱۰ ج۴ الفصل الاول فی الألفاظ التی ینعقد بها النکاح الخ مطبوعه ڈابهیل.

دے تب بھی شرعاً میراث ملتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۶ھ

سکّہ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا اور نفقۂ عدت

سوال:- حافظ محمد عرفان کے نکاح کے وقت قاضی نے سکہ رائج الوقت کی قید کے ساتھ ۳۲ ½ روپیہ مہر متعین کیا تھا۔ اب حافظ صاحب نے آٹھ سال کی مدت طویلہ اور خلوتِ صحیحہ کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے طلاق کے بعد وہ عورت ایک سال تک اپنے والد کے گھر پر رہی ہے۔ اس کے بعد پانچ ماہ کے لئے اپنے شوہر حافظ صاحب کے گھر آ گئی۔ ان پانچ ماہ میں بلا کسی تعلق کے انھوں نے نان ونفقہ برداشت کیا۔ اب اس کے گھر والے اس مطالبہ پر بضد ہیں کہ ہم دو سال کا نان ونفقہ لیں گے اور اس کے ساتھ ساڑھے بتیس ۳۲ ½ روپئے چاندی کے لیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ ادائیگی مہر کے لئے چاندی ہی کے روپئے دینا ضروری ہیں۔ یا سکہ رائج الوقت سے ہی کام چل جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب مذکور کے ذمہ سے ان کی وہ ذمہ داری جو طلاق کے بعد ایامِ عدت میں ہونی چاہئے تھی یعنی نان ونفقہ وغیرہ اس عورت کا پانچ ماہ مع نان ونفقہ کے رہنا شوہر کی ذمہ داری کو ختم کردے گا یا نہیں؟ جب کہ دو سال بعد عورت شوہر کے وہاں پہونچی۔ یا ان کے مطالبہ کے موافق دو سال کے نان ونفقہ کا شوہر ذمہ دار ہوگا یا صرف تین ماہ دس دن کا ذمہ دار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب سے سات آٹھ سال قبل چاندی کا روپیہ رائج نہیں تھا۔ لہٰذا ۳۲ ½ روپئے چاندی کے

---

[1].....عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶ باب الوصایا. الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

وصول کرنے کا حق نہیں[1] طلاق کے بعد نفقۂ عدت شوہر پر واجب ہوتا ہے[2] مطلقہ کی عدت تین حیض ہے[3] دوسال کا نفقہ طلب کرنا غلط اور ناحق ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد وہ اجنبیہ ہوگئی ہے، اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا اور کوئی نفقہ بھی واجب نہیں رہا۔ اب اگر خدانخواستہ وہ ان کے ساتھ بغیر پردہ کے رہتی ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اس کو الگ کردیں[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

سِکّۂ رائج الوقت اور دینارِ سرخ کی قیمت

سوال: - زید نے بوقت نکاح اپنی بیوی ہندہ کے تختہ سیاہنامہ میں مہر مؤجل نوسو روپئے سکہ رائج الوقت اور دس دینار شرعی اور دو دینار سرخ لکھوا کر ایجاب وقبول کیا۔ اب ہندہ اپنے شوہر زید سے مہر کا مطالبہ کررہی ہے۔ براہِ کرام بتائیں کہ سکہ رائج الوقت کی کیا تعریف ہے ایک دینار شرعی کی ہندوستانی سکہ کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ اور ایک دینار سرخ کی ہندوستانی سکہ کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ دینار شرعی ودینار سرخ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

---

[1] ينصرف مطلقه إلى غالب نقد البلد، بلد العقد مجمع الفتاوىٰ لأنه المتعارف الخ شامی کراچی ص۵۳۶ ج۴ کتاب البیوع مطلب یعتبر الثمن فی مکان العقد وزمنه، هدایه ص ۲۱ ج۳ کتاب البیوع مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فتح القدیر ص ۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنىٰ كان الطلاق رجعياً أو بائنا أوثلاثاً حاملاً كانت المرأة أولم تكن الهندية ص۵۵۷ ج۱ الفصل الثالث فی نفقةالمعتدة، فتاوی قاضی خان علی الهندیه ص ۴۴۰ ج۱ فصل فی نفقة العدة مطبوعه کوئٹه، بحر کوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة.

[3] إذا طلق الرجل امراته طلاقا بائنا أورجعيا أو ثلاثاً.....وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء (الهندیةص۵۳۶ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة)، البحر الرائق ص۱۲۸ ج۴ باب العدة مطبوعه کوئٹه هدایه ص ۴۲۲ ج۲ باب العدة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] ولا بد من سترة بينهما فی البائن لئلا يختلی بالأجنبية، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۲۶ ج۵ باب العدة، هدایه ص۴۲۹ ج۲ باب العدة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۲ فصل فی الاحداد قبیل باب ثبوت النسب، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس وقت نکاح ہوا تھا اس وقت جو روپیہ رائج تھا وہ نوسو روپئے سکہ رائج الوقت سے مراد ہے۔ دینار شرعی سے ساڑھے چار ماشہ سونا مراد ہے۔ دینار سرخ اشرفی کو کہتے ہیں جس کا وزن دس ماشہ سونا تھا۔ جس وقت مہر ادا کرنا ہو اس وقت بازار میں سونے کے وزن مذکور کی قیمت دریافت کرلی جائے کیونکہ یہ قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/ ۹۴ھ

دینار کی قیمت

سوال:- دو دینار شرعی کی قیمت کیا ہوتی ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو دینار کی قیمت بازار سے دریافت کی جائے شریعت نے اس کی قیمت مقرر نہیں کی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/ ۸۷ھ

اشرفی کا وزن

سوال:- اشرفی کی قیمت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینار سرخ اور اشرفی کا وزن[2] ۴ ۱/۲ ماشہ ہوتا ہے یہی وزن مثقال کا ہوتا ہے[3] قیمت بازار سے دریافت کرلی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1].....ملاحظہ ہو رسالہ اوزان شرعیہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ جواہر الفقہ ص ۴۰۷ ج ۱

[2].....ملاحظہ فرمائیں رسالہ اوزان شرعیہ جواہر الفقہ ص ۴۲۸ ج ۱

[3].....المثقال هو الدينار عشرون قيراطاً الهندية ص ۱۷۹ ج ۱، كتاب الزكاة، الباب الثالث،

درہم کی قیمت

سوال: - درہم کی قیمت موجودہ روپے کے حساب کے کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چاندی کے ۵۰۰ درہم کا وزن ۱۳۲ تولہ ہے قیمت بازار سے دریافت کرلی جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

زوجہ کی رضامندی کے بغیر مہر ساقط نہیں ہوتا

ہندہ نے ثالث مقرر کرکے زید کے پاس بھیجا اور زید کو بہت کچھ سمجھایا لیکن زید پر کچھ اثر نہ ہوا ثالث نے شرع کے مطابق زید سے فیصلہ کرنے کو کہا اور نان ونفقہ طلب کیا زید نے جواب دیا شرعی فیصلہ اس حالت میں ہوتا ہے جب کہ شرع پر عمل کیا جائے اس حالت میں نان ونفقہ ومہر دیا جاسکتا ہے۔ اب نئی تہذیب میں نفقہ ومہر کہاں؟

ثالث نے زید سے کہا کیا تم اللہ اور رسول اور قرآن پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا کہ ضرور۔ لیکن جب مجھ کو آرام نہیں ملا لہٰذا نفقہ ومہر نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ مجھ پر واجب نہیں ہوتا بکر نے جو کہ زید کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں کہا یہاں کیسا شرعی حکم سرکاری عدالت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جائیں چاہے جو کچھ کریں ہم اس کو کچھ نہیں دیں گے اب وہ وقت نہیں ہے کہ شرع پر عمل کیا جائے اور شرعی گرفت ہم پر نافذ ہو آپ مہر معاف کردیں شرعی حکم پر عمل ہوجائے گا۔ ورنہ ہم کسی طرح سے نان ونفقہ ومہر دینے پر تیار نہ ہوں گے، جاؤ عدالت کھلی ہوئی ہے جتنا زور لگایا جاوے لگاؤ اور ہم سے جو کچھ ہوگا ہم کریں گے، جب کہ ہندہ مہر میں کچھ کمی نہیں کرتی ہے کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ باوجود ہندہ کے خلع پر راضی نہ ہونے کے مہر میں کمی ہوسکتی ہے یا زید جس طرح فیصلہ کرے وہ شرعی

---

[1] ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص ۴۲۴ ج ا باب اوزان شرعیہ، بہشتی زیور مع حاشیہ ص ۱۲ ج ۴ بیان مہر، مطبوعہ تھانوی دیوبند،

حکم کے مطابق ہوگا۔ایسی صورت میں جولوگ زید کے طرف دار ہوں گے ان پر کیا حکم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوکلمات زید نے کہے ہیں نہایت سخت ہیں اور جوکلمات بکر نے کہے ہیں اور بھی خطرناک ہیں ایسا کہنے سے ایمان جاتا رہتا ہے لہٰذا زید اور بکر ہر دو کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح احتیاطاً لازم ہے۔اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذالک الغیر من برسم کارمیکنم نہ بشرع یکفر عندبعض المشائخ الخ. عالمگیری[1] ص۲۷۲ ج۲ شرعاً بغیر زوجہ کی رضامندی کے مہر ساقط نہیں ہوسکتا اور نہ کمی ہوسکتی ہے اگر وہ معاف کردیگی تو معاف ہوجائے گا تمام معاف کردے یا بعض، بہرحال شوہر کو جبر کا حق نہیں[2] صورت مسئولہ میں اگر نباہ دشوار ہوگیا اور زوجین ایک دوسرے سے رضامند نہیں تو بہتر یہ ہے کہ خلع کرلیں[3] یعنی شوہر اپنے حقوق زوجیت کو ساقط کردے اور بیوی اپنے حقوق کو ساقط کرکے مہر معاف کردے عدالت میں جانے اور مقدمہ بازی سے فریقین کا روپیہ ضائع ہوتا ہے اور پھر بھی اکثر خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہوتا بسا اوقات فیصلہ خلاف ہوتا ہے جن پر عمل کرنا بھی ناجائز ہوتا ہے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] الھندیۃ ص۲۷۲ ج۲ مطلب موجبات الکفر انواع منھا مایتعلق بالإیمان مکتبہ کوئٹہ پاکستان.

[2] وصح حطھا لکلہ أو بعضہ عنہ قبل اولا وفی الرد المحتار وقید بحطھا لأن حط أبیھا غیر صحیح لو صغیرۃ ولو کبیرۃ توقف عن إجازتھا ولا بد من رضاھا، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۴۸ ج۴ باب المھر، ھدایہ ص۳۲۵ ج۲ باب المھر مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنھر ص۵۱۴ ج۱ باب المھر، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[3] وإن تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بأن تفتدی نفسھا منہ بمالٍ یخلعھا فإذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ ولزمھا المال، ھدایہ ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۸۷ ج۵ باب الخلع، مجمع الأنھر ص۱۰۲ ج۲ باب الخلع، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

معافی مہر میں شوہر کا قول

سوال:- ایک صاحب فرماتے ہیں۔ایک بیوی ان کی حیات ہیں اور ایک بیوی عرصہ چالیس سال کے قریب گذرا کہ انتقال کر گئی ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔موجودہ بیوی اور ان کی اولاد مہر مطالبہ کرتی ہے اور جب سابقہ بیوی کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ متوفی نے کہا تھا کہ سابقہ بیوی سے مہر میں معاف کرا چکا ہوں۔تو کیا متوفی کا یہ کہنا کافی ہوگا یا ثبوت شرعی کی ضرورت ہوگی اور اگر معافی کا ثبوت شرعی متوفیہ یعنی اپنا مہر معاف کرنے والی بیوی کے مرض الموت کا ثبوت شرعی ہو جائے تو یہ معاف کرنا درست ہوگا یا وصیت مان کر ایک ثلث معاف رکھا جائے گا اور دو ثلث ورثہ کے لئے محفوظ رہے گا۔وصیت وارث کے لئے جو نہیں ہوتی ہے اس کا اس معافی پر کیا اثر پڑے گا۔آیا وصیت مان کر کلام عبث ہو جائے گا یا معافی مکمل ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر موجودہ ورثا کے نزدیک متوفی کا قول پہلی بیوی کے مہر کی معافی کے متعلق صحیح ہے تو اس کے لئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں۔یعنی جب وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ متوفی نے یہ کہا تھا کہ پہلی بیوی سے مہر معاف کرا چکا ہوں تو بس اتنا کافی ہے۔مہر معاف کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں اگر ورثا یہ کہیں کہ پہلی بیوی نے بحالت مرض الموت معاف کیا ہے اور متوفی کا قول یہ تھا کہ بحالت صحت معاف کیا ہے تب بھی متوفی کا قول معتبر ہوگا۔اگر مرض الموت میں معاف کیا جائے تو یہ وصیت ہے جو کہ وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی نہ کل میں نہ ثلث میں۔لوابرأت زوجها من مهر ها او وهبته اياه ثم ماتت بعد مدة فقالت الورثةابرأته فی مرض موتها وانكر الزوج فالقول قوله كذافی التبيين اھ عالمگیری[1] ۳۲۲ ج۱۔

[1]..... الهندية ص ۳۲۲ ج ۱ الباب السابع فی المهر كوئٹه پاكستان الفصل الثانی عشر فی اختلاف الزوجين فی المهر، البحر الرائق ص ۱۵۱ ج ۳ باب المهر مطبوعه كوئٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ اھ درمختار[1] ص ۵۷۵ ج ۵۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ رشوال ۶۷ھ

جب کہ زوجہ اولیٰ کے وارث مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور معافی کے منکر ہیں تو دوسرے ورثہ کے ذمہ مہر کی معافی کا ثبوت ہے۔ عنداللہ معافی کے لئے تو گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن قضاء اختلاف کی صورت میں مدعی معافی کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور اگر معافی کے گواہ موجود نہ ہوں تو فریقِ ثانی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اسی طرح مرض الموت میں اگر معافی کا دعویٰ زوجہ اولیٰ کے وارث کرتے ہیں تو ان کے ذمہ اس کا اثبات گواہوں سے ضروری ہے۔ اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو پھر دیگر ورثا کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰ رشوال ۶۷ھ

مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ

استفتاء: - بگرامی خدمت حضرت مولانا مفتی صاحب۔ ایں چند مسئلہ مندرجہ ذیل را بروئے عنایت فرمودہ ارسال فرمایند خیلے مہربانی خواہد شد۔

(۱) مثلاً زید زنے را بعوض مہر سہ صد درم در عقد آوردہ یکصد و پنجاہ درم نقد ادا نمودہ باقی ماندہ را زن مذکورہ بزید بخشید وساقط نمود بعد مرور ہفت وہشت سال زنے دیگر بعقد نکاح آورد آیا زن اول بخشیدہ وساقط گردانیدہ را باز از زید حق مطالبہ میرسد یا نہ؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) شامی زکریا ص ۲۴۸ ج ۴ باب المهر مطلب فی حط المهر والإبراء منه، تاتارخانیه ص ۱۲۲ ج ۳ الفصل السابع عشر فی المهر نوع منه فی اختلاف الزوجین فی المهر، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] الدر المختار علی ردالمحتار ص ۶۵۶ ج ۶ کراچی کتاب الوصایا، مجمع الأنهر ص ۴۱۸ ج ۴ کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۱۸۲ ج ۶ کتاب الوصایا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر الحدیث مشکوٰة شریف ص ۳۲۶ باب الاقضیة والشهادة الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(۲) بصورت مسئولہ اگر زوجہ بعد از اسقاط مہر باقی ماندہ بکلام مفصول ہماں روز یا بعد چند روز بگوید کہ ازیں مبلغہا را بخشیدہ ام بشرطیکہ با من احسان کنید یا زن دیگر نگیرید ایں شرط مؤثر شدہ مفید شود یا شرط باطل شدہ غیر معتبر خواہد شد؟

(۳) بعد از اسقاط پدر زوجہ اولیٰ مبلغ پنجاہ درم از زید بطور قرض حسنہ گرفت بعد از تزوج زید بزوجہ ثانیہ زوجہ اولیٰ میگوید کہ ایں پنجاہ را بمہر باقی ماندہ تقاضی نمودہ بقیہ می خواہم آیا شرعاً ایں حق بزوجہ می رسد یا نہ؟

(۴) نیز وقتیکہ زید دوصد و پنجاہ درم نقد ادا نمودہ زوجہ بگوید یک صد شما بجائے لباس محسوب اند زید گوید کہ ہمگی نقود بہ ارادہ مہر ادا کردہ ام یا دوصد بجائے مہر و پنجاہ بجائے لباس پس قول کدام اعتبار کردہ شود؟ بینوا بالبرهان أجر کم الرحمن

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) زن چون بقیہ مہر بزوج ہبہ کرد و زوج آں را قبول نمود پس رجوع از ہبہ در صورت مذکورہ روا نخواہد شد زیرا کہ زوجیت مانع از رجوع است و منها ای من العوارض المانعة من الرجوع الزوجیةسواء کان احد الزوجین مسلماً او کافراً کذافی الاختیار. شرح المختار عالم گیری[۱] ص۱۰۵۹ ج۳

(۲) اگر زوجہ ایں شرط را بکلام خویش موصول کرد معتبر خواہد و اگر در ہماں روز گفتہ مگر بعد فصل کثیر گفتہ معتبر نہ خواہد شد[۲]

---

[۱] الهندیةص ۳۸۶ ج۴ الباب الخامس فی الرجوع فی الهبةوفیما یمنع عن الرجوع ومالایمنع، مکتبه کوئٹه پاکستان، مجمع الأنهر ص ۵۰۲ ج۳ کتاب الهبة باب الرجوع عن الهبة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۲۹۰ ج۳ باب ما یصح رجوعه الخ کتاب الهبة مطبوعه تهانوی دیوبند.

[۲] ولهذا یشترط ان یکون متصلا به بمنزلة سائر الشروط الخ هدایه ص ۳۹۰ ج۳ باب الایمان فی الطلاق، فصل فی استثناء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عنایة علی فتح القدیر ص۱۳۸ ج۴ فصل فی الاستثناء باب الایمان فی الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت.

(۳) اگر بلاشرط یا بشرط غیر معتبر ساقط کردہ بود پس مجری نمودن زوجہ آن پنجاہ درم را بمہر خویش روانیست زیرا کہ مہر ساقط شد مگر بشرط معتبر (ای بشرط موصول نہ بشرط مفصول) ساقط کردہ بود وزوج خلاف آن شرط کرد واکنوں از ادائے سابقیہ انکار میکند پس زوجہ حق میدارد کہ بہر نہج کہ تواند از زوج وصول کند[۱]۔

(۴) چوں زوج وقت ادائے مہر تصریح کردہ است کہ این رقم بمہر میدہم پس قول معتبر خواہد شد[۲] ولیکن ایں ہمہ رقم علاوہ نفقہ ولباس خواہد بود پس اگر در نفقہ لباس تقصیر کردہ است زن را مطالبہء آں میرسد[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ ۵/۱۲/۵۳ھ
صحیح: عبداللطیف ۷/ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[۱] ولووهبت مهر هابشرط فان وجد الشرط يجوز وان لم يوجد يعود المهر الهندية ص ۳۱۶ ج ۱ الفصل العاشر في هبة المهر، شامی کراچی ص ۷۱۰ ج ۵ كتاب الهبة فصل في مسائل متفرقة.

[۲] أعطاها مالا وقال من المهر وقالت من النفقة فالقول للزوج إلا أن تقيم هي البينة، الهندية ص ۳۲۲، ج ۱، بزازية على الهندية ص ۱۳۵ ج ۴ الباب الثاني عشر في المهر، النوع الرابع مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۳۷ ج ۲ باب المهر مطبوعه تهانوی دیوبند.

[۳] وفي متاع كان واجبا عليه كالخمار.....فليس له أن يحتسب من المهر الهندية ص ۳۲۲ ج ۱ (باب المهر)

ترجمہ سوال: حضرت اقدس مفتی صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل چند مسائل پیش کئے جاتے ہیں، ان سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی،

(۱) مثلاً زید نے ایک عورت سے بعوض مہر نکاح میں تین سو روپے طے کیا ڈیڑھ سو روپے نقد ادا کیا باقی ماندہ کو عورت مذکور نے بخش دیا، سات آٹھ سال گذرنے کے بعد زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا آیا پہلی بیوی کو معاف کردہ مہر زید سے واپسی کا حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

(۲) صورت مسئولہ میں اگر زید کی بیوی باقی ماندہ مہر کو ساقط کرنے کے بعد کلام غیر متصل کے ذریعے اسی روز یا چند روز کے بعد کہے کہ یہ مہر اس شرط کے ساتھ ہبہ کیا تھا کہ تم میرے ساتھ احسان کروگے یا دوسری عورت سے شادی نہ کروگے تو آیا یہ شرط مؤثر ہوکر مفید ہوگی یا باطل ہوکر غیر معتبر ہوگی۔ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

مہر کی معافی پھر اس سے انکار

سوال:- (۱)(الف) عورت اگر بلا کسی تحریک کے اپنی خوشی سے مہر معاف کردے پھر دو تین ماہ کے بعد ناخوش ہو کر پھر مہر کی معافی سے انکار کردے تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہو گیا یا نہیں؟

(ب) اگر عورت نے کسی تنہائی کے موقع پر اپنی خوشی سے بلا کسی تحریک وتقاضی کے ان الفاظ کے ساتھ مہر معاف کردیا ہے کہ پہلی شب کو تو میں مہر سے محض ناواقف تھی۔ اس لئے ناسمجھی سے تمہارے کہنے پر میں نے اپنا مہر معاف کردیا تھا۔ لیکن اب دوبارہ سمجھ بوجھ کر اپنی خوشی سے بلا کہے میں اپنا مہر معاف کرتی ہوں وہ ایسی تنہائی میں الفاظ کہے صرف اسی نے سنا ہو اور کسی نے نہ سنا ہو کیا مہر شرعاً معاف ہو گیا یا نہیں۔ یعنی اس معافی سے مرد آخرت کے مواخذہ سے شرعاً حقیقۃً نجات پا چکا یا نہیں لیکن اس صورت میں جب کہ عورت دو تین ماہ کے بعد پھر الٹ پھیر کر کے یہ کہے کہ میں تو اپنا

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا) (۳) مہر کو ساقط کرنے کے بعد پہلی بیوی کے والد نے زید سے بطور قرض حسنہ مبلغ پچاس روپیہ لیا زید کی دوسری عورت سے شادی ہونے کے بعد پہلی بیوی کہتی ہے کہ ان پچاس کو باقی ماندہ مہر میں شمار کر کے بقیہ (سو) کا مطالبہ کر رہی ہوں، تو کیا شرعاً زوجہ کو یہ حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

(۴) نیز جس وقت کہ زید نے دوسو پچاس درہم نقد ادا کیا تھا بیوی کہنے لگی سو روپے لباس میں محسوب ہونگے، زید نے کہا تمام روپے مہر میں دے رہا ہوں، یا دوسو مہر میں اور پچاس روپے لباس میں، تو کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

ترجمہ جواب: جب عورت نے بقیہ مہر شوہر کو ہبہ کردیا اور شوہر نے اس کو قبول کرلیا تو صورت مذکورہ میں ہبہ سے رجوع جائز نہ ہوگا، کیونکہ زوجیت رجوع سے مانع ہے۔

(۲) اگر بیوی نے یہ شرط کلام متصل کے ساتھ لگائی ہے تو معتبر ہوگی اور اگر اسی روز مگر فصل کثیر کے بعد لگائی تو معتبر نہ ہوگی،

(۳) اگر بلا شرط یا شرط غیر معتبر کے ساتھ ساقط کی تھی تو ان پچاس درہم کو اپنے مہر میں شمار کرنا عورت کے لئے جائز نہیں، کیونکہ مہر شرط معتبر کے ساتھ ساقط ہو گیا، لیکن اگر شرط معتبر (شرط متصل نہ کہ غیر متصل) کے ساتھ ساقط کیا تھا اور شوہر نے اس شرط کے خلاف کیا اور اب شوہر بقیہ مہر کا انکار کرتا ہے، تو بیوی کو حق ہے جس طریقے سے ہو سکے شوہر سے مہر وصول کرے۔

(۴) جب شوہر نے مہر کی ادائیگی کے وقت صراحت کردی ہے کہ یہ رقم مہر میں دے رہا ہوں تو اس کا قول معتبر ہوگا، لیکن یہ تمام رقم نفقہ اور لباس کے علاوہ ہوگی، پس اگر شوہر نے نفقہ لباس میں کمی کی ہے تو عورت کو اس کے مطالبے کا حق ہے۔

مہر ہرگز نہ معاف کرونگی بلکہ آخرت میں لونگی تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(ج) اگر معافی کے وقت مرد نے یہ کہا ہو کہ ہم باوجود معافی کے تمہارا مہر تھوڑا تھوڑا ادا کرنے کی فکر میں ہیں کیونکہ ہم عورت کا احسان نہیں چاہتے تو ایسے الفاظ سے معافی میں نقصان تو شرعاً نہیں پڑیگا کہ مہر معاف نہ ہوا ہو بلکہ اگر مرد یہ بھی کہدے کہ میں معافی نہیں چاہتا۔ تم معاف نہ کرو تو کیا اس کہنے پر مہر معاف نہیں ہوا۔

(۲) (الف) جو شخص اپنی عورت سے بظاہر نباہ کی کوئی صورت اور صبر وضبط نہ کر سکے بلکہ اکثر فکر والجھن غالب رہتی ہو تو ایسی صورت میں جب کہ مہر کثیر سب یکمشت ادا کرنے سے عاجز وقاصر ہو تو کیا مجبوری کی صورت میں تھوڑا تھوڑا ادا کرنا جائز ہوگا۔ جب کہ دو طلاق دیدے۔

(ب) کیا یکمشت مہر ادا نہ کر سکنے کی صورت میں ایسا مرد شرعاً طلاق نہیں دے سکتا یعنی ایسی صورت میں طلاق دینا شرعاً جائز نہ ہوگا اگر مجبوری کی صورت میں مرد کو شرعاً طلاق دینا جائز ہے۔ تو مہر کی ادائیگی کی شرعاً کیا صورت ہوگی۔ بہرحال مواخذہ آخرت یا عذاب وعتاب آخرت سے نجات کی کیا صورت ہوگی اور شرعاً ایسے مرد کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(ج) اگر مرد سخت عاجز ہو کر طلاق دیدے اور بہ سبب مجبوری کے ادا نہ کر سکے لیکن نیت ادائیگی کی رکھتا ہو تو ایسے مرد کے لئے شرعاً آخرت میں مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ کیا وہ مستحق عذاب دوزخ کا ہوگا؟

(د) بہرحال ایسی صورت میں عورتوں کی شرارتوں فتنوں مکروفریب سے نجات پانے کے لئے شرعاً کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں، محض آخرت کی گرفت مواخذہ کے خیال واندیشہ سے احتیاط کرنے کی بنا پر۔

(۳) الف:۔ عورت اگر مرد کی مرضی کے خلاف کسی رشتہ دار کے یہاں چلی جائے اور جا کر پھر واپس بھی نہ آئے اور پانچ برس کے بچے کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے لیکن وہاں بچے کے لئے کسی طرح اگر آرام نہ ہو تو کیا مرد اس نیت سے بچے کے لئے خرچ نہ بھیجے کہ عورت کو خرچ بھیجنے

کے سبب سے خوب آرام ملے گا تو اور پاؤں پھیلائے گی کیونکہ اس کو تو خوف آخرت ہے نہیں بجز نفس پرستی وخودغرضی وآرام ومزہ طلبی کے لہٰذا جب یہاں سے بھی خرچ ونقد کی رسد جاری رہے گی تو ممکن ہے کہ وہ عمر بھر بھی نہ آوے اور سانس وڈکار نہ لیوے۔ لہٰذا ایسی قسم کی مختلف مصلحتوں کی بنا پر مرد اگر اپنے بچے کے لئے عورت کے نام خرچ نہ پہنچے تو مرد کو شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں۔ یا اس مصلحت کے بنا پر خرچ نہ دینا ہی شرعاً مناسب وجائز ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر عورت کو آرام نہ ہوتا بلکہ تکلیف ہوتی تو ایسی شرارت ہی نہ کرتی بلکہ مجبور ہو کر فوراً واپس آتی۔

(ب) اگر بچے کو خرچ دینا بہر صورت واجب ہے تو بچے کے لئے کس معیار شرعی سے خرچ بھیجا جائے کہ نفس پرست عورت خوب مزے نہ اڑا سکے۔ مگر وہ اس صورت میں بھی مزے اڑائے گی کیونکہ کھانا کپڑا تو خالہ کے ذمے ہے کھانا کپڑا تو خالہ کے گھر ملتا ہی رہے گا۔ اب بچے کے خرچ کا محض ایک بہانہ ہوگا اور عورت مزے مزے کی چیزیں منگوا کر خوب مزے اڑائیگی جو کہ واپسی کے باب میں یہ خرچ بچہ کا سدراہ ہوگا خیر۔

(ج) کیا بچے کے لئے دو یا تین روپیہ ماہوار بھیج دیا کروں جب کہ میری تنخواہ دس روپیہ ماہوار ہے لیکن بیماری اور ضعف جسمانی کی بنا پر آج کل خرچ زیادہ ہے ادھر گھر گر رہا ہے۔ جس کی مرمت مدت سے نہیں ہوئی ان امور کا لحاظ کر کے کیا دو روپیہ کافی نہ ہوگا۔ بہر حال جو شریعت کا حکم ومنشا ہے واضح کیا جائے۔

(۴) اگر عورت بر بنا مہر کی کثرت اور پابند شریعت دیکھ کر اور پریشان کرتی ہے تا کہ مرد پر قابو حاصل ہو جاوے اور فتنہ کے خیال سے مرد دب کر رہا کرے تو ایسی صورت میں کیا از روئے شریعت شرع میں اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مرد عورت کو الگ کر کے جان بچائے اور چھوڑ کر اس کے فتنہ وفساد سے ہمیشہ کے لئے نجات دینی دنیوی حاصل کر لے اگر گنجائش ہے تو مواخذہ آخرت سے بری ہونے کے لئے مہر کے باب میں جو صورتیں آسانی کی ہوں مفصل ان صورتوں سے آگاہی بخشی جائے تو عین بندہ نوازی اور غریب پروری ہوگی۔

نوٹ:۔ سائل نے یہ غلط فہمی اور نادانی کی کہ مہر زیادہ بندھوا کر جیل خانے کا قیدی ہوگیا۔ لیکن سائل کا اعتقاد ہے کہ شریعت مطہرہ نے ہر الجھن کو سلجھایا ہے ہر غلط فہمی کا علاج بتلایا ہے۔ بہرحال بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب کو بھی ارتکاب جرم کے بعد کوئی نہ کوئی نجات آخرت کے لئے علاج بتلایا ہے۔ اس لئے میں بھی دوبارہ کوشش کررہا ہوں کہ ہمارے علماء کرام اپنی توجہ خاص سے غور وفکر کرکے عورت کے فتنہ سے نجات اور مہر کے مواخذہ سے رہائی آخرت کے لئے کوئی صورت نجات یا علاج کی ارقام فرمائیں اللہ تعالیٰ اجر اعظم عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) الف:۔ دیانۃً تو معاف ہوگیا۔ لیکن قضاءً معاف ہونے کے لئے ثبوت شرعی ضروری ہے[۱]۔ (ب) اس کا جواب بھی یہی ہے (ج) اس سے مہر معاف نہیں ہوتا[۲]۔

(۲) الف:۔ عورت کو چاہئے کہ رقم مقرر کردے اگر وہ مقرر نہ کرے بلکہ مقدمہ کرے تو پھر وہ حاکم سے مقرر کرالے۔

(ب) طلاق دینا جائز ہے[۳] مگر مطالبہ مہر کا پورا کرنا بھی بہرحال حتی الوسع واجب ہے[۴] اگر نہ

---

[۱] وشرط لغير ذلك المذكور من الحدود والقصاص ومالا يطلع عليه الرجال رجلان أورجل وامرأتان مالاكان الحق أوغيرمال كالنكاح (مجمع الأنهر ص۲۶۱ج۳ كتاب الشهادة) بيروت، هدايه ص۱۵۴ ج۳ كتاب الشهادة مطبوعه تهانوی ديوبند، زيلعی ص۲۰۹ ج۴ كتاب الشهادة مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] وصح حطها لكله أوبعضه عنه ويرتد بالرد، الدرعلى الرد ص۱۱۳ ج۳، باب المهر، مطبوعه كراچی، البحر الرائق ص۱۵۰ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص۲۳۶ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا، الدر المختار، كراچی ص۵۰ ج۳ كتاب النكاح مطلب فيما لو زوج المولٰى أمته، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۲ كتاب الطلاق مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] ويتأكد عند وطءٍ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما الخ الدر المختار على الشامی كراچی ص۱۰۲ ج۳ باب المهر، عالمگيری كوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر.

ادا کیا نہ معافی ہوئی نہ بقدر ادائیگی ترکہ چھوڑا تو عورت کا مطالبہ برقرار رہا پھر اگر ادا کرنے کی پختہ نیت تھی مگر اسباب مہیا نہ ہو سکے تو امید ہے کہ اللہ پاک اپنے خزانہ سے عورت کو دے کر خوش کر دیں گے[1] اگر پختہ نیت نہ تھی تو مواخذہ ہوگا اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے پورا کیا جائے گا[2]

(د) خوشامد کرے نرمی سے معاف کرالے[3]

(۳) الف: خرچ دینا تو واجب ہے[4] مگر ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ نقد روپیہ نہ دے بلکہ بچے کی ضروریات خود خرید کر دے یا کسی معتبر آدمی کو اپنا وکیل بنا دے کہ وہ بچے کی ضروریات کھانا و کپڑا، جوتا وغیرہ خرید کر ضرورت کے موافق دیدیا کرے۔

(ب) الف کے موافق عمل کیا جائے یعنی جوتہ خرید کر کپڑا بنا کر کھانا وغیرہ خرید کر بچے کی ضرورت کے مطابق دیا جائے اور نقد روپیہ نہ دیا جائے تا کہ عورت مزے کی چیزیں منگا کر نہ کھائے۔

(ج) اس کا مدار ضرورت پر ہے۔ جو کہ حیثیت کے مطابق مختلف ہوتی رہتی ہے۔ میں کچھ تعین نہیں کر سکتا۔

---

[1] عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من أخذ اموال الناس يريد اداء ها ادی اللّٰه الحديث مشكوٰة وفی هامشه ادی اللّٰه عنه ای اعانه علی ادائه فی الدنيا او برضی خصمه فی الآخرة الخ مشكوٰة شريف مع هامشه ص ۲۵۲ باب الافلاس والانظار، الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] المهر دين فی ذمة الزوج، شامی زكريا ص ۳۰۱ ج۴ باب المهر قبيل مطلب فيما يرسله إلی الزوجة، ثم تقدم ديونه التی لها مطالب من جهة العباد الخ، شامی كراچی ص ۷۶۱ ج۶ كتاب الفرائض، سراجی ص ۴ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] ولا بد فی صحة حطها من الرضا حتی لو كانت مكرهة لم يصح، بحر كوئٹه ص ۱۵۰ ج۳ باب المهر، شامی زكريا ص۲۴۸ ج۴ باب المهر، مطلب فی حط المهر الخ عالمگيری كوئٹه ص۳۱۳ ج۱ الفصل السابع فی الزيادة فی المهر والحط عنه.

[4] نفقة الأولاد الصغار علی الأب لايشاركه فيها أحد، الهنديةص ۵۶۰ ج۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، شامی كراچی ص ۶۱۲ ج۳، كتاب الطلاق باب النفقة مطلب الصغير المكتسب نفقته الخ مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

(۴) جب نباہ دشوار ہو جائے اور مرد تحمل نہ کر سکے نفس پر قابو بھی رکھتا ہو تو طلاق دینے میں مضائقہ نہیں اگر چہ طلاق دینا واجب بھی نہیں ہے[۱] اور مہر کے لئے۔ (۲) د:۔ پر طلاق سے پہلے عمل کر لیا جائے بغیر اس کے طلاق دینا خطرۂ دنیا و آخرت سے خالی نہیں اور معافی پر کم از کم دو آدمی معتبر گواہ بنا دیا جائے۔ جواب (۲) (الف، ب، د) میں رہائی کی صورتیں آ چکیں۔ جواب (۴) کے مطابق عمل کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۴/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۰/۴/ ۵۹ھ

مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا

سوال:- بیوی نے اپنا مہر معاف کر دیا تھا مگر کوئی دلیل شاہد وغیرہ نہیں تھے اب بیوی کے مطلقہ ہونے پر بیوی نے عدالت میں مہر کا دعویٰ دائر کر دیا ہے تو یہ بیوی کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بیوی نے خوشی سے معاف کر دیا تو مہر عند اللہ معاف ہو گیا اب اس کو معافی سے انکار کرنا جائز نہیں ہے[۲]۔ اگر وہ انکار کر کے وصول کرے گی تو یہ ظلم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند ۱۷/۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۱۴۴ ج ۴ فصل في المحرمات.

[۲] وإن حطت عن مهرها صح الحط ولابد في صحة حطها من الرضا، عالمگيری كوئٹه ص ۳۱۳/ ۱، الفصل السابع في الزيادة في المهر الخ، البحر كوئٹه ص ۱۵۰ ج ۳ باب المهر، النهر الفائق ص ۲۳۶ ج ۲ باب المهر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی نے مہر معاف کر دیا بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں

سوال:- ہندہ نے اپنی حیات میں اپنا مہر اپنے شوہر زید کے حق میں معاف کر دیا تھا جس کو چالیس ۴۰ رسال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اب ہندہ کا لڑکا بکر جس کی عمر اس وقت ۵۷ سال ہے اپنی ماں کے مہر کا طالب ہے، کیا بکر کا یہ مطالبہ صحیح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ہندہ نے اپنی حیات وصحت میں (مرض الموت سے پہلے) مہر معاف کر دیا تھا تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا تھا۔ اب لڑکے بکر کو اپنے والد سے مطالبہ کا حق نہیں۔ **وصح حطها لكله اوبعضه اھ درمختار. الحط الاسقاطا ھ ردالمحتار اھ قبل اولا ويرتد بالرد كما فى البحر[1] اھ درمختار. والساقط لايعود اھ اشباه[2]** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جعلی رسید سے مہر کی معافی

سوال:- (۱) زید نے ہندہ سے دوسادہ کاغذ پر بجلی کے پنکھے کی رسید کے بہانے دستخط کرائے اور اس کے بعد زید نے حسب منشاء مہروں کی معافی کی تحریر کرلی۔ کیا ایسی صورت میں ہندہ مہر لینے کی حقدار ہے کہ نہیں؟

(۲) ہندہ کے اپنے والدین کے پاس قیام کرنے کے دوران زید نے اس کے والد کے پاس آ کر سخت سست کہا اور کہا اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور تقریباً دو ماہ بعد بوقت مغرب جب ہندہ کے

---

[1] الدرالمختار على الشامى ص ۱۱۳ ج۳ باب المهر، مطبوعه كراچى، بحر كوئٹه ص ۱۵۰ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص ۲۳۶ ج۲ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شرح الأشباه والنظائر، ص ۶۰ ج۳ الفن الثالث، ما يقبل الإسقاط من الحقوق مطبوعه كراچى، قواعد الفقه ص ۸۳ دار الكتاب ديوبند.

والد نماز کے لئے گئے ہوئے تھے زید اوراس کا بھائی بکر چاقو لئے ہوئے تھے ہندہ کے گھر گھس گئے۔ ہندہ اوراس کی بہن نماز میں تھی۔ان کی والدہ بعد فراغِ نماز ذکر میں تھی۔ یہ دونوں گھر کے اندر داخل ہوئے اور سخت برہم ہوئے ،نماز ہندہ اوراس کی بہن نے توڑ دی۔ ہندہ ایک کواڑ میں گھس گئی اوراندر سے بند کردیا اوراس کی والدہ کے چلانے پرایک پڑوسی آواز دیتا ہوا آیا کہ گھبرانا نہیں میں آرہا ہوں۔اتنے میں زیداوراس کا بھائی مفرور ہوگیا۔اس شوروغل سے اس کے والد جلد مسجد سے پہنچ گئے ان حالات میں ہندہ کواپنی جان کا خطرہ اوروالدین وغیرہ کے بارے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہے اس لئے وہ طلاق کی خواہاں ہے، کیا یہ مطالبہ جائز ہے؟

(۳) اس واقعہ کے چھ ماہ بعد جب کہ ہندہ کے والد سفر میں تھے تقریباً گیارہ بجے رات کو زید نے ہندہ کے مکان میں دیوار سیڑھی لگا کر داخل ہونے کی کوشش کی تھی نہ معلوم کس وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا مع معاونین واپس چلے گئے۔

(۴) واقعہ مذکورہ کے تقریباً اندرون ہفتہ محلّہ سے ملحقہ دوسرے محلّہ میں زید کے بہت ہی قریبی ایک دوست کا قتل ہوا جس کا الزام زید پر عائد کیا گیا جس کی وجہ سے زید مفرور ہے اورمفرور ہونے کی وجہ سے اس کا اوراس کے والد کا خانگی سب سامان قرق ہوچکا ہے۔کیا ان حالات میں ہندہ کا طلاق کا مطالبہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اس فریب کاری سے مہر معاف نہیں ہوا۔[۱]

(۲) اگر ہندہ ناقابلِ برداشت مظالم سے مجبور ہوکر اپنے والد کے مکان میں آئی یا پھر شوہر نے بجائے ظلم سے باز آنے اورشریفانہ طور پر آباد کرنے کے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ بھی ظلم بالائے ظلم ہے۔

---

[۱] ولابد فی صحة حطها من الرضا حتی کانت مکرهة لم یصح الهندیة ص۳۱۳ ج۱ الفصل السابع فی الزیادة، بحر کوئٹه ص۱۵۰ ج۳ باب المهر، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۱۱۳ ج۳ باب المهر.

(۳-۴) ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم اور بے جا تشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/ ۸۷ھ

بیوی کی طرف سے معافی مہر کی شرط

سوال: - پیر محمد کی بیوی کا والد منفعت خاں اپنی لڑکی کو لینے آیا پیر محمد کو چونکہ بعض وجوہ کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو لیجا کر نہیں بھیجیں گے اس لئے اس کے والد اور خود بیوی سے اپنے اطمینان کی غرض سے اس مضمون کی تحریر لکھائی کہ

''اپنی لڑکی غلام فاطمہ کو اپنے گھر لیجا رہا ہوں اور میں جا رہی ہوں اگر پندرہ یوم کے اندر واپس نہ بھیجدوں یا نہ آویں تو ہمارا زر مہر وخرچ وغیرہ کا کوئی دعویٰ پیر بخش پر نہ ہوگا یعنی مہر ہم دونوں کی جانب سے معاف سمجھا جاوے گا۔''

منفعت علی باوجودیکہ پندرہ یوم گذر چکے اپنی لڑکی کو پیر بخش کے یہاں نہیں بھیجا اور کہتا ہے کہ میری لڑکی کو اس تحریر کے مطابق طلاق ہوگئی تو اس کو طلاق ہوئی یا نہیں۔ نیز غلام فاطمہ اپنے خاوند سے مہر اور خرچ لینے کی حقدار ہے یا نہیں ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تحریر مذکور میں طلاق کا ذکر تک بھی نہیں لہٰذا اس تحریر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی نیز یہ کہ یہ تحریر عورت اور اس کے والد کی طرف سے ہے طلاق کا حق شوہر کو ہوتا ہے[۲] البتہ عورت کو مہر

---

[۱] ویجب لو فات الإمساک بالمعروف الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴۲۹ ج۴ کتاب الطلاق قبیل مطلب طلاق الدور، البحر الرائق ص۲۳۷ ج۳ کتاب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] ومحله المنکوحة وأهله زوج عاقل بالغ مستیقظ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۱ ج۴ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلقه الخ زیلعی ص۱۸۸ ج۲ کتاب الطلاق مطبوعه امدادیه ملتان.

معاف کرنے کا حق ہوتا ہے[1] خواہ بلاشرط معاف کرے خواہ کسی شرط سے معاف کرے شرط مذکور کا اعتبار کرتے ہوئے عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں رہا نہ اس سے نفقہ طلب کرسکتی ہے کیونکہ شوہر کی مرضی کے خلاف جب دوسری جگہ رہتی ہے اور شوہر کے گھر نہیں آتی تو اس حالت میں نفقہ دینا واجب نہیں البتہ اگر شوہر کے گھر آجائے تو نفقہ کا مطالبہ اس کو درست ہوگا اور شوہر کو نفقہ دینا پڑیگا۔ وان نشزت فلانفقةلها حتیٰ تعود الیٰ منزله والناشزةهی الخارجةعن منزل زوجها المانعةنفسها منه الیٰ ان قال و اذاتركت النشوز فلها النفقةفتاویٰ عالمگیری[2] ص ۵۴۵ ج ۱، البتہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں جب تک کہ شوہر سے طلاق یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق پر جدائی ہو کر عدت[3] نہ گذر جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ ۲۴/۱۱/ ۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۸/ ذیقعدہ ۵۳ھ

مہر کی معافی کو موت پر معلق کرنا

سوال: - زید کی بیوی بحالت صحت مکرر سہ کرر کئی بار بحالت خوشی اپنے شوہر سے کہا کہ اگر میں پہلے مروں تو میرا مہر جو آپ کے ذمہ دین ہے معاف ہے مگر جب آپ پہلے انتقال کریں تو میں مہر کا دعویٰ کروں گی۔ زید کی بیوی اپنے شوہر سے پہلے انتقال کی۔ اس صورت میں زید سے مہر ساقط ہوگا یا نہیں؟

---

[1] وان حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها، هدايه ص ۳۲۵ ج ۲ باب المهر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، زيلعى ص ۱۴۱ ج ۲ باب المهر مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۱۵۰ ج ۳ باب المهر.

[2] الهندية كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات، مجمع الأنهر ص ۱۷۹ ج ۲ كتاب الطلاق باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة.

[3] لايجوزللرجل أن يتزوج زوجةغيره وكذالک المعتدة، الهندية ص ۲۸ ج ۱ القسم السادس المحرمات الخ، تاتارخانيه ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فى بيان ما يجوز من الانكحة الخ مطبوعه كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں زید کے ذمہ سے مہر ساقط نہیں ہوا۔ امرأةقالت لزوجهَا المريض ان مت من مرضک هٰذا فانت فی حل من مهری اوقالت فمهری علیک صدقة فهوباطل لانها مخاطرة وتعليق كذا فی الظهيريه .مريضةقالت لزوجها ان مت من مرضی هٰذا فمهری علیک صدقة اوانت فی حل من مهری فماتت من ذٰلک المرض فقولها باطل والمهر علیٰ الزوج كذا فی خزانةالمفتين اھ عالمگیری[1] ص۱۷۳ ج۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۵/صفر ۵۸ھ

بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے

سوال:- اگر بیوی نے مہر معاف نہ کیا ہو اور شوہر کی طرف سے اداء بھی نہ کی گئی ہو اسی درمیان بیوی کا انتقال ہو جائے تو مہر کا کیا ہوگا جب کہ شوہر پر واجب ہے، کیا غریبوں، مسکینوں میں مہر کی رقم تقسیم کر دینے سے مہر ادا ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مہر مرحومہ بیوی کا ترکہ قرار دیا جائے گا[2] اور حسب حصص شرعیہ ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ جیسا کہ اور ترکہ تقسیم ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] الهندية ص۳۹۸ ج۴ الباب الثامن فی حكم الشرط فی الهبة(مكتبة كوئٹه پاكستان)

[2] ويتأكد عند وطء أوخلوةصحت من الزوج أوموت احدهما، الدرالمختار ص۱۰۲ ج۳ باب المهر مكتبةكراچی، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۳، باب المهر، عالمگيری كوئٹه ص۳۰۳ج۱، الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر.

بیوی سامان لے کر چلی گئی

سوال:- میری بیوی کو اس کا بھائی سکھا کر یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو میری عدمِ موجودگی میں میری اجازت کے بغیر گھر سے لے گیا۔ یہ دونوں اپنے ہمراہ سولہ سو روپے کے زیورات اور سوا سو روپئے کی گھڑی اور پانچ صد روپیہ نقد لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب میں بریلی بیوی کو لینے گیا اور سسر وغیرہ سے بھیجنے کی بابت بات ہوئی تو انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ ان کی نیت ان سب چیزوں کے رکھنے کی تھی اور ساتھ ہی مہر جو کہ معجّل ہے ان کے وصول کی فکر ہے جب کہ میری طرف سے نان ونفقہ ودیگر ضروریات زندگی کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے اور اگر بذریعہ عدالت مہروں کا مطالبہ ہو تو مجھے دینا واجب ہے کہ نہیں جب کہ مہر کی مقدار آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ ادائیگی میری استطاعت سے باہر ہے اور شادی کے بعد سے اب تک میری بیوی نے من مانی کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر معجّل وصول کرنے کا اس کو حق ہے[1] آپ کا جو جو سامان گھڑی، زیور اور نقد اس نے بغیر آپ کی اجازت کے لیا ہے آپ اس سے واپس لے سکتے ہیں اور مہر میں محسوب کر سکتے ہیں آپ اس کو سمجھا کر نرمی اور محبت سے اپنے مکان پر بلالیں۔ حسنِ اخلاق کا معاملہ کریں تو انشاء اللہ حالات میں تغیر پیدا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

---

[1] ولها منعه من الوط ء ودواعيه لأخذ مابين تعجيله من المهر أواخذ قدر مايعجل لمثلها عرفاً الدرالمختار كراچی ص۱۴۴ ج۳، باب المهر، سكب الأنهر ص۵۲۶ ج۱ باب المهر تحت فصل بلا باب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۱۷۷ ج۳ باب المهر، مطبوعه سعيد كراچی.

طلاق کے بعد مہر کو بخشنا

سوال: -عورت کو بعد از طلاق پانے مہر بخشنے کا حق ہے یا نہیں؟ والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً!

حق ہے جیسا کہ کسی اجنبی کے ذمہ قرض ہو تو معاف کر سکتی ہے اسی طرح طلاق کے بعد مہر کو بھی معاف کر سکتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/صفر ۵۸ھ

نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال: - یہاں پر ایک لڑکی اپنے شوہر کے مکان سے بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے۔ لڑکی کے سسر کا کہنا ہے کہ لڑکی جھگڑالو ہے اور نافرمان ہے، بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے اس لئے مہر کے حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ علاوہ ازیں لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ لڑکی بلا اجازت نہیں گئی ہے بلکہ اپنے سسر وغیرہ کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے آئی ہے۔ ہم لڑکی کو شوہر کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں اور شوہر بھی اس سے راضی ہے مگر سسر لڑکی کو پسند نہیں کرتے۔ یہ لوگ نہ لڑکی کو رکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس کا مہر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی پر ظلم وزیادتی ہے یا نہیں؟ اور مہر واجب الادا قرار پاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس مہر تو محض نکاح سے لازم ہو جاتا ہے۔ پھر شوہر بیوی جب تنہائی میں جمع ہو جائیں تو مہر

---

[1].....وصح حطها لكله وبعضه عنه، درمختار على ردالمحتار ص۳۳۸ج۲ نعمانيه درمختار كراچى ص۱۱۳ج۳ باب المهر، بحر كوئٹه ص۱۵۰ج۳ باب المهر، هدايه ص۳۲۵ج۲ باب المهر، مطبوعه تهانوى ديوبند،

مؤکد اور پختہ ہوجاتا ہے[1] اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کو ستائے تو وہ گنہگار ہوگی، نالائق کہلائے گی۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مکان سے اپنے والد وغیرہ کے گھر چلی جائے تو وہ نفقہ خرچہ کی مستحق نہیں ہوگی، جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے[2] لیکن مہر ساقط نہیں ہوگا۔ وہ اس کا حق لازم ہے۔ اگر شوہر ادا نہیں کرے گا تو وہ ظالم ہوگا۔ آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی۔ اگر بالفرض بغیر شوہر کی اجازت کے چلی بھی گئی تھی اور اب واپس آنا چاہتی ہے تو شوہر کو اس کے روکنے کا حق نہیں۔ جب شوہر رضامند ہے رکھنا چاہتا ہے تو سسر کو ہرگز انکار نہیں کرنا چاہئے۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ لڑکی اپنی غلطی کی معافی مانگ لے، آئندہ بلا اجازت میکہ نہ جائے۔ شوہر اور سسر کو چاہئے کہ معاف کردیں۔ نرمی اور اخلاق سے پیش آئیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ اگر شوہر نہیں رکھنا چاہتا اور نباہ کی گنجائش نہیں رہی تو شوہر طلاق دیدے اور مہر ادا کردے[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویتأکد عند وطء أوخلوة صحت (قوله ویتأکد) أفاد أن المهر وجب بنفس العقد.....وإذا تأکد المهر بما ذکر لایسقط بعد ذالک وإن کانت الفرقة من قبلها لأن البد ل بعد تأکده لایحتمل السقوط إلا بالإ براء، الدرمع الردص ۱۰۲ ج۳ باب المهر کراچی، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ ج ۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر.

[2] وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الٰی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه إلٰی ان قال وإذا ترکت النشوز فلها النفقة، فتاوی هندیه کوئٹه ص۵۴۵ ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات، بحر کوئٹه ص۱۷۹ ج۴ باب النفقة، مجمع الانهر ص۱۷۹/۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[3] إذا خافا ان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس أن یتفرقا، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۵۰ ج۳ کتاب النکاح مطلب فیما لو زوج المولٰی أمته، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال: - ایک عورت شادی کے بہت دن بعد مرتد ہوگئی۔ اب شوہر سے مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔ کیا اس عورت کو مہر ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ردّت اختیار کرنے سے فرقت واقع نہیں ہوئی۔ سابق نکاح بدستور باقی ہے۔ (مختار قول پر) دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں اور عورت کو پورا مہر ملے گا۔ کیونکہ شادی کے بعد شوہر کے وطی کرنے کی وجہ سے مہر مؤکد ہو چکا۔ کما فی درالمختار علیٰ هامش ردالمحتار[1] ص ۵۴۰ ج ۲ وافتیٰ مشائخ بَلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً ولا تتزوج لغيره به يفتى ملتقط[2] ص ۲۶۳ ج ۲ فللموطوءة ولوحكما كل مهرها للتأكد به قال الشامی (قوله كل مهر ها) اطلقه فشمل ارتداده وارتدادها بحر ص[3] ۵۴۰ ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۸ھ

طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال: - معین نے اپنی زوجہ راشدہ کو طلاق دیدی اس لئے کہ وہ بغیر برقعہ کے اس کے گھر سے چلی گئی تھی۔ اس کے بعد راشدہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا راشدہ کا مہر معین کو دینا چاہئے یا نہیں؟ جب کہ وہ بلا اجازت چلی گئی تھی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس نافرمانی کی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوا معین کے ذمہ راشدہ کا مہر واجب ہے[4]۔ راشدہ کا

---

[1] الدرمع الرد كراچی ص ۱۹۴ ج ۳ باب نكاح الكافر، مجمع الأنهر ص ۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۲۱۴ ج ۳ باب نكاح الكافر مطبوعه كوئٹه.

[2] الدرالمختار ص ۱۹۴/۳ كراچی باب نكاح الكافر، مجمع الأنهر ص ۵۴۷/۱ باب نكاح الكافر، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه، ص ۲۱۶ ج ۳ باب نكاح الكافر،

[3] ملاحظہ ہو حوالہ نمبر: ۱/ (حاشیہ نمبر: ۴/ اگلے صفحہ پر)

دوسرا نکاح اگر طلاق کی عدت تین حیض گذرنے پر کیا گیا ہے وہ صحیح ہوگیا[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/ ۸۹ھ

ناراضگی سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال: - ہندہ کو اس کے خاوند نے مہر بھی نہیں دیا تھا کہ فوت ہوگیا تو اب بعد انتقال ہندہ مہر کی حقدار ہے یا نہیں اور ہندہ کو زید کے مال سے مہر کس طرح ادا کیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زید نے مہر ادا نہیں کیا اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو ہندہ اس مہر کی مستحق ہے میراث کی تقسیم کرنے سے پہلے اور قرض کی طرح مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ اولاً دین مہر وغیرہ ادا کر دیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو ورثا میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم

سوال: - زوج نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اب اس کے پاس جو زیور نقرئی یا طلائی شوہر کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] ویتأکد عند وطء أو خلوة صحت (قوله ویتأکد) أفاد ان المهر وجب بنفس العقد وإذا تأکد المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذالک وإن کانت الفرقة من قبلها لأن البدل بعد تأکده لا یحتمل السقوط إلا بالإبراء، الدر المختار مع الرد المحتار کراچی ص ۱۰۲ ج۳ باب المهر، بحر کوئٹه ص ۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۳ ج ۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر.

(صفحہ ہذا) [۱] و إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلثة اقراء، هدایه ص ۴۲۲ ج۲ باب العدة، یاسر ندیم دیوبند، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۰۴ ج۳ باب العدة، عالمگیری ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة، کتاب الطلاق.

[۲] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی، ص ۳(مطبوعه یاسرندیم دیوبند)، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۷۶۱ ج۶ کتاب الفرائض.

طرف سے دیا ہوا موجود ہے اس کے حقدار شرعاً کون ہے دوم یہ ہے، کہ عورت نے شوہر کو ایک عورت کے سامنے اپنے مہر اللہ واسطے معاف کر دیئے تھے اس صورت میں وہ معاف ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ زیور شوہر کی طرف سے عورت کو تملیکاً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا ہے اور اگر عاریۃً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا نہیں ہے بلکہ شوہر کا ہے اور اگر دیتے وقت کوئی تصریح تملیک یا عاریت کی نہیں کی گئی تھی تو رواج اور عرف کا اعتبار ہوگا اگر رواج تملیک کا ہے تو وہ زیور عورت کا ہے اگر رواج عاریت کا ہے تو شوہر کا اگر رواج دونوں طرح کا ہے اور گواہ عورت کے پاس تملیک کے موجود نہیں تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ کذا فی الہندیہ[1] ص ۳۴۰ ردالمحتار[2] ص ۵۶۱ ج ۲۔ اگر عورت کہتی ہے کہ میں مہر معاف کر چکی ہوں یا اس پر گواہ موجود ہوں گو ایک ہی ہو تو وہ مہر دیانۃً معاف ہو گیا اور قضاءً معاف ہونے کے لئے عورت کا اقرار یا دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہ ضروری ہیں[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲/۱۲/ ۵۳ھ
صحیح: عبداللطیف ۲۵/ ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] الهندية ص ۳۲۲ ج ۱ باب المهر، وايضاً هنديه ص ۳۲۷ ج ۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، مطبوعه كوئٹه.

[2] ولوبعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهة فقالت هو هدية وقال هومن المهر فالقول له بيمينه والبينة لها فی غير المهيأ للأكل والقول لها فی المهيأله كالخبز والذی يجب اعتباره فی ديارنا أن جمع ماذكر ومن الحنطة.....وباقيها يكون القول فيها قول المرأة لأن المتعارف فی ذلک كله أن يرسله هدية الخ. (شامی كراچی ص ۱۵۳ ج ۳ باب المهر)، فتح القدير ص ۳۷۹ ج ۳ باب المهر، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[3] وشرط لغير ذالک المذكور من الحدود والقصاص ومالايطلع عليه الرجال رجلان او رجل وامرأتان مالا كان الحق او غير مال كالنكاح الخ، مجمع الانهر ص ۲۶۱/۳، كتاب الشهادة، دارالكتب العلمية بيروت، هداية ص ۱۵۴/۳، مطبوعه تهانوی ديوبند، زيلعی ص ۲۰۹/۴، مطبوعه امداديه ملتان،

خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ

سوال:- زید کا نکاح ہندہ سے ہوا دونوں میں تنہائی یعنی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق کی نوبت آ گئی۔ کیا پورا مہر لینے کی حق دار ہے اور زید نے بوقت نکاح جو زیور دیئے تھے اس کی واپسی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا[1] جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے بیوی کو تملیکاً دیا گیا ہے یا بیوی کے والدین نے جو کچھ داماد کو تملیکاً دیا ہے اس کی واپسی نہیں ہوگی۔ بلکہ جو کچھ جس کو دیا گیا ہے اسی کا ہوگا۔ لڑکی کے والدین نے جو کچھ سامان اپنی لڑکی کو دیا ہے وہ لڑکی کا ہے شوہر اس کو لینے کا حق دار نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۸۷ھ

جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں

سوال:- عقد میں کپڑے، زیورات اور دوسرے اخراجات جو نجمہ کے والدین کے مطالبہ

---

[1] ویجب نصفه بطلاق قبل وطء اوخلوة الخ، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۱۰۴/۳، باب المهر، سکب الانهر ص۵۰۹/۱، دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۳۰/۲، مطبوعه دارلاکتب العلمیة بیروت،

[2] زوج بنته وجهزها ثم ادعٰی ان ما دفعه لها عاریة وقالت تملیکا أو قال الزوج ذلک بعد موتها لیرث منها وقال الأب عاریة قیل القول للزوج ولها لأن الظاهر شاهد به إذ العادة دفع ذلک الیها هبةً الخ فتح القدیر ص۳۸۰ج۳ باب المهر، دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۳۲۷ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص۱۵۳ ج۳ باب المهر.

کے مطابق زید نے دیئے تھے اس کے متعلق اب کیا حکم ہے جب کہ اس وقت نجمہ کے والدین کو غلطی کی وجہ سے پریشانی اور ذلت اٹھانی پڑی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو اشیاء بطورِ تملیک دے چکا ہے اس کی واپسی کا کوئی حق نہیں اور جو کچھ اس سلسلے میں خرچ کر چکا ہے اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شوہر کا بیوی سے زیور واپس لینا

سوال:- ہندہ بالغہ کا نکاح ہندہ کی مرضی سے زید نابالغ کے ساتھ ہوا ہندہ زید کے گھر آتی جاتی رہی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے زید سے جو کہ نابالغ تھا تعلق توڑ لیا اور صاف انکار کر دیا کہ میں زید کے گھر نہیں جانا چاہتی اور عمر کے ساتھ رہنا شروع کر دیا زید نے کافی کوشش کی کہ اپنی بیوی ہندہ کو حاصل کر لے لیکن ہندہ نے بھی انکار کر دیا اور عمر نے یہ کہا کہ ہندہ کو نہیں دیتا کچھ روپیہ تو میں دے سکتا ہوں چنانچہ کچھ روپیہ دئے گئے یعنی عمر نے زید کو کچھ پیسے دئے کیوں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کے لئے کافی روپیہ کا زیور بنایا تھا اور ہندہ کو طلاق دے دی اب آپ یہ فرمائیں کہ زید کو عمر سے یہ پیسے لینے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جتنی قیمت کا زیور ہندہ کو دیا ہے اتنی قیمت یا وہ زیور واپس لینے کا حق ہے خواہ ہندہ دے یا اس کی طرف سے عمر[2] ہندہ کو ناجائز طریقہ پر عمر کے ساتھ رکھنا حرام[3] ہے۔ شریعت کے مطابق نکاح

---

[1] و إذا وهب أحد الزوجين لصاحبه لايرجع فى الهبة وإن انقطع النكاح بينهما الهندية ص ۳۸۶ ج ۴ الباب الخامس فى الرجوع فى الهبة، مجمع الأنهر ص ۵۰۲ ج ۳ باب الرجوع عن الهبة، دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ۲۹۰ ج ۳ باب ما يصح رجوعه الخ مطبوعه تهانوى ديوبند.

[2] وقال الفقيه ابو الليث المختار ان ما كان من متاع سوى ما يجب عليه فالقول له، بحر كوئٹه ص ۱۸۴، باب المهر. **(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)**

کر کے دونوں رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دیوبند ۴/۱/۸۹ھ

موروثی زمین کو مہر قرار دینا

سوال:- زید نے ہندہ کو نکاح اور اس کے مہر میں ایک زمین جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دراصل یہ زمین زمیندار کی ہے اور وہ شخص سالانہ زمین دار کو خزانہ دیتا ہے اور اس کی پیداوار کا مالک زید رہتا ہے اور اس جگہ یہ بھی رواج ہے کہ اس قسم زمین کو رعایا لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کرواتے ہیں اور خریدار زمیندار کو بعد میں کچھ روپیہ نذرانہ دیتا ہے زمیندار راضی ہوجاتا ہے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا زمین اس کی مہر میں ہندہ کے سپرد کرنا واجب ہے یا دیگر مال سے اگر دوسرے مال سے ادا کرے تو کس قدر ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس زمین کو مہر قرار دینا درست ہے اگر زمیندار وہ زمین زید کو دیدے خواہ قیمۃً خواہ ہبۃً تب تو اس زمین کا دینا زید کے ذمہ واجب ہے ورنہ اس زمین کی قیمت واجب ہوگی۔ **واذا تزوجها علیٰ هٰذا العبد وهوملک الغیر اوعلیٰ هٰذا الداروهی ملک الغیر فالنکاح جائزوالتسمیةصحیحةفبعدذٰلک ینظران اجاز صاحب الدار او صاحب العبد ذٰلک فلها عین المسمّٰی وان لم یجزالمسمّٰی لایبطل النکاح ولاالتسمیةحتّٰی لایجب مهر المثل وانما تجب قیمةالمسمّٰی کذا فی المحیط[۳]فتاویٰ عالمگیری ص۳۱۳ج۲ .**

لیکن حق موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں لہٰذا اس حق کو مہر قرار دینا درست نہیں۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ج ۵۵۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ الخلوة بالاجنبية حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۸ج۶) کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس. (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مہر میں جائیداد اور قبرستان بیوی کو دینا

سوال: - زید نے شادی کی، بچے ہوئے اور تقریباً ۲۰ / برس بعد زید نے اپنے باپ کی جائیداد اپنی بیوی کے مہر میں ہبہ کردی حالانکہ مہر بہت کم ہے اور جائیداد بہت بڑی ہے۔ اس جائیداد میں ایک بڑا قبرستان بھی شامل ہے۔ تو مہر کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے یا نہیں۔ زید کی عمر اب نوے ۹۰ / برس کی ہے۔ زید کے انتقال کے بعد قبرستان کاشت ہونے اور باغ کٹ جانے کا قوی خطرہ ہے۔ اس صورت میں مہر ادا ہوگیا یا نہیں؟ اور اس ہبہ کرنے سے مہر ادا ہوگا یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زید کے والد زندہ ہیں تو اُن کی جائیداد میں کوئی تصرف بغیر ان کی اجازت کے زید کے لئے جائز نہیں[1] اگر والد کا انتقال ہوکر تنہا زید وارث و مالک ہو چکا ہے تو وہ جائیداد خود زید کی ہے اس کے والد کی نہیں رہی زید کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے[2] اگر زید کا مقصد بعوض مہر بیوی کو دیدینے سے کسی شرعی مستحق کو محروم کرنا نہیں ہے تو یہ بھی درست ہے[3] اور جس قدر مقرر کیا گیا تھا اگر اس سے زائد دیدے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ مہر جب چاہے ادا کرسکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ طلاق یا موت کے وقت ہی ادا کیا جائے بلکہ جس قدر جلد ادا کرے بہتر ہے۔ بیوی اپنے حق

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] الهندية ص۳۰۳ ج۱ الباب السابع فی المهر مكتبه كوئٹه پاكستان، تاتارخانيه ص۸۷ ج۳ الفصل السابع عشر فی المهر، المحيط البرهانی ص۱۲۰ ج۴ الفصل السادس عشر فی المهر، مطبوعه ڈابهيل.

(صفحہ ہذا) [1] لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا إذنه ولا ولياته، الدر المختار علی الشامی زكريا ص۲۹۱ ج۹، كتاب الغصب مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی شريف ص۷ ج۱ سورة الفاتحة، مطبوعه دهلی.

[3] وروی المعلی عن أبی يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد الإضرار به، رد المحتار كراچی ص۴۴۴ ج۴ كتاب الوقف مطلب مهم فی قول الواقف علی الفريضة الشرعية، هنديه كوئٹه ص۳۹۱ ج۴ الباب السادس فی الهبة للصغير.

سے کم یا زائد جتنے میں رضامند ہوجائے اس کو حق ہے اور اس سے مہر ادا ہوجائے گا وہ بخوشی کُل ہی معاف کردے تو کُل ہی معاف ہوجائے[1] گا۔ قبرستان اگر وقف ہے تو وہ کسی کی ملکیت نہیں[2]۔ مہر میں دینا بھی درست نہیں اور اس سے وہ بیوی کی ملک نہیں ہوگا بلکہ بدستور قبرستان ہی رہے گا۔ اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو اس کو مہر میں دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم

سوال:- (۱) ایک منکوحہ عورت اپنے شوہر سے مہر معجّل طلب کرتی ہے لیکن شوہر ادا نہیں کرتا تو کیا اب عورت کو اختیار شرعی ہے کہ شوہر کو وطی نہ کرنے دے۔

(۲) لیکن شوہر زبردستی مار کر باندھ کر جوڑ کر وطی کرتا ہے تو کیا یہ جماع جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اگر زبردستی وطی جائز ہے تو عورت کا مندرجہ بالا حقِ شرعی بیکار وفضول ہے۔ عورت کا انکارِ وطی بھی جائز اور شوہر کا زبردستی وطی یعنی جماع کرنا بھی جائز دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

(۴) اگر شوہر کا زبردستی وطی کرنا جائز بھی ہے اور ظلم بھی ہے تو یہ بھی ضد ہے یعنی جائز بھی اور ظلم بھی۔

(۵) شوہر ہمیشہ زبردستی جماع کرتا رہے گا جب کہ عورت شوہر کے قبضہ میں ہے۔ ایسی حالت میں عورت اپنا حقِ شرعی کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے، کوئی راستہ شریعت میں ایسا ہے یا نہیں؟

---

[1] وصح حطها لكله أوبعضه عنه قبل أو لا قال الشامي تحته ولابد من رضاها، الدر مع الرد ص۲۴۸، ج۴، باب المهر مطبوعه زكريا، البحر الرائق كوئٹه ص۱۵۰، باب المهر، هدايه ص۳۲۵، ج۲، باب المهر، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] فإذا تم ولزم لايُمَلَّكُ ولايعار ولايرهن، الدرالمختار زكريا ص۵۳۹، ج۶، كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۹، ج۳، كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۰۵، ج۵، كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه.

(۶) مبلغ دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مہر معجّل عندالطلب اس شرط سے شوہر نے عقد نکاح قبول کیا، جب کہ شوہر شرط کو پورا نہیں کرتا یعنی طلب کرنے پر مہر ادا نہیں کرتا تو عقد ٹوٹ گیا یا نہیں؟ جب کہ معاہدہ پورا نہیں کیا گیا تو اب معاہدہ باقی کیسے رہ سکتا ہے جب کہ مہر سے شرمگاہ حلال ہوتی ہے تو طلب کرنے پر بھی مہر ادا نہیں کیا تو جماع کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

(۷) اگر عورت مندرجہ بالا اپنا حق باقی رکھنے کے لئے اپنے ماں باپ کے یہاں رہے اور خاوند کے بلانے پر بھی نہ جاوے تو شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حق ہے ولها منعه من الوطی والسفربها ولوبعد وطی وخلوةرضيتها لاخذ مابين تعجيله اوقدر مايعجل بمثلها عرفاً ان لم يؤجل كله الخ. تنویر[1] ص۵۵۳ ج۲۔

(۲) یہ جماع تو زنا نہیں لیکن زبردستی کرنا ناحق ہے[2]

(۳) عورت کو حق ہے کہ وطی نہ کرنے دے اور مرد کو یہ حق نہیں کہ زبردستی کرے تاہم اگر زبردستی کرے گا تو ناحق زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ لیکن اس جماع کو زنا یا حرام نہیں کہا جاوے گا جس کی وجہ سے حدِ زنا کا مستحق ٹھہرے۔

(۴) ایسا کرنا ظلم ہے مگر زنا نہیں۔

(۵) اگر مہر عندالطلب کی قید لگائی ہے اور معجّل کا مطلب یہی ہے تو بوقتِ طلب اس کی ادائیگی لازم ہے۔ ادا نہ کرنے سے شوہر گنہگار ہوگا اور عورت کو جماع سے روکنے کا حق حاصل ہوگا اور شوہر کو زبردستی جماع کرنے سے گناہ ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر عورت اپنا حق خود وصول کرنے

---

[1] شامی ص۳۵۸ ج۲ مطبوعه نعمانيه ديوبند، ص۱۴۴ ج۳ مطبوعه كراچی باب المهر، سكب الأنهر ص۵۲۶ ج۱ باب المهر تحت فصل بلا باب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۱۱۷ ج۳ باب المهر، مطبوعه سعيد كراچی.

[2] ولا يحل له أن يطأها عن كره منها عند الإمام، النهر الفائق ص۲۵۸ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص۲۹۰ ج۴ باب المهر مطلب فی منع الزوجة نفسها الخ.

پر قادر نہیں اور نہ شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے تو حاکم کے ذریعہ سے اپنا حق وصول کرے۔

(۶) عقد تو نہیں ٹوٹا بلکہ بدرستور باقی ہے۔ البتہ عورت کو جماع سے منع کرنے کا حق ضرور حاصل ہے۔ اگر شوہر میں ایک دم ادائے مہر کی استطاعت نہیں تو قسط وار ادا کردے۔ عورت کو بھی چاہئے کہ ایک دم وصول کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ کچھ مہلت دیدے، اور قسطیں مقرر کرے۔[1]

(۷) نکاح کے لئے مہر لازم ہے۔ اگر زوجہ اس کو معاف کردے تو معاف ہوجاتا ہے نکاح بغیر ذکر مہر کے بھی صحیح ہوجاتا ہے حتی کہ اگر مہر کی نفی کردی جائے تب بھی صحیح ہوجاتا ہے، لیکن مہر لازم ہوتا ہے عدم ذکر اور نفی کا کوئی اثر نکاح پر نہیں پڑتا ہے اور نفس نکاح سے جماع حلال ہوجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت معاہدۂ مہر سے حلال نہیں ہوتی بلکہ نکاح سے حلال ہوتی ہے۔ نکاح کے لئے مہر لازم ہوتا ہے جو زوجہ کے معاف کرنے سے معاف ہوجاتا ہے۔ اگر بغیر مہر کے شرمگاہ حلال نہ ہوتی تو ادائے مہر سے قبل جماع قطعاً حرام ہوتا حالانکہ ادائے مہر معجّل سے پہلے عورت کی رضامندی سے بلاتأمل جائز ہے اور اگر مہر مؤجل ہے تو بغیر اس کی رضامندی کے بھی جائز ہے۔ ویصح النکاح وان لم یسم فیه مهراً لاخلاف فی ذٰلک لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغةفیتمُّ بالزوجین ثم المهر واجب شرعاً ابانةلشرف المحل فلایحتاج الیٰ ذکره لصحةالنکاح وکذا إذا تزوجها بشرط ان لامهر لها ای فیصح النکاح لمابینا الخ. فتح القدیر[2] ص۴۳۴ ج۲ صورتِ مسئلہ میں زوج کے ذمہ مہر کی ادائیگی ضروری ہے اور ادائیگی سے پہلے جماع کا حق نہیں، لیکن اگر جماع کرلیا تب بھی یہ زنا نہیں ہوا، جماع حلال ہوا مگر زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوا۔

---

[1] قال الحصکفی، إن لم یؤجل أو یعجل کله فکما شرط لأن الصریح یفوق الدلالة، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۳/۱۴۴، باب المهر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر، سکب الأنهر ص۵۲۷ ج۱ باب المهر تحت فصل، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فتح القدیر ص۳۱۶ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص۲۲۹ ج۲ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

(۸) ایسی حالت میں بھی وہ نفقہ کی حقدار رہے گی اور ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ[1] ساقط نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

مہر معجّل سے قبل زفاف

سوال: - شوہر اپنی عورت کے ساتھ سہاگ رات منانے جائے اور مہر معاف نہ کرائے تو کیا حکم ہے؟ یعنی بغیر مہر معاف کئے سہاگ رات منا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا مہر معاف کرائے بھی اگر ہمبستری کی گئی تو وہ ناجائز نہیں لیکن بیوی کو حق ہے کہ مہر معجّل وصول کرنے سے قبل ہمبستری سے روکدے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۸۹ھ

کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟

سوال: - ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جب تک مہر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

---

[1] ولها السفر والخروج من المنزل أيضاً ولها النفقة لو منعت لذلک مجمع الأنهر ص۵۲۶ ج۱ باب المهر، البحر الرائق ص۱۷۹ ج۴ باب النفقة، مطبوعه سعيد كراچی، النهر الفائق ص۵۰۷ ج۲ باب النفقة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولها منعه من الوطء ودواعيه لأخذ مابين تعجيله من المهر أو قدر مايعجل لمثلها عرفاً، الدرعلى الرد ص۱۴۴ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص۲۵۸ ج۲ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص۵۲۶ ج۱، دار الكتب العلمية بيروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات غلط ہے۔ البتہ بیوی کو اسی وقت کچھ دینا بہتر ہے[1]۔ ہاں مہر ادا کرنے کی فکر اور کوشش لازم ہے یہ اس کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/ ۹۰ھ

مہر مؤجل کے مُطالبہ کا حق

سوال:- باکرہ کے والدین باکرہ کی طرف سے مہر بھی حاصل کرنے کے طالب ہیں۔ وہ بھی ازروئے عدالت مجاز۔ تو کیا ان سب مطالبات کی بناء پر بکر کے ذمہ باکرہ کے والدین کو دینا ازرُوئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر اپنی رضامندی سے نہیں بلکہ غیر شرعی امور کے تحت باکرہ یا اس کے والدین کی طلبی پر ازرُوئے عدالت مجاز طلاق دے تو کیا اس کا تعلق باکرہ سے ہمیشہ کے لئے مانند طلاق بائن منقطع ہوجائے گا یا نہیں؟ اور کیا باکرہ بعد عدت کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے؟ براہِ کرم حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہر مؤجل تھا (جس کا مطالبہ طلاق، تفریق، موت پر کیا جاتا ہے) تو ابھی شوہر کے ذمّہ

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین زوج علیا فاطمة قال یاعلی لاتدخل علی اهلک حتی تقدم لهم شیأ الخ. مجمع الزوائد علی هامش بغیة الرائد.ص ۵۲۰ ج۴ باب الصداق حدیث نمبر ۷۴۹۸ مطبوعه دارالفکر بیروت، قال المؤلف الحدیث الاول یدل علی منع الدخول بغیر اداء شیء من المهر والثانی یدل علی خلافه محمل الاول علی الاستحباب والثانی علی الجواز الخ اعلاء السنن ص۸۷ ج ۱۱ کتاب النکاح باب استحباب تعجیل شیء من المهر عند الدخول، مطبوعه کراچی.

ترجمہ:- بیشک نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ارشاد فرمایا اے علی اپنے اہل پر داخل مت ہونا یہاں تک کہ انکو کچھ دیدو۔

[2] المهر دین فی ذمة الزوج، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۴ باب المهر قبیل مطلب فیما یرسله إلی الزوجة، وفی البحر لأن المهر فی حالة البقاء حقها، البحر ص ۱۵۰ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه پاکستان.

اس کا ادا کرنا لازم نہیں۔ عدالت میں اس کا دعویٰ کرنا بھی غلط ہے۔ اگر مہر معجّل تھا یعنی جب بیوی طلب کرے تو بیوی کو بلا عدالت کے بھی اس کے طلب کرنے کا حق ہے اور اس کی طرف سے اس کے والدین کو بھی مطالبہ کا حق ہے۔ **لابی الصغیرة المطالبة با لمهر اھ (درمختار) والصغیرة غیر قید، ففی الهندیة، للاب والجدوالقاضی قبض صداق البکرصغیرة کانت أو کبیرة الا اذا نهته، وهی بالغةصح النهی اھ** (شامی[1]) **لاخلاف لاحد ان تاجیل المهر الیٰ غایة معلومة نحو شهر أو سنة صحیح وإن کان لا إلی غایة فقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم یصح وهُوَ الصحیح وَهٰذا لانَّ الغایة معلومة فی نفسها وهوالطلاق او الموت اھ** (عالمگیری[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

مطالبۂ مہر

سوال:- مسماۃ زینب کا نکاح بعوض نوسو روپیہ کے ایک داروغہ صاحب سے ہوگیا تھا، داروغہ صاحب نے ایک مرتبہ مسماۃ زینب سے حالت غصہ میں یہ کہا کہ تو گھر سے نکل جا تجھ کو طلاق، اسکے بعد دوبارہ عقد کیا گیا تھا اب داروغہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائداد وغیرہ پر انکی پہلی بیوی کی اولاد قابض ہے، مسماۃ زینب نے اپنے مہر اور ترکہ کا دعویٰ کیا ہے، لیکن مخالفوں نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ داروغہ صاحب نے طلاق دے دی تھی، اب یہ عرض ہیکہ صورت موجودہ میں مسماہ زینب کو اپنے ترکہ اور مہر وصول کرنے کا حق داروغہ صاحب کی جائداد سے ہے یا نہیں اور عقد ثانی کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا استحقاق ہوگا یا نہیں، نیز مخالفوں کی افواہ سے نکاح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۱۴ ج۴ مطبوعه کراچی ص ۱۶۱ ج۳، باب المهر. مطلب لابی الصغیرة المطالبة بالمهر.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص۳۱۸ ج۱ باب المهر الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمهرها الخ، مجمع الأنهر ص۵۲۸ ج ۱ باب المهر تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ثانی پرتو کوئی اثر نہیں پڑے گا اور اگر نکاح ثانی کا باضابطہ ثبوت بہم نہ پہنچ سکے تو کیا حکم ہوگا، امید کہ ہر پہلو پر نظر فرما کر جواب باصواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر نکاح ثانی ثابت ہوجائے اور داروغہ صاحب کے انتقال تک دوبارہ شرعی جدائی ثابت ہوکر عدت نہ گزر چکی ہو تو مسماۃ مذکورہ اپنے حصہ میراث کی مستحق ہوگی، اور نکاح ثانی کی وجہ سے مہر ثانی کی بھی مستحق ہوگی اگر نکاح ثانی کا ثبوت نہ ہوسکا یا بحالت صحت داروغہ صاحب جدائی کا ثبوت ہوکر عدت ختم ہوچکی ہو تو حصہ میراث کی مستحق نہ ہوگی اور عقد اول کی وجہ سے مہر مذکور کا بہرحال مطالبہ کرسکتی ہے بشرطیکہ مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور مسماۃ مذکور نے معاف بھی نہ کیا ہو اور مہر ثانی کے استحقاق کا مدار نکاح ثانی کے ثبوت پر ہے اور مہر کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے "المهر يتأكد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمىٰ اومهر المثل حتى لايسقط منه بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق ط فتاویٰ هنديه، ص۳۱۴/[1] للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق ص۳۲۸/[2] اذا تزوج امرأة وخلا بهاثم طلقهابائناثم تزوجها فى العدة ثم طلقها قبل الدخول بها فى النكاح الثانى كان عليه مهر بالنكاح ومهر كامل بالنكاح الثانى، ص ۳۳۶/[3] الرجل اذا طلق امرأته طلاقاً رجيعاً فى حال صحته اوفى حال مرضه برضا ها أوبغير رضاها ثم مات وهى فى العدة فانهما

---

[1] فتاویٰ هنديه ج۱/ ص۳۰۳/ مطبوعه كوئٹه كتاب النكاح الباب السابع فى المهر الفصل الثانى فيما يتأ كد به المهر، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۳، در مختار على الشامى كراچى ص۱۰۲ ج۳ باب المهر.

[2] عالمگيرى، ج۱/ص۳۱۶/(مطبوعه كوئٹه) الباب السابع فى المهر الفصل العاشر فى هبة المهر

[3] عالمگيرى، ج۱/ص۳۲۳/مطبوعه كوئٹه) الباب السابع فى المهر الفصل الثالث عشر فى تكرار المهر.

یتوارثان بالاجماع ولوطلقها طلاقا بائنا اوثلاثاً ثم مات وهی فی العدة فکذلک عندنا ترث ولو انقضت عدتها ثم مات لم ترث ا ھ فتاویٰ هندیه، ص ۴۸۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ صحیح عبداللطیف ۱۳/ربیع الثانی ۵۶ھ

رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبہ مہر کا حق

سوال:- زید کا نکاح شرعاً ہندہ سے ہوا۔ بروقت نکاح نصف مہر معجّل قرار پایا۔ ہندہ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ نکاح کے ایک سال کے بعد پدرِ ہندہ نے رخصتی کا وعدہ کیا تھا، اس وقت ہندہ کی عمر بیس ۲۰ سال ہے، ابھی پدرِ ہندہ نے رخصتی نہیں کی ہے اور نہ شبِ زفاف کی نوبت آئی ہے پدر ہندہ ابھی دختر کی رخصتی نہیں کرتا ہے اور کل زر مہر کا طالب ہے لہٰذا شریعتِ محمدی کی رو سے جواب تحریر ہو کہ ایسی صورت میں کیا پدرِ ہندہ زر مہر کا مطالبہ قبل رخصتی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کس قدر حصص کا؟ برائے مہربانی جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں پدرِ ہندہ کو کل مہر کے مطالبہ کا حق نہیں، ہندہ کی طرف سے وکیل ہو کر برضامندی ہندہ کے صرف نصف مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ زید کو چاہئے کہ نصف مہر ادا کردے۔ اگر زید کو یہ خیال ہو کہ پدرِ ہندہ مہر وصول کرنے کے بعد رخصت نہیں کریگا تو زید کو چاہئے کہ حاکمِ وقت یا باعزت اہل محلّہ کے ذریعہ سے پدرِ ہندہ پر زور ڈالے کہ وہ ہندہ

---

[1] عالمگیری ج ۱/ ص ۴۶۲/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الطلاق الباب الخامس فی طلاق المریض، سکب الأنهر ص ۷۴ ج ۲ باب طلاق المریض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۴۰۶ ج ۲ باب طلاق المریض دار الکتب العلمیة بیروت.

کورخصت کے لئے اولاً تیار کرے اس کے بعد مقدارِ معجّل وصول کرے اور پھر جلدی رخصت کردے۔ ولها منعه من الوطئ لاخذ مابين تعجيله من المهر كله اوبعضه اھ درمختار. واشار الیٰ ان تسليم المهر مقدم لوخاف الزوج ان ياخذالاب المهر ولايسلم البنت يُومر الاب بجعلها مهيأةللتسليم ثم يقبض المهراھ ردالمحتار[1] ص ۵۵۴ ج ۲. اگر ہندہ مطالبہ پر رضامند نہیں بلکہ بغیر مطالبہ ہی رخصت کے لئے تیار ہوتو پدرِ ہندہ کو مطالبہ کا حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۲/ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف

رخصتی سے پہلے مطالبہ مہر

سوال:- زید نے بایں شرائط اپنی دختر کا نکاح بکر سے کردیا کہ پانصد کا زیور پارچہ اور یک ہزار پانصد میں دو دوکانیں مہر میں تحریر کرکے رجسٹری کرادے۔ نکاح پڑھادیا، اب دختر کو رخصت نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ دوکانوں کا کرایہ نامہ میری دختر کے نام کردو۔ جب رخصت کروں گا۔ نکاح کو پندرہ ماہ ہوئے۔ کیا زید کی دختر بلااس کے کہ وہ اپنے والدین کے یہاں سے آتی اور حق زوجیت ادا کرتی۔ کسی رقم زر دو ہزار بذریعہ نالش شرعاً حاصل کرنے کی حقدار ہوسکتی ہے۔ زید کی دختر چار پانچ سال تک رخصت ہوکر خاوند کے یہاں نہیں آئی۔ ایسی صورت میں اس قدر مدت گذر جانے پر شرعی طلاق ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہر معجّل پر نکاح ہوا ہے تو شرعاً عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو شوہر کے حوالہ نہ کرے۔

---

[1] شامی کراچی ص ۱۴۴ ج ۳ باب المهر، سكب الأنهر ص ۵۲۶ ج ۱ باب المهر تحت فصل بلا ترجمة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۱۷۷ ج ۳ باب المهر، مطبوعه سعيد كراچی.

جب تک مہر وصول نہ کرے۔ اگر کل مہر معجّل ہے تو عورت کو کل مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے اگر کچھ معجّل ہے کچھ مؤجل تو معجّل کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ اگر کل مہر مؤجل ہے تو عورت کو قبل مدت تاجیل مطالبہ کرنا جائز نہیں اگر وقت نکاح معجّل یا مؤجل کی کوئی تصریح نہ ہوئی ہو تو عرف کا اعتبار ہوگا اگر کل مؤجل ہوتا ہے تو عورت کو مطالبہ کرنا جائز نہیں اگر کل معجّل ہوتا ہے تو تمام کا مطالبہ جائز ہے۔ اگر بعض معجّل اور بعض مؤجل ہو تو معجّل کا مطالبہ جائز ہے نہ کہ مؤجل کا۔ اذا زوجت المرأة ولها مهر معلوم كان لها ان تحبس نفسها لإستيفاء المهر فان كان فى موضع يعجل البعض ويترک الباقى فى الذمة الىٰ وقت الطلاق او الموت كما هو عرف ديار ناكان لها ان تحبس نفسها لاستيفاء المعجل و هوالذى يقال فى الفارسية ''دست وپیان'' وليس لها ان تطالب بكل المهر فان بينوا قدر المعجل يعجل ذٰلک وان لم يبينوا شيئًا. ينظر الىٰ المرأة والىٰ المهر المذكور فى العقد ان لم يكون المعجل لمثل هٰذا المرأة من مثل هٰذا المهر فيعجل ذٰلک معجلاً ولايقدر ذٰلک بالربع ولابالخمس وانما ينظر الىٰ المتعارف لان الثابت عرفا كالثابت شرعاً وان شرطوا فى العقد تعجيل كل المهر يعجل الكل معجلاً ويترک العرف فتاویٰ قاضیخان[1] ص۴۳۶ ج۱۔ ۴/ یا ۵/ سال خاوند کے گھر نہ جانے سے عورت پر طلاق نہیں ہوتی۔ جب تک کہ خاوند طلاق نہ دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۲/۷/ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ رجب المرجب ۵۲ھ

مقدارِ مہر کو مقرر کر دینا

سوال: - کیا کسی فرد یا جماعت کو مہر کی ایک حد مقرر کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ اس قسم

[1].....فتاوى قاضيخان ص۳۸۵ ج۱، فصل فى حبس المرأة نفسها باب المهر مكتبه كوئٹه پاكستان، عالمگيرى كوئٹه ص۳۱۸ ج۱ الفصل الحادى عشر فى منع المرأة نفسها بمهرها، مجمع الانهر ص۵۲۶-۵۲۷ ج۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

کی تحدید پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحب اختیار خلیفہ نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا اور دوبارہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا "فمن شاء ان یعطی ما احب"

الجواب حامداً ومصلیاً!

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے منع فرمایا ہے[1] لیکن کسی فرد کو یا کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ سب برادری کے لئے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کردے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت ہی نہ رہے اور ہر شخص خواہ مخواہ ہی اسی مقدار پر مجبور ہوجائے البتہ شریعت نے کم سے کم مقدار دس ۱۰/درہم مقرر کی ہے اس سے کم درست نہیں، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی[2]۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا، چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جو کہ نجاشی نے ادا کیا۔ جیسا کہ کتبِ احادیث وسیر میں ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/ ۸۹ھ

---

[1] عن عمر بن الخطابؓ الا لا تغالوا صدُقة النساء الحديث، مشكوٰة شريف ص۲۷۷ باب الصداق، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر قوله: ويجب الأكثر أى بالغاما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان، الدر مع الرد ص۱۰۲ ج۳ كراچی باب المهر، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱، باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الباب السابع فی المهر.

[3] عن ام حبيبة انها كانت تحت عبدالله بن جحش فمات بارض الحبشة فزوجها النجاشی النبی صلى الله عليه وسلم وامهر ها عنه اربعة الاف مشكوٰة ص۲۷۷ ج۱ باب الصداق، المواهب اللدنية (شرح الزرقانی) ص۲۴۳ ج۳ ام حبيبة أم المؤمنينؓ، مطبوعه دار المعرفة بيروت.

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں حبشہ میں شوہر کا انتقال ہوگیا تھا نجاشی شاہ حبشہ نے ان کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کردیا اور حضرت کی طرف سے چار ہزار روپے مہر میں خود ادا کردئے۔

حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف

سوال: -اگر مہر بحیثیت مالی حالت کے مقرر کیا جائے تو میرا مہر کتنا مقرر کیا جائے گا جب کہ میرے کارخانے کی مجموعی آمدنی تقریباً ایک ہزار روپے مہینہ ہے جس میں میرا ایک بھائی دو بہنیں اور ماں بھی شریک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی۔ جتنی مقدار آپ کو ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو تجویز کرلیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/ ۸۹ھ

قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ

سوال: -قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ آئندہ سب لوگوں کو اپنی اولاد کے نکاح ۲۵/روپیہ سے زیادہ کی رقم پر نہ کرنا چاہئے چنانچہ تمام قوم اس کی پابند ہے مخالف پر جرمانہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔

تو تعیین مہر کا ان لوگوں کو حق ہے یا نہیں۔ صحت نکاح میں کوئی خرابی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر پچیس روپیہ یا اس سے زائد یا اس سے کم دس درہم تک مقرر کرنا جائز ہے اور بہر صورت

---

[1] وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر (قوله ويجب الأكثر أى بالغا ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان، الدر مع الرد ص ۱۰۲ ج۳، مطبوعه كراچى باب المهر، عالمگيرى ص۳۰۳ ج۱ الباب السابع فى المهر، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔کم کی مقدار دس درہم شریعت کی جانب سے متعین ہے زیادہ کی مقدار متعین نہیں[1] کسی اور کو انتہائی مقدار لازمی طور پر متعین کرنے کا حق حاصل نہیں نہ کسی کی تعیین سے متعین ہوسکتی ہے، البتہ زیادہ مہر مقرر کرنا کچھ فضیلت کی بات نہیں خصوصاً جب کہ اس کی وسعت بھی نہ ہو۔(عمرؓ) **قال فی الخطبة لاتغالوا فی صدقات النساء فان ذٰلک لوکان مکرمة فی الدنیا وتقوی عندالله کان اولیٰ کم به رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما اصدق رسو ل اللّٰه ﷺ امرأة من نسائه ولا اصدقت امرأة من بناته اکثرمن ثنتی عشرة اوقیة : جمع الفوائد[2] ص۲۱۹ج۱۔**

مہر فاطمی مقرر کرنا افضل ہے[3] ورنہ کم از کم وسعت سے زیادہ مقرر نہ کیا جاوے۔کیوں کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔مال کا جرمانہ شرعاً جائز نہیں **قال ابن النجیم بعد بحث والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال. بحر[4] ص ۴۱ ج۵.**

قوم کی اس تجویز سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۵/۱۲/ ۵۲ھ

صحیح: سعید احمد مدرس مدرسہ ہذا ۲۶/ذی الحجہ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/ذی الحجہ ۵۲ھ

---

[1] وأقله عشرة دراهم الیٰ ما قال فی حدیث جابرؓ لا مهر اقل من عشرة دراهم الخ زیلعی ص۱۳۶ ج۲ باب المهر مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۱۰۲ ج۳ باب المهر.

[2] جمع الفوائد ص۲۱۹ ج۱ باب الصداق والولیمة مکتبه رحیمیه دیوبند

[3] یستحب کون الصداق خمس مائة درهم، النووی علی المسلم ص۴۵۸ ج۱ باب الصداق مطبوعه بلال دیوبند.

[4] البحر ص ۴۱، ج۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ کتاب الحدود مطلب فی التعزیر بأخذل المال، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ فصل فی التعزیر مطبوعه کوئٹه.

مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے

سوال: - مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت زید کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ایک مشت ادا کر سکے۔ اس کے لئے کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی کی رضامندی سے قسط وار بھی ادا کرنے کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہر قسطوار اور نفقہ

سوال: - زید نے زاہدہ بی بی کو نو ۹/ ماہ کے حمل کی مدت میں اس کی بداخلاقی کی بنا پر مجبور ہو کر طلاق دیدی، اس کا مہر دینے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن زاہدہ کے میکے والے بہت زیادہ زور ڈال کر مہر ایک مشت لینا چاہتے ہیں۔ لیکن زید اپنی غربت سے مجبور ہے۔ زید کی خانگی زندگی زاہدہ کی بداخلاقی اور کمینگی کی بنا پر جہنم کا نمونہ بن گئی تھی۔ زید صرف ۱۲۰/ روپئے پر ایک جگہ ملازمت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے والد اور ایک غیر شادی شدہ بہن کا بھی خرچہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے جس سے ایک مشت مہر دینے سے مجبور ہے، اس کی کوئی صورت بتائیں۔ نیز زید کے ایک لڑکا ڈیڑھ سال کا ہے۔ زاہدہ کے گھر والے وہ لڑکا بھی نہیں دے رہے ہیں۔ طلاق کے بعد زاہدہ کو ایک لڑکی تولد ہوئی۔ اب وہ خوراکی دینے کے لئے کہہ رہی ہے۔ زید چاہتا ہے کہ لڑکا اس کے پاس

---

[1] کما یستفاد کما یقع فی دیار مصر فی بعض الأنحکة انهم یجعلون بعضه حالاً وبعضه مؤجلا الی الطلاق أو إلی الموت وبعضهم منجما فی کل سنة قدر معین الخ بحر کوئٹه ص۱۷۸ ج۳ باب المهر، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۴ باب المهر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر.

رہے اور لڑکی کی خورا کی دیتار ہے تا کہ اس پر بار کم ہو جائے، مگر وہ لوگ تیار نہیں ہیں۔ از روئے شرع اس کا کیا حل ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شادی سے پہلے لڑکی کے اخلاق اور دینداری کی تحقیق کی ضرورت تھی۔ اس سے غفلت اختیار کی گئی جس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ پھر طلاق دینے سے پہلے سوچنے کی ضرورت تھی کہ مہر کیسے ادا کیا جائے گا، نفقۂ عدت کہاں سے دیا جائے گا، بچے کے خرچ کا انتظام کیا ہوگا، والد اور بہن کی ضرورت کس طرح پوری ہوگی، خود کیا کھائیں گے۔ بغیر انجام پر نظر کئے ہوئے قدم اٹھانے پر پشیمانی ہوتی ہے اور پریشانی بھی۔ بیوی کا مہر بہر حال واجب ہے[1]۔ اس کو مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے۔ اس کو قسطوار وصول کرنے پر راضی کیجئے۔ سنجیدہ بااثر آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر ان کے ذریعہ معاملہ طے کرائیں۔ اگر تین طلاق نہ دی ہو بلکہ کم دی ہو تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے بشرطیکہ دونوں رضامند ہوں[2]۔ اولاد کا نفقہ[3] آپ کے ذمہ لازم ہے اگر چہ وہ اپنی والدہ کے پاس رہے۔ بچہ جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنی ضروریات (کھانا، پینا، پہننا، استنجاء وغیرہ) خود کرنے لگے۔ زبردستی اس کو لینے کا آپ کو حق نہیں بلکہ حقِ پرورش اس کی والدہ ہی کو ہے۔ بچی کی

---

[1] والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمىٰ أو مهر المثل حتى لايسقط منه شئ بعد ذالک إلا بالإبراء، الهندية ص۳۰۳، ج۱، الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر والمتعة، بحر كوئٹه ص۱۴۳، ج۳، در مختار علی الشامی كراچی ص۱۰۲، ج۳، باب المهر،

[2] إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها الخ فتاویٰ عالمگیری ص۴۷۲ ج۱ الباب السادس فی الرجعة، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۲۰ ج۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد الخ. الهندية ص ۵۶۰ ج۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، شامی كراچی ص۶۱۲ ج۳ باب النفقة.

پرورش کا بھی والدہ کو حق ہے جب تک بچی میں بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوں[1] اس کے بعد آپ لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجہ اگر وصول نہ کرے تو زوج مہر کس طرح ادا کرے

سوال: -مسماۃ ہندہ کو طلاق لئے ہوئے دو برس ہو چکے ہیں۔ دین مہر نہ وہ لیتی ہے اور نہ ہی صاف الفاظ میں منع کرتی ہے بلکہ یہ کہہ دیتی ہے کہ میں اپنا بدلہ آخرت میں لوں گی زید دین مہر سے اپنی زندگی میں سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور ہندہ سے بار بار لجاجت کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنا قرض وصول کرلے۔ چنانچہ بذریعہ ڈاک بیمہ رقم دین مہر زید نے ہندہ کو پہونچادی مگر ہندہ نے اپنی کسی مصلحت کی بناء پر رقم ارسال کردہ بیمہ واپس کردی کہ مجھے تمہارے اس روپے کی ضرورت نہیں میں اپنا بدلہ خدا کے یہاں آخرت میں لوں گی اس اثناء میں زید نے مصالحت کرنے کی کئی ایک بار کوشش کی مگر مسماۃ ہندہ کے عزیز واقرباء نے مزاحمت کی اور زید کو مالی وجسمانی نقصان پہونچانے کے درپے ہوگئے۔

ہندہ کا اپنا قرض دنیا میں وصول نہ کرنا حالانکہ زید نے بذریعہ ڈاک رقم دَین مہر ہندہ کو پہونچادی مگر اس نے واپس کردی اور قرض خواہ کا یہ کہنا کہ میں تو آخرت میں بدلہ لوں گی شرع شریف میں کیا حکم ہے اگر مقروض رقم دین مہر عندالطلب ادا کرنے سے انکار کرتا تو وہ قصوروار تھا اور قرض خواہ یہ کہنے کا حقدار تھا کہ میں آخرت میں بدلہ لوں گی لیکن یہاں تو معاملہ دیگر گوں ہے ہندہ کے بغیر طلب کے زید کے ذمہ رقم مہر جائز طریقہ سے ہندہ تک پہونچانے کا حق ہے زید

---

[1] والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب..... والام والجدة أحق بها بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية، الدر على الرد ص۵۶۶، ج۳، كراچى باب الحضانة، عالمگيرى ص۵۴۲ ج۱ الباب السادس عشر فى الحضانة، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ باب الحضانة، مطبوعه رشيديه كوئٹه،

پہونچا دیتا ہے وصول کرنا یا نہ کرنا یہ ہندہ کا فعل ہے وجہ خواہ کچھ بھی ہو مگر زید نے حق ادا کرنے کی پوری کوشش دنیا میں کر لی۔

جواب طلب یہ امر یہ ہے کہ کیا زید عنداللہ بری الذمہ ہوسکتا ہے اور آخرت میں یہ صورت بخشش یا ہبہ کی ہوسکتی ہے یا نہیں ہندہ کا رقم مہر چھوڑنا حالانکہ زید ادا کرنا چاہتا ہے کیا یہ صورت إلاّ ان یعفون کے تحت میں آسکتی ہے۔ یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ہندہ دین مہر کو معاف نہیں کرتی اور وصول بھی نہیں کرتی تو زید کو چاہئے کہ مہر کی رقم ہندہ کے سامنے اس طرح رکھدے کہ اگر وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھانا چاہے تو اٹھالے اور اس کے بعد ہندہ کو اختیار ہے خواہ اٹھائے خواہ نہ اٹھائے۔ اس طرح اس کے سامنے رکھدینے سے زید بری ہوجائے گا اور آخرت کا بار اس کے ذمہ نہیں ہوگا اور محض وصول کرنے سے انکار کی وجہ سے معافی نہ ہوگی۔ التخلیلة رفع الموانع بان یضع المال بین یدی المولی. بحیث لو مدیده اخذه فحینئذ یحکم القاضی بانه قبضه و کذا فی ثمن المبیع وبدل الاجارة وسائر الحقوق اھ ردالمحتار[1] ص ۹۰ ج ۳

اگر ہندہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے دین مہر دنیا میں معاف کردیا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب لوں گی تو مہر معاف ہوگیا اور اگر چہ یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وصول نہیں کرتی تا کہ شوہر کے ذمہ آخرت کا وبال باقی رہے تو معاف نہیں ہوا۔ طریقہ مذکورہ سے ادا کردیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۵/ ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ج ۱/ ۵۵ھ

---

[1].....شامی نعمانیه ص۲۷ ج۳ با ب العتق علی جعل شامی زکریا ص۴۳۲ ج۵، البحر الرائق ص۵۸، ج۴، باب العتق علی جعل، مطبوعه سعید کراچی، زیلعی مع حاشیة الشلبی ص۹۴ ج۳ مطبوعه امدادیه ملتان.

مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا

سوال: -قمرالدین کے یہاں ایک لڑکا دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامانِ جہیز دیکر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمرالدین نے کی لیکن بچپن میں عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمرالدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا۔ اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے۔ لڑکی کا انتقال ہو گیا لڑکا حیات ہے۔ لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لئے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کر لی ہے لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ مہر بندھی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کر دیا اور اب رہا سامان ومکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمرالدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لیکر اپنی سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا جب کہ اصغر جوان ہو گیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میرا حق ہے تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر حقدار ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کچھ حق پہونچے گا یا نہیں؟ اگر پہونچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لئے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہو گیا[1]۔ قمرالدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا

---

[1] التخلیۃ رفع الموانع بان یضع المال بین یدی المولی بحیث لو مد یدہٗ اخذہ فحینئذ یحکم القاضی بانہ قبضہ وکذا فی ثمن المبیع وبدل الإجارۃ وسائر الحقوق شامی نعمانیہ ص۲۷ ج۳ باب العتق علی جعل شامی زکریاص ۴۳۲ج۵، البحر الرائق ص۲۵۸ ج۴ باب العتق علی جعلٍ، مطبوعہ سعید کراچی، زیلعی مع حاشیۃ الشلبی ص۹۴ ج۳.

محمد عمر دونوں وارث ہیں لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے[1] محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) اور لڑکی دونوں وراث ہیں۔ پھوپی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا وہ اس میں حقدار نہیں[2] اگر چہ اپنے والد کے ترکہ میں حقدار ہے۔ پھوپی صاحبہ نے بچہ کی پرورش کی بہت اچھا کیا ان کو اجر ملے گا لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں[3] محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا۔ ہاں اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد بخوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لیلے مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے اس کی پرورش کی، شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

دو دینار سرخ کا مہر قرار دینا

سوال: -مہر میں دو دینار سرخ سلطانی باندھنا کیسا ہے؟

---

[1] اما بنات الصلب فاحوال ثلاث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین، سراجی ص ۱۲ فصل فی النساء مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وبنو الاعیان والعلات کلهم یسقطون بالابن وابن الابن وان سفل، سراجی ص۱۷ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۹ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر میں دینار سرخ وغیرہ باندھنا درست ہے[1] لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ مروجہ سکہ باندھنا چاہئے تاکہ عندالاداء نزاع نہ ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے

سوال: - ایک بیوہ ہے جس کے تین جیٹھ دیور موجود ہیں نکاح کرنے کے لئے بڑی کوشش کرتے رہے مگر اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے اس کے نام ایک چوتھائی حصہ زمین کا چڑھ گیا اور وہ زمین کے فروخت کی کوشش میں لگی۔ جیٹھ دیور کو جب معلوم ہوا تو پھر بہت نکاح کی کوشش کی، اس نے بڑی مشکل سے نکاح کو کہا اور یہ بھی کہا کہ نکاح میرا نہیں ہوتا یہ تو زمین کا نکاح ہوتا ہے مگر شریعت سے اس کو زمین کا حق نہیں پہونچتا۔ فقط اس کے ایک لڑکی ہے۔ مگر ان جیٹھ دیوروں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے پندرہ بیگہ زمین مہر میں دیں گے۔ تو وہ اپنے بڑے جیٹھ سے نکاح کے لئے رضامند ہوگئی اور نکاح ہوگیا۔ اب اس کو زمین دیں یا نہ دیں؟ قبضے کا وعدہ کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہر میں جتنی زمین مقرر کی گئی ہے وہ بھی اس کا حق ہے اس کو دینا لازم ہے[3] ورنہ اس کا وبال سخت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المهرهوالمال يجب فى عقد النكاح على الزوج، فتح القدير ص ٣١٦/٣،باب المهر، دارالفكر بيروت.

[2] لان الجهالة مفضية إلى المنازعة، فتح القدير ص٢٦٣ ج٦ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت.

[3] هكذا يستفاد ولوتزوجها على بيت بعينه فلها ذالک، الهندية ص٣١٠ ج١، الفصل الخامس فى المهر تدخله الجهالة، أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوابه مااستحللتم به الفروج (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا

سوال:- بکر نے عرصہ ۳ ۳/۴ سال کا ہوا اپنا نکاح ایک بیوہ سے کیا بعوض مبلغ ۱۱۰۰/روپیہ اور طے ہوا کہ ایک دختر جس کی عمر ۱۱/سال ہے عنقریب شادی ہوکر اپنے خاوند کے یہاں چلی جاوے گی۔ دوسرا لڑکا جس کی عمر ۷/سال ہے اپنے ماموں کے ہمراہ رہے گا تیسرا لڑکا جس کی عمر ۳/سال ہے بیوہ کے ہمراہ رہے گا۔

بعد نکاح بیوہ نے اپنے ہر سہ بچوں کو اپنے ہمراہ رکھا اور سب کا خرچہ شوہر ثانی کے ذمہ رہا۔ ۶/۷/ماہ گذرنے پر بیوہ نے اپنی دختر کا عقد موجودہ شوہر کے لڑکے سے جو کہ بکر کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے بلا رضامندی شوہر کردیا جس کا کفیل بھی بکر کو ہونا پڑا۔ ایک سال تک بکر نے جملہ اخراجات برداشت کئے مگر جب بکر مجبور ہوگیا کہ اس کی عورت کے اخراجات اس کی آمدنی سے ڈیوڑھے ہوجاتے ہیں تو بکر نے اپنی کل آمدنی تعدادی مبلغ ۵۸/۔روپیہ ۲/فروری ۳۳ء عورت کے ہاتھ میں یہ کہہ کر کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اس قدر نقد روپیہ نہیں جو ایک دم مہر ادا کردوں مہر میں ادا کردیا اور یہ کہا کہ خواہ اس رقم کو تم اپنی اولاد پر صرف کرو یا جو چاہو کرو اس کے چند گواہ بھی موجود ہیں۔ عورت نے ہر ماہ تنخواہ لینا شروع کردی اس دوران میں کئی مرتبہ بکر نے عورت کے گوش گذار کردیا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر میں سے ادا ہورہا ہے اس طرح ۳/ستمبر ۳۴ء تک اپنی کل آمدنی مبلغ ۱۱۰۰/روپیہ مہر میں ادا کردیا۔ لہٰذا اس صورت میں مہر ادا ہوا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفقہ عورت کا اور جس کا اس کے ذمہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ شوہر نے اس کو دیا ہے اس کو مہر میں محسوب کرنا درست ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ پہلے کہہ دیا گیا ہے اور عورت نے اس کو رد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) بخاری شریف ص ۷۸۲ ج ۲ باب الشروط فی النکاح، شامی کراچی ص ۱۲۹ ج ۳ باب المهر مطلب فی احکام الخلوة.

ترجمہ:- شرطوں میں پورا کئے جانے کے زیادہ لائق وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔

نہیں کیا ہے بلکہ اس کے موافق عمل کرتی رہی تو رقم مذکورہ اگر نفقۂ واجبہ کے علاوہ عورت کے پاس پہونچی تو مہر ادا ہو چکا[1] اور ۶۰/ روپے زائد پہونچے اگر نفقہ واجبہ بھی اسی میں ہے تو اس کو منہا کیا جائے گا اور بقیہ رقم کو مہر میں شمار کیا جائیگا جتنا مہر شوہر کے ذمہ بچے گا عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

اور بکر کے لڑکے کا نکاح اگر وہ نابالغ ہے تو بکر کی اجازت پر موقوف ہے۔ بکر اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں بشرطیکہ لڑکی کا کوئی ولی اقرب ماں کے علاوہ نہ ہو اگر کوئی اور بھی ولی لڑکی کا موجود ہے تو اس کی بھی اجازت ضروری ہے[2] جب کہ لڑکی نابالغہ ہو اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت کافی ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہٗ ۲۸/۳/ ۵۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۲۸/ج۱/ ۵۳ھ

بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ

سوال: - نعیم الحق کی بیوی کا مہر دو ہزار روپیہ ہے۔ بیوی کو ٹی، بی کا مرض ہے۔ تو نعیم الحق کا جو روپیہ بیوی کے علاج میں خرچ ہوا وہ مہر میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

---

[1] ومن بعث إلى إمراته شيئاً فقالت هوهدية وقال هومن المهر فالقول قوله فى غير المهيأ للاكل كالعسل.....وفى متاع كان واجب عليه كالخمار والدرع ومتاع الليل فليس له أن يحتسب من المهر الهندية ص ۳۲۲ ج ۱ باب المهر، بحر كوئٹه ص ۱۸۴ ج ۳ باب المهر، فتح القدير ص ۳۷۹ ج ۳ دار الفكر بيروت.

[2] فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته الدرالمختار ص ۸۱ ج ۳ كراچى باب الولى، عالمگيرى ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فى الاولياء، مطبوعه كوئٹه.

[3] وينعقد نكاح الرحة العاقلة البالغة برضاها الخ هدايه ص ۳۱۳ ج ۲ باب فى الأولياء الخ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيرى ص ۲۸۷ ج ۱ الباب الرابع فى الأولياء.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا کہ تمہارا علاج تمہارے مہر کے روپیہ سے کردوں اور اس نے اجازت دیدی تب تو مہر صورت مسئولہ میں شوہر کے ذمہ باقی نہیں رہا ورنہ جتنا روپیہ خرچ کیا وہ تبرع اور احسان تھا جو اَب مہر میں محسوب نہ ہوگا۔ کما لایلزمه مداواتها اھ ای اتیانه لها بدواء المرض ولااجرة الطبیب ولاالفصد اھ ردالمحتار[1] ص ۶۴۶ ج ۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا

سوال: - دورانِ نکاح کی بات چیت کے وقت لڑکی کے والد نے گیارہ سو پچاس ۱۱۵۰ روپے بطور قرض لئے تھے، وہ روپئے مہر میں کسی شکل سے ادا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ مہر مبلغ ایک ہزار روپئے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکی کے والد نے جو روپیہ لڑکے سے قرض لیا ہے اس کو مہر میں شمار کر لینا درست ہے جب کہ اس پر لڑکی راضی ہو کر شوہر کو مہر سے بری کرتی ہے اور مہر اپنے والد سے وصول کرے گی۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی نعمانیه ص ۶۴۶/۲، مطلب لاتجب علی الأب نفقةزوجة ابنه الصغیر، شامی زکریا ص ۲۸۵ ج۵ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۹ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقة الفصل الاول، سکب الانهر ص ۱۸۱ ج ۲ کتاب الطلاق باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وإذا زوج ابنه الصغیر امرأةً وضمن عنه المهر، وکان ذلک فی صحته جاز إذا قبلت المرأة الضمان إلی قوله ثم للمرأة أن تطالب الولی بالمهر، ولیس لها أن تطالب الزوج الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۶ ج ۱ باب المهر، الفصل الرابع عشر فی ضمان المهر، شامی زکریا ص ۲۸۶ ج ۴ باب المهر، مطلب فی ضمان الولی المهر، بحر کوئٹه ص ۱۷۶ ج ۳ باب المهر.

متعینہ مہر سے انکار کا حق نہیں

سوال:- نکاح کے وقت میرا مہر دس ہزار دو دینار سرخ متعین ہوا جو ہماری قوم اور کنبہ برادری سب کے خلاف ہے۔ ہمارے یہاں پانچ سو روپے میں مہر طے ہوتے ہیں۔ اب میں اس سے انکار کرتا ہوں صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کے وقت جیسا کہ آپ کا مہر طے ہوا تھا، شرعاً وہی معتبر ہے اس کی ادائیگی لازم ہے۔ اگر عین نکاح کے وقت آپ اس کو انکار کرتے تو مہر وہی طے ہو جاتا۔ مگر دس ہزار دو دینار قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرنا ہرگز معتبر نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۸۹ھ

نکاح کے بعد مہر میں کمی

سوال:- کسی کا نکاح ہوا اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر مقرر کیا اور اس وقت اس نے قبول کر لیا اور بعد میں خیال ہوا کہ اس کی حیثیت تو پانچ سو روپے کی بھی نہیں تو اس حالت میں مہر کم کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر کم کر سکتے ہیں تو کس طرح یا نکاح ہی نہیں ہوا، اس پر دوبارہ نکاح ہونا چاہئے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں اگر کوئی مانع شرعی موجود نہ تھا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ اپنی حیثیت سے زیادہ مہر

---

[1] ویجب الأکثر منها إن سمی الأکثر ویتأکد الخ. وقال الشامی تحته: أی بالغا ما بلغ شامی کراچی ص۱۰۲ ج۳ باب المهر أن البدل بعد تأکده لایحتمل السقوط إلابا لإبراء، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الباب السابع فی المهر الفصل الاول.

مقرر کرنے سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔ وتجب العشرةان سماها اودونها ويجب الاكثران سمى الاكثر قال الطحطاوی[1] ص ۴۹ ج ۲ تحت قول الدر ويجب الاكثر بالغاً مابلغ فالتقدير بالعشرةلمنع النقصان.

مہر پورا واجب ہوگا اگر خلوۃ صحیحہ ہوچکی۔ یا خلوت صحیحہ سے پہلے زوجین میں سے کسی کا انتقال ہوگیا۔ جب تک ادا نہ کیا جائے یا بیوی معاف نہ کرے ذمہ ساقط نہ ہوگا۔ کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی سے کہے اور وہ اپنی خوشی سے چاہے تمام معاف کردے چاہے اس میں سے کم کردے وصح حطها لكله وبعضه عنه درمختار[2] ص ۱۹۸ ج ۱.

لیکن اتنا مہر مقرر کرنا جو حیثیت سے زائد ہو اور ادا نہ کرسکے بری بات ہے شرعی طریق کے موافق حسبِ حیثیت مہر مقرر کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۳/ ۵۲ھ

صحیح: سعید احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۳/ ۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا

سوال:- مسمیٰ زید کی لڑکی مسماۃ بانو ہندہ کا عقد نکاح مسمّٰی عمر کے لڑکے خالد کے ساتھ ہوا ہندہ سے بوقت اجازت وکیل نے مہر مامہ ۱۵۳/۔ روپیہ کی اطلاع دی تھی۔ مجلس عقد میں وکیل نے ایک غیر شخص سے نکاح پڑھنے کو کہا عمرو کی طرف سے کہا گیا کہ مہر بجائے ماسہ ص کے ماسہ ص روپیہ کردیئے جاویں۔ ہندہ کے باپ وکیل وشاہدین وجملہ متعلقین مجلس از جانب ہندہ نے کہا کہ

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۴۹ ج ۲ باب المهر، دار المعرفة بيروت، الدرمع الرد ص ۳۳۰ ج ۲ باب المهر مكتبةنعمانيه شامی كراچی ص ۱۰۲ ج ۳، مجمع الأنهر ص ۵۰۹ ج ۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شامی نعمانيه ص ۳۳۸ ج ۲ شامی كراچی ص ۱۱۳ ج ۳ باب المهر، هدايه ص ۳۲۵ ج ۲ باب المهر، مطبوعه تهانوی ديوبند، مجمع الأنهر ص ۵۱۴ ج ۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

مامہ ۱۵۲/۔ روپیہ مہر کر دیئے جاویں کوئی عذر نہیں۔ بغیر اطلاع ہندہ نکاح میں کوئی خرابی شرعاً ہوتی ہے یا نہیں نقل عبارت کتب تحریر فرمایا جاوے اس کے ساتھ ساتھ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۱۱۰ مسئلہ ۶/ وحوالہ ص ۳۰۰/ ۱۵/ ج ۲ درمختار وشامی پر) بھی غور کر کے جواب عنایت فرمایا جاوے اس وقت یہاں یہ واقعہ ہوا ہے جس سے بہت زیادہ فتنہ اٹھا ہوا ہے۔ زید چونکہ رضائی پارٹی کا ہے اس لئے بہار وغیرہ سے فتویٰ لیا ہے جس میں بہت غلطی معلوم ہوتی ہے امید کہ جواب مفصل وتسلی بخش مع نقل عبارت وحوالہ جواب دے کر اطمینان فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہر کا نکاح میں بالکل ذکر نہ کیا جاوے یا صراحۃ مہر کی نفی کر دی جائے تب بھی شرعاً نکاح درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ وکذایجب مهر المثل فيما اذا لم يسم مهراً اونفى درمختار[1] ص ۵۱۷ ج ۲. لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو گیا جس قدر مہر قرار پایا ہے اس میں سے کچھ کم کرنا بھی درست ہے اگر عورت تمام معاف کر دے تو یہ بھی جائز ہے مگر صورت مسئولہ میں ہندہ بالغہ ہے اور دو روپیہ بغیر اس سے اجازت حاصل کئے باپ وکیل وغیرہ نے کم کر دیئے ہیں تو یہ کمی ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر ہندہ اس کمی پر رضامند ہے تو یہ کم کرنا معتبر سمجھا جائے گا ورنہ نہیں وصح حطها لكله اوبعضه عنه وقال الشامي وقيد بحطها لان حط ابيها غير صحيح لوصغيرةولو كبيرةتوقف علىٰ اجازتها شامی[2] ص ۵۲۲ ج ۲

نکاح میں اس سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ بہشتی زیور، درمختار وشامی کا حوالہ دیکھا اس میں یہ مسئلہ مذکور نہیں وہ دوسرا مسئلہ ہے۔ اس پر کوئی اشکال ہو تو تحریر فرمائیں۔

سوال کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمی عقد نکاح سے پہلے کی گئی ہے۔ آگے چل کر

---

[1] الدرالمختار كراچی ص ۱۰۸ ج ۳ باب المهر، مجمع الأنهر ص ۵۰۸ ج ۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۳۱ ج ۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شامی كراچی ۱۱۳ ج ۳ مطلب فی حط المهر، هدايه ص ۳۲۵ ج ۲ باب المهر، مطبوعه تهانوی ديوبند، مجمع الأنهر ص ۵۱۴ ج ۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

سوال میں لکھا ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد ؎ کی کمی کی گئی ہے۔

اور یہ جواب اسی کا ہے اگر کمی پہلے کی گئی ہو نکاح بعد میں ہوا ہے تو یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت دے گی تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔

بالغة وكلت رجلا بتزويجها من فلان بالف درهم فزوجها الوكيل بخمسمائة اخبرت بذٰلک قالت لا يعجبنى هذا لا جل نقصان المهر فقيل لها لا يكون لک منه إلا ماتريدين فقالت رضيت قال الفقيه ابوجعفرؒ يجوز النكاح لان قولها لا يعجنى ليس برد النكاح فإذا ورضيت بعد ذٰلک فقد صادفت اجازتها عقداً موقوفا فصحت الاجازة (فتاویٰ قاضی خان[1] ص ۳۹۴ ج ۱)

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ج/۲ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۳/رجب ۵۴ھ

جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس سے زیادہ پر نکاح

سوال: -لڑکی نے ایک شخص کو اس امر کا وکیل بنایا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے مبلغ پانچ سو روپیہ مہر کے بدلہ میں کردو، مگر لڑکے والوں کے مشورہ سے ایک ہزار روپیہ مقرر کیا گیا، جس کو لڑکی نے منظور کیا، نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر ہی ہوا تو یہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح صحیح ہوگیا[2] اگر لڑکی ایک ہزار مہر کو ناپسند کرتی ہے پانچ سو ہی پر اس کو اصرار ہے تو ساقط کردے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ص ۳۴۵ ج ۱ فصل فی الوکالۃ مکتبہ کوئٹہ پاکستان۔

[2] وينعقد بايجاب من احدهما وقبول من الاخر وضعاً للمضى كزوجت نفسى (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا

سوال:- کچھ لوگوں نے زید کی شادی ہندہ کے اوصاف بیان کر کے چار ہزار مہر پر کر دی مگر ہندہ میں وہ اوصاف بالکل نہیں ہیں۔ چار ہزار مہر بھی لوگوں کے کہنے سننے سے قبول کیا تھا حالانکہ زید کی حیثیت چار ہزار کی نہیں ہے۔ تو کیا اب متعین ہوسکتا ہے۔ اگر مہر مثل کو حکم بنایا اور وہ زید کی حیثیت سے بڑھ کر ہے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جتنے مہر پر نکاح کو قبول کیا وہی لازم ہوگیا چاہے اپنی رغبت سے قبول کیا ہو یا دوسروں کے کہنے سے اور چاہے بیوی پسند آئے یا نہ آئے اس صورت میں مہر مثل کو حکم نہیں بنایا جائے گا۔[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/ ۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اشار إلیٰ عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلاً أو ولیاً أو وکیلاً، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۶۹ ج۴ کتاب النکاح، أو زید علیٰ ما سمی فإنها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس، در مختار زکریا ص۲۴۶ ج۴ باب المهر کتاب النکاح، النهر الفائق ص۲۳۴ ج۲ کتاب النکاح باب المهر، مطبع دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ وصح حطها لکله او بعضه الخ، در مختار علی رد الممحتار ص۳۳۸ ج۲ نعمانیه باب المهر، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۴۸ ج۴ کتاب النکاح، باب المهر مطلب فی حطّ المهر والابراء منه، النهر الفائق ص۲۳۶ ج۲ کتاب النکاح، باب المهر مطبع دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۱۴۱ ج۲ کتاب النکاح باب المهر مطبع امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) ۱ وتجب العشرة إن سماها أو دونها ویجب الأکثر منها إن سمی الأکثر ویتأکد الخ، وقال الشامی تحته ای بالغا ما بلغ، شامی کراچی ص۱۰۲ ج۳ باب المهر، طحطاوی علی الدر المختار ص۴۸-۴۹ ج۲ باب المهر، دار المعرفة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت.

مقدار مہر میں زوجین کا اختلاف

سوال:- ہندہ کا مہر پانچ سو روپیہ کل دار کا ہے زید نے مشہور کیا کہ میرا مہر بتیس ۳۲ روپیہ کالدار کا ہے ہندہ کے والد نے بذریعہ نوٹس کے زید کو مطلع کیا زید نے ایک فقیر آدمی کے سامنے اقرار کیا کہ میرا مہر پانچ سو روپیہ کا بندھا تھا۔ آپ بیچ میں باہمی فیصلہ دو سو روپیہ پر کرادیں وہ شخص ہندہ کے والد سے ملے ہندہ کے والد نے اصلی واقعات سے آگاہ کیا اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ میں اب ایک لفظ بھی آگے نہیں کہہ سکتا جب زید کا بس نہیں چلا تو بذریعہ نوٹس کے مطلع کیا کہ میرا مہر ۳۲ روپیہ کا ہے اور میں اپنے ہوش وحواس درست ہونے کی رو سے کہتا ہوں کہ میرا مہر اتنا ہی ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ میرا مہر پانچ سو روپیہ کا ہے سراسر غلط ہے اگر کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی کی تو بیجا ہوگی لہٰذا شریعت کی رو سے ایسے شخص کے بارے میں قرآن وحدیث سے ثابت کریں اور جو لوگ ایسے شخص کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعتاً مہر پانچ سو روپیہ کا ہے اور زید دروغ بیانی سے کام لیتا ہے تو یہ جھوٹ اور ظلم ہے اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہوئے زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللّٰہ تعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولاتعاونوا اعلیٰ الاثم والعدوان[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳ محرم ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۳ محرم ۶۰ھ

بدلِ مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق ختم ہے

سوال:- نور خاں اپنی عورت نذیرن کو کسی وجہ سے برادری کے پانچ آدمیوں کے سامنے

---

[1] سورۃ المائدۃ آیت ۲ ترجمہ:۔ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)۔

شریعت کے مطابق چھ سال پہلے طلاق دے چکا ہے اور مہر ساڑھے بتیس روپے کا تھا۔ بتیس روپے کے بجائے اس نے مہر میں ۸۵/رتی چاندی کا زیور ادا کر دیا تھا۔ اب میرے خلاف خرچہ بندھوانے کے لئے چھ سال کے بعد عدالت میں دعویٰ کر دیا ہے آپ حضرات سے میری گذارش ہے کہ شریعت کے مطابق مجھے خرچ دینے کا حق ہے یا نہیں اگر شریعت کے مطابق مجھے خرچ دینے کا حق نہیں ہے تو آپ کے یہاں کی سند کی ضرورت ہے۔ فتویٰ بھیجنے کی جلدی سے مہربانی کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ آپ نے مہر کے عوض پچاسی ۸۵/رتی چاندی کا زیور دیا اور اس نے قبول کر لیا تو آپ بری الذمہ ہو گئے۔ اب آپ پر دعویٰ کرنا غلط ہے۔ آپ کے ذمہ کچھ لازم نہیں[1]۔ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم[2] ہے جو پونے تین تولہ کے قریب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

ناقابل جماع عورت کا نکاح ومہر

سوال: - زید نے ایک عورت سے شادی کی اس عورت کو جب اپنے گھر لایا تو اس میں کوئی علامت عورت ہونے کی نہیں پائی یعنی پستان بالکل نہیں ایام ماہواری تیس سال کی عمر تک نہیں ہوئے۔ جائے مخصوص اس طریق پر واقع ہوئی ہے۔ ·O· جس سے مجامعت نہیں ہو سکتی اور اس مقام پر ہڈی ہے جو قابل آپریشن نہیں ہے اب اس عورت کے والدین اس عورت کا علاج کر رہے ہیں اور اس کی کوشش ہے کہ جائے مخصوص صحبت کے قابل ہو جائے۔ مگر عرصہ دس ماہ گذرا آرام نہیں ہوا۔ اگر جائے مخصوص قابل جماع ہو جائے تو مجامعت جائز ہوگی جب کہ ڈاکٹرنی کہتی

---

[1] المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة وكان الطلاق رجعياً أو بائنا أوثلاثاً هنديه ۵۵۷ ج ۱ الفصل الثالث فی نفقة المعتدة مجمع الأنهر ص ۱۹۰ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت. وبعد العدة كالأجنبية والأجنبية لا تستحق النفقة،

[2] عن علی رضی اللّٰه عند لامهر اقل من عشرة دراهم البيهقی ص ۲۴۰ ج ۷ باب المهر، درمختار علی الشامی كراچی ص ۱۰۱/۳، باب المهر، عالمگيری ص ۳۰۲/۱، الباب السابع فی المهر، الباب الاول الخ، مطبوعه كوئٹه،

ہے کہ اس سے اولاد نہ ہوگی۔ جائے مخصوص میں چوں کہ دواء کا استعمال ہو رہا ہے اس کی رگڑ سے کچھ خون آ جاتا ہے۔ جس کا کوئی وقت معین نہیں کیا وہ دھبہ ایام ماہواری میں شمار ہوسکتا ہے اور اس صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے اور ایسی جگہ مرد اپنی خواہش پوری کرسکتا ہے اور اس صورت میں عقد جائز ہے یا نہیں اور مہر کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں اگر معالجہ کے بعد وہ عورت مرد کی مجامعت کے قابل ہو جائے تو مرد کو اس سے صحبت درست ہوگی۔ اولاد ہونے کی توقع ہو یا نہ ہو۔ نکاح کی غایت جیسے توالد وتناسل ہے اسی طرح حرام سے بچنا اور عفت سے رہنا بھی ہے اور اس وقت بھی مہر پورا واجب ہوگا اور جو خون آتا ہے اگر وہ دواء یا رگڑ وغیرہ کی وجہ سے آتا ہے تو اس کو حیض نہیں کہا جائے گا اور اگر بلا رگڑ ہی آتا ہے اور اقل مدت حیض تک پہونچ جاتا ہے تو اس کو حیض کہا جائے گا اور جب تک معالجہ کے بعد صحبت کے قابل نہ ہو تو اس کے ساتھ تنہائی خلوت صحیحہ شمار نہ ہوگی۔ لہٰذا اگر ایسی حالت میں مرد طلاق دیدے گا تو پورا مہر واجب نہ ہوگا۔ بلکہ نصف مہر واجب ہوگا۔ ویجب نصفه (ای نصف المهر) بطلاق قبل وطئی اوخلوةدرمختار[1] ص ۵۱۲ ج ۲ ومن الموانع لصحةالخلوة ان تكون المرأةرتقاء اوقرناء اوعفلاء او شعراء كذا فی التبيين فتاوی عالمگیری[2] ص ۳۱۵ ج ۲،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ ۹/۱/ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/محرم ۵۴ھ

---

[1] الدرعلی الرد ص ۱۰۴، ج۳، کراچی باب المهر، مجمع الأنهر ص ۵۰۹، ج ۱، باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی ص ۱۳۸ ج ۲ باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الهندية ص ۳۰۵ ج ۱ مكتبه كوئٹه پاكستان الفصل الثانی فيما يتأكدبه المهر، در مختار مع الشامی زكريا ص ۲۵۰ ج ۴ باب المهر، مطلب فی احكام الخلوة، زيلعی ص ۱۴۲ ج ۲ باب المهر مطبوعه امداديه ملتان.

رتقاء اور عنین کی خلوت

سوال:- (۱) ہندہ کی عمر ۲۰/۲۲ رسال ہے شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خلوت کے قابل نہیں شرمگاہ بند ہے بغیر آپریشن کے قابلِ جماع نہیں۔ ایسی صورت میں شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا یا پورا؟ (۲) اس کا نفقہ کس پر واجب ہوگا؟ (۳) اگر شوہر ہی قابلِ جماع نہ ہو تو پھر نفقہ کس پر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر شرمگاہ کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ اس میں جماع نہیں کیا جا سکتا خواہ ہڈی کی وجہ سے یا غدود کی وجہ سے تو ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا بلکہ نصف مہر لازم ہوگا۔[۱]

(۲) جب کہ وہ شوہر کے مکان پر رہے گی تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔[۲]

(۳) اگر شوہر بھی جماع پر قادر نہیں خواہ حیض ہونے کی وجہ سے یا مریض ہونے کی وجہ سے تب بھی اس کو خلوت سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا بلکہ نصف مہر لازم ہوگا۔ والخلوة بلامرض احد هما خلوة كالوطء واشار بالمرض الى المانع الحسى وصححهٗ بعدم الفرق بين مرضه ومرضها. البحر[۳] ص ۱۵۲ ج ۳. اگر شوہر نامرد ہے تو اس کی خلوت معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۲/ ۸۹ھ

---

[۱] ومن الموانع لصحة الخلوة ان تكون المرأة رتقاء أو قرناء او عفلاء او شعراء، كذا فى التبيين، هنديه كوئٹه ص ۳۰۵ ج ۱ الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر، در مختار مع الشامى زكريا ص ۲۵۰ ج ۴ باب المهر، مطلب فى احكام الخلوة، زيلعى ص ۱۴۲ ج ۲ باب المهر مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] فتجب نفقة الرتقاء والقرناء وغيرها الخ مجمع الأنهر ص ۱۷۴ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰۸ ج ۲ دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۶ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات الفصل الاول.

[۳] البحر ص ۱۵۲ ج ۳، باب المهر، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۱۴۲ ج ۲، مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۲۳۷ ج ۲ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

نکاح ومہر سے متعلق ۱۳ سوالات

زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا

سوال:- (۱) نکاح سے پہلے ایک دن صبح مسجد کے اراکین نے ایک غیر جانبدار مکان کے کمرہ میں بکر کو بلا کر ایک دستاویز پر دستخط کرنے کو کہا۔ اس دستاویز کو جب کمیٹی کے صدر نے پڑھا تو اس میں اس کا فیصلہ تحریر تھا کہ وہ کمیٹی چند قرائن کی بناء پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ بکر سکہ رائج الوقت ایک ہزار روپیہ مہر سے ہندہ کا نکاح کر کے ایامِ حمل ہی میں اپنے پاس رکھے جب بکر نے دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انکار کا دوسرا انجام سنگباری سے ہلاکت ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ بکر کمیٹی کا فیصلہ نہیں مانے گا تو وہ تکلیف اٹھاوے گا اور ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ مگر بکر نے صاف انکار کر دیا دستخط کرنے سے اور کہا کہ اس فیصلہ پر غور کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے اور کمیٹی نے انکار کرتے کہا کہ بکر کو اسی وقت دستخط کرنا چاہئے۔ آخر بکر نے ظالموں سے چھٹکارا پانے کے لئے اتنا کہا ۵۰/ سے ۹۷/ روپئے مہر سے نکاح کریگا مگر کمیٹی نے مہر کی کمی کے لئے تیسری درخواست لے کر فیصلہ کیا کہ ۷۸۶/ روپے مہر سے نکاح کرے۔ بکر نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مہر کا فیصلہ کرنے کا کمیٹی کو کوئی حق نہیں ہے، شریعت نے اس کا حق نکاح کرنے والے کو دیا ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ وہ شریعت وریت سنتے نہیں، پر ان کا فیصلہ ہے جسے وہ کبھی بدل نہیں سکیں گے۔ بکر نے مار پیٹ کے خوف سے دستاویز پر دستخط کر دیا۔ مگر بکر کوئی صاحب نصاب نہیں، اس کی ماہانہ تنخواہ صرف ایک سو چالیس روپے ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی اور ذریعۂ آمدنی بھی نہیں اور اس کی کوئی جائیداد بھی نہیں بعد میں معلوم ہوا کہ ہندہ کی شادی کا مہر صرف چار سو روپے تھا۔ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ کیا مہر سے متعلق کسی کا یہ رویہ درست ہے؟ اسلام میں سب سے اچھا مہر کونسا ہے؟ کیا کمیٹی کو یہ حق پہونچ سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا مہر طے کرے؟

محض عورت کے بیان سے مرد کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا

سوال:- (۲) بکر کی ہندہ سے مباشرت کا کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے، کیا ایسی حالت میں مذکورہ ہندہ کا بیان قابل اعتبار ہوسکتا ہے؟

زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال:- (۳) ہندہ سے بکر کے اس نکاح کے متعلق مسجد کا مستقل امام بخوبی واقف ہے۔ جب کمیٹی اور بکر کے درمیان نکاح ومہر کے متعلق جدوجہد ہوئی اس وقت پر وہ بھی حاضر تھے اور جان گئے کہ نکاح بالکل جبراً ہو رہا ہے: مگر کمیٹی کو کوئی شرعی رائے دیئے بغیر کمیٹی کا حکم پاتے ہی نکاح پڑھ دیا گیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوسکتی ہے، اس نکاح کے بعد وہ جو نکاح پڑھائے گا تو وہ شریعت کی بنیاد سے درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟

مزنیہ حاملہ سے نکاح

سوال:- (۴) کمیٹی نے بکر کا نکاح ہندہ سے کرنے کو عوام میں اپنی فتح سمجھی تھی جس سے بکر واقف ہوگیا اور کہا کہ اگر کمیٹی اس کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی ہے تو وہ ہندہ سے نکاح کرے گا مگر ایام حمل میں نہیں بلکہ اسقاطِ حمل اور غسلِ نفاس کے بعد جسے کمیٹی نے مقرر کردیا۔ کیا بکر کا یہ طرزِ عمل ازروئے شرع درست تھا یا نہیں؟

زنا سے حاملہ سے نکاح نہ کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا

سوال:- (۵) جب بکر نے ایام حمل میں نکاح کرنے سے انکار کیا تو مسجد کی کمیٹی نے

بکر کے گھر والوں کو تنبیہ کردی کہ وہ تمام جماعت سے خارج کردیئے جائیں گے۔ ارشاد فرمائیں گے اسلام کے اندر ایسے طرزِ عمل کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) کمیٹی کا اس طرح مجبور کرنا ظلم ہے اس کو ہرگز اس کا حق نہیں ہے۔ (کذا فی[۱] الدرالمختار) پھر اپنی جانب سے مہر مقرر کرکے زائد رقم دستاویز میں لکھنا اس پر دستخط لینا یہ بھی ظلم ہے[۲] مہر کا تعلق عورت مرد کی رضامندی پر ہے، جب دونوں اپنی خوشی سے نکاح کریں تو جس قدر چاہیں مہر مقرر کرسکتے ہیں، مہر کی کم از کم مقدار دس درہم جو کہ تقریباً ڈھائی تولہ چاندی ہوتی ہے اس سے کم معتبر نہیں[۳]۔ البتہ اگر کوئی عورت مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو اس کے ولی کو اتنا حق پہونچتا ہے کہ وہ مہر مثل کی تکمیل کراوے۔ کذا فی الدرالمختار[۴]۔

(۲) ہرگز نہیں۔ کذا فی البحر الرائق[۵]۔

---

[۱] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح (قوله ولا تجبر البالغة ولا الحر البالغ) لا نقطاع الولاية بالبلوغ. الدر المختار مع الشامی ص۵۸ ج۳ کراچی باب الولی زکریا ص۱۵۶ ج۴، سکب الأنهر ص۴۹۰ ج۱ باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۳۱۴ ج۲ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، والانسان لا يجبر على تحمل الضرر، شامی کراچی ص ۳۰۱ ج۴ کتاب الشركة مطلب الحق أن الدين يملك.

[۲] وعن ابی حُرّة الرّقّاشی عن عمه قال قال رسو اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اَلا لا تظلموا الا لا يحل مال امرىءٍ إلا بطيب نفس منه، مشكوٰة شريف ص۲۵۵ باب الغصب والعارية الفصل الثانی مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] واقله عشرة دراهم لحديث البيهقی وغيره لامهر اقل من عشرة دراهم الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۲۳۰ ج۴ اول باب المهر، البحر الرائق ص۱۴۲ ج۳ باب المهر مطبوعه كوئٹه، عالمگيری ص۳۰۲ ج۱ الباب السابع فی المهر الفصل الاول مطبوعه كوئٹه.

[۴] وكذا له الاعتراض فی تزويجها نفسها باقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل. شامی زكريا ص۱۵۶ ج۴ اول باب الولی، زيلعی ص۱۳۰ ج۲، فصل فی الأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۰۴ ج۱ فصل فی الكفاءة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۵] ان اقرت المرأة بالزنا بفلان وكذبها فلاحدعليها ايضاً الخ. البحر الرائق كوئٹه ص۷ ج۵ باب الحد، شامی زكريا ص۱۱ ج۶ كتاب الحدود.

(۳) اگر امام صاحب نے بھی اس ظلم میں حصہ لیا ہے تو وہ گناہ میں شریک ہیں، تاہم اس کے بعد جو نکاح پڑھیں گے وہ صحیح ہو جائیں گے۔ نکاح خواں سفیر محض ہوتا ہے۔ کذافی البحر الرائق[۱]۔

(۴) بکر کو اس نکاح کی اجازت نہ دینے اور اس پر راضی نہ ہونے کا پورا حق تھا۔ کذافی المختار[۲]

(۵) کمیٹی کو اس کا حق نہیں تھا، یہ ظلم ہے۔ ظالم کا ساتھ دینا بھی ظلم ہے۔ کذافی الدر المختار[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چار ماہ کی حاملہ سے عقد نکاح

سوال:- (۱) زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوا۔ عقد کے دو ماہ بعد معلوم ہوا کہ نجمہ حاملہ ہے۔ لیڈیز ڈاکٹر کے معائنہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا۔ اس وقت نجمہ کو چھ ماہ کا حمل ہے، یعنی بوقت عقد نجمہ کو چار ماہ کا حمل تھا۔ فتاوی دار العلوم دیوبند (کامل) کتب خانہ امدادیہ دیوبند حصہ سوم و چہارم کے کتاب النکاح فصل فی المحرمات امداد المفتین ۱۲۸، سوال ۲۳۷/۳۷۴ کے مطابق زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہو گیا۔ لیکن زید کو نجمہ سے وضع حمل تک وطی نہ کرنی چاہئے۔

حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر

سوال: زید نے اس بات کے ظاہر ہونے سے قبل نجمہ سے وطی کی اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے

---

[۱] ومن امر رجلا ان یزوج صغیرته فزوجها عند رجل والاب حاضر صح والا فلا لان الاب یجعل مباشراً للعقد باتحاد المجلس لیکون الوکیل سفیراً ومعبراً. البحر الرائق کوئٹہ ص۹۱ ج۳ کتاب النکاح، هدایه ص۳۰۷ ج۲ کتاب النکاح قبیل فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، سکب الأنهر ص۴۷۴ ج۱ کتاب النکاح مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ وفی الشامیته تحت قوله ولاتجبر البالغة ولا الحر البالغ الخ. الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۵۹ ج۴ باب الولی.

[۳] لأن اعطاء ه إعانة للظالم علی ظلمه، شامی زکریا ص۹/۶۰۵ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

اس بات کے ظاہر ہونے کے بعد بھی وطی کی۔ اب اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید نجمہ کو اپنے نکاح میں نہیں رکھنا چاہتا ہے، کیا اس صورت میں مہر ہوگی؟ جب کہ نجمہ کے حاملہ ہوتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا گیا؟

مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے

سوال:- (۳) مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت زید کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ایک مشت ادا کر سکے۔ اس کے لئے کیا جائز ہے؟

جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں

سوال:- (۴) اس عقد میں کپڑے زیورات اور دوسرے اخراجات جو نجمہ کے والدین کے مطالبہ کے مطابق زید نے دیئے تھے اس کے متعلق اب کیا حکم ہے جب کہ اس وقت نجمہ کے والدین کو غلطی کی وجہ سے یہ پریشانی اور ذلت اٹھانی پڑی ہے؟

منکوحہ کے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال:- (۵) کیا اب یہ نکاح فسخ ہو گیا؟

حبلیٰ مزنیہ کو طلاق

سوال:- (۶) کیا وضع حمل سے قبل زید نجمہ کو تین طلاق دے سکتا ہے؟ کتاب نور الہدایہ ص ۷ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد ۲ مطبوعہ جدیدی کانپور کے بعد کتاب النکاح ص ۸ پر تحریر ہے کہ (ص) اور جائز ہے نکاح اس عورت سے جو حاملہ ہوئی زنا سے۔ (ف) اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ نکاح کرے اس سے غیر زانی

اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

حبلیٰ مزنیہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟

سوال:- (۷) شرح وقایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے پیش نظر امام ابو یوسفؒ کے حکم کے مطابق کیا حکم ہے؟

(۸) اگر نکاح فاسد ہے تو مہر کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) زید توبہ واستغفار کرے[۱]

(۲) مہر پورا واجب ہے[۲]

(۳) بیوی کی رضامندی سے قسط وار بھی ادا کرنے کی اجازت ہے[۳]

---

[۱] جب عقد نکاح حاملہ عن الزنا کا غیر زانی سے ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے لیکن وضع حمل تک وطی کرنا جائز نہیں ہوتا اور جب اس سے وطی کر لی تو معصیت کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے توبہ واستغفار واجب اور ضروری ہے واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة روح المعاني ص۱۵/۲۳۶، الجزء الثامن والعشرون، سورة التحريم تحت آيت ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، نووى على مسلم ص۲/۳۵۴، كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلى، المفهم شرح مسلم ص۲۷ ج۷ كتاب الاذكار، باب تجديد الاستغفار والتوبة، مطبوعه دار ابن كثير بيروت.

[۲] وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه شامى كراچى ص۱۰۲ ج۳ باب المهر، عالمگيرى كوئٹه ص۳۰۳ ج۱ باب المهر، الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر، مجمع الأنهر ص۵۰۹ ج۱ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] ان بينوا قدر المعجل يعجل ذلك وإن لم يبينوا شيئاً ينظر الى المرأة وإلى المهر المذكور فى العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هٰذه المرأة من مثل هٰذا المهر فيعجل ذلك معجلا ولا يقدر ذلك بالربع ولا بالخمس وإنما ينظر ذلك الى المتعارف لان الثابت عرفا كالثابت شرطا وإن شرطوا فى العقد تعجيل كل المهر يعجل الكل معجلا ويترك العرف، قاضى خان على الهندية كوئٹه ص۳۸۵ ج۱ فصل فى حبس المرأة نفسها بالمهر، عالمگيرى كوئٹه ص۳۱۸ ج۱ الفصل الحادى عشر فى منع المرأة نفسها بمهرها، البحر الرائق كوئٹه ص۱۷۸ ج۳ باب المهر.

(۴) جو اشیاء بطور تملیک دے چکا ہے اس کی واپسی کا کوئی حق نہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں خرچ کر چکا ہے اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا[۱]

(۵) سوال میں درج کردہ حالات سے نکاح فسخ نہیں ہوا[۲]

(۶) طلاق دے گا تو واقع ہو جائے گی[۳]

(۷) نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ سے جو مسئلہ ہدایہ کے حوالہ کے تحریر کردہ سے آپ نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے[۴] جیسا کہ آپ نے خود بھی نقل کیا ہے۔ اس اختلاف کے باوجود وہ بیوی بھی سب کے نزدیک نفقہ کی مستحق ہے جب کہ شوہر اس سے وطی کر چکا ہے اور اس کے حمل کا حال معلوم ہونے کے بعد بھی وطی کر چکا ہے اور مہر بھی لازم ہے۔ نکاح فاسد میں وطی سے پہلے حکم مرتب نہیں ہوتا۔ وطی کے

---

[۱] إذا بعث الزوج الى اهل زوجته اشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت اليه اراد ان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلک إذا بعث إليها على جهة التمليک، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ج۱ باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

[۲] نکاح صحیح ہونے کے بعد موجب فسخ کوئی چیز نہیں پائی گئی اس لئے وہ نکاح فسخ نہیں ہوا، حاملہ من الزنا ہونا یہ موجب فسخ نہیں ہے اور نہ ہی انعقاد نکاح کے لئے مانع ہے۔ وصح نكاح حبلى من زنا عند الطرفين وعليه الفتوى ولا توطؤ الحبلى من الزنا اى يحرم الوطء وكذا دواعيه مجمع الأنهر ص۴۸۵ج۱ فصل فی المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامى كراچى ص۴۸ج۳ فصل فی المحرمات، تبيين الحقائق ص۱۱۳ ج۲ فصل فی المحرمات، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع، هدايه ص۳۵۶ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ج۱ كتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسيره، تبيين الحقائق ص۱۹۲ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] يجوزأن يتزوج إمرأة حاملاً من الزنا ولايطؤها حتى تضع وقال ابويوسفؒ لايصح والفتوىٰ على قولهما الهندية ص۲۸۰ ج۱ القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، مجمع الأنهر ص۴۸۵ج۱ كتاب النكاح، باب المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۱۴۱ ج۴ فصل فی المحرمات.

بعد اس پر نکاح کا وہی حکم مرتب ہوتا ہے جو نکاح صحیح پر مرتب ہوتا ہے۔ یعنی مہر لازم ہوتا ہے بیوی کا نفقہ اور سکنیٰ واجب ہوتا ہے۔ اولاد پیدا ہونے پر نسب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[1] کے اندر تصریح ہے۔ لہٰذا امام یوسفؒ کے قول پر (فتویٰ ہونے کے باوجود) زید کے لئے یہ سہولت نہیں کہ مہر ساقط ہو جائے۔ (۸) وطی کر لینے کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی مہر لازم ہوگا۔ اتنی بات ضروری ہے کہ اگر مہر مثل اس کا چار ہزار سے کم ہے تو چار ہزار لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ مہر مثل لازم ہوگا۔ اگر مہر مثل چار ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو چار ہزار لازم ہوگا چونکہ فتوی اس قول پر نہیں۔ اس لئے اس قول سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں پورے مہر کی ادائیگی لازم ہے، فتاویٰ عالمگیری[2] ص ۳۵ ج ۲ میں نکاح فاسد کے احکام مذکور ہیں۔

تنبیہ:۔ زید کو یہ معلوم ہونے پر کہ بیوی غیر سے حاملہ ہے۔ اس سے وطی کر چکا ہے اور کوئی

---

[1] وإن كان قد دخل بها فلها الاقل مما سمى لها ومن مهر مثلها، وعدة الوفاة لا تجب فى النكاح الفاسد ولا نفقة، ويثبت نسب الولد المولود فى النكاح الفاسدة عالمگيرى كوئٹه ص ۳۳۰ ج ۱ الباب الثامن فى النكاح الفاسد، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۹ ج ۳ باب المهر، مجمع الأنهر ص ۵۲۳ ج ۱، باب المهر، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. اصلا نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں ہوتا یہی کتب فقہ میں مصرح ہے البتہ نکاح فاسد کی بعض صورتوں میں نفقہ ملے گا جیسا کہ بغیر گواہوں کی موجودگی میں نکاح سے عورت نفقہ کی مستحق ہوتی ہے۔

قال لا نفقة فى النكاح الفاسد ولا فى العدة منه ..... واجمعوا ان فى النكاح بغير شهود تستحق النفقة عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۷ ج ۱ الباب الاول فى نفقة الزوجة، بدائع الصنائع كراچى ص ۱۶ ج ۴ كتاب النفقة، فصل فى سبب وجوب هٰذه النفقة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۸ ج ۴ باب النفقة.

وأما النكاح الفاسد فلا حكم له قبل الدخول وأما بعد الدخول فيتعلق به احكام منها ثبوت النسب ومنها وجوب العدة وهو حكم الدخول فى الحقيقة ومنها وجوب المهر الخ بدائع الصنائع زكريا ص ۶۵۱ ج ۲ فصل وأما النكاح الفاسد.

[2] الهندية ص ۳۳۰ ج ۱ الباب الثامن فى النكاح الفاسد مكتبه ماجديه پاكستان، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۲۷۴ ج ۴ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، تبيين الحقائق ص ۱۵۲، ۱۵۳ ج ۲ باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

کراہت نہیں کی اور اس کی عزت وشرافت نے اس کو بخوشی گوارہ کرلیا تو اب طلاق دے کر کیوں یہ سب پریشانیاں اپنے سر مول لے رہا ہے کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ اگر نکاح میں آنے کے بعد بھی کسی کی بیوی ایسے جرم کا ارتکاب کرے تب بھی اس کو طلاق دینا واجب نہیں ہے۔ اگر طلاق دے گا مہر ساقط نہیں ہوگا درمختار[1] میں ہے۔ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدر علی الرد ص۵۰ ج۳ فصل فی المحرمات، نفع المفتی والسائل ص۱۱۷ باب ما یتعلق باطاعة النساء لازواجهن، مطبوعه یوسفی لکهنؤ، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات.

باب ہشتم: جہیز وغیرہ کا بیان

جہیز کی نمائش

سوال:-موجودہ دور میں جب کہ بدنیتی، بے ایمانی عام ہے۔اگر سامانِ جہیز دولہا کے اعزہ واقارب اور بستی کے ثقہ لوگوں کو دکھایا جائے تو کیا حرج ہے؟ تاکہ وقت ضرورت شہادت دے سکیں یا سامان رکھ کر دکھا کر فہرست بنا کر اس پر لڑکے کے دستخط لے لئے جائیں تاکہ طلاق یا نزاع کے وقت وہ لڑکی کے لئے ڈھال بن سکے یا آپ کوئی حل پیش فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان افسوس ناک حالات میں چوراہے پر جہیز لانے اور دکھانے کی ضرورت نہیں[1]۔فہرست مرتب کر کے خاندان کے بااثر حضرات کے دستخط کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۱۳۹۵ھ

کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست

سوال:-لڑکا اور لڑکی کے کپڑے کو تمام کنبہ والے کو دکھا کر رکھا جاتا ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور جہیز کے سامان کو تمام لوگوں کے سامنے شمار کیا جاتا ہے اور فہرست لکھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں اور ایک ایک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔

ان سب کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں نوازیں اور ان کے ثبوت کو پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سامان اس طرح اعلان کے ساتھ دینا اور سب کو دکھانا غلط طریقہ ہے[2] اس کو بند کیا جائے۔

---

[1] قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم : من سمع سمع اللّٰہ بہ ومن یرائی یرائی اللّٰہ بہ، مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴ باب الریاء والسمعۃ، الفصل الاول، طبع یاسر ندیم دیوبند، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دیتے ہوئے سامان کی فہرست بنا کر دینا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے مگر حیثیت سے بڑھ کر قرض وغیرہ لے کر سامان دینا بھی غلط ہے[1] ان رسوم کی تفصیل اور ان کے مفاسد ''اصلاح الرسوم''[2] میں درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ استعمال کرنا

سوال: - ایجاب وقبول سے پہلے اس زیورات کو دلہن کو پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شوہر کا دیا ہوا زیور ہے اور اس نے تملیکاً دیا ہے تو ظاہر ہے اس نے اسی لئے دیا ہیکہ شادی کے وقت استعمال کیا جائے لہٰذا شادی کے وقت ایجاب وقبول سے کچھ پہلے کچھ بعد اسکا استعمال درست ہے اور اس سے پہلے بلا اجازت شوہر منع ہے یہی صورت عاریۃً کی بھی ہے لیکن اگر دولہن کے باپ نے دیا ہے اور تملیکاً دیا ہے تو دولہن کو جب وہ چاہے استعمال درست ہے اور اگر عاریۃً دیا ہے تو اسمیں باپ کی اجازت درکار ہوگی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شادی میں بری کس کی ملک ہے

سوال: - بوقت نکاح لڑکی کے والدین جو زیور وغیرہ دیتے ہیں وہ تو جہیز کہلاتا ہے اور منکوحہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] عن عبد اللّٰہ بن عمرو وانه سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من سمّع الناس بعمله سمع اللّٰہ به اسامع خلقه وحقّره، مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴ باب الریا والسمعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال إن اعظم الذنوب عند اللّٰہ ان یلقاه بها عبد بعد الکبائر التی نهی اللّٰہ عنها ان یموت رجل وعلیه دین لایدع قضاء، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۳ ج ۱ باب الافلاس والأنظار،

[2] ملاحظه هو اصلاح الرسوم ص ۳۱ تا ۵۳.

[3] المختار فی مسئلة الجهاز أن العرف إن کان مستمراً أن الأب بدفع الجهاز ملکاً لا عاریة کما فی دیارنا فالقول للزوج وإن کان مشترکا فالقول للأب الخ، النهرالفائق ص ۲۶۵ ج ۲ باب المهر، دار الکتب اللعمیة بیروت، عالمگیری ص ۳۲۷/۱، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۳۰۹ ج ۴ باب المهر، مطلب فی دعوی الاب ان الجهاز عاریة.

کی ملکیت سمجھا جاتا ہے شرعاً وعرفاً لیکن اس موقع پر شوہر کی طرف سے جو کپڑے زیور وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کو اردو میں بری کہتے ہیں فقہاء اس کو کس لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں اور بعد نکاح یہ بری کی اشیاء کس کی ملکیت میں محسوب ہوتی ہیں آیا بطور ہبہ کے عورت کی ملکیت میں آجاتی ہے یا شوہر کی ملکیت رہتی ہیں اور عورت کے پاس بطور عاریت کے رہتی ہیں تفریق بموت یا طلاق کی صورت میں ان کا مستحق کون ہے براہِ نوازش ماخذ جواب کی عبارت مع حوالہ کتب وصفحہ ارقام فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت مراجعت بھی کی جاسکے اگر مدار عرف پر ہے تو اس کا ثبوت اور یوپی کے عرف کی تشریح بھی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں بھی عرف پر مدار ہے اگر دیتے وقت کوئی تصریح نہ ہو تو عرف پر مدار ہے۔ یوپی میں عرف خاندانوں کے اعتبار سے مختلف ہے ہمارے خاندان میں جہیز اور بری سب کچھ لڑکی کا ہی شمار ہوتا ہے تفریق بموت زوجہ کی صورت میں شوہر مالک نہیں ہوتا۔ الا بقدر الارث اور طلاق کی صورت میں کلیۃً زوجہ بدستور مالک رہتی ہے۔

بعض خاندانوں میں شوہر بری واپس لے لیتا ہے۔ ولوبعث الی امرأته شیئاً ای من النقدین اوالعروض اومما یوکل قبل الزفاف اوبعدما بنی بها (ولم یذکر الخ) المراد انه لم یذکر المهر ولاغیره فقالت هوای المبعوث هدیةوقال هومن المهر اومن الکسوة اوعاریة فالقول له بیمینه والبینةلها فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده وترجع بباقی المهر ولوعوضته ثم ادعاه عاریةفلها ان تسترد العوض من جنسه فی غیر المهیأ للاکل کثیاب وشاة حیة وسمن وعسل ومایبقی شهرا والقول لها بیمینها فی المهیأ له کخبز و لحم مشوی لان الظاهر یکذبه قال فی الفتح والذی یجب اعتباره فی دیارنا ان جمیع ماذکر من الحنطة واللوز والدقیق والسکر والشاةالحیةوباقیها یکون القول فیها قول المرأة لان المتعارف فی ذلک کله ان یرسله هدیة والظاهر معها لامعه ولایکون القول

قوله الافی نحو الثیاب والجاریة اھ

قلت ومن ذلک مایبعثه الیها قبل الزفاف فی الاعیاد والمواسم من نحوثیاب وحلی وکذا ما یعطیها من ذلک اومن دراهم او دنانیر صبیحة لیلة العرس ویسمٰی فی العرف صبحة فان کل ذلک تعورف فی زماننا کونه هدیة من المهر ولاسیما المسمٰی صبیحة فان الزوجةتعوضه عنه ثیابا ونحوها صبیحةالعرس ایضاً اھ درمختار وشامی[1] ص۵۰۰ ج۲/ باب المهر مطلب فیما یرسله الی الزوجة وقال فی بعض الفصل السادس عشر فی جهاز البنت من باب المهر من الهندیة ای الفتاویٰ العالمگیریة[2] واذا بعث الزوج الی اهل زوجته اشیاء عند زفافها منها دیباج فلما زفت الیه اراد ان یسترد من المرأة الدیباج لیس له ذلک اذا بعث الیها علیٰ جهة التملیک اھ قال فی فتح القدیر[3] ص۴۷۹ ج۲ وفی فتاویٰ سمر قند بعث الیها هدایا وعوضته المرأة ثم زفت الیه ثم فارقها وقال بعثنا الیک عاریة واراده ان یسترد و ارادت هی ان تسترد العوض فالقول قوله فی الحکم لانه انکر التملیک واذا استرده تسترد هی ماعوضته اھ والمسئلة مذکورة فی البحر الرائق[4] ص۱۹۸ ج۲ والزیلعی[5] ص۱۵۹ ج۲ شامی کی عبارت میں لفظ صبیحۃ کا مصداق ''بری'' ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

---

[1] الدرمع الرد ص۱۵۳ ج۳ کراچی باب المهر

[2] الهندیة کوئٹه ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

[3] فتح القدیر ص۳۸۰ ج۳ باب المهر مکتبه مصری

[4] البحر ص ۱۸۵ ج۳ باب المهر مکتبه کراچی

[5] الزیلعی ص۱۵۹ ج۲ باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

جہیز کس کی ملک ہوتا ہے

سوال:- زید کے باپ ودادا نے زید کی بہن ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کردیا کچھ عرصہ کے بعد بارات بلا کر بوقت رخصت بکر کو کچھ روپیہ نقد اور کچھ برتن وغیرہ دے دیا اس کے بعد جب ہندہ بکر کے یہاں رہنے لگی تو برتن وغیرہ استعمال میں رکھا۔ عرصہ تقریباً دس سال ہوا کہ ہندہ بکر کے یہاں رہتی رہی۔ اس درمیان میں ہندہ کے تین بچے پیدا ہوگئے دولڑکی ایک لڑکا جس میں ایک لڑکی کا انتقال ہوگیا۔ اب زید بکر ہندہ میں نااتفاقی ہوگئی بکر نے ہندہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیا اور مہر ادا کردیا اور جو زیور ہندہ کے لئے موجود تھا وہ بھی دیدیا اب زید کہتا ہے کہ جو نقد اور برتن میرے دادا اور والد نے دیا تھا وہ ہندہ کو ملنا چاہئے حالاں کہ زید کے باپ دادا عرصہ ہوا قضا کر گئے اور برتن وغیرہ بھی ہندہ کے استعمال سے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ روپیہ سامان ضرورت مہیا کرنے میں خرچ ہوگیا اور اسی لئے ملا تھا بطور امانت نہیں ملا تھا اور ہمارے یہاں بھی رواج ہے کہ مہر اور زیورات دے کر جدا کردے۔ کوئی چیز واپس نہیں ملتی اور بکر کہتا ہے کہ سب چیزیں مجھ کو تملیکاً ملی تھیں واپس کرنے کی ضرورت نہیں اور استدلال کرتا ہے۔ شامی کی عبارت سے ص ۲۶۷ ج ۲ و المعتمد البناء علیٰ العرف سے اور زید کہتا ہے کہ تمام چیزیں ہندہ کی ملک ہیں اور دلیل میں یہ بھی شامی کی عبارت ص ۳۶۸ ج ۲ کی پیش کرتا ہے ان الجهاز للمراة اذا طلقها تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها. ان میں کس کا قول درست ہے۔ بینوا توجروا

محمد یٰسین مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر روپیہ وغیرہ دیتے وقت زید کے باپ دادا نے تصریح کردی تھی کہ یہ ملک نہیں بلکہ عاریت ہے اور پھر واپس لے لوں گا۔ تب تو یقیناً بکر اس کا مالک نہیں نہ ہندہ مالک ہے۔ بلکہ وہ دینے والے کی ملک ہے۔ اس کے مرجانے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی اور اگر

دیتے وقت ملک کی تصریح کردی تھی تو جس کی ملک کی تصریح کی تھی بکر کی یا ہندہ کی تو اس کی ملک ہے۔ کسی اور کو مطالبہ کا حق نہیں ہے اگر کسی چیز کی تصریح نہیں کی تو پھر عرف پر مدار ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر عورت کا باپ اشراف میں سے ہے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے جہیز تملیکاً نہیں دیا بلکہ عاریۃً دیا ہے شرعاً معتبر نہیں۔ واستحسن فی النهر تبعاً لقاضی خان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قوله انه عاریة اھ درمختار[1]

رجل جهز ابنته بماله ووجه بنته مع الجهازالیٰ زوجها فماتت الابنةفادعی الاب انه کان عاریة والزوج یدعی الملک اختلفوا فیه فقال بعضهم القول قول الاب لانه هوالدافع والمملک اھ وینبغی ان یکون الجواب علیٰ التفصیل ان کان الاب من الکرام والاشراف لایقبل قول الاب لان مثله یانف عن الامارة وان کان من اوساط الناس یکون القول قول الاب لانه هوالدافع ولیس بمکذب فیما قال من حیث الظاهر، کذا فی فتاویٰ قاضی[2] خان اھ عالمگیری.

شامی کی عبارت ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه کلها[3] اھ تو درحقیقت اس امر کے لئے ہے کہ جب باپ نے اپنی لڑکی کو بلا جہیز رخصت کردیا تو زوج کو اس کے باپ سے شرعاً مطالبہ کا حق حاصل ہے لیکن بزازیہ[4] میں تصریح کی ہے کہ باپ سے مطالبہ کا حق حاصل نہیں کیوں کہ

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار علی الرد ص ۱۵۷ ج۳ مطلب فی دعوی الأب أن الجهازعاریة (کراچی)، النهر الفائق ص۲۶۵ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] خانیة علی علی الهندیة ص ۳۹۱، ج۱، فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر، عالمگیری ص۴۰۲، ج۴، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۳۸۰، ج۳، باب المهر، دار الفکر بیروت،

[3] شامی کراچی ص۱۵۸ ج۳ مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة.

[4] بزازیه علی الهندیة ص ۱۵۱ ج۴ کتاب النکاح، المختار فی مسئلة الجهاز أن العرف ان کان مستمراً الخ قبیل الفصل الخامس عشر، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، النهر الفائق ص۲۶۵ ج۲ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت.

نکاح میں مال مقصود نہیں ہوتا دیکھو اگر شوہر طلاق دے تو عورت کل جہیز لے لیتی ہے شوہر کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور شوہر مہر کی زیادتی یا نفس نکاح جہیز کی وجہ سے کرتا ہی نہیں پھر اس کو جہیز کے مطالبہ کا حق کیونکر حاصل ہے۔ اس میں اس کی بحث ہی نہیں کہ وہ جہیز باپ کی ملک ہوتا ہے یا عورت کی ملک اور صورت مسئولہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ روپیہ وغیرہ بطور جہیز نہ دیا ہو بلکہ زید کے باپ دادا نے بکر ہی کو دیا ہو اور اس صورت میں اقرب واظہر یہ ہے کہ تملیکاً ہی دیا ہوگا۔ نیز روپیہ میں عاریت کہنا تو بہت دشوار ہے البتہ قرض ہوسکتا ہے مگر موقوف ہے ثبوت پر۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ رشوال ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/ ۵۸ھ

جہیز کس کی ملک ہے

سوال:- (۱) لڑکے کی طرف سے جو زیور زوجہ کے واسطے چڑھایا جاتا ہے وہ کس کی ملکیت شرع میں متصور ہوگا؟

(۲) جو سامان لڑکی کو باپ کی طرف سے دیا جاتا ہے شادیوں میں وہ کس کا متصور ہوگا؟

(۳) چوں کہ علیحدگی جب بذریعہ طلاق ہوتی ہے اس وقت ان مسائل کی ضرورت پڑتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً!

(۱) اگر زیور چڑھاتے وقت کوئی تصریح کردی ہو کہ یہ لڑکی کی ملک ہے یا لڑکے کی ملک ہے یا عاریت ہے تو اس تصریح کا اعتبار ہوگا۔ اگر کوئی تصریح نہ کی ہو تو اب رواج کا اعتبار ہوگا جس خاندان میں یہ رواج ہو کہ وہ لڑکی کی ملک ہوتا ہے تو وہ لڑکی کی ملک ہوگا اور جس خاندان میں یہ رواج ہو کہ وہ لڑکے کی ملک ہوتا ہے تو وہ لڑکے کی ملک ہوگا۔

(۲) اس کا حکم بھی تقریباً یہی ہے مگر عامۃً وہ سامان لڑکی کی ملک شمار ہوتا ہے اور یہی دستور

ہے البتہ جو چیز لڑکی کے لائق نہیں ہے بلکہ لڑکے کے استعمال کی چیز ہے جیسے مردانہ لباس یا سائیکل وغیرہ وہ عامۃ لڑکی کے نام سے لڑکے کو دینا مقصود ہوتا ہے[1]

(۳) (۱)و(۲) کے مطابق فیصلہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن غفرلہٗ دارالعلوم ۱۸/۴/ ۸۶ھ

جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟

سوال:- (۱) زید کا نکاح رقیہ کے ساتھ ہوا جس طرح سے لوگ بغیر تصریح ملکیت زیورات بیوی کو دیتے ہیں۔ اسی طرح زید کے ولی وسرپرستوں نے کچھ زیورات رُقیہ کے پاس بھیجے جس سے رقیہ زیورات اپنے استعمال میں لارہی ہے۔ زید کے سرپرستوں نے زبان سے کچھ تصریح نہیں کی کہ زیورات بطور رواج کے دیا یا عاریت یا امانت کے طور پر دیا۔ عدمِ تصریح رواج وعدم تصریح ملکیت کی صورت میں حدیث یا فقہ کی عبارت مع ترجمہ اردو لکھ کر صاف صاف بتلایا جائے کہ شرعاً زیورات کس کی ملکیت ہے زید کی یا رقیہ کی؟

(۲) اگر حدیث یا فقہ کی عبارت سے یہ ثابت ہوجائے کہ رواج کے اوپر عمل کیا جائے گا تو شوہر کے یہاں کا رواج دیکھا جائے گا یا زوجہ کے یہاں کا؟ اور عدمِ رواج کی صورت میں زیور کس کی ملکیت میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱و۲) شوہر یا اس کے ولی نے جو کچھ زیور دیا ہے اور اس میں تصریح ملک یا عاریت کی نہیں کی

---

[1] المختار فی مسألة الجهاز أن العرف إن كان مستمراً أن الأب يدفع الجهاز ملكاً لا عارية كما فی ديارنا فالقول للزوج وإن كان مشتركاً فالقول للأب، النهر الفائق ص۲۶۵ ج۲ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۳۸۰ ج۳ باب المهر، مطبوعه دار الفكر بيروت، در مختار علی الشامی ص۵۷ ا ج۳ باب المهر، مطلب فی دعوی الأب ان الجهاز عارية الخ مطبوعه كراچی.

ہے اس میں شوہر کے خاندان کا رواج معتبر ہوگا کچھ رواج نہ ہو تو دینے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے عرف میں یہ ہے کہ ایسی چیزیں زیور وغیرہ بطورِ ملک دی جاتی ہیں۔ واذا بعث الزوج الیٰ اهل زوجته اشیاء عند زفافها منها دیباج فلما زفت الیه اراد ان یسترد من المرأة الدیباج لیس له ذٰلک اذا بعث الیها علیٰ جهةِ التملیک کذا فی الفصول العمادیة. جهزبنته وزوجهاثم زعم ان الذی دفعه الیها ماله وکان علیٰ وجهِ العاریة عندها وقالت هوملکی جهزتنی بهٖ اوقال الزوج ذٰلک بعد موتها فالقول قولهما دون الاب وحکی عن علی السغدی ان القول قول الاب وذکر مثله السرخسی واخذبهٖ بعض المشائخ وقال فی الواقعات ان کان العرف ظاهراً بمثله فی الجهازکما فی دیارنا فالقول قول الزوج وان کان مشترکاً فالقول قول الاب کذا فی التبیین قال الصدر الشهید وهذا التفصیل هوالمختارللفتویٰ کذا فی النهر الفائق اھ (عالمگیری[1] ص ۴۲۷ ج ۱) اہل علم حضرات کے لئے جو کہ عربی عبارات کے طالب ہوں ترجمہ اردو میں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔ ان عبارات سے وہی مستفاد ہوتا ہے جو اردو میں جواب لکھا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز مال جہیز میں دینا

سوال: - کوئی شخص جو کسی زمانہ میں ڈاکٹر تھا اس نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کچھ جائیداد خرید لی جس میں کچھ زمین کاشت کے لئے اور ایک باغ ہے اور اپنا ذاتی روپیہ کچھ بنک میں جمع ہے اور باقی روپیہ سے عام لوگوں سے سود لیتا ہے اور اس کی لڑکی سے ایک شخص کا نکاح ہوا ہے

---

[1] عالمگیری مطبوعه کوئٹه ص ۳۲۷ ج ۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، النهر الفائق ص ۲۶۵ ج ۲ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۵۹-۱۵۸ ج ۲ باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

اور وہ شخص جو کہ اب نیک پرہیز گار اور متقی ہے تو اس کے لئے اپنی زوجہ کے جہیز میں کچھ ایسی چیزیں دی ہیں جو ہر شخص استعمال کرسکتا ہے تو اب آپ تحریر کریں کہ اس لڑکی کا گھر میں رکھنا اور اس کے مال و جہیز کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو تو صورتِ مسئولہ میں اس لڑکی کو نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ مال میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مال ڈاکٹر نے جائز طریق ملازمت وغیرہ سے حاصل کر کے لڑکی کو دیا ہے تب تو لڑکی کی اجازت کے بعد شوہر کو اس کا استعمال جائز ہے۔ اگر یقیناً معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریق مثلاً مسلمانوں سے سود لے کر کے حاصل کیا ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہے۔ لڑکی کو بھی اور شوہر کو بھی۔ **وان علم انه مغصوب بعينه لايحل ان ياكل لانه علم بالحرمة**[1] اگر سب مال ملا ہوا ہے اور معلوم نہیں کہ کونسا حلال ہے اور کونسا حرام ہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا یعنی اگر زیادہ مال حلال ہے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں اور اگر زیادہ مال حرام ہے تو اس کو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ **واذا اهدى الرجل الى انسان اواضافه ان كان غالب مال المهدى من الحرام ينبغى له ان لايقبل الهديةولاياكل منه طعامه مالم يخبر انه حلال ورثه اواستقرض من غيره وان كان غالب مال المهدى من الحلال لاباس بان يقبل الهدية ويأكل مالم يتيقن عنده انه حرام .** قاضیخان[2] ص ۳۷۲ ج ۴ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ ۱۱/۱/ ۵۲ھ

---

[1] قاضی خان ص ۴۰۰ ج ۳ كتاب الحظر والإباحة الخ مطبوعه كوئٹه.

[2] قاضيخان ص ۴۰۰ ج ۳ كتاب الحظر والإباحة مكتبه كوئٹه پاكستان، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۲ ج ۵ كتاب الكراهية الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات.

منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی نکاح نہ ہونے کی صورت میں

سوال:- زید نے اپنے پسر خالد کی منگنی بکر کی دختر زینب سے کیا ہمارے یہاں منگنی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ لڑکی والا کچھ روپے مثلاً للعہ یا صہ یا ص ے جیسی جس کی قدرت ہوتی ہے اور کچھ گلگلے یا بھیلی یا بتاشے وغیرہ لڑکے والے کے یہاں بھیجتا ہے نیز لڑکے والا بھی ساڑی وکرتہ وغیرہ دیتا ہے اگر بعد میں کسی وجہ سے خالد کا نکاح بکر کی دختر زینب سے نہ ہوسکا بلکہ کسی وجہ سے دوسری جگہ کی دوسری لڑکی سے ہوگیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا جو چیزیں دی اور لی گئیں ان کا واپس کرنا ضروری ہے کہ نہیں اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

المستفتی آفاق احمد غفرلہٗ الصمد

الجواب حامداً ومصلیاً!

قال الشامی بعد ذکر الاقوال المختلفةوایده فی الخیریة فی کتاب النفقات وافتی به حیث سئل فیمن خطب امرأةوانفق علیها وعلمت انه ینفق لیتزوجها فتزوجت غیره فاجاب بانه یرجع واستشهدله بکلام قاضی خان المذکور وغیره وقال انه ظاهر الوجه فلاینبغی ان یعدل منه الیٰ قوله وعلیٰ هٰذا فما یقع فی قری دمشق من ان الرجل یخطب امرأةویصیر یکسوها ویهدی الیها فی الاعیاد ویعطیها دراهم للنفقةوالمهر الیٰ ان یکمل المهر فیعقد علیها لیلةالزفاف فاذا ابت ان تتزوجه ینبغی ان یرجع علیها بغیر الهدیةالها لکةعلیٰ الاقوال الاربعةالمارةلان ذٰلک مشروط بالتزوج کماحققه قاضی خان فیما مر، الیٰ قوله بعثت الصهرةالیٰ بیت الختن ثیا بالارجوع لها بعده ولوقائمةثم سئل فقال لها الرجوع لوقائماً قال الزاهدی والتوفیق ان ا لبعث الاول قبل الزفاف ثم حصل الزفاف فهو کالهبةبشرط العوض وقد حصل فلا ترجع والثانی بعد الزفاف فترجع[1] اس سے معلوم ہوا

[1] الشامی ص۱۵۴ ج۳ کراچی مطلب انفق علی معتدةالغیر باب المهر.

کہ اگر عورت کی طرف سے انکار ہو جائے تو لڑکے کو واپسی کا حق ہوتا ہے وہ بھی ان اشیاء کے متعلق جو باقی ہوں اور جو چیزیں ہلاک ہو گئیں ہوں ان کی واپسی کا حق نہیں اور صورت مسئولہ میں عورت کی طرف سے انکار ذکر نہیں کیا گیا پس اگر لڑکی والے انکار کر چکے تھے تب تو ان اشیاء کو واپس لیا جا سکتا ہے جو کہ موجود ہوں اور جو ہلاک ہو گئیں ان کی واپسی نہیں ہو سکتی اور اگر لڑکی والوں نے انکار نہیں کیا تو ان سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا ہے۔ هٰكذا يفهم مماذكر وخطب بنت رجل وبعث اليها اشياء ولم يزوجها ابوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط وان تغير بالاستعمال اوقيمته هالكا لانه معاوضةولم تتم فجازالاسترد اد وكذا يسترد مابعثهدية وهوقائم دون الهالك والمستهلك لان فيه معنى الهديةدرمختار قوله ولم يزوجها ابوها مثله ما اذا ابت ان تتزوجه وكانت كبيرةاھ طحطاوی ص۶۶ ج۲[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/ ۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۷/ذی الحجہ ۵۵ھ

شادی کی اُمید پر دیا ہوا سامان واپس لینا جب کہ شادی نہ ہو

سوال: - زید کی لڑکی کی منگنی حامد کے لڑکے سے طے ہوئی۔ منگنی کے بعد لڑکے نے کہا کہ لڑکی کو میں خود دیکھوں گا۔ اس پر زید نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی۔ جو رقم اور سامان زید نے اس منگنی کے سلسلہ میں حامد کو دیا تھا وہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟ یہ سوال پنچایت میں پیش کرنا ہے۔ اس لئے جوابی کارڈ ارسال ہے۔

احقر غلام جیلانی مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد بستی

---

[1] طحطاوی علی الدر ص۶۶ ج۲ باب المهر، مطلب لو بعث الٰی زوجته شيئاً الخ دار المعرفة بيروت، شامی کراچی ص۱۵۳ ج۳ باب المهر، مطلب فيما برسله الى الزوجة الخ، البحر الرائق ص۱۸۶ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو سامان اور روپیہ شادی کی امید پر دیا گیا تھا پھر شادی نہیں ہوئی اس کو واپس لینا درست ہے جب کہ وہ موجود ہو استعمال سے ختم نہ ہو گیا ہو۔ خطب بنت رجل وبعث اليها اشياء ولم يزوجها ابوها فمابعث للصهر يسترد عينه قائماً فقط وَان تغير بالاستعمال اوقيمتهٗ هالكاً لانه معاوضةولم تتم فجازالاسترداد وكذا يسترد مابعث هديةوهوقائم دون الهالك والمستهلك لانه فى معنى الهبة كذا فى درالمختار[1] ص۳۶۴ ج۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/ ۹۵ھ

وقت رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرایا گیا اس کی واپسی

سوال:- خاوند عورت کو طلاق اس شرط پر دیتا ہے کہ جو روپیہ عورت کے باپ نے بطور رشوت لیا ہے اور جو اس کا خرچ موقع نکاح پر ہوا ہے وہ تمام وصول کرے اور ساتھ لڑکا بھی اس کو مل جائے یہ اس کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۸/ربیع ۲/ ۶۴ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو روپیہ بطور رشوت عورت کے باپ نے شوہر سے لیا ہے۔ اس کی واپسی بہر صورت واجب ہے[1] خواہ طلاق دے یا نہ دے اور جو روپیہ شوہر نے خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ کرنا طلاق دینے کے لئے شرعاً درست ہے جب کہ نافرمانی اور سرکشی عورت کی طرف سے ہو اور اس صورت میں طلاق

---

[1] الدرالمختار نعمانيه ص۳۶۴ ج۲ مطلب فيما يرسله إلى الزوجة، طحطاوى على الدر ص۶۶ ج۲ باب المهر، مطلب لو بعث الىٰ زوجته شيئاً، الخ مطبوعه دار المعرفة بيروت، البحر الرائق ص۱۸۶ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] أخذ اهل المرأة شيئا عندا لتسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوةالدرعلى الرد ص۱۵۶ ج۳ كراچى باب المهر، بحر ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه عالمگيرى ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فى جهاز البنت، مطبوعه كوئٹه.

بائنہ واقع ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۸/۴/ ۶۴ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/۴/ ۶۴ھ

نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: -صوبہ بہار میں لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کی کثرت ہے۔ لڑکی بالغ ہے لیکن لڑکا ملنا دشوار ہے۔ ہمارے یہاں سے ایک شخص ایسے آدمیوں کے لے جاتا ہے جو کافی عمر رسیدہ ہونے پر بھی شادی کی خوشی سے محروم ہیں اور ان کو ادھر سے شادی کرا کر لے آتا ہے۔ لڑکی والے اتنی خستہ حالت میں ہیں کہ وہ شادی کا خرچہ لڑکے والے سے ہی لے کر کرتے ہیں اور بیچ میں ثالث جو کہ لڑکے والوں کے ساتھ ان کو لے کر جاتا ہے، وہ اپنا کاروبار چھوڑتا ہے۔ کم از کم پندرہ یوم وہاں پر رہتا ہے۔ وہ اپنا خرچہ طے کر لیتا ہے۔ اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور ثالث کا لڑکے والے سے سفر خرچ کے علاوہ جو زید روپے لیتا ہے وہ اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفر خرچ لینا درست ہے جب کہ اس کے لئے سفر کیا ہو[2] غیر کفوء میں ولی کی اجازت سے نکاح درست ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲/۶/ ۹۴ھ

---

[1] إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود اللّٰه فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعلا ذالک وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال.....إن كان النشوز من قبلها كرهنا له أن ياخذ اكثر مما أعطاها من المهر الهندية ص۴۸۸ ج۱ باب الخلع، النهر الفائق ص۳۶-۴۳۵ ج۲ باب الخلع، دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوى ديوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح پر مال کا مطالبہ

سوال: - ہمارے یہاں یہ رسم ورواج ہے کہ شادی کے وقت لڑکا یا لڑکے کا ولی لڑکی والے سے کثیر مقدار میں رقم اور مال اور اسباب وصول کرتا ہے تب شادی کرتا ہے۔ اگر طے شدہ رقم ومال واسباب سے کچھ کم ملتا ہے تو شادی لڑکے والا نہیں کرتا۔ اس طرح سے لڑکی والا کافی حیران وپریشان رہتا ہے، اسے کفو ہی نہیں ملتا ہے۔ اگر ملتا بھی ہے تو لڑکے والے کی مانگ ومطالبہ پورا نہ کرنے کی بنا پر بالغ لڑکی گھر پر پڑی رہتی ہے۔ لڑکی کی شادی کرنے کی واحد صورت کثیر مقدار میں رقم ومال اسباب لڑکے والے کو جہیز کے طور پر دیتا ہے تو یہ سب بتایا جائے کہ لڑکی والے سے کثیر مقدار میں مال واسباب لے کر شادی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ رضا وخوشنودی سے اگر لڑکی والے نے نقد ومال واسباب لڑکے کو دیا تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہر کثیر مقدار میں تجویز ہو تو اس کے موافق جہیز کا مطالبہ بھی درست ہوسکتا ہے۔ یہ بھی اس وقت ہے جب کہ نکاح کر دیا گیا ہو اور رخصت کرنے میں پس وپیش ہو ورنہ محض نکاح کو اتنا روپیہ واسباب دینے پر موقوف کرنا اور شرط لگانا شبہ پیدا کرتا ہے کہ اصل مقصود مال واسباب ہے نہ کہ عقدِ نکاح اور عقد نکاح کو اس مال واسباب کی تحصیل کا ذریعہ بنایا جارہا ہے یہ طریقہ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے اور بیع کے مشابہ ہو کر مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود قرار دینا ہے۔

لوزفت اليه بلاجهازيليق به فله مطالبةالاب بالنقد قنيةزاد فى البحر عن المبتغىٰ الااذا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ وكل محبوس لمنفعة غيره يلزم نفقته كمفت وقاضى ووصى وعامل الخ شامى كراچى ص ۵۷۲ ج۳ باب النفقة مطلب لفظ جامد ومشتق، زيلعى ص ۵۱ ج۳ باب النفقة مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۱۷۳ ج۴ باب النفقة.

۳ كمايستفاد من هذه العبارة. واذا زوجت نفسها من غير كفء ورضى به احد الاولياء لم يكن لهٰذا الولى حق الفسخ الخ. عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۳ الباب الخامس فى الاكفاء، البحر الرائق ص ۱۱۰ ج۳ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

سکت طویلاً فلا خصومةلهٗ لکن فی النهر عن البزازیةالصحیح انه لایرجع علی الاب بشیئ لان المال فی النکاح غیر مقصود تزوجها واعطاها ثلاثةالاف دینار الاستیمان وهی بنت موسر ولم یعط لها الاب جهازاً افتی الامام جمال الدین و صاحب المحیط بان لهٗ مطالبةالجهازمن الاب علیٰ قدر العرف والعادةاوطلب الاستیمان قال وهٰذا اختیار الائمة (درمختار[1] وشامی ص۵۰۵ ج۱)

جس صورت میں مطالبہ کا حق دیا گیا ہے اس میں بھی علماء کا کلام ہے جس کو شامی نے صفحہ مذکورہ اور ص[2]۸۱۸ ج۲ میں نقل کیا ہے۔ نفس نکاح پر کچھ لینا اور شرط لگانا ظاہر ہے کہ رشوت ہے[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۱۳۸۹ھ

شادی میں لڑکے کے مطالبات اور اُن کی خرابیاں

سوال:- (۱) عرض خدمت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں شادی کے موقع پر ہنود کے رسم ورواج کی طرح لین دین کا سوال پیدا ہوگیا ہے۔ معمولی پڑھا لکھا نوجوان لالچ کے سبب لڑکی والوں سے مطالبات کرتا ہے۔ جن کو دیکھ کر دینی تعلیم یافتہ نوجوان بھی مال وزر کے لالچ سے اس برائی میں پھنس گئے اور امیروں نے نام ونمود کی خاطر ان کا سوال پورا کر کے اس کو رواج بنالیا، حتی کہ اب ہر گھر میں اس کا چرچا ہے۔ لیکن غریب لڑکی والے پر یہ سوال مصیبت بن گیا ہے وہ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۱۰ ج۴ باب المهر مطلب فی دعوی الاب ان الجهازعاریة، بحر کوئٹه ص۱۸۶ ج۳ باب المهر، بزازیه علی الهندیه ص۱۵۰ ج۴ کتاب النکاح المختار فی مسألة الجهاز الخ قبیل الفصل الخامس عشر فیما یکون اقرارا بالنکاح مطبوعه کوئٹه.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۹۹ ج۵باب النفقة.مطلب فیما لوزفت الیه بلاجهاز.

[3] أخذ أهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج أن یسترده لأنه رشوة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۰۷ج۴ باب المهر، بحر کوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

مطالبات یہ ہیں۔ ریڈیو، سونے کا نگینہ، سونے کے زیورات، سائیکل، گھڑی وغیرہ، اس کے علاوہ لڑکی والے کو اتنا سونا، اتنی چاندی، جائیداد، پوشاک وغیرہ اور شوہر کے گھر میں گذر کرنے کا کل سامان دینا پڑے گا۔ اکثر لڑکے والے اس پر اٹل ہیں کہ جب تک یہ سب سامان نہ ملے شادی نہ کرائیں گے، چاہے بدکاری میں عمر گذرے اور اس سوال کے سامنے لڑکی کے نان ونفقہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شادی برادری میں نہ ہونے کے سبب برادری ترک، بیوی کو طلاق، بیوی کے دیئے ہوئے مال میں کوئی حق نہیں۔ جنھوں نے چار سال قبل شادی کی تھی اور ان کے اولاد بھی ہوگئی وہ بھی سوال کرتے ہیں کہ بیوی کا وارث ہمارا سوال پورا کرے تو خیر ورنہ تو بیوی کو طلاق، ورنہ بیوی کا نان نفقہ بند چاہے جدھر جائے۔ اس رسم سے بہت سی برائیاں ظاہر ہوئیں۔ زناکاری، حمل بند کردینا، حمل گرادینا، لڑکی پیدا ہو تو مار ڈالنا، لڑکی کا خودکشی کرلینا، لڑکی والے کا شرم کی وجہ سے خودکشی کرلینا وغیرہ خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ علماء دین اس طرف توجہ فرمائیں۔ یہاں جو دینی تعلیم حاصل کرکے آتے ہیں وہ بھی لالچ میں پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے سوال کرتا ہوں کہ شریعت میں اس رسم کی کیا اصلیت ہے؟ جواب سے آگاہ فرمائیں تاکہ عوام کو آسانی ہو۔

(۲) شادی میں یہ رسم اور اس طرح کا لین دین سراسر گمراہی ہے یا نہیں؟

(۳) جس شادی کی مجلس میں ڈھول باجا آتش بازی ہو اور بیوی کا حق حقوق نہ ہو، شریعت کی عزت نہ ہو، جس کے انجام میں اتنی برائیاں ہوں، ایسی مجلس میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے رسم ورواج کو نکالنے والے، اس پر مدد کرنے والے، سوال کرنے والے، نام ونمود کی خاطر سوال کو پورا کرنے والے مسلمان ہیں یا نہیں؟

(۵) ایسی غیر شرعی مجالس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۶) تونگر لڑکے والے کا غریب لڑکی والے پر سوال کرنا ظلم ہے یا نہیں؟

(۷) یہ رسم ورواج کافر مشرک کا طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نکاح ایک عبادت ہے[۱] جس طرح دوسری عبادت کو حکم خداوندی اور ذریعہ قربت الٰہی تصور کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر عبادت کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے طریقہ پر ادا کیا جائے، اسی طرح نکاح کو بھی عبادت تصور کرتے ہوئے رسول مقبول ﷺ کے طریقہ پر ادا کرنا چاہئے تب ہی اس کی اصلی خیر و برکت حاصل ہوگی۔

دوسری قوموں کے طریقے پر کرنے سے اس کی عبادت کی شان باقی نہیں رہے گی، جتنی جتنی چیزیں اس میں دوسروں کی آتی چلی جائیں گی اسی قدر یہ نکاح عبادت اور سنتِ نبویہ سے نکل کر محض رسم ورواج اور وہ بھی غیر قوموں کا رسم ورواج بنتا چلا جائے گا، پھر اس میں جو پابندیاں بے جا لگائی جائیں گی ان کی مضرتیں مستقل اثر انداز ہونگی۔ جس قدر اس میں ظلم ہوگا اسی قدر اس میں بجائے خیر و برکت کے نحوست پیدا ہوگی۔ جو مفاسد سوال میں موجود ہیں وہ تو کچھ کم ہی ہیں، اس سے بھی زائد پیدا ہو سکتے ہیں[۲]۔

(۲) تعلیم اسلام کے خلاف ہے غیر قوموں کا طریقہ ہے[۳]۔

(۳) ان مفاسد والی شادی میں ہرگز شرکت نہ کی جائے[۴]۔

---

[۱] لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلی الآن ثم تستمر فی الجنة إلا النکاح والإیمان الدر المختار علی الشامی زکریا ص۵۷ج۴ اول کتاب النکاح، الدر المنتقیٰ ص۴۶۶ج۱ کتاب النکاح دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] عن عائشةؓ قالت قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسره مونةً. مشکوٰة شریف ص۲۶۸ کتاب النکاح الفصل الثالث. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] من تشبه بقوم فهومنهم. مشکوٰة شریف ص۳۷۵ کتاب اللباس.

[۴] ولودعی الی دعوة فالواجب ان یجیبه الی ذلک وانما یجب علیه ان یجیبه اذا لم یکن هناک معصیة ولابدعة الخ. عالمگیری کوئٹه ص۳۴۴ج۵ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۰۲ج۹ کتاب الحظر والإباحة، قبیل صفحة فصل فی اللباس، زیلعی ص۱۳ ج۶ کتاب الکراهیة مطبوعه امدادیه ملتان.

(۴) اس رسم کو ایجاد کرنے والے، اس کی اعانت کرنے والے، اس میں شرکت کرنے والے، اس سے خوش رہنے والے حسبِ حیثیت سب گنہگار ہیں، سب کو توبہ کرنا اور نکاح سنت طریقہ پر لانا ضروری ہے[۱]۔

(۵) نفس نکاح تو ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے مگر ان امور کا گناہ بھی ہوتا ہے وہ بھی معمولی نہیں[۲]۔

(۶) بالکل ناحق مطالبہ ہے جو کہ ظلم ہے[۳]۔

(۷) یہ غیر قوموں کا طریقہ ہے جو کہ اسلامی نہیں[۴]۔

(۸) جبراً لینا تو ناجائز ہے۔ لایحل مال امرأ مسلم اِلاّ بطیب نفس منه. (الحدیث[۵])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ

شادی میں لڑکے کی فرمائشیں

سوال:- آج کل شادی میں لڑکوں کی طرف سے فرمائش ہوا کرتی ہے۔ طرح طرح کی چیزیں مانگتے ہیں۔ لینا اور پھر ضد کر کے لینا کیسا ہے؟ اور دینے والا تو مجبور ہے، لیکن پھر بھی دینا کیسا ہے؟

---

[۱] من سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزرمن عمل بها من بعده من غیران ینقص من اوزراهم شی. مشکوٰۃشریف ص۳۳ کتاب العلم الفصل الاول. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۲] وینعقد ای النکاح بایجاب وقبول الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص۶۹ ج۴ کتاب النکاح، هدایه ص۳۰۵ ج۲ کتاب النکاح، مطبوعه تهانوی دیوبند، بحر کوئٹه ص ۸۱ ج۳ کتاب النکاح.

[۳] أخذ أهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج أن یسترده لانه رشوة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۰۷ ج۴ باب المهر، بحر کوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

[۴] من تشبه بقوم فهو منهم مشکوٰۃ شریف ص۳۷۵ کتاب اللباس، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۵] مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵ باب الغصب والعاریة الفصل الثانی مطبوعه یاسرندیم دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ ضد اور فرمائش غلط ہے، بیجا ہے ہرگز نہیں چاہئے۔ لڑکی کے والد بھی شرعاً مجبور نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/ ۹۶ھ

شادی میں روپیہ لینے کی شرط

سوال:- ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی سے انکار کر دیا کہ کچھ ان بن ہوگئی، حالانکہ پہلے وہاں رشتہ کیا تھا، دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپئے دینے کا وعدہ کیا ہے، بات کر لی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپیوں کو ٹھکرا دیا اور پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کر لی جبکہ والد صاحب اصرار وضد کی وجہ سے ناراض ہوگئے تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آٹھ ہزار روپئے لڑکے کی شادی کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے ناجائز ہے، ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط روپئے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کر لی، تو وہ نافرمان نہیں ہوا ''لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق'' (الحدیث[2])۔ فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/ ۱۴۰۶ھ

---

[1] أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۰۷ج۴ باب المهر، بحر کوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، لا يحل مال امرأ مسلم إلا بطيب نفس منه، مشکوٰة شريف ص۲۵۵ باب الغضب والعارية، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] مشکوٰة شريف ص ۳۲۱ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) کتاب الامارة الفصل الثانی، شامی زکریا ص۵۸۳ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع، **ترجمہ**: مخلوق کی اطاعت کرنا خالق کی نافرمانی کر کے جائز نہیں ہے۔

شادی کے موقع پر انعامات

سوال: - شادی جب ہوتی ہے تو لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، عموماً ایسے وقت میں بہنیں اور نانی وغیرہ کچھ مطالبات کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمارا حق دو۔ حق کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہونے پر ہمیں خوش کرو جیسے کہ مٹھائی وغیرہ کا لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ نانی وغیرہ کے لئے تو یہ ہوتا ہے کہ ان کا ماوجب طے ہوتا ہے کہ شادی والا شادی وغیرہ کے موقع پر ان کو اتنا ملے گا، تو ایسی صورت میں ان کے مطالبات کے مطابق دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مطالبات شرعی مطالبات نہیں۔ البتہ خدمت گار امید وار رہتے ہیں اور دعا گو بھی ہوتے ہیں ان کو ناامید نہ کیا جائے تاکہ وہ شکر گذار رہیں اور آئندہ خدمت مستعدی سے کریں کہ مزدور خوش دل کند کار بیش احباب کا تقاضہ بھی بر بنائے تعلق ومحبت ہوتا ہے، اگر جبر واکراہ اور التزام مالا یلزم نہ ہو اور مطالبہ پورا کر دیا جائے تو گنجائش ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ

نکاح میں ہدیہ کا لین دین

سوال: - نکاح کی بات چیت کے وقت جانبین نے کسی قسم کی لین دین کی کوئی شرط نہیں کی۔ مگر عقد کے وقت من جانب لڑکی اگر دلہا کو کچھ بھی دیدے تو شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

---

[1] لایحل مال امرإ مسلم الا بطیب نفس منه. مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ باب الغصب والعاریة الفصل الاول مطبوعه یاسرندیم دیوبند، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزم والتخصیص من غیر مخصص مکروها الخ سباحة الفکر ص۷۲ مطبوعه احمدی لکهنؤ، سعایة ص۲۶۵ ج۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراء ة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ترجمہ:۔ کسی کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہاں شرط نہ کی جائے اور اس لین دین کا دستور بھی نہ ہو اپنے ذہن میں یہ نہ سمجھتے ہوں کہ کچھ دیا جائے گا یا کچھ لیا جائے گا۔ پھر کوئی تازہ رشتہ کی بنیاد پر خوشی میں لڑکے کی طرف سے یا لڑکی طرف سے دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ان کے چچا کو کرتا مرحمت فرمایا تھا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۱۴۰۶ھ

شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا

سوال:- میری شادی کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ اب رخصتی کے لئے لڑکی والے کہتے ہیں کہ زیور اور کچھ کپڑے لڑکی کے لئے لانے ہوں گے اور لڑکی والے اس جہیز کے منگانے پر بضد ہیں کہ ان کے گھر کی عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے والا نہایت غریب ہے۔ اس کے پاس رکھا کیا ہے۔ لڑکی والے کو لوگ طرح طرح سے بہکانے میں لگے ہیں۔ تو کیا کچھ زیور وغیرہ رخصتی سے چند یوم قبل خفیہ طور پر بھیج دیئے جائیں تاکہ نمائش نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دولہا کی طرف سے دولہن کو کچھ زیور وغیرہ دیا جائے تو یہ شرعاً ممنوع نہیں، بلکہ اگر وسعت ہو تو دینا چاہئے[2]۔ البتہ اس پر اصرار اور اس کا اعلان جو نام ونمود کے لئے ہوتا ہے یہ ممنوع ہے۔

---

[1] سنت علی الشیخ حلة فلما صحاقال ماهٰذه الحلة قالوا کساها ختنک محمد الخ طبقات ابن سعد ص۱۳۲، ج۱، ذکر تزویج رسول اللّٰہ ﷺ خدیجة نبت خویلد، مطبوعه دارالفکر بیروت. المواهب اللدنیه ص۲۰۱، ج۱، تزوجه علیه السلام خدیجة. مطبوعه دارالمعرفة. بیروت، تاریخ الخمیس ص۲۶۴ ج۱ تزوجه علیه السلام خدیجة، مطبوعه بیروت.

[2] بهشتی زیور ص۳۶۵ ج۶ بیاه کی رسموں کا بیان. مبطوعه فیض عام مظفر نگر. ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حین زوج علیا فاطمة قال یا علی لا تدخل علی اهلک حتی تقدم لهم شیئاً مجمع الزوائد ص۵۲۰ ج۴ رقم الحدیث ص۷۴۹۸ باب الصداق مطبوعه دار الفکر بیروت.

اگر اس سے بچ کر شادی سے کچھ پہلے یا عین شادی کے وقت یا بعد میں دیدیا جائے تو مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۱۳۹۴ھ

منگنی اور شادی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا

سوال: -منگنی اور شادی کے وقت لڑکی والا جو روپیہ لیتا ہے اگر اس کی حسب مرضی روپیہ نہ دیں تو وہ شادی سے ہی انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ لین دین درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بطور قرض لیا جائے تو حسبِ ضرورت تراضیٔ طرفین سے قرض کا لین دین درست ہے مگر اس میں بھی یہ لحاظ رہے کہ شادی کے دباؤ اور اثر سے نہ ہو اگر یہ قرض نہیں بلکہ شادی ہی کے اثر سے لیا جاتا ہے تو یہ رشوت اور حرام ہے اس کی واپسی ضروری ہے۔ درمختار میں ہے۔ **لو اخذ اهل المرأة عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة** شامی فرماتے ہیں۔ **قوله عند التسليم اى بان إبى ان يسلمها اخوها او نحوه حتى ياخذ شيئا وكذا الوابىٰ ان يزوجها فللزوج ان يسترده قائماً اوهالكاً لانه رشوة.** بزازیہ، ردمحتار ص[2] ۳۳۶ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وعن جندبؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمّع سمّع الله به ومن يرائى يرائى الله به متفق عليه مشكوٰة شريف ص ۴۵۴ باب الرياء والسمعة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] الدرالمختار مع الردالمحتار كراچى ص۱۵۶ج۳ مطلب أنفق على معتدة الغير باب المهر، بحر كوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگيرى كوئٹه ص۳۲۷ج۱ الفصل السادس عشر فى جهاز البنت، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص۱۳۶ ج۴ الباب الثانى عشر فى المهر، نوع آخر تزوجها بمهر الخ مطبوعه كوئٹه.

شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا

سوال: -تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے تو اس وقت لڑکی کے لئے زیور اور کپڑا بنانے کے لئے ایک رقم طے ہوتی ہے وہ رقم لڑکا یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو لچے اور پلہ کہتے ہیں وہ رقم حسب حیثیت جانبین دوسو چار سو ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے اور اس کے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر اس رقم کے طے کرنے میں جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کر دیا جاتا ہے۔ اگر لڑکے اور اس کے ولی کے پاس پیسہ نہ ہو تو اس کے لئے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے اور مہر اس کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپے ہے بعض جگہ اس سے زائد بھی ہے مذکورہ بالا رقم مدت سے چلی آتی ہے لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی کہ یہ مہر معجّل ہے یا ہبہ ہے یا عاریت ہے اور بعض جگہ پیسے کے بجائے زیور اور گھڑی بھی دیئے جاتے ہیں لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں۔ لڑکی کا باپ آزاد ہوتا ہے چاہے سب خود کھالے یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے یا کہ زیور اور کپڑے بنائے۔ اگر خود کھائے یا کھلانے وغیرہ میں صرف کرے کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ نہ مطالبہ کرتا ہے نہ قانونی کارروائی کرتا ہے لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ زیور کپڑوں میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے اگر لڑکی کے باپ نے خود کھالیا یا کھلانے میں صرف کر دیا تب تو کچھ نہیں اور اگر اس کا زیور بنا دیا اور لڑکی اس کو لے کر خاوند کے یہاں چلی گئی تو اس کا مالک خاوند سمجھا جاتا ہے چنانچہ لڑکی کے مرنے پر یا طلاق پر لڑکا اس کا مالک سمجھا جاتا ہے بغیر اجازت وقت ضرورت وہ اس کو فروخت بھی کر سکتا ہے۔ رہن بھی رکھ سکتا ہے اور بعض جگہ لڑکی کا باپ اس پر قبضہ کر لیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اس طریقہ سے لڑکے والے سے روپیہ یا زیور لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجّل ہے یا ہبہ یا عاریت خصوصاً جب کہ سودی قرض لے کر ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکے کے ذمہ مہر اور نان نفقہ کپڑا واجب ہوتا ہے، زیور وغیرہ شرعاً واجب نہیں اور نکاح سے قبل یا رخصتی سے قبل جو بعض جگہ لڑکے یا اس کے ولی سے کچھ لینے کا دستور ہے کہ بغیر اس کے رخصتی نہیں کرتے اس کی شرعاً کوئی اصل نہیں یہ لینا ناجائز ہے کیونکہ یہ رشوت ہے، رخصتی کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے اگر زوج کو زیور دے یا روپیہ پیسہ دے تب بھی جائز ہے لیکن لڑکی کے باپ وغیرہ جو لڑکے سے وصول کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور سودی روپیہ لینا اور لڑکی کے باپ کو دینا یا خود لینا یہ ناجائز ہے۔

ومن السحت ماياخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به اھ ردالمحتار[1] ص ۳۰۱ اخذ اهل المراة شيئًا عند التسليم فلزوج ان يسترده لانه رشوة اھ شامی[2] ص ۵۶۵ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۵/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ جمادی الاول ۵۷ھ

مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا

سوال:- ایک منظّم برادری کے کچھ لوگ برادری کے چودھری پر یہ الزام لگا کر دوسری برادری بنا لیتے ہیں کہ اس برادری کے چودھری نے ہماری قومی برادری کے اس شرعی فیصلہ کو کہ ناکح ومنکوحہ کے اولیاء دین مہر کے علاوہ نکاح کے لئے روپیہ وغیرہ کا لین دین کو روا رکھے کیونکہ یہ شرعاً حرام اور سخت مذموم اور مشرکوں کی رسم ہے، منسوخ کر دیا اور ایسے اشخاص سے جو اس لین دین کو روا رکھے شرعاً ترک موالات کرنا چاہئے اور اس الزام سے چودھری کو نہایت رسوا اور بدنام کرتے ہیں

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۷۲ ج۵ شامی زکریا ص۶۰۷ ج۹ فصل فی البیع کتاب الحظر والإباحة

[2] الدرالمختار علیٰ ردالمحتار کراچی ص۱۵۶ ج۳ باب المهر، بحر کوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

جس سے ایک منظّم برادری کے دو بڑے اور چھوٹے ٹکڑے ہوجاتے ہیں اور باہمی تنازع ہوجاتا ہے کچھ مدت کے بعد اس باہمی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے اور معاملہ کی حقیقت سے برادری اور غیر برادری کے خواص وعوام کو خبردار کرنے کے لئے اور اپنے اپنے حقوق کو معلوم کرنے کے لئے علماء دین کو مدعو کیا جاتا ہے اور فریقین عہد کرتے ہیں کہ علماء دین کے سامنے ہم یہ معاملہ رکھیں گے اس پر جو فیصلہ فرماویں گے ہم بطیب خاطر منظور کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔علماء نے ساری چیزوں پر غور کرکے فیصلہ سنایا کہ جس چودھری پر قدیمی پنچائت کے فیصلہ کی منسوخی اور معاملہ مناکحت میں دین مہر کے علاوہ اور روپیہ کے لین دین کو روا رکھنا اس کا الزام تھا۔فریق مخالف نے اس کا کوئی شرعی ثبوت پیش نہیں کیا۔لہٰذا وہ الزام سے بالکل بری ہے۔جن لوگوں نے اسکو بدنام کیا وہ اس سے معافی مانگے جو سزا برادری تجویز کرے۔اس کو منظور کرے

سوال:-اس میں اور ذیل کے متعلق احکام شرعیہ مطلوب ہیں۔

(۱) کیا ناکح اور منکوحہ کے اولیاء کو باہم رضامندی سے ان مباح رسوم نکاح کے خرچ کے لئے جس کی ادائیگی پر ناکح کے اولیاء مصر ہوں اور منکوحہ کے اولیاء اس کی ادائیگی کی بذات خود استطاعت نہ رکھتے ہوں دین مہر کے علاوہ کچھ روپیہ لینا دینا شرعاً حرام ہے اور ایسا لین دین کرنے والے شرعاً ایسے مجرم ہیں کہ ان سے ترک موالات واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مباح پر اصرار کا کسی کو حق نہیں کیونکہ اصرار سے وہ ممنوع ہوجاتا ہے۔صرح بہ الشامی فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[1] وغیرہ جو روپیہ بعض جگہ لڑکی والے طلب کرتے ہیں اور لڑکے والوں کو مجبوراً دینا پڑتا ہے اور بغیر اس روپیہ کے رخصت نہیں ہوتی تو یہ روپیہ لینا ناجائز ہے کیونکہ وہ رشوت ہے

[1] كل مباح يؤدى إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه، تنقيح الفتاوى الحامدية ص۳۶۷ج۲ مسائل شتىٰ من الحظر والإباحة مطبوعه الميمنية مصر، سعاية ص۲/۲۶۵، باب صفة الصلوة قبيل فصل فى القرأة.

اس کی واپسی لازم ہوتی ہے۔ اخذاهل المرأة شيئا عندالتسليم فللزوج ان يسترده الخ. درمختار[1] ص ۶۰۰ ج ۲ وعن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلی الله علیه الالاتظلموا الا لایحل مال امرئ الابطیب نفسه منه رواه البیهقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ[2] ص ۲۵۵ اگر یہ روپیہ اپنی خوشی سے دے تو بھی ناجائز ہے۔ ومن السحت مایوخذعلی کل مباح درمختار ومن السحت بالضم الخ. ردالمحتار[3] ص ۳۰۱ ج ۵۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

طلاق پر شوہر کو دی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق

سوال:-(۱) میرا عقد معین الدین سے ہوا تھا، چھ ماہ تک حالات خوشگوار رہے، اس کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے ترش روئی اختیار کی، اخیر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ میرے شوہر مذکور نے سہ بار طلاق نامہ بذریعہ رجسٹر میرے نام روانہ کی، طلاق کے بعد میں والدین کے پاس رہی، پنچ کمیٹی نے میرے شوہر کو طلب کر کے یہ فیصلہ کیا کہ رقم مہر اور سامانِ جہیز میرے شوہر سے واپس دلوادیا، لیکن دیگر امور کی حد تک کوئی فیصلہ نہیں کیا، آیا میں رقم عدت پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

(۲) رقم پارچہ مبلغ چار سو پانچ روپے جو نوشہ کے لئے دئے گئے تھے۔

---

[1] درمختار نعمانية ص ۳۶۶ ج ۲ باب المهر قبيل باب نكاح الرقيق، عالمگيری كوئٹه ص ۳۲۷/۱، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، بحر كوئٹه ص ۱۸۷/۳، باب المهر،

[2] مشكوٰة شريف ص ۲۵۵ باب الغصب

ترجمہ:۔ کسی شخص کا مال حلال نہیں ہے بغیر اس کی خوشدلی کے۔

[3] درمختار نعمانيه ص ۲۸۲ ج ۵ وشامی كراچی ص ۴۲۴ ج ۶ كتاب الخطر والإباحة، حاشية الطحطاوی علی الدر المختار ص ۲۲۱ ج ۴ كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع مطبوعه دار المعرفة بيروت.

(۳) اخراجاتِ شادی تناول طعام وغیرہ پانچ صد روپئے۔

(۴) اخراجات زچگی دوصد روپئے۔

(۵) لڑکی کتنے عرصہ تک میرے پاس رہ سکتی ہے؟ اور فی ماہ کیا اخراجات واجب الادا ہو سکتے ہیں؟

(۶) نوشہ کو سلامی مردوں اور عورتوں کی طرف سے۔

(۷) نوشہ کے والدین کو کپڑے مبلغ پچاس روپئے۔

(۸) نوشہ کو بوقت عیدالاضحیٰ وعیدالفطر سلامی وغیرہ ساٹھ روپئے۔

(۹) نوشہ کے والدین نے بوقتِ شادی چھ تولہ چندن ہار تحفۃً مجھے پہنچائے تھے، وہ زیور مجھ سے چھین لئے۔

(۱۰) ایک جوڑ چین نقرئی چودہ تولہ بوقتِ شادی تحفۃً مجھے دیئے تھے، یہ زیور بھی مجھ سے واپس لئے۔

(۱۱) اس وقت میں ایام زچگی میں ہوں، میں دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور میری زندگی برباد کردی گئی، آیا میں ہرجانہ رقم چھ ہزار روپئے پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اب اس کا مطالبہ نہیں ہوسکتا[۱]

[۱] المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها ولم يفرض القاضی شيئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها. (عالمگیری کوئٹہ ص ۵۵۸/۱، الفصل الثالث فی نفقة العدة، المحيط البرهانی ص ۳۲۱/۴، نوع منه فی بيان من يستحق النفقة من المطلقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، تاتارخانیه کراچی ص ۲۲۴/۴، نوع منه فی بيان من يستحق النفقة من المطلقات)

(۲) وہ واپس لینے کا حق نہیں[۱]۔

(۳) وہ بھی واپس لینے کا حق نہیں[۲]۔

(۴) عدت شوہر کے مکان پر ہوتی تو یہ اخراجات خود ہی شوہر دیتا اب اس کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا[۳]۔

(۵) لڑکی باغ ہونے تک والدہ کے رہیگی، جب کہ والدہ کسی غیر جگہ اپنا نکاح نہ کرے[۴]، اور خرچہ حسبِ حیثیت والد کے ذمہ ہے[۵]، دودھ پلانے کا کوئی معاوضہ نہیں، الّا یہ کہ مستقل معاملہ

---

[۱] وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالک والمستهلک لانه فی معنی الهبة، الدرالمختار علی هامش رد المحتار زكريا ص۴/۳۰۴، مطبوعه كراچی ص۳/۱۵۳، باب المهر مطلب فيما يرسله الی الزوجة. مجمع الانهر ص۱/۵۳۲، باب المهر، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، سكب الانهر علی مجمع الانهر ص۱/۵۳۲، باب المهر، فصل مطبوعه دارالكت العلمية بيروت.

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] نفقة العدة كنفقة النكاح وفی الذخيرة وتسقط بالنشوز وتعود بالعود الخ، شامی زكريا ص۵/۳۳۳، مطبوعه كراچی ص۳/۶۰۹، مطلب فی نفقة المطلقة، باب النفقة، تاتارخانيه كراچی ص۴/۲۳۰، نوع آخر فی الاسباب المسقطة لهذه النفقة، المحيط البرهانی ص۴/۳۲۸، نوع آخر فی الاسباب المسقطة لهذه النفقة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

[۴] الحضانة تشبت للام ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة اوفاجرة الی قوله او متزوجة بغير محرم الصغير الی قوله والام والجدة احق بها بالصغيرة حتی تحيض ای تبلغ فی ظاهر الرواية الخ (الدرالمختار علی هامش رد المحتار زكريا ص۲۶۸-۵/۲۵۳، مطبوعه كراچی ص۵۶۶، ۳/۵۵۵، باب الحضانة، عالمگيری كوئٹه ص ۵۴۱، ۱/۵۴۵، الباب السادس عشر فی الحضانة، البحرالرائق كوئٹه ص۱۶۷، تا ۴/۱۷۰، باب الحضانة.

[۵] ونفقة الصغير واجبة علی ابيه هدايه ص۲/۴۴۵، باب النفقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. الحبر الرائق كوئٹه ص ۴/۲۰۱، باب النفقة، تاتارخانية كراچی ص۴/۲۳۳، نوع منه فيما يجب علی الاب والام من ارضاع الصبی.

طے کرلیا جائے[1]۔

(۶)،۷،۸)ان میں سے کوئی چیز واپس لینے کا حق نہیں[2]۔

(۹،۱۰)اگر وہ آپ کی ملک کردیئے تھے،تو آپ سے زبردستی چھین لینے کا حق نہیں رہا تھا[3]۔

(۱۱)نہیں[4]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ

---

[1] اذا كانت الام معتدة عن طلاق بائن او طلقات ثلاث فهل تستحق اجرة الرجاع ففيه روايتان الى قوله وفى روية الحسن يجوزو عليه الفتوى الخ، الفتاوى التاتارخانية كراچى ص۴/۲۳۵، الفصل الثالث فى نفقة ذوى الارحام، نوع منه فيما يجب على الاب والام من ارضاع الصبى، سكب الانهر ص۲/۱۹۳، باب النفقة، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۴/۳۳۶، الفصل الثالث فى نفقة ذوى الارحام، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالک والمستهلک لانه فى معنى الهبة، الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص۴/۳۰۴، مطبوعه كراچى ص۳/۱۵۳، باب المهر، مطلب فيما يرسله الى الزوجة، مجمع الانهر ص۲/۵۳۲، باب المهر، فصل مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۲/۵۳۲، باب المهر، فصل مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[3] لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعى (شامى زكريا ص۶/۱۰۶، كتاب الحدود، باب التعزيز، مطلب فى التعزيز باخذالمال، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۴۱، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، عالمگيرى كوئٹه ص۱/۱۶۷، كتاب الحدود، فصل فى التعزير.

[4] حوالۂ بالا.

باب نہم: بارات اور ولیمہ کا بیان

بارات کا حکم

سوال:-(۱) بارات لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول ہے یا نہیں؟

(۲) اگر دو چار آدمی لڑکے کی طرف سے نکاح کے لئے لڑکی کے گھر جائیں تو یہ بارات کے حکم میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مجلس عقد میں شرکت کی دعوت ثابت ہے، حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت آدمی بھیج کر بلانا تاریخ الخمیس میں مذکور ہے[۱]

(۲) اس کو عرفاً بارات نہیں کہا جاتا ہے۔

نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟

سوال:- میری جان کاری کے مطابق حضرت جی کا گجرات کا دورہ ہونے والا ہے، اس وقت میں اپنا نکاح حضرت جی سے پڑھوانا چاہتا ہوں۔ چھ، ۶/سات ۷/ماہ بعد میری بہن کی شادی ہونا طے پائی ہے۔ بہن کی شادی کے موقع پر اپنی بیوی کی رخصتی کرانا چاہتا ہوں۔ یعنی نکاح کے ۶/۷/ماہ بعد فی الحال میری عمر ۲۶/سال ہے اور لڑکی کی عمر ۲۰/سال ہے میں جاننا چاہتا ہوں کہ از روئے شرع نکاح کے بعد ۶/۷/ماہ روکے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

---

[۱] وفی حدیث أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، خطبھا علی بعد أن خطبھا أبو بکر ثم عمر ..... قال أنس : ثم دعانی علیہ الصلاۃ والسلام بعد أیام فقال أدع لی أبا بکر وعمر وعثمان وعبد الرحمٰن بن عوف وعدۃ من الأنصار جماعۃ بینھم لہ فلما إجتمعوا وأخذوا مجالسھم الخ، شرح الزرقانی مع المواھب اللدنیۃ ص ۲،۳، ج ۲، ذکر تزویج علیؓ بفاطمۃ رضی اللّٰہ عنھما، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طرفین کی مصلحت پر موقوف ہے۔ شریعت کی طرف سے نہ پابندی ہے کہ ضرور روکا جائے، نہ ممانعت ہے کہ ہرگز نہ روکا جائے۔ بلکہ اگر حالات کا تقاضا روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے نہ روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔ شوہر کو نکاح کے بعد مطالبۂ رخصت کا بھی حق ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/ ۹۱ھ

نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال: - شادی کے بعد رخصتی کب ہونی چاہئے؟ کیا شادی کے بعد اسی دن رخصتی مسنون ہے؟ اگر مسنون ہے تو حوالہ کتب لکھئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کے بعد حسب مصالح رخصتی میں تاخیر بھی درست ہے[2]۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی اور نکاح میں تین سال کا وقفہ ہوا ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۱۳۹۶ھ

(چالا) نکاح کے سال بھر بعد رخصتی

سوال: - عام طور پر رواج ہے کہ نکاح کے ایک سال بعد یا اس سے کم وبیش مدت کے بعد

---

[1] فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج وان لم تصلح لم يأمره الخ. عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۷، ج ۱، الباب الرابع فی الاولیاء. الضابطة.

[2] تقدم تخريجه تحت عنوان ''نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہوجائے''

[3] عن عاشة تقول تزوجنی رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فی شوال سنة عشر من النبوة قبل الهجرة لثلاث سنين وأنا ابنة ست سنين الى قوله وأعرس بی فی شوال على رأس ثمانية اشهر من المهاجر وكنت يوم دخل بی إبنة تسع سنين. الطبقات الكبرى لابن سعد ص۵۸ ج۸ ذكر از واج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. عائشةؓ. مطبوعه دارالفكر بيروت.

رخصتی ہوتی ہے جس کو چالا کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بوقت عقد اگر لڑکی نابالغہ ہو تو رخصت کے لئے بلوغ کا انتظار کرلیا جائے[1]۔ لڑکی کی ضرورت کی چیزیں اس کو دینے میں مضائقہ نہیں[2] تاکہ فوری طور پر وہاں پریشانی نہ ہو۔ دو چار احباب واعزہ بھی آجائیں تاکہ لڑکی کو عزت ومحبت کے ساتھ رخصت کریں تب بھی درست ہے۔ لڑکی کے بالغہ ہونے کے باوجود رخصتی میں سال بھر کی تاخیر لازم قرار دینا غلط ہے اس کو ترک کیا جائے۔ نیز لڑکی کو جو کچھ دیا جائے اس کی تشہیر ونمائش نہ کی جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۰ھ

دعوت ولیمہ کی مدت

سوال: - دعوتِ ولیمہ کے شرائط کیا ہیں اس کی حد اور مدت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعوتِ ولیمہ شادی ورخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے اس کے بعد نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۶/۱/ ۸۹ھ

---

[1] فإن صلحت للرجال امربدفعها إلى الزوج وإن لم تصلح لم يأمره الخ. عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۷ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، الضابطة،

[2] عن علیؓ جهزرسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فی خميل وقربة ووسادة حشوها إذخر نسائی شریف ص۷۷ ج۲، مطبوعه دارالفکر بیروت ص۱۳۵ ج۶، حدیث نمبر ۳۳۸۱ جهازالرجل ابنته.

[3] بہشتی زیور ص۳۶۵ جلد۶ بیاہ کی رسموں کا بیان۔ مطبوعہ فیض عام مظفرنگر۔

[4] و لابأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد ثم ينقطع العرس والوليمة كذا فی الظهيرية، عالمگیری ص۳۴۳ ج۵، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات. كتاب الكراهية، مطبوعه كوئٹه پاكستان، إعلاء السنن ص۱۲ ج۱۱ باب جواز الوليمة إلى أيام إن لم يكن فخراً، مطبوعه إدارة القرآن كراچی، مرقاة شرح مشكاة شريف ص۴۵۰ ج۳ باب الوليمة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی.

رخصتی سے قبل ولیمہ

سوال: - شادی ہوجانے کے بعد بسا اوقات میاں بیوی کی پہلی ملاقات لڑکی کے میکہ ہی میں ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں لڑکے والا اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کردے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اجتماع زوجین کے بعد جو دعوت کی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے خواہ بنا کسی جگہ ہو[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شادی میں لڑکی والے کے یہاں کھانا کھانا

سوال: - زید لڑکی کے عقد میں عزیز واحباب میں کھانے کی دعوت کرتا ہے تو عمر کہتا ہے کہ لڑکی کی طرف سے کھانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا لڑکی والوں کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ باراتی ہوٹل میں کھانا کھائیں اور لڑکی کے یہاں نہ کھائیں۔ یہ تو ہندوؤں کی رسم ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ صحیح ہے کہ ولیمہ لڑکا یا اس کے اولیاء کریں گے۔ لیکن جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے اور اپنے مہمان کو کھلانا تو شریعت کا حکم ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے تاکید

---

[۲] والمنقول من فعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم : أنها بعد الدخول، إعلاء السنن ص ۱۰ ج ۱۱ باب إستحباب الولیمة وکون وقته بعد الدخول، مطبوعه إدارة القرآن کراچی، مرقاة شرح مشکاة ص ۴۵۰ ج ۳ باب الولیمة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی، بذل المجهود ص ۲۴۰ ج ۳ باب حکم الولیمة، مطبوعه رشیدیه سهارنپور،

فرمائی ہے[1] البتہ لڑکے والے کی طرح مقابلہ پر ولیمہ لڑکی کی طرف سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت رسولِ مقبول ﷺ اپنی بیٹی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو بیٹی کا بھی خاطر کرنا ثابت ہے[2]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/ ۹۰ھ

بارات کا کھانا

سوال: ۔بعض مسلمان برادریوں میں شادی کے موقع پر یہ طریقہ رائج ہے کہ لڑکے والے جو بارات لے کر دُلہن کے گھر جاتے ہیں تو ان تمام براتیوں کو بشمول عورت ومرد کھانا کھلایا جاتا ہے جس کو عرف عام میں بارات کا کھانا کہتے ہیں۔ کچھ لوگ بارات کا کھانا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر برادری میں ان کی قدر ومنزلت نہ رہے گی یا بدنامی ہوگی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسم بند ہونی چاہئے۔ یہ اسراف بیجا اور غیر شرعی فعل ہے اور اس رسم کے بند ہوجانے سے ان لوگوں کی بھی پردہ پوشی ہوگی جو کہ بارات کا کھانا کھلانیکی استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن اس رسم کی مجبوری سے قرض وغیرہ کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن بعض کا فرمانا ہے کہ یہ فعل مہمان نوازی میں داخل ہے۔ کیا بارات کا کھانا کھلانے کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ کیا حضور ﷺ، آپ کے صحابہ یا دیگر بزرگانِ دین سے یہ فعل صادر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس فعل کو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟ نیز کوشش کرنے والے مستحق اجر ہوں گے یا نہیں؟

عبدالاحد مدرس دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال! قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من كان يومن باللّٰه واليوم الآخر فليكرم ضيفه (الحديث) مشكوٰة شريف ص۳۶۸ ج۲ باب الضيافة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص۹۰۶ ج۲ كتاب الأدب باب اكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، مطبوعه اشرفيه ديوبند،

[2] عن سفينة ان رجلا ضاف علی ابن ابی طالب فصنع له طعاما فقالت فاطمة لودعونا رسول اللّٰه ﷺ فاكل معنا فدعوه الحديث، مشكوة شريف ص۲۷۸، باب الوليمة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضورِ اکرم ﷺ کے مبارک وقت میں شادی کی یہ شان نہیں تھی جو آج کل رائج ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہٗ نے شادی کی، حضرت رسول اللہ ﷺ کو مدعو نہیں کیا، بلکہ خبر تک بھی نہیں کی[1] اسی طرح حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب حدیث میں مذکور ہے[2] بارات کا یہ طریقہ بڑے بوڑھوں نے اس لئے رائج کیا تھا کہ لڑکی کو جہیز کثیر مقدار میں دیا جاتا تھا اور ایک ایک جہیز کی پوری نمائش کی جاتی تھی۔ سفر عام طور پر بیل گاڑی کا ہوتا تھا۔ ڈاکہ کے حادثات پیش آتے تھے۔ اس لئے بڑی بارات جایا کرتی تھی کہ جہیز وغیرہ کی پوری حفاظت ہو سکے۔ بارات کی کثرت مستقل فخر کی چیز شمار ہوتی تھی۔ شادی والا دوسروں سے بڑھ کر اپنے فخر کے لئے بارات کو کھانا کھلاتا ہے۔ جگہ جگہ اس کا چرچا کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ شرعاً درست نہیں۔ نہ حیثیت سے زیادہ جہیز کی ضرورت ہے، نہ اس کی حفاظت کے لئے بڑی بارات کی ضرورت ہے۔ جو کھانا فخر کے لئے کھلایا جائے اس کے کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے[3]۔ سواریوں کا انتظام بھی ہو گیا۔ ریل، بس وغیرہ کا بہت عام رواج ہو گیا جو کہ پہلے اتنا عام نہ تھیں اس لئے بھی جو لوگ اس رسم کو بند کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے بہت قابل قدر ہے۔ دلہا کے ساتھ اگر ان کے خاص آدمی، باپ بھائی وغیرہ کچھ آجائیں تو مہمان کی حیثیت سے ان کو کھلانا احترام کا

---

[1] عن انسؓ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأی علٰی عبد الرحمن ابن عوف اثر صفرة فقال ما هذا، قال إنی تزوجت امرأة علی وزن نواة الحدیث مشکوٰة شریف ص۲۷۸ باب الولیمة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عن جابرؓ قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی غزوة فلما قفلنا کنا قریباً من المدینة قلت یا رسول اللّٰہ انی حدیث عهد بعرس قال تزوجت قلت نعم الحدیث مشکوٰة شریف ص۲۶۷ کتاب النکاح، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] عن ابن عباسؓ أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نهی عن طعام المتبارئیں ان یوکل رواه ابوداؤد مشکوٰة شریف ص ۲۷۹ ج۲، باب الولیمة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مرقاة ص۳/۴۵۵، المتبارئین ای المتفاخرین، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

تقاضا ہے۔ بڑی بارات بلا کر قرض لیکر کھلانا جو شاید سودی بھی ہو ہرگز شرعاً پسندیدہ نہیں۔ سودی قرض لینا شرعاً جائز بھی نہیں۔ سود کے معاملہ پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے[1]۔ جو لوگ شادی کے غلط طریقہ کی اصلاح کر کے اس کو سنت کے طریقہ پر جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یقیناً اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ اصلاح الرسوم[2] اور بہشتی زیور[3] میں تفصیل مذکور ہے، اس کو پیش نظر رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/ ۹۲ھ

اپنے یہاں کی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت

سوال: -کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دو لڑکیوں کی شادی کرتا ہے۔ اپنی مخالفت نیز دورِ حاضر میں دیگر دور اندیشوں کے تحت انھیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے ہی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوانا چاہتا ہے۔ لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ اس دن قدرتاً ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ کے ایک ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے، تو کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے، یا کوئی بدنما دھبہ کسی پر قائم ہوتا ہے؟ اور کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور باراتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزاز واکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور اس کے مہمان (باراتیوں) کی

---

[1] عن جابرٍ قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ ج ۱ باب الربوا)

[2] ملاحظہ ہو اصلاح الرسوم ص ۳۱ تا ۵۷

[3] بہشتی زیور ص ۳۴۲ تا ۳۶۶ ج ۶ مکتبہ اشرفی.

دعوت کرتا ہے جس کو سب بخوشی منظور کر لیتے ہیں، تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئیگا۔ نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا، بلکہ داعی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت ودعوت کو منظور کرلیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/ ۹۵ھ

---

[1] عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال اذا دعی احدکم الی الولیمة فلیاتها، بخاری شریف ص۷۷۷/۲، باب اجابة حق الولیمة،

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ آئے۔ (اس کو قبول کرے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو)

باب دھم: شادی کی رسومات کا بیان

شادی کی رسوم

سوال:-ضلع اٹک کے دیہات کے مسلمانوں میں بوقت شادی رسومات ذیل ہوتی ہیں۔

نکاح سے ایک روز پہلے برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور دلہا کے دائیں ہاتھ میں چاندی کا ایک کڑا پہنایا جاتا ہے اور اس ہاتھ میں ایک رنگین ڈورا بھی باندھا جاتا ہے جس کو وہ گانا کہتے ہیں کہ اس میں ایک چھلہ لوہے کا پڑا ہوتا ہے پھر میراثی گانا شروع کرتے ہیں اسکے گانے کے ساتھ برادری کی عورتیں ناچتی ہیں اور برابر ڈھولکی وغیرہ بجتی رہتی ہے، پھر شام کو دلہا اور برادری کے مرد اور عورتیں ان کے آگے میراثی ہوتے ہیں، یہ لوگ گاتے ہوئے گاؤں کا چکر لگاتے ہیں اس کو وہ لوگ چانولہ کہتے ہیں، اسکے بعد واپس جا کر دلہن کو مرد اور عورتیں مہندی لگاتے ہیں پھر صبح نکاح کیا جاتا ہے، لہٰذا علماء کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ رسوم شرعاً درست ہیں یا نہیں؟ ان عورتوں کے مرد دیوث ہیں یا نہیں؟ کیا وہاں کے علمائے کرام کا فرض نہیں ہے کہ ان رسوم کے چھڑانے میں کوشش کریں۔ و نیز کیا علماء کو حق ہے کہ ان رسوم میں انکے ساتھ شریک رہیں، و نیز کیا علماء کا فرض نہیں کہ ایسی منہیات سے روکیں۔ اگر وہ باز نہ آویں تو کیا علماء کو جائز ہے کہ ان کا نکاح نہ پڑھاویں اور نہ ان کی دعوت میں شریک ہوں، چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم کے سمجھانے پر سب نے ان بدعات سے بچنے پر عہد و پیمان کیا اور یہ طے پایا کہ جو شخص ان محرمات کا مرتکب ہوا امام اس کی دعوت قبول نہ کرے اور نہ نکاح پڑھاوے لیکن امام صاحب جو اس عہد و پیمان میں شریک ہیں بعد میں انھوں نے عہد شکنی کی اور ایسے شخص کے یہاں نکاح بھی پڑھایا اور دعوت بھی کھائی۔ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رسوم خلافِ شرع اور ناجائز ہیں، مرد کو چاندی کا زیور پہننا حرام ہے[۱]، ڈھولکی بجا کر اس طرح گانا ناچنا اور گاؤں کا طواف کرنا، عورتوں کا نامحرموں کے ساتھ آنا سب بے حیائی اور جہالت کی رسمیں ہیں انکو مٹانے کی کوشش ہر شخص کے ذمہ حسبِ حیثیت لازم ہے[۲]۔ خاص کر علماء کے ذمہ یہ فریضہ زیادہ ہے، جس مجلس میں رسوم مذکورہ ہوتی ہیں اس میں شرکت ممنوع ہے خاص کر ائمہ اور علماء کو بہت زیادہ ایسی مجلس کی شرکت سے اجتناب لازم ہے[۳] خاص کر جب کہ وہاں کے عوام کو علماء کے ساتھ اس قدر تعلق ہو کہ انکے کہنے سے اصلاح کی بہت زیادہ توقع ہے تو انکو ہرگز ہرگز ایسی مجالس میں شریک نہیں ہونا چاہئے بلکہ نکاح پڑھنے اور شریک ہونے کیلئے اولاً شرط کرلی جائے کہ ان رسوم کو ترک کر کے توبہ کرو اور شریعت کے مطابق شادی کرو تو ہم شریک ہوں گے ورنہ نہیں، جو شخص اس قسم کا عہد کر کے بلا کسی مجبوری کے عہد شکنی کرے وہ گنہگار ہے اس کو توبہ لازم ہے[۴]۔ ایسے رسوم کے پابند عوام کی نماز ایسے عہد شکن امام کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاً، الدرالمختار علی الردالمحتار کراچی ص ۳۵۹ ج ۶ فصل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحة، مجمع الأنهر ص ۱۹۶ ج ۴، کتاب الکراهیة فصل فی اللبس، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۱ ج ۵، کتاب الکراهیة الباب التاسع فی اللبس،

[۲] عن أبی سعید الخدری عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الإیمان رواه مسلم مشکوٰة شریف ص ۴۳۶، ج ۲، باب الأمر بالمعروف، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، عالمگیری ص ۳۵۳ ج ۵ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر الخ مطبوعه کوئٹه.

[۳] وان علم اولاباللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی اولا الخ. الدر المختارعلی شامی کراچی ص ۳۴۸ ج ۶ کتاب الحظر والإباحة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۴ ج ۵ الباب الثانی عشر فی فی الضیافات کتاب الکراهة، زیلعی ص ۱۳ ج ۶ کتاب الکراهة مطبوعه امدادیه ملتان،

[۴] عن عبد اللّٰه بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اربع من کن فیه کان منافقا ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذأوتمن خان واذاحدث کذب واذا عاهد غدر الحدیث، مشکوة شریف ص ۱۷، باب الکبائر، وعلامات النفاق، طبع یاسرندیم دیوبند،

شادی کی رسوم

سوال:- ہمارے یہاں شادیوں میں بارات کا طریقہ ہے جو گھوڑا جوڑا توڑا سہرا گولا، فوٹو کشی وغیرہ کرتے ہوئے لڑکی والوں کے یہاں جاتے ہیں اور اعلانِ نکاح گولا باریوں سے ہوتا ہے سہرا بھی لفظ سہرا کی صراحت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ دلہا اپنے چند دوستوں کو لڑکی کے گھر لے جاتا ہے نامحرموں سے ہنسی مذاق وغیرہ کیا کیا ہوتا ہے۔ سہیلیاں رومال آئینہ وغیرہ دیتی ہیں۔ جہیز بھی ایک نمائش اظہارِ مالداری غریب لڑکیوں کی دل آزاری ہی سے دیا جاتا ہے۔ لڑکی والے کے یہاں شادی کے موقع پر اکثر جہیز لے کر آتے ہیں تب ہی کھاتے ہیں۔ جہیز کپڑا، غلّہ یا پیسے کی شکل میں ہوتا ہے جو صورۃً تعاون حقیقۃً قرضہ ہوتا ہے جو دینے والے کو اس کی بیٹی کی شادی کے موقع پر وصول ہو جاتا ہے۔ ایسی شکل میں بارات میں جانے اور لڑکی والوں کے یہاں شادی کے موقع پر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح ایک شرعی حکم ہے جس کو اداءِ سنت کے لئے ماثور طریقہ پر کرنا چاہئے[1] اور جو کچھ آپ نے سوال کیا ہے یہ مجموعہ خرافات وغلط رسومات اس قابل نہیں کہ اس کو اختیار کیا جائے۔ ایسی بارات میں شامل ہونا بھی غلط ہے[2]۔ اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ

---

[1] عن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم النكاح من سنتى فمن لم يعمل بسنتى فليس منى الحديث، ابن ماجه ص۱۳۲-۱۳۳ ابواب النكاح باب ما جاء فى فضل النكاح، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

[2] و إن علم أو لا باللعب لايحضر أصلاً سواء كان ممن يقتدىٰ به أولاً الدرالمختار على ردالمحتار ص۳۴۸ ج۳ مكتبه كراچى كتاب الحظر ولإباحة، تبيين الحقائق ص۱۳ ج۶ كتاب الكراهية مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۴ج۵ الباب الثانى عشر فى الضيافات كتاب الكراهية.

غلط رسموں کے ساتھ نکاح

سوال:- شادی بیاہ میں کنگنا پہننا۔ منڈوا گاڑنا، مقنہ ڈالنا، سہرا باندھنا ہتھیلی یا زور بند باندھنا، غرض کہ تمام کام خلاف شریعت ہوں تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز افعال کا گناہ مستقل ہے لیکن نکاح پھر بھی درست ہوجاتا ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

غلط رسوم کے ساتھ کیا گیا نکاح

سوال:- زید کے نکاح میں جوڑا پہنایا گیا، ہاتھوں میں مہندی لگائی گئی۔ اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کے وقت لڑکے کے ہاتھوں پر مہندی لگانا اور دیگر غلط رسوم کرنا ناجائز ہے[2] مگر نکاح اس حالت میں بھی منعقد ہوجائے گا[3] اور غلط کاموں پر گناہ بھی ہوگا۔ نکاح کو سنت طریقہ پر کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] وینعقد بإیجاب وقبول وشرط حضور شاهدین حرین الخ، الدرعلی الرد ص ۲۱ ج۳ کتاب النکاح مکتبه کراچی، هدایه ۶-۳۰۵ کتاب النکاح مطبوعه تهانوی دیوبند، بحر کوئٹه ص ۸۱، ج۳، کتاب النکاح.

[2] قوله خضاب شعره ولحیته لایدیه ورجلیه فانه مکروه للتشبه بالنساء الخ. شامی زکریا ص۶۰۵ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۳۵۹ ج۵ کتاب الکراهیة الباب العشرون فی الزینة الخ مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح

سوال:- اسلامی انجمنوں نے دستور العمل بنایا ہے تاکہ اس نازک وقت میں رسوماتِ بدترک ہوں بحکم خدا اور بفرمودۂ رسولِ اکرم ﷺ مسلمان ہر ایک کام انجام لائے۔

کمیٹی نے مختلف لوگوں کو دستور العمل کی کاپیاں بھی دیں خط کے نقول بھی روانہ کئے، کمیٹی کی جانب سے وفد بھی گئے تاکہ فضول خرچی نہ کریں یہ سب شیطانی کام ہے اور قوم اس سے روز بروز غربت اور مشکل میں پڑتی ہے۔ کئی بزرگوں نے اس پر لبیک کہا قرآن وحدیثِ نبوی پر عمل کیا۔ کچھ جاہل لوگ ایسے بھی ہیں جن کو دولت حرام ملتی ہے، لوگوں کا خون چوستے ہیں، شیطانی کام کرتے ہیں۔ اگر دستور العمل اور خط ملنے کے باوجود انھوں نے اس پر عمل نہ کیا تو صرف قرآن وحدیث کے مطابق ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ تاکہ باقی لوگ بھی عبرت حاصل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فضول خرچی، غلط رسوم، ناجائز حرکات کی اصلاح ضروری ہے شادی اور نکاح درحقیقت ایک عبادت ہے جو کہ حضرت پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اس نیت سے شادی کی جائے اور وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس کو آنحضرت ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا ہے اور کتبِ فقہ نیز شروحِ حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اصلاح الرسوم[1] اور بہشتی زیور[2] میں اس کی پوری تشریح فرمادی اور جو جو رسم غیر شرعی رائج ہوگئی ہیں ان کو بھی لکھ دیا ہے۔ اگر سب برادری جمع ومتفق ہوکر اس پر عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [3] جب کہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہو کیونکہ انعقاد نکاح کے لئے یہ شرط ہیں۔ وینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاهدين .الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۸۷، ۶۹ ج۴ كتاب النكاح، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۳ كتاب النكاح، هدايه ص ۶-۳۰۵ ج۲ كتاب النكاح مطبوعه تهانوى ديوبند. ابوالقاسم ادروی

(صفحہ ہذا) [1] ملاحظہ ہو اصلاح الرسوم ص ۳۱ تا ۵۳۔

[2] ملاحظہ ہو بہشتی زیور ص ۲۲ تا ۴۱ ج ۶ بیاہ کی رسموں کا بیان۔

بہت سی خرابیوں سے حفاظت رہے گی اور یہ شادی گناہوں اور خرافات سے پاک ہوکر عبادت اور قربت بن جائے گی اس کا نفع دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔ جو لوگ خلاف شرع اور ناچ گانا بجانا وغیرہ اپنی شادی میں کریں ان کی شادی میں شرکت نہ کی جائے[1] اور آئندہ ان کے یہاں شادی سے بھی پرہیز کیا جائے ان کی دعوت بھی قبول نہ کریں تا آنکہ وہ توبہ کرلیں اور ہر کام شریعت کے مطابق کرنے کا وعدہ کرلیں، نیز جہاں تک ہوسکے تشدد نہ کیا جائے۔ کوئی جسمانی یا مالی سزا نہ دی جائے[2] بلکہ شفقت وفہمائش سے کام لیا جائے۔ اللہ پاک مدد فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح میں غیر شرعی رُسوم

سوال: - زید اور اس کا پورا خاندان معتقد ہے مراسم نامشروع اور رواج کافرانہ کا۔ اسی وجہ سے عقد ونکاح کے سلسلہ میں ناچ، گانا، باجہ، منڈھا، مہندی، کلدوہ، سہرا اور تیل اتارنے کے نام سے جلتے چراغوں کا ایک تھال دلہا دلہن کے سروں پر گھمایا جاتا ہے۔ چاول اور تیل وغیرہ سروں پر نچھاور کئے جاتے ہیں۔ کوئی نکاح خاندان زید میں بغیر ان رسموں کے نہیں ہوتا، کیونکہ مذکورہ بالا رسموں کو وہ لوگ برا نہیں سمجھتے ہیں اور باوجود سمجھانے کے بھی ان تمام رسموں کو حلال ہی جانتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کا نکاح مذکورہ اعتقاد اور رسم ورواج کافرانہ کے ساتھ

---

[1] و إن علم أو لا باللعب لايحضر أصلاً سواء كان ممن يقتدىٰ به أولا الدرالمختار على ردالمحتار ص۳۴۸ ج۶ كتاب الحظر والإباحة، تبيين الحقائق ص۱۳ ج۶ كتاب الكراهية، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۴ ج۵ الباب الثانى عشر فى الضيافات كتاب الكراهية.

[2] والحاصل أن المذهب عدم التعزيربأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵، فصل فى التعزير، مكتبه الماجديه كوئٹه پاكستان، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۷ ج۲ كتاب الحدود فصل فى التعزير، شامى زكريا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزير مطلب فى التعزير بأخذ المال، كتاب الحدود.

ہوتو نکاح درست ہوگا یانہیں؟ اور شرکاءِ مجلس یعنی وکیل وگواہ اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام شرعی وارد ہوتا ہے یانہیں؟ اگر زید مذکورہ معتقدات اور رسمیات کے ساتھ ہونے والی منکوحہ کو طلاق دے بیٹھے تو اس منکوحہ مذکورہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لئے حلالہ ضروری ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انتہائی جہالت اور پرانی رسم کی وجہ سے زید ان چیزوں میں شریک ہے اور کفر نہیں سمجھتا اور سارے خاندان ہی کا یہ حال ہے۔ اِنَّاللّٰہ .تاہم زید اور اس کے خاندان کو کافر ومرتد نہیں قرار دیا جائے گا اور اسلام سے خارج مان کر کافروں کے احکام نہیں دیئے جائیں گے۔[1] اس لئے اس نکاح کو بھی درست کہا جائیگا اور اس پر پورے شرعی احکام جاری ہوں گے۔ اگر وہ تین طلاق دے گا تو پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں ہوگی[2] عقائد واعمال کی اصلاح بہرحال لازم ہے،[3] اس کی پوری کوشش کی جائے۔ شرکاءِ مجلس، وکیل، گواہ، نکاح خواں کے لئے صرف شرکت مجلس کے مسائل دریافت کرنے پر قناعت نہ کی جائے۔ جب سارا خاندان ہی ایک رنگ

---

[1] وقد ذكروا أن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً لكفر واحتمال واحد فی نفيه فالاولىٰ للمفتی والقاضی ان يعمل بالاحتمال النّافی لانّ الخطأ فی ابقاء الف كافر اهون من الخطأ فی إفتاء مسلم واحد، شرح فقه اكبر ص۱۹۹، المسئلة المتعلقة بالفكر الخ مطبوعه دهلی، تاتارخانيه ص۴۵۸ج۵ كتاب احكام المرتدين فصل فی إجراء كلمة الكفر، مطبوعه كراچی عالمگيری كوئٹه ص۲۸۳ ج۲ كتاب السير، قبيل الباب العاشرة فی البغاة.

[2] وان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتی تنتكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنهاعالمگيری كوئٹه ص۴۷۳ج۱ باب الرجعة. فصل فيما تحل به المطلقة ، مجمع الأنهر ص۸۸ج۲ كتاب الطلاق باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۵۷ ج۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه امداديه ملتان،

[3] والذی صرح به أئمتنا أنه يجب علىٰ كل احد وجوبا عينيا أن يعرف صحيح الاعتقاد من فاسده الخ الفتاویٰ الحديثية ص۲۰۷ باب فی اصول الدين، مطلب يتعين علی ولاة الامور الخ مطبوعه دار المعرفة بيروت،

میں رنگا ہوا ہے تو سب کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی کی بعض رسوم

سوال: - ہماری برادری میں حسب تفصیل امور پنچایت محلّہ پلکھن تلہ سہارنپور نے اس طرح پر مقرر کئے ہیں۔

(۱) یہ کہ جب کسی کی شادی ہو تو منڈھے کا ہونا لازمی ہے۔ اہل شادی کو لازم ہوگا کہ منڈھے کی تقریب میں بجائے مکانیہ کھانا کھلانے کے بوڑھے، بچہ، مرد، عورت کا کھانا بطور ہبہ کے ہر شخص کے مکان پر پہنچاوے اور کھانے کی رکابی میں کھانا چاول پلاؤ وغیرہ فی کس ڈیڑھ سیر پختہ وزن سے پختہ گھی سے کم نہ ہو اور یہ بھی قرار دیا ہے کہ اہل شادی کو لازم ہوگا کہ اگر کھانا پلاؤ کا ہوگا تو پلاؤ میں فی دیگ ڈھائی سیر پختہ گھی اور زردہ میں پانچ سیر گھی دال میں سوا سیر پختہ گھی شوربا ء میں سوا سیر سے کم نہ ہوگا یہ امر ضروری ہے اور یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص کے یہاں اہل شادی کھانا پہنچائیگا اس شخص کو لازم ہوگا کہ وہ اہل شادی کے یہاں نیوتہ ضرور دے اس وجہ سے کہ اہل شادی نے قرضہ لے کر کھانا تقسیم کیا ہو تو وہ نیوتہ لے کر اپنا قرض ادا کر دے۔

(۲) ہر شخص اہل برادری کو لڑکا یا لڑکی کی شادی کرنے سے پہلے بھاجی کا ایک مرتبہ کرنا لازمی ہے۔ بھاجی کا طریقہ یہ ہے کہ فی کس مرد، عورت، بچہ، بوڑھا کے لئے وزنی آدھ سیر پختہ چاول خام اور آدھ پاؤ پختہ دال خام دینی ہوگی۔ اگر پکے ہوئے کھانے کی تقسیم کرے گا تو مطابق سوال (۱) کے کھانا دینا ہوگا۔

(۳) ایک رسم بری کی ہے جو لڑکے والے کی طرف سے لڑکی کے یہاں دی جاتی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سہاگ پوڑہ، کھانڈ پونڈ،	ہندی،	ڈوری،	کھیلیں،	میوہ،	کنگھی،	سرمہ دانی،	شکر
ایک//،	۱ما/،	۲ما/،	۵ما/،	ایک،	ایک،	ایک،	۲۵ سیر پختہ

بڑے پان، عطر، جوڑہ کپڑے۔
۱۰۰/عدد، ایک شیشی، ۱۱/عدد۔

میں نے بوجہ جنگ وجدال بروقت پنچایت ان امور مندرجہ بالا میں کچھ دخل نہیں دیا جب کہ ان امور کا ایک شادی میں اجرائے حسب دستور مقررہ ہوتو میں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا تو مجھ کو اہل برادری نے علیحدہ کردیا اور میری ایذاء رسانی کے درپے ہیں تو شرعاً جملہ برادری کا ان امور کو لازمی قرار دینا کیسا ہے اور میرا ان امور پر عمل نہ کرنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

امور مذکورہ کی پابندی شرعاً کسی پر واجب نہیں جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے اس میں برادری یا کسی اور کی اطاعت جائز نہیں۔ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق[1]. یہ امور بدعت ناجائز اور گناہ ہیں ان پر اصرار گناہ پر گناہ ہے[2] ایسی دعوت کا کھانا کسی طرح جائز نہیں۔ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی کذا فی البحر عالمگیری[3] ص ۷۷۸ ج ۲۔ جو شخص برادری کے اس قانون کو توڑے گا وہ اجر کا مستحق ہوگا۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/۱۱/ ۵۳ھ
صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[1] فی حدیث نواس بن سمعان مشکوٰة شریف ص ۳۲۱ کتاب الإمارة والقضاء، شامی زکریا ص ۵۸۳ ج ۹ کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع.

[2] عن عائشةؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد الخ، مشکوٰة شریف ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا الخ مطبوعه اشرفیه دیوبند.

[3] الهندیة ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر مکتبه کوئٹه پاکستان، بحر کوئٹه ص ۴۱ ج ۵ فصل فی التعزیر، کتاب الحدود، شامی زکریا ص ۱۰۶ ج ۶ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال کتاب الحدود،

[4] فی حدیث جدبرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الحدیث، مشکوة شریف ص ۳۳، کتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

شادی کی رسومِ مروّجہ

سوال:- الرسوم المروجة فی النکاح والعقیقة وسائر الافراح مخالفة الماثور عن السلف الصالحین المختلفةباختلاف عادات الناس کلها باطلة.یجب قلعها وقمعها وردها الیٰ ماهوا لمتوارث عن السلف[1].

الجواب حامداًومصلیاً!

البدعات والرسوم الغیر الثابتة التی یلتزمونها مثل العبادات باطلةیجب ردها وقلعها سواء کانت متعلق بالعبادات ام بالمعاملات والمعاشرات وغیرها[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/ ۸۸ھ

نکاح ہر ماہ تاریخ میں درست ہے

سوال:- قمری تاریخوں میں کس ماہ کس دن اور کس تاریخ میں نکاح ناجائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

کسی ماہ کی کوئی تاریخ اور کوئی شب یا کوئی دن ایسا نہیں جس میں نکاح ناجائز ہو۔ ہر رات

---

[1] **ترجمہ سوال:-** وہ رسومات جو نکاح اور عقیقہ اور تمام خوشیوں کے مواقع میں رائج ہیں درانحالیکہ وہ مخالف ہیں ان اقوال کے جو سلف وصالحین سے منقول ہیں، اور وہ بدلتے رہتے ہیں، لوگوں کے عادات کے بدلنے سے یہ سب کے سب باطل ہیں، ان کا مٹانا اور ختم کرنا ان اقوال کی جانب جو کہ اسلاف سے منقول ہیں، لوٹانا واجب ہے؟

ترجمہ جواب:- وہ بدعات ورسومات جو ثابت نہیں اور ان کا لوگ عبادات کے مثل التزام کرتے ہیں باطل ہیں، وہ رسومات خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات یا معاشرت وغیرہ سے ان سب کے سب کا مٹانا اور ختم کرنا واجب ہے۔

[2] عن ابی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رأی منکم منکرافلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الإیمان رواه مسلم، مشکوٰة شریف ص۴۳۶، ج۲، باب الأمر بالمعروف، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروا الخ سباحة الفکر ص۷۲، مطبوعه احمدی لکهنؤ، سعایة ص۲۶۵ ج۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القرأة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ہر دن ہر تاریخ میں نکاح جائز ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۹۲ھ

دن اور کسی تاریخ میں نحوست نہیں

سوال:- (۱) اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمادیں کہ دن تاریخ کو منحوس سمجھنا اچھا ہے یا برا؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ جمعرات اور سنیچر کے دن زیادہ سفر فرماتے تھے؟

(۲) ایک مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ ۱۸/ تاریخ کو شادی نہیں کرنی چاہئے۔ کیوں کہ ۱۸/ تاریخ میں شادی کرنے سے لڑکے اور لڑکی کی زندگی خراب ہوجاتی ہے۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟

(۳) تیزی کے چاند میں اور بارہ وفات میں شادی کی مقرر کردہ تاریخ میں شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ اس امت میں[2] کسی دن (تاریخ وغیرہ) میں نحوست نہیں، البتہ بعض دن اور بعض تاریخ میں خیر وبرکت زیادہ ہے[3]۔ جمعرات اور سنیچر کے سفر میں خیر وبرکت ہے[4]۔

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا عدویٰ ولا ھامۃ ولا نوء ولا صفر، مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱ باب الفال والطیر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، نحوست ایام بولادت رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات زائل گشتہ است، مکتوبات امام ربانی ص۲۲۴ ج ا مکتوب ۲۵۶ طبع استانبول، البتہ جمعہ کا دن ہونا مستحب ہے۔ ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة. الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص۸ ج۳ کتاب النکاح، فتح القدیر ص ۱۸۹ ج۳ کتاب النکاح، دار الفکر بیروت، بحر ص ۸۱ ج۳ کتاب النکاح، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] نحوست ایام بولادت رحمت عالمیان علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات .زائیل گشتہ است(مکتوبات امام ربانی مکتوب :۲۵۶ ص ۴۲۴ ج ا طبع استانبول) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ چیز شرعاً بے اصل ہے۔

(۳) کر سکتے ہیں۔ شرعاً اس کی ممانعت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/ ۹۰ھ

تاریخ ۳/۱۳/۲۳/ کی تعیین

سوال:- عام رواج ہے کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر لوگ تاریخ رکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہینہ کی ۳/۱۳/۲۳/ تاریخ نہ ہونا چاہئے اور باقی تاریخیں کوئی بھی رکھی جائیں۔ اگر کبھی ۲/ تاریخ یا ۷/ تاریخ وغیرہ مقرر ہوگئی تو یہ ہوتا ہے کہ نکاح دن میں ہو جائے ۳/ یا ۸/ نہ ہونے پائے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رواج شرعاً بے اصل ہے اس کی پابندی لازم نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ۳ عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة الحديث. مشكوٰة شريف ص ۱۱۹ باب الجمعة الفصل الاول.

۴ ان النبی ﷺ خرج يوم الخميس فی عزوة تبوک وكان يحب أن يخرج يوم الخميس (مشكوة ص ۳۳۸ باب اٰداب السفر)

(صفحہ ہذا) ۱ فی الفتاوی الحديثية : وسئل نفع اللّٰه بعلومه : السؤال عن النحس والسعد وعن الأيام والليالی التی تصلح لنحو السفر والانتقال ما يكون جوابه، فأجاب رضی اللّٰه عنه من يسأل عن النحس وما بعده لايجاب إلا بالإعراض عنه وتسفيه ما فعله ويبين له قبحه، وأن ذلک من سنة اليهود لا من هدی المسلمين المتوكلين علی خالقهم وبارئهم الذين لا يحسبون وعلی ربهم يتوكلون وما ينقل من الأيام المنقولة ونحوها عن علی كرم اللّٰه وجه باطل كذب لا اصل له فليحذر من ذلک، فتاوی حديثية ص ۲۸ مطلب عن الأيام والليالی وسعيدها ونحيسها، مطبوعه دار المعرفة بيروت.

متعین ایام میں نکاح ورخصتی بدشگونی نہیں

سوال:- آج کل عوام الناس لڑکی کے نکاح اور رخصتی جو کرتے ہیں تین یا پانچ یا سات سال میں کرتے ہیں یا تو پہلے سال کریں گے جفت سال میں نہیں کرتے اس کو منحوس خیال کرتے ہیں یہ شرک ہے یا کارِشرک ہے اور اگر عقیدہ نہ بھی ہو پھر بھی یہ شکل مشابہ شرک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ خیال بدشگونی وبدفالی ہے۔ یہ اسلامی عقیدہ نہیں اس سے توبہ لازم ہے لاعدوی ولاطیرۃ (الحدیث[1]) جن لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ان کو ایسی جگہ تشبہ سے بچنا چاہئے تاکہ نہ دوسروں کا عقیدہ فاسد ہو نہ عقیدۂ فاسد والوں کو استدلال کا موقع ملے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَومٍ فَهُوَ منهم (الحدیث[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۶/۶/ ۸۶ھ

اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا)

سوال:- ایک خاندان کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے اندر اگر آپس میں لڑکے اور لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں تو وہ راس نہیں آتا ہے اور یہ عمل پہلے سے چلا آرہا ہے اس کی وجہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض وقت باہر سے لڑکیاں اپنے خاندان کے لڑکوں کے لئے نہیں ملتیں۔ اگر ملتی ہیں تو دوسرے خاندان کی لڑکیاں اس خاندان کے موافق تربیت یافتہ نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے اختلاف جھگڑے اکثر ہوتے ہیں اور لڑکے اور لڑکیاں دوسرے خاندان میں جانا نہیں چاہتی تھیں لیکن والدین مجبوراً شادیاں کردیتے ہیں، اسی طرح لڑکیوں کا حال ہے کہ ان کی شادی دوسری جگہ کرنے میں وہ کیونکہ راضی نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے شریف لڑکیاں اس قلبی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۲ باب الفال والطیرۃ. الفصل الاول. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵ کتاب اللباس. الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

تکلیف کو تمام عمر کے لئے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی زندگی مایوس کن اور زندگی کی تمام تمناؤں کا خون پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ مگر عقیدہ یہی ہے کہ اپنے رشتے راس نہیں آتے۔ اگر اس بارے میں خاندان کے بزرگوں سے دلیل پوچھی جاتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ چند واقعات مثلاً یہ کہ فلاں رشتہ ہوتے ہی فلاں تکلیف اس گھر کے اندر شروع ہوگئی۔ فلاں رشتہ سے فلاں جھگڑا شروع ہوا۔ ان کے دو جوڑے میں لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں یا فلاں آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس قسم کے واقعات کو پیش کر کے دلیل بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ہمارے خاندان کو بددعا دی تھی جس کی وجہ سے رشتے راس نہیں آتے جس کی وجہ سے خاندان میں مزید یقین بڑھ گیا اور اب تو اس کے خلاف کوئی بھی تعلیم نہیں کرتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا رشتہ ایسے لڑکے سے کر دیا کہ لڑکی سخت مجبور ہے اور گوارہ کر رہی ہے۔ اسی طرح خاندان میں پڑھا لکھا لڑکا بھی راضی ہے لیکن والدین اسی وجہ سے راضی نہیں ہیں۔ آپ فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ اور رکھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے، اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اوہام تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں ان کو ترک کرنا واجب ہے حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی اپنے ہی خاندان میں کی ہے[1] اور تمام امت مسلمہ کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے، لیکن ہندوستان کی بعض اقوام نے قبولِ اسلام کے بعد بھی اپنی خاندانی گذشتہ رسوم کو جہالت کی بنا پر باقی رکھا، ان میں سے یہ بھی ایک چیز ہے۔ مسلمانوں کے لئے کسی رملی وغیرہ کا قول ہرگز قابل التفات نہیں۔ وہ اپنی اس جہالت سے توبہ کریں۔ دینی کسی منفعت کے فوت ہو جانے پر ایسی بددعا دینا جس کا پشتہا پشت تک اثر باقی رہے اور سنت پر عمل کرنے سے خاندان کے خاندان محروم ہو جائیں بزرگوں کی شان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر خاندان میں

---

[1] عن بريدةؓ قال خطب ابوبكرؓ وعمرؓ فاطمةؓ فقال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم إنها صغيرة ثم خطبها عليؓ فزوجها منه ، مشكوة شريف ص ٥٦٥ باب مناقب عليؓ الفصل الثالث، طبع ياسر نديم ديوبند.

جائز ومسنون طریقہ پر شادی کرنا شروع کریں۔ راس آنے نہ آنے کا فکر نہ کریں۔ موت ومرض ونقصان سب کچھ پہلے سے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ ہوکر رہے گا، لڑکا اور لڑکی بالغ ہوکر اپنا نکاح مہر مثل پر اپنے خاندان میں گواہوں کے سامنے خود کرلیں تب بھی درست ہے[1]۔ ان کی مرضی کے خلاف غیر خاندان میں زبردستی ان کا نکاح کرنا بڑا ظلم ہے[2] خاص کر غیر کفو میں جس سے بسا اوقات پوری زندگی برباد ہوتی ہے اور مصالح نکاح حاصل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم محرم الحرام ۸۹ھ

گوت میں نکاح کی رسم کی اصلاح کرنا

سوال:- (۱) ہم لوگ قدیم مسلم راجپوت ہیں۔ راجپوتوں میں بہت سی ذاتیں ہوتی ہیں، مثلاً چوہان، گوتم، بیس وغیرہ۔ ہم گوتم ہیں اور بیسوں کے یہاں ہماری نانیہال ہے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ جس کی لڑکیاں لاتے ہیں اس ذات میں اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے۔ ہمارے یہاں بھی یہی ذہن بنا ہوا ہے، مگر کچھ رشتے اس سے قبل اس کے خلاف ہو چکے ہیں۔ احقر نے بھی اپنی لڑکی کو اپنے ماموں زاد بھائی کے لڑکے کے ساتھ جو فارغ دارالعلوم دیوبند بھی ہیں، منسوب کرنا چاہا۔ اس پر اہل خاندان کو اعتراض ہوا۔ کچھ کا کہنا تھا کہ یہ رشتہ الٹا ہے اور کچھ کہتے تھے وہ ہم سے نیچے ہیں، ان کو لڑکی نہیں دی جاسکتی۔ اس بناء پر انھوں نے احقر کا مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) کردیا۔ نکاح میں بھی شرکت نہیں کی اور جو شریک ہونا چاہتے تھے انھیں بھی روکا۔ قاضی صاحب نے اس بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ لڑکا عالم ہے، میں اس کا نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ میرا رشتہ کرنا اسلامی نقطۂ نگاہ سے غلط ہے؟

---

[1] نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الدر مع الشامي كراچي ص۵۵ ج۳ باب الولي، بحر كوئٹه ص ۱۰۹ ج۳ باب الاولياء، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج۲ باب الاولياء، طبع مكه مكرمه.

[2] لا تجبر بكر بالغة على النكاح، بحر كوئٹه ص ۱۱۰ ج۳ باب الاولياء النهر الفائق ص ۲۰۲ ج۲ باب الاولياء، طبع مكه مكرمه، الدر مع الشامي زكريا ص ۱۵۹ ج۴ باب الولي.

(۲) جن لوگوں نے یہ رشتہ کرنے کی وجہ سے بائیکاٹ کردیا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ صحیح راستہ پر ہیں؟ قاضی صاحب جنھوں نے نکاح نہیں پڑھایا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مسلمانوں میں بہت سی غیروں کی رسمیں پھیلی ہوئی ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔ شادی کے سلسلہ میں ماموں زاد، خالہ زاد، چچازاد بھائی سے پرہیز کرنا غلط اور غیر اسلامی رواج ہے، شرعاً یہ رشتہ ناجائز نہیں۔ بلکہ ان سے عقد نکاح درست ہے، ان کو حرام سمجھنا اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ خطرناک عقیدہ ہے[1] جو شخص اس غلط رسم کو توڑ کر عقد کردے گا وہ بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا، اس کی مدد کرنے والے بھی مستحق ثواب ہونگے اور جو شخص مدد کے بجائے ایسے عقد میں رُکاوٹ ڈالے گا وہ غیر اسلامی عقیدہ کا مددگار ہوکر سخت گنہگار اور مجرم ہوگا۔ اس کو اپنی حرکت سے باز آنا اور توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔ قاضی کا منصب بلند ہے اس کو سنت کی اشاعت ضروری ہے، اس کا رُکاوٹ ڈالنا اور محض غلط رواج کی بنا پر نکاح پڑھانے سے انکار کردینا شریعت کی نظر میں بہت قبیح اور مذموم ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/ ۹۲ھ

---

[1] من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر. الهندیة ص ۲۷۲ ج ۲ مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعه کوئٹه، شرح فقه اکبر ص ۳۳۷ قبیل التسمیة بعبد النبی فظاهره کفر الخ مطبوعه مجتبائی دهلی، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۴ باب الحیض والنفاس والاستنجاء، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.

[2] فی حدیث جریر رضی اللّٰه عنه، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من سنّ فی الاسلام سنة حسنةً فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیء ومن سنّ فی الاسلام سنةً سیئةً کان علیه وزرها وزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شیء رواه مسلم، مشکوٰة شریف ص ۳۳ ج ۱ کتاب العلم الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

گوت میں نکاح کرنا

سوال:- یہاں کے کچھ مسلمانوں میں زمانۂ قدیم سے یہ رواج ہے کہ لڑکے لڑکی کے نکاح باپ کے خاندان یعنی گوت وقبیلہ میں نہیں کرتے۔ اپنے ہم گوت وخاندانی لڑکا لڑکی، بہن بھائی مانتے ہوئے نکاح کرنا براونا جائز جانتے ہیں، خواہ تایا و چچازاد لڑکا حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے گوت وقبیلہ میں ناخواندہ کو اچھا و جائز سمجھ کر کرتے ہیں۔ آیا ایسی صورت میں غیر کفو میں یعنی گوت میں نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جب کہ بموجب ارشاد واجب العمل والاعتقاد نبی آخرالزماں ﷺ "مَنْ تَشَبَّهَ بِقومٍ الخ" غیر گوت میں کرنا ہندوؤانہ رسم ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رسم ورواج غلط اور غیر اسلامی ہے اس کو توڑنا واجب ہے[1] خدائے پاک کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے[2] مگر اس کے باوجود جو نکاح دوسرے خاندان میں شرعی طریقہ پر ہوگا اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جائیگا ورنہ دوسری جہالت ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا

سوال:- اپنے قبیلہ وگوت کو چھوڑ کر غیر قبیلہ میں نکاح کرتے ہیں۔ یہ صورت کہ لڑکی کے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من أحدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد، مشکوٰۃ شریف ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا الخ مطبوعہ اشرفیہ دیوبند.

[2] من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر. الھندیۃ ص ۲۷۲ ج ۲ مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعہ کوئٹہ، شرح فقہ اکبر ص۳۳۷ قبیل التسمیۃ بعبد النبی مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، طحطاوی علی المراقی ص ۷۴ باب الحیض والنفاس والاستنجاء مطبوعہ قدیمی کراچی.

بدلہ میں لڑکی بمحاورۂ دیہات آٹا ساٹا کرنے کو لازم بلکہ الزم سمجھ کر کرنا، اگر ایک طرف لڑکے والے کے یہاں لڑکی نہ ہو تو دس ۱۰/ ہزار سے بیس ۲۰/ بائیس ۲۲/ ہزار روپے تک حسب عمر وحسن وجمال نقد لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ امر بوقت خطبہ ہے۔ بروقت نکاح برادری کے حسب دستور مہر معجّل علاحدہ ہے جو لڑکی کا حصہ ہے۔ مہر کے علاوہ رقم مقررہ مذکورہ بالا بھی اگر کسی کے پاس دینے کو نہیں ہے تو آخری درجہ یہ ہے کہ لڑکے یعنی داماد کو آٹھ دس سال تک سسرال رہ کر خسر کے گھر کا کام نوکروں اور مزدوروں کی طرح کرنا ہوگا، صرف شبانہ روز کھانا اور ششماہی یا سالانہ پوشش کپڑا، اس کے علاوہ کچھ روپے نہیں دیتے۔ اگر کسی لحاظ سے رعایتاً اُدھار ہو جائے تو آئندہ نسل میں لین دین کی وصولیابی بذریعہ پنچایت ضروری ہے (بطور یاد دہانی مستثنیٰ ہے جو اپنی جگہ میں ہے، مذکورہ بالا سے کچھ علاقہ نہیں) کیا یہ مذکورہ شکلیں بیع وشراء نہیں بنتیں، جب کہ بیوہ مطلقہ کے بالعوض بھی دس بیس ہزار روپے جبراً لیا جاتا ہے۔ پنچایتیں ہوتی ہیں، وصولیابی ضروری ہے۔ کیا اس صورت میں نکاح کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آٹا ساٹا تو ناجائز نہیں ہے کہ جب کہ دونوں طرف مہر مستقل ہو[1] لیکن اس کو لازم سمجھنا غلط ہے اور الزم سمجھنا اغلط ہے۔ اگر بدلہ میں لڑکی نہ ملے تو روپیہ لینا رشوت ہے جو کہ حرام ہے جس پر جہنم کی وعید ہے[2] پھر روپیہ نہ ہونے کی صورت میں داماد سے مزدوروں کی طرح مدتِ متعینہ تک کام لینا

---

[1] ووجب مهر المثل فی الشغار هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الأخر أواخته مثلاً معاوضة بالعقدين وهو منهى عنه لخلوه عن المهر فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً، الدرالمختار على رد المحتار كراچی ص۱۰۶ ج۳ مطلب نكاح الشغار كتاب النكاح، مجمع الأنهر ص۵۱۲ ج۱ كتاب النكاح باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۵۶ ج۳ باب المهر.

[2] (۱) ولو أخذ اهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج ان يسترده لأنه رشوة، بحر كوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، در مختار على الشامی زكريا ص۳۰۷ ج۴ باب المهر، عالمگيری ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، مطبوعه كوئٹه.

(۲) الراشی والمرتشی فی النار، فيض القدير ص۴۳ ج۴ رقم الحديث ۴۴۹۰ مطبوعه دار الفكر بيروت.

انتہائی تحقیر وتذلیل ہے[1] اُدھار ہونے کی صورت میں آئندہ نسلوں سے وصول کرنا بڑا ظلم ہے۔ بیع حر باطل ہے[2] مسئولہ رواج صریح بیع تو نہیں ہے ہاں صورۃً بیع کے مشابہ ہے اور بے شمار مفاسد پر مشتمل ہے۔ اجتماعی حیثیت سے سب قوم کو مل کر اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رسم کی پابندی شرع کے خلاف

سوال:- اگر کوئی کہے کہ ہم کو ان امور کے جائز یا ناجائز سے کوئی واسطہ نہیں ہم وہی کریں گے جو باپ دادا نے کیا ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہے یا کلمہ کفریہ ہے یا نہیں۔ امید کہ جواب مفصل مع حوالہ کتب متعددہ بہت جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کہنا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے والے کی تکفیر کی ہے لہٰذا ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی ضروری ہے جس قول کے قائل اور جس فعل کے مرتکب کی تمام فقہاء نے تکفیر کی ہو اس کو بالاتفاق تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور جس کی بعض نے تکفیر کی ہو اس کے کفر وایمان کے حق میں اگرچہ عدمِ کفر کی روایت کو ترجیح دی جائیگی لیکن تجدید ایمان اور تجدید نکاح اس شخص کو بھی احتیاطاً ضروری ہے۔ **واذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھذہٖ الحادثۃ کذا فقال ذالک الغیر من برسم کار میکنم، نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ عالمگیری[3] ص ۸۹۱ ج ۲ سئل**

---

[1] لما فیہ من الإھانۃ والإذلال الخ شامی کراچی ص ۱۰۶ ج ۳ باب المھر، مطلب نکاح الشغار، بحر کوئٹہ ص ۱۵۷ ج ۳ باب المھر.

[2] البیع بالمیتۃ والدم باطل وکذا بالحر لانعدام رکن البیع ھدایہ ص ۴۹ ج ۳ باب البیع الفاسد، تھانوی دیوبند، شامی کراچی ص ۵۱-۵۲ ج ۵ باب البیع الفاسد مطلب فی تعریف المال فتح القدیر ص ۴۰۳ ج ۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] الھندیۃ ص ۲۷۲ ج ۲ مطلب موجبات الکفر انواع منھا ما یتعلق بالعلم والعلماء الباب التاسع احکام المرتدین.

الحاکم عبدالرحمن عمن قال برسم کارکنم بحکم نے هل هو کفر قال ان مراده فساد الحق وترک الشرع واتباع الرسم لارد الحکم لایکفر کذا فی المحیط عالمگیری[1] ص ۸۸۱ ج۲ ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح وبالتوبةوالرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط[2] الیٰ قوله اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفرو وجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجه کذافی الخلاصة فی البزازیة الااذا صرح بارادةتوجب فلاینفع التاویل کذا فی البحر[3] الرائق.ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهومسلم و ان کان نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لاینفعه فتویٰ المفتی ویؤمر بالتوبةوالرجوع عن ذٰلک وتجدید النکاح بینه وبین امرأته کذافی المحیط[4]والبحر وغیرذٰلک من کتب الفقه فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/ذی قعدہ ۵۴ھ

جوابات صحیح ہیں۔سعید احمد غفرلہٗ

قومی قوانین شادی کے لئے

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہماری قوم کے لوگوں نے ذیل کے قوانین پاس کئے ہیں۔آیا شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا نہیں۔لڑکی کی شادی کریں تو لڑکے والے سے تین سو پچاس روپیہ کا زیور لینا چاہئے اور یہ زیور مہر سے علاوہ اور

---

[1] الهندیةص۲۵۸ ج۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین مکتبه کوئٹه پاکستان

[2] الهندیة ص۲۸۳ ج۲ قبیل الباب العاشر فی البغاة

[3] البحرالرائق ص۱۲۵ ج۵ باب احکام المرتدین، بزازیه علی الهندیه ص۳۲۰ج۶ کتاب الفاظ تکون اسلاما أو کفرا الثانی فیما یکون کفراً من المسلم، مطبوعه کوئٹه،

[4] عالمگیری کوئٹه ص۲/۲۸۳ قبل الباب العاشرفی البغاة، بحر کوئٹه ص۵/۱۲۴، باب احکام المرتدین،

زیور کا حق خاوند کا ہے اس سے زیادہ زیور لڑکی والے لیویں اور لڑکے والے دیویں تو ان دونوں کا جرمانہ کیا جاتا ہے اور جرمانہ نہ دیویں تو اس کے ساتھ سب قوم کے آدمی ترک موالات کرتے ہیں اس بات میں چند سوالات ہیں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) تین سو پچاس سے زائد کا زیور لیویں تو اس کا جرمانہ کرنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی آدمی جرمانہ نہ دیوے تو لوگ اس کے ساتھ ترک موالات کرتے ہیں اور لین دین اور جمیع کاروبار اس کے ساتھ بند کرتے ہیں اور شادی دعوت وغیرہ تقریبات میں شرکت نہیں کرتے، اس سے ترک مولات کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جماعت کے اخراجات کے لئے ہر سال ہماری قوم کے ہر مکان پر چار آنہ فیس ادا کرنا کیا لازم ہے اور فیس نہ دینے پر مناسب سزا دینے کا حق صدر صاحب کو ہے آیا لازمی وفرضی فیس کا لینا شریعت سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) کسی شخص کو کسی زیور کے لئے مجبور کرنا درست نہیں بلکہ اس کی اور زوجہ کی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور کسی جرم پر مال کا جرمانہ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذالمال اھ بحر[1] ص ۴۱ ج۵

(۲) جب جرمانہ کرنا ہی ناجائز ہے تو جرمانہ ادا نہ کرنے پر ترک موالات بھی ناجائز ہے خلاف شرع کام کی وجہ سے ترکِ موالات درست ہے۔[2]

---

[1] البحر ص ۴۱ ج۵ فصل فی التعزير مكتبه كوئٹه پاكستان، عالمگيری ص۱۶۷ ج۲ كتاب الحدود فصل فی التعزير، شامی زكريا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزير مطلب فی التعزير بأخذ المال.

[2] نهى النبی صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة، هو دليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه حتى يقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم ص۹۸ ج۷ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار صادر بيروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

(۳) یہ فیس بظاہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک چندہ ہے بہتر صورت ہے کہ سب مل کر قوم کی اصلاح کریں، خرابیوں، بری رسموں اور آپس کے جھگڑوں کو اٹھا کر اتحاد و اتفاق سے شریعت کے موافق زندگی بسر کریں اس کام کے لئے چندہ دینا اور لینا درست ہے (بشرطیکہ وہ صحیح مصرف پر صرف ہو) لیکن کسی پر جبر کرنا اور زبردستی چندہ لینا جائز نہیں[۱]۔ اگر کوئی شخص اس اصلاحی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہتا بلکہ علیحدہ رہنا چاہتا ہے تو اس سے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے۔ اگر یہ چندہ صحیح مصرف پر شریعت کے موافق صرف نہیں ہوتا تو اس کا لینا اور دینا ناجائز ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف یکم جمادی الاولی ۵۸ھ

رسوم شادی مٹانے کے لئے کمیٹی کی بعض تجاویز

سوال:- مسلم چھپی ایسوسی ایشن ضلع بجنور نے اپنی ایک سماجی تنظیم بنائی ہے جس میں انھوں نے اپنی شادیوں میں زیور، کپڑا، رسمِ منگنی اور رخصتی وغیرہ کے اخراجات میں کمی کی ہے وہیں مہر جہیز پر بھی پابندی عائد کردی ہے۔

(۱) نکاح کے لئے طے کیا ہے کہ نکاح صرف مہر فاطمی پر ہوگا۔ پانچ برتن سے زائد نہیں دے سکتا۔ نقد اکاون ۵۱/ روپیہ سے زائد نہیں دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سلائی مشین، گھڑی، سائیکل، پلنگ، پیڑھا اگر توفیق ہو تو دے سکتا ہے۔ کیا یہ پابندی شرعاً جائز ہے؟ اس پر عمل کرنے والے گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

---

[۱] وعن حرة الرقاشي عن عمه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا تظلموا ألا لايحل مال امرءٍ إلابطيب نفس منه رواه البيهقي مشكوٰة شريف ص ۲۵۵ باب الغصب، طبع ياسر نديم ديوبند،
ترجمہ:- خبردار ظلم نہ کرو خبردار کسی کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں:

(۲) بھات اور دسیاری کی رسم کو سابق رواج کے مطابق رکھا گیا ہے۔ کیا یہ رسم شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اقتصادی، معاشی، معاشرتی سدھار کے لئے قوم پر توجہ کرنا اور انتظام کرنا بہت مناسب ہے تاکہ غلط طریقے اور غلط اخراجات بند ہو کر صحیح طریق پر سنت کے مطابق نکاح کی تقریب انجام پائے۔ مہر کی مقدار شریعت نے کم سے کم دس ۱۰/درہم تجویز کی ہے جو تقریباً ۳/تولہ چاندی ہے[۱]، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی۔ لیکن اتنی بڑی مقدار تجویز کر دینا جو شوہر کے قابو سے بالکل باہر ہو جائے اور ادا کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے بہت غلط طریقہ ہے، اس کی ممانعت آئی ہے[۲]۔ اسی طرح جہیز کی ایسی پابندی کہ قرض لے کر دیا جائے اور وہ بھی سودی، جس کی وجہ سے بسا اوقات زمین، مکان، زیور پر آفت آ جاتی ہے۔ یہ سب غلط طریقہ ہے مگر سب کی حیثیت یکساں نہیں ہوتی اور سب کے لئے ایک حد بھی تجویز نہیں کی جا سکتی۔ تاہم جو لوگ مہرِ فاطمی کی رعایت سنت سمجھ کر کریں گے وہ مستحق اجر وثواب ہوں گے[۳]۔ اگر وقت نکاح جہیز نہ دیا جائے یا برادری کی تنظیم کے موافق دیا جائے زیادہ نہ دیا جائے تو اس صورت میں تنظیم بھی برقرار رہے گی اور بعد میں جو کچھ دل چاہے لڑکی کو دیتے رہیں اس میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اپنی لڑکی کو کبھی کبھی کچھ دینا منع نہیں۔

(۲) بھات وغیرہ کی رسم غیر شرعی ہے اس کو بند کیا جائے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ

---

[۱] اقله عشرة دراهم فضة ووزن سبعة مثاقيل. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۲۳۰ ج۴ اول باب المهر، بحر کوئٹه ص ۴۲ ج۳ باب المهر، مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج ۱ باب المهر، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] عن عمر بن الخطاب قال الا لاتغالوا صدقة النساء. مشکوٰۃشریف ص۲۷۷ باب الصداق. الفصل الثانی. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] ويستحب كون الصداق خمس مائة درهم، نووی علی المسلم ص۴۵۸ ج ۱ باب الصداق مطبوعه بلال دیوبند.

[۴] من احدث فی امرنا هٰذا ماليس منه فهو رد. مشکوٰۃشریف ص۲۷ باب الاعتصام بالكتاب والسنة . الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا الخ مطبوعه اشرفیه دیوبند.

دو پلی ٹوپی اور عمامہ نکاح کے وقت

سوال:- جب بارات جاتی ہے تو سر پر دو پلی ٹوپی اور عمامہ ضرور رکھا جاتا ہے اگر کوئی ترک کر دے تو اس کو تارکِ سنت کہہ کر ملامت کرتے ہیں۔ تو کیا قبولیت کے وقت عمامہ کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عمامہ اور دو پلی ٹوپی ایک پسندیدہ لباس ہے[1] مگر اس کو مستقلاً سنتِ نکاح قرار دینا درست نہیں[2] جیسے دیگر اوقات یا نماز کی حالت میں یہ لباس پسندیدہ ہے ایسے ہی وقتِ نکاح بھی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/ ۹۲ھ

نکاح کے بعد مصافحہ

سوال:- ہمارے اطراف میں رواج ہے کہ جب نکاح پڑھا کر ختم کرتے ہیں تو بعد میں فوراً دولہا حاضرین مجلس سے مصافحہ کرتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اس کو بدعت سمجھ کر نہ کرے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہنا اور یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس مصافحہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں لہٰذا بے اصل اور بدعت ہے اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا کہنا کسی طرح درست نہیں اس سے اجتناب چاہئے کیونکہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ بدعت حسنہ کی

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علیکم بالعمائم فانها سیما ء الملائکة وأرخوها خلف ظهورکم، مشکوٰة شریف ص۳۷۷ کتاب اللباس الفصل الثالث مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها الخ سباحة الفکر ص۷۲ مجموعه رسائل لکهنؤ، مطبوعه احمدی لکهنؤ، سعایة ص۲۶۵ ج۲ باب صفة الصلوٰة قبیل فصل فی القرأة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

اصل شرع میں موجود ہوتی ہے اس کی اصل شرع میں موجود نہیں لہٰذا یہ بدعت حسنہ نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کے وقت سلام کرنا

سوال:- نکاح کے بعد فوراً کھڑے ہوکر سلام کرنا دلہا کے لئے جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص رسم سمجھ کر نہ کرے تو اس کو برا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سلام کا بھی شریعت میں ثبوت نہیں۔ لہٰذا رسم ہے اس کے تارک پر ملامت ناجائز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا

سوال:- ہمارا ایک بڑا محلّہ ہے اس میں بارہ چودھری ہیں۔ یہاں پر یہ رسم ہے کہ جب شادی ہوتی ہے تو دولہا ان کو رات کو سوتے ہوؤں کو جگا کر سلام کرتا پھرتا ہے، ورنہ یہ لوگ نکاح میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں۔ کیا یہ حکم شریعت سے ثابت ہے؟

---

[1] کما یستفاد من هٰذه العبارة واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاةالصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع الخ. شامی زکریا ص۵۴۷ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع سعایة ص۲۶۴ ج۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القرأة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاءٍ واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلااصل له فی الشرع شامی زکریا ص۵۴۷ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، ان السلام انما هو سنة عند الملاقاة کما ثبت ذلک فی الاخبار لا فی اثناء المجالسة الخ سعایة ص۲۶۴ ج۲ باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرأة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس رسم کا قرآن پاک، حدیث شریف اور فقہ میں کہیں وجود نہیں۔ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے خالص جہالت ہے۔ اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِی دِیْنِنَاھٰذا مالَیسَ منه فهورد. متفق علیه.[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/ ۸۸ھ

منگنی کے موقع پر لڑکے والے کا مجمع کو سلام کرنا

سوال: - بوقتِ منگنی جب جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے تو لڑکے والا پورے مجمع کو سلام کرتا ہے یہ سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سلام شرعی نہیں رسم ورواج کا سلام ہے جو قابل ترک ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/ ۹۵ھ

---

[1] بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ باب اذا اصطلحوا علیٰ صلح، کتاب الصلح، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۷۷، ج ۲، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، طبع بلال دیوبند،

ترجمہ:۔ جو شخص دین میں ایسی بات پیدا کرے جو دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

[2] عن عائشةرضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه مشکوٰةشریف ص۲۷ ج ۱ باب الإعتصام بالکتاب والسنة، ان السلام انما هو سنة عند الملاقاة کما ثبت ذلک فی الاخبار لا فی اثناء المجالسة الخ، سعایة ص۲۶۴ ج۲ باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرأة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع.

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو دین میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

نکاح کے وقت جھک کر چلنا

سوال: -لوگوں کے سامنے تعظیماً اندھا ہوکر چلنا اور تکلّفاً آہستہ آہستہ چلنا خصوصاً دلہا کے لئے رسم سمجھ کر ناجائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اندھا ہوکر نہ چلے اور اپنی روش پر چلے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہا جاتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح چلنے اور کسی کے سامنے ادباً جھکنے کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل یا رسول اللّٰہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا الحدیث مشکوٰۃ شریف ص۴۲[1] لہٰذا ایسا نہ کرنے والے کو برا کہنا درست نہیں بلکہ گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کے بعد دلہن کا منہ دکھلانا

سوال: -آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد سب کو دلہن کا منہ دکھلاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی ایک رسم بے اصل ہے نامحرموں کو منھ دکھلانا ہرگز جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۴۰۱ باب المعانقة والمصافحة یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ایک شخص اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملاقات کرتا ہے کیا وہ اس کے لئے جھک جائے ارشاد فرمایا: نہیں۔

[2] امتنع نظره إلى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام وهذا فى زماننهم وأما فى زماننا فمنع (الدرعلى الرد ص۵۳۲ ج۹ زكريا)فصل فى المس والنظركتاب الحظر والاباحة نيز شامى كراچى ص۴۰۶ ج۱ باب شروط الصلوة، مطلب فى ستر العورة، عالمگيرى ص۳۲۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الثامن الخ مطبوعه كوئٹه.

دربانی روپیہ

سوال:- آج کل رواج ہے کہ دلہا سے دربانی روپیہ لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ دلہا جس راستہ سے جائے گا وہاں پر ایک شخص کھڑا ہو جاتا ہے اگر روپیہ نہ دے تو جانے نہیں دیتا اور برا بھلا کہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی رسم ہے ناجائز ہے یہ روپیہ مانگنا اگر دلہا شرم یا جبر سے دیدے تو اسکی واپسی ضروری ہے[1] اور روپیہ نہ دینے پر برا کہنا سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دلہا والوں سے جبراً مٹھائی وروپیہ وصول کرنا

سوال:- کسی جگہ شادی کی رسم یہ ہے کہ دلہا اپنے گھر سے مع بارات دلہن کی بستی کی طرف جاتے ہیں۔ راستہ میں جو کئی بستیاں واقع ہوتی ہیں ان کے باشندگان دلہا والوں سے انھیں پکڑ کر مٹھائی وغیرہ لینے کے لئے سخت زور لگاتے ہیں، نہ دینے کی صورت میں پالکی وغیرہ توڑ دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ دلہا والے مارے شرم کے مجبوراً ان باشندگاں کو مٹھائی وغیرہ دے کر چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔ ان باشندگان کا کہنا ہے کہ دلہا والوں سے اس قسم کی مٹھائی وغیرہ لینا ہمارا ملکی رسم ورواج ہے۔ خدا خدا کر کے دلہا والے جب دلہن کے مکان پر پہونچتے ہیں تو دلہن والے آ کر انھیں گھیر لیتے ہیں اور اپنے حسب عادت ان سے مٹھائی وغیرہ لینے کا سخت مطالبہ کرتے ہیں۔ نہ دینے کی صورت میں دلہن کے مکان میں جانے سے روک لیتے ہیں۔ دلہن والوں کی دوسری اور ایک عادت ہے۔ کہ قبل عقد دلہا والوں سے اپنے پبلک فنڈ کے لئے کچھ معین نقود کا مطالبہ

---

[1] الا لاتظلموا الا لایحل مال امرءٍ إلا بطیب نفس منه رواه البیهقی (مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵ ج۱ باب الغصب)
ترجمہ:۔ خبردار ظلم نہ کرو خبردار کسی کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

کرتے ہیں۔عدمِ ادائیگی کی صورت میں عقد نکاح نہ کرنے کا خوف دلاتے ہیں۔ دلہا والے مجبوراً مطلوبہ روپیہ دیتے ہیں،مگراس میں سے نصف روپیہ پبلک فنڈ میں رکھ کر باقی روپیوں کی مٹھائی خریدتے ہیں اوراگرکوئی دیندار آدمی بستی والوں اوردلہن والوں سے یہ کہے کہ اس قسم کی مٹھائی اورروپیہ شرعاً جائزنہیں ہےتو یہ لوگ نہایت بے باکانہ جواب دیتے ہیں کہ ایسالینا ہماری قدیم رسوم میں ہے،ہم ضروراس کی پابندی کریں گےاگرچہ اس کاارتکاب حرام ہی کیوں نہ ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دلہاوالوں کا مجبوراًایسادینااوربستی ودلہن والوں کاایسالیناا ورملکی رسم ورواج کی اس قدرسختی سے پابندی کرنا کہ ارتکاب حرام کی پروابھی نہ ہوشرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ رسم اورنقد ومٹھائی وغیرہ لینا اورجبرکرنا شرعاً ممنوع اورناجائز ہے۔ **لا یحل مال امرأ مسلم الابطیب نفس منه الحدیث**[1]. **لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی اھ بحر**[2] **ص ۴۱ ج۵. ۱ خذ اهل المرأةشیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة اھ درمختار**[3] **۵۰۳ ج ۲.** شرعی حکم کے مقابلہ میں رسم کی پابندی کرنا اورشرعی حکم کونہ ماننا سخت گناہ ہے بلکہ یہ مقابلہ بہت خطرناک ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہٗ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۲۳/ربیع الثانی ۶۷ھ

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہٗ،مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۲۵/ربیع الثانی ۶۷ھ

---

[1] مشکوٰةشریف ص۲۵۵ ج ۱ باب الغصب والعاریة. یاسرندیم اینڈ کمپنی۔ترجمہ:۔کسی مسلمان شخص کامال جائز نہیں مگراس کی رضامندی سے۔

[2] البحرالرائق ص ۴۱ ج۵ فصل فی التعریز مکتبه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶ ج۶ کتاب الحدود، باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال.

[3] الدرالمختار علی ردالمحتارص ۱۵۶ ج۳ باب المهر، مطبوعه کراچی، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ ج ۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، بحر کوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر.

نکاح سے پہلے زیور کپڑے دکھانا

سوال:- نکاح سے پہلے وطن کے زیورات اور کپڑے حاضرین مجلس کو دکھلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نمائش اور شہرت کی غرض سے دکھایا جاتا ہے شرعاً ممنوع ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کے اعلان کے لئے آتش بازی

سوال:- نکاح میں آتشبازی اس نیت سے کہ لوگوں کو نکاح کی خبر ہو جائے نہ کہ تماشہ کی نیت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے ہاں دف کے ذریعہ سے اعلان کرنا جائز ہے فی الغیاثیۃ[۲] ضرب الدف فی النکاح اعلانا وتشهيراً سنة وفی الخلاصة لابأس بالدف ليلة العرس الخ[۳]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۳/ جمادالاول ۱۳۵۶ھ

---

[۱]..... عن عبدالله بن عمر وانه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سمع الناس بعمله سمع الله به أسامع خلقه وحقره وصغره رواه البيقهى (مشكوٰة ص ۴۵۴ ج ۲ باب الرياء والسمعة) مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول پاک ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کو سناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی تمام مخلوق کو سنا دیتا ہے اور اس کو بہت حقیر اور چھوٹا کر دیتا ہے۔

[۲] الغياثية ص ۱۰۹ كتاب الحظر والإباحة فصل فى الضيافات والولائم، مكتبه اسلاميه.

[۲] خلاصة الفتاوىٰ ص ۳۵۸ ج ۴ كتاب الكراهية الفصل الخامس فى الأكل، نوع منه، مطبوعه رشيديه كوئٹه شامى كراچى ص ۵۵ ج ۶ باب الإجازة الفاسدة مطلب فى الاستئجار على المعاصى الخ ترمذى ص ۲۰۷ ج ۱ باب ما جاء فى اعلان النكاح، مطبوعه اشرفى ديوبند،

نکاح کا اعلان بذریعۂ دف

سوال:- گانا بجانا اورسننا عامۃً جب حرام ہے تو دف باجا کس طرح حلال ہوا؟ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ اعلانِ نکاح اس سے کیا جاوے اس سے دف کے باجے کی اباحت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

نکاح کے اعلان کا حکم ہے جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس پر دف بجایا جائے۔ اگر اعلان بلا دف کے ہوجائے تو اس کی ضرورت نہیں ہے اور دف بھی وہ جس میں جلاجل نہ ہو۔ جلاجل کے ساتھ مکروہ ہے۔روی الترمذیؒ[1] عن عاشۃؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعلنوا ھٰذا النکاح واجعلوا فی المساجد واضربوا علیہ بالدف. کذا فی فتح القدیر وفی الذخیرۃ.اورمحض ضربِ دف اورضربِ غربال جس میں کوئی تطریب نہ ہوصرف صوت مسموع ہو،اس میں کوئی لذت اورحظ نہیں ہے۔ جیسا کہ سحری کی اطلاع کے لئے نقارہ بجادیاجائے یامدرسہ کے وقت کے لئے گھنٹہ بجادیاجائے۔ العرف الشذی میں ہے۔ قولہ الدف الخ.مایکون مجلداً من جانب واحدٍ وصرح الفقھاء بعدم جوازذی جلاجل اقول تدل المسائل علی التوسیع وجوازما یقال لہ الدھل وجواز النقارۃوالطبل فانہ لاذوق ولاحظ فی ھٰذہ الاشیاء[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ

---

[1] کذافی البحرالرائق کوئٹہ ص۸۰ج۳ کتاب النکاح، فتح القدیر ص۱۸۹ ج۳ کتاب النکاح مطبوعہ دارالفکر بیروت شامی زکریا ص۷۵ ج۹ باب الاجارۃ الفاسدۃ. مطلب فی الاستئجار علی المعاصی.

[2] العرف الشذی ص۳۵۷ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، شامی زکریا ص۵۰۵ ج۹ کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، مرقاۃ ص۴۲۵ج۳ کتاب النکاح، باب اعلان النکاح فصل ثانی، مطبوعہ اصح المطابع ممبئی.

نکاح میں دُف کا حکم

سوال:- نکاح کے وقت دف بجانے کا (یعنی دھپڑا بجانا جو کہ بھنگی بجاتا ہے) اکثر فقہاء کے کلام سے جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے اور تکملۃ فتح القدیر سے طبل کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں قول فیصل کیا ہے۔ ایسی شادی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ طبل کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل مقصود اعلان نکاح ہے اور دف اس کا ایک ذریعہ ہے۔ بعد حصول مقصود ذریعہ کی تحصیل بے سود ہوتی ہے۔ کتب فقہ وحدیث میں دف کی اسی حیثیت سے اباحت یا ترغیب مذکور ہے اور دیگر بعض ائمہ کے نزدیک اعلان لازم ہے بغیر اس کے نکاح صحیح نہیں ہوتا مگر ان کے نزدیک گواہ شرط نہیں اور حنفیہ نے گواہ شرط ہونے کی وجہ سے اعلان کو مستحب قرار دیا ہے کہ زبان طعن کشادہ نہ ہو اور ظنون میں فساد نہ آئے اور یہ بھی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جلاجل نہ ہو اور ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے۔ **قال الفقیه ابو اللیث السمر قندیؒ بعد نقل الاقوال والدلائل اما الدف الذی یضرب فی زماننا هذا مع الفنجات والجلاجل ینبغی ان یکون مکروهاً بالاتفاق وانما الاختلاف فی الدف الذی کان یضرب فی الزمن التقدم واللّٰه اعلم بستان ص۱۱۹**[1] **قال الشافعی جواز ضرب الدف فیه خاص بالنساء لمافی البحر عن المعراج بعد ذکره انه مباح فی النکاح ومافی معناه من حادث سرور قال وهو مکروه للرجل علی کل حال للتشبه بالنساء. ردالمحتار**[2] **ص ۵۳۰ ج ۴ کتاب الشهادت باب القبول وعدمه.**

اس سے معلوم ہوا کہ دُف کا مصداق یہ ہے کہ بچیاں ڈھپڑی بنا کر کچھ دیر کے لئے بجالیں اور بس۔ **الدف هو بالضم والفتح معروف ای الذی یطبل به والمراد (فی الحدیث بضرب**

---

[1] **بستان العارفین ص ۶۵ الباب الثالث والثمانون فی ضرب الدف مطبوعه رشیدیه کوئٹه.**

[2] **ردالمحتار ص۳۸۲ ج ۴ نعمانیۃ مطبوعہ کراچی ص۴۸۲ ج ۵ کتاب الشهادت باب القبول وعدمه، بحر کوئٹه ص ۸۸ ج ۷ کتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته الخ.**

الدف علی النکاح) اعلان النکاح. مجمع البحار[1] ص ۴۱۵ ج ۱

طبل کا لفظ دف سے عام ہے۔ طبل بالفتح دہل یک رویہ باشد یا دورویہ منتہی الارب ص ۱۱۱[2] ج ۳

جس جگہ عرس میں طبل کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں ایک رویہ مراد ہے۔ حضرت تھانویؒ کی کسی تحریر میں اس کو مدلل کیا ہے۔ جس مجلس میں دُف یا طبل ممنوع موجود ہو اس میں شرکت ممنوع ہے۔ کذا فی الدر المختار[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/رجب ۶۶ھ

نکاح میں باجہ

سوال:- شادی کے موقع پر باجا بجانا درست ہے یا نہیں؟ ترمذی، نسائی، ابوداؤد، بخاری شریف وغیرہ میں باجے کا جواز ملتا ہے رمضان میں افطار وسحری کے وقت بجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باجا بجانا شادی کے موقع پر بھی درست نہیں ترمذی وغیرہ میں اعلان کا حکم ہے[4] کہ نکاح کا اعلان کر دیا جائے مثلاً چار آدمیوں کی مجلس میں نکاح کیا گیا اور کسی کھال وغیرہ پر لکڑی مار کر اعلان کر دیا گیا جس سے بہت سوں کو معلوم ہو گیا بس اتنا کافی ہے اور جب بڑی مجلس میں نکاح کیا جائے

---

[1] مجمع بحار الأنوار ص ۱۹۱ ج ۲، باب الدال مع الفاء، مطبوعه دار الایمان المدینة المنورة.

[2] منتهی الارب ص ۳۶ ج ۳ باب الطاء فصل الباء، مطبوعه اسلامی لاهور.

[3] دعی الیٰ ولیمة وثمه لعب أو غناء الی ان قال فلو علی المائدة لا ینبغی أن یقعد بل یخرج الخ الدرالمختارعلی ردالمحتار زکریا ص ۵۰۱ ج ۹ کتاب الحظر والإباحة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۴ ج ۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، زیلعی ص ۱۳ ج ۶ کتاب الکراهیة، طبع امدادیه ملتان البحر ص ۱۸۸ ج ۸ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الأکل والشرب مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[4] ترمذی شریف ص ۲۰۷ ج ۱ باب ما جاء فی اعلان النکاح.

تو یہ خود ہی اعلان ہے نیز جو صورت باجے کی اختیار کی جاتی ہے اس کی کہیں اجازت نہیں البحر الرائق[1] میں بالکل ممانعت لکھی ہے سحری وافطار کے لئے نقارہ کی اجازت ہے۔[2] تاہم افطار کے وقت اذان ہوتی ہے وہ بھی کافی ہے اس لئے اذان پر ہی کفایت کرنا انسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۹۴ھ

شادی میں گانا بجانا

سوال:- شادی بیاہ میں گانا اور دف کا بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ **عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اعلنوا عندالنکاح و اجعلوه فی المساجد واخبروا علیه بالدفوف رواه الترمذی مشکوٰة شریف ص ۲۷۲. یاعائشة رضؓ الاتغنین فان هذا الحی من الانصار یحبون الغناء. مشکوٰة شریف ص ۲۷۲ بینوا وتوجروا**

الجواب حامداً ومصلیاً!

چھوٹی بچیاں خوشی کے وقت کچھ گیت گایا کرتی تھیں جو کہ قواعد موسیقی کے طور پر نہیں ہوتے تھے، ان میں کوئی فتنہ بھی نہیں ہوتا تھا اور ان کا مضمون بھی خراب نہیں ہوتا تھا اور جو مضمون خراب ہوتا آپ ﷺ اس کو منع فرما دیتے تھے جیسا کہ "**وفینا نبی یعلم مافی غدٍ**" کو منع فرما دیا تھا۔ کذا فی شرح[3] البخاری۔

---

[1] أن الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القصب البحر الرائق ص ۱۸۸ ج ۸ کتاب الکراهیة قبیل فصل فی اللبس، شامی زکریا ص ۵۰۲ ج ۹ کتاب الحظر والإباحة قبیل فصل فی اللبس.

[2] وینبغی أن یکون طبل المسحر فی رمضان لإیقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام (شامی نعمانیه ص ۳۲۳ ج ۵ مطبوعه زکریا ص ۵۰۵ ج ۹ کتاب الحظر والإباحة قبیل فصل فی اللبس.

[3] فتح الباری ص ۲۵۵ ج ۱۰ کتاب النکاح. باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة. مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

اس قسم کے گیت کی اب بھی اجازت ہے[1] بایں ہمہ اس کو آپ نے شیطان کا اثر بھی فرمایا۔ ممانعت کی روایت کثیر اور بڑھ کر ہیں۔فقہاء کے جزئیات ممانعت میں مصرح ہیں۔لہٰذا متعارف گانا بجانا قطعاً ناجائز ہے۔وفی النهايةالتغنى والتصفيق والربط والدف ومايشبه ذالک كله حرام ومعصية روى الطبرانى عن عمر الفاروق رضى الله عنه عن النبى ﷺ ثمن القينةسحت وغناؤها حرام والنظر اليها حرام وثمنها ثمن الكلب وثمن الكلب سحت وان نبت لحمه على السحت فالنار اولىٰ بهٖ[2] ھ دف کی اجازت اعلان کے لئے دی گئی ہے بشرطیکہ ہیئت الطرب پر نہ ہو اور بغیر جلاجل کے ہو کما فی ردالمحتار[3] اور جب اعلان بغیر دف کے ہو جائے تو پھر دف کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ جمادی الثانی ۶۴ھ

نکاح میں دف اور گولہ

سوال: - بیاہ شادی میں دو چار گولہ اور دف کا استعمال کرنا کیسا ہے ہمارے یہاں کے بعض علماء فرماتے ہیں جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔لہٰذا دریافت طلب امر اس وقت یہ ہے

---

[1] المراد الترغيب إلى اعلان أمر النكاح بحيث لا يخفى على الأباعد فالسنة اعلان النكاح بضرب الدف، مرقاة المفاتيح ص۴۲۶ ج۳ كتاب النكاح باب اعلان النكاح الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع ممبئى.

[2] وكره كل لهو أى كل لعب وعبث ..... واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فإنها كلها مكروهة لأنها زىّ الكفار، واستماع ضرب الدّف والمزمار وغير ذلک وحرام الدر المختار مع الشامى زكريا ص۵۶۶ ج۹ كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، فصل فى البيع.

[3] لابأس بالدف فى العرس ليشتهروفى السراجية هٰذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هئية التطرب. شامى زكريا ص۵۰۵/۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى الليس، العرف الشذى ص۳۵۷، مطبوعه رحيميه ديوبند، مرقاة ص۴۲۵/۳، كتاب النكاح، باب اعلان النكاح، الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

کہ عوام کس کے قول پر عمل کریں؟ اگر بالکل ناجائز ہو اور کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہو اس کا کیا حکم ہے اور اگر جائز ہے تو کس مقدار تک جائز ہے اور کب تک بجا سکتا ہے؟ مدلل مفصل تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعلان نکاح کے لئے دف بجانا بشرطیکہ اس میں جلاجل نہ ہوں نیز ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے محض اعلان اور تشہیر کیلئے بجایا جائے شرعاً درست ہے، گولہ کا استعمال اضاعت مال اور ناجائز ہے۔ لابأس بالدف لیلۃالعرس. یجب ان یکون بلاسنجاب وجلاجل اھ مجموعۃ[1] الفتاویٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دف بھی صرف عورتوں کو بجانا جائز ہے مروجہ طریقہ ناجائز ہے۔

سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ جمادی الاول ۵۸ھ

شادی میں اشعار، باجہ، دف

سوال:- شادی اور خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ مستورات کچھ شعر واشعار گا سکتی ہیں یا نہیں اور بارات کے موقع پر انگریزی باجہ یا دھپڑے یا تاشے وغیرہ میں سے کوئی باجہ بجوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان میں سے اعلان نکاح کیلئے صرف دف بجانا جائز ہے[2] اور کوئی چیز جائز نہیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ جمادی الاول ۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۲/ جمادی الاول ۵۷ھ

---

[1] مجموعۃ الفتاویٰ ص۳۸ ج۲ کتاب النکاح استفتاء ۳۱-۳۲ (مترجم) مطبوعہ کراچی، العرف الشذی ص۳۵۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند شامی زکریا ص۵۰۵ ج۹ کتاب الحظر والاباحۃ. قبیل فصل فی اللبس. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بارات میں ڈھول

سوال:- ہمارے گاؤں میں شادی وغیرہ کی تقاریب پر ڈھول بجانا منع قرار دیا گیا ہے اور سب بزرگانِ گاؤں ڈھول بجانے کے خلاف ہیں۔ مگر ایک آدمی کے بھائی کے شادی تھی اور اس آدمی نے دعوت والے دن ڈھول نہیں بجایا اور جب بارات دلہن لانے کے لئے روانہ ہوئی تو صاحب خانہ نے ڈھول ناچ وغیرہ شروع کر دیا اور دلہن واپس لانے تک جاری رکھا ایسی صورت میں صاحب خانہ اور ان لوگوں کے لئے جو صاحب بارات ہوئے تحت شریعت کیا جرم لازم ہے؟ اگر کوئی مولوی اس بارات میں شامل ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس شخص نے ڈھول اور ناچ وغیرہ کر دیا اس نے گناہ کیا[1] برادری کے قانون کو بھی توڑا اور شریعت کے قانون کو بھی توڑا اور جس نے اس کا ساتھ دیا وہ بھی گناہ میں مددگار ہوا سب کو اپنی غلطی کا اقرار اور توبہ لازم ہے[2] ورنہ ایسا شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو اپنی تقریبات میں شریک نہ کیا جائے نہ اس کی تقریبات میں شرکت کی جائے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2].....لاباس بالدف فی العرس لیشتهروفی السراجیة هذا إذا لم یکن له جلا جل ولم یضرب علی هئیة التطرب (شامی زکریا ص۵۰۵ ج۹ کتاب الحظر والاباحة. قبیل فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص۸۸/۷، کتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته،

[3] أن الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القصب، بحر کوئٹه ص۱۸۸ ج۸ کتاب الکراهیة قبیل فصل فی اللبس، شامی زکریا ص۵۰۲ ج۹ کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس.

(صفحہ ہٰذا) [1] فی المضمرات الغناء حرام فی جمیع الادیان، بحر کوئٹه ص۲۰ ج۸ کتاب الإجارة باب الإجارة الفاسدة.

[2] واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبةً وانها واجبة علی الفور الخ روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سوره تحریم آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی المسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة مطبوعه رشیدیه دهلی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باپ شادی میں باجہ وغیرہ پر مُصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟

سوال: - ایک لڑکا بالغ اپنی شادی سنت نبوی کے مطابق کرنا چاہتا ہے مگر اس کے والد کہتے ہیں کہ شادی مع مراسم ہوگی (باجہ وغیرہ بھی شامل ہوگا) ایسی صورت میں وہ لڑکا کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ والد کو کسی بزرگ کے ذریعہ تفہیم کرائے۔ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/ ۹۳ھ

شادی میں قوالی

سوال: - شادی کے موقع پر قوالی ایسی صورت میں کرانا جس کے اندر سارنگی وطبلہ وغیرہ بھی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں یعنی مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی یا حرام قطعی؟ ایسے کرنے والوں پر جو وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمادیں۔ نیز یہ تحریر فرماویں کہ پنچایت کے جو افراد اور سربرآوردہ اشخاص جن کو اس قسم کے افعال کے روکنے کا حق واختیار حاصل ہے ان کو نہ کرنے کا خصوصیت سے کچھ زیادہ گناہ ہوگا؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) المفهم شرح تلخيص المسلم ص۲۷ ج۷، كتاب الأذكار باب تجديد الاستغفار والتوبة مطبوعه ابن كثير بيروت،

[۳] فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين، الآية، سورة الانعام آيت:۶۸،

ترجمہ:۔ تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔

(صفحہ ہذا) [۱] عن عبد الله بن عمرو، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قلوب بنى آدم كلها بين اصبعين من اصابع الرحمٰن كقلب واحد لصرفه كيف لشاء ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتك، مشكوٰة شريف ص۲۰ باب الإيمان بالقدر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ قوالی حرام ہے۔اگر پہلے سے اس کا علم ہوتو ایسی شادی میں شرکت ناجائز ہے جولوگ اس کے روکنے پر قادر ہوں ان کے ذمہ روکنا واجب ہے خصوصا ذی اثر لوگ اگرنہیں روکیں گے توزیادہ گنہگار ہوں گے۔اگر پہلے سے اس قوالی کا علم نہ ہواورشریک ہونے پرمجلس میں جانے کے بعدقوالی کا علم ہوتو فوراًواپس آ جانا چاہئے اگر روکنے کی قدرت ہوتوروکنا لازم ہے۔ دعی الی ولیمة وثمه لعب اوغناء قعد واکل لوالمنکرفی المنزل فلو علی المائدة لاینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہٖ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین فان قدر علی المنع فعل والایقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدیٰ به فان کان مقتدیٰ ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیه شین للدین وان علم اولا باللعب لایحضر اصلاً سواء کان ممن یقتدیٰ به اولا لان حق الدعوة انما یلزمه بعد الحضور لاقبله وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلااذنهم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهووالغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفراھ درمختار[1]ص۲۴۵ ج۵ وکره کل لهو لقوله علیه السلام کل لهوالمسلم حرامٌ الخ. والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور وبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها کلها مکروهة لانهازی الکفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرامھ شامی[2]ص۲۷۹ ج۵ وعن الحسن لابأس بالدف فی العرس لیشتهر

---

[1] الدرالمختار نعمانیه ص۲۲۱ ج۵ الدرالمختار کراچی ص۳۴۹ج۶ کتاب الحظر والإباحة قبیل فصل فی اللبس.

[2] الدرالمختار مع الردالمحتار نعمانیه ص۲۵۳ج۵ مطبوعه کراچی ص۳۹۵ج۶کتاب الحظر والإباحة. فصل فی البیع

وفی السراجیة هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علیٰ هیئة التطرب اھ ردالمحتار[1] ص۲۴۷ ج۵ ومن ا لناس من یشتری لهوالحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه بغیر علم ویتخذها هزو اولئک لهم عذاب مهین الایة فی معالم التنزیل عن عبداللّٰه بن مسعود ا وابن عباسؓ والحسن وعکرمة وسعید بن جبیر قالوا لهو الحدیث الغناء المزامیر والمعازف اھ وفی تفسیر التی لهوالحدیث الغناء وتعلم الموسیقات ومایتغن به کالدف والبربط والطنبور والتصفیق ومایشبه ذالک فکل ذٰلک حرام وفسق والجلوس علیها معصیة والتلذذ به کفر اھ واستفزز من استطعت منهم بصوتک الایة صوت الغناء والمزامیر. کذافی المدارک[2] اھ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سنت کے خلاف رسم رواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟

سوال:- اس وقت ہر ہر بستی میں اتنی قیود و پابندی ہے کہ ایک لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو بمشکل کرسکتا ہے۔ کیونکہ بستی کے رسم ورواج میں فضول خرچی اور سراسر سنت کے خلاف کام ہورہا ہے، آیا اس کا ساتھ دیا جائے یا نہیں؟ اگر ساتھ نہیں دیتے ہیں تو بستی والے بائیکاٹ کردیتے ہیں۔ اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنی حد وسعت تک نبھانا ہی چاہئے اور حسن تدبیر وحسن اخلاق سے سمجھایا جائے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے مبارک حالات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ودیگر اکابر کے حالات سنانے کا اہتمام

---

[1] ردالمحتار کراچی ص۳۵۰ ج۶ مطبوعه نعمانیه ص۲۲۳ ج۵ کتاب الحظر والاباحة قبیل فصل فی اللبس.

[2] تفسیر مدارک ص۴۳۸ ج۳، سوره لقمان، آیت ۶.

کیا جائے جس سے اپنے طریق کا غلط ہونا معلوم ہو اور ان کے اتباع کی رغبت پیدا ہو[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی میں باجہ اور اس میں شرکت

سوال: - آج کل جیسے شادیاں ہوتی ہیں جن میں باجہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں یا یہ کہ وہ ڈھپڑہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں۔ ایسی شادی میں شرکت کرنا اور وہاں کھانا وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ باجا بجانا جائز ہے یا ناجائز؟ نیز باجا بجانے والے کی روزی کیسی ہے؟ ایک مسجد کے امام صاحب باجا بجانے کی نوکری کو درست بتلاتے ہیں۔ ایسے شخص کو مسجد میں مؤذن بھی رکھ سکتے ہیں یا نہیں جو باجا بجانے والے کے یہاں نوکری باجہ میں شرکت کے لئے رکھتا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باجا بجانا اور بنانا اور اسکی نوکری کرنا سب ناجائز ہے، اسکی آمدنی بھی ناجائز ہے[2]، اس شادی میں شرکت بھی منع ہے جس میں باجا بجایا جاتا ہے، وہاں جا کر کھانا کھانا منع ہے[3]۔ جو شخص ناجائز نوکری کرتا ہے اسکو مؤذن بنا کر نہ رکھا جائے۔ ڈھپڑوں کا حکم اتنا شدید نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۸۸ھ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم باللتی هی احسن سورہ نحل آیت ۱۲۵، والثالث الشفقة علی المأمور فیأمره باللین والشفقة الخ عالمگیری کوئٹه ص۳۵۳ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی والأمر بالمعروف.

[2] لا تصح الإجارة لأجل المعاصی، مثل الغناء والنوح والملاهی، کالمزامیر والطبل در مختار مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ کتاب الإجارة باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الإستیجار علی المعاصی، بحر کوئٹه ص۲۰ ج۸ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة.

[3] دعی إلی ولیمة وثمة لعب أوغناء قعدوا کل لوالمنکر فی المنزل فلوعلی المائدة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باجے والی بارات میں شرکت

سوال:- ایک عالم صاحب ہیں وہ کسی بھی بارات میں جہاں باجہ وغیرہ ہوتا ہے، شرکت نہیں کرتے ہیں، اور نہ اس تقریب میں جا کر کھانا کھاتے ہیں ان کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ ان کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب ان پر معترض ہیں کہ بڑے بڑے علماء کو باجہ والی بارات میں کھانا کھاتے دیکھا ہے، لیکن وہ ان باتوں کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے ہیں، اور شرکت سے صاف منع کر دیتے ہیں، ایسے شخص کو قوم اپنا پیشوا مان سکتی یا نہیں؟ اور ایسا شخص تعظیم کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان عالم صاحب کی روش بہت ٹھیک ہے، ایسا ہی چاہئے[1] ایسا ہی عالم پیشوا ماننے کے لائق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۱۳۹۰ھ

مروجہ رسوم کی محفل میں نکاح پڑھانا

سوال:- جس نکاح میں رسوماتِ بدعیہ ہوں۔ جیسے گانا بج رہا ہو دولہا کے پاس راکھی ہو۔ ہاتھ میں کنگن ہو۔ سر پر سہرا اور چہرہ پر آنچل ڈالا ہو۔ ایسے دولہا کا نکاح پڑھانا خاص کر ایسے شخص کو جو عالم دین ہو۔ لوگوں کو وعظ ونصائح کرتا ہو اور ایسے رسوماتِ مروجہ سے بچنے کی حتی الامکان

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لاینبغی أن یقعد بل یخرج معرضاً لقوله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (الدرالمختار علی الرد المحتار زکریا ص ۵۰۱ ج۹، کتاب الحظر والإباحة.

(صفحہ ہذا) [1] وان علم اولا باللعب لایحضر اصلاً سواء کان ممن یقتدیٰ به اولا الخ. درمختارعلی الشامی زکریا ج۹/ص۵۰۲/کتاب الخطر والاباحة فصل فی الأکل، زیلعی ص۱۳ ج۶ کتاب الکراهیة، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص۳۴۴ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه.

کوشش کرتا ہو اور ایسی محفل عقد میں شریک ہونا مسلمانوں کو از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی محفل میں جانا اور نکاح پڑھانا شرعاً ممنوع اور معصیت ہے خاص کر مقتداء کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے[1] فلاتقعد بعدالذکریٰ الآیہ[2] تاہم جو نکاح پڑھا جائے گا ان قبائح کے باوجود وہ منعقد ہو جائے گا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۹/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۹/ ۸۹ھ

جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت

سوال: -(۱) کسی شادی میں ناچ طوائف، بقال، باجہ کے ساتھ ہو اس میں شرکت کرنا کیسا ہے اگر کسی رشتہ دار کا شامل ہونا ضروری ہے اور وہ محفل ناچ میں شرکت نہ کرے صرف شادی کے دیگر کاروبار میں شامل ہو جاوے کھانے میں شرکت کرے اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شادی میں صرف باجہ ہو اس میں شرکت کرنا کھانے وغیرہ میں شامل ہونا کیسا ہے؟ اگر چہ اس کی نیت باجہ سننے کی نہیں ہے وہ کس طرح شامل ہو سکتا ہے اور اس کھانے میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور ان صورتوں میں نکاح جائز مطابق شریعت ہو جاتا ہے یا نہیں؟

---

[1] فان کان مقتدیٰ ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد وإن علم أولاً باللعب لایحضر أصلاً (الدرالمختار علی رد المحتار ص۳۴۸ ج۳ کتاب الحظر والإباحة)، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۴ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات زیلعی ص۱۳ ج۶ کتاب الکراهیة، البحر ص۱۸۸ ج۸ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الأکل والشرب، مطبوعه کوئٹه.

[2] سورة الأنعام پاره ۷ آیت ۶۸ ، ترجمہ:۔ تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔

[3] النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول، هدایه مع فتح القدیر ص۱۸۹ ج۳ کتاب النکاح مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۴۶۷ ج۱ کتاب النکاح، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۸۱ ج۳ کتاب النکاح.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر وہ رشتہ دار ایسا ہے کہ اس کے شریک نہ ہونے سے شادی والوں کو رنج ہوگا اور توقع ہے کہ وہ ناچ گانا وغیرہ بند کر کے اس کو شریک کریں گے یا اس کی شرکت سے دوسروں کو استدلال کا موقع ملے گا اور دوسرے لوگ بھی ان کاموں کو کریں گے تب تو شرکت ناجائز ہے۔ بالکل انکار کردے اور صاف صاف کہدے کہ ان ناجائز چیزوں کو بند کرو تب تو شریک ہوں ورنہ میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر وہ رشتہ دار ایسا نہیں بلکہ چاہے وہ شریک ہو چاہے نہ ہو کسی کو اس کی پرواہ نہیں تب شادی کے ناجائز کاموں میں شریک ہونا ناجائز ہے اور جائز کاموں میں شرکت کی گنجائش ہے لیکن ناجائز کاموں کو روکنے کی کوشش بہر حال حسب وسعت ضروری ہے[۱]۔

(۲) اس کا بھی حکم (۱) کی طرح ہے مگر نکاح دونوں صورتوں میں صحیح ہو جائیگا[۲]۔ ناجائز کاموں کا گناہ بھی ہوگا پہلی صورت میں زیادہ دوسری صورت میں اس سے کم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/ ۵۷ھ

جس شادی میں رسومات ہوں اس میں علماء کی شرکت

سوال: - جس شادی میں سہرا باندھنا، آتش بازی، اور دیگر رسومات بدعت ہوں اس میں علماء کی شرکت اور نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] عن أبی سعید ن الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال: من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک أضعف الإیمان(رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶ج۲ باب الأمر بالمعروف)، دعی إلی ولیمۃ وثمۃ لعب أو غناء قعد وأکل فإن قدر علی المنع فعل وإلا صبر إن لم یکن ممن یقتدی بہ فإن کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد وإن علم اوّلا لا یحضر أصلا الخ الدر المختار، زکریا ص ۵۰۱ ج۹ کتاب الحظر والإباحۃ قبیل فصل فی اللبس، زیلعی ص۱۳ ج۶ کتاب الکراھیۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۲] وینعقد بإیجاب وقبول تنویر الأبصار علی الشامی کراچی ص ۹ ج۳ مطبوعہ نعمانیہ ص ۲۶۲ ج۲ کتاب النکاح، بحر کوئٹہ ص ۸۱ ج۳ کتاب النکاح، مجمع الأنھر ص۴۶۷ ج۱ کتاب النکاح، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ پہلے سے معلوم ہو کہ فلاں شادی میں ممنوعات موجود ہیں تو اس میں شرکت سے انکار کردیا جائے۔ خاص کر مقتداء (عالم امام وغیرہ) کو شریک نہیں ہونا چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/ ۹۵ھ

محفلِ نکاح میں لاؤڈ اسپیکر پر قرآن شریف اور نعت شریف

سوال:- ہمارے یہاں مولویوں کے شادی بیاہیوں کے وقت تلاوتِ قرآن شریف اور نعت شریف ﷺ کی محفل ہوتی ہے، تقریر بھی ہوتی ہے اور یہ سب لاؤڈ اسپیکر کے بغیر ہی ہوتا ہے۔ فی الحال کی بات ہے کہ ایک اُمی کی شادی ہوئی تو اس اُمی نے تلاوت قرآن شریف اور نعت شریف اور تقریر کے واسطے دو تین عالموں کو دعوت دیا۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پر ان عالموں کی موجودگی میں ایک نابالغ بچے کو نعت شریف پڑھنے کو کہا گیا تھا۔ مگر اس بچے نے بجائے نعت شریف پڑھنے کے ایک ایسا گانا گایا جس میں مسلمانوں کی توہین اور مذاق کے الفاظ شامل تھے۔ اس بناء پر بستی کے کچھ مولویوں نے فتویٰ دیا کہ اس محفل میں جتنے مولویوں کی شرکت ہوئی وہ سب کے سب توبہ کریں۔ وہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر میں تقریر کرنا فضول خرچی ہے اور وہ محفل حرام محفل ہے، نیز بچے کا فعل فعلِ حرام ہے۔ اس کے جواب میں محفل میں شریک مولویوں نے کہا کہ ہماری طرف سے سوائے تلاوت قرآن اور تقریر اور نعت شریف کے کچھ نہیں ہوا۔ اور ہم خود بھی کہتے ہیں کہ گانا گانا اور بناوٹی گانے وغیرہ سب حرام ہیں خواہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہو یا

---

[1] فلو على ا لمائدة لاينبغى أن يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالىٰ فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد وإن علم أولاً باللعب لايحضر أصلاً سواء كان ممن يقتدى به أولا(الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص۳۴۸ج۶كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فى اللبس)، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۴ج۵ كتاب الكراهية الباب الثانى عشر فى الهدايا الخ البحر كوئٹه ص۱۸۸ ج۸ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى الأكل والشرب.

لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ کسی بھی حال میں جائز نہیں، تو ہم کس بات کی توبہ کریں۔ منکرات کرنے والے مولویوں کو توبہ کروانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجلس نکاح میں خطبۂ مسنونہ اور ایجاب وقبول ثابت ہے[1] نعت شریف اور تلاوت قرآن اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر مجلس نکاح میں مستقلاً یہ ثابت نہیں۔ پھر اس کی پابندی کرنا غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا ہے جو شرعاً ناپسند ہے۔ جب علماء حضرات اس مجلس میں تشریف لائے اور کسی نابالغ بچے نے گانا گایا اور وہ بھی ایسا گانا جو غلط اور خلاف شرع مضمون پر مشتمل تھا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس نے ناسمجھی سے شروع کیا تب بھی علماء کی ذمہ داری تھی کہ اس کو فوراً روک دیتے۔ غلط چیز کو زینت محفل بنانا اور علماء کا اس پر سکوت کرنا درست نہیں تھا۔ یقیناً یہ علماء سے کوتاہی ہوئی۔ ان کی دیانت داری کا تقاضا ہے کہ اپنی کوتاہی کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس اعتراف اور رجوع میں ان کی توہین نہیں، بلکہ دیانت داری ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خرافات ومنکرات کا نکاح پر اثر

سوال: - جس شادی میں خرافات مثلاً رت جگا کہ جس میں مستورات تمام شب گاتی بجاتی ہیں اور غیر محرموں کو اپنی آواز سناتی ہیں بارات کے موقعہ پر انگریزی باجہ اور دوسرے باجے نیز دیگر

---

[1] ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة بعا قد رشید وشهود عدول، الدرالمختار علی الردالمحتار ص۸ ج۳، کتاب النکاح، بحر کوئٹہ ص ۸۱ ج۳ کتاب النکاح.

[2] واتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور الخ روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سوره تحریم آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی المسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح المسلم ص۲۷ ج۷ کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار، والتوبة مطبوعه دار صادر بیروت.

سامان رقص وسرود بھی ہوتا ہے اس موقعہ پر اہل شادی محض مرتکب گناہ ہیں یا نکاح ہی نہیں ہوتا جیسا کہ زید نے ایک وعظ میں حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے غصہ میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدی بعد میں علماء کرام سے طالب ہوا کہ اس کی زوجہ بدون دوسرے کے نکاح میں جائے اور بعد طلاق اس پر حلال ہو جائے مگر باریاب نہ ہوسکا۔ اگر کسی عالم نے فرمایا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا بلکہ اس دوران میں تم نے زنا کیا ہے پس نکاح دوبارہ پڑھو نیز ایسی شادیوں میں شرکت کرنا اور کھانے میں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خرافات مذکورہ ممنوع اور ناجائز ہیں۔ ایسی شادی میں شرکت بھی درست نہیں، لیکن[1] انعقاد نکاح پر اس سے اثر نہیں پڑتا اگر شریعت کے مطابق ایجاب وقبول ہو چکا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا۔ وینعقد بایجاب وقبول تنویر[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۶/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ یکم ربیع الاول ۵۶ھ

شادی میں نیوتہ

سوال: - اس ملک کا رواج ہے کہ دلہا کی جب برات چلنے لگتی ہے تو دلہا کے آگے ایک برتن رکھا جاتا ہے اور اس میں ہر شخص کچھ رقم رکھتا ہے اس کو نیوتہ کہا جاتا ہے پھر یہ رقم دلہا یا اس کے ورثہ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ نیز اس کی اصل شریعت میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ مولانا اشرف علی

---

[1] وان كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضر فلا يحضر لأنه لايلزمه الإجابة إذا كان هناك منكر (البحر الرائق كوئٹه ص۱۸۸ ج۸ كتاب الكراهية قبيل فصل فى اللبس، شامى زكريا ص ۹/۵۰۱، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللبس، زيلعى ص۶/۱۳ كتاب الكراهية، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] شامى نعمانى ص۲۶۲ ج۲ وشامى كراچى ص۹ ج۳. كتاب النكاح ، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۳ كتاب النكاح، مجمع الأنهر ص۴۶۷ ج ۱ كتاب النكاح، دار الكتب العلمية بيروت.

تھانویؒ نے بدترین گناہ کہا ہے اور یہ مولوی صاحب اس رسم کو صلہ رحمی کہتے ہیں، اس شرع کا کیا حکم ہے اور ایسے عالم صاحب کا کیا حکم ہے جو خود کریں اور عوام جہلا کو ایسی بدعات کا حکم دیں ایسے عالم صاحب کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ جوابات ارقام فرما کر عنداللہ ثواب حاصل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ بطریق اعانت کے ہو اور ریاکاری نام ونمود وغیرہ کچھ نہ ہو تو شرعاً درست بلکہ مستحسن ہے مگر طریقہ مروجہ کی حیثیت سے بجز رسم ورواج کے کچھ نہیں اور بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے دیا جاتا ہے بلکہ اگر پاس نہ ہو تو قرض یا سودی لے کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ناجائز ہے اور اگر بطور قرض دیا جاتا ہے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے تو اس میں بھی مفاسد ہیں لایحل مال امرئ مسلم الاّ بطیب نفس منه رواه البیهقی، مشکوٰۃ[1] ص ۲۵۵۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹ر محرم الحرام ۶۳ھ

شادی میں بھات

سوال: - ہندوستان میں بھانجی کو بھات دیا جاتا ہے یعنی شادی کے موقعہ پر سامان ماموں اپنی ہمت کے موافق بھانجی کو دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے اگر یہ جائز نہیں تو کونسی صورت بھانجی کو اشیاء دینے کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھانجی وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا امر مباح بلکہ مستحسن ہے لیکن جس طرح پر ہندوستان

---

[1] ترجمہ: خبردار کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵، کتاب البیوع باب الغصب والعاریة الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ، رقم الحدیث: ۵۴۸۳، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة،

میں بھات دینے کا رواج ہے وہ محض ہندوانہ رسم ہے[۱] اور نمائش ہے جو اصل مقصود یعنی صلہ رحمی ہے اس کا ذہن میں تصور تک نہیں آتا بلکہ نام ونمود کی امید اور خلقت کی طعن وتشنیع اور برادری میں ناک کٹنے کے خوف سے دیا جاتا ہے اگر پاس موجود نہ ہو تو قرض لے کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات قرض لے کر ہی دیا جاتا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ اگر امور مذکورہ نہ ہوں بلکہ محض صلہ رحمی کی نیت سے کوئی شخص دے تب بھی چونکہ عام رواج پڑ چکا ہے اس لئے اس طرز پر نہیں دینا چاہئے بلکہ شادی سے پہلے یا کسی دوسرے وقت ضرورت کا احساس کرتے ہوئے جس شئی کی ضرورت ہو نقد یا جنس غلہ وغیرہ بلا ریاکاری او بلا کسی کو اطلاع کئے ہوئے دیدے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۴/ ۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/ ربیع الاول ۵۲ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

نکاح میں دلہن یا دلہا کا جوڑا

سوال: - شادی میں دلہا کی طرف سے دلہا والا دلہن کا کپڑا اور دلہن کی ماں کا کپڑا لیجاتا ہے اور دلہن کی طرف سے دلہن والا دلہا کا کپڑا دیتا ہے جو کپڑا قبل نکاح کے زیب تن کرلیا جاتا ہے تو کیا یہی طریقہ مسنونہ ہے یا بدعت سیئہ؟

---

[۱] وعنه (ابی ابن عمر رضی اللّٰه عنه) قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه احمد وابوداؤد، مشکوٰة شریف ص۳۷۵ ج۲ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، وفی الطیبی قوله من تشبه بقوم، هذا عام فی الخلق والخُلق والشعار، وإذا کان الشعار أظهر فی التشبیه ذکر فی هذا الباب، طیبی، وفی المرقاة قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر طیبی شرح مشکوٰة ص ۲۱۹ ج۸ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه کراچی مرقاة ص ۴۳۱ ج۴ مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[۲] عن علی بن الحسین قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن من حسن اسلام المرٔترکه مالایعنیه (ترمذی شریف ص۵۸ ج۲، ابواب الزهد، مطبوعه رشدیه دهلی، من احدث فی امرنا مالیس منه فهو رد، مشکوٰة ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

دلہا والوں کی طرف سے دلہن کو کپڑے وغیرہ کچھ دینا یا دلہن والوں کی طرف سے دلہا کو کچھ دینا فی نفسہ مباح اور جائز ہے اس میں کوئی بات ناجائز نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شہرت اور ریاکاری کے لئے دیا جاتا ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو برادری والے لعن طعن کریں گے نیز اس کو ایسا لازم سمجھا جاتا ہے کہ اگر وسعت نہ ہو تب بھی قرض لے کر اور بسا اوقات سودی قرض لے کر دیا جاتا ہے تو جس شئے کو شریعت نے ضروری قرار نہ دیا ہو اس کو اتنا ضروری قرار دینا اور اس کے لئے قرض لینا یا سود دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں پس عوارض مذکورہ کی بناء پر اس سے اجتناب لازم ہے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں کوئی مضائقہ نہیں۔ تاریخ الخمیس[1] ص ۲۶۴ میں اس کا ذکر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے

سوال: - نکاح میں ایک جوڑا لے جانا ضروری ہے یا دو جوڑے اور جوڑے کے ساتھ زیور کون سا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کچھ بھی ضروری نہیں۔ ضروری سمجھنا غلط ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] روی ابن شهاب الزهری أنه قيل لخويلد بن اسد، هذا ابن أخيک محمد بن عبد الله بن عبد المطلب يخطب خديجة وقد رضيت، فدعاه، فسأله عن ذلک فخطب إليه فانكحه فخلّقت خديجة أباها وحلت عليه حلة ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم بها فلما صحا الشيخ من سكرته قال ما هذا الخلوق وما هذه الحلة ؟ قالت ابنته أخت خديجة هذه خلة كساكها أبن أخيک محمد بن عبد الله ..... فقالت خديجة لأبيها إن محمد بن عبد الله يخطبنی فزوجها إياه فخلقته والبسته حلة ..... وكذلک كانوا يصنعون إذا زوجوا نسائهم خرجهما الدولابی، (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شادی میں دلہن کے لئے سرخ جوڑا

سوال: -بعض جگہوں کا دستور ہے کہ شادی میں شوہر کی طرف سے دلہن کے لئے سرخ رنگ کا پورا جوڑا یعنی دوپٹہ، پائجامہ، قمیص سب سرخ رنگ ہی کا ہوتا ہے۔ جس دن شادی ہوتی ہے تو عورت کو وہی کپڑا پہنایا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں افضل یہی ہے کہ کوئی دوسرا؟ جو افضل ہو اس کو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دستور التزام مالا یلزم ہے[۱] افضلیت کی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دلہا دلہن کے لئے پالکی کی سواری

سوال: - ہماری طرف دستور ہے کہ شادی میں لڑکا اور لڑکی اپنی سسرال پالکی میں بیٹھ کر جاتے ہیں جس کو آدمی اپنے کاندھے پر لے کر چلتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا ناجائز اور بہتر کیا ہے؟ لڑکا اور لڑکی دونوں کا حکم ایک ہے یا جداگانہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ ایک غیر ثابت رسم ہے اس کی پابندی عملی طور پر التزام مالا یلزم اور ایک رسم محض ہے اس کو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) تاریخ الخمیس ص۲۶۴ ج ۱ بحث تزوجه علیه السلام الخدیجة، مؤسسة شعبانه، بیروت.

۲ الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهیة فکیف اصرار البدعة اللتی لااصل لها فی الشرع فلاشک فی الکراهة. السعایة ص۲۶۵ باب صفة الصلاة. ومن البدع تخصیص المصافحة بعد الصلاة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

(صفحہ ہذا) ۱ الإصرار علی امر مندوب یبلغه الی حدالکراهة سعایة ص۲۶۵ ج۲ الفصل فی القرآة مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فکم من مباح یصیر بالإلتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها الخ سباحة الفکر ص۷۲ مطبوعه احمدی لکهنؤ.

ترک کر دینا چاہئے اگر اس میں قربت کا تصور بھی ہے تو رسم سے بڑھ کر بدعت بھی ہے[1]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

لڑکے کو مہندی اُبٹن لگانا

سوال:- شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے کو مہندی لگاتے ہیں اور اُبٹن لگاتے ہیں اور اُبٹن دانا جلا کر بنایا جاتا ہے مثلاً جو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی کوئی شرعی چیز نہیں قابل ترک رسم ہے اس میں عورتوں کے ساتھ تشبیہ بھی ہے جس کی ممانعت آئی ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دلہے کو نہلانے کا انتظام عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا

سوال:- لڑکے کو سسرال جاتے وقت نہلانے کے لئے خاص انتظام کرتے ہیں۔ گڈھا کھود کر اوپر سے تختہ ڈال کر لڑکے کو بٹھاتے ہیں اور اس کے سر پر ایک محرم عورت اپنی ساڑی یا دوپٹہ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه مشکوٰة شریف ص۲۷ ج۱ باب الإعتصام.بالکتاب والسنة. الفصل الاول، فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها الخ، مجموعه رسائل لکهنوی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ص ۷۲ مطبوعه احمدی لکهنؤ.

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو دین میں نہ ہو وہ مردود ہے۔

[2] عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لعن اللّٰہ المتشبهین من ا لرجال بالنساء (الحدیث) (مشکوٰةشریف ص۳۸۰ج۲ باب الترجل مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بهشتی زیور ص۲۳ ج۶) بیاہ کی رسموں کا بیان، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند،

کا کور ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور کپڑا پہناتے وقت تک ڈالے رہتی ہے اور پھر لڑکے کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں عورتیں اس کے ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں اس میں اکثر حصہ فحش کلام کا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس رسم کو بالکل بند کر دیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دلہے سے دلہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ

سوال:- لڑکے کو کھانا کھلاتے وقت آدمی متعین ہوتے ہیں جو کچھ باقی رہنے کے ساتھ لڑکے آگے سے پلیٹ اٹھا لیتے ہیں اور لڑکی کو باعث تبرک سمجھ کر کھلاتے ہیں اور لڑکے کو گھر بلایا جاتا ہے جس میں محرم اور غیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں اور لڑکے کے سامنے لڑکی کے چہرے کو کھول کر بٹھا دیتے ہیں اس کے سر پر سیندور ڈالنے کو کہتے ہیں اور ایک سبیل پر چھالی رکھ کر جسے تیل سے بھگوئے ہوئے ہوتے ہیں سل کے پتھر سے توڑنے کو کہتے ہیں وہ اڑ جاتا ہے تو لڑکے کو بہت گالیاں دیتی ہیں اور دو باپ کا کہا جاتا ہے اور کچھ لڑکیاں پان کے پتے کو گراتی جاتی ہیں اور لڑکے سے اس کے اٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو بھی بند کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ عنه قالت قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد مشکوٰۃشریف ص۲۷ ج۱ باب الإعتصام. بالکتاب والنسة. الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح، مطبوعه اشرفیه دیوبند. ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سندور و مہندی لگانا

سوال: -سندور لگانا۔ جو عورتیں شادی کے وقت لگاتی ہیں یا اس کے علاوہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سندور لگانا بھی اسی حکم میں شامل ہے بلکہ کچھ بڑھ کر ہے[1] عورتوں کو مہندی لگانا درست ہے۔ بلکہ ان کے لئے مخصوص ہے کہ ہاتھ، پیر کو لگائیں۔ مردوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں۔ لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء! مشکوٰۃ[2]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سہرا باندھنا

سوال: -سہرا باندھنا شادی کے موقعہ پر یا غیر شادی کے جائز ہے یا نہیں؟ اثبات ونفی کے دونوں پہلوؤں کو مدلل فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سہرا باندھنا اصالۃً ہندوانہ رسم ہے۔ جو کہ ہندوستان کے بے علم یا بے عمل مسلم خاندانوں میں بھی ان کے اختلاط سے باقی رہ گئی۔ اس کو ترک کرنا لازم ہے، ہندوستان کے اکابر علماء حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب[3]، حضرت مفتی کفایت اللہ[4] صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) نے ارشاد فرمایا جو شخص دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔

۲ ملاحظہ ہو حالہ بالا،

(**صفحہ ہذا**) ۱ قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم برواه احمد اوبوداؤد، مشكوة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، ويف المرقاة قوله من تشبه بقوم هذا عام فی الخلق والخلق والشعار الی قوله قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير، مرقاة ص ۴۳۱، ج۴، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، طیبی کراچی ص ۸/۲۱۹،

۲ مشكوة شريف ص ۳۸۰ ج۲ باب لترجل مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۳ فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۵۱ ج ۷/ دوسرا باب مسائل متعلقات نکاح، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، اصلاح الرسوم مصنفہ حضرت تھانوی ص ۳۱/ دوسرا باب فصل ششم قیامت کبریٰ یعنی رسوم نکاح کے بیان میں، مکتبہ امدادیہ دیوبند، (**باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر**)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث ''من تشبه بقوم فهو منهم[۱]'' (رواہ ابوداؤد) کی رو سے اس کو منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی میں سہرا گجرا وغیرہ رسمیں

سوال: - شادی کے موقعہ پر نوشہ کے سر پر سہرا باندھنا اور ہاتھوں اور گلے میں گجرے پہنانا اور اس کو سواری پر لے جانا کیسا ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

نوشہ کے سہرے اور گجرے وغیرہ اصالۃً ہندوستان کے ہندوؤں کی رسمیں ہیں جو کہ بے علم اور بے عمل اور نومسلم خاندانوں میں باقی رہ گئی ہیں اور ان کی صحبت سے دوسرے اس قسم کے غیر پابند اور غیر محتاط مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں۔ اس لئے یہ واجب الترک ہیں۔ ہندوستانی علماء وفقہاء نے ان کو تشبہ[۲] کی بناء پر منع فرمایا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ، حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی تحریرات میں ان کی ممانعت موجود ہے۔ ان سب کے اساتذہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے فتاویٰ[۳] میں بھی ان کو منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/ ۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴] کفایت المفتی ص ۱۴۰ ج ۵ مہر چڑھاوا جہیز وغیرہ، مطبوعہ کوہِ نور پریس دہلی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه احمد مشكوٰة شريف ص ۳۷۵ ج ۲ كتاب اللباس ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، وفى المرقاة قوله من تشبه بقوم هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الى قوله بل الشعار هو المراد بالشبهة لا غير، مرقاة ص ۴/۴۳۱، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، طيبى كراچى ص ۴/۲۱۹،

[۲] حوالہ بالا مذکور۔

[۳] فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۱ ج ۷، کتاب النکاح، دوسرا باب، مسائل متعلقات نکاح، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، اصلاح الرسوم مصنفہ حضرت تھانویؒ ص ۳۱، فصل ششم رسوم نکاح کے بیان میں، مطبوعہ امدادیہ دیوبند، کفایت المفتی ص ۱۴۰ ج ۵، مطبوعہ کوہ نور پریس دہلی،

شادی، ختنہ میں لڑکے کو سجانا اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا

سوال:- (۱) شادی یا ختنہ کے موقع پر لڑکے کو سجاتے ہیں یعنی پھول کے ہار گلے یا سر پر سجاتے ہیں اور نقاب ڈالتے ہیں اور کمر میں پٹکہ ڈالتے ہیں تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قدرتی پھولوں کا ہار دلہا کے گلے میں ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) شادی یا ختنہ کی خوشی کے موقع پر اچھے عمدہ کپڑے پہنانا حدودِ شرع میں رہتے ہوئے درست ہے۔ ہار گلے میں نہ ڈالیں، سہرا بھی نہ باندھیں، نقاب بھی چہرہ پر نہ ڈالیں۔ پٹکہ جو کہ ہندووانہ رسم ہے۔ اس سے بھی پرہیز کریں[۱]۔

(۲) وہ بھی گلے میں نہ ڈالیں[۲]۔ خوشبو کے لئے اس کو دیدینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی کے موقع پر مخصوص ہار پہننا

سوال:- (الف) ہمارے علاقہ میں مسلم اور غیر مسلم سبھی اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ جب لڑکی کا نکاح ہو جائے تو لڑکی اپنے گلے میں لچھہ ڈال لے (لچھہ ایک زیور ہے) جو ہار کی شکل میں ہوتا ہے جس میں تسبیح کے دانوں کی طرح بالکل ہی باریک سیاہ دانے ہوتے ہیں بعض عورتیں تو صرف انہی سیاہ دانوں سے پر ہار (لچھہ) پہنتی ہیں اور بعض عورتیں سونے کا ہار بنالیتی ہیں درمیان میں کہیں کہیں چند چنداں سیاہ دانوں کو رکھتی ہیں اور یہ ایسا رواج ہو گیا کہ اگر کوئی عورت شوہر کے

---

[۱] من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوٰة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، فيض القدير ص ۱۰۴/۶، رقم الحديث: ۸۵۹۳، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص ۴۳۱/۴، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، طيبى كراچى ص ۲۱۹/۸،

[۲] حوالہ بالا۔

ہوتے ہوئے لچھہ نہ پہنے تو برا جانتی ہیں گویا یہ ہار عورت کے لئے اس بات کا نشان ہے کہ اس کا شوہر زندہ ہے اور عورت کے گلے میں ایسا ہار نہ ہونا علامت ہے اس بات کی کہ اس کا شوہر نہیں ہے اس ہار (لچھہ) کو مذکورہ خیالات کے ساتھ پہننا اور اس کو ضروری سمجھنا از روئے شریعت کہاں تک درست ہے جائز ہے یا کہ ناجائز۔

(ب) اگر کوئی عورت مذکورہ خیالات سے نہیں بلکہ صرف زینت کے لئے ایک زیور سمجھ کر پہنے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) ہار زیور زینت کے لئے درست ہے۔ یہ چیز کہ جس کے گلے میں ہار نہ ہو اس کے شوہر نہیں یہ کوئی شرعی چیز نہیں عورت کی زینت درحقیقت شوہر ہی کے لئے ہے اگر ہار نہ ہو دوسرا زیور یا سامان زینت ہو کیا یہ علامت نہیں تاہم اس تخیل کے تحت یعنی اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا اور نہ یہ غیر مسلموں کا شعار ہے۔ (ب) اوپر حکم معلوم ہو گیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی میں چودھریوں کے حقوق

سوال:- (۱) ایک مجمع برادری کا ہے اس میں چند اشخاص چودھری واسطے انتظام غمی شادی مقرر ہیں تقریب غمی میں تو کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر جب کہ تقریب شادی ہوتی ہے مثلاً کسی آدمی نے تمام برادری کی ضیافت کی وہ لوگ حاضر ہوئے کھانا کھا گئے چودھریوں نے بھی کھانا کھایا اور بلا اطلاع اور اجازت میزبان کی اپنے گھر لیجانے کو علیحدہ چاول پختہ اور ترکاری دال پختہ ومٹھائی وگھی وغیرہ بلکہ پوشیدہ رکھ لیتے ہیں۔ پیشتر بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جو چودھری

[1] لأنه ابيح لهن لبسه للتزين للزوج الىٰ ما قال يجوز للنساء لبس انواع الحلىٰ كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوف والعقد والتعاويذ والقلائد وغيرها الخ اعلاء السنن ص۲۹۳ ج۷ كتاب الحظر والإباحة باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

ہوتا ہے اسکا یہ دستور ہوتا ہیکہ سب برادری کے ساتھ کھانا کھالیا اور ایک خوراک اپنے گھر لے گئے جس کا نام بخشی دوہرہ حصہ ہے اب مثلاً دس چودھری ہیں فی کس کم ازکم دس آدمیوں کی خوراک ٹوکرہ بھر کر لیجاتا ہے اور ایک ہانڈی دال کی ہمراہ ہوتی ہے ظاہر اور خفیہ دونوں طریقہ سے لیجاتے ہیں صاحب خانہ تکرار کی وجہ سے خاموش رہتا ہے اسکا ذکر میزبان اپنے دوست واحباب سے بعد میں شکایت بھی کرتا ہے ایسا فعل چودھریوں کو جائز بھی ہے یا نہیں انکو یہ لیجانا حلال بھی ہوگا یا نہیں؟

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کل برادری نے اتفاق کر رکھا ہے کہ جو شخص جدید آکر برادری میں شامل ہونا چاہے وہ خشک چاول کل برادری میں مردوں کے فی کس آدھا سیر چاول اور دو چھٹانک دال ماش تقسیم کردے بعد میں جس قدر چودھری ہیں وہ دھڑی دھڑی چاول لیجاتے ہیں جو شخص شامل ہوتا ہے اس کو رنج ہوتا ہے علاوہ اس کے بعض آدمیوں کو بھی بُرا معلوم ہوتا ہے یہ چودھریوں کی زبردستی ہے سب برادری کی اجازت نہیں ہے یہ فعل چودھریوں کا جائز ہے یا نہیں اگر برا ہے کس درجہ کا حرام ہے یا حلال ہے مؤاخذہ طلب ہوں گے یا نہیں؟ اگر چودھریوں کا حصہ کل برادری بالاتفاق مقرر کردے یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔

(۳) یہ رواج اور دستور چلا آتا ہے کہ جو نوشہ دلہا بارات لے کر بیاہنے آتا ہے بعد نکاح ہونے کے بیٹی والا دلہا سے خرچہ لیتا ہے وہ خرچہ یہ ہے کہ جو کھانا پکاتا ہے اس کی محنت و قیمت ظروف مٹی ورکابیاں وغیرہ دھوبی سقہ وغیرہ دلاتا ہے جس کا نام پٹہ رکھا ہوا ہے یہ رواج شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کسی شخص نے مثلاً زید کو اپنا نکاح کرنے کی ضرورت ہے زید نے عمرو سے سوال کیا کہ اس اپنی دختر سے میری شادی کردو عمرو نے جواب دیا کہ مجھے سو یا دوسو روپے کی ضرورت ہے عمرو نے زید سے روپیہ لے لیا اور زید کا نکاح اپنی دختر سے عمرو نے کردیا یہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بغیر مالک کی خوشی اور اجازت کے جائز نہیں کمافی قولہ تعالیٰ ولاتاکلوا اموالکم

بینکم بالباطل[1] یعنی ایک دوسرے کا مال ناحق اور برے طریقہ سے مت کھاؤ۔

(۲) اس کا جواب بھی یہی ہے یعنی بغیر مالک کی خوشی کے اور اجازت کے جائز نہیں کہ اس کا مال لیا جاوے یہ فعل حرام ہے کما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منہ او کما قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم[2] بغیر اجازت کے مال لینے سے مؤاخذہ ہوگا۔ اگر مالکان خوشی سے بغیر زبردستی کچھ چودھریوں کو دیدیں تو جائز ہے۔

(۳) دولہا کی طرف سے اگر روپیہ خوشی سے بلا جبر دیا جاتا ہے نیز اس کو لازم نہیں سمجھا جاتا بلکہ بطور ہبہ اعانت کی غرض سے دیا جاتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے یا بلا رضامندی دولہا سے لیا جاتا ہے تو درست نہیں ولایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احدٍ بغیر سبب شرعی کذافی بحر الرائق[3]۔ فتاویٰ عالم گیری ص ۷۷۸ ج ۲۔

(۴) اگر قرض لیا ہے اور واپس دینے کا قصد ہے تو جائز ہے اگر نکاح کا عوض لیا ہے تو نکاح تو صحیح ہے لیکن روپیہ واپس دینا ہوگا[4] البتہ اگر زید بخوشی ہبہ کردے اس روپیہ کو اور واپس نہ لے تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/ ۵۱ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۶/ ۵۱ھ

---

[1] سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۸.

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ باب الغصب، الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیہقی ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ الخ، رقم الحدیث: ۵۴۹۳، مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ،

[3] البحر کوئٹہ ص ۵/۴۱، فصل فی التعزیر الھندیۃ کوئٹہ ص ۲/۱۶۷، فصل فی التعزیر شامی زکریا ص ۱۰۶ ج ۶ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال، کتاب الحدود.

[4] وأخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج أن یسترده لانہ رشوۃ، بحر کوئٹہ ص ۳/۱۸۷، باب المھر، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۰۷ ج ۴ باب المھر، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۷ ج ۱ الفصل السادس عشر فی جھاز البنت.

منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین

سوال:- (۱) قبل از عقد مناکحت لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مٹھائی وغیرہ کا لینا بالشرط یا بلا شرط عرف کی بناء پر اور لڑکے والوں کا دینا طیب خاطر سے یا مجبوری کی وجہ سے کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) ڈالی مقرری کا جواز ہے یا نہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جانبین سے لڑکا و لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے اور اس دن لڑکے والے چند اشخاص کچھ مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لئے کپڑے اور پان چھالیاں لیکر لڑکی والے کے یہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں و کچھ نقد رکھ کر لڑکی کی والدہ یا دادی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی ہے وہ سب چیزیں لے لیتی ہے اور چند پان و چند چھالیاں واپس کر دیتی ہے بعدہٗ موجودہ لوگوں کو پان چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لیکر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات بلکہ ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں اب ان صورتوں میں کیا ایک ہی حکم ہوگا یا کیا صورت ہوگی کیا جواز کی بھی کوئی صورت کسی حالت میں نکل سکتی ہے؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

(۳) جبر کر کے ڈالی مقرری کے دن یا بارات کے دن ابواب یعنی حمام وغیرہ دیگر اخراجات کے لئے روپیوں کا لڑکے والوں سے لینا کیسا ہے؟

(۴) قبل از عقد ڈالی مقرری کے دن لڑکے والوں سے کپڑے لے کر لڑکی والوں کو پہنانا کیسا ہے؟

(۵) اگر مذکورہ بالا امور کے بغیر ارتکاب کئے کہیں شادی نہ ہوتی ہو یا بڑی مشکل ہو جاتی ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جاوے کیا کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں اور تقویٰ کیا ہوگا اور

ایسے موقعوں پر مقتدایان قوم کو کیا کرنا چاہئے جب کہ بصورت عدم پابندی رسوم شادی قریب غیر ممکن یا عادۃً محال ہوجاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اخذاهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوةدرمختار قال الشامی قوله عندالتسليم ای بان ابیٰ ان يسلمها اخوها اونحوه حتى يأخذ شيئاً وكذا لوابى ان يزوجها فللزوج الاسترداد قائما أوهالكا لانه رشوةبزازيه شامی[1]ص ۵۶۵ ج ۲ لواخذ اهل المرأة شيئاً عن التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة بحر[2]ص ۱۸۷ ج ۳ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ رشوت ہے اگر شرط نہ کی جائے اور لڑکے والے بطیب خاطر مگر بناء علی المعروف دیتے ہیں تب بھی بقاعدہ المعروف کالمشروط ناجائز ہے[3]

اگر شرط کر لی جائے اور بجبوری دیں تو اس کا ناجائز ہونا بالکل اظہر ہے ہاں اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلاطلب وبلاشرط بطیب خاطر دیں تو یہ ہدیہ ہوگا اس کا لینا درست ہے قال فی الوسيلة الاحمديه شرح الطريقةالمحمد يه ولعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشى والمرتشى ومن الرشوة مااخذه ولى المرأة قبل النكاح اذا كان بالسوال او كان اعطاء الزوج بناء علىٰ عدم رضائه علىٰ تقدير عدمه اما اذا كان بلاسوال ولاعن عدم رضائه فيكون هديةفيجوز .مجموعة الفتاویٰ[4]ص ۲۱۶ ج ۲.

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۵۶ ج ۳ كراچی مطلب انفق على معتدة الغير كتاب النكاح، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۱۳۶ ج ۴ الباب الثانى عشر فى المهر، نوع آخر تزوجها بمهر الخ.

[2] البحرالرائق ص ۱۸۷ ج ۳ باب المهر مكتبه كوئٹه پاكستان.

[3] قاعدة– لمعروف بالعرف كالمشروط شرطاً، قواعد الفقه ص ۱۲۵ رقم القاعدة ۳۳۴ مطبوعه دار الكتاب ديوبند. الأشباه والنظائر ص ۱۵۶ الفن الاول القاعدة السادسة العادة محكمة مطبوعه اشرفيه ديوبند.

[4] مجموعه الفتاوى ص ۲۰۶ ج ۲ كتاب الحظر والإباحة، مطبوعه يوسفى لكهنؤ، فتاویٰ مولانا عبدالحئى كامل مبوب(اردو) ص ۵۳۴ مسائل شتى، ملک پبلشرز ديوبند،

(۲) اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں اول ان اشیاء کا حکم جو لڑکے والے لڑکی والوں کو دیتے ہیں۔ دوم اس ہیئۃ مخصوصہ کا حکم سو اول میں تو وہی تفصیل ہے جو کہ جواب (۱) میں گذری۔ دوم کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے کہ محض ایک رسم ہے جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز ہے[۱] نیز اس میں فخر اور ریاء ہے اور اسی وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے لہٰذا شرعاً ممنوع ہے اس قسم کے رسوم کے مفاسد کو اور مضرات کو اصلاح الرسوم میں نہایت بسط سے بیان کیا ہے۔

(۳) قطعاً ناجائز ہے لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی کذا فی البحر[۲] ص ۴۱ عالم گیری[۳] ص ۷۷۸ ج ۲ فی ردالمحتار[۴] ومن السحت ماياخذ الصهر من الختن بسبب بنته وفی الخانیة[۵] رجل خطب امرأة وهی تسکن فی بیت اختها وزوج اختها لایرضیٰ بنکاح هٰذا الرجل الا ان یدفع الیه دراهم فدفع الخاطب دراهم کان له ان یسترد مادفع الیه لانه رشوة وفی الهندیة[۶] خطب امراة فی بیت اخیها فأبی ان یدفعها حتی یدفع الیه دراهم فدفع وتزوجها یرجع بما دفع لانه رشوة کذافی القنیة.

(۴) اس کا جواب (۱) میں گذرا اس میں اتنی وسعت اور ہے کہ اگر ان کپڑوں کو مہر میں شمار کرلیا جائے تو شرعاً درست ہے لیکن اس مخصوص رسم کا عدم جواز جواب (۲) میں گذر چکا۔

---

[۱] فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروها الخ مجموعه رسائل لکهنوی، سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ص ۷۲ مطبوعه احمد لکهنؤ، الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة فکیف اصرار البعدة التی لا اصل لها فی الشرع، سعایه ص ۲۶۵ ج ۲ باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القرأة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مرقاة ص ۲/۱۴، الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، طبع اصح المطابع ممبئی،

[۲] البحرالرائق ص ۴۱ ج ۵ فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص ۱۰۶ ج ۶ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال، کتاب الحدود.

[۳] عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر، البحر کوئٹه ص ۴۱ ج ۵ فصل فی التعزیر،

[۴] شامی زکریا ص ۶۰۷ ج ۹ مطبوعه نعمانیه ص ۲۷۲ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة. فصل فی البیع.

[۵] خانیة علی الهندیه کوئٹه ص ۳۹۱ ج ۱ کتاب النکاح فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر.

[۶] عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۳ ج ۲ کتاب الهبة الباب الحادی عشر فی المتفرقات.

(۵) جو امور شرعاً ناجائز اور منع ہیں وہ شادی کی رعایت سے جائز نہیں ہو سکتے۔ انسان کو چاہئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے دین اور شرعی احکام پر پختہ رہے۔ انشاء اللہ کوئی مجبوری پیش نہ آئے گی۔ ومن یتوکل علیٰ اللہ فھو حسبہ[1] اور مقتداء کو تو ایسے مواقع میں خصوصاً احکام شرعیہ پر نہایت سختی سے جما رہنا چاہئے کیونکہ اس کی شرکت سے عوام کی طبائع میں ان امور قبائحہ کا مستحسن ہونا محتمل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چبانا

سوال:- منگنی میں جب لڑکے کو کپڑا پہنایا جاتا ہے تو عورتیں گھر بلا کر لے جاتی ہیں اور چراغ، چاول، پان کا پتہ، گھاس، چھالی وغیرہ سے لڑکے چباتی ہیں جس میں محرم، وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رسم خلافِ شرع ہے اس کو بند کرنا لازم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

منگنی پر کچھ رقم لینا

سوال:- یہاں گاؤں میں رواج ہے کہ لڑکی کی شادی کی جب بات چیت ہوتی ہے تو لڑکے والے آ کر گاؤں کے برادری والوں کو بلاتے ہیں۔ جب سب جمع ہوتے ہیں تو لڑکے والے سے دس پانچ روپیہ خرچ لیتے ہیں۔ اس لئے لیتے ہیں کہ برادری کو بلانے کے لئے حجام جاتا ہے تو اس

---

[1] سورہ طلاق آیت ۳.

[2] من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد. مشکوٰۃ ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الاول، مطبوعه اشرفیه دیوبند، مسلم شریف ص۷۷ ج۲ کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة،

میں کچھ پیسہ اس کو دیا جاتا ہے اور جو لوگ آتے ہیں ان کی تواضع چائے پان وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ تو برادری والوں کا یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کو مسجد میں دیدیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لڑکی کی بات چیت پختہ کرنے کے موقعہ پر لڑکے والے سے کچھ رقم لینا کہ نائی کو دی جائے گی اور برادری کو جمع کر کے چائے پان میں خرچ کی جائے گی۔ یہ غلط رسم ہے اس کو ختم کیا جائے۔[1] نہ نائی کی ضرورت ہے نہ برادری کو جمع کرنے کی۔ بلکہ گھر کے بڑے جس طرح مناسب ہو ایک دو آدمی سے مشورہ کرلیں۔ ایسی جمع کردہ رقم جس سے لی ہے اس کو واپس کردیں۔ وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیدے تو مسجد میں خرچ کردینا بھی درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/ ۹۲ھ

شادی میں اسراف

سوال:- جس کے پاس پانچ سو روپیہ ہوں اور تمام کو تقریب شادی میں خرچ کردے تو یہ اسراف بیجا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بے محل خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے اور اسراف ممنوع ہے وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ[2] اگر سب مال خرچ کرنے کے بعد محتاج ہوگیا اور اس کے پاس پھر کچھ نہیں رہا

---

[1] من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد. مشکوٰة ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الاول، بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح حور فهو مردود مطبوعه اشرفیه دیوبند، ومن السحت ما یأخذ الصهر من الختن بسبب بنته الخ شامی کراچی ص ۴۲۴ ج ۶ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع،

[2] سورة الأعراف آیت ۳۱، **ترجمه**:- اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو (بیان القرآن)

تو اسراف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ مدرسہ مظاہر علوم

زمین کے بدلہ میں شادی

سوال:- ایک شخص نے اس طرح زمین لی ہے کہ اس کی ایک لڑکی تھی اس نے اس کی شادی کردی اور بدلے میں زمین لی اب اس شخص کے پوتے پڑپوتے ہیں ان کے واسطے اس زمین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ زمین رشوت کے حکم میں ہے[1]۔ اس کی واپسی لازم ہے اس کی آمدنی خود نہ وصول کریں بلکہ جس کی تھی اس کو یا اس کے ورثا کو واپس کردیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان ۶۶ھ

وقت نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا

سوال:- نکاح ہوجانے پر لڑکے کا ولی لڑکی کے ولی کو دو روپیہ یا تین روپیہ دیتا ہے جس کو ہمارے اطراف میں بھینٹ کہتے ہیں۔ یہ بھی رشوت ہی میں داخل ہے یا اس کا کچھ اور حکم ہے؟

---

[1] وأخذ اهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة، شامی کراچی ص۱۵۶ ج۳ مطلب انفق علی معتدة الغير، كتاب النكاح، بحر كوئٹه ص۱۸۷ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فی جهاز البنت.

[2]..... أواخذ الرشوة ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها مختصراً شامی زکریا ص۵۵۳ ج۹ فصل فی البيع، كتاب الحظر والإباحة، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوی سهارنپور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رشوت ہے اس کا لینا اور دینا درست نہیں اخذ اهل المرأة شيئا عندالتسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوةدرمختار. اى بان ابى ان يسلمها اخوها اونحوه حتى يأخذ شيئا اھ ردالمحتار[1] ص ۵۰۳ ج ۲ . فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ربیع الثانی ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا

سوال:- شادی میں گیٹ رنگین کاغذ کے بنوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شادی میں محض نمائش وفخر کے ہر کام سے بچنا چاہئے[2]۔ مروجہ طریقہ پر گیٹ بنوانا بھی اس میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا

سوال:- شادی سے دو چار دن پہلے گھر کو لیپنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور انگلیوں کے نشانات

---

[1] الدرالمختار مع رد المحتار كراچى ص ۱۵۶ ج ۳ مطلب أنفق على معتدة الغير. باب المهر، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص ۱۳۶ ج ۴ الباب الثانى عشر فى المهر، نوع آخر تزوجها بمهر الخ، البحر ص ۱۸۷ ج ۳ باب المهر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وعن عبد الله ابن عمر وانه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سمع الناس بعمله سمع الله به اسامع خلقه وحقره وصغره (مشكوٰة شريف ص ۴۵۴ ج ۲ باب الرياء والسمعة)

اور رنگ کے چھینٹے وغیرہ دیواروں پر دیئے جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

صفائی کے لئے گھر کو لیپنے میں تو مضائقہ نہیں مگر انگلیوں کے نشانات وغیرہ لگانا غلط رسم ہے اس کو بند کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نوید اور دعوت میں فرق

(۱) ہمارے یہاں کے لوگ ''نوید'' ضروری سمجھتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر اپنے تمام رشتہ داروں کو ''نوید'' بھیجتے ہیں، وہ رشتہ دار تاریخ مقررہ پر نائی کے ہمراہ چاول، دہی، دھوتی، یا صرف روپیہ لیکر اس شخص کے دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ اس سامانِ مذکورہ کو شادی والا اپنے ایک رجسٹر میں درج کر دیتا ہے پھر جب اس کے رشتہ دار کے گھر شادی پڑے تو اس شخص کو ویسا ہی کرنا پڑے گا خواہ سامان یا روپیہ میں زیادتی کر کے لائے یا نہ لائے، لیکن لانا پڑے گا جتنا ہو سکے، اگر نہیں لایا تو اس پر لعن طعن کی جاتی ہے۔ اگر وسعت نہیں ہے تو قرض لیکر پورا کرتا ہے تا کہ رسوا نہ ہونا پڑے اس کے متعلق نوید لینے والے اور دینے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ولیمہ کی دعوت دی جائے پھر وہ اس طرح کا سامان لائے یعنی روپیہ یا دھوتی وغیرہ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ دعوت اور نوید میں ہمارے یہاں فرق ہے۔ نوید اس کو کہتے ہیں کہ سامان مذکور لائے اور دعوت صرف کھانا کھا لینا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ طریقہ اور اس کا التزام غیر شرعی رسم ہے جس کا ترک کرنا لازم ہے[2] بلاضرورت

---

[1] ملاحظہ ہو بہشتی زیور ص ۲۲ تا ۴۱ ج ۶ بیاہ کی رسموں کا بیان، من احدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد، مشكوٰة شريف ص ۲۷ باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص ۳۷۱ ج ۱ كتاب الصلح باب اذا اصطلحوا على صلح الخ مطبوعه اشرفيه ديوبند. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

اور بلاطلب قرض ہے بغیر ادا کئے مطالبہ ذمہ میں باقی رہیگا کسی غریب کی مدد بغیر رسم ونمائش کے اور بغیر اس امید کے کہ یہ ہماری مدد اسی طرح کریگا نیز خوش کرنے کے لئے بلا حاجت بھی ہدیہ کے طور پر دینا مستحسن ہے مگر مذکورہ مسئولہ طریقہ کی یہ صورت نہیں۔

(۲) ولیمہ سنت سے ثابت ہے جب کہ اس میں کوئی امر خلافِ شرع نہ ہو حدیث شریف میں ہے اولم ولو بشاۃ[۱]۔ اس کے قبول کرنے کی بھی ترغیب بلکہ بلا عذر قبول نہ کرنے پر نکیر آئی ہے جس میں فقد عصی[۲] کا لفظ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/ ۹۱ھ

سسرال پہونچنے پر دُولہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ

سوال:- سسرال جانے پر لڑکے کو فوراً لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں اور وہاں بھی چومنا ہوتا ہے اور لڑکے کو اس کی سالیاں وغیرہ شربت پلاتی ہیں جس میں جونک وغیرہ کے پانی کا غلبۂ ظن ہوتا ہے اور تمام عورتیں گیت گاتی ہوتی ہیں جس میں لڑکے کے ماں باپ، دادا دادی وغیرہ کو بہت سی گالیوں سے بھی نوازا جاتا ہے اور لڑکے کو تمام لوگوں کے سامنے مجلس میں گھر کے کل کپڑے کو نکال کر سسرال کا کپڑا پہنایا جاتا ہے جس میں نظر یا سحر وغیرہ کا غلبۂ ظن ہوتا ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منه فھو رد. مشکوٰۃ ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الاول، بخاری شریف ص ۳۷۱ ج ۱ کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا الخ، مطبوعه اشرفیه دیوبند،

(صفحہ ہٰذا) [۱] فی حدیث انس رضی الله تعالیٰ عنه أو لم ولو بشاة متفق علیه مشکوٰۃ شریف ص۲۷۸ ج۱ باب الولیمة.

[۲] عن عبد الله بن عمر قال قال رسو ل الله صلی الله علیه وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی الله ورسوله الحدیث مشکوٰۃ شریف ص۲۷۸ ج ۱ باب الولیمة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو بھی بند کیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نکاح کے موقع پر مدرسہ کے لئے روپیہ لینا

سوال:- نکاح کے موقعہ پر ناکح پر دعویٰ کر کے مسجد و مدرسہ کے لئے روپیہ لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ یا رسم ہونے کی وجہ سے دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کے موقع پر ناکح پر دعویٰ کر کے زبردستی مدرسہ کے لئے روپیہ لینا جائز نہیں۔ وہ بخوشی دیں تو اجازت ہے۔ پابندیٔ رسم کی وجہ سے مجبوراً دیں تب بھی درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/ ۹۴ھ

شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا

سوال:- جہیز میں تالا، قینچی، سروطہ دینے کو منحوس سمجھتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان اشیاء کا دینا نہ منحوس ہے نہ لازم ہے[3] حسب ضرورت دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ملاحظہ ہو اصلاح الرسوم ص ۳۱ تا ۵۷ بہشتی زیور ۴۲ تا ۶۶، ج ۶، بیاہ کی رسموں کا بیان، مکتبہ اشرفی دیوبند۔

[2] عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاّ لا تظلموا الا لایحل مال امرائٍ إلا بطیب نفس منہ رواہ البیہقی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ باب الغصب)

ترجمہ:- خبردار ظلم نہ کرخبردار کسی کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس شادی میں کھانا کھانا جس میں باجہ ہو

سوال: -جس شادی میں باجہ بجتا ہے، وہاں جا کر دعوت کھانا کیسا ہے، اگر کھانے سے پہلے باجہ بند کر دیا جائے تو کیسا ہے؟ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس شادی میں پہلے سے علم ہو کہ اس میں لہو ولعب باجہ وغیرہ ہے تو اس شادی میں شرکت کرنا دعوت کھانا جائز نہیں اگر پہلے سے علم نہ ہو اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو اور کھانے کے وقت باجہ وغیرہ نہ ہو تو عوام کے لئے گنجائش ہے، مقتدا کو بالکل شرکت نہیں کرنی چاہئے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شادی قرض لیکر کی جائے اس میں شرکت

سوال: - زید کی لڑکی جوان ہے۔ زید غریب آدمی ہے جہاں سے بھی بات ہوتی ہے سب کہتے ہیں کہ ہم گھڑی لیں گے، سائیکل لیں گے اور بہت سی چیزیں مانگتے ہیں۔ گھر میں کوئی مرد نہیں رہتا، اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں بدنامی نہ ہو جائے۔ ادھر لڑکی

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) [۳] لاعدوى ولاطيرة . مشكوٰة شريف ص۳۹۲ باب الفال والطيرة. الفصل الاول. مطبوعه ياسر نديم.

(صفحه هذا) [۱] دعى الى وليمة وثمه لعب او غناء قعد وأكل لو المنكر فى المنزل، فلو على المائدة لاينبغى ان يقعد بل يخرج الخ فان قدر على المنع فعل والاصبر ان لم يكن ممن يقتدى به فان كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد وان علم اولا باللعب لايحضر اصلا سواء كان ممن يقتدى به اولا. (الدرالمختار على الشامى كراچى، ج۶/ص۳۴۸/ كتاب الحظر والاباحة، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۴ج۵ كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، زيلعى ص۱۳ج۶ كتاب الكراهية، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۱۸۸ ج۸ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الأكل والشرب،

جوان، ادھر غربت مجبوراً زید نے قرض لے کر شادی کر دیا۔ گاؤں کے بہت سے مولوی حضرات زید کے خلاف ہو گئے اور اس شادی میں شرکت کو منع کرتے ہیں۔ اس میں زید کہاں تک خطاوار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس تقریب میں کوئی خلافِ شرع چیز ناچ باجہ وغیرہ نہیں تو محض قرض لینے کی وجہ سے شرکت ممنوع نہیں سب شریک ہو سکتے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اہل مجلس سے قبول کرانا

سوال:- آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد دلہن کے ہاتھ میں ایک کپڑا دیتا ہے اور اس کی دوسری طرف حاضرین مجلس (من طرف الزوج) پکڑ لیتا ہے اور دلہن کا وکیل یہ الفاظ کہتا ہے کہ اتنے دن تک میں نے اس کو کھلایا پلایا اس وقت اس کو آپ لوگوں کے سپرد کرتا ہوں پھر حاضرین مجلس اس کو قبول کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح ایجاب وقبول سے ہو جاتا ہے[2] سوال میں جو صورت درج ہے وہ ایک لغو اور بے اصل رسم ہے زوج اور زوجہ یا ان کے طرف سے وکیل کا ایجاب وقبول کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو دعی الی دعوة فالواجب ان یجیبه الی ذلک وإنما یجب علیه ان یجیبه اذا لم یکن هناک معصیة ولا بدعة الخ، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳ ج۵ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة، شامی زکریا ص ۵۰۱ ج۹ کتاب الحظر والاباحة.

[2] وینعقد بایجاب وقبول، بحر کوئٹه ص ۸۱ ج۳ کتاب النکاح، هدایه ص۳۰۵، ج۲، کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۹ ج۳ کتاب النکاح.

باب یازدھم: نکاح کے متفرق مسائل

والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا

سوال:- ایک شخص کی عمر اٹھائیس ۲۸ رسال ہے اوراس کے ماں باپ نکاح کرنے پر زور دیتے ہیں اور یہ شخص اپنے دینی کام میں مشغول رہتا ہے اوراتنا کمانہیں رہا ہے کہ بیوی بچوں کو پال سکے اورنفس پر بھی قابو ہے شادی کرنے کے لئے تیارنہیں ہے جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہیں تو اس حالت میں مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابھی شادی نہیں کی تو بچوں کی ضروریات پوری کرنیکا کیا سوال ہے، اگراس شخص کی حالت شہوت کے اعتبار سے اعتدال پر ہے اوراسکی اتنی قدرت ہیکہ شادی کرکے بیوی کا نفقہ واجبہ ادا کرسکے تو اس کو نکاح کرنا سنت ہے[1] اور جب والدین کا اصرار ہے اورنکاح نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس کا نکاح کرنا اور بھی مؤکد ہوجاتا ہے۔ دوسرے دینی کاموں وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۱۳۹۰ھ

---

[1] یکون سنة مؤکدة حال الإعتدال أی القدرة علی وطء ومهر ونفقة (الدرعلی ا لرد کراچی ص۷ج۳ کتاب النکاح)، النهر الفائق ص۱۷۵ ج۲ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۰ ج۳ کتاب النکاح.

[2] عن ابی نجیح ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من کان موسرا لان ینکح ثم لم ینکح فلیس منی، مجمع الزوائد، ص ۴۶۲ ج۴، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو مگر والدین مجبور کریں

سوال:- زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور زید عاقل بالغ ہے اور زید کے گھر والے مجبور کرتے ہیں شادی کرنے پر اور زید ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ہے، حتی کہ اس کے والدین اور دیگر احباب بھی زور شور کر رہے ہیں کہ زید کی شادی ہو جانی چاہئے۔ لیکن زید چاہتا ہے کہ شادی مؤخر ہو جائے۔ ان حالات میں زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زید کو ابتلاء معصیت کا اندیشہ نہیں اور نکاح کے بعد اس کو تحصیل علم میں رکاوٹ کا ظن غالب ہے تو اس کو حق ہے کہ وہ نکاح کو مؤخر کر دے۔ اگر والدین صرف نکاح پر اصرار کریں رخصت کو مؤخر کر دیں تو زید کو چاہئے کہ اس سے انکار نہ کرے۔ اگر ابتلاء معصیت کا اندیشہ ہے تو اس کو چاہئے کہ نکاح کر لے، پھر حسب موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ زید کے سامنے تین چیزیں ہیں۔ تحصیل علم، حفاظت نفس، اطاعت والدین۔ ان تینوں کو جمع کرنے کی صورت تحریر کر دی گئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۱۳۹۶ھ

نکاح کے وقت کونسی نماز پڑھی جاتی ہے؟

سوال:- دور حاضر میں قبل نکاح نوشہ کو دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں یہ کونسی نماز ہے نفل شکرانہ ہے یا کوئی اور؟

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) حدیث ۷۳۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت. المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۶۶، من یکنی ابا نجیح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الابہ فرض أی بان کان لایمکنہ الإحترازعن الزنا إلابہ الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۶۳ ج۴ کتاب النکاح، سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ص۴۶۷ ج۱ کتاب النکاح، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص۹۴ ج۲ کتاب النکاح، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نماز ایسی نماز ہیکہ نہ خدائے پاک نے فرض کی نہ حضور اکرم ﷺ نے مسنون قرار دی، یعنی بے اصل ہے جاہل بے نمازی دولہا کو نماز پڑھوا کر اسکے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اسی طرح مجلس نکاح میں کلمہ پڑھوا کر مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں، اگر کوئی شخص پانچوں وقت نماز پڑھتا رہے اور بھی اسلام کی باتیں اختیار کرتا رہے تو مجلس نکاح میں اسکے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

نکاح کے بعد دعا کس وقت پڑھی جائے؟

سوال:- نکاح کے بعد خلوت شب اول میں عورت کی پیشانی کے بال پکڑ کے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ من خیرھا وخیرماجبلتھا علیه وَاَعُوذُبِکَ مِن شرّھا وَشرماجبلتھا علیه پڑھنا ہے کیا یہ دعا خلوت سے پہلے پڑھی جاتی ہے یا نکاح ہوتے ہی عورت کے پاس جا کر فوراً بعد نکاح پڑھی جاتی ہے۔ اس کے پڑھنے کا افضل طریقہ کیا ہے اور افضل وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نکاح کے بعد جب ملاقات تنہائی میں ہو اس وقت یہ دعا پڑھی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/ ۹۲ھ

---

[1].....عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من أحدث فی أمرنا هٰذا مالیس منه فهوردٌّ، متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، یاسر ندیم دیوبند،
ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے نئی بات ہمارے اس دین میں نکالی جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے۔

[2] یستحب أن یسمی اللّٰه تعالیٰ ویاخذبنا صیتها اول مایلقاها بارک اللّٰه لکه واحد منا فی صاحبه وبقول معه الی قوله قال: إذا تزوج أحدکم إمرأة أو اشتری خادما فلیقل اللهم إنی اسئلک خیرها وخیرما جبلتها علیه واعوذبک من شرها الخ. الأذکار المنتخبة من کلام سید الأبرار ص ۲۵۱ باب مایقول الزوج إذا دخلت علیه إمرأته لیلة الزفاف، ابوداؤد شریف ص۲۹۳ ج ۱ باب فی جامع النکاح عمل الیوم واللیلة للنسائی ص ۹۸ ما یقول إذا افاد امرأ ة، حدیث ۲۶۴، مطبوعه دار الفکر بیروت، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں تو ان میں افضل کون ہے؟

سوال: -تبلیغی اجتماع میں تیس آدمیوں کی شادیاں ہوئیں۔اس میں بکر نے اپنا نکاح سب سے پہلے پڑھوایا۔زید نے بکر سے کہا کہ تم نے غلطی کی،اپنا نکاح سب سے بعد میں پڑھواتے۔ **سَیّدُ القوم خادمهم.** بکر نے جواب دیا دعویٰ ایران کا دلیل توران کی۔جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا۔ **فاستبقوا الخیرات**۔زید کا کہنا کہ ''غلطی کی'' درست ہے یا نہیں؟ نیز ان کی دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں؟ ایک تو ہے جواز،ایک ہے افضلیت تو اس میں افضل بات کیا ہے؟ نکاح پہلے پڑھوانا یا بعد میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضرورت ومصلحت تقدیم میں ہو تو تقدیم افضل ہے۔تاخیر میں ہو تو تاخیر افضل ہے۔ **سید القوم خادمهم** یہاں چسپاں نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شادی میں چھوارے کون لائے؟

سوال: - شادی میں چھوارے لٹائے جاتے ہیں وہ لڑکی والا لائے یا لڑکے والا، کون سی صورت افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہے لے آئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... عمل الیوم واللیلة لابن السنی ص ۲۱۲ باب ما یقول اذا افاد امرأة، حدیث ۶۰۰، مطبوعه موسسة الکتب الثقافیة بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فاستبقوا الخیرات، سورۂ بقرہ آیت ۱۴۸.

تین لڑکوں کی شادی ایک دم کرنا

سوال:- کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر تین لڑکوں کی شادی ایک ساتھ کروگے تو اچھا نہیں ہے طلاق ہوجاتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات غلط ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عقد نکاح سے انکار کا حکم

سوال:- ہندہ نے نکاح ثانی زید سے پچاس ساٹھ برادری کے مسلمانوں میں کرلیا بعد نکاح زوج سابق کے رشتہ داروں نے جائیداد کا جھگڑا کر کے مقدمہ عدالت میں دائر کردیا۔ فریقین نے وکیل کرلئے، ہندہ کا ایک ہندو وکیل ہے جس نے یہ رائے دی ہے کہ ہندہ نکاح ثانی سے انکار کردے تو زوج سابق کی جائیداد پر قابضہ رہ سکتی ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے ہندہ اور اس کا ایک متبنیٰ لڑکا دونوں نکاح سے انکاری ہوگئے۔ عدالت میں جواب دعوی میں لکھادیا کہ نکاح نہیں ہوا برادری کی تھوک بندی کی وجہ سے چند اہل برادری نے بھی یہ کہدیا کہ نکاح نہیں ہوا حالانکہ وہ پچاس ساٹھ مسلمان اب تک بھی کہتے ہیں کہ نکاح ہوا اور ہم مجلس نکاح میں شریک تھے ایسی حالت میں صرف جائیداد کی وجہ سے زوجہ اور زوج کا نکاح سے انکار کرنا قابل تسلیم ہوگا یا نہیں اور جو مسلمان اس کا ساتھ دے رہے ہیں وہ کیسے ہیں اور مسلمانوں کے مجمع میں شرعی نکاح کو جو بوجہ مقدمہ وسخن پروری انکار کرتے ہیں وہ از روئے شرع شریف کیسے ہیں عدالت میں مقدمہ

---

[1] نیز یہ خیال بدشگونی وبدفالی ہے جو اسلامی عقیدہ نہیں ہے اس لئے اس عقیدہ کا ترک لازم ہے۔ لاعدوی ولاطیرة. مشکوٰة شریف ص ۳۹۲ باب الفال والطیرة الفصل الاول. مرقاة شرح مشکوٰة ص ۵۱۹ ج۴ باب الفال والطیرة، مطبوعه ممبئی، الفتاوی الحدیثیة ص۲۸ مطلب فی الجواب عن الایام واللیالی الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت. ابو القاسم ادروی.

دائر ہے اور چند مسلمانوں کی گواہی بھی ہوچکی ہے کہ نکاح ہوگیا اور ایک اسٹامپ پر سرکاری فرائض نویس کا نکاح نامہ لکھا ہوا بھی ہے جس پر برادری والوں کی شہادت ثبت ہے باوجود ان تمام باتوں کے پھر نکاح سے انکار کرنا مقدمہ کی وجہ سے کیسا ہے اور ساتھ دینے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جھوٹ بولنا شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے لیکن اپنا حق وصول کرنے اور ظلم دفع کرنے کے لئے جب کہ کوئی دوسری صورت قابو میں نہ ہو۔ تعریضاً کذب جائز ہے صراحۃً اس وقت بھی جائز نہیں ہے اگر وہ جائیداد ہندہ کی نہیں بلکہ زوج سابق کے دیگر ورثاء کی ہے اور ہندہ اپنا مہر اور حصہ وراثت لے چکی یا معاف کرچکی ہے تب تو کسی طرح ہندہ کو جھوٹ بولنا جائز نہیں قطعاً حرام ہے جو لوگ اس کے ساتھ اس کبیرہ گناہ میں شریک ہیں وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں سب کو توبہ کرنا فرض ہے اگر وہ جائیداد ہندہ کی ہے خواہ بعوض دین مہر ہو یا وراثت یا کسی اور طرح وہ ہندہ کی ملک ہے اور زوج سابق کے ورثاء ہندہ کو نہیں دیتے اور ہندہ کسی دوسری طرح اس جائیداد کو وصول نہیں کرسکتی تو ہندہ کو تعریضاً کذب جائز ہے[1] اور اس معاملہ میں جو لوگ اس کی اعانت میں ہیں وہ بھی گنہگار نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ تعاونوا علیٰ البر والتقویٰ ولاتعاونوا علیٰ الإثم والعدوان[2] اور ہندہ کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا اور زوج نے اگر یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے ہندہ سے نکاح نہیں کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وفی الفتاویٰ : رجل قال لامرأتہ تو مرا چیزے نباشی۔ ھھنا خمسة الفاظ أحدھا ماذکرنا، الثانی إذا قال لم یکن بیننا نکاح، الثالث اذا قال لھالم

---

[1] الکذب مباح لإحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لأن عین الکذب حرام. الدرالمختار کراچی ص۴۲۷ ج۶ فصل فی البیع . کتاب الحظر والاباحة، سکب الأنھر علی ھامش مجمع الأنھر ص ۲۲۱، کتاب الکراھیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] سورۃ المائدہ پارہ ۶ آیت ۲۔

اتزوجک فلایقع الطلاق فی ھٰذہ الأ لفاظ الثلٰثة وإن نویٰ خلاصة[1]. ص۹۷.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبداللطیف ۱۸/شوال ۵۴ھ

ڈاکٹر کے ساتھ خلا ملا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: - اگر کوئی عورت اپنے معالج سے جو کافر بھی ہو خلا ملا پیدا کرے اس سے تخلیہ کرے اس کے ساتھ بالکل بے حجاب ہو جائے اس کے ساتھ خط و کتابت کرے اس کو تحفۃً دستیاں کشیدہ نکال کر دے جس میں اپنا اور اس کا نام ایک جگہ کشیدہ میں نکالے۔ تو کیا ان افعال سے نکاح ٹوٹ گیا اور جب نکاح ٹوٹ گیا تو حسب تحریر شاہ عبدالقادر صاحبؒ محدث دہلوی بحاشیہ آیت ایک رکوع ایک پارہ پانچ جملہ مہر ساقط نہیں ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان افعال کے ناجائز اور گناہ ہونے میں شبہ نہیں مگر ان سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ[2] لہٰذا مہر بھی ساقط نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ص۹۷ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه نول کشور، تاتارخانیة ص ۳۲۱ ج۳ کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، نوع آخر : فی قوله لست لی بإمراء ة وما یتصل به، مطبوعه إدارة القرآن کراچی، عالمگیری دار الکتاب ص۳۷۵ ج۱ الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات.

[2] مجموعة الفتاویٰ ص۷۷ ج۳ کتاب النکاح. مطبوعه یوسفی لکهنؤ. والمزنی بها لا تحرم علی زوجها، شامی دار الفکر بیروت ص۵۰ ج۳، فصل فی المحرمات مطلب فیما لو زوج المولیٰ أمته.

انقطاع ولادت سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہونے کے بعد دولڑکے پیدا ہوئے جو کہ فوت ہوگئے اس کے بعد لڑکے ہونے بند ہوگئے کیونکہ وہ عورت مرد کے قابل نہ رہی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب زید کی بیوی مرد کے قابل نہیں رہی تو زید کے نکاح سے ختم ہوگئی تو کیا ایسا لوگوں کا کہنا شریعت مطہرہ سے درست ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں اگر زید ثانی نکاح دوسری عورت سے کرلے تو زید کی اولاً بیوی جو مرد کے قابل ہی نہیں اپنے شوہر زید سے مہر کی حقدار ہوسکتی ہے یا نہیں کیونکہ زید کی بیوی کا خود یہ بیان ہے کہ میں اب تمہارے قابل یعنی زید کے قابل نہ رہی۔ جواب باصواب دیکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً!

لوگوں کا یہ کہنا کہ اس صورت میں زید کا نکاح ختم ہوگیا غلط ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔ ایسی صورت میں بھی شرعاً نکاح باقی ہے مہر پورا واجب ہے[1] خواہ زید دوسری عورت سے شادی کرلے یا اسی پر قناعت کرے اگر بیوی خود ہی مہر معاف کردے تو معاف ہوجائے[2] گا۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ویتأکدعند وط ء أو خلوة صحت أو موت أحدهما وإذا تاکد المهرلایسقط بعدذالک وإن کانت الفرقة من قبلها لأن البدل بعد تأکده لایحتمل السقوط إلا بالإبراء، الدرالمختار مع رد المحتار کراچی ص۱۲ ج۳، باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳/۱، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، بدائع الصنائع کراچی ص ۲۹۱ ج۲ فصل وأما بیان ما یتأکد به المهر.

[2] وصح حطها لکله أو بعضه عنه (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۱۱۳ ج۳ باب المهر)، عالمگیری کوئٹه ص۳۱۳ ج۱ الفصل السابع فی الزیادة فی المهر والحط عنه، البحر الرائق کوئٹه ص۱۵۰ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص۲۳۶ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۱۴ ج۱ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

شوہر کے زنا سے بیوی کا نکاح فاسد نہیں

سوال: - زید کی منکوحہ بیوی شریفہ ہے اور منکوحہ ہوتے ہوئے پھر اگر زید زنا کرے ہندہ کے ساتھ تو کیا زید کا نکاح شریفہ کے ساتھ قائم رہے گا یا نکاح خارج ہو جائے گا اور منکوحہ بیوی شریفہ سے جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی یا حلالی، اور صرف زید گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے نکاح منقطع نہیں ہوگا[1] گناہ ہوتا ہے[2] اولاد حرامی نہیں ہوگی بلکہ ثابت النسب ہوگی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عورت کے زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال: - زید کی بیوی نے بکر کے ساتھ زنا کیا جس کا ثبوت موجود ہے اور دونوں نے اپنے اس فعلِ بد کا اقرار بھی کیا ہے۔ تو زید کی بیوی نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں زید اس کو دوبارہ رکھنے پر تیار ہے۔ شرعی حکم کیا ہے۔ معہ حوالہ معتبرہ وضاحت فرماویں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس حرکت سے نکاح ختم نہیں ہوا زید اگر رکھنا چاہتا ہے تو بیوی سے توبہ واستغفار کرالے

---

[1] وفی آخر حظر المجتبیٰ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، ولا علیها تسریح الفاجر الخ، در مختار علی الشامی دار الفکر بیروت، ص ۵۰ ج ۳ فصل فی المحرمات مطلب فیما لو زوج المولی أمته.

[2] عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن الحدیث، متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۱۷ ج ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] إذا کان الفراش قائماً فإن ثبوت النسب هناک بإعتبار الفراش، مبسوط سرخسی ص۳/۴۸، الجزء السادس باب العدة وخروج المراء ة من بیتها، مطبوعه دار الفکر بیروت.

اورآئندہ کواس سے ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد لیلے درمختار[1] میں ہے۔ ولایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ص ۲۷۴ ج ۵

اورشامی میں ہے۔ والفجور یعم الزنا. وغیرہ اس کے لئے استدلال میں حدیث بھی نقل کی ہے وقد قال. صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمن زوجتہ لاتردید لامس وقد قال إنی أحبھا استمتع بھا. ردالمحتار[1] ص ۲۷۴ ج ۵. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا

سوال:- میری بیوی نیک ہے، وفا شعار ہے، نو بچے ہیں، ۲۰/ برس شادی کو گذر گئے کبھی ناراضگی کی نوبت نہیں آئی میں ۱۹۶۸ء میں حج کو گیا تھا اور بیوی سے کہہ کر گیا تھا کہ گھر سے باہر مت نکلنا۔ لیکن وہ ایک دفعہ سینما گئی، پھر ایک دفعہ عرس میں گئی، پھر کسی اور جگہ گئی، جس پر میرے بھائی نے اس کو بہت مارا۔ جب میں حج سے واپس آیا تو یہ واقعہ مجھے بتلایا۔ حج سے آنے پر میرے سالے صاحب بھی مجھے بمبئی لینے آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی بہن کو اپنے گھر لے جائیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر سب محلّہ والوں نے میری عورت کو بے قصور کہا۔ لیکن مجھے شک رہا۔ اب میں نے ۸/۹/ ماہ سے اپنی زوجہ کی شکل نہیں دیکھی، ویسے ہی نفقہ برابر دے رہا ہوں۔ بچے میرے ساتھ ہیں۔ میرا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز میرا ارادہ ہے کہ اب دوسری شادی کرلوں، کیونکہ گھر میں پکانے کی بہت دقت ہے۔ میرا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہو

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۲۷ ج ۶ کراچی فصل فی البیع. کتاب الحظر والإباحۃ، شامی زکریا ص ۶۱۱ ج ۹، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۰۷ ج ۳ فصل فی المحرمات.

جاتی ہے، غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرمادیتے ہیں[۱]۔ آٹھ مہینے تک آپ نے اس کو الگ رکھا۔ یہ سزا بہت کافی ہے۔ اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے۔ یہ مزید احسان کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بیس ۲۰/بچوں کے بعد کیا تجدید نکاح ضروری ہے

سوال: - یہ جو مشہور ہے کہ جس عورت کو ایک شوہر سے بیس بچے ہوں اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بے اصل اور غلط ہے[۲] اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/ ۹۰ھ

کیا حضرت زینبؓ کا تجدید نکاح ہوا تھا؟

سوال: - حضرت بی بی زینبؓ کا تجدید نکاح ہوا تھا آخر میں ابوالعاصؓ کے ساتھ یا پہلے والا نکاح قائم تھا!

---

[۱] عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه. مشكوٰة شريف ص ۲۰۳ باب الاستغفار والتوبة. الفصل الاول. مطبوعه ياسر نديم ديوبند

ترجمہ:۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

[۲] من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد، مشكوٰة شريف ص ۲۷ باب الاعتصام، بالكتاب والسنة، الفصل الاول، ياسر نديم ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلے ہی کا نکاح قائم تھا کذا فی اللمعات[1] شرح المشکوٰۃ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

سوال:- اس بارے میں حکم شرع سے مطلع فرمائیں، جس کا حوالہ ب ۹۲۱ رمورخہ ۱۷/۹/ ۸۸ھ ہے اس میں زید کو یہ پوچھنا ہے کہ جن صاحب اور جماعت نے عمداً یہ نکاح کیا اور کرایا ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے کیا وہ صرف توبہ واستغفار کے مستحق ہیں یا تجدید نکاح بھی کرنا ہے۔ علانیہ توبہ واستغفار کے علاوہ تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی کی عدت میں نکاح ثانی جائز نہیں ہے۔ لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة کذا فی ا لسراج الوهاج (از فتاویٰ عالمگیری[2]) لہٰذا جو نکاح اس طرح کردیا گیا وہ شرعاً معتبر نہیں ہوا بلکہ گناہ ہوا۔ مرد وعورت میں علیحدگی کرادی جائے، عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کیا جائے۔ جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا ہے وہ گنہگار ہوئے ان کو توبہ واستغفار لازم

---

[1] أن زینب بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم هاجرت من مکة إلی المدینة وخلفت زوجها اباالعاص کافراً بمکة فردها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إلیه بالنکاح الأول بعد أن اسلم (اشعةاللمعات بحواله حاشیة مشکوٰة ص۲۷۵، باب المحرمات، الفصل الثانی، رقم الهامش ۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شرح الطیبی علی مشکوٰة المصابیح ص۲۷۶ ج۶ باب المحرمات، الفصل الثانی، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

[2] الهندیة کوئٹه ص۲۸۰ ج۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، الباب الثالث، تاتارخانیة ص۴ ج۳، الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الأنکحة الخ، مطبوعه کراچی، خانیة علی هامش الهندیه ص۳۶۶ باب فی المحرمات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

ہے اوراس بات کو پورے طور پر ظاہر کردیا جائے کہ یہ نکاح غلط ہوا۔ اس کے باوجود ان لوگوں پر اپنے نکاح کی تجدید لازم نہیں۔ گناہ اگرچہ کبیرہ ہواس سے تجدید نکاح لازم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر خدانخواستہ کفر کا صدور ہوجاوے تو ایمان کے ساتھ نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے پھر تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہوتی ہے۔[1]

جس مسئلہ میں اختلاف ہو کہ اس سے کفر ہوا یا نہیں ہوا وہاں احتیاطاً تجدید ایمان وتجدید نکاح کا امر کیا جاتا ہے ما کان فی کونه کفراً إختلاف یومر بتجدید الإیمان وتجدید النکاح الخ۔[2]

کبیرہ گناہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ کفر ہوتا ہے نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے۔ کذا فی شرح الفقہ الأکبر[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/ ۸۸ھ

عورت کا شوہر کو یہ جواب کہ ''توبہ نہیں کروں گی''

کیا تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے؟

سوال: - ایک شخص نے اپنی اہلیہ سے کسی گناہ پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو جی توبہ کرلو۔

---

[1] ما یکون کفراً إتفاقاً یبطل العمل والنکاح وأولاده أولا دزناً کذا فی فصول العمادی لکن ذکر فی نور العین ویجدد بینهما النکاح إن رضیت زوجته بالعود الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۹۰، ج۶، باب المرتد، مطلب : جملة من لا تقبل توبته، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳ ج۲ الباب التاسع فی أحکام المرتدین، قبیل الباب العاشر فی البغاة : مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب : جملة من لا تقبل توبته، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۲۸۳ ج۲ الباب التاسع فی أحکام المرتدین، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[3] فترک الطاعات بالکلیة وإرتکاب السیات بأسرها لایخرج المؤمن عن الإیمان عند اهل السنة والجماعة، شرح فقه اکبر ص ۲۱۰ ج مطبوعه رحیمیه دیوبند.

ویسے اس کی اہلیہ نیک ہے۔ مگر اس وقت مذاق سے کہہ دیا کہ میں توبہ نہیں کروں گی۔ پھر کہتے ہی اسی وقت ندامت ہوگئی اور توبہ کرلی۔ اس واقعہ کی وجہ سے اس کے ایمان میں کچھ خرابی آ کر نکاح میں کوئی فرق آ سکتا ہے یا نہیں؟ یا صرف گنہگار ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شوہر نے کسی خاص گناہ سے متعلق کہا کہ اس گناہ سے توبہ کرلو اور وہ گناہ بیوی نے نہیں کیا تھا۔ بیوی نے کہا کہ میں توبہ نہیں کروں گی، تو اس کی وجہ سے اس کے ایمان میں خلل نہیں ہوگا اور اگر کسی خاص گناہ سے متعلق نہیں کہا بلکہ ویسے ہی کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو توبہ کرتے ہی رہنا چاہئے۔ اس پر یہ جواب دیا کہ توبہ نہیں کروں گی تو یہ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں بھی اہل ایمان کو توبہ کرنے کا حکم ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمنُوا تُوبُوا الی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوحاً[1]. اب اس صورت میں کلمہ پڑھ کر اپنی اس بات سے توبہ کرنا چاہئے اور دو آدمیوں کے سامنے تجدید نکاح بھی کرلیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۱۳۹۹ھ

کیا ہر ماہ تجدید نکاح کی جائے؟

سوال:- میں نے سنا ہے کتاب شامی میں لکھا ہے کہ ہر ماہ میں تجدید نکاح احتیاطاً کرلیا جائے۔ واللہ اعلم، تو ایسی صورت میں دو گواہوں کے موجود ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں جو صورت ہو۔ بیان فرمایا جائے۔ تجدید نہ کرنے میں کوئی خلاف تو نہیں جیسا کہ اکثر لوگ اس کے متعلق گوش آشنا نہیں چہ جائیکہ عمل کریں!

---

[1] سورۂ تحریم آیت: ۸، ترجمہ:۔ اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] ماکان فی کونہ کفراً إختلاف فإن قاتله یومر بتجدید النکاح وبالتوبةوالرجوع عن ذلک بطریق الإحتیاط. عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۳ ج۲ باب المرتد. ومنها مایتعلق بتلقین الکفر الخ، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۳۹۱ ج ۱ باب المرتد.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن سے آپ نے سنا ہے ان سے شامی کی اصل عبارت مع حوالہ جلد وباب لکھوا کر بھیجیں۔ اس کو دیکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ جواب پیش کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے

سوال:- میرا خیال ہے کہ دوسری شادی کے بعد بھی میری پہلی عورت حج کو جا کر آ گئی، تو میں دونوں کو سنبھال لوں گا، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا ضرورت دوسری شادی کرنے میں اکثر پریشانی ہوتی ہے، دونوں میں اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے، جو شخص دونوں کا حق ادا کر دے اور انصاف سے رہے، تو اس کی اجازت بھی ہے[1] آپ خود ہی غور کر لیں، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور سب معاملات دین ودنیا میں بہترین طریقہ پر مدد فرمائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ

رشتہ خراب ہونے پر بچولئے کو برا بھلا کہنا

سوال:- عرض یہ ہے کہ لڑکی کا رشتہ ہو یا لڑکے کا رشتہ ہوا اور وہ رشتہ دار غلط ہو جائیں، لڑکی کی

---

[1] ومنها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن من القسم والنفقة (إلى قوله) لو كانت تحته امرأتان حرتان أو امتان يجب عليه أن يعدل بينهما في المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة الخ، بدائع كراچی ص ۳۳۲ ج ۲ فصل ومنها وجوب العدل، مجمع الأنهر ص ۵۴۸ ج ۱ باب القسم، در الكتب العلمية .

[2] فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً، سوره نساء آیت: ۳.

طرف سے یا لڑکے کی طرف سے بات خراب ہو جائے تو وہ بچولیوں کو برا کہتے ہیں اور اس کے بچوں کو بددعا دیتے ہیں۔ لہٰذا دو چار رشتہ جو کئے وہ مناسب نہیں ہوئے، بگاڑ کی صورت آ گئی۔ اب بچولیا کہتا ہے اللہ کی طرف سے جوڑی کا سنجوگ ہے۔ لڑکی کے والد اور لڑکے کے والد یہ کہتے ہیں کہ دیوبند سے فتویٰ منگا دو تو مجھ کو صبر آئے گا کہ خطا بچولئے کی ہے یا دوسرے کی ہے؟ لڑکے کے مقدر پھوٹے ہیں یا اللہ کی طرف سے جوڑی سنجوگ ہے؟ اس فتوے کا جواب بھیجدیں تاکہ لڑکی والے اور لڑکے والے کو تسلی اور سکون ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہوتا ہے دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ جو شخص نیک نیتی کے ساتھ خیر خواہی کے لئے درمیان میں واسطہ بن جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے وہ مستحق اجر وثواب ہے۔ اگر بعد میں موافقت نہ ہو تو بچولئے کو برا کہنا غلط ہے۔ ہاں اگر بچولیا خود ہی بدخواہی کرے اور جان بوجھ کر غلط جگہ پھنسانے کے لئے رشتہ کرادے تو وہ گنہگار ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۳۹۹ھ

---

[1] فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس منا من غش (ابوداؤد شریف ص ۴۸۹ ج ۲) تفریع ابواب الاجارۃ، باب فی النھی عن الغش،

مسلم شریف ص ۷۰ ج ۱ کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ترمذی شریف ص ۲۴۵ ج ۱ ابواب البیوع، باب ما جاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

باب دوازدھم: رضاعت کا بیان

حرمت رضاعت کا ثبوت

سوال:- مسمّٰی زید نے اپنی لڑکی کی منگنی اپنی حقیقی ہمشیرہ ہندہ کے لڑکے سے کردی ہے اور منگنی کی رسم ایک محفل میں پوری کی گئی مثلاً رشتہ داروں کو دعوت کھلانا اور اپنی ہمشیرہ کو اسی طور پر کپڑا وغیرہ دینا سب کچھ کردیا اب عرصہ آٹھ نو دن کا ہوا کہ ہمشیرہ کے تقاضہ پر مسمّٰی زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کا دن مقرر کردیا آج آٹھ روز بعد مسمّٰی زید کی بیوی مسماۃ خدیجہ نے بیان دیا ہے۔ کہ عرصہ تیرہ سال کا ہوا جب کہ مسماۃ ہندہ کا لڑکا یعنی مسمّٰی بکر جس کی عمر اس وقت تقریباً ایک سال کی تھی میں نے اس کو دودھ پلا دیا تھا اس کی صورت یہ بیان کرتی ہے کہ بوقت شام ہندہ کا لڑکا میرے گھر سو رہا تھا اور میری لڑکی جس کی عمر بھی تقریباً ایک سال کی تھی سوئی تھی کہ اچانک لڑکا رونے لگا میں نے سمجھا کہ شاید کہ میری لڑکی ہے اٹھا کر پستانوں سے لگالیا لڑکا دودھ پینے لگا غور کرنے پر دو تین منٹ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ میری لڑکی نہیں ہے بلکہ وہ مسماۃ ہندہ کا لڑکا ہے اس پر میں نے بلند آواز سے کہا کہ میں نے غلطی سے لڑکے کو دودھ پلا دیا اس وقت نزدیک کے گھر میں مسماۃ خدیجہ کی ساس اور نند بیٹھی ہوئی تھیں ان کو سنا کر بآواز بلند کہا تو انہوں نے کہا کہ تم نے بڑی سخت غلطی کی۔ اب مسماۃ خدیجہ کی ساس ونند سے بیان لیا گیا تو انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ ہم نے ایک آواز سنی کہ میں نے دودھ پلا دیا۔ اس کے سوا ہم نے کچھ اور نہیں سنا اور نہ کچھ کہا اس کے بعد یہ بات کبھی نہ ہوئی حتیٰ کہ منگنی وغیرہ ہوگئی نیز مسماۃ خدیجہ نے اپنے شوہر سے تقریباً دو گھنٹہ بعد جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے بھی یہی بیان دیا کہ مجھ سے میری بیوی نے اس وقت کہا تھا اور میں نے دھمکایا کہ تو نے بڑی غلطی کی جب اس سے سوال کیا گیا کہ تو نے دیدہ ودانستہ منگنی کی رسم کیوں ادا کی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے غلطی کی اور کسی مولوی صاحب کے شبہ ڈالنے پر کہ نکاح ہوجائے گا میں نے ایسا کرایا اب زید کے محلّہ کے معتمد لوگوں سے اور زید کے اقرباء سے

مزید تحقیق کے لئے جب پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ زید اپنی بیوی کے کہلانے سے کہتا ہے کہ جو کہتی ہے وہی کہتا ہے اور زید کی عورت مسماۃ خدیجہ نے کسی دنیاوی لالچ میں آکر یہ حیلہ اختیار کیا ہے۔

دریافت طلب امور یہ ہیں بکر کا نکاح مسماۃ خدیجہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مسماۃ خدیجہ کی شہادت اندریں حالت مقبول ہے یا مردود۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثبوت رضاعت کے لئے شرعاً دو عادل مرد ایک مرد دو عورت عادلہ کی شہادت ضروری ہے صرف ایک عورت یا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی پس اگر نکاح کرلیا گیا تو حرام نہیں ہوگا صورت مسئولہ میں شہادت تام نہیں ہے لہٰذا نکاح درست ہے لیکن اگر غالب خیال یہ ہے کہ عورت سچ کہتی ہے تو اس نکاح سے احتیاط واجتناب چاہئے۔ قال البزازی[1] فی فتاواہ لایثبت الرضاع بشهادة الواحد سواء كانت اجنبيةً اوام احد الزوجين فان وقع فی قلبه صدق المخبر ترک قبل العقد أوبعده و وسعها المقام معه حتى يشهد عدلان اورجل و امرأتان اھ قال[1] قاضیخان اذا ارادالرجل ان يخطب امرأة فشهدت امرأة قبل النكاح انها ارضعتهما كان فی سعة منه تكن يبهما كما لو شهد بعد النكاح[2] فی النهايه اذا وقع فی قلبه انها صادقة فالاحوط ان يتنزه عنها سواء اخبرت بذلک قبل عقدالنكاح اوبعده وسواء شهادة رجل اوامرأة . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۷/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

ثبوت رضاعت سماعاً

سوال:- عبداللہ خاں نے بعد انتقال اپنی زوجہ اول زیب النساء دوسرا عقد مہر النساء سے کیا

[1] البزازیه علی هامش الهندية ص ۱۱۵ ج ۴ الرابع فی الرضاع (مكتبه كوئٹه پاكستان)

[2] فتاوی قاضی خان ص ۴۲۱ ج ۱ باب الرضاع قبيل فصل فی الحضانة، عالمگیری ص ۳۴۷ ج ۱ كتاب الرضاع، كوئٹه، شامی ص ۲۲۴ ج ۳ كتاب الرضاع، دار الفكر بيروت.

میر خان جولڑکا برکت النسابنت زیب النساء کا ہے نو ماہ کی عمر میں یتیم ہوگیا یعنی اس کی والدہ (برکت النساء) کا انتقال ہوجاتا ہے اور مہر النسا جس کی عمر اس وقت چالیس برس کی ہے اور بیوہ ہوچکی ہے اس کا دودھ بھی خشک ہوچکا ہے وہ میر خان کی پرورش کرتی ہے۔ میر خان کی پرورش گائے کے دودھ سے ہوتی ہے مگر بعض اوقات میر خان جب روتا ہے تو بغرض خاموش کرانے کے مہر النساء اپنی چھاتی اس کے مونہہ میں دیدیتی ہے۔ عینی شہادت نہیں مگر روایت ہے کہ مہر النساء کے دودھ پیدا ہوجاتا ہے۔ اب اس وقت مہر النساء کا انتقال ہوچکا ہے اور مہر النساء کی نواسی باصرہ سے میر خان کا عقد کردیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ عقد بوجہ سماعی شہادت کے قائم رہ سکتا ہے یا نہیں۔ عینی شہادت اس وقت کوئی نہیں۔

نوٹ:۔ لڑکی ابھی رخصت نہیں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت موجود ہے تو شرعاً میر خان کا عقد باصرہ سے صورت مسئولہ میں درست نہیں ہوا تفریق واجب ہے اور چوں کہ رخصتی نہیں ہوئی اس لئے مہر اور عدت بھی واجب نہیں اگر ایسی شہادت موجود نہیں جو بلکہ محض روایت ہے تو میر خان اگر اس روایت کی تصدیق کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہے، بشرطیکہ باصرہ بھی تصدیق کرتی ہو اور اگر تکذیب کرتا ہے اور باصرہ بھی تکذیب کرتی ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر باصرہ اس روایت کی تصدیق کرتی ہے اور میر خان تکذیب کرتا ہے تو باصرہ کو چاہئے کہ میر خان کو قسم دے کہ میرا رضاعی ماموں نہیں اگر وہ قسم کھائے تو نکاح قائم ہے ورنہ تفریق کردی جائے۔ اگر میر خان تصدیق کرتا ہے اور باصرہ تکذیب کرتی ہے تو تفریق واجب ہے اور نصف مہر بھی واجب ہے۔ اگر میر خان نہ قطعی طور پر یقین کرتا ہے نہ تکذیب تو احتیاط یہ ہے کہ اس کو علیحدہ کردے مگر واجب نہیں۔ ویثبت (الرضاع) بما یثبت به المال وهو شهادة رجلين عدلين اورجل وامراتين عدول لان ثبوت الحرمة لايقبل الفصل عن زوال الملک فی باب النکاح وابطال

الملک لایثبت الابشهادة رجلین اھ بحر[1] ص ۲۳۲ ج۳ والبسط فی ص ۲۳۳ ج۳ .

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۸/۶/ ۵۸ھ

رضاعت کی حجت

سوال:- ایک شخص نے اپنی ماموں زاد بہن سے نکاح کیا اور بعد نکاح تقریباً آٹھ نو سال زوجین آپس میں زندگی بسر کرتے رہے اور اس اثناء میں ایک فرزند بھی پیدا ہوا اور مر بھی گیا اب معلوم ہوا کہ اپنی ماں کے مرض کے زمانہ میں زوج کی ماں کا دودھ پیتی رہی اور اس کا علم محض زوجہ کی ماں اور زوج کی ماں کو ہے اب اس واقعہ کی شہرت کے ساتھ ہی زوجہ کے خاندان والوں نے عورت کو اپنے گھر روک رکھا ہے اب اس صورت مذکورہ میں مابین زوجین تفرقہ کا حکم ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثبوت رضاعت کے لئے دیگر معاملات مالیہ کی طرح دو عاقل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عاقلہ عورتوں کی شہادت شرط ہے اور صورت مسئولہ میں یہ نصاب شہادت موجود نہیں لہٰذا قضاءً تفریق کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اگر زوجین اس شہادت کی تصدیق کرتے ہیں۔ یا فقط زوج تصدیق کرتا ہے تو مفارقت لازم ہے اور عورت کا مہر بھی لازم ہوگا۔ اگر زوجہ تصدیق کرتی ہے اور زوج تکذیب کرتا ہے تو زوج کے ذمہ حلف ہوگا اس بات کا کہ میرے علم میں یہ شہادت جھوٹی ہے۔

---

[1] مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان کتاب الرضاع، شامی ص۲۲۴ ج۳ کتاب الرضاع، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۵۵۸ ج ۱ آخر کتاب الرضاع، دار الکتب العلمیة .

اگر حلف کرلے تو تفریق واجب نہیں اور اگر حلف نہ کرے تو تفریق کردیجائیگی اور اگر دونوں تکذیب کرتے ہیں تب بھی تفریق واجب نہیں مگر احوط اور افضل یہی ہے کہ تفریق کردی جائے۔

والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین اوعدل وعدلتین اھ[1] درمختارفی الهندیه تزوج امرأة فقالت امرأة ارضعتکما فهو علیٰ اربعة اوجه ان صدقا هافسدالنکاح ولا مهر ان لم یدخل وان کذبا ها وهی عدلة فالتنزه المفارقة والافضل له اعطاء نصف المهرلولم یدخل والافضل لها ان لاتاخذ شیئاً ولودخل فالافضل دفع کماله والنفقة والسکنیٰ والافضل لها اخذالاقل من مهر المثل والمسمی لاالنفقة والسکنیٰ و یسعه المقام معها وکذا لوشهدغیرعدول اوامرأتان اورجل وامرأة وان صدقها الرجل وکذبتها فسدالنکاح والمهر بحاله وان بالعکس لایفسد ولها ان تحلفه ویفرق اذا نکل الخ. شامی[2] ص ۶۳۸ ج ۲ .

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شعبان ۱۳۵۵ھ

کمزور بچے کا دودھ کب چھڑایا جائے

سوال:- ایک بچہ پیدائش کے روز سے بیمار ہے اور بہت کمزور ہے اب اس کی عمر ڈھائی سال کی ہوگئی اس بچہ کو دستوں کا عارضہ ہے اور بہت لاغر ہے اس کا دودھ کب چھڑایا جائے بچہ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ عرصہ تک اور بھی اس کی والدہ کا دودھ پلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۲۲۴ ج ۳ باب الرضاع، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۲ ج ۳ کتاب الرضاع، فتاوی التاتارخانیة ص ۲۴۰ ج ۲ کتاب الرضاع نوع منه، مطبع ادارة القرآن کراچی.

[2] شامی نعمانیه ص ۴۱۳ ج ۲ باب الرضاع، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۳ ج ۳ کتاب الرضاع، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۷ ج ۱ کتاب الرضاع.

الجواب حامداً ومصلیاً!

بضرورت ڈھائی سال تک کی گنجائش ہے اس سے زائد قطعاً ناجائز ہے۔ کذا فی ردالمحتار[1] ص۶۲۴ ج۲۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲۵/ ۶۱ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم ۲/۲۸/ ۶۱ھ

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت کے شرائط

سوال:- عبدالواحد اور کشورا بانو کی آپس میں والدین نے نسبت طے کی جب عبدالواحد کو اس کا علم ہوا تو اس نے انکار کر دیا یہ آج سے چار پانچ سال پیشتر کی بات ہے اور یہ دونوں خالہ زاد بہن بھائی ہیں اور عبدالواحد تین چار سال تک برابر انکار کرتا رہا کشورا بانو کی ماں نے ایک بار عبدالواحد سے بلاواسطہ دریافت کیا تو عبدالواحد نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ میں پہلے اپنی چھوٹی بہنوں کا بوجھ اپنے کندھوں سے اتارنا چاہتا ہوں اس بات سے کشورا کی والدہ کچھ ناامید سی ہوگئی مگر کچھ عرصہ بعد کشورا کے والدین نے فیصلہ کرلیا کہ عبدالواحد کی ایک ہمشیرہ ہم اپنے لڑکے کے لئے مانگ لیں گے اور بات چل پڑی درمیانی عرصہ میں کچھ شکر رنجیاں بھی رہیں مگر ۱۹۶۸ء میں عبدالواحد اور کشورا بانو کے والدین رشتہ داروں کے سامنے نسبت طے ہوگئی، عبدالواحد نے ۶۸ء کو عقد رخصتی کی تقریب کو انجام دینے پر زور دیا لیکن ادھر ادھر کے سمجھانے

---

[1] ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمي والإنتفاع به لغير ضرورة حرام علىٰ الصحيح اھ درمختار قوله: ولم يبح الإرضاع بعد مدته اقتصر عليه الزيلعي وهو الصحيح كما في شرح المنظومة بحر لكن في القهستاني عن المحيط لواستغنى في حولين حل الارضاع بعد هماإلى نصف ولاتاثم عند العامة شامي نعمانيه ص۴۰۴ج۲ باب الرضاع، مجمع الأنهر ص۵۵۲ج۱ كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۱۸۳ ج۲ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان.

سے نرم پڑ گیا اور پھر لڑکے اور لڑکی کے والدین نے سال گذشتہ کے ماہ صیام سے پیشتر شادی کرنے کی بات پکی کر لی۔ لیکن جب ماہ صیام قریب آیا تو بات عید کے بعد کے لئے اٹھادی گئی عبدالواحد ان باتوں سے تنگ آ کر پھر انکار کرنے لگا۔

عید کے بعد لڑکی کے والد صاحب نے پھر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور اس کی ہمشیرہ اور اپنے لڑکے کی بات کہدی اور کہا کہ ہم نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ دونوں شادیاں بیک وقت ہوں گی پھر عبدالواحد کی والدہ نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کی بات آپ کے گھر کرنا نہیں چاہتے۔ اب صرف اپنی لڑکی ہمارے لڑکے کو دیں گے مگر کشورا کے والد نے کہا نہیں یہ دونوں باتیں کریں گے اس کے بعد ۶۹ء کا موسم خزاں شادیوں کے لئے طے پایا۔ عبدالواحد نے جب یہ سنا تو چراغ پا ہوا اور اس نے کشورا بانو کے بھائی عبدالرشید سے بلاواسطہ بات کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالرشید نے کہا اگر آپ کو جلدی ہے۔ تو مکنی کے تلاش کے ساتھ ہی تمہاری اور کشورا کی شادی کیجائے گی اور دوسرا عقد ہوگا کیونکہ میرا بھائی زیر تعلیم ہے عبدالواحد نے کہا تھا کہ میں اپنی بہن کی بات آپ کے گھر میں نہیں کرسکتا چونکہ تمہارے والد صاحب دل سے اس بات کے حق میں نہیں ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی گریجویٹ لڑکی کو اپنی بہو بناویں، لیکن عبدالرشید نے کہا اگر ہوں گی تو دونوں باتیں ہوں گی ورنہ ایک بھی نہیں (دراصل عبدالرشید اور اس کے والد یہ کہتے تھے کہ ہماری لڑکی کو طعنے دیئے جائیں گے وغیرہ اگر ہم ان کی لڑکی کو اپنے گھر نہ لائیں گے)

سال رواں میں کشورا بانو اور عبدالواحد ایک دوسرے سے ملنے لگے لڑکی کو یقین نہ آتا تھا کہ عبدالواحد اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہوگا لیکن ایک دوسرے کے ملتے رہنے سے عبدالواحد کو کشورا بانو سے بے انتہاء محبت ہوگئی اور انھوں نے لڑکی کو یقین دلایا کہ اب وہ اور کسی لڑکی سے شادی نہیں کرے گا۔ عبدالواحد کی محبت کے اسباب موجود تھے وقت نسبت سے کشورا عبدالواحد کی ملاقات تک کشورا عبدالواحد سے پیار کرتی آتی تھی جس کا علم مختلف ذرائع سے عبدالواحد کو ہو چکا تھا اور کشورا کی کہی ہوئی باتیں جو وہ اپنی خالہ اور والدہ سے کرتی تھی عبدالواحد کے دل و دماغ پر ہتھوڑے چلاتی رہتی تھیں اب عبدالواحد ایک عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا تھا ایک

طرف وہ اپنی بہنوں کی شادی کرانے میں غلطاں وپیچاں تھا اور اپنی شادی کہیں نہ کرنے پر فیصلہ کر چکا تھا اور دوسری طرف وہ کشورا کی کہی ہوئی باتیں اور اس کی بے لوث محبت اور غایت درجہ کے پیار سے مجبور ہو جاتا اور کہتا میری بہنوں کا خدا انتظام فرمائیگا میں کشورا بانو کا دل نہیں توڑوں گا آج اگر کشورا کی مراد میری وجہ سے برآنے لگی تو خدا میری بھی تمام مرادیں برلائیگا اور ملاقاتوں کے درمیان کشورا بانو اور عبدالواحد کے درمیان خط وکتابت بھی ہوتی رہی کشورا عبدالواحد سے زبانی اور تحریراً کہتی رہی کہ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی تبدیلی آئی تو میں خودکشی کرلوں گی اور آپ کے انکار کے بعد تو میری جان نکل جاویگی اس سلسلہ میں عبدالواحد نے اسے یقین دلادیا اور ساتھ ساتھ اسے سمجھاتا اور تلقین بھی کرتا رہا کہ میری کشورا تم کیسی بری باتیں سوچتی رہتی ہو خودکشی کرنا اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے اس کی سزا جہنم کے سوا کچھ بھی نہیں اور یوں بھی دنیاوی لحاظ سے اچھی بات نہیں اس کا مطلب یہ کہ خودکشی کرنے والا کچھ کم ہمت اور کمزور دل تھا اور خودکشی محبت کی توہین ہے شکست کا اعلان ہے وغیرہ مگر وہ بار بار کہتی کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اور ان ملاقاتوں کا علم لڑکی کے والدین کو ہو چکا تھا اور اب جا کر سب کو علم ہو گیا کہ عبدالواحد کشورا سے سچی محبت کرتا تھا کیونکہ وہ مہینہ میں تین چار بار کشورا کے گھر جاتا رہتا ہے، اگست ۶۹ء میں عبدالواحد نے کشورا بانو کے بھائی عبدالرشید کو بذریعہ خط یاد دلایا کہ سکنیٰ کی تلاش تو کبھی کی ہو چکی اب تو شادی کرالو، تو اس نے جواباً کہا کہ والد صاحب سے بات کی جائے لہٰذا عبدالواحد نے لڑکے کے والد کو خط لکھا کہ اگر آپ اسی ماہ اگست میں ہماری شادی کرادیں تو بہتر ہوگا، اب چونکہ وہ جانتا تھا کہ عبدالواحد کشورا سے بے انتہاء پیار کرتا ہے اس لئے اس نے عبدالواحد کے والد کو خط لکھا کہ عزیزی عبدالواحد نے مجھے اس قسم کا خط لکھا ہے اس وجہ سے میں انکار کررہا ہوں کہ آپ کشورا کی شادی کی بابت کوئی بات کرنے کی تکلیف گوارا نہ کریں، اتفاقاً وہ خط عبدالواحد کو مل گیا جب اس نے اس خط کو دیکھا تو اس کے پیر تلے کی زمین نکل گئی اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور اسے کشورا کی موت صاف سامنے دکھائی دینے لگی۔ پھر اس نے ایک اس خط کا جواب لکھا کہ مجھے آپ کی ہر بات سے اتفاق ہے میں کشورا کو آج سے پھر اپنی بہن ماں کی لڑکی سمجھوں گا مگر آپ یہاں آنے کی تکلیف

گوارا فرمائیں تاکہ میں وہ راز جو مدت سے چھپائے ہوئے ہوں آپ پر ظاہر کروں پھر اس کے بعد کشورا کے والد عبدالواحد کے پاس آئے اور اس شرط پر وہ راز بتانے کا وعدہ کیا کہ گھر میں کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور قرآن مجید ہاتھ میں لے کر کہیں کہ میں اس راز کو کسی سے نہ بتاؤں گا اور جب کشورا کے والد نے قرآن مجید اپنے ہاتھ میں لے کر اس راز کو راز ہی رکھنے کا اقرار کیا تو عبدالواحد نے وہ پریم پتر ان کے ہاتھ میں دیا جس میں کشورا نے اس کے نہ پانے پر خودکشی کا فیصلہ کیا تھا اس کے ساتھ عبدالواحد نے یہ بھی کہا کہ آپ اپنا فیصلہ بدلدیں تو اچھا ہے اور پھر قسمیں لیں کہ آپ اس خط کو کسی کے علم میں نہ لائیں تاکہ وہ کوئی غلط اقدام نہ کر بیٹھے، مجھے کشورا کی زندگی بھی کافی عزیز ہے وہ خوش وخرم رہے یہ میرے لئے عزیز ہے، لیکن انھوں نے گھر جا کر سب کو بتادیا جس سے کشورا کی والدہ پر غشی طاری ہوگئی سب رونے دھونے لگے اور ایک کہرام مچ گیا اور جب اس طوفان بدتمیزی کی خبر عبدالواحد کے گھر پہنچی تو وہاں بھی وہی سب کچھ ہونے لگا اور عبدالواحد کانپ گیا کہ دیکھو میں کرنا کیا چاہتا تھا اور ہو کیا گیا۔ غرض وہ بھی کشورا کے والدین کے پاس گیا اور خوب رویا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں معاملہ پھر سلجھ گیا۔ عیدالفطر کے ساتھ ہی شادی کردی جائے گی۔ لیکن کشورا کی والدہ اب اس رشتہ کے خلاف ہے کیونکہ اسے گمان ہے چونکہ ہم نے اب صرف اپنی لڑکی دینے کی بات کی ہے اور وہ اپنی لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ ہم نے بہت سی باتیں بری کہدی ہیں اور اب جو کشورا ان کے گھر جائیگی تو ستائی جائیگی، مگر لڑکی کا والد دل سے چاہتا ہے اور اس نے اب طے کرلیا ہے کہ جو بھی ہو میں اپنی لڑکی کی شادی عبدالواحد ہی سے کروں گا اور یہ سب باتوں کا علم کشورا کی والدہ کو بھی ہے اب کشورا کے بھائی عبدالرشید نے عبدالواحد کو خط لکھا کہ والدہ کہتی ہیں کہ کشورا نے اپنی خالہ کا دودھ دو سال کے اندر پیا ہے اور پیٹ بھر کر پیا ہے لہٰذا آپ کی والدہ کشورا کی رضاعی ماں ہوئی اس وجہ سے یہ نکاح درست نہیں ہے اگر آپ ہمارے والد صاحب کو کوئی اقدام کرنے پر مجبور کریں گے تو اس کا ذمہ آپ پر ہوگا یہ ہے پس پردہ حالات۔ ان حالات کے پیش نظر رکھتے ہوئے آپ فتویٰ صادر فرمائیں، یہ بات تو واضح ہے کہ رضاعی بھائی بہن کا رشتہ نہیں ہوسکتا مگر یہ رضاعت ثابت نہیں اب

صرف کشورا کی والدہ کہتی ہیں کہ دودھ پیا ہے اور کوئی گواہ نہیں اور کشورا کا باپ بھی کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں کہ کشورا نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے اور اگر کوئی گواہی بھی دے تو اس کا کس طرح اعتبار ہوگا شاہد عادل اور معتبر گواہ کی شریعت میں کیا مراد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے۔ واخواتکم من الرضاعة[1] اب بحث طلب بات یہ ہے کہ موجودہ حالات میں صرف لڑکی کی والدہ کے بیانات ہیں اور وہ بھی مذکورہ رائے کے تغیر وتبدل کے بعد کشورا کی والدہ جب خود پیش قدمی کر کے عبدالواحد سے اس شادی کی خواہش اور کوشش کر رہی تھی اس وقت یہ رضاعت کا واقعہ کیوں سدراہ نہیں بنا، اب جب کہ عبدالواحد اپنی بہن کی شادی کشورا کے بھائی سے نہیں کرنا چاہتا اور کشورا کے والد اور بھائی سب رضامند ہیں تو اب یہ رضاعت کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے اس سے کشورا کی والدہ شرعاً متہم ہے۔ ثبوت رضاعت کے لئے دو عادل دیندار متبع شریعت کبائر سے پرہیز کرنے والے کی شہادت ضروری ہے۔ یا ایک مرد اور اور دو عورتیں شہادت دیں ایک دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے وحجته حجة المال وهی شهادة عدلين اوعدل وعدلتين اھ ای ولو احداٰهما المرضعة ولايضركون شهاد تها علیٰ فعل نفسها لانه لاتهمة فی ذٰلک ومافی شرح الوهبانية عن النتف من انه لاتقبل شهادة المرضعة عندابی حنيفة واصحابه فالظاهران المراد اذا كانت وحد هاا ھ شامی[2] ص ۵۶۸ ج ۲ لہٰذا محض کشورا کی والدہ کے بیان پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/ ۸۹ھ

---

[1] سورة نساء الآية ۲۳.

[2] الدرالمختار مع ا لشامی نعمانی ص ۴۱۳ ج ۲ قبيل كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۵۵۸ ج ۱ آخر كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية بيروت، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۷ ج ۱ كتاب الرضاع، كوئٹه پاكستان.

ڈھائی سال عمر ہوجانے پر حرمت رضاعت

سوال:- (۱) مسماۃ رحیما اور امام حسین آپس میں پھوپی بھتیجہ کا حقیقی رشتہ ہے اور رحیما کی عمر ۲۰ رسال کی تھی اور امام حسین ڈھائی سال کا ہو چکا تھا امام حسین نے ڈھائی سال کی عمر میں اپنی حقیقی دادی کا دودھ پیا ہے اور پھوپی بھتیجہ کے درمیان بیس سال کا زمانہ ہوا اب مسماۃ رحیما کی لڑکی سے امام حسین کا نکاح جائز ہے کہ نہیں یہ رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں اور اس میں بیس سال کا زمانہ گزرنے پر امام حسین نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اب اس پر رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) رضاعت جس زمانہ میں دودھ شریک ہو کر دودھ پیتے ہیں یہ دونوں بہن بھائی ہوئے اور اس سے پہلے ان کے بعد جو بچے ہوں گے ان پر بھی یہ رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر ڈھائی سال کی عمر ہو چکی تھی اس وقت دودھ پیا ہے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی لہٰذا رحیما کی امام حسین کی رضاعی بہن کی لڑکی (بھانجی) نہیں ہوئی ان دونوں کا نکاح درست ہے[۱]۔

(۲) جس بچہ نے مدت رضاعت میں جس عورت کا دودھ پیا ہے اس بچہ کا اس عورت کی کسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں خواہ اس بچے کے دودھ پینے سے پہلے پیدا ہوئی ہو۔ خواہ بعد میں[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/ ۸۶ھ

---

[۱] هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الاصح. وبه يفتى. (شامی زکریا ص ۳۹۳ ج ۴ باب الرضاع. كتاب النكاح)، مجمع الأنهر ص ۵۵۲ ج ۱ كتاب الرضاع دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۸۳ ج ۲ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان.

[۲].....فيحرم منه اى بسببه مايحرم من النسب (شامی زکریا ص ۴۰۲ ج ۴ باب الرضاع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حُرمت رضَاعت

سوال:-جس عورت نے عوام میں زید کو دودھ پلانے کا اقرار کیا اور کرتی رہی اور اب وہ اپنی لڑکی کا نکاح زید کو دینے پر آمادہ ہوگئی اس کے اقرار عندالعوام سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ بلکہ زید کا باپ بھی اس کا مُقر ہے کہ میرے لڑکے نے اس کا دودھ پیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب لڑکی کی والدہ اور لڑکے کے والد کا اقرار ہے تو ان کو اپنی اولاد کا اس طرح نکاح کرنا حرام ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حرمت رضاعَت

سوال:-مسماۃ ساجدہ اور مسماۃ صابی دونوں ایک مکان میں رہتی تھیں۔ ساجدہ کے یہاں عبدالرشید اور صابی کے یہاں محمد شریف پیدا ہوئے۔ دونوں لڑکوں کی ولدیت علیٰحدہ علیٰحدہ ہے۔ عبدالرشید نے صابی کا دودھ پیا اور محمد شریف نے ساجدہ کا دودھ پیا۔ اس وقت یہ دونوں جوان ہیں اور دونوں کی بالترتیب چھوٹی بہنیں بھی جوان ہیں۔ تو عبدالرشید کا نکاح محمد شریف کی بہن سے اور محمد شریف کا نکاح عبدالرشید کی بہن سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

عبدالرحمٰن تحصیل اوڑی بارہ مولہ کشمیر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب النکاح)، تبیین الحقائق ص ۱۸۱ ج ۲ کتاب الرضاع، مکتبہ امدادیہ ملتان، مجمع الأنهر ص ۵۵۲ ج ۱ کتاب الرضاع، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) [1] وقال ابن عباس بشهادة المرضعة وحلفها وبه قال الحسن واحمد واسحق (مرقاة ص ۴۳۲ ج ۳ باب المحرمات مطبع اصح المطابع بمبئی، نسائی شریف ص ۷۰ ج ۲ کتاب النکاح، باب الشهادة فی الرضاع، مطبوعه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسمّٰی عبدالرشید کا نکاح مسماۃ صابی کی کسی لڑکی سے جائز نہیں اور محمد شریف کا نکاح مسماۃ ساجدہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں[1]۔ ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/ ۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شبۂ رضاعت کا حکم

سوال:- عبدالقادر اور سلمیٰ خاتون دونوں حقیقی خالہ زاد بہن بھائی ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد دونوں کی شادی ہوگئی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوگیا۔ ایک موقع پر عبدالقادر کی والدہ نے بتایا کہ میں نے تمہاری بیوی یا اس کی دوسری بہن کو مدتِ رضاعت میں اپنی گود میں بٹھالیا تھا۔ اب پتہ نہیں کہ اس نے میرا دودھ پیا ہے یا نہیں اور تمہاری خالہ بھی موجود تھی۔ ہوسکتا ہے ان کو یاد ہو لہٰذا تم ان سے پوچھ لو اس نے خالہ سے پوچھا کہ میری بیوی یا اس کی بہن کو میری والدہ نے دودھ پلایا ہے یا نہیں تو انھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ہاں ایک مرتبہ لڑکے بدل گئے تھے تب میں نے تم کو دودھ پلایا تھا اور پھر چند دن کے بعد عبدالقادر کی خالہ نے چند دیندار آدمیوں کے سامنے عبدالقادر کو دودھ پلانے سے انکار کیا اور اس کے اوپر کوئی شرعی گواہ بھی نہیں ہے۔ اب عبدالقادر سلمیٰ خاتون کو اپنی زوجیت میں رکھے یا بھائی بہن کا رشتہ قائم کرے۔ اگر بھائی بہن کا رشتہ قائم کرے تو مولود بچہ کس کے پاس رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر عبدالقادر سلمیٰ کو اس بات کا یقین نہیں تو کوئی تردد نہ کریں۔ یہ نکاح درست ہے۔ کیونکہ نہ

---

[1] فيحرم به ما يحرم من النسب الخ، مجمع الأنهر ص۵۵۳ ج۱ كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص۲۰۲ ج۴ باب الرضاع، كتاب النكاح، تبيين الحقائق ص۱۸۱ ج۲ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان.

دودھ پلانے والی کو یقین ہے نہ اس پر شرعی شہادت ہے۔ وحجتہ حجۃ المال[1] (درمختار)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۱۴۰۶ھ

بچہ کے کمزور ہونے کی صورت میں ڈھائی سال دودھ پلانے کی گنجائش

سوال:- زید امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانا دوسال صحیح بتلاتا ہے اور بکر تیس ۳۰/ماہ تک دودھ پلانا صحیح بتلاتا ہے۔ تو امام شافعیؒ کے نزدیک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کتنے دن دودھ پلانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فقہِ حنفی کی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہی لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی اکثر مدت تیس ۳۰/ماہ ہے۔ امام صاحب کے دو اونچے درجہ کے شاگرد امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دوسال ہے اور یہی قول راجح ومختار ہے[2] ہاں اگر بچہ بہت کمزور ہو کچھ اور نہ کھا سکتا ہو تو ایسی ضرورت کے وقت ڈھائی سال کی بھی گنجائش ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۱۳۹۰ھ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی ص۴۱۳ ج۲ مکتبہ نعمانیہ باب الرضاع، مجمع الأنهر ص۵۵۸ ج۱ آخر کتاب الرضاع، دار الکتب العلمیة، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۷ ج۱ کتاب الرضاع.

[2] وهی ائ مدته حولان ونصف أی ثلاثون شهراً من وقت الولادة عندالإمام.....وعندهما حولان وهو قول الشافعی وعلیه الفتویٰ مجمع الانهر ص۵۵۲ ج۱ کتاب الرضاع مکتبه دارالکتب العلمیه، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۲ ج۱ کتاب الرضاع، تبیین الحقائق ص۱۸۲ ج۲ کتاب الرضاع، مکتبه امدادیه ملتان.

[3] لواستغنی فی حولین حل الإرضاع بعد هما إلی نصف ولاتاثم.....مستحب إلی حولین وجائز إلی حولین ونصف شامی نعمانیه ص۴۰۴ ج۲ باب الرضاع.

بچہ کے مُنہ میں پستان دینے سے حکم رضاعت

سوال:- زید کی والدہ نے کسی وقت ایک دفعہ اپنا پستان بکر کے منہ میں جو کہ اس کا بھتیجا ہے دیا اور فوراً ہی اس عورت کا والد آ گیا جس کے منع کرنے سے اس عورت نے اپنا پستان نکال لیا تو کیا اب زید کا نکاح بکر کی لڑکی سے شرعاً ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

عورت کے یہ الفاظ ہیں کہ دودھ اس لڑکے کے منہ میں داخل نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ دودھ اس کے حلق میں نہیں پہونچا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی۔

فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فی حلقه ام لالايحرم اھ درمختار. وفی القنية امرأة كانت تعطی ثديهاصبية واشتهر ذلک بينهم ثم تقول لم يكن فی ثديی لبن حين القمتها ثديی ولم يعلم ذالک الامن جهتها جائز لإبنها ان يتزوج بهذه الصبية شامی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

بچہ کو غلطی سے دودھ پلانے پر بھی رضاعت کا حکم

سوال:- مسماۃ فاروق النساء نے اپنی لڑکی کے دھوکہ میں اپنے پوتے کو گود میں لے کر دودھ پلا دیا پانچ چھ منٹ یا کچھ کم کے بعد جو اس نے دیکھا تو وہ اس کی لڑکی نہیں تھی۔ بلکہ پوتا تھا، یہ علم

---

[1] شامی نعمانیه ص ۴۰۵ ج ۲ باب الرضاع، طحطاوی علی الدر المختار ص ۹۳ ج ۲ باب الرضاع مطبع دار المعرفة بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۲ ج ۳ كتاب الرضاع،

ہوتے ہی اس نے فوراً پوتا کو علیحدہ کردیا اب مسماۃ فاروق النساء کے اس پوتا کی نسبت شادی مسماۃ فاروق النساء کی نواسی سے ہوسکتی ہے یا نہیں اور شرعی حیثیت سے کیا وہ پوتا فاروق النساء کے بیٹے اور بیٹیوں کا رضاعی بھائی ہوگیا اگر نہیں تو کیا فاروق النساء کے دیگر بیٹے بیٹیوں کی اولاد سے اس کی شادی نکاح شرعاً جائز ہے جواب باصواب سے مطلع فرمائیے۔ مکرر عرض ہے کہ وہ دودھ کا پلانا بالکل اتفاقی اور دھوکہ میں ہوگیا ارادۃً ہرگز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ پوتا فاروق النساء کی تمام اولاد کا رضاعی بھائی ہوگیا اور اس نواسی کی والدہ کا بھی رضاعی بھائی بن گیا اور یہ نواسی اس کی رضاعی بھانجی ہوگئی ان دونوں کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ بلکہ فاروق النساء کی اولاد در اولاد جہاں تک بھی چلے کسی سے بھی اس کا نکاح درست نہ ہوگا۔ جب دودھ کا یقینی چاہے ایک ہی گھونٹ حلق کے اندر گیا اور خواہ کسی نیت سے (دھوکہ سے یا قصداً) پلایا ہو بہرحال حرام ہے۔ ولاحل بین رضیع وولد مرضعته وان سفل الخ. درمنتقیٰ[1] ص ۳۷۸ ج ۱ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ

عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۵/ ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۵/۶۶ھ

ہسپتال میں جمع شدہ دودھ سے رضاعت کا حکم

سوال:- ہسپتال میں جو دودھ جمع ہے اس کے متعلق دریافت کرنا کہ کس کا ہے ناممکن ہے کیونکہ دودھ جو ہسپتال میں جمع ہے وہ اور مخلوط دودھ میں امتیاز کرنا کہ کس عورت کا ہے، ممکن نہیں،

[1].....الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ص۵۵۴ ج۱ کتاب الرضاع مکتبه دار الکتب العلمیه، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص۲۱۷ ج۳ باب الرضاع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ کتاب الرضاع.

لہٰذا ایسی صورت میں بچے کو پلانا جائز ہے یا نہیں اسی طرح اگر بچے کو پلایا تو مدت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں، براہِ کرم اس مسئلہ پر روشنی ڈالئے عنایت ہوگی ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک متعین طور پر معلوم نہ ہو کہ اس لڑکی نے فلاں عورت کا دودھ پیا ہے، کسی لڑکے سے حرمت رضاعت کا حکم نہیں کیا جائے گا، ''فی فتاویٰ قاضی خاں صبیة ارضعها قوم کثیر من اهل القریة اقلهم او اکثرهم لا یدرم من ارضعها واراد واحد من اهل القریة ان یتزوجها قال ابو القاسم الصفار اذا لم تظهر له علامة ولا یشهد أحد له بذلک یجوز نکاحها وهذا من باب الرخصة کیلا یفسد باب النکاح اهـ الاشباه[1] والنظائر، ص۶۷ . فقط واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۱۴۰۲ھ

محض چھاتی بچہ کے منہ میں دینے سے حرمت رضاعت

سوال:- دختر عاصمہ کی سمیع النساء سگی پھوپی ہے۔ سمیع النساء نے دختر عاصمہ کے منہ میں اپنی چھاتی رکھی دودھ پلانے کی غرض سے پھر نکال لیا۔ سمیع النساء کا کہنا ہے کہ میرا دودھ عاصمہ نے نہیں پیا۔ اس حالت میں سمیع النساء کے لڑکے کے ساتھ دختر عاصمہ کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ سمیع النساء کا لڑکا اور عاصمہ شرع شریف کی رو سے دودھ شریک بھائی بہن ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دودھ حلق سے نہیں اترا تو محض چھاتی منہ میں رکھنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی

---

[1] الاشباه والنظائر، ص۱۷۷ الفن الاول القاعدة الثالثة، قاعدة الأصل فی الاربضاع التحریم، مطبوعه دار العلوم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۲ ج۳ کتاب الرضاع الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص۲۱۳ ج۳ باب الرضاع.

اور دختر مذکورہ سمیع النساء کے لڑکے کی دودھ شریک بہن نہیں ہوئی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک چمچہ دوا کا اپنے دودھ کے ساتھ بچہ کو پلا دیا اس سے حرمت رضاعت

سوال:- محمد شفیع کی اہلیہ نے اپنے چچازاد بھائی نیز بہنوئی کے لڑکے محمد ابراہیم کو خارجی طور سے ایک چمچہ اپنا دودھ دوا کے ساتھ پلایا، جب محمد ابراہیم بارہ سال کے ہوئے، تو دونوں طرف کے ولیوں نے باہمی رشتہ جوڑا اور محمد ابراہیم کی شادی محمد شفیع کی لڑکی سے کردی اور برادری کے افراد نے یہ کہا کہ دوا کے ساتھ تو پلایا ہے، اس سے رضاعت ثابت نہ ہوگی، اس کے علاوہ جو اس وقت لڑکی گود میں تھی، اس سے تو عقد نہیں ہورہا ہے، برادری کے کہنے سے چار سال ہوئے، یہ شادی ہوگئی تھی، اب برادری نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے جو لوگ اس وقت شادی کے جواز میں پیش پیش تھے وہی اب حرمت میں پیش پیش ہیں، ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی ہے، دونوں گھرانے کے افراد بہت ہی بے چین ہیں، صورت مذکورہ کے اعتبار سے کسی بھی امام کے نزدیک وجہ جواز اگر ہو تو واضح فرمایئے اور اس عقد کو جائز فرمایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دوا غالب تھی اور دودھ مغلوب تھا تو اس سے حرمت نہیں، اس کی وجہ سے شادی حرام نہیں،

---

[1] والرضاع يثبت حكمه وهو حل النظر وحرمة المناكحة بقليله هو مايعلم وصوله إلى الجوف ولو قطرة (الدرالمنتقى على مجمع الانهرص۵۵۱ج ۱ كتاب الرضاع، مكتبه دارالكتب العلميه) فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن فى حلقه أم لا لم يحرم وفى القنية: امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذالک بينهم ثم تقول لم يكن فى ثديى لبن إ لى قوله جاز لإبنها أن يتزوج بهذه الصبية (شامى نعمانيه ص۴۰۵ ج۲، باب الرضاع)

اگر دوا مغلوب اور دودھ غالب تھا تو حرمت رضاعت ثابت ہوگئی[1] اس صورت میں محمد شفیع کی بیوی رضاعی ماں ہوگئی محمد ابراہیم کی، محمد ابراہیم کی شادی محمد شفیع کی کسی لڑکی سے بھی جائز نہیں، وہ سب لڑکیاں محمد ابراہیم کی رضاعی بہنیں ہیں۔

''یَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ'' (الحدیث[2]) حکم شرعی کے سامنے سب کو سر تسلیم خم کرنا چاہئے، خواہ طبعی تقاضے کے موافق ہو یا مخالف، یہی ایمان کا تقاضہ ہے، یہ طبعی تقاضہ شرعی اضطرار نہیں ہے، اگر کسی کو اپنی حقیقی بہن سے عشق ہو جائے اور وہ بہن بھی عشق سے مضطرب ہو اور دھمکی یہ دیجائے کہ جان کھو بیٹھیں گے، تو کیا کوئی شریف طبع انسان بھی اس کی اجازت دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، دونوں کی محبت کے اثر سے خاندان کے لوگ متاثر ہو کر کیا ایسی شادی کی اجازت دے دیں گے، پھر سارے خاندان میں، بستی میں ان کے متعلق کیا رائے قائم کی جائیگی اور آخرت میں ان پر کیا گذرے گی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نیز اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا کیا حال ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/ ۹۵ھ

کافرہ عورت سے رضاعت کا حکم

سوال: - کافرہ عورت کا دودھ بچہ کو پلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کافرہ عورت کا دودھ اگرچہ پاک ہے، بچے کو پلانا گناہ نہیں، لیکن جب تک ہو سکے مسلمان

---

[1] ولو خلط لبن المرأة بالماء او بالدواء او بلبن البهيمة فالعبرة للغالب الخ عالمگیری کوئٹہ، ج ۱/ ص ۳۴۴/ کتاب الرضاع، مجمع الأنهر ص ۵۵۶، ج ۱، کتاب الرضاع، مطبع دار الکتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۱۱ ج ۴، باب الرضاع،

[2] المعجم الكبير للطبرانی ص ۲/۹۸، حديث: ۱۴۳۲، طبع دار احياء التراث العربی بيروت، **ترجمہ**: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

بلکہ دیندار عورت سے پلوایا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

ہسپتال میں پیدا ہونے والے بچے کو مشترکہ دودھ پلانا

سوال:- برطانیہ کے ہسپتال میں یہ طریقہ رائج ہے کہ زچی خانہ میں بچے پیدا ہو جائے، اس کے بعد پانچ دس دن عورت کو اور بچے کو رکھتے ہیں، بعدہٗ رخصت دیتے ہیں، مگر وہ بچہ جو پورے نو ماہ سے پہلے پیدا ہوا، یعنی سات ماہ میں تو اس بچے کی کمزوری کے پیش نظر بچے کو رکھ لیتے ہیں، اور کانچ کی مشین میں رکھتے ہیں، تاکہ برابر وزن اور تندرستی حاصل ہو جائے، اس اثناء جب تک ہو سکے ماں کا دودھ پلاتے ہیں، بوتل کے ذریعہ سے ماں اپنا دودھ نکال کر بوتل میں رکھ لیتی ہے اور نرس اس بچے کو پلاتی ہے، مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کو بالکل دودھ نہیں ہے یا ہے مگر بہت کم ہے، اور ڈاکٹر کے کہنے کے بموجب کسی اور قسم کا دودھ بچے کیلئے مضر ہے، تو عورت کا ہی دودھ پلوانا پڑتا ہے، تو نرس دوسری عورت کا دودھ پلواتی ہے، اسی طرح جب ماں گھر آ جاتی ہے اور بچے کو ہسپتال میں چھوڑ دیا جاتا ہے، کمزوری اور خرابی صحت کیوجہ سے اور ماں اپنا دودھ روزانہ پہنچاتی ہے مگر جب وہ ختم ہو جاتا ہے، تو نرس دوسری عورت کا دودھ پلواتی ہے، اب یہ دودھ ایک عورت کا نہیں ہوتا، متعدد عورتوں کا ہوتا ہے، اور اس میں بھی کافر، مسلمان، انگریز، ہندو سب کا دودھ شامل ہوتا ہے۔

دودھ جو دوسری عورت کا پلاتے ہیں، اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ جو عورتیں زچی خانہ میں ہے ان کا دودھ پلاتے ہیں، بلا امتیاز کہ کس کا دودھ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زچی خانہ میں

---

[1] لاتسترضعوا الحمقاء فإن اللبن يورث مجمع الزوائد ص۴۸۲ ج۴ مكتبه دارالفكر، باب فى الرضاع، البحر كوئٹه ص ۲۲۲ ج۳ كتاب الرضاع، نيز ملاحظه هو ''ہسپتال میں پیدا ہونے والے بچہ کو مشترکہ دودھ پلانا''۔ تحت عنوان رقم الحاشيه: ۱،

جوعورت دودھ چھوڑ جاتی ہے اپنے بچے کے لئے اوراس میں سے جوروزانہ بچ گیا اس کوجمع کر لیتے ہیں اورضرورت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

اتنی بات تو ہوسکتی ہے اورزچی خانہ والے ماننے کے لئے تیار ہیں کہ مسلمان عورت کا دودھ کسی غیر مسلم بچے کونہیں پلائیں گے، چاہے مسلمان ہو یا کافر ہو،اس طرح غیر مسلم کا دودھ مسلمان کے بچے کونہیں پلائیں گے،جس بچے کی ماں کا دودھ اترتا ہو،مگر وہ بچہ جس کی ماں کا دودھ نہیں ہے اس میں دوسری قسم کا دودھ بچہ کے لئے مضر ہے،تو اس میں تو ہمیں عورتوں کا دودھ ہی پلانا پڑیگا ،پھراس میں ڈاکٹر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بھی مشکل ہے کہ ایک ہی عورت کا دودھ پلاوے، کیونکہ جودودھ جمع ہے وہ سب عورتوں کا دودھ ہے،اس میں اتنی بات البتہ ہے کہ مسلمان عورت کا دودھ جمع نہ کریں،صرف کافر یا ہندوانگریز وغیرہ عورتوں کا دودھ جمع کریں،لہٰذا اس حالت میں حسب ذیل سوالات قائم ہوتے ہیں، براءمہربانی فرما کر ہمیں اس مسئلہ میں کوئی حل فرمائیں ،احقر نے مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہٗ سے اس مسئلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے آپ کی خدمت میں املاء کا حکم فرمایا، چنانچہ احقر کی خدمت میں لکھا ہے:۔

(۱) کافر اورغیر مسلم عورتوں کا دودھ مسلمان بچوں کومدت رضاعت میں پلانا جائز ہے یانہیں؟

(۲) مذکورہ صورت میں جب کہ مشترکہ دودھ ہسپتال میں جمع ہے اس دودھ کا استعمال مسلمان بچوں کے لئے کیسا ہے؟ جب کہ ماں کو دودھ نہ ہو یا ہو مگر بالکل کم ہو۔

(۳) اگر پلایا گیا تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی یانہیں ، برائے مہربانی ان سوالوں کا جواب مفصل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) ضرورۃً درست ہے[۱] (۲) بوقت ضرورت اس کی اجازت ہے[۲]

---

[۱] جمع شدہ مخلوط دودھ یا کافرہ عورت کا دودھ پلانا اگر چہ درست ہے مگر احتیاط کی جائے تا کہ بچہ ان اثرات سے محفوظ رہے جیسا کہ احتیاطاً بیوقوف عورت کا دودھ پلانے سے منع کیا گیا ہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) مدت رضاعت میں جس جس کا دودھ پیا ہے سب سے حرمت رضاعت متعلق ہوگی، یہی اصح واظہر واحوط ہے کمافی مجمع الانہر، ج ۱/ص ۳۷۹/[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۱۴۰۲ھ

بچہ کے منہ کی رال وغیرہ

سوال:- زید کا لڑکا جو کہ ماں کا دودھ پیتا ہے اس کا جھوٹا پانی یا رال وغیرہ منہ کی جوش محبت میں چوس لے کیا ایسی حرکت کرنا ناجائز ہے اس لئے غالباً زید کی بیوی کا دودھ اس کے منہ میں ہو اور زید کے منہ میں چلا جائے کیا ایسی باتوں سے زید کا نکاح بیوی سے منقطع ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے نکاح نہیں منقطع ہوتا[2] لیکن اگر بچے کے منہ میں دودھ ہو تو اس کا چوسنا اور پینا گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رمضان ۶۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) عن ابن عمر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن رضاع الحمقاء، مجمع الزوائد، ص ۴۸۲ ج ۴ کتاب النکاح، باب فی الرضاع، مطبع دار الفکر بیروت، نھٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن تسترضع الحمقاء فان اللبن یشبہ، السنن الکبری للبیھقی ص ۴۶۴ ج ۷ کتاب الرضاع، مطبع دار المعرفۃ بیروت، ولا ینبغی للرجل أن یدخل ولدہ الٰی الحمقاء وقال اللبن یعدی وإنما نھی لان الدفع إلی الحمقاء یعرض ولدہ للھلاک بسبب قلۃ حفظھا لہ وتعدھا أو لسوء الأدب فانھا لا تحسن تأدیبہ فینشأ الولد سیء الادب وقولہ اللبن یعدی یحتمل إن الحمقاء لا تحتمی من الأشیاء الضارۃ للولد فیؤثر فی لبنھا فیضر بالصبی، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۲ ج ۳ کتاب الرضاع.

[1] ویعتبر الغالب الی قولہ وکذا لوخلط لبن امرأۃ اخریٰ وعند محمد تتعلق الحرمۃ بھما لان الجنس لایغلب وعن الامام روایتان الی قولہ وفی روایۃ تثبت الحرمۃ منھما کماھو قول محمد وزفر رجح بعض المشائخ قول محمد وفی الغایۃ ھواظھر واحوط وقیل انہ الاصح مجمع الانھر، ج ۱/ص ۵۵۶-۵۵۷/ کتاب الرضاع ،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۸ ج ۳ کتاب الرضاع، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۲۱۸ ج ۳ باب الرضاع. (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بغیر اجازت شوہر کسی کے بچہ کو دودھ پلانا

سوال:- ایک بچہ کی والدہ مرض کی وجہ سے دودھ پلانے سے قاصر ہے والد کو اتنی توفیق بھی نہیں کہ ذاتی پیسے صرف کر کے دودھ پلوا سکے اس صورت میں اس بچہ کے لئے اپنی ہمشیرہ سے دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہمشیرہ اپنے شوہر سے اجازت لے کر اس بچہ کو دودھ پلا دے اور بلا اجازت شوہر دودھ پلانا مکروہ ہے لیکن اگر بھوک کی وجہ سے تڑپتا ہوا اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں بلا اجازت شوہر بھی دودھ پلانا مکروہ نہیں یکره للمرأة ان ترضع صبياً بلا اذن زوجها إلا اذا خافت هلاكه اھ ردالمحتار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۳/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

جس عورت کا دودھ بچہ کو پلایا جائے اس کے اثرات بھی آتے ہیں

سوال:- ایک عورت اگر دوسری عورت کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو کیا اس عورت کے عادات کا کچھ حصہ اس بچہ میں آئے گا؟ عادات چاہے اچھی ہوں یا بری ہوں اور کیا دودھ پلانیوالی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ويثبت التحريم في المدة الدر المختار على الشامي ص ۴۰۴ ج ۲ مكتبه نعمانيه، باب الرضاع، طحطاوی على الدر المختار ص ۱۰۱ ج ۲، كتاب الرضاع، دار المعرفة بيروت، فتاویٰ قاضی خان ص ۴۱۷ ج ۱ باب الرضاع، كوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] شامی نعمانيه ص ۴۰۵ ج ۲ باب الرضاع، طحطاوی على الدر المختار ص ۹۴ ج ۲ باب الرضاع، دار المعرفة بيروت، البحر كوئٹه ص ۲۲۲ ج ۳ باب الرضاع.

اور جس کو دودھ پلایا ہے دونوں کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ یا دونوں کا رشتہ بھائی بہن کا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دودھ پلانے کی مدت میں دودھ پلانے سے وہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا ہو جاتا ہے اور وہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے اور اس عورت کی جس قدر بھی اولاد ہو، وہ سب اس بچے کے بھائی بہن ہو جاتے ہیں، ان سے نکاح حرام ہو جاتا ہے[1] اچھی بری عادات کا بھی اثر ہوتا ہے، اسی لئے بیوقوف عورت کا دودھ پلانے سے منع کیا گیا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا بیوی کا دودھ پینے سے نکاح پر اثر پڑتا ہے؟

سوال:- ایک بالغ آدمی نے اپنی بیوی کا دودھ قصداً پی لیا یا اس کی بیوی نے بے احتیاطی کی۔ یہاں تک کہ اپنا دودھ طعام وغیرہ میں گرا دیا اور وہ طعام شوہر نے کھا لیا تو ان صورتوں میں نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دودھ پینا اور پلانا حرام ہے[3] لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/ ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] وأُمَّهاتُكم اللّاتى اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخواتُكم منَ الرَّضاعة، سورة النسا الآية ۲۳، والأصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، بدائع الصنائع زكريا ص۵۳۸ ج۲ فصل فى المحرمات بالرضاع، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۳ ج۱ كتاب الرضاع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۶ ج۳، كتاب الرضاع.

[2] وعن عمر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن رضاع الحمقاء مجمع الزوائد ص۴۸۲ ج۴ مكتبه دارالفكر، ولا ينبغى للرجل ان يدخل ولده الى الحمقاء لترضعه لأن النبى صلى الله عليه وسلم نهٰى عن لبن الحمقاء وقال اللبن يعدى وإنما نهى (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوی کا دودھ پی لے تو کیا کرے

سوال:- جماع کرتے وقت اگر بیوی کے پستانوں سے منھ لگا دیئے اور دودھ منہ میں آ جائے تو کفارہ کیا ادا کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کفارہ کچھ نہیں ہے البتہ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے[1] لہٰذا ایسی حرکت ہرگز نہ کی جائے جس سے دودھ اندر پہونچے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

سات سال سے لبن منقطع ہونیکے بعد حرمت رضاعت کا حکم

سوال:- مسماۃ فاطمہ بیان کرتی ہے کہ مجھے تقریباً سات سال سے بچہ پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی میرے پستان میں دودھ نکلتا تھا، بوجہ ضرورت اپنے دیور کی بچی مسماۃ راجہ جو اس وقت ڈھائی سال کے اندر تھی میرے پستانوں کو دو ایک مرتبہ چوسا لیکن میرے پستانوں سے کچھ نہ نکلا۔ راجہ کی والدہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لأن الدفع الى الحمقاء يعرض ولده للهلاک بسبب قلة حفظها له وتعهدها أو لسوء الأدب ..... أن الحمقاء لا تحتمى من الأشياء الضارة للولد فيؤثر لبنها فيضر بالصبى البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۲ ج۳ كتاب الرضاع.

[3] ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمى والإنتفاع به بغيرضرورة حرام على الصحيح الدرالمختار على الشامى ص۴۰۴ ج۲ باب الرضاع، مكتبه نعمانيه، تبيين الحقائق ص۱۸۳ ج۲ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۵۲ ج۱ كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية .

[4] ويثبت التحريم فى المدة الدرالمختار ص۴۰۴ ج۲ باب الرضاع، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۳ ج۱ كتاب الرضاع، فتاوىٰ قاضى خان كوئٹه ص۴۱۷ ج۱ باب الرضاع.

(صفحہ ہٰذا) [1] ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزٔ آدمى والإنتفاع به بغير ضرورةحرام الدرالمختار على الشامى ص۴۰۴ ج۲ باب الرضاع، مكتبه نعمانيه ، تبيين الحقائق ص۱۸۳ ج۲ كتاب الرضاع، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۵۲ ج۱ كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية بيروت،

نے فاطمہ بی بی کو اس طرح کرنے پر اعتراض اسی وقت کیا کہ کسی وقت آپس میں اپنے بچوں بچیوں میں نکاح کرا سکتے ہیں۔ فاطمہ بی بی نے جواباً کہا کہ میرے پستانوں سے کچھ نکلنا ممکن نہیں۔ ضرورت کے وقت حکمِ شریعت معلوم کیا جائے گا۔ راجہ کا ماموں محی الدین البتہ یہ کہتا ہے کہ مجھے فاطمہ بی بی کے پستان سے لیس دار سفید کچھ نکلتا نظر آیا ہے۔ لیکن عین وقت پر ایک ہمسایہ عالم مولوی احمد اللہ صاحب بلائے گئے اور فاطمہ بی بی کے پستانوں کو دبانا شروع کر دیا، لیکن کچھ نہ نکلا۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ فاطمہ بی بی زوجہ مظفر اور تاج بی بی زوجہ یوسف شاہ پسر نورالدین شاہ کے دو پسر صلبی ہیں اور راجہ دختر یونس شاہ از بطن مسماۃ تاج بی بی ہے اور بہاؤالدین پسر مظفر شاہ از بطن مسماۃ فاطمہ بی بی ہے اور یوسف شاہ اور مظفر شاہ سگے بھائی ہیں اور اشکال دودھ مذکورہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

مولوی احمد اللہ صاحب نے ایک حدیث زبانی فرما کر ان دونوں میں نکاح جائز قرار دیا تھا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ جرعة او جرعتان او ثلاث جراعات یعنی ایک گھونٹ دو گھونٹ یا تین گھونٹ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ جب ایک گھونٹ بھی نہ نکلا تو حرمت نکاح کیسے ہوگئی؟ لیکن ماموں صاحب مطمئن نہیں ہوئے، صرف ماموں صاحب کے اعتراض کی وجہ سے جناب والا کی طرف رجوع کرنا بہتر سمجھا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب دودھ کا حلق کے اندر اترنا ثابت نہیں اس لئے کہ پستان میں دودھ موجود ہی نہیں تو حرمت رضاعت بھی ثابت نہیں، لہٰذا اس نکاح میں تأمل کی ضرورت نہیں۔ امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذٰلک بينهم ثم تقول. ولم يكن فى ثديى لبن حين القمتها ثديى ولم يعلم ذٰلک الامن جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهٰذهٖ الصبية. شامی[1] ص ۴۰۵ ج ۲، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی مكتبه نعمانيه ص ۴۰۵، باب الرضاع، طحطاوى على الدر المختار ص ۹۳ ج ۲ باب الرضاع، مطبع دار المعرفة بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۲ ج ۳ كتاب الرضاع.

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا خلاف اکرام نہیں

اعضاء (گردہ، آنکھ وغیرہ) کی پیوندکاری کو علماء حضرات منع فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ اعضاء انسان کے اجزاء ہیں اور انسان مستحق اکرام ہے، اس کا ہر جزو مکرم ہے: "**ولقد کرمنا بنی اٰدم**" (الآیة) کوئی شخص اگر اپنا کوئی جزو کسی کو دے تو یہ خلاف اکرام ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے دودھ بھی تو اس کا جزو ہے، وہ کیوں پلاتی ہے، یہ خلافِ اکرام کیوں نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حق تعالیٰ نے انسان کو کرامت بخشی ہے، اس نے ہی دودھ پلانے کا حکم بچے کی ماں کو دیا ہے: **والوالدات یرضعن اولادھن**[1] **واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه**[2] (الآیة)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء السابع عشر من الفتاویٰ المحمودیة بحمد اللہ تعالیٰ وبمنه وکرمه ویلیه الجزء الثامن عشر اوله کتاب الطلاق انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا وسندنا ومولانا وحبیبنا محمد واٰله وصحبه وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا ابداً ابدا

العبد محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه نوگزه پیر علی پور هاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الهند

---

[1] سورۂ بقرہ آیت: ۲۳۳،

ترجمہ:- مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں۔

[2] سورة القصص رقم الآیة: ۷.

ترجمہ:- ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلاق کا بیان

طلاق کی تعریف

سوال: -عند الشرع طلاق کے کیا معنی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قید نکاح کو الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ سے فی الحال یا فی المآل اٹھا دینے کو شرعاً طلاق کہتے ہیں:

هو رفع قيد النكاح في الحال أو المآل بلفظ مخصوص تنوير ص: ۶۴۰، ج: ۲،

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق کی قسمیں

سوال: -طلاق رجعی مغلظہ وبائنہ کی عند الشرع کیا تعریف ہے ؟ اور رجعت کے متعلق ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک طلاق یا دو طلاق اگر صریح الفاظ سے یا قائم مقام صریح سے دیجائے تو اس میں شوہر

---

[1] تنوير الابصار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۲۶، ۴۲۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۲۶، ج: ۳، اول كتاب الطلاق، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الأول، البحر الرائق ص ۲۳۵ ج ۳ أول كتاب الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

کوعدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں[1]، اور اگر الفاظ کنایہ (جو قائم مقام صریح کے نہیں) سے طلاق دی جائے تو اسمیں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، البتہ طرفین کی رضامندی سے نکاح ہوسکتا ہے، ایسی طلاق کو بائن کہتے ہیں[2]۔ اور اگر تین مرتبہ طلاق دیدی جائے تو اس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں، تینوں طلاقوں کی صورتیں اور فروع کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں حکم یہی ہے جو یہاں مذکور ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسائل طلاق کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین

سوال:- ہمارے یہاں بہت سی خراب باتیں عام طور سے ہونے لگی ہیں، مثلاً (۱) ذرا ذرا سی بات پر خواہ مخواہ عورت کو طلاق دینا، (۲) بلا وجہ مار پیٹ کر زبردستی طلاق لے لینا (دلوانا) (۳) ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح بکر سے کیا نکاح کے بعد ہندہ کے والد نے بجائے شوہر کے یہاں بھیجنے کے غیر کے یہاں ہندہ کو بھیجا بغیر طلاق وغیرہ کے، اس جرم کی روک تھام کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ وہ شرعی فیصلہ کرے، کیا یہ صحیح ہے؟ کمیٹی نے چند قوانین بنائے، جو شخص بلا وجہ

---

[1] وإذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك أولم ترض كذا فى الهداية. عالمگیری ص: ۴۷۰، ج: ۱، باب الرجعة، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوی دیوبند، تبیین الحقائق ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيهما تحل به المطلقة وما يتصل به، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوی، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها كذا فى الهداية. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعةِ فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوی دیوبند، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

طلاق دیدے اس کو/۲۰ روپے اور ایک لڑکی بطور جرمانہ دینی ہوگی، اور اس کو یعنی شوہر کو مارا اور پیٹا بھی جائے گا، یہ جرمانہ وغیرہ کیسا ہے؟

(۴) قانونِ ثالث: اگر کسی شخص نے صورتِ ثلاثہ کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کیا بکر سے اور بھیج دی خالد کے یہاں، بغیر طلاق کے خالد سے نکاح کر لیا، تو بکر نے استغاثہ جماعت سے کیا، تو جماعت نے فیصلہ کیا کہ مجرم سے/۷۰۰ روپے اور ایک لڑکی لی جائے گی اور وہ لڑکی حتی الامکان زوج کو دلوادی جائے گی اور وہ پیسہ جماعت کے کام میں خرچ کیا جائے گا، کیا اس لڑکی کا نکاح زوجِ اول سے ہوجائے گا؟

(۵) اگر میاں بیوی میں اختلاف ہے تو جماعت سے استغاثہ کرے اور تحقیق کے بعد نکاح فسخ کردے یا مصالحت کرادیں گے، کیا یہ صحیح ہے؟

(۶) شوہر نے بیوی سے یوں کہا اگر تو نے فلاں سے کلام کیا تو تجھ پر طلاق، تو کیا یہ طلاق ہوجائے گی؟ شوہر نے یوں بھی کہا کہ اگر تو فلاں سے نکاح کرے تو تجھ پر طلاقِ بائن اور اگر فلاں سے کرے تو تجھ پر طلاق ہے، کیا واقع ہوجائے گی، اب شخص مذکور نکاح نامہ پر ۸/ ماہ کی تاریخ ڈلواتا ہے، کیونکہ بوقتِ نکاح حمل تھا، بلکہ شبہ ہے کہ یہ حمل شخص مذکور ہی کا ہے، کیونکہ پہلے سے تعلقات تھے، اب چونکہ نکاح ہوگیا اور تاریخ مدتِ حمل سے لکھائی گئی تو نسب کس سے ثابت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آپ کی قوم میں پیدا شدہ خرابیاں یقیناً سخت تباہ کن ہیں اور واجب الاصلاح ہیں۔

(۲) شریعت کی نظر میں طلاق بہت ہی مبغوض ہے، سخت مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے ذرا ذرا سی بات پر جب کہ عورت بے خطا ہو طلاق دینا درست نہیں ہے: **لانَّ الاصلَ فی الطلاق هو الحظر والا باحة لحاجة الخلاص هدایه**[1] ص ۳۳۳/ ج ۲/

---

[1] هدایه ص ۳۵۴/ ج۲/ اول کتاب الطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۶ ج۳ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۳ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

وَاَما وصفه فهو انه محظور نظراً الی الاصل فیه الحظر بمعنی انه محظور الالعارض بیبحهٔ شامی[۱] ۶۴۲/ ج۲/ قرآن پاک میں ہے: فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً[۲]

(۳) ایسے ہی کسی کو بلا وجہِ شرعی طلاق پر مجبور کرنا اور مار پیٹ کر طلاق لینا بھی ظلم ہے[۳]

(۴) نیز لڑکی کا نکاح کسی کے ساتھ کرنے کے بعد بغیر طلاق ونکاح کے دوسرے کے یہاں بھیج دینا صریح حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے[۴]

(۵) ان خرابیوں کو معاشرہ سے بالکل ختم کردینا ضروری ہے، اس کے لئے مناسب جماعت کا قیام بھی ہونا چاہئے لیکن آپ حضرات نے جو قوانین مقرر کئے ہیں، وہ بھی درست نہیں ہیں۔

(۶، ۷، ۸) جرمانہ میں رشتہ لازم کرنا یا مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے: والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال. شامی[۵] ص: ۲۴۷، ج: ۳، ہاں تعذیر کے

---

[۱] شامی زکریا ص ۴۲۸/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۸/ ج۳/ اول کتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۶ ج۳ کتاب الطلاق.

[۲] سورہ نساء آیت ۳۴/ ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔ (از بیان القرآن)

[۳] فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۲۲ ج ۱۰، باب ہفتم طلاق کے متفرق مسائل، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

[۴] کما یستفاد من هذا الحدیث عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ. الحدیث مشکوٰة شریف ص ۲۶۹/ باب النظر الی المخطوبة، ترمذی شریف ص ۲۲۲ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، باب، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم س روایت کرتے ہیں، فرمایا جن کے خاوند غائب ہیں ان پر مت داخل ہو اس لئے کہ شیطان خون کی طرح تمہارے اندر سرایت کرتا ہے۔

[۵] شامی زکریا ص ۱۰۶/ ج۶/ مطبوعه کراچی ص ۶۲/ ج۴/ باب التعزیر، مطلب فی التعزیر باخذ المال، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

دوسرے طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں، مثلاً قطعِ تعلق[1]

(۹) جماعت کو فسخِ نکاح کا اختیار اسی وقت ہے، جب شرعی طور پر عورت کی بات کی تحقیق کی جائے، پھر شوہر کو نوٹس دے کر اصلاحِ حال یا طلاق کے لئے کچھ مدت کی مہلت دی جائے، جب مدتِ مقررہ گذر جائے اور شوہر نہ تو طلاق دے اور نہ اپنی اصلاح کرے پھر کمیٹی نکاح فسخ کرسکتی ہے، اس کمیٹی میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالمِ دین کو ضرور شریک کرلیں، تاکہ شریعت کے مطابق فیصلہ ہوسکے، اس قسم کے معاملات کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تصنیف الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ[2] کا مطالعہ کرلینا چاہئے، اس میں فسخ وغیرہ کے تمام قواعد وشروط بالتفصیل درج ہیں، بہتر تو یہ ہے کہ حتی الامکان مصالحت کی کوشش کی جائے، جب نباہ کی کوئی صورت نہ ہو، تو بحالتِ مجبوری طلاق کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۱۰) اگر کسی نے عورت کو طلاق بالشرط دی تو تحققِ شرط کی صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی، صورتِ مسئولہ میں سے پہلی شکل میں اگر عورت شخص معلق علیہ سے گفتگو کرتی ہے، تو طلاق واقع ہوجائے گی[3] اور دوسری صورت میں کلام لغو ہوگا، کیونکہ جب طلاق کے لئے دوسرے شخص سے نکاح کو شرط قرار دیا اور دوسرے سے نکاح بغیر پہلے شوہر کے طلاق دیئے ہوئے نہیں ہوسکتا، تو شرط کا تحقق نہیں ہوسکتا لہٰذا طلاق نہ ہوگی اور کلام لغو ہوگا[4]

---

[1] نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن كلامنا الخ هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقطع وتظهر توبته المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج ۷ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، شرح الطيبى ص ۲۴۳ ج ۹ باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه زكريا ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۷۱۶ باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى.

[2] الحيلة الناجزه ص ۶۲، حكم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[3] واذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط، هدايه ص ۳۸۵، ج ۲، باب الايمان فى الطلاق، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان، تاتارخانيه كراچى ص ۵۰۲ ج ۳ الفصل السابع فى الإيمان بالطلاق. (حاشیہ [4] اگلے صفحہ پر)

(۱۱) نکاح کا انعقاد ایجاب وقبول کے وقت سے ہوگا خواہ نکاح نامہ پر تاریخ کچھ بھی ڈالی جائے[۱] اگر نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نئے شوہر کا بچہ ہے، ورنہ پہلے شوہر کا[۲] ناجائز تعلقات سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کا نسب زانی سے شرعاً ثابت نہیں[۳]

تنبیہ: بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۸ھ

(**گذشته صفحه کا بقیه حاشیه**) [۴] وشرط صحة التعليق كون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمحقق كأن كان السماء فوقنا تنجيز والمستحيل كأن دخل الجمل فى سم الخياط لغو وفى الشامية قوله لغو فلا يقع اصلا لان غرضه منه تحقيق النفى حيث علقه بامر محال وهٰذا يرجع الى قولهما امكان البر شرط انعقاد اليمين. الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۵۹۱/ ج۴/ مطبوعه كراچى ص ۳۴۲/ج۳/ مطلب لا يحنث بتعليق الطلاق بالتطليق. البحر الرائق ص ۲/ج۴ اول باب التعليق، مطبوعه كوئٹه، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۵۷ ج۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] وينعقد أى النكاح أى يثبت ويحصل انعقاده بالايجاب والقبول شامى زكريا ص ۶۹/ج۴/ مطبوعه كراچى ص ۹/ج۳/كتاب النكاح، مجمع الأنهر ص۴۶۸ ج ۱ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۱ ج۳ كتاب النكاح.

[۲] وعند ابى يوسف للاول ان أتت به لاقل من ستة اشهر من عقد الثانى لتيقن العلوق من الاول وان للاكثر فللثانى. شامى زكريا ص۲۴۸/ ج۵/ مطبوعه كراچى ص ۵۵۲/ج۳/ باب ثبوت النسب، مطلب فى ثبوت كرامات الاولياء، البحر الرائق كوئٹه ص۱۵۸ باب ثبوت النسب، عالمگيرى كوئٹه ص۵۳۸ ج ۱ الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب.

[۳] فان الزنا لا يثبت النسب، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۵۰۶/ ج۳/ باب اللعان الفصل الثانى. مطبوعه بمبئى . ولقوله عليه السلام الولد للفراش وللعاهر الحجر الحديث، مشكوٰة شريف ص۲۸۷/ باب اللعان، الفصل الاول، وفى المرقاة، ويحتمل ان يكون معناه الحرمان عن الميراث والنسب، مرقاة شرح مشكوٰة ۵۰۰ ج۳، باب ايضا، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۰ ج ۱ الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب، شامى زكريا ص ۲۵۲ ج۵ قبيل باب الحضانة.

[۴] والقذف فى الاصطلاح نسبة من الحصن الى الزنا صريحا او دلالة وهو من الكبائر باجماع الامة فمن قذف محصنا او محصنة بصريح الزنا حد الخ، مجمع الأنهر ص۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۳۱۶ ج۵، باب حد القذف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا

سوال:- زید وار اس کی بیوی میں بوجہ ناموافقتِ مزاج کشیدگی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ زید کو اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ ہوتی نظر آرہی ہے، تین سال کی متواتر کوشش اور سمجھانے کے باوجود اسکی بیوی راہِ راست پر آنے کے بجائے نافرمان ہی رہی، بددینی یہاں تک بڑھ چکی ہے وہ زید کے والدین کو بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے لگی، زید نے اس کی خامیاں اور نافرمانیاں اس کے مخصوص متعلقین سے بیان کیں، تو زید کے خسر نے زید کے والد کے متعلق کہا کہ ''مجھے اس کی شکل سور کی نظر آتی ہے، میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتی'' زید نے اپنی بیوی کو درست کرنے کے لئے سب ہی ترکیبیں استعمال کر لی ہیں، مثلاً ترکِ کلام اور زدوکوب وغیرہ بھی کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی صورت اس کے ساتھ زندگی گذر جانے کی پیدا نہیں ہوسکتی۔

مجبوراً اگر طلاق دے کر پیچھا چھڑائے تو زید کی ایک قومی انجمن ہے، جس کا قانون ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو تو طلاق دینے سے قبل وہ انجمن میں درخواست دے جب انجمن اجازت دے تب طلاق دے سکتا ہے، ورنہ نہیں، بدون اجازت انجمن اگر طلاق دے دیا تو ایسے شخص کے لئے پانچ سال کا مکمل ترک موالات کر دیا جاتا ہے، اگرچہ زید نے مجبوری کی درخواست مذکورہ انجمن میں پیش کر دی ہے، لیکن انجمن میں اشخاص زید کی زوجہ کے حمایتی اور سرکش موجود ہیں وہ درخواست دیکھتے ہی افرادِ انجمن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ زید کے طلاق دینے سے پہلے ہی مکمل دس یا پانچ سال تک کے لئے ترکِ موالات کر دیا جائے، اور زید کو جان سے مروا ڈالنے کی اسکیم بنا رہے ہیں ایسی صورت میں زید یا تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کر اپنی زندگی اور دین کو برباد کرے یا خودکشی کر کے اپنی جان کو ختم کر لے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا چارۂ کار نہیں ہے، کیا شریعت نے شوہر پر طلاق دے کر خلاصی حاصل کرنے کے بارے میں اس قدر سختی کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں تو بعد از طلاق انجمن یا کسی کمیٹی کا شوہر کے خلاف ایسا مذکورہ بالا فیصلہ دینا کیا جائز ہے؟ مع حوالہ جواب

تحریر فرمائیں، بیوی غیر مقلد ہے، اور زید حنفی المسلک ہے، نیز مطلع فرمائیں کہ زید کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دینا کہ وہ دس پانچ سال یا کسی بھی مدت کے لئے پابندی لگانا کہ اس کا کوئی نکاح نہ کر سکے جس سے اس کی زندگی اور ایمان تک خطرہ میں پڑ جائے کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اول نرمی سے عورت کی اصلاح کی جائے، شفقت سے اس کو سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے تو مناسب طرح سے اس کو تنبیہ کی جائے، حسبِ موقع ڈانٹ کی بھی اجازت ہے، جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور صبر بھی نہ کر سکے تو طلاق کی اجازت ہے[1]

اگر عورت زبان درازی کر کے اذیت پہونچاتی ہے، تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے، جب کہ اس کو طلاق دینے کے بعد ابتلاءِ معصیت کا اندیشہ نہ ہو: **وقولهم الاصل فيه (اى فى الطلاق) الحظر معناه ان الشارع ترک هٰذا الاصل فاباحه بل يستحب لو موذية اهـ درمحتار (قوله موذية) اطلقه فشمل الموذية له أولغيره بقولها أو بفعلها وقوله أو تاركة صَلٰوة. الظاهر ان ترک الفرائض غير الصَّلٰوة كالصَّلٰوة اهـ رد المختار[2] ص ۲۱۶/ ج ۲/.**

جب آدمی حدودِ شریعت میں رہ کر یعنی شریعت کی اجازت سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، تو وہ شرعاً مجرم نہیں اور جو شخص شرعاً مجرم نہیں کسی انجمن کو حق نہیں کہ اس کو مجرم قرار دے کر سزا دے

---

[1] يعظها بلسانه فان انتهت فلا سبيل له عليها فان ابت هجر مضجعها فان ابت ضربها فان لم يتتعظ بالضرب بعث الحكمين، التفسير الكبير ص ۲۱۶ ج ۳ مطبوعه دار الفكر بيروت، الجامع لإحكام القرآن ص ۱۵۱ ج ۳ مطبوعه دار الفكر بيروت، تفسير المنار ص ۷۶ ج ۵ سورة نساء تحت آيت ۳۴، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] الدرالمختار على هامش ردا لمحتار زكريا ص ۴۲۷/ ج ۴/ مطبوعه كراچى ص ۲۲۸/ ج ۳/ اول كتاب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۳۷ ج ۳ كتاب الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اوراس سے ترکِ موالات کردے اور شادی کرنے سے روک دے جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہوجائے، ایسا اقدام گناہ اور ظلم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۵/۲/۱۳۹۱ھ

طلاق کے لئے پنچایت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:- بحضور فیض گنجور حضرت مولانا مفتی صاحب..... سلمہ اللہ تعالیٰ

ایک عورت چند مرتبہ اپنے شوہر کے یہاں سے بلا رضامندی شوہر نکل چکی ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میرا خاوند عورت کے قابل نہیں، اسی لئے وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں سے چند مرتبہ نکل گئی تھی اور اس کا خاوند زبردستی برادرانہ زور سے لایا آخر جب کئی مرتبہ نکلی برادرانہ زور سے بھی نہ رہی اس عورت نے مجبور ہوکر اپنے خاوند کی سرکار میں درخواست دی فعل مختاری کی اور اس کی نامردی کی جس کی سرکاری نقلیں عورت کے پاس موجود ہیں، اسی بناء پر عورت کے خاوند کے آدمیوں نے ایک پنچایت ۲۳/ مارچ ۱۹۳۳ء کو برادرانہ عام کی کہ جس میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی ہندو مسلمان موجود تھے، یہ اس عورت کا چوتھی مرتبہ نکل جانا ہے، اس مرتبہ عورت کے خاوند نے تمام ڈیڑھ سو آدمیوں کے مجمع میں یہ کہا کہ اگر یہ عورت اب کی مرتبہ مجھے دیدی جاوے تو اب کی مرتبہ یہ نہیں جائے گی اور اگر اب کی مرتبہ چلی گئی تو میں نہ اس کا خواہاں ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کروں اور نہ پنچایت کروں یہی میری طلاق ہے، میں اس کا دعویدار ہوں، وہ عورت پنچایت نے اس کو دے دی پھر اسی روز بلا صحبت و یکجائی کے وہ عورت پھر چلی گئی اب عرصہ کئی ماہ کا ہو چکا وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں نہیں گئی، آیا یہ تاریخ پنچایت سے اس عورت کو طلاق ہوگئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوچکی تو

تاریخ پنچایت مذکور سے عدت پوری کر کے وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ نقل نامہ پنچایتی اس عورت کے پاس موجود ہے، جس کے اوپر دس بارہ آدمیوں کے انگوٹھے وغیرہ لگے ہوئے ہیں، امید ہے کہ بسند صحیح مطابق شرع شریف جواب باصواب ملے۔ بینوا وتوجروا۔

تنقیح

(۱) وہ شخص اس کا اقرار کرتا ہے یا نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور اگر پنچایت نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں، تو اس کو بھیجنا چاہئے، اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔

(۲) جو گواہ ہیں ان کے حالات بھی لکھنے چاہئیں۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/رجب ۵۲ھ

جواب تنقیح

(۱) اقرار کرتا ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے ہیں۔

(۲) گواہ اہلِ اسلام، نمازی دیندار بھی ہیں اور بے نمازی بھی کافی تعداد میں ہیں اور اہل ہنود بھی جو معتبر اہل موضع اور پنچایت ہیں پنچایت نامہ پیش خدمت ہے۔

پنچایت نامہ یہ ہے

آج بتاریخ ۲۳/مارچ ۳۳ء کو برائے پنچایت میر پنچایت نے امیر حسن کو اس کی زوجہ کو فتح پور بھادوں سے موضع بہٹ پرگنہ فیض آباد میں پہنچادو اگر یہ عورت پھر میرے یہاں سے کسی برادری یا غیر برادری میں چلی جائے، تو میں اس کا دادخواہ نہیں ہوں گا، نہ عدالت کروں گا، اور نہ پنچایت کروں گا، اور نہ اس کا نام لوں اور کوئی اگلی پچھلی کاروائی کسی برادری یا غیر برادری کے آدمی نے عدالتی کی تو وہ پنچایت اور عدالت کا چور ہے اس کو پنچایت تدارک دے، یا اگر پنچایت کی نہ مانے تو عدالت میں پنچایت چارہ جوئی کرے اور اس کو تدارک دلوائے، یہ ہی میری طلاق ہے۔

گواہ: رحمت اللہ بشیر ولد فہم الدین کرم علی، چودھری شہاب الدین عبدالغفور یار والا گلاب، محمد حسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا قول ''یہی میری طلاق ہے'' اس سے مراد اگر یہ ہے کہ میرا پنچایت اور دعویٰ نہ کرنا طلاق ہے، تب تو غلط ہے کیوں کہ صرف پنچایت اور دعویٰ نہ کرنے کو شرعاً طلاق نہیں کہتے[1] اگر یہ مراد ہے کہ دوسری مرتبہ مستقل طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس شرط کے بعد یعنی اگر اب کی مرتبہ وہ میرے یہاں سے چلی جائے تو اسے طلاق ہے تب اس کی بیوی پر اس تاریخ سے کہ وہ شوہر کے گھر سے اخیر مرتبہ گئی ایک طلاق پڑ گئی[2] اگر جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت آچکی تھی تو عدت گذار[3] کر اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے، بشرطیکہ شوہر نے رجوع نہ کیا ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۸/۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/شعبان ۵۲ھ

طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا

سوال:- زید بکر دو سگے بھائی ہیں، دونوں کی زوجہ دو سگی بہنیں ہیں، دونوں بہنیں اپنے

---

[1] وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية، شامی دار الفكر بيروت، ص ۲۳۰ ج۳ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، مجمع الأنهر ص۳ ج۲ اول كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع زكريا ص۱۵۷ ج۳ كتاب الطلاق، فصل فى بيان ركن الطلاق.

[2] وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط، هدايه ص ۳۸۵/ج۲/ باب الإيمان فى الطلاق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيرى دار الكتاب ص ۴۲۰ ج ۱ الباب الرابع فى الطلاق بالشرط الخ، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة إن، وأذا ع الخ، مجمع الأنهر ص۵۹۸ ج۲ إ باب التعلقيق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] رجل تزوج امرأة نكاحاً جائزاً فطلقها بعد الدخول أو بعد الخلوة الصحيحة كان عليها العدة، عالمگيرى ص۵۲۶/ ج ۱/ الباب الثالث عشر فى العدة، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص۵۳ ج۳ الفصل الثامن والعشرون فى العدة، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

شوہروں سے خانگی معاملات میں مفاہمت نہیں رکھتی ہیں اور نہ تابعداری وفرماں برداریٔ شوہر پرعمل کرتی ہیں، حتی کہ حالت بیماری میں شوہر کو چھوڑ کر میکہ چلی گئی ہیں، دریں صورت دونوں بھائیوں کا گھر جہنم بنا ہوا ہے، اور استواری معاملات کی نہیں ہورہی ہے، یہاں تک کہ دونوں بہنیں فارغ خطی کی خواہشمند ہیں، زید وعمر بھی ان سے خلاصی چاہتے ہیں، مگر برداری اور پنچایتوں کے کچھ طور طریق، قواعد وقانون وغیرہ ایسے ہیں جو طلاق دینے میں مانع ہیں، مثلاً جرمانہ، شادی بیاہ کا خرچ نیز شوشل بائیکاٹ وغیرہ یہ تمام امور بھی برداشت سے باہر ہیں، بیماری وغیرہ بھی الگ لاحق ہے، ایسی صورت میں مندرجہ بالا اصولوں کی جو کہ برادری کی طرف سے نافذ ہیں، خلاف ورزی شرعاً کیا درجہ رکھتی ہے، اور ان کا نفاذ بھی آیا جواز کا مقام رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاوجہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دینا شرعاً ناپسند اور عنداللہ مبغوض ہے[1] لیکن جب دونوں کے دلوں میں نفرت ہے، اور حقوقِ زوجیت ادا نہیں ہورہے ہیں، گھر جہنم بنا ہوا ہے، بیویوں کی طرف سے بھی طلاق کا مطالبہ ہے، شوہر تنگ ہوکر طلاق دینا چاہتے ہیں، تو ایسی حالت میں طلاق دینا منع نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ طلاق دے کر تعلق ختم کردیا جائے[2] غالب خیال اور قرین عقل بات یہ ہے کہ اس صورت میں برادری اور پنچایت کی طرف سے بھی طلاق دینے کی ممانعت نہیں ہوگی، اور نہ

---

[1] عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاق. مشکوٰۃ، ص ۲۸۳/ باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲۹۶ ج ۱ کتاب الطلاق، باب فی کراھیۃ الطلاق، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجہ شریف ص ۱۴۵ ابواب الطلاق، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

[2] الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ھٰذا الاصل فاباحہ بل یستحب لوموذیۃ. الدرالمختار علی ھامش رد المختار زکریا ص ۴۲۸/ ج ۴/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۳۶، ۲۳۷ ج ۳ کتاب الطلاق، النھر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

ہونی چاہئے، ممانعت ایسی صورت میں ہوگی کہ بیوی بے قصور ہو اور طلاق لینا نہیں چاہتی، مگر شوہر ظلماً اس پر سختی کرتا اور طلاق دیتا ہو، اگر برداری نے موجودہ صورت پر بھی پابندی عائد کر کے قانون بنایا ہے، تو یہ قانون خود ہی پابندی کے لائق نہیں، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۱۳۹۲ھ

کیا اہلِ محلّہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے؟

سوال:- اگر کسی شخص کو اپنی بیوی پسند نہ ہو اور یہ اسے رکھنا ہی نہیں چاہتا اور طلاق دینے پر آمادہ ہے، مگر گھر کے بڑے بڑے لوگ اور محلّہ کے آدمی اسے مجبور کرتے ہیں، کہ تم طلاق نہ دو، اگر طلاق دوگے تو ایسی صورت میں تمہیں سخت سزا دی جائے گی، تو کیا اہلِ محلّہ کو طلاق دینے والے کو سزا دینا جائز ہے؟ نیز اس مجبوری کے وقت شوہر طلاق دیدے یا رک جائے اس سلسلہ میں مفصلاً اور مدللاً احکام پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوی سے نباہ نہیں ہوتا، حقوق ضائع ہوتے ہیں، قلوب میں نباہ کی گنجائش نہیں ہے، تو طلاق دیدینا چاہئے، اہل محلّہ کو ایسی صورت میں تکلیف پہونچانے اور سزا دینے کا حق نہیں ہے، قرآن کریم[1] اور فقہ[2] سے یہ مسئلہ ثابت ہے، البتہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دیدینا جب کہ نباہ اور صلح

---

[1] اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ (الی قوله تعالیٰ) فَأُولٰئِکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ الاية، سوره بقره آيت ۲۲۹/.

[2] ويجب الطلاق لوفات الامساک بالمعروف وفی الشامية تحت قوله ومن محاسنه التخلص به من المکاره الدينية والدنيوية بحر ای کان عجز عن اقامة حقوق الزوجة اوکان لايشتهيها. الدر المختار مع الشامی زکريا ص۴۲۸/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۹/ ج۳/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص۲۳۶ ج۳ کتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت. (بقیہ حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

کی صورتیں ہوں تو شرعاً ناپسند اور قبیح ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا

سوال:- ہماری برادری نے پنچایت میں طلاق سے متعلق کچھ تجاویز پاس کی ہیں اور ان پر کچھ سزائیں بھی دینا پاس کی ہیں، کیا کسی برادری کو طلاق کے معاملہ میں سزا دینے کا حق پہنچتا ہے؟ شرعِ محمدی ﷺ کا فیصلہ کیا ہے؟ تجویز مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) اگر کوئی بلا کسی شرعی عذر کے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور بستی کے پنچ اس کے عذر سے متفق نہیں ہوتے ہیں، تو بستی کے پنچوں کو فیصلہ دینے کا اختیار ہوگا، اور وہ سزا برادری سے خارج کرنا ہے، کیا یہ تجویز پاس کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا جائز ہے؟

(۲) عبدالمتین پسر عبدالحمید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پنچایت نے اسے عمر بھر کے لئے برادری سے خارج کر دیا، عبدالمتین کے باپ عبدالحمید کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کی مطلقہ کا زر، مہر، نان ونفقہ ادا کر دو، ورنہ تم کو بھی برادری سے خارج کر دیں گے، عبدالحمید نے مجبور ہو کر زر، مہر، نان، نفقہ ادا کر دیا، پھر بھی عبدالحمید کو یہ سزا دی کہ وہ اپنے لڑکے عبدالمتین سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

کیا عبدالحمید سے اس کے لڑکے کی بیوی کا زر، مہر، نان ونفقہ دلوانا جائز ہے؟ اور پھر عمر بھر کے لئے قطعِ تعلق کرانا کیسا ہے؟ جب کہ عبدالمتین مع اپنی بیوی کے کئی سال سے اپنے باپ سے الگ رہتا ہے، اور اس وقت اس کی عمر بیس سال ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ، مشکوٰۃ ص ۲۸۳/ باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، ابوداؤد ص ۲۹۶ ج ۱ کتاب الطلاق، باب فی کراھیۃ الطلاق، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجہ ص ۱۴۵ ابواب الطلاق، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(۳) عبدالرحمٰن کو اس بناء پر دس سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا کہ اس کے لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، عبدالرحمٰن دس سال تک برادری میں نہیں مل سکتا، نہ ہی رشتے کرسکتا ہے، بلکہ اس کے جوان لڑکا اور قریب الجوان لڑکی ہے، لڑکے کا نکاح ہو چکا ہے، رخصتی ہونی باقی ہے، یعنی کسی کی بھی شادی دس سال تک نہیں کرسکتا۔

(۴) محمد سعید پسر رحمت اللہ نے اپنی بیوی کو زبان درازی اور چوری کرنے کے الزام میں چور ثابت ہونے کی بناء پر طلاق دیدی اور زر، مہر، نان ونفقہ، سامانِ جہیز واپس کر دیا، لیکن برادری کی پنچایت نے محمد سعید کے والد کو برادری سے چار سال کے لئے خارج کر دیا، محمد سعید کی عمر اٹھارہ سال ہے، نیز اس کے بڑے بھائی کو جو بیس سال سے اپنے باپ رحمت اللہ سے الگ رہتا ہے، ایک سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا۔

یہ چار سوال پیشِ خدمت ہیں، شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں کوئی قانون بنانا اور اس پر مندرجہ بالا سزائیں دینا جائز ہے؟ مع حوالہ حدیث وقرآن جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) طلاق شرعاً بہت ناپسند اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض چیز ہے، اس لئے بلاوجہ طلاق دینا قبیح ہے[۱]، مگر طلاق کی وجہ سے برادری کو سزا دینے کا حق نہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے، ان کا نکاح کرنا اور باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

[۱] عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَالنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ / باب الخلع والطلاق الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابو داؤد شریف ص ۲۹۶ ج ۱ کتاب الطلاق، باب فی کراھیۃ الطلاق، سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجہ ص ۱۴۵ ابواب الطلاق، مطبوعہ دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

وسلم کے منع فرمانے کے اس بیوی کو طلاق دینا قرآن کریم[۱] اور حدیث[۲] شریف میں مذکور ہے، لیکن اس پر ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی، نہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعِ تعلق فرمایا، نہ اور لوگوں نے قطعِ تعلق کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ان سے بھی قطعِ تعلق برادری نے نہیں کیا[۳]، اور بھی طلاق کے واقعات پیش آئے، کہیں شوہر نے از خود طلاق دیدی، کہیں بیوی نے مطالبہ کیا جس پر خلع کی نوبت آئی، کسی کو سزا نہیں دی گئی، خلع کا ذکر بھی قرآن کریم[۴] میں ہے، بات یہ ہے کہ بعض طبقوں میں میل نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے حقوق ادا نہیں ہوتے، ایسے وقت طلاق دینا ہی بہتر ہوتا ہے[۵]، پس برادری کا ایسا سخت قانون بنا دینا غلط اور خلافِ شرع ہے، اس کو واپس لینا ضروری ہے، بلا عذر طاق کو انفرادی ظلم قرار دے کر اس کے روکنے کے لئے ظالمانہ قانون بنا دینا اجتماعی ظلم ہے۔

---

[۱] وَاِذَا تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہ علیه وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجک الی اٰخر الایة، سورة احزاب آیت ۳۷/.

[۲] المستدرک للحاکم ص ۲۴/ ج۴/ ذکر زینب بنت جحشؓ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ترمذی شریف ص ۱۵۶ ج۲ سوره احزاب، مکتبه بلال دیوبند.

[۳] عن عبد اللّٰه بن عمر انه طلق امرأته وهی حائض. مشکوٰة شریف ص ۲۸۳/ باب الخلع والطلاق، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۷۹۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه اشرفی دیوبند، باب قول اللّٰه عز وجل، مسلم شریف ص ۴۷۶ ج۱ کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض، مکتبه هلال دیوبند.

ترجمہ:- عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔

[۴] فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ سوره بقره آیت ۲۲۹/.

ترجمہ:- سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کر وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے (بیان القرآن)

[۵] قولهم الاصل فیه الحظر معناه ان الشارع ترک هٰذا الاصل فاباحه بل یستحب لوموذیة. وفی الشامیة اطلقه فشمل الموذیة له او لغیره بقولها او بفعلها. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۸/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۸/ ج۳/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۳۷ ج۳ کتاب الطلاق، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، عباس احمد الباز.

(۲) بیٹا اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے (عذر سے یا بلا عذر سے) تو اس کی بیوی کا زر، مہر اور نفقۂ عدت خود دینے والے پر ہے[۱]، اس کے والد کو مجبور کرنا ظلم ہے، پھر اس ظلم کو برداشت کر لینے کے بعد بیٹے سے قطعِ تعلق پر مجبور کرنا ظلم بالائے ظلم ہے، اور قطع رحمی ہے[۲]، جب کہ وہ بیس سال کا ہے، تو اس کو شادی سے روک دینا اور ظلم ہے، جس سے معصیت میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے[۳]۔

(۳) یہ بھی ظلم ہے، (۴) یہ بھی ظلم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۹۱ھ

بلا وجہ طلاق دینا

سوال: -لڑکا اور لڑکی دونوں جوان ہیں اگر اپنے ماں باپ سے چھپ کر دو انجان مسلمان گواہوں یا جاننے والے گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کر لیں تو جائز ہے، یا نہیں پھر اس لڑکی کے ماں باپ اس کا نکاح کسی اونچے خاندان میں کرنا چاہیں اس لئے کہ لڑکی کے ماں باپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اپنا نکاح کر لیا ہے، اگر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں تا کہ بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ ہو جائے، تو ایسا فعل شرعاً کرنا کیسا ہے۔

---

[۱] واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا فعلى الزوج النفقة. تاتار خانيه ص ۲۲۸/ج۴/ نفقة المطلقة، مطبوع كراچى، النفقة واجبة للزوجة على زوجها. هدايه ص۴۳۷/ج۲/ باب النفقة، مطبوعه مكتبة تهانوى ديوبند، ملتقى الأبحر ص۱۷۳ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] لاخلاف ان صلة الرحم واجبة فى الجملة وقطيعتها معصية كبيرة. شرح الطيبى ص۱۵۴/ج۹/ كتاب البر والصلة.

[۳] كما يستفاد من هذه العبارة فان بلغ ولم يزوجه أى الاب وهو قادر فاصاب أى الولد أثما أى من الزنا فانما اثمه على ابيه أى جزاء اثمه عليه لتقصيره، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۱۹/ ج ۳/ باب الولى فى النكاح واستيزان المرأة مطبوعه بمبئى.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ طلاق دیدے گا تو شرعاً طلاق واقع ہوجائے گی[۱] اور بعد عدت دوسری جگہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا، مگر بلاوجہ شرعی طلاق دینا ناپسند ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق بحکم والدین

سوال: -زید کی شادی والدین نے اپنی مرضی کے مطابق ایک قریبی رشتہ دار کے یہاں کردی، کچھ دنوں کے بعد زید کے والدین کہتے ہیں کہ طلاق دے دو، لیکن زید کی بیوی میں کوئی اخلاقی ومعاشرتی ودینی کوتاہی نظر نہیں آتی، زید نے والدین سے کہا کہ میری نظر میں کوئی اپنی بیوی میں کوتاہی نہیں دیکھتا ہوں جس سے میں طلاق دوں، ہاں اگر آپ حضرات کی نظر میں کوئی غلطی ہو تو فرمائیں، میں اگر وہ غلطی دیکھوں گا، فوراً اس کو دور کرنے کے لئے تدابیر اختیار کروں گا، اگر غلطی کی اصلاح نہ ہوئی تو میں طلاق بھی دے سکتا ہوں آپ کی مرضی کے مطابق لیکن والدین نے فرمایا غلطی کوئی نہیں ہے، لیکن ہماری طبیعت ہے، کہ تم اس بیوی کو طلاق دیدو ایسی حالت میں زید کیا کرے، جب کہ اس کی بیوی ایک دیندار عورت ہے اور کوئی غلطیاں بھی اس میں نہیں ہیں، اگر ایسی حالت میں زید طلاق دیدے تو بیوی کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اور اگر طلاق نہیں دیتا ہے تو والدین کا کہنا نہ ماننے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟ دونوں صورتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

---

[۱] یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ، بحر کوئٹہ ص ۲۴۴ ج ۳ کتاب الطلاق النهر الفائق ص ۳۱۶ ج ۲ کتاب الطلاق، طبع مکة المکرمة، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] وایقاعه ای ایقاع الطلاق مباح وقیل الاصح حظره ای منعه الا لحاجة وفی الشامیه لما فیه من کفر ان نعمة النکاح. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۷/ ج ۴/، مطبوعه کراچی ص ۲۲۶/ ج ۳/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۳۶/ ج ۳/ اول کتاب الطلاق، مطبوعه کوئٹه مجمع الانهر ص ۴/ ج ۲/ اول کتاب الطلاق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ بیوی میں دینی، اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں اور وہ اپنے شوہر کے والدین کو نہیں ستاتی، بلکہ ان کی خدمت کرتی اور ان کو خوش رکھتی ہے، ادھر شوہر کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دیدی بیوی کی حق تلفی ہوگی، تو ان مجموعی حالات کے پیش نظر طلاق نہیں دینی چاہئے، طلاق نہ دینے سے زید گنہ گار نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا

سوال:- والدین کے بارے میں ایک حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو دس وصیتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ والدین کی نافرمانی نہ کرنا چاہئے اگر چہ وہ یہ حکم دیں کہ بیوی چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کردے اس کی تشریح کردیجئے کہ کیا ہر حال میں یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والدین کی اطاعت لازم ہے، اور ان کے حکم کی خاطر بیوی اور سارے مال کو چھوڑ دینے کا

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۴۸۰/ ج۴/مسائل شتی رسالہ تعدیل حقوق الوالدین. اما باعتبار اصل الجواز فلا یلزمہ طلاق زوجة أمراہ بفراقها وان تأذیا ببقائها ایذأ شدیداً لانه قد یحصل له ضرربها فلا یکلفه لاجلهما اذ من شان شفقتهما انهما لو تحققا ذلک لم یا مراہ به فالزامهما له به مع ذٰلک حمق منهما ولا یلتفت الیه. مرقاة شرح مشکوٰة ص ۱۱۱/ ج۱/ باب الکبائر، الفصل الثالث، مطبوعه بمبئی.

[2] امداد الفتاوی ص ۴۸۵/ ج۴/مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند، مسائل شتی، رسالہ تعدیل حقوق والدین، عن معاذؓ قال أوصانی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بعشر کلمات (إلی قوله) ولا تعقن والدیک وإن امراک أن تخرج من أهلک ومالک قال ابن حجر شرط للمبالغة باعتبار الأکمل ..... أما باعتبار اصل الجواز فلا یلزمه طلاق زوجة امراہ بفراقها وإن تأذیا ببقائها إیذاء شدیداً لأنه قد یحصل له ضرر بها فلا یکلفه لأجلهما إذ من شان شفقتهما أنهما لو تحققا ذلک لم یامراہ به فالزامهما له به مع ذلک حمق منهما ولا یلتفت إلیه وکذالک اخراج ماله، مرقاة ص ۱۳۲ ج ۱ باب الکبائر، الفصل الثالث، طبع مکتبه نوریه مدنی مسجد دیوبند.

حکم ہے، بشرطیکہ فتنہ میں ابتلاء کا قوی اندیشہ نہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہو جائے اور مال خرچ کر دینے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق

سوال:- ہم دونوں میاں بیوی میں باہم تعلق ہے، میں مدرسہ میں پڑھتا ہوں اور بیوی اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہے، میری والدہ بیمار ہوگئی ہے، دادا صاحب بیوی کو لے کر آئے ہیں، تاکہ اپنی ساس کی خدمت کرے، دو روز رہنے کے بعد بیوی اپنے ماں باپ کے پاس بغیر اجازت چلی گئی ہے، محلّہ کی عورتوں نے بے حد سمجھانے کی کوشش کی، دادا صاحب نے بھی کوشش کی ہے، مگر کسی کی بات پر عمل نہیں کیا، میری چچی نے ایک میل پر جا کر اس کو روکا ہے، چونکہ اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر اجازت جا رہی ہے، وہاں پر اس کی صندوق وغیرہ پکڑی ہے، آپس میں پٹکم پٹکا ہوئی ہے، بہرکیف وہ کوشش کے باوجود چلی گئی ہے، اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہا ہے کہ مجھ کو سسر بٹھا کر گئے ہیں، سب کی اجازت سے آئی ہوں بغیر اجازت نہیں آئی یہ بالکل جھوٹ کہا ہے، والد صاحب نے مدرسہ میں میرے پاس خط بھیجا کہ تمہاری ماں بیمار ہے، جلدی سے آجاؤ، جب گھر آیا تو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں، جس سے میں بہت متفکر ہوا کہ بہت بڑی غلطی کی ہے، بغیر اجازت بھاگ گئی ہے، روکنے کے باوجود نہیں رُکی، والدہ بیماری کی وجہ سے چارپائی سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتیں، والد صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ پکاتے ہیں، مجھ سے گھر والے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدو، چونکہ دو مرتبہ پہلے بھی بغیر اجازت کے اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی ہے، اب بذاتِ خود گئی ہے، گھر والے کہتے ہیں کہ اس کی تو عادت بن چکی ہے، لہٰذا جلدی سے طلاق دو تاکہ ہم دوسری جگہ شادی کریں خواہ آٹھ ہزار روپیہ لگ جائے چاہے زمین بیچنا پڑے، مگر شادی کریں گے اور اگر تو ہماری بات نہیں مانے گا تو ہمارا تیرا کوئی تعلق نہیں، اگر بیوی کو

لائے گا، تو ہم تم کو بھی تمہاری بیوی کو بھی گھر میں نہیں رکھیں گے، نہ تم کو مکان دیں گے نہ کھیتی دیں گے، میری طبیعت طلاق دینے کو نہیں چاہتی ہے، ہماری شادی ہوئے سات سال ہوگئے ہیں، آپس میں خوب تعلق ہے، لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی ہے، بیوی نے اپنا بھائی مدرسہ میں بھیجا ہے، کہ میری غلطی کو معاف کردیں، آئندہ کبھی بھی غلطی نہیں کروں گی، اب چاہے مجھ کو بیس سال تک اپنے ماں باپ کے پاس نہ بھیجنا یہ بھی منظور ہے، یہ بات سن کر میں سسرال گیا اپنے ماں باپ کی بغیر اجازت کے کیوں چلی گئی، اس سے معلوم کیا آنے کی صحیح وجہ بتلادو، اس نے بتلایا مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے، غلطی ہوگئی معاف کردو آئندہ غلطی نہیں کروں گی، میں نے اس سے کہا میرے گھر والوں کو راضی کردو میں بھی راضی ہوں، اس نے گھر والوں سے معافی مانگی، میرے سسرال جانے کی خبر میرے والدین کو ہوگئی انہوں نے دھمکی دی، اب میں متفکر ہوں کیا کروں، طلاق دوں یا نہ دوں؟ جناب کے فتوے پر عمل کیا جائے گا، حدیث میں آتا ہے کہ اگر ماں باپ طلاق کو کہیں تو بیوی کو طلاق دیدینا چاہئے، اگر میں طلاق دیدوں تو گھر والے تو راضی ہوجائیں گے، لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی، تین سال کی ایک لڑکی بھی ہے، اس صورتِ حال میں جناب والا فتویٰ سے مطلع فرمائیں تو کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ماں باپ کو آپ کی بیوی کی حرکت ناگوار ہوئی کہ وہ ایسے پریشانی کے وقت بلا اجازت چلی گئی، اب وہ معافی چاہتی ہے، خود جاکر سسرال میں اپنی ساس اور سسر کو راضی کرلے اور گھر کا کام شروع کردے، معافی مانگ لے اور آپ بھی سفارش کردیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نرم فرمادیں جس سے وہ معاف کردیں، طلاق دینے سے جب معصیت میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے، تو ماں باپ کے کہنے سے طلاق نہ دی جائے[1] ماں باپ کو چاہئے کہ معاف کردیں، جو شخص بندوں کی خطا

[1] امداد الفتاوی ص: ۴۸۵، ج:۴، واما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظور الا لعارض يبيحه وهو معنى قولهم الاصل فيه الحظر والا باحة للحاجة الى الخلاص (بقیہ آئندہ پر)

معاف کرتا ہے، اللہ پاک اس کی خطا معاف کرتے ہیں، ورنہ سخت باز پرس کا اندیشہ ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۱۳۹۱ھ

والدہ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا

سوال:- زید ایک اچھے گھرانہ کا فرد ہے، لیکن عرصہ دراز سے گانا بجانا سیکھتا ہے اور ریڈیو پر گانے سنتا ہے، شادی شدہ ہے، پانچ بچوں کا باپ ہے، زید برسرِ روزگار نہیں ہے، زید نے غیر کفو میں مخفی طور پر عقد ثانی کرلیا ہے، مندرجہ بالا خانگی حالات کے پیشِ نظر زوجۂ ثانیہ سے نبھاؤ اور گذر بسر کی امید نظر نہیں آتی ہے زید کی والدہ اس صورت حال سے بہت متاثر ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کی والدہ زید کو زوجۂ ثانیہ کے بارے میں ہدایت دے یا حکم کرے کہ زید اس کو اپنے عقد سے بادائے حقوقِ شرع خارج کردے اور طلاق دیدے تو کیا زید کی والدہ کا یہ فعل حکمِ خدا اور رسول کے خلاف ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا زید اتنا سعادت مند ہے کہ ضعیف والدہ کے حکم سے زوجۂ ثانیہ کو طلاق دیدے گا؟ اگر ایسا ہے تو اب تک والدہ نے ان حالات کے متعلق حکم شرعی کیوں نہیں دیا جن کا تذکرہ شروع خط

(گذشتہ کا بقیہ) فاذا كان بلا سبب اصلا لم يكن فيه حاجة الى الخلاص بل يكون حمقا وسفاهة راى ومجرد كفران النعمة واخلاص الايذاء بها وباهلها واولادها الخ. شامی زکریا ص:۴۲۸، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۲۸، ج:۳، اول کتاب الطلاق، منحة الخالق على البحر الرائق زكريا ص ۴۱۳ ج ۳ كتاب الطلاق.

(صفحہ ہٰذا) [1] كما تحبون عفو الله لكم عن ذنوبكم فذلك اغفر لمن دونكم وينظر الى هٰذا المعنى قول النبى صلى الله عليه وسلم من لا يرحم لا يرحم. المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز ص:۱۷۳، ج:۴، تحت سورة نور آيت: ۲۲، طبع بيروت.

میں ہے (گانا وغیرہ) اگر وہ حالات والدہ کے لئے ناگوار نہیں بلکہ قابلِ تعریف یا قابلِ برداشت ہیں، حالانکہ وہ شرعاً معصیت ہیں تو پھر عقد ثانی تو کوئی شرعی عیب بھی نہیں، اس کے لئے زید کے حق میں یہ بھی ضروری نہیں کہ اپنے برابر کے خاندان ہی میں کرے اور کسی ولی کی اجازت سے کرے اس لئے کہ زید نابالغ نہیں ہے، صرف دو گواہوں کی موجودگی کافی ہے، پھر اس پر والدہ اتنی کیوں برہم ہے، رہا نبھاؤ کا سوال تو اب بھی زیادہ بہتر نہیں ہو رہا ہے، اس لئے کہ زید روزگاری ماحول سے گریزاں ہے، بلکہ اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نابالغ بچوں کے ساتھ کسی قسم کا لگاؤ نہیں رکھتا ہوسکتا ہے کہ زوجۂ اولیٰ کو اس طرز سے کوئی تکلیف نہ ہو بلکہ اس کا نان نفقہ کا گذارہ بسہولت ہو جاتا ہے، اس کی والدہ یا زید کی والدہ امداد کرتی ہوں، اس صورت میں عقد ثانی کی وجہ سے زوجۂ اولیٰ کے نان نفقہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، رہا زوجۂ ثانیہ کے نان نفقہ کا مسئلہ تو اس کی والدہ کو کیا فکر ہے، زید جانے اور زوجۂ ثانیہ یہ بھی ممکن ہے، کہ زوجۂ ثانیہ کو زید کسی علیحدہ مکان میں رکھے اگر ایک ہی جگہ رکھا پھر دونوں بیویوں میں لڑائی ہوئی تو والدہ کو مصالحت کی کوشش کی ضرورت ہے، ہاں اگر زوجۂ ثانیہ کا چال چلن اچھا نہ ہو اور اس کی صحبت سے گھر پر خراب اثر پڑنے کا اندیشہ ہو یا زید کی والدہ کو وہ آکر ستائے اذیت پہنچائے تو والدہ کو حق ہوگا کہ زید کو حکم دے، ابھی طلاق کا حکم نہیں دینا چاہئے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

جو عورت شوہر کو والدین کی بے عزتی پر مجبور کرے اس کو طلاق

سوال:- ایک شخص جس کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی، تو اس عورت نے اپنے

---

[1] ان کان الحق فی جانب الوالدین فطلاقها واجب للزوم العقوق فی الحقوق لمعات بر حاشیه مشکوٰة ص ۴۲۱/حاشیه ۵ تحت باب البر والصلة، الفصل الثالث حدیث ابن عمر طبع دار الکتاب دیوبند، قال الفقهاء وان کان القصور من الزوجة فالاطاعة واجبة تقریر الترمذی لشیخ الهند علی الترمذی ص ۳۴/، ابواب الطلاق، باب ما جاء فی الرجل یسأله أبوه أن یطلق امرأته، مکتبه بلال دیوبند.

شوہر کی عزت برباد کردی ہے، جملہ سسرال والوں کو ذلیل کردیا ہے، ایک روز اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں گھر کا سب سامان لے کر اکیلی بے پردگی کے ساتھ اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی، اپنے شوہر کو وہ کہتی ہے کہ پہلے اپنے والدین کو جوتے مار کر گھر سے نکالو ان سے کلام مت کرو، جب کہ شوہر کا کہنا ہے کہ والدین کی بے عزتی مجھ سے نہیں ہوگی، تو چاہے رہ یا نہ رہ، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ماں باپ کی بے عزتی کرنا ہرگز جائز نہیں[۱]۔ اگر بیوی کے ساتھ نباہ نہیں ہوتا، اور اس کا مہر ادا کرنے پر قدرت ہے، اور اس کو طلاق دینے کے بعد کوئی پریشانی نہیں ہوگی، تو اس کو طلاق دیدینا ہی بہتر ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۵/۱۰/۵ھ

نماز نہ پڑھنے والی عورت کو طلاق دینا کیسا ہے

سوال[۳]:- زنے اگر احکام شرع بجانیارد چنانچہ نماز وغیرہ باوجود پند شوہر خود نخواند ونصیحت شوہر نپند دپس اور ابعد تدبیرات شرعی طلاق دادن لازم وواجب شود یا نہ بینوا **بحوالة صفحات**

---

[۱] إن اللّٰه حرم عليكم عقوق الأمهات اى مخالفتهن وهو القطع والشق المراد صدور مايتاذى به احد الوالدين من ولده عرفا بقول اوفعل. مرقاة شرح مشكوٰة ص:۶۶۵، ج:۴، باب البر والصلة الفصل الاول. مطبوعه بمبئى.

[۲] لكن جواز الطلاق انما هو اذا قدر على أداء المهر وإلّا فلا يطلقها، نفع المفتى والسائل ص ۱۰۴ ما يتعلق باطعة النساء لأزواجهن، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[۳] **خلاصۂ سوال:** اگر احکام شریعت پر عمل نہ کرے چنانچہ نماز وغیرہ شوہر کی نصیحت کے باوجود نہ پڑھے اور شوہر کی نصیحت پر عمل نہ کرے تو اس کو شرعی تدابیر اختیار کرنے کے بعد طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟

خلاصۂ جواب: اگر بغیر بیوی کے صبر کرسکتا ہے اور اداء مہر پر قادر بھی ہے تو بہتر ہے کہ طلاق دیدے ورنہ تو طلاق نہ دے اور فقہاء نے وجوبِ طلاق کی نفی کی ہے۔

الکتب المعتبرة فتوجروا عند اللّٰه اجراً عظیماً.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بلا زوجہ صبر تواند کرد و نیز براداء مہر قدرت دارد بہتر است کہ طلاق دہد ورنہ طلاق نہ دہد وفقہاء وجوب رانفی کردہ اند لا یجب علٰی الزوج تطلیق الفاجرة اھ درمختار[1] ص۳۷۷/ ج۵/ اذا اعتادت الزوجة الفسق علیه الامر بالمعروف والنهی عن المنکر والضرب فیما یجوز فیه فان لم تنزجر لا یجب التطلیق علیه لان الزوج قد ادی حقه والا ثم علیها هذا ما اقتضاه الشرع واما مقتضٰی غایة التقویٰ فهو ان یطلقها لکن جواز الطلاق انما هوا اذا قدر علٰی اداء المهر والا فلا یطلقها کما فی الاشباه والنظائر اھ نفع المفتی والسائل[2] ص ۱۱۸/ وص ۱۱۹/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ ربیع الثانی ۵۶ھ

کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دے

سوال: — اگر بیوی باوجود تاکید وتقاضہ کے نماز نہ پڑھے تو کیا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس کی اصلاح سے مایوس ہوگیا اور طلاق دینے کے بعد اداءِ مہر میں دشواری نہیں ہوگی اور خود بھی معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے، ورنہ اس کو طلاق نہ

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۴۳/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۵۰/ ج۳/ فصل فی المحرمات، هندیه کوئٹه ص ۳۷۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، بحر کوئٹه ص ۱۰۷ ج۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات.

[2] نفع المفتی والسائل ص ۱۰۳/۴/ باب مایتعلق باطاعة النساء لا زواجهن، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

دے اور اصلاح کی کوشش کرتا رہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بدچلن عورت کو طلاق

سوال:- زید اپنی بیوی کو جو کہ بدچلن ثابت ہوئی ہے نکال دیتا ہے، لیکن طلاق نہیں دیتا، ایسی شکل میں زید کو طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر وہ عورت اپنے فعل پر برابر قائم رہے اور زید نے طلاق نہ دی ہو تو اس عورت کے فعل کا گناہ زید کے ذمہ ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں زید کو چاہئے کہ اپنی عورت کو بدچلنی سے روکے اور اس کی حفاظت کرے، اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے، تو بھی زید کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں **لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة**[2] اور زید کے ذمہ اس کا گناہ بھی نہیں، لیکن اس حالت میں زید کے لئے افضل یہی ہے کہ اس کو طلاق دیدے بشرطیکہ اس کا مہر پورا کرنے اور اپنے نفس کو معصیت سے روکنے پر قادر ہو[3] **کذا فی تنبیه الغافلین**[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۸/۶۲ھ

---

[1] اذا اعتادت الزوجة الفسق علیه الامر بالمعروف والنهی عن المنکر والضرب فیما یجوز فیه فان لم تنزجر لا یجب التطلیق علیه لان الزوج قد ادی حقه والا ثم علیها هذا ما اقتضاه الشرع وأما مقتضی غایة التقویٰ فهو أن یطلقها لکن جواز الطلاق انما هو اذا قدر علی اداء المهر والا فلا یطلقها کما فی الاشباه والنظائر. نفع المفتی والسائل ص ۴/ ۱۰۳/ باب ما یتعلق باطاعة النساء لا زواجهن، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۱۴۳/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۵۰/ ج۳/ فصل فی المحرمات، هندیه کوئٹه ص ۳۷۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، بحر کوئٹه ص ۱۰۷ ج۳ فصل فی المحرمات.

[3] اذا عتادت الزوجة الفسق علیه الامر بالمعروف والنهی عن المنکر والضرب فیما یجوز فیه فان لم ینزجر لا یجب التطلیق علیه لان الزوج قد ادی حقه والاثم علیها اما اقتضاء الشرع (بقیہ آئندہ پر)

طلاق دینے کیلئے نشوز کو ثابت کرنا

سوال:- کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو طرح طرح سے عورت کو تنگ کرتے ہیں تا کہ وہ میرے یہاں رہنے سے انکار کردے اور میں اس کو ناشزہ ثابت کر کے دربارہ ناشزہ شریعت کے حکم پر عمل کروں ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کی عورتیں بھی بوجہ انکار ناشزہ کہیں جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کو اسکی کیا ضرورت ہے کہ وہ عدم موافقت کے وقت بھی طلاق دے سکتا ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مغرور اور ضدی عورت کو طلاق

سوال:- تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا میری بیوی اپنے سگے چچا کے ساتھ میری بغیر مرضی کے اپنے میکہ چلی گئی جہاں پر اس کو اپنے خالہ زاد بھائی کی شادی میں شرکت کرنی تھی، چلتے وقت اس سے میں نے یہ کہا تھا دیکھو تم میری بغیر اجازت کے اپنے گھر جارہی ہو، تمہارا یہ فعل

(**گذشتہ کا بقیہ**) واما مقتضی غاية التقوى فهو ان يطلقها لكن جواز الطلاق انما هو اذا قدر على اداء المهر والا فلا يطلقها كما في الاشباه والنظائر نفع المفتي والسائل ص ۱۰۳/۴ / باب ما يتعلق باطاعة النساء لازواجهن، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[4] تنبيه الغافلين ص ۹۳ / باب الغيبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] اما سببه فالحاجة إلى الخلاص عند تباين الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله تعالىٰ، فتح القدير ص ۴۶۳ ج ۳ اول كتاب الطلاق، دار الفكر بيروت، اما وصفه فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل ومباح نظراً إلى الحاجة، هنديه كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الاول، بحر كوئٹه ص ۲۳۶ ج ۳ اول كتاب الطلاق.

شریعت کے خلاف ہے، لیکن پھر بھی شوہر ہونے کے ناطہ میں تم کو یہ سمجھائے دیتا ہوں کہ جہاں پر تم جارہی ہو وہ ایک شادی کا گھر ہے، ہنگامہ شادی میں بے پردگی اور بے حیائی کا زیادہ دور دورہ رہتا ہے، بے حیائی اور بے پردگی سے پرہیز رکھنا اور میں تم کو اس بات کی سخت تاکید کرتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کبھی بھی اپنے خالہ زاد بھائی کے سامنے ہرگز مت آنا، اور اگر تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی تو میں تم کو چھوڑ دوں گا، میری یہ بات سن کر اس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم مجھے میرے خالہ زاد بھائی کے سامنے آنے سے روکتے ہو تو میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤنگی، اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں تمہارے اس حکم کی خلاف ورزی کروں تو خدا کے دین وایمان سے پھر جاؤں، اتنا کہہ کر وہ اپنے میکہ چلی گئی، لیکن مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنے میکہ جا کر میری ہر بات کی خلاف ورزی کی ہے، میری بیوی ایک مالدار گھرانہ کی اکلوتی، مغرور اور ضدی لڑکی ہے، مختصر پڑھی ہوئی ہونے کے علاوہ وہ صوم وصلوٰۃ کی بھی پابند ہے، میں ایک غریب مگر تعلیم یافتہ نوجوان ہوں، میرے ایک چار ماہ کا لڑکا بھی ہے، جو اپنی ماں کے ہمراہ ہے، اگر حدیث شریف مجھے اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کی اجازت دیدے تو کیا میں اپنے لڑکے کو فوری طور پر اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیا

آپ نے لکھا ہے کہ وہ مغرور اور ضدی لڑکی ہے، مگر آپ کے منع کرنے پر اس نے پختہ وعدہ کیا اور سخت قسم بھی کھائی، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہے، مغرور اور ضدی نہیں، ہوسکتا ہے کہ قسم بھول گئی ہو، آپ اس کو نرمی سے بار بار نصیحت کرتے رہیں امید ہے کہ اصلاح ہوجائے گی، اور آپ کا گھر آباد رہے گا، طلاق دینے اور تعلق ختم کردینے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کو بھی دشواری پیش آئے، دوسری شادی جلدی نہ ہوسکے، اور دوسری کہیں اس سے زیادہ پریشان کن نہ آئے، اس لئے ابھی تعلق ختم نہ کریں، بچہ کی پرورش کا حق بچہ کی ماں کو ہے،

نفقہ آپ کے ذمہ ہے[1]، اگر خدانخواستہ آپ نے طلاق دیدی تب بھی بچہ کوفوری طور پر آپ اس سے نہیں لے سکتے، بلکہ وہ چھ سات سال کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا، جبکہ ماں کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو بچے کے حق میں غیر ذی رحم محرم ہو[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۵ھ

---

[1] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع، الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار زكريا، ج۵/ص ۳۳۶/مطبوعه كراچی، ج۳/ص ۶۱۲/ باب النفقة، مطلب الصغير المكتسب نفقته فی كسبه الخ، مجمع الأنهر ص۱۹۸ ج۲ باب النفقة تحت فصل مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۱۵۸ ج۲، باب النفقة.

[2] احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح اوبعد الفرقة الام الا ان تكون مرتدة اومتزوجة بغير محرم الىٰ قوله والام والجدة احق بالغلام حتى يستغنى وقد ربسبع سنين الخ، عالمگيری كوئٹه، ج۱/ص ۵۴۱-۵۴۲/ الباب السادس عشر فی الحضانة، شامی كراچی ص۵۵۵، ۵۵۶ ج۳ باب الحضانة، البحر الرائق ص۱۶۷ ج۴ باب الحضانة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

وقوعِ طلاق وعدمِ وقوع طلاق

فصل اول : وقوعِ طلاق

حالتِ حیض میں طلاق

سوال:- ہمارے یہاں ایک شخص کو آج شادی کئے ہوئے قریب دوسال ہوگئے، ایک بچہ بھی ہوگیا اور آرام سے زندگی بسر کرتے رہے، ایک روز زید کی بیوی بیماری کی حالت میں رو رہی تھی، زید نے بیوی سے رونے کی وجہ پوچھی بیوی نے کوئی وجہ نہ بتائی تو زید نے بیوی کو مارنا شروع کردیا، اور اس غصہ کی حالت میں زبان سے تین دفعہ طلاق دیدیا، اور زید کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں ہی تھی، اب زید اس بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ اس کو رکھنے کا حق نہیں، یعنی اس طلاق کے بعد عدت تین حیض مستقل گذار کر دوسرے شخص سے نکاح ہو، اور ہم بستری کرنے کے بعد اگر مرجائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت ختم ہونے پر اس تین طلاق دینے والے، زید سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا،

اس سے پہلے کوئی صورت نہیں[۱]، حالتِ حیض میں طلاق دینا منع ہے، تاہم اگر کوئی حالتِ حیض میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہوجائے گی[۲]، جس حیض میں طلاق دی ہے، وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد تین حیض مستقل لازم ہوں گے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

حبلیٰ کو طلاق

سوال: - کیا وضعِ حمل سے قبل زید نجمہ کو تین طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق دے گا، تو واقع ہوجائے گی[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، محيط للسرخسى ص۸ ج۳ جزء نمبر ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق ص۵۶ ج۴، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] واذا طلق الرجل امرأته فى حالة الحيض وقع الطلاق لان النهى عند لمعنىً فى غيره وهو ما ذكرنا فلا ينعدم مشروعيته. هدايه ص:۳۵۷، ج:۲، كتاب الطلاق. باب طلاق السنة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، فتاویٰ عالمگیری كوئٹه ص۳۴۹ ج۱ كتاب الطلاق، فتح القدير ص۴۶۸ ج۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] واذا طلق الرجل امرأة فى حالة الحيض لم تعتد بالحيضة التى وقع فيها الطلاق لان العدة مقدرة بثلٰث حيض كوامل فلا ينقص عنها. هدايه ص:۴۲۵، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، عالمگیری كوئٹه ص۵۲۷ ج۱ كتاب الطلاق الباب الثالث عشر فى العدة.

[۴] وحل طلاقهن اى الأيسة والصغيرة والحامل درمختار مع الشامى كراچى ص:۲۳۳، ج:۳، اول كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص۶ ج۲ اول كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۳۱۴ ج۲ اول كتاب الطلاق، طبع مكه مكرمه.

طلاق نہ دینے کا عہد کرنے کے بعد طلاق دینا

سوال:- زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے حالت نکاح میں یہ عہد کیا تھا کہ اگر میں تیرے ساتھ کسی قسم کا دھوکا کروں تو مجھے خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد نصیب ہو، اس عہد کے بعد زید کو قرائن قویہ سے یہ معلوم ہوا اور پورے وثوق کے ساتھ اس بات کو پہنچا کہ ہندہ خصائل رذیلہ میں مبتلا ہوگئی، اس علم کے بعد زید نے اس کو بہت سمجھایا اور بہت کچھ صبر وتحمل سے کام لیا، مگر جب کہ بستی والوں نے بھی اس بات کی شہادت دی کہ زید تیری بیوی کا تعلق نہایت درجہ خراب ہو چکا، اور ہندہ نے اپنے خاوند سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے طلاق دیدے میرا تعلق جس شخص سے ہو چکا ہے، اس سے نکاح کروں گی تو زید نے مجبوراً طلاق مغلظہ دیدی، اب زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے آیا وہ دھوکہ باز قرار دیا جائے، اور وہ بُعدِ خداوند کا مرتکب ہوگا یا نہیں، اب ہندہ بہت زور دے رہی ہے نکاح ثانی پر اور اس نے حلالہ کے واسطے ایک آدمی کو تیار کر رکھا ہے، مگر زید کا دل اس سے بالکل برداشتہ ہو چکا اور بستی والے بھی زور دے رہے ہیں، نکاح ثانی پر، اب ان سے حلفاً پوچھا جائے کہ ہندہ کے تعلقات واقعی تم نے خراب پائے اگر خراب پائے تو پھر کیوں زور دیتے ہو اور زید کو جس جگہ اور جس پر شبہ تھا اس نے اقرار کیا کہ میں نے زنا کیا اور میرے سے یہ زنا نہیں چھوٹ سکتا اور یہ ہندہ عورت مجھے چھوڑ نہیں سکتی اور زید کے لئے ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور زید کے لئے ایسی بیوی کی بابت کیا حکم ہے۔

فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ واقعہ صحیح ہے، تو اس صورت میں زید کو شرعاً دھوکہ باز نہیں کہا جاسکتا اور زید کے ذمہ اس عورت سے دوبارہ حلالہ کے بعد بھی نکاح کرنا واجب نہیں اس کو اختیار ہے کرے یا نہ

کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱ رصفر ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱ رصفر ۵۸ھ

عدت میں مکرر طلاق

سوال:۔ زید نے تقریباً عرصہ ۴ رماہ کا ہوا اپنی زوجہ ہندہ کو بحالت غصہ وجھگڑا معاملات خانگی دومرتبہ یہ الفاظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق وآزاد کر چکا ہوں، اوراس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دوشخص سے کی، لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود ہے، وتعلقات زن وشوہر باہم فریقین میں قائم ہیں، مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوچکی تھی، یا نہیں؟ اگر ہوچکی تو دوبارہ قیام رشتہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ ''آزاد کر چکا'' بمنزلہ صریح ہے اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے[2]، اور لفظ طلاق سے بھی رجعی واقع ہوتی ہے، اور دومرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے، لہٰذا دومرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دوشخص نے اس کی تصدیق کی ہے اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے،

---

[1] إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى فلم يف فلا إثم عليه وقيل : عليه، فيه بحث، فإن أمر أوفوا بالعقود مطلق فيحمل عدم الإثم فى الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء، غمز عيون البصائر للحموى ص ۲۳۶ ج۳، كتاب الحظر والإباحة، إدارة القرآن كراچى، طيبى شرح مشكاة ص ۱۵۷ ج۹، كتاب الآداب، باب المزاح، مطبوعه زكريا ديوبند، مرقاة شرح مشكاة ص ۱۷۸ ج۹ باب المزاح، قبيل باب المفاخرة والعصبية، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] فإذا قال: رها كردم، أى سرحتك يقع به الرجعى مع أن اصله كناية ايضاً وما ذلك إلا لانه غلب فى عرف الفرس استعماله فى الطلاق، شامى كراچى ص ۲۹۹ ج۳ كتاب الطلاق، باب الكنايات، امدادالفتاویٰ، ج۲ رص ۴۴۲ رکتاب الطلاق، فتاویٰ رحیمیه، ج۱۰ رص ۲۰۲ رکتاب الطلاق.

اورعدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا، اوراگرنئی طلاق مرادلی ہے تورجعت ونکاح کرنا جائز نہیں، بلکہ مغلظہ ہوگئی لہٰذا حلالہ کی ضرورت ہوگی، بشرطیکہ عدت کے اندرنئی طلاق مرادلی ہو اوراگر بعدعدت نئی طلاق مرادلی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدیدنکاح کافی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۸/۱۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۵۲ھ

صیغہ حال سے طلاق

سوال:۔زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بایں لفظ کہ تم کوطلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، کہدیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یانہیں، اگر ہوگئی تو کس قسم کی رجعی یابائن یامغلظہ ازروئے شرع شریف ذیل میں تحریرفرمادیاجائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ لفظ کہ تم کوطلاق دیتے ہیں حال کا صیغہ ہےاورصیغۂ حال سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، پس تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بغیرحلالہ کے رکھنا صحیح نہیں "وفی المحیط لوقال بالعربیة اطلق لایکون طلاقاً الا اذاغلب استعماله للحال فیکون طلاقاً اھ[2] عالمگیری، ص ۴۰۲/ ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودعفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲۶/شوال ۵۵ھ

---

[1] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها. (هدايه، ج۲ ص ۳۹۴ باب الرجعة عالمگيرى، ج ۱/ص ۴۷۰/ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة)

[2] عالمگيرى ،ج ۱/ص ۳۸۴/ الفصل السابع فى الطلاق بالالفاظ الفارسية، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر وہاں کے عرف میں یہ لفظ حال میں اکثر مستعمل ہوتا ہے تو ان الفاظ سے حسب تصریح مفتی صاحب تین طلاق واقع ہونگی۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

صیغۂ حال سے طلاق

سوال:۔ احقر کشمیر کے ایک دور افتادہ پہاڑی علاقہ کا باشندہ ہے جو وادی سے دوسو کلومیٹر دور ہے، علاقہ کی بولی بھی وادی کی بولی سے جداگانہ ہے، یہ علاقہ قلیل کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں ۲۷/۲۸ گاؤں ہیں لوگ نسلاً سب مسلمان ہیں، احقر رمضان المبارک میں گھر گیا تو برادری کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک جملہ کہا تھا، مُس، نبسہ، نہت، نہم، نہس، جس کا ترجمہ یہ ہے میں اسے چھوڑ رہا ہوں بیوی سامنے تھی یہ جملہ ایک ہی مجلس میں تین دفعہ کہا تھا، یہ جملہ بیوی کے بارے میں اگر ہمارے یہاں کہے تو طلاق ہی مراد لیتے ہیں، اور اگر کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ کر کے کہے تو اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کو چھوڑ رہا ہے۔

یہ مسئلہ کشمیر کے مفتیٔ اعظم بشیر الدین صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، مگر احتیاطاً نکاح پڑھیں، احقر کے پاس وہ فتویٰ لایا گیا اس میں مفتی صاحب نے لکھا تھا "**اذا لم یسم المرأة ولم یضف الطلاق الیٰ المرأة لایقع**"

(۲) کوئی اپنی بیوی سے کہے میں اسے چھوڑ دوں گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی؟

(۳) غصہ اور غضب میں ہے، ہوش قائم نہ ہوں ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، احقر نے کہہ دیا کہ یہ فتویٰ غلط ہے، پہلا مسئلہ اس وقت ہے جبکہ ایک آدمی کے نکاح میں کئی بیویاں ہوں وہ نام لے، یہاں ایک ہے نام لینے کی کیا ضرورت ہے، (۲) میں چھوڑ رہا ہوں، کے بجائے میں چھوڑ دوں گا کا حکم لکھا تھا، (۳) میں غصہ اور غضب میں طلاق واقع نہ ہونے کو جو لکھا

(گذشتہ کا بقیہ) شامی کراچی ص ۲۴۸ ج ۳، باب الصریح مطلب سن بوشن یقع به الرجعی، المحیط البرهانی ص ۲۴۵ ج ۵ الفصل السادس والعشرون مسائل العدة، الفصل السابع والعشرون فی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

ہے یہ بھی غلط ہے، بندہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ سب لوگ بندہ کے سر ہو گئے کہ پھر آپ ہی کچھ کریں ،احقر مذکورہ جملہ تین دفعہ کہنے سے طلاق مغلظہ کا قائل تھا،مگر ظاہر نہ کر سکا، چونکہ جن صاحب نے یہ الفاظ کہے تھے وہ کافی مالدار تھے،علاقہ کے اکثر لوگ ان سے وابستہ تھے، نیز جن کی لڑکی تھی، وہ طلاق کو نہیں چاہتے تھے، بلکہ پختہ ارادہ ان کا یہ تھا کہ کچھ بھی ہو جائے ہماری لڑکی ان کے گھر رہے، ادھر سے لڑکی والے میری اہلیہ محترمہ سلمہا اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں،ان کی وجہ سے بھی میں بات صاف نہ کہہ سکا، کیونکہ فتنہ برپا ہوتا ہے،احقر سے یہ لوگ صرف نکاح پڑھنے یا اجازتِ نکاح طلب کرنے کو کہتے تھے، یہ نہیں کہتے تھے، کہ شرعی حکم کیا ہے، یہ لوگ رات ودن آتے رہتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں آخر کار بندہ مجبور ہوا تو ان سے کہا کہ قریب کے پانچ چھ گاؤں کے اکثر اور سمجھدار لوگ جمع کریں،سب مل کر فیصلہ کریں،ایک اور چار گاؤں کے اکثر لوگ اور دو گاؤں سے ایک ایک آدمی جمع ہوئے ،احقر نے پہلے ان کو خوب سمجھایا کہ طلاق ونکاح کا مسئلہ ہے،آپ لوگ کسی کی رعایت نہ کریں، اس جملے میں کونسا زمانہ پاتے ہو اور تین دفعہ کہنے سے تم لوگ کیا حکم لگاتے ہو، صاف صاف کہدیں،تو سب لوگوں نے یہ کہا کہ ان الفاظ سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی ،اور مذکورہ جملے میں زمانہ مستقبل پاتے ہیں، کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی اس علاقہ کے باشندہ ہیں، مذکورہ جملہ آپ کی مادری زبان کا ہے،آپ ہی بتائیے کہ کیا حکم ہوگا، بلکہ سب لوگ کہنے لگے کہ آپ نکاح پڑھیں یا اجازت دیں احقر نے ان سے ایک تحریر نامہ بھی لیا جس میں چالیس سے زائد لوگوں نے دستخط بھی کئے، پھر مجبور ہو کر بندہ نے نکاح پڑھنے کی اجازت دی، نکاح ہو گیا،اب حضرت والا سے گذارش ہے کہ احقر کے حق میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور مذکورہ جملہ کا شرعی حکم کیا ہے تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے حق میں کہتا ہے کہ میں اسے چھوڑ رہا ہوں،تو عامۃً اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں،لہٰذا اس لفظ سے بلا نیت

بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے[1]، اور تین دفعہ کہنے سے طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ہے، پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوتا[2]، جو نکاح دوبارہ کیا جائے، حلالہ سے قبل وہ شرعی نکاح نہیں، ان دونوں کے درمیان جدائی لازم ہے، مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود جس نے نکاح پڑھا اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے یا اس سے راضی ہوئے وہ سب گنہگار ہیں سب کو توبہ لازم ہے، ایمان کسی کا سلب نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ سب کا ایمان باقی رکھے، اور قوی فرمائے، باقی آپ کا مسئلہ بہت اُلجھ گیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتر مخرج پیدا فرمائے، اور آئندہ کو محفوظ فرمائے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ یہ لفظ میں اسے چھوڑ رہا ہوں اس معنی میں ہوتا ہے، کہ میں اسے چھوڑنے کا ارادہ کر رہا ہوں، اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، پھر دوبارہ نکاح اور حلالہ کی بحث بھی پیدا نہیں ہوتی، اسی طرح اگر یہ لفظ کسی مقام پر طلاق کے لئے بولا ہی نہیں جاتا تو وہاں بھی یہ حکم نہیں ہوگا، جو شروع جواب میں لکھا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۴۰۶ھ

''طلاق دیدے'' کے جواب میں ''کب کی دیدی''

سوال: ۔زید کی بیوی جھگڑا کر کے مدت ہوئی اپنے میکہ چلی گئی، زید اسکی وجہ سے افسردہ خاطر رہتا ہے، زید نے دو تین بار طلاق دینے کا بھی اظہار کیا ہے، زید ایک بار اپنے دوست عمر کے پاس آیا، عمر نے زید کو پریشان دیکھ کر کہا بھئی ایسے پریشان ہو رہے ہو تو بیوی کو طلاق دیدو، زید نے کہا

---

[1] ملاحظہ ہو.....لفظ چھوڑ دی سے طلاق، طلاق صریح کا بیان۔

بخلاف فارسية قول سرحتک وهورها کردم لانه صار صريحاً في العرف (شامی کراچی، ج۳/ص ۲۹۹/ باب الکنایات، شامی نعمانیه، ج۲/ص ۴۶۴/.

[2] وان كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وتنثين في الامامة لم تحل به حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها (عالمگیری، ج ۱/ص ۴۷۳/ فصل فيما تحل به المطلقة)، المحيط السرخسی ص۸ ج۳ جزء ۶، كتاب الطلاق مطبوعه دار الفكر بيروت، هداية ص ۳۹۹ ج۲ كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی ديوبند.

''کب کی دیدی ہے'' عمر نے ٹوکا ایسے الفاظ کہتے ہو تو مطلقہ ہو جائیگی،

میں تحقیق کرونگا، زید نے کہا نہیں، نہیں اس سے طلاق نہ ہوگی، یہ بات مدنظر رہے کہ زید نے اپنی بیوی کو اس مجلس سے پیشتر طلاق نہیں دی ہے، اور عمر کے سامنے صراحۃً جھوٹ بولا تھا، اس کا ثبوت اس کے قول سے بھی ہو رہا ہے، تو زید کے اس قول سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کونسی ؟ زید کی اس بات کو سننے والا صرف ایک شخص عمر ہے، وہ کیا کرے؟ زید تو اپنے خیال پر قائم ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے اس (جھوٹے) اقرار سے بھی طلاق رجعی واقع ہوگئی[1] تین ماہواری گذرنے سے پہلے پہلے اس کو حق ہے کہ رجعت کرلے، عمر وغیرہ کے سامنے کہدے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی،[2] اگر تین ماہواری گذر چکی ہوں تو بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے ،حلالہ کی ضرورت نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لواقر بالطلاق کاذبا اوهازلا وقع قضاء. شامی زکریا ، ج۴/ص ۴۴۰/ (مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۲۳۶/کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراه علی التوکیل بالطلاق الخ.

[2] واذاطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها والرجعة ان يقول راجعتک اوراجعت امرأتی ويستحب ان يشهدعلی الرجعة شاهدين ،هدايه ، ج۲/ص ۳۹۴/ اول باب الرجعة ،مطبوعه یاسرندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة زیلعی ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] اذاکان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها ، عالمگیری، ج ۱/ص ۴۷۲/ باب الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة .(مطبوعه کوئٹه)، شامی زکریا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۲ کتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

''تو سمجھ لے کہ دی'' سے طلاق

سوال: ۔زید نے دوسری شادی کر لی، ایک روز پہلی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، اس وقت زید کی بھابھی بھی وہاں موجود تھی، زید نے کہا کہ میں تم سے عاجز ہو گیا ہوں میں تجھے چھوڑ دونگا، اس کے جواب میں بیوی نے کہا کہ میں بھی تم سے تنگ آگئی ہوں، اس پر زید نے کہا کہ جا تو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی، اس کے بعد جھگڑا ہوتا رہا، اور اس دوران میں زید نے کئی مرتبہ پھر یہی الفاظ کہے کہ جا تو یہ سمجھ لے کہ دی، جا تو یہ سمجھ لے کہ دی، اس عرصہ میں دو تین آدمی اور آگئے، بیوی نے ان دو آدمیوں کے سامنے یہ واقعہ دہرایا کہ زید نے مجھے ایسا کہا ہے، اس پر زید نے یہ کہدیا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی، تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ گذر گیا بیوی سے زید کا کوئی تعلق نہیں ہے، صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کا یہ مطلب تھا کہ جا تو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی مگر تیرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے میں نے طلاق نہیں دی اور زید اس پر حلف کر لے تو زید کا قول معتبر ہوگا، اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا،[1] ورنہ طلاق کا حکم ہو جائے گا، اور قرینہ بھی یہی ہے کیونکہ ایسا کہنے کے بعد زید نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تیری لونڈیا کو طلاق

سوال: ۔ایک شخص اس کے سسر اور ساس نے یہ نہیں کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق

---

[1] والقول له بيمينه فى عدم النية فاليمين لازمة لهٗ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا، ج۴/ص ۵۳۳/مطبوعه كراچى، ج۳/ص ۳۰۰/ باب الكنايات مطلب لااعتبار بالاعراب هنا، هدايه ص ۳۷۴ ج ۲ كتاب الطلاق، قبيل صفحة باب تفويض الطلاق مطبوعه تهانوى ديوبند، بحر ص ۲۹۸ ج ۳ باب الكنايات فى الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

دیدو بلکہ یہ کہا کہ تیری بہن پر طلاق، تیری ماں پر طلاق، اس لڑکے نے چار بار طلاق طلاق طلاق طلاق کہا، اور آخر میں یہ بھی کہا کہ تیری لونڈیا کو طلاق، ساس کی تین لڑکیاں ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، کسی کا نام لے کر نہیں کہا، اور نہ دل سے کہا اور نہ طلاق دینے کی نیت تھی، کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ تمہاری بہن یا تمہاری ماں پر طلاق، جیسے کہ انہوں نے کہا تھا مگر نام آ گیا، لونڈیا کا اس کے بعد لڑکا خاموش ہو گیا، اور اس واقعہ کے دو چار گواہ بھی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس لفظ سے ''تیری لونڈیا کو طلاق'' ایک طلاق تو ہو ہی گئی اگرچہ اس کے سسر کی کئی لڑکیاں ہیں، مگر طلاق اس لونڈیا کو دے سکتا ہے جو اس کے نکاح میں ہے، لہٰذا بغیر نام لئے بھی اس کی بیوی پر طلاق ہو گئی[1] اس سے پہلے چار بار طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، کہا ہے تو اس میں اس نے نہ بیوی کا نام لیا نہ خطاب کیا نہ اس کی طرف کسی طرح اشارہ کیا اور وہ قسم کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے یہ لفظ نہیں کہا تو اس کا قول معتبر ہوگا، ورنہ اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ کا حکم ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] له بنات ذوات أزواج قال زوج إحداهن لأبيهن طلاق على بنتك وقع على امرأته لأنه لا يملك إلا الإيقاع على امرأته فانصرف إليها، فتاوى بزازيه على الهندية ص۱۷۸، ۱۷۹ ج۴ كتاب الطلاق، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافة، مطبوعه كوئٹه، قاضى خان على الهندية كوئٹه ص۴۶۴ ج۱ كتاب الطلاق.

[2] لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتى يصدق ويفهم عنه إنه لو لم يقل ذٰلك تطلق امرأته لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، شامى زكريا، ج۴، ص۴۵۸، (مطبوعه كراچى، ج۳، ص۲۷۸، باب الصريح مطلب شن بوش يقع به الرجعى، بحر ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعیین اشارہ الفاظِ طلاق کہنے کا حکم

سوال: -محمد عبدالحق نے اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ جھگڑا کر کے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن دے دیا، لیکن کسی عورت کا نام نہ لیا، اشارہ بھی نہ کیا گواہ نے جو عبدالحق نے کہا وہ سنا، اب شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جھگڑا دونوں سے تھا تو دونوں کو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، دونوں کو علیحدہ کر دے، اگر ایسا نہیں تو عبدالحق سے دریافت کر لیا جائے وہ جس کو متعین کر کے کہے کہ فلاں کو طلاق دی ہے تو اس پر طلاق مانی جائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر پہلے طلاق نہیں دی تو اب دی دی

سوال: -آج سے چار مہینہ قبل میں نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دی، ایک ''تم دونوں کو طلاق'' کہہ کر طلاق دی، میں نے اس کے بارے میں فتویٰ لیا تھا، تو جواب دیا گیا کہ رضامندی ہونے پر عدت میں رجوع کر سکتے ہیں، اس کے بعد میری ایک گھر والی اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی، چار مہینہ بعد میں اسے لینے گیا، اور انہوں نے گرما گرمی سے کہا کہ تم نے جب اسے طلاق

---

[1] له امرأتان كلتا هما معروفة له صرفه الى ايهما شاء الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعه كراچى ص ۲۹۰، ج:۳، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فى قبل ما بعد قبله رمضان، قاضى خان على هامش الهنديه ص: ۴۵۲، ج: ۱، اول كتاب الطلاق، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى كوئٹه. ص: ۳۵۸، ج: ۱، الباب الثانى الفصل الاول فى الطلاق الصريح.

دیدی تھی تو اسے کیوں لینے آئے؟ اس کے بعد ان کا کہنا ہے کہ تو نے ہمارے سامنے بھی یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دیدی، ان کا کہنا ہے کہ ''دی دی'' کا لفظ تم نے کتنی بار ادا کیا، البتہ طلاق کا لفظ نہیں کہا، خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ الفاظ ادا کئے یا نہیں؟ مجھے معلوم نہیں ہے، لہٰذا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اپنی دو بیوی کو ایک بار کہا کہ ''تم دونوں کو طلاق'' تو دونوں پر ایک ایک طلاق[1] ہوگئی، جس میں رجعت کا حق حاصل تھا، حقِ رجعت عدت کے اندر ہوتا ہے، عدت تین ماہواری ہے، اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت نہیں کی تو بائنہ ہوگئی، اب جب تک بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح نہ ہو تو اسکے لانے اور کہنے کا حق نہیں، وہ بالکل غیر ہوگئی[2]، اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت کر لی یعنی اسطرح کہہ دیا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، یا ایسا کوئی کام کر لیا جو شوہر بیوی کے ساتھ خاص ہو تو رجعت ہوگئی، خواہ بیوی رضامند ہو یا نہ ہو، بلکہ زبانی رجعت کی ہو تو بیوی سامنے ہو یا نہ ہو ہر طرح رجعت ہوگئی[3]، اگر رجعت کر لینے کے بعد آپ بیوی کو لینے گئے اور

---

[1] ولو كانت له امرأتان فقال بينكما تطليقتان طلقت كل واحدة صحيح، عالمگيری كوئٹه ص: ۳۶۱، ج: ۱، الباب الثانی، الفصل الاول فی الطلاق الصريح، قال لنسائه الاربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۵۲۰، ج: ۴، مطبوعه كراچی: ۲۹۱، ج: ۳، باب طلاق غير المدخول بها. مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان.

[2] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. هدايه ج: ۲، ص: ۳۹۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، طبع ياسر نديم ديوبند، الدر مع الشامی كراچی ص ۴۰۹ ج ۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد على المبانة، مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت بذلک اولم ترض والرجعة ان يقول راجعتک او راجعت امرأتی اويطأها اويقبلها الخ. هدايه ص: ۳۹۴، ج: ۲، اول باب الرجعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج ۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة.

اسکے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تم نے ہمارے سامنے یہ الفاظ ادا کئے ''میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دیدی'' تو اگر واقعۃً ایسا کہا بھی تو ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، اسلئے کہ ''اب طلاق دیدی'' کو اس پر معلق کیا ہے، کہ پہلے طلاق نہیں دی، حالانکہ پہلے طلاق دیدی تھی، اسلئے اب ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گونگے کی طلاق

سوال:- کسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے گونگے مرد کے ساتھ کردیا، یہی لڑکی بلوغ کے بعد اپنے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کررہی ہے، تو سوال یہ ہے کہ گونگا طلاق کس طرح دے گا؟ اگر وہ گونگا طلاق دینے سے انکار کردے تو کیا کیا جائے؟ یا طلاق دینے کیلئے کسی بھی طرح گونگا مرد راضی ہوجائے، یا اسکو اس کے گھر والے اور ذمہ دار حضرات کسی طرح سے راضی کرلیں، تو کیا طلاق میں بھی اشارہ کافی ہوگا؟ یا طلاق کی کوئی دوسری صورتیں نکل سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اشارہ سے طلاق بھی ہوجائے گی، اگر لکھنا جانتا ہے تو لکھدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۱۳۹۶ھ

الفاظِ طلاق عربی میں کہلوانا جن کے معنی نہ جانتا ہو

سوال:- ایک شخص نے کسی آدمی سے یہ الفاظ کہلوائے: **اطلق زوجی طلقاً وَاحداً**

---

[1] ویقع طلاق الاخرس بالاشارۃ یرید بالاخرس الذی ولد وھو اخرس (الی قولہ) واذا کان الاخرس یکتب کتابا یجوز بہ طلاقہ عالمگیری ص:۳۵۴، ج:۱، کوئٹہ، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ شامی زکریا ص:۴۴۸، ج:۴، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشۃ والافیون والبنج، الدر المنتقی مع مجمع الأنھر ص۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

او ثانیاً او ثالثاً. لیکن ان الفاظ کے معنی اسکو معلوم نہیں، پھر معانی بتلا دیئے گئے، تو پھر اس نے ان الفاظ کو کہا اور اسکی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شخص ان الفاظ کا ترجمہ نہیں جانتا مگر یہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے، تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائیگی، لیکن جب اس کو معنی بھی بتلا دیئے گئے، اور جان کر سمجھ کر پھر یہ الفاظ کہے تو اب وقوعِ طلاق میں کیا شبہ ہے، نیت کی حاجت نہیں[1]، ہاں اگر بالکل محل استعمال اور معنیٰ سب سے ہی ناواقف ہو، کچھ خبر ہی نہ ہو تو پھر طلاق نہیں ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۵ھ

الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق

سوال: -محمد طیب کا بیان ہے کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق نہیں دی، وسیلہ خاتون کا بیان بھی محمد طیب کے مکان پر یہی تھا، کہ مجھ کو طلاق نہیں دی، لیکن اپنے گھر جانے پر جو کہ دو میل ہے وسیلہ خاتون سے جب کہ اس کو اپنے ماں باپ کے یہاں گئے ہوئے پندرہ یوم سے زائد ہو گئے تھے، حسبِ ضرورت دریافت کیا گیا، تو وہ کہتی ہے کہ مجھ کو ایک دفعہ کوٹھری سے نکل کر محمد طیب نے

---

[1] المرأة اذا لقنت زوجها الطلاق بالعربية وهو لا يعلم يقع الطلاق . الفتاوى التاترخانية، ص: ۲۵۹، ج:۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فى بيان من يقع طلاقه الخ . مطبوعه كراچى، الصريح لايحتاج الى النية شامى زكريا ص: ۴۶۱، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۵۰، ج:۳، باب الصريح، مطلب فى قول البحر ان الصريح الخ، بحر كوئٹه ص۲۵۸ ج۳ كتاب الطلاق، باب الطلاق، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۲ باب الطلاق الصريح، طبع عباس احمد الباز مكة مكرمة.

[2] قال ابوالليث اذا قال لامرأته انت طالق ولا يعرف ان هذا اللفظ طلاق طلقت فى القضاء ولاتطلق فيما بينه وبين الله تعالىٰ. الفتاوىٰ التاتارخانية ص: ۲۵۹، ج:۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث فيمن يقع طلاقه. مطبوعه كراچى، شامى كراچى ص ۲۴۱ ج۳ كتاب الطلاق، مطلب فى الحشيشة والافيون والبنج، بزازيه على هامش الهندية ص ۱۷۹ ج۴ كتاب الطلاق، مسائل الايقاع، بلا قصد وإضافة.

کہا کہ میں نے طلاق دیدی، اس کے کچھ دیر کے بعد دستی نل کے پاس کہا کہ میں نے طلاق دیدی، اس کے کچھ دیر بعد کہا کہ میں نے طلاق دیدی، لیکن کسی گواہ کی موجودگی میں ثابت نہیں، کہ حویلی کے اندر پانچ گھر اور آٹھ عورتیں ہیں، جو کہ ہر وقت موجود رہتی ہیں، اور وسیلہ خاتون کے بیان کے وقت سب موجود تھیں، حویلی کا صحن چاروں گھروں کا ایک ہے، علاوہ اس کے جو بیان کسی مرد یا عورت کا ہے، کہ محمد طیب نے میرے سامنے کہا کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق دیدی، وہ فقط ایک ہے، پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے دریافت کیا، تو محمد طیب نے کہا کہ میں نے طلاق دیدی، دو عورتیں بیان کرتی ہیں کہ محمد طیب طلاق دینے سے انکاری ہے، اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایک جگہ شاہد نہیں ہیں، ایسی حالت میں محمد طیب کا بیان قابلِ تصدیق ہے یا قابلِ تکذیب؟ محمد طیب کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے کہ قرآن شریف کی قسم جب کہ ہاتھ پر رکھا ہو، یا اللہ پاک کی قسم کھا کر بیان دے یا بلاقسم کے بیان دے؟ یا مجبور نہ کیا جائے اور محمد طیب کے بیان پر عمل کیا جائے یا بیان نہ مانا جائے؟

تحریرِ بالا پر غور کر کے فتویٰ دیں کہ وسیلہ خاتون اب بھی منکوحہ ہے یا مطلقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح طلاق کا اقرار کرنے سے بھی طلاق کا حکم کردیا جاتا ہے[1]۔

اگر موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے، لیکن اقرارِ طلاق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے، اور یہ معتبر ہیں تو ان کی گواہی سے بھی شرعی ثبوت حاصل ہوجائے گا اور طلاق کا حکم کردیا جائے

---

[1] ولو اقر بالطلاق كاذبا اوهاز لا وقع قضاء. شامی زکریا ص: ۴۴۰، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۶، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراه علی التوکیل الخ، مبسوط سرخسی ص ۱۳۳ ج ۶ کتاب الطلاق، باب من الطلاق، دار الفکر بیروت، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۳۶۸ ج ۱ کتاب النکاح، فصل فی اقرار احد الزوجین بالحرمة الخ، بحر کوئٹه ص ۲۵۹ ج ۳ باب الطلاق الصریح.

گا، اور جیسی طلاق کی گواہی دیں، ویسی طلاق کا حکم ہوگا، اگر چہ یہ گواہ ایک مجلس کے اقرار کے گواہ نہ ہوں، بلکہ الگ الگ مجلس کے گواہ ہوں، ایسی صورت میں محمد طیب سے حلفیہ بیان لینے کی ضرورت نہیں[1]۔

الحاصل حکمِ طلاق کے لئے نہ تنہا زوجہ کا دعویٰ کافی ہے، اور عدم حکم طلاق کے لئے نہ محض شوہر کا انکار کافی ہے۔

شوہر کے اقرر یا شرعی شہادت سے طلاق کا حکم ہوتا ہے، اقرار اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے حلفیہ انکار سے عدمِ طلاق کا حکم ہوتا ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ

لفظ طلاق بطور دشنام

سوال:- زید نے زوجہ کی چند کوتاہیوں کی وجہ سے اشتعال میں آکر لفظ طلاق طلاق طلاق تین مرتبہ کہا، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو زید نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا، بلکہ بطورِ دشنام کہا، لہٰذا اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بیوی کے حق میں لفظ طلاق تین دفعہ کہا اگر چہ بطورِ دشنام کہا ہو اور طلاق دینے کی نیت

---

[1] وشرط لغیر دلک رجلان اورجل وامرأتان ما لا کان الحق اوغیر مال کالنکاح والرضاع والطلاق. مجمع الانهر ص: ۲۶۱، ج:۳، آخر کتاب الشهادت. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۴۶۵ج۵ اول کتاب الشهادات، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱ج۳ کتاب الشهادات، الباب الاول.

[2] فان حلف ولا بینة لها فالاثم علیه. شامی زکریا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۵۱، ج:۳، باب الصریح، مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج الخ، بحر کوئٹه ص۲۵۷ ج۳ اول باب الطلاق الصریح.

نہ ہوتب بھی طلاق مغلظہ ہوگئی[1] اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

متعدد بار طلاق

سوال:- ایک عورت مسماۃ جنت بعمر ۲۱، سال خدا کو حاضر وناظر جان کر حلفیہ بیان کرسکتی ہے، کہ میں عرصہ تقریباً ۴½ سال سے عبدالرشید کی زوجیت میں ہوں، اس تمام مدت میں میرے خسر تقریباً چھ ماہ تک اپنی حیات میں میرے تمام اخراجات کے کفیل رہے، انکے انتقال کے بعد میرے شوہر مذکور نے حقوق زوجیت مثلاً نان ونفقہ اور رات کا تخلیہ ترک کرکے دوسری بازاری پیشہ ورعورتوں سے اپنے تعلقات کر لئے، جب کہ کبھی میں نے اور میرے والدین نے اور دوسرے اقرباء نے نان نفقہ کے لئے کہا تو اس نے صاف طور سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ کو بالالفاظ طلاق دے چکا تو اپنے ماں باپ کے یہاں رہ اس لئے یہی الفاظ طلاق ایک وقت میں

---

[1] صریحه مالم یستعمل إلا فیه ویقع بها وان نوی خلافها اولم ینو شیئاً. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۵۷، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۷، ج:۳، اول باب الصریح. لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثاً. الاشباه والنظائر ص:۲۱۹، الفن الاول القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی من اهماله. بیان ما تفرع علیه من انه لو کرر الطلاق الخ، مطبوعه دار العلوم دیوبند، هندیه کوئٹه ص۳۵۵ج۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق.

[2] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری کوئٹه ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص۸۸ج۲ کتاب الطلاق، باب الرجعة طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

متعدد مرتبہ خوشی اور غصہ کی حالت میں مجھ سے اور دوسرے سے کہے چونکہ میرے خاوند کی رہائش پیشہ ور عورتوں کے یہاں ہے اور اس کی والدہ بھی پیشہ کرنے لگی ہے، جب کبھی دو چار اشخاص نے اس کو مجبور کیا تو اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے جاتا ہے، تو الفاظ طلاق دھراتے ہوئے کہا کہ اگر اسے چلنا ہی ہے تو جہاں میں رہتا ہوں، وہاں چلی چلے، اب اگر میں اس کے کہنے کے مطابق چلی جاؤں تو میری عصمت کو خطرہ ہے، میرے اس بیان کی تصدیق کیلئے محلّہ کے دوسرے اشخاص اور برادری کے لوگ موجود ہیں، کہ جن کے سامنے عبدالرشید نے کہا کہ میں اسے یعنی اپنی بیوی جنت کو طلاق دے چکا غرض وہ ہر شخص سے بھی بیان کرتا پھرتا ہے، کہ میں نے اسے طلاق دیدی۔

(۱) علماء دین مفتیان شرع متین میرے لئے شرعی مسئلہ بیان فرماویں آیا واقعی طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر طلاق ہوگئی تو عدت کے دن اس تاریخ سے شمار کرے یا اس مسئلہ کے معلوم ہونے کے وقت سے۔

(۳) بعد ایام گذرنے عدت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہوں، یا نہیں خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ موجودہ قانون زبانی طلاق کو نہ مانتا ہو تحریر ہی قابل قبول ہو تحریری طلاق نامہ تو نہیں البتہ شاہد موجود ہیں۔

(۴) اگر طلاق واقع نہیں ہوتی، تو انفساخ نکاح کیلئے ایسی صورت میں جب کہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کے پاس مقدمہ نہ جاوے غیر مسلم حاکم کے پاس جاوے ان دونوں صورتوں میں کونسی تدبیر ہے کہ جس سے نکاح فسخ ہوجائے، کیونکہ جب میں اپنے شوہر عبدالرشید کے پاس جاتی ہوں، تو خطرۂ عظیم ہے کہ جس طرح اس کی والدہ اپنے شوہر کے مرنے پر پیشہ ور ہوگئی ہے، مجھے کسی مقام پر لے جا کر اس فعل خراب کیلئے مجبور کرے اور خود کوئی ایسی شکل نہیں کہ جس سے اپنے بچوں کی پرورش کرسکوں۔ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی[۱]

(۲) جس تاریخ کو طلاق دی ہے، اسی تاریخ سے عدت کے دن شمار کئے جائیں گے[۲]

(۳) اگر شوہر کو طلاق کا اقرار ہے[۳] یا کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ موجود ہیں تو بعد عدت دوسری جگہ شرعاً نکاح درست ہے[۴]

(۴) اگر شوہر طلاق کا انکار کرے اور گواہ بھی نہ ہوں تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے باقاعدہ طلاق حاصل کر لی جاوے یا خلع کر لیا جاوے نکاح فسخ کرنے کے لئے حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے[۵]، اور شوہر سے طلاق دلانے کیلئے شوہر کو خلع پر مجبور کرنے کیلئے حاکم کا ہونا شرط نہیں[۶] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

۱ کرر لفظ الطلاق وقع الکل بان قال قد طلقتک قد طلقتک. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۹۳، ج:۳، قبیل باب الکنایات، هندیه کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الاشباه والنظائر ص ۲۱۹ الفن الاول القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولٰی من اهماله، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

۲ وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق هدایه ص:۴۲۵، ج:۲، باب العدة، مجمع اللأنهر ص ۱۴۹ ج۲، باب العدة، سکب الانهر ص:۱۴۹، ج:۲، باب العدة. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۳ من اقر بطلاق سابق یکون ذلک ایقاعا منه فی الحال، مبسوط سرخسی ص۱۳۳ ج۶، کتاب الطلاق، باب من الطلاق، دار الفکر بیروت، شامی کراچی ص ۲۳۶ ج۳ کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعتاق، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۶۸ ج ۱ کتاب النکاح، فصل فی اقرار احد الزوجین بالحرمة وفساد النکاح بسبب النسب الخ، بحر کوئٹه ص ۲۵۹ ج۳ باب الطلاق الصریح.

۴ وشرط لغیر ذلک رجلان او رجل وامرأتان مالاً کان الحق او غیر مال کالنکاح والرضاع والطلاق. مجمع الانهر ص: ۲۶۱، ج:۳، اول کتاب الشهادت، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۵۷۲ ج۳ کتاب الطلاق، الشهادة والدعوی والخصومة فی الطلاق، طبع کراچی محیط برهانی ص ۱۵۶ ج۵ کتاب الطلاق، الفصل التاسع عشر فی الشهادة الخ طبع مجلس علمی گجرات.

۵ الحیلة الناجزة ص: ۲۱، مقدمه، طبع دار الإشاعت دیوبند. (حاشیہ ۶ اگلے صفحہ پر)

بار بار طلاق کا حکم

سوال:- میں نے اپنے والدین سے گھر کے متعلق لڑائی کر کے اپنی زوجہ کو کہہ دیا کہ تم اپنے گھر اپنے بھانجہ کے کپڑے لے جا اور ایک پرچہ نابالغ لڑکے سے لکھوا کر زوجہ کو دیدیا جس کی یہ عبارت ہے۔

جناب خالو صاحب! تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے تم کو اختیار ہے مہر کی عوض میرا زیور رکھ لینا ورنہ واپس کر دینا روپیہ لینا۔"

زوجہ کو رخصت کر کے پردیس میں چلا گیا اور وہاں سے اپنے خسر کو دو خط لکھے کہ میری غلطی معاف کرو اگر تم اور تمہاری لڑکی راضی ہو تو میں لینے کے لئے آؤں انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ اطلاع دی کہ چلے آؤ، میں وہاں سے اپنی زوجہ کو لے کر مولانا اشرف علی ادام اللہ فیوضکم العلیا کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی حالات گذشتہ بیان کئے حضرت ممدوح دام ظلکم العالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق ہوگئی، میری زوجہ نے عرض کیا کہ اس واقعہ سے ۳/سال قبل میرے شوہر نے مجھ کو دو طلاق دیدی تھیں، مولانا دام ظلکم نے احقر سے دریافت فرمایا کہ جو عورت کہتی ہے سچ ہے یا نہیں، عرض کیا کہ احقر کو یاد نہیں دوبارہ پھر دریافت فرمایا، عرض کیا کہ یاد نہیں فرمایا کہ میرے گھر کے مسئلے نہیں اگر ان سب طلاقوں کو جمع کر لیں تو تین طلاق ہوگئیں میں نے زوجہ کو خسر صاحب کے یہاں پہنچا دیا اور خسر صاحب سے کہہ دیا کہ مولانا ممدوح الشان نے ارشاد فرمایا کہ نکاح ناجائز ہوگیا تم کسی عالم سے دریافت کر لینا پس اگر فتویٰ جواز کا آ گیا تو میں زوجہ کو لے جاؤں گا، میری زوجہ کہتی ہے کہ اگر میرا نکاح دوسرے کے ساتھ کر دیا تو میں خودکشی کر لوں گی، دو طلاق جو زوجہ نے بیان کیں میرے تو یاد نہیں لیکن میرے والد کا بیان ہے کہ لڑکے نے کہا میں نے طلاق دی میں نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۶ حضرة السلطان ليست بشرط لجواز الخلع عند عامة العلماء، هنديه كوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱، الباب الثامن فی الخلع وما فی حكمه.

لڑکے کو طمانچہ مارا اور کہا ایسا مت کر اس نے جواب دیا میں تو دوں گا، لہٰذا ملتجی ہوں کہ اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر اگر والد اور زوجہ کی دو طلاق کے بارے میں تصدیق کرتا ہے یعنی غالب خیال یہ ہے کہ یہ سچے ہیں تو دونوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اگر دونوں صریح ہیں تو ان کے بعد عدت میں رجعت جائز ہے،[1] اور بعد عدت نکاح درست ہے، اگر ایک بائن تھی دوسری صریح تو رجعت کا اختیار نہیں البتہ نکاح درست ہے،[2] اگر دونوں بائن تھیں تو ان میں سے ایک ہی واقع ہوئی دوسری نہیں نکاح درست ہے،[3] اگر نکاح یا رجعت (حسب تفصیل بالا جس کی بھی ضرورت تھی) کرنے کی نوبت نہیں آئی، اور عدت گذر گئی، بعد اس کے تیسری طلاق لکھوا کر دی جس کا خود بھی مقر ہے تو یہ واقع نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہ اب منکوحہ ہے نہ معتدہ[4] لہٰذا اب نکاح درست ہے اگر عدت ختم نہیں

---

[1] واذاطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها، عالمگيرى ص ۴۷۰/ ج ۱/ الباب السادس فى الرجعة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج ۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، دار الكتاب ديوبند.

[2] واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها، عالمگيرى ص ۴۷۲/ ج ۱/ الباب السادس الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، ياسر نديم ديوبند، الدار مع الشامى كراچى ص ۴۰۹ ج ۳ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة.

[3] ولا يلحق البائن البائن بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت بائن لا يقع الا طلقة واحدة بائنة، عالمگيرى ص ۳۷۷/ ج ۱/ الباب الثانى، الفصل الخامس فى الكنايات، مطبوعه كوئٹه، الدار مع الشامى زكريا ص ۵۴۲ ج ۴ باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، مجمع الأنهر ص ۴۱ ج ۲ فصل فى الكنايات دار الكتب العلمية بيروت.

[4] وفى الحاوى سئل الدبوسى عمن راجع امرأته بعد التطليق ثم قال لها حالة الغضب توزن من نيستى ونوى به تطليقة واخبرها بذلك حتى حاضت ثلاث حيض ثم طلقها ثلثاً قال لا تقع الثلاث لانها صارت اجنبية بانقضاء العدة عن الطلقة الثانية الفتاوى التاتارخانية ص ۳۲۲/ ج ۳/ كتاب الطلاق، مطلب فى قوله ليست لى بامرأة وما يتصل به، مطبوعه كراچى.

ہوئی تھی، یا پہلی دو طلاق واقع ہو کر نکاح یا رجعت کی نوبت آچکی تھی تو اب تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں، یہ سب تفصیل مدخولہ کے حق میں ہے[1]، اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائن ہوگئی اس کے بعد دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوئی[2]، لہٰذا نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: والد کا بیان جو کہ سوال میں درج ہے، اس سے دو طلاق دینا معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک طلاق دینا معلوم ہوتا ہے اور دوسری کا وعدہ پس اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق دیدی ہے تو اس کا جواب حسب تفصیل بالا ہے، اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق نہیں دی تو پھر کسی طرح مغلظہ نہیں ہوئی لہٰذا اندریں صورت نکاح بلا حلالہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۹/۵/۵۳ھ صحیح: سعید احمد

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/۱/۵۳ھ

طلاق پر طلاق

سوال:- ایک شخص (ہ) کی شادی ۱۹۴۹ء میں (س) کے ساتھ ہوئی تھی، (س) کے والدین وغیرہ نے اور خود (س) نے بھی کوشش کی (ہ) کی بہن (ز) کی شادی (س) کے بھائی (خ) کے ساتھ ہو جائے، چنانچہ (ز) کی شادی (خ) کے ساتھ ۵۹ء میں ہوگئی، بدقسمتی سے (ز)

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا فى الهداية عالمگيرى ص ۴۷۳/ ج ۱/ الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ،مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتاب ديوبند، بحر كوئٹه ص ۵۶ ج ۴ فصل فيما تحل به المطلقة.

[2] فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة عالمگيرى ص: ۳۷۳، ج: ۱، الفصل الرابع فى الطلاق قبل الدخول، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۷۱ ج ۲ باب ايقاع الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص ۳۱ ج ۲ باب ايقاع الطلاق، فصل فى طلاق غير المدخول بها، دار الكتب العلمية بيروت.

کی شادی کے ایک سال بعد یا کچھ مدت بعد تلخیاں پیدا ہوگئیں، چنانچہ ۶۱ء کے شروع میں (ہ) نے اپنی (س) کو طلاق دیدی، باپ نے (ہ) کی خوشامد کی، چنانچہ طلاق کا معاملہ اس وجہ سے چھپالیا گیا لیکن دل میں خلش باقی رہی بہن (ز) کو مقام لام پر اس کے باپ کے گھر بیٹھالیا گیا اور ارادہ کرلیا گیا کہ بہن (ز) کو اس کے شوہر (خ) کے یہاں نہیں بھیجا جائے گا، اس عرصہ میں (ہ) کا تبادلہ مقام لام سے دوسری جگہ پر ہوگیا، اس تبادلہ سے پہلے (ہ) نے اپنے بچوں کو مع ان کی ماں کے اس کے باپ کے گھر پر بھیج دیا، بدقسمتی سے ۶۲ء یا ۶۱ء میں (خ) چپکے سے (ز) کو دوسری جگہ لے گیا، جہاں اس کو بہت تکالیف پہنچائی (ہ) نے مجبور ہوکر مقام (پ) سے مقام (ش) پر جانا شروع کردیا، اور پالیسی کو نرم رکھا، چنانچہ ۶۳ء میں (ہ) بہن (ز) کو مقام (پ) پر لے آیا، کئی ماہ (ز) کا علاج ومعالجہ کرکے اس کو مقام (م) پر بھیج دیا، اور اب متفقہ طے کرلیا کہ سوائے طے ہونے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، چنانچہ (ص) اور (خ) وغیرہ ملازم کو مقام (پ) پر لانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم (ز) کو اس کے باپ اور بھائی کے یہاں نہیں بھیجیں گے، ۶۴ء میں (ہ) مقام (پ) سے ملازمت چھوڑ کر مقام (م) آگیا، اور پھر اپنا پیشہ دوسری جگہ شروع کردیا، بعد میں (ہ) نے بہت سمجھایا کہ وہ اپنے بچوں کو بلالے، چنانچہ بچے اپنی ماں کے ساتھ آگئے، دوسرے یہ کہ بہن (ز) کا معاملہ آسانی سے طے ہوجائے، لیکن آج تک وقت ٹلتا اور گذرتا گیا، (ہ) کے تعلقات (س) کے ماموں وغیرہ سے انتہائی کشیدہ اور ناخوشگوار تھے، (س) نے مقام (ب) آنے سے قبل کہا تھا، کہ (ش) کی شادی میں شرکت کرنی ہے، (ہ) نے اس کو اور بچوں کو شادی میں شرکت کرنے سے منع کیا، اور کہا کہ اگر (س) اس شادی میں گئی تو اس کو پھر طلاقِ بائن پڑے گی، لیکن (س) نے کہا تھا کہ ایک بار طلاق کے بعد دوسری طلاق کا کیا ڈر اور خوف اور دس طلاقیں بھی مجھے شادی میں شرکت کرنے سے نہیں روک سکتیں، چنانچہ (س) نے اس شادی میں مقام (ن) پر شرکت کی (ہ) نے مصلحت سمجھتے ہوئے کہ (س) تو پہلے ہی سے مطلقہ ہے، خاموش رہا تاکہ بہن (ز) کا معاملہ مزید الجھن میں نہ پڑے، اس کے بعد چونکہ (ص) وغیرہ کو وقت اور موقع مل گیا تھا

اورخلاف رویہ شروع کردیا، اور (ہ) سے کہا کہ تم ہماری لڑکی کی (س) کو رکھو، اور ہم تمہاری بہن (ز) کو رکھیں گے، اس پر (ہ) تیار نہ ہوا اور (ہ) نے کہا کہ بہن (ز) کا معاملہ اس کے مہر اور جہیز دے کر طے کرو آپ کی لڑکی، (س) کا معاملہ بدستور رکھا جائے گا، اور موقع ملنے پر حلالہ کردیا جائیگا، لیکن (ص) تیار نہ ہوا، چونکہ مہر جہیز دینا پڑتا ہے، اس عرصہ میں غالباً ۶۷ء میں (ص) مقام (ب) سے (ز) کی لڑکی عمر ۵/ یا ۶/ سال کو دھوکہ سے مقام (ش) لے گئے، اور آج تک اپنے وعدہ پر نہیں بھیجا جس کی وجہ سے اس عرصے میں لڑکی کے معاملہ پر معاملہ بڑھا اور (ص) کا لڑکا (ض) اپنی (س) اور بچوں کو بہانہ سے ۲۲/ستمبر ۶۸ء کو لے گیا اور (س) باوجود سخت ہدایتوں کے اور طلاق کے ڈراوے کے پھر ۲۲/ستمبر ۶۸ء کو مقام (ن) گئی اور وہاں سے مقام (س) پہنچ گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا (س) کو طلاق ہوگئی؟ (۲) اور کیا (ہ) کلمہ طلاق کے بعد (س) کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے، خواہ کسی وجہ سے ہو اور (ہ) کس حد تک مرتکب گناہ ہے، اور اس پر کیا کفارہ ہے؟ (۳) اب حلالہ کی کیا صورت ہے، اور کیا شرائط ہیں؟ کیا بہن (ز) کو مندرجہ بالا حالات میں بذریعۂ طلاق الگ کرالینا ہی مناسب ہے، جب کہ (ز) کا شوہر (خ) اول درجہ کا زانی اور ناکارہ ہے اور مذہباً خیالات میں بھی اور اعمال میں بھی بریلوی ہے، اگر (ز) کا معاملہ بذریعۂ طلاق طے نہ کیا گیا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، کیا طلاق کی صورت میں (ز) اپنا مہر اور اپنا سامانِ جہیز واپس لینے کی مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۶۰ھ کے آخر ۶۱ھ کے شروع میں جب (ہ) نے (س) کو طلاق دی تو اسی وقت طلاق ہوگئی تھی، اس کے بعد اگر عدت (تین حیض) گذرنے سے پہلے رجعت کرلی تھی، تو وہ رجعت صحیح ہوگئی تھی، اور نکاح بدستور قائم تھا[1] پھر جب (ش) کی شادی میں شرکت کرنے پر طلاقِ بائن کو معلق

[1] فمن طلق ما دون ثلاث بصريح الطلاق أو بالثلاث الاول من كناياته ..... فله أن يراجع وإن ابت مادامت في العدة، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج ۲ باب الرجعة، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا اور (س) نے شادی میں شرکت کی تو اس شرکت کے وقت دوسری طلاق بائن ہوگئی[۱]، پوری تحریر میں یہی دو طلاقیں مذکور ہیں، پہلی طلاق سے تو رجعت ہو ہی چکی تھی، دوسری طلاق میں رجعت کا اختیار نہیں، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں[۲]، پہلی طلاق سے رجعت کرنے کے بعد تعلق کا قائم رکھنا درست رہا، دوسری طلاق بائن کے بعد (شادی میں شرکت کرنے پر) تعلق قائم رکھنا جائز نہیں تھا، یہ سخت معصیت ہوئی، اس سے توبہ اور استغفار ضروری ہے، جب تک دوبارہ نکاح نہ ہوجائے ہرگز آپس میں ملنے نہ پائیں، بالکل جدا رہیں۔

(۲) اگر (ز) پر جبر وتشدد کیا جاتا ہے شرعی حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا اور وہاں ماحول بھی اس کے حق میں تباہ کن ہے تو تعلق منقطع کرالینا چاہئے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ (ز) اپنا مہر معاف کردے اور شوہر کا دیا ہوا زیور جو کچھ ہو وہ واپس کردے، اور اس کے عوض میں شوہر (خ) طلاق دیدے[۳]، جہیز (ز) کی ملکیت ہے[۴]، اس پر (خ) کو زبردستی قبضہ کرنا جائز نہیں[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، بحر کوئٹه ص ۵۰ ج ۴ باب الرجعة.

(صفحہ ہذا) ۱ واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول ان دخلت الدار فانت طالق هدایه ص: ۳۸۵، ج: ۲، باب الایمان فی الطلاق، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۱۶ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط ونحوہٖ الخ، الدر مع الشامی زکریا ص ۶۰۹ ج ۴ باب التعلیق، مطلب مهم الاضافة للتعریف لا للتقیید الخ.

۲ واذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. هدایه ص: ۳۹۹، ج: ۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع مکه مکرمه.

۳ وان تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق کیلئے تحریر ضروری نہیں

سوال:- دو شخصوں نے اپنی دو لڑکیوں کی بطور ادل بدل شادی کی بعد ازیں ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے گھر بٹھائی اور اس کے خاوند کے ساتھ روانہ نہ کی جب اس لڑکی کو اپنے باپ کے گھر بیٹھے پورا ایک سال گذر چکا تو اس لڑکے نے دوسری شادی کروالی، اور وہ لڑکی اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہی، اب اس لڑکی کے باپ نے اس لڑکے سے کہا کہ میری لڑکی کو گھر بیٹھے ہوئے پورے تین سال گذر چکے ہیں یا تو تم اپنے گھر میں لاؤ ورنہ طلاق نامہ لکھو، اس نے اپنے خسر سے کہا کہ میری بھانجی جو تمہارے بھتیجے سے بیاہی ہوئی ہے، تم اس کو طلاق دیدو تو میں بھی اس کو طلاق دیدوں گا، اور اس کو دونوں طرف نے منظور کرلیا اور لڑکا پندرہ سال سات ماہ کی عمر کا ہے، گویا شرعی رو سے تو بالغ ہے، اگر چہ سرکاری قانون میں نابالغ ہے، تو یہ طلاق واقع ہوگئی، یا نہیں اور دوسرے یہ کہ ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور تحریر نامہ سے انکار کرتا ہے، تو آیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے اس پر فتویٰ دیا کہ یہ طلاق واقع ہوچکی ہے، اور اس کی عدم تحریر کو اس کے وقوع میں کچھ دخل نہیں ہے، اور اس پر کنز الدقائق کی عبارت: **ویقع طلاق کل زوج عاقل**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال وان کان النشوز من قبله یکره ان یاخذ منها عوض. هدایه ص: ۴۰۴، ج: ۲، اول باب الخلع، طبع یاسر ندیم دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، هندیه کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع الخ.

۴ إذا اختلف الزوجان فی متاع موضوع فی البیت الذی کانا یسکنان فیه حال قیام النکاح أو بعد ما وقعت الفرقة، فما یکون للنساء عادة کالدرع والخمار والمغازل والصندوق وما أشبه ذالک فهو للمرأة، هندیه کوئٹه ص ۳۲۹ ج ۱ الباب السابع فی المهر، الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجین، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۰۱ ج ۱ فصل فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت، کتاب النکاح.

۵ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی، بحر کوئٹه ص ۴۱ ج ۵ فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر.

بالغ ولو مکرھاً الخ نقل کی ہے ص:۱۱۱، اس فتویٰ کی صحت اور عدم صحت کو بھی واضح فرمادیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا بالغ قرار دیدیا جاتا ہے[۱] اگرچہ اس میں علامت بلوغ ظاہر نہ ہو پس اگر وہ لڑکا اپنی زوجہ کو طلاق دے تو وہ واقع ہوجائے گی، اور شرعاً معتبر ہوگی[۲] اگر اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی باپ یا چچا وغیرہ اس کی زوجہ کو طلاق دے گا تو وہ واقع نہ ہوگی[۳] طلاق کا وقوع تحریر پر موقوف نہیں، زبان سے کہنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے: **ھو رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المال بالرجعی بلفظ مخصوص. درمختار[۴] ص ۶۴۱ ج ۲**، تحریر

---

۱ بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الی قوله فان لم یوجد فیهما شئ فحتی یتم لکل منهما خمس عشره سنة به یفتی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۲۲۶، ج۹، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام، ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر ص ۶۱ ج۴، کتاب الحجر، فصل : یحکم ببلوغ الغلام الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۴۳۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۵، ج:۳، اول کتاب الطلاق، هدایة ص۳۵۸ ج۲ باب طلاق السنة، مطبوعه یاسر ندیم، النهر الفائق ص۳۱۶ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ تصرف الصبی إن نفع ..... صح ..... وإن ضر کالطلاق والإعتاق فلا إشتراطاً لأهلیة الکاملة ..... وکذا لا تصح من غیره کأبیه ووصیه والقاضی للضرر، سکب الأنهر ص۷۵ ج۴ کتاب المأذون، فصل : تصرف الصبی الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۷۳۱ ج۶ کتاب المأذون، مطلب فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه، عالمگیری ص۱۱۰ ج۵ کتاب المأذون، الباب الثانی عشر فی الصبی أو المعتوه، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

۴ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۴۲۴، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۲۶، ج:۳، اول کتاب الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص۲۳۵ ج۳ أول کتاب الطلاق، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کی ضرورت احتمال انکار کے دفعیہ یا کسی اور مصلحت کے لئے ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/ربیع الاول ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/۳/۵۸ھ

مذاق میں طلاق

سوال:- زید نے اپنی دو دختران کا نکاح دو حقیقی برادران سے کر دیا تھا، عرصہ تک اچھی طرح رہتے رہے، دختران کا کہنا ہے کہ دونوں بھائی ہمیشہ مذاق مذاق میں کہا کرتے ہیں کہ تم اپنے ماں باپ کے گھر سے کچھ لے کر نہیں آئیں، ہم تو ایسی جگہ کریں گے جو خوب مال لے کر آویں، ایک روز صاف لفظوں میں اول بڑے بھائی نے کہا کہ تم ہمارا پیچھا چھوڑو، ہم نے تمہیں چھوڑ دیا ایک مرتبہ طلاق کا لفظ بھی کہا کہ چھوڑ دیا طلاق دیدی، ہم نے کہا کہ طلاق نامہ لکھ دو اور ہمارے گھر پہنچا دو ہم نے اس کو بھی مذاق ہی سمجھا، انہوں نے کہا کہ چلو ہم تمہارے والدین کے سامنے لکھ دیں گے، لدھیانہ سے ریل میں سوار ہو کر میرٹھ شہر میں اترے، یہاں سے ہمارا گھر فاصلہ پر تھا، موضع صالح نگر، ہم سے کہا کہ تم ٹھہرو ہم سواری تلاش کر لائیں، پھر لاپتہ ہو گئے۔

تین یوم تک میرٹھ میں انتظار کیا پھر ہم خود اپنے گاؤں صالح نگر میں پہنچے سب قصہ لڑکیوں نے بیان کیا، برابران سے خط و کتابت کی نہ کسی کا جواب دیتے ہیں نہ آتے ہیں، نہ ملتے ہیں، سات ماہ گذر گئے، ایسی صورت میں شرعاً طلاق ہوگی یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق مذاق میں بھی ہو جاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکیوں کا بیان صحیح ہے، تو شرعاً

طلاق واقع ہوگئی: وطلاق اللاعب والهازل به واقع. اهـ عالمگیری[1] ج ۱، ص ۳۵۳. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۴/۶۴ھ

نوٹ:- لیکن محض لڑکیوں کے بیان پر دوسرا نکاح نہ کیا جائے بلکہ معاملہ صاف کرنا ضروری ہے، اگر شوہر اقرار کرے تو عدت کے بعد نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال:- زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں نہ رکھوں گا، پھر جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے مذاق میں کہا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے، زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ میں نے طلاقِ مغلظہ دی ہے، اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا کوئی دل سے نہیں کہا، اب اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاقِ مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ اور اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاقِ مغلظہ دیدی تب بھی واقع ہوگئی چاہے بیوی سامنے ہو یا

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۳، ج: ۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه. مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۳۹۲ ج ۴ کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، تاتارخانیة ص ۲۵۷ ج ۳ الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه ومن لا یقع، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

نہ ہو[1] لیکن اگر اس کا مقصود اس لفظ سے طلاقِ مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا، یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا، تو دیانةً فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ طلاق نہیں ہوئی، اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا، تو قضاءً بھی طلاق نہیں ہوئی۔[2] اگر طلاقِ مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا یعنی جھوٹا اقرار کرنا جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا، بلکہ اس تصور سے فارغ ہوکر کہہ دیا تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت درست نہیں۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ

طلاق کا اقرار کاذب

سوال: -شوہر اور بیوی میں باہم نااتفاقی رہتی تھی، کہ بیوی اپنے والدین کے گھر بیٹھ گئی اور

---

[1] ویقع طلاق کل وزج بالغ عاقل ولو عبداً اومکرهاً او هازلاً . الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص:۴۳۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۵، ج:۳، کتاب الطلاق، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص۸ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۴۸۸ ج۳ کتاب الطلاق، فصل ویقع طلاق کل زوج الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] لو اقر بالطلاق هاز لا اوکاذباً (الی قوله) لوارادبه الخبر عن الماضی کذبا لا یقع دیانة وان اشهد قبل ذلک لا یقع قضاء ایضاً. شامی زکریا ص:۴۴۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۸، ج:۳، کتاب الطلاق. مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراه، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۶ ج۳ کتاب الطلاق، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۸ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بهاثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۴۲۱، ۴۲۲ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

شوہر پر عدالت میں نان ونفقہ کا دعویٰ دائر کر دیا، شوہر نے کہا کہ اگر بیوی میرے گھر پر رہے گی، تو میں نان ونفقہ دینے کو تیار ہوں، خلاصہ یہ کہ آپس کی رضامندی سے مقدمہ واپس لے لیا، اور بیوی شوہر کے گھر آ گئی، پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو شوہر کے خلاف لوگوں نے بھڑکا دیا اور جبراً طلاق دینے پر مجبور کیا، اس پر شوہر نے کہا کہ اب طلاق کا سوال ہی کیا، میں تو عدالت میں طلاق دے چکا ہوں اور یہ صرف دفع الوقتی کے طور پر کہا، اگر عدالت کے روبرو طلاق دی جاتی تو پھر بیوی شوہر کے گھر آتی کیوں بہرحال یہ جھوٹ کہا تو کیا اس طرح کہنے سے بھی طلاق ہوگئی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جب شوہر نے محض دفع الوقتی کے لئے طلاق کا اقرار کرلیا اور حقیقۃً عدالت میں طلاق نہیں دی تھی، تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اگر مقدمہ عدالت میں پہنچے گا، تو بقاعدۂ شرعیہ اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی مان لی جائے گی، اس کو عدت تین حیض گذرنے سے پہلے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا، مثلاً اس طرح کہ دو آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی[1] پھر دونوں حسبِ سابق شوہر اور بیوی کی طرح رہ سکیں گے: **كما لو أقر بالطلاق هاز لا او كاذباً الىٰ أن قال لوأراد به الخبر عن الماضى كذباً لا يقع ديانةً** (شامی[2] **مختصر ص: ۵۸۲، ج: ۲**) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۸ھ

---

[1] والرجعة ان يقول راجعتک او راجعت امرأتى ويستحب ان يشهد على الرجعة شاهدين. هدايه ص: ۳۹۵، ج: ۲، اول باب الرجعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند البحر الرائق كراچى ص ۵۰، ۵۱ ج ۴، باب الرجعة، در مختار على الشامى زكريا ص ۲۴، ۲۸ ج ۵ باب الرجعة.

[2] شامى زكريا ص: ۴۴۳، ج: ۴، مطبوعه كراچى، ص: ۲۳۸، ج: ۳، كتاب الطلاق، مطلب فى المسائل التى تصح مع الإكراه، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۶ ج ۳ كتاب الطلاق، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اقرارِ طلاق سے طلاق

سوال:- میں نے اپنی بیوی کو سنیما وغیرہ دیکھنے سے منع کیا مگر اس نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس پر میں نے قاضی کی معرفت طلاق دی، اور اسے اپنے گھر سے جدا کر دیا، لیکن میری سسرال والے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی، یہ بدستور تمہاری بیوی ہے، اب مجھے اس عورت کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ نے طلاق دیدی تو وہ واقع ہوگئی، جیسی دی ہے، ویسی ہی ہوگئی، اگر ایک یا دو دفعہ صاف لفظوں میں طلاق دی ہے تو رجعی طلاق ہوگی، اگر آپ چاہیں تو عدت (تین حیض) ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے سکتے ہیں، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہہ دیں کہ میں نے طلاق سے رجعت کر لی، بس اتنا کافی ہے، نکاح بدستور قائم رہے گا[1] اگر طلاق بائن دی ہے، تو رجعت کا حق نہیں رہا، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے[2]، اگر تین طلاق دی ہیں تو مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ تعلقِ زوجیت قائم ہونے کی کوئی

---

[1] واذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك اولم يرض الى قوله. والرجعة ان يقول راجعتك او راجعت امرأتى ويستحب ان يشهد على الرجعة شاهدين. هدايه ص ۳۹۴، ۳۹۵ ج ۲، اول باب الرجعة، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص ۷۹ تا ۸۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۶۸، ۴۷۰ ج ۱، الباب السادس فى الرجعة.

[2] واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. هدايه ص ۳۹۹ ج ۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ص ۴۷۲ ج ۱ الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

صورت نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

اقرارِ طلاق سے طلاق

سوال:- میں کہ محمد مجتبیٰ عرف ڈھلو کی شادی شمیمہ بانو کے ساتھ ہوئی، پھر محبت واخلاق سے دس بارہ سال کا عرصہ گذرنے کے بعد محمد مجتبیٰ اپنی منکوحہ بیوی کو اس کے گھر لاکر پہنچادیا پھر رخصتی کرانے کے لئے نہیں آتا، بلکہ غیروں کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے اس کو طلاق دیدیا، اور اس نے دوسری شادی کرلی، لڑکی کے خالو محمد ایوب نے جب کچھ پوچھا کہ کیوں رخصتی نہیں کراتے تو اس نے ایوب سے کہا کہ میں نے اس کو طلاق دیدیا اور کاغذی طور پر طلاق نہیں دیا، بلکہ جو بھی پوچھتا ہے تو کہتا ہے، کہ میں نے طلاق دیدیا تو اسکے زبانی طلاق دینے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق زبانی دینے سے بھی واقع ہوجاتی ہے لکھ کر دینے پر موقوف نہیں[2]، پس جب کہ شوہر کو

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها. هدايه ص: ۳۹۹، ج: ۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، عالمگيرى ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] هو رفع قيد النكاح فى الحال بالبائن او المال بالرجعى بلفظ مخصوص، درمختار على الشامى زكريا ص: ۴۲۴، ج: ۴، كراچى ص: ۲۲۶، ج: ۳، اول كتاب الطلاق، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۵ ج ۳ كتاب الطلاق، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱، كتاب الطلاق، الباب الأول.

طلاق کا اقرار ہے تو وقتِ طلاق سے تین ماہواری عدت گذرنے پر اس کی مطلقہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق حاصل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۶/۱۴۰ھ

عدد طلاق میں شک

سوال:- زید اور اس کی بیوی ہندہ میں نزاع ہوا زید نے ہندہ مذکورہ کو ایک سے زائد طلاق دیں (غالباً اس طرح میں نے تجھ کو طلاق دیدی قطعی دیدی اور پچھلا فقرہ قطعی دیدی ایک بار یا دو بار تین بار اس کو سننے والوں نے دو یا تین یا چار سمجھا) اور گھر سے نکل جانے کو کہا، پھر جب غصہ فرو ہوگیا تو اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اب تک حسب معمول سابق اس کے پاس رہتی ہے، واقعہ مذکورہ کی تفصیل زوجین اور دو عورتوں عائشہ اور زینب کے بیان کے مطابق جو جھگڑے کے وقت موجود تھے، بطور ذیل ہے۔

(۱) زید شوہر کا بیان کہ میری بیوی نے طعنہ زنی کی جس پر مجھ کو غصہ آیا، اور غصہ میں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یہ یاد نہیں ہے کہ کتنی طلاقیں دی ہیں دو یا تین یا چار۔

(۲) ہندہ بیوی کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو برا بھلا کہا اس لئے میں نے بھی طعنہ دیا اس پر میرا شوہر بہت غصہ ہوگیا اور مجھ کو دو چھڑیاں لگائیں اور میں نے دو طلاقیں اس کی زبان سے سنیں۔

---

[1] وهي في حق حرة تحيض لطلاق ولو رجعياً ثلاث حيض كوامل. الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص: ۱۸۱، ج:۵، مطبوعه كراچي ص: ۵۰۴، ج:۳، اول باب العدة، عالمگيرى ص۵۲۷ ج ۱ الباب الثالث عشر في العدة، مطبوعه كوئٹه البحر الرائق ص۱۲۸ ج۴ باب العدة، مطبوعه كوئٹه، ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً وقع قضاءً الخ، شامي زكريا ص ۴۴۰ ج۴ كتاب الطلاق، مطلب في النكاح على التوكيل بالطلاق الخ، البحر الرائق ص۲۴۶ ج۳ كتاب الطلاق، النهر الفائق ص۳۱۷ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۳) مسماۃ عائشہ نے بیان کیا جس مکان میں جھگڑا ہوا میں موجود تھی، زید نے اپنی بیوی کو کئی طلاقیں دیں یہ مجھے پورا خیال نہیں کہ کتنی دیں، اور کتنی دفعہ کہا میرے خیال میں یہ کہ اس نے پوری طلاقیں دیں اگر مجھے اس وقت خیال ہوتا کہ بعد میں تحقیق کی جاوے گی تو میں دھیان کر کے یاد رکھتی۔

(۴) مسماۃ زینب کا بیان ہے کہ جب جھگڑا ہوا تو زید نے اپنی لڑکی اپنی بیوی ہندہ کی گود سے لے لی اور ہندہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا جاوہ چلدی جب چلدی تو اس نے تین دفعہ طلاق دی۔

پس ارشاد ہو کہ صورت مذکورہ بالا میں شرعاً زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی یا نہیں اگر نہیں تو اس کا اپنی بیوی کو رکھ لینا رجوع ہوا یا نہیں، اور اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تو عدت کا شمار کس وقت سے ہوگا، اور کب عدت ختم ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاروں میں کسی کے بیان میں بھی الفاظ طلاق کا ذکر نہیں کہ کیا تھے، سائل نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں لکھا، پس اگر صریح الفاظ طلاق کے کہے تو حکم یہ ہے کہ اگر ہندہ کے نزدیک زینب کا بیان صحیح ہے، اور زینب ثقہ عادلہ ہے تو ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں، البتہ حلالہ کے بعد نکاح درست ہوسکتا ہے اگر زینب ثقہ عادلہ نہیں اور ہندہ کو اسکے کہنے کا یقین نہیں اور عائشہ کا خیال یہ ہیکہ تین دفعہ طلاق صریح دی ہے، اور ہندہ اس خیال کی تصدیق کرتی ہے تب بھی یہی حکم ہے[۱] اگر عائشہ کے خیال کی تصدیق نہیں کرتی، اور دو مرتبہ خود صریح طلاق سننے کا یقین کرتی ہے، اور شوہر کو شک ہے کہ اسنے دو دفعہ صریح طلاق دی ہے یا تین دفعہ اور کوئی ذریعہ ترجیح اور ظن غالب کا ہے نہیں تو اس صورت میں دو طلاق شمار ہوگی، تین شمار نہ ہوگی، اور صریح طلاق دو مرتبہ

---

[۱] والمرأة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها، تبيين الحقائق ص۱۹۸ ج۲ باب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، شامی کراچی ص ۲۵۱ ج۳ کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر ان الصريح يحتاج فی وقوعه ديانة.

طلاق دینے کے بعد عدت میں رجعت جائز ہوتی ہے اور عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہوگا[۱] تین حیض عدت ہوگی، اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ہے ورنہ تین ماہ ہے[۲]، لہٰذا تعلق زوجیت کا باقی رکھنا رجعت شمار ہوگا تاہم اگر کسی طریق سے یقین یا ظن غالب حاصل ہو جائے کہ تین مرتبہ صریح طلاق دی ہے پھر تعلق زوجیت کا باقی رکھنا بلا حلالہ کے حرام ہے۔

شک أنه طلق واحدا أوأكثر بنى علٰى الأقل كما ذكره الأسبيجابى الا ان يستيقن بالأكثر أويكون أكبرظنه علٰى خلافه وإن قال الزوج عزمت علٰى أنه ثلاث يتركها وإن أخبره عدول حضروا ذٰلک المجلس بأنها واحدة وصدقهم أخذ بقولهم. اشباه[۳] ص: ۳۹.

اگر صریح الفاظ سے طلاق رجعی نہیں دی بلکہ کنایہ سے بائنہ دی ہے، تو ایک طلاق بائنہ ہوگی، لہٰذا نکاح درست ہوگا، حلالہ کی ضرورت نہیں[۴]، ہاں اگر بائنہ کے بعد دوسری صریح دی ہے تو وہ بھی

---

[۱] وإبتداء العدة فى الطلاق ..... عقيب الطلاق، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۴۹ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۴ ج ۴ باب العدة، شامى كراچى ص ۵۲۰ ج ۳ باب العدة مطلب فى وطء المعتدة بشبهة.

[۲] اذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أورجعيا وهى حرة ممن تيحض فعدتها ثلٰثة اقراء إلى قوله، وان كانت حاملاً فعدتها ان تضع حملها. وان كانت ممن لا تحيض من صغر او كبر فعدتها ثلثة اشهرهدايه ص ۴۲۲، ۴۲۳ ج ۲، باب العدة، ملتقى الأبحر على مجمع الأنهر ص ۱۴۲ تا ۱۴۵ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تنوير على الشامى كراچى ص ۵۰۴ تا ۵۰۹ ج ۳ باب العدة.

[۳] الاشباه والنظائر ص: ۱۰۸، القاعدة الثالثة اليقين لايزول بالشک. بيان الشک فى الطلاق وعدده. مطبوعه دارالعلوم ديوبند، شامى مع الدر المختار ص ۲۸۳، ۳۸۴ ج ۳ قبيل باب طلاق غير المدخول بها، مطبوعه دار الفكر بيروت، تاتارخانية ص ۴۳۰ ج ۳، الفصل الرابع عشر فى الشک فى إيقاع الطلاق، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۳۵ ج ۵، الفصل الرابع عشر فى الشک فى إيقاع الطلاق الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[۴] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد إنقضائها. عالمگيرى ص ۴۷۲ ج ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مطبوعه كوئٹه، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم، البحر الرائق كوئٹه ص ۵۶ ج ۴ فصل فيما تحل به المطلقة.

واقع ہوگی[1]، اور اگر یہ الفاظ کہے ہیں، کہ میں نے تجھ کو طلاق دیدی، قطعی دے دی تو اس صورت میں صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی، لیکن اگر اس سے تین کی نیت کی ہے تو تین واقع ہو کر مغلظہ ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲/۴۲ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/صفر ۵۴ھ

عدد طلاق میں شک

سوال:- ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔ اندریں صورت شخصے بنام عبد الجلیل در روز بحوائج مکان مشغول شدے و بعد مغرب بخار آمدے بدیں گونہ حالت او بود روزے بعد مغرب بخار آمد و زوجہ خود را برائے خدمت او طلب کرد نیامد او گفت ترا ایک طلاق دادم و شاہد واحد فقط پسر او بنام علی حسین حاضر بود گفت پدرم مادرم را بدیں گونہ گفت ترا طلاق دادم طلاق دادم ترا ایک طلاق دادم۔

عبد الجلیل گفت ہر گاہ میان ماں فساد گردد پسرم علی حسین دائماً طرف داری مادرش می نماید با مادرش مشاورہ نمودہ ایں میگوید پس دریں صورت کدام طلاق گردد یعنی سہ طلاق واقع گردد یا طلاق واحد۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

---

[1] الطلاق الصریح یلحق الطلاق الصریح ویلحق البائن ایضاً بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت طالق وقعت عندنا عالمگیری ص:۳۷۷، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، مطبوعہ کوئٹہ شامی کراچی ص ۳۰۶ ج ۳ باب الکنایات مطلب الصریح یلحق الصریح و البائن، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۶ ج ۳ باب الکنایات.

[2] ویقع بقوله انت طالق بائن او البتة واحدة بائنة ان لم ینو ثلاثاً. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۸ ج ۴، مطبوعہ کراچی، ص ۲۷۶ ج ۳، باب الصریح، مطلب فی قول الامام ایمانی کایمان جبرئیل، ملتقی الأبحر علی مجمع الأنهر ص ۲۸، ۳۰ ج ۲ فصل قال بها أنت طالق الخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ سوال وجواب:-

سوال:- آپ حضرات کا اس صورت میں کیا قول ہے، رحمکم اللہ تعالیٰ کہ ایک شخص عبد الجلیل نامی دن میں گھریلو ضروریات میں مصروف رہتا تھا، اور بعد مغرب اسکو بخار آجاتا تھا، اسی طرح اس کی حالت تھی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عبدالجلیل بحواس خود یک طلاق دادہ است و بوثوق میداند کہ یک طلاق دادہ وسہ طلاق نہ دادہ است وشاہد بجز پسرش ہیچ کس نیست پس قضاء سہ طلاق واقع نخواہد شد بل یک طلاق واقع خواہد شد تاہم اگر زنش را پسرش بسہ طلاق اطلاع دادہ است واونزد او عادل است ویقین بہ خبر پسر میدارد یا او بگوش خود سہ طلاق شنیدہ است در ہر صورت زن را روا نیست کہ بہیچ وجہ عبدالجلیل را بر خود دست دہد و برائے جماع ودواعیش مطاوعت نماید بلکہ واجب است کہ بنحیکہ تواند از و دور ماند کما صرح بہ فی ردالمحتار[1] فی باب الرجعۃ ج:۲،ص:۸۴۱۔

اگر عبدالجلیل یک طلاق را بوثوق باور نمیدارد بلکہ او را شک است کہ ایک طلاق دادہ است یا

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ ترجمہ**) ایک دن بعد مغرب اس کو بخارا آ گیا اور اس نے اپنی بیوی، کو اپنی خدمت کے لئے طلب کیا وہ نہیں آئی، اس نے کہا تجھ کو میں نے ایک طلاق دی اور صرف ایک گواہ اس کا لڑکا علی حسین نامی حاضر تھا، اس نے بیان کیا میرے والد نے میری والدہ کو اس طرح کہا ہے تجھ کو میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی تجھ کو میں نے ایک طلاق دی، عبدالجلیل نے بیان کیا، جس وقت ہمارے درمیان جھگڑا ہوتا ہے میرا لڑکا علی حسین ہمیشہ اپنی ماں کی طرفداری کرتا ہے، وہ اپنی ماں سے مشورہ کر کے ہی یہ بیان کر رہا ہے، پس اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی، تین طلاق واقع ہوں گی یا ایک طلاق۔ بینوا بالدلیل وتوجروا عندالجلیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عبدالجلیل نے اپنے حواس کی درستگی کے ساتھ ایک ہی طلاق دی ہے اور یقین سے جانتا ہے کہ ایک ہی طلاق دی ہے، تین طلاق نہیں دی، اور گواہ بجز اس کے لڑکے کے اور کوئی نہیں، پس قضاء تین طلاق واقع نہ ہوگی، بلکہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر اس کی بیوی کو اس کے لڑکے نے تین طلاق کی اطلاع دی ہے اور وہ لڑکا اس کے نزدیک عادل ہے اور وہ اپنے لڑکے کی خبر پر یقین رکھتی ہے یا اس نے اپنے کان سے تین طلاق سنی ہیں ہر صورت میں عورت کو جائز نہیں کہ کسی طرح عبدالجلیل کو اپنے اوپر قابو دے اور جماع یا دواعی جماع کے واسطے اس کی اطاعت کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے دور رہے، جیسا کہ ردالمحتار باب الرجعت ص:۸۴۱، ج:۲، میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اگر عبدالجلیل کو ایک طلاق کا وثوق کے ساتھ یقین نہیں بلکہ اس کو شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا نہیں اور اپنے لڑکے اور بیوی کی تصدیق کرتا ہے تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی، اشباہ میں ذکر کردہ عبارت سے اسی طرح سمجھ میں آتا ہے: شک انہ طلق واحدۃ او اکثر بنی علیٰ الاقل الخ۔ (**اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر**)

سہ و پسر وزوجۂ اش را تصدیق می نماید پس دریں صورت سہ طلاق واقع خواہد شد۔

هٰكذا يفهم مما ذكر في الأشباه : شك أنه طلق واحدة أوأكثر بنى علٰى الأقل كما ذكره الأسبيجابى الا أن يستيقن بالأكثر أويكون اكثر ظنه علٰى خلافه وإن قال الزوج عزمت علٰى أنه ثلاث يتركها وإن أخبره عدول حضروا ذٰلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم أخذ بقولم إن كانوا عدولا اهـ قال الحموى قوله وصدقهم مفهومه أنه لو غلب علٰى ظنه خلاف كلامهم ياخذ بظنه اهـ حموى[1] ص: ۸۲.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۳/۵۵ھ

طلاق کی اضافت عورت کی طرف

سوال:- زید کا اپنی بیوی ہندہ سے کسی بات پر تکرار ہوا ہے اور زید نے ہندہ سے اس کے ہٹ کرنے کی بناء پر عورت کو کچھ مارا، اس کے بعد ہندہ اس دن تو اپنے گھر میں رہی، مگر آئندہ کل صبح سویرے پوشیدہ طور پر زید کے بھتیجے کے گھر میں چلی گئی، ادھر زید اس کو تلاش کرتا ہوا اس کے

(گذشتہ کا حاشیہ) [1] والمرأة كالقاضى اذا سمعته اواخبرها عدل لايحل لها تمكينه بل تفدى نفسها او تهرب ردالمحتار زكريا ص: ۴۶۳، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۵۱، ج: ۳، باب الصريح، مطلب فى قول البحر الصريح. يحتاج فى وقوعه ديانة الى النية. ردالمحتار زكريا ص: ۵۶، ج: ۵، مطبوعه كراچى ص: ۴۲۰، ج: ۳، آخر باب الرجعة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، تبيين الحقائق ص۱۹۸ ج۲ باب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

(صفحہ ہٰذا) [1] الاشباه والنظائر مع الحموى ص: ۱۰۸، القاعدة الثالثة اليقين لا يزول بالشك، بيان الشك فى الطلاق وعدده. مطبوعه دارالعلوم ديوبند، شامى مع الدر المختار ص۲۸۳، ۳۸۴ ج۳ قبيل باب طلاق غير المدخول بها، مطبوعه دار الفكر بيروت، المحيط البرهانى ص۳۵ ج۵، الفصل الرابع عشر فى الشك فى إيقاع الطلاق الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

بھائی کے گھر میں پا کر وہاں پہنچا اور اپنے گھر چلنے کے لئے کہا، لیکن ہندہ سخت انکار کر کے کہنے لگی کہ گھر کی ضرورتوں کی مجھ کو کچھ پروا نہیں ہے، تمہارے ساتھ میں ہرگز نہیں جاؤں گی، اس پر تخویف کی غرض سے زید ایک طلاق کہہ کر کچھ دیر تک تھمار ہا اور ساتھ جانے کا تقاضا کرتا رہا، مگر ہندہ برابر انکار کرتی رہی، اور اس کے بھائی نے بھی کچھ نہیں کہا، لہٰذا زید نے نہایت رنجیدہ ہو کر ''دو طلاق تین طلاق دیا'' کہہ کر اپنے گھر واپس آ گیا، اب از روئے شرعِ اسلام ان الفاظ سے جن میں ہندہ منکوحہ کی طرف نسبت بھی نہیں ہے، اور دیدینے کا لفظ بھی نہیں ہے، محض گنتی جیسے الفاظ ہیں کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کتنی واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے کسی غیر کو نہیں دی جاتی، بیوی سے جھگڑا تکرار ہوا، وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی، اس کو لینے کے لئے شوہر گیا، اور ساتھ چلنے کا تقاضہ کیا، بیوی نہیں گئی، اس پر ایک طلاق کہا، پھر رُک کر تقاضا کیا کہ شاید ایک طلاق کے بعد مان جائے، وہ نہیں مانی، پھر دو طلاق تین طلاق کہہ کر واپس چلا گیا، اِس کا کھلا مطلب یہی ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر آیا ہے، اگر چہ بیوی کا نام لے کر نہیں کہا، اور ''دیدی'' کا لفظ بھی نہیں کہا، اس سے گفتگو اور خطاب اور ساتھ چلنے پر اصرار اور اس کے نہ ماننے پر طلاق، یہ سب کچھ اس کی نسبت کے لئے کافی ہے: **لا یلزم کون الإضافة صریحة فی کلامه کما فی البحر، لو قال طالق فقیل لهٗ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته اھـ لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثاً وقال لم اعن امرأتی یصدق اھـ ویفهم منه انه لو لم یقل ذٰلک تطلق امرأته لانَّ العَادةَ ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها اھـ ردالمحتار[1] ص ۴۲۹ و ۴۳۰**، لہٰذا طلاقِ

[1] ردالمحتار زکریا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۸، ج: ۳، باب الصریح، مطلب شن بوش یقع به الرجعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں رہی، **لقولہٖ تعالیٰ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَان الیٰ قولہٖ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تنکحَ زوجًا غیرَهٗ (الآیۃ)۔**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

عورت کی طرف طلاق کی نسبت

سوال:- زید نے اپنی والدہ کے ساتھ جھگڑا فساد کیا، اتنے میں اس کی والدہ نے کہا کہ اس وجہ سے تیری بیوی مجھ سے بے پروائی سے پیش آتی ہے، تو زید نے کہا کہ اس کو چھوڑوں گا، اور تاکید تحلف کی اور چلا گیا، اور گھر میں جا کر بھاگ جانے کے ارادہ سے گٹھری وغیرہ تیار کر کے برآمدہ میں آ کر کہا، آگے دو طلاق دیا تھا، اب ایک دیا، چار سال سے زائد ہوئے کہ زید اپنی منکوحہ کو دو طلاق دے کر رجعت کر لیا، کیا اس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ گئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کے ایک بیوی ہے، جس کو پہلے دو طلاق دے چکا ہے، تو صورۃ مسئولہ میں بلا تأمل تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی: **ولو قال لها داد مت یک طلاق وسکت ثم قال ودو طلاق وسه طلاق تقع الثلاث ولو قال ترایک طلاق وسکت ثم قال ودو یقع الثلث ولو قال دو بغیر الواؤ، ان نویٰ العطف تقع الثلث وان لم ینو تقع**

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تاتارخانیة ص ۲۸۰، ۲۸۱ ج۳، الفصل الرابع الخ، نوع آخر فی الإیقاع بطریق الإضمار الخ، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) ۱؎ سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰، ۲۲۹،

ترجمہ:- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کے وہ اسکے علاوہ ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔

واحدة كذا في الخلاصة[1] اهـ ص: ۳۸۰، ج: ۱، دیکھئے یہاں کافی سکوت کے بعد صرف لفظ دو کہا ہے نہ اس کے معدود کو ذکر کیا، اور نہ عورت کی جانب صراحۃً اضافت کیا، مگر اس سے طلاق واقع ہوگئی، اسی طرح صورت مسئولہ میں زید کے الفاظ (آگے دو طلاق دیا تھا) اور اب ایک طلاق دیا اس سے تیسری طلاق واقع ہوجائیگی، وقوع طلاق کیلئے اضافت ضروری ہے مگر اس کا صراحۃً ہونا ضروری نہیں، بلکہ محض نیت ہی کافی ہوتی ہے، ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه كما في البحر لو قال طالق فقيل له من عنيت فقال إمرأتي طلقت إمرأته اهـ شامي[2] ص: ۶۶۳، ج: ۲، عادت اور عرف یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی بیوی کو طلاق دیا کرتا ہے، لہٰذا جب تک دوسرا محمل متعین نہ ہوجائے اس کی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگی: ويؤيده ما في البحر لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتي يصدق ويفهم منه ان لو لم يقل ذٰلک تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقوله اني حلفت بالطلاق ينصرف اليها مالم يرد غيرها لانه يحتمله كلامه اهـ شامي[3] ص: ۶۶۴، ج: ۴، اس عبارت سے درمختار[4] کے جزئیہ لو قال ان خرجت يقع الطلاق او لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الاضافة اليها. کا محمل بھی معلوم ہوگیا، جب

---

[1] عالمگیری ص: ۳۸۵، ج: ۱، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانية ص ۲۸۹ ج۳ الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد الخ، مطبوعه كراچي، المحيط البرهاني ص ۴۰۶ ج۴ الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد الخ، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[2] شامي زكريا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعه كراچي ص: ۲۴۸، ج: ۳، باب الصريح، مطلب شن بوش يقع به الرجعي، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۳ ج۳ باب الطلاق.

[3] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعه كراچي ص: ۲۴۸، ج: ۳، اول باب الصريح، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۳ ج۳ باب الطلاق، تاتارخانية ص ۲۸۰ ج۳ الفصل الرابع، نوع آخر في الإيقاع بطريق الإضمار الخ، مطبوعه كراچي. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

کہ زید نے اوّلاً دوطلاق دی اور اب ان کو ذکر کر کے تیسری دے رہا ہے تو یہ بھی مذاکرۂ طلاق ہوگیا۔

قوله وهی حالة مذاکرة الطلاق اشار به الٰی ما فی النهر من أن دلالة الحال تعم دلالة المقال قال وعلٰی هٰذا فتفسر المذاکراة بسوال الطلاق أو تقدیم الایقاع کما فی اعتدی ثلاثا وقال قبله المذاکرة ان تسأله هی أوأجنبی الطلاق اهـ شامی ص: ۷۱۰، ج: ۲. فقط واللّٰه تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۱۲/۶۰ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۱۴/ربیع الاول ۶۰ھ

طلاق کی اضافت عورت کی طرف

سوال:- زید اپنی خوشدامنہ کے ساتھ سالہ وسمدھی کے بارہ میں جھگڑا کر رہا تھا، جب زید گھر سے باہر نکل آیا، تو اسکی خوشدامنہ نے کہا کیوں لوٹ جارہے ہو، تو زید واپس آیا، اور اپنی ساس کو خطاب کر کے کہنے لگا کیا تم طلاق لے لوگی اور اپنی زبان سے ایک طلاق دوطلاق تین طلاق بائن طلاق کہا، پھر کسی وقت جب اس کو کہا گیا کہ تم نے تمہاری زوجہ کو طلاق دیدی تو زید کہتا ہے میں نے طلاق دیتے وقت اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، اور اپنی عورت کا ارادہ نہیں کیا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۴ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۵۷، ج:۴، کتاب الطلاق، باب الصریح، خانیة علی الهندیة ص ۴۶۵ ج ۱ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق.

(صفحہ ہٰذا) ۱ شامی زکریا ص: ۵۲۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۹۷، ج:۳، اول باب الکنایات، النهر الفائق ص ۳۵۶ ج ۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۳۷۵ ج ۱ الباب الثانی الفصل الخامس فی الکنایات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(۱) تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جب زید کو کہا گیا کہ تم نے تمہاری عورت کو طلاق دیدی ہے تو اس وقت زید خاموش رہا کچھ نہیں کہا، اس صورت میں کیا ہوگا؟

(۳) دونوں صورت مذکورہ میں دیانت وقضاء کی مداخلت ہے کیا؟

(۴) طلاق کے وقوع میں جیسا کہ اضافت لفظیہ کی ضرورت ہے ویسا ہی اضافتِ معنویہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۵) صورت مذکورہ میں کسی قسم کی اضافت پائی جاتی ہے یا نہیں؟

(۶) زید کی منکوحہ موجود ہے، لہٰذا محل طلاق بھی موجود ہے باوجود اس کے زید جیسے عاقل بالغ کے قول کو ملغیٰ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱تا۶) اگر زید نے زوجہ کو نہ طلاق کا خطاب کیا نہ اس کا نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ اس کی طرف ضمیر راجع کی نہ اس کی کوئی صفت بیان کی۔ نہ اس کو ندا دی، بلکہ خوشدامنہ کو خطاب کر کے الفاظ مذکورہ ادا کئے ہیں اور اب دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، اور زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا، تو قسم کے ساتھ زید کا قول شرعاً معتبر ہے۔

یہ قسم کی ضرورت قضاء ہے، دیانۃً نہیں، منکوحہ موجود ہونے کے وقت ہی یہ تفصیل ہے، اگر منکوحہ موجود نہ ہوتی تو کسی تفصیل کی کیا ضرورت تھی، زید کے کلام میں زوجہ کی طرف طلاق کی کسی قسم کی بھی اضافت نہیں، اسلئے دار ومدار صرف نیت پر رہیگا: **لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتهٗ الیٰ قوله لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتی یصدق ویفهم منه انه لو لم یقل ذالک تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها فقوله انی حلفت بالطلاق ینصرف الیها مالم یردغیرها لانه یحتمله کلامه بخلاف ما لو ذکر**

اسمها او اسم ابيها او امها اوولدها لا يصدق قضاءً اذا كانت امرأته كما وصف الخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة نحو هذه طالق وكذا نحو امرأتي طالق وزينب طالق اهـ ردالمحتار[1] بتغير ص:۷۰۵، ج:۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/رمضان المبارک ۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] رد المحتار زكريا ص۴۵۸، مطبوعه كراچی ص۲۴۸ ج۳، باب الصريح، مطلب شن بوش يقع به الرجعی، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۳، ۲۵۴ ج۳ باب الطلاق، قاضی خان علی الهنديه ص۴۶۵ ج۱ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : عدمِ وقوعِ طلاق

وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے لے جانے کا تقاضہ کیا مگر کسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی اس پر زید نے جہاں تک اس کو یاد ہے، اپنی بیوی کے بھائی سے یہ لفظ کہے کہ شریفوں میں مقدمہ بازی کرنے اور مستورات کو عدالت میں لے جانے کے بہ نسبت مرجانا یا طلاق دیدینا بہتر ہوتا ہے، اگر معاملہ عدالت تک جائے گا، تو میں بھی طلاق دیدینے کو ترجیح دوں گا، بجائے اس طرح بے غیرت ہونے کے اور زید نے تاکیداً اس کے بھائی سے ۵/تاریخ تک پہنچادینے کو کہا جو الفاظ زید نے کہے تھے زید ان کے متعلق حلف شرعی اٹھانے کو تیار ہے، اس کے برخلاف مسماۃ کا بھائی یہ کہتا ہے کہ زید نے یہ الفاظ کہے تھے، کہ اگر زید کی بیوی ۵/تاریخ تک اس کے گھر نہ پہنچ گئی تو زید طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے گا چنانچہ زید کی بیوی ۵/ تاریخ تک نہیں بھیجی گئی، اس صورت میں زید کا بھائی کہتا ہے کہ تم طلاق دے چکے ہو، زید نے اس کے قول کو تسلیم نہیں کیا، حکم شرعی سے مطلع فرمائیں کہ ایسی صورت میں شرعاً مسماۃ زید کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی یا بدستور اس کی بیوی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ کے بھائی کا بیان اگر تسلیم کرلیا جائے تب بھی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ

اسکا بیان ہے کہ اگر زید کی بیوی ۵/تاریخ تک اس کے گھر نہ پہنچ گئی تو زید طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے گا اوراس بیان میں طلاق نہیں دی گئی، بلکہ طلاق کا وعدہ کیا گیا ہے، اور وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی[1] البتہ اگر طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیتا تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/شعبان ۵۵ھ

بیوی کو کنویں میں دھکّا دینے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال:۔ زید اپنی بیوی کے پاس سسرال میں آیا، تین دن بعد بیوی سے کہا کہ تم سے ضروری بات علیحدگی میں کرنی ہے، تم فلاں کنویں پر مجھے ملنا، ہندہ وہاں گئی، ابھی بیٹھی ہی تھی کہ زید نے بیوی کو کنویں میں دھکا دیدیا، اور وہاں سے چلا گیا، پھر لوگوں نے نکالا اور اس نے واقعہ بیان کیا، اب ہندہ جانے کو تیار نہیں ہے، نہ زید طلاق دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس نے اپنے سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے دھکا دیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی اس ظالمانہ حرکت کے باوجود نکاح ختم نہیں ہوا، بلکہ نکاح باقی ہے[2] اب اگر وہ نہ

---

[1] فقال الزوج: أطلق "طلاق می کنم" فکرره ثلاثاً طلقت ثلاثاً بخلاف قوله: سأطلق "طلاق کنم" لأنه إستقبال فلم یکن تحقیقا بالشک، عالمگیری ص ۳۸۴ ج ۱ الفصل السابع فی الطلاق بألفاظ الفارسیة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، در مختار مع رد المحتار ص ۳۱۹ ج ۳ کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، مطبوعه کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۱۴ ج ۳ باب تفویض الطلاق.

[2] بأن کتب أما بعد: فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق الخ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، الباب الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص ۳۷۷ ج ۳ کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه کراچی.

لیجا کر آباد کرتا ہے، نہ طلاق دے کر آزاد کرتا ہے تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے، جس میں ایک معاملہ شناش معتبر عالم بھی شریک رہے، اس کمیٹی میں ہندہ درخواست دے کہ زید میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اور اس کا مجھ پر یہ ظلم ہے شرعی کمیٹی جملہ امور کی تحقیق کر کے زید کو بلا کر کہے کہ یہ تمہاری بیوی کی درخواست ہے تم ظلم سے باز آؤ اور بیوی کو شریفانہ طریقے پر آباد کرو یا اس کو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس پر اگر زید نے کچھ نہ کیا تو شرعی کمیٹی خود تفریق کر دے، اس کے بعد عدت تین ماہواری گذار کر ہندہ کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہو جائیگی، رسالہ "الحیلة الناجزه" سامنے رکھ کر اس کے مطابق شرعی کمیٹی سب کارروائی کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۵ھ

مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی

سوال:۔ زید نے اپنی منکوحہ سعیدہ بی کو زاہدہ بی جو کہ زید کی پہلی بیوی تھی، اس کے ساتھ اتفاق نہ ہونے کی بناء پر گھر سے الگ کر دیا، جو کہ تقریباً ۲۵/سال سے جدائی کی زندگی گذار رہی ہے، اب جبکہ پہلی بیوی زاہدہ بی کا انتقال ہو چکا ہے، تو پھر زید اپنی دوسری بیوی سعیدہ بی کو واپس اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، تو کیا رکھ سکتا ہے، اس ۲۵/سال کے درمیان سعیدہ بی سے معاشرتی تعلقات تو نہیں ہے، لیکن ملاقات کبھی کبھار ہو جاتی تھی، سعیدہ بی کے بطن سے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ زید کے ہی گھر میں جدائیگی سے قبل پیدا ہوا تھا، وہ لڑکا سعیدہ بی کے ساتھ آج بھی موجود ہے، اس کی پرورش اور ضروریاتِ زندگی سعیدہ بی ہی پورا کرتی رہی، سعیدہ بی کو زید نے طلاق

---

[1] اس لئے کہ زید نے کوئی صریح یا کنائی لفظ طلاق کا استعمال نہیں کیا اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی، "الطلاق رفع قيد النكاح في الحال او المآل بلفظ مخصوص هوما اشتمل على الطلاق .الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ، ج۴/ص ۴۲۴/مطبوعه كراچی، ج۳/ص ۲۲۶/ او ل كتاب الطلاق.

[2] الحيلة الناجزه ،ص ۲۸-۶۱-۶۲/، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

نہیں دیا ہے، صرف الگ کردیا تھا، اب زید چاہتا ہے کہ سعیدہ بی کو اپنے گھر میں بیوی کی طرح رکھے اور معاشرتی زندگی پہلے جیسی بسر کرے؟

یہاں یہ بات بھی ہم واضح کرتے ہیں، کہ زید فریضۂ حج بھی ادا کر چکا ہے، ۱۹۷۰ء میں زید حج کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو اس کو خیال ہوا کہ اپنی بیوی سعیدہ کے ساتھ ہی جس کو برسوں سے چھوڑ رکھا ہے، تعلقات قائم کرے، لیکن پہلی بیوی زاہدہ بی کی موجودگی پھر مخل ہوئی، پھر جب زاہدہ بی روانگی حج کے قبل ہی انتقال کر گئی، تو زید کو پھر احساس ہوا کہ سعیدہ بی کو بلائے، چنانچہ سعیدہ بی اور اس کے لڑکے کو بلا کر زید نے سعیدہ بی کو مہر کی رقم ادا کردی، ساتھ ہی اس کو اور اس کے لڑکے کو ایک ہزار روپیہ کی نقد رقم دی۔

اب پھر سعیدہ بی اپنے لڑکے کے ہمراہ اپنے گھر چلی گئی اور زید فریضہ حج کیلئے چلا گیا

جب زید فریضۂ حج کے بعد واپس گھر آیا تو معاً اس کو خیال ہوا، سعیدہ بی سے ملے، چنانچہ وہ ملا، اور معاشرتی طور پر اس کے یہاں رہا، اب دائمی طور پر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے

اب سوال یہ ہے کہ اتنی مدت گذر جانے کے بعد بھی سعیدہ بی زید کی حبالۂ زوجیت میں ہے، اور کیا زید سعیدہ بی کو ایسی صورت میں کہ وہ برسوں تک جدا رہی اپنے گھر میں بحیثیت اپنی بیوی کے رکھ سکتا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ طلاق نہیں دی ہے تو اتنی مدت تک الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوا، بلکہ بدستور باقی ہے[1]، اب ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کا حق زوجیت ادا کریں، اس سے وہ دونوں شرعاً مجرم نہیں ہوں گے، بلکہ اب تک جو کچھ جرم ہوا ہے اور حقوق ادا نہیں کئے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس جرم

---

[1] جب اس نے کوئی صریح یا کنائی لفظ نہیں کہا ہے تو محض الگ رہنے سے طلاق نہیں ہوگی "الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المآل بلفظ مخصوص وهو ما اشتمل علی الطلاق .الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا، ج۴/ص ۴۲۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۶/ ج۳/ اول کتاب الطلاق.

کی مکافات ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۱۳۹۰ھ

شوہر کا قول ''مجھے طلاق ہے'' کا حکم

سوال: ۔زید کا نکاح زرینہ نامی عورت سے ۱۹۶۵ء میں ہوا، لیکن ابھی شادی کی رسم انجام نہ پائی کہ زید نے یہ الفاظ کہے ''مجھے طلاق ہے اگر میں جوا کھیلوں'' اس کے چند ماہ بعد زید کو جوا کھیلتے ہوئے پایا گیا، اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ابھی تک میاں بیوی میں تنہائی نہیں ہوئی، تو جوا کھیلنے کی وجہ سے شرط کے موافق طلاق بائن واقع ہوگئی[1]، اب طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح مگر مدار عرف ہے۔ بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ

---

[1] اذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۴۲۰/ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان الخ، وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیة للعرف الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۴ ج ۴ باب الصریح.

[2] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها .عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۴۷۲/ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، شامی زکریا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۲ کتاب الطلاق فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

سالی کو طلاق

سوال:- چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ صورتش ایں کہ زید در حاضران مجلس زوجۂ خودرا کہ نامش ہندہ بود مخفی داشتہ، اخت ہندہ را کہ نامش میمونہ بود، بعلت نکاح ثانی مجبور شدہ میمونہ را زوجۂ خود قرار دادہ بطور حیلہ سازی سہ طلاق داد زیرا کہ اگر زوجۂ اول را طلاق ندہد وی وخویش واقرباء عروسہ ثانی ناراض وممتنع گردیدند بعد او اظہار نماید زوجہ من ہندہ است میمونہ نیست پس دریں صورت ہندہ مطلقہ شد یا نہ بینوا وتوجروا۔ راقم الحروف مولوی مجیب الحق انواکھالی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ رانہ خطاب کردہ ونہ بسوئے او اشارہ نمودہ ونہ نامش بردہ ونہ برسبیل طلاق زوجہ ومنکوحہ خودرا اطلاق دادہ است بلکہ خواہر زوجہ اش را کہ میمونہ است زوجۂ خود ظاہر کردہ طلاق دادہ است خواہ بدیں صورت کہ میمونہ را کہ زوجۂ من است طلاق دادم خواہ بسویش اشارہ نمودہ گفت کہ ایں را طلاق دادم پس در ہمہ صورتہائے مذکورہ نہ بر ہندہ طلاق واقع شدہ است ونہ بر میمونہ، زیرا کہ ہندہ راخطاب نکردہ است ونہ بہیچ وجہ نسبت طلاق بدو کردو میمونہ منکوحہ اش نیست البتہ میمونہ را منکوحہ خود ظاہر کردن بدروغ است وبزۂ وی برگردن او۔

ترجمہ سوال:- علماء دین ومفتیان شرع متین، اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے حاضرین مجلس کے سامنے اپنی بیوی کو جس کا نام ہندہ ہے، مخفی رکھ کر ہندہ کی بہن کو جس کا نام میمونہ ہے، نکاح ثانی کی وجہ سے مجبور ہو کر میمونہ کو اپنی بیوی قرار دے کر حیلہ سازی کے طریقہ پر طلاق دی اس لئے کہ وہ اگر اپنی اول بیوی کو طلاق نہ دیتا دوسری بیوی کے خویش واقرباء ناراض اور شادی سے منکر ہو جاتے اس کے بعد وہ (شوہر) اظہار کرتا ہے کہ میری بیوی ہندہ ہے، میمونہ نہیں بس اس صورت میں ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

ترجمہ الجواب:- اگر ہندہ کو نہ خطاب کیا اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ اس کا نام لیا نہ طلاق کے طریقہ پر اپنی بیوی اور منکوحہ کو طلاق دی بلکہ اپنی بیوی کی بہن کو جو کہ میمونہ ہے اپنی بیوی ظاہر کر کے طلاق دی ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ومحله المنكوحه وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ[1].

صريحه مالم يستعمل الا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة قيد بخطابها لأنه لو قال إن خرجت يقع الطلاق أولا تخرجي إلا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الإضافة إليها اهـ در مختار[2]. فقط والله تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۱/ذی الحجہ ۵۷ھ

ماں کو طلاق

سوال: - زید حالت مرض میں ہے، اس کی ماں اس کے پاس ترکاری پکا کر لائی چوں کہ ترکاری موافق مزاج کے نہیں ہوئی، ماں کو گالی دینے لگا، ماں نے جواب دیا کہ اپنی زوجہ حسینہ کو بلا کر اچھی ترکاری پکا کر کھاؤ، زید نے اس کے جواب میں کہا تجھ کو تین طلاق ہے، یعنی طلاق کی اضافت ماں کی طرف کی اس اضافت میں اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی نہیں؟ اگر ہو تو جواب بحوالہ کتاب دیں۔

(**گذشتہ کا بقیہ**) خواہ اس صورت سے کہ میمونہ کو جو کہ میری بیوی ہے میں نے طلاق دی، اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو میں نے طلاق دی۔ پس مذکورہ تمام صورتوں میں نہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی، اور نہ میمونہ پر، اسلئے کہ نہ ہندہ کو خطاب کیا نہ کسی طریقہ پر اسکی طرف طلاق کی نسبت کی اور میمونہ اس کی منکوحہ نہیں، البتہ میمونہ کو اپنی منکوحہ ظاہر کرنا جھوٹ ہے اور اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے ومحله المنكوحه الخ۔

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۴۳۱، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۳۰، ج:۳، اول كتاب الطلاق، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۴ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۴۵۷، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۲۴۷، ج:۳، اول باب الصريح، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب إيقاع الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق.

الجواب حامداً ومصلیاً

نہ زوجہ کو خطاب کیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ نام لیا، نہ ضمیر راجع کی، غرض کسی طرح بھی طلاق کی اضافت اپنی منکوحہ کی طرف نہیں کی بلکہ غیر منکوحہ کو خطاب کر کے طلاق دی ہے، پس شرعاً طلاق واقع نہیں ہوگی: **ومحله المنكوحة[1] صريحه مالم يستعمل الا فيه كطلقتك وانت طالق ومطلقة بالتشديد قيد بخطابها لأنه لو قال ان خرجت يقع الطلاق أو لاتخرجي إلا بإذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الاضافة إليها(در مختار). درمختار قال الشامي أي المعنوية فإنها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الإشارة نحو هٰذه طالق وكذا نحو امرأتي طالق وزينب طالق. شامی[2] ص: ۶۶۳، ج: ۲،.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کا شوہر کو طلاق دینا

سوال: -ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی بعد صحبت میاں بیوی میں کسی بات پر ناراضگی ہوگئی، بیوی نے اپنے خاوند کو جواب دیا کہ اگر تو اب آئندہ مجھ سے صحبت کرے گا، حرام کاری کرے گا یعنی تیرا آئندہ صحبت کرنا حرام کاری ہوگا۔ جواب بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، طلاق دینے کا حق مرد کو ہے: **ومحله المنكوحة**

---

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۴۳۱، ج:۴، مطبوعه كراچی ص: ۲۳۰، ج:۳، اول كتاب الطلاق، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۴ ج۲، كتاب الطلاق، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الدرالمختار مع الشامي زكريا ص: ۵۸، ۴۵۷، ج:۴، مطبوعه كراچی ص: ۴۸، ۲۴۷، ج:۳، اول باب الصريح، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق، قاضيخان على الهندية ص۴۶۵ ج۱ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

واهله زوج عاقل بالغ مستيقظ اهـ درمختار[1] ص ۶۴۵ ج ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/ ذیقعدہ ۵۶ھ

دل میں طلاق دینے کا حکم

سوال:- زید نے اپنے ہی آپ کو اپنے دل میں بغیر حرکت کرے زبان کے کہا کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، اسکے جواب میں زید ہی نے کہا کہ ہاں اور اس ہاں کو سن بھی لیا پس صرف ہاں کے سن لینے سے بکر کہتا ہے، کہ طلاق ہوگئی، اگر چہ طلاق کو زبان سے نہ کہا ہو، اور خالد کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوگی، جب تک کہ زبان سے نہ کہے ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالد کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ وقوع طلاق کیلئے صرف نیت کافی نہیں، بلکہ زبان سے کہنا شرط ہے، اور صورت مسئولہ میں لفظ طلاق کا تلفظ نہیں کیا، لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی۔ لو اجری الطلاق علیٰ قلبه وحرک لسانه من غیر تلفظ یسمع لا یقع اهـ مراقی الفلاح[2] ص: ۱۲۷، والبسط[3] فی ردالمحتار. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ صفر ۵۷ھ

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص: ۴۳۱، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۰، ج: ۳، اول کتاب الطلاق، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص: ۱۷۷، باب شروط الصلاة وارکانها، مطبوعه مصر.

[3] ردالمحتار زکریا ص ۱۲۱ ج ۲، مطبوعه کراچی ص ۴۳۷ ج ۱، باب شروع الصلاة فروع فی النیة.

نسبت بدل کر طلاق دینا

سوال: -عبدالعزیز نے اپنی بیوی کو حالتِ غصہ میں اس طرح طلاق دیا، بدھو کی نانی تیرا تینوں طلاق اپنی ہاتھی لے کر جا، بدھو عبدالعزیز کی بیوی کے باپ کا نام ہے، اصل اس کا نام عبد الخالق ہے، کیا ایسی صورت میں عبدالعزیز کی بیوی زوجیت سے ختم ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی، تو عدمِ وقوعِ طلاق کی دلیل ضرور قلم بند کی جائے، اگر واقع ہوگئی، تو کس دلیل سے؟ امید کہ جواب شافی سے نوازا جاؤں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سوال تقریباً پانچ سال سے گشت کر رہا ہے، اور دونوں قسم کے جواب اس پر دیئے گئے ہیں مگر افسوس سائل کو تشفی نہیں ہوئی، شافی مطلق ہی شفا دے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا نام بدل کر یا نسبت بدل کر طلاق دے، مثلاً اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے اور وہ عائشہ کو طلاق دے، یا زید کی ماں یا زید کی بہن یا زید کی بیٹی کو طلاق دے حالانکہ اس کی بیوی زید کی ماں یا بہن یا بیٹی نہیں ہے تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی: **وکذا لو نسبها الیٰ امها او اختها او ولدها وهی کذٰلک ولو حلف ان خرج من المصر فامرأته عائشة کذا واسمها فاطمة لا تطلق اذا خرج.** (شامی[1] ص: ۴۶۰، ج: ۲)

مشرکینِ قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہہ کر برا کہتے تھے اس پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انکی گالی اور لعنت سے کیسا بچالیا کہ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں، اور میں تو مذمّم نہیں ہوں میں تو محمد ہوں: **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّی شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعَنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ**

---

[1] شامی زکریا ص: ۵۲۱، ج: ۴، مطبوعہ کرچی ص: ۲۹۲، ج: ۳، باب طلاق غیر المدخول بها، مطلب فیما قال: امرأته طالق وله امرأتان او اکثر الخ.

مُذَمَّماً وَيَلْعَنُونَ مُذَمَّماً وَاَنَا مُحَمَّدٌ رَوَاهُ الْبُخَارِیُ مشکوٰۃ شریف[1] ص: ۵۱۵، باب اسماء النبی ﷺ وصفاته، الفصل الاول.

بعض احباب اہلِ علم نے بتایا کہ ہمارے اطراف میں بیوی کو اس طرح بھی تعبیر کرتے ہیں، جسطرح سوال میں مذکور ہے اور یہ بنا بر تحقیر وتذلیل ہوتا ہے، اس صورت میں اگر وہاں کا محاورہ ہے، یا شوہر اسطرح بیوی کیلئے بولتا ہے، تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائیگی[2] اور نہ رجعت کی گنجائش رہیگی نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہیگی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۱۴۰۶ھ

طلاق بلا اضافت

سوال:- زید اپنی ساس سے اپنی بڑی سالی کے گھر کی باتیں بتلا رہا تھا، کہ ہماری بڑی سالی نے مجھے ایسی خراب باتیں کہی ہیں جو کہ میرے دل کو بری معلوم ہوئیں، زید نے کہا کہ اس وجہ سے میں اپنی بیوی کو بغرضِ تفریح گھومنے نہیں جانے دوں گا، صرف غمی اور شادی کے لئے جانے دوں گا، زید کی بیوی نے ضد کی اور کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی، بات بڑھ گئی، زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری ماں اور چاروں بہنوں کو طلاق ہوجا اس کے بعد زید نے کہا کہ اگر ہماری بہنیں اپنے شوہر سے بلا وجہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑیں اور طلاق پاویں تو میں اس کو ہرگز رہنے نہ دوں گا، اس کے بعد

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص: ۵۱۵، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] کذا یستفاد : والأحکام تبتنی علی العرف، فیعتبر فی کل إقلیم وفی کل عصر عرف أهله، شامی کراچی ص۱۸۸ ج۵ باب الحقوق فی البیع، مطلب الأحکام تبتنی علی العرف.

[3] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أویموت عنها کذا فی الهدایه. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه یاسر ندیم، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

گفتگو بڑھتی گئی، زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری عقل تمہارے والد سے بھی بدتر ہے، اس پر زید نے کہا کہ اگر میرا دماغ میرے والد سے بدتر ہوتا تو میں اپنی بڑی سالی کے یہاں تم کو طلاق دیدیتا، تم چاہے جو بھی کہو میں طلاق ہرگز نہ دوں گا، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زید کی گفتگو بیوی سے تیز تیز ہوئی، پھر زید نے غصے سے بے قابو ہوکر حواس باختہ ہوکر، اس کا ہوش وحواس جاتا رہا، زید ایک بار کھڑا ہو کر عورت کی طرف منہ نہ کر کے بلکہ دوسری طرف دیوار کی طرف منہ کر کے زید کی زبان سے ایک بارگی ایک ہی سانس میں صرف لفظِ طلاق تین مرتبہ نکل گیا، نہ تو زید کے منہ سے یہ نکلا کہ میں نے تم کو طلاق دیا اور نہ ہی زید نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا کہ تم کو طلاق دیا، اس بات کے بعد زید نے عام لوگوں کے ساتھ رات سسرال میں گذاری صبح کو اپنے گھر چلا گیا اور اس واقعہ کے تیسرے روز اپنی سسرال آیا اور طرفین نے دو گواہوں کے سامنے ایک دوسرے کو معاف کردیا، اور چونکہ گھر جانے کا وقت نہیں رہ گیا تھا، اس لئے زید نے عام لوگوں کے ساتھ اپنی سسرال میں رات گذاری، اب آپ مطلع فرماویں، کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ اب زید کا کہنا ہے کہ میں قسم کھا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میری عورت کو طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، مجھے اس کا افسوس ہے جو میں نے کہا، بہر حال آپ تفصیل سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی طلاق اپنی بیوی ہی کو دیا کرتا ہے، کسی غیر عورت کو یا دیوار وغیرہ کو نہیں دیا کرتا، گفتگو تیز تیز بیوی ہی سے ہوئی غصہ بیوی ہی کی بات پر آیا، اس گفتگو میں زید نے بیوی کے متعلق کہا کہ تم چاہے جو بھی کہو میں طلاق ہرگز نہ دوں گا، یہ مطلب نہیں تھا کہ دیوار یا کسی اور غیر عورت کو طلاق نہیں دوں گا، بلکہ اپنی بیوی کے متعلق کہا تھا ہر بات کرتے وقت ہر مرتبہ بیوی کا نام لینا یا تم کہنا یا اس کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہوتا، پھر بیان میں یہ بھی ہے کہ زید کا ہوش وحواس جاتا رہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ زید نیت کرنے اور نہ کرنے سے بالکل فارغ تھا، پھر یہ کہنا کہ اگر میری نیت طلاق

دینے کی ہوتی تو میں یہ کہتا میں نے تمہیں طلاق دیا، اوراس کے سامنے منہ کر کے کہتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش وحواش کی حالت میں طلاق دی ہے اور خوب سمجھ کر طلاق دی ہے مجموعی حالات سے تو ظاہر یہی ہے کہ زید کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی[1] تاہم زید اگر حلف کے ساتھ کہے کہ میں نے تین طلاق کا لفظ اپنی بیوی کے لئے نہیں بولا ہے تو زید کا قول معتبر ہوگا[2] مگر معاملہ حلال وحرام کا ہے، خوفِ آخرت کو سامنے رکھ کر حلف کیا جاتا ہے، ایسا نہ ہوا کہ آخرت کا عذاب سر پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق بغیر نام لئے ہوئے اور بغیر اشارہ کے

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو زدوکوب کیا، جس کی وجہ سے زید اوراس کی ساس کا آپس میں جھگڑا ہوا، زید نے اپنی ساس کو لکھا ''کیا تو اس کی طلاق لینا چاہتی ہے''، ساس نے جواب نفی میں دیا، پھر ساس کے ساتھ جھگڑے کے دوران میں مندرجہ بالا الفاظ کے کچھ دیر بعد ساس کو مخاطب کرتے ہوئے زید نے کہا ''طلاق، طلاق، طلاق''۔ نہ زید نے اپنی عورت کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ عورت زید کے سامنے تھی، اور نہ اپنی ساس کو لکھا کہ میں نے تیری لڑکی یا اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے، اب شرعاً اس کا حکم مدلل تحریر فرمائیں۔

---

[1] لو قال : إمرأة طالق أو قال : طلقت إمرأة ثلاثاً وقال : لم أعن إمرأتي يصدق ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك تطلق إمرأته لأن العادة أن من له إمرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، شامی زکریا ص۴۵۸ ج۴ باب الصريح، مطلب : ''سن بوش'' يقع به الرجعي، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق الصريح، تاتارخانية ص۲۸۰ ج۳ الفصل الرابع الخ، نوع آخر : في الإيقاع بطريق الإضمار الخ، مطبوعه كراچی.

[2] وفي كل موضع يصدق الزوج على نفي النية يصدق مع اليمين لأنه أمين في الإخبار عما في ضميره والقول قول الأمين مع اليمين هداية ص۳۷۵ ج۲ باب إيقاع الطلاق، فصل، مطبوعه اشرفی دیوبند، تاتارخانية ص۳۲۵ ج۳ كتاب الطلاق، نوع آخر وفي بيان حكم الكنايات، مطبوعه كراچی.

الجواب حامداًومصلیاً

زدوکوب اپنی عورت کوکیا، اس کی وجہ سے ساس سے جھگڑا ہوا، اسی کی طلاق کیلئے ساس سے دریافت کیا، جس پر ساس نے جواب نفی میں دیا، پھر اسی مجلس میں تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا، تو طلاق واقع ہونے پر کیا شبہ رہ گیا، نام لینا یا اشارہ کرنا ضروری نہیں یہ سب قرائن کافی ہیں، ویسے بھی طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے، کسی اور کو نہیں دی جاتی۔

لو قال إمرأ ة طالق أو قال طلقت إمرأة ثلاثاً وَقال لم أعن إمرأتی یصدق ویفهم منه أنه لو لم یقل ذٰلک تطلق إمرأته لأن العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها اھ شامی[1] ص: ۴۳۰، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۶/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۶/۵ھ

بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا

سوال:- محمد ظہیر الدین ابن حکیم الدین مرحوم نے اپنی بڑی بیوی کے ساتھ کئی وجوہ کی بنا پر غصہ ہوکر چار آدمیوں کے سامنے یہ بات کہی کہ رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی، رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی، رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی، آگاہ رہیں کہ ظہیر الدین کی بڑی بیوی کا نام عاملہ ہے، لیکن جمیلہ نام لے کر طلاق دی ہے۔

نوٹ:- اوران چار اشخاص کا کہنا ہے کہ ظہیر الدین نے جو کچھ کہا ہم وہی بات سنے ہیں، نہ اس سے کم سنے نہ اس سے زیادہ، اب گذارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں دوقول

---

[1] شامی زکریا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۸، ج: ۳، باب الصریح، مطلب شن بوش یقع به الرجعی، عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۱ الفصل الأول فی الطلاق الصریح، الباب الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق.

ہوگئے، جولوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں، کہ فتاویٰ دارالعلوم ساتویں جلدص: ۳۵،فتویٰ نمبر: ۱۲۸۸، میں مسئلہ ہے نام بدل کر طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی ہے،اور جولوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی وہ کہتے ہیں کہ اسنے اپنی زبان سے یہ کہا کہ میری بڑی بیوی اوراسکے ساتھ اس عورت کے والد جواسکا خسر ہے، اسکے نام کے ساتھ کہا ہے،صرف بیوی کا نام بدل جانے سے تو وہ اس کی غیر نہیں ہوتی، یہ کبھی نہیں ہوسکتا، نیز اسکی چھوٹی بیوی کا نام بھی جمیلہ نہیں ہے، اسلئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کے اپنی زبان سے نام بدلنے سے پہلے وہی بڑی بیوی متعین تھی، لہٰذا اس کی بڑی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگئی، اب آپ حضرت سے میری درخواست ہے کہ مع دلائل صحیح جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر خالی نام لے اور وہ بیوی کا نام نہ ہو بلکہ غیر کا نام ہوتو اس سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی[1] صورتِ مسئولہ میں شوہر کا جو مقولہ نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ''رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی'' اور اس مقولہ پر چار اشخاص کی گواہی پیش کی ہے، اس میں یہ لفظ نہیں ہے، ''میری بڑی بیوی'' پھر جو حضرات وقوعِ طلاق کا حکم دیتے ہیں، وہ یہ لفظ ''میری بڑی بیوی'' کہاں سے بیان کرتے ہیں کیا رحیم بخش کی دوسری لڑکی جمیلہ نامی ہے، نیز شوہر نے جمیلہ نام لیا، عاملہ نام نہیں لیا جو کہ اصل نام ہے، تو آیا سبقتِ لسانی سے یہ نام زبان سے نکل گیا ہے، یا قصداً نام بدلا ہے، اور مقصود یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو، جب عَلَمْ اور وصف میں تقابل ہوتو عَلَمْ کو ترجیح ہوتی ہے: ''**لانهٗ يَدُلُّ على الذات والوصف لا يدل على الذات**[2]'' اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بیوی عاملہ پر طلاق واقع نہ ہو، لیکن اگر اپنی بیوی عاملہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ رحیم بخش کی اس بیٹی جمیلہ کو

---

[1] رجل قال إمرأته عمرة بنت صبيح طالق وإمرأته عمرة بنت حفص ولا نية لا تطلق إمرأته، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۴ ج ۳ باب الطلاق، عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الثانی فی الإيقاع، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بزازية على الهندية ص ۱۷۳ ج ۴ كتاب الطلاق، نوع فی الإضافة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] راجع شرح جامی ص: ۵۱، بحث الف والنون الزائدتان.

طلاق دی تو نام بدلنے کے باوجود طلاق ہوگئی اور تین دفعہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، کیونکہ اشارہ کے وقت تسمیہ کا اعتبار نہیں ہوتا، گویا کہ اس طرح کہا کہ اس کو طلاق دی: **الاصل أن المسمّٰی إذا کان من جنس المشار إلیه یتعلق العقد بالمشار إلیه لانَّ المسمّٰی موجود فی المشار الیه ذاتاً والوصف یتبعه وإن کان من خلاف جنسه یتعلّق بالمسمّٰی لأن المسمّٰی مثل المشار إلیه ولیس بتابع لهٗ والتسمیة أبلغ فی التعریف من حیث أنها تعرف الماهیة والإشارة تعرف الذات اهـ قال الشارحون هٰذا الاصل متفق علیه فی النکاح والبیع والإجارة وسائر العقود اهـ شامی**[1] ص: ۲۸۵، ج: ۱، **کتابُ الصَّلٰوة، باب شروط الصَّلٰوة، بحث النیة.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۹ھ

بیوی کا نام بدل کر طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی سابقہ بیوی کو رکھ کر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، اس میں عورت مخطوبہ کی طرف کے لوگوں نے کچھ نہیں کہا، جب لوگوں کو لے کر دلہن کے گھر پہنچے اور نکاح پڑھانے کا وقت ہوا تو عورت کے لوگوں نے کہا کہ اگر تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق نہ دوگے تو ہم کبھی تمہارے ساتھ بیاہ نہ کرائیں گے آخر دولہا مارے شرم کے بلانیت طلاق اپنی بیوی کا نام بدل کر اجنبی نام کہہ کر طلاق دیا، لیکن عورت کے باپ کا نام لیا ہے آیا اس صورت میں عورت مذکورہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اجنبی نام لے کر طلاق دی ہے، تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی، وقوع طلاق کی بیوی کی طرف نسبت واضافت لازم ہے خواہ نام لے کر ہو خواہ اشارہ کر کے خواہ ضمیر راجع کر کے

---

[1] شامی کراچی ص: ۴۲۶، ج: ۱، مطبوعه زکریا ص: ۱۰۶، ج: ۲، باب شروط الصلاة، مطلب اذا إجتمعت الإشارة والتسمیة، الأشباه والنظائر ص ۱۳۰ ج۳، أحکام الإشارة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

جب کہ بیوی کا نام نہیں لیا، اگر چہ نسبت صحیح بیان کی ہے تو طلاق نہیں ہوئی، نام غلط ہونے کی صورت میں نسبت کی صحت معتبر نہیں ہوتی: **وفی المحیط الاصل انه متیٰ وجدت النسبة وغیر اسمها بغیره لا یقع لان التعریف لا یحصل بالتسمیة متیٰ بدل اسمها لان بذلک الاسم تکون امرأة اجنبیة ولو بدل اسمها واشار الیها یقع اھ بحر**[1] ص: ۲۷۳. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال:-حمید خاں کی بیوی برائی کا کام کرتی تھی، شروع میں حمید خاں نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا اور آدمیوں سے سودا بھی کیا، یہ گھر سے بھاگنے کے لئے بھی تیار تھی، اس سے حمید خاں اپنی عورت کو چوٹی کاٹ کر اور منہ کالا کر کے گاؤں سے نکال کر بھنگی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہو گیا تھا، ایک آدمی نے اس کو دھمکا دیا اس نے نہیں پکڑا وہ عورت غیر آدمی کے پاس رہنے لگی، اس شخص نے تین مہینہ دس دن کی عدت پوری کر کے نکاح کر لیا اور حمید خاں نے اپنی شادی دوسری کر لی، وہ عورت بھی اسکی بھاگ گئی، جو پہلی تھی جسنے نکاح کر لیا تھا، پھر اس عورت سے بات چیت شروع کر دی، حمید خاں کی عورت جس سے نکاح کیا تھا اس کے گھر کا سامان لے کر حمید خاں کے گھر چلی گئی، اس عورت کو چھ ماہ کا حمل بھی ہے، یہ عورت نکاح کر کے اس آدمی کے پاس دس مہینہ رہی، اس کا سوچ کر جواب تحریر کریں۔

---

[1] البحر الرائق ص: ۲۵۴، ج: ۳، باب الطلاق الصریح، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۴۰۲ ج ۴ کتاب الطلاق، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، مجلس علمی گجرات، هندیه کوئٹه ص ۳۵۸ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

الجواب حامداً ومصلیاً

حمید خاں کی بیوی اگر برے کام کرتی تھی، تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی[1] اس کو بیچنا یا چوٹی کاٹ کر منہ کالا کر کے بھنگی کے ہاتھ میں دینا اس کا علاج نہیں ہے، بلکہ ناجائز اور سخت گناہ ہے، پھر اس عورت کا غیر آدمی سے تعلق کر لینا اور بغیر شوہر سے طلاق لئے ہوئے تین مہینہ دس دن بعد دوسری جگہ نکاح کر لینا بھی ناجائز ہے، وہ نکاح بھی صحیح نہیں[2] ہوا، اب جب کہ حمید خاں کی دوسری عورت بھاگ گئی اور پہلی عورت اس کے پاس آنا چاہتی ہے اور حمید خاں اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے کیونکہ اس کا نکاح تو باقی ہے، لیکن یہ عورت دوسرے آدمی کا سامان بلا اجازت اگر لانا چاہے تو اس کا سامان نہ لے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۸۸ھ

طلاق قبل النکاح

سوال:- ایک شخص مسمّٰی سیف اللہ خاں جو کہ کند ذہن اور نیم پاگل ہے، وہ ایک دوسرے گاؤں میں ایک شخص مولوی خاں زماں کے پاس اپنے گھر کے کسی مریض کیلئے تعویذ لینے گیا، جب وہاں سے

---

[1] والّٰتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع الخ، سورۂ نساء آیت ۳۴، ومنها إذا حصل نشوز ان یبدأها بالوعظ ثم بالهجر الخ، بحر کوئٹہ ص ۲۲۰ باب القسم، تتمه فی حقوق الزوجین.

[2] اما نکاح منکوحة الغیر فلم یقل احد بجواز فلم ینعقد اصلاً. شامی زکریا ص: ۲۷۴، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۱۳۲، ج: ۳، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، هندیه کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث، القسم السادس المحرمات اللتی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه ص ۴ ج ۳ الفصل الثانی فی بیان ما یجوز من الانکحة، طبع کراچی.

[3] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۱، ج: ۹، مطبوعه کراچی ص: ۲۰۰، ج: ۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ.

فارغ ہوا تو واپسی پر راستے میں اس کو غلام عباس خاں محمد یعقوب خاں، محمد وزیر خاں ملے، کیونکہ یہ تینوں آدمی راستے میں اپنی اپنی زمین میں کاشت کر رہے تھے، تو سیف اللہ خاں وہاں ان کے پاس بیٹھ گیا، تو محمد یعقوب خاں نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں دس روپے کا نوٹ دوں گا، تو اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے تو سیف اللہ خاں نے کہا کہ اگر یہ بات تم کسی کو نہ بتاؤ تو میں طلاق دیتا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ ہم نہ بتائیں گے اور نہ تو بتائے گا، جب دونوں نے اقرار کرلیا تو محمد وزیر خاں نے ان الفاظ کے ساتھ تین دفعہ طلاق اٹھوائی، میری بیوی بیٹی فتح خاں کی پر تین طلاق حرام ہیں، ان الفاظ کو سیف اللہ خاں نے تین دفعہ دہرایا، اب گذارش یہ ہے کہ کیا ان الفاظ کے ذریعہ سے سیف اللہ خاں کی منکوحہ اس پر حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ ابھی تک بصورت ایجاب وقبول سیف اللہ خاں کی صرف منگنی ہوئی ہے شادی نہیں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف منگنی ہوئی ہے یعنی وعدۂ نکاح ہوا ہے، (نکاح نہیں ہوا) تو یہ طلاق بیکار ہے، اس سے کچھ نہیں ہوا: "**لاَ طَلاَقَ قَبْلَ النکاح**"[1] اگر نکاح بھی ہو چکا ہے (اگرچہ رخصتی نہیں ہوئی) تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اب اس سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا: **قال لزوجته غیر المدخول بها انت طالق ثلاثاً وقعن لما تقرر انه متی ذکر العدد کان الوقوع به الخ درمختار**[2] ص: ۶۲۴، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، یاسر ندیم دیوبند.

[2] الدرالمختار علی هامش ردا لمحتار زکریا ص: ۵۰۹، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۸۴، ج: ۳، اول باب طلاق غیر المدخول بها، مجمع الأنهر ص ۳۱ ج ۲ کتاب الطلاق، فصل فی طلاق غیر المدخول بها، دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳۷۱ ج ۲ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، یاسر ندیم دیوبند.

عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار جائیداد کے تحفظ کیلئے

سوال:- زید حکومت کے قانونی شکنجے سے بچانے کی غرض سے اپنی ملکیت کولڑکے کی بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، لیکن زید کے ایسا کرنے سے اس کی ملکیت قانونی گرفت سے محفوظ نہیں ہوتی، چونکہ ملکیت جس کو ہبہ کی گئی وہ قانوناً لڑکے کی فیملی میں شامل ہے، لہٰذا زید کو پہلے لڑکے اور اس کی بیوی کی علیحدگی ثابت کرنا ضروری ہوگئی، علیحدگی بھی قانونی طریقے سے تحریر عدالت میں پیش کی جائے، تب اس کی ملکیت محفوظ ہوسکتی ہے، چنانچہ زید اب دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے، جو حسبِ ذیل ہے۔

زید اپنے ہبہ نامہ کی عبارت میں تحریر کراتا ہے، کہ میرا لڑکا نالائق ہے، بدچلن ہے، اپنی بیوی کے سمجھانے پر سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی اور فوراً طلاق دیدی میرے لڑکے کی بیوی میری بھانجی ہے، میرا خون ہے، اسکے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، لڑکے سے یہ توقع رکھوں کہ بچوں کی تربیت اچھی طرح کر لیگا، ناممکن ہے، اور بچوں کی ماں کے پاس بھی کچھ نہیں رہا، جو زیور وغیرہ تھا، وہ اس کا شوہر پہلے ہی خُرد بُرد کر چکا ہے، لہٰذا بچوں کی پرورش کیلئے میں اپنی ملکیت میں سے اتنی جائیداد اپنے لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے نام ہبہ کرتا ہوں۔

اور اس قسم کے مضمون کی ایک درخواست لڑکے کی طرف سے متعلقہ افسر کے دفتر میں پیش کرادیتا ہے، یعنی میری بیوی گندی رہتی ہے، کھانا بنانا اچھے قسم کا نہیں جانتی، بے تمیز ہے، لہٰذا میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، لیکن یہ درخواست جو عدالت میں پیش کی گئی ہے، اس کو لڑکا نہ اپنے قلم سے لکھتا ہے اور نہ اسپر دستخط کرتا ہے، بلکہ مطالبہ ہی نہیں کرتا ہے، لیکن اس کارروائی کا علم لڑکے کو ضرور ہے، اور یا اپنے مفاد کیلئے لڑکا اپنے والد کو ایسا مشورہ دیتا ہے، اور زید اس کے کہنے سے ایسا کرتا ہے، ایسی صورت میں کیا لڑکے کی بیوی پر طلاق ہوجائے گی۔

(۲) اگر بفرضِ محال کسی وجہ سے حسبِ ذیل کارگزاری کے سلسلہ میں عدالت میں پیش ہونا

پڑ جائے ، اورلڑکے کو قانونی مجبوری کی وجہ سے ان کاغذات کا جو اس کے والد کی طرف سے گذرے ہیں اقرار کرنا پڑ جائے اور یا دستخط یا انگوٹھا لگانا پڑ جائے اور یا عدالت کی طرف سے یہ سوال ہولڑکے سے، کیا یہ درخواست تم نے ہی لکھی ہے، یا لکھائی ہے؟ ایسی صورت میں لڑکا اقرار کرلے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکا پہلے اس بات کا گواہ بنالے کہ میں طلاق نامہ پر غلط دستخط کروں گا، یا عدالت میں طلاق کا غلط اقرار کروں گا، واقعۃً نہ طلاق دی ہے، نہ طلاق دینا مقصود ہے، تو اس کے اس جھوٹے اقرار یا جھوٹے دستخط سے طلاق واقع نہیں ہوگی: **لو اَرَاد بِہٖ الخبر منَ الماضِی کذبًا لا یقع دیانۃً وَاِنْ اَشْھَدَ قبل ذٰلک لاَ یقع قضاءً اھ شامی**[1] **ص: ۴۳۳، ج: ۱ .**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ

غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں

سوال: -ایک شخص قسم کھانے کا عادی ہے، اس نے قسم کھائی اگر میں فلاں لفظ زبان سے ادا کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، اور شام تک کی اس نے اپنے ذہن میں نیت کرلی اور اگلے روز اس لفظ کو اس نے زبان سے ادا کردیا، پھر کچھ دنوں بعد اس نے قسم کھائی کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا، اگر کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر کچھ دنوں بعد اس نے پھر یہی قسم کھائی، اور غالب گمان

---

[1] شامی زکریا ص: ۴۴۳، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۳۸، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراہ، بحر کوئٹہ ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق، النہر الفائق ص ۳۱۷ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ مکہ مکرمہ.

بلکہ یقین ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا، کچھ دنوں بعد پھر قسم کھائی کہ فلاں نے یہ کلام کیا ہے، اگر نہیں کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق، اور یہاں پر بھی اُسی درجہ کا غالب گمان ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے، اسی طریقہ سے پانچ مرتبہ واقعہ ہوا، اور گمان ہر جگہ بدرجہ یقین موجود ہے، اور وہ شخص غیر شادی شدہ ہے، تو طلاق پڑیگی یا نہیں؟ اور اگر تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا تب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ قسم کھاتے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت نہیں تھی، تو مذکورہ سوال قسم بار بار کھانے سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اس وقت اس کی بیوی موجود ہی نہیں، جب نکاح کرے گا تب اس کی بیوی آئے گی اور اس سے قسم وطلاق کا کوئی تعلق نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۱۴۰۰ھ

جی میں گذرا کہ اگر فلاں سورت پڑھوں تو طلاق

سوال:- میں نماز میں تھا نماز ہی میں شیطانی وسوسہ سے اچانک دل سے گذار دیا کہ فلاں سورۃ کو پڑھوں گا تو طلاق واقع ہوجائے گی، اس سورت کو پڑھنے سے رکا رہا کہ طلاق کا خیال بالکل اتر گیا، اور اس سورۃ کو پڑھ لیا، بعد میں اوپر کی لکھی ہوئی بات یاد آگئی، اب میرے دل کو کھٹکا ہے کہ طلاق تو واقع نہ ہوگی، شیطانی وسوسہ یک بیک دل میں ہونے کے بعد اہلیہ کو دو حیض ہوگیا ہے، تیسرے حیض کا انتظار ہے، طلاق ہوگی کہ نہیں؟

---

[1] شرطه الملک حقیقة او الاضافة الیه ای الملک الحقیقی عاماً او خاصاً کإن نکحتک فانت طالق فلغا قوله لأ جنبیة ان زرت زیداً فانت طالق فنکحها فزارت. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۵۹۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۳۴۴، ج:۳، اول باب التعلیق، بحر کوئٹه ص ۸ ج ۳ اول باب التعلیق، النهر الفائق ص ۳۸۷ ج ۲ باب التعلیق، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ایسا وسوسہ آنے کے بعد اس سورہ کے پڑھنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، بے فکر رہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۱۳۹۱ھ

دل میں طلاق کی نیت کرنے سے طلاق کا حکم

سوال:- زید ایک گناہ میں مبتلا ہے، اس نے اس گناہ کو چھوڑنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا، اس نے یہ سوچ کر کہ یہ گناہ اس طرح چھوٹ جائے گا، یہ شرط اپنے دل میں لگائی کہ اگر میں دوبارہ اس گناہ کو کروں گا، تو میری گھر والی کو طلاق، یہ دل میں طے کرلیا، یہ تشریح نہیں کی کہ طلاقِ بائنہ یا رجعی یا مغلظہ؟ اب پھر زید سے وہ گناہ ہوگیا، تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوجائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف دل میں طے کیا تھا، زبان سے نہیں کہا، تو کوئی طلاق نہیں ہوئی[2]، اگر زبان سے بھی کہہ دیا تھا تو ایک طلاق رجعی ہوگی، پھر اگر تین ماہواری گذرنے سے پہلے تعلقِ زوجیت قائم کرلیا تو رجعت بھی ہوگئی[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۳ھ

---

[1] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْتَتَكَلَّمَ. مشكوٰة شريف ص:۱۸، باب فی الوسوسة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مراقی الفلاح ص۱۷۷، باب شروط الصلوة واركانها، طبع مصر، الدر مع الشامی كراچی ص۵۳۵ ج ۱ باب صفة الصلوة فصل فی القراءة، مطلب فی الكلام على الجهر والمخافتة.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دلوں میں آنے والے وساوس کو معاف کردیا ہے جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے یا کلام نہ کیا جائے۔

[2] لو اجری الطلاق علی قلبه وحرک لسانه من غير تلفظ يسمع لا يقع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الفاظِ طلاق سنائی نہ دے اس طرح کہنا

سوال: - اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دے کہ الفاظِ طلاق کسی دوسرے کو سنائی نہ دے صرف زبان متحرک ہو تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زبان سے طلاق کا لفظ اس طرح کہا کہ سنا نہ جائے صرف زبان متحرک ہوئی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، کما فی الطحطاوی[1] ص:۱۱۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے اختیار لفظ طلاق زبان سے نکل گیا

سوال: - اگر کوئی شخص اِدھر اُدھر کی خیالی باتیں کر رہا ہو، اور اس میں اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدیا اور اسے مطلق کچھ خیال نہ ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسکا کیا اثر پڑے گا، کہنے کے بعد خیال

(بقیہ اگلے صفحہ پر) مراقی علی الطحطاوی مصری ص:۱۷۷، باب شروط الصلاۃ وارکانها. بحث التحریمة، الدار مع الشامی کراچی ص۵۳۵ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل فی القراء ة، مطلب فی الکلام علی الجهر الخ، مجمع الأنهر ص۱۵۷ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل فی جهر الامام، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] اذا اطلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها والرجعة ان یقول راجعتک اوراجعت امرأتی اویطأها او یقبلها. هدایه ص:۳۹۵، ج:۲، اول باب الرجعة، مطبوعه یا سر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، مجمع الأنهر ص ۷۹، ۸۰ ج ۲ باب الرجعة، بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] لو اجری الطلاق علی قلبه وحرک لسانه من غیر تلفظ یسمع لا یقع مراقی علی الطحطاوی، ص:۱۷۷، باب شروط الصلاۃ وارکانها، مطبوعه مصر، الدر مع الشامی کراچی ص۵۳۵ ج ۱ باب صفة الصلوة، فصل فی القراء ة، مطلب فی الکلام علی الجهر، مجمع الأنهر ص۱۵۷ ج ۱ باب صفة الصلاة، فصل فی جهر الإمام، بیروت.

آیا تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ حلالہ کرنے کے بعد مہر قدیم کافی ہے یا پہلے والا مہر ختم ہو جائے گا اور پھر مہر جدید متعین کرنا پڑے گا۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کہنا کچھ اور چاہتا تھا، مگر زبان لڑکھڑا گئی اور زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن قضاءً طلاق کا حکم ہوگا، یعنی اگر معاملہ عدالت میں یا شرعی پنچایت میں پہنچ جائے اور وہ کہے کہ میں لفظ طلاق نہیں کہنا چاہتا تھا بلکہ فلاں لفظ کہنا چاہتا تھا بے اختیار زبان سے لفظِ طلاق نکل گیا تو اس کا قول معتبر نہیں مانا جائے گا، بلکہ طلاق کا حکم کر دیا جائیگا[1] عورت نے اگر لفظِ طلاق سنا ہے تو وہ شرعاً اسکو طلاق ہی تصور کریگی: "لِاَنَّ المَرأۃَ کالقاضی[2]" اگر اسکے ذہن میں آیا کہ بیوی کو طلاق دینا اچھا ہے اور اس نے جب ہی طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی ایک دفعہ نکاح میں جو مہر تجویز کیا گیا ہے اگر وہ ادا نہیں کیا گیا اور بیوی نے معاف بھی نہیں کیا، پھر بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح کیا گیا تو دوسرا مہر مقرر کیا جائیگا[3] اور پہلا بھی باقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۹ھ

---

[1] اراد التکلم بغیر الطلاق بان ارادان یقول سبحان اللّٰہ فجری علی لسانہ انت طالق تطلق لانہ صریح لایحتاج الی النیۃ لکن فی القضاء. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۴۴۸، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۱، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشۃ والافیون والنبج، الدار المنتقٰی مع مجمع الأنھر ص۸ ج۲ اول کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ھندیہ کوئٹہ ص۳۵۳ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الاول، فصل فیمن یقع طلاقہ الخ.

[2] شامی زکریا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۵۱، ج:۳، باب الصریح، مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعہ دیانۃ الی النیۃ، ھندیہ کوئٹہ ص۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول، بحر کوئٹہ ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق.

[3] إذا تزوج امرأۃ ودخل بھا ثم طلقھا ثانیا ثم تزوجھا فی العدۃ ثم طلقھا قبل الدخول بھا فی النکاح الثانی کان علیہ مھر بالنکاح الاول ومھر کامل بالنکاح الثانی، تاتارخانیہ کراچی ص۱۵۴ ج۳ کتاب النکاح، الفصل السابع عشر فی المھر، نوع منہ فی وجوب المھر بلا نکاح، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صیغۂ استقبال سے طلاق کا حکم

سوال: ۔زید اور اس کی منکوحہ میں بہت محبت تھی، ایک روز خلوت میں تھے، دونوں پر شہوت طاری تھی، زید کی منکوحہ نے کہا اگر میں نے ہاتھ چھڑا لیا تو مجھے چھوڑ دو گے، یعنی طلاق دیدو گے، یہ انداز طلاق لینے کا نہیں تھا، بلکہ خوامخواہ ہاتھ چھڑا کر اپنی بہادری دکھانا تھا، زید نے ہاں کر دیا، منکوحہ نے کوشش سے ہاتھ چھڑا لیا، اس کے بعد صحبت کی کیا طلاق پڑ گئی؟ اس واقعہ کے بعد چار بچے ہو چکے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی منکوحہ کو طلاق نہیں ہوئی، فتاویٰ عالمگیری[۲] ص ۳۵۸-۳۵۹ ر میں ہے ''**فقال الزوج اطلق طلاق می کنم طلاق می کنم فکررہٗ ثلاثاً طلقت ثلاثاً بخلاف قوله ساطلق طلاق کنم لانه استقبال فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک۔**

فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے، صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ وعدۂ طلاق ہوسکتا ہے ایقاع طلاق ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لئے بلاشبہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۳۹۳ ج ۱ فصل فی تکرار المهر، هندیه کوئٹه ص ۳۲۳ ج ۱ الباب السابع فی المهر، الفصل الثالث عشر فی تکرار المهر.

(صفحہ ہذا) ۲ عالمگیری، ج ۱ ر ص ۳۸۴ ر الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، المحیط البرهانی ص ۲۴۵ ج ۵ کتاب الطلاق، الفصل السابع والعشرون فی المتفرقات مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، فتاوی التاتارخانیة کراچی ص ۹۸ ج ۳ کتاب الطلاق، الفصل الحادی والثلاثون فی المتفرقات.

طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:۔ایک لڑکی کے طلاق وعلیحدگی کے سلسلے میں چند لوگوں کو جمع کیا گیا تھا، اس میں ایک شخص زید نامی بھی شریک مجمع تھا،لڑکی کی طلاق کے بارے میں کچھ گفت وشنید ہوئی، پھرلڑکے کو بلا کرلڑکی کوطلاق دلوائی گئی، جب طلاق ہوچکی تو سب اپنے اپنے گھر چلے گئے، زید نامی شخص بھی چلا گیا، زید نے گھر جا کر اپنی بیوی کو طلاق دیا کا جملہ دوتین بارادا کیا،لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کوطلاق نہیں دی بلکہ میں پہلے میٹنگ والی طلاق نقل کررہا تھا، اس کا دماغ وعقل بھی کمزور ہے، زید کو پوری گنتی بھی نہیں آتی، کہتا ہے کہ جہاں تک خیال ہے دوہی بارطلاق دیا گیا ہے، قاعدہ سے بات کا جواب بھی نہیں دے پاتا، بہکی بہکی باتیں کرتا ہے،تو کیا اس کی بیوی کوطلاق واقع ہوجائیگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگرزید نے اپنی بیوی کواس طرح کہا ہے''میں نے تم کوطلاق دیدی'' اورتین دفعہ کہا ہے تو طلاق مغلظہ ہوگئی[1] دونوں میں جدائی کرادی جائے، اگراس طرح کہا ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہے کہ''میں نے تم کوطلاق دی'' تواس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی،[1] زید دماغ کا کمزور ہے مگرطلاق کوسمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ تین طلاق سے نکاح کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے، اسی لئے تو کہتا ہے کہ جہاں تک خیال ہے دوہی بارطلاق دیا گیا ہے، ورنہ جب وہ دوسرے کی طلاق کا واقعہ نکل کررہا ہے، خودطلاق نہیں دے رہا ہے، تو پھراس میں دواورتین کی بحث ہی

---

[1] کرر لفظ الطلاق وقع الکل بان قال للمدخولة قد طلقتک قد طلقتک قدطلقتک. الدرالمختار مع الشامی زکریاج۴/ص ۵۲۱/مطبوعه کراچی ج۳/ص ۲۹۳/قبیل باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیه کراچی ص۲۸۶ ج۳، نوع آخر فی تکرار الطلاق وایقاع العدد الخ.

بیکار ہے، کیونکہ دوسرے کا واقعہ نقل کرنے سے طلاق نہیں ہوئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وتر میں نخلع ونترک پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنیکا حکم

(مع فتویٰ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

سوال:- زید نماز وتر پڑھا رہا تھا، جب اس نے دعاءِ قنوت پڑھی اور نخلع ونترک پر جب پہنچا تو اس کے دل میں طلاق کا خیال آ گیا اور پہلے سے کوئی ارادہ نیت نہیں تھی، بلکہ یہ بھی کامل یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کہتے وقت بھی نیت تھی یا بعد کہہ دینے کے ہوئی مـــــن یفجرک کے متعلق یہ ہے کہ زید کی منکوحہ کبھی کبھی نماز چھوڑ دیتی ہے، اور کوئی فسق وفجور نہیں کرتی مگر جس وقت نخلع ونترک کا قصد ہوا اس کا شوہر یعنی زید پردیس میں تھا، اس کو نہیں معلوم کہ نماز پڑھ رہی تھی، اس زمانہ میں یا نہیں غالب گمان ہے، کہ پڑھ رہی ہوگی، اس لئے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں ہوا اور رمضان میں عموماً لوگ نماز پڑھنے لگتے ہیں، لیکن منکوحہ زید تراویح نہیں پڑھتی ہے ہاں روزہ رکھتی ہے، اور یہ بھی زید اچھی طرح نہیں کہہ سکتا کہ کہتے وقت ارادہ تھا یا خیال اور وسوسہ بہر حال برائے مہربانی وکرم ایسا جواب جو تمام شقوں کو حاوی ومحیط ہو عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہو جائے گی، کیا اس طرح نیت معتبر ہے، کیا نماز میں اس قسم کی نیت کی جا سکتی ہے۔

---

[1] لو کرر مسائل الطلاق بحضرتها او کتب ناقلا من کتاب امرأتی طالق مع التلفظ او حکی یمین غیره فانه لایقع اصلامالم یقصد زوجته شامی زکریا ، ج۴/ص ۴۶۱/مطبوعه کراچی ، ج۳/ص ۲۵۰/ باب الصریح ،مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة الی النیة، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه.

جواب از مفتی کفائت اللہ صاحب

الجواب:-محض دل میں طلاق کا خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی جب کہ زبان سے طلاق کے الفاظ ادا نہ کئے جائیں۔(کفایت اللہ کان اللہ لہٗ)

نوٹ:-حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کا فتویٰ ارسال خدمت ہے، برائے مہربانی مفتی اعظم صاحب کے جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے، اور مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جواب میں کیا اشکال ہے، یہاں تو بلا اختیار خیال آ گیا اور قنوت پڑھتے وقت نیت میں تردد ہے، فقہاء نے تو اس سے بڑھ کر لکھا ہے: **لو اجری الطلاق علی قلبه وحرک لسانه من غیر تلفظ یسمع لایقع وان صح الحروف** اھ مراقی الفلاح[1] علی ہامش الطحاوی ص:۱۱۹، نیز لکھا ہے اگر معلم یا متعلم یا مقرر مسائل طلاق کی تعلیم وتکرار کے وقت کہے یا کتاب میں لکھا ہوا پڑھے: **امرأتی طالق** اور اپنی بیوی کا خیال دل میں آ جائے تو محض اس خیال سے طلاق واقع نہیں ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/رمضان المبارک ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۴/رمضان المبارک ۶۷ھ

---

[1] مراقی الفلاح ص:۳۳، مطبوعه مصری، طحطاوی ص:۱۷۷. باب شروط الصلاة وارکانها، مطبوعه مصری، شامی کراچی ص ۲۳۰ ج۳ کتاب الطلاق.

[2] البحر الرائق ص:۲۵۸، ج:۳، باب الطلاق، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۲۵۰ ج۳ باب الصریح، مطلب الصریح نوعان، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه.

میں نے اپنی بیوی کو.....دیدی کا شرعی حکم

سوال:- ایک شخص رفیق اپنی بیوی عابدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے، اور روزانہ عابدہ سے لڑتا جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے پسند نہیں ہے، میں تجھے طلاق دیدوں گا، تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا، اپنے باپ سے کہہ دے کہ میں شوہر کے گھر جانا نہیں چاہتی، تاکہ میری بدنامی نہ ہو، تو خود ہی باپ کے گھر بیٹھ جا، عابدہ نے ایسا نہیں کیا، باپ کے گھر نہیں گئی، شوہر ہی کے گھر رہی اسی دوران رفیق نے ایک دن لڑائی جھگڑے کے دوران اپنی بیوی عابدہ بیگم کو حسبِ ذیل عبارت لکھ کر دی۔

اپنے قلم سے ''میں نے عابدہ کو.....دیدی ہے''

اس جملہ میں بیچ میں جگہ چھوڑ دی جس میں طلاق کا لفظ ہی فٹ آسکتا ہے، رفیق کا جو سلوک اپنی بیوی کے ساتھ ہے، اور جو نیت وارادہ اپنی بیوی سے ظاہر کرتا ہے، اس کی روشنی میں یہ جملہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ ''میں نے عابدہ کو طلاق دیدی''

مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع ہوگی، یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگی تو کس قسم کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اِس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ

---

[1] یہاں کوئی صریح یا کنائی لفظ طلاق کا نہیں ہے، نیز یہاں جملہ بھی ناقص ہے، اس لئے محض دیدی سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المال بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۲۴، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۴۲۶، ج: ۳، اول کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ اول کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۰۹ ج ۲ اول کتاب الطلاق، مکه مکرمه.

بیوی کو میکے پہنچانا طلاق نہیں

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی کو چھوڑنے کی نیت سے گاڑی میں سوار کر کے اپنے خسر یعنی بیوی کے والدین کے گاؤں کے نزدیک ہی چھوڑ آیا اور زیورات و پارچات لیکر وہ عورت خود گھر چلی گئی، اس کو چھ سال ہوگئے ہیں، اس شخص نے دوسرے نکاح کی بھی جستجو کی لیکن نہیں ہوسکا، پھر مجبوراً وہ اس عورت کی طرف رجوع ہوا، اب وہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صراحۃً یا کنایۃً طلاق نہیں دی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے، محض دل میں نیت کر کے بیوی کو اس کے والدین کے گھر پہنچانے اور نکاح ثانی کی جستجو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۵/۵۷ھ

محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال:- زید کی پہلی بیوی دائم المرض ہے، خانگی کاروبار ٹھیک نہیں چلاسکتی، لہٰذا زید نے اپنی پہلی بیوی کی مرضی سے نکاحِ ثانی کیا ہے کیونکہ پہلی بیوی لاولد ہے، دونوں بیویوں کو ایک مکان میں رکھنے کا انتظام نہ ہوسکا، اس لئے پہلی بیوی کو اس کے والدین کے گھر چھوڑا، عقدِ ثانی

---

[1] الطلاق هو رفع قيد النكاح في الحال او المآل بلفظ مخصوص وركنه لفظ مخصوص وهو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح او كناية الى قوله وبه ظهر ان من تشاجر مع زوجته فاعطاها ثلاثة احجار ينوى الطلاق ولم يذكر لفظا صريحا ولا كناية لا يقع. الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۴۲۴، ۴۳۱ ج۴ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، عالمگیری ص: ۳۴۸، ج: ۱، كتاب الطلاق.

سے اب تک تین سال کا عرصہ ہوا، مگر زید کو پہلی بیوی کے پاس جانے کا موقعہ نہیں ہوا، اس لئے بعض لوگوں کو زید کے طلاق دینے کا شبہ ہوا، مگر زید نے زبانی اور تحریری طلاق نہیں دی، اور اس نے ایک جماعت کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، اب میں پہلی بیوی کو مکان بلانا چاہتا ہوں، بیوی بھی تیار ہے، دریں حالت زید کے خسر اپنی دختر کو اس کے شوہر کے ہمراہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ طلاق کا کوئی ثبوت نہیں اور شوہر پوری قوت سے طلاق کا منکر ہے، تو طلاق کا حکم کرنے کی کوئی وجہ نہیں، شوہر اپنی بیوی کو بلاسکتا ہے اور بیوی اس کے پاس جاسکتی ہے، اور خسر بھیج سکتا ہے، اور شوہر دونوں بیویوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہے، لہٰذا پہلی بیوی کو ضرور شوہر کے پاس بھیج دیا جائے، خاص کر ایسی صورت میں کہ بیوی بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۵ھ

---

[1] طلاق کا وقوع طلاق کے الفاظ سے ہوتا ہے جب تک وہ مخصوص الفاظ نہ ہوں، اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوسکتی، الطلاق هو رفع قيد النكاح في الحال او المآل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق. الدر المختار مع الشامی کراچی ص: ۲۲۷، ج:۳، اول کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۸ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیرہ، البحر الرائق زکریا ص ۴۱۰ ج ۳ کتاب الطلاق.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم :

نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق دینا

طلاق سکران

سوال:-(۱) (الف) اپنی زوجہ کو بحالت نشہ طلاق دیدیا یعنی تین دفعہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دیا اور اس حالت میں ایک طلاق نامہ بھی تحریر کر دیتا ہے، تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں ؟

طلاق سکران جبراً

(۲) اگر (الف) کے دوست (الف) کو محض اس خیال سے شراب پلاتے ہیں کہ وہ بحالت نشہ اسکی بیوی کو جو کہ عرصہ ۷ رسال سے اپنے گھر بیٹھی ہے، یعنی اپنے ماں باپ کے یہاں اور وہ نان ونفقہ بھی نہیں دیتا ہے، اسکو شراب پلا کر اسکی بیوی کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں اسکو طلاق دلواتے ہیں، اور طلاق نامہ بھی تحریر کرا دیتے ہیں، تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو کر حرمت مغلظہ ہوگئی: ویقع طلاق کل زوج

عاقل بالغ ولو مكرها او كان الزوج سكران زائل العقل فان طلاقه واقع اهـ مجمع[1] الانهر ج: ۱، ص: ۳۸۴.

(۲) ایسی صورت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر شرعی اکراہ کر کے یعنی قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر شراب پلائی ہے، اور الف کو ظن غالب تھا کہ اگر شراب نہ پی تو یہ لوگ واقعۃً قتل کردیں گے، یا بہت زیادہ ماریں گے، کہ جس کا میں تحمل نہیں کرسکوں گا، تو ایسی صورت میں صحیح قول کی بناء پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کذا فی الہندیہ[2] لیکن شراب پلانے والے گنہ گار ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق السکران واقعٌ

سوال: -ایک شخص کی عادت کثرت شراب نوشی ہے، اسی حالت میں اپنی زوجہ سے کہتا ہے تجھ پر طلاق یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں، بلکہ متعدد بار بحالت سکر طلاق دیتا ہے، حتی کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ طلاق نامہ بھی لکھوالیا لوگوں کو اس واقعہ کا اچھی طرح علم ہوگیا کہ زبانی طلاق دے چکا ہے اور طلاق نامہ بھی تحریر ہو چکا۔ جس وقت وہ نشہ جاتا رہا تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ جو کچھ ہوا بیہوشی کی حالت میں، جس کا مجھ کو بالکل علم نہیں تو آیا اس کا ایسی حالت میں طلاق دینا عند الشرع شریف معتبر ہوگا یا نہیں؟

---

[1] مجمع الانهر ص: ۸، ج: ۲، كتاب الطلاق. مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۷ ج۳ كتاب الطلاق، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۳ ج۱ الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه الخ.

[2] ولو اكره على شرب الخمر اوشرب الخمر لضرورة وسكر وطلق امرأته اختلفوا فيه والصحيح انه كما لا يلزمه الحد لا يقع طلاقه ولا ينفذ تصرفه. عالمگيرى ص: ۳۵۳، ج: ۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لايقع طلاقه، شامى دار الفكر بيروت ص ۲۳۹ ج۳ كتاب الطلاق، مطلب فى تعريف السكران وحكمه، النهر الفائق ص۳۱۸ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

نشہ شراب کی حالت میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر عدت کے اندر اندر تین مرتبہ ایسی نوبت آچکی ہے، تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی: **طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا. کذا فی المحیط اھ عالمگیری**[1] ص: ۳۵۳، ج ۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھنگ کے نشہ میں طلاق

سوال:- میری پان کی دوکان ہے، ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی غیر مسلم آیا جس سے میری جان پہچان ہے، اس نے مجھ کو بھنگ کا لڈو کھلا دیا، جس سے مجھے اس قدر نشہ ہوگیا کہ میں اپنے آپ سے بے قابو ہوگیا، کچھ دیر بعد میں گھر گیا، گھر جانے کے بعد آپس میں کہا سنی ہوگئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ میری پٹائی بھی ہوئی، اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو آگ بھی لگا سکتا تھا، اور کچھ بھی کرسکتا تھا، غرض کہ بہت ہی زیادہ نشہ بڑھ گیا، اس وقت جب کہ میری پٹائی ہوئی اور مجھ سے کہا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو، اس وقت میرے منہ سے طلاق کا لفظ متعدد بار نکلا جس کا مجھے علم نہیں، لوگوں نے صبح کو مجھے بتایا کہ تم نے اپنی بیوی کو رات طلاق دی ہے اور تین بار سے زائد دی ہے، اس پر میں نے کہا کہ میں نے نہ تو طلاق دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہوں میں تو اپنی بیوی سے پیار کرتا ہوں، تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوگئی تو کتنی طلاق پڑی؟۔

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۳، ج: ۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۲۳۹ ج ۳ کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والأفیون والبنج.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ بالکل اسی طرح ہے تو آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۱۴۰۶ھ

نیم خوابی کی حالت میں طلاق

سوال:- اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے آدھا سوتا ہے آدھا جاگتا ہے، اور اسکے منہ سے طلاق والے الفاظ نکلے تو اس سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی نکلے تو کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کے لئے نکلے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیم خوابی کی حالت میں بے اختیار بغیر مطلب سمجھے طلاق کے الفاظ نکلنے سے طلاق نہیں ہوتی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ

شراب کے نشہ میں یہ کہنا کہ میں نے اپنے بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا

سوال:- چار آدمیوں نے ایک مکان میں بیٹھ کر شراب پی اور شراب کے نشہ میں ایک

---

[1] وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه إن كان يعلم حين يشرب أنه بنج يقع وإلا فلا، تبيين الحقائق للزيلعي ص ۱۹۶ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه إمداديه ملتان، شامي زكريا ص ۳۴۶ ج ۴ كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون الخ، مجمع الأنهر ص ۹ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ آئندہ پر)

دوسرے سے کہہ رہے تھے، کہ میں نے تجھے اپنی بیوی دی، دوسرے نے کہا میں نے تجھے دی، صبح کے وقت جب وہ ہوش میں آئے ہیں، تو ایک شخص ان میں سے کہتا ہے کہ تم نے آپس میں رات بیویوں کا تبادلہ کیا اور ہر ایک نے لفظ طلاق کا ذکر یوں کیا ''مجھے طلاق میں نے اپنی بیوی کو تمہارے حوالہ کیا'' یا یہ کہا کہ ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا'' اس کے بعد جب شرابیوں نے یہ بات سنی تو بے چین اور پریشان ہوگئے، تو کہنے والے سے یہ کہا کہ کیا یہ بات صحیح ہے، جو تم کہہ رہے ہو؟ ہم کو تو اس کا کچھ علم نہیں، تو کہنے والے نے ان کی بے چینی کو دیکھ کر اپنی بات سے رجوع کر لیا۔ اور کلام کو مذاق پر محمول کیا، تو یہ کہنے کی صورت میں ''مجھے طلاق میں نے اپنے بیوی کو تیرے حوالہ کیا'' کیا حکم ہوگا؟ اور اگر واقعۃً انہوں نے طلاق دیدی تھی تو طلاق کا ثبوت دینے والا کوئی نہیں ہے، اور انہیں علم بھی نہیں، تو اس صورت میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اوّلاً یہ سب لوگ شراب سے توبہ کریں، جس کی وجہ سے یہ نحوست آئی اور مستحقِ لعنت ہوئے[1]، پھر احتیاطاً اپنی اپنی بیوی سے دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کر لیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۵ھ

(بقیہ گذشتہ کا) [2] ولا يقع طلاق الصبى وان كان يعقل والمجنون والنائم. عالمگیری ص ۳۵۳، ج ۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ص ۲۵۰ ج ۳ كتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۲۰ ج ۲ قبيل باب الطلاق الصريح، مطبوعه عباس احمد الباز مكة مكرمة.

(صفحہ ہذا) [1] عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ثلثة قد حرم الله عليهم الجنة، مد من الخمر والعاق والديّوث الحديث رواه احمد والنسائى، مشكوٰة شريف ص ۳۱۸ ج ۲ باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] كما يستفاد من هٰذه العبارة ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اى احتياطاً، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۹۰ ج ۶، مطبوعه كراچى ص ۲۴۷ ج ۴، باب المرتد، مطلب جملة من لايقتل اذ ارتد، مجمع الانهر ص ۵۰۱ ج ۲ باب المرتد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

شراب اور دردسر کی حالت میں طلاق

سوال: - زید کے سر میں تھوڑا تھوڑا درد تھا اور اسی حالت میں اس نے تاڑی یا شراب پی لی، جس کی وجہ سے سر میں درد یہاں تک پہنچا کہ مدہوش ہوگیا اور اسی حالت میں اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدیا، ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شراب کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوا، بلکہ دردسر کی وجہ سے مدہوش ہوکر طلاق دی ہے تو واقع نہیں ہوئی۔ **لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع نقول انه لا يقع طلاقه.** (ہدایہ[1] ج:۱،ص:۳۳۹)

اور اگر شراب یا تاڑی سے بے ہوش اور مست ہوکر طلاق دی ہے تو وہ واقع ہوگئی: **وطلاق السكران واقع اذاسكر من الخمر اوا لنبيذ وهو مذهب اصحابنا رحمة الله عليه كذا في المحيط الىٰ ان قال ومن سكر من البنج يقع طلاقه ويحد لفشو هٰذا الفعل بين الناس وعليه الفتوىٰ في زماننا عالمگيرى[2] ج: ۱، ص: ۳۶۸.** فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبداللطیف ۲ رصفر ۵۴ھ

---

[1] هداية ص ۳۳۹ ج ۲، قبيل باب ايقاع الطلاق، مطبوعه مجتبائى دهلى، مجمع الأنهر ص ۹ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى شرح كنز ص ۱۹۶ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] عالمگيرى ص ۳۵۳ ج ۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، مطبوعه كوئٹه، در مختار مع الشامى كراچى ص ۲۳۹، ۲۴۰ ج ۳ كتاب الطلاق، مطلب فى الحشيشة والأفيون والبنج، النهر الفائق ص ۳۱۸، ۳۱۹ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بخار کی بے ہوشی میں طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو امام جامع مسجد اور چند مستورات کے روبرو تین دفعہ کہہ کر طلاق دیدی اور بیوی کو گھر سے نکال دیا دریافت کرنے پر طلاق کی وجہ بخار کی بے ہوشی کا عذر بیان کیا حالانکہ غلط ہے، بیوی کا تایا موجود ہے، اس نے بے علمی کی وجہ سے معاملہ کو اہمیت نہیں دی، اور کچھ عرصہ لڑکی کو اپنے یہاں رکھ کر زید کے رشتہ داروں کی خواہش پر زید کے یہاں رخصت کر دیا، لہٰذا حسب ذیل سوالات ہیں۔

(۱) واقعہ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت کو بادل ناخواستہ زید کے گھر میں بحیثیت زوجہ رکھنا کیسا ہے؟ اگر لڑکی یا اس کے ورثہ کسی وجہ سے مدعی نہ بنیں، تو عورت کی برادری یا غیر برادری کا کوئی شخص اس معاملہ کا مدعی بن سکتا ہے، یا نہیں؟ اور زید موجودہ صورت میں کسی سزا کا مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسی بیہوشی تھی کہ عقل ٹھکانے نہیں تھی، اور اپنے نفع ونقصان میں تمیز نہیں کرسکتا تھا، اور اس سے اس وقت جتنے کام ہوئے وہ بھی سب ایسے ہی خلاف عقل صادر ہوئے، اور اپنے ہوش وحواس رکھتے ہوئے اس نے طلاق نہیں دی، تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، اور اگر اتنی بے ہوشی اور ایسی حالت نہ تھی، تو تین دفعہ طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی[۱]۔ اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے[۲]،

---

[۱] أحدها ان يحصل له مبادى الغضب بحيث لايتغير عقله ويعلم مايقول ويقصده وهذا لاإشكال فيه (أى يقع طلاقه) الثانى : أن يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولايريده فهٰذا لاريب انه لا ينفذ شئ من أقواله، ردالمحتار زكريا ص ۴۵۲ ج۴، مطبوعه كراچى ص ۲۴۴ ج۳، كتاب الطلاق، مطلب فى طلاق المدهوش، حاشية الشلبى على شرح الكنز ص ۱۹۵ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۱۰ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] لاينكح مطلقة بها اى بالثلاث لو حرة حتى يطأها غيره بنكاح وتمضى عدته اى الثانى الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۴۱۲ ج۳، مطبوعه زكريا ص ۴۰ ج۵، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة، تاتارخانية ص ۶۰۳ ج۳ كتاب الطلاق، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسکی بے ہوشی کی حالت کا اندازہ اسوقت کے دوسرے کاموں سے ہوسکتا ہے، تین طلاق ہوجانیکی صورت میں عورت کو کسی طرح جبراً یا خوشی سے زید کے گھر رکھنا جائز نہیں، اوراس کو اپنے اوپر قابو دینا بالکل ممنوع ہے، جس طرح بھی ممکن ہو، اس سے علیحدہ رہے[1]، زید کو توبہ کرنا اوراس عورت مطلقہ کو علیحدہ کرنا واجب ہے، اوراگر توبہ نہ کرے اوراپنے سے علیحدہ نہ کرے تو برادری کے ذمہ زید پر زور ڈال کر علیحدہ کرانا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۲/ذی قعدہ ۵۷ھ

بے ہوشی کی حالت میں طلاق

سوال:- زید کا کہنا ہے کہ اسکے پاس ایک پَری آتی ہے اور بے ہوش کر کے کہتی ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو، چنانچہ اسکے مجبور کرنے پر ایک رات میں نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ ایک دو تین میں نے تم کو طلاق دیدیا، تم جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا، اب افاقہ کے بعد میں اپنے اس قول پر سخت نادم ہوں اور ایسا کرنے کا مجھ کو بے حد افسوس ہے، میری خواہش قطعی نہیں ہے کہ میری بیوی مجھ سے جدا ہو، لیکن مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ مذکورہ باتیں میں نے اس پَری کی موجودگی میں کہی ہیں، کیا صورتِ مذکورہ میں زید کی بیوی مطلقہ ہوگئی؟ اگر مطلقہ ہوگئی تو کون سی مطلقہ؟ ان حالات کے پیشِ نظر زید کی بات کو قول مکرہ پر محمول کیا جائے یا قولِ نائم پر؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنكاح المحلل، طبع كراچی، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، طبع ياسر نديم.

(صفحہ ہذا) [1] والمرأة كالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه الی ان قال بل تفدی نفسها بمال اوتهرب، ردالمحتار زكريا ص ۴۶۳ ج ۴، باب الصريح، مطلب فی قول البحر ان الصريح يحتاج فی وقوعه ديانة الی النية، عالمگيری دار الكتاب ص ۳۵۴ ج ۱، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق الصريح.

الجواب حامداً ومصلیاً

دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک بیہوشی دوسری اکراہ، بے ہوشی میں جو طلاق دی جائے وہ واقع نہیں ہوتی[۱]، حالتِ اکراہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے[۲]، پس اگر بقائے ہوش کی حالت میں اس کے مجبور کرنے سے بیوی کو اس طرح کہا ہے، کہ ایک دو تین میں نے تم کو طلاق دیدیا تم جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا، تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ ایک دو تین کا لفظ آمادگی اور تیاری و پختگی کیلئے کہا جاتا ہے، جیسے نیلامی بولی پر ایک دو تین کہہ کر بولی ختم کر دی جاتی ہے، اور ''میں نے تم کو طلاق دیدیا'' سے ایک طلاق رجعی ہوئی[۳]، اور تم جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا سے اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلقِ نکاح کو قطع کرنا ہے تو یہ طلاق رجعی اس لفظ سے بائن ہوگئی[۴]، اب طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کر لیں، حلالہ کی ضرورت نہیں[۵]، اگر اس کا

---

۱ لا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون والمغمی علیه والمدهوش. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۵۰، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص ۱۹۵ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۳۲۰ ج ۲ آخر کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً اومکرها. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۳۸، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۵، ج: ۳، اول کتاب الطلاق، عالمگیری ص: ۲۵۳، ج: ۱، باب فیمن یقع طلاقه وفمن لا یقع طلاقه. مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶، ۳۱۷ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ وهو کانت طالق ومطلقة وطلقتک وتقع واحدة رجعیة. عالمگیری ص: ۳۵۴، ج: ۱، اول باب الصریح. مطبوعه کوئٹه.

۴ والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح. عالمگیری ص: ۳۷۷، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات. مطبوعه کوئٹه.

۵ اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوع یاسر ندیم، مجمع الأنهر ص ۸۷، ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلق نکاح کو ختم کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے ارادہ کا اظہار مقصود ہے، کہ طلاقِ رجعی کے باوجود ارادہ رجعت کا نہیں ہے، تو طلاق رجعی ہی باقی رہی بائن نہیں ہوئی، اندرونِ عدّت شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے[1] بغیر رجعت کے ہی اگر عدت ختم ہوجائے تو تجدیدِ نکاح کی اجازت ہے، اگر بے ہوشی کی حالت تھی، جیسے سوتا ہوا آدمی بعض دفعہ کچھ بولتا ہے، کہ اپنے اختیار بیداری سے نہیں بولتا تو کوئی نئی طلاق نہیں ہوئی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق مجنون

سوال:- زید نے اپنی بیوی سے ایک ہی مجلس میں کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، زید حسب رائے **وتحقیق احد الطبیبین والعادلین والحاذقین مالیخولیا** میں اور **عند الثانی مانیا** میں مبتلا ہے، اور **مالیخولیا** پر جنون کا اطلاق عند ارباب الفن شائع وذائع ہے، رہا **مانیا** وہ تو جنون برجی کا دوسرا نام ہے زید کہتا ہے کہ تطلیق کے وقت بنا برظن غالب اس کی مخصوص دماغی حالت تھی، اور **علیٰ سبیل التنزل مشکوک** تو تھی ہی تو اس صورت میں طلاق پڑی کہ نہیں؟ **مالیخولیا** کی تحقیق احتیاطاً کتب طبیہ سے درج ذیل ہے۔

(۱) المالیخولیا وأصنافه ثلاثة : فیکون الجنون والقمة والجرأة اکثر (علامه افسرائی شارح موجز)

---

[1] اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة اوتطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها، عالمگیری ص ۴۷۰، ج ۱، باب الرجعة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطبوع دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون والمدهوش والنائم. الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص: ۴۵۰، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، مجمع الأنهر ص ۱۰ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایة ص ۳۵۸ ج ۲ کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(۲) المالیخولیا وإن کان من صفراء کان مع اضطراب وأدنیٰ جنون وکان مثل مانیا. (قانون شیخ)

(۳) وان المالیخولیا وإن کان حدوثه عن إحتراق الصفراء فیکون معه الجنون وهو عند القوم عبارة عن اختلاط الردی الذی یکون مع توثب وهیجان وحدة شدیدة وغضب وسوء خلق (شرح أسباب والمعالجات)

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت جنون میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو وہ شرعاً واقع نہیں ہوتی: ولا یقع طلاق المولیٰ علیٰ امرأة عبده والمجنون والمعتوه والمبرسم والمغنیٰ علیه والمدهوش[1]. تنویر ص:۶۵۷.

اگر جنون کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ تندرستی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی[2]۔

الحاصل اگر الفاظ مذکورہ کہتے وقت ان کا مطلب اور حکم سمجھتا تھا تو طلاق واقع ہوگئی، اور اگر اس کو یہ بھی معلوم نہ تھا، بوجہ جنون کہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کہنے پر شرعاً کیا حکم مرتب ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی، اور مجنون ہونے کا اندازہ اس کے دوسرے افعال سے ہوسکتا ہے، اگر اس کے افعال مجنونانہ ہیں تو اس میں بھی اس کو مجنون تصور کیا جاسکتا ہے[3]، اگر اور افعال مجنونانہ نہیں محض

---

[1] تنویر الابصار علی ردالمحتار زکریا ص:۴۵۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۲، ج:۳، کتاب الطلاق، هدایة ص۳۵۸ ج۲ باب طلاق السنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۹ ج۳ کتاب الطلاق.

[2] ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولوعبداً اومکرها اومریضاً. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص۴۳۸ ج۴، مطبوعه کراچی۳۳۵ ج۳، کتاب الطلاق، عالمگیری دار الکتاب ص۳۵۳ ج۱ الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقه الخ، مجمع الأنهر ص۸ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] قال فی التلویح : الجنون إختلال القوة الممیزة بین الامور الحسنة والقبیحة المدرکة للعواقب بان لا تظهر آثارها وتتعطل أفعالها الخ. شامی زکریا ص۴۵۰ ج۴، (بقیہ آئندہ پر)

طلاق کے بارے میں اپنے کو مجنون ظاہر کرتا ہے، تو اس کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۷/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/ذیقعدہ ۶۳ھ

طلاق مجنون

سوال:- ایک شخص مسمّٰی بیتموس شادی کے سات آٹھ دن بعد مجنون ہوا کہ نیک و بد یگانہ و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، دوا دارو سے پانچ مہینہ کے اندر خاصہ اچھا ہو گیا، ایک سال کے بعد بیوی کے خویش واقرباء میں کسی دعوت میں گیا اور ناگوار ہو کر چلا آیا، اور ایک دن بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے دو آدمی معتبر کی موجودگی میں اول کا نام منیر الدین اور دوسرے کا عبدالمنان یہ کہا کہ میری بیوی کو ایک دو تین طلاق ہے، تم دونوں اور مسجد گواہ رہو ان دونوں کی زجر و توبیخ کے بعد بھی وہ اپنے قول پر قائم رہا دوسرے گواہ نے ذرا دور جا کر کہا بھائی تو نے کیا کیا، طالق نے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا اور گھر جا کر اپنی والدہ کو طلاق کی اطلاع کی۔ تین چار روز بعد ایک عالم معتبر سے مسئلہ دریافت کیا گیا، انہوں نے دونوں مذکورہ گواہوں کے سامنے طلاق سے حالات دریافت کئے، لیکن وہ نہایت متانت سے اور ہوش وحواس کی درستی سے جواب دیا کہ ہاں ہم نے طلاق دے دیا ہے، انہوں نے پھر پوچھا کہ تو نے کیوں آج رات شب باشی اس کے ساتھ کی، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے زناء کیا اور اس وقت چند آدمی معتبر موجود تھے، اہل پنچایت نے تین چار روز متواتر جلسہ کرتے ہوئے اور طالق و گواہ سے حالات معلوم کر کے یہ معلوم کیا کہ طالق اپنی حالت پر قائم ہے، لہٰذا بیوی کو علیحدہ کرا دیا، پھر ایک سال بعد ایک عالم صاحب نے جامع مسجد میں چند آدمیوں سے سوال کیا کہ اس آدمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے بعض نے کہا جو ناواقف تھے، کسی قدر دیوانہ پن ہے، من کل الوجوہ نہیں اور عالم و جاہل نے صاف کہا کہ بالکل خاصہ آدمی ہے کسی قسم کی خرابی

(بقیہ گذشتہ کا) مطبوعہ کراچی ص ۲۴۳ ج ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والافیون و البنج، النهر الفائق ص ۳۲۰ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

نہیں، اس عالم صاحب نے ناواقفوں پر اعتماد کر کے اس کو مجنون قرار دے کر عدم طلاق کا فتویٰ دیدیا، اور بیوی کو حلال کر دیا، ان دونوں صورتوں میں کونسا حکم عائد ہوگا، معہ دلائل وکتب معتبرہ تشریح فرمایئے؟ اور مخفی مباد بعد گذرنے دوسال کے طالق یہ کہتا ہے کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تھا، وہ موسم گرما تھی اور مچھر کاٹتے تھے، علاوہ اس کے جس جگہ پر بیٹھ کر طلاق دیا تھا وہ بھی خوب یاد ہے۔

نوٹ:- دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجنون کے لئے یہ صفت مذکور ہونا چاہئے جس سے ثبوت طلاق وعدم ثبوت معلوم ہو، یا عرف عام جسے مجنون کہے وہ بھی بحکم شرع معتبر ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قال فی التلویح : الجنون إختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة والقبيحة المدركة للعواقب بان لا تظهر اٰثارها وتتعطل افعالها اما لنقصان جبل عليه دماغه فی أصل الخلقة وإمَّا لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أواٰفة وإمَّا لاستيلاء الشيطان عليه وإلقاء الخيالات الفاسدة اليه بحيث يفرح ويفزع من غير ما يصلح سببًا اهـ وفی البحر عن الخانية : رجل عرف أنه كان مجنوناً فقالت له إمرأته طلقتنی البارحة فقال اصابنی الجنون ولا يعرف ذٰلک إلا بقوله كان القول قوله اهـ رد المحتار[1] تحت قول الدرالمختار لايقع طلاق المولٰی علٰی امرأة عبده والمجنون ج:۲، ص:۲۵۸.

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوا کرتی، اور جنون ایسی صفت ہے، جس کی وجہ سے قوت ممیّزہ مختل ہوجاتی ہے، اور انسان اچھی بری باتوں میں تمیز نہیں کرسکتا، اور نفع

---

[1] رد المحتار زکریا ص: ۴۵۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۴۴۳، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشيشة والافيون والبنج، تبيين الحقائق ص ۱۹۵ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان، فتح القدير ص ۴۸۷ ج ۳ فصل ويقع طلاق كل زوج الخ، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۰ ج ۳ آخر كتاب الطلاق.

ونقصان کو نہیں سمجھ سکتا، عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسمّٰی بیتموس کی حالت طلاق کے وقت ایسی نہ تھی جس سے اسے مجنون کہا جا سکے، لہٰذا طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/محرم ۵۷ھ

مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق

سوال: -ایک محقق عالم باعمل شخص جنات کے اثر کے سبب سے مجنون ہوگیا تھا، باوجودیکہ اس کی مادری زبان بنگلہ ہے، وہ جنون کی حالت میں عربی فارسی بنگلہ اردو انگریزی میں بات چیت کرتا تھا، چونکہ وہ لوگوں کو زدوکوب کرتا تھا، اسلئے اسکو زنجیروں میں جکڑا گیا، ایک دن اسنے اپنی بیوی زوجہ جہاں آراء کو عربی زبان میں یوں طلاق دی "طَلَّقْتُ جهاں ارا الف تطليقة" افاقہ کے بعد جب اسکی زوجہ اسکو کھانا کھلانے کیلئے آئی تو وہ بولا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی تھی، اس لئے تو مجھ پر حرام ہوگئی لہٰذا میرے سامنے نہ آیا کر، پھر وہ سخت جنون میں مبتلا ہوگیا، دفعِ آسیب کے تعویذات اور جنون کی ادویہ کے استعمال سے اسکو افاقہ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ اس کو طلاق دینا یاد ہے، اسلئے رنجیدہ خاطر ہے، اسکی زوجہ کہتی ہیکہ تم نے جنون کیحالت میں طلاق دی تھی، اسلئے طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرے لوگ بھی یہی کہتے ہیں، لیکن وہ عالم کہتا ہے کہ اگر میں مجنون ہی ہوگیا تھا تو اس وقت کی باتیں مجھے یاد کیونکر ہیں، اس کا خیال ہے، کہ تحلیل کی ضرورت ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عالم کی زوجہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ خود عالم ہے اپنی حالت اور مسئلہ سے خوب واقف ہے، تو اسکے مقابلہ میں اس کی بیوی کی بات کچھ وزن نہیں رکھتی: فَانَّ المرء يوخذ باقراره[1] عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کی

[1] القواعده الفقهية المحمودة ص:۱۱۷، مطبوعه مظاهر العلوم سيلم جنوبی هند، قواعد الفقه ص ۱۲۰ رقم القاعدة ۳۱۴، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

بات کو معتبر مانے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۳۹۳ھ

درد گردہ اور دیگر پریشانی کے تأثر سے طلاق اور کیا یہ تأثر جنون ہے؟

سوال:- زید مزاج کا غصہ ور اور دردِ گردہ کا مریض بھی ہے، ایک دوسال سے مفلس اور غریب ہوگیا، اکثر گھریلو معاملات میں بیوی کو طلاق کی دھمکی دیا کرتا تھا، زید کی بیوی نے شوہر کی حالت دیکھتے ہوئے بیٹے سے کہا کہ گھر کا سارا کاروبار تم سنبھال لو، بیٹے نے ویسا ہی کیا، زید غصہ میں آپے سے باہر ہوگیا، ان دنوں زید کی بیوی اپنے بیٹے کے گھر تھی، زید نے ایک روز اپنی لڑکی سے کہا کہ اگر تمہاری رخصتی کے بعد تمہاری ماں بلانے پر بھی گھر نہ آئی تو اسے طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا، تمہارا معاملہ صاف کردوں گا، کچھ روز بعد پھر بیٹے کے گھر گیا اور رات کو وہیں ٹھہرا، آدھی رات کے قریب اس کے کمرے میں کراہنے کے آواز آئی، بیوی گئی تو وہ گالیاں بکنے لگا، پھر صبح کی نماز کے وقت زید نے بیوی سے کہا کہ تم گھر کب چلتی ہو، بیوی نے جواب دیا کہ فلاں لڑکے کے معرفت کہلا بھیجو کہ لڑکی کی رخصتی کی تاریخ جب مقرر ہوجائے گی، تب جاؤں گی، یا سیرتِ پاک کے جلسہ کے بعد ضرور آؤں گی، زید آگ بگولا ہوکر طلاق کی دھمکی دیتا ہے، بیوی نے کہا آپ کی خوشی ہے اس بات پر، زید اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا ہے، لیکن چند گھنٹہ بعد زید اپنی اس حرکت پر بری طرح شرمندہ ہوتا ہے کہ غربت اور ساری ذمہ داری چھن جانے کی وجہ سے میری کیفیت بالکل مجنونانہ ہوگئی ہے، دوسرے دردِ گردہ کے باعث دماغی توازن بالکل کھو بیٹھا تھا، لہٰذا میں ملنا چاہتا ہوں، اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیوی سے ملنے کی صورت ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا بیان بیوی کا ہے۔

(۲) زید اپنی مالی پریشانی اور تنگ دستی کے سبب اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا اور جنونی کیفیت

اس پر طاری ہے، اسکے لڑکے نے اس سے گھر کا اختیار لے کر بے دخل کر دیا، اس کا اثر اس کے دماغ پر پڑا اور نرا پاگل اور جنونی کیفیت میں رہنے لگا، دوسری بات یہ تھی کہ وہ عرصہ سے دردِ گردہ میں مبتلا تھا، جب دردِ گردہ اٹھتا ہے، تو وہ بالکل پاگل اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہوجاتی ہے، ایک روز شب میں اس کو دردگردہ اُٹھا دریں اثنا صبح کو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ یہ زید کا بیان ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غربت یا دردِ گردہ کا اثر دماغ پر ہونا طبعی اور فطری بات ہے، اختیارات ختم ہوجانے سے بھی دماغ متأثر ہوتا ہے، لیکن ہر تأثر کو جنون کہنا اور ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق کو بیکار قرار دینا بھی غلط ہے، بیوی اور شوہر کے مذکورہ بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طلاق دیتے وقت جنونی کیفیت تھی کہ شوہر زمین وآسمان میں فرق نہیں کرتا تھا، طلاق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا تھا، جانتا ہی نہ تھا کہ طلاق سے کیا نتیجہ ہوتا ہے، خبر ہی نہ تھی کہ تین طلاق دینے سے نکاح بالکل ختم ہوجاتا ہے، نیز دردِ گردہ شب میں ہوا تھا، طلاق صبح کو دی ہے جب کہ شدت کی تکلیف بھی نہیں تھی، جیسی دردِ گردہ میں ہوتی ہے، اور اس سے پہلے کہہ بھی چکا تھا کہ اگر بیوی گھر پر نہیں آئی تو طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا، اور صبح کو بھی مطالبہ کیا کہ تم کب چلتی ہو، یہ سب قرائن ہیں کہ زید مدہوش نہیں تھا، کہ بے اختیار بے سوچے سمجھے اچانک اس کی زبان سے الفاظ طلاق نکل گئے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ ہوگئی نکاح بالکل ختم ہوگیا[1]۔ نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۱۳۹۵ھ

---

[1] ویقع طلاق کل زوج بالغ ولو عبداً اومکرھا الی قولہ او مخطئا اومریضاً الخ. الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص:۴۳۸، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص:۲۳۵، ج:۳، اول کتاب الطلاق، ھدایہ ص۳۵۸ ج۲ باب طلاق السنۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مجمع الأنھر ص۸ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مختل الدماغ کی طلاق اور تحریر طلاق بیوی کے پاس نہ پہنچے کا حکم

سوال:- (۱) زید کا نکاح بارہ برس ہوئے ایک ہزار روپے میں ہوا تھا۔

(۲) زید کی بیوی اور اس کے والدین سے زید کا اور زید کے والدین کا باہمی تنازعہ شروع ہوگیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید کی بیوی کو اپنے خاوند زید کے علاوہ اپنے والدین کے یہاں بھی اکثر رہنا پڑا۔

(۳) نکاح سے چھ سال بعد زید دل ودماغ اور معدہ کی سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔

(۴) نکاح کے آٹھ سال کے بعد جب کہ زید کی بیوی اپنے والدین کے یہاں تھی زید نے اس کو اپنے پاس بلانا چاہا مگر وہ نہیں آئی۔

(۵) کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید نے اپنی بیوی کو تحریر طلاق لکھی مگر کسی وجہ سے طلاق کا پروانہ بیوی کے پاس نہیں بھیجا۔

(۶) اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں دوبارہ تحریر طلاق لکھی اور طلاق کا پروانہ بذریعہ ڈاک خانہ رجسٹری کر کے بیوی کے پاس بھیج دیا لیکن بیوی کو تقسیم ہونے سے قبل محکمۂ ڈاک خانہ سے رجسٹری کا لفافہ جس میں طلاق کا پروانہ تھا واپس کرالیا دونوں پروانوں میں یہ الفاظ تھے۔

''تم میرے پاس نہیں آئیں لہٰذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔'' بیوی کے پاس یہ پروانے نہیں پہنچے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث لو مرة وثنتين لوامة حتى يطأها غيره بنكاح وتمضى عدته، الدرالمختار على هامش الردالمحتار زكريا ص: ۴۰، ج:۵، مطبوعه كراچى ص: ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم، عالمگيرى دار الكتاب ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة.

(۷) ان واقعات کے چھ ماہ بعد زید کی بیوی زید کے پاس آ گئی اور ڈھائی سال تک زید کے پاس رہی، اسی دوران میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ڈیڑھ سال کا ہو کر مر گیا۔

(۸) اب ڈیڑھ سال سے زید کی بیوی باہمی تنازعہ کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہی۔

(۹) حال ہی میں زید نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہا اس نے جواب میں لکھا کہ تم یا تمہارے والدین یا تمہارا بھائی مجھ کو آ کر لے جا سکتے ہیں، زید نے اپنے والدین سے اپنی بیوی کے بلانے کے بارے میں رائے لی انہوں نے اسکے بلانے سے ناراضگی ظاہر کی دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ زید بوجہ علالت اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے مجبور ہے، اور زید کے والدین اس کی بیوی کے بلانے میں ناراضگی ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا زید نے کئی مرتبہ یہ الفاظ ادا کئے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، شرع شریف کا جو حکم ہے، اس سے براہ کرم مطلع فرمائیں۔

نوٹ: دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی کی حالت میں زید کے دل اور دماغ کی کیفیت صحیح اور قابل اعتبار نہیں رہتی۔

نوٹ: اگر طلاق پڑ گئی ہو تو کیا کوئی صورت حلالہ کی ممکن ہے؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دل ودماغ کی تکلیف کی وجہ سے حواس باختہ اور مدہوش تھا اور اس کو اپنے اقوال وافعال کا علم نہیں، یا اس سے بلا اختیار اقوال وافعال صادر ہوتے ہیں اور اکثر مختل تھے، اور ایسی حالت میں اسنے طلاق تحریر کی اور جب زبانی طلاق دی ہے اسوقت بھی ایسی ہی حالت تھی تب تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی[1]، اور اگر ایسی حالت نہیں تھی، بلکہ حواس درست تھے اور اپنے علم واختیار سے

---

[1] لایقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون والمعتوه من العته وهو اختلال فی العقل وفی الشامی: الثانی أن یبلغ النهایة فلا یعلم ما یقول ولا یریده فهذا لاریب أنه لا ینفذ شیء من اقواله، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۵۰، ۴۵۲ ج۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۲، ۲۴۴ ج۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والافیون والبنج ومطلب فی طلاق المدهوش، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق لکھی ہے تو اول مرتبہ لکھنے سے ایک طلاق واقع ہوگئی اگر چہ بیوی کے پاس وہ تحریر نہ پہنچی ہو اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت کے اندر ہی اندر اگر دوسری مرتبہ طلاق تحریر کی ہے، تو وہ بھی واقع ہوگئی اور اگر رجعت نہیں کی تھی، تو عدت گذرنے پر بائنہ ہوگئی، دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی اسی طرح جو زبانی طلاقیں دی ہیں وہ بھی واقع نہیں ہوئیں، اور زید کی بیوی اجنبیہ ہوگئی، اس سے جماع کرنا اور اسکو اپنے پاس رکھنا کچھ بھی جائز نہیں رہا، اسکا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہیں تو دوبارہ نکاح کرنا درست ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر دوسری طلاق عدت ہی میں دی تھی اور اس سے رجعت کر لی تھی یا بلا رجعت کے مگر عدت کے اندر اندر ہی زبانی طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی اب اس کو بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر اس عورت کا کسی اور سے نکاح کیا جائے، اور وہ صحبت کرے، اس کے بعد وہ طلاق دیدے یا مر جائے، پھر عدت گذار کر زید سے نکاح ہوسکتا ہے:

کتب اما بعد فأنت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة اهـ عالمگیری[1] ج:۲، ص:۳۹۷، الصریح یلحق الصریح. تنویر[2] وینکح مبائنة بما دون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع لا مطلقة بها ای بالثلاث حتٰی یطأها غیره ولو مراهقاً یجامع مثله بنکاح نافذ وتمضی عدته ای

(بقیہ اگلے صفحہ پر) زیلعی شرح کنز ص۱۹۵ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۱۰، ۱۱ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری ص:۳۷۸، ج:۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص۳۷۷ ج۳، الفصل السادس فی أیقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص۴۸۴ ج۴ الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] تنویر علی هامش ردالمحتار کراچی ص:۳۰۶، ج:۳، مطبوعه زکریا ص:۵۴۰، ج:۴، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر ص۴۰ ج۲ فصل وکنایته الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳۶۲ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الثانی الخ درمختار[1] مختصراً ص: ۸۲۹، ج: ۲. فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۱/۵۵ھ

ایضاً

سوال: -اس کے بعد یہی سوال دوبارہ آیا، اس پر مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے قبل بھی یہ سوال آیا تھا، جس پر تنقیحات کر کے واپس کر دیا گیا تھا، کیونکہ بلا انکے جواب دشوار تھا، اس مرتبہ ان تنقیحات کو سوال کے ساتھ نہیں بھیجا گیا تاہم سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر پہلی اور دوسری طلاق واقع ہوگئی، اگر زوجہ مدخولہ ہے[2] ورنہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہوگئی[3] بشرطیکہ پہلی طلاق سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو ورنہ پہلی ہی طلاق سے مغلظہ ہوگئی بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں اور تیسری طلاق جو کہ زبانی دی ہے، اگر وہ عدت ہی میں دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور اگر عدت کے بعد دی ہے، تو وہ واقع نہیں ہوئی، طرفین کی رضامندی سے

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا ص: ۴۰، ج: ۵، مطبوعہ کراچی ص: ۴۰۹، ج: ۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند النهر الفائق ص ۴۲۰ تا ۴۲۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وفی الولوالجية : رجل قال لإمرأته بعد الدخول بها أنت طالق طالق تقع ثنتان لأنه لا يمكن أن يجعل تكرارً للأول، تاتارخانية ص۲۸۸ ج۳ نوع آخر فی تكرار الطلاق وإيقاع العدد، مطبوعه كراچی.

[3] إذا طلق الرجل إمرأته ثلثا قبل الدخول بها وقعن عليها، فإن فرق الطلاق بانت بالأولى ولم تقع الثانية والثالثة، هداية ص ۳۷۱ ج ۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيری دار الكتاب ص۳۷۳ ج ۱ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، الباب الثانی، النهر الفائق ص ۳۵۲ ج ۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نکاح درست ہے[1] وقوع طلاق کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تحریر جس میں الفاظ مذکورہ فی السوال درج ہیں، عورت کے پاس پہنچے۔ **کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هٰذا یقع الطلاق ویلزمها العدة من وقت الکتابة اھ** (عالمگیری[2] ج:۲،ص:۳۹۷)

اور ایسی بیماری کہ جس میں علم واختیار سے تحریری اور زبانی طلاق دی ہو وقوع طلاق سے مانع نہیں،[3] لفظ طلاق دیتا ہوں، زیادہ تر معنی حال میں مستعمل ہوتا ہے، اسلئے اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر کسی جگہ غالب استعمال حال میں نہ ہوتا، بلکہ مستقبل میں غالب ہو یا حال واستقبال ہر دو میں مساوی ہو تو اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارن پور ۳/۲/۵۵ھ

---

[1] إذا کان الطلاق بائنا دون الثلث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما یتحل به المطلقة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری دار الکتاب ص ۴۷۰ ج ۱ فصل فیما تحل به المطلقة، الباب السادس، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عالمگیری ص:۳۷۸، ج: ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة. مطبوعه کوئٹه، قاضی خان علی الهندیة ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، طبع دار الکتاب، تاتارخانیة ص ۳۷۷ ج ۳ الفصل السادس، طبع کراچی.

[3] أحدها أن یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله ویعلم ما یقول ویقصد وهذا لا إشکال فیه، شامی زکریا ص ۴۵۲ ج ۴ کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش.

[4] لو قال بالعربیة : أطلّق، لا یکون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً، عالمگیری دار الکتاب ص ۳۸۴ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالفارسیة. لان المضارع حقیقة فی الحال مجاز فی الاستقبال کما هو احد المذاهب وقیل بالقلب وقیل مشترک بینهما وعلی الاشتراک یرجع هنا ارادة الحال بقرینة کونه اخباراً عن امر قائم فی الحال ردالمختار زکریا ص:۵۵۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۱۹، ج:۳، باب تفویض الطلاق.

مختل الحواس کی طلاق

سوال:- عائشہ کی شادی خالد کے ساتھ ایسے وقت میں کی گئی کہ خالد کے متعلق بالکل علم نہ تھا، کہ ذہنی ودماغی اعتبار سے اس کا کردار کیا ہے، مگر بعد عقد اور دن گونا گوں معلومات فراہم ہوتے گئے، پتہ چلا کہ خالد اپنے گھر بار اور گاؤں چھوڑ کر خانہ بدوشوں جیسی زندگی گذارنے لگا، پاگلوں کی طرح میدان کو اپنا وطن اور ہر صحرا کو اپنا نشیمن تصور کرنے لگا، مہینوں کے بعد کبھی گھر کا تصور کر لیتا تھا، اور گھر آ کر کچھ دن رہ کر پھر اپنی سابقہ روایات پر آجاتا تھا، ایک روز عائشہ کے والد کے ایک عزیز خالد سے راہ میں ملے تو پوچھا کہ بتاؤ کب تک ایسی ہی حالت میں رہو گے، اس نے جواب دیا کہ میں پاگل ہوں، مجھے فلاں نے پاگل کر دیا، اس پر ان عزیز نے کہا کہ اچھا خالد فلاں تاریخ کو ہمارے یہاں چلے آؤ، چنانچہ متعینہ تاریخ پر جب وہ آیا تو عائشہ کے والد کے چند عزیزوں نے خالد سے عائشہ کو طلاق دینے کی التجا کی، جس پر خالد نے اوّلاً کہا کہ میں طلاق نہ دوں گا، بعد میں کہا کہ جب عائشہ کے والدین طلاق مانگیں گے تو طلاق دوں گا، فوراً عائشہ کے والد کو بلایا گیا، عائشہ کے والد نے بے عزتی کے خدشہ کی آڑ لیکر طلاق مانگی، چنانچہ اس پر فوراً خالد نے قلم ودوات کاغذ منگا کر یہ تحریر لکھی:-

''میں پسر فلاں بتاریخ ۵/ مارچ ۱۹۶۷ء مقام فلاں تحصیل فلاں عائشہ کو اپنے ہوش وگوش سے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔'' دستخط

مذکورہ بالا صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟ عائشہ کے والد عبدالحکیم عائشہ کی شادی کسی اور سے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، اور خالد اپنی اسی مجنونانہ کیفیت میں آکر عائشہ کے گھر کا طواف کرتا ہے اور عائشہ بھی یہی کہتی ہے کہ میرے لئے خالد ہی اچھا ہے، میرے مقدر میں جو تھا وہ ہو چکا، اس پر میں راضی ہوں، اس کی والدہ بھی راضی ہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات کے باوجود اگر خالد طلاق کا مقصد سمجھتا تھا اور اس نے لوگوں کے سمجھانے سے بغیر جبر واکراہ کے طلاق تحریر کی ہے، تو طلاق مغلّظہ واقع ہوگئی[۱]۔ اب نہ رجعت کا حق باقی رہا، نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، حلالہ یہ ہے کہ بعد عدت عائشہ کا نکاح دوسرے شخص سے کیا جائے، وہ ہمبستری کر کے اگر طلاق دیدے یا مرجائے، تو اس کی عدت پوری ہونے پر خالد سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا[۲]۔ اگر خالد نے جو طلاق نامہ تحریر کیا ہے، وہ خلوتِ صحیحہ سے قبل ہے، تو طلاق مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ طلاق نامہ لکھنے سے صرف ایک طلاق بائن ہوئی[۳]۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دوبارہ نکاح درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۱۳۸۷ھ

---

[۱] ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۴۳۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۵، ج:۳، اول کتاب الطلاق.

[۲] وإن کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها أویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، مطبوعه کوئٹه، هدایة ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، النهر الفائق ص ۴۲۱، ۴۲۲ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] اذا طلق الرجل إمرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن علیها فان فرق الطلاق بانت بالأولی ولم تقع الثانیة والثالثة عالمگیری ص:۳۷۳، ج:۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول. مطبوعه کوئٹه، هدایة ص ۳۷۱ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه یاسر ندیم، النهر الفائق ص ۳۵۲ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] إذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص:۴۷۲، ج:۱، باب الرجعة. فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه، هدایة ص ۳۹۹ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، یاسر ندیم، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مجذوب کی طلاق

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی، کچھ زمانہ گذرنے کے بعد زید کی مجذوبانہ حالت ہوگئی، علاج کرانے کے باوجود بھی اچھا نہ ہوسکا، مجذوبانہ حالت دیکھ کر ہندہ کے والدین نے زید سے طلاق لے لی، طلاق دیتے وقت زید کے صرف ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی، نہ معلوم اس نے کیا کہا، زمانۂ عدت گذرنے کے بعد ہندہ کی شادی اس کے والدین نے دوسری جگہ کردی اب زید اچھا ہوگیا، اور یہ کہتا ہے میں نے کوئی طلاق نہیں دی، دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ زید کی منکوحہ ہے، یا عقد ثانی کی؟ ہندہ کو زید کے گھر بھیجیں یا دوسرے شوہر کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کے ہوش وحواس درست نہیں تھے اور اسی حالت میں اس سے طلاق کیلئے کہا گیا اور اس کے جواب میں اس کے ہونٹ ہلے اور طلاق کا لفظ کسی نے اس سے نہیں سنا، اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی[1]، اور دوسری جگہ عقد درست نہیں، زوجِ ثانی سے متارکت کرادی جائے وہ کہہ دے کہ میں نے تعلقِ زوجیت ختم کردیا، اس کے بعد عدت تین حیض ختم ہونے پر زوجِ اول کے پاس آجائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۵ھ

---

[1] ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده وَالمجنون والصبى والمعتوه والمبرسم والمغمٰى عليه والمدهوش الخ، درمختار على الشامى نعمانيه ص: ۳۲۶، ج: ۲، مطبوعه زكريا ص: ۴۵، ج: ۴. مطبوعه كراچى ص: ۲۴۲، ج: ۳، قبيل باب الصريح، مجمع الأنهر ص ۱۰ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ص ۳۵۳ ج ۱، ۱ الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه الخ.

[2] حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة والمتاركة لا تتحقق الا بالقول إن كانت مدخولا بها كتركتك أوخليت سبيلك. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۱۱۴، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۳۷، ج: ۳، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، تاتارخانية ص ۱۴ ج ۳ الفصل التاسع فى النكاح الفاسد وأحكامه، مطبوعه كراچى، المحيط البرهانى ص ۱۶۹ ج ۴ الفصل السابع عشر فى النكاح الفاسد وأحكامه، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم : غصہ میں طلاق دینا

غصہ میں طلاق

سوال:- آج میری عورت نے میرے حکم کے خلاف کیا جس کی وجہ سے میں اس کو تنبیہ کرنا چاہتا تھا، اور غصہ زیادہ بڑھ گیا تھا، لیکن مجھ کو میرے لڑکوں نے پکڑ لیا اور ان سے باوجود کوشش کے چھوٹ نہ سکا، جس سے زیادہ غیظ بڑھ گیا، اور ممکن تھا کہ اس پر کوئی سخت حملہ کیا جاتا، عورت مذکورہ بدزبانی اس حالت میں کرتی رہی، اس وقت سوائے میری زبان کے قابو میں ہونے کے کچھ نہیں تھا، میں نے اس کو تین مرتبہ کہا کہ میں نے تم کو طلاق دیا، اور ہر مرتبہ کم وبیش ۵/منٹ کا وقفہ دیتا رہا اس سے پہلے میرا قصد نہیں تھا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میرا قصد طلاق کا تھا، یا نہیں بلکہ زیادتی غصہ میں کیا گیا۔

تتمہ تحریر متعلقہ تحریر

''میں نے جو وقفہ ۵/منٹ دیا تھا، اس سے یہ منشاء تھا کہ عورت بدزبانی سے باز آئے یا میرے سامنے سے علیحدہ ہوجاوے، جب اول مرتبہ باز نہیں آئی تب دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ کہا گیا میں بوجہ کمزوری حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔ ۲/۲/۳۸ھ''

الجواب حامداًومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں شرعاً تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں، طلاق جس طرح رضامندی کی حالت میں ہوتی ہے، غصہ کی حالت میں بھی واقع ہوجاتی ہے[1]، الفاظ مذکورہ بالا بلاقصد کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے: **یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغاً عاقلاً سواء کان حراً او عبداً طائعا او مکرهاً وطلاق اللاعب والهازل به واقع وکذلک لو اراد ان یتکلم بکلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع کذا فی المحیط[2] متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو یتعدد الطلاق اهـ فتاویٰ عالمگیری[3] ص ۵۵ و ۵۶ ج ۲.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/ذی الحجہ ۵۶ھ

طلاق بحالت غصہ

سوال: - میں سو رہا تھا کہ مجھے کسی نے جگایا مگر مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کس نے جگایا، کیوں کہ میں غفلت کی نیند میں تھا، میری عورت کی چارپائی میرے برابر تھی، میں نے جو اس کی چارپائی

---

[1] ویقع طلاق من غضب خلافا لابن القیم وهٰذا الموافق عندنا. (در المحتار زکریا ص ۴۵۲، ج ۴، مطبوعه کراچی ص ۲۴۴ ج ۳، مطلب فی طلاق المدهوش)، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ ج ۱ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه ومن لا یقع طلاقه.

[2] عالمگیری ص ۳۵۳ ج ۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه. مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۳۹۲ ج ۴ الفصل الثالث من یقع طلاقه ومن لا یقع، مطبوعه ڈابهیل.

[3] عالمگیری ص ۳۵۶ ج ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح. مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۹ ج ۳ نوع آخر تکرار طلاق وایقاع العدد، شامی کراچی ص ۲۹۳ ج ۳ باب طلاق غیر المدخول بها.

دیکھی عورت موجود نہ تھی، میں نے ماچس جلا کر دیکھا تو سب دراوزے باہر جانے کے بند ہیں یعنی کنڈیاں لگی ہوئی ہیں یہ دیکھ کر مارے غصہ کی آگ ہوگیا، دوسری ماچس جلائی تو تو میری عورت نے دریافت کیا کہ کیوں گھبرا رہے ہو، کیا بات ہے کیونکہ میری غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی، میں نے کہہ دیا کہ جا تجھے طلاق ہے، غصہ میں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کتنی مرتبہ لفظ طلاق منہ سے نکلا جس مکان میں میری عورت ملی تھی، اس میں میری ہمشیرہ نے ایک نالی نہانے وغیرہ کیلئے بنائی ہے، جسکا مجھ کو علم نہ تھا، عورت وہاں پیشاب کر رہی تھی، وہ جگہ اور جس پر مجھے شک تھا میں اسکے درمیان میں کھڑا تھا، وہیں میری بہن اور بہنوئی پڑے تھے، ان کی آنکھ بھی کھل گئی کہنے لگے کیا بات ہے، میں نے ان سے پانی مانگا وہ پی کر تین مرتبہ اور پانی پیا تب ذرا میرے ہوش وحواس درست ہوئے، انہوں نے واقعہ دریافت کیا میں نے ان کو سب حال سنایا انہوں نے کہا بالکل غلط ہے، ہم سب یہاں پڑے ہوئے تھے، میں نے جواب دیا کہ میں تو بحالت غصہ اس کو طلاق دے چکا، سب نے میری عورت سے حلف کرایا اس نے سچائی کیلئے حلف اٹھایا، اور جس شخص پر شبہ گذرا تھا اسنے بھی حلف اٹھالیا کہ یہ امر مجھ سے نہیں ہوا، اس وقت میری عورت چھ ماہ کی حاملہ بھی ہے، اور میری شادی کو بارہ سال بھی گذر چکے ہیں، کبھی کسی قسم کا شک نہیں گذرا تھا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر طلاق دیتے وقت نیند کا غلبہ اس قدر نہ تھا کہ بے اختیار اور بے علم اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے، البتہ عورت پر شک ہونے کی وجہ سے غصہ میں آکر طلاق دے دی، پس اگر غصہ کی وجہ سے حواس معطل ہوکر مجنون کی طرح عقل بھی زائل ہوچکی تھی اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ شخص مجنون کے حکم میں ہے، مگر ساتھ ہی اس کے دوسرے افعال بتلا رہے ہیں کہ نہ حواس معطل ہوئے تھے نہ عقل زائل ہوئی تھی، لہٰذا اس شخص کو مجنون کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے، پس صورت مسئولہ میں اس کی عورت پر طلاق واقع ہوگئی، اب اگر اس کو خود یاد نہیں کہ کئے مرتبہ طلاق دی ہے تو سننے والے دو عادل شخصوں کے قول پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

فی الولوالجية : إن كان بحال لو غضب يجرى علىٰ لسانه ما لا يحفظه بعدها جازله الإعتماد علىٰ قول الشاهدين رد المحتار[1] ص: ۶۶۰ اگر دوشاہد موجود نہ ہوں تو اپنے ظن غالب پر عمل کرے اگر شک ہے کہ کسی طرف کو رجحان نہیں تو شک کی دونوں طرفوں میں سے اقل کو اختیار کرے: شک أنه طلق واحدة أو أكثر بنىٰ علىٰ الأقل كما ذكره الأسبيجابى إلا أن يستيقن بالأكثر أويكون أكبر ظنه علىٰ خلافه وان قال الزوج عزمت علىٰ انه ثلاث يتركها وان اخبره عدول حضروا ذٰلک المجلس بأنها واحدة أخذ بقولهم ان كانوا عدولا اهـ اشباه[2] مع الحموى ص: ۸۱.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۸/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ذی قعدہ ۵۳ھ

غصہ کی حالت میں طلاق

سوال: - خاوند بیوی میں خانگی معاملات میں تکرار ہوا، عورت نے غصہ میں کہا کہ تم مجھ کو جواب دیدو خاوند نے کہا کہ جا میری طرف سے جواب ہے، جب خاوند نے یہ کہا عورت نے کہا کہ اپنے بھائی کو بلالو اتنے میں بھائی بھی آ گیا اس کے آنے پر عورت نے کہا کہ اب طلاق دو، خاوند نے اس کے کہنے پر غصہ میں کہا جا میری طرف سے طلاق ہے، چوں کہ عورت کے کوئی رشتہ دار نہیں، لہٰذا خاوند کے گھر ہے اور نہ اس کا خاوند جانے پر آمادہ ہے، عورت کو تین ماہ کا حمل ہے، یہ گفتگو بحالت غصہ ہوئی اب اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

---

[1] ردالمحتار زکریا ص: ۴۵۳، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۴، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۰۸، القاعدة الثالثة اليقين لا يزول بالشک. بيان الشک فی الطلاق وعدوه، مطبوعه دارالعلوم ديوبند، در مختار مع رد المحتار زكريا ص ۵۰۸ ج ۴ قبيل باب طلاق غير المدخول بها، عالمگيری دار الكتاب ص ۳۶۳ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں دوطلاق واقع ہوگئیں، اول بائن کنایہ، دوم بائن صریح: **الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة درمختار وفی الشامی واذا لحق الصریح البائن کان بائناً لان البینونة السَّابقة علیه تمنع الرجعة ج:۲**[1]، ص: ۴۶۹، لہٰذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں[2]، طلاق غصہ میں بھی ہوجاتی ہے، اگر ۳/مرتبہ طلاق دی ہے، تو بغیر حلالہ[3] نکاح میں اس عورت کا رکھنا کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے، دنیا وآخرت میں ذلت کا باعث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/۱۲/۵۲ھ

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ ۲۶/ذی الحجہ ۵۲ھ صحیح: عبداللطیف ۲۶/ذی الحجہ

طلاق غضبان

سوال: -زید نے اپنی بیوی کو خانگی فساد کی حالت میں غصہ کیا اور تین طلاقیں دیں، اب طلاق ثلاثہ غصہ کی حالت میں زید مذکور کی بیوی پر پڑ گئی، یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۴۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۰۶، ج:۳، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ فصل وکنایته الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۶، ۳۰۷ ج ۳ باب الکنایات.

[2] وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع الدرالمختار زکریا ص ۴۰ ج ۵، باب الرجعة النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایة ص ۳۹۹ فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره وتمضی عدته. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰ ج ۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هدایة ص ۳۹۹ فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اختری بہشتی زیور ص:۱۸، ج:۴، میں مرقوم ہے کہ کسی شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی جب ہوش آیا تو پشیمان ہوا تب بھی طلاق پڑ گئی اسی طرح غصے کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے، **اھـ وفی رد المحتار : ویقع طلاق إن غضب ص: ۴۶۳، ج:۲،** مصری اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج:۴، ص:۳۳۳، میں سوال وجواب نمبر:۴۷۹، اور جو شخص طلاق دیتا ہے وہ غصہ میں دیتا ہے، خوشی اور رضامندی کی حالت میں نوبت طلاق کی نہیں آتی، بس حالت غضب میں عندالحنفیہ بلاتأمل طلاق واقع ہوجاتی ہے، شامی میں ہے: **ویقع طلاق من غضب خلافا لإبن القیم اھـ** کتب مذکورہ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ غصہ کی حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے عندالاحناف کتب مذکورہ کا حوالہ وقوع طلاق کے بارے میں اگر صحیح درست ہے، تو آپ بھی علاوہ ازیں دلائل دوسرے ادلہ کے ساتھ اس کی تائید وتصدیق فرمائیے اور حنفی کہتا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی، وہ شرعاً کیسا شخص ہے دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیے۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء۔

الجواب حامداًومصلیاً

غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، بعض متاخرین حنابلہ اسطرف گئے ہیں، کہ حالتِ غضب میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اور ان میں سے متقدمین کا قول یہ نہیں، بلکہ وہ حنفیہ کے موافق ہیں: **وقال ابو داؤد الطلاق اظنه فی الغضب**[1] **اھـ** اس سے ان بعض متاخرین حنابلہ نے استدلال کیا ہے کہ حدیث شریف: **لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق**[2] **اھـ** اغلاق کی تفسیر ابوداؤد نے غضب سے کی ہے لہذا غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اسکا جواب بذل المجہود[3] ص:۶۸، ج:۳، شرح ابوداؤد میں اس طرح دیا ہے: **ورده**

---

[1] ابوداؤد ص:۲۹۸، باب فی الطلاق علی غیظ، مطبوعه رشیدیه دهلی

[2] ابوداؤد ص:۲۹۸ باب فی الطلاق علی غیظ، مطبوعه رشیدیه دهلی

ترجمه:-طلاق اور آزادی جبراً واقع نہیں ہوتے۔

[3] بذل المجهود ص:۲۷۶، ج:۳، باب فی الطلاق علی غیظ، مطبوعه رشیدیه سهارن پور.

ابن السيّد فقال لو كان كذلک لم يقع على أحد طلاق لأن أحداً لا يطلق حتى يغضب اهـ اورحافظ ابن حجر فتح الباری[1] شرح بخاری ص:۳۴۱، ج:۹، میں فرماتے ہیں قال المطرزی : قولهم : إياک والغلق : أی الزجر والغضب ورد الفارسی فی مجمع الغرائب على من قال : الإغلاق الغضب وغلط فی ذلک وقال : إن طلاق الناس غالباً إنما هو فی حال الغضب وقال ابن المرابط : الإغلاق حرج النفس، وليس كل من وقع له فارق عقله ولو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان لكان لكل أحد أن يقول فيما جناهُ : كنت غضبانا اهـ وأراد بذلک الرد على من ذهب إلٰى أن الطلاق فی الغضب لا يقع وهو مروی عن بعض المتأخرى الحنابلة ولم يوجد عن أحد من متقدميهم الا ماأشار اليه ابوداؤد وأما ما قوله فی المطالع الإغلاق الإكراه وهو من أغلق الباب وقيل : الغضب واليه ذهب أهل العراق فليس بمعروف عن الحنيفة اهـ البتہ اگر حالت غضب میں جنون کی کیفیت ہوجاوے کہ آسمان وزمین کا فرق بھی باقی نہ رہے اور عقل باقی نہ رہے، یہ بھی معلوم نہ ہو کیا کررہا ہے، جس کا اندازہ اس کے دیگر افعال سے ہوسکتا ہے، تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، هٰكذا فی رد المحتار[2] فی طلاق مدهوش.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتح البارى ص: ۴۸۹، ج: ۱۰، باب الطلاق فی الاغلاق والكره، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

[2] الثانی ان يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولايريده فهذا لاريب انه لا ينفذ شئ من اقواله. شامی زكريا ص: ۴۵۲، ج: ۴، مطبوعه كراچی ص: ۲۴۴، ج: ۳، مطلب فی طلاق المدهوش.

طلاق غضبان ومعتوہ

مع

فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استفتاء (۶۰۷۳) نوٹ:- مستفتی نے ایک عدالتی اسٹامپ بابت طلاق اور سابق فتوے کی نقل مطابق اصل بھیج کر مزید سوال کا جواب طلب کیا ہے، جن کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

(محمد الیاس خاں ناقل فتویٰ)

نقل مطابق اصل

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : "کل طلاقٍ جَائز اِلَّا طلاق الصبی وَالمجنون" لأنّہ لیس لھما قول صحیح وکذا المعتوہ لا یقع طلاقہٗ وھو مَنْ کان مختلط الکلام بعض کلامہ مثل کلام العقلاء وبعضہ مثل کلام المجانین وھٰذا إذا کانَ فی حَالۃ الغضب الخ جوھرہ ص: ۹۵، ج:۲. من اختل عقلہٗ لکبر او لمرض أو لمصیبۃ فما دام فی حَالۃ غلبۃ الخلل فی الافعال لاتعتبر أقوالہٗ وأفعالہٗ وان کان یعلمھا ویریدھا لأنَّ ھٰذہٖ المعرفۃ وَالإرَادۃ غیر معتبرۃ لعدم حصولھا من إدراک صحیح کما لا تعتبر من صبیّ عَاقلٍ ۱۲ (الشامی)

بروئے تحقیقات وبیان گواہاں معلوم ہوا کہ مسمّٰی احد ڈار ولد رسول ڈار کو اپنی منکوحہ کے ساتھ کچھ خلاف طبیعت ناراضگی ہونے کی وجہ سے عقل وہوش وحواس میں خلل آ کر کہنے لگا کہ بقول طالق، ''چلو میں اپنی عورت کو علیحدہ کردوں اور چھوڑ دوں''، تو اس بارے

میں میرڈار وغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری طلاق یا عورت کو چھوڑنا اس وقت تک منظور نہ کریں گے، جب تک دو ہزار روپیہ اپنی عورت کی طرف سے ادا نہ کرو گے، مذکورہ رقم کی تلاش میں بھی لگا، ادا کرنے میں بھی کچھ لیت ولعل نہ ہوا، اس گفتگو میں مذکورہ چند افراد کے ہمراہ محض مدہوشی کی حالت میں عدالت میں گیا، اور سب ہی نے مذکورہ کو طلاق دہی سے روکا۔ مگر کسی ایک کا کہنا بھی نہ مانا اور اس وقت کے مذکورہ گواہوں کا بیان ہے کہ مذکور کو طلاق کے وقت ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے بلکہ بحالتِ خلل عقل مذکور نے زبانی سہ طلاق کھائی اور تحریری بھی طلاق نامہ ہوا لیکن طلاق کے وقت طالق کے ہوش وحواس سالم نہ رہے تھے، کئی افراد نے اس وقت بار بار عاجزی کی، لیکن یہ شرارت میں آ کر کسی ایک کی نہ مانی، بالخصوص حاجی محمد یوسف صاحب امام مسجد نے بھی مذکور کو ہر چند طلاق دہی سے روکا تھا، مگر مذکور نے ہرگز نہ مانا، کیا بروئے شرع اس فاقد الحواس شخص کی طلاق شرعاً واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: - وباللہ التوفیق۔ صبی اور مجنون اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی: کمافی الدر المختار : لا یقع الطلاق إلٰی قوله المجنون أی وصبی أی والمعتوه وقال فی الهدایة : وَلایقع طلاق صبی والمجنون والنائم-وَأخرج الترمذی مرفوعاً کلّ طلاقٍ جائز إلاّ طلاق المعتوه المغلوب علٰی عقلهٖ الخ وروی عن ابی شیبة فی مصنفهٖ عن ابن عباسؓ لا یجوز طلاق الصبی انتهٰی کذا فی تخرج الزیعلی علی الهدایه. پس حنفی کو یہ جائز ہیں کہ صبی یا مجنون یا معتوہ کی طلاق کو واقع کرے جو حنفی مذکورہ صورتوں میں وقوعِ طلاق کا حکم دیتا ہے، وہ گنہ گار ہے، اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ فقط محمد شفیع ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سوم وچہارم ص: ۲۹۸۔

لہٰذا احد ڈار معتوہ کے حکم میں ہے، اسلئے کہ جب کوئی شخص مشورہ اپنے جہل کے مقابلہ میں قبول نہیں کرے گا، تو وہ بھی معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے بروئے حدیث

شریف بفرمودۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شخص معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ مذکورا حد ڈار کی منکوحہ بدستور مذکور کے نکاح میں ہے، کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، اور تجدیدِ نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نقل بیان گواہان:- ہم گواہانِ ذیل حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسمّٰی احد ڈار ولد رسول ڈار ساکن موضع لانکرشی پورہ نے مورخہ ۱۴/۱۲/۷۲ء کو ہمارے درمیان طلاق کھائی، لیکن اس وقت طالق کے ہوش وحواس باختہ ہو چکے تھے، ہم نے اس وقت بار بار اس کی عاجزی کی کہ ایسا نہ کرو، لیکن اس نے شرارت میں آ کر ہوش وحواس باختہ ہو کر کسی کا کہنا نہ مانا، اس لئے بیان گذارش خدمت ہے"

دستخط گواہان:- العبد: حاجی غلام محمد ڈار، العبد: اقبال ریشمی۔ العبد: احد ڈار، العبد: سردار احمد، العبد: ریشمی، خالق، العبد: محمد ڈار

حضرت مولانا مفتی صاحبانِ! شخص طالق معتوہ ہے، معتوہ کا لفظ اس علاقہ میں کسی طالب علم کو بھی معلوم نہیں، نہ یہ عبارت نظر سے گذری ہے نہ ان احادیث پر عبور ہے، نہ لفظ معتوہ جانتے ہیں، بلکہ ایک شخص مسمّٰی محمد یوسف شاہ جی امام مسجد موضع لانکرشی پورہ جو کہ ان ہی کا امام ہے، مجلس میں آ کر یہ روایت شریف ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ میں ان احادیث اور ان کتابوں کی نہیں مانتا ہوں بلکہ صریح انکار کر بیٹھا، جب کوئی امام جس کو علم فقہ کے ساتھ کوئی عبور وسرور کا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا واضح کرنے کے بعد بھی ایسا جاہلانہ کلام کرنے کے باوجود بھی مذکور شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس روایت کی تصدیق کرنے کے بعد مذکور شخص کا حکم بمہربانی صادر فرمائیں کہ مذکور کا حکم اس حدیث شریف کے نہ ماننے اور ان کتابوں کے نہ ماننے پر مذکور امام کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

نوٹ:- یہ روایت شریف کی نقل ہے، جو کہ سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام نے کہا ہے، اس کے ساتھ ایک پرتھ اسٹام کی نقل بھی ہے، یہ روایت شریف اسٹامپ کے سمیت بمہربانی فوراً

روانہ فرمائیں، اسٹامپ قانونی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے یہ شرعاً طلاق معتوہ واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جناب عالی.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتویٰ شریف مع نقولات گوہاں ارسالِ خدمت بابت تصدیق ہے، فریقین متفق ہوکر انتظارِ تصدیق ہیں، فی سبیل اللہ فوراً فریقین کا اشکال دور کرنے کی خاطر تصدیق واپس بذریعہ ڈاک فرما کر مشکور فرمائیں۔ والسلام

سائل: پیر مفتی حسام الدین دیوانی مفتی علاقہ بانڈی پورہ
وصدر انجمن تبلیغ الاسلام بانڈی پورہ کشمیر (انڈیا)

الجواب حامداً ومصلیاً

''طلاق'' ابغض المباحات ہے، عامّۃً طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے، اور وہ واقع ہوجاتی ہے، پیار ومحبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے، باب الکنایات، کتابُ الطلاق، درمختار، شامی[1] میں ایک نقشہ دیا ہے کہ فلاں فلاں کنائی لفظ ایسا ہے کہ غصہ کی حالت میں جب بیوی کو کہا جائے تو بلانیت بھی طلاق ہوجاتی ہے، اگر رضامندی کی حالت میں کہا جاوے تو بلانیت طلاق نہیں ہوتی، غصہ کی حالت کو بہ نسبت رضامندی کی حالت کے یہاں طلاق واقع ہونے میں زیادہ مؤثر قرار دیا گیا ہے۔

وَالحَاصل ان الأوّل يتوقف على النيّة فى حَالة الرضاء والغضب وَالمذاكرة. وَالثانى فى حَالة الرضاء وَالغضب فقط ويقع فى حَالة المذاكرة بلا نيّةٍ وَالثالث يتوقف عليها فى حَالة الرضٰى فقط وَيقع فى حالة الغضب وَالمذاكرة بلا نية وقد نظمت ذٰلک بقول:

---

[1] شامی زکریا ص: ۵۳۴، مطبوعہ کراچی ص: ۳۰۲، ج: ۳، باب الکنایات، مطلب لااعتبار بالاعراب هنا.

نحو اخرجی، قومی اذهبی ردایصح خلیة بریة سباصلح
واستبرئی اعتدی جواباً قد حتم فالأوّل القصد له دوما لزم
والثانی فی الغضب والرضٰی انضبط لا الذکر وَالثالث فی الرضا[1]

فتح القدیر[2] ج:۳،ص:۹۱، زیلعی[3] ج:۲،ص:۲۷۱، میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے، بحر[4]، عالمگیری[5] میں بھی تفصیل مذکور ہے، البتہ اگر غصہ اس درجہ کا ہوجائے کہ ہوش مختل ہوکر ایسے افعال وحرکات کا صدور ہونے لگے کہ اس کو پتہ ہی نہ رہے کہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے، اور عقل اتنی مجبور وبے بس ہوجائے کہ قابو نہ پاسکے، نگرانی نہ کرسکے، تو ایسا شخص مدہوش ہے، اس کی اس حالت کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی، اس کی اس حالت کا اندازہ اس وقت کے اس کے دوسرے اقوال وافعال سے کیا جاسکے گا، محض دوسروں کے سمجھانے اور طلاق سے منع کرنے پر نہ ماننا کافی نہیں، اگر غصہ میں کسی کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے اور پھر اس کو کچھ یاد نہ ہو تو موقع کے دو گواہوں کے بیان پر اعتماد کرنا ہوگا، ایک یا دو یا تین طلاق کو جو بھی وہ بتائیں اسی کا حکم لگایا جائیگا، علامہ ابن عابدین شامی نے اس پر ردالمحتار ج:۲،ص:۴۲۷، میں مفصل بحث کی ہے: فَالَّذِی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوهٗ اناطة الحکم بغلبة الخلل فی أقوالهٖ وَأفعالهٖ الخارجة عن عادتهٖ وکذا یقال فیمن اختل عقلهٗ لکبر أولمرض أو لمصیبة فاجئة فمادَام فی حَال غلبة الخلل فی الأقوال وَالأفعال لا تعتبر أقواله الٰی قولهٖ لوطلق فشهد عنده اثنان انک استثنیت وهو غیر ذاکر، إن کان بحیث إذا غضب لایدری مَا یقول وسعه الأخذ

[1] شامی زکریا ص:۵۳۳، ج:۴، مطبوعہ کراچی، ص:۳۰۱، ج:۳، باب الکنایات، مطلب لااعتبار بالاعراب هنا.

[2] فتح القدیر ص:۶۵، ج:۴، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] زیلعی ص:۲۱۷، ج:۲، اول باب الکنایات، مکتبه امدادیه ملتان.

[4] البحرالرائق کوئٹه ص:۳۰۲، ج:۳، اول باب الکنایات فی الطلاق.

[5] عالمگیری کوئٹه، ص:۷۵، ۳۷۴، ج:۱، الفصل الخامس فی الکنایات.

بشهادتهما وإلاّ لا (اهـ) فان مقتضاه أنهٗ إذا كان لايدرى ما يقول، يقع طلاقه، وإلا فلا حاجة الٰى الأخذ بقولهما إنک استثنيت وهٰذا مشكل جدا إلّا أن يجاب بأن المراد بكونهٖ لايدرى مايقول إنهٗ لقوة غضبهٖ قد ينسىٰ ما يقول ولا يتذكرهٗ بعد إلٰى قولهٖ قال فى الو لواجية إن كان بحال لو غضب يجرى علٰى لسانه ما لا يحفظه بعدهٗ جَاز لهٗ الاعتماد علٰى قول الشاهدين اهـ شامی[1] ج:۲، ص:۴۲۷، وقال فی[2] ج۲ ص ۴۲۶، العته نوع جنون اهـ.

طلاق دینے کے وقت مطلق کی جو حالت تھی ان کو فقہاء کی ان تصریحات پر منطبق کر کے شرعی حکم لگایا جائے، اگر اس کا طلاق دینا شرعاً بیکار ہو، تو اس پر حکم نہیں ہوگا، نکاح برقرار رہے گا، اگر طلاق دینا معتبر ہو تو تین طلاق کی صورت میں طلاق مغلظہ کا حکم ہوگا، اور بغیر حلالہ کے اس مطلقہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہوگا۔[3]

شرعی حکم کیلئے جس حدیث شریف اور فقہ کی مستند کتب کا حوالہ دیا جائے، اور وہ حوالہ صحیح بھی ہو تو یہ کہنا کہ میں کتابوں کو نہیں مانتا، یا شرعی فتویٰ نہیں مانتا نہایت خطرناک ہے، مومن کی یہ شان ہرگز نہیں، فتاویٰ[4] عالمگیری اور بحر الرائق[5] وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا، اگر کوئی ذی

---

[1] شامی زکریا ص:۴۵۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۴، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق المدهوش.

[2] شامی زکریا ص:۴۵۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۳، ج:۳، کتاب الطلاق قبیل، مطلب فی طلاق المدهوش.

[3] لاینکح مطلقة بها أی بالثلاث لو حرة وثنتين لوأمة حتى يطأها غيره بنكاح وتمضى عدته الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۴۰، ج:۵، مطبوعه كراچی ص:۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد على المبانة، عالمگیری دار الكتاب ص۴۷۳ ج ۱ الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة الخ، هداية ص ۳۹۹ ج۲ فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[4] رجل عرض عليه خصمه فتوىٰ الائمة فردها وقال چه بارنامه فتویٰ آوردهٗ قيل يكفر لانه رد حكم الشرع وكذا لو لم يقل شيئاً لكن القى الفتوى على الارض (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علم آدمی یہ بحث کرے کہ فلاں عبارت کا یہ مطلب نہیں، بلکہ دوسرا مطلب ہے، جس سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، یا فلاں عبارت وروایت مرجوح وضعیف ہے، اس پر فتویٰ نہیں ہے، تو یہ دوسری بات ہے، ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں لگایا جاسکتا، مگر اس کیلئے بھی وسیع اور پختہ علم کی ضرورت ہے، ہر شخص کو اس کا بھی حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۱۳۹۴ھ

شامی کی ایک روایت کا مطلب غصہ میں طلاق کے متعلق

سوال:- علامہ شامی ج:۲، ص: ۵۸۷، میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والذی یظهر لی أن کُلًّا من المدهوش وَالغضبان لا یلزم فیه أن یکون بحیث لا علم ما یقول بل یکتفی فیه بغلبة الهذیان واختلاف الجد بالهزل کما هو مفتی به فی السکران الخ[1]

اس کا کیا مطلب ہے؟ بالوضاحت تحریر فرمادیں، اور مفتیٰ بہ قول کونسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے منقولہ کلام کا مطلب یہ ہے کہ بعض انسان غصہ میں اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور اسکو یہ خبر نہیں ہوتی، کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اور اسکے کہنے کا اثر کیا ہوگا؟ ایسی حالت میں اس کی زبان سے اگر طلاق کا لفظ نکل جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کہ اسکے کلام پر دوسرے اثرات مرتب نہیں ہوتے، مثلاً تعلیم یافتہ شائستہ آدمی اگر

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وقال این چہ است کفر۔ عالمگیری کوئٹہ ص: ۲۷۲، ج: ۲، احکام المرتدین. منها ما یتعلق بالعلم والعلماء.

[5] البحر الرائق کوئٹہ ص: ۱۲۳، ج: ۵، احکام المرتدین.

(صفحہ ہذا) [1] شامی کراچی ص ۲۴۴ ج ۳ مطلب فی طلاق المدهوش.

اپنے والد کی شان میں گستاخی کے کلمات کہہ دے یا چپت مار دے تو والد اس کو معذور تصور کرتے ہیں کہ تعلیم یافتہ شائستہ ہونے کے باوجود اسنے یہ حرکت ایسی حالت میں کی کہ اس کو ہوش نہیں، اسلئے کہ ہمیشہ وہ ادب واحترام کا معاملہ کیا کرتا تھا۔

اور جس غصہ میں یہ کیفیت نہ ہو اگر اس میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائیگی[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ

غصہ میں تین طلاق

سوال:- زید نے اپنی منکوحہ مدخولہ بہا زینب کو ایک طلاق دیا اس کے بعد زینب کا باپ زید کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ کیا تم نے طلاق دے دیا تو زید نے غصہ میں کہا کہ ہاں میں نے تین مرتبہ طلاق دیدیا، لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے صرف پہلا ایک ہی طلاق دیا ہے، اور بعد میں جو میں نے یہ کہا کہ ہاں میں نے تین طلاق دے دیا تو یہ میں نے صرف غصہ میں کہا ہے، دل میں نیتِ طلاق نہیں تھی، عورت مذکورہ کے بارے میں اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں قضاءً تین طلاق واقع ہوگئیں[2]، پس اگر زینب نے خود اس بات کو سنا ہے یا

---

[1] أحدها أن يحصل له مبادى الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده وهذا الاشكال فيه اى يقع الطلاق، شامی کراچی ص ۲۴۴ ج ۴، مطبوعه زکریا ص ۴۵۲، ج ۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش.

[2] ولو اقر الطلاق كاذبا اوهازلا وقع قضاء، شامی زکریا ص ۴۴۰ ج ۴، مطبوعه کراچی ص ۲۳۶، ج ۳، باب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

زینب کے باپ نے زینب سے بیان کیا ہے، کہ تمہارے شوہر نے مجھ سے تین مرتبہ طلاق کا اقرار کیا ہے تو زینب کے لئے جائز نہیں کہ کسی طرح شوہر کو حلالہ سے قبل اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شدتِ غصہ میں تین طلاق

سوال:- زید نے دن بھر کے بعد تھک کر گھر میں قدم رکھا اور کسی بات پر ناراض ہو کر اپنے دماغ کا توازن کھو بیٹھا، اور غصہ میں بے قابو ہو کر یہ الفاظ کہہ ڈالے (کہ تم اپنے گھر جاؤ طلاق ہوگئی، طلاق ہوگئی، طلاق ہوگئی، اب اپنے گھر جاؤ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے) اس کے بعد بیوی چیخ چیخ کر رونے لگی، شوہر کو بھی غلطی کا احساس ہوا، اور اس نے فوراً اپنی بیوی سے معافی مانگی، لیکن بیوی کا روتے ہوئے برا حال تھا، زید کے دو سالہ بچی بھی ہے، لڑکی کی ماں دل کی مریض ہے، انکو اس حالت سے مطلع نہیں کیا گیا، ویسے بیوی میکہ جا چکی ہے، اسلئے کہ اب شوہر کے ساتھ رہنا ناجائز ہے، اب دونوں رجوع ہونا چاہتے ہیں، اب شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشنودی میں اس کی نوبت کم آتی ہے، جب آدمی غصہ میں ایسی بات کہہ دیتا ہے، جس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے، تو وہ سمجھتا اور معذرت کرتا ہے، کہ میں

---

[1] والمرأة كالقاضي اذا سمعته او اخبرها عدل لايحل لها تمكينه بل تفدى نفسها بمال او تهرب. شامی زکریا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۵۱، ج:۳، باب الصریح. مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانةً الی النیة، البحر الرائق ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۴ ج۱ الباب الثانی الفصل الاول، زیلعی ص۱۹۸ ج۲ باب الطلاق مطبوعه امدادیه ملتان.

قابو میں نہیں تھا، توازن کھو بیٹھا تھا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ایسی بات نہیں اس کی عقل ختم نہیں ہو جاتی کہ اس کو یہ خبر نہ رہے کہ ان الفاظ (طلاق) کا کیا مطلب ہے، یا وہ آسمان اور زمین میں فرق نہ کرتا ہو، یا اس کو پاگل قرار دے کر پاگل خانہ بھیجد یا جائے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ طلاق سے بیوی کو بہت تکلیف ہوگی، اور تعلق ختم ہو جائے گا، جیسا کہ بیوی کے علاوہ کسی اور سے ناراض ہو تو اس کو بھی چن کر ایسا لفظ کہتا ہے کہ جس سے اس کو بہت تکلیف ہو، اور شدت ناراضگی کے اظہار کے لئے تعلق ختم کر دیا جاتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی[1]، اب اس کو رجوع کا اختیار نہیں رہا، اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں ہے، قرآن پاک میں ہے: **الطلاق مرّتان الیٰ قوله فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیره.** (الآیۃ[2]) کتبِ صحاح، بخاری شریف و مسلم شریف[3] وغیرہ میں امرأۃِ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے، جس میں شوہر اول سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت نہیں فرمائی تھی، ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کا مسلک یہی ہے، جیسا کہ فتح القدیر[5] میں تصریح ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ویقع طلاق من غضب خلافاً لابن القیمؒ وهٰذا الموفق عندنا الخ ص۴۶۷ ج۲، شامی نعمانیه، کتاب الطلاق. مطلب فی طلاق المدهوش مطبوعه کراچی ص۲۴۴ ج۳، مطبوعه زکریا ص۴۵۲ ج۴.

[2] سوره بقره آیت: ۲۲۹،۳۰،

ترجمہ:- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

[3] انّ امرأة رفاعة القرظی جاء ت الی رسول صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یا رسول اللّٰه انّ رفاعة طلقنی فَبَتّ طلاقی وانّی نکحتُ بعده عبد الرحمن بن الزبیر القرظیَّ وانّما معه مثل الهدبة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لعلَّکِ تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا حتی یذوق عُسیلتَکِ وتذوقی عُسیلتَه. بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج:۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[4] مسلم شریف ص:۴۶۳، ج:۱، باب لاتحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی نکح زوجاً غیره.

[5] وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انّه یقع ثلاث. فتح القدیر ص:۴۶۹، ج:۳، باب طلاق السنة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم : مکرہ کی طلاق

طلاق مکرہ مفصل ومدلل

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

سوال:-حدیث مشکوٰۃ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُوْلُ لَاطَلَاقَ وَلَاعِتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ (رواه ابوداؤد وابن ماجه) قيل معنى "الاغلاق" الإكراه۔[1] امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو حالت اکراہ میں کہا گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ قتل کرتا ہوں اور اس نے طلاق دے دیا تو فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہوجائیگی، اسلئے کہ اکراہ پایا گیا، بلکہ شرین میں اھون ترین کو اختیار کرلیا گیا ہے، لہٰذا ان کے مسلک کے پیش نظر حدیث پر عمل درآمد نہیں ہوا، نیز حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو دخل دیا گیا اور حالت اکراہ میں طلاق نہ ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

فقط والسلام .....احقر سلیمان افریقی ۲۴ رمحرم الحرام ۱۲۹۱ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم

طلاق مکرہ کو غیر معتبر اور شرعاً کالعدم قرار دینے کیلئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں تین دلیلیں پیش کی گئی ہیں، اور الزام لگایا گیا ہے، کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے

حدیث کو چھوڑا اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو اختیار کیا۔

(۱) پہلی حدیث ''لاطلاق و لاعتاق فی اغلاق''[۱] ہے، مگر اس حدیث سے استدلال تام نہیں، اس کی دو وجہ ہیں، وجہ اول یہ کہ یہ حدیث بالاتفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں، کیونکہ ظاہری معنی یہ ہیں کہ طلاق کا وجود (صدور) ہی اغلاق میں نہیں ہوتا، حالانکہ یہ خلاف مشاہدہ اور خلاف واقعہ ہے، ورنہ اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بحث ہی سب بے محل ہو جائے گی، پس لامحالہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالت اغلاق کی طلاق پر حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا، حکم کی دو نوعیں ہیں، ''اول حکم فی الدنیا'' ''دوم حکم فی الآخرۃ'' اگر حکم فی الآخرۃ مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا،[۲] حاصل یہ ہوگا، کہ طلاق عند اللہ مبغوض بلکہ ابغض المباحات ہے، اور تین طلاق دفعۃً دینا معصیت ہے مگر حالت اغلاق میں اسکی نوبت آئے تو یہ حکم بغض و معصیت اس پر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام غلط ہے، کہ انہوں نے حدیث کو ترک کر دیا۔

وجہ دوم استدلال تام نہ ہونے کی یہ ہے کہ یہ حدیث اس معنی میں نص نہیں سائل نے لفظ اغلاق کی تفسیر ''اکراہ'' کے ساتھ لفظ ''قیل'' سے نقل کی ہے جس سے متبادر ہوتا ہیکہ اس کی کوئی دوسری تفسیر بھی ہے نیز ''قیل'' عامۃً تضعیف کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ تفسیر ضعیف ہے، علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اغلاق'' کی تفسیر میں تین قول نقل کئے ہیں، (۱) اکراہ، (۲) جنون، (۳) غضب اگر یہاں اغلاق سے جنون مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں[۳] رہتا، کیونکہ طلاق مجنون کسی کے نزدیک بھی واقع نہیں ہوتی۔ ''لِحَدِیْثِ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۴، باب الخلع و الطلاق، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] ثم هو على نوعين : إما أن يراد به حكم الدنيا أو حكم الآخرة ولا يجوز الأول ..... فتعين الثانى وهو حكم الآخرة وهو رفع إثم هذه الأشياء، عقود الجواهر المنيفة ص ۱۶۲ ج ۱ بيان الخبر الدال على وقوع طلاق المكره الخ، مطبوعه مصر.

[۳] قال العلامة الزبيدى ان الإحتجاج به غير صحيح لإختلاف فى معنى الإغلاق، فقيل، الاكراه وقيل الجنون وقيل الغضب وقيل التضييق، عقود الجواهر المنيفة ص: ۱۶۲، ج: ۱، باب طلاق المكره، مطبوعه مصر.

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثٍ وَفِيْهِ : عَنْ مَجْنُوْنٍ حَتّٰى يُفِيْقَ[۱]" اسکے بعد ایسے معنی مراد لینا جس میں اختلاف ہو بطور احتمال کے ہوگا نہ کہ بطور نص کے پس اس سے حجت تام نہیں ہوگی۔

(۲) دوسری دلیل ہے حدیث رُفِعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ" (اخرجه الطبرانی[۲]) اس بات سے قطع نظر کہ محدثین نے اس حدیث پر کیا کلام کیا ہے، اس حدیث کا مقصود بھی یہ نہیں کہ خطاءً ونسیاناً واستکراہاً حدیث پر کیا کلام کیا ہے، اس حدیث کا مقصود بھی یہ نہیں ہوسکتا ورنہ ہر سہ کے احکام بیان فرمانے کی ضرورت نہیں تھی، (حالانکہ قرآن وحدیث میں ان کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں) اور اس دعا کی بھی ضرورت نہیں تھی، "رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا" (الآیۃ)[۳] بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس دعا کی برکت اور ثمرہ کے طور پر یہ بشارت دی گئی ہے، "رفع عن امتی" الحدیث یعنی ان چیزوں پر آخرت میں پکڑ نہیں رہی، یہ بات کہ دنیا میں بھی کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا، تو یہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، قتل خطاء کی سزا خود نص قطعی میں موجود ہے، وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاءً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ" (الآیۃ[۳]) سہو کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم حدیث شریف میں ہے،[۴] حج

---

[۳] بخاری شریف ص: ۷۹۴، ج: ۲، باب الطلاق فی الإغلاق والکُره الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمه:- تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا اور ان میں سے ایک مجنون ہے یہاں تک کہ اس سے افاقہ ہوجائے۔

[۱] ابن ماجه ص: ۱۴۸، باب طلاق المکره والناسی، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجمع الصغیر للطبرانی ص ۲۷۰ ج ۱ باب الکاف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمه:- میری امت سے بھول چوک اٹھالیا گیا، اور اس کو بھی جس پر لوگوں کو مجبور کیا گیا ہو۔

[۲] سوره بقره آیت: ۲۸۶،

ترجمه:- اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں (از بیان القرآن)۔

[۳] سوره نساء آیت: ۹۲، **ترجمه**:- اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے، تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے، جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کردیا جاوے۔ (از بیان القرآن)

[۴] عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إن أحدکم إذا قام یصلی جاءه الشیطان، فلبس علیه، حتی لا یدری کم صلی ؟ فإذا وجد ذلک أحدکم، فلیسجد سجدتین وهو جالس متفق علیه، مشکوٰة شریف ص ۹۲ ج ۱ باب السهو، الفصل الأول، مطبوع یاسر ندیم دیوبند.

میں خطاء یا نسیان سے کوئی جنایت ہوجائے تو اس کے احکام بھی موجود ہیں، صوم میں بھول کر کھانے پینے سے عدم فساد صوم کا حکم اس حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کیلئے مستقل حدیث موجود ہے[1] اس ذیل میں طلاق مکرہ بھی ہے کہ دنیا میں اسپر حکم مرتب ہوگا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث صریح بھی موجود ہے "اَخْرَجَ الْعُقَیْلِی عَنْ صَفْوَانَ بْنِ غَزْوَانَ الطَائِی اَنَّ رَجُلًا کَانَ نَائِمًا فَقَامَتْ اِمْرَأَتُهُ فَاَخَذَتْ سِکِّیْناً فَجَلَسَتْ عَلٰی صَدْرِهٖ فَوَضَعَتِ السِّکِّیْنَ عَلٰی حَلَقِهٖ فَقَالَتْ لَتُطَلِّقُنِی ثَلاثًا اَوْ لَاَذْبَحَنَّکَ فَنَاشَدَهَا اللّٰهَ فَاَبَتْ فَطَلَّقَهَا ثَلاثًا ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَهٗ ذٰلِکَ فَقَالَ لَا قَیْلُولَةَ فِی الطَّلَاقِ اھ نصب[2] الرایة ج۳ص ۲۲۲، والمسئلة مع ادلتها من الاحادیث والآثار المذکورة فی اعلاء السنن[3] ج ۱۱ ص ۱۲۵، والتفسیر[4] المظهری ص ۵۸، سورة النحل، وعقود[5] الجواهر المنیفة فی ادلة مذهب الامام ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه ج ۱، ص ۱۶۱، وزجاجة المصابیح ج ۲ ص ۴۷۶، ومرقاة[6] المفاتیح ج ۶ ص ۲۸۸ یہی وجہ

---

[1] عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : من نسی وهو صائم فاکل أو شرب فلیتم صومه، فإنما أطعمه اللّٰه وسقاه اللّٰه، متفق علیه، مشکوٰة شریف ص ۱۷۶ ج ۱ باب تنزیه الصوم، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] نصب الرایه ص ۲۲۲، ج۳، کتاب الطلاق، أحادیث فی طلاق المکره، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

ترجمہ:-صفوان طائی نے بیان کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس سورہا تھا، بیوی یکدم اٹھی اور چھری لے کر مرد کے سینہ پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے حلق پر رکھ کر بولی مجھے تین طلاق دیدے ورنہ تجھے ذبح کردوں گی، مرد نے اس کو اللہ کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی آخر مرد نے اس کو تین طلاق دیدی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کردیا حضور نے فرمایا طلاق میں قیلولہ نہیں۔

[3] اعلاء السنن ص۱۸۱ ج۱۱، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون والمعتوه الخ، مطبوعه الإمدادیة مکة مکرمة.

[4] التفسیر المظهری ص ۳۷۹، ۳۸۰ ج۵، سوره نحل تحت آیت: ۱۰۶، من کفر باللّٰه من بعد إیمانه إلا من أکره (الآیة)، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

[5] عقود الجواهر المنیفة فی أدلة مذهب الإمام أبی حنیفة ص: ۱۶۱، ج: ۱، باب فی طلاق المکره، مطبوعه مصر. **(بقیه حاشیه آئنده پر)**

غالباً پیش آئی کہ دو حدیثوں سے استدلال کو تام نہ سمجھتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کرنے کی نوبت پیش آئی، اور اس حدیث کو ترک کر کے قیاس سے کام لیا **کما سیجئی**.

(۳) تیسری دلیل قیاس ہے، ''**إکراہ علٰی الکفر**'' پر یعنی جس طرح وہاں حکم کفر نہیں دیا جاتا اسی طرح طلاق مکرہ پر حکم طلاق نہیں دیا جائے گا، مگر یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے، اس سے استدلال تام نہیں، اس لئے کہ ایمان وکفر کا اصالۃً محل قلب ہے، جس کا قلب حالت اکراہ میں مطمئن بالایمان ہے، اور جان بچانے کیلئے اکراہ کی وجہ سے کلمۂ کفر کہا تو اس پر کفر کا حکم نہیں ہوگا[۱] اگر دل میں کفر اختیار کرلے اور زبان سے کچھ نہیں کہے تو اس پر حکم کفر جاری ہوگا، بخلاف طلاق کے کہ اس کا مدار تلفظ پر ہے، اگر زبان سے طلاق دیدے اور دل میں نہ ہو تب بھی طلاق ہوجائے گی، اگر دل میں اختیار کرلے اور زبان سے نہ کہے تو طلاق نہیں ہوگی، پس یہ قیاس تام نہیں[۲]

اول تو حدیث موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابلہ میں قیاس کرنے کا حق ہی نہیں، ائمہ حدیث وفقہاء نے اس کی اجازت نہیں دی، جیسا کہ اعلام[۳] الموقعین ص:۱۱، میں ابن قیم نے لکھا ہے اور سرفہرست امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج کیا ہے، اور چند مسائل بھی بطور نظیر پیش کئے ہیں کہ ان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس نہیں کیا بلکہ حدیث پر عمل کیا ہے، اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے۔

(گذشتہ کا بقیہ) ۶ مرقاۃ المفاتیح ص۴۷۸ ج۳، کتاب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی.

۱ من کفر باللّٰہ من بعد إیمانہ إلا من أکرہ وقلبہ مطمئن بالإیمان الآیۃ، سورۃ النمل آیت ۱۰۶، أجمع العلماء علی أنہ من أکرہ علی الکفر اکراھا ملجیاً ..... فلا یکفر بالتلفظ من غیر إعتقاد ولم تبن منہ إمراتہ، تفسیر مظھری ص۳۷۷ ج۵، سورۂ نحل تحت آیت ۱۰۶، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

۲ قال الزبیدی : الکفر یعتمد علی الإعتقاد بدلیل أنہ لو نوی الکفر بقلبہ یکفر والإکراہ یمنع الحکم بالإعتقاد فی الظاھر والطلاق یعتمد علی إرسال اللفظ مع التکلیف وھذا موجود فی طلاق المکرہ ولو نوی الطلاق لم یقع، عقود الجواھر المنیفۃ ص۱۶۲ ج۱ باب طلاق المکرہ، مطبوعہ مصر.

۳ ولیس احد من الائمۃ الاھو موافقۃ علی ھٰذا الاصل من حیث الجملۃ فانہ مامنھم احد الاقد قدم الحدیث الضعیف علی القیاس فقدم ابوحنیفۃ حدیث القھقھۃ فی الصلاۃ علی محض القیاس الخ، اعلام الموقعین ص: ۳۱، ج: ۱، فصل الاصل الرابع الحدیث المرسل، مطبوعہ دار الجیل بیروت.

اگر قیاس کرنا ہی ہے، تو اکراہ کو ہزل پر قیاس کرنا اقرب ہے، جامع یہ ہے کہ اکراہ میں ایسی چیز کا تلفظ کرنا ہے، جس کے حکم سے قلب راضی نہیں، یہی حال ہزل میں ہوتا ہے اور ہزل میں وقوع طلاق حدیث سے ثابت ہے "ثَلاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ" (الحدیث)[1]

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو نہیں چھوڑا اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، ہاں دوسرے حضرات کی طرف یہ بات منسوب کیجائے تو قرین قیاس ہے، اور مطابق نقل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جبراً طلاق

سوال:- مالک مزارعان کی لڑائی ہوئی، مزارعان نے تھانہ دار کو رپوٹ دی تھانہ دار نے کہا کہ میں تب رپوٹ درج کروں گا کہ جب تک تم طلاق نہ اٹھاؤ کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، دونوں نے تین طلاق اٹھائی اور رپوٹ تحریر ہوگئی، مقدمہ کا چالان عدالت پولیس نے کردیا پھر گاؤں کے لوگوں نے مزارع کو مجبور کیا کہ راضی نامہ کرو مجبوراً مزارعان کو راضی نامہ کرنا پڑا، جس وقت یہ سوال تین طلاق مولوی صاحب محمد شفیع کے پاس سرگودھا میں پیش کیا گیا صاحب موصوف نے فرمایا کہ طلاق واقع ہوگئی، اور عورتیں ان پر حرام ہوگئیں، طلاق کنندگان مولوی محمد عبدالحکیم کو چک ہذا میں لائے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ سب حالات ہم کو روشن ہوگئے ہیں، کہ یہ تین طلاق اٹھا چکے ہیں، لیکن (۱) خوف پولیس، (۲) بغیر نیت طلاق، (۳) ایک وقت میں تین طلاق کا لفظ استعمال کرنا، (۴) مجبوراً راضی نامہ کرانا۔

مولوی عبدالحکیم صاحب نے فتویٰ دیا کہ ان چار صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی، نکاح از

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۴، باب الخلع والطلاق الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- تین چیزیں ہیں کہ ان کا قصد کرنا بھی قصد ہے مذاق سے کہنا بھی قصد ہے نکاح کرنا طلاق دینا، رجوع کرنا۔

سرنو کی بھی ضرورت نہیں، جو اس میں انکار کرے گا گنہ گار ہوگا، مولوی صاحب نے خود بھی کھانا کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی اپنی عورتوں کو تین تین طلاق دیں تو شرعاً یہ طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئیں، اب بلا حلالہ کے ان عورتوں کو رکھنا جائز نہیں[۱] مولوی محمد شفیع صاحب کا فرمانا درست ہے، اور مولوی عبدالحکیم صاحب کا جواب بالکل غلط ہے، اور یہ کہنا کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی قطعاً بے اصل ہے، اس کے خلاف تمام کتب فقہ مثل ہدایہ[۲]، درمختار[۳]، عالم گیری[۴]، بحر[۵]، خانیہ[۶] میں تصریح موجود ہے، یہ خوف پولیس تو معمولی خوف ہے، اگر اکراہ شرعی ہو تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح بلا نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہنے سے نیز بلا اختیار الفاظ مذکورہ نکلنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح تین طلاق دینے سے واقع ہوجاتی ہیں، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جب مجبوراً طلاق دینے سے واقع ہوجاتی ہے، تو مجبوراً راضی نامہ کرانے سے بطریق اولیٰ واقع ہوجاوے گی۔

ویقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً سواء کان حراً اوعبداً طائعاً اومکرھاً

---

۱ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاغیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۶ ج۴ فصل فیما تحل به المطلقة، باب الرجعة.

۲ هدایه ص:۳۳۸، ج:۲، کتاب الطلاق، مطبوعه تهانوی دیوبند.

۳ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص:۲۳۵، ج:۳، کتاب الطلاق.

۴ عالمگیری ص:۳۵۳، ج:۱، فصل فیمن یقع طلاقه الخ، مطبوعه کوئٹه.

۵ البحرالرائق ص:۲۳۹، ج:۳، کتاب الطلاق، مطبوعه کوئٹه.

۶ خانیة علی الهندیة ص:۴۷۰، ج:۱، فصل فی طلاق من لا یعقل، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

كذا في الجوهرة النيرة وطلاق اللاعب والهازل به واقع وكذا لک لو أرادان يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع كذا في المحيط الىٰ أن قال وإذا قال الرجل لامرأته أنت طالق ولايعلم معنى قوله أنت طالق فانه يقع الطلاق الخ عالمگیری[1] ج: ۲، ص: ۳۳۸، وطلاق البدعة ان يطلقها ثلثا بكلمة واحدة في طهر واحد فاذا فعل ذٰلک وقع الطلاق وكان عاصيًا هدايه[2] ج: ۱، ص: ۳۳۵.

مولوی عبدالحکیم صاحب سے ان کے فتویٰ کی دلیل طلب کی جاوے اگر انہوں نے کوئی دلیل تحریر کی ہو تو یہاں بھیجئے اس کے بعد ان کی دلیل کو بھی بیان کیا جائے گا، کہ کتنی قوت کی دلیل ہے، اور اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے اگر ہم نے راضی نامہ کیا تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاق ہیں اور پھر راضی نامہ کرلیا ہے تب بھی یہی حکم ہے[3] کہ طلاق واقع ہوگئیں، اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف صاف لکھ کر حکم دریافت کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہان پور ۴/۲/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۶/صفر ۵۴ھ

جبراً طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ بے خطا تھی جبراً تین طلاق دی، مگر بیوی اور وہاں موجود لوگوں نے نہیں سنا، مگر زید کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ مطابق

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۳، ج: ۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، مطبوعه كوئٹه.

[2] هدايه ص: ۳۵۵، ج: ۲، اول كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] فإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لإمرأته إن دخلت الدار فأنت طالق، عالمگيری ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، النهر الفائق ص ۳۸۶ ج ۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۵۷ ج ۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۲۵؍مئی ۱۹۷۵ء کو دی ہے۔

ایک پرچہ میں مندرجہ ذیل مضمون چھپا ہے جس کو بعینہٖ نقل کیا جارہا ہے۔

''مدینہ کا گورنر جعفر بن سلیمان حکم دے رہا ہے کہ انس کے بیٹے مالک سے کہہ دو کہ وہ آئندہ یہ فتویٰ نہ دیں کہ جبری طلاق درست نہیں، اس سے یہ جواز پیدا ہوتا ہے کہ جبری طلاق کی طرح بیعت بھی صحیح نہیں ہے، اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ ابوجعفر منصور ہیں، اور ان کے بارے میں حضرت مالک کا خیال یہ تھا کہ منصور جبراً بیعت لے رہے ہیں، مالک کا کہنا تھا کہ خلافت محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، منصور کی بیعت صحیح نہیں ہے، شریعت میں جبراً جو کام کیا یا کرایا جاتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جبری طلاق درست نہیں غرض حضرت مالک کے انکار کرنے پر جعفر بن سلیمان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، اس نے مالک کو مجرموں کی طرح پکڑوا کر بلوایا، ان کے کپڑے اتروائے اور جلاّد کو حکم دیا کہ ننگی پیٹھ پر پوری طاقت سے کوڑے مارے، جلاّد نے حکم کی تعمیل کی اور پیٹھ پر کوڑے لگائے، پھر پوچھا گیا کہ اب بتا کہ کیا فتویٰ دو گے تو حضرت مالک نے کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق اللہ کے رسول کے حکم سے صحیح نہیں ہے، زخمی پیٹھ پر دوبارہ کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا، کوڑے پڑتے رہے اور خون کے فوارے اُڑتے رہے، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے تھے، جب کوڑوں کی بارش کے باوجود حضرت مالک نے بات نہ مانی تو انہیں بوڑھے اونٹ پر دُم کی طرف منھ کر کر بیٹھایا گیا اور پورے مدینہ میں گشت کرایا گیا، اعلان یہ کیا جاتا تھا، کہ جبری طلاق سے انکار کرنے والے کی سزا یہی ہے، اس کے فوراً بعد حضرت مالک زور سے یہ کہتے کہ جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے، لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ سن لے کہ میں انس کا بیٹا ہوں اور یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جبراً طلاق درست نہیں، جب گشت پورا ہوا، زخمی پیٹھ اور خون میں لت پت کپڑوں سے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی، خلیفہ منصور کو معلوم ہوا تو اس نے لکھا کہ جو کچھ بھی سلوک آپ کے ساتھ

کیا گیا وہ نہ میری اجازت سے ہوا اور نہ جو سزا آپ کو دی گئی وہ میرے علم میں تھی، میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کو پسند کرتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ کوئی کسی کی میرے نام پر تذلیل کرے، میں نے حکم دیا ہے کہ جعفر بن سلیمان کو گدھے پر سوار کر کے مدینہ سے بغداد لایا جائے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری پیٹھ پر جب بھی کوڑا پڑتا تھا میں جعفر کو معاف کر دیتا تھا، میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ میری سزا کا بدلہ لے، زید نے اپنی زوجہ کو جبراً طلاق دی ہے، مگر وہ مکان پر موجود ہے، اور اس کے کئی بچے ہیں اور زید کی زوجہ کے حمل بوقتِ طلاق تھا اور اب بھی ہے۔''

الجواب حامداً ومصلیاً

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ رات میں سویا ہوا تھا کہ میری بیوی آئی اور چھرا لے کر مجھ پر سوار ہوگئی کہ مجھے تین طلاق دے ورنہ ابھی پیٹ چاک کر دوں گی، اس سے معذرت کی معافی مانگی، مگر وہ نہیں مانی، اس لئے مجبوراً جان بچانے کے لئے میں نے تین طلاق دیدی، تو کیا طلاق ہوگئی؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طلاق کو معتبر قرار دیا، یہ حدیث اعلاء السنن میں مذکور ہے[1] اس کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ جبراً طلاق دیدے تب بھی طلاق ہو جاتی ہے[2] البتہ اگر طلاق جبراً لکھوا لیجائے، اور زبان سے شوہر طلاق نہ دے تو طلاق

---

[1] عَنْ صَفْوَانَ بْنِ غَزْوَانَ الطَّائِی اَنَّ رَجُلًا کَانَ نَائِمًا فَقَامَتْ اِمْرَأَتُهُ فَاَخَذَتْ سِکِّیْناً فَجَلَسَتْ عَلٰی صَدْرِهٖ فَوَضَعَتِ السِّکِّیْنَ عَلٰی حَلْقِهٖ فَقَالَتْ لَتُطَلِّقُنِی ثَلَاثاً اَوْ لَاَذْبَحَنَّکَ فَنَاشَدَهَا اللّٰهَ فَاَبَتْ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثاً ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَهٗ ذٰلِکَ فَقَالَ لَا قَیْلُولَةَ فِی الطَّلَاقِ اعلاء السنن ص:۱۸۳، ج:۱۱، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون الخ. المکتبة الامدادیة مکه مکرمه.

[2] ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا أو مکرهاً فإن طلاقه صحیح، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۸ ج۴ کتاب الطلاق، عالمگیری ص۳۵۳ ج۱ فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۸ ج۲، کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

نہیں ہوگی[۱] مسئلہ کی مزید تفصیل اور دلائل پر بحث مطلوب ہوتو مرقاۃ[۲]، بذل المجہود[۳]، اور اوجز[۴] لمسالک، عمدۃ القاری[۵] کا مطالعہ کریں۔

تنبیہ:- [۱] حالت حمل میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے۔[۶]

تنبیہ:- [۲] حضرت امام مالکؒ کے والد بزرگوار جن کا نام حضرت انس ہے وہ صحابی نہیں بلکہ دوسرے ہیں۔[۷] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر نام لئے جبراً طلاق

سوال:- زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا، اس کی بہن آئی اور اس کی بیوی کو اپنے ہمراہ میکے لے گئی، زید کو واپسی کے بعد معلوم ہوا تو وہ اپنی بیوی کو اس کے میکے سے لینے گیا، ان کی بیٹھک

---

[۱] وفی البحر فلو أکرہ علی أن یکتب طلاق إمرأته فکتب لا تطلق الخ، شامی زکریا ص ۴۴۰ ج ۴ کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراہ علی التوکیل بالطلاق والنکاح الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق، النہر الفائق ص ۳۱۷ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ. ص: ۴۷۹، باب الخلع والطلاق، مطبوعہ بمبئی.

[۳] وحکی ایضا وقوع الطلاق المکرہ عن النخعی وابن المسیب والثوری وعمر بن عبد العزیز وابی حنیفة واصحابه. بذل المجهود ص: ۲۷۶، ج: ۳، باب فی الطلاق علی غلظ. مطبوعہ رشیدیہ سہان پور.

[۴] اوجز المسالک ص: ۲۳۲، ج: ۱۰، جامع الطلاق. المکتبہ الامدادیة مکہ مکرمہ.

[۵] عمدة القاری ص: ۲۵۰، ج: ۱۰، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[۶] وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹ ج ۱ کتاب الطلاق الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۶ ج ۲ کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۲۳۲ ج ۳ کتاب الطلاق.

[۷] ابو عبد اللّٰہ مالک بن انس بن مالک ابن ابی عامر، وجد الامام وهو مالک بن ابی عامر تابعی بلا خلاف الخ اوجز المسالک ص ۱۷-۱۸ ج ۱ فی المقدة الباب الثانی فی بیان الکتاب ومؤلفه، الفصل الاول، مطبوعہ امدادیہ مکة المکرمة.

میں جا کر ٹھہرا بیوی کے چند رشتہ دار بھی بیٹھک میں آ گئے، اور زید سے گفتگو شروع کی کہ تم تو ہم لوگوں کو لچے کہتے ہو لچوں کے یہاں کیوں آ گئے، دوسرے صاحب نے کہا کہ بیوی کو طلاق دیدو زید نے انکار کیا کہ میں طلاق نہ دوں گا، تیسرے آدمی نے کہا کہ اگر یوں نہ دو گے رسے میں باندھ کر ڈنڈے لگا کر طلاق لے لیں گے، زید نے کہا خواہ کچھ کرو طلاق نہ دوں گا، انہوں نے فوراً رسا منگالیا اور باندھنے کا ارادہ کیا زید کو یقین ہو گیا کہ یہ ضرور ایسا ہی کریں گے اور وہاں اس کا کوئی معین و مددگار نہ تھا، اس لئے اس نے کہہ دیا، میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی لیکن ان الفاظ سے اپنی بیوی کی طلاق کی نیت نہیں کی، سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی، جس طرح اپنی خوشی سے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے، اسی طرح دوسروں کی زبردستی سے دلانے سے بھی واقع ہو جاتی ہے، جب کہ صریح ہو: **ویقع طلاق کل زوج عَاقل بالغ ولو کان مکرھا فإن طلاقه صحیح اھـ مجمع[1] الانھر ج: ۱، ص: ۳۸۴.** چونکہ طلاق اپنی بیوی ہی کو دی جاتی ہے، نیز صورت مسئولہ میں زید ابتداءً طلاق نہیں دے رہا ہے، بلکہ طلاق زوجہ کا اس سے مطالبہ اور سوال کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں طلاق دے رہا ہے اس لئے زوجہ کا نام نہ لینا یا اس کی نیت نہ کرنا کچھ مؤثر اور معتبر نہیں۔ **الجواب یتضمن إعادة ما فی السوال اھـ رد المحتار[2] ج ۲، ص ۷۱۲.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۲/۵۶ھ

---

[1] مجمع الانھر ص: ۸، ج: ۲، کتاب الطلاق مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق کے ساتھ انشاء اللہ پست آواز سے کہنا اور جبراً طلاق نامہ لکھنا اور اس کو سنانا

سوال:- میرے خسر نے مجھے اپنے گھر بلا کر ظلم شروع کر دیا کہ میری لڑکی کو طلاق دو، بہت مارا پیٹا، میں نے جان بچانے کے لئے مندرجہ ذیل طلاق نامہ بنگلہ زبان میں لکھا اور انشاء اللہ پست زبان سے کہہ دیا پھر مارا اور کہا کہ اس کو پڑھو، مجھے مسئلہ معلوم تھا کہ پڑھنے سے طلاق نہ ہوگی، تو میں نے طلاق نامہ پڑھا اور پھر انشاء اللہ پست زبان سے کہہ دیا بانس کنڈی کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی، آپ کا کیا حکم ہے؟

نقل طلاق نامہ یہ ہے:-

"ترجمہ: محمد عبدالجلیل عقلو میاں کی لڑکی کو طلاق نامہ پڑھ دوں گا، میں آج عبارت النساء کو "ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن طلاق (انشاء اللہ)" دیا، صحت بدل و باہوش یہ طلاق نامہ لکھ دیا۔" فقط

یہی پڑھ کر سنایا اور ان شاء اللہ پست زبان سے کہا، اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ انشاء اللہ پست زبان سے کہنا بھی مفید ہے، اس کے بعد طلاق نہیں ہوتی، اگر یہ تاویل نہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۴، ۲۴۵ ج ۳ کتاب الطلاق، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۳۸ ج ۴ کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراہ علی التوکیل بالطلاق الخ.

۲ ردالمحتار زکریا ص: ۵۲۴، ج ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۹۴، ج: ۳، آخر باب طلاق غیر المدخول بھا، الأشباہ والنظائر مع شرحہ للحموی ص ۴۷۳ ج ۱ القاعدۃ الحادیۃ عشرۃ، مطبوعہ فقیہ الأمت دیوبند.

کی ہوتی تب بھی اس لکھنے سے اور اس کو پڑھنے سے طلاق نہ ہوتی، لکھنے سے تو اس لئے نہ ہوتی کہ یہ تحریر جبراً لکھوائی گئی ہے، اگر نہ لکھتا تو سخت معاملہ کیا جاتا، ایسی تحریر سے طلاق نہ ہونا، فتاویٰ قاضی[1] خاں، فتاویٰ[2] عالمگیری، شامی وغیرہ میں مذکور ہے، اگر زوجہ تحریر لکھتے وقت سامنے موجود تھی، تو تحریر سے طلاق واقع نہ ہونے کی یہ دوسری وجہ ہے، ردالمحتار جلد خامس میں ہے کہ ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوتی، اس تحریر کو پڑھنے سے طلاق واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس پڑھنے سے ایقاعِ طلاق مقصود ہی نہیں، بلکہ لکھے ہوئے حروف کو پڑھنا مقصود ہے، جیسا کہ فقہ کی کتاب میں پڑھے، **انت طالق یا امرأتی طالق** تو اس سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ ایقاع مقصود نہیں، بلکہ نقل ما فی الکتاب مقصود ہے، صورت مسئولہ میں ایسی تحریر کو قرأۃً نقل کر رہا ہے، جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صریحۃً ما استعمل لغۃً اوعُرفاً فیہ خاصۃ و لا یحتاج فی وقوعہ الٰی نیۃ وھو انت طالق بشرط أن یقصد ھا بالخطاب فلو کرر مسائل الطلاق بحضرتھا لایقع قضاءً ودیانۃً کذا فی در المنتقی[3] ج: ۱، ص: ۳۸۶، فلو اکرہ علٰی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ اھ شامی[4] ج: ۲، ص: ۴۲۱، قال فی

---

[1] رجل اکرہ بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق إمرأتہ فلانۃ بنت فلان ابن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق إمرأتہ لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھھنا. قاضی خاں علی الھندیہ ص: ۴۷۲، ج: ۱، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ.

[3] الدرالمنتقی علی مجمع الانھر ص: ۱۱، ج: ۲، اول باب ایقاع الطلاق، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[4] شامی زکریا ص: ۴۴۰، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۳۶، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق الخ، النھر الفائق ص ۳۱۷ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق.

مسائل شتٰی فی ایماء الاخرس وکتابتہٗ وظاھرہٗ ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر اھـ ردالمحتار[1] ج:۵، ص: ۴۷۰. فقط واللّٰہ تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۹۴ھ

---

[1] شامی زکریا ص: ۶۱، ۴۶۰، ج:۱۰، مطبوعہ کراچی ص:۷۳۷، ج:۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم : نابالغ کی طلاق

نابالغ کی طلاق

سوال:- مندرجہ ذیل مسئلہ میں شرعی فتویٰ بھیج کر عنداللہ مشکور فرماویں کیا ایک نابالغ کا ولی نابالغ کی طرف سے اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے اور ایسا طلاق نامہ اصل خاوند کی طرف سے جائز متصور ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ اپنی منکوحہ کو شرعاً نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اسکی طرف سے اسکا ولی اس کے منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے، ایسی صورت میں طلاق نامہ غیر معتبر ہوتا ہے: "**الخامس کالطلاق ونحوہ فلا یملکہ : أی لا یملک الصبی بنفسہ الخامس ولو بإذن ولیہ، حتیٰ لو طلق الصبی إمرأتہ باذن الولی بالطلاق، لا یقع الطلاق، کما لا یملکہ أی الخامس علیہ : أی علیٰ الصبی غیرہ : أی غیرا لصبی کالولی والوصی والقاضی" کشف المبہم[1] شرح مسلم الثبوت ص: ۳۰۴.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کشف المبہم شرح مسلم الثبوت ص: ۳۰۴، تحت بحث الاھلیۃ کاملۃ **(بقیہ آئندہ پر)**

طلاق صبی

سوال:- ایک لڑکا بعمر ۱۴؍سال نابالغ ہے، اس کے چچا نے صغرسنی کی حالت میں جب کہ لڑکا مذکور ۴؍ یا ۵؍سال کا تھا اس کا نکاح کر دیا تھا، جس لڑکی سے شادی کی تھی، وہ اب بالغ ہے، جس کی عمر اب تقریباً ۱۸؍سال ہے، لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کسی دوسرے جگہ کر دیا جائے ورنہ جوان لڑکی ہے، جس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اور وہ تقریباً دوسال سے اس نکاح سے ناخوشی کا اظہار کرتی چلی آرہی ہے، کچھ قرائن اس قسم کے ہیں کہ اگر کسی دوسری جگہ شادی نہ کی گئی تو شاید کسی شخص کے ساتھ بغیر نکاح ہی بھاگ جائے گی، لڑکی کے والدین لڑکے والوں پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے طلاق لینا چاہتے ہیں، مگر لڑکا نابالغ ہے، ادھر فتنہ کا خطرہ ہے، کیا ایسی صورت میں لڑکے نابالغ کی طلاق واقع ہو سکے گی، جیسے کہ شرح حسامی ج:۲،ص:۸۷ مجتبائی میں مرقوم ہے: ”**إعلم أن الطلاق والعتاق عدم مشروعيتهما بغير الحاجة. أما عند وقوع الحاجة ومس الضرورة فيهما مشروعان، قال شمس الائمةؒ في اصول الفقه : زعم بعض مشائخنا أن هٰذا الحكم غيرمشروع اصلاً في حق الصبي حتى أن إمرأته غير محلٍ للطلاق وهٰذا وهمٌ عندي، فإن الطلاق يملك بملك النكاح إذا لا ضرر في إثبات اصل الملك وإنما الضرر في الإيقاع، حتٰى إذا تحققت الحاجة إلٰى صحة ايقاع الطلاق من جهة دفع الضرر كان صحيحاً انتهٰى. كذا ذكر صاحب غايت التحقيق**، یانہیں جیسے عامۂ کتب فقہ میں مذکور ہے، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ بظاہر لڑکے کا نقصان بھی نظر نہیں آتا کیونکہ لڑکی کے والدین اس سے چھوٹی کا جو نابالغ ہے نکاح بھی کرنے کو تیار ہیں۔ فقط

(گذشتہ کا بقیہ) بكمال العقل، مطبوعه كانپور، در مختار مع الشامي كراچي ص ۱۷۳ ج ۶ كتاب المأذون، مبحث في تصرف الصبي ومن له الولاية عليه الخ، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۷۴ ج ۴ فصل في تصرف الصبي، كتاب المأذون، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداًومصلیاً

متون مذہب میں یہ مسئلہ بصراحت مذکور ہے جیسا کہ سائل کو بھی اعتراف ہے لہٰذا اگر جزئیہ شاذہ اس کے خلاف ملے گا، تو اس کے لئے کوئی محمل حسن تجویز کر کے اصل مذہب کے موافق اور تابع قرار دیا جائے گا اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وہ قابل لحاظ ہے جس کی تفسیر کی گئی ہو، پھر وہ متروک ہوگا، نامی اور غایۃ التحقیق کی عبارت دیگر کتب میں بھی موجود ہے، اس میں **اذا تحققت الحاجة** کی قید زیادہ قابل لحاظ ہے، جس کی تفسیر دوسری جگہ ہے نورالانور[1] ص: ۲۸۵ میں اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: **لكن قال شمس الائمة إن طلاق الصبى واقع إذا دعت إليه حاجة ألا ترىٰ انه إذا اسلمت إمرأتهٗ يعرض عليه الإسلام فإن إبى فرق بينهما، وهو طلاق عند أبى حنيفة ومحمد، وإذا إرتد وقعت الفرقة بينه وبين إمرأته، وهو طلاق عند محمدؒ وإذا كان مجبوباً فخاصمت إمرأته وطلبت التفريق، كان ذٰلک طلاقا عند البعض. فعلم أن حكم الطلاق ثابت فى حقه عند الحاجة** اھ علامہ ابن نجیم مصری شارح کنز کتاب الاشباہ[2] والنظائر، احکام الصبیان ص: ۲۲۳ میں فرماتے ہیں: **ولا يقع طلاقه ولا عتقه إلا حكماً فى مسائل ذكرناها فى النوع الثانى من الفوائد فى الطلاق** اور ص: ۱۲۹، میں تحریر فرمایا ہے: **الصبى لا يقع طلاقه إلا إذا أسلمت زوجته فعرض الإسلام عليه مميزا، فأبى وقع الطلاق على الصحيح وفيما إذا كان مجبوبًا وفرق بينهما، فهو طلاق علٰى الصحيح، ويؤجل له لكونه مستحقا عليه كعتق قريبه. كذا فى عين المعراج**[3] اھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ **قوله الصبى لا يصح طلاقه إلا إذا الخ أى لا يصح إيقاع الطلاق**

---

[1] نورالأنوار ص: ۲۸۹، بحث نوعى الأمورا لمعترضة على الاهيلة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] الاشباه والنظائر ص: ۱۷۰، أحكام الصبيان، الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[3] الاشباه والنظائر ص: ۹۲، كتاب الطلاق. الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

وحنيئذٍ لا صحة للإستثناء المذكور إذ الا يقاع من الصبى (قوله فابٰى وقع الطلاق) أقول الصواب ان يقال وقع التفريق وهٰذا طلاق علٰى الصحيح وقيل فسخ (قوله وهو طلاق علٰى الصحيح) وقيل فسخ اهـ غمزعيون[1] البصائر، الحاصل جس ضرر کا دفعیہ بغیر تفریق نہ ہوسکے، تو بذریعہ تفریق اس ضرر کو دفع کیا جائے، اور یہ تفریق بحکم طلاق ہوگی، گویا کہ خود اس نے طلاق دی ہے، جیسا کہ جُب اور ارتداد کی صورت میں ہے، بخلاف صورت مسئولہ کے عنقریب لڑکا بالغ ہوجائے گا اس وقت اگر چاہے تو اس کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا جب کہ لڑکی کا نکاح والد نے کیا ہے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں لہٰذا اس کی ناخوشی ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا کذا فی الدر[2] المختار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی

سوال:- ایک لڑکی ہے اس کا نکاح اگر نابالغ لڑکے سے ہوا ہو اور فی الحال بھی لڑکا نابالغ ہی ہے، تیرہ سال کی عمر لڑکے کی ہے اور لڑکی بالغ ہوچکی ہے، تقریباً دو سال سے اب لڑکے کو ناف سے لے کر نیچے تک فالج مار چکا ہے، وارثین لڑکی کو طلاق لینا چاہتے ہیں، تو اب اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی کوئی صورت نہیں، جب لڑکا بالغ ہوجائے تب اس سے طلاق حاصل کر لیجائے،

---

[1] حموی شرح اشباه ص: ۲۳۳، الفن الثانی، کتاب الطلاق.

[2] ولزم النكاح إن كان الولى المزوج أبًا أوجداً وان كان المزوج غيرهما أى غير الأب وأبيه (قوله ولزم النكاح) اى بلا توقف على إجازة احد وبلا ثبوت خيار الخ الدر المختار مع الشامى كراچى ص ۶۶، ۶۷ ج ۳، زكريا ص ۱۷۱، تاص ۱۷۳ ج ۴، كتاب النكاح، باب الولى، قبيل مطلب مهم : هل للعصبة تزويج الصغير إمرأةً الخ، مجمع الأنهر ص ۴۹۴ ج ۱ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فى الأولياء.

علامتِ بلوغ احتلام وانزال ہے، اگر یہ علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال عمر ہونے پر شریعت کی طرف سے بلوغ کا حکم ہو جائے گا۔[1] نابالغ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، اس کا ولی اگر طلاق دیدے تو وہ بھی واقع نہیں ہوگی، کذا فی الدر المختار[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

طلاق مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح

سوال:- ایک ملا نے مراہق کے طلاق دینے اور عدت گذارنے کے بعد اس کی عورت کا نکاح دوسری جگہ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے کر دیا تو آیا وہ ملا اس وجہ سے خارج از اسلام اور کافر ہو گیا، اور کافر بھی ایسا کہ اس کی توبہ غیر مقبول ہے، اور جو اس مجلس نکاح میں حاضر ہوئے تمام ہی کافر ہو گئے یا نہیں اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے یا نہیں، ایک مفتی صاحب اس پر بڑا زور دیتے ہیں، لہٰذا اس نکاح کرنے والے کا حکم مفصل تحریر فرمائیں۔

---

[1] بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والإنزال والجارية بالإحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة به يفتى الدرالمختار على الشامی زکریا ص ۲۲۵ ج ۹، مطبوعه کراچی ص: ۱۵۳، ج: ۶، باب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام الخ. عالمگیری ص: ۶۱، ج: ۵، باب الحجر، الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۴، ۸۵ ج ۸ کتاب الحجر، فصل فی حد البلوغ.

[2] وتصرف الصبی والمعتوه الی قوله ان کان ضاراً کالطلاق والعتاق لا وان اذن به ولیهما وفی الشامیة وکذا لاتصح من غیره کابیه ووصیه الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۲۵۳، ج: ۹، مطبوعه کراچی ص: ۱۷۳، ج: ۶، کتاب الماذون، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۷۴ ج ۴ کتاب المأذون، فصل فی تصرف الصبی الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.
لا یقع طلاق المولی علی إمرأة عبده لحدیث ابن ماجه: (اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ) والمجنون والصبی ولو مراهقا أو أجازه بعد البلوغ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۵۰، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص ۲۴۳ ج ۳، کتاب الطلاق، سکب الانهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۱۰، ۱۱ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳۵۸ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه یاسر ندیم.

الجواب حامداً ومصلیاً

مراہق کی طلاق شرعاً واقع نہیں: **لایقع طلاق المولیٰ علیٰ امرأة عبده والمجنون والصبی ولو مراهقاً اهـ در مختار**[1]. اگر کسی بالغ شخص نے طلاق دیدی ہو تو عدت کے اندر نکاح حرام ہے: **لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة اهـ هندیه**[2].

جب مراہق کی طلاق ہی نہیں ہوتی، تو بطریق اولیٰ اس کی بیوی سے نکاح حرام ہوگا، لہٰذا وہ عورت اور اس سے نکاح کرنے والا مرد اور نکاح میں شریک ہونے والے اور جو لوگ منع کرنے پر قادر تھے، پھر انہوں نے اس نکاح سے نہیں روکا وہ سب گنہ گار ہیں، سب کے ذمہ توبہ لازم ہے[3]، اور یہ بھی واجب ہے، کہ کوشش کر کے اس عورت کو پہلے شوہر یعنی مراہق کے یہاں پہونچائیں[4]، مگر نکاح ان لوگوں میں سے کسی کا نہیں ٹوٹا نہ کوئی اسلام سے خارج ہوا نہ کافر ہوا جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ کافر ہوگئے، اس نے غلط فتویٰ دیا، اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۵۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۳، ج:۳، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۱۰، ۱۱ کتاب الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج۳ کتاب الطلاق.

[2] عالمگیری ص ۲۸۰ ج ۱، القسم السادس المحرمات اللتی یتعلق بها حق الغیر، کتاب النکاح، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۲۷۴ ج۴ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، قاضیخان علی الهندیة ص ۳۶۶ ج ۱ باب فی المحرمات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[3] عن أبی سعید الخدری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : من رأی منکم منکراً فلیغیره بیدهٖ الحدیث مشکوٰة ص ۴۳۶ ج ۲ باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم، قال : وهو فرض کفایة ومن تمکن منه وترکه بلا عذر أثِم الخ، مرقاة شرح مشکاة ص ۳ ج ۵ باب الأمر بالمعروف، مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکاة ص ۲۶۹ ج ۹ باب الأمر بالمعروف، مطبوعه کراچی.

[4] ویجب علی القاضی التفریق بینهما کیلا یلزم إرتکاب المحظور اغتراراً بصورة العقد الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۹ ج ۳ باب المهر، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۷۶ ج ۴ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، النهر الفائق ص ۲۵۲ ج ۲ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

سے آدمی کافر نہیں ہوتا نہ اسلام سے خارج ہوتا ہے: **ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها ولا نزيل عنه الايمان ونسميه مؤمنا حقيقة ويجوز أن يكون مؤمنا فاسقاً غير كافر.** (شرح فقہ اکبر[1])

جس وقت ایسی معصیت کی حلت کا اعتقاد کرے جس کی حرمت بعینہٖ ہو اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہو تو اس وقت البتہ آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، ہکذا فی کتب[2] الکلام۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

کن لوگوں کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال: - کن کن شخصوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مجنون، صبی، معتوہ، مبرسم، مغمی علیہ، مدہوش، نائم کے طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی: **لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبى والمعتوه والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش والنائم اهـ تنوير**[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] شرح فقه اكبر ص: ۸۶، قبيل سب الشيخين وقتلهما ليس بكفر الخ، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[2] من استحل معصية قد ثبت حرمتها بدليل قطعى فهو كافر شرح فقه اكبر ص: ۸۶ قبيل سب الشيخين الخ، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[3] تنوير الابصار على رد المحتار زكريا ص: ۴۵۰، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۴۲، ج: ۳، كتاب الطلاق، مطلب فى الحشيشة والافيون والبنج، مجمع الأنهر ص ۱۰ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، حاشية الشلبى على الزيلعى ص ۱۹۵ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

تحریری طلاق

طلاق بالکتابۃ کا حکم

سوال:- ایک شخص ہے، اور طلاق نامہ اپنی بیوی کو لکھ رہا ہے، اور زبان سے کچھ نہیں کہہ رہا آیا یہ طلاق واقع ہوگی، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقع ہوجائیگی: **کتب الطلاق ان مستبیناً علیٰ نحو لوحٍ وقع ان نویٰ مطلقاً درمختار قوله مستبیناً بان کان علیٰ وجه یمکن فهمه وقرأته والا فلا یقع قوله وقع ان نویٰ هٰذا فی المکتوب علیٰ غیر وجه الرسم والرسالة قوله مطلقا سواء نویٰ ام لم ینو طحطاوی[1] علی الدر ص: ۱۱۱، ج: ۲.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحطاوی علی الدر ص: ۱۷۶، ج: ۲، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، مطبوعه مصر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، خانیة علی هامش الهندیة ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، مطبع کوئٹه.

طلاق بالکتابة

سوال:- زید نے اپنے بھانجے خالد سے کہا کہ میری بھانجی ہندہ کا نکاح عمر اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں تیری زبردستی اور جبر سے ہوتو تین طلاق پڑیں گی اور اس مضمون کی ایک تحریر بھی تم کو لکھنی پڑیگی اس پر خالد نے کہا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں گا، اسکے بعد زید نے ایک تحریر کسی شخص سے اس مضمون کی لکھوائی کہ (میں اپنی بہن کا نکاح زبردستی سے یا خوشی سے عمر و اور بکر کے قبیلوں میں کروں، تب بھی میری بیوی کو تین طلاق ہوں گی) اور اس تحریر کو لکھوا کر بھانجے مذکور خالد سے کہا کہ اس پر دستخط کردے خالد نے بلا کچھ کہے اور بغیر تحریر مذکور کو پڑھے اس پر دستخط کردیئے، اب صورت مذکورہ بالا میں امور مستفسرہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس قسم کی تحریر کے بعد اگر ہندہ خود اپنی خوشی سے عمر اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلے سے نکاح کرے تو خالد کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

(۲) اس قسم کی تحریر پر دستخط کرنے سے جس کو دستخط کرنیوالے نے پڑھا بھی نہ ہو طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر واقع ہوجاتی ہے اور ایسی تحریر شرعاً معتبر ہو تو کیا ایسی صورت ہوسکتی ہے، کہ ہندہ عمرو بکر کے قبیلوں میں نکاح کرے تو اس کی بھاوج پر طلاق واقع نہ ہو۔

(۴) اس قسم کی تحریر لکھوانا اور بغیر پڑھائے دستخط کرالینا اور مخصوص قبیلوں میں شادی کردینے سے روک دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر خالد نے مضمون تحریر پر اطلاع پا کر دستخط کئے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے، تب تو یہ تحریر شرعاً معتبر ہے، یعنی وقوع شرط کے بعد طلاق ہوجائیگی: **رجل استکتب من رجل اٰخر الٰی امرأته کتاباً بطلاقها وقرأه علٰی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه**

وبعث به الیٰ إمرأته فأتاها الکتاب واقر الزوج انه کتابه فان الطلاق یقع علیها. عالمگیری[1] ص: ۳۹۸، ج: ۲.

اگر خالد کو اس مضمون پر اطلاع نہیں ہوئی بلکہ کوئی دوسری تحریر سمجھ کر دھوکہ سے اسپر دستخط کر دیئے، اور اسکے مضمون کا اقرار کرتا ہے، تو یہ تحریر کالعدم ہے، جیسا کہ کسی دوسرے کی تحریر سے اسکی بیوی پر طلاق نہیں ہوتی، اسطرح اس تحریر سے بھی نہ ہوگی۔ **وکذٰلک کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذا لم یقر انه کتابه کذا فی المحیط[2] اھ.**

اسی طرح اگر مضمون پر مطلع ہو کر مگر با کراہ شرعی دستخط کئے ہیں تب بھی طلاق نہ ہوگی: **رجل اکره بالضرب والحبس علیٰ ان یکتب طلاق إمرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امراته.[3] قاضی خاں ص: ۳۵، ج: ۲.**

(۳) (۱،۲) سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ تحریر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اگر معتبر ہے تو پھر ایسی صورت جس سے ہندہ عمر و بکر کے قبیلوں میں سے کسی میں نکاح کر لے تو اس کی بھاوج پر طلاق نہ پڑے یہ ہے کہ ہندہ اور خالد کے علاوہ کوئی تیسرا شخص جو کہ فضولی ہوگا، ہندہ کا نکاح کر دے، (اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو) پھر ہندہ اور خالد زبان سے کچھ نہ کہیں، بلکہ ہندہ کے پاس مہر وغیرہ بھیج دے اور ہندہ اس پر قبضہ کر لے تو یہ نکاح صحیح ہوگا، اور ہندہ کی بھاوج پر طلاق نہیں پڑی: **لا یتزوج فالحیلة ان یزوجه فضولی ویجیزه بالفعل وکذا لا تتزوج ولو حلف لا یزوج ابنته فزوجها فضولی واجازه الاب لم یحنث قال الحموی ص ۴۲۰، فی**

---

[1] عالمگیری ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، شامی دار الفکر ص ۲۴۷ ج ۳ مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، طبع کراچی.

[2] فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، فتاوی تاتارخانیه ص ۳۸۱ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، شامی دار الفکر ص ۲۴۷ ج ۳ مطلب فی الطلاق بالکتابة.

[3] فتاویٰ قاضیخان عالی هامش الهندیة ص ۴۷۲ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة مطبع کوئٹه عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، الفتاوی التاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبع کراچی.

جامع الفتاویٰ رویٰ هشام فیمن حلف لایزوج بنته فامر غیره فزوجها حنث وان زوجها غیره فاجاز بالفعل لا یحنث وانما یحنث بالاجازة بالقول والاجازة بالفعل ببعث المهر او شیئ منه والمراد الوصول الیها[1]

(۴) بلاوجہ شرعی دھوکا دینا جائز نہیں مخصوص قبیلوں میں شادی نہ کرنا اوراپنے عزیزوں کوشادی سے روکنا، اگرانکے اندرتقویٰ نہ ہونے یاکسی دوسری قباحت شرعی فسق وفجور وبدعت وغیرہ کی وجہ سے ہے تب تومستحسن ہے، اگردنیاوی وجہ سے ہے، تب بھی جائز ہے، اورانکی دین داری کی وجہ سے ہے تو جائزنہیں **فی الدرالمختار ج: ۱، ص: ۱۹۵، وتعتبر (ای الکفائة) فی العرب والعجم دیانة ای تقویٰ فلیس فاسق کفواً لصالحةٍ[2]**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحیح: عبداللطیف عفی عنہ صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ ۵۲ھ

طلاق بالکتابت

سوال:- ایک شخص کا نکاح ہوتا ہے رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ گذرنے کے بعد وہ شخص اپنی منکوحہ کوآزاد کردیتا ہے، جس کوایک سال کے قریب ہوتا ہے، جب کہ لڑکی کے ورثاء اس کی شادی دوسری جگہ کرنے کوتیار ہیں، تو وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ سے زبردستی آزاد کرایا ہے، حالاں کہ طلاق نامہ باقاعدہ لکھا ہوا ہے اورمحرر کے رجسٹر پر باقاعدہ نشانی انگوٹھہ اوردستخط ہیں۔

اب یہ فرمائیے کہ وہ طلاق ہوئی یانہیں۔

---

[1] الاشباه والنظائر ص: ۲۱۹، الفن الخامس فن الحیل مطبوعه دهلی، شامی دار الفکر ص ۳۴۵ ج ۳ باب التعلیق مطلب التعلیق المراد به المجازاة دون الشرط، فتاوی عالمگیر کوئٹه ص ۴۱۹ ج ۱، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمة کل وکلما.

[2] شامی نعمانیه ص ۳۲۰ ج ۲، باب الکفاءة شامی کراچی ص ۸۸ ج ۳، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۱ ج ۱ کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاء، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۸۹، ۸۸ ج ۳ باب الکفاءة.

نوٹ:-اصلی طلاقنامہ ہمراہ بھی ہے ٹکٹ ایک آنہ کا برائے جواب ارسال ہے۔

نقل اصل طلاق نامہ

''میں کہ عبدالرشید ولد حاجی ننھے قوم شیخ ساکن موضع قاضی پورہ تحصیل امروہہ ضلع مرادآباد کا ہوں جو کہ مسماۃ فاطمہ دختر عبدالمجید قوم شیخ ساکن سہنسپور ضلع بجنور سے میرا نکاح ہوا تھا، اور ہنوز رخصتی نہیں ہوئی تھی، اور اس درمیان میں باہم کچھ مناقشات پیچیدہ پڑ گئے جس کی وجہ سے یہ رشتہ قائم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے اور نیز میرے رشتہ دار بھی اس رشتہ کو قائم رکھنا نہیں چاہتے، بغرض رفع نزاع دوراندیشی میں اپنی منکوحہ کو تین طلاق مسنون طریقہ پر دے کر آزاد کرتا ہوں، بعد انقضاء عدت کے اختیار رہیگا، کہ جہاں چاہے وہ اپنا نکاح کرے یا اسکے وارثان کرادیویں، آئندہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں رہا، اور یہ طلاق نامہ لکھ دیا تاکہ سند ہو۔

المرقوم ۲۱ر دسمبر ۱۹۳۷ء بقلم انتظار حسین وثیقہ نویس
تحریر ہوکر درج رجسٹر ۲۸۰، ہوا، گواہ العبد گواہ العبد

الجواب حامداً ومصلیاً

جو الفاظ طلاق نامہ میں لکھے ہیں، اگر ان کو زبان سے بھی ادا کیا ہے، تو طلاق بہرصورت واقع ہوگئی، خواہ خوشی سے کہے ہوں خواہ زبردستی کہلائے گئے ہوں[1] اور اگر زبان سے ادا نہیں کئے بلکہ صرف لکھ کر دیئے ہیں، یا خود لکھ کر بھی نہیں دیئے بلکہ دوسرے کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کئے ہیں، اور یہ معلوم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خوشی سے یعنی بغیر کسی کے جبر واکراہ کے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کئے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی[2] اور اگر دوسرے کے جبر واکراہ

---

[1] یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا سواء کان حراً او عبدا طائعا أو مکرهاً، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ ج ۱ کتاب الطلاق فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۲۳۵ ج ۳ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق مطبع دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کئے ہیں، تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

حالتِ سحر وجنون میں تحریری طلاق

سوال:- ایک شخص نے بیرونِ ملک میں رہتے ہوئے اپنی بیوی کو متعدد خطوط لکھے، جس میں زیادہ تر مضمون فحش گالی گلوج پر مشتمل ہیں، ساتھ ہی طلاق طلاق طلاق کے الفاظ بھی لکھے اور یہ بھی تحریر کیا کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، میں نے تجھے چھوڑ دیا، جب گاؤں کی کمیٹی نے طالق کو بلا کر معلوم کیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں نے لکھا ہے، مگر میرے ہوش وحواس قائم نہیں تھے، کمیٹی کے بعض لوگوں نے کہا اس پر سحر کیا گیا تھا، اسلئے اس حال میں لکھے ہوئے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی، بعضوں نے اس پر جنون کا خیال ظاہر کیا تو کیا مذکورہ بالا حالات میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جنون یا سحر وغیرہ کی وجہ سے ہوش وحواس قائم نہ رہیں اور یہ معلوم نہ ہو کہ زبان سے کیا الفاظ کہہ رہا ہے اور ان کا کیا نتیجہ ہوگا تو ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی،[۳] اگر یہ بات نہ ہو بلکہ

---

[۱] رجل استكتب من رجل اٰخر الى امرأته كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه وطواه وختم وكتب فى عنوانه وبعث به الى امرأته فاتاها الكتاب واقر الزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها. عالمگیری ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فى الطلاق بالكتابة، التاتارخانيه ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب مطبع كراچى.

[۲] رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امراته كذا فى فتاوىٰ قاضيخان. عالمگیری کوئٹه ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس، فى الطلاق بالكتابة، فتاوى التاتارخانية ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب مطبع كراچى، فتاوى قاضى خاں ص ۴۷۲ ج ۱ فصل فى الطلاق بالكتابة مطبع كوئٹه.

[۳] لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون. (بقیہ آئندہ پر)

الفاظ کے مطلب کو سمجھتا ہو کہ اس طرح کہے تو طلاق ہوجاتی ہے، طلاق دیتے وقت اس کے دوسرے احوال ومعاملات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ حواس صحیح تھے یا نہیں۔

پس اگر شوہر کو اپنی اس تحریر کا اقرار ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے اور اسنے یہ نہیں کہا کہ میرے حواس درست نہیں تھے، مجھ پر سحر تھا، یا جنون تھا، تو صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی[1]، اب نہ رجعت کا اختیار ہے، نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، اس عورت کو چاہئے کہ اس سے الگ رہ کر عدت پوری کرے پھر کسی اور شخص سے شرعی طور پر نکاح کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۱۴۰۶ھ

مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم

سوال:- زید کو چند آدمی کسی ناراضگی کی وجہ سے دھوکہ دے کر قصبہ سے یا مدرسہ سے باہر لے گئے اور اس کو مارا اور کہا کہ تو آئندہ اگر اس مدرسہ میں یا قصبہ میں آئے گا تو تجھ پر طلاق اضافی واقع ہوگی اور زید کو کہا کہ تو کہہ دے کہ میں یہاں آئندہ نہ آؤں گا، اگر آؤں تو جب شادی کروں طلاق واقع ہوجاوے، مگر زید خاموش رہا اور زید کو ان آدمیوں نے اسٹیشن پر سوار کردیا اب زید نے دوسرے شہر سے ہوکر مدرسہ میں درخواست دی اور مقدمہ قوی کرنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ مجھ سے ان لوگوں نے زبردستی طلاق اضافی بھی لی تھی، اور مجھے مارا بھی اب زید پھر مدرسہ گیا اور مقدمہ چلانے کے لئے منشی صاحب مدرسہ نے مدعیٰ علیہ کو طلب کیا اور ان سے بیان لیا کہ واقعی تم لوگ زید

(بقیہ گذشتہ کا) الدر مع الشامی کراچی ص ۲۴۲ ج۳، شامی نعمانیه ص ۴۲۶ ج۲، کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج۳ کتاب الطلاق.

(صفحہ ہذا) [1] رجل استکتب من رجل اخر الی إمرأته کتابا بطلاقها وقرأه علی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث به إلی إمرأته فاتاها الکتاب أقر الزوج أنه کتابه فإن الطلاق یقع علیها، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج۴ مطلب فی الطلاق بالکتابة، التاتارخانیة ص ۳۸۰ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبع کراچی.

کے ساتھ لڑے ہو اور زید کو مارا ہے، اور اس سے طلاق اضافی لی ہے، تو مدعیٰ علیہ انکار کر گئے اور انہوں نے کہا کہ نہ ہم لڑے ہیں اور نہ کوئی طلاق وغیرہ لی ہے اور پھر منشی صاحب مدرسہ نے زید سے پھر اپنے سامنے بیان لیا تو زید نے کہا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑے ہیں اور طلاق لینے کی بھی کوشش کی مگر میں خاموش رہا تو اس صورت میں کیا زید پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، یا کہ نہیں اگر واقع ہو جاتی ہے، تو پھر کوئی صورت ہے کہ زید شادی کر سکے برائے نوازش اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد جواب سے بندہ کو مشکور فرمائیں کیونکہ زید مذکور کی شادی کا تمام سامان تیار ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جبر واکراہ کر کے زید سے طلاق تحریر کرادی ہے اور زید نے اس طلاق اور تعلیق کا تلفظ نہیں کیا تو اس تحریر سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوگی: **رجل اکره بالضرب والحبس ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ههُنا فتاویٰ قاضیخان**[1] ص: ۴۷۲، ج: ۱، خواہ اس تحریر میں وہ الفاظ لکھے ہوں جو کہ سوال میں مذکور ہیں خواہ کچھ اور، اور اگر زبان سے بھی الفاظ ادا کئے ہیں تو ان کو لکھ کر حکم دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم

سوال:- محمد حنیف کی شادی محمد صدیق کی لڑکی نور افشاں بیگم کے ساتھ چار سال ہوئے ہوئی، لڑکی کے والد کلکتہ میں کمپنی میں ملازم ہیں داماد کو کمپنی میں جگہ دلوادی، بیوی میکے میں والدین

[1] فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة، فصل فی الطلاق بالکتابة. ص: ۴۷۲، ج: ۱، طبع کوئٹه، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، التاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب إدارة القرآن کراچی، شامی دار الفکر ص ۲۳۶ ج ۳ مطلب فی الاکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح.

کے پاس رہی، محمد حنیف خرچہ وغیرہ دیتا رہا، سال میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ شوہر کے پاس چلی جاتی غرضیکہ پورا خاندان ہنسی خوشی رہتا رہا، ایک دن سسر اور داماد میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا، مار پیٹ بھی ہوئی اس کے بعد صلح ہوگئی لیکن کشیدگی باقی رہی ایک دن محمد حنیف نے خود سسر کے بارے میں لکھ دیا، سسر نے خود طلاق لینا چاہا۔

محمد صدیق کے بیان کے مطابق پیر صاحب غازی پور سے آئے ہوئے تھے، اس نے جا کر کہا، پیر صاحب نے اولاً محمد حنیف کو سمجھا دیا مگر وہ نہیں مانا اور سادہ کاغذ پر طلاق نامہ لکھا گیا جو پیر صاحب نے لکھا اور دو مریدوں کے دستخط کرائے، چند دن بعد محمد صدیق بچوں کو لے کر آبائی وطن کرنیل گنج آ گئے، دوسرے روز محمد حنیف بھی کلکتہ سے آ گیا، آنے پر معلوم ہوا کہ حنیف نے نور افشاں بیگم کو طلاق دے دیا معلوم ہوتے ہی ایک درخواست انجمن میں دی کہ میں تقریباً بالکل اَن پڑھ ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے اور میرے سسر نے جبراً سادہ کاغذ پر مجھ سے انگوٹھا لگوا لئے ہیں اور کہا کہ ایک ضرورت ہے صبح کو بتلا دوں گا، اب کہتے ہیں کہ برضاء ورغبت طلاق دی ہے، لہٰذا انجمن فیصلہ کرے انجمن نے پیر صاحب کو بلایا، پیر صاحب بھی مشرع آدمی ہیں، قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس کو منع کیا مگر نہ مانا اور طلاق دے دی، اور طلاق نامہ صحیح ہے، ادھر محمد حنیف بھی کلام پاک ہاتھ پر رکھ کر قسم کھاتا ہے، کہ میں نے عورت کو طلاق نہیں دیا، دھوکہ سے کاغذ پر انگوٹھا لگوایا ہے اور اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا کاغذ پر کیا لکھا گیا، زبانی طلاق مجھ سے نہیں لی گئی، نیز خود میرے سسر صاحب پیر صاحب سے مرید ہیں، اور گواہان جس کے دستخط ہیں ان میں سے ایک موجود نہ تھا، یہ سب ایک سازش کر کے میری عورت کو دوسری جگہ بٹھانا چاہتے ہیں، اِن تمام حالات میں از روئے شرع کس کی قسم کا اعتبار ہوگا طلاق نامہ کی نقل بھی ہمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو عادل مقبول الشہادۃ آدمی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے محمد حنیف نے اپنی بیوی کو زبان سے طلاقِ مغلظہ دی ہے، یا طلاق نامہ میں تین طلاق لکھوائی یا طلاق نامہ اس کو پڑھ کر سنایا گیا

اوراس نے سن کر سمجھ کراس پر انگوٹھا لگایا ہے، اوراس انگوٹھا لگانے میں اس پر جبر نہیں کیا گیا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی[1] اور بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں[2] اگر دو عادل مقبول الشہادۃ گواہ موجود نہیں یا موجود ہیں، مگر وہ زبانی طلاق کے گواہ نہیں بلکہ صرف اس بات پر گواہ ہیں کہ ہمارے سامنے کاغذ پر انگوٹھا لگایا ہے، اوراس پر طلاق بعد میں لکھی گئی ہے، یا طلاق پہلے لکھی گئی تھی مگر اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ طلاق نامہ ہے، اوراس کو پڑھ کر نہیں سنایا گیا یا اس کو معلوم تھا مگر مار پیٹ کی دھمکی دے کر زبردستی جبراً اس سے انگوٹھا لگوا دیا گیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق إمرأته ثلاثا وجحد الزوج والمرأة ذلك فرق بينهما لان المشهود به حرمتها عليه والحل والحرمة حق الله تعالىٰ فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى، المبسوط للسرخسي ص۱۴۷ ج۳ الجزء السادس كتاب الطلاق، باب الشهادة في الطلاق، دار الفكر بيروت، الدر المختار مع الشامي دار الفكر ص۴۶۵ كتاب الشهادة، منحة الخالق على هامش البحر ص۲۴۸ ج۳ كتاب الطلاق مطبوعه كوئٹه.

[2] وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، عالمگيری كوئٹه ص۴۷۳ ج۱ الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، الدر المختار مع الشامي دار الفكر ص۴۱۰، ۴۰۹ باب الرجعة مطلب في العقد على المبانة، هدايه ص۳۹۹ ج۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مكتبه تهانوی ديوبند.

[3] رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته كذا في فتاویٰ قاضي خان. عالمگيری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس في الطلاق، التاتارخانيه ص۳۸۰ ج۳ الفصل السادس في ايقاع الطلاق بالكتاب، شامي دار الفكر ص۲۳۶ ج۳ مطلب في الاكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح.

زبردستی تحریر سے طلاق

سوال :- زید اوراس کی بیوی میں مار پیٹ کا مقدمہ چلا زید پر عدالت سے بیس روپیہ جرمانہ ہوگیا زید نے عدالت بالا میں اپیل کی عدالت بالا نے زید سے فہمائش کی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، زید نے عذر کیا، زید کے عذر پر عدالت نے دھمکی دی کہ اگر دومنٹ کے اندر فیصلہ لکھ کر داخل نہ کیا تو تم کو جیل خانہ بھیج دیا جاوے گا، زید نے اس دھمکی سے مرعوب ہوکر فیصلہ لکھوا کر دے دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اوراس نے مجھے مہر شرعی معاف کردیا تو کیا ایسی حالت میں طلاق شرعی ہوگی۔

الجواب حامداًومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر زید نے زبان سے طلاق نہیں دی بلکہ محض طلاق کی تحریر دی ہے، تو شرعاً اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی: **رجل اکرہ بالضرب والحبس علیٰ ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا.** فتاویٰ قاضی خان[1] ص: ۳۵، ج: ۲، اگر زبان سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی یا اپنی بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کردیا تو شرعاً اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی: **وطلاق المکرہ واقع (هدایه[2]) ولوقال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقراراً**

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ص: ۴۷۲، ج: ۱، فصل فی الطلاق بالکتابة، شامی دار الفکر بیروت ص ۲۳۶ ج ۳ مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق والنکاح التاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مکتبه ادارة القرآن کراچی.

[2] هدایه ص: ۳۵۸، ج: ۲، کتاب الطلاق، مکتبه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق طبع دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ کتاب الطلاق فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع.

بالطلاق وان لم یکتب شامی[1] ص: ۷۰۳، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن صحیح: عبداللطیف عفی عنہ ۱۰/۳/۵۲ھ

تحریری طلاق کی ایک صورت

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین متین دربارۂ طلاق جو کہ بطریق مندرجۂ ذیل بذریعہ تحریر مورخہ یکم اگست ۱۹۳۸ء کو دی گئی نقل تحریر۔

''بنام فلاں دختر فلاں تمہارے برخلاف کوئی الزام نہیں ہے، چونکہ میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا، اس لئے میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں تم اور تمہارے والد راضی ہو گئے ہو کہ حق مہر میرے حق میں چھوڑ دیا گیا ہے، مورخہ یکم اگست مندرجۂ ذیل بالا خط کا جواب ۵/اگست کو لڑکی کے باپ کی طرف سے بذریعہ تحریر ملا، ذیل میں درج ہے۔''

''واضح رہے کہ میری لڑکی نے مہر معاف نہیں کیا ہے، تمہارا طلاق نامہ مورخہ یکم اگست موصول ہو چکا ہے، (نوٹ) یکم اگست والا خط اس وقت لکھا گیا کہ جب لڑکی خاوند کے پاس موجود نہیں تھی، اور لڑکی کا خاوند اس کو خود بخود بخوشی وخرمی باہمی اس کی والدہ کے پاس بغرض تبدیل آب وہوا پہنچانے کو اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا، اور لڑکی اب تک خاوند کے پاس واپس نہیں آئی۔''

(۱) آپ فرمائیں آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کونسی قسم آیا، احسن یا حسن یا بدعت، اگر

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۳، قبیل باب الصریح، شامی نعمانیہ ص: ۴۲۹، ج: ۲، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع، التاتارخانیة ص ۳۷۹ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبع کراچی.

طلاق احسن ہے، تو خاوند اب طلاق کو واپس لے سکتا ہے، اور لڑکی اگر آنے سے انکار کرے بذریعۂ عدالت اس کو اپنے مکان میں لانے کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں۔

(۲) لڑکی کا باپ کہاں تک حق بجانب ہے، جب کہ وہ طلاق کو تسلیم کرتا ہے لیکن مہر کے چھوڑنے سے انکاری ہے، حالاں کہ طلاق اور مہر کی معافی دونوں ایک ہی خط میں ایک ہی وقت میں لکھے گئے ہیں دونوں باتوں کا بیان یعنی طلاق معافیٔ مہر کا بیک وقت خاوند کی طرف سے حوالہ تحریر کرنا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے، کہ یکم اگست کو جو خط لکھا گیا ہے، وہ طرفین کے باہمی فیصلے اور طے شدہ امر کا نتیجہ ہے۔

تنقیحات

(۱) لڑکی بالغہ ہے یا نابالغہ۔

(۲) مدخولہ ہے یا غیر مدخولہ

(۳) کیا لڑکی نے اپنے باپ کو طلاق لینے اور مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار بنایا ہے۔

(۴) طرفین کے باہمی فیصلہ اور طے شدہ امر کو انہی کے الفاظ میں تحریر کیا جائے۔

(۵) لفظ ''طلاق دیتا ہوں'' کا استعمال حال میں ہے یا مستقبل میں اور اس سے شوہر کی نیت حال کی ہے، یا بطور وعدہ استقبال کی۔

(۶) لفظ مذکورہ سے شوہر نے ایک طلاق کی نیت کی ہے، یا زیادہ یعنی دو یا تین کی امور مذکورہ کے جواب پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب من جانب سائل

(۱) لڑکی بالغہ ہے۔

(۲) مدخولہ ہے۔

(۳) معلوم نہیں ہے لیکن آپ برائے مہربانی (الف) باپ کو مختار اور وکیل کر دینے اور (ب) باپ کو مختار اور وکیل نہ کر دینے دونوں حالت میں جواب مرحمت فرمادیں۔

(۴) طے شدہ امر ضبط وتحریر میں نہیں لایا گیا، ممکن ہے کہ لڑکی کا باپ اس قسم کے گواہ پیدا کرے، کہ طلاق زبانی بھی دی گئی تھی، اور مہر کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا، اور نہ لڑکی نے مہر معاف کیا تھا، یہ گواہ ضرور بناوٹی ہوں گے، تحریری خط کو جھوٹے گواہوں پر آپ فرماویں کہ کہاں تک فوقیت ہوگی۔

(۵) اس سے دونوں شکلیں نکلتی ہیں، یعنی حال اور مستقبل بھی براہ مہربانی دونوں حالتوں میں جواب دیں۔

(۶) شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی۔ معرفت مولانا منظور احمد صاحب

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے یہ الفاظ ''میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں'' بظاہر موجب طلاق ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حال ہی کے لئے مستعمل ہیں کیوں کہ مہر چھوڑ دینے کا ذکر صیغۂ ماضی سے کیا ہے، پس اگر حال ہی کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہوگئی یہاں استقبال کا احتمال بھی ضرور ہے، کیوں کہ یہ الفاظ بطور وعدہ مستقبل کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور محض وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر واقعۃً شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی اور الفاظ مذکورہ سے نیت کر کے تین طلاق بیک لفظ واقع کر چکا ہے، تو یہ طلاق رجعی ہوئی یعنی اس میں عدت کے اندر رجعت جائز ہے، اس کی نیت کا شرعاً اعتبار نہیں اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح میں رکھ سکتا ہے، اور بعد عدت نکاح درست ہے۔

رہا مہر کی معافی کا قصہ سو اس کے لئے شوہر کے پاس گواہ ہوں یا عورت خود اقرار کرے یا عورت کا باپ وغیرہ جو کہ عورت کی طرف سے مہر معاف کرنے کا وکیل ہو وہ اقرار کرے تب معاف ہوگا، صرف شوہر کی تحریر یکم اگست ۱۹۳۸ء کے الفاظ سے معاف نہیں ہوسکتا، اس لئے تنقیح میں (۴) کو دریافت کیا گیا تھا، اگر عورت نے اپنے باپ کو مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار نہیں بنایا، تو باپ

کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا: وفی المحیط لو قال بالعربیة: اطلق لایکون طلاقاً الا اذا غلب استعماله للحال فیکون طلاقاً. عالمگیری[1] ص: ۷۴، ج: ۲، صریحه مالم یستعمل الافیه کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بها واحدة رجعیة وان نویٰ خلافها اولم ینو شیئاً درمختار[2] ص: ۶۶۳، ج: ۲، الرجعة هی استدامة القائم فی العدة وتصح ان لم یطلق ثلاثاً ولو لم ترض براجعتک اورجعت امرأتی وبما یوجب المصاهرة.

تبیین الحقائق[3] ص: ۲۵۱، ج: ۲، وینکح مبانته فی العدة وبعدهَا لا المبانة بالثلاث زیلعی[4] ص: ۲۵۷، ج: ۲، وصح حطها قید بحطها لان حط ابیها غیر صحیح فان کانت صغیرة فهو باطل وان کانت کبیرة توقف علیٰ اجازتها بحر ص: ۱۵۰، ج: ۳.[5] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۷/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۴/رجب ۵۷ھ

---

[1] عالگمیری ص: ۳۸۴، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، طبع کوئٹه، شامی دار الفکر بیروت ص ۲۴۸ ج ۳ باب الصریح مطلب سن بوش یقع به الرجعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۲ ج ۳ باب الطلاق (الصریح)

[2] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۲۴۷، ج: ۳، باب الصریح شامی نعمانیه ص: ۴۲۹، ج: ۲، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح فتح القدیر ص ۳، ۵ ج ۴ باب ایقاع الطلاق طبع دار الفکر بیروت.

[3] تبیین الحقائق للزیلعی ص: ۲۵۱، ج: ۲، باب الرجعة، مطبوعه ملتان، فتح القدیر ص ۱۵۹ ج ۴ باب الرجعة، طبع دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۷۹ تا ۸۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] تبیین للزیلعی ص: ۲۵۷، ج: ۲، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه ملتان، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لفظ کنایہ سے تحریری طلاق

سوال:- ایک بوڑھا پشاوری حافظ مبتلائے مرض گرمی مقیم ڈھاکہ نے سلچر کی ایک کمسن نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور اس نکاح کی حالت میں چند سال کا عرصہ بھی گذرا اس عرصہ میں حافظ جی اپنے مرض دائمی کے ازالہ کیلئے علاج کراتے رہے، مگر مرض کا ازالہ نہیں ہوا، بالآخر مرض سے مجبور اور تنگ آکر اور صحت یابی سے مایوس اور لاچار ہوکر حافظ صاحب حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوگئے، بمبئی پہنچ کر جہاز میں سوار ہوئے تو جوں جوں ان کی صحت خراب ہوتی گئی ڈاکٹر نے معائنہ کرکے ان کو جہاز سے کراچی بندرگاہ پر اتار دیا، وہاں ایک عرصہ رہ کر کلکتہ آگئے اور یہاں ایک مسجد میں امام مقرر ہوگئے، اس عرصہ تقریباً ڈیڑھ دو سال میں ان کی بیوی کو ان کے قیام کلکتہ کا علم ہوا اس نے اپنی بے چینی اور جوانی کی تکالیف خطوط کے ذریعہ لکھیں، لیکن انہوں نے اسکے حسب منشاء جواب نہیں لکھا، اخیر میں اس نے اپنی عصمت دری کا خوف ظاہر کرنے کیلئے ایک خط روانہ کیا اور اپنی عصمت اور حافظ جی کی پرہیزگاری کو بجا رکھنے کیلئے اس نے ایک خط لکھا، جس میں طلاق کی درخواست کی، اس خط کو دیکھ کر حافظ جی ڈھاکہ آگئے، اور اس کی حرکات کو بچشم خود دیکھا اور اس کو سمجھایا لیکن اس نے ایک نہ سنی اور مطالبۂ طلاق کرتی رہی، حافظ صاحب مایوس ہوکر واپس کلکتہ روانہ ہوگئے، وہاں جاکر تقریباً ایک ہفتہ میں ایک خط بیوی کو لکھا، جس کی نقل یہ ہے کہ:

(۱) میری دردمند بیوی خدا تم کو ہدایت کرے میں نے تجھ کو علم سکھایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر محرم کے ساتھ بذریعۂ خطوط ساز باز شروع کی آخر یہاں تک نوبت ہوئی کہ میرا ناک کاٹنے کے لئے تیار ہوئی کیونکہ میں بوڑھا اور مریض ہوں یہ سب تمہاری شرارت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، فتح القدير ص ۱۷۶ ج۴ فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه دار الفكر بيروت.

۵ البحر الرائق ص: ۱۵۰، ج:۳، باب المهر، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۱۳ ج۳ کتاب النکاح الفصل السابع فی المهر.

ہے، اصل یہ ہے کہ میں خدا پرست ہوں اور تم شہوت پرست اس لئے آگ اور پانی ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، پہلے میں ان حرکات کو کمسنی پر محمول کرتا تھا، اور خیال تھا کہ سن شعور کے بعد سب درست ہو جائے گی، اس لئے ان باتوں کا خیال نہیں کیا، اب معمولی بات سے بھی مجھ کو صدمہ ہوتا ہے، جو جو تم نے کیا تم کو خود معلوم ہے، دوسری بڑی بی نے جو کچھ کیا وہ بھی تمہارے سبب سے کیوں کہ جب تک سوکن کا خیال نہ ہو میری طرف وہ بری نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی، جو کچھ ہوا تمہاری وجہ سے ہوا، حافظ صاحب ان تمام تحریر کا خلاصہ فرماتے ہیں کہ:

(۲) حاصلِ کلام جب تم نے مجھ کو مجبور کیا، اور تمہاری چال چلن بھی خراب ہوئی یعنی شریعت کے خلاف چلتی ہے، اس لئے بندہ خدا کے خوف کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے، اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے، تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے، جو بھی ڈھا کہ میرا وطن ہو گیا تھا، اور بود و باش کا ٹھکانہ تھا، مگر وہ بھی تمہاری بدولت چھوٹ گیا، میں نے وہیں تم کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر غیرت نے مجھے اجازت نہیں دی، اب میں سچا دل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شریف آدمی تعلیمات پرہیزگار شخص تم کو نکاح کرے تو جو میں نے دیا ہے، تم کو، تو میں تم سے ایک پیسہ کی چیز نہ لوں گا، اور ڈھا کہ میں ہو ورنہ اگر سلچر میں فیروز کے ساتھ نکاح بیٹھو گی تو میں ایک تنکا نہیں دونگا فروز پر میرا شک ہے، کیونکہ اس کا لکھا ہوا لفافہ میں دیکھا ہوں اس میں سب مضمون فاسقانہ ہے، وہ میرا دشمن کا لڑکا ہے، یہ میرا کب برداشت ہو سکتا ہے۔''

اس عبارت کو لکھنے کے بعد حافظ صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

(۳) یہ بھی خاطر جمع رکھو، جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا، چھوڑنے سے تم کو بڑی بی بی کو کچھ تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی مکان کے ذریعہ سے پرورش ہوگی، اور تمہاری جوانی کی برکت سے مشکل

میرا ہے، کہ ایک تو بوڑھا آدمی ہوں دوسرا دائم المرض ہوں، بے وطن ہوں، صاحب بات یہ ہے کہ جب تمہاری پرورش مجھ پر ہے ایسے ہی میری فرماں برداری تم پر واجب ہے، اگر تم تابعداری نہ کروگی تو مجھ پر بھی خرچ کی ذمہ داری نہیں، تابعداری یہ ہے کہ شریعت کے مطابق چلنا اور جہاں میں رہوں وہیں رہنا میں ایک روز بھی جدا رہنا پسند نہیں کرتا اور جب تک تم اپنا ناکح نہ بتلاؤ گی، تب تک تین طلاق نہیں دوں گا، اگر میرے ساتھ زندگی کرنا منظور ہے، تو دو مہینہ میں اجازت دیتا ہوں اس کے اندر سب ٹھیک کر کے معہ نور النساء اور دونوں بی بی چلے آنا۔ الخ

اس خط کے جواب میں حافظ جی کی نوجوان بی بی نے اپنا ناکح کا نام ظاہر کیا، تو حافظ جی نے تین چار روز کے اندر ہی اس کے جواب میں نوجوان بی بی کو ایک طلاق صریح دے کر روانہ کیا، اس خط کو پا کر وہ اپنے میکے چلی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ واقعہ مرقومہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے حافظ جی کی اس عبارت مکتوبہ سے (حاصل کلام جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہارا چال چلن بھی خراب ہوا یعنی شریعت کے برخلاف چلتی ہے، اس لئے بندہ خوف خدا کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے، یہ میرا کب برداشت ہوسکتا ہے) ان کی نوجوان بی بی پر کے طلاق پڑے گی، اور وہ طلاق رجعی ہوگی، یا بائن اور اس کے بعد کی ایک طلاق صریح کا کیا اثر مرتب ہوگا اور نیز حافظ صاحب کو بعد کی طلاق صریح کے بعد عدت کے اندر رجعت کا حق باقی اور حاصل ہے، یا نہیں اور حافظ جی کی یہ عبارت مزبورہ (یہ بھی خاطرہ جمع رکھو جس روز تم کو آزاد کروں گا اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا) عبارت سابقہ سے طلاق واقع ہونے کو مانع ہوگی، یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ ''بندہ تم کو آزاد کرتا ہے'' ہمارے عرف میں بمنزلۂ صریح ہے اس لئے اس سے ایک طلاق

رجعی بلانیت واقع ہوجاتی ہے[1] (جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا، بلکہ نیت پر طلاق موقوف رہے گی، بغیر نیت واقع نہ ہوگی، اور نیت سے بائن واقع ہوگی[2] اور حق رجعت باقی نہ رہے گا) پھر اگر تحریر شوہر ہی کی لکھی ہوئی ہے، اور اس کا اقرار کرتا ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی[3] بشرطیکہ عدت کے اندر طلاق صریح دی ہو اور خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہو، ورنہ پہلی طلاق سے بائن ہوگئی دوسری طلاق لغو ہوگئی کیوں کہ عدت کے بعد محل باقی نہیں رہا، اور غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائن ہوجاتی ہے: **الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدّة رد المحتار**[4] **ص: ۶۴۵، ج: ۲**، وہاں کا عرف دیکھا جاوے اگر پہلا لفظ صریح نہیں ہے، اور شوہر نے نیت بھی نہیں کی تو صرف بعد کی طلاق صریح بذریعہ تحریر رجعی واقع ہوئی ہے، اور عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے: **ولو کتب علٰی وجه الرّسَالة والخطاب کان یکتب یا فلانة اذا اتاک کتابی هٰذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوهرة درمختار**[5] **ص: ۵۷۹، ج: ۲، و اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله**

---

[1] والصریح یعقب الرجعة ولا یفتقر الی النیة، فتح القدیر ص۳، ۵ باب ایقاع الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج۳ باب الطلاق الصریح مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه بیروت.

[2] وبقیة الکنایات إذا نوی بها الطلاق کانت واحدة بائنةً ..... وهذا مثل قوله انت بائن الی قوله وأنت حرة وأعتقتک مثل أنت حرة ..... لأنها تحتمل الطلاق وغیره فلا بد من النیة، فتح القدیر ص۶۴، ۶۳ ج۴ فصل فی الطلاق قبل الدخول، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۱ ج۳ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

[3] رجل استکتب من رجل آخر إلی امرأته کتاباً بطلاقها وقرأه علی الزوج وأقر الزوج أنه کتابه فإن الطلاق یقع علیها (هندیه کوئٹه ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة شامی زکریا ص ۴۵۶ ج۴ مطلب فی الطلاق بالکتابة.

[4] شامی کراچی ص: ۳۰۶، ج: ۳، مطلب الصریح یلحق الصریح. شامی نعمانیه ص: ۴۶۹، ج: ۲، باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، زیلعی ص ۲۱۹ ج۲ باب الکنایات مطبوعه امدادیه ملتان.

[5] شامی کراچی ص ۲۴۶ ج۳، مطلب فی الطلاق بالکتابة ص ۴۲۸ ج۲، نعمانیه کتاب الطلاق، خانیه علی هامش الهندیة ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، (بقیہ آئندہ پر)

ان یراجعها فی عدتها رضیت بذٰلک اولم ترض لقوله تعالٰی فامسکوا هن بمعروف من غیر فصل ولا بدمن قیام العدّة لان الرجعة استدامة الملک الا تری انه سمی امساکاً وهو الا بقاء وانما یتحقق الاستدامة فی العدة لانه لا ملک بعد انقضائها. هدایة[1] ص: ۳۷۴، ج: ۲.

اگر پہلا لفظ صریح ہے تو عبارت مذکورہ (یہ بھی خاطر جمع رکھو جس روز تم کو آزاد کروں گا الخ) کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، پہلی طلاق واقع ہوگئی، اگر صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اور اس سے نیت طلاق کی کی ہے تب بھی طلاق بائن واقع ہوگئی، عبارت مزبورہ کا کوئی اثر نہیں، اگر کنارہ ہونے کی حالت میں نیت نہیں کی تو اس عدم نیت کے لئے عبارت مزبورہ قرینہ بن جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

دوسرا لفظ ''اپنے سے کنارہ کرتا ہے'' یہ کنایہ ہے نیت پر موقوف ہے، اگر نیت کی ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوگی ورنہ نہیں[2]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) طبع کوئٹہ، تاتارخانیہ کراچی ص ۳۷۸ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] هدایه ص: ۳۷۴، ج: ۲، باب الرجعة، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة وفیما تحل به المطلقة وما یتصل به، زیلعی ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وبقیة الکنایات إذا نوی بها الطلاق کانت واحدة بائنةً وان نوی ثلاثا کانت ثلاثاً وان نوی ثنتین کانت واحدةً وهذا مثل قوله انت بائن وبتة ..... لانها تحتمل الطلاق وغیره فلا بدّ من النیة قال إلا أن یکون فی حالة مذاکرة الطلاق وهو حال سؤالها الطلاق أو سؤال أجنبی فیقع بها الطلاق فی القضاء، فتح القدیر ص ۶۴، ۶۳ ج ۴ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۲۹۷، ۲۹۶ ج ۳ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

[3] لا یلحق البائن البائن المراد بالبائن الذی لا یلحق هو ما کان بلفظ الکنایة لانه هو الذی لیس ظاهراً فی انشاء الطلاق، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۳۸۸ ج ۳ باب الکنایات مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

[4] الصریح یلحق الصریح والبائن، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۳۰۶ ج ۳ باب الکنایات عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات زیلعی ص ۲۱۹ ج ۲ باب الکنایات مطبوعه امدادیه ملتان.

خلاصہ تمام جواب کا یہ ہے کہ اگر پہلے دونوں لفظوں میں کسی سے طلاق بائن واقع ہوگئی ہے تو دوسرے لفظ کنایہ سے واقع نہ ہوگی[۳] طلاق صریح واقع ہوجائے گی[۴] اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی ہے اور دوسرے سے بائن تو تیسری طلاق صریح بھی واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی، اگر پہلے دونوں لفظوں سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی دوسرے سے کچھ نہیں تو تیسری بھی صریح واقع ہوجائے گی، صرف اخیر کی دونوں صورتوں میں عدت کے اندر رجعت کا حق حاصل ہے۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ زوجہ کے مطالبہ کے جواب میں یہ خط نہ ہو اگر مطالبۂ زوجہ کے جواب میں یہ خط ہو تو پہلے لفظ سے صریح واقع ہوگئی، اگر وہاں کے عرف میں صریح ہے اور دوسرے سے بائن ورنہ پہلے ہی لفظ سے قضاءً بائن ہوجائے گی نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ مذاکرۂ طلاق کے وقت نیت کی ایسے الفاظ میں حاجت نہیں ہوتی۔ **ونحو اعتدی واستبرئ رحمک انت واحدة انت حرة اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل السب والرد (الیٰ ان قال) وفی مذاکرة الطلاق یتوقف الاول فقط ویقع بالاخیرین وان لم ینو. درمختار[۱] ص: ۴۶۵، ج: ۲، علیٰ رد المحتار.**

وفی حال مذاکرة الطلاق لم یصدق فیما یصلح جواباً ولا یصلح ردا فی القضاء هدایه[۲] ص: ۳۵۴، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/شعبان ۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[۱] شامی کراچی ص ۳۰۰، ۳۰۱، ج۳، مطلب لااعتبار بالاعراب هنا. شامی نعمانیه ص: ۴۶۵، ج: ۲، باب الکنایات، زیلعی ص ۲۱۵، ۲۱۷ ج ۲ باب الکنایات مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] هدایه ص ۳۵۴ ج ۲، کتاب الطلا، مطبوعه مجتبائی، مجمع الأنهر ص ۳۸ ج ۲ باب ایقاع الطلاق الفصل الخامس فی الکنایات فتح القدیر ص ۶۵، ۶۴ ج ۴ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الفکر بیروت.

لفظ آزاد سے طلاق تحریری

سوال:- ایک خط لکھا دل میں تو یہ خیال کہ میں طلاق دے چکا ہوں، اور عبارت میں تحریر کیا کہ میں ہر چند سمجھایا مگر اس کو ایک کا بھی اثر نہ ہوا اب میں خوشی سے اس کو تین دفعہ آزاد کر چکا ہوں جو اس کی مرضی چاہے کرے میرے ذمہ کوئی اس کا بوجھ بار نہ ہوگا، اور نہ میرے ذمہ کوئی اس کا فرض باقی رہا۔ اب یہ طلاق ہوگئی یا نہیں خلاصہ طور سے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شخص اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی[1]، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف ۸/شوال ۵۷ھ

تحریر سے طلاق

سوال:- ایک خط اس کے خاوند نے بند لفافہ بھیجا تھا اور اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا

---

[1] اقر الزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها (عالمگیری ملخصاً ص: ۳۷۹، ج: ۱،) التاتارخانية ص ۳۸۰ ج۳ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتاب مطبوعه ادارة القرآن كراچی، شامی زكريا ص ۴۵۶ ج۴ مطلب فی الطلاق بالكتابة، بخلاف فارسية قوله سرحتک وهو "رهاكردم" لانه صار صريحاً فی العرف الی قوله ثم فرق بينه وبين سرحتک فان سرحتک كناية لكنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصريح فاذا قال رهاكردم ای سرحتک يقع به الرجعی مع ان اصله كناية ايضاً وماذاک الّا لانه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق. شامی كراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، باب الكنايات، شامی نعمانيه ص: ۴۶۴، ج: ۲.

[2] ان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل حتی تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً وتدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها كذا فی هداية. عالمگیری كوئٹه ص: ۴۷۳، ج: ۱، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۴۱۰، ۴۰۹ ج۳ مطلب فی العقد علی المبانة هدايه ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة مكتبۂ تهانوی ديوبند.

کہ یہ خط میں نے بھیجا تھا، مگر جب اس پر مہر کا دعویٰ کیا گیا، عدالت میں خط سے منکر ہو گیا، نقل خط مع جواب مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہمراہ سوال ہذا منسلک ہے، جواب باصواب سے مطلع فرمادیں۔

فقط والسلام مرسلہ بابر از جگادری

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خاوند اس تحریر کا اقرار کرتا ہے یا اس بات کے اوپر کم از کم دو عادل گواہ ہیں، کہ یہ تحریر اسی کی ہے یا اس بات پر گواہ موجود ہیں کہ اسنے اس تحریر کا اقرار کیا ہے، تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی[۱] اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی، اگر عورت کے سامنے اقرار کیا ہے، یا کم از کم ایک عادل شخص نے عورت کے سامنے اقرار کی شہادت دی ہے اور عورت کو اس کا اعتبار ہے تو دیانۃً طلاق واقع ہوگئی[۲] اگرچہ قضاءً طلاق کا واقع ہونا شوہر کے اقرار یا دو گواہوں پر موقوف ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱ ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[۱] وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثا وجحد الزوج والمرأة ذلك فرق بينهما لأن المشهود به حرمتها عليه والحل الحرمة حق الله تعالىٰ فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى المبسوط للسرخسي ص۱۴۷ ج۳ الجزء السادس كتاب الطلاق باب الشهادة في الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، الدر المختار مع الشامي دار الفكر ص۴۶۵ ج۵ كتاب الشهادة.

[۲] والمرأة كالقاضي لايحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او شهد به شاهد عدل عندها. عالمگيري، الباب الثاني في ايقاع الطلاق ص: ۳۵۴، ج: ۱، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ باب الطلاق الصريح شامي زكريا ص۴۶۳ ج۴ باب الصريح مطلب في قول البحر أن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية.

[۳] والطريق فيما يرجع إلى حقوق العباد المحضة عبارة عن الدعوى والحجة وهما إما البينة أو الاقرار الخ، شامي دار الفكر ص۳۵۴ ج۵ كتاب القضاء مطلب الحكم الفعلي، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

تحریری طلاق

سوال:- زید بعد نماز تراویح مکان پر آ کر لیٹ گیا بعد ازاں ہندہ لڑکے کو لے کر آئی اور زید کے پلنگ پر لٹا دیا لڑکا رونے لگا زید نیند سے بیدار ہو گیا زید نے ہندہ سے کہا کہ لڑکے کو دیکھو بہت پریشان کئے ہوئے ہے، زید نے لڑکے کو خاموش کرنے کی کوشش کی لیکن لڑکا خاموش نہ ہوا اس کے بعد زید نے ہندہ کو بلایا اور لڑکے کو لے جانے کے لئے کہا اور کہا کہ خاموش نہیں ہوتا، اس پر ہندہ نے کہا کہ آپ کو دیکھنا ہوگا، زید نے متعدد بار لے جانے کو کہا جس پر ہندہ نے یہی کہا کہ آپ ہی کو دیکھنا ہوگا، اس پر زید نے کہا لڑکے کو لے جاؤ اس نے انکار کیا زید نیند کے غلبہ کی وجہ سے غصہ ہوا اور طمانچہ مارا اور چارپائی سے اتار دیا اسکے بعد ہندہ خوب روئی اور لڑکا سو گیا، جب صبح ہوئی یعنی تقریباً ۹/ بجے زید بازار جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ہندہ نے زید کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ میری فرصت کر کے جاؤ، زید نے کہا کہ رات کے گذرے ہوئے واقعہ کو مت یاد کرو یہ بیکار بات ہے، لیکن وہ نہ مانی زید نے کہا اپنے والدین کو بلاؤ ان کی موجودگی اچھی ہے، ہندہ نے کہا کہ بغیر فرصت جانا مشکل ہے، زید بازار جانا چاہتا ہے ہندہ نے دامن نہیں چھوڑا اور فرصت کا تقاضہ کرتی رہی، اور کہا کہ مہر معاف کرتی ہوں طلاق دیدو زید نے پڑوس عورت سے پوچھا کہ ہندہ کیا کہہ رہی ہے پڑوسن عورت نے کہا کہ وہ ہندہ کہتی ہے کہ میں مہر معاف کرتی ہوں طلاق دے دو اس کے بعد زید نے یہ مضمون لکھا میں نے بغیر اپنے والدین کی اجازت اپنی بیوی کو طلاق دیا، ۲/۹/۴۳ء زید نے یہ مضمون ہندہ کو دیا اس کے بعد ہندہ نے کہا کہ میں منہ دکھاتی میں چھڑا لیتی ہوں اس نے دیدیا، اور کہا جو تمہاری چیز ہے لے لو لینے کے بعد ہندہ نے کہا کہ لڑکے کے لئے کیا کہتے ہو، زید نے کہا تمہاری خوشی تم لے جاؤ، یا چھوڑ دو ہندہ لڑکا لے گئی۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا اوغيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية رجلان اورجل وامرأتان. الدر مع الشامی کراچی ص:۴۶۵، ج:۵، شامی نعمانیه ص:۳۷۲، ج:۴، کتاب الشهادت، هدایه ص ۱۵۵، ۱۵۴ ج۳ کتاب الشهادات مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند.

نـــوٹ: — ہندہ حالت حمل میں ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی تو طلاق کی کونسی قسم۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے جو الفاظ لکھدیئے ہیں، اگر وہ بیوی کے سامنے نہیں لکھے، یا لکھ کر اس کو سنا دیئے تو ان سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہے[1] اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجعت درست ہے[2] اور بعد عدت برضاء طرفین دوبارہ نکاح درست ہے[3] حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اگر طلاق اس شرط پر دی کہ ہندہ مہر معاف کردے اور مہر کی معافی کو طلاق کا عوض قرار دیا ہے، تو طلاق بائن ہوئی[4] اس صورت میں شوہر کو رجعت کا اختیار نہیں البتہ اگر طرفین رضامند ہوجائیں تو دوبارہ نکاح صحیح ہے، خواہ عدت

---

[1] ان کتب علی وجه المرسوم ولم یعلقه بشرط بان کتب أما بعد یا فلانة فأنت طالق وقع الطلاق عقیب کتابة لفظ الطلاق بلا فصل لما ذکرنا أن کتابة قوله أنت طالق علی طریق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها، بدائع الصنائع کراچی ص ۱۰۹ ج۳ فصل وأما النوع الثانی فهو ان یکتب، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص ۳۷۷ ج۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها کذا فی الهدایة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ کتاب الطلاق باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] وإذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، تاتارخانیة ص ۶۰۲ ج۳ الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة مطبوعه ادارة القرآن کراچی، الدرالمختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة مطلب فی العقد علی المبانة النهر الفائق ص ۴۲۰ ج۲ باب الرجعة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] ان طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وکان الطلاق بائنا. کذا فی الهدایة. عالمگیری ص: ۴۹۵، ج: ۱، الفصل الثالث فی الطلاق علی المال، إذا أبرأت المرأة زوجها عمالها علیه علٰی أن یطلقها ففعل جاز ذلک فجازت البراء ة وکان الطلاق بائنا، تاترخانیة ص ۴۵۳ ج۳ الفصل الخامس عشر فی ایقاع الطلاق بالمال، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

میں کریں، یا بعد عدت یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہو، اگر زید انکار کردے اور کہہ دے کہ یہ تحریر میں نے نہیں لکھی تو کسی قسم کی طلاق نہ ہوگی، جب تک اس امر کا شرعی ثبوت نہ ہو کہ یہ تحریر زید کی ہے۔ کذا فی الہندیہ[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷ر شوال ۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷ر شوال ۶۲ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷ر شوال ۶۲ھ

تحریری طلاق

سوال:- زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بہ نیتِ طلاق لکھ کر یہ تحریر دی کہ اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں، ایک مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ اس سے طلاق بائن پڑ گئی، اور دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے ان ہی مولوی صاحب نے ہندہ کو رضامندی سے زید کے باپ اور ماں اور بہن کی موجودگی میں زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کردیا، اس پر ہندہ کے ماموں نے کہا کہ یہ نکاح نہیں ہوا، ہندہ بالغہ ہے پہلے ہی سے، تو ہندہ کا نکاحِ ثانی درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر طلاق دی جائے اور زبان سے نہ کہا جائے، تو طلاق ہی واقع نہیں ہوتی[2]، بیوی کی عدمِ موجودگی میں لکھ کر بھیجنے سے طلاق ہوجاتی ہے[3]، پہلا نکاح جسکے ساتھ ہوا

---

[1] کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذا لم یقر انه کتابه کذا فی المحیط. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الطلاق بالکتابة، شامی دار الفکر ص۲۴۷ ج۳ کتاب الطلاق مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص ۳۸۰ ج۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوعه ادارة القرآن کراچی. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تھا، اس کے ساتھ دوسرا نکاح ہوا اور لڑکی بالغہ ہے، تو دوبارہ نکاح کیلئے باپ کی اجازت لازم نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ علم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

تحریری طلاق

سوال: ۔شفیق احمد عرف لسّہ نے یہ مضمون اپنی بیوی کے والد کے نام ارسال کیا، اس خط کو لسّہ نے لکھا امتیاز خاں کو:۔

''میں فرض کرتا ہوں کہ میں آپ کے یہاں گیا تھا، بلانے کیلئے اس لڑکی کو جس میں جواب غلط ملا کہ میں نہیں جانتی، لڑکی کا باپ اور بھائی جانے میں بھی دوبارہ گیا، پھر بھی کچھ جواب نہیں ملا، اس لئے میرا بھی جواب ہے کہ اس کو نہیں رکھیں گے، امتیاز کی لڑکی شکیلہ کو طلاق دیا اس لئے میری طرف سے اس کو جواب ہوا، میں دیا طلاق (۲) میں دیا طلاق (۳) میں دیا طلاق'' دستخط شفیق احمد عرف لسّہ ۲۷/جولائی ۱۹۶۶ء

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ إيماء الأخرس وكتابته كالبيان باللسان بخلاف معتقل اللسان وفي الشامي لكن في الدر المنتقى عن الاشباه أنه في حق الأخرس يشترط أن يكون معنوناً وإن لم يكن لغائب وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، شامي دار الفكر ص۳۷ج۶ مسال شتیٰ الكتابة اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ههنا. قاضي خاں ص: ۴۷۲، ج: ۱، فصل في الطلاق بالكتابة، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۶ ج۳ كتاب الطلاق.

۳ إن كتب على وجه المرسوم (أي على وجه الرسالة مصدراً او معنوناً) ولم يعلقه بشرط بأن كتب أما بعد يا فلانة فانت طالق وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ الطلاق بلا فصل لما ذكرنا ان كتابة قوله انت طالق على طريق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها، بدائع الصنائع كراچی ص۱۰۹ ج۳ فصل واما النوع الثاني فهو ان يكتب، عالمگيری كوئٹه ص۳۷۸ ج۱ الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، شامي دار الفكر ص۲۴۶ ج۳ مطلب في الطلاق بالكتابة، تاتارخانية ص۳۷۷ ج۳ الفصل السادس في ايقاع الطلاق بالكتاب مطبوعه كراچی.

اس خط کو لے کر ۱۵/۲۰ رلوگوں کے ساتھ لڑکی کے والد امتیاز خاں لسّہ کے گھر پہنچے اور پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے بھیجا ہے، لہٰذا پنچایت بلائی گئی، پنچایت میں لسّہ نے صاف انکار کردیا، اور کہا میرا خط نہیں ہے، اور نہ میں نے بھیجا ہے، پہلے جو میں نے اقرار کیا وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے کردیا تھا، پنچایت نے اسی وقت ایک تحریر لکھوائی، دونوں کو ملا کر دیکھا تو دونوں تحریریں ایک نہیں معلوم ہوئیں، بغرض ملاحظہ دونوں تحریریں ارسال ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو تحریر آپ نے اس سوال میں نقل کی ہے اور اس کا اقرار شفیق احمد نے ایک مجلس کے سامنے کیا ہے، حالانکہ اس وقت شفیق احمد کو اقرار کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس سے صرف دریافت کیا گیا تھا، اس تحریر کی رو سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب اس کے انکار کرنے سے کچھ نہیں ہوتا[1]

دو پرچے چونکہ ہندی میں ہیں ہم ان کو نہیں سمجھتے، فتویٰ کے ساتھ وہ بھی واپس ہیں

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۶/۵/۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۶/۵/۴ھ

طلاق بذریعۂ تحریر

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بذریعۂ تحریر طلاق دیدے تو ہوجاتی ہے، یا نہیں اور اس میں کیا کچھ اختلاف ہے، اور یہ مسئلہ کس کتاب میں ملے گا؟

---

[1] ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث بها اليها فاتاها وقع ان اقرا الزوج انه كتابه ، شامی زکریا ،ص ۴۶۵/ج ۴/ مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۲۴۷/ کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ إيقاع الطلاق بالكتاب.

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، مگر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے: **الکتابة علیٰ نوعین مرسومة وغیر موسومة ونعنی بالمرسومة ان یکون مصدراً ومعنوناً مثل یکتب الیٰ غائب وغیر المرسومة ان لا یکون مصدراً ومعنوناً وهو علیٰ وجهین مستبینة وغیر مستبینة فالمستبینة مایکتب علی الصحیفة والحائط والارض علیٰ وجه یمکن فهمه وقراتهٗ وغیر المستبینة مایکتب علی الهواء والماء شئٌ لا یمکن فهمه وقراته ففی غیر المستبینة لا یقع الطلاق وان نوی وان کانت مستبینة لکنها غیر مرسومة ان نوی الطلاق یقع والا لا وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینوا اھـ.** فتاویٰ قاضی[1] خاں مصری ج:۱،ص:۶۶۱، وغیر کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۷/۷/۶۱ھ

بددلی سے تحریر طلاق

سوال:- زید اور ہندہ میاں بیوی تھے دو بچے بھی پیدا ہوئے چند سال کے بعد دونوں کے سرپرستوں میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید نے اپنے والدین کے مجبور کرنے سے نہایت بددلی کے ساتھ ہندہ کو طلاق قطعی (تین طلاقیں) دیدی اور ہندہ نے بھی والدین کے جبر کرنے پر زید سے طلاق لے لی، نان نفقہ ومہر معاف کردیا، یہ طلاق نامہ اور نان نفقہ ومہر کی معافی باضابطہ سرکاری اسٹامپ پر تحریر ہوئے اور زید وہندہ نے اپنے نشانِ انگوٹھا لگادیئے اس کے چار ماہ بعد زید اور ہندہ کہنے لگے ہم سے زبردستی طلاق دلائی گئی، ہم میاں بیوی کی طرح رہیں

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں ص: ۴۷۱، ج: ۱، الطلاق بالکتابة. عالمگیری کوئٹه ص: ۳۷۸، ج: ۱، شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۳، شامی نعمانیه ص: ۴۲۸، ج: ۲، قبیل باب الصریح.

گے، اب سوال یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی اگر نہیں ہوئی تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تین طلاق زبانی بھی دی ہے تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ کے دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، حلالہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کی عدت (تین حیض) ختم ہونے پر ہندہ دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے وہ ہم بستری کرنے کے بعد مرجائے یا طلاق دیدے تو اسکی عدت پوری ہونے کے بعد ہندہ کا زید سے دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں[1] اگر تین طلاق زبانی نہیں دی صرف بڑوں کے اصرار سے بددلی کے ساتھ انکی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے دستخط کئے ہیں، تب بھی یہی حکم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

تحریر سے بلا اقرار وشہادت طلاق نہیں ہوتی

سوال:- یہ ہے کہ مسمّٰی محمد عمر کی شادی عبدالستار کی شکیلہ سے ہوئی تھی، مسماۃ شکیلہ محمد عمر کے یہاں رہتی رہی، ایک مرتبہ باپ کے گھر آئی تو عبدالستار نے بالکل روک لیا، اور یہ بات اڑادی کہ محمد عمر نے طلاق کا پرچہ روانہ کردیا ہے، پنچایت ہوئی سب کو بلایا، مگر محمد عمر حاضر ہوا لیکن عبدالستار

---

[1] ان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحاً وتدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱ مطلب فی العقد علی المبانة، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، مکتبه تهانوی دیوبند.

[2] رجل استکتب من رجل اٰخر الی امرأته کتابا بطلاقها وقرأه علی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث به الی امرأته فاتاها الکتاب واقر الزوج انه کتابه فان الطلاق یقع علیها. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فی الطلاق بالکتابة، التاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

حاضر نہیں ہوا، محمد عمر نے کہا کہ میں نے کوئی پرچہ طلاق کا نہیں روانہ کیا، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جب کہ پرچہ سامنے ہی نہیں لایا گیا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک شکیلہ کے شوہر محمد عمر کو اپنی تحریر کا اقرار نہ ہو نہ اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو عبدالستار کی اس بے بنیاد بات سے طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم رہے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

تحریری طلاق اور لعنت اور مہر

سوال:- زید نے ہندہ کو پانچ روپیہ کے سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر بذریعۂ ڈاک خانہ روانہ کردیا جب کہ ہندہ طلاق لینے پر راضی نہ تھی، ہندہ کی شخصیت پر لعنت کرتے ہوئے طلاقِ مغلظہ دیدی، ہندہ مجبور ہوگئی، کیا لعنت کرنا کسی پر جائز ہے، جبکہ وہ اسکا مستحق نہ ہو، اگر جائز نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا، سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر دینے سے مہر میں شرعی تلافی ہوسکتی ہے؟ خلاصہ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے طلاق مغلظہ لکھ کر بھیجی ہے، اور وہ اس تحریر کا مُقِر بھی ہے، تو شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی،[2] اس پر جو لعنت لکھی ہے، وہ کسی طرح بھی ہندہ پر نہیں پڑی، بلکہ ہندہ اگر اسکی مستحق نہیں تو وہ

---

[1] کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذا لم یقر انه کتابه کذا فی المحیط. عالمگیری ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، المحیط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل شامی دار الفکر ص ۲۴۷ ج ۳ مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

لعنت لوٹ کر زید ہی پر پڑیگی[1]، اور مہر میں اس طلاق کی وجہ سے ہرگز کمی نہ آئیگی، بلکہ مہر پختہ ہو جائیگا[2]، اگر زوجہ معاف کر دیگی تو معاف ہوگا ورنہ زید کے ذمہ باقی رہیگا[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد صحیح: عبد اللطیف ۲۳/محرم ۶۰ھ

طلاق بذریعہ خطوط مع فتاویٰ دہلی و دیوبند

سوال:- زید نے اپنے خسر کے نام ایک خط لکھا جسکی عبارت حسب ذیل ہے بعد ماوجب آنکہ میرا افلاس اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں، میری فطرت ہے کہ میں اکثر وبیشتر دوسروں کی پریشانی اور الجھنوں کو اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہوں، چہ جائے کہ اپنے اس لائق صد ملامت اور ناکارہ وجود کے لئے دوسروں کو عذاب میں مبتلا کروں خصوصاً اس ہستی کو جو مجھے اس دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ عزیز ہے، لہٰذا آج بروز جمعرات ۲۳/اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کر دیں، جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے۔ فقط

اس میں طلاق کے الفاظ کے ساتھ بیوی کا لفظ نہیں ہے، پہلے سے اس کا ذکر ضرور ہے، لہٰذا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [3] اقر الزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، التاتارخانية ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتاب، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، شامی زكريا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فی الطلاق بالكتابة.

(**صفحہ ہذا**) [1] فی حديث ابن عباس مرفوعاً من لعن شيئاً ليس له باهل رجعت اللعنة عليه. ترمذی شريف ص: ۱۹، ج: ۲، ابواب البرِّ والصلة باب ما جاء فی اللعنة طبع ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:- گر کسی نے کسی پر لعنت کی اور وہ اس کا اہل نہیں تو وہ لعنت اس (لعنت کرنے والے) پر لوٹ جاتی ہے۔

[2] شامی كراچی ص: ۱۰۳، ج: ۳، باب المهر شامی نعمانيه ص: ۳۳۰، ج: ۲.

[3] وصح حطها لكله أو بعضه شامی كراچی ص: ۱۱۳، ج: ۳، مطلب فی حط المهر والابراء منه. شامی نعمانيه ص: ۳۳۸، ج: ۲، باب المهر، النهر الفائق ص ۲۳۶ ج ۲ باب المهر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری كوئٹه ص ۳۱۶ ج ۱ كتاب النكاح الفصل العاشر فی هبة المهر.

(۱) تحریر بالا سے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں اور عدد کا ذکر نہیں۔

(۲) ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی یا مطلّق سے سوال کی ضرورت ہوگی۔

اور (۳) صورت اولیٰ میں اس کا اپنی جگہ رجوع کر لینا کافی ہوگا، یا اس رجوع کی اطلاع دینا بھی ضروری ہوگی۔

(۴) اگر بیوی کو اس کی اطلاع فوری نہ کی جائے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) وقوع طلاق کیلئے صراحۃً بیوی کا ذکر یا اس کا نام ہونا ضروری نہیں، اضافت معنویہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی کو طلاق دے رہا ہے وہ کافی ہے، اور یہ چیز اس تحریر میں صاف موجود ہے[۱] اس لئے طلاق واقع ہوگئی رہی یہ بات کہ کے طلاق ہوئیں، ایک طلاق تو بلاشبہ واقع ہوگئی، لیکن لفظ طلاق میں نیت تین کی کی جاسکتی ہے، اس لئے محتمل تین کو ہے، اگر نیت تین کی نہیں کی ہے، تو ایک طلاق رجعی ہوگئی، میری طرف سے طلاق ہے، یہ لفظ صریح ہے، اور صریح سے طلاق رجعی ہوتی ہے[۲] اس کے بعد جو لکھا ہے اس سے بظاہر تفریع اور مشورہ مقصود ہے، انشاء طلاق مقصود نہیں ہے، لیکن شادی کسی اچھی جگہ کر دیں کنایات طلاق سے ہے، مگر کنایات طلاق کی اس قسم سے ہے، جس میں نیت کی ضرورت ہے، صرف دلالت حال یا مذاکرہ کافی نہیں ہے کما فی البحر ص:۳۰۳، جلد ۳۔[۳]

---

[۱] ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه لما فی البحر لو قال : طالق فقیل له من عنیت ؟ فقال امرأتی طلقت امرأته، شامی زکریا ص۴۵۸ ج۴ مطلب سن بوش یقع به الرجعی، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۸ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

[۲] صریحه ما لم یستعمل اِلّا فیه کطلقتک وأنت طالق ومطلقة یقع بها ای بهذه الالفاظ واحدة رجعیة، شامی زکریا ص۴۵۷، ۴۶۰ ج۴ باب الصریح، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۵ ج۳ باب الطلاق الصریح.

[۳] وحاصل ما فی الخانیة ان من الکنایات ثلاثة عشر لا یعتبر فیها دلالة الحال ولا تقع بها إلا بالنیة حبلک علی غاربک تقنعی تخمری استتری قومی اخرجی اذهبی انتقلی انطلقی، تزوجی اعزبی لا نکاح لی علیک وهبتک لاهلک، البحر الرائق کوئٹه ص۳۰۳، ۳۰۲ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲)(۱) سے معلوم ہوگیا کہ ایک طلاق تو قطعاً ہوگئی، باقی احتمال تین طلاق سے دو کے بائن ہونے کا بھی ہے اس کے لئے فی الحال تو سوال کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر شوہر تجدید نکاح یا رجعت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس سے دریافت کرلیا جائے۔

(۳) رجوع اپنی جگہ کرلینا کافی ہے، لیکن قضاءً ثبوت کیلئے دوگواہ ضروری ہے، عورت کو اطلاع دینا ضروری نہیں، دیانۃً گواہ بھی ضروری نہیں ہیں، لیکن اطلاع دینا مسنون ہے:

الرجعة على ضربين سنى وبدعى فالسنى ان يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها ويعلمها لو راجعها بالقول ولم يشهد او اشهد ولم يعلمها كان مخالفاً للسنة بحر[1] ص: ۵۱، ج: ۴.

(۴) چونکہ یہ خط خسر کے نام ہے، اور ظاہر الفاظ سے طلاق رجعی معلوم ہوتی ہے، اسلئے فوری اطلاع کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ معتدہ رجعیہ کیلئے حداد نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۲/۶۷ھ

استفتاء متعلقہ استفتاء بالا

سوال: - زید نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

''میرا افلاس اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں لہٰذا آج بروز جمعرات ۲۳/اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کردیں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الكنايات، خانية على هامش الهندية ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فى الكنايات والمدلولات، مطبوعه كوئٹه.

(صفحه هذا) [1] البحر الرائق كوئٹه ص ۵۱ ج ۴ باب الرجعة، شامى دار الفكر ص ۴۰۱ ج ۳ باب الرجعة.

[2] لاحداد على سبعة كافرة، وصغيرة ومجنونة ومعتدة عتق كموته عن أم ولده ومعتد نكاح فاسد او وطءٍ بشبهة أو طلاق رجعى، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص ۵۳۲ ج ۳ باب العدة فصل فى الحداد، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۳۴ ج ۱ الباب الرابع عشر فى الحداد، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۵۱ ج ۴ باب العدة فصل فى الاحداد.

جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے، اتنا ضرور عرض کروں گا، کہ آپ آئندہ ہونے والے داماد سے یہ شرط کرلیں۔ الخ

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبارت بالا میں ایک طلاق واقع ہوئی یا زائد منشاء سوال یہ ہے کہ لفظ ۲/ جو بمعنی تزوجی اور ۳/ جو بمنزلہ **ابتغی الازواج** ہے کوئی عمل کریں گے یا نہیں اگر کریں گے، تو نیت کے محتاج ہیں یا نہیں فقہاء نے تزوجی کو ان کنایات میں شمار کیا ہے، جہاں مذاکرۂ طلاق نہیں ہے، بلکہ صریح لفظ طلاق پر مرتب ہے اور اذہبی وتزوجی کو صاحب درمختار نے تقع واحدۃ بلائنۃ لکھا ہے، شامی نے اس پر تعقب کیا ہے لیکن وہ تعقب جو **لِاَنِّی طلّقتک** کے احتمال سے پیدا کیا ہے یہاں طلاق کی تصریح سے مرتفع ہے، اور **انت طالق اعتدی** میں دو طلاقیں واقع کی ہیں۔

(۲) اگر الفاظ بالا سے ایک طلاق واقع ہوئی تو وہ رجعی ہوئی یا بائنہ لفظ ۱/ صریح ہے، لیکن علامہ شامی نے بدائع سے جو تحقیق نقل کی ہے اس میں صریح کو ان صورتوں میں بائن قرار دیا ہے: **مقرونا بعدد الثلاث نصا او اشارۃ او موصوفاً بصفۃ تنبئی عن البینونۃ او تدل علیھا من غیر حرف العطف او مشبھا بعدد او صفۃ تدل علیھا**[1] اھ پس عبارت بالا میں لفظ ۲/ اور ۳/ کا اقتران بینونۃ پر دال ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

احقر محمود الحسن غفرلہٗ سہارنپور

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یکشنبہ ۲۱/۶/ ۶۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے اس خط سے زوجہ پر ایک طلاق بائن کا حکم ہوگا، نہ تین طلاقوں یا طلاق رجعی کا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ دہلی

---

[1] شامی زکریا ص ۴۶۰ ج ۴ باب الصریح مطلب الصریح نوعان، رجعیٌّ، وبائنٌ البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۶ ج ۳ باب الطلاق الصریح.

الجواب منجانب مفتی محمود حسن صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب حامداًومصلیاً

اگر زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہے، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے، تو صورت مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی[1] لفظ ار کا موجب صریح ہونے کی وجہ سے طلاق رجعی ہے، لیکن مابعد کے الفاظ کنایہ نے اس کو بائن بنادیا گوان سے مستقلا وقوع طلاق کنایہ ہونے کے سبب سے محتاج نیت ہے مگر ماقبل کی صریح طلاق کو بائن بنادینے میں تردد نہیں جیسا کہ عامۃً تشدیدات وتقییدات خاصہ صریح کو بائن بنادیتی ہیں: **ویقع بقوله انت طالق بائن أو البتة الٰی قوله واحدة بائنة فی الکل لانه وصف الطلاق بما یحتمله ان لم ینو ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الأمة فیصح لما مرّ کما لو نوی بطالق واحدة وبنحو بائن اخریٰ اھ درمختار قوله لانه وصف الطلاق بما یحتمله وهو البینونة فانه یثبت به البینونة قبل الدخول للحال وکذا عند ذکر المال وبعده اذا انقضت العدة بحر قوله وبنحو بائن ای من کل کنایة قرنت بطالق کما فی الفتح والبحر[2] ص:۳۱۰، ج:۳، شامی[3] ص:۶۱۸، ج:۲، انت طالق اعتدی** میں دوطلاق واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلا لفظ صریح ہے، دوسرے لفظ کو بوقت ذکر طلاق طلاق پر حمل کیا جاتا ہے نیت کی حاجت نہیں ہوتی اس لئے اس سے رجعی واقع ہوتی ہے

---

[1] أقر الزوج أنه کتابه فإن الطلاق یقع علیها، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه ادارة القرآن کراچی والطریق فیما یرجع إلی حقوق العباد المحضة عبارة عن الدعوی والحجة وهما إما البینة أو الاقرار، شامی دار الفکر ص ۳۵۴ ج ۵ کتاب القضاء مطلب الحکم الفعلی.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸۸، ۲۸۷ ج ۳ باب الطلاق الصریح فصل انت طالق غداً الخ.

[3] شامی کراچی ص:۲۷۷، ۲۷۸ ج:۳، مطلب فی قول الامام، باب الصریح، شامی نعمانیه ص: ۴۴۹، ج:۲.

کما صرح بہ الشامی[۴] ص:۶۴۴۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷/۶۷ھ

جواب منجانب دار الافتاء دار العلوم دیوبند

الجواب :- طلاق تو بلفظ صریح واقع کی گئی ہے، مگر اسکے بعد کوئی ایسا لفظ جس میں اضافت طلاق کی زوجہ کی طرف ہو، نہیں ہے، اگر ہے تو توکیل بتزویج زوجہ ہے، کیونکہ اپنے خسر کو وکیل بالتزویج بنادیا ہے، کتب فقہ میں مجھ کو کوئی نظیر نہیں ملی کہ جس میں توکیل بالتزویج کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو، تزوجی . ابتغی الازواج وغیرھما الفاظ میں بصراحت خطاب زوجہ کو ہے اسلئے ان الفاظ کے سلسلہ میں تتبع شاید محل تامل ہو مثلاً: اغربی تقنعی ، استتری ، تخمری کنایات طلاق میں سے ہیں، (عالمگیری ص[۲]:۳۵۱، جلد ا فی ایقاع الطلاق) لیکن وکیل بنقل المرأۃ میں کسی جگہ طلاق کی بحث نہیں دیکھی، یا اگر کوئی شخص کسی سے کہہ دیکہ میری بیوی کو دوپٹہ اوڑھادے یا پردہ میں آوے ان الفاظ کو مبحث طلاق میں نہیں دیکھا، پس میرا خیال ہے کہ ان الفاظ سے نہ طلاق میں کماً اثر پڑا نہ کیفاً۔ ہاں چند ہی روز کے بعد جو اس شخص نے دوسرا خط لکھا ہے کہ اب میرا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا، یہ بے شک لم یبق بینی وبینک عمل کے معنی میں ہے مگر یہ کوئی جدید چیز نہیں، بلکہ اس سے پہلی عبارت ''تعلق ختم کر چکا'' پر متفرع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں تعلق ختم

---

[۱] وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط ویقع بالاخیرین وان لم ینو درمختار وفی الشامی بخلاف الفاظ الاخیرین فانھا وان احتملت الطلاق لکنھا لا تحتمل ما تحتملہ المذاکرۃ من الرد والتبعید فترجح جانب الطلاق شامی کراچی ص: ۳۰۱، ج:۳، باب الکنایات، مطلب لااعتبار بالاعراب ھھنا.

[۲] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۴ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، خانیہ علی ھامش الھندیۃ ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات والمدلولات، مطبوعہ کوئٹہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۲ ج ۳ باب الکنایات فی الطلاق.

کر چکا ہوں، اس لئے کوئی تعلق باقی نہیں رہا، تعلق ختم کر چکا، بینونت سابقہ کی خبر ہے، نہ کے انشاء گو یا بینونہ ماضیہ کی خبر دے رہا ہے، بناء علیہ بندہ کے خیال میں ایک طلاق صریح واقع ہوئی تھی، مگر بینونت کی اس خبر سے ایک بائنہ بھی واقع ہوئی یعنی دو بائنہ واقع ہو گئیں[1]

مجھ کو روایات فقیہہ سے اس کی تصریح نہیں ملی، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ فقہی روایات سے سمجھا ہے اگر آپ کی تحقیق میں اس زیادہ کوئی چیز ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرمائیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ ۱۳ر شعبان ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح: مسعود احمد عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: قضاءً والمرأة كالقاضي

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰ر شعبان ۶۷ھ

استفتاء متعلقہ استفتاء بالا

بخدمت علماء کرام شکر اللہ مساعیہم

سوال:- زید کے چند خطوط اپنے خسر کے نام آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، جن میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمود حسن صاحب نے تو پہلے ہی خط پر طلاق بائنہ قرار دیا تھا، اور مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب نے دوسرے خط پر طلاق بائنہ قرار دیا تھا، فتاویٰ سابقہ ہمرشتہ ہیں اسکے بعد (الف) زید کا تیسرا خط آیا، جس میں لکھا کہ میں نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت دو سے کی ایک عمرو سے جو مر چکا دوسرے اس (زوجہ کے نام کی طرف اشارہ کر کے) سے جواب میری نہیں اس کے بعد چوتھا خط آیا جس میں لکھا کہ نہ اپنے لئے شادی کی نہ اپنے لئے چھوڑی نہ اپنے لئے اختیاری کروں گا، فقط اس کے متعلق یہ امر قابل دریافت ہے کہ یہ

[1] والبائن يلحق الصريح الصريح ما لا يحتاج الى نية بائنا كان الواقع أو رجعيا فتح، الدر المختار مع الشامي دار الفكر ص ۳۰۶ ج ۳ باب الكنايات، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس في الكنايات.

دونوں لفظ سابقہ طلاق میں کچھ اثر انداز ہوں گے یا نہیں۔

(ب) اسکے بعد زید کا پانچواں خط آیا، جسمیں اسنے لکھا کہ میں نے ۲۳/جون کو (بیوی کے نام کی طرف اشارہ کر کے) رجعت کر لی، اس پر زید کے خسر نے اس کو لکھا کہ حسب فتاویٰ علماء کرام تمہاری طلاق بائنہ تھی، رجعت کا حق نہیں رہا، اس پر زید کا مکتوب حسب ذیل آیا۔

تفریق کی صورت حسب ذیل تھی

مثلاً زید خط لکھ رہا ہے، کہ آج بروز فلاں تاریخ فلاں میری طرف سے ط ہے، (ہے کہ فوراً متصل کہتا ہے رجعی اور مجھے حق واختیار باقی رہے گا، رجعت کا، میں چاہوں تو اپنی اہلیہ بنا کر رکھ سکتا ہوں) مگر یہ لفظ خط میں تحریر نہیں کرتا ہے، کہ صرف زبانی دہراتا ہے، بار بار اس کے بعد لکھتا ہے، جس سے اور جہاں چاہے شادی کر دو، خدا اس کو آئندہ کی زندگی میں خوش وخرم رکھے، مگر یہ الفاظ لکھتے وقت بھی وہ اپنے الفاظ دہرا رہا ہے، کہ میری یہ طلاق رجعی ہے، مجھے حق واختیار باقی رہے گا، رجعت کا میں چاہوں تو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں اس کی نیت بھی رجعی کی ہے، کیا ایسی صورت میں بائنہ ہوگی جب کہ زید کی نیت اور قول دونوں رجعی پر مشتدل ہیں کیا نیت اور قول کا اعتبار ہوگا، جب کہ مندرجہ ذیل صورت میں قول معتبر ہے، مثلاً زید نے تین طلاق دی صریح اور تحریر کی ایک رجعی تو قول پر فتویٰ ہوگا، طلاق مغلظہ ہوگی نہ رجعی فقط یہ زید کے خط کی نقل ہے، اس کے متعلق علماء کا کیا ارشاد ہے۔

(ج) اگر کوئی شخص بینونۃ کے الفاظ سے طلاق دے مثلاً کہے انتِ طالق البتۃ اور نیت رجعی کی کرے یا زبان سے یہ کہے کہ مجھے رجوع کا حق ہے، تو یہ چیز ان الفاظ کو بینونت سے خارج کر دے گی، یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) (۱) سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ زید کے الفاظ طلاق کو بعض علماء نے اولاً ہی طلاق

بائن کے الفاظ قرار دیئے اور بعض نے دوسرے خط کی بناء پر، لہذا طلاق بائن ہوگئی تیسرے خط کے الفاظ ''جواب میری نہیں'' طلاق سابقہ پر بلا نیت اثر انداز نہ ہوں گے، کیونکہ یہ الفاظ کنایات سے ہیں ان میں نیت کا ہونا شرط ہے۔ مذاکرہ طلاق کافی نہیں ہے، لہٰذا یہ الفاظ کہ ''اب میری نہیں'' بلا نیت کے طلاق کے لئے کافی نہیں ہیں۔

تطلق بلست لی بامراء ۃ اولست لک بزوج ان نوی طلاقاً (کنز) یعنی و کان النکاح ظاهراً وهذا عند ابی حنیفةؒ لانها تصلح لانشاء الطلاق کما تصلح لانکاره فیتعین الاوّل بالنیة وقالا لا تطلق وان نویٰ لکذبهٖ ودخل فی کلامه ما انت لی امرأة وما انا لک بزوج ولا نکاح بینی وبینک. البحر الرائق[1] ص: ۳۰۵، ج: ۳.

(ب) نیت کی صورت میں بشرطِ بقاء عدت ایک طلاق رجعی مزید ہوجائیگی،[2] صرف الفاظ صریح میں تو زید کا یہ قول معتبر ہے، لیکن جس وقت طلاق کو الفاظ بینونت کے ساتھ موصوف کیا جائے یا الفاظ کنایہ سے طلاق دی جائے اور دلالت حال یا مذاکرۂ طلاق موجود ہو تو قضاءً اس کا قول معتبر نہ ہوگا،[3] اسی واسطے احقر نے دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی تصدیق میں قضاءً کی قید لگائی تھی، زید نے جو مثال ذکر کی ہے وہ منطبق نہیں ہے، زید کے الفاظ بینونت کے ہیں وہ مدعی رجعت کا ہے مثال

---

[1] باب الکنایات فی الطلاق. البحر الرائق ص: ۳۰۵، ج: ۳، طبع کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ باب ایقاع الطلاق الفصل الرابع مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة، شامی دار الفکر ص ۳۰۶ ج ۳ مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، زیلعی ص ۲۱۹ ج ۲ باب الکنایات، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

[3] وفی حالة مذاکرة الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاءً إلا فیما یصلح جواباً ورداً فإنه لا یجعل طلاقاً، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، شامی زکریا ص ۵۳۳ ج ۴ باب الکنایات مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا، هدایه ص ۳۷۴ ج ۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه مکتبۂ تهانوی دیوبند.

مفروضہ میں اسکاعکس ہے، اگر زید تین طلاق تحریر کرے اور ایک کا دعویٰ کرے تو پھر زید کا قول ہرگز معتبر نہیں ہوگا، کنایات میں اگر زوج عدم نیت کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قضاءً معتبر نہ ہوگا، ہاں اگر قسم کے ساتھ وہ عدم نیت کا اظہار کرے تو معتبر ہوگا۔

والقول لهٗ بيمينه فی عدم النية ويكفی تحليفها له فی منزله فان ابیٰ رفعته الی الحاكم فان نكل فرق بينهما درمختار[1]

(۲) واذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنا مثل ان يقول انت طالق بائن او البتة. هدايه[2] **ص: ۳۴۹، ج: ۲.**

زید نے الفاظ شدت سے طلاق کو مذکورہ کردیا تو خود اس نے **احد المحتملين** کو متعین کردیا، اب اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہے، اس لئے معتبر نہ ہوگا۔ فقط

سعید احمد غفرلہٗ دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (یوپی) ۱۲؍شوال ۶۷ھ

طلاقِ معلق کی تحریر

سوال:- اس تحریر کو عرصہ ایک سال سے زائد ہو چکا ہے، لیکن اس مدت میں طہما سب خاں ولد فیروز الدین قوم راجپوت نے نہ تو تحریر کے مطابق خرچہ روانہ کیا، اور نہ ہی کسی قسم کی خبر گیری کی اس صورت میں اس تحریر کے مطابق طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں۔ تحریر بلفظہ یہ ہے۔

''میں کہ طہما سب خاں ولد فیروز الدین قوم راجپوت جو کہ مبلغ دوصد روپیہ کہ نصف

---

[1] الدر مع الشامی كراچی ص: ۳۰۱، ج: ۳، شامی نعمانيه ص: ۴۶۵، ج: ۲، الكنايات، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۸ ج ۳ باب الكنايات فی الطلاق، مجمع الأنهر ص ۳۹ ج ۲ باب ايقاع الطلاق الفصل الخامس مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] هدايه ص: ۳۶۹، ج: ۲، فصل فی تشبيه الطلاق ووصفه، مطبوعه مكتبه تهانوی ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۷ ج ۳ باب الطلاق الصريح فصل انت طالق غدا، مجمع الأنهر ص ۲۹، ۲۸ ج ۲ باب ايقاع الطلاق الفصل الثانی مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

جسکے یک صد روپیہ ضرب سکہ گورمنٹ ہوتے ہیں، بابت خرچہ دوسال سابقہ میری منکوحہ مسماۃ غلام فاطمہ کا درپیش ہے، آج کی تاریخ روبرو گواہان بقائمی ہوش وحواس یہ اقرار نامہ تحریر کرتا ہوں کہ روپیہ مذکورہ دوماہ تک ادا کردوں گا، اور آج کی تاریخ سے پندرہ روپیہ ماہوار خرچہ اپنی منکوحہ کو روانہ کرتا رہوں گا، اور اگر اس اقرار کے بموجب عمل نہ کروں اور وعدہ خلافی کروں تو مسماۃ غلام فاطمہ مجھ سے بموجب تین شرط اسلام کے طلاق ہوگی اور پھر اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق اور کوئی حق اور کوئی دعویٰ نہ ہوگا، اور میری منکوحہ کے پاس میرا کوئی زیور کوئی سامان کوئی جائداد نہیں ہے۔

اس واسطے بقائمی ہوش وحواش روبرو چند اور معتبر گواہان تحریر ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے العبد طہما خاں ولد فیروز الدین راجپوت۔ المرقوم ۱۰/۱۰/۴۳ء"

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے یہ تحریر نامہ خود تحریر کیا یا دوسرے سے تحریر کرایا اور پھر اس پر دستخط کئے اور وہ اس تحریر کا مقر ہے[1] یا اس تحریر پر شرعی شہادت موجود ہے، اور پھر شوہر نے اس کے خلاف کیا اور شرط کے موافق روپیہ نہیں بھیجا یا دیا تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عورت کو بعد عدت نکاح ثانی شرعاً درست ہے۔ **اذا اضافه ای الطلاق الی شرط وقع عقیب الشرط.**[2] اھ هدایه.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ربیع ۱/۶۴ھ

---

[1] رجل استکتب من رجل آخر الی إمراته کتاب طلاقها وقرأ علی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث به إلی إمراته فاتاها الکتاب وأقر الزوج أنه کتابه فإن الطلاق یقع علیها، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفص السادس فی الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فی الطلاق بالکنایة، تاتر خانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوعه ادارة القرآن کراچی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کاتب سے طلاق لکھوانا

سوال:- زید نے کاتب کو کہا کہ میرا طلاق نامہ لکھو زید کے کاتب نے حسب حکم زید، زید کا طلاق نامہ لکھا اور پڑھ کر زید کو سنا دیا بعدہ زید نے طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھ چسپاں کر دیا اور زبان سے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا اس طلاق نامہ سے اس کی زوجہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید بھی اس طلاق نامہ کے لکھوانے کا اقرار کرتا ہے، تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ زبان سے طلاق نہیں دی: **ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقرارًا بالطلاق وان لم يكتب ولو استكتب من اٰخر كتابا بطلاقها وقرأه علىٰ الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به اليها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه كتابه شامي**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/رمضان ۵۵ھ

''طلاق نامہ لکھ دو'' سے طلاق

سوال:- اپنی بیوی کو کسی بنا پر مارا وہ اپنی والدہ کے ہمراہ میکے چلے گئی، میں لینے کے لئے گیا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] هدايه باب الايمان فى الطلاق. ص ۳۸۵ ج ۲، مطبوعه مكتبة تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة إن واذا وغيرهما، النهر الفائق ص ۳۸۶ ج ۲ باب التعليق مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] شامى كراچى ص: ۲۴۷، ج: ۳، مطلب فى الطلاق بالكتابة. شامى نعمانيه ص: ۴۲۹، ج: ۲، قبيل باب الصريح، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق الصريح عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة.

اس نے کچھ عذر کیا، میں محکمۂ قضاء میں پہنچا اور واقعہ سنایا اور کہا کہ طلاق دینا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا کہ گیارہ روپیہ فیس داخل کردو اور دو گواہ لے کر مجھے طلاق نامہ دیدیا، اور کہا کہ طلاق ہوگئی جاؤ، اور اس کی ایک کاپی تمہاری بیوی کو دیدی جائیگی، چند دن بعد میری بیوی گھر آئی، میں نے کہا کہ تجھ کو طلاق دیدیا ہوں کیا تجھ کو اس کی کاپی نہیں پہنچی، اسنے کہا مجھے معلوم نہیں اور طلاق نہیں ہوئی پھر میں نے لوگوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے کہا کہ طلاق نہیں ہوئی، کفارہ ادا کردو، میں نے بیوی سے رجوع کرلیا بچہ بھی ہوا، اس کے بعد محکمہ قضاء میں پھر گیا، تو صدر قاضی نے کہا جاؤ روبرو طلاق اپنی بیوی کو دو، میں طلاق دینا نہیں چاہتا اور بیوی بھی پاس رہنے کے لئے تیار ہے، مگر اس کے والدین بھیجنے سے انکار کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ طلاق ہوچکی ہمارا سامان واپس کردو، اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے چار چھوٹے بچے ہیں، پنچ نے کہا کہ فتویٰ منگالو، جیسا حکم ہو، ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ نے قاضی صاحب سے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ طلاق نامہ لکھ کر مکمل کردیجئے، تو اتنا کہتے ہی ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، خواہ بیوی کے پاس طلاق نامہ پہنچا اور اس نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو[1] ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین حیض) گذرنے پر یا اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل پر بائنہ ہوجاتی ہے[2] پھر بغیر دوبارہ نکاح کئے تعلقِ زوجیت قائم کرنا درست نہیں ہوتا، اگر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرے خواہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا کوئی ایسا کام کرے جو شوہر بیوی کا مخصوص ہوتا ہے، تو پھر وہ بدستور زوجہ ہوجاتی ہے۔

---

[1] ولو قال للكاتب اكتب طلاق امراتي كان اقرار بالطلاق وان لم يكتب. شامي كراچي ص: ۲۴۶، ج: ۳. مطلب في الطلاق بالكتابة شامي نعمانيه ص: ۴۲۹، ج: ۲، قبيل باب الصريح، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ باب الطلاق الصريح، تاتارخانية ص ۳۷۹ ج ۳ الفصل السادس في ايقاع الطلاق بالكتاب.

[2] أما الطلاق الرجعي فإن طلقها ولم يراجعها بل تركها حتى إنقضت عدتها بانت، بدائع الصنائع زكريا ص ۲۸۳ ج ۳ كتاب الطلاق فصل في بيان حكم الطلاق فتاوى عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق الباب الاول وأما حكمه.

اگر قاضی صاحب نے طلاق نامہ لکھ کر آپ کو دیا ہے، اور آپ نے اس کو منظور کرلیا ہے، تو اسکو یہاں بھیج دیں تا کہ اس کے مطابق حکم لکھ دیا جائے، اگر تحریرِ طلاق کے علاوہ زبانی طلاقدی ہے، تو جیسی طلاق دی ہے، وہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۷ھ

''زوجیت سے الگ کرتا ہوں'' سے تحریری طلاق

یونس بنام محترمہ افروز جہاں بیگم دختر اعجاز احمد بذریعہ تحریرِ ہذا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے، کہ آپ سے شرع کی وجہ سے میرا اور آپ کا بطور شوہر اور بیوی کے رہنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا بذریعہ تحریر ہذا میں آپ کو طلاقِ بائن کے ذریعہ اپنی زوجیت سے تاریخ امروز میں الگ کرتا ہوں، آج سے میرا اور آپ کا تعلق شوہر اور بیوی کا نہیں رہا، نیز آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ میں نے آپ کا دین مہر مبلغ دو ہزار پانچ سو روپیہ حساب ڈاکٹر ایل ایچ زبیری صاحب کے پاس جمع کرادیا ہے، آپ ہمارے سب ہی زیورات جو آپ کے پاس ہیں واپس کردیں، اور جب چاہیں ڈاکٹر صاحب موصوف سے اپنا دین مہر مذکورہ بذریعہ رسید وصول کرلیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے اور اس نے اس کو پڑھ کر یا سن کر اس پر دستخط کئے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی[1]، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے خواہ عدت میں

---

[1] رجل استكتب من رجل اٰخر الى امرأته كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه وطواه وختم وكتب فى عنوانه وبعث به الى امرأته فاتاها الكتاب واقرا لزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها. عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فى الطلاق بالكتابة، تاتارخانية ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

کیا جائے یا بعد عدت حلالہ کی ضرورت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا

سوال:- سائلہ کا نکاح پاکو سے ہوا، چار سال ہوگئے نکاح کے بعد دستور کے مطابق جب میں اپنے شوہر کے گھر گئی تو پاکو میرے پاس نہیں آیا، اور نہ مجھ سے ہم کلام ہوا، اس کے گھر میں تین چار مہینہ رہی، اس کی بے رُخی دیکھ کر ایک روز شرم کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس سے کہا اگر آپ میں کسی قسم کی کمی ہو تو اپنا علاج کرا لیجئے، اس پر اس نے ظلم اور زیادتی شروع کر دی، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ پاکو عورت کے بالکل نا قابل تھا، میں باپ کے گھر آ گئی اور ساڑھے تین سال آئے ہوئے ہوگئے، اس سے میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے طلاق دیدی اور کاغذ بھی لکھ دیا لیکن اس نے چالاکی سے طلاق نامہ کاغذ خود ہی رکھ لیا، اس سازش میں اس کے بھائی وغیرہ شریک ہیں، وہ کہتے ہیں تیرا نکاح ہم اپنی مرضی سے کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں میں اپنی مرضی کے مطابق شادی کرنا چاہتی ہوں کیا ایسی صورت میں مسئلہ خلع کے ذریعہ کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرانے کی مجاز ہوسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں آپ اپنے والدین کے مشورہ سے اپنا نکاح دوسری جگہ کرنے کا حق رکھتی ہیں، مگر اس کا انتظام کرلیں، کہ مسمّٰی پاکو آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وله أن يتزوج مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق نامہ امانت رکھ دیا

سوال:- ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ چہ میفرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ شخصے گفت من زوجۂ خود بتلفظ ہیچ نوع طلاق ندادہ ام مگر در طلاق نامہ با نام زوجہ سہ طلاق نوشتہ نزد شخصے امانت دادہ بودم بعدہ آں شخص طلاق نامہ رانزد پدر زوجہ ارسال نمایند پس مطلق اقرار مینماید کہ حق است من برائے ترسانیدن آن کتابت دادہ ام نہ بنیت طلاق ودر کتابت لفظ ترسانیدن وآگاہی نمودن مذکور نیست فقط زبانی گفت پس بصورت مذکورہ زوجۂ او مطلقہ مغلظہ گردد یا نہ بینوا توجروا۔

طلاق نامہ کا ترجمہ

کاتب محمد عصمت علی پسر پٹھان علی ساکن خود یار ٹیک

''باشندہ خود یار ٹیک کے محمد روشن علی صاحب کی لڑکی مسماۃ اطالین خاتون سے میں نے نکاح کیا تھا، اب میرے ساتھ مخالفت ہونے کی وجہ سے زیور ومہر بابت کل ۲۱۰، تولہ میں نے نصف ادا کر کے اور نصف رعایت لیکر بموجودگی چند شاہدین طلاق دیا ہوں اب تم کو دوسری جگہ جا کر دوسرا شوہر اختیار کرنے میں کچھ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں، اس زوجہ سے میری ایک لڑکی ہوئی اس لڑکی کیلئے خورد ونوش بابت ایک سال کا خرچہ دیا گیا، اس اقرار پر میں نے طلاق نامہ لکھ دیا، فقط کاتب: محمد عصمت علی پسر پٹھان علی ساکن خود یار ٹیک۔''

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) باب الرجعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۴۷۲ ج ۱ باب الرجعة، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۴۰۹ ج ۳ باب الرجعة.

[1] وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لا تخلو إما أن ارسل الطلاق بأن كتب أما بعد فانت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة، عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، تاتارخانية ص ۳۷۷ ج ۳ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتاب مطبوعه ادارة القرآن كراچی، خانيه على هامش الهندية ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالكتابة مطبوعه كوئٹه.

شوہر کا بیان

زوجہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے مکان جاتے وقت زوج کے گھر سے روپیہ پیسہ چوری کر کے لے جایا کرتی تھی، چند مرتبہ پکڑی گئی تو زوج نے زوجہ کو کہا کہ تم اپنی ناشائستہ حرکت سے باز آؤ اور آئندہ کیلئے اپنے اخلاق درست کرو، اس طرح مال اسباب چوری مت کرو، باوجود اس کے وہ زوجہ بار بار چوری کیا کرتی تھی، کئی دفعہ لوگوں کے سامنے بھی پکڑی گئی، پھر بھی زوجہ مخالفت کرتے ہوئے بلا اجازتِ زوج اپنے باپ کے یہاں چلی گئی تھی زوج نے تنبیہ کرنے میں بہت کوشش کی تب بھی باز نہیں آئی، اسلئے اس کو ڈرانے کی غرض سے زوج نے زوجہ کا نام لے کر ایک کاغذ میں تین طلاق لکھ کر ایک شخص کے پاس رکھ دیا، لیکن یہ طلاق نامہ زوج نے زوجہ کے والد کو کبھی نہیں دیا، بلکہ دوسرے شخص کے پاس بغرض تنبیہ رکھ دیا، اور کہا کہ اگر میری زوجہ میری بات کی مخالفت یا چوری کرے تو میں اپنی زبان سے اسکو طلاق دونگا، اب تک میں نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، صرف ڈرانے کی غرض سے ایک کاغذ میں لکھ کر امانت رکھی۔

(۱) نیز طلاق نامہ میں زیور اور مہر کی رعایت کے متعلق لکھا ہوا ہے، لیکن رعایت یا معاف کی بابت کبھی بات چیت نہیں ہوئی۔

(۲) مذکورہ طلاق نامہ میں بموجودگی شاہدین لکھا ہوا ہے، لیکن حقیقت میں کسی شاہد کے سامنے طلاق نامہ لکھا نہیں گیا، بلکہ پوشیدگی کے طور سے طلاق نامہ لکھا گیا نیز خورد ونوش کے متعلق طلاق نامہ میں لکھا ہوا ہے، لیکن خورد ونوش کی بابت خرچہ نہیں دیا گیا، یہ واقعہ بالکل ٹھیک ہے، مخفی نہ رہے، کہ زوج نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، صرف لکھ دی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(گذشتہ صفحہ کے سوال کا ترجمہ) علماء دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو لفظ سے کسی طرح طلاق نہیں دی، مگر طلاق نامہ میں بیوی کے نام کے ساتھ تین طلاق لکھ کر ایک شخص کے پاس امانت رکھ دیا تھا، اس کے بعد اس شخص نے طلاق نامہ کو بیوی کے باپ کے پاس ارسال کر دیا، طلاق دہندہ اقرار کرتا ہے، کہ میں نے اس کے (بیوی کے) ڈرانے کے لئے تحریر کیا تھا، نہ کہ طلاق کی نیت سے اور تحریر میں کوئی لفظ ڈرانے یا اس کو آگاہ کرنے کا مذکور نہیں، صرف اس نے زبانی بیان کیا ہے، پس صورت مذکورہ میں اس کی بیوی مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق نامہ بتحریر بنگلہ نوشتہ اید ومن تحریر بنگلہ خواندن نمی توانم شخصے دیگر ترجمہ اش نمودہ است حسب آن جواب می نویسم ۔حکم شرعی درصورت مسئولہ آنست کہ برزنش سہ طلاق واقع شدہ مغلظہ گردید، اکنوں بغیر حلالہ نکاح بداں روانیست برائے طلاق بزبان گفتن لازم نیست بنوشتن ہم طلاق واقع می شود وبہ نیت طلاق ہم گفتن یا نوشتن ضرور نیست بلانیت یابنیتِ دیگر سوائے طلاق ہم طلاق واقع می شود خواہ نیت ترسانیدن داشتہ باشد خواہ مزاح وغیرہ۔ وان کانت (الکتابة) مرسومة یقع الطلاق نویٰ اولم ینو اھ فتاویٰ عالم گیری[1] ج:۲، ص: ۷۱.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/ذی قعدہ ۵۶ھ

طلاق نامہ میں ''طلاج'' لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال:- ایک عورت مرض میں مبتلا تھی اس کے شوہر نے دو تین ڈاکٹر سے علاج کرایا

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص:۳۷۸، ج:۱، الفصل السادس الطلاق بالکتابة، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹہ ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة ص۳۷۷ ج ۲ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

ترجمہ جواب:-تم نے طلاق نامہ بنگلہ تحریر میں لکھا ہے، اور میں بنگلہ تحریر کو نہیں پڑھ سکتا، دوسرے شخص نے اس کا ترجمہ کیا ہے، اسی کے مطابق جواب لکھتا ہوں، حکم شرعی اس صورت میں یہ ہے کہ اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح درست نہیں، طلاق دینے کے لئے زبان سے کہنا لازم نہیں، لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور طلاق کی نیت سے کہنا ضروری نہیں، بلانیت طلاق کے علاوہ کسی دوسری نیت سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ ڈرانے کی نیت کی ہو یا مزاح وغیرہ کی۔

اوراس کا خرچہ بھی دیا لیکن بیوی کا باپ اس کی تنگ دستی کی وجہ سے اپنے ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں بہار جانے کا ارادہ کر کے وہاں جا کر مکان کے لئے ۲۰۰/روپیہ پیشگی بھی دیا، بیوی کی ماں اور باپ نے اور بھائی نے یہ بات بھی کہی کہ کچھ روپیہ پیسہ بھی لگ جائے تو خاوند سے طلاق لے لینا چاہئے، ورنہ ہمارا دل پریشان رہے گا، اور آمدورفت کے خرچہ میں بھی پریشانی رہے گی، ایک روز اتفاقاً خسر کے مکان پر بیوی کو دیکھنے کے لئے گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے بری بھلی بات کہی اس کے بعد خاوند واپس آ گیا، اور چند روز کے بعد خاوند نے اپنی زوجہ کے پاس خط لکھا جس میں یہ لکھا۔

''البتہ میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑوں گا، جب تک زندہ رہوں گا، لیکن اس دن کی گفتگو سے دل بہت پریشان ہے، اس وقت اگر تیری طبیعت اچھی ہے تو چلی آ، ورنہ اسباب وغیرہ کون رکھے گا، لے جاؤ، یہاں تک کئی بار میں نے طلاج دیا، لیکن کچھ نہیں ہوا، یہ قصور بھی میرا جو کچھ قصور ہے تمہارا ہے۔''

یعنی طلاج سے مراد علاج مراد لیا۔ اور کچھ نہیں ہوا کہ آرام نہیں ہوا، قصور سے مطلب احتیاط نہیں کرتی جو کچھ پاتی ہے، کھاتی ہے، اکثر علماء کہتے ہیں کہ لفظ طلاج اور اول وآخر عبارت سے طلاق نہیں ہوتی، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ طلاق ہوتی ہے، اور یہ عبارت اسی خط کی نقل ہے وہ خط لے کر زوجہ کے پاس گیا، پس مقدمہ شروع کر دیا، اس میں بھی خاوند کا ۲۰۰/روپیہ خرچ ہوا اب شریعت میں اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ لفظ کہ میں نے طلاج دیا، نہ صریح ہے، نہ کنایہ، لہٰذا اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی[1]

---

[1] وركنه (اى الطلاق) لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص ۲۳۰ ج۳ كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج۲ كتاب الطلاق مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق.

مگر اصل عبارت بنگلہ زبان کی ہے، یہاں متعدد لوگوں سے پڑھوایا بعض نے ایسا ہی پڑھا ہے، یعنی طلاج اور بعض نے صاف طلاق پڑھا ہے، نیز چند جملے آگے بھی نہیں پڑھے گئے، جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا، یہاں پڑھنے والے نے پڑھا ہے، کہ: ''تم عورت ہو تمہیں شوہر بہت مل جائیں گے مشکل تو اپنی ہے، کہ میں مر رہا ہوں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ طلاق ہی مقصود ہے، نیز ایک پڑھنے والے نے اس بنگلہ تحریر کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو طلاق نامہ ہے، جس میں شوہر نے صاف صاف طلاق دی ہے، اسلئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص اصل عبارت کو پڑھ سکتا ہو اور اس کے مطلب کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہو اور فقہ وافتاء سے بخوبی واقف ہو اس سے دریافت کیا جائے۔ یا پوری عبارت کا صحیح ترجمہ لکھ کر استفتاء کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۳/۶۰ھ

مناسب یہ ہی ہے کہ ایسی صورت میں علماء بنگال کی طرف رجوع کیا جائے۔

سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۳/۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف

مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/ربیع الاول ۶۰ھ

تفویض نکاح سے قبل تحریر لکھوانا

سوال:- (۱) کسی شخص نے اس شرط پر اپنی لڑکی کا نکاح کرادیا کہ اگر میری لڑکی کو تکلیف ہوئی یا نان ونفقہ نہ ہوسکا، تو طلاق کا اختیار مجھ کو ہے، تو اگر بغیر اس شرط کے پائے گئے، شوہر اپنی بیوی کے بھائی سے لڑائی کرتے ہوئے بہ نیتِ طلاق یہ کہہ دے کہ میرا تیری بہن سے کوئی تعلق نہیں تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۲) نکاح سے قبل کوئی تحریر لکھوالینا کہ مجھ کو طلاق کا اختیار ہے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شوہر جب اپنی بیوی کے حق میں یہ جملہ بہ نیت طلاق کہہ دے تو اس سے ایک بائن طلاق واقع ہوجاتی ہے[۱]۔

(۲) اگر نکاح سے قبل یہ تحریر لکھوائی کہ تمہاری بیوی کو طلاق دینے کا مجھ کو اختیار ہے تو یہ تحریر غیر مؤثر ہے، اس تحریر کو نان ونفقہ کی عدمِ ادائیگی پر معلق کیا ہو یا نہ معلق کیا ہو سب بیکار ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۸۸ھ

سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی مسماۃ خدیجہ کو بوجہ تنازعِ زیور روبرو پنچایت طلاق تین مرتبہ دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب میرا تعلق تم سے کوئی نہیں، وہ یہ تحریر اسٹامپ کاغذ پر بموجب قانون گورنمنٹ طلاق نامہ تحریر نہیں کرتا بلکہ بجائے اس کے ایک سادہ کاغذ پر روبرو گواہاں مسلمان سترہ اشخاص تحریر کرا کر اپنا انگوٹھا لگاتا ہے، کیا شرع شریف میں سادہ کاغذ پر

---

[۱] لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة. عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، خانیة علی هامش الهندیة ص۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات والمدلولات، المحیط البرهانی ص۴۳۳ ج۴ الفصل الخامس فی الکنایات نوع آخر فی قوله لست لی بامرأة وما یتصل به، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[۲] ولاتصح اضافة الطلاق الا ان یکون الحالف مالکا او یضیفه الی ملک وان الإضافة الی سبب الملک کالتزوج کالاضافة الی الملک، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۰، ج ۱، الفصل الثالث تعلیق الطلاق بکلمة ان، شامی زکریا ص۵۹۳ ج۴ باب التعلیق، وکان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح شامی زکریا ص ۴۵۰ ج۴ کتاب الطلاق قبیل مطلب فی طلاق مدهوش، البحر الرائق کوئٹه ص۳۱۸ ج۳ فصل فی الامر بالید.

طلاق تحریر کرنے سے طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً زبان سے کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ تحریر کرے یا نہ، تحریر پر موقوف نہیں رہتی[1] پھر سادہ کاغذ پر تحریر کرے یا اسٹامپ پر بہرصورت طلاق واقع ہوجاتی ہے، پس اگر اس شخص نے زبان سے تین مرتبہ طلاق دی ہے، یا سادہ کاغذ پر تین مرتبہ طلاق تحریر کردی ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہوگئیں اگرچہ اسٹامپ پر لکھ کر نہ دیا ہو[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲۲/۱۲/۵۹ھ

سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں

سوال:- زید کی اپنے چچازاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آکر زید کو مارا اور چاقو دکھلا کر حملہ کیا تین شخص اور موجود ہیں، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہٰذا تم اپنی عورت کو طلاق دیدو زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراضی تھی کہ اس کو طلاق

---

[1] وركنه (أى الطلاق) لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح او كناية، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص ۲۳۰ ج ۳ كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق.

[2] وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى او لم ينو ..... بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، تاتارخانية ص ۳۷۷ ج ۳ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، خانيه على هامش الهندية ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فى الطلاق بالكتابة.

دی جائے، اپنی بے عزتی کی وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی، زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبر یہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور جانبین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں زید اور عورت کو نہیں دی زید کو اور ان کی عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں، کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہو جائیں سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زبردستی اور بلانیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے یا اس کو سن کر بلا جبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں، یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے کے بعد معلوم ہو سکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کر لیا جائے: **وطلاق المکرہ واقع. ھدایہ**[1] **ص: ۳۳۹، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۱/۲/۶۱ھ

سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق

سوال: - کسی شخص کو طلاق دینے کیلئے چند مدت تک منت ماجرہ کرتے رہے، آخر الامر بصد مشکل اقرار طلاق کا کرتے ہوئے انگوٹھا طلاق کا لگا دیا اور زبانی طلاق کوئی نہیں کی گئی، اور بوجہ

---

[1] ھدایہ ص ۳۵۸ ج ۲ کتاب الطلاق باب طلاق السنة مطبوعه مکتبه تھانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳ ج ۱ کتاب الطلاق فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع.

قلت وقت کے مضمون بالا طلاق وغیرہ کا نہیں تحریر کیا گیا، اس وجہ سے کہ اس علاقہ میں عام طور سے ناخواندہ لوگ ہیں، اور محرر صاحب طالق اور گواہوں سے انگوٹھا لگوا کر چلے گئے، اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ نیز تاہنوز محرر مذکور نے تحریری کاروائی نہیں کی، اور اس نے اس وقت کہا تھا کہ میں تحریر کردوں گا، اس وقت تک غیر مرقوم ہے، تفصیل سے بیان کیجئے اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زبان سے نہ طلاق دی نہ زبان سے طلاق کا اقرار کیا، بلکہ محض ایک سادے کاغذ پر انگوٹھا لگا دیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی اگر زبان سے اپنی زوجہ کو طلاق دی ہے، یا زبان سے طلاق کا اقرار کیا ہے یا محرر سے یوں کہا ہے کہ تو طلاق نامہ تحریر کردے اور میری طرف سے طلاق لکھ دے تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۱۶/محرم ۶۰ھ

لاعلمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا

سوال:- زید نے ہندہ سے اس شرط پر شادی کی کہ اپنی بہن کی شادی ہندہ کے عزیزوں میں کردوں گا، نکاح کے بعد ہندہ کے عزیزوں کی درخواستِ شادی پر زید نے جواب نہیں دیا اور ہندہ کے عزیزوں نے ہندہ کو روک لیا (ہندہ اور زید میں کبھی یکجائی نہیں ہوئی) اور طلاق کے ملتجی ہوئے

[1] ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرائتي كان اقرار بالطلاق وان لم يكتب وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر انه كتابه. شامی کراچی ص: ۲۴۶، ۲۴۷ ج: ۳، مطلب فی الطلاق بالكتابة. شامی نعمانیه ص: ۴۲۹، ج: ۲، تاتارخانية ص ۳۸۰، ۳۷۹ ج ۳ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتاب مطبوعه ادارة القرآن، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة.

آخر ایک سال کے بعد زید نے طلاق کی تحریر دیدی، زید لاعلم ہے، اس کو نہیں معلوم کہ کس طلاق کی تحریر ہے، بس اس کا انگوٹھا لگوالیا گیا، پھر زید ہندہ کی ملاقات ہوئی طلاق پر ہندہ نے افسوس کیا اور زید کے ہمراہ ہولی، اب زید کے لئے ہندہ کو اپنی شرعی بیوی سمجھنا اور تعلقات زوجیت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مضمون کی اطلاع پر انگوٹھہ لگایا تو وہ معتبر ہے یعنی طلاق نامہ لکھ کر زید کو پورا پورا صحیح صحیح سنادیا گیا، اس کے بعد زید نے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگایا ہے تو ہندہ پر شرعاً طلاق واقع ہوگئی: **رجل استکتب من رجل اٰخر الیٰ امرأته کتاباً بطلاقها وقرأه علیٰ الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث الیٰ امرأته فاتا ها الکتاب واقر الزوج انه کتابه فان الطلاق یقع علیها. عالمگیری[1] ص: ۳۹۸، ج: ۲.**

اور اگر اس طلاق نامہ میں ایک طلاق تھی تو ہندہ اس ایک طلاق سے بائن ہوگئی، اب زید ہندہ اگر راضی ہوجائیں، تو موافق شرع ان کا نکاح صحیح ہے، اور اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں تھیں مثلاً یہ لکھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ۳ رطلاق دی تو اب زید کا نکاح ہندہ سے بلا حلالہ صحیح نہیں، اور اگر تین طلاقیں تین لفظوں سے تھیں، تب ایک طلاق ہوئی اور بلا حلالہ نکاح صحیح ہے۔

اذا طلق الرجل امرأته ثلٰثا قبل الدخول وقعن علیها فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیه والثالثة عالمگیری[2] ص: ۳۹۱، ج: ۲.

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فی الطلاق بالکتابة مطبع دیوبند، تاترخانیة ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] عالمگیری ص: ۳۷۳، ج: ۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، زیلعی ص ۲۱۳ ج ۲ باب الطلاق فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه امدادیه ملتان، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۲۸۶، ۲۸۴ ج ۳ باب طلاق غیر المدخول بها.

اور اگر زید کو تحریر سنائی نہیں گئی، لیکن اسکی رضامندی سے لکھی گئی اور اس کو یہ معلوم ہے کہ اسمیں طلاق ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ کیسی طلاق ہے، تب بھی ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف صحیح: بندہ عبد الرحمٰن عفی عنہ ۱۹ر محرم الحرام ۵۲ھ

تحریر طلاق بلا دستخط

سوال:- رحیم الدین کی لڑکی صفیہ ہے، رحیم الدین نے اپنی لڑکی صفیہ کی بکر کے لڑکے کریم کے ساتھ شادی کردی چند روز کے بعد صفیہ اور کریم کے درمیان مخاصمت ہوئی اس بناء پر رحیم الدین صفیہ کو گھر لایا تھوڑے دنوں کے بعد رحیم الدین ایک طلاق نامہ لایا اور کہا میں صفیہ کا طلاق نامہ لایا ہو:" **کل نفس ذائقة الموت**" رحیم الدین نے انتقال کیا، رحیم الدین جو طلاق نامہ لایا اس میں کریم کے تحریری دستخط نہیں تھے، بلکہ رنگوں کی سیاہی سے ٹیپ تھی جب صفیہ کی عدت ختم ہوگئی تو ناکح نے کریم کو بلایا جو صفیہ کا شوہر تھا تو کریم نے کہا کہ میں نے واللہ صفیہ کو طلاق نہیں دی بلکہ میں اس روز گھر ہی میں نہ تھا، اگر طلاق نامہ صحیح ہوتا تو طلاق نامہ میں میرے ہاتھ کے تو میرے دستخط ہوتے اس لئے کہ میں لکھنا جانتا ہوں، تو اسی بناء پر صفیہ کی ماں کریم سے طلاق لینے کے لئے اس کو اپنے گاؤں کے پریزڈنٹ صاحب کے پاس لائی پریزی ڈنٹ نے طلاق نامہ مانگا اور دیکھ کر کریم سے پوچھا کہ کیا تم نے رحیم الدین کی لڑکی صفیہ سے شادی کی اس نے کہا ہاں۔ کہا کیا تم نے اپنی زوجہ صفیہ کو طلاق دی، کریم نے کہا نہیں کہا۔ اگر تم نے طلاق نہیں دی تو طلاق نامہ میں یہ کس کا ٹیپ ہے، کریم نے کہا حضور میں لکھنا پڑھنا جانتا ہوں، کہا۔ کیا تم لکھنا پڑھنا جانتے ہو تو میرے سامنے لکھو، کریم نے ایک کاغذ پر اپنا نام پتہ سب کچھ لکھ دیا اس مشاہدہ پر پریزی ڈنٹ نے اس طلاق نامہ کو جھوٹا ثابت کیا، اور کریم سے طلاق لے لی، اب اس کی عدت کا کیا فیصلہ ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس تحریر کی رُو سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی: **کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع الطلاق مالم یقرانہ کتابہ اھ رد المحتار**[1] **ص: ۵۸۹، ج: ۲، مصری.**

پھر اگر پریزیڈنٹ کے کہنے پر شوہر نے طلاق دیدی ہے تو وہ واقع ہوگئی اور طلاق کے وقت سے زوجہ پر عدت واجب ہے، جو کہ تین حیض ہے، اگر زوجہ حاملہ نہ ہو ورنہ وضع حمل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/صفر ۶۷ھ

تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال:- زید کی اپنی بیوی سے کچھ لڑائی ہوئی، اس کے بعد بیوی اپنے میکے چلی گئی، اور بعد میں سسرال والوں نے زید کو اپنے گھر بلا کر ایک تحریر پر دستخط لئے، جس میں تین طلاقیں زید کی طرف سے کسی نے زید کی عدم موجودگی میں تحریر کر دی تھی، اور تحریر کرتے وقت زید نے تحریر کو پڑھا کہ ہاں اس میں میری طرف سے تین طلاقیں تحریر ہیں، تو کیا طلاق پڑ گئی اور اگر پڑ گئی تو کونسی طلاق پڑی ہے، تحریر پر دستخط کراتے وقت زوجین موجود تھے، تو کیا دونوں کی موجودگی میں تحریر کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ شامی نعمانیہ ص: ۴۲۹، ج: ۲، تاتارخانیہ کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، المحیط البرھانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب مطبوع المجلس العلمی ڈابھیل، شامی دارالفکر ص ۲۷۴ ج ۳ مطلب فی الطلاق بالکتابۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بیوی سامنے موجود ہو اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے حالانکہ وہ زبانی طلاق دینے پر قادر ہے، اخرس یا معتقل اللسان نہیں ہے اور طلاق کی تحریر لکھ دے یا لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر دے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، درمختار میں کتاب الخنثیٰ کے بعد کتاب الفرائض سے پہلے مسائلِ شتیٰ کے ذیل میں لکھا ہے: **ایماء الاخرس وکتابته کالبیان بخلاف معتقل اللسان فی وصیة ونکاح وطلاق.** اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے کتابت کی اقسام اور سب کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: **وظاهرهٗ ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر اھ**[1] **رد المحتار ص: ۶۴۵، ج: ۵، غمز عیون البصائر فی شرح الاشباه والنظائر الفن الثالث** احکامِ کتابت میں ہے: **الکتابة من الغائب جعل الخطاب من الحاضر اھ الاشباه**[2] ص: ۵۲۸. اسکے متعدد جزئیات بیان کئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال: - میری سالی اور ان کے رشتہ داروں میں جھگڑا ہو گیا تھا، جھگڑا ہونے کی بنا پر میں گھر چھوڑ کر الگ ہو گیا، اور میری بیوی میری سسرال میں تھی، میری بیوی اور مجھ میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی، جھگڑے کے تیسرے دن سالی کا جیٹھ میرے پاس پرچہ لیکر آیا، اور مجھ سے کہا کہ اس پر دستخط کر دو، اس وقت میں غصہ میں تھا، اسے دیکھ کر مجھے اور بھی غصہ آ گیا، اور میں نے دستخط کر دیئے، پھر بعد میں اس نے پڑھ کر سنایا، اس پرچہ میں میری بیوی نے یہ لکھا تھا کہ میں نے اپنی خوشی سے مہر بخش دیئے اس پرچہ میں طلاق کا کوئی نام نہیں تھا، اور میری زبان سے بھی طلاق کا نام نہیں نکلا، اس

---

[1] شامی کراچی ص: ۷۳۷، ج: ۶، مسائل شتی شامی نعمانیه ص: ۴۷۰، ج: ۵.

[2] الاشباه والنظائر ص: ۱۸۷، احکام الکتابة، مطبوعه دارالاشاعت دهلی.

پرچہ کو دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے چھین کر پھاڑ دیا، اس بارے میں آپکی رائے کا طلب گار ہوں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ نثار احمد بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے زبان سے طلاق نہیں دی، اور پرچہ میں بھی طلاق کا ذکر نہیں تو پرچہ پر دستخط کرنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی[1]، اگر پرچہ میں طلاق کا ذکر ہوتا اور اس کو پڑھ کر یا سن کر دستخط کرتے تب طلاق ہوتی[2]، بغیر پڑھے اور بغیر سنے لاعلمی میں دستخط کر دیئے، تب بھی طلاق نہ ہوئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن

بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے قریب دو سال ہوئے کہ ہوئی تھی، روزِ اول سے ہی ہندہ زید کیساتھ رہ کر حقوقِ زوجیت ادا کرتی رہی، قریب دو ماہ ہوئے ہندہ اپنی ماں کے یہاں ملنے گئی تھی، حسبِ دستور جیسا کہ جایا کرتی ہیں، چند دن بعد جب ہندہ کو بلانے کو کہا گیا تو ہندہ کی ماں نے

---

[1] کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذالم یقرانه کتابه. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الطلاق بالکتابة، شامی دار الفکر ص۲۴۷ ج۳ مطلب فی الطلاق بالکتابة، المحیط البرهانی ص۴۸۶ ج۴ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

[2] رجل استکتب من رجل اٰخر الی امرأته کتابا بطلاقها وقرأه علی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث به الی امراته فاتاها الکتاب واقر الزوج انه کتابه فان الطلاق یقع علیها. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، شامی زکریا ص۴۵۶ ج۴ مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیة کراچی ص۳۸۰ ج۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب.

بہانہ بازی کی اور ہندہ کو اس کے شوہر زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کردیا اور کچھ شرائط منوانے کی نیت کا اظہار کیا، ہندہ کے ماں جائے بھائی نے ہندہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینا اور شوہر کے گھر جانے سے باز رہنے کی تنبیہ شروع کردی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دستاویز دست برداریٔ دین مہر بعوض خلع اور دوسری دستاویز طلاقِ بائن دیئے جانے کی تحریر ہوگئی، ہندہ سے جب اس پر دستخط کرنے کو کہا تو اس نے تساہل برتا اور روئی بعد تأمل کے دستاویز دست برداریٔ دین مہر بالعوض خلع پر دستخط اس نے کئے بعد میں اسی جگہ ہندہ کے سوتیلے باپ اور دیگر شخص نے بحیثیت گواہ دستخط کئے، ہندہ کے دستخطوں کے بعد شوہر زید کے مکان پر پہونچ کر ہندہ کے سوتیلے باپ اور گواہ مذکور کی موجودگی میں شوہر زید کے باپ نے زید کو بلایا اور ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ تمہارا معاملہ ختم ہوگیا، اب تم اس پر دستخط کردو، زید نے اس دوسری دستاویز پر دستخط کردئے، لیکن اس نے دستاویز نہیں پڑھی، نہ اس کو پڑھ کر سنائی گئی اور نہ ہی زید نے کوئی لفظ کہا اور نہ اس سے کہلایا گیا، اس دستاویز پر زید کے باپ اور گواہِ مذکور نے دستخط کئے، زید اور ہندہ کو یہ بات معلوم تھی کہ باہمی تعلقات منقطع کرانے کی کاروائیاں کی جارہی ہیں، کیا ان حالات میں طلاق ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں نہ طلاق ہوئی[1]، نہ مہر معاف ہوا[2]، نکاحِ بدستور قائم ہے، مہر بھی باقی ہے، دونوں شوہر بیوی پر ظلم نہ کیا جائے، اور جب یہ دونوں شوہر بیوی ایک ساتھ رہنے پر راضی ہیں، تو

---

[1] رجل استكتب من رجل اٰخر الى امرأته كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه وطواه وختم وكتب فى عنوانه وبعث به اى امراته فاتاها الكتاب واقر الزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ مطلب فى الطلاق بالكتابة، تاتارخانية كراچى ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب. كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع به الطلاق اذا لم يقر انه كتابه. عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، المحيط البرهانى ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل گجرات، تاتارخانية كراچى ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

ہرگز تفریق کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اس کو شوہر کے پاس بھیج دیا جائے ورنہ سخت گناہ اور وبال پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ ۱۴/۹/۸۹ھ

طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط

سوال:- ایک عورت کو طلاق دینے کیلئے ایک شخص بازار جا کر طلاق کا کاغذ خریدتا ہے پھر اس کو وثیقہ نویس کو دے کر کہتا ہے کہ میری عورت کا طلاق نامہ لکھدو جسپر وثیقہ نویس طلاق نامہ لکھ دیتا ہے، اور سائل کے دستخط کرا کر بلا سنائے ہوئے طلاق نامہ طلاق دہندہ کے سپرد کر دیتا ہے، اور طلاق دہندہ کا بھی بیان ہے، کہ اس نے طلاق نامہ نہیں پڑھا، کیا یہ طلاق ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں شرعاً ایک طلاق واقع ہوگئی: **ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقرارًا بالطلاق وان لم يكتب. شامی[1] ص: ۴۶۹، ج: ۲.**

اگر جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے[2] ورنہ بائن

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] مہر کی معافی بعوض خلع رکھائی گئی ہے اور خلع صحیح نہیں ہوا، چونکہ شوہر نے نہ اپنی زبان سے خلع کیا اور نہ اپنی مرضی سے خلع کی تحریر لکھی، اور تحریری خلع وطلاق بالجبر صحیح نہیں ہوگا۔

رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق امرأته. عالمگیری ملخصاً ص: ۳۷۹، ج: ۱، الطلاق بالكتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالكتاب، المحيط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالكتاب، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل اور خلع کی شرط طلاق کی شرط کی طرح ہے۔ عالمگیری ص: ۴۸۸، ج: ۱، الباب الثامن فی الخلع.

(**صفحہ ہذا**) [1] شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۳، مطلب فی الطلاق بالكتابة. شامی نعمانیه ص: ۴۲۹، ج: ۲، قبيل باب الصريح، تاتارخانیه کراچی ص ۳۷۹ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالكتاب، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق الصريح.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية تطليقتين فله أن يراجعها فی عدتها (**بقیه اگلے صفحه پر**)

ہوگئی دوبارہ نکاح درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۱۰/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/شوال ۵۲ھ

طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق

سوال:- کیا مسماۃ ہندہ کو طلاق ہوگئی کہ اس کے باپ نے اس کے شوہر زید کو جو اَنپڑھ گنوار اور دینی مسائل سے ناواقف ہے، چند مسلمانوں کی پنچایت میں صحیح مضمون کے ساتھ طلاق نامہ لکھوا کر اس پر زید سے نشانی انگوٹھا لگوالیا ہے، اور بعد لگانے نشانی انگوٹھا زید نے اسی محفل میں کہا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا کیسا طلاق، اور زبان سے ایک بار بھی زید نے طلاق کا لفظ نہیں نکالا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کاغذ میں کیا لکھا ہوا ہے، محض بیوی کے باپ کے کہنے سے اس پر دستخط کردیئے اور معلوم ہونے پر کہہ دیا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا کیسا طلاق اور زبان سے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) رضیت بذلک او لم ترض هدایه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة.

(صفحه هذا) [1] وله أن یتزوج مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۱ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۵۷ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

[2] وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقر انه کتابه. شامی کراچی ص ۲۴۷ ج ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، المحیط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتابة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة.

فرضی طلاق نامہ

سوال:- ہندہ کا نکاح زید سے ایک عرصہ قبل ہوا اور اس سے تین لڑکیاں بھی ہیں، مگر ہندہ کے شوہر اول بکر نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ نزاعات اور بکر کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہ علیحدہ رہی، دریں حالت ہندہ اور زید کے بعض رشتہ دار نے بکر کا فرضی طلاق نامہ مرتب کر کے زید سے نکاح کرادیا۔ کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ طلاق نامہ فرضی تحریر کردہ تلف ہو چکا ہے، مگر اس واقعہ کے گواہان اور مرتب کنندہ طلاق نامہ کا حلفیہ بیان منسلک ہے۔

حلفیہ طلاق نامہ خدائے بزرگ عظیم کو حاضر ناظر جان کر اظہار کرتا ہوں کہ محبوب علی نے اپنی بیوی کو تقریباً ایک سال قبل طلاق نہیں دی تھی جو طلاق نامہ میں لکھوا کر لایا تھا وہ فرضی اور میرا اپنا بنایا ہوا تھا، اس پر جس کی گواہی تھی وہ بھی اس سے واقف نہیں اور میرے اس گناہ میں شریک نہیں، میں اپنے پچھلے اگلے گناہ کا اقرار اور خدائے قدوس سے معافی کا طلب گار ہوتے ہوئے حلفاً یہ بیان لکھ رہا ہوں۔

(۲) زید ہندہ کو دیگر نزاع کے سلسلے میں بحالتِ غصہ طلاق بائن دے چکا ہے اور اپنی حرکت پر شرمندہ ہے، بکر کے فرضی طلاق نامہ پر اگر نکاح درست نہیں ہوسکتا تو کیا طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ اور کیا زید، ہندہ اب تائب ہوکر جدید نکاح کر کے رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) واقعہ طلاق زید کے بعد یہ گواہان اور مرتب کنندہ طلاق نامہ اور اس کی طلاق کی فرضیت ظاہر کر رہے ہیں، سبب کسی نے ذکر نہیں کیا، بلکہ وجہ لاعلمی وجہالت بتاتے ہیں، واقعۂ طلاق نامہ کے فرضی ہونے کا دیگر ذرائع سے بھی اطمینان کریں کہ زید سے ہندہ کے عقد کے بعد ہندہ کا مطالبہ کرتے ہوئے جھگڑا کیا تھا، اور اب بکر کا انتقال ہوکر بھی ۶/۷/سال گذر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فرضی (جھوٹا) طلاق نامہ مرتب کرنا ایسا گناہ ہے، جس کو سب جانتے ہیں، یہ لوگ نکاحِ ثانی

کے وقت خاموش رہے، بلکہ اس میں معین رہے، اب ان کا عذرِ جہالت ہرگز معتبر نہیں، اگر طلاق نامہ کو فرضی قرار دے کر نکاحِ ثانی کو ناجائز کہا جائے، تو تین لڑکیاں جو اسی نکاح سے پیدا ہو چکی ہیں، ان کو کیا کہا جائے گا، اب طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا[1] ہاں اگر طلاقِ مغلظہ نہ دی ہو بلکہ بائن غیر مغلظہ دی ہو تو طرفین کی اجازت سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط

سوال: -عبدالحسین کی بیوی نے عبدالحسین سے کہا مجھے جن آتا ہے، جو تیرے میرے نکاح میں آ گیا ہے، اس لئے چل کر عدالت میں طلاق نامہ لکھ دے تاکہ جن کو طلاق ہو جائے اس کے بعد بھی میں اور تو میاں بیوی ہیں، اور ۱۵/۲۰ دن تحریر کے بعد بھی میاں بیوی ہی رہے، عبدالحسین سیدھا سادہ آدمی ہے، اس کو بیوی نے کچہری میں لے جا کر کچہری میں اقرار نامہ بنام طلاق نامہ لکھ کر اس سے دستخط کرائے، تین لکیریں عرضی نویس نے اس کاغذ پر لگوائیں، طلاق نامہ پڑھ کر سنایا اس کے باوجود عبدالحسین نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے، عبدالحسین کو چونکہ بیوی نے قرآن اٹھا کر کہا تھا کہ میں تیری ہی بیوی رہوں گی، اِس بناء پر عبدالحسین عورت کی طرف سے دھوکہ کھا گیا، کیا

---

[1] الطلاق مرتان الی قوله فإن طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیره الایة سورة البقرة آیت ۲۲۹، ۲۳۰، بخاری شریف ۷۹۱ ج ۲ کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفیه دیوبند، مسلم شریف ص ۴۶۳ ج ۱ کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. کذا فی الهدایه، عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مجمع الأنهر ص ۸۷، ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۵۷ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان.

یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

تنقیح :— طلاق نامہ یا اس کی نقل بھیجئے اور یہ بھی صاف صاف لکھئے، کہ صرف طلاق نامہ پر دستخط کرائے ہیں یا زبان سے بھی طلاق کہلوائی ہے، جو کاغذ پر لکھی ہے، یا اس سے کم زیادہ، نیز عدالت کے حاکم نے فیصلہ دیا اس کی بھی نقل بھیجئے، تب انشاء اللہ پوری بات سامنے آئے گی، اور اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۱۴۰۶ھ

کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے

سوال:-فتاویٰ عالمگیری اور شامی میں یہ عبارت تحریر ہے: **فیہ ایضاً رَجلٌ استکتب من رجل اٰخر الٰی امرأته کتابًا بطلاقها وقرأه علٰی الزوج فاخذه وطواه وختم وکتب فی عنوانه وبعث به الٰی امرأتهٗ فاتاها الکتاب واقر الزوج انه کتابه فان الطلاق یقع علیها. فتاویٰ[1] عالم گیری مصرّی ص: ۴۰۴.**

اس میں قرأت علی الزوج کی قید احترازی ہے، یا اتفاقی، اگر کاتب نے طلاق نامہ لکھ کر طلاق لکھوانے والے کو نہیں سنوایا اور اس کا انگوٹھا لگوا کر عورت کو کاغذ دے دیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اس کے جواب میں استشہاداً اور بھی عبارت تحریر فرمائیں، تو موجب شکریہ کا ہوگا، جن سے یہ ثابت ہو کہ قید احترازی ہے، اتفاقی نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قرأت علی الزوج کی قید تو سب کتابوں میں ہے، لیکن عدم قرأۃ علی الزوج کا حکم صورت مسئولہ کے متعلق کسی کتاب میں مصرح نہیں ملا جزئیات مختلفہ سے مفہوم ہوتا ہے، کہ قرأت سے مقصود علم زوج ہے، یعنی زوج اپنے علم اور نیت کے اعتبار سے جس طرح طلاق دینا چاہتا ہے، اگر اسی طرح کاتب

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة.

نے تحریر کیا ہے تب تو یہ طلاق نامہ معتبر ہے، اگر اس کے خلاف تحریر کیا ہے تو بغیر قرأت علی الزوج معتبر نہ ہوگا، اور زوج کو حق ہوگا، کہ اپنی نیت کے ماتحت جس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہے مقید کردے **فصل مانع من الحاق القید** نہ ہوگا، عبارات ملاحظہ ہوں، عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے: **ولو قال لآخر اکتب الٰی امرأتی کتاباً ان خرجت من منزلک فانت طالق فکتب فخرجت المرأة بعد ما کتب قبل قرأته علیه وبعث به الٰی المرأة لم تطلق بالخروج الاول وکذا لو کتب الکتٰب علٰی هٰذا. فلما قرأه علٰی الزوج قال للکاتب قد شرطت ان خرجت الٰی شهر او بعد شهر کان الحاق هٰذا الشرط جائز ذکره فی الجامع کذا فی المحیط السرخسی**[1]. پہلے مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، حالانکہ خروج کتابت کے بعد ہوا ہے، اور قبل القراءۃ علی الزوج ہوا ہے، اگر عدم وقوع طلاق عدم قراءۃ کی بنا پر ہے، تو اس کی بھی تصریح نہیں کہ بعد میں قراءۃ ہوئی پھر خروج کے ساتھ اول کی قید بھی ہے؟ پس خروج سے بھی طلاق واقع نہ ہونی چاہئے، اگر عدم وقوع طلاق اس بناء پر ہے، کہ خروج بعد کتابت ہوا ہے لیکن **قبل البعث الی المرأة** ہوا ہے، تو قبل قراءۃ علیہ کی قید تو ہوگی غرض اس سے کوئی بات منقح نہیں ہوتی، دوسرے مسئلہ میں قراءۃ علی الزوج کے بعد زوج کو الحاق شرط کا اختیار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود علم اور نیت کے ساتھ کتابت کی مطابقت ہے جسکا طریقہ قراءت ہے اگر محض قراءت مقصود ہوتی، تو صرف قراءۃ سے الزام ہوجاتا قراءۃ کے بعد کسی اضافہ کا اختیار نہ رہتا، حالانکہ عدم مطابقت کی وجہ سے اضافہ کا اختیار دیا ہے، اگر محض کتابت مقصود ہوتی تو اس اشتراط قرأت کی ضرورت نہ تھی، الحاصل مقصود یہ ہے کہ کاتب نے نیت زوج کے مطابق ہی کتابت کی ہے، یا نہیں، پس اگر زوج نے تصریحاً بتادیا کہ یہ لکھو اور کاتب نے اسی طرح لکھ دیا اور زوج کو کوئی بدگمانی کاتب کی طرف سے نہیں ہوئی، بلکہ اعتماد کلی ہے، کہ میرے بتانے

---

[1] عالمگیری ص: ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة کراچی ص ۳۷۹ ع ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب.

کے موافق لکھا ہے اور اس پر بغیر سنے انگوٹھا لگا دیا اور بعد میں بھی اقرار کرتا ہے، کہ یہ طلاق نامہ میری طرف سے ہے تو شرعاً وہ طلاق نامہ معتبر ہوگا اور اگر زوج کو اعتبار کلی نہیں بلکہ بدگمانی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق نہیں لکھا تو اسمیں قراءۃ علی الزوج ضروری ہے، عبارت مسئولہ کے بعد ہے: **قال للرجل بعث به اليها اوقال له اكتب نسخة وابعث بها اليها**[1] اس میں بھی قرأۃ کا ذکر نہیں: **ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقراراً بالطلاق وان لم يكتب. رد المحتار**[2] ج: ۲، ص: ۶۶۲، یہاں امر کتابت کو اقرار طلاق قرار دیا گیا ہے، اور اس کے لئے کتابت کو شرط نہیں کہا گیا، چہ جائے کہ **قراءة على الزوج** کو، اس سے بھی بیان بالا کی تائید ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم **بحقيقة الحال واليه الرجوع في البدء والمآل**

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۳/شعبان ۵۷ھ

بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت بذریعۂ خط

سوال: -محمد رضی کی شادی ماہ جنوری ۳۹ء کو مسماۃ زہرہ بیگم بنت عبد اللہ شاہ سے ہوئی تھی، مگر رخصت نہیں ہوئی تھی، اتفاق وقت محمد رضی مذکور کا اس کی ہمشیرہ و مادر سے کسی خانگی معاملہ پر باہم جھگڑا و فساد ہوا اور اسی فساد کے دوران میں جب کہ اس کو سخت غصہ آ رہا تھا، اور بہت زیادہ بدحواس تھا اس نے اسی بدحواسی کے عالم میں مورخہ ۱۱/نومبر ۳۹ء کو مضمون مندرجہ ذیل کا خط بذریعہ ڈاک اپنے

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، المحيط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتابة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل، تاتارخانيه كراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتابة.

[2] شامی كراچی ص ۲۴۷، ج ۳، كتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق الصريح، تاتارخانيه كراچی ص ۳۷۹ ج ۲ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتابة.

خسر کے نام میرٹھ سے شہر لاہور روانہ کردیا، اس کے بعد اس کے خسر نے پدر محمد رضی کے نام لاہور سے میرٹھ مضمون مندرجہ ذیل کا خط روانہ کیا، اور یہ بھی تحریر کیا کہ تمہارے لڑکے نے میری لڑکی کو کس بناءِ قصور پر بلا وجہ طلاق دیدی، اور یہ طلاق دینا تمہارے علم میں ہے یا نہیں، اس کے جواب میں پدر محمد رضی نے تحریر کردیا کہ جو کچھ معاملہ گزرا ہے وہ میرے علم سے قطعی باہر ہے۔

مضمون کارڈ محمد رضی نسبت طلاق

(نقل مطابق اصل ہے)

''مسٹر عبداللہ شاہ صاحب تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو اور تمہارے تمام رشتہ داروں کو اس شادی کے معاملہ میں دیکھ لیا ہے، جو کام بھی ہوتے ہیں، منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں، اس لئے میں اپنی دنیا وآخرت نہیں خراب کرنا چاہتا ہوں، تم اگرچہ اس وقت ناراض رہے، یہ تمہاری مرضی، تمہارا سب سامان میرے مکان پر رکھا ہے، جس وقت تمہاری مرضی ہو سب سامان بخوشی آکر لے جاسکتے ہو، اور میں تمہارے خیال کے مطابق اور اپنے اوپر سے اس بارِ گراں کو خیر باد کہتا ہوں، اور اجازت دیتا ہوں جس جگہ تمہاری مرضی ہو اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کردو، اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے، وہ شادی کرسکتی ہے، میری طرف سے اس کو مطلقاً طور سے طلاق ہے۔''

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کارڈ کا مضمون محمد رضی کا ہے اور وہ اس کا اقرار کرتا ہے، تو شرعاً اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی[1] اس لئے کہ اس تحریر میں طلاق کے لئے تین الفاظ، ایک ''جس جگہ تمہاری مرضی ہو

---

[1] ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأته على الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنوانه وبعث به اليها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه كتابه، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ قبيل باب الصريح، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، المحيط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ الفصل السادس فی ايقاع الطلاق بالكتابة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کردو۔'' دوسرا'' اوراس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے وہ شادی کرسکتی ہے، یہ دونوں لفظ کنایات طلاق سے ہیں اور طلاق ہی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں[1] تیسرا لفظ صریح طلاق کا ہے، پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، چونکہ رخصت نہیں ہوئی اس لئے دوسرے تیسرے لفظ کا محل باقی نہیں رہا، پس دوسرا اور تیسرا لفظ لفظ بیکار گیا، اب طرفین اگر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے۔ رخصت سے قبل طلاق واقع ہونے کی وجہ سے عدت واجب نہیں۔ **واذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها وان فرق الطلاق بانت بالاولٰى ولم تقع الثانية والثالثة اھ عالمگیری[2] ص: ۳۹۱، ج: ۲، اربع من النسآء لا عدة عليهن المطلقة قبل الدخول عالمگیری[3] ص: ۵۵۰، ج: ۲.**

ہاں اگر پہلے لفظ سے تین طلاق کی نیت کی ہے تو تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ کے درست نہیں: **ولو قال تزوجی ونوی الطلاق او الثلٰث صح وان لم ینو شیئًا لم یقع کذا فی العتابیه اھ فتاویٰ عالم گیری[4] ص: ۳۹۵، ج: ۲.**

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اب کسی اور شخص سے زہرہ بیگم کا نکاح کیا جائے، اور وہ شخص صحبت

---

[1] اذهبی وتزوجی یقع واحدة ولا حاجة الی النیة لأن تزوجی قرینة، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۱۹۷ ج۱ الثانی فی الکنایات، نوع آخر اذهبی وتزوجی، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۵۱ ج۴ قبیل باب تفویض الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۲ ج۳ باب الکنایات.

[2] عالمگیری ص: ۳۷۳، ج: ۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، مجمع الأنهر ص ۳۱،۳۲ ج۲ فصل فی طلاق غیر المدخول بها، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۹، ۵۱۲ ج۴ باب طلاق غیر المدخول بها.

[3] عالمگیری ص: ۵۲۶، ج: ۲، الباب الثالث عشر فی العدة. (طبع کوئٹه) مجمع الأنهر ص ۱۵۱ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص۵۷ ج۴ الفصل الثامن والعشرون فی العدة.

[4] عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات.

کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے، تو پھر عدت گذار کر محمد رضی سے نکاح ہو سکے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/شوال ۵۸ھ

بیوی کی موجودگی میں طلاق بذریعۂ کتابت

سوال:- زید کی بیوی نے ایک تحریر دکھائی کہ یہ میرے زوج نے دی ہے، اور کہا کہ لے یہ تیرا طلاق نامہ ہے، اور کل میں تجھ کو سب کے سامنے تیرا حساب دیدوں گا، اور اس تحریر میں یہ تھا کہ میں اپنی زوجہ ہندہ بنت فلاں کو طلاقِ بائن دیتا ہوں، بغیر کسی جبر واکرہ کے باہوش وحواس اور دستخط کر کے دیا اور دو عورت باہر کی تھی، اپنی بیوی کو یوں کہہ کر دیا کہ لے یہ تیرا طلاق نامہ ہے، اور کل میں تجھے تیرا مہر وعدت خرچہ لوگوں کے سامنے دیدوں گا، بیوی کا بیان طلاق نامہ دینے سے قبل ایک یا آدھ گھنٹہ پیش آیا، وہ بیان کرتی تھی، ایک عالم اور ایک غیر عالم کے سامنے کچھ بات ہوئی اور مجھ سے شوہر نے کہا کہ تو گھر سے نکل جا میں نے تجھ کو طلاق دیدی ہے لیکن میں نے مذاق سمجھا پھر دوبارہ کہا اور اسی طریقہ سے سہ بارہ کہا اور مجھ کو باہر نکال دیا، پھر میں دونوں عورتوں کے پاس آکر بیٹھ گئی اور میرا شوہر آیا اور کہنے لگا کہ یہ تیرا طلاق نامہ ہے، اور میں تجھ کو کل تیرا حساب پنچ کے سامنے دیدوں گا، پھر میں رونے لگی، یہ اس کی بیوی کا بیان ہے، تھوڑے ہی وقفہ کے بعد اس کی لڑکی آئی، اس سے اس کے والد نے کہا کہ بچی دیکھو جس طرح تمہاری خالہ کو طلاق ہوگئی اور صبر ہوگیا،

---

[1] وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها عالمگیری کوئٹہ ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳ ج ۳ الفصل الثالث والعشرون، في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل.

اسی طرح تمہاری والدہ کو بھی طلاق دیدی یہ بھی آہستہ آہستہ صبر ہو جائے گا، جو اس کے والد نے سمجھایا تھا وہی چار پانچ عورتوں کے سامنے بتایا کہ والد صاحب یوں فرمارہے تھے۔

اِن حالات کو دیکھ کر ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہوگئی اور وہ شخص فقط اس تحریر پر فتویٰ منگا کر اُچھلتا ہے اور کودتا ہے لہٰذا یہ بتائیے کہ مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ نیز اسے اپنے طلاق نامہ پر فتویٰ طلب کرنا اور اس کو لے کر کودنا صحیح ہے، یا نہیں؟ نیز وہ شخص علماء اور مفتی پر لعن طعن کرتا ہے، نیز وہ شخص اپنی بیوی کو واپس اور طلاق نہ لینے کے لئے غیر مقلد بناء اور کبھی کہتا ہے کہ میں نے یہ حالتِ جنون میں کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب بمنزلہ عبارت عند الحاجت ہے، اگر آدمی کسی غائب کیلئے لکھے تو وہ معتبر ہے یا حاضر کیلئے مگر ایسی حالت میں کہ بول نہ سکے، مثلاً گونگا یا معتقل اللسان ہے، تو وہ بھی معتبر ہے[1]، اگر مکرہاً لکھے تو وہ معتبر نہیں، اسی طرح حاضر کے حق میں معتبر نہیں، جب کہ اخرس یا معتقل اللسان نہ ہو، اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ بیوی کی موجودگی میں محض لکھ کر دینے سے بغیر زبان سے کہے ہوئے طلاق نہ ہوگی، اگر طلاق لکھ کر بیوی کو دیدی اور زبان سے نہیں کہا درانحالیکہ کہنے سے کوئی مانع نہیں تھا، پھر یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی، کسی سے کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی تو اس کہنے سے بھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہاں ابتداءً ایقاعِ طلاق ہے، نہ کسی طلاق کا اختیار ہے، بلکہ غیر طلاق کو طلاق سمجھ کر اس کا اخبار ہے، البتہ اس اخبار سے خالی الذہن ہو کر کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے تو اس سے ضرور بلا تردد اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جائے گی، اگر مذاق میں اقرار کرے یا طلاق کا جھوٹا اقرار کرے تو قضاءً واقع ہو جائے گی، دیانۃً واقع نہ ہوگی۔

---

[1] ایماء الاخرس و کتابته کالبیان باللسان. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۶۰، ج: ۱۰، مطبوعه کراچی ص: ۷۳۷، ج: ۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الأنهر ص ۴۷۲، ۴۷۳ ج ۴ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۷۷ ج ۸ کتاب الخنثی، مسائل شتی.

فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہٖ فکتب لا تطلق امرأته لانَّ الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحَاجة ولاحَاجة هنا کذا فی خانیه . ولو اقرَّ بالطلاق کاذباً او هازلاً وقع قضاءً لادیانةً الخ شامی[1] ص: ۵۷۹، ج:۲، وقال فی المجلد الخامس (مسائل شتیٰ) بعد تفصیل انواع الکتابةوظاهره ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر الخ شامی[2] ص: ۶۴۵، ج:۵.

آپ نے جس فتویٰ کا حوالہ دیا ہے اس نمبر پر وہ نہیں ملا، اصل فتویٰ بھیجیں، تو اس پر مکرر غور کیا جاسکتا ہے، بقیہ امورِ مسئولہ کا جواب حاضر ہے۔

خودغرضی کیلئے واقعات کو بدل کر فتویٰ حاصل کرنا کسی دیانت دار آدمی کا کام نہیں، اور اس طرح حاصل شدہ فتویٰ سے کوئی حرام چیز حلال نہ ہوگی، محض بیوی کی خاطر مسلک تبدیل کرنا نہایت پست قسم کی ذہنیت ہے، جس کو کوئی شریف آدمی اختیار نہیں کرسکتا، اس طرح تو دین کو کھلونا بنالیا جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق نامہ وصول نہیں کیا

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور وہ وصول نہ کرے تو کیا بغیر اس کے علم کے طلاق ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس طلاق نامہ میں یہ قید نہیں تھی، کہ بیوی کو پہنچ جائے، تب طلاق ہے، تو طلاق نامہ لکھتے

---

[1] شامی زکریا ص: ۴۴۰، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۳۶، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۶ ج۳ کتاب الطلاق، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۸ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی زکریا ص: ۴۶۱، ج:۱۰، مطبوعه کراچی ص:۷۳۷، ج:۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

ہی طلاق ہوگئی، بیوی کو علم ہو یا نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۱۳۹۱ھ

طلاق کا ایک خط

سوال: -از راہِ کرم وعنایت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

''آج میں اپنے قلم سے بری کرتا ہوں، اس درمیان میں جو مجھ سے غلطی ہوگئی اس کو معاف کردیں، اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت، طلاق، طلاق، طلاق۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر سے دریافت کرلیا جائے، اگر وہ اقرار کرے کہ اسنے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے یہ تحریر لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی[2]، اور اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہ رہی[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۸۹ھ

---

[1] کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هٰذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة. شامی زکریا ص:۴۵۶، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۶، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج۳ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة.

[2] وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی او لم ینو ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هٰذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۷۱ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج۴ قبیل باب الصریح، لوقال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته. شامی زکریا ص:۴۵۸، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۸، ج:۳، باب الصریح، مطلب شن بوش یقع به الرجعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج۳ باب الطلاق الصریح، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۵ ج ۱ کتاب الطلاق. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کر دیا

سوال :- مسمّٰی محمد عثمان کی شادی کے کچھ دنوں بعد اختلافات شروع ہوگئے، لیکن یہ اختلاف اس درجہ نہیں تھے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا، لیکن میں اس کو تنبیہ کرنا چاہتا تھا، ایک روز میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دینا چاہتا ہوں، اس پر میرے دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک مقامی اخبار میں یہ اعلان شائع کر دیا۔

منجانب محمد عثمان تاجر گوشت حیدر آباد بنام حبیب بی بی بنت محمد صاحب مرحوم، دو سال قبل میری شادی تمہارے ساتھ ہوئی تھی، لیکن تمہاری غلط حرکات کی وجہ سے مجبوراً تنگ و عاجز آ کر تم کو تین مرتبہ رُو برو گواہان کے طلاق دے چکا ہوں اور تمہارا مہر بھی ادا کر چکا ہوں، اور بغرض اطلاعِ عام یہ اعلان شائع کیا جا رہا ہے، کہ مسماۃ حبیب بی بی میری بیوی نہیں رہی، مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے بہت تعجب کیا، اور اس کی تردید میں میں نے بھی ایک اعلان اخبار میں شائع کرایا کہ جو طلاق نامہ اخبار میں شائع کیا گیا ہے وہ قطعاً غلط ہے، میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، اور نہ ہی اپنی بیوی کا مہر ادا کیا ہے، کیا اس دوست کی جانب سے شائع کردہ اس اعلان کی شرعاً مجھ پر ذمہ داری ہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے میری بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ وعلم کے طلاق نامہ آپ کی طرف سے اخبار میں شائع کر دیا، اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا، بلکہ اس کی تردید کر دی ہے، تو اس طلاق نامہ کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بے فکر رہیں آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: **کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع الطلاق مالم یقرانہ کتابہ الخ ردالمحتار**[1] **ص: ۵۸۹، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۹ھ

طلاق نامہ

سوال: - مندرجہ ذیل طلاق نامہ سے کون سی طلاق ہوئی اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ طلاق نامہ یہ ہے۔

میرے اور تمہارے درمیان بطور گڈے گڈیوں کے ایک کھیل کے جو رشتۂ مناکحت میرے اور تمہارے والدین نے اب سے چھبیس برس پہلے جب کہ میری عمر اکیس سال کی تھی، اور تمہاری عمر بیس سال کی تھی قائم کردیا تھا، لیکن تم نے اس تمام عرصہ میں خود کو ازدواجی زندگی کی تمام پابندیوں سے آزاد رکھا، اور اس عرصہ میں تم نے کبھی بھی یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم میری بیوی ہو، اس طویل عرصہ میں تم نے بحیثیت زن وشوہر خاطر خواہ ملاقات کا موقع بھی نہیں دیا، اس صورتِ حال سے مجبور ہوکر جیسا کہ تمہیں علم ہے، عرصہ ہوا کہ میں طلاقِ بائن کی صورت میں رشتہ مناکحت کو ختم کرچکا ہوں، مگر مجھے یہ معلوم کرکے انتہائی تعجب ہوا کہ تم نے اس ڈرامائی رشتہ مناکحت پر پردہ ڈال رکھا ہے جیسا کہ میرے اور تمہارے درمیان زن وشوہر کا رشتہ ہنوز قائم ہے، یہ صورتِ حال چونکہ واقع کے خلاف ہے، اس لئے ہوسکتا ہے، کہ مستقبل میں اس سے زیادہ ناگوار حالات اور مزید تکلیف دہ واقعات پیدا ہوجائیں، اِس لئے میں اِس تحریر کے ذریعہ پھر اس امر کا

[1] شامی زکریا ص: ۴۵۶، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۷، ج: ۳، قبیل باب الصریح، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، المحیط البرھانی ص ۴۸۶ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق الکتابۃ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

اعادہ کرتا ہوں کہ ایک طلاق تم کو دے چکا ہوں اور تم کو اس پر اطلاع نہیں ہے، اس وقت سے بحیثیت ایک شوہر میرے اوپر تمہاری کوئی شرعی اور قانونی ذمہ داری نہیں ہے، اور تمہارا کوئی قانونی حق میرے اس تمام عرصہ میں نہیں ہے، تم اگر چہ عملاً آزاد رہی ہو اور تم نے خود کو یہ نہیں سمجھا کہ تم میری بیوی ہو، لیکن شرعاً اور قانوناً بالکل آزاد ہو اور اپنے فعل کی خود مختار ہو، جس طرح چاہو اپنی زندگی گذارو مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ از محمد نعیم بنام زیتون بی بی مطلقہ محمد نعیم ۱۸/ مارچ ۱۹۷۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں طلاق بائن واقع ہوگئی ہے[1] اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۹ھ

برخوردار کو طلاق لکھ کر بھیجنا

سوال:- شوہر نے بیوی کو مندرجہ ذیل پرچہ لکھ کر بھیج دیا، بیوی اپنے میکے میں ہے اور اس کے ایک بچہ بھی ہے۔

برخوردار نور چشم راحت جان طول عمرہٗ۔ بعد دعاء درازیٔ عمر کے معلوم ہو کہ میں نے تم کو طلاق

---

[1] ویقع بقوله انت طالق بائن او البتة واحدة بائنة الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۹۸، ۵۰۰ باب الصریح، مطلب فی قول الامام ایمانی کایمان جبریل، مجمع الأنهر ص۲۸، ۳۰ ج۲ فصل فی شبه الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۷ ج۳ فصل انت طالق غدا.

[2] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص ۴۷۲ ج ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشر فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

دی ہے، جس جگہ رہو خوش رہو، نہیں معلوم تو اب سن لو، کہ ہم نے اپنے قلم سے تم کو اجازت دی بعد عدت پوری ہونے پر تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو، ہماری طرف سے تم آزاد ہو۔

براہِ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا الفاظ کی وجہ سے اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق بیوی کو دی جایا کرتی ہے، برخودار کو نہیں دی جاتی ہے، یہ پرچہ برخودار کے نام ہے، اس کی وجہ سے اس لکھنے والے کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۳۹۵ھ

دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق

سوال:- زید نے اپنے خسر کو خط میں یہ الفاظ لکھے ''میرا یہ خط اعلانِ طلاق ہے، یا پھر میں اس خط کے ذریعہ اعلانِ طلاق کرتا ہوں، ۱۰/فروری تک میری بیوی میرے گھر پہنچ جانی چاہئے، نہیں تو طلاق دے دی جائے گی؟'' کیا اِن الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس خط کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں طلاق نہیں دی بلکہ آئندہ طلاق دینے کی دھمکی ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۹۵ھ

---

[1] ان الطلاق محله المرأة لانها محل النكاح فلا يقع الطلاق الا بالاضافة الى ذاتها او الى جزء شائع منها. الخ شامی زکریا ص: ۴۷۲، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۵۸، ج: ۳، باب الصريح، مطلب فی قوله على الطلاق من ذراعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۷ ج ۳ کتاب الطلاق، فتح القدير ص ۴۶۳ ج ۳ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لو قال بالعربية اطلق لا يكون طلاقا الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۸۴ ج ۱ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جھوٹی تحریر پر دستخط سے طلاق نہ ہوگی

سوال:- میرے ایک عزیز حاجی نیاز احمد کے پاس ضلع بستی میں کافی زمین ہے، ان کی بیوی زینب کو ضلع گونڈہ میں سوا سو بیگہ ان کے والد مرحوم نے دیا تھا، گورنمنٹ نے دونوں زمینوں کو یکجا کر دیا ہے، شیلنگ کا مقدمہ شروع ہے، زمین زیادہ نکل رہی تھی، وکلاء نے ان کو رائے دی کہ آپ ایک تحریر پیش کر دیں کہ میں نے زینب کو طلاق دے دی ہے، ان کی جانب سے وکیل نے ایک تحریر لکھی ہے اور حاجی نیاز احمد سے دستخط لیا، نہ انہوں نے زبان سے طلاق دیا، نہ طلاق دینے کی نیت تھی، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی جھوٹی تحریر یا خبر سے دیانۃً طلاق نہیں ہوئی، اگر پہلے گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹی تحریر پر دستخط کرتا ہوں، نہ میں نے طلاق دی نہ دے رہا ہوں، تو قضاءً بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۷ھ

خسر کو دھمکانے کیلئے طلاق نامہ اور اسمیں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا

سوال:- کرم علی کو اپنی بیوی سے انتہائی محبت ہے، اور اس کی بیوی بھی اپنے شوہر کو پیار کرتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، شامی زکریا ص ۵۵۹ ج۴ باب تفویض الطلاق، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۲ ج۳ باب الطلاق الصریح، المحیط البرهانی ص ۲۵۴ ج۵ کتاب الطلاق، الفصل السابع والعشرون فی المتفرقات.

(صفحه هذا) [۱] وفی القنیة لو اراد به الخبر عن الماضی کذبا لا یقع دیانة وان اشهد قبل ذلک لا یقع قضاء ایضاً، شامی زکریا ص: ۴۴۳، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۸، ج: ۳، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے، دونوں اسی طرح ایک عرصہ سے میل ومحبت کے دن گذارتے رہے، اورآپس میں کبھی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہوا، اور کرم علی نے اس کو کبھی طلاق دینے کا اور جدا ہونے کا ارادہ نہیں کیا، مگر کرم علی کے لئے یہ بات ہمیشہ تکلیف دہ رہی کہ بیوی جب میکہ چلی جاتی ہے، تو سسرال والے واپس کرنے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتے ہیں، ایک مرتبہ وہ خود لینے گیا تو ٹال مٹول کی اور کہا کہ بعد میں رخصت کرینگے پھر ماں کو بھیجا وہ اپنے ساتھ جا کر لائی تو بات ختم ہوگئی، مگر کرم علی کو سسرال والوں سے انتقام کی سوجھی، کسی کے بتانے سے یا اپنے دماغ سے یہ ترکیب ٹھہرائی کہ ایک فرضی طلاق نامہ سسرال والوں کے پاس بھیج دوں، وہ لوگ خوب پریشان ہوں گے، اورآئندہ ٹال مٹول کی حرکت ترک کردیں گے، اس تجویز کے تحت کرم علی نے اپنی سسرال والوں کو فرضی طلاق نامہ لکھا کہ میں نے عزیز کی لڑکی کو تین طلاق دیا، اوردل وزبان سے عزیز کی لڑکی سے دوسری لڑکی کو مراد لیا، اپنی بیوی کا قصد وارادہ نہیں کیا، ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق اپنی بیوی کو دی جایا کرتی ہے غیر کو نہیں، جب کہ یہاں مقصود اپنے سسرال والوں کو پریشان کرنا ہے، تو انکی پریشانی اس صورت سے ہوسکتی ہے کہ ان کی لڑکی کو طلاق ہوجائے، اس سے کوئی پریشانی نہ ہوگی کہ انکی لڑکی کو طلاق نہ ہو، اس لئے صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ کا حکم کیا جائے گا، اگر خسر کے کوئی دوسری لڑکی موجود ہے، تو وہ اس شخص کی بیوی نہیں، اسکو مراد لینا غلط ہے، پھر زبان سے مراد لینے کا مطلب کیا ہے، کیا زبان سے یہ کہا کہ عزیز کی وہ لڑکی جو میری بیوی نہیں، وہ میری مراد ہے، میں نے اس کو طلاق دی ہے، ہاں اگر اس کی بیوی عزیز کی لڑکی نہ ہو تو یہ تحریر لغو اور بیکار ہوگی ورنہ تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی: **لو ذکر اسمها او اسم ابیها او امها او ولدها فقال عمرة طالق او بنت فلان او بنت فلانة او ام فلان فقد صرّحوا بانها**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل اللتی تصح مع الاکراہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۶ ج۳ کتاب الطلاق، النہر الفائق ص ۳۱۷ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

تطلق وانه لو قال لم اعن امرأتی لا یصدق قضاء اذا کانت امرأته کما وصف اھ رد المحتار[1] ص: ۵۹۰، ۴۳۰، ج ۲ نعمانیه.

لیکن اگر یہ تحریر لکھتے وقت بیوی سامنے موجود تھی، اور زبانی طلاق کا لفظ نہیں بولا صرف تحریر لکھی ہے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وظاهره ان (الکتاب) المعنون من الناطق الحَاضر غیرمعتبر اھ شامی[2] ص: ۶۴۵، ج: ۵. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا یا پھاڑ دیا

سوال: - زید کی لڑائی والدہ سے ہوئی، جس کی وجہ سے زید نے ایک کاغذ پر تین مرتبہ طلاق لکھ کر اپنی ماں کو دیا، ماں نے اس کو جلتے ہوئے چولھے میں ڈال دیا، مہینے دو مہینے کے بعد زید نے کانپور سے فتویٰ منگایا کہ میں ایک کاغذ پر تین دفعہ اپنی بیوی کے بارے میں طلاق لکھ چکا ہوں، اس عبات کا جواب کانپور سے ملا کہ طلاق ہو چکی ہے، زید کے خسر کو جب معلوم ہوا تو وہ لڑکی کو لینے کیلئے آئے، تب زید نے اپنے خسر صاحب سے دو آدمیوں کے سامنے کہا کہ ابا جان مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں، مگر میں سوچ رہا ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، زید کے خسر صاحب واپس چلے گئے، زید کے باپ بکر نے کئی آدمیوں سے کہا کہ زید نے طلاق دیدی ہے، اب میں سوچ رہا ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کر دوں، چند

---

[1] ردالمحتار زکریا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۸، ج: ۳، باب الصریح مطلب شن بوش یقع به الرجعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق الصریح، النهر الفائق ص ۳۲۳ ج ۲ باب الطلاق الصریح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی زکریا ص ۴۶۱، ج ۱۰، مطبوعه کراچی ص: ۷۳۷، ج: ۶، کتاب الخنشی. مسائل شتی.

دن بعد زید کا بھائی طلاق دیدے گا، پھر زید کے ساتھ نکاح کردوں گا، اس عرصہ میں زید کا خسر لڑکی کو لینے کیلئے پھر آ گیا، اور چار معزز آدمیوں کے کہنے سے زید نے لڑکی کو باپ کے ساتھ بھیج دیا، چار دن کے بعد زید کے خسر نے برادری کی پنچایت کمیٹی میں اس مسئلہ کو دکھلایا کہ میں نے جو جہیز وغیرہ دیا تھا، وہ ہمیں ملنا چاہئے، کمیٹی کے لوگوں نے زید اور زید کے والد بکر کو کمیٹی میں بلایا، جب زید اور بکر سے اس مسئلہ پر بات کی تو زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، میں نے جو پرچہ ماں کو دیا تھا اس میں یہ بات تحریر تھی کہ ماں اگر تم مجھ سے لڑو گی تو میں طلاق دیدوں گا، طلاق دے دوں گا، طلاق دیدوں گا، اپنی بیوی کو، پھر زید سے دریافت کیا گیا کہ وہ فتویٰ جو تم نے کانپور سے منگایا تھا، وہ دکھلا دو، تو زید جواب دیتا ہے، کہ وہ فتویٰ جو میں نے کانپور سے منگایا تھا، اس میں عبارت غلط تحریر ہوگئی تھی، اس لئے اس کا جواب طلاق میں آ گیا تھا، وہ فتویٰ میں نے اپنے والد بکر کو دیدیا تھا، زید نے جب کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیدیا تھا، تو بکر سے کہا کہ فتویٰ دکھلا دو، تو بکر کہتا ہے کہ میں نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا ہے، ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ اقرار ہے کہ ابا جان مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں، اس میں یہ نہیں ہے کہ میں طلاق دیدوں گا، ادھر فتویٰ بھی آ چکا ہے، کہ طلاق ہو چکی، زید کے والد کا یہ کہنا کہ زید نے طلاق دیدی ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کردوں الخ اس سب کے بعد زید کا طلاق سے انکار کرنا شرعاً معتبر نہیں، اس کو لازم ہے کہ مطلقہ بیوی کا جہیز واپس کردے، بیوی عدت تین ماہواری گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہے، زید سے بغیر حلالہ کے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں[1]، جس پرچہ پر زید نے طلاق لکھ کر والدہ کی خدمت میں پیش کیا، اس کو

---

[1] وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، تهانوی دیوبند، المحيط السرخسى ص ۸ ج ۳ جز ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت.

والدہ محترمہ نے چولھے میں جھونک دیا، مگراس سے طلاق نہیں جلی وہ بیوی پر باقی رہی، اور جس فتوے میں طلاق کا حکم آیا تھا، اور بتلا دیا تھا، کہ بیوی حرام ہوگئی، اس کو والد بزرگوار نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا، مگراس سے بھی طلاق کا حکم نہیں پھینکا وہ باقی ہے، جیسے اگر نکاح نامہ کو پھاڑ دیا جائے، یا جلا دیا جائے، تو اس سے نکاح ختم نہیں ہوجاتا، وہ باقی رہتا ہے، بیوی بیوی ہی رہتی ہے، اور حلال رہتی ہے، غیر ہوکر حرام نہیں ہوجاتی، اسی طرح طلاق کی تحریر کو جلا دینے سے اور فتوے کو پھاڑ کر پھینک دینے سے طلاق ختم نہیں ہوجاتی، اور طلاق کی وجہ سے جو بیوی اجنبی اور حرام ہوچکی تھی، وہ حلال نہیں ہوجاتی، اور طلاق یا نکاح کسی تحریر پر موقوف بھی نہیں، اس لئے تحریر کا باقی رہنا اور جلا دینا اس پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۰ھ

اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق

سوال:- زید کا عقدِ مسنونۂ مومنہ خاتون سے ہوا، عرصۂ دراز تک دونوں میں نباہ ہوتا رہا، کچھ دنوں کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا اور اس کے بعد پنچایت ہوئی اور مندرجہ ذیل تحریر لکھی گئی ہے کہ اس مرتبہ لڑکی اس طور پر بھیجی جارہی ہے کہ لڑکی کو کوئی تکلیف نہ ہو اور صحیح طور پر نباہ کرو، اگر پھر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو ثبوتِ شرعی ملنے کے بعد یہی تحریر جو اقرار نامہ کی صورت میں ہے طلاق سمجھی جائے گی، ایسی صورت میں لڑکے نے صرف انگوٹھا لگایا تھا، منہ سے کچھ نہ کہا اور لڑکی رخصت کرا کر لے گیا، اب دوبارہ لڑکی کے والدین اپنے گھر اختلاف کی حالت میں لے آئے تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی ہو تو عدت کس وقت سے گذاری جائیگی، مفصل جواب مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے تحریرِ مذکورہ سن کر سمجھ کر اپنی خوشی سے بغیر جبر واکراہ کے انگوٹھا لگایا ہے تو یہ تحریر معتبر

ہے، اور پھر اگر اس نے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے جس کا شرعی ثبوت موجود ہے، تو اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی[1]، عدت تین ماہواری گذرنے سے پہلے حق رجعت حاصل ہے[2]، بعد ختم عدت بغیر تجدیدِ نکاح رکھنے کا حق نہیں ہوگا[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

جب شوہر کو شرط نامے کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی

سوال: -محمد سعید کے خسر نے عقدِ ثانی کے وقت محمد سعید سے اس شرط نامہ پر انگوٹھا کا نشان لیکر ''محمد سعید نے اپنی پہلی بیوی کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاق دیا اور یہ بات طے پائی کہ بی بی میمونہ خاتون (زوجہ ثانیہ) جب تک زندہ رہے گی اگر میں دوسری شادی کروں تو تین طلاق ہوگی، یا پڑیگی'' عقد کرایا تھا محمد سعید اَن پڑھ کو اس شرط نامہ کا علم نہیں ہوا، اسنے صرف طلاق نامہ سمجھ کر انگوٹھا لگایا تھا، حالانکہ ایک ہی کاغذ میں طلاق نامہ اور شرط نامہ ہے جس میں محمد سعید نے انگوٹھا لگایا

---

[1] ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث بها اليها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه كتابه. شامی زکریا ص: ۴۵۶، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۶، ج: ۳، كتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة. واذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. عالمگیری کوئٹہ، ص ۳۷۹، ج: ۱، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالكتابة.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت بذلک اولم ترض. عالمگیری کوئٹہ. ص: ۴۷۰، ج: ۱، الباب السادس فی الرجعة، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج ۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر کوئٹہ ص ۵۰ ج ۴ باب الرجعة.

[3] قيد بقيام العدة لانه لارجعة بعد انقضائها. البحر الرائق کوئٹہ ص: ۵۰، ج: ۴، اول باب الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ باب الرجعة، طبع بيروت، النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۲ اول باب الرجعة، مطبوع عباس احمد الباز.

تھا، مدتوں بعد جب محمد سعید نے تیسری شادی کی تو قاضی نکاح ثانی کا یہ شرط نامہ اور طلاق نامہ دکھلاتا ہے تو اب عرض یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث اس شرط نامہ کی وجہ سے نکاحِ ثالث کرنے سے محمد سعید کی موجودہ بیوی میمونہ خاتون پر طلاق پڑیگی، یا نہیں؟ اور اگر اس شرط کا علم ہوتا تو طلاق واقع ہوجاتی یا نہیں، بحوالہ کتب جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ محمد سعید کو شرط نامہ کا علم ہی نہیں، تو اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں، پس اس کی وجہ سے موجودہ بیوی پر طلاق نہیں ہوگی، **کل کتاب لم یکتبہٗ بخطه وَلم یمله بنفسه لایقع الطلاقُ مَالم یُقرّ انهٗ کتابهٗ اھ ردالمحتار**[1] **ج:۲، ص:۴۲۹**، اسکے بعد پھر اس بحث کی ضرورت نہیں رہتی، کہ اگر اس شرط کا علم ہوتا تو کیا حکم ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۳۹۰ھ

---

[1] شامی زکریا ص:۴۵۶، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۶، ج:۳، کتاب الطلاق. مطلب فی الطلاق بالکتابة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ فصل فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیه ص ۳۸۰ ج ۳ فصل فی ایقاع الطلاق، ادارة القرآن کراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

طلاق صریح

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں

سوال:۔ زید کی زوجہ کچھ خاوند کی ناقدرداں ہے، اور خانگی کاروبار میں خاوند کے کہنے کی پرواہ نہیں کرتی ہے، کھانا وغیرہ دیتے وقت بھی اکثر زبان درازی کر جاتی ہے، اور ناشائستہ کلمات بکدیتی ہے، زوج بہت غریب آدمی ہے، دو بچے بھی ہیں بوجہ عسرت اکثر یہ نوبت آتی ہے، زوج نے اکثر موقعوں پر اس کی زبان درازی سے تنگ آکر اپنی جہالت سے کہدیا کہ تو چلی جا میں نہیں رکھتا ''تجھے طلاق دیدی'' ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ تو میری خالہ ہے اگر تیرے بھائی نے اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے نہ کیا تو تجھے بھی نہ رکھوں گا، زوجہ اپنی ساس سے لڑتی ہے، تو زید نے کہا کہ قسم اللہ کی اگر تو لڑے گی تو تجھے طلاق ہے، اور یہ کلمہ تین مرتبہ کہا، جب زید سے کسی نے کہا کہ اس طرح کہنے سے طلاق پڑ جاتی ہے، تو زوج اور زوجہ بہت نادم ہوئے، زید کہتا ہے کہ میں نے تو دل سے طلاق نہیں دی، تو کیا واقعی طلاق پڑ گئی، اگر پڑی تو کونسی طلاق پڑی ہے، رجوع کی گنجائش ہے یا نہیں، ایک طلاق پڑی یا دو، یا تین پڑ گئیں۔ بینوا و توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین مرتبہ طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ رکھنا درست نہیں ہے،[1] صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۷ھ

طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں

سوال:۔ (۱) زید کی ماں زید کو برا بھلا کہہ رہی تھی وہ خاموش سن رہا تھا، اتنے میں اور لوگ زید کی ماں کی آواز سن کر آ گئے، زید ماں کی باتوں کو سنکر عاجز آ گیا، تو لوگوں کو مخاطب کر کے بولا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں زینب کو طلاق دے رہا ہوں، یہ الفاظ زید نے تین بار کہے، معلوم ہوا کہ اس جھگڑے میں زید کی بیوی کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور نہ زید کی نیت طلاق دینے کی تھی، کیا اس سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ بیوی گھر والوں کی بہت فرمانبردار ہے، اس وقت اس کی بیوی وہاں موجود بھی نہ تھی اور نہ اس نے طلاق کے الفاظ سنے ہیں؟

(۲) حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ذرا زبان سے کہدیا طلاق ہوگئی، نہ نیت کی ضرورت نہ کسی کی مرضی کی، اس کے علاوہ میں نے ابھی تک کسی سے نہ سنا نہ دیکھا کہ

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل لهٗ حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بهاثم يطلقها اويموت عنها والاصل فيه قوله تعالىٰ فان طلقها فلاتحل لهٗ من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الخ هدايه ،ص ۳۷۹/ ج ۲/ كتاب الطلاق،باب الرجعة، المحيط السرخسى ص ۸ ج ۳، جز ٦ كتاب الطلاق مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱ ، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة.

[2] أن الصريح لا يحتاج إلى النية، شامى كراچى ص ۲۵۰ ج ۳ مطلب فى قول البحر إن الصريح يحتاج الخ بحر ص ۲۵۸ ج ۳ باب الطلاق مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۲ باب ايقاع الطلاق مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بغیر نیت کوئی کام ہو جاتا ہے، نکاح میں تو عورت اور مرد کی رضامندی ضرور ہوتی ہے، زبردستی سے نکاح نہیں ہوتا، جب شریعت نے عورت کو نکاح قائم کرنے کا حق دیا ہے تو برقرار رکھنے کا حق کیوں نہیں دیا، دونوں زندگی گذارنے میں ذراسی غلطی سے عورت کو طلاق دیدیا، اب نہ وہ شوہر کی جائداد لے سکتی ہے اور نہ ہی بچہ لے سکتی ہے، کس کے سہارے زندگی گذارے، کرے تو کیا کرے، بیچاری اپنی عصمت کو دوسروں کے سپرد کر کے نکاح کرے، یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ بہت شرمناک ہے کہ جو عورت زندگی میں ساتھ رہ چکی ہو وہ پھر دوسرے کے نکاح میں جائے، لیکن برے آدمی کا کیا نقصان کرے پھر دوسری عورت مل جاتی ہے۔

(۳) اب تین بار طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، وہ ہمیشہ کے لئے نکاح سے نکل گئی دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہے تو عورت دوسرا نکاح کرے، اپنی عصمت ریزی کرائے، پھر دوسرے دن وہ طلاق دے تو پہلے شوہر کے پاس آنے کے قابل ہو، طلاق کیا ہے ایک چلتا پھرتا تماشا ہے، کوئی زبان سے تو نہیں کہتا کہ اس عورت سے نکاح کرو، اور کل طلاق دینا مگر دل میں یہی ہوتا ہے، جبکہ میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے، پھر جس چیز پر حضور ﷺ لعنت کریں وہ کیوں کر جائز ہے؟ حضرت سے تواضع کے ساتھ درخواست ہے کہ ہر بات کا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک عاقل بالغ شخص حواس سالم رہتے ہوئے ایک جملہ بولتا ہے جو اپنی وضع کی حیثیت سے معنیٰ دار ہے، مہمل نہیں، برمحل ہے (بیوی کے حق میں ہے) بے محل نہیں ہے، ماں کی سخت گفتگو کی وجہ سے جس سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماں کو سکون حاصل ہو جائے، پھر وہ سخت گفتگو نہیں کرے گی، تو کیسے تسلیم کیا جائے کہ اس کی نیت نہیں تھی، صاف صریح لفظوں میں بھی نیت پر مدار رکھا جائے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے، بڑی سے بڑی بات آدمی کہدے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، اپنے والد کو گالی دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، مکان فروخت کر دے اور کہے کہ

میری نیت نہیں تھی، نکاح کا ایجاب وقبول کرلے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کی انسانیت ختم کردی گئی، اور اس کو جانوروں میں داخل کردیا گیا۔

طلاق کا حال تو ایسا ہے جیسے کوئی چاقو پیٹ میں مار کر چاک کردے پھر کہنے لگے کہ میری نیت نہیں تھی، اسکی نیت ہو یا نہ ہو اس سے کیا بحث ہے، پیٹ تو چاک ہو ہی گیا، اب کہتا ہے کہ میری نیت نہیں تھی، عورت کی مرضی نکاح میں لیجاتی ہے، لیکن جب وہ نکاح میں آگئی، تو طلاق کا اختیار خدائے پاک نے صرف مرد کو دیا، عورت کی مرضی پر طلاق موقوف نہیں[1]

بچے کی پرورش کا حق عورت کو ہے وہ محض طلاق سے ختم نہیں ہوجاتا،[2] اپنا مہر بھی لے سکتی ہے عدت کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے،[3] بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے نفقہ اس کے ذمہ ہوگا، اس نے پہلا نکاح کرکے عصمت شوہر کے سپرد کردی تھی، اسی طرح دوسرا نکاح کرکے اپنی عصمت اس کے سپرد کرنے میں کیا اشکال ہے، پہلے نکاح میں یہ اشکال کیوں پیش نہیں آیا، شریعت نے حلالہ پر مجبور نہیں کیا، اس کا بھی اختیار ہے کہ پہلے شوہر کی طلاق کے بعد کسی سے بھی نکاح نہ کرے، اس کا بھی اختیار ہے کہ بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرکے ہمیشہ اسی کے ساتھ رہے، لیکن اگر جذبات کی تسکین بغیر پہلے شوہر کے پاس جائے نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے راستہ یہ بتایا گیا ہے، جس پر چلنا خود عورت کے اختیار میں ہے، اس کو مجبور نہیں کیا گیا، دوسرے شخص سے نکاح کو عصمت ریزی کہنا بڑی جسارت ہے، اگر یہ عصمت ریزی ہے تو پہلے شوہر کے

---

[1] اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ص ۴۵۰ ج ۴ مطبوعه کراچی ج۳ص ۲۴۲، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والافیون والبنج. ابن ماجه، ص ۱۵۲، باب طلاق العبد.

[1] احق الناس بحضانة الصغیر حال قیام النکاح اوبعد الفرقة الام. عالمگیری کوئٹه، ج ۱/ص ۵۴۱/ الباب السادس عشر فی الحضانة، شامی کراچی ص ۵۵۵، ۵۵۶ ج ۳ باب الحضانة، بحر ص ۱۶۷ ج ۴ باب الحضانة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وتجب لمطلقة الرجعی والبائن الی قوله النفقة والسکنی والکسوة. الدرالمختار علی ردالمحتار زکریا، ج ۴/ص ۳۳۳/ مطبوعه کراچی، ج ۳/ص ۶۰۹/ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، هدایه، ج ۲/ص ۴۴۳/ باب النفقة، فصل آخر.

پاس بھی رہنا عصمت ریزی ہے، ایسے الفاظ سے توبہ کی جائے، طلاق کو تماشا بنانا جاہلوں کا کام ہے، ذرا سی بات ماں سے ہوئی فوراً تین طلاق دیدیں، پھر دوسرے سے کہہ کر طلاق دلوائی یہ تو شریعت کا حکم نہیں، اپنی جہالت اور حیوانیت کو شریعت کا حکم کیوں بتایا جاتا ہے، جو شخص واقف حال ہو وہ اس نیت سے ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے کہ بعد صحبت میں طلاق دیدوں گا، تاکہ اس غریب کا گھر آباد ہو جائے، تو اس پر اس کو اجر ملے گا، اس پر لعنت نہیں وارد ہوئی، آپ نے اگر لعنت سنی تو غلط سنی، لعنت والی صورت یہ ہے کہ شوہر اول کسی آدمی سے یہ شرط لگا کر اپنی مطلقہ کا نکاح کرائے، کہ تم بعد میں طلاق دیدینا،[1] دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ

چھوڑ دی نکل جا، کا حکم

سوال: ۔ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ شادی ہوئی ہے اور اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کے مرد نے اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کرلیا، اور پہلی بیوی سے ناچاقی پیدا ہوگئی، اور اس نے عورت کو گھر سے نکالدیا، پھر اس عورت مذکورہ کے بھائی نے اس کو خاوند کے پاس پہنچایا، لیکن اس خاوند نے اس عورت سے مار پیٹ کی، عورت نے کہا کہ میں آباد ہونا چاہتی ہوں تم مجھے کیوں نکالتے ہو اور تنگ کرتے ہو، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مرد نے غصہ میں آکر کہا تو میری ماں، بہن ہے میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو نکل جا، لڑکی اپنے ماموں کے یہاں چلی گئی، پھر میں اس کے خاوند کے پاس گیا کہ تم ایسا نہ کرو اور اس کی آبادی کا خیال کرو اس نے نہ مانا

[1] وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن المحلل والمحلل له بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان اُحَلِّلُکَ الیٰ قوله اما اذا اضمر ذٰلک لایکره وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۵/ص۴۷-۴۸/ مطبوعه کراچی ج۳/ص ۴۱۴-۴۱۵/باب الرجعة، مطلب حیلة اسقاط عدة المحلل، البحر الرائق ص ۵۸ ج۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص ۹۱ ج۲ باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اور بولا کہ جو چیز فتنی پھر عورت چھوڑ دی جاوے اس کو گھر میں دوبارہ لینا ٹھیک نہیں، بلکہ عیب اور گناہ ہے کھانے میں گھی یا چائے میں پڑ جاوے تو وہ کھانا یا چائے پھیکا ہو جاتا ہے، میں مسماۃ کو اپنے گھر پر ہرگز نہیں لاسکتا کیا ان الفاظ سے عورت مذکورہ کو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اور وہ اس کے نکاح سے جدا ہو جاتی ہے یا نہیں، اور کیا ان الفاظ مذکورہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں شوہر کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، بمنزلہ صریح طلاق کے ہے اس سے شرعاً ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے[1]، شوہر نے دوسرا لفظ یہ کہا کہ تو نکل جا، یہ کنایہ طلاق سے ہے اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی[2] اور وہ بائن ہوئی اب اگر عورت اور مرد رضامند ہو جاویں تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا[3] بغیر تجدید نکاح کے رکھنا درست نہیں، اور اگر اس دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ پہلے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوئی اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی مرد کہدے کہ میں نے اپنی طلاق سے رجوع کیا[4] اور پھر شوہر و بیوی کی طرح

---

[1] اذاقال رهاكردم اى سرحتك يقع به الرجعى (شامى كراچى، ج۳/ص ۲۹۹/ شامى نعمانيه، ج۲/ص ۴۶۴/ باب الكنايات، عالمگيرى، ج۱/ص ۳۷۹/الفصل السابع فى الطلاق، بالالفاظ الفارسية، مجموعة الفتاوىٰ، ج۱/ص ۳۲۹/)

[2] فنحواخرجى واذهبى وقومى يحتمل رداً ان نوى وقع والا لا (ملخصاً الدرمع الشامى كراچى، ج۳/ص ۲۹۸/ شامى نعمانيه، ج۲/ص ۴۶۳/ باب الكنايات عالمگيرى، ج۱/ص ۳۷۴/) الفصل الخامس فى الكنايات.

[3] وينكح مبانته بما دون الثلاث فى العدة وبعدها بالاجماع، الدر المختار على الشامى زكريا ص۴۰ ج۵ باب الرجعة، النهر الفائق ص۳۵۵ ج۲ كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت زيلعى ص۲۵۷ ج۲ مطبوعه امداديه ملتان.

[4] وإذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية أو رجعيتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذلك أو لم ترض كذا فى الهداية، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۸ ج۱ كتاب الطلاق الباب السادس فى الرجعة، تاتارخانيه ص۵۹۸ ج۳ مسائل الرجعة مطبوعه كراچى.

رہنا درست ہوگا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اور اگر عدت گذر چکی ہے تو رجعت کافی نہیں بلکہ دوبارہ نکاح ضروری ہے، اور یہ اس وقت کا ہے کہ پہلا لفظ ایک یا دو مرتبہ کہا ہوا گر تین مرتبہ کہا ہے تو رجعت اور تجدید نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ ضروری ہے یعنی وہ عورت عدت گذار کر کسی اور شخص سے باقاعدہ شرع کے موافق نکاح کرے اور وہ مرد صحبت کر کے طلاق دے یا مر جائے تو عدت گذار کر شوہر اول کے لئے نکاح درست ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

لفظ چھوڑ دی سے طلاق کا حکم

سوال:۔ زید نے کسی معمولی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا کر کے کہا جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا، بعدہٗ زید سے پوچھا گیا، جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا اس سے تیرا کیا مطلب ہے، زید قسم کھا کر کہتا ہے اس لفظ سے میرا مطلب اپنی بیوی کو تنبیہ کرنا ہے، تاکہ شرارت سے باز آجائے نا کہ طلاق دے کر دور کر دینا، اس واقعہ سے قبل یا بعد لفظ طلاق یعنی مذاکرہ طلاق نہیں ہوئی، میاں اور بیوی دونوں قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بلانیت جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی، یا نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہوگی تو جواب بحوالہ کتب ضرور مرحمت فرماویں گے بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں دو لفظ ہیں ''جاؤ'' دوسرا میں نے تجھے چھوڑ دیا، پہلا لفظ کنایہ ہے کہ طلاق کے لئے بھی

---

[1] وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۷۳ ج ۱ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی دیوبند المحيط السرخسي ص ۸ ج ۳ جز ۶، مطبوعه دار الفكر بيروت.

استعمال ہوتا ہے، اور غیر طلاق کے لئے بھی اس میں رد کی بھی صلاحیت ہے، اور جواب کی بھی اس سے طلاق ہونے کا مدار نیت پر ہے، اور شوہر کا قول قسم کے ساتھ نیت کے بارے میں معتبر ہے "ومایصلح جواباً ورداً لاغیر اخرجی اذهبی الیٰ قولهٔ فی حالة الرضاء لایقع الطلاق فی الالفاظ کلها الابالنیة والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین فی حال مذاکرة الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الافیما یصلح جواباً ورداً فانه لایجعل طلاقاً کذافی الکافی وفی حالة الغضب یصدق فی جمیع کل ذٰلک اھ هندیه[1] مختصراً، ج ۱ / ص ۳۷۴/.

دوسرا لفظ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، "اذاقال الرجل لامرأته بهشتم ترااز زنی فاعلم بان هذه اللفظة استعملها اهل خراسان واهل عراق فی الطلاق وانها صریحة عندابی یوسفؒ حتی کان الواقع بها رجعیا ویقع بدون النیة وفی الخلاصة وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وفی التفرید وعلیه الفتویٰ کذافی تاتارخانیة واذا قال "بهشتم ترا" ولم یقل اززنی فان کان فی حالة غضب ومذاکرة الطلاق فواحدة یملک الرجعة وان نویٰ بأئناً اوثلاثاً فهو کمانویٰ وقول محمدؒ فی هذاکقول ابی یوسفؒ کذافی المحیط ولوقال الرجل لامرأته تراچنگ بازداشتم اوبهشتم اویله کردم ترا اُاو پای کشاده کردم ترا فهٰذا کله تفسیر قوله طلقتک عرفا حتیٰ یکون رجعیا ویقع بدون النیة کذا فی الخلاصة وکان الشیخ الامام ظهیر الدین المرغینانیؒ یفتیٰ فی قوله بهشتم بالوقوع بلانیة ویکون الواقع رجعیاً اھ[2] فتاویٰ عالمگیری، مصری، ج ۱ / ص ۳۷۹/ بخلاف فارسیۃ قولہ سرخنگ وہورہا کردم" لانه صار صریحا

---

[1] عالمگیری، ج ۱ / ص ۳۷۴/ الفصل الخامس فی الکنایات، تاتارخانیه کراچی ص ۳۱۵ ج ۳ کتاب الطلاق باب الکنایات، شامی کراچی ص ۲۹۸ ج ۳ کتاب الطلاق باب الکنایات.

[2] عالمگیری، ج ۱ / ص ۳۷۹/ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة.

فی العرف علیٰ ماصرح به نجم الزاهدی الخوارزمیفی شرح القدوری الیٰ قوله فان سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح فاذا قال ،رهاکردم ،ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً وماذلک الا لانه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق وقد مران الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت الیٰ ان قال واماذا تعورف استعماله فی مجرد الطلاق لابقید کونه بائناً یتعین وقوع الرجعی به کمافی فارسیة سرحتک اھ شامی[1]، ج ۲/ص ۷۱۷/''

عبارت بالا سے چند امور معلوم ہوئے عربی میں'' سرحتک'' اور فارسی میں بہشتم یا رہا کردم یا یلہ کردم اصالۃً کنایہ ہیں لیکن عرفاً ان کا استعمال طلاق ہی میں غالب ہے، ایسے الفاظ سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور طلاق رجعی ہوتی ہے، اور یہ حکم غلبۂ استعمال کی بناء پر ہے، لہٰذا جہاں یہ عرف نہ ہوگا وہاں یہ حکم بھی نہ ہوگا، اس سے ''فتاویٰ سراجیہ'' کی عبارت کا محمل بھی معلوم ہوگیا، یہ لفظ اصل کے اعتبار سے کنایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر نیت طلاق واقع نہ ہو، رہا یہ کہ عرف کی وجہ سے اس سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں، اس سے عبارت میں تعرض نہیں کیا، مجموعہ فتاویٰ[2]، ج ۱/ص ۳۸۳/ میں مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے اس لفظ سے جو سوال میں مذکور ہے وقوع طلاق کا حکم دیا ہے، اور فرمایا ہے ''معنی صریح طلاق کے ہیں''۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/محرم ۵۹ھ

لفظ چھوڑ دی سے طلاق

سوال:۔ محمد شفیع نے اپنے خسر کے بھائی اللہ دتا کو لکھا کہ تم اپنی لڑکی خاتون کو گھر پر ہی رکھو

---

[1] شامی کراچی، ج ۳/ص ۲۹۹/ شامی نعمانیه ، ج ۲/ص ۴۶۴/باب الکنایات.

[2] مجموعه فتاویٰ ، ج ۱/ص ۳۲۹/کتاب الطلاق.

ہم نے تمہاری لڑکی چھوڑ دی بالکل چھوڑ دی، ہمارے نہ کوئی آئے اور نہ جائے، اس سے پہلے زوجہ اور شوہر میں نااتفاقی بھی تھی، ملک پنجاب کے دیہات میں طلاق کے موقعہ پر لفظ طلاق شاذ و نادر ہی کوئی بولتا ہے، ورنہ تمام کا محاورہ یہی ہے کہ چھوڑ دی یا لکھدی ان دونوں فقروں سے مراد طلاق ہی لیتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے طلاق پڑ گئی یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسمیٰ شفیع نے اپنی زوجہ کے متعلق الفاظ مذکورہ تحریر کئے ہیں، اور وہ اس تحریر کا مقر بھی ہے تو ہمارے عرف کے موافق شرعاً طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ یہ الفاظ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح کے ہیں، اور طلاق جس طرح کہ زبان سے کہنے سے ہوجاتی ہے تحریر کرنے سے بھی ہوجاتی ہے، ''وان کانت (ای الکتابة) مرسومة یقع الطلاق نویٰ اولم ینواھ عالمگیری،[1] ج ۱ ص ۳۹۷ بخلاف فارسیة قوله سرحتک وھو رھاکردم لانه صار صریحا فی العرف علیٰ ماصرح به نجم الزاھدی الخوارزمی فی شرح القدوری الیٰ قوله فاذا قال رھاکردم ای سرحتک یقع اھ[2] شامی ،ج۲ ص ۷۱۷ ولوقال الرجل لامرأته تراچنگ بازداشتم اوبھشتم أویله کردم تراوپاکشاده کردم ترافھٰذا کله طلقتک عرفاً الیٰ قوله وکان الشیخ الامام ظھیرالدین المرغینا نیؒ یفتی فی قوله بھشتم بالوقوع بلانیة اھ فتاویٰ عالمگیری،[2] ج ۲ ر ص ۳۹۸ ر ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف، ۲۸ر صفر ۵۷ھ

---

[1] عالمگیری، ج ۱ ر ص ۳۷۸ ر الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، مطبوعه کوئٹه قاضی خان ص ۴۷۱ ج ۱ کتاب الطلاق فصل الطلاق بالکتابة مطبوعه کوئٹه (بقیه اگلے صفحه پر)

لفظ چھوڑ دی اور آزاد کردی کا حکم

سوال:۔(۱) لفظ آزاد صریح ہے یا کنایہ؟ (۲) لفظ چھوڑ دی صریح ہے یا کنایہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے لئے یہ لفظ بولتا ہے کہ میں نے اس کو آزاد کردیا تو اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، پس یہ بمنزلہ صریح طلاق کے ہے[۱]

(۲) یہ لفظ بھی اسی طرح مستعمل ہے جس طرح لفظ آزاد کردیا ہے[۲] کسی اور علاقہ کا کوئی عرف دوسرا ہو تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ

لفظ ''چھوڑ دیا'' سے طلاق

سوال:۔ ایک سوال جس کا جواب جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ میرے گھر سے چلی جا، میں نے تجھے چھوڑ دیا تو ہمارے عرف میں اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، لہٰذا تین دفعہ ایسا کہنے سے طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ زوجیت کا تعلق قائم کرنا حرام ہے، ہمارے یہاں جس شخص نے حسب بالا کئی مرتبہ استعمال کئے تھے، تو اس شخص نے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرکے اس عورت سے زوجیت کا تعلق قائم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق باب الکنایات.

۲ شامی کراچی، ج ۳/ص ۲۹۹/شامی نعمانیہ، ج ۲/ص ۴۶۴/باب الکنایات

۳ عالمگیری، ج ۱/ص ۳۷۹/الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة.

(صفحہ ہذا) ۱ ثم فرق بینہ الی قولہ غلب استعمالہ فی الصریح الخ، شامی کراچی، ج ۳/ص ۲۹۹/ شامی نعمانیہ، ج ۲/ص ۴۶۴/باب الکنایات.

۲ عالمگیری، ج ۱/ ۳۷۹/ الفصل السابع فی الطلاق، مطبوعہ کوئٹہ.

کرلیا ہے، لہٰذا اس کے یہاں کا کھانا، پینا، لینا، دینا تعلق رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں کا عرف وہ نہیں ہے جو فتویٰ میں پیچھے لکھا تھا تو حلالہ کی ضرورت نہیں تھی، پس سہارنپور کے فتوے پر عمل کرلیا درست کیا، اگر عرف میں وہی تھا تو یہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے درست نہیں ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ اگر لفظ ''چھوڑ دیا'' سے اصالۃً طلاق دینا مقصود ہے تب تو طلاق مغلظ ہوگئی[1] اگر لفظ ''میرے گھر سے چلی جا'' سے طلاق مقصود ہے اور لفظ ''چھوڑ دیا'' کو بطور ثمرہ بیان کیا ہے، تو ایک طلاق بائن ہے[2]، تجدید نکاح بغیر حلالہ کے کافی ہے[3]، یہی حکم ہے جبکہ خالی الذہن ہو دونوں میں تفریق لازم ہے، اگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر بھی نکاح کرایا تو پھر نکاح کرانے والا اور وکیل سب گنہگار ہوئے سب کو توبہ لازم ہے[4]، نکاح فسخ نہیں ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/ ۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/ ۸۷ھ

---

[1] بخلاف فارسية قوله سرحتک وهورها کردم لانه صريحا فی العرف علی ما هوصرح به النجم الزاهدی شامی زکریا، ج۴/ص ۵۳۰/ مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۲۹۹/اول باب الکنايات. کررلفظ الطلاق وقع الکل الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ،ج،۴/ ۵۲۱/ مطبوعه کراچی ،ج۳/ص ۲۹۳/ قبيل باب الکنايات.

[2] فالکنايات لاتطلق الابنية فنحواخرجی واذهبی .الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۴/ص ۵۲۸/مطبوعه کراچی ،ج۳/ص ۲۹۶/ اول باب الکنايات.

[3] اذاکان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعدانقضائها عالمگيری، ج ۱/ص ۴۷۲/باب الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة، شامی زکریا ص ۴۰ ج۵ باب الرجعة النهر الفائق ص ۳۵۵ج۲ کتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[4] واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا يجوز تأخيرها سواء کانت المعصية صغيرةً أو کبيرة، نووی علی المسلم ص ۳۵۴ج۲ کتاب التوبة مطبوعه کراچی، روح المعانی ص ۲۳۶ ج۱۵ سوره تحريم آيت ۸، مطبوعه دار الفکر بيروت.

ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے سے طلاق

سوال:۔ مسمیٰ شاکر خان نے اپنی زوجہ زبیدہ کو روبرو گواہان یہ کہا کہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اور وہ خلع کے پانچ صد روپے ہم سے لے لیں، کیا اس صورت میں مسماۃ زبیدہ کو اپنے شوہر سے طلاقِ بائن ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو ایسا کہنے سے ''ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے'' ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور خلع کا صحیح ہونا بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے، وہ اگر جب ہی قبول کرلے تو صحیح ہوجاتا ہے، ورنہ خلع صحیح نہیں ہوتا، نیز خلع میں کچھ دینا بھی ہوتا ہے، بیوی دیتی ہے نہ کہ شوہر بظاہر خلع کا مطلب شوہر کے نزدیک اصطلاحی خلع نہیں بلکہ ادائیگی مہر ہی طلاق کے ساتھ مقصود ہے، اس سے طلاقِ بائن نہیں ہوئی،[1] اگر عدت میں رجعت نہ کی تو عدت ختم ہونے پر بائن ہوجائے گی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۸ھ

''طلاق منظور ہے'' سے طلاق

سوال:۔ زید کی ساس نے اپنی لڑکی ہندہ کے لئے کسی بناء پر زید سے طلاق کو کہا

---

[1] سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح فاذا قال رهاکردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً (شامی کراچی، ج۳/ص ۲۹۹/ شامی نعمانیه، ج۲/ص ۴۶۴/ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱، الفصل السابع بالألفاظ الفارسیة .

زید نے اس کے جواب میں کہد یا کہ مجھے طلاق منظور ہے، اب زید تین ماہ اور کچھ دن بعد سسرال جاتا ہے، اور مراجعت کرلیتا ہے، اب یہ رجعت قابل قبول ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے طلاق کو منظور کرلیا ہے اور ابھی عدت نہیں گذری تو رجعت کا حق حاصل ہے، عدت گذر جانے کے بعد حق رجعت باقی نہیں رہے گا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا[1]

عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۸۸ھ

میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ ورسولؐ نے بھی تجھے طلاق دی

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ اور رسول نے بھی تجھے طلاق دی تو اس سے کس قسم کی طلاق واقع ہوگی؟

---

[1] واذطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلک اولم ترض(هدايه ،ج۲/ص ۳۹۴، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه، ج ۱/ص ۴۷۳/باب الرجمعة، فصل فيما تحل به المطلقة، تاتارخانيه كراچى ص۵۹۸ ج۳ مسائل الرجعة.

[2] وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقرأء .....وان كانت حاملاً فعدتها ان تضع حملها(هدايه ،ج۲/ص ۴۲۲/ باب العدة، شامى كراچى ص ۵۰۱،۵۰۴ ج۳ باب العدة عالمگيرى كوئٹه ص۵۲۶،۵۲۸ ج ۱ باب النفقات.

الجواب حامداً ومصلیاً

سنی [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

یعنی فی العدد ایک اور رجعی۔

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) ۵/رجب ۶۶ھ

میں نے طلاق دی میرے خدا نے طلاق دی

سوال:- زید نے اپنی بیوی سے حالت سہولت میں یہ الفاظ استعمال کئے، کہ میرے بس کا تجھ کو رکھنا نہیں ہے، میں نے طلاق دی، میرے خدا نے دی یہ جملہ اس نے ۶/۷/چھ، سات مرتبہ کہا یہ جملہ ایسے موقعہ پر کہا ہے جب کہ چند آدمی وہاں پر موجود تھے، بلکہ ان آدمیوں نے زید سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، اس کو روٹی کپڑا دے اس پر زید نے کہا میں رکھنا نہیں چاہتا، تم اس کو لے جاؤ اور اپنے یہاں رکھو اس کو روٹی کپڑا دو میں اس کو اپنے یہاں نہیں رکھوں گا، ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو رجوع کرسکتا ہے، یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی [2]، رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، نہ دوبارہ

---

[2] فانه ای الطلاق نوعان سنی وبدعی وکل واحد منهما نوعان نوع یرجع الی العدد ونوع یرجع الی الوقت واما الطلاق السنی فی العددوالوقت فنوعان حسن واحسن فالا حسن ان یطلق امرأته واحدة رجعیة فی طهر لم یجامعها فیه ثم یترکها حتی تنقضی عدتها اوکانت حاملاً قداستبان حملها والحسن ان یطلقها واحدة فی طهر لم یجامعها فیه ثم فی طهر اخر أُخری ثم فی طهراخرأُخری (عالمگیری، ج ۱/ص ۳۴۸/ کتاب الطلاق)وراجع الفاظ طلاق السنة (عالمگیری ، ج ۱/ص ۳۵۲/) شامی کراچی ص ۲۳۱ ج۳ کتاب الطلاق مطلب طلاق الدور، هدایه ص ۳۵۴ ج۲ باب طلاق السنة، مطبوعه تهانوی دیوبند. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

نکاح درست تاوقتیکہ حلالہ نہ ہوجائے،[1] یہ حکم اس وقت ہے کہ ہم بستری یا خلوت صحیحہ ہوچکی ہو، ہم بستری یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہوتو صرف ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی،[2] جسمیں رجعت کا حق نہیں البتہ طرفین کی رضامندی سے بلا حلالہ نکاح درست ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۱۱/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۱۱/۶۰ھ

طلاقہ کی طلاقہ طلاق طلاق کا حکم

سوال:۔ میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ اس طلاقہ کی طلاقہ کو طلاق دیدو، تو میں نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ رجل قال لامرأته طلقک اللّٰه تعالیٰ تطلق. عالمگیری ص: ۳۵۹، ج: ۱، باب الصریح، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) ۱ وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه مصر، البحر الرائق ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۸۷، ۸۸ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ وان فرق بوصف اوخبر اوجمل بعطف اوغیره بانت بالاولی لا الی عدة ولم تقع الثانیة والثالثة. الدرالمختار زکریا ص: ۵۱۱، ج: ۴، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۵۵، ج: ۲، مطبوعه کراچی، ص: ۲۸۶، ج: ۳، باب طلاق غیر المدخول بها، المحیط البرهانی ص ۴۰۹ ج ۴ الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۳ ج ۱ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول.

۳ وینکح مبانته بما دون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار نعمانیه ص: ۵۳۷، ج: ۲، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۴۰، ج: ۵. باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۵۷ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه امدادیه ملتان.

فوراً غصہ میں کہا طلاقہ کی طلاقہ طلاق طلاق اس کے علاوہ اور میں نے کچھ نہیں کہا، براہِ کرم آپ مطلع فرماویں کہ طلاق ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنے سے شرعاً دو طلاق واقع ہوگئیں، اس میں عدت (تین حیض) گذرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق ہے[1] جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ زبان سے کہدے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لی تو نکاح بدستور قائم رہے گا، لیکن پھر اگر ایک دفعہ بھی طلاق دے گا تو یہ حق باقی نہیں رہے گا، بلکہ مغلظہ ہوجائے گی، اور بغیر حلالہ کے کوئی صورت جواز کی نہ ہوگی

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

صاف طلاق سے تین طلاق مراد لینا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بایں لفظ طلاق دی کہ ''تو صاف طلاق ہے'' ہمارے یہاں کے عوام کے عرف میں صاف طلاق سے مراد اور مطلب تین طلاق ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر طلاق دینے والے سے بھی صاف طلاق کا مطلب پوچھا جائے تو وہ جواباً کہتا ہے کہ صاف طلاق سے میرا مطلب تین طلاق ہے، بناء علیہ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ صاف طلاق دیدے گا اور کوئی عدد بیان نہیں کرے گا، تب بھی تین طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی، وہ دلیل دیتے ہیں کہ ''المعروف کالمشروط'' اور بعض

---

[1] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها رضيت بذٰلک اولم ترض كذافي الهداية (عالمگيری، ج ۱/ص ۴۷۰/الباب السادس فی الرجعة) طبع كوئٹه، هداية ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوی ديوبند، تبيين الحقائق ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امداديه ملتان.

علماء کہتے ہیں کہ فقط لفظ صاف طلاق سے تین طلاقیں مغلظہ واقع نہیں ہونگی، کیونکہ لفظ صریح نہیں، نیت مراد مطلب اور عرف کا اعتبار نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ لفظ تو صاف طلاق ہے ہمارے محاورہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ گول مول لفظ نہیں ہے، جس میں طلاق کا مطلب بھی نکل سکتا ہے اور دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے، بلکہ قطعی طور پر صرف طلاق کا مطلب ہے[1]، اس لفظ سے تین طلاق مراد لینا یہاں کا محاورہ نہیں جس علاقہ میں اس سے تین طلاق ہی مراد ہوتی ہے وہاں کے علماء اہل فتویٰ سے رجوع کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۱۳۹۶ھ

دو طلاق کے بعد کہا یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا

سوال: ۔زید کی بیوی ہندہ اور اس کی ساس سے کسی بات پر تکرار ہوئی زید نے بیوی کو منع کیا کہ کیوں بلاوجہ تکرار کر رہی ہے، لیکن وہ نامانی، تو زید نے کہا کہ فلاں کی لڑکی کو طلاق طلاق، اس کے بعد زید نے اپنی بیوی سے دوبار یہ بھی کہا کہ یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا، صورت مذکورہ میں کونسی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چونکہ یہ لفظ ہمارے اردو کے محاورہ میں صریح طلاق کے معنی میں ہے جیسا کہ مولانا

---

[1] وقد مران الصریح ماغلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الافیه من ای لغة کانت .شامی زکریا ،ج۴/ص ۴۶۴/ مطبوعه کراچی ،ج۳/ص ۲۵۲/باب الصریح، مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج الخ، بحر ص ۲۵۱ ج۳ باب الطلاق مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۱۹۷ ج۲ باب الطلاق مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] قال ان فعلت کذا فثلاث تطلیقات علی اوقال علی واجبات یعتبر عادة اهل البلاد هل غلب ذٰلک فی ایمانهم شامی کراچی، ج۳/ص ۲۵۳/مطبوعه زکریا، ج۴/ص ۴۶۵ باب الصریح ،مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج الخ.

عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے مجموعہ فتاویٰ[1] ج ۱/ص ۳۲۹/ میں تصریح فرمائی ہے، لہٰذا اس لفظ سے بھی طلاق واقع ہوکر ہندہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں، اگر زید کہے کہ اس لفظ سے میرا مقصود پہلے دو طلاقوں کا بیان ہے، تو اس کا یہ کہنا دیانۃً ہوسکتا ہے لیکن قضاءً تسلیم نہیں کیا جائے گا، اور چونکہ عورت مثل قاضی کے ہے، لہٰذا جب کہ ہندہ نے زید سے لفظ مذکور سنا تو اس صورت میں تین طلاق ہی کا حکم ہے، پس ہندہ بغیر حلالہ کے زید کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، درمختار میں ہے ''کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین، ص ۴۶۰ ج ۲ شامی[2]، میں ہے ''ای وقع الکل قضاء وکذا اذااطلق اشباہ ای بان لم ینو استحساناً ولاتاکیداً لان الاصل عدم التاکید، ج ۲/ص ۴۶۰/والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لایحل لھا تمکینہ، ج ۲/ص ۴۳۲/''[3]

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبار طلاق کا واقع ہوجانا تو بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد جب دوسرا جملہ کہا کہ یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا، اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ تم کو دوبار طلاق دے کر چھوڑ دیا ہے، لہٰذا اب یہاں سے جاؤ تو اس جملہ سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی، بلکہ یہ پہلی طلاق کی خبر وحکایت ہے[4]، لہٰذا شوہر کو

---

[1] مجموعۃ الفتاوی ص ۳۲۹ ج ۱ مطبوعہ لکھنؤ.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج ۴/ص ۵۲۱/ مطبوعہ کراچی، ج ۳/ص ۲۹۳/ قبیل باب الکنایات، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۵ ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیہ ص ۲۸۶ ج ۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد الخ مطبوعہ کراچی.

[3] شامی زکریا، ج ۴/ص ۴۶۳/ مطبوعہ کراچی، ج ۳/ص ۲۵۱/ باب الصریح مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی الفصل الاول فی الطلاق الصریح، بحر ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[4] کمایستفاد من ھذہ العبارۃ ولوقال لامرأتہ انت طالق فقال لہٗ رجل ماقلت فقال طلقتھا اوقال قلت ھی طالق فھی واحدۃ فی القضاء لان کلامہ انصرف الیٰ الاخبار بقرینۃ الاستخبار بدائع کراچی، ج ۳/ص ۱۰۲/ کتاب الطلاق فصل فی النیۃ فی احد نوعی الطلاق.

حق رجعت عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے حاصل ہے[۱]، اگر یہ خط کشیدہ جملہ اس مقصد کے لئے نہیں بولا بلکہ یہاں سے جاؤ طلاق کے لئے کہا ہے، تو اس سے تیسری طلاق واقع ہو کر تب مغلظہ ہوگئی ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہلی دو طلاق رجعی کو بائن کرنا مقصود ہو تو اس سے مستقل طلاق نہ ہوگی بلکہ پہلی دی ہوئی رجعی طلاق بائن ہو جائیگی، اور بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کافی ہوگا[۲]، بیوی کے حق میں لفظ چھوڑ دیا ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے[۳]، لیکن شوہر کا صورتِ مسئولہ میں دو طلاق دے کر یہ کہنا کہ ''یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا'' ظاہر کر رہا ہے کہ اس لفظ سے انشاءِ طلاق مقصود نہیں، بلکہ دی ہوئی طلاق کا اظہار واقرار اور اس کی نقل وحکایت مقصود ہے ، جس پر ''یہاں سے جاؤ'' متفرع کر رہا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

طلاقِ بائنہ کیا ہے؟

سوال:- طلاقِ بائنہ کیسی ہوتی ہے؟

---

[۱] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها عالمگيرى ، ج ۱/ص ۴۷۰/ باب الرجعة مطبوعه كوئٹه، هداية ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه تهانوى ديوبند، زيلعى ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] اذاكان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها عالمگيرى كوئٹه، ج ۱/ص ۴۷۲/ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شامى زكريا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۲ كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] بخلاف فارسية قوله سرحتک وهورهاكردم لانه صار صريحاً فى العرف ،شامى زكريا، ج ۴/ ص ۵۳۰/ مطبوعه كراچى ، ج ۳/ص ۲۹۹/ اول باب الكنايات، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السابع فى الطلاق بالالفاظ الفارسية، مجموعة الفتاوى ص ۳۲۹ ج ۱ ، مطبوعه لكهنؤ.

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاقِ بائن وہ ہے جس کے بعد حق رجعت باقی نہ رہے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں، (۱) مخففہ، (۲) مغلظہ، اول میں تجدیدِ نکاح تعلقِ زوجیت قائم کرنے کے لئے کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں،[۱] طلاقِ بائن سے عموماً یہی قسم مراد ہوتی ہے، دوم میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۱۳۹۵ھ

بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا

سوال: - بکر اور زینب میں جھگڑا ہوا زینب نے بکر سے کہا کہ اگر مجھ کو گالی دو گے تو میں میکہ چلی جاؤں گی، بکر بہت غصہ ہوا اور زینب سے کہا (جو دو مہینہ کی بچہ کی ماں ہے) تیری گانڈ پر طلاق ہے طلاق ہے، اب چلی جا تجھ کو طلاق ہو گیا، اس وقت زینب طلاق سمجھ کر بکر سے علیحدہ ہو گئی، بکر نے طلاق دیتے وقت کوئی گواہ مقرر نہیں کیا، کیا اس میں مراجعت کی گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے پہلے لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، یہ مہمل ہے، دوسرے لفظ کو بھی اگر پہلے ہی لفظ

---

[۱] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچی ص۱۸۷ ج۳ فصل واما طلاق البائن فنوعان.

[۲] وان كان الطلاق ثلثا في الحرة وثنتين في الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة. فصل فيما تحل به المطلقة. مطبوعه كوئٹه، تبيين الحقائق ص۲۵۷ ج۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

پر مرتب کیا ہے مستقل نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی، اگر اس دوسرے لفظ (طلاق ہے) کو مستقل کہا ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی، پھر تیسرے لفظ (اب چلی جا تجھ کو طلاق ہو گیا) سے بالیقین طلاق ہوگی، بشرطیکہ پہلے مہمل لفظ سے یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی، اس کو خبر دیا تو، ورنہ اس سے بھی نہیں ہوئی۔

دوسرے اور تیسرے لفظ سے حسبِ تفصیل بالا اگر طلاق ہوگئی ہے تو رجعت کا اختیار حاصل ہے، عدت (تین حیض) گذرنے سے پہلے پہلے رجعت کرسکتا ہے، بشرطیکہ (اب چلی جا) سے مستقل طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ رجعت کا اختیار نہیں: **لا یقع لو اضافه الی الید والرِّجل والدبر والشعر والانف الخ درمختار**[1]. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

''طلاق دیتا ہوں ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں'' کا حکم

سوال:- عرصہ تین سال ہوا کہ زید نے کچھ خانگی الجھنوں میں آکر چند عورتوں کے نزدیک اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں، اور یوں بھی کہا کہ ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں، اور پھر افسوس ظاہر کرنے لگا، لہٰذا زید کے گھر سے ہندہ اپنے میکہ بھی چلی گئی، اور ہندہ کے والدین سامانِ جہیز اور دَین مہر وغیرہ کا مطالبہ زید سے بذریعہ پنچایت کرنے لگے مگر کچھ روز تک زید نے ٹال مٹول ضرور کیا ہے اور اسی عرصہ میں زید نے اپنا نکاح دوسری جگہ کرلیا، لہٰذا نکاح کی خبر پاتے ہی ہندہ زید کے گھر چلی آئی، اور ایک ہفتہ زید کے گھر رہ کر ہندہ تعلق شوہر بیوی

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۷۲، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۵۸، ج: ۳، باب الصریح، مطلب فی قوله علی الطلاق من ذراعی، عالمگیری دار الکتاب ص ۳۶۰ ج ۱ الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۶۲ ج ۳ باب الطلاق الصریح.

کرتی رہی، جو کہ زید کے والدین کو ناگوار تھا کہ خلافِ شرع ہے اور ہندہ پر سختی کی، اور سختی کی وجہ سے ہندہ زید کے گھر سے سامانِ جہیز لے کر اپنے میکہ چلی گئی اور زید کو ایک کاغذ بنادیا کہ وقت ضرورت کام آسکے، مگر زید اور ہندہ ابھی تک دونوں بطور میاں بیوی ملتے رہتے ہیں، ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا طلاق سے پہلے کا ہے، جو ابھی تک ہندہ اپنے پاس رکھے ہوئے ہے اور پھر اسی عرصہ میں ہندہ حاملہ بھی ہوگئی تھی، اور کئی بار حاملہ ہوئی مگر لوگوں کے ہنسنے کی وجہ سے حمل ضائع کرادیا، یہ خبر ہندہ کے والدین اور دوسرے تمام لوگوں کو معلوم ہوئی، اگر زید کے والدین موجود نہ ہوتے تو زید ہندہ کو اپنے پاس مستقل رکھ لیتا۔

اب حال یہ ہے کہ ہندہ دوسری جگہ شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہے، اور ہندہ کی پوری خواہش ہے کہ پھر میں زید ہی کے ساتھ رہوں گی چاہے جائز ہو یا نہ ہو، مگر دوسری جگہ شادی نہیں کروں گی، اگر دوسری جگہ شادی کردی گئی، تو خودکشی کرلوں گی، زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو جائز طریقہ سے رکھ سکتا ہوں، ہندہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہے، ہندہ کے والدین کی خواہش ہے کہ ہندہ زید کے پاس چلی جائے، کیونکہ ہندہ ابھی تک زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کے پاس رہنا چاہے تو صرف دوبارہ نکاح کے ذریعہ رہ سکتی ہے یا حلالہ کی بھی ضرورت ہوگی؟ براہِ کرم بالتفصیل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ ''میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں'' اس جملہ سے ہندہ پر ایک طلاق راجعی واقع ہوگئی[1]، اندرونِ عدت اس طلاق سے رجعت کا شوہر کو حق حاصل ہے[2]، دوسرا جملہ ''ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں'' اس میں ایک بار اور ہزار بار سے مراد اگر طلاق ہے

---

[1] صریحہ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بها واحدة رجعیة. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۶۰، ۴۵۷، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۷، ج:۳، اول باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۲ باب ایقاع الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۵۵ ج ۳ باب الطلاق.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور شوہر کا مقصد یہ ہے کہ میں نے پہلے جملہ سے طلاق دی ہے، اس کو ہزار بار کہتا ہوں، ہاں میں نے طلاق دے دی، مجھے اس طلاق سے انکار نہیں ہے بلکہ ہزار بار اس کا اقرار ہے، تو اس جملہ سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوگی[۱]، اگر پہلے جملہ کے بعد اندورنِ عدت رجعت کر لی تھی، خواہ قولاً خواہ عملاً تو دونوں کا نکاح بدستور قائم رہا، اگر دوسرے جملے سے مقصد یہ ہے کہ ہزار بار طلاق دیتا ہوں، تو پھر اسمیں تفصیل ہے، وہ یہ کہ پہلی طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے یا رجعت کر لینے کے بعد کہا ہے تو طلاق مغلظہ ہوگئی[۲]، بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت قائم ہونے کی کوئی صورت نہیں[۳]، اگر پہلی طلاق کے بعد رجعت نہیں کی اور عدت ختم ہوگئی تھی اس کے بعد کہا ہے تو یہ کہنا بیکار گیا[۴]، اب اگر دونوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) رضیت بذٰلک اولم ترض. هدایه ص:۳۹۴، ج: ۲، اول باب الرجعة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج ۲ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة.

(صفحہ ہذا) ۱ ولو قال عنیت بالثانی الاخبار عن الاول لم یصدق فی القضاء ویصدق فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ لان صیغتها صیغة الاخبار، بدائع الصنائع کراچی ص:۱۰۲، ج:۳، کتاب الطلاق، فصل ومنها النیة فی احد نوعی الطلاق الخ، هندیه کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الصریح، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۹ ج ۳ الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد.

۲ الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۵۴۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۳۰۶، ج:۳، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح الخ، بحر کوئٹه ص ۳۰۶ ج ۳ باب الکنایات، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات، دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ لا ینکح مطلقة بها ی بالثلاث لوحرة وثنتین لوامة حتی یطأها غیرهٗ بنکاح وتمضی عدته الخ، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، مطبوعه زکریا ص:۴۰، ج:۵، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة.

۴ سئل ابوموسیٰ عمن راجع امرأته بعد التطلیق ثم قال لها حالة الغضب توزن من نیستی ونوی به تطلیقة واحدة واخبرها بذلک حتی حاضت ثلاث حیض ثم طلقها ثلاثا قال لا تقع الثلاث لانها صارت اجنبیة بانقضاء العدة. الفتاوی التاتارخانیة ص:۳۲۳، ج:۳، ..... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیں حلالہ کی ضرورت نہیں[1]۔

شریعت کے نزدیک بیوی کے حرام ہونیکے بعد (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی) دونوں کا آپس میں ملنا سخت معصیت اور وبال کا باعث ہے، اور خدائے قہار کے غضب کو دعوت دیتا ہے، جو لوگ اسکو برداشت کررہے ہیں وہ بھی حسبِ حیثیت مجرم ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق رجعی، بائن، مغلظہ کا فرق

سوال:- ایک شوہر نے رمضان شریف میں شام کے وقت روزہ کی جھانجھ میں جھگڑے ولڑائی کے بعد اپنی عورت کو تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور پھر یہی الفاظ ایک تیسرے شخص کے سامنے بھی دریافت کرنے پر تین مرتبہ کہے آیا اس صورت میں طلاق پڑگئی یا نہیں اگر طلاق پڑگئی ہے تو کس قسم کی آیا رجعی یا بائن یا مغلظہ ہوئی اور عورت حاملہ ہے تو عدت کتنے روز تک ہوگی نیز طلاق رجعی وبائن ومغلظہ کی صاف وضاحت فرمایئے کہ نتیجہ میں تینوں میں کیا فرق ہے۔ بینوا وتوجروا۔ العبد امیر احمد مبلغ وسفیر دارالصناعۃ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں شوہر کی طرف سے بیوی کے حق میں یہ الفاظ کہ میں نے تجھ کو آزاد کردیا،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الخامس فی الکنایات، نوع آخر فی قوله لیست لی بامرأة وما یتصل به الخ، مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة پاکستان.

[1] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۲ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

بمنزلہ صریح طلاق کے ہیں جن سے بلانیت بھی طلاق ہوجاتی ہے[۱] اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے، پس صورت مسئولہ میں اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس کا حکم یہ ہے کہ حلالہ کرے یعنی عدت ختم ہونے پر عورت کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص نکاح کے بعد اس سے صحبت کرے پھر اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو عدت گذار کر اس پہلے شوہر سے نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے نکاح درست نہیں[۲] حاملہ کی عدت وضع حمل ہے[۳]۔

صریح لفظ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال صرف طلاق میں ہوتا ہو کسی اور میں نہ ہوتا ہو) طلاق رجعی واقع ہوتی ہے[۴]۔

---

[۱] فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً وما ذاک الا لانه غلب فی عرف الناس استعماله فی الطلاق وقد مرّ ان الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت. رد المحتار زکریا ص ۵۳۰/ ج۴/مطبوعه کراچی ص ۲۹۹/ ج۳/ باب الکنایات، الدر المنتقی مع مجمع الأنهر ص۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص ۳۰۱ ج۳ باب الکنایات.

[۲] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری ص۴۷۳/ ج ۱/ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، دار الکتاب دیوبند، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج۴ فصل فیما تحل به المطلقة.

[۳] وعدة الحامل ان تضع حملها کذا فی الکافی عالمگیری ص ۲۸/ج ۱/الباب الثالث عشر فی العدة، مطبوعه کوئٹه، بحر کوئٹه ص۱۳۳ ج۳ باب العدة، مجمع الأنهر ص۱۴۵ ج۲ باب العدة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] صریحه مالم یستعمل الا فیه ویقع بها واحدة رجعیة وان نوی خلافها اولم ینو شیئاً، الدر المختارعلی الشامی زکریا ص ۴۵۷/ج ۴/مطبوعه کراچی ص ۲۴۹،۲۴۷/ ج۳/،باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق طبع بیروت، النهر الفائق ص ۳۲۱ ج۲ باب الطلاق الصریح، مطبوعه مکه مکرمه.

کنایہ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال طلاق میں بھی ہوتا ہے اور غیر طلاق میں بھی ہوتا ہے، جیسے نکل جا، دور ہو جا، میں نے تجھ کو نکال دیا، اپنے باپ کے گھر جا کر رہ وغیرہ) طلاق بائن واقع ہوتی ہے، اور اس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے، اور بعض دفعہ دلالت حال مثلاً لڑائی اور غصہ کی حالت یا طلاق کا پہلے سے تذکرہ ہونا عورت کا مطالبہ طلاق کرنا بھی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے، اگر نیت ہو نہ قائم مقام نیت ہو تو ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی،[1] اور صریح الفاظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ خوشی کی حالت میں کہے خواہ غصہ کی۔

نتیجہ کے اعتبار سے یہ فرق ہے، کہ طلاق رجعی میں صرف رجعت کافی ہے، یعنی عدت کے اندر اندر یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا رجوع کر لیا وغیرہ اور صحبت وغیرہ سے بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے،[2] طلاق بائن میں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، بلکہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے شوہر بیوی عدت کے اندر نکاح کر لیں چاہے عدت کے بعد[3] اور طلاق مغلظہ میں نہ رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے، نہ دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے بلکہ حلالہ

---

[1] کنایته عند الفقهاء مالم يوضع له اى الطلاق واحتمله وغيره فالكنايات لا تطلق إ لا بنية او دلالة الحال وهى حالة مذاكرة الطلاق او الغضب فنحوا خرجى واذهبى وقومى. الدر المختارعلى الشامى زكريا ص ۵۲۹/ ۵۲۶/ ج۴/ مطبوعه كراچى، ۲۹۶/ ج۳/ باب الكنايات، النهر الفائق ص۳۵۶ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه مكه مكرمه، مجمع الأنهر ص۳۴ ج۲ فصل فى الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وتصح الرجعة بنحو راجعتک ورددتک ومسکتک وبالفعل بکل ما يوجب حرمة المصاهرة وفى الشامية ويفيد قوله بما يوجب حرمة المصاهرة حيث قال فى البحر ودخل الوطء والتقبيل بشهوة على اى موضع كان الدر المختارمع الشامى، زكريا ص۲۵ ج۵، مطبوعه كراچى ص۳۹۸ ج۳ باب الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۱ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها، عالمگيرى كوئٹه ص۴۷۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوى ديوبند، الدر مع الشامى كراچى ص۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة.

کی ضرورت پیش آتی ہے[1] جس کی کیفیت صورت مسئولہ کے جواب میں بھی بیان کی گئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۱۰/۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور شوال ۷/۵۶ھ

---

[1] إن كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتاب ديوبند، بحر كوئٹه ص ۵۶ ج ۴ فصل فيما تحل به المطلقة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

الفاظ متغیرہ سے طلاق

لفظ تلاخ سے طلاق

سوال:۔زید نے اپنی زوجہ کو ایک پرچہ لکھا اور اس میں یہ لکھا ''میں تم کو تلاخ دے چکا'' بالتاء والخاء، اور یہ لفظ کئی جگہ لکھا ہے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور وقوع کی صورت میں یہ کونسی طلاق ہوگی یعنی رجعی یا بائنہ یا مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے ایسا پرچہ لکھ کر بیوی کے پاس بھیجا اور اس کو اپنی تحریر کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے، اور اس میں تین مرتبہ طلاق (تلاخ) ہے تو بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوگئی، صریح الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں، علامہ شامی نے تصریح کی ہے۔

''صریحۂ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق، ومطلقۃ ویقع بھا واحدۃ رجعیۃ وان نویٰ خلافھا اولم ینوشیئا وفی انت الطلاق اوانت طلاق طلاقاً یقع واحدۃ رجعیۃ یدخل نحو طلاخ وتلاخ وطلاک وتلاکوط، ل، ق [1]

[1] الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا، ج۴/ص ۴۵۷/ (بقیہ آئندہ پر)

کرر لفظ الطلاق وقع الکل[1] وبحث الطلاق بالکتابة فی الجلد الثانی[2]، والخامس[3] من ردالمحتار. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لفظ طاق سے طلاق نہیں ہوتی

سوال: میرے رشتہ دار اور سسرال والے شریعت کے پابند نہیں، شریعت کے خلاف میری بیوی کے سامنے محبت کی باتیں مجھ سے برداشت نہ ہوسکیں، غصہ میں ایک سانس میں میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، (۱) مَنو میں نے تمہیں طاق دی، (۲) مَنو میں نے تمہیں طاق دی، (۳) مَنو میں نے تمہیں طاق دی، اس کے بعد زبردستی مجھ سے کاپی پر یہ تحریر لکھوائی، اب منو آنا چاہتی ہے، اِس طرح سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لفظ طاق لکھا ہے، (بغیر لام کے) طلاق نہیں لکھا یا زبان سے اسی طرح کہا ہے تو کوئی

(بقیہ گذشتہ کا) مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۲۴۷/. اول باب الصریح، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۴ ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح، بحر ص ۲۵۲ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۴/ص ۵۲۱/ مطبوعه کراچی، ج۳/۲۹۳/قبیل باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول الخ، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۶ ج۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وایقاع العدد الخ.

[2] کذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقرّ أنه کتابه شامی زکریا، ج۴/ص ۴۵۶/مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۲۴۶/ کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، قبیل الفصل السابع، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج۳ الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب.

[3] شامی زکریا، ج۱۰/ص ۴۶۱/ مطبوعه کراچی، ج۶/ص ۷۳۷/ کتاب الخنثی، مسائل شتی.

طلاق نہیں ہوئی[1]، اگر لفظ طلاق لکھا ہے، یا کہا ہے تو اس کو دوبارہ صحیح صحیح لکھئے، کیونکہ یہ سوال پہلے بھی آچکا ہے، واقعہ بظاہر وہی ہے، مگر تحریر میں فرق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۱۳۹۱ھ

لفظ ''طل'' کا حکم

سوال:- (۱) ایک استفتاء درج ذیل ہے، اس کے دو جواب، دو مجیب نے دیئے ہیں جو آپس میں متضاد ہیں، دونوں جواب پر محاکمہ فرماتے ہوئے اس کی بھی وضاحت فرمائیں کہ طلاق کے الفاظ کنائی کی کیا تعریف ہے، اور طلاق کے لئے کسی لفظ کے کنائی ہونے کے لئے کیا کچھ شرائط بھی ہیں؟ اور پھر یہ لفظ ''طل'' کنائی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

(۲) زید نے غصہ اور جھگڑے کی حالت میں چند لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، دوسری طلاق دے ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے اسکے منہ کو بند کر دیا، اور اسکے منہ سے صرف لفظ ''طل'' نکل سکا، تیسری طلاق اسنے آزادانہ طریقہ پر دی، اسلئے کہ اب اسکا منہ بند نہیں رہ گیا تھا، سوال یہ ہے کہ دو طلاقیں واقع ہوئیں یا نہیں؟ جبکہ لفظ ''طل'' طلاق ہی کی نیت سے وہ نکال سکا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تین طلاق واقع ہوئیں، ''**ولو قال لها كوني طالقاً وقع كذا يا طال بالكسر، ولا توقف على النية، كما لو تهجى به او بالعتق، وتحت قوله والا توقف الى آخره في الشامي اى وان لم يكسر اللام في غير المنادى توقف**

[1] وإن حذف اللام فقط فقال أنت طاق لا يقع وإن نوى البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۵ ج ۳ باب الطلاق الصريح، عالمگيری كوئٹه ص ۳۵۷ ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصريح، شامی زكريا ص ۴۶۸ ج ۴ باب الصريح، مطلب فی قوله على الطلاق من ذراعی، تاتارخانيه كراچی ص ۲۷۳ ج ۳ الفصل الرابع فيما يرجع الى صريح الطلاق.

الوقوع علی نیة الطلاق ای اوما فی حکمها کالمذاکرة والغضب کما فی الخانیة (الدرالمختار مع ردالمحتار ج:۲، ص:۵۹۸)

(۲) دوطلاق واقع ہوئیں "**وان حذف اللام والقاف بان قال انت طا وسکت او اخذ انسان فمه لا یقع وان نوی** (کذا فی البحرالرائق، هندیه، ج:۱، ص:۳۵۷، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق)

جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

عربی قاعدہ کے مطابق منادی میں ترخیم درست ہے، یعنی حرف اخیر کو حذف کر کے ماقبل اخیر پر کفایت کی جائے، جیسے یا طالق میں قاف کو حذف کر کے لام کو کسرہ برقرار رکھا جائے، تو یہ بمنزلہ یا طلاق کے ہے[۱]، لفظ "طل" میں الف بھی حذف ہے، اور قاف بھی حذف ہے اسلئے یہ ترخیم کے تحت داخل نہیں بلکہ مہمل لفظ ہوگیا، **کنایة عند الفقها ما لم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیره** (درمختار ص:۴۶۲) **قوله مالم یوضع لهٗ ای بل وضع لما هوا عم منه ومن حکمه الخ** (شامی[۲] ج:۲، ص:۴۶۲) جبکہ تین دفعہ لفظ طلاق نہیں کہا بلکہ اول اور آخر لفظ کہا ہے، اور درمیانی لفظ مہمل رہا تو پہلے اور تیسرے لفظ سے دوطلاق رجعی کا حکم کیا جائیگا، اور مہمل لفظ کنایہ بھی نہیں کہا جائیگا، کیونکہ کنایہ مہمل کو نہیں کہتے بلکہ ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو کہ طلاق ہی کیلئے موضوع نہ ہو بلکہ عام ہو کہ طلاق وغیرِ طلاق کے دونوں میں اسکا استعمال ہوتا ہو، اور لفظ

---

[۱] یجوز ترخیم المنادی وهو حذف فی آخره للتخفیف کما تقول فی مالک یا مال وفی منصور یا منص وفی عثمان یاعثم ویجوز فی آخرالمنادی المرخم لاضم والحرکة الاصلیة کما یقول فی یا حارث یا حار، هدایة النحو، ج ۱ ص۳۵، کافیه ص ۳۱،۳۲ ترخیم المنادی جائز، مطبوعه مرکز ادب دیوبند، شرح کافیه ابن الحاجب ص ۳۶۰،۳۷۳ ج ۱ ترخیم المنادی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ج:۲، ص:۴۶۲، باب الکنایات، مجمع الأنهر ص۳۴ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۸ ج۳ باب الکنایات.

''طل'' کا استعمال نہ طلاق میں ہے نہ غیر طلاق میں اس پر کوئی حکم شرعی نہیں ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۹/۶/۱۴۰۱ھ

لفظ طلاق اور تلاقی میں خسر داماد کا اختلاف

سوال:۔طلاق کا ایک مسئلہ عجیب طریقہ پر اُلجھ گیا ہے معاملات کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے خسر داماد کے خطوط کے مضمون نقل کر کے بھیج رہا ہوں:۔

(الف) خسر کا خط داماد کے نام، تمہارا پیغام عزیزہ کو پہنچا دیا، اور یہ بتلا دیا کہ تمہارے شوہر نے یہ کہا ہے کہ اگر عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر ان کے گھر نہیں آجاتی تو ان کو طلاق دیتا ہوں، اور یہ بھی بتلایا کہ اس جملہ کو انہوں نے دو مرتبہ کہا تھا، چونکہ یہ مسئلہ شرعی تھا، اور بڑی حد تک پریشان کن بھی تھا، چنانچہ اس مسئلہ پر یہاں ایک عالم سے مشورہ لیا گیا کہ قاعدہ سے طلاق ہوگئی، انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے تعلقات اس وقت تک منقطع رہیں جب تک کہ عقد ثانی نہ ہوجائے، اور جب تک دوسرا نکاح نہ ہوجائے پردہ رہے گا۔

(ب) داماد کا خط خسر کے نام آپ نے عزیزہ کو جو پیغام پہنچایا یہ بالکل غلط ہے، اس کے لئے میں اپنے ہاتھ میں قرآن پاک لے کر قسم کھا سکتا ہوں میں بالکل جاہل نہیں ہوں میں نے گنجائش رکھ کر تب کچھ کہا تھا، ایک بار آپ پھر سن لیں، یہ جملہ میں اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، میں نے کہا تھا کہ عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر اگر نہیں آئیں تو ''تلاقی'' سمجھیں، اور یہ جملہ صرف ایک بار زبان سے کہا تھا، اور حضور ذرا لغت اُٹھا کر دیکھ لیں، تلاقی کے کیا معنی ہیں، معنی بھی سن لیجئے ہم سے، تلاقی کے معنی باہم ملاقات کرنا، آپ بھی لغت دیکھ لیں اور میں یہ جملہ بار بار کہہ سکتا ہوں یہ دونوں خطوط کے مضامین ہیں۔

تلاقی کے معنی اگر لیا جائے تو داماد کی باتوں کا مطلب کچھ غیر موزوں ہو کر رہ جاتا ہے، ایک جگہ وہ

کہتے ہیں کہ اس جملہ کو صرف ایک بار ادا کیا جبکہ خود دوسری جگہ کہتے ہیں کہ اس کو بار بار کہہ سکتا ہوں۔

خسر کا کہنا ہے کہ طلاق کا لفظ دو بار کہا گیا ہوتا تو جملہ موزوں ہوتا، اور طلاق کا اطلاق بھی نہ ہوتا، اب فتویٰ سے مطلع کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی معاملہ سہل ہے، وہ یہ کہ شوہر یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا اور پھر بدستور تعلق زوجیت قائم کرلے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، یہ حق عدت کے اندر اندر ہے، یعنی جس وقت الفاظ مذکورہ بیوی کے حق میں کہے ہیں اور بیوی ایک ہفتہ میں نہیں گئی، تو اس وقت تین حیض گذرنے سے پہلے پہلے شوہر کو اختیار مذکور حاصل ہے[1]، تین حیض گذرنے پر عدت ختم ہوجائے گی، اور مذکورہ اختیار بھی ختم ہوجائے گا، اس وقت تجدید نکاح کی ضرورت پیش آئے گی، اگر داماد کو

خسر کی بات اور نقل پر اعتماد نہ ہو بلکہ اپنی بات اور مراد پر اصرار ہو تو خسر کا قول شرعاً بغیر دو گواہوں کے تسلیم نہ ہوگا[2]، داماد کا قول معتبر رہے گا۔

تنبیہ:۔ اللہ کے ساتھ رسول کو گواہ بنانا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۹/۸۹ھ

---

[1] اذاطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلک اولم ترض عالمگيری، ج ۱/ص ۴۷۰/باب الرجعة، مطبوعه کوئٹه، هداية ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه تهانوی ديوبند، زيلعی ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وشرط لغير ذٰلک رجلان اورجل وامرأتان مالاً كان الحق اوغير مال كالنكاح والرضاع والطلاق الخ مجمع الانهر، ج ۳/ص ۲۶۱/ اول كتاب الشهادت، زيلعی ص ۲۰۹ ج ۴ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص ۱۵۴ ج ۳ كتاب الشهادة، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[3] تزوج بشهادة الله ورسولهٗ لم يجز .الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار كراچی، ج ۳/ص ۲۷، مطبوعه زكريا، ج ۴/ص ۹۹/ باب النكاح،قبيل فصل فى المحرمات، عالمگيری كوئٹه ص ۲۶۸ ج ۱ كتاب النكاح، الباب الاول الخ، بحر ص ۸۸ ج ۳ كتاب النكاح، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

تین طلاق کے احکام

قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت

سوال:- پارہ سیقول رکوع ۱۳: "الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" سے لے کر "زَوْجًا غَيْرَهُ" کی عربی عبارت میں لفظ ثلاثہ (جس کے معنی اردو میں تین ہیں) نہیں آیا ہے اور نہ ہی کوئی حافظ لفظ ثلاثہ رکوع مذکور میں پڑھتا ہے، آپ بھی پڑھ کے دیکھئے، لہٰذا جب کہ قرآن کی عربی عبارت میں ثلاثہ نہیں ہے، تو پھر اردو ترجمہ میں تین کیسے آ گیا؟ لہٰذا تین طلاق کا ثبوت قرآن پاک سے ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس آیت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ طلاق دو دفعہ تو ایسی ہے کہ شوہر کو اختیار باقی رہتا ہے، کہ دل چاہے تو بیوی کو ادائے حقوق کیلئے اچھے طریقہ پر روک لے، (عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجعت کر لے) اور چاہے تو اس سے بے تعلق ہو جائے، (رجعت نہ کرے) اس دو طلاق کے بعد پھر جو طلاق دے گا، تو اس کے بعد حرمتِ مغلظہ ہو جائے گی، کہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی

[1] قال اللّٰہ تعالی "الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، ..... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره، الآیة، سوره بقره ۲۲۹، ۲۳۰، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

اجازت نہ ہوگی[1]، آپ خود گن کر دیکھ لیں کہ یہ کون سی طلاق ہے اور دو کے بعد کون سا عدد آتا ہے، میں اس کا نام نہیں لیتا، کسی اردو پڑھنے والے بچہ سے خود پوچھ لیں گے کہ دو کے بعد کیا ہے تو وہ بھی بتائے گا، جو چیز بھی دو کے بعد والے درجہ پر آئے گی وہی تین ہوگی خواہ لفظ ثلاثہ اور تین ہو یا نہ ہو، مسجد میں امام کے پیچھے ایک صف ہے اس کے پیچھے دوسری صف ہے، اس کے پیچھے جو صف ہے، وہ تیسرے درجہ پر ہے، پھر ہر شخص اس کو یہی کہے گا، کہ یہ تیسری صف ہے، اگر چہ اس صف پر لفظ ثلاثہ لکھا ہوا نہ ہو، ایک آدمی ایک روٹی کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسری کھاتا ہے، اسکے ختم ہوے پر روٹی کھاتا ہے، وہ تیسری ہی ہے، اگر چہ اس پر لفظ ثلاثہ لکھا ہوا نہیں ہے، مگر ہر شخص اس کو تیسری ہی کہے گا، اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا، غلط نہیں ہوگا، جو اس کو غلط کہے گا، اس کا غلط کہنا غلط ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۱۳۹۲ھ

ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم

سوال:- زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیئے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گذرے ہیں کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے، جواب از روئے قرآن وحدیث ارسال ہو۔

جواب از طرف اہل حدیث

الجواب: قال اللّٰہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح

ان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۵۶ ج۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۴۲۱ ج۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

باحسان الیٰ ان قال حتی تنکح زوجاً غیرہ. سورۂ بقرہ، ص:۳، پ:۲ وقال اللّٰہ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن سورہ طلاق پ:۲۸، ان آیات کریمہ سے صاف ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دیجائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک قسم کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کو رجوع کرسکتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: **کانت الطلاق علیٰ عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللّٰہ عنہ وصدرا من خلافۃ عمرؓ طلاق الثلاث واحدۃ ص:۴۷۷، ج:۱،** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور شروع خلافت عمرؓ میں تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں، یہی مذہب ہزارہا صحابہ کرام کا تھا جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے: **سنن رجال کل صحابی من عھد الصدیق الیٰ ثلٰث سنین من خلافۃ عمرؓ یزیدون علیٰ الالف.** یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت عمرؓ کے خلافت کے تین سال تک ہزارہا صحابہؓ کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینا شروع کردی تو حضرت عمرؓ نے سیاسۃً تین کو تین کردیا جیسا کہ اسی صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں: **ان الناس قد استعجلوا فی امرقد کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم الخ** یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کردی جس میں ان کو دیر کرنا چاہئے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کردیں گے، چنانچہ جاری کردیا لیکن جب اس طریق سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی، تو حضرت عمرؓ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمایا، جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیلی میں ہے: **قال عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ماندمت علیٰ شیئ ندامتی علیٰ ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق الخ دیکھو اغاثۃ اللھفان مصری ص:۱۸۱، وص:۱۸۲،** یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں پر بڑی ندامت ہوئی ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن مسعودؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ وابوموسیٰ اشعریؓ

وزبیرؓ دیگر بڑے صحابہ بھی فرماتے ہیں، کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے، جیسا کہ تعلیق المغنی ص:۴۴، وفتح الباری ص: ۱۶۵، ونیل الاوطار ص:۱۵۴، ج:۶، میں صاف صاف مذکور ہے، خود حضرت ابن عباسؓ جن سے صحیح مسلم کی حدیث اوپر نقل کی گئی ہے، ان کا بھی یہی مذہب ہے، جیسا کہ ان کے شاگرد طاؤس سے مروی ہے: **قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثاً الخ قال طاؤس اسمعہ ما کان ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ یعدہ الا واحدۃ. تعلیق المغنی ص: ۴۴۵**، یعنی جب کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ اس کو ایک طلاق کہتے تھے، تابعین کا بھی یہی مذہب ہے، جابر ابن زید، طاؤس وعطاء، عمرو بن دینار، احمد بن عیسیٰ عبداللہ بن موسیٰ، عکرمہ، طاؤس ومحمد ابن اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہی مذہب اہل بیت کا ہے، دیکھو تفسیر نیشا پوری برحاشیہ ابن جریر نیز یہی مذہب ہے، بڑے بڑے علماء محدثین کا۔ جیسے محمد ابن تقیؒ ومحمد عبدالسلامؒ وامام رازیؒ وامام ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہم امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں، ایک تو وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ جلسہ واحدۃ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے، جیسا کہ محمد ابن مقاتل نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے، دیکھو! اغاثہ مصری ص: ۱۵۷، وکتاب المعلم شرح مسلم، امام مالکؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے، بعض اصحاب احمد وامام ابوداؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے، دیکھو عمدۃ الرعایۃ ص:۹۷، ج:۲۔

دوسری حدیث: **عن ابن عباسؓ قال طلق رکانہ ابن عبد یزید اخو المطلب امرأتہ ثلاثا فحزن علیھا حزنا شدیداً قال فسأل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف طلقتھا قال طلقتھا ثلاثا قال فی مجلس واحدۃقال نعم قال انما تلک واحدۃ فارجعھا ان شئت قال فراجعھا. مسند احمد جلد اول، مطبوعہ مصری ص:۲۶۵.**

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دی، انہوں نے کہا

تین طلاق دی آپ نے پوچھا کیا ایک جلسہ میں انہوں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہٰذا اگر تمہارا دل چاہے، تو رجوع کرلو تو رکانہ نے رجوع کرلیا، یہ حدیث صحیح اور حسن دونوں طریق سے مروی ہے۔ اعلام الموقعین ص: ۲۵، ج:۲، ابوسہل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ فتح الباری۔ پارہ:۲۲، ص:۱۶۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ خادم اسلم

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یہ شامل نقل فتویٰ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ کا ارسال ہے، کیا اس کے موافق زید نے جو کہ حنفی ہے، اپنی عورت کو غائبانہ کہا کہ میری فلانی نام لیکر کہا کہ اس کو تین طلاق تو اب زید اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا حسب تحریر مذکورہ دیگر مذاہب امام داؤد ظاہری کے جو کہ ان کے مذہب میں طلاق ہوتی ہی نہیں، اور ایک وقت میں تین طلاق کہنا ہی ایک طلاق ہے، اور جو زید نے شامی کی عبارت کا بھی جواب دیا ہے کہ ضرورت کے وقت دیگر مذہب پر عمل جائز ہے، اور خصوصاً شامی کی اس عبارت کی بناء پر ''حیلۂ ناجزۃ'' رسالہ لکھا گیا جس میں مالکی مذہب پر مفقود وغیرہ کی تفریق کی جواز لکھی گئی ہے، اب اگر زید مولوی لکھنوی کے فتویٰ پر عمل کر کے داؤد ظاہری کے مذہب پر اس عورت کو گھر میں رکھ لے تو اس کو جائز اور وطی اور اولاد حلال ہوگی یا نہیں اور زید کے ساتھ اور لوگ کنبے والے سلوک بردارانہ اور رشتہ داری وقرابت، صلۂ رحمی تعلق رکھیں یا نہ۔

(۲) مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے، کہ کسی مولوی شافعی سے فتویٰ لے کر عمل کرلے آج کل یہاں ہندوستان میں داؤدی مولوی کا ملنا مشکل ہے، کیا اس صورت میں حنفی مولوی سے شافعی مذہب پر فتویٰ لیا جائے گا یا نہ، زید حسب عبارت شامی وفتویٰ لکھنوی کے موافق ضرورت شدیدہ پیش کرتا ہے، کہ اگر چہ زید کے اور بھی بی بی ہے، اور اس سے اولاد بھی ہے، اور مطلقہ سے بھی اولاد ہے، مگر وہ مطلقہ چونکہ قریبی رشتہ داروں میں سے ہے، دراصل زید کی خفیف قرینہ کی بناء پر اس

عورت پر زید نے بدی کا الزام رکھا تھا، جس کی وجہ سے برادری میں بڑا زور اور فتنہ ہوا ہے، وہ عورت باپ گھر لے گیا ہے اور آئندہ کے لئے کئی پشتوں تک قطعی رحمی کا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے، اور اگر طلاق مشہور ہوئی اور عورت زید کے گھر میں نہ آئی تو بدی کا پورا ثبوت ہو جائیگا، جس سے ایسے سعید خاندان کو محض خفیف قرینہ کی بناء پر عزت میں بڑا دھبہ آئیگا، اور خصوصاً عورت کے باپ بھائیوں کو بڑی شرمندگی پیش آئیگی، اور اسمیں قطع تعلقات اور قطع رحمی ہو جائے گی، اور حلالہ کی صورت کرنا تو ممکن نہیں تو کیا اس ضرورت کی وجہ سے زید اب دوسرے مذہب پر عمل کرنا چاہتا ہے، اور عورت بھی مرد کے گھر آنا چاہتی ہے، اگر حضرات علماء اس ضرورت کو لائق دوسرے مذہب پر عمل کرنے کے سمجھیں تو تحریر فرمایا جائے۔

(۳) فتویٰ لکھنوی کے آخر میں جو لکھا ہے، کہ شافعی علماء کا فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہئے کیونکہ شافعی مولوی تو پورے ہندوستان میں ملنا مشکل ہے، تو اگر حنفی مولوی سے کسی اور امام کے مذہب پر فتویٰ لے کر مثلاً داؤد ظاہری کے مذہب پر تو فتویٰ لائق عمل ہوگا یا نہ۔

استفتاء

مع نقل فتوی مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی جلد دوم ص:۵۳، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ۔

زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہوں گے، یا نہ، اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی مذہب میں واقع نہ ہوں، تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی، یا نہیں۔

جواب از حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الجواب وہو الموفق للصواب

اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگئیں، اور بغیر تحلیل نکاح درست نہ ہوگا،

مگر بوقت ضرورت کے، اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد کا اندیشہ ہو، تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح ''زوجۂ مفقود وعدت ممتدۃ الطہر'' موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالکؒ کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں چنانچہ ''ردالمحتار'' میں مفصلاً مذکور ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ عبدالحی عفی عنہ

جواب از حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ

الجواب وہو الموفق للصواب

حامداً ومصلیاً ومسلّماً۔ جو شخص تین طلاق ایک مجلس میں مدخولہ کو دیدے تو وہ واقع ہوجاتی ہے[1]، اور اسمیں رجعت یا (بلا حلالہ) تجدید نکاح کی گنجائش نہیں ہوتی[2]، خواہ زوجہ کی موجودگی میں طلاق دے یا خواہ غیب میں سب کا حکم برابر ہے، اگر غیر مدخولہ کو دے اور ایک لفظ سے دے مثلاً کہے کہ تین طلاق میں نے دی تب بھی یہی حکم ہے، اگر تین لفظ سے دے مثلاً کہ تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو اس صورت میں صرف ایک واقع ہوتی ہے[3]، اور بلا حلالہ کے تجدید نکاح

---

[1] لوقال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثاً وفی الحموی یعنی قال لزوجته المدخول بها الاشباه والنظائر ص:۲۱۹، القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی من اهماله، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵ج۱ کتاب الطلاق الباب الثالث فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول.

[2] وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بهاثم یطلقها اویموت عنها کذا فی الهدایة عالمگیری ص:۳۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، هدایة ص۳۹۹ج۲ کتاب الطلاق باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص۵۶ج۳ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] قال لزوجته غیر المدخول بها انت طالق ثلثا وقعن وان فرق بانت بالاولی ولم تقع الثانیة والثالثة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۲۸۴، ج:۳، مطبوعه زکریا ص:۵۰۹، ج:۴، مطبوعه نعمانیه س:۴۵۴، ج:۲، باب طلاق غیرالمدخول بها، النهر الفائق ص۳۵۲ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۹۱ج۳ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

درست ہے صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے: **اتفق الائمة الاربعة علٰی ان الطلاق فی الحیض لمدخول بها او فی طهر جامع فیه محرم الا انه یقع وکذا جمع الطلاق فی الثلٰث ایضاً اهـ رحمة[1] الامة ج:۲، ص:۸۰، وکذا فی المیزان للشعرانی[2] ج:۲، ص:۱۲۶**، اورامام شافعیؒ کی طرف اس مسئلہ کی نسبت غلط ہے، ان کے نزدیک بھی طلاق مغلظہ ہوگئی جیسا کہ شافعیہ کی کتاب ''رحمۃ الامۃ'' سے نقل کیا گیا ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی واقع ہوگئی، جیسا کہ ''شعرانی''، حنبلی کتاب سے نقل کیا گیا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس پر اجماع منعقد ہوا ہے، شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر[3] ص:۳۵، ج:۳، میں اسپر بسط سے کلام کیا ہے، نیز حافظ ابن حجر شافعیؒ نے فتح الباری[4] ص:۳۱۶، ج:۹، میں بحث کی ہے، ''اعلاء[5] السنن'' گیارہویں جلد میں تو مستقل رسالہ دس ورق کا ہے اور بالکل اخیر میں تقریباً اتنا ہی بڑا تتمہ ہے اور بھی مستقل رسالہ اس مسئلے پر تصنیف کئے گئے ہیں، علامہ[6] شامیؒ نے اس مسئلہ پر جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مسلمین کا اجماع نقل کر کے لکھا ہے: ''**فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هٰذا لوحکم حاکم بانها واحدة لم ینفذ حکمه لانه لا یسوغ الاجتهاد فیه فهو خلاف لا اختلاف اهـ**'' کہ مسئلہ فرعیہ اجماعیہ کے خلاف ان کے قول پر عمل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مجتہد نہ تھے، قیاس کے منکر تھے، ان کا قول خود خرق اجماع ہے:

---

[1] رحمة الامة علی هامش المیزان الکبری ص:۶۹، ج:۲، کتاب الطلاق، مطبوعه مصر.

[2] المیزان الکبری للشعرانی ص:۱۳۰، ج:۲، کتاب الطلاق، مطبوعه مصر.

[3] وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث الخ، فتح القدیر ص:۴۷۰-۴۶۸، ج:۳، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی کراچی ص۲۳۳ ج۳، شامی زکریا ص۴۳۴ ج۴ کتاب الطلاق مطلب طلاق الدور.

[4] فتح الباری ص:۴۵۵، ج:۱۰، باب من اجاز الطلاق الثلاث، مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه.

[5] اعلاء السنن ص:۱۵۲، ج:۱۱، کتاب الطلاق، والمسئلة الثانیة فی وقوع الطلاقات الثلث الخ، مطبوعه کراچی.

[6] شامی نعمانیه ص:۴۱۹، مطبوعه زکریا ص:۴۳۵، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۳، ج:۳، کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور.

ذهب الجمهور الى ان القياس لا يبلغ منزلة الاجتهاد ولايجوز توليهم القضاء وهٰذا ينفع الاعتداد اهـ" هٰذا قال الامام الاستاذ ابوالحسن الاسفرائنى وقال الامام ابوالمعالى ابن الجوينى ماذهب اليه ذو التحقيق انا لا نجد منكر القياس من علماء الامة الشريفة الى قوله فهم لا يلتحقون بالعوام وكيف يدعون مجتهدين ولا اجتهاد عندهم" اهـ وقال الامام ابوبكر الرازى فى مقدمة كتابه فى احكام القراٰن لو تكلم داؤد فى مسئلة حادثة فى عصره وخالف فيها بعض اهل زمانه لم يكن خلافا عليهم وكان ينقى صحيح العقول ومشهور انه كان يقول بل علٰى العقول لاجل ذٰلک لم يجد خلاف احد من الفقهاء فقد انعقد الاجماع علٰى اسواطه وترک الاعتدادبه اهـ"

یہ صحیح ہے، کہ بعض مسائل میں حنفیہ نے امام مالکؒ کے قول کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ دوسرے مذاہب کے علماء نے حنفیہ کے قول کو بعض مسائل میں اختیار کیا ہے "فتاویٰ کبریٰ" میں ابن حجر شافعیؒ نے بھی ایسے مسائل لکھے ہیں اور شاہ ولی اللہؒ نے "عقد الجید" میں ایسی مثالیں تحریر کی ہیں، مگر یہ کہیں نہیں دیکھا کہ اجماعی مسئلہ کے خلاف غیر مجتہد کے قول کو اختیار کیا گیا ہو اعیان صحابہ کی تقلید بھی منع ہے، چہ جائیکہ داؤد ظاہریؒ، اوزاعیؒ۔ شیخ ابن ہمامؒ تحریر کے اخیر میں فرماتے ہیں: نقل الامام اجماع المحقيقين علٰى منع العوام من تقليد الصحابة بل من بعدهم وعلٰى هٰذا ما ذكر بعض المتاخرين منع تقليد غير الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقيد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم ير مثله فى غيرهم الاٰن لانفراض اتباعهم وهو صحيح اهـ تحرير[1] ص: ۵۵۲.

شافعی المذہب علماء یمن میں موجود ہیں، وہ بھی فتویٰ دیتے ہیں، امام مالکؒ بمنزلۂ تلمیذ امام

---

[1] التحرير على هامش التقرير والبحر ص: ۳۵۵-۳۵۴ ج۳، تكمله، نقل الامام اجماع المحققين على منع العوام الخ، مطبوعه مصر.

ابوحنیفہؒ ہیں، اس لئے فقہاء احناف نے ضرورت شدیدہ کی بناء پر بعض مسائل میں امام مالکؒ کے قول کو اختیار کیا ہے، ''قاضی ابوزید دبوسی'' نے لکھا ہے کہ امام مالک کا مذہب اصولاً امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے قریب تر ہے، اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۱۰/۶۹ھ

تین طلاق ایک مجلس میں

سوال:- زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی طلاق دیئے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گذرے ہیں کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کرسکتا ہے۔

جواب منجانب غیر مقلدین از مدرسہ جامعہ اسلامیہ عربیہ رحیمیہ بنارس

الجواب:- قال اللّٰہ تعالیٰ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَان.(الیٰ ان قال) حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ. (سورہ بقرہ پ:۲) وقالَ تعالیٰ یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ. (سورہ طلاق پ:۲۸)

ان آیات کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک جلسہ کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کَانت الطلاق عَلٰی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وصدرا من خلافہ عمرؓ طلاق الثلاث واحدۃ ص:۴۷۷، ج:۱، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور شروع زمانہ خلافت عمرؓ میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی، یہی مذہب ہزارہا صحابہؓ کا تھا، جیسا کہ التعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے: سنن رجال کل

صحابی من عهد الصديق الٰی ثلاث سنين من خلافة عمرؓ وهم يزيدون علٰی الالف ص: ۴۴۴، یعنی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے حضرت عمرؓ کی خلافت کے تین سال تک ہزار ہا صحابہؓ کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمرؓ نے سیاسۃً تین کو تین کر دیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ خود ہی فرماتے ہیں: **ان الناس قد استعجلوا الٰی امرٍ قد كانت لهم فيه اناة فلوا مضيناه عليهم الخ** یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کر دیا، جسمیں انکو دیر کرنا چاہئے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کر دیں گے، چنانچہ جاری کر دیا، لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمرؓ بہت پچھتائے، اور اس سے رجوع فرمایا، جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب (مسند اسمٰعیل) میں ہے: **قال عمرؓ ما ندمت علٰی شيئٍ ندامتی علی ثلاث ان لا اكون حرمت الطلاق الخ.** دیکھو اغاثت اللہفان مصری ص:۸۲، ۱۸۱۔ یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی ان میں سے ایک یہ مسئلہ ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن مسعودؓ وعبدالرحمٰن ابن عوفؓ وابوموسیٰ اشعریؓ وزبیرؓ ودیگر بڑے بڑے صحابہؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے، جیسا کہ تعلیق المغنی وفتح الباری شرح بخاری پارہ:۱۶۳، ج:۲۲، ونیل الاوطار ص:۱۵۴و۱۵۵، میں صاف صاف مذکور ہے، خود حضرت طاؤسؒ سے مروی ہے: **قال ابن عباسؓ اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قال طاؤسؒ اشهد ما كان ابن عباسؓ يراهن الاواحدة تعليق المغنی ص:۴۴۵**، یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤسؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ اسکو ایک طلاق کہتے ہیں تابعین میں یہی مذہب ہے، جابر ابن زیدؒ وعطاءؒ وعمرو بن دینارؒ واحمد ابن منیعؒ وعبداللہ بن موسیٰؒ وعکرمہؒ ومحمد ابن اسحاقؒ کا اور یہی مذہب اہل بیت کا ہے، بڑے بڑے علمائے محدثین جیسے محمد ابن تقی، احمد ابن عبدالسلام خطی وامام رازی دیکھو تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر نیز یہی مذہب ہے، امام ابن تیمیہؒ وابن قیم وقاضی شوکانی وغیرہ کا۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں

ایک وہی ہے جو مشہور ہے دوسری یہ کہ جلسۂ واحدہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے، جیسا کہ محمد ابن حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے، دیکھو اغاثہ مصری ص: ۱۵۷، وکتاب المعلم شرح مسلم۔ امام مالکؒ کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے بعض اصحاب احمدؒ وداؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے دیکھو عمدۃ الرعایۃ ص ۹۷ ج ۲، دوسری حدیث: **عن ابن عباسؓ قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو المطلب امرأته ثلاثاً فحزن علیها حزنًا شدیداً قال فسأله رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کیف طلقتها قال طلقتها ثلاثاً فقال فی مجلس واحد قال نعم قال انّما تلک واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها.** (مسند احمد) جلد اول مطبوعہ مصر ص: ۲۶۵، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رکانہؓ صحابی نے تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دیدی، انہوں نے کہا کہ تین طلاق دی آپ نے پوچھا کیا ایک مجلس میں، انہوں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہٰذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو تو رکانہؓ نے رجوع کر لیا، یہ حدیث صحیح اور حسن دونوں طریقوں سے مروی ہے، اعلام الموقعین ج: ۲، ص: ۲۵، ابویعلیٰ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، فتح الباری پارہ ۲۲، ص: ۱۶۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

ہذا جواب صحیح کتبہ:- حبیب اللہ انصاری، امان اللہ محمد اسحاق بنارسی

ہذا الجواب صحیح والمجیب مصیب:- نذیر احمد رحمانی عبدالآخر مدرس اول

مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامعہ رحیمیہ بنارس

مطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۵۴ء ۱۰/ رجب ۱۳۷۳ھ

جواب از حضرت فقیہ الامّت قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم .....امابعد!

جب ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک دفعہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو اس

سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، جب دوسری دفعہ عدت ختم ہونے سے پہلے اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق رجعی ہوگئی، ان دو طلاق کا حکم یہ ہے کہ اندرونِ عدت اس کو رجعت کا حق حاصل ہے[1] اگر اس نے ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دے کر رجعت نہیں کی اور عدت گذر گئی تو حق رجعت ختم ہوگیا، طرفین کی رضامندی سے تجدید نکاح کی اجازت ہے[2] حلالہ کی ضرورت نہیں یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس طرح کہا ہو کہ میں نے تجھے دو طلاق دی، دو طلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر تیسری مرتبہ اسی مجلس میں یا بعد میں عدت ختم ہونے سے پہلے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، تو اب طلاق مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں کوئی گنجائش نہیں رہی، یہ حکم اس وقت ہے، جب اس طرح کہا ہو کہ میں نے تجھے طلاق دی تین طلاق، طلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے وقوع طلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا[3] اگرچہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً بہت مذموم ہے، اور قبیح ہے، جیسے کہ حالت حیض میں طلاق دینا مذموم وقبیح ہے، اس سے اجتناب لازم ہے، لیکن اگر

---

[1] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلک او لم ترض، هداية ص۳۹۴ج۲ باب الرجعة كتاب الطلاق مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص۴۷۰ج۱ الباب السادس فى الرجعة، مجمع الأنهر ص۸۰ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وله أن يتزوج مبانته بما دون الثلاث فى العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص۸۷ج۲ كتاب الطلاق باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۳۹۹ج۲ باب الرجعة مطبوعه تهانوى ديوبند، بدائع كراچى ص۱۸۷ ج۳ كتاب الطلاق، فصل وأما الطلاق البائن فنوعان الخ.

[3] وأما الطلاقات الثلاث فحكمها الاصلى هو زوال الملک وزوال حل المحلية ايضاً حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره وسواء طلقها ثلاثاً متفرقا أو جملةً واحدةً، بدائع كراچى ص۱۸۷ ج۳ كتاب الطلاق فصل أما الطلاق البائن فنوعان الخ بحر ص۵۶ ج۴ فصل فيما تحل به المطلقة باب الرجعة مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۲ دار الكتب العلمية بيروت.

اسطرح طلاق دیگا، تب بھی بلا شبہ واقع ہوجائیگی[۱] یہ مسئلہ قرآن کی آیت: **الطلاق مرتان الیٰ قوله فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیره.**[۲] سے ماخوذ ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دو دفعہ طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے، تیسری کے بعد حق نہیں نکاح بالکل ختم ہوکر حرمت مغلظہ ہوجاتی ہے، ایک مجلس یا دو تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے، جب مسئلہ کی دلیل قرآن حکیم میں موجود ہے، تو پھر کسی اور دلیل پر اس کا ثبوت موقوف نہیں رہتا، حدیث بھی چوں کہ قرآن کریم کے لئے شرح اور تفسیر کے درجہ میں ہے اسلئے اس سے بھی مسئلہ کی تائید وتقویت پیش کرنا ضروری ہے: **اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ صحیح البخاری**[۳] **ص: ۸۰۰،** میں ہے کہ عویمر عجلانیؓ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں، صحیح مسلم شریف ج:۱، ص:۴۸۹، میں یہ حدیث مذکور ہے، ابوداؤد شریف[۴] ج:۲، ص:۲۸۲، کے الفاظ یہ ہیں: **فطلقها ثلاث تطلیقات عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فانفذه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم.**

---

۱ وطلاق البدعة أن یطلقها ثلاثاً بکلمة واحدة أو ثلثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیاً، هدایة ص ۳۵۵ ج ۲ کتاب الطلاق باب طلاق السنة مطبوعه تهانوی دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹ ج ۱ کتاب الطلاق، بدائع کراچی ص ۹۶ ج ۳ کتاب الطلاق وأما حکم طلاق البدعة.

۲ سوره بقره آیت: ۲۳۰ تا ۲۲۹،

ترجمہ:- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

۳ قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فلما فرغا قال عویمر کذبتُ علیها یا رسول اللّٰہ ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج:۲، باب من اجاز طلاق الثلاث وایضا ص ۸۰۰ ج ۲ باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، مطبوعه اشرفی دیوبند. مسلم شریف ص: ۴۸۹، ج: ۱، کتاب اللعان، مطبوعه سعد دیوبند.

ترجمہ:- حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ان دونوں نے لعان کیا اور میں لوگوں کے ہمراہ آنحضرت ﷺ کے پاس (موجود) تھا جب وہ دونوں (لعان سے) فارغ ہوگئے عویمر بولے یارسول اللہ اگر میں اسے روک لوں تو میں جھوٹا کہلاؤں گا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمانے سے پہلے تین طلاق دی۔

۴ ابوداؤد شریف ص: ۳۰۶، ج: ۱، باب فی اللعان، مطبوعه سعد دیوبند.

علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار[1] ص:۲۰۱، ج:۶، میں لکھا ہے: "ورِجَالُهٗ رجال الصحيحين" جمع الفوائد[2] ج:۱، ص:۶۲۲، میں بخاری ومسلم وابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہے، نسائی شریف[3] ص:۹۹، ج:۲، میں عنوان قائم کیا ہے: "الثلث المجموعة ومافيه من التغليظ" اس کے ذیل میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے تین طلاق ایک دم دی: ثلاث تطليقات جميعاً تو آپ غضبناک ہوئے، اسلئے کہ تین تطلیقات ایک دم دینا مذموم وقبیح ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوتی، پھر امام نسائیؒ نے باب منعقد کیا ہے، باب[4] الرخصة في ذالک اس میں عویمر عجلانیؓ کا تین طلاق دینے کا واقعہ بیان کیا ہے، امام بخاریؒ نے: باب من اجاز طلاق الثلاث. منعقد کر کے عویمر عجلانیؓ کا واقعہ بیان کیا ہے، جس میں تین طلاق دینا مذکور[5] ہے، اسی باب میں امرأة رفاعة کا[6] واقعہ لکھا ہے، جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اوّل کیلئے جائز نہیں

---

[1] نيل الاوطار ص: ۵۴، ج:۷، باب لا يجتمع المتلاعنان ابدا، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لمسلم والنسائي وابي داؤد بلفظه وله ولمالک عن ابن عباس وابي هريرة رضي الله عنهم وسئلا عَمّن طلّق ثلاثاًقبل ان يدخل بها فقال لا ينكحها حتى تنكح زوجاً غيره. جمع الفوائد ص ۳۵۱ ج ۱، كتاب الطلاق.

ترجمہ:-حضرت ابن عباسؓ وحضرت ابوہریرہؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے بیوی کو دخول سے قبل تین طلاق دیدی تو آپ نے فرمایا اس عورت سے نکاح وہ نہیں کرسکتا جب تک (وہ عورت) کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

[3] قال اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جميعا فقام غضباناً ثم قال ايلعب بكتاب الله الحديث نسائي شريف ص: ۸۲، ج: ۲، باب الثلاث المجموع وما فيه من التغليظ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:-رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاق دیدی تو آپؐ غضبناک ہوکر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا وہ اللہ کی کتاب کیساتھ کھیل کرتا ہے۔

[4] نسائي شريف ص: ۸۲، ۲، باب الرخصة في ذلک، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[5] بخاري شريف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفي ديوبند.

[6] ان امرأة رفاعة القرظي جأت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله اِنّ رفاعة طلقني فبَتَّ طلاقي واني نكحت بعده عبد الرحمٰن بن الزبير القرظي وانما معه مثل الهدبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلک تريدين ان ترجعي الى رفاعة لا حتى يذوق عُسيلتَکِ وتذوقي عسيلته. بخاري شريف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفي ديوبند. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرمایا، نیز حضرت عائشہؓ کی حدیث بیان کی ہے[۱]، جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کیلئے جائز نہیں فرمایا، سنن[۲] دار قطنی ص:۴۳۳، میں حضرت علیؓ کی روایت مرفوعاً ہے: **من طلق البتة الزمناه ثلاثا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره** جو شخص طلاق البتہ دیدے اس پر بھی تین طلاق کو لازم کر دیا گیا، حالاں کہ اس نے نہ لفظ طلاق تین مرتبہ کہا، نہ لفظ ثلاث کہا، اس سے بھی زیادہ صاف اور مفصل بطور ضابطہ کلیہ کے فرمادیا گیا: **ایما رجل طلق امرأته ثلاثا مبهمة او ثلاثا عند الاقراء لم تحل له حتٰی تنکح زوجاً غیره دار قطنی**[۳] ص:۴۳۷، یعنی جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر ہوں بیک وقت دے خواہ تین طہر میں الگ الگ دے وہ اس کیلئے جائز نہیں رہی، جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے، سلف کا اجماع بھی اسی پر ہے، چنانچہ حافظ ابن ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن[۴] ج:۱، ص:۴۵۹، میں لکھا ہے: **فالکتابُ وَالسُّنة واجماع السَّلف توجب ایقاع الثلث معًا وان کانت معصیة** بس یہ مسئلہ کتاب وسنّت واجماع سے اسی طرح

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر) **ترجمہ**:- رفاعہ قرظی کی بیوی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ رفاعہ نے مجھے طلاق دی پھر میری طلاق بائنہ ہوگئی اور میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر قرظی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا (مگر) انکے پاس جھالر کے مانند ہے آپؐ نے فرمایا شاید تو رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہے تو (نہیں لوٹ سکتی) جب تک (دوسرا) تیرا مزہ نہ چکھ لے اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے۔

(**حاشیہ صفحہ ھٰذا**) [۱] **عن عائشة رضی اللّٰه تعالی عنها ان رجلا طلق امرأته ثلثا فتزوجت فطلّق فسئل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اَتَحِلُّ للاول قال لا حتی یذوق عُسیلتها کما ذاق الاول بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج:۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفی دیوبند. ترجمہ**:- حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اس نے اور سے نکاح کرلیا اور اس نے بھی طلاق دیدی کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا پہلے خاوند کے واسطے حلال ہوگئی آپؐ نے جواب دیا نہیں جب تک وہ اس کا مزہ نہ چکھ لے جیسے پہلے خاوند نے چکھا ہے۔

[۲] **سنن الدار قطنی ص:۱۳، ج:۲، رقم الحدیث: ۳۹۰۰، مطبع دالفکر بیروت باب الطلاق.**

[۳] **سنن الدار قطنی ص: ۱۸، ج:۲، حدیث ۳۹۲۷، مطبع دارالفکر بیروت باب الطلاق.**

[۴] **احکام القرآن للجصاص الرازی ص:۳۸۸، ج:۱، باب ذکر الحجاج لایقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبع دارالکتب العربی بیروت.**

ثابت ہے، ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب اسپر متفق ہیں، البتہ روافض اوراہل الظواہر (داؤدی تین طلاق کے منکر ہیں) دو چیزوں سے ان کو شبہ پیدا ہوگیا، ایک ابن عباسؓ کا مقولہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے دور میں اور حضرت عمرؓ کے شروع دوسال میں تین طلاق ایک تھی، پھر حضرت عمرؓ نے تین کو تین ہی قرار دیا لیکن شروح حدیث نووی[1] عینی[2]، فتح الباری[3]، بذل المجہود[4]، اوجز المسالک[5] وغیرہ میں اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقولہ مسئلہ مذکورہ پر استدلال کیلئے کافی نہیں ہے، صاحب استذکار فرماتے ہیں: **ان هٰذه الرواية وهم وغلط لم يعرج عليها احد من العلماء** (الجوہر النقی ج:۲،ص:۱۱۳[6]) یعنی یہ روایت وہم وغلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا اس سے زیادہ سخت الحسین بن علی الکرابسیؒ نے کتاب ''ادب القضاء'' میں روایت کیا ہے: **اخبرنا علی بن عبد اللّٰه (وهو ابن المدينی) عن عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس انه قال من حدثک عن طاؤس انه كان يروی طلاق الثلاث واحدة كذبه** یعنی طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس حدیث **طلاق الثلاث واحدة** کو روایت کرتے ہیں، تم اس کی تکذیب کرنا اس کو جھوٹا سمجھنا میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی

---

[1] نووی علی المسلم ص ۴۷۸ ج ۱ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث، مطبوعه بلال جامع مسجد دیوبند.

[2] عمدة القاری للعینی ص ۲۳۳ ج ۹ الجزء العشرون باب من أجاز طلاق الثلاث الخ مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] فتح الباری ص ۴۵۷ تا ۴۵۸ ج ۱۰ کتاب الطلاق باب من أجاز طلاق الثلاث الخ رقم الحدیث ۵۲۶۱ مطبوعه نزار مصطفیٰ مکة المکرمة.

[4] بذل المجهود ص ۲۷۰-۲۷۱ ج ۳ کتاب الطلاق، بیان الاختلاف فی الطلاقات الثلث الخ، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

[5] اوجز المسالک ص ۶-۷ ج ۱۰ کتاب الطلاق باب ماجاء فی البتة، المکتبة الامدادیة مکة المکرمة.

[6] الجوهر النقی علی هامش السنن الکبری ص:۳۳۷، ج:۷، تحت حدیث باب من جعل الثلاث واحدة، مطبوعه در المعرفة بیروت.

نسبت کرنا غلط ہے، نیز حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت اس مقولہ کے خلاف ہے، اور وہ روایت قرآن کریم مستند احادیث اجماع سلف کے موافق ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: **عن ابن عباسؓ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ولا یحل لهن ان یکتمن ماخلق اللّٰه فی ارحامهن. (الآیة) ذٰلک ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذٰلک فقال الطلاق مرتان**[1] (الآیۃ)

ابوداؤد شریف باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث (بذل[2] ص: ۶۱، ج: ۲) یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی اس کو اس آیت نے منسوخ کردیا **الطلاق مرتان** (الآیۃ) ایسا نہیں تھا، کہ تین طلاق دینے پر بھی ایک ہی ہوتی البتہ تین کے بعد بھی رجعت کا حق تھا، نزول آیت کے بعد وہ حق ختم ہوگیا، اگر بالفرض شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود ابن عباسؓ کی طرف نسبت کردہ مقولہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے، تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ تین الفاظ سے تین طلاق دے کر اگر کوئی شخص کہتا کہ میری نیت دوسرے اور تیسرے لفظ سے تاکید کی تھی، تجدید طلاق کی نہیں تھی تو غلبۂ صدق اور سلامت صدر کی بناء پر اس کا قول تسلیم کرلیا جاتا تھا، اور ایک ہی طلاق کا حکم کیا جاتا تھا، پھر جب حضرت عمرؓ کے وقت میں طلاق ثلاث کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے اور صدق میں کمی ہوئی، تو انہوں نے تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم فرمادیا، اور نیت اور تاکید کو نہ مانا اصل یہ بھی ہے، کہ تین طلاق سے تین کا حکم ہو غلبۂ صدق کی بناء پر اصل کے خلاف ہونے کے باوجود نیت کا اعتبار کرنے کی جو وجہ تھی وہ ختم ہوگئی اور کلام کا اصل مطلب جو تھا وہی متعین کردیا،[3] یہ نہیں تھا، کہ تین کو ایک تسلیم کیا

---

[1] ابوداؤد شریف ص۲۹۷ ج ۱، باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[2] بذل المجهود ص ۲۷۰ ج۳، کتاب الطلاق، مکتبه رشیدیه سهارن پور.

[3] الجواب الخامس دعوی أنه ورد فی صورة خاصة فقال ابن سریج وغیره یشبه أن یکون فی تکریر اللفظ کأن یقول : أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وکانوا أولاً علی سلامة صدورهم یقبل منهم أنهم أرادوا التاکید، فلما کثر الناس فی زمن عمرؓ وکثر فیهم الخداع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جاتا تھا، تین کا ایک ہونا تو کسی طرح بھی درست نہیں ابن عباس کا صریح فتویٰ بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے بھی تین ہی واقع ہوتی ہیں، جیسا کہ ابوداؤد[1] شریف میں ہے، کہ مجاہدؒ سعید ابن جبیرؒ عطا، مالک بن الحارثؒ عمرو بن دینارؒ سب نے ابن عباسؓ کا فتویٰ یہی نقل کیا ہے: **عن ابن عباسؓ کلهم قالوا فی الطلاق الثلث انه اجازها.** بذل[2] ج:۳،ص:۳۷۸، اسلئے بھی ابن عباسؓ کے اس مقولہ کے ذریعہ تین طلاق کو ایک قرار دینا صحیح نہیں۔

شبہ کی دوسری وجہ رکانہؓ کی حدیث ہے اس پر محدثین نے کلام کیا ہے، واقعہ رکانہ کا ہے، یا ابو رکانہ کا نیز اسکی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف اور معلول ہے،[3] خیر اس سب سے قطع نظر اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحتاً تین طلاق نہیں دی بلکہ طلاق البتہ دی تھی، چونکہ طلاق البتہ بھی بعض دفعہ تین طلاق کی جگہ استعمال ہوتی تھی، اس لئے ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف دے کر پوچھا کہ تمہاری نیت ایک ہی طلاق کی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں ایک ہی طلاق کی نیت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا، ترمذی شریف[4] ج:۱،ص:۱۶۰، میں ہے: **عن عبد اللّٰه بن یزید بن رکانة عن ابیه عن**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ونحوه مما یمنعُ قبول من ادعی التاکید، حمل عمرؓ اللفظ علی ظاهر التکرار، فامضاه علیهم، بذل المجهود ص ۲۷۱ ج۳ کتاب الطلاق بیان الاختلاف فی الطلاقات الثلاث، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [1] ابوداؤد شریف ص: ۲۹۹، ج: ۱، مطبع رشیدیه دهلی، باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث.

[2] بذل المجهود ص:۲۷۷، ج:۳، کتاب الطلاق مکتبه رشیدیه سهارن پور.

[3] أخرجه ابوداؤد ورواه أحمد والحاکم وهو معلول بابن اسحاق فإنه فی سنده، نیل الأوطار ص ۱-۱۲ ج۴، کتاب الطلاق باب ما جاء فی طلاق البتة الخ الجزء السابع، مطبوعه دار الفکر بیروت وقد اجابوا باربعة اشیاء احدها ان محمد بن اسحاق وشیخه مختلف فیهما والثانی معارضته بفتوی ابن عباس بوقوع الثلاث، والثالث أن ابا داؤد رجح ان رکانه انما طلق إمرأته البتة، الرابع أنه مذهب شاذ فلا یعمل به مختصراً بذل المجهور ص ۲۷۰-۲۷۱ ج۳ کتاب الطلاق، (حاشیہ [4] اگلے صفحہ پر)

جده قال اتيت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت یا رسول اللّٰه انی طلقت امرأتی البتة فقال ما اردت بها فقلت واحدة قال واللّٰه قال واللّٰه قال فهو مااردت اسی کو امام ابوداؤدؒ نے اصح کہا ہے، بذل[1] ص:۲۷۸، ج:۳، جس روایت میں طلقها ثلاثا ہے وہ روایت بالمعنی ہے، اس لئے کہ البتہ بھی ثلاثا کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا، اس لئے اس البتہ میں اختلاف ہے، حضرت عمرؓ اس کو ایک قرار دیتے ہیں، حضرت علیؓ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوریؒ اور اہل کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت ہو تو ایک ہے تین کی ہے تو تین، امام شافعیؒ بھی نیت پر مدار رکھتے ہیں، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ دو کی نیت ہو تو دو کا حکم ہوگا، امام ترمذیؒ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں۔

وقد اختلف اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وغیرهم فی طلاق البتة فروی عن عمر بن خطابؓ انه جعل البتة واحدة وروی عن علی انه جعلها ثلاثاً وقال بعض اهل العلم فیه نیة الرجل ان نوی واحدة فواحدة ان نویٰ ثلاثاً فثلاث وان نوی ثنتین لم تکن الاواحدة وهو قول الثوریؒ واهل الکوفة وقال مالک بن انسؓ فی البتة ان کان قد دخل بها فهی ثلاث تطلقیات وقال الشافعیؒ ان نویٰ واحدة فواحدة یملک الرجعة وان نویٰ ثنتین فثنتین وان نویٰ ثلاثاً فثلاث . ترمذی شریف[2] ج: ۱، ص: ۱۴۰ .

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الاختلاف فی الطلاقات الثلٰث الخ، مطبوعه یحیوی سهارنپور، فتح الباری ص ۴۵۶ ج ۱۰ کتاب الطلاق باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، مطبوعه نزار مصطفی مکة المکرمة .

[4] ترمذی شریف ص: ۱۴۰، ج: ۱، باب ما جاء فی الرجل طلق امرأته البتة، مطبوعه رشیدیه دهلی ومطبوعه بلال دیوبند ص ۲۲۲ ج ۱ .

(صفحہ ہذا) [1] ابوداؤد شریف ص ۲۹۸ ج ۱، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، بذل المجهود ص: ۲۷۸، ج: ۳، مطبع رشیدیه سهارن پور، باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث.

[2] ترمذی شریف ص: ۱۴۰، باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته البتة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

علامہ ابن تیمیہؒ کا مذہب ائمہ اربعہؒ سے جداگانہ ہے، وہ ان سب سے منفرد ہیں، وہ تین صریح طلاق کو ایک ہی مانتے ہیں،[1] ان کے تلمیذ علامہ ابن قیمؒ نے **اغاثة اللهفان**[2] میں اس پر بڑی طویل بحث فرمائی ہے، مگر ان کے تلامذہ اور ان کے اقران اہل علم ان کے ساتھ نہیں سب مخالف ہیں حتیٰ کے علامہ ابن رجبؒ نے مستقل کتاب اس پر تصنیف کی ہے، جس میں **اغاثة اللهفان** کے پیش کردہ دلائل کو پوری طرح رد کر دیا ہے اور ہر چیز کا جواب شافی دیا ہے، اس کا نام، "**بيان مشكل الاحاديث الواردة فى ان الطلاق الثلث طلاق واحدة**"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مجلس واحد کی تین طلاق کا حکم

سوال:- زید نے اپنی بیوی کی سخت کلامی پر برہم ہو کر حالت غضب میں اس کی غیر موجودگی میں ایک دوسری عورت کے سامنے تین طلاقیں بیک وقت دیں، اور اس کا اظہار دوبارہ دوسرے شخص سے کیا کہ میں نے اس طرح طلاق دی، پھر تیسرے شخص نے سوال کیا کہ تم نے کس

---

[1] واعلم أنه قد وقع الخلاف فى الطلاق الثلاث، إذا وقعت فى وقت واحد هل يقع جميعها ويتبع الطلاق الطلاق أم لا ؟ فذهب جمهور التابعين وكثير من الصحابة وأئمة المذاهب الاربعة وطائفة من أهل البيت منهم أمير المؤمنين على رضى الله عنه إلى قوله، أن الطلاق يتبع الطلاق وذهبت طائفة من أهل العلم إلى أن الطلاق لا يتبع الطلاق بل يقع واحدة فقط إلى قوله وإليه ذهب جماعة من المتأخرين منهم ابن تيمية وابن القيم وجماعة من المحققين، نيل الأوطار ص ۱۵-۱۶ ج ۴ الجزء السابع، كتاب الطلاق باب ما جاء فى طلاق البتة وجمع الثلاث مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ملاحظه هو اغاثة اللهفان ص ۳۲۵ تا ۲۸۴ كتاب الطلاق مطبوعه حلبى مصرى.

طرح طلاق دی، زید نے انہیں بھی بتلایا، بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی بیوی حاملہ ہے، بکر نے مشورہ دیا، اور مسلکِ اہل حدیث نے فتویٰ دیا کہ تم رجعت کرلو، حالانکہ زید حنفی مسلک ہے، زید نے رجعت کرلی، پانچویں دن، اور اسکے ہمراہ بیس یوم گذارے، اس کے بعد لڑکی کے والدین آئے اور لڑکی کو یہ کہہ کر گھر لے گئے، کہ طلاق ہوگئی اور لڑکی تمہارے لئے حرام ہے، اس کو تقریباً تین ماہ ہوگئے، زید چاہتا ہے، کہ اپنی بیوی کو پھر زوجیت میں لے آئے، از روئے شرع کوئی شکل ہے؟

﴿فتویٰ کی نقل﴾

از مختار احمد ندوی خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث بمبئی

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زید کو حق حاصل ہے، کہ اندورنِ عدت بیوی سے رجعت کرلے اور انقضاءِ عدت کے بعد نکاحِ جدید کے ذریعہ اپنی زوجیت میں لے آئے، کیونکہ اس کی دی ہوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں حکم میں ایک رجعی طلاق کے ہیں۔

(۲) ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید سورہ بقرہ رکوع پ۲، آیت: ۲۲۹، ۲۳۰، میں ہے: "**الطلاق مرّتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان**" (الآیۃ) یعنی طلاق دو مرتبہ ہے، پھر (ان دو مرتبہ) دستور کے مطابق رو کے رکھنا ہے، یا بھلائی کے ساتھ رخصت کردینا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دوبارہ الگ الگ مہینوں میں دی جائے، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: **یاایھا النبی اذا طلتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدّۃ.**

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک کچھ ایسا ہی ہے مسندِ احمد ۲۶۵، میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں اور بعد میں اس پر انہیں بڑا غم ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح طلاق دی، تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں، آپ نے فرمایا: تب یہ سب تینوں ایک ہی طلاق ہوئیں، آپ چاہیں تو بیوی سے رجعت کرلیں، چنانچہ انہوں نے رجعت کرلی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پورے عہدِ خلافت اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، مسند احمد ص: ۳۱۴، ج:۱، صحیح مسلم ص: ۴۳۳، ج:۱، ص: ۴۳۴، مستدرک حاکم ص: ۱۹۶، ج:۲، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت اور حضرت عمرؓ کے خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاق ہی شمار کی جاتی تھیں۔

(۴) حوالہ مستدرک حاکم ص: ۱۹۶، ج:۲، میں یعنی ابوالحوزاء نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں، آپ نے فرمایا بے شک۔ مختار احمد ندوی ۱۷/ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

نوٹ:- یہ فتویٰ کی نقل ہے، زید نے اس فتویٰ کے مطابق اپنی بیوی سے رجعت کرلی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیک وقت تین طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہوجاتی ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے[۱] نیز حدیث شریف میں ہے، اسی پر حضرت عمرؓ کے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا، یہی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمدؒ کا مسلک ہے[۲]، خواہشِ نفسانی کی

---

[۱] الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان ..... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاص غیره، سورة البقره آیت ۲۲۹-۲۳۰.

[۲] فصار الاجماع علی ذلک ولایمکن اجماعهم علی باطل فالحق الصریح انه اذا طلق الرجل امرأته ثلثا مجموعاً او مفرقاً یکون ثلاثا لاواحداً. بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج:۳، مکتبه رشیدیه سهارن پور، تحت حدیث باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفکر بیروت، شامی کراچی ص ۲۳۳ ج۳ کتاب الطلاق.

خاطر اس کو ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار کرنا گمراہی اور حرام ہے، حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اس کی عدت وضعِ حمل ہے، بچہ پیدا ہونے پر عورت کو چاہئے، کہ دوسری جگہ نکاح کرلے، بعض اہلِ حدیث نے حدیثِ رکانہ سے استدلال کرتے ہوئے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دے کر رجعت کا اختیار دیا ہے مگر وہ استدلال تام نہیں، دوسرے قوی دلائل کے بھی خلاف ہے، چنانچہ اس روایت پر بذل المجہود[1] فی شرح ابوداؤد ص:۷۰، ج:۳، میں نیز عینی[2] وفتح الباری[3] وفیض الباری[4] شروحِ بخاری میں اس پر پ۱/۶ میں مفصل کلام کر کے استدلال کا ناتمام ہونا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تین طلاق سے تین ہی واقع ہوتی ہیں، فتح القدیر[5] ص:۱۷۵، ج:۳، بدائع الصنائع[6] ج:۳، میں بھی اس پر مفصل بحث مذکور ہے، اعلاء السنن[7] ج:۱۱، ص۱۰۳، اس پر مستقل رسالہ بیس صفحات میں پھیلا ہوا موجود ہے، جسمیں اس روایت پر ہر جہت سے بحث کر کے بتلایا ہے، کہ قرآن پاک وحدیث شریف سے یہی ثابت ہے، کہ تین طلاق تین ہی ہے، ایک نہیں: **الانقاذ من الشبهات فی انفاذ المکروه من الطلقات**[8] اس رسالہ کا نام ہے، اسی طرح

---

[1] بذل المجهود ص ۲۷۰ ج۳ کتاب الطلاق، بیان الاختلاف فی الطلاقات الثلاث الخ وایضا ص: ۲۸۰، ج:۳، باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، مطبوعه رشیدیه سهارن پور.

[2] عمدة القاری ص ۲۳۳ ج۹، باب من اجاز طلاق الثلث الجزء العشرون، مطبع دارالفکر بیروت.

[3] فتح الباری ص:۴۵۵، ج:۱۰، مکتبه نزار مکه مکرمه. باب من اجاز طلاق الثلاث.

[4] فیض الباری ص:۳۱۱، ج:۴، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه خضر راه دیوبند.

[5] ذهب جمهور الصحابة والتابعین وعن بعدهم من ائمة المسلمین الی اَنّه یقع ثلاث فتح القدیر ص:۴۶۹، ج:۳. مطبع دارالفکر بیروت، کتاب الطلاق.

[6] بدائع الصنائع ص:۱۵۴، ج:۳، مطبع زکریا، باب الطلاق.

[7] اعلاء السنن ص:۱۴۸، ج:۱۱ کتاب الطلاق باب ایقاع الثلاث مجموعة معصیة وإن وقعن کلهن، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[8] اعلاء السنن ص ۱۵۲ ج ۱۱ کتاب الطلاق الانقاذ من الشبهات فی انفاذ المکروه من الطلاقات.

الاشفاق اور اقامۃ القیامہ یہ دونوں رسالے بھی اسی مسئلہ پر لکھے گئے ہیں کتبِ فقہ بحرالرائق[1] ص:۵۶، ج:۴، زیلعی[2] ص:۵۵۷، ج:۲، شامی[3] ص:۵۳۷، ج:۲، وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۷ھ

تین طلاق کا حکم

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو مجمع عام میں تین بار طلاق کے الفاظ اس طرح ادا کئے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، طلاق دی، طلاق دی، اور مجمع کے لوگوں سے کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو اطلاع طلاق کی دے دو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، یا بیوی کا خود اپنے کان سے سننا ضروری ہے، اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کا سننا ضروری نہیں، بلاشبہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بلا حلالہ کئے تعلق زوجیت حرام ہے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولاحاجة الى الاشتغال بالادلة على رد قول من انكر وقوع الثلث جملة لانه مخالف للاجماع كما حكاه فى المعراج ولذا قالوا لو حكم حاكم بان الثلاث بفم واحد واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ فيه الاجتهاد لانه خلاف لااختلاف. البحرالرائق كراچى ص: ۲۳۹، ج:۳، كتاب الطلاق.

[2] زيلعى ص ۱۹۰ ج ۲، كتاب الطلاق مكتبه امداديه ملتان.

[3] شامى نعمانيه ص: ۴۱۹، ج:۲، مطبع زكريا ص: ۴۳۴، ج:۴، كراچى ص: ۲۳۳، ج:۳. كتاب الطلاق مطلب فى طلاق الدور.

[4] لاينكح مطلقة عن نكاح صحيح نافذ بها اى بالثلاث لوحرة وثنتين لوامة (بقيه اگلے صفحه پر)

تین طلاق

سوال:- زید نے بیماری کی حالت میں بلانیت طلاق کے غصہ اور جھنجھلاہٹ میں اپنی بیوی کو کسی بات کے باعث یا جنگ وجدل کے باعث یہ الفاظ کہا کہ تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، لوگوں میں شور وغل ہوا کہ طلاق ہوگئی، لیکن زید نے شرح وقایہ ہدایہ کی عبارتیں پڑھ کر سنائی جس سے لوگوں میں قدرے سکون ہوا دونوں کتابوں کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نیت کے بارے میں یہ ہے کہ اگر کسی نے تین بار طلاق دی اور تینوں بار کچھ نیت نہیں کی، تو کچھ واقع نہ ہوگی، اور اہل علم کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ کل کام کا مدار نیت پر ہے۔ (ہدایہ)

(۲) لیکن اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے تو ایک طلاق ہوگی اور عورت اول طلاق سے بائن ہوگی، اور دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے کہ وہ محل طلاق کی نہیں رہی۔

(۳) جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہے، کہ اس عورت سے عدت میں یا بعد میں نکاح کرے، یعنی برضا اسکے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی، اگر ہوئی تو کونسی طلاق ہوئی، نیز دونوں کتابوں کی عبارتیں جو مذکور ہیں انسے عدم طلاق کا حکم ثابت ہوتا ہے تو اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا، اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا اور دھمکانا ہے اور زید کی بیوی کے ایک لڑکی شیر خوار اور ایک لڑکا ہے، ان دونوں کا کیا حکم ہے۔

طلاق واقع ہو جانے کے بعد پھر زید اس سے کس طرح نکاح کر سکتا ہے، اس کی صورت مفصل تحریر فرماویں، اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ولو قبل الدخول حتی یطأها غیره الدرالمختار نعمانیه ص:۵۳۷، ج:۲، مطبع زکریا ص ۴۰ ج۵، مطبع کراچی ص ۴۱۰، ۴۰۹ ج۳، باب الرجعة، وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها، کذا فی الهدایة عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، البحر الرائق ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید اپنے ہوش میں تھا، اور جو کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ کر کہہ رہا تھا، جیسا کہ الفاظ ''اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا اور دھمکانا ہے'' سے ظاہر ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی[1] اب بلا حلالہ کے اس کو رکھنا حرام ہے، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت طلاق گذار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، اور وہ اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا وہ مرجائے پھر عورت عدت گذار کر زید سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر زید ہوش میں نہیں تھا بلکہ بے ہوش تھا اسی بے ہوشی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ ''واقع نہیں ہوئی، **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل تنویر**[2] **ص: ۶۵۰، ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمٰی علیه المدهوش عالمگیری**[3] **ص: ۳۶۸، ج: ۲.**

عبارت (۱) اگرچہ ہدایہ کی بعینہٖ عبارت نہیں، تاہم جواب یہ ہے کہ جو الفاظ صریح ہیں وہ محتاج نیت نہیں، اگر بلا نیت بھی صریح الفاظ طلاق کے کوئی شخص کہے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ہدایہ[4] مجتبائی ص: ۳۳۹، باب **ایقاع الطلاق** میں ہے: **الطلاق علٰی ضربین صریح وکنایة**

---

[1] قال لزوجته انت طالق طالق، طالق، طلقت ثلاثاً. الاشباه والنظائر ص: ۲۱۹، القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی من اهماله، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

[2] تنویر الابصار علی درالمختار ص: ۴۲۱، ج: ۲، مطبع نعمانیه مطبع کراچی ص: ۲۳۵، ج: ۳، مطبع زکریا ص: ۴۳۸، ج: ۴، باب الطلاق، هدایة مع فتح القدیر ص ۴۸۷ ج ۳ کتاب الطلاق، فصل ویقع طلاق کل زوج الخ مطبوعه دار الفکر بیروت، زیلعی ص ۱۹۴ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] عالمگیری ص: ۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۵۱ ج ۴ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ کتاب الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] هدایة ص ۳۵۹ ج ۲ باب ایقاع الطلاق، مکتبه دار الکتاب دیوبند، شامی کراچی ص ۲۴۷ ج ۳ کتاب الطلاق باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

فالصریح قوله انت طالق ومطلقة وطلقتک فهٰذا یقع به الطلاق الرجعی لان هٰذهٖ الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره فکان صریحاً وانه یعقب الرجعة بالنص ولا یفتقر الٰی النیة لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال اھ البتہ الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کیلئے نیت یا دلالت حال کی ضرورت پیش آتی ہے۔

واما الضرب الثانی وهو الکنایات لا یقع الطلاق الا بالنیة اوبدلالة الحال الخ هدایہ[1] ص: ۳۵۳، اور الفاظ مذکورہ فی السوال صریح ہیں محتاج نیت نہیں۔

عبارت (۲) غیر مدخولہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قبل الدخول طلاق دے اور ایک لفظ سے تین طلاق دے تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں، اور ایک لفظ سے تین طلاق نہ دے بلکہ تین لفظ سے تین طلاق دے تو وہ چونکہ پہلی طلاق سے بائن ہوجاتی ہے اور آئندہ طلاق کا محل نہیں رہتی، اس لئے دوسری اور تیسری طلاق بیکار جاتی ہے، اور مدخولہ کے اوپر تینوں طلاقیں صریح الفاظ میں واقع ہوسکتی ہیں، **فصل فی الطلاق قبل الدخول** میں ہے: **واذا طلق الرجل امرأته ثلثاً قبل الدخول بها وقعن علیها الٰی قوله فان فرق الطلاق بانت بالاولٰی ولم تقع الثانیة والثالثة وذٰلک مثل ان یقول انت طالق طالق طالق لان کل واحد ایقاع علیحدة الخ هدایہ**[2] ص: ۳۱.

صورتِ مسئولہ میں عورت مدخولہ ہے، لہٰذا قضاءً تینوں طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی: **واذا قال لامرأته انت طالق وطالق وطالق ولم یعلقه بالشرط ان کانت مدخولة طلقت**

---

[1] ۳۷۳، ج: ۲، مکتبه دارالکتاب دیوبند. باب ایقاع الطلاق، فصل فی طلاق غیر المدخول بها، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۸ ج ۴ کتاب الطلاق باب الکنایات، النهر الفائق ص ۴۵۶ ج ۲ کتاب الطلاق باب الکنایات، النهر الفائق ص ۳۵۶ ج ۲ کتاب الطلاق باب الکنایات، مطبوعه بیروت.

[2] هدایة ص: ۳۷۱، ج: ۲، مکتبه دار الکتاب دیوبند. فصل فی الطلاق قبل الدخول فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۳ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۵۲ ج ۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۲۸۴ ج ۳ باب الطلاق غیر المدخول بها.

ثلثا وان کانت غیر مدخولة طلقت واحدة الیٰ قوله متیٰ کرر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو یتعدد الطلاق عالمگیری[1] ص ۳۷۱ ج ۲.

عبارت (۳) طلاق بائنہ کا حکم ہے اور صریح الفاظ سے رجعی واقع ہوجاتی ہے اور ایک صریح کے بعد دوسری اور تیسری صریح واقع ہوسکتی ہے، جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے اور بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہوسکتی: **الصریح یلحق الصریح والبائن یلحق الصریح لا البائن. تنویر**[2] ص: ۷۲۴، ج: ۲. جبکہ تینوں طلاقیں صریح ہیں اور تینوں واقع ہوگئیں، اب بلا حلالہ کے کسی طرح نکاح درست نہیں۔

(۲) ماں ان دونوں کی پرورش کرے گی، اور باپ نفقہ دے گا: **اذا وقعت الفرقة بین الزوجین فالام احق بالولد والنفقه علیٰ الاب هدایه**[3] ص: ۴۱۴، اگر ان کے پاس مال ہے، تو نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا: **انما تجب النفقة علیٰ الاب اذا لم یکن للصغیر مال اما اذا کان فالاصل ان نفقة الانسان فی مال نفسه صغیراً کان او کبیراً هدایه**[4] ص: ۴۲۵.

---

[1] عالمگیری ص ۳۵۶، ۳۵۵ ج ۱، مطبوعه مصر. الفصل الاول فی الطلاق الصریح، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۱ ج ۴ قبیل باب الکنایات، تاتارخانیه ص ۲۸۹ ج ۳، کتاب الطلاق نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد، مطبوعه کراچی.

[2] تنویر الابصار علی ردالمحتار ص: ۳۰۶، ج: ۳، مطبع زکریا ص: ۵۴۰، ج: ۴، باب الکنایات، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ کتاب الطلاق فصل فی الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۶۲ ج ۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الخامس فی الکنایات.

[3] هدایه ص: ۴۳۴، ج: ۲، باب حضانة الولد، ومن احق به، مطبع دارالکتاب دیوبند، زیلعی ص ۴۶ ج ۳ باب الحضانة مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیه ص ۸۹ ج ۴ کتاب الطلاق الفصل الثلاثون فی حکم الولد عند افتراق الزوجین، مطبوعه کراچی.

[4] هدایه ص: ۴۴۵، ج: ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، تاتارخانیة ص ۲۳۳ ج ۴ کتاب النفقات الفصل الثالث فی نفقة ذوی الأرحام مطبوعه کراچی عالمگیری ص ۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد مطبوعه کوئٹه.

(۳) حلالہ کے بعد کرسکتی ہے[1] جس کی صورت جواب (۱) میں لکھ دی گئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۴/۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/صفر ۵۴ھ

جوابات صحیح:- اور جو عبارات سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ محض ترجمہ ہے اور اسکے بھی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا گیا اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں۔ سعید احمد غفرلہٗ

مسئلہ تین طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی کی حرکات سے تنگ آ کر ایک مجلس میں تین طلاق دے دیا اور اخبار میں طلاق کا اعلان بھی کرا دیا، اب شوہر اور بیوی دونوں دوبارہ ملنا چاہتے ہیں، لہٰذا اس بارے میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں، کیا وقت واحد میں تین بار طلاق از روئے قرآن ایک مرتبہ سمجھ کر رجوع کر لیا جائے، یا حضرت رکانہ کے واقعہ کی حدیث کی روشنی پر عمل کر لیا جائے، جب کہ بوقت طلاق اب بھی گواہ موجود نہیں ہے، بیوی نے قبول بھی نہیں کیا لہٰذا اس بات کی صراحت فرمائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور اگر ہوئی تو کون سی اور اگر دوبارہ ملنا چاہیں تو اس کی شریعت میں کیا راہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق کا اختیار مرد کو ہے، عورت کے قبول کرنے نہ کرنے کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ قبول نہ

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها هدايه ص: ۳۹۹، ج: ۲، دارالتكاب ديوبند. باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ كتاب الطلاق باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص ۴۱۰ ج ۳، باب الرجعة.

کرے تب بھی ہوجاتی ہے[۱] طلاق کا جب شوہر کو اقرار ہے، تو گواہوں کی ضرورت نہیں، جب شوہر نے طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دی ہو یا اخبار میں شائع کردی ہو اور شوہر کو اپنی تحریر کا اقرار ہو تب بھی ہوجاتی ہے[۲] محبت ورضامندی میں طلاق کی نوبت کم آتی ہے، جب صریح اور صاف لفظوں میں طلاق دے تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے[۳]، ایک دفعہ اور دو دفعہ کہنے کے بعد طلاق سے رجعت کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لینے سے نکاح بدستور قائم رہتا ہے، خواہ وقت واحد اور مجلس واحد میں ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دی ہو یا الگ الگ وقت، الگ الگ مجلس میں دی ہو سب کا یہی حکم ہے[۴]، یہ مسئلہ قرآن کے دوسرے پارے میں **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان**[۵] سے ثابت ہے۔

---

[۱] وأهله (أی الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ، شامی کراچی ص ۲۳۰ ج ۳ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۳ ج ۱ کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفی من لا يقع طلاقه سكب الأنهر ص ۸ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر انه كتابه. شامی زكريا ص ۴۵۶ ج ۴، شامی كراچی ص: ۲۴۷، ج:۳، مطبع نعمانيه ص: ۴۲۹، ج:۲. مطلب فی الطلاق بالكتابة، كذا فی الهندية ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة مطبوعه كوئٹه المحيط البرهانی ص ۴۸۶ ج ۴ كتاب الطلاق الفصل السادس ايقاع الطلاق مطبوعه ڈابھيل.

[۳] صريحه مالم يستعمل الا فيه ولو بالفارسية كطلقتک وانت طالق ومطلقة ويقع بها ای بهٰذه الالفاظ وما بمعناها واحدة رجعية وان نوى خلافها اولم ينو شيئاً. الدرالمختار زكريا ص: ۶۱، ۴۵۷، ج:۴، مطبع كراچی ص: ۵۱، ۲۴۷، ج:۳، مطبع نعمانيه ص: ۳۱-۴۲۹، ج:۳. باب الصريح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۲ باب ايقاع الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی ص ۱۹۷ ج ۲ باب الطلاق مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فی عدتها رضيت بذلک أو لم ترض، هدايه مع فتح القدير ص ۱۵۸ ج ۴ باب الرجعة، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ كتاب الطلاق، الفصل السادس فی الرجعة الخ النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

تین طلاق دینے کے بعد واپسی کا حق نہیں رہتا، جب تک حلالہ نہ ہوجائے، دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا[۱] خواہ تین طلاق ایک لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی یا تین لفظ سے دی ہوں، جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، پھر خواہ مجلس واحد میں ایسا کہا ہو یا الگ مجلس اور الگ الگ وقت میں سب کا ایک حکم ہے، کوئی فرق نہیں[۲]، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ غرض ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، یہی جمہور صحابہؓ کا مذہب ہے، یہی احادیث سے ثابت ہے، یہی کتب فقہ میں بصراحت موجود ہے[۳]، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے، چنانچہ دوسرے پارے میں دوطلاق کے بعد تیسری طلاق کا تذکرہ ہے، اوراس طرح بیان فرمایا گیا ہے: **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره.** (الآیۃ[۴]) یعنی دوطلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل تھا، لیکن تیسری طلاق بھی دیدی تو اب رجوع کرنے کا حق بھی نہیں رہا، جب تک دوسرے شخص سے نکاح نہ ہوجائے، تو ہرگز پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵ سورة البقره آیت: ۲۲۹،

ترجمہ:- وہ طلاق دومرتبہ ہے، پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ۔ (از بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) ۱ وأما الطلاقات الثلاث فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية ايضاً حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزوج آخر لقوله عز وجل فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره، سواء طلقها ثلاثاً متفرقا أو جملة واحدةً، بدائع کراچی ص۱۸۷ ج۳ کتاب الطلاق فصل وأما الطلاق البائن فنواعان الخ، عالمگیری کوئٹہ ص۴۷۳ ج۱ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، بحر ص۵۶ ج۴ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه کوئٹہ.

۲ فالحق الصريح انه اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا مجموعاًاومفرقاً يكون ثلاثا لاواحداً. بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج:۳، مطبع رشيديه تحت حديث، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث.

۳ ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى اَنَّه يقع ثلاث. فتح القدير ص: ۴۶۹، ج:۳. مطبع دارالفكر بيروت، كتاب الطلاق، عمدة القاری ص۲۳۳ ج۹ باب من أجاز طلاق الثلاث الخ الجزء العشرون، مطبوعه دار الفكر بيروت شامی کراچی ص۲۳۳ ج۳ كتاب الطلاق.

۴ سوره بقره آیت: ۲۳۰.

حدیث شریف میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے، جس کی تفصیل بخاری شریف[1] میں ہے، کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی تھی، پھر بعد عدت دوسرے شخص حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر سے نکاح کیا، مگر وہ چاہتی تھیں کہ پہلے شوہر کے پاس لوٹ جائیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حلالہ نہ ہو جائے، پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں۔

جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابی نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی بلکہ محض تاکید کے لئے یہ لفظ کہا جیسے آپ سے کوئی پوچھے، آپ نے آج فجر کی نماز پڑھی، آپ جواب میں کہیں، میں نے آج فجر کی نماز پڑھ لی، پڑھ لی، پڑھ لی مطلب صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر آج تو ایک دفع پڑھی ہے مگر دوسری اور تیسری دفعہ جو لفظ کہا ہے، اس سے محض تاکید مقصود ہے، یہ مطلب نہیں کہ آج نماز فجر تین دفعہ پڑھی، اسی طرح انہوں نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا، مگر چونکہ طلاق ایک ہوتی ہے، دو بھی ہوتی ہے، تین بھی ہوتی ہے، اور لفظ طلاق تاکید کے لئے بھی کہا جاتا ہے، اور اصالۃً مقصود بھی ہوتا ہے، اور تاکید کیلئے بولنا خلاف ظاہر بھی ہے کیونکہ طلاق تین بھی ہوتی ہے، اس لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر دریافت فرمایا کہ ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کیلئے بولا ہے، طلاق کی نیت سے نہیں بولا، جب انہوں نے قسم کھا کر ایک طلاق کا ارادہ بتلایا تو رجعت کا حق دے دیا[1]۔

---

[1] عن ابن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أخبرته أن إمرأة رفاعة القرظي جاء ت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن رفاعة طلقني فبتّ طلاق وإني نكحت بعده عبد الرحمٰن بن الزبير القرظي وإنما معه مثل الهدبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة لا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته. بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲، باب من اجاز طلاق الثلث، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] ان ركانة بن عبديزيد طلق امرأته سهيمة البتة فاخبر النبي صلى الله عليه وسلم بذٰلك وقال والله ما اردت الاّ واحدة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پھر رفتہ رفتہ طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے، تو حضرت عمرؓ نے ایک بڑی جماعت کیسامنے اسکا اظہار فرمایا کہ مسئلہ میں کچھ ڈھیل دی گئی تھی، مگر لوگوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کردیا اسلئے اگر آئندہ کوئی شخص تین دفعہ طلاق دیگا تو وہ تین ہی شمار ہونگی اور اسکو رجعت کا حق نہیں ہوگا، اس پر سب صحابہ کا اجماع ہوگیا[1] یہی مطلب ہے، اس روایت کا جس میں مذکور ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی، یعنی جو شخص تین طلاق دیتا تھا، اور قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کی نیت سے بولا ہے اور دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کیلئے بولا ہے، اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے ایک طلاق کا قضاءً فیصلہ ہوتا تھا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تھی، اگر یہ مطلب لیا جائے گا، تو قرآن پاک کے بھی خلاف ہوگا، (اور اس حدیث کے بھی خلاف ہوگا) جس میں امرأۃ رفاعۃ کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حلالہ کا حکم دیا ہے، جیسا کہ بخاری شریف[2] میں مذکور ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں کوئی گنجائش رجعت کرنے کی یا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنے کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ما اردت الا واحدة فقال ركانة والله ماارادت الا واحدة فردها اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث ص: ۳۰۰، ابو داؤد شريف جلد ۱، كتاب الطلاق، باب فى البتة.

ترجمہ:- رکانہ ابن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی پھر نبی ﷺ کو اسکی خبر دی اور کہا بخدا میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا؟ رکانہ نے کہا بخدا میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکانہ کی طرف لوٹا دیا۔

(صفحہ ہذا) [1] ان عمر بن الخطابؓ امضاهن وهذا لمحضر من الصحابةؓ فى زمن توفرهم ولم ينكر عليه احد فاولاً لايظن بعمر بن الخطابؓ ان يخالف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الامر الصريح الشائع ثم لايظن بالصحابةؓ ان لا ينكر واعليه فيما يخالف فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فصار الاجماع على ذلك ولا يمكن اجماعهم على باطل فالحق الصريح انه اذا طلق الرجل امرأته ثلثا مجوعاً اومفرقاً يكون ثلثا لا واحدا، بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج:۳، مطبع رشيديه سهارن پور.

[2] بخارى شريف ص: ۷۹۱، ج:۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفى ديوبند.

باقی نہیں رہی[۱]۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر[۲] میں اور دیگر کتب فقہیہ، کنز[۳]، تبیین[۴]، درمختار[۵]، عالمگیری[۶]، مجمع الانہر[۷]، بدائع[۸] وغیرہ میں اس پر مفصل کلام موجود ہے۔ شروح حدیث عینی[۹]، بذل[۱۰]، اوجز[۱۱]، اعلاء[۱۲] السنن میں روایات فقہیہ کے علاوہ احادیث کا بھی ذخیرہ ہے اس مسئلہ پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی ساس سے لڑائی کے درمیان اپنی بیوی بے قصور کو تین چار دفعہ

---

۱ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها کذا فی الهدایة، عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، البحر الرائق ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه الماجدیه کوئٹه النهر الفائق ص ۴۲۱ ج ۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ فتح القدیر ص: ۴۶۹، ج: ۳، دارالفکر بیروت. کتاب الطلاق، باب طلاق السنة.

۳ کنز الدقائق ص: ۱۱۵، کتاب الطلاق، مطبوعه دار الاشاعة الاسلامیة کلکته.

۴ تبیین الحقائق ص: ۱۹۰، ج: ۲، مکتبه امدادیه ملتان. کتاب الطلاق.

۵ الدرالمختار نعمانیه ص: ۴۱۹، ج: ۲، مطبع زکریا ص: ۴۳۴، ج: ۴، مطبع کراچی ص: ۲۳۳، ج: ۳، کتاب الطلاق.

۶ عالمگیری کوئٹه ص: ۳۴۹، ج: ۱، کتاب الطلاق.

۷ مجمع الانهر ص: ۶، ج: ۲، دارالکتب العلمیه بیروت، کتاب الطلاق.

۸ بدائع الصنائع زکریا ص: ۱۵۴، ج: ۳، کتاب الطلاق.

۹ عینی ص: ۲۳۳، ج: ۹، مطبع دارالفکر بیروت، باب من اجاز طلاق الثلاث الخ، الجزء العشرون.

۱۰ بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج: ۳، کتاب الطلاق باب بقیة نسخ المراجعة الخ، مکتبه رشیدیه سهارن پور.

۱۱ اوجز المسالک ص: ۷، ج: ۱۰، مکتبه امدادیه مکه مکرمه، کتاب الطلاق فی طلاق البتة.

۱۲ اعلاء السنن ص: ۱۵۲، ج: ۱۱، کتاب الطلاق الانقاذ من الشبهات الخ طبع کراچی.

طلاق کہہ دی طلاق غصہ کی حالت میں کہی بعدہ نادم ہوا، حلال ہونے کی کیا صورت ہے ایک عالم اہل حدیث نے عدم حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے، مدلل تحریر فرمادیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے جائز نہیں، یہ مسئلہ قرآن کریم، حدیث شریف سے ثابت ہے، جمہور صحابہ وتابعین کا مذہب بھی یہی ہے، (بجز ایک دو کے) **والبدعی ثلاث متفرقة اھ درمختار**[1]

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الىٰ انه يقع ثلاث الىٰ قوله وقول بعض الحنابلة توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم او عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احدمنهم انه خالف عمرؓ حين امضى الثلاث ولايلزم فى نقل الحكم الاجماعى عن مائة الف تسمية كل فى مجلد كبير لحكم واحد على انه اجماع سكوتى واما ثانيا فالعبرة فى نقل الاجماع نقل ما عن المجتهدين الخ[2] ص: ۵۷۶، ج: ۲، اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، روایات کی تفصیل مطلوب ہو تو زیلعی[3]، فتح القدیر[4]، اعلاء السنن[5]۔ **الازهار المربوعة** کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۲/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۹/۲/ جمادی الثانیہ ۶۶ھ

---

[1] درمختار زکریا ص: ۴۳۴، ج: ۴، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۴۱۹، ج: ۲، مطبوعہ کراچی ص: ۲۳۲، ج: ۳. کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹ ج ۱ کتاب الطلاق، محیط برهانی ص ۳۸۱ ج ۴ الفصل الأول فى بيان أنواع الطلاق، مطبوعه ڈابهيل.

[2] شامی زکریا ص: ۳۳۵، ۳۳۴، ج: ۴، کتاب الطلاق، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۱۹، ج: ۲، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۳، ج: ۳. کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مدخولہ کو تین طلاق

مع جواب مولانا محمد میاں صاحب مفتی مدرسہ امینیہ دھلی

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص محمد تسلیم کا نکاح بیوی عمرانہ نابالغہ سے ہوا تھا، اب عمرانہ خاتون موصوفہ بالغہ ہے، اس کی رخصتی کی تیاری ہو رہی تھی، اس اثناء میں محمد تسلیم کا نکاح جو کہ معمولی پڑھا لکھا ہے، اسی گاؤں کے ایک آدمی مسمّٰی عبد السلام نے خفیہ طور سے رات کے ۱۱/۱۲ بجے چار آدمی جمع ہو کر اپنے ایک رشتہ دار عورت مسماۃ عمہ خاتون سے مہر فاطمی پر لڑکی کی عدمِ موجودگی میں کرادیا اور یہ اسمیں طے کیا کہ اس نکاح کا اعلان جبتک پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کی رخصتی نہ ہوجائے، نہ کیا جائے، یہ چاروں نوجوان تھے، ان ہی چاروں میں ایک قاضی بن گیا، دو گواہ ہوئے اور ایک نوشہ، اس نکاح کے بعد محمد تسلیم اور اسکی اس نئی منکوحہ بیوی کے درمیان یکجائی (خلوتِ صحیحہ) بھی ہوئی، لیکن دو چار روز کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی، ظاہر ہونے پر محمد تسلیم کے والد اور ان کے رشتہ دار اور پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کے والدین پر بہت اثر پڑا، بالخصوص تسلیم کے والد تسلیم سے بہت ناراض تھے، اس بات کی تحقیق شروع ہوئی، اس ثانی نکاح کے بعد جب بات ظاہر ہوگئی، تو عبد السلام مذکور کو جس نے یہ سازش کر کے یہ نکاح کرایا تھا، پریشانی لاحق ہوئی، تب اس نے ایک شرط نامہ لکھ کر جس میں نکاح کی تاریخ ڈلوا کر محمد تسلیم سے دستخط کرالیا، اسکے بعد ان تمام حالات کی بنا پر محمد تسلیم کو احساس ہوا، تب اپنے والد کو اور چند سمجھ دار رشتہ داروں کو بلکہ دوسرے گاؤں میں ایک رشتہ دار کے یہاں جمع ہوئے، محمد تسلیم اپنے والد کے سامنے اور تمام رشتہ داروں کے سامنے بہت نادم تھا، اسلئے کہ عمہ خاتون کے متعلق محمد تسلیم کو یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہوئی کہ وہ بدچلن ہے، اب محمد تسلیم کو اصرار تھا کہ پہلی بیوی عمرانہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۱ زیلعی ص: ۱۹۰، ج: ۲، باب الطلاق، مکتبہ امدادیہ ملتان.

۲ فتح القدیر ص: ۴۶۹، ج: ۳، مطبوعہ دار لفکر بیروت، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة.

۳ اعلاء السنن ص: ۱۵۲، ج: ۱۱، کتاب الطلاق انقاذ من الشبهات الخ مطبوعہ کراچی.

خاتون نکاح میں رہ جائے، اور دوسری بیوی عمہ خاتون پر طلاق پڑ جائے، چنانچہ محمد تسلیم کو یہ بھی کہا گیا کہ اس شرط نامہ کی رو سے جس پر تم نے دستخط کیا ہے، پہلی بیوی عمرانہ خاتون کا زوجیت میں رہنا مشکل ہے، اس لئے اگر ثانی بیوی عمہ خاتون ہی تم کو پسند ہے، تو پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو طلاق دیدو، اور دوسری کو اپنی زوجیت میں رکھ لو، اس پر محمد تسلیم دو تین آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک تحریر لکھ کر چند گواہوں کے دستخط کے ساتھ اپنے والد اور چند دوسرے رشتہ دار جو دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے بھجوادیا، جس میں عمہ خاتون کو طلاق دیا تھا، دونوں تحریری شرائط نامہ اور طلاق نامہ استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔

(الف) اب سوال یہ ہے کہ دوسری بیوی عمہ خاتون کے طلاق نامہ منسلک ہذا سے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو جس کی رخصتی یا کسی قسم کی یکجائی اپنے شوہر سے نہیں ہوئی ہے، طلاق واقع ہوئی ہے، یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس قسم کی طلاق پڑی۔

(ب) پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو کوئی صورت زوجیت میں رکھنے کی ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا،

جواب از حضرت مولانا محمد میاں قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریری طلاق نامہ کے بموجب عمہ خاتون بنت عبدالرشید پر تین طلاق ہوگئی ہیں، اب بلا حلالہ محمد تسلیم کا اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اور شرائط نامہ نکاحِ ثانی کے بموجب حاجی انیس احمد کی چھوٹی صاحبزادی کو ایک طلاق ہوئی ہے، اس سے نکاح ہوسکتا ہے، بلا نکاح رجعت نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ العبد الفقیر محمد میاں ۷/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

۱۶/اپریل ۱۹۶۸ء

نقل شرائط نامہ نکاحِ ثانی

''میں محمد تسلیم پسر شیخ اسعد علی ساکن پورائین تھانہ بونسی ضلع بھاگل پور اقرار کرتا ہوں کہ حسبِ ذیل شرائط پر عمل کروں گا، میری دوسری شادی جو عمہ خاتون بنت شیخ عبد الرشید عظمت پور کے ساتھ ہوئی، اگر ہم دوسری بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بدعنوانی سے پیش آؤں یا بے حرمتی کروں، مثلاً کسی کے دوبارہ بہکانے سے یا راضی خوشی سے بھی طلاق دوں تو پہلی بیوی یعنی حاجی انیس احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کو طلاقِ مغلظہ ہو جائے اوپر لکھے ہوئے شرطوں کو میں اقرار کرتا ہوں، یہ مضمون پڑھ کر سمجھ بوجھ لیا۔''

محمد تسلیم احمد ساکن پورائین بقلم خاص: ۲/۸/ ۶۸ھ

نقل طلاق نامہ

''میں محمد تسلیم احمد ولد شیخ اسعد علی پورائین تھان بانکا ضلع بھاگل پور اس بات کو تحریر میں لانے کے لئے مجبور ہوں کہ بی بی عمہ خاتون بنت عبدالرشید ساکن عظمت پور تھانہ بانکا ضلع بھاگل پور جس کی شادی میرے ساتھ عبدالسلام ساکن پورائین والے نے بہت ہی چاپلوسی دھوکا دہی سے مجھ کو غفلت میں رکھ کر میرے ساتھ کرایا، اب جبکہ ہم پر یہ راز کھلتا ہے کہ شادی سے قبل لڑکی موصوفہ کا چال چلن نہایت خراب ہے، اور ناقابل برداشت ہے، اور شادی کے بعد بھی اسکے خراب چال چلن کی جانکاری وثبوت ہم کو ملے ہیں، ایسی حالت میں نہایت ہی لاچاری ومجبوری ہو کر اسکے چال چلن خراب ہونے کی بناء پر تین طلاق مغلظہ دیا۔''

محمد تسلیم احمد ۲۰/فروری ۶۸ء

محمد تسلیم نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے۔

دستخط گواہ۔ محمد حسین، محمد صدیق حسن، محمد طیب

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر دو منسلکہ طلاق نامے دیکھے۔ ایک تنجیز ہے دوسرے میں تعلیق ہے اور دونوں میں طلاق مغلظہ کا لفظ مذکور ہے، لہذا دونوں پر طلاق مغلظہ ہوگئی، طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے، بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، اس مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارت پیش کرتا ہوں، یہ فتوی بھیج دیں جہاں سے اسکے خلاف آپکے پاس جواب آیا ہے، پھر جو کچھ وہ تحریر فرمادیں اس سے مطلع کریں۔

قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق ثلاثاً وقعن لما تقرر انه متى ذكر العدد كان الوقوع به وما قيل من انه لا يقع لنزول الأية فى الموطوء ة باطل محض منشؤة الغفلة عما تقرر ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وحمله فى غرر الاذكار على كونها متفرقة فلايقع إلا الاولى وان فرق بانت بالاولى ولم تقع الثانية بخلاف الموطوء ة حيث يقع الكل، (درمختار) بحذف يسير قوله وما قيل رد على ما نقله فى شرح المجمع من كتاب المشكلات واقره عليه حيث قال وفى المشكلات من طلق امرأته الغير المدخول بها ثلاثاً فله ان يتزوجها بلا تحليل واما قوله تعالى فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ. ففى حق المدخول بها اهـ ووجه الردانه مخالف للمذهب لانه اما ان يريد عدم وقوع الثلاث عليها بل تقع واحدة كما هو قول الحسن وغيره وقد علمت رده او يريد انه لا يقع شيء اصلاً وعبارة الشارح تحتمل الوجهين لكن كلام الدرريعين الاول او يريد وقوع الثلاث مع عدم اشتراط المحلل وقد بالغ المحقق ابن الهمام فى رده حديث قال فى باب آخر الرجعة لا فرق فى ذلك اى اشتراط المحلل بين كون المطلقة مدخولاً بها اولا لصريح اطلاق النص وقد وقع فى بعض الكتب ان

غیر المدخول بها تحل بلا زوج وهو زلة عظيمة مصادمة للنص والاجماع لا يحل لمسلم رآه ان ينقله فضلاً عن ان يعتبره لان فی نقله اشاعته وعند ذلک ينفتح باب الشيطان فی تخفيف الامر فيه ولا يخفی ان مثله مما لا يسوغ الاجتهاد فيه لفوات شرطه من عدم مخالفته الكتاب والاجماع نعوذبالله من الزيغ والضلال والامر فيه من ضروريات الدين لايبعد اكفار مخالفه. كذا فی ردالمحتار[1] ص:۶۲۵، ج:۲، فقط والله تعالى اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۸۸ھ

رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم

سوال:- یہ کہ ایک مسلمان مسمّٰی عبدالکریم کا نکاح ہوا موضع داہ میں ہوا ابھی رخصتی نہیں ہوئی عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے، اس کے بعد بوجہ ناراضگی کے وہ رشتہ چھوڑ کر دوسری جگہ وہ رشتہ کے واسطے گیا آگے لڑکی والوں نے سوال کیا کہ تمہارا نکاح آگے موضع داہ میں ہوا ہے، جب تک تم ان کو طلاق نہ دو، ہم تم کو رشتہ کیسے دے سکتے ہیں، اس پر عبدالکریم نے دوسری شادی کی خاطر کہا پہلی الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے، عرصہ ایک سال کا ہوا ہے جس کے ساتھ آباد نہیں ہوا اس کو میں طلاق کرتا ہوں، روبرو گواہوں کے اپنی خوشی سے طلاق کرتا ہوں، اس کے بعد دوسری شادی ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اس کے ساتھ بھی ناچاقی ہوئی اور پھر عرصہ نو ماہ کے بعد وہاں موضع داہ میں الٰہی بخش کے پاس گیا، کہ مجھے رشتہ دو انہوں نے کہا تم ہماری لڑکی فیروز جہاں کو طلاق دے چکے ہو، اس پہ وہ انکاری ہوا لڑکی کے باپ نے گواہوں کو بلوایا، اور مدعی بھی

[1] الدرالمختار مع الشامی ص:۴۵۵، ۴۵۴، ج:۲، مطبوعه نعمانيه، مطبوعه كراچی ص:۸۵، ۲۸۴، ج:۳، مطبوعه زكريا، ص:۱۱، ۵۰۹، ج:۴، باب طلاق غير المدخول بها، زيلعی ص۲۱۳ ج۲ كتاب الطلاق فصل في الطلاق قبل الدخول، مطبوعه امداديه ملتان.

موجود تھا، قاضی مولوی صاحب کے روبرو گواہوں نے قسمیں کھائیں اور گواہی دی کہ عبدالکریم نے الٰہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں کو ہمارے روبرو تین بار طلاق کی ہے اس پر قاضی مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ صحیح طلاق ہوگئی ہے، اس کے بعد پھر اس مولوی صاحب نے دوسرا نکاح باندھ دیا ہے اور کہتے ہیں، کہ پہلے نکاح کی طلاق ہوگئی ہے، دوسرا نکاح اس واسطے کیا ہے اگر آبادی نہ ہوئی ہو اور فریقین راضی ہوں تو دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، اب وہ عبدالکریم اور فیروز جہاں آباد ہیں، فتویٰ دیجئے کہ بغیر حلالہ جائز ہے، کہ نہیں یہاں کے مولوی صاحب دیانت دار نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت نہ کی ہو اگر اس کو تین لفظوں سے طلاق دے تو اس کو ایک ہی طلاق ہوتی ہے، دوسری اور تیسری نہیں ہوتی مثلاً اس طرح کہے کہ میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی تو اس طرح کہنے سے صرف ایک ہی طلاق ہوگی اور دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہوجائے گا، اور اگر ایک لفظ سے تین طلاق دی، مثلاً اس طرح کہے کہ میں نے تین طلاق دیں، تو تینوں واقع ہوجائیں گی، اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا[1] **اذا طلق الرّجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن فان فرق الطلاق بانت بالاولٰی ولم تقع الثانية والثالثة وذالک مثل ان يقول انت طالق طالق طالق اھ عالمگیری[2] ص ۳۷۳ ج ۱.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی الہند ۲۰/۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

---

[1] وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها كذا فى الهداية، عالمگيرى ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه مصر، البحر الرائق ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه الماجديه كوئٹه النهر الفائق ص ۴۲۱ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مدخولہ پر تین طلاق

سوال:- ایک شخص نے اپنی زوجۂ صغیرہ غیر مدخولہ بہا کو کہا کہ میں تجھے ایک دو تین طلاق مغلظہ دیتا ہوں یا اپنی زوجۂ مذکورہ سے یوں کہاں کہ میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں تینوں طلاق یکساتھ واقع ہوں گی، یا نہیں، اگر ہوں گی تو بدون تحلیل کے نکاح درست ہوگا یا نہیں یا صغیرہ وکبیرہ مدخول بہا وغیر مدخول بہا کے درمیان تین طلاق کے بعد تحلیل وعدم تحلیل میں کوئی فرق نہیں ہے، نیز یہ امر بھی واضح ہو کہ صورت اولی میں اعداد کا ذکر مقدم ہے اور طلاق کا ذکر بعد کو ہے، یہ صورت تفریق کی ہے یا اجماع کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، پہلی صورت میں اس لئے کہ طلاق صرف ایک دو تین سے واقع نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ طلاق کا ذکر نہ کیا ہو اور جب لفظ طلاق کا ذکر کیا تو اس کا تعلق مجموعہ ایک دو تین سے ہوگا، اور لفظ مغلظہ اس کے لئے صفت کاشفہ بنے گی **لو قال** اگر فلانہ بزنی کنم ازمن بیک ودو طلاق وسہ طلاق **فترزوجها تطلق واحدة ولو قال** بیکے ودووسہ طلاق **ثم تزوجها يقع الثلاث خلاصة الفتاوىٰ** ص[1]:۸۷، ج:۲، اس عبارت میں دو مسئلے ہیں اول میں ہر عدد کے ساتھ معدود کو ذکر کیا ہے، لہٰذا نکاح کے بعد فوراً ایک طلاق واقع ہوگئی اور غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے دوسری اور تیسری کے لئے محل نہیں رہی، دوسرے مسئلہ میں عدد کو پہلے ذکر کیا ہے اور طلاق کو بعد میں لہٰذا وقوع طلاق کے وقت تمام اعداد اپنے معدود کے ساتھ منضم ہو کر مجموعہ تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں تین طلاق کا واقع ہونا بالکل ظاہر ہے: **طلق**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] عالمگیری ص:۳۷۳، ج:۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه مصر، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۲۸۴ ج۳ باب طلاق غیر المدخول بها، مجمع الأنهر ص۳۱ ج۲ فصل فی الطلاق غیر المدخول بها مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] خلاصة الفتاوی ص۸۷ ج۲ کتاب الطلاق الجنس الخامس فی العدد مطبوعه لاهور.

غیر المدخول بها ثلاثاً وقعن سواءٌ قال اوقعت علیک ثلاث تطلیقات او انت طالق ثلاثاً البحر ص: ۲۹۱، ج:۳[1]، مطلقہ ثلاث کے بلا تحلیل حلال نہ ہونے میں صغیرہ وکبیرہ مدخولہ وغیر مدخولہ میں کوئی فرق نہیں لا ینکح مبانته بالبینونة الغلیظة اطلقه فشمل ماذا کان قبل الدخول او بعد کماصرح به فی الاصل وشمل ما اذا طلقها ازواج کل زوج ثلاثاً قبل الدخول فتزوجت بآخر فدخل بها تحل للکل واشار بالوطء الی ان المرأة لا بد ان یوطأ مثلها اما اذا کانت صغیرة لا یوطأ مثلها لا تحل للاول بهٰذا الوطء بحر[2] بحذف کثیر ص: ۵۶، ج:۴، والشرط التیقن بوقوع الوطء فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرة لا یوطأ مثلها لم تحل للاول والاحلت ای بان کانت صغیرة ً یوطأ مثلها حلت للاول بوجود الشرط وهو الوطء فی محل المتیقین الموجب للغسل درمختار[3] وشامی ص: ۸۳۳، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۴/شعبان ۵۷ھ

غیر مدخولہ پر تین طلاق کا حکم

سوال: - کن کن شخصوں کے تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے؟

---

[1] البحر الرائق ص: ۳۹۱، ج:۳، کتاب الطلاق، فصل فی طلاق غیر المدخول بها. مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص۲۱۳ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه، امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۳۵۲ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] البحر الرائق ص: ۵۶، ج:۴، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه.

[3] الدر المختار مع الشامی زکریا ص: ۴۴، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۱۲، ج:۳، باب الرجعة، مطلب حیلة اسقاط عدة المحلل، بزازیة علی الهندیة ص ۲۶۱ ج۴ کتاب الطلاق، نوع آخر فی المحلل، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۲ فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جوشخص غیر مدخولہ کوطلاق تین لفظ سے دے گا اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی: **طلق غیر الموطوئة ثلثا وقعن وان فرق بانت بواحدة اھ زیلعی**[۱] ص۲۱۳ ج۲۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق بلانیت

سوال:- زید نے اپنی بیوی کوغصہ میں کسی بات پر یہ الفاظ کہے۔

''آپ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی میں تم کوطلاق دیتا ہوں، اورآئندہ بھی دوایک ماہ جوتکلیف ہوگی اس کوتم گوارہ نہیں کرسکتی میں نے تم کوطلاق دی آزاد کیا''

زید کہتا ہے: میری نیت دوطلاقوں کی نہ تھی، اورنہ بیوی سے میری کوئی ناراضگی تھی، مہربانی فرما کراس کا جواب حوالہ جاتِ حدیث وفقہ سے صاف صاف دیجئے گا، اس صورت میں دوطلاقیں ہوئیں، یانہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زید نے تین الفاظ زبان سے ادا کئے ہیں، اول ''میں تم کوطلاق دیتا ہوں'' یہ صیغۂ حال ہے اورصیغۂ حال سے طلاق واقع ہوجاتی ہے: **قالت لزوجها من باتونمی باشم فقال الزوج مباش فقالت طلاق بدست تواست مراطلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم وکرّر ثلاثاً طلقت ثلاثا بخلاف قوله کنم لانه استقبال فلم یکن تحقیقاً**

---

[۱] زیلعی ص۲۱۳ ج۲، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری دار الکتاب ص۳۷۳ ج۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، الباب الثانی هدایة ص۳۷۱ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه یاسر ندیم.

بالتشکیک وفی المحیط لو قال بالعربیة اُطلِّق لا یکون طلاقاً الا اذا غلب استعماله للحال فیکون طلاقاً اھ عالمگیری[1] ص:۴۰۲، ج:۲، لہٰذا اس لفظ سے ایک طلاق صریح واقع ہوگی۔

دوسرا لفظ ہے۔ ''میں نے تم کو طلاق دی، یہ صریح لفظ ہے، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی: **صریحهٔ مالم یستعمل الا فیه کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بها واحدة رجعیة وان نویٰ خلافها اولم ینو شیئًا اھ تنویر**[2]۔

تیسرا لفظ ہے، ''آزاد کیا'' ہمارے عرف میں یہ لفظ بمنزلہ صریح طلاق کے ہے[3]، جو صریح لفظ طلاق کا حکم ہے، وہی اس کا ہے، لہٰذا ایک طلاق اس سے واقع ہوگئی، صریح اور بمنزلہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں، بغیر نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں[4]، زید کا یہ قول کہ میری نیت دو طلاقوں کی نہ تھی، معتبر نہ

---

[1] عالمگیری ص:۳۸۴، ج:۱، مطبوعہ مصر، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۲۴۸ ج۳ باب الصریح، مطلب سن بوش یقع به الرجعی، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۳، باب الطلاق مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] تنویرالابصار علی ردالمحتار زکریا ص ۴۶۱، ۴۵۷ ج۴، مطبوعه کراچی ص ۲۵۰، ۲۴۷ ج۳، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۲۹،۳۱، ج:۲، باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۵۰/ ۲۵۱ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضا وماذاک الا لانه غلب فی عرف الناس استعماله فی الطلاق وقد مران الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ایّ لغة کانت، شامی زکریا ص: ۵۳۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۶۴، ج:۲، باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة.

[4] وأما الطلاقات الثلاث فحکمها الأصلی هو زوال الملک وزوال حل المحلیة أیضاً حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزوج آخر الخ بدائع کراچی ص۱۸۷ ج۳ کتاب الطلاق وأما الطلاق البائن فنوعان الخ، عالمگیری ص۴۷۳ ج ۱ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه کوئٹه.

ہوگا، اگر بلا نیت بھی یہ الفاظ کہے ہیں تب بھی طلاق مغلظہ ہوگئی، اگر پہلے لفظ کی تاکید کیلئے دوسرا اور تیسرا لفظ کہا ہے مستقل طلاق کیلئے نہیں کہا ہے، تب بھی قضاءً معتبر نہیں طلاق مغلظہ ہی ہوئی لیکن دیانۃً یہ نیت معتبر ہے: **کرّر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دُیّنَ ای وقع الکل قضاءً وکذا اذا طلق اشباہ ای بان لم ینوا استئنافاً ولا تاکیداً لان الاصل عدم التاکید اھ درمختار**[1] **وشامی ص: ۷۱۰، ج: ۲**، کسی دوسری جگہ کے عرف کے لحاظ سے اگر اخیر کے لفظ کو بمنزلہ صریح نہ قرار دیا جائے، بلکہ کنایہ ہی مانا جائے، تب بھی چوں کہ دو طلاق صریح لفظ سے دے چکا ہے، اسلئے اس تیسرے لفظ کو بھی طلاق ہی پر حمل کیا جائے گا، اور عدم نیتِ طلاق کا قضاءً اعتبار نہ ہوگا: **ولو قال فی حال مذاکرۃ الطلاق باینتک او ابنت منک اولا سلطان لی علیک اوسرحتک او وھبتک لنفسک او خلیت سبیلک او انت سائبۃ او انت حرۃ او انت اعلم بشانک فقالت اخترت نفسی یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق لا یصدق قضاءً اھ عالمگیری**[2] **ص: ۳۴۹، ج: ۲**. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یکم ربیع الاول ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲ ربیع الاخر ۵۸ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۲۹۳، ج: ۳، مطبوعہ زکریا ص: ۵۲۱، ج: ۴، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۴۶۰، ج: ۲، باب طلاق غیر المدخول بھا. مطلب فیما قال! امرأتہ طالق ولہ امرأتان او اکثر تطلق واحدۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۵/۳۵۶ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیہ ص ۲۸۹ ج ۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد الخ مطبوعہ کراچی.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، تاتارخانیہ ص ۳۱۴ ج ۳ کتاب الطلاق باب الکنایات مطبوعہ کراچی، فتاویٰ قاضی خان علی الھندیۃ ص ۴۶۸ ج ۱ کتاب الطلاق فصل فی الکنایات والمدلولات مطبوعہ کوئٹہ.

تین طلاق کو ایک تصور کرنا

سوال:- زید کے پاس ایک تحریر لائی گئی جس میں طلاق نامہ لکھا تھا، زید نے طلاق نامہ کی اس عبارت (اپنے تن پر حرام کیا، حرام کیا حرام کیا) تھوڑے وقفہ کے بعد پڑھ کر دستخط کر دیئے، مگر اسکے معنی اور انجام سے قطعاً ناواقف تھا، زید ذی عزت آدمی ہے، موجودہ صورت میں اسے جانی خطرہ ہے، عورت کو جدا کر دینے میں اسے ایک ایسی مصیبت کے درپیش ہونے کا یقین ہے، جس سے اسے خسارہ عظیم ہو کر رہیگا، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے زمان سعادت میں صحابۂ کرام طلاق ثلثہ بیک الفاظ واقع کر کے اس سے مراد ایک طلاق لیتے تھے، اور شریعت مطہرہ کا فرمان بھی ایسا تھا، جس کا عملدرآمد حضرت امیر عمرؓ کے دوسال اول خلافت تک رہا، حضرت عمر نے لوگوں کی نیت کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے، طلاق ثلثہ بیک الفاظ بولنے پر تین طلاقیں واقع ہوجانے کا فتویٰ دے دیا، جسپر آج تک امت محمدیہ تعمیل کر رہی ہے، اور تا قیامت کرتی رہیگی، موجودہ صورت میں زید اپنی عزت کی پائیداری اور آنیوالی مصیبت کے دفعیہ کی خاطر اجماع امت پر عمل نہ کرتے ہوئے حضور سرور کائنات ﷺ کے معمول پر عمل کرنا چاہے اور طلاق ثلثہ متذکرہ بالا الفاظ سے دی ہوئی ایک طلاق مراد لے کر عورت کو حلال جانے تو کیا عند اللہ اس سے مؤاخذہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

اجماع امت کے خلاف کرنا قطعاً حرام ہے[1]، اگر زید مقلد ہے، تو اس کو اپنے امام کے خلاف کرنا درست نہیں، اگر وہ خود مجتہد ہے کہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرسکتا ہے، تو اس کو کسی مقلد سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے، چونکہ سائل نے نفس مسئلہ کا حکم دریافت نہیں کیا، کہ اس

---

[1] وخرقه بالمخالفة حرام اى من الكبائر للتوعد عليه حيث توعد على اتباع غير سبيل المومنين جمع الجوامع على حاشيه العطار ص:۲۳۳، ج:۲، باب الاجماع، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، تفسير مظهرى ص ۲۳۶ ج ۲ سوره نساء تحت آيت نمبر ۱۱۵ مطبوعه رشيديه كوئٹه.

صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوئی ہے یا نہیں بلکہ اس کو اپنے ذہن میں طلاق مغلظہ قرار دے کر (جس کی ذمہ داری خود سائل پر ہے) یہ دریافت کیا ہے کہ اجماع امت کے خلاف کرنا جائز ہے، یا نہیں اس لئے اس کا جواب دے دیا گیا، اور نفس مسئلہ کا جواب نہیں دیا گیا، کہ طلاق مغلظہ واقع ہوئی بھی یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۴/ربیع الثانی ۵۸ھ

کیا تین طلاق ایک ہیں؟

اور

ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا

سوال:- ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنے والا ہے اور اس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی اور اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کر دیا، مگر پھر وہ کہتا ہے، کہ میں اہلِ حدیث ہو جاؤں گا، اور اپنی بیوی کو رکھوں گا، تو اس شخص کا از روئے، شریعت کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

﴿جواب از مولانا حبیب الرحمٰن الفیضی الاعظمی﴾

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی، جیسا کہ رکانہ بن عبد یزیدؓ اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کر غمگین ہوئے، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کے بعد فرمایا: **فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت فراجعها اخرجه احمد**

ابویعلیٰ من طریق محمد ابن اسحاق (فتح الباری ص: ۱۶۳، ج: ۲۲) اوراس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی روایت **کانت الطلاق علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وغیره طلاق الثلاث واحدة** رواہ مسلم سے ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہی، حنفیہ نے بھی اس قسم کے مسائل میں دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے مجموعہ فتاویٰ ص: ۵۴، ج: ۲، میں زوجۂ مفقود الخبر اور عدۃ ممتدۃ الطہر پر قیاس کرتے ہوئے طلاقِ ثلاثہ میں بھی دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، نیز مولانا اشرف علی تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزہ ص: ۶۴، میں دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کر کے اس پر فتویٰ دینا جائز بتلایا ہے، نیز محمد ابن مقاتلؒ جو ائمہ حنفیہ میں سے ہیں بھی تین طلاق کے ایک ہی ہونے کے قائل ہیں فتاویٰ ابن تیمیہ ص: ۱۷، ج: ۳، اور مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے حاشیہ عمدۃ الرعایۃ ص: ۶۷ پر لکھا ہے: **هٰذا هو المنقول عن بعض الصحابة وبه قال الداؤد الظاهری واتباعه وهٰذا احد القولین لما لک ولبعض اصحاب احمد.** حاصل یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہیں، جس کے قائل صحابہ کے علاوہ ائمہ میں سے داؤد ظاہری اور ان کے اتباع اور امام مالکؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور بعض اصحابِ احمدؒ کا بھی یہی قول ہے، اور اسکے علاوہ بہت سے مسائل ہیں جس کے اندر حنفیہ نے دوسرے علماء کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے للتفصیل مقام آخر۔

نیز یہ کہ حدیث کے صحیح ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی مقلد اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرلے تو وہ امام کی تقلید سے باہر نہیں ہوتا، ائمہ اربعہ کی یہی نصیحت ابن عبدالبرؒ نے نقل کی ہے، چنانچہ شامی ص: ۴۶، میں ہے: **اذا صح الحدیث وکان علیٰ خلاف المذهب عمل بالحدحث ویکون ذٰلک مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیاً بالحمل به وقد صح عنه انه قال اذا صحَّ الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذٰلک ابن عبد**

الرحمن عن ابی حنیفةؒ وغیرہ من الائمة. واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ حبیب الرحمن الفیضی الاعظمی

﴿جواب از فقیہ الامت قدسہ سرہ﴾

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کوئی شخص اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدے تو حرمتِ مغلظہ ثابت ہوجاتی ہے، اور دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہتی، جب تک حلالہ نہ ہوجائے، اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، یہی قرآن کریم میں مذکور ہے، یہ الگ بات ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً نہایت مذموم اور قبیح ہے، اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب اور غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ طلاقِ مغلظہ واقع نہیں ہوتی، ایسی صورت میں رجعت کی بھی اجازت نہیں دی، جیسے کہ حالتِ حیض میں طلاق نہایت مذموم ہے، اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واقع ہوجانے کے بعد (چونکہ طلاقِ بائن یا مغلظہ نہیں تھی) رجعت کا حکم فرمایا، اور بائنہ اور مغلظہ میں رجعت کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا، جڑ کٹ جاتی ہے۔

دلائل از قرآن کریم

الطلاق مرتان (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) فان طلقها فلا تحل لهٗ من بعد حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ. الاٰیة[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ دوطلاق کے بعد رجعت کا حق رہتا ہے، تیسری طلاق کے بعد حقِ رجعت ختم ہوکر حرمتِ مغلظہ ہوجاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اس میں ایک مجلس دومجلس تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ سب کو شامل ہے۔

---

[1] سورہ بقرہ آیت: ۲۲۹،۳۰،

ترجمہ: -وہ طلاق دومرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

دلائل از حدیث شریف

عویمر عجلانیؓ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیں اور اُن تین طلاق کو حضرت رسول مقبول ﷺ نے نافذ فرمادیا غیر معتبر نہیں قرار دیا، یہ واقعہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں[۱] ص:۸۰۰، پر ہے، صحیح مسلم[۲]، کتاب اللعان ص: ۴۸۹، ج:۱، میں ہے، ابوداؤد شریف[۳] ص:۲۸۲، ج:۲، میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: **فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذهٗ رسول الله صلى الله عليه وسلم اهـ ترجمه**:-تو اس کو آپ ﷺ کے پاس تین طلاق دیا اور آپ ﷺ نے اس کو نافذ کیا، علامہ شوکانیؒ نے نیل[۴] الاوطار ص:۲۰۱، ج:۲، میں لکھا ہے، "**رجالهٗ رجال الصحيحين**" **جمع الفوائد**[۵] **ص: ۶۲۲، ج: ۲**" میں اس حدیث کو بخاری مسلم، ابوداؤد،

---

۱ **قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلّما فرغا قال عويمر كذبتُ عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم بخاری شريف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفی ديوبند.**

ترجمہ:-حضرت سہل فرماتے ہیں ان دونوں نے لعان کیا اور میں لوگوں کے ہمراہ آنحضرت ﷺ کے پاس (موجود) تھا جب وہ دونوں (لعان) سے فارغ ہوگئے عویمرؓ بولے یا رسول اللہؐ اگر میں اسے روکوں تو میں جھوٹا کہلاؤں گا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمانے سے پہلے تین طلاق دیدی۔

۲ **مسلم شريف ص ۴۸۹ ج ۱ كتاب اللعان مطبوعه رشيديه دهلی.**

۳ **ابوداؤد شريف ص: ۳۰۶، ج: ۱، باب اللعان، مطبوعه سعد ديوبند.**

۴ **نيل الاوطار ص: ۶۴، ج:۷، باب لا يجتمع المتلاعان ابداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.**

۵ **لمسلم والنسائی وابی داؤد بلفظ وله ولمالک عن ابن عباسؓ وابی هريرةؓ وسئلا عمن طلّق ثلاثا قبل ان يدخل بها فقال لا ينكحها حتى تنكح زوجاً غيره. جمع الفوائد ص: ۳۵۱، ج: ۱، مطبوعه مكه مكرمه، كتاب الطلاق.**

ترجمہ:-ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ نے سوال کیا اس شخص کے بارے میں جس نے تین طلاق دی دخول سے پہلے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ نکاح کرے وہ اس سے جب تک کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔

نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، امام نسائیؒ نے اپنی سنن ص:۹۹، ج:۲[1] میں **عنوان الثلاثة المجموعة ومافيه من التغليظ** کے تحت بیان کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق یکدم دیدیں، **ثلٰث تطليقات جميعاً**. تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے، (کیونکہ تین طلاق یکدم دینا بہت قبیح و مذموم ہے) مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوئی، اور نہ یہ فرمایا کہ تم کو رجعت کا حق حاصل ہے، رجعت کرلو، پھر امام نسائیؒ[2] نے باب منعقد کیا ہے: **باب الرخصة في ذٰلک**. اس میں عویمر عجلانیؓ کا ایک مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق دینا بیان کیا ہے، امام بخاریؒ[3] نے باب منعقد کیا ہے: **باب من اجاز الطلاق الثلاث**. اس کے ذیل میں عویمرؓ کا واقعہ نقل کیا ہے، نیز **امرأة رفاعة** کا واقعہ بیان کیا ہے، جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اوّل کی طرف عود کرنے کی اجازت نہیں دی گئی[4]، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے، جس میں مذکور ہے، کہ

---

[1] قال اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطليقات جمعيا فقام غضباناً ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله. نسائی شریف ص: ۸۲، ج: ۲، باب الثلاث المجموع وما فيه من التغليظ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:- رسول ﷺ کو اس شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاق دیدی تھی تو آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہوئے پھر کہنے لگے کیا تم کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کرتے ہو باوجودیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ قتل کردوں اسے۔

[2] نسائی شریف ص ۸۲، ج ۲، باب الثلاث المجموع وما فيه من التغليظ مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفی ديوبند.

[4] ان امرأة رفاعة القرظی جاءت الی رسول صلی الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانّی نكحتُ بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظی وانّما معه مثل الهدبة قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لعلک تريدين ان ترجعی الی رفاعة لا حتی يذوق عسيلتَکِ وتذوقی عُسيلته. بخاری شريف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:- رفاعہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دیدی اور اسکے بعد میں نے نکاح عبدالرحمٰن ابن زبیر سے کیا اس کے پاس جھالر کے مثل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید کہ تو رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے، نہیں لوٹ سکتی جب تک کہ وہ تمہارے شہد کو اور تو اس کے شہد کو نہ چکھ لے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اوّل کیلئے جائز نہیں فرمایا[1]: سنن دار قطنی ص:۴۳۳، [2] میں حضرت علیؓ کی روایت مرفوعاً **من طلق البتة الزمناه ثلاثًا فلاتحل لهٗ من بعد حتّٰی تنکح زوجاً غیرهٗ.** جوشخص طلاقِ البتہ دیدے اس پر بھی تین طلاق کو لازم کردیا گیا، حالانکہ اس نے لفظ طلاق تین دفعہ نہیں کہا، نہ لفظ **ثلاث** کہا، اس سے بھی زیادہ واضح اور مفصل بطور قاعدہ کلیہ کے فرمادیا گیا: **ایما رجل طلّق امرأتهٗ ثلاثًا مبهمة او ثلاثًا عند الاقرار لم تحل لهٗ حَتّٰی تنکح زوجاً غیرهٗ. دارقطنی** [3] **ص:۴۳۷.** یعنی جوشخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر بیک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، اب وہ بغیر حلالہ کے شوہر اول کیلئے حلال نہیں، یہاں صاف صاف بتادیا گیا ہے، کہ تین طلاق سے بہرحال حرمت مغلظہ ثابت ہوجائے گی، ایک مجلس اور تین مجلس یا ایک طہر یا تین طہر کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہے، دونوں کا حکم حرمتِ مغلظہ ثابت ہونے کیلئے یکساں ہے۔

اجماع

حافظ الکتاب والسنۃ شیخ الحاکم ابوبکر جصاص رازیؒ نے لکھا ہے: **فالکتاب والسنة وَاجماع الامة توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة اھ احکام** [4] **القرآن**

---

[1] **عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلٰثا فتزوجت فطلّق فسئل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اَتَحِلُّ للاول قال لا حتی یذوق عُسیلتَها کما ذاق الاول. بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج: ۲، مطبوعه رشیدیه دهلی، باب من اجاز طلاق الثلاث.**

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پس اسکی شادی ہوگئی، اور شوہر نے طلاق دیدیا، تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ اسکے شہد کو چکھ نہ لے جیسا کہ پہلے نے چکھ لیا۔

[2] **سنن الدارقطنی ص:۲۱۳، حدیث: ۳۹۰۰، مطبوعه دارالفکر بیروت، کتاب الطلاق.**

[3] **سنن الدارقطنی ص:۲۱۸، ج: ۲، حدیث: ۳۹۲۷، مطبوعه دارالفکر بیروت، کتاب الطلاق.**

[4] **احکام القرآن ص:۳۸۸، ج: ۱، باب ذکر الحجاج لایقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.**

ص: ۴۵۹، ج: ۱، ائمہ اربعہ بھی اس پر متفق ہیں،[۱] البتہ روافض اور داؤد ظاہری تین طلاق کے منکر ہیں، ان کا کہنا ہے، کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، اور وہ اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں، پہلی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے دور میں تین طلاق ایک تھی، اور حضرت عمرؓ کے دور میں بھی دو سال تک یہی حال رہا، یہ مقولہ مسلم شریف میں ہے، شراح حدیث نے اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے، (ملاحظہ ہو فتح الباری[۲]، عمدۃ القاری[۳]، اوجز المسالک[۴]، بذل المجہود[۵]، نووی[۶]) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کیلئے یہ مقولہ کافی نہیں، مؤطا امام مالکؒ کے شارح الاستذکار میں فرماتے ہیں: **ان هذه الرواية وهم وغلط لم يعرج عليها احد من العلماء اهـ الجوهر النقي**[۷] ص: ۱۱۳، ج: ۲، میں اس کو نقل کیا ہے، یعنی یہ روایت وہم اور غلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابلِ التفات نہیں سمجھا، اس کو طاؤس کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے، لیکن طاؤس خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ کتاب ادب القضاء میں ہے **اخبرنا علی ابن عبد اللّٰه وهو ابن المدينی عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن طاؤس انَّهٗ قال من حَدَّثک عن طاؤس انهٗ كان يروی طلاق الثلاث واحدة كذبه اهـ** یعنی طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس

---

[۱] وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين إلٰى انه يقع الثلاث شامی زکریا ص ۴۳۴ ج ۴ كتاب الطلاق.

[۲] فتح الباری ص: ۴۵۵، ج: ۱۰، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، باب من اجاز طلاق الثلاث.

[۳] عمدة القاری ص: ۲۳۳، ج: ۱۰، مطبوعه دارالفكر بيروت، باب من اجاز طلاق الثلاث.

[۴] اوجز المسالک ص: ۷، ج: ۱۰، مكبته امداديه مكرمه، باب فی طلاق البتة.

[۵] بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج: ۳، كتاب الطلاق باب بقية نسخ المراجعة الخ كتاب الطلاق مكتبه رشيديه سهارن پور.

[۶] نووی علی مسلم ص: ۴۷۸، ج: ۱، باب طلاق الثلاث، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۷] الجوهر النقی علی هامش السنن الكبری ص: ۳۳۷، ج: ۷، باب من جعل الثلاث واحدة. مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

حدیث طلاق ثلاث واحدۃ کو روایت کرتے ہیں، تو تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت غلط ہے، نیز حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی اس مقولہ کے خلاف ہے، ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ ابوداؤد شریف[1] میں ہے: **عن ابن عباسؓ کلهم قالوا فی الطلاق الثلاث انه اجازها اھ بذل المجهود[2] ص: ۷۰، ج: ۳،** حضرت ابن عباسؓ کے متعلق یہ گمان قائم نہیں کیا جاسکتا، کہ وہ اپنے نقل کردہ مقولہ کے خلاف فتویٰ دیں گے، امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کی جاتی تھی، پھر آیت **الطلاق مرّتان** الخ کے ذریعہ حقِ رجعت کو دو طلاق تک محدود کر کے تیسری طلاق کے بعد حق رجعت کو منسوخ کردیا گیا، اس کو بیان کرنے کیلئے باب منعقد کیا ہے: **باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث[3]** اس کے ذیل میں نقل کیا ہے: **عن ابن عباسؓ وَالمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء وَلايحل لهن ان يكتمن مَاخلق اللّٰه فی ارحامهن. (الآیۃ) وذٰلک ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو احق برجعتها وان طلقها ثلاثاً فنسخ ذٰلک فقال الطلاق مرتان الآية اھ بذل المجهود[4] ص: ۶۱، ج: ۳،** یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی، جس کو آیت "**الطلاق مَرَّتَان**" نے منسوخ کردیا، ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر ایک ہی ہوتی ہو، ہاں یہ بات تھی کہ تین طلاق کے بعد حقِ رجعت تھا، نزولِ آیت کے بعد وہ حق ختم ہوگیا، ابن عباسؓ کی یہ

---

[1] ابوداؤد شریف ص: ۲۹۸، ج: ۱، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[2] بذل المجهود ص: ۲۷۸، ج: ۳، مطبوعه رشيديه سهارن پور، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث.

[3] ابوداؤد شریف ص: ۲۹۸ ج: ۱، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، سعد بکڈپو دیوبند.

[4] بذل المجهود ص: ۲۷۰، ج: ۳، کتاب الطلاق بيان الاختلاف فی الطلاقات الثلاث الخ مطبوعه رشيديه سهارن پور.

روایت قرآن کریم کے موافق ہے، احادیث کے موافق ہے، اجماعِ سلف کے موافق ہے، خود ابن عباسؓ کے فتویٰ کے موافق ہے، اس کے برعکس ابن عباسؓ کی طرف نسبت کردہ مقولہ (کہ تین طلاق ایک تھی) ان سب کے خلاف ہے، اگر شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود اس مقولہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے، تو اسکا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا، اور کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کیلئے کہا ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کیلئے کہا ہے، طلاق کیلئے نہیں کہا، تو زمانہ خیر القرون میں سلامتِ صدر اور غلبۂ صدق کی بناء پر اسکا قول قبول کرلیا جاتا، اور اس کو حقِ رجعت دیدیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے دَور میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے، نیز صدق میں بھی کمی محسوس کی گئی تو انہوں نے اعلان فرمادیا کہ آئندہ کوئی شخص اس طرح طلاق دے گا، یعنی تین لفظوں سے طلاق دے تو وہ تین ہی شمار ہوں گی، نیتِ تاکید کا (قضاءً) اعتبار نہ ہوگا، اصل یہی ہے کہ تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم ہو، تین کا ایک ہونا تو خلافِ اصل ہے، اصل سے عدول کرکے تاکید کی نیت کا اعتبار کرنے کی جو وجہ تھی، (سلامتِ صدر اور غلبۂ صدق) وہ موجود نہیں رہی، اس لئے ان الفاظ کا جو اصل موضوع لہٗ ہے، وہی متعین کردیا گیا[1]

دوسری دلیل، حدیثِ رکانہ ہے کہ ان کو تین طلاق کے بعد حقِ رجعت دیا گیا اس پر محدثین نے کلام کیا ہے، کہ یہ واقعہ رکانہ کا ہے، یا ابو رکانہ کا۔ نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں، جن

---

[1] قال ابن سريج وغيره يشبه أن يكون في تكرير اللفظ كأن يقول، أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وكانوا اوّلاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم ارادوا التاكيد فلما كثر الناس في زمن عمرؓ وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التأكيد حمل عمرؓ اللفظ على ظاهر التكرار فامضاه عليهم، بذل المجهود ص ۲۷۱ ج۳ كتاب الطلاق بيان الاختلاف في الطلاقات الثلاث مطبوعه يحيوى سهارنپور.

[2] أخرجه ابوداؤ ورواه أحمد والحاكم وهو معلول بابن اسحاق فإنه في سنده، نيل الأوطار ص ۱۱-۱۲ ج۴ كتاب الطلاق باب ما جاء في طلاق البتة الجزء السابع مطبوعه دار الفكر بيروت، وقد اجابوا باربعة اشياء احدها أن محمد بن اسحاق وشيخه مختلف فيهما الخ بذل المجهود ص ۲۷۰ ج۳ كتاب الطلاق باب الاختلاف في الطلاقات الثلاث الخ مطبوعه يحيوى سهارنپور فتح البارى ص ۴۵۶ ج۱۰ باب من أجاز طلاق الثلاث مطبوعه نزار مصطفى مكه مكرمه.

کی روایت ضعیف ومعلول ہے۔[۲]

سب سے قطعِ نظر اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی تھی، بلکہ طلاقِ البتہ دی تھی، اوراس وقت طلاقِ البتہ بھی تین طلاق کے موقع پر استعمال ہوتی تھی، جیسا کہ سنن دار قطنی[۱] ص:۴۳۳ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث اوپر گذر چکی ہے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف دے کر پوچھا کہ تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا، جب انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا، تب ان کو رجعت کا اختیار دیا گیا، ترمذی شریف[۲] ص:۱۴۰، ج:۱، میں ہے، **عن عبد اللّٰہ ابن یزید ابن رکانہ عن ابیہ عن جَدِّہٖ قال اتیتُ النبی صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ فقلت یا رسول اللّٰہ اِنّی طَلَّقْتُ امرأتی البتۃ فقال مَا اردت بھا فقلت واحدۃً قال وَاللّٰہ قلتُ واللّٰہ قال فھو مااردت اھ.** اسی کوامام ابوداؤد[۳] نے اصح کہا ہے، ص:۷۰، ج:۳،[۴] جس روایت میں **"طلقھا ثلاث"** ہے، وہ روایت بالمعنیٰ ہے، اس لئے کہ البتہ بھی ثلاثاً کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا، اس البتہ میں اختلاف ہے، حضرت عمرؓ اس کو ایک قرار دیتے ہیں، حضرت علیؓ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوریؒ اور اہلِ کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت کی ہو تو ایک، تین کی نیت کی ہو تو تین، امام شافعیؒ دو کی نیت بھی معتبر مانتے ہیں، امام ترمذیؒ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں: **وقد اختلف اھل العلم من اصحابِ النبی صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم وغیرھم فی طلاق البتۃ فروی عن عمر ابن الخطابؓ انہٗ جعل البتۃ**

---

[۱] سنن الدار قطنی ص:۱۳، ج:۲، حدیث:۳۹۰۰، کتاب الطلاق، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲] ترمذی شریف ص:۱۴۰، ج:۱، باب ماجاء فی الرجل طلق امرأتہ البتہ، مطبوعہ دیوبند.

ترجمہ :-عبداللہ ابن یزید ابن رکانہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے کہ مجھے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے تو آپ نے فرمایا تو نے کتنی طلاق کا ارادہ کیا ہے میں نے کہا ایک کا آپؐ نے فرمایا بخدا میں نے کہا بخدا تو آپ ﷺ فرمایا اتنی ہی طلاق ہوئی جتنا تو نے ارادہ کیا۔

[۳] ابوداؤد شریف ص:۲۹۸، ج:۱، باب بقیۃ نسخ المراجعۃ بعدا لتطلیقات الثلاث، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

[۴] بذل المجھود ص:۲۷۸، ج:۳، کتاب الطلاق بیان الاختلاف فی الطلاقات الثلاث مطبوعہ رشیدیہ سہارن پور.

واحدةً وروی عن علیؓ انهٗ جعلها ثلاثاً وقال بعض اهل العلم فیه نیة الرجل ان نویٰ واحدة فواحدة وان نویٰ ثلاثاً فثلاث وان ثنتین لم یکن الاّ وَاحدةًوهو قول الثوریؒ واهل الکوفة وقال مالک ابن انسؓ فی البتة ان کان قد دخل بها فهی ثلاث تطلیقات وقال الشافعیؒ ان نویٰ واحدةً فواحدة یملک الرجعة وان نویٰ ثنتین فثنتین وان نویٰ ثلاثاً فثلاثاً اھ (ترمذی[1] شریف ص: ۱۴۰، ج: ۱) الحاصل نہ حضرت رکانہؓ کا واقعہ مفیدِ مطلب ہے، نہ حضرت ابن عباسؓ کا نقل کردہ مقولہ تین کو ایک بنانے کے لئے کافی ہے۔

تین کا تین ہونا اصل کے بھی مطابق ہے، ائمہ اربعہ کا یہی متفقہ مسلک مختار ہے[2] ائمہ اربعہ کا مذہب عین حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے "اذا صح الحدیث فهو مذهبی" پورے طور پر صادق ہے، پھر بوقتِ ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ کی بحث اس جگہ بے محل ہے، علامہ ابن تیمیہؒ اس مسئلہ میں سب ائمہ سے الگ اور منفرد ہیں، ان کے اقران اہل علم ان کے مخالف ہیں، سب نے ہی ان پر رد کیا ہے، ملاحظہ کیجئے، السنن لکبریٰ[3]، فتح الباری[4]، عینی[5] وغیرہ۔ علامہ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے، اور اپنے استاذ کی جانب سے دفاع کی کوشش کی ہے، مگر وہ کوشش میں ناکام رہے، حتی کہ خود ان کے تلمیذ علامہ ابن رجبؒ نے اپنے استاذ ابن القیمؒ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے، ان کے مزعومہ دلائل کو توڑ دیا اور مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام ہے "بیان مشکل الاحادیث الواردة فی ان الطلاق الثلاث طلقة واحدة" تین طلاق کو ایک قرار دے کر بہر صورت حقِ رجعت دینا کتابُ اللہ،

---

[1] ترمذی شریف ص: ۱۴۰، ج: ۱، باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته البته، مطبوعه دیوبند.

[2] وذهب جمهور الصحابةؓ والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث، شامی زکریا ص ۴۳۴ ج ۴ کتاب الطلاق.

[3] السنن الکبری ص: ۳۳۳، ج: ۷، باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات.

[4] فتح الباری ص: ۴۵۵، ج: ۱۰، مطبوعه نزار مکه مکرمه، باب من اجاز طلاق الثلاث.

[5] عمدة القاری ص ۲۳۳ ج ۹، باب من اجاز طلاق الثلاث الخ الجزء العشرون مطبوعه دارالفکر بیروت.

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع سلف صالحین فتاویٰ صحابہؓ، ائمہ اربعہ سب کے خلاف ہے، کوئی گنجائش نہیں، اس طرح بغیر حلالہ کے اگر کوئی شخص نکاح کرے گا تو وہ نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر نہایت غلط اور شرمناک فحش کا کام ہوگا، اللہ پاک اس سے محفوظ رکھے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۰ھ

ضمیمہ

سائل نے امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہونے کے باوجود تین طلاق سے بیوی پر حرمتِ مغلظہ ہونے کی تقدیر پر اہلِ حدیث ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے، اور فاضل مجیب نے دیگر ائمہ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی رہنمائی بھی کی ہے، یہ بحث یہاں بے محل ہے، اس لئے کہ حرمتِ مغلظہ ہوجانا صرف امام ابوحنیفہؒ کا اجتہادی واستنباطی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہے، تاہم مسئلہ انتقالِ مذہب پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ سائل صرف اس مسئلہ میں اہلِ حدیث کی رائے پر عمل کی اجازت کا خواہشمند نہیں، بلکہ مستقلاً تبدیلِ مذہب کیلئے آمادہ ہے، جو شخص مجتہد نہ ہو، اسمیں صفات وشرائط اجتہاد موجود نہ ہوں اسکے ذمہ تقلید ضروری ہے[1] (یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مدلل ومبرہن ہے) ایسا شخص اگر ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنے کے بعد اپنی وسعتِ نظر اور تحقیق کی بناء پر کسی دوسرے امام مجتہد کے مذہب کو اقرب الی الکتاب اور اوفق بالسنۃ پاتا ہو اور دلائل کی قوت مضعف اور احادیث کے محامل کو پورے طور پر پہچانتا ہو اور ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو، جرح وتعدیل، شرح غریب، رفعِ تعارض، جمع روایات وترجیحِ راجح سے بخوبی واقف ہو، اسانید پر گہری نظر رکھتا ہو، اجماعی مسائل اسکو محفوظ ہوں تو اس کیلئے جذبۂ دیانت کے تحت جائز ہے کہ وہ امامِ سابق کے مسلک سے دوسرے امام کے مسلک کی طرف قدیم پر

[1] غیر المجتهد المطلق ولو كان عالماً يلزمه التقليد لمجتهد ما فيها لا يقدر عليه من الاجتهاديات فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۴۳۴ ج ۲، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

جوعمل کر چکا ہے، اسکا وہ عمل ضائع نہیں ہوگا، اور مسلکِ جدید کے تحت اگر وہ صحیح نہیں تھا تو اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اسی طرح اگر مسلک قدیم کے تحت کوئی حرمت متحقق ہوچکی ہے، تو مسلکِ جدید اختیار کرنے سے وہ حرمت مرتفع نہیں ہوگی، غرض گذشتہ کسی عمل پر اسکا اثر نہیں ہوگا، شرح تحریر[1] وفواتح الرحموت[2] وغیرہ میں اس کی بحث موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۰ھ

تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں

سوال:- ایک شخص عاقل بالغ ہے، اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا جسکے دو گواہ بھی موجود ہیں اور خود مقر بھی ہے کہ میں نے تین طلاق دیا، لیکن ایک غیر مقلد مولوی کو کچھ روپیہ دے کر فتوی حاصل کرلیا کہ بغیر حلالہ کے اپنی بیوی کو رکھ سکتے ہو، چنانچہ اس نے بغیر حلالہ کے صرف توبہ کر کے بیوی کو رکھ لیا، اور دو مولوی صاحبان نے فتاویٰ عبدالحئی جلد اول کتابُ الطلاق ص:۴۸۶، کا حوالہ دیا کہ بوقتِ ضرورت اس عورت کا اس سے علیحدہ ہونا دشوار ہو اور سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو دوسرے امام کی تقلید درست ہے، اس طرح کی دلیل دے کر سب محلّہ والوں کے اعتقاد کو خراب کرنے لگا، اب لوگ کہتے ہیں کہ اب کوئی بھی شخص تین طلاق دے کر کسی غیر مقلد مولوی سے فتویٰ حاصل کر کے بغیر حلالہ کے بیوی رکھ سکتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاروں امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے اگر کوئی شخص حاجتِ شدیدہ

---

[1] التحرير على هامش التحرير والتبحر ص: ۳۵۰، ج: ۳، غير المجتهد يلزم التقليد. مطبوعه مصر.

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص: ۴۳۷، ج: ۲، دار الكتب العلميه بيروت.

کے وقت کسی کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کرے تو شرعاً گنجائش ہے، حاجتِ شدیدہ یہ ہے کہ سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ قویہ ہو[۱] مثلاً ایک عورت کا شوہر کہیں مفقود ہو گیا، نہ اس کے جذبات پورے ہو سکتے ہیں، نہ نفقہ کا انتظام ہے، سخت اندیشہ ہے، کہ وہ معصیت میں مبتلا ہو جائے، یا مذہبِ اسلام ہی چھوڑ بیٹھے تو ایسی مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کی گنجائش ہے، صورت مسئولہ میں نہ اس قسم کا مفسدہ ہے، کیونکہ عورت کیلئے دوسرے مرد مل سکتے ہیں، اور مرد کیلئے دوسری عورتیں مل سکتی ہیں، نہ معصیت میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ مذہب چھوڑنے کی۔

علاوہ ازیں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے پھر رکھ لیا جائے، اس لئے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں،[۲] قرآن کریم کے بھی خلاف ہے[۳]، سنتِ مشہورہ کے بھی خلاف ہے، فقہاءِ کرام کے بھی خلاف ہے[۴]۔

نادم ہو کر سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وبه علم ان المضطر له العمل بذلک لنفسه کما قلنا وان المفتی له الافتا به للمضطر فما مر من انه لیس له العمل بالضعیف ولا الافتاء محمول علی غیر موضع الضرورة. شرح عقود رسم المفتی ص: ۴۵، لو افتی بقول ضعیف فی الحیض للضرورة و مطبوعه سعیدیه سهارنپور ص ۱۰۲.

[۲] قال عمرؓ إن الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه أناة فلو أمضیناه علیهم فأمضاه علیه وذهب جمهور الصحابةؓ والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث شامی زکریا ص ۴۳۴ ج ۴ کتاب الطلاق فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ باب طلاق السنة مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۳] الطلاق مرتان الی قوله فان طلقها فلا تحل من بعد حتی تنکح زوجاً غیره سورة بقره آیت: ۳۰، ۲۲۹، بخاری شریف ص: ۸۰۱، ج: ۲، حدیث: ۵۱۱۶، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۴] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مجمع الانهر ص ۸۷/۸۸ ج ۲ باب الرجعة طبع بیروت.

تین طلاق کا ایک ہونا

سوال: -ایک حدیث میری نظر سے گذری جس کا ترجمہ لکھتا ہوں، جس سے اصل حدیث کا پتہ آپ کو معلوم ہو جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بلکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے، جس میں شرع کی طرف سے ان کیلئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں، تو مناسب ہے، پس انہوں نے جاری کر دیا۔ (مسلم)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کا وقوع بآن واحد ایک جلسہ میں عہد نبوی میں نہیں ہوتا تھا، بلکہ تین طلاقیں ایک دفعہ دیتے تھے، تو ایک ہی گنی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس حکم میں اپنے زمانہ میں تبدیلی کر دی، مگر حکم نبوی برقرار رہنا چاہئے، کیوں کہ دنیا پھر میں سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کسی کو منصب شریعت نہیں، مگر اب عمل اس پر نہیں بلکہ تین طلاق ایک جلسہ میں تین ہی شمار ہوتی ہیں، اس واقعہ پر روشنی ڈالئے۔

(۲) اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے یا لکھے کہ میں نے تجھ کو طلاق مغلظہ دی اور بعد کو یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں یک دم واقع نہیں ہوتیں، بلکہ الگ الگ طہر میں دینے سے وقوع ہوتا ہے، میں نے مغلظہ بہ نیت واحدہ کہا تھا، مجھے رجعت کرنے کا حق حاصل ہے، اور اس کا یہ کہنا صحیح مانا جاوے گا، اور رجعت ہو سکے گی، یا یہ کہ صرف مغلظہ کہنے سے تینوں طلاقوں کا وقوع ہوگا۔ رجعت ناممکن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲) طلاق کی حنفیہ کے نزدیک تین قسمیں ہیں، اول رجعی، جس میں عدت کے اندر رجعت کا حق رہتا ہے[۱] اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے، ثانی

---

[۱] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض كذا فى الهداية عالمگيرى ص: ۴۷۰، ج: ۱، باب الرجعة مطبوعه مصر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بائن، جس میں رجعت کا حق نہیں رہتا، البتہ خواہ عدت میں خواہ بعد عدت نکاح درست ہے۔[۱]

ثالث مغلظ: جس میں نہ رجعت کا حق رہتا ہے، نہ نکاح درست ہوتا ہے، بلکہ اگر نکاح کرنا چاہے تو بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا،[۲] اسی قسم ثالث کے متعلق یہاں گفتگو مقصود ہے۔

طلاق مغلظہ دینے کی یہاں مختلف صورتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ مغلظہ کا لفظ بولے یا لکھے جیسا کہ سوال ثانی میں مذکور ہے، اس صورت میں مغلظہ کا لفظ صراحۃً موجود ہونے کی وجہ سے کوئی دوسرا احتمال ہی نہیں بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوجائے گی، اور نیت کو کچھ دخل نہ ہوگا۔[۳]

ایک صورت یہ ہے کہ اسطرح کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اس صورت میں بھی بلاتأمل تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوجائے گی، خواہ نیت کچھ ہی ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔[۴]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هداية ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه تهانوی ديوبند، مجمع الانهر ص ۸۰ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، مطبوعه مصر. باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، تاتارخانيه كراچی ص ۶۰۳ ج ۳ الفصل الثالث والعشرون مسائل المحلل وغيرها، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی ديوبند، شامی كراچی ص ۴۰۹ كتاب الطلاق باب الرجعة.

۲ وان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غير نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، مطبوعه مصر، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مجمع الأنهر ص ۸۷/۸۸ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۳ الصريح لا يحتاج الى النية، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج ۲ باب الطلاق الصريح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، رد المحتار كراچی ص ۲۵۰ ج ۳ باب الصريح مطلب فی قول البحر إن الصريح الخ، فتح القدير ص ۳ ج ۴ باب ايقاع الطلاق مطبوعه دار الفكر بيروت. وكما يستفاد من هٰذه العبارة. ولو قال انت طالق الطلاق كله فهی ثلاث وكذلک اذا قال كل طلقة الفتاویٰ التارتار خانيه ص: ۲۹۹، ج: ۳، كتاب الطلاق. ايقاع الطلاق بعد دماله عدد ومالا عدد له.

۴ ان طلق ثلاثا بكلمة واحدة وقع الثلاث وحرمت عليه حتى تنكح زوجاً غيره اوجز المسالک ص: ۷، ج: ۱۰، باب ماجاء فی البتة، مطبوعه امداديه مكه مكرمه، شامی كراچی ص ۲۸۴ ج ۳ باب طلاق غير المدخول بها، عالمگیری كوئٹه ص ۳۷۳ ج ۱ كتاب الطلاق الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول.

ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی طلاق طلاق دی اس صورت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ صرف پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے کہہ دیا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ تینوں الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے، ان دو احتمالوں میں سے جب تک صاف طور پر نیت کا علم نہ ہوتا تھا، اور کوئی شخص کہتا تھا، کہ میری مراد احتمال اول ہے تو خیر القرون میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے ابتدائی دور میں دو سال تک اس کی نیت کا اعتبار کر کے اس کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے، مگر بعد میں طلاق کا وقوع زیادہ ہونے لگا، نیز دیانت میں کمی آئی تو حضرت عمرؓ نے اس قسم کے دوسرے احتمال کو قضاءً متعین فرمادیا[1] سو یہ تشریع نہیں بلکہ الفاظ طلاق کے دو احتمالوں میں سے اپنے تجربہ نیز حالت زمانہ کے متغیر ہوجانے کی بناء پر قضاءً ایک احتمال کو متعین فرمانا ہے، اور دیانۃً احتمال اول بھی جیسا کہ پہلے معتبر تھا، آج بھی معتبر ہے کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے[2] حدیث کا محمل حنفیہ نے اسی صورت کو بیان فرمایا ہے، تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے، یعنی ایسا کرنا گناہ ہے، تاہم اگر کوئی دے گا تو واقع ہوجائے گی، اور گنہ گار ہوگا[3] جیسا کہ کوئی کسی کا

---

[1] وكانو اوّلا على سلامة صدورهم منهم انهم ارادوا التاكيد فلّما كثر الناس فى زمان عمر رضى اللّٰه عنه وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التاكيد وحمل عمر رضى اللّٰه عنه اللفظ على ظاهر التكرار فامضاه عليهم اوجز المسالک ص: ۹، ج: ۱۰، باب ما جاء فى البتة. مطبوعه امداديه مكه مكرمه،

[2] رجل قال لامرأته أنت طلاق أنت طالق أنت طالق وقال عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدق ديانةً وفى القضاء طلقت ثلاثاً، تاتارخانيه كراچى ص ۲۸۹ ج ۳ نوع آخر فى تكرار الطلاق وإيقاع العدد، شامى كراچى ص ۲۹۳ ج ۳ كتاب الطلاق باب طلاق غير المدخول بها، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱، كتاب الطلاق الفصل الاول فى الطلاق الصريح.

[3] فالكتاب والسنة واجماع السلف توجب ايقاع الثلاث معاً وان كانت معصيةً احكام القرآن للرازى ص: ۳۸۸، ج: ۱، مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت، باب ذكر الحجاج لايقاع الثلاث معا كذا فى الهداية ص ۳۵۵ ج ۲ كتاب الطلاق باب طلاق السنة مطبوعه تهانوى ديوبند، بدائع كراچى ص ۹۶ ج ۳ كتاب الطلاق وأما حكم طلاق البدعة.

چاقو چھین کر کوئی جانور ذبح کرے تو ایسا کرنا گناہ ہے، لیکن ذبیحہ حلال ہے، ظہار بھی اسی قسم سے ہے، کہ ممنوع ہے مگر اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۲/۵۸ھ

تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں

سوال:- ایک آدمی نے جس نے رات کو بدرجۂ مجبوری یعنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے اختلاط کیا ہو، صبح کو بیوی نے کچھ سخت جملے کہہ دیئے ہوں، اور غصہ میں آ کر انتہائی جنون میں شوہر سے بغیر ارادہ نکل گیا ہو کہ میں نے طلاق دی تین طلاق دی طلاق دی اور بعد میں کہا ہو، نہیں دی، غصہ اترتے ہی قرآن میں سورہ طلاق دیکھ کر رجعت بھی کر لی ہو جس میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو دو گواہ بنا لو تین طہر میں دو، اور ایک دفعہ میں تین بار کہا تو وہ ایک کے حکم میں ہوگی، ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے، (۱) جب کہ ان کے دو لڑکی ہیں، جن کو نہ اکیلا باپ پال سکتا ہے، نہ ماں، (۲) جب کہ میاں بیوی الگ نہ رہنا چاہتے ہوں، (۳) شوہر قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہو کہ یہ جملہ بلا ارادہ نکل گیا ہے، (۴) جب کہ شوہر نے ناپاک حالت میں تین بار کہا ہو، (۵) جب کہ ایک مرد اور ایک عورت نے سنا ہو اور بیوی کو صبح کو مہینہ شروع ہو گیا، (۶) جب کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہؓ سے ایسے ہی مسئلہ پر فرمایا تھا کہ رجعت کر لے اور لوگوں کے ٹوکنے پر فرمایا تھا کہ کیا میرے ہوتے ہوئے بھی دین کے ٹکڑے کر دو گے، اوپر کی باتوں سے یہ نہ سمجھا جائے کہ راستہ دکھلایا جا رہا ہے، آپ سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہنا کہ قرآن پاک میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو دو گواہ بنا لو تین طہر میں دو اور اگر

ایک دفعہ میں تین بار کہا ہوتو وہ ایک طلاق کے حکم میں ہوگی، اگر یہ لاعلمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے تو نہایت جسارت ہے، بے علم اور کم فہم آدمی کو ہرگز ہرگز اس کا حق نہیں ہے کہ قرآن پاک کا خود مطالعہ کرکے اس سے مسائل نکالے اس سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگا، اس کو توبہ کرنا لازم ہے، اگر علم وفہم کے باوجود اس بات کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اوپر افتراء اور بہتان ہے: **ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً** (الآیۃ[1]) قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ صاف الفاظ سے طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ ہوجاتی ہے، (۱-۶) لڑکیاں ہوں یا لڑکے زیادہ ہوں یا کم، پرورش کرنے والا اکیلا باپ ہو یا کئی افراد ہوں، میاں بیوی الگ رہنا چاہتے ہوں، یا نہ چاہتے ہوں، شوہر قسم کھا کر کہے یا بغیر قسم کے کہے، بیوی جواب دے یا نہ دے، شوہر ناپاک ہو یا پاک ہو، صبح کو بیوی کا مہینہ شروع ہوجاوے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بچوں کی پرورش یکجائیت پر منحصر ہو یا نہ ہو، ان جملہ امور سے تین طلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا[2]، ان سب کے باوجود واقع ہونے والی طلاق واقع ہوکر رہتی ہے، یہ طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں جب کہ شوہر کو خود یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ ''لفظ طلاق دی'' کہا ہے اور ایک مرد اور ایک عورت نے تین مرتبہ یہ لفظ سنا ہے، اور بیوی نے خود بھی سنا ہے، تو بیوی کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے بچنے اور علیحدہ رہنے کی ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرے، ورنہ وہ حرام کاری میں گرفتار ہوگی[3]، قرآن پاک میں اتنا مذکور ہے کہ دو طلاق دے کر روکنے (رجعت کرنے) کا اختیار حاصل ہے، تیسری طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ حلال نہیں ہوسکتی[1]، بخاری شریف

---

[1] سورۂ ھود آیت: ۱۸،

ترجمہ:- اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا، جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (از بیان القرآن)

[2] لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا فان قال اردت به التاكيد صدق ديانة لاقضاء الاشباه والنظائر ص: ۲۱۹، القاعده التاسعة اعمال الكلام اولى من اهماله.

[3] والمرأة كالقاضى اذا سمعته اواخبرها عدل لا يحل لها تمكينه. شامى زكريا ص: ۴۶۳، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۵۱، ج: ۳، مطبوعه نعمانيه ص ۴۳۲، ج: ۲، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے، کہ ان کو شوہر اول کی طرف دوبارہ لوٹنے کی اجازت نہیں عطا فرمائی گئی ہے، جب تک شوہر ثانی سے ہم بستر نہ ہوجائے،[۲] تین طلاق کو ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ نے تین طلاق دیا ہے کسی کے نزدیک بھی وہ ایک طلاق نہیں ہے اس پر تمام اہل حق کا اجماع ہے،[۳] البتہ روافض کے نزدیک تین طلاق واقع نہیں ہوگی،[۴] جب کہ شوہر نے ایسی حالت میں تین مرتبہ طلاق دی ہے، کہ اس کا ارادہ بھی نہیں تھا، اور اس کو یاد بھی نہیں کہ غصہ میں کئی مرتبہ طلاق دی ہے تو یہ بحث بھی پیدا نہیں ہوگی، کہ ایک مرتبہ طلاق کی نیت سے کہا اور دوسری تیسری مرتبہ کہنے سے محض تاکید کی نیت تھی، اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة الی النیة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، البحر الرائق ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۱] قال اللّٰه تعالیٰ: الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره، سورة البقرة ۲۲۹، ۲۳۰.

[۲] ان امرأة رفاعة القرظی جائت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یا رسول اللّٰه انّ رفاعة طلّقنی فبتّ طلاقی وانی نکحت بعده عبد الرحمن بن الزبیر القرظیَّ وانما معه مثل الهدبة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لعلک تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا حتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلته. بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۳] فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة احکام القرآن للجصاص الرازی ص: ۳۸۸، ج: ۱، باب ذکر الحجاج لا یقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من أئمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث شامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۳، کتاب الطلاق، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ باب طلاق السنة مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۴] وذهب اهل الظاهر وجماعة منهم الشیعة الی ان الطلاق الثلاث جملة لا یقع الا واحدة زیلعی ص: ۱۹۱، ج: ۲، کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان، اوجز المسالک ص ۶ ج ۱۰ کتاب الطلاق ما جاء فی البتة مطبوعه امدادیه مکة مکرمة.

ہیں، ان میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں، اگر کسی روایت سے تین طلاق کے بعد حقِ رجعت باقی رہنے کا شبہ بھی ہوسکتا ہے، تو اسکو بھی حل کر کے سد باب کر دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۸۸ھ

تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا

سوال:- زید نے ایک دن صبح سویرے معمولی بات پر اپنی بیوی ہندہ سے غصہ میں کہہ دیا کہ جب مجھ سے جھگڑتی رہتی ہے تو تم طلاق طلاق طلاق، تم تم کے بعد اس کو استعمال نہیں کیا، جب اس مسئلہ کو بعض حنفی عالم کے سامنے بطورِ استفتاء رکھا گیا تو جواب ملا کہ زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوئی ہے، اور بغیر حلالہ زید پر وہ حرام ہے، حلالہ کا نام سن کر زید کی مطلقہ کہنے لگی، کہ میں شوہر کے گھر سے ہرگز نہ نکلوں گی، اگر نکال دیا گیا تو خودکشی کرلوں گی، عورت کی اس دھمکی کے بعد ثانیاً اس حنفی عالم سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر دوسرے اماموں کے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، چنانچہ انھوں نے شافعی مسلک یا دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دیا، اس لئے زید نے ہندہ سے تجدیدِ نکاح کرلیا، دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ پر اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، لفظ ''تم'' کے بعد ''کو'' ذکر نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا: **وفی انت الطلاق او طلاق او انت طلاق الطلاق او انتِ طلاق طلاقاً تقع واحدة رجعیة[1] ومتٰی کرر لفظ الطلاق وقع الکل (درمختار[2]) وقال اللّٰہ تعالٰی الطلاق مرّتانِ**

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۳ ج ۴، مطبوعہ کراچی ص ۲۵۱ ج ۳. اول باب الصریح، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی الفصل الاول فی الطلاق الصریح. (بقیہ آئندہ پر)

الیٰ قوله فان طلقها فلاتحل له من بعد تنكح زوجاً غيره (الآية[1]) اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت کا کام کرنا حرام ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے[2]، اس کے خلاف کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں، جو عورت قرآن وحدیث واجماع کے خلاف حکم حاصل کرنا چاہتی ہے، اور حکم نہ ملنے پر خودکشی کی دھمکی دیتی ہے، تو اس کی خاطر حکم میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۳/۷/۸۷ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۲۹۳ ج ۳، مطبوعہ زکریا ص ۵۲۱ ج ۴، قبیل باب الکنایات، تاتارخانیہ کراچی ص ۲۸۶ ج ۳ نوع آخر تکرار الطلاق الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۶ ج ۱ باب ثانی فصل اول.

۱ سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰، ۲۳۹،

ترجمہ: وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

۲ فصار الاجماع علی ذلک ولا یمکن اجماعهم علی باطل فالحق الصریح انه اذا طلق الرجل امرأته ثلثا مجموعا اومفرقاً یکون ثلثا لا واحداً وهو الذی ادین اللّٰه به بذل المجهود ص: ۲۸۰، ج: ۳، تحت باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث. مطبوعه رشیدیه سهارن پور. ومذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفة واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحاق وابوثور وابوعبید وآخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلاثاً وقعن ولکنه یا ثم وقالوا من خالف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة ومن لا یلتفت الیه لشذوذه عن الجماعة اللتی لا یجوز علیهم التواطؤ علی تحریف والکتاب والسنة عمدة القاری ص: ۲۳۳، ج: ۱۰، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ باب طلاق السنة، دار الفکر بیروت.

لفظ طلاق، طلاق، طلاق کا حکم

سوال:- ایک بیوہ کا عقد نکاح ان لوگوں نے جو عرصہ دراز سے اس بیوہ کے کھلانے پلانے کے ذمہ دار تھے، ایک شخص کیساتھ اسکے باپ یعنی مسماۃ بیوہ کے خسر کی بغیر رضامندی کر دیا تھا، جس کو ہفتہ عشرہ گذر گیا، بیوہ کا خسر مذکور اسی روز سے ناخوش رہا اور اسکے لڑکے و دیگر لوگ اسکو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے، اسپر باپ بیٹوں میں جھگڑا ہوتا رہا، ایک روز لڑکے اپنے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے تھے، کہ مسماۃ بیوہ کا شوہر بھی وہاں پہنچ گیا اور اسنے اپنی زوجہ کے خسر کو رنجیدہ دیکھ کر اس کو دھمکانے کے خیال سے یوں کہا اگر تم راضی نہیں ہوتے تو میں قصہ ہی ختم کئے دیتا ہوں، اور لفظ طلاق، طلاق، طلاق، تین بار کہا پھر فوراً پشیمان ہوا اسلئے کہ میری زوجہ مجھ سے خوش تھی، اور میں بھی خوش تھا، لیکن غصہ میں غلطی سے کہہ دیا۔

(۲) اب گذارش ہے کہ صورت مذکورہ میں نکاح و باہمی تعلق زوجین باقی رہا یا نہیں اور کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے، جس سے عقد نکاح قائم رہے، اور مذکورہ بالا الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی اور نکاح ثانی ہوسکتا ہے، یا نہیں اگر ہوسکتا ہے، تو کس صورت سے اب اس کا خسر بھی راضی ہوگیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ عدت گذار کر باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص صحبت کرے پھر بقضاء الٰہی مرجائے، یا طلاق دیدے تو پھر بعد عدت دوبارہ نکاح درست ہوگا اس سے پہلے درست نہیں۔

وان کرر لفظ الطلاق وقع الکل .در محتار[1] ج:۲، ص:۷۱۰، وینکح مبانة بما

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۶۰، ج:۲، مطبوعه کراچی ص: ۲۹۳، ج:۳، فروع من باب طلاق غیر المدخول بها، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الباب الثانی الفصل الاول، تاتارخانیه ص ۲۸۶ ج ۳ نوع آخر تکرار الطلاق وایقاع العدد مطبوعه کراچی.

دون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع لا مطلقة بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره بنکاح نافذ ویمضی عدّته. تنویر درمختار[1] ج: ۲، ص: ۸۲۹. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۶/۶۱ھ

اگر تنہائی ہوچکی تھی تو حسب تصریح مفتی صاحب طلاق مغلظہ واقع ہوگی اور حلالہ ضروری ہوگا، اور اگر تنہائی نہیں ہوئی تھی تو پھر طلاق مغلظہ ان الفاظ سے نہیں ہوتی، حلالہ کی ضرورت نہیں دوبارہ نکاح کرنا کافی ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ ۲۶/ جمادی الثانیہ ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۶/ جمادی الثانیہ ۶۱ھ

تین طلاق تین لفظوں سے

سوال: - زید نے اپنی بیوی کو پہلے ایک طلاق بائن دے کر تھوڑی دیر کے بعد کہا میری فلانی بیوی کو ایک دو تین طلاق دیا، بائن طلاق کیا، کیا اب وہ بغیر تحلیل عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یا نہیں اور کتنی طلاق واقع ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت مدخولہ ہے، تو صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا

---

[1] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۳۷، ج:۲، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳، مطبوعه ص:۴۰، ج:۵. باب الرجعة، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۵۷ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوع امدادیه ملتان.

[2] وإذا قال لامرته أنت طلاق وطالق ولم یعلقه بالشرط ان کانت موخولةً طلقت ثلاثاً وان کانت غیر مدخولةٍ طلقت واحدةً، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الاول، المحیط ص ۴۰۷ ج ۴ الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق مطبوعه ڈابھیل، تاتارخانیه کراچی ص ۲۹۰ ج ۳ کتاب الطلاق، نوع آخر تکرار الطلاق وایقاع العدد.

حرام ہے[1]: الصرّیح یلحق الصّریح والبائن والبائن یلحق الصّریح الصرّیح ما لا یحتاج الیٰ نیة بائنا کان الواقع به او رجعیًا درمختار ص:۲۲۵، ج: ۱[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق دیا دیا دیا سے کونسی طلاق ہے؟

سوال:- زید نے غصہ میں کہا کہ میرے سالے سے کہہ دینا کہ اپنی بہن کو رکھے میں نے طلاق دیا دیا دیا، اس کے بعد زید دوسرے مکان میں گیا، وہاں بھی عورتوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ ہاں میں نے طلاق دیدیا، تیسری جگہ بھی دریافت کرنے پر کہا کہ ہاں میں نے طلاق دیدیا، تو اس صورت میں کون سی طلاق ہوگی؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا جائز نہیں[3]، ہاں اگر زید یہ کہے کہ میں نے ''طلاق دیا'' کے بعد جو دوسری اور تیسری مرتبہ لفظ ''دیا دیا'' کہا ہے اس سے

---

[1] وینکح مبانة بمادون الثلث فی العدة وبعدها بالاجماع لا مطلقة بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره بنکاح نافذ ویمضی عدته. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۵۳۷، ج:۲، مطبوعه کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، مطبوعه زکریا ص:۴۰، ج:۵، باب الرجعة، النهر الفائق ص۳۵۵ ج۱ کتاب الطلاق الفصل فیما تحل به المطلقة، زیلعی ص۲۵۷ ج۲، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۵۴، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۳۰۶، ج:۳، مطبوعه نعمانیه ص:۴۶۹، ج:۲، باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن، النهر الفائق ص۳۶۲ ج۲ کتاب الطلاق باب الکنایات مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۴۰ ج۲ کتاب الطلاق فصل فی الکنایات الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة و ثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، البحر الرائق ص۵۶ ج۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۸۷/۸۸ ج۲ باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

محض خبر یا تاکید مقصود ہے، تو زید کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور ایک طلاق رجعی کا حکم لگایا جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

طلاق دیدی دیدی دیدی کا حکم دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ

سوال:- (۱) زید نے اپنی زوجہ کو حسب ذیل کلمات کہے میں نے طلاق دیا، دیا، دیا ان کلمات سے کتنی طلاقیں اور کس نوع کی طلاق ہوئی۔

(۲) زید کی زوجہ نے کہا کہ مجھے فارغخطی دیدو، زید نے کہا کہ اچھا نہیں مانتی ہو۔ طلاق دیدی، دیدی، دیدی، اب دریافت یہ ہے کہ کتنی طلاقیں ہوئیں۔

ضروری عرض:- جواب میں جن مأخذ سے اخذ کیا جاوے ان سے بھی مطلع فرمایا جاوے تاکہ بوقت ضرورت اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے، جواب سے جلد سرفراز فرما جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اس صورت میں تین طلاق کا حکم دیا ہے، تتمہ امداد[2] الفتاویٰ، لفظ طلاق اگرچہ ایک مرتبہ مذکور ہے، لیکن اس کے ساتھ جو لفظ دیا تین مرتبہ

---

[1] کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین ای وقع الکل قضاء وکذا اذا اطلق اشباہ ای بان لم ینو استئنافا ولا تاکیداً لان الاصل عدم التاکید. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص:۲۹۳، ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص:۴۶۰، ج:۲، فروع من طلاق غیر المدخول بھا، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۶ ج ۱ الباب الثانی الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیہ کراچی ص ۲۸۶ ج۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد الخ.

[2] امدادالفتاویٰ ص: ۴۴۷، ج:۲، کتاب الطلاق، عنوان طلاق دیدی دیدی دیدی کرو میرا کیا کرتی ہو، مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

مذکور ہے، وہ متعدی ہے، جو مفعول کو چاہتا ہے، جس طرح فاعل کو ہر فعل کے ساتھ ماننا ضروری ہے، مفعول کو بھی اس صورت میں ماننا ضروری ہے، کسی فقہ کی کتاب میں اس کے خلاف نہیں دیکھا ایسی حالت میں تتمہ امداد الفتاویٰ پر قناعت اور اعتماد کافی ہے۔

(۲) یہ بھی نمبر ۱ کی طرح ہے، اگر صرف فارغخطی کا لفظ کلام زوج میں ہوتا ہے، تو طلاق بائن واقع ہوتی، ہکذا فی عزیز الفتاویٰ[1] ص: ۱۴۴، ج: ۷۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۸/۶۷ھ

جواب منجانب فرنگی محل لکھنؤ عبد القادر صاحب

ھوا المصوب۔ عالم گیری میں ہے، زن را گفت ترا طلاق دادم مرد ماں ملامت کردند گفت دیگر دادم نہ گفت ویرا ونہ گفت طلاق قال یقع اذا کان فی العدّۃ . اور اسی کتاب میں ہے ولو قالت مرا طلاق کن مرا طلاق کن مرا طلاق کن فقال کردم۔ کردم، کردم، تطلق ثلاثا وھو الاصح ولو قالت مرا طلاق دہ مرا طلاق دہ مرا طلاق دہ فقال دادم یقع واحدۃ۔[2] پس صورت مسئولہ میں جب کہ شوہر نے اپنی زوجہ کے طلاق مانگنے پر تین مرتبہ کہا کہ طلاق دیدی تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی اسی طرح اگر اس نے زوجہ سے از خود یہ کہا کہ طلاق دی، دی، دی تو اس سے طلاق مغلظہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مہر عبد القادر

نقل جواب از مولانا اعزاز علی صاحب مفتی مدرسہ دار العلوم دیوبند

تحریر جواب کے وقت تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ بھی میرے سامنے تھا میں نے جو کچھ عرض کیا ہے

---

[1] عزیز الفتاویٰ ص: ۴۹۲، ج ۱، کتاب الطلاق فصل فی الرجعۃ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی.

[2] فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص ۳۸۳، ۳۸۴ ج ۱ الباب الثانی، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیۃ.

وہ سمجھ کر عرض کیا ہے لفافہ ہوتا تو مفصل عرض کرتا ظاہر ہے کہ دیدی میں دینے کو بار بار کہہ رہا ہے طلاق کا اعادہ نہیں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایقاع کی تاکید کر رہا ہے، نہ کہ واقع (طلاق) کی تکرار پس اس صورت میں چند طلاقیں کیونکہ واقع ہوں گی۔

رہی یہ بات کہ دیدینا فعل متعدی ہے، اس کا مفعول محذوف نکالنا ہے، تو فقہ اور اصول فقہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ان اکلت اور ان اکلت طعاماً کے احکام میں فرق ہے، حالانکہ اکلت متعدی اور اس کا مفعول بہ طعاماً ہی ہوسکتا ہے، اسی طرح انت طالق اور انت طالق طلاقاً میں فرق ہے، اور اسی طرح طلقتک اور طلقتک تطلیقةً میں بھی فرق ہے، پس محذوف کو ملفوظ پر قیاس کرنا دشوار ہے، ہاں اگر اصحاب فتویٰ کی کوئی روایت اس میں ہو تو بلا کسی تاخیر کے عرض کر دوں گا، کہ مجھے غلطی ہوئی مگر تتبع کے باوجود مجھ کو اس بارہ میں روایت نہیں ملی اھ۔

اعزاز علی غفرلہ ۳ر شعبان ۶۷ھ

مسعود احمد عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مخدوم وحضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی .....السلام علیکم

استفتاء مع جواب مرسل ہے۔

صورت مسئولہ بالا میں مولانا اعزاز علی صاحب نے رجعی طلاق کا حکم دیا ہے، ان پورے فتوؤں کی نقلوں سے آگاہ کر کے آخری رائے معلوم کی تھی، جو جواب آیا اس کی نقل مرسل ہے، اس ناکارہ کو بھی تین طلاق کے وقوع میں تردد ہے، بظاہر ایقاع کی تائید مفہوم ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اگر مناسب ہو تو مولانا اعزاز علی صاحب سے خط وکتابت کر کے آخری رائے سے مطلع فرمائیں، یا اگر اختلاف ہو تو احقر کو مطلع فرمائیں۔ جس شخص کا یہ معاملہ ہے، اس کو کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ابرار الحق ہردوئی

۳ر رمضان المبارک ۶۷ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۴۸ھ

محترمی ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج آپ کا دوسرا لفافہ ملا جس میں دیوبند کے جواب کی نقل بھی ہے، اور دیوبند سے خط وکتابت کر کے آخری رائے دریافت کی گئی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ کتب متداولہ متقدمہ معتبرہ کی نقل نہ یہاں کے فتویٰ میں ہے نہ دیوبند کے اسی بناء پر یہاں کے فتویٰ میں تتمہ امداد الفتاویٰ پر اعتماد کر کے حضرت تھانویؒ کی رائے نقل کر دی گئی تھی، اگر اس سے قوی چیز کوئی ہوتی تو اس پر قناعت کی کیا ضرورت تھی نوادر کا جزئیات صریحہ بھی پیش کیا تھا: (**فیہ ای فی مختصر الجزئیة) ایضاً ولو قالت مرا طلاق کن فقال الزوج کردم کردم کردم طلقت ثلاثاً اھ فتاویٰ مجموع النوادر قلمی ورق ص: ۴۷۰.**[1]

جو پہلے فتویٰ میں تھا، اگر آپ دیوبند بھیجتے وقت وہ بھی تحریر کر دیتے اور پھر حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ کی رائے دریافت کرتے تو انسب تھا تاکہ جواب میں ردّاً یا قبولاً اس سے بھی تعرض فرماتے، اب اختلاف دیوبند اور تھانہ بھون کے فتویٰ میں ہوا اور لکھنؤ کا فتویٰ ثانی کے مؤید ہے، میرے تحریر تو مدعیانہ نہیں اس لئے مجھے اس خط وکتابت کا حق نہیں، آپ اگر مکرر مراجعت کریں، تو مزید معلومات سے مجھے بھی مطلع کریں۔

میری گذشتہ رائے آپ کو پہلے سے معلوم ہے، اسمیں حضرت تھانویؒ کی تحریر کی وجہ سے اضمحلال آیا اگرچہ کلیۃً بدلی نہیں، مگر حضرت کی رائے کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت نہیں خاص کر جب کہ نص نہ ہو مدار صرف رائے پر ہو کانپور کا فتویٰ بھی دیوبند کے فتویٰ کے خلاف تھا، دیوبند کے اس فتویٰ میں رجعی کی تصریح نہیں، یہ آپ نے کہاں سے سمجھا کہ رجعی کا حکم دیا ہے، کیا آپ نے نقل میں اختصار کیا ہے، یا چند طلاق کی نفی سے سمجھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود حسن غفرلہٗ ۵/۹/۶۷ھ

نوٹ: - ان سب تحریرات کی ایک نقل مجھے بھی درکار ہے۔

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۸۴، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة.

ایک طلاق دی ایک طلاق دی ایک طلاق دی سے کتنی طلاق ہوئی

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کی نا اتفاقی کی وجہ سے چند مرد عورتوں کے مجمع میں اسے یوں کہا کہ میں تجھ کو ایک طلاق دی میں تجھ کو ایک طلاق دی میں تجھ کو ایک طلاق دی اس قسم سے تین چار دفعہ کہا فوراً اس نے اس محلے کے ایک مولوی شبیر صاحب سے یہ واقعہ اس مجمع میں بیان کیا مولوی صاحب نے گواہ وغیرہ سے تحقیق کر کے ایک طلاق رجعی کا حکم دیا، پھر اس نے پردیسی دو عالم معتبر کے پاس جا کر اس واقعہ کو بیان کیا، مگر وہ دونوں مولوی صاحب نے تین طلاق بائن مغلظہ کا فتویٰ دیا، پھر اس نے اس مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ کر کے ایک ثالث مولوی صاحب کو امین وفیصل (چن) لیا، امین صاحب نے مولوی شبیر سے پوچھا بھائی آپ نے طلاق رجعی کا حکم کیوں دیا، اس نے اپنی دلیل پیش کیا، پھر امین صاحب نے ان دونوں معتبر عالم صاحبان سے پوچھا آپ حضرات نے تین طلاق مغلظہ کا حکم وفتویٰ کس طرح دیا، ان دونوں مولوی صاحبان نے جواب دیا کہ اس نے خود جا کر ہمارے پاس تین دفعہ تین طلاق کو بیان کیا، لہٰذا ہم نے وہ حکم دیا لیکن طالق اس کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے عندالواقعہ بھی تین دفعہ تجھ کو میں ایک طلاق دی یا چار دفعہ کہا اور آپ حضرات کے نزدیک بھی اس طرح کہا اور کہتا ہے عندالواقعہ بھی اور آپ حضرات کے پاس بھی تین طلاق نہیں کہا، فقط ایک طلاق دی، ایک طلاق دی کہا، امین صاحب دو معتبر مولوی صاحب کا بیان سنتے ہی حیران و پریشان ہوا، چونکہ ادھر کے عالم معتبر حقانی ادھر ایک جاہل جاویدانی تاہم امین صاحب نے شبیر کے قول اور فتویٰ کو ترجیح دیا اور بہت دعائے خیر دی، چونکہ اس کا جواب واقعہ کے مطابق ہوا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی شبیر صاحب اور امین صاحب حق پر ہیں یا وہ دونوں معتبر عالم صاحبان۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں قضاء طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اگر شوہر کی نیت یہ تھی کہ پہلے لفظ سے طلاق دے رہا ہوں اور دوسرے تیسرے لفظ کو فقط تاکید وتفہیم کیلئے ذکر کیا اور طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی، تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہے، مگر قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

رجل قال لا مرأته أنت طالق أنت طالق انت طالق فقال عنيت بالاولىٰ الطلاق وبالثانية والثالثة افهامها صدق ديانة وفى القضاء طلقت ثلاثاً كذا فى فتاوىٰ قاضى خان متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أوبغير حرف الواو يتعدد الطلاق وان عنى بالثانى الاوّل لم يصدق فى القضاء فتاوىٰ عالمگيرى[1] ص: ۳۰۰، جلد ۱، كرر لفظ الطلاق وقع الكل وإن نوى التاكيد دين ووقع الكل قضاءً وكذا اذا اطلق اشباه اى بان لم ينوا ستينافا ولا تاكيد الان الاصل عدم التاكيد درمختار وشامى[2] ص: ۷۱۰، ج: ۲. فقط والله اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۱۱/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرس مظاہر علوم سہارن پور

بیوی کو ایک دو تین کہنا

سوال: - زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے کچھ اَن بَن ہونے پر اس کی مار پیٹ کی، بعد یہ کہا کہ

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۶، ۳۵۵، ج: ۱، الفصل الاول فى الطلاق الصريح، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه كراچى ص ۲۸۹ ج۳ نوع آخر فى تكرار الطلاق وايقاع العدد، شامى كراچى ص ۲۹۳ ج۳، باب طلاق غير المدخول بها.

[2] الدرالمختار مع الشامى نعمانيه ص: ۴۶۰، ج: ۲، مطبوعه زكريا ص: ۵۲۱، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۹۳، ج: ۳، باب طلاق غير المدخول بها. قبيل باب الكنايات، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۶ ج ۱ الباب الثانى الفصل الاول، تاتارخانيه كراچى ص ۲۸۹ ج۳ تكرار الطلاق وايقاع العدد.

ایک دو تین، اس کے کچھ دیر بعد زید اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اس کو اس کے میکہ پہنچادو، اس کی ماں نے کہا کہ اچھا کل پہنچادوں گی، اس واقعہ کے تین روز گذرنے کے بعد ہندہ کا والد کسی ضرورت سے ہندہ کے گاؤں میں پہنچا تو اس کو وہاں کسی آدمی کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی ہندہ کے والد نے زید کو تخلیہ میں بلا کر گفتگو کی اور پوچھا کہ تم نے ہندہ کو طلاق دیدی، تو زید خاموش ہوگیا، پھر اصرار کرنے پر زید نے ''ہاں'' کہا، بات کلیر ہے، تو اب حکمِ شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ ایک دو تین اصالۃً طلاق کیلئے موضوع نہیں بلکہ گنتی کیلئے موضوع ہے، جس سے طلاق کی گنتی بھی مراد لی جاتی ہے اور غیر طلاق کی بھی اور عامۃً تو اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے، اور کبھی کبھی قرینہ مقام کے لحاظ سے صرف ذکر عدد پر کفایت کی جاتی ہے، معدود کو مخاطب بغیر ذکر کئے سمجھ جاتا ہے، اور کبھی یہ کسی کام کو پختہ کرنے اور انتہا تک پہنچانے کیلئے بھی بولا جاتا ہے، مثلاً نیلام کی جب بولی ختم کرنا ہو تو ایک دو تین بول دیتے ہیں، یا کسی کام کو شروع کرنے کیلئے ایک دو تین بول دیتے ہیں، پس اگر زید نے اس لفظ ایک دو تین سے یہ مراد لیا ہے، کہ میں نے بیوی کو ایک دو تین طلاق دیدی، تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اور ایسا کہنے کے بعد بیوی کو میکہ بھجوادینا، اور خسر کے باصرار دریافت کرنے پر ''کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دیدی الخ'' یہ کہنا کہ ہاں بات صاف کلیر ہے، تو قرینہ ہے کہ زید کی مراد طلاق ہی ہے، بلکہ خسر کو جو کچھ جواب دیکر اقرار کیا اس سے تو مراد واضح ہوگئی: **لو قال لا مرأته انت بثلاث قال ابن الفضيل اذا نوى يقع ولو قال انت منى ثلاثاً طلقت ان نوىٰ او كان فى مذاكرة الطلاق قوله بثلاث دل علىٰ عدد طلاق مقدر نواه المتكلم اهـ شامی[1] ص: ۴۴۸، ج: ۲، (قبل طلاق غيرا لمدخول بها**

---

[1] شامی زکریا ص۴۹۷ ج۴، مطبوعه کراچی ص۲۷۵، ج:۳، باب الصريح، مطلب فى قول الامام ايمانى كايمان جبريل، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۷ ج۱ الفصل الاول فى الطلاق الصريح، تاتارخانيه ص۲۷۸ ج۳ إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترک الإضافة مطبوعه کراچی.

بثلاثة اوراق) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ایک دو تین سے طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے اپنی سسرال میں گیا اور جا کر بیوی کو لے جانے کا تقاضا کیا، لڑکی کے والدین نے کہا کہ شعبان کا چاند دیکھتے ہی فوراً لے جانا بہت جدوجہد ہوئی، شوہر مذکور نے کہا کہ اس وقت لے جاؤں گا ورنہ میں کچھ اور کہہ دوں گا، خسر نے کہا کہ کیا کہے گا کہہ دے، شوہر مذکور نے فوراً کہا ایک دو تین نہ جانے طلاق دی، فوراً اپنا تھیلا اور بکس طلب کر کے چلا گیا، تو ایسے لفظوں سے طلاق پڑ جاتی ہے، یا نہیں؟ جو کچھ احادیث وغیرہ سے ثابت ہے، تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک دو تین سے بھی اگر طلاق ہی مراد ہے، تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا[1]، اگر یہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فوراً ابھی بغیر کسی انتظار یا تاخیر کے میں نے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین ماہواری) گذرنے سے پہلے اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے سکتا ہے[2]، اگر طلاق واپس نہ لی تو عدت

---

[1] کما یستفاد من هذه العبارة ولو قال لا مرأته انت بثلاث قال ابن الفضل اذا نوی یقع ولو قال انت منی ثلاثاً طلقت ان نوی او کان فی مزاکرة الطلاق. شامی زکریا ص:۴۹۷، ج:۴. مطبوعه کراچی ص؛۲۷۵، ج:۳، مطبوعه نعمانیه ص:۴۴۸، ج:۲، باب الصریح، مطلب فی قول الامام ایمانی کایمان جبرئیل، منحة الخالق ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، تاتارخانیه ص۲۷۷ ج۳ کتاب الطلاق نوع آخر فی الایقاع بطریق الإضمار، مطبوعه کراچی.

[2] واذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلقتین فله ان یراجعها فی عدتها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ختم ہونے پر بائنہ ہوجائے گی، پھر دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا[۳]، طلاق واپس لینے کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دکہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی۔[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۸۸ھ

طلاق، طلاق، طلاق کا حکم

سوال:- زید وعمر سالے بہنوئی ہیں، دونوں کے درمیان خانگی معاملہ میں جھگڑا ہوتا رہا، زید کو بے حد غصہ آ گیا جو جنون کی حد سے گذر گیا، یہاں تک کہ اچھے برے کی تمیز باقی نہ رہی اور زید نے کہا، تو پھر اچھا طلاق طلاق طلاق، زید نے نہ اپنی بیوی کو مخاطب کیا نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ دیا کا لفظ کہا نہ دی کا لفظ کہا، پس طلاق تین بار کہا، زید کی بیوی عمر کی دور کے رشتہ کی بھانجی ہوتی ہے، مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صحیح ہے، کہ شوہر نے نہ بیوی کو مخاطب کیا نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ دیا کا لفظ کہا نہ دی کا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) رضیت بذلک اولم ترض هدایه ص:۳۹۴، ج:۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] واذا کان الطلاق بائنا دون الثلث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها هدایه ص: ۳۹۹، ج:۲، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص۸۷ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع کراچی ص۱۸۷ ج۳ کتاب الطلاق فصل واما الطلاق البائن فنوعان.

[۴] ویستحب ان یشهد علی الرجعة شاهدین فان لم یشهد صحت الرجعة هدایه ص:۳۹۵، ج:۲، باب الرجعة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۸ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، تاتارخانیه ص۵۹۴ ج۳، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل الرجعة طبع کراچی.

لفظ کہا، بس طلاق تین مرتبہ کہا ہے، لیکن طلاق اپنی بیوی ہی کو دی جاتی ہے، کسی غیر کو نہیں اور یہاں تو بیوی کا تذکرہ بھی ہے اور اس کی برائی سن کر اس سے متأثر ہو کر طلاق دی ہے، طلاق کیلئے نہ دیا کی ضرورت نہ دی کی، نہ بیوی کو خطاب کی نہ اس کا نام لینے کی، بغیر ان سب باتوں کے بھی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، اور دیتا ہے، اور طلاق واقع ہو جاتی ہے[۱]، اور تین مرتبہ کہنے سے طلاقِ مغلظہ ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں[۲]، اس کو چاہئے کہ عدت گذار کر دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے، خانگی جھگڑے میں غصہ آ ہی جاتا ہے، اور بحالتِ غصہ ناشائستہ الفاظ بھی زبان سے نکل جاتے ہیں، بڑوں کا احترام بھی ختم ہو جاتا ہے، چھوٹوں پر شفقت بھی باقی نہیں رہتی، کسی پر دست درازی کی بھی نوبت آ جاتی ہے، اِن چیزوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کو جنون ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۱۳۸۵ھ

طلاق، طلاق، طلاق کا حکم

سوال:- میری (محمد ہارون) شادی اختر علی کی دختر سے ہوئی ہے، صفدر علی میرا حقیقی سالا ہے، صفدر علی کی شادی شیخ عالم کی دختر سے بعوض دَین مہر گیارہ سو روپئے اور ایک اشرفی پر ہوئی ہے،

---

[۱] ویؤیدہ ما فی البحر لو قال امرأۃ طالق او قال طلقت امرأۃ ثلاثا وقال لم اعن امرأتی یصدق یفھم منہ انہ لو لم یقل ذلک تطلق امرأتہ لان العادۃ اَنّ من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقھا لا بطلاق غیرھا. شامی نعمانیہ ص: ۴۳۰، ج:۲، مطبوعہ زکریا ص:۴۵۸، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص:۲۴۸، ج:۳، باب الصریح، مطلب شن بوش یقع بہ الرجعی، بحر ص۲۵۳ ج۳ باب الطلاق، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[۲] وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ بھا ای بالثلاث حتی یطأ غیرہ وتمضی عدتہ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۰، ج:۵، مطبوعہ نعمانیہ ص:۵۵۳، ج:۲، مطبوعہ کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعۃ، النھر الفائق ص۳۵۵ ج۲ کتاب الطلاق الفصل فیما تحل بہ المطلقۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص۲۵۷ ج۲ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

میں بحیثیت گواہ کے مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں کہ یہ شوہر کام کرنے کھیت پر گیا تھا، صفدر علی کی بیوی قمر النساء کہتی ہے کہ جب وہ دوپہر کے وقت گھر آئے تو ان کی بیوی قمر النساء کھانا لائی تو دال صبح کی پکی ہوئی تھی، اس پر انہوں نے کہا کہ دال باسی ہے، محمد ہارون مذکور نے کہا کہ یہ دال صبح کی پکی ہوئی ہے، اس کے بعد قمر النساء چلی گئی، اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد صفدر علی نے میرے سامنے لفظ طلاق، طلاق، طلاق کہا، لہٰذا بیوی قمر النساء کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی طلاق اپنی بیوی ہی کو دیا کرتا ہے، کبھی صراحتاً اس کی طرف نسبت کر دیتا ہے، مثلاً یہ کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، کبھی نہ بیوی کی طرف صراحتاً نسبت کرتا ہے، نہ اپنی طرف طلاق دینے کو منسوب کرتا ہے بلکہ صرف طلاق دی، یا طلاق ہے، یا طلاق کہہ دیتا ہے، اور تصور یہی ہوتا ہے، کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارتا ہے، تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، ہاں اگر کوئی شخص یہ لفظ کہے کہ طلاق دیدی اور اس کا تصور یہ نہ ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی بلکہ تصور یہ ہو کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو شرعاً اس کی نیت معتبر ہوگی، اور اس کا قول قسم کے ساتھ صحیح مانا جائے گا: **صریحه ما لم یستعمل الا فیه کطلقتک وانتِ طالق ومطلقة قید بخطابها لانه لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفتُ بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیها اھ(درمختار) قوله لترکه الاضافة ای المعنویة فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنویة وکذا الاشارة نحو هٰذه طالق وکذا نحو امرأتی طالق وزینب طالق اھ ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کَلاَمه کما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال لم اعن امرأتی یصدق ویفهم منه انه لو لم یقل ذٰلک تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها اھ**

(رد المحتار[1] ص: ۵۹۰، ج: ۲) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بیوی نے کھانا سامنے لاکر رکھا، دال کی صورت دیکھ کر شوہر کو غصہ آیا، ظاہر ہے کہ وہ غصہ بیوی ہی پر تھا، کسی اور پر نہیں، اس ہی غصہ سے متأثر ہوکر تین مرتبہ طلاق کہا ہے، وہ بھی ظاہر ہے کہ بیوی ہی کو کہا، نہ کسی اور کو طلاق دی ہے، نہ دے سکتا ہے، نہ کسی کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے، لہٰذا بیوی پر تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

جواب صحیح: اگر واقعہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو تین طلاقیں واقع ہونے میں شبہ نہیں۔ بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: -سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

طلاق دی نہیں، دیدی، دیدی اھ سے طلاق

سوال:۔ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں یہ لفظ کہد یا طلاق دی، نہیں دیدی، دیدی، تین چار مرتبہ کہہ دیا ہے، جس وقت یہ لفظ لڑکے نے کہا تھا اس کی بیوی گھر پر نہیں تھی، بیوی قریب آٹھ ماہ کی حاملہ ہے، اب وہ اور اس کی بیوی جدا ہونا نہیں چاہتے آپ حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟ اور اگر ہوگی تو کون سی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ طلاق، تو یہ ہلکا لفظ تھا، جس میں رجعت کا حق

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۵۷،۵۸، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۷،۴۸، ج: ۳، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۳۰، ۴۲۹، ج: ۲. کتاب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

حاصل تھا، اس ہلکے پن کو ختم کرنے اور حق رجعت کو ختم کرنے کیلئے اس نے کہا، نہیں دیدی دیدی، تین چار مرتبہ اسی طرح کہدیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نہیں بلکہ تین اور رجعی نہیں بلکہ مغلظ دیدی، اب نہ حق رجعت رہا نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۱۳۸۹ھ

مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار

مع

فتویٰ امارتِ شرعیہ بہار

سوال:- زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیا، ساتھ ہی دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اب اس کو قطعی نہ رکھوں گا، بروقت زید کے دوست پہنچے، انہوں نے صورتِ حال دریافت کی تو چونکہ زید کی نیت اس کو نہ رکھنے کی تھی، اس لئے اس نے کہا کہ میں نے اس کو تین طلاق دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے، زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے ایک ہی دفعہ زبان سے یہ کہا تھا کہ میں نے تجھے طلاق دیا، یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے تجھے تین طلاق دیا، یا طلاق دیا دیا دیا، ایسی صورت میں کون سی طلاق ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے؟ صورتِ مسئولہ کا امارتِ شرعیہ بہار نے یہ جواب دیا ہے۔

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل لهٗ حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها عالمگيرى، ج ۱/ص ۴۷۳/ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة. (مطبوعه كوئٹه)، شامى زكريا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة هداية ص ۳۹۹ ج ۲ كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوى ديوبند.

جواب منجانب امارت شرعیہ بہار

الجواب حامداً ومصلیاً:-صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دی تھی، اور تین طلاق کا اقرار اس نے جھوٹا کرلیا ہے تو دیانۃً اس کی بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی، اس کو حق ہے کہ طلاق کے بعد زبیدہ کی تین ماہواری پورا ہونے سے پہلے رجعت کر لے، اور اگر عدت گذر جائے تو زبیدہ کو رضامندی سے نکاحِ جدید جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

ویقع بها واحدة رجعية وان نوىٰ خلافها (درمختار[1] مع الشامی ص ۵۹۲ ج ۲)

ولو اقر الطلاق كاذباً او هازلاً وقع قضاءً لاديانةً (شامی[2] ص: ۵۷۹، ج: ۲)

(جواب از فقیہ الامت قدس سرہ)

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا پہلا لفظ اپنی بیوی کے حق میں صریح ہے جس کا ثمرہ طلاقِ رجعی ہے، اگر چہ اس سے رجعی کے خلاف کی نیت کی ہو: **كما في الدرالمختار صريحهٗ ممّا لم يستعمل الاّ فيه كطلقتك وانت طالق ومطلقة ويقع بها واحدة رجعية وان نوىٰ خلافها من البائن اواكثر او لم ينوشيئًا الخ ص: ۵۹، ج: ۲.**[3] پھر اس کے بعد دوست کے دریافت کرنے پر جب یہ کہا کہ میں تین طلاقیں دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، اس سے اگر پہلی دی ہوئی طلاق کی خبر دینا مقصود تھا، اور اپنے ذہن میں یہی سمجھتا تھا کہ نیت کی وجہ سے تین

---

[1] الدر المختار على الشامی کراچی ص ۲۴۸ ج ۳ باب الصريح.

[2] شامی کراچی ص ۲۳۶ ج ۳ کتاب الطلا، مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق.

[3] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۶۱، ۴۵۷، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۷، ج: ۳، اول باب الصريح، مجمع الأنهر ص ۱۱، ۱۲ ج ۲ باب ايقاع الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱، ۲۵۵ ج ۳ باب الطلاق الصريح.

طلاقیں ہوگئیں، گوکہ تین طلاق کا لفظ نہ کہا ہو اور اس کا یہ سمجھنا کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے نہیں تھا، جس کو دلیل کی طرف منسوب کیا جاسکے، تو اس کو جھوٹا اقرار نہیں کیا جائے، بلکہ اس کی وجہ سے طلاقِ مغلظہ ہوجائے گی، اگر کسی مفتی کے غلط فتوے کی وجہ سے اسکو تین طلاق سمجھ کر اقرار کرتا تو اس اقرار کی وجہ سے دیانۃً تین طلاق کا حکم نہ دیا جاتا: **فی الحاوی الزاهدی ظن انهٗ وقع الثلاث علٰی امرأتهٖ بافتاء من لم یکن اهلاً للفتویٰ وکلف الحاکم کتابتها فی الصک فکتب ثم استفتٰی ممن هو اهل للفتویٰ فافتی بانهٗ لا تقع والتطلیقات الثلاث مکتوبة فی الصک بالظن فلهٗ ان یعود الیها دیانة ولکن یصدق فی الحکم الخ** (شامی نعمانی[۲] ص: ۴۲۵، ج: ۲) فقہاء کا ضابطہ ہے کہ جس کلام کو ماضی میں انشاء قرار نہ دیا جاسکے، اسکو حال میں انشاء قرار دیدیا جائے: **کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحها الیوم ولو نکحها قبل امس وقع الاٰن لانَّ الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال الخ درمختار لانَّهٗ مَا اسندهٗ الٰی حَالة منافیة ولا یمکن تصحیحه اخبارًا لکذبه وعدم قدرته علی الاسناد فکان انشاء فی الحال الخ** (شامی[۲]) لہٰذا اگر تین طلاق کو ماضی میں درست نہیں کیا جاسکتا تو اس لئے کہ اس نے ایک طلاق دی (اور اس کو تین تصور کیا تھا) تو اس کو فی الحال تین طلاق قرار دینے میں تو کوئی اشکال نہیں، اگر اس تین طلاق کو کلامِ سابق کی حکایت نہ کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اس نے اب تین طلاق دیدی ہے، تو پھر بات بالکل ہی صاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۹ھ

---

[۱] شامی زکریا ص: ۴۴۹، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والافیون والبنج، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۹ ج ۳ باب الطلاق الصریح، بزازیة علی الهندیة کوئٹہ ص ۱۷۸ ج ۴ کتاب الطلاق، قبیل مسائل الایقاع بلا قصد واضافة.

[۲] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۸۳ ج ۴، مطبوعہ کراچی ص ۲۶۶ ج ۳، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سو بار لفظ طلاقن سے طلاق کا حکم

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو بار طلاقن کہا، اس عورت کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عدت کے اندر کہا ہے تو تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوگئی، بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور کسی پہلے شوہر سے اسے طلاق نہ ملی ہو، اگر پہلے شوہر سے طلاق مل چکی ہے، اور اسی لئے اس شخص نے طلاقن کہا ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳ ربیع الاول ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف ۲۴ ربیع الاول ۵۸ھ

جیسے ایک مرتبہ کہا ویسے ہی تین مرتبہ ہزار مرتبہ سے طلاق کا حکم

سوال:- زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی بات پر بگڑتے ہوئے یہ کہا کہ میں نے طلاق دی تم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب الصریح، مطلب فی اضافة الطلاق الی الزمان، مجمع الأنهر ص ۲۱، ۲۲ ج ۲ فصل فی اضافة الطلاق الی الزمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۳۸، ۳۳۹ ج ۲ فصل فی اضافة الطلاق الی الزمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] رجل قال لامرأته یا مطلقة ان لم یکن لها زوج قبل او کان لها زوج لکن مات ذلک الزوج ولم یطلق وقع الطلاق علیها وان کان لها زوج قبله وقد کان طلقها ذلک الزوج ان لم ینو بکلامه الاخبار طلقت وان قال عنیت به الاخبار دین فیما بینه وبین اللّٰه. عالمگیری ص: ۳۵۵، ج: ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، ولو قال لها یا مطلقة وفی الشامیة قد منا انه لو کان لها زوج طلقها قبل صدق دیانة وکذا قضاء فی الصحیح. شامی زکریا ص: ۴۶۸، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص ۲۵۵ ج ۳، باب الصریح، مطلب فی قوله علیّ الطلاق من ذراعی، خانیه علی الهندیة ص ۴۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الصریح الطلاق مطبوعه کوئٹه.

جاؤ، اپنے گھر۔ اسکے جواب میں ہندہ نے یہ کہا کہ جب تک چار پانچ نہ آجائیں گے، میں نہ جاؤں گی، اس پر زید اپنی ایک عزیزہ کے گھر گیا اور اپنی عزیزہ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ میرے مکان پر چلو اور میری بیوی کو میرے گھر سے بھیج دو، میں اس کو طلاق دے آیا ہوں، اور قصہ ختم کر آیا ہوں، اس پر زید سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا اس پر زید نے کہا کہ میں نے یہ کہا کہ تجھ کو طلاق دیا، جس پر اس کی عزیزہ نے کہا کہ ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی، جا اپنے گھر۔

اب اسکا جواب جو زید دیتا ہے، اس میں اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی عزیزہ کے اس فقرہ پر ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی، جا اپنے گھر بیٹھ، یہ کہا کہ تین چار دفعہ کی ضرورت ہے، بس صرف اتنا کہا اور ہندہ اور ورثاءِ ہندہ یہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی عزیزہ سے یہ کہا کہ جیسے ایک مرتبہ کہا ویسے ہی تین مرتبہ ویسے ہی ہزار مرتبہ، اس اختلافِ بیان پر خاندانِ عزیزہ کے دو مردوں نے اپنی عزیزہ سے جا کر دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے، اس پر اس عزیزہ نے ورثاءِ ہندہ کی تائید کی، اس پر ان عزیزان نے زید کو اس عزیزہ کے مکان پر بلایا اور عزیزہ کے بیان کو زید کی موجودگی میں دہرایا، دریافت کیا کہ تین اشخاص جو وہاں پر موجود تھے، یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے انہی الفاظوں میں کہنے کا اقرار کیا جو عزیزہ نے نقل کیا ہے، ایسی صورت میں ہندہ زید کی بیوی کو طلاق واحدہ رجعی واقع ہوگی یا بائنہ یا طلاقِ مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق رجعی تو بالیقین واقع ہوگئی، بلفظِ[1] صریح اور بلفظ ''تم جاؤ اپنے گھر'' سے اگر طلاق کی نیت کی ہے، تو اس سے دوسری طلاقِ بائن واقع ہوگئی، اور اگر نیت نہ کی تو واقع

---

[1] صریحہ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بھا واحدة رجعیة وان نوی خلافھا اولم ینوشیئاً. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۵۷، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص:۲۴۷، ج:۳، اول کتاب الصریح، مجمع الأنھر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص ۳۲۱/۳۲۴ ج۲، باب الطلاق الصریح مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

نہیں ہوئی[1]، ہندہ جن الفاظ کو زید کی طرف منسوب کرتی ہے اور زید اس کا منکر ہے، وہ اس امر میں صریح نہیں کہ زید نے تین مرتبہ طلاق دی ہے، یا تین کا اقرار کیا ہے، لہٰذا اگر ان الفاظ کے کہنے کا شرعی ثبوت ہو یا کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ[2] موجود ہوں جنکے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں، تب بھی ان الفاظ سے تین طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی ضرورت ہے،[3] اور زید جب کہ ان الفاظ ہی کا منکر ہے، تو نیت کا درجہ بہت مؤخر ہے، اس کا علم زید ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱۰/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/رمضان ۶۲ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/رمضان ۶۲ھ

سو (۱۰۰) طلاق

سوال: -ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ دنیا تو ایک دفعہ طلاق دیتی ہے، اور میں سو دفعہ طلاق دیتا ہوں، ان الفاظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور کیسی یا نہیں۔

---

[1] فالكنايات لا تطلق بها قضاء الا بنية او دلالة الحال فنحوا خرجي واذهبي. الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۵۲۹، ج:۴، مطبوعه كراچي ص: ۲۹۶، ج:۳، باب الكنايات زيلعي ص ۲۱۴ ج ۲ باب الكنايات، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۳۴ ج ۲ فصل في الكنايات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً اوغيره كنكاح وطلاق رجلان او رجل اوامرأتان. الدرالمختار على الشامي زكريا ص: ۱۷۸، ج:۸، مطبوعه كراچي ص: ۴۶۵، ج:۵، كتاب الشهادت، زيلعي ص ۲۰۹ ج ۴ كتاب الشهادة مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص ۱۵۴ ج ۳ كتاب الشهادة، مطبوعه تهانوي ديوبند.

[3] فالكنايات لا تطلق بها الابنية اودلالة الحال، الدرالمختار على الشامي كراچي ص: ۲۹۶، ج:۳، مطبوعه زكريا ص: ۵۲۹، ج:۴، باب الكنايات.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان الفاظ سے بیوی کو طلاق دینے کیلئے خطاب کیا ہے، اور یہ الفاظ حال کیلئے مستعمل ہوتے ہیں تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶ ر ذی قعدہ ۵۷ھ

سات طلاق

سوال:- ایک شخص مسمّٰی زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو کہا کہ فلاں شخص مسمّٰی بکر کی بیٹی ہندہ (بکر زید کا سسر بکر کی بیٹی ہندہ زید کی زوجہ ہے) حرام ہے، پھر دو گواہوں کے روبرو یہ بھی اقرار کیا کہ میں نے اپنی زوجہ ہندہ کو سات طلاق کہا اب نادم اور مستفتی ہے کہ کیا ہندہ واقعی مجھ پر حرام ہوگئی، اب دوبارہ رجوع کی بھی کوئی صورت ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجہ ہندہ پر شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب رجوع یا تجدید نکاح کافی نہیں، اگر دوبارہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے، تو اس کیلئے حلالہ ضروری ہے، یعنی عدت گذار کر ہندہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شریعت کے موافق نکاح کرلے اور وہ شخص ہندہ سے جماع کرنے کے بعد اگر طلاق دیدے یا مرجائے، تو پھر بعد عدت ہندہ کا نکاح زید سے درست ہوگا، بغیر اس

---

[1] لو قال بالعربية اطلق لا يكون طلاقاً الا اذا غلب استعماله للحال فيكون طلاقاً. عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۸۴، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسية. البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۲ ج ۲، باب الطلاق الصريح. شامی کراچی ص: ۴۵۹، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۸، ج: ۳، مطلب شن بوش يقع به الرجعی. کتاب الطلاق.

کے درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یکم صفر ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ یکم صفر ۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳ر صفر ۵۹ھ

سات طلاق کا حکم

سوال:- ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے ایک مجلس میں بحالت غصہ کہا کہ تو میرے اوپر سات طلاق سے حرام، تو میرے اوپر سات طلاق سے حرام، تو میرے اوپر سات طلاق سے حرام، اس شخص مذکور کیلئے مطلقہ بمسلکِ حنفیہ کس طرح جائز ہوسکتی ہے، بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے: **وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة و ثنتین فی الاَمَةِ لم تحل لهٗ حتّٰی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایة اهـ فتاوی عالمگیری[2] ص: ۴۷۳، ج: ۱.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

---

[1] وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، محیط سرخسی ص۸ ج۳ جز ۶، کتاب الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ کتاب الطلاق باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، المحیط للسرخسی ص۸ ج۳ جزء ۶، کتاب الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت، شامی زکریا ص ۴۰ ج۵ باب الرجعة.

ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق

سوال:- زید آوارہ اور بدمعاش ہے، ہندہ زوجہ کو مارتا پیٹتا ہے، ایک مرتبہ غصہ میں کہا کہ تو رنڈی ہے، رنڈی میں نے تجھے طلاق دیدی ہے، اس کے بعد چاقو لے کر دوڑا، ہندہ جان بچا کر اپنے باپ کے گھر آ گئی عرصہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ میں اچھی طرح رکھوں گا، اس کے بعد گالی گلوچ کرنے لگا، اور پھر کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، پس تین بار کہہ کر چلا گیا، لہٰذا اب میں دوسری شادی کر سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی دفعہ ایک طلاق دی تھی، تو اس وقت واقع ہوگئی تھی، پھر اگر رجوع نہیں کیا تو اس وقت سے تین حیض ختم ہونے پر عدت ختم ہوگئی،[1] اگر پہلی طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیا تھا، یعنی زبان سے کہہ دیا تھا، کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی یا کوئی کام کر لیا تھا جو شوہر بیوی کیا کرتے ہیں، تو رجعت صحیح ہوگئی،[2] اس کے بعد جب دوسری دفعہ تین طلاق دیدی تو تعلقِ زوجیت بالکل ختم ہوگیا،[3] اس کے بعد تین حیض گذرنے پر آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا شرعاً حق

---

[1] وتنقطع الرجعة اذا طهرت من الحيض الاخير لعشرة ايام مطلقا. الدرالمختار على الشامى زكريا ص: ۳۱، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۴۰۳، ج:۳، مجمع الأنهر ص۸۴ ج۲ كتاب الطلاق باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۲ باب الرجعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والرجعة ان يقول راجعتک او راجعت امرأتى او يطأها اويقبلها او يلمسها بشهوة او ينظر الى فرجها بشهوة. هدايه ص:۳۹۵، ج:۲، باب الرجعة، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۵۱ ج۲ باب الرجعة مطبوعه امداديه ملتان.

[3] طلقها واحدة بعد الدخول فجعلها ثلاثاً صح الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۵۳۸، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۳۰۵، ج:۴، باب الكنايات، وان كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره الخ عالمگيرى ص۴۷۳ ج ۱ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، محيط سرخسى ص۸ ج۳جزء۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت.

حاصل ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۲۴/۱۱/۸۵ھ

الفاظ متعددہ سے طلاق

سوال:- ایک عورت نے اپنی ساس کو گالی دی اور اپنی ساس سے مار پیٹ کی اس بات پر اس عورت کے خاوند نے خفا ہو کر عورت سے کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی، تم میرے گھر سے نکل جاؤ، اسپر عورت نے کہا کہ میں ہرگز گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی، دیکھیں کون نکال سکتا ہے، مرد کو سخت غصہ آ رہا تھا، اس نے پھر دوبارہ کہا، میں نے تم کو طلاق دیدیا دیدیا دیدیا۔

پھر عورت نے کہا کہ تمہارے طلاق دینے سے کیا ہوتا ہے، میں ہرگز نہ جاؤں گی، مرد نے پھر اصرار کیا کہ میرے گھر سے اسی وقت نکل جا عورت نے کہا کہ اس وقت رات کو میں کہاں جاؤں ۔صبح چلی جاؤں گی، صبح ہونے پر لوگوں نے مرد سے صلح کروادی، عورت نے کہا کھانا پکایا اور اپنی ساس اور خاوند کو کھلایا، اور اب راضی خوشی سے اپنے گھر میں رہتی ہے، اور گھر چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی، اور مرد بھی اس سے راضی ہے کیونکہ بحالت سخت غصہ یہ الفاظ منہ سے نکال دیئے تھے، بعد کو غصہ اتر جانے پر سخت افسوس کیا کیونکہ مرد نے اپنی ماں کی طرف سے اپنی عورت پر غصہ کیا تھا، اور کوئی بات نہ تھی، ایسی حالت میں نکاح ٹوٹا یا نہیں۔

اس سوال پر قاری صاحب نے تنقیح طلب کی تھی تنقیح آنے پر اس کا جواب تحریر کیا گیا ہے، تنقیح کا جواب یہ ہے:

سوال میں جو چار الفاظ ہیں ان کی توضیح حسب ذیل ہے۔

(۱) میں نے تم کو طلاق دیا صرف ایک طلاق کی نیت تھی۔

(۲) تم میرے گھر سے جاؤ طلاق کی نیت نہیں تھی، بلکہ یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق مل چکی تو گھر سے نکل جاؤ، دوسری مرتبہ عورت نے سوال کیا کہ تم نے طلاق دیدیا، اور مرد نے سخت غصہ کی حالت میں کہا۔

(۳) طلاق دیدیا، دیدیا، دیدیا، اس سے کچھ ارادہ تین طلاق کا دل میں ضرور آ گیا تھا۔

(۴) میرے گھر سے اسی وقت نکل جا، اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی، بلکہ مثل ۲/ کے یہ نیت تھی، کہ جب تم کو طلاق مل چکی تو اب رہنے کی کیا ضرورت ہے، اسی وقت نکل جا۔

براہ کرم ونوازش اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب:-وباللّٰہ التوفیق.....حامداً ومصلیاً ومسلماً

صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں، اور وہ مغلظہ ہوگئی، بشرطیکہ مدخول بہا ہوا گر غیر مدخولہ ہے، تو ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی: **ولو قال انت الطلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقاً تقع واحدة رجعية ان لم ينو شيئًا او نوى يعنى بالمصدر لانه لو نوى بطالق واحدة وبطلاق اخرى وقعتا رجعيتين لو مدخولا بها كقوله انت طالق انت طالق زيلعى[1] واحدة او ثنتين لانه صريح مصدر لا يحتمل العدد فان نوى ثلاثا فثلاث لانه فرد حكمى ولذا كان الثنتان فى الامة وكذا فى حرة تقدمها واحدة جوهرة لكن جزم فى البحر انه سهو بمنزلة الثلاث فى الحرة درمختار قال الشامى فى قوله لو مدخولا بها والابانت بالاول فيلغوا الثانى قوله لانه فرد حكمى لان الثلاث كل الطلاق فهى الفرد الكامل منه فارادتها، لاتكون ارادة العدد ط[2] اهـ.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۶/ج:۱/۵۵ھ

---

[1] زيلعى ص:۱۹۸، ج:۲، كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الدرالمختار مع الشامى كراچى ص: ۲۵۱، ج:۳، مطبوعه زكريا ص:۴۶۳، ج:۴، باب الصريح، بحر ص ۲۵۹ ج۳ باب الطلاق مطبوعه الماجديه كوئٹه عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانى الفصل الاول فى الطلاق الصريح.

گالی کے طور پر سات بار طلاقن کہنا

سوال:- زید کی اس کی گھر والی سے ناراضگی چل رہی تھی، گھر والی کھانے کیلئے کہنے کے واسطے سامنے آئی تو زید نے گھر والی سے کہا کہ ہٹ جا سامنے سے سات طلاقن، اس لفظ سے زید کی نیت گالی دینے کی تھی طلاق دینا نہیں تھی، اِس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کی بیوی کو پہلے طلاق نہیں دی گئی تھی، اب یہ شخص خود اسکو طلاقن کہہ رہا ہے، تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اور سات طلاقن کہنے سے طلاقِ مغلظہ ہوگئی، گالی کی نیت قضاءً معتبر نہیں:

قَالَ فی البحر ومنه ای من الصریح یا طالق اویامطلقة بالتشدید ولو قال اردت الشتم لم یصدق قضاءً.

خلاصة ولو کان لها زوج طلقها قبل فقال اردت ذٰلک الطلاق صدق دیانةً باتفاق الروایات وقضاء فی روایة ابی سلیمان وهو حسن کما فی الفتح وَهو الصحیح کما فی الخانیة ولو لم یکن لها زوج لا یصدق وکذا لو کان لهَا زوج قد مات اهـ رد المحتار[1] ص: ۴۳۲، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

تکرار طلاق بنیت تاکید

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اور پھر عدت کے اندر رجوع کر

---

[1] شامی زکریا ص: ۴۶۲، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۵۱، ج: ۳، باب الصریح. مطلب فی قوال البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعه الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، خانیه ص ۴۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، مطبوعه کوئٹه.

لیا، تقریباً آٹھ ماہ کے بعد پھر کسی وجہ سے دوسری طلاق دینا چاہی لیکن اس مرتبہ اس نے تین طلاق دیدی اور نیت بالکل یہی رکھی کہ ایک طلاق دیتا ہوں اور باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی اور تاکید کے لئے، تو یہ طلاق رجعی ہے، یا بائن یا مغلظہ اور زوج اول کی طرف رجعت کیلئے کیا صورت ممکن ہے، زوج اول سے بغیر نکاح کے رجوع ہوسکتا ہے، یا نہیں، یا عدت کے اندر رجوع کر کے رجوع کرنا پڑے گا، اور کیا زوج ثانی سے تو نکاح تو نہ کرنا پڑے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کو صرف تین طلاق کا اختیار ہوتا ہے، پہلی طلاق دے کر رجعت کرنے کے بعد تین طلاق کا اختیار نہیں رہا تھا، صرف دو طلاق کا اختیار رہ گیا تھا، جب دوبار تین طلاق دیں تو ان میں سے دو واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور تیسری جو کہ دراصل چوتھی ہے، بیکار گئی اور شوہر کی یہ نیت کہ ایک طلاق دیتا ہوں، باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی کیلئے ہیں، قضاءً معتبر نہیں، البتہ دیانۃً اس کی نیت کا اعتبار ہوگا: **کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نویٰ التاکید دین ای وقع الکل قضاءً اھ درمختار[۲] وشامی ص: ۷۱۲، ج: ۲.**

جب قضاء مغلّظہ ہوگئی تو اب نہ رجعت جائز ہے، نہ نکاح جائز ہے، بلکہ عدت پوری ہونے پر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شرع کے مطابق نکاح کرے اور پھر اگر وہ مر جائے یا طلاق دیدے تو زوج اول سے بعد عدت نکاح کرسکتی ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنة وبینهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهما ذلک قال نعم واقره، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۷، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۸، ج: ۳. باب الحداد، فصل فی الحداد.

[۲] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۲۹۳، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۵۱۲، ج۴. قبیل باب الکنایات، عالمگیری ص ۳۵۶ ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه ص ۲۸۸ ج ۳ کتاب الطلاق نوع آخر فی تکرار الطلاق، مطبوعه کراچی. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

تکرارِ طلاق بہ نیت تاکید

سوال: - زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے اور لڑائی کے درمیان طلاق دی، لفظِ طلاق کو بار بار اس نے دہرایا، زید کہتا ہے کہ لفظ طلاق کہنے کے وقت جب دوبارہ وسہ بارہ میں نے لفظ طلاق استعمال کیا تو میری نیت لفظ طلاق کی تکرار کی تھی، بصورتِ تاکید میں نے اس لفظ کو دہرایا تھا، مستقل تین طلاقوں کے ایقاع کی نیت نہیں تھی، اس طرح تین طلاق کا تین بار کا عدد پورا ہوگیا، مقصود اس کو اس سے ڈرانا تھا اور ان کے ورثاء کو دھمکانا تھا، اب ایسی صورت میں جب کہ لفظ طلاق ایک دفعہ میں نے طلاق کی نیت سے استعمال کیا اور اس کے بعد تاکید کی نیت سے استعمال کیا، تو اِس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر نے لفظِ طلاق ایک دفعہ کہنے کے بعد اگر بار بار محض تاکید کی نیت سے دہرایا ہے اور خالی الذہن تھا، اور جدید طلاق کی نیت نہ کی تو دیانۃً ایک ہی طلاق ہوئی[1] لیکن اگر عورت نے خود تین طلاق کو شوہر سے سنا ہے، تو اب اس کیلئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے علیحدہ رہنے کیلئے ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرنا ضروری ہے، خواہ مہر معاف کر کے چھٹکارا حاصل کرے یا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ لاینکح مطلقة من نكاح صحيح نافذ به اى بالثلاث حتى يطأها غيره وتمضى عدته. الدر المختار على الشامى زكريا ص: ۴۰، ج: ۵. باب الرجعة، محيط سرخسى ص ۸ ج ۳ جز نمبر ٦، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ كرر لفظ الطلاق وقع الكل وان نوى التاكيد دين. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۵۲۱، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۹۳، ج: ۳، قبيل باب الكنايات، هنديه كوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الباب الثانى فى ايقاع الطلاق، الفصل الاول فى الصريح، تاتارخانيه كراچى ص ۲۸۹ ج ۳ الفصل الرابع فيما يرجع إلى صريح الطلاق، نوع آخر فى تكرار الطلاق.

کسی اور طرح[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق مغلظہ

سوال:- ماقولکم رحمکم اللّٰہ و کثر جمعکم. اس صورت میں کہ مثلاً زید کی موجودگی میں اسکی عورت اور اسکی ماں کا کسی خانگی معاملہ میں تنازع ہوا اور زید کے منع کرنے سے وہ تکرار سے باز نہ آئیں، زید اس موقع سے چلا گیا اور اپنے باپ کو جا کر واقعہ حال سے اطلاع دی اور اپنی ماں کی طرف سے زیادتی اور قصور مند ہونا بیان کیا تو اس پر اس کے باپ کا غصہ اور طیش بڑھا، عدم موجودگی اپنی عورت کے کہا، میڈی، اس کو طلاق میڈی، اس کو طلاق طلاق ہے، الفاظ ہندیہ کا ترجمہ یہ ہے میری اس کو طلاق میری اس کو طلاق۔

اب علمائے کرام وفضلائے عظام سے قابل دریافت یہ امر ہے کہ عورت پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، بشرط وقوع طلاق دو واقع ہوں گی یا سہ۔

الجواب حامدً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں قضاءً تین طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی: کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نویٰ التاکید دین درمختار[2] ج:۲، ص:۷۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/ج:۲، ۵۷ھ

---

[1] والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لایحل لها تمکینه بل تفدی نفسها بمال او تهرب. شامی زکریا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۵۱ ، ج:۳، باب الصریح، مطلب ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة الی النیة، هندیه کوئٹه ص ۳۵۴ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول، بحر کوئٹه ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق الصریح. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

جس نام سے بیوی مشہور ہو اس نام سے طلاق دینا

سوال:- میں نے اپنی منکوحہ بیوی وحید النساء کو غصہ کی حالت میں یہ جملہ کہہ کر طلاق دیا کہ عبدل کی لڑکی میرا نام کو میں نے طلاق دیا تین بار کہا دس منٹ کے بعد پھر اسی غصہ میں پھر تین بار اسی جملہ کو کہہ دیا، شادی کے وقت قاضی نے وحید النساء ولد عبدل کہہ کر نکاح پڑھایا تھا، مگر ہمارے گھر میں میرا کے نام سے مشہور ہے، میکہ میں میرا کے نام سے مشہور ہے، تو طلاق میں نے میرا کے نام سے دیا، اِس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ میرا نام سے آپکے یہاں مشہور ہے اور اسی نام سے آپنے تین طلاق دی ہے، تو بلا شبہ طلاقِ مغلظہ ہوگئی[1]، اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت رکھنا حرام ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۹۲ھ

(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر) [1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص:۲۹۳، ج:۳، باب طلاق غیر المدخول بها. قبیل باب الکنایات، عالمگیری ص ۳۵۵ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه ص ۲۸۶ ج ۳ کتاب الطلاق نوع آخر فی تکرار الطلاق الخ مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] قال امرأته طالق ولم یسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته وفی الشامیة اما لو سماها باسمها فکذلک بالاولی. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۲۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۹۲، ج:۳، باب طلاق غیر المدخول بها. مطلب فیما قال امرأته طالق وله امرأتان الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۹ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیه ص ۲۸۱ ج ۳ کتاب الطلاق، ایقاع الطلاق بطریق الإضمار وترک الإضافة، مطبوعه کراچی.

[2] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة. فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه، هدایة ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی دیوبند، المحیط للسرخسی ص ۸ ج ۳ جز ۶ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الفکر بیروت.

تین طلاق کا حکم جب کہ زوجہ کو خطاب نہ ہو

سوال:- زید باہر سے اپنے مکان میں آیا اور اپنی زوجہ سے ہم کلام ہوا، جس کا جواب اس کی زوجہ نے تلخ گوئی سے دیا، زید گھر میں آکر پلنگ پر لیٹ گیا اور اس کی زوجہ اسی طرح بدزبانی کرتی رہی، زید کی طلاق دینے کی نیت پہلے سے ہرگز نہ تھی، یکا یک زید کو اپنی زوجہ کی بدزبانی پر غصہ آگیا، وہ لیٹے سے بیٹھا ہوگیا، اور اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا، تین طلاق تین طلاق تین طلاق۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اور اگر واقع ہوگئی تو کس قسم کی اور زید کی زوجہ اسکے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صریح الفاظ سے طلاق واقع ہونے کیلئے نیت کی حاجت نہیں، بلا نیت ہی طلاق ہوجاتی ہے[1]، البتہ زوجہ کی طرف خطاب نام، اشارہ وغیرہ سے طلاق کی نسبت ضروری ہوتی ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، گو صراحۃً اسکی طرف نسبت نہیں کی، لیکن زوجہ کی بدزبانی پر اور اس کی طرف متوجہ ہوکر تین طلاق دینا اس کا قرینہ ہے، کہ اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، لہٰذا طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں، تاہم صراحۃً زوجہ کی طرف نسبت نہ ہونے کی وجہ سے اگر زید کہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہا تھا، نہ اس کو خطاب کیا، بلکہ کسی اور کو طلاق دی ہے، تو شرعاً قسم کے ساتھ زید کا قول معتبر ہے[2]، دل کا حال خدا

---

[1] صریحه مالم یستعمل الا فیه ویقع بها وان نوی خلافها اولم ینو شیأ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۵۷، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۷، ج:۳، باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۲۱/۳۲۴ ج۲ باب الطلاق الصریح مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ویؤیده ما فی البحر لو قال امرأة طالق او قالت امرأة ثلاثاً وقال لم اعن امرأتی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جانتا ہے، اور حقیقی معاملہ بھی اسی کے ساتھ ہے، یہ سوال واقعہ کی کچھ تفصیل کے ساتھ گذشتہ سال بھی آیا تھا، اس کا جواب جب ہی لکھ دیا گیا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/صفر ۵۸ھ

غیر مقلد ہونے سے حرمتِ مغلظہ ختم نہیں ہوتی

سوال:- سید فضل الٰہی نے اپنی زوجہ مسماۃ آسیہ خاتون کو طلاق طلاق طلاق اس طرح نو بار طلاق دے دیا ہے، اور پھر اس کا اقرار دوسری مجلس میں بھی ایک مدت تک کرتا رہا ہے، بعد ازاں علماء سے استفتاء کیا، بتلایا گیا کہ اب دوبارہ عقد بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہے، اس لئے سید فضل الٰہی نے کہا کہ میں مذہبِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلد ہوتا ہوں، چند آدمیوں کو لے کر نکاحِ ثانی کر لیا ہے، صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم نیز شرکاءِ عقد کا حکم مدلل بیان فرمادیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ثابت ہوگئی، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی ہرگز اجازت نہیں ہے[۱]، قرآن کریم[۲]، حدیث شریف[۳]، اجماعِ امت اور سلف سے یہ ثابت ہے، ائمہ اربعہ کا اسپر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) یصدق ویفهم منه انه لو لم یقل ذلک تطلق امرأته لان العادة أن من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها. شامی زکریا ص: ۴۵۸، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۴۸، ج: ۳، مطلب شن بوش یقع به الرجعی، قاضی خان ص ۴۶۵ ج ۱ کتاب الطلاق مطبوعه کوئٹه، بحر ص ۲۵۳ ج ۳ باب الطلاق مطبوع الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اتفاق ہے[1]، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہوئے جب وہ عورت اسپر حرام ہوگئی، اور یہ حرمت اجماعی قطعی ہے، تو اب اگر وہ شخص تقلید چھوڑ بھی دے اور ایک عورت کی خاطر غیر مقلد ہو جائے تب بھی وہ حرمت سابقہ ختم نہیں ہوگی یہ غیر مقلدیت اس کے لئے دنیا میں حرمتِ مغلظہ سے نجات اور آخرت میں حرمتِ غلیظہ کے ارتکاب کی سزا سے نجات کا وسیلہ نہیں بنے گی، اگر وہ شخص اس عورت سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کریگا، تو یہ شرعی نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت بڑی فحش کاری ہوگی، جو لوگ جانتے ہوئے اس نام نہاد نکاح میں شریک ہوئے، یا کسی طرح اس کے معاون اس سے راضی ہوں گے وہ بھی سب گنہگار اور گناہ سے راضی رہنے والے اور گناہ کی مجلس میں شریک ہونے والے گناہ میں معاون شمار ہوں گے۔

فَلاَ تَقْعُدْ بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین[2]. ولاتعاونوا علی الاثم وَالعدوان . واتقوا اللّٰہ انَّ اللّٰہ شدید العقاب[3].

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) [2] فإن طلقها فلا تحل من بعد حتی تنکح زوجاً غیره، سورۂ بقره آیت ۲۳۰.

[3] عن عائشةؓ أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اتحل للاول ؟ قال لا حتی یذوق عسلتها کما ذاق الأول، بخاری شریف ص ۷۹۱ ج۲ باب من اجاز طلاق الثلاث، اشرفی بکڈپو دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة احکام القرآن للجصاص ص:۳۸۸، ج:۱، ذکرا لحجاج لا یقاع الطلاق الثلاث معاً شامی زکریا ص:۴۳۴، ج:۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق الدور، عمدة القاری ص۲۳۳ ج۹ الجزء العشرون، باب من اجاز طلاق الثلاث، دار الفکر بیروت، بذل المجهود ص۲۷۰ ج۳ کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، اوجز المسالک ص۷ ج۱۰، اول کتاب الطلاق، دار الفکر بیروت.

[2] سوره مائده آیت:۶۸،

ترجمہ:-تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔(از بیان القرآن)

[3] سوره مائده آیت:۲،

ترجمہ:-اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔(از بیان القرآن)

اگر غیر مقلدوں پر یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ فلاں شخص غیر مقلدوں کا مذہب حق سمجھ کر نہیں بلکہ محض ایک عورت کی وجہ سے غیر مقلد ہوا تو وہ بھی غالبًا اپنی برادری میں لینا گوارہ نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ان کیلئے سخت توہین کی چیز ہے، مہاجرام قیس[1] کے واقعہ کو شاید وہ لوگ استدلال میں پیش کرکے اسکی غیر مقلدیت کو نا قابلِ قبول قرار دینگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی

سوال:- میں نے اپنی بیوی کو اس شرط پر طلاق دی سوائے شہاب پور کے طلاق دی، طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں ہے، وہ عورت دوسرے روز آ گئی اور کہتی ہے کہ ہر حالت میں یہیں رہوں گی، اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت شوہر نے یہ کہا کہ سوائے شہاب پور کے طلاق دی طلاق دی طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں، اس وقت بیوی شہاب پور میں نہیں تھی، لہٰذا اس پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی[2]۔ دوسرے روز جب وہ عورت شہاب پور میں آ گئی تو اب وہ طلاق ختم نہیں ہوئی، اب بغیر

---

[1] عن ابن مسعودؓ كان فينا رجل خطب امرأة يقال لها ام قيس فأبت أن تتزوجه حتى يهاجر فهاجر فتزوجها قال (ابن مسعودؓ) فكنا نسميه مهاجر أم قيس الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص: ۴۰، ج: ۱، تحت حديث انماالاعمال بالنيات. مطبوعه بمبئی.

[2] واذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً عالمگيری كوئٹه ص: ۴۲۰ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة ان واذا الخ. كرر لفظ الطلاق وقع الكل. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زكريا ص: ۵۲۱، ج: ۴، مطبوعه كراچی ص: ۲۹۳، ج: ۳، قبيل باب الكنايات، هدايه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الايمان فی الطلاق، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الدر مع الشامی كراچی ص ۳۵۵ ج ۳ باب التعليق، مطلب مهم الاضافة للتعريف لا للتقييد الخ.

حلالہ کے اس سے تعلقِ زوجیت رکھنا حرام ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۱۳۹۴ھ

خوبصورت لڑکی کا لالچ دے کر طلاق دلوانا

سوال: - زید کو ہندہ نے بہکایا کہ تمہاری بیوی بدصورت ہے، میری لڑکی خوبصورت ہے، اگر تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو ہم اپنی لڑکی کی شادی تم سے کر دیں گے، زید بہکانے میں آ گیا، اور ہندہ نے خط منگوا کر زید سے تین طلاق لکھوادی، یہ خط زید کی خالہ نے زید کی جیب سے نکال کر پھاڑ کر پھینک دیا، زید کی بیوی میکے تھی، اس کو اس کا کوئی علم نہیں، ہندہ نے اپنی لڑکی کی شادی زید سے کرنے سے انکار کر دیا، زید کئے ہوئے پر نادم ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اس لالچ سے طلاق دیدی، بہت برا کیا، ایسا کرنا گناہ ہے،[2] زید کو توبہ واستغفار واجب ہے، طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب نہ رجعت کر سکتا ہے نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ اس سے نکاح کی گنجائش رہی،[3] ہندہ نے جو حرکت کی اس کی ممانعت حدیث میں صاف صاف موجود ہے۔[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم رمضان ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۹۷ھ

---

[1] لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث لو حرة وثنتین لوامة حتی یطأها غیره بنکاح وتمضی عدته ای الثانی. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۰، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج: ۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

[2] وصفته أنه ابغض المباحات علی ما رواه ابوداؤد وغیره "ابغض المباحات عند الله (إلی قوله) وهو مبنی علی انه محظور إلا لحاجة، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ اول کتاب الطلاق، طبع مکه مکرمه، هندیه کوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۲۳۶ ج ۳ اول کتاب الطلاق. (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

جب تک مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے بیوی کو تین طلاق

سوال:- خالد کی لڑکی سلمیٰ سے زید کی شادی ہوئی، زید سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی، خالد نے اپنے داماد زید کو مکان بنانے کیلئے کچھ زمین دی تھی، جس کی بنیاد کھدوا کر اینٹیں بھی بھروا چکا تھا، پھر خالد نے زید کو مکان بنانے سے روک دیا، زید نے غصہ میں آکر یہ کہا کہ جب تک اس زمین پر میں مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے میری بیوی سلمیٰ کو تین طلاق، صورتِ مذکورہ میں کونسی طلاق واقع ہوئی؟ اور زید کو سلمیٰ کے رکھنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ کہنا کہ جب تک میں اس زمین پر مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے سلمیٰ کو تین طلاق، اس کا حاصل یہ ہے کہ زید اپنی زوجہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے حرام قرار دیتا ہے اور حرمت ہمیشہ کیلئے نہیں بلکہ مکان بنانے تک کیلئے ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ۳ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة. مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، طبع یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة.

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْکِحَ فَاِنَّمَا لَهَا مَاقَدَرَ لَهَا. ابو داؤد ص: ۲۹۶، ج: ۱، باب فی المرأة تسأل زوجها طلاق امرأة له کتاب الطلاق، ترمذی شریف ص ۲۲۶ ج ۱ ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء لا تسأل المرأة طلاق اختها مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کا حصہ (اپنے لئے) فارغ کرلے اور خود اس سے نکاح کرلے بیشک جو اس کیلئے مقدر کردیا گیا وہ اس کو مل کر رہے گا۔

اسمیں دو باتیں ہیں، ایک ہے تین طلاق سے حرمت، دوسری بات ہے، اسکی تحدید وتعیین، سو پہلی بات کا اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تین طلاق سے حرام کرلے اور دوسری بات کا اسکو شرعاً اختیار نہیں یعنی اس حرمت کی تحدید وتعیین وہ اپنی طرف سے نہیں کرسکتا، کیونکہ اسکی تحدید وتعیین قرآنِ پاک نے کردی ہے وہ یہ ہے کہ تین طلاق سے جو حرمت ہوتی ہے، وہ حلالہ تک رہتی ہے، بغیر حلالہ کے ختم نہیں ہوتی، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اور مکان بنانے سے ختم نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے وہ عورت زید کیلئے جائز نہیں ہوسکتی: **لقولہٖ تعالیٰ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الیٰ قولہٖ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ من بعدُ حَتّٰی تنکحَ زَوْجًا غیرہ. (الآیۃ[1]) وینکح مبانتهٗ بما دون الثلاث فی العدّة وبعدها بالاجماع لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث حتّٰی یطأ غیرهٗ بنکاح وتنقضی عدته اھ درمختار[2] مختصراً.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۱۳۸۵ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ ۲۶/۱۲/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق دے کر معافی مانگنا

سوال: - زید اور اس کے والد اور بیوی میں تکرار ہورہی تھی، زید نے اپنے والد سے کہا کہ

---

[1] سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰، ۲۲۹، بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲ کتاب الطلاق، باب من اجاز الطلاق الثلاث، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند، مسلم شریف ص ۴۶۳ ج ۱ کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجاً غیرہ، مطبوع رشیدیہ دھلی.

ترجمہ :- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمختار زکریا ص: ۴۰، ج: ۵، مطبوعہ کراچی ص: ۴۰۹، ج: ۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، مجمع الأنهر ص ۸۷، ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۵۷ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

آپ خاموش رہیں ورنہ پچھتانا پڑے گا، بات بڑھتی ہی گئی، زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ تین آواز سے طلاق دے دی، اس کے بعد زید کا خط آیا، اب بیوی سے معافی چاہتا ہے، اور اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے، ایسی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں طلاقِ مغلظہ ہوگئی[1] اب معافی مانگنے سے وہ حلال نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۹۷ھ

زوجِ ثانی ہادم مادون الثلاث ہے

سوال:- زید نے اپنی بیوی زینب کو ایک طلاقِ بائن دیا تھا، چند روز کے بعد پھر نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا، پھر ایک سال کے بعد زید نے اپنی بیوی مذکورہ کو دو طلاق دے کر مطلقہ کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

---

[1] کرر لفظ الطلاق وقع الکل بان قال للمدخولة انت طالق انت طالق الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۲۱ ج ۴، باب طلاق غیر المدخول بها، مطلب فیما قال امرأته طالق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح، الاشباه النظائر ص ۲۱۹ القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی، بیان ما تفرع علیه من انه لو کرر الطلاق، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

[2] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳ ج ۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تین طلاق دیدی خواہ ایک مجلس میں یا الگ الگ اور خواہ ایک ہی عقد میں خواہ دوبارہ عقد کر کے (زوجِ ثانی کے نکاح سے پہلے) تو اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں رہی[1] ہاں اگر ایک بائن طلاق کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے بعد الدخول طلاق لے کر عدت گذرنے پر زوجِ اوّل کے نکاح میں آئیگی، تو پہلی طلاق ختم ہو کر ابتداءً تین طلاق کا اختیار رہوگا اور محض دو طلاق دینے سے مغلظہ نہیں ہوگی۔

الحاصل زوج ثانی ہادم مادون الثلاث ہے اور خود عقد کرنا ہادم مادون الثلاث نہیں، اسمیں بھی امام محمدؒ کا اختلاف ہے، کہ وہ فرماتے ہیں کہ زوجِ ثانی ہادم مادون الثلاث نہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی عقدِ ثانی کے بعد زوجِ اول صرف دو طلاق کا مالک رہے گا، عقدِ اول میں ایک طلاق دے چکا تھا، عقدِ ثانی میں دو طلاقِ دے گا، تو مغلظہ ہو جائے گی، بغیر تحلیل پھر اس سے عقد نہیں کر سکے گا:

لو طلَّقها وَاحدةً وانقضت عدتها وتزوجت باٰخر وطلَّقها وَانقضت عدتها منه ثم تزوجها الاوّل يملك عليها ثلاثاً وعند محمد يملك عليها ثنتين.

(البحر الرائق[2] ص: ۵۸، ج: ۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

---

[1] ان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچی ص ۱۸۷ ج ۳ فصل وأما حكم الطلاق البائن.

[2] البحر الرائق كوئٹه ص: ۵۸، ج: ۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة مجمع الأنهر ص ۹۱، ۹۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری كوئٹه ص ۴۷۵ ج ۱ الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

تین طلاق کے بعد مطلقہ کے ساتھ رہنا

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا، دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ طلب کیا گیا ازروئے فتویٰ زید کی بیوی کو طلاقِ مغلظہ واقع ہونے کا حکم صادر فرمایا گیا تھا، لیکن بغیر حلالہ کے زید بیوی کے ساتھ رہتا ہے، زید کی بیوی اور اس کے خسر اور خود زید اس فتویٰ پر عمل نہیں کرتے، زید کے سالے نے اپنے والد کو اس مذموم حرکت سے باز رہنے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ داماد کو گھر نہ آنے دیں اور نہ داماد و لڑکی کو ساتھ رہنے دیا جائے، اگر آپ فتویٰ کو نہیں مانتے تو میں آپ سے ترکِ تعلق کرلوں گا، اسپر باپ نے کہا کہ اگر تم ترکِ تعلق کرتے ہو تو میں نے تم کو عاق کیا، ایسی صوت میں لڑکا حق بجانب ہے کہ نہیں؟ اور باپ کا عاق کردینا ایسی صورت میں درست ہے، یا نہیں؟ اور اہلِ محلّہ اور عزیز و اقارب ترکِ موالات کریں تو درست ہے یا نہیں؟ اور لڑکا اگر والدین کے حقوق ادا کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کو ایسی تدبیر اختیار کرنا لازم ہے، کہ جس سے والد کا احترام بھی باقی رہے اور یہ مذموم چیز بھی ختم ہوجائے، نہ تو باپ کی شان میں گستاخی کرے نہ اس چیز میں تعاون کرے[1]۔

عاق کا مطلب عرفِ عام میں یہ ہوتا ہے، کہ میراث سے محروم کردیا جائے، تو یہ کسی کے اختیار میں نہیں، اگر کوئی باپ تحریر لکھ دے کہ فلاں وارث کو میری میراث نہ دی جائے، تو اس کا یہ لکھنا بالکل بیکار ہے، شرعاً میراث ضرور ملے گی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۱۳۸۷ھ

---

[1] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان سورہ مائدہ آیت: ۲.

[2] عن انسؓ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة. مشکوٰة شریف ص: ۲۶۶، کتاب الوصایا الفصل الثالث، طبع دیوبند، مفید الوارثین ص: ۹.

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا

سوال:- ایک شخص بے روزگار و بیکار ہے، عیال دار ہے، اسکی بیوی بھی مزدوری سے تنگی کی حالت میں گذر اوقات کر رہی ہے، دونوں میں نکما ہونے کی وجہ سے نبھاؤ نہیں ہوتا، خود جاہل وضدی ہونے کی وجہ سے اور بھاوج کے اشتعال دلانے سے متعدد مرتبہ جھگڑا ہو چکا، اور ایک یا دو بار تین طلاق غصہ میں دے چکا ہے، پھر بھی ساتھ رہتا ہے، جب اس سے پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ نہ میں نے دل سے طلاق دی نہ نیت تھی بلکہ بھاوج کے کہنے سے ڈرانے کے لئے ایسا کہہ دیا ہے، اس صورت میں فرمائیں کہ شرعی کیا حکم ہے، اور بناؤ کی کوئی صورت شرعی نکلتی ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صاف لفظوں میں تین دفعہ طلاق دیدی ہے، چاہے بھاوج کے کہنے سے دی ہو تو طلاق مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں، بیوی کو چاہئے کہ وقتِ طلاق سے تین ماہواری گذار کر دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے[1]، صاف لفظوں میں طلاق دینے کیلئے نیت کا ہونا اور دل سے دینا ضروری نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۷ھ

---

[1] لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره وتمضی عدته. الدر المختار کراچی ص: ۴۱۰، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۴۰، ج: ۵، باب الرجعة، هدایه مع فتح القدیر ص ۱۷۷ ج ۳ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج ۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] صریحه مالم یستعمل الا فیه کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بها وان نوی خلافها اولم ینو شیئاً. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۲۵۰، ج: ۲، (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تین طلاق کے بعد شوہر کے گھر رہنا

سوال:- ہمارے چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، ان کا بڑا لڑکا عمر ۲۰/ سال اوران کی سالی طلاق دیتے وقت موجود تھی اس کے علاوہ سات بچے گھر میں تھے، ایک لڑکی بڑی جس کی عمر ۱۷/سال دوسری لڑکی عمر ۱۶/سال تیسری لڑکی عمر ۱۲/سال چوتھا لڑکا عمر ۱۰/سال پانچویں لڑکی عمر ۵/سال اور ایک چھوٹا لڑکا عمر ۳/سال، اب وہ عورت گھر سے جانا نہیں چاہتی دو سال سے ہمارے بھائی کے پاس ہے، اور بچوں کا خرچہ خود اٹھا رہے ہیں، ہمارے بھائی کبھی گھر جاتے ہیں، ان کی بیوی ان سے بات کرتی ہے، ہمارے بھائی اس کے سوالوں کا جواب دیتے ہیں، اب وہ عورت اس مکان میں رہنا چاہتی ہے، دوسرے گھر جانا نہیں چاہتی، اس عورت کا اس مکان میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق دینے سے نکاح بالکل ختم ہوگیا، اب وہ عورت اس کی بیوی نہیں رہی، بلکہ اجنبیہ ہوگئی، اب دونوں کا ایک جگہ رہنا، بے پردہ بے تکلف تنہائی میں بات چیت کرنا درست نہیں رہا[1]، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی[2]، طلاق کے بعد عدت تین حیض گذرنے پر اس کا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ زکریا ص:۴۵۷، ج:۴. باب الصریح، ان الصریح لا یحتاج الی النیة، شامی زکریا ص: ۴۶۱، ج:۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۴، ج:۳، مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعہ دیانةً الی النیة، النهر الفائق ص ۳۲۱، ۳۲۴ ج۲ باب الطلاق الصریح مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] الخلوة بالاجنبیة حرام. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۵۲۹، ج: ۹، مطبوعہ کراچی ص: ۳۶۸، ج: ۶، کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۲۰۳ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی النظر مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ به ای بالثلاث حتی یطأها غیره. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۴۱۰، ج:۳، مطبوعہ زکریا ص: ۴۰، ج:۵، باب الرجعة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نفقہ بھی واجب نہیں رہا[1] اگر وہ اس طرح رہے کہ آپ کے بھائی سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے وہ الگ جگہ رہے اور بچوں کی پرورش کی وجہ سے اس کو بھی خرچہ دیتے رہیں تو اسکی اجازت ہے، مگر ایک مکان میں نہ رہیں کبھی تنہائی میں نہ ملیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ

تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام

﴿امامت جنازہ معاشرہ وغیرہ﴾

سوال:- (۱) زید نے بقائم ہوش وحواس معززین شہر کے سامنے بجبر واکراہ تین طلاق دیدی، آیا وہ دوبارہ اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے، یا نہیں، نکاح کرسکتا ہے، اگر کرسکتا ہے، تو کن شرائط کے ساتھ؟

(۲) اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے، اس لئے میں نے ایسا کیا، کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟

(الف) کیا امام شافعیؒ یا کسی اور امام کا یہ مسلک ہے، کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح کر کے مطلقہ کو رکھے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) محیط سرخسی ص۸ ج۳ جزء نمبر ۶ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الفکر بیروت، النہر الفائق ص ۴۲۱ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنی فی عدتها رجعیاً کان او بائنا. هدایه ص:۴۴۳، ج:۲، باب النفقة، شامی زکریا ص۳۳۳ ج۵ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، زیلعی ص ۶۰ ج۳ باب النفقة مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنة وبینهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهما ذلک قال نعم واقره، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۲۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۸، ج:۳. باب الحداد، فصل فی الحداد.

(ب) مقلد امام ابوحنیفہؒ ہوکر ایسا کرنا جائز ہے، یانہیں؟

(ج) ایسے شخص کے ساتھ معاشرت خورد ونوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے۔

(د) اگر یہ شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے یانہیں؟

(ہ) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(و) کیا اس کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

(ز) اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد بھی اس بیوی کو مثل منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہئے؟

الجواب حامدً ومصلیاً

(۱) اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی[۱] اب اس سے نکاح حرام ہے،: حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا وَغَیْرَہٗ" (الآیۃ[۲])

(۲) اگر کوئی شخص بیک لفظ تین طلاق دے مثلاً کہے: "اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا" تو یہ طلاق مغلظہ باتفاق ائمہ اربعہ واقع ہوجاتی ہے[۳]، امام شافعی کا اس میں اختلاف نہیں انکے نزدیک بھی تجدید نکاح (بغیر حلالہ) کافی نہیں لہٰذا زید کا قول غلط ہے، ایسا شخص ائمہ اربعہؒ اور اجماع اور نص قطعی کے خلاف کرتا ہے، جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی

---

[۱] ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً فإن طلاقه صحیح أی طلاق المکره، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۳۸ ج ۴ کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعتاق، بحر ص ۲۴۵ ج ۳ کتاب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه مع فتح القدیر ص ۴۸۸ ج ۳ کتاب الطلاق فصل ویقع طلاق کل زوج مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] سوره بقره آیت: ۲۳۰،

ترجمہ:- یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔

[۳] وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انّه یقع ثلاث شامی زکریا ص: ۴۳۴، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۳۳، ج: ۳، کتاب الطلاق، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

توبہ نہ کرے اس سے معاشرت ومجالست ترک کردی جائے، تاکہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے، اسکے جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے[1] البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو، کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں، تو گنجائش ہے۔

زید مذکور کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے[2]، یہی کفارہ بھی ہے کہ عورت مذکورہ کو علیحدہ کردے اور خدا کے سامنے رو کر سچی توبہ کرے، اس نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے، اس مسئلہ پر مستقل رسائل الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلقات المجموعۃ اور الازہار المربوعہ وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے: **وذهب جمهو الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث قال فى الفتح بعدسوق الاحاديث الدالة عليه وهذا يعارض ما تقدم واما امضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصّحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة فلا يمكن الاوقد اطلعوا فى الزمان المتأخر على وجود ناسخ أولعلمهم بانتهاء الحكم لذٰلک لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاؤها فى الزمن المتاخر وقول بعض الحنابلة توفى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم او عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ أما اولا فإجماعهم ظاهر لأنه لم ينقل عن أحدمنهم أنه خالف عمرؓ حين امضى الثلاث ويلزم فى نقل الحكم الاجماعى عن مائة الف تسمية كل فى مجلد كبير لحكم**

---

[1] وهى فرض على كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع وكذا مكابر فى مصر ليلاً بسلاح وخناق لا يصلى على قاتل احد ابويه. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۱۰۷، ج:۳، مطبوعه كراچى ص:۲۱۰، ج:۲، مطلب فى صلاة الجنازة،

[2] ويكره امامة عبد وفاسق ومبتدع اى صاحب بدعة وفى الشامية بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. شامى زكريا ص:۲۹۹، ج:۲، مطبوعه كراچى ص:۵۶۰، ج:۱، باب الامة قبيل، مطلب البدعة خمسه اقسام.

واحد علی أنه إجماع سکوتی واما ثانیا فالعبرة فی نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدین والمائة الف لا یبلغ عدة المجتهدین الفقهاء منهم اکثر من عشرین کالخلفاء والعبادلة وزید بن ثابت ومعاذ بن جبل وانس وابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه والباقون یرجعون الیهم ویستفتون منهم وقد ثبت النقل عن اکثرهم صریحاً بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الاالضلال وعن هذا قلنا لو حکم حاکم بانها واحدة لم ینفذ حکمه (لانه) لایسوغ الاجتهاد فیه فهو خلاف اهـ شامی[1] ص: ۵۵۶، ج: ۲.

اعلاء السنن جلد ۱۱ر کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط و مدلل کلام کیا ہے: من شاء البسط فلیراجع الیه. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸ر شوال ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارن پور ۱۹ر شوال ۶۶ھ

بیوی کو تین طلاق دیکر سالی کو رکھنا

سوال:- ایک شخص نے اپنی عورت کو بار ہا دفعہ کہا کہ تو ابھی چلی جا جہاں تیری مرضی ہو میں نے تم کو چھوڑ دیا اور میں تجھ کو نہیں رکھتا، اور اپنی سالی کو گھر رکھا اور اس کے ساتھ ہم بستری بھی کی اس شخص کی عورت کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب حامدً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اگر عدت ختم ہونے پر سالی سے نکاح کیا

[1] شامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۳، مطبوعہ زکریا ص ۴۳۴ ج ۴، کتاب الطلاق. مطلب طلاق الدور.

ہے نیز اور بھی کوئی چیز نکاح سے مانع نہیں، تو یہ نکاح درست ہے، اگر مطلقہ کی عدت کے اندر سالی سے نکاح کیا ہے، تو یہ نکاح ناجائز ہے[1] مطلقہ کی عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا چاہئے اور اگر بغیر نکاح کے رکھا ہے تو زنا ہے، جو قطعاً حرام ہے، اس کو علیحدہ کرنا لازم ہے، مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ عدت گذار کر اس کو نکاح کرنا دوسری جگہ درست ہے، لیکن طلاق دینے والے شخص سے بغیر حلالہ درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱۰/۵۷ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/شوال ۵۷ھ

تین طلاق کے بعد نکاح

سوال:- ایک شخص اپنی عورت کو تین چار بار یہ لفظ کہتا ہے کہ تجھ کو میں طلاق دیتا ہوں میں تجھ کو نہیں رکھتا، اگر رکھوں تو ماں بہن کر کے رکھوں ان الفاظ کے کہنے کے بعد اسکی عورت کو کون سی طلاق ہوئی اور مرد پھر اسکے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کیا صورت ہے، مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تین مرتبہ صریح الفاظ میں طلاق دینے سے مغلظہ ہوجاتی ہے،[3] پھر اگر نکاح کرنا چاہے تو

---

[1] واذا طلق امرأته طلاقا بائناً او رجعياً لم يجز له ان يتزوج باختها حتى تنقضى عدتها هدايه ص: ۳۱۰، ج: ۲، كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتاب ديوبند. عالمگيرى ص ۲۷۹ ج ۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۳۸ ج ۳ كتاب النكاح فصل فى المحرمات.

[2] وان كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگيرى ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، المحيط للسرخسى ص ۸ ج ۳ جزء ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] ولو قال لزوجته انت طالق انت طالق انت طالق طلقت ثلاثاً. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کی صورت یہ ہے کہ وہ عورت عدت گذار کر کسی دوسرے شخص سے با قاعدہ شریعت کے مطابق نکاح کرے، اور وہ شخص اس سے صحبت کرے پھر اس کو طلاق دے یا مر جاوے پھر عورت عدت گذارے تب اس عورت کا نکاح اس تین طلاق دینے والے سے درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں ہے: **وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها لا مطلقة بهاای بالثلاث لو حرة وثنتین لوامة حتیٰ یطأها غیره بنکاح نافذ وتقضی عدته ای الثانی درمختار**[1] **ص: ۱۷۴، ج: ۲.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق کے بعد نکاح

سوال: -میاں بیوی میں کسی بات پر تکرار ہوگیا، عورت بچوں کو لے کر میکے چلے آئی، گاؤں والوں کے کہنے سے پھر بچوں کو لے کر شوہر کے گھر گئی وہاں بچوں کو چھوڑ کر چلی آئی، لڑکی کی ماں پھر لڑکی کو ہمراہ لے کر شوہر کے پاس چلی، راستہ میں شوہر اور چند گاؤں کے آدمی مل گئے، بات چیت ہوئی، مگر شوہر رکھنے کیلئے اور گھر لے جانے کیلئے تیار نہ ہوا، اور بیوی کو مارا، بیوی نے شوہر کو مارا، آخر میں شوہر نے کہا میں نے تجھے تین طلاق سچے دل سے خدا کو گواہ بنا کر دی، اور عورت نے بھی عورتوں میں کہا کہ میں نے بھی خدا کو گواہ بنا کر سچے دل سے طلاق قبول کی، اور میکے چلی آئی، اس کے بعد لڑکے کے باپ بھائی بڑے لڑکے سے نکاح کرنے کیلئے مصر ہیں، عورت تیار نہیں شرعاً کیا حکم ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) الاشباه والنظائر ص ۲۱۹ القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولیٰ من اهماله مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند، عالمگیری ص: ۳۵۵، ج: ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، مطبوعه مصر، تاتارخانیه ص ۲۸۹ ج۳ نوع آخر تکرار الطلاق وایقاع العدد مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة البحر الرائق ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامدً ومصلیاً

طلاقِ مغلظہ ہوکر وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی، اب اسکو کوئی شخص مجبور نہیں کرسکتا، کہ فلاں شخص سے نکاح کر، اس کا دل چاہے تو عدت گذار کر اپنے خاندان میں اپنی مرضی کے موافق نکاح کرسکتی ہے، حلالہ کے بعد طلاق دینے والے شخص سے بھی نکاح درست ہوسکے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

طلاق کے بعد عدت میں نکاح

سوال:- حسن محمد خاں نے اپنی منکوحہ بیوی مسماۃ سردارنی کو بوجہ بے التفاتی اور زبان درازی کے جنوری ۱۹۴۲ء میں ایک طلاقِ دیدی پھر اس کو سمجھایا گیا، نہ سمجھنے پر ایک ماہ بعد اسکو دوسری طلاق دیدی گئی، بعدازاں ۱۹۴۳ء میں اس کو تیسری طلاق تحریری دیدی، اب میری برادری مسماۃ سردارنی کو میرے گھر آباد کرنا چاہتی ہے، اب کیا کریں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری طلاق کے بعد رجعت کرلی ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لیکر شوہر وبیوی کی طرح رہنا شروع کردیا تھا، اور پھر تیسری طلاق دی ہے، یا دوسری طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل تیسری طلاق دی ہے تو اب وہ مغلظہ ہوگئی ہے، اس عورت کو رکھنا حرام ہے،

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها، اويموت عنها عالمگيرى ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، المحيط للسرخسى ص ۸ ج ۳ جزء ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، هدايه ۳۹۹ ج ۲، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

جواز کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر عورت کسی شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ ہم بستری کے بعد طلاق دے یا مرجائے، تو عدت گذار کر آپس میں نکاح درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں[1] اور دوسری طلاق کی رجعت نہیں کی یہاں تک کہ عدت ختم ہوگئی، پھر تیسری طلاق دیدی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ بیکار گئی، اس صورت میں اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے، بغیر نکاح کے رکھنا پھر بھی درست نہیں[2] لیکن اس نکاح کے بعد اگر پھر طلاق دیگا تو ایک طلاق سے مغلظہ ہوجائیگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۷/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۸/۷/۶۲ھ

طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور پھر تجدید نکاح سابق

سوال: - ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاق بائن دیا، پھر دوسرا ایک مرد عدت کے اندر عورت مطلقہ سے نکاح کر کے برابر جماع کرتا تھا، اور بی بی ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی، یہاں تک کہ چار حیض اسی کے نکاح میں رہی پانچ حیض کے بعد مرد نے تجدید نکاح کرلیا، کیا نکاح ثانی صحیح ہوا،

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوى ديوبند، المحيط للسرخسى ص ۸ ج ۳ جز ۶، كتاب الطلاق مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] وينكح مبانته بمادون الثلاث فى العدة وبعدها بالاجماع الدرالمختار على الشامى زكريا ص: ۴۰، ج: ۵، مطبوعه كراچى ص: ۴۰۹، ج: ۳، باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۲ كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۲۵۷ ج ۲ فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه امداديه ملتان.

اور عدت کے اندر نکاح کیا معصیت ہوئی اسلئے شرعاً اس کی کیا سزا ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ کس لفظ سے تین طلاق بائن دیا، لہٰذا جواب میں بائن اور مغلظہ کے متعلق کوئی قطعی حکم نہیں تحریر کیا جاتا صرف آپ کی مزعومہ صورت (وقوع مغلظہ) کا حکم بیان کیا جاتا ہے اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تھی تو عورت کے ذمہ (بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو) واجب تھا، کہ عدت گذار کر کسی دوسرے شخص سے شریعت کے موافق نکاح کرتی اور پھر بعد صحبت کے وہ شخص اگر فوت ہوجاتا یا طلاق دیدیتا تو عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح درست ہوتا[1] صورتِ مسئولہ میں وقوع طلاق کے بعد عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے، اگر دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ یہ عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ناجائز ہے، تب تو یہ نکاح قطعاً باطل اور زنا محض ہوا[2] اور حلالہ کے لئے نکاح صحیح لازم ہے، نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ اس نکاح کے بعد طلاق بھی واقع نہیں ہوئی لہٰذا شوہر اول نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہوا، جس نے عدت کے اندر نکاح اور جماع کیا ہے، اس کے ذمہ توبہ واستغفار لازم ہے، حکومتِ اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ ذیقعدہ ۵۸ھ

---

[1] لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ بها ای بالثلاث لو حرة وثنتین لو امة ولو قبل الدخول وما فی المشکلات باطل او مؤول کما مرّ حتی یطأها غیره وتمضی عدته ای الثانی. الدر المختار علی الشامی زکریا ص:۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، المحیط للسرخسی ص۸ ج۳ جزء۶، کتاب الطلاق، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۴۷۳ ج۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه کوئٹه.

[2] واما منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونها زنا کما فی القنیة وغیرها. شامی زکریا ص۱۹۷ ج۵، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کوطلاق دی۔ بعد میں بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہوں اور وہ شخص بھی اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے جس کی وہ بیوی تھی اور طلاق کے متعلق دونوں شوہر و بیوی کہتے ہیں کہ دوطلاق کے بارے میں تو یاد ہے، مگر تیسری طلاق کے بارے میں مغالطہ ہے کہ دی ہے یا کہ نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس واقعہ کو چھ سات ماہ ہو چکے ہیں۔ اب وہ عورت نکاح میں آ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اگر غالب گمان یہی ہے کہ صرف دوطلاقیں دی ہیں، تیسری طلاق کا غالب گمان نہیں، شک کے درجہ میں ہے اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے سامنے طلاق دی ہو تو اب دوبارہ نکاح کی اجازت ہے۔ لیکن اگر غالب گمان تیسری کا بھی ہے تو اب بغیر حلالہ کے نکاح سے پرہیز کیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/ ۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه کراچی ص: ۵۱۶، ج:۳، باب العدة. مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، تاتارخانیه ص۴ ج۳ کتاب النکاح الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة الخ، مطبوعه کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر کتاب النکاح.

(صفحه هذا) [1] ولو شک أطلق واحدةً أو اکثر بنی علی الاقل الا أن یستیقن بالأکثر أو یکون اکبر ظنه الخ در مختار مع الشامی زکریا ص۵۰۸ ج۴ کتاب الطلاق باب الصریح قبیل باب طلاق غیر المدخول بها، إذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها وإن کان الطلاق ثلاثا فی الحرة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها الهندیة ص۴۷۲ ج ۱ فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، طبع کوئٹه

تم الجزء الثامن عشر بحمد
اللہ واحسانہ وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ
وکرمہ ویلیہ الجزء التاسع عشر
اولہ باب الطلاق بالکنایات انشاء
اللہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک انت
السمیع العلیم وتب علینا انک
انت التواب الرحیم بحرمۃ
حبیبک سید المرسلین وصلی اللہ
تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ
اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ
جامعہ محمودیہ میرٹھ

AGE24\AU.
not found.

باب ششم

کنایات طلاق

بعض الفاظ کنائی

سوال:- بیان مدعیہ زوجہ!

مجھے خبر ملی کہ میرا خاوند آیا ہوا ہے تو میں بچوں اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس گئی اور آہ وزاری کر کے اس کو گھر میں لے آئی پھر گھر میں وہ مجبور کرتا تھا، میں نے اس سے کہا کہ تو میرے ساتھ گذران کیوں نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے، تو مجھے اپنا ارادہ بتا، تو اس نے جواب دیا کہ میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے، اور نہ تو میری زوجہ ہے تیرا میرا نکاح نہیں ہوسکتا، کیوں کہ تو شیعہ ہے، اور میں سنی، تم مجھ پر حرام ہو اور میں اس دن سے جب کہ تیری والدہ کے گھر سے پھاڑ توڑ گیا تھا تو قطعاً کر کے گیا تھا کیوں کہ میں اہل سنت والجماعت ہوں اور پابند شرع شریف ہوں اور نہ تیرے ساتھ میں گذارہ کرتا ہوں اور نہ تو میری زوجہ ہے، اس کے بعد اسکے ماموں وغیرہ نے کہا کہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور گھر میں اپنے بچوں کے پاس آیا کر، کیوں کہ انہوں نے مجھ کو بھیجا ہے، اس نے پہلے ہم کو جواب دیا کہ یہ میری زوجہ نہیں ہے، یہ اپنے ماموؤں کی زوجہ ہے۔

اس سے کہا گیا: کہ عورت خاوند میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، اور صلح بھی ہوتی رہتی ہے،

تیرے چھوٹے بچے ہیں تو ان کو خرچ وغیرہ تو دے تو اس نے جواب دیا۔ ''کہ میں اپنی عورت کو نہیں چاہتا۔'' تو اس سے کہا، کہ اگر تو عورت کا خرچ نہیں دیتا، تو اپنے معصوم بچوں کا تو خرچ دے تو اس نے کلمہ پڑھ کر کہہ دیا۔ ''کہ نہ میرا دل اس زوجہ کو رکھنا چاہتا ہے اور نہ میں اس کے گھر جاؤں گا، اور نہ خرچ وغیرہ دوں گا، میری طرف سے آزاد ہے، جدھر اس کا دل چاہے جا سکتی ہے۔''

اس سے کہا گیا۔ ''اگر تو ایسا نہیں چاہتا تو چل شرع شریف اور شریعت پر چل کر فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ تو چند دفعہ شریعت کے خلاف الفاظ کہہ چکا ہے، اس نے کہا کہ اگر تم شریعت پر جاؤ تمہاری مرضی، اگر عدالت پر جاؤ، تمہاری مرضی، میری وہی بات ہے، کہ یہ مجھ سے آزاد ہے، اور میں اسے آباد کرنا نہیں چاہتا ،اس کے بعد یہ تمام سامان گھر اٹھا کر چلا گیا۔

یہ بیان شہزادہ زوجہ الٰہی بخش کے ہیں۔

بیان خادم حسین: آپ کوشش کریں کیوں کہ وہ آپ کا شاگرد ہے، آپ کی بات مان لے گا، میں نے چند آدمی کے سامنے اس سے کہا کہ چلو صلح کرادوں، اس نے کہا: کہ استاد چاہے مجھے قتل کردو، یا بازار میں فروخت کردو، میں اس سے صلح نہیں کروں گا، میں نے تو اس سے قطع تعلق کر لیا ہے ، یہ الفاظ زوجہ اور شاہد کے بیان ہیں، کیا یہ الفاظ طلاق کنایہ کے ہیں، یا نہیں، کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں۔

---

[1] ولو قال ما انت لی بامراة او لست لک بزوج ونوی الطلاق یقع عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ وعندهما لا یقع ولو قال انا منک بائن او انا علیک حرام ونوی الطلاق یقع ولو قال فی حال مذاکرة الطلاق باینتک او ابنتک او ابنت منک او لا سلطان لی علیک او سرحتک او وهبتک لنفسک او خلیت سبیلک او انت سائبة او انت حرة او انت اعلم بشانک فقالت اخترت نفسی او خلیت سبیلک او انت سائبة او انت حرة او انت اعلم بشانک فقالت اخترت نفسی یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق لا یصدق قضاءً ولو قال لها لا نکاح بینی وبینک او قال لم یبق بینی وبینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی. (عالمگیری ص: ۳۷۵، ج: ۱) الفصل الخامس فی الکنایات، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۳۶، ۴۰ ج ۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۳۴، ۵۳۵ ج ۴ باب الکنایات، مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر الٰہی بخش کو ان الفاظ کا اقرار ہے، یا یہ گواہ جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہیں شرعاً معتبر اور ثقہ ہیں تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی[1]، عدت کے بعد عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۷/۳/۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

صریح وکنایہ جیسے میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین کا حکم

سوال:- بعد سلام مسنون آنکہ میرا نکاح مطابق شرع شریف ہمراہ مسماۃ خاتون دختر شیخ عبدالغنی سے عرصہ تقریباً سات آٹھ سال ہوئے ہوا تھا اور اس وقت سے وہ آج تک بطور زوجہ میرے گھر میں آباد رہی بوجہ باہمی نفاق کے ودیگر معاملات بد سے بدتر ہو کر زہر خورانی وایک دوسرے کے مارنے تک پہنچ گئے، پنچایت ہو کر میری سسرال والوں کا میرے گھر اور میرا ان کے گھر جانا بند ہو گیا، لیکن میری بیوی میرے پاس رہی، اب کل بوقت شب میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ بلا اجازت میری اپنے تایا زاد بھائی کے گھر کا بہانہ کر کے اپنے والدین کے گھر پہنچی اتفاق سے میں بھی آٹھ نو بجے رات کو گھر آ گیا میں نے جب ہر دو اہلیہ کو گھر پر موجود نہ پایا تو اپنی بیوی کے تایا کے گھر جا کر دریافت کیا کہ میرے گھر سے یہاں آئی ہیں، لیکن اس کے تایا زاد بھائی مسمی محمد مطلوب اور اس کی تائی نے انکار کیا کہ یہاں پر کوئی نہیں آیا راستہ میں میں نے اس کے باپ کے گھر سے جو میں نے اپنی بیوی کی آواز سنی تو نوکر کو جو اس کے ہمراہ تھا، آواز دی نوکر مع چھوٹی بچی کے باہر آیا میں نے بچی کو لے لیا اور نوکر سے کہا کہ گھوڑی باندھ دو، عقب سے میرا لڑکا بعمر چھ سات سال آیا میں نے اس کو زبانی کہلا بھیجا کہ تم اپنی ہر دو والدہ کو کہہ دینا کہ اس وقت میرے پاس نہ آنا بجائے اس کے میری ہر دو اہلیہ مع میری خوش دامن مع اپنے لڑکے اور بھیجتے اور

تین دیگر لڑکوں کے پہنچی۔ محمد مطلوب میری اہلیہ کا برادر تایازاد بھی ہمراہ تھا، اس طرح ان کا بطور حمایت ہمراہ آنا اس وقت مجھے رنجز دہ ہوا کیونکہ میرے اور ان کے معاملہ بدترین درجہ سے تجاوز کئے ہوئے تھے، ان کے پہنچنے پر میں نے پہلے دوسری بیوی کے دو تھپڑ بطور تنبیہ ماری اور کہا کہ تو ان کے ہمراہ کیوں گئی وہ تیرے کیا لگتے ہیں جب کہ وہ میری جان کے دشمن ہیں پھر مسماۃ خاتون دختر عبدالغنی کے دو تھپڑ مار کر کہا کہ تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو خود تو گئی ہمراہ دوسری کو بھی لے گئی اور بحالت غصہ سختی سے کہا کہ ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے، جو میرے کہنے کے خلاف عمل کرے اپنے گھر جاؤ اسی عرصہ میں دوسرے اعزہ آ گئے وہ سمجھانے لگے میں نے کہہ دیا، میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین، اس کے بعد قاضی صاحب کو بلا لیا گیا قاضی صاحب نے سب معاملہ سن کر کہا کہ چونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے، طلاق ہو چکی نہ تم اب اس کو رکھ سکتے ہو اور نہ ہم چھوڑ سکتے ہیں، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس صورت میں۔

کیا مسماۃ خاتون کو طلاق شرعی ہو چکی یا دیگر صورت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تمام عبارت سوال میں ایک جگہ تو لفظ طلاق صراحۃً مذکور ہے، ''کہ ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے کہ جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں، شوہر کے کہنے کے خلاف کرنے سے شرعاً اس لفظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اس سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار حاصل رہتا ہے[1] اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے[2] دوسرا لفظ اپنے اپنے گھر جاؤ، یہ کنایہ ہے پس اگر اس لفظ سے طلاق کی

[1] وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فى الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، كنز مع البحر كوئٹه ص ۵۰ ج ۴ باب الرجعة.

[2] وله ان يتزوج مبانته بما دون الثلاث فى الحرة فى العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۵۶ ج ۴، (بقیہ آئندہ پر)

نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاقِ بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے، رجعت کا حق باقی نہیں رہا اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی۔

صریحہ: مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق و مطلقة ویقع بھا واحدة رجعیة وان نویٰ خلافھا او لم ینوشیئاً (تنویر[1]) وما یصلح جوابا ورداً لا غیر اخرجی اذھبی اغربی قومی تقنعی تخمری استتری وما یصلح جواباً وشتماً خلیة الیٰ قولہ وفی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذٰلک لاحتمال الرد والسب الا فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم الیٰ قولہ والحق ابویوسفؒ بخلیة وبریة وبتة وبائن وحرام اربعة اخری ذکرھا السرخسی فی المبسوط وقاضی خان فی الجامع الصغیر واٰخرون وھی لا سبیل لی علیک لا ملک لی علیک خلیت سبیلک فارقتکِ ولا روایة فی خرجت من ملکی. قالوا ھو بمنزلة خلیت سبیلک وفی الینا بیع الحق ابویوسفؒ بالخمسه ستة اخریٰ وھی الاربعة المقدمة وزاد خالعتک والحقی باھلک الیٰ قولہ انتقلی وانطلقی کالحقی وفی البزازیة وفی الحقی برفقتک یقع اذا نویٰ (کذا فی البحر الرائق اعالمگیری[2] ج: ۱، ص: ۳۷۵) **والبائن یلحق الصریح.** (تنویر[3])

(گذشتہ کا بقیہ) باب الرجعة، فصل، تاتارخانیہ کراچی ص۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

(صفحہ ہذا) [1] تنویر مع الشامی کراچی ص: ۲۴۷، ج:۳، شامی نعمانیہ ص: ۴۲۹، ج:۲. باب الصریح، مجمع الأنھر ص ۱۱، ۱۲ ج۲ باب ایقاع الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع کراچی ص ۱۰۱ ج۳ کتاب الطلاق، فصل ومنھا النیة فی احد نوعی الطلاق.

[2] عالمگیری ص: ۳۷۴، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، مطبوعہ کوئٹہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۱، ۳۰۲ ج۳ باب الکنایات، فتح القدیر ص۶۵، ۶۶ ج۴ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

آگے چل کر سوال میں درج ہے ''میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک، دو، تین، سوال کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بیوی کے لئے نہیں کہی گئی بلکہ بیوی کے رشتہ داروں کے لئے (جن سے کہ شوہر کو اذیت پہنچی ہے) کہی گئی ہے، نیز یہاں لفظ طلاق بھی مذکور نہیں، اس لئے اس لفظ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ اگر شوہر کی نیت بیوی کو طلاق دینا ہے اور اسی نیت سے یہ لفظ کہا ہے اور مراد ایک طلاق دو طلاق تین طلاق ہے تو جس بیوی کو کہا ہے، اس کو طلاق واقع ہو کر مغلظ ہو گئی ہے، ایک سوال اسکے خلاف بھی آیا ہے اس کے مطابق اس پر جواب تحریر کر دیا ہے، حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آخری فیصلہ کر دیا کا حکم

سوال:- زید کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے میں چلی گئی عورت کے لواحقین نے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دینا، آج دیدے اس کہنے پر زید نے سخت غیظ وغضب میں کہلا بھیجا کہ ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا، تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیر کیں لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے اور بھڑکتا گیا، اور یہاں تک لکھ دیا کہ میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کر سکتا ہوں اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی اب میں نہیں رکھ سکتا ان تمام باتوں کے بعد زید اس طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہنچ گیا مگر وہاں سے اس کے دوست سمجھا بجھا کر

(گذشتہ کا بقیہ) ۳ تنویر الابصار مع الدر المختار کراچی ص: ۳۰۶، ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص ۴۶۹، ج۲، مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن. باب الکنایات، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

واپس لے آئے ایک شخص کے یہ دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا جواب دیا کہ میں نے فائنل کر دیا، (یعنی آخری فیصلہ کر دیا) اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہئے اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی نہیں رکھوں گا، جب کہ یہ سب باتیں ہو رہی تھیں، تو زید کی بیوی حاملہ تھی ان جوابات کے بعد اس کے بچہ ہوا اب عورت کو ماں باپ اس کے شوہر کے گھر بھیجنا چاہتے ہیں ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے، یا نہیں اور عورت کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کیسی براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرمائیں!

الجواب حامداً ومصلیاً

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نقل نہیں کیا گیا اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ تحریری طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو: **ولو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقرارًا بالطلاق وان لم يكتب اهـ** (درمختار[1] ج:۲، ص: ۴۶۲) اگر طلاق کی کوئی صفت بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقعی ہوئی ''آخری فیصلہ کر دیا'' کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق مغلظہ دیدی تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائن دے دی تو طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا، (اگرچہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا[2] اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کو نہیں کہا بلکہ اس

---

[1] شامی نعمانیه ص: ۴۲۹، ج:۲، شامی کراچی ص: ۲۴۶، ج:۳، قبیل باب الصریح. مطلب فی الطلاق بالکتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۷۹ ج۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالکتاب، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج۳ باب الطلاق الصریح.

[2] وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا ویقع بباقیها البائن ان نواها او الثنتین وثلاث ان نواه. (الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص: ۴۶۵، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۰۱، ج:۳) باب الکنایات، النهر الفائق ص ۳۵۶، ۳۵۸ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ ج۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر محض طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے[1] بعد عدت تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، طلاق مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے، یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گذرنے کے بعد عورت کسی اور شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے، تو پھر اس کی عدت ختم کر کے پہلے شوہر سے نکاح درست ہو جاتا ہے، اس سے قبل درست نہیں ہوتا[2] اور جس عورت کو حالت حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

طلاق کی مختلف صورتیں

سوال:۔(۱) ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق دیا۔

(۲) ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق، بحذف لفظ دیا۔

''یقع الطلاق الغلیظ البائن فی هاتین الصورتین المذکورتین قضاء ولاتتعلق الدیانة فیهما مطلقاً کماتدل علیه العبارات الفقهیة وظاهر کلام المطلق فحینئذ تکون الصورة'' ایک طلاق بائن دو طلاق بائن تین طلاق بائن یا تین

---

[1] واذا اطلق الرجل امرأته تطلیقه رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها. (عالمگیری ص: ۴۷۰، ج:۱) باب الرجعة، مجمع الأنهر ص۸۰ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بهاثم یطلقها او یموت عنها. (عالمگیری ص: ۴۷۲، ج:۱ فصل فیما تحل به المطلقة، باب الرجعة، مجمع الانهر ص۸۷،۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل الخ.

[3] وان کانت حاملاً فعدتها ان تضع حملها. (هدایه ص: ۴۲۲، ج:۲، باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص۵۲۸ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۳۳ ج۴ باب العدة.

طلاق بائن،''وهذا سواء اظهر المطلق لفظ دیا (النية الحكمية او اخفیٰ لانها باقية فی نيته ولان النية المعنوية كافية فی باب الطلاق فی بعض الصوردون اللفظية وهذا فی فهمی فكيف التحقيق عند حضرتكم فی الصورتين ''(المذكورتين)

(۳) ایک طلاق دوطلاق تین طلاق بائن دیا۔

(۴) ایک طلاق دوطلاق تین طلاق بائن بحذف لفظ دیا۔

''هاتان الصورتان ايضاً كالصورتين المذكورتين فی وقوع الطلاق الغليظ ويتعلق لفظ بائن فی كلتی الصورتين لكل لفظ طلاق المذكور فيهما بعد بيان الزوج اوقبله وقضاء وديانةً ام كيف الحكم''

(۵) ایک طلاق دوطلاق بائن طلاق دیا۔

(۶) ایک طلاق دوطلاق بائن طلاق بحذف لفظ دیا۔

(۷) ایک دوتین طلاق بائن طلاق دیا۔

(۸) ایک دوتین طلاق بائن طلاق بحذفہ۔

(۹) ایک دوتین بائن طلاق دیا۔

(۱۰) ایک دوتین بائن طلاق بحذفہ۔

(۱۱) ایک دوتین بائن دیا۔

(۱۲) ایک دوتین بائن بحذفہ۔

''وجهوا حكم هذه الصورة مرقومة الصور هل يقع طلاقان بائنان عند بيان الزوج بتوصيف لفظ بائن للطلاقين المذكوتين قبله ديانة والحال انه اعادلفظ الطلاق بعد لفظ بائن ،وهو يشيرانه طلاق ثالث عليحدة والا لماكرره مثلثا وهذا كمافهمت وما رايكم الشريف هل تحملونه علیٰ التاكيد والبيان ام كيف الامرفی نفس الامر بينوابالتفصيل توجروا بالاجر

الجزیل من عند ربکم الجلیل وماالحکم فی بقیة الصورالاٰتیة بالذیل اکتبواھا بالدلائل مع الحد الفاصل''

(۱۳) ایک طلاق دوطلاق بائن دیا۔

(۱۴) ایک طلاق دوطلاق بائن بحذف لفظ دیا۔

(۱۵) ایک طلاق بائن طلاق دیا۔

(۱۶) ایک طلاق بائن بحذفہ۔

(۱۷) ایک دوبائن دیا۔

(۱۸) ایک دوبائن بحذفہ۔

مسئلہ صاف طلاق

صورت(۱) ایک طلاق دوطلاق تین طلاق صاف طلاق دیا۔

(۲) ایک طلاق دوطلاق تین طلاق صاف بحذف النسبۃ۔

(۳) ایک طلاق دوطلاق صاف طلاق دیا۔

(۴) ایک دوصاف طلاق دیا۔

(۵) ایک دوصاف طلاق بحذفہ۔

(۶) ایک دوتین صاف طلاق دیا۔

(۷) ایک دوتین صاف طلاق بحذفہ۔

(۸) صاف طلاق دیا۔

(۹) صاف طلاق

(۱۰) صاف واف کردیا۔

'' فما فتواکم فی مسئلة صاف طلاق اھو مرادف بسرحت ام داخل تحت اذیال الکنایات کماھی القاعدة الفقھیة ،ولقد غلب فی عرفنا لفظ

''صاف'' عند الطلاق بین العوام وهم یستعملونه موقع الثلاث وتدل علیه القرائن والاطوار .فلا نتذکرهٰهنا القاعدة المشهورة الفقهیه العرف قاض'' عند نقل الفتویٰ ام لا بینوا بالتشریح مع الحکم الصریح (اردو) تو طلاق بغیر طلاق (عربی) انت طالق بغیر طلاق، اوانت مطلقة بغیر طلاق ماقولکم یااصحاب الافتاء فی هذه الصورة المشهورة فی عرفنا ورواجنا بغلبة الاستعمال الایقع الطلاق بالنظر الیٰ ترکیب الجملة هٰهنا لان فیها اقالة الحقیقة وابطالها نبغی لفظ طلاق ظاهراً ام کیف یدورالحکم قد ترددت فی هذه المسئلة ووقعت فی الشبهات اللفظیة والمعنویة حرروا جواب هذه المسئلة بالبیان الشافی مع الدلیل الکافی وانطباقها علیٰ کلمات الکتب المعتبرة المتداولة واقتباسها علیٰ الامثال والنظائر مع وفور الدلائل والاجتناب عن الطائل والتوجه الیٰ سوال السائل توجروابالعاجل''

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) تقع المغلظة[۱] (۲) تقع المغلظة کما کتبتم (۳) تقع المغلظة (۴) تقع المغلظة'' کمافی الصورتین الاولیین سواء کان تعلق البائن بکل من الطلقات الثلاث اوبالمجموع (۵) تقع المغلظة الا ان یقول الزوج انی اردت ان اجعل الرجعیتین بلفظ (بائن طلاق دیا) بائنین فیعتبرقولهٗ بالحلف[۲] (۶) حکمه حکم الخامس (۷) تقع المغلظة[۳] الاان یکون العرف

---

[۱] لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلٰثاً الخ الاشباه والنظائر ص ۲۱۹ القاعدة التاسعة اعمال الکلام اولی من اهماله، شامی کراچی ص۲۹۳ ج۳ باب طلاق غیر المدخول بها، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

[۲] والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

ان یذکر قبل الطلاق لفظ ایک دوتین للتنبیه والایقاظ فیقع البائن.

(۸) حکمه حکم السابع (۹) حکمه حکم السابع (۱۰) حکمه حکم السابع (۱۱) حکمه حکم السابع (۱۲) حکمه حکم السابع (۱۳) حکمه حکم الخامس (۱۴) حکمه حکم الخامس (۱۵) تقع الطلقتان البائنان[۱] الا ان یقول ان اردت ان اجعل الرجعی بائناً بلفظ بائن طلاق دیا[۲] (۱۶) هذه طلقة واحدة بائنة[۳] (۱۷) تقع الطلقتان البائنتان (۱۸) حکمه حکم السابع عشر.

(۱) تقع المغلظة (۲) تقع المغلظة (۳) تقع المغلظة الا ان یقول انی اردت بلفظه صاف طلاق دیا ، انه طلاق صریح لیس فیه کنایة فیصدق بالیمین فتقع الطلقتان (۴) تقع الطلقتان (۵) تقع الطلقتان (۶) تقع المغلظة (۷) تقع المغلظة (۸)هذه طلقة واحدة (۹) هذه طلقة واحدة (۱۰) هذه طلقة واحدة فی عرفنا لفظ صاف لایستعمل موقع الثلاث بل یستعمل فی مقابل الکنایة اما عرفکم فانتم اعلم به ،والعرف فی الشرع له اعتبار لذا علیه الحکم قدیدار"[۴]

فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

حرره العبد محمود غفرلهٗ المبتلیٰ بامانة الافتاء بدارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ إذا قال لامرأته انت طالق وطالق وطالق ولم یعلقه بالشرط إن کانت مدخولة طلقت ثلاثاً عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵ ج۱ الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

(صفحه هذا) ۱ والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح بان قال لها انت طالق ثم قال لها أنت بائن تقع طلقة أخر عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج۱ الفصل الخامس فی الکنایات، شامی کراچی ص۳۰۶ ج۳ باب الکنایات.

۲ طلقها واحدة بعد الدخول فجعلها ثلاثاً صح، کما لو طلقها رجعیاً فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً شامی کراچی ص۳۰۵ ج۳ کتاب الطلاق، باب الکنایات.

۳ انت طالقٌ بائن الی قوله فهی واحدةٌ بائنة إن لم ینو ثلاثاً، هدایه ص۳۷۰،۶۰ ج۲ ص۳۶۹،۳۷۰ ج۲ فصل فی تشبیه الطلاق الخ، کتاب الطلاق، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی کراچی ص۲۷۶،۲۷۷ ج۳ باب الکنایات.

۴ سوال وجواب میں چونکہ عوام کے لئے کوئی خاص فائدہ کی چیز نہیں (بقیہ آئندہ پر)

فلانۃ بنت فلانۃ علیّ حرام کا حکم

سوال:- ماقولکم ایها العلماء العظام والفضلاء الکرام فی حق رجل قال لا مرأته فی حالة الغضب بغیر نیة الثلاثة وبغیر حضورها فلا نة بنت فلانة علی حرام ویطرح ثلاثة مدر فی مرة الاولیٰ حتی یقرر هٰذه الکلمة ثلاثة مرار وقعت الطلاق البائنة ام المغلظة ایجوز نکاح الرجل المذکور بالتحلیل او بغیر التحلیل بینوا مع عبارات الکتب بالشرح والتفصیل!

الجواب حامداًومصلیاً

ان قال هٰذه الکلمة ثلاث مرات بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیة والثالثة لان البائن لا یحلق البائن (کما صرح فی الدر المختار[1] ص: ۷۲۶، ج:۲) وان قال مرة ونویٰ بها الثلاث وقعن وان نویٰ بها واحدة تقع واحدة وان نویٰ بهاظهاراً کان ظهاراً وان ایلاء کان ایلاءً، قال لا مرأته انت علی حرام ونحو ذٰلک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم اولم ینو شیئاً وظهار ان نویٰ وهدر ان نوی الکذب دیانة وامّا قضاءً فایلاء قهستانی وتطلیقة بائنة ان نوی الطلاق وثلاث ان نواها ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه لغلبة العرف ولذا لا یحلف به الا الرجال اهـ (درمختار[2] ج:۲، ص: ۸۵۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) اسلئے سوال وجواب کا ترجمہ نہیں کیا گیا تاہم اگر کسی کو اسکے سمجھنے کا شوق ہو تو کسی اہل علم سے سمجھ لے۔

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۸، ج:۳، باب الکنایات. مطلب الصریح یلحق الصریح الخ، المحیط البرهانی ص۴۸۰ج۴ نوع آخر فی الرجوع عن التفویض، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، تاتارخانیه کراچی ص۳۷۳ج۳ ومما یتصل بهذا الفصل ایقاع الطلاق علی المبانة.

[2] الدرا لمختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۳، مطبوعه نعمانیه ص۵۵۳، ج۲، مطلب فی قوله انت علی حرام، باب الایلاء، مجمع الأنهر ص۱۰۰ ج۲ باب الإیلاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۴۶۸ باب الایلاء.

لفظ حرام سے طلاق

سوال:- ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی خانگی معاملات کی تکرار پر غصہ کی حالت میں یوں کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے، اور میرے گھر سے نکل جاؤ اپنے باپ کے یہاں چلی جاؤ اس کے بعد زوجہ مذکورہ دو ماہ شوہر کے پاس رہی اور صحبت بھی بدستور سابقہ ہوتی رہی، دو ماہ بعد زوجہ مذکورہ برضامندی شوہر اپنے باپ کے یہاں پہنچی اس نے یہ واقعہ تکرار مع ان الفاظ کے جو اوپر تحریر ہے اپنے والدین سے بیان کیا یہ سن کر والدین نے لڑکی کو شوہر کے ہمراہ اب تک نہیں بھیجا اور کہتے ہیں طلاق پڑ گئی، اس تکرار کو جو شوہر سے ہوئی تھی، پانچ ماہ ہو گئے۔ پس صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے، اگر طلاق پڑ گئی تو جواز کی کیا صورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ایک طلاق پڑ گئی، اور وہ بائن پڑی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے: **وان کان الحرام فی الاصل کنایة یقع بها البائن لانه لما غلب استعماله فی الطلاق لم یبق کنایة ولذا لم یتوقف علیٰ النیة او دلالة**

(گذشتہ صفحہ کا سوال وجواب کا خلاصہ) ؎ **خلاصة سوال**: علماء کرام اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جس نے اپنی بیوی کے بارے میں بحالت غضب بلا نیت ثلاثہ بیوی کی غیر موجودگی میں کہا **فلانة بنت فلانة** مجھ پر حرام ہے، پہلی دفعہ میں اس نے تین کنکریاں پھینکیں یہاں تک کہ تین دفعہ وہ اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے طلاق بائنہ واقع ہوئی یا مغلظہ، حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی، یا بلا حلالہ ہی نکاح جائز ہے، بحوالہ کتب مفصل تحریر فرمائیں۔۱۲

خلاصۂ الجواب: **حامدا ومصلیاً**. اگر یہ کلمہ اس نے تین دفعہ کہا ہے تو پہلی دفعہ وہ بائنہ ہوگئی اور دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ طلاق بائن، بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی، کما صرح فی الدر المختار ج:۲، ص:۷۲۶، اور اگر ایک دفعہ کہا اور تین طلاق کی نیت کی تو تین واقع ہوگئیں اور ایک کی نیت تو ایک واقع ہوگئی اور اگر اس سے ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا ایلاء کی نیت کی تو **ایلاء قال لا مرأته انت علی حرام ونحو ذلک الخ فقط**.

الحال الخ (شامی[1] ص: ۷۱۷، ج:۲) **والبائن یلحق الصریح لا البائن.** (تنویر[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۴/۱۲/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

تو مجھ پر حرام ہے سے طلاق

سوال:- زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو بحالت غصہ بہ نیت طلاق تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے، اور اپنا مہر لے اور جا، تو طلاق بائن ہوگی یا مغلظہ، اور کیا کسی مفتی صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے، کہ پہلے لفظ سے بائنہ ہوکر محل طلاق نہیں رہی، اس لئے مغلظہ نہ ہوگی، صرف بائن ہوگی بدلیل فتاویٰ عالمگیری کہ "البائن لا یلحق البائن" اور بہشتی زیور کے یہ الفاظ کہ طلاق صریح ہو یا بالکنایہ اگر تین ہوں تو تین ہی مغلظہ ہونے پر دال ہے، طبیعت متزلزل ہے، تشفی فرمائیے۔ اگر مواقع کا اختلاف ہو تو تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة و البائن یلحق الصریح الصریح مالا یحتاج الیٰ نیة بائناً کان الواقع به او رجعیاً لا یلحق البائن البائن اھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۴، ج:۲، قبیل مطلب لا اعتبار بالاعراب. باب الکنایات، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۵۹ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی کراچی ص: ۳۰۶، ج:۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۹، ج:۲، باب الکنایت، مطلب الصریح یلحق الصریح، مجمع الأنهر ص ۴۰ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۶۲ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

درمختار، قال الشامی تحت قوله الصریح ما لا یحتاج الٰی نیة ولا یردانت علی حرام علٰی المفتی به من عدم توقفه علٰی النیة مع انه لا یلحق البائن ولا یلحقه البائن لکونه بائنا لما ان عدم توقفه علٰی النیة امر عرض له لا بحسب اصل وضعه اھ (رد المحتار[1] ص: ۷۴۵، ج:۲، باب الکنایات)

عبارات منقولہ سے چند امور معلوم ہوئے، اول یہ کہ صریح وہ ہے، جس میں نیت کی احتیاج نہ ہو عام اس سے کہ طلاق اس سے رجعی واقع ہو یا بائن، دوم یہ کہ بائن کے بعد بائن واقع نہیں ہوتی، سوم یہ کہ **اَنتِ علی حرام** (تو مجھ پر حرام ہے) سے بلانیت مفتی بہ قول پر طلاق واقع ہوجاتی ہے، (تو گویا یہ لفظ صریح ہوا اور صریح سے صریح لاحق ہو ہی جاتی ہے، اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہوجاتی ہے۔) تو صورت مسئولہ میں مغلظہ ہوجانی چاہئے (تو مجھ پر حرام ہے) سے نہ بائن کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے، نہ اس کے بعد بائن ہوتی ہے کیوں کہ اس کا نیت پر موقوف نہ رہنا بلانیت طلاق واقع ہوجانا اصل وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ عارض کی وجہ سے ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ نہیں ہوئی، بائن ہی ہوئی ہے۔

بہشتی زیور کے جو الفاظ آپ نے نقل کئے ہیں، وہ مجھے نہیں ملے کس باب میں ہیں، البتہ چوتھے حصہ کے ص: ۲۱ تیرہویں باب تین طلاق دینے کا بیان مسئلہ کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں، ''صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں، یا گول لفظوں میں سب کا ایک حکم ہے'' اگر آپ کی مراد یہی الفاظ ہیں تو اس کا حاشیہ بھی دیکھئے لکھا ہے۔ ''بشرطیکہ تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہوں۔'' ایک مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کرلیا اس کے بعد دوسری مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کرلیا پھر تیسری

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص: ۴۶۹، ج:۲، مطبوعه کراچی ص: ۳۰۶، ۳۰۸ ج۳. باب الکنایات، مطلب الصریح یلحق الصریح، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۴۰، ۴۱ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۶۲، ۳۶۳ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مرتبہ طلاق بائن دی اب نکاح بھی جائز نہیں، (اختری بہشتی زیور[1]) اب امید ہے کہ کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/شوال المکرّم ۵۸ھ

حلال کام کو حرام کرنا سے طلاق

سوال:- بیوی نے کہا میں نے اس کام (جماع) کی قسم کھا رکھی ہے، مرد نے کہا کہ اگر تم نے قسم کھا رکھی ہے، تو میں نے بھی یہ کام حرام کرلیا ہے، مرد کہتا ہے کہ میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا میری نیت طلاق کی نہ تھی، مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ یمین منعقد ہوگئی اب اگر جماع کرے گا تو کفارۂ یمین لازم ہوگا، عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے، تو جماع کی صورت میں تو اس کے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا، اگر اس طرح کہتا میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، تو طلاق واقع ہوجاتی[2]: **تحریم الحلال یمین** اھ (درمختار[3] ص: ۹۶، ج:۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۱/۶۳ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲/۱/۶۳ھ

---

[1] بهشتی زیور ص ۲۳، ج۴، تین طلاق دینے کا بیان. مطبوعه تهانوی دیوبند.

[2] افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانه طلاق بائن للعرف بلا نیة الخ شامی زکریا ص ۴۶۴ ج۴ باب الصریح، مطلب فی قول البحران الصریح یحتاج، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۳۵۹ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام اور شہادت فاسق کا حکم

سوال:- گواہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے شوہر سے کہا کہ تم اپنی عورت کو کیوں آباد نہیں کرتے، اور بچوں کا خرچ کیوں نہیں دیتے، اس نے گواہوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے۔

اب قابل دریافت یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ کنایہ ہیں، پھر تحقیقی فیصلہ سننے کے لئے پیش ہوئے خاوند نے جب فیصلہ سننے کے لئے ان گواہوں کے بیان سنے، تو منکر ہوگیا، ان الفاظ کے صادر ہونے کا بھی منکر ہے، اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا انکار ان لفظوں سے کرتا ہے، فقط انکار کرتا ہے اور ان الفاظ سے نیت بھی کچھ بیان نہیں کرتا، اور الفاظ کی اطلاع گواہوں کو دینے سے بھی انکار کرتا ہے، ان میں سے دو گواہ تو مستور الحال قابل سماعت ہیں، اور مشہور الفسق ہیں مثبت نہیں ہوسکتے ان میں سے ایک عورت کا ماموں ہے، کتاب عینی شرح کنز تیسری جلد مطبوعہ نول کشور کتاب الشہادت باب اختلاف الشہود ص:۳۴۴، میں جو مسئلہ تحریر ہے کہ نکاح کے دعوی میں اگر عورت کے شہود اختلاف کریں تو دعویٰ رد ہے، کیونکہ اس کا دعویٰ مہر ہے، نکاح کے دعویٰ میں، اگر خاوند کے گواہ آپس میں اختلاف کریں تو خاوند کا دعویٰ رد ہے، اب وقوع طلاق بائن بالفاظ مذکورہ بالا گواہوں نے بیان کئے ہیں، کیا یہ مترادف ہم معنی ہیں ان سے طلاق بائن واقع ہوگی یا ان سے اختلاف سمجھا جائے گا، اور شہادت رد ہوگی اور عورت پر ان الفاظ سے طلاق بائن واقع نہ ہوگی یا ہوجائے گی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص: ۷۳۰، ج:۳، شامی نعمانیہ ص: ۶۳، ج: ۲. مطلب تحریم الحلال. کتاب الایمان، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۱۶ ج۴ کتاب الایمان، نوع فی الحلف باسماء اللّٰہ تعالیٰ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۲ ج۴ کتاب الایمان.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ گواہوں کا اختلاف مؤثر نہیں کیوں کہ ایک وقت کے کہے ہوئے الفاظ کی شہادت نہیں دے رہے ہیں، لہٰذا اس اختلاف کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی[1]

(۱) عورت کو آزاد کر چکا ہوں، ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے، اس لفظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جس جگہ یہ عرف نہ ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا: **سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح فاذا قال** رہا کردم **ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً ومَا قد مر ان الصریح ما لم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت اھ** (رد المحتار[2] ج:۲، ص: ۷۱۷)

(۲) قطعی کر چکا ہوں، یہ کنایہ ہے اس میں نیت کی ضرورت ہے، لیکن دلالت حال سے نیت کا ظہور ہوجاتا ہے، اور بوقت نیت اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے: **بائن ومُرادفها کبتة وبتلة الخ.** (درمختار) **قوله بائن من بان الشی انفصل ای منفصلة من وصلة النکاح او عن الخیر قوله کبتة من البت بمعنٰی القطع فیحتمل ما احتمله البائن وبتلة من البتل وهو الانقطاع اھ** (شامی[3] ج:۲، ص: ۷۱۸)

---

[1] قد ذکر فی الشرح المحال علیه مسائل لا یضر فیها اختلاف الشاهدین الی قوله الحادیة والعشرین قال لامرأته ان کلمت فلانا فانت طالق فشهد احدهما انها کلمته غدوة والآخر عشیة طلقت لان الکلام یتکرر فیمکن انها کلمته فی الوقتین، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۷۰۶، ۷۰۹ ج۶ کتاب الوقف، مطلب ذکر مسائل استطرادیة خارجة الخ، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۰ ج۷ کتاب الشهادة، باب الاختلاف فی الشهادة عالمگیری کوئٹه ص۵۰۸ ج۳ کتاب الشهادة، الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاهدین.

[2] شامی کراچی ص: ۲۹۹، ج۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۴، ج:۲. باب الکنایات، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۹ ج۱ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة.

[3] شامی کراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۴، ج:۲، قبیل مطلب لا اعتبار بالاعراب. باب الکنایات، تبیین الحقائق ص۲۱۶ ج۲ باب الکنایات، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) ''مجھ پر حرام ہے'' یہ لفظ اگر چہ اپنے لفظ کے اعتبار سے کنایہ ہے مگر دلالت عرف کی بناء پر اس سے بلانیت طلاق بائنہ واقع ہوجاتی ہے، لیکن بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہوا کرتی، پس دوسرے لفظ سے وقوع طلاق کی تقدیر پر اس سے طلاق واقع نہ ہوگی[۱] **قوله حرام وسيأتي وقوع البائن به بلا نية في زماننا للتعارف لا فرق في ذٰلک بين محرمة وحرمتک سواء قال علی اولا وان کان الحرام في الاصل کناية يقع بها البائن لانه لمّا غلب استعماله في الطلاق لم يبق کناية ولذا لم يتوقف علٰی النية او دلالة الحال المتعارف به ايقاع البائن لا الرجعي اذا طلقها تطليقة بائنة ثم قال لها في عدتها انت علی حرام وهو يريد به الطلاق لم يقع عليها شيئ لانه صادق في قوله هي علی حرام وهي مني بائن اهـ اي لانه يمکن جعل الثاني خبراً عن الاوّل اهـ** (درمختار[۲] وشامی مختصراً)

صورت مسئولہ میں نکاح میں کوئی اختلاف ہی نہیں، نفس نکاح زوجین کو مسلم ہے، اختلاف تطلیق میں ہے، شہادت فاسق پر حکم کرنا لازم نہیں ہوتا لیکن اگر حاکم حکم کردے گا تو وہ نافذ ہوجائیگا: **ان القاضي لو قضٰی بشهادة الفاسق يصح عندنا اهـ** (مجمع[۳] الانہر ج:۲، ص:۱۸۸)

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۳۵۸ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] لا يلحق البائن البائن مجمع الأنهر ۴۱ ج۲ فصل في كنايات الطلاق، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص۳۷۷ الفصل الخامس في الكنايات، النهر الفائق ص۳۶۳ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] شامی كراچی ص: ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۸ ج۳، شامی نعمانيه ص: ۴۶۴، ج:۲، قبيل مطلب لااعتبار بالاعراب ومطلب الصريح يلحق الصريح، باب الكنايات، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۳۷، ۴۱ ج۲ فصل في كنايات الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۳۵۹، ۳۶۳ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] مجمع الانهر ص: ۲۶۲، ج:۳، كتاب الشهادات. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۶۳ ج۷ كتاب الشهادات، الدر المختار مع الشامی كراچی ص۴۶۵، ۴۶۶ ج۵ كتاب الشهادات.

اسی طرح رشتہ دار کی شہادت پر حکم کرنے سے بھی نافذ ہوجائے گا: **اذا قضٰی بشهادة الاعمٰی اوالمحدود فی القذف اذا تاب او بشهادة احد الزوجین مع اٰخر لصاحبه اوبشهادة الوالد لو لده اوعکسه نفذ حتٰی لا یجوز للثانی ابطاله اھ** (مجمع[1] الانهر ص:۱۹۵، ج:۲)

پس اگر قاضی نے شہادات مذکورہ پر وقوع طلاق کا حکم نافذ کردیا، تو وہ بھی لازم ہوگیا، اگر حاکم نے حکم نہیں کیا اور شوہر نے کوئی لفظ صریح یا بمنزلہ صریح نہیں کہا، اسی طرح کوئی کنایہ معہ نیت یا قائم مقام نیت کے نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، اگر عورت نے خود صریح لفظ یا بمنزلہ صریح سنا یا اس کو کسی آدمی نے اس کی خبر دی ہے، اور عورت کو اس کا یقین ہوگیا تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے تاوقتیکہ شرعی طریق پر حلالہ نہ ہوجائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کہنے سے طلاق

سوال:- زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے، کسی عالم سے پوچھ لے، جس سے منکوحہ نے پردہ شروع کردیا ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ زید اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ ایک طلاق دے چکا ہے، لیکن ایک صاحب کے سمجھانے سے اس کی منکوحہ نے اپنے تعلقات باقی رکھے، اب جملۂ ماقبل کہ ''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے، کسی عالم سے پوچھ لے''

---

[1] مجمع الانهر ص: ۲۷۱، ج:۳، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] والمرأة کالقاضی لا یحل لها ان تمکنه اذا سمعت منه ذلک او شهدبه شاهد عدل عندها. (عالمگیری ص: ۳۵۴، ج: ۱) ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، شامی زکریا ص۴۶۳ ج۴ باب الصریح، مطلب فی قول البحر الخ، تبیین الحقائق ص۱۹۸ ج۲ باب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان.

طلاق ماقبل پر دلالت کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ اور کیا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کوئی ایسی صورت ہے جس سے تعلقات باقی رکھے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اِس جملہ سے کہ ''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کوئی طلاق نہیں ہوئی[1] نہ یہ کسی ماقبل کی طلاق پر دلالت کرتا ہے، جب کہ اس پہلی طلاق کے بعد رجعت ہو کر تعلقِ زوجیت باقی رہا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں سے طلاق

سوال:- صورت مسئولہ یہ ہے کہ زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہوگئیں، کچھ عرصہ قبل ہندہ اپنے میکے آئی ہوئی تھی، بغرضِ ملاقات زید آیا اور حسبِ سابق رنجش شروع ہوگئی، زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا، مگر ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی، کہ مار پٹائی تک نوبت آ گئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا، میں یہاں سے جا رہا ہوں تو میرے لئے مر چکی میں تمہارے لئے مر چکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا، جب تنازعہ ہوا ہندہ چار ماہ کی

---

[1] اس لئے کہ یہ نہ تو صریح لفظ ہے اور نہ ہی کنائی ہے، اور نہ طلاق دینے کے لئے مستعمل ہوتا ہے: الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المآل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق صریحاً او کنایة الخ. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۴۲۴، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۲۶، ج: ۳، اول کتاب الطلاق، البحر الرائق زکریا ص ۴۱۰ ج ۳ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱، کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیره.

حاملہ تھی وہ خاوند کے جانے کے بعد غسل خانہ میں گر گئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہوگیا۔

(۱) مذکورہ بالا عبارت سے طلاقِ رجعی ہوئی یا بائن؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کے الفاظ ''اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ'' یہ کنایات طلاق ہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہے جائیں تو طلاق بائن ہوتی ہے،[۱] ان الفاظ کے بعد صریح طلاق کا بولنا یہ قرینہ ہے، کہ یہ الفاظ طلاق کے لئے کہے گئے ہیں، لہٰذا ان سے ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوئی، پھر صریح لفظ طلاق بولا اس میں نیت کی بھی حاجت نہیں، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی وہ بھی بائن ہی ہوئی، کیونکہ بائن کے بعد رجعی کا محل نہیں رہا۔ **الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن اھـ درمختار قوله ویلحق البائن کما لو قال لها انتِ بائن ثم قال انتِ طالق واذا لحق الصریح البائن کان بائناً لان البینونة السابقة علیه تمنع الرجعة کما فی الخلاصة اھـ** (شامی[۲] مختصراً ص: ۴۶۹، ج: ۲) اب رجعت کا حق نہیں رہا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وفی الفتاویٰ لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة. (عالمگیری ص ۳۷۶، ج ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۹ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات والموالات.

[۲] شامی کراچی ص: ۳۰۶، ج: ۳، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۶۹، ج: ۲. مطب الصریح یلحق الصریح، باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، مجمع الانهر ص ۴۰ ج ۲ فصل فی الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں کا حکم

سوال:- زید نے اپنی بیوی حمیدہ خاتون پر خانگی نزاعات کے زیرِ بحث چند ایسے فقرے استعمال کئے جس سے طلاق کا احتمال ہے، مثلاً زید نے کہا کہ میں تجھے رکھنا نہیں چاہتا، تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، تو اپنے میکہ چلی جا، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، یا مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں، بروقت حمیدہ باپ کے گھر ہے، اور اپنے کو مطلقہ تصور کر رہی ہے، اب زید اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لے رہا ہے کہ میں نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا ہے کہ جس سے حمیدہ اپنے آپکو مطلقہ تصور کر رہی ہے گو کہ مجمع عام میں مندرجہ الفاظ زید نے کہے ہیں جس کے شاہد خصوصاً لڑکی کے باپ کے علاوہ دو آدمی اور ہیں، زید سے چند مخصوص لوگوں نے کہا کہ حمیدہ کا اور تمہارا تعلق اچھا نہیں، لہٰذا تم قطعِ تعلق کرلو، زید نے قطعی اور آخری یہی جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر طلاق نامہ اور قطعِ تعلق نہیں کرسکتا، میں اپنی دوسری شادی کروں گا، اس کو اور اسکے گھر والوں کو پریشان کرتا رہوں گا، لڑکی کے باپ نے بذریعۂ عدالت یہ تصفیہ چاہا، لیکن اس میں بھی کوئی کامیابی کی صورت نہیں آئی، یعنی زید نے شاید یہ کہا ہے کہ میں عدالتی سمن پر عدالت حاضر نہیں ہوں گا، مجھے خودکشی کرنی ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ پیراگراف کے مستعملہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مع اقسامِ طلاق تحریر فرمائیں، دوسری بات یہ ہے کہ اگر عدالتی کاروائی پر زید عدالت پر حاضر نہیں ہوتا تو اس کی عدمِ موجودگی میں مجسٹریٹ یا منصف حمیدہ کے موافق فسخِ نکاح کا حکم دیدے تو ایسی صورت میں وہ طلاق از روئے مسئلہ جائز ہوگی یا نہیں؟ اور کیا حمیدہ دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ زید خلع پر بھی رضامند نہیں ہے، ان تمام صورتوں کے پیشِ نظر حمیدہ کو اپنے

آپ کو مطلقہ تصور کرنا کیونکہ زید نے متعدد بار ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کیسا ہے؟ نیز حمیدہ کی رہائی کس قدر ممکن ہے، ان دونوں کے اوقات بسر کی کوئی اچھی صورت نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے نقل کردہ جملوں میں صریح طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ طلاقِ کنائی کے الفاظ ضرور ہیں، مگر وہ ایسے ہیں کہ اس سے طلاق واقع ہونے کا مدار زید کی نیت پر ہے، اگر زید نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاقِ بائن واقع ہوگی[1] جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہا، لیکن طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے[2] اگر بیوی رضامند نہ ہو تو بعد عدت اس کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہے، اگر زید نے بہ نیتِ طلاق وہ الفاظ نہیں کہے تو اُن سے کوئی طلاق واقع نہ ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے، نیت کے بارے میں شوہر کا ہی قول معتبر ہوگا[3] اگر زید حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا اور بیوی پریشان ہے، اور اس کے گذارے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو مجبوراً حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے یا شرعی پنچایت سے تفریق حاصل کرسکتی ہے، حاکم کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اگر بیوی کی شکایت شہادتِ شرعیہ سے ثابت ہو جن کی بنا پر حقِ تفریق

---

[1] ولو قال ما انت لی بامرأة او لست لک بزوج ونوی الطلاق یقع الی قوله لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵، ۳۷۶ ج ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۴، ۳۰۵ ج ۳، باب الکنایات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات.

[2] وله ان یتزوج مبانته بما دون الثلاث فی الحرة وبما دون الثنتین فی الامة فی العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص ۶۷ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۲ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما به تحل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] والقول له بیمینه فی عدم النیة الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۳۳ ج ۴ باب الکنایات، مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا، مجمع الأنهر ص ۳۸ ج ۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۵ ج ۳ باب الکنایات.

حاصل ہو، اور عدالت کے طلب کرنے پر بھی شوہر حاضر نہ ہو تو ثبوتِ شرعی پر اس کی عدمِ حاضری کی صورت میں بھی تفریق کی جاسکتی ہے، اس کی پوری تفصیل "الحیلة الناجزه"[1] میں درج ہے، اگر شوہر تو حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے، مگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً نہایت مذموم فعل ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں کا حکم

سوال: -ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دی یا یہ کہا کہ تجھ کو میں نے آزاد کی یا یہ کہا کہ میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں، غرض کہ تینوں لفظوں میں سے کوئی سا لفظ اس نے کہا تو عورت کو طلاق پڑ گئی یا نہیں اب عورت کے لئے کیا حکم شرعی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صریح لفظ سے طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی، نیت کی ہو یا نہ کی ہو[3] اور لفظ "میں نے

---

[1] الحیلة الناجزه ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] فِیْ حَدِیْثِ ثَوْبَانَ مَرْفُوعاً اَیُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقاً فِی غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. مشکوٰة ص: ۲۸۳، باب الخلع والطلاق، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۴۷۵ ج ۳ باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، بذل المجهود ص ۲۹۴ ج ۳ کتاب الطلاق، باب فی الخلع، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

ترجمہ :-حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے، جو عورت اپنے شوہر سے بلا کسی وجہ کے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

[3] واما الصریح فهو اللفظ الذی لا یستعمل الا فی حل قید النکاح وهو لفظ الطلاق او التطلیق مثل قوله انت طالق او انت الطلاق هٰذا النوع صریحا وهٰذه الالفاظ ظاهر المراد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آزادی کی'' ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے، اس سے بھی بلانیت ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی ہے[۱] اس لفظ سے اور صریح لفظ سے ایک یا دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر رجعت جائز ہے[۲] اور بعد عدت تراضیٔ طرفین سے نکاح درست ہے[۳] اور تین مرتبہ کہنے کے بعد بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں[۴] اور لفظ ''میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں'' کنایات میں سے ہے، پس اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے، تو طلاق بائن واقع ہوگئی اس کا حکم یہ ہے کہ تراضیٔ طرفین سے نکاح درست ہے، بلا نکاح رکھنا درست نہیں، اور حلالہ کی ضرورت نہیں، بعد عدت عورت دوسرے سے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لأنها لا تستعمل الا فی الطلاق عن قید النکاح فلا یحتاج فیها الی النیة لوقوع الطلاق الخ بدائع الصنائع کراچی ص ۱۰۱ ج۳ فصل ومنها النیة فی احد نوعی الطلاق، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۵۷، ۴۶۰ ج۴ باب الصریح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) ۱ بخلاف فارسیة قوله سرحتک وهو رها کردم لانه صار صریحا فی العرف علی ما صرح به نجم الزاهد الخوارزمی فی شرح القدوری الی قوله فان سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعمال فی الصریح فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع انه کنایة ایضاً الخ، شامی زکریا ص ۵۳۰ ج۴، باب الکنایات، قبیل مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ وإذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذلک او لم ترض، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، کنز مع البحر کوئٹه ص ۵۰ ج۴ باب الرجعة.

۳ وله ان یتزوج مبانته بما دون الثلاث فی الحرة وبما دون الثنتین فی الامة فی العدة وبعدها، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل.

۴ ولا تحل الحرة بعد الطلقات الثلاث لمطلقها لقوله تعالیٰ فإن طلقها فلا تحل له ولا الامة بعد الثنتین الا بعد وطئ زوج آخر بنکاح صحیح ومضی عدته الخ مجمع الأنهر ص ۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۲۵۷ ج۲ باب الرجعة، فصل، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

بھی نکاح کرسکتی ہے، اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی:
وفی الفتاویٰ لم یبق بینی وبینک عمل ونویٰ یقع کذا فی العتابیة. (عالمگیری[1] ص: ۳۹۴، ج: ۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۲/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/صفر ۵۴ھ

''جہاں چاہے بھیج دو'' سے طلاق

سوال:- ایک لڑکی کی شادی ہوئی، مگر بعد رخصتی کے اس کا خاوند لڑکی کو لے کر سسرال گیا اور رہنے لگا، چند دن بطور مہمان کے رکھا، مگر جب عرصہ کئی ماہ کا گذر گیا تو لڑکی کے والدین نے کہا کہ بھائی یوں بیکار پڑنے سے کیا ہوتا ہے، کچھ کرنا بھی چاہئے، آخر خرچ کرنے کو کہاں سے آئے، لڑکے نے جواب دیا کہ اگر تم ہمارا دونوں کا خرچ برداشت کرسکتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ تمہیں اختیار ہے، میں تو تمہاری لڑکی کو جب ہی رکھ سکتا ہوں جب کہ تم ہم دونوں کا خرچ برداشت کرو، لہٰذا وہ یہ سن کر چپ ہوگئے، اس لئے کہ شاید کچھ سمجھ میں آجائے، یہاں تک کہ چار سال تک کچھ نہیں کہا بلکہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا، انہوں نے پھر کہا کہ بھائی اب تو تم بجائے، دو کے تین ہوگئے ہو، اب تو کچھ کام کرو، مگر پھر یہی جواب دیا کہ کما کر کھلانا میرے بس کا کام نہیں ہے، تمہیں اپنی لڑکی کا اختیار ہے، جہاں چاہے، بھیج دو، میں کہہ چلا، لہٰذا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی،[2] جس کا حکم

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات والمدلولات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ۱۹۹ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقات.

[2] ولا یقع باربعة طرق علیک مفتوحة وان نوی ما لم یقل خذی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، خواہ عدت میں کریں یا بعد عدت کے،[1] حلالہ کی ضرورت نہیں، اگر لڑکی رضامند نہ ہو تو وہ بعد عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

تنبیہ:- نیت کے بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

''مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا'' سے طلاق کا حکم

سوال:- زید کا نکاح ہندہ سے ڈیڑھ سال ہوئے ہوا، میاں بیوی میں گھریلو باتوں پر بحث ہوجاتی تھی، جو کچھ جھگڑے کی صورت اختیار کرتی تھی، زید سخت مزاج تھا، جلد غصہ آجاتا تھا، اور بحالتِ غصہ یہ الفاظ کہہ دیتا کہ ''مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکے چلی جا، میکہ اسی بستی اور اسی محلّہ میں ہے ایک دن کسی بات پر بات ہوئی اور اسکو یہی الفاظ کہہ کر میکے میں بھیج دیتا ہے، ایک مرتبہ ہندہ کے والد نے زید کو بھی سمجھایا مگر یہی کہا کہ مجھے برداشت نہیں لڑکی کو سنبھالو مجھے ضرورت نہیں، اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے، ایک دو مرتبہ اپنے سسر سے بھی اس قسم کے الفاظ کہے، تو ان حالات پر یہ منکوحہ رہی یا نہیں، اگر نہیں رہی تو واپسی کی کیا صورت ہے؟

(**بقیہ گذشتہ صفحہ کا**) ای طریق شئت والاوجه ان تقع واحدة بائنة الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۵۱ ج۴ قبیل باب تفویض الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۴ ج۳ باب الکنایات، النهر الفائق ص ۳۶۱ ج۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] إذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۲ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، تبیین الحقائق ص۲۵۷ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان، سکب الانهر مع مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة.

[2] والقول قوله مع یمینه فی عدم النیة، مجمع الأنهر ص۳۸ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹه ص۳۰۵ ج۳ باب الکنایات.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ لفظ کہ مجھے تیری ضرورت نہیں، نہ صریح طلاق کا لفظ ہے، اور نہ کنایہ کا اس سے طلاق نہیں ہوتی: **ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق اھ** (فتاویٰ عالمگیری[1] ص:۳۹۳، ج:۲) لیکن اگر بیوی کو طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے کہ ''تو میکے چلی جا'' تو اس سے طلاق ہوگئی اور طلاق کی نیت سے اگر نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۷ھ

قرآن پاک کی بے ادبی کرنا اور بیوی کو میکہ پہنچا دینا

سوال:-ایک شخص نے اپنی بیوی کے سامنے سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے اٹھا کر بہت بے ادبی سے دوسری جگہ ڈالدیا اور یہ کہا کہ ایسا قرآن اور نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سب بیکار ہے اور پھر یہ کہا تو میری اماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا اس کے بعد وہ شخص خود اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ گیا عرصہ ایک سال کا ہوا کوئی خبر نہ لی اب اس کے واسطے شرع کا کیا حکم ہے۔

---

[1] عالمگیری ص: ۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۳ ج ۳ باب الکنایات، تاتارخانیہ کراچی ص ۳۱۷ ج ۳ الفصل الخامس فی الکنایات، نوع آخر فی قولہ خلیة واشباھھا.

[2] واما مدلولات الطلاق فھو مثل قولہ اذھبی وقومی والحقی باھلک وما شاکلھا اذا نوی بھٰذہ الالفاظ یقع بائنا وان قال لم ارد بہ الطلاق او لم تحضرہ النیة لا یکون طلاقا الخ تاتارخانیہ کراچی ص ۳۱۵ ج ۳ الفصل الخامس فی الکنایات نوع آخر فی قولہ خلیة، انتقلی وانطلقی کالحقی وفی البزازیة وفی الحقی برفقتک یقع اذا نوی. عالمگیری ص:۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۱ ج ۳ باب الکنایات.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم کی بے ادبی کرنا سخت ترین گناہ ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے[۱] جب اس نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ مجھ کو تیرے سے کوئی کام نہیں[۲] تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا تو اس سے طلاق کی نیت کی یا نہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ کہا تب تو طلاق واقع ہوگئی[۳] اور بعد عدت عورت کو نکاح ثانی درست ہے، اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی، اب عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم مسلم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس پر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم با اختیار تفریق کردے، پھر بعد عدت عورت کو نکاح ثانی جائز ہے، اور بہتر تو یہ ہے کہ شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جاوے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵/۸/۶۱ھ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/۸/۶۱ھ

---

[۱] اذا انکر اٰیة من القرآن او استخف بالقرآن او عاب شیئا من القرآن او خطئ او سخر بآیة منه کفر، مجمع الأنهر ص۵۰۷ ج۲ باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص: ۲۶۶، ج: ۲، احکام المرتدین، کتاب السیر، کتاب الشفا لقاضی عیاض ص۲۵۰ ج۲ فصل فی حکم من استخف بالقرآن، مطبوعه موسسة الکتب الثقافیة بیروت.

[۲] ولو قال لاحاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق. عالمگیری ص: ۳۷۵، ج: ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹه ص۳۰۳ ج۳ باب الکنایات، تاتارخانیه کراچی ص۳۱۷ ج۳ الفصل الخامس فی الکنایات، نوع آخر فی قوله خلیة.

[۳] انتقلی وانطلقی کالحقی وفی البزازیة الحقی برفقتک یقع اذا نوی. عالمگیری ص: ۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، تاتارخانیه کراچی ص۳۱۵ ج۳ الفصل الخامس فی الکنایات، نوع آخر فی قوله خلیة، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۱ ج۳ باب الکنایات.

[۴] الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

’’فیصلہ کردیا‘‘ سے طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو بوجہِ شک اور لوگوں کے کہنے سے بہتان لگایا اور کہا کہ وہیں جا کر رہو میں تم کو رکھنا نہیں چاہتا اور نکال دیا، عورت دوسرے مکان پر شام تک بیٹھی رہی، مگر پھر مسلمانوں نے ملا دیا، عورت پھر شوہر کے پاس رہنے لگی چند روز کے بعد پھر جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا کہ میرا دل تم سے رجوع نہیں اور میری جائداد اور بچوں پر تمہارا کوئی حق نہیں تم رہو یا نہ رہو، تب عورت نے کہا کہ مجھ پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں تم میرا فیصلہ کردو، اس وقت مرد کہتا ہے کہ میری طرف سے فیصلہ ہے، اب تمہاری غرض ہو یا نہ ہو، اس وقت عورت نکل کر بکر کے یہاں چلی گئی اور عرصہ چھ سال سے اس کے یہاں رہتی ہے، زید شوہر صریح الفاظ کے ساتھ طلاق نہیں دیتا ہے، کیا مذکورہ لفظوں سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی پر طلاقِ بائن پڑ گئی، اور زید کے نکاح سے بالکل نکل گئی عدت کے گذرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے: **کنایتهٔ مالم یوضع لهٔ ای الطلاق واحتمله وغیره فالکنایات لا تطلق بها قضاءً الاّ بنیّةٍ او دلالة الحال** (درمختار[1] علی هامش شامی ص: ۴۶۲. ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۸۸ھ

لفظ استعفیٰ سے طلاق

سوال:- زید اپنی سسرال کو جاتا ہے وہاں پر سالے کے بارے میں تنازعہ ہوتا ہے، بات

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۹۶، ج:۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۲، ج: ۲. باب الکنایات، البحر الرائق زکریا ص۵۱۸ ج۲ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۴ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

بڑھ جاتی ہے، اس وقت بیوی موجود نہیں تھی ساس نے کہا کہ تم کہاں کے شریف ہو میری لڑکی کو تمہارے بھائی بند تکالیف دیتے ہیں، تو اس پر زید نے کہا کہ میں اگر اصل کا ہوں گا، تو تمہاری لڑکی کو یہیں بھیج جاؤں گا، اس کے بعد زید وہاں سے چلا گیا، بعدہ دو ایک آدمیوں نے طعنہ کے طور پر کہا کہ اگر تم اصل کے ہو، تو دوسری شادی کر لینا، تو زید نے کہا کہ اگر ہم اصل کے ہوں گے، تو یہی کر جائیں گے، اور دوسری شادی کر لیں گے اور دو مرتبہ کہا کہ استعفیٰ استعفیٰ، لہٰذا ان الفاظ سے زید کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا رہ گئی؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے الفاظِ منقولہ میں سے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی طلاق کے ہوں یا طلاق کے لئے ہمارے عرف میں بولا جاتا ہو، یا طلاق کا اس میں ایسا احتمال ہو جو معتبر ہو[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند

لفظ جواب سے طلاق

سوال:- (۱) شوہر اپنے بیوی کو برابر مار پیٹ لگاتا تھا، لڑکی کی والدہ نے داماد سے کہا کیوں مارتے ہو تو لڑکا بولا (گالی دے کر) کیا آپ جواب چاہتے ہیں، لڑکی کی والدہ بولی جو آپ کی طبیعت ہے کر دیجئے، تو لڑکا گالی دے کر چار مرتبہ بولا لو جواب، لو جواب، لو جواب، لو جواب لڑکی وہاں موجود نہیں تھی، امید کہ شرعی حکم سے جلد آگاہ کریں گے۔

---

[1] الطلاق هو رفع قيد النكاح في الحال او المآل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق صريحاً او كناية. مختصرا شامی کراچی ص:۲۲۷، ج:۳، نعمانیه ص:۴۱۵، ج:۲، کتاب الطلاق، البحر الرائق زکریا ص۵۱۸ ج۳ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۸ ج۱ کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیره.

(۲) دین مہر میں اشرفی دیا گیا ہے، تو سکہ رائج الوقت کے حساب سے ایک اشرفی کی قیمت کیا ہوگی؟

پھلواری شریف کا جواب

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہوں تو دوبارہ نکاح کر کے ساتھ رہ سکتے ہیں خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد عدت۔

(۲) ایک اشرفی تقریباً گیارہ ماشہ سونا کے برابر ہوتا ہے، اتنے سونے کی موجودہ قیمت بازار میں معلوم کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم سہیل احمد قاسمی

دارالافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار ۲۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ

سوال:- ایک استفتاء کا جواب جو امارتِ شرعیہ بہار نے دیا ہے کیا سوال کے مطابق جواب درست ہے؟ جو اس میں منسلک ہے، چونکہ اس کو لے کر آپس میں شدید اختلاف ہو رہا ہے، لہٰذا جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلاف کی تفصیل معلوم ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھا جائے، اگر یہ لفظ ''لو جواب'' طلاق کے لئے بھی مستعمل ہے اور اسی نیت سے شوہر نے یہ لفظ کہا ہے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی[۱] کیونکہ لفظ کنایہ سے طلاقِ بائن ہوتی ہے، اور اس کو مکرر بولنے سے دوسری طلاق نہیں ہوئی، **البائن لا یلحق البائن**[۲] **(درمختار)** یہ بھی ضروری ہے کہ یہ لفظ بیوی کے حق میں بولا ہو یعنی بیوی کو طلاق دینا ہی

---

[۱] کنایته عند الفقهاء ما لم یوضع له ای الطلاق و احتمله وغیره فالکنایات لا تطلق بها الا بنیة او دلالة الحال ویقع بباقیها ای باقی الفاظ الکنایات المذکورة البائن ان نواها، شامی زکریا ص ۵۲۶، ۵۳۶ باب الکنایات، بدائع الصنائع زکریا ص ۱۶۷ ج ۳ فصل و اما الکنایة فنوعان، البحر الرائق زکریا ص ۵۱۸، ۵۱۹ ج ۳ باب الکنایات. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مقصود ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

''جواب دیا جواب دیا جواب دیا'' سے طلاق کا حکم

سوال:- زید نے بحالتِ غضب اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو جواب دیا جواب دیا جواب دیا، یہ لفظ تین چار بار کہا تو کیا اس سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں؟ یا کون سی طلاق ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اس کی بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوگئی، اگر بیوی رضامند ہو تو دوبارہ نکاح درست ہے۔ احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند

اس جواب میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا، جس سے ہم لوگوں کو اطمینان ہوتا فتاویٰ امدادیہ کی اس عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے، تین طلاق متعین ہیں، اور یہاں تین نہیں۔

سوال:- میرے شوہر زید نے بحالتِ غضب مجھ کو یہ الفاظ کہا کہ اگر شام تک میرے گھر نہ آئی تو میری طرف سے جواب ہے الخ۔ اس سوال کے جواب میں تتمہ جلد ثانی فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ یہ لفظ کہ میری طرف سے جواب ہے، عرفاً کنایہ ہے طلاق سے جیسا کہ اہلِ زبان سے مخفی نہیں، اور یہ کنایہ کے اقسام میں سے وہ قسم ہے، جس میں رد اور سبّ کا احتمال نہیں، بلکہ محض جواب میں مستعمل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ صرف حالتِ رضاء میں نیت شرط ہے، دلالت حال یعنی غضب اور مذاکرہ میں شرط نہیں کما صرّح بہ الفقہاء اور صورتِ مسئولہ میں دلالتِ حال متحقق ہے، پس اگر واقعہ اس طرح ہے تو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی، اور چونکہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ لا یلحق البائن البائن. (الدر مع الشامی کراچی ص:۳۰۸، ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص:۴۶۹، ج:۲. مطلب الصریح یلحق الصریح، باب الکنایات، البحر الرائق زکریا ص۵۳۴ ج۳ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹہ ص۳۷۷ ج۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

اس لفظ کو اہلِ عرف قطعی فیصلہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قطعی فیصلہ کا اثر ہے تحریم اور وہ مخصوص ہے بائن کے ساتھ، اس لئے طلاق بائن ہوگئی، کما حققہٗ العلامہ الشامی تحت قول الدر المختار، پس اگر یہ بیان واقع میں صحیح ہے، تو طلاق بائن واقع ہوگئی، اور تم کو شوہر کے ساتھ مقام وتمکین جائز نہیں، باقی اگر برضامندی تجدید نکاح کرلو تو جائز ہے، کیونکہ طلاق تین نہیں ہیں۔ فقط

کیا تین بار جواب دیا جواب دیا جواب دیا کہنے سے بھی طلاق بائن ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں کے جواب میں اختصار تھا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں تفصیل ہے، خلاصہ ہر دو جواب کا ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ لفظ عرفاً کنایہ طلاق ہے، جب کہ بیوی کے حق میں بولا جائے، اس سے طلاق بائن ہوگی، اب رہ گئی یہ بات کہ اس لفظ کے تین دفعہ بولنے پر بھی تین طلاق کیوں نہیں ہوئی، تو اس کی وجہ درمختار میں موجود ہے: **البائن لا یلحق البائن اھ**[1] جب ایک طلاق بائن واقع ہوجائے تو اس کے بعد طلاقِ بائن لاحق نہیں ہوتی، لفظ کنایہ کو مکرر کہنے سے بھی ایک ہی طلاق رہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۲/۵/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۲/۵/۶ھ

''تو میرے نکاح سے باہر ہے'' یہ کنائی طلاق ہے

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے، اگر تو میرے گھر رہے گی تو تجھ کو بے نکاحی کہوں گا، یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے، بیوی کے الفاظ ''میں نہیں رہنا

---

[1] الدرا لمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص: ۵۴۲، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۰۸، ج:۳، آخر باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق زکریا ص ۵۳۴ ج۳ باب الکنایات.

چاہتی'' کے جواب میں کے گئے، کیا شوہر کے یہ الفاظ کنایات میں شمار ہوں گے، یا طلاق صریح میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں یہ الفاظ کنایاتِ طلاق میں سے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

''بیوی نہیں رکھنی'' سے طلاق کا حکم

سوال:- لڑکا اور اس کی بیوی (مدخول بہا) کا باپ دونوں یکجا بیٹھے ہوئے ہیں اور بیوی کے والد نے لڑکے سے کہہ دیا کہ اگر تجھے ہماری لڑکی رکھنی نہیں تو ہم اپنی لڑکی کو لے جائیں گے، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ نہیں رکھنی کچھ وقت کے بعد ایک دوسرا شخص لڑکے سے کہتا ہے کہ کچھ اور سوچ لو، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ میں نے تو کہہ دیا رکھنی نہیں اور اسی طرح کئی مرتبہ ہوتا ہے لڑکے کے ''نہیں رکھنی'' کہنے سے کیا طلاق واقع ہوجائے گی، اگر طلاق واقع ہو جائیگی تو رجعی ہوگی یا بائنہ، اور لڑکے کا یہ قول کہ کہہ دیا رکھنی نہیں یہ پہلے ہی کلام کا تکرار ہے، یا اس سے دوسرا حکم صدر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی[2] پھر دوسری اور تیسری

---

[1] ولو قال لها لا نكاح بيني وبينك او قال لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق اذا نوى. ولو قال انا بريء من نكاحك يقع الطلاق اذا نوى عالمگيری ص: ۳۷۵،۳۷۶ ج: ۱، الفصل الخامس فی الكنايات، قاضی خان علی الهندية كوئٹه ص۴۶۸ ج ۱ فصل فی الكنايات، شامی زكريا ص۵۳۵ ج۴ باب الكنايات، مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا.

[2] كنايته عند الفقهاء مالم يوضع له ای الطلاق واحتمله وغيره (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دفعہ کہنے سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

''میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا'' سے طلاق کا حکم

سوال:- زید اور بکر دونوں خاندانی بھائی ہیں، زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے سے کیا، جب کہ لڑکی کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی، اور لڑکے کی عمر آٹھ سال کی تھی، نکاح کو دس سال کا عرصہ ہوگیا، اب جب کہ لڑکی کی عمر ۱۱/سال کی ہوگئی، اور لڑکے کی عمر ۱۸/سال کی ہوگئی، تو لڑکے نے اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کردیا اور بکر یعنی لڑکے کے والد نے بھی زید یعنی لڑکی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی لڑکی کا عقد کسی دوسری جگہ کرلو، جب کہ لڑکی کے والد یعنی زید نے دوسری جگہ لڑکی کے عقد کے متعلق تقریباً طے کرلیا تو پھر لڑکا اور اس کا باپ یعنی بکر دونوں زید کی لڑکی کو زوجیت میں رکھنے کے متعلق کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ الفاظ جو اوپر مذکور ہیں نہیں کہے، اب شریعت مطہرہ کا فیصلہ درکار ہے۔

التنقیح

لڑکے نے کیا الفاظ کہے بعینہٖ وہ الفاظ لکھئے اور جو الفاظ کہے ہیں، ان پر شرعی شہادت موجود ہے، یا نہیں، لڑکے کے والد کے کہے ہوئے الفاظ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر لڑکے نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فالكنايات لا تطلق بها قضاءً الا بنية او دلالة الحال. الدر مع الشامی کراچی ص:۲۹۶، ج:۳ شامی نعمانیه ص:۴۶۲، ج:۲. باب الكنايات، بدائع الصنائع ص۱۶۷ ج۳ فصل واما الكناية فنوعان، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق زكريا ص ۵۱۹ باب الكنايات.

(صفحہ ہذا) [1] البائن لا يلحق البائن اذا امكن جعله اخبارا عن الاول كانت بائن بائن او ابنتك بتطليقة فلا يقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاءً. (الدر المختار مع الشامی کراچی ص: ۳۱۰، ج:۳، مطلب الصريح يلحق الصريح، باب الكنايات، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج۱ الفصل الخامس فی الكنايات، البحر الرائق زكريا ص ۵۳۴ ج۳ باب الكنايات.

اپنے والد کو اپنے حق زوجیت کے انقطاع کا وکیل بنادیا ہے، تو پھر والد کے الفاظ کی ضرورت ہے، اس تنقیح پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم ربیع الاول ۵۸ھ

تنقیح

آپ نے لڑکے الفاظ دریافت کئے ہیں لہٰذا وہ بعینہٖ نقل کئے جاتے ہیں، اور وہ یہ ہیں۔ ''کہ میں اس (لڑکی) کو اپنے یہاں نہیں رکھنا چاہتا اگر والد بغیر میری منشاء کے رخصتی کریں گے تو میں گھر چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا، ویسے تو یہ الفاظ تقریباً دس بارہ مسلمانوں کے سامنے کہے گئے، جس میں سے دو آدمی صوم وصلوٰۃ کے بھی پابند ہیں، مزید اطمینان کے لئے ان دو شخصوں سے پھر دریافت کرلیا گیا، کہ آیا یہ الفاظ اس لڑکے کے نے اس وقت کہے تھے، یا نہیں، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے فی الحال وہ لڑکا اپنے ان سابق الفاظ سے منحرف ہے، اور اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے تیار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکا ان الفاظ کا اقرار بھی کرے تب بھی شرعاً ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں[1] ہوئی بلکہ بدستور نکاح قائم اور باقی ہے، لہٰذا جب تک لڑکا طلاق نہ دے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۴/۵۸ھ

---

[1] اذا قال لا اریدک اولا احبک اولا اشتهیک او لا رغبة لی فیک فانه لا یقع. عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۸ ج ۳ باب الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۸ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

''میں نہیں رکھتا'' سے طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی کو بحالتِ غصہ دو مرتبہ یہ کہہ چکا ہے، کہ ''میں تجھے نہیں رکھتا'' کیا اس پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اس عورت کو وہ مرد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے امام صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی مرد سے دوبارہ ہو تو تب اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اتنا ہی کہا ہے تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی نکاح قائم ہے اس عورت کو رکھنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۰ھ

''میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں'' سے طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں یہ کہا کہ ''میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں'' اس بات کے پانچ گواہ ہیں مگر پنچایت میں زید اس بات کا انکار کرتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳، الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ باب فی المحرمات.

(صفحہ ہذا) [۱] إذا قال لا حاجة لی فیک او لا اریدک او لا احبک او لا اشتهیک او لا رغبة لی فیک فانه لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفة، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۸ ج ۲ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۸ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر زید نے بیوی سے کہا ہواور اس کو اقرار بھی ہو کہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتا ہوں یا میں نہیں رکھوں گا، تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ یہ خواہش کا اظہار ہے یا وعدہ ہے، اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

قالت لزوجها من باتو نمی باشم فقال الزَّوجُ مباش فقالت طلاق بدست تو است مُرا طلاق کُن فقال الزَّوج طلاق می کنم طلاق می کنم و کذا ثلاثاً طلقت ثلاثاً بخلاف قوله کنم لانهٗ استقبال فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک وَفی المحیط لو قال بالعربیة اطلق لا یکونُ طلاقاً اِلَّا اذا غلب استعماله للحال فیکونُ طلاقاً. (فتاویٰ عالمگیری[1] ص: ۶۶، ج:۲) **قال لا مرأتهٖ اذهبی الٰی بیت اُمِّک فقالت طلاق ده تابروم فقال توبرو من طلاق دمادم فرستم قال لا تطلق لانه وعد کذا فی الخلاصة عالمگیریة[2] ص: ۳۸۴، ج: ۱،** جب صریح طلاق کا یہ حال ہے، تو الفاظِ مذکورہ تو نہ صریح طلاق کے ہیں، نہ کنایہ طلاق کے، اس لئے کوئی تردد نہ کریں نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۰ھ

''اب ہم نہیں رکھیں گے'' سے طلاق

سوال:- میں اپنے اہل وعیال کا برابر خیال رکھتا ہوں، لیکن اس کے باوجود اپنی بیوی سے قطعِ

---

[1] عالمگیری ص: ۳۸۴، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، مطبوعه کوئٹه.

[2] عالمگیری ص: ۳۸۴، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة، مطبوعه کوئٹه، خلاصة الفتاوی ص ۸۰ ج ۲ کتاب الطلاق، جنس آخر فی الفاظ الطلاق، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۷۶ ج ۴ الفصل الاول فی صریح الطلاق.

تعلق کر بیٹھا ہوں، اور میں نے اپنی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ''میں اب کبھی نہیں رکھوں گا''۔

ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں کچھ پریشانی اچانک آپڑی تھی، اسی اثناء میں ہمارے خسر صاحب آئے، اور کہنے لگے کہ ہم اپنی لڑکی رخصت کرا کر لے جائیں گے، مگر ہمارے والد صاحب کا کہنا تھا کہ ابھی تو ہم پر مصیبت آن پڑی ہے، مگر ہمارے خسر صاحب بضد تھے، تو ہم نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ ''اب ہم نہیں رکھیں گے۔'' مگر ہمارے والد صاحب رخصتی کرا کر لے آئے ہیں، ہم نے طلاق کا نام نہیں لیا تھا، تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آدمی دل میں سوچ لے کہ بیوی سے تعلق نہیں رکھوں گا، اور کچھ مدت تک عملی طور پر اس سے الگ رہے اور زبان سے یا تحریر سے طلاق نہ دے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، اور نکاح ختم نہیں ہوتا، ''اب ہم نہیں رکھیں گے'' یہ طلاق کا لفظ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۱۳۹۰ھ

لفظ نکاح سے الگ کرنے سے طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے پس غیبت میں اپنے احباب کے سامنے یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے الگ کردی، اس شخص نے یہ الفاظ دو مرتبہ کہے، تو کیا ان جملوں سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، اور کیا فریقین باہمی رضامندی سے عدت کے اندر یا بعد عدت

---

[1] الطلاق رفع قيد النكاح فى الحال او المآل بلفظ مخصوص وهو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح او كناية الدرالمختار مع هامش ردالمحتار زكريا ص:۴۲۴، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۲۲۶، ج:۳، اول كتاب الطلاق، البحر الرائق زكريا ص ۴۱۰ ج۳ كتاب الطلاق، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الاول فى تفسيره.

تجدیدِ نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر کرلیں تو یہ نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو اس سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی[1] اور اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح شرعاً درست ہے[2] حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۸ھ

''ہمارے گھر سے چلی جاؤ'' سے طلاق کا حکم

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ اور وہ منکوحہ زید اپنے خاوند کے کہنے پر ماں باپ کے گھر چلی گئی اس عرصہ کو تقریباً دس گیارہ سال گذر گئے کیا یہ طلاق واقع ہوگئی، یا نہیں، اگر واقع ہوگئی تو کونسی کیونکہ زید نے مذکورہ مدت میں اپنی منکوحہ کو بالکل طلب نہیں کیا، اگر طلاق نہیں پڑی تو کیا وجہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ مذکورہ کنایات طلاق سے ہے، پس اگر بہ نیت طلاق یہ لفظ کہا ہے تو شرعاً ایک طلاق بائن

---

[1] لا تطلق بها الا بنية او دلالة الحال وهى بائن بتة بريئة يحتمل النسبة الى الشر اى بريئة من حسن الخلق ويحتمل ان انت بريئة عن النكاح، البحر الرائق زكريا ص ۵۲۳ ج۳ باب الكنايات، شامى زكريا ص ۵۲۹ ج۴ باب الكنايات، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۶۸ ج۳ فصل واما الكناية فنوعان.

[2] إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۷۲ ج۱ الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة، بدائع الصنائع ص ۲۹۵ ج۳ فصل واما حكم الطلاق البائن، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

واقع ہوگئی، اگر بہ نیت طلاق یہ لفظ نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

''ہمارے گھر سے نکل جا'' سے طلاق کا حکم

سوال:- ہندہ کا اپنے شوہر سے کسی امر میں جھگڑا ہوا، شوہر نے مارا پیٹا، گالی دی اور کہا کہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ ہندہ گھر چلی آئی شوہر نے کہلا بھیجا کہ اب میرے یہاں نہ آئے، مگر دوسرے دن ہندہ کے والد ہندہ کو شوہر کے گھر پہنچانے گئے شوہر نے پھر کہا ہمارے گھر سے نکل جاؤ اور باپ کے سامنے مارنے لگا اور کہا حرام زادی! تم کو کل ہی گھر سے نکال دیا پھر کیوں آئی، داماد نے سسر کو پھر گالی دی اور کہا کہ تمہارے یہاں میں لینے نہیں گیا تھا، یہ پھر کیوں آئی، صورتِ مسئولہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی ہوئی، اور دوبارہ شوہر کے گھر جانے کا حق رکھتی ہے، یا نہیں؟

الجواب:- چونکہ شوہر کے لفظ ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' بولتے وقت مذاکرۂ طلاق موجود ہے، اس لئے ایک طلاق بائن ہوگئی، عدت کے بعد لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے، پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے تجدیدِ نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ سید ابواختر القاسمی

مہر امارت شرعیہ بہار دارالافتاء خانقاہ رحمانی مونگیر ۲/۵/۸۷ھ

دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، اور ہندہ کو طلاقِ بائن ہوگئی جب کہ دیکھ رہے ہیں کہ استفتاء کے اندر کہیں طلاق کا تذکرہ نہیں ہے، اور نہ کسی طرح شوہر کی نیت کا حال معلوم ہو رہا

---

[1] کنایته ما لم یوضع له واحتمله وغیره لا تطلق بها الا بینة او دلالة الحال فنحو اخرجی واذهبی وقومی ای من هذا المکان لینقطع الشر فیکون رداً اولانه طلقها فیکون جواباً. شامی کراچی ص ۲۸۹ ج۳، شامی نعمانیه ص: ۴۶۳، ج: ۲، باب الکنایات، البحر الرائق زکریا ص۵۱۸، ۵۲۵ ج۳ باب الکنایات، بدائع الصنائع ص۱۶۷، ۱۶۸ ج۳ فصل واما الکنایة فنوعان.

ہے بلکہ میرا تو اندازہ ہے، کہ شوہر کا ہندہ کو دوسرے دن باپ کے ساتھ آنے پر دوبارہ مار پیٹ کرنا کچھ اور ہی ثابت کر رہا ہے، یعنی لڑکا بیوی گردان کر زدوکوب کر رہا ہے، اور لڑکی بھی تسلیم کر رہی ہے، اس لئے قوم کی طرف رجوع کر رہا ہوں، وضاحت سے فرمائیں، نیز مذاکرہ طلاق سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا یہ لفظ کہ ''ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' کنایاتِ طلاق کی اس قسم کا لفظ ہے، جس میں رضا، غضب، مذاکرۂ طلاق تینوں حالتوں میں وقوعِ طلاق کے لئے نیت کی حاجت ہوتی ہے، بلا نیت طلاق نہیں ہوتی، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[1] (ص:۴۶۶، ج:۲) میں نقشہ دیا ہے، نیز بحر[2] (ص:۳۰۲، ج:۳) میں ہے: **وحاصل ما فی الخانیة ان من الکنایات ثلاثة عشر لا یعتبر فیها دلالة الحال وَلا تقع الا بالنیة حبلک علٰی غاربک، تقنعی، تخمری، استتری قومی اخرجی، اذهبی الخ** پھر اگر شوہر نے بہ نیتِ طلاق ایسا کہا ہے تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے[3]، اگر شوہر نے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۳/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] شامی کراچی ص:۳۰۳، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۴۶۶، ج:۲. باب الکنایات.

[2] البحر ص:۳۰۳، ج:۳، باب الکنایات، مطبوعه کوئٹه، بدائع الصنائع ص۱۶۷، ۱۶۹ ج۳ فصل واما الکنایة فنوعان، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[3] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها عالمگیری کوئٹه ص۴۷۲ ج۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به الملطقة، بدائع الصنائع ص۲۹۵ ج۳ فصل واما حکم الطلاق البائن، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة.

’’جامیں نے جھگڑا صاف کردیا‘‘ سے طلاق

سوال:- زید اور اس کی بیوی میں تنازع ہوا اور غصہ میں بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرا جھگڑا صاف کردو، شوہر نے کہا کہ جامیں نے جھگڑا صاف کردیا، تو اپنے باپ کے یہاں چلی جا، یہ دومرتبہ کہے اور اپنے کام میں لگ گئی، اگلے روز عورت کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لے گئے، لیکن عورت کہتی رہی کہ مجھ کو کچھ نہیں کہا، لیکن مرد سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا، طلاق یا آزادگی کا لفظ نہیں آیا، یہی آیا کہ میں نے جھگڑا صاف کردیا، دومرتبہ کہا، اور عورت حمل سے ہے، پورے دن ہوگئے، اب فرمایئے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یا کفارہ ہوا؟ اب اپنے ماں باپ کے یہاں سے عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تین دفعہ کہا اور دو گواہ کہتے ہیں کہ نہیں دومرتبہ کہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر نے جو لفظ کہا ہے وہ صریح طلاق نہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی[1] دو دفعہ کہا ہو یا تین دفعہ سب کا یہی حکم ہے[2] طلاق حالتِ حمل میں بھی ہوجاتی ہے[3] اگر طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں، نکاح بدستور قائم ہے، نیت کے بارے میں شوہر کا

---

[1] فالكنايات لا تطلق بها الا بنية الى قوله فنحو اخرجي واذهبي الخ الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص:۵۲۸، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۲۹۶، ج:۳، اول باب الكنايات، البحر الرائق زكريا ص۵۲۴،۵۲۵ ج۳ باب الكنايات، عالمگيرى كوئٹه ص۳۷۵ ج۱ الفصل الخامس فى الكنايات.

[2] لا يلحق البائن البائن، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۵۴۲، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۳۰۸، ج:۳، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح الخ، البحر الرائق زكريا ص۵۳۴ ج۳ باب الكنايات، عالمگيرى كوئٹه ص۳۷۷ ج۱ الفصل الخامس فى الكنايات.

[3] وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۹ ج۱ كتاب الطلاق، الباب الاول فى تفسيره، الدر المختار على الشامى زكريا ص۴۳۴ ج۴ كتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور.

قول مع قسم معتبر ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۲ھ

لفظ ''میں نے الگ کردی'' سے طلاق

سوال:- ہندہ کا نکاح محمد احمد سے ہوا، مگر جب وہ نالائق نکلا تو محمد احمد پر طلاق کے لئے زور دیا گیا، جب اس کو سختی سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی، میں اپنے گھر چلا جاؤں گا، چلتے وقت اُس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، یہ زبردستی ہے تو اس طرح طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد احمد نے جو الفاظ کہے ہیں کہ میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کردی، اگر یہ بہ نیتِ طلاق کہے ہیں تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی، اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح بھی درست ہوسکتا ہے، اگر بہ نیتِ طلاق نہیں کہے تو طلاق نہیں ہوئی بدستور نکاح قائم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ ۱۸/۶/۸۷ھ

''عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں'' سے طلاق

سوال:- مسئلہ ذیل میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، زید نے پنچایت کے روبرو یہ کہا کہ

---

[1] والقول له مع يمينه في عدم النية. الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص:۵۳۳، ج:۴، مطبوعه كراچی ص:۳۰۰، ج:۳، اول باب الكنايات، البحر الرائق زكريا ص ۵۲۹ ج۳ باب الكنايات، عالمگيری كوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس في الكنايات.

[2] فالكنايات لا تطلق بها الا بنية الى قوله وهي بائن بتة الى قوله و هبتك لاهلك سرحتك فارقتك الخ البحر الرائق ص: ۳۰۱، ج:۳، باب الكنايات، بدائع الصنائع ص۱۶۷ ج۳ فصل واما الكناية فنوعان، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۲۸، ۵۳۲ ج۴ باب الكنايات، مطلب لا عتبار بالاعراب هنا.

اس عورت کو میں اپنے شوہر سے پنچوں کے سامنے الگ کرتا ہوں، یا اپنے سے الگ کرنا چاہتا ہوں اور اسکی بیوی اس مکان میں جس میں لوگ جمع تھے نہ تھی، بلکہ محلّہ میں پڑوسی کے مکان میں تھی، بعدہ اس عورت کو بلایا گیا تھا جب وہ عورت حاضر ہوگئی، تو بکر نے عورت کو غلط خبر دی کہ تیرے خاوند نے تجھ کو طلاق دیدی ہے کیا بکر کے غلط خبر دینے سے یا مندرجہ بالا الفاظ سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الگ کرنا چاہتا ہوں) ارادہ اور خواہش کا اظہار ہے، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی،[۱] (اپنی عورت کو پنچوں کے سامنے اپنے سے الگ کرتا ہوں) یہ کنایات طلاق سے ہے، اگر بہ نیت طلاق یہ الفاظ زید نے کہے ہیں تو ان سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی ورنہ نہیں،[۲] جس طرح صیغۂ ماضی سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح صیغۂ حال سے بھی ہوجاتی ہے، (**کما صرح به فی الهندیة**[۳] **ودر المختار**) غلط خبر دینے سے کچھ نہیں ہوتا، تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے یا اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں، البتہ اگر عورت کو ایک عادل شخص خبر دے کہ تیرے شوہر نے طلاق دیدی ہے، اور عورت کو اسکے صدق کا یقین یا غلبہ ظن ہے، تو عورت کو یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ طلاق دیدی ہے،[۴] لیکن اگر شوہر

---

[۱] ولو قال هویت طلاقک او احببت طلاقک او رضیت طلاقک او اردت طلاقک لا تطلق وان نوی. عالمگیری ص: ۳۵۹، ج: ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، البحر الرائق زکریا ص۴۳۸ ج۳ باب الصریح، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۵۲ ج ۱ کتاب الطلاق.

[۲] ولو قال فی حالة مذاکرة الطلاق فارقتک او باینتک او ابنتک او ابنت منک او انت اعلم بشانک فقالت اخترت نفسی یقع الطلاق، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بدائع الصنائع ص ۱۷۱ ج۳ طلاق الکنایة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق زکریا ص۵۲۶ ج۳ باب الکنایات.

[۳] وفی المحیط لو قال بالعربیة اطلق لا یکون طلاقا الّا اذا غلب استعماله للحال فیکون طلاقاً. (عالمگیری ص: ۳۸۵، ج: ۱، الفصل السابع فی الطلاق، شامی کراچی ص: ۲۴۸، ج:۳، وشامی نعمانیه ص: ۴۳۰، ج:۲، باب الصریح، البحر الرائق زکریا ص۴۳۹ ج۲ باب الصریح.

[۴] المرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینهٗ. شامی کراچی ص: ۲۵۱، ج:۳، شامی نعمانیه ص: ۴۳۲، ج:۲، باب الصریح، مطلب فی قول البحر، عالمگیری ص: ۳۵۴، ج: ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، البحر الرائق زکریا ص۴۴۸ ج۳ باب الصریح.

انکار کردے تو قضاءً طلاق ثابت نہ ہوگی، صورت مسئولہ میں اگر زید نے صیغۂ حال بہ نیت طلاق بولا ہے اور اس کی خبر بکر نے دی ہے تو یہ خبر غلط نہیں بلکہ صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبد اللطیف ۱۴/محرم ۵۸ھ

''میرا تیرا تعلق ختم'' سے طلاق

سوال:- زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، ہندہ نے اپنی سسرال کا ماحول نہایت گندہ دیکھا، ہندہ کی سسرال میں پردہ گھونگھٹ اور شرم وحیاء کا طریقہ بالکل پسند نہیں، اور اسلامی طور وطریق کو بہت ہی کراہت سے دیکھتے ہیں، نیز ہندہ کے شوہر اور ساس سسر ہندہ کو کھلی بے حیائی، بے شرمی اور بے پردگی پر آمادہ کرتے ہیں، بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ ساتھ ہندہ سے ازدواجی تعلقات کی تاک جھانک میں لگے رہتے ہیں، جب ہندہ اپنے شوہر ساس سسر کی اس کھلی بے حیائی اور بے شرمی کا ذکر کرتی ہے، تو وہ ان باتوں پر بالکل برا نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بابو جی (باپ) جس طرح تم سے خوش رہنا چاہیں تم ان کی بات مانو اور تم ان کے ماحول میں رہو، ہندہ ہر طرح گھریلو خدمت انجام دے سکتی ہے، مگر یہ بے شرمی، بے حیائی اور بے پردگی کی باتیں ہرگز نہیں مان سکتی، یہ خدمت صرف شوہر کے لئے مخصوص ہے، سسر اور غیروں کے لئے نہیں ہے، چونکہ ہندہ کے سسر کی عادت نہایت خراب ہے، اور مزاج میں چاپلوسی اور بے شرمی بہت زیادہ، اس لئے ہندہ کو ہر دم اپنی پاک دامنی اور عفت وعصمت کا خوف لگا رہتا ہے، ہندہ جب سسرال میں ایسی ویسی بے شرمی وبے حیائی کی باتیں نہیں مانتی تو ساس سسر لعن طعن کرتے ہیں، گالی گلوج کرتے ہیں، بد مزاجی منہ چڑھی بتلاتے ہیں، خاندان کو کوستے ہیں، طرح طرح کی سختیاں کرتے ہیں اور تکلیفیں پہنچاتے ہیں، انتہائی بدکلامی بدلحاظی سے پیش آتے ہیں، یوں ہوتے ہوتے دس مہینہ بیت گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ہندہ کی والدہ جا کر ہندہ کو میکے لے آئی، کچھ دن کے بعد ہندہ کا شوہر ہندہ کے پاس آیا، اور باہم باتوں باتوں میں نفرت کر کے ہندہ کو یہ کہہ دیا کہ جا آج سے میرا تیرا تعلق ختم، میں ابھی گھر جا کر تیرا مہر پانچ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اور تیرا نکاح بھی کہیں نہیں ہونے دوں گا، پھر ہندہ کا سسر بھی ہندہ کے والد سے ملا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کہ ہندہ کو بھیجنا ہے، تو فوراً بھیج دو ورنہ اپنی بیٹی کو طاق میں بٹھا کر رکھو، ہم تحریری طلاق نہیں دیں گے، اور یاد رکھو ہم ہندہ کو سڑا سڑا کر ماریں گے، اور ہم تم کو نیچا دکھا کر رہیں گے، اور ہندہ سے اور تم سے اپنے گھر پر ناک رگڑوا دیں گے، وغیرہ وغیرہ، ہندہ ہرگز ہرگز اس گھر میں جانا نہیں چاہتی، اس کے بعد ہندہ کے ساس سسر ہندہ پر چڑھایا ہوا اپنا زیور بھی لے گئے اور بڑی بدکلامی سے پیش آئے، اب ہندہ کے سسر ہندہ کو پولیس کے ذریعہ نکال کر لے جانے کی فکر میں ہیں، بہت سے لوگوں نے میرے سسر وغیرہ کو پولیس تھانوں میں گھومتے پھرتے دیکھا ہے، تھانوں سے کئی دفعہ میرے والد کو بلانے کا ٹیلیفون بھی آچکا ہے، اب اس مضمون سے جو شرعی حکم ہندہ کے آزاد ہونے کی قانونی شرعی صورت مفصل عام فہم لفظوں میں فرما دیجئے۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ کو اس کے شوہر نے بہ نیتِ طلاق یہ کہا کہ جا آج سے میرا تیرا تعلق ختم، جیسا کہ مہر بھیجنے کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی[1] وقتِ طلاق سے تین حیض گذر نے پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی[2] اگر حمل ہو تو وضعِ حمل سے عدت پوری ہو جائے گی۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۸ھ

---

[1] وفی الفتاویٰ لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة. (عالمگیری ص ۳۷۶ ج ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۸ ج ۳ باب الکنایات. **(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)**

اپنا مہر لے لے، سے طلاق کا حکم

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے کے بعد یہ کہا کہ تو اپنا مہر لے لے عورت نے کہا کہ میں مہر تو نہیں لیتی، میری اس میں کیا خطا ہے، اور چل کھانا کھالے، مرد نے کہا کہ میں نہیں کھاتا، اتنے میں چند لوگ آئے اور پکڑ کر اس کے مکان پر لے گئے، اور کھانا کھلا دیا، اور پھر وہ دونوں آپس میں رضامند ہو گئے، آیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف یہی الفاظ کہے ہیں اور کوئی دوسرا لفظ ایسا نہیں کہا جس سے طلاق واقع ہو سکے تو شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے جو سوال میں مذکور ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ نہ صریح ہیں، نہ کنایہ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ جواب صحیح ہے، سعید احمد ۴/۳/۵۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] فان کانت المرأة حرة فعدتها ثلاثة قروء لقوله تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء وسواء وجبت بالفرقة فی النکاح الصحیح او بالفرقة فی النکاح الفاسد، بدائع الصنائع ص۳۰۵ ج۳ فصل واما بیان مقادیر العدة، عالمگیری کوئٹه ص۵۲۶ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج۵ باب العدة.

[3] وعدة الحامل ان تضع حملها عالمگیری کوئٹه ص۵۲۸ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۵۵۰ ج۱ باب العدة، بدائع الصنائع ص۳۰۴ ج۳ فصل واما عدة الحبل.

(صفحہ ہذا) [1] الطلاق هو رفع قید النکاح فی الحال او المآل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق صریحاً او کنایةً. مختصرا شامی کراچی ص:۲۲۷، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۴۱۵، ج:۲. کتاب الطلاق، البحر الرائق زکریا ص ۴۱۰ ج۳ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۸ ج۱ کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیره.

ہم سے کوئی تعلق نہیں جہاں چاہے جا، سے طلاق

سوال:-ایک شخص مسمی رسول میاں ولد ظہور میاں اپنی عورت مسماۃ نظیراً کو اپنے مکان سے غریب میاں چودھری رحیم بخش وغیرہم گواہان کے سامنے اس کا سارا زیور نکال کر اس کے میکے کر آیا اور کہلایا کہ ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں اس کی طبیعت جہاں چاہے جائے، ہم سے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، عرصہ دارز ہوا کہ مسمی مذکور نے اپنی دوسری شادی کر لی اب یہ مسماۃ اس سے طلاق چاہتی ہے، کہ با قاعدہ ہم کو چھوڑ دو وہ کہتا ہے کہ چھوڑ تو دیا ہے تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو پھر نہیں رکھ سکتے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

الفاظ مذکورہ کنایات طلاق سے ہیں، پس اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، **وفی الفتاویٰ لم یبق بینی وبینک عمل ونویٰ یقع کذا فی العتابیة ولو قال لها اذهبی ای طریق شئت لا یقع بدون النیة وان کان فی حال مذاکرة الطلاق** (عالمگیری[1] ص: ۲۹۴، ج: ۲) اور مسماۃ کے سوال طلاق پر یہ کہنا کہ چھوڑ تو دیا ہے تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے، اس کو ہم نہیں رکھ سکتے، یہ بظاہر قرینہ ہے، اس پر کہ بہ نیت طلاق اوّلاً الفاظ مذکورہ فی السوال کہے ہیں اور اگر بنیت طلاق الفاظ ''ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں'' وغیرہ نہیں کہے اور سوال طلاق کے جواب میں، چھوڑ تو دیا ہے،[2] وغیرہ سے اقرار واخبار طلاق مقصود نہیں، بلکہ انشاء طلاق مقصود ہے، تو اس سے دو

---

[1] عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص۴۶۸ ج۱ فصل فی الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۹ ج۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة.

[2] سرحتک وهو رهاکردم لانه صار صریحا فی العرف علی ما صرح به نجم الزاهدی الخوارزمی فی شرح القدوری فان سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق واقع ہوگئی، ایک صریح دوسری کنایہ اور پہلی صورت میں صرف کنایہ ہی ہوئی، بہرکیف طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۷/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تعلق زوجیت نہیں، سے طلاق کا حکم

سوال:- عبداللہ نے ایک نابالغ لڑکی فاطمہ سے بغیر اب وجد کے دوسرے ولی کے ذریعہ سے نکاح کرلیا تھا، وہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد شوہر کی عادات واخلاق پسند نہ ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے گھر آگئی، تقریباً دو ہفتہ کے بعد عبداللہ نے فاطمہ کو بلایا اس وقت فاطمہ بولی کہ تمہارے اخلاق وعادات مجھے پسند نہیں ہیں، میں تمہارے ہمراہ رہنے کو راضی نہیں ہوں، اس لئے مجھے طلاق دیدو، عبداللہ نے کہا جس طرح تو مجھے پسند نہیں کرتی میں بھی تجھے اسی طرح پسند نہیں کروں گا، تم اپنی اماں کے گھر رہو، میں دوسری شادی کرلیتا ہوں، فاطمہ بولی بہرحال مجھے جدائی کردو، اس وقت عبداللہ نے کہا کہ مجھے تو ضرورت نہیں ہے تم اپنی والدہ کے گھر رہو آج سے تمہارے اور ہمارے درمیان زوج زوجہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، اتنا کہہ کر عبداللہ واپس چلا گیا، اور دوسری شادی بھی کرلی اب پانچ سال ہوگئے، حنفی مذہب کے مطابق کیا عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں، مرد سے مہر طلب کرسکتی ہے، یا نہیں، اس کی عدت گذارنے کی کیا صورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغہ کا نکاح جب کہ ولی ابعد نے کیا تھا، تو وہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا، اگر ولی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فاذا قال رھا کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضا الخ شامی زکریا ص ۵۳۰ ج۴ باب الکنایات، قبیل مطلب لا اعتبار بالاعراب ھنا، بزازیة علی الھندیة کوئٹه ص ۱۸۹ ج۴ الثانی فی الکنایات، الاول انت علی حرام، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۹ ج۱ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة.

اقرب نے رد کر دیا تھا، تو وہ رد ہو گیا تھا، اگر رد نہیں کیا تھا، بلکہ اجازت دیدی تھی تو وہ جائز ہو گیا تھا[1] جبکہ عبداللہ نے سوال طلاق کے جواب کہا کہ تم اپنی ماں کے گھر پر رہو، آج سے تمہارے اور میرے درمیان میں زوج وزوجہ کا کوئی علاقہ نہیں ہے، تو بظاہر ہے کہ یہ بہ نیت طلاق ہی کہا ہے، تو شرعاً اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آ چکی ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہے، ورنہ نصف مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے، پورے کا مطالبہ نہیں کر سکتی: **لو قال لم يبق بيني وبينك عمل او انا بريئ من نكاحك او ابعدي عني ونوى الطلاق يقع**[2] (عالمگیری) **ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوة** (درمختار[3]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ یکم شعبان

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبداللطیف

''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے'' سے طلاق

مسماۃ ہندہ کو اس کے شوہر نے مارا پیٹا اور گھر سے باہر نکال دیا اور کہا کہ میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے تیری مرضی آئے سو کر اب ہندہ کا دوسری جگہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وان زوج الصغير والصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقف نكاح الابعد على اجازته، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فی الاولیا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۹۹ ج ۴ باب الولی، مطلب لا یصح تولیة الصغیر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹہ ص ۳۵۶ ج ۱ فصل فی الاولیاء.

[2] عالمگیری مختصراً ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، قاضی خان علی الهندیة کوئٹہ ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹہ ص ۱۹۸، ۱۹۹ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة.

[3] شامی نعمانیہ ص: ۳۳۱، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۱۰۴، ج: ۳. باب المهر، البحر الرائق زکریا ص ۲۵۳ ج ۳ باب المهر، بدائع الصنائع ص ۵۹۲ ج ۲ فصل واما بیان ما یسقط به نصف المهر.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے کہ میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں تیری مرضی آئے سو کر، تو اس سے طلاق بائنہ ہوگئی[1] اس کے بعد عدت تین ماہواری گذار کر دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنا جائز ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تعلق نہیں سے طلاق

سوال:- ایک جوان عورت جس کا شوہر عرصہ چھ سال سے گھر سے باہر رہتا ہے اور بیکار ہے بیوی کو میکہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان ونفقہ کی خبر لیتا ہے نہ اپنے گھر لاتا ہے، نہ ہی شوہر کے والدین بلاتے ہیں، جب وہ کبھی گھر آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں بلاتا تو کہتا ہے کہ میں اس کو نہیں رکھنا چاہتا اور نہ ساری عمر اس سے تعلق رکھوں گا، نہ میرے پاس اس کے لئے نان ونفقہ کا خرچہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ جب تم اسے نہیں رکھ سکتے، اور نہ تم خرچ دے سکتے ہو نہ تمہارے والدین تو وہ اپنا کیسے گذارہ کرے، وہ کہتا ہے جب مجھے اس سے مدت سے تعلق نہیں نہ آئندہ رکھوں گا، میرے سے جہنم میں جائے، اس پر لوگوں نے کہا تو پھر طلاق دیدے وہ کہیں اپنا نکاح کر لے گی، تو کہتا ہے اور طلاق کیسی ہو میرے طرف سے تو اس کو طلاق ہی سی ہے، عورت مذکورہ کے

---

[1] ولو قال لها لا نكاح بيني وبينك او قال لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق اذا نوى عالمگيری ص: ۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الكنايات، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۴۶۸ فصل فی الكنايات، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۱۹۶ ج ۴ الثانی فی الكنايات، نوع آخر فی انكار النكاح، وفی الفتاویٰ لم يبق بيني وبينك عمل ونوى يقع. عالمگيری ص: ۳۷۶، ج: ۱ الفصل الخامس فی الكنايات، مطبوعه كوئٹه،

[2] ان كانت المرأة حرة فعدتها ثلاثة قروء الخ بدائع الصنائع ص ۳۰۵ ج ۳ فصل واما بيان مقادير العدة، عالمگيری كوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج ۴ باب العدة.

والدین غریب ہیں، اس کا خرچ نہیں اٹھا سکتے، اس صورت میں عورت مذکورہ اپنا نکاحِ ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بنیتِ طلاق شوہر نے وہ الفاظ کہے ہیں جو کہ سوال میں مذکور ہیں، جیسا کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے، تو بعد عدت اس کی بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت ہے[1] اگر کچھ شک ہو تو مزید توثیق کے لئے دوبارہ اس سے دریافت کر لیا جائے، کہ یہ دوسرا نکاح کرے یا نہیں؟ تمہاری بیوی تو نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۸ھ

''میری طرف سے بالکل ختم ہے'' سے طلاق

سوال:- زید نے چار مسلمانوں اور ایک پولیس کے سامنے یہ کہا کہ میں اپنی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں اور میری طرف سے بالکل ختم ہے، ان چار میں سے ایک شخص نے پوچھا کیا تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، اس پر زید نے خاموشی اختیار کی، پولیس مین نے کہا کہ کیا تو اپنی طرف سے بالکل ختم کر چکا ہے؟ اس بات پر زید نے ہاں میں گردن ہلا دی، اس پر سوال کیا کہ کیا اس میں ابھی کچھ گنجائش ہے؟ تب زید نے کہا کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر سوال کیا گیا کہ پھر تو تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، یہ سن کر زید خاموش رہا، کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوگئی تو کون سی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ اور اس کے تصفیہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

---

[1] وفی الفتاویٰ لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة وفی مجموع النوازل لو قال لها اذهبی الی جهنم ونوی الطلاق یقع کذا فی الخلاصة. عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۵، ۵۲۸ ج ۳ باب الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۷، ۱۹۹ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر اذهبی، ونوع آخر فی المتفرقة.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید سے دریافت کرلیا جائے، اگر وہ کہے کہ میں نے رشتۂ نکاح کو ختم نہیں کیا، تو اس کا قول معتبر ہوگا[1] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میل جول کو بند کیا ہے، طلاق نہیں دی، اسی وجہ سے جب اس سے طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے خاموشی اختیار کی اقرارِ طلاق نہیں کیا، اب فیصلہ کی صورت یہی ہے کہ زید سے ہی دریافت کیا جائے، جو کچھ وہ طلاق کے متعلق بتائے اس کو لکھ کر پھر مسئلہ معلوم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

''تم میری پسند نہیں'' سے طلاق

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں ہو، تم کو نہیں رکھتا، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرادے اور اسی وقت بوقت تکرار باہم زدوکوب کر کے اپنے برادر خورد کے ساتھ اس کے والد کے گھر بھیج دیا از روئے شرع شریف اس عورت پر طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الفاظ مذکورہ میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں اور ہمارے عرف میں کنایۃً بھی ان میں سے مستقلاً کوئی لفظ طلاق کے لئے مستعمل نہیں[2] البتہ مجموعہ الفاظ میں طلاق کا احتمال ضرور ہے، خاص کر پہلے دو لفظوں کے بعد تیسرے لفظ کا ذکر کرنا اور پھر اس پر چوتھے کو مرتب کرنا پس اگر تیسرا یا چوتھا لفظ وہاں

---

[1] والقول له بيمينه في عدم النية. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۵۳۳، ج:۴، مطبوعه كراچي ص:۳۰۰، ج:۳، اول باب الكنايات، البحر الرائق زكريا ص ۵۲۹ ج۳ باب الكنايات، عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس في الكنايات.

[2] اذا قال لا حاجة لي فيك او لا اريدك او لا احبك او لا اشتهيك او لا رغبة فيك فانه لايقع وان نوى في قول ابي حنيفة البحر الرائق زكريا ص ۵۲۸ ج۳ باب الكنايات، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے تو نیت کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگئی، اور جتنی نیت کی اتنی واقع ہوئی، لہٰذا بعد عدت نکاح درست ہوگا، اگر عورت کو کہا جائے کہ تم اور خصم کرلو تو اس سے بصورت نیت وقوع طلاق کا حکم فقہاء نے بھی تحریر کیا ہے: **وبابتغی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواها وثنتین وثلث ان نواها اھ** (عالمگیری[1] ص: ۶۹)

صورتِ مسئولہ میں خصم کرانے کی نسبت باپ کی جانب ہے، اس کو فقہاء نے نہیں لکھا ہے، مگر اس میں احتمال طلاق ضرور ہے، گو صرف احتمال بھی کافی نہیں: **کما صرح به الشامی فی اول باب الکنایات ما ذکروه فی تعریف الکنایة لیس علیٰ اطلاقه بل هو مقید بلفظ یصح خطابها به ویصلح لانشاء الطلاق الذی اضمره او للاخبار بانه اوقعه کانت حرام اذ یحتمل لا نی طلقتک او حرام الصحبة وکذا بقیة الا لفاظ ولیس لفظ الیمین کذالک اذلا یصح بان یخاطبها بانت یمین فضلاً عن ارادة انشاء الطلاق به او الاخبار بانه اوقعه حتی لوقال انت یمین لا نی طلقتک لا یصح فلیس کل ما احتمل الطلاق من کنایته بل بهٰذین القیدین و لا بد من ثالث هو کون اللفظ مسبباً عن الطلاق وناشئاً عنه کالحرمة فی انت حرام ونقل فی البحر عدم الوقوع بلا احبک لا اشتهیک لارغبة لی فیک وان نویٰ، ووجهه ان معانی هٰذه الالفاظ لیست ناشئة عن الطلاق لان الغالب الندم بعده فتنشأ المحبة والاشتهاء والرغبة بخلاف الحرمة فاذا لم یقع بهٰذه الالفاظ مع احتمال ان یکون المراد لا نی طلقتک ففی لفظ الیمین بالاولیٰ اھ** (رد المحتار[2] ص: ۷۱۲، ج: ۲)

(گذشتہ کا بقیہ) عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹہ ص ۱۹۸ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی المتفرقة.

(صفحہ ہٰذا) [1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بدائع الصنائع ص ۱۶۹ ج ۳ فصل واما الکنایة فنوعان، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۹ ج ۳ باب الکنایات.

[2] شامی نعمانیه ج: ۲، ص: ۴۶۲، مطبوعه زکریا ص: ۵۲۶، ج: ۴، شامی کراچی ص ۲۹۶ ج ۳، باب الکنایات. وراجع البحر ص ۳۰۳ ج ۳ باب الکنایات، مطبوعه کوئٹه.

بلکہ عورت کو خطاب کی صحت اور انشاء طلاق یا اخبار طلاق کی صلاحیت لفظ میں ضروری ہے، نیز اس لفظ کا ناشی عن الطلاق ہونا بھی ضروری ہے، اور یہ سب چیزیں گو پہلے اور دوسرے لفظ میں موجود نہیں، مگر تیسرے اور چوتھے لفظ میں ضرور موجود ہیں، اس لئے ان دونوں میں طلاق کا احتمال بہ نسبت پہلے دونوں کے زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶ رصفر ۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۶ رصفر ۵۷ھ

انکار نکاح سے طلاق

سوال: - زید منکوح تھا مگر دوسری جگہ اس نے چند معتبر آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا، اور وہ اپنی بیوی کو اپنے یہاں بلاتا بھی نہیں نہ اس سے کسی قسم کے تعلقات رکھتا ہے، آیا ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو چکی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اتنا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی: **وان قال لم اتزوجک ونوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع ولو قال مالی امرأة لا یقع وان نوی وکذا لو قال علیّ حجة ان کانت لی امرأة وهذا بالاجماع ذکره الامام السرخسی فی شرحه والشیخ الامام نجم الدین فی شرح الشافی کذا فی الخلاصة اهـ** (عالمگیری[1] ص: ۳۷۵، ج: ۱) صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے، کہ اگر شوہر حقوق ادا نہیں کرتا

[1] عالمگیری ص: ۳۷۵، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، طبع کوئٹه، البحر الرائق زکریا ص ۵۳۰ ج ۳ باب الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۶ ج ۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر فی انکار النکاح، بدائع الصنائع ص ۱۷۱ ج ۳ فصل واما الکنایة فنوعان.

تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے، خواہ مہر معاف کر کے خواہ کسی اور طرح[1] اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، پھر اگر شوہر کسی صورت کو اختیار کرے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم با اختیار خود تفریق کر دے اس کے بعد عدت طلاق گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

''ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا'' سے طلاق

سوال:- واقعہ یوں ہے کہ ہم اور ہماری جٹھانی اور دونوں نند کہیں بیٹھنے گئے تھے، اور ساس گھر میں تھیں، ان سے پوچھ کر گئے تھے، جب ہمارے جیٹھ اور ہمارے شوہر دوکان پر سے گھر میں کوئی سامان وغیرہ لینے آئے، تو ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں گئیں ہیں، ساس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ بیٹھنے گئی ہیں، تو ہمارے جیٹھ اپنی بیوی پر غصہ ہوئے، اور ہمارے شوہر ہمارے اوپر غصہ ہوئے، اسی غصہ میں ہمارے شوہر نے کہہ دیا کہ اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ ہم نے طلاق دیدی تو ہماری پھوپھی یعنی ساس ان کے اوپر بہت غصہ ہوئیں، اور رو پیٹ کر رہ گئیں، جب ہم سب لوگ گھر میں آئے، انہوں نے سب بتلایا کہ یہ کہا اور یہ کہا، لیکن یہ نہیں بتلایا کہ ایک بار طلاق کا نام بھی لیا، جب کہ جیٹھ نے جیٹھانی کو بتایا کہ ہمارے چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک بار اس طرح کہا کہ ہم نے طلاق دیدی، جب دوسرا روز ہوا تو میری جیٹھانی نے ہم سے کہا کہ کل یہ بات اس کے منہ سے نکلی، جب ہم نے ساس سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں، پھر دس پندرہ روز کے بعد اپنے آپ ہی بہت غصہ چڑھا، اسی غصہ میں بکتے بکتے دوبارہ پھر یہ بات ان کے منہ سے

---

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة هدایه ص ۴۰۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ فصل فی الخلع.

نکلی کہ جاتو یہاں سے نکل جا، ایک منٹ بھی تو میرے گھر میں نہیں رہ سکتی ہم نے تجھے طلاق دیدی، تو پھر ہم اس گھر سے ساس کو لے کر نکل گئے، بڑی ساس کے یہاں چلی گئیں، ہم نے گھر آنے سے انکار کر دیا، کہ ہم اب گھر میں نہیں آئیں گی، مگر سسر نے سمجھا کر ہم کو پھر گھر ہی میں رکھ لیا، پھر پندرہ بیس روز کے بعد ہم لوگ ساس وغیرہ سیر دکھانے ساتھ میں گئی تھیں، وہاں سے واپس ہونے کے بعد وہ اپنی ماں سے کہنے لگے کہ آپ اس کو لے کر کیوں گئیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ساس ہیں ہمارا کوئی حق نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حق نہیں، اس میں بات پڑھتے بڑھتے بہت کافی بات بڑھ گئی، اس غصہ میں آکر پھر تیسری مرتبہ کہا جاؤ تو پھر اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا، ان تینوں طلاقوں کے درمیان میں ہمارے شوہر سے میرا تعلق کسی قسم کا نہ ہوا شادی ہونے کے بعد دو تین مہینہ ٹھیک رہے، اس کے بعد ہم کو طلاق دلوانے کے لئے کسی نے بڑے بڑے کرتب کئے، چار ماہ ان کا دماغ خراب رہا، اسی چار ماہ کے درمیان میں تینوں طلاقیں دیں، ہمارے ساس سسر نے کرتبوں کا اتار کیا، اس کے بعد سے ان کا دماغ بالکل صحیح ہوگیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مجھے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی تو اب میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی اور دوسری طلاق تو صاف ظاہر ہے، کیونکہ صریح لفظ طلاق کا ہے[1] البتہ تیسری دفعہ یہ لفظ کہا ہے ''ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا''۔ یہ صریح لفظ نہیں، بلکہ کنایہ ہے[2]، شوہر سے دریافت کیا

---

[1] اما الصریح فهو اللفظ الذی لا یستعمل الا فی حل قید النکاح وهو لفظ الطلاق او التطلیق مثل قوله انت طالق او انت الطلاق او طلقتک وهٰذه الالفاظ ظاهرة المراد لانها لا تستعمل الا فی الطلاق عن قید النکاح فلا یحتاج فیها الی النیة، بدائع الصنائع ص ۱۶۱ ج۳ فصل اما النیة فی احد نوعی الطلاق، شامی زکریا ص ۴۶۱ ج۴ باب الصریح، مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج، البحر الرائق زکریا ص۴۳۷ ج۳ باب الصریح.

[2] او قال لم یبق بینی وبینک نکاح او قال فسخت نکاحک یقع الطلاق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جائے وہ اگر یہ کہے کہ ہاں طلاق کی نیت سے کہا ہے، جیسا کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے، تو اس لفظ سے تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی[1]، اب شوہر سے پردہ میں رہ کر آپ اپنی عدت پوری کریں، عدت تین ماہواری ہے، اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگئی[2]، بعد عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ؍ ؍ ؍

''آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کردیں'' سے طلاق

سوال:- (نقل خط عظمت علی جو کہ ہندی میں ہے)

جناب صوفی صاحب! السلام علیکم عرض ہے اور بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ اچھا نہیں کیا اور میں بہت غلط آدمی نکلا، میں مجبور ہوں اب میں کچھ نہیں کرسکتا، اور یہ خط میں نے بمبئی سے ڈالا ہے، میں کل کو بمبئی سے پانچ سال کے لئے امریکہ جارہا ہوں، تاکہ میں یہاں کے طوفان سے بچ سکوں، اب اگر آپ کو پانچ سال رکنا ہو اور پیسوں کو بھی پانچ سال روکنا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اذا نوی قاضیخان علی الهندية كوئٹه ص۴۶۸ ج ۱ فصل فی الكنايات، عالمگیری كوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الكنايات، بزازية علی الهندية كوئٹه ص۱۹۶ ج۴ الثانی فی الكنايات، نوع آخر فی انكار النكاح.

(صفحہ ہذا) [1] والبائن يلحق الصريح كما اذا قال لها انت طالق ثم قال لها فی العدة انت بائن الخ البحر الرائق زكريا ص۵۳۳ ج۳ باب الكنايات، الدر المختار علی الشامی زكريا ص۵۴۰ ج۴ باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح، عالمگیری كوئٹه ص۳۷۷ ج ۱ الفصل الخامس فی الكنايات.

[2] اذا طلق الرج امرأته طلاقا بائنا او رجعيا وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء وان كانت حاملا فعدتها ان تضع حملها، هدايه ص۴۰۲، ج۲، اول باب العدة، عالمگیری كوئٹه ص۵۲۶، ۵۲۸ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة، بدائع الصنائع ص۳۰۴، ۳۰۵ ج۳ فصل واما عدة الحبل، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ہوتو رکنا ورنہ میری طرف سے اجازت ہے، آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کردیں، اور میرا خدا جانتا ہے میں نہیں چاہتا کہ کسی کی زندگی خراب کی جائے، آپ کی لڑکی ایک شریف لڑکے کے لائق ہے، میں بہت غلط انسان ہوں، آپ گھر والوں سے لے لینا، میرے نام سے اگر آپ نے نالش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، میں کل یہاں سے روانہ ہی ہوجاؤں گا، آپ نالش کریں، تو گھر والوں کے نام، اور مجھ جیسے بیوقوف کی ہوسکے تو غلطی معاف کردینا۔ عظمت علی

زبانی طلاق بھی بموجودگی لڑکی دے چکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے خط کے ترجمہ میں یہ لفظ ہے، ''آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کردینا'' خط کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے طلاق کی ہے، اس لئے اس لفظ سے ایک طلاق بائن ہوگئی،[1] نیز جب کہ اس نے زبانی بھی طلاق دیدی ہے، تو اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

''جس سے چاہو شادی کرلو'' سے طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو جلد رخصت کرنے کے لئے ایک پرچہ لکھا، تاکہ میکہ والے رخصت کرنے میں جلدی کریں، اس میں کچھ جملے ایسے استعمال کئے ہیں کہ بعض لوگ اس کو طلاق وتفویض اور بعض طلاق کنایہ کہتے ہیں، حالانکہ زید نے کوئی طلاق کی نیت نہیں کی ہے، جملے حسبِ ذیل ہیں، (۱) تم دوسروں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی

---

[1] اذهبی وتزوجی لا یقع الا بالنیة وان نوی فهی واحدة بائنة. شامی زکریا ص: ۵۵۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۳۱۴، ج:۳، آخر باب الکنایات، بدائع الصنائع ص ۱۶۹ ج۳ فصل واما الکنایة فنوعان، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۶ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

کرلو، (۲) ایک مہینہ میں تمہیں میری طرف دیکھنا حرام ہے، کیونکہ میں تمہارا کون ہوں گا، (۳) اب میں خود نہ رکھنے کے لئے منظور کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت نے دوسرے سے شادی کرنے کی خواہش کی تو اس پر طلاق بائن ہوگی[1] ورنہ نہیں، جملہ ۲، ۳، سے نہ تفویضِ طلاق ہوئی نہ کنایہ طلاق ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۸۹ھ

''میں نے کوئی شادی نہیں کی'' سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی

سوال: ۔مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ شوہر دوسری عورت سے شادی کر چکا تھا، مگر مقدمہ کے دوران اس نے یہ تحریر لکھدی کہ ''میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت موجود نہیں ہے ،اور بیان بھی دیا، ایسی صورت میں عقد باقی رہا یا نہیں؟ اور زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا یہ بیان ہے کہ میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت نہیں ہے، اگر خلاف واقعہ ہے تو جھوٹ ہے، مگر اس سے طلاق نہیں ہوئی، نہ نکاح ٹوٹا وہ بیوی اس کے لئے حلال ہے، جو ایسا کہتے وقت اس کے نکاح میں تھی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۱۳۹۱ھ

---

[1] واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط الی قوله ولو قال ان کنت تحبینی بقلبک فانت طالق فقالت احبک کاذبة طلقت قضاء ودیانة عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله، فتح القدیر ص ۱۱۶، ۱۲۷ ج ۴ باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۶۴ ج ۲ باب التعلیق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۳۷ ج ۲ باب التعلیق، مطبوعه امدادیه ملتان، اذهبی وتزوجی تقع واحدة ولا حاجة الی النیة، (بقیه اگلے صفحه پر)

’’اب تجھ کو اجازت ہے، ’’میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا‘‘ سے طلاق

سوال:-منکہ مسماۃ زینب النساء بنت رحم الٰہی میرا نکاح بوجہ لاعلمی ایک شخص سے ہوگیا تھا کہ وہ ڈاکو تھا، اس سلسلہ میں اس کو بیس سال کی سزا ہوگئی تھی، جس کو عرصہ سات سال ہوگیا، جس وقت اس کو سزا ہوئی اس وقت اس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے کہ ’’اب تجھ کو میری طرف سے اجازت ہیکہ میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا‘‘ لہٰذا اسکے فرمان کے بموجب بیٹھی رہی، مگر اس کے چھوٹے بھائی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنا دوسری جگہ نکاح کر لیا، یہ میرا بیان حلفیہ ہے، اگر میں جھوٹ بولوں تو اس گناہ کی میں مرتکب ہوں گی، اس لئے درخواست ہے کہ میں اس وقت دو حادثوں کے درمیان ہوں ایک تو میں نوعمر خوف گناہ۔ دوسرے فاقہ مستی، لہٰذا اگر شریعتِ مطہرہ مجھ کو اجازت دیدے تو میں اپنا نکاحِ ثانی کر کے اطمینان سے زندگی بسر کرلوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو آپ کو دوسری جگہ شرعاً نکاح کی اجازت ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۱۳۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۲ ج ۳ باب الکنایات، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۵۱ ج ۴ قبیل باب تفویض الطلاق، النہر الفائق ص ۳۶۰ ج ۲ باب الکنایات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] سئل الک امرأۃ فقال لالاتطلق اتفاقاً وان نوی وفی الشامیۃ ومثلہ قولہ لم اتزوجک اولم یکن بیننا نکاح الیٰ قولہ والاصل ان نفی النکاح اصلا لایکون طلاقاً بل جحوداالدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا، ج ۴/ص ۵۰۷/ مطبوعہ کراچی، ج ۳/ص ۲۸۳/ قبیل باب طلاق غیر المدخول بھا، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بحر ص ۳۰۵ ج ۳ باب الکنایات، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ. (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

’’جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو‘‘ سے طلاق

سوال:-شوہر نے اپنے خسر کو خط میں لکھا۔’’آپ کی لڑکیوں کی کوئی قدر نہیں ہوگی، خانپور میں، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے خراب آدمی ہیں، حنیف تو گیسور پور آئے گا نہیں، بس اتنے دن کا ہی رشتہ تھا میری طبیعت بالکل بھر گئی گیسور پور سے۔‘‘

دوسرے خط میں لکھا۔’’اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو، آپ کی لڑکیوں کی یہاں پر قدر نہیں ہوگی۔‘‘

ہماری برادری میں جب کسی کی طلاق کی نیت ہوتی ہے، اور رشتہ داری کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے، تو وہ ایسے ہی الفاظ اور جملہ بولتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے، کہ ہماری رشتہ داری ختم ہوگئی، لہٰذا مذکورہ خط کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جملہ اخیر’’اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہوں وہاں کرو‘‘ کا مطلب اگر یہ ہے کہ جہاں ان کی قدر ہو وہاں ان کا نکاح کرو اور بہ نیتِ طلاق یہ جملہ لکھا ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی[1] طرفین اگر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں[2] اگر یہ بھی طلاق

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [1] اذهبی وتزوجی تقع واحدة بلا نية. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۵۵۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۳۱۴، ج:۳، قبیل باب تفویض الطلاق، البحر الرائق زکریا ص۵۲۵ ج۳ باب الکنایات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۱۹۷ ج۴ الثانی فی الکنایات، نوع آخر اذهبی.

(صفحہ ہذا) [1] وبابتغی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواها عالمگیری کوئٹه ص۳۷۵ ج۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بدئع الصنائع ص ۱۶۹ ج۳ فصل واما الکنایة فنوعان.

[2] اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، البحر الرائق زکریا ص۹۴ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۰ ج۵ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة.

کی نیت سے نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی، بقیہ کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے طلاق کا حکم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

''مجھے لڑکی نہیں چاہئے'' سے طلاق

سوال:- ایک نیک شریف لڑکی کی شادی چار سال قبل ہوئی تھی، لڑکا بدچلن، جواری، شرابی نکلا، بلکہ جب تیسری بار لڑکی سسرال گئی تو کچھ غیر مردوں کے ساتھ اس کے شوہر نے اس کو تنہا جانے کے لئے کہا تو لڑکی نے منع کر دیا، اس پر مار پیٹ کی، اس نے اس لڑکی کو بیچنا چاہا، جب اس کے والدین کو پتہ ہوا تو لڑکی کو اپنے گھر لے آئے، اب اپنے والدین کے یہاں ہے، زبانی اس کا شوہر چھوڑنے کے لئے کئی بار کہہ چکا ہے، کہ مجھ کو لڑکی نہیں چاہئے، جب اس کے باپ نے تحریری طلاق مانگی، تو ہزار روپیہ مانگتا ہے، باپ نہایت غریب آدمی ہے، اندیشہ ہے کہ کوئی خلافِ شرع قدم نہ اُٹھ جائے، ایسی حالت میں اس کا باپ نکاحِ ثانی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ عدالت نے نکاح کرنے کا فیصلہ دیدیا ہے، مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اس لفظ سے کہ مجھے لڑکی نہیں چاہئے، کوئی طلاق نہیں ہوئی[1] اگر یہ لفظ کہا ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تو طلاق ہوگئی[2] پھر اگر اس نے رجعت نہ کی ہو تو بعد عدت تین ماہواری لڑکی کا

---

[1] اسلئے کہ یہ صریح یا کنائی لفظ نہیں ہے۔ الطلاق هو رفع قيد النكاح فى الحال او المآل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق صريحا او كناية. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۴۲۴، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۲۶، ج: ۳، اول كتاب الطلاق، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الاول فى تفسيره، البحر الرائق زكريا ص ۴۱۰ ج ۳ كتاب الطلاق. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۱۳۹۴ھ

تیری رہی سہی کو طلاق

سوال:- ہمارے یہاں ایک شخص کو اپنی عورت کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ عورت کہنے لگی کہ میں اپنے میکے جاؤں گی، شوہر نے کہا کہ میں جانے نہیں دوں گا، عورت جانے کے لئے بضد ہوگئی، اس پر شوہر کو غصہ آ گیا اور یہ کہہ بیٹھا کہ ''اگر تو یہاں سے جا کر کہیں اور اچھی طرح سے رہی تو تجھے'' یہ کہہ کر رُک گیا، پھر کہا ''تیری رہی سہی کو طلاق'' یہ دو مرتبہ کہا اور اس نے اس سے اس کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی، صورتِ مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ مع حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ بیوی کو اس طرح طلاق دیتے ہیں کہ تیری رہی سہی کو طلاق، تو دو طلاق رجعی شرط متحقق ہونے پر واقع ہو جائیں گی،[2] پھر عدت تین ماہواری گذرنے سے پہلے شوہر کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] فاذا قال رها كردم اى سرحتك يقع به الرجعى مع انه اصله كناية ايضا وماذاك الا لانه غلب فى عرف الناس استعماله فى الطلاق. شامى زكريا ص: ۵۳۰، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۹۹، ج:۳، اول باب الكنايات. قبيل مطلب لااعراب بالاعراب، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السابع فى الطلاق بالالفاظ الفارسية، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص ۳۸ ج ۲ فصل فى كنايات الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء، هدايه ص ۴۰۲ ج ۲ باب العدة، بدائع الصنائع ص ۳۰۵ ج ۳ فصل واما بيان مقادير العدة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فى العدة.

[2] واذا اضافة الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا عالمگيرى كوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان، هدايه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الايمان فى الطلاق، النهر الفائق ص ۳۸۶ ج ۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

رجعت کا حق حاصل ہوگا[1] اگر رجعت نہ کی اور عدت ختم ہوگئی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی حلالہ کی ضرورت نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۱۳۹۱ھ

خسر کو لکھا ''دوسرے داماد کیلئے عدت شمار کرے''

سوال:- اگر کوئی داماد اپنے خسر صاحب کو یہ لکھ کر خط بھیجے کہ ''آپ کی جو دولت ہے، اس دولت کا نصف حصہ اپنی لڑکی کے نام لکھ دیں، اگر نہ دیویں تو نمبر ع ۱/۲۶ جیٹھ سے دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے۔'' مگر یہ خط صرف خسر کو ہمت دلالت نے کے لئے لکھا کوئی نیت نہیں کی، داماد کا خط پا کر خسر نے بھائی کے پاس ایک خط بھیجا کہ میں کچھ نہیں دوں گا، اس کے بعد شوہر نے بیوی کو سسرال بھیج دیا، مگر مذکورہ تاریخ سے پہلے شوہر نے غلط فہمی سے ایک نکاح پڑھایا اور بیوی کے ساتھ وطی بھی کی، اور وہ بیوی ابھی سسرال میں ہے، داماد وہاں چشم پوشی سے جا نہیں سکتا، اور خسر بھی لکھ کر نہیں دیتے، اس لئے داماد وہاں نہیں جاتا ہے، اس واقعہ ۲½ کو مہینہ گذر گیا ہے، ایک دوسرا آدمی داماد کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آیا، رات میں توبہ کرائی، داماد سے بیوی کے پاس محبت کا ایک خط بھی لکھوایا، لیکن داماد حصہ نہ دینے کی وجہ سے سرال بھی نہیں جاتا اور بیوی کو بھی نہیں لاتا، تو اس صورت میں شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟

---

[1] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك اولم ترض. عالمگيرى كوئٹه ص: ۴۷۰، ج: ۱، باب الرجعة، بدائع الصنائع ص ۲۸۴ ج ۳ قبيل الكلام فى الرجعة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق زكريا ص ۸۳ ج ۴ باب الرجعة.

[2] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. عالمگيرى كوئٹه. ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، البحر الرائق زكريا ص ۹۴ ج ۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب داماد نے اپنے خسر کو لکھا کہ اگر اپنی بیٹی کو نصف دولت فلاں تاریخ تک نہ دیں تو دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرلیں، اوراس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، دوسری عورت سے نکاح کر لینے کی وجہ سے بھی پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے اگر یہ خط لکھا ہے، تو طلاق ہوگئی[1] پھر جب تین ماہواری بھی گذر گئی تو نکاح بالکل ہی ختم ہوکر وہ عورت بالکل اجنبی بن گئی، البتہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۴ھ

یہ عورت بہنوئی کی ہے مجھ سے کوئی مطلب نہیں

سوال:-شوہر نے اپنی زوجہ کو بوجہ تکرار کہا کہ یہ عورت بہنوئی کی ہے، (میری نہیں) مجھ سے کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، یہ اپنے گھر جاوے ہم اپنے گھر، اب لڑکی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی کہتی ہے کہ میں خودکشی کرلوں گی، مگر جاؤں گی نہیں، لڑکا بدمعاش ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

[1] فالكنايات لا تطلق بها الا بنية او دلالة الحال الى قوله. نحو اعتدى واستبرئى رحمك الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۳۱، ۵۲۸، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۳۰۰، ۲۹۶، ج:۳، اول باب الكنايات، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فى الكنايات، بدائع الصنائع ص ۱۷۳ ج ۳ قبيل النوع الثانى من طلاق الكناية، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. عالمگيرى كوئٹه: ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، البحر الرائق زكريا ص ۹۴ ج ۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة.

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں ان میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں ہے، بلکہ کنایہ کے الفاظ ہیں، اگر شوہر نے کہتے وقت طلاق کی نیت کی تھی، تو طلاقِ بائن واقع ہوگئی[1] اور اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرلیا جائے[2]۔

اگر طلاق کی نیت سے شوہر نے یہ الفاظ نہیں کہے تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ رہنا چاہئے[3] یا پھر اس سے مہر کے عوض طلاق لے لی جائے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۱ھ

کچھ مطلب نہیں سے طلاق

سوال:- ایک آدمی ہے، جس کا نام عباس ہے عباس نے اپنی بہن کی شادی دوسری جگہ کردی حالانکہ اس کے بہنوئی نے طلاق نہیں دیا ہے، مگر پھر بھی اس غیر مطلقہ کا نکاح دوسری جگہ

---

[1] لا یقع الطلاق بشئ من الالفاظ الکنایة الا بالنیة فان کان قد نوی الطلاق یقع وان کان لم ینو لا یقع. بدائع کراچی ص:۱۰۶، ج:۳، فصل واما الکنایة فنوعان الخ، عالمگیری کوئٹہ ص۳۷۴ ج۱ الفصل الخامس فی الکنایات، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۵۲۸ ج۴ باب الکنایات.

[2] واذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری کوئٹہ ص:۴۷۲، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، البحر الرائق زکریا ص۹۴ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۰ ج۵ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة.

[3] وان کان لم ینو لا یقع بدائع الصنائع کراچی ص:۱۰۶، ج:۳، فصل اما الکنایة فنوعان الخ.

[4] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع، هدایه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل الثامن والعشرون فی الخلع.

کردیا، جس کی وجہ سے عباس کی بیوی شوہر سے ناراض ہوگئی، جب کہ اتنی حرام کاری کرتے ہو تو میں تمہارے یہاں نہیں رہوں گی، چنانچہ ناراضگی ہوگئی، اور بیوی اپنے باپ کے پاس چلی گئی، پھر عباس نے چاہا کہ بیوی کو بلاؤں مگر آنے کے لئے تیار نہیں، عباس نے اپنے خسر سے کہا اور مجمع عام میں کہا کہ تم چاہو بھیجو یا نہ بھیجو ہم سے تمہاری لڑکی کا اب کچھ مطلب نہیں ہے، تم اپنی لڑکی کو سرین میں گھسیڑ لو، تو کیا طلاق بائن واقع ہوگئی، یا نہیں، اور سال بھر ہوگئے، پھر بیوی کو بلایا نہیں تو کیا اب عباس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور اس کی شادی دوسری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عباس نے اگر الفاظ مذکورہ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی[1]، وقت طلاق سے تین ماہواری گذرنے پر عدت بھی ختم ہوگئی، اور دوسری جگہ نکاح کا بھی حق حاصل ہوگیا[2]، بغیر طلاق کے جو دوسرے شخص سے نکاح کردیا گیا ہے، وہ نکاح نہیں حرامکاری اور سخت وبال کی جڑ ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۹ھ

---

[1] فالكنايات لا تطلق بها قضاء الا بنية الىٰ قوله ويقع بباقيها البائن ان نواها. درمختار مع الشامی ص: ۵۲۸، ج: ۴، مطبوعہ زکریا، کتاب الطلاق، باب الکنایات، البحر الرائق زکریا ص ۵۱۸ ج ۳ باب الکنایات، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۴ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات.

[2] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء، هدايه ص ۴۰۲ ج ۲ باب العدة، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة، بدائع الصنائع ص ۳۰۵ ج ۳ بيان مقادير العدة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فلم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا الخ. شامی زکریا ص: ۲۷۴، ج: ۴، باب المهر، مطلب فی النكاح الفاسد، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير، تاتارخانیہ کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بيان ما يجوز من الانكحة.

’’تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو‘‘ سے طلاق

سوال:-تقریباً سولہ سال قبل جب کہ میری عمر تقریباً چھ سال تھی والد نے میرا عقد کر دیا تھا، آج تقریباً پانچ سال ہوئے، شوہر نے اپنا دوسرا عقد کرلیا، اور آج تک جب سے نکاح ہوا میں باپ کے گھر رہتی ہوں، میں شوہر کے یہاں نہیں گئی، شوہر مجھ سے ہمیشہ بے تعلق رہا، اور آج ایک یا دو بچے کا باپ بن گیا ہے، جب دوسرا عقد کر رہا تھا تو میں نے اپنے والد وغیرہ کو بھیج کر عقد ثانی کی رکاوٹ کی، تو یہ جواب دیا کہ مین اپنا عقد دوسرا کر رہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو، میرے والد وغیرہ جو پنچوں کے ہمراہ گئے تھے، یہ جواب سن کر واپس آ گئے اور ایک ایک سال کے وقفہ کے بعد کئی بار گئے، لیکن انہوں نے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی۔

لہٰذا علماء دین سے درخوست ہے کہ نہ تو میں جانا پسند کروں اور نہ ہی میری اتنی ہمت ہے کہ اپنی زندگی بغیر کسی شوہر کے گذار سکوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں باعفت نہ رہ سکوں اور نہ ہی میرا کوئی وسیلہ ہے، میرے والد نہایت غریب ہیں، جو کہ وقتاً فوقتاً فاقے نوش رہتے ہیں، اور بلوغت کے بعد سے میری زندگی بہت تلخ ہوگئی، لہٰذا میں درخواست کرتی ہوں کہ میرا نکاح فسخ کیا جائے، میں مظلوم ہوں میری مدد کی جائے، چھ گواہوں کے دستخط بھی سوال پر موجود ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہیں کہ ’’میں عقد دوسرا کر رہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو‘‘ تو اس سے بھی طلاق ہوگئی، کسی جدید فیصلہ کی ضرورت نہیں، اگر شوہر یوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے یہ نہیں کہا، تب کسی دوسری تدبیر کی ضرورت ہوگی[1]، پھر اس وقت شرعی کمیٹی کے

---

[1] وبابتغی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواها عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، بدائع الصنائع ص ۱۶۹ ج ۳ فصل واما الکنایة فنوعان، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق زکریا ص ۵۲۵ ج ۳ باب الکنایات.

ذریعہ فیصلہ کرالینا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

''دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت'' سے طلاق

سوال:۔قمر جہاں کا عقد مسمیٰ اظہر الدین سے ہوا تھا، اظہر الدین نے بخط ہندی ایک خط اپنے خسر کو لکھا ہے اس میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

نقل خط:۔جناب چچا صاحب آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی قمر جہاں کا گذر میرے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس لئے آپ لوگوں سے عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو دوسرا رشتہ قائم کرنے میں شوق سے اجازت دیتا ہوں، اور بہت سی گھریلو باتیں لکھی ہیں، مندرجہ بالا خط کے جز سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اظہر الدین سے دریافت کیا جائے اس نے یہ تحریر لکھی ہے یا نہیں؟ پھر اگر لکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا تعلق نکاح قمر جہاں سے ختم کردیا، اور دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدی یا کچھ اور مطلب ہے، اگر وہ یہ کہے کہ ہاں میں نے یہ تحریر لکھی ہے، میرا مطلب یہی ہے تو تحریر کے وقت قمر جہاں پر طلاق بائن واقع ہوگئی[2] جس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے[3] ورنہ بعد عدت قمر جہاں دوسرے شخص سے نکاح کی حقدار ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۲۶، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] وبابتغی الا زواج تقع واحدة بائنة ان نواها (عالمگیری، ج ا ص ۳۷۵ (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

زیور اُتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا

سوال:- محمد یوسف کی اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگئی، عرصہ دوسال کے بعد ناراضگی کی حالت میں جو زیورات دولہا کی طرف سے لڑکی کو دیئے گئے تھے، شوہر اپنی بیوی کے تن سے اتروا کر سسر کو دینے لگا کہ اپنا زیور سنبھالو میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں، کب ڈھول باجا ہوا اور کب گیت گال ہوئی، لہٰذا اس کہنے سے محمد یوسف کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ رواج ہے کہ ناچ رنگ نہ ہو اگر شادی میں تو زیور اتار کر واپس کرنے سے بیوی کو شوہر سے آزاد سمجھتے ہیں، لہٰذا جناب والا شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو مذکورہ نکاح شرعاً محمد یوسف کے ایسا کرنے اور کہنے سے ختم نہیں ہوا، بلکہ قائم ہے[1] محمد یوسف نے جو کچھ کہا اور کیا بے عملی اور ناواقفیت کی بناء پر ہے، باجہ خود ہی ممنوع ہے[2] اس کے نہ ہونے سے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الخامس فی الکنایات، النهر الفائق ص ۳۶۰ ج ۲ باب الکنایات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۳۰۲ ج ۳ باب الکنایات.

۲ وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة، النهر الفائق ص ۳۵۵ ج ۲ کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۵۷ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) ۱ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو صراحۃً یا کنایۃً طلاق کے لئے مستعمل ہوتا ہے، اس لئے اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ النکاح وهو رفع قید النکاح فی الحال او المأل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق صریحا او کنایة، الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۴۲۳/ ج ۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۶/ ج ۳/ اول کتاب الطلاق.

۲ استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام. بزازیة علی هامش الهندیة ص ۳۵۹/ ج ۶/ کتاب الکراهیة. الثالث فیما یتعلق بالملاهی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فارغخطی کا حکم

سوال:- زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا بیوی گھر سے نکل کر جانے لگی تو زید نے کہا کہ اگر گھر سے نکل کر جائے تو میں تجھے فارغخطی دیدوں گا، اس کے باوجود بیوی گھر سے نکل گئی دوسرے دن وہ اپنے شوہر کے گھر آئی زید نے کہا کہ تم چلی گئی تھیں اب کیوں آئی ہو اس بات پر بیوی نے کہا کہ ابھی تم نے فارغخطی کہاں دی تو زید نے کہا اچھا جا فارغخطی، فارغخطی، فارغخطی، اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں، اگر پڑی تو کونسی؟ اور کونسا ایسا طریقہ ہے، کہ زید اور اس کی بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کرسکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہ نیت طلاق ایسا کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی[1] ایک طلاق بائن کے بعد دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوتی درمختار[2] میں اس کی تصریح موجود ہے، لہٰذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ کوئٹہ. عالمگیری ۳۵۲/ج۵/ کتاب الکراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ، شامی کراچی ص۳۹۶ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

(صفحہ ہذا) [1] الکنایات لا تطلق بها الا بنية او دلالة الحال فنحو اخرجی واذهبی وقومی يحتمل ردا ونحو خلية برية حرام بائن يصلح سبا ففی حالة الرضا تتوقف الاقسام علی نية للاحتمال، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۵۲۸، ۵۳۲ج۴ باب الکنایات، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳۶، ۳۷ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، عالمگيری کوئٹه ص۳۷۴، ۳۷۵ج۱ الفصل الخامس فی الکنايات، فتاویٰ دارالعلوم ص: ۴۳۲، ج:۹، ۴۶۵، ج:۹، باب چهارم کنايات طلاق، مطبوعه مکتبه دار العلوم ديوبند، امداد الفتاویٰ ص۴۴۶ج۲، کتاب الطلاق، مطبوعه زکريا ديوبند، فتاوی رحيميه ص: ۱۵۳، ج:۳، کتاب الطلاق.

[2] لا يلحق البائن البائن. (الدر المختار مع الشامی کراچی ص: ۳۰۸، ج:۳، باب الکنايات، مجمع الأنهر ص۴۱ج۲ فصل فی کنايات الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص۳۰۷ج۳ باب الکنايات.

نکاح درست ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا بعد عدت[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

''مجھ سے برخواست'' سے طلاق

سوال:- ایک شخص اپنی بیوی سے گھر چلنے کو کہتا ہے کہ چلو بیوی کہتی ہے بہتر ہے وہ چلنے کا سامان کرتی ہے، مگر اس کا باپ روکتا ہے، کہ میری لڑکی کی طبیعت اچھی نہیں ہے، دو تین روز نہیں جاسکتی ہے، جس وقت طبیعت اچھی ہو جاویگی لے جانا اس پر یہ دوسرے شخص سے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی سے کہہ دو کہ وہ مجھ پر برخواست یا نکاح سے برخواست، لڑکی والوں سے کہدو کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں، اس واقعہ سے تقریباً دو ماہ گذرتے ہیں، اب آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر اپنی غلطی پر نادم ہو تو کیا حکم ہے، اور اگر غلطی کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ لفظ لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کہیں اور کرلیں اگر شوہر نے بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق واقع ہوئی، اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک ہوئی تین کی نیت کی ہو تو تین ہوگئیں، اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی: **ولو قال تزوجی ونوی الطلاق او الثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع کذا فی العتابیة اھـ** (فتاویٰ عالمگیری[2] ص: ۳۷۶، ج: ۱)

---

[1] ولہ ان یتزوج مبانتہ بما دون الثلاث فی الحرة فی العدة وبعدھا الخ، مجمع الأنھر ص۸۷ ج۲ باب الرجعة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۲۵۷ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مطبوعہ امدادیہ ملتان، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۰ ج۵ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة.

[2] عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الکنایات، مطبوعہ کوئٹہ، شامی زکریا ص ۵۵۱ ج۴ قبیل باب تفویض الطلاق، تاتارخانیہ کراچی ص۳۱۶ ج۳ نوع آخر فی قولہ خلیة.

اور یہ لفظ میری بیوی سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے برخواست یا نکاح سے برخواست اگر اسی طرح شک اور تردید کے ساتھ کہا ہے، اور طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، اگر بلا تردید کے پہلا لفظ کہا ہے یعنی مجھ سے برخواست تو اس سے وقوع طلاق نیت پر موقوف ہے، اگر دوسرا لفظ کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ **واذا قال لها ابرأتک عن الزوجية يقع الطلاق من غير نية فی حالة الغضب وغيره كذا فی الذخيرة فی مجموع النوازل امرأة قالت لزوجها انا بريئة منک فقال الزوج انا برئ منکِ ايضا فقالت انظر ما ذا تقول ما نويت الطلاق لا يقع الطلاق لعدم النية كذا فی المحيط** (كذا فی الهندية[1] ص: ۳۷۶، ج:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۱۰/۲/۶۳ھ

چوڑی توڑ پھوڑ لیں مجھکو اب کوئی سروکار نہیں

سوال:- نظام الدین نے اپنی اہلیہ کا ایک سال سے نفقہ بند رکھا ہے اور اشارہ وکنایہ کے ساتھ خسر اور بیوی کے نام سے بہت ناراض ہوکر تاکید مزید کے ساتھ اس طرح خط لکھ دیا کہ تم اور تمہاری لڑکی سمجھتے ہیں کہ وہ زلیخا سے زیادہ خوبصورت ہے، تم کو جہاں ملے وہاں شادی کرلو، ایک سال کے اندر ہی شادی کرنے کی کوشش کریں کہ خوشحالی سے زندگی گذر جائے وغیرہ جیسے الفاظ ہیں، اور اسی گاؤں کے مولوی عبد الحمید صاحب جو معتبر آدمی ہیں ایک مرتبہ نظام الدین اور مولوی صاحب موصوف سے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بات چیت ہو رہی تھی، نظام الدین نے اثناءِ

[1] عالمگیری ص: ۳۷۶، ج: ۱، الفصل الخامس فی الكنايات، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه كراچی ص ۳۲۳ ج ۳ قبيل نوع آخر فی قوله طلاق داده گير وما يتصل به، المحيط البرهانی ص ۴۳۵ ج ۴ قبيل نوع آخر قوله داردہ گير، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

گفتگو میں مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ آپ اس لڑکی سے یعنی بیوی سے کہہ دیں کہ وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑ لیں مجھکو اب کوئی سروکار نہیں چوڑی پھوڑنے کا محاورہ بغیر شوہر کے رہنا ہوتا ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد۴/ص: ۳۱۰، ص: ۳۱۱ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند نیز حوالہ کتب معتبر درج ہے، کہ طلاقِ رجعی ہوگئی نیت کرے یا نہ کرے، فتاویٰ ہذا پر کچھ جاہل لوگ چنیں چناں کرتے ہیں، صورتِ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کی طرف سے کوئی صریح لفظ طلاق تحریر میں نقل نہیں کیا گیا، جو الفاظ نقل کئے ہیں، وہ کنایہ ہیں، اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی بعد عدت عورت کو دوسری جگہ نکاح کا حق حاصل ہے، درمختار وغیرہ میں ہے کہ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۴ھ

---

[1] فالكنايات لا تطلق بها الا بنية او دلالة الحال الى قوله ويقع بباقيها اى باقى الفاظ الكنايات المذكورة البائن . الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص: ۳۶، ۵۲۸، ج۲، مطبوعه كراچى ص: ۳۰۳، ۲۹۶، ج:۳ اول باب الكنايات، مجمع الأنهر ص ۳۴، ۳۶ ج۲ فصل فى كنايات الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۲۱۴، ۲۱۶ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه امداديه ملتان.

AGE24\AU.
not found.

باب ہفتم

تفویض طلاق

تعلیقِ تفویض قبل النکاح

سوال:- زید نکاح کرتا ہے، ہندہ سے ذیل کی شرطوں کے ساتھ اور شرط قاضی کے آفس سے رجسٹرڈ کی ہوئی ہے۔

(۱) پردہ کے ساتھ رکھے گا، شریعت کے مطابق تمام امور انجام دے کر ہر ماہ آٹھ روپیہ خوراکی دے گا۔

(۲) ہندہ کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔

(۳) ضرب وشتم نہیں کرے گا۔

(۴) ہندہ مہر اور خوراکی کا روپیہ جس وقت طلب کرے گی فوراً ادا کرے گا۔

(۵) اگر زید مجنون ہو یا عنین یا کسی دور کے سفر میں غائب ہو جائے، یا مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط کے خلاف کرے تو ہندہ طلاق تفویض کے ساتھ نکاح فسخ کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر سکے گی۔

(۶) طلاقِ تفویض کا پورا اختیار دیا ہے۔

زید تمام شرطوں کے خلاف کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ تفویضِ طلاق دے کر اپنے آپ کو علیحدہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بعد عقدِ نکاح ان شرائط سے تفویض طلاق کی ہے، یا قبل نکاح، مگر ان کو نکاح کی طرف منسوب ومضاف کیا ہے، تب تو یہ شرائط معتبر ہے، اور ان کے خلاف کرنے سے تفویض طلاق ہوجائیگی اور عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا، اور اگر قبل عقد ان شرائط سے تفویض طلاق کی ہے اور ان کو نکاح کی طرف منسوب ومضاف نہیں کیا ہے، تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ سب شرطیں اور تفویض بیکار ہیں، عورت کو اپنے اوپر.....

طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شوال ۶۱ھ

کابین نامہ وتفویض طلاق

سوال:- ایک شخص نے ایک عورت کو حسب دستور دیار مہر معین کرکے دیا شرائط صداقت نامہ مروجہ دینے کا وعدہ کرکے شادی کی مگر بعد نکاح صداقت نامہ نہیں دیا، ملک بنگالہ میں یہ رواج معروف ہے کہ شادی میں صداقت نامہ یا کابین نامہ دیا کرتے ہیں، اس لئے ہر ایک تھانہ میں دو سہ قاضی

---

[1] البدأة اذا كانت من الزوج كان الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح أما اذا كانت من المرأة يصير التفويض بعد النكاح لأن الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ما فى السؤال صار كأنه قال قبلت على انک طالق أو على أن يكون الأمر بيدک فيصير مفوضا بعد النكاح، شامى زكريا ص۴۵۰ ج۴ كتاب الطلاق قبيل مطلب فى طلاق المدهوش، كذا فى الشامى باب الأمر باليد ص۵۷۳ ج۴، البحر الرائق كوئٹه ص۳۱۸ ج۳ فصل فى الامر باليد، عالمگيرى كوئٹه ص۳۹۶ ج۶ الفصل السابع فى الطلاق، كتاب الحيل، وشرطه الملک كقوله لمنكوحة أو معتدته ان ذهبت فانت طالق أو الاضافة اليه بان يكون معلقا بالملک الى قوله أو سبب الملک كالنكاح أى التزوج، شامى زكريا ص ۵۹۳ ج۴ باب التعليق، نیز ملاحظہ ہو الحیلۃ الناجزۃ ص۸ جزء اول طبع دار الاشاعت دیوبند۔

گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہیں، مگر بعضے بوجہ افلاسی اور تہی دستی کے صداقت نامہ رجسٹری کر کے نہیں دیتے بہر حال بوقت نکاح تذکرۂ صداقت نامہ مروجہ کا ضرور ہوتا ہے، اور صداقت نامہ مروجہ یہ ہے کہ اگر چھ مہینہ تک بی بی کو خورد و پوش نہ دوں یا چھ مہینہ بی بی کے پاس شدآمد نہ رکھوں اور خبر گیری نہ کروں، یا اگر بلا اجازت زوجہ خود شادی دیگر کروں تو اس پر تین طلاق واقع ہوگئی، اور بلا اجازت اس کے سفر میں نہیں جاؤں گا وغیرہ شرائط لکھی جاتی ہیں، اگر ان شرطوں میں سے کسی شرط کے خلاف واقع ہو تو بی بی مذکورہ کو اختیار ہوگا، جب چاہے اپنے نفس پر تین طلاق واقع کر کے بعد عدت دوسرا نکاح بیٹھنے میں شرعاً کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا، یہ دستور ورواج زمانۂ قدیم سے چلی آتی ہے، گویا یہ تعارف ہوگئے اور شخص مذکور نے بعد روزے چند اپنی زوجہ سے فتنہ وفساد کر کے زیورات چھین کر کہا کہ خانۂ پدری میں چلی جاؤ، بس وہ عورت یتیمہ مجبور ہو کر خانۂ پدری میں جا کر پناہ لی اس کے بعد عرصہ دراز تک یعنی گیارہ مہینے تک عورت کو نہ خورد و پوش دیا اور نہ خبر گیر ہوا، عورت نے بارہا طلب خورد و پوش کی ہے، نہ انکار کیا اور نہ ہی دیا، وہ عورت بیچاری خورد و پوش سے عاجز ہو کر اور مصیبت سے بچنے کے لحاظ سے بابرادر خود مسمّٰی صالح احمد وعم حقیقی مسمّٰی دانہ میاں ویکے بسر پرست آں محلّہ مسمّٰی ابراہیم میاں بدر بار قاضی ساتکانیہ رفتہ عدالت کی (واضح رہے اس عورت کا والد بھی وفات پا گیا ہے) پس قاضی صاحب قانون شریعت وگورنمنٹ کے اس کے شوہر کو کہا کہ تو دعویٰ زوجۂ خود دادہ لے جاؤ اس نے انکار کیا، پھر کہا کہ تو دو جامۂ جدید دے کر لے جاؤ اس کو بھی انکار کیا پھر قاضی صاحب نے فرمایا اگر نہیں لے جاؤ گے، تو شرعاً وہ مطلقہ ہو جائے گی، اِس کو بھی انکار کر کے چلا گیا، پس قاضی صاحب نے شرائط صداقت نام مروجہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو تفویض طلاق کا حکم دیدیا، اس عورت نے بحکم حاکم شریعت مذکورہ شخصوں کے سامنے اپنے نفس پر دو طلاق واقع کی۔

اگر ایسا نہ کیا جائے تو بے کابین نامہ اور بے صداقت نامہ والی عورتیں خورد و پوش سے عاجز ہو کر کسی اجنبی مرد کے ساتھ چلی جاتی ہیں یا زنا میں مبتلا ہو جاتی ہیں، جیسا کہ تجربہ شاہد ہے کہ فی زماننا عوام الناس میں پارسائی فتویٰ اور خوف حقوق العبد بہت ہی کم ہے، حالانکہ ضرر وحرج اور معصیت

سے بچنا واجب ولازم ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ عورت مذکورہ شرعاً مطلقہ ہوگئی یا نہیں اور صداقت وکابین نامہ پر عمل کرنا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا عنداللہ الجلیل

الجواب ہوالموفق للصّدق والصّواب

نعم وہ زن مسطور مرقومہ بالا بہ سہ طلاق مطلقہ ہوگئی چونکہ عرف اور عادات الناس اگر خلاف شرع نہ ہوں تو اس پر عمل کر کے فتویٰ دینا جائز رکھا ہے اور جو خلاف شریعت ہو اس پر عمل کرنا ممنوع ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: **انما ینظر الی المتعارف لان الثابت عرفاً کالثابت شرعاً انتھٰی**[1] فتاویٰ مدنی میں مرقوم ہے: **العرف الجاری علٰی قواعد الشریعة معتبر یجب قبولهٗ انتھٰی ص: ٥٣٦**، ہدایہ وجوہرہ میں ہے: **کل مالم ینص علیه فهو محمول علٰی عادات الناس انتھٰی**[2] اور فتاویٰ شامی میں مرقوم ہے ص: ۵۸۸ **جریٰ العرف فی کثیر من قریٰ دمشق بتقدیر المهر بمقدار معین لجمیع الناس من اهل القریة بلا تفاوت فینبغی ان یکون ذٰلک عند السکوت عنه بمنزلة المذکور المسمّٰی وقت العقد لان المعروف کالمشروط**[3] **انتھٰی وفیه ایضًا ص: ۵۹۱ وفی الخانیة یعتبر التفاوت لان الثابت عرفاً کالثابت شرطاً**[4] **انتھٰی.** اور فتاویٰ خیریہ ص: ۵۰ میں ہے **وقد افتٰی به بعض الناس میلا الٰی ما هو الارفق بالناس مع کونه خلاف الصحیح انتھٰی وفیه ایضاً ص: ۴۹ فالظاهر ان یتامل فی الوقائع ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی بحسبها جوازاً او فساداً انتھٰی** اور عینی شرح ہدایہ میں

---

[1] فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة ص۳۸۵ ج۱ کتاب النکاح فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر، مطبوعه کوئٹه عالمگیری کوئٹه ص۳۱۸ ج۱ کتاب النکاح الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمهرها الخ.

[2] هدایه ص۸۰ ج۳ کتاب البیوع باب الربوا مطبع مکتبه تهانوی دیوبند.

[3] شامی دار الفکر ص۱۴۰ ج۳ باب المهر، مطلب فی بیان مهر المثل.

[4] شامی دار الفکر ص۱۴۴ ج۳ باب المهر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر.

ہے۔ **الاحکام تتبدل بتبدیل الازمنة انتهٰی.** اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ **نعم العرف المروّج معتبر فی الشرع فلها ان تطلق نفسها لاجل فوت شرط وصول الزوج او النفقة الیها وان تزوج باخر صونا لنفسها عن الهلاک والسفاح** اور وہ شرط کہ اگر بلا اجازت دوسری بی بی سے شادی کروں تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی الخ۔ اس شرط پر عمل کر کے فتویٰ دینا نزد احقر جائز نہیں چونکہ یہ خلاف نص قطعی کے ہے، چنانچہ بداں آیت قرآنی صراحۃً ناطق ہے۔ **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلث ورباع** (الآیۃ[1]) ونیز فتاوی عزیزی لمولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہد ہے جلد دوم ص:۱۳۳ **اقول تحکیم العادة والعرف امر مسلم عند الفقهاء لکن الکلام فی محل تحکیمها وظاهر ان العادة علٰی خلاف الشرع وکذا العرف لاحکم لها فان من یعتاد شرب الخمر فلا یحل له شرب الخمر قطعاً وکذا اهل البلدان اعتادوا امراً یخالف الشرع مثل ترک الصَّلٰوة وکشف العورة لا یترکون مهملاً بل یؤمرون بترک تلک العادة انتهٰی**[2] اور چونکہ اس عورت نے بحکم حاکم شریعت برنفس خود سہ طلاق واقع کیں فلہٰذا وہ مطلقہ ہوگئی چنانچہ درتشریحات بالامرقوم ہے۔ **کما یفهم من عبارات فتاویٰ عالمگیری ص: ۴۱۷ ولو جعل امرها بیدها**[3] **انتهٰی** پس بادلۂ مرقومہ بالا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت مذکورہ کو بازوج ثانی خانہ داری کرنا حسب شریعت جائز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ المفتقر الی اللہ التواب القوی
ابوالحسن المعروف بہ محمد عبدالوہاب
الساتکانوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

---

[1] سورة النساء رقم الآیة ۳.

[2] فتاوی عزیزی ص ۱۳۲ ج ۲، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۰ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الثانی فی الامر بالید.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس شخص نے کابین نامہ کا صرف وعدہ کیا کہ کابین نامہ دیدوں گا، یعنی تفویضِ طلاق کردوں گا، اوراس کے بعد کابین نامہ نہیں دیا اور مروجہ طریق کے موافق شرائط کابین نامہ پر طلاق زوجہ کو مفوض نہیں کیا تو زوجہ کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوا، حاکم کو بھی اختیار نہیں کہ اس رواج پر عمل کرتے ہوئے مدعیہ کو تفویض طلاق کردے عالمگیری وغیرہ کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بصورت تفویض ہیں وعدۂ تفویض پر احکام تفویض نافذ کرنا شرعاً صحیح نہیں[1]

طلاق کا مبنیٰ الفاظ پر ہوتا ہے نہ کہ نیات اور مواعید[2] پر وعدۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی، وعدۂ تفویض سے تفویض بھی صحیح نہیں ہوتی۔

البتہ اگر زوج نے بوقت نکاح یہ اقرار کیا ہو کہ کابین نامہ مروجہ میں جو شرائط درج ہوتی ہیں، اوران شرائط کے خلاف کرنے پر عورت کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوتا ہے وہ سب شرائط مجھے منظور ہیں، ان شرائط پر میں نکاح کرتا ہوں تو پھر تفویض متحقق ہو جائے گی۔

جو اقتباس کابین نامہ کا سوال میں درج ہے، اگر یہ بعد نکاح پیش کیا جائے اور زوج اقرار کرے تب تو معتبر ہوگا اگر قبل از نکاح اقرار کرے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اضافت الی النکاح نہیں[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب الثانی صحیح وفی الجواب الاول نظر من وجوہ شتّٰی ۱۸/صفر ۶۸ھ

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰ صفر ۶۸ھ

---

[1] قوله طلقی نفسک فقالت أنا طالق أو أنا أُطلق نفسی لم یقع لأنه وعدٌ جوهرة الدر المختار وفی الشامی وعبارة الجوهرة وإن قال طلقی نفسک فقالت أنا أطلق لم یقع قیاساً وإستحساناً، شامی زکریا ص ۵۵۹ ج۴ باب تفویض الطلاق، فتح القدیر ص ۸۱ ج۴ کتاب الطلاق باب تفویض الطلاق مطبع دار الفکر الدر المنتقٰی مع مجمع الأنهر ص ۴۴ ج۲ باب التفویض مطبع دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خلاف شرط کرنے سے طلاق

سوال:- مسمی زید نے مسماۃ ہندہ کے ساتھ ۴ رفروری کو عقد کیا اور قبل نکاح ہندہ اور اس کے والد کے اصرار سے ایک اقرار نامہ لکھا جس میں آٹھ دفعات ہیں دفعہ یہ ہے کہ جب کبھی اور جتنے بھی مندرجہ بالا نمبر:۱، سے نمبر:۷، تک مین کسی ایک دفعہ کی خلاف ورزی کرنے اور مجھ مقر کی اس خلاف ورزی کو چھ ماہ گذر جاویں تو مقر کی زوجہ مسماۃ ہندہ اور اس کے والد اگر ہوں ورنہ دیگر اعزہ مسماۃ مذکور میں سے تین عزیز کی رائے سے مسماۃ مذکورہ بالا میری زوجیت سے نکل جاوے تو ایسی صورت میں ہر بار مقر کی زوجہ مسماۃ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے نفس پر ایک طلاق رجعی دیدے اور یہ اختیار اس کا دائمی ہوگا، کہ کسی رضا یا سکوت سے زائل نہ ہوگا، تا آخر اقرار نامہ مسماۃ مذکورہ بالا بعد عقد رخصت ہو کر زید کے گھر آئی اور دستور کے مطابق تین روز تک بخوشی وشادمانی رہی پھر اپنے باپ کے یہاں گئی اس طرح بار بار آتی رہی بدقسمتی سے عقد کے ڈیڑھ ماہ بعد دورے پڑ گئے جو اختناق رحم تجویز کیا گیا جس کا علاج کبھی زید کے یہاں اور کبھی ہندہ کے باپ کے گھر ہوتا رہا، تقریباً ۱½ تک یہی معاملہ رہا اور زید اقرار نامہ کی پوری پابندی کرتا رہا اسی اثناء میں ہندہ اور اس کی والدہ جہیز کا

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ وهو اى الطلاق رفع قيد النكاح بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق أى على مادة "ط ل ق" صريحاً مثل انت طالق أو كناية كمطلقة بالتخفيف وكانت "ط ل ق" وغيرهما، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۴۲۶ ج۴ اول كتاب الطلاق، الدر المنتقىٰ مع مجمع الأنهر ص۴۱۳ ج۲ اول كتاب الطلاق مطبع دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۳۵ ج۳ كتاب الطلاق.

۳ البدأة اذا كانت من الزوج كان الطلاق والتفويض قبل النكاح فلا يصح أما اذا كانت من المرأة يصير التفويض بعد النكاح لأن الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن ما فى السؤال صار كأنه قال قبلت على أنک طالق أو على أن يكون الأمر بيدک فيصير مفوضا بعد النكاح، شامى زكريا ص۴۵۰ ج۴ كتاب الطلاق قبيل مطلب فى طلاق المدهوش كذا فى الشامى زكريا ص۵۷۳ ج۴ باب الامر باليد، البحر الرائق كوئٹه ج۳ فصل فى الامر باليد، عالمگيرى كوئٹه ص۳۹۶ ج۶ الفصل السابع فى الطلاق كتاب الحيل وشرطه الملک كقوله لمنكوحة أو معتدته إن ذهبت فانت طالق أو الاضافة اليه إلى قوله أو سبب الملک كالنكاح أى التزوج الدر المختار مع الشامى زكريا ص۵۹۳ ج۴ نيز ملاحظه هو "الحيلة الناجزة" ص۸ جزء اول، تفویض طلاق کا حکم، تفویض کی پہلی صورت، مطبع دارالاشاعت دیوبند۔

سامان باجازت زید لے جاتی رہی، آخر میں والد ہندہ بغرض علاج اپنے گھر لے گیا زید متواتر رخصتی کے لئے جاتا رہا اور والد ہندہ اچھی ہوجانے کے بعد رخصت کرنے کا وعدہ کرتا رہا بالآخر ایک مرتبہ رخصت کرنے سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ ہم رخصت نہیں کریں گے، اس کو طلاق دیدو اقرار نامہ میں ایک دفعہ اختلاف باہمی کی صورت میں دس روپیہ ماہوار وظیفہ دینے کی تھی اُس وقت چونکہ باہمی اختلاف ہوگیا تھا اس لئے زید نے اس کی پوری پابندی کی ہے، دس روپیہ ماہواری کے حساب سے بذریعہ منی آڈر بھیجنا شروع کیا، مگر مسماۃ ہندہ اور اس کے والد نے لینے سے انکار کیا تھوڑے عرصہ کے بعد مسماۃ ہندہ اور اسکے والد نے زید کو نوٹس دیا کہ تم اپنی تحریر کردہ اقرار نامہ پر کاربند نہیں لہٰذا ہم دونوں باپ اور بیٹی نے متفقہ طور پر حسب تحریر اقرار نامہ چھ ماہ گذرنے کے بعد چند گواہوں کی موجودگی میں طلاق رجعی واقع کرلی اور حسب فتویٰ علماء مفتی صاحبان عدت بھی پوری کرلی اور عدت پوری ہونے کے بعد بروئے فتویٰ طلاق بائن ہوگی اب ہمیں شرعاً قانوناً اختیار ہے کہ ہم جہاں چاہیں شادی کرلیں نیز دین مہر وغیرہ کا مطالبہ کیا باوجود اس کے زید کے اعزہ سے طلاق دلانے کے لئے مجبور کرتا ہے اعزہ کے اس قول پر کہ جب طلاق واقع کرلی ہے، تو اب پھر طلاق لینے کی کیا ضرورت ہے، والد ہندہ کہتا ہے کہ اصل طلاق تو ہوتی نہیں جب تک زید خود اپنی زبان سے نہ کہے اصل طلاق واقع نہ ہوگی، صوت مذکورہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد علماء دین سے چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) صورت مذکورہ میں ہندہ یعنی زوجۂ زید اپنے اوپر طلاق رجعی واقع کرسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) اگر بالفرض طلاق واقع کرسکتی ہے تو طلاق رجعی ہوگی یا نہیں۔

(۳) اس کو طلاق رجعی واقع کرکے بلا اطلاع زید عدت پوری کرنی چاہئے یا اطلاع۔

(۴) اگر بلا اطلاع عدت پوری کرے تو طلاق بائن ہوگی، یا اطلاع کے بعد عدت پوری کرنے پر بائن ہوگی۔

(۵) طلاق بائن ہونے کی صورت میں ہندہ کے ساتھ دوبارہ عقد کے لئے حلالہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پیشتر متعدد مرتبہ اس واقعہ کا سوال آچکا ہے، محمد حسن خان صاحب کے نام سے ایک مرتبہ اقرار نامہ کی نقل بھی آئی تھی، آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے دس روپیہ ماہواری بذریعہ منی آڈر بھیجا جس کو لینے سے زوجہ اور اس کے والد نے انکار کیا نیز ہندہ کا معالجہ شوہر کے مکان پر بھی ہوتا رہا اور شادی کے بعد جب ہندہ رخصت ہو کر شوہر کے مکان پر آئی تو دستور کے مطابق تین روز بخوشی وشادمانی رہی وغیرہ وغیرہ مگر احمد حسن خانصاب کے سوال میں تحریر تھا کہ شوہر کی بے التفاتی حد سے بڑھتی گئی، یہاں تک کہ زوجین میں ایک مرتبہ بھی ہم بستری کی نوبت نہیں آئی اور شوہر نے بیماری کے وقت سے خرچہ دینا بند کر دیا زوجہ کی طرف سے بارہا خرچہ کا تقاضا کیا گیا مگر شوہر نے خرچہ نہیں دیا، اور طرح طرح کے طعن وتشنیع کر کے دل آزاری کی حتی کہ زدوکوب کیا وغیرہ وغیرہ اب واللہ اعلم کونسا سوال صحیح ہے اور کونسا غلط اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ فریقین متفق ہو کر صحیح صحیح واقعہ تحریر کریں، اور ہر دو فریق دستخط کر کے بھیجیں تا کہ موافق شرع جواب حاصل ہو سکے، ورنہ ہر سوال کے موافق جواب تحریر ہوگا مفتی کو علم غیب نہیں ہوتا کہ سائل نے سوال میں صحیح واقعہ لکھا ہے یا غلط اور ایسی صورت میں ذمہ داری سائل کے سر باقی رہتی ہے۔

ایک دفعہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۶۰ھ کو جواب ۲۵۱

دوسری مرتبہ ۱۰/ جمادی الثانیہ کو جواب ۳۸۴ تیسری مرتبہ ۲۴/ رجب ۶۰ھ کو جواب ۴۴۴ یہاں سے گیا ہے، اب اس کے سوال کے مطابق جوابات تحریر ہیں۔

(۱) اگر خلاف شرط کیا ہے تو زوجہ کو طلاق واقع کرنے کا اختیار حسب اقرار نامہ حاصل ہے۔[۱]

---

[۱] تعلیق التفویض بالشرط وانه اقسام احدها تعلیق التفویض بالغیبة وصورة کتابة هذا القسم شهدوا ان فلانا جعل امر امرأته فلانة بیدها معلقاً بشرط انه متی غاب عنها من کورة کذا اومن مکان کذا یسکنان فیه غیبة سفر ومضی علی غیبته شهر اوکذا علی ماشرطاه ولم یعد الیها فی هذه المدة فانها تطلق نفسها تطلیقة واحدة بائنة بعد ذلک متی شائت ابدا وفوض الامر فی ذلک الیها وانها قبلت منه هذا الامر قبولا صحیحاً فی مجلس التفویض ویتم الکتاب القسم الثانی تعلیق التفویض بترک نقد المعجل الی وقت کذا القسم الثالث تعلیق التفویض بشرط قماره اوبشربه الخمر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اگر ہم بستری یا خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے اب واقع کرنے سے طلاق رجعی واقع ہوگی ورنہ بائنہ ہوگی[۱]۔

(۳) اطلاع کرنا واجب نہیں۔

(۴) عدت پوری ہونے پر بائنہ ہو جائے گی[۲]، اطلاع کرے یا نہ کرے اگر خلوت صحیحہ یا ہم بستری نہیں ہوئی تو شروع ہی سے بائنہ ہوگی۔

(۵) حلالہ کی ضرورت تین طلاق یعنی مغلظہ میں ہوتی ہے[۳]، ایک طلاق بائنہ میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہوتی، صرف طرفین کی رضامندی کافی ہوتی ہے[۴]، اگر طلاق رجعی ہو اور عدت ختم نہ ہوئی ہو تو رجعت کافی ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت ہی نہیں[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۸/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/شعبان ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/شعبان ۶۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) او ضربه وصورة كتابته على نحو ما بيّنا. عالمگیری ص:۲۶۰، ج:۶، كتاب الشروط، الفصل الثالث فی الطلاق.

(صفحہ ہذا) [۱] اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة وذلک مثل ان يقول انت طالق طالق طالق. عالمگیری ص: ۳۷۳، ج:۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص۲۸۶ ج۳ باب الطلاق غير المدخول بها زيلعی ص۲۱۳ ج۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول مطبع امداديه ملتان.

[۲] أما الطلاق الرجعی ..... فإن طلقها ولم يراجعها بل تركها حتى انقضت عدتها بانت، بدائع الصنائع زكريا ص۲۸۳ ج۳ كتاب الطلاق فصل فی بيان حكم الطلاق، فتاوی عالمگیری كوئٹه ص۴۳۸ ج ۱ كتاب الطلاق الباب الاول وأما حكمه.

[۳] ان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، الباب السادس فی الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۴۰۹، ۴۱۰ ج۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد على المبانة، هداية ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة مكتبه تهانوی ديوبند.

[۴] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص۴۷۲، ج ۱، باب الرجعة، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، (بقیہ آئندہ پر)

خلافِ شرائط کرنے پر زوجہ کو حقِ طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی ہندہ کے اطمینان کے لئے بموجبِ تحریر استفتاء اختیارِ طلاق ہندہ کو تفویض کیا، تحریر کرنے کے بعد زید نے شرائطِ مسطور کی خلاف ورزی کی ہے، یعنی چھ ماہ گذر گیا اس کے بعد خرچ بھیجا، اور بلا رضامندی ہندہ مارچ ۱۹۴۰ء بغایت ۳۰ رجنوری ۱۹۴۲ء باہر قیام رکھا، ۳۱ رجنوری کو زید کے آنے پر ہندہ نے کہا کہ میں تم سے رضامند نہیں ہوں، اور بموجبِ اقرار نامہ میں مطلقہ ہونا چاہتی ہوں، تم بھی اپنی زبانی طلاق دے دو مگر زید طلاق دینا نہیں چاہتا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بموجبِ تحریر ہندہ کو از روئے شرع حقِ طلاق حاصل ہے اور ہندہ اپنے کو طلاق دے کر عقدِ ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زوجہ کو اختیار تھا کہ اپنے اوپر طلاق واقع کر لیتی کیونکہ شوہر نے اپنی شرط کے خلاف عمل کیا ہے، لیکن یہ اختیار دو شرطوں کے ساتھ مشروط تھا، ایک یہ کہ دو ماہ برابر نان ونفقہ کے لئے خرچ نہ بھیجوں، دوسری یہ کہ چھ ماہ سے زائد بلا رضامندی کے اپنی بیوی کے پاس نہ آؤں جاؤں، لہٰذا جب دو ماہ برابر خرچ نہیں بھیجا تو اس وقت زوجہ کو طلاق واقع کرنے کا اختیار تھا جب اس وقت طلاق واقع نہیں کی تو وہ اختیار ساقط ہو گیا، اسی طرح جب چھ ماہ تک بلا رضامندی کے شوہر نہیں آیا بلکہ باہر رہا تو اس وقت اختیار حاصل تھا، جب زوجہ نے اس وقت اپنے اختیار سے کام نہیں لیا تو وہ بھی ساقط ہو گیا اب اختیار باقی نہیں رہا[۵] کیونکہ شوہر کی تحریر میں کوئی ایسا عام لفظ نہیں کہ

(گذشتہ کا بقیہ) هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، مكتبه تهانوى ديوبند.

۵ واذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية وتطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض، فتاوى عالمگيرى كوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فى الرجعة هداية ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة مطبع مكتبه تهانوى ديوبند، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج ۲ كتاب الطلاق باب الرجعة مطبع دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ اختارى اليوم أو أمرك بيدك هذا الشهر خيرت فى بقيتهما وإن قال يوماً أو شهراً (آئندہ پر)

اس نے ہمیشہ کے لئے اختیار دے دیا ہو[1] پس ہندہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنا اور پھر عقدِ ثانی کرنا اس اقرار نامہ کی رُو سے درست نہیں جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے عقدِ ثانی نہیں کرسکتی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ربیع الثانی ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/ربیع ۲/۶۱ھ

کیا طلاق کی توکیل وتفویض سے شوہر کا حق ختم ہوجاتا ہے

سوال:- شمس الدین اپنے خسر سے اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ مجھ سے وہ جبراً اپنی لڑکی کا طلاق لے لیں گے، تو شمس الدین نے دو آدمیوں سے کہا کہ میں اپنی بیوی کی طلاق کا معاملہ تم کو سپرد کرتا ہوں، کچھ دنوں بعد شمس الدین نے خسر کے ڈر سے کہا کہ میں بیوی کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق دیدیا، اب کوئی حق میرا اس پر نہیں رہا، تو کیا شمس الدین کے اختیار سپرد کرنے کے بعد یہ دی ہوئی طلاقیں واقع ہوگی، مدلل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا، کیونکہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیدیا گیا ہے اور اب بدستور میاں بیوی زندگی گذار رہے ہیں۔

(گذشتہ کا بقیہ) فمن ساعة تكلم مثلها من الغد وإلىٰ ثلاثين يوماً ولا يبطل المؤقت أى الخيار المؤقت بيوم أو شهر أو سنة بالاعراض فى مجلس العلم بل بمضى الوقت المعين علمت بالتخير أولا، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص۳۲۴ج۳ قبيل باب الأمر باليد، عالمگيرى كوئٹه ص۳۹۰ج۱ الفصل الأول فى الاختيار.

[1] ولا يملك الرجوع عنه أى عن التفويض بانواعه الثلاثة لما فيه من معنى التعليق وتقيد بالمجلس لانه تمليک إلا إذا زاد متى شئت ونحوه مما يفيد عموم الوقت فتطلق مطلقاً وفى الشامى وظاهره أنها إذا لم تشاء فى المجلس خرج الأمر من يدها، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص۳۳۲ج۳ فصل فى المشيئة كتاب الطلاق البحر الرائق كوئٹه ص۳۲۸ج۳ فصل فى المشيئة عالمگيرى كوئٹه ص۴۰۶ج۱ الفصل الثالث فى المشيئة.

الجواب حامداًومصلیاً

کسی دوسرے کو اپنی بیوی کی طلاق سونپ دینا اگر مشیت کے ساتھ مقید ہو تو یہ تملیک ایقاع ہے، جس سے زوج نفس طلاق کی ملک سے خارج ومحروم نہیں ہوجاتا، اور یہ تفویض مجلس کے ساتھ مقید رہتی ہے، بعد مجلس مفوض الیہ کا اختیار ختم ہوجاتا ہے، اگر زوج نے مشیت کے ساتھ مقید نہ کیا ہو تو یہ توکیل ہے اور مؤکل کو عزلِ وکیل کا حق باقی رہتا ہے[1] نیز توکیل سے مؤکل کا اختیار ختم نہیں ہوتا۔

الغرض صورتِ مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی فوراً دونوں کو علیحدہ کردیا جائے اور عورت کو پردہ کرایا جائے۔

اجمعوا علٰی ان قوله لا جنبی طلّق امرأته توکیل وَلایتقید بالمجلس فان قیّده بالمشیئة بان قال لهٗ طلق امرأتی ان شئت فهٰذا تملیک عند اصحابنا الثلاثة اهـ بدائع[2] ص: ۱۲۲، ج:۳.

اَلطَّلاَقُ مَرَّتَانِ اِلٰی قَولِهٖ تَعَالٰی فَاِنْ طَلَّقَها فَلاَ تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَهٗ. (الآیة)[3] فقط واللّٰه تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۰ھ

---

[1] إذا قال لها طلقی نفسک سواء قال لها إن شئت أولا فلها أن تطلق نفسها فی ذلک المجلس خاصة ولیس له أن یعزلها وکذا إذا قال لرجل طلق إمرأتی وقرنه بالمشیئة فهو کذلک وإن لم یقرنه بالمشیئة کان توکیلا ولم یقتصر علی المجلس ویملک العزل عنه، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۲ ج ۱ الفصل الثالث فی المشیئة شامی زکریا ص ۵۷۴ ج ۴ کتاب الطلاق اول فصل فی المشیئة.

[2] بدائع الصنائع کراچی ص:۱۲۲، ج:۳، فصل واما قوله طلقی بنفسک فهو عندنا تملیک الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۵۵ ج ۴ باب تفویض الطلاق هدایه ص ۳۸۱ ج ۲ باب تفویض الطلاق فصل فی المشیئة مکتبه تهانوی دیوبند.

[3] سورہ بقرہ آیت: ۲۲۹،۳۰، **ترجمہ**:- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، الی قولہ پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

طلاق کا اختیار دوسرے کو دے کر واپس لینا

سوال:- زید نے عمر کو اپنے اختیاراتِ طلاق دیدیئے مگر اب وہ اپنے حالات سے سرگرداں و پریشان ہوکر اپنے اختیارات کو واپس لینا چاہتا ہے۔

(۱) کیا اس کو یہ اختیار ہے کہ اپنے جو اختیارات عمر کو دیئے تھے، انکو وہ واپس لے لے۔

(۲) اگر ہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے۔

(۳) اگر عمر واپسی اختیارات پر رضامند نہ ہو تو زید کو کیا عمل کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ توکیل ہے، مؤکل کو اختیار رہتا ہے کہ وہ وکیل کو معزول کردے، اس سے اس کے اختیارات ختم ہوجائیں گے، اس کے لئے وکیل کی رضامندی ضروری نہیں ہے، زید جب عمر سے کہہ دے گا کہ میں نے آپ کو وکالت سے معزول کردیا، اب آپ کو اختیار نہیں کہ میری بیوی کو طلاق دیں، تو عمر کا اختیار ختم ہوجائے گا، پھر اگر عمر طلاق دے تو زید کی بیوی پر واقع نہ ہوگی: **لا یملک الزوج الرجوع عن التفویض سواء کان بفلظ التنجیز او بالامر بالید او طلقی نفسک الٰی قوله بناء علٰی ان الوکیل من یعمل لغیره وهٰذه عاملة لنفسها حتّٰی لو فوض الیها طلاق حرتها او فوض اجنبی لها طلاق زوجته کان توکیلاً فملک الرجوع منه لکونها عاملة لغیرها ولا یقتصر علی المجلس اهـ بحر[1] ص:۳۲۷، ج:۲، والبسط فی البدائع[2] ص:۱۲۳، ج:۳۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق ص:۳۲۷، ج:۳، فصل فی المشیة، کتاب الطلاق مطبع کوئٹه مکتبه ماجدیه.

[2] بدائع الصنائع ص:۱۲۲، ج:۳۔ فصل واما قوله طلقی نفسک، مطبع کراچی، زیلعی ص۲۲۶ ج۲ کتاب الطلاق فصل فی المشیئة مطبع ملتان مکتبۂ امدادیه،

عورت کو طلاق کا اختیار ہونے کی شرط

سوال:- مرد سے ایک شرط لی گئی کہ اگر عورت کسی قسم کا جھگڑا کر کے اپنے باپ کے گھر میں تین ماہ رہے گی، اور مرد اس کی خبر گیری نہ کرے تو ایک دو تین طلاق دینے کا اختیار عورت کے اوپر ہے، اس وقت عورت اپنے کو تین طلاق دے کر بالکل آزاد ہو کر اپنے گھر بیٹھی ہے، ایسی صورت میں عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد سے جو شرط لی گئی ہے، وہ نکاح سے پہلے لی گئی ہے، یا بعد میں وہ شرط نامہ بھیجئے، اس کو دیکھ کر اس کا حکم تحریر کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۷ھ

عورت کو نکاح سے الگ ہونے کا اختیار اسی مجلس تک

سوال:- زید کا نکاح عرصہ چھ سال ہوا، میاں بیوی کے تعلقات بدستور رہے، لیکن بعد میں زید نے اپنی بیوی کو طرح طرح سے پریشان کیا اور زدوکوب کیا، اس حالت کو دیکھ کر والدین کو بڑی پریشانی ہوئی، انہوں نے لڑکے کو کہا سنا اور بھیجنے سے انکار کر دیا، تو لڑکے نے اپنے رہن سہن کے بارے میں کچھ شرائط طے کئے کہ اس کو بھیج دو اگر ان شرائط کو پورا نہ کروں تو تمہاری لڑکی کو میری طرف سے نکاح سے علیحدہ ہونے کا پھر اختیار ہوگا، شرائطِ مذکورہ یہ ہیں (۱) میں اس کی مار پیٹ نہیں کروں گا، (۲) مسماۃ کو شرعی پردہ میں رکھوں گا، لیکن زید نے نہ تو مسماۃ کو پردہ میں رکھا نہ ہی مار پیٹ سے اجتناب کیا، بلکہ مسماۃ کو اتنا مارا کہ بعد مالش کے وہ تمام نشانات ختم ہوئے، آیا مسماۃ کو زید کے نکاح سے نکلنے کا اختیار شرعاً حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایسی صورت میں جب شوہر نے شرط کے خلاف کیا جب ہی اسی مجلس میں عورت کو نکاح سے علیحدہ ہونے کا اختیار حاصل ہوگیا تھا، اگر وہ مجلس ختم ہوگئی تو اختیار بھی ختم ہوگیا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۳۹۲ھ

شوہر کی زیادتی سے بچاؤ کیلئے کسی تجربہ کار عالم کے مشورہ سے کابین نامہ

سوال:- میں نے اپنی لڑکی کی شادی زید سے کردی تھی، جب لڑکی واپس آئی تو معلوم ہوا کہ اس کو طرح طرح سے تکلیف دی گئی تقریباً پانچ ماہ تک اس کے ساتھ رہی، مگر کوئی تعلق ازدواجی قائم نہیں کیا، جب لڑکی گھر پر آئی تو یہ سب باتیں معلوم ہوئیں، اور شوہر کے یہاں جانے سے انکار کردیا، پھر میں نے زید کو خط لکھا، تو وہ اپنی ماں کو لے کر آیا اور کہتا ہے کہ اب اچھی طرح رکھوں گا، لیکن مجھے اعتبار ہے، ایسی صورت میں فسخِ نکاح کی کون سی صورت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ شوہر رکھنے اور آباد کرنے کے لئے آمادہ ہے اور گذشتہ کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، تو بحالتِ موجودہ نہ اس کو طلاق دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ تفریق کی جاسکتی ہے، اگر شوہر خلع پر

---

[1] قال لها اختاری او امرک بیدک الی قوله او طلقی نفسک فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخباراً الی قوله لا تطلق بعده ای بعد المجلس. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۵۵۳ج٤، مطبوعه کراچی ص۳۱۵ج۳، اول باب تفویض الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۱۱ج۳، اول باب تفویض الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص۳۸۷ج ۱ الباب الثالث فی تفویض الطلاق.

رضامند ہوجائے یا کسی اور لالچ سے اس کو طلاق دینے پر آمادہ کرلیا جائے، یا اس کے مکان پر رخصت کرنے کے لئے شرط کرلی جائے، کہ اگر زوجہ کے حقوق ادا نہیں کئے (ہم بستری نہ کی) تو زوجہ پر طلاق یا زوجہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے اور وقت کی تحدید کرلی جائے کہ کتنی مدت تک ہم بستری نہ کی تو طلاق ہے، غرض کسی تجربہ کار عالم کے سامنے صورتِ حال رکھ کر اس کے مشورہ سے کاغذ لکھوا کر شوہر کے سامنے پیش کیا جائے وہ اس کو پڑھ کر سمجھ کر بلا اکراہ اس میں لکھی ہوئی شرط کو منظور کر کے اس پر دستخط کردے تو امیدوار ہے کہ خلاصی کی صورت آسان ہوگی یا نباہ کی شکل نکل آئے گی[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

تمہاری خواہش ہو تو طلاق طلاق کا حکم

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو یہ کہہ کر مخاطب کیا کہ اگر تم چاہتی ہو اور تمہاری خواہش ہو تو میری طرف سے طلاق طلاق دو مرتبہ کہہ کر خاموش ہوگیا، اور اس کے بعد زید نے رجوع کرلیا، ڈھائی تین ماہ بعد زید نے پھر کسی بات پر یہی کہا کہ اگر تم چاہتی ہو تو تمہاری خواہش پوری کردوں گا، مگر ذرا بچوں کو بڑا ہوجانے دو، جو تم چاہتی ہو پورا کردوں گا، اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ ''خدا مالک ہے'' زید نے کہا ''میں نے طلاق دی'' اس پر ہندہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی اور ہاتھ جوڑ کر آگے بڑھی، مگر چونکہ ہندہ دس یوم کی زچہ تھی، اس لئے زید نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اب کیا ہوتا ہے، اب زید کا حلفیہ بیان ہے کہ دو مرتبہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، بلکہ تنبیہا تھی، اور اسی وجہ سے دونوں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ اگر تم چاہتی ہو اور تمہاری خواہش ہو تو ''طلاق دی'' کے الفاظ استعمال کیا، اسی طرح ہندہ بھی حلفیہ بیان یہی

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۱۰/شامی زکریا ص ۵۷۳/ج ۴/ مطبوعه کراچی ص ۳۲۹ ج ۳، باب الامر بالید، قبیل فصل فی المشیئة.

دیتی ہے کہ چونکہ دونوں مرتبہ یہ الفاظ استعمال کئے کہ اگر تم چاہتی ہو اور تمہاری خواہش ہو تو طلاق دی، کیونکہ مجھے خود اختیار دیا تھا، اور میں نے کبھی بھی یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے طلاق دیدو، اس لئے میں نے ان طلاقوں کو بے معنی سمجھا اور نہ ہی میں نے ان طلاقوں کو منظور کیا، زید اور ہندہ دونوں تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہیں، اور مذہبی اصولوں کے پابند ہیں، کیا ایسی صورت میں طلاق ہوگی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کونسی رجعی مغلظہ یا بائن؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زید نے پہلی مرتبہ کہا کہ اگر تم چاہتی ہو اور تمہاری خواہش ہو تو میری طرف سے طلاق طلاق، اور بیوی نے طلاق نہیں چاہی اور خواہش نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی،[1] جب طلاق ہی نہیں ہوی تھی تو رجوع کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی، پھر جب دوبارہ اس قسم کی گفتگو ہوئی تو بیوی نے کہا کہ ''خدا مالک ہے'' اس کا مطلب زید نے یہی سمجھا کہ بیوی طلاق چاہتی ہے (جیسا کہ زبانی بیان دیا ہے) تو زید نے کہا کہ ''میں نے طلاق دی'' اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی،[2] پھر جب گھر کے کچھ لوگ گھر کے اندر داخل ہوئے اور زید نے ان کے سامنے کہا کہ آپ لوگ گواہ رہیں میں نے طلاق دی طلاق دی، اس میں نہ بیوی کو خطاب ہے نہ بیوی کی خواہش پر یہ طلاق معلق کی گئی ہے، بلکہ گواہوں کو مخاطب کرکے بلا تعلیق وشرط کے تین مرتبہ یہ طلاق دی ہے، اور کچھ دیر ہوئی اسی مجلس میں بیوی کو طلاق دی ہے، اب اسی پر گواہ بنا کر تین طلاق دی ہے، لہٰذا اس سے طلاق مغلظہ ہوگئی،[3] اس پر جب بیوی آگے بڑھی تو زید

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة ،ولوقال لهاانت طالق ان شئت فقالت شئت يقع ويختص بالمجلس (وان لم تشأ لايقع)عالمگیری ،ج ۱/ص ۴۰۴/ الفصل الثالث فی المشية ،مطبوعه کوئٹه.

[2] انت طالق ومطلقة وطلقتک وتقع واحدة رجعية وان نوی الاکثر اولم ينو شيئا .عالمگیری، ج ۱/ص ۳۵۴/ الفصل الاول فی الصريح، النهر الفائق ص ۳۲۱،۳۲۴ج۲ باب الطلاق الصريح مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت شامی زکريا ص۴۵۷،۴۶۰ ج۴ کتاب الطلاق باب الصريح.

[3] کررلفظ الطلاق وقع الکل ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکريا ،ج۴/ص ۵۲۱/ مطبوعه کراچی ،ج۳/ص ۲۹۳/ قبيل باب الکنايات، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵ج ۱ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ''اب کیا ہوتا ہے'' اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ میں اپنی طرف سے تعلق زوجیت بالکل ختم کر چکا، اب کچھ کہنا سننا سب بے سود ہے، بیوی سے یہ نہیں کہا کہ یہ (تین) طلاق تمہاری خواہش پر موقوف تھی، اگر تمہاری خواہش نہیں تو طلاق نہیں، بلکہ یہ کہا ''اب کیا ہوتا ہے''

جب لفظ صریح ''طلاق دی'' استعمال کیا جائے، تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور یہ طلاق بیوی کے منظور کرنے پر موقوف نہیں رہتی ہے[1]، اب بغیر حلالہ کے دونوں میں دوبارہ نکاح کی بھی کوئی صورت نہیں رہی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۱۳۹۴ھ

گھر داماد رکھنے کی شرط

سوال:- مسمّٰی عیسیٰ کا اپنے خسر مسمّٰی غلام الدین سے نکاح سے پہلے یہ معاہدہ ہوا کہ وہ تمام

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) الباب الثانی الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیہ ص ۲۸۶ ج ۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وایقاع العدد الخ مطبوعہ کراچی.

(صفحہ ہذا) [1] وهذه الالفاظ ای الصریح ظاهرة المراد لانها لاتستعمل الا فی الطلاق عن قید النکاح فلا یحتاج فیها الی النیة لوقوع الطلاق بدائع الصنائع کراچی، ج ۲/ص ۱۰۱/کتاب الطلاق فصل ومنها النیة فی احد نوعی الطلاق، شامی زکریا ص ۴۶۱ ج ۴ کتاب الطلاق، باب الصریح، البحر ص ۳۵۸ ج ۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] لاینکح مطلقة بها ای بالثلاث لوحرة وثنتین لوامة حتی یطأ ها غیره بنکاح وتمضی عدته ای الثانی ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ،ج۵/ص۴۰/ مطبوعه کراچی ،ج۳/ص ۴۰۱/باب الرجعة،مطلب فی العقدعلی المبانة، المحیط السرخسی ص۸ ج۳ کتاب الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۵ ج ۱ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة.

عمر گھر داماد رہے گا، اور تحریر لکھی گئی اگر عیسیٰ نافرمانی کر کے بھاگ جائے گا تو اس کی منکوحہ طلاق شرعی سے حرام ہوجائے گی، یہ معاہدہ نکاح سے پہلے تحریر کیا گیا بعدہٗ نکاح ہوا، کچھ عرصہ گذرا تھا کہ غلام الدین نے جھگڑا کر کے عیسیٰ کو نکال دیا، اب سوال یہ ہے کہ عیسیٰ کی زوجہ طلاق سے حرام ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو تحریر بطورِ معاہدہ نکاح سے پہلے لکھی گئی اس کے خلاف اگر قصداً بھی کرے تب بھی اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۴ھ

عقد سے قبل طلاق کا اختیار

سوال:- مسمّٰی محمد نور الدین نے مسماۃ مریم بی بی سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ دوسری شادی نہیں کریگا، جب تک مریم بی بی اس کے نکاح میں رہیگی، اور مریم بی بی کسی شکر رنجی کی بناء پر اگر اپنے میکہ ۹۰ ر یوم رُکی رہی اور میں راضی کر کے نہ لاسکوں تو زوجیت میں رہنے کا اختیار ہے، بی بی مریم کے سپرد کردیا، اب بی بی مریم دعویٰ کرتی ہے، کہ وہ ۹۰ ر یوم تک اپنے شوہر سے ناراض ہوکر اپنے میکہ میں رکی رہی اور ۹۰ ر یوم مکمل ہوتے ہی اپنے نفس پر تین طلاقیں واقع کردیں، واضح رہے کہ شوہر نے دوسری شادی نہیں کی، اس پر جے نگر مدرسہ کے مفتی صاحب نے وقوعِ طلاق کا فتویٰ دے دیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

---

[1] ولا تصح اضافة الطلاق الا ان يكون الحالف مالكاً او يضيفه الى ملك. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعلیق للطلاق، شامی کراچی ص۳۴۴ج۳ اول باب التعلیق، البحر کوئٹہ ص۳ج۴ باب التعلیق.

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال میں ہے کہ مریم بی بی سے اس شرط پر نکاح کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ شرط پہلے تجویز کی گئی، اور نکاح بعد میں ہوا، اگر واقعہ اسی طرح ہے تو یہ شرط بالکل لغو اور بیکار ہے، اگر صاف صاف طلاق کا اختیار عورت کو دیتا تب بھی اس کو اختیارِ طلاق حاصل نہ ہوتا، طلاق منجز ہو یا معلق ہو اس کا محل زوجہ ہے، قبل نکاح وہ زوجہ ہی نہیں، لہٰذا وہ محلِ طلاق ہی نہیں، اگر سببِ ملک (نکاح) کی شرط کو مضاف کرتا، مثلاً اس طرح کہا کہ اگر میں فلاں عورت (مریم بی بی) سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے، یا طلاق کا اختیار ہے، تو یہ تعلیق شرعاً معتبر ہوتی، اور اس پر اثر مرتب ہوتا، مگر صورتِ مسئولہ میں شرط کو نہ ملک (زوجہ) کی طرف منسوب کیا ہے، نہ سببِ ملک (نکاح) کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ اجنبیہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس لئے یہ بے اثر ہے، جیسے کوئی شخص اجنبیہ سے کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے یا میں فلاں کام کروں، تو تجھ کو طلاق ہے، اور پھر اس سے نکاح کرے اس کے بعد اس کام کا صدور ہو جائے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، اسی طرح صورتِ مسئولہ کا بھی حال ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۱۳۹۰ھ

---

[1] شرطه الملک او الاضافة اليه كان نكحت امرأة اوان نكحتک فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيداً فانت طالق فنكحها فزارت . الدرالمختار على الشامی زكريا ص:٥٩٣، ج:٤، مطبوعه كراچی ص:٣٤٤، ج:٣، اول باب التعليق، البحر الرائق كوئٹه ص ٣ ج ٤ باب التعليق.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

طلاق کو معلق کرنا

سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا

سوال:- زید اور اس کی بیوی میں اس بات پر معمولی جھگڑا ہوا کہ مسماۃ ہندہ زوجۂ زید اپنے باپ کے مکان سے اپنی خالہ کے گھر گئی کیونکہ زید کی رنجش ہندہ کی خالہ سے تھی دوران گفتگو میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ زید کا غصہ زیادہ بڑھ گیا جس پر زید نے کہا کہ اگر تو اب سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا، سرائے محلّہ ہے، جہاں کہ ہندہ کا یعنی اس کے باپ کا مکان ہے، اور غصہ کی حالت میں زید نے بار بار یہی کہا کہ اگر تو سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا، اور یہ واقعہ مسماۃ ہندہ کے نانا کے مکان پر گذرا ہندہ نے جواب میں کہا کہ میں نہ سرائے جاؤں گی اور نہ زید کے مکان پر بلکہ تمام رات سڑک میں کھڑی ہو کر گذاروں گی اس جھگڑے کے دوران گفتگو میں ہندہ کا باپ بھی آ گیا ہندہ کے باپ نے کہا کہ کیا واقعہ ہے، معلوم ہونے پر چند کلمات بطور نصیحت ہندہ کے باپ نے کہے کہ یہ لفظ تیری نوک زبان کیوں ہے، جو اچھا نہیں، اور بعید از شرافت ہے، جس کے جواب میں بحالت غصہ زید نے یہ کہا کہ صاحب اب بھی کہتا ہوں کہ اگر سرائے گئی تو طلاق ہے اور بحالت غصہ ایک ہی سانس میں طلاق طلاق چھ سات مرتبہ کہا زید کی ماں بھی وہاں موجود تھی، ماں

نے زید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چل اور زید مع اپنی ماں کے وہاں سے اپنے گھر ہندہ کو روتا پیٹتا چھوڑ کر چلا آیا، مسماۃ ہندہ اور اس کے باپ پریشان رہے کہ کیا طلاق واجب آ گئی یا نہیں، کیونکہ ان کی رائے میں طلاق واجب نہیں آئی تھی، زید کے چلے جانے کے بعد ہندہ کی صرف یہی خواہش تھی کہ وہ زید کے مکان پر چلی جائے، ہندہ کے عزیزوں کی رائے میں طلاق ہوگئی تھی ہندہ تمام شب اور اگلے دن ظہر کے بعد تک اپنے نانا کے مکان پر ہی رہی اور بار بار رو کر یہی کہا کہ اگر کوئی صورت ہو تو میں زید کے مکان پر چلی جاؤں لیکن تمام عزیزوں نے ہندہ کو یہ یقین دلایا کہ طلاق ہوگئی، بعد ظہر ہندہ کا باپ ہندہ کو اپنے گھر یعنی سرائے لے گیا، مسماۃ ہندہ بحالت مجبوری روتی پیٹتی ان کے ساتھ چلی گئی، زید کو اپنی بیوی سے بے انتہا محبت ہے کسی ارادہ سے قطعی طلاق نہیں دی صرف غصہ کی حالت میں طلاق دی گئی جس کا زید کو بہت زیادہ رنج اور افسوس ہے، لہٰذا استدعاء وعرض ہے کہ اگر شرع میں گنجائش ہو تو فی سبیل اللہ غور فرما کر ممنون فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب نہ رجعت کا اختیار باقی رہا، نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی، جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے کوئی جواز کی صورت نہیں، اول مرتبہ جب یہ کہا کہ اگر اب تو سرائے جائیگی تو طلاق دیدونگا، یہ وعدۂ طلاق تھا، محض سرائے جانے سے طلاق نہ پڑتی جب کہ خاوند طلاق نہ دیتا لیکن جب ہندہ کے باپ کے ساتھ یہ کہا ''اگر سرائے گئی تو طلاق ہے، اس سے تعلیق ہوگئی، پھر ایک سانس میں طلاق چھ سات مرتبہ جب کہا اگر اسکو بھی سرائے جانے پر مرتب کیا جائے، تو سرائے جانے سے تحقق شرط کی بناء پر مغلظہ ہوگئی اور اگر اس چھ سات مرتبہ والی طلاق کو سرائے جانے پر مرتب نہیں کیا، بلکہ اس سے فی الحال طلاق دینا مقصود تھا، تو اسی وقت مغلظہ ہوگئی سرائے جانے کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں رہی: **واذا اضافه الٰی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق اھ هدایة**[1] **ص: ۳۶۵،**

[1] هدایه ص:۳۶۵، ج:۲، باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه رحیمیه دیوبند، الهندیة ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، کوئٹه پاکستان، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

کرر لفظ الطلاق وقع الکل الخ درمختار[1] ص: ۴۶۰، ج: ۲.

طلاق غصہ میں بھی واقع ہوجاتی ہے، بلکہ عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشی میں کون طلاق دیا کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

جواب صحیح ہے، مگر ذار جواب کی شقوں میں سائل کو غور کی ضرورت ہے، سوال سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ایک سانس میں طلاق طلاق چھ سات مرتبہ جو کہا ہے یہ شرط کے ساتھ ملا کر کہا یا بلا شرط کے اور ہندہ کے عزیزوں نے جو طلاق سمجھی وہ خود سمجھی یا کسی عالم سے دریافت کیا تھا اور کون سے الفاظ سے انہوں نے طلاق سمجھی تھی، اگر دوبارہ تحقیق کی ضرورت ہو تو بہتر یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند ہی میں مکرر تحقیق کر لیجائے، اور سب واقعہ بیان کر دیا جائے۔

فقط سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۶۹ھ

اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں تو میری عورت کو تین طلاق

سوال:- زید نے عمر کو کہا کہ تو اگر میری عورت کو دیکھے تو تیری عورت کو طلاق، تو اس وقت عمر نے کہا کہ اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں یا نظر کروں یا باتیں کروں تو میری عورت کو تین طلاق، تو اس صورت حال میں کہ عمر راستہ میں کھڑا تھا یا راستے کے اندھیرے میں بیٹھا تھا تو عمر کی نظر زید کی بیوی پر پڑ گئی تو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی؟ اور طلاق کی قسم کھانا کیسا ہے؟ حالانکہ غصہ میں بغیر سوچے قسم کھائی ہے، جب کہ عمر کا ارادہ نہ تھا کہ یہ زید کی عورت کو دیکھے اور اچانک نظر پڑ گئی، امام صاحب اور امام شافعی کا مذہب کیا ہے؟ طلاق پڑتی ہے تو کیا حکم ہے؟ اور مغلظہ پڑتی ہے تو کیا حکم ہے؟

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص: ٤٦٠، ج:٢، مطبوعه کراچی ص:٢٩٣، ج:٣۔ باب طلاق غير المدخول بها، الهندية كوئٹه ص ٣٥٦ ج ١ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق.

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر نے اگر قصداً زید کی عورت کو نہیں دیکھا بلکہ بلا قصد اس پر نظر پڑی اور اس نے فوراً نظر ہٹالی تو اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی اگر قصداً اس کو دیکھا ہے تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے تعلقِ زوجیت قائم کرنا درست نہیں،[1] طلاق کی قسم کا یہی حکم ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد طلاق ہو جاتی ہے، غصہ ہو یا رضامند سب کا ایک ہی حکم ہے دل سے نیت ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا یمین فور کا دوسرا حال ہے، کتبِ فقہ حنفی واصولِ فقہ میں اسی طرح مذکور ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے

سوال: - زید اپنی بیوی کو مار پیٹ کرتا رہا، ایک دن چھ آدمیوں کے سامنے کہا کہ میری بیوی مجھے مہر کا دعویٰ لکھ دے تو میں طلاق لکھ دوں گا، بلکہ اس کو رکھنا نہیں چاہتا، پھر کہا کہ منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے، دو مسلمانوں کے سامنے لڑکی نے اس کے پاس

---

[1] وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، فتاوى عالمگيرى ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس في الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه كوئٹه پاكستان، الدر المختار على الشامى ص ۴۹۰، ۴۱۰ ج ۳ كتاب الطلاق باب الرجعة، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه ديوبند.

[2] راجع الشامى كراچى ص:۷٦۲، ج:۳، مطبوعه نعمانيه ص:۸٤، ج:۳، مطلب في يمين الفور، باب اليمين في الدخول والخروج، هدايه ص:٤۸۷، ج:۲، فتح القدير ص:۱۱۳، ج:٥، البحر الرائق ص:۳۱٥، ج:٤۔ اصول الشاشى ص:۲۸، بحث ترک الحقيقة، نورالانوار ص:۱۱۷۔

جانے کو بالکل منع کر دیا، اس پر وہ چلا گیا، تو منکوحہ کو اپنی شادی دوسری کب اور کس صورت کے بعد کرنی چاہئے اگر منکوحہ اس پر مہر کا دعویٰ نہ کرے تو اس کی علیٰحدگی ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ اس کی منکوحہ اگر یہ کہہ دے کہ میں اسکے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے، اور اسکے جواب میں اسکی منکوحہ نے یہ کہا کہ میری طرف سے کہہ دو کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی،[1] اسکے کہنے کے بعد تین ماہواری گذرنے پر دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے، اگر یہ صورت پیش نہیں آئی، شوہر نے اس طرح کہا تھا کہ طلاق لکھ دوں گا، یا طلاق دیدوں گا، پھر اس نے نہ طلاق دی نہ طلاق لکھی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی،[2] جب وہ طلاق دے اور اس کے بعد عدت گذر جائے تب دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۹ھ

اگر دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق

سوال:- ابوبکر کی بیوی زاہدہ خاتون ہے، ابوبکر زاہدہ کو بہت چاہتا ہے، ابوبکر نے زاہدہ سے کہا میری دو بات ہمیشہ یاد رکھنا، (۱) نماز کی ہمیشہ پابند رہنا ورنہ میں تم کو طلاق دیدوں گا، (۲) دوسری یہ کہ میری پہلی بیوی تم سے عمر میں بڑی ہے کبھی اس سے جھگڑنا نہیں، ورنہ میں تم کو طلاق دیدوں گا، زاہدہ خاتون بیحد نماز کی پابند ہوگئی، اور لڑائی جھگڑے سے دور رہنے لگی، ایک روز

---

[1] واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، تعلیق الطلاق هدایه ص:۳۸۵، ج:۲۔ باب الایمان فی الطلاق، البحر کوئٹه ص۸ ج۴ باب التعلیق.

[2] انا اطلق نفسی لم یقع لانه وعد (الدر) وان قال طلقی نفسک فقالت انا اطلق لم یقع قیاسا واستحساناً. شامی کراچی ص:۳۱۹، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۴۷۸، ج:۲۔ باب تفویض الطلاق، الهندیة ص۳۸۴ ج۱ الفصل السابع فی الطلاق، مطبوعه کوئٹه، البحر کوئٹه ص۳۱۴ ج۳ باب تفویض الطلاق.

زاہدہ ابوبکر کی بڑی بیوی سے جھگڑ گئی، ابوبکر اپنی چھت پر سویا ہوا تھا، لڑائی کی آواز ابوبکر کے کان میں گئی، ابوبکر نے اپنی دونوں بیویوں کو چھت پر بلوایا اور لڑائی کا حال دریافت کیا ابوبکر کی دونوں بیویوں کی غلطی ثابت ہوئی، ابوبکر نے ڈرانے کے خیال سے دونوں سے یہ کہا کہ اگر تم دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق، ابوبکر نے اِس خیال سے طلاق دیا کہ یہ دونوں رات بھر چھت پر نہ آئیں گی، کل کے لئے میرے دل میں کوئی طلاق نہ ہوگی، ابوبکر طلاق کے معاملے میں جاہل ہے، اس نے سوچا کہ آج ہی طلاق رہے گی کل نہ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چھت پر جانے سے ان پر طلاق ہوجائے گی، چاہے کل کو جائیں یا اس کے بعد جائیں، اگر اس طرح کہتا ہے کہ اگر آج رات تم دونوں چھت پر آئیں تو تم دونوں کو تین طلاق، پھر رات گذرنے کے بعد جاتیں تو طلاق نہ ہوتی، لیکن اس طرح نہیں کہا، اب تو حکم یہ ہے کہ جب بھی چھت پر جائیں گی تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی[1] اگر کوئی شخص ایک روز کے لئے طلاق دیدے تو وہ ہمیشہ کے لئے ہوجاتی ہے، لیکن طلاق کے لئے شرط کو ایک دن کے ساتھ مخصوص کرسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۹۶ھ

میرے کاروبار کیلئے روپیہ واپس نہیں تو اس کی خالہ زاد بہن جو میرے نکاح میں ہے اسکو تین طلاق

سوال:- خالد نے ابوبکر کے پاس پانچ سو روپے بطور امانت رکھے، اور خالد پہلے سے ابوبکر

[1] الایمان مبنیة علی الالفاظ لاعلی الاغراض ای المقاصد والنیات. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۲۸ ج۵، مطبوعہ کراچی ص۷۴۳ ج۳، باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی، مجمع الأنهر ص۲۷۷ ج۲ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، قواعد الفقه ص ۶۵ مکتبۂ اشرفی دیوبند.

کا قرض دار ہے، دوسرے لوگوں نے خالد کو بھڑکایا کہ ابوبکر تم کو روپیہ واپس نہیں دے گا، خالد نے قسم کھالی کہ اگر ابوبکر نے میرا روپیہ واپس کرنے میں رُکاوٹ پیدا کی اور میرے کاروبار کرنے کے لئے روپیہ واپس نہیں دیا تو ابوبکر کی خالہ زاد بہن جو میرے نکاح میں ہے، اس کو تین طلاق، دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق کب واقع ہوگی؟ اگر ابوبکر روپیہ دینے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں نے اپنے قرضہ میں رقم مجرا کرلی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ انکار کے بعد اگر ابوبکر رقم واپس کردے تو کیا طلاق واقع نہ ہوگی؟ اگر پانچ سو روپے میں سے کچھ رقم واپس کردی اور کچھ باقی رہ گئی، تو کیا تب بھی طلاق واقع ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ابوبکر نے وہ امانت والا روپیہ واپس نہیں کیا، بلکہ خالد کے طلب کرنے پر کاروبار میں رُکاوٹ ڈالی خواہ کچھ روپیہ روک کر، خواہ کل روک کر، اور اس روپے کو اپنے قرض میں مجرا کرلیا تو حسبِ تعلیق خالد کی بیوی (ابوبکر کی خالہ زاد بہن) پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی: **واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً اھ** (عالمگیری[1] ص:۴۳۰، ج:۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعلیق طلاق مع فتویٰ دیوبند

سوال:- مندرجۂ ذیل استفتاء دیوبند اور سہارن پور روانہ کیا گیا تھا، دونوں جوابوں میں اختلاف ہے، سوال مع جواب ہر دو، دونوں بمہر روانہ ہیں بحوالہ تحریر فرمائیں کہ آپ کا جواب ٹھیک ہے، یا دوسرا، اس مرتبہ نقل اقرار نامہ بھی روانہ ہے۔

---

[1] عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما، مطبوعه کوئٹه، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق، هدایه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الأیمان فی الطلاق مطبوعه دیوبند.

استفتاء: کیا حکم دیتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اقرار نامہ پنچوں کے سامنے تحریر کیا تھا، کہ جو رقم میرے پاس ہے عرصہ پندرہ روز کے اندر اپنے پنچ برادران کے سامنے عبد القادر پدر زوجہ کو روانہ کردوں گا، اگر وقت مقررہ یعنی دو ہفتہ کے اندر نہ دوں تو میری عورت عقد سے خارج ہو کر مطلقہ سمجھی جائے، میں حسب وعدہ وہ رقم زیور وغیرہ لے کر پورہ رمضانی گیا اور پنچوں کو طلب کیا لیکن کوئی پنچ بجز دو برادری کے محمد رفیع و دوست محمد جمع نہیں ہوئے اسلئے وہ رقم لیکر واپس آیا کیونکہ وعدہ تھا کہ پنچ کے سامنے عبد القادر کو دوں گا، میں جب حسب وعدہ پورہ رمضانی گیا تھا تو پنچ کے جمع کرنیکے موقع پر بعض لوگوں کے دریافت کرنے پر یہ کہہ دیا تھا کہ میں کچھ نہیں لایا، اور بعض سے کہا تھا کہ لایا ہوں مگر بجز دو آدمیوں کے (جو پنچ کے افراد ہیں) کوئی جمع نہیں ہوا ایسی حالت میں میری عورت شرعاً مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

جواب از سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ مدت مذکورہ میں رقم نہیں دی تو شرط کے موافق طلاق واقع ہوگئی، محض رقم لے کر جانے اور پنچوں کو تلاش کرنے سے اقرار نامہ پر عمل نہیں ہوا اگر رقم حسب قرارداد حوالہ کردی جاتی تو طلاق واقع نہ ہوتی: اذا اضافه الیٰ شرط وقع عقیب الشرط الخ (هدایه[1])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۲/۴/۷۰ھ

جواب از مفتی مہدی حسن صاحب قدس سرہٗ

آپ نے اقرار نامہ میں یہ الفاظ تحریر کئے ''کہ جو رقم میرے پاس ہے عرصہ پندرہ روز کے اندر اپنے پنچ برادران کے سامنے عبد القادر پدر زوجہ کو ادا کروں گا اگر وقت مقررہ یعنی دو ہفتہ کے اندر نہ

[1] هدایه ص:۳۸۵، ج:۲، باب الایمان فی الطلاق. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

دوں تو میری عورت عقد سے خارج ہو کر مطلقہ سمجھی جائے'' آپکے اس لکھنے کے بعد اگر پنچوں کے سامنے مدت مقررہ میں روپیہ نہ دیا جائے تو طلاق واقع ہو جائیگی، لیکن جب پنچ ہی جمع نہ ہوئے جن کے سامنے دینے کا اقرار تھا، تو شرط نہیں پائی گئی لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی، اور سوال میں جو تفصیل لکھی ہے، اس تفصیل کی رو سے مذکورہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، شامی میں ہے: **انهم صرحوا بان فوات المحل يبطل اليمين وبان العجز عن فعل المحلوف يبطلها ايضا لو موقتة لا لو مطلقة**[1] **ص:۵۲۳، ج:۲۔ فقط والله اعلم**

سید مہدی حسن غفرلہٗ ۲۱/۳/۷۰ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ

جب وقوع طلاق کو کسی شرط عدمی پر معلق کیا جائے جیسا کہ صورت مسئولہ میں عدم ادائے رقم مذکور پر معلق کیا گیا ہے، اور محلِ بِرّ فوت ہونے کی بناء پر شرط بر سے عاجز ہو جائے تب تو طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن اگر محل بِرّ تو باقی رہے مگر کسی مانع کی وجہ سے عاجز ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جاتی ہے صورت مذکورہ میں حالف (زوج) یا اس کا خسر یا پنچ جو کہ محل بِرّ ہیں فوت ہو جاتے اور اس وجہ سے رقم مذکور ادا نہ کی جاتی تو ممکن تھا کہ طلاق واقع نہ ہوتی لیکن ان سب کے باقی رہتے ہوئے مدت مذکورہ میں رقم ادا نہیں کی گئی، لہٰذا طلاق واقع ہوگئی۔

ومفاده الحنث فيمن حلف ليؤدين اليوم دينه فعجز لفقره وفقد من يقرضه خلافا لما بحثه في البحر الخ درمختار[2] **قال الشامي في قوله ومفاده الخ اى لا ن شرط الحنث فيه عدمي وهو عدم الاداء والمحل وهو الحالف باق واذا كان يحنث في حلفه ليمس السماء اليوم مع كون شرط البر مستحيلاً عادة فحنثه**

---

[1] شامی کراچی ص:۳۸۲ ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص:۵۱۹، ج:۲۔ تنبیہ قبیل باب طلاق المریض۔

[2] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۳۸۳، ج:۳، قبیل باب طلاق المریض۔

هنابا لاولٰی لان شرط البر ممکن بان یغصب مالا اویجد من یقرضه اویرث قریباً له ونحو ذٰلک فان ذٰلک لیس بابعد من مس السماء اھ.

دیکھئے اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کہا کہ میں آج اپنا قرض ضرور ادا کردوں گا اگر ادا نہ کروں تو مثلاً بیوی پر طلاق ہے، یہاں وقوع طلاق کو عدم اداء قرض پر معلق کیا ہے جو کہ شرط عدمی ہے، پھر ادا نہ کرسکا کیونکہ روپیہ موجود نہیں تھا، اور کہیں قرض بھی نہیں مل سکا تو طلاق واقع ہوجاتی ہے، اس لئے کہ محل بِرّ باقی ہے اور شرط بِرّ سے عجز کا دوسرا جزئیہ جیسے اگر کوئی قسم کھائے کہ میں آج آسمان کو ضرور ہاتھ لگاؤں گا اگر ہاتھ نہ لگایا تو مثلاً بیوی پر طلاق ہے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے، کیونکہ زوج بھی موجود ہے اور آسمان بھی۔

پنچوں کو جمع کر کے رقم مذکور کا ادا کرنا اس قدر دشوار نہیں جیسا کہ آسمان کو ہاتھ لگانا، ہاں اگر محل بِرّ فوت ہوجائے تو قسم ہی باطل ہوجاتی ہے، مثلاً مقروض یا مقرض کا انتقال مدت معینہ سے قبل ہوجائے چنانچہ شامی[1] میں ہے: **ولا یرد ماقیل انه یستفاد عدم الحنث من قوله فی المنح حلف لیقضین فلا نادینه غداً و مات احدهما قبل مضی الغد او قضاه قبله او ابرأه لم تنعقد الخ لان عدم الحنث فیه لبطلان الیمین بفوت المحل کما لوصب ما فی الکوز فان شرط البر صار مستحیلا عقلاً وعادة بخلاف مس السماء فانه ممکن عقلاً وان استحال عادة الخ.**

محل بِرّ فوت ہونے کا ایک اور جزئیہ لکھا ہے: **وکذا لا یرد ما فی الخانیة ان لم اٰکل هٰذا الرغیف الیوم فاکله غیره قبل الغروب لا یحنث لانه من فروع مسئلة الکوز کما صرحوا به لفوات المحل وهو الرغیف**[2] **اھ** شامی نے صاحب بحر کے قول کا اس طرح جواب دیا ہے: **وما اشتهدبه صاحب البحر حیث قال ان قوله فی القنیة متی عجز**

---

[1] شامی کراچی ص:۳۸۳، ج:۳، قبیل باب طلاق المریض، البحر کوئٹه ص ۳۳۰ ج۴ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الأکل والشرب، تاتارخانیه ص ۶۴۱ ج۴ کتاب الأیمان، ادارة القرآن کراچی.

[2] شامی کراچی ص:۳۸۳، ج:۳، قبیل باب طلاق المریض، البحر کوئٹه ص ۳۳۰ ج۴ کتاب الأیمان باب الیمین فی الأکل والشرب، تبیین الحقائق ص ۱۳۵ ج۳ کتاب الأیمان، مطبوعه امدادیه ملتان.

عن المحلوف علیه والیمین مؤقتة فانها تبطل یقتضی بطلانها فی الحادثة المذکورة اهـ فیه نظر لان مراد القنیة العجز الحقیقی کما فی مسئلة الکوز والانا قضه ما اطبق علیه اصحاب المتون من عدم البطلان فی لاصعدن السماء ثم رأیت الرملی نقل عن فتاویٰ صاحب البحر انه افتیٰ بالحنث فی مسئلتنا مستنداً الیٰ امکان البر حقیقة وعادة مع الاعسار بهبة او تصدق او ارث اهـ وهو عین ماقلناه اولاً وللّٰه الحمد[1] شامی آخر باب التعلیق ج:۲، لہٰذا وقوع طلاق میں شک نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ربیع الاول ۷۰ھ

مفتی محمود حسن صاحب کا جواب صحیح ہے، صورت مذکورہ میں نذیر احمد کو روپیہ اور زیور شرط کے موافق عبدالقادر کو دینا چاہئے تھا، اور دو پنچ موجود تھے ان کے سامنے دینا کافی تھا، اگر اور پنچ غائب ہو گئے یا نہیں آئے تو عبدالقادر تو موجود تھا اس کو موجود پنچوں کے سامنے روپیہ اور زیور دینا کافی تھا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ بعض پنچوں سے روپیہ نہ لانا بیان کیا اس لئے تین طلاق حسب اقرار نامہ واقع ہو گئیں۔

دیوبند کا جواب تصریحات فقہ کے خلاف ہے اور جو عبارت نقل کی گئی ہے، وہ سوال پر منطبق نہیں جیسا کہ مفتی محمود صاحب نے بیان کر دیا اس کی قریب نظیر عالمگیری[2] ص:۱۵۳، ج:۲، میں ہے:

مدیون قال لرب الدین ان لم اقضک مالک غداً فعبدی حر فغاب رب الدین قالوا هذا یدفع الدین الیٰ القاضی فاذا دفع لا یحنث ویبرأ من الدین وهو المختار وان کان فی موضع لم یکن هُناک قاضٍ حنث کذا فی فتاویٰ قاضی خان.

اب دیوبند دوبارہ اس جواب کو بھیج دیجئے اور جو جواب آئے اس سے ہم کو بھی مطلع فرمایئے

---

[1] شامی نعمانیه ص: ۵۱۹، ج: ۲. شامی کراچی ص: ۳۸۳، ج: ۳، قبیل باب طلاق المریض.

[2] عالمگیری ص: ۱۳۷، ج: ۲، الباب الثانی عشر فی الیمین فی تقاضی الدراهم. مطبوعه کوئٹه، خانیه ص: ۲۸، ج: ۲، فصل فی الیمین الموقتة، فتاویٰ تاتارخانیه ص ۶۴۴ ج ۴ کتاب الأیمان ادارة القرآن پاکستان.

عبارات سب نقل کر دیجئے تا کہ مفتیان دیو بند ملاحظہ فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ربیع الثانی ۷۰ھ

اگر میں فلاں سے پہلے شادی کروں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کو طلاق

سوال:- اگر کوئی شخص یوں حلف کرے کہ اگر میں فلاں سے پہلے شادی کروں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کو طلاق ہو اگر خدانخواستہ وہ شخص جس پر اپنی شادی کو معلق کیا ہے، وہ قبل شادی کے انتقال کر جائے تو اس کو شادی کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں تو الفاظ مذکورہ کہتے وقت قائل کے نکاح میں کوئی عورت موجود نہیں اگر کسی کے نکاح میں کوئی عورت موجود ہو اور وہ یہ کہے کہ تمام اہل دنیا کی عورتوں کو طلاق تب بھی اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی، الّا یہ کہ وہ اس کی نیت کرے: **ولو قال نساء اهل الدنيا اهـ عالمگیری[1] ص: ۳۵۷، ج: ۱**، ہاں اگر اس طرح کہے کہ اگر فلاں شخص سے پہلے میں شادی

---

[1] ولو قال نساء اهل الدنيا او الرّى طوالق وهو من اهل الرى لا تطلق امرأته الّا ان نواها رواه هشام عن ابى يوسفؒ وعليه الفتوىٰ اهـ عالمگیری ص: ۵۰، ج: ۲، مطبوعه مجیدی کانپور، عالمگیری ص: ۳۵۷، ج: ۱، الباب الثانى فى ايقاع الطلاق. طبع کوئٹه بلوچستان، فتاویٰ قاضی خان ص ۴۶۲ ج ۱ مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه ص ۲۸۴ ج ۳ ايقاع الطلاق بالإضافة الخ ادارة القرآن کراچی.

متى عجز عن شرط الحنث حنث فى العدمى لا الوجودى. شامی کراچی ص: ۳۸۲، ج: ۳، قبيل باب طلق المريض، ولو قال كل امرأة اتزوجها مالم اتزوج فاطمة فهى طالق فماتت فاطمة اوغابت فتزوج غيرها طلقت فى الغيبة لا تطلق فى الموت. عالمگیری ص: ۴۱۹، ج: ۱، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان واذا او غيرهما، تاتارخانيه ص ۵۰۵ ج ۳ كتاب الطلاق الأيمان بالطلاق، ادارة القرآن کراچی، الدر المختار کراچی ص ۳۴۵ ج ۳ باب التعليق.

کروں تو جس عورت سے بھی شادی کروں تو اس کو طلاق یا جو عورت میرے نکاح میں آئے اس کو طلاق پھر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اس شخص سے پہلے شادی کرنا درست نہیں ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد صحیح: عبداللطیف ۲۶/ربیع ۱/۶۴ھ

اگر مکان نہ جلاؤں تو طلاقِ مغلظہ

سوال:- زید نے اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا کر کے کہا کہ تم اپنا گھر میرے مکان کی چھت کا پانی جہاں گرتا ہے، مکان کی دکھن جانب سے ساڑھے نو ہاتھ (پونے پانچ گز) چھوڑ کر اگر نہ بناؤ تو قسم خدا کی میں اس مکان کو جلا دوں گا، اسپرٹ گھر میں ہے، اس نے کہا میں بناؤں گا، میں نے کہا قسم خدا کی میں جلا دوں گا، پھر وہ دوبارہ بنالے گا، لہٰذا اس خیال سے میں نے کہا قسم خدا کی تو جتنی بار بنائے گا، اتنی مرتبہ جلاؤں گا، اگر نہ جلاؤں تو میری عورت پر طلاقِ مغلظہ، جب جب شادی کروں گا، تب تب طلاق مغلظہ۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر نہ جلاؤں یہ شرط ہے، تو میری عورت پر طلاقِ مغلّظہ الخ جزاء ہے، وقوعِ شرط کے بعد تو طلاق پڑے گی۔ شرح وقایہ ج:۲، میں ہے **وفی ان لم اطلقک فانت طالق یقع فی اٰخر حیٰوتہٖ** یہ مسئلہ اس مسئلہ کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے یا نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ زید اگر اپنا مکان بیچ ڈالے یا کسی کو ہبہ کر دے تو اس سے نجات ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ یاد رہے کہ زید کے بھائی نے اب تک گھر نہیں بنایا، لیکن ارادہ ہے اور زید اس سے نجات حاصل کرنے کے خیال میں ہے، شرعاً جو صورت سہل ہو جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اَسْلَمْ صورت یہ ہے کہ زید کا بھائی وہاں سے ساڑھے نو ہاتھ جگہ چھوڑ کر مکان بنالے، اگر زید نے اپنا وہ مکان فروخت کر دیا تب بھی قسم سے نجات مل جائیگی، نیز زید نے یہ نہیں کہا کہ جب

وہاں مکان بناؤ گے فوراً جلا دوں گا، لہٰذا اس میں توسع ہے، زندگی میں کسی وقت اس پر عمل کرنے سے "بارّ فی الیمین" ہوجائیگا، یعنی قسم پوری ہوجائیگی، ورنہ آخیر حیات میں جب کہ بھائی کے مقررہ جگہ میں مکان بنالینے کے بعد زید کیلئے اسکے جلانے کی استطاعت ہی نہ رہے، تب حانث ہوگا، اور زید کی بیوی پر طلاقِ مغلّظہ واقع ہوگی: لیاتین فلم یأته حَتّٰی مَات حنث فی اٰخر حیاته لان البر قبل ذٰلک موجود ولاخصوصیة للاتیان بل کل فعل حلف انهٗ یفعله فی المستقبل وَاطلقه ولم یقیدهٗ بوقت لم یحنث حَتّٰی یقع الیاس عن البر مثل لیضربن زیداً او لیعطین فلانة اولیطلقن زوجتهٗ ثم قال بعد اسطر ثم اعلم انَّ الیمین المطلقة لا تکون عَلَی الفور اِلَّا بقرینة ففی الظهیریة فی الفصل السَّابع ولو حلف ان رأیٰ فلاناً لیضربنهٗ فالروایة عَلَی القریب وَالبعید وَالضرب متٰی شاء الاٰن یعنی الفور اھ البحر[1] الرائق ص:۳۱۲، ج:٤۔ فقط واللّٰه سبحانه تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق تین بار کہنے کا حکم

سوال:- زید اپنی بیوی کے پاس بغرض وطی حاضر ہوا تو اس کی بیوی نے صحبت کرنے سے انکار کردیا، اس پر زید وہاں سے چلا آیا اور اپنی چارپائی پر لیٹ کر کہا کہ قسم خدا کی اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اور ان کلمات کو تین بار کہا، اب اولاد ہوچکی ہے، تو اس بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی اَیمان الفتح وقد عرف فی الطَّلاق انَّه لو قال ان دخلت الدار فانت

---

[1] البحر الرائق ص:۳۱۲، ج:٤، کتاب الایمان، آخر باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنٰی الخ مطبوعه کوئٹه، تبیین الحقائق ص ۱۲۲ ج۳ باب الیمین فی الدخول والخروج، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۲ باب الیمین فی الدخول والخروج، مکتبه دار الکتب العلمیة بیروت.

طالق ان دخلتِ الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلاث یعنی بدخول واحد کما تدل علیه عبارة اَیمان الفتح.[1] عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ بچہ پیدا ہونے سے تینوں طلاق واقع ہو کر حرمتِ مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اس سے تعلقِ زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۹۰ھ

میں ہار گیا تو طلاق

سوال:- دو شخص آپس میں کسی معاملہ میں بحث کرتے ہیں اور ہار جیت میں آپس میں دونوں شرط لگاتے ہیں کہ میں ہار گیا تو اپنی بیوی کو طلاق دیدوں گا، دوسرا بھی یہی کہتا ہے؟ اب اگر ان میں سے جو ہار جائے اسکی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں، طلاق کیلئے یہ الفاظ کافی ہیں کہ نہیں؟ اور اگر یہ کہے کہ میں ہار گیا تو طلاق ہے، کیا اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوجائے گی؟

کیا کسی مسلمان کو ایسی شرط لگانا جائز ہے؟ یا یہ شرط ہی نافذ نہیں ہوتی؟ اس قسم کی شرط لگانے والے پر کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت میں طلاق محض اس شرط کے لگانے اور ہار جانے سے واقع نہیں ہوئی کہ یہ وعدۂ طلاق ہے نہ کہ ایقاعِ طلاق،[3] دوسری صورت میں ہار جانے سے طلاق واقع ہوجائے گی: اذا

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:٦٣٨، ج:٤، مطبوعه کراچی ص:٣٧٦، ج:٣، باب التعلیق، مطلب فیما لو تعدد الاستثناء.

[2] وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاًصحیحا ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری کوئٹه، ص:٤٧٣، ج:١، باب الرجعة. فصل فیما تحل به المطلقة، الدر المختار علی الشامی ص ٤٠٩، ٤١٠ ج٣ کتاب الطلاق باب الرجعة، هدایه ص ٣٩٩ ج٢ باب الرجعة مطبوعه دیوبند. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

اضافہ الٰی شرط وقع عقیب الشرط اھ ھدایہ[1] مگر ایسی شرط لگانا شرعاً درست نہیں، طلاق کھیل نہیں، تین طلاق دینا گناہ ہے، تاہم اگر دیدے تو واقع ہوجاتی ہے، توبہ استغفار لازم ہے، کفارہ کچھ نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق کی تعلیق

سوال:- محمد نعیم کے بھائیوں میں عرصۂ دراز سے عداوت تھی اس عداوت کا بدلہ ان لوگوں کو چکھانا ضروری تھا ان کی بیوی ہندہ پر قبضہ کیا اور محمد نعیم ہندہ کو برابر تاکید کرتا تھا کہ تم لوگوں کے یہاں مت جایا کرو، مگر ہندہ اپنے شوہر کی ایک نہیں سنتی تھی، اس سلسلہ میں کئی دفعہ مار پیٹ کی گئی، مگر یہ اپنے فعل سے باز نہیں آتی تھی، یہ عورت کی ذات اس رمز کو نہیں سمجھتی تھی، کہ اس کا حشر کیا ہوگا، اتفاقاً انتیس شعبان کو ہندہ طیب کے یہاں سے جو محمد نعیم کا بھائی ہوتا ہے کچھ چاول لا رہی تھی، محمد نعیم نے اس سے پوچھا کہ یہ چاول تم کہاں سے لائی اس کا جواب ہندہ نے کچھ نہیں دیا، محمد نعیم نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد. الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص:۵۵۹، ج:٤، مطبوعہ کراچی ص:۳۱۹، ج:۳، باب تفویض الطلاق. قبیل باب الامر بالید، الھندیة ص۳۸۴ ج ۱ الفصل السابع فی الطلاق مطبوعہ کوئٹہ.

[2] ھدایہ ص:۳۸۵، ج:۲، کتاب الطلاق، باب الایمان فی الطلاق. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الھندیة ص ۴۲۰ ج ۱ تعلیق الطلاق، البحر کوئٹہ ص ۳۱۴ ج ۳ باب تفویض الطلاق البحر کوئٹہ ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

[3] فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة. احکام القرآن للجصاص ص:۳۸۸، ج:۱، ذکر الحجاج لایقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، عمدة القاری ص ۲۳۳ ج ۹ جزء ۱۸ باب من اجاز طلاق الثلاث مطبوعہ دار الفکر بیروت، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ کتاب الطلاق، باب طلاق السنة.

سکوت اختیار کیا تھا پھر بعد میں پتہ چلا کہ چاول طیب کے یہاں سے لایا گیا تھا، اس عدول حکمی کی سزاء یہ دی گئی کہ رات کا کھانا ہندہ کو کھانے نہیں دیا گیا، صبح یکم رمضان ہوتا ہے، گھر کا کام کاج بدستور کر رہی تھی، مگر اندر اندر کرامت علی جو محمد نعیم کا بھائی تھا مخالفت میں کچھ اور باتیں بنا رہا تھا، جس کی خبر محمد نعیم کو بالکل نہیں تھی بعد نماز ظہر محمد نعیم نے اپنی بیوی سے کھانا تیار کرنے کو کہا مگر ان کی ایک نہیں سنی، محلے کی عورتوں سے کہلوایا مگر کسی کی ایک نہیں سنی، آخر کار افطار کا وقت ہوا محمد نعیم کہیں باہر سے گھر آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک کھانا نہیں تیار کیا گیا ہے، اس معاملہ کو دیکھ کر بہت صدمہ ہوا ہندہ کو سخت سست کہنے کے علاوہ زدوکوب کیلئے تیار ہو گیا اس پر انکے بھائی کرامت علی نے پکڑ کر کہا کہ تم کو کھانا کپڑا دینے کی قوت وسعت نہیں تو شام کو مار پیٹ کرنے آئے ہو اور بگڑتے ہوئے کرامت علی نے ہندہ سے کہا کہ تم میرے یہاں چلی آؤ میں تم کو میکے پہنچا دونگا، اور قصہ محلے کے لوگوں کو سنا کر محمد نعیم کو ذلیل ورسوا کریں گے اتنا جملہ کہنے کے بعد ہندہ کرامت علی کے یہاں چلی گئی، محمد نعیم نے کرامت علی سے باہر ہو کر کہا کہ کیا تم ان کو میکے پہنچا ہی دو گے، جواب دیا کہ ہاں ہاں پہنچا ہی دینگے، اس پر محمد نعیم نے دوبارہ اس سے کہا کہ اگر تم ہندہ کو رکھ لوگے، تو میں اسکو طلاق دیدوں تو کرامت علی نے کہا کہ ہاں ہم رکھ لینگے بس محمد نعیم نے فوراً یہ کہہ دیا، طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا اسکے بعد کرامت علی نے تمام محلے میں یہ مشہور کر دیا کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اب دریافت طلب یہ امر ہیکہ کرامت علی نے ہندہ کو نہ میکے پہنچایا اور نہ اپنے پاس ہی رکھا، بلکہ ان کے بھائی کو خبر دے کر فوراً ہی ہندہ کو انکے حوالے کر دیا فرمایئے کہ اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کونسی ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگر چہ شوہر کے کلام میں طلاق کی نسبت زوجہ کی جانب صراحۃً موجود نہیں، مگر پہلے سے زوجہ ہی کا تذکرہ ہے، نیز شوہر اپنی زوجہ ہی کو طلاق دیا کرتا ہے۔

ویؤیدہ ما فی البحر لو قال امرأۃ طالق او قال طلقت امرأۃ ثلاثا وقال لم اَعْنِ امرأتی یصدق اھ یفھم منہ انہ لو لم یقل ذلک تطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقھا لا بطلاق غیرھا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیھا مالم یرد غیرھا لانہ یحتملہ کلامہ اھ ردالمحتار[1] ص: ٦٦٤، ج:٢۔

اورشوہر نے نے وقوع طلاق کو معلق نہیں کیا، اس بات پر کہ کرامت علی اس کی زوجہ کو رکھے بلکہ اپنی طلاق دینے کو اسکے رکھنے کے وعدے اوراقرار پر معلق کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ اگر تم ہندہ کو رکھ لوتو میں ہمیشہ کے لئے ایسا کردوں یعنی طلاق دیدوں چنانچہ کرامت علی نے اسکے جواب میں وعدہ اوراقرار کرلیا اسکے بعد بلاشرط کے تین مرتبہ طلاق دیدی لہٰذا مغلظہ ہوگئی کرامت علی نے اگر وعدہ پورا نہیں کیا تو اسکی ذمہ داری خود اس پر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۷/صفر ۶۱ھ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نکاح پر طلاق کو معلق کرنا

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ میں تجھ کو اتنا چاہتا ہوں کہ کسی دوسری عورت سے نہ تیری زندگی میں کوئی نکاح کروں گا، نہ تیرے مرنے کے بعد اور تیری زندگی میں کسی عورت سے اگر کوئی نکاح کروں تو تجھ پر تین طلاق کہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہوجائے جسے میں برداشت نہ کرسکوں گا، پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ مرد عورت کی زندگی میں دوسرا نکاح بھی کرلے، اور پہلی عورت کو طلاق بھی نہ پڑے اور یہ مفت کی ایذاء عورت کو نہ پہنچے اس کی کیا صورت ہو۔ بینوا وتوجروا۔

---

[1] شامی کراچی ص:۲٤۸، ج:۳، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۴۳۰، ج: ۲، مطلب سن بوش، باب الصریح، عالمگیری کوئٹہ ص۳۵۸ ج ۱ الفصل الأول فی الطلاق الصریح، فتاوی قاضی خان، ص ۴۶۵ کتاب الطلاق.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پہلی عورت کی زندگی میں کسی عورت سے نکاح کرے گا تو پہلی عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی، نکاح ثانی کی تدبیر یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص بغیر اسکے امر اور بغیر وکالت کے از خود کسی عورت سے اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے زبان سے کچھ نہ کہے جب وہ فضولی شخص ایجاب وقبول کر چکے تو یہ عملاً اس نکاح کو نافذ کردے، مثلاً مہر (معجّل) اس عورت کے پاس بھیج دے اور وہ عورت اس مہر پر قبضہ کرلے تو اس صورت میں نکاح بھی صحیح ہوجائیگا اور پہلی زوجہ پر طلاق بھی واقع نہیں ہوگی: **اذا قال کل امرأة اتزوجها فهي طالق فزوجهٗ فضولي واجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لا تطلق بخلاف ما اذا وكل به لانتقال العبارة اليه اھ عالمگیری[1] ص: ۴۱۹، ج:۱۔** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/رجب ۶۶ھ

خفا ہوکر جانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال:- ایک شخص اپنی منکوحہ بی بی سے جو مدخول بہا ہے، بایں طور کہا کہ جو عورت میرے سے روٹھ کر میرے گھر سے گئی تو وہ بیوی میرے پر طلاق ہے کچھ مدت گذرنے کے بعد بیوی تو دل میں خفا ہے، لیکن خاموش رہی اور خاوند نے یہ بات کہی کہ تو اپنے بیٹوں کے پاس جو کہ دوسرے گھر میں تھے جا کر دیکھ لے کہ انکی کیا حالت ہے، کیا اس صورت خاص میں طلاق رجعی پڑ جاتی ہے یا نہیں، نیز کچھ دنوں کے بعد یہ شخص اپنی بیوی مذکورہ کو کہتا ہے کہ اگر میں نے سنا کسی لڑکے کے ساتھ

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۹ ج ۱ الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمة کل وکلما باب فی التعلیق بالشرط، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج ۲ کتاب الطلاق، باب التعلیق، دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار ص ۸۴۶ ج ۳ باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذالک مطلب حلف لا یتزوج فزوجه فضولی، مطبوعه کراچی.

جو اسکے اپنے لڑکے ہیں کماتی کھاتی ہے، تو میری طرف سے طلاق ہے، اب بیوی نے اس پر یہ کہا کہ آپ لفظ طلاق نہ بولا کریں اس بات پر غصہ ہو کر گالیاں دیں اور پھر کہنے لگا کہ جس نے تجھ کو کہا کہ اگر میرے اپنے لڑکوں کی کمائی کھاوے تو میرے اوپر طلاق ہے لہٰذا باعث استفتاء یہ بات ہوئی کہ مشروط بھی پایا گیا، دونوں صورتوں میں بھی کمائی وغیرہ کھائی کہ آیا ان مذکورہ بالا صورتوں میں عورت پر کتنی طلاقیں پڑیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پہلی شرط کے پائے جانے کا بیوی کو اقرار ہے، اور دوسری شرط کے پائے جانے کا شوہر کو اقرار ہے، تو صورت مسئولہ میں دو رجعی طلاقیں واقع ہوگئیں، بشرطیکہ دوسری شرط عدت کے اندر پائی گئی ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر میری اسکے ساتھ شادی نہ ہوئی اور اسکے علاوہ کسی دوسری سے ہوئی تو اس دوسری کو دو طلاق

سوال:- اگر زید نے یہ کہا کہ اگر میری اس کے ساتھ شادی نہ ہوئی اور اس کے علاوہ کسی دوسری سے ہوئی تو اس دوسری کو دو طلاق اور اس کے بعد اس نے ایک قسم کھائی صرف اس میں طلاق کا ذکر تھا اور وہ حانث ہوگیا، تو ایسی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی اور اس میں جب جب کی قید موجود نہیں تھی، اگر تین طلاق پڑیں تو طلاقِ مغلظہ ہوگی، ایسی صورت میں اگر غیر کفو میں

[1] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (عالمگیری ص: ۴۲۰، ج: ۱) الفصل الثالث فی تعليق الطلاق، الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص: ۴۶۹، ج: ۲، کراچی ص: ۳۰۶، ج: ۳، باب الكنايات، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الخامس مجمع الأنهر ص ۴۰ ج ۲ كتاب الطلاق، فصل فی الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت.

نکاح کیا تو قسم ادا ہوگی یا نہیں، بغیر وارث کی اجازت کے، مثلاً لڑکی بالغ مطلقہ ہے تو اس سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس عورت سے عمر بھر شادی نہ ہوئی اور اس دوسری عورت سے ہوگئی تب دوسری عورت پر طلاق ہوگی، ورنہ جب تک شادی کا امکان ہے، دوسری عورت پر شادی کرنے سے طلاق نہیں ہوگی[1] قسم پوری ہونے کیلئے کفو کا ہونا شرط نہیں، نکاح میں جیسی طلاق (ایک یا دو یا مغلظہ) کو معلق کیا جائے تحققِ شرط کے بعد ویسی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۷ھ

بلا اجازت باپ کے گھر جانے سے طلاق کا حکم

سوال:- میری عورت تقریباً چار مرتبہ میری بلا اجازت رائے ومشورے کے اپنے مکان یعنی کانپور سے لکھنؤ جا چکی ہے، ہر مرتبہ دس پندرہ یوم کے بعد میرے ہمراہ جبراً انکے والدین کہہ سن کے بھیج دیا کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میری بلا اجازت جملہ سامان بھی اپنے ہمراہ لیجاتی ہیں، اس مرتبہ پھر میری عورت بغیر مجھ سے پوچھے مع بچوں اور جملہ سامان کے پوشیدہ طور پر اپنے مکان چلی گئیں لہٰذا ایسی حالت میں عورت کا شوہر سے نکاح باقی رہا یا نہیں اور مہر ادا کرنا اسکے اوپر واجب ہوا یا نہیں میں نے انکو پہلی ہی مرتبہ متعدد مردوں اور عورتوں کے رُو برو خوب اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اگر آئندہ تم نے میری اجازت بغیر مکان سے قدم نکالا تو تم طلاق کی موجب ہوگی لیکن اس قدر سمجھانے کے بعد

---

[1] الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض. شامی کراچی ص:۷۴۳، ج:۳، باب الیمین فی الدخول والخروج، کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص۲۷۷ ج۳ کتاب الأیمان مطبوعه دار الکتب العلمیة، قواعد الفقه ص ۶۵ مکتبه اشرفی دیوبند.

بھی انکا یہ جانا چوتھی مرتبہ ہے، اس مرتبہ گئے ہوئے دو ماہ ہوئے عورت کی عمر تقریباً ۴۲ رسال ہے چار شادی ہوئیں پہلے شوہر نے بھی انہیں وجوہات کی بناء پر دوسرے مہینہ میں طلاق دی تھی دو شوہروں کا انتقال ہو گیا چوتھا میں ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہر تو یقیناً واجب ہے بوقت عقد نکاح جو وقت اس کی ادائیگی کا مقرر ہو چکا ہے، اس وقت پر ادا کرنا ضروری ہے، اگر وقت کا تقرر نہیں ہوا تو جو طریقہ آپ کے خاندان میں جاری ہے، اس طریقہ کے موافق اداء کرنا لازم ہے، اگر زوجہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا، اور اگر نہ وقت کا تقرر ہوا نہ عورت نے معاف کیا نہ خاندان میں ادا کرنے کا رواج ہے، تو ایسی صورت میں بھی اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا[1] یا معاف کرائیے یا ادا کیجئے، خاص کر جب کہ اس سے قطع تعلق منظور ہو جس قدر عرصہ تک بغیر آپ کی اجازت کے آپ کے مکان پر نہیں رہی اس عرصہ کا اس کا نفقہ آپ پر لازم نہیں[2] یہ لفظ کہ تم طلاق کی موجب ہوگی، اگر اس سے یہ مراد ہے، کہ ایسا کرنے سے تم پر طلاق واقع ہو جائے گی یعنی آپ نے مکان سے باہر قدم نکالنے پر طلاق کو معلق کیا اور طلاق کیلئے باہر جانے کو شرط قرار دیا ہے، تب تو خلاف شرط کرنے کی بناء پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یعنی ایسا کہنے سے کہ جب پہلی مرتبہ وہ گئی تو ایک طلاق ہوگی، جس کا حکم یہ ہے، کہ عدت تین حیض کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی اپنی طلاق واپس لے لیں اور پھر دونوں شوہر بیوی کی طرح رہنا شروع کر دیں[3]، یہ بات جائز ہے، اور اگر بغیر رجعت کے عدت گذر جائے تو طرفین کی رضامندی سے

---

[1] ویتأکد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما، شامی کراچی ص ۱۰۲ ج ۳ باب المهر عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۳ ج ۱ الباب السابع فی المهر، تبیین الحقائق ص ۱۳۶ ج ۲ باب المهر.

[2] وتسقط النفقة بردتها بعد البت أی إن خرجت من بیته وإلا فواجبة الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۶۱۱ ج ۳ مطلب فی نفقة المطلقة، باب النفقة، تبیین الحقائق ص ۵۲ ج ۳ مکتبۂ امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات.

[3] واذا اطلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة اوتطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح درست ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ تم طلاق کی موجب ہوگی یعنی میں تم کو طلاق دیدوں گا تو یہ صرف وعدہ ہے جب تک آپ طلاق نہ دیں گے۔ تو لفظ مذکور کی بنا پر طلاق واقع نہ ہوگی۔[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۷/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/رجب ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/رجب المرجب ۶۰ھ

حج سے پہلے اگر ہم بستری کی تو بیوی کو طلاق

سوال:- ایک شخص نے شادی سے پہلے یہ قسم کھائی کہ جب تک حج نہ کرلوں گا، اس وقت تک شادی نہ کروں گا، لیکن اسکے گھر والوں نے زبردستی اسکی شادی کردی، شادی کے بعد اس نے قسم کھائی کہ جب تک میں حج نہ کروں گا جب تک میں ہم بستری نہ کروں گا، اگر میں نے ہمبستری کرلی تو اس بیوی کو طلاق ہوجائے گی، سوال یہ ہے کہ کیا ہمبستری سے طلاق ہوجائے گی۔ جب کہ حج کرنے کی مالی قوت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حج سے پہلے شادی کرنے سے قسم کا کفارہ لازم ہوگیا، پھر شادی کے بعد حج کرنے سے پہلے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) رضیت بذالک اولم ترض. عالمگیری ص: ٤٧٠، ج: ١، الباب السادس فی الرجعة، هدایه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مکتبه اشرفی دیوبند، تاتارخانیه ص ۵۹۷ ج ۳ مسائل الرجعة، ادارة القرآن کراچی.

(صفحہ ہذا) ۲ انا اطلق نفسی لم یقع لأنه وعد الدر المختار علی الشامی ص ۵۵۹ ج ۴ مطبوعه کراچی، باب تفویض الطلاق، الهندیة ص ۳۸۴ ج ۱ الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، البحر کوئٹه ص ۳۱۴ ج ۳ باب تفویض الطلاق.

ہم بستری کرنے سے قسم کا کفارہ بھی لازم ہوگا[1] اور ایک طلاق رجعی واقع ہوجائیگی، جس میں عدّت تین ماہواری گذرنے سے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا[2] قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے، یا کپڑا دے، اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے،[3] شادی کرلینے اور ایک دفعہ ہم بستری کرلینے سے قسم ختم ہوگئی[4] اگر حج کرنے کی مالی استطاعت نہیں ہے، تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ پاک جب استطاعت دے اس وقت حج کرے اور آئندہ ایسی قسم نہ کھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۱۳۹۰ھ

دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق مغلظہ کی شرط پر نکاح

سوال: مسمیٰ غلام محمد ولد غلام رسول زرگر نے بھاگ بھری دختر محمد یار سے شادی کرنی چاہی تو اس کے والدین نے مندرجہ ذیل شرائط لکھ کر اس سے دستخط کردائیے۔

---

[1] والمنعقدة ما يحلف على امر في المستقبل ان يفعله اولا يفعله واذا حنث في ذالك لزمته الكفارة، الهداية ص۴۷۸ ج۲ كتاب الأيمان، مكتبه اشرفي ديوبند، شامي كراچي ص۷۰۸ ج۳ كتاب الأيمان، خلاصة الفتاوىٰ ص۱۲۳ ج۲ كتاب الأيمان، امجد اكيڈمي لاهور.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت بذلك اولم ترض. عالمگيرى ص:٤٧٠، ج:١، باب الرجعة، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص۳۹۴ ج۲ كتاب الطلاق، باب الرجعة، البحر ص۵۰ ج۴ باب الرجعة، مطبوعه كوئٹه.

[3] وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين اوكسوتهم بما يستر عامة البدن وان عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٥٠٢، ج:٥، مطبوعه كراچي، كتاب الايمان، كفارة اليمين، هدايه ص۴۱۱ كتاب الأيمان، مطبوعه ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص۶۱ ج۲، كتاب الأيمان.

[4] وفيها كلها تنحل اى تبطل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٦٠٤، ج:٤، مطبوعه كراچي ص:٣٥٢، ج:٣، باب التعليق، مطلب مايكون في حكم الشرط، هدايه ص۳۸۶ ج۲ باب الأيمان، مطبوعه اشرفي ديوبند، البحر كوئٹه ص۱۴ ج۴ باب التعليق.

(۱) اگر میں اس کے ساتھ نااتفاقی کا برتاؤ کروں گا تو اس کے عوض مسماۃ مذکورہ کو ماہواری خرچہ مبلغ بلا عذر دوں گا اور مسماۃ مذکورہ کی حین حیات میں دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق ثلٰثہ مغلظہ ہوگی۔ یہ شرائط مذکورہ میں نے اپنی خوشی کے ساتھ منظور کر لئے ہیں۔ ان میں میرا کوئی عذر نہ ہوگا۔ دستخط غلام محمد بقلم خود۔ اب طرفین میں ناچاقی ہو چکی ہے۔ دریافت طلب یہ امور ہیں

(۱) غلام محمد کسی دوسری عورت سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں کر سکتا تو پہلی عورت مسماۃ بھاگ بھری کو طلاق دینے کے بعد کسی دوسری سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) صرف ایک نکاح کرنے پر ثانی منکوحہ مطلقہ متصور ہوگی یا جو نکاح بھی مسماۃ مذکورہ کی زندگی میں کرتا رہے گا وہ مطلقہ ہوتی رہے گی۔ فقط بینوا وتوجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً

(۱) یہ لفظ کہ ''دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق ثلٰثہ مغلظہ ہوگی۔ اگر محض وعدہ ہے یعنی طلاق دیدوں گا تب تو دوسری شادی سے طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک طلاق نہیں دے گا۔

اگر یہ تعلیق ہے تو دوسری شادی سے منکوحہ ثانیہ پر طلاق مغلظہ ہو جائیگی۔

(۲) چونکہ تحریر میں حین حیات زوجہ اولیٰ کی قید ہے لہٰذا بعد طلاق بھی شادی کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی اگر حین بقاء زوجیت کی قید لگاتا تو یہ بات نہ ہوتی هكذا يفهم ممافي البحر ص۳۹ ج۴۔

ولا تطلق في إن نكحتها عليك فهي طالق فنكح عليها في عدة البائن يعني لاتطلق إمرأته الجديدة فيما إذا قال للتي تحته إن تزوجت عليك إمرأة فأمرها بيدك أوقال مادامت امرأتي ثم طلقها بائنا أوخالعها وتزوج اخرىٰ في عدتها ثم تزوج بالأولىٰ لايصير الامر بيدها لأن المراد حال المنازعة في القسم ولم يوجد وقت الادخال وإن قال إن تزوجت إمرأة فأمرها بيدك فأبانها ثم تزوج اخرىٰ

صار الأمر بيدها اھ بحر[1] ص ۳۹۰ ج ۴ المطبوعة العلمية بمصر.

(۳) ظاہر تو یہ ہے کہ صرف ایک شادی کرنے پر طلاق مغلظہ ہوگی اور قسم پوری ہوجائیگی کیونکہ اس میں ایسا عموم کا لفظ موجود نہیں جس سے ہر ہر شادی کرنے پر طلاق مغلظہ[2] ہوتا ہم احتیاط یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح (بغیر اس کے امر کے) کردے اور یہ اس کو فعلاً نافذ کردے اس طرح کہ مثلاً مہر زوجہ کے حوالہ کردے۔ قولاً نافذ نہ کرے بلکہ خاموش رہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۵ر جمادی الثانیہ ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] البحر الرائق ص ۳۶ ج ۴ باب التعليق مكتبه ماجدية الكوئٹه پاكستان، مجمع الأنهر ص ۶۹ ج ۲ كتاب الطلاق، باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۰۰ ج ۲، باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] إذا وجد الشرط، إنتهت اليمين لأنها غير مقتضية للعصوم والتكرار لغة فبوجود الفعل مرة يتم الشرط، وإذا تم وقع الحنث فلا يتصور الحنث مرة أخرى إلا بيمين أخرى أو بعموم تلك اليمين وليس فليس ..... إلا فى كلمة كلما الخ، مجمع الأنهر ص ۵۹، ۶۰ ج ۲ كتاب الطلاق، باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۹۰ ج ۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامى ص ۳۵۲ ج ۳ باب التعليق، مطلب : ما يكون فى حكم الشرط، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[1] وفى لايتزوج فزوجه فضولى فاجاز بالقول حنث وبالفعل لا يحنث الخ ملتقى الابحر على مجمع الانهر ص ۳۱۶ ج ۲ باب اليمين فى البيع والشراء والتزوج وغير ذلك. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحر الرائق ص ۳۷۰ ج ۴ باب اليمين فى الضرب والقتل وغير ذلك، مطبوعه ماجديه كوئٹه، در مختار على الشامى زكريا ص ۶۷۲ ج ۵ باب اليمين فى الضرب والقتل الخ، مطلب : حلف لا يتزوج فزوجه فضولى.

نکاح میں کی گئی شرط کے خلاف کرنے سے وقوعِ طلاق اور قسم کا کفارہ

سوال:- زید نے عمر کی لڑکی سے درج ذیل شرائط پر نکاح کیا ہے، (۱) زید نے عمر سے بوقتِ نکاح برسرِ مجلس قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور کہا کہ میری اہلیہ کے وقت بلوغ تک میں تمہارے گھر میں ہی رہوں گا، اور اس شرط پر عدمِ عمل کی صورت میں میری بیوی پر طلاق ہے، اور میری بیوی مجھ پر بالکل حرام ہے، اراکین مجلس اس پر گواہ ہیں اور یہ پورا قول وقرار ارکینِ مجلس کی موجودگی میں زید نے قرآن مجید اپنے ہاتھ پر رکھ کہا ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ میں کوئی بددیانتی، خیانت، چوری وغیرہ نہیں کروں گا، اگر کسی بددیانتی، خیانت میں مبتلا ہوجاؤں تو میری بیوی پر طلاق یہ اعلان بھی قرآن مجید ہاتھ میں رکھ کر برسرِ مجلس کیا ہے۔

فی الوقت حال یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو حالتِ عدم بلوغ میں اسکے والدین کے گھر چھوڑ کر اپنے گھر بھاگ گیا، اور کئی مرتبہ عمر کے گھر سے مختلف اشیاء مختلف اوقات میں چوری بھی کی، جس پر اس علاقہ کے کئی شاہد ہیں۔

ایسی صورت میں زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور زید کی جانب سے اسکی بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے ایجاب وقبول ہونے سے پہلے اللہ کی یا قرآن کی یہ قسم کھائی تھی کہ یہ شرط پوری کرونگا، اور نہ کرنے کی صورت میں میری بیوی پر طلاق اور مجھ پر حرام، پھر شرط کے خلاف کیا ہے تو

نہ بیوی حرام ہوئی ہے، نہ طلاق پڑی[1] البتہ گنہگار ہوا ہے، قسم کے خلاف کرنے سے قسم کا کفارہ ادا کرے، یعنی دس مساکین کو صبح وشام کھانا کھلائے جیسے اپنے گھر میں اکثر حالات میں کھانا تیار ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے[2] اور اگر زید نے ایجاب وقبول ہونے کے بعد مذکورہ بالا شرط لگائی تھی اور قسم کھائی تھی تو بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے[3] اور قسم کا کفارہ بھی زید پر واجب ہوا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک بیوی کی طلاق کو دوسری بیوی کی طلاق پر معلق کرنا

سوال:- عمر نے دوسری شادی اس شرط پر کی اگر دوسری بیوی (تجھ کو) طلاق دوں تو پہلی بیوی طلاقِ مغلظہ ہوجائے، اسکے بعد عمر نے دوسری بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی تو اس صورت میں پہلی بیوی کو کونسی طلاق ہوگی جب کہ پہلی بیوی کی ابھی تک رخصتی بھی نہیں ہوئی غیر مدخولہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری شادی کی اور اس دوسری بیوی سے یہ کہا کہ اگر تجھ کو طلاق دوں تو میری پہلی بیوی پر

---

[1] شرط الملک حقیقة او الاضافة الیه فلغا قوله لاجنبیة ان زرت زیداً فانت طالق فنکحها فزارت. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۹۵، ۵۹۳، ج:٤، مطبوعه کراچی ص:٤٥، ٣٤٤، ج:٣، باب التعلیق، مطلب التعلیق المراد به المجازاة دون الشرط. عالمگیری ص:٤٢٠، ج:١، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۵۸ ج۲ باب التلعیق، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وکفارته تحریر رقبة اواطعام عشرة مساکین اوکسوتهم بما یسترعامة البدن وان عجز عنها وقت الاداء صام ثلاثة ایام ولاء. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:٥٠٧، ٥٠٢، ج:٤، مطبوعه کراچی ص:٢٧، ٧٢٥، ج:٣، کتاب الایمان. مطلب کفارة الیمین، هدایه ص ۴۱۱ ج۲ کتاب الأیمان مطبوعه دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ٦١ ج۲ کتاب الأیمان.

[3] واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً عالمگیری ص:٤٢٠، ج:١، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص۳۸۵ ج۲ باب الایمان، اشرفی دیوبند، البحر کوئٹه ص۸ ج۴ باب التعلیق.

طلاقِ مغلظہ ہوجائے، اس کے بعد دوسری بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی تو اس سے پہلی بیوی پر بھی طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اگرچہ اس سے خلوت کی نوبت نہ آئی ہو، غیر مدخولہ بہا کو اگر تین طلاق تین الفاظ کے ساتھ دی جائے تو وہ پہلے ہی طلاق سے بائن ہوجاتی ہے، پھر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوجاتی ہے، لیکن تین طلاق بیک لفظ دی جیسا کہ صورتِ مسئولہ، میں طلاقِ مغلظہ بصورتِ تعلیق دی گئی ہے، تو طلاقِ مغلظہ ہوجائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۴/۱/۸۸ھ

طلاق معلق بالنکاح

سوال:- زید تعلیم حاصل کرنے کیلئے اپنے ملک سے دوسرے ملک کی جانب چلا اور چلتے وقت یہ جملہ بطور شرط کہا کہ اگر میں بغیر پڑھے آکر کے شادی کروں تو میری عورت کو طلاق ہے، اب حال یہ ہے کہ تعلیم ہنوز پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی اور والدین زید کو شادی کیلئے سخت تقاضہ اور مجبور کررہے ہیں، کہ آکر کے شادی کرو، زید اب والدین کے خوف سے انکار بھی نہیں کرسکتا، اب اس صورت میں زید کی شادی کرنے کی جواز کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں کہ والدین بھی ناراض نہ ہوں اور طلاق بھی واقع نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جواز کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی (والدین وغیرہ) اس کا نکاح کردے اور یہ اس کی قولاً

---

[1] اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانية والثالثة. عالمگیری ص:۳۷۳، ج:۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول. مطبوعه کوئٹه، الدر المختار کراچی ص ۳۸۴، ۸۶ ج۳ طلاق غير المدخول بها، مجمع الأنهر ص ۳۱ ج۲ فصل، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت.

اجازت نہ دے بلکہ فعلاً اجازت دیدے مثلاً عورت کے پاس مہر (معجّل) بھیج دے: فـــــــی لایتـزوج فزوجه فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ای لو اجاز بالفعل کاعطاء الـمهـر لا یـحـنـث هو المختار وعلیه الفتویٰ کما فی الخانیة لان العقود تختص بـالاقـوال فـلا یـکـون فـعـلـه عـقـداً وانـمـا یکون رضی وشرط الحنث العقد لا الرضٰی اھ[1] مجمع الانهر ص:۵۸۳۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم شعبان

صحیح: عبداللطیف

شادی سے پہلے یہ کہنا کہ اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق

سوال:- بدرالدین وسیف الدین دونو جوان لڑکے ہیں، بدرالدین نے سیف الدین سے کہا کہ تم یہ کہو کہ تیری شادی سے پہلے اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں، تو سیف الدین نے اس بات کا اقرار کرلیا، اور یہ سب کلام کاغذ پر لکھا، پھر جب سے سیف الدین بدرالدین کے بستر پر رات میں سوتا رہا، لیکن دونوں کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کوئی سخت ضرورت یا مشکل پیش آئے اور سونا ایک ساتھ ممکن نہ ہو تو سونے کی کوئی بات نہیں اور یہ کلام مکالمہ میں طے ہوا تھا، کاغذ میں لکھا ہوا نہیں ہے، ظاہر ہے کہ دونوں کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی، سوال یہ ہے کہ دونوں کے دل میں جو خیال تھا وہ لغو ہوجائے گا یا نہیں؟ ازراہِ کرم جواب مرحمت فرما کر ہم لوگوں کو ٹھیک راستہ پر ہدایت فرمائیں۔

---

[1] مجمع الانهر ص:۳۱۶، ج:۲، باب الیمین فی البیع والشراء والتزوج، کتاب الایمان. مطبوعه دارالکتاب العلمیه بیروت، شامی کراچی ص ۸۴۶ ج ۳ کتاب الأیمان، عالمگیری کوئٹه ص ۴۱۹ ج ۱ الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں کہ ابھی تک شادی نہیں ہوئی کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں، تو اس کلام یا تحریر کی وجہ سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی۔[1]

تنبیہ: دونو جوانوں کا ایک بستر پر سونا ٹھیک نہیں ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/؟/۱۴۰۰ھ

طلاق کی شرط پر نکاح

سوال:- زید کو بعد نکاح قبل از رخصت شرط پیش کی گئی کہ اگر اس نے لڑکی نکاح میں رکھتے ہوئے یا طلاق دے کر دوسرا عقد کیا تو اس عقد ثانی والی منکوحہ پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائیگی، زید نے محض اعتماد اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے بغیر نظر آئے اس پر دستخط کردیئے، زید کا حلفیہ بیان ہے کہ اس شرطِ مذکورہ سے دستخط کرتے وقت بالکل لاعلم تھا، جب بعد میں زید کو اس کا علم ہوا تو اس کو بہت ہی غصہ آیا اور اس نے اسی وقت انکار بھی کردیا، اور کہا کہ میں ایسی کسی بھی شرط سے بالکل لاعلم تھا، یہ سراسر میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے، اور وہ کہتا ہے کہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے اعتماد سے غلط فائدہ اٹھا کر ایک جائز چیز کو اس پر حرام کیا جائے، اب وہ کسی وقت میں اس شرط کو رکھتے ہوئے لڑکی کو لانے پر تیار نہیں، اور وہ یہی بار بار کہتا ہے کہ میرے واسطے

---

[1] ولا تصح اضافة الطلاق الا ان يكون الحالف مالكاً ويضيف الى ملك فان قال لاجنبية ان دخلت الدار فانت طالق ثم نكحها فدخلت الدار لم تطلق عالمگيری ص:٤٢٠، ج:١، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرها. مطبوعه كوئٹه. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار كراچی ص:٣٤٤، ج:٣، اول باب التعليق، البحر كوئٹه ص٣ ج٤ باب التعليق.

[2] فرقوا بينهم ای البنين والبنات فی المضاجع ای المرقد لان بلوغ العشرة مظنة الشهوة وان كن اخوات. مرقاة شرح مشكوة ص:٣٨٩، ج:١، كتاب الطلاق، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

یہ بہتر ہے کہ میں تجرد کی زندگی بسر کروں، لیکن میں اس طرح مقید ہو کر لڑکی کو نہیں لاسکتا، براہِ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے جس کی وجہ سے یہ شرط کالعدم قرار دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس نے اس تحریر کو نہیں پڑھا، نہ اس کو پڑھوا کر سنا، نہ اس کو بتایا گیا کہ اس میں یہ شرط لکھی ہے تو وہ تحریر بالکل بے کار ہے، اس کی پابندی لازم نہیں، دوسرا نکاح کرنے سے اس تحریر کی بناء پر کوئی طلاق نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

طلاق کو نکاح پر معلق کرنا

سوال:- مضطر اجنبی نے مسمّٰی غزالہ غیر منکوحہ اجنبیہ کے متعلق کہا کہ اگر میں اس سے نکاح کروں یا میرا اس سے نکاح ہو تو اسکو طلاقِ مغلظہ ہے، مضطر کو یاد نہیں کہ اسنے ان دونوں جملوں میں سے کونسا جملہ کہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کونسے قول کو ترجیح دی جائے گی، اور کوئی شکل غزالہ سے نکاح کی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ شرط یہ ہے کہ غزالہ کی شادی کسی غیر سے نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آدمی ایسی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصد اس عورت سے انتہائی بُعد اختیار کرنا ہوتا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی طرح بھی وہ عورت اسکے نکاح میں نہ آسکے اور اس سے پوری دوری رہے، مگر جملہ (۱) بولنے کی صورت میں نکاح کرنے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہو، تو فقہاء نکاحِ فضولی کی

---

[1] وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق مالم يقر انه كتابه. شامی زکریا ص:٤٥٦، ج:٤، مطبوعه کراچی ص:٢٤٧، ج:٣، قبيل باب الصريح، عالمگیری کوئٹه ص ٣٧٩ ج ١ فصل فی الطلاق بالكتابة، تاتارخانيه ص ٣٨٠ ج ٣ فصل فی إيقاع الطلاق، ادارة القرآن کراچی.

شکل میں وقوعِ طلاق کا حکم نہیں دیتے، جب کہ حالف نے اجازت بالفعل دی ہو اور یہ درحقیقت ایک مخرج اور حیلہ ہے[1] لیکن جب وہ بالفعل نکاح کی اضافت اپنی طرف نہ کرے بلکہ یہ کہہ دے کہ میرا اس سے نکاح ہو تو اس صورت میں باب الحیلہ بھی مسدود ہو جاتا ہے[2] چونکہ حالف کو شک وتردد ہے کہ کونسا جملہ کہا ہے، اب اگر اس کا اس عورت سے نکاح ہو خواہ فضولی ہی کی شکل میں ہو، اور فرض کیجئے کہ اس نے جملہ (۲) بولا ہو تو حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہمیشہ حرام میں مبتلا رہے گا، اگر اس سے نکاح نہ ہو تو ابتلاء معصیت سے حتماً محفوظ رہے گا، اندریں حالات وہ خود ہی کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرے، اس کو چاہئے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل فرمودہ حدیث **دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ** (الحدیث[3]) کے تحت تنزّہ کی راہ پر چلے، یہ سخت نادانی ہے، کہ ایجاب وقبول سے جو حلال ہو جانے والی تھی، اس کی پیشگی ہی ناقدری کر کے آئندہ کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

---

[1] اذا قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق فزوجه فضولی واجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لاتطلق بخلاف ما اذا وکل به لانتقال العبارة الیه. عالمگیری ص:۴۱۹، ج:۱، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، شامی کراچی ص:۸۴۶، ج:۳۔ کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج ۲ کتاب الطلاق، باب التعلیق، دار الکتب العلمیة.

[2] هذا علی احد القولین انه یحنث وبه قال شمس الائمة وامام البزدوی والسید ابوالقاسم وعلیه مشی الشارح، قبیل فصل المشیئة لکن رجح المصنف فی فتاوه الاول ای انه لا یحنث وبه قال الفقیه ابوجعفر ونجم الدین النسفی ووجهه ان دخولها فی نکاحه لا یکون الا بالتزویج کما فی فتاوی العلامة قاسم. راجع ردالمحتار ص:۷۴۶، ج:۳، کتاب الایمان، مطلب قال کل امرأة تدخل فی نظامی. وراجع رد المحتار کراچی ص:۳۳۰، ج:۳، باب الامر بالید، قبیل فصل فی المشیئة وفیه وانما ینسد باب الفضولی لوزاد اواجزت نکاح فضولی ولو بالفعل.

[3] من حدیث الحسن بن علی مرفوعاً. مشکوٰة المصابیح ص:۲۴۲، باب الکسب وطلب الحلال، فیض القدیر ص۵۲۸ ج۳ رقم الحدیث ۴۲۱۲، مطبوعه دار الفکر بیروت، مسند امام احمد ص۳۲۹ ج ۱ رقم الحدیث ۱۷۲۵، دار إحیاء التراث العربی.

ترجمہ حدیث:- اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شبہ میں ڈالے اس چیز کو اختیار کر کے جو تمہیں شبہ میں نہ ڈالے۔

طلاق بالشرط

سوال:- زید اپنی والدہ کے کہنے سے والدین کے مکان کی مرمت کرار ہا تھا، اسی اثناء میں کسی بات پر اسکی ماں اسی مرمت کے متعلق خفا ہوگئی اس پر اس نے غصہ میں یوں کہا کہ اگر اب میں مرمت کے کام پر کھڑا ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، اور اسکے کہنے سے اس کی نیت ماں پر ایک طرح سے تنبیہ تھی نہ مطلق قلبی نیت طلاق کی تھی نہ اس نے اپنی اہلیہ کی طرف مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے نہ اس کی بیوی اس وقت وہاں موجود تھی نہ اس کو اپنی منکوحہ سے کوئی رنجش تھی اور اس کی بیوی کو ۷/ ماہ کا حمل بھی تھا اس کہنے کے بعد جب اس بات کو دو ہفتے گذر گئے، اس عرصہ میں نہ مرمت کا کام خود کیا نہ کرایا، جب دو ہفتے گذر گئے، تو اس نے اس خیال کے موافق کہ میں نے تمام عمر کے واسطے مرمت کے لئے عہد نہیں کیا تھا، یہ عہد اسی وقت کے لئے تھا، وہ گذر گیا اور بیچ میں اتنا وقفہ ہوگیا، وہ پھر مکان کی مرمت کرنے لگا اور ساتھ ہی یہ خیال کر کے کہ یہ ایک طرح کی قسم تھی اگر کفارہ لازم ہوگیا ہوگا، تو قسم کا کفارہ بھی احتیاطاً ادا کر دیا گیا اور اس کے بعد اس سے رجوع بھی کر لیا، اب اطمینان کے لئے جناب سے استفساراً گذارش ہے، کہ اس صورت میں طلاق تو واقع نہیں ہوئی، اگر خدانخواستہ واقع ہوگئی تو اب کیا صورت ہے، جس سے وہ عورت حلال ہو جائے، نیز یہ تحریر فرماویں کہ حقیقی بھائی کے ساتھ حلالہ ہوسکتا ہے، یا نہیں اگر یہ بات متحقق ہو جائے کہ نکاح نہیں ٹوٹا تو الحمد اللہ مرقومہ باتوں کا جواب مدلل ارشاد ہو۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیا

صریح الفاظ سے طلاق بلانیت بھی واقع ہو جاتی ہے: **صریحہ مالم یستعمل الا فیہ کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بھا واحدة رجعیة وان نوی خلافھا اولم ینو شیئاً اھ درمختار مختصراً ج: ۲[1] ص: ٦٦٣۔**

[1] الدر المختار مع الشامی کراچی ص:۲۴۷، ج:۳، شامی نعمانیہ ص: ۴۲۹، ج: ۲. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقوع طلاق کیلئے زوجہ کا حاضر ہونا یا اس کو خطاب کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ الفاظ مذکورہ فی السوال سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جیسا کہ اشارہ اور خطاب سے واقع ہوجاتی ہے، کیوں اصل مقصود زوجہ کی طرف طلاق کو مضاف کرنا ہے وہ ان سب صورتوں میں حاصل ہے: **قوله لتركه الاضافة اى المعنوية فانها الشرط الخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة نحو هٰذه طالق وكذا نحو امرأتى طالق وزينب طالق طحطاوی[1] ج:۲، ص:۱۱۲۔**

وقوع طلاق کے لئے رنجش ضروری نہیں الفاظ مذکورہ جس صورت سے بھی ادا کئے جائیں گے طلاق واقع ہوجائے گی: **يقع طلاق كل زوج اذا كان بالغاً عاقلاً سواء كان حراً اوعبداً طائعاً اومكرهاً كذا فى الجوهرة وطلاق اللاعب والهازل به واقع وكذا لو اراد ان يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع كذا فى المحيط فتاویٰ عالمگیری[2] ص:۵۵،ج:۲۔**

اگر اب میں مرمت کے کام پر کھڑا ہوں تو میری بیوی پر طلاق ہے، طلاق ہے طلاق ہے، کے معنی عرفاً یہ سمجھے جاتے ہیں، کہ اگر میں اب سے کھڑا ہوں اور اس میں آئندہ کے لئے کوئی ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کی تحدید نہیں نیز جس کام پر کھڑا ہونے کے لئے عہد کیا اور طلاق کا حلف کیا ہے اسی کام پر بعد میں کھڑا ہوا ہے، لہٰذا وقوع طلاق کی شرط متحقق ہوگئی اور چوں کہ اس شرط پر تین طلاق کو معلق کیا، لہٰذا وقوع شرط کے بعد میں طلاق واقع ہوکر مغلظہ ہوگئی: **ولو اضافه الٰى شرط وقع عقيب**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الصريح، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ايقاع الطلاق، دار الكتب العلمية، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ايقاع الطلاق.

(صفحہ ہذا) [1] طحطاوی على الدر ص:۱۷۷، ج:۲، كتاب الطلاق، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۲۴۸ ج ۳ باب الصريح، مطلب "سن بوش" يقع به الرجعى.

[2] عالمگیری ص:۳۵۳، ج:۱، فصل فى من يقع طلاقه، مجمع الانهر ص ۸ ج ۲ باب الطلاق، دار الكتب العلمية، شامی کراچی ص ۲۳۵ ج ۳ كتاب الطلاق.

الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق وهٰذا بالاتفاق اهـ هدایة[1] ص:۳۵٦، ج:۲، متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو اوبغیر حرف الواو یتعدد الطلاق اهـ عالمگیری[2] ص: ٥٦، ج:۲۔ اور بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں اور شوہر کے حقیقی بھائی سے بھی (اگر کوئی اور مانع حرمت مصاہرت، حرمت رضاعت جمع وغیرہ نہ ہو) حلالہ ہوسکتا ہے الفاظ مذکورہ فی السوال کے معنی متبادر وہ ہیں جو اوپر تحریر ہوئے لیکن الفاظ میں گنجائش اسکی بھی ہے کہ اس قسم کو اس وقت کے ساتھ مخصوص مانا جائے اور اسکو یمین فور کہا جائے بس یہ قسم اسی وقت کے ساتھ مخصوص رہے گی اور وہ وقت گذرنے پر حالف حانث نہ ہوگا، یعنی طلاق واقع نہ ہوگی، چوں کہ والدہ کا کوئی کلام ذکر نہیں کیا، جس سے متأثر ہوکر یہ قسم کھائی ہے، اس لئے ان معنی کی تعیین وترجیح دشوار ہے: وشرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلاً فانت طالق لمرید الخروج فعله فوراً الان قصده المنع عن ذٰلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیه وهٰذه تسمٰی یمین الفور تفرد ابو حنیفةؒ باظهارها ولم یخالفه احد وکذا فی حلفه ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیه معه ذٰلک الطعام المدعو الیه وان ضم الٰی ان تغدیت الیوم اومعک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادته علٰی الجواب فجعل مبتدأً اهـ درمختار قال الشامی تحت قوله فوراً ارادت ان تخرج فقال الزوج ان خرجت فعادت وجلست وخرجت بعد ساعة لایحنث تهیئات للخروج فحلف لاتخرج فاذا جلست ساعة ثم خرجت لا یحنث لان قصده منعها من الخروج الذی تهیئات له فکانه قال ان خرجت السَّاعة وهٰذا اذا لم یکن له نیة فان نویٰ شیئاً عمل به (وقوله هٰذه

---

[1] هدایه ص:۳٦٥، ج:۲، باب الأیمان فی الطلاق، ص۳۸۵ج۲ مکتبه تهانوی دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۴۲۰ج۱ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، البحر کوئٹه ص۸ج۴ باب التعلیق.

[2] عالمگیری کوئٹه ص:۳٥٦، ج:۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، شامی کراچی ص۲۹۳ ج۳ باب طلاق غیر مدخول بها.

تسمٰی یمین الفور) من فارت القدر غلت استعیر للسرعة اومن فور ان الغضب انفرد الامام باظهارها وكانت اليمين اوّلاً قسمين مؤبدة اى مطلقة وموقتة وهٰذه مؤبدة لفظاً موقتة معنىً تتقيد بالحال اما بان تكون بناء علٰى امر حالى كما مثل او ان تقع جواباً لكلام يتعلق بالحال كما فى ان تغديت افاده فى النهر (قوله فجعل مبتدأً) لكن لو نوىٰ الجواب دون الابتداء صدق ديانة لان احتمال كونه جوابا قائم لاقضاءً لمخالفته الظاهر فيما فيه تخفيف عليه اهـ ردالمحتار[1] ص:۱۲۹، ج:۳۔

پس اس صورت میں دیانۃً حالف کی نیت معتبر ہوگی، اور قضاءً معتبر نہ ہوگی، اور یہ کلام دراصل تعلیق ہے اور یمین اس کو مجازاً کہا جاتا ہے، لہٰذا کفارۂ یمین اس میں کافی نہیں بلکہ بصورت حنث طلاق مغلظہ ہوگی، کذافی ردالمحتار[2] باب التعلیق۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۰/ذی الحجہ ص ۵۶ھ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ۲۰/ذی الحجہ ص ۵۶ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

شرط پائے جانے پر طلاق

سوال:- مسمّٰی خضر نے عہد کیا کہ کبھی اپنی زوجہ کو نہیں ماروں گا، اور اگر ماروں پیٹوں یا گھر سے نکالوں تو مسماۃ پر سہ طلاق شرعی حرام ہوگی، اس واقعہ سے نکاح کرنے کا مجاز ہوگا یا نہیں، مسمّٰی

---

[1] شامی کراچی ص:۷۶۲، ج:۳، مطبوعه نعمانيه ص:۸۴، ج:۳۔ مطلب فى يمين الفور، كتاب الايمان، باب اليمين فى الدخول، مجمع الأنهر ص۲۸۷ كتاب الأيمان باب اليمين فى الدخول، دار الكتب العلمية البحر كوئٹه ص۳۱۵ ج۴ باب اليمين فى الدخول الخ.

[2] التعليق فى الحقيقة انما هو شرط وجزاء فاطلاق اليمين عليه مجاز. شامى كراچى ص:۳۴۱، ج:۳ باب التعليق، الدر المنتقٰى على الملتقٰى ص۵۶ ج۲ باب التعليق، دار الكتب العلمية، النهر الفائق ص۳۸۵ ج۲ باب التعليق، مكتبه عباس احمد الباز مكة المكرمة.

خضر کے نکاح کو دو یوم ہی گذرے تھے، کہ اپنی زوجہ کو مار پیٹ کر کے اپنے گھر سے نکال دیا، اس واقعہ کو تین ماہ گذر گئے اب یہ نکاح شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی مسماۃ کو چاہئے کہ جس روز سے شوہر نے مار پیٹ کر اس کو گھر سے نکال دیا ہے اس روز سے عدت تین حیض گذار کر دوسری جگہ باقاعدہ اپنا نکاح ثانی کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

شرط کے خلاف کرنے پر طلاق

سوال:- مسماۃ زیب النساء کا نکاح انوار الحق کے ساتھ ہوا لیکن شوہر کی بدچلنی وبدخلقی کی بنا پر تعلقات کشیدہ ہوگئے، بعض حضرات نے صلح کرادی اور ایک اسٹامپ پر یہ بھی لکھوادیا کہ اگر میں ان شرطوں کی خلاف ورزی کروں تو یہ عدم پابندی میری طرف سے زیب النساء کے لئے طلاق متصور ہو، سوال یہ ہے کہ اقرار نامہ کی شرائط کی عدمِ پابندی ہی حسب تحریر طلاق سمجھی جائیگی یا انوار الحق سے طلاق لینی پڑیگی اور اگر عدم پابندی سے طلاق بائن پڑگئی تو عورت اپنا عقدِ ثانی کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اقرار نامہ درحقیقت طلاق کو شرائط کی عدم پابندی پر معلق کرنا ہے، لہٰذا عدم پابندی شرائط پر

---

[1] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق، البحر كوئٹه ص۸ ج۴ باب التعليق، هدايه ص۳۸۵ ج۲ باب الأيمان فی الطلاق، مكتبه تهانوی ديوبند.

حسبِ اقرار نامہ طلاق واقع ہو جائیگی، مزید مطالبہ کی حاجت نہیں ہوگی[1] جب کہ صریح طلاق کو کسی اور صفت تشدید وغیرہ سے مؤکد نہیں کیا تو طلاق رجعی ہوگی، اور اسی وقت سے عدت لازم ہوگی اور شوہر کو اختتام عدت سے پہلے پہلے حقِ رجعت حاصل ہوگا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۱۳۸۶ھ

معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق

سوال:- میں ۷/ستمبر کو تمام پنچایت کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی سعیدہ خاتون کو حتی الامکان آرام سے رکھوں گا، اور کسی قسم کی تکلیف اس کو نہیں پہنچنے دوں گا، اگر میری بیوی نے ۷/ستمبر ۱۹۶۸ء سے پوری دو سال کی مدت کے اندر قرآن اٹھا کر حلفاً اقرار کیا کہ مجھے بابت ضروریاتِ زندگی یا جسمانی یا روحانی از روئے شریعت کسی قسم کی تکلیف ہوئی تو یہ اقرار نامہ بلا کسی جبر و اکراہ برضاء بخوشی طلاق نامہ سمجھا جائے گا، اور طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور صورتِ مذکورہ میں میری بیوی سعیدہ خاتون کی طرف سے مہر معاف سمجھا جائے گا، اور میری طرف سے جہیز کا موجودہ سامان واپس دیا جائے گا۔

نوٹ:- ۷/ستمبر سے ایک ماہ کی مدت کے اندر کی شکایت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اب سوال یہ ہے کہ میری بیوی ۷/ستمبر سے میرے ساتھ نہیں رہی، بلکہ وہ میرے ساتھ مورخہ ۱۶/ستمبر ۶۸ء سے رہنے لگی اور پھر مورخہ ۱۱/اکتوبر ۶۸ء سے اپنے باپ کے یہاں چلی گئی، اب وہ لوگ کہتے ہیں کہ

---

[1] اذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا. عالمگیری کوئٹه ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان و اذا وغیرهما، البحر کوئٹه ص۸ ج۴ باب التعلیق، هدایه ص۳۸۵ ج۲، باب الایمان فی الطلاق.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذلک اولم ترض. عالمگیری کوئٹه. ص:۴۷۰، ج:۱، باب الرجعة، هدایه ص۳۹۴ ج۲ کتاب الطلاق باب الرجعة، البحر ص۵۰ ج۴ باب الرجعة، مطبوعه کوئٹه.

طلاق واقع ہوگئی حالانکہ نوٹ جواوپر لکھا گیا ہے اس کے لحاظ سے ایک ماہ کے اندر شکایت کا کوئی اعتبار نہ ہونا چاہئے صورتِ نزاع یہ ہوئی کہ میں نے اپنی بیوی کو جب وہ میرے ساتھ رہنے لگی تو از راہِ سرزنش اس کی ایک غلطی پر اس کو مار دیا اور یہ واقعہ ۷/ستمبر اور ۱۱/اکتوبر ۱۹۶۸ء ہی کا ہے، لہٰذا آپ سے گذارش یہ کہ عہد نامہ جواوپر مذکور ہے اور واقعہ جو نیچے مذکور ہے، دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہِ حنفی کے مطابق جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

تعلیقِ طلاق بالمحال

سوال:- زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کو کسی ناچاقی ودل شکنی کی وجہ سے بحالت غصہ کہا کہ جو چیز تمہیں امانت دیا ہوں ہمیں دے دو اس کی شدید ضرورت ہے، اگر نہیں دوگی تو میں تمہاری حالت کو خراب کردوں گا، اس کا ہندہ نے کچھ جواب نہیں دیا، اور بچی کو گود میں لے کر کواڑ کے پاس کھڑی رہی، اسی اثناء میں زید نے مذکورہ بالا جملہ بار بار ادا کیا، آخرالامر جب ہندہ نے زید کو امانت کی چیز کے متعلق ہاں اور نہیں، کچھ نہیں کہا، تو زید نے برافروختہ ہوکر کہا کہ اے ہندہ امانت کی چیز اگر تم نے آج نہیں دی تو تم پر تین طلاق، مگر ہندہ اس پر خائف نہیں ہوئی، بالآخر زید نے ہندہ کو گردن پکڑ کر گھر سے نکال دیا، کچھ ہی دیر بعد ہندہ نے چند اشخاص کے سامنے جواب دیا کہ امانت کی چیز گھر ہی

[1] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط. عالمگیری ص: ۴۲۰، ج: ۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، البحر کوئٹہ ص ۸ ج ۴ باب التعلیق، هدایه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الأيمان فی الطلاق، مکتبه تهانوی دیوبند.

کے مصرف میں خرچ ہوگئی ہے لیکن یہ بات زید کو فوراً ہی معلوم نہیں ہوئی، بلکہ دوسرے روز معلوم ہوئی کہ ہندہ نے امانت کی چیز ہمارے ہی مصرف میں خرچ کی ہے، جس کا یقین بھی زید کو ہو چکا ہے، مگر چونکہ قبل ازیں ہندہ کا بھائی کسی مولوی سے زبانی پوچھ آیا کہ زید نے ہندہ کو ایسے الفاظ کہے کہ اگر تم ہم کو آج چاول نہیں دوگی، تو تم پر تین طلاق یہ کہنے کے بعد ہندہ نے اس دن چاول نہیں دیا، اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ طلاق ہو چکی، اس جواب کے تحت ہندہ کے ورثاء لوگ گاؤں کے پانچ آدمیوں کو بلا کر زید سے ہندہ کے حقوق کا مطالبہ کیا جس میں ثالث نے طلاق ہو جانے کا یقین کی وجہ سے حقوق کا تصفیہ کر دیا، مگر ہندہ نے برسر پنچایت بھی جواب دیا کہ امانت کی چیز یعنی دھان کا چاول تیار کئے تھے جو کہ مزدوروں کو دیا گیا اور باقی دھان کا جو چاول تیار کیا تھا وہ ناشتہ میں صَرف ہو چکا ہے، بعد اس کے صبح ہو کر زید کو ان لوگوں سے معلوم ہوا جن لوگوں کے سامنے ہندہ نے کچھ دیر ہی بعد گھر کے مَصرف میں صرف ہونے کا اقرار کیا تھا، تب زید کو یقین ہوا کہ مطالبہ والی شئ ہمارے ہی مصرف میں صرف ہوئی ہے، اس صورت میں ہندہ کا کہنا صحیح ہے، اور میرا دعویٰ غلط ہے، مزید برآں ہندہ کو تین ماہ کا حمل متحقق ہے، امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد نوازیں گے، کہ صورتِ مذکورہ میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ کے بھائی نے مولوی صاحب کے سامنے ناتمام سوال پیش کیا، اس کا جواب وہی ہے، جو مولوی صاحب نے دیا، اگر سوال پورا پیش کیا جاتا جیسا کہ تحریر میں ہے، تو وہ جواب نہ ہوتا، صورتِ واقعہ کا جواب یہ ہے کہ زید نے ایسی شرط پر طلاق کو معلق کیا ہے، جس کا پورا کرنا ممکن نہیں، لہٰذا یہ تعلیق ہی صحیح نہیں، پس اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور قائم ہے، ایسی نظیر بحر[1] شامی[2] عالمگیری[3] وغیرہ میں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] البحر الرائق ص:۲، ج:۳، اول باب الطلاق، مطبوعہ کوئٹہ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگر تمہاری فلاں فلاں چیزیں استعمال کروں تو تم کو طلاق

سوال:- زید نے اپنی بیوی حمیدہ سے قسم کھا کر کہا کہ اگر تمہاری فلاں فلاں چیزیں استعمال کروں یا کھاؤں پیوؤں تو تم کو طلاق ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت ہے کہ حمیدہ کی مملوکہ اشیاء کو زید استعمال کر سکے یا کھائے پیئے اور طلاق نہ پڑے زید اپنی قسم پر بہت نادم ہے، اور غصہ کی بناء پر اس نے کہا تھا اب اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن چیزوں کے متعلق قسم کھائی ہے، ان کو کھالے پی لے، استعمال کرلے جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی، پھر عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق سے رجعت کرلے، یعنی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی[1] اگر تین طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اس کو دوبارہ دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عہد شکنی کی وجہ سے طلاق

سوال:- لڑکی مسماۃ تاج خاتون کا نکاح عبداللہ شاہ ولد سید شاہ سے ہوا ہے، عبداللہ شاہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وشرط صحته كون الشرط معدوماً على خطر الوجود الى قوله والمستحيل كإن دخل الجمل فى سم الخياط لغو قوله لغو فلا يقع اصلا لان غرضه منه تحقيق النفى حيث علقه بامر محال وهٰذا يرجع الى قولهما امكان البر شرط انعقاد اليمين، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۵۹۱ ج۴، مطبوعه كراچى ص:۳۴۲، ج:۳، باب التعليق، مطلب لا يحنث بتعليق الطلاق بالتطليق.

[3] عالمگيرى ص:۴۲۱، ج:۱، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرهما، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية اوتطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك اولم ترض كذا فى الهداية. عالمگيرى ص:۴۷۰، ج:۱، الباب السادس فى الرجعة. مطبوعه كوئٹه، هدايه ص۳۹۴ ج۲ كتاب الطلاق باب الرجعة، البحر كوئٹه ص ۵۰ ج۴ باب الرجعة.

مذکور مسماۃ تاج خاتون کو سخت پریشان کرتا ہے، اس کی پریشانی سے تنگ آ کر ہم سب برادری والوں نے ایک عہد نامہ عبداللہ شاہ کی موجودگی میں تحریر کیا اور نیچے عبداللہ شاہ نے اور تین نے نیز دوسرے حاضر الوقت بہت سے حضرات نے گواہی دی دستخط تحریر فرمائے۔

اس عہد نامہ کی آخری سطروں میں میں نے بھی اپنے لڑکے غلام نبی کی موجودگی میں رشتہ دامادی عبداللہ شاہ مذکور کے ساتھ قائم رکھنے باقی رکھنے کا عزم کیا اور میں اب تک بحمد اللہ عمل پیرا ہوں لیکن عبداللہ شاہ مذکور نے اب سے تقریباً چھ ماہ قبل اس عہد نامہ کے خلاف تاج خاتون کو سخت زدوکوب کیا اور عہد شکنی کیا، عبداللہ شاہ مذکور نے از روئے معاہدہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ بصورت خلاف ورزی معاہدہ بندہ از دین واسلام خارج ہوگا، تو کیا اب اس شکل میں جبکہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی ہوئی اب بھی مسماۃ تاج خاتون کا نکاح عبداللہ شاہ سے قائم ہے، یا طلاق واقع ہوگئی اور اگر ہوگئی تو کونسی طلاق نیز جدائی ضروری ہوگئی یا نہیں؟

حضرت والا کی خدمت میں عہد نامہ نقل اور استفتاء برائے جواب کافی وشافی ومدلل بمعہ حوالہ ارسال خدمت ہے تاکہ آپ کی رائے سے ہم لوگوں کو علم ہو۔

نقل عهد نامه

باعث تحریر آنکہ عبداللہ شاہ ولد سید شاہ عاقل بالغ بلا جبر واکراہ غیر برضا ورغبت بطرف غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب واجلاس برداری بحلف قرآن معاہدۂ اسلامی کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنی منکوحہ مسماۃ تاج خاتون بنت غنی شاہ کو جائز اور مناسب شرافت کے ساتھ ہر قسم کی پرورش اور بسائی کروں گا، بصورت خلاف ورزی وعہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا بندہ از دین واسلام خارج ہوگا اور پھر شریعت کا جو تعزیری حکم اور برادری کا حرجانہ مجھ پر لازم ہوگا، تسلیم کر کے عمل پذیر ہوں گا، غنی شاہ بمعیت غلام نبی بھی مضمون مرقوم بالا تسلیم عبداللہ شاہ کے ساتھ معاملہ رشتہ داری نبھاؤں گا، معاملہ ہذا کی نسبت آئندہ اگر کسی طرف سے کوئی شکایت وغیرہ سنی جائے گی تو بلا تحقیق وبلا ثبوت اس پر عمل نہ کیا جاوے گا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں ''بصورت خلاف ورزی وعہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا بندہ از دین واسلام خارج ہوگا۔''

اگر عہد کے خلاف کیا ہے، تو نہ طلاق ہوئی نہ نکاح فسخ ہوا نہ اسلام سے خارج ہوا البتہ قسم کا کفارہ شوہر پر لازم ہوا ہے، اور وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا کپڑا دے اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ایسی قسم بہت سخت ہے، ہرگز ایسی قسم نہ کھائی جائے:

والقسم ایضاً بقوله ان فعل کذا فهو یهودی او نصرانی او کافر فیکفر بحنثه لو فی المستقبل والاصح ان الحالف لم یکفر الخ درمختار قوله فیکفر بحنثه ای تلزمه الکفارة اذا حنث الحاقاً بتحریم الطلاق لانه لماجعل الشرط علماً علیٰ الکفر وقد اعقتده واجب الامتناع وامکن القول بوجوبه بغیره جعلنا ه یمیناً اهـ[1] ردالمحتار ج:۳، ص:۷۵. وبرئ من الاسلام اوالقبلة یمین. درمختار[2] ص: ۷۱، ج:۲. فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۹ھ

مکالمہ جس میں طلاق مذکور نہیں

سوال:- زید کی بیوی نے زید کو نماز پڑھنے کیلئے کہا تو زید نے کہا کہ میں کل سے نماز پڑھوں گا، اور اگر کل سے نماز نہیں پڑھوں گا تو کام بالکل چھوٹ جائے گا، تو پھر زید کی بیوی نے کہا کہ جب کام چھوٹ جائے گا تو آپ اپنے گھر اور میں اپنے گھر تو اس کے بعد زید نے پھر کہا کہ میں نے

---

[1] شامی کراچی ص:۷۱۸، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۵۵، ج:۳۔ مطلب تتعدد الکفارة بتعدد الیمین، کتاب الایمان، البحر کوئٹه ص ۲۹۱ ج۴ کتاب الأیمان، ملتقی الأبحر علی مجمع الأنهر ص ۲۷۲ ج۲ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۷۱۳، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۵۲، ج:۳۔ مطلب فی القرآن، کتاب الایمان.

ایک وقت نماز پڑھنے کو کہا ہے ایک وقت پڑھوں گا تو جب کل آیا تو زید نے نہ فجر پڑھی نہ ظہر اور نہ ہی عصر ومغرب صرف عشاء کی نماز پڑھی تھی۔

ایک دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک روز زید مچھلی کا شکار کرنے جارہا تھا، تو اس کی بیوی نے کہا کہ مچھلی نہیں ملے گی، اس پر زید نے کہا کہ مچھلی مل جائے گی تو سمجھوں گا کہ تجھ کو ایمان ہے، اور اگر نہیں ملی تو سمجھوں گا، کہ تو کافر ہے، اتفاق سے اس دن مچھلی بھی نہیں ملی، زید کی بیوی حلف کے ساتھ یہ بیان کرتی ہے کہ اس روز مچھلی ملی تھی، زید کی بیوی حلفیہ یہ بیان کرتی ہے کہ زید نے یہ جملہ جو کہا ہے اگر کل سے نماز نہیں پڑھوں گا تو کام بالکل چھوٹ جائے اس کے بعد ہی زید نے یہ کہ میں نے ایک وقت پڑھنے کو کہا ہے، یہ دوسرا جملہ ایک وقت کی گفتگو میں کہا، گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد نہیں کہا، زید کا بیان یہ ہے کہ میں آج سے اگر کسی وقت نماز نہیں پڑھوں گا، تو کام چھوٹ جائے گا، اور جس دن میں نے یہ بات کہی ہے اس دن صرف عشاء کی نماز پڑھی ہے اس کے بعد پھر کوئی نماز نہیں پڑھی، اور میرے اس کہنے سے کہ کام چھوٹ جائے گا، طلاق کی نیت نہیں تھی محض اپنی بیوی کو اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا، کہ تجھ کو میری بات کا اعتبار نہیں ہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، زوجین کی مذکورہ گفتگو تقریباً ۱۲/ بجے دن میں ہوئی ہے زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے صرف ایک وقت کی نماز کے لئے کہا تھا، اور اسی ڈر سے کہ طلاق واقع نہ ہو جائے میں نے ایک وقت یعنی عشاء کی نماز پڑھ لی۔

نوٹ:- مذکورہ بالا گفتگو کے بعد زوجین تقریباً سات ماہ یکجا رہے ہیں، صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑی تو کیسی؟ زوجین اگر باہم رہنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں قسم کی گفتگو کے باوجود طلاق نہیں ہوئی نکاح بدرستور قائم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۸۹ھ

---

[1] اس لئے کہ اس پورے مکالمہ اور محادثہ میں کوئی صریح یا کنائی الفاظ نہیں جس سے وقوع طلاق ہو: الطلاق هو رفع قيد النكاح في الحال او المآل بلفظ مخصوص، هو ما اشتمل على الطلاق صريحا او كناية الخ، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۴۲۴ ج ۴ اول كتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، البحر الرائق كوئٹہ ص ۲۳۵ ج ۳ كتاب الطلاق. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو اس کو طلاق

سوال:- اگر میری بیوی جس سے میرا نکاح ہوا ہے چاند سے زیادہ خوبصورت نہ تھی تو اسے طلاق ہے، اور وہ چاند سے زیادہ خوبصورت واقع میں نہیں ہے، مگر وہ اس کو بہت حسین جانتا ہے اور کہتا ہے تو اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں اگر ہوگئی تو کون سی ہوئی تشریح اگر وہ چاند سے زیادہ خوبصورت بتاوے اور واقع میں نہ ہو یا وہ بھی اس کو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ بتاوے یا چاند سے زیادہ خوبصورت واقع میں ہو اور وہ نہ بتاوے تو کیا ہر سہ صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان اشرف المخلوقات ہے، اور اس کی تخلیق احسن تقویم سے ہے، لہٰذا انسان سے خوبصورت کوئی شئ نہیں، پس طلاق واقع نہیں ہوئی: **عن یحییٰ بن اکثم القاضی انّه فسر التقویم لحسن الصوت فانه حکی ان ملک زمانه خلا بزوجته فی لیلة فقال ان لم تکونی احسن من القمر فانت کذا فافتی الکل بالحنث الایحییٰ بن اکثم فانه قال لا یحنث فقیل له خالفت شیوخک فقال الفتویٰ بالعلم ولقد افتی من هو اعلم مناهو اللّٰه تعالٰی فانه یقول لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اھ مفاتح[1] الغیب ص:۴۵۹، جلد۸**، قاضی یحییٰ بن اکثم کا حال حدائق الحنفیۃ[2] میں ہے ص:۱۵۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۲۷/صفر/۶۱ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

---

[1] مفاتیح الغیب للرازی ص۴۳۳ ج۸، سورۃ والتین دار الفکر بیروت، تفسیر قرطبی ص۱۰۲ ج۱۰، دار الفکر بیروت، روح المعانی ص۳۱۴ ج۱۶، ادارۃ الطباعۃ المصطفائیۃ دیوبند.

[2] حدائق الحنفیۃ ص۱۵۳، حدیقہ سوم تیسری صدی کے فقہاء وعلماء۔

طلاق معلق میں تعلیق کی خبر سے پہلے اس کا ارتکاب

محمد یونس نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

قبلہ انیس الرحمٰن صاحب.....سلام مسنون!

احوال ضروری ہیں کہ آپ کی بیٹی آپ کے گھر میں کھاتی ہے، آپ کی بیٹی جو کچھ بھی ہے، وہ ہماری ہی بن کر رہے گی، لیکن اگر وہ ہمارے حکم کے خلاف کہیں بھی قدم رکھے تو اس کا انجام بہت برا ہوگا، اس لئے آپ کو خبردار کر رہے ہیں، کہ بعد میں آپ یہ نہ کہیں کہ پہلے کیوں نہ کہا، خیر اس خط کو دیکھتے ہی آپ اپنی بیٹی سے کہہ دیں گے، اس پر بھی وہ نہیں مانے گی، تو اس کے ذمہ دار آپ اور آپ کی بیٹی ہوگی، اور روپیلی بستی نہیں جائے گی، اگر اپنی من مانی سے جانا چاہتی ہے، یا آپ لوگ زور دیجئے گا اگر روپیلی بستی جائے گی، تو طلاق ہوجائے گی، تفصیل کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں جواب دیا جائے گا۔

مذکورہ خط ۱۸/۳/۷۱ء کو لکھا گیا ہے، اور مرسل الیہ کو ۱۴/روز کے بعد خط ملتا ہے، اس کے درمیان لاعلمی میں وہ روپیلی جا چکی ہے، ان باتوں کو سامنے رکھ کر جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس خط میں شوہر نے بیوی کے روپیلی بستی جانے پر طلاق کو معلق کیا ہے، اور مرسل الیہ کو اول اس کی اطلاع کا ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ بیوی کو خبردار کردے، مگر خط مکتوب الیہ کو ملنے اور بیوی کو خبر ہونے سے پہلے ہی وہ روپیلی بستی جا چکی تھی، اس لئے کوئی طلاق نہیں ہوئی[1] مکتوب الیہ کے خبردار کرنے پر جائے گی تو طلاق ہوجائے گی، اگر یہ کہا جائے کہ خط میں خبردار کرنے کا ذکر تو ضرور ہے، مگر جس جملے سے شرط جزاء کو ذکر کیا ہے، اس میں یہ نہیں بلکہ اس سے پہلے ہے اور ایک ہی خط

---

[1] ولو كتب على وجه الرسال : طلقت بوصول الكتاب إليها ..... ولو وصل إلى أبيها فمزقه ولم يدفعه إليها فإن كان متصرفا في جميع أمورها فوصل إليه في بلدها وقع وإلا فلا الخ شامي كراچی ص ۲۴۶ ج ۳ مطلب في الطلاق بالكتابة، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۸ ج ۱ الفصل السادس في الطلاق بالكتابة.

میں جتنے امور مذکور ہوں اور شوہر کا مقصود بھی ہو، لیکن چونکہ یمین کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے، نہ کہ اغراض پر[1] اس لئے شرط جزا پر نظر کرتے ہوئے طلاق کا حکم ہوگا، تو بہت سے بہت ایک رجعی طلاق کا حکم ہوگا، شوہر کو اندرونِ عدت (تین ماہواری) رجعت کا حق حاصل ہوگا[2] اگر عدت میں رجعت نہ کی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر دوسری شادی کروں تو زوجۂ ثانیہ کو طلاقِ مغلظہ کی شرط سے تیسری بیوی کو طلاق نہیں ہوگی

سوال:- ایک شخص اپنی زوجۂ اول کی موجودگی میں بقائمی ہوش وحواس یہ تحریر کر دیتا ہے، کہ تادم زندگی وہ دوسری شادی نہ کرے گا، اگر کرے تو گویا زوجۂ ثانی کو طلاق مغلظہ اور حرام ہوگی، پھر زوجۂ اول کی موجودگی میں وہ دوسری شادی کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اقرار کے خلاف ورزی ہو کر زوجۂ ثانیہ پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگی یا نہیں؟

---

[1] الایمان مبینة علی الالفاظ لا علی الاغراض. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۵۲۸، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۷۴۳، ج:۳، کتاب الایمان، مبحث مهم فی تحقیق قولهم الایمان مبنیة الخ، مجمع الأنهر ص۲۷۷ ج۲ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة قواعد الفقه ص۶۵ مکتبه اشرفی دیوبند، هدایه ص۳۹۴ ج۲ باب الرجعة، مکتبه اشرفی دیوبند، تاتارخانیه ص۵۹۷ ج۳ مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی.

[2] اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها. عالمگیری کوئٹه: ص:۴۷۰، ج:۱، الباب السادس فی الرجعة، هدایه ص۳۹۴ ج۲ باب الرجعة، مکتبه اشرفی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص۵۹۷ ج۳، مسائل الرجعة.

[3] وینکح مبانة بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۲ ج۱ الباب السادس فی الرجعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجۂ اول تو بدستور نکاح میں ہے، البتہ زوجۂ ثانیہ نکاح کرتے ہی حرام ہوگئی اس کو رکھنا جائز نہیں[1]، ہاں قسم بھی ختم ہوگئی یعنی اگر زوجہ ثالثہ اپنے نکاح میں لانا چاہے تو لاسکتا ہے، اس قسم کی وجہ سے وہ حرام نہیں ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۱۳۹۱ھ

''اب اگر روٹی پکائے تو طلاق'' کا حکم

سوال:- بکر نے اپنی زوجہ کو رمضان میں روٹی پکانے کو کہا چونکہ وہ روزہ دار نہیں تھا، اس پر زوجہ نے کہا کہ میں ہرگز روٹی نہیں پکاؤنگی، اس جملہ کو سن کر شوہر نے کہا اب اگر روٹی پکائیگی تو تجھ پر تینوں طلاق۔ مذکورہ صورت میں اگر زوجہ روٹی پکائے گی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے اس وقت روٹی نہیں بنائی، بلکہ شام کو روٹی بنائی افطار کے وقت تو اس سے بکر کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم ہے، اور ہمیشہ اس کو روٹی پکا کر کھلانا بھی درست

---

[1] اذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً. عالمگیری کوئٹه: ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی کلمة التعلیق بکلمة ان واذا الخ، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، هدایه ص۳۸۵ ج۲ باب الأیمان فی الطلاق، مکتبه تهانوی دیوبند.

[2] وفیها کلها تنحل ای تبطل الیمین بطلاق التعلیق اذا وجده الشرط مرة الا فی کلما وفی الشامیة تحت قوله ای تبطل الیمین ای تنتهی وتتم واذا تمت حنث فلا یتصور الحنث ثانیا الا بیمین اخری الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۶۰۵، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۳۵۲، ج:۳، باب التعلیق، مطلب ما یکون فی حکم الشرط، هدایه ص۳۸۶ ج۲ باب الأیمان مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر کوئٹه ص۱۴ ج۴ باب التعلیق.

ہے، کیونکہ شوہر نے یہ کہا تھا کہ اب اگر تو روٹی بنائے گی، تو تجھ پر تینوں طلاق، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت دن کے کھانے کے لئے وقتِ افطار سے پہلے روٹی بنائے گی، تو تجھے طلاق ہے، اب روٹی شام کو بنائی طلاق کی شرط نہیں ہوئی[1] اگر اسی وقت جب شوہر نے کہا تھا، جب ہی روٹی بنالی تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی کافی نہیں[2] ہاں حلالہ کے بعد اگر دوبارہ نکاح کرے گا تو پھر روٹی بنانے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ شرط ختم ہوچکی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۱۳۹۹ھ

جماع نہ کرنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال:- زید نے رات کو اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہا، اس کی بیوی نے شوہر سے کہا کہ میں یہ کام نہیں کروں گی، زید نے کہا کہ جب تو یہ کام نہیں کرے گی، تو میں نے تجھے طلاق دیدی اور یہ الفاظ زید نے نہ جانے کتنی بار کہے، اس کے بعد قریب ۶/۷/ ماہ گذرنے پر وہ عورت جماع

---

[1] کما یستفاد من هٰذه العبارة تهيأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا جلست ساعة ثم خرجت لا يحنث لانها منعها من الخروج الذى تهيأت فكانه قال ان خرجت الساعة. شامی زکریا ص:۵۵٤، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۷٦۲، ج:۳، کتاب الایمان، مطلب فی یمین الفور، البحر کوئٹه ص۳۱۵ ج۴ کتاب "الأیمان باب الیمین فی الدخول والخروج مجمع الأنهر ص۲۸۷ ج۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث لوحرة وثنتین لوامة حتی یطأها غیره بنکاح وتمضی عدته ای الثانی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص:٤۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:٤۰۹، ج:۳، باب الرجعة مطلب، فی العقد علی المبانة، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۳ ج۱ فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، هدایه ص۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، مکتبه تهانوی دیوبند.

[3] وفیها تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرة الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتارزکریا ص:۵، ٦۰٤، ج:٤، مطبوعه کراچی ص:۳۵۲، ج:۳، باب التعلیق، مطلب ما یکون فی حکم الشرط، هدایه ص۳۸٦ ج۲ باب الأیمان مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر کوئٹه ص۱۴ ج۴ باب التعلیق.

کے لئے تیار ہوگئی، پھر جماع کیا اوران کے یہاں بچہ بھی پیدا ہوا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ بالاصورت میں طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بیوی کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت یہ کام نہیں کروں گی، (اس وقت کوئی عذر ہوگا) اس پر شوہر نے اسوقت اصرار کیا اور مقصد یہ تھا کہ اسوقت اگر نہیں کریگی، تو تجھے طلاق دیدی اور تین دفعہ کہہ دیا تو اسی وقت طلاقِ مغلظہ ہوگئی اگر بیوی کا مقصد یہ تھا کہ میں عمر بھر یہ کام نہیں کرونگی، اور شوہر نے بھی یہی کہا کہ اگر عمر بھر نہیں کریگی، تو تجھے طلاق، پھر ۶/۷/ ماہ بعد یہ کام کرلیا تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، اگر عمر بھی اسکی نوبت نہ آتی تو عمر کے آخیر وقت میں طلاق ہوتی: **اذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط. عالمگیری[1] ص: ٤٤٠، ج: ١۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۳ھ

''اگر ہم بستری کروں تو حرام کروں'' کا حکم

سوال:-ایک شخص کو ڈاکٹروں نے علاج کے سلسلہ میں ہم بستری کرنے سے منع کیا کہ کم از کم فائدہ ہونے کیلئے چالیس دن ہم بستر نہ ہونا، اس شخص نے ہم بستری سے بچنے کیلئے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے ہم بستری چالیس دن سے پہلے کروں تو حرام کروں اور یہ الفاظ کئی بار کہے، لیکن وہ اپنے نفس پر قابو نہ پا کر چالیس دن کے اندر ہی جماع کر بیٹھا، اور جب ایک مرتبہ کرلیا تو اس سے نے سوچا کہ اب بار بار کرنے میں کیا حرج ہے، لہٰذا بار بار کیا، اب سوال یہ ہے کہ اس شخص پر کیا جرم عائد ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں چالیس دن سے پہلے تو

---

[1] عالمگیری کوئٹہ: ص: ٤٢٠، ج: ١، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما، هدایه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الأیمان فی الطلاق، مکتبه تهانوی دیوبند، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

حرام کروں، اسکے بعد چالیس دن سے پہلے ہم بستری کرلی، تو اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر ہوکر کھانا کھلائے یا ان کو پہننے کے کپڑے دے، اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے[1] ایک دفعہ ہم بستری کرنے کا یہ کفارہ ہے، اس کے بعد ہم بستری کرنے پر کوئی کفارہ نہیں، قسم ختم ہوگئی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل یہ شرط کہ
''اگر کسی عورت سے شادی کروں تو اس پر طلاقِ مغلظہ''

سوال:-عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد رخصتی سے قبل اپنے داماد زید کے سامنے یہ شرط رکھیں۔

(۱) اگر زید نے اس کی لڑکی کی حیات میں دوسری کوئی بھی شادی کی تو اس دوسری عورت پر طلاقِ مغلظہ۔

(۲) مہر بغیر عمر کی مرضی کے معاف نہ ہوگا۔

(۳) اگر لڑکی پر ظلم وتعدی کیا گیا تو عمر طلاق دے سکتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

---

[1] وكفارته تحرير رقبة او طعام عشرة مساكين او كسوتهم بما يستر عامة البدن وان عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٥-٥٠٢ ج:٥، مطبوعه كراچى ص:٧٢٥، ج:٣، كتاب الايمان، مطلب كفارة اليمين، هدايه ص ٤١١ ج ٢ كتاب الأيمان، مكتبه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ٦١ ج ٢ كتاب الأيمان.

[2] فيها كلها تنحل اى تبطل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الدر المختار على هامش ردا لمحتار زكريا ص:٦٠٤، ج:٤، مطبوعه كراچى ص:٣٥٢، ج:٣، باب التعليق، مطلب مايكون فى حكم الشرط، هداية ص ٣٨٦ ج ٢ باب الأيمان مطبوعه تهانوى ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ١٤ ج ٤ باب التعليق.

(الف) کیا پہلی شرط کا وقوع زید کے دستخط کرنے پر ہو جائے گا؟ نیز یہ کہ ایسی شرط کا شریعت میں کیا اعتبار ہے؟ کیا شرط کرنے والا شرعاً گناہ گار ہے؟

(ب) اگر گناہ کا مرتکب ہے تو آیا صغیرہ کا یا کبیرہ کا؟

(ج) اگر زید کی طرف سے کسی بات کا مثلاً طلاق وغیرہ کا خطرہ ہے تو کیا پھر بھی ایسی شرط لگانا گناہ ہے؟

(د) زید کا ان شرطوں پر دستخط کرنا کیسا ہے؟

(ہ) دستخط کرنے کے بعد پہلی شرط سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ مطلب یہ کہ وہ اپنی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیسے کرے گا؟

(و) پہلی شرط کو جائز سمجھنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شریعت کی طرف سے ہر مرد کو حسبِ ضرورت وقدرت ادائے حقوق چار شادی کرنیکی اجازت ہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ اس حق شرعی کو مسلوب کرے اسلئے عمر کا زید سے یہ اقرار لینا کہ میری بیٹی کی موجودگی میں اگر دوسری شادی کی تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، جائز نہیں، [۱] تاہم جب زید نے اس کو منظور کرلیا تو اب شرط کا پابند ہے، اور اگر اپنی موجودہ بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کریگا تو اس پر طلاقِ مغلظہ واقع ہو جائیگی [۲] البتہ اگر کوئی دوسرا شخص از خود بغیر زید کے حکم کے زید کا نکاح کہیں کر کے زید کی طرف سے قبول کرلے، پھر زید کو اطلاع کردے کہ میں نے آپکا نکاح کردیا ہے اتنا مہر معجّل ہے وہ لائیے، اس پر زید زبان سے کچھ نہ کہے، لیکن خاموشی سے وہ

---

[۱] لان فیه المنع عن الامرا لمشروع . عنایة علی هامش فتح القدیر ص:۳۵۰، ج:۳، باب المهر. مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲] واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص۳۸۵ ج۲ باب الأیمان فی الطلاق، مکتبه تهانوی دیوبند، البحر کوئٹه ص۸ ج۴ باب التعلیق.

مہر معجّل دیدے، جو کہ اس کی منکوحہ کے پاس پہنچا دیا جائے، تو وہ نکاح صحیح ہو جائیگا، اور طلاق نہ پڑیگی، مگر زبان سے اجازت نہ دے[۱]۔

(۲) جب تک لڑکی نابالغ ہے، اس کا والد اس کا ولی ہے، اور لڑکی کو اپنا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں[۲]، لیکن بلوغ کے بعد لڑکی کو مہر معاف کرنے کا اختیار ہے، اس میں باپ کی اجازت شرط نہیں[۳]۔

(۳) لڑکے کی طرف سے لڑکی پر ظلم وتعدی کا خطرہ ہو تو اس قسم کا معاملہ کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اسکی بہتر شکل یہ ہے کہ چند افراد پر معاملہ رکھا جائے کہ اگر یہ سب حضرات شوہر کے طرزِ عمل کو ظلم قرار دیں گے، اور طلاق کو مناسب سمجھیں گے، تو طلاق دینے کا اختیار ہوگا، کیونکہ ظلم کے تعین کرنے میں غلطی بھی ہوسکتی ہے، اور آپس میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم رجب ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲ر رجب ۱۳۸۸ھ

---

[۱] حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فاجاز وبالقول حنث بالفعل لا وفي الشامية تحت قوله وبالفعل كبعث المهر اوبعضه بشرط ان يصل اليها. الدرالمختار مع الشامي زكريا ص:٦٧٢، ج:٥، مطبوعه كراچي ص:٨٤٦، ج:٣، كتاب الايمان، مطلب حلف لا يتزوج فزوجه فضولي، عالمگيري كوئٹه ص ٤١٩ ج ١ الفصل الثاني في التعليق الطلاق، مجمع الأنهر ص ٣١٦ ج ٢ باب اليمين في البيع والشراء الخ، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] كما يستفاد من هٰذه العبارة وتصرف الصبي والمعتوه الى قوله وان ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة لا. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٢٥٣، ج:٤، مطبوعه كراچي ص:١٧٣، ج:٦، كتاب الماذون، مبحث في تصرف الصبي، البحر الرائق ص ٧٨ ج ٨ باب الحجر، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ٥٣ ج ٤ كتاب الحجر، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] وصح حطها لكله او بعضه عنه قبل اولا الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٢٤٨، ج:٤، مطبوعه كراچي ص:١١٣، ج:٣، باب المهر، مطلب في حط المهر والابراء منه، البحر كوئٹه ص ١٥٠ ج ٣ باب المهر، النهر الفائق ص ٢٣٦ ج ٢ باب المهر، عباس احمد الباز مكة المكرمة.

[۴] الحيلة الناجزه. ص:٢٨، مكتبه دار الإشاعت ديوبند.

اگر چوٹن ہے تو طلاق

سوال:- میں نے یعنی عبدالسلام ایک روز کا واقعہ ہے کہ میرے بڑے بھائی سے اور مجھ سے جھگڑا ہو رہا تھا، جھگڑے کے دران میرے بڑے بھائی نے میری بیوی کو کہا کہ طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کرتی ہے، وقت ہوتا ہے تو کھانا کھالیتی ہے، اس بات پر میں نے اسکی بیوی کو کہا کہ وہ چوٹن ہے، اس کے جواب میں میرے بڑے بھائی نے میری بیوی کو چوٹن کہا، میری بیوی نے کہا کہ میں نے ناشتہ نہیں کیا تھا، بچوں کو کھانا کھلا رہی تھی، اس پر میری والدہ نے کہا کہ ارے چلو، اس پر میں نے کہا کہ بس تمہاری بات مان لی، چوٹن ہے تو طلاق طلاق طلاق تینوں طلاق، میری والدہ کہتی ہیں کہ ارے چلو، اس کہنے سے میری مراد یہ تھی کہ وہ چوٹن ہے، میں نے تو صرف جھگڑا ختم کرانے کیلئے کہا کہ ارے چلو نہ وہ چوٹن تھی، اور نہ وہ چوٹن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عبدالسلام کی بیوی چوٹن ہے تو اس پر تین طلاق ہوگئی، ورنہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۱۳۹۵ھ

اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق

سوال:- زید نے ایک عورت سے شادی کی، عرصہ تک اتحاد و اتفاق رہا، پھر جھگڑا رہنے لگا،

---

[1] اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے: قالت له امرأته يا سفلة فقال لها ان كنت سفلة فانت طالق واراد به التعليق لاتطلق مالم يكن سفلة. عالمگیری کوئٹہ: ٤٤٤، ج:١، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرهما، قاضی خان علی الهندية ص ٤٩٥ ج ١ باب التعليق مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

ایک روز زید نے غصہ میں کہا کہ تم میرے پاس نہیں آؤ گی، اس طرح تین مرتبہ بلایا تو بیوی اسکے جواب میں کہتی ہے کہ جب تک جھگڑے کا فیصلہ نہیں ہوگا، میں آپکے پاس نہیں آؤں گی، تو زید نے کہا کہ اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، عورت چھ ماہ کی حاملہ ہے، اگر زید اس کو پھر نکاح میں لانا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ زید نے طلاق کو شرط پر معلق کیا ہے، تنجیز طلاق نہیں ہوئی، لہٰذا تحقق شرط سے پہلے طلاق کا حکم نہیں ہوگا، اور جس شرط پر تعلیق کی ہے اس کیلئے قید نہیں لگائی کہ اگر فلاں وقت تک نہیں آئے گی، تو تجھ کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، بلکہ مطلق رکھا ہے، اگر بیوی جھگڑے کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی آجاوے تو حسبِ سابق نکاح میں رہیگی، جدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی: **واذا اضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لا مرأتهٖ اِنْ دخلتِ الدَّارَ فانتِ طالق وهٰذا باتفاق اهـ هدایه[1] ص:٣٦٤۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ایک بیوی کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی؟

سوال:- میں نے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی چچازاد بہن سے دوسرا نکاح کیا، نکاح ثانی کے وقت پہلی بیوی کے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی اور میری بھتیجی دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ دو گے تو کیا ہوگا، تب جواباً میں نے کہا تھا کہ میں قرآن اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی ایک کو چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی، کچھ دن کے بعد میرا کام کاج نہ کرنے اور پانچ وقت نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے میں نے غصہ ہو کر اپنی دوسری بیوی کو ایک طلاق دو طلاق تین

---

[1] هدایه ص:٣٨٥، ج:٢، باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه یا سرندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ٤٢٠ ج ١ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، البحر کوئٹه ص ٨ ج ٤ باب التعلیق.

طلاق بائن دے دی، اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں میری دونوں بیویوں پر طلاق پڑے گی، یا صرف ثانی پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری بیوی کو تو صاف صاف طلاق دے ہی دی ہے، مگر پہلی پر بھی طلاق ہوگئی، بشرطیکہ پہلی بیوی کے والد صاحب کی بات کا جواب دوسرے نکاح کے بعد دیا ہو یعنی یہ جملہ ''کسی ایک کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی'' دوسرے سے نکاح کے بعد کہا ہو: **واذا اضافه الٰی شرط وقع عقیب الشرط اھ (هدایه[1] ص:٣٦٤، ج:٢)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی میکہ چلی جائے تو تین طلاق

سوال:- زید کا سسرال والوں سے آئے دن جھگڑا رہتا تھا، ایک مرتبہ زید کی بیوی اپنے میکہ گئی تو اس کے ماں باپ نے زید کو بہت پریشان کیا اور بھیجنے میں حیلہ حوالہ کرتے رہے، تب مجبور ہو کر زید نے کہا کہ اگر میرے حکم کے بغیر میری بیوی میکہ چلی جائے تو میری بیوی کو تین طلاق ہو جائے گی، چار ماہ بعد بیوی کی ماں نے کسی سے لڑائی کی، اس لئے زید کی بیوی اپنی ماں کی وجہ سے میکہ کی طرف بڑھی، جب وہ میکہ کے نزدیک پہنچی تو بیوی کی ماں اور بہن نے میکہ کے اندر لانے کی کوشش کی اور کوشش پوری ہوئی، بیوی میکہ کے اندر داخل ہوگئی، بیوی کہتی ہے کہ میں میکہ خود نہیں گئی بلکہ مجھے میکہ کے اندر کیا گیا، میں اپنا ہوش کھو بیٹھی تھی اور کچھ دیر بعد سسرال چلی آئی سوال یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

---

[1] هدایه ص:٣٦٥، ج:٢، باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه مجتبائی دهلی، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوی اپنے پیروں سے چل کر میکے گئی ہو اس کو اٹھا کر زبردستی اندر داخل نہیں کیا گیا، تو اس پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی[1] شوہر کے مکان پر ہی عدت تین حیض گذار کر میکہ چلی جائے، اور اس عدت کے زمانہ میں شوہر سے پردہ کرے کوئی تعلق نہ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

اگر تو نے زنا کیا ہو اور نہ بتلایا تو تین طلاق

سوال:- (۱) شوہر شبہ کی بناء پر اپنی عورت کو زانیہ کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو نے زنا کیا ہوگا اور تو نہیں بتلائیگی تو میری طرف سے تجھ کو آج سے تین طلاق۔ پھر تقریباً چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا پھر اس کی باز پرس ہوئی کیونکہ یہ بچہ غیر محرم کی شکل کا ہے۔

(۲) اگر زید کی بیوی زنا کا اقرار کرلے کہ واقعی یہ حرام کا ہے تو طلاق پڑ جاوے گی، یا نہیں، جب کہ دونوں ہم بستر بھی ہوتے رہے ہوں۔

(۳) اگر طلاق واقع ہوگئی تو زید کی بیوی زید کیلئے کیسے حلال ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کا اپنی بیوی کو زانیہ کہنا جائز نہیں؟ بہت بڑا جرم ہے[2] جب تک زنا کا ثبوت نہ ہو جائے، اس کی بیوی پر اس کہنے کی وجہ سے طلاق نہیں پڑے گی۔

---

[1] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً عالمگيری ص: ۴۲۰، ج: ۱، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرهما. مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۶۵ ج ۲ باب الأيمان فی الطلاق، مطبوعه مجتبائی دهلی، البحر كوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعليق.

[2] الرمی بالزنا هو من الكبائر باجماع الامة قال الله تعالىٰ الذين يرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم. البحر الرائق ص ۲۹ ج ۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) بیوی اگر اقرار کرے گی تو طلاق نہیں ہوگی، طلاقِ مغلظہ جب ہوگی کہ طلاق کا ثبوت دوسرے طریقہ پر ہو اور بیوی اقرار نہ کرے[۱]۔

(۳) اگر طلاق مغلظہ ہو جائے گی تو پھر بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوگا[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بدکاری کا عہد اور مفعولیت کا ارتکاب

سوال: - زید کو غلط کاری کی عادت تھی، ایک دن اس نے کہا کہ آئندہ جب میں لونڈے بازی کروں، تو میری بیوی کو طلاق کچھ مدت گذر جانے کے بعد زید سے بصورتِ مفعولیت غلط کاری سرزد ہوگئی، جب کہ مذکورہ بالا الفاظ عرف عام میں حالت فاعل کیے لیے استعمال ہوتے ہیں زید کو شک رہتا ہے کہ کہیں تو نے حالتِ مفعول کو بھی تعلیقِ طلاق میں شامل تو نہیں کیا تھا، حالانکہ قلبی رُجحان اسی طرف ہے کہ اس نے مذکورہ بالا الفاظ ہی کا تلفظ کیا تھا، حالتِ مفعول کے بارے میں شک پریشان کرتا رہتا ہے، تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اول باب حد القذف. مطبوعه كوئٹه، شلبی علی تبیین الحقائق ص ۱۹۹ ج۳ باب حد القذف، مكتبه امداديه ملتان، الدر المنتقی علی الملتقی ص۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرهما. مطبوعه كوئٹه، هدايه ص۳۶۵ ج۲ باب الأيمان فی الطلاق، مطبوعه مجتبائی دهلی، البحر كوئٹه ص۸ ج۴ باب التعليق.

[۲] وان كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، مكتبه تهانوی ديوبند، الدر المختار علی الشامی ص۴۰۹ ج۳ كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً تو دونوں ہی کام (فاعلیت ومفعولیت) قابلِ لعنت ہیں[1] مگر ایمان کا مورد عرف پر ہوتا ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی[2] صرف لعنت باقی رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۱۴۰۱ھ

طلاقِ معلقہ ومغلظہ

سوال:- زید اور اس کے شرکاء نے عمر سے کہا کہ تم سے ایک کام ہے، تم ہمارے ساتھ موضع علی پور تک چلو، وہاں گئے تو کہا ہندہ ایک لڑکی بالغ ہے، اچھی ہے، اور شرعی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے، لہٰذا تم (عمر) اس سے نکاح کرلو، موضع کے لوگوں نے بھی عمر کو تسلی وتشفی دی کہ لڑکی ٹھیک ہے، عمر نے ہندہ سے نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تو میں نکاح کرلیتا ہوں، نکاح کے بعد جب ہندہ عمر کے یہاں آئی تو معلوم ہوا کہ یہ تو نابالغہ ہے، پھر عمر اس کو واپس زید کے گھر چھوڑ آیا، کچھ دن بعد زید نے اس لڑکی ہندہ کو غائب کردیا عمر نے پھر اپنی طرف سے بکر کو بھیجا صرف تحقیق کرنے کیلئے (مختارِ کل بنا کر نہیں) تاکہ ان سے معلوم کرکے آئے بہت کچھ بات ہونے کے بعد زید اور اس کے شرکاء نے حلفیہ کہا کہ اگر ہندہ ہمارے علم میں ہو یا کہیں گئی ہو تو ہماری عورتوں کو تین تین طلاق، پھر بکر نے بھی عمر کی طرف سے کہا کہ اگر عمر تم سے اس معاملہ میں آئندہ کچھ کہے تو

---

[1] ملعون من عمل عمل قوم لوط، ترمذی شریف ص ۱۷۶ ج ۱ ابواب الحدود باب ما جاء فی حد الوطی، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] الاصل ان الایمان مبنیة عندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ. الدر المختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۵۲۷/ج۵/ مطبوعہ کراچی ص ۷۴۳/ ج۳،/ باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی الخ، فتح القدیر ص ۹۶ ج۵ باب الیمین فی الدخول والسکنی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت، مجمع الأنھر ص۲۸۷ ج۲ باب الیمین فی الدخول الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

میری بیوی کو بھی تین طلاق، اب عمر زید اور اس کے شرکاء سے اپنی منکوحہ ہندہ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر کے اپنے اس معاملہ میں بات کرنے سے بکر کی عورت کو طلاق تو نہ پڑ جائے گی اگر پڑے گی تو کون سے بائن یا مغلظہ؟

(**نوٹ**) یہ ہندہ نہ تو زید کی لڑکی ہے اور نہ اس کے شرکاء میں سے کسی کی ہے، بلکہ باہر کہیں سے زید لے کر آیا تھا، اب خدا جانے کہ یہ زید ہندہ کو اس کے والدین کی رضامندی سے لے کر آیا تھا، یا بغیر رضامندی کے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نابالغہ تھی اور اس کا کوئی ولی نکاح کرنے والوں میں نہیں تھا، تو شرعاً یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف تھا جب تک ولی اجازت نہ دے اس کو عمر کے پاس بھیجنا اور عمر کا خلوت میں جانچ کرنا کہ یہ نابالغہ ہے یا بالغہ شرعاً درست نہیں تھا، بلکہ یہ معصیت کا ارتکاب ہوا، توبہ واستغفار لازم ہے[1]، اگر ہندہ کے کوئی ولی نہیں تو یہ نکاح بالکل بیکار رہوا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں[2]، ہندہ بالکل اجنبی ہے عمر کے حق میں، ہرگز اس کو لانے کا ارادہ نہ کرے، اگر زید اور اس کے شرکاء کے علم میں ہو اور ان کی معرفت ہندہ کہیں گئی ہے تو ان کی بیویوں پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب عمر اس معاملہ میں کوئی تفتیش ومطالبہ نہ کرے تو بکر کی بیوی بیوی رہے گی، ورنہ اس پر بھی طلاقِ مغلظہ ہو جائے گی۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۱۳۹۵ھ

---

[1] فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۱۹۹، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۸۱، ج:۳، باب الولی، مطلب لا یصح تولیة الصغیر شیخا علی خیرات، هندیه کوئٹه ص ۲۸۵ ج ۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیه کراچی ص ۲۳ ج ۳، الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء.

[2] الولی شرط صحة نکاح صغیر. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۱۵۵، ج:۴، مطبوعه کراچی ص: ۵۵، ج:۳، اول باب الولی، کل من یجوز تصرفه فی ماله بولایة نفسه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق کو آوارہ گردی پر معلق کرنا

سوال :-تفصیل اقرارنامہ: حافظ عبدالوہاب کا بیان ہے، کہ برخوردار ایک دن کچھ مٹھائی اور کپڑا اپنی بیوی کے لئے لے کر میرے مکان پر آیا جب کہ میری بیوی رخصت ہو کر اپنے میکے آئی تھی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ برخوردار یعنی میری بیٹی کا شوہر ایک دن چُھری لے کر میرے بڑے بیٹے برکت اللہ کو مارنے بھی آیا تھا، لیکن برخوردار صرف پہلے واقعہ یعنی مٹھائی اور کپڑا لانے کا اقراری ہے، اور دوسرے یعنی چھری والے واقعہ کا منکر ہے، پس ایسی صورت میں یہ واقعہ خلاف اس اقرارنامہ کے ہوگا، جس پر طلاق کو معلق کیا ہے، یا نہیں؟ حافظ صاحب اور ان کے بیٹے برکت اللہ کے تصور میں مٹھائی اور کپڑا لانا آوارہ گردی میں داخل ہے، حالانکہ برخوردار اپنی بیوی کے واسطے لے کر گیا تھا، نہ کہ کسی دوسری عورت کے واسطے بلکہ خاص اپنی بیوی کی محبت سے اس کے باپ اور بھائی کی پوشیدگی سے دینے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے اس کو آوارہ گردی تصور کیا۔

(اقرارنامہ)

منکر برخوردار ولد عبدالوہاب منمقر چونکہ منمقر کا نکاح مسماۃ طہر النساء دختر عبدالوہاب۔ مذکور سے ہوا تھا، عرصہ ایک سال سے زائد ہوتا ہے کہ منمقر نے تین خطوط مسماۃ مذکورہ کے وارثوں کے نام بھیجا تھا کہ مجھے منظور نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ گذر بسر کریں، یا میرے مکان میں رہیں، لہٰذا آج تک درمیان میں تنازع اور فساد رہا تھا، درمیان چند اشخاص مندرجۂ ذیل کے میں اقرار کرتا ہوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) یجوز نکاح علی نفسه وکل من لا یجوز تصرفه فی ماله بولایة نفسه لا یجوز نکاحه علی نفسه، بحر کوئٹه ص۱۰۹ ج۳ باب الاولیاء، مجمع الأنهر ص۴۸۸ ج۱ باب الاولیاء والاکفاء، دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط. هدایه ص:۳۸۵، ج:۲، اول باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۴۲۰ ج۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، الدر مع الرد کراچی ص۳۵۵ ج۳ باب التعلیق، مطلب مهم، الاضافة للتعریف لا للتقیید الخ.

لکھ کر دیتا ہوں کہ مسماۃ مذکور کو کسی قسم کی تکلیف مثل نان ونفقہ کے نہ ہونے پاوے گی یا میں آوارہ گردی کروں یا آئندہ کسی قسم کے خطوط متنازعہ یا شکایت درمیان میں پیش آئے تو مسماۃ بالا مذکور نکاح سے باہر ہے، یعنی طلاقِ مغلظہ ہو جاوے لہٰذا بحالتِ صحتِ نفسِ وثباتِ عقل بلا اکراہ واجبار کے یہ چند کلمہ بطور اقرار نامہ کے لکھ دیا تا کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت پر کام آوے نام اشخاص جن کے سامنے اقرار کرتا ہوں۔

محمد حنیف وعبدالغفور وامیر بخش، حبیب اللہ، سبحان، محمد اشرف

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے لئے مٹھائی وکپڑا لے کر جانا شرعاً کوئی عیب یا آوارہ گردی نہیں، محض اس کی وجہ سے طلاق نہیں ہوگی،[1] یہ اقرار نامہ کی خلاف ورزی نہیں ہے، اور کسی قسم کی تکلیف اپنی بیوی کو پہنچائی ہو تو شرعی ثبوت کے بعد اس پر حکم جاری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶/۵/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

طلاق انشاء اللہ کا حکم

سوال:- مظہر اور اس کی بیوی میں حالات ناسازگار ہوئے جس کی وجہ سے بیوی کے والدین نے مظہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا، مگر تیار نہ ہوا، آخر میں مجبور ہو کر مظہر نے کہا کہ طلاق دیدوں گا، چنانچہ کچھ دنوں بعد مظہر نے بلا نیت وارادہ طلاق چند اشخاص کے رُوبرو کہا کہ طلاق انشاء اللہ تعالیٰ طلاق انشاء اللہ تعالیٰ طلاق انشاء اللہ، اس واقعہ کے بعد ایک سال تک یہ معاملہ پنچایت

[1] وركنه أى الطلاق لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص ۲۳۰ ج۳ كتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص۸ ج۲ كتاب الطلاق مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۸ ج۱ كتاب الطلاق.

میں پڑا رہا، جس میں اہل علم اور سرپنچ وغیرہ شامل ہوتے رہے اور یہ طے پایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، چنانچہ اس وقت سے وہ عورت آباد ہے، کیا از روئے شرع یہ ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنے سے طلاق نہیں ہوئی، دونوں میں نکاح بدستور قائم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

طلاق کا لفظ کہہ کر انشاء اللہ آہستہ کہنا

سوال:- زید کو چند آدمیوں نے پکڑ کر مار پیٹ کر اس سے ایک تحریری بیان لیا، کہ لکھو میں نے فلاں کو گالی دیا اور فلاں چیز چڑھایا ہوں، بیچارہ زید نے ڈر کی وجہ سے لکھ دیا، بیان کے آخر میں **کُلّما** کی قسم بھی لیا، کہوا گر یہ بیان جھوٹ ہو اور غلط ہو تو جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، اور بیچارے زید کے علم میں ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے، لیکن اگر قسم سے انکار کرتا ہے، تو چاروں طرف سے ڈنڈے پڑتے ہیں، لہٰذا ڈر کر قسم کھالیا، قسم کے ساتھ آہستہ سے انشاء اللہ کہا کہ دوسرے شخص نے یہ اشارہ نہیں سنا ہے، صرف زید نے سنا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ اشارہ کرنا معتبر ہے، یا کہ نہیں؟ قضاءً ودیانۃً اور کسی اعتبار سے بھی شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس نے آہستہ سے متصلاً انشاء اللہ کہہ لیا جس کو خود سن بھی لیا تو اس سے یمین نہیں ہوئی،

---

[1] إذا قال لإمرأته أنت طالق إن شاء اللّٰه متصلاً به لم يقع الطلاق. عالمگیری ص:۴۵۴، ج:۱، كتاب الطلاق، الفصل الرابع فی الاستثناء، مطبوعه كوئٹه . الدرالمختار على الشامی كراچی ص۳۶۶، ج۳، كتاب الطلاق، مطلب فی مسائل الاستثناء والمشيئة، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۵۶ ج۲ قبيل باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اس کے خلاف کرنے سے حانث نہیں ہوگا: **لو قال لها انتِ طالق انشاء اللّٰه متصلاً مسموعاً بحيث لوقرب شخص اذنه الٰى فمه يسمع لايقع اهـ درمختار[1] ۵۰۹، ولو الحالف مكرها او مخطئاً اوناسياً فى اليمين او الحنث فيحنث بفعل المحلوف عليه مكرهاً اهـ (درمختار[2]) كتب الطلاق واستثنٰى بلسانه اوطلق بلسانه واستثنٰى بالكتابة هل يصح لا رواية لهٰذهٖ المسئلة وينبغى ان يصح كذا فى الظهيرية اهـ[3] شامى ص: ٤٢٩، ج:٢، قبل باب الصريح.** اگر زید سے زبانی یہ قسم لی جاتی اور وہ بلا اکراہ کے یہ قسم کھالیتا اور اس میں آہستہ سے انشاء اللہ کہہ دیتا تو تب بھی یمین کی ذمہ داری زید پر عائد نہ ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

---

[1] الدرالمختار على الشامى كراچى ص:٣٦٦، ج:٣، مطبوعه نعمانيه ص:٥٠٩، ج:٢۔ مطلب الاستثناء يطلق على الشرط، باب التعليق، تبيين الحقائق ص ٢٤٣ ج ٢ مكتبه امداديه ملتان، تاتارخانيه ص ٣٨٨ ج ٣ الفصل التاسع فى الإستثناء فى الطلاق.

[2] الدرالمختار على الشامى كراچى ص:٩—٧٠٨، ج:٣، كتاب الايمان، مطلب فى الفرق بين السهو والنسيان، البحر كوئٹه ص ٢٨٠ ج ٤ كتاب الأيمان، هدايه ص ٤٧٩ ج ٢ كتاب الأيمان مكتبه اشرفى ديوبند.

[3] شامى كراچى ص:٢٤٧، ج:٣، شامى نعمانيه ص:٤٢٩، ج:٢۔ كتاب الطلاق، مطلب فى الطلاق بالكتابة، عالمگيرى كوئٹه ص ٣٧٨ ج ١ الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة.

AGE24\A0.
not found.

فصل اول : طلاق کی قسم اٹھانا

بیوی کو طلاق کی قسم دینا

سوال:- زید اور اسکی بیوی میں کافی دنوں سے اختلاف ہے، ایک بار زید نے کہا کہ اگر تو کسی بھی رشتہ دار سے بات کریگی تو تجھے طلاق کی قسم، یہ لفظ تین مجلسوں میں تین بار کہا، اسکی بیوی برابر اپنے رشتہ داروں سے تعلق رکھتی ہے، اسکی بیوی نے پریشان ہوکر کہا کہ اگر تو مجھے نہیں رکھتا تو دو آدمیوں کو بلا کر میرا فیصلہ کردے، اس پر زید نے کہا دو آدمیوں کی کیا ضرورت ہے، میں نے جو کہا وہ پکے ارادہ سے کہا ہے، یعنی طلاق کی جو قسم دی ہے، ایک مرتبہ بیوی کسی رشتہ دار سے لاکر کھانا کھا رہی تھی تو زید نے آکر مار پیٹ کی، اس پر بیوی نے گھر سے نکلنا چاہا، تو زید نے برقعہ اٹھا کر دیا کہ برقعہ پہن کر جا بغیر برقعہ کے کیوں جاتی ہے، صورتِ مذکورہ میں بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو رجعی یا بائنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی[1] مگر شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک،

---

[1] لو قال ان خرجت يقع الطلاق اولا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الاضافة اليها. الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص٤٥٨ج٤، مطبوعه كراچی ص٢٤٨ج٣، اول باب الصريح، وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق (بقیہ آئندہ پر)

ملاطفت ومودّت کا معاملہ کرنا ضروری ہے، مار پیٹ وغیرہ کا طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہئے بیوی کو بھی لازم ہے کہ شوہر کا احترام، ادب، اطاعت، دلجوئی کرتی رہے، دونوں اس پر عمل کریں تو صحیح طریقہ پر گھر آباد ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۱۳۹۵ھ

بیوی موجود نہیں پھر طلاق کی قسم کھائی

سوال:- اگر زید نے یہ قسم کھائی کہ اگر آج سے میں یہ کام کروں تو جب تک میں ایک ہزار روپیہ غریبوں کو نہ تقسیم کروں، میری بیوی پر طلاق مگر کسی عذر کی بناء پر کرلوں تو اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے، (یہ ہے زید کا قول) آپ فرمائیں اسکو کیا مجبور سمجھا جائیگا، یا وہ یہ کام کرلیا بغیر کسی عذر کے مگر اسکے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ تقسیم کرے (یعنی اسکی آمدنی نہیں) یا اگر وہ تقسیم کر رہا ہے تو والدین کو انکے علاوہ گھر والوں کو تکلیف ہوگی، اور اسکی اتنی عمر ہوگی کہ وہ اس عمر میں شادی نہ کرے تو اس سے بڑھ کر گناہ ہوسکتا ہے، یعنی اس کیلئے شادی کرنا ضروری ہوگیا، اب اس حالت میں کیا کرے اور اس سے بچنے کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟ ان تمام صورتوں کو بالتفصیل تحریر فرماویں۔

(۲) پھر اگر زید نے اس قسم کو توڑنے کے بعد شادی کرلی تو اگر شریعت کے لحاظ سے طلاق

(گذشتہ کا بقیہ) من صریح أو کنایة الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۱ ج ۴ کتاب الطلاق الدر المنتقیٰ علی الملتقیٰ ص ۳ ج ۲ کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قالَ قِیْلَ لِرَسُولِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اَیُّ النِّسَاء خَیْرٌ قالَ اَلَّتِیْ تَسُرُّهُ اِذَا نَظَرَ وتُطِیْعُهُ اِذَا اَمَرَ ولا تُخَالِفُهُ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا یَکْرَهُ. مشکوٰة ص ۲۸۳، باب عشرة النساء، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سی عورت بہتر ہے ارشاد فرمایا وہ عورت کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب شوہر اس کو کسی چیز کا حکم کرے تو وہ شوہر کی اطاعت کرے اور اپنے جان ومال میں اس کی مخالفت نہ کرے جو اس کو ناپسند ہو۔

ہوجائے، اور وہ بیوی کو اپنے پاس رکھے اس سے وطی بھی کرے پھر جب استطاعت ہوتو وہ رقم ادا کر کے اس سے نکاح کرلے تو یہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہوگا یا نہیں؟ اسلئے کہ جب عورت کو طلاق دی جاتی ہے، تو بغیر حلالہ کے کرائے ہوئے نکاح اس کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا ہے، وضاحت کے ساتھ جواب تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قسم کھاتے وقت زید کی بیوی موجود نہیں تو اس قسم کے خلاف کرنے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی،[1] خواہ قسم توڑنے کے بعد شادی کرے، یا پہلے کرلے، اس کے بعد قسم توڑے، طلاق سے بالکل بے فکر رہے، البتہ اگر وہ کام گناہ کا ہے، تو اس سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے، گناہ اگر ہوجائے تو توبہ واستغفار لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

مکان میں داخل ہونے کی قسم اور اس سے بچنے کا حیلہ

سوال:- زید نے غصہ میں اپنے مکان میں جانے سے قسم کھائی اور کہا ہے اپنی بیوی کو کہ اگر میں اس مکان میں آؤں تو تجھ پر تین طلاق، صرف یہ الفاظ ایک دفعہ کہے ہیں، تین دن ہوگئے ہیں، زید اپنے مکان مسکونہ میں نہیں گیا ہے، لیکن زید اس مکان کا مالک نہیں ہے، پس سوال یہ ہے کہ زید اب اس مکان میں جانا چاہتا ہے، وہ اس مکان میں کس صورت سے جاسکتا ہے، کہ گنہ گار بھی نہ ہو اور طلاق بھی واجب نہ ہو۔

---

[1] ولا تصح اضافة الطلاق الا ان يكون الحالف مالكاً اويضيفه الى ملك فان قال لاجنبية ان دخلت الدارفانت طالق ثم نكحها فدخلت الدار لم تطلق. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱۔ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، بكلمة ان واذا الخ، مطبوعه كوئٹه، شامی ص۳۴۴ج۳ باب التعليق، دار الفكر بيروت، البحر كوئٹه ص۳ج۴ باب التعليق.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اشارہ کر کے متعین کر دیا کہ اس مکان میں آؤں تو تجھ پر تین طلاق اب وہ مکان خواہ زید کی ملک ہو یا نہ ہو، بہر صورت اس میں جانے سے اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی، اور اب اگر اس میں جانا چاہتا ہے، تو اس کی صورت یہ ہے کہ زید خود نہ جائے بلکہ دوسرے لوگ اس کو اٹھا کر زبردستی مکان میں لے جائیں، اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق نہ ہوگی، اگر بغیر اٹھائے خود اپنے پیروں سے چل کر مکان میں جائے گا، خواہ دوسرے کے اصرار اور زبردستی ہی سے سہی تب بھی طلاق ہو جائے گی۔ **اذا حلف الرجل لایدخل دار فلان وادخل مکرهاً لا یحنث هٰذا اذا حمله انسان وادخله مکرها واذا اکرهه حتیٰ دخل بنفسهٖ یحنث عندنا فتاویٰ عالمگیری[1] ص:۸۳۶، ج:۴، وکذا فی الاشباه[2] والنظائر ص:۳۱۲۔ فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم.** حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۳/ربیع ۲/۵۸ھ

کیا ارتداد سے یمین ساقط ہو جاتی ہے؟

سوال:- اگر زید نے اسلام کی حالت میں قسم کھائی کلما کے ساتھ یعنی جب بھی میرا نکاح ہو تو طلاق ہو، اور پھر اس کے بعد میں زید نعوذ باللہ من ذلک مرتد ہو جائے اور پھر اسلام لے آئے تو اس قسم کا اعادہ ہوگا، جو اس نے قسم اسلام کی حالت میں کھائی تھی، یا اس قسم کا اعادہ نہیں ہوگا؟ برائے کرم مکمل ومدلل مع احادیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص: ۴۰۰، ج: ۶، کتاب الحیل، الفصل التاسع فی الایمان.

[2] الاشباہ والنظائر ص: ۲۲۰، الفن الخامس وهو فن الحیل فی الحج والنکاح والطلاق الخ، مطبوعہ اشاعت الاسلام دهلی، تاتارخانیه ص ۵۷۲ ج ۴ کتاب الأیمان، الحلف علی الأفعال: الدخول، ادارة القرآن کراچی.

الجواب حامداًومصلیاً

اس نیت سے مرتد ہونا کہ تعلیق باطل ہوجائے نہایت خطرناک ہے، نہیں معلوم کہ ارتداد کے بعد اسلام قبول کرنے کی مہلت ملتی ہے، یا نہیں، اس سے پہلے ہی وقت موعود آجاتا ہے، نیز پھر اسلام سے محبت رہے، یا نفرت پیدا ہوجائے، فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ نیت کرے کہ کل کو مرتد ہوجائے گا، تو وہ ابھی سے کافر ہوجاتا ہے،[۱] تصرفاتِ مرتد کے ذیل میں شامی[۲]، بحر[۳] وغیرہ میں تعلیق کے ذیل میں بطلان وبقاء یمین کے متعلق امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف نقل کیا ہے؟

کوئی شخص مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا جائے، اور قاضیٔ اسلام اس کے لحاق کا حکم کردے، پھر وہ مسلمان ہوکر دارالاسلام میں لوٹ آئے تو اس کی تعلیق بھی عود کر آئے گی، جیسے کہ اس کی املاکِ باقیہ عود کر آئیگی، یہ مسلک صاحبینؒ کا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم لحاق بمنزلۂ موت کے ہے، جس کی بناء پر تعلیق ساقط ہوچکی ہے، اب اس کے عود الی الاسلام سے تعلیق عود نہیں کرے گی۔

وكذا يبطل بلحاقه مرتداً بدار الحرب خلافاً لهما اهـ درمختار قوله وكذا يبطل اى التعليق قوله خلافاً لهما اى للصَّاحبين فعندهما لا يبطل التعليق لان زوال الملك لا يبطله وَلهٗ بقاء تعليقه باعتبار قيام اهليتهٖ و بالارتداد اِرتَفَعتِ العصمةُ فلم يبق تعليقه لفوات الاهلية فاذا عَاد الى الاسلام لم يعد ذٰلک التعليق الذى حكم بِسُقُوطِهٖ بحر عن شرح المجمع للمصنف شامى

---

[۱] واذا عزم على الكفر ولو بعد مائة سنة يكفر فى الحال كذا فى الخلاصة، عالمگیری ص ۲۸۳/ ج۲/ احكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر والامر بالارتداد الخ. مطبوعه كوئٹه.

[۲] الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۶۰۰/ ج۴/ مطبوعه كراچى ص ۳۴۹/ ج۳/ باب التعليق. مطلب فى معنى قولهم ليس للمقلد الرجوع عن مذهبه.

[۳] البحر الرائق ص ۲۱/ ج۴/ باب التعليق تحت عبارة كنز الدقائق، وزوال الملک بعد اليمين لا يبطلها.

ص ۴۹۷/ ج ۲/[1] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۱۴۰۰ھ

یمین فور

سوال:۔شوہر نے بیوی کو مارا، بیوی غصہ میں پڑوسی کے گھر چلی گئی، اور گھر پر آنے کو تیار نہیں ہوئی، اس پر شوہر نے غصہ میں کہا کہ اگر تم باپ کے یہاں بھی گئی تو تم کو تینوں طلاق اور پھر ایک دوسرے کے لڑنے پر کہا کہ ہاں اگر باپ کے ڈیہہ پر قدم رکھے تو تینوں طلاق، شوہر کا بیان ہے کہ میرا مطلب اس سے اس وقت تک کے لئے تھا کہ جب تم ابھی میرے گھر نہیں جاؤ نگی، تو اس وقت باپ کے یہاں بھی نہیں جاسکتی ہو، اگر اس وقت چلی جاؤ گی تو تم کو تینوں طلاق، اب سوال یہ ہے کہ تعلیق طلاق جس کی تشریح شوہر کر رہا ہے، اس وقت کے لئے خاص ہوگی یا عام ہوگی، کہ جب بھی بیوی باپ کے گھر جائے گی تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ یمین فور کا موقع ہے، اگر شوہر یہ کہتا ہے کہ میرا مقصد یہی تھا کہ غصہ اور ناراضگی کی وجہ سے میرے مکان سے نکل آئی، لہٰذا پہلے وہیں واپس چلو، اگر وہاں واپس چلنے سے پہلے باپ کے گھر گئی تو تینوں طلاق، تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،[2] عورت کو چاہئے کہ پہلے شوہر کے

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۶۰۰/ ج۴/مطبوعه کراچی ص ۳۴۹/ج۳/ باب التعلیق. مطلب فی معنی قولهم لیس للمقلد الرجوع عن مذهبه.

[2] کمایستفاد من هذه العبارة تهیأت للخروج فحلف لاتخریج فاذا جلست ساعة ثم خرجت لایحنث لان قصده منعهامن الخروج الذی تهیات له فکانه قال ان خرجت الساعة ،شامی زکریا، ص۴۵۴/ج ۵/ مطبوعه کراچی ،ص ۷۶۲/ج۳/ کتاب الایمان مطلب فی یمین الفور والقول له بیمینه الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،زکریا ،ص ۵۳۳/ج۴/ اول باب الکنایات .(مطبوعه کراچی ،ص ۳۰۰/ج۳، النهر الفائق ص۳۷ج۳ کتاب الأیمان باب الیمین فی الدخول الخ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۳۱۵ج۴ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مکان پر آجائے، پھر شوہر کی اجازت ورضامندی سے حسب موقع والد کے مکان پر جائے۔

اگر شوہر کے مکان پر جانے سے پہلے والد کے مکان پر چلی جائے گی تو طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۹۵ھ

یمین فور

سوال:۔ زید وعمر میں چند باتوں میں کھیت میں ہل چلانے کے درمیان تکرار ہوگیا، زید باپ ہے، اور عمر اس کا حقیقی بیٹا ہے، زید نے اپنے بیٹے عمر سے ہل اور بیل کھیت سے مکان بار بار لے چلنے کا حکم دیا، لیکن عمر چند منٹ خاموش بیٹھا رہا، جواب میں صرف اتنا کہتا رہا کہ آپ پہلے چلیں، باپ نے عمر بیٹے سے ناراض ہوکر کہا کہ اگر تم یہیں بیٹھے نہ رہو تو تمہاری ماں کو طلاق اور تین طلاق شام ہوچکی تھی باپ یہ کہہ کر گھر کی طرف چلا آیا، اور بیٹا کچھ توقف کے بعد وہ بھی مکان چلا آیا، باپ کا قصد تو صرف بیٹے کو قسم دلا کر غصہ سے کھیت میں روکدینا منظور تھا، نفس طلاق کا بالکل ارادہ نہ تھا، کیونکہ میاں بیوی میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ اپنے اس کہنے پر اس کو بہت ندامت ہے، اب سوال یہ ہے کہ آیا طلاق زید کی بیوی پر واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی تو کونسی طلاق واقع ہوئی؟ مابین ازدواجی تعلق رکھنے کی کیا صورت ہے؟ جبکہ دونو ایاس کو پہنچ چکے ہیں، اور ایک دوسرے کی دیکھ ریکھ کے سخت حاجت مند ہیں، شرعی حکم بتانے کے بعد بتائیں کہ اصولاً زید کے حق میں یہ یمین فور ہے یا تعلیق طلاق علیٰ فعل اجنبی، جبکہ اس نے باارادۂ طلاق یہ کلمہ نہیں کہا ہے، بلکہ صرف بیٹے کو قسم دلا کر روکنا مقصود تھا، مسئلہ بالا کا شرعی حکم واضح طور پر بیان فرمائیں، عین نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بظاہر یہ یمین فور ہے، ہمیشہ کیلئے اس جگہ بیٹے کو بٹھانا مقصود نہیں تھا، باپ کے کہنے کے بعد بیٹا

کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ طلاق وہاں بیٹھے نہ رہنے پر تھی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم رمضان المبارک ۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند // // //

[1] وشرط للحنث فی ان خرجت مثلاً لمرید الخروج فعله فوراً لان قصده المنع لمن ذٰلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیه وهذة تمسی یمین الفور (الدرمختار شامی، ص ۷۶۲/ج۳/ مطلب فی یمین الفور کتاب الایمان شامی نعمانیه، ص ۸۴/ج۳/ باب الیمین فی الدخول، البحر الرائق ص۳۱۵ج۴ کتاب الإیمان باب الیمین فی الدخول، مطبوعه الماجدیه کوئٹه سکب الأنهر ص۲۸۷ج۲، کتاب الأیمان باب الیمین فی الدخول الخ دار الکتب العلمیة بیروت.

AGE24\A0.
not found.

فصل دوم:

کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینا

کلما کی قسم

سوال:۔ مثلاً زید نے مع احباء ملکر بکر وعمر کو کسی بات پر جبراً کہا ہے کہ دونوں کو آپس میں تا قیام مدرسہ گفتگو کرنے سے منع کیا جاتا ہے، اور اگر ایک کہیں چلا گیا اتفاقیہ دوسرے کے پاس اگر مہمان ہو گیا تو اس صورت میں علیٰ حالہٖ گفتگو کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر خدانخواستہ تم دونوں میں سے کوئی بیمار ہو گیا، اور حالفین نے تیمارداری کی اجازت دی تو بول سکتے ہیں، اور بکر وعمر کو کہا ہے کہ تم دونوں عدم گفتگو پر حلف کھا سکتے ہو یا نہیں، اگر کھا سکتے ہو لفظ کلما کے ساتھ حلف کھالو اور یوں کہو کہ میں نے فلاں کے ساتھ تا قیام مدرسہ قولاً وتحریراً گفتگو کی تو جتنی عورتوں سے نکاح کرونگا مطلقہ ہو جائیں گی، اور بکر اور عمر نے مجبوراً تسلیم کر لیا اور ایک نے الفاظ مذکورہ زبان سے سنا دیئے دوسرے نے کہا مجھے یہ الفاظ تو یاد نہیں رہتا ہے لکھدو اور اسے پرچہ دیکھ کر سنا دیا تو تفصیل وار بحوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمائی جائے، اور گر محلوفین کے درمیان آپس میں قرض ہے تو اسکی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی اور اگر محلوفین اور غیر محلوفین شریک ہو کر کھانا پکاویں اور ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھالیں ایک پیالہ سے، تو حانث ہوں گے یا نہیں، نیز اس قسم کے حلف دینے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر تا قیام مدرسہ بکر اور عمر کسی قسم کی بھی گفتگو کریں گے تو حانث ہو جائیں گے، خواہ قولاً گفتگو کریں خواہ تحریراً حتی کہ اگر ایک مثلاً بکر کسی مجمع میں موجود تھا، اور عمر نے آ کر السلام علیکم کہا تب بھی حانث ہو جائیں گے، اسی طرح اگر تشمیت کی یا اور کوئی بات کی جو کچھ قرض کا معاملہ آپس میں ہے اس کے متعلق جبر کرنے والوں سے کہیں کہ وہ کوئی انتظام کریں یا کوئی اور شخص وصول کر کے دیدے، شریک ہو کر بغیر گفتگو کے کھانے پکانے اور ساتھ کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ ''لان الیمین وقعت علی الکلام لاعلی المواکلة'' اگر گفتگو کریں گے تو حانث ہو جائیں گے، اور جو نکاح کریں گے طلاق ہو جائے گی، البتہ اگر کسی فضولی نے نکاح کر دیا اور حالف نے قول سے نہیں بلکہ فعل سے اجازت دیدی اس طرح مہر زوجہ کے حوالہ کر دیا تو پھر اس حلف کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگر گفتگو کرنے سے پہلے نکاح کر لیا تب طلاق نہ ہوگی، اور اس صورت میں خواہ خود نکاح کر لے خواہ کوئی وکیل کرے، خواہ فضولی کرے ''ان کلم فلانا فکل امرأة یتزوجها فهی طالق فهو علی التزوج بعد الکلام اھ بزازیه[1] ص ۲۸۸ / ج ۴ / ولو مر الحالف علی جماعة فیهم المحلوف علیه فسلم علیهم الحالف حنث وان لم یسمع المحلوف علیه اھ هندیة[2] ص ۹۷ / ج ۲ / ولو عطس فلان فقال یرحمک اللّٰه یحنث کذافی الخلاصة اھ هندیة[3] ص ۹۹ / ج ۲ / حلف

---

[1] بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۸۸ ج ۴ کتاب الایمان، الثامن فی الکلام، نوع آخر فی المعترضة، خلاصة الفتاوی ص ۱۴۴ ج ۲ کتاب الایمان، الفصل التاسع فی الیمین فی الکلام، الجنس الثانی فی المعترضة مطبوعه لاهور.

[2] هندیه کوئٹه ص ۹۷ ج ۲ الباب السادس فی الیمین علی الکلام، خانیه علی الهندیه ص ۱۰۲ کتاب الایمان فصل فی الکلام والقراءة بحر کوئٹه ص ۳۳۲ باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام.

[3] هندیه کوئٹه ص ۹۹ ج ۲ الباب السادس فی الیمین علی الکلام، تاتارخانیه کراچی ص ۴۶۰ کتاب الیمان، الفصل العاشر فی الحلف علی الاقوال، نوع منه فی الکلام، خلاصة الفتاوی ص ۱۴۳ ج ۲ الفصل التاسع فی الیمین فی الکلام مطبوعه امجد اکیڈمی لاهور.

لایتزوج فالحیلة ان یزوجه فضولی ویجیزه بالفعل اھ "اشباہ،ص[1] ۳۱۱/)

اس قسم کا حلف دینا اکثر مشائخ کے نزدیک ناجائز ہے، اگر مدعیٰ علیہ انکار کردے تو قاضی جبر نہیں کرسکتا، اور نہ سکوت کی وجہ سے فیصلہ جائز ہے، اگر فیصلہ کردیگا تو وہ نافذ نہ ہوگا، اور بعض علماء کے نزدیک جائز ہے "**والیمین باللّٰہ تعالیٰ لابطلاق وعتاق الااذا الخ اھ کنز، والتحلیف بالطلاق والعتاق والایمان المغلظة لم یجوزه اکثر مشائخنا اھ وفی الخانیة وان اراد المدعی تحلیفه بالطلاق والعتاق فی ظاهر الروایة لایجبره القاضی الیٰ ذٰلک لان التحلیف بالطلاق والعتاق حرام ومنهم من جوزه فی زماننا والصحیح مافی ظاهر الروایة اھ وفی کتاب الحظر والاباحة من التتارخانیه والفتویٰ علی عدم التحلیف بالطلاق والعتاق اھ وفی خزانة المفتیین کمافی منیة المفتی وزاد فلو حلفه القاضی بالطلاق فنکل وقضی بالمال لاینفذ قضائه علیٰ قول الاکثر اھ واما من قال بالتحلیف بهما فیعتبر نکوله ویقضیٰ به اھ بحر،[2] ص ۲۱۳/ج۷/"**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ج۲/۵۹ھ

کلما کی قسم

سوال:۔ زید نے کلما کی قسم کھائی جس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص کہتا ہے کہ کلما کی قسم کھا کر

---

[1] الاشباه والنظائر ص ۲۱۹ الفن الخامس وهو فن الحیل، السادس فی النکاح، دار الاشاعت دهلی، الدر مع الشامی زکریا ص ۶۷۲ ج۵ باب الیمین فی الضرب والقتل مطلب حلف لا یتزوج فزوجه فضولی، هندیه کوئٹه ص ۴۱۹ ج۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمة کل وکلما.

[2] بحر کوئٹه ص ۲۱۳ ج۷ کتاب الدعوی، مجمع الأنهر ص ۳۵۵ ج۳ کتاب الدعوی دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۵ ج۵ کتاب الدعوی.

کہتا ہوں کہ فلاں کام میں نے نہیں کیا، حالانکہ اس نے وہ کام کیا، اور یہ قسم ایسے شخص نے کھائی جو کلما کے معنی اور اس کا مطلب اور اس کا اثر جانتا تھا، تو کیا صرف اتنا لفظ کہہ دینے سے قسم منعقد ہوجائے گی، یا پوری عبارت کہنے سے منعقد ہوتی ہے، اور اس قسم میں حانث ہونے پر کوئی حیلہ یا کفارہ ہے، جو بیوی کو طلاق نہ پڑے، مدلل مفصل مع حوالہ کتب جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اتنا کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوئی[1] اس لئے حانث ہونے اور کفارہ ادا کرنے یا حیلہ تلاش کرنے کا اس پر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے اس سے اجتناب لازم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۸۵ھ

کلما کی قسم

سوال: ۔زید نے جھوٹی قسم کھائی اور پھر یہ کہا کہ اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی کو تین طلاق، اب اگر زید نکاح کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے کوئی گنجائش شرعی ہے یا نہیں؟ بعض علماء نکاح فضولی سے اس کے لئے نکاح صحیح ہوجانے کو کہتے ہیں،

---

[1] قد اشتهر فی رساتیق شر وان أن من قال جعلت کلما أو علی کلما أنه طلاق ثلاث معلق، وهذا باطل ومن هذیانات العوام، شامی کراچی ص۲۴۷ ج۳ باب الصریح ان الیمین لغیره تعالیٰ تارةً یحصل بها الوثیقة ای استیثاق الخضم بصدق الحالف کالتعلیق بالطلاق والعتاق ممالیس فیه حرف القسم وتارة لمایحصل مثل وابیک ولعمری فانه یلزمه بالحنث فیه شئی فلاتحصل به الوثیقة (شامی کراچی، ص ۷۰۵/ج۳/ مطلب فی حکم الحلف بغیره تعالیٰ شامی نعمانیه، ص ۴۶/ج۳/کتاب الایمان)

[2] عین الکذ ب حرام، شامی کراچی، ص۴۲۷/ج۶/ باب الحظر والاباحة الزواجر ص ۸۹۱ ج۴ الکبیرة الاربعون بعد الاربع مائة الکذب الذی فیه حد أو ضرر طبع مصطفی الباز مکه مکرمه، کتاب الکبائر ص ۱۰۱ الکبیرة الثلاثون الکذب فی غالب اقواله، مطبوعه نزار مصطفی الباز، مکه مکرمه.

اور بعض انکار کرتے ہیں، اور شریعت مطہرہ کا اس میں جو بھی حکم ہو جس سے نکاح کے بعد طلاق واقع نہ ہو اس کو بیان فرمادیں، اگر نکاحِ فضولی سے اس کا نکاح صحیح ہو جائے، تو ایسا طریقہ تفصیل سے بیان فرمائیں، جس میں شرعی قباحت نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی شخص نے اس طرح کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی پر تین طلاق، تو اس کے لئے اس قسم سے بچنے کے لئے تدبیر یہ ہے کہ کوئی شخص جو کہ حالات سے واقف ہو وہ جس عورت سے اس کا نکاح مناسب سمجھے بحیثیت فضولی نکاح کردے، مثلاً اس عورت سے کہے میں نے تمہارا نکاح اتنے مہر پر فلاں شخص سے کردیا وہ عورت جواب میں کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا، اور ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے ہو، پھر یہ فضولی اس قسم کھانے والے سے آکر کہے کہ میں نے فلاں عورت سے تمہارا نکاح کردیا ہے، اتنا مہر لاؤ، وہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کل یا جز ومہر دیدے، پھر وہ مہر عورت کے پاس پہنچادے، اس طرح اس نکاح فضولی کی یہ اجازت فعلی ہوئی، جس سے نکاح درست ہوگیا، اور قسم بھی نہیں ٹوٹی، اور اس عورت پر طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔

"ففی جمیعها ای جمیع الا لفاظ اذا وجد الشرط انتهت الیمین الا فی کلما فانها تنتهی فیها بعد الثلاث مالم تدخل علیٰ صیغة التزوج لدخولها علیٰ سبب الملک فلوقال کلما تزوجت امرأ ةً فهی طالق تطلق بکل تزوج ولوبعدزوج اٰخر والحیلة فیه عقد الفضول وکیفیة عقد الفضولی ان یزوج فضولی فاجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لابالقول فلاتطلق اھ"[1] مجمع الانهر، مختصرا، ص ۴۱۸-۴۱۹/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ

[1] مجمع الانهر، ص ۵۹-۶۰/ج ۲/باب التعلیق من کتاب الطلاق، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(جبراً کلما کی قسم لینا) نابالغ کی قسم، قسم کا کفارہ

سوال:۔زید ایک شخص بہت ہی غصہ والا ہے، اس نے ایک لڑکے سے جس کی عمر ۱۳/ یا۱۴/ یا۱۵/سال ہے اپنے غصہ کا رعب ڈالکر حلف اٹھوایا کہ اگر کوئی بات میں آپ سے پوشیدہ رکھوں تو میری بیوی پر جب میں شادی کروں طلاق ہے، پھر جتنی مرتبہ میں شادی کروں اتنی ہی مرتبہ طلاق پڑے، اگرچہ اس لڑکے کی ابھی شادی تو کہاں منگنی کی بات بھی کہیں طے نہیں ہوئی، اور یہ حلف چند ایسے امور کے متعلق اٹھوایا ہے جن کے ظاہر ہونے میں زید اور اس کی بیوی اور تمام گھر میں فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا دریافت طلب امور یہ ہیں:۔

(۱) کیا زید شرعی طور پر جب کہ وہ لڑکا اس کا کوئی قرابت دار بھی نہیں، بلکہ زید کے لڑکے سے تعلیم پاتا ہے، اس لڑکے سے حلف اٹھوا سکتا ہے؟

(۲) کیا زید کے غصہ کے رعب میں آکر یہ حلف اس لڑکے کا اٹھانا شرعی حیثیت سے حلف ہوسکتا ہے؟

(۳) کیا اس حلف کی پابندی اس لڑکے پر ضروری ہے؟

(۴) کیا اس کی خلاف ورزی پر اس لڑکے کی بیوی پر نکاح کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی یا نہیں؟

(۵) کیا زید اس کے حلف کے ماتحت جس قدر حلف فعلاً اپنے حکم کا پابند بنانا کسی سے ملنے نہ دینا چاہئے اس کی تعلیم کا نقصان ہوا اٹھوالے وہ سب قابل پابندی ہیں؟

(۶) کیا ان حلفوں کا اور طلاق والے حلفوں کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

(۷) اگر ہو تو اس سے مطلع فرمائیں؟

(گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۱۹ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمة کل وکلمها، الدر مع الشامی زکریا ص ۶۷۲ ج ۵ باب الیمین فی الضرب والقتل، مطلب حلف : لا یتزوج فزوجه فضولی.

برائے نوازش اور خدا کے واسطے اس کا جواب مع حوالہ کتب ونقل عبارت ونمبر وار عنایت فرمائیں تاکہ ایک مسلمان کا گھر محفوظ رہ سکے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ ظلم ہے (۲) اگر لڑکا نابالغ ہے تو اسکا حلف شرعاً غیر معتبر ہے اور اگر بالغ ہے تو اس کا حلف معتبر ہے، اگر اس کو احتلام ہوتا ہے، یا وہ پورے پندرہ سال کا ہے تو بالغ ہے[۱]

(۳) بالغ پر پابندی ضروری ہے، نابالغ پر نہیں "واما شرائطها فی الیمین باللّٰه تعالیٰ ففی الحالف ان یکون عاقلاً بالغاً فلایصح یمین المجنون والصبی وان کان عاقلاً ،هندیه[۲]،ص ۵۱/ج۲/"

(۴) اگر بوقت حلف لڑکا بالغ ہے تو اسکے خلاف کرنے سے طلاق پڑ جاوے گی[۲]

(۵) اگر حلف کرے گا اور وہ بالغ ہے تو پابندی لازم ہوگی[۲]، پھر مصلحت اس کے خلاف سمجھے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے[۳]

(۶) اگر نابالغ ہے تو اس کا حلف ہی معتبر نہیں ہوگا، نہ اس کی پابندی لازم ہوگی[۴] مگر زید کا اس کی مصلحت کے خلاف اور نقصان دہ امور پر حلف لینا صریح ظلم ہے، اگر خلاف شرع کسی بات پر

---

[۱] بلوغ الغلام بالاحتلام أو الاحبال أو الانزال ..... والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة إذا انتهیا إلیه خمس عشرة سنة، هنیده کوئٹه ص ۶۱ ج۵ کتاب الحجر، الباب الثانی، الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ، تبیین الحقائق ص۲۰۳ ج۵ باب الحجر، فصل فی بلوغ الغلام الخ، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۸۴،۸۵ ج۸ باب الحجر، فصل فی حد البلوغ.

[۲] هندیه کوئٹه ص ۵۱ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول، شامی زکریا ص۴۷۳ کتاب الایمان، مطلب حلف لا یحلف حنث بالتعلیق، بحر کوئٹه ص۲۷۷ ج۴ اول کتاب الایمان.

[۳] الثانی أن یکون المحلوف علیه شیئاً غیره اولی منه ..... فالحنث افضل، بحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۹ ج۳ کتاب الایمان، طبع مکه مکرمه، حاشیه شلبی ص۱۱۴ ج۳ کتاب الایمان امدادیه ملتان.

[۴] ملاحظه حاشیه ۲۔

جبراً قسم لی ہے، تو اس خلاف شرع کی پابندی ناجائز ہے[1]۔

(۷) ایک قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس بھوکوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا دس غریبوں کو کپڑا پہنائے، یا دس غریبوں کو ہر ایک کو ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو ہر ایک قسم کے عوض میں تین روزے مسلسل رکھے، اور طلاق والے حلف میں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کردے، اور وہ لڑکا زبان سے کچھ نہ کہے نہ ہی اس نکاح کو قبول کرے، البتہ فعل سے اس نکاح کی اجازت دیدے اس طرح کہ بیوی کا مہر معجّل ادا کردے اس سے نکاح صحیح ہوجائے گا، اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ ''(ای الکفارۃ) احد ثلثۃ اشیاء ان قدر عتق رقبۃ یجزی فیھا مایجزی فی الظھار او کسوۃ مساکین او اطعامھم فان لم یقدر علی احد ھذہ الاشیاء الثلثۃ صام ثلثۃ ایام متتابعات وان اختار الطعام فھو علی نوعین طعام تملیک وطعام اباحۃ ،طعام التملیک ان یعطی عشرۃ مساکین کل مسکین نصف صاعٍ من حنطۃ او دقیق او سویق او صاعاً من الشعیر کمافی صدقۃ الفطر،وطعام الاباحۃ اکلتان مشبعتان غداء وعشاء اوغداء ان اوعشاء ان اوعشاء وسحور، والمستحب ان یکون غداء عشاء بخبز وادام ویعتبر الاشباع دون مقدار الطعام اھ ھندیہ، ملخص،ص ۶۱/ج۲/[2] حلف لایتزوج فالحیلۃ ان یزوجہ فضولی ویجیزہ

---

[1] نوع لایجوز حفظھا وھو ان یحلف علی ترک طاعۃ اوفعل معصیۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول، شامی زکریا ص۵۰۷ ج۵ کتاب الایمان، مطلب استعملوا لفظ ینبغی بمعنی یجب، بحر کوئٹہ ص ۲۹۱ ج۴ کتاب الایمان.

[2] ھندیہ کوئٹہ ص ۶۱، ۶۲، ۶۳ ج۲ کتاب الایمان، الباب الثانی الفصل الثانی فی الکفارۃ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۰۳ تا ۵۰۵ ج۵ کتاب الایمان مطلب کفارۃ الیمین، النھر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الایمان مطبوعہ مکہ مکرمہ.

بالفعل اھ (اشباہ[1] والنظائر، ص۳۱۱/)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۵۹ھ

”کلّمَا تزوجت“ کہنے کا حکم

سوال:- ایک شخص حلف اٹھاتا ہے اس نوع سے کہ جب نکاح کروں جب میری عورت کو طلاق اور وہ غیر شادی شدہ ہے، پھر شادی کرتا ہے تو اس کی عورت کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اس قسم کے حلف کا کیا حکم ہے، مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حلف کا حکم یہ ہے کہ جب وہ نکاح کرے گا جب ہی اس کی عورت پر طلاق ہوجائے گی۔

وفیھا کلھا تنحل ای تبطل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث فلا یقع ان نکحھا بعد زوج اٰخر الا اذا دخلت کلّما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولھا علٰی سبب الملک وھو غیر متناہ اھ درمختار[2] ص: ۷۷۲، ج:۲۔ فقط واللّٰہ تعالٰی اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوھی عفا اللّٰہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاھر علوم سھارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاھرعلوم سھارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ٤/٢/ ٦٣ھ

---

[1] الأشباہ والنظائر ص ۲۱۹ الفن الخامس وھو فن الحیل السادس فی النکاح، مطبوعہ دار الاشاعت دھلی، الدر مع الشامی زکریا ص ۶۷۲ ج۵ باب الیمین فی الضرب والقتل مطلب حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۱۹ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمۃ کل وکلما. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کلما کی قسم اوراس کا حل

سوال:۔زید نے اپنی زبان سے صرف یہ ادا کیا ہے کہ میں نے کلما کی قسم کھائی ہے اوراس کی نیت میں یہ ہے میں جب جب کسی عورت سے نکاح کروں گا،تو اس کو طلاق ہے، اورقسم کو زید نے اللہ اوراس کی صفات کے ساتھ متعلق نہیں کیا ہے،تو قسم واقع ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:۔قسم واقع ہو یا نہ واقع ہو کلما کی قسم کو توڑنے کی کوئی صورت ہو تو لکھدیں،اگر نہ ہو تو نکاح کرنے کی کوئی صورت ہو تو ضرور لکھیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

قسم کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے، نہ کہ اغراض پر جیسا کہ فقہ میں تصریح ہے "مبنیٰ الایمان علی الالفاظ دون الاغراض "اورمتن درمختار میں یہ الفاظ ہیں "الایمان مبنیة علی الا لفاظ لاعلی الاغراض "[1] لہٰذا کلما کی قسم منعقد ہی نہیں ہوئی، کیونکہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی،"وحاصله ان الیمین لغیره تعالیٰ تارةً یحصل بها الوثیقة ای استیثاق الخصم بصدق الحالف کالتعلیق بالطلاق والعتاق مما لیس فیه حرف القسم وتارةً لایحصل مثل وابیک ولعمری فانه لایلزمه بالحنث فیه شئی فلا تحصل به الوثیقة اھ[2] ردالمحتار،ص۴۶/ج۳/"،لیکن اگر کوئی شخص نکاح نہ کرنے کی قسم کھائے مثلاً اس

(گذشتہ کا حاشیہ) [1] الدر المختار مع الشامی کراچی ص:۳۵۲، ج:۳، مطبوعه نعمانیه ص۵۰۰، ج۲۔ باب التعلیق، مطلب ما یکون فی حکم الشرط، عالمگیری ص۴۱۵ ج۱ الفصل فی ألفاظ الشرط، مطبوعه کوئٹه فتاویٰ تاتارخانیه ص۵۰۵ ج۳ الأیمان بالطلاق، ادارة القرآن کراچی.

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی، ص۷۴۳/ج۳/ مبحث مهم باب الیمین فی الدخول والخروج کتاب الایمان ،شامی نعمانیه ،ص ۷۲/ج۳/) سکب الانهر ص۲۷۷ ج۲ باب الیمین فی الدخول والخروج، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۹۹ ج۴ باب الیمین فی الدخول والخروج.

[2] شامی کراچی ،ص ۷۰۵/ج۳/ مطلب فی حکم الحلف بغیره تعالیٰ شامی نعمانیه، ص۴۶/ج۳/ اول کتاب الایمان) منحة الخالق علی البحر کوئٹه ص۲۷۷ ج۴ اول کتاب الایمان.

طرح کہے کہ اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق یا جب جب نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق ،تو اس سے خلاصی کی یہ صورت ہے کہ اس کا کوئی دوسرا دوست اسکا نکاح کسی عورت سے کردے،اوراس کی طرف سے خود قبول کرے، پھر آکراس سے کہے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت سے کردیا،ایک انگوٹھی بطور مہر معجّل لاؤ اوروہ انگوٹھی خاموشی سے دیدے زبان سے کچھ نہ کہے اور یہ انگوٹھی اس کی طرف سے اس عورت کو دیدے کہ یہ تمہارے شوہر نے بطور مہر معجّل دی ہے، پس اسطرح قسم کھانے والے کی طرف سے یہ نکاح کی فعلاً اجازت ہوگئی، اور قسم کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، ''**حلف لایتزوج فزوجۂ فضولی واجاز بالقول حنث وبالفعل لایحنث بہٖ یفتیٰ،خانیہ درمختار ، قولہ وبالفعل کبعث المھر اوبعضہ بشرط ان یصل الیھا وقیل الوصول لیس بشرط النھر** اھ[1] ردالمحتار،ص ۱۳۷۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۱۴۰۶ھ

کلما کی قسم کا حل

سوال:۔(۱) زید نے کہا کہ اگر مجھے فلاں عورت یعنی ہندہ سے محبت یا عشق ہو تو جب جب میں کسی عورت سے شادی کروں تو اسے تین طلاق اور عربی میں بھی کہا ''**کلما تزوجتھا فھی طالق طالق طالق** '' اور حال یہ ہے کہ یہ مرد یعنی زید غیر شادی شدہ ہے،اس کا اب تک نکاح نہیں ہوا ہے، زید کو کبھی کبھی ہندہ کی طرف میلان ہوا ہے،مگر تھوڑی دیر خیال برا آیا اور پھر نکل گیا،تو اس شکل میں کسی عورت سے زید نکاح کرے گا، تو تین طلاق پڑیں گی یا نہیں؟ اگر تین طلاق واقع ہوگئیں تو دوبارہ اسی عورت یعنی مطلقہ سے نکاح کرنے کے بعد پھر طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

---

[1] شامی کراچی، ص ۸۴۶/ج۳/ مطلب حلف لایتزوج فزوجه فضولی شامی نعمانیه ، ص ۱۳۷/ج۳/ باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج ۲ باب التعلیق، طبع بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۱۹ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق بکلمة کل وکلما.

(۲) محبت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۳) عشق کی تعریف کیا ہے؟

(۴) اگر نکاح کے جواز کی کوئی بھی شکل نہ ہو تو پھر زید کیا کرے؟ اگر نکاح کی اجازت نہ ملی تو یقیناً ہر قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جائے گا، بلکہ ہو چکا۔

(۵) اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق کوئی شکل نہیں ہے تو آیا زید کیا شکل اختیار کرے؟

(۶) اگر حالت اضطرار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کے مذہب پر عمل کر لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید اسی عورت سے محبت کا مدعی ہے تو جس جس عورت سے جب جب نکاح کرے گا، طلاق مغلظہ ہو جائے گی، اور اس کے نکاح کی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص بغیر اس سے دریافت کئے اور بغیر اجازت لئے کسی عورت سے نکاح کر دے، اور زید کی طرف سے زید کے لئے فضولی بن کر خود ہی ایجاب وقبول کر لے اور زید کو اطلاع کر دے کہ میں نے فلاں عورت سے اس کا یعنی زید کا نکاح کر دیا، اتنا مہر معجّل دیجئے، اس پر زید زبان سے کچھ نہ کہے اور خاموش رہے اور مطلوبہ مہر معجّل دیدے تو یہ زید کی طرف سے اس کی اجازت بالفعل ہو جائے گی، اور نکاح درست ہو جائے گا، اور طلاق واقع نہیں ہوگی "**ولو قال انت طالق ثلاثاً ان کنت انا احب ذٰلک ثم قال لست احبه وهو کاذب فهی امرأته ویسعه فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ ان یطاها الیٰ قوله ان الحکم یدار علی الظاهر وهو الاخبار. شامی، ص ۵۰۴/ ج ۲/[1] حلف لایتزوج فزوجه فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل**

[1] شامی زکریا، ص ۶۱۴/ ج ۴/ مطبوعہ کراچی، ص ۳۵۹/ ج ۳/ باب التعلیق مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط، هندیه کوئٹه ص ۴۲۳ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة إن وإذا وغیرهما، بحر کوئٹه ص ۲۷ ج ۴ باب التعلیق.

لایحنث وبہٖ یفتیٰ الخ درمختار قولہ وبالفعل کبعث المھر اوبعضہ .شامی،[1] ص۱۳۷/ ج۳/.

اگر زید اس عورت سے محبت کا مدعی نہیں بلکہ منکر ہے تو نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، **لعدم الشرط۔**

اگر زید نہ مدعیٔ محبت ہے نہ منکر محبت بلکہ اس کو علم ہی نہیں کہ اس کو محبت ہے یا نہیں، اس لئے اپنی کیفیت قلبیہ بیان کرتا ہے تو یہ کیفیت نہ محبت ہے، نہ عشق، بلکہ یہ جوانی کی ایک خواہش ہے۔ شعر:

ایں نہ عشق است کہ در مردم بود.....ایں فساد خوردن گندم بود

عشق ومحبت کی تعریف اگر دیکھنا ہو تو ''گلستاں''[2] باب پنجم اور ''بوستاں''[3] باب سوم اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ[4] دیکھئے:۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تفصیل بالا کے بعد نہ زید کو بغیر نکاح رہنے کی ضرورت ہے نہ کسی اور امام کے مسلک کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ص ۶۷۲/ ج۵/ مطبوعہ کراچی ص ۸۴۶/ ج۳/ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل، مجمع الأنھر ص ۶۱ ج۲ باب التعلیق، دار الکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص ۱۲۱ ج۳ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل، مطبوعہ مکہ مکرمہ مطلب حلف لایتزوج فزوجہ فضولی.

[2] گلستاں ص۱۵۰ باب پنجم در عشق وجوانی، طبع ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

[3] بوستاں ص۹۳ باب سوم در عشق ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

[4] مثنوی مولانا روم مترجم ص۶۹ دفتر پنجم در بیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقست وبس جل جلالہ، مطبوعہ دہلی۔

ردت کے بعد کلما کی قسم کا حال

سوال: ۔کسی شخص نے کلما کی لفظ سے قسم کھالی اور یہ گمان وخیال کیا کہ دنیا میں اسکا کفارہ کسی چیز وصورت میں نہیں ہوسکتا لہٰذا وہ شخص مرتد ہوگیا، العیاذ باللہ تعالیٰ عنہ پھر وہ شخص آدھ گھنٹہ کے بعد اسلام لایا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس ارتداد سے اس کے اعمال باطل ہوں گے یا نہیں اور کفارہ ساقط ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ غلط ہے کہ کلما کی قسم کھالینے کے بعد کوئی صورت جواز کی ممکن نہیں، مرتد ہونے سے تمام اعمال برباد ہوجاتے ہیں، حتی کہ اگر حج کر چکا تھا اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے، موت کا وقت معلوم نہیں کیا خبر ہے کہ آدھ گھنٹہ گزرنے سے پہلے ہی موت آجائے، اور پھر نہ ختم ہونے والی زندگی دردناک عذاب کی حالت میں جہنم میں گزرے مرتد ہوجانے سے صاحبینؒ کے نزدیک تعلیق باطل نہیں ہوتی، پس اگر اسلام لانے کے بعد شرط پائی جاوے گی تو اس پر جزاء کا ترتب لازم ہوگا، ہاں امام اعظمؒ کے نزدیک البتہ مرتد ہونے کی وجہ سے بشرطیکہ دارالحرب میں جاکر لاحق ہوجائے تعلیق باطل ہوجاتی ہے، اور اس صورت میں جبکہ دارالحرب میں جاکر کوئی لاحق ہوجائے تو اس پر مرتد کے جمیع احکام جاری ہوں گے " **ثم اعلم ان مما یبطل التعلیق ارتداد الزوج ولحاقه بدارالحرب عنده خلافاً لهما اھ بحر**[1] ص ۲۱/ج۴/ **وقد بقی لها احکام کثیرة منها حبط العمل عندنا بنفس الردة ای ابطال العبادات وفی الخلاصة من ارتدثم اسلم وهو قد حج مرة فعلیه ان یحج ثانیا ولیس علیه اعادة الصلوٰة والزکوٰة والصیامات لان بالردة کانه لم یزل کافراً فاذا اسلم وهو غنی**

---

[1] بحر کوئٹه ص ۲۱ ج۴ باب التعلیق، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۴۹ ج۳، باب التعلیق، مطلب فی معنی قولهم لیس للمقلد الرجوع عن مذهبه، النهر الفائق ص ۳۹۱ ج۲ باب التعلیق، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

فعليه الحج وليس عليه قضاء لسائر العبادات اھ من ارتدومات فانه يواخذ بعقوبة الكفر الاول والثانى الخ بحر،[1] ص۱۲۷/ج۵"

کلما کی قسم کے ساتھ قسم کھا کر جواز کی صورت یہ ہے" فلوقال كلما تزوجت امرأة فهى طالق تطلق بكل تزوج ولوبعد زوج اٰخر لان صحة هذا اليمين باعتبار ماسيحدث من الملك وهو غير متناه وعن ابى يوسفؒ انه لو دخل على المنكر فهو بمنزلة كل وتمام فى المطولات والحيلة منه عقد الفضولى اوفسخ القاضى الشافعى ،وكيفية عقد الفضولى ان يزوجه فضولى فاجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لابالقول فلاتطلق بخلاف مااذا وكل به لانتقال العبارة اليه وكيفية الفسخ ان يزوج الحالف امرأة فيرفعان الامر الى القاضى فيدعى انه زوجها وقد تمردت عليه وزعمت انها بالحلف صارت مطلقة فيلتمس من القاضى فسخ اليمين فيقول فسخت هذه اليمين وابطلتها وجوزت النكاح فان امضاه قاضى حنفى بعد ذٰلك كان اجودوعقد الفضولى اولىٰ فى زماننا من الفسخ ،لكن فى الجواهر ان الفسخ اولىٰ لكونه متفقاً عليه فى رواية عن ابى يوسفؒ ثم ان كان الحالف شابا فاقدامه عليه افضل من العزوبة وان كان شيخاً فالعزوبة اولىٰ كمافى القهستانى والفتح وغيره اھ"(مجمع الانهر،ص ۴۱۹/ج ۱)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/محرم ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/محرم ۵۷ھ

---

[1] بحر كوئٹه ص۱۲۷ ج۵ كتاب السير، باب احكام المرتدين، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، طبع بيروت، النهر الفائق ص۲۵۵ ج۳ باب المرتدين، مطبوعه مكه مكرمه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاحِ فضولی اور کلّما کی قسم کا اور بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال:- میری نسبت جس لڑکی سے طے پائی ہے میں نے اس لڑکی کا نام لے کر یہ کہا کہ عالیہ کو نکاح کے بعد تین طلاق، میں یہ الفاظ جان بوجھ کر نہیں کہا ہوں ایسے ہی باتوں میں کہہ دیا ہوں کیونکہ میں اسکے مسائل سے واقف نہ تھا، اس پر ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کے نکاح کرتے ہی تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی، اور اسکے بعد میں نے بہشتی زیور دیکھا، کسی شرط پر طلاق دینے کے بیان میں یوں لکھا ہے ''اگر تین طلاق کو کہا تھا تو تینوں پڑ گئیں۔ اور اب مغلظہ ہوگئی اس کے بعد مولانا تھانویؒ نے مسئلہ لکھ کر اس طرح شروع کیا۔

مسئلہ: نکاح ہوتے ہی جب اس پر طلاق پڑ گئی تو اس نے اس عورت سے پھر نکاح کر لیا تو اب اس دوسرے نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ کیا اب میں اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہوں جس کا میں نے اوپر نام سنا دیا ہے، جس سے میری نسبت طے ہوگئی ہے، میں یہی مسئلہ سوچے ہوئے بہت سست بیٹھا تھا تو میری والدہ صاحب نے دریافت کیا تو میں نے اسی مسئلہ کا تذکرہ کیا، اس پر میری والدہ صاحب نے مجھ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا، اگر یہ نہیں تو کوئی اور لڑکی سے بات چیت طے کریں گے، تو اس پر میں نے غصہ میں آ کر یوں کہا کہ میں جس لڑکی سے نکاح کروں نکاح کے بعد تین طلاق، کیا میں عالیہ سے نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے تو آپ نے مسائل سے ناواقف ہو کر غلطی کی تھی، جس کی وجہ سے آپ فکر میں سست

(گذشتہ کا بقیہ) ۲ مجمع الأنهر ص ۶۱، ج۲، باب التعليق مطبوعه عباس ابن باز مكه مكرمه، الدر مع الشامی زکریا ص ۶۷۲ تا ۶۷۴ ج۵ باب اليمين فی الضرب والقتل، مطلب حلف لا يتزوج فزوجه فضولی، النهر الفائق ص ۱۲۱ كتاب الايمان، باب اليمين فی الضرب والقتل، طبع مكه مكرمه.

تھے، پھر والدہ کے دلاسہ دیتے وقت تو آپ بہشتی زیور میں مسئلہ دیکھ کر واقف ہو چکے تھے، پھر غصہ میں جو کچھ ان کو جواب دیا وہ پہلی غلطی سے بڑھ کر غلطی ہوئی اب صورت یہ ہے کہ جو شخص آپکے اس حال سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ آپ کو کس لڑکی سے شادی کرنا پسند ہے، وہ بغیر آپکے کہے از خود اس لڑکی کا نکاح آپ سے کر دے، یعنی وہ آپ کی طرف سے آپکے لئے قبول کر لے، مثلاً لڑکی کے والد سے کہے کہ آپ اپنی فلاں لڑکی کا نکاح فلاں سے یعنی آپ سے کر دیں میں ان کی طرف سے قبول کرتا ہوں، اگر گواہوں کے سامنے یہ ایجاب وقبول ہو جائے اور پھر وہ شخص آپ سے آکر کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کو آپکے لئے نکاح میں قبول کر لیا ہے، آپ انگوٹھی یا کچھ نقد دیجئے تا کہ بطور مہر معجّل آپ کی طرف سے اس کو دیدوں، آپ زبان سے کچھ نہ کہیں خاموش رہیں اور انگوٹھی یا کچھ نقد دیدیں، وہ شخص اس لڑکی کے پاس پہنچادے کہ یہ تمہارے شوہر نے دیا ہے بس اس طرح نکاح ہو جائے گا، اور کوئی طلاق نہیں ہوگی[1]

بہشتی زیور[2] میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی، پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا، تو اب دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہیں ہوگی اس وقت ہے کہ تین طلاق کے لئے نہ کہا ہو، جب تین طلاق کے لئے کہا تو اس کا یہ حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ ۳/۲/۸۶ھ

---

[1] حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فاجاز بالقول حنث وبالفعل لاوفي الشامية تحت قوله بالفعل كبعث المهر اوبعضه بشرط ان يصل اليها الخ الدرالمختار مع الشامي زكريا ص:٦٧٢، مطبوعه كراچي ص:٨٤٦، ج:٣، كتاب الايمان، مطلب حلف لا يتزوج فروجه فضولي، مجمع الأنهر ص٦٠ ج٢ كتاب الطلاق، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] بہشتی زیور ص۲۴ حصہ چہارم، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

کلما کی قسم کی وجہ سے موجودہ بیوی حرام نہیں ہوئی

سوال:۔کسی چیز کی بیع وشراء کے باعث زید وبکر کے مابین تنازع ہوا زید کا کہنا ہے کہ ہم نے مبیع کی قیمت ادا کردی اور بکر کہہ رہا ہے کہ تم نے قیمت ادا نہیں کی ہے، اب زید مشتری اور بکر بائع دونوں اپنے معاملہ کو کسی عالم دین کے روبرو لے گئے، اور موصوف عالم دین کو دونوں فریقوں نے حکم بنایا جب حکم مدعی کے بیانات سے فارغ ہوئے اور بکر کے مدعیٰ علیہ زید سے اس مذکورہ معاملہ کے متعلق پوچھا گیا تو مدعیٰ علیہ زید بھی بکر مدعی پر الٹا دعویٰ کرتا ہے، کہ بکر کی تحریر میرے پاس موجود ہے، آج سے ایک ماہ قبل ہم نے ان کے ہاتھ فلاں چیز فروخت کی تھی اور اب تک انہوں نے قیمت ادا نہیں کی ہے، جس کا ثبوت میرے پاس بکر کی یہ تحریر ہے، اب فریقین میں سے کسی کے پاس گواہ موجود نہیں، عالم دین حکم زید سے کلما کی قسم لیتے ہیں، زید کلما کی قسم اس طرح کھاتا ہے کہ جب جب بھی میں کسی عورت سے شادی کروں ہم پر حرام ہے، (مطلقہ ہے) کہ میں نے بکر سے بیع واپس نہیں لی ہے، اس پر مدعی بکر حکم کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ زید کی شادی ۷۲ء میں ہوچکی ہے، زید نکاح ثانی کرے گا، یا نہیں؟ عالم دین حکم صاحب نے فرمایا کہ اے زید تمہاری قسم لغو ہوگئی پھر ثانیاً قسم کلما کھاؤ، تو زید نے بحالت غصہ یہ کہا کہ مجھے بکر کو قیمت دینا پڑے لیکن اب قسم نہیں کھاؤں گا

(۲) دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی بیوی زید کے لئے حرام ہوگئی یا اگر زید جب شادی کرے گا اس وقت اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، اس لئے زید کا دعویٰ سراسر غلط تھا کہ بکر کی تحریر میرے پاس موجود ہے۔

(۳) کیا زید کی یہ قسم کلما واقعی لغو ہوگئی؟

(۴) شریعت مطہرہ میں قسم کلما کا کیا حکم اور مقام ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱/تا۴/) زید کے اس قسم کھانے کی وجہ سے موجودہ بیوی زید پر حرام نہیں ہوئی، البتہ آئندہ کسی عورت سے شادی کرے گا، تو طلاق ہوجائے گی۔

"فالحاصل ان کلما لعموم الافعال وعموم الاسماء ضروری فیحنث بکل فعل اھ شامی[1] نعمانیه، ص ۵۰۰/ج ۲/ "لغوان حلف کاذباً بظنه صادقافی ماض اوحال اھ درمختار علی هامش .شامی نعمانیه، ص ۴۷/ج ۲/[2]

کیونکہ یہ آئندہ کے لئے ہے، طلاق کی قسم سے پرہیز لازم ہے، **"والیمین باللّٰه تعالیٰ لابطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیه الفتویٰ تتارخانیه لان التحلیف بها حرام خانیه اھ (درمختار[3]، ص ۴۲۷/ج ۴/** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱/۶/۹۶ھ

محبوب سے بے وفائی پر قسم طلاق کا حکم

سوال:-صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے، فرط محبت میں آکر قسم بالطلاق کھالیتا ہے کہ میں کبھی تجھ سے بے وفائی نہیں کروں گا، اگر کروں تو جب بھی میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق ہے، اب اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا محبوب اس سے ناراض ہوجاتا

---

[1] شامی نعمانیه ص ۵۰۰ ج ۲ کتاب الایمان، مطلب مایکون فی حکم الشرط، مجمع الأنهر ص ۶۰ ج ۲ کتاب الطلاق با ب التعلیق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۱۶ ج ۴ کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] کتاب الایمان، مطلب فی معنی الاثم، شامی کراچی ص ۷۰۶ ج ۳ النهر الفائق ص ۴۹ ج ۳ کتاب الأیمان مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۲۶۲ ج ۲ کتاب الأیمان مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] شامی نعمانیه ص ۴۲۷ ج ۴ کتاب الدعویٰ، خانیه ص ۴۲۰ ج ۲ کتاب الدعویٰ، باب الیمین مطبوعه کوئٹه، سکب الأنهر ص ۳۵۵ ج ۳ کتاب الدعوی مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے، مگر یہ شخص قسم کھانے والا ہمیشہ اس کی طرف سے خوش رہتا ہے، اور حسبِ سابق اس کے ساتھ نیکوکاری پر آمادہ رہتا ہے، مگر اس کا محبوب اُس سے ناراض رہتا ہے، تو آیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قسم کھانے والا بیوفائی نہیں کرتا چاہے اس کا محبوب ناراض ہو تو نکاح کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اس لئے کہ شرط پر معلق کیا تھا اور شرط نہیں پائی گئی اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی: اذا ضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً. عالمگیری ص:۴۲۰، ج:۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان واذا وغیرهما. مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الأیمان فی الطلاق، اشرفی دیوبند، البحر کوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعلیق.

AGE24\AU.
not found.

فصل سوم : تعلیق طلاق سے بچنا

شرطِ طلاق ختم کرنے کی صورت

سوال:-زید کا نکاح ہندہ سے ہوئے عرصہ ہوگیا ایک روز غصہ میں زید نے اپنی بیوی سے یہ جملہ کہا کہ اگر تم وہاں جاؤ گی، (یعنی اپنے میکے) تو تم پر طلاق عائد ہوگی، ایک دومنٹ کے بعد ان کو یاد دلایا کہ اگر تم وہاں جاؤ گی، تو تم پر ویسا ہی ہوگا، جیسا کہ کہا گیا ہے، باقی اس وقت طلاق کا لفظ نہیں کہا، پھر کچھ عرصہ کے بعد (چودھویں دن) یہ کہا کہ اگر تم جاؤ گی (میکے) تو تم پر طلاق، باقی ہندہ ابھی تک زید کے گھر میں ہے، (۲) پھر زید نے تقریباً چار ماہ کے بعد ایک دن تکرار میں ہندہ کو یہ کہا کہ جاؤ میں نے تم کو چھوڑ دیا، لیکن ہندہ اب بھی زید (شوہر) کے گھر میں ہے اور ہندہ اس بات سے انکار کرتی ہے، کہ تم (یعنی زید) مجھ کو ایسا نہیں کہے ہو بلکہ چھوڑ دوں گا، لفظ کہے ہو، یا مجھے یاد نہیں ہے اور یہ بات ہوئے پورا ایک سال گذر گیا، کیا ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں، اور اگر ہوئی تو کونسی اور کیا صورت ہے کہ ہندہ زید کے نکاح میں رہے، اور شرط معلق بھی ختم ہوجائے، صورتِ مذکورہ کو اچھی طرح سمجھ کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے لفظ (طلاق عائد ہوگی) سے طلاق واقع نہیں ہوئی خواہ کتنی ہی مرتبہ کہا ہو کیونکہ یہ طلاق

منجز نہیں بلکہ شرط پر معلق ہے، اور شرط پائی نہیں گئی لہٰذا طلاق نہیں ہوئی[1] البتہ شرط ابھی باقی ہے، دوسرا لفظ کہ (جاؤ میں نے تم کو چھوڑ دیا) اس سے ایک طلاق صریح واقع ہوئی جس میں رجعت کا حق حاصل ہے، اگر عدت (تین حیض) گذرنے سے پہلے رجعت نہیں کی یعنی طلاق واپس لے لی یا تعلق زوجیت قائم کرلیا تو رجعت ہوگئی نکاح قائم رہا اگر رجعت کی بلکہ علیحدہ رہا یہاں تک کہ عدت گذر گئی تو اب رجعت کا اختیار نہیں رہا، اب وہ عورت میکے چلی جائے تاکہ شرط پوری ہوجائے، اور طلاق بھی واقع نہ ہو، اسلئے کہ بعد عدت بیوی نہیں رہی کہ اس پر طلاق واقع ہوتی پھر دونوں دو گواہوں کے سامنے دوبارہ نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں، اب اگر وہ میکے جائے گی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ

کیا شرطِ معلق کو واپس لیا جاسکتا ہے؟

سوال:- احقر نے اپنی زوجہ کو بوجہِ نزاع یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تو اپنے ماموں ابراہیم کے گھر گئی اور ماموں کے سامنے آگئی تو تجھے طلاق ہوجائیگی، اس کے بعد تقریباً ایک ماہ بعد صبح کو ہنسی خوشی کہنے لگی کہ آج میں عابدہ کے گھر جو کہ رشتہ کی بہن لگتی ہے، جاؤنگی میں نے جواب دیا کہ تم ضرور جانا مگر میری والدہ کو ساتھ لے کر جانا تنہا مت جانا اس بات پر بگڑ گئی اور یہ کہنے لگی کہ آج میں معاملہ ہی ختم کردونگی، میں ماموں ابراہیم کے گھر جا کر معاملہ ختم کردونگی، یہ سنکر فوراً احقر نے اپنے بڑے بھائی امیر حسن اور دوسرے بھائی محمد موسیٰ محرر محاسبی دارالعلوم دیوبند کو بلا کر دونوں بھائیوں کے روبرو یہ

[1] وإذا اضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً، الهندية ص ۴۲۰ ج ۱ الباب الرابع فى تعليق الطلاق، هدايه ص ۳۸۵ ج ۲ باب الأيمان فى الطلاق، مكتبه تهانوى ديوبند، البحر كوئٹه ص ۸ ج ۴ باب التعليق.

[2] قال لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق فطلقها قبل وجود الشرط ومضت العدة ثم دخل الدار تنحل اليمين ولم يقع شئ. عالمگيرى ص:٤١٦، ج:١، الباب الرابع فى الطلاق بالشرط، شامى كراچى ص ۳۵۵ ج ۳ كتاب الطلاق، باب التعليق، تاتارخانيه ص ۵۶۳ ج ۳ باب الأيمان فى الطلاق.

کہہ دیا کہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ ہر جگہ جاسکتی ہے مجھے کوئی رنج نہ ہوگا، میری جانب سے اجازت ہے، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، اس کے بعد میرے دونوں بھائی واپس چلے گئے، اور میری بیوی نے ہاتھوں سے چوڑیاں اور کان سے لونگ نکال کر پھینک دی، اس کے بعد اپنی والدہ کے گھر چلی گئی اور شہرت کردی کہ مجھے طلاق دیدی، مجھے طلاق دیدی میں دوکان سے مغرب کے وقت گھر آیا تمام جگہ شہرت سن کر افسوس ہوا، اس کے بعد عشاء کی نماز کے بعد چند آدمی میرے بھائی امیر حسن کی بیٹھک میں تشریف لائے، (۱) جناب منشی مسعود جاوید صاحب (۲) حضرت مولانا خورشید عالم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند (۳) مولوی محمد فاروق صاحب مالک عظیم بکڈپو، (۴) مولوی مشہود صاحب کتب خانہ والے (۵) مولوی حسن صاحب ایڈیٹر تجلی (۶) جناب محمد افضال صاحب، یہ حضرات تحقیق کرکے اور بیان حلفیہ کے تسلی کرکے چلے گئے، میں نے بیان حلف سے کہہ دیا کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور جو الفاظ میں نے ایک ماہ پہلے کہے تھے، وہ واپس لے لئے تھے، اب ایسی صورت میں مسئلہ سے آپ آگاہ کریں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کی بیوی اپنے ماموں ابراہیم کے گھر گئی اور ماموں کے سامنے آگئی تو آپ کی شرط کے مطابق بیوی پر طلاق واقع ہوگئی[۱] شرط پر طلاق کو معلق کردینے کے بعد شرط کے واپس لینے کا حق نہیں رہتا[۲] اگر واقعہ نزاعی ہے، اور فریقِ ثانی کا بیان اس کے خلاف ہے، تو ممکن ہے حکم بھی دوسرا ہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[۱] واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً عالمگيرى ص:٤٢٠، ج:١، الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرهما. مطبوعه كوئٹه، هدايه ص٣٨٥ ج٢ باب الأيمان فى الطلاق، مكتبه تهانوى ديوبند، البحر كوئٹه ص٨ ج٤ باب التعليق.

[۲] ليس للزوج ان يرجع فى ذلك ولا يفسخ. عالمگيرى ص:٣٨٧، ج:١، الباب الثالث فى تفويض الطلاق. الفصل الاول فى الاختيار. مطبوعه كوئٹه، الدر المختار على الشامى ص٣٣٢ ج٣ فصل فى المشيئة، مطبوعه كراچى، البحر كوئٹه ص٣٢٧ ج٣ فصل فى المشيئة، باب تفويض الطلاق.

تعلیق کو ختم کرنے کی صورت

سوال:- زید بکر کو کہتا ہے کہ اگر تو نے عمر کو جو غیر حاضر ہے، جس پر کسی بات سے ناراض ہے، حالتِ غصہ میں کہتا ہے کہ اگر میں نے عمر کو لاٹھیاں نہ ماریں تو مجھ پر تین طلاق سے عورت حرام ہے، اور پھر اسی گفتگو کے دوران میں بکر نے زید کو کہا کہ عمر تمہارے بارے میں فلاں بات کہتا ہے تو زید نے کہا میں عمر کو لاٹھیاں ماروں گا، اور اسے خنزیر بناؤں گا، ورنہ مجھ پر تین طلاق سے عورت حرام ہے۔

نوٹ:- خنزیر بنانے سے یہ مطلب نہ تھا کہ اُسے انسان سے تبدیل کر کے خنزیر بنائے گا، بلکہ یہ محاورہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ مارے گا پیٹے گا، علاقہ میں یہ عام طور پر اسی موقعہ پر استعمال ہوتا ہے، نیز لاٹھیاں مارنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں کی گئی۔

(۲) زید عمر کو لاٹھیاں نہ مارے تو طلاق سے کس طرح بچ سکتا ہے، یا صرف لاٹھیاں مارنے سے ہی طلاق واقع نہ ہوگی، یا ارادہ لاٹھیاں مارنے کا رکھتا ہے، اور موقع نہیں ملتا، کیونکہ طلاق میں وقتِ معین نہیں رکھا گیا ہے، اور طویل عرصہ یعنی سال دو سال بعد لاٹھیاں مارے تو پھر اس صورت میں اس وقت طلاق سے بچے گا، یا کوئی اور صورت بھی ہے؟

(۳) یہاں کے ایک عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ زید اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دے پھر عمر کے ساتھ مصالحت کر لے اور تین حیض گذرنے پر از سر نو نکاح کر لے تو جائز ہو جاتا ہے، اور قسم سے بچ سکتا ہے، اور یہ مسئلہ شرح وقایہ میں ہے کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اور اگر مصالحت نہ بھی کرے اور بائن طلاق دیدے اور تین حیض گذرنے پر پھر نکاح کر لے اور لاٹھیاں نہ بھی مارے تو جائز ہے یا نہیں، اگر زید عمر کو لاٹھیاں مارے تو دشمنی پھوٹ پڑے گی، کیونکہ زید عمر رشتہ دار ہیں کسی طریق سے زید بچ سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر لاٹھیاں مارنے کا زید ارادہ رکھتا ہے اور موقعہ نہیں ملتا اور ایسی حالت میں زید یا عمر فوت

ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر زید اور عمر ایسے میں صلاح ومشورہ کر کے طلاق سے بچنے کے لئے زید عمر کو آہستہ لاٹھیاں مار دے تو اس صورت میں طلاق پڑنے سے بچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں زید کے ذمہ ضروری ہے کہ عمر کو لاٹھیوں سے مارے، اگر نہیں ماریگا تو اسکی عورت پر طلاق واقع ہوجائیگی، اور چونکہ وقت کی پوری تحدید نہیں کی اسلئے زندگی میں کسی وقت ایسا کرلے، اگر نہیں کیا تو اخیر وقت میں طلاق کا حکم دیا جائیگا، لاٹھیونکو بھی متعین نہیں کیا، کہ کتنی تعداد ہوگی لہٰذا کم از کم دو لاٹھیاں مارنا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ دو لاٹھیاں لے کر ایک دم مار دے یا علیحدہ علیحدہ مگر بند پر لگنا اور تکلیف پہنچنا ضروری ہے: **وفی الذخیرة حلف لیضربن عبده مائة سوطٍ فجمع مائة سوطٍ وضربهٗ مرَّةً لا یحنث قالوا هٰذا إذا ضربه ضرباً یتألم به وَامَّا اذا ضربه ضرباً بحیث لایتأ لم به لا یبرّ لانه صورة لا معنًی وَالعبرة للمعنٰی ولو ضربه بسوط واحد لهٗ شعبتان خمسین مرَّةً کل مرَّة تقع شعبتان علٰی بدنه برّ فی یمینه لانه صارتا مائة سوط لما وقعت الشعبتان علٰی بدنه فی کل مرَّة وان جمع الاسواط جمیعاً وضربهٗ بها ضربةً ان ضرب بعرض الاسواط لا یبرّ لان کل الاسواط لم تقع علٰی بدنه وانما یقع البعض وان ضربهٗ برأس الاسواط ینظر ان کان قد سوی رؤس الاسواط قبل الضرب حتی اذا ضربهٗ ضرباً اصابهٗ رأس کل سوط برّ فی یمینه اما اذا اندس من الاسواط شئ لا یقع به البر علیه عامة المشائخ وعلیه الفتویٰ بحر[1]ج:٤، ص:٣٦٣۔**

طلاق دے کر از سر نو نکاح کرنے سے قسم باطل نہیں ہوتی، اس لئے کہ زوالِ ملک سے تعلیق

---

[1] البحر الرائق ص: ٣٦٣، ج:٤، باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک، شامی کراچی ص ٨٣٦،٣٧ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب مطلب فی سماع المیت الکلام، النهر الفائق ص ١١٥ ج٣ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب، مطبوعه مکه مکرمه.

باطل نہیں ہوتی، شرح وقایہ بابُ الحلف بالطلاق میں ہے: **وزَوالُ الملک لا یبطل الیمین**۔[1]

اسی طرح بعینہٖ یہی عبارت متن کنز وتنویر وغیرہ میں موجودہ ہے، اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ابن نجیم نے لکھا ہے۔ **لانہ لم یوجد الشرط والجزء باقٍ لبقاء محلہ فتبقی الیمین وسیأتی ان زوال الملک بالثلاث مبطل للتعلیق فکان مرادہ ھنا الزوال بما دون الثلاث بان طلقھا بعد التعلیق واحدۃ اوثنتین فانقضت عدتھا ثم تزوجھا ثم وجدالشرط طلقت**[2] **ص: ۱۹، ج:٤۔**

دوسرے عدمِ مصالحت کی شرط نہیں کیا کہ مصالحت سے شرط ختم ہوجائے، جس عالم نے یہ مسئلہ شرح وقایہ کے حوالہ سے بتایا ہے اگر ان سے عبارت نقل کرا کے بھیجی جاتی تو بہتر تھا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

طلاقِ معلق کو منسوخ کرنا

سوال:- زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے ایک ماموں اور ایک خالہ کی کسی بات سے غصہ ہوکر ان دونوں سے تکلم پر طلاق کو معلق کردیا، اگر ایک طلاق یا دو طلاق یا تین طلاق معلق کیا ہے ہر ایک کا کیا حکم ہے؟ اور ان دونوں میں سے کسی ایک سے تکلم پر طلاق واقع ہوگی یا دونوں سے تکلم پر؟ نیز جب کہ زید کا غصہ فرو ہوگیا، تو اپنی زوجہ کو ماموں اور خالہ سے تکلم کی اجازت دینا چاہتا ہے، تو طلاقِ معلق کے رفع کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

---

[1] شرح وقایہ ص۱۰۰، ج۲، کتاب الطلاق، ھدایہ ص۳۸۶ ج۲، کتاب الطلاق، باب الأیمان فی الطلاق، مکتبہ تھانوی دیوبند، النھر الفائق ص ۳۹۱ ج۲ کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطبوعہ مکہ مکرمہ.

[2] البحر الرائق ص۱۹ ج٤، باب التعلیق، النھر الفائق ص ۳۹۱ ج۲ کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطبوعہ مکہ مکرمہ، الدر المختار علی الشامی کراجی ص۳۵۵ ج۳ مطلب زوال الملک لا یبطل الیمین.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی طلاقوں کو معلق کیا ہے، تحقق شرط پر اتنی ہی طلاقیں واقع ہونگی، یعنی اگر ایک طلاق کو معلق کیا ہے، تو ایک ہوگی، دو کو معلق کیا ہے، تو دو ہوں گی، تین کو معلق کیا ہے تو تین ہوں گی، اگر دونوں میں سے ہر ایک کے تکلم پر جداگانہ طور پر معلق کیا ہے تو ہر ایک کے تکلم سے ہو جائے گی، اگر دونوں کے تکلم پر مجموعی طور پر معلق کیا ہے تو دونوں کے تکلم سے ہوگی ایک کے تکلم سے نہیں ہوگی،[1] ایک اور دو طلاق کے بعد رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے تین طلاق کے بعد مغلظہ ہو جاتی ہے نہ رجعت کا اختیار رہتا ہے، نہ بغیر حلالہ کے تجدیدِ نکاح کی گنجائش رہتی ہے،[2] طلاق کو شرط پر معلق کر دینے کے بعد اس کو منسوخ کرنے کا حق نہیں رہتا، اگر تین طلاق کو تکلم پر معلق کیا ہے، اور اب تکلم کی ضرورت ہے تو اس کی سہل صورت یہ ہے کہ ایک طلاق منجز دیدے اور عدت گذرنے کے بعد تکلم ہو جانے پر دوبارہ نکاح کر لیا جائے تو تکلم سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ شرط کا تحقق ایسی حالت میں ہوا کہ وہ زوجہ محلِ طلاق نہیں رہی، بلکہ مطلقہ ہو کر انقضائے عدت کے بعد اجنبیہ بن گئی، کذا فی الدر المختار۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۸ھ

---

[1] ولو قال إن دخلتما هذه الدار أو كلتما فلانا أو لبستما هذا الثواب ..... فما لم يوجد منهما جميعا لا يقع الطلاق، تاتارخانية ص ۵۶۱ ج۳ كتاب الطلاق الأيمان بالطلاق، عالمگيری ص ۲۲۴ ج ۱ الفصل الثالث فی تعليق الطلاق، مطبوعه كوئٹه.

[2] وإن كان الطلاق ثلاثا فی الحرة أو ثنتين فی الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، تاتارخانية ص ۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون عالمگيری ص ۴۷۳ ج ۱ فصل فيما تحل به المطلقة، الدر المختار ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة.

[3] فحيلة من علق الثلاث بدخول الداران يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخل فتنحل اليمين فينكحها. شامی كراچی ص:۳۵۵، ج:۳، شامی نعمانيه ص:۵۰۲، ج:۲۔ باب التعليق، مطلب مهم، عالمگيری ص ۴۱۶ ج ۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، مطبوعه كوئٹه فتاوی تاتارخانيه ص ۵۶۳ ج۳ باب الأيمان بالطلاق، ادارة القرآن كراچی.

’’اگر اپنی مرضی سے برتن لے گئی تو طلاق‘‘ کا حل

سوال:۔زید چار بھائی ہیں، سبھی بھائیوں کا کھانا پینا مشترک ہے، زید اپنی بیوی بچوں کیساتھ اوپر کی منزل میں رہتا ہے اور زید کا بھائی نیچے کی منزل میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے، ایک دن کی بات ہے کہ زید کی بیوی زید کے بھائی کی بیوی سے برتن وغیرہ کے بارے میں جھگڑ گئی، زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا جو برتن میں تم کو دیدوں وہی برتن نیچے کی منزل میں لے جاسکتی ہو، اگر تم اپنی مرضی سے نیچے کی منزل سے لے گئی، تو تم کو طلاق اس کے بعد فوراً ہی اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دوسرے گھر میں منتقل ہو گیا، جو پہلے گھر سے کچھ دور ہے، اب اگر زید کا باپ چاروں بیٹوں کو علیحدہ کر دے، اور مشترکہ تمام برتنوں کو تقسیم کر کے چاروں بیٹوں کو دیدے، اب اگر زید کی بیوی کسی ضرورت کے تحت پہلے والے گھر میں آئے اور علیحدہ والے برتن کو اپنی ضرورت کیلئے استعمال کرے، تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اب تو سبھی بھائی اپنے اپنے برتنوں کے مالک ہو گئے، زید نے اپنی بیوی کو اس وقت کہا تھا جبکہ سبھی بھائیوں کا کاروبار، کھانا پینا مشترک تھا، اب سبھی بھائی علیحدہ علیحدہ ہو گئے، کیا ایسی حالت میں زید کی بیوی نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں بغیر زید کے دیئے کوئی بھی برتن لے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر لے کر چلی گئی تو کیا طلاق واقع ہو جائیگی نیز اگر کسی صورت میں طلاق سے چھٹکارہ ناممکن ہو تو پھر اور دوسری صورت تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بات بات پر غصہ ہو کر طلاق کے الفاظ زبان پر لانا بہت ہی برا ہے، اس سے ہمیشہ احتیاط رکھیں، اب ایک صورت تو یہ ہے کہ زید اوپر کی منزل میں نہ رہے بلکہ نیچے کی منزل میں رہے، تاکہ نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں برتن لے جانے کی بیوی کو نوبت ہی نہ آئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو برتن زید نے بیوی کو دیئے ہیں، ان برتنوں کے لے جانے کی تو ہر حال میں زید کی طرف سے اجازت ہے، اب جو برتن تقسیم کر کے والد نے دیئے ہیں وہی زید بیوی کو دیدے اور عام اجازت دیدے کہ میری طرف سے ہر ہر برتن نیچے کی منزل سے اوپر کی منزل میں لے جانے کی اجازت ہے، پس جو برتن بھی لے جاوے گی، وہ میری مرضی سے لے جاؤ گی، نہ کہ اپنی مرضی سے اس صورت میں بیوی پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۳۹۹ھ

تعلیق کے بعد اجازت سے بھی تعلیق ختم نہیں ہوتی

سوال:- امیر حسن اور اکبر حسن کے سالے عبدالغفور کے درمیان جھگڑا ہوا، عبدالغفور نے اپنے بھانجے کو مارا، اور اس قدر مارا کہ مار کھانے والے کے بدن پر نشان پڑ گئے، لڑکے نے آکر اپنے والدین سے ماموں کی شکایت کی تو اکبر حسن اور عبدالغفور کی آپس میں لڑائی ہوئی اور ایسی لڑائی ہوئی کہ مار پیٹ کی نوبت آگئی، مار پیٹ کے دوران اکبر حسن کی بیوی حفیظہ بانو نے اس وقت اپنے بھائی کے حق میں اپنے شوہر اکبر حسن سے زبان درازی کی کہ اس وقت اکبر حسن نے اپنی بیوی حفیظہ بانو سے کہا کہ اگر تم اپنے بھائی عبدالغفور سے بولو گی تو میری جانب سے تین طلاق ہے، اس واقعہ کو تقریباً ۱۲/۱۴ سال ہو گئے ہیں، حفیظہ اپنے بھائی عبدالغفور سے ابھی تک بات چیت نہیں کرتی ہے، اسی غم میں وہ گھلتی رہتی ہے، اب اگر اکبر حسن اپنی بیوی حفیظہ کو اجازت دیدے کہ تم اپنے بھائی عبدالغفور سے بات چیت کر سکتی ہو، اور حفیظہ اپنے بھائی سے بات چیت کرے۔ براہِ کرم جواب تحریر فرمائیں۔

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة والحيلة للزوج فی ذٰلک ان يقول لها كلما شئت الخروج فقد اذنت لک ،الفتاویٰ التاتارخانية، ج۳/ص ۵۰۹/ الايمان بالطلاق فی حرف الباء ومسائل الاذن اذاجعل شرطاً .مطبوعه ادارة القرآن دارالعلوم الاسلامية كراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اجازت دیدے اور پھر وہ اپنے بھائی سے بات چیت کرے تب بھی طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی، طلاق مغلظہ سے بچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ اکبر حسن اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر الگ رہے، جب عدت گذر جائے حفیظہ اپنے بھائی سے بات چیت کرلے اسکے بعد اکبر حسن اور حفیظہ بانو کا دوبارہ نکاح کردیا جائے، اس سے شرط ختم ہوجائے گی، پھر اگر حفیظہ بانو اپنے بھائی سے بات چیت کرے گی تو کوئی طلاق نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مغلظہ کی تعلیق کو ختم کرنے کی ترکیب

سوال:- (۱) زید نے بیوی پر یہ شرط لگائی کہ تم پانچ بیگہ زمین کے بغیر میرے گھر میں داخل نہیں ہوسکتی، اگر اس شرط کو پوری کئے بغیر تم گھر میں داخل ہوئی تو تم کو تین طلاق، جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ شرط میں زید کے نام پر مکان نہیں ہے، بلکہ ان کے والد مرحوم کے نام ہے اور وراثت ہنوز تقسیم نہیں ہوئی ہے، اگر زید کی بیوی اس گھر میں داخل ہوگی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

(۲) وراثت تقسیم ہونے کے بعد اگر مکان بیوی کے نام پر کردیا جائے اس کے بعد بیوی گھر میں داخل ہوگی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

(۳) تقسیم وراثت کے بعد اگر مکان بیوی کے نام زبانی ہبہ کردیا اور پھر بیوی اس گھر میں داخل ہوئی اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

---

[1] وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد فى الملك طلقت والا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:٦٠٩، ج٤، مطبوعه كراچى ص:٣٥٥، ج:٣ باب التعليق، مطلب اختلاف الزوجين فى وجود الشرط، هدايه ص٣٨٦ ج٢ باب الأيمان مكتبه تهانوى ديوبند، البحر كوئٹه ص١٤ ج٤ باب التعليق.

(۴) اگر بیوی نے اپنے شوہر سے مکان خریدا، اور بیوی مع شوہر کے گھر میں رہنے لگی، تو کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۵) وراثت تقسیم نہیں ہوئی، زید عمر دو بھائی اور ایک بہن فاطمہ ہے، کل والد مرحوم کے نام پر جائداد ہے، زید بڑا بھائی ہے، اس نے بہن بھائی کا حصہ چھوڑ کر اپنا حصہ مکان اپنی بیوی کے نام پر لکھ دیا، اور بیوی اس گھر میں رہنے لگی، اس صورت میں طلاق واقع ہوگی، یا نہیں؟ ان صورتوں کے علاوہ درستیٔ نکاح کی اور آسان صورتیں اگر ہوں تو لکھدیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱تا۵) زید جس مکان میں رہتا ہے، عرفاً زید کا وہی مکان ہے، اگرچہ اس میں اس کے بھائی بہن بھی حصہ دار ہیں، اس لئے اس میں شرط کے پورا کئے بغیر بیوی کے داخل ہونے سے تین طلاق واقع ہوجائے گی[۱] اس سے خلاصی کی آسان صورت یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق بائن دیدے، وہ عدت پوری ہونے کے بعد اس مکان میں بلا شرط پوری کئے داخل ہوجائے، اس سے تعلیقِ زید ختم ہوجائے گی، اور طلاق بھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ محلِ طلاق نہیں رہی، پھر اس سے دوبارہ نکاح کرلے، اس طرح تعلیق سے نجات مل جائے گی[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۲ھ

---

[۱] وإذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط مثل ان يقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق، هدايه ص ۳۸۴ ج ۲ كتاب الطلاق، باب الايمان فى الطلاق، مطبوعه تهانوى ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۲۰ ج ۱ الفصل الثالث فى تعليق الطلاق بكلمة ان، تاتارخانيه كراچى ص ۵۰۲ ج ۳ الفصل السابع فى الايمان بالطلاق.

[۲] وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد فى الملك طلقت والا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۶۰۹، ج ۴، مطبوعه كراچى ص: ۳۵۵، ج: ۳ باب التعليق، مطلب اختلاف الزوجين فى وجود الشرط، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۶ ج ۱ الباب الرابع فى الطلاق بالشرط، الفصل الاول فى الفاظ الشرط، مجمع الأنهر ص ۶۲ ج ۲ باب التعليق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

AGE24\AU.
not found.

باب نہم

طلاق میں گواہی کا بیان

کیا طلاق کے لئے گواہی ضروری ہے

سوال:- طلاق کے ثبوت کے لئے گواہ ہونا چاہئیں، نیز گواہ عادل ہونا شرط ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قضاءً ثبوت کے لئے دو عادل گواہ شرط ہیں[1] اور دیانۃً ثبوت کے لئے ایک عادل گواہ بلکہ خود عورت کا سننا بھی کافی ہے، اور عورت کو جب کہ خود سنے یا ایک عادل گواہ اس کے سامنے بیان کرے وہ خود قاضی کے حکم میں ہے: **والمرأة كالقاضي لا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذالک او شهد له شاهد عادل عندها اھ عالمگیری**[2] ص ۳۵۴/ ج ۱/اس

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً او غيره كنكاح وطلاق رجلان اورجل وامرأتان ولزم الى قوله العدالة لوجوبه الدر المختارعلى الشامى زكريا ص ۱۷۸/ ج۸/ مطبوعه كراچى ص ۴۶۵/ ج۵/ كتاب الشهادت، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۳ اول كتاب الشهادات، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۶۲ ج۷ كتاب الشهادات.

[2] عالمگيرى ص ۳۵۴/ ج ۱/ الباب الثانى فى ايقاع الطلاق الفصل الاول فى الطلاق الصريح، مطبوعه مصر، شامى زكريا ص ۴۶۳ ج۴ باب الصريح، مطلب إن الصريح يحتاج فى وقوعه ديانة إلى النية بحر كوئٹه ص ۲۵۷ ج۳ باب الطلاق.

کو اپنے نفس پر قدرت دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/۲/۶۴ھ

طلاق کا ثبوت گواہوں سے

سوال:- لوگ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی جب کہ زید سے دریافت کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے نسبتی بھائیوں کے ساتھ جھگڑا کر کے اپنی بیوی کو کیا کہا وہ مجھ کو یاد نہیں اور جب کہ ان کی بیوی سے وہ بات دریافت کی گئی تو وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے مارنے کی وجہ سے میں اس وقت رو رہی تھی، اس حالت میں اس نے مجھ کو کیا کہا میں نے نہیں سنا، بعد ازاں لوگ کہتے ہیں کہ تیرے خاوند نے تجھے طلاق دیدی۔

(۱) منشی عبدالرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ میں رونے کی آواز سن کر زید کے مکان گیا تھا، اس وقت اس نے اپنی بیوی کو کہا ہے کہ تجھ کو طلاق تجھ کو طلاق خدا کے فضل سے تجھ کو بائن طلاق دیدیا یہ شاہد نماز پڑھتے ہیں۔

(۲) نواب علی کہتے ہیں کہ میں نے جھگڑے کے وقت زید کے مکان میں رہ کر تمام واقعہ کا معائنہ کیا وہ کہتے ہیں کہ تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، خدا کے فضل سے تجھ کو طلاق یہاں تک کہ تجھ کو بائن طلاق دیدیا، دریافت کے بعد یہ گواہ کہتے ہیں کہ میں پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، مگر جمعہ نہیں پڑھتا ہوں۔

(۳) روشن علی کہتے ہیں کہ میں جھگڑا سن کر زید کے مکان جا کر سنتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ تجھ کو طلاق، خدا کے فضل سے تجھ کو طلاق، تجھ کو بائن طلاق دے دیا، دریافت کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں نماز نہیں پڑھتا ہوں۔

(۴) حیدر علی کہتے ہیں کہ میں مکان کے اتّر طرف درخت کے نیچے رہ کر سنتا ہوں کہ زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کے فضل سے تجھ کو طلاق نماز کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتے ہیں کہ حضور

میں باقاعدہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔

(۵) کالا میاں کی بیوی کہتی ہے کہ جھگڑا تمام ہونے کے بعد زید نے اپنی منکوحہ کو کہا ہے کہ تجھ کو طلاق دے دی، طلاق دیدی، خدا کے فضل سے تجھ کو بائن طلاق دیدی نماز کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں، اور واقعی یہ نماز پڑھتی ہے۔

(۶) رجب علی کی بیوی کہتی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تائی اے طلاق دیلام تائی اے طلاق دیلام، تائی اے طلاق بائن دیلام یعنی میں نے اس کو طلاق دیدی اس کو طلاق دیدی اس کو طلاق بائن دے دی، دریافت کے بعد وہ کہتی ہے کہ میں نماز نہیں پڑھتی ہوں۔

(۷) زید کے والد کہتے ہیں کہ طلاق دینے کی بابت میں نے کہیں نہیں سنی، وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

(۸) زید کے خسر کہتے ہیں کہ وہ میری لڑکی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی وجہ سے اس کے مقابلہ کرنے کے لئے میرے لڑکے سب گئے تھے، اس اثناء میں میں وہاں جا کر دیکھتا ہوں میرے بھائی کے سر پر خون ہے، یعنی زید کے والد کے سر پر اس وقت میں نے اپنے لڑکوں کو وہاں سے ہٹا دیا، لیکن طلاق کے متعلق میں نے کوئی بات نہیں سنی، یہ شخص نماز پڑھتے ہیں۔

(۹) الطاف علی کہتے ہیں کہ میں نے زید سے دریافت کیا کہ تم کس بارے میں جھگڑا کرتے ہو کچھ نہیں یہ کہہ کر زید نے مجھ کو دھکا دے کر گرا دیا، مگر طلاق دینے کی کوئی بات میں نے نہیں سنی، وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۰) عبدالغنی کہتے ہیں کہ زید اپنی بیوی اور نسبتی بھائیوں کے ساتھ جھگڑا کر کے کہتے ہیں کہ تجھ کو میں طلاق دوں گا، تجھ کو میں طلاق دوں گا، یہ شخص نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۱) انصر علی کہتے ہیں کہ میں جھگڑا سن کر ان کے مکان میں جا کر دیکھتا ہوں کہ زید نے اپنی بی بی کو کہا کہ تجھ کو طلاق دوں گا تجھ کو طلاق دوں گا، یہ شخص بھی نماز پڑھتے ہیں۔

(۱۲) عبداللہ کی والدہ کہتی ہے کہ زید نے ان کی بیوی کو کہا کہ تجھ کو طلاق تجھ کو طلاق دوں گا، یہ عورت نمازی ہے۔

نوٹ: زید کہتے ہیں، کہ ہمارے مکان کے متصل جانب مغرب میں جوزمین ہے اس کو لے کر نواب علی کے ساتھ کئی مرتبہ جھگڑا ہوا تھا، اور چند نمبر مقدمہ بھی ان کے ساتھ ہوئے ہیں، اس وجہ سے وہ میرے خلاف شہادت دیتے ہیں اور میرے بھائی کالا میاں کے بی بی کے ساتھ مکان کا حصہ لے کر جھگڑا کر کے میں نے ان کو مارا تھا، اسی وجہ سے وہ بھی میرے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

اب خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوگئی، یا نہیں، بادلہ مع حوالہ کتب تحریر فرماویں، اور کسی مولوی صاحب نے کہا کہ صورت مذکورہ میں زید کی منکوحہ پر طلاق نہیں ہوئی، اس بناء پر زید اپنی منکوحہ کے ساتھ تقریباً دو سال سے اوقات گذار رہا ہے، اس اثناء میں ان کا ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے، اگر طلاق واقع ہوگئی، تو اس صورت میں شرعاً اس پر کیا حکم عائد ہوگا اور مولوی صاحب پر کیا۔ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

نواب علی اور کالا میاں کی بیوی نے تو مخالفت کی وجہ سے شہادت دی ہے، مگر منشی عبدالرحمٰن، روشن علی، اور حیدر علی اور رجب علی کی بیوی نے کیوں شہادت دی اگر ان گواہوں میں سے کم از کم دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بھی عادل ہیں تو ان سے طلاق کا ثبوت ہو جائے گا، ان کے واقعی حالات کی تحقیق کر لے جائے اور اگر مرد کو یاد نہیں رہا کہ غصہ میں کیا کہا ہے تو اس کو دو عادل گواہوں کے قول پر اعتماد کرنا کافی ہے: **قال فی الولو الجیة ان کان بحال لو غضب یجری علیٰ لسانه ما لا یحفظه بعده جاز له الاعتماد علیٰ قول الشاهدین اهـ ردالمحتار**[1] ج ۲ / ص ۶۶۰ / اگر عورت کو خود سننا یاد نہیں اور کم از کم دو عادل گواہوں نے اس کے سامنے تین طلاق کو بیان کر دیا ہے، تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی طرح زید کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہے، صورت مسئولہ میں تو گواہ موجود ہیں، اگر بالفرض گواہ گواہی دینے

---

[1] رد المحتار زکریا ص ۴۵۳ / ج ۴ / مطبوعہ کراچی ص / ۲۴۴ / ج ۳ / کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، تاتارخانیه کراچی ص ۵۷۲ ج ۳ الفصل التاسع عشر فی الشهادة فی الطلاق والدعوی والخصومة فی ذلک.

کے بعد کہیں غائب بھی ہوجائے اور باقاعدہ عورت حاکم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرکے تفریق نہ کراسکے تب بھی عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں بلکہ ہر ممکن تدبیر سے علیحدہ رہنا واجب ہے: **واذا شهد عند المرأة شاهدان عدلان ان زوجها طلقها ثلثا وهو يجحد ذٰلک ثم ماتا اوغاباقبل ان يشهدا عند القاضي لم يسعها ان تقوم معه وان تدعه يقربهاالخ عالمگیری**[1] ص ۴۹۶/ج ۲/. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبداللطیف

طلاق میں بیٹوں کی شہادت

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا کرکے غصہ ہوکر کہا کہ طلاق دیدوں گا لیکن نہیں دی عورت نے بیان کیا ہے کہ میرے شوہر نے میرا نام لے کر لفظِ طلاق سے تین بار تین طلاق صاف دیدیا ہے اور اپنے دولڑکے عاقل بالغ عادل موجود ہیں، گواہ ہیں، دونوں نے شہادت دی کہ میرے باپ نے میری ماں کو نام لے کر لفظ طلاق سے تین بار طلاق دیا ہے، ہم نے خود سنا مگر تعداد معلوم نہیں، اور یہ بھی کہا باپ کو کہ اگر طلاق دینا ہو تو اچھی طرح دو جواب میں کہا کہ مجھے جیسے معلوم ہے، ویسے دیا ہے، اب علماءِ کرام سے التماس ہے، کہ اس عورت پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کونسی طلاق اور عندالشرع کیا حکم ہے، نیز شخصِ مذکور نے غصہ کی حالت میں عورت مذکورہ کو دو طلاق دیا تھا، چار پانچ سال گذر گئے، اِس طلاق اور اُس طلاق سے کچھ مناسبت ہے یا نہیں؟

التنقیح: چار پانچ سال ہوئے دو طلاق کیسی دی تھی، بائنہ یا رجعی، اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کی یا نہیں، اگر رجعت نہیں کیا یا طلاق بائنہ دی تو تجدیدِ نکاح کی ہے یا نہیں؟ دونوں

[1] هنديه كوئٹه ص ۴۷۵ ج ۱ الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، بحر كوئٹه ص ۵۷ ج ۴ فصل فيما تحل به المطلقة، تاتارخانيه كراچی ص ۶۰۹ ج ۳ كتاب الطلاق، مسائل المحلل وغيرها.

لڑکوں کے بیان میں پورے الفاظ طلاق دینے والے کے ذکر نہیں کئے گئے کہ صیغۂ ماضی (میں نے طلاق دی) یا صیغۂ مستقبل (میں طلاق دیدوں گا) سے طلاق دی ہے، لہٰذا ہر دو کے بیان میں اس کو صاف صاف لکھنا چاہئے، دوسرے لڑکے کے بیان میں ہے کہ یہ بھی کہا کہ طلاق دینا ہو تو اچھی طرح دیدو، اس کا کیا مطلب ہے، لڑکا کس طرح طلاق دلانا چاہتا ہے، صیغۂ ماضی سے یا صیغۂ مستقبل سے یا کسی اور طرح اور باپ کو کس طرح طلاق دینا معلوم تھا کہ جس طور پر طلاق دی ہے، امورِ بالا کو وضاحت سے تحریر کرنے پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے، از دارالافتاء مظاہر علوم سہارن پور ۴/۵/۶۰ھ

تکمیلِ سوال : گذشتہ وہ دو طلاق بائنہ دی تھی اور تجدیدِ نکاح کی ہے اور اس طلاق میں طالق کا قول ہے، کہ طلاق دیدوں گا، یعنی صیغۂ مستقبل سے بیان کیا ہے، اور مطلقہ کا قول ہے، صیغۂ ماضی پر یعنی میرے شوہر نے میرا نام لے کر زینب کو ایک طلاق، زینب کو دو طلاق اور زینب کو تین طلاق دی، صیغۂ ماضی سے بیان کی دونوں لڑکوں کا قول ہے، ماضی پر، اول لڑکے کا بیان ہے کہ میرے باپ نے میری ماں زینب کو کئی مرتبہ طلاق دیا، جب زینب کو طلاق طلاق کی آواز کان میں آئی اور تعداد معلوم نہ ہوئی، تو اس لئے باپ سے کہا کہ طلاق دینا ہو تو ایسے دو کہ جیسے لوگ طلاق دیا کرتے ہیں، باپ نے جواب دیا کہ لوگ جیسے طلاق دیا کرتے ہیں ایسے ہی میں نے دیا خلاصہ یہ کہ طالق کہتا ہے کہ طلاق دیدوں گا، مستقبل صیغہ سے اور مطلقہ اور دونوں گواہ کہتے ہیں کہ طلاق دیا ماضی کے صیغہ سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں عورت طلاق کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر منکر ہے، دو لڑکے ماں کے موافق باپ کے خلاف شہادت دیتے ہیں، لہٰذا لڑکوں کی شہادت ماں کے موافق ہونے کی وجہ سے شرعاً قابل قبول نہ ہوگی اگر ماں طلاق کا دعویٰ نہ کرتی بلکہ انکار کرتی تو پھر لڑکوں کی شہادت قابل قبول ہوتی کیونکہ اس صورت میں وہ باپ اور ماں ہر دو کے خلاف تھے: رجل شهد عليه بنوه انه

طلق امهم ثلاثا وهو يحجد فان كانت الام تدعى فالشهادة باطلة وان كانت تجحد فالشهادة جائزة لانها اذا كانت تدعى فهم يشهدون لامّهم لانهم يصدقون الام فيما تدعى ويعيدون البضع الى ملكها بعد ما خرج عن ملكها واما اذا كانت تجحد فيشهدون على امهم لانهم يكذبونها فيما تجحد ويبطلون عليها ما استحقت من الحقوق على زوجها من القسم والنفقة وما يحصل لها من منفعة عود بضعها الى ملكها فتلك منفعة مجهودة يشوبها مضرة فلا تمنع قبول الشهادة اهـ وهٰذه من مسائل الجامع الكبير الخ "بحر"[1] ص ۸۸/ ج۷/.

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عورت کا دعویٰ طلاق کرنا اور نہ کرنا ہر دو مساوی ہے، کیونکہ طلاق حقوق اللہ میں سے ہے، لہٰذا ہر دو صورت میں لڑکوں کی شہادت قابل قبول ہونی چاہئے اس بناء پر فتاویٰ شمس الائمہ اوز جندی میں علی الاطلاق قبول شہادت کا حکم لگا کر وہو الاصح کہا ہے مگر صاحب بحر نے دعویٰ وعدم دعویٰ میں فرق کو ظاہر کر کے محیط برہانی سے جامع کبیر کے قول کی صحت نقل کی ہے: واورد عليه انَّ الشهادة بالطلاق شهادة بحق اللّٰه تعالٰى فوجود دعوى الام وعدمها سواءٌ لعدم اشتراطها واجيب بانه مع كونه حقاًللّٰه تعالٰى فهو حقها ايضاً لم تشترط الدعوى للاوَّل وَاعتبرت اذا وجدت مانعةً من القبول للثانى عملاً بها اهـ وفى المحيط البرهانى معزيًّا الٰى فتاوىٰ شمس الائمة الاوزجندى ان الام اذا ادعت الطلاق تقبل شهادتهما قال وهو الاصح لانّ دعواها لغو قال مولانا وعندى ماذكره فى الجامع اصح اهـ بحر[2] ص ۸۸/ ج۷/. اگر پہلے طلاق دو مرتبہ واقع ہو چکی ہے، تو صرف ایک مرتبہ کہنے سے مغلظہ

---

[1] البحر الرائق ص ۸۱/ ج۷/ كتاب الشهادت، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل،مطبوعه كوئٹه.

[2] البحر الرائق ص ۸۱/ ج۷/ كتاب الشهادت،باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، مطبوعه كوئٹه ، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۸۲ ج۳ كتاب الشهادات، الباب الرابع، الفصل الثالث فى من لا تقبل شهادته للتهمة، محيط برهانى ص۱۹۸ ج۱۳ كتاب الشهادات، الفصل السادس فى شهادة الرجل لابيه وأمه الخ طبع مجلس علمى گجرات.

ہوجائے گی، عورت نے چونکہ خود تین طلاق کو بصیغۂ ماضی سنا ہے، اس لئے اس کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ بغیر حلالہ کے شوہر کو اپنے اوپر قابو دے جو صورت بھی اس سے بچنے کی ممکن ہے اس کو اختیار کرے، ایسے مسائل میں عورت خود قاضی کا حکم رکھتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۲/۶۰ھ صحیح: عبداللطیف

گواہان عفت ومعصیت میں تقابل

سوال: - بعض گواہ کہتے ہیں کہ تعلقات ازدواجی شوہر کے انتقال تک باقی رہے یہ گواہ زوجین کی عفت کی گواہی دے رہے ہیں، گواہان طلاق عورت ومرد کو امور ناجائز وحرام کا مرتکب بتلا رہے ہیں، ایسی صورت میں گواہان عفت کا قول معتبر ہے، یا گواہان طلاق کا اور اس مدعی کا جو اپنے مردہ بھائی کو مرنے کے بعد حرام کار اور فاسق کہہ رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گواہان عفت کے قول کو معتبر کہا جائے گا۔ **شهد اعلٰی انه مات وهی امرأته واٰخران انه طلقها فالاولٰی اولٰی اشباه**[2] ص ۳۴۸/ اور گواہان معصیت کا بیان گواہان عفت کے مقابلہ میں قابل ترجیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۶/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۸/محرم ۵۴ھ

---

[1] والمرأة كالقاضي لا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او شهد به شاهد عدل عندها عالمگیری ص ۳۵۴/ ج ۱/ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول فی الطلاق الصریح. مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۴۶۳ ج ۴ باب الصریح، مطلب ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة إلی النیة بحر کوئٹه ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۲۹/ کتاب القضاء والشهادات والدعاوی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

جھوٹے گواہوں سے طلاق کا ثبوت

سوال:- اگر کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق نہ دے اور عورت جھوٹ موٹ، طلاق کے ہونے کا دعویٰ عدالت میں دائر کرے اور جھوٹے جھوٹے گواہان کو شہادت میں پیش کرے اور عدالت اس پر وقوع طلاق کا فیصلہ دیدے اور حقیقت یہ ہے کہ طلاق نہیں ہوئی، تو عدالت کے فیصلہ کے بعد اس عورت کا نکاح ثانی کرنا عندالشرع وعنداللہ صحیح ہوگا، یا نہیں، اور جب کہ عورت کو طلاق کے نہ ہونے کا قطعی علم ہے تو عدالت کے اس فرضی فیصلہ کے بعد عورت اپنا نکاح ثانی کے بعد حقوق زوجیت ادا کرنے پر فعل حرام کی مرتکب ہوگی یا نہیں مفصل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہی ہے کہ قضاء ظاہراً وباطناً نافذ ہوتی ہے، جس کا تقاضہ یہی ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاح ثانی بعد عدت شرعاً درست ہو، اور حقوق زوجیت کو حرام قرار نہ دیا جائے، (قاضی کا مسلم ہونا ضروری ہے، پس عدالت غیر مسلم کا فیصلہ ایسے مسائل میں نافذ نہیں) صاحبین کے نزدیک قضاء صرف ظاہراً نافذ ہوتی ہے درمختار میں اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے، شیخ ابن ہمامؒ نے امام صاحب کے قول کو قوی کہا ہے اور متون میں بھی قول امام منقول ہے: **وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً وباطناً والقاضی غیر عالم بزورهم فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالة وطلاق لقول علیؓ لتلک المرأة شاهداک زوّجاک وقالا وزفرؒ والثلاثة ظاهراً فقط وعلیه الفتویٰ شرنبلالیة عن البرهان اهـ درمختار قوله والفسوخ اراد بها ما یرفع حکم العقد فیشمل الطلاق ومن فروعها ادعت انه طلقها ثلاثاً وهو ینکر واقامت بینة زور فقضٰی بالفرقة فتزوجت باٰخر بعد العدة حل له وطؤها ولایحل للاول وطؤها ولا یحل لها تمکینه بحر اهـ قوله وعلیه الفتویٰ نقله ایضاً فی القهستانی عن الحقائق وفی البحر عن ابی اللیث لکن قال وفی الفتح من النکاح وقول ابی حنیفةؒ هو الوجه قلت وقد حقق العلامة قاسم فی**

رسالته قول الامام بما لا مزید علیه ثم اورد علیه اشکالا واجاب عنه وعلیه المتون اهـ رد المحتار[1] وقال فی مجمع الانهر وفی القهستانی اذا قضٰی القاضی بشهود زور انه طلقها ثلاثاً ثم تزوجت بزوج بعد العدة فانه یحل له الوطئ ظاهراً وباطناً واما عند هما فیحل له ولا یحل للثانی اذا علم وعن ابی یوسفؒ انه یحل للاول سراً وعن محمد مالم یدخل بها الثانی اهـ[2] قال فی سکب الانهر فالمراد بالنفاذ ظاهراً تسلیمها له وبالنفاذ باطناً حل الجماع[3] اهـ.

فقط واللّٰه سبحانه تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: عبداللطیف عفی عنہ ۲۶/ذی الحجہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۷/ذی الحجہ ۶۹ھ

طلاق کے گواہوں میں اختلاف

سوال: - زید کا واقعہ ہے، جس پر علمائے کرام کا فتویٰ طلاقِ مغلظہ کا ہو چکا ہے، اس کے بعد ہندہ کے والد چند اشخاص کے ساتھ زید کے گھر پہنچے، زید باہر جا چکا تھا، زید کے والد سے ہندہ کے والد نے رخصتی کے بارے میں کہا اور کہا کہ فتاویٰ آ چکا ہے، تو ہم ہندہ کو رکھیں گے، اس پر ہندہ کے والد نے کہا کہ فتویٰ آ گیا ہے، اس میں کوئی گنجائش کا موقع نہیں ہے، اس پر زید کا والد زید کے یہاں چند اشخاص کے ساتھ پہنچا، زید موجود تھا، زید سے جب دریافت کیا گیا تو زید نے کہا کہ ہم کو مطلق یاد نہیں ہے ایک لڑکا عتیق کے کہنے پر کہ تم نے تین طلاق دیدیا ہے تو مولانا سے فتویٰ معلوم کیا گیا تو مولانا نے کہا کہ یہ طلاق مغلظہ ہوگئی ہے تو ہم لوگوں نے کہا کہ رخصتی کر دیں رخصتی نہیں ہوئی،

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۹/ ج۸/ مطبوعه کراچی ص ۴۰۵/ ج ۵/ کتاب القضاء مطلب فی القضاء بشهادة الزور.

[2] مجمع الانهر ص۲۳۷/ ج۳/ کتاب القضاء فصل ثانی مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۳۷/ج۳/کتاب القضاء ،فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہم لوگ واپس گئے، یہ زید کا بیان ہے کہ ہمارے والد کا بیان ہے کہ دو طلاق دیا ہے، اور گواہ محمد عتیق کا کہنا ہے کہ تین طلاقیں دیا ہے اور ہم کو کچھ یاد نہیں ہے اس پر علماءِ کرام نے رجوع کرنے کا فتویٰ دیدیا، جب رجوع کرنے کی خبر ہندہ کو ہوئی تو ہندہ کے والد پہنچے اور محلے کے دو چار آدمیوں کے سامنے رجوع کرنے کو غلط قرار دیا اور زید کے والد نے کہا کہ دو طلاق دیا ہے، اس پر ایک گواہ بھی ہے، ہندہ کے والد رضامندی وغیرہ کے ساتھ ہندہ کو اپنے یہاں لے آئے اور ہندہ ابھی تک یہیں ہے، اب زید کے والد اور زید کا سخت تقاضا ہے کہ رخصتی کردیں، ہندہ کے والد پس وپیش کر رہے ہیں، کہ کس فتویٰ پر عمل کیا جائے، براہِ کرم آپ مطلع فرمادیں کہ اس بارے میں حکمِ شریعت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاقِ مغلظہ پر اگر شرعی شہادت موجود نہیں نہ شوہر کو اقرار ہے، نہ بیوی نے خود سنا ہے، تو طلاقِ مغلظہ کا حکم نہیں کیا جائے گا[1] بلکہ اندرونِ عدت رجعت کا اختیار ہوگا[2] اگر عدت گذر چکی ہے تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی حلالہ کی ضرورت نہیں[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق ما لا او غيره كنكاح وطلاق الى قوله رجلان او رجل وامرأتان. الدر المختار على الشامي زكريا ص ۱۷۸/ ج۸/ كراچی ص ۴۶۵/ ج۵/ كتاب الشهادت، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۳ اول كتاب الشهادة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۶۲ ج۷ كتاب الشهادة.

[2] واذا طلق الرجل امرأته تطليقةرجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها عالمگيرى ص ۴۷۰/ج ۱/ باب الرجعة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۷۹ ج۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص ۳۹۴ ج۲ اول باب الرجعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها عالمگيرى ص ۴۷۲/ج ۱/ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة. مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۴ ج۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، دار الكتاب ديوبند، شامى كراچى ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة مطلب فى العقد على المبانة.

ورثاء شوہر کا دعویٰ طلاق

سوال:- ایک شخص کے پاس اس کی عورت عرصہ دراز تک رہتی رہی بیماری میں اس کی خدمت بھی کی اس کی خدمت گذاری اور از دواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں، مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کر کے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ و دین مہر غصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸/سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے، ایسی صورت میں ورثاء کا قول بطلاق قابل سماعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ورثاء شوہر نے آٹھ سال تک اگر طلاق کی شہادت کو چھپایا ہے اور باوجود طلب کے شہادت نہیں دی، تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے فاسق ہو گئے: **کتمان الشهادة كبيرة ويحرم التاخير بعد الطلب اشباه[1] ص ۲۲۹/ شاهد الحسبة اذا اخر شهادته لغير عذر لا يقبل لفسقه كما في القنية اشباه[2] ص ۳۱۳/** نیز اس کی شہادت قابل قبول نہیں نیز مسلمان کے فعل کو حتی الوسع صحیح وحلال محل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے **حمل فعل المسلم علٰى الصحة والحل واجب ما امكن مبسوط سرخسی[3]**

---

[1] الاشباه والنظائر ص ۱۲۳/ كتاب القضاء والشهادات والدعاوى مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، هنديه كوئٹه ص ۴۵۲ ج۳ كتاب الشهادات، الباب الثانى فى بيان تحمل الشهادة الخ، تبيين الحقائق ص۲۰۷ ج۴ كتاب الشهادة، طبع امداديه ملتان.

[2] الاشباه والنظائر ص۱۱۸/ كتاب القضاء والشهادات والدعاوى. مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، هنديه كوئٹه ص۴۶۷ ج۳ الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل الفصل الثانى فيمن لا تقبل شهادته لفسقه.

[3] مبسوط سرخسی ۶۲/ ج۱۷/ باب اختلاف الاوقات فى الدعوىٰ وغير ذلک، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ص ۷۲ ر ج ۱۷ ر لہٰذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا اگر ورثاء شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہوسکتا ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو اس کے بعد رجوع کرلیا ہو یا طلاق بائنہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کرلیا ہو جس کا ورثاء شوہر کو علم نہ ہوا ہو لہٰذا اس صورت میں عورت حصہ شرعیہ وارثت کی مستحق ہوگی۔

اگر مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہوگی اور دین مہر وارثت پر مقدم ہوگا[۱] البتہ اگر ورثاء شوہر طلاق مغلظہ وعدم حلالہ کی شہادت دیتے ہیں، اور ۸ر سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اور ان میں شرائط شہادت عدالت ومروت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت وراثت کی مستحق نہ ہوگی دین مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور ورثاء شوہر کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ ۶ ر ۱ ر ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۸ر محرم الحرام ۵۴ھ

بیوی نے طلاق کو سنا شوہر منکر ہے

سوال:- زید اپنی زوجہ کو تنگ کرتا تھا، اس کا باپ اپنے گھر لانے کیلئے گیا، اور زید پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو زید نے کہا کہ تم اسوقت اگر لے جاؤ گے تو میں آزاد کردوں گا، یہ سننے کے بعد زوجہ

---

[۱] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته سراجى ص ۴ ر ۳ ر مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر كوئٹه ص ۴۸۹ ج ۸ كتاب الفرائض، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۴۷ ج ۶ كتاب الفرائض الباب الاول.

[۲] شهدا على أنه مات وهى امرأته وآخران انه طلقها فالاولى أولى، اشباه ص ۱۲۹ كتاب القضاء والشهادات والدعاوى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

کے باپ نے کہا اپنے پسر سے کہ انکا جھگڑا چلتا رہے گا، یہ سن کر زید نے کہا تین مرتبہ، کہ میں طلاق دے چکا ہوں، زوجہ کا باپ لڑکی کو اپنے ہمراہ لے گیا، زید طلاق سے منکر ہے، اور کہتا ہے کہ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ اگر تم لے گئے تو میں طلاق دیدوں گا، شہادت جانبین کی موجود ہے، زوجہ اپنے باپ کے بیان کی تائید کرتی ہے، اور الفاظ مذکورہ سابقہ کا خود سننا ظاہر کرتی ہے، صورتِ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور نکاح کی تجدید کس طرح ممکن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب عورت نے ۳/مرتبہ طلاق دینا خود اپنے کان سے سنا ہے، تو پھر اس کے لئے زید کو اپنے اوپر قدرت دینا جائز نہیں جو جائز صورت بھی عورت کے قبضہ میں زید سے بچنے کی ہو اختیار کی جاوے: **المرأة كالقاضي لا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او شهد به شاهدعدل عندها. عالمگیری[1] ص: ۳۶۹، ج: ۲.**

اگر دو عادل گواہ عورت کے پاس موجود ہیں تو مغلظہ ہو چکی اب بلا حلالہ تجدید نکاح کافی نہیں، بلکہ اگر حلالہ ہو جائے تو شرعاً نکاح جدید درست ہو سکتا ہے۔ **لقوله تعالىٰ فلا تحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجاً غيره هدايه[2] ص: ۳۷۹.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۹/صفر ۵۳ھ

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۴، ج: ۱، مطبوعه كوئٹه، الفصل الاول فی الطلاق الصريح، شامی زكريا ص ۴۶۳ ج ۴ باب الصريح مطلب فی قول البحر ان الصريح يحتاج فی وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] هدايه ص: ۳۹۹، ج: ۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، المحيط للسرخسی ص ۸ ج ۳ جزء ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيری ص ۴۷۳ ج ۱ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه.

طلاق کے بعد شوہر منکر ہو گیا

سوال:- ایک شخص نامی امیر قلم چائے اپنی رفیقۂ حیات مسماۃ فاطمہ کو کہتا ہے کہ ''میں نے تین طلاق پر تجھ کو چھوڑا'' پھر ایک کنکر پھینک کر کہا چھوڑی، اور دوسرا پھینک کر کہا چھوڑی، پھر کہتا ہوں چھوڑی۔ چلا گیا جب کسی عالم نے دریافت شروع کی تو اس پر امیر قلم نے انکار کر دیا، اس پر غلام فاطمہ نے ثبوت پیش کیا کہ ایک عورت مسماۃ مہر خاتون نے بیان دیا کہ بیوی بصورت ناراضگی والدین کے گھر میں آئی ہوئی تھی اس سے اس کے راضی کرنے کی خاطر والدین کے پاس آیا کہ میرے بیوی کو میرے ہمراہ روانہ کر دو، غلام فاطمہ نے بھائی جہانگیر سے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی، اس پر امیر قلم نے اسی حالت میں دو مرتبہ کہا کہ جو چاہے ہو رہا کر دیا ہوں اس پر جہاں گیر خاں نے کہا جو تمہارا جی چاہے کرو اس پر امیر قلم نے اپنی منکوحہ کو مخاطب کر کے کہا تین طلاق پر میں نے تجھ کو چھوڑا، پھر ایک کنکر پھینک کر کہا چھوڑی، دوسرا پھینک کر کہا چھوڑی پھر کہتا ہوں، چھوڑی چلا گیا، دوسرا گواہ غلام فاطمہ مذکورہ کی والدہ نے بھی بعینہٖ یہی شہادۃ بیان کی تیسرا غلام فاطمہ کا والد اس نے بھی بعینہٖ شہادۃ بیان کی چوتھا گواہ غلام فاطمہ کا بھائی جہانگیر اس نے بھی بعینہٖ وہی شہادت دی اب یہ فرمایئے کہ اس صورت میں والدین کی گواہی اولاد کے حق میں باوجود حق اللہ ہونے کے تحریر فرمایئے منظور ہے یا نہیں، دوسرا عند الاحناف ایک مشت تین طلاق دینے سے طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسماۃ غلام فاطمہ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا ہے اور اس نے خود تین طلاق کو سنا ہے تو شرعاً اس کیلئے جائز نہیں، کہ اپنے اوپر امیر قلم کو قابو دے بلکہ جسطرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدگی اختیار کرے، اور ہرگز اپنے اوپر قابو نہ دے کذا فی ردالمحتار[1] بھائی کی گواہی شرعاً قابل قبول ہے، کذا

---

[1] والمرأة كالقاضي إذا سمعته او أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فی العالمگیریہ[1] اجنبیہ عورت کی گواہی شرعاً معتبر ہوتی ہے لہٰذا اگر مسماۃ کا بھائی اور مسماۃ مہر خاتون دونوں ثقہ اور عادل ہیں تو ان کی گواہی معتبر ہے، مگر یہ نصاب شہادت نہیں، والدین کی گواہی قابل قبول نہیں، جس طرح کہ اولاد کی گواہی قابل قبول نہیں، مگر مسئلہ طلاق میں دو قول ہیں اور ہر دو کی تصحیح کی گئی ہے: **رجل شهد عليه بنوه انه طلق امهم ثلاثا وهو يجحد فان كانت الام تدعى فالشهادة باطلة وان كانت تجحد فالشهادة جائزة الخ وهٰذه من مسائل جامع الكبير الخ وفى المحيط البرهانى معزيا الٰى فتاوىٰ شمس الاسلام الاوز جندى ان الام اذا ادعت الطلاق تقبل شهادتهما قال وهو الاصح لان دعواها لغو قال مولانا وعندى أن ماذكره فى الجامع اصح اهـ بحر**[2] **مختصراً** ج:۷، ص: ۸۱. لہٰذا احوط یہ ہے کہ جب تک امیر قلم خود طلاق کا اقرار نہ کرے، یا کوئی اور گواہ شرعی میسر نہ آئے تو مسماۃ غلام فاطمہ دوسری جگہ نکاح نہ کرے اور اپنے اوپر قلم کو جماع وغیرہ کی قدرت نہ دے[3] عندالاحناف تین طلاقیں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) بل تفدى نفسها بمال أوتهرب، ردالمحتار زكريا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۵۱، ج:۳، باب الصريح، مطلب فى قول البحر أن الصريح يحتاج فى وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، عالمگيرى ص۳۵۴ ج۱ الباب الثانى فى ايقاع الطلاق، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] تجوز شهادة الاخ لأخته كذا فى المحيط السرخسى. عالمگيرى ص:۴۷۰، ج:۳، كتاب الشهادة، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة اولزوم التناقض الخ، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۲۷۸ ج۳، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۱۶۹ ج۱۳، الفصل الثالث فى بيان من تقبل شهادته الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] البحر الرائق كوئٹه ص: ۸۱، ج:۷، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، المحيط البرهانى ص۱۹۸ ج۱۳، كتاب الشهادة، الفصل السادس فى شهادة الرجل على فعل من أفعال أبيه الخ مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، عالمگيرى ص۴۸۲ ج۳ كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة مطبوعه كوئٹه الخ.

[3] والمرأة كالقاضى إذا سمعته أو اخبرها عدل لا يحل لها تمكنيه الخ شامى كراچى ص ۲۵۱ ج۳، مطبوعه زكريا ص۴۶۳ ج۴، مطلب ان الصريح يحتاج وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، عالمگيرى ص۳۵۴ ج۱ الباب الثانى فى إيقاع الطلاق، الفصل الاول، كتاب الطلاق واما حكم طلاق البدعة.

واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اقرار طلاق کے بعد انکار

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی جو لوگ وقوع واقعہ کے وقت موجود تھے، ان میں سے دو عورتیں اور ایک مرد نے شرعی گواہی دی کہ زید نے چار مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور اثناء واقعہ میں اور ایک مرد آیا تو زید کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس مرد نے اس کو کہا کہ طلاق کا لفظ کوئی معمولی ہے، ایسا لفظ نہ کہو تو زید نے پھر کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو ہاں میں نے اس کو طلاق دے دی، ایک دوسرے آدمی کے پاس زید نے اقرار کیا، کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہیں، اب دین مہر ادا کرنا ہے کس طرح ادا کروں گا، اس واقعہ کے دن سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاقیں دیدی ہیں خود زید نے اپنی بیوی کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر کے میکے میں بھیج دیا، لیکن چند دن بعد اب زید کا بیان ہے کہ میں نے تین مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدیں گے، چوتھی مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدی اس کی بیوی کہتی ہے کہ میرے شوہر نے پہلے ہی مرتبہ طلاق دیدی تھی، اور آخری مرتبہ میں طلاق دیدیں گے، کہا تھا، علاوہ ازیں زید کو خود اقرار ہے اور مذکورہ بالا بھی گواہی دے رہے ہیں، اس لئے علاوہ لفظ طلاق کے چند جملے اور بھی کہے مثلاً تم کو طلاق دیدیں گے، یا دیدیا ازیں اختلاف قول الشاہد والطالق تم میرے گھر سے اپنے میکے چلی جاؤ، تم میرے گھر سے نکل جاؤ پھر اس کے بعد اپنے والد اور بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری شادی دوسری جگہ فوراً کرادو ورنہ میں ہیضہ والے گھر گھس کر مر جاؤں گا، یہ واضح ہے کہ یہ سارا واقعہ جھگڑا اور غضب کی حالت میں ہوا ہے۔

---

[1] فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت معصية، أحكام القرآن للجصاص ص ۳۸۸ ج ۱ باب ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، مطبوعه دار الكتاب العربى، بيروت، هدايه ص ۳۵۵ ج ۲ باب طلاق السنة، بدائع كراچى ص ۹۶ ج ۳.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مرد اور دو عورتیں جب کہ مقبول الشہادۃ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے زید نے چار مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی[1]، اور شوہر کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا، پھر زید کا دوسرے شخص کے سامنے اقرار کرنا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی قوی دلیل ہے اس پر کہ زید نے وعدۂ طلاق پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ بالفعل طلاق مغلظہ دی ہے، اگر عورت نے خود ایک مرتبہ طلاق کو سنا ہے، اور دوسری اور تیسری مرتبہ طلاق سننے کا انکار کرتی ہے، البتہ کسی معتبر شخص نے اسکو خبر دی کہ زید نے میرے سامنے تم کو تین طلاقیں دینے کا اقرار کیا ہے تب بھی کافی ہے، یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ خود ہی طلاق کو سن لے بلکہ ایک عادل کی شہادت طلاق کی یا اقرار طلاق کی حرمت غلیظہ کیلئے شرعاً معتبر اور کافی ہے، اب عورت کو جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے:

صرح به الحصكفي في باب العدة والمرأة كالقاضي لايحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او شهد به شاهد عدل عندها اهـ زيلعي[2] ص:۱۹۸، ج:۲،

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۸/محرم الحرام ۶۳ھ

---

[1] ونصا بها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً اوغيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي ولو للارث رجلان اورجل وامرأتان. الدرالمختار على الشامي زكريا ص:۱۷۸، ج:۸، مطبوعه كراچي ص:۴۶۵، ج:۵. كتاب الشهادت، زيلعي ص ۲۰۹ ج۴ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص ۱۵۴-۱۵۵ ج۳ كتاب الشهادة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[2] زيلعي ص:۱۹۸، ج:۲، باب الطلاق، مكتبه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثاني، الفصل الاول، شامي زكريا ص ۴۶۳ ج۴ باب الصريح، مطلب في قول البحران الصريح يحتاج في وقوعه الخ بحر ص ۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

اقرارِ زوج کے بعد گواہوں کی ضرورت نہیں

سوال:- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیا، یہ سن کر گاؤں کے پانچ آدمی وہاں گئے اور شوہر سے پوچھا کہ تم اپنی بیوی کو رکھو گے یا چھوڑو گے، اگر تم کو بیوی رکھنا ہے، تو ایک عالم سے فیصلہ لینا پڑے گا، اس وقت شوہر نے کہا کہ اگر حلالہ کی ضرورت پڑے تو نہیں لوں گا، مہر کی بابت روپیہ یا ایک بیگہ زمین دے کر رخصت کردوں گا، اس کے بعد عالم صاحب نے فیصلہ کے لئے مجلس منعقد کی اور شوہر سے دریافت کیا گیا تو اس نے اپنے خیالات اس طرح ظاہر کئے کہ میرا اپنی بیوی سے کبھی کبھی جھگڑا ہوتا رہتا ہے، آج میں نے غصہ میں بے قابو ہو کر اپنی بیوی کو کہہ دیا، جا تجھے گھر میں نہیں رکھوں گا، طلاق طلاق تین طلاق دیا، یہ بات شوہر نے تین آدمیوں کے سامنے کہی، اور دیگر حضرات بھی وہاں پر موجود تھے، جنہوں نے اس بات پر شہادت دی کہ واقعی شوہر نے طلاق دی، اب سوال یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں جب کہ طلاق نامہ میں بھی شوہر نے تین طلاق لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ شوہر کا بیان خود تین طلاق کا ہے، جس میں کوئی شرط نہیں کی گئی ہے، گواہ کی ضرورت نہیں، طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی[1] اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

---

[1] ولو اَقَرَّ بالطلاق کاذبا اوھازلا وقع قضاء. شامی زکریا ص: ۴۴۰، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۳۶، ج: ۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعتاق، البحر الرائق ص ۲۴۶ ج ۳ کتاب الطلاق، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً ویدخل بھا ثم یطلقھا اویموت عنھا. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱، مطبوعہ کوئٹہ، (بقیہ آئندہ پر)

اقرار طلاق کے بعد گواہ کی ضرورت نہیں

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی وقت یہ کہہ دیا کہ تجھ کو طلاق ہے تو اپنے باپ کے یہاں چلی جا، ہندہ اپنے باپ کے پاس چلی گئی لیکن اس کے طلاق دینے کی کوئی معتبر اور ثقہ شہادت نہیں ہے، اس میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ ہندہ کو اپنے باپ کے یہاں ایک مدت گذر گئی، زید اس کو نہیں لاتا ہے، نہ لانے کی وجہ سے ہندہ کے ورثاء نے زید کو ایک مجلس میں جس میں قریب قریب دوسو آدمی تھے، مارنے کے لئے دھمکی دی زید نے اس مجلس میں لوگوں کے سامنے یہ کہدیا کہ میں نے اس کو بہت دن ہوئے چھوڑ دیا، اب اس میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کے کہنے کے بعد بہت دن گذر گئے جب ہندہ کا نکاح ہونے کو ہوا تو لوگوں نے کہا طلاق رجسٹری کر کے دیدو؟ پھر زید نے قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ رجسٹری کر کے دیا، اب رجسٹری شدہ طلاق کے تین روز بعد ہندہ کا نکاح ہوا، نکاح درست ہوا یا نہیں؟ کونسی طلاق معتبر مانی جائے گی، تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر تجدید نکاح کی ضرورت ہے، تو عدت میں جو نکاح ہوا گناہ کس کو لازم ہوگا، اس کے ازالہ کی کیا صورت شریعت نے مقرر کی ہے، معتبر کتب حنفیہ مع حوالہ جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب زید نے اپنی بی بی ہندہ کو خطاب کر کے طلاق دیدی، اور زید اس کا اقرار کرتا ہے، تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں پھر جب مجلس میں بہت سے آدمیوں کے سامنے کہا کہ میں نے اس کو بہت دن ہوئے چھوڑ دیا تو پھر وہ سب مجلس کے لوگ گواہ بھی ہوگئے اگر اول مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت (تین حیض) گزر چکی اور اس کے بعد طلاق نامہ رجسٹری کرایا ہے تو اس سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ یہ پہلی ہی طلاق کی رجسٹری ہوئی لہٰذا اس سے کوئی نئی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الرجعة. فصل فيما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص۸۷،۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۵۶ ج۴ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

عدت واجب نہیں ہوگی اوراس سے تین روز بعد جو ہندہ نے نکاح ثانی کیا ہے، وہ شرعاً درست ہوگیا۔

”الطلاق الصریح وھو کانت طالق ومطلقة وطلقتک وتقع واحدة رجعیة وان نوی الاکثر اوالا بانة اولم ینوشیئاً کذافی الکنز ولوقال انت طلاق ونوی بہ الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاءً ویدین فیمابینه وبین اللّٰہ تعالیٰ والمرأة کالقاضی لایحل لھا ان تمکنه اذا سمعت منه ذٰلک اوشھدبه شاھد عدل عندھا اھ عالمگیری،[1] ص ۳۵۴/ جلدا (اذاطلق الرجل امرأته طلاقا بائنا اورجعیا اوثلاثاً اووقعت التفرقة بینھما بغیر طلاق وھی حرة ممن تحیض فعدتھا ثلاثة اقراء اھ فتاویٰ عالمگیری،[2] ج ۱ ص ۵۳۶۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ ذیقعدہ ۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ ذیقعدہ ۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ذیقعدہ ۶۰ھ

شوہر کا طلاق کے بعد انکار اور گواہ کا گواہی سے انکار

سوال:- کسومہ کا نکاح محمد ابراہیم کے ساتھ ہوا، چندروز کے بعد محمد ابراہیم کسومہ کو تکلیف دینے لگا، کسومہ اپنے میکہ چلی آئی، دو تین سال تک کسی طرح گذر گیا پھر کسومہ کی والدہ نے محمد

---

[1] عالمگیری، ج ۱/ص ۳۵۴/ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق .(طبع کوئٹہ)، مجمع الأنھر ص ۱۱ ج ۲ باب أیقاع الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ھدایه ص ۳۵۹ ج ۲، باب ایقاع الطلاق، مطبوعه تھانوی دیوبند.

[2] عالمگیری ،ج ۱/ص ۵۳۶/ الباب الثالث عشرفی العدة، ھدایة ص ۴۲۲ ج ۲ باب العدة مطبوعه تھانوی دیوبند، مجمع الأنھر ص ۱۴۲ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ابراہیم سے کہا کہ تم طلاق دے دو، اور اپنا زیور لے لو، محمد ابراہیم نے کہا ٹھیک ہے، زیور دیدو میں تو طلاق دیدوں گا، چنانچہ زیور اس کو دیدیا اور اس نے طلاق دیدی، جس کے گواہ محمد یونس اور بدھو ہیں، اور دو ہندو بھی موجود تھے، مگر اب محمد ابراہیم انکار کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، لہٰذا دریافت کرتا ہوں کہ محمد یونس کی حلفیہ گواہی سے طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندو کی گواہی اس معاملہ میں معتبر ہے یا نہیں؟ کیونکہ دوسرا گواہ بدھو بدل گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی نہیں دوں گا، ایسی صورت میں کسومہ دوسرا عقد کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز کسومہ کی والدہ کی گواہی اس موقع پر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسومہ کی طرف سے شرعی پنچایت میں طلاق کا مقدمہ پیش ہے، اور گواہ صرف محمد یونس باقی رہ گیا ہے، بدھو گواہی نہیں دیتا، تو کسومہ کا دعویٰ ایک گواہ کی گواہی سے ثابت مان کر پنچایت اس کے حق میں فیصلہ نہیں کریگی[1] ایک گواہ کو قسم دے کر دو گواہ کے قائم مقام نہیں بنایا جائیگا، ہندو کی گواہی اور کسومہ کی والدہ کی گواہی اس صورت میں مفید نہیں[2] لہٰذا اگر محمد ابراہیم قسم کھا کر طلاق کا انکار کرے گا تو اس کا انکار معتبر مانا جائے گا[3] لیکن اگر بدھو کے سامنے طلاق دی گئی ہے تو اس کا گواہی سے

---

[1] وشرط لغير ذلك رجلان او رجل وامرأتان مالاً كان الحق او غير مال كالنكاح والرضاع والطلاق. مجمع الانهر ص: ۲۶۱، ج:۳، كتاب الشهادت. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی کراچی ص۴۶۵ج۵ اول كتاب الشهادات، هنديه كوئٹه ص ۴۵۱ ج۳ كتاب الشهادات الباب الاول.

[2] لاشهادة للكافرعلى المسلم مطلقا بدائع الصنائع کراچی ص: ۲۶۶، ج:۶، كتاب الشهادت، فصل اما الشرائط هدايه ص۱۶۳ ج۳ باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل الدر مع الشامی کراچی ص۴۷۵ ج۵ كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه الخ، لا تجوز شهادة الوالدين لولدهما. عالمگیری کوئٹه، كتاب الشهادات الباب الرابع، ص: ۴۶۹، ج:۳، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة الخ، بحر کوئٹه ص ۸۰ ج۷ باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۳ كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] فان لم يكن لها بينة تحلفه فان حلف فالاثم عليه. البحر الرائق ص:۲۵۷، ج:۳، اول باب الطلاق الصريح، شامی زکریا ص۴۶۳ ج۴ باب الصريح، مطلب فی قول البحر : (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انکار کرنا کتمانِ شہادت اور بڑا گناہ ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ. (الآیۃ[1])۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۵/۱۶ھ

اقرارِ زوج کے وقت گواہوں کی ضرورت

سوال:- سائل نے ایک سوالِ طلاق کے متعلق کئی جوابات مختلف جگہ سے حاصل کئے اب ان سے پریشان ہورہا ہے، اس مسئلہ کو ملاحظہ فرما کر مفتی محمود صاحب نے مندرجہ ذیل جواب لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال کی عبارت پر جواب لکھا جاتا ہے، مختلف سوالات لکھ کر ایک جگہ سے یا متعدد مقامات سے جواب منگایا جائے تو جواب بھی مختلف ہوں گے، مسئلہ طلاق میں گواہی کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، کہ شوہر کو انکار ہو، اقرارِ شوہر کے وقت گواہی کی ضرورت ہی نہیں، جیسی طلاق کا اقرار کریگا ویسی ہی طلاق کا حکم دیا جائے گا، تین طلاق کے اقرار پر طلاق مغلظہ کا حکم ہوگا[2] خواہ گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں، گواہی شوہر کے اقرار کے موافق دیں یا خلاف اتنی بات سے آپ کا جواب ہوگیا،

(گذشتہ کا بقیہ) إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية.

(صفحہ ہذا) [1] سورہ بقرہ آیت: ۲۸۳،

ترجمہ:- اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفاء کرے گا، اس کا قلب گنہ گار ہوگا۔ (از بیان القرآن)

[2] وإن أقر بالطلاق كاذباً اوهاز لا وقع قضاء . شامي زكريا ص: ۴۴۰، ج:۴، مطبوعه كراچي ص: ۲۳۶، ج:۳، كتاب الطلاق، مطلب في الاكراه على التوكيل بالطلاق الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۶ ج۳ كتاب الطلاق، النهر الفائق ص۳۱۷ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اب کسی اور تحقیق کی ضرورت نہیں رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۲/۷/۵۷ھ

طلاق قبل الدخول و بعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم

سوال:- اگر زوجین میں اختلاف ہو، زوجہ کہتی ہو کہ مجھے طلاق بعد الدخول دی گئی ہے، اور زوج کہتا ہے کہ قبل الدخول دی ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ کا قول معتبر ہوگا: **وفی القنیة افترقا فقالت افترقنا بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول قولها لانها تنکر سقوط نصف المهر** (بحر[1] ص ۱۴۲/ج۳/)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق پر زوجین میں سے کس کے گواہ معتبر ہوں گے

سوال:- زینب کہتی ہے کہ خالد میرے خاوند نے مجھ کو طلاق دیدی خالد انکار کرتا ہے زینب کی تصدیق تین چار شخص کرتے ہیں، شرعاً کس کی تصدیق کی جائے گی؟

---

[1] البحر الرائق ص ۱۴۶/ ج۳/ باب المهر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۲۳۱ ج ۲ باب المهر، طبع مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زینب کے یہ گواہ عادل اور معتبر ہیں تو زینب کی تصدیق کی جاوے گی، اور اگر معتبر اور عادل نہیں ہیں یا ان کی گواہی زینب کے حق میں مقبول نہیں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا[۱]، اگر زینب نے خود تین طلاق کو سنا ہے، یا اس سے کم از کم ایک معتبر عادل شخص نے سنا ہے جس کو اس نے زینب سے بیان کیا ہے، تو پھر زینب کو جائز نہیں کہ خالد کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے[۲] لیکن دوسری جگہ نکاح جب درست ہوگا، کہ خود خالد تین طلاق کا اقرار کرے یا کم از کم دو عادل معتبر شخص تین طلاق کی شہادت دیں، یا حاکم مسلم با اختیار طلاق باتفریق کا حکم کردے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[۱] ویسأل القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فماذا تقول فان اقر فیها او انکر فبرهن المدعی قضی علیه بلا طلب المدعی والا یبرهن حلفه الحاکم بعد طلبه الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۴/ ج۸/ مطبوعه کراچی ص ۵۴۷/ ج۵/ کتاب الدعویٰ، بحر کوئٹه ص ۲۰۲ ج۷ کتاب الدعوی، مجمع الأنهر ص۳۴۷ ج۳ کتاب الدعوی، دار الکتب العلمیة بیروت، ونصابها لغیرها من الحقوق سواء کان الحق ما لا اوغیره کنکاح وطلاق الی قوله رجلان او رجل وامرأتان ولزم الی قوله والعدالة لوجوبه ای لوجوب القضاء علی القاضی. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۸/ ج ۸/مطبوعه کراچی ،ص ۴۶۵/ ج۵/ کتاب الشهادت.

[۲] والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه بل تفدی نفسها بمال اوتهرب. شامی زکریا ص ۴۶۳/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۵۱/ ج۳/کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة الی النیة، بحر کوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق هندیه کوئٹه ص۳۵۴ ج۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الاول. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

طلاق میں زوجین کا اختلاف

سوال:- زید کا پڑوسی اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دے دی ہے اور اس پر چند گواہ پیش کرتا ہے، اور زید کا بیان ہے، کہ میں نے ہرگز طلاق مغلظہ نہیں دی، بلکہ طلاق رجعی دی ہے، اور زید بھی چند گواہ پیش کرتا ہے اور زید کی بیوی اس معاملہ سے بالکل ناواقف ہے، اس کو کچھ خبر نہیں، پس اس صورت میں طلاق مغلظہ ہوگی یا زید جو کہ عالم مسائل شرعیہ ہے اس کی تصدیق کی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعی مدعی کے گواہ ایسے ہی ہیں، یعنی بعضے فاسق اور بعضے کافر ہیں جیسا کہ گواہوں کے بیان منسلکہ کے بعد درج ہے اور مدعیٰ علیہ دیانت دار ہے اور حلفیہ بیان کرتا ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ اولاً مدعی سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں اگر گواہ موجود نہ ہوں یا مردود الشہادۃ ہوں تو مدعیٰ علیہ پر قسم آتی ہے: **البینة علٰی المدعی والیمین علٰی من انکر**[1] **ولا تقبل شهادة من یاتی باباً من الکبائر یتعلق بها الحد للفسق قال ولا من یدخل الحمام من غیر ازار لان کشف العورة حرام او یاکل الربٰو او یقامر بالنرد او الشطرنج لان کل ذٰلک من الکبائر**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ وکذلک ان سمعته طلقها ثلاثا ثم جحد وحلف انه لم یفعل وردها القاضی علیه لم یسعها المقام معه ولم یسعها ان تزوج بغیره ایضا. البحر الرائق ص: ۵۷، ج:۴، باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه کوئٹه، الدر مع الشامی زکریا ص ۵۶ ج۵ باب الرجعة، مطلب الاقدام علی النکاح اقرار بمضی المدة، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۸ ج۳ کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، ومما یتصل بهذه المسائل.

(صفحہ ہذا) ۱ هدایه ص:۲۰۳، ج:۳، کتاب الدعوی، اول باب الیمین، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تبیین الحقائق ص ۲۹۰ ج۴ اول کتاب الدعوی، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۲۰۴ ج۷ کتاب الدعوی.

وکذٰلک من تفوته الصلوٰة للاشتغال بهما هدایه،[1] ص: ۱۶۱، ج:۳، ولا تقبل شهادته (ای الکافر) علیٰ المسلم هدایه،[2] ص: ۱۶۲، ج:۳.

صورت مسئولہ میں مدعی علیہ عالم دین دار ہے، جانتا ہے کہ طلاق مغلظہ کے بعد عورت حرام ہوجاتی ہے اوراس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے،[3] اگر جھوٹ بول کر اس کو حلال رکھنے کی سعی کرے گا تو دنیا کے ادبار اور اخریٰ کے سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا، لہٰذا جو کچھ وہ حلفیہ بیان کرے اس کا بیان معتبر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی ۶/۶/۵۳ھ صحیح: عبداللطیف ۷ ج ۲/۵۳ھ

شوہر طلاق کا منکر اور بیوی مدعیہ ہے تو شرعی شہادت کی ضرورت

سوال:- ایک عورت بالغہ ج کے پاس گود میں ایک لڑکی نابالغہ ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق زبانی دیدی ہے وہ اپنے والدین کے گھر ہے، اس کے ورثاء اس کی تکمیل کے واسطے قومی پنچایت میں پہنچے ایک حافظ امام مسجد اور ایک عورت یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے مرد نے یہ کہا کہ میں نے تین دفعہ طلاق دیا، بلکہ امام مسجد یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آدمی اپنی چارپائی پر پڑا تھا جب میں پاس آیا تو وہ آدمی بیٹھ گیا تھا ایک دوسری عورت اور دوسرا آدمی جو اس موقع پر اپنی موجودگی بتلاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں، کہ اس وقت اس آدمی نے یہ کہا تھا کہ ایسی عورت کو طلاق دیدوں، ان گواہان میں

---

[1] هدایه ص: ۱۶۲، ج:۳، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل، هندیه کوئٹه ص ۴۶۵ تا ۴۶۹ ج ۳ کتاب الشهادات، الباب الرابع فیمن لا تقبل شهادته ومن لا تقبل، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۸۲، ۴۸۳ ج ۵ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه.

[2] هدایه ص: ۱۶۳، ج:۳، باب ایضاً، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۷۵ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمع، حاشیه شلبی علی زیلعی ص ۲۱۸ ج ۴ کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل.

[3] فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره، سوره بقره آیت ۲۳۰.

فریقین کے رشتہ دار بھی ہیں، خاوند عورت نے اپنے جواب میں بتلایا کہ اس نے طلاق نہیں دیا، میں بیمار تھا شاید اس حالت میں کہا ہو۔

مہربانی فرما کر جواب سے مشکور فرماویں کہ اندریں صورت کیا طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں مرد طلاق کا منکر ہے، اور عورت مدعیہ ہے، لہٰذا شرعی ثبوت کی ضرورت ہے، یعنی جب تک کم از کم دو عادل یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورت گواہی نہ دیں، اس وقت تک قضاءً طلاق کا ثبوت نہ ہوگا[1]، امام مسجد اور ایک عورت تو تین دفعہ طلاق کی گواہی دیتے ہیں، (اگر چہ وہ بھی صرف یہ الفاظ مرد کے نقل کرتے ہیں کہ میں تین دفعہ طلاق دیدیا) اور اسکا ذکر نہیں کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا، دوسرا آدمی اور دوسری عورت یہ بیان نہیں کرتے کہ طلاق دیدی ہے بلکہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ ایسی عورت کو طلاق دے دوں، ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نیز اس میں تین دفعہ کا ذکر بھی نہیں، پس ایسی صورت میں قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی[2] لیکن اگر عورت نے خود تین طلاق کو سنا ہے، یا تین طلاق کے گواہوں کا اس کو یقین ہے اور ان کو سچا سمجھتی ہے، تو اس کو جائز نہیں، کہ کسی طرح سے اس مرد کو اپنے اوپر قابو دے بلکہ جس تدبیر سے ممکن ہو اس سے علیحدہ

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا اوغيره كنكاح وطلاق رجلان اورجل وامرأتان الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص:۱۷۸، ج:۸، مطبوعه كراچى ص:۴۶۵، ج:۵، كتاب الشهادت، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۳، كتاب الشهادات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۶۲ ج۷ كتاب الشهادات.

[2] ومحله المنكوحة در مختار على الشامى زكريا ص ۴۳۱ ج۴ أول كتاب الطلاق، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۴ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، رجل قال : (طلقت إمرأة) أو قال (إمرأة طالق) ثم قال (لم أعن إمرأتى) يصدق قوله الخ، تاتارخانية ص ۲۸۰ ج۳ الفصل الرابع الخ، نوع آخر : فى الأيقاع بطريق الإضمار الخ، مطبوعه كراچى، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۳ ج۳ باب الطلاق.

رہے[1]، لیکن جب تک وہ مرد تین طلاق کا اقرار نہ کرے یا دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے باقاعدہ طلاق کا ثبوت ہو کر عدت نہ گذر جائے، اس وقت تک عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/۱۲/۶۵ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

واقعۂ طلاق مع فیصلۂ عدالت

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید اور اس کی منکوحہ ہندہ کے وارثان میں ایسا اختلاف قبل از رخصتی ہوتا ہے، کہ زید اپنی منکوحہ ہندہ کو طلاق دیتا ہے، اور بعدہ جب ہندہ کے عزیز دوسرے عقد کا ارادہ کرتے ہیں تو زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، بمجبوری یہ معاملہ عدالت میں استقرار حق طلاق کا دعویٰ ہندہ کی جانب سے دائر ہوتا ہے، ہندہ بحلف بیان کرتی ہے، کہ زید نے مجھ کو طلاق میرے مکان پر دیدی اور چار گواہ جو کہ بروقت طلاق موجود تھے حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی۔

---

[1] والمرأة كالقاضي إذا سمعته او أخبرها عدل لا يحل لها تمكينه بل تفدى نفسها او تهرب ردالمحتار زكريا ص:۴۶۳، ج:۴، مطبوعه كراچى ص: ۲۵۱، ج:۳، باب الصريح، مطلب فى قول البحر : أن الصريح يحتاج فى وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق، زيلعى شرح كنز ص۱۹۸ ج۲ باب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وكذلك إن سمعته طلقها ثلاثا ثم جحد وحلف أنه لم يفعل وردها القاضى عليه لم يسعها المقام معه ولم يسعها ان تتزوج بغيره أيضا. البحر الرائق كوئٹه ص:۵۷، ج:۴، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، شامى زكريا ص۵۶ ج۵، باب الرجعة، مطلب الإقدام على النكاح، إقرار بمضى العدة.

تفصیل گواہان (ایک والدۂ ہندہ ایک برادر حقیقی ہندہ دوعزیز مرد) دو گواہ حلف سے بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہم سے کہا کہ میں نے ہندہ کوطلاق دے دی ہے، لیکن میں اس کو ہرگز دوسرا عقد نہ کرنے دوں گا، تفصیل گواہان جن سے زید نے اپنے وطن میں جا کر کہا (ایک ماموں ہندہ کا دوسرا رشتہ دار زید کا)

زید نے بھی عدالت میں بحلف بیان کیا کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور زید کی والدہ نے بحلف تائید کی اور ایک مرد بھی پیش کیا گیا جو والدہ ہندہ وغیرہ پر اتہام لگاتا ہے، اور زید کو نیک چلن بیان کرتا ہے کوئی خاص تردید معاملہ طلاق کی نہیں کرتا ہے۔

عدالت ابتدائی نے محض بیان زید کو باور کر کے مقدمہ خارج کر دیا عدالت اپیل کا حکم ہوتا ہے کہ (گو شرعاً شہادت طلاق شہادت نفی پر لائق ترجیح ہے) لیکن دعویٰ اس بناء پر خارج کیا جاتا ہے، کہ گواہ شرعی نقطۂ لحاظ سے معتبر نہیں۔

(۱) ہندہ کی والدہ اور اس کے بھائی کی شہادت شرعاً عقلاً قابل اعتماد نہیں ہے۔

(۲) ایک غیر مرد کی شہادت جو کہ فہرست گواہان طلبیدہ میں نہ تھا مشکوک ہے۔

(۳) دوسرا عزیز مرد ایک درزی ہے، جس نے ہندہ کے یہاں اجرت سلائی کا کام کیا ہے، اس کی شہادت بغیر تائید کے بیکار ہے۔

(۴) دو گواہ غیر جنکے نام فہرست گواہان میں تھے، پیش نہیں کئے گئے لہٰذا دعویٰ خارج۔

(۱) **اعتراض** (۱): کی بابت عرض ہے کہ ہندہ کے برادر کی عمر بیس سال ہے۔

(۲) **اعتراض** (۲): کی بابت گذارش ہے کہ مقدمات میں موجود خاص اکثر گواہان ذریعہ فہرست طلب نہیں کرائے جاتے بروز ثبوت کئے جاتے ہیں، چنانچہ ایک گواہ غیر بوجہ خاص بزور ثبوت طلب کر کے پیش کیا گیا۔

(۳) **اعتراض** (۳): کی بابت عرض ہے کہ کل گواہان کے بیانات میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا، سب ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

(۴)**اعتراض** (۴): کی نسبت یہ عرض ہے کہ جب قانون داں اصحاب نے یہ تصور کرلیا کہ نصاب شہادت پورا ہوگیا تو گواہ پیش کرنے سے روک دیئے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان صورتوں کے ہوتے ہوئے ہندہ پر شریعت سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں، جبکہ چار شہادتیں عینی موقع کی اور دو شہادتیں جنسے زید نے واقعۂ طلاق بیان کیا ہے، اپنے وطن میں کہ ہندہ کو طلاق دے آیا ہوں، اب جملہ یہ شہادتیں متذکرہ از روئے شریعت معتبر ہیں یا نہیں عنداللہ اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے اور توجہ خاص مبذول فرما کر موافق شرع شریف کتب مستند وکلام الٰہی سے مع حوالہ حکم صادر فرمایا جائے، تاکہ عدالت اپیل میں پیش کر کے فیصلہ صحیح حاصل کیا جاسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گواہان مذکورہ عادل اور ثقہ ہیں تو شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی[۱] اور ہندہ چونکہ غیر مدخولہ ہے، اسلئے زید کو اس طلاق سے رجعت کا حق بھی باقی نہیں رہا[۲] عدالت اپیل کا ہندہ کے بھائی کی شہادت کو شرعاً عقلاً ناقابل اعتبار کہنا قانون شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کیونکہ بھائی کی شہادت بہن کے حق میں شرعاً جائز اور معتبر ہے فتاوی عالم گیری کتاب الشہادت کی فصل ثالث میں ہے: **ویجوز شهادة الاخ لاخته كذا فی محیط السرخسی. عالمگیری**[۳] ج:۳،

---

[۱] إذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق احدىٰ إمرأتيه ثلاثا فالقياس أن لا تقبل شهادتهما وفی الاستحسان تقبل ..... وبه اخذ علماء نا رحمهم اللّٰه تعالىٰ، محيط برهانی ص ۱۵۶ ج۵ الفصل التاسع عشر فی الطلاق والدعوى، طبع مجلس علمی گجرات، تاتارخانيه كراچی ص ۵۷۲ ج۳ كتاب الطلاق، الشهادة والدعوى والخصومة فی الطلاق، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۳ اول كتاب الشهادات، بيروت.

[۲] إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالأولى، هنديه كوئٹه ص۳۷۳، الباب الثانی فی ايقاع الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، هدايه ص ۳۷۱ ج۲ باب ايقاع الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، ياسر نديم ديوبند، مجمع الأنهر ص ۳۱ ج۲ كتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق، فصل فی طلاق غير المدخول بها، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] عالمگيری ص:۴۷۰، ج:۳، الباب الرابع الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة الخ، مطبوعه كوئٹه، محيط برهانی ص ۱۶۹ ج۱۳ الفصل الثالث بيان من تقبل شهادته ومن لا تقبل، مجلس علمی گجرات، مجمع الأنهر ص۲۷۸ ج۳ كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، دار الكتب العلمية بيروت.

ص: ۴۵۶. درزی کو اگر ہندہ نے ملازم رکھ کر سلائی کا کام کرایا ہے، اس طرح پر کہ اس کے لئے یومیہ یا ماہانہ یا سالانہ اجرت مقرر کردی تھی، تب تو واقعی اس درزی کی شہادت ہندہ کے حق میں معتبر نہیں، اگر اس طرح سلائی کا کام نہیں کرایا، بلکہ وہ اوروں کے کپڑے بھی سیتا تھا، اور ہندہ کے کپڑے بھی اجرت پر سیتا تھا، جیسا کہ عام درزی سیتے ہیں، اور اجرت لیتے ہیں، تو اس کی شہادت جائز اور مقبول ہے: **اما الاجیر المشترک اذا شهد للمستاجر تقبل اما الاجیر الواحد وهو الذی استاجره میاومة اومشاهرة اومسانهة باجرة لا تقبل استحسانا کذا فی الخلاصة. عالمگیری**[1] ص: ۴۵۶، ج: ۳.

شرعاً کسی گواہ کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے میں اسکے فہرست گواہان طلبیدہ میں ہونے نہ ہونے کو کوئی دخل نہیں، اگر فہرست گواہان داخل کرنے کے بعد کسی عادل گواہ کا علم ہوجائے، اور وہ گواہی دیدے تو شرعاً اسکی گواہی بھی معتبر ہوگی، لہٰذا اس غیر مرد کی گواہی اسوجہ سے مشکوک کہنا بھی اصول شرع کے خلاف ہے، اگر مشکوک کہنے کی کوئی اور وجہ ہے تو بیان کیجائے تا کہ اسپر غور کیا جائے، یہ حکم شریعت کا قضاءً ہے اور دیانۃً یہ حکم ہیکہ ہندہ نے اگر خود طلاق کو سنا ہے یا کسی ایک عادل گواہ نے بھی اسکو طلاق کی اطلاع دی ہے تو اس کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے، جو صورت بھی اس سے بچنے کی ہوسکے اس سے بچے کذا فی درالمختار[2] ص: ۸۴۱، ج: ۲۔

نوٹ:- یہ جواب سائل کی اس تحریر کے موافق ہے، جو اس نے عدالت اپیل کے فیصلہ پر بطور تنقید لکھی ہے، سائل کو چاہئے کہ عدالت کا فیصلہ بعینہٖ یا اس کی نقل اردو میں کسی ماہر سے صحیح ترجمہ

---

[1] عالمگیری ص: ۴۷۰، ج: ۳، الفصل الثالث فیمن لاتقبل شهادته للتهمة الخ، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۱۶۲ ج ۱۳ کتاب الشهادات، الفصل الثالث بیان من تقبل شهادته ومن لا تقبل طبع مجلس علمی گجرات، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۷۹ ج ۵ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه.

[2] والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لایحل لها تمکینه بل تفدی نفسها بمال اوتهرب ردالمحتار زکریا ص: ۴۶۳، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۵۱، ج: ۳، باب الصریح، مطلب فی قول البحر ان الصریح یحتاج فی وقوعه دیانة الی النیة، بحر کوئٹه ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق الصریح، تبیین الحقائق ص ۱۹۸ ج ۲ باب الطلاق، امدادیه ملتان.

کرا کے روانہ کرے تب معلوم ہوسکتا ہے کہ عدالت نے شہادتیں کن وجوہ کی بناء پر نا قابل اعتبار قرار دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۸/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۸/شعبان ۱۳۵۴ھ

ضمیمہ سوال

سوال:- جواب کی تکمیل کیلئے سائل سے فیصلہ کی نقل طلب کی گئی تھی، چنانچہ سائل نے فیصلہ کی نقل مع ضروری معلومات روانہ کی فیصلہ کا اقتباس مع سائل کی تحریر کے نقل کیا جاتا ہے، اس کے بعد جواب نقل کیا جائے گا۔ (اقتباس فیصلۂ عدالت)

''اس اپیل میں اصل امر تجویز طلب یہ ہے کہ آیا طلاق شہادت سے ثابت ہے یا نہیں؟ گویا شرعاً شہادت طلاق شہادت نفی پر لائق ترجیح ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا شرعی نقطۂ لحاظ سے ثقہ اور معتبر شہادت سے طلاق ثابت ہے یا نہیں، مدعیہ کی ماں اور ایک نوعمر بھائی کی شہادت بلا کسی آزاد تائیدی شہادت کے نہ تو شرعاً نہ عقلاً لائق اعتبار ہیں اس شہادت کے علاوہ دو گواہ پیش کئے گئے ہیں، نثار احمد خاں وکیل ٹانڈہ اور شفاعت اللہ درزی، نثار احمد خاں وکیل کی شہادت ضرور لائق اعتبار ہوتی، مگر ان کا نام فہرست گواہان میں درج نہیں ہے، بلکہ اتفاقیہ یہ گواہ رام پور میں موجود تھا، اس روز اس گواہ کا بیان ایک علیحدہ اور فوری درخواست دے کر کرایا گیا، اس وجہ سے اس گواہ کے وقت طلاق کے موجود ہونے میں شبہ کی گنجائش ضرور ہے، شفاعت اللہ درزی ہے، جو خود تسلیم کرتا ہے، کہ اس نے بحیثیت اجیر مدعیہ کے بھائی کے یہاں سلائی کا کام کیا تھا، علاوہ بریں بموجب دفعہ ۱۴۳ الف قانون شہادت ریاست رام پور، مقدمات دیوانی میں کسی شخص کا بیان ایک امر واقعہ کے ثبوت کیلئے اس

وقت تک کافی متصور نہیں ہوگا، تاوقتیکہ اس کے بیان کی دوسری شہادت سے بھی تائید نہ ہوجائے، لہٰذا گواہ واحد شفاعت اللہ کا بیان بلا کسی ازاد تائیدی شہادت کے بیکار ہے علاوہ بریں فہرست گواہان مدعیہ میں حافظ عبدا للطیف ٹھیکیدار اور حافظ ابراہیم ظاہراً دو معزز اور آزاد گواہان کے نام موجود تھے، مگر ان کو پیش نہیں کیا گیا، اس وجہ سے باوجود اصرار مدعیہ ومادر مدعیہ میری رائے میں طلاق بائن معتبر اور آزاد شہادت سے ثابت نہیں ہے، واقعات مقدمہ کے لحاظ سے گو مدعیہ طلاق بائن ثابت کرنے میں قاصر رہی ہو تاہم یہ ضرور افسوس سناک ہے کہ ایک نوجوان شوہر کو باوجود ناخوشی وناراضگی زوجہ ومادر زوجہ اپنے حقوق زوجیت پر اصرار ہے، یہاں تک معاملات پہنچ جانے کی حالت میں باہم زن وشوہر تعلقات خوش گوار رہنا دشوار مشکل ہے، شوہر کے ہاتھ میں رخصت زوجہ کے قبل طلاق ایک زبردست آلہ ہے، جس کا ناجائز استعمال کر کے ایک نوعمر لڑکی کی زندگی کو ایک ناسمجھ نوعمر شخص برباد کرنے کا باعث ہوسکتا ہے تاوقتیکہ آپس کی مصالحت اور سمجھ دار اعزہ کے مشورہ سے ان ناخوشگوار واقعات کو ختم نہ کردیا جائے، پس یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ رسپانڈنٹ معصوم ہے اور وہ اپنی حرکات وافعال کے باعث اپنی منکوحہ اور اس کی ماں کو دعویٰ طلاق دائر کرنے کا محرک نہیں ہوا ہے، بعدم ثبوت دعویٰ اپیل مدعیہ لائق اخراج ہے''

حکم ہوا کہ اپیل ہذا خارج ہو، واقعات مقدمہ کے لحاظ سے میری رائے میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اپیل ہذا کا خرچہ ہر فریق اپنا اپنا برداشت کرے۔

کیا حکم صادر فرماتے ہیں، اس فیصلہ عدالت العامیہ ہائیکورٹ پر مفتیان دین حسب تحریر آنجناب نوٹ نقل فیصلہ بجنسہٖ ارسال خدمت عالی ہے حکم صادر فرمایا جائے، قبل ازیں جو استفتاء خدمت عالی میں ارسال ہو چکا ہے، واقعات سب علم میں آچکے ہیں، حسب الحکم نقل فیصلہ روانہ کی جاتی ہے، اور احتیاطاً گواہان کے متعلق جو اعتراضات فیصلہ میں فرمائے گئے ہیں مکرر جو اصلیت

ہے حسب ذیل عرض کرتا ہوں۔

(۱) بھائی کی عمر بیس سال ہے۔

(۲) نثار احمد وکیل جس کی عمر ستر سال ہے، بوجہ خاص طلب نہیں کرایا گیا، بلکہ بروز ثبوت درخواست دے کر بیان کرایا گیا اور مقدمات میں عموماً بوجہ خاص اکثر گواہ بروقت ثبوت درخواست گذار کر پیش کئے جاتے ہیں۔

(۳) درزی صرف اجرت پر اس کے مکان پر کپڑے سینے آیا تھا، اور اس کا بیان ہندہ مدعیہ اور اس کی والدہ اور اس کے بھائی اور نثار احمد خاں وکیل سب کی تائید کرتا ہے، اور بیانات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴) حافظ عبداللطیف وحافظ ابراہیم گواہ قانون داں اصحاب بدیں وجہ پیش نہیں کئے گئے کہ نصاب شہادت بلا اختلاف پورا ہوگیا، اسلئے مزید شہادت کی ضرورت نہ سمجھی گئی، عنداللہ موافق شریعت حقہ جلد حکم صادر فرمایا جائے، تاکہ فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست پیش کی جاسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ گواہ عادل وثقہ ہیں تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، کیونکہ والدہ کی گواہی اگرچہ شرعاً معتبر نہیں، لیکن بھائی کی شہادت معتبر ہے: **ویجوز شهادة الاخ لاختہ کذا فی محیط السرخسی عالمگیری**[1] **ص: ۴۵۶، ج: ۳.** نثار احمد خاں کی شہادت کو عدالت نے اس بناء پر ناقابل اعتبار قرار دیا ہے کہ ان کا نام فہرست گواہان میں درج نہیں، لیکن شرعاً یہ وجہ ناقابل اعتبار قرار دینے کی نہیں بن سکتی، کیونکہ اگر مدعی اولاً صاف انکار کردے اور کہہ دے کہ میرے پاس کوئی گواہ نہیں، اس پر حاکم مدعیٰ علیہ کو قسم بھی دیدے اور اس کے بعد مدعی عادل گواہ پیش کردے تب بھی شرعاً یہ

---

[1] عالمگیری ص: ۴۷۰، ج: ۳، الفصل الثالث فیمن لاتقبل شهادته للتهمة الخ، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۱۶۹ ج ۱۳ الفصل الثالث بیان من تقبل شهادته ومن لا تقبل، طبع مجلس علمی گجرات، مجمع الأنهر ص ۲۷۸ ج ۳ کتاب الشهادات، باب من تقبل ومن لا تقبل، دار الکتب العلمیة بیروت.

شہادت معتبر مانی جاتی ہے: وتقبل البينة لو اقامها المدعى وان قال قبل اليمين لا بينة لى سراج، خلافا لما فى شرح المجمع عن المحيط بعد يمين المدعىٰ عليه كما تقبل البينة بعد القضاء بالنكول خانية عند العامة هو الصحيح درمختار قال الشامى (قوله خلافا لما فى شرح المجمع) ليس فيه ما ينا فى ذٰلک بل حكٰى قولين ردالمحتار ص:۵۸۷، ج:۴. ثبوت طلاق کے لئے قضاءً دو گواہ کافی ہیں شفاعت اللہ درزی نے اگر انہیں ایام میں شہادت دی ہے، جب کہ وہ مدعیہ کے یہاں بطور اجیر خاص سلائی کا کام کرتا تھا، تو اس کی شہادت معتبر نہیں ورنہ اس کی شہادت بھی معتبر ہے۔ کذا فی قاضی خاں[۲]۔

اگر مدعیہ کے بھائی کے یہاں کام کیا ہے تو اس سے اس کی شہادت رد نہ ہوگی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۹/۵۴ھ

اگر مسماۃ کا بھائی اور نثار احمد خاں عادل اور ثقہ ہیں تو وقوع طلاق کیلئے ان کی شہادت کافی ہے والدہ مسماۃ اور شفاعت اللہ کی شہادت اگر معتبر نہ بھی ہو تب بھی نصاب شہادت موجود ہے[۳]، اور عدالت نے جو شبہ اتفاقی طور سے نثار احمد کے موجود ہونے کا بیان کیا ہے، نہایت ضعیف

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۹۷، ج:۸، مطبوعہ کراچی ص:۵۵۰، ج:۵، کتاب الدعویٰ، بحر کوئٹہ ص۲۰۵-۲۰۶ ج۷ کتاب الدعوی، تبیین الحقائق ص۲۹۶ ج۴ کتاب الدعویٰ، امدادیہ ملتان.

[۲] وان كان اجير واحد مشاهرة او مسانهة اومياومة لا تقبل شهادته قاضى خان ص:۴۶۷، ج:۳، الى قوله فلو ان القاضى لم يبطل شهادته ولم يقبل فاعاد الشهادة بعد انقضاء مدة الاجار ة جازت شهادته قاضى خان على الهندية ص:۴۶۹، ج:۳، فصل فيمن لا تقبل شهادته للتهمة. مطبوعه كوئٹه، هنديه كوئٹه ص۴۷۰، ۷۱ ج۳ كتاب الشهادة، الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل الفصل الثالث، محيط ص۱۶۳ ج۱۳ كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل طبع مجلس علمى گجرات.

[۳] وشرط لغير ذلک رجلان اورجل وامرأتان مالاً كان الحق اوغير مال كالنكاح والرضاع والطلاق. مجمع الانهر ص:۲۶۱، ج:۳، كتاب الشهادت، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۴۵۱ ج۳ كتاب الشهادات، الباب الاول، الدر مع الشامى كراچى ص۴۶۵ ج۵ اول كتاب الشهادات.

ہے، اس لئے فیصلہ عدالت کا بلا شبہ محتاج نظر ثانی ہے، نیز فیصلہ عدالت میں شفاعت اللہ درزی کے اوپر جو شبہ ظاہر کیا ہے کہ اس نے مسماۃ کے بھائی کے یہاں کام کیا ہے یہ بھی شرعاً نا قابل اعتبار ہے، جب شرعاً بھائی کی شہادت معتبر ہے[1] تو اس کے یہاں کام کرنے والے کی شہادت بدرجۂ اولیٰ معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ

خادم دارالافتاء مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/رمضان ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رمضان ۵۴ھ

---

[1] عالمگیری ص ۴۷۰ ج ۳، الفصل الثالث فیمن لا تقبل شهادته للتهمة الخ.

AGE24\AU.
not found.

باب دھم

متفرقات طلاق

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کثرت سے طلاق دینا

سوال:- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ازواج کثرت سے کی ہیں اور طلاق بھی دی ہے، ایک صاحب نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ عورتیں ازخود برضامندی وحصول شرف سلسلہ نسب نکاح کے لئے حضرت امام حسن کو آمادہ کرتی تھیں، اور چار سے زائد کو بیک وقت نہیں رکھا جاسکتا، اسی لئے طلاق دے دے کران سے نکاح کرنا پڑا جس کی وجہ سے کثرت نکاح وکثرت طلاق ہوئی، دوسرے رفیق نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسنؓ کو کثرت نکاح سے منع فرمایا، لیکن منکوحات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں داخل کرنے کے شرف اوران کی اخروی نجات کے لئے انہوں نے ایسا کیا، بتلایئے، آیا یہ توضیحات درست ہیں، ایک عامی جو کہ مذہب اسلام کی آفاقیت کو پڑھتا ہے، لیکن وہی برہمنی ذہنیت کی تشریح سے یہاں محسوس ہوتی ہے، اس لئے فلاح ونجات کا مدار عمل پر ہے، نہ کہ نسب پر اسی تضاد نے اسے مام حسنؓ کے متعلق سوءظن میں مبتلا کردیا ہے، کیونکہ طلاق درجۂ حلال میں مبغوض عمل ہے، تو حضرت امام نے اس مبغوض عمل کو کیوں اختیار کیا؟ اور پھر اسے بار بار دھرایا، اور والد کی نافرمانی کے بھی مرتکب ہوئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نجات اخروی کا مدار ایمان وعمل صالح پر ہے، صرف نسب کی شرافت پر نہیں، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب کو شرافت ضرور حاصل ہے، ایمان وعمل صالح کے ساتھ اگر یہ شرافت بھی حاصل ہوجائے، تو نور علیٰ نور ہوکر بیشئ درجات کا ذریعہ ہے، اگر خدانخواستہ ایمان وعمل صالح نہ ہوتو شرافت نسب ہرگز ذریعۂ نجات نہیں[1] خودساختہ برہمنی ذہنیت اور اسلامی تعلیم میں فرق بالکل ظاہر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ اور لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرا یہ لڑکا طلاق دیدیتا ہے، لہٰذا تم لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی اس سے مت کرو، اور یہ منع فرمانا بھی امیر المومنین کی حیثیت سے حکم کے درجہ میں نہیں تھا، بلکہ مشورے کے درجہ میں تھا، لہٰذا حضرت حسنؓ پر والد کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں پر امیر کی اطاعت نہ کرنے کا اعتراض غلط ہے، طلاق ناپسندیدہ ہے لیکن جس مقصد کے لیے یہاں طلاق کا تذکرہ آیا ہے وہ مقصد ایسا وزنی ہے کہ اس کے لئے حضرت حسنؓ نے اس کو اختیار فرمایا: کما صرح بہ السیوطی[2] وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَاءَ لُوْنَ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُلٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ فِیْ جَھَنَّمَ خٰلِدُوْنَ. سورہ مؤمنون آیت: ۱۰۱، تا ۱۰۳. **ترجمہ**: پھر جب صور پھونکا جاوے گا، تو ان میں باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے، اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا، سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا، تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے، اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا، سو یہ وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ (از بیان القرآن)

[2] قال علی یا اھل الکوفة لا تزوجو الحسن فانه رجل مطلاق فقال رجل من همدان واللّٰه لنزوجنه فما رضی امسک وما کره طلق تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۳۳/احوال حسن بن علی ،مطبوعه مجتبائی دهلی، المعجم الکبیر ص ۲۷/ ج۳/ بقیة اخبار الحسن بن علی رضی اللّٰه عنهما، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، کان علی یقول لاهل الکوفة لاتزوجوه فانه مطلاق فیقولون واللّٰه یا امیر المومنین لو خطب الینا کل یوم لزوجناه منا من شاء ابتغاء فی صهر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. البدایة والنهایة ص ۳۶/ج۴/ الجزء الثامن ، الحسن بن علی بن ابی طالب ،مطبوعه مصطفی البازمکه مکرمه.

بالغہ کا نکاح جبراً اور پھر طلاق اور پھر طلاق سے انکار

سوال:-مسماۃ رئیسہ کی عمر بائیس سال تھی، جب کہ یہ اپنے ماموں کے یہاں گئی ہوئی تھی، ماموں نے ایک جگہ سے کچھ روپیہ لے کر مسماۃ رئیسہ کا نکاح کرنے کی کوشش کی، مسماۃ رئیسہ کو جب یہ معلوم ہوا اس نے انکار کیا کہ میں نکاح کی اجازت نہیں دے سکتی اور تم کو یہ اختیار نہیں، بلکہ میرے والد کو یہ حق حاصل ہے، غرض ماموں نے بلا اجازت جبراً نکاح کر کے ان کے حوالہ کر دیا، خلوت میں مسماۃ نے بچنے کی ہر چند کوشش کی اور مار پٹائی تک کی نوبت آئی، لیکن پھر بھی اپنی طاقت سے جبراً مسماۃ سے جماع کیا، غرض مسماۃ کسی طرح راضی نہیں، شوہر نے عام شارع پر کہہ دیا کہ مجھے اس عورت نے تنگ کر دیا ہے میں نے اس کو طلاق دے دی، اور یہ الفاظ ۵/۶ مرتبہ استعمال کئے عام پنچایت میں بھی طلاق ہوئی، لیکن تحریری طلاق نہیں دی گئی، اس بات کے گواہ موجود ہیں، اب دریافت یہ ہے کہ طلاق ہوگئی، یا نہیں؟ شوہر کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ نے جس طرح کہ ایجاب وقبول سے پہلے نکاح سے انکار کیا، اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، جیسا کہ سوال سے ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے تو شرعاً یہ نکاح ہی نہیں ہوا،[1] پھر رخصتی اور اس کے بعد ہمبستری جو کچھ بھی ہوئی سب ناجائز ہوئی اگر ایجاب وقبول کے بعد اس نے انکار نہیں کیا، بلکہ خاموش رہی اور اپنی قسمت پر صبر کر کے راضی ورخصت ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا[2]، پھر شوہر نے جو طلاق پانچ چھ مرتبہ دی تو اس سے مغلظہ ہوگئی اور جب کہ اس

---

[1] لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، عالمگیری ص۲۸۷ ج ۱، الباب الرابع فی الأولياء.

[2] ولا تجبر البالغة البكر على النكاح فإن إستاذنها هو أى الولى أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليها أو فضولى عدل فسكتت الى قوله حتى لو رضيت بعده إنعقد. الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۱۵۹ ج۴، مطبوعه كراچى ص:۵۸، ج:۳، باب الولى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاق پر شرعی گواہ بھی موجود ہیں تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں[۳]۔ الحاصل مسماۃ رئیسہ اس کے نکاح سے بہر صورت آزاد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۵ھ

نکاح بلا طلاق اور طلاق بلا وجہ اور استفتاء میں نازیبا الفاظ کا استعمال

سوال:- کنٹرول کے زمانے میں ایک ایسوسی ایشن تھی، جس سے قوم کو فائدہ ہوتا تھا، مگر مسمّٰی عیسیٰ نے تفرقہ ڈال کر قوم کو کافی نقصان پہونچایا اور وہ قوم کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوا۔

عیسیٰ نے اپنی دختر فاطمہ کا نکاح عبدالستار سے کیا، حسبِ دستور سسرال آتی رہی، عیدالاضحیٰ کے موقع پر جب وہ میکہ آئی تو اس نے پھر لڑکی کو نہیں بھیجا اور دوسرے لڑکے سے نکاح کر دیا، عبد الستار نے حقِ زوجیت کا دعویٰ کیا اور عدالت نے فیصلہ بھی اس کے حق میں دیا، مگر عیسیٰ پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آیا، دوسرے خاوند کو جب یہ حقیقت معلوم ہوئی تو وہ بھی پشیمان ہوا، دوسرے شوہر سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ شرع کی رُو سے حرام ہوئی، برادری نے شوہر ثانی اور عیسیٰ کو برادری سے خارج کر دیا، مگر وہ اب بھی ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا ہے، لہٰذا عیسیٰ کے متعلق شرعی فتویٰ کیا ہے؟ عیسیٰ نے مسماۃ ہاجرہ سے اپنا نکاحِ ثانی کیا اور ڈھائی ماہ رکھ کر بلا کسی وجہ کے زدوکوب کر کے گھر سے نکال دیا، نان ونفقہ بھی نہیں دیا اور طلاق دے دی، وہ بیچاری غم کی وجہ سے انتقال کر گئی،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) حاشية الشلبي ص۱۱۸ ج۲ باب الأولياء والأكفاء، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۱۱۳ ج۳ باب الأولياء والأكفاء.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وشرط لغير ذلك رجلان او رجل وامرأتان مالاً كان الحق او غير مال كالنكاح والرضاع والطلاق. مجمع الانهر، ص۲۶۱ ج۳، كتاب الشهادت، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۶۲ ج۷ كتاب الشهادات، درمختار على الشامي كراچي ص۴۹۵ ج۵ كتاب الشهادات.

تجہیز وتکفین تک اس نے نہیں کی، برادری نے یہ خدمت انجام دی اور عیسیٰ نے اپنی دوسری شادی کر لی، عیسیٰ کا ایک دوست تھا، جس نے کماحقہٗ امداد کی، مگر طوطا چشم عیسیٰ نے اس کے ساتھ منافقانہ دشمنی کی اور مالی نقصان کیا۔

عیسیٰ کے چچازاد بھائی کی نسبت ہوگئی تھی، جب نکاح کے لئے بلایا تو یہ شیطان صفت انسان اس کے ساتھ جا کر سسرال والوں کے ساتھ بگاڑ کیا اور پندرہ سو روپے رشوت کے لے کر نسبت کو چھڑا دیا۔

عیسیٰ اپنے چچازاد بھائی کی ملکیت بیچ کر روپیہ ہضم کر گیا، وہ دوسرے شہر میں رہتا تھا، جب اسے پتہ چلا تو سوائے صبر کے چارہ کیا تھا۔

الغرض اس کی کارگذاری نہایت منافقانہ اور شیطانیت سے بھری ہوئی ہے، اور وہ بہت دروغ گوئی سے کام لیتا ہے، لہٰذا ایسا شخص شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ کیا ایسی حرکات والے شخص سے سلام کلام کیا جائے؟ اور کھانا کھلایا جائے؟ کیا وہ برادری میں رہنے کے قابل ہے؟ صحیح مدلل جواب دیں تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے ذاتی مفاد کے لئے قوم میں تفرقہ ڈالنا شرعاً نہایت قبیح ومذموم ہے[1] جس کو سب ہی جانتے ہیں، یہ تو دریافت کرنے کی بات ہی نہیں، شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور شرعی تفریق بھی نہ ہوئی ہو، پھر دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے تو یہ شرعی نکاح نہیں، بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے، جس کا دنیا وآخرت میں سخت وبال ہے[2] بلاوجہ طلاق دینا بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے[3] اور بیوی کو ناحق

---

[1] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَیْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ. مشکوٰة ص ۴۲۸/ باب ما نهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا باہمی اختلاف سے بچو اس لئے یہ (دین کو) مونڈ دینے والی ہے۔

[2] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فلم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی. شامی زکریا ص ۲۷۴ ج ۴، مطبوعه کراچی ص ۱۳۲ ج ۳، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة الخ، (بقیہ آئندہ پر)

زدوکوب کرنا اور نکال دینا ظلم ہے، سخت گناہ ہے، رشوت لینا حرام ہے[1] دوسرے کی ملکیت کو بلا اس کی اجازت کے فروخت کر دینا ناجائز اور ظلم ہے[2]، عیسی کو قوم برادری سے نکالنے کی سزا دے چکی، مگر قوم ناکام رہی، عدالت اس کے مخالف فیصلہ کر چکی تب بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، اب آپ کے پاس کونسی طاقت ہے جس سے اس کی اصلاح چاہتے ہیں، یہاں تک تو آپ کی تحریر کو صادق سمجھنے کی تقدیر پر عیسیٰ کا حکم تھا، اب براہِ مہربانی اپنی اس تحریر کا حکم بھی کہیں سے دریافت کر لیں کہ اس تحریر میں جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں، ان کی شرعاً کیا حیثیت ہے، منافقانہ، شیطانیت، ذلیل وخوار، دروغ گوئی، طوطا چشم، شیطان صفت انسان، وغیرہ وغیرہ۔ استفتاء بغیر ان الفاظ کے بھی نفسِ واقعہ لکھ کر آپ کر سکتے تھے، ایسے الفاظ لکھ کر آپ نے بھی اپنے سر پر بڑا بوجھ رکھ لیا[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۱۳۹۴ھ

(گذشتہ کا بقیہ) بدائع زکریا ص ۵۴۸ ج ۲ کتاب النکاح بیان عدم جواز منکوحة الغیر.

۳ الاصح حظره ای منعه الالحاجة. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۴۲۷/ ج ۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۷/ ج ۳/ اول کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۳ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عن ابن عمر ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ابغض الحلال الی اللّٰه الطلاق، مشکوٰة شریف ص ۲۸۳ باب الخلع والطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي. ابو داؤد ص ۵۰۴ ج ۲ کتاب القضاء، باب فی کراهة الرشوة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند. ترمذی ص ۲۴۸/ ج ۱/ ابواب الاحکام. باب ما جاء فی الراشی والمرشتی الخ، مطبوعه بلال دیوبند.

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔

۲ لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته. الدرالمختار علی هامش رد المحتار کراچی ص ۲۰۰/ ج ۶/ مطبوعه زکریا ص ۲۹۱/ ج ۹/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ.

۳ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ. مشکوٰة ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبة الخ الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص کسی کو فسق کی تہمت نہیں لگاتا، نہ کفر کی تہمت لگاتا، مگر وہ فسق یا کفر اس شخص پر لوٹ جاتا ہے، اگر اس کا صاحب ایسا نہ ہو، (یعنی اس کا مستحق نہ ہو)

بے سلیقہ زوجہ کو طلاق اور دھوکہ والی صورت میں تفریق

سوال:- ایک شخص نے اپنے امام صاحب سے کہا کہ تم اپنی لڑکی مجھ کو دے دو تو میں ایک عقل مند عورت سے تمہارا نکاح کرادوں گا، لہٰذا امام صاحب نے اپنی طرف سے کہہ دیا، پھر اس شخص نے ایک بے عقل عورت سے امام صاحب کا نکاح کرادیا، جس کو دیکھنے سے معلوم ہوا اور امام صاحب کی لڑکی کا نکاح اپنے رشتہ دار کے لڑکے سے کرادیا، اب اس بدتمیز عورت کو ڈیڑھ سال تعلیم دینے پر معلوم ہوا کہ یہ تمیز پر نہیں آتی لہٰذا اب اس کو آزاد کرنا کیسا ہے؟ اور اپنی لڑکی کو کیونکہ اس شرط پر دی تھی، کہ عقل مند عورت سے نکاح کردیں گے آزاد کرانا کیسا ہے؟ نیز اس دھوکہ دینے والے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ امام صاحب اس کو آزاد نہ کریں بلکہ آہستہ آہستہ اس کی تربیت اور اصلاح کرتے رہیں، کچھ نہ کچھ درست ہو ہی جائے گی، اگر دل میں نفرت زیادہ بیٹھ گئی اور حقوق کی ادائیگی میں دشواری ہونے لگی اور نباہ نہیں ہوسکتا تو ایسی حالت میں شریعت نے آزاد کرنے سے منع نہیں کیا، بلکہ اجازت دے دی ہے[1]، جس نے دھوکہ کیا ہے اگر عمداً دھوکہ کیا ہے تو وہ گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے اور جس کو دھوکہ دیا ہے اس سے بھی معاف کرائے[2]، اس سلسلے میں امام صاحب کی لڑکی کا کیا قصور ہے کہ اس کو گھر سے بے گھر کرایا جاوے، وہ بے خطا ہے، اسی طرح جس شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوا ہے وہ بھی بے قصور ہے، لہٰذا اس میں تفریق ڈالنا درست نہیں ہے، اور نہ اس کے دھوکہ سے ان کے نکاح میں کچھ فرق آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: عبداللطیف غفرلہٗ ۲۸/ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ

---

[1] واما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظور الا لعارض يبيحه. شامی زکریا ص: ۴۲۸، ج: ۴، مطبوعہ کراچی ص: ۲۲۸، ج: ۳، اول کتاب الطلاق، بحر کوئٹہ ص ۲۳۶ ج ۳ اول کتاب الطلاق، فتح القدیر ص ۴۶۵ ج ۳ اول کتاب الطلاق، دار الفکر بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پوری تدبیر و تفہیم کے بعد طلاق

سوال :- (۱) مسئلہ طلاق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات بیوی کو طلاق دینے سے پہلے سمجھانا چاہئے، اگر نہ مانے تو ڈانٹ ڈپٹ کرنا چاہئے، اس پر بھی متنبہ نہ ہو تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے، یہ بھی کافی نہ ہو تو ضرورت کے مطابق مار پیٹ کی بھی اجازت ہے، پھر بھی نہ مانے تو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، شاید اصلاح کے لئے کافی ہوجائے، یہ سب طریقے استعمال کرنے کے بعد طلاق قطعی دینے کے لیے فرمایا گیا آپ کا یہ فرمانا دو حال سے خالی نہیں یا تو بطور مشورہ ہے، یا پھر بطور حکمِ اگر بطور مشورہ ہے، تو یہ طریقہ استعمال کئے بغیر بیوی کو طلاقِ قطعی دینا جائز ہوسکتا ہے، اور بطور حکم ہے، تو پھر یہ بات کیسے درست ہوگی؟

(۲) آج کل کا ماحول اس مسئلہ میں کچھ عجیب سا ہے ذرا ذرا سی بات پر لوگ طلاق دیدیتے ہیں، اس ماحول کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں، تو مزید احسان ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دو چیزیں ہیں، ایک ہے کسی شئ کی ممانعت، ایک ہے اس ممانعت کے باوجود اس کا امر و حکم، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ طلاق کو ابغض المباحات فرمایا گیا ہے جو بہت قبیح چیز ہے[۱] اور طلاق بدعی (ایک دن تین طلاق دینا) کو گناہ قرار دیا گیا ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا. ترمذی شریف ص: ۲۴۵، ج: ۱، باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیع. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۲۴۸ باب المنهی عنها من البیوع، طبع یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

[۱] عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اَلَی اللّٰهِ اَلطَّلَاقُ، مشکوٰة شریف، ۲۸۳ / باب الخلع و الطلاق.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے۔

تین طلاق بیک وقت دیدے تو وہ واقع ہو جاتی ہے، اس پر ائمہ اربعہ اور فقہاءِ امصار کا اتفاق ہے جیسا کہ احکام القرآن[1] میں بصراحت موجود ہے، تو تین طلاق ممانعت و کراہت کے باوجود طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور ایسی طلاق دینے والا گنہ گار بھی ہوتا ہے، طلاق عامۃً غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے، (پیار و محبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے) اس لئے تدبیر بتائی گئی ہے کہ تفہیم کی جائے، ڈانٹ ڈپٹ کی جائے، بستر (الگ کر دیا جائے) معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے، تاکہ غصہ کسی درجہ میں فرو ہوتا بھی رہے، اس کا جوش بھی کم ہوتا رہے، انجام پر بھی نظر رہے، جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو، اور بغیر غصہ کے بھی آدمی یہ سوچ لے کہ اب نباہ نہیں ہوسکتا، حقوق ادا نہیں کئے جاسکتے، تو پھر علیحدگی ہی چاہئے، ایک طلاق سے تعلق ختم کر دیا جائے[2]، بغیر اس ترتیب کے انجام پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے اگر آدمی ایک دم تین طلاق دیدے تو پھر پچھتاتا ہے، پریشان ہوتا ہے کبھی اپنے لئے دوسرے نکاح کی صورت نہیں ہوتی، ابتلاءِ معصیت کا اندیشہ ہوتا ہے، کبھی بچوں کی پرورش دشوار ہو جاتی ہے، کبھی عورت لاوارث رہ جاتی ہے، اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنا اس قسم کی پریشانیوں سے تحفظ کا ذریعہ بھی ہے اور معصیت سے پرہیز بھی۔

(۲) بہت بُرا کرتے ہیں جس کی قدرے تفصیل نمبر ایک میں آگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] فالكتاب والسنة واجماع السلف توجب ايقاع الثلاث معا وان كانت معصية، احكام القرآن للجصاص الرازى ص ۳۸۸/ج ۱/ ذكر الحجاج لا يقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت، فتح القدير ص ۴۶۹ ج۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفكر بيروت، عمدة القارى ص ۲۳۳ ج ۱۰، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] يعظها بلسانه فان انتهت فلا سبيل له عليها فان ابت هجر مضجعها فان ابت ضربها فان لم تتعظ بالضرب بعث الحكمين. التفسير الكبير ص ۲۱۶/ج۳/ مطبوعه دارالفكر بيروت، الجامع لاحكام القرآن ص ۱۵۱/ ج۳/ مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير المنار ص ۷۶/ج۵ دارالفكر بيروت، سوره نساء تحت آيت ۳۴/.

لڑکی کی خواہش پر طلاق

سوال:- زید سے کئی لوگوں نے کہا اگر لڑکی رکھنے کی نیت نہیں ہے تو طلاق دیدو اور زید سے یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا ہے، اور زید کہتا بھی ہے اگر لڑکی چاہے تو طلاق دے سکتا ہوں ،لیکن اگر لڑکی طلاق کے لئے رضامند نہیں ہے، طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

پھر طلاق کا مطالبہ کیوں کیا جائے لڑکی کو رخصت کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند سہارن پور ۲۳/۲/۱۴۰۶ھ

شوہر کی بیماری کی بناء پر رخصتی میں تاخیر کیوجہ سے طلاق کا مطالبہ

سوال:- زید کا نکاح تقریباً تین سال پہلے ہوا تھا اور رخصتی ہونا بعد میں طے پائی تھی، نکاح کے وقت زید زیرِ تعلیم تھا، زید نے باہر رہ کر قریب ڈیڑھ سال تک تعلیم پوری کی، قبل اس کے کہ زید کے والدین زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ طے کرتے، تعلیم پوری کرنے کے بعد زید اچانک بیمار ہوگیا اور قریب چھ ماہ بیمار رہا، کچھ دنوں اچھا رہنے کے بعد زید پھر بیمار پڑ گیا، اِس بیچ زید کے سسر نے اپنی بیٹی کی رخصتی کر دینی چاہی، لیکن چونکہ زید بیمار تھا، اور زیرِ علاج تھا، لہٰذا زید کے گھر والوں نے زید کے اچھا ہونے تک رخصتی ملتوی کر دی، زید قریب ڈیڑھ سال تک اس طرح رہا کہ کبھی صحت یاب ہوا کبھی بیمار، اب زید قریب عرصہ ۳/ ماہ سے بالکل ٹھیک ہے، اور صحت میں دن بدن اضافہ ہے، زید کی صحت اور گھر کے حالات سازگار دیکھ کر زید کے والدین نے زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ مانگی، تو لڑکی کے والدین سے یہ جواب ملا کہ ہم طلاق لیں گے کیونکہ لڑکا ویسا نہیں جیسا کہ وہ پہلے صحت یاب تھا، لہٰذا اس بات کو پنچایت کے سپرد کیا

گیا اور دو پنچایت ہوئی اس میں بھی زید کے سسرال والوں نے پنچوں سے رخصتی کی معافی مانگتے ہوئے طلاق لینے کی بات کی، لڑکی بھی زید کی بیماری کی وجہ سے زید کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، فیصلہ اب بھی پنچایت کے ہاتھ میں ہے، زید نہ تو پاگل ہے، نہ دیوانہ ہے، نہ کوڑھی ہے، اور نہ جسمانی کمزوری ہے، ایسے حالات میں پنچ فیصلہ شریعت کے قواعد کے خلاف اگر کر دیتے ہیں تو سب گنہگار ہوں گے، شریعت کے قانون سے پنچ ناواقف ہیں ان حالات میں مسئلہ کیا کہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اِن حالات میں طلاق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے،[1] بلکہ رخصتی کر دی جائے، کیا بعید ہے، کہ رخصتی کی برکت سے حق تعالیٰ عمدہ صحت قوت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجین کی باہمی رضامندی سے بعض حقوقِ زوجیت سے دست برداری اور طلاق

سوال:- زید نے دو شادیاں کی ہیں، پہلی بیوی کے تین بچے ہیں، اور اس کو طلاق دینا چاہتا ہے، لیکن بیوی کا اصرار ہے کہ وہ بچے چھوڑ کر نہیں جاسکتی، اور صرف کپڑا اور رزق کی خواہاں ہے، زید اس کو نان ونفقہ فراہم کرتا ہے، مگر حقوقِ زن وشوہر پر آمادہ نہیں، کیا وہ بعد از طلاق زید کے گھر رہ سکتی ہے؟ باپ کہتا ہے کہ اگر تو نے طلاق دی تو میں خودکشی کرلوں گا، ایسی صورت میں طلاق دے یا نہیں؟

(۲) زید اگر طلاق دیدے تو کس قدر مہر واجب ہے، جب کہ زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی

---

[1] عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَابَأْسٍ اى لغير شدة تلجئها الى السوال المفارقة فَحَرَامٌ عَلَيْهِ رَائِحَةُ الْجَنَّةِ اى ممنوع عنها. مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۷۵/ ج۳/ باب الخلع والطلاق، الفصل الثانى ،مطبوعه بمبئى.

ہے، کیا مہر بخشا جا سکتا ہے؟

(۳) زید اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی زوجہ نافرمان ہے، نماز سے بالکل غافل، علمِ دین سے کوری اور اس نے زید کے باپ کے خلاف زنا کا الزام لگایا ہے، جو کہ غلط ہے۔

(۴) اگر زید طلاق نہ دے اور سوائے نان نفقہ کے ہم بستری وغیرہ نہ کرے جب کہ اس کی زوجہ بھی تیار ہے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر زید اپنی زوجہ کے ساتھ ہم بستری وغیرہ نہیں کرنا چاہتا، طبیعت راغب نہیں اور اس بناء پر طلاق دینا چاہتا ہے، اور زوجہ علیحدہ ہونا نہیں چاہتی اور ہمبستری وغیرہ کا مطالبہ نہیں کرتی، اور صرف کپڑا ونفقہ چاہتی ہے اور زید نان ونفقہ دینے کے لئے آمادہ ہے اور زید کا والد اس طلاق سے سخت ناخوش ہے، یہاں تک کہ خودکشی کے لئے تیار ہے، تو پھر طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں، زید کا مقصد بغیر طلاق بھی حاصل ہے، دونوں بدستور رہیں، ہم بستری وغیرہ کا مدار نشاط ورغبت پر ہے[۱] بیوی کا مقصد بھی حاصل ہے، کہ وہ جانا نہیں چاہتی، ایسی حالت میں طلاق ہرگز نہ دے[۲]۔

(۲) مہر زوجہ کا حق ہے، وہ معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتی ہے[۳]، لینا چاہے، تو لے

---

[۱] لا فی المجامعة لا نها تبتنی علی النشاط، فتاوی تارتار خانیه ص ۲۲۶/ ج۳/ اول باب القسم، شامی کراچی ص ۲۰۲ ج۳ باب القسم، هدایه ص ۳۴۹ ج۲ باب القسم مکتبه تهانوی دیوبند.

[۲] الاصح حظره ای منعه الا لحاجة لمافیه من کفران نعمة النکاح. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۴۲۷/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۷/ ج۳/ اول کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ دار الکتب العلمیة بیروت، کتاب الطلاق.

[۳] وصح حطها لکله او بعضه عنه قبل اولا. الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۴۸/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۱۱۳/ ج۳/ باب المهر، مطلب فی حط المهر والا براء منه، النهر الفائق ص ۲۳۶ ج ۲، باب المهر عباس احمد الباز مکة المکرمة، البحر الرائق ص ۱۵۰ ج۳ باب المهر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

سکتی ہے، جب شوہر کے ساتھ وہ رہ چکی ہے، تو پورا مہر لازم ہے، اگر رخصتی وخلوت سے پہلے طلاق دی جائے، تو نصف مہر لازم ہوتا ہے، اور نصف شوہر رکھ لیتا ہے[۱]۔

(۳) جائز کاموں میں بلا عذر شرعی شوہر کی اطاعت نہ کرنا نافرمانی ہے، شوہر کے والد پر زنا کا الزام لگانا بھی اتنا سخت جرم ہے، کہ شوہر اگر اس کی وجہ سے طلاق دیدے تو شوہر پر کوئی پکڑ نہیں[۲]۔

(۴) اپنے خصوصی حالات کے پیشِ نظر اگر دونوں اس پر رضامند ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۱۳۸۵ھ

عورت کا اغوا کرنا اور روپیہ لے کر اس کو طلاق دینا

سوال:- خالد نے زید سے کہا کہ میں تمہیں پانچ سو روپئے دیتا ہوں، آپ مجھ سے پانچ سو لے کر ہندہ کو طلاق دیدیں، اور مقدمہ سے۔ نجات حاصل کرلیں، اس پر زید نے بغرض

---

[۱] ویتاکد عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما ویجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذالم یکن مسلماً، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۶/۲۳/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۱۰۲/ ج۳/ اول باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۳ ج ۱ السابع فی المهر.

[۲] الأصل فیه ای الحظر معناه ان الشارع ترک هٰذا الاصل فاباحه بل یستحب لو موذیة او تارکة صلاة وفی الشامیة تحت قوله لوموذیة فشمل الموذیة له اولغیره بقولها او بفعلها ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۸/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص ۲۲۸/ ج۳/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق ص ۲۳۷ ج ۳ کتاب الطلاق، مطبوعه کوئٹه النهر الفائق ص ۳۲۰ ج ۲ کتاب الطلاق، عباس احمد الباز مکة المکرمة.

[۳] وان رضیت احدی الزوجات بترک قسمها لصاحبتها جاز، فتاویٰ تاتارخانیه ص ۲۲۷/ ج ۳/ باب القسم، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۸۵/ ج۴/ باب القسم، البحر کوئٹه ص ۲۲۰ ج ۳ باب القسم.

ثبوتِ ہندہ بطور حیلہ پانچ سو روپے خالد سے لے کر اسٹام فروش سے ایک روپے کا کاغذ خرید کر خالد کو دیا، خالد نے عرضی نویس سے کاغذ مذکورہ پر زید کی طرف سے مضمون طلاق نامہ تحریر کرالیا، جس پر زید نے بھی بغیر پڑھے سنے مضمون طلاق کے اپنا انگوٹھا لگا دیا، اور زبان سے بھی ایک دفعہ کہہ دیا کہ ہاں میں نے ہندہ کو طلاق دے دی اور اس کے بعد زید نے رجعت کر لی، اور علی الاعلان کہا کہ یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا تا کہ ہندہ کا ثبوت مل جائے، چنانچہ اسٹام فروش اور عرضی نویس کی گواہی کے ذریعہ عدالت نے ہندہ کو برآمد کرا کے زید کے قبضہ میں دے دیا اور طلاق نامہ کو جعلی قرار دیا، زید کا بیان ہے، کہ میں نے تو اس حیلہ کے ذریعہ اس سے روپئے حاصل کئے ہیں، چونکہ میرا اس سے کہیں زائد خرچ ہو گیا ہے، اور ہندہ کو برآمد کرالیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی جانب سے ہندہ کو کونسی طلاق واقع ہوئی اور رجعت صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالد نے زید کی بیوی کو اغوا کر کے جرمِ عظیم کا ارتکاب کیا ہے[۱] پھر اس سلسلہ میں جو کچھ روپیہ زید کا خرچ ہوا وہ زید اس سے پورا پورا وصول کرنے کا حق دار ہے[۲] ایک طلاقِ رجعی کے بعد شوہر کو حقِ رجعت حاصل رہتا ہے، لہٰذا اگر طلاق نامہ میں طلاق رجعی لکھی ہے، اور زبان سے بھی طلاقِ رجعی دی ہے، تو طلاقِ رجعی واقع ہوئی، رجعت صحیح ہوگی[۳] اس حیلہ سے اس مقدمہ میں

---

[۱] خدع امرأة إنسان واخرجها زوجها ويحبس حتى يتوب او يموت لسعيه فى الأرض بالفساد، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۸۱ ج۴ مطلب العامى لا مذهب له، باب التعزير الأشباه والنظائر ص۱۸۵ ج۲ كتاب الحدود والتعزير، ادارة القرآن كراچى.

[۲] كما يستفاد من هٰذه العبارة: للورثة ان ياخذوا صاحب السرقه بدية ابيهم وبالغرامة اللتى اداها الى السلطان لان الكل حصل بتسبيبه وهو متعد فى هٰذا التسبيب. البحر الرائق كوئٹه ص ۷۰/ ج۵/ قبيل كتاب السير.

[۳] واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك اولم ترض. عالمگيرى ص ۴۷۰/ ج ۱/ باب الرجعة مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۴ ج۲ باب الرجعة، مكتبه اشرفى ديوبند، تاتارخانيه ص۵۹۷ ج۳ مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچى.

اپنا خرچ شدہ روپیہ وصول کرنا شرعاً درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ ۱۸/۲/۸۶ھ

اپنی بیوی دوسرے کو دیدینا

سوال:-تین آدمیوں نے ایک چوتھے آدمی سے ہنسی کی کہ اگر تو ۳۰/روپے اور تین جوڑے کپڑے لائے تو ہم تینوں اپنی اپنی بیوی تجھے دیدیں گے، اور اگر تو اور تین جوڑے کپڑے نہ لایا تو تیرے سے جرمانہ لیا جائے گا، اور اگر ہم نہ دیں تو تو واپس لے لینا، اب وہ آدمی کسی طرح اور تین جوڑے کپڑے لے آتا ہے، اور ان کو دیدیئے انہوں نے وہ کپڑے اپنی اپنی عورتوں کو پہنا دیئے اور انکو اس شخص کے ساتھ کردیا، اور یہ کہہ دیا کہ ہم نے تجھے دیدی، عورتیں بھی بخوشی اس کے ساتھ چل دیں، گاؤں سے کچھ دور چل کر پیر جلنے کا بہانہ کرکے دو عورتیں اپنے گھر لوٹ آئیں، اور اس شخص سے کہا کہ تم گاڑی لے آؤ بغیر گاڑی کے پیر جلتے ہیں، شام کے وقت وہ شخص گاڑی لے آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تماشہ بیں بھی آگئے، ان تینوں آدمیوں نے اس شخص سے کوئی بہانہ کرکے ٹالدیا، اب ان تینوں کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟ کچھ آدمی تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم نے عورتیں تجھے دیں، اور کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی عورتیں آزاد کرکے تجھے دیدی، جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان تینوں عورتوں کا نکاح اس چوتھے آدمی سے صحیح نہیں ہوا، اور اگر تینوں کے شوہروں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم اس مرد سے نکاح کرلو اور اس سے طلاق کی نیت کی ہے، تو طلاق واقع ہوگئی، اور اگر یہ کہا ہے ہم نے ان کو آزاد کردیا اور پھر تجھ سے نکاح کردیا تو تینوں پر طلاق واقع ہوگئی:

وبابتغی الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها أو اثنتين وثلاث إن نواها هٰكذا فی شرح الوقايه عالمگیری[1] ص:۳۷۵، ج:۱، بخلاف فارسية قوله سرحتک وهورها کردم لأنه صار صريحاً فی العرف الیٰ قوله فاذا قال رها کردم ای سرحتک يقع به الرجعی اهـ درمختار[2] ص:۷۱۷، ج:۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۷/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۸/۶/۶۱ھ

بیوی کہتی ہے کہ طلاق دی تو مرتد ہو جاؤں گی

سوال: - زید نے ایک لڑکی کو مسلمان بنا کر نکاح کیا اور پھر اس کو حالات کے دباؤ کی وجہ سے طلاق دینا چاہتا ہے، لڑکی زید کے چھوڑنے پر اسلام کو چھوڑ کر اپنے آبائی ہندو دھرم کو اختیار کرنے کی دھمکی دیتی ہے، ایسی صورت میں کیا لڑکی کے ارتداد کا گناہ زید کو ہوگا؟ کیا ارتداد کی ذمہ داری زید پر ڈالی جائے گی؟ لڑکی کے ارتداد سے بچانے کے لئے زید کو مجبور کیا جائے گا، کہ اس کو نہ چھوڑے اور یہ دباؤ شریعت کی رُو سے کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اندازہ یہ ہے کہ زید نے کفر سے نفرت اور اسلام کی محبت کی وجہ سے اس لڑکی کو مسلمان

---

[1] عالمگیری ص:۳۷۵، ج:۱، اول باب الکنایات، مطبوعہ مصر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۰، ۳۰۲ ج۳ باب الکنایات، هدایه ص ۳۷۴ ج۲، باب ایقاع الطلاق، ربقية الكنايات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] ردالمحتار زکریا ص:۵۳۰، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۹۹، ج:۳، اول باب الكنايات، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۱ ج۳ باب الكنايات، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۳۷ ج۲، فصل: وكنايته الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں کیا، بلکہ لڑکی کی ہی محبت سے اس کو مسلمان کیا ہے، اور اس لڑکی نے بھی کفر سے نفرت اور اسلام کی محبت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ اس لڑکے کی محبت کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے: **وَاللّٰہُ اعلم بحقیقة الحَال.**

زید کو چاہئے کہ ہرگز ہرگز اس لڑکی کو طلاق نہ دے بلکہ اس کو اسلام کی تعلیم دے، اس کی خوبیاں ذہن نشین کرائے، کفر کی خرابی، اس کا انجام دل میں جمائے اور کسی دباؤ میں آکر اس کو طلاق نہ دے[1]، حالات کا دباؤ ایک جانب رکھے اور ارتداد کا انجام دوسری جانب رکھے، پھر دیکھے دونوں میں کون زیادہ خطرناک ہے، کیا وہ اس کو پسند کرے گا کہ اس کی رفیقۂ حیات ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۱۳۹۹ھ

کیا تعزیہ بنانے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے

سوال:- شریعت مطہرہ کا حکم منع سن کر اگر مسلمان نہ مانیں پھر اسی مسجد میں تعزیہ بناویں یا رکھیں، یا مسجد کے پاس نماز وجماعت کے وقت شوروغل مچاویں تو ان کا نکاح باطل ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف عمل نہ کرلینے سے نکاح باطل نہ ہوگا، اگرچہ گناہ ہوگا، کسی حکمِ شرعی کا استخفاف واستہزاء کفر ہے اور اس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اما الطلاق فان الاصل فیه الحظر بمعنی انه محظور الالعارض یبیحه. شامی زکریا ص ۴۲۸/ ج۴/مطبوعه کراچی ص ۲۲۸/ج۳/ اول کتاب الطلاق، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۶ ج۳ کتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] رجل عرض علیه خصمه فتوی الائمة فردها وقال چه بار نامه فتوی (**بقیه اگلے صفحه پر**)

نوسوالات اوران کے جوابات

سوال:- ایک شخص اپنی زوجہ کو چھوڑ کر اپنے سلسلہ معاش کے لئے باہر چلا گیا تھا، اس عورت کا تعلق شوہر کے بھائی سے ہوگیا، اس تعلق کی بنا پر عورت حاملہ ہوگئی، اس پر شوہر نے اس سے قطع تعلق کرلیا، زوجۂ مذکورہ کے والد نے طے کیا کہ اس بھائی سے نکاح کرلیا جائے، اس کی خالہ نے اس عورت کو دوسری جگہ رکھوادیا، اب وہ یہاں آکر وضعِ حمل ہوئی اور اس کے گھر رہنے لگی، اوراز دواجی زندگی سے بھی دوچار ہوئی، ایک سال تک یہی سلسلہ قائم رہا، ایک سال کے بعد شوہر حقیقی نے انقطاعِ تعلق کی خبر دی اور گھر آکر دوسری عورت سے نکاح کرلیا، بذریعۂ خط صرف رکھنے سے انکار کیا، طلاق کی صراحت نہیں کی، اس کے بعد اس کی خالہ نے رکھوادیا ہے، اب اس حالت میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں۔

(۱) شوہر کے بھائی سے فعل حرام کا مرتکب ہونا۔

(۲) شوہر کا رکھنے سے انکار کرنا۔

(۳) اس عورت (زوجہ) کا اپنی خالہ کے گھر آنا۔

(۴) خالہ کا اس عورت کو دوسرے شخص کے گھر رکھنا۔

(۵) اس دوسرے شخص کے ساتھ ازدواجی تعلق کا قائم رہنا۔

(۶) شوہر کا رکھنے سے انکار کرنا اور طلاق نہ دینا۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) آوردۂ قیل یکفر لانہ رد حکم الشرع وکذا لو لم یقل شیاء لکن القی الفتوی علی الارض وقال این چہ شرع کفر، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۲/ ج۲/ احکام المرتدین. ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء، وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح. الدرا لمختارعلی الشامی زکریا ص ۳۹۰/ج۶/ مطبوعه کراچی ص ۲۴۶/ ج۴/ احکام المرتد، مجمع الانهر ص۵۰۹ ج۲ باب المرتد ثم إن الفاظ الکفر انواع، بیروت، ایضاً ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، فتاوی بزازیه علی الهندیه ص ۳۲۱ج۶، کتاب الفاظ تکون اسلاماً أو کفراً الاول فی المقدمة، ایضاً ص۳۳۷ج۶ الثامن فی الاستخفاف بالعلم، مطبوعه کوئٹه.

(۷) شوہر کا یہ قول کہ اس عورت (زوجہ) کے سامنے طلاق دوں گا۔

(۸) عورت بوجہ ندامت کے اس کے رُوبرو نہ ہونا۔

(۹) اس درمیان میں مثل شوہر کے دوسرے شخص کے ساتھ رہنا۔

صورتِ مسئولہ کے جوابات تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کبیرہ گناہ ہے[۱]۔

(۲) محض اس کے انکار سے طلاق نہیں ہوئی[۲]۔

(۳) اس سے بھی نکاح ختم نہیں ہوا۔

(۴) کسی نامحرم کے ساتھ رکھ دینا بھی ناجائز ہے[۳]۔

(۵) یہ بھی معصیت ہے[۴]۔

---

[۱] الزنا والقتل کبیرتان ایضا بالنص. اکمال شرح مسلم ص ۳۲۲/ ج ۱/باب بیان الکبائر واکبرها. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. نووی شرح مسلم ص ۶۳/ج ۱/ باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب. مرقاة شرح مشکوٰة ص ۱۰۳/ج ۱/ باب الکبائرو علامات النفاق. مطبوعه بمبئی.

[۲] ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق اذا قال لا اریدک ولا احبک او لا اشتهیک او لا رغبة لی فیک فانه لا یقع وان نوی عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۵ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۳ ج ۳ باب الکنایات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۶۸ ج ۱ فصل فی الکنایات.

[۳] لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّیْطَانُ مشکوٰة ص ۲۶۹/ ج ۱/ باب النظر الی المخطوبة الخ، ترمذی شریف ص ۲۲۱ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، مطبوعه اشرفی دیوبند، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۴۱۳ ج ۳ باب النظر الی المخطوبة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، الفصل الثانی. **ترجمہ:**- کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہوتا ہے تو تیسری ہستی وہاں شیطان کی ہوتی ہے۔

[۴] مطلق الزنا ذنب کبیر وخاصة مع سکن جارک. مرقاة شرح مشکوٰة ص ۱۰۳/ ج ۱/ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول. مطبوعه بمبئی.

(۶) یہ شوہر کی زیادتی ہے، اس کو چاہئے کہ نالائق عورت کو طلاق دیدے[۱]۔
(۷) یہ بے جا کی ضد ہے، جس کی وجہ سے عورت کو معصیت سے چھٹکارہ مشکل ہے۔
(۸) معصیت میں مبتلا رہنے کے بجائے عورت ندامت کو اختیار کرلے سامنے آکر ہی طلاق لے لے۔
(۹) دوسرے شخص کے ساتھ رہ کر شوہر جیسا معاملہ کرنا غضبِ خدا کا موجب ہے، جس کا نتیجہ دونوں جہاں میں تباہ کن ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۴/۱۱/۹۱ھ

بیوی سے صحبت کے وقت یہ تصور کہ فلاں اجنبیّہ سے صحبت کررہا ہوں

سوال:- زید اپنی اہلیہ سے صحبت کرتے وقت کہتا ہے کہ یہ سوچو کہ فلاں غیر محرم تمہارے ساتھ صحبت کررہا ہے، اور خود بھی زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں فلانہ کے ساتھ صحبت کررہا ہوں، کیا ایسا کہنے پر نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا، زید کو یہ اطلاع اپنے مرشد کو بھی کرنا چاہئے یا نہیں؟ زید نے اب توبہ کرلی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنے سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا[۳] البتہ یہ بے حیائی اور گناہ ہے[۴] اگر زید توبہ پر قائم رہے تو

---

[۱] الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ھذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو موذیۃ وفی الشامیۃ تحت قولہ لو موذیۃ اطلقہ فشمل الموذیۃ لہ او لغیرہ بقولھا او بفعلھا. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۸/ ج۴/مطبوعہ کراچی ص ۲۲۸/ج۳/اول کتاب الطلاق، النھر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۳۶، ۲۳۷ ج۳ کتاب الطلاق.

[۲] لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُھُمَا الشَّیْطَانُ مشکوٰۃ ص ۱۰۳/ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی.

[۳] فتحریم المنکوحۃ بالطلاق والخلع والردۃ مع انقضاء العدۃ الخ شامی زکریا، ج ۴/ص ۱۱۹/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مجمع الأنھر ص ۴۷۹ ج ۱ باب المحرمات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مرشد کو خبر کرنا ضروری نہیں، ورنہ خبر کر کے تدبیر دریافت کر لی جائے کہ کس طرح اس بے حیائی سے نجات ملے، خدائے پاک معاف فرمائے، اور محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق کے بعد پندرہ سال تک ہم بستری کرتا رہا

سوال:- زید بیوی کو طلاقِ مغلظہ دے چکا تھا، مگر پندرہ سال تک اس سے ہم بستری کرتا رہا، اور بچے پیدا ہوتے رہے، شرعی حیثیت سے اس کو کیا سزا دی جائے اور کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نے سخت جرم کا ارتکاب کیا ہے، مگر اس کی اصل سزا کی شرائط موجود نہیں، اس لئے وہ سزا نہیں دی جاسکتی[1]، نیز اتنی مدت سے وہ ناجائز کام میں مبتلا ہے، سب خاندان اور اہلِ بستی واقف ہو کر کیوں خاموش رہے، کیوں اس کا حل دریافت نہیں کیا، اب کیا داعیہ پیش آیا، جو یہ مسئلہ اٹھایا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۴] ذکر بعض الشافعية انه كما يحرم النظر لما لا يحل يحرم التفكر فيه، وذكر العلامة ابن حجر فى التحفة انه ليس منه ما لو وطئ حليلته متفكر فى محاسن اجنبية حتى خيل اليه انه يطؤها ونقل عن جماعة منهم الجلال السيوطى والتقى السبكى انه يحل ولا يلزم من تخيله ذلك عزمه على الزنا بها حتى ياثم اذا صمم على ذلك لو ظفر بها وانما اللازم فرض موطؤته تلك الحسناء وقيل ينبغى كراهة ذلك ورد بان الكراهة لا بدلها من دليل وقال ابن الحاج المالكى انه يحرم لانه نوع من الزنا، ولم ار من تعرض للمسئلة عندنا وانما قال فى الدرر اذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيئة الفسقة حرام والاقرب لقواعد مذهبنا عدم الحل لان تصور تلك الاجنبية بين يديه يطؤها فيه تصوير مباشرة المعصية على هيئتها فهو نظير مسئلة الشرب الخ شامى زكريا ص ۵۳۵ ج ۹ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس.

(صفحہ ہذا) [۱] فمن قذف بصريح الزنا فى دارالاسلام قوله فى دار الاسلام اخرج دارالحرب لا نقطاع الولاية. الدر المختار على هامش رد المختار زكريا ص ۱۵۱ / ج۵ / مطبوعه كراچى ص ۴۸۴ / ج۳ / اول باب اللعان.

جارہا ہے، فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے، جو لوگ جدائی کرنے پر قادر ہیں پھر جدائی نہیں کراتے، وہ بھی گنہگار ہیں: لقولہٖ تعالٰی وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا. (الآیة)[1] فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (الآیة)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۳۹۵ھ

طلاق کے بعد نکاح ثانی ہو جانے پر بھی مطلقہ کو اپنے گھر رکھنا

سوال:- کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے گھر چھوڑی ہے، اس سے ملتا جلتا ہے، اس عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا ہے، اس عورت سے دو لڑکی ہیں، ان لڑکیوں کی وجہ سے رہتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی عورت سے ملنا جلنا اور اس کو اپنے گھر رکھنا منع ہے، اس کو چاہئے کہ اس عورت کو اسکے خاوند کے گھر پہنچادے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۸/۴/۵۸ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبداللطیف ۲۸/ربیع الثانی ۵۸ھ

---

[1] سورۃ ہود آیت: ۱۱۳/ترجمہ: اور ظالموں کی طرف مت جھکو۔ (از بیان القرآن)

[2] سورۃ انعام آیت: ۶۸/ترجمہ: تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ (از بیان القرآن)

[3] الخلوة بالاجنبية حرام. الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۸/ ج ۹/ مطبوعه کراچی ص: ۳۶۹، ج: ۶، کتاب الحظر ولا باحة، فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۲۰۳ ج ۴ کتاب الکراهية، فصل فی النظر، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۴۱۳ ج ۳ باب النظر الی المخطوبة، قبيل الفصل الثالث، مطبوعه بمبئی.

جس عورت کو اس کا شوہر نہ رکھتا ہو اس کو کسی ہندو کے حوالہ کر دینا

سوال:- ایک عورت کو نکاح کئے چار سال ہو گئے، نہ اس کو شوہر طلاق دیتا ہے، نہ رکھتا ہے ایک بچہ اس عورت کا آوارہ گردی میں ہو چکا ہے، اس کے بعد وہ عورت تین سال کے بعد ایک شخص کے یہاں دوسری جگہ چلی گئی، تقریباً آٹھ ماہ اس کے پاس رہی، جس شخص کے گھر میں رہتی تھی، وہ شخص قصاص دینے کو تیار ہے کہ میں قصاص دینے کو تیار ہوں، تو ایک جگہ شادی کا سلسلہ تھا، اس جگہ بہت دور دور سے لوگ اکٹھے ہوئے، اس جگہ پر اس شخص کو بلایا گیا، جس شخص کے گھر میں عورت موجود تھی، تو بلا کر کے جو لوگ پہلے اکٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک شخص پریزیڈنٹ مقرر کیا گیا، پریزیڈنٹ نے اس شخص کے لئے عورت کو بلایا، تو عورت ایک ہندو کے سپرد کر دی گئی، اسلام اس کو برا محسوس ہوتا ہے، پریزنڈنٹ نے یہ بھی حکم جاری کر دیا ہے تو اس شخص سے رشتہ برادری نے قطع تعلق کر دیا اور ایک سو روپیہ جرمانہ لیا جاوے گا، اب اس عورت کے واسطے شریعت اسلامیہ کیا کہتی ہے، کہ عورت اسی طرح رہے گی، یا اسلام میں داخل ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل میں جس کی وہ عورت ہے اس پر زور دینا چاہئے کہ وہ اس کو رکھے یا اس کو طلاق دے، عورت کا کسی غیر شخص کے پاس رہنا حرام ہے،[1] عورت کو کسی ہندو کے سپرد کر دینا نہایت سخت ترین اور خطرناک گناہ ہے، اگر عوت نے مذہب اسلام کو چھوڑ کر ہندو مذہب کو اختیار کر لیا ہے، تو اس کے ذمہ فرض ہے، کہ دوبارہ اسلام قبول کرے، ایسا رہنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، بہر حال اس کے ذمہ فرض ہے، کہ ہندو کے یہاں سے اپنے شوہر کے یہاں آئے توبہ کرے

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرام، الدرالمختارعلى الشامى كراچى ص ۳۸۶/ج ۶/ باب فى النظر والمس، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۲۰۳ ج۴ كتاب الكراهية فصل فى النظر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نیز تجدید ایمان بھی کرے[۱]، اگر شوہر نہ رکھے بلکہ طلاق دیدے تو پھر کسی دوسرے مسلمان سے باقاعدہ نکاح کرے[۲]، اگر عورت خود ہندو کے یہاں سے آنے پر تیار نہ ہو تو برادری اور پریزیڈنٹ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ کوشش کرکے زبردستی عورت کو وہاں سے نکال کر شوہر کے حوالہ کردیں[۳]، اور جس نے اس عورت کو ہندو کے سپرد کیا ہے، اس کے ذمہ فرض ہے کہ علی الاعلان توبہ کرے[۴]، اور جس شخص کے یہاں وہ عورت رہتی ہے اس کو بھی توبہ کرنا واجب ہے[۵]، اور یکصد روپیہ جرمانہ جو پریزیڈنٹ نے کیا ہے، وہ بھی ناجائز ہے، مال کا جرمانہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں، اگر یہ جرمانہ وصول کرلیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے[۶]، فیصلہ کرنے کے لئے کسی معتبر عالم کو مقرر کیا جائے، ورنہ فیصلہ سے

---

۱ فان قائله يومر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك، عالمگیری ص ۲۸۳/ ج۲/ الباب التاسع فی احكام المرتدين قبيل الباب العاشر فی البغاة، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص۲۴۷ ج۴ باب المرتد، مطلب جمله من لا يقتل اذا ارد.

۲ اما لو سكت اوتركه صريحا فانها لا تجبر وتزوج من غيره شامی كراچی ص۱۹۴/ج۳/ باب نكاح الكافر، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۵ باب نكاح الكافر، دار الكتب العلمية بيروت.

۳ وتجبر على الاسلام ای بالحبس الی ان تسلم، الدرا لمختار على الشامی كراچی ص۱۹۴/ ج۳/ باب نكاح الكافر، تجبر على الاسلام والنكاح مع زوجها الاول، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۴ ج۳ باب نكاح الكافر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۴ والتوبة على احسب الجناية فالسرّ بالسرّ والاعلان بالاعلان، هدايه ص۱۷۴ ج۳ كتاب الرجوع عن الشهادات، مطبوعه مكتبۂ تهانوی ديوبند.

۵ ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وأنها واجبة على الفور ولا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، تفسير روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ سورة التحريم، تحت الآية ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، شرح نووی على الصحيح المسلم، ص۳۵۴ ج۲ كتاب التوبة مكتبۂ بلال.

۶ أن معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شیء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه، والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال. شامی زكريا ص۱۰۶/ ج۶/ مطبوعه كراچی ص۶۴/ ج۴/ مطلب فی التعزير باخذ المال، عالمگیری كوئٹه ص۱۶۷ ج۲ فصل فی التعزير البحر الرائق كوئٹه ص۴۱ ج۵ فصل فی التعزير.

پہلے باقاعدہ پورے واقعات بتلا کر معتبر عالم سے فتوی حاصل کرنا چاہئے، تاکہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہو محض جاہلوں کا جمع ہو کر کسی جاہل کو پریزیڈنٹ بنا کر فیصلہ کرانا انتہائی جہالت ہے، کیونکہ اپنے فیصلہ میں وہ شرعی احکام کی رعایت نہیں رکھے گا، اور اس پر عمل جائز نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف ۳۰/ ربیع الثانی ۶۰ھ

---

[1] واما الجاهل والكافر فلا يجوز تحكيمهما فان حكما خصما او جاهلا او كافراً لم ينفذ حكمه الدردير على حاشية الد سوقى ص ۱۳/ ج ۶/ باب القضاء مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب یازدھم

رجعت وغیرہ کے احکام

فصل اول : رجعت کے احکام

رجعت کا ثبوت

سوال :- ایک اُلجھا ہوا سوال ہے، طلاق کا جھگڑا ہے (جس کا خلاصہ کچھ جواب سے ہی ظاہر ہورہا ہے) جس پر دارالافتاء سے مندرجہ ذیل حکم لکھا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس طلاق پر دونوں کا اتفاق ہے، اس کے بعد شوہر دعویٰ کرتا ہے، کہ اس نے عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لی، اب اگر عورت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ہاں شوہر نے رجعت کرلی تھی، یا اس کا اقرار کرتی ہے، کہ شوہر نے میرے ساتھ ہم بستری کی یا بوس وکنار کیا ہے، تو پھر کسی مزید شہادت کی حاجت نہیں، رجعت کی صحت وثبوت کے لئے یہی کافی ہے، اگر بیوی رجعت کا انکار کرتی ہے اور صحبت وغیرہ کا بھی انکار کرتی ہے، کہ اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں آئی تو پھر شوہر کے ذمہ دو گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے، جو گواہی دیں کہ شوہر نے ہمارے سامنے (عدت ختم ہونے سے پہلے) یہ کہا ہے کہ میں رجعت کر لی یا اپنی طلاق واپس لے لی، اگر یہ گواہی شوہر پیش کردے تو رجعت کا حکم کردیا جائے گا، اگر گواہی پیش نہ کرسکے، تو عورت کا انکار رجعت

سے قبول کیا جائے گا، اوراس پر قسم بھی نہیں آئے گی[1] طلاق کی عدت تین حیض ہے، جس کی ادنی مدت ساٹھ دن ہے، یعنی ساٹھ دن میں تین حیض آسکتے ہیں[2]، اگر حاملہ ہوتو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوتی ہے۔[3]

تنبیہ:- اگر شوہر نے زبان سے طلاق نہیں دی اور بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر دی ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی،[4] پھر رجعت یا اس کے ثبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو قال بعدا لعدة راجعتک فیها فصدقته تصح والا لا ای وان لم تصدقه لا تصح الرجعة لانه اخبر عن شئ لا یملک انشاءه فی الحال وهی تنکره فکان القول لها من غیر یمین الی قوله ولو اقام بینة بعد العدة انه قال فی عدتها قد راجعتها او انه قال قد جامعتها کانت رجعة الخ. البحرالرائق ص: ۵۱، ج:۴، اول باب الرجعة. مطبوعه کوئٹه. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۲۹، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۱، ج:۳، اول باب الرجعة، مجمع الانهر ص: ۸۲، ج:۲، اول باب الرجعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص: ۸۲، ج:۲، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] عدة الحرة للطلاق اوالفسخ ثلاثة اقراء ای حیض الخ. سکب الانهرعلی مجمع الانهر ص: ۱۴۱، ج:۲، اول باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، مجمع الانهر ص: ۱۴۲، ج:۲، اول باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۱۸۱، ج:۵، اول باب العدة، مطبوعه کراچی ص: ۵۰۴، ج:۳. ومن قالت انقضت عدتی بالحیض فالقول لها مع الیمین ان مضیٰ ستون یوما عند الامام کل حیض عشرة وکل طهر خمسة عشر هو المختار کما فی الخانیة، مجمع الانهر ص: ۱۵۰، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۵۲۳ ج۳ باب العدة، فتاویٰ قاضی خاں ص ۵۵۲ ج ۱ باب العدة فصل فی انتقال العدة، مطبوعه کوئٹه.

[3] وعدة الحامل ان تضع حملها. عالمگیری ص: ۵۲۸، الباب الثالث عشرفی العدة. مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۵۱۱ ج۳ باب العدة، البحر الرائق ص۱۳۳ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[4] وظاهره ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر شامی زکریا ص: ۴۶۱، ج:۱۰، مطبوعه کراچی ص: ۳۷۷، ج:۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

طلاق، عدت اور جعت کی تفصیل

سوال: -شادی کے متعلق ہمیں یہ بتایئے کہ اگر ایک مسلمان اپنی بیوی کو چند سیکنڈ کے وقفہ سے طلاق دیتا ہے، تو شادی ناجائز ہوجاتی ہے، اس سے دوبارہ کیسے شادی ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق اور اس کے بعد دوبارہ نکاح میں بڑی تفصیل ہے، اگر نکاح کا ایجاب وقبول ہونے کے بعد تنہائی ویکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدی خواہ ایک یا دو طلاق دی ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے[1]، (حلالہ کی ضرورت نہیں) اگر تین طلاق ایک لفظ سے دی ہو مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو بغیر حلالہ کے نکاح کی گنجائش نہیں رہی[2]، اگر نکاح کے بعد دونوں میں یکجائی وتنہائی ہوچکی تھی، پھر طلاق دی ہے تو اگر ایک یا دو طلاق صاف لفظوں میں دی ہے مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اس کو دو طلاق دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین ماہواری) گذارنے سے پہلے پہلے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے رجعت کرلی یا یہ کہ اپنی طلاق کو واپس لے لیا یا وہ معاملہ کرے جو کہ شوہر اور بیوی کے ساتھ مخصوص ہے، ایسا کرنے یا کہنے سے نکاح قائم

---

[1] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة، طبع ياسر نديم ديوبند، بحر كوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

[2] اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها. عالمگیری كوئٹه ص: ۳۷۳، ج: ۱، الفصل الرابع فى الطلاق قبل الدخول. وان كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بهاثم يطلقها اويموت عنها. عالمگیری كوئٹه ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، بحر كوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ كتاب الطلاق، باب الرجعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

رہے گا، دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں ہوگی[۱]، اگر رجعت نہیں کی اور عدت ختم ہوگئی تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی (حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی) اگر تین طلاق دیدی یا تین لفظوں سے مثلاً اس طرح کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی طلاق دی طلاق دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں، حلالہ یہ ہے کہ عدت ختم ہونے تک شوہر سے بالکل پردہ میں رہے، سامنے نہ آئے، ایک جگہ تنہائی میں اسکے پاس نہ جائے، جب عدت ختم ہوجائے تو دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہو، وہ ہمبستری کرے پھر وہ مرجائے یا طلاق دیدے اور اس کی عدت ختم ہوجائے تب اس میں تین طلاق دینے والے شوہر سے دوبارہ نکاح کیا جائے[۲]، طلاق کی عدت تین ماہواری کا گذرنا ہے، اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے[۳]، شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کی عدت چار ماہ دس روز ہے[۴]، اگر شوہر کے ساتھ یکجائی وتنہائی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہوگی تو عدت واجب نہیں[۵]۔

---

[۱] اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلک اولم ترض والرجعة ان يقول راجعتک اوراجعت امرأتى اويطأها او يقبلها الخ. هدايه ص:۹۵، ۳۹۴، ج:۲، اول باب الرجعة، مجمع الأنهر ص۷۹ ج۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۴۷۰ ج۱ الباب السادس فى الرجعة.

[۲] اذا كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها. هدايه ص:۳۹۹، ج:۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر كوئٹه ص۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ كتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] واذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا اورجعيا وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء الى قوله وان كانت حاملا فعدتها ان تضع حملها. هدايه ص:۲۳، ۴۲۲، ج:۲، اول باب العدة، مطبوعه ياسر نديم، مجمع الانهر ص۱۴۲ تا۱۴۵ ج۲ باب العدة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۲۸، ۱۳۳ ج۴ باب العدة.

[۴] وعدة الحرة فى الوفات اربعة اشهر وعشراً. هدايه ص:۴۲۳، ج:۲، اول باب العدة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الأنهر ص۱۴۴ ج۲ باب العدة دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۵۲۹ ج۱ كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فى العدة.

[۵] اربع من النساء لاعدة عليهن المطلقة قبل الدخول الخ. عالمگيرى كوئٹه ص۵۲۶ ج۱، اول باب العدة، بحر كوئٹه ص۱۲۸ ج۴ باب العدة، تاتارخانيه كراچى ص۵۷ ج۴ الفصل الثامن والعشرون فى العدة.

جوصورت پیش آئی ہواس پر جواب کو منطبق کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۱۳۹۱ھ

طلاق اور رجعت بغیر بیوی کو اطلاع کئے

سوال:۔ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی معلق بشرط واحد دی شرط پوری ہونے پر صرف رجوع لفظی کیا عورت کو اور نہ کسی اور کو عرصہ دراز تک خبر دی، نیز جب اس کو طلاق پڑی تو عورت کے بچہ ہونیوالا تھا، صورت مسئولہ میں کئی سوال ہیں:۔

اوّل یہ کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت ختم ہوگئی یا نہیں؟

دوسرے مرد نے جو رجوع لفظی کیا ہے جس کی اطلاع نہ عورت کو دی اور نہ کسی اور شخص کو، بجز خدا اور شوہر کسی کو معلوم نہیں، صحیح ہوا یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ وضع حمل کے قبل اگر عورت اپنی ماں کے گھر آتی جاتی رہی ہو کیونکہ اس کو طلاق کا علم نہ تھا لیکن اس کی ماں کا مکان اور شوہر کا مکان بالکل ملحق ہیں، ایک دالان درمیان میں ہونے کی وجہ سے صحن جدا جدا ہوگئے ہیں، دونوں گھروں میں آنے جانے کا دروزاہ بھی ہے، بے شک بیرون خانہ جانے کے دروازے جدا جدا ہیں، آیا اس صورت میں وضع حمل سے عدت ختم ہوئی یا نہیں، غرضیکہ عدت گذارنے میں عورت کا علم ضروری ہے یا نہیں، اسی طرح رجوع معتبر ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی مطلقہ ثلاثہ کو لکھ بھیجا کہ شاید طلاق ہوگئی ہے، تم عدت میں بیٹھو، فتویٰ آنے پر واقعی طلاق ہوگئی، عورت نے فرطِ غم یا کسی اور وجہ سے طلاق پڑنے اور عدت گذارنے کا اظہار منہ سے نہیں کیا، تمام شرعی احکام مثلاً قیام مکان ترک زیب وزینت مکمل طور پر کیا نیز شوہر نے بھی صرف ایک دو شخص سے تذکرہ کیا، آیا یہ عدت پوری سمجھی جائیگی یا نہیں، اور اس کے بعد نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں خاص کر وہ پہلا حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں جس میں صرف اپنے علم کی

وجہ سے شوہر نے قبل فتویٰ آنے کے عورت کو عدت میں بیٹھنے کے لئے لکھا تھا، بعد میں فتویٰ سے بھی مطلقہ ثلاث ہونے کا حکم آیا۔

(۳) ایک شخص نے بحالت پردیس ایک عورت سے نکاح کیا کسی وجہ سے مغلظہ طلاق دی کرایہ پر مکان لئے ہوئے تھا، کچھ دنوں عورت نے اس گھر میں عدت گذاری لیکن بوجہ خطرہ جان کیونکہ اس علاقہ میں لوٹ وغارت کے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں، شوہر کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور بقیہ دن وہاں عدت کے گذارے، آیا یہ عدت پوری ہوئی یا از سرِ نو عدت گذارے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صرف قول سے رجعت بلا کراہت درست ہے اور صرف فعل سے رجعت مکروہ ہے رجعت پر کم از کم دو عادل آدمیوں کو گواہ بنانا مستحب ہے اور بلا گواہ بنائے بھی رجعت صحیح ہے، عورت کو رجعت کی اطلاع کرنا بھی مستحب ہے اور بغیر اطلاع کئے بھی رجعت درست ہے، ''الرجعة علیٰ ضربین سنی وبدعی ،فالسنی هوان یراجعها بالقول ویشهد علیٰ رجعتها ویعلمها ولوراجعها بالقول ولم یشهد اواشهدولم یعلمها کان مخالفاً للسنة وقال الحاکم الشهید واذا کتمها الطلاق ثم راجعها وکتمها الرجعة فهی امرأته غیر انه قد اساء فیما صنع وانما قال اساء لترک الاستحباب وهو الاشهاد والا علام اھ شلبی[1] هامش زیلعی ، ج۲/ص ۲۵۲/.

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے عدت پوری ہونے کے لئے عورت کو طلاق کا علم ہونا ضروری نہیں ''وتنقضی العدة وان جهلت المرأة بهمااى بالطلاق والموت لانها اجل فلایشترط العلم بمضیه اھ درمختار[2]، ج۲/ص ۴۲/''

اگر عدت گذارنے کے بعد علم ہوا کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کر لی تھی، تو پھر شوہر کا

---

[1] حاشیة الشلبی علی الزیلعی ،ج۲/ص ۲۵۲/ باب الرجعه.(طبع ملتان)، تاتارخانیه کراچی ص۵۹۴ ج۳ کتاب الطلاق مسائل الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۱-۸۲ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

قول معتبر نہیں ''ولو قال بعد العدة راجعتک فیھا فصدقته تصح والا لا اھ تبیین[1]، ج ۲/ص ۲۵۲/

تنبیہ:۔عدت کے بعد رجعت جائز نہیں۔

(۲) جواب نمبر ۱/ میں معلوم ہوا کہ عورت کو علم ہونا ضروری نہیں پس جب مدت پوری ہوجائے گی ،اگر شوہر مطلقاً خبر نہ لے تب بھی تین حیض گذرنے پر عدت ختم ہوجاتی ، بعد عدت عورت کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے ''العدة اجل فلا یشترط العلم بمضیه ای بمعنی الاجل[2] شامی ، ج ۲/ص ۹۴۲/

(۳) عدت تو مدت کا نام ہے، اس کے پورے ہونے سے عدت ختم ہوجاتی ہے، اس مدت کا شوہر کے مکان میں گذارنا ضروری ہے، عوارض مذکورہ کی وجہ سے بقیہ مدت دوسرے مکان میں واجب گذار لی تو عدت پوری ہوگئی ، از سرِ نو عدت گذارنا ضروری نہیں[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۲/۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)[2] شامی کراچی، ج۳/ص ۵۲۰/مطبوعه نمعمانیه، ج۲/ص ۶۱۰/ مطلب فی وطء المعتدة بشبهة باب العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۱ ج ۱ ۵۳۲ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة، سکب الأنهر ص ۱۴۹ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] تبیین الحقائق للزیلعی ، ج۲/ص ۲۵۲/باب الرجعة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۰ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی کراچی ،ج۳/ص ۵۲۰/ مطلب فی وطء المعتدة بشبهة،باب العدة.

[3] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولاتخرجان الا ان تخرج اوینهدم المنزل اوتخاف انهدامه اوتلف مالهاالدرمع الشامی، ج۳/ ص ۵۳۶/ مطبوعه نعمانیه، ج۲/ص ۶۲۰/ مطلب الحق ان علی المفتی الخ باب العدة، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج ۲ کتاب الطلاق، باب العدة فصل فی الإحداد مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۲۹-۴۲۸ ج ۲ باب العدة مطبوعه تهانوی دیوبند.

عورت کو طلاق اور رجعت کا علم ہونا ضروری نہیں

سوال: - ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بیوی کو معلوم نہیں تو اس صورت میں خود بخود بیوی کے عدت کی نیت کئے بغیر عدت گذر جائے گی یا نہیں؟ نیز شوہر اپنے طور پر رجوع کرے، دل میں نیت کرے یا زبان سے کہہ دے کہ میں رجوع کرتا ہوں، بیوی کو جیسے طلاق کا علم نہیں ایسے ہی رجوع کا بھی علم نہیں، تو اس صورت میں شوہر کا رجوع کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور بیوی کو اس کا علم نہیں ہے، جب بھی وقتِ طلاق سے ہی عدت شروع ہو جائے گی، عدت کا گذرنا عورت کے علم پر موقوف نہیں : **وکذا تنقضی العدة بدون العلم به الخ وعلٰی هٰذا یبنی وقت وجوب العدة انها تجب من وقت وجود سبب الوجوب من الطلاق والوفاة وغیر ذلک حتّٰی لو بلغ المرأة طلاق زوجها او موته فعلیها العدة من یوم طلق او مات الٰی ان قال. ولما کان الرکن هو الاجل عندنا وهو مضی الزمان لا یقف وجوبه علی العلم به کمضی سائر الازمنة،** (بدائع[1] ص۱۹۰ج۳) اسی طرح اگر شوہر نے رجعت کر لی تو بہتر یہ ہے کہ عورت کو مطلع کر دے، لیکن اگر مطلع نہ کرے جب بھی رجعت درست ہو جائے گی۔ **ندب اعلامها بها لئلا تنکح غیره بعد انقضاء العدة. (الدر المختار علی هامش ص۳۱۷ج۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح : بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1] بدائع الصنائع ص ۱۹۰ ج۳، مطبوعه کراچی، کتاب الطلاق، فصل واما الذی هو من التوابع فنوعان، شامی کراچی ص ۵۲۰ ج۳ باب العدة، مطلب وطی المعتدة بشبهة، سکب الأنهر ص ۱۴۹ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۸ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۴۱۰، ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سنت کے موافق تین طلاق دینے کے بعد رجعت درست ہے

سوال:- پانچ سال قبل میری شادی ہوئی، دو بچے ہیں ایک سال پہلے رنجش کے باعث میں نے اپنی بیوی کو تنبیہاً یہ الفاظ کہے ''جاؤ تمہیں سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں'' میرے ذہن میں سنت تین طلاق کا مفہوم یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور پہلے دو طہر تک رجوع میں ممانعت نہیں، تاہم میں نے صرف آٹھ دن کے بعد رجوع کر لیا، اور جب سے اب تک تعلقات خوشگوار ہیں، میں نے اپنے قول وفعل کے بارے میں مقامی علماء سے رہنمائی حاصل کی تو انہوں نے میرے موقف کی تائید کی، لیکن گاؤں کے بعض فتنہ پسند عناصر نے محض جاہلانہ طور پر ہر ایک سال گذرنے کے بعد فتنہ اٹھایا ہے، اور میرے پیچھے پڑے ہیں کہ میں نے رجوع کیا اس کا شرعی جواز نہیں، آپ سنت کے مطابق تین طلاق کا مفہوم متعین کر کے رہنمائی فرمائیں تاکہ اشتباہ نہ رہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ نے یہ الفاظ کہے ''جاؤ تمہیں سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں'' تو تین طہروں میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، البتہ پہلی طلاق کے بعد دوسری طلاق کے بعد حقِ رجعت حاصل رہے گا، تیسری طلاق کے بعد تیسرے طہر میں مغلظہ ہو جائے گی، نکاح بالکل ختم ہو جائے گا، نہ رجعت کا اختیار رہے گا، نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہے گی، لہٰذا تیسری طلاق کے بعد تیسرے طہر میں تعلق نکاح کو بالکل ختم کر دیا جائے شوہر بیوی کی طرح رہنا جائز نہیں[1]، اور عورت تیسری طلاق

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) باب الرجعة، حاشية الشلبي على الزيلعي ص ۲۵۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۸۱-۸۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] قال لموطوءته وهي حال كونها ممن تحيض انت طالق ثلاثا للسنة وقع عند كل طهر طلقة. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۴۳۷، ج: ۴، مطبوعه كراچی ج: ۳، ص: ۲۳۴، اول كتاب الطلاق. عالمگيری ص: ۳۵۰، ج: ۱، كتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسيره وركنه الخ، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۷ ج ۲ كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت.

کے بعد تین حیض پردے میں رہ کر عدت گذارے، پھر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۱۳۹۹ھ

''اب ایسا نہیں کروں گا'' کہنے سے رجعت نہیں ہوتی

سوال:- شوہر نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق کیلئے خط لکھا، مگر اب ایسا نہیں کروں گا، میری بیوی کو بھیج دیجئے، تو اس سے رجعت ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان جملوں سے رجعت نہیں ہوتی بلکہ آئندہ طلاق دینے سے انکار ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۸۹ھ

تین طلاق کے بعد رجعت نہیں

سوال:- ایک شخص نے ایک مرتبہ طلاق دی، اور رجعت کرلی، دوسری مرتبہ طلاق دی، پھر عدت بلکہ دو سال گذرنے کے بعد از سرِ نو نکاح اسی عورت سے مہر کے عوض کیا، اس شخص کا کہنا

---

[1] وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، المحيط للسرخسى ص۸ ج۳، جزء ۶، كتاب الطلاق، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شوہر کے جملہ میں کوئی صریح یا کنائی لفظ نہیں ہے، جس سے رجعت ثابت ہو اس لئے رجعت نہیں ہوگی۔ والفاظ الرجعة صريح وكناية فالصريح راجعتک او راجعت امرأتى والكناية انت عندى كما كنت وانت امرأتى. عالمگیری ص:۴۶۸، ج:۱، باب الرجعة، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۲ باب الرجعة، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۵۰ ج۴ باب الرجعة.

ہے کہ دوسری مرتبہ نکاح کرنے کے بعد میں نے یوں تو اب تک کئی مرتبہ تکرار ہوئی طلاق کی دھمکی دی، بلکہ نہ جانے کتنی مرتبہ غصہ میں الفاظ نکلے ہوں، مگر دو ہفتہ قبل صریح الفاظ میں طلاق دینے کے الفاظ استعمال کئے، کیا اب پھر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے؟ جب کہ عورت حاملہ ہے، اس کا کیا طریقہ ہے؟ اور کیا حکم شرعی ہے؟ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ دو مرتبہ نکاح ہوسکتا ہے، اس سے میں کچھ سمجھ نہ سکا، اس کے بارے میں مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایک دفعہ طلاق دے کر رجعت کر لی جائے، اور پھر دوسری مرتبہ طلاق دے کر رجعت کر لی جائے، تو پھر تیسری دفعہ طلاق کے بعد رجعت کا اختیار نہیں رہتا، ایک دم دو طلاق دیکر بھی رجعت کا حق رہتا ہے[۲]، غرض تین طلاق کے بعد حق نہیں رہتا، خواہ تینوں طلاق ایک دفعہ دی جائیں خواہ الگ الگ، پھر خواہ رجعت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، بہرصورت تین طلاق کے بعد مغلظہ ہوجاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، شخص مذکور نے پہلی طلاق کے بعد جب دو سال گذرنے پر دوبارہ نکاح کیا تو اس کو صرف ایک طلاق کا اختیار باقی رہ گیا، جب وہ طلاق بھی دیدی تو مغلظہ ہوگئی، اب نہ رجعت کا اختیار باقی رہا، نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی، جب تک حلالہ نہ ہوجائے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۸۸/۹/۵ھ

---

[۱] واذا طلق الرجل امرأته تطلقية رجعية اوتطلقيتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلک اولم ترض، عالمگیری ص: ۴۷۰، ج: ۱، باب الرجعة، مطبوعه مصر، زيلعى ص ۲۵۱ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[۲] وان كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری ص: ۴۷۳، ج: ۱. باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، محيط سرخسى ص ۸ ج ۳ جزء نمبر ۶، كتاب الطلاق، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص ۴۰ ج ۵ باب الرجعة.

تین طلاق کے بعد رجعت

سوال:- (۱) تین مرتبہ طلاق دینا بیک وقت بیک مجلس ایک مرتبہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، نیز تین طلاق دہندہ سخت گنہگار ہے۔

(۲) امام شافعیؒ یا کسی دیگر امام صاحب کے نزدیک تین مرتبہ بیک وقت طلاق دینا ایک طلاق شمار ہے، طلاق دہندہ رجوع کرسکتا ہے؟

(۳) کیا حضرت امام ابو یوسفؒ یا کسی دیگر عالم احناف کا بھی یہی مسلک ہے؟

(۴) کیا طلاق دہندہ کے یہ الفاظ ادا کرنے سے طلاق دی، طلاق دے چکا، طلاق دے چکا جہاں تیرا دل چاہے جا، مجھ سے پردہ کرلے، کس قسم کی طلاق واقع ہوتی ہے؟

(۵) کیا مقلد اپنے امام کے علاوہ کسی دیگر ائمہ اربعہ کے کسی فتویٰ یا قول پر عمل کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایسا کرنا گناہ ہے، مگر پھر بھی تین طلاق ہوکر مغلظہ ہوجائے گی۔[۱]

(۲) ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی تین طلاق کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا، خود قرآن کریم میں ہے، کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں: **الطلاقُ مرَّتان الیٰ قولہٖ تعالیٰ فلا تَحِلُّ لَہٗ من بعد حَتّٰی تنکح زوجاً غیرَہٗ** (الآیۃ[۲]) بخاری

---

[۱] فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث وان کانت معصیة، احکام القرآن للجصاص الرازی ص:۳۸۸، ج:۱، باب ذکر الحجاج لا یقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، عمدة القاری ص۲۳۳ ج۱۰، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] سوره بقره: آیت: ۳۰، ۲۲۹،

ترجمہ:- وہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر اگر کوئی شخص طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن)

شریف[1] میں امرأۃِ رفاعہ کا قصہ ہے، اس سے بھی یہی ثابت ہے۔

(۳) حضرت امام ابو یوسفؒ اور دیگر علماءِ احناف کا مذہب بھی وہی ہے، جو قرآن پاک میں مذکور ہے، اور حدیث شریف سے ثابت ہے، یعنی تین طلاق کے بعد رجعت کا حق نہیں۔[2]

(۴) ایسا کہنے کے بعد بھی رجعت کرنے کا حق نہیں رہا۔[3]

(۵) یہ طریقہ اختیار کرنا کہ جس امام کا مسئلہ اپنی خواہش کے موافق ہو اس پر عمل کر لیا بالکل ناجائز ہے، اور نہایت خطرناک ہے، اس کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ آدمی دینِ اسلام کی قید سے آزاد ہوجائے، لہٰذا ہرگز ہرگز ایسا نہ کیا جائے، لیکن سخت ضرورت اور مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے امام کے قول وفتویٰ پر عمل کیا جائے، تو اس میں تنگی نہیں بلکہ گنجائش ہے، مگر اس کیلئے بڑی گہری نظر کی ضرورت ہے، کہ کس مسئلہ میں کس مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے قول پر عمل کی ضرورت ہے؟ اجازت ہے، ہر عالم کا یہ منصب نہیں کہ وہ خود ایسا کر لیا کرے، یا دوسروں کو اجازت دیدیا کرے۔[4]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۸۹ھ

---

[1] انّ رفاعة القرظی جاءت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت یا رسول اللّٰه ان رفاعة طلّقنی فبتَّ طلاقی وانّی نکحتُ بعده عبد الرحمن بن الزبیر القرظیَّ وانما معه مثل الهدبة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لعلکِ تریدین ان ترجعی الی رفاعة لا حتی یذوق عسیلتَکِ وتذوقی عسیلته. بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج: ۲، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] ومذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفة واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحاق وابوثور وابوعبید وآخرون کثیرون علی أنّ من طلق امراته ثلاثاً وقعن ولکنّه یا ثم وقالوا من خالف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة، عمدة القاری ص: ۲۳۳، ج: ۱۰، باب من اجاز طلاق الثلاث، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی کراچی ص ۲۳۳ ج ۳ کتاب الطلاق، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج ۳ باب طلاق السنة، دار الفکر بیروت.

[3] وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها. عالمگیری کوئٹه ص: ۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع کرنا

سوال:- زید اپنی بیوی کو تین طلاقِ بائن دے چکا، زید حنفی ہے، زید نے ایک غیر مقلد سے فتویٰ لیکر پھر اسکو رکھ لیا ہے، زید نے تبدیلیٔ مسلک واقعی کر لیا تھا، اب زید پھر حنفی ہو کر صحیح راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے، زید کیلئے اب کیا حکم ہے؟ زید کا نکاحِ ثانی درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ تجدیدِ نکاح کر کے رکھنا حرام ہے[۱]، یہ مسئلہ صرف احناف کا نہیں، بلکہ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے[۲]، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، جو کہ بخاری[۳] شریف و دیگر کتبِ حدیث میں موجود ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے[۴]، اس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں، اس کو جائز کہنا ضلالت اور گمراہی ہے، فتح القدیر[۵] اور دیگر کتب میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فیما تحل به المطلاقة، شامی زکریا ص ۴۰ ج۵، باب الرجعة المحیط للسرخسی ص۸ ج۳ جز ۶، کتاب الطلاق، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۴ ولو التزم مذهبا معینا ای عهد من عند نفسه انه علی هذا المذهب کمذهب ابی حنیفة وغیره فهل یلزمه الاستمرار علیه ام لا فقیل یجب علیه الاستمرار ویحرم الانتقال من مذهب الی مذهب آخر لان الالتزام لا یخلو عن غلبه الحقیقة فیه فلا یترک وقیل لا یجب الاستمرار لکن ینبغی ان لا یکون الانتقال للتلهی فان التلهی حرام قطعا. فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص:۴۳۸، ج:۲، فصل لایرجع المقلد عما عمل به مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۷۵ ج ۱ فی المقدمة، مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه.

(صفحہ ہذا) ۱ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها. عالمگیری ص:۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، محیط سرخسی ص۸ ج۳ جز ۶، کتاب الطلاق، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر ص۵۶ ج۴، باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلاث (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کی خاطر مذہب تبدیل کرنا مذہب کو کھلونا بنانا ہے، جس کا انجام خطرناک ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو علیحدہ کردے اور اپنی حرکت پر روکرنادم ہو، توبہ واستغفار کرے اور جب تک حلالہ نہ ہوجائے، ہرگز اس عورت سے تعلق نہ رکھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوطلاق کے بعد دوبارہ نکاح

سوال:- میں بدرستیٔ ہوش وحواس بلاکسی جبر واکراہ کے تحریر کرتا ہوں، کہ مسماۃ ہاجرہ، بیگم دختر نصیر محمد ساکن کڑوار ضلع سلطان پور کو جو میرے نکاح میں ہے بوجوہ ذیل طلاق دیدی اور اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا۔

(۱) جن امور میں مسماۃ موصوفہ پر بحیثیت زوجہ ہونے کے میری اطاعت واجب تھی ان میں بھی وہ میری اطاعت نہ کرتی تھی، اور میری خلاف مرضی عمل کرتی تھی، اور نہایت دل آزار رویّہ اختیار کرتی تھی۔

(۲) مسماۃ موصوفہ کے عادات واطوار سے ظاہر ہوتا تھا، کہ وہ میرے نکاح میں رہنا پسند نہیں کرتی تھی، چنانچہ کئی مرتبہ اس نے مجھے باصرار کہا کہ مجھے طلاق دیدو۔

(۳) میری بلا اطلاع اور بلا اجازت میرے مکان سے بے حجابانہ بھاگ کر چلی گئی جو میری

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقد ثبت النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعدا لحق الا الضلال. شامی زکریا ص:۴۳۳، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۳۳، ج:۳، مطلب طلاق الدور، فتح القدیر ص ۴۶۹ ج۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفکر بیروت، بذل ص ۲۸۰ ج۳ تحت باب بقیة نسخ المراجعة، بعد التطلیقات الثلاث، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

۳ بخاری شریف ص: ۷۹۱، ج:۲، باب من اجاز طلاق الثلاث والحدیث قد مر تخریجه تحت عنوان ''تین طلاق کے بعد رجعت کے''

۴ سوره بقره آیت: ۳۹-۲۲۹،

۵ فتح القدیر ص: ۴۶۹، باب طلاق السنة، مطبوعه دارالفک بیروت.

سخت توہین اور دل آزاری کا باعث ہوا بوجوہ مذکورہ ہم کو یقین ہوا کہ میرے اور مسماۃ موصوفہ کے تعلقات زن وشوہر خوشگوار نہیں رہ سکتے اس لئے میں نے یہ طلاق نامہ لکھ دیا اور اس کی اطلاع اس کے والدین کو بذریعہ رجسٹری کردی، تاکہ وقت ضرورت کام آئے، ایک طلاق نامہ جس کی نقل استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہے، اپنی زوجہ ہندہ کے نام بذریعہ رجسٹری روانہ کیا، ہندہ نے وصول کیا زید سے جب اس طلاق نامہ کی تصدیق کی گئی تو اس نے اقرار کیا کہ یہ طلاق نامہ اس نے لکھا ہے لہٰذا سوال یہ ہے کہ اس طلاق نامہ کے لکھنے اور زبانی اقرار کرنے سے ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

(۲) اگر مطلقہ ہوئی تو یہ طلاق کس قسم کی ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے، یعنی زید کو رجوع کا حق ہے، یا نہیں، اگر اس کو رجوع کا حق ہے، تو اس کا کیا طریقہ ہے، اور رجوع کے لئے زوجہ کی رضامندی شرط ہے، یا نہیں؟

(۳) زید کی زوجہ ہندہ حاملہ ہے تو اس کی عدت طلاق کیا ہے۔

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات از روئے فقہ حنفی تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مطلقہ ہوگئی[۱]

(۲) اس میں دو لفظ ہیں، پہلا لفظ ہے طلاق دیدی اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی[۲]، دوسرا لفظ ہے اپنے نکاح سے علیحدہ کردیا، اس سے بائنہ ہوئی[۳] اب رجوع کا حق نہیں رہا، البتہ

---

[۱] وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذا لم یقر انه کتابه عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۹ ج ۱ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ قبیل باب الصریح، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ قبیل الفصل السابع فی الشرکة بالطلاق.

[۲] صریحه ما لم یستعمل الا فیه کطلقتک وانت ومطلقة ویقع بها واحدة رجعیة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۵۷ ج ۴ باب الصریح، مجمع الانهر ص ۱۱، ۱۲ ج ۲ باب ایقاع الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱، ۲۵۵ ج ۳ باب الطلاق الصریح.

[۳] وفی غیر الالفاظ الثلاثة وما فی معناها تقع واحدة بائنة او ثلاث بالنیة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح صحیح ہے، عدت میں ہو یا بعد عدت۔[۱]

(۳) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے،[۲] وضع حمل کے بعد ہندہ کو نکاح ثانی کا بھی اختیار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۶/۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور صحیح: عبد اللطیف ۱۷/۲/۵۹ھ

طلاق کے بعد تجدید نکاح

سوال:- ایک شخص نے اپنی موطوءہ زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق بائن دی اس عورت پر بائن طلاق ہوئی یا رجعی اور وہی شوہر اس سے نکاح بغیر کئے صحبت کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز بائن طلاق دینے سے فوراً نکاح ٹوٹ جائے گا، یا بعد عدت گذرنے کے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں فوراً نکاح ٹوٹ گیا طلاق بائن واقع ہوگی،[۳] بغیر دوبارہ نکاح کئے صحبت درست نہیں۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وهي بائن بتة بتلة حرام خلية بريئة يحتمل النسبة الى الشر اى بريئة من حسن الخلق ويحتمل ان انت بريئة عن النكاح الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۰۰، ۳۰۱ ج۳ باب الكنايات، بدائع الصنائع كراچی ص ۱۰۵ ج۳ فصل واما الكناية فنوعان، عالمگیری كوئٹه ص ۳۷۵ ج ۱ الفصل الخامس فی الكنايات.

(صفحہ ہذا) ۱ اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، هدايه ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوی ديوبند، عالمگیری كوئٹه ص ۴۷۲ ج ۱ باب الرجعة، تاتارخانيه كراچی ص ۶۰۳ ج ۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنكاح المحلل.

۲ عدة الحامل ان تضع حملها كذا فی الكافی، عالمگیری ص ۵۲۸ ج ۱، الباب الثالث عشر فی العدة، هدايه ص ۴۲۳ ج ۲ باب العدة، مطبوعه تهانوی ديوبند، مجمع الأنهر ص ۱۴۴ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ حاشیہ ۳ و ۴ اگلے صفحہ پر)

طلاق کے بعد نکاحِ ثانی

سوال:- ہندہ کا بیان ہے کہ میرا شوہر جوئے باز آوارہ ہے، اس نے مجھے تین دفعہ کہا کہ میں تجھے آزاد کر چکا، میں تجھے آزاد کر چکا، میں تجھے آزاد کر چکا، پھر وہ چلا گیا، عرصہ ایک سال کا ہو گیا، میرے پاس دو بچے بھی ہیں، میرے نان ونفقہ کی کوئی صورت نہیں اب میں اپنا نکاحِ ثانی کر سکتی ہوں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر اس طرح کہہ کر بے تعلق ہو گیا اور اپنا حقِ زوجیت ختم کر چکا تو پھر گواہی کی بھی ضرورت نہیں، ایک سال میں تین حیض آ چکے ہوں گے، نکاحِ ثانی کی اجازت ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ۳ و ۴) ۳ ویقع بقوله انت طالق بائن او البتة واحدة بائنة ان لم ينو ثلاثا، الدر المختار على الشامی زکریا ص۴۹۸ ج۴، مطبوعه کراچی ص۲۷۶ ج۳، قبيل باب طلاق غير المدخول بها، بحر کوئٹه ص۲۸۷ ج۳ باب الطلاق الصريح، النهر الفائق ص۳۴۹ ج۲ باب الطلاق الصريح، مطبوعه مکه مکرمه.

۴ اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، عالمگیری ص۴۷۲ ج۱، الباب السادس فی الرجعة، هدايه ص۳۹۴ ج۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، الدر مع الشامی کراچی ص۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد على المبانة.

(صفحہ ہذا) ۱ وكذا لو قالت امرأته لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا بأس بان ينكحها، الدر المختار على الشامی زکریا ص۲۱۵ ج۵ مطبوعه کراچی ص۵۲۹ ج۳ آخر باب العدة، مجمع الانهر ص۱۵۰ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۸۴ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

طلاق کے بعد پھر نکاح اور ولادت

سوال:- جس عورت سے میں نے نکاح کیا وہ اپنے کردار و وفاداری میں ناکام رہی، میں نے اس کو دوبارہ سہ طلاق شرعی لکھ کر دیا اور نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، جب پہلی دفعہ طلاق ہوئی تو اس وقت پہلے ایک طلاقِ بائن لکھی گئی، پھر ایک طلاق کاٹا گیا اور طلاق لکھا گیا، اب جو نکاحِ ثانی ہوا وہ صرف ایک سال قائم رہا اور اس دوران ایک لڑکا تولد ہوا اور جو دوسری طلاق ہوئی وہ سہ طلاق دے کر لکھی گئی اور لڑکا ماں کے پاس رہائش پذیر ہے، چونکہ اس وقت جوانی کے زور نے مجھے اندھا بنا دیا اور عدالت میں جا کر نکاح خوانی کی یعنی بیانِ حلفی پر دستخط کئے گئے اور کوئی خطبۂ نکاح نہ ہوا، جو لڑکا تولد ہوا وہ ماں کے پاس ہے اور اس کا نام اور ولدیت بھی اسی کی ماں نے تبدیل کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ نے پہلی دفعہ ایک یا دو طلاق زبانی دی یا تحریری لکھ کر بھیج اس کے بعد پھر اس سے دوبارہ نکاح کر لیا، یعنی کم از کم دو گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا، اگرچہ اس میں خطبہ نہ ہوا ہو[1] پھر اس بے جو بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہے[2] وہ آپ کا لڑکا ہے، آپ کے بعد آپ کی وراثت کا حقدار ہے، ماں نے اگر اس کا نام بدل دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا،

---

[1] وینعقد بایجاب وقبول الی قوله وشرط حضور شاهدین، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۶۸ ج۴، مطبوعه کراچی ص۹ ج۳ باب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص۸۷، ۸۱ ج۳ کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۸۱ ج۲ کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] واذا تزوج الرجل إمرأة فجاء ت بالولد ..... وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سکت فان جحد تثبت بشهادة إمرأة واحدة تشهد بالولادة، عالمگیری کوئٹه ص۵۳۶ ج۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، هدایه ص۴۳۲ ج۲ باب ثبوت النسب مطبوعه مکتبۂ تھانوی دیوبند.

البتہ ماں کو اس کی پرورش کا حق حاصل ہے، جب تک وہ خود کھانے پینے استنجاء کرنے کے قابل نہ ہوجائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق کے بعد تجدیدِ نکاح سے کتنی طلاق کا اختیار رہتا ہے

سوال:- زید نے اپنی زوجہ کو ایک یا دو طلاقِ رجعی یا بائن دیدی پھر اس نے بغیر زوجِ ثانی کے عدت کے اندر یا بعد انقضائے عدت خود عقد کرلیا، اب مسئول عنہ یہ ہے کہ زید باقی طلاق کا مالک ہے، یا پھر سے تین طلاق کا مالک ہوگیا، کتبِ معتبرہ کا حوالہ مع نقل عبارت ضرور ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں زید باقی کا مالک ہے، تین طلاق کا مالک نہیں، اگر بعد زوج ثانی کے عقد کرتا تو شیخین کے قول کے موافق تین طلاق کا مالک ہوتا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس وقت بھی باقی ہی کا مالک ہوتا تین طلاق کا پھر بھی مالک نہ ہوتا، طلاقِ رجعی کی صورت میں اپنی مطلقہ سے عدت کے اندر دوبارہ عقد کرنا فعلِ عبث اور لغو ہے، بلکہ ایسی حالت میں فقط رجعت کافی ہوتی ہے : **وھٰذا ظاھر منصوص فی الشرع**۔ لہٰذا جو حکم رجعت پر مرتب ہوتا بغیر تجدید عقد کے وہی اس عقد کے بعد مرتب ہوگا۔

وان قال لامرأتہ کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلاثۃ اولاد فی بطنون مختلفۃ بین کل ولدین ستۃ اشھر فصاعداً فالثانی والثالث رجعۃ لانھا لما ولدت الاول وقع الطلاق وھو رجعی وصارت معتدۃ فلما ولدت الثانی من بطن آخر علم انہ صار مراجعاً بوطئ حادث فی العدۃ فبولادۃ الثانی وقع طلاق ثانٍ لان

[1] والام والجدۃ احق بالغلام حتی یاکل وحدہ ویشرب وحدہ ویلبس وحدہ ویستنجی وحدہ، ھدایہ ص ۴۳۵ ج ۲ باب حضانۃ الولد ومن احق بہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۴۲ ج ۱ الباب السادس عشر فی الحضانۃ، مطبوعہ کوئٹہ، الفتاوی التاتارخانیۃ کراچی ص ۸۹ ج ۲ الفصل الثلاثون فی حکم الولد عند افتراق الزوجین.

الیمین معقودة بکلمة کلما والشرط وجد فی الملک لانه تثبت رجعیته ثم لما ولدت الثالث من بطن اٰخر علم انّه کان من علوق حادث بعد وقوع الطلاق الثانی فصار مراجعا به وتتم الطلقات الثلاث بولادة الولد الثالث فتحتاج الیٰ زوج اٰخر. اهـ مجمع الانهر[1] ص ۴۳۷ ج ۱ . دیکھئے اگر اس صورت میں بعد رجعت تین طلاق کا مالک ہوتا تو ولدِ ثالث کی ولادت کے بعد تین طلاق واقع ہوکر زوجِ آخر کی احتیاج یعنی طلاقِ مغلظہ واقع نہ ہوتی، طلاقِ بائن اگر مغلظہ نہیں تب بھی بعد تجدیدِ عقد باقی کا مالک ہوگا۔ **ولو تزوجها قبل اصابة الزوج الثانی کانت عنده بما بقی من الطلاق. کشف الاسرار**[2] ج ۱ ص ۲۶ البتہ اگر بعد زوجِ ثانی کے پھر زید سے عقد کرلیتی تو شیخین کے مذہب پر تین طلاق کا مالک ہوتا : **ویهدم الزوج الثانی ما دون الثلاث کما یهدم الثلاث وهٰذا عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وقال محمدؒ لا یهدم ما دون الثلاث اهـ هدایه**[3] اور یہ سب اختلاف بھی مدخول بہا میں ہے، غیر مدخول بہا میں بالاتفاق باقی ہی کا مالک ہوگا۔ **والخلاق مقید بما اذا دخل وان لم یدخل لا یهدم اتفاقاً اهـ سکب الأنهر**[4] ج ۱ ص ۴۴ تو ہادم زوجِ ثانی ہے، رجعت یا تجدیدِ عقد ہادم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۱۶ھ

صحیح : سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/شوال ۶۱ھ

صحیح : عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/شوال ۶۱ھ

---

[1] مجمع الأنهر ص ۸۶ ج ۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۵ ج ۳ باب الرجعة.

[2] کشف الاسرار ص ۳۴ ج ۱ بیان الخاص، مطبوعه کراچی، مجمع الأنهر ص ۹۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۱۸ ج ۳، باب الرجعة، مطلب مسئلة الهدم.

[3] هدایه ص ۴۰۰ ج ۲، آخر باب الرجعة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنهر ص ۹۱ ج ۲ باب الرجعة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۸۱ ج ۳ بابالرجعة مطلب مسألة الهدم. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

ایک طلاق کے بعد نکاح کرنے سے دو طلاق کا اختیار رہتا ہے

سوال:- اگر کسی مرد نے بیوی کو طلاق دیدی اور عدت کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا تو کیا یہ نکاح کے بعد دو طلاق کا مالک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبارہ اسی مطلقہ سے نکاح کرنے کے بعد صرف ۲/طلاق کا اختیار باقی رہ گیا ہے[۱] اگر وہ عورت بعد عدت کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیتی اور پھر اس کی طلاق یا وفات کے بعد اس پہلے شوہر سے نکاح کی نوبت آتی تو پھر یہ تین طلاق کا مالک رہتا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۱۴۰۶ھ

(گذشته صفحه کا بقیه حاشیه) ۴ سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۹۲ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۱۸ ج ۳ باب الرجعة، مطلب مسألة الهدم، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۸ ج ۴ باب الرجعة.

(صفحہ ہذا) ۱ ولو تزوجها قبل اصابة الزوج الثانی حیث تعود بما بقی من التطلیقات، فتح القدیر ص ۱۸۴ ج ۴ باب الرجعة، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۴۲۴ ج ۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت زیلعی ص ۲۵۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة مطبوعه امدادیه ملتان.

۲ والزوج الثانی یهدم ما دون الثلاث کما یهدم حکم الثلاث فمن طلقت دونها ای دون الثلاث عادت الیه ای الی الزوج الاول بعد زوج آخر بثلاث طلقات مستقلات، مجمع الأنهر ص ۹۲ ج ۲ باب الرجعة، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۸ ج ۴ باب الرجعة، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۴۱۸ ج ۳ باب الرجعة، مطلب مسئلة الهدم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : حلالہ

عورت کو حلالہ کا حکم کیوں

سوال :- میرے شوہر نے مجھ کو تین طلاقیں دیں اب میں اور شوہر دونوں نکاح کرنے پر راضی ہیں، لیکن شرع یہ حکم دیتی ہے، کہ بغیر حلالہ کے نکاح پہلے شوہر سے درست نہیں، تو سوال یہ ہے کہ غلطی تو ہمارے شوہر نے کی جو ہم کو طلاق دی پھر عورت کے واسطے شرع نے یہ حکم کیوں دیا کہ ہم دوسرے شخص کا منہ دیکھیں یا کسی دوسرے سے نکاح کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر نے غلطی کی کہ تین طلاق دی اب وہی دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، اسی کیلئے یہ حکم ہے کہ جب تک وہ مطلقہ بیوی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کر کے ہمبستر نہ ہو جائے، پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا[1] شوہر کے تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کیلئے درست ہے، کہ وہ کبھی بھی پہلے شوہر سے نکاح کیلئے آمادہ نہ ہو، لیکن اگر اسکا دل خود چاہتا ہے کہ اسی شوہر کے ساتھ رہے، جس نے تین طلاق دی ہے تو وہ خود ہی دوسرے شخص کا منہ

---

[1] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگيرى ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فيماتحل به المطلقة وما يتصل به، مطبوعه كوئٹه.، الدر مع الشامى كراچى ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة، بحر كوئٹه ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

دیکھنے کیلئے آمادہ ہوگئی، شریعت نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تین طلاق کے بعد حلالہ

سوال:- زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو (جو زید سے حاملہ ہے) ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، ماں بہن بھی کہا، زید حنفی المذہب بریلوی تھا، ہندہ کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا، اب غیر مقلدین سے فتویٰ لایا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق نہیں پڑتیں۔

اس نے ہندہ کو گھر میں ڈال لیا ہے اور کہتا ہے کہ حدیث دکھلاؤ، آپ فقہی اور حدیثی دلائل بیان فرمائیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید بریلوی مسلک رکھتا ہے، تو یہاں کے فتوے کیوں مانے گا، نیز جب کہ وہ حنفی المذہب ہے تو کسی غیر مقلد سے فتویٰ لاکر اس پر عمل کیوں کیاں، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس فتویٰ کا حنفیہ کے خلاف ہونا بھی معلوم ہے، پس بصورتِ موجودہ یہاں کا فتویٰ اس کے لئے حاصل کرنا فعلِ عبث ہے، تاہم سائل کے اضافہ معلومات کی غرض سے جواب تحریر ہے۔

مدخول بہا کو ایک مجلس میں تین طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں، دے مثلاً یوں کہے **طلقتک ثلاثاً** (میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں) اس صورت میں بالاتفاق تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، (اور اس صورت میں غیر مدخول بہا کا بھی یہی حکم ہے[1]) دوسری صورت یہ ہے کہ تین لفظ سے تین طلاق دے مثلاً یوں کہے کہ انتِ طالق، انتِ طالق، انتِ طالق (تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے) اس صورت میں بھی تین طلاقیں واقع

---

[1] قال لزوجته غير المذخول بها انت طالق ثلاثا وقعن. الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۵۰۹، ج۴، مطبوعه كراچي ص: ۲۸۴، ج:۳، باب طلاق غيرا لمدخول بها، تاتارخانيه كراچي ص ۲۸۸ ج۳ كتاب الطلاق تكرار الطلاق وايقاع العدد.

ہوجاتی ہیں، لیکن اگر شوہر کہے کہ میں نے پہلا لفظ بہ نیتِ طلاق کہا ہے دوسرا تیسرا لفظ بہ نیتِ طلاق نہیں کہا، بلکہ بنیتِ تاکید کہا ہے تو دیانۃً شوہر کا قول معتبر ہوگا، اور قضاءً پھر بھی تین طلاق واقع ہوجائے گی (اور غیر مدخول بہا پر اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی) **واذا قال لامرأتہٖ انتِ طالق وطالق وطالق ولم یعلقه بالشرط ان کانت مدخولة طلقت ثلاثاً وان کانت غیر مدخولة طلقت واحدة رجل قال لامرأته انتِ طالق انتِ طالق انتِ طالق فقال عنیت بالاولیٰ الطلاق وبالثانیة والثالثة اِفْهَامَها صدق دیانة وفی القضاء طلقت ثلاثاً کذا فی فتاویٰ قاضی خان اھ هندیة**[1] **ص: ۳۵۵، ج: ۱، مختصرا، کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین ای وقع الکل قضاء وکذا اذا اطلق (اشباه) بان لم ینوا ستینافاً ولا تاکیداً لان الاصل عدم التاکید اھ درمختار وشامی**[2] **ص: ۷۱۰، ج: ۲،** مقلد کیلئے اس قدر کافی ہے۔

حدیث کی ایک روایت نقل کرتا ہوں، مزید تحقیق کا شوق ہو تو طحاوی زیلعی کا مطالعہ کیجئے۔

عن مالک ابن الحارث قال جاء رجل الیٰ ابن عباسؓ فقال ان عمی طلق امرأته ثلاثة فقال ان عمک عصی اللّٰه فاثمه اللّٰه واطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجاً فقلت کیف تری فی رجل یحلها له فقال من یخادع اللّٰه یخادعه اھ شرح معانی الآثار[3] **ص: ۳۳، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

---

[1] عالمگیری ص ۳۵۵ ج ۱، الفصل الاول فی الطلاق الصریح، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۹ تکرار الطلاق وایقاع العدد، کتاب الطلاق، قاضی خان ص ۴۶۱ ج ۱ کتاب الطلاق الفصل الاول فی الطلاق الصریح مطبوعه کوئٹه.

[2] الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۲۹۳ ج ۳ مطبوعه زکریا ص ۵۲۱ ج ۴ باب طلاق غیر المدخول بها، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۶ ج ۳ نوع آخر فی تکرار الطلاق وایقاع العدد الخ کتاب الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۶ ج ۱ الباب الثانی الفصل الاول فی اطلاق الصریح.

[3] شرح معانی الاثار ص: ۳۳، ج: ۲، باب الرجل یطلق امرأته ثلثا معاً، طبع کلکته.

حلالہ کی صورت

سوال:- بغرض حلالہ زہرا بالغہ ثیبہ کا نکاح جعفر سے بلا شرط کیا گیا، چونکہ زہرا کے والد نے امام کو نکاح کی اجازت دے دی تھی تو رازداری کی وجہ سے امام صاحب نے خود وکیل اول گواہ اول اور مؤذن صاحب کو گواہ ثانی بنا کر دونوں میں ایجاب وقبول کرایا، بعدہ دونوں میں مقاربت بھی ہوگئی، تو سوال یہ ہے کہ حلالہ جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب کا وکیل اور گواہ ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زہرا اور جعفر دونوں موجود تھے، ان کے سامنے امام صاحب نے ایجاب وقبول کرایا ہے، اور ایک مرد بھی ان کے علاوہ موجود تھا، تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، مرد وعورت تو ایجاب قبول کرنے والے قرار دیئے جائیں گے، اور امام صاحب اور ایک مرد یہ دونوں شرعاً گواہ قرار دیئے جائیں گے، پھر مقاربت بھی صحیح ہوگی، اگر زہرا وجعفر دونوں وہاں موجود نہیں ہیں، بلکہ صرف جعفر سے ایجاب و قبول کرادیا ہے، اور صرف ایک آدمی اور تھا خواہ وہ زہرا کے والد ہوں یا کوئی اور یا کوئی بھی نہیں تھا، تو یہ نکاح صحیح نہیں[1] ہوا، نہ ہی مقاربت درست ہوئی، نہ اپنے پہلے شوہر کے لئے وہ حلال ہوئی، اب دو بارہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرایا جائے، جو کوتاہی غلطی ہوگئی اس سے توبہ واستغفار کیا جائے، خود امام صاحب بھی توبہ واستغفار کریں، آئندہ اس قسم کی چیز میں ہمیشہ احتیاط کریں، ایسی حالت میں ان امام صاحب کو امامت سے الگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۴ھ

---

[1] ولو زوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جاز ان كانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة والا لا، الاصل الامر متى حضر جعل مباشراً الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۹۵، ج:۴، كتاب النكاح، مطلب فى عطف الخاص على العام، زيلعى ۱۰۰ ج۲ كتاب النكاح، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه مع فتح القدير ص ۲۰۶ كتاب النكاح، مطبوعه دار الفكر بيروت.

حلالہ بغیر شرط

سوال:- کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی بعدہٗ فی زمانہ مروّجہ طریقہ پر حلالہ کر کے طلاق دیدی گئی، بعد عدت زوجِ اول نے نکاح کر لیا، ایسا نکاح درست ہے، یا کہ نہیں؟ نیز حلالہ کرنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ہو کر جب جدائی ہوگئی، اور عدت گذر گئی، پھر کسی نے اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ اس غریب کا گھر ویران ہوگیا کیا اچھا ہو کہ اس کا گھر آباد ہو جاوے، اور پریشانی دور ہو جاوے، اس عورت سے نکاح کر لیا، پھر ہم بستری کرنے کے بعد اسکو طلاق دیدی اور عدت ختم ہونے پر شوہرِ اول نے دوبارہ نکاح کر لیا، تو یہ صورت شرعاً درست ہوگئی، اس میں کسی پر اعتراض نہیں ہے، اس کے بعد جو اولاد ہوگی وہ بھی ثابت النسب ہوگی اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض کی بات تو یہ ہے کہ نکاحِ ثانی میں حلالہ کی شرط لگائی جائے، کہ یہ گناہ ہے، اس کے باوجود بھی حلالہ درست ہو کر اولاد صحیح ہوگی: **وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها لا ینکح مطلقةً بها ای بالثلاث حتّٰی یطأها غیره بنکاح وتمضی عدته وَ کره التزوج للثانی تحریماً بشرط التحلیل وان حلت للاوّل اما اذا اضمر ذٰلک لا یکره وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح اھـ درمختار بحذف کثیر ص:۵۳۷، ج:۲**[1] **فقط واللّٰه سبحانهٗ تعالٰی اعلم**

حررهٗ العبد محمود غفرلهٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/ ۴/ ۹۰ھ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۸، ۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۱۵، ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مجمع الأنهر ص۸۸، ۹۰، ۹۱ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۲۵۷، ۲۵۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان.

حلالہ کی ایک صورت

سوال:- زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور چند روز کے بعد زید نے ہندہ بالغہ کو تین طلاق مغلظہ دے دی، ہندہ کی طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عمر نے ہندہ سے عدت ہی کے اندر نکاح کرلیا، اس کے بعد عمر نے ہندہ کو تین طلاق مغلظہ دیدی ہندہ کا نکاح ثانیہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر زید نے یعنی شوہر اول نے نکاح کرلیا ہندہ سے اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ نکاح حنفی مذہب کی بناء پر درست ہوا یا نہیں، اور مسئلہ کا حکم کیا ہے، اگر حنفی مذہب کے اس قسم کا نکاح کسی نے پڑھادیا اور کہتے ہیں کہ ضرورۃً اس قسم کا نکاح پڑھنا حنفی مذہب میں رہ کر شافعیہ کے مذہب پر جائز ہے، اس خیالات کے علمائے سے شرعاً کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

(۲) نکاح کے بارے میں حنفی مذہب پر رہ کر یعنی عدت کے اندر امام شافعیؒ کے مذہب پر ضرورۃً حنفی علماء نکاح پڑھا سکتے ہیں، یا نہیں، اگر ان علمائے حنفی سے دریافت کیا جائے کہ ایسا تو جائز نہیں ہے تو جواب میں فرماتے ہیں، کہ اس قسم کا نکاح حنفی مذہب پر رہ کر ضرورۃً شافعیہ کے مذہب مسلک کی بناء پر عدت میں نکاح پڑھانا جائز ہے، قیاساً جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح حنفی مذہب کی رو سے جائز ہے، یا نہیں، اور اس مسئلہ کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہندہ کا نکاح نہ عمر سے صحیح ہوا نہ دوبارہ زید سے صحیح ہوا، اگر عمر کو مسئلہ معلوم تھا اور یہ اس نے ایسا نکاح کیا اور ہندہ سے صحبت کی تو یہ زنا ہوا، پھر عمر کی طلاق (جو کہ بوجہ عدمِ انعقاد نکاح کالعدم ہے) کے بعد دوبارہ زید نے نکاح کیا ہے، وہ مطلقۂ ثلاث سے بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے، وہ بھی زنا کے حکم میں ہے، عمر کے نکاح اور طلاق کی وجہ سے ہندہ زید کیلئے حلال نہیں ہوگی۔ **وان کان الطلاق ثلاثاً فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً**

صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایة اهـ هندیة[1] ص:۴۷۳، ج:۱، اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً فعلیٰ هٰذا یفرق بین فاسده وباطله فی العدة ولهٰذا یجب العدة مع العلم بالحرمة لکونه زناً کما فی القنیة وغیرها اهـ درمختار[2] ص:۱۳۸، ج:۲، حنفی مذہب کی رو سے مسئلہ کا حکم معلوم ہو گیا ایسا نکاح پڑھنا اعانت علی الزنا ہے، جو کہ حرام ہے۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک عدت میں نکاح ناجائز ہے، اور حلالہ کیلئے نکاح صحیح ہونا شرط ہے: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذٰلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج اهـ فتاویٰ عالمگیری[3] ص ۲۸۰ ج ۱.

کسی دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینے کیلئے بہت بڑی اہلیت اور شرائط کی ضرورت ہے، ہر کس و ناکس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ جس مسئلہ میں جس امام کے قول پر چاہے فتویٰ دیدے بلکہ حنفی کے لئے اس کی اجازت بھی نہیں کہ بغیر ترجیح کے حنفیہ میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کر لے جس قول کو اصحاب ترجیح نے اختیار کر لیا ہے، اس کے خلاف پر فتویٰ دینا بالکل ناجائز ہے، تفصیل کے لئے شرح عقود رسم المفتی کا مطالعہ کیجئے۔

اعلم بان الواجب اتباع ما ترجیحه عن اهله قد علما
او کان ظاهر الروایة ولم یرجحوا خلاف ذاک فاعلم

---

[1] عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مطبوعه مصر، تارتارخانیه کراچی ص۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرین فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل، مجمع الأنهر ص۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ردالمحتار زکریا ص:۱۹۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۱۶، ج:۳، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، شامی زکریا ص۲۷۴ ج۴، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[3] عالمگیری ص:۲۸۰، ج:۱، کتاب النکاح. القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه کراچی ص۴ ج۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، قاضی خان علی الهندیه کوئٹه ص۳۶۶ ج۱ باب فی المحرمات.

فلیس یجسر علی الاحکام سویٰ شقی خاسر المرام

شرح عقود رسم المفتی[1] ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

خلوتِ صحیحہ کی تعریف اور حلالہ کی شرط

سوال: -خلوتِ صحیحہ کی تعریف کیا ہے؟ جس عورت کو دوسرے خاوند نے تنہائی گھر میں ایک دو روز رہنے سہنے کے بعد طلاق مغلظہ دیدی تو بعد عدت کے خاوندِ اول کے ساتھ پھر نکاح کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ تنہائی گھر اختیار کرنے سے خلوتِ صحیحہ ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلوتِ صحیحہ[2] کا حاصل یہ ہے کہ مرد وعورت ایسی تنہائی کی جگہ جمع ہوجائیں جہاں ہم بستری کرنے میں کوئی مانع نہ ہو، نیز شرعی وطبعی بھی کوئی مانع نہ ہو، اگر پہلا خاوند طلاقِ مغلظہ (تین طلاق دے دے) پھر بعد عدت کے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح ہوا اور وہ ہم بستری کرکے طلاق دیدے تو اس کی عدت ختم ہونے پر پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح درست ہوگا، لیکن اگر دوسرے خاوند نے بھی ہم بستری نہیں کی، یعنی جماع نہیں کیا، بلکہ محض خلوتِ صحیحہ کرکے طلاق دیدی ہے، تو اس سے وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی، اس سے بدستور نکاح حرام ہوگا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۸۹ھ

---

[1] شرح عقود رسم المفتی ص: ۴۴، الافتاء بغیر الراجح حرام، مطبوعہ زکریا دیوبند، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۸۰ ج ۱ المقدمة، مطلب فی طبقات الفقهاء.

[2] والخلوة الصحيحة ان يجتمعا فی مكان ليس هناک مانع يمنعه من الوطء حسا او شرعاً او طبعاً كذا فی فتاویٰ قاضی خان عالمگیری ص: ۳۰۴، ج: ۱، باب المهر. الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر و المتعة، مطبوعه مصر. شامی زکریا ص: ۲۴۹، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۱۱۴، ج۳، باب المهر، مطلب فی احكام الخلوة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۵۱ ج۳ باب المهر.

[3] لا ينكح مطلقة من نكاح صحيح بها ای بالثلاث حتى يطأها غيره وتمضی عدته ای الثانی، وفی الشامية، ثم اعلم ان اشتراط الدخول ثابت بالإجماع فلا يكفی مجرد العقد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مدخولہ کو تین طلاق کے بعد حلالہ کی ضرورت

سوال:- (۱) زید نے اپنی لڑکی کو مہر مقررہ اور چند شرائط کے ساتھ اس شرط پر کہ خلافِ شرط پر زید کو ایک طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوگا، عمر کے نکاح میں دیدیا، عمر نے شرائط کے ساتھ قبول کیا، آیا زید کو شرعی طور پر حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

(۲) کسی نے اپنی زوجہ کو رخصتی اور خلوتِ صحیحہ سے قبل طلاق کنایہ یا صریح یا تین طلاق متفرق کر کے دیدیا، یعنی میں نے طلاق دیدیا، طلاق دیدیا، طلاق دیدیا، یا ایک لفظ میں تین طلاق دیدیا یعنی میں نے تین طلاق دیدیا، آیا وہ مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اس میں عدت یا دوسرے سے نکاح وصحبت وعدت کی ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب عمر نے شرائط کو منظور کرلیا تو اب شرائط کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں زید کو اپنی لڑکی پر ایک طلاقِ بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا، بشرطیکہ ایجابِ نکاح عورت یا اس کے ولی کی طرف سے ہوا ہو اور مرد نے اس کو قبول کیا ہو، لیکن اگر ایجابِ نکاح مرد کی طرف سے ہوا ہو اور پھر لڑکی یا اس کے ولی نے شرائط پیش کئے ہوں تو مرد اس کا اس وقت تک پابند نہیں جب تک از سرِ نو ان شرائط کو منظور نہ کرے۔ **نکحها علٰی ان امرها بیدها صح (قوله صح) مقید بما اذا ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منک علٰی ان امری بیدی اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدها اھ** (شامی[1] ص:۶۶۷، ج:۲) مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) در مختار مع الشامی ص ۴۰ ج۵ طبع زکریا، طبع کراچی ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، مجمع الأنهر ص ۸۸ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۵۷/۲۵۸ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع امدادیه ملتان.

(**صفحه هذا**) [1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۵۷۳، ج:۴، مطبوعه نعمانیه ص:۴۸۵، ج:۲، مطبوعه کراچی ص:۳۲۹، ج:۳، باب الامر بالید، البحر الرائق ص۳۱۸ ج۳ باب الامر بالید، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

"الحیلة الناجزه للحیلة العاجزة[1]" مصنفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲) مسئلہ کی چند صورتیں ہیں، غیر مدخولہ کو اگر ایک طلاق صریح یا بائن یا کنائی بنیتِ طلاق دی ہے، تو تجدیدِ نکاح کافی ہے، نہ حلالہ کی ضرورت ہے، اور نہ عدت کی، اور اگر تین طلاق متفرق طور سے دی ہیں تب بھی یہی حکم ہے، اس صورت میں ایک طلاق سے عورت بائن ہوگئی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہوجائیگی، بلا حلالہ وعدت تجدیدِ نکاح کافی ہے: **وان فرق بوصف نحو انت طالق واحدة واحدة وواحدة او اخبر نحو انت طالق طالق طالق بانت بالاولٰی لا الٰی عدة ولم تقع الثانية** (شامی[2] مختصراً ص: ۶۲۶، ج: ۲) البتہ اگر تین طلاق بیک لفظ دیدیں مثلاً یوں کہا انت طالق یا طلقتک ثلاثاً، تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوجائے گی،[3] اور بلا حلالہ شرعیہ دوبارہ نکاح درست نہیں ہوگا، محقق قول یہی ہے اگرچہ بعض حضرات نے غیر مدخولہ کیلئے طلاقِ مغلظہ کی صورت میں حلالہ کی شرط نہیں رکھی ہے، لیکن محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اسپر شدید رد فرمایا ہے شامی میں ہے: **وقد بالغ المحقق ابن الهمام فی ردّهٖ حیث قال فی اٰخر باب الرجعة لا فرق فی ذٰلک ای اشتراط المحلل بین کون المطلقة مدخولاً بها او لا لصریح اطلاق النص وقد وقع فی بعض الکتب ان غیر المدخول بها تحل بلا زوج**

---

[1] ملاحظه هو، الحیلة الناجازة للحیلة العاجزة ص۱۶/۷ تفویض طلاق بوقت نکاح از فقه حنفی، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۱۲، ۵۱۱، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۲۸۶، ج: ۳، مطبوعه نعمانیه ص: ۴۵۵، ج: ۲، باب طلاق غیر المدخول بها، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۳ج ۱ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، مجمع الأنهر ص ۳۱ ج ۲ فصل فی الطلاق غیر المدخول بها، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] قال لزوجته غیر المدخول بها أنت طالق ثلاثاً وقعن لما تقرر أنه متی ذکر العدد کان الوقوع به، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۲۸۴، ۲۸۵ ج۳ باب طلاق غیر المدخول بها، النهر الفائق ص ۳۵۲ ج ۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۱۳ ج ۲ فصل فی الطلاق قبل الدخول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

وهو زلة عظيمة مصادمة للنص والاجماع لايحل لمسلم رأه ان ينقله فضلاً عن ان يعتبره لان في نقله اشاعة وعند ذلک ينفتح باب الشيطان (شامی[1] ص: ۶۲۳، ج: ۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۸۸ھ

حلالہ میں صحبت شرط ہے

سوال:- حلالہ کا نکاح ہوا پھر جبراً طلاق لے لی گئی، کہ اب تک شوہر ثانی سے جماع کی نوبت نہ آئی تھی، تو ایسی صورت میں حلالہ درست ہوا، یا نہیں؟ عورت اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے پہلے شوہر کیلئے وہ حلال نہیں[2] ہوئی، بلکہ حرام ہی رہی پہلے شوہر سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلالہ کے لئے زوجین کا دخول میں اختلاف

سوال:- عبدالودود نے اپنی منکوحہ مدخولہ بیوی کو طلاقِ مغلظہ دیدی، (عورت کے ساتھ

---

[1] شامی زکریا ص ۵۱۱ ج۴، مطبوعه کراچی ص ۲۸۵ ج۳، مطبوعه نعمانیه ص ۴۵۵ ج ۲، باب طلاق غیرا لمدخول بها.

[2] لاینکح مطلقة بها ای بالثلاث لو حرة وثنتين لو امة حی يطأها غيره وتمضی عدته، الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۵۳۷ ج ۲، مطبوعه زکریا ص ۴۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۴۰۹ ج۳، باب الرجعة. عالمگیری ص ۴۷۳ ج ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۸۸، ۹۰ ج ۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ایک شیر خوار بچہ بھی عبدالودود سے ہے) بعدازاں مطلقہ کا نکاح ریاض الدین سے ہوگیا، عدت ختم ہوجانے کے بعد ریاض الدین نے ایک شب اپنے نکاح میں رکھ کر طلاق دیدی، اور عدت ختم ہونے پر شوہر اول عبدالودود سے نکاح کرایا گیا، ریاض الدین نے ایک شب اپنے نکاح میں رکھ کر دوسرے دن صبح کو تینوں طلاق دیدی اور طلاق دینے کے بعد یکے بعد دیگرے تین آدمیوں نے ریاض الدین سے دریافت کیا کہ ہم بستری کر کے تم نے طلاق دی ہے، یا بس ایسے ہی، تو اس نے ہم بستری کا اقرار کیا، مگر اب ریاض الدین کا کہنا ہے کہ میں نے پہلے جو گواہوں کے سامنے اقرار کیا تھا، وہ جھوٹ کیا تھا، میں نے ہم بستری نہیں کی تھی، بلکہ عورت نے ہم بستری کرنے ہی نہ دی، ریاض الدین کے والد اور والدہ اور خود ریاض الدین نے بھی کہا جس دن مغرب سے پہلے میرے ساتھ نکاح کرایا گیا، اس شب کو مجھے گھر دیا گیا، مگر لڑکی کو میرے قریب تک نہ آنے دیا گیا، صرف دنیا والوں کو دکھلانے کی غرض سے حلالہ کرایا گیا، لڑکی بقسم کہتی ہے کہ ہم بستری بھی ریاض الدین نے کی تھی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ حلالہ درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد عدت گذار کر دوسرے شخص سے ہم بستری ہو کر جب اس کی طرف سے طلاق ہو اور عدت ختم ہوجائے، تب شوہرِ اول کیلئے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوتی ہے، اگر شوہر ثانی نے جماع نہ کیا ہو تو وہ شوہر اول کیلئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہوتی[1] جھوٹ بول کر ہم بستری کا اقرار کرنے سے جھوٹ کا گناہ مستقل ہوتا ہے، اور شوہر اوّل کیلئے حرام ہی رہتی ہے، اس کا وبال مستقل ہے، اس کو ذہن نشین کرانے کے بعد آخرت کا خوف دلا کر اس عورت سے بقسم دریافت کیا جائے،

[1] لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث لو حرة حتی یطأها غیره بنکاح وتمضی عدته ای الثانی. وفی الشامیة ثم اعلم ان اشتراط الدخول ثابت بالاجماع فلا یکفی مجرد العقد. الدر المختار مع الشامی زکریا ص: ۴۱، ۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳. باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هندیه کوئٹه ص۴۷۳ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص ۱۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

اگر وہ کہے کہ ہاں شوہرِ ثانی ریاض الدین نے نکاح کے بعد مجھ سے ہم بستری کی ہے پھر مجھ کو طلاق دی ہے، تو اس کی عدت ختم ہونے پر اس کا نکاح دوبارہ شوہر اول عبدالودود سے درست ہے، ریاض الدین کا بیان جو مختلف نقل کیا جاتا ہے، وہ قابلِ التفات نہیں: **قال الزوج الثانی کان النکاح فاسداً اولم ادخل بها وکذبته فالقول لها ولو قال الزوج الاوّل ذٰلک فالقول له ای فی حق نفسه اهـ (درمختار) ادعت ان الثانی جَامعها وَانکرا الجماع حلت للاوّل** شامی[1] ص: ۵۴۲، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۵/۱۶ھ

نابالغ کے ذریعہ حلالہ

سوال: -قطعی یعنی مغلظہ طلاق کے بعد عورت کا حلالہ ایک نابالغ لڑکے سے کر کے پھر اس سے طلاق دلوا کر بعد عدت پھر پہلے شوہر سے نکاح کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ ایسا فتویٰ بھی ان حضرات کے پاس موجود ہے، ان کے قول کے مطابق آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکا نابالغ، بالغ ہونے کے قریب ہو تب بھی اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی: **لا یقع طلاق الصبی**[2] الخ لہٰذا یہ حلالہ صحیح نہیں ہوا، اور پہلے شوہر کیلئے وہ عورت حلال نہیں ہوئی، بلکہ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۵۱، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۱۷، ج:۳، باب الرجعة. مطلب فی حیلة اسقاط التحلیل الخ، هندیه کوئٹه ص۴۷۴ ج۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، النهر الفائق ص۴۲۲ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع مکه مکرمه.

[2] عالمگیری ص:۳۵۳، ج:۱، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه مطبوعه مصر. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۵۱، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۴۳، ج:۳، کتاب الطلاق، هدایه ص۳۵۸ ج۲ اول کتاب الطلاق، دار الکتاب دیوبند.

حرام ہی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۷/۹/۸۸ھ

حلالہ بذریعۂ مراہق

سوال:-(۱) ایک عورت جس کو تین صریحی طلاق دے دی گئی تھی اور عدت گذرنے کے بعد اس نے ایک مراہق سے جس کی عمر تقریباً ۱۴/سال یا ۱۵/سال کی تھی، شادی کرلی، اور اس مراہق نے صحبت کے بعد پھر تین طلاق دیدی، تو مراہق کی طلاق ہوجائے گی، یا نہیں؟ کیونکہ یہ ابھی سنِ بلوغ کو تو پہنچا نہیں۔

(۲) اور اگر یہ طلاق نہیں واقع ہوگی تو یہ مراہق اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرسکتا ہے یا نہیں، یا اس طلاق کی وجہ سے جو کہ اس نے مراہق ہونے کی حالت میں دی یہ بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟

(۳) اگر یہ طلاق جو کہ مراہق ہونے کی حالت میں دی اور طلاق واقع نہیں ہوئی، تو آیا یہ سنِ بلوغ کے بعد یہی طلاق، طلاق ہوجائے گی یا پھر سے طلاق دینا ہوگا، اور یہ طلاق معتبر نہ ہوگی۔

(۴) اگر اس مراہق نے مطلقہ عورت سے نکاح کرکے جماع نہ کیا، اور تین طلاق دیدیا تو یہ طلاق معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہیں تو کیا یہ مراہق اپنی بیوی سے جس کو اپنے مراہق ہونے کی حالت میں طلاق دیدیا، پھر جماع کرکے حلال کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا یہ طلاق خارج ہوگی اور زوجِ ثالث سے نکاح کرکے تب حلالہ کرانا پڑے گا۔

(۵) اگر مراہق نے مطلقہ عورت سے شادی کرکے جماع کرکے تین طلاق دیدیا تو عدت اس طلاق کے بعد ہی شمار کی جائے گی، یا جب وہ بالغ ہوگا، پھر سے طلاق دے گا، اور عدت اس وقت سے شمار کرنا ہوگا، یا یہی طلاق کافی ہوگی، بلوغت کے بعد پھر سے طلاق دینے کی ضرورت نہ رہے گی، عدت کے شمار کرنے کے وقت کی تعیین مفصل تحریر فرمائیے۔

(۶) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتنے برس کے لڑکے پر بلوغ کا فتویٰ ہے اور بالغ ہونے کی کیا علامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ وہ مراہق ہو، پس صورت مسئولہ میں اس مراہق کی طلاق واقع نہیں ہوئی: **لا ینکح مطلقة بالثلاث حتیٰ یطاها غیره ولو مراهقا الدانی من البلوغ نهر. ولابد ان یطلقها بعد البلوغ لان طلاقهٖ غیر واقع در منتقیٰ عن التاتارخانیه الخ درمختار[1] وشامی ص: ۸۳، ج: ۲.**

(۲) حرام نہیں ہوئی بلکہ جماع کرسکتا ہے۔

(۳) زمانۂ مراہقت کی طلاق بالکل غیر معتبر ہے، پہلے شوہر کے واسطے حلال ہونے کے لئے بعد بلوغ طلاق ضروری ہے۔[2]

(۴) یہ طلاق بھی معتبر نہیں، جماع کر کے بعد بلوغ طلاق دیدے گا، تو شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے گی، کسی اور شخص کی ضرورت نہیں۔[3]

(۵) جب بالغ ہوکر طلاق دے گا، تو اس وقت سے عدت کا اعتبار ہوگا،[4] مراہق کی نہ طلاق معتبر ہے، نہ اس کی طلاق سے عدت واجب ہوتی ہے، نہ اس سے وہ عورت مراہق پر حرام ہوتی ہے نہ شوہر اول کیلئے حلال ہوتی ہے۔[5]

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هندیه کوئٹه ص۴۷۳ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به الملطقة، تاتارخانیه کراچی ص۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل الخ.

[2] ولا بد ان یطلقها بعد البلوغ لان طلاقه غیر واقع. شامی زکریا ص: ۴۲، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۱۰، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة،

[4] وابتداء العدة عقیق الطلاق، هدایة ص۴۲۵ ج۲ باب العدة، طبع دار الکتاب، هندیه کوئٹه ص۵۳۱ ج۱ الباب الثالث عشر فی العدة، بحر کوئٹه ص۱۴۴ ج۴ باب العدة.

[5] راجع حاشیه ۱

(۶) احتلام ہونے لگے یا انزال ہونے لگے یا اسکے جماع سے استقرارِ حمل ہوجائے، مرد کیلئے یہ علامتیں بلوغ کی ہیں، اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک ۱۵/سال پورے ہونے پر بلوغ کا فتویٰ دیدیا جاتا ہے۔ **بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال ویفتی بالبلوغ فیه بخمسة عشر سنة[1] الخ تکمله ص: ۸۴، ج: ۱.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا ۱۸/۹/۵۹ھ

مراہق سے حلالہ

سوال: - طلاق مغلظہ میں مطلقہ عورت کا مراہق حلالہ کرسکتا ہے، یا نہیں، اور مراہق کس عمر تک کے لڑکے کو کہتے ہیں اور اگر مراہق حلالہ کرسکتا ہے تو طلاق بھی دے سکتا ہے، یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مراہق حلالہ کرسکتا ہے، لیکن طلاقِ بعدِ بلوغ دے گا، اس سے پہلے جائز نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ بالغ سے حلالہ کرائے۔

مراہق وہ ہے جس کو شہوت ہوتی ہے، اور جماع کرسکتا ہے، اس کی عمر کم از کم دس سال ہو: **لا ینکح مطلقة بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره ولو مراهقاً یجامع مثله وقدره شیخ الاسلام بعشر سنین لا بد ان یطلقها بعد البلوغ لان طلاقه غیر واقع اهـ شامی[2] ص: ۸۳۱، ج: ۲.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۹ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۹ھ

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۹، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تین طلاق کے بعد توبہ سے حلالہ نہیں ہوتا

سوال:- میرے دوست نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدی، اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے، جب ہم نے کہا تو جواب دیتے ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ شرک کے گناہوں کو معاف کردیتے ہیں، (توبہ کے بعد) تم ہم نے بھی طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بھی معاف کردیں گے، اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ کا حاصل یہ ہے کہ اس گناہ کو بالکل چھوڑ دے، یہ مطلب نہیں کہ توبہ کا لفظ ہی زبان سے کہتا رہے اور گناہ میں مبتلا بھی رہے، یہ توبہ نہیں[1]، یہ تو خدا تعالیٰ کے ساتھ مذاق ہے، مشرک اگر اپنے شرک سے باز ہی آجائے اور کبھی اس کے پاس نہ جائے تو اسکی توبہ قبول ہے، لیکن توبہ کا لفظ بھی بولتا رہے، اور شرک بھی کرتا رہے، تو وہ مشرک ہی ہے، اس کی توبہ توبہ ہی نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ کراچی ص:۱۵۳، ج:۶، کتاب الحجر. فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، هندیه کوئٹه ص ۶۱ ج۵ کتاب الحجر، الباب الثانی، الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ، بحر کوئٹه ص ۸۴،۸۵ ج۸ باب الحجر، فصل فی حد البلوغ.

۲ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هندیه کوئٹه ص ۴۷۳ الباب السادس فی الرجعة، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۳ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل الخ بحر کوئٹه ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة النهر الفائق ص ۴۲۲ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه مکه مکرمه.

(صفحہ ہذا) ۱ قال الامام النووی التوبة ما استجمعت ثلاثة امور ان یقلع عن المعصیة وان یندم علی فعلها وان یعزم عزما جازما علی ان لا یعود الی مثلها ابدا. ورکنها الاعظم الندم، روح المعانی ص:۱۵۸، ج:۲۸، مطبوعه مصطفائی دیوبند، مختصر تفسیر ابن کثیر ص:۵۲۳، ج:۳، سورة التحریم آیت:۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی مسلم ص ۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

میں رہے گا[1] تین طلاق کے بعد اگر بغیر حلالہ کے آدمی عورت کو رکھتا ہے، اور توبہ کا لفظ بولتا رہتا ہے، تو اس سے نہ وہ عورت حلال ہوئی ہے، نہ گناہ معاف ہوتا ہے[2] بلکہ ایسا آدمی سخت سزا کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اپنی پناہ میں رکھے، اور نفس وشیطان کے فریب سے بچائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۱۳۸۷ھ

ارتداد سے حلالہ ساقط نہیں ہوتا

سوال:- زید نے ہندہ کو طلاق دیدیا، اس کے بعد پھر ہندہ زید سے نکاح کی خواہش کرنے لگی، مگر زید انکار کرتا ہے، ہندہ نے مجبوراً اپنا مذہب بدل دیا، جب زید کو معلوم ہوا، تو ہندہ پر اب حلالہ واجب رہا یا نہیں؟ طلاق کے وقت ہندہ کی گود میں دو ماہ کا بچہ تھا، ہندہ ساڑھے تین ماہ کے بعد مرتد ہوئی تھی، صلاح یہ ہے کہ زید کا نکاح اب ہندہ سے (بلا حلالہ) ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حرکت سے بھی حلالہ ساقط نہیں ہوگا[3] مطلقہ کی عدت تین حیض ہے، وہ عدت بھی ساقط نہیں

---

[1] انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وماوٰه النار سورۂ مائدہ آیت ۷۲، مسلم شریف ص ۶۶ ج ۱ كتاب الايمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئاً، مطبوعه رشيديه دهلى، مشكوٰة شريف ص ۱۵، كتاب الايمان، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] الطلاق مرتان الى قوله فان فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره. سوره بقره آيت ۲۲۹،۳۰، مجمع الأنهر ص ۸۸ ج ۲ باب الرجعة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۵۷ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، طبع امداديه ملتان.

[3] لا بملك يمين لاشتراط الزوج بالنص فلا يحلها وطء المولى ولا ملك امة بعد طلقتين او حرة بعد ثلاث وردة وسبى نظيره من فرق بينهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبيت ثم ملكها لم تحل له ابداً فوجه الشبه بين المسئلتين ان الردة واللحاق والسبى لم تبطل حكم الظهار واللعان كما لم تبطل الطلاق، الدر المختار مع الشامى زكريا ص: ۴۳، ج: ۵. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوگی، جب تین حیض پورے ہو جائیں، تب کسی اور سے نکاح کرے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

حلالہ کیلئے صرف نکاح وہ بھی عدت میں

سوال: -میرے بھائی نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے تین طلاق دیدی، دو ماہ کا حمل ہے، تین بچے ہیں، اب بھائی صاحب سخت پریشان ہیں، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ خودکشی نہ کرلیں، ایک مولوی صاحب نے بتلایا ہے کہ بغیر عدت کے کسی اور سے نکاح کردو اور پھر وہ طلاق دیدے، اس کی عدت کی بھی ضرورت نہیں، پھر اپنے بھائی سے نکاح کرادے، کیا اس طرح نکاح درست ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کو جو مسئلہ بتایا گیا ہے کہ بغیر عدت کے نکاح کردیا جائے، یہ شرعی مسئلہ نہیں بلکہ گڑیوں کا کھیل ہے، ایسا ہرگز نہ کیا جائے، اس سے نہ نکاح درست ہوگا، نہ وہ عورت آپ کے بھائی صاحب کیلئے حلال ہوگی،[2] جب بچہ پیدا ہوگا، اس وقت عدت ختم ہوگی، اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ کراچی ص: ۴۱۲، ج:۳، باب الرجعة، فی العقد علی المبانة، بحر کوئٹہ ص۵۷ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [1] واذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً اورجعیاً وهی حرّة ممن تحیض فعدتها ثلٰثة اقراء. هدایه ص: ۴۲۲، ج: ۲، باب العدة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، بحر کوئٹه ص۱۲۸ باب العدة، النهر الفائق ص۴۷۵ ج۲ باب العدة، طبع مکه مکرمه.

[2] اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا شامی زکریا ص: ۱۹۷، ج:۵، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسکا نکاح کیا جائے، نکاح میں یہ شرط نہ ہو، کہ وہ شخص پھر طلاق دیدے ورنہ یہ کام موجبِ لعنت وغضب ہوگا[۲]، وہ شخص نکاح کے بعد ہم بستری کرے پھر اگر وہ مرجائے، یا طلاق دیدے تو اسکی عدت گذار کر آپکے بھائی سے نکاح کی اجازت ہوسکے گی[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۸ھ

حلالہ کیلئے عدت میں نکاح

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین طلاق دیدی مگر معلوم ہوا کہ زوجہ زید اس وقت ماہواری سے تھی، بعدہٗ زید نے مصلحۃً دورانِ عدت میں اپنے دوست سے برائے حلالہ نکاح کرادیا تاکہ ہندہ مجھ سے متنفر نہ ہوجائے، تو یہ نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنے دوست خالد سے برائے حلالہ ہندہ کا نکاح کرادیا، خالد نے نکاح کے بعد مباشرت بھی کی، تو یہ نکاح وغیرہ درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالتِ حیض میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے، اگرچہ ایسا کرنے سے شوہر گنہگار

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ کراچی ص:۵۱۶، ج:۳، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، هندیه کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳ کتاب النکاح ما یجوز من الانکحة وما لا یجوز.

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۱ وکره التزوج للثانی تحریماً لحدیث لعن المُحلِّل والمحلَّل له بشرط التحلیل وان حلت للاول، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۱۴، ج:۳، باب الرجعة، النهر الفائق ص ۴۲۳ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۵۸ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

۲ لا ینکح مطلقة من نکاح صحیح بها ای بالثلاث حتی یطأها غیره وتمضی عدته ای الثانی الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۴۰۹، ج:۳، باب الرجعة، هندیه کوئٹه ص ۴۷۳ ج ۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص ۵۶ ج ۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

ہوتا ہے[۱]، اسی طرح تین طلاق ایک دم دینا بھی گناہ ہے، مگر وہ بھی واقع ہوجاتی ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں طلاقِ مغلظہ ہوگئی[۲]، بغیر حلالہ کے اسکو رکھنے کی کوئی صورت نہیں[۳]، حلالہ کیلئے دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے واسطے پہلی عدت کا گذر جانا ضروری ہے، عدت میں نکاح حرام ہے، وہ نکاح نہیں بلکہ وہ زنا ہوتا ہے: **لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج اھ** (فتاوی[۴] عالمگیری)

(۲) اگر خالد کو معلوم تھا کہ ہندہ کی عدت ختم نہیں ہوئی تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، بلکہ زنا ہوا ہے، زید، خالد، ہندہ سب ہی سخت معصیت کے مرتکب ہوئے ہیں، سب کو توبہ لازم ہے، اور اس

---

[۱] واذا طلق الرجل امرأته فی حالة الحیض وقع الطلاق لان النهی عنه لمعنیً فی غیره فلا ینعدم مشروعیته هدایه ص:۳۵۷، ج:۲، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، تبیین الحقائق ص۱۹۰ ج۲ اول کتاب الطلاق، طبع امدادیه ملتان، اوجز ص۱۷۵ ج۱۰ طلاق الحائض، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] فالکتاب والسنة واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة احکام القرآن للجصاص ص:۳۸۸، ج:۱، باب ذکر الحجاج لایقاع الطلاق الثلاث معاً، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، بذل المجهود ص۲۷۰ ج۳ کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث، طبع رشیدیه سهارنپور، اوجز المسالک ص۷ ج۱۰ اول کتاب الطلاق، طبع دار الفکر بیروت، عمدة القاری ص۲۳۳ ج۹ الجز العشرون، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، دار الفکر بیروت.

[۳] لا ینکح مطلقة بها أی بالثلاث لو حرة حتی یطأها غیره بنکاح وتمضی عدته أی الثانی، الدر مع الشامی کراچی ص۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، هندیه کوئٹه ص۴۷۳ ج۱ الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، بحر کوئٹه ص۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

[۴] عالمگیری ص:۲۸۰، ج:۱، کتاب النکاح الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات اللتی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه کراچی ص۴ ج۳ ما یجوز من الانکحة وما لا یجوز، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۶۶ ج۱ کتاب النکاح، باب فی المحرمات.

نام نہاد نکاح ومباشرت سے ہندہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوئی: **اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لا نه لم یقل احدٌ بجوازه فلم ینعقد اصلاً ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونه زنا اهـ شامی.**[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مطلقہ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے نکاح

سوال:- زید اپنی بیوی کو بایں الفاظ متعدد مجالس میں طلاق دیتا ہے، کہ اپنے مکان رہائش سے پردہ دار منکوحہ کو گھسیٹ کر دروازہ سے باہر کر کے یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے، اس کو شرع محمدی کی رو سے ایک طلاق اس کو شرع محمد کی رو سے دو طلاق اس کو شرع محمدی کی رو سے تین طلاق اور یہ الفاظ مجمع عام میں کہتا ہے، مگر اس وقت اس کی حالت عین غضبناک ہے، قبل اس کے کہ یہ الفاظ ادا کرتا ہے، اسٹامپ قیمت: ۵ روپیہ لیکر اس پر طلاق نامہ لکھ کر حاشیہ کے دو گواہ معتبر کے دستخط کرا کر یہ بات بعد ازاں اپنی عورت کے اظہار کرتا ہے کہ وہ طلاق سے بے خبر نہ رہے، مگر وہ عورت اپنی اولاد کو نہ چھوڑتے ہوئے، پھر اس گھر میں داخل ہوگئی اور اپنی زبان نامعتبر سے یہی کہتی رہی ہے کہ مجھے طلاق نہ ہوئی اور نہ میں گھر چھوڑ کر جاؤں گی، اور بعد چندے جس وقت زید کا غصہ فرو ہوا اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے پشیمان ہوا تو کہنے لگا کہ میں شرعی طور پر فیصلہ چاہتا ہوں اگر شریعت بغیر حلالہ اجازتِ نکاح دے تو میں نکاح کرتا ہوں۔

(۱) نیز یہ معاملہ ڈیڑھ سال اسی طرح رہا کہ زید نے رنجش کے سبب عورت سے رغبت اور

---

[1] شامی زکریا ص:۱۹۷، ج:۵، مطبوعہ کراچی ص:۵۱۶، ج:۳، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل. باب العدة، بحر کوئٹہ ص۱۴۴ ج۴ باب العدة.

رجوع نہیں کیا چنانچہ مورخہ ۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ کو زید نے ایک جلسہ کی صورت بنا کر علماء سے استصواب اور مشورہ لیا بلکہ علماء کو آپس میں موقعہ بحث ونظر دیا چنانچہ ایک عالم شخص نے فتاویٰ مولانا عبدالحئی صاحب کی اس صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، فتویٰ دیا کہ نکاح بغیر تحلیل عندالشافعی جائز ہے اور بلا حلالہ کرادیا ہے، صورت فتویٰ مولانا عبدالحئی صاحب کی یہ ہے۔

سوال :-ایک شخص اپنی عورت کو ایک ہی وقت میں تین طلاق دیکر مغلظہ کردیتا ہے تو کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے وہ شخص بغیر تحلیل دوبارہ اس عورت کو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے؟

تو اس کا جواب فتاویٰ عبدالحئی صاحب میں لکھا ہے، کہ اگر احتمال مفاسد زائدہ ہو، اگر حلالہ کرایا جائے، تو اس کی صورت بغیر تحلیل یہ ہے کہ وہ عورت اس کے پاس آسکتی ہے، بغیر تحلیل اگر احتمال مفاسد ہو کہ چوں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ طلاق مغلظہ ہی ثابت نہیں ہوئی، اس واسطے بوقت ضرورت شدید تقلید مذہب دوسرے کی کرنی جائز ہے، چنانچہ زوج مفقود الخبر کے معاملہ میں مذہب امام مالکؒ کی ہی تقلید احناف کرتے ہیں، اسی طرح عورت ممتدۃ الطہر کی بابت بھی علیٰ ہذا القیاس اسی طرح چار پانچ تمثیل بیان کی گئی ہیں، کہ تقلید عندالضرورۃ الشدیدۃ مذہب غیر کی جائز ہے ثابت کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ کسی شافعی المذہب عالم سے استفسار کرکے نکاح کردیا جائے۔

(۳) اور جس عالم شخص نے یہ فتویٰ دیا ہیکہ یہ نکاح بغیر تحلیل کردو بلکہ نکاح بلاتحلیل کرادیا ہے اس صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کردیا ہے اور احتمال مفاسد زائدہ کا بھی فی الواقع موجود تھا، کہ اگر نکاح نہ کیا جاتا تو وہ عورت خودکشی کرتی، اور چھوٹی چھوٹی اولاد تباہ وبرباد ہوتی اور اسی عورت سے ایک لڑکی بالغ جو کہ صاف تصریح الفاظ میں باپ سے کہتی ہے کہ اگر تو میری ماں سے دوبارہ نکاح نہ کریگا، تو میں نکاح ہرگز نہ کرونگی، یا کہیں چلی جاؤں گی غرضیکہ بظاہر خانہ بربادی کا واقعہ معرض صدور میں آنے کا احتمال تھا، اس واسطے اس عالم شخص نے فتویٰ دے دیا ہے۔

(۴) چوں کہ بغیر حلالہ نکاح کردینے میں عام لوگ یعنی باشندگان دیہہ نے زید سے ترک اکل وشرب کردیا ہے، اور عالم سے بدظن ہوگئے ہیں، کہ ہم کو اس نے حرام کرادیا ہے۔

(۵) کیا یہ معاملہ نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں، اگر صحیح ہے تو فبہا اور اگر صحیح نہیں تو زید کے ساتھ تعامل اکل وشرب کیسا ہے اور جس عالم صاحب نے فتویٰ دیا ہے، اس کا کیا حال ہے۔

جواب از فقیہ الامت قدس سرہ

الجواب حامداً ومصلیاً

بوقت ضرورت شدیدہ شرائط مخصوصہ کے ساتھ حالت مخصوصہ میں (کہ ان سب کی تفصیل اپنے محل میں موجود ہے) عمل کرنا تو بعد کی چیز ہے، اول تو یہ دیکھنا ہے کہ صورت مسئولہ میں شافعیہ کا یہ مذہب ہے، بھی یا نہیں، شافعیہ کی معتبر کتاب شرح منہاج الطالبین[1] میں ہے: **وان قال انت طالق انت طالق انت طالق وتخلل فصل بين هذه الصيغ كان سكت بينها فوق سكتة التنفس ونحوها فثلاث فان قال اردت التاكيد لم يقبل ويدين والا اى وان لم يتخلل فصل فان قصد تاكيداً بعد الاولىٰ لهَا فواحدة لان التاكيد فى الكلام معهود والتكرار من وجوه التاكيد واستينافاً فثلاث اهـ والبسط فى حاشية وغيره** ص: ۳۳۷، ج: ۲، جب لفظ طلاق معمولی فصل سے بھی بلا رسم عدد تین مرتبہ کہنے سے ارادۂ تاکید قضاءً مقبول ومعتبر نہیں تو مجالس متعددہ میں اور وہ بھی ایک دو تین کی تصریح کے ساتھ کہنے سے تو کسی حال میں ارادۂ تاکید معتبر نہیں ہوسکتا، بلکہ اس میں تاکید کا کوئی بعید احتمال بھی نہیں، پس صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، بلا حلالہ کسی طرح شافعیہ کے نزدیک بھی جائز نہیں، شیخ ابن حجرؒ شافعی فتح الباری[2] شرح بخاری ص: ۳۱۸، ج: ۹ میں تحریر فرماتے ہیں: **ان المطلقة ثلاثا لا تحل للمطلق حتى تنكح زوجاً غيره ولا فرق بين مجموعها ومفرقها لغة وشرعاً اهـ.**

---

[1] منهاج الطالبين على هامش تحفة المحتاج ص: ۳۷۰، ج: ۳، فصل فى تعدد الطلاق. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] فتح البارى ص: ۴۵۸، ج: ۱۰، تحت باب من جوّز الطلاق الثلاث، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

مجموعۂ فتاویٰ میں جوصورت مذکور ہے، وہ اور ہے، اس میں مجالس متعددہ کا واقعہ نہیں بلکہ ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایک ہی مجلس کا ذکر ہے، نیز اس میں ایک دوتین کا ذکر نہیں، لہٰذا ان کے مذہب کے موافق اس میں احتمال ہے، کہ دوسرے اور تیسرے مرتبہ کو اول کی تاکید کہا جاوے اس لئے وہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، جیسا کہ شرح منہاج کی عبارت میں اس کی تصریح ہے اور صورت مسئولہ میں تعدد مجالس نیز ایک دوتین کی تصریح کے ساتھ تاکید کا کوئی احتمال نہیں رہا، پس مجموعۂ فتاویٰ پر صورت مسئولہ کو قیاس کرنے اور فتاویٰ دینے کی شرائط کا مسئلہ علیحدہ رہا کہ اس صورت میں یہ جائز ہے، یا نہیں پس بلاتحلیل کے ان عالم کا دوبارہ نکاح کردینا شافعیہ کے نزدیک بھی کسی طرح جائز نہیں، نیز نص قطعی: **فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره**[1] کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ شیخ ابن حجرؒ شارح بخاری شافعی کے کلام سے اس کی تصریح ہے، **کما مر** لہٰذا دونوں میں تفریق واجب ہے، نکاح کرنے والے شریک ہونے والے عورت ومرد سب کے ذمہ واجب ہے، کہ دونوں میں تفریق کرائیں، اور بعد عدت باقاعدہ دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح کرے، پھر اگر وہ دوسرا شخص طلاق دیدے یا مرجائے، (بشرطیکہ جماع کی نوبت آچکی ہو) تو عدت گذار کر اس عورت کا زید سے نکاح درست ہوگا،[2] اور جب تک تفریق میں سعی نہ کرینگے، تو یہ سب گناہ میں مبتلا رہیں گے، اور زید اور عورت زنا کرتے رہیں گے، ان عالم کو مجمع عام میں جس میں نکاح کرایا ہے اعلان کرنا واجب ہے، کہ مجھے معلوم نہیں تھا، میں نے مسئلہ غلط بتایا اب توبہ کرتا ہوں اگر باوجود کوشش کے زید اس عورت سے علیحدہ نہ ہو تو برادری کے لوگوں کو ان سے ترک تعلق کردینا چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲۵/۵۷ھ

---

[1] سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰،

ترجمہ:- تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی، اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ (از بیان القرآن) (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مطلقہ ثلاثہ کا نکاح بغیر حلالہ

سوال: ایک شخص نے مطلقۂ ثلاثہ یا مطلقۂ بائنہ سے نکاح دورانِ عدت میں کرلیا لیکن نہ اس عورت سے صحبت کی نہ خلوت صحیحہ اور نہ ہاتھ لگایا نیز عورت نے بھی عدت ہونے کے خیال سے تیل، سرمہ، کسم، وزعفران کپڑے، کسی کا استعمال نہ کیا آیا ختم مدت عدت کے بعد دوران عدت والے نکاح سے صحبت حلال ہے یا حرام ہے اور مرد پر دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔

الجواب : حامداً ومصلیاً !

یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اس سے متارکت واجب ہے اور بعد عدت دوبارہ نکاح کیا جائے تب صحبت حلال ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

حلالہ میں مباشرت کا اقرار پھر انکار

سوال: ہمارے لڑکے معارف حسین نے اپنی بیوی کو طلاق مغلّظہ دیدی، لیکن پھر رجوع کرنا چاہتا ہے۔ تو مولوی صاحب سے پوچھ کر عدت پوری کر کے ایک عاقل بالغ لڑکے ابراہیم سے نکاح کرادیا۔ عقد کے بعد اس کے ساتھ ایک کمرہ میں رات گذاری، سویرے غسل کیا پھر اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. عالمگیری کوئٹہ ص:۴۷۳، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، المحيط السرخسى ص۸ ج۳ جز ۶، كتاب الطلاق مطبوعه دار الفكر بيروت، هداية ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[1] ومنها با ن لا تكون معتدة الغير ..... لان بعض احكام النكاح حالة العدم قائم فكان النكاح قائم من وجه، بدائع زكريا ص ۵۴۹ ج۲ بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير، الهندية ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، فتح القدير ص ۲۲۵ ج۳ كتاب النكاح، فصل فى بيان المحرمات، طبع دار الفكر بيروت.

کوطلاق دیدی اور چند عالموں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہے جس کے گواہ موجود ہیں۔ پھر عدت پوری ہونے کے بعد معارف حسین نے نکاح کے لئے آدمیوں کو جمع کیا، اس وقت ابراہیم (محلل) نے مسجد میں چند عالموں کے سامنے بیان کیا کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت نہیں کی۔ پھر ایک مولوی صاحب جو انکار کے وقت موجود نہ تھے نکاح پڑھا دیا۔ لیکن اب ابراہیم اقرار کرتا ہے اور قسم کھاتا ہے کہ میں نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ محلّہ کے چندلوگوں نے ابراہیم سے پوچھا کہ عالموں کے سامنے کیوں انکار کیا اور اب اقرار کرتے ہو، تو جواب دیا کہ مجھ کو لوگوں کے سامنے اقرار کرنے میں شرم معلوم ہوئی میرا لڑکا معارف حسین ابھی تک اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ معارف حسین کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب : حامداًومصلیاً !

ابراہیم نے رات گذارنے کے بعد جو ہمبستری کا اقرار کرلیا تھا تو وہی اقرار معتبر ہے۔ اس کے بعد جب اس نے انکار کیا تو وہ انکار معتبر نہیں[1]۔ آپ کے لڑکے کا نکاح دوبارہ صحیح ہو گیا، اس کو مباشرت کا حق حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/ ۹۳ھ

حلالہ کے بعد میاں بیوی کا نکاح جب کہ حلالہ کے گواہ منکر ہوں

سوال: زید مع اپنے بیوی بچوں کے گذر اوقات کے لئے پردیس گیا ہوا تھا، وہیں اپنی بیوی کے ساتھ لڑ کر اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بعد عدت کے وہیں پردیس میں ہی حلالہ کے لئے پوشیدہ

---

[1] والرجوع عن الإقرار فی حقوق العباد لایصح بدائع الصنائع ص۲۳۸ ج۶ باب الإستثناء، کتاب الاقرار، مطبوعه زکریا دیوبند.

طریقہ سے دو گواہ ایک نکاح پڑھانے والا بلا کر عمر سے نکاح پڑھوا دیا۔ عمر نے استعمال کر کے طلاق دیدی۔ اب زید مع اپنے بچوں اور اس عورت کے اپنے وطن آ گئے۔ اب زید اور یہ عورت بکر سے کہتے ہیں کہ تم ہمارا نکاح پوشیدہ طور سے پڑھوا دو۔ زید پابند وصلوۃ وصوم نہیں ہے اور قسم کھاتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کا حلالہ کرایا ہے اور تو میرا نکاح پڑھا دے۔ یہ عورت بھی شریعت کی پوری پابند نہیں، لیکن قسم کھاتی ہے کہ عمر سے میرا نکاح ہوا اور اس نے استعمال کر کے طلاق دیدی۔ بکر نے حلالہ والے نکاح کے گواہوں کے پاس اور نکاح پڑھانے والے اور اس عمر کے پاس خط لکھے۔ گواہوں اور نکاح پڑھانے والے کی طرف سے لاعلمی کا جواب آیا اور عمر وہاں سے لاپتہ ہے۔ اب معلوم طلب بات یہ ہے کہ شرع کے اعتبار سے زید اور اس کی بیوی کی بات قابل تسلیم ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب : حامداً ومصلیاً !

سوچنا چاہئے کہ زید اور اس کی مطلقہ بیوی کو اگر حرام کاری ہی مطلوب ہوتی تو دوبارہ نکاح پڑھوانے کی کیا ضرورت تھی، جب کہ طلاق پردیس میں دی تھی بغیر نکاح کے بھی ساتھ رہ سکتے تھے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے زید اور بیوی دونوں خود ہی نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں، مثلاً بیوی کہے کہ میں نے اپنا نکاح اتنے مہر پر آپ سے کیا۔ شوہر کہے کہ میں نے آپ کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ بس اس سے نکاح ہو جائے گا[1] حلالہ والے نکاح خواں اور گواہوں نے جو لاعلمی ظاہر کی ممکن ہے کہ ان کو تاکید کی گئی ہو کہ اس نکاح کو خفیہ رکھنا، اس وجہ سے انھوں نے ظاہر نہ کیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/ ۹۲ھ

---

[1] وينعقد ملتبسا بإيجاب من احدهما وقبول من الآخر الىٰ أن قال وشرط حضور شاهدين الخ در مختار على الشامي زكريا ص ٦٩-٨٧ ج ٤ هدايه ص ٣٠٥-٣٠٦ ج ٢ كتاب النكاح، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ٤٦٧ ج ١ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حلالہ کیلئے شوہر نکاح پڑھا سکتا ہے

سوال:- (۱) میری دادی اور بیوی کے درمیان ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا، ایک دو مرتبہ مار پٹائی کی نوبت بھی آئی، میرے لاکھ سمجھانے کے باوجود بیوی باز نہیں آئی، تو میں نے یہ شرط لگائی کہ اگر آج کے بعد تو نے دادی صاحبہ کے ساتھ جھگڑا کیا تو تجھے تین نہیں چھ طلاق اور جس روز میں نے یہ شرط لگائی، اس دن جھگڑے میں مار پٹائی کی نوبت نہیں آئی، حسنِ اتفاق سے ایک سال تک جھگڑا موقوف رہا، اور ایک منحوس دن دادی صاحبہ اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہو ہی گیا، لیکن مار پٹائی کی نوبت نہیں آئی، کیا اس جھگڑے کے بعد میری بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(۲) کیا سابق شوہر اپنی مطلقہ بیوی کا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور نکاح ثانی میں گواہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا ناکح کے علاوہ دو گواہوں کا ہونا لازم ہے، یا ایک گواہ سے بھی کام چل سکتا ہے؟

نیرودھ کے ذریعہ حلالہ

سوال:- (۳) کیا نیرودھ لگا کر دخول کرنے میں خلوتِ صحیحہ ثابت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲) شروط پائے جانے پر طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی[۱]، عدتِ طلاق تین ماہواری گذرنے پر اگر مطلقہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے پر رضامند ہو اور سابق شوہر (طلاق دینے والا) نکاح

---

[۱] واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق، هدایة ص۳۸۵ ج۲، باب الایمان فی الطلاق، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص۴۲۰ ج۱ الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث، الدر مع الشامی کراچی ص۳۵۵ ج۳ باب التعلیق مطلب مهم الاضافة للتعریف لا للتقلید الخ.

پڑھائے، تب بھی درست ہے، اگر دونوں مطلقہ اور شوہر ثانی مجلس میں موجود ہوں، اور سابق شوہر ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح پڑھاوے تب بھی نکاح ہوجائے گا، اور یہ کہا جائے، گا کہ اصل ایجاب وقبول تو اس مطلقہ اور شوہر جدید نے کیا ہے اور نکاح پڑھانے والا اور ایک اور شخص یہ دونوں اس نکاح کے گواہ ہوگئے[1] اچھا یہ ہے کہ دو گواہ مستقل موجود ہوں اور اس کے سامنے عورت اور مرد دونوں خود ایجاب وقبول کرلیں۔

(۳) اگر جسم کی حرارت محسوس ہوتی ہے، اور جماع کی لذت حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی حلالہ کیلئے کافی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

نکاح بہ نیت تحلیل

سوال: زید نے اپنی مطلقہ ہندہ سے بعد انقضاء عدت یوں کہا کہ اگر تو کسی سے نکاح کرے اور وہ تجھے طلاق دیدے تو میں پھر تجھ سے عقد کروں گا اور اگر تو اس کے پاس بخوشی رہنا چاہے تو بھی مجھے منظور ہے اور میں ہر دو حال میں تیرے نکاح میں امداد دوں گا کیونکہ تیری بے بسی پر رحم آتا ہے چنانچہ حسب وعدہ اس نے ہندہ کے نکاح میں مدد کی لیکن ہندہ نے شوہر ثانی سے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیری زوجیت سے خارج ہونے کا مجھے اختیار ہوگا یعنی جب چاہوں گی

---

[1] ولو زوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جاز ان كانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة. الدرالمختار على الشامی زکریا ص:۹۵، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۲۵، ج:۳، کتاب النکاح، هدایه ص:۳۰۷، ج:۲، کتاب النکاح، طبع دار الکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص۲۶۸ ج ۱ کتاب النکاح، الباب الاول.

[2] فی الفتاویٰ الصغریٰ اذا لفّ ذکره بخرقة وادخله فرجها فان وجد الحرارة تحل والا لا عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، النهر الفائق ص ۴۲۱ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه مکه مکرمه.

اپنے اوپر طلاق عائد کرلوں گی، چنانچہ نکاح کے وقت شوہر ثانی نے یہ شرط منظور بھی کی اب ہندہ نے حسب شرط شوہر ثانی کے نکاح سے خارج، ہوکر بعد انقضاء عدت شوہر اول سے عقد کیا۔

(۱) کیا یہ نکاح مذہب حنفی میں جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) کیا شوہر اول محلل لہٗ اور شوہر ثانی محلل کے گناہ کا مرتکب سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(۳) شوہر اول نے اگر واقعی نیک نیتی سے اس کی بے بسی پر رحم کر کے ایسا کیا ہے تو وہ مستحق اجر ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب : حامداً ومصلیاً !

اگر شوہر ثانی سے ہمبستری کے بعد ہندہ نے حسبِ شرط اپنے اوپر طلاق دی ہے تو شوہر اول سے اس کا نکاح درست ہے بغیر ہمبستری یہ سب کچھ کیا ہے تو صحیح نہیں۔ بشرطیکہ شوہر اول نے تین طلاقیں دی ہوں! اگر تین طلاق سے کم دی تھیں تو بہر صورت صحیح ہوگیا اور یہ شرط کہ تیری زوجیت سے خارج ہونے کا اختیار ہوگا۔ صراحۃً شرط تحلیل نہیں اگر صراحۃً شرط تحلیل کر لی جاوے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ جس سے گناہ ہوتا ہے۔

اور محلل ومحلل لہٗ ہر دو وعید کے مستحق ہوتے ہیں[۱] کہ اگر صراحۃً شرط نہ کی جائے بلکہ دل میں نیت تحلیل ہو تو اس سے گناہ نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اجر ملتا ہے۔

وکرہ (النکاح) بشرط التحلیل للاول ای یکرہ التزوج بشرط ان یحللھا لہ . یرید بشرط التحلیل بالقول بان قال تزوجتک علی أن احللک لہ اوقالت المرأۃ ذلک. واما لو نویا ذلک فی قلبھما ولم یشترطاہ بالقول فلاعبرۃبہ ویکون الرجل ماجوراً بذلک لقصدہ الاصلاح اھ زیلعی[۲] ص ۲۵۹ ج ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، المحلل والمحلل لہ، رواہ الدارمی، مشکوٰۃ ص ۲۸۴ باب المطلقۃ ثلاثا، طبع یاسر ندیم دیوبند. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

نکاح بشرط تحلیل واجرت وتوقیت ومتعہ

سوال:- (۱) زید مطلقۂ ثلاثہ سے نکاح کرنے کیلئے حیلہ کرکے زوجہ مطلقہ کا نکاح عمرو سے روپیہ دے کر کراتا ہے، مگر اس میں دو شرط ہیں، دو روز ختم ہونے پر طلاق دینا اور وطی نہ کرنا چنانچہ عمر نے شرطین مذکورین کو پوری کی، اب دریافت یہ ہے کہ زید کا نکاح دوبارہ اسی عورت سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید مطلقہ ثلاثہ سے پھر نکاح کی غرض سے اس کا نکاح عمرو سے کراتا ہے مطلقاً یعنی بلا تعیین مدت وبغیر شرط وطی کے لیکن اجرت برابر مقرر ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً اس مطلقہ ثلاثہ سے زید کا دوبارہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) نکاح متعہ جائز ہے، یا نہیں؟

(۴) زید اجرت دے کر عمر سے ہندہ کا نکاح متاعاً کرتا ہے اب ہندہ مذکورہ سے شرعاً زید کا نکاح صحیح ہے، یا نہیں، اور محلل ومحلل لہ کیلئے شرعاً کیا حکم ہے، معاملہ مذکورہ اگر شرعاً ناجائز ہے، تو جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں اور حکم جواز لگاتے ہیں، ان کا شرعاً کیا حکم ہے، اور خورد ونوش ان کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟

مسائل مذکورہ متصدرہ کا جواب مدلل مع حوالہ کتب وصفحہ تحریر فرما کر ممنوع ومشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) مطلقہ ثلاثہ کا زوج اول کیلئے حلال ہونا مشروط ہے، دو شرطوں کے ساتھ اول یہ کہ زوج ثانی سے وہ عورت نکاح ثانی کرے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ تبیین الحقائق ص ۲۵۹ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، مکتبه امدادیة پاکستان، بحر کوئٹه ص ۵۸ ج ۴ فصل فیما تحل به المطلقة، هندیه کوئٹه ص ۴۷۴ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة.

دوسرے یہ کہ وہ زوج اس عورت سے جماع کرے پھر اگر ان دونوں کے درمیان شرعی جدائی طلاق، خلع، موت زوج وغیرہ کی وجہ سے ہو کر عورت کی عدت گذر جائے، تب وہ زوج اول کیلئے حلال ہوگی، اس سے پہلے ہرگز حلال نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا نکاح عورت مطلقہ مذکورہ سے ناجائز ہے، کیوں کہ زوج ثانی سے جماع نہیں ہوا: **ولا تحل الحرة بعد الطلقات الثلاث لقوله تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد الاٰیة[1] الا بعد وطی زوج اٰخر بنكاح صحيح فيخرج الفاسد ونكاح غير الكفو اذا كان لها ولی علٰی ماعليه الفتوىٰ والنكاح الموقوف ومضٰی عدته ای عدة النكاح الصحيح بعد زواله بالطلاق فی الزوج الثانی وشرط وطی الزوج الثانی بالكتاب وهو قوله تعالٰی حتٰی تنكح زوجاً غيرهٗ[2] والمراد منه الوطی حملاً للكلام علٰی الافادة دون الاعادة فان العقد استفيد باطلاق اسم الزوج فی النظم لكن فيه مناقشة. ووجه اٰخر فی شروح الهداية فليطلب اوبالاحاديث المشهورة لانها تجوز بها الزيادة علٰی النص ان كان المراد العقد وان كان الوطی فلا اشكال ولم يخالف فی ذٰلک الاسعيد بن المسيب وفی المبسوط : هٰذا قول غير معتبر ولو قضٰی به قاض لا ينفذ قضائه وفی المنية : ان سعيداً رجع عنه الٰی قول الجمهور فمن عمل به اسود وجهه ومن افتی به يعزر وفی الخلاصة : فعليه لعنة اللّٰه والملائكة والناس اجمعين ص: ۴۳۸، ج: ۱، مجمع الانهر.**[3]

اور بشرط تحلیل نکاح امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منعقد ہی نہیں ہوتا، اور زوج اول کیلئے اس

---

[1] سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰.

[2] سورہ بقرہ آیت: ۲۳۰.

[3] مجمع الانهر ص: ۸۸، ج: ۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچی ص۱۸۷، ۱۸۸ ج۳ كتاب الطلاق، فصل ومنها ان يكون النكاح الثانی صحيحا، البحر الرائق كوئٹه ص ۵۶ ج۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

نکاح سے مطلقہ حلال بھی نہیں ہوتی، اور امام محمدؒ کے نزدیک بشرطِ تحلیلِ نکاح ہوجاتا ہے لیکن زوج اول کیلئے حلال نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بشرطِ تحلیل نکاح مکروہ تحریمی ہوتا ہے، اور شرط کی پابندی زوج ثانی پر لازم نہیں ہوتی، تاہم بشرطِ تحلیل نکاح اور جماع کرکے اگر طلاق دے دے گا تو عدت گذارنے کے بعد زوج اول کے لئے حلال ہوجائے گی: **وبسط دلائل الثلاثة الزيعلى تحت قول الكنز وكره بشرط التحليل للاول ص: ۲۵۶، ج:۲،[1] وقال فى البحر نقلاً عن فتح القدير ولا شك ان النكاح ممالا يبطل بالشروط الفاسدة بل يبطل الشرط ويصح هو فيجب بطلان هٰذا وان لا يجبر علىٰ الطلاق اهـ بحر[2] ص:۵۸، ج:۴،** اور تعین مدت کی وجہ سے یہ نکاح موقت ہے جو کہ باطل ہے۔

(۲) اجرت مقرر کرنا ناجائز ہے، اور اجرت کی شرط کرنے والے پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے، اور اجرت واجب بھی نہیں ہوتی: **انما لعن (اى المحلل والمحلل له) لان التماس ذٰلک واشتراطه فى العقد هتک للمرؤة واعارة النفس فى الوطء لغرض الغير فانه انما يطؤها ليعرضها لوطء الغير وهو قلة حمية ولهذا قال عليه الصلوٰة والسَّلام هو التيس المستعار وانما كان مستعاراً اذا سبق التماس من المطلق وهو محمل الحديث وقيل اراد به طالب الحل من نكاح المتعة والموقت وسماه محللا وان لم يحلل لانه يعقده ويطلب الحل منه واما طالب الحل من طريقه لا يستوجب اللعن اهـ تبيين الحقائق ص: ۲۵۹، ج:۲،[3] فان تزوجها بشرط التحليل كره اى يكره التزوج بشرط التحليل بالقول بان قال تزوجتک علىٰ ان احللک له او قالت المرأة ذٰلک لقوله عليه الصَّلوٰة السَّلام لعن اللّٰه المحلل والمحلل له اما لو نويا ذٰلک بقلبهما ولم يشترطا بقولهما فلا عبرة به وقيل الرجل ماجور بذٰلک وتاويل**

[1] زيلعى ص: ۲۵۹، ج:۲، باب الرجعة. فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه امداديه ملتان پاكستان.

[2] البحرالرائق ص:۵۸، ج:۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه پاكستان.

[3] تيبيين الحقائق ص: ۲۵۹، ج:۲، باب الرجعة، فصل بيما تحل به المطلقة، مطبوعه امداديه ملتان.

اللعن اذا یشترط الاجر اھ مجمع الانھر[1] ص: ۴۳۹، ج: ۲.

پس اگر نکاح بغیر شرط مدت ہوا ہے، اور عمرو نے اس عورت سے جماع کر کے اس کو طلاق دیدی ہے تو بعد عدت زید کا نکاح اس عورت سے صحیح ہے، اور اگر مدت کی تعیین کر کے نکاح کیا یا بغیر جماع کے طلاق دیدی تھی، تو زید سے اس کا نکاح صحیح نہیں۔

(۳) ناجائز ہے، **ونکاح المتعة باطل اھ ہدایہ**[2] ص:۲۹۲، ج:۲۔

(۴) نکاح متعہ باطل ہے، جیسا کہ جواب ۳/ میں عبارت ہدایہ صراحۃً اس پر دال ہے، اور ایسی صورت میں وہ عورت زید کیلئے حلال نہیں ہوئی، جیسا کہ جواب ۲/ میں عبارت تبیین سے معلوم ہوتا ہے، اور محلل و محلل لہ دونوں مستحق لعنت ہیں، اور سخت گنہگار ہیں، جیسا کہ جواب میں ۲/ میں عبارت مجمع الانہر سے ظاہر ہے، جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے اور ان سے توبہ کرائی جائے، اگر وہ باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے اپنے عقیدۂ فاسدہ اور قول باطل سے باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کر دیا جائے، اگر کچھ نافع ہو اور زید نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے تو اس کی تفریق کرادی جائے، پھر جائز طریقہ سے نکاح کیا جائے، اگر وہ نہ مانے تو اس سے بھی قطع تعلق کرا دیا جائے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۲/۵۶ھ

---

[1] مجمع الانهر ص: ۹۰، ج: ۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، النهر الفائق ص ۴۲۳ ج ۲ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۵۸ ج ۴ باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

[2] هدايه ص: ۳۱۲، ج: ۲، كتاب النكاح فصل فى بيان المحرمات، النهر الفائق ص ۲۰۰ ج ۲ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۰۸ ج ۳ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیسہ دے کر حلالہ کرانا

سوال:- یہاں پر اکثر لوگ عورتوں کو تین طلاقیں دیدیتے ہیں، اور پھر کسی مرد کو پیسہ دے کر اس عورت سے نکاح کردیتے ہیں وہ مرد طے شدہ معاہدہ کے تحت دو ایک روز کے بعد طلاق دیتا ہے، پھر عورت کی عدت گذرنے کے بعد خود اس سے نکاح کر لیتے ہیں، یہ نکاحِ ہوتا ہے، یا نہیں اور ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ امید ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ یہاں کے مسلمانوں کو ہدایت حاصل ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر نکاح کرنا کہ دو ایک روز کے بعد طلاق دیدینا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے، اگرچہ ایسے نکاح کے ذریعہ دخول کے بعد طلاق دیدینے سے عورت شوہر اول کیلئے حلال ہوجائیگی، جب کہ عدت گذار کر دوبارہ نکاح کیا ہو، کذا فی البحر[1] الرائق وردالمحتار[2] والہندیہ[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن كلامنا الخ هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته، المفهم شرح تلخيص مسلم ص۹۸ ج۷ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، شرح الطيبى ص۲۴۳ ج۹ باب ما ينهى عند من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه زكريا ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى.

(صفحہ ہذا) [1] وكره بشرط التحليل للاول اى كره التزوج للثانى بشرط ان يحللها للاول بان قال تزوجتك على ان احللك له او قالت المرأة ذلك وتأويل اللعن اذا شرط الاجر وهل هٰذا الشرط لازم الى قوله قال الامام النكاح والشرط جائز ان حتى اذا ابى الثانى طلاقها اجبره القاضى على ذلك، البحر الرائق ص:۵۸، ج:۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه كوئٹه.

[2] الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۴۷، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۴۱۴، ج:۳، باب الرجعة، مطلب حيلة اسقاط عدة المحلل. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حلالہ میں طلاق کی شرط

سوال:- ہمارے علاقہ میں ایک رواج سا ہوگیا ہے، کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیتا ہے پھر عدت گذارنے کے بعد اس عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے کردیتے ہیں، جس سے یہ طے کرلیتے ہیں کہ آج تم نکاح کرو کل صبح سویرے طلاق دیدینا اور کچھ رقم دے کر اسے اس پر بھی راضی کرلیتے ہیں کہ نکاح تو کرلو مگر صحبت نہ کرنا، رقم کے لالچ میں وہ نکاح تو کرلیتا ہے، اور صحبت سے کلی طور پر پرہیز کرتا ہے، اور صبح اس کو طلاق دیدیتا ہے، پھر اس عورت کے میکے والے اس کا نکاح پہلے شوہر سے کردیتے ہیں، کیا حلالہ کی یہ صورت درست ہے، کیا یہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال ہوگئی، نیز ایسا کرنے کرانے والوں کا کیا حکم ہے، اس علاقہ میں اس قسم کا رواج بڑھتا جارہا ہے، براہ کرم رہنمائی فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تین طلاق کے بعد دوسرے شخص سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ وہ ایک رات کے بعد طلاق دیدے اور اس کیلئے کچھ روپے دینے کا وعدہ کرلینا مکروہ تحریمی ہے، (حرام کے قریب) ہے[1]، اور حدیث پاک میں اس فعل پر لعنت بھی ہے[2]، اور جب کہ دوسرا شخص طلاق دیدے تو وہ عورت تین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ عالمگیری ص: ۴۷۴، ج: ۱، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة.

(صفحہ ہذا) ۱ فان تزوجها بشرط التحليل كره اى يكره التزوج بشرط التحليل بالقول بان قال تزوجتك على ان احللك له او قالت المرأة ذلك لقوله عليه الصلاة والسلام لعن الله المحلل والمحلل له وتاويل اللعن اذا شرط الاجر، مجمع الانهر ص: ۹۰، ج: ۲، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

۲ ابوداؤد شريف ص: ۲۸۴، ج: ۱، كتاب النكاح باب فى التحليل، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، نسائى شريف ص: ۸۴، ج: ۲، ترمذى شريف ص: ۲۱۳، ج: ۱، ابواب النكاح، باب ما جاء فى المحلل والمحلل له، مطبوعه بلال ديوبند.

طلاق دینے والے پہلے شوہر کے لئے حلال بھی نہیں ہوتی، بلکہ بدستور حرام رہتی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

---

[1] عن عائشة قالت سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن رجل طلق امرأته فتزوجت زوجاً غيره فدخل بها ثم طلقها قبل ان يواقعها اتحل للاول؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لا حتى يذوق الآخر عسيلتها وتذوق عسيلته، نسائی شریف ص۸۳ ج۲ کتاب الطلاق، باب الطلاق التی تنکح زوجاً ثم لا یدخل بها، مطبوعه فیصل دیوبند، مسلم شریف ص۴۶۳ ج۱ کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجاً غیره، مطبوعه رشیدیه دهلی، تبیین الحقائق ص۳۵۷،۲۵۸ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مطبوعه امدادیه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوازدہم

ظہار، ایلاء اور لعان

ظہار

سوال:- ایک شخص کو اپنی بیوی پر چند علامات سے زناء کا شبہ ہوا شوہر بیوی سے ناراض ہوگیا، بیوی نے وجہ دریافت کی، شوہر نے کچھ نہیں کہا، غصہ میں صرف یہ الفاظ کہے جا مجھ کو تیری ضرورت نہیں، تو میرے لئے میری ماں بہن جیسی ہے، اور میں تجھ کو طلاق دے چکا شوہر نے جو یہ الفاظ ادا کئے (تو میرے لئے میری ماں بہن جیسی ہے) مطلب یہ تھا کہ جیسے ماں بہن، حرام ہوتی ہے تو بس آئندہ کے لئے میرے واسطے حرام ہے، بعد میں شبہ زنا دور ہوگیا اب شوہر بیوی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر نے دو لفظ کہے ہیں پہلا لفظ موجب ظہار ہے[1] دوسرا موجب طلاق[2] لہٰذا اگر اس

---

[1] حرم الوطی ودواعیه بأنت علی کظهر امی حتی یکفر ..... إن اللفظ الصریح اعنی أنت علی کظهر أمی لا یکون الاظهاراً، بحر کوئٹه ص ۹۶ ج ۴ باب الظهار، هدایه ص ۴۱۰ ج ۲ باب الظهار، دار الکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۵۰۷ ج ۱ الباب التاسع فی الظهار.

[2] الفصل الاول فی الطلاق الصریح وهو کانت طالق ومطلقة وطلقتک وتقع واحدة رجعیة وإن نوی الاکثر أو الابانة أو لم ینو شیئاً، هندیه کوئٹه ص ۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، (بقیہ حاشیہ آئندہ پر)

کو زوجہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے تو اولا کفارۂ ظہار ادا کرے یعنی دو مہینے لگا تار روزے رکھے اس کی وسعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پھر اگر عدت ختم نہ ہوئی ہو رجعت کر لے[۱] ورنہ دوبارہ نکاح کرے[۲]: لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ یُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَاسَّا[۳] (الآیۃ) اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ[۴] (الآیۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

طلاق کنایہ اور ظہار

سوال:- زید نے ذیل کے تین خطوط مختلف مواقع میں لکھے، جب کہ زوجۂ زید (خالدہ) حاملہ تھی، پہلا خط وضعِ حمل سے پہلے آیا اور بعد وضع حمل ایک خط حقیقی ماموں کو اور ایک خط خالدہ کو موصول ہوا، اب حقیقی ماموں کو دوسرا خط ملنے پر صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے زید کے پاس گئے، تحقیق کرنے پر اپنے حقیقی چچا کے سامنے زبانی طور پر ماموں سے بولا کہ جو ہونا تھا، ہو گیا، تو زید کے چچا نے کہا کہ اگر کچھ گنجائش ہو نکالیں، تو اس بات پر زید نے کہا کہ کیا میں زنا کروں۔

ذیل کی تحریر اور بالا کی طرزِ تحریر سے کیا خالدہ پر طلاق ہو گئی اگر طلاق واقع ہو گئی ہے، تو کونسی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۲ باب ایقاع الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی زکریا ص ۴۵۷ ج ۴ باب الصریح.

(صفحہ ہذا) [۱] اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها، هدایه ص ۳۹۴ ج ۲ باب الرجعة، دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۲ باب الرجعة، طبع مکه مکرمه، مجمع الأنهر ص ۲۸۰ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] إذا کان الطلاق بائنا دون الثلث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، هدایه ص ۳۹۹ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص ۴۲۰ ج ۲ فصل فیما تحل به المطلقة، طبع مکه مکرمه، مجمع الأنهر ص ۸۷ ج ۲ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۵] سورہ مجادلہ آیت: ۳ اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے، قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں۔ (از بیان القرآن)

[۶] سورہ بقرہ آیت: ۲۲۹، وطلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق۔ (از بیان القرآن)

طلاق واقع ہوگی؟ پھر بعد کی تحریر میں حکم ظہار کی بو آتی ہے، امید ہے کہ مدلل ومبرہن فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے۔

خط (۱) مورخہ ۲۰/دسمبر ۱۹۷۰ء بنام زوجہ (خالدہ) قبل وضعِ حمل۔

یہ میں آپ کو بالکل آخری موقع دے رہا ہوں اور یاد رکھ کہ یہ بالکل آخری موقع ہے، اس کے بعد بھی آپ نے ایسا ہی کیا تو آپ اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔

خط (۲) مورخہ ۲۵/مارچ ۱۹۷۱ء بنام حقیقی ماموں بعد وضعِ حمل

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ ضرور بالضرور ۲۷/مارچ کو حیدرآباد تشریف لائیں، کیونکہ بے انتہا ضروری مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے سلطانہ خالدہ سے مکمل جدائی اختیار کر لی ہے اور کاغذ بھی لکھ چکا ہوں، آپ کے آتے ہی بتلا کر بھیج دوں گا، اگر آپ نہ آئے تو ایک ہفتہ اور انتظار کر کے بھیج دوں گا۔

خط (۳) مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۷۱ء بنام زوجہ بعد وضعِ حمل۔

یہ خط میں آپ کو پُرانے ناطے سے نہیں بلکہ ایک بھائی کے ناطے لکھ رہا ہوں، چند روز قبل تک آپ کا اور میرا رشتہ شوہر اور بیوی کا تھا، مگر آج یہ رشتہ باقی نہیں ہے، بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ بن گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک کو یہی منظور تھا، دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اور مجھ میں اتنی کشیدگی کیوں بڑھی تھی اور نتیجہ یہ نکلا۔

اگر معلوم ہے تو اچھا ہے ورنہ کوئی بات نہیں، جو کچھ ہوا وہ اچانک قدرتی طور پر ہوا ہے، اگر آپ اب بھی میرے ساتھ زندگی گذارنا چاہتی ہیں تو تمام پرانی باتوں کو بھول کر اور صرف میری ہو کر رہو تو ابھی بتلا رہا ہوں کہ اب بھی میں تیار ہوں کہ میں آپ کو اپنا بنالوں مگر شرط یہ ہوگی کہ تمام پرانی چیزوں اور میری ناپسند چیزوں کو چھوڑنا ہوگا، اگر اپنی زبان سے مجھے قبول کرتی ہیں تب ہی یہ چیز ممکن ہے، ورنہ نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میرا ارادہ ایک اور شادی کرنے کا ہے، آپ کو اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اس کے ساتھ آپ کو بھی مل جل کر بہن بن کر زندگی گذارنا ہوگا،

امید کہ آپ کو اس قسم کا اعتراض نہ ہوگا۔

اگر آپ اوپر لکھی ہوئی دونوں باتوں کو منظور کرتی ہیں یعنی اپنی زبان سے قبول کرتی ہیں کہ مجھے اپنا شوہر تسلیم کرنے کو تیار ہیں اور میری دوسری شادی پر اعتراض نہیں تو مجھے سوچ کر ایک ہفتہ میں جواب دو۔

اس تعلق سے آپ اچھی طرح سوچ لو بعد میں مجھے الزام نہیں، اس لئے کہ میں نے کھول کر لکھ دیا ہے، اگر آپ راضی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ خدا حافظ۔

میں آپ کے مہر کی رقم ایک سال کے اندر واپس کر دوں گا، ایک نشانی میری اور آپ کے پیار کی دنیا میں ہے، جو میں اسے آ کر لے جاؤں گا۔

مذکورہ بالا تحریر اور زبانی طور پر الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے ایسا لکھا ہے اور طلاق کی نیت سے لکھا ہے تو جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی[1] ظہار نہیں ہوا[2] طرفین رضامند ہیں تو دوبارہ نکاح کا اختیار حاصل ہے[3]

---

[1] لست لد بزوج اولست لی بامرأة طلاق إن نواه . شامی کراچی ص: ۲۸۲، ج:۳، زکریا ص: ۵۰۷، ج:۴، باب الصریح نعمانیه ص: ۴۵۳، ج:۲، تاتارخانیه کراچی ص ۳۲۱ ج۳ کتاب الطلاق، الکنایات، نوع آخر فی قوله لست لی بامرأة وما یتصل به، هندیه کوئٹه ص۳۷۵ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الخامس فی الکنایات،

[2] یکره قوله انت ویا ابنتی ویا اختی ونحوه الی قوله فعلم انه لا بد فی کونه ظهاراً من التصریح باداة التشبیه شرعا ومثله ان یقول لها یا ابنتی ویا اختی ونحوه. شامی کراچی ص: ۴۷۰، ج:۳، مطبوعه زکریا ص: ۱۳۱، مطبوعه نعمانیه ص: ۵۷۶، ج:۲، باب الظهار مطلب بلاغات محمد رحمه الله مسندة، هندیه کوئٹه ص۵۰۵ ج ۱ الباب التاسع فی الظهار، النهر الفائق ص۴۵۳ ج۲ باب الظهار، عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[3] وان کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. عالمگیری ص: ۴۷۲، ج: ۱، الباب السادس فی الرجعة فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به، هدایه ص ۳۹۹ ج۲ باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۲ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت.

حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۱۳۹۱ھ

بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے ظہار

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ ''میں نے اپنی بیوی کو ایک موقع پر خوشی کے مارے آپا (بمعنی بہن) اور دوسری موقع پر فرطِ محبت میں بیٹا (بمعنی بیٹی) یا لڑکی یا فقط بیٹی کہہ دیا تو کیا اس سے ظہار ہوجائے گا، اور کفارہ دینا ہوگا، اور آسان کفارہ غریب کے لئے کیا ہے، مسئلہ ظہار کے بارے میں اور کفارہ کے وجوب کے بارے میں ضابطہ کلیہ مطلوب ہے، جو ہر جزئیات پر مطلع ہوسکیں، نیز طلاقِ کنایہ کے بارے میں اردو میں کون سے الفاظ ایسے ہیں جن کی بنا پر طلاقِ بائن ہوجاتی ہے، مثلاً اب میرے گھر نہ آنا اپنے ہی گھر رہنا ہم سے تم سے کوئی مطلب نہیں تم اپنے گھر چلی جاؤ، وغیرہ سے طلاق بائن ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر مذاکرۂ طلاق کے وقت کوئی شخص یہ کہے دیا دیا دیا تو طلاق مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح بغیر مذاکرۂ طلاق کہے تو کیا صورت ہوگی، یا ایک طلاق دیا اور پھر نقلِ طلاق کے وقت بڑی شدت سے کہا میں نے طلاق دیا دیا دیا یا صرف دیا دیا دیا کہا تو مغلظہ ہوگی یا نہیں اس کے بارے میں ضابطۂ کلیہ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس سے ظہار نہیں ہوتا، لیکن ایسا کہنا مکروہ ہے: **یکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اھ درمختار جزم بالکراھیۃ تبعاً للبحر والنھر والذی فی الفتح**

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیہ ص: ۵۷۷، ج: ۲، مطبع بیروت ص ۴۷۰، ج۳، مطبع زکریا ص ۱۳۱، ج۵، باب الظھار مطلب بلاغات محمد رحمہ اللّٰہ مسندۃ، ھندیہ کوئٹہ ص ۵۰۵ ج ۱ الباب التاسع فی الظھار، النھر الفائق ص ۴۵۳ ج ۲ باب الظھار، مطبوعہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ.

وفی الشامی لا یکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروهاً اهـ شامی[1] ص: ۵۵۷، ج: ۲، ظہار کے لئے تشبیہ لازم ہے: **الظهار تشبیه المسلم زوجته او جزء شائع منها بمحرم علیه تابیداً درمختار**[1]. جب ظہار نہ ہوا تو کفارہ لازم نہیں۔

(۲) جو لغۃً طلاق کے لئے موضوع نہ ہو اگر بیوی کے حق میں بطور عرف غالب کے طلاق کے لئے مستعمل ہوتا ہو وہ کنایہ بمنزلۂ طلاق کے ہیں، جیسے لفظ چھوڑ دی اور آزاد کر دی، اس سے بغیر نیت ہی ہمارے عُرف میں طلاقِ رجعی ہوگئی[2] اور تین دفعہ کہنے سے مغلظہ ہو جائے گی، اور جو لفظ غالب استعمال میں طلاق کے لئے نہ ہو مگر اس سے طلاق بھی مراد ہوتی ہو اور غیر طلاق بھی تو اس سے نیت یا قائم مقام نیت پائے جانے پر طلاقِ بائن کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں[3] جیسے جا دور ہو، اپنے باپ کے گھر جا کر رہ، تجھ کو جدا کر دیا، مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں، وغیرہ وغیرہ، بہشتی زیور[4] جلد چار میں دیکھئے، اگر عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق دے دو اور اس کے جواب میں شوہر نے کہا کہ دیا دیا دیا

---

[1] الدر المختار نعمانیه ص: ۷۴، ۵۷۳، مطبع کراچی ص: ۴۶۶، ج:۳، مطبع زکریا ص: ۱۲۵، ج:۵، باب الظهار، هدایه ص ۴۱۰ ج۲ باب الظهار، دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص ۴۴۹ ج۲ باب الظهار، طبع مکه مکرمه.

[2] فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة وما ذاک الا لانه غلب فی عرف الناس استعماله فی الطلاق وقد مر ان الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت (شامی زکریا ص: ۵۳۰ ،ج:۴) باب الکنایات مطبع کراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، مطبع نعمانیه ص:۴۶۴، ج:۲، باب الکنایات واما اذا تعورف استعماله فی مجرد الطلاق لا بقید کونه بائنا یتعین وقوع الرجعی به کما فی فارسیة سرحتک (شامی کراچی ص: ۲۹۹، ج:۳، مطبع زکریا ص:۵۳۰، ج:۴، مطبع نعمانیه ص: ۴۶۴، ج:۲، باب الکنایات) الدر المنتقی ص۳۷ ج۲ فصل فی کنایات الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۳۰۱ ج۳ باب الکنایات.

[3] الکنایة عندا لفقهاء مالم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیره والکنایات لا تطلیق بها قضاء الابنیة اودلالة الحال فنحو اخرجی واذهبی وقومی.(الدرالمختار کراچی ص: ۲۹۶، ج:۳، مطبع زکریا ص: ۵۲۶، ج:۴، مطبع نعمانیه ص: ۴۶۲، ج:۲) باب الکنایات النهر الفائق ص۳۵۶ ج۲ باب الکنایات، طبع مکه مکرمه، مجمع الانهر ص۳۴ ج۲ فصل فی الکنایات، طبع بیروت.

[4] بهشتی زیور ص: ۲۱، ج:۴.

تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی، اگر سوال میں لفظ تین کا نہیں تھا، تب بھی ایک قول پر یہی حکم ہے[1] **ولو قال مرا طلاق کن فقال الزوج کردم کردم طلقت ثلاثاً اھ مجموعة النوادر ص: ۴۷۰.** بغیر مذاکرہ طلاق کے لفظ دیا تین مرتبہ کہنے سے اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہو اور دوسرا تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے کہا ہو تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، نقلِ حکایت کے وقت بار بار کہنے سے جدید طلاق نہیں ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

بیوی کو بہن کی طرح کہنے کا حکم

سوال.....سلطان صاحب نے اپنی منکوحہ صغریٰ کو بذریعۂ تحریر آگاہ کیا اور لکھ کر بھیجا کہ ۶/ نومبر ۱۹۶۶ء کی شام کو آفتاب کے غروب سے پہلے اگر تم آگئی تو میری منکوحہ ہے اور اس کے گذرنے کے بعد آئی تو میری ہمشیرہ (بہن) کی طرح ہے، اور یہ وقت گذار دیا تو میری طلاق ہے، چنانچہ منکوحہ شوہر کے یہاں وقت مقررہ پر نہیں گئی، اور والدہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئی، صغریٰ والدین کے یہاں جس وقت آئی تھی، چھ ماہ کا حمل تھا اور اب بچہ کو پیدا ہوئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں، آیا ان حالات میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ طلاق ایک ہی دی ہے، تو رجوع کا حق ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(بہن کی طرح) کہنے سے اگر ظہار کی نیت کی ہے، تو ظہار ہو گیا اگر طلاق کی نیت کی ہے، تو طلاقِ بائنہ ہوگئی، اس لئے کہ یہ لفظ کنایاتِ ظہار میں سے ہے اس میں نیت کا اعتبار ہوگا، اگر کوئی

---

[1] ولو قالت مرا طلاق کن مرا طلاق کن فقال کردم کردم کردم تطلق ثلاثا وهو الاصح، هندیه کوئٹه ص ۳۸۴ ج ۱ الباب الثانی، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة.

[2] کرر لفظ الطلاق وقع الکل وإن نوی التاکید دین، الدر مع الشامی زکریا ص ۵۲۱ ج ۴ قبیل باب الکنایات، تاتارخانیه کراچی ص ۲۸۹ ج ۳ الفصل الرابع، نوع آخر فی تکرار الطلاق وایقاع العدد، هندیه کوئٹه ص ۴۵۵ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الاول فی الصریح.

نیت نہیں کی تو یہ کلام لغو ہے[1] البتہ دوسرا لفظ صریح طلاق کا ہے، جب کہ عورت وقتِ مقررہ پر نہیں آئی تو اسے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی[2] لیکن اگر پہلے لفظ (بہن کی طرح) سے کوئی نیت نہیں کی تھی، تو اب عدت ختم (بچہ پیدا ہونے) سے ہی رجعت کا حق باقی نہیں رہا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، اگر (بہن کی طرح) کہنے سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے طلاقِ بائنہ ہوگئی تھی، اس صورت میں اب دوبارہ نکاح درست ہے[3] اگر ظہار کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ نکاح کے بعد ظہار ختم نہیں ہوگا، اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہوگا، کفارہ یہ ہے کہ دو مہینہ مسلسل روزے رکھے اس کے بعد اس سے صحبت وغیرہ کرلے، اس سے پہلے درست نہیں[4]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند یکم ۶/۸۷ھ

---

[1] وان نوی بانت علیّ مثل امی او کامی براً اوظهاراً او طلاقاً صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة والالغا. (الدرالمختار زکریا ص ۱۳۱ ج۴، مطبع کراچی ۴۷۰ ج۳، مطبع نعمانیه ص ۵۷۶ ج۲) مطلب بلا غات محمد رحمه اللّٰه مسندة باب الظهار، عالمگیری کوئٹه ص۵۰۷ ج ۱ الباب التاسع فی الظهار، بحر کوئٹه ص۴۹۸ باب الظهار.

[2] صریحه مالم یستعمل الا فیه کطلقتک وانت طالق ومطلقة ویقع بها ای بهذه الالفاظ وما بمعناها من الصریح واحدة رجعیة ان نوی خلافها اولم ینو شیئا. (درمختار کراچی ص: ۴۹، ۲۴۷، ج:۳، نعمانیه ص: ۴۲۹، ج:۲، باب الصریح)، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۳۵۴ ج ۱ الباب الثانی، الفصل الاول فی الطلاق الصریح.

[3] واذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدةِ وبعد انقضائها. هدایه ص: ۳۹۹، ج:۲، فصل فیما تحل به المطلقة.

[4] فان لم یجد المظاهر ما یعتق صام شهرین متتابعین قبل المسیس. (الدرالمختار زکریا ص: ۴۰، ۱۳۸، ج:۵، باب الکفارة) مطبع کراچی ص: ۴۷۶، ج:۳، نعمانیه ص: ۵۸۱، ج:۲، بحر کوئٹه ص۱۰۴ ج۴ باب الکفارة، هندیه کوئٹه ص۵۱۲ ج ۱ الباب العاشر فی الکفارة.

بیوی کو بہن وغیرہ کہنا

سوال.....ایک شخص نے اچانک اپنی عورت کو تو (بوبو) بواؤ مجہولہ اور بوقت تکلم بلا قصد ونیت ظہار کے کہا تھا اور غلط العوام کی طرح زبان سے نکل گیا تھا، اس کے بعد پھر کسی اور موقع پر پھر دوسری دفعہ اپنی لڑکی کو گود میں لئے بیٹھا تھا کہ اس کی بیوی نے کسی چیز کو خاوند سے مانگا یا یونہی اس کی بیوی نے خاوند سے مخاطب ہو کر کوئی بات کہی جس کے جواب میں بلا قصد ونیت کسی قسم کے (ہاں پوتر) نکل گیا جس کے معنی ہیں بیٹا کے ہیں اب خاوند بیوی میں نزاع شروع ہوا کہ تم نے یہ لفظ کیا واہیات کہا خاوند نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کو جواب دیا تھا، مگر وہ تمہارے لفظ کے بعد نکلا ہے، تمہیں شبہ ہو گیا، کہ میں نے تمہیں کہا ہے حاشا وکلا میں نے تمہیں نہیں کہا بلکہ اپنی بیٹی کے الفاظ کے جواب کے مغالطہ میں نکل گیا میں نے تمہیں کہنے کا قصد بالکل نہیں کیا تھا، گو بالضرور تمہارے الفاظ کے تکلم کے بعد ہاں بیٹا نکلا ہے، مگر بدل الغلط کے طریق پر یہ بات سرزد ہوگئی، اب سوال ہے کہ کیا بلا قصد ظہار یونہی اپنی بیوی کے حق میں ماں، دادی، یا نانی یا بیٹی کے الفاظ نکل جانے سے یا اس کی کسی بات کو موقعہ پر اپنے کسی بچہ کے مغالطہ میں ایسے الفاظ نکل جانے سے ظہار واقع ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس طرح بحوالہ کتب ودلائل شرعیہ تحریر فرما کر ممنوع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ظہار نہیں ہوا بلکہ یہ خطاب لغو ہے، بالقصد ایسا خطاب کرنا مکروہ ہے: **ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اھ درمختار وقولہ یکرہ الخ جزم بالکراھۃ تبعاً للبحر والھندیۃ والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاھر اوینبغی ان یکون مکروھا فقد صرحوا بان قولہ لزوجتہ یا اختہ مکروھا وفیہ حدیث رواہ ابوداؤد اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلاً یَقُوْلُ لا مُرَأتِہٖ یَا اُخَیَّۃُ فَکَرِہَ ذٰلِکَ وَنَھٰی عَنْہُ ومعنی النھی قربۃ التشبیہ ولو لا ھٰذا الحدیث لا مکن ان یقال ھو ظھار لان التشبیہ فی انت امی اقویٰ منہ مع ذکر**

الاداة ولفظ یا اخیة استعارة بلا شک وهی مبنیة علی التشبیه لکن الحدیث افاد کونه لیس ظهار احیث لم یبین فیه حکماً سوی الکراهة والنهی فعلم انه لا بد فی کونه ظهارا من التصریح باداة التشبیه شرعاً ومثله ان یقول لها فعلم انه لا بد فی کونه ظهارا من التصریح باداة التشبیه شرعاً ومثله ان یقول لها یابنتی او یا اختی ونحوه اهـ رد المحتار[1] ص: ۱۵۰، ج:۲. فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور (یوپی)

بیوی کو بہن کہہ دیا

سوال:- ایک شخص کے ذہن میں یہ شیطانی وسوسہ آتا ہے، کہ تیری بیوی تیری بہن ہے، تو اس کو بہن کہہ دے، ایک روز اس نے شیطان کو مخاطب کر کے کہا کہ تجھ کو کیا مطلب ہوگی بہن، تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی؟ اس کا کوئی اثر طلاق پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، زید بالکل بے فکر رہے، زبان سے اگر بیوی کو بہن کہہ دے گا، تب بھی طلاق نہیں ہوگی، شیطان خائب وخاسر رہے گا، لیکن بیوی کو بہن کہنا مکروہ ہے۔ کہنا نہیں چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۹ھ

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص: ۵۷۷، ج:۲، مطبع زکریا ص: ۱۳۱، ج:۵، مطبع کراچی ص: ۴۷۰، ج:۳، باب الظهار مطلب بلاغات محمد رحمة اللّٰه علیه مسنده، عالمگیری کوئٹه ص۵۰۷ ج۱ کتاب الطلاق الباب التاسع فی الظهار، البحر الرائق ص۹۸ ج۴، باب الظهار مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۴۵۳ ج۲ باب الظهار، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ویکره قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی نحوه الدرالمختار کراچی ص: ۴۷۰، ج:۳، مطبع نعمانیه ص: ۵۷۷، ج:۲، مطبع زکریا ص: ۱۳۱، ج:۵. باب الظهار مطلب بلاغات محمد رحمه اللّٰه مسنده، النهر الفائق ص۴۵۳ ج۲ کتاب الطلاق باب الظهار مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص۹۸ ج۴ باب الظهار، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

بیوی کو بہن کی طرح سمجھنا صیغۂ مستقبل سے

سوال: - ایک شخص نے دو تین مرتبہ اپنی زوجہ کو لڑتے ہوئے کہا کہ میں آج سے تجھ کو اپنی بہن کی طرح سے سمجھوں گا، ایسی صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں اگر طلاق ہوگئی تو پھر دوبارہ کیا صورت ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ لفظ کہ ''میں آج سے تجھ کو اپنی بہن کی طرح سمجھوں گا''، مستقبل کا صیغہ ہے اور وقوع طلاق وظہار کے لئے ماضی یا حال ہونا ضروری ہے، **وفی المحیط لو قال بالعربیة اطلق لا یکون طلاقا الا اذا غلب استعماله فی الحال فیکون طلاقاً** خلاصہ[1] ص: ۸۱، لہٰذا اس سے لفظ سے نہ طلاق واقع ہوگی نہ ظہار۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۱۰/۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف ۳/ذی قعدہ ۵۴ھ

بیوی کو ماں کہنا

سوال.....زید نے غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو ماں یا بہن کہا تو کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کہنے سے عورت اس پر حرام نہیں ہوئی بلکہ یہ قول لغو ہوا لیکن ایسا کہنا مکروہ ہے: وان

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ص ۸۱ ج ۲ جنس آخر فی الفاظ الطلاق مطبوعه لاهور، شامی کراچی ص ۳۱۹ ج ۳ باب تفویض الطلاق عالمگیری ص: ۳۸۴، ج: ۱، مطبع کوئٹه الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة.

نویٰ بانت علیّ مثل امی او کامی وکذا لو حذف علیّ خانیه براً او ظهاراً او طلاقاً صحت نیته ووقع ما نواه لانه کنایة والاینو شیئاً اوحذف الکاف بان قال انت امی لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة فعلم انه لا بد فی کونه ظهاراً من التصریح باداة التشبیه شرعاً ویکره قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوه[1] اهـ درمختار شامی ج:۲، ص: ۸۹۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۲/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/صفر ۵۷ھ

بیوی کو دادی اماں کہنا

سوال.....اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے مذاق میں کہہ دیا کہ تو تو پوری دادی اماں ہورہی ہے، مرد نے عورت کو کسی تعجب خیز بات پر کہہ دیا تھا حالانکہ شوہر کو بھی ایسا کہنے کی عادت بھی نہیں، اب کیا کفارہ لازم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں کوئی کفارہ لازم نہیں، نکاح بدستور قائم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۱۳۱، ج:۵، مطبع کراچی ص: ۴۷۰، ج:۳، مطبع نعمانیه ص: ۷۷، ۵۷۶، ج:۲، باب الظهار مطلب بلاغات محمد رحمة اللّٰه مسندة، سکب الانهر ص۱۱۸ ج۲ کتاب الطلاق باب الظهار مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۵۲ ج۴ باب الظهار مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ویکره قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوه وفی الشامیة والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروها. (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۴۷۰، ج:۳، مطبع نعمانیه ص: ۵۷۶، ج:۲، زکریا ص: ۱۳۱، ج:۵) باب الظهار، عالمگیری کوئٹه ص۵۰۷ کتاب الطلاق الباب التاسع فی الظهار، النهر الفائق ص۴۵۳ ج۲ باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اگر میں فلاں کام کروں تو اپنی بیوی کو ماں بنالوں

سوال:- زید وعمر دونوں ہم زلف ہیں، دونوں میں کسی بات پر کشیدگی ہوگئی تھی، ایک روز زید نے بحالتِ غصہ کہا کہ اگر عمر کی لڑکی کنیزہ سے اپنے لڑکے بکر کا نکاح کروں گا تو گویا میں اپنی بیوی کو ماں بنالوں گا، یہ بات متعدد مرتبہ کہا، بعد میں جب زید اور عمر میں کشیدگی ختم ہوگئی تو زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی کا آپس میں نکاح بھی ہوگیا، ایسی صورت میں زید کی منکوحہ بیوی زید کے عقد میں رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ جملہ نہایت بے ہودہ اور حماقت کا جملہ ہے، اس پر زید کو ندامت لازم ہے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کہے، مگر اس سے نکاح ختم نہیں ہوا، وہ بدستور قائم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/ ۸۸ھ

بیوی کو ماں کہنے سے طلاق کا حکم

سوال:- (۱) ایک شخص نے حالت غصہ میں آکر اپنی بیوی کو کہا کہ ''تم ہمارے گھر سے نکل جاؤ'' ''تم ہماری ماں ہو اور ہم تمہاری اولاد'' اگر تم نہیں جاؤ گی ہمارے گھر سے تو تم کو ماریں گے، بی بی ڈر کر دوسرے گھر میں جا کر چھپ گئی بعدہ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو آئی اب وہ بی بی اس شخص

---

[1] ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ وفی الشامیة والذی فی الفتح وفی انت امی لا یکون مظاھراً وینبغی ان یکون مکروھا. (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۴۷۰، ج:۳، مطبع نعمانیہ ص: ۵۷۶، ج:۲، زکریا ص: ۱۳۱، ج:۵) باب الظھار، عالمگیری کوئٹہ ص۵۰۷ کتاب الطلاق الباب التاسع فی الظھار، النھر الفائق ص۴۵۳ ج۲ باب الظھار، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

کے لئے جائز ہے، یا ناجائز بلکہ چند آدمیوں نے یہ سب سخت کلامی کو سنا۔

(۲) دوسرا یہ کہ ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنے بی بی سے کہا کہ ''ہم تم کو طلاق دیدیں گے'' بعدہٗ یہ بھی کہ ''ایک طلاق دو طلاق'' لیکن یہ نہیں کہا کہ ''ہم طلاق دیتے ہیں'' ایسی حالت میں وہ بی بی جائز رہی یا ناجائز غصہ ٹھنڈا ہونے پر افسوس وصدمہ گذرا کہ ہم نے یہ کیا کیا، حضور دونوں صورتوں میں جیسا فتویٰ ہو صاف صاف عنایت ہو۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

''تم ہمارے گھر سے نکل جاؤ، اس لفظ سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائنہ واقع ہوگئی اگر نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی[۱] تم ہماری ماں ہو، اس لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی[۲] طلاق بائنہ کی صورت میں مرد وعوت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے، بغیر نکاح کے رکھنا جائز نہیں[۳] ہم تم کو طلاق دیدیں گے، اس لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی[۴] ایک طلاق دو طلاق کا خطاب

---

[۱] فالكنايات لا تطلق بها قضاء الا بنية اودلالة فنحو اخرجي واذهبي وقومي. (الدرالمختار نعمانيه ص:۴۶۳، ج:۳، مطبع كراچی ص:۹۸،۲۹۷، ج:۳، مطبع زكرياص:۲۸،۵۲۷، ج:۴) باب الكنايات، ملتقى الابحر ص ۳۴،۳۷ ج ۲ كتاب الطلاق فصل فی الكنايات مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۴ ج ۱ الفصل الخامس فی الكنايات الباب الثانی فی ايقاع الطلاق.

[۲] لو قال لها انت امی لا يكون مظاهراً وينبغی ان يكون مكروها. عالمگيری ص: ۵۰۷، ج: ۱، باب الظهار كوئٹه والا ينو شيئاً او حذف الكاف لغا ويكره قوله انت امی. (الدرالمختار كراچی ص:۴۷۰، ج:۳، مطبع زكريا ص: ۱۳۱، ج:۵، مطبع نعمانيه ص: ۵۷۷، ج:۲) باب الظهار، النهر الفائق ص ۴۵۳ ج ۲ باب الظهار، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها. (عالمگيری كوئٹه، ص: ۴۷۲، ج: ۱، باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)، هداية ص ۳۹۹ ج ۲ باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة مطبوعه تهانوی ديوبند، شامی كراچی ص ۴۰۹ ج ۳ باب الرجعة.

[۴] وفی المحيط لو قال بالعربية اطلق لا يكون طلاقا الا اذا غلب استعماله فی الحال فيكون طلاقاً. (عالمگيری ص: ۳۸۴، ج: ۱، مطبع كوئٹه الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسية) خلاصة الفتاویٰ ص ۸۱ ج ۲ جنس آخر فی الفاظ الطلاق مطبوعه امجد لاهور، شامی كراچی ص ۳۱۹ ج ۳ باب تفويض الطلاق.

اگر بیوی کو کیا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگئی[1] اور لفظ دو طلاق سے اگر یہ نیت کی ہے کہ ایک طلاق کے علاوہ یہ دو طلاق ہیں تو تین واقع ہوگئیں، اور اگر یہ نیت نہیں کی تو پھر دو طلاق ہوئیں، دو طلاق کی صورت میں صریح ہونے کی وجہ سے عدت کے اندر رجعت جائز ہے، اور بعد عدت نکاح درست ہے، اور تین طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبد اللطیف ۶ ر ذی القعدہ ۵۷ھ

اگر بیوی سے صحبت کروں اپنی ماں سے کروں

سوال.....ایک شوہر نے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں جس میں اپنا سر خود کئی جگہ سے پھوڑ لیا، کہا، اگر میں تجھ سے صحبت کروں اپنی ماں سے صحبت کروں، کہہ دیا، یہ الفاظ یمین ہیں؟ کفارہ دینا ہوگا، اور کیا طلاق ہوگئی؟ شوہر کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لو قال ان وطئتک وطئت امی فلا شئ علیه کذا فی غایة السروجی اھ فتاویٰ عالمگیری[3] عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ الفاظِ مذکورہ کہنے سے

---

[1] صریحه ما لم یستعمل الاقیه کطلقتک وانت طالق ومطلقة قید بخطابها لانه لو قال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیها. (الدرالمختار کراچی ص: ۲۴۸، ج:۳، مطبع زکریا ص: ۴۵۸، ج:۴، مطبع نعمانیه ص: ۴۲۹، ج:۲) باب الصریح، هدایهة ص ۳۵۹ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الانهر ص ۱۱ ج۲ باب ایقاع الطلاق مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها ثم یطلقها اویموت عنها کذا فی الهدایة. (عالمگیری ص ۴۷۳ ج ۱، کوئٹه ص ۳۷۹، ج ۲، باب الرجعة) المحیط السرخسی ص ۸ ج ۳ جز ۶، کتاب الطلاق مطبوعه دار الفکر بیروت.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شوہر پر کوئی کفارہ لازم نہیں، بیوی پر طلاق بھی نہیں ہوئی، اس کا یہ قول لغو ہے: **فلو قال ان فعلت کذا فانت امی وفعله فهو باطلٌ ان نوی التحریم**[1] (سکب الانهر ص ۴۵۵ ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۸۹ھ

تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں کہنے کا حکم

سوال .....مسماۃ سال نابالغی کی حالت میں نکاح ورخصت ہوئی، کچھ زمانہ مسماۃ مذکورہ کا اچھا گذرا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے شوہر مسمّٰی شہابُ الدین نے بحالتیکہ مسماۃ نابالغہ ونا قابلِ جماع تھی، جماع کی خواہش کی اس پر برابر مصر رہا، مسماۃ اس سے منکر ومنحرف رہی، جس کی وجہ سے اس کو سخت زودکوب کی زحمت برداشت کرنی پڑی، اور جب کہ مسمّٰی مذکور نے یہ بات دیکھ لی کہ اس میں کامیابی مشکل ہے تو اس سے دبر کی جانب بالجبر فعل کریہہ وممنوع کو اپنی عورت سے کرنا شروع کیا حسبِ سابق زوجین میں اس پر بگڑ ہوگیا، غرضیکہ جب لڑکی اس مرد کے خلاف تھی تو وہ برابر زودکوب سے پیش آتا رہا، جب لڑکی اس سے مجبور ہوگئی تو اتفاقی طور سے یہ کہہ دیا جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے، کہ اس سے بہتر تھا کہ میرا نکاح شوکت سے ہوجاتا تو وہ مجھ کو آرام سے رکھتا، شوکت اس کے شوہر کا بڑا بھائی ہے، اس پر شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دیدوں گا تو شوکت سے نکاح کر لینا اور پھر اپنے خسر کے پاس آیا کہ چلو اسٹامپ لے لو تا کہ میں اس پر طلاق نامہ لکھ دوں، والدین چونکہ جاہل ہیں وہ لڑکی کو وہاں سے لے آئے، بعد دو ماہ کے چند اقرباء نے باپ کو مجبور کر کے لڑکی کو شوہر کے مکان پر واپس کرادیا، غرضیکہ پھر وہی حالتِ سابقہ سے نہیں رکتا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ ص: ۵۰۷، ج: ۱، باب الظهار.

(صفحہ ہذا) [2] سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۱۵، ج ۲، باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الفتاویٰ التاتارخانیه کراچی ص ۴، ج ۴، باب مسائل الظهار وکفارته، المحیط البرهانی ص ۱۸۹ ج ۵ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل الظهار الخ، مطبوعه ڈابهیل.

رہا، یہاں تک کہ ایک روز اس کو پتھر دے مارا، ایک روز کامل کوٹھے میں بند رکھا، یہ حالت دیکھ کر والدین لڑکی کو چند یوم کے لئے اپنے گھر لے آئے، اس زمانہ قیام میں وہ حضرات غیر محرموں کو ہمراہ لے کر لڑکی کے والدین کے مکان میں بغیر پردہ کرائے داخل ہوگئے، اور مسماۃ مذکورہ کو ہاتھوں میں لے کر شاہراہِ عام میں کو لے گئے اور پہچانے والے اٹھانے والے وہ لوگ تھے جو لڑکی کے نامحرم تھے، پھر اس واقعہ کے بعد مسماۃ پھر والدین کے یہاں چلی آئی اس واقعہ کے اثنا یہ مسئلہ انجمن جو سیکری میں واقع تھی پیش آ گیا، انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑکی کو خورد ونوش وزود کوب کی شکایت نہ ہو تو لڑکی شوہر کے یہاں واپس کردی جائے، چنانچہ حسبِ فیصلہ انجمن لڑکی شوہر کے یہاں چلی گئی، اور رہی مگر ویسی ہی رہی، جیسے کہ اس سے پہلے تھی، خانگی امور کی بنا پر زوجین میں ایک روز گفتگو ہوئی تو جواباً چند عورتوں کے روبرو شوہر نے یہ الفاظ کہے کہ خاموش رہ بس تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں سب کا علم خدا کو ہے، اس پر اس کے برادر نے آ کر اس کا منہ بند کردیا کہ کیا کہہ رہا ہے، اب جب سے لڑکی والدین کے یہاں آئی ہے سسرال کے لوگوں میں سے کسی نے کوئی خبر نہیں لی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ کا نکاح اس کے باپ نے کیا ہے، لہٰذا خیارِ بلوغ حاصل نہیں[1] شوہر نے صاف لفظوں میں طلاق نہیں دی، صرف ایک لفظ کہا ہے کہ تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں، اس لفظ سے نہ طلاق ہوتی ہے نہ زوجہ حرام ہوئی اگرچہ اس لفظ کا کہنا مکروہ ہے،[2] لہٰذا مسماۃ کو چاہئے کہ اپنی

---

[1] ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ ان كان الولى اباً أو جداً الخ شامى كراچى ص ٦٦ ج ٣ باب الولى، عالمگيرى ص ٢٨٥ ج ١ كتاب النكاح الباب الرابع فى الأولياء، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ٢٠٩ ج ٢ باب الأولياء والأكفاء.

[2] ويكره قوله انت امى ويا ابنتى ويااختى ونحوه الخ درالمختار ص: ٥٧٧، ج: ٢، نعمانيه، مطبع كراچى ص: ٤٧٠، ج: ٣، مطبع زكريا ص: ١٣١، ج: ٥، باب الظهار، عالمگيرى كوئٹه ص ٥٠٧ ج ١ كتاب الطلاق الباب التاسع فى الظهار، سكب الأنهر ص ١١٨ ج ٢ كتاب الطلاق باب الظهار، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

شکایت حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں پیش کرے اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق موافقِ شرع ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اگر شوہر ادائے حقوق پر آمادہ ہوجائے یا طلاق دیدے تب تو خیر ورنہ حاکم تفریق کردے[1] پھر بعد عدت دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا، شوہر کے یہاں جانے کی صورت میں معصیت پر قابو دینے کی اجازت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یکم ربیع الاول ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/ ربیع الاول ۶۱ھ

شوہر کو باپ کہنا

سوال:- اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو کہے کہ تم میرے باپ ہو، تین مرتبہ عورت وشوہر کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے کوئی حرمت واقع نہ ہوگی، دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے، البتہ ایسے الفاظ کہنا منع اور مکروہ ہے[2] اس سے پرہیز اور توبہ کرلینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یفرق القاضی بینهما عند امتناعه عن تطلیقها لانه وجب علیه التسریح بالاحسان حین عجر عن الامساک بالمعروف فاذا امتنع کان ظالماً. (النهر الفائق بیروت ص: ۴۷۲، ج:۲ باب العین وغیره) ولذا قالوا اذا فاته الامساک بالمعروف ناب القاضی منابه فوجب التسریح بالاحساب البحرالرائق، ص: ۲۳۷، ج:۲، کتاب الطلاق مطبع کراچی، الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجة متعنت، مطبوعه اعزازیه دیوبند. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

ایلاء

سوال:- زید کی دو بیویاں ہیں ایک روز گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا، کہ زید نے کہا کہ زوجۂ اولیٰ صرف چار ماہ تک اس گھر میں رہ سکتی ہے، اس کے بعد اس کا جمعہ سے پردہ ہو جائے گا، سوال یہ ہے کہ اس پر ایلاء کا الطلاق ہوگا یا نہیں، اور یہ بھی کہا کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاو اور کسی سے نکاحِ ثانی کر لے ان الفاظ کے لئے کیا حکم ہے، زید کی والدہ زوجۂ اولیٰ کو رکھنے کے لئے گھر میں تیار نہیں اس لئے یہ جھگڑا چل رہا ہے، زید والدہ پر بھی مظالم کر رہا ہے کیا زید والدہ کے کہنے سے زوجۂ اولیٰ کو طلاق دیدے۔ شرعی کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے الفاظ کہ زوجۂ اولیٰ چار ماہ تک اس گھر میں رہ سکتی ہے، اس کے بعد اس کا مجھ سے پردہ ہو جائے گا، ایلاء کے الفاظ نہیں ہیں، ان سے ایلاء نہیں ہوا، ایلاء میں بیوی کو چار ماہ کے لئے حرام قرار دیا جاتا ہے[1] یہاں چار ماہ کے لئے جائز قرار دے رہا ہے جو کہ ایلاء کی ضد ہے، البتہ ان الفاظ میں طلاق کا احتمال ہے، مگر وہ نیت پر موقوف ہے، اسی طرح یہ کہا کہ اپنے والدین کے گھر چلی جا، کسی سے نکاحِ ثانی کر لے، کنایاتِ طلاق میں سے ہے، پس اگر طلاق کی نیت کی ہے، تو طلاقِ بائن کا حکم دیا جائیگا، ورنہ نہیں[2] زید اگر دونوں بیویوں کے حقوق ادا نہیں کر سکتا صرف ایک کے ادا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] قالت لزوجها انت علی کظهر امی فانه لغو فی الصحیح وفی الجوهرة هٰذا قول محمد وعلیه الفتویٰ، مجمع الانهر ص۱۱۶ ج۲ باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۵۰۷ ج۱ الباب التاسع فی الظهار، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۱۱۶ ج۲ باب الظهار، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] الایلاء هو الحلف علی ترک قربانها اربعة اشهر او اکثر کقوله والله لا اقربک اربعة اشهر النهر الفائق بیروت ص: ۴۲۷، ج:۲، باب الایلاء، فتح القدیر ص ۱۸۹ ج۴ باب الإیلاء، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۲ باب الإیلاء مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۴۲۲ ج۳ باب الإیلاء. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کرسکتا ہے تو دوسری کو طلاق دینا اس کے ذمہ لازم ہے، کیا زید اتنا سعادت مند ہے کہ والدہ کے کہنے سے زوجہ ثانیہ کو طلاق دیدے گا جب کہ وہ والدہ اور زوجہ اولیٰ پر مظالم کررہا ہے اور دونوں کو سزا دے رہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

لعان کی تفصیلات

سوال:- (۱) مسماۃ ہندہ پاک دامن نہیں ہے، کیونکہ مسماۃ ہندہ نے کافی طور پر زنا وحرام کیا ہے زنا کی تہمت پر لعان واجب ہوگا یا نہیں۔

(۲) مسمّٰی زید شوہر مسماۃ ہندہ نے بچشم خود زنا کاری کی حالت میں نہیں دیکھا البتہ قرائن سے ونیز اہل محلّہ کے نامحرم مردوں سے شوہر کے منع کرنے پر بھی بضد ہوکر پردہ نہ کرنے پر مسماۃ ہندہ کی نسبت شبہۂ زنا کاری کی طرف ہوتی ہے، اس تہمت سے مسماۃ ہندہ شوہر خود سے ناخوش ہوکر لعان چاہتی ہے، پس ایسی صورت میں لعان واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) کیا بلا دریافت شوہر اصلیت معاملہ مفتی صاحب طلاق بائن کا حکم صادر کرسکتے ہیں جب کہ مسماۃ ہندہ کی سابقہ زنا کاری کا مفتی صاحب کو علم نہ ہو۔

(۴) لاعلمی شوہر میں مسماۃ ہندہ طلاق بائن کا فتویٰ حاصل کرلے اور کسی دوسرے شخص سے عقد نکاح کرلے تو یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں، فریقین مسلمان ہیں اور مذہب حنفی کے پیرو ہیں، مفصل فتویٰ مرحمت فرمایا جاوے۔ فقط والسلام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ والکنایات لا تطلق بها قضاء الابنية اودلالة الحال الى قوله فنحو اخرجى واذهبى وقومى الدرالمختار زكريا ص: ۲۹، ۵۲۸، ج:۴، مطبع كراچى ص: ۹۸، ۲۹۷، ج:۳، مطبع نعمانيه ص: ۴۶۳، ج:۲، باب الكنايات، ملتقى الابحر ص ۳۴، ۳۷ ج ۲ كتاب الطلاق فصل فى الكنايات مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴ ج ۱ الباب الثانى فى ايقاع الطلاق الفصل الخامس فى الكنايات.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) لعان کے لئے دارالاسلام شرط ہے، لہٰذا ہندوستان میں لعان واجب نہیں ویشترط ایضاً کون القذف بصریح الزنا وکونه فی دارالاسلام رد المحتار ص: ۹۰۵، ج: ۲[۱]

(۲) لعان واجب نہ ہوگا[۲] لیکن بلاثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانا بھی حرام ہے[۳] اور عورت کو غیر مردوں سے پردہ نہ کرنا اور ایسا تعلق رکھنا کہ جس سے زنا کی بدگمانی اور تہمت کا لوگوں کو موقع ملے یہ بھی حرام ہے، تہمت کی جگہ سے نہ بچنا حرام ہے[۴]

(۳) مفتی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں اگر خود شوہر دے گا تو طلاق واقع ہوگی کسی اور کے دینے سے واقع نہ ہوگی[۵] اگر کوئی فتویٰ اس قسم کا حاصل کیا گیا ہے تو بغیر اس کے دیکھے اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا جاسکتا۔

---

[۱] رد المحتار ج: ۲، ص: ۵۸۵، نعمانیه ۱۲ مطبع کراچی ص: ۴۸۳، ج: ۳، مطبع زکریا ص: ۱۵۰، ج: ۵. (باب اللعان)

[۲] ویشترط ایضا کون القذف بصریح الزنا وکونه فی دارالاسلام. شامی زکریا ص: ۱۵۰، ج: ۵، مطبع کراچی ص: ۴۸۳، ج: ۳، مطبع نعمانیه ص: ۵۸۵، ج: ۲ (باب اللعان)، البحر الرائق ص ۱۱۳ ج ۴ باب اللعان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۴۶۳ ج ۲ باب اللعان، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] عن ابی هریرةؓ قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات الیٰ ما قال وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات الحدیث مشکوٰة شریف ص ۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۴] اتقوا مواضع التهم، کشف الخفاء ص ۴۴ ج ۱ حرف الهمزة مع التاء مطبوعه دار احیاء التراث، بیروت.

[۵] الطلاق لمن اخذ بالساق. شامی زکریا ص: ۴۵۰، ج: ۴، شامی نعمانیه ص: ۴۲۶، ج: ۲، کراچی ص: ۲۴۲، ج: ۳، کتاب الطلاق ابن ماجه شریف ۱۵۲، کتاب الطلاق باب طلاق العبد مطبوعه رشیدیه دهلی.

(۴) ایسی صورت میں نہ فتویٰ سے طلاق واقع ہوسکتی ہے، نہ مفتی فتویٰ دینے کا مجاز ہے، اگر شوہر بیوی میں نباہ دشوار ہوگیا تو عورت کو چاہئے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا خوف دلا کر شوہر سے طلاق حاصل کرلے یا خلع کرلے اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے عورت کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں[۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۸/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ: صحیح: عبداللطیف ۱۸/شعبان

لِعَان

سوال:- زید نے (جو ایک معمولی شخص ہے، اور کچھ قدر دینی مسائل سے واقف ہے، اور ایک دو گاؤں کے لوگ اس کو قاضی کا خطاب دیتے ہیں) زوجین کے درمیان حسبِ قواعد شرع لعان کروا کر تفریق کا حکم دیدیا اور کہا کہ ان ہر دو کے درمیان مطابق حدیث شریف **المتلاعانان لا یجتمعان ابداً** ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوگیا ہے اور حلت ناممکن ہے، بکر کہتا ہے کہ زید کا یہ لعان کرانا اور تفریق کا حکم دینا درست نہیں، کیونکہ مسئلہ لعان دارالاسلام میں جاری ہوتا ہے نہ دارالحرب میں اور اس میں قضاءِ قاضی شرط ہے، جو اس ملک میں مفقود ندارد ہے اور بصورت تسلیم زوجین کا نکاح باہم بعد تفریق صحیح ہے کیا زید حق پر ہے یا بکر اور حدیث **المتلاعنان الخ** کا کیا مطلب ہے اور لعان کروانا اور تفریق کا حکم دینا ہر ایک مسلمان کرسکتا ہے یا کسی شخص کا کام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واهله من هو اهل الشهادة علٰى المسلم فمن قذف بصريح الزنا فى

---

[۵] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بان تفتدى نفسها منه بمالٍ يخلعها به فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (هدايه ص: ۳۸۴، ج:۲، باب الخلع)، عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فى الخلع، فتاوى تاتارخانيه كراچى ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فى الخلع.

دارالاسلام زوجته العفيفة من الزنا وصلحا لاداء الشهادة الٰى قوله لا عن درمحتارقال الشامی قوله فی دارالاسلام اخرج دار الحرب لانقطاع الولاية رد المحتار[1] ص: ۹۰۶ واما شرائط وجوب اللعان فبعضها يرصع الٰى القاذف خاصة وبعضها اليها جميعاً وبعضها الٰى المقذف به وبعضها الٰى المقذوف فيه وبعضها الٰى نفس القذف اما الاول فواحد وهو عدم اقامة البينة علٰى صدقه واما الثانی فانكارها وجود الزنا منها وعفتها عنه واما الثالث فالزوجية والحرية والعقل والاسلام والبلوغ والنطق وعدم الحد فی قذف فلا لعان فی قذف المنكوحة فاسدًا ولابقذف المبانة ولو واحدة بخلاف قذف المطلقة رجعياً الی قوله واما ما يرجع الٰى المقذوف فيه فدار الاسلام الخ بحر[2]

عبارات مذکورہ سے لعان کی شرائط معلوم ہوگئیں ایک شرط دارالاسلام ہونا بھی ہے، دارالحرب میں لعان نہیں، نیز نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی، اور ہر شخص کو لعان کا اختیار حاصل نہیں، بلکہ جس قاضی شرعی کے سامنے لعان ہوا ہے، اس کی تفریق سے تفریق ہوگی: **فان التعنا بانت بتفريق الحاكم الذی وقع اللعان عنده تنوير[3] واذا التعنا لا تقع الفرقة حتی يفرق الحاكم بينهما هدايه[4]**

شریعت کے موافق لعان ہونے کے بعد اگر شوہر یا بیوی میں لعان کی اہلیت باقی نہ رہی ہو

---

[1] الدر المختار مع الشامی کراچی ص: ۸۴، ۴۸۳، ج:۳، مطبع زکریا ص: ۵۱، ۱۵۰، ج:۵، مطبع نعمانیه ص: ۸۶، ۵۸۵، ج:۲، باب اللعان، البحر کوئٹه ص۱۱۳ ج۴ باب اللعان، النهر الفائق ص۴۶۳ ج۲ بااللعان مکتبه عباس احمد الباز مكة المكرمة.

[2] البحرالرائق ص: ۱۱۳، ج:۴، مطبع سعید کمپنی کراچی پاکستان باب اللعان، شامی کراچی ص۴۸۳ ج۳ باب اللعان، بدائع زکریا ص ۳۸۱ ج۳ باب اللعان، بدائع زکریا ص ۳۸۱ ج۳ باب اللعان.

[3] تنوير الابصارعلی رد المحتار زکریا ص: ۱۵۷، ج:۵، مطبع کراچی ص: ۴۸۸، ج:۳، مطبع نعمانیه ص: ۵۸۹، ج:۲، باب اللعان، النهر الفائق ص۴۶۶ ج۲ باب اللعان، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص۱۱۷ ج۴ باب اللعان.

[4] هدايه مجتبائی ص: ۳۹۰، ج:۲، باب اللعان.

اس طرح کہ شوہر نے کہا کہ میں نے عورت پر تہمت لگائی تھی اور جھوٹ بولا تھا، اور واقعۃً اس نے زنا نہیں کیا یا عورت نے کہا کہ شوہر نے صحیح کہا تھا، اور میں نے زنا کیا یا کسی اور پر تہمت لگائی کہ جس کی وجہ سے شرعاً مرد یا عورت پر حد لازم ہوتی ہو تو پھر یہ دونوں آپس میں اگر نکاح کرنا چاہیں، تو درست ہے اور جب تک لعان کی اہلیت باقی رہے گی، تفریق حاکم کے بعد ان کا نکاح آپس میں درست نہ ہوگا، متلاعان کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی دوسرے حکمی حقیقۃً متلاعن کا اطلاق تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ لعان کر رہا ہو، یعنی قسمیں کھا رہا ہو، اور حکماً متلاعن کا اطلاق اس وقت بھی صحیح ہوگا، جب کہ اس میں لعان کی اہلیت ہو پس جبکہ عورت نے مرد کی تصدیق کر دی یعنی زنا کا اقرار کرلیا تو وہ حد زنا کی مستحق ہوگئی لہٰذا پہلی صورت میں عورت لعان کی اہل نہیں رہی، اور دوسری صورت میں مرد لعان کا اہل نہیں رہا اب دونوں پر **المتلاعنان لا یجتعمان ابداً**[1] کا حکم جاری نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں ایسی حالت میں نہ حقیقۃً متلاعن ہیں نہ حکماً: **فان اکذب نفسه حد وله ان ینکحها ومعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام المتلاعنان لایجتمان ابداً ای ما دام متلاعنین کقوله تعالیٰ والا تصل علیٰ احد منهم مات ابداً ای مادام منافقاً یقال المصلی لا یتکلم ای مادام مصلیا فلم یبق لا حقیقةً، لعدم الاشتغال به ولا مجازاً لانه انما سمی متلاعناً. لبقاء اللعان بینهما حکما ولم یبق اهـ زیلعی**[2] **ص ۱۹ ج۳، والحاصل ان الزوج لا یحل له ان یتزوج بالملاعنة بعد التفریق الا اذا لم یبق اهلا للعان بان اکذب نفسه فحد او قذف غیرها فحد لانه بعد حد القذف لم یبق اهلا للعان بان زنت مثلاً شلبی**[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/رمضان ۵۵ھ

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۱۵۰، مطبع نعمانیه ص: ۵۸۵، ج: ۲، مطبع کراچی، ص: ۴۸۳، ج: ۳، باب اللعان، البحر کوئٹه ص ۱۱۹ ج۴ باب اللعان، بدائع زکریا ص ۳۸۸ ج۳ باب اللعان، فصل وأما حکم اللعان. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوی کو زانیہ کہنا

سوال:- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے اور تحریر بھی لکھ دے کہ تو فلاں مرد سے زنا کراتی رہتی ہے اور اس بات کا اعلان کراتا پھرے تو اس شخص کی بیوی پر مرد کے قول سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر ثبوتِ شرعیہ کے ایسا کہنا سخت معصیت اور کبیرہ گناہ ہے، اس کی سزا لعان ہے لیکن یہاں اس کے شرائط موجود نہیں، اس لئے لعان کا حکم نہیں کیا جائے گا[1] تاہم ایسا کہنے سے نہ طلاق ہوئی ہے نہ نکاح ختم ہوا، اگر اس کے نزدیک اس کی بیوی ایسی ہے اور وہ اس کو رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے کر معاملہ ختم کردے ورنہ ایسا کہنے سے باز آئے[2] اور بیوی کی نگرانی وحفاظت کا اہتمام کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۳/۷/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] زیلعی ص ۱۹ ج۳، مطبع امدادیہ ملتان باب اللعان.

[3] شلبی علی هامش الزیلعی ۱۹، ج:۳، مطبع امدادیہ ملتان، باب اللعان، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۹۰ ج۳ مطلب فی الدعاء باللعن علی معین البحر کوئٹہ ص ۱۲۰ ج۴ باب اللعان.

[1] ویشترط ایضا کون القذف بصریح الزنا وکونه فی دار الاسلام وقوله دار الاسلام اخرج دار الحرب لانقطاع الولایة. شامی کراچی ص: ۴۸۳، ج:۳، مطبع نعمانیہ ص: ۵۸۵، ج:۲، مطبع زکریا ص: ۱۵۰، ج:۵، باب اللعان، البحر کوئٹہ ص ۱۱۳ ج۴ باب اللعان، بدائع زکریا ص ۳۸۱ ج۳ باب اللعان.

[2] قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ سُوْرَةُ الْبَقَرَه آیت: ۲۲۹۱.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سیزدھم

خلع کے احکام

خلع کی تشریح

سوال:-خلع شرعی طریقہ پر کیا ہے، امید کہ آگاہی کے لئے مفصل طور پر تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تخالف طبائع یا کسی اور وجہ سے زوجین میں نباہ دشوار ہوجائے اور شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو شریعت سے اس کی بھی اجازت ہے، کہ عورت اور مرد خلع کرلیں یعنی لفظ خلع یا اس کے ہم معنیٰ کسی لفظ سے زوجین حقوق زوجین کو ساقط کردیں، مثلاً زوجہ اپنا مہر ساقط کردے اور زوج اپنی ملک نکاح کو زائل کردے، یا عورت کچھ مال دیدے اور زوج اپنی ملک نکاح کو زائل کردے یہ خلع شرعاً طلاق بائن کے حکم میں ہوتا ہے اور اس سے مہر اور نان ونفقہ وغیرہ سب ساقط ہوجاتا ہے، البتہ نفقۂ عدت اور ایام عدت کا سکنیٰ زائل نہیں ہوتا، ہاں اگر اس کی تصریح کردیں گے یا فقط مرد تصریح کردے گا تو یہ نفقہ بھی زائل ہوجائیگا، سکنیٰ پھر بھی زائل نہ ہوگا، اگر زیادتی اور تعدی مرد کی طرف سے ہو تو اس کو عورت سے کچھ مال لینا خلع کے عوض مکروہ تحریمی ہے، اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو مرد کو مال لینا درست ہے:

الخلع هو ازالة ملک النکاح المتوقفة علی قبولهما بلفظ الخلع اوفی معناه ولابأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما یصلح للمهر وحکمه ان الواقع به ولو بلا مال

وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن و كره تحريما اخذ شئ ان نشز وان نشزت لا ويسقط الخلع كل حق لكل منهما على الآخر مما يتعلق بذلك النكاح الا نفقة العدة وسكناها الا اذا نص عليها فتسقط النفقة لا السكنىٰ اهـ در مختار[1] بقدر الحاجة ص:۸٦۰، ج:۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/ذی الحجہ ۵۸ھ

خُلع

سوال:- زید کی عورت مسماۃ ہندہ جس کو وہ اپنے گھر چھوڑ کر ملک پنجاب میں واسطے جستجوئے ملازمت چلا آیا، اور مذکورہ زید کو ملازمت بھی مقام کالکا میں مل گئی، جس کی اطلاع مسماۃ ہندہ اور اس کے والدین و برادران کو ہوگئی تھی کہ زید فلاں جگہ پر ملازم ہوگیا ہے، بعد اس کے ملازم ہوجانے کے زید کی منکوحہ مسماۃ ہندہ بلا کسی اطلاع و اجازت زید کے اپنے والدین کے گھر چلی گئی، اور اب تک وہاں ہی والدین کے پاس رہتی ہے، اس بات اور چند دیگر شکایات پر ہر دو اطراف میں کشیدگی پیدا ہوگئی، جس کی وجہ سے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ مسمی زید نے ایک تحریر مندرجہ ذیل الفاظ میں قلم بند کر کے اپنی سسرال روانہ کردی تحریر یہ ہے۔

"میں اقرار کرتا ہوں اور لکھ کر دیتا ہوں روبر مندرجہ ذیل گواہان کے کہ مسماۃ ہندہ دختر مسلم منکوحہ من قوم نعل ساکن موضع کلوچھ ضلع مظفر آباد ریاست کشمیر جو کہ عرصہ چند سال سے میرے عقد نکاح میں ہے، اب میں اس کو اپنے اوپر تین شرط سے حرام سمجھتا ہوں (یعنی تین

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:٤٣٩، ج:٣، شامی نعمانیه ص:٥٥٨، ج:٢۔ باب الخلع، عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع فتاویٰ تاتارخانیه ص ۴۵۴ ج ۳ صفة الخلع و کیفیته، ادارة القرآن کراچی.

طلاق دیتا ہوں) جو کہ ان کو (یعنی منکوحہ کو یا اس کے وارثوں کو) مبلغ پانچصد روپیہ خلع مسماۃ ہندہ مذکورہ بالا کا دینا پڑے گا، تب وہ دوسری جگہ نکاح کی حقدار ہوسکتی ہے، ورنہ دوسری جگہ اس کا نکاح حرام ہے، (یعنی اگر منکوحہ یا اس کے وارث خلع ادا کریں تو تین طلاق بشرط خلع) اور اس تحریر کے ہمراہ ایک خط لکھا جو مسمی زید نے اپنے چچا کے نام لکھا تھا جس کا مضمون یہ ہے بخدمت جناب چچا صاحب مولوی فضل الرحمٰن صاحب دام مجدہٗ اقبال احوال یہ ہے کہ (اس کے بعد اپنا کچھ حال لکھا یعنی اپنی خیر خیریت لکھی بعد میں مندرجہ بالا مرقومہ کاخط میں ذکر کیا جس کا مضمون یہ ہے) کہ دوسری عرض یہ ہے کہ ناراض تو خوب ہوں گے شاید کہ نہ بھی ہوں، (یعنی سسرال والے) میں نے اس کی لڑکی (یعنی منکوحہ اپنی کو) طلاق تین شرط پر دیدیں، یعنی میرے پر تین شرط سے حرام ہے، (یعنی تین طلاق تین شرط ہمارے ملک میں محاورہ تین طلاق کو کہتے ہیں اور یہی زید کا اقرار ہے شرط خلع ہے) اس لئے چند حروف لکھ کر روانہ کرتا ہوں تا کہ سند رہے دوسرا جو کاغذ طلاق کا میں نے بھیجا ہے، یہ سب کو دکھا دینا جب تک کہ خلع ادا نہ کریں، نہ دینا (یعنی جب تک کہ یہ تحریر نہ دینا جب تک کہ خلع ادا نہ کریں، صرف ان کو یعنی سسرال والوں کو دکھا کر اطلاع کریں''

یہ سب الفاظ بعینہٖ زید کے ہیں اور مندرجہ بالا تحریر کے گواہ یہ ہیں محمود خاں ولد حمید اللہ خاں دوسرا گواہ حضرت شاہ) یہ خط مع تحریر مسمٰی زید نے لکھ کر اپنے چچا کو روانہ کیا تھا، اور لکھا تھا کہ یہ میرے سسرال والوں اور اہلیہ کو دکھا دینا مگر یہ خط چچا کو نہیں ملا، بلکہ زید کی منکوحہ کے بڑے بھائی کو ملا جس کی شادی تھی، اور اس نے نہ تو اپنے والدین کو مطلع کیا اور نہ اپنی ہمشیرہ کو مطلع کیا خط لے کر ملک پنجاب میں اپنی ملازمت پر چلا آیا اور عرصہ تین چار ماہ کے بعد اس تحریر سے اپنے والدین وغیرہ کو مطلع کیا۔ فقط

اب گذارش یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو کونسی، رجعی، بائن یا مغلظہ اور کیا مسماۃ مذکورہ پر خلع دینا لازم آتا ہے، یا نہیں اور کیا مسمٰی زید خلع میں سے حق مہر دے

سکتا ہے یا نہیں، مہربانی فرما کر حوالہ جات کتب معتبرہ سے جواب باصواب سے ممنون فرماویں، اور اگر عورت یا اس کے وارث خلع نامنظور کریں تو پھر بھی طلاق واقع ہوگی یا نہیں، جب کہ زید کا اقرار ہے، کہ اگر خلع نہ ملا تو تین طلاق دینے کو تیار نہیں میری طلاق صرف شرط خلع پر ہے یعنی اگر وہ خلع دیدے تو تین طلاق ورنہ نہیں، ہر دو صورت سے مطلع فرماویں یعنی اگر خلع منظور کرلیں تو کیا حکم ہے، اور اگر نہ منظور کریں تو کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق ہو جائیں گی بشرطیکہ بیوی پانچ سو روپیہ بدل طلاق ادا کردے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف یکم ذی قعدہ ۵۷ھ

خلع میں شرط

سوال:- زید نے اپنی اہلیہ ہندہ سے خلع اس شرط پر کیا کہ تو بکر سے میل جول قطعاً چھوڑ دے ہندہ نے اس شرط کو تسلیم کرلیا تھا، مگر بعد گذرنے عدت کے ہندہ نے زید کا حکم نہ مانا بلکہ بعد عدت بکر سے نکاح کرلیا، زید، ہندہ، بکر تینوں بالغ ہیں کیا اس صورت میں خلع واقع ہوگا یا نہیں اور کیا ہندہ نے جو بعد عدت کے نکاح بکر سے کیا کیا وہ نکاح درست ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے خلع اس شرط پر کیا تھا کہ ہندہ بکر سے کوئی تعلق نہ رکھے اب جب کہ ہندہ بکر سے تعلق قائم رکھ رہی ہے، اس لئے یہ خلع واقع نہیں ہوا لہٰذا ہندہ نے جو نکاح بکر سے کیا ہے، وہ درست نہیں بلکہ ہندہ میری بیوی ہے، نہ کہ بکر کی۔ فقط

---

[1] ان طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. عالمگیری ص:۴۹۵، ج:۱، الفصل الثالث فی الطلاق علی مال، باب الخلع، تاتارخانیه ص۴۴۳ ج۳ إيقاع الطلاق بالمال، ادارة القرآن کراچی، البحر کوئٹه ص۷۳ ج۴ باب الخلع.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ شرط فاسد ہے اور شرط فاسد لگانے سے خلع فاسد نہیں ہوتا، بلکہ شرط بیکار ہوجاتی ہے، اور خلع صحیح رہتا ہے کذا فی الہندیہ[1] ص: ۳۹۶، ج:۱، لہٰذا زید کا قول لغو ہے، خلع سے طلاق بائن واقع ہوگئی اور ہندہ کا بکر سے نکاح صحیح ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خلع سے طلاق

سوال: -زید اور ہندہ شوہر بیوی ہیں، ان میں کسی وجہ سے نااتفاقی پیدا ہوگئی، شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا، مگر ہندہ جب اپنے میکے چلی گئی تو وہاں سے ایک تحریر خلع کیلئے بھیج دی کہ بعوض مہر خلع کرتی ہوں، وہ تحریر آکر تقریباً ایک ماہ شوہر کیپاس رکھی رہی شوہر نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہندہ جو کہ بالغہ عاقلہ ہے، اس کے والدین کے اصرار پر درمیان میں بعض لوگوں نے کوشش کی اور شوہر سے اسی تحریرِ خلع کو سامنے رکھتے ہوئے ایک تحریرِ خلع شوہر کو کسی طرح راضی کر کے لکھوالی، جب وہ تحریر ہندہ کے پاس پہنچی تو اس نے لے لی اور فوراً کوئی خیال انکار یا اقرار نہیں کیا قاصد پر، مگر پھر پندرہ دن گذر جانے کے بعد زید کے پاس خط آتا ہے کہ میں نے تو خلع نہیں کیا اور میں نے تو فوراً انکار کردیا تھا، لہٰذا آپ آیئے اور مجھے ضرور لے جایئے بغیر آپ کے میں بہت زیادہ بے چین ہوں، اور اسی مضمون کا مکرر خط آتا ہے۔

ادھر شوہر نے یہ سمجھ کر کہ خلع ہوگیا دوسری شادی بھی کرلی، تو اس صورت میں یہ خلع شرعاً ہوا یا نہیں، اور کیا شوہر پر ہندہ کے حقوق مثل سابق واجب ہیں؟

---

[1] رجل خلع امرأته وبينهما ولد صغير على أن يكون الولد عند الأب سنين معلومة صح الخلع ويبطل الشرط، عالمگيری كوئٹه ص ۴۹۱ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع شامی كراچی ص ۴۶۳ ج ۳ باب الخلع، تبيين الحقائق ص ۲۷۰ ج ۲ باب الخلع، مكتبه امداديه ملتان.

[2] وحكمه وقوع الطلاق البائن. عالمگيری ص ۴۸۸ ج ۱، الباب الثامن فی الخلع، تبيين الحقائق ص ۲۶۷ ج ۲ باب الخلع، مكتبه امداديه ملتان، الدر المختار ص ۴۴۴ ج ۳ باب الخلع، دار الفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ نے جو تحریر اوّلاً لکھی اس سے خلع نہیں ہوا کیونکہ شوہر نے قبول نہیں کیا[1] پھر جب زید سے تحریر لکھوائی گئی اور وہ جبر واکراہ سے نہیں تھی بلکہ رضامندی سے تھی اور اس میں زید نے صرف اتنا لکھا کہ میں نے تجھ سے خلع کرلیا تب تو اتنا لکھنے میں طلاقِ بائن واقع ہوگئی، کیونکہ یہ خود طلاق ہے اور اس تحریر کا بیوی کے پاس پہنچنا اور اس کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں[2]

اگر اس تحریر میں یہ تھا کہ میں نے تم سے مہر کے عوض خلع کرلیا تو اس تحریر سے خلع کا صحیح ہونا اور اس سے طلاق کا واقع ہونا ہندہ کے قبول کرنے پر موقوف تھا جب ہندہ کے پاس یہ تحریر پہنچی اگر اسنے اس مجلس میں قبول کرلیا تب تو خلع صحیح ہوکر مہر ساقط ہوگیا اور طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔

اگر ہندہ نے اس مجلس میں قبول نہیں کیا تو اب اس کو قبول کرنے کا اختیار باقی نہ رہا[3] اس صورت میں زید کی تحریر بیکار گئی دونوں بدستور شوہر و بیوی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری ہے

سوال:- عاصمہ کا وطن حیدرہ باد ہے اسکا نکاح خسرو کے ساتھ اورنگ آباد میں ہوا، اورنگ

---

[1] اذا کان الابتداء منها بان قالت اختلعت نفسی منک بکذا فلها ان ترجع عنه قبل قبول الزوج ویبطل بقیامها عن المجلس وبقیامه ایضا ولایتوقف علی ماوراء المجلس. شامی کراچی ص: ۴۴۲، ج:۳، نعمانیه ص: ۵۵۹، ج:۲، باب الخلع، مجمع الأنهر ص۱۰۷ ج۲ باب الخلع، دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ تاتارخانیه ص۴۵۳ ج۳ الفصل الثانی عشر فی الخلع، إدارة القرآن کراچی.

[2] قال خالعتک فقبلت یقع البائن وکذا ان لم تقبل لان الطلاق یقع بقوله خالعتک. شامی کراچی ص: ۴۴۲، ج:۳، نعمانیه ص: ۵۵۸، ج:۲. باب الخلع، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۵ ج۱ الفصل فی الکنایات، البحر کوئٹه ص۸۸ ج۴ باب الخلع.

[3] قال خالعتک علی کذا وسمی مالا معلوماً لا یقع الطلاق مالم تقبل. شامی کراچی ص ۴۴۲ ج۳، شامی نعمانیه ص۵۵۸ ج۲، باب الخلع. ویقتصر قبولها علی مجلس علمها. الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۴۴۲، ج۳، شامی نعمانیه ص: ۵۵۸، ج:۲. باب الخلع. عالمگیری کوئٹه ص۴۹۷ ج۱ الباب الثامن فی الخلع.

آباد عاصمہ کے والدین کا وطن ہے، یہ نکاح عزیزوں میں ہی ہوا، رخصتی کے دوسرے ہی دن عاصمہ کے والدین وغیرہ کو علم ہوا کہ خسرو کے اپنی حقیقی تائری بھوج کو ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، یہی وجہ لے کر وہ اپنے والدین وغیرہ سے علیٰحدہ اپنی اسی بھاوج کے گھر رہتا ہے، اور وہیں کھاتا پیتا ہے، حتی کہ شادی بھی اسی گھر میں ہوئی، اور دولہا دلھن بھی اسی گھر میں رہے، چنانچہ اسکا علم ہونے پر سب کو بالخصوص عاصمہ کی والدہ کو دلی صدمہ پہونچا اور شادی کے ایک ماہ بعد حیدرآباد کو واپسی کے دوسرے ہی روز عاصمہ کی والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا، اس موقع پر عاصمہ اپنے شوہر اور رشتہ کی پھوپھی جو خسرو کی بھاوج کی والدہ ہے ان کے ہمراہ میت میں شریک رہی، عاصمہ کے عقد کے دوسرے ہی روز سے گھر کے کام کاج پر لگا دیا گیا، گھر کا پکوان، بچوں کی نگہداشت وغیرہ، اور پھر اس کام میں عیب جوئی، اور نکتہ چینی بھی ہونے لگی، اور انتہائی تکلیف دہ اور بھونڈے انداز میں طنزیہ جملوں کا استعمال کرنے لگے، اس کو عاصمہ برداشت کرتی رہی کہ ممکن ہے حالات سازگار ہوجائیں، لیکن حالات خراب ہوتے گئے، میکہ میں ایک ماہ قیام کے بعد عاصمہ اپنے شوہر کے گھر اورنگ آباد چلی گئی، اس کی واپسی کے بعد غالبًا دو مرتبہ اسکے شوہر نے عاصمہ کی خیریت کی اطلاع دی، لیکن خود عاصمہ کہ جانب سے اسکی حقیقی خیریت کا علم نہ ہوسکا، اسکے بعد ایک طویل عرصہ تک نہ کوئی خط ملا اور نہ کسی خط کا جواب آیا، قریب تین ماہ بعد اچانک عاصمہ کے چچا نے اس کی افسوسناک حالت لکھی، جس پر عاصمہ کے حقیقی چچا نے اورنگ آباد جا کر حالات کا جائزہ لیا، جو بالکل صحیح نکلے، عاصمہ کی حالت بہت عبرت ناک تھی، حتی کہ اسے زدوکوب کر کے انتہائی ذلت آمیز برتاؤ کے ساتھ زبردستی گھر سے بھی نکال دیا گیا، اور اسکے شوہر نے اپنی والدہ یعنی عاصمہ کی ساس کے گھر بغیر کچھ تفصیلات بتلائے چھوڑ آیا، یہ سب کچھ صرف شادی کے چار ماہ کے عرصہ میں ہوا، ان حالات میں عاصمہ کے چچا نے اسکو اپنے ساتھ لیجانے کی خواہش کی، بہرحال کسی طرح عاصمہ اپنے چچا کے ہمراہ صرف اپنے جسم کے کپڑے سے حیدرآباد آ گئی، اور اس کا تمام اثاثہ اور کپڑے وغیرہ وہیں رہ گئے، خسرو کی والدہ اور دیگر افراد بھی اس سے واقف ہیں، لیکن عذر کرتے ہیں کہ یہ ان کے قابو

میں نہیں اور اس سے ان کے تعلقات خوشگوار بھی نہیں ہیں، اس طرح باہمی مصالحت بھی ناکام ہورہی ہے، انہی دشواریوں کے تحت عاصمہ کے والد نے عدالتی چارہ جوئی کا سہارا لیا، اولاً نفقہ کی نوٹس جاری کروائی، جس کے جواب میں خسرو نے وکیل کے ذریعہ الزامات منسوبہ سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے عاصمہ کو خود واپس ہونے کا تذکرہ کیا، عدالتی چارہ جوئی کے ایک طویل عرصہ زیر دوران رہنے کے بعد قریب دو سال کا عرصہ ہے کوئی امید افزاء نتیجہ برآمد نہ ہوسکا، اس کے برعکس عاصمہ کے وکیل نے فریق سے ساز باز کرلی اور عدالتی معاملہ کو صرف ٹال مٹول پر رکھا، تین سال کے عرصہ مین نہ تو عاصمہ کی کوئی خبر لی اور نہ نفقہ کا کوئی انتظام کیا، بلکہ ہمیشہ چھوڑنے کی دھمکیاں دیتا ہے، لیکن یہ بھی احسن طریقہ پر آج تک نہ کہا، کیونکہ مہر کی رقم جو ڈھائی ہزار ہے اس کی ادائیگی سے گریز ہے، لڑکی خلع حاصل کرنا چاہتی ہے، تو کیا اس کے لئے شوہر کی تصدیق لازمی اور ضروری ہے، جبکہ اس سے یہ توقع ممکن نہیں ہے، اور جہیز کا سامان جو تقریباً پانچ ہزار کا ہے، اس کا کیا حشر ہوگا، کیا ان حالات میں ممکن ہے کہ اس طرح یہ رشتہ خوشگوار ماحول میں برقرار رہ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان تکالیف دہ حالات کے باوجود رشتۂ زوجیت قائم ہے، خلع کے لئے شوہر کا رضامند ہونا ضروری ہے، جب تک شوہر خلع کو منظور نہ کرے خلع نہیں ہوسکتا[1]، اگر عاصمہ ان حالات کو برداشت نہیں کرسکتی تو کسی طرح بااثر آدمیوں کا واسطہ بنا کر یا مہر معاف کرکے یا کسی اور طرح شوہر سے طلاق حاصل کرلے[2]، اگر خاندان کے معزز آدمی خسرو کے سامنے عاصمہ کی تکالیف بیان کرکے اس

---

[1] واما ركنه فهو الايجاب والقبول لانه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق بدون القبول. بدائع الصنائع زكريا ص: ۲۲۹، ج:۳، بيان ركن الخلع. "ولاولاية لاحدهما فى الزام صاحبه بدون رضاه زيلعى، ج:۲، ص: ۲۷۱، باب الخلع، مطبوعه امداديه ملتان" شامى كراچى ص ۴۴۱ ج۳ باب الخلع، تاتارخانيه كراچى، ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فى الخلع.

[2] واذا تشاق الزوجان وخافا الا يقيما حدود الله فلا بأس بان تفدى نفسها منه بمال يخلعلها به فاذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة ولزمها المال، هدايه ج:۲، ص:۳۸۴، اول باب الخلع مطبوعه مجتبائى دهلى، عالمگيرى كوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فى الخلع ملتقى الابحر ص ۱۰۱ ج۲ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

سے عہد لے لیں کہ وہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کرے گا، اور اس پر اطمینان ہو جائے تو عاصمہ کو اس کے پاس رخصت کر دیا جائے، اگر وہ آباد کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں لکھے ہوئے طریقہ پر شرعی کمیٹی بنالی جائے، جس میں ایک معاملہ شناش معتبر عالم بھی شریک رہے[1]، اس میں عاصمہ کی طرف سے درخواست دی جائے، پھر وہ کمیٹی جملہ امور کی تحقیق وتفتیش کر کے ''الحیلۃ الناجزۃ''[2] کو سامنے رکھ کر اس کے موافق فیصلہ کر دے، تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبول خلع کب تلک

سوال:- ایجاباً تحریر خلع بیوی کی طرف سے آئی، شوہر کو یہ یاد نہیں کہ مجلس علم میں اس نے اس کو قبول کیا یا نہیں؟ زیادہ عرصہ گذرنے کی وجہ سے البتہ اتنا ہوا کہ اس تحریر خلع کا جواب شوہر نے ایک ماہ بعد اس امید پر کہ شاید بیوی کا خیال بدل جائے، اور وہ رجوع کر لے یا پھر بیوی نے پندرہ دن کے بعد شوہر کی اس تحریر کا جواب کہ مجھے خلع منظور نہیں ہے، آ کر لے جاؤ، تو اس کے جواب میں شوہر نے جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں۔

''کہ اب تم میرے فقر نما عیش کو بھلانے کی کوشش کرو'' صرف اتنا ہی لکھا تھا، اب حضرت والا اس مضمون کے پیش نظر جواب شرعی عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح بالیقین قائم ہے، جب تک اس کو رفع کرنے والی کوئی یقینی شئی متحقق نہیں ہوگی، اس کے مرتفع ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا، اور وہ یہاں موجود نہیں، یعنی ایجاب خلع کا قبول اسی مجلس میں وہ جس میں ایجاب یا ایجاب کا علم ہوا ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۳۸۹ھ

---

[1] الحلیۃ الناجزہ، ص ۲۸، ''تنبیہات ضروریہ'' مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

[2] الحلیۃ الناجزہ، ص ۶۱، حکم زوجۂ متعنت فی النفقۃ، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

[3] فصح رجوعها قبل قبوله ای اذا کان الابتداء منها بان قالت اختلعت نفسی منک بکذا (بقیہ آئندہ پر)

خلع میں بدل خلع دینے سے بیوی کا انکار

سوال:- زید کی بیوی نے زید سے کہا کہ میں ایک بیگہ زمین آپ کو دیتی ہوں، اس کے عوض آپ مجھے خلع کردیں، چنانچہ زید نے اس شرط مذکور پر خلع کردیا، اب زید کی بیوی وہ زمین مذکور بعد خلع رجسٹری کرنے کو تیار نہیں ہے، تو کیا خلع باقی رہا یا نہیں؟ زید بیوی رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی اس کی زوجیت سے نکل گئی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت بیوی نے یہ کہا کہ میں ایک بیگہ زمین آپ کو دیتی ہوں، اسکے عوض آپ مجھے خلع کردیں، اور زید نے اسکو منظور کرلیا، تو جبھی خلع ہوکر طلاق بائن واقع ہوگئی، اب بیوی کو زمین دینے اور رجسٹری کرانے سے انکار نہیں رہا[1]، زید کے نکاح سے وہ بیوی نکل چکی ہے، تاہم دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرکے ساتھ رہ سکتے ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ کا بقیہ) فلها ان ترجع عنه قبل قبول الزوج ويبطل بقيامها عن المجلس وبقيامه ايضاً ولا يتوقف على ما وراء المجلس بان كان الزوج غالباً حتى لو بلغه وقيل لم يصح، شامی زکریا، ص: ۸۹، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۴۴۲، ج:۳، اول باب الخلع، فتح القدير ص ۲۳۱ ج۴ باب الخلع، دار الفكر بيروت، بدائع زکریا ص ۲۲۹ ج۳ بيان ركن الخلع.

(صفحہ ہذا) [1] كما يستفاد من هذه العبارة فان طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمه وكان الطلاق بائنا الخ هدايه ج:۲، ص:۴۰۵، اول باب الخلع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۹۱، ج:۵، مطبوعه كراچی ص:۴۴۴، ج:۳، باب الخلع، فتاویٰ عالمگیری ص۴۹۵ ج۱ الفصل الثالث فی الطلاق على المال.

[2] واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، هدايه ص: ۳۹۹، ج:۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، فتاویٰ عالمگیری کوئٹه ص۴۷۲ ج۱ فصل فيما تحل به المطلقة الخ، الدر المختار ص ۴۰۹ ج۳ باب الرجعة، دار الفكر بيروت.

روپئے کے عوض طلاق

سوال:- ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تو مجھے طلاق دیدے تو میں تجھے تین سو روپئے دوں خاوند نے اقرار کیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اگر ہوگئی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر نے کیا اقرار کیا صرف وعدہ کیا یا طلاق دے بھی دی، اگر صرف وعدۂ طلاق کیا ہے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی[1] ہاں اگر طلاق دیدی ہے اور تین سو روپے کے عوض میں دی ہے، تو طلاق بائن واقع ہوگئی، رجعت کا حق باقی نہیں رہا[2] اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے، اگر تین طلاق دی ہیں تو بلا حلالہ ہوئے نکاح بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۳/ربیع الاول ۵۶ھ

مہر اور نفقہ کے عوض طلاق بیوی کی منظوری پر

سوال:- اشفاق احمد نے اپنے بھائی عاشق محمد اور اپنی والدہ کے اثر ودباؤ اور منشاء کے مطابق اپنی بیوی مسماۃ عظیماً کو طلاق دینے کی خواہش کا اظہار کیا، جبکہ عظیماً طلاق لینا نہیں چاہتی تھی، ساتھ ہی عاشق محمد نے یہ دھمکی بھی دی ہے، کہ اگر عظیماً نے طلاق نہیں کی تو ہم گھر لا کر ظلم

---

[1] انا اطلق نفسی لم یقع لانه وعد. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۳۱۹، ج:۳، نعمانیه ص:۴۷۸، ج:۲، باب تفویض الطلاق، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۸۴ ج ۱ الفصل السابع فی الطلاق، مطبوعه کوئٹه، خلاصة الفتاویٰ ص ۸۱ ج ۲ کتاب الطلاق، رشیدیه.

[2] وحکمه ان الواقع به ولو بلامال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۴۴۴ ج ۳، شامی نعمانیه ص ۵۵۹ ج ۲. باب الخلع، تاتارخانیه ص ۴۵۳ ج ۳ ایقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۴۹۵ ج ۱ الفصل الثالث فی الطلاق علی المال.

وزیادتی کریں گے، اور ناک نقشہ بگاڑ دیں گے، عظیماً کے والد نور اللہ خانصاحب نے جب اشفاق محمد کو سمجھایا تو جواب ملا کہ جو عاشق چاہیں گے وہی ہوگا، چناچہ اس دھمکی کے پیش نظر عظیماً بی کے کچھ اعزہ نے ایک تحریر معافی نان نفقہ کی لکھ کر عظیماً بی سے ان کی لاعلمی میں اور مرضی کے خلاف اس پر انگوٹھا لگوا کر اشفاق محمد کو دیا، اور اس کے بعد ایک تحریری طلاق نامہ من جانب اشفاق محمد مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا گیا۔

نقل طلاق نامہ:- ''میں اشفاق محمد آج مورخہ ۳۰/دسمبر ۱۹۵۳ء برضا ورغبت بلا کسی جبر واکراہ اپنی بیوی مسماۃ عظیماً بی کو بعوض مہر اور نان نفقہ وغیرہ کے طلاق دیتا ہوں''۔

اس تحریر پر اشفاق محمد نے معہ دو گواہان اور راقم کے دستخط کرائے، بعد ازاں عظیماً بی کے بھائی حبیب اللہ خان سے اشفاق محمد نے طلاق کے الفاظ کہے، ''میں نے طلاق دی'' تین بار زبانی کہلوائے، جبکہ اصل طلاق نامہ میں تین طلاق کے الفاظ مذکور نہیں ہیں، بلکہ صرف بالعوض مہر ونان نفقہ کے مندرجہ بالا الفاظ ہیں، عظیماً بی کو جب طلاق بالعوض مہر ونان نفقہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ میں نے مہر اور نان نفقہ نہ معاف کیا ہے، اور نہ کروں گی، بلکہ حق مہر ونان نفقہ واجب الاداء ہے، اور لونگی، مجھ سے دھوکہ سے زبردستی معافی نامہ پر انگوٹھہ لگوایا ہے، انہوں نے زبان سے مہر وغیرہ معاف نہیں کیا۔

یہ بات واضح رہے کہ اس جملہ کارروائی کے وقت اشفاق محمد عاقل وبالغ اور خود مختار تھے، اور یہ لوگ طلاق دینے کا مصمم ارادہ کر کے ہی آئے تھے، اور اس کا اظہار بھی عاشق محمد کی طرف سے عاشق محمد کے ذریعہ ہوا تھا، نیز عظیماً بی کا اب بھی یہ بیان ہے کہ نہ میں نے طلاق کی خواہش کی اور نہ مہر خرچہ معاف کیا ہے، مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں برائے کرم بالتفصیل شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟

(۱) یہ طلاق کی صورت ہے یا خلع کی؟ اگر طلاق ہے تو کس قسم کی؟

(۲) اگر طلاق واقع ہوگئی ہے، تو اب دونوں کی بحیثیت زوجین دوبارہ رہنے کی کیا شکل وصورت ہے؟

(۳) نیز یہ کہ اگر بالعوض معافی مہر کے جواز کولیکر طلاق واقع نہ ہوئی ہو، اور عظیماً بی اب مہر ونان نفقہ معاف کردیں، تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوجائیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳ تحریر میں طلاق مہر ونفقہ کے عوض ہے جو کہ بیوی کی منظوری پر موقوف ہے، اور خلع کے درجہ میں ہے، اگر بیوی نے منظور کرلیا تو طلاق بائن کا حکم ہوگا، ورنہ کوئی طلاق نہیں ہوگی، سوال میں درج ہے کہ بیوی نے اس کو منظور نہیں کیا، اور جو تحریر بیوی سے کہہ گئی ہے وہ دھوکہ دیکر لی گئی ہے، اس لئے یہ تحریر بیکار گئی، اس سے نہ طلاق ہوئی نہ مہر معاف ہوا[۱]، البتہ جب اس کے بعد زبانی شوہر سے کہلوایا کہ میں نے طلاق دی، اور شوہر نے تین دفعہ یہ کہا اور اس میں مہر ونفقہ کے عوض یا معافی کا ذکر نہیں، تو اس زبانی کہنے سے طلاق مغلظہ ہوگئی[۲]، اور مہر معاف نہیں ہوا، نفقہ عدت بھی ساقط نہیں ہوا، اور اب بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان نکاح کی کوئی شکل نہیں[۳]، بیوی اب اگر مہر نفقہ عدت معاف کردے، تو اس کا حق ہے وہ معاف کرسکتی ہے[۴]، مگر نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۷/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۷/۱۳۹۰ھ

---

[۱] هو ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها قوله على قبولها اى المرأة قال فى البحر ولابد من القبول منها حيث كان على مال الخ، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۸۵-۸۳، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۴۰-۳۹، ج:۳، اول باب الخلع، النهر الفائق ص۴۳۵ ج۲ باب الخلع، عباس احمد الباز مكة المكرمة، مجمع الأنهر ص۱۰۲ ج۲ باب الخلع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] كرر لفظ الطلاق وقع الكل، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۵۲۱، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۲۹۳، ج:۳، قبيل باب الكنايات، الهندية كوئٹه ص۳۵۶ ج۱ الباب الثانى فى ايقاع الطلاق.

[۳] وان كان الطلاق ثلثا فى الحرة وثنتين فى الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها، عالمگيرى كوئٹه ج:۱، ص:۴۸۳، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقه، هدايه ص۳۹۹ باب الرجعة، مطبوعه ديوبند، الدر المختار على الشامى ص۴۰۹، ۴۱۰ ج۳، كتاب الطلاق باب الرجعة، مطبوعه كراچى.

[۴] وصح حطها لكله أو بعضه عنه قبل أو لا، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۲۴۸، ج:۴، كراچى ص:۱۱۳، ج:۳، باب المهر مطلب فى حط المهر والابراء عنه، النهر الفائق ص۲۳۶ ج۲ باب المهر، عباس احمد الباز مكة المكرمة، البحر كوئٹه ص۱۵۰ ج۳ باب المهر.

معافی مہر پر طلاق کی صورت

سوال:- اگر کوئی شخص مسافت بعیدہ کی وجہ سے آنہیں سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی منکوحہ کو اس شرط پر طلاق دے کہ وہ اسکا مہر معاف کردے تو اسکی کونسی صورت مناسب ہوگی۔

(۱) آیا وہ وہیں سے طلاق کو مہر کی معافی اور مہر کی معافی کی تحریر منجانب عورت پر معلق کر کے تحریری طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اس طرح پر طلاق کو مہر کی معافی کی تحریر پر معلق کرنے سے بلا معافی مہر کے طلاق کا وقوع تو نہیں ہوگا؟

(۲) یا وہ بذریعہ تحریر کے کسی شخص کو اپنی زوجہ سے مہر کی معافی کی تحریر لے کر طلاق دینے کا وکیل بنادے، تاکہ دونوں صورتوں میں جو صورت بحکم شرع مستحسن ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں صورتیں شرعاً درست ہیں دونوں صورتوں میں بغیر معافی مہر طلاق واقع نہیں ہوگی[1] کسی وکیل پر اعتماد ہو تو وکالت کی صورت اختیار کرلے خود زوجہ کی تحریر پر اعتماد زیادہ ہو تو بلا واسطہ زوجہ کی تحریر منگالے اور معافی مہر کی تحریر پر معتمد گواہوں کے دستخط بھی کرالے، اگر عورت خلع کی درخواست دے کر بذریعہ عدالت مسلمہ بعوض معافی مہر نکاح فسخ کرالے تب بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی الحجہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/ذی الحجہ ۶۹ھ

---

[1] ان طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. عالمگیری ص:۴۹۰، ج۱، الفصل الثانی فی الطلاق علی المال، لو قال خلعتک علی کذا وسمی مالا معلوما لا یقع الطلاق مالم تقبل. عالمگیری ص:۴۹۰، ج:۱، بدل عن الخلع، رجل خلع امرأته بمالها علیه من المهر الی قوله کان الخلع بمهرها ان کان المهر علی الزوج یسقط. عالمگیری ص:۴۸۹، ج:۱، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الاول، مجمع الأنهر ص۱۰۳ ج۲ باب الخلع، دار الکتب العلمیة، البحر الرائق ص۷۱ ج۴ باب الخلع، مطبوعه کوئٹه.

زوجین میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں مطالبۂ طلاق

سوال:- سید نے اپنی ایک بالغ لڑکی کی شادی بکر کے لڑکے عمر سے کردی، لڑکی سسرال چند بار آئی گئی، سسرال والوں نے لڑکی پر گھر کے کام اور کھیت کے کام کا بوجھ ڈالا، لڑکی کی عمر پندرہ سال کی تھی وہ زیادہ کام کی عادی نہیں تھی تو لڑکی کام کا بوجھ برداشت نہ کرسکی سسرال والے اس سلسلہ میں اس کو بہت تکلیف دیتے تھے، نوبت یہ پہنچی کہ لڑکی کی نگرانی شروع کردی ہے، لڑکی کے والد سید کو خبر پہنچی تو وہ لینے کے لئے آئے، مگر انھوں نے نہیں بھیجا، بکر نے کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے، آخری بار یہ کہا کہ ہم کو زیور واپس کردو تب ہم لڑکی واپس کریں گے، اور طلاق بھی دیں گے، چنانچہ خاندان کے چند معزز اشخاص کے ذریعہ اسی وقت واپس کرلیا، زیور پانے کے بعد بکر اور اس کے خاندان نے کہا کہ اب آپ تو واپس جائیں، اب ہم نہ لڑکی کو واپس کریں گے، بہرحال والدین لڑکی کو واپس لے آئے، لیکن اب بکر، عمر اور اس کے خاندان والے لڑکی کو طلاق دینے کو کسی طرح تیار نہیں ہیں، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید لڑکی کا والد لڑکی سسرال بھیجنے اور لڑکی بھی سسرال جانے کو تیار نہیں ہے، کیونکہ اب جان کا خطرہ لاحق ہوگیا ہے اور بکر و عمر وغیرہ کے لئے عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر اپنی بیوی کو رکھنے اور آباد کرنے کے لئے آمادہ ہے، تو اس کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کرسکتے، صرف بے جا زیادتی سے روکا جاسکتا ہے، جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، وہ غلط ہے، بہتر یہ ہے کہ بڑے با اثر معاملہ فہم آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے کہا جائے کہ وہ کام کا بوجھ برداشت سے زیادہ نہ ڈالے اور ظلم وتشدد اختیار نہ کرے، اگر وہ مان جائے تو لڑکی کو سمجھا بجھا کر رخصت کردیا جائے، اگر شوہر نہ مانے تو اس کو کہا جائے کہ وہ طلاق دیدے اگرچہ مہر کے عوض ہو یا کچھ مزید دیکر ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۰ھ

---

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بأن تفتدی نفسھا منہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بدعمل شوہر سے مطالبۂ طلاق

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے ہوئی جب ہندہ زید کے گھر گئی، تو معلوم ہوا کہ زید اغلام باز ہے اور ایک لڑکا مستقل اس کے پاس رہتا ہے، ہندہ نے زید کو بہت سمجھانے کی کوشش کی، مگر زید نہیں مانا، پھر کہنے لگا کہ تم اس مرد سے بھی زن وشوہر کے تعلق رکھو، جب ہندہ تیار نہ ہوئی تو اس پر سختی کرتا ہے اس لئے ہندہ مجبوراً اپنے میکہ آ گئی ہے، زید کے حالات سدھرنے کی کوئی امید نہیں ہے اور زید کے ساتھ رہنے میں حرام کا شدید اندیشہ ہے، اس لئے زید سے ہندہ مطالبہ طلاق کا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اگر افعالِ خبیثہ میں مبتلا ہو، تو زوجہ کو چاہئے کہ اس کو نصیحت کرے اور سمجھائے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو اس کو مطالبۂ طلاق لازم نہیں، لیکن اگر وہ زوجہ کو ان حرکاتِ خبیثہ پر مجبور کرے جس سے زوجہ اپنی عصمت وعفت کو محفوظ نہ رکھ سکے، تو زوجہ کو اس سے علیحدہ رہنے طلاق طلب کرنے کا حق حاصل ہے، ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ خلع کر لیا جائے، یعنی بیوی مہر معاف کر دے اور شوہر کا دیا ہوا زیور واپس کر دے اور شوہر حقِ زوجیت ساقط کر دے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) بمال یخلعها به، هدایه ص۴۰۴ ج۲، باب الخلع، دار الکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع.

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، هدایه ص۴۰۴ ج۲، باب الخلع، عالمگیری کوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر فی الخلع.

ظالم شوہر سے طلاق کا مطالبہ

سوال:- (۱) ہندہ کی شادی دو سال ہوئے زید سے ہوئی کچھ دنوں بعد ہندہ کو سسرال والوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں اور زدوکوب بھی کیا اور ہندہ کے اپنے والدین کے گھر آمدورفت پر پابندی لگادی۔

(۲) شادی سے قبل ہندہ کو زید کے بدعادات وکردار کا انکشاف نہیں ہوسکا، کہ وہ شراب ودیگر منشیات کا عادی ہے، حالت نشہ میں والدین کے ایماء پر ہندہ پر زید سخت تشدد کرتا تھا۔

(۳) زید سے ہندہ پر تشدد کرانے کی غرض سے اس کے خسر نے زیورات چرانے اور گم کرادینے کا بھی الزام لگایا اور متعدد طریقوں سے پریشان کیا، ان ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر ہندہ کو اس کے والد گھر لے آئے اور اب وہیں مقیم ہے، شوہر سے طلاق کی خواہاں، کیا یہ مطالبہ اس کا جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/۳) اگر واقعات صحیح ہیں، تو ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم وبے جا تشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوا مِمَّا آتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئاً اِلَّا اَنْ یَخَافَا اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ سورہ بقرہ آیت ۲۲۹۔

ترجمہ: پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا، مگر یہ کہ میاں بی بی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کرسکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی قائم نہ کرسکیں گے، تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے۔ (از بیان القرآن)

شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے مطالبۂ آزادی

سوال:- ایک لڑکی نے نابالغ حالت میں خود ایجاب قبول کر کے شادی کی تھی اور والد نے اجازت دی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو دیکھا کہ شوہر کی زبان میں لکنت ہے اور عورت شوہر کو پسند نہیں کرتی اور باپ کے یہاں چلی آئی اور شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا، باپ نے بہت کچھ سمجھایا اور سعی کی مگر لڑکی کسی طرح جانے کے لئے تیار نہیں ہوئی، اس طرح دو سال ہو چکے، جب ہر طریقہ سے مایوس ہو گیا تو چند آدمیوں کو سفارش کے لئے شوہر کے باپ کے پاس بھیجا کہ میری لڑکی کو طلاق دے دو خواہ کچھ جرمانہ لے لو، مگر شوہر نے کہا کہ میں کبھی طلاق نہیں دوں گا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے عورت کو نہ طلاق لینے کا اختیار ہے نہ والد کے گھر بیٹھے رہنے کا اختیار ہے نہ اسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کا اختیار ہے، بہتر یہ ہے کہ خلع کر لیا جائے، یعنی مہر معاف کرے اور شوہر کو اس کے عوض طلاق دیدے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، هدایه ص ۴۰۴ ج ۲، باب الخلع، عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمه تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر فی الخلع.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہاردہم

فسخ وتفریق

قانونی فسخ نکاح

سوال:- (۱) حال میں (جدید قانون) ایکٹ ۱۹۳۹ء منسوخی یا تنسیخ نکاح کا ہندوستان کیلئے گورنمنٹ سے باقاعدہ پاس ہورہا ہے اور جس کا نفاذ ہوکر عدالت ہائے دیوانی میں مقدمات منجانب منکوحہ دائر ہوکر عمل درآمد ہورہا ہے جناب والا کو اس قانون کا ضرور علم ہوگا۔

(۲) کیا یہ قانون فسخ نکاح، شوہر کی شکایت، سخت برتاؤ، تفصیل مندرجہ قانون جو عورت کی طرف سے بصورت دعویٰ ہوں ثابت ہونے پر عدالت سے عورت نکاح فسخ کرالے شرعاً درست اور صحیح ہے۔

(۳) کیا یہ قانون شرع کے لحاظ سے درست بنایا گیا ہے۔

(۴) کیا شرعاً عورت کی طرف سے بھی اس کی خواہش پر ناخوش گواری تعلقات ہونے پر خلع (فسخ نکاح) ہوسکتا ہے، جب کہ مسلم ریاست ہائے یا دیگر ممالک مسلم حکومت میں پہلے سے عمل درآمد جاری ہے۔

(۵) کیا دوران مقدمہ فسخ نکاح فریقین مدعیہ اور مدعیٰ علیہ دونوں آپس میں بصورت تصفیہ باہمی صلح نامہ ایک تحریر باضابطہ پر تمام نزاعات کو طے کرکے نکاح فسخ بجائے فیصلۂ عدالت کے خود بھی

کر سکتے ہیں، اوراس یکجائی تحریر تصفیہ کوعدالت میں داخل کر کے تصدیق کر کے مقدمہ ختم کر دیں۔

(۶) کیا طلاق مرد کی طرف سے عورت کو ہوتی ہے تو وہ تحریری ہونی چاہئے یا زبانی دو آدمیوں کے سامنے عورت کا اس وقت موجود ہونا لازم ہے یا نہیں، یا دونوں میں سے ایک حالت میں ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دیر ہوئی اس کا مسودہ دیکھا تھا۔

(۲) تفصیل مندرجہ قانون تو محفوظ نہیں، اگر عدم ادائے حقوق یا ناجائز سخت برتاؤ سے تنگ آ کر شوہر کی شکایت کرے اور حاکم مسلم با اختیار واقعات کی با قاعدہ تحقیق کر کے عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہونے پر (جب کہ شوہر باوجود فہمائش حاکم ادائے حقوق اور موافق شرع برتاؤ یا طلاق کے لئے تیار نہ ہو) فسخ نکاح کر دے تو شرعاً یہ فسخ نکاح صحیح اور درست ہے[۱]

(۳) چوں کہ اسکی تفصیل محفوظ نہیں نہ اسوقت اسکی کوئی کاپی موجود ہے، اسلئے اگر آپ کے پاس اس کی کوئی کاپی ہو تو بھیج دیجئے، تا کہ اس کے متعلق تفصیلی جواب دیا جا سکے۔

(۴) اس کا جواب دو میں گذر چکا۔

(۵) اگر شوہر اور بیوی آپس میں خلع کر لیں تو صحیح ہے حکم حاکم کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کہ خود طے نہ کر سکیں۔[۲]

(۶) طلاق زبانی بھی واقع ہو جاتی ہے، خواہ کسی کے سامنے دے یا تنہائی میں زبانی کہے بلند آواز سے یا اس قدر آہستہ سے کہ صرف خود سن سکے عورت موجود ہو یا نہ ہو طلاق تحریر سے بھی واقع ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اس تحریر کا اقرار کرے یا اس پر کم از کم دو عادل گواہ موجود ہوں، اور وہ تحریر کسی نے جبر واکراہ سے نہ لکھوائی ہو،[۳] زبانی طلاق کے لئے یہ بھی شرط نہیں اگر کسی نے جبر واکراہ سے

---

[۱] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲، حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[۲] ملاحظه هو عنوان "زوجۂ متعنت" حاشیه ۱.

[۳] کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق اذا لم یقر انه کتابهٔ کذا فی المحیط رجل اکره بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امراته فلانة بنت فلان بن فلان (بقیہ آئندہ پر)

طلاق دلوائی ہے تو بھی واقع ہوجائے گی، اسی طرح اگر ہنسی مذاق میں طلاق دی ہے، تب بھی واقع ہوجائیگی[1] اگر طلاق کے بعد انکار کردے تو عدالت میں ثبوت کیلئے تحریر یا گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے، نفس وقوع طلاق کے لئے تحریر یا گواہوں کی ضرورت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۵۸ھ

تفریقِ عدالت سے نکاح کا اختیار

سوال:- اگر عدالت نے عورت کو طلاق دیا یا لکھا تو عورت اس حکم کی وجہ سے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زوجہ کا بیان لے کر اور اس کی پوری شکایات کی تحقیق کر کے شوہر کو حاضر عدالت کیا اور اسباب مبیحہ فسخ نکاح کی بنا پر شوہر سے کہا کہ ان کا ازالہ کر کے شریفانہ طریق پر زوجہ کو آباد کرو، اگر نہیں کرسکتے، تو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کردیں گے، اس پر شوہر نے دونوں صورتوں میں سے

(گذشتہ کا بقیہ) فكتب امراته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته. عالمگیری ص ۳۷۹، ج ۱، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، تاتارخانیه کراچی ص ۳۸۰ ج ۳ الفصل السادس فی ایقاع الطلاق بالكتاب، شامی زکریا ص ۴۴۰ كتاب الطلاق، قبیل مطلب فی المسائل التی تصح مع الاكراه، شامی زکریا ص ۴۵۶ ج ۴ كتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة.

(صفحہ ہذا) [1] يقع طلاق كل زوج اذا كان بالغاً عاقلاً طائعاً اومكرها وطلاق اللاعب والهازل به واقع. عالمگیری ص: ۳۵۳، ج: ۱ فصل فيمن يقع طلاقه، كتاب الطلاق، الدر المختار على الشامی زکریا ص ۴۳۸ ج ۴ كتاب الطلاق، مطلب فی الاكراه على التوكيل، مجمع الأنهر ص ۸ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فقہاء نے وقوع طلاق کی جو شرطیں بیان کی ہیں ان میں گواہوں کی موجود کو شرط نہیں قرار دیا واما شرائط الركن فانواع بعضها يرجع الى الزوج وبعضها يرجع إلى المرأة وبعضها يرجع إلى نفس الركن وبعضها يرجع الى الوقت الخ بدائع ص ۹۹ ج ۳، كتاب الطلاق واما شرائط الرطن.

کوئی صورت اختیار نہ کی تو حاکم مسلم بااختیار نے تفریق کردی تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہوگی اور عورت کو نکاحِ ثانی کا اختیار حسبِ قواعدِ شرعیہ حاصل ہوگا[1] اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کی گئی ہو تو اس کی تفصیل لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

عدالت کی طرف سے تفریق شرعی تفریق نہیں

سوال:- (۱) میں نے یہاں لندن میں ایک مسلمان لڑکی کے ساتھ یہاں کے قانون کے مطابق سول میرج کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے یہاں کی کورٹ میں تین مسلمانوں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں اس لڑکی کو اپنی بیوی بناتا ہوں اور اسے اپنی بیوی کی طرح قبول کرتا ہوں۔ اسی طرح میری بیوی نے بھی اس مجلس میں یہ اقرار کیا کہ وہ مجھے بحیثیت شوہر قبول کرتی ہے مگر اب تک ہمارا اسلامی نکاح نہیں ہوا ہے۔ تو آیا یہ ہمارا نکاح ہوگیا یا نہیں؟

(۲) اگر یہ نکاح ہوگیا ہے تو اگر کسی وجہ سے یہاں کا قانون صرف بیوی کی بات سن کر علیحدگی کرادے۔ (بیوی اپنی خواہش سے علیحدگی چاہے) تو کیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جب کہ یہاں کے کورٹ میں تمام وکیل اور جج غیر مسلم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسلم گواہوں کے سامنے اس طرح کہنے سے شرعی نکاح ہوگیا[2]

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۲۰، تنبیهات ضروریه، الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] وینعقد بایجاب من احدهما وقبول من الأخر کزوجت نفسی ویقول الأخر تزوجت وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین فاهمین مسلمین الخ، الدر المختار علی رد المحتار زکریا ص ۶۹، ۹۲ ج۴ کتاب النکاح، مجمع الأنهر ص ۴۷۲ ج ۱ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۸۷ ج ۳ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(۲) محض لڑکی کی خواہش پر کورٹ علیحدگی کردے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ وہ بدستور آپ کی بیوی رہے گی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۱ھ

امارتِ شرعیہ بہار کا فیصلہ

سوال:- ۲/۵/۹۳ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ عدالتِ شرعیہ قائم کردہ امارتِ شرعیہ بہار میں اگر فیصلہ اتنی تاخیر سے ہو کہ اسکے انتظار میں مفاسد ہوں تو ثبوت پیش کر کے دوسری شرعی کمیٹی کے ذریعہ سے (ایک دوسال میں) تفریق کرائی جاسکتی ہے۔

خط کشیدہ عبارت کے پیشِ نظر سوال ہے کہ اگر یہ دونوں شرط مفقود ہو یعنی نہ اتنی تاخیر ہو، اور نہ مفاسد کا خطرہ ہو یا تاخیر تو ہو مگر مفاسد کا خطرہ نہ ہو تو شرعی کمیٹی یا پنچایت اس طرح کے مقصد کا فیصلہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اس کا فیصلہ شرعاً نافذ ہوسکے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چونکہ امارتِ شرعیہ بہار میں اس کا نظم ہے، اور مقدمات فیصل ہوتے ہیں، ان حضرات کو اس کا تجربہ اور بصیرت ہے، نیز حکومت میں بھی ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا جاتا ہے، اس لئے وہاں کا مشورہ دیا جاتا ہے، ورنہ جو بھی شرعی پنچایت "الحیلة الناجزه" کے مطابق بنائی جائے اور وہ پوری شرائط کے ساتھ فیصلہ کردے تو وہ معتبر اور نافذ ہوگا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امارتِ شرعیہ بہار کا فیصلہ اہلِ بنگال کے لئے

سوال:- ہم لوگ بنگال کے رہنے والے ہیں، بہار و بنگال کے بورڈر پر ہیں، اور یہاں پر

---

[۱] لا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده لحدیث ابن ماجه الطلاق لمن اخذ بالساق، الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۴۵۰ ج۴ کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیشة والافیون والبنج.

[۲] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

امارتِ شرعیہ مدت سے قائم ہے، ہندہ جس کا شوہر بھی بنگال ہی کا ہے، امارتِ شرعیہ بہار میں اپنے شوہر کے خلاف کیس دائر کردیا، اور دارالقضاء میں دونوں کو طلب کیا گیا، دارالقضاء سے فسخِ نکاح کا فیصلہ ہوا، عدت گذرنے کے بعد مسماۃ کا دوسرے مرد سے نکاح کردیا گیا، اب اطراف اور بستی کے لوگ اس نکاحِ ثانی پر شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ بلا طلاق شوہر اول کے دوسرے جگہ نکاح کیوں کیا گیا، اس لئے اب سوال یہ ہے کہ امارتِ شرعیہ بہار کا فیصلہ بنگال والوں کے لئے نافذ ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسبابِ فسخ (تعنّت) وغیرہ متحقق ہونے پر قواعدِ شرعیہ کے تحت فسخ نکاح کیا گیا ہے تو یہ فسخ معتبر ہے اور بعد عدت نکاحِ ثانی درست ہے[1] یا جب دارالقضاء سے دونوں کی طلبی ہوئی اور دونوں نے اپنا بیان دیا تو دونوں نے اس کے فیصلہ پر بھی رضامندی دیدی تو اب شبہ کی کیا بات ہے؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۸۹ھ

شوہر سے بیان لئے بغیر شرعی پنچایت کا فیصلہ طلاق

سوال:- ایک شخص مسمّٰی محمد عالم جو کہ چودہ سال پہلے پاکستان چلا گیا تھا، اسکی بیوی جو یہیں تھی، اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا کہ وہ آباد کرے، اسی دوران میں محمد عالم یہاں آیا اور چند دن ٹھہر کر واپس چلا گیا، اس کے جانے کے بعد اس کے بڑے بھائی عبدالعزیز نے شرعی کمیٹی میں درخواست دی کہ محمد عالم دو گواہوں کے سامنے طلاق دے گیا ہے، اس پر شرعی کمیٹی نے تحقیق کر کے فتویٰ دے دیا کہ محمد عالم کی بیوی عقد ثانی کرسکتی ہے، گواہوں کا بیان قرآن پر حلفیہ ہوا تھا، محمد عالم کی بیوی عقد ثانی کرلیتی ہے، مگر ایک ماہ بعد وہ گواہ انکار کردیتے ہیں، کہ ہم نے گواہی نہیں دی،

---

[1] دیکھئے الحیلة الناجزه ص: ۱۳۸، صورت قضائے قاضی، الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

بلکہ جو گواہی دی تھی، وہ غلط تھی، اس پر علماء نے فیصلہ دیا کہ مطابق کتبِ فقہ اگر گواہ بدلیں تو معتبر نہ ہوگا، اس کے نو ماہ بعد محمد عالم پاکستان سے آجاتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ ان دونوں لوگوں نے جھوٹی طلاق بنالی ہے، محمد عالم کی بیوی اس وقت زوجِ ثانی کے گھر آباد ہے، اور حاملہ ہے، مدلل فتویٰ صادر فرمائیں کہ مفتی، عالم، گواہ، کون کتنا مجرم ہے؟ نیز جو بچہ پیدا ہونے والا ہے، اس کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد عالم کے بھائی نے طلاق کے متعلق درخواست دی اور گواہی لے کر شرعی کمیٹی نے اس کی زوجہ کو عقدِ ثانی کی اجازت دیدی، اگر اس کے متعلق محمد عالم سے کوئی بیان نہیں لیا گیا، تو شرعی کمیٹی کا یہ فیصلہ خلافِ شرع ہوا، غلط ہوا،[1] دوسرا نکاح بھی غلط ہوا،[2] جس کی ذمہ داری شرعی کمیٹی پر ہے، وہ عورت محمد عالم کی زوجہ ہے، اگر محمد عالم کا بیان شرعی کمیٹی نے لیا ہے تو اسکی پوری تفصیل لکھ کر معلوم کریں، جن گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے، وہ مستقل مجرم اور مستحقِ سزا ہیں،[3] مگر سزا دینے کا حق شرعی کمیٹی کو نہیں، اس کے لئے شوکت اور قوتِ منفذہ ضروری[4] ہے، جس سے شرعی کمیٹی تہی دست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

---

[1] ولا یقضٰی علی غائب ولالهٗ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی به. شامی کراچی ص: ۴۰۹، ج:۵، مطلب فی القضاء علی الغائب، کتاب القضاء، مجمع الأنهر ص۲۳۸ ج۳ کتاب القضاء، فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۷ ج۷ کتاب القاضی الی القاضی.

[2] لا یجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتدة الغیر عند الکل قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۶۶ ج۱ فصل فی المحرمات تاتارخانیه کراچی ص۴ ج۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، شامی زکریا ص۲۷۴ ج۴ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

[3] یعزر الشهود سواء رجعوا قبل القضاء اوبعدهٗ. شامی کراچی ص: ۵۰۴، ج:۵، باب الرجوع عن الشهادة، من ظهرانه شهد بزور بان اقر علی نفسه ولم یدع سهوا او غلطا عزر بالتشهیر وعلیه الفتوی الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۳۰ ج۸ قبیل باب الرجوع عن الشهادة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۵ ج۷ باب الشهادة علی الشهادة، تبیین الحقائق ص۲۴۱، ۲۴۲ قبیل کتاب الرجوع عن الشهادة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پنچایت کے ذریعہ ظالم زوج سے چھٹکارہ

سوال:-مسماۃ بتول بی کا نکاح محمد شفیع سے ہوا جس کو عرصہ تین برس گذرا مگر محمد شفیع ڈاکو نکلا اور اسنے اپنے خسر محبوب علی کے گھر ڈاکہ ڈالا جب مسماۃ بتول کو معلوم ہوا تو اسنے کہا کہ یہ اشیاء میرے باپ کی ہیں، اس پر محمد شفیع نے بہت مارا اور بتول کو کوڑی میں دبا دیا، اتفاق سے بتول زندہ تھی، اور بچ گئی، اب محمد شفیع محبوب علی اور اسکی لڑکی (بتول) کو جان سے مارنے کے درپے ہے، اس صورت میں پنچایت سے فسخِ نکاح مسماۃ بتول کا مطالبہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تحریر کردہ واقعہ اسی طرح ہے تو یہ محمد شفیع کا بہت بڑا ظلم ہے، اب جس طرح بھی ہو سمجھا کر خوشامد کر کے لالچ دے کر اس سے طلاق حاصل کر لی جائے، یا خلع کر لیا جائے، اس طرح کہ بیوی مہر معاف کر دے اور شوہر اپنے حقوقِ زوجیت ختم کر دے[1] اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو عدالت مسلم یا اس کی عدم موجودگی میں جماعت مسلمین (پنچایت) جس میں کم از کم ایک معاملہ شناش معتبر عالم بھی شریک ہو اس کے سامنے مقدمہ پیش کر کے شوہر کے مظالم ثابت کئے جائیں وہ بعد تحقیقِ واقعات شوہر سے عہد و پیمان لے کر کہ وہ آئندہ زوجہ پر ظلم نہیں کرے گا، اگر ظلم کرے تو زوجہ کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوگا[2] اور اس عہد و پیمان پر شوہر سے کچھ ضمانت بھی لے اور زوجہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاهُ الامام، والامام قادر على الاقامة لشوكته ومنعته وانقياد الرعية له قهراً وجبراً. بدائع الصنائع ص:۵۲۴، ج:۶، كتاب الحدود التعزير مطبوعه زكريا ديوبند.

(صفحہ ہذا) [1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بان تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال عالمگيری كوئٹه ص۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، هدايه ص۴۰۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی ديوبند، تاتارخانيه كراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع.

[2] القسم الثانی تعليق التفويض بترک نقد المعجل الی وقت كذا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کواس کے حوالہ کردیا جائے، اگر شوہر عہد و پیمان نہ کرے تو اس سے طلاق دلوادی جائے، اگر شوہر نہ عہد و پیمان کرے نہ طلاق دے تو تفریق کردی جائے[1]، اس کے بعد عدت تین حیض گذار کر زوجہ (مسماۃ بتول بی) کو دوسری جگہ عقد کرنے کا حق حاصل ہوگا اور زوج محمد شفیع کو کوئی حق باقی نہیں رہے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

شوہر کو دوبارہ اطلاع کئے بغیر تفریق

سوال:- ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور رخصتی بھی ہوگئی، کچھ عرصہ کے بعد میاں بیوی کے درمیان کچھ نااتفاقی پیدا ہوگئی، جس کے باعث پانچ سال تک ہندہ اپنے میکہ میں پڑی رہی، نہ زید اپنے گھر لے گیا، نہ نفقہ کا انتظام کیا، نہ حقوقِ زوجیت ادا کیا، پانچ سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد ہندہ کے والد بکر نے ایک عالمِ دین کی سرپرستی میں ایک پنچایت مقرر کیا، مقررہ پنچایت نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وصورۃ کتابۃ ھٰذا القسم جعل امرھا بیدھا فی تطلیقۃ واحدۃ بائنۃ مطلقا بشرط انہ اذا مضی شھراً اوّلہ کذا وآخرہ کذا ولم یؤد الیھا جمیع ما قبل تعجیلہ لھا من صداقھا وھو کذا فانھا تطلق نفسھا بعد ذلک متی شاءت ابدا واحدۃ بائنۃ وفوّض الامر فی ذلک الیھا وانھا قبلت منہ ھٰذا الامر فی مجلس التفویض القسم الثالث تعلیق التفتویض بشرط قمارہ او بشرہ بہ الخمر او ضربہ ضربا موجعا یظھر اثرہ علی بدنھا وصورۃ کتابتہ علی نحو ما بینا، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۶۱ ج۶ کتاب الشروط، قبیل الفصل الرابع فی العتاق، الحیلۃ الناجزۃ ص۸، ۹ تفویض طلاق، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۱ ج ۱ الفصل فی الامر بالید.

(صفحہ ہٰذا) [1] الحیلۃ الناجزۃ ص: ۶۱، حکم زوجہ متعنت، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

[2] اذا طلقت الحرۃ او وقعت الفرقۃ بینھما بغیر طلاق فعدتھا ثلاثۃ قروء ان کانت من ذوات الحیض الخ، تبیین الحقائق ص ۲۶ ج۳ باب العدۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الأنھر ص ۱۴۲ ج ۲ باب العدۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

زید کوطلب کیا تو زید نے پنچایت میں آنے سے انکار کردیا، چنانچہ پنچایت نے دوسری تاریخ مقرر کیا اور پنچ کے لوگ خود زید کے مکان پر گئے، تو زید کے والد نے بتلایا کہ زید میلہ میں چلا گیا ہے، پنچایت کے لوگ واپس چلے آئے اور دو ممبران کو حکم دیا کہ زید کے مکان پر جا کر زید کو اطلاع دیں کہ زید کی منکوحہ ہندہ نے پنچایت میں عذر دائر کردیا ہے، لہٰذا زید آ کر اپنی بیوی کو راضی کر کے اپنے گھر لے جاوے، اور اگر وہ گھر لے جانے کے لئے تیار نہ ہو تو طلاق دیدے، لہٰذا دونوں ممبران زید کے مکان پر جا کر زید سے ملے، تو اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا، جو مجھ کو طلاق دینے کو کہتا ہے وہ ضرور اپنی بیوی کو طلاق دیدے، لہٰذا جب زید اپنی زوجہ کو راضی کر کے نہ اپنے گھر لے گیا نہ طلاق دینے پر راضی ہوا، تو پنچایت کے سرپرست عالم دین نے فسخِ نکاح کا ارادہ کیا، اور دارالعلوم دیوبند سے استفتاء کیا، دارالعلوم سے جواب آیا کہ ایک معزز ومتدین مسلمانوں کی کمیٹی بنائی جائے، جس میں کم از کم ایک معتمد اور تجربہ کار مفتی کو بھی شریک کریں، اس میں لڑکی دعویٰ کرے اور یہ ثابت کرے کہ شوہر نہ آباد کرتا ہے اور نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، اور دعوے میں شوہر کے آباد کرنے پر اور نان ونفقہ دینے پر راضی نہ ہونے کی صورت میں طلاق کا مطالبہ کرے، شرعی کمیٹی بعد تحقیق وشرعی ثبوت کے شوہر سے کہے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو، آباد کرو، نان ونفقہ دو یا طلاق دو، ورنہ شرعی کمیٹی تم دونوں میں تفریق کردے گی، اگر اس پر بھی وہ کسی بات کو تسلیم نہ کرے تو شرعی کمیٹی کے لئے جائز ہوگا، کہ ان دونوں میں تفریق کا حکم کردے، وہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا مذکورہ فتویٰ آجانے کے بعد پنچایت کے سرپرست عالم دین نے جب فسخِ نکاح کا ارادہ کیا تو پنچایت کے اکثر ممبران فسخِ نکاح میں شرکت کرنے سے انکار کردیئے، اور پنچایت سے علیحدہ ہوگئے، مولانا صاحب نے دوسری جماعتِ مسلمین قائم کیا جس میں مولانا کے علاوہ دو ممبران سابقہ کمیٹی کے شریک رہے، کمیٹی میں مولانا کے علاوہ چھ ممبران شریک ہوئے، کمیٹی نے پہلی نشست میں دو ممبران کو حکم دیا کہ تم دونوں زید کے مکان پر جاؤ اور زید سے کہو کہ تم

جماعتِ مسلمین میں حاضر ہوکر اپنی زوجہ کے دائر کردہ دعوے کی پیروی کرو اور اپنا بیان دو، جماعتِ مسلمین نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ آپ کو اطلاع کروں، لہٰذا آپ مقررہ تاریخ پر حاضرِ عدالت ہوں، یا تو اپنی زوجہ کو راضی کر کے آباد کریں اپنے گھر لے جائیں یا طلاق دیدیں، جب دونوں ممبران نے زید کو جماعتِ مسلمین کا یہ حکم پہنچایا تو زید نے جماعتِ مسلمین میں حاضر ہونے اور طلاق دینے سے صاف انکار کردیا، ان دونوں ممبران نے واپس ہو کر جماعتِ مسلمین کو آگاہ کردیا، اور دوسری نشست ہوئی جس میں فسخِ نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوگئی، زید کو پھر کوئی اطلاع نہیں دی گئی، اور مقررہ تاریخ پر فسخِ نکاح کا اعلان کردیا گیا، جس میں کل ممبران شریک تھے، کسی کو اختلاف نہیں ہوا، جماعت کی کل تین نشستیں ہوئیں تیسری نشست میں سارے ممبران شریک تھے، اور متفقہ فیصلہ پر دستخط کیا، فسخِ نکاح کا حکم ہو جانے کے بعد عدتِ طلاق گذار کر ہندہ نے عقدِ ثانی کرلیا، اور شوہر ثانی کے ساتھ رہنے لگی، دریں صورتِ مذکورہ فسخِ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نشست میں کم از کم تین ممبر موجود رہے، اور شوہر کے پاس اطلاع بھیجی کہ تم اپنی بیوی کو آباد کرو یا طلاق دے کر آزاد کرو، ورنہ فلاں تاریخ تک اگر تم نے کچھ نہ کیا تو ہم تفریق کردیں گے، پھر مقررہ تاریخ تک شوہر نے کوئی جواب دہی نہیں کی اور دوبارہ شوہر کو اطلاع کئے بغیر تفریق کردی تو شرعاً وہ تفریق معتبر ہوگئی اور زوجہ کو حق حاصل ہوگیا، کہ بعد عدت نکاحِ ثانی کرے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جج کا فیصلہ نکاح وتفریق میں

سوال:- ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے مسلم اور غیر مسلم جج کسی معاملہ میں مثلاً (فسخ نکاح

[1] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

وایقاع طلاق) شریعت حقہ کے مطابق فیصلہ صادر کریں تو قوانین الٰہیہ کی رو سے قابل قبول ہیں یا نہیں۔فقط

الجواب حامداًومصلیاً

مسلم جج کا فیصلہ جب کہ شریعت حقہ کے مطابق ہوشرعاً فسخ نکاح کے متعلق معتبر ہے غیر مسلم جج کا فیصلہ ایسے مسائل میں شرعاً معتبرنہیں البتہ کافر رعایۃ کے حق میں کافر جج کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا:

فیشترط فیه (فی الحکم) مایشترط فی القاضی الخ زیلعی[1] ج:۴، ص:۱۹۳.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں

سوال:-مسماۃ ملکی کے والد اللہ دتہ نے مسماۃ ملکی کا نکاح صغرِ سنی میں افضل سے کردیا،اس وقت مسماۃ کی عمر تقریباً ۳۵ رسال ہے محمد افضل نے تیرہ سال ہوئے دوسری شادی کرلی جس سے پانچ بچے بھی ہیں دوسری شادی سے پہلے مسماۃ کے والد نے افضل سے کہا کہ تم اپنی منکوحہ کو لیجاؤ دوسری شادی مت کرو،مگر محمد افضل انکار کردیا کہ تیرے گھر پر ہی بٹھائے رکھونگا۔

شادی کے بعد محمد افضل نے کسی کے ذریعہ سے پہلی منکوحہ کو بلانا چاہا مگرلڑکی کے باپ نے کہلا دیا کہ اگر یہ ارادہ ہوتا تو دوسری شادی نہ کرتا، میں نے تو تین مرتبہ آدمی بھیجے کہ لڑکی کو لے جاؤ لیکن انکار کردیا اور گالیاں دیں، اب مقصد بدلہ لینا ہے اورلڑکی کو ذلیل کرنا ہے اس کے بعد مسماۃ نے تفسیخ نکاح کا دعویٰ کیا،تحصیل میں حاکم نے نکاح توڑ دیا جس کی نقل ہمراہ منسلک ہے، دو گواہ بھی حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد افضل ملا تھا، وہ کہتا تھا کہ مسماۃ ملکی کو ہٹانا نہیں چاہتا، نکاح تفسیخ ہو چکا

---

[1] حتی لو حکما کافرا اوعبداً محجوراً اومحدودا فی قذف اوصبیاً لا یجوز لانه لا یصلح قاضیاً لا نعدام اهلیة الشهادة فکذا حکما. تبیین الحقائق للزیلعی ص:۱۹۳، ج:۴، باب التحکیم، مطبوعه امدادیه ملتان، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۲۸ ج۵ کتاب القضاء، باب التحکیم، عالمگیری کوئٹه ص۳۹۷ ج۳ الباب الرابع والعشرون فی التحکیم.

ہے، غلام سرور سے کہو کہ اس سے شادی کرلے اب غلام سرور نے شادی کر لی ہے جس کو ۸/ ماہ ہو چکے، اب محمد افضل مدعی ہے کہ میرا نکاح مسماۃ ملکی سے بدستور قائم ہے، کیا اس کا کہنا صحیح ہے، اور جج صاحب کا فیصلہ فسخِ نکاح کے بارے میں نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ مدعیہ کی درخواست پر شوہر کو حاضرِ عدالت کر کے بیان لیا گیا اور پورے ثبوت وصفائی کے بعد عدالت کو یہ ثابت ہوا کہ مدعیہ کا بیان صحیح ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کرتا، اس بنا پر چودھری فضل کریم صاحب سول جج نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی ہے تو شرعاً یہ تفریق معتبر ہے[1] اور مدعیہ کو نکاحِ ثانی کا حق حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/ ۶۷ھ

غیر مسلم عدالت سے فسخ نکاح

سوال:- شوہر زوجہ کو نفقہ نہیں دیتا تھا، بیجا تنگ کرتا تھا، اس مظلومہ نے اس بنا پر عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا، عدالت کے غیر مسلم جج نے فسخ نکاح کا حکم سنا دیا اور باقاعدہ فیصلہ کر دیا اب اگر ہم لوگ اس عورت کا عدت گذرنے پر دوسرا نکاح کر دیں تو کوئی حرج تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مسلم جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں شرعاً کافی نہیں[2] یا تو شوہر سے طلاق حاصل کی جائے یا کسی

---

[1] فیصلۂ حاکم کی نقل نہ ہونے سے فیصلہ کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی البتہ جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ سول جج مسلمان ہے اور مسلمان جج کا فیصلہ جب کہ شریعتِ حقہ کے مطابق ہو، فسخِ نکاح سے متعلق شرعاً معتبر ہوتا ہے غیر مسلم جج کا فیصلہ ایسے مسائل میں معتبر نہیں۔ ملاحظہ ہو عنوان: جج کا فیصلہ نکاح وتفریق میں۔ الحیلة الناجزة ص ۲۰ موجودہ جج مجسٹریٹ وغیرہ کا فیصلہ، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسلم حاکم سے باقاعدہ نکاح فسخ کرادیا جائے، یا خلع کیا جائے، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۲/۶۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جعلی قاضی کا فیصلہ طلاق کے سلسلہ میں

سوال:- زید کی شادی ہوئی پانچ سال تک زن وشوہر اچھی طرح ازدواجی زندگی گذارتے رہے، زید کی بیوی نے میکہ جانیکی خواہش ظاہر کی، زید نے بخوشی ورضامندی پہنچادیا تین چار ماہ بعد جب زید اپنی بیوی کو رخصت کرانے گیا تو بیوی کے باپ بھائی نے انکار کردیا، بعدہٗ بیوی کے باپ نے لڑکی کی طرف سے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا، وہاں سے حکم ہوا کہ قاضی جاکر تحقیق کرے گا، مگر قاضی صاحب نہیں آئے، لڑکی کے باپ بھائی نے گاؤں کے چار پانچ نمازی آدمیوں سے دستخط لئے کہ آپ لوگوں کے لکھنے سے قاضی صاحب آجائیں گے، ان لوگوں نے دستخط دیدیئے، اس کے بعد ان لوگوں کے دستخط والے کاغذ پر قاضی صاحب نے فیصلہ اور فتویٰ لکھ دیا کہ لڑکی کو زید بہت ستاتا مارتا پیٹتا ہے، لڑکی جانے پر رضامند نہیں، لہٰذا بحیثیت قاضی کے اس کو طلاق دی جاتی ہے، اب وہ اپنی دوسری شادی کرسکتی ہے قاضی صاحب نے نہ لڑکی کو بلوایا نہ اس کا بیان لیا، نہ جائے وقوع پر آئے تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اب زید کی بیوی نے دوسرے آدمی سے شادی کرلی ہے، تو کیا پھر دوسرا نکاح صحیح بھی ہوا یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] حکم القاضی المنصوب فی بلاد الدروز فی القطر الشامی ویکون درزیا ویکون نصرانیاً فکل منهما لا یصح حکمه علی المسلمین فان الدرزی لا ملة له کالمنافق والزندیق، شامی کراچی ص ۳۵۵ کتاب القضاء، مطلب فی حکم القاضی الدرزی والنصرانی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۹ ج ۱ کتاب القضاء. الحیلة الناجزة ص: ۲۱، مقدمه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الحیلة الناجزة ص: ۲۹، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

الجواب حامداًومصلیاً

یہ فیصلہ شرعی نہیں نہ اس سے طلاق ہوئی، نہ دوسرا نکاح درست ہوا: **وَلا یقضی علیٰ غائب ولا لہ ای لا یصح ولا ینفذ علی المفتی بہ الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب . درمختار[1] ص: ۳۳۵، ج: ۴.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۷ھ

عدالتی طلاق

سوال:-ایک لڑکی کا نکاح سوتیلی پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ ہوا اس کی پھوپھی مخالف تھی، ایک پلیٹ پیتل کا تھا، جو لڑکے کو ساس نے دیا تھا، جو سگی پھوپھی چرالائی کیونکہ دلوں میں زق تھا، یہاں سے جھگڑا شروع ہوگیا، لڑکی قریب پانچ ماہ تک آتی جاتی رہی، جھگڑا چلتا رہا، لڑکی جب بیمار ہوئی تو اپنی ماں کے گھر چلی آئی، قریب چھ ماہ تک بیمار رہی، لڑکا اور کوئی متعلقین میں سے دیکھنے تک نہیں آئے، پھر بھی لڑکی کے والد نے عید کو ان کو بلوایا، انہوں نے سخت لہجہ میں جواب دیا، ہم نہیں آئیں گے، اب بدلہ لینے کا وقت آیا ہے، اب بتائیں گے، پھر بھی لڑکی والوں نے کچھ لوگوں کو بغرضِ صلاح بھیجا لیکن لڑکے والوں نے صاف انکار کردیا تو پھر لڑکی نے لوگوں سے کہلوایا کہ میں طلاق چاہتی ہوں، لڑکے نے جواب دیا کہ ہم طلاق نہیں دیتے اور نہ لینے جائیں گے، زندگی بھر یوں ہی رکھیں گے، ان حالات میں لڑکی نے مقدمہ عدالت میں دائر کردیا، بغرضِ طلاق، عدالتی طلاق ہوگئی، اب لڑکی اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے اور لڑکا دوسرا نکاح کرنے والا ہے، جب فیصلہ عدالتی لڑکی کے حق میں ہوگیا، تو فرضی طور پر کہتا ہے کہ میں رکھوں گا، اور لڑکی کسی قیمت پر جانے کو تیار نہیں اور کہتی ہے کہ مرجاؤں گی مگر وہاں نہیں جاؤں گی، کیونکہ لڑکے کے اور گھر والے کے حالات اچھے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۴۰۹، ج:۵، مطلب فی القضاء علی الغائب، کتاب القضاء، مجمع الأنهر ص۲۳۸ ج۳ کتاب القضاء، فصل ثانی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۷ ج۷ کتاب القاضی الی القاضی.

نہیں ہیں، عدالت جو فیصلہ دیتی ہے، وہ مسلم پرسنل لا کے مطابق دیتی ہے، لڑکی شریعت کے مطابق فیصلہ چاہتی ہے، لہٰذا گذارش ہے کہ مسئلہ کے مطابق جواب عنایت فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکی کی درخواست پر عدالت نے شوہر کو بلوا کر اس سے طلاق دلوادی اور شوہر نے اپنی زبان سے طلاق دیدی تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عدت گذر جانے پر لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق ہے[1]

اگر شوہر کو بلوا کر اس سے طلاق نہیں دلوائی بلکہ لڑکی کی درخواست پر خود فعل مختاری کی اجازت دیدی جیسا کہ آج کل بکثرت ہوتا ہے، تو اس سے شرعی طلاق نہیں ہوئی لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں۔

بہتر تو یہ ہے کہ پہلی بات کو ختم کر کے باہمی مصالحت اور میل جول کر لیا جائے، اگر لڑکی کسی طرح بھی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی تو شوہر سے خوشامد کر کے مہر معاف کر کے لالچ دے کر غرض عورت کسی بھی طرح طلاق حاصل کر لے یا شرعی پنچایت کے ذریعہ اپنا معاملہ صاف کرالے، اگر شرعی پنچایت الحیلۃ الناجزہ کو سامنے رکھ کر اس کے لکھے ہوئے طریقے پر تفریق کر دے گی تو وہ تفریق بھی معتبر ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

کیا عورت ناراض ہو تو قاضی کے یہاں جا کر طلاق دے سکتی ہے

سوال:- اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور ناراض ہے کیا وہ عورت

---

[1] ویقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا سواء کان حراً اوعبداً طائعا او مکرھا عالمگیری کوئٹہ ص۳۵۳ ج ۱ فصل فیمن یقع طلاقه، مجمع الأنهر ص۸ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳۱۶ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲، حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

اپنے خاوند کو طلاق دے کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے کیونکہ سنا ہے کہ اب سرکار نے قانون جاری کیا ہے، کہ اگر عورت اپنے خاوند سے ناراض ہوتو قاضی کے یہاں عورت جا کر طلاق دے سکتی ہے، یہ نیا قانون ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کو طلاق کا حق حاصل نہیں بلکہ یہ حق مرد کو ہے، لہٰذا عورت طلاق نہیں دے سکتی صرف مرد طلاق دے سکتا ہے: **الطلاق لمن اخذ بالساق** (الحدیث[1]) البتہ اگر عورت نہیں رہنا چاہتی تو کسی طرح مرد سے طلاق لے لے یا کچھ مال دے کر خلع کرلے[2] اگر یہ دشوار ہوتو عورت کو چاہئے کہ بااختیار قاضی مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور اپنی تکالیف وشکایات کو ثابت کرے، اس پر قاضی مسلم باقاعدہ واقعات کی تحقیق وتفتیش کرے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتو اس کے شوہر کو کہے کہ یا تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے اس پر اگر شوہر کوئی بات اختیار کرلے تو خیر ورنہ قاضی مسلم بااختیار تفریق کردے اگر کسی جگہ قاضی مسلم بااختیار نہ ہوتو شرعی پنچایت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے، پھر عورت عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۸/صفر ۵۸ھ

---

[1] ورد فی حدیث ابن عباس مرفوعاً، ابن ماجہ ص: ۱۵۱، باب طلاق العبد شامی کراچی ص: ۲۴۲، ج:۳، کتاب الطلاق، تبیین الحقائق ص ۹۶ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

ترجمہ حدیث:- طلاق کا حق اس کے لئے ہے جس نے پنڈلی یعنی بیوی کو حاصل کیا۔

[2] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة ولزمها المال، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیہ کراچی، ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

مظلومہ کی گلوخلاصی

سوال:- کیاماں باپ کوشرعاً اس بات کا اختیار ہے کہ اپنی لڑکی کوشوہر کے مکان سے اس کی سختیوں کی بناء پر نکال لے جائیں اوروہ بیچارہ مجبوریوں کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔فقط

الجواب حامداًومصلیاً

اگرشوہر نا قابل برداشت سختی کرتا ہےتو بہتر یہ ہے کہ اول اس کوسمجھایا جائے اگروہ باز نہ آئے توکسی طرح لالچ دے کر یا دباؤ ڈال کراس سے طلاق لے لی جائے یا خلع کرلیا جائے[1] اگر یہ دشوار ہوتو عورت حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے وہ علماء کے مشورہ اورفتویٰ کے ماتحت فیصلہ کردے گا۔ بجز اس کے شوہر کے گھر سے نکالنا نہیں چاہئے[2] کیونکہ اس جدائی سے شوہر کوبھی اذیت ہوگی اور بیوی کوبھی اور دونوں کے حقوق ضائع ہوں گے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/۵۴ھ

---

[1] إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بان تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطليقة بائنة (الهندية ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فى الخلع مطبوعه كوئٹه پاكستان، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۰۱، ۱۰۲، باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۴۰۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] اورصورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضیٔ اسلام یا مسلمان حاکم اوران کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کر یا طلاق دو۔ ورنہ ہم تفریق کردیں گے اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے۔ اس میں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں، الحیلۃ الناجزۃ ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت مطبوعہ دارالإشاعت دیوبند۔

[3] قوله عز وجل ذلک أزكى لكم وأطهر إذا لم تعضلوا هن لأن العضل ربما أدى إلى إرتكاب المحظور الخ أحكام القرآن للجصاص ص ۴۰۳ ج ۱ باب النكاح بغير ولى، قبيل باب الرضاع، مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت.

شوہر بیوی کا معاملہ برادری کے حوالہ کرنا

سوال:- ایک ایک لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ رہنے سے کسی بات پر ناراض چلی جارہی تھی، لڑکی کے والدین نے یہ معاملہ برادری کے ہاتھ میں فیصلہ کے لئے دیدیا، اوراقرار نامہ دیدیا، لڑکے کے والد سے بھی برداری نے کہا کہ تم بھی لڑکے کا معاملہ برادری کے ہاتھ میں دیدو اوراقرار نامہ دیدو کہ برادری از روئے شرع جومناسب سمجھے طے کردیں، مگرلڑکے والے تیار نہیں ہوئے، جس کی وجہ سے برادری نے لڑکے والوں سے قطعِ تعلق وعدمِ شرکت غمی وخوشی طے کردیا، اور یہ فیصلہ کل برادری پر نافذ کیا تو کیا مسلمانوں کوایسا کرنے کا شرعاً حق ہے اوراس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگرلڑکی بالغہ ہے اوراس کی مرضی سے شوہر کے معاملہ کوحل کرنے کے لئے برداری کواختیار دیدیا ہے کہ وہ شریعت کے مطابق جس طرح طے کردے منظور ہے، تو شرعاً اس میں کچھ مضائقہ نہیں، لڑکے والے بھی اگرلڑکے کی رضامندی سے اس طرح برداری کواختیار دیں تب بھی درست ہے، لیکن مجبور کرنے کا حق نہیں، پس برادری کا یہ فیصلہ کہ لڑکے والوں سے قطع تعلق کردیا شرعاً صحیح نہیں ہے[1]، اس فیصلہ کوختم کرنا ضروری ہے پھر سمجھا کر دونوں کا معاملہ شرعی حکم کے ماتحت حل کردیا جائے، اگراس کے علاوہ کوئی اور وجہ قطعِ تعلق کی ہے تو وہ دوسری بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/ ۸۷ھ

حَکم نکاح کس طرح فسخ کرے

سوال:- ایک عورت اپنے خاوند سے اپنا نکاح فسخ کرانے پر بضد ہے، خاوند کوشش کرتا ہے

---

[1] ان مطلق الغضب المودی الی مطلق الهجر ان یکون حراماً. مرقاة ص: ۷۱۶، ج: ۴، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع. کتاب الادب، مطبوعه ممبئی.

کہ آباد ہو مگر وہ کسی صورت میں نہیں مانتی یہ مخاصمت سرکاری عدالت سے ایک حکم کے پاس ثالثی کے لئے بھیج دی گئی ہے حکم نے مصالحت کی پوری پوری کوشش کی ہے، مگر کوئی صورت نہیں نکل سکی حکم شرعی حُکم کا نفاذ چاہتا ہے، بایں طور کہ اگر اس حالت میں مرد طلاق نہ دے تو ثالث کا حکم فسخ نکاح شرعاً نافذ ہوگا یا نہیں؟ بصورت اول کن الفاظ میں لکھا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر وجہ شرعی حاکم، حکم، مفتی، ثالث کے فسخ نکاح کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا[1] الا یہ کہ شوہر نے فسخ کرنے کا اختیار دے کر وکیل ومختار بنا دیا ہو، اس صورت میں یہ لکھنا چاہئے، میں نے شوہر فلاں بن فلاں کی طرف سے بحیثیت وکیل ومختار اس کا نکاح فسخ کر دیا یا زوجین کے درمیان تفریق کر دی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ولی کو فسخ نکاح کا حق ہے

سوال:- ہندہ نے اپنی لڑکی زاہدہ کا نکاح بلا مرضی زید (اپنے شوہر) محمود سے پڑھوا دیا لڑکا بعد نکاح نہایت بدخلق اور بدمزاج نکلا لڑکی زاہدہ ہنوز نابالغہ ہے، اس کی بدمزاجی سے نالاں اور پریشان حال ہے، صورتِ حال دونوں میں ایک دم نباہ کی صورت نظر نہیں آتی ہے، زید یعنی باپ لڑکی کا من حیث ولی نکاح فسخ کر سکتا ہے یا نہیں، یا زید خیار بلوغ پر نکاح کے فسخ کو موقوف رکھے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح حاصل نہیں، صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر باپ نے اجازت دیدی ہو تو جائز ہوگیا، اب نہ خود فسخ کر سکتا ہے، نہ

[1] الحیلة الناجزة ص: ۱۴۰، قضاءِ قاضی، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، بلکہ یہ نکاح لازم ہوگیا، اگر باپ نے اجازت نہیں دی، بلکہ رد کردیا تو وہ رد ہوگیا، یعنی شرعاً یہ نکاح غیر معتبر ہے، فسخ کرانے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ **فلو زوّج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علیٰ اجازتهٗ اھـ درمختار فلایکون سکوته اجازة لنکاح الابعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً او دلالة. تأمل اھـ ردالمحتار[1] ص: ۴۸۶، ج:۲.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یوپی

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف ۲۶/محرم ۶۱ھ

نابالغ کا نکاح باپ فسخ نہیں کرسکتا

سوال:- زید نے اپنی اذن سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کردیا کچھ مخاصمت ہونے کی وجہ سے زید نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح فسخ کردیا تو کیا زید کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے، اور کیا ایسی باتوں سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو اس کا حق ہرگز نہیں اس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، لڑکا بالغ ہوکر خود طلاق دینے کا حقدار ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۸۱، ج:۳، شامی نعمانیه ص:۳۱۵، ج:۲. باب الولی، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۵ ج۱ الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیه کراچی ص۲۳ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء.

[2] اتفق العلماء علی ان الزوج العاقل البالغ المختار هو الذی یجوز له ان یطلق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خلافِ شرط کرنے پر فسخ نکاح

سوال:- زید اپنی لڑکی صفیہ کا عقد عمر کے بیٹے ظفر کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اسکی لڑکی پردہ میں رہیگی، ارکان شرعی کی پابند رہے گی ظفر نے دوسال کے بعد اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا شروع کیا نیز جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے، تو اسے جواب دیا جاتا ہے، کہ کیا رام کہانی شروع کر رکھی ہے، زید کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنی بچی کو گھر لے آیا ظفر کا اصرار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لے جائے گا زید کا کہنا ہے کہ تم نے شرط پوری نہیں کی، اس لئے اب میں رخصت نہ کروں گا ایسی صورت میں شرعی نقطۂ نگاہ سے کیا کرنا چاہئے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو چاہئے کہ وہ ظفر سے پختہ عہد کرلے اور چند معزز آدمیوں کے سامنے تحریر کرالے کہ ظفر اب آئندہ اپنی بیوی کو پردہ کے ساتھ رکھے گا، بے پردگی پر مجبور نہ کرے گا، نیز احکام شرع کی پابندی کرے گا اور اگر اس پر اطمینان نہ ہو تو زوجہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم[1] با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ ظفر میرا شوہر ہے، مجھے بے پردہ رکھتا ہے، اور احکام شرع کی بجا آوری میں مخل ہوتا ہے، اس پر حاکم ظفر کو بلا کر تحقیق کرے اور اس کو حکم دے کہ تم اپنی زوجہ کو پردہ میں رکھو اور احکام شرع کی پابندی میں رکاوٹ نہ ڈالو ورنہ آزاد کردو اس پر ظفر احکام شرع کی پابندی کا وعدہ کرے یا

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) وان طلاقه يقع فان كان مجنونا او صبيا او مكرها فان طلاقه يعتبر لغوا لو صدر منه لان الطلاق تصرف من التصرفات التى لها آثارها ونتائجها فى حياة الزوجين ولا بد ان يكون المطلق كامل الاهلية حتى تصح تصرفاته وانما تكمل الاهلية بالعقل والبلوغ الخ، فقه السنة من يقع منه الطلاق، مطبوعه دار الكتاب العربى بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۹۴ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۴ ج ۳ كتاب الطلاق.

(صفحہ ہذا) [1] حاکم مسلم نہ ہونے کی صورت میں شرعی پنچایت اس کے قائم مقام ہوتی ہے، لہٰذا شرعی پنچایت میں یہ سب کاروائی کی جاسکتی ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص:۲۲، جماعت مسلمین کا حکم) مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

آزاد کردے اگر وعدہ کرے تو بہتر ہے، اگر آزاد کردے تو بعد عدت نکاح ثانی درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم

شوہر نہ بیوی کو بلائے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟

سوال:- زید اپنی بیوی زینب کو گھر لے گیا لیکن حالات کے ناموافق ہونے کی وجہ سے زید نے بیوی کو طرح طرح سے ستانا مارنا پیٹنا شروع کردیا، زینب چاہتی ہے کہ چند دنوں کیلئے والدین کے پاس بھیج دی جائے، لیکن اس ابتلاء میں قریب قریب چار سال کا عرصہ ہوگیا اور زید نے کوئی توجہ نہیں کی، بعد اصرار تھوڑے دنوں کے لئے زینب کو میکہ بھیج دیا، لیکن چند یوم گذرے بھی نہ تھے، کہ زید واپس لینے پہنچ گیا، والدین نے یہ کہہ کر ابھی چند دن اور رہنے دو، پھر لیجانا، اسکے نتیجہ میں زید نے دوسری شادی کرلی اور اب زینب کو کسی قیمت پر لیجانے کیلئے تیار نہیں ایسے شخص کے پنجہ سے جان چھڑانے کی کوئی صورت ہے والدین سخت پریشانی کے عالم میں مبتلا ہیں، زینب اس قابل نہیں کہ گھر میں رکھی جاسکے، جب کہ قدم قدم پر فتنہ کا شدید اندیشہ ہے، اب عورت کب تک انتظار کرے، اور کیا ایسی صورت کے تحت فسخِ نکاح کے لئے عدالت یا گاؤں کے پنچایت کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زینب کے والدین کو چاہئے کہ اس کے شوہر کے مکان پر پہنچانے کی کوشش کریں، اگر زید رکھنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اس سے کہیں کہ وہ طلاق دیدے اگر طلاق بھی نہ دے تو زینب بعوض مہر طلاق حاصل کرنے کی کوشش کرے[2] اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو پھر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت

---

[1] الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] تقدم تخریجه تحت عنوان : بیوی کی طرف شوہر متوجہ نہ ہو تو کیا صورت ہے، حاشیہ ۱

میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس سے میرے حقوق ادا کرائے جائیں یا پھر مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے اس پر عدالت جملہ امور کی باقاعدہ تحقیق کر کے شوہر سے کہے کہ تم اپنی بیوی کے جملہ حقوق ادا کرو، یا اس کو طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم بااختیار تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی[1] اس کے بعد عدتِ طلاق تین حیض گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی،[2] اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو چند معزز مسلمانوں کی پنچایت بھی یہ کام کر سکتی ہے، اس پنچایت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے اور لازمی ہے،[3] رسالہ ''الحیلة الناجزه'' کا مطالعہ بھی بغور کر لیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۸ھ

بیوی کی طرف شوہر متوجہ نہ ہو تو کیا صورت ہے

سوال:- عرض ہے کہ محمد اسماعیل کی شادی ہوئے تقریباً گیارہ مہینے ہو چکے ہیں، لیکن اب تک محمد اسماعیل نے اپنی زوجہ آسیہ بیگم کو چھوا تک نہیں ہے، نکاح کے بعد تین چار دن تک آسیہ بیگم نے جبر کر کے محمد اسماعیل کی سرپرست (جو کہ خود آسیہ بیگم کی خالہ ہیں) سے کہا کہ آپ کے لڑکے کی یہ کیفیت ہے کہ وہ میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، پانی کی ضرورت ہو تو بھی وہ اپنی بھاوج سے مانگ لیتے ہیں، ایسی صورت میں میرا یہاں رہنا فضول ہے، میں اپنے میکے جانا چاہتی ہوں

---

[1] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] ملاحظہ ہو عنوان: ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت، حاشیہ ۱۔

[3] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

جس وقت ضرورت ہوگی وہ خود محمد اسماعیل آئیں گے، اس انتظار میں گیارہ مہینے کا عرصہ گذر گیا، درمیان میں لڑکی کے والد نے اپنے داماد محمد اسماعیل کے بارے میں حالات دریافت کئے تو محمد اسماعیل نے کہا کہ اگر وہ زیادہ کچھ کریں گے، تو غنڈوں کے ذریعہ پٹائی کروں گا، بالآخر چند دن کے بعد دونوں طرف کے رشتہ دار ذمہ دار قسم کے لوگوں نے جمع ہوکر شوہر بیوی کو روبرو بیٹھا کر پوچھا کہ کیا تم کو بیوی چاہئے یا نہیں؟ شوہر نے کہا مجھے یقیناً چاہئے، لہٰذا اس کو میرے گھر بھیج دیں، اب بیوی آسیہ بیگم نے پوچھنے پر کہا کہ وہاں جا کر کیا کرونگی، میرے والد کو دھمکی دینے کے بعد اب مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہورہا ہے اور مجھے وہاں جانا بالکل پسند نہیں، لہٰذا میں خلع لینے کیلئے تیار ہوں، اب اسکے جواب میں محمد اسماعیل کہہ رہا ہے کہ میں آسیہ بیگم کو نہیں چھوڑوں گا اور اس خلع نامہ پر رضامند ہوکر دستخط نہیں کروں گا، لہٰذا ایسی نازک صورت میں ان میاں بیوی میں جدائیگی کی کیا صورت ہے، لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ جب لڑکی وہاں جانے کے لئے راضی نہیں ہے، تو پھر کسی طرح اس کے تعلق کو ختم کرا کر لڑکی کی کسی اور جگہ شادی کرادی جائے، لہٰذا شریعت کے حکم سے نوازیں اور خلع کی صورت سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زوجہ اپنے شوہر کے مکان پر جانے کیلئے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کیلئے تیار نہیں اور اسکو اپنی جان کا خطرہ ہے تو کسی طرح خوشامد کر کے لالچ دیکر مہر معاف کر کے غرض کسی بھی طرح شوہر سے طلاق حاصل کرلے اسکے بغیر گلوخاصی کی کوئی صورت نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

---

[1] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لایقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة. عالمگیری ص:۴۸۸، ج:۱ الباب الثامن فی الخلع، هدایه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع.

سختی کرنے والے شوہر سے علیحدگی

سوال:- میری لڑکی کو گھر پر چار سال ہوگئے ہیں، اسکی سسرال والے بہت تنگ کرتے ہیں نہ کھانے کو دیتے ہیں نہ پہنے کو اور اس کو مار ڈالنے تک کا ارادہ کرلیا تھا، اب لڑکی وہاں پر کسی حال میں جانا نہیں چاہتی اب بھی اس کی جان کا خطرہ ہے ہم غریب آدمی ہیں اس صورت میں آپ فوراً اس کا نکاح فسخ کردیں تاکہ لڑکی کو دوسری جگہ بٹھا سکوں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی لڑکی کو شوہر سے الگ کرنے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ شوہر نامرد ہو تو اس کے لئے بھی فوراً علیحدگی نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے لئے عدالت یا شرعی پنچایت میں درخواست کی ضرورت ہوگی شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دی جائے، اگر پھر بھی وہ جماع پر قادر نہ ہوسکا تب علیحدگی کا حکم کیا جائے گا[1] دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ لڑکی پر مار پٹائی اور سختی کی جاتی ہے، خرچ نہیں دیا جاتا ہے، وہ نفقہ سے مجبور ہے، تو اس کے لئے بھی عدالت یا شرعی پنچایت میں درخواست کی ضرورت ہوگی، پھر اگر شوہر سختی سے باز آجائے نان نفقہ دینے کا وعدہ کرلے تو لڑکی کو علیحدگی کا حق نہیں رہے گا، اگر وہ سختی سے باز نہ آئے اور نان نفقہ دینے کا وعدہ نہ کرے تو علیحدگی کرادی جائے گی، الحاصل ہمارے اس فتوے سے لڑکی کو فوراً نکاحِ ثانی کا حق نہیں مل سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذا كان الزوج عنينا اجله الحاكم سنة فان وصل اليها ولا فرق بينهما اذا طلب المرأة ذلك، هدايه مع فتح القدير ص۲۹۷ ج۴ باب العنين وغيره، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيری كوئٹه ص۵۲۲، ۵۲۴ الباب الثانی فی العنين، مجمع الأنهر ص۱۳۸، ۱۳۹ ج۲ باب العنين، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شوہر بیوی کے درمیان تنازع شدید

سوال:- خالدہ بالغہ دختر زید نے خارجاً یہ سن کر کہ میرا باپ زید میرا عقد بکر سے جس کی ایک زوجہ موجود ہے، کر دیا ہے، اپنی والدہ کی معرفت اپنے باپ سے کہلایا کہ میرا عقد ایسے شخص سے جس کی ایک بیوی موجود ہے کیا گیا تو میں ہرگز نہ جاؤں گی، اور نہ میری رضامندی ہوگی، باپ نے اپنی زوجہ کے ذریعہ سے خالدہ کو اطمینان دلایا کہ میں اس بکر سے عقد نہیں کر رہا ہوں، جس کی دوسری بیوی موجود ہے، بلکہ یہ وہ بکر ہے، جو کنوارا غیر شادی شدہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ موصوفہ کا عقد اس کی لاعلمی میں بکر سے کر دیا گیا، عقد کے بعد بھی خالدہ نے رونا شروع کیا کہ مجھ کو قلبی اطمینان نہیں ہوتا، میں ہرگز نہ جاؤں گی، میں نے تمہارے سب کے قسم کھا کر اطمینان دلانے سے اجازت دیدی ہے، اس کی والدہ نے قسم کھا کر اطمینان دلایا کہ تم مطمئن رہو تمہارے والد نے ایسا نہیں کیا ہے، جیسا کہ تم کو خیال ہو رہا ہے، بالآخر تمامی اعزہ وغیرہ کے کہنے سے رخصت ہوگئی، اس کے علاوہ خالدہ نے اپنے عقد کے متعلق اپنے والدین سے یہ شرط بھی کر لی تھی، کہ مجھ سے جو ایک نازیبا حرکت ہوگئی ہے، عقد سے پہلے اس کا اظہار جس سے میرا عقد کیا جائے لازمی ہوگا تاکہ وہ مجھ کو ذلیل نہ کرے، لیکن اس کے برخلاف بکر سے یہ بات ظاہر نہیں کی گئی، ہر دو جانب کے متعلقین نے خالدہ و بکر دونوں سے لاعلمی مصلحۃً رکھی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالدہ اور بکر میں ابتدا ہی سے تنازعہ رہا خالدہ برابر سختی سے یہ کہتی ہے کہ مجھ کو بکر کی زوجیت میں رہنا منظور نہیں اور نہ تھا اور نہ میں نے رضامندی ظاہر کی ہے بلکہ شرط کے ساتھ سب کے کہنے سے اقرار کیا تھا، بکر نے کہا میں طوائف سمجھ کر رکھ رہا ہوں، کیونکہ مجھ کو اس کی نازیبا حرکت سے اطلاع نہیں کی گئی باوجودیکہ خالدہ کے والد کو بکر کی پہلی زوجہ نے یہ کہہ کر ہر طرح اطمینان دلایا تھا کہ میں ہر طرح سے نباہ کروں گی، اور خالدہ کو اپنی بہن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، الحیلة الناجزة ص: ۳۳، حکم زوجه عنین، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

سمجھوں گی اور بہو کی طرح رہوں گی، میں خود یہ عقد اس لئے کرا رہی ہوں کہ میرے اولاد نہیں ہے، لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ بکر کی زوجہ اول کی یہ دونوں باتیں دنیا سازی اور غلط تھیں، کیونکہ اس کی ایک دختر دس سالہ موجود ہے، اور اس نے اپنے خاوند سے قسم کھلا کر یہ عہد کرالیا تھا کہ تم بالکل میرے کہنے پر چلو گے چنانچہ بکر نے ابتدا ہی سے وہ برتاؤ شروع کیا جس سے پہلی بیوی خوش رہے اور خالدہ کو ہر طرح مار پیٹ وغیرہ کی تکلیف پہنچانا اور اپنا اور اپنے بھائی کا کام جبراً لینا شروع کیا جس سے پہلی بیوی خوش رہے اور کسی سے بات نہ کر سکے گی کڑی نگرانی رکھے اور چونکہ اس میں اغلام بازی کی بھی عادت ہے، اس لئے اغلامی تکلیف دینے لگا، حالانکہ خود خالدہ نے کہا تھا کہ تمہارے یہاں غیر محرم لوگ بلا روک ٹوک آتے رہتے ہیں، یہ شریعت کے بالکل خلاف ہے، جس کی کچھ سماعت اس نے نہیں کی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی پہلی بیوی اور بہن وغیرہ کے ابھارنے پر اور خود بدمعاشانہ طبیعت ہونے کی وجہ سے تہمت لگائی کہ دو شخصوں سے تمہارے ناجائز تعلقات ہیں ایک شخص کی بابت بکر کہتا ہے کہ ناجائز تعلقات کی بنا پر خالدہ شب کو اس کے ہمراہ میرے مکان سے بھاگ گئی، حالانکہ یہ بے بنیاد بات ہے حقیقت صرف اتنی ہے کہ خالدہ اس کے تشدد اور بیجا الزامات وغیرہ کی وجہ سے اپنی جان بچا کر شب کو اپنے باپ کے گھر پر چلی گئی جس پر بکر کہتا ہے کہ اب کی مرتبہ میں کسی نہ کسی طرح اپنے مکان پر لے جا کر خالدہ کو اس طرح ختم کروں گا کہ پتہ بھی نہ چلے، یا ایسا کروں گا کہ عمر بھر کے لئے بیکار ہو جائے اور کسی کام کی نہ رہے خالدہ کا کہنا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی تو میں ضرور خودکشی کر لیتی، پس ارشاد ہو کہ صورت مسئولہ میں شرعاً خالدہ اور بکر کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں اگر جائز ہو تو دونوں میں تفریق ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خالدہ نے جن شرائط پر اجازت نکاح دی تھی، ان کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بھی اگر اس نکاح کو جائز قرار دیا خواہ اعزہ واقرباء کے کہنے سے خواہ دنیوی شرم کی بنا پر تو شرعاً وہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اب اگر نباہ دشوار ہے تو بہتر یہ ہے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے یا

خلع کرلیا جائے[1] اگر شوہر اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہو تو حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنا چاہئے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے میرے حقوق زوجیت کو ادا نہیں کرتا اور ناجائز طریقہ پر تکلیف پہنچاتا ہے اور بدکاری کرتا ہے اس پر حاکم مسلم واقعات کی تحقیق کرے اور شوہر سے کہے کہ تم اپنی ناشائستہ حرکات سے باز آجاؤ یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے اس پر اگر شوہر کوئی بات اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے[2]۔

اگر خلاف شرائط ہونیکی بنا پر خالدہ نے اجازت نہیں دی بلکہ نکاح کی خبر سنکر اسکو رد کردیا تو وہ رد ہوگیا[3] اور پھر بکر کے یہاں جانا اور رہنا سب گناہ اور حرام ہوا جس میں خالدہ اس کے والدین، اعزہ، بکر، اس کے اعزہ سب حسب حیثیت شریک ہیں، اور متارکت واجب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/۶۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/۶۳ھ

شوہر فاسق ہوجائے تو زوجہ کیا کرے؟

سوال:- لڑکی بوقتِ نکاح بالغہ تھی اور نکاح اس کی اجازت سے ہوا، دوسری بات یہ عرض

---

[1] تقدم تخریجه تحت عنوان : شوہر فاسق ہوجائے تو بیوی کیا کرے، حاشیہ۲۔

[2] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲، حکم زوجۂ متعنت مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان، بغیر اذنها بکراً کانت او ثیباً فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها، فان اجازته جاز وان ردته بطل، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۷ ج ۱، الباب الرابع فی الاولیاء، شامی کراچی ص۶۴ ج۳ باب الولی، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۲ ج۳ باب الاولیاء والاکفاء.

ہے کہ اب جب کہ پہلی دفعہ جا کر گھر واپس آئی تو ناراضی ظاہر کی، اور اس پہلی ہی دفعہ میں خلوت صحیحہ ہو چکی اور اس پہلی ہی دفعہ میں جا کر لڑکے کا یہ فسق وفجور معلوم ہوا کہ بے نمازی ہے، کسی کسی وقت کہنے سے پڑھ بھی لیتا ہے، حقہ پیتا ہے، کبوتر بازی کرتا ہے، میلہ کا دلدادہ ہے، آج کل جو تماشے سینما وغیرہ شائع ہیں ان میں شرکت کرتا اور شامل ہوتا ہے، ان وجوہ سے لڑکی دوبارہ جانے سے ناراض ہے اور یہ عیوب بوقت نکاح نہ تھے، یہ معلوم نہیں کہ نکاح سے کتنی مدت بعد حادث ہوئے، کیونکہ لڑکی اپنے والدین کے ہمراہ پردیس میں رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عیوبِ مذکورہ بوقت نکاح موجود نہیں تھے، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا، بعد میں عیوبِ مذکورہ پیدا ہوجانے کی بناء پر نکاح باطل نہیں ہوگا: **والکفاء ۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد الخ درمختار**[1] ص: ۴۹۸، ج: ۲، البتہ اگر شوہر حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتا بلکہ ظلم کرتا ہے، اور نباہ دشوار ہے تو پھر کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جائے[2] اگر یہ بھی نہ ہوسکے، تو پھر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق کو ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو اگر ادا نہیں کروگے تو طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے، پھر شوہر اگر کوئی صورت اختیار کرلے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم ان کے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص: ۹۲، ج: ۳، باب الکفائۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۳۰ ج ۳ فصل فی الاکفاء، سکب الأنھر علی مجمع الأنھر ص ۵۰۰ ج ۱ باب الاولیاء والاکفاء، فصل اول مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسھا بمال یخلعھا بہ فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقۃ بائنۃ الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، مجمع الأنھر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

درمیان تفریق کردے، پھر عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست ہی نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۱۰/۶۲ھ

شوہر سے نفرت کی صورت میں تفریق کا حکم

سوال:- زوجہ کو اپنے شوہر سے نفرت سی ہوگئی ہے اور وہ کسی طرح اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی، وہ خودکشی کو پسند کرتی ہے، مگر شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور شوہر کسی قیمت پر خلع یا طلاق کے لئے راضی نہیں ہے، تو ایسی شکل میں تفریق کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟ کیا شرعی پنچایت یا قاضی کو تفریق کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر حقوق ادا کرتا ہے تو زبردستی تفریق نہیں کی جاسکتی، البتہ شوہر کو طلاق پر راضی کیا جائے، بالعوض ہو یا بلاعوض، شوہر کیلئے بھی اسلم راستہ یہی ہے کہ بعوض مہر طلاق دیدے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا شرابی زانی شوہر سے علیحدگی کا اختیار ہے؟

سوال:- مسماۃ انوری کا شوہر بدمعاش زانی ہے، مسماۃ کو عرصہ سے نان ونفقہ بھی نہیں دیا، نہ

---

[1] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲، حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] ولا بأس به ای بالخلع عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق. الدر المختار مع الشامی کراچی ص: ۴۴۱، ج:۳، باب الخلع، تبیین الحقائق ص۲۶۸ ج۲ باب الخلع، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۰۲ ج۲ باب الخلع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مسماۃ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اب فسخِ نکاح کی کونسی صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدمعاش اور زنا کاری یا ایسے دوسرے خبیث وشنیع گناہوں کی وجہ سے تو شوہر سے علیحدگی کا اختیار نہیں،[1] البتہ اگر وہ نفقہ نہیں دیتا تو بذریعہ شرعی پنچایت تفریق کرائی جاسکتی ہے۔ ''الحیلة الناجزة'' میں اسکا پورا طریقہ مذکور ہے،[2] اگر آپ کے یہاں شرعی پنچایت موجود نہ ہو تو ہتوڑا ضلع باندہ میں مولانا صدیق احمد[3] صاحب سے مشورہ کرکے عمل کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۵/۸/۸ھ

ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت

سوال:- ایک شخص شادی شدہ نے بغیر علم والدین واعزاء واہلیہ دوسری شادی جوان لڑکی سے کرلی نہ اس لڑکی کو اس کا علم ہوا کہ یہ شادی شدہ ہے، نکاح کے کافی دنوں کے بعد لڑکی کو معلوم ہوا کہ پہلی بیوی بھی ہے، اور اس کے بچہ بھی ہیں، مکان پر لانے کے بعد دونوں میں گزارہ اور نباہ مشکل ہوگیا، یہ مسئلہ تمام اعزاء کے لئے پریشانی کا باعث بن گیا اب یہ لڑکی اپنے والدین کے پاس

---

[1] لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لایقیما حدود اللّٰه فلا بأس ان یتفرقاً. الدرا لمختار مع الشامی کراچی ص: ۵۰، ج:۳، فروع، فصل فی المحرمات، البحر الرائق کوئٹه ص۱۰۷ ج۳ فصل فی المحرمات، النهر الفائق ص ۱۹۹ ج۲ فصل فی المحرمات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب قدس سرہٗ مراد ہیں، جو ہتھورا ضلع باندہ کے مدرسہ جامعہ رحمانیہ کے بانی ومہتمم تھے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہر علوم سہارن پور کے خلیفہ ومجاز تھے، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے محبوب تلمیذ ارشد تھے، اپنے علاقہ میں شیخ وقت اور بقول بعض صاحب خدمت بزرگ تھے، تفصیلی حالات کے لئے سوانح حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ ملاحظہ فرمائیں۔ وفات ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء

سترہ ماہ سے مقیم ہے، شوہر نہ آتا جاتا ہے نہ نان ونفقہ دیتا ہے نہ کسی خط کا جواب دیتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، ان تمام حالات سے لڑکی پریشان ہے، کیا ان حالات میں لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی دوسرے نکاح کی اجازت نہیں لڑکی کو چاہئے کہ شوہر کیساتھ رہے اور اسکے حقوق ادا کرے اگر شوہر نہ رکھے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو اس سے طلاق حاصل کرلے یا خلع کرے یعنی بیوی مہر معاف کردے اور شوہر طلاق دیدے[1] اگر یہ صورت بھی نہ ہوسکے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت سے شرعی طور پر فیصلہ کرائے[2] اگر ایسا حاکم نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت سے جس میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک ہو[3] الحیلۃ الناجزۃ میں تحریر کردہ طریقہ کے موافق کرائے تو پھر بعد عدت (تین حیض) کے دوسرے نکاح کی اجازت ہوگی[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

شوہر پاکستان چلا گیا عورت کیا کرے؟

سوال:- عبدالمالک نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک مرد کے ساتھ کردیا، لیکن بعد میں

---

[1] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة الخ عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، هدایه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[4] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیاً اوثلاثاً او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء. عالمگیری ص: ۵۳۶، ج: ۱، الباب الثالث عشر فی العدة، مجمع الانهر ص۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج۵ باب العدة.

معلوم ہوا کہ وہ مرد پاکستانی ہے، پھر گورنر نے اس کو پاکستان بھیج دیا اور اس کی عورت ہندوستان میں ایک ڈیڑھ سال کا عرصہ گذر گیا اس مرد کا کوئی پتہ نہیں ملتا، اب سوال یہ ہے کہ اس عورت کو گھر میں رکھنا بہت مشکل ہے، تو اس عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رجسٹری خط بھیج کر اس سے طلاق حاصل کرلی جائے یا عورت کو وہاں بھیجنے کا انتظام کیا جائے، یا شوہر کو یہاں بلانے کا انتظام کیا جائے اگر ان میں کوئی صورت نہ ہوسکے تب تفریقِ شرعی کا طریقہ دریافت کرکے اس پر عمل کیا جائے[1] ابھی دوسری جگہ نکاح کرنا کسی طرح جائز نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۸ھ

نکاح کے بعد شوہر پاکستان چلا گیا اس کا حل

سوال: گذارش ہے کہ میری بھانجی جو کہ نابالغ تھی اور اس وقت عمر ۱۷ سال ہے اس کا نکاح ایک پاکستانی سے چند پاکستانیوں نے یہاں آکر کیا اور پھر یہ طے پایا کہ ایک آدھ ماہ کے بعد رخصتی ہو اور وہ لوگ چلے گئے اس کے بعد چند ماہ کے اندر ان کے چند خطوط رخصتی وآمد کے متعلق ضرور آئے تار بھی آیا ان حضرات کے بابت وہاں سے بذریعہ خطوط اور ذاتی طور پر بھی وہاں سے آنے والے لوگوں نے بتلایا کہ جو کہ بالکل برعکس تھی جیسا کہ مذکورہ بالا حضرات نے یہاں لڑکی والوں کو بتلا کر نکاح کرایا لڑکا اور ان کے لواحقین چوں کہ بڑے قریبی عزیز دار ہیں اس لئے ان کی باتوں پر بھروسہ کرنا پڑا تھا۔ لڑکی کے والدین کی حیثیت ایسی ہے کہ بہ مشکل تن ڈھانپ لیتے ہیں

---

[1] الحیلة الناجزة ص:۶۳، حکم زوجه غائب غیر مفقود، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً. شامی کراچی، ص:۱۳۲، ج:۳، مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر.

اور پیٹ پال لیتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ پاکستان جا کران کے صحیح حالات معلوم ہونے پران لوگوں کوصدمہ ہوااورارادہ بھی متزلزل ہوگیاجوکہ قدرتی بات ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خطوط کے خاطرخواہ جواب نہیں دیئے گئے۔لڑکی جوکہ بالغ ہوگئی ہے اس کے علم میں بھی یہ باتیں آئیں تو اس کا بھی ارادہ نکاح فسخ اورختم کرنے کا ہے مگرشرعی حکم بھی معلوم کرنا پڑ رہا ہے کہ لڑکے اوراسکے رشتہ داروں کے جانے کے بعد چند خطوط آئے اس کے بعد سے اب تک کوئی خبران لوگوں کی نہیں ہے ان حالات میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

صورت مسئولہ کوشرعاً نہ خلع سمجھا جاسکتا ہے نہ طلاق نہ حسب پسند دوسری جگہ عقد کی اجازت ہوسکتی ہے یہ بات نکاح کرنے کے وقت سوچنے کی تھی کہ دوردراز مقام پررہنے والوں کے ساتھ معاملہ کس طرح ہوسکے گااوران کے صحیح حالات جوکہ خودانہی کی زبان معلوم ہوئی ان پراعتماد کہاں تک مناسب ہے شروع شروع میں ان لوگوں نے خطوط بھیجے مگران کے خاطرخواہ جوابات نہیں دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاموش ہوکر بیٹھ گئے پھران کے پاس خطوط بھی لکھے گئے تو وہ مطالبہ طلاق کے لکھے گئے جب ان کا کوئی قصور ثابت نہیں تو آخر ان سے مطالبہ طلاق کیوں کیا جاتا ہے کیا اس پروہ برافروختہ نہ ہوں گے اوروہ لڑکی والوں کے متعلق کیارائے قائم کریں گے اور یہاں بیٹھے ہوئے ان کے متعلق جوحالات معلوم کئے ہیں کیا اعتماد ہے کہ وہ صحیح ہیں اور کیا ضرورت ہے کہ لڑکی کے ساتھ بھی ان کا معاملہ خراب رہے گا۔لڑکی کوگھر میں بٹھا کرلڑانے کا انتظام تو لڑکی والوں نے خود کیا ہے اس کا شریعت پرکوئی الزام نہیں ہے اب بہترصورت یہ ہے کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے لڑکے والوں کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ان کی معرفت گفتگو کی جائے اگر وہ آمادہ ہوں تو لڑکی کو بھیجنے کا انتظام کیا جائے یعنی لڑکی اورلڑکی والے سب اس پرضامند ہوں کہ لڑکا آئے اورلے جائے یا بلوائے ہمیں کوئی انکار نہیں ہم خوش ہیں اورگذشتہ تلخیوں کوختم کردیا جائے پھرلڑکا اگرمعذرت کرے اورنہ بلائے تو اس سے کہا جائے کہ وہ طلاق دیدے اورلڑکی مہرمعاف

کردے اگر وہ طلاق دیدے تو لڑکی کا چھٹکارا ہوجائے گا[1] دوسری جگہ اس کے نکاح کی اجازت ہوجائے گی اگر پوری فہمائش اور کوشش کے باوجود نہ وہ بلائے اور نہ طلاق دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے۔ اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور اس میں کم از کم ایک معتبر عالم بھی شریک ہو وہ پوری تحقیق اور تفتیش کے بعد فیصلہ کردے۔ فیصلہ کرتے وقت رسالہ۔ الحیلۃ الناجزہ کا بغور مطالعہ کیا جاوے اس میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۸۶ھ

شوہر چھوڑ کر چلا گیا اور دوسری شادی کرلی

سوال:- مسماۃ سلمہ کا نکاح عبداللہ سے ہوا تھا، دونوں کی زندگی خوشگوار تھی دو بچے بھی ہوئے، عبداللہ کلکتہ میں تھا، فسادات کے دوران جان بچانے کے لئے ڈھاکہ چلا گیا، معلوم ہوا کہ وہاں اس نے دوسری شادی بھی کرلی ہے، اس بات کو چھ سال کا عرصہ گذر گیا بچوں اور سلمہ کی پرورش کا کوئی سہارا نہیں تو اب سلمہ دوسری شادی کرسکتی ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی موجودہ حالت میں سلمہ کی دوسری شادی کی اجازت نہیں، جب شوہر کا پتہ معلوم ہے تو

---

[1] واذا تشاق الزوجان وخافان ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة. عالمگیری کوئٹہ ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمه، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۱۰۱، ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۴۰۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص ۱۵۳، ۱۵۴ حکم زوجة متعنت فی النفقة، مطبوعه دار الإشاعت دیوبند.

اس کو خط لکھا جائے کہ تم نے وہاں دوسری شادی کر لی ہے، یہاں تمہاری بیوی پریشان ہے، نہ تم آسکتے ہو نہ اس کو بلا سکتے ہو، لہٰذا اس کو طلاق دے دو تا کہ وہ اپنا دوسرا انتظام کر سکے[1]، جب وہ طلاق دیدے تو عدت تین حیض گزار کر سلمہ کو دوسری شادی کا حق ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

شوہر دوسری جگہ نکاح کر کے رہتا ہے تو یہ بیوی کیا کرے

سوال:- ایک عورت منکوحہ جس کا نکاح دس برس پہلے ہوگیا اور اس کا شوہر چھ ماہ بعد افریقہ چلا گیا اور نو برس سے زیادہ ہوگیا ہے اور عورت کے لئے خورا کی اور پوشا کی قدرے قلیل روانہ کیا کرتا ہے جو منکوحہ کے لئے ناکافی ہے، جس کی بنا پر مشقت جھیلتی ہے، اس وقت منکوحہ کی عمر پچیس سال ہے، یعنی شبابیت کا زمانہ ہے، اور شوہر اس کو افریقہ بلاتا بھی نہیں اور نہ طلاق دیتا ہے، اور وہاں دوسری شادی کر لی ہے، جس سے تین اولاد ہیں اور یہاں آتا بھی نہیں، ایسی صورت میں منکوحہ مذکورہ اپنے زوج کے شدائد سے عاجز ہے جو واقعی ایک انسان کی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا، لہٰذا اس کو فسخ کرنے کی کیا صورت ہے، کیا حاکم کے روبرو کسی امام کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے فسخ ہوسکتا ہے۔ فقط بینوا وتوجروا۔

---

[1] ومن محاسنه التخلص به من المكارة الدينية والدنيوية بحراى كان عجز عن اقامة حقوق الزوجة اوكان لايشتيها. شامی کراچی ص: ۲۲۹، ج:۳، كتاب الطلاق، قبيل مطلب الدور، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۸ ج ۳ كتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج ۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من تحيض فعدتها ثلاثة اقراء (عالمگیری ص: ۵۲۶، ج: ۱، الباب الثالث عشر فى العدة)، مجمع الأنهر ص ۱۴۲ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچى ص ۵۳ ج ۴ الفصل الثامن والعشرون فى العدة.

الجواب حامداًومصلیاً

اگرعورت عفت کے ساتھ کسب معاش کر کے اپنے خورد ونوش کا انتظام نہیں کرسکتی اور بالکل عاجز ہوچکی ہے،تو اس کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا مفت اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرلے یا خلع کرلے[1] اگر باوجود انتہائی کوشش کے یہ دشوار اور ناممکن ہوتو پھر سخت مجبوری کی حالت میں (بنا برمذہب مالکیہ) اس کی بھی گنجائش ہے کہ عورت حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور بیان دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور باوجود قدرت کے میرے حقوق ادا نہیں کرتا اور نہ طلاق دیتا ہے اس پر حاکم باقاعدہ تمام واقعات کی تحقیق وتفتیش کرے اگرعورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتو شوہر کوطلب کر کے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کردیں گے، پھر اگر وہ کوئی صورت اداء حقوق یا طلاق کی اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۲/۴/۵۸ھ صحیح: عبداللطیف ۱۱/ربیع الثانی ۵۸ھ

بھنگن سے ناجائز تعلق کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال:- زید کا ایک بھنگن سے ناجائز تعلق ہوگیا، زید اسکو لیکر فرار ہوگیا، معلوم ہوا کہ زید نے بھنگن کیساتھ خنزیر کا گوشت کھایا، پھر زید آگیا اور بھنگن کو اسکے گھر والیکے حوالے کردیا، اب زید

---

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھا بہ الخ عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیہ کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، ھدایہ ص۴۰۴ ج۲، باب الخلع، مطبوعہ تھانوی دیوبند.

[2] الحیلۃ الناجزۃ ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

کے سسرال والے اسکے ساتھ اپنی بیٹی کو رکھنے پر ہرگز تیار نہیں ہیں، اور اس کی بیوی بھی اسکے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہے، اگر بیوی اسکے پاس رہے تو کوئی حرج ہے؟ اگر بیوی چھٹکارا حاصل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی ان کمینہ اور فحش حرکات کے بعد بھی اس کا نکاح اپنی بیوی سے ختم نہیں ہوا[۱] زید کے ذمہ لازم ہے کہ سچی توبہ کرے اور دل سے نادم ہو[۲] اور آئندہ کبھی فعلِ حرام اور اکلِ حرام[۳] کے قریب نہ جائے[۴] پھر بیوی کو بھی اسکے پاس رہنا درست ہے، جب تک شوہر طلاق نہ دیدے پھر عدت گذر جائے، بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا حق نہیں۔[۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۸۸ھ

---

۱ اسلئے کہ طلاق صریح یا کنائی کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المأل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۲۲۶، ۲۲۷ ج ۳ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۵ ج ۳ کتاب الطلاق.

۲ واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة، روح المعانی ص ۲۳۶ ج ۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی مسلم ص ۳۵۴ ج ۲ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح مسلم ص ۲۷ ج ۷ کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

۳ ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا، سورة الاسراء آیت ۳۲.

۴ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللّٰه، سورة البقرة آیت ۱۷۳.

۵ ولا یجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتدة الغیر عند الکل، قاضی خاں علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ فصل فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر.

زوجہ کوشوہر سے سیری نہ ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم

سوال:- زوج نامرد تو نہیں ہے، لیکن عورت کہتی ہے کہ مجھے یوں تو سسرال میں بہت تکلیف ہے، لیکن سب سے بڑی تکلیف شوہر کی ہے، (بیان سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ زوجہ کی شہوت پوری نہیں ہوتی) اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہو سکے گا، اور میں کسی قیمت پر اس کے پاس نہیں رہ سکتی، اور شوہر تفریق کے لئے راضی نہیں ہوتا تو کیا شرعی پنچایت یا قاضی کو تفریق کا حق ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا شکل ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زوجہ کو دخول کا اعتراف ہے (گو سیری نہ ہوتی ہو) تب تو اس کو مطالبہ تفریق کا اختیار نہیں، (شامی[1]) یہ تو ضابطہ کی بات ہے لیکن ان حالات میں شوہر کو خود خیال کرنا چاہئے، وہ یا تو علاج کرائے یا زوجہ کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو آزاد کر دے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالہ کرنے سے نکاح کا حکم

سوال:- ایک شخص نے تائے زاد بھائی کے ہاتھ میں اپنی بیوی کا ہاتھ دیدیا کہ میں تم کو دیتا ہوں، نہ اس کا خرچ میرے بس کا ہے نہ خواہش پوری کر سکتا ہوں، عورت بھی تیار ہوگئی اور غیر شخص نے بھی قبول کر لیا، کچھ دنوں بعد دونوں مردوں میں کوئی بات بڑھ گئی شوہر نے بیوی کو

---

[1] ولوقصيراً لا يمكنه ادخاله داخل الفرج فليس لها الفرقة المراد بداخل الفرج نهايته المعتاد الوصول اليها. شامی کراچی ص:۴۹۵، ج:۳، باب العنين، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۲۳ ج۴ باب العنين، مجمع الأنهر ص۱۳۷ ج۲ باب العنين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[2] ويجب لوفات الامساک بالمعروف كما لو كان خصيا او مجنوناً اوعنيناً اوشكازا او مسحراً. شامی کراچی ص:۲۲۹، ج:۳، كتاب الطلاق، قبيل مطلب طلاق الدور، البحر الرائق كوئٹه ص۲۳۷ ج۳ كتاب الطلاق، تبيين الحقائق ص۲۳ ج۳ باب العنين، مطبوعه امداديه ملتان.

غیر مردوں سے حرام کاری کے لئے مجبور کیا، وہ عورت اس آدمی کے ساتھ جس کے حوالہ ہوئی تھی، فرار ہوگئی اور فرار کے سات سال ہو چکے ہیں تین بچے بھی ہو چکے ہیں، تو کیا اس کے ساتھ رہنا اور شوہر سے تعلق ختم کر دینا شرعاً کیسا ہے؟ وہ نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی بیوی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ میں پکڑا دینا انتہائی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، اس سے شرعاً نہ نکاح فسخ ہوا[1] نہ وہ دوسرے کی بیوی بنی بلکہ پہلا نکاح قائم ہے، اس عورت کو اس دوسرے آدمی سے فوراً علیحدہ ہو جانا ضروری ہے، شوہر اگر اسکے حقوق ادا نہیں کر سکتا تو اسکو طلاق دیدے،[2] اسکے بعد عدت گذار کر وہ عورت اگر چاہے تو اس دوسرے شخص سے نکاح کر لے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

---

[1] جب کہ طلاق صریح یا کنائی کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا تو محض اپنی بیوی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ میں پکڑا دینے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المأل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق الخ الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۲۲۶، ۲۲۷ کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص ۴ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، حاشیه شلبی علی تبیین الحقائق ص ۱۸۸ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (سوره بقره)

ترجمه:- پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ۔ (بیان القرآن)

[3] وعدة الطلاق تارة تکون بالحیض وتارة تکون بالشهور وتارة تکون بوضع الحمل فالشهور بدل من الحیض فیمن لا تحیض بصغر او کبیر او فقد حیض یعنی الآئسة، فالحرة تعتد بثلاث حیض او ثلاثة اشهر الخ تاتارخانیه کراچی ص ۵۳ ج ۴ الفصل الثامن والعشرون فی العدة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة.

کوئی کسی نامحرم کے ساتھ بھاگ جائے پھر شوہر کے پاس آکر رہنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

سوال:- زید کی لڑکی غیر محرم کے ساتھ زر زیور لے کر بھاگ گئی کئی روز کے بعد پتہ چلا، اب زید اس کو اگر گھر رکھتا ہے تو بڑی بدنامی ہوتی ہے، تمام برادری لعن طعن کرتی ہے، سسرال والے بھی لڑکی کو لے جانا نہیں چاہتے، زید بہت پریشان ہے، لڑکی کو قتل کردے، یا زہر دے کر ماردے؟ اگر شوہر لڑکی کو لے جانا چاہے تو بھیج دیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زہر دینے اور مارنے کی اجازت نہیں[1] شوہر لے جائے تو ضرور فوراً بھیج دیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۵ھ

غیر مسلم کے پاس بھاگ جانے سے نکاح پر اثر

سوال:- ہندہ شادی کے بعد چھ ماہ اپنے شوہر کے پاس رہی پھر ایک روز رات کو بھاگ گئی بہت تلاش کیا مگر ایک ہندو لڑکے کے یہاں سے ملی پھر اس کو لے کر آگئے اور اس کے باپ کے حوالہ کردی تو اس کا اسلام قائم رہا یا نہیں؟ وہ لڑکی رکھنے کے قابل ہے، یا نہیں؟ فقط

---

[1] یستفاد مما فی الشامی والفتویٰ علی انه لیس لهاقتله ولا تقتل نفسها کما انه لیس له قتلها اذا حرمت علیه. شامی کراچی ص: ۲۵۱، ج:۳، مطلب فی قول البحر، باب الصریح، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق الصریح، تاتارخانیه کراچی ص ۶۰۹ ج۳ الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل الخ، ومما یتصل بهذه المسائل، شامی زکریا ص۵۵، ۵۶ ج۵ باب الرجعة، مطلب الاقدام علی النکاح الخ.

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس نے شرک وکفرنہیں کیا تو وہ اس کمینہ حرکت کے باوجود اسلام سے خارج نہیں ہوئی، شوہر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے[1] آئندہ ایسی حرکت سے پختہ توبہ کرلے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح ختم ہوگیا

سوال:- زید کی بیوی ساجدہ جو تین بچوں کی ماں ہے، ایک ہریجن کیساتھ بھاگ گئی، بکر اوراسکی بیوی بھی اسکے بھگانے میں شریک رہے، بکراوراسکی بیوی نے تین یوم تک ساجدہ کو چھپائے رکھا تواب ساجدہ زید کے نکاح میں رہی یانہیں؟ اب ساجدہ پکڑی گئی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے، تو بکر بھی گنہگار ہے، اس کی بیوی بھی گنہگار ہے، اور ساجدہ بھی گنہگار ہے،[2] سب کوتوبہ واستغفار لازم ہے،[3] ساجدہ اس خبیث حرکت کے باوجود زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔[4]

---

[1] لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۵۰، ج:۳، مطلب فیما لو زوج المولی، فصل فی المحرمات، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۰۷ ج۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، النهر الفائق ص ۱۹۹ ج۲ فصل فی المحرمات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وفی حدیث ابی هریرة مرفوعاً وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلاَلَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ یَتْبَعُهُ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئاً. ترمذی ص:۹۶، ج:۲، ابواب العلم. باب ماجاء فیمن دعا الی الهدی.

ترجمہ حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ جوشخص گمراہی کی طرف لوگوں کو بلائے اس پر اتباع کرنے والوں کے گناہوں کے مثل گناہ ہوگا، اوران کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسنے خدانخواستہ وہاں جا کر بت کی پوجا وغیرہ بھی اگر کی ہو تو تجدیدِ ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرائی جائے[۱] یہ بھی خیال رہے کہ شرعی پردہ نہ کرنے کو اس قسم کے واقعات میں زیادہ دخل ہے، اگر احکامِ اسلام کی تعلیم اور پابندی ہو تو ایسی صورتیں نہ پیش آئیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا بیوی کو طلاق بذریعۂ عدالت لینے کا حق ہے؟

سوال:- بکر کی شادی باکرہ کے ساتھ ہوئی، باکرہ کے والدین نے جہاں شاندار جہیز دیا وہاں پر بکر کے اوپر ستر ہزار روپیہ کا مہر مؤجل بھی لاد دیا، کچھ عرصہ بعد دونوں میں بوجہ غیر شرعی کشیدگی پیدا ہوگئی اور کشیدگی نے عداوت کا اور عداوت نے مقام عدالت حاصل کرلیا، بکر اپنی زوجہ باکرہ کو باعزت طریقہ پر اپنے گھر لانے کے لئے مصر ہے، مگر باکرہ تیار نہیں، بس اسی بنا پر یا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] واتفقوا علی ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا يجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة او كبيرة، روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحريم تحت آيت ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، نووی علی مسلم ص۳۵۴ ج۲ كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلی، المفهم شرح مسلم ص۲۷ ج۷ كتاب الاذكار، باب تجديد الاستغفار، مطبوعه دار ابن كثير بيروت.

[۴] والمزنی بها لا تحرم علی زوجها. شامی كراچی ص:۵۰، ج:۳. مطلب فيما لوزوج المولی، فصل فی المحرمات، البحر الرائق كوئٹه ص۱۳۹ ج۴ باب العدة، تاتارخانيه كراچی ص۵ ج۳ الفصل الثامن فی بيان ما يجوز من الانكحة.

(صفحہ ہذا) [۱] وتجبر علی الاسلام وعلی تجديد النكاح زجرالها بمهر يسير. الدرالمختار مع الشامی ص:۱۹۴، ج:۳، باب نكاح الكافر، مجمع الانهر ص۵۴۷ ج۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۴، ۲۱۵ ج۳ باب نكاح الكافر.

دیگر غیر شرعی امور کی وجہ سے اب باکرہ اور اس کے والدین بکر سے جبریہ طلاق عدالت مجاز سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر بکر اپنی زوجہ باکرہ کو طلاق دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں، تو کیا والدین باکرہ عدالت مجاز سے طلاق کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تحریر کردہ حالات میں باکرہ کے والدین کا یہ مطالبہ غلط ہے، ان کو اس کا حق نہیں، گھر داماد رکھنے کا مطالبہ قابلِ تسلیم نہیں، شوہر کی مرضی پر ہے، باکرہ کے والدین نے اگر طلاق کا عدالت میں دعویٰ کیا، اور عدالت نے ایک طرفہ درخواست پر باکرہ کو نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی تو شرعاً وہ طلاق نہیں ہوگی، نکاح فسخ نہیں ہوگا،[۱] باکرہ پر عدت واجب نہیں ہوگی، باکرہ کو دوسری جگہ نکاح کا حق نہیں ہوگا، اگر اس صورت میں دوسرا نکاح والدین نے کر دیا تو وہ شرعی نکاح نہیں ہوگا، بلکہ حرام کاری اور معصیت ہوگی، جس کا وبال دنیا وآخرت میں بہت سخت ہے[۲] **واما صفته فهو ابغض المباحات الى الله تعالى**۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولا يقضى على غائب ولا له اى لا يصح بل ولا ينفذ على المفتى به الخ الدر المختار على هامش رد المحتار كراچى ص ۴۰۹ ج۵، كتاب القضاء، مطلب فى امر الامير وقضائه، مجمع الأنهر ص ۲۳۸، ۲۳۹ ج۳ كتاب القضاء، فصل ثالث، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷ ج۷ باب كتاب القاضى الى القاضى.

[۲] اما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فلم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى شامى زكريا ص ۲۷۴ ج۴ مطبوعه كراچى ص ۱۳۲ ج۳ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، قاضى خان على الهندية كوئٹه ۳۶۶ باب فى المحرمات، تاتارخانيه كراچى ص ۴ ج۲ الفصل الثامن فى بيان ما يجوز من الانكحة.

[۳] البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۶ ج۳ كتاب الطلاق، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۲ كتاب الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

شوہر فاسق وفاجر ہے تو بیوی کیا کرے

سوال:-ایک لڑکی کی شادی دس سال کی عمر میں ہوتی ہے (یہ شادی والد نے کی) جس کو عرصہ سات سال کا ہوگیا، لڑکی ابھی تک رخصت نہیں ہوئی، شوہر چور، بدمعاش اور شرابی ہے، لڑکی کہتی ہے کہ میں اس چور کے یہاں ہرگز نہیں جاؤں گی، اگر مجھے زبردستی بھیجا گیا تو میری جان اور عزت کا زبردست کا خطرہ ہے، میرا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے، اس صورت میں نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ خطرہ ہے کہ شوہر عصمت فروشی کرے یا بیچ دے یا مار ڈالے یا ناک کان کاٹ لے، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح سے پہلے یہ سوچنا چاہئے تھا، جس سے شادی کی جارہی ہے وہ چور ہے، بدمعاش ہے، یا کیا ہے، تاہم نابالغہ کا نکاح جب اس کے والد نے کردیا ہے، تو وہ صحیح اور لازم ہوگیا، لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں[1] اگر یہ صحیح بھی ہو کہ شوہر چور بدمعاش ہے، تو ہر چور بدمعاش سے یہ خطرہ کہ وہ عصمت فروخت کردے گا یا بیچ ڈالے گا یا جان سے ماردے گا، یا ناک کان کاٹ ڈالے گا، صحیح نہیں لڑکی کو اس کے یہاں بھیجنے پر راضی کیا جائے، اگر شوہر کی طرف سے کچھ خطرہ ہو تو معزز آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر اطمینان کرلیا جائے، اگر شوہر آباد کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اس کو طلاق کے لئے آمادہ کیا جائے اگر وہ نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو حاکم مسلم باختیار سے یا شرع کمیٹی سے تفریق کرالی جائے، تفریق کا طریقہ رسالہ الحیلۃ الناجزۃ[2] میں مذکور ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر اس کے

---

[1] ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکراً کانت الصغیرۃ او ثیباً فان زوجھا الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما ھدایہ ص ۳۱۶ ج ۲، باب فی الاولیاء والاکفاء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹہ ص ۱۲۰، ج ۳ باب الاولیاء والاکفاء، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۷۰، ۱۷۱ ج ۴ باب الولی.

[2] الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ، ص ۱۳۹، المرقومات للمظلومات، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

موافق تفریق ہوسکتی ہے، پھر دوسری جگہ شادی ہوسکے گی، اس کے قبل اس کا کوئی سوال نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ ۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۸ھ

تین طلاق کے بعد بھی شوہر نہ چھوڑے تو کلمۂ کفر ادا کرنے کا حکم

ارتداد کے بعد اس شرط پر اسلام قبول کرنا کہ میرا نکاح دیندار شخص سے کیا جائے

سوال :- ایک عورت کا نکاح ایک ناخواندہ بے نمازی شخص سے ہوا مگر عورت کے والد نے اپنے داماد سے قبل از نکاح اداء نماز کا پختہ طور پر حلفی وعدہ کرلیا تھا، لیکن بعد نکاح ثابت ہوا کہ وہ شخص کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور مدت دراز سے وہ اغلام بازی کا عادی اور سودخوری کا عادی ہے اور اس کی زوجہ نماز کی نہایت پابند اور روزانہ تلاوت قرآن مجید کی بڑی صحت الفاظی سے کرنے والی فیشن انگریزی سے بہت متنفر امور خانگی میں خوب ہوشیار بائیس سالہ عمر کی ہے اور اس عورت نے اردو کی لکھائی پڑھائی اپنی والدہ سے اپنے گھر پر حاصل کی ہے، اس کے شوہر نے اپنی عورت سے سامان جہیز سے گوٹہ اور تمام طلائی اور نقرئی زیور جبراً لے کر کچھ تو فروخت کردیا اور کچھ گروی رکھ دیا، جب اس کی زوجہ نے اس سے یہ کہا کہ میرے باپ کا دیا ہوا سامان جہیز ہے، میں اس کو ضائع کرانا نہیں چاہتی اس کی مالک میں ہوں تو اتنا کہنے پر شوہر نے اپنی زوجہ کو خوب مارا اور یہ کہا کہ جب میں تیرے جہیز کا مالک نہیں تو پھر میں تیرا بھی مالک نہیں بنتا، اب میرے گھر سے تو نکل میں نے تجھ کو طلاق دی، طلاق دی یہ کلمہ طلاق دی سات آٹھ مرتبہ یکدم کہہ دیا عورت نے اس واقعہ کی تحریری اطلاع اپنے باپ کو دی تو عورت کے والد نے واقعہ طلاق کو اپنے داماد سے

دریافت کیا تو دامان یہ بیان کیا کہ بیشک میں نے سات آٹھ مرتبہ یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی طلاق دی لیکن میں نے تو یہ مذاق سے کہا تھا کیونکہ میں نے اپنی زوجہ کو کوئی زیادہ نہیں مارا تھا تب بھی اس نے آدھے دن تک رونا بند نہیں کیا۔

مگر اس طلاق دہندہ کے عزیز واحباب نے اس کو یہ سبق پڑھا دیا ہے کہ طلاق کا اقرار کرنے تو تیری زوجہ آزاد ہو جائے گی، بہادری تو یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو ہرگز آزاد نہ ہونے دے، بلکہ اس کو زندگی بھر خوب تنگی اور سختی کے ساتھ باندی سے بدتر بنا کر رکھ اب اس عورت کا شوہر طلاق سے منکر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ عورت کو زندگی بھر مقید رکھنے کی ضرورت سے طلاق نہ دوں گا، اب عورت نے اس خیال سے کہ فساد زوجین بڑھ چکا ہے اور اب اس شوہر کے پاس اپنے سے ارتکاب زنا کا ہوا کرے گا، اور پھر مصائب بے اندازہ سابق سے زیادہ شوہر کی جانب سے ہوتے رہیں گے اور وہ برداشت نہ ہوسکیں گے، تو خودکشی کرنی پڑے گی، اور اس وجہ سے اس عورت نے شوہر کے مظالم سے رہائی حاصل کرنے کی نیت سے یہ کلماتِ کفر ادا کر دئے کہ میں قرآن کو کلامِ الٰہی ہرگز نہیں مانتی اور مذہب اسلام سے بیزار ہو کر دین اسلام کو اس وجہ سے ترک کرتی ہوں تا کہ ظالم شوہر کے نکاح میں مقید رکھے جانے کے اس بدتر مشورہ کی زد سے بچ سکوں جو میرے سسرالیوں نے باہم مشورہ طے کر لیا ہے، اب اس عورت کے والد نے نہایت نرمی سے اسلام کی حقانیت کے دلائق اور اس کی خوبی اور اسلام ترک کرنے کی خرابی سنا کر اپنی دختر کو مسلمان بنا لیا ہے، مگر وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اگر مجھ کو اس ظالم شوہر کی حوالگی میں رکھے جانے کی سعی ظالمانہ کی جاوے گی، میں تحریر اطلاع کے ذریعہ عیسائی یا آریہ گروہ سے امداد طلب کر کے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گی، ورنہ بہتر یہ ہے کہ کسی متقی خداترس مسلمان سے میرا نکاح کر دیا جائے۔

لہٰذا دریافت طلب اولاً یہ امر ہے کہ یہ عورت کلمات کفریہ بالا سے مطلقہ ہوگئی یا نہیں، ثانیاً عورت کا بشرطِ بالا اسلام قبول کرنا صحیح ہے، یا بلا شرط اسلام قبول کرنا صحیح ہے، اور ضروری ہے ثالثاً یہ کہ عدت اس عورت کی غیر حاملہ ہونے کی حالت میں کتنی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورتِ مسئولہ میں عورت کے سامنے طلاق دی گئی ہے، لہٰذا عورت کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ کسی طرح اس طلاق دینے والے کو اپنے اوپر قابو دے[۱] اگر اس طلاق دینے کے یا اقرار کرنے کے کم از کم دو معتبر دیندار گواہ موجود ہیں تو باقاعدہ عدالت کے ذریعہ سے یا پنچایت کے ذریعہ سے عورت اپنا فیصلہ کرکے علیحدہ ہوسکتی ہے[۲] کلمات کفریہ زبان سے ادا کرنا بالکل حرام ہے[۳] فسخ کرانے کے لئے مفتیٰ بہ قول کی بناء پر کلمات کفریہ زبان سے ادا کرنا کافی نہیں، بلکہ طلاق کا ثبوت پیش کرکے عدالت یا پنچایت کے ذریعہ سے فیصلہ حاصل کیا جائے[۴]

(۲) اسلام قبول کرنے کے لئے شرط پیش کرنا سخت جہالت اور حماقت ہے، بلا شرط تجدید اسلام فرض ہے۔

---

[۱] والمرأة كالقاضي اذا شمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه وفي البزازية عن الاوزجندي انها ترفع الامر الى القاضي، شامي زكريا ص۴۶۳ ج۴ مطبوعه كراچي ص ۲۵۱ ج۳ باب الصريح، مطلب في قول البحر ان الصريح يحتاج في وقوعه ديانة الى النية. عالمگيري كوئٹه ص۳۵۴ الفصل الاول في الطلاق الصريح، تبيين الحقائق ص۲۱۸ ج۲ باب الكنايات، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا او غيره كنكاح وطلاق ووكالة رجلان او رجل وامرأتان الدر المختار على الشامي زكريا ص۱۷۸ ج۸ كتاب الشهادات، تبيين الحقائق ص۲۰۹ ج۴ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۳ كتاب الشهادات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] التكلم بكلمة الكفر لا يحل ابداً، الدر المختار على هامش رد المختار زكريا ص۱۸۶ ج۹ مطبوعه كراچي ص۱۳۵ ج۶ كتاب الاكراه، البحر الرائق كوئٹه ص۷۳، ۷۴ ج۸ كتاب الاكراه، تبيين الحقائق ص۱۸۶ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] وافتى مشايخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً لا سيما اللتي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولى من الافتاء بما في النوادر، الدر المختار على رد المحتار زكريا ص۳۶۷/۴، مطبوعه كراچي ص۱۹۴ ج۳، باب نكاح الكافر، النهر الفائق ص ۲۹۱ ج۲ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۴ ج۳ باب نكاح الكافر.

(۳) عدت طلاق ایسی حالت میں تین حیض ہے[۱] اگر کم از کم دو معتبر گواہ طلاق کے موجود ہیں تو تین حیض گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ خواہ ان گواہوں کے سامنے طلاق دی ہو یا طلاق کا اقرار کیا ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ ہذا

رخصتی کے وقت داماد زیادہ جہیز وغیرہ کا مطالبہ کرے تو کیا تفریق کا مطالبہ درست ہے؟

سوال:- مسماۃ بانو کے والدین اور محلّہ پکر کے خلافِ شرع فعلوں کی بناء پر ناخوش رہتے ہیں، بکر نے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے کئی جگہ پیغام بھجوایا مگر کسی نے اقرار نہ کیا، آخر کار حاجی شریف صاحب کے اصرار پر مسماۃ بانو کا نکاح بکر کے لڑکے زید کے ساتھ ہو گیا، مگر بکر اور اس کے لڑکے زید وغیرہ جہیز میں اس قدر سامان مانگ رہے تھے، مثلاً گھڑی، ریڈیو، سائیکل، صوفا سیٹ وغیرہ اور مزید ایک ہزار روپیہ جو بانو کے والدین کے بس سے باہر تھا، اس لئے انھوں نے عذر بیان کیا، مگر وہ لوگ اس پر اڑے رہے، بکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کو دینا پڑے گا، نہیں تو وداعی نہیں ہو سکتی، کوئی صورت بنتی ہوئی نظر نہ آئی تو بانو کے والدین نے طلاق کی درخواست کر دی، اور دستی

---

[۱] اذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائنا او رجعيا وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلٰثة اقراء، هدايه ص ۲/۴۲۲ باب العدة، البحر الرائق كوئكٹه ص ۱۲۸ باب العدة، بدائع الصنائع كراچی ص ۱۹۳ ج ۳ فصل واما بيان مقادير العدة.

[۲] وشرط لغيره ذلک رجلان او رجل وامرأتان مالاً كان الحق او غير مال كالنكاح والطلاق مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۳، كتاب الشهادت، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۳ كتاب الشهادات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۲۰۹ ج ۴ كتاب الشهادة، مطبوعه امداديه ملتان.

بیان بانو سے لے لیا گیا کہ وہ مہر معاف کرتی ہے، مگر زید نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق اس وقت تک نہیں دوں گا، جب تک بانو کے والدین مجھے مہر کے مبلغ ۱۰۰۰/روپیہ نہ دیں گے، جس کی بناء پر اب دونوں میں نہایت کشیدگی بڑھ گئی، اس صورت میں کیا بانو کا دوسرا نکاح جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی یہ روش شرافت بلکہ انسانیت سے بھی گری ہوئی ہے، اس کا مطالبہ نہایت غلط ہے رشوت ہے، حرام ہے[1] اگر وہ اپنے مطالبہ سے باز نہیں آتا تو حاکم مسلم کی عدالت میں درخواست دی جائے، عدالت اس کو حاضر کر کے اس غلط مطالبہ کو ساقط کرادے، یہ اس سے طلاق دلوادے، بعوض مہر خلع کرادے، یا تفریق کردے[2] اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے، تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے، جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک رہے، اس کمیٹی میں درخواست دی جائے، وہ کمیٹی الحیلۃ الناجزۃ[3] میں لکھی ہوئی، شرائط کے مطابق فیصلہ کردے تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تفریق سے خرچۂ شادی کا مطالبہ

سوال:- زید اور ہندہ کی شادی کو دو سال کا عرصہ ہوگیا، نا اتفاقی کی حالت کو ایک سال کا

---

[1] اخذا هل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص۳۰۷ ج۴ مطبوعه كراچی ص۱۵۶ ج۳ باب المهر، مطلب انفق على معتدة الغير فتاوى عالمگيرى ص۳۲۷ ج۱ الفصل السادس عشر فى جهاز البيت، مطبوعه كوئٹه بزازيه على الهندية ص۱۳۶ ج۴ الباب الثانى عشر فى المهر.

[2] الحيلة الناجزة ص۶۲، مكتبه دار الاشاعت ديوبند.

[3] الحيلة الناجزة ص۲۸، مكتبه دار الاشاعت ديوبند.

عرصہ ہوا، ایک روز دونوں کے وارثین جمع ہوئے دونوں طرف سے متفقہ طور پر یہ بات منظور کی گئی، کہ کچھ فیصلہ ہوجائے، دونوں طرف سے ایک عالمِ دین اور تین معزز اشخاص کو حکم بنایا گیا، ان چاروں حضرات نے لڑکی سے اس کی تکالیف معلوم کی، اس کے بعد تفریق کا فیصلہ کردیا، جس کی رضامندی زید اور اس کے وارثین نے بھی دی اور کہا کہ ہم کو بلا کسی شرط کے فیصلہ منظور ہے، اب اس کے وارثین کہتے ہیں کہ شادی میں جو دو ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے، یہ لڑکی والوں سے دلوائے جائیں، تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حکم نے تفریق کردی تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی[1]، دو ہزار روپئے کا حکم نے فیصلہ نہیں کیا، تو ان کا مطالبہ غلط ہے[2]، اور تفریق ان دو ہزار روپئے پر معلق نہیں بلا شرط واقع ہوگئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۵ھ

---

[1] الحيلة الناجزة، ص ۲۹، تنبيهات ضرورية، تنبيه سوم، مطبوعه دار الإشاعت ديوبند.

[2] لا يجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير بسبب شرعى، عالمگيرى ص۱۶۷، ج۲، فصل فى التعزير، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۱ ج۵ كتاب الحدود، فصل فى التعزير، شامى زكريا ص۱۰۶، باب التعزير، مطلب فى التعزير بأخذ المال.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول : نامرد اور مجنون کی بیوی

زوجۂ عنین

سوال:- زید کا نکاح عرصہ دو ڈھائی سال سے زبیدہ سے ہوا تھا، شب زفاف میں ہی زید قادر بدخول نہ ہوا چند عرصہ تو زبیدہ کو پردہ عیب خود سے عذرات میں رکھا مگر آخر کار زبیدہ کی طلب جبر پر اسکا راز کھل گیا، کہ زید عنین ہے، نہ انتشار ہے نہ زور، زبیدہ ناراض ہو کر خانۂ پدر میں آ گئی، اور زید کو علاج کرانے کی ہدایت کی گئی آخر علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا زبیدہ خانۂ والدین میں رہتی ہے، زید بوجہ نا قابل ہونے کے زبیدہ کو اپنے یہاں لے جانے کا خواہش مند نہیں، اب عنین جو قادر بدخول نہ سکتا ہو اور نہ انتشار ہوتا ہے زبیدہ کے حق میں شریعت کیا فیصلہ صادر کرتی ہے، جب کہ وہ فسخ نکاح کرانا چاہتی ہو، وقت نازک ہے، زبیدہ نکاح ثانی چاہتی ہے، فسخ نکاح کیلئے کیا حکم شرعی ہے، کیونکہ زید حقوق زوجیت کے قابل نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بوقت نکاح زبیدہ کو زید کا عنین ہونا معلوم تھا، یا بعد معلوم ہونے کے ایک دفعہ بھی زبیدہ نے زبان سے زید کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے، مثلاً اس طرح پر کہ اب تو میں اسی کے ساتھ بسر کروں گی خواہ کیسا ہی ہو، (خاموش رہنا کافی نہیں، بلکہ رضا کی تصریح ضروری ہے) یا زید ایک مرتبہ بھی جماع کر چکا ہے، تو ان سب صورتوں میں زبیدہ کو فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل

نہیں[1] اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو زبیدہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم زید کا بیان لے اگر وہ بیان کرے کہ ہاں میں واقعی عنین ہوں میں ایک دفعہ بھی جماع پر قادر نہیں ہوا تو حاکم اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دیدے[2] اگر سال بھر میں علاج کر کے جماع پر قادر ہو جائے تو خیر ورنہ زبیدہ کو اختیار دیدے کہ تو اگر چاہے تو زید کے ساتھ رہ اور چاہے تو علیحدہ ہو جا، اگر وہ علیحدگی چاہے اور اسی مجلس میں علیحدگی چاہے تو حاکم زید سے کہے کہ تو اس کو طلاق دیدے اگر وہ طلاق دیدے تو عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم خود تفریق کر دے چونکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے، اس لئے طلاق اور تفریق دونوں صورتوں میں عدت واجب ہوگی، اور زید کے ذمہ مہر بھی واجب ہوگا[3] اگر حاکم مسلم نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دینداروں کی جماعت بھی یہ کام کر سکتی ہے[4] اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس عالم کا ہونا بھی ضروری ہے[5] اور رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ[6]'' کو بھی ضرور دیکھ لیا جاوے اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے، کتب خانہ یحیوی سہارن پور سے بھی ملتا ہے اور سب

---

[1] ولو وصل اليها مرة ثم عجز لاخيار لها كذا في التبيين ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل الى النساء لا يكون لها حق الخصومة. عالمگیری ص:۵۲۴، ج:۱، الباب الثانی عشر فی العنین، قاضیخان علی الهندية كوئٹه ص ۴۱۰، ۴۱۲ ج ۱ فصل فی العنین، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۲۳ ج ۴ باب العنین.

[2] القاضي يسأله هل وصل اليها اولم يصل فان اقر انه لم يصل اجله سنة. عالمگیری ص:۵۲۲، ج:۱. الباب الثانی فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۸ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۴۱۰ ج ۱ فصل فی العنین.

[3] جاءت المرأة الى القاضي بعد مضي الاجل وادعت انه لم يصل اليها خيرها القاضي الى قوله ان اختار الفرقة امر القاضي ان يطلقها طلقة بائنة فان ابى فرق بينهما والفرقة تطليقة بائنة ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلابها. عالمگیری ص:۵۲۴، ج:۱، الباب الثانی عشر فی العنین، تاتارخانیه کراچی ص ۴۹ ج ۴ الفصل السابع والعشرون فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[4] الحيلة الناجزة ص:۲۲، دربیان حکم قضائے قاضی الخ، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[5] الحيلة الناجزة ص:۲۸، تنبيهات ضروريه جماعت مسلمين، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سے بہتر اور سہل یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا خوف دلا کر زید سے طلاق لے لی جاوے یا خلع کرلیا جاوے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/مارچ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۰/۱/۵۴ھ

زوجۂ عنین

سوال:- عرصہ تخمیناً چار سال کا ہوا ایک عورت کی شادی کو ہوئے ایام شادی میں وہ عورت اپنے شوہر کے پاس پندرہ یوم رہی ہے اور پھر شادی سے ایک سال بعد پھر جاتی ہے، جب بھی تقریباً ڈیڑھ ماہ رہ کر آتی ہے، مگر اسکا شوہر عورت سے کسی قسم کی کوئی بھی راہ ورسم نہیں رکھتا، اور اب عورت اپنے ہی ماں باپ کے مکان پر تقریباً تین سال سے رہ رہی ہے، شوہر چوں کہ نامرد ہے اسلئے وہ اسکو لے جانا نہیں چاہتا اور نہ ہی اسکو طلاق دیتا ہے سو ایسی حالت میں جب کہ مرد نامرد ہے اور نہ اس کو آزاد کرتا ہے تو عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے حاکم شوہر سے دریافت کرے اگر وہ اقرار کرلے کہ میں ہم بستری پر قادر نہیں ہوا تو ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دیدے اس مدت میں علاج کر کے اگر جماع پر قادر ہوگیا تو خیر ورنہ عورت کی دوبارہ درخواست پر جب کہ شوہر بھی اسکی تصدیق کرتا ہو، تفریق کردے اگر ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا تو عورت کو حق فسخ حاصل

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵ ایضاً ص: ۲۲.

(صفحہ ہذا) ۱ اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة، عالمگیری کوئٹہ ص۴۸۸ ج ۱ الفصل الاول فی شرائط الخلع، مجمع الأنهر ص۱۰۲ ج۲ باب الخلع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۸۷ ج۵ ببا الخلع.

نہیں رہیگا، اگر شوہر عورت کی تردید کردے اور جماع کا دعویٰ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تب تو حاکم مسلم دو تجربہ کار دین دار عورتوں سے اسکا معائنہ کرائے اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ ہے تو پھر شوہر کو علاج کی مہلت دیدے اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ نہیں رہی تو شوہر سے حلف لیا جائے کہ اسنے جماع کیا ہے، حلف کرنے پر عورت کو حق تفریق باقی نہ رہیگا، اگر وہ حلف نہ کرے تو ایک سال کی مدت علاج کیلئے دیدے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی نہ ہو تو اس صورت میں شوہر سے حلف لے کہ اسنے جماع کیا ہے اگر حلف کرے تو حق تفریق نہ رہیگا، اگر شوہر حلف کرے تو ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دیدے۔[1] عورت کو حق تفریق ان شرائط سے حاصل ہوگا۔

(۱) نکاح سے پہلے اس کے نامرد ہونے کا علم نہ ہو۔

(۲) نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو۔

(۳) نامرد ہونیکے علم کے بعد سے عورت نے اسکے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔

(۴) سال بھر گذرنے پر حاکم مسلم جب عورت کو حق فرقت دے تو عورت فوراً فرقت کو اختیار کرلے، پوری تفصیل اس مسئلہ کی حیلۂ ناجزہ[2] میں ہے، مقدمہ کے وقت حاکم مسلم کو اس کا مطالعہ کرنا

---

[1] اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضى وادعت انه عنين وطلبت الفرقة فان القاضى يسأله هل وصل اليها اولم يصل فان اقرانه لم يصل اجله سنة سواء كانت المرأة بكراً ام ثيباً وان انكروادعى الوصول فان كانت المرأة ثيباً فالقول قوله مع يمينه انه وصل اليها كذا فى البدائع. فان حلف بطل حقها وان نكل يوجل سنة كذا فى الكافى وان قالت انا بكر نظر اليها النساء وامرأة تجزى، الاثنتان احوط واوثق فان قلن انها ثيب فالقول قول الزوج مع يمينه كذا فى السراج الوهاج فان حلف فلا حق لها وان نكل يؤجله سنة. ولو وصل اليها مرة ثم عجر لاخيار لها كذا فى التبيين ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل الى النساء لا يكون لها حق الخصومة وان لم تعلم وقت النكاح وعلمت بعد ذلك كان لها حق الخصومة، عالمگيرى ص:۵۲۲،۵۲۴ ج:۱، الباب الثانى عشر فى العنين، مجمع الأنهر ص۱۳۸، ۱۳۹ ج۲ باب العنين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچى ص۴۷،۴۸، ۴۹ ج۴ الفصل السابع والعشرون فى العنين.

[2] الحيلة الناجزة ص:۳۵، شرائط تفريق، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

چاہئے بہتر تو یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا ڈرا کر اس سے طلاق لے لی جائے پھر عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/شوال ۵۶ھ

زوجۂ عنّین کی درخواست تفریق پر شرعی پنچایت کے چند سوالات

سوال: -مندرجہ ذیل صورت میں آپکی رائے گرامی شریعت کی روشنی میں مطلوب ہے۔

ہندہ ایک پردہ نشین بالغہ خاتون ہے، اس کا نکاح زید سے ہوا، زید پیدائشی عنّین اور ناکارہ ہے، ہندہ اس کے عیب پر تقریباً تین سال تک پردہ ڈالتی رہی، کیونکہ زید نے اس سے اپنے علاج کرانے کا وعدہ کیا، دو سال بلکہ اس سے زائد عرصہ گذر گیا مگر زید اپنے اس عیب سے بری نہ ہوا، ہندہ اس حال میں اپنی زندگی گذارنے سے قاصر ہے، نیز زید کے گھریلو حالات بھی اس کے لئے انتہائی ناسازگار ہیں، جن کی وجہ سے اس نے اپنے والدین کے سامنے اس راز کو افشاء کر دیا، ہندہ کے باپ نے زید سے اپنی لڑکی کی طلاق کا مطالبہ کیا، اور جو لوگ اس پر اثر انداز ہو سکتے تھے، ان کے ذریعہ اپنی بات پہنچائی، مگر زید کسی صورت میں بھی طلاق دینے کیلئے آمادہ نہیں ہوا، آخر کار لڑکی نے مجبور ہو کر ایک شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ بطور دعویٰ پیش کیا ہے، جس میں اسنے زید کے ناکارہ ہونے کا اظہار کیا ہے، اور بتایا ہے کہ زید نے اس سے شادی صرف اِسلئے کی ہے کہ وہ جہیز کا مال حاصل کر لے، ورنہ وہ زن وشوہر کے باہمی تعلقات سے بے پرواہ اور ناکارہ ہے، جس کا اظہار خود

---

[۱] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۸۸ ج ۱ الفصل فی شرائط الخلع، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

زید کی زبانی شرعی پنچایت میں ہو چکا ہے، شرعی پنچایت کے اراکین نے اس درخواست کے بعد ہندہ کا حلفی بیان لیا، جو درخواست کے موافق ہے، اس کے بعد انہوں نے زید کے نام ایک نوٹس جاری کیا، جس میں درخواست کے مضمون سے باخبر کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اگر آپ کو اس میں کوئی عذر ہو تو آپ فلاں تاریخ میں اراکین کے سامنے اپنا عذر رکھیں، اور کوئی عذر نہ ہو تو بھی تشریف لائیں تاکہ معاملہ کی نوعیت سمجھنے میں مدد ملے، اگر آپ تشریف نہیں لائیں گے تو آپ کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا، اور ہندہ کو اجازت دیدی جائے گی کہ وہ عدّت گذارنے کے بعد دوسرا نکاح کر لے اور آپ سے مطالبۂ مہر کر سکے، زید کو اس نوٹس جاری کرنے کے بعد اب پنچایت کے سامنے چند سوالات آئے جن میں آپ کی رائے گرامی مطلوب ہے۔

(۱) اگر زید نوٹ وصول کرتا ہے اور تاریخِ مقررہ پر آجاتا ہے، اور اپنے عنین ہونے کا منکر بھی نہیں ہے، لیکن طلاق دینے پر راضی نہیں۔

(۲) نوٹس وصول کیا اور آیا، مگر میڈیکل سارٹیفکٹ پیش کرتا ہے، کہ وہ ٹھیک ہے جب کہ آج کل رشوت کا بازار گرم ہے، کسی ڈاکٹر سے لکھوانا کوئی دشوار نہیں۔

(۳) نوٹس وصول کیا مگر آیا نہیں۔

(۴) نوٹس وصول کرنے سے انکار کر دیا۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سے اگر کوئی صورت پیش آئے تو شرعی پنچایت اس میں کیا کرے کہ وہ خدا کے یہاں بری الذمہ ہو اور اس معصوم عورت کو بھی نجات حاصل ہو، امید کہ جواب باصواب سے نوازیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کو ایک سال مہلت علاج کے لئے دی جائے۔[۱]

---

[۱] اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضى وادعت انه عنين وطلبت الفرقة فان القاضى يسأله هل وصل اليها اولم يصل فان اقر انه لم يصل اجله سنة. عالمگیری ص۵۲۳ ج۱ . الباب الثانى عشر فى العنين، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۲ باب العنين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، قايخاں على الهندية كوئٹه ص ۴۱۰ ج۱ فصل فى العنين.

(۲) سارٹیفکٹ کافی نہیں بلکہ بیوی سے جماع کرنے سے ثبوت ہوگا۔

(۳) دوبارہ نوٹس دیا جائے اور اس میں لکھ دیا جائے کہ اگر تم نہ آئے تو ہم سمجھیں گے، کہ تم رکھنا نہیں چاہتے بلکہ تعلقِ زوجیت ختم کرنا چاہتے ہو، اس پر ہم تفریق کردیں گے۔

(۴) دو آدمیوں کے ذریعہ نوٹس بھیجا جائے وہ اس کو پڑھ کر سنادیں اور جو کچھ وہ جواب دے اس کو قلم بند کریں، مزید تفصیلات کے لئے ''**الحیلة النّاجزة**'' سامنے رکھیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۱۳۹۵ھ

زوجۂ عنین کے واسطے عدالت کا فیصلہ

سوال:-عرصہ تقریباً تین سال سے صاحبزادی کا مقدمہ صدر شاہ پور جناب سب جج صاحب کے پاس گیا کہ میرا خاوند پیدائشی نامرد ہے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے ناقابل ہے، جس پر عدالت موصوف نے مدعیٰ علیہ کا ڈاکٹری معائنہ کرایا اور ڈاکٹر صاحب کی شہادت بھی لی گئی، اور چند دیگر شہادتیں بھی ہوئیں، ڈاکٹر کا بیان یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کو انتشار نہیں ہوتا، اور حکیم یونانی کا بیان یہ ہے کہ ہم نے مدعیٰ علیہ کا پندرہ روز تک علاج کیا، کچھ فائدہ نہیں ہوا اور ہمارے سامنے مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا کہ میں نامرد ہوں، میری نامردی کا علاج کیا گیا کچھ فائدہ نہیں ہوا، بعد اسکے جناب سب جج صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعیٰ علیہ کو نامرد قرار دیا جاتا ہے، مگر میعاد کی تنقیح برخلاف مدعیہ کی کہ ڈگری میعاد پر خارج ہوئے چونکہ چھ سال میعاد قانوناً درکار تھی، اور دعویٰ کے دس سال بعد شادی کی گئی بعد اس کے مدعیہ نے اپیل میاں والی ششن جج صاحب کے پاس دائر کردی، ششن جج نے یہ فیصلہ صادر فرمایا اگرچہ مدعیٰ علیہ نامرد ہے مگر میعاد برخلاف مدعیہ کے فیصلہ سب جج کا بحال رکھا، بعد اس کے مدعی مذکورہ اپیل ہائی کورٹ لاہور میں دائر کردی، بعد ملاحظہ مسل کے ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مقدمہ اندر میعاد ہے، ۲۳/ایک اور میعاد مذکورہ جاری ہے، مدعیٰ علیہ نامرد ہے،

[1] الحیلة الناجزة ص ۱۴۰ زوجۂ عنین کا حکم، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

عدالت کو مکمل تسلی ہوگئی اور مدعیٰ علیہ حقِ زوجیت کے ادا کرنے کے نا قابل ہے اور مدعیہ کے بیان سے اور ڈاکٹری بیان سے نامردی مدعیٰ علیہ کی بالکل ثابت ہے، مدعی علیہ پیشِ عدالت نہیں ہوتا ہے ان کی تعمیل بذریعہ سمن اور ایک اشتہار جاری کی جاوے، اگر حاضر ہووے تو تشخیص دوبارہ ان کی مردی طاقت کی کی جاوے چونکہ شرع محمدی میں ہے کہ دوبارہ تشخیص کی جاوے، اور بموجبِ شرعِ محمدی کہ مدعیٰ علیہ اپنی طاقت ثابت کرسکتا ہے، اور مدعیٰ علیہ کو ایک سال کی مہلت برائے علاج دی گئی ہے، اب سال گذشتہ ہو چکا ہے، اگر مدعیٰ علیہ حاضرِ عدالت ہووے تب تشخیص کی جاوے ورنہ بیان مدعیہ لے کر ڈگری قطعی تنسیخ نکاح کردی جائے مسل واپس سب جج کے پاس جاوے بعد اس کے مسل سب جج کے پاس آئی، جناب سب جج صاحب نے اصالۃً تعمیل کردی، ایک سمن جاری کیا بنام عبدالغفور اس نے تعمیل سمن سے گریز کیا بعد اس کے اشتہار اخبار جاری ہوا عبدالغفور مدعی علیہ دیدۂ ودانستہ پیش عدالت نہیں ہوا، اور اس کے بعد سب جج صاحب نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعیٰ علیہ بوقت عقد نکاح نامرد تھا، اور اب حق حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے نا قابل ہے، بیان مدعیٰ حلف کئے گئے، اب فیصلہ بحق مدعی نکاح فسخ کر کے ڈگری دی گئی، جناب سب جج اور قریشی صاحب درجۂ اول نے فیصلہ کیا ہے۔

نوٹ:- ہائی کورٹ کی طرف سے ہر ماہ میں سمن جاری ہوتا رہا، بعد ایک سال کے اشتہار اور اخباری نوٹس جاری رہے، مدعیٰ علیہ حاضرِ عدالت نہیں ہوا اور ایک سمن رجسٹری شدہ مدعیٰ علیہ کو موضع پہنچالاہور کی طرف سے مگر یہ پھر بھی حاضرِ عدالت نہیں ہوا اور سب جج اور سب جج صدر شاہ پور بھی ایک سمن اور ایک اشتہار مدعیٰ علیہ کو روانہ کیا، دیدہ ودانستہ پیشِ عدالت نہیں ہوا بوجہ نامردی کے دیگر ۲۵ رعالم سے ہم کو فتویٰ ملا ہے اس طرح پر چونکہ مجسٹریٹ مسلمان بااختیار نے فیصلہ فسخِ نکاح کا کیا ہے لہٰذا حکم حاکم نافذ ہوگا، پس بنابریں مدعیٰ علیہ کا نکاح فسخ ہوگیا بعد عدت نکاح مدعیہ کرسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عورت کو بوقت عقدِ نکاح شوہر کا نامرد ہونا معلوم نہیں تھا، اور معلوم ہونے کے بعد اس نے اس کے ساتھ رہنے پر کبھی رضامندی ظاہر نہیں کی اور وہ شخص اتنے عرصہ تک ایک مرتبہ بھی جماع

نہیں کرسکا، اور عورت نے حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا اور حاکم نے تحقیق کے بعد ایک سال کی مدت علاج کے لئے مقرر کردی اور وہ اس مدت میں بھی علاج کرکے جماع پر قادر نہیں ہوا اور پھر حاکم مسلم بااختیار نے شوہر کے سامنے فسخِ نکاح کا حکم لگایا ہے تو شرعاً وہ نکاح فسخ ہوگیا،[1] اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوتی ہے تو حکم صحیح نہیں ہوا، مثلاً اگر وقتِ نکاح عورت کو علم تھا کہ شوہر نامرد ہے، یا بعد علم ہونے کے اس طرح کہا کہ جیسا بھی کچھ ہے میں اسی کے ساتھ زندگی گذاردوں گی، یا کم از کم ایک مرتبہ بھی جماع کرلیا ہے یا علاج کی مدت ایک سال حاکم نے نہیں دی مگر اس مدت میں ایک مرتبہ جماع کرلیا ہے، یا حاکم غیر مسلم ہے یا حاکم بغیر شوہر کی موجودگی کے یا اس کے غیر حاضر ہونے کی صورت میں فیصلہ مقدمہ سنایا ہے تو یہ حکم شرعاً نافذ نہیں ہوا، پھر یا تو طریقہ مذکورہ کے موافق فسخ کردیا جائے،[2] یا شوہر سے طلاق لے لی جائے خواہ سمجھا کر خواہ ڈانٹ کر خواہ لالچ دے کر، یہ صورت سب سے بہتر ہے،[3] رسالہ حیلۃ ناجزہ میں اس مسئلہ کو مع جملہ شروط کے خوب تفصیل سے لکھا ہے، اور علماءِ تھانہ بھون دیوبند، سہارن پور کے اس پر دستخط ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۸/۵۹ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ ہذا

زوجۂ مجنون وعنّین

سوال: - چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے مسمّٰی عبدالقدوس را تخمیناً از سہ سال

---

[1] الحیلة الناجزه ص: ۲۱، مقدمه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۲، ۵۲۴، الباب الثانی عشر فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۸، ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۴۷، ۴۸، ۴۹ الفصل السابع والعشرون فی العنین.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۳۳، حکم زوجه عنین، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] تقدم تخریجه تحت عنوان 'زوجۂ عنین'.

جنون لاحق شد بعد تفتیش وتدارک کما حقہ دریافت شد کہ بعضے مکالمہ اش اگر چہ موافق قیاس میشود اما اکثر اقوال وافعال از وے خلافِ عقل ورائے صادر می شود ورغبت معاش وخانہ داری ورغبت زن وشوئی از وے بالکلیہ ساقط گردیدہ وزنش راتخلیہ دادہ ہم امتحان کردہ شد ازاں طرف نیز عنّین یافتہ وتاایں مدت از دیوانگی زنش رانان ونفقہ ہم نمی دہد حتی کہ اگر باوجود آں امور سہ گانہ یعنی جنون وعنّین وعدم ادائے نفقہ زنش رااختیار فسخ نکاح ندادہ شود ضرور بالضرور بفسق وفجور مبتلا گردد وبباعث افلاس وتنگ دستی نوبت بدریوزہ گری خواہد افتاد پس بحث مذہب حنفیہ زنش را می رسد کہ بسبب جنون وعنینیت شوہر وعدم حصول نفقہ نکاح خود فسخ نمودہ شوہر دیگر نکاح کند یانہ۔[1]

الجواب حامداً ومصلیاً

امور سہ گانہ میں سے عدمِ حصولِ نفقہ شرعاً موجب تفریق نہیں: **ومن اعسر بنفقة امراته لم يفرق بينهما ويقال لها استدينى عليه هدايه**[2] ص: ۴۱۹، اور عنین ہونا بھی فی الحال موجب تفریق نہیں کیونکہ اگر نکاح سے پہلے عنین ہے اور عورت کو بوقتِ نکاح اسکا علم تھا، تب تو عورت کو اسکے فسخ کا کوئی حق باقی نہیں رہا: **ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنِّين لا يصل**

---

[1] عبدالقدوس نامی شخص کو تین سال سے جنون لاحق ہوگیا، کما حقہ تفتیش وتدارک کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی بعض باتیں اگر چہ عقل کے موافق ہوتی ہیں، مگر اس سے اکثر اقوال وافعال خلاف عقل ورائے صادر ہوتے ہیں اور معاش وخانہ داری اور زن وشوئی کی رغبت اس سے بالکلیہ ختم ہوگئی، اس کی بیوی کو تنہائی میں رکھ کر بھی اس کا امتحان کیا گیا عنین پایا گیا اور دیوانگی سے اس مدت تک اپنی بیوی کو نان نفقہ بھی نہیں دیتا، حتی کہ اگر ان تینوں چیزوں یعنی مجنون اور عنین اور اپنی بیوی کو نفقہ نہ دینے کی وجہ سے اس کی بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار نہ دیا جائے، ضرور بالضرور فسق وفجور میں مبتلا ہوجائے گی، اور افلاس وتنگ دستی کی وجہ سے دریوزہ گری تک کی نوبت پہنچ جائے گی، پس مذہب حنفیہ کے مطابق کیا اس کی بیوی کے لئے یہ گنجائش ہے کہ شوہر کے مجنون اور عنین ہونے اور نفقہ حاصل نہ ہونے کی بنا پر اپنا نکاح فسخ کر کے دوسرا نکاح کرلے یا نہیں؟

[2] **هدايه ص: ۴۳۹، ج: ۲، باب النفقة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۰۶، ۳۰۸، باب النفقة، مطلب فى فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، مجمع الأنهر ص ۱۸۲ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.**

الی النساء لا یکون لها حق الخصومة عالمگیری[1] ج:۲، ص: ۵۴۱، اسی طرح اگر نکاح اور جماع کے بعد عنّین ہوا ہے تب بھی تفریق نہیں کی جائیگی: **فاوجب بعد وصوله الیها مرة او صار عنیناً لا یفرق بعده ای الوصول لحصول حقها بالوطی مرة درمختار**[2] ص: ۲۵۴.

اگر عنین پہلے سے تھا اور علم بعد نکاح ہوا تب البتہ عورت کو مطالبہ کا حق حاصل ہے: **وان لم تعلم وقت النکاح وعلمت بعد ذٰلک کان لها حق الخصومة ولا یبطل حقها بترک الخصومة وان طال الزمان مالم ترض بذٰلک کذا فی فتاویٰ قاضی خاں عالمگیری**[3] ص: ۵۴۱، ج: ۲، اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر عنین ہے وہ اس کو ایک سال کی مدت علاج کیلئے متعین کر دیگا اس مدت میں اگر اچھا ہو گیا فبہا ورنہ تفریق کر دے گا اگر عورت نے مطالبہ تفریق کا کیا: **واذا کان الزوج عنیناً اجله الحاکم سنة فان وصل الیها فبها والافرق بینهما اذا طلبت المرأة ذٰلک وتلک الفرقة تطلیقة بائنة (هدایة**[4] **ج:۲، ص: ۴۰۰)** اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے اس وقت سے عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

امر سوم:- میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ شیخین کے نزدیک تو تفریق نہیں کی جاویگی البتہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر جنون حادث ہے تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اچھا ہو گیا

---

[1] عالمگیری ص: ۵۲۴، ج: ۱، الباب الثانی عشر فی العنین، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص ۴۱۰ فصل فی العنین، تاتارخانیه کراچی ص ۵۰ ج۴ الفصل السابع والعشرون فی العنین.

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص ۴۹۵ ج۳، مطبوعه نعمانیه ص ۵۹۳ ج۲. باب العنین، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۴ ج ۱ الباب الثانی عشر فی العنین، تاتارخانیه کراچی ص ۵۱ ج۴ الفصل السابع والعشرون فی العنین.

[3] عالمگیری ص: ۵۲۴، ج: ۱، باب الثانی عشر فی العنین، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص ۴۱۰ فصل فی العنین، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۶۷ ج۵ باب العنین.

[4] هدایه ص: ۴۲۰، ج: ۲، باب العنین، تاتارخانیه کراچی ص ۴۷، ۴۸، ۴۹ الفصل السابع والعشرون فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۸، ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

فبہا ورنہ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دے دیا جائے گا، کوئی مہلت نہیں دی جائیگی اور اس وقت سے عدت طلاق گذار کر عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اس سے قبل نہیں۔

قال محمدؒ ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجب وبه ناخذ. (فتاویٰ عالمگیری[1] ص: ۵۴۲، ج: ۲) شافعی المذہب قاضی کا تلاش کرنا ضروری نہیں، بلکہ قاضی حنفی المذہب یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱۱/۵۲ھ

جواب صحیح ہے ہندوستان میں چونکہ قاضی حنفی المذہب مجاز نہیں اس لئے کسی مسلمان حاکم مجاز کا فسخ وتفریق کرنا کافی ہے۔ سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/ذی قعدہ ۵۲ھ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ذیقعدہ ۵۲ھ

زوجہ مجنون نامرد کی تفریق کی صورت

سوال:- ایک شخص نامرد ہے تو قاضی تفریق کردے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی اور یہ مذکورہ بالا مسئلہ درمختار کا ہے، قاضی سے کون سا قاضی مراد ہے اور کیا قاضی صاحب کے علاوہ اس کے والد یا جماعت کے معزز اشخاص یا پیش امام صاحب بھی تفریق کرا سکتے ہیں یا نہیں، اور مجنون نامرد کو عرصہ تین سال کا ہو رہا ہے، اب طلاق کے لئے ان صورتوں کے علاوہ دیگر صورت طلاق کی کیا ہو سکتی ہے اس میں درج کر دیجئے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان میں حکومت کی طرف سے جو حکام مسلمان ڈپٹی کلکٹر وغیرہ مقرر ہیں ان کا فیصلہ بھی اگر

[1] عالمگیری ص: ۵۲۶، ج: ۱، مطبوعہ کوئٹہ ومصر. الباب الثانی عشر فی العنین، الحیلة الناجزة ص ۴۲ حکم زوجۂ مجنون، مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند.

احکام شرعیہ کے موافق ہو تو شرعاً معتبر ہے[1] اور اصل قاضی شرعی تو یہاں مفقود ہے اسلئے اس کے والد یا پیش امام کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں، اگر کسی جگہ حاکم مسلمان با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے، تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی قاضی کے قائم مقام ہو کر فیصلہ کر سکتی ہے، اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا ہونا بھی ضروری ہے[2] اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی دیکھ لیا جاوے اس میں یہ مسئلہ نیز اس قسم کے دوسرے مسائل پوری تفصیل وشرائط کے ساتھ مذکور ہیں نامرد کی تفریق کے لئے اوّلاً سال بھر کی مہلت بھی علاج کے لئے دی جاتی ہے، اور عورت کی طرف سے تفریق کا مطالبہ اور اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کا ظاہر نہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱۱/۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یوپی، ۲۹/۱۱/۶۰ھ

شوہر کے نامرد ہونیکی حالت میں غیر مرد سے تعلق قائم کرنا

سوال:- میری شادی مسمّٰی غلام احمد کے ہمراہ ہوئی کہ جس کو عرصہ تخمیناً بارہ یا تیرہ سال گذرا

---

[1] والحاصل ان السلطان اذا نصب فی البلدة امیرا وفوض الیه امر الدین والدنیا صح قضاؤه، شامی زکریا ص ۴۰۹ ج۵ کتاب القضاء، مطلب فی امر الامیر وقضائه، الحیلة الناجزة ص: ۲۰، مقدمه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] اذا رفعت المرأة زوجها الی القاضی وادعت انه عنین وطلبت الفرقة فان القاضی یسأله هل وصل الیها اولم یصل فان اقر انه لم یصل اجله سنة. عالمگیری ص: ۵۲۲، ج: ۱، ولا یبطل حقها بترک الخصومة وان طال الزمان مالم ترض بذلک. عالمگیری ص: ۵۲۴، ج: ۱، باب الثانی عشر فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۸، ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص ۴۱۰ ج ۱ فصل العنین.

چند روز تو مجھ کو میرے شوہر مذکور نے اپنی زوجیت میں رکھا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ قابل عورت نہیں ہے، چند روز کے بعد مجھ کو شوہر نے میرے والد کے گھر پہنچا دیا اور ہنوز کوئی خبر اخراجات کی نہیں لی، میری شادی سے پیشتر دو شادی مسمّٰی غلام احمد کی ہو چکی ہیں، دونوں بیویاں بوجہ نامرد ہونے کے اس کے گھر سے چلی گئیں، اور دوسری جگہ دونوں نے اپنی اپنی شادی کر لی بلا طلاق دیئے ہوئے غلام احمد کے ساتھ مجبور ہو کر اپنی گذر بسر بحیثیت مزدوری کر کے کرتی رہی، جب بہت زیادہ مجبور ہو گئی تو میں نے ایک شخص سے اپنا تعلق پیدا کر لیا اور غلام احمد کو مطلع کر دیا کہ جب تم نے عرصہ نو سال سے میری خبر گیری نہ لی، اور نہ مجھ کو اپنے پاس بلایا تو میں نے اپنا انتظام خود کر لیا ہے، تم مجھ کو طلاق دیدو تو میں اپنا عقد کر لوں، چند مرتبہ اس واقعہ سے اس کو مطلع کیا گیا مگر کوئی جواب نہ آیا، آخر کار اس شخص سے جس سے میں نے اپنا تعلق کیا تھا اس کے نطفہ سے ایک بچہ پیدا ہوا جو کہ حیات ہے، اس کے بعد پھر غلام احمد کو اس واقعہ سے خبر دی اور اس سے طلاق چاہی مگر وہ طلاق نہیں دیتا ہے اور اس کو عرصہ نو سال سے خوب معلوم ہے کہ میری بیوی جائز ناجائز کر کے اپنا گذر بسر کر رہی ہے اور ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے، پھر بھی طلاق دینے سے گریز کرتا ہے، اس کو ایک ضد ہے، اگر سائلہ اپنے فسخ ازدواج کی بابت عدالتی کاروائی کرے اور عدالت میرے حق پر فیصلہ کر دے اور روبرو عدالت کے غلام احمد مذکور اپنی زبان سے طلاق نہیں دیتا تو فیصلہ کے بعد بموجبِ شرعِ محمدی ﷺ کے کیا تجویز کی جاوے

چونکہ شوہر اپنی زبان سے طلاق بیوی کے حق میں ادا نہ کرے تو کس طرح سے طلاق ہو جائیگی، سنا گیا ہے کہ مسئلہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر کسی کی بیوی بلا اجازت اپنے شوہر کے غیر مرد کے سامنے ہو جائے یا کہیں چلی جاوے تو نکاح سے باہر ہو جاتی ہے یہ ایک بہت اہم بات ہے کہ غلام احمد تو طلاق نہ عدالت میں دے گا، اور نہ تو پنچایت میں دے گا، اس کو ایک ضد ہے کہ چاہے بچہ ہو طلاق نہیں دوں گا، اور عدالت زبردستی طلاق دلانے پر مجبور نہیں کرتی، تو سائلہ اپنا عقد ثانی کس طرح سے کر سکتی ہے، اور نہ سائلہ اس کے گھر جانا چاہتی ہے اور نہ غلام احمد میرے خلاف کوئی عدالتی

کارروائی کرنا چاہتا ہے سائلہ اس امر کی استدعا کرتی ہے کہ کون سا فتویٰ اس امر میں اجازت دیتا ہے، جس سے سائلہ غلام احمد کی پابندی سے محفوظ رہے، اور سائلہ اپنا عقدِ ثانی کرے، چونکہ یہ بات اکثر مشہور ہے کہ کوئی ایسا کام کہ جس سے شوہر کی ناراضگی ہو یا اس کی عزت میں فرق آجاوے اس کی ہو کے نہ رہے تو نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور سائلہ کا واقعہ اس فقرہ سے زیادہ اثر رکھتا ہے، قانون اور شرع میں بہت فرق ہے، عدالت کے فیصلے پر عام نکاح نہیں پڑھا سکتے ہیں، چونکہ شرع محتاج ہے، شوہر کی زبان سے طلاق کہنے کی، شرع محمدی میں ص:۶ ر پر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جو عورت اور مرد بلا نکاح کے زن وشوہر کی طرح رہتے ہوں، تو مانند نکاح کے ہو گئے، اور جو بچہ پیدا ہوگا، وہ اپنے باپ سے صحیح النسب اور وارث ترکہ کا مستحق ہوگا، سائلہ نہایت ادب کے ساتھ التجا کرتی ہے کہ سائلہ بہت مصیبت زدہ عورت ہے، سائلہ کے حق میں اس امر میں فتویٰ عنایت مرحمت کیا جاوے تا کہ اس عذاب سے نجات حاصل ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک تمہارا شوہر غلام احمد طلاق نہ دے اس وقت تک تمہارا نکاح کسی دوسری جگہ درست نہیں[1] اور یہ بات کہ ایسا کام جس سے شوہر کی ناراضگی ہو یا اس کی عفت میں فرق آجاوے اس کی بیوی کرے تو نکاحِ سے باہر ہو جاتی ہے، بالکل غلط ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، پس تمہارا کسی غیر شخص سے تعلق پیدا کر کے محبت کرنا قطعاً حرام اور زنا ہے اور جو بچہ اس حرام کاری سے پیدا ہوا ہے، اور غلام احمد کہتا ہے کہ میرا نہیں اور تم کو اقرار ہے کہ وہ نطفہ حرام ہے، تو اس کو غلام احمد کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، اور نہ وہ اس کا بیٹا ہے، اور اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا، اسی طرح جس شخص کے نطفہ سے غلط طریقہ سے یہ پیدا ہوا اس کا بھی بیٹا نہیں، اس کے ترکہ سے بھی وارث

---

[1] واما نكاح منكوحة الغير لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا. شامی کراچی ص ۱۳۲ ج ۳، مطبوعه نمعانیه ص: ۳۵۰، ج: ۲، مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر.

نہیں ہوگا[۱] اور تمہارے شوہر نے تم سے ایک مرتبہ صحبت نہیں کی اور تم کو نکاح سے قبل اس کا علم نہیں تھا، کہ غلام احمد نامرد ہے اور معلوم ہونے کے بعد تم نے اس کے ساتھ بوجہ نامرد ہونے کے رضامندی ظاہر نہیں کی، یعنی یہ نہیں کہا کہ خیر جیسا بھی ہے اس کے ساتھ زندگی گذار دوں گی، تو تم کو چاہئے کہ تم عدالتِ مسلمہ میں یعنی حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرو کہ میرا شوہر نامرد ہے ایک مرتبہ بھی مجھ سے جماع نہیں کر سکا، اس پر حاکم غلام احمد کو بلا کر دریافت کریگا، اگر غلام احمد نے اقرار کیا تو ایک سال مدت علاج کیلئے دیدے[۲] اگر اس مدت میں علاج کر کے صحبت کرنے پر قادر ہو گیا تب تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کر دے، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا[۳] اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کر سکتی ہے[۴] اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم کا بھی ہونا ضروری ہے[۵] اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی بغور دیکھ لیا جاوے اس میں

---

[۱] لو صرح بانه من الزنا لا يثبت قضاء، ايضاً شامی کراچی ص: ۴۹، ج:۳، مطبوعه نعمانيه ص: ۲۹۲، ج: ۲، فصل فی المحرمات، قبيل مطلب فيما لو زوج المولى.

[۲] اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضی وادعت انه عنين وطلبت الفرقة فان القاضی يسأله هل وصل اليها او لم يصل فان اقرانه لم يصل اجله سنة. عالمگيری ص: ۵۲۲، ج: ۱، الباب الثانی عشر فی العنين، مجمع الأنهر ص۱۳۷، ۱۳۸ ج۲ باب العنين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۴۱۰ فصل فی المحرمات.

[۳] جاءت المرأة الى القاضی بعد مضی الاجل وادعت انه لم يصل اليها ..... خيرها القاضی ان اختارت الفرقة امر القاضی ان يطلقها طلقة بائنة فان ابى فرق بينهما والفرقة تطليقة بائنة ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلابها. عالمگيری ص: ۵۲۴، ج: ۱، الباب الثانی عشر فی العنين، مجمع الأنهر ص ۱۳۹ ج۲ باب العنين، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تاتارخانيه كراچی ص ۴۹ ج۴ الفصل السابع والعشرون فی العنين.

[۴] الحيلة الناجزة. ص: ۲۲، مقدمه، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[۵] الحيلة الناجزة. ص: ۲۸، تنبيهات ضروريه جماعت مسلمين، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے لکھا ہے، اگر غلام احمد نے ایک مرتبہ بھی صحبت کر لی ہے یا نکاح سے پہلے تم کو اسکے نامرد ہونے کا علم تھا، یا علم ہونیکے بعد اسکے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے، تو اب تم کو تفریق کا حق نہیں رہا[1] لیکن اگر وہ نفقہ نہیں دیتا ہے تو حاکم کے یہاں دعویٰ کیا جاوے، حاکم شوہر کو کہے کہ یا تم نفقہ دو ورنہ طلاق دے دو نہیں تو ہم تفریق کر دیں گے اگر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تب تو خیر ورنہ حاکم مسلم تفریق کر دے[2] اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا ڈرا کر یا مہر وغیرہ معاف کر کے اور کچھ روپیہ دے کر غلام احمد سے طلاق حاصل کر لی جاوے، اسکے بعد عدت گذار کر نکاحِ ثانی کر لیا جائے[3] اور جو ناجائز تعلق قائم کر رکھا ہے یہ کبیرہ گناہ ہے اسکو فوراً چھوڑنا واجب ہے اور توبہ فرض ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ جمادی الثانی ۵۹ھ

عبد اللطیف مظاہر علوم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۶/ ۵۹ھ

---

[1] ولو وصل اليها مرة ثم عجز لا خيار لها كذا فى التبيين ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل الى النساء لا يكون لها حق الخصومة عالمگيرى ص: ۵۲۴، ج: ۱، قاضيخان على الهندية كوئٹه ۴۱۰، ۴۱۲ فصل فى العنين، تاتارخانيه كراچى ص ۴۹، ۵۱ ج۴ الفصل السابع والعشرون فى العنين.

[2] الحيلة الناجزة. ص: ۶۲، حكم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[3] الحيلة الناجزة. ص: ۶۱، حكم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[4] وكانت العرب تعيب الاعلان بالزنى ولا تعيب اتخاذ الاخدان ثم رفع الاسلام جميع ذالك وفى ذالك نزل قوله تعالىٰ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن، الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ص: ۱۲۵، ج: ۳، الجزء الخامس، سورة النساء تحت آيت ۲۵، مطبوعه دار الفكر بيروت، روح المعانى ص ۲۳۶ ج ۱۵، الجزء الثامن والعشرون، سورة التحريم، تحت آيت ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، نووى على مسلم ص ۳۵۴ ج ۲ كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلى.

زوجۂ مجنون

سوال:- ایک شخص تقریباً چھ سال سے مجنون ہوگیا ہے اور معمولی علاج بھی کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور اسکے خسر نے علاج کارگر نہ ہونے پر اپنی لڑکی کو دوسری جگہ بیٹھانا چاہا، مگر اسکے گاؤں کے لوگ آڑے آئے اور اس مجنون کی بیوی کو زبردستی اس مجنون کے باپ کے یہاں بھیج دیا اور وہ مجنون باپ کے پاس رہتا ہے، مگر اپنے بڑبڑانے میں رہتا ہے اور اسکی بیوی کو تقریباً چھ سال آئے ہوئے ہوگئے، وہ مجنون ہم بستری تو کیا کرتا وہ اپنی دیوانگی میں کہہ دیتا ہے کہ یہ میری لڑکی ہے اور ساتھ ہی اپنی بہنوں کو کہہ دیتا ہے کہ یہ میری لڑکیاں ہیں مگر اس نے ابھی تک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، اب اس مجنون کا باپ اس کی بیوی کا اپنے چھوٹے لڑکے سے نکاح کرنا چاہتا ہے مگر لوگوں کے کہنے سننے سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا اس لئے عرض ہے کہ یہ مجنون اگر طلاق دے تو طلاق ہوسکتی ہے کہ نہیں اگر طلاق دے یا نہ دے کوئی صورت اس کی دوسری جگہ نکاح کرنے کی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حالت جنون میں طلاق دے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی اگر افاقہ کی حالت میں دے گا تو واقع ہوجائے گی: **ولا یقع طلاق الصبّی وان کان یعقل والمجنون اھ ھندیۃ**[1] ص: ۳۸۳، ج: ۲، بغیر طلاق کے نکاح مطلقاً حرام ہے: **لایجوز للرجل ان یتزوّج زوجۃ غیرہ وکذالک المعتدۃ کذا فی السرّاج الوّھاج اھ**[2] ص: ۲۸، ج: ۲.

---

[1] عالمگیری ص: ۳۵۳، ج: ۱، فصل فیمن یقع طلاقہٗ، مطبوعہ کوئٹہ، تاتارخانیہ کراچی ص ۲۵۵ ج ۳ الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقہ، مجمع الأنھر ص ۱۰ ج ۲ کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] عالمگیری ص: ۲۸۰، ج: ۱، المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر، قاضیخان علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۳۶۶ ج ۱ فصل فی المحرمات، تاتارخانیہ کراچی ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحۃ.

صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے حاکم کو بعد تحقیق اگر ثابت ہو کہ جنون حادث ہے، تو ایک سال کی مدت علاج کے لئے دیدے اس علاج میں اگر اچھا ہو گیا خیر ورنہ عورت کو تخییر دیدے اگر عورت مفارقت کو اختیار کرے تو تفریق کردے پھر عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا، اگر جنون مطبق ہے تو فوراً تفریق کردے:

ان کان الجنون حادثاً یؤجله سنةً کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجُبّ وبه نأخذ اھ عالمگیری[1] ص: ۵۲۶، ج: ۱، یہ سب کچھ عورت کے مطالبہ پر ہی ہے اگر عورت اسی مجنون کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو تو پھر مقدمہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

زوجۂ مجنون کا حکم

سوال:- بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ایک عورت کے شوہر کا دماغ شادی کے تین ماہ بعد خراب ہو گیا اور اس کو دنیا و مافیہا کی مطلق کوئی خبر نہ رہی اس کا باقاعدہ پاگل خانہ میں رکھ کر علاج بھی کرایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا گورنمنٹ نے بھی اس کو ملازمت سے علیحدہ کر کے پانچ روپیہ پنشن کردی جو اس کے بھائی وصول کر کے اس پر خرچ کرتے ہیں، اب اگر اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تو کبھی تو کسی پتہ کو اٹھا کر کہتا ہے کہ یہ طلاق نامہ ہے کبھی کسی ردی کاغذ کو کہ یہ طلاق نامہ ہے، اور کبھی اچھے آدمیوں کی طرح کہتا ہے کہ میں نے شریعت کے مطابق طلاق دیدی ہے اور طلاق نامہ اس لئے لکھ کر نہیں دیتا کہ میں نے نکاح کے وقت بھی کچھ تحریر نہیں لکھی تھی، باقی ویسے بھی کبھی تو اس کی حالت اچھی ہوتی ہے، گھر کے کام کر لیتا ہے اور کبھی کبھی فوراً کپڑے پھاڑ

---

[1] عالمگیری ص: ۵۲۶، ج: ۱، الباب الثانی عشر فی العنین، الحیلة الناجزة ص ۴۰، ۴۱ حکم زوجۂ مجنون، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

کر جنگل کی طرف نکل جاتا ہے، غرض کوئی خاص افاقہ نہیں ہے، لہٰذا کیا ایسی صورت میں اس کی طلاق شرعاً طلاق شمار کی جاسکتی ہے یا نہیں اور کیا اس کی طرف سے اس کے بھائی بھی طلاق دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی صورت نہیں تو عورت جوان ہے اور سات سال سے شوہر کا دماغ خراب ہے فتنہ کا اندیشہ ہے، ایسی شکل میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے بھائی وغیرہ کوئی اس کو طلاق نہیں دے سکتے[۱] اگر اس نے اپنی عقل وہوش کی درستگی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ شرعاً واقع ہوگئی اور اگر بحالت جنون طلاق دی ہے تو وہ شرعاً واقع نہ ہوگی[۲] اور اس کا اندازہ وقت طلاق کے دیگر امور واحوال سے ہوسکتا ہے بصورت عدم وقوع طلاق اگر جنون خطرناک ہو جس سے کہ عورت کو قتل یا ناقابل برداشت اذیت کا اندیشہ ہو تو عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ میرا شوہر مجنون ہے اور اس کا جنون ایسا خطرناک ہے کہ قتل کا اندیشہ ہے، اس پر حاکم واقعہ کی باقاعدہ تفتیش کرے اور ایک سال کی مہلت مجنون کو علاج کے لئے دیدے اگر سال بھر تک علاج کر کے اچھا ہوگیا، تو خیر ورنہ سال بھر گذرنے پر دوبارہ درخواست دے اور حاکم عورت کو اختیار دیدے، پھر عورت اسی مجلس میں فرقت کو اختیار کرلے، اگر مجلس برخاست ہوگی یا عورت خود یا کسی کے اٹھانے سے کھڑی ہوگئی اور فرقت اختیار نہیں کی تو عورت کو اختیار نہ رہے گا[۳]۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند معزز دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے، اور اس جماعت میں کم از کم ایک معتبر معاملہ

۱، ۲ لا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده لحدیث اِبْنِ مَاجَةِ اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ وَالْمَجْنُونِ. الدرالمختار مع رد المحتار ص: ۲۴۲، ج: ۳، طبع کراچی، کتاب الطلاق، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۰، ۱۱ کتاب الطلاق، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۴۸۷، ۴۹۴ ج۳ فصل ویقع طلاق کل زوج الخ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

۳ الحیلة الناجزة ص: ۴۲، حکم زوجه مجنون، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

شناش عالم بھی ہونا ضروری ہے[1] اور رسالہ حیلہ ناجزہ بھی بغور مطالعہ کیا جاوے اور صورت مسئولہ میں بضرورت شدیدہ حنفیہ نے مالکیہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے۔

تنبیہ: اگر جنون کے بعد سے کبھی عورت نے اپنے مجنون شوہر کو اپنے اوپر جماع کے لئے قابو نہ دیا ہو تب طریق بالا سے تفریق کی جاسکتی ہے، ایک مرتبہ بھی اگر قابو دیا ہو یا صراحۃً زبان سے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کی ہو تو پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہیں، اگر جنون ایسا خطرناک نہ ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، تب بھی جنون کی وجہ سے تفریق نہیں کی جاسکتی ہاں اگر نفقہ کا انتظام نہ ہو تو نفقہ کا دعویٰ بھی حاکم مسلم با اختیار کے یہاں کرسکتی ہے، اس صورت میں حاکم مسلم با اختیار کو چاہئے کہ کسی معتبر عالم سے مشورہ کر کے رسالہ حیلہ ناجزہ کے موافق فیصلہ کردے،[2] بہر صورت اگر خلوت صحیحہ سے پہلے تفریق ہوئی تو عدّت واجب نہیں اور اگر بعد خلوت صحیحہ کے تفریق ہوئی تو عدت واجب ہے، مہر کا حکم یہ ہے کہ اگر جنون کی وجہ سے خلوت صحیحہ سے پہلے تفریق ہوئی تو مہر بالکل ساقط ہو جائیگا، اور اگر بعد خلوت صحیحہ کے ہوئی ہے تو پورا مہر لازم ہوگا۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۸/۷/۵۶ھ

---

[1] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریة، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۴۶، حکم زوجه مجنون، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع کان الزوج قد خلا بها وان لم یخل بها فلا عدة علیها ولها نصف المهر ان کان مسمی عالمگیری کوئٹه ص ۵۲۴ الباب الثانی عشر فی العنین، مجمع الأنهر ص ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۳۹ ج ۲ باب العنین، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الحیلة الناجزة ص ۴۳ حکم زوجة مجنون، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

شوہر پاگل ہوگیا تھا مگر اب اچھا ہوگیا اس کی بیوی کا نکاح

سوال:- ہمارا لڑکا عثمان غنی جسکی عمر ۲۰ رسال ہے، عثمان کی شادی آج تقریباً چار سال ہوئے جعفر کی لڑکی کیساتھ ہوئی ہے، شادی کے دو سال کے بعد لڑکے کا دماغ خراب ہوگیا تھا، علاج کیا گیا اب اسکی حالت بالکل ٹھیک ہے اور لڑکا اب بالکل ہوش وحواس میں ہے، مگر لڑکی کے والدین اب اس سے طلاق مانگ رہے ہیں، اور لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، اور آپکے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا ہیکہ کسی طرح لڑکے کو دیوانہ قرار دیکر ایک فتویٰ مل جائے، اور ہم لڑکی کو دوسری جگہ بٹھلا دیں، ایسی حالت میں لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ناجائز ہے یا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کا دماغ صحیح ہے، اور وہ بیوی کے حقوق ادا کرتا ہے، تو اس کی بیوی کو شوہر سے طلاق لینے کا حق حاصل نہیں،[1] اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالات بتا کر فتویٰ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے، مفتی عالمِ غیب نہیں ہے، مثلاً اگر کوئی شخص خنزیر کا گوشت خرید کر لائے اور مفتی سے کہے کہ یہ بکری کا گوشت ہے، اور بکری کو شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہے یہ حلال ہے یا حرام؟ ظاہر ہے کہ مفتی فتویٰ دیدے گا کہ یہ حلال ہے، مگر سب جانتے ہیں کہ یہ فتویٰ دیدینے سے وہ گوشت بکری کا گوشت نہیں بنے گا، اور نہ ہی حلال ہوجائے گا بلکہ وہ خنزیر کا گوشت ہی رہے گا اور حرام ہی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۸ھ

---

[1] فی حدیث ثوبان مرفوعاً اَیُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقاً فِیْ غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ رواہ احمد مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۳، باب الخلع والطلاق.

ترجمہ:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ جو عورت بغیر سخت مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم : زوجۂ متعنت کے احکام

زوجۂ متعنّت

سوال:- میاں بیوی میں تنازع ہوکر بڑھ گیا اور بیوی کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا اور اپنے خاوند کے یہاں بوجہ خطرۂ جان کے نہیں جاتی، اور اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دیتا، اور نہ خرچ اس قصہ میں پانچ چھ سال گذر گئے اور لڑکی نوجوان ہے، بغیر نکاح کے گذران مشکل ہے، اس صورت میں شریعت شریف کیا فیصلہ دیتی ہے، کہ جس سے میاں بیوی میں تفریق ہوجاوے اور لڑکی کا نکاح کردیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دیکر یا ڈرا کر طلاق حاصل کرلی جاوے یا خلع کر لیا جائے،[1] اگر یہ ناممکن ہوتو پھر بیوی کو چاہئے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا اسپر حاکم باقاعدہ واقعہ کی تحقیق کرے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتو شوہر سے کہے کہ تم یا تو اسکے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، اگر وہ کسی بات کو اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم تفریق کردے اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح

---

[1] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بان تفتدی نفسها بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، سکب الانهر علی مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع.

کرسکتی ہے[۱] اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دین دار معزز مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے، اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناش معتبر عالم کا ہونا بھی ضروری ہے[۲] اور رسالۂ حیلہ ناجزہ کو غور سے دیکھ لیا جائے کہ اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجۂ متعنّت

سوال:- زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ عرصہ تقریباً پانچ سال کا ہوا اس عرصہ میں زید کا برتاؤ ہندہ کے ساتھ نہایت سختی کا رہا، نیز زید نے ہندہ پر زنا کا الزام بھی لگایا ہے اور یہ الزام خط میں بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ وہ ہندہ اور اس کی (اس) خالہ کو (جس کے یہاں ہندہ نے پرورش پائی ہے، اور اسی نے ہندہ کا نکاح بھی کیا اور اسی کے مکان پر ہندہ رہتی ہے) گولی سے ماردے گا نیز زید نے ہندہ کی عرصہ ساڑھے چار سال سے کوئی خیر خبر نہ لی اور نہ یہ معلوم کہ زید کہاں ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ کو قاضی سے خلع یا فسخ نکاح کرانے اور زید سے کل مہر وصول کرنے کا حق منجانب شرع شریف حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی نباہ کی صورت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ کسی طرح لالچ دے کر یا دباؤ ڈال کر زید سے طلاق لے لی جائے یا خلع کرلیا جائے، ان دونوں صورتوں میں قاضی کی ضرورت نہیں[۳] اگر طلاق اور خلع

---

[۱] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[۲] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه متعلق جماعت مسلمین، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[۳] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال. عالمگیری ص: ۴۸۸، ج: ۱، باب الخلع، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

دشوار ہوتو پھر اس کی جان کے خطرہ کی بناء پر حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، حاکم مسلم ہندہ کے دعوی کا ثبوت اور زید سے جواب طلب کرے، اگر تحقیق وتفتیش کے بعد ہندہ کا دعویٰ صحیح ثابت ہوتو زید کو فہمائش کرے پس اگر زید ہندہ کے حقوق ادا کرنے کا پختہ وعدہ کرے اور ہندہ کی جان کا خطرہ کسی طرح زائل ہوجائے تب تو خیر ورنہ یعنی اگر زید ادائے حقوق کا وعدہ نہ کرے تو پھر حاکم مسلم زید سے کہے کہ تم ہندہ کے حقوق ادا نہیں کرتے اور ہندہ کی جان کا خطرہ ہے لہٰذا تم اسکو طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق کردینگے، اس پر زید طلاق دیدے تب تو خیر ورنہ حاکم مسلم بااختیار تفریق کردے[1] مہر کے متعلق یہ ہے کہ اگر خلوت صحیحہ ہوگئی ہے تب تو پورا مہر لازم ہوگا جو کہ طلاق اور فسخ کی صورت میں ہندہ وصول کرسکتی ہے[2] اور خلع میں اگر مہر کا ذکر سقوط یا وصول کا آیا ہے، تو اس کا اعتبار ہوگا، اگر کوئی ذکر ساقط کرنے یا وصول کرنے کا نہیں آیا بلکہ محض خلع کا ایجاب وقبول ہوگیا ہے، اور کچھ اس میں لینے دینے کا ذکر نہیں آیا تو مہر نہیں لے سکتی، بلکہ وہ ساقط ہوجائے گا، اگر خلوت صحیحہ کی نوبت نہیں آئی تو نصف مہر میں وہی تفصیل ہے جو اوپر کل مہر کی مذکور ہوئی۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۶/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف ۲/۲/۵۷ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] الحيلة الناجزة ص: ٦١، ٦٢، حكم زوجة متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[2] ويتاكد عند وطء اوخلوة صحت من الزوج اوموت احدهما ويجب نصفه بطلاق قبل وطء اوخلوة. الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى ص: ١٠٢، ج: ٣، ١٠٤، ج: ٣، باب المهر، مجمع الأنهر ص ٥٠٩ ج ١ باب المهر مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ٣٠٣ ج ١ الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر.

[3] ويسقط الخلع والمبارة كل حق لكل منهما على الاخر مما يتعلق بذلك النكاح. (الدر) شمل المهر والنفقة المفروضة والماضية والكسوة كذالك المتعة تسقط بلاذكر. شامى كراچى ص: ٤٥٢، ج: ٣، قبيل مطلب حاصل مسائل الخلع، باب الخلع، النهر الفائق ص ٤٤٦ ج ٢ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ١١٢ ج ٢ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

زوجۂ متعنّت

سوال:-کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی زوجہ کو نہ لے جانا چاہتا ہو اور نہ وہ طلاق دے اور عرصہ بارہ سال کا ہو گیا ہو یا پانچ سال کا ہو گیا ہو تو اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ قائم کرے، حاکم اس کو مجبور کرے گا یا وہ اپنی زوجہ کو لے جائے یا طلاق دے ورنہ حاکم تفریق کر دے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شوہر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو بیوی کیا کرے

سوال:-زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو عرصہ تین چار سال سے معلقہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان نفقہ کی خبر لیتا ہے، نہ کبھی اس کے پاس آتا ہے، اور نہ کبھی زوجہ کو بلاتا ہے، اور اس ہندہ کو کوئی رکھنے والا بھی نہیں ہے، اس مسماۃ کا باپ ضعیف ہے، اس کے پاس بھی مکان وغیرہ نہیں ہے، اور نہ کوئی آمدنی ہے جو لڑکی کو رکھ سکے، اور نہ زید کا کوئی مکان ہے، جو یہ مسماۃ اس کے گھر ہی جا کر رہ سکے، اور نہ زید کے کوئی اور جائداد ہے کہ نان نفقہ کا دعویٰ کر کے کچھ وصول کر لیا جائے، اور گذارہ کیا جائے، ایک مرتبہ بہت کوشش کر کے کلکتہ سے دھوکا دے کر بلایا تھا، اور اس سے کہا تھا کہ طلاق دیدے تو بصورت معافی دین مہر طلاق کے واسطے تیار ہو گیا تھا، مگر دوسروں کے بہکانے سے طلاق نہیں دی، اور پھر آیا بھی نہیں، ایسے حالات میں کیا کوئی صورت علیحدگی کی عند الشرع ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر ہو سکے تو براہ کرم مع شرائط تحریر فرمایا جائے، ضرورت اس کی ہے کہ عند اللہ کوئی مؤاخذہ نہ ہو۔

---

[1] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، ۶۲، حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ کسی طرح سمجھا بجھا کر یا لالچ دے کر یا خوف دلا کر رضامندی سے یا بلا رضامندی اس سے طلاق لے لی جائے، یا خلع کرلیا جائے[۲] اگر یہ ممکن نہ ہو تو عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور باقاعدہ ثبوت دے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق کو ادا نہیں کرتا اس پر حاکم اس کو بلا کر سمجھائے کہ تو اپنی زوجہ کے حقوق کو ادا کر اگر ادا نہیں کرتا تو طلاق دیدے ورنہ پھر ہم طلاق دیدیں گے، اگر وہ حقوق کی ادائیگی کیلئے تیار ہو جائے، تو خیر یا طلاق دیدے تو پھر بعد عدت عورت کو نکاح ثانی درست ہے، اگر نہ وہ حقوق ادا کرے نہ طلاق دے تو حاکم مسلم با اختیار تفریق کردے اس کے بعد عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا، اگر کسی جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار معزز مسلمانوں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کرسکتی ہے،[۲] اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی ہونا ضروری ہے،[۳] اور رسالہ حیلۂ ناجزہ کو بھی ضرور دیکھ لینا چاہئے اس میں اسکو خوب تفصیل سے لکھا ہے وہ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانہ یحیوی سہارن پور سے ملتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۲/صفر ۱۳۵۶ھ

انتظامِ نفقہ کے باوجود طلاق حاصل کرنا

سوال: -محمد اسماعیل پاکستان چلا گیا، پانچ بار پاسپورٹ سے آیا اور کاملہ کا حقِ زوجیت ادا کیا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال، عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن فی الخلع، هدایه ص ۴۰۴ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، الحیلة الناجزة ص: ۶۱، حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

۲، ۳ الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

اور نفقہ بھی بذریعہ ڈاک بھیجتا رہا ہے، اب شوہر کاملہ زوجہ کو لاہور بلا رہا ہے، مگر زوجہ نہیں جانا چاہتی اور انکار کرتی ہے اور شوہر کا خرچہ بھی نہیں لینا چاہتی ہے، تو شرعاً اب نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ مسماۃ کاملہ بی بی کو شوہر کی طرف سے خرچہ بھی ملتا رہا ہے، رہنے کا بھی انتظام ہے، شوہر وقتاً فوقتاً آتا بھی رہتا ہے اور کوئی مجبوری نہیں تو مسماۃ کو فسخِ نکاح کا کوئی حق حاصل نہیں[1] اگر شوہر کے پاس سے ملی ہوئی اشیاء خرچہ وغیرہ لینا نہیں چاہتی اور جدائی چاہتی ہے تو خط بھیج کر مہر معاف کر کے طلاق حاصل کرے،[2] جب شوہر طلاق دیدے گا تو عدت (تین حیض) گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوجائے گی۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نفقہ نہ دینے سے نکاح ثانی کا حق اور بذریعہ پنچایت تفریق کا حکم

سوال:- مریم کا نکاح محمد اسحاق کے ساتھ عرصہ بیس سال پہلے ہوا تھا جب کہ مریم کی عمر

---

[1] ایما امرأة سألت زوجها طلاقا فی غیر ما بأس فحرام علیها رائحة الجنة، مشکوٰة شریف ص۲۸۳ باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مرقاة شرح مشکوٰة ص۴۷۵ ج۳ باب الخلع والطلاق، مطبوعه بمبئی، شامی زکریا ص۴۲۸ ج۴ کتاب الطلاق، قبیل مطلب الدور.

[2] اذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة. عالمگیری ص:۴۸۸، ج:۱، الباب الثامن فی الخلع، هدایه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع.

[3] عدة الحرة المدخولة التی تحیض للطلاق او الفسخ ثلاثة قروء ای حیض الخ، مجمع الأنهر ص۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۵۰۴، ۵۰۵ ج۲ باب العدة، النهر الفائق ص۴۷۵ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

سات سال تھی، وہ نابالغہ تھی، بعد از شادی آج تک محمد اسحاق مریم کو اپنے گھر نہیں لے گیا، نہ کوئی نان وپارچہ دیا نہ حقِ زوجیت ادا کیا، اب مریم بالغہ ہوگئی ہے وہ اپنا نکاحِ ثانی دیگر شخص کے ساتھ کرنا چاہتی ہے، مریم عدالت سے بھی آزاد کردی گئی ہے، کیا ایسی صورت میں مریم مذکور کو طلاق شرعاً ہوگئی۔

(۲) مریم اپنا نکاح دیگر شخص سے کرسکتی ہے؟ (۳) مریم اپنے سابق شوہر سے مہر وصول کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اتنی مدت تک نان پارچہ نہ دینے، خیر خبر نہ لینے، حق زوجیت ادا نہ کرنے سے شرعاً طلاق نہیں ہوئی[۱] (۲) ابھی نہیں کرسکتی، (۳) اگر خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے تو پورے مہر کی حق دار ہے ورنہ نصف مہر کی حقدار ہے[۲] مسماۃ مریم کو چاہئے، کہ اپنے اس شوہر سے طلاق حاصل کرلے یا خلع کر لے اس طرح کہ مریم مہر معاف کردے اور شوہر حقِ زوجیت ساقط کردے،[۳] اگر اس میں کامیابی نہ

---

[۱] الطلاق رفع قيد النكاح في الحال او المأل بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۴۲۴، ۴۲۶ ج ۴، كتاب الطلاق، عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ كتاب الطلاق، الباب الاول في تفسيره الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۵ ج ۳ كتاب الطلاق، عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ رفع نکاح کے لئے طلاق صریح یا کنائی کا استعمال کرنا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے اس لئے حق زوجیت وغیرہ ادا نہ کرنے سے طلاق نہ ہوگی۔

[۲] ويتأكد عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما ويجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة الخ، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۲۳۳، ۲۳۶ ج ۴ باب المهر، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۵۰۷، ۵۰۸ ج ۱ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۳۸ ج ۲ باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بان تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به فاذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة الخ، عالمگيری كوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱ الباب الثامن في الخلع، تاتارخانيه كراچی ص ۴۵۳ ج ۳ الفصل السادس عشر في الخلع، مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج ۲ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہو، تو چند معزز دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں مسماۃ مریم اپنا یہ معاملہ پیش کرے اور پنچایت حیلہ ناجزہ میں لکھے ہوئے طریقہ کے موافق فیصلہ کردے، اس کے بعد اگر خلوت صحیحہ ہو چکی تھی، تو عدت گذار کر ورنہ بغیر عدت ہی دوسرا نکاح کرنا درست ہوگا،[1] پنچایت میں کم از کم ایک معاملہ شناش معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے،[2] رسالہ ''حیلہ ناجزہ'' کا مطالعہ بھی بغور کرلیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۵ھ

زوجہ کا نفقہ کتنے روز تک بند رکھنے سے تفریق ہوسکتی ہے؟

سوال:- کتنے دنوں تک زوج زوجہ کا نان ونفقہ بند کردے، تو فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کیلئے کوئی مدت نہیں، جب برداشت سے باہر ہوجائے تو اس کو حق ہوجائے گا، کہ مسلم عدالت یا اس کے قائم مقام (شرعی پنچایت) کے ذریعہ تفریق کرالے، یہ حکم مالکیہ سے لیا گیا، ضرورتِ شدیدہ میں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجہ معسر کا حکم

سوال:- میری منکوحہ بیوی نے عدالت انگریزی پنجاب ہند میں دعویٰ اس بناء پر کیا کہ چونکہ میرے شوہر نے زائد از عرصہ ۳½ سال نان ونفقہ ادا نہیں کیا لہٰذا مجھے نکاح ثانی کی اجازت

---

[1] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] الحیلة الناجزة ص: ۲۸، تنبیهات ضروریه، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[3] الحیلة الناجزة ص: ۶۱، حکم زوجه متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

دیدی جائے عدالت نے میری حاضری کا سمن جاری کیا چونکہ میں غیر ملک میں تھا، میں نے جواب تحریری روانۂ عدالت کیا جو کسی خاص وجہ سے عدالت میں پیش نہیں کیا گیا میری بیوی نے جو فتویٰ عدالت میں پیش کیا اس میں صرف یہ تحریر ہے کہ اگر شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے سے انکار کرے اور خرچ بھی نہ دے تو جدائی ہوسکتی ہے پیشتر اس کے کہ عدالت میرا نکاح فسخ کرے عدالت نے مجھ سے کوئی تحریر طلب نہیں کی کہ خرچ پہلا ادا کرو اور آئندہ دینے کا وعدہ کرو یا طلاق دو چونکہ میرا جواب دعویٰ عدالت میں پیش نہیں ہوا، عدالت سمن بذریعہ اشتہار جاری کر کے یک طرفہ ڈگری دے کر میری بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت دیدی یہ نکاح ثانی جائز ہے، یا ناجائز اگر ناجائز ہے، تو کس طرح عدالت کو کرنا چاہئے، تھا۔ (از بغداد)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جواب دعوی میں طلاق تحریر نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوئی شوہر کے ہوتے ہوئے عدالت کو اسکی جانب سے طلاق دینے کا اختیار نہیں البتہ اگر عدالت مسلم ہو اس بات کا اختیار ہے کہ شوہر پر زور ڈال کر نفقہ دلائے اگر نفقہ دینے پر عسرت کی وجہ سے قدرت نہ ہو تو نفقہ کی حسب حیثیت مقدار مقرر کر کے شوہر کے نام پر قرض لینے کی عورت کو اجازت دیدے اگر مالدار ہے پھر نفقہ نہیں دیتا تو عدالت اسکے مال کو فروخت کرے اس سے عورت کو نفقہ دے اگر عدالت کو شوہر کا مال نہ مل سکے تو پھر شوہر کو قید کر دے لیکن نکاح فسخ نہ کرے اگر شوہر حقوق بھی ادا نہ کرے اور نفقہ دینے پر کسی طرح راضی نہ ہو تو عدالت زبردستی شوہر سے طلاق دلادے یا خلع کرادے اسکے بعد عدت گذار کر مدخولہ کو نکاح ثانی جائز ہوگا اس سے پہلے جائز نہیں: **ومن اعسر بنفقة امرأته لم يفرق بينهما ويقال لها استدينى عليه هدايه ص: ۴۱۹، ج:۲، ولو امتنع عن الانفاق عليها**[1]

---

[1] هدايه ص: ۴۳۹، ج:۲، باب النفقة، طبع ياسر نديم ديوبند، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۳۰۶، ۳۰۸ ج۵ باب النفقة، مطلب فى فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، كنز مع النهر ص ۵۱۰ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مع الیسر لم یفرق ویبع الحاکم علیه ماله ویصرفه فی نفقتها فان لم یجد ماله یحبسه ولا یفسخ. فتح القدیر[1] ص: ۳۲۹، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۸/۳/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/ربیع الاول ۵۳ھ

زوجۂ دیّوث کیا کرے

سوال: - جو شخص ایسا ہو کہ اس کی بیوی غیر آدمی سے ملتی ہو اور ہمیشہ جوتے کپڑے اور کھانے کی اشیاء فرمائش کر کے حاصل کرتی ہو اور خاوند اسکا اس امر کے خلاف نہ ہو بلکہ خود بھی بیوی کے پاس سے کھاتا پیتا ہو تو ایسے شخص کیلئے شریعت کیا کہتی ہے، اس سے اس کی بیوی کو علیحدہ کر کے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں جب کہ اس کی بیوی بھی اس کی اس حرکت سے خلاف ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا شخص شرعاً دیّوث ہے،[2] عورت کو بھی شرعاً ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام میں شوہر کی اطاعت کرے،[3] برادری کے بااثر لوگوں کو چاہئے کہ جس طرح ہو اس کو اس حرکت سے روکیں اگر

---

[1] فتح القدیر ص: ۳۹۰، ج: ۴، باب النفقة، طبع دار الفکر، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۱۸۲ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۱۸۳ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] تحرم الجنة علی الدیوث هو من یری فی اهله ما یسوؤه ولا یغار علیه ولا یمنعها. مجمع بحار الانوار ص: ۲۲۲، ج: ۲. باب الدال مع الباء، دیث، مطبوعه دار الایمان مدینه منوره، سنن النسائی مع حاشیة السندی ص ۸۲ ج ۳ الجزء الخامس، کتاب الزکاة، باب المنان بما اعطی، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۱۸ ج ۶ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[3] لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ، رواه احمد والحاکم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ باز نہ آوے اور عورت کو حرام پر مجبور کرتا ہو تو عورت کو چاہئے کہ کسی طرح لالچ سے یا ڈرا کر طلاق حاصل کرلے اس کے بعد عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

تم

الجزء التاسع عشر من

الفتاویٰ المحمودیة بحمد الله تعالیٰ وبمنه

وکرمه ویلیه الجزء العشرون اوله باب العدة

انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ علیٰ

خیر خلقه سیدنا وسندنا ومولانا

وحبیبنا محمد واٰله وصحبه وبارک

وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا

ابداً ابدا

العبد محمد فاروق غفرله

جامعه هٰذا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) عن عمران بن حصین، شامی کراچی ص:۴۰۷، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، مشکوٰة شریف ۱۳۲، کتاب الامارة.

ترجمہ:- خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

[1] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقة بائنة ولزمها المال، عالمگیری کوئٹه ص۴۸۸ ج۱ الباب الثامن فی الخلع، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۳ ج۳ الفصل السادس عشر فی الخلع، هدایه ص۴۰۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه تهانوی دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پانزدھم

عدت اور سوگ

طلاق قبلَ الدخول میں عدت نہیں

سوال:-مسماۃ مجیدن بیوہ ہوگئی تھی، پھر اس کا نکاح شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا تھا، دوسری مرتبہ پھر بیوہ ہوگئی، تیسرا نکاح اس کا پھر شوہر کے رشتہ دار سے ہوگیا، لیکن یہ تیسرا شخص جس کا نکاح ہوا تھا اس کا نام سیدا ہے، نکاح کے بعد مسماۃ مجیداً مسمّٰی سیدا کے گھر نہیں گئی اور نہ کبھی مسماۃ مجیدن کا مسمّٰی سیدا سے میل ہوا یہاں تک کہ سیدا نے طلاق دے دی ہے، اور مجیدن کو چھ ماہ سے حیض آنا شروع ہوا ہے، اب مسماۃ مجیدن کا چوتھا نکاح ہونے والا ہے، فی الحال نکاح ہوسکتا ہے یا عدت گذارنی پڑے گی، اور عدت کے روز کس قدر ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تیسرے شوہر سیدا نے اس عورت سے نہ جماع کیا نہ تنہائی کی ہے اور بغیر ان دونوں باتوں کے طلاق دی ہے تو اس عورت پر شرعاً عدت واجب نہیں جب چاہے نکاح کرسکتی ہے، **وسبب وجوبها عقد النكاح المتاكد بالتسليم وما جرىٰ مجراه من موت او خلوة اى صحيحة درمختار[1] ص: ۲۵۵، ج: ۱، وكذا (لاعدة) لو طلقها قبل الخلوة**

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۸۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۰۴ ج۳، (بقیہ آئندہ پر)

فتاویٰ قاضی خاں[1] ص: ۱۵۵، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۴/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۳/۵۲ھ

بغیر ہم بستری کے طلاق کی صورت میں عدت

سوال:- ایک پچاس سالہ عورت کا نکاح ایک ساٹھ سالہ شخص سے ہوا، اور چھ دن کے بعد طلاق دیدی اور اس سے ہم بستری بھی نہیں کی، اب اس عورت کا نکاح ایک دوسرے آدمی سے کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے لئے عدت ضروری ہے، یا نہیں؟ یا اس کا نکاح بغیر عدت کے ہی ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہم بستری تو نہیں ہوئی، مگر ایسی تنہائی بھی ہر دو میں ہوئی کہ اگر ہم بستری کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، یا ایسی تنہائی نہیں ہوئی، اگر ایسی تنہائی ہو چکی ہے، تو عدت واجب ہے[2]، عدت کے بعد دوسرے شخص سے نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں، اگر ایسی تنہائی نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۲۲/۲/۱۳۶۲ھ

(گذشتہ کا بقیہ) باب العدة، النهر الفائق ص ۴۷۵ ج ۲ باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۱۴۲ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] فتاویٰ قاضی خان على الهندية ص: ۵۴۹، ج: ۱، باب العدة. مطبوعه كوئٹه.

[2] رجل تزوج امرأة نكاحاً جائزاً فطلقها بعدا لدخول او بعد الخلوة الصحيحة كان عليها العدة، عالمگیری ص: ۵۲۶، ج: ۱، باب العدة، مطبوعه كوئٹه.

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت اوخلوة. الدرالمختار على الشامی زكريا ص: ۱۸۰، ج: ۵، مطبوعه كراچی ص: ۵۰۴، ج: ۳، باب العدة، البحرالرائق ص: ۱۲۸، ج: ۴، باب العدة، مطبوعه كوئٹه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

خلوت فاسدہ میں عدت کا حکم

سوال:- ایک شخص نے کسی عورت بالغہ ثیبہ (یعنی اس عورت کا ایک دفعہ نکاح ہو چکا تھا) کو شادی کر کے مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد طلاق دیدی، اب مرد کہتا ہے کہ میں نے وطی کی ہے، عورت کہتی ہے میرے ساتھ وطی نہیں ہوئی، میں ایک بستر پر وہ دوسرے بستر پر میرے ساتھ اس کی پہلی بیوی کی لڑکی قریب ۱۰/۱۱/ برس کی میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی، اس وجہ سے وہ وطی نہیں کر سکا، اور میرے ساتھ بات بھی نہیں ہوئی، اب اس عورت کا قول معتبر ہے، یا نہیں، اور اس کے قول سے خلوت صحیحہ مانی جائے گی، یا نہیں، اور اس عورت پر عدت آتی ہے، یا نہیں، عبارت کتب فقہ سے جواب دے کر سرفراز فرمائیں، واضح ہو کہ عورت نے عدت پوری کرنے سے پہلے ہی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا بعض عالم عدت کا انکار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ پائی گئی لہٰذا عدت واجب ہوگی، عالمگیریہ کی عبارت سے نائم کی عورت کو خلوت غیر صحیحہ مانتے ہیں اور عدت کے واسطے خلوۃ صحیحہ ضروری معلوم پڑتی ہے، اور شامی میں معلوم ہوتا ہے کہ عدت کے لئے خلوت غیر صحیحہ بھی کافی ہے، اور نائم کی عورت پر عدت معلوم ہوتی ہے، ہم کو تسلی فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زوجین میں تمکین وطی کے متعلق اختلاف ہو تو شرعاً منکر کا قول معتبر ہوتا ہے پس صورت مسئولہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا: **لو اختلف الزوجان فی التمکین من الوطی فالقول لمنکرہ اھ اشباہ**[1] ص: ۳۷، عورت کے قول کے مطابق خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، بلکہ خلوت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] یا ایھا الذی آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا سورہ احزاب آیت: ۲۱، ولا عدۃ فی طلاق قبل الدخول، ملتقی الابحر علی ھامش مجمع الأنھر ص ۱۵۱ ج ۲ باب العدۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۰ ج ۵ باب العدۃ.

ترجمہ: اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انکو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسکو تم شمار کرنے لگو۔ (بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] الاشباہ والنظائر ص ۱۰۴، القاعدۃ الثالثۃ الیقین لایزول بالشک. مطبوعہ دارالعلوم دیوبند.

فاسدہ ہوئی ولو کان معها نائم او اعمٰی لا یصح الخلوة. عالمگیری[۱] ص ۳۱۵ ج ۲، مگر تاہم عدت واجب ہوگی کیونکہ مختار اور صحیح قول کی بناء پر خلوت فاسدہ کی صورت میں بھی عدت واجب ہوتی ہے: وتجب العدة فی الکل ای کل انواع الخلوة ولو فاسدة اھ درمختار[۲] ص: ۵۳۱، ج: ۲، تجب العدة فی الخلوة سواء کانت الخلوة صحیحة او فاسدة استحسانا لتوهم الشغل اھ عالمگیری[۳] ص ۳۱۶ ج ۲، خلوت فاسدہ کی صورت میں وجوب عدۃ کے متعلق ایک دوسرا قول بھی ہے جس کو صاحب تنویر نے نقل کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مانع شرعی کی وجہ سے خلوۃ فاسدہ ہوئی ہے تب تو عدت واجب ہے، اور اگر مانع حسی کی وجہ سے خلوۃ فاسدہ ہوئی ہے تو عدت واجب نہیں: وقیل ان کان المانع شرعیّا تجب وانکان حسیًّا لا[۴] مگر درمختار[۵] ص: ۵۳۲، بحر[۶] ص: ۱۵۵، ج: ۳، مجمع الانہر[۷] ص ۳۵۱، ج: ۱، وغیرہ میں لکھا ہے کہ والمذهب وجوب العدة مطلقا درمختار[۸] باب العدة میں خلوۃ کے ساتھ صحیحہ کی قید ذکر کی ہے جس پر طحطاوی وغیرہ نے اعتراض کیا ہے وسبب وجوبها عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جریٰ مجراه من موت اوخلوة ای صحیحةقال الطحطاوی[۹] ص: ۲۰۴۰، وفیه نظر فان الذی تقدم فی باب المهر ان المذهب

---

۱ عالمگیری ص ۳۰۴ ج ۱، باب المهر، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر والمتعة، مطبوعه مصر.

۲ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة،

۳ عالمگیری ص: ۳۰۶، ج: ۱، باب المهر، الفصل الثانی فیما یتاکد به المهر والمتعة، مطبوعه مصر.

۴ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، مطبوعه زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة،

۵ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۲۶۱، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۱۲۲، ج: ۳، باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة.

۶ البحرالرائق ص: ۱۵۵، ج: ۳، باب المهر، مطبوعه کوئٹه.

۷ مجمع الانهر ص: ۵۱۶، ج: ۱، باب المهر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

۸ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۱۸۰ ج ۵، مطبوعه کراچی ص ۵۰۴ ج ۳. باب العدة.

۹ طحطاوی علی الدر ص: ۳۵۲، ج: ۲، اول باب العدة.

وجوب العدة لخلوة صحيحة كانت اوفاسدة ياتى له ايضاً وقال القدورى : ان كان الفساد لمانع شرعى كالصوم وجبت وان كان لمانع حسى كالرتق لاتجب وكلام الشارح لم يوافق احدا من القولين اهـ حلبی اور قدوری کے قول پر اول تو عام فقہاء نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ بعض نے اس قول کو قیل سے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور بعض نے ضعف کی تصریح بھی کردی ہے، قال رحمه اللّٰه تعالٰى وتجب العدة فيها اى تجب العدة فى الخلوة سواء كانت الخلوة صحيحة او لم تكن صحيحة استحسانا لتوهم الشغل ولان العدة حق الشرع والولد فلايصدقان فى ابطال حق الغير بخلاف المهر حيث لا يجب الا اذا صحت الخلوة لا نه مال يحتاط فى ايجابه وذكر القدورى فى شرحه ان المانع ان كان شرعيا تجب العدة لثبوت التمكن حقيقة وان كان حقيقياً كالمرض والصغر لا تجب لانعدام التمكن حقيقة اهـ زيلعی[1] ص: ۱۴۴، ج: ۲، قوله وذكر القدورى الخ مخصص لقوله فيما سبق اولم تكن صحيحة وحاصله انه ليس كل خلوة فاسد تجب العدة فيها بل انما تجب فى البعض منها قال فى شرح المجمع للمصنف بعد ذكر الخلوة الصحيحة والفاسدة والعدة واجبة عليها فى جميع ذٰلک ثم قال وقيل ان كان المانع شرعيا وساق ماذكره القدورى وظاهره ضعف ما قاله القدورى اهـ شلبی[2]. دوسرے وہاں اجنبی کا موجود ہونا مانع شرعی بھی ہے: قوله فليس للطبعى مثال مستقل فانهم مثلوا للطبعى بوجود ثالث وبالحيض اوالنفاس مع ان الاولى منهى شرعاً وينفر الطبع عنه فهو مانع حسى طبعى شرعى الخ رد المحتار[3] ص ۵۲۳، ج ۲،

---

[1] زيلعى ص: ۱۴۴، ج: ۲، باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] شلبى على هامش الزيلعى ص: ۱۴۴، ج: ۲، باب المهر، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] ردالمحتار زكريا ص: ۲۴۹، ج: ۴، مطبوعه كراچى ص: ۱۱۴، ج: ۳، باب المهر، مطلب فى احكام الخلوة.

اور مانع شرعی کی صورت میں قدوری کے قول کے مطابق بھی عدت واجب ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۹/شوال ۵۵ھ

نکاح فاسد میں ثبوت نسب و وجوب عدت

سوال:- ہندہ نے مدت رضاعت میں زید کے حقیقی چھوٹے بھائی بکر کے ساتھ زید کی حقیقی ماں زینب کا دودھ پیا تھا، زید اور ہندہ کے والدین اس بات کو یاد رکھتے ہوئے اس گمان سے کہ ہندہ نے بکر کے ساتھ دودھ پیا ہے لہٰذا بکر کی رضاعی بہن بنے گی، زید کی رضاعی بہن نہیں ہوگی، لہٰذا زید کا نکاح مذکورہ بالا ہندہ کے ساتھ کر دیا اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ زید کی بیوی ہندہ مذکورہ زید کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی بہن محرمات میں سے ہے، اور فتاویٰ عالمگیری ص: ۲۰۳، ج:۲، میں لکھا ہے: **رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد يثبت نسب اولاد منه عند ابی حنيفةؒ خلافا لهما بناءً علٰی ان النكاح فاسد عند ابی حنيفةؒ باطل عندهما** اور شامی کے ص:۳۵۹، ج:۲، میں لکھا ہے: **ان نكاح المحارم باطل لافاسد** اور بھی اسی شامی کے ص:۳۵۹، ج:۲، میں لکھا ہے: **نكاح المحارم باطل او فاسد والظاهر ان المراد بالباطل ما وجوده كعدمه ولذا لايثبت نسب ولا العدة فی نكاح المحارم.** ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کر کے مذکورہ بالا نکاح کی بطالت کی بناء پر مابین زید و ہندہ تفریق کرادی جائے اور عدم ثبوت نسب وعدم وجوب عدت اور عالمگیری کتاب الرضاعت کی اس عبارت کے موافق **وان كان بعد الدخول بها يجب الاقل من المسمّٰی** مقرر شدہ مہر میں سے کچھ دینا زید پر لازم قرار دے کر فتویٰ دیا جائے گا، یا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نکاح فاسد کی بناء پر ثبوت نسب و وجوب

عدت اور مقرر شدہ مہر میں سے کچھ مہر دینا اور عدم مسمّٰی کی حالت میں مہر مثل میں سے کچھ دلانے پر فتویٰ دیا جائے گا۔ بینوا بالتفصیل وبالدلیل توجروا عنداللہ بالاجر الجزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح فاسد وباطل کے متعلق فقہاء کی عبارات مختلف ہیں، کسی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، کسی سے فرق بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے **بابُ المهر**،[۱] **ثبوت النسب**،[۲] **وجوب العدة**[۳]، **کتابُ الحدود**[۴] وغیرہ میں اس پر کلام کیا ہے، پھر ترجیح بھی مختلف ہوئی ہے، درمختار ۸۳۶، ج:۲، میں ہے **لکن الصّواب ثبوت العدة والنسب بحر**[۵] **اھ**۔ لہٰذا یہی راجح ہے، کیونکہ صواب کا مقابل خطا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶ر شعبان ۶۶ھ

نسب بھی ثابت ہوگا اور عدت بھی لازم اور مہر مسمّٰی اور مہر مثل میں سے جو کم ہوگا وہ دلایا جائے گا۔ **ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لا بغیره ولم یزد علی المسمّٰی. درمختار مختصر.**[۶]

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷ر شعبان ۶۶ھ

---

۱ شامی کراچی ص ۱۳۲ ج ۳ باب المهر مطلب فی نکاح الفاسد.

۲ شامی کراچی ص ۵۴۰ ج ۳ باب العدة فصل فی ثبوت النسب.

۳ شامی کراچی ص ۵۱۶ ج ۳ باب العدة، مطلب النکاح الفاسد والباطل.

۴ شامی کراچی ص ۲۸ ج ۴ کتاب الحدود مطلب فی بیان شبهة العقد.

۵ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۱۹۷، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۱۶، ج: ۳، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.

۶ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص: ۲۷۴، ج: ۴، مطبوعه کراچی ص: ۱۳۱، ج: ۳، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد.

سال میں ایک مرتبہ حیض آیا ایسی حائضہ وآئسہ کی عدت

سوال: -ایک عورت کو نفاس سے پاک ہونے کے ایک مہینہ بعد اس کے زوج نے طلاق دیدی جس حال میں کہ اس کا حیض ہے، یہاں تک ایک برس تک اس کا حیض بند رہتا ہے، ایک برس کے بعد پھر آتا ہے، عدت اس کی کیا ہے اور کتنے مہینے ہے، معہ حوالہ کتب وصفحہ بالتفصیل تصریح فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اس عورت کی عدت تین حیض ہے، مہینوں کا اعتبار نہیں جس وقت بھی تین حیض پورے ہوجائیں، عدت ختم ہوجائے گی: **وهي في حرة تحيض لطلاق اوفسخ بعد الدخول حقيقةً او حكماً ثلٰث حيض كوامل تنوير**[1] **ص:۹۲۷، ج:۲، الشابة المعتدة بالطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض الى ان تبلغ سن الاياس درمختار. قال الشامي قوله ثم امتد طهرها أى سنة او اكثر بحر. رد المحتار**[2] **ص ۹۳۰ ج۲، امرأة اعتدت بالشهور وهي ترىٰ انها ائست ثم حاضت فعدتها بالحيض فتاوىٰ سراجيه**[3] **ص: ۸۸۵،** ہاں اگر تین حیض پورے ہونے سے پہلے اتنی بوڑھی ہوجائے کہ حیض آنے کی قطعاً امید نہ رہے تو پھر اس وقت سے تین مہینے اس کی عدت ہوگی: **تستانف العدة بالشهور من**

---

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۱۸۰، ج:۵، مطبوعه كراچى ص: ۵۰۴، ج:۳، باب العدة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فى العدة تاتارخانيه ص ۵۳ ج ۴ الفصل الثامن والعشرون فى العدة، مطبوعه كراچى، زيلعى ص ۲۶ ج ۳ باب العدة مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الدرالمختار مع الشامى زكريا ص: ۱۸۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص: ۵۰۸، ج:۳، باب العدة، البحر الرائق ص ۱۳۰ ج ۴ باب العدة، تحت قوله وثلاثة اشهر ان لم تحض الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتاوىٰ بزازيه على الهندية ص ۲۵۶ ج ۴ الثامن فى العدة، مطبوعه كوئٹه.

[3] فتاوىٰ سراجيه ص ۴۷ كتاب الطلاق باب العدة مطبوعه كراچى، البحرالرائق ص: ۱۳۸، ج: ۴، باب العدة، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص: ۲۷، ج:۳، باب العدة، مطبوعه امداديه ملتان.

حاضت حیضة اوثنتین ثم ائیست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل درمختار قال الشامی قوله ثم ائیست ای بلغت سن الایاس عند الحیضتین وانقطع دمها. فتح الباری. ردالمحتار[1] ص:۹۳۷، ج:۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/ذیقعدہ ۵۴ھ

مطلقۂ عنین پر عدت

سوال:- ہندہ کا شوہر نامرد مشہور ہے، اب شوہر مذکورہ نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے اس کی عدت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی ہے یعنی شوہر و بیوی میں تنہائی ہو چکی ہے تو اس پر عدت تین حیض واجب ہے، ورنہ نہیں، یعنی اگر تنہائی سے پہلے طلاق دیدی ہے۔ تو عدت نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۱۹۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۱۵، ج:۳، باب العدة، فی عدت الموت، زیلعی ص ۲۹ ج۴ باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وسبب وجوبها عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وماجری مجراه من موت اوخلوة وهی فی حق حرة تحیض لطلاق اوفسخ بعد الدخول حقیقةً اوحکماً ثلاث حیض کوامل، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۱۸۰، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۰۴، ج:۳، باب العدة، النهر الفائق ص ۴۷۵ ج۲ باب العدة، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

جس کو حیض نہیں آتا اس کی عدت

سوال:- زاہدہ کو حیض نہیں آتا، بالکل اور خوب جوان ہے، اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے، اس کی کیا عدت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر اس سے ہم بستری کر چکا ہے، تو اس کی عدت تین ماہ ہے[1]، اگر ہم بستری نہیں کی ہے، تو اس پر عدت واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۹/۶۲ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رمضان ۶۲ھ

کیا طوائف کیلئے عدت ہے؟

سوال:- زید ایک طوائف سے محبت کرتا ہے، اور ایک سال سے اسکے چکر میں پھنسا ہے، لوگوں کی از حد کوششوں کے باوجود اس سے رابطہ ختم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں اس سے شادی کروں گا، لہٰذا اس غلط جگہ سے اس طوائف کو لانے کے کتنے دن بعد نکاح کر سکتا ہے؟ کیا اس کو بھی عدت گذارنی پڑے گی؟ اور عدت کتنے یوم کی ہوتی ہے؟

---

[1] وان كانت لا تحيض للكبر او صغر او بلغت بالسن ولم يحض فعدتها ثلاثة اشهر بالايام ان وطئت حقيقة او حكما. مجمع الانهر ص:۱۴۳، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۵۰۷، ۵۰۹ ج۳ باب العدة، زیلعی ص۲۷ ج۳ باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولاعدة فی طلاق قبل الدخول ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص: ۱۵۱، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۲۸ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، در مختار علی الشامی زکریا ص۱۸۰ ج۵، باب العدة.

الجواب حامداً ومصلیاً

طوائف کے لئے غالبًا شوہر نہیں ہوگا، ایسی حالت میں اس سے نکاح کیلئے کسی عدت کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر وہ حاملہ ہو اور کسی اور کا حمل ہو تو شخص مذکورہ کو نکاح کے بعد بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہم بستری وغیرہ کی اجازت نہیں، اگر حمل اسی کا ہو تو اجازت ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خلع کی عدت تین حیض ہے

سوال:- زوجین میں طلاق کرائی گئی بہت مدت سے اس میں تنازع تھا، زوجہ اپنے خاوند کے گھر بہت مدت سے تھی، آخر خلع کرایا گیا، ایک عالم صاحب نے اکتیس دن گذار کر یعنی بعد ایک ماہ ایک دن گذار کر دوسرا نکاح کیا، اور مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ ایک حیض کے بعد نکاح جائز ہے بلکہ ایک حدیث ہے، حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کی تفریق کے متعلق ہے، جس میں ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے ان سے طلاق مانگی تھی، جس پر اس نے ایک باغ جو کہ مہر میں مقرر کر کے دیا گیا تھا، واپس دے کر خلع کیا، اس وقت "وَجَعَلَ عدتها حيضة" مقرر کیا گیا تھا، پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدخولہ عورت جب خلع لے تو اس کی عدت صرف ایک ماہ ایک دن ہے، لہٰذا آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ طلاق اور خلع کی عدت علیحدہ علیحدہ ہے، کیا مدخولہ بالغہ اور حرہ عورت کی عدت ائمہ مذاہب نے ایک ماہ مقرر کی ہے، جب کہ قرآن کریم میں

---

[1] فلاعدة لزنا بل يجوز تزوج المزنى بها وان كانت حاملاً لكن يمنع عن الوطء حتى تضع والافيندب له الاستبراء. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۱۷۹، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۵۰۳، ج:۳، اول باب العدة. ولو نكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقا، الدرالمختار على الشامی زکریا ص:۱۴۲، ج:۴، مطبوعه کراچی ص:۴۹، ج:۳، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، سكب الانهر على هامش المجمع ص ۱۵۲ ج۲ باب العدة، دار الكتب العلمية بيروت.

واضح طور پر ''ثلاثة قروء'' ہے، مہربانی فرما کر شوافع کا مسلک بھی جواب میں تحریر فرمادیں، نیز جو یہ نکاح اندر میعاد کیا گیا ہے جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو اصحاب اس مجلس میں تھے، اور جس نے نکاح پڑھایا اور لکھا ان کا شرعی حکم کیا ہے، جب کہ ان کو پوری معلومات ہے کہ خلع کو ابھی صرف ایک ماہ ایک دن گذرا ہے، درمختار کے خلاف عدت کے متعلق اور کوئی شرعی حکم ہے، براہِ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ وہ ہے کہ جو قرآن پاک میں ہو کسی حدیث شریف سے اگر دو مطلب نکلتے ہوں ایک قرآن کریم کے موافق اور دوسرا قرآن کریم کے خلاف ہو، اصولی چیز ہے، کہ وہی مطلب مراد لینا چاہئے، جو موافقِ قرآن شریف ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تعارض وتضاد نہ ہو، ایسا مطلب مراد لینا جس سے دونوں میں تعارض وتضاد ہو خلافِ اصول اور دانشمندی سے بعید ہے، جب کہ خلع طلاقِ بائن ہے، جیسا کہ دارِقطنی میں ہے: عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ الْخُلْعَ تَطْلِیقَةً بَائِنَةً الخ[1] اور طلاق کی عدت قرآن پاک میں ہے: ''وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ'' (الآیۃ[2]) لہٰذا خلع کی عدت بھی تین حیض ہوگی، جس روایت میں ''جَعَلَ النَبِیُّ صَلَّی اللّٰه علیه وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَیْضَةً''[3] وارد ہے، اس کا مطلب شراح نے یہ بیان کیا ہے، کہ یہاں بیانِ جنس مقصود ہے، یعنی اس کی عدت حیض سے ہوگی، اس لئے کہ وہ مطلقہ ہے (اور مطلقہ کے لئے تین حیض کو قرآن کریم میں متعین فرمادیا گیا ہے) اشہر سے نہیں ہوگی، جیسا کہ عدتِ وفات ہوتی ہے، اگر اس کی عدت ایک حیض قرار دی جائے تو یہ حدیث مخالف ہوجائے گی قرآن کریم کے، اس

---

[1] سنن الدارقطنی ص: ۲۸، ج: ۲، کتاب الطلاق حدیث: ۳۹۸۰، مکتبه دار الفکر.

[2] سورة البقره الآیة: ۲۲۸، **ترجمه**:- اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک۔

[3] ابوداؤد ص: ۳۰۳، ج: ۱، کتاب الطلاق من حدیث ابن عباس باب الخلع، مکتبه بلال دیوبند.

اصول کے تحت مسئولہ نکاح صحیح نہیں ہوا، تین حیض پورے ہونے تک عورت مرد کو الگ الگ رکھا جائے، اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے، محدثین وفقہائے احناف کا یہی مسلک ہے، تفصیل بذل المجہود[1] شرح ابی داؤد اور اوجز[2] المسالک شرح مؤطا امام مالک میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۹/۸۸ھ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

تین حیض ساٹھ دن میں

سوال:- ایک مسلمہ بالغہ نے زوجِ اول سے بعد مطلقہ ہونے دومہینہ پانچ دن کے دوسرے مرد سے مناکحت کرلی، لیکن دو دن کے بعد یعنی یومِ طلاق سے دومہینہ سات دن میں حائضہ ہوئی اب سوال یہ ہے کہ اس کی مناکحت صحیح ہوگی، یا نہیں اور اس کا یہ حیض انقضاءِ عدت کی تکذیب ہوگا یا نہیں؟ اور دومہینہ سات دن میں چار دفعہ حیض کا آنا از روئے قاعدہ شرعی ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق کی عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل عدت ہے، عدت گذرنے سے پہلے نکاحِ ثانی جائز نہیں، تین حیض کم سے کم ساٹھ دن میں آسکتے ہیں، اگر عورت یہ کہے کہ میری عدت گذر چکی، یعنی تین حیض آگئے اور ساٹھ روز بھی پورے ہوچکے ہیں، جن میں تین حیض آنے کا احتمال بھی ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر مان لیا جائے گا، اور نکاحِ ثانی درست ہوگا، اگر طلاق کے بعد ساٹھ

---

[1] وان المراد بالحيضة هو الجنس الذى يصدق على القليل والكثير فالمراد ان العدة بالحيض لا بالاشهر فلا يدل على وحدة الحيضة. بذل المجهود ص:۲۸۸، ج:۳، قبيل باب الظهار، المكتبة الرشيديه سهارنپور.

[2] اوجز المسالک ص:۱۰۹، ج:۱۰، طلاق المختلعة، المكتبة الامدايده المكة المكرمة.

دن گذر گئے، مگر اس کو تین حیض نہیں آئے تو یہ محض ساٹھ دن کا گذر جانا اس کی عدت کے لئے کافی نہیں اور اس کا نکاح معتبر نہیں ہوگا، فوراً دوسرے شخص سے اسکو علیحدہ کر دیا جائے، تین حیض پورے ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جائے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی! وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ[1]. وقال اللّٰه تعالٰی! وَلَاتَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ.[2] وقال اللّٰه تعالٰی! وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.[3] ومن قالت انقضت عدتی بالحیض فالقول لها مع الیمین ان مضٰی علیها ستون یومًا عند الامام کل حیض عشرة وکل طهر خمسة عشر. درمختار کذا فی الخانیه. (مجمع الانهر[4]) ص:۴۷۷، ج:۱. فقط واللّٰه تعالٰی اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

عدتِ وفات وقتِ وفات سے یا خبر ملنے کے وقت سے؟

سوال: -محمد عثمان کا انتقال ہوگیا، ایک ماہ بعد بیوی کو معلوم ہوا، کیوں کہ محمد عثمان گھر سے باہر

---

[1] سورہ بقرہ، آیت نمبر:۲۲۸، شامی کراچی ص ۵۰۴، ۵۰۵ باب العدة، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲۶ ج ۱ الباب الثالث عشر فی العدة.

ترجمہ:-اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک۔ (از بیان القرآن)

[2] سورہ بقرہ، آیت نمبر:۲۲۵، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۰ ج ۱ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، تاتارخانیه ص ۴ ج ۳ الفصل الثامن فی ما بیان ما یجوز من الانکحة الخ، مطبوعه کراچی.

ترجمہ:-اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جاوے۔ (از بیان القرآن)

[3] سورہ طلاق، آیت نمبر:۴، شامی کراچی ص ۵۱۱ ج ۳ باب العدة، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۲۸ ج ۱، الباب الثالث عشر فی العدة.

[4] مجمع الانهر مع ملتقی الابحر ص:۱۵۰، ج:۲، باب العدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، در مختار کراچی ص ۵۲۳ ج ۳ باب العدة، قاضیخان علی الهندیة ص ۵۵۲ ج ۱ باب العدة، فصل فی انتقال العدة، طبع کوئٹه.

رہا کرتے تھے، لہٰذا عدت کب سے شروع ہوگی، انتقال کے وقت سے یا خبر معلوم ہونے کے وقت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدتِ وفات چار ماہ دس روز ہے، اس کی ابتداء وقتِ وفات سے ہے، خبر خواہ کب ہی ملے حتی کہ اگر چار ماہ دس روز گذرنے پر بیوی کو وفاتِ شوہر کی خبر ہوئی تو کہا جائے گا، کہ عدت ختم ہوگئی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۳۸۵ھ

عدت طلاق شوہر کے مکان میں گذارنا

سوال:- (۱) شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے بعد عورت اس گھر میں عدت گذارے جسکے اندر اس کو طلاق دی گئی ہے، آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، شوہر کے مکان میں اگر عورت کو رہنے دیا جائے تو اسکے اندر سخت خطرہ ہے، کہ میاں بیوی معصیت میں مبتلا ہو جائیں کیا اس قسم کے اندیشوں کی بناء پر عورت کو نکلوا کر اس کے میکے میں پہنچا دینا جائز ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دیا اس کے اس عورت سے کئی بچے ہیں اور عورت ادھیڑ ہے، ایسے وقت اس کے لئے بہت موجب پریشانی ہے، کہ بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ شادی کرے اور نہ حلالہ کرے، شوہر اول کے نکاح میں آنا چاہتی ہے، کیونکہ اس کو حلالہ کرنا

---

[1] والعدة للموت اربعة اشهر وعشرة مطلقاً، الدرالمختار على الشامی زکریا ص:۱۸۸، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۱۰، ج:۳، باب العدة، مطلب فی عدة الموت.

ومبدأ العدة بعدا لطلاق وبعد الموت على الفور وتنقضی العدة وان جهلت المرأة بهما ای بالطلاق والموت لانها اجل فلایشترط العلم بمضیه. الدرالمختار على الشامی زکریا ص:۲۰۲، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۲۰، ج:۳، باب العدة، البحر الرائق ص۱۴۴ ج۲ باب العدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المنتقیٰ ص۱۴۹ ج۲، باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

گوارہ نہیں کیا ایسی صورت میں شوہر کو جائز ہے، کہ بغیر نکاح کئے ہوئے ایک خادمہ کی حیثیت سے اس کو اپنے مکان میں رہنے دے اور تعلقات زوجیت سے الگ رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر طلاق بائن یا مغلظہ ہے اور اس مکان میں عصمت کے ساتھ عدت گذارنا دشوار ہے، نیز کوئی عورت ایسی بھی نہیں جس کا وجود مانع فتنہ ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ مرد کسی مکان میں منتقل ہو جائے اگر یہ متعذر رہو تو عورت کسی دوسرے مکان میں چلی جائے: **واذا وجب الاعتداد فی منزل الزوج فلاَ بأس بان یسکنا فی بیت واحد اذا کان عدلا سواء کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلاثا والا فضل ان یحال بینهما فی البیتوتة بستر الاّ ان یکون الزوج فاسقا فیحال بامرأة ثقة تقدر علٰی الحیلولة بینهما وان تعذر فلتخرج هی وتعتد فی منزل اٰخر وکذا لوضاق البیت وان خرج هو کان اولٰی ولهما ان یسکنا بعد الثلاث فی بیت اذا لم یلتقیا التقاء الا زواج ولم یکن فیه خوف فتنة اهـ وهٰکذا صرح فی الهدایة بان خروجه اولٰی من خروجها عندا لعذر بحر**[1] ج:۴، ص:۱۵۴.

(۲) ایسی حالت میں وہ عورت بالکل اجنبیّہ ہے اس سے پردہ فرض ہے، اور خلوت حرام ہے[2]، اگر اس فرض اور حرام کی رعایت کے ساتھ رکھ سکتا ہے تو اس میں گنجائش ہے[3]، مگر احوط یہ ہے

---

[1] البحر الرائق ص:۱۵۴، ج:۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۴۲۸/۴۲۹ ج۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی زکریا ص۲۲۷ ج۵ کتاب الطلاق باب العدة، فصل فی الحداد.

[2] الخلوة بالاجنبیة حرام، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۵۲۹، ج:۹، مطبوعه کراچی ص:۳۶۸، ج:۶، کتاب الحظر الاباحة. فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۰۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنة وبینهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهما ذلک ؟ قال: نعم، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۲۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۸، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، البحر الرائق ص۱۵۴ ج۴ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کہ خود کسی دوسرے مکان میں رہے، اگر چہ خلوت سے مانع اور عورتیں بھی ہوں، کیوں کہ ایک مکان میں رہنا مذکرِ تعلقِ سابق ہوگا، جو کہ باعث فتنہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۶/ربیع ۲/۶۰ھ

بیوہ کی عدت اپنے باپ کے گھر

سوال: - اگر شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ ہو تو بیوی اپنے باپ کے گھر میں عدت گذار سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کے مکان پر عدت گذارنے کا انتظام نہ ہو تو اپنے باپ کے گھر گذارے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

ایضاً

سوال: - میں نے اپنے لڑکے کی شادی ایک بالغہ لڑکی کے ساتھ کردی تھی، ۱۳/ ماہ بعد لڑکے

---

[1] صرح فی الهداية بان خروجه اولى من خروجها البحر الرائق ص: ۱۵۴، ج: ۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبيل باب ثبوت النسب، مطبوعه كوئٹه، شامی زكريا ص ۲۲۷ ج ۵ كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، هدايه ص ۴۲۹ ج ۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] وتعتد ان ای معتدة طلاق وموت فی بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه الا ان تخرج اوينهدم المنزل او تخاف انهدامه اوتلف مالها اولاتجد كراء البيت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع اليه. الدرالمختار على الشامی زكريا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه كراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحداد، البحر الرائق ص: ۱۵۴، ج: ۴، باب العدة، فصل فی الحداد، قبيل باب ثبوت النسب، مطبوعه كوئٹه، هدايه ص ۴۲۸/۲۹ ج ۲ باب العدة، فصل فی الحداد، مطبوعه تهانوی ديوبند.

کا انتقال ہو گیا، بیوہ کو حاملہ چھوڑ کر پانچ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بیوہ نے عدت اپنے عزیزوں میں کی، لڑکے کے باپ نے عدت اپنے یہاں کرنے کو کہا، لیکن اسکے عزیزوں نے نہ مانا اور اپنے گھر لے گئے اور وہیں لڑکی پیدا ہوئی، پیدائش کا کل خرچ لڑکے کے باپ نے کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عدّت گذارنا اسی مکان میں لازم تھا، جس میں شوہر کا انتقال ہوا، اور وہ پہلے سے وہیں شوہر کے ساتھ رہتی تھی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۹ھ

شوہر کے ساتھ والد کے یہاں آئی تھی، شوہر کا انتقال ہو گیا، عدت کہاں گذارے؟

سوال:- زید برائے علاج اپنی زوجہ کو ہمراہ لے کر اپنے وطن شہر جھنجھنوں سے اپنی زوجہ کے والدین کے مکان پر قصبہ بساؤ میں آیا، اور ایک دن زندہ رہ کر زوجہ کے والدین کے مکان پر ہی انتقال کر گیا، جب کہ زید کی زوجہ بھی بوقتِ وفات زید کے ہمراہ تھی، نیز زید کو زوجہ کے وطن اصلی قصبہ بساؤ میں ہی دفن کر دیا گیا، اس صورت میں فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق ص:۵۷ کی مندرجہ ذیل عبارت کے پیشِ نظر معتدہ کو شوہر مرحوم زید کے وطن شہر جھن جھنوں برائے عدت بھیجنا کیا حکم رکھتا ہے، آیا ناجائز ہے یا کہ بہتر نہیں ہے یا حرام ہے؟

یا بکر یہ کہے کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ وقوع وفات شوہر ہی میں مدت عدت کا پورا کرنا زیادہ بہتر ہے؟

---

[1] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه وفی الشامیة، قوله فی بیت وجبت فیه هوما یضاف الیهما بالسکنی قبل الفرقة ولو غیر بیت الزوج. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

اور اگر وقوعِ وفات پر عدت نہ گذار کر شوہر کے وطن اصلی جو کہ زوجہ کا اصلی مکان کہلاتا ہے، عدت پوری کی جائے تو بھی عدت ہو جائے گی، یہ کیسا ہے؟ میں آنجناب سے دست بستہ مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ مسئلہ مذکورہ کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

فتاویٰ ہندیہ کی عبارت مندرجہ ہے، کتابُ الطلاق بابِ سوگ چہاردہم ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم۔

معتدہ پر واجب ہے کہ اس مکان میں عدت گذارے جو حالتِ وقوع فرقت یا وقوع وفات شوہر میں اس کے رہنے کا مکان کہلاتا تھا، یہ کافی میں ہے اور اگر وہ اپنے کنبے والوں کو دیکھنے گئی یا یہ کسی دوسرے کے گھر گئی کسی سبب سے گئی تھی، کہ اس وقت پر طلاق واقع ہوتی تو اس وقت بلا تاخیر اپنے رہنے کے مکان کو چلی جائے اور یہی حکم عدتِ وفات میں ہے۔ از فتاویٰ ہندیہ کتابُ الطلاق باب سوگ چہاردہم ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کا جو اصلی مکان تھا جہاں اس کا قیام تھا، اور بیوی بھی ساتھ رہتی تھی، مگر وہاں سے عارضی طور پر آکر بیوی کے والدین کے مکان پر انتقال ہو گیا، تو بیوی کو عدتِ وفات گذارنے کے لئے شوہر کے اسی مکان میں محرم کے ساتھ چلا جانا چاہئے، وہیں جا کر عدت گذارے۔ کذا فی البحر الرائق[1] ص:۱۵۴، ج:۴۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولهذا قدمنا انها لوزارت اهلها فطلقها زوجها كان عليها ان تعود الى منزلها فتعتد فيه. البحرالرائق ص:۱۵۴، ج:۴، باب العدة، مطبوعه كوئٹه. طلقت اومات وهى زائرة فى غير مسكنها عادت اليه فوراً لوجوبه عليها وتعتد ان اى معتدة طلاق وموت فى بيت وجبت فيه. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

معتدہ کو صحن میں جانا

سوال:- کیا معتدہ الوفات مشترک مکان کے صحن میں جاسکتی ہے، قاضی خاں جلد اول ص:۱۰۲/ پر یہ ہے: **وللمعتدة الخروج الى صحن الدار فان كانت الدار مشتملة على بيوت وفى كل بيت اهل لاتخرج الىٰ صحن الدار، فتح القدير جلد ۳، ص: ۲۹۸**، پر یہ ہے۔ **ولا تخرج المعتدة الىٰ صحن الدار التى فيها منازل الاجانب لانه كالخروج الى السكة فان لم يكن فى الدار منازل بل بيوت جازلها الخروج الى صحنها ولا تصير به خارجة عن الدار.** بیت میں اور دار میں کیا فرق ہے، اگر ایک مکان بڑا چند اعزّہ کے درمیان مشترک ہے جس کی کوئی تقسیم شرعی نہ قانونی ہوئی لیکن ہر ہر حصہ دار نے کچھ اپنے رہنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں معتدہ کیا دوسرے کے حصہ میں جاسکتی ہے، یا نہیں مفصلاً جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معتدہ الوفاۃ کیلئے مشترک مکان کے صحن میں جانا اور اپنے مکان سے باہر نکلنا نیز رات کا کچھ حصہ دوسری جگہ گذارنا حسب ضرورت وحاجت درست ہے: **والمتوفىٰ عنها زوجها لا بأس بان تتغيب عن بيتها اقل من نصف الليل قال شمس الائمة الحلوانى وهٰذا الرواية صحيحة اهـ بحر**[1] **ص:۱۶۷، ج۴**، فتاویٰ قاضی خاں[2] کی عبارت میں معتدۃ الطلاق کا حکم عدم خروج بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اس کے بعد والا جزئیہ اس پر دال ہے، وان

---

[1] البحر الرائق ص:۱۵۳، ج:۴، باب الرجعة، فصل فى الحداد، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۳۴ ج ۱ الباب الرابع عشر فى الحداد، النهر الفائق ص ۴۸۹ ج ۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فتاویٰ قاضى خان على هامش الهنديه ص:۵۵۴، ج:۱، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، مطبوعه كوئٹه.

کانت فی البیت بالکراء کان الکراء علی الزوج[۱] اھ اور اسی فصل کے شروع میں ہے: والمتوفٰی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها الی النفقة ولا تبیت الا فی بیت زوجها وعن محمدؒ ان لها ان تبیت فی غربیت زوجها اقل من نصف اللیل[۲] اھ فتاویٰ عالمگیری[۳] مصری ص: ۵۳۴، جلد ۲ میں ہے ان کانت معتدة من نکاح صحیح وهی حرة مطلقة بالغة عاقلة مسلمة والحالة حالة الاختیار فانها لا تخرج لیلاً ولانهارًا سواء کان الطلاق ثلاثا او بائنا او رجعیاً کذا فی البدائع[۴] المتوفٰی عنها زوجها تخرج نهارا وبعض اللیل ولاتبیت فی غیر منزلها کذا فی الهدایة[۵] اھ۔

اگر ایک بڑا مکان ہو وار اس میں مختلف کمرے ہوں تو معتدہ کو صحن اور کمروں میں جانا اور شب گذارنا درست ہے، الا یہ کہ وہ کمرہ دوسرے کے ہوں: للمعتدة ان تخرج من بیتها الی صحن الدار وتبیت فی ای منزل شاء ت الا ان یکون فی الدار منازل لغیره بخلاف ما اذا کانت المنازل له اھ هندیه.[۶] واصرح منه ما فی الدر المختار ولا تخرج معتدة رجعی وبائن من بیتها اصلا لا لیلا ولانهاراً ولا الٰی صحن دار فیها منازل لغیره اھ قال الشامی ای غیر الزوج بخلاف ما اذا کانت له فان لها ان تخرج الیها وتبیت فی ای منزل شاءت ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین

---

۱ فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیه ص: ۵۵۴، ج: ۱، باب العدة، فصل فیما یحرم علی المعتدة، مطبوعه کوئٹه.

۲ فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیه ص: ۵۵۳، ج: ۱، باب العدة، فصل فیما یحرم علی المعتدة، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص۳۷ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه امدادیه ملتان.

۳ عالمگیری ص: ۵۳۴، ج: ۱، الباب الرابع عشر فی الحداد، مطبوعه کوئٹه.

۴ بدائع الصنائع کراچی ص۲۰۵ ج۳ فصل فی أحکام العدة.

۵ هدایه ص۴۲۸ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه تهانوی دیوبند.

۶ عالمگیری ص: ۵۳۵، ج: ۱، فصل فی الحداد، قبیل باب ثبوت النسب، مطبوعه کوئٹه.

وتبیت اکثر اللیل فی منزلها اھ۔[1]

اسی بات پر قیاس کیجئے عبارت فتح القدیر کو، دار، مستقل مکان کو کہتے ہیں، جو مکانیت اور صحن پر مشتمل ہوتا ہے اور بیت عامۃً مایبات فیه کو کہتے ہیں اور کبھی بمعنیٰ دار بھی مستعمل ہوتا ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۲/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/صفر ۶۷ھ

معتدہ کو منتقل ہونا

سوال:- ایک صاحب بنارس کے رہنے والے پاکستان رہتے تھے، ان کا انتقال ہوگیا اب ان کی زوجہ وہیں عدت گذارے جب کہ سوائے شوہر کے رشتہ داروں کے اور کوئی نہیں، ان کے بھائی ان کو بنارس لانا چاہتے ہیں، زوجہ کے والد بھی حج کو جارہے ہیں، وہ بھی ملاقات کے متمنی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیوہ کو وہاں زمانۂ عدت گذارنے میں کوئی مانع نہیں، مثلاً وہاں نفقہ خرچہ کا انتظام ہے، عزت، جان ومال کی حفاظت ہے تو اس کو یہاں منتقل ہونے کی اجازت نہیں، والد کا حج کیلئے جانے

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص:۲۴، ۲۲۳، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۵، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد.

[2] ان الاسماء ثلاثة البیت، والمنزل والدار فالبیت : أصغرها وهو اسم لمسقف واحد جعل لیبات فیه. والمنزل : فوق البیت دون الدار وهو اسم لمکان یشتمل علی بیتین او ثلاثة ینزل فیها لیلا ونهاراً وله مطبخ وموضع قضاء الحاجة. والدار : اسم لساحة ادیر علیها الحدود وتشتمل علی بیوت واصطبل وصحن غیر مسقف وعلو الخ فتح القدیر ص ۴۰-۴۱ ج۷ باب الحقوق، مطبوعه دار الفکر بیروت، قواعد الفقه ص ۲۱۱ و۲۸۷ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

سے پہلے ملاقات کرنا وجہِ جوازِ انتقال نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

معتدہ کا دوسری جگہ منتقل ہونا

سوال:- حاجی محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا، میری بہن جب سے بمبئی میں ہے، اب وہ بہت بیمار ہے، اور ڈاکٹروں کا مشورہ ہے، کہ اب انکو آب وہوا تبدیل کرادی جائے، عندالشرع وہ میرٹھ کے لئے سفر کرکے آسکتی ہیں یا نہیں؟ میری بہن وہاں اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں کی آب وہوا موافق مزاج نہیں اور علاج کے لئے وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے، تو عدت چار ماہ دس روز ختم ہونے سے پہلے بھی وہاں سے منتقل ہونا شرعاً درست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۸ھ

---

[1] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه الا ان تخرج اوینهدم المنزل الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، النهر الفائق ص ۴۹۰ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه الا ان تخرج اوینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها اولا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لا قرب موضع الیه الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۲۵، ج:۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فی الحداد، مجمع الأنهر ص ۱۵۵ ج۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دارالکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۷۰ ج۴، باب العدة، نوع آخر فی بیان ما یلزم المعتدة فی عدتها الخ مطبوعه کراچی.

عدت میں ووٹ ڈالنے کے لئے جانا

سوال:- میرے یہاں ایک موت ہوگئی، جس میں کہ ایک مسماۃ بیوہ ہوگئی ہے، اور میرے یہاں اس وقت پنچایت کا الیکشن ہو رہا ہے اور بیوہ کی عدت باقی ہے، اور گاؤں کے کنارے پر پولنگ اسٹیشن ہے، لہٰذا وہ بیوہ اپنا ووٹ ڈالنے اس جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الیکشن میں ووٹ ڈالنا ایسی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے عدت میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۲ھ

عدت میں شناخت کے لئے عدالت جانا

سوال:- ہندہ کے شوہر کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا گیا اس جگہ ہندہ بھی موجود تھی، اب ہندہ کو پولیس ملزموں کی شناخت کے لئے عدت کی حالت میں طلب کر رہی ہے تو ہندہ کو شناخت کرنے کیلئے حالتِ عدت میں تھانے میں یا کسی جگہ بھی جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاتل کی شناخت کرنے کے لئے عدت والے مکان سے عدالت میں جانا درست ہے،

---

[۱] لا تخرج المعتدة عن طلاق او موت الا لضرورة. شامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، مطلب الحق ان علی المفتی ان ینظر فی خصوص الوقائع، البحرالرائق ص: ۱۵۳، ج: ۴، باب العدة، فصل فی الاحداد، مطبوعه کوئٹه.

مگر رات کو اپنے مکان میں پہنچ جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۳۹۵ھ

عدت میں تنخواہ لینے کیلئے دفتر جانا

سوال:- والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور وہ سرکاری ملازم تھے، تو اب والدہ محترمہ والد مرحوم کی باقی تنخواہ یا فنڈ کی رقم ایامِ عدت میں لینے کیلئے دفتر جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ ان کے گئے ہوئے بغیر وقت ضرورت پیسہ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جاسکتی ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عدت میں شرکتِ نکاح کیلئے نکلنا

سوال:- عدت میں عورت شادی میں شرکت کیلئے باہر نکل سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالتِ عدت میں شادی کی تقریب میں شرکت کیلئے اس کو مکان سے نکلنے کی اجازت نہیں[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۱۳۹۴ھ

---

[1] والمتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها ولا تبيت فی غير منزلها. شامی زکریا ص: ۲۲۵، ج: ۵، مطبوعه کراچی ص: ۵۳۶، ج: ۳، باب العدة، فصل فی الحدود، مطلب الحق ان علی المفتی ان ينظر فی خصوص الوقائع، البحر الرائق ص ۱۵۴ ج ۴، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجديه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۱۵۴ ج ۲ باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] ان معتدة الموت لما کانت فی العادة محتاجة الی الخروج (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

عدتوں میں تداخل

سوال:- ایک شخص کی عورت مطلقہ رجعی ہے بعدازاں اسنے دوسری طلاق معلق بشرط دی شرط پوری ہونے کے بعد ہی تیسری طلاق معلق بشرط طلاق کی قسم کھائی، دوسری طلاق کے دو چار دن بعد شرط پوری ہوگئی آیا قبل ختم ہونے عدت طلاق ثانی، طلاق ثالث پڑ جائیگی یا نہیں، پہلی اور دوسری طلاق میں رجوع صرف لفظاً کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت ختم ہونے سے پہلے ہی تیسری طلاق بھی واقع ہوگئی[۱]، رجوع قولاً کیا ہو یا فعلاً سب کا ایک ہی حکم ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴/صفر ۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) لاجل ان تكتسب للنفقة قالوا انها تخرج فى النهار وبعض الليل. شامى زكريا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد مطلب الحق ان على المفتى ان ينظرفى خصوص الوقائع، بحر كوئٹه ص۱۵۳ ج۴ فصل فى الإحداد، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۱۵۴ ج۲ فصل فى الإحداد، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳ ولاتخرج معتدة رجعى وبائن باى فرقة كانت لو حرة مكلفة من بيتها اصلا ولو باذنه لانه حق الله تعالىٰ الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۲۴، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۵، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، سكب الأنهر ص۱۵۴ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۵۲ ج۴ فصل فى الإحداد.

(صفحہ ہٰذا) ۱ الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة وفى الشامية وهٰذا الشرط لا بدمنه فى جميع صور اللحاق. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۵۴۰، ج:۴، مطبوعه كراچى ص:۳۰۶، ج:۳، باب الكنايات، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، زيلعى ۲۱۹ ج۲ باب الكنايات قبيل باب تفويض الطلاق، مطبوعه امداديه ملتان، ملتقى الابحر على مجمع الأنهر ص۴۰ ج۲ كتاب الطلاق فصل فى كنايات الطلاق، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دو عدتوں کا تداخل

سوال :- ایک عورت جو ابھی عدت وفات گذار رہی تھی، اور ابھی تین ماہ تیرہ روز ہی گذرے تھے کہ ایک شخص نے اس سے نکاح جائز سمجھتے ہوئے نکاح کرلیا، اور نکاح کے بعد وہ حاملہ ہوگئی، تو کیا یہ نکاح ثانی فاسد ہوگا یا باطل یعنی عدت وفات کی مقدار سے حمل معتبر ہوگا، یا کہ نہیں اگر یہ نکاح فاسد قرار دیا جائے، تو کیا تفریق یا متارکت کے بعد کا ہے، اس صورت میں خلجان یہ ہے کہ اگر شوہر اول کی وفات کے بعد زوجہ کے انقضائے عدت کے عدم اقرار کی صورت میں دو سال کے اندر اندر وہ حمل شوہر اول سے ثابت ہوگا، نہ کہ نکاح فاسد کرنے والے سے تو کیا اس صورت میں ولد کے شوہر اول سے ثابت النسب ماننے کی وجہ سے یہ عورت شوہر اول کی ۸ وفات کے وقت ہی سے حاملہ مانی جائیگی، اور اسکی عدت وضع حمل ہوگی یا کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہ جائیگی، اور چار ماہ دس دن کے بعد نکاح فاسد کرنے والے شخص کی عدت گذریگی، اور وہ اپنی عدت کے زمانہ میں اس عورت سے نکاح کر سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت وفات چار ماہ دس دن ہے، ''لِقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَالَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَعَشْراً''[1] اگر وجوب عدت کے وقت حمل ہو تو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وتصح الرجعة مع إكراه وهزل ولعب وخطاء بنحو راجعتک ورددتک بلانية لا نه صريح وبالفعل بكل ما يوجب حرمة المصاهرة كمس الخ، الدرالمختار على الشامي زكريا ص:۲۴، ج:۵، مطبوعه كراچی ص:۳۹۸ ج:۳، باب الرجعة، مجمع الأنهر ص ۸۰، ۸۱ ج۲ كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۵۰ ج۴ باب الرجعة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] سورۂ بقرہ پارہ: ۲، آیت نمبر: ۲۳۴،

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیبیاں اپنے آپکو نکاح وغیرہ سے روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔ (بیان القرآن)

عدت وضع حمل ہے، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ''[1] لیکن حالت عدت میں حمل قرار پائے تو اس سے عدت میں تغیر نہیں ہوگا بلکہ عدت سابقہ چار ماہ دس روز ہی رہیگی، یہی صحیح ہے، ''کالحائل بالهمزة وهی من لم تكن حبلی فاذا احبلت فی العدة تنقضی لوضعه سواء كان من المطلق او من زنا او من نكاح فاسد. شامی نعمانیه[2] ج:۲، ص:۶۰۹، قوله الامعتدة الوفاة الخ، افاد ان المراد بالحائل اذا كانت معتدة من طالق او فسخ بخلاف المعتده من وفاة فافهم قال فی النهر وفی الخلاصة وكل من حملت فی عدتها فعدتها ان تضع حملها وفی المتوفیٰ عنها زوجها اذا حملت بعد موت الزوج فعدتها بالشهور الخ وقد مرعن البدائع.

(شامی نعمانیہ[3] ص:۶۰۹، ج:۲) خواہ یہ حمل زنا سے ہو یا وطی بالشبہ سے، خواہ نکاح فاسد سے ہو حالت عدت میں نکاح جائز نہیں ہے، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ''[4] زنا کی وجہ سے حد لازم ہوگی، ''لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ''[5] شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے، ''لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِدْرَؤُ الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ'' (رواہ الترمذی[6] ج:۱، ص:۱۷۱) شبہ کی ایک قسم

---

[1] سورہ طلاق پارہ:۲۸، آیت نمبر:۴،
ترجمہ:- اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک انکو کھانے پینے کا خرچ دو (بیان القرآن)

[2] شامی کراچی ص:۵۱۹، ج:۳، كتاب الطلاق، مطلب فی وطی المعتدة بشبهة، البحر الرائق كوئٹه ص۱۳۳ ج۴ باب العدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۴۲، ۱۴۳ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] شامی کراچی ص:۵۱۹، ج:۳، كتاب الطلاق، مطلب فی وطی المعتدة بشبهة، النهر الفائق ص۴۸۳ ج۲ باب العدة، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

[4] سورہ بقرہ پارہ:۲، آیت نمبر:۲۲۵،
ترجمہ: اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے ختم کو پہنچ جاوے۔ (بیان القرآن)

[5] سورہ نور پارہ:۱۸، آیت نمبر:۲، **ترجمہ**:- زنا کرنے والی عورتوں اور زنا کرنے والے مرد سو دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ درّے مارو۔ (بیان القرآن)

[6] ترمذی شریف ج:۱، ص:۱۶۳، ابواب الحدود مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند.
ترجمہ:- مسلمانوں سے حدود کو رفع کرو جہاں تک طاقت ہو۔

مشتبہ العقد بھی ہے، اگر حالت عدت میں نکاح کیا جائے، اور حرمت کا علم نہ ہو تو یہ مشتبہ العقد اور نکاح فاسد ہوگا، اور نکاح فاسد بیع فاسد کی طرح ہے، ناجائز اور واجب فسخ ہونے کے باوجود بعد دخول وہی احکام مرتب ہوتے ہیں، جو نکاح صحیح پر ہوتے ہیں، لہذا ایسے نکاح میں جو اولاد ہوگی وہ ثابت النسب ہوگی، اور اس سے متارکت پر عدت مستقلہ لازم ہوگی، ''ویثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد (عالمگیری[1] ص: ۳۳۰، ج: ۱) الدخول فی النکاح الفسد موجب للعدة وثبوت النسب ومثل له فی البحر هناک بالتزوج بلا شهود وتزوج الاختین معا او الاخت فی عدة الاخت ونکاح المعتده، شامی نعمانیه،[2] ص: ۶۰۷، لہذا صورت مسئولہ میں متارکت واجب ہے، پھر وقت وفات سے چار ماہ دس روز گذرنے پر اگر عورت کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو اس کو وضع حمل کا انتظار کرنا ہوگا، ''لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ اَنْ يَسْقِيَ مَائُه زَرْعَ غَيْرِهٖ'' رواه ابوداؤد[3] ج: ۱، ص: ۲۹۳، اگر اس سے نکاح کرنا چاہے جس کا حمل ہے تو وضع حمل سے قبل ہی تجدید نکاح کافی ہے، وفات شوہر کے بعد دو سال کے بعد ہونے والا بچہ میت کی طرف اس وقت منسوب ہوگا کہ دوسرے نکاح کی نوبت نہ آئی ہو، بحر[4]، فتح[5]، بدائع[6]، خانیہ[7]، ہندیہ[8]، خلاصہ[9]، مجمع مع سکب[10] الانہر، تبیین[11]، وشامی[12] کے دیکھنے سے ایسا کچھ سمجھ میں آیا ہے،

---

[1] عالمگیری ص: ۳۳۰، ج: ۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه، تاتارخانیه کراچی ص ۷۸ ج ۴ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب.

[2] شامی کراچی ص: ۵۱۶، ج: ۳، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.

[3] ابوداؤد شریف ج: ۱، ص: ۲۹۳، کتاب النکاح، باب فی وطی السبایا، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[4] البحرالرائق ص: ۱۵۶، ج: ۴، باب ثبوت النسب، طبع کوئٹه.

[5] فتح القدیر ص: ۳۵۵، ج: ۴، باب ثبوت النسب، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[6] بدائع الصنائع ص: ۳۳۹، ج: ۳، شرائط وجوب الاحداد، باب العدة، مطبوعه زکریا.

[7] خانیه علی هامش الهندیة ص: ۵۵۷، ج: ۱، فصل فی النسب، طبع دار الکتاب دیوبند.

[8] عالمگیری کوئٹه ص: ۵۳۷، ج: ۱، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

"یمکن ان یکون عند غیری احسن مما عندی" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۶ھ

عدت ختم کرنے کی صورت

سوال:- جس وقت عورت کی عدت ختم ہوتی ہے عورتیں یہ کام کرنا ضروری سمجھتی ہیں،

(۱) جس ٹائم عدت ختم ہوتی ہے تو عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

(۲) جس عورت کی عدت ختم ہوئی اس وقت اس عورت کو صدر دروازہ سے باہر کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔

(۳) اسی وقت چوڑی یا انگوٹھی وغیرہ پہنانا ضروری خیال کرتی ہیں، اگر عورت کے پاس خود چوڑی یا انگوٹھی نہیں ہوتی تو کسی عورت سے مانگ کر پہننا ضروری سمجھتی ہیں، اور خیال کرتی ہیں کہ اگر ہم نے یہ کام نہ کئے تو عورت عدت سے باہر نہیں ہوتی، کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت کے دن جب پورے ہوگئے تو شرعاً عدت ختم ہوگئی یعنی عدت کی وجہ سے جو پابندی عورت پر لازم تھی اب وہ پابندی نہیں۔

(۲) اس کے واسطے ان چیزوں کا کرنا اور لازم سمجھنا شرعاً بے اصل ہیں[۱]، قابل ترک ہیں، کسی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۹ باب ثبوت النسب، خلاصة الفتاویٰ.

۱۰ مجمع الانهر مع سکب الانهر ص:۱۶۱، ج:۲، باب ثبوت النسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۱۱ تبیین الحقائق ص:۴۲، ج:۳، باب ثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان.

۱۲ شامی کراچی ص:۵۴۳، ج:۳، باب ثبوت النسب.

(صفحہ ہذا) ۱ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد، مشکوة شریف ص:۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اپنے عزیز والدہ یا بہن وغیرہ کے یہاں اسی دن یا اس کے بعد چلی جائے اس سے عملاً بھی عدت ختم ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اسقاط سے انقضاءِ عدت اور حالاتِ جنین

سوال:-(۱) اسقاط سے عدت پوری ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو خاوند کو بغیر بیوی کی مرضی کے رجعت کا حق ہے یا نہیں؟

(۳) تکوینِ حمل میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ پہلے ماہ میں یہ کیفیت ہوتی ہے دوسرے ماہ میں لمبائی جنین تقریباً ۴/انچ، وزن ایک گرام، سر آنکھ کان ہاتھ پیر کے نشانات اور ریڑھ کے سرے الگ الگ نشانات ظاہر کرتے ہیں، تیسرے ماہ لمبائی ۳/انچ، وزن ۳/گرام انگلیوں کے نشان معلوم ہونے لگتے ہیں، چوتھے ماہ لمبائی ۶/انچ، وزن ۵/اونس، اعضاءِ تناسل زنانہ مردانہ پہچانے جاسکتے ہیں، پانچویں ماہ جنین کی لمبائی ۹/انچ وزن ڈیڑھ یا سر پر بال انگلیوں میں ناخن نکلنے لگتے ہیں، اور اسی طرح نویں ماہ تک تفصیل درج ہے، (کچھ روایات کنز الاعمال جلد ا، ص: ۱۱۰، پر لکھی احقر نے دیکھی) جس کے نمونے اسپتال جے جے کے میوزیم میں ہر ماہ کے جنین شیشوں میں رکھے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں، کتاب علم القبالت از حکیم محمد عبد المتین خاں ص: ۳۷/تو کیا ان اطباء کی تحقیق جنین کے نشو ونما میں قابلِ قبول ہے، یہ سب اس لئے لکھا ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ ج: ۲، ص: ۱۲۷، وج: ۳، ص: ۱۵۹، اور فتاویٰ امدادیہ، ج: ۴، ص: ۱۴/۵۱۳ کی عبارت سے مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا تو تفصیل عرض کردیں۔

نیز طلاق کے معاملہ کو سننے والے ہندہ، ہندہ کی بڑی بہن اور اس بڑی بہن کا خاوند ہے، بصد احترام جواب ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر سقط میں بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی، جو کہ عامۃً چار ماہ میں ظاہر ہوجاتی ہے، تو عدت پوری ہوگئی، ظهر بعض خلقه كيدٍ او رجلٍ او اصبع اوظهر او شعر ولا يستبين خلقه الا بعد مائة وعشرين يوماً ولد حكماً فتصير المرأة به نفسآء وتنقضى به العدة فان لم يظهر له شيئ فليس بشئ اهـ درمختار قوله ولا يستبين خلقه قال الشامى فى بعض روايات الصحيح اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون ليلة بعث اللّٰه اليها مَلكاً فصوَّرها وخلق سمعها وبصرها وجلدها وايضاً هو موافق لما ذكره الاطباء فقد ذكر الشيخ داؤد فى تذكرته انه يتحوّل عظاماً مخططة فى اثنين وثلاثين يومًا الٰى خمسين ثم يجتذب الغذاء ويكتسى اللحم الى خمس وسبعين ثم تظهر فيه الغاذية والنامية ويكون كالنبات الٰى نحو المائة ثم يكون كا لحيوان النائم الٰى عشرين بعدها فتنفخ فيه الروح الحقيقة الانسانية اهـ ملخصاً نعم نقل بعضهم انه اتفق العلماء علٰى ان نفخ الروح لا يكون الا بعد اربعة اشهر اى عقبها كما صرح به جماعة وعن ابن عباسؓ انه بعد اربعة اشهر وعشرة ايام وبه اخذ احمد ولا ينافى ذٰلک ظهور الخلق قبل ذٰلک لان نفخ الروح انما يكون بعد الخلق وتمام الكلام فى ذٰلک مبسوط فى شرح الحديث الرابع من الاربعين النوويه فراجعه اهـ شامی[1] ص: ۲۰۱، ج: ۱، باب الحيض. فقط واللّٰه سبحانه تعالٰى اعلم

املاہ بلسانہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۱۴۰۶ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامى كراچى ص: ۳۰۲، ج: ۱، مطبوعه نعمانيه ص: ۲۰۱، ج: ۱، باب الحيض، مطلب فى احوال السقط، البحر الرائق مع منحة الخالق ص ۲۱۸ ج ۱ باب الحيض قبيل باب الانجاس مطبوعه الماجديه كوئٹه.

عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

سوال:- ایامِ عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنگار نہ کریں[1]، بلاضرورتِ شدیدہ مکان سے باہر نہ نکلیں، ضرورتِ شدیدہ میں جب نکلیں تو جلد واپس آجائیں، رات اسی مکان میں گذاریں[2]، طاعات وعبادات میں مشغول رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۳۹۶ھ

وفات شوہر پر ترک زینت

سوال:- خاوند کے مرتے وقت عموماً عورتیں تمام زیور اتار دیتی ہیں، اور چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں، اور پھر عمر بھر نہیں پہنتیں یا نکاح ثانی وغیرہ تک اس کی شرعاً کیا حقیقت ہے، نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد آپکی ازواج کا تا زندگی کیا عمل رہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

---

[1] تحد مسلمة منكوحة اذا كانت معتدة بت اوموت بترك الزينة بحلى وفى الشامية قوله بحلى اى بجميع انواعه من فضة وذهب وجواهر قال القهستانى والزينة ما تتزين به المرأة. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۲۱۷، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۰، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، مجمع الأنهر ص۱۵۳ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۵۰ ج۴ باب العدة، فصل فى الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها ولاتبيت فى غير منزلها. شامى زكريا ص:۲۲۵، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۶، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، مطلب الحق ان على المفتى ان ينظر فى خصوص الوقائع، البحر الرائق ص۱۵۴ ج۴ فصل فى الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، ملتقى الأبحر ص۱۵۴ ج۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت.

شوہر کے مرنے پر ایام عدت میں زینت ناجائز ہے[۱]، بعد عدت درست ہے، لہٰذا تمام عمر یا نکاح ثانی تک ترک زینت شرعاً جائز نہیں[۲]، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پابند شرع تھیں، ناجائز کاموں سے اجتناب کرتی تھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۵/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۳/۱/۵۸ھ

مطلقہ رجعی پر سوگ

سوال:- مطلقہ بطلاق رجعی واحد دوران عدت میں بناؤ سنگھار کر سکتی ہے یا نہیں خاص کر اس صورت میں جب کہ شوہر کی نیت ایک طلاق رجعی دینے سے عورت کو اپنے ملک نکاح سے علیحدہ کرنا ہو، ایک مجلس میں تین طلاقیں بدعی ہونے کے خیال سے نہیں دینا چاہتا، آیا یہ عورت بعد ختم عدت سہ حیض کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، خاص کر جب کہ دوران عدت میں رجوع قولی وفعلی کسی طرح نہ ہوا ہو، نیز اس شوہر کے ساتھ اس عورت کو سفر بوجہ ضروری ہونے تبدیلی مکان جائز ہے یا نہیں، عورت کے بناؤ سنگھار کے لئے اسی مکان میں شوہر کے رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

---

[۱] تحد مكلفة مسلمة منكوحة اذا كانت معتدة بت اوموت وان امرها المطلق او الميت بتركه لانه حق الشرع اظهاراً للتأسف على فوات النكاح بترك الزينة بحلى او حرير اوامتشاط والطيب والدهن والكحل والحنا. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۱۷، ج:۵، مطبوعه كراچى ص:۵۳۰، ج:۳، باب العدة، فصل فى الحداد، عالمگيرى كوئٹه ص۵۳۳ ج ۱ الباب الرابع عشر فى الحداد، مجمع الأنهر ص۵۳-۱۵۲ ج۲ فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص ۱۵۰ ج۴ فصل فى الإحداد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تَحَدَّ عَلٰى مَيْتٍ فَوْقَ ثَلٰثَ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْراً. مشكوٰه شريف ص:۲۸۸، ج:۱، باب العدة، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

مطلقہ رجعی کے ذمہ ترک زینت واجب نہیں خواہ شوہر کی نیت کچھ ہی ہو اس کو بناؤ سنگھار شوہر کے سامنے جائز بلکہ مستحسن ہے[1]، ایسی عورت کو بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح درست ہے، جب کہ شوہر اول نے عدت میں رجعت نہ کی ہو ایسی عورت کو شوہر کے ساتھ سفر بھی جائز ہے، شوہر کے مکان سے علیحدہ رہنا درست نہیں: **مطلقة الرجعي كالبائن غير انّها تمنع من مفارقة زوجها في مدة سفر لقيام الزوجية بخلاف المبانة اهـ درمختار[2] ص: ۹۶۲، ج: ۲.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال:- بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے، کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے، نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کے زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوہ کو بعد عدت زیور، کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے، جس زیور میں کفار وفساق کی

---

[1] لا يجب على المطلقة قبل الدخول والمطلقة الرجعية بل يستحب لها للطلاق الرجعي التزين لترغيب الزوج، مجمع الانهر ص: ۱۵۲، ج: ۲، باب العدة، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص ۴۰۸ ج ۳ باب الرجعة، بحر ص ۵۵ ج ۴ باب الرجعة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۱۵۲ ج ۲ باب العدة، فصل فى الإحداد، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص: ۲۲۹، ج: ۵، مطبوعه كراچى ص: ۵۳۹، ج: ۳، باب العدة، فصل فى الحداد، سكب الأنهر ص ۱۵۶ ج ۲ فصل فى الإحداد، قبيل باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مشابہت نہ ہو عورتوں کے لئے وہ سب درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عدت میں چوڑیوں کا استعمال

سوال:- جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے تو ہمیشہ کے لئے کانچ کی چوڑیاں بیوی کو استعمال کرنا برا سمجھتے ہیں، اور سونے چاندی کی چوڑیاں اگر استعمال کی جائیں تو برا نہیں سمجھتے ہیں اس کیا اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عدت گذرنے تک زینت کرنا منع ہے، چاندی سونے کی چوڑیاں پہننا بھی منع ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۶/۵/۸ھ

عدت کے دوران پردہ سے متعلق کچھ سوالات

سوال:- میرے والد صاحب کا انتقال ابھی حال ہی میں ہوا ہے، ان کی بیماری کے دوران

---

[1] ولایتختم الا بالفضة فیحرم لغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وفی الشامیة والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۵۱۷، ج:۹، مطبوعه کراچی ص:۳۵۹، ج:۶، قلت وقد تقرر فی محله ان مفاهیم الروایات حجة، امداد الفتاوی ص:۱۳۶، ج:۴، طبع زکریا.

[2] تحد مسلمة منکوحة اذا کانت معتدة بت او موت بترک الزینة بحلی وفی الشامیة قوله بحلی ای بجمیع انواعه من فضة وذهب وجواهر بحر قال القهستانی والزینة ماتتزین به المرأة من حلی اوکحل. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص:۲۱۷، ج:۵، مطبوعه کراچی ص:۵۳۰، ج:۳ باب العدة، فصل فی الحداد، مجمع الأنهر ص۱۵۳ ج۲، باب العدة، فصل فی الإحداد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۵۰ ج۴، باب العدة، فصل فی الإحداد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

میری والدہ بھی ہسپتال وغیرہ میں دوڑ بھاگ میں رہا کرتی تھیں، اس دوران اُن کا پردہ کئی ایسے لوگوں سے بھی ہونا ممکن نہ تھا، جس سے وہ پردہ کیا کرتی تھیں، اب ان کے انتقال کے بعد پوزیشن یہ ہے کہ گھر یعنی دہرہ دون میں ایک میری چھوٹی بہن اور والدہ رہ گئی ہیں، گھر کے کام کاج میں ضرورت دوسروں کی مدد کا پڑ جانا لازمی ہے، ایک صاحب زید ہیں جو والد صاحب کی حیات میں بھی ہمارے گھر کے ایک فرد کی طرح سے ہمارے گھر آیا جایا کرتے تھے، اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا، زید نے مرحوم کی بہت خدمت کی تھی، اب وہ رات کو میری والدہ اور بہن کے اکیلے ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی سونا چاہتے ہیں، زید کافی بزرگ ہیں اور ہم انہیں تائے کہتے ہیں، مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر سے بتائیں کہ عدت کے دوران کیا زید سے بھی والدہ کا پردہ ضروری ہے؟

(۲) ان لوگوں سے کہ جن سے والدہ کا پردہ نہیں تھا کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

(۳) کیا ایسی مجبوری کی حالت میں جبکہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے عدت کی پوری مدت گذارنی ہوگی؟

(۴) محلّہ پڑوس کے کچھ بچے اب بالغ ہوگئے ہیں جو پہلے گود کھلائے ہوئے تھے اور ان سے والدہ کا پردہ نہیں تھا، تو دورانِ عدت کیا ان سے بھی پردہ ہوگا؟

(۵) کیا عدت کے دوران آواز کا بھی پردہ ضروری ہے؟

(۶) عدت کے دوران غلطی سے یا بھول سے اچانک کسی کے سامنے آجانے سے لیکن خیال آجانے پر دوبارہ سامنے نہ آنے پر کوئی مضائقہ تو نہیں؟

(۷) عدت کیوں اسلام نے ضروری کی ہیں؟ کیا وجوہات ہوسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص شرعاً نامحرم ہو اس سے پردہ لازم ہے خواہ زمانہ عدت ہو یا نہ ہو، زید سے بھی پردہ لازم ہے[1]، وہ علیحدہ باہر کسی جگہ رہ سکتے ہیں، تنہائی میں آپ کی والدہ صاحبہ سے نہ ملیں۔

[1] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۱) پردہ ضروری ہے، (۲) ضروری ہے[۱]۔
(۳) عدت کی مدت چار مہینے دس دن پوری لازم ہے اس میں کمی نہیں[۲]۔
(۴) جب وہ بالغ ہو گئے ہیں تو ان سے بھی پردہ ضروری ہے[۳]۔
(۵) بلاضرورت نامحرم سے بات نہ کی جائے[۴]۔
(۶) بھول اور غلطی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، فوراً اس کی اصلاح ضروری ہے۔
(۷) عدت کا حکم احکم الحاکمین نے قرآن کریم میں فرمایا ہے[۵]، اس کی وجہ دریافت کرنے کا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجهها فتقع الفتنة لانه مع الکشف قد یقع النظر الیها بشهوة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۷۹، ج: ۲، مطبوعه کراچی ص: ۴۰۶، ج: ۱، باب شروط الصلاة، مطلب فی سترا لعورة. لایحل النظر للاجنبی من الاجنبیة الحرة الی سائر بدنها الا الوجه والکفین، بدائع الصنائع زکریا ص: ۱۹۳، ج: ۴، کتاب الاستحسان. حکم الاجنبیات الحرائر. عالگمیری ص: ۳۲۹، ج: ۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة. الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیه وما لا یحل له وما یحل مسه ومالا یحل. مجمع الانهر ص: ۲۰۲، ج: ۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر وغیره، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

(صفحہ ہذا) ۱ ملاحظہ ہو اسی جواب کا حاشیہ ۱۔

۲ عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ایام سواء کانت مدخولابها اولا صغیرة او کبیرة او آئسة حاضت فی العدة اولم تحض. عالمگیری کوئٹه ص: ۵۲۹، ج: ۱، باب العدة، النهر الفائق ص ۴۷۶ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر ص ۱۴۴ ج ۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال فحکمه حکم الرجال، عالمگیری ص: ۳۳۰، ج: ۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیه ومالایحل له الخ. مطبوعه کوئٹه، رد المحتار علی الدر المختار زکریا ص ۵۲۴ ج ۹ فصل فی النظر والمس کتاب الحظر والإباحة.

۴ ولا یکلم الاجنبیة الا عجوزاً. الدرالمحتار علی الشامی زکریا ص: ۵۳۰، ج: ۹، مطبوعه کراچی ص: ۳۶۹، ج: ۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۲۰۲ ج ۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه بیروت. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کس کو حق ہے، سب اس کے بندے ہیں سب پر بلا چوں وچرا حکم کی اطاعت لازم ہے:

"**لایسأل عما یفعل وھم یسئلون**"[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۳۹۶ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) قال اللّٰہ تعالیٰ : وَالَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً، یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وعَشْراً، سورہ بقرۃ آیت ۲۳۴.

(**صفحہ ہذا**) [1] سورہ انبیاء، آیت نمبر: ۲۳، **ترجمہ**:- وہ جو کچھ کرتا ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا، اور ان سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔ (از بیان القرآن)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب شانزدہم

ثبوت نسب

اقل مدتِ حمل

سوال:- زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ۲۵/ذی الحجہ ۸۲ھ کو ہوا اور گیارہ رجب ۸۳ھ کو ہندہ کے لڑکی تولد ہوئی کیا اتنے عرصہ میں پیدا ہونے والی لڑکی زید کی لڑکی مانی جاسکتی ہے، جب کہ نکاح کے صرف ایک مہینہ کے بعد ہی ہندہ کے حمل ظاہر ہوگیا تھا، اور زید نے بھی اپنا حمل ہونے سے انکار کردیا تھا، لڑکی تولد ہونے پر جو دائی تھی اس کا کہنا ہے کہ بچہ پورے نو مہینے کا ہے، ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کم سے کم چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوسکتا ہے،[1] اور یہاں تو چھ ماہ سے زیادہ وقت ہوگیا، دائی کا یہ کہنا کہ بچہ پورے نو ماہ کا ہے، شرعاً حجت نہیں، کہ بچہ کو ناجائز قرار دیا جائے، جب کہ زید شادی کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کرچکا ہے اور شادی سے چھ ماہ گذرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے، تو زید کو انکار کا حق نہیں، اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسی صورت میں انکار کرنے سے لعان کا حکم کیا جائے،

---

[1] اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر اجماعاً. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۳۰ ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۴۰ ج۳/فصل فی ثبوت النسب، البحر کوئٹه ص۱۵۷ ج۴ باب ثبوت النسب، النهر الفائق ص۴۹۳ ج۲ باب ثبوت النسب، عباس احمد الباز مکة المکرمة.

جب کہ ہندہ نہ کسی دوسرے کے نکاح میں تھی، نہ عدت میں تھی، تو زید سے اس کا نکاح درست ہوگیا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

چھ ماہہ بچہ کے نسب کا ثبوت

سوال:- زید نے شادی کی اور چھ مہینہ بارہ دن بعد اس کے بچی پیدا ہوئی پورے جسم کے ساتھ اور شادی کے بعد زید نے بلا چون و چرا شب باشی کی اب چھ مہینے بارہ دن بعد جب بچی پیدا ہوئی تو لوگوں نے محض مشہور کیا کہ یہ بچی چھ مہینے کی نہیں بلکہ نویں مہینے کی ہے، اور علماء سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، بارہ روز زیادہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اب لوگوں کے طعن کے بعد زید انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لیلۃ الزفاف میں آثار وعلامت میں پایا اور دو تین دن بعد ہندہ سے پوچھا تو وہ کہتی ہے کہ ہاں فلاں شخص نے مجھ سے بدکاری کی تھی اب ہندہ منکر ہے، کہ میں نے یہ بات نہیں کہی، اور زید کافی تعداد لوگوں کو ہمراہ لے کر کہتا ہے کہ میں لیلۃ الزفاف سے انکار کرتا ہوں کہ یہ حمل میرا نہیں اور اسی پر چھ سات گواہ بھی موجود ہیں، اب علماء فریقین میں سے ہوگئے اس وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے واضح رہے کہ ہندہ کہتی ہے کہ شادی کے دو تین روز پہلے مجھ کو حیض سے پاکی حاصل ہوئی اور زید منکر نسب ہے، اب کس کا قول معتبر ہوگا آیا زید کا انکار قابل قبول ہے پھر جانبین منکر ہیں، تو لعان جاری ہوگا یا نہیں اور بچی کس کے تابع ہوگی دونوں منکر ہیں، بچی لینے میں ماں کے تابع ہوئی وہ نہیں لیتی اب کیا کرنا چاہئے، بعض کہتے ہیں کہ یہاں دارالاسلام نہیں لہٰذا لعان جاری نہ ہوگا، تو کیا لعان کے لئے دارالاسلام شرط ہے ہندوستان میں قاضی شرعی علماء کو ٹھہرایا گیا ہے، یہ کافی نہیں حضرت والا سے گذارش ہے کہ بدست خود حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

---

[۱] واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد الی قوله وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسکت لان الفراش قائم المدة تامة فان جحد الولادة یثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة لونفاه الزوج یلاعن لان النسب یثبت بالفراش القائم هدایه ص ۴۳۲ / ج ۲ / باب ثبوت النسب. مطبوعه دارالکتاب دیوبند، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۴۱ / ج ۳ / احکام العدة، شرائط وجوب الاحداد، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۷ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب.

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے ثبوت نسب کے لئے بہت احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے، اور حتی الوسع کسی کو اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی بچہ کو ولد الزنا اور حرامی کہے نیز مسلمان مرد اور عورت کی عزت کی بھی حفاظت کی ہے کسی کو (بدکار زانی زانیہ) کہنے کی اجازت نہیں ایسا کہنے پر سخت سزا تجویز کی ہے، اشاعت فاحشہ کو روکا ہے، ثبوت زنا کے بعد سزا بھی عبرتناک ہے اور اتہام کی سزا بھی دردانگیز ہے، ایسی سزائیں دینے کا بھی ہر ایک کو حق نہیں بلکہ اس کے لئے خصوصی اقتدار اور خصوصی مقام ضروری ہے۔

نکاح سے چھ ماہ پورے ہونے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ ثابت النسب ہوتا ہے نسب منتفی ہونے کے لئے چند شرائط ہیں ا ایک شرط یہ بھی ہے کہ دونوں میں لعان ہو اور قاضی شرعی اسی لعان کی بناء پر تفریق کردے، لعان کے لئے دار الاسلام شرط ہے دار الحرب میں لعان نہیں، جب لعان کسی وجہ سے بھی ساقط ہوجائے تو انتفاء نسب نہیں ہوگا: **ثم لوجود قطع النسب شرائط منها التفريق لان النكاح قبل التفريق قائم فلا يجب النفي ا هـ بدائع[1] ص ۴۶/ ج ۳ /امّا شروط النفي فستة مبسوطة مذكورة في البدائع ا هـ درمختار قال الشامي الاول التفريق الخ ردا لمحتار[2] ج ۲/ ص ۵۹۰/ فمن قذف بصريح الزنا في دارالاسلام درالمختاروقال الشامي اخرج دارالحرب لانقطاع الولاية ا هـ رد المحتار[3] ج ۲/ ص ۸۰۷/ واذا كان وجوب نفيه احد حكمي اللعان فلا يجب قبل وجوده وعلٰى هٰذا قلنا ان القذف اذا لم ينعقد موجبا للعان اوسقط بعد الوجوب وجب الحد اولم يجب اولم يسقط لكنهما لم يتلاعنا بعد لا ينقطع**

---

[1] بدائع الصنائع زكريا ص ۳۹۱/ ج ۳/ كتاب اللعان ، بيان ما يبطل به حكمه.

[2] الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۱۵۹/ ج ۵/ مطبوعه كراچي ص ۴۸۹/ ج ۳/ كتاب اللعان مطلب في الدعاء باللعن على معين.

[3] الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۱۵۱/ ج ۵/ مطبوعه كراچي ص ۴۸۴/ ج ۳/ باب اللعان.

نسب الولد اھ بدائع[1] ص ۲۴۶ / ج ۳ / اگر بیوی بھی نفی کردے یعنی شوہر کی تصدیق کردے تب بھی نسب منقطع نہیں ہوگا: اذا نفی نسب ولد حرة فصدقته لا ینقطع نسبه متعذر اللعان اھ بدائع[2] ص ۲۴۶ / ج ۳ / لعان بدل ہے حد کا اس میں کوئی شخص امام المسلمین کا قائم مقام نہیں ہوسکتا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۹/۸۹ھ

نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال:- ہندہ کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی طلاق کے تین ماہ بعد ہندہ نے زید سے نکاح کیا زید نے اور زید کے متعلقین نے ہندہ کے والد سے اس امر پر شہادت چاہی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی یا نہیں، اس وقت ہندہ کو حمل ہے، یا نہیں، ہندہ کے باپ نے مجلس میں اس بات پر حلف اٹھایا کہ اس کی عدت پوری ہوچکی ہے، اور اس کو حمل نہیں ہے، اس حلف کی بناء پر نکاح ہوا، لیکن ساڑھے چھ ماہ یا پونے سات ماہ بعد ہندہ کے لڑکا ہوا، لڑکے کا ظاہری نشو ونما اس بات کا شاہد ہے کہ یہ پورے نو ماہ کا ہے، کم کا نہیں ہے اور اس کو نکاح کے موقعہ پر تین ماہ کا حمل تھا، نیز نکاح کے فوراً بعد ہی عوام میں یہ خبر نہایت گرم جوشی سے پھیلی کہ اس (ہندہ) کو اس روز جب کہ نکاح ہوا تین ماہ کا حمل بطریق ناجائز تھا، جس میں کہ اس کا سابق شوہر حمل ناجائز کے لئے شہادت عینی پیش کرتا ہے بلکہ اپنی طلاق کی وجہ بھی یہ ہی ظاہر کرتا ہے۔

(۱) حکم شرعی کے موافق ہندہ اپنے موجودہ شوہر کے نکاح میں ہے یا نہیں، بچہ حلال ہے یا حرامی، ایسے شخص سے تعلق رکھنا کیسا ہے

(۲) اس نکاح کے بعد اکثر لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جو اشخاص اس نکاح میں شریک تھے ان

---

[1] بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۱ / کتاب اللعان. بیان ما یبطل به حکمه.

[2] بدائع الصنائع زکریا ص ۳۹۱ / ج ۳ / کتاب اللعان. بیان مایبطل به حکمه.

[3] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶ مبحث شریف کتاب الجنایات، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۵ کتاب الحدود فصل فی کیفیة الحد، دار الفکر.

کے نکاح ساقط ہوگئے اس لئے ان کو دوبارہ نکاح پڑھنا چاہئے، کیا از روئے شریعت شریک نکاح کے نکاح ساقط ہوگئے، ایسی حالت میں عدت ہوگی یا نہیں کیا ہر وہ شخص جو اس نکاح میں شریک تھا اپنی زوجہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا جو شرائط طلاق کے لئے ہیں وہ شرط یہاں بھی لاحق ہوگی، براہِ کرم حکم شریعت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ نے اعتراف کیا کہ میری عدت ختم ہوچکی ہے، اور وہ عادلہ ہے اور زید کو اس کے کہنے کا یقین آگیا تو شرعاً زید کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوگا: **ولو ان امرأة قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلة وسعه ان یتزوجها وان کانت فاسقة تحری وعمل بما وقع تحریه علیه کذا فی الذخیرة اھ عالمگیری[1] ج ۲ ص ۱۸۷.**

اور جو بچہ وقت نکاح سے پورے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو وہ ثابت النسب ہوتا ہے پس صورت مسئولہ میں وہ بچہ زید ہی کا شمار ہوگا، ہندہ کے پہلے شوہر کا حمل زنا کی عینی شہادت پیش کرنا شرعاً معتبر نہیں کیونکہ عینی شہادت بہت سے بہت زنا کی پیش کی جاسکتی ہے، حمل کی نہیں پیش کی جاسکتی اور یہ اشکال کہ بچہ کا نشو ونما اس بات کا شاہد ہے کہ وہ پورے نو ماہ کا ہے یہ بھی قابل اعتبار نہیں بعض تھوڑی عمر کا بچہ بھی بڑا معلوم ہوتا ہے، اور بعض دفعہ اس کا عکس ہوتا ہے: **واذا تزوج الرجل امرأة فجائت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسکت لان الفراش قائم والمدة تامة اھ هدایه[2]** ایسے نکاح میں شریک ہونے والے لوگوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۲/۵۶ھ

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف یکم ربیع الاول ۵۶ھ

---

[1] عالمگیری ص ۳۱۳ ج۵، کتاب الکراهیة. الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات، مطبوعه کوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح کے چھ دن بعد جو بچی پیدا ہو اس کا نسب

سوال:- زید کی بیوی کو نکاح کے چھ دن یا دس دن کے بعد بچی پیدا ہوئی زید کہتا ہے کہ یہ بچی میری جائز اولاد ہے، اس بات کی تصدیق زید کی بیوی بھی کرتی ہے، لیکن کچھ لوگ اس بچی کو ناجائز کہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان میں کس کی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں اس بچی کو زید کی بچی نہ سمجھا جائے، جو لوگ زید کی تصدیق کرتے ہیں وہ حق پر نہیں، اور جو لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں وہ حق پر ہیں، کذا فی الهدایه[1] ص ۴۱۲/ ج ۲/ وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبهٗ منه اعترف به الزوج اوسکت[2] وکذا فی شرح الوقایه[3] ص ۱۴۴/ ج ۲/ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۹ھ

سات آٹھ ماہ گذرنے پر جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہے

سوال:- زید بمبئی میں رہتا تھا، جب زید گھر آیا تو زید کے آنے کے ۷/۸/ ماہ بعد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] هدایه ص ۴۳۲ ج ۲/ باب ثبوت السنب، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، بدائع الصنائع زکریا ص ۳۴۱ ج ۳ احکام العدة.

(صفحہ ہذا) [1] واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه لان العلوق سابق علی النکاح فلا یکون منه هدایه ص ۴۳۲/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تاتارخانیه کراچی ص ۷۷ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الفصل الخامس عشر فی ثبوت النسب.

[2] هدایه ص ۴۳۲/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] شرح وقایة ص ۱۶۴/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

اس کی اہلیہ کے بچہ پیدا ہوا، زید کو شبہ ہوا، اس کے معلوم کرنے پر ہندہ نے اپنے دیور کا بتلایا، پہلے تو شوہر ہی کا بتلایا تھا، مگر جب برادری کے لوگوں نے زور دیا تو پھر دیور کا بتلانے لگی، تو یہ بچہ کس کا ہے؟ کیا اس میں دیوبندی اور بریلوی کا اختلاف ہے؟ جو شخص شریعت کو نہ مانے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شادی سے چھ ماہ پورے ہونے پر جو بچہ پیدا ہو وہ شرعاً ثابت النسب ہوتا ہے[۱] اس کو حرامی کہنا جائز نہیں،[۲] اور جب کہ سات آٹھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس پر کوئی بدگمانی نہ کی جائے،[۳] عورت کو مجبور کرنا اور اس سے کوئی اقرار لینا کہ یہ کس کا ہے شرعاً جائز نہیں، اور اس کے اس اقرار سے کہ یہ دیور کا ہے، وہ دیور کا نہیں ہو جائے گا، یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں دیوبندی اور بریلوی کا کوئی اختلاف نہیں، سب اس پر متفق ہیں، حدیث وفقہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے،[۴] جو شخص شریعت کو نہیں مانتا اس کی حالت خطرناک ہے، اس کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہے۔[۵]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ

---

[۱] واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد الیٰ قوله وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سکت هدایه ص ۴۳۲/ ج ۲/ باب ثبوت النسب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الفصل الخامس فی ثبوت النسب، تاتارخانیه کراجی ص ۷۷ ج ۴ الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب.

[۲] ولو قال یا ولد الزانی او قال یا ابن الزانی وامه محصنة حد لانه قذفها بالزنا، عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۲ ج ۲ کتاب الحدود، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۳ ج ۵ باب حد القذف، النهر الفائق ص ۱۵۷ ج ۳ باب حد القذف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم، سورۂ حجرات آیت ۱۲.

[۴] قوله علیه الصلاة والسلام اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِالْحَجَر الحدیث. بخاری شریف ۱۰۰۱/ ج ۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۵] واذا قال الرجل لغیره حکم الشرع فی هٰذه الحادثة کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار میکنم نه بشرع یکفر عند بعض المشائخ رحمهم اللّٰه تعالیٰ. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شادی کے بعد بچہ پیدا ہوتو وہ حرامی کب ہے؟

سوال:- مسماۃ پٹھانی نکاح نابالغی کے وقت باپ نے فتح محمد ولدشیرین سے پڑھادیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی، باپ کے گھر میں کافی عرصہ سے بالغ ہوکر بھی رہی، باپ کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اس لڑکی سے حرام کاری سے وہ حرامی لڑکا جو کہ زنا سے پیدا ہوا، لوگوں کی پرورش میں دیا گیا، مسماۃ پٹھانی کے والد نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنی لڑکی کو اپنے خاوند فتح محمد کے گھر آباد کیا، بعد میں مسماۃ مذکورہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی پیدائش کا رجسٹر چوکیدار میں اندراج ہے، لڑکا جو حرامی تھا، اور اس کا نام قائد بخش ہے، اس کی پیدائش رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہیں ہے، مسماۃ مذکورہ پٹھانی کا خاوند فتح محمد خوش ہوگیا ہے کہ وہ حرامی لڑکا ورثہ کا مالک ہوسکتا ہے، جو شرعاً حکم ہو وہ صادر فرمائیں، لڑکے کی ناجائز پیدائش کے گواہ سب شہر کے باشندے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی کی شادی ہوچکی اور اس کو چھ ماہ سے زائد کا عرصہ گزر گیا، پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو محض اس وجہ سے کہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی، اس کے بچے کو حرامی اور زنا کا بچہ کہنا جائز نہیں،[1] جب تک زنا کے چار عینی گواہ شرعی شہادت نہ دیں،[2] اسے حرامی کہنے والے سخت مجرم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) عالمگیری ص ۲۷۲/ ج۲/ احکام المرتدین، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانی ص ۴۲۲ ج۷ الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدين، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل، مجمع الأنهر ص ۵۱۱ ج۲ باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولدلاقل من ستة اشهرمنذ تزوجها لم يثبت نسبه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً يثبت نسبه منه عالمگيری ص ۵۳۶/ج ۱/الباب الخامس، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں ان کو ایسا کہنے سے اپنی زبان بند رکھنا ضروری ہے، وہ سخت سزا کے مستحق ہیں،[۱] اگر وہ بچہ فتح محمد کا ہے تو فتح محمد کی زندگی میں اس کا سوال نہیں اٹھا، شہر کے سب لوگ آج تقسیم میراث کے وقت اس کے بچہ کے ناجائز ہونے کی گواہی دے رہے ہیں فتح محمد کے سامنے انھوں نے کیوں گواہی نہیں دی غرض اس بچہ کے ناجائز اور حرامی ہونے کے لئے بیان مذکور ہرگز شرعاً کافی نہیں، رجسٹر چوکیدار میں اندراج نہ ہونے سے بھی کسی بچہ کو شرعاً حرامی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۳/۴/ ۹۱ء

حمل سوکھ کر ڈیڑھ سال بعد بچہ پیدا ہوا

سوال: -ہندہ تین بچوں کی ماں ہے، ایک سال شوہر پردیس میں رہا، پھر شوہر ہندہ کو اپنے ساتھ لے گیا، مگر پانچ ماہ کے بعد ہندہ کی بچی پیدا ہوئی، تو یہ بچی جائز کی ہے، یا ناجائز؟ ہندہ کہتی ہے کہ بوجہ بیماری میرا حمل سوکھ گیا تھا، اس لئے بچی دیر میں پیدا ہوئی، یعنی یہ بچی ایک سال پانچ ماہ بعد پیدا ہوئی، شوہر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ بچی جائز ہے یا ناجائز؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) عشر فی ثبوت النسب، بحر کوئٹہ ص ۱۶۲ ج ۴ باب ثبوت النسب، هدایه ص ۴۳۲ ج ۲ باب ثبوت النسب، دار الکتاب دیوبند.

۲ ویثبت بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ الزنا درمختارعلی هامش الشامی زکریا ج۶ ص۸، کتاب الحدود، بحر کوئٹه ص ۴ ج۵ کتاب الحدود، مجمع الأنهر ص ۳۳۳ ج ۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) ۱ ویحدالحر والعبد قاذف المسلم الحر البالغ العاقل العفیف بصریح الزنا اوبقوله زنأت فی الجبل اولست لابیک الخ الدر المختارعلی الشامی زکریا ص ۸۱تا۸۴ ج ۶/ کتاب الحدود، باب حد القذف، مجمع الأنهر ص ۳۶۳ ج ۲ باب حد القذف، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۳۰، ۳۱، ۳۲ ج۵ باب حد القذف.

الجواب حامداً ومصلیاً

ان حالات میں اس بچی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، وہ اپنے باپ کی ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دس برس کی جدائی پر بچہ کا نسب

سوال: -ایک شخص اپنے مکان سے پردیس چلا گیا اور وہ مکان پر نہیں آیا دس برس تک اور نہ بیوی اس کی اس کے پاس گئی، اور یہاں بیوی کے ۸/ برس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے، وہ حرامی ہے، یا حلالی ہے؟ کلام مجید سے ثبوت تحریر فرمائیں، اور اس مسئلہ کو بھی حل کیجئے، بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۵۳ مطبوعہ لاہور، میاں پردیش میں ہے، اور مدت ہوگئی برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے البتہ اگر وہ خبر پاکر انکار کردے گا تو لعان کا حکم ہوگا، اس کو از روئے کلام مجید وحدیث شریف مفصل حل فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

بہشتی زیور[2] میں یہ مسئلہ صحیح لکھا ہے، دوسری کتب فقہ میں بھی موجود ہے، فقہاء مجتہدین نے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ہی لکھے ہیں، یہ بھی حدیث شریف سے ماخوذ ہے مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث سے جو مسائل استنباط کر کے بیان کردیئے ہیں اس پر عمل کرے از خود مأخذ کا طالب نہ ہو کیونکہ ہر مسئلہ کا مأخذ معلوم کرنے کے لئے

---

[1] اکثر مدة الحمل سنتان واقلها ستة اشهر، الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ج ۳/ ص ۵۴۰/ فصل فی ثبوت النسب، تبیین الحقائق ص ۴۵ ج ۳ باب ثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان، ملتقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر ص ۱۵۷ ج ۲ باب ثبوت النسب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] بهشتی زیور ص ۶۴/ ج ۴/ مطبوعه تهانوی دیوبند.

بہت بڑے علم کی ضرورت ہے: یقام النکاح مقامه (ای الدخول) فی اثبات النسب ولهٰذا قال النبیّ صلی اللّٰه علیه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر وکذا لو تزوج المشرقی بمغربیة فجاء ت بولد یثبت النسب وان لم یوجدالدخولحقیقةً لوجود سببه وهو النکاح بدائع[1] ج ۲/ ص: ۳۳۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۳/۵۴ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

حاملہ مفرورہ سے پیدا شدہ بچی کس کی؟

سوال: -ایک عورت اپنے زندہ خاوند کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی جس وقت عورت فرار ہوئی تھی، اس وقت حاملہ تھی، اور فرار ہونے کے دو تین ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ اس کے خاوند نے اس کو طلاق دیدی اب سوال یہ ہے کہ لڑکی خاوند کی مانی جائے گی، یا جس کے ساتھ فرار ہوئی تھی اس کی ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں لڑکی پہلے خاوند کی مانی جاوے گی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۳/۵/۶۰ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۴/۵/۶۰ھ

---

[1] بدائع الصنائع ص ۳۳۲/ ج ۲/ فصل ومنها ثبوت النسب، مطبوعه کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، فتاوی تاتارخانیه ص ۷۸ ج ۴ کتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ادارة القرآن کراچی.

[2] قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَلْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ. بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج ۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفیه دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، الولد للفراش، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش.

عزل اور نسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے

سوال:- (۱) عزل کے باوجود بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

(۲) نسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ثابتُ النسب ہوگا: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَر الخ. (بخاری شریف[۱])

(۲) تب بھی ثابتُ النسب ہوگا: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَر الخ (بخاری شریف[۲])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۶ھ

داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم

سوال:- ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں، جو داڑھی منڈے کو درکنار داڑھی کترے کو بھی سلام نہیں کرتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے ہیں، ان سے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ داڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، اس کا تارک گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، مردود الشہادۃ ہے، داڑھی کترانا حرام ہے، اس کی امامت، اقامت، اذان مکروہ تحریمی ہے، جو مونچھوں کو نہ کترائے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہے، اس کی نماز نا مقبول ہے، فاسق لعین ہے، داڑھی کترے کو سلام تو درکنار جواب دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اللہ

---

[۱] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ کتاب الفرائض، باب من ادعی أخا او بن أخ.
ترجمہ:- بچہ صاحبِ فراش کی جانب منسوب ہوگا اور زانی کے لئے ڈھیلا ہے۔ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۲] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

تعالیٰ نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے نہ ان کی دعا قبول کرتا ہے، فرشتے داڑھی کترے کو ملعون کہتے ہیں، داڑھی کترے اللہ کے نزدیک یہود ونصاریٰ ہیں، مولانا نے ترمذی شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف وغیرہ کا حوالہ دیا، نیز مولانا نے، مولانا تھانویؒ کا فتویٰ نقل کیا کہ داڑھی کترے کا نکاح بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے بچے حرامی ہوتے ہیں، اس کا ایمان نکل جاتا ہے، اس کو چاہئے کہ ایمان کی تجدید کرے۔ (اصلاح الرسوم)

بقول عالم صاحب کیا سب داڑھی منڈوں کو سلام نہ کیا جائے بلکہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترے کو جواب بھی نہ دیا جائے، کیا یہ سمجھا جائے کہ ان کے نکاح نہیں ہوئے؟ کیا (بقول احادیث وفتویٰ مولانا اشرف علی تھانویؒ) ان کے بچوں کو حرامی سمجھا جائے کیوں کہ آج کل اسی فیصد داڑھی منڈے ہیں ۱۵/ فیصد داڑھی کترے ہیں، اور پانچ فیصد ایسے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہے، آج کل کے حالات کے تحت داڑھی منڈوں اور داڑھی کتروں کے ساتھ کیا رویہ اپنایا جائے؟ ان کو کیا سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داڑھی منڈانا حرام ہے، ایک مشت کے پہنچنے سے پہلے کترانا یا کترا کر ایک مشت سے کم کرا لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، اس منڈانے اور کترنے میں غیر قوموں کے ساتھ تشبہ ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مقبول الشہادۃ اور عادل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے: **وَامَّا الاخذ منها وَهی دون ذٰلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم فتح. الدر المختار[1] ص۱۱۳/ ج۲/ یحرم علی الرجل قطع لحیته درمختار[2] ص/ ۲۱۶/ ج۵/** فاسق ملعون کو سلام کرنا بھی مکروہ

---

[1] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۹۸/ ج۳/ کتاب الصوم ،مطبوعه کراچی ص ۴۱۸/ ج۲/ مطلب فی الاخذ من اللحیة، فتح القدیر ص۳۴۸ج۲ کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة ع مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] الدرا لمختار علی الشامی زکریا ص۵۸۳ ج۹، مطبوعه کراچی ص۴۰۷ج۶، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے، ان سب کے باوجود ایسے شخص کا نکاح بھی منعقد ہو جائے گا، اور اس کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، حرامی نہیں ہوگی، وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوگا، نہ اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ شرح فقہِ اکبر میں تشریح ہے، البتہ اگر کوئی شخص حرام قطعی لعینہٖ کو حلال اعتقاد کرے تو اس اعتقاد کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم ہوگا: **وَلا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولانزیل عنه اسم الایمان الخ. شرح فقه اکبر**[1] **ص ۸۶/** مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت بلفظہٖ نقل کی جائے جس کا سوال میں حوالہ ہے، تو اس کی تشریح اور توضیح کر دی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۹۲ھ

ثبوتِ نسب کی صورت

سوال: - ایک عورت کا نکاح ایک مرد سے ہوا، لیکن وہ عورت اپنے والدین کے گھر میں ہی رہی، اسی اثناء میں اسے حمل حرام ہو گیا اس حمل کے شروع میں یعنی دوسرے تیسرے مہینے اس کی روانگی سسرال میں ہوئی اور سسرال میں جا کر اس کے خاوند کو معلوم ہوا کہ اس عورت کو حمل حرام ہے، اس واسطے اس نے اس کو واپس میکہ میں روانہ کر دیا اور ساتھ ہی طلاق نامہ لکھ کر بذریعہ رجسٹری اس کو میکہ میں روانہ کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ آیا جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس مرد کا کہلائے گا یا نہیں، جبکہ اس زناکاری کا ثبوت بھی مکمل موجود ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الحظر والا باحة ،فصل فی البیع، بذل المجهود ص ۳۳ ج ۱ باب السواک من الفطرة مکتبه رشیدیه سهارنپور، مرقاة المفاتیح ص ۳۰۲ ج ۱ باب السواک، الفصل الأول، طبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحہ ہٰذا) [1] شرح فقه اکبر ص: ۸۶، قبیل سب الشیحین وقتلهما الخ مطبوعه مجتبائی.

الجواب حامداًومصلیاً

نکاح کے بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہیں، اگر چھ ماہ پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا، یعنی اس عورت کے شوہر ہی کا کہلائے گا خواہ شوہر اقرار کرے یا اقرار نہ کرے، بلکہ خاموش رہے۔ **واذا تزوج الرجل امرأةفجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر منذيوم تزوجها لم يثبت نسبه لان العلوق سابق على النكاح فلايكون منه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعداً ثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسكت لان الفراش قائم والمدة تامة. هداية**[1] **ج ۲ / ص ۴۱۲ /.** اور اگر زوجہ سے صحبت کرنے سے قبل اس کو طلاق دیدی ہے اور طلاق کے بعد سے چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہوا ہے، تب بھی عورت کے اسی شوہر سے جس نے طلاق دیدی ہے، بچہ کا نسب ثابت ہوگا، اور اگر طلاق کو چھ ماہ پورے ہو چکے تھے تب بچہ پیدا ہوا ہے تو اس طلاق دینے والے شوہر سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ **''رجل طلق امرأة قبل الدخول بهاثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق يثبت النسب فان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا لايثبت النسب. فتاوىٰ عالمگيرى**[2] **ج ۲ / ص ۵۵۲ /.** صورت مسئولہ میں اگر طلاق سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوگا تو اس مرد کا نہیں کہلائے گا، اگر چھ مہینے گزرنے سے قبل پیدا ہو جائے تو اسی مرد کا کہلائے گا، یہ اس وقت ہے کہ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو، اگر صحبت یا خلوت صحیحہ

---

[1] (هدايه ج ۲ / ص ۴۳۲ / باب ثبوت النسب، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فى ثبوت النسب، بدائع الصنائع زكريا ص ۳۴۱ ج ۳ احكام العدة.

[2] (عالمگيرى ج ۱ / ص ۵۳۷ /) الباب الخامس عشرفى ثبوت النسب، مطبوعه زكريا ديوبند، تاتارخانيه ص ۸۹ ج ۴ كتاب الطلاق ثبوت النسب، إدارة القرآن كراچى، شامى كراچى ص ۵۴۲ ج ۳ مطلب فى ثبوت النسب من المطلقة.

کے بعد طلاق دی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا طلاق رجعی دی ہے یا طلاق بائن، اول صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا، اگر چہ دو سال سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا ہو جب تک عورت نے عدت ختم کرنے کا اقرار نہ کیا۔ ''ثم ان جاء ت به لاقل من ستةاشهر فلا اشكال فی ثبوت نسبه لانه كان موجودا وقت الطلاق فكان من علوق قبله وبانت بالوضع لانقضاء العدة وان جاء ت به لاكثر من ستة اشهر ولاقل من سنتين ثبت نسبه منه وكانت رجعة لان العلوق بعدالطلاق والظاهر انه منه فحمل عليه '' ثانی صورت میں یعنی جبکہ طلاق بائن دی ہے اگر بچہ دو سال سے پہلے پیدا ہوا ہے تب تو نسب ثابت ہوگا، اگر دو سال سے بعد میں پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ''والبت لاقل منهما والا لا، زیلعی[۲] ج۳/ص ۳۹/۴۰/.'' فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۴/۵۱ھ

صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۴/۵۱ھ

نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب

سوال: —ان دونوں کی جفتی سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب زید سے ثابت ہوا یا نہیں، مگر زید اس کو اپنا لڑکا لڑکی ثابت کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باوجود نکاح حرام ہونے کے اس نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی، نکاح

---

[۱] (زیلعی ج۳/ص ۳۹—۴۰/) باب ثبوت النسب، مطبوعه مکتبه امدادیه ملتان پاکستان، البحر کوئٹه ص۱۵۷ ج۴ باب ثبوت النسب، النهر الفائق ص۴۹۳ ج۲ باب ثبوت النسب، عباس احمد الباز.

محارم سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے، وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت النسب ہوتی ہے: ولا حد ایضاً بشبهة العقد ای عقد النکاح عنده ای الامام کوطء محرم نکحها وقالا ان علم الحرمة حد وعلیه الفتویٰ خلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتویٰ علیه اولٰی قاله قاسم فی تصحیحه لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتویٰ وحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مرّ اهـ درمختار کتاب الحدود (قوله کوطء محرم نکحها) ای عقد علیها اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسباً و رضاعاً وصهریةً اهـ (قوله وقالا الخ) مدارا لخلاف علی ثبوت محلیة النکاح للمحارم وعدمه فعنده هی ثابتة علی معنی انها محل لنفس العقد لا بالنظر الی خصوص عاقد بقبولها مقاصده من التوالد فاورث شبهة ونفیاها علیٰ معنی انها لیست محلا لعقد هذا العاقد فلم یورث شبهة وتمامه فی الفتح والنهر اهـ رد المحتار[1] ص: ۳۳۶، ج:۳، والمسئلة مذکورة فی رد المحتار[2] ص ۵۷۴/ ج ۲/ ص[3] ۹۹۹/ ج ۲/.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح فاسد میں ثبوت نسب

سوال: – مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح کے بعد جو اولاد پیدا ہو ان کے ثبوت نسب کے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۲/ ج ۶/مطبوعه کراچی ص ۲۳/ج ۴/ کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد، النهر الفائق ص ۱۳۹ ج۳ کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد، فتح القدیر ص ۲۶۰ ج۵ باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه، دار الفکر.

[2] شامی زکریا ص ۱۹۷/ج ۵/باب العدة ،مطبوعه کراچی ص ۵۱۶/ج۳/.

[3] شامی کراچی ص ۱۳۱/ج ۳/مطلب فی النکاح الفاسد.

متعلق حسب ذیل چند عبارتیں نظر سے گذریں (۱) ولو طلقها ثلاثاً ثم تزوجها قبل ان تنكح زوجاً غيره فجائت منه بولد ولا يعلمان بفساد النكاح فالنسب ثابت وان كا ن يعلمان بفساد النكاح ثبت النسب ايضاعند ابى حنيفة رحمة اللّٰه عليه كذا فى التتارخانية ناقلاً عن تجنيس الناصرى عالمگيرى ص ۵۴۰/ ج ۱/ فى ثبوت النسب.

(۲) ويثبت نسب ولد مبتوتة ولدته لاقل منهما لا لتمامهما الا بدعوة واعترض بان الزوج اذا وطى بشبهة معتدة من طلاق ثلاث او علٰى مال فاتت بولد لا يثبت نسبه وان ادعاه نص علٰى ذٰلک فى كتاب الحدود نقاية ص ۵۷۳/ ج ۱/ فصل ثبوت النسب.

(۳) ويكون شبهة الفعل فى مطلقة ثلاثاً وهى فى العدة فلا يحد الواطى ان ظن انها تحل ، قيد به لانه لو قال ظننت انها لا تحل لى يحدو لهٰذا لوجاءت بولد لايثبت نسبه وان ادعاه نقايه ص ۳۳۸/ ج ۲/ حدود.

(۴) والمبتوتة اذا جائت لتمام سنتين لم يثبت الا ان يدعيه هدايه ص ۴۰۷/ ثبوت نسب.

(۵) كما يثبت بلادعوة فى مبتوتة جاءت لاقل ولو تمامها لا يثبت النسب الابدعوة لانه التزمه وهى شبهة عقد ايضاً درمختار ص ۸۵۸/ ج ۲/ ثبوت النسب .

(۶) والشبهة نوعان ،فى الفعل ،فى المحل، النسب يثبت فى الثانية اذا رد علٰى الولد ولايثبت فى الاولٰى وان ادعاه فشبهة الفعل فى ثمانية منها. المطلقة ثلاثا وهى فى العدة مع اختصار هدايه ۴۸۸/ حدود.

مذکورہ عبارات میں فصل ثبوت النسب میں درمختار، ہدایہ، نقایہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال کے بعد ولد ہونے کی صورت میں شوہر اگر دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہوگا، ورنہ نہیں،

نقایہ وہدایہ کی حدود کی عبارات بتاتی ہیں کہ اگر دعویٰ کرے تو بھی دوسال کے بعد ولد ثابت النسب نہیں اوران میں وھی فی العدۃ کے الفاظ موجود ہیں، عالمگیری کی مذکورہ عبارات ثبوتِ نسب کے بارے میں صاف ہیں اور شوہر فساد نکاح جانتا ہو تو بھی امام صاحب اس کا نسب ثابت مانتے ہیں، اس لئے مہربانی فرما کر تفصیلاً جواب تحریر فرمائیں، اس شکل میں نسب ثابت ہوگا، یا نہیں، اور اولاد میراث کی مستحق ہوگی، یا نہیں اس باب میں فتویٰ امام صاحب کے مذہب پر ہے یا صاحبین کے قول پر موجودہ صورت میں جب کہ رجل مذکور فوت ہو چکا ہے، تو اس کا بھی پتہ نہیں کہ فساد نکاح جانتا تھا یا نہیں تتمۂ ثانیہ امداد الفتاویٰ ص ۵۷ر میں حکیم الامت نے نکاح محارم میں عدم ثبوت نسب کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا مع دلائل کے صراحۃً تحریر فرمائیں کہ نسب ثابت ہوگا یا نہیں صاحب ہدایہ نے جس قول کو ترجیح دی ہے اس کا بھی حوالہ عنایت فرما کر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مطلقہ مغلظہ سے بغیر تحلیل نکاح شبہۃ العقد اور نکاح فاسد ہے عدم علم بالحرمت کی صورت میں بالاتفاق نسب ثابت ہوجاتا ہے، علم بالحرمت کی صورت میں اختلاف ہے، امام صاحب ثابت مانتے ہیں صاحبینؒ نفی فرماتے ہیں پھر تصحیح اور افتاء میں فقہاء کے دو قول ہیں، بعض نے امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے صاحبینؒ کے قول پر: **لاحد ایضاً بشبهة العقد ای عقد النکاح عنده ای الامام کوطی محرم نکحها وقالا ان علم الحرمة حُدَّ وعلیه الفتویٰ، خلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتویٰ علیه الاولٰی قاله قاسم فی تصحیحه لکن فی القهستانی عن المضمرات علٰی قولهما الفتویٰ وحررها فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مر اھ درمختار قوله کوطی محرم نکحها ای عقد علیها اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهریة واشار الٰی انّه لو عقد علٰی منکوحة الغیر او معتدته او مطلقة الثلاث او امة علٰی حرة اوتزوج مجوسیة اوامة بلااذن سیدها**

او تزوج العبد بلا اذن سیدها اوتزوج خمساً فی عقدة فوطئهن او جمع بین اختین فی عقدة فوطئهما او الاخیرة لو کان متعاقباً بعد التزوج فانه لا حد بالاتفاق علٰی الاظهر اما عنده فظاهر واما عندهما فلان الشبهة انما تنتفی عندهما اذا کان مجمعاً علٰی تحریمه وهی محرمة علٰی التابید بحرا هـ رد المحتار[1] کتاب الحدود ص۱۵۸ /ج۲/ وفی مجمع الفتاویٰ تزوج المطلقة ثلاثاً و هما یعلمان بفساد النکاح فولدت فی الحاوی انه لا یجب الحد عنده ویثبت النسب خلافاً لهما کما تزوج بمحارمه ودخل بها ا هـ منحة الخالق[2] حاشیة البحر ۱۵۰ / ج۵/ والمسئلة مذکورة فی فتح القدیر[3] ص ۱۴۸ / ج۴/ وفاسد النکاح فی ذٰلک ای فی ثبوت النسب کصحیحه قهستانی اه درمختار[4] اول ثبوت النسب ، یہاں تک نفس ثبوت نسب کے متعلق کلام ہے رہا وراثت کے متعلق سوطحطاوی نے ابوسعود سے وراثت کا انکار نقل کیا ہے، علامہ حصکفیؒ باب المہر میں فرماتے ہیں: ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطئی لا لغیره ولم یزد علٰی المسمّٰی وکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا، وتجب العدة بعد الوطئی لا لخلوة للطلاق لاللموت من وقت التفریق ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوة اهـ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۲/ج۶/مطبوعه کراچی ص ۲۳/ج۴/کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد، البحر کوئٹه ص ۱۲ ج۵ کتاب الحدود، النهر الفائق ص ۱۳۶ ج۳ باب الوطء الذی یوجب الحد، عباس احمد الباز مکة المکرمة.

[2] منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص: ۱۵، ج:۵، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدودو الذی لا یوجبه، مطبوعه کوئٹه، تبیین الحقائق مع شلبی ص ۱۷۹ ج۳ کتاب الحدود، مکتبه امدادیه ملتان.

[3] فتح القدیر ص ۲۵۳/ ج۵/ کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحدو الذی لا یوجبه. مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] الدر المختارعلی الشامی زکریا ص ۲۳۱/ ج۵/ مطبوعه کراچی ص ۵۴۰/ ج۳/ اول ثبوت النسب.

درمختار مختصراً قوله ویثبت النسب اما الارث فلا یثبت فیه وکذا النکاح الموقوف عن ابی السعود اھ شامی[1] ص ۳۶۱/ ج ۲/ اور ہدایہ[2] آخر ثبوت نسب میں ہے۔

ومن قال لغلام هو ابنی ثم مات فجاء ت ام الغلام وقالت انا امرأته فهی امرأته وهو ابنه یرثانه وفی النوادر جعل هٰذا جواب الاستحسان والقیاس ان لا یکون لها المیراث لان النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد وبالوطئی عن شبهة وبملک الیمین فلم یکن قوله اقراراً بالنکاح وجه الاستحسان ان المسئلة فیما اذا کانت معروفة بالحریة ولکونها ام الغلام والنکاح الصحیح هو المتعین کذلک وضعاً وعادة اھ اس پر علامہ اکمل فرماتے ہیں واعترض بانّه ینبغی ان لا یکون لها المیراث فی الاستحسان ایضاً لان هٰذا النکاح یثبت له اقتضاء فیثبت بقدر الضرورة وهو تصحیح النسب دون استحقاق الارث واجیب بان النکاح علٰی ما هو الاصل لیس بمتنوع الٰی نکاح هو سبب لاستحقاق الارث ونکاح لیس بسبب له فلما ثبت النکاح بطریق الاقتضاء ثبت ما هو من لوازمه اللتی لا تنفک عنه شرعاً اھ عنایہ[3] ص ۳۱۳/ ج ۳/ هٰکذا فی الفتح القدیر[4] ص ۳۱۳/ ج ۳/ وتبیین الحقائق[5] ص ۴۶/ ج ۳/

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۷۷/ ۲۷۴/ ج۴/ مطبوعه کراچی ص۳۴/ ۱۳۱/ ج۳/ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۰ ج ۱ الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه، النهر الفائق ص ۲۵۲ ج ۲ کتاب النکاح، باب المهر، مکتبه عباس احمد الباز مکة المکرمة.

[2] هدایه ص ۴۳۳/ ج ۲/ آخر ثبوت النسب، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[3] عنایة علی هامش فتح القدیر ۳۶۵، ج:۴، آخر ثبوت النسب،مطبوعه دارالفکر بیروت.

[4] فتح القدیر ۳۶۶، ج:۴، آخر ثبوت النسب، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[5] تبیین الحقائق ص ۴۶/ج۳/ آخرثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان.

والبحر الرائق[1] ص ۱۷۹/ ج ۴/ ورد المحتار[2] ص ۶۴۶/ ج ۲/ والبناية[3] ص ۴۴۷/ ج ۲/ (قوله ويثبت النسب فی النكاح الفاسد) للاحتياط عينی، ولا توارث بين الزوجين فی الفاسد والموقوف اهـ فتح المعين[4] باب المهر ص ۶۴، ج ۲/.

سوال میں جو عبارت منقول ہیں ان میں سے پہلی عبارت اپنے مدعیٰ میں نص ہے، لیکن حکم میراث سے اس میں تعرض نہیں بقیہ عبارات سے ضمناً بالالتزام ثبوت نسب کا مسئلہ مستفاد ہوسکتا ہے، صراحۃً نہیں، جب کہ امام صاحب کے نزدیک علم بالحرمت وعدم علم بالحرمۃ ہر دو کا ایک ہی حکم ہے، تو شخص مذکور کے متعلق تحقیق وعدم تحقیق مساوی ہے، البتہ صاحبین کے نزدیک چونکہ حکم میں تفاوت ہے، اس لئے ذریعۂ علم مفقود ہونے کی صورت میں حتی الوسع صلاح پر عمل کیا جاوے گا، اور کہا جائے گا، کہ یہ نکاح عدم علم بالحرمۃ کی شکل میں ہوا ہے، جیسا کہ ظاہر حال مسلم کا تقاضا ہے کہ وہ اقدام علی الحرام نہیں کرتا: وحمل فعل المسلم علیٰ الصحة والحل واجب ما امكن (الا ان تقوم البينة) مبسوط[5] ص ۷۴/ ج ۱۷/ تتمه امداد الفتاویٰ[6] ص ۱۵۷/ میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ذکر کیا ہے اور بھی بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] البحر الرائق ص ۱۶۵/ ج ۴/ آخر ثبوت النسب، مطبوعه كوئٹه.

[2] ردا لمحتار زكريا ص ۲۴۳/ ج ۵/ مطبوعه كراچی ص ۵۴۹/ ج ۳/ باب ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت النسب من الصغيرة.

[3] البنايه ص ۳۶۷/ ج ۵/ باب ثبوت النسب، طبع لاهور.

[4] فتح المعين ص ۶۲/ ج ۲/ باب المهر قبيل مطلب مفهوم المخالفة ليس بحجة فی كلام الشارع. مطبوعه مصر.

[5] مبسوط سرخسی ۷۴/ ج ۱۷/ كتاب الدعوی، باب اختلاف الاوقات فی الدعویٰ وغير ذلک، مطبوعه دارالفكر بيروت، قواعد الفقه ص ۶۳ قاعده ۵۲، اشرفی بكڈپو ديوبند.

[6] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۴/ ج ۲، طبع زكريا ديوبند.

بیویوں کا تبادلہ ہوگیا تین بچے ہونے پر علم ہوا تو ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال:- بکر کی شادی پانچ کوس کے فاصلہ پر شمیمہ خاتون سے ہوئی، اب لڑکی والوں نے شمیمہ نام کی دوسری لڑکی کو بکر کے یہاں رخصت کر دیا ہے، بکر کو اس وقت معلوم ہوا جبکہ تین بچے ہوگئے تھے، تو اب بکر کیا کرے؟ اور بکر والی شمیمہ زید کے یہاں بھیج دی، اس کے دو بچے ہوئے، تو اب دونوں کو بدلہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور جو بچے ہیں وہ حرامی کہلائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور بکر دونوں اپنی اپنی اصل منکوحہ شمیمہ کو طلاق دیدیں، پھر جو شمیمہ جس کے پاس غلطی سے پہنچادی گئی، اور ہر ایک کے بچے ہوگئے ہیں، دونوں اسی شمیمہ سے نکاح کرلیں، باقی یہ بہت حیرانی کی بات ہے کہ صرف پانچ کوس کے فاصلے پر شادی ہوئی، اور ایک شمیمہ دوسری شمیمہ سے بدل گئی، اور تین بچوں کی ماں ہونے پر پتہ چلا، اس سے پہلے خبر ہی نہیں ہوئی، کہ جس سے نکاح کیا تھا وہ نہیں ہے، کیا دونوں کے والد کا نام بھی ایک ہی تھا؟ اور کیا دونوں کی شادی بھی ایک ہی روز ہوئی تھی؟ یا لڑکی والوں نے عمداً ایسا کیا ہے؟ اگر انہوں نے اپنی لڑکی کو بغیر نکاح کئے ایک اجنبی شخص کے حوالہ کر دیا، اور اس کو حرامکاری میں مبتلا کیا تو وہ پرلے درجہ کے دیّوث اور بے غیرت ہیں۔ بہرحال وہ اولاد مستحق میراث نہیں ہوگی۔ ''**لأن الاولاد للفراش وهو ليس بثابت**''[1] لاعلمی کی وجہ سے شوہر کو زانی قرار دے کر مستحق رجم نہیں کیا جائے گا، اور

---

[1] حكى في المبسوط أن رجلا زوج ابنيه بنتين فأدخل النساء زوجة كل اخ على اخيه فأجاب العلماء بأن كل واحد يجتنب اللتى اصابها وتعتدالى زوجهاو أجاب ا بوحنيفةؒ بأنه اذا رضى كل واحد بموطؤته يطلق كل واحد زوجته ويعقد على موطؤته ويدخل عليها للحال لأنه صاحب العدة ففعلا كذالك ورجع العلماء الى جوابه ،شامی کراچی ج ۳/ص ۵۰۷/ مطلب حكاية ابى حنيفة فى الموطؤةبشبهة،باب العدة.

واقعتہً فراش ثابت نہ ہونے کی بناء پر ان بچوں کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۰ھ

مشترکہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اور جاریہ، زانیہ، منکوحہ کا فرق

سوال:- اگر ایک لونڈی دو آدمیوں کی شرکت میں تھی اور اس کو بچہ پیدا ہوگیا، اور اگر دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہوجائے گا اور یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی، اور وہ دونوں پر دونوں کے لئے نصف مہر واجب ہوگا، زید اس سے لے گا نہ وہ اس سے اشراقِ نوری ترجمہ قدوری ص:۱۸۳، سطر نمبر:۶، اشکال یہ ہے کہ ایک لونڈی سے دو شخص کیسے مجامعت (صحبت) کریں گے، بیک وقت دونوں صحبت کریں گے تو کیا زنا کا حکم نہیں لگے گا؟ کیا بیک وقت دونوں کی صحبت جائز ہوگی؟ اگر ہوگی تو کیونکر دونوں کا نسب ثابت ہوگا، جب کہ ایک شیخ ہو دوسرا سید؟ کیا اس زمانہ میں لونڈی خریدنا جائز ہے؟

(۲) ایک شخص نے ایک زانیہ سے صحبت کی، اور ایک رقم اس کو دیدی جو پہلے طے کر چکا تھا، مثلاً پانچ روپئے یا پانچ سو روپئے، کیا یہ مہر کی رقم کہلائی جاسکتی ہے اور اس پر زنا کا جرمانہ ہوگا، یا نہیں؟ اور حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ زانیہ اور جاریہ میں کیا فرق ہے؟ جاریہ اور منکوحہ میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مشترکہ لونڈی سے اس کے کسی مولیٰ کو بھی مجامعت کی اجازت نہیں[۱] اگر وطی بالشبہ

---

[۱] لأن البضع لا يحل إلا بكمال ملك اليمين أو ملك النكاح ولهٰذا لا يحل وطء الجارية المشتركة والمكاتبة، تاتارخانية ص۳۸۷ ج۴ كتاب العتاق، الفصل الثانى عشر فى أمهات الأولاد، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

کر لی تو حد لازم نہیں: لان الحدود تندرء بالشبهات.[1] اور جب کہ دونوں نے وطی بالشبہ کر لی اور پھر نسب کے دعویٰ کو فراش قائم ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے کسی پر حد لازم نہ ہوگی اور نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا، پھر نصف نصف مہر ہر ایک پر لازم کر کے تقاصی کا حکم کر دیا جائے گا،[2] بچہ کو شیخوخت کا شرف بھی حاصل ہوگا، اور سیادت کا شرف بھی، آج کل ہمارے ملک میں شرعی لونڈی موجود نہیں، پس کسی لڑکی کی خرید وفروخت جائز نہیں۔[3]

(۲) یہ رقم شرعاً مہر نہیں،[4] زنا کا گناہ ذمہ میں رہے گا، حدِ زنا جاری ہونے کے شرائط موجود نہیں،[5] منکوحہ جس سے عقدِ شرعی کیا گیا ہے، جو کہ فراشِ قوی ہے، جاریہ جس پر شرعی طریقہ سے

---

[1] الاشباه والنظائر ص ۱۹۳ / القاعدة السادسة الحدود تندرو بالشبهات. مطبوعه دارالعلوم ديوبند، در مختار على الشامى زكريا ص۲۵ ج۶ باب الوطء الذى يوجب الحد الخ، هداية ص۵۱۳ ج۲ باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] واذا كانت الجارية بين شريكين فجاءت بولد فادعاه احدهما ثبت نسبه منه. وان ادعياه معاً ثبت نسبه منهما وكانت الامة ام ولدلهما وعلى كل واحد منهما نصف العقر قصاصا بماله على الاخر. هدايه ص ۴۷۷/ج۲/ باب الاستيلاد، مطبوعه دارالكتاب ديوبند. البحرالرائق ص۲۷۴/ ج۴/ باب الاستيلاد، مطبوعه كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر ص۲۵۶، ۲۵۷ ج۲ كتاب الإعتاق، باب الإستيلاد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] البيع بالميتة والام باطل وكذا بالحر لإنعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال، فإن هذه الأشياء لا تعد مالاً عند احد الخ، هدايه ص ۴۹ ج۳ باب البيع الفاسد، مطبوعه ياسر نديم، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۱۷ ج۳ باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[4] ثم عرف المهر فى العناية بأنه إسم للمال الذى يجب فى عقد النكاح على الزوج فى مقابلة البضع إها بالنسبة أو بالعقد، شامى زكريا ص ۲۳۰ ج۴ أول باب المهر، عناية على هامش الفتح القدير ص۳۱۶ ج۳ باب المهر، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص ۲۲۹ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[5] فمن قذف بصريح الزنا فى دارالاسلام وقال الشامى اخرج دارالحرب لانقطاع الولاية، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۱۵۱ / ج۵/ مطبوعه كراچى ص ۴۸۴/ ج۳/ باب اللعان، هداية ص۵۱۷ ج۲، باب الوطء الذى يوجب الحد ومالايوجبه طبع ياسر نديم ديوبند، زيلعى ص ۱۸۲ ج۳ باب الوطء الذى يوجب الحد الخ طبع امداديه ملتان.

مِلک حاصل ہوگئی ہو جو کہ فراشِ ضعیف ہے، بچہ پیدا ہونے پر دعویٰ کرنے سے نسب ثابت ہو جائے گا[1] زانیہ جو کہ اجنبیہ ہو کہ اس سے نہ نکاح کیا گیا ہو اور نہ اس پر مِلک حاصل ہو[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ارتکاب معصیت سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال:- زید ایک عورت پر عاشق ہو گیا، اور عورت زید پر عاشق ہوگئی، نیز عورت شادی شدہ ہے، اور اپنے شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی، عورت اپنے گھر سے بھاگ کر زید کے گھر چلی آئی، زید نے بغیر نکاح کے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کرنی شروع کر دی، یہاں تک کہ اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہو گیا (ولدالزنا) اس کا شوہر بار بار بلانے کے لئے آیا، لیکن عورت اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کر رہی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اگر عورت کو اس شوہر سے طلاق دلا دی جائے، اور عدت گزر جائے، تو پھر زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ درست ہوگا یا نہیں، اگر درست ہوگا تو پھر اس ولدالزنا کو کیا جائے گا، اگر زید کے گھر رہتا ہے تو حرامی کی نسل بڑھتی چلی جائے گی، اس مسئلہ کا اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں؟

---

[1] الفراش علی اربع مراتب ضعیف وھو فراش الامة لا یثبت النسب فیه الا بالدعوة. وقوی وھو فراش المنکوحة ومعتدة الرجعی فانه فیه لا ینتفی الا باللعان الخ. شامی زکریا ص ۲۴۵/ ج۵/ مطبوعه کراچی ص ۵۵۰/ ج۳/ باب ثبوت النسب، مطلب الفراش علی اربع مراتب.

[2] الزنا الموجب للحد وطء مکلف ناطق طائع فی قبل مشتهاة خال عن ملکه ای ملک الواطی. الدر المختارعلی الشامی زکریا ص۶/ ج۶/ مطبوعه کراچی ص۴/ ج۴/ کتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لا یختص بما یوجب الحد، هدایة ص۵۱۳ ج۲ باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی شرح کنز ص۱۷۵ ج۳ باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ حالت سخت مصیبت کی حالت ہے، لہٰذا پہلے تو اس عورت کو اس شخص سے الگ کرایا جائے، پھر شوہر طلاق دیدے، پھر عدت تین ماہواری گزارے[1] تب اس شخص سے نکاح کردیا جائے، جس کے پاس وہ اب ہے، جو بچہ اس شخص کے مکان پر پیدا ہو چکا ہے، جس سے شادی نہیں ہوئی، وہ بچہ اس شخص کا نہیں کہلائے گا، اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، جو بچہ ارتکاب معصیت سے پیدا ہو، وہ اس سے ثابت النسب نہیں ہوتا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ولد زنا کا نسب

سوال:- زید کا تعلق ناجائز حمیدن سے تھا زید کے نطفہ سے اس تعلق ناجائز کے درمیان ایک لڑکا بکر پیدا ہوا بعدہ حمیدن سے زید نے (نکاح) عقد کرلیا تو کیا زید کی پہلی بیوی کا لڑکا عمر بکر کا سوتیلا بھائی کہلائے گا، اور عمر کی اولاد بکر کی بھتیجہ بھتیجی ہوئے کہ نہیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا: عَنْ عَمْرِ وبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ اِنَّ فُلاَنَاً اِبْنِىْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهِ فِىْ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَدَعْوَةَ فِىْ الْاِسْلاَمِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ

---

[1] يجب على القاضى التفريق بينهما وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفريق، در مختار على الشامى زكريا ص ۲۷۶ ج۴ باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۹، ۱۷۲ ج۳ باب المهر، النهر الفائق ص ۲۵۲، ۲۵۵ ج۲ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من حديث عائشة مرفوعاً اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِالْحَجَرُ بخارى شريف ص ۱۰۰۱/ كتاب الفرائض، باب من ادعى اخاً الخ. بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے، اور زانی کے لئے پتھر (رجم) ہے۔

اَلْحَجَرُ. رواہ ابوداؤد اھ مشکوٰۃ شریف[1] ص ۲۸۱ / لیکن جورشتے نکاح کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں، وہ سب زنا کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں: وتثبت (حرمة المصاهرة) بالوطئ حلالاً کان او عن شبهة او زنا کذا فی فتاویٰ قاضی خاں اھ عالمگیری[2] ص ۲۱۴/ ج ۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

اولادِ زنا میں ثبوتِ نسب

سوال: – زانیہ کی اولاد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے، اور وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث الحرام لا یفسدا لحلال سے پیش کرتے ہیں، اور بعض صحابہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے، تو چونکہ صحابہ اور ائمہ میں اختلاف ہے، اس لئے اگر کوئی امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر عمل کرلیا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس عورت کے شوہر نہ ہو اس کے جو اولاد ہوگی وہ اولادِ زنا ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں،

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۷، باب اللعان، الفصل الثالث مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، باب الولد للفراش، طبع اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش، طبع دیوبند.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۷۴ ج ۱ کتاب النکاح، القسم الثانی المحرمات بالصهرية، فتاوی قاضیخاں علی الهندية کوئٹہ ص ۳۶۰ ج ۱ باب فی المحرمات، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۳۰ ج ۳ باب المحرمات.

لقولہٖ علیہ السّلام اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . بخاری شریف[1] اگر اس کے شوہر ہے، یا وہ عدت میں ہے، اس کے جو اولاد ہو، اس کو کلیۃً حتمی طور پر اولادِ زنا نہیں کہا جائے گا[2] سائل نے اس مسئلہ میں ''عمل'' کو دریافت کیا ہے، تو تشریح طلب بات یہ ہے کہ کس کی دلیل کے تحت وہ کیا عمل کرنا چاہتا ہے، وہ سامنے آئے تو غور کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۱ھ

جو عورت غیر مسلم سے حاملہ ہو جائے اس کا حکم

سوال:- اس بدامنی کے زمانہ میں بہت سی مسلم مستورات ہندو جبراً لے گئے اور ان کو اپنے گھر رکھا اور ان سے زنا کیا کچھ مستورات واپس ہوئی ہیں ان میں سے چند حاملہ ہیں، اب بچہ پیدا ہونے کے بعد حرامی ہوگا؟ یا حلالی؟ اور ایسا حمل ساقط کرانے میں گناہ تو نہ ہوگا؟ اور وضع حمل کی صورت میں بچہ کا کیا کیا جائے گا؟ مع دلائل کتب فقہ تحریر فرمایئے عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مستورات کے شوہر موجود نہیں بلکہ وہ کنواری یا بیوہ ہیں ان کے بچوں کے متعلق تو حلالی ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں، لیکن جن کے شوہر موجود ہیں ان کے بچوں کو قطعی طور پر حرامی کہنے کا کسی کو حق نہیں کیا بعید ہے کہ جس وقت ان مستورات کو ہندو جبراً لے گئے وہ اسی وقت اپنے شوہروں سے حاملہ ہوں اور بحالت حمل زنا کی نوبت آئی ہو، بہرحال ایسے بچوں کا نسب ان زانیوں

---

[1] بخاری شریف ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/مطبوعہ اشرفیہ دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، باب الولد للفراش، طبع اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع باب ما جاء الولد للفراش، مطبوعہ دیوبند.

ترجمہ حدیث: حضرت نبی ﷺ کا ارشاد ہے بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے لئے رجم ہے۔

[2] شامی کراچی ص ۵۱۶/ ج۳/ شامی زکریا ص ۱۹۷ ج۵/ مطلب فی النکاح الفاسد والباطل.

سے ہرگز ثابت نہیں ہوگا: لقوله عليه السلام اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ الحديث[1]) جب تک حمل میں جان نہ پڑی ہو اس کا ساقط کرانا ضرورۃً درست ہے، بلاضرورت گناہ ہے، اور جان پڑنے کے بعد بالکل جائز نہیں، جب بچہ پیدا ہوجائے اس کی شفقت کے ساتھ پرورش کی جائے اسلامی تعلیم دی جائے غرض جو معاملہ دوسرے مسلم بچوں کے ساتھ ہوتا ہے، وہی اس کے ساتھ ہوگا۔ **هل يباح الاسقاط بعد الحمل نعم يباح مالم يتخلق منه شئ ولن يكون ذلك الا بعد مائة وعشرين يومًا وهذا يقتضى انهم ارادوا بالتخليق نفخ الروح وفى كراهية الخانية ولا اقول بالحل الىٰ قوله فلا اقل من ان يلحقها اثم هنا اذا اسقطت بغير عذر اهـ قال ابن وهبان ومن الاعذار ان ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لابى الصّبى ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاكه اهـ** شامی[2] ص ۵۲۲/ ج ۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

بغیر نکاح کے عورت رکھنے سے اسکی اولاد ثابت النسب نہیں

سوال:- بکر نے بغیر نکاح کے عورت رکھی ہے، اور کچھ دنوں کے بعد زید کی شادی ہوتی ہے، تو بکر قاضی بن کر جاتا ہے اور زید کا نکاح پڑھاتا ہے، سوال یہ ہے کہ زید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ نیز بکر کی اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟

---

[1] بخاری ص ۱۰۰۱/ ج۲/ حدیث نمبر ۶۵۰۸/ مطبوعه اشرفیه دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۳۱۰ ج ۱ کتاب الطلاق، الولد للفراش، طبع اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء الولد للفراش، طبع دیوبند.

ترجمہ حدیث: حضرت نبی اکا ارشاد ہے بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے لئے رجم ہے۔

[2] شامی کراچی ص ۱۷۶/ ج۳/ مطبوعه زکریا ص ۳۳۵/ ج۴/ باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم اسقاط الحمل، فتح القدیر ص ۴۰۱ ج۳، باب نکاح الرقیق، البحر کوئٹه ص ۲۰۰ ج۳ باب نکاح الرقیق، دار الفکر.

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر کا بغیر نکاح کئے ہوئے عورت کو رکھنا سخت معصیت ہے[۱] اس کے باوجود اس نے جو زید کا نکاح قاضی بن کر پڑھایا تو اس کی غلط حرکت مذکورہ کی وجہ سے وہ نکاح غلط نہیں ہوا بلکہ وہ نکاح صحیح ہے، زید کی اولاد ثابت النسب ہوگی[۲] بکر کے اگر بغیر نکاح کے اولاد ہوگئی، تو وہ بکر سے ثابت النسب نہیں ہوگی[۳] بکر کے ذمہ لازم ہے کہ توبہ کرے، اور بغیر نکاح کے عورت کو نہ رکھے، یا نکاح کرے اگر وہ عورت بغیر شوہر کے ہو، یا فوراً الگ کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۷/۶/۹۶ھ

ناجائز حمل کس کی طرف منسوب ہو ؟

سوال:- ایک شادی شدہ عورت ہے جس کا شوہر پردیس میں رہتا ہے، اس کے پیٹ میں ناجائز حمل ہے، دریافت کرنے پر اس نے دیور کا حمل بتلایا ہے، اور اس کا دیور بھی شادی شدہ ہے، وہ انکار کرتا ہے، اب اس عورت کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی ہے، اب اس عورت کو کس کے ٹھکانے لگایا جائے؟

---

[۱] الخلوة بالا جنبيه حرام ،الدرالمختار على هامش ردالمحتار كراچى ج۶/ص ۳۶۸/ كتاب الحظر والاباحة،فصل فى النظر والمس، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۲۰۳ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الخطر والإباحة، الفن الثانى مطبوعه مكتبة اشاعت الإسلام دهلى.

[۲] چونکہ نکاح میں گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول اصل ہے، وہ یہاں پایا گیا، لہذا نکاح صحیح ہوگیا، النكاح ينعقد بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر "إلى أن قال" وشرط حضور شاهدين، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۶۹، ۸۷ ج۴ كتاب النكاح، سكب الانهر على هامش مجمع الأنهر ص۴۶۷، ۴۷۲ ج۱ كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] فالوطء فيه زنالايثبت به النسب ،شامى زكريا ج۵/ص ۲۵۲ باب العدة، قبيل باب الحضانة.

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت ومرد اگر دونوں ہی اقرار واتفاق کرلیں کہ یہ بچہ زنا کا ہے، تب بھی بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہ ہوگا۔ "اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ کمافی الحدیث"[1] فراش قائم رہنے تک شوہر سے نسب منتفی نہیں ہوتا، جب تک لعان نہ ہو،[2] موجودہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس عورت کی شادی اس دیور سے ہی کردی جائے (ان لم یمنع مانع) اگر بچہ ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا، صرف حاملہ ہے، تو ثبوتِ نسب کی بحث قبل از وقت ہے، بعد الطلاق عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے،[3] حاملہ کی عدت وضع حمل ہے،[4] قبل عدت جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ ثابت النسب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

---

[1] قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُلِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ بخاری شریف ج ۱/ص ۲۷۶/ باب تفسیر المشبهات، ص ۱۰۰۱ ج ۲ طبع اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ولد صاحب فراش (شوہر) کا ہے، اور زانی کے لئے پتھر ہے یعنی اس کو رجم کیا جائے گا۔

[2] النكاح الصحيح وما هو فی معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة ولا ينتفی بمجرد النفی وإنما ينتفی باللعان، عالمگیری دار الكتاب ص ۵۳۶ ج ۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، تاتارخانية ص ۷۸ ج ۴ كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، إدارة القرآن كراچی.

[3] لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلک المعتدة، عالمگیری دار الكتاب ص ۲۸۰ ج ۱ الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التی يتعلق بها حق الغير، خانية علی الهندية ص ۳۶۶ ج ۱ باب فی المحرمات، تاتارخانية ص ۴ ج ۳، الفصل الثامن : فی بيان ما يجوز من الأنكحة الخ، مطبوعه كراچی.

[4] وعدة الحامل ان تضع حملها، عالمگیری كوئٹه ص ۵۲۸ ج ۱، الباب الثالث عشر فی العدة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۳ ج ۴ باب العدة، هداية ص ۴۲۳ ج ۲ باب العدة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفدہم

حق پرورش

حق حضانت

سوال:- ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا ہے اور اس کے ساتھ دو لڑکیاں ہیں بعد آٹھ یا دس سال کے لڑکیوں کا دادا یا چچا لڑکیوں کو لینے کے لئے آیا کہ ہماری لڑکیاں ہیں اور ہمارا حق ہے، ان لڑکیوں کو ہم کو دیدو اس مدت میں ان لڑکیوں کی پرورش میں جو خرچ ہوا ہے شریعت کے لحاظ سے کون دے گا، آیا یہ خرچ لڑکیوں کا چچا دادا دیں گے یا جس کے پاس وہ لڑکیاں پرورش پائی ہیں وہ اس کا حق تھا، اور اگر لڑکیوں کا ذکر والدہ کے نکاح کے وقت پیش آیا ہے، تب کیا حکم ہے، بیان فرمایئے مع حوالہ کتب معتبرہ بیان کیجئے۔ فقط بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکیوں کا ولی نکاح کیلئے دادا ہے ماں نہیں، اور حق پرورش اصالۃً ماں کو ہے اور جب ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو لڑکیوں کا ذی رحم محرم نہ ہو تو ماں کا حق ساقط ہو جاتا ہے، اگر نانی نہ ہو تو دادی کو ہوتا ہے، پھر بہن کو پھر خالہ کو پھر پھوپھی کو اور یہ حق لڑکیوں کے مشتہاۃ ہونے تک رہتا ہے، جس کا اندازہ نو سال ہے۔

ثبت الحضانة للام ثم ام الامّ ثم امّ الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العماة والحضانة یسقط حقها بنکاح غیر محرم والامّ والجدّة احق بها حتّٰی تحیض وغیرهما احق بها حتّٰی تشتهی وقدر بتسع وبه یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدة کذالک وبه یفتی اهـ درمختار[1] مختصر ص: ۹۰۹، ج:۳، والولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسهٖ بلا توسطة انثٰی علی ترتیب الارث اهـ درمختار[2] ص: ۴۸۰، ج: ۲، سوتیلے والدکوان لڑکیوں کے نکاح کا اختیار نہیں ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه فانه لا یملک تزویجهما اهـ هندیه[3] ص: ۲۹۴، ج: ۱، لڑکیوں کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے، اگر پہلے حکومت کے ذریعہ سے یا آپس کی مصالحت سے کچھ خرچ لڑکیوں کا مقرر ہوگیا تھا، جو دادا نے نہیں دیا اور ماں نے قرض لے کر لڑکیوں کو کھلایا ہے تب وہ بیوی اتنی مقدار خرچ لے سکتی ہے اگر پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تو نہیں لے سکتی، اسی طرح اگر مقرر ہوگیا مگر قرض لے کر نہیں کھلایا تو تب بھی نہیں لے سکتی: قضٰی بنفقة غیر الزّوجة زاد الزیعلی والصغیر ومضت مدة ای شهر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی الا ان یستدین غیر الزّوجة بامرقاضٍ فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع بل فی الذخیرة لواکل اطفالهٗ من مسئلة النّاس فلارجوع لِاُمِّهم ولو اعطوا شیئًا واستد انت شیئاً او انفقتهٗ من مالها رجعت بما زادت خانیة

---

[1] درمختار علی الشامی نعمانیه از ص:۶۳۳ تا ۶۴۰ ج۲. باب الحضانة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۶۷ تا ۱۷۰ ج۴ باب الحضانة، مجمع الانهر ص۱۶۶، ۱۶۹ باب الحضانة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] درمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۳۱۱، ج: ۲. باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، مجمع الأنهر ص۴۹۶، ۴۹۷ ج۱ باب الأولیاء والاکفاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۸ ج۳ باب الأولیاء.

[3] هندیه مجیدی ص: ۹، ج: ۲، مطبوعه کوئٹه ص: ۲۸۴، ج: ۱، الباب الرابع فی الاولیاء، تاتارخانیه کراچی ص۲۵ ج۳ الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء، المحیط البرهانی ص۵۷ ج۴ الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

اھ درمختار[1] ص: ۱۰۵۹، ج: ۲، والبسط فی الشامی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۲/۶/۶۱ھ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

حق حضانت کس کو اور کب تک ہے؟

سوال:- ایک شخص انتقال کرتا ہے اور دو بچہ اپنے بعد چھوڑے ایک لڑکا اور ایک لڑکی، چونکہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا عقد ہو گیا اور لڑکا ہنوز نابالغ بہ عمر دس گیارہ سالہ ہے، چنانچہ لڑکے کی ماں نے عقد ثانی کر لیا، اور ایسے خاندان میں عقد کیا کہ آئندہ لڑکے کی جان و مال خطرے میں ہے اور لڑکے کی بہن تا ہونے بالغ اس کی پرورش نگہبانی کے لئے ماں سے زیادہ رفیق معلوم ہوتی ہے، چونکہ لڑکے کی ماں کچھ قاصر عقل بھی ہے بذریعہ پنچایت یتیم کا مال محفوظ کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں ولی اس کی بہن ہو سکتی ہے کہ ماں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی عمر جب دس سال کی ہو گئی تو اب ماں کو اس پر حق پرورش حاصل نہیں، جہاں لڑکے کا رہنا مفید ہو ماں کے پاس یا بہن کے پاس وہیں رہے، حق پرورش سات سال کی عمر تک رہتا ہے، اس کے بعد نہیں رہتا، اگر لڑکے کی عمر سات سال سے کم ہوتی تو اس وقت تفصیل ہوتی کہ اس کی والدہ نے جس شخص سے نکاح کیا ہے اگر وہ اس لڑکے کا ذی رحم محرم نہیں تو بہن کو حق ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

---

[1] الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص ۶۸۵ ج ۲. مطبوعه کراچی ص ۶۳۳-۳۴ ج ۳، باب النفقة، مطلب فی مواضع لا یضمن فیه المفق الخ، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۴۶ ج ۱ فصل فی نفقة الاولاد، مجمع الأنهر ص ۲۰۳ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ آئندہ پر)

مطلقہ کو حق حضانت کب تک ہے

سوال:- زید جب اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو ان کی اس بیوی کے بطن سے جو اولاد صغیر ہوں ان کی پرورش کا حق کن کو ملنا چاہئے، اور کس عمر تک مثلاً ایک شخص کی تین اولاد ہیں ایک تقریباً دو ماہ عمر اور دوسرا لڑکا تقریباً چار ساڑھے چار سال کا اور تیسری لڑکی جو تقریباً چھ ساڑھے چھ سال کی ہے، آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، اس لئے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنی اولاد کو سوائے سب سے کم عمر والے کے اپنی تربیت ونگرانی میں رکھے اس لئے شرعاً اس بارے میں کہاں تک گنجائش ہے نیز فوری طور پر اگر زید پرورش کا حق کسی طرح نہ رکھ سکتا ہو تو مدت کے بارے میں لڑکے اور لڑکی کم سے کم کتنے عرصہ میں زید اپنی مطلقہ بیوی سے حاصل کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک زید کی یہ مطلقہ بیوی کسی اجنبی شخص سے نکاح نہ کرے تو خود بچوں کی والدہ کو حق پرورش ہوگا، زید کو جائز نہیں کہ بچوں کو والدہ سے علیحدہ کرے یہاں تک کہ لڑکا خود کھانے پینے پہننے، استنجاء کرنے لگے، اپنی ان چیزوں میں وہ دوسرے کا محتاج نہ رہے، اور عام طور پر بچہ سات سال کی عمر میں اس قابل ہو جاتا ہے، اور لڑکی کو والدہ سے اس وقت تک جدا کرنا درست نہیں کہ لڑکی کو شہوت ہونے لگے اور اس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے، اس کے بعد اپنی اولاد کو والدہ سے علیحدہ کرنا شرعاً درست ہے، اگر بچوں کی والدہ بچوں کے کسی ذی رحم محرم سے مثلاً چچا سے نکاح کرے تو اس سے حق پرورش ساقط نہیں ہوتا اگر کسی اجنبی شخص سے نکاح کرے گی، یا اس کی حالت ایسی ہے کہ بچوں کی طرف سے غافل ہو کر جہاں دل چاہا چلی گئی، جس سے بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ

---

۲ الحضانة تثبت للام الا ان تكون مرتدة الى قوله او متزوجة بغير محرم الى قوله والحاضنة اما اوغيرها احق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى. الدرالمختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص:۶۳۳، ۶۴۰، ج:۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص۱۶۶، ۱۶۹ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۶۷، ۱۶۹ باب الحضانة ج۴، النهر الفائق ص۵۰۰، ۵۰۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہے، تو والدہ کا حق پرورش ساقط ہوجائے گا، اور نانی، دادی، بہن، خالہ، پھوپی کو حق پرورش تربیت حاصل ہوگا، اس کے بعد والد کو حق ہوگا۔ کذا فی الدر المختار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدت حضانت شیعہ، سنی مذہب میں

سوال:- آپ نے فرمایا ایسی حالت میں لڑکی دین مذہب کو سمجھنے لگے جس کا اندازہ سات سال ہے، یا اس سے پیشتر ہی ماں کے عقائد سے متاثر ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کو ماں سے علیحدہ کرلینا چاہئے، ہندوستانی عدالتیں سنی قانون مسلمانان پر عمل کرتی ہیں، بارہ برس تک رہ سکتی ہے زوجہ کی طرف سے یہ دلیل پیش کرے کہ وہ اپنی لڑکی کو ماں کے عقائد سے متاثر کرنا نہیں چاہتا، اسلئے سات سال یا اس سے قبل ہی میں لڑکی کو اس کے پاس آجانا چاہئے تو اس کو غالباً کئی حوالے دینے پڑیں گے، تاکہ عدالت اس کی دلیل اور مطالبہ کو تسلیم کرے آنجناب نے فرمایا ہے اس مسئلہ میں شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی لازم نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا شوہر کو حق ہے کہ جس مذہب کے قانون کو چاہے اسکی پابندی کرے عورت اپنے مذہب (شیعہ) کے قانون کی رو سے صرف ۷/سال تک لڑکی کو اپنے پاس رکھے، اور شوہر اپنے سنی قانون کے مطابق ۱۲/برس سے پہلے لڑکی کو مانگ نہیں سکتا ہے، وہ تو خود یہ چاہتا ہے کہ زوجہ کے قانون یعنی شیعہ قانون پر عملدرآمد ہو کہ لڑکی اسے جلد از جلد مل سکے گی، شرعاً اسے حق حاصل ہے کہ زوجہ کے قانون پر عملدرآمد کرا سکے، لڑکی کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] تثبت للأم ولو كتابية أو مجوسية بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة فجورا يضيع الولد به أو غير مامونة بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعا او متزوجة بغير محرم الصغير ثم أى بعد الأم ام الأم ثم الأب وإن علت ثم الأخت ثم الخالات ثم العمات والحاضنة احق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء بان ياكل ويشرب ويستنجى وحده وقدر بسبع وبه يفتى والأم والجدة احق بها بالصغيرة حتى تحيض وغيرهما احق بها حتى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتى وعن محمد أن الحكم فى الأم والجدة كذالك وبه يفتى لكثرة الفساد، الدر المختار مع الشامى زكريا ۲۵۳ تا ۲۶۸ ج۵ باب الحضانة، بحر كوئٹه ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ ج۴ باب الحضانة، النهر الفائق ص ۴۹۹ تا ۵۰۳ ج۲ باب الحضانة، طبع مكه مكرمه.

جلد از جلد ماں سے لینے کیلئے وہ صرف عقائد سے متاثر ہونے کے خوف کی دلیل ہی پیش کرتا ہے، اور آیا صرف یہی دلیل کافی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ جب دین کو سمجھنے لگے ماں کے عقائد فاسدہ سے متأثر ہونے کا خوف ہو تو علیحدہ کر لینا چاہئے یہ مسئلہ عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے، میں ایک کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں اور چند کتب کے نام مع صفحہ درج کرتا ہوں تا کہ بوقت ضرورت ان کتب میں دیکھنا سہل ہو: **وقد جمع فی الهداية بين شيئين فقال مالم يعقل الاديان او يخاف ان يألف الكفر فظاهره انه اذا خيف ان يألف الكفر نزع منها وان لم يعقل دينا اهـ البحر[1] الرائق ص:۹۸۸، ج:۲، زيلعی[2] ص:۴۹، ج:۳، هدايه[3] ص:۴۱۶، ج:۴، عنايه[4] ص:۳۱۷، ج:۳، سكب[5] الانهر ص:۴۹۱، ج:۱، الدرالمختار[6] ص:۹۸۸، ج:۳**۔

اس حکم میں لڑکا اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے مجمع الانہر[7] ص:۴۹۱، ج:۱۔

مذہبِ شیعہ میں لڑکی کی حضانت کے متعلق تین اقوال ہیں، سات سال، نو سال شادی تک قول اول کو راجح اور معتبر لکھا ہے، شرائع الاسلام[8] ص:۲۵۶، شوہر کے ذمہ زوجہ کے مذہب کی پابندی

---

[1] البحر الرائق ص:۱۷۱، ج:۴، باب الحضانة. مطبوعه كراچی.

[2] زيلعی ص:۴۹، ج:۳، باب الحضانة، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] هدايه ص:۴۳۵، ج:۲، باب الحضانة، مطبوعه يا سر نديم ديوبند.

[4] عناية على فتح القدير ص۳۷۲ ج۴، كتاب الطلاق، باب الولد من احق به، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] سكب الانهر على مجمع الانهر ص۱۷۱ ج۲، باب الحضانة. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[6] الدرالمختار على الشامی نعمانيه ص:۶۳۹، ج:۲، باب الحضانة، مطلب لو كانت الاخوة او الاعمام غير مامونين.

[7] والذمية احق بولدها المسلم مالم يخف عليه الف الكفر فحينئذٍ يؤخذ عنها جارية كانت اوغلامًا لاحتمال الضرر بانتقاش اقوال الكفر فی ذهنه. مجمع الانهر ص:۱۷۱، ج:۲، باب الحضانة. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[8] البحر الزخار ص۴۵۴ ج۴ فصل فی ثبوت حق الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

لازم نہ ہونے کو جو تحریر کیا گیا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سنی مذہب میں خود اتنی تفصیل موجود ہے، یعنی ۷/سال، بلکہ اس سے پیشتر لڑکی کو والدہ سے علیحدہ کرنے کا اختیار حاصل ہے، تو پھر زوجہ کے مذہب کے مطابق مطالبہ کرنے کی کیا ضرورت کہ اس سے مذہب زوجہ کی حقانیت اور اس کی پابندی کا اعتراف عدالت کے ذریعہ سے تسلیم کرانا اور فتویٰ کے ذریعہ اس کو شرعاً حجت قرار دینا لازم آتا ہے اور عدالت میں ایک نظیر قائم ہو جاوے گی کہ سنیوں نے شیعہ مذہب کے مطابق از خود درخواست دے کر عدالت سے فیصلہ کرایا ہے اور فتویٰ بھی اس کے موافق ہے، پھر یہ کہ سنی مذہب میں سات سال سے پیشتر بھی لڑکی کو لینے کا اختیار حاصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر العلوم

حق تربیت

سوال:- بیوہ سے چار بچے ہیں، اور وہ سب کے سب نابالغ ہیں، بیوہ ان بچوں کو جبریہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے، اور ان کے حصہ کا ترکہ بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتی ہے، ان بچوں کو ان کے چچا بیوہ کی مرضی کے خلاف اگر اپنی کفالت میں رکھیں یا انکے سامان انکے ترکہ کی حفاظت کریں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ سات سال کی عمر تک تو والدہ کے پاس رہنا چاہئے[۱]، پھر اس کی تعلیم وغیرہ کی غرض سے چچا

---

[۱] والام والجدة احق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين الخ، عالمگیری کوئٹہ ج: ۱، ص: ۵۴۲، الباب السادس عشر فی الحضانة، شامی کراچی ص ۵۵۵ تا ۵۶۶ ج ۳ باب الحضانة، البحر الرائق ص ۱۶۷ تا ۱۶۹ ج ۴ باب الحضانة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

تربیت کریں، پھر بھی والدہ سے ملنے پر کوئی پابندی عائد نہ ہو، والد مرحوم کے ترکہ میں جو کچھ بچوں کا حصہ ہے، اگر اس کی حفاظت چچا بخوبی کرسکیں تو چچا کے پاس رہے، اگر والدہ زیادہ حفاظت کرسکے تو والدہ کی نگرانی میں رہے، اس کو خاندان کے بڑے اور تجربہ کار حضرات باہمی مشورہ سے تجویز کرلیں، کہ بچوں کے حق میں کیا صورت زیادہ مفید اور قابل اطمینان ہے کہ ان کا مال کس کے پاس رہنا چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ولایت نکاح چچا کو حق پرورش ماں کو حاصل ہے

سوال:- باپ کے انتقال کے بعد حق ولایت یتیم بچوں وبچیوں کا شرعاً ماں کو حاصل ہے، یا تایا و چچا کو حاصل ہے، نیز کس قسم کا حق ولایت ماں کو حاصل ہے، اور کس قسم کا تایا و چچا کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے[2]، اور ان کے نکاح کی ولایت تایا و چچا کو حاصل ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] الولاية فی مال الصغير الى الاب ثم وصيه ثم الى اب الاب ثم الى وصيه ثم الى القاضی ثم الى من نصبه القاضی الخ، تنوير الابصار على هامش ردالمحتار زكريا ص:۲۶۷، ج:۸، كتاب الوكالة، قبيل باب الوكالة بالخصوصمة والقبض.

[2] تربية الولد تثبت للام النسبية، درمختار على هامش ردالمحتار زكريا، ج:۵، ص:۲۵۴، كتاب الطلاق، باب الحضانة.

[3] والولى العصبة بترتيب الارث (يعنى اولهم الإبن وابن الابن وان سفل ثم الاب وابو الاب وان علا ثم الاخوة ثم الاعمام) وان لم يكن عصبة فالولاية للام، كنزالدقائق مع حاشية، ص:۱۰۰، باب الاوليا والاكفاء، سكب الأنهر ص۴۹۷ ج ۱ باب الأولياء والأكفاء، طبع دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۰۹ ج ۱، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

بچہ کا خرچ گذشتہ ایام کا شوہر سے وصول کرنا اور حق حضانت

سوال: -عورت کا لڑکا پونے پانچ سال کی عمر کا اس کے ساتھ ہے یہ پونے تین سال کا خرچ لڑکے کا جب سے یہ میکے بیٹھی ہے خاوند سے شرعاً وصول کرسکتی ہے یا نہیں، اور آئندہ بعد فسخ نکاح سات سال تک سوا دو سال کا خرچ بھی شرعاً لے سکتی ہے یا نہیں، اور اگر یہ عورت اپنا نکاح لڑکے کے غیر محرم سے کرے تو یہ لڑکا حقیقی نانی کی حضانت میں آئے گا، یا والد کی طرف منتقل ہوگا، اور نانی اس کا خرچ لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گذشتہ نفقہ نہیں وصول کرسکتی لیکن اگر زوجین میں معاہدہ ہوگیا تھا کہ زوجہ جو کچھ خرچ کرلے وہ شوہر سے وصول کرے اس صورت میں حسبِ معاہدہ وصول کرنا درست ہے[1] آئندہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، چاہے وہ خود خرچ کرے چاہے کسی کو اپنا وکیل بنادے لڑکے کی والدہ کو یا کسی اور کو جب یہ عورت لڑکے کے کسی غیر محرم سے نکاح کرلے تو حق حضانت اس سے ساقط ہوکر نانی کو یہ حق حاصل ہوگا[2]، والد کے ذمہ نفقہ بلوغ تک واجب ہوتا ہے سات سال کی عمر پر ختم نہیں ہوجاتا[3] حق

---

[1] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء والرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين اصنافاً، قوله والنفقة لا تصير دينا الخ اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضرا فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى المدة، فقبل ذلك لا يلزمه شئ وبعده اى وبعد القضاء او الرضاء ترجع قال فى الخانية لو اكلت من مالها او من المسألة لها الرجوع بالمفروض وكذا لو تراضيا على شيء ثم مضت مدة ترجع بها ولا تسقط، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۳۱۱،۳۱۲ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تصير النفقة دينا الخ، مجمع الأنهر ص۱۸۳، ۱۸۴ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۶، ۱۸۷ ج۴ باب النفقة.

[2] تثبت للام الا ان تكون مرتدة الى قوله او متزوجة بغير محرم الى قوله ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبى ام الام، الدرالمختار على هامش الشامى نعمانيه ص:۶۳۸، ج:۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۶۶ ج۲ باب الحضانة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضانت البتہ مفتیٰ بہ قول کی بنا پر سات سال کی عمر تک رہتا ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بعد بلوغ حق پرورش دادی وغیرہ کو ہے یا خالہ کو؟

سوال:- میری دولڑکیاں ہیں، انمیں سے ایک کو بچپن میں انکی خالہ نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد دوسری لڑکی کو بھی دل بہلانے کے واسطے رکھ لیا، جس لڑکی کو خالہ نے اولاً رکھا تھا، اس کا نکاح بھی میری اجازت بغیر کر دیا مگر میں نے اور میرے بھائیوں نے اور والدہ نے کوئی تعرض نہیں کیا کہ شاید دل شکنی ہو، دوسری لڑکی پر بھی اب تک ان کا قبضہ مخالفانہ ہے، اوراس کو بھی اپنے بہکائے میں خالہ اور خالو نے رکھ رکھا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ جو خالہ خالو کہیں وہی لڑکی کہنے لگے، اب چونکہ لڑکی جوان قابل پردہ ہو چکی اور خالو سے شریعت میں پردہ کا قانون ہے، تو میں باپ ہونے کی وجہ سے اور میرے دونوں بھائی چچا ہونے کی رو سے اور میری دونوں بہنیں پھوپیاں ہونے کی وجہ سے اور میری والدہ دادی ہونے کے بموجب نہیں چاہتے کہ ہماری جوان کنواری لڑکی خالہ اور خالو نامحرم کے گھر رہے، اگرچہ پہلے دوسری لڑکی کی بھی یہ شکل

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۶۷ ج۴ باب الحضانة.

[۳] ونفقة الطفل الفقیر علی ابیه وهو الولد حین یسقط من بطن امه الی ان یحتلم وقید بالطفل لان البالغ لا یجب نفقته علی ابیه، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۹۲ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۶۱۲ ج۳ باب النفقة، مطلب الصغیر والمکتسب، النهر الفائق ص۵۱۸ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] والحاضنة اما او غیرها احق به ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی. الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۶۴۰، ج:۲، باب الحضانة، مجمع الأنهر ص۱۶۹ ج۲، باب الحضانة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۵۰۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوچکی ہے لیکن بوجہ لاعلمی قانون پردہ ایسا ہوا حق تعالیٰ معاف کرے، اب ہم کو علم ہو چکا کہ خالو سے پردہ ہے، اگر اسکے خلاف ہم کریں تو ہمارے اور خالو کیلئے بڑی ہی بے غیرتی اور بے حیائی ہے، دنیا وآخرت میں باعث رسوائی ہے۔

(۱) اس واقعہ کے بعد چند امور ہیں ہر نمبر کا جواب مختصر اور عام فہم عنایت فرماویں۔

(۲) جو کچھ ہم نے تحریر کیا یہ ہمارا خیال درست ہے یا نہیں۔

(۳) کیا باپ اور چچاؤں دادی کو یہ حق شرعاً ہے کہ اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے آویں اور خالو کے ماتحت نہ رہنے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جی ہاں! خالو سے پردہ فرض ہے اور وہ نامحرم ہے[۱]، بشرطیکہ اس سے اور کوئی رشتہ رضاعت وغیرہ کا نہ ہو[۲]

(۲) ایسی حالت میں باپ کو لازم ہے کہ لڑکی کو اپنے پاس رکھے خالو کے پاس نہ رہنے دے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اغلاط العوام ص: ۱۵۰.

[۲] أما النظر إلى الأجنبيات إن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام، عالمگیری، دار الكتاب ص ۳۲۹ ج۵ ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وإبنته البالغة وكذا إلى كل ذات محرم برضاع أو مصاهرة الخ، عالمگیری ص ۳۲۸ ج۵ كتاب الكراهية الباب الثامن، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۲۰۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل في النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] فإذا بلغت الجارية مبلغ النساء فإن كانت بكراً كان للأب أن يضمها إلى نفسه وإن كانت ثيباً فليس له ذلك إلا إذا لم تكن مأمونة على نفسها، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۱ ج۴ باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۷۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعي شرح كنز ص ۴۹ ج۳ باب الحضانة، مطبوعه امداديه ملتان.

نانا کو پرورش میں خرچ کردہ روپیہ بچہ کے دادا سے مطالبہ کرنے کا حق

سوال:- ایک شخص نے وفات پائی اپنے پیچھے ایک لڑکا چھوڑا اور زوجہ بیوہ، کچھ عرصہ بعد زوجہ کا بھی انتقال ہوگیا مرحوم کا لڑکا اپنے دادا کے پاس پرورش پاتا رہا مگر اس کی والدہ کے انتقال کے بعد دادا نے اس کی پرورش سے انکار کردیا اور لڑکا اپنے نانا کے یہاں پرورش پاتا رہا، اس کے بعد لڑکے کے نانا نانی نے لڑکے سے کہا کہ جو خرچ ہم نے تیری پرورش پر کیا ہے اپنے دادا سے لے کر ہم کو دے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکا اپنے دادا سے یہ خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا نانا نے پرورش کرنے سے پہلے یہ شرط دادا سے کی تھی کہ اس کی پرورش میں جو خرچ ہوگا وہ تم سے لوں گا؟ اور دادا نے اس شرط کو قبول کرلیا تھا؟ اگر یہ معاہدہ ہوگیا تھا تب تو اس معاہدہ کی وجہ سے نانا کو مطالبہ کا حق حاصل ہے، اگر معاہدہ نہیں ہوا تھا تو حق حاصل نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ نانا نے خرچ کیا ہے وہ احسان ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

---

[1] هٰكذا يستفاد اذ انفق الملتقط على اللقيط من مال نفسه ان انفق بغير امر القاضى فهو ذالك متطوع وان انفق بامرا لقاضى ان كان القاضى امره بالانفاق على ان يكون دينا عليه فان ظهر له اب كان للملتقط حق الرجوع على ابيه. عالمگیری ص: ۲۸۹، ج: ۲، كتاب اللقيط، قبيل كتاب اللقطه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہیژدہم

نفقہ کا بیان

زوجہ کا نفقہ وسکنیٰ کیا شوہر کے ذمہ ہے

سوال:- ایک عورت بالغہ ہے، اپنے شوہر سے یوں کہتی ہے کہ جب تو خود کمانے کے لائق نہیں، اور جب تک تو اپنی کمائی سے نہ کھلائے گا، اور علیحدہ مکان رہنے کو نہ دے گا، تب تک اپنے باپ کے گھر سے نہ آؤں گی، اور یہ حقوق شرعاً جو تیرے ذمہ ہے میں نہیں چاہتی کہ کسی دوسرے سے اپنا حق خواہ خسر ہو حاصل کروں، لہٰذا جب تو علیحدہ مکان رہنے کو دے گا اور اپنی کمائی سے کھلاوے گا، اس وقت آنے سے انکار نہ ہوگا، لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے، کہ عورت کا مذکورہ بالا مطالبہ درست ہے، یا نہیں؟ نیز شوہر اس مطالبہ کو پورا کئے بغیر اس کے باپ کے گھر سے جبراً لے جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ کے لئے علیحدہ مکان دینا واجب ہے اور مکان سے مراد یہ ہے کہ ایک کمرہ یا کوٹھا ایسا ہو جس میں کسی دوسرے کی رہائش نہ ہو، اگرچہ صحن اور دیگر ضروریات میں دوسرے بھی شریک ہوں اگر شوہر ایسا کوٹھا نہ دے تو زوجہ کو حق ہے، کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے سے انکار کردے

اور شوہر کو حق نہیں کہ زوجہ کو دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور کرے[۱]، عورت کو یہ مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں، کہ شوہر خود اپنی کمائی سے کھلاوے، اگر اس کا باپ خرچ کا کفیل ہو جاوے اور اپنے بیٹے کو خرچ دے تب بھی کافی ہے[۲]، ایسی حالت میں شوہر کو حق ہے کہ زوجہ کو اپنے گھر لے آوے، اگر وہ نہ آوے تو نفقہ واجب نہیں ہوگا[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۱۲/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

نان نفقہ کا انتظام کب تک کرتی رہے

سوال: - زید اس دو سال کے عرصہ میں باروزگار ہوتے ہوئے بھی نفقہ وسکنی میں خسر کے سر رہا جب کہ نکاح سے قبل کہا تھا، کہ خود کفیل ہوں، تادمِ تحریر مکان کا بندوبست نہیں کیا اور نہ نان ونفقہ کا انتظام ہے، اب زوجہ اپنے میکہ میں رہتی ہے، اور مطالبہ کرتی ہے کہ نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست کرے یا ہمیں مکمل علیحدہ کر دے تاکہ دوسرے بندوبست کر سکوں، اس کا یہ مطالبہ شرعاً کہاں تک جائز ہے؟

(۲) اس مطالبہ سے علیٰحدگی پر وہ اپنے مہر واخراجات عدت وغیرہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

(۳) کب تک وہ میکہ میں رہ کر نفقہ وسکنی کے انتظام کا انتظار کرتی رہے۔

---

[۱] وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله واهلها الدرمختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۶۲/ ج ۲/ مطلب فی مسکن الزوجة، باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۵۶ ج ۱ الفصل الثانی فی السکنی، النهر الفائق ص ۵۱۴، ۵۱۵ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] فتجب ای النفقة علی زوجها ولو صغیراً جداً فی ماله لاعلی ابیه الا اذا کان ضمنها، الدرمختار علی هامش الشامی نعمانیه ص ۴۴۴ ج ۲، باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر.

[۳] اما اذا طالبها بالانتقال وامتنعت بغیر حق فلا نفقة لها، مجمع الانهر ص ۱۷۵ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الاول فی نفقة الزوجة، المحیط البرهانی ۲۷۴ ج ۴ الفصل الاول فی بیان من یستحق النفقة من الزوجات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیوی کا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے۔[۱]
(۲) مستحق ہوگی۔[۲]
(۳) جب تک برداشت کر سکے، تاہم اس کو حق ہے کہ وہ مسلم عدالت یا شرعی پنچایت کی طرف رجوع کرے اور شرعی فیصلہ وہاں سے حاصل کرائے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۸ھ

عورت کا نفقہ شوہر کے ذمّہ ہے، یا سوتیلے لڑکے کے ذمّہ؟

سوال:- ایک شخص جس کی عمر جب چار سال کی تھی تو اس کے والد کا انتقال ہوگیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ نے دوسرا نکاح کرلیا، لیکن وہ اپنی والدہ اور سوتیلے باپ کے پاس رہتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے دس بارہ سال اس کی تعلیم وتربیت کی اور وہ اپنا کھانا کھانے لگا، اس دوران اس کی والدہ کو نئے شوہر سے تین چار بچے ہوئے اور ان کو سب بچوں کو لے کر شوہر سے دور اپنے لڑکے کے ساتھ آٹھ نو سال کا عرصہ رہتے ہوگیا، اس نے ہر طرح سے ان کا خرچہ برداشت کیا، کھانے پینے سے، سوتیلے بھائی بہنوں کی تعلیم وتربیت سے ہر نقطۂ نظر سے خرچہ کیا، اس دوران اس

---

[۱] فتجب ای النفقة للزوجة بنكاح صحيح على زوجها لانها جزاء الاحتباس. (الدرا لمختار على هامش رد المحتار ص۲۷۸، ۲۸۱ ج۲) باب النفقة، مطلب اللفظ جامد ومشتق، تبيين الحقائق ص۵۰، ۵۱ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۷۳، ۱۷۴ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ويتأكد المهر عند وطئ او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما، الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۳۳ ج۴ باب المهر، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگيرى كوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانى فيما يتأكد به المهر، وتجب لمطلقة الرجعى والبائن النفقة والسكنى والكسوة الدر المختار على هامش الشامى نعمانيه ص ۶۶۹/ج۲/. باب النفقة، مطلب فى نفقة المطلقة، البحر الرائق كوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص۵۵۷ ج۱ الفصل الثالث فى نفقة المعتدة.

[۳] الحيلة الناجنزه ص ۶۱، ۶۲، حكم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

کی والدہ کے غلط رویّہ سے اس کی شادی ہوگئی اور طلاق بھی ہوگئی، اس وقت اس کی یہ تیسری بیوی ہے، جس کا والد مر چکا ہے، اور اس کی بیوہ ماں نہیں ہے تو ہوسکتا تھا، کہ اس کی بیوی کا والد بھی اپنی بیٹی کی طلاق کرالیتا، والدہ نے اپنے بچوں کو اپنی بہو کے اوپر ہمیشہ فوقیت دی اور بہو سے اکثر لڑتی جھگڑتی رہی اور اپنا سب سے زیادہ لڑکے پر حق ظاہر کرتی رہی، اور بہو کو غیر سمجھتی رہی اور بطور لونڈی معاملہ کرتی رہی، لیکن وہ شخص اس دوران اپنی والدہ کی ان بے جا حرکات سے بہت پریشان رہا، اور ابھی تک بہو سے لڑتی رہی، لیکن اب اس شخص کا جو حقیقی چھوٹا باپ ہے، جو کھاتا کماتا ہے، اس نے لڑانا شروع کردیا ہے، اور اس کا چھوٹا بھائی اپنے سوتیلے بھائی بہنوں و ماں کے خرچ کے لئے کچھ بھی نہیں دیتا ہے، تو وہ شخص اب ان چیزوں کو برداشت نہیں کرپاتا اور اس نے اپنی والدہ کو مع بچوں کے ہاتھ جوڑ کر چھوٹے بھائی کے پاس رہنے کو سوتیلے والد کے پاس رہنے کو کہہ دیا ہے اور کہا ہے کہ جو کچھ اس سے اپنے بیوی بچوں کے خرچ سے بچے گا وہ بھیجتا رہے گا، کیونکہ اب اس کی والدہ اس پر آگئی ہیں کہ اس عورت کو بھی چھوڑ دے تو کس طرح تیسری عورت کو طلاق دے سکتا ہے، کیونکہ والدہ کا رویّہ بہوؤں سے ٹھیک نہیں رہا، اور پھر اس کے دو تین بچے بھی ہیں، مطلع فرمائیں کیا والدہ کا دوسرا نکاح کرنے کے بعد بھی اس شخص کے اوپر والدہ اور اس کے سوتیلے بھائی بہنوں کا خرچ برداشت کا وجوب آتا ہے؟ اور کیا چھوٹے بھائی کے اوپر بھی وجوب آتا ہے، یا نہیں؟ چھوٹے بھائی کی پرورش بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ والدہ کا شوہر موجود ہے تو والدہ کا خرچ شوہر پر واجب ہے، اولاد پر واجب نہیں[1] ہاں اگر والدہ شوہر کے پاس رہنے کے باوجود تنگدست ہو یا شوہر خرچ نہ دیتا ہو تو پھر سب کمانے والی اولاد پر برابر خرچ واجب ہوگا[2] جن بچوں کا باپ موجود ہے، ان کا خرچ باپ کے ذمہ ہے[3] والدہ

[1] ولا یشارک الزوج فی نفقة زوجته احد حتی لو کان لها زوج معسر وابن موسر من غیر هٰذا الزوج او اب موسر او اخ موسر فنفقتها علی الزوج لا علی الاب والابن، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۳ ج ۴ فصل واما نفقة الاقارب، فصل واما سبب وجوب هٰذه النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۶ ج ۱ الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تاتارخانیه کراچی ص ۲۴۹ ج ۴ نوع آخر من نفقات الوالدین. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے مزاج میں اگر واقعۃً فتنہ ہے تو ان کو شوہر کے پاس رکھا جائے البتہ ان کا احترام بھی لازم ہوگا، گاہے گاہے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کو ہدیہ تحفہ دینا بھی اور ان کو خوش رکھنا اولاد کے ذمہ اور ذریعۂ سعادت ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۱ھ

بلا رخصتی کے وجوب نفقہ

سوال:- زید کا نکاح ہوا رخصتی عرفی نہیں ہوئی مگر خلوت ہو چکی نیز جب کبھی زید عورت کے میکے میں گیا تو اس کو خلوت کا موقع دیا گیا، مگر جب زید نے چاہا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ رکھے تو زوجہ نے انکار کر دیا کہ اتنی مدت مثلاً دو سال تک ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے اور باوجود اصرار زید کے انکار رہا، اس صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زوجہ کا نفقہ جزاء احتباس ہے جو کہ صورت مسئولہ میں مفقود ہے پس واجب نہیں ہوگا، مگر یہ رخصتی سے امتناع مطالبہ مہر کی بناء پر ہو تو واجب ہوگا: **وان امتنعت عن تسليم نفسها قبل الدخول او بعده عناية اهـ حتى يعطيها مهرها فلها النفقة لانه منع بحق فكان فوت الاحتباس لمعنٰى من قبله فيجعل كالفائت اهـ فتح القدير**[۱]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] فإن كان الاولاد ذكورا واناثا موسرين فنفقة الابوين عليهم بالسوية فى اظهر الروايتين، تاتارخانيه كراچى ص۲۴۷ ج۴ نوع آخر فى نفقة الوالدين، المحيط البرهانى ص ۳۵۰ ج۴ نوع آخر مما يجب من نفقة الوالدين، الدرالمختار على هامش رد المحتار نعمانيه ص ۶۷۶/۶۷۸/ج۲/) مطلب فى نفقة الاصول.

[۳] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير. (الدر المختار على الشامى ص: ۶۷۰، ج:۲) باب النفقة ،مطلب الكلام على نفقة الاقارب، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فى نفقة الاولاد.

(صفحہ ہذا) [۱] (فتح القدير ص ۳۸۲/ج۴/) دارالفكر، باب النفقة، الدر مع الشامى زكريا ص ۲۸۵ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير.

ص ۲۲۴/ج ۲/واذا طالبها بالانتقال وامتنعت بغير حق فلا نفقة لها اهـ مجمع الانهر[1] ص ۴۹۳/ج ۱/. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رخصتی سے قبل نفقہ

سوال:- لڑکی کئی سال سے بالغ ہے، وہ میکے میں رہتی ہے، اخراجات شوہر سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ زید کو اخراجات دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اس کو رُخصت کرا کر اپنے مکان پر لے آئے تب اس کا نفقۂ خرچہ زید کے ذمہ ہوگا[2]۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بغیر شوہر کے گھر جائے نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں

سوال:- میری شادی ۳/۲/۷۲ء کو تنویر احمد کے ساتھ ہوئی تھی، آج دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا آج تک انہوں نے میری کوئی خبر نہ لی، بلکہ کئی بار یہ چاہا کہ مجھے بذریعۂ عدالت زبردستی اپنے گھر لے جائیں، مگر خدا نے میری لاج رکھی اور میں نہ جاسکی، شادی کے بعد سے آج تک میرا کوئی خرچہ انہوں نے برداشت نہیں کیا، اور وہ کسی حد تک ناکارہ بھی ہیں، میں شریعت سے اپنا فیصلہ

---

[1] مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج ۲/) باب النفقة، مطبع عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر مع الشامی زكريا ص ۲۸۶ ج ۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الخ، هنديه كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

[2] لا تستحق النفقة اذا لم تزف فی بيت زوجها. (مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج ۲/) باب النفقة، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر المختار مع رد المحتار زكريا ص ۲۸۶ ج ۵ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، هنديه كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

چاہتی ہوں، کیونکہ میں ایک شریف عورت ہوں، پردہ نشین ہوں کیا کروں کہاں جاؤں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنے شوہر کے مکان پر موجود نہ رہیں، وہ بلانا چاہے پھر بھی نہ جائیں تو آپ کو اس سے خرچ طلب کرنے کا حق نہیں[1] موجودہ حالت میں آپ کی طرف سے بڑا ظلم ہے، آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنی غلطی کی معافی مانگیں اور شوہر کے گھر پر جا کر آباد ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۴ھ

کیا باپ کے گھر رہ کر بھی نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

سوال:- (۱) کیا زہرہ کے دورانِ قیام والدین بکر کی جانب سے حسبِ اقرار نان ونفقہ اخراجات بکر کی جانب سے واجبُ الادا ہے؟

(۲) کیا حسبِ اقرار بکر کی نصف آمدنی زہرہ کو پچھلے دو سال جو عرصہ وہ بکر کے ساتھ نہ رہی مل جانا جائز ہے، اور بکر پر واجب ہے؟

(۳) اگر مذکورہ واجبات ضروری اور واجب الاداء ہیں اور ان کی ادائیگی سے بکر کترائے تو از روئے شرع شریف اس پر کیا گناہ لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حسبِ معاہدہ وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے[2]

---

[1] لا تستحق النفقة اذا لم تزف فی بیت زوجها. (مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۲، باب النفقة، مطبوعه عباس بن الباز مکه مکرمه.

[2] فتجب للزوجة علی زوجها ولو هی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة(الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص ۶۴۴/۶۴۶/ج۲/) باب النفقه،مطلب لاتجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، هندیه کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة، مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت.

(۲) حسبِ قرار داد نصف آمدنی کی وہ مستحق ہے، جب کی عرفاً اتنی مقدار اس کے نان ونفقہ کے لئے کافی متصور ہوتی ہو[۱]۔

(۳) حقِ واجب کو ادا نہ کرنا گناہ ہے[۲]، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زہرہ کا ناراض ہو کر میکہ چلا جانا اور اپنے والد ہی کے مکان پر رہ کر نفقہ طلب کرنا، شوہر کے بلانے پر بھی اس کے پاس نہ جانا سخت گناہ اور موجبِ لعنت ہے، حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ ایسی عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، جب تک وہ شوہر کے پاس آ کر اس کو راضی نہ کرے[۳]، عرفاً بھی ایسی عورت نافرمان ہے، شریعت اور خاندان کی نظر میں ذلیل اور مستحقِ ملامت ہے، کوئی شریف مزاج اس کو حرمت وعزت کی چیز تصور نہیں کرتا پس اس کو اپنی اصلاح بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۹/۵/۹۲ھ

بغیر وجوب کے نفقہ کو مہر میں شمار کرنا

سوال:- زید نے اپنی بیوی کو بہ نیت نفقہ مثلاً ۵۰ روپیہ دیا پھر معلوم ہوا کہ اس پر واجب نہیں

---

[۱] وتقدر بكفايتها بلا اسراف ولا تقتير مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج۲/، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، شامی زکریا ص۲۹۷ ج۵ باب النفقة، مطلب فی اخذ المرأة كفيلاً بالنفقة، بحر كوئٹه ص۱۷۵ ج۴ باب النفقة.

[۲] حكم الواجب استحقاق العقاب بتركه عمداً، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۲۰۰، فصل فی بيان واجب الصلوة، مجمع الأنهر ص ۱۳۱ ج ۱ باب صفة الصلوة، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص۱۳۳ ج ۱ باب صفة الصلوة، بيروت.

[۳] عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَى الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ. (مشكوٰة ص ۲۸۰/ج۲/) باب عشرة النساء، كتاب النكاح، طبع دار الكتاب ديوبند.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر ناراض ہو کر رات گذارے تو اس پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

تھا تو کیا زید مہروں میں محسوب کرسکتا ہے یا دوبارہ قبضہ ضروری ہے، یا اس کو لینے کا حق نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزئیہ بالتصریح نظر سے نہیں گذرا لیکن ایک دوسرا جزئیہ نقل کرتا ہوں جو کہ اس کی نظیر بن سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے صورت مسئولہ کا حکم بھی معلوم ہو جائے گا، وہ یہ کہ اگر کسی نے پیشگی نفقہ دیدیا اور عورت بعد میں مستحق نفقہ نہیں رہی تو اس کی واپسی کا حق نہیں: **ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج اوابوه ولوقائمة به يفتىٰ اهـ در مختار ووجهه انها صلة لزوجته ولا رجوع فيما يهبه لزوجة اهـ رد المحتار**[1] **ص ۱۰۲ / ج ۲ /.**

واپس لینا تو ظاہر ہے کہ رجوع ہے اور مہر میں محسوب کرنا بھی رجوع کے حکم میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۴/۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۵/ربیع الثانی ۶۱ھ

کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے

سوال: - زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو دو ماہ کے وعدہ سے میکہ بھیج دیا، میعاد گذرنے پر ہندہ کو نہیں بلایا ہندہ کے عزیز واقارب نے اور اس کے رشتہ داروں نے ایک دو مرتبہ ہندہ کو بلانے کا ذکر کیا لیکن زید بلانے پر رضامند نہیں ہوا، زید کچھ دن بعد باہر چلا گیا ہندہ کو میکے میں رہتے ہوئے ایک سال کامل گذر گیا زید جس وقت باہر سے آیا اس وقت اس سے کہا گیا کہ اپنی زوجہ کو بلاؤ زید

---

[1] الدرمختار علی الشامی کراچی ص ۹۶ / ج ۳، باب النفقة، مطلب فی بیع العبد لنفقة زوجه، مجمع الأنهر ص ۱۸۴ ج ۲ باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۹۱ ج ۴ باب النفقة.

نے صاف لفظوں میں کہا کہ میں ہندہ کو ہرگز نہیں بلاؤں گا، میری مرحوم بہن کی وصیت ہے، ہندہ کے اقارب نے زید سے کہا کہ اگر تم ہندہ کو نہیں بلاتے ہو تو ہندہ کو نان ونفقہ دو، زید نے جواب دیا کہ ہندہ قریب چار سال سے میرے نکاح میں آئی ہے، لیکن ہندہ سے اس عرصہ میں رہتے ہوئے آرام نہیں ملا اس لئے میں ہندہ کو کس بات کا نان ونفقہ دوں میرے اوپر کوئی حق نہیں اگر ہندہ مجھ کو آرام دیتی تو نان ونفقہ اور مہر کی حقدار بنتی، تو ہندہ کا نان ونفقہ زید کے اوپر ثابت ہوتا ہے، کہ نہیں۔ بینوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید نے اپنی زوجہ کو خود میکے بھیجا ہے تو جب کہ زید کی اجازت سے میکہ رہے وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے[1] البتہ اگر بغیر اجازت کے گئی ہے یا اجازت سے جانے کے بعد باوجود زید کے بلانے کے نہیں آئی بلکہ بلا اجازت میکہ رہی تو وہ شرعی نان ونفقہ کی مستحق نہیں، جب شوہر کے مکان پر آجائے گی تب مستحق ہوگی۔

ولا نفقة لنا شزة خرجت من بيته اى الزّوج بغير حق واذن من الشرع ولو عادت الٰى منزله بعد ما سافر اجابوا بانها خرجت عن ان تكون ناشزة. سكب الانهر على مجمع الانهر[2] ص ۴۹۶/ج ۱/. فقط والله تعالىٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور (یوپی)

میکہ میں رہ کر جھوٹی تحریر کے ذریعہ نفقہ طلب کرنا

سوال:- انصار میاں اور اس کی زوجہ زاہدہ کے درمیان زاہدہ کے نان ونفقہ اور دیگر وعدوں

---

[1] فتجب اى النفقة ولو هى فى بيت ابيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة (درمختار برحاشيه شامى كراچى ص ۵۷۲/۵۷۵ ج۳، باب النفقة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الاول، مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱۷۹ ج ۲، باب النفقة، مطبع عباس احمد الباز مكه مكرمه بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه.

کے اداء نہ ہونے کے بابت تنازع ہوا جس پر انصار میاں نے اپنے سسر اور زوجہ کو منتخب کیا کہ فریقین اپنے تنازعات کو پنچایت مسلمین یا قریشی عدالت شرع شریف بھوپال کے ذریعہ اپنا دعویٰ دائر کر کے انصاف وتصفیہ اور مذہبی طریقہ کار اختیار کریں جس پر مولوی اور ان کی دختر نے بجائے پنچایت مسلمین یا عدالت شرع شریف کے سرونج کی غیر مسلم عدالت میں ایک فرضی تحریر کے حوالہ سے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ انصار میاں نے زاہدہ کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے کہ میں اپنی زوجہ کو اس کے میکہ ہی میں رکھوں گا اور زاہدہ کے خلاف مرضی اسے کہیں نہیں لے جاؤں گا اور مبلغ پچاس روپے ماہوار نان ونفقہ کے دیتا رہوں گا اور اپنا نصف مکان بھی بنام زاہدہ کے تحریر میں لکھا ہے اور زیورات چڑھاوے کے زاہدہ کی ملک میں لکھا ہے، اب چونکہ انصار میاں نے آٹھ ماہ سے زاہدہ کو پچاس روپیہ نہیں دیئے جو دلائے جائیں اور آئندہ ماہ بماہ دلانے کی کاروائی کردی جائے اور بروئے تحریر ومعاہدہ انصار میاں سے ہمارے مطالبات وصول کرائے جائیں، انصار میاں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسی کوئی تحریر لکھی ہے تاہم زوج اور زوجہ کی باہمی رضامندی سے ایسا ہونے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے البتہ میں نے یہ تحریر ومعاہدہ تو قطعی نہیں کیا ہے، اب میں زاہدہ کو اس کے میکہ میں نہیں رکھ سکتا اور اگر میری زوجہ میکہ میں رہ کر مجھ سے پچاس روپیہ ماہوار طلب کرتی ہے یا میرے خلاف کوئی بیان دیتی ہے تو یہ مجھ پر ظلم ہے لہٰذا زاہدہ اور اس کے والد کے قول کے مطابق اگر انصار میاں نے تحریر معاہدہ لکھ بھی دیا ہو تو کیا اس معاہدہ سے ناجائز زعم کی بناء پر زاہدہ انصار میاں کی مرضی وخوشی واجازت اور مذہب کے خلاف آزادانہ حیثیت سے اپنے میکہ میں رہ سکتی ہے۔

(۲) حالات مندرجہ بالا میں زاہدہ اپنے شوہر کی نافرمان ہو کر اور اسے ناراض رکھ کر بلا اداء حقوق شوہر کے اپنا نان ونفقہ مبلغ پچاس روپیہ ماہوار اپنے میکہ میں رہ کر کیا شوہر سے وصول کرنے کی حقدار ہے؟

(۳) مولوی صاحب اور زاہدہ کا قول وزعم ودعویٰ کے خلاف کیا انصار میاں اپنے ذاتی مکان میں زاہدہ بیوی کو لا کر رکھنے کا مستحق نہیں ہے۔

(۴) ایسا ظاہری مسلمان جو شریعت اسلامی کے راستوں اور احکامات کو چھوڑ کر خود غرضی اور لالچ کی بناء پر اپنا انصاف فخریہ طور سے غیر مسلم عدالت سے چاہے اسے جائز سمجھے اور خود کے علاوہ دیگر مسلمانوں اور علماء دین موجودہ کو وہابی، مودودی، غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کہے اور خود کو ان سے اعلیٰ اور برتر سمجھے اور اپنا انصاف ان سے چاہنا اپنی توہین جانے اور اپنے کو مولوی کہلائے تو ایسے شخص کو کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/۳/) اگر انصار میاں نے برضا ورغبت زاہدہ کو میکہ میں رہنے کی اجازت دی ہو اور پچاس روپیہ ماہانہ دینے کا وعدہ کیا ہو تب بھی مذہب کے خلاف آزادانہ رہنے کی اجازت تو کسی طرح نہیں دی نہ دینے کا حق ہے اگر ایسی اجازت دے بھی دے تو شرعاً معتبر نہیں اور ایسی اجازت دینے والا گنہ گار ہے[1] تاہم انصار میاں کو حق حاصل ہے کہ اپنی اجازت واپس لے کر اپنی بیوی زاہدہ بی کو میکہ سے بلا کر اپنے مکان پر رکھے اور اس پر مجبور کرے اگر زاہدہ بی اس پر عمل نہیں کرے گی تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی[2]

(۴) ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے جس کا حکم ظاہر نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۸۷ھ

---

[1] ويمنعها من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة وإن أذن كانا عاصيين، الدر مع الشامي زكريا ص۳۲۵ ج۵ باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة، بحر كوئٹه ص۱۹۵ ج۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۲، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لا نفقة لناشزة خرجت من بيته اى الزوج بغير حق وإذن من الشرع، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۷۹ ج۲ باب النفقة، بيروت، بحر كوئٹه ص۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص۵۰۷ ج۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه.

طلاق کے بعد اگر بیوی اپنے میکہ رہے تو اس کا نفقہ عرف کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا یا نہیں

سوال:- اس قصبہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ سوائے فاحشہ کے ہر قسم کی مطلقہ کو مہر وخرچہ عدت دلوایا جاتا ہے اور میکہ میں بیٹھے رہنے کا خرچہ نہیں دلوایا جاتا ہے تو کیا مذکورہ صورتوں میں محض رواج کی وجہ سے مہر وخرچہ عدت کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ میاں بیوی کے بیانات میں اختلافات اور باہمی جھگڑے کی وجہ سے نئے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر لازم اور مؤکد ہو جاتا ہے[1] خرچۂ عدت شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے[2] ناشزہ کا نفقہ لازم نہیں ہوتا[3] یہ سب احکام شرعی ہیں محض رواجی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۷ھ

---

[1] ویتاکد (ای المهر) عند وطی او خلوة صحت الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۳۳/ ج۴/ کتاب النکاح، باب المهر، هندیه کوئٹه ص ۳۰۳ الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتاکدبه المهر والمتعة، مجمع الأنهر ص ۵۰۹ ج ۱ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وتجب لمطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلا معصیة ..... النفقة والسکنی والکسوة إن طالت المدة، الدر مع الشامی زکریا ص ۳۳۳ ج۵ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۵۷ ج ۱ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، النهر الفائق ص ۵۱۶ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه مکه مکرمه.

[3] لا نفقة لناشزة خرجت من بیته بغیر حق وإذن من الشرع، سکب الأنهر ص ۱۷۹ ج ۲ باب النفقة، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲ باب النفقة، طبع مکه مکرمه.

شوہر نے اگر اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا تو کیا وہ ناشزہ ہے؟

سوال:- کیا معاشرہ کی عورت جو شوہر کے ظلم وستم سے تنگ آچکی ہے تاوقتیکہ شوہر کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملے شوہر کے گھر آنے سے انکار کرتی رہی تو بحکم ناشزہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن صورتوں میں شوہر نے خود ہی اسے میکہ پہنچا دیا ان صورتوں میں وہ ناشزہ نہیں نفقہ کی مستحق ہے[1] اور جب وہ بلا اجازت شوہر چلی گئی شوہر کے روکنے پر بھی نہیں رکی تو ناشزہ ہے[2] اگر شوہر معصیت پر مجبور کرتا ہو اور وہ اس کی وجہ سے چلی گئی تو ناشزہ نہیں[3] یہی حکم اس وقت ہے جب شوہر ناقابل برداشت ظلم کرتا اور اس کے حقوق کو تلف کرتا ہو کہ وہ نفقہ سے مجبور ہو کر جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۷ھ

ناشزہ کا نفقہ اور حقِ حضانت

سوال:- اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے ساتھ افعالِ ذیل کی مرتکب ہو کر اس کو رنج وغم و صدمہ پہنچایا ہے۔

---

[1] فتجب أی النفقة ولو هی فی بیت ابیها إذا لم یطالبها الزوج بالنقلة، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۷۲ تا ۵۷۵ ج ۳، باب النفقة مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لانفقة لاحد عشر الیٰ ماقال وخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود الخ الدر المختار علی الشامی ص ۲۸۶/ ج ۵/ باب النفقة، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲ باب النفقة، مکه مکرمه.

[3] بخلاف ما اذا خرجت من بیت الغصب او ابت الذهاب الیه او السفر معه او مع اجنبی بعثه لینقلها فلها النفقة الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۸۷ ج ۵ باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الخ، فتح القدیر ص ۳۸۳ ج ۴ باب النفقة، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة.

(۱) خاوند اس کو شب میں طلب کرے کہ میں صبح کو سفر پر جاتا ہوں آ کر کچھ سن کر جاؤ اور اس کی ماں نے جواب دیا کہ سوگئی پھر صبح کو بھیجا نہیں آئی، خاوند غصہ سے چلا گیا مگر کوئی پرواہ نہیں کی اور ایک عرصہ گذر گیا مگر اس کی خیریت تک نہیں لی کہ زید زندہ ہے، یا مر گیا۔

(۲) ایک عرصہ کے بعد خاوند کے باپ نے پھر اس کو سمجھا کر خاوند کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد خاوند نے ہمراز سمجھ کر ایک خفیہ بات کہی اور تاکید کی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا مگر اس نے اس کی خوب شہرت کر کے خاوند کو بدنام کیا اور خوش ہوئی۔

(۳) خاوند کے بلا علم واطلاع واجازت اس کے غیبوبت کے وقت بھائی کو بلا کر ماں کے گھر چلی گئی۔

(۴) ماں کے گھر آ کر خاوند کی جھوٹی شکایت اس کے افسروں سے کر کے اس کی طرف سے ان کو بدظن کر کے ملازمت پر اثر ڈالنے کی کوشش کی اور بدنام کیا۔

(۵) خاوند کو اس کے باپ نے پھر اس کو لانے پر مجبور کیا اور وہ گیا تو اس سے پردہ کر لیا اور بچوں کو حوالے کر دیا۔

(۶) اس کے بعد خاوند کا باپ پھر خود گیا اور لا کر دونوں کو اپنے پاس رکھا تو خاوند کو پروردہ چھوکری سے بدنام کیا۔

(۷) خاوند کے باپ کو چٹھی لکھی کہ خاوند پروردہ چھوکری سے ملوث ہے، اس لئے اس کو چاہتا ہے۔

(۸) اس چھوکری سے دشمنی کر کے ساس کے ساتھ ہاتھا پائی کی جس پر خاوند نے جھڑکا اور سسر نے منع کیا تو کہا کہ ہتکِ عزت کا دعویٰ کروں گی، جاہل سے پالا پڑا ہے۔

(۹) ماں کو جھوٹ لکھا کہ مجھے خاوند اور سسر نے مارا ہے، میری مدد کرو اس نے بیٹے اور داماد کو روانہ کیا وہ آئی اور اصل حال سن کر بہت شرمندہ ہوئی۔

(۱۰) بیمار بن کر بلا اجازتِ خاوند مردانہ دواخانہ میں قیام کیا، معالج ڈاکٹر سے خلا ملا کیا، اس نے تخلیہ کیا ربط ضبط بڑھایا اس نے خط وکتابت کی اس کو دستیابی تحفہ دی جس میں اپنا اور اس کا نام کشیدہ ہے، اس کی شہرت ہوئی دماغی آپریشن کے بہانے ڈاکٹر کے روبرو لیٹی۔

(۱۱) دواخانہ سے بادلِ ناخواستہ خاوند کے ہمراہ گئی مگر سلسلۂ علالت قائم رہا بار بار دواخانہ جا کر اسی ڈاکٹر سے علاج کی خواہش کی خاوند جب تک گھر میں ہو تو بیمار اور جب باہر چلا گیا تو تندرست، خاوند آئے صحت ندارد۔

(۱۲) جب اس ترکیب سے مطلب نہ نکلا تو ایسا سنگین فعل کیا جس سے خاوند کی جان وعزت خطرہ میں پڑ گئی یعنی محض شبہ پر ملازمہ کو پیٹا جس کا خاوند ایک قتل کردہ رہائی یافتہ شخص تھا، اگر اس کا خاوند اس کے خاوند سے انتقام لیتا تو جان گئی تھی، اور اگر وہ ملازمہ اس کو پیٹ دیتی تو عزت گئی تھی مگر خدا کا فضل شامل حال تھا، کہ بات رفع دفع ہوگئی، اس کے بعد خاوند سے قطعی منافرت کر لی۔

(۱۳) خاوند کے باپ کو محض اس بات پر کہ انہوں نے پوتروں کو لکھا کہ تم باپ کو کیوں نہیں پوچھتے، ایسا خط لکھا جس میں ان کی بے عزتی کی کسر نہیں رکھی اور ان کو ظالم، بے ایمان، دوزخی، فسادی، راشی، جن، بھوت، پلیت، جاہل وغیرہ کے خطابات سے موسوم کیا اور جھوٹے الزام لگائے جس کو دیکھ کر خاوند کو سخت رنج ہوا۔

(۱۴) خاوند کو بچوں کے متعلق صاف جواب لکھا کہ ان کو تم اس وقت تک نہیں لے جا سکتے جب تک کہ مہر نہ دو، اب ایسی صورت میں خاوند اگر مجبور ہو کر اور تنگ ہو کر ایسی زوجہ کو طلاق دیدے تو اس کا یہ فعل واجبی جائز ہوگا یا ناجائز ہوگا، اور ظالم کہا جائے گا کہ نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

سوال:- (۲) کہ اگر کوئی زوجہ اپنے خاوند کے پاس رہنے سے بالکل انکار کر دے بلکہ طلاق لینے پر آمادہ ہو جائے اور خاوند سے نفرت کرے تو ایسی صورت میں بھی کیا وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے اور خاوند کو اس کے نان ونفقہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، اور احکام شرعی اس کو مجبور کرے گی کہ نہیں؟

سوال:- (۳) اگر کوئی زوجہ اولاد کو اپنے قبضہ میں رکھے اور خاوند کو دینے سے انکار کرے تو کیا ایسی صورت میں بھی باپ پر خرچ اولاد کا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے یہ افعال نہایت مذموم اور شرعاً قابلِ ملامت ہیں، جب شوہر بلائے اور اپنی حاجت

جماع پوری کرنا چاہے تو بیوی کو اس کی اطاعت لازم ہے، اگر کوئی عذر حیض وغیرہ کا ہو تو ظاہر کردے: عَنْ طَلْقِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ رواه الترمذی[1]

مگر وہ اگر بلا عذر انکار کردے اور اطاعت نہ کرے اور شوہر ناراض ہوجائے تو ایسی عورت کی نماز وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہوجائے: عن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاثة لا یقبل لهم صلوٰة ولا تُصْعَدُ لهم حسنة العبد الاٰبق حتٰی یرجع الٰی موالیه فیضع یده فی ایدیهم والمرأة الساخط علیها زوجها والسکران حتٰی یصحو رواه البیهقی فی شعب الایمان،[2] عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا قَالَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْا اِمْرَأَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَتَابٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا اهـ مشکوٰة شریف[3]

---

[1] ترمذی شریف ص ۲۱۹/ ج ۱/ ابواب الرضاع ،باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، مکتبه بلال دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۲۸۱ باب عشرة النساء ولکل واحد من الحقوق، دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ :-حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے طلب کرے تو اس کو اس کی ضرورت پوری کرنا لازم ہے، اگر چہ وہ تنور پر ہو۔

[2] مشکوٰة شریف ص ۲۸۳/باب عشرة النساء ومالکل واحد من الحقوق ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص۱۱۶۷ ج۲ رقم الحدیث ۸۷۲۷ الستون من شعب الایمان وهو باب فی حقوق الاولاد والاهلین مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

ترجمہ :-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخص ایسے ہیں، جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ ان کی کوئی نیکی (آسمان کی طرف) چڑھتی ہے، (۱) بھگوڑا غلام یہاں تک کہ واپس آکر اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبضہ میں دیدے۔ (۲) وہ عورت جس کا شوہر ناراض ہو، (۳) نشہ باز یہاں تک کہ اس کا نشہ ختم ہوجائے۔

[3] مشکوٰة شریف ص ۲۸۰/ باب عشرة النساء ومالکل واحد من الحقوق، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) خاوند کے راز کو ظاہر کرنا اور بدنام کرنا بھی گناہ ہے، هٰكذا يفهم من سورة التحريم[۱].

(۳) بغیر اجازت کسی دوسری جگہ شوہر کے گھر سے جانا بھی گناہ ہے، عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ قَالَ اِنْ لَمْ تَمْنَعْ نَفْسَهَا وَلَوْكَانَتْ عَلٰى ظَاهِرِ قَتَبٍ وَلَا تَصُوْمُ يَوْماً اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ خَرَجَتْ نَفْسَهَا لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ الرَّحْمٰنِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى يَرْجِعَ اهـ تنبيه الغافلين[۲].

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) دار الكتاب ديوبند، بخاری ص ۷۸۲ ج ۲ باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۴۶۵ ج ۱ كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، مطبوعه بلال ديوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے، وہ انکار کردے جس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو کر رات گذارے فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے وہ انکار کردے مگر جو آسمان میں ہے (حق تعالیٰ شانہٗ) اس پر ناراض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو جائے۔

(صفحہ ہٰذا) ۱ وإذ اسر النبی الی بعض ازواجه حديثا فلما نبأت به واظهره الله عليه عرف بعضه واعرض عن بعض ولما نبأها به قالت من انبأک هذا قال نبأنی العليم الخبير، سورة التحريم آيت ۳/.

۲ تنبيه الغافلين ص ۲۹۴/ باب حق الزوج على زوجته، مطبوعه عباس احمد البازمكه مكرمه.

ترجمہ: — حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شوہر کا عورت پر کیا حق ہے، ارشاد فرمایا، (۱) اپنے نفس (کے استعمال سے شوہر کو) منع نہ کرے، اگرچہ سواری پر سوار ہو (۲) شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے، (۳) (شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے اگر بلا اجازت) نکلتی ہے، تو ملائکۃ الرحمٰن اور ملائکۃ العذاب اس کے واپس آنے تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(۴) جھوٹ بولنا حرام ہے[۱] اور جھوٹی شکایت کرنا بہتان ہے[۲] دونوں کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(۵) خاوند سے شرعاً پردہ نہیں۔

(۶) کسی پر اس قسم کا بہتان لگانا قطعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہو اور دوسری شرطیں بھی موجود ہوں تو ایسے بہتان کی سزا حدِ قذف ہے[۳]۔

(۷) ایسی چیز کو تحریر کرنا زبانی بہتان سے بھی سخت ہے۔

(۸) بلا وجہِ شرعی محض بدگمانی سے ایسی حرکت کرنا اور شوہر یا سسر کو ایسے الفاظ کہنا حماقت و جہالت ہے۔

(۹) جھوٹ بہتان گناہ ہے[۴]۔

(۱۰) یہ کمینہ پن اور حیا سوز حرکتیں ہیں۔

(۱۱) یہ تو ممکن ہے، کہ شوہر کی دوا سے نفع نہ ہو، اور ڈاکٹر کے علاج سے نفع ہو جائے، لیکن اگر

---

[۱] فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن. سورۃ آل عمران آیت ۶۱/۔

ترجمہ: — پھر اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں۔

[۲] وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْاِثْماً ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئاًفَقَدِاحْتَمَلَ بُهْتَاناًوَّ اِثْماً مُبِيْناً. سورة النساء آیت ۱۱۲/.

ترجمہ: — اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے، سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا۔

[۳] هولغة الرمى وشرعا الرمى بالزنا وهومن الكبائر هو كحد الشرب كمية وثبوتا. الدرالمختار على رد المحتار زكريا ص ۶۴۳/۴۴ باب حدالقذف، بحر كوئٹه ص ۲۹، ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مجمع الأنهر ص ۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، طبع بيروت.

[۴] الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين : البهت لما فى الحديث الصحيح "فان لم يكن فيه فقد بهته" بل هو اشد من الغيبة إذ هو كذب فيشق على كل احد، الزواجر ص ۵۷۶ ج۳ كتاب النكاح، طبع نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

جھوٹ اور بہانہ ہے تو گناہ ہے۔

(۱۲) یہ بھی بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے۔

(۱۳) خاوند کے باپ کی عزت کرنا بھی عورت کے ذمہ لازم ہے، اور ایسے لفظ کہنا حرام ہے[۱]۔

(۱۴) یہ نشوز و نافرمانی ہے۔

(۱۵) مہر کی اگر کوئی مدت مقرر کی ہے تو اس مدت پر مطالبہ درست ہے، اور بچوں کی پرورش کا حق بھی ماں کو ہے، جب تک لڑکی بالغ ہو اور لڑکا سات سال کا ہو، کذا فی الدر المختار[۲]، اگر بچوں پر برے اخلاق کا اثر پڑتا ہے، تو باپ کو حق ہے، کہ ماں سے علیحدہ کر لے، ایسے حال میں جب کہ نباہ دشوار ہو گیا تو شرعاً طلاق دینے میں مضائقہ نہیں، اور طلاق شوہر کی طرف سے ظلم نہیں :وایقاعه مباح وقیل الاصح حظره الا لحاجة بل یستحب لو موذیة او تارکة صلوٰة اھ درمختار[۳]۔

جواب (۲) جو عورت شوہر کے مکان سے بغیر اجازت کسی دوسری جگہ چلی جائے تو وہ نفقہ کی حق دار نہیں نہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آئے: لا نفقة لخارجة من بیته بغیر حق وهی ناشزة حتیٰ تعود ولو بعد سفر اھ درمختار[۴]۔

---

[۱] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ مَرْفُوْعاً سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ. مشکوٰة شریف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبة، دار الکتاب دیوبند.

[۲] والحاضنة اما اوغیرها احق به ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی الی قوله والام والجدة احق بهابالصغیر ة حتی تحیض ای تبلغ فی ظاهرالروایة الخ الدرمختار علی الشامی زکریا ۲۶۸/۲۶۷/ ج۵/باب الحضانة.

[۳] الدرمختارعلی الشامی زکریا ص ۴۲۸/ ج ۴/اول کتاب الطلاق، مجمع الأنهر ص۳ج۲ کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۴۶۵ ج۳ کتاب الطلاق، دار الفکر.

[۴] الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه ص ۶۴۶/ ج۲/ مطبوعه زکریا۲۸۶/۲۸۵/ ج۵/ باب النفقة، مطلب لاتجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، سکب الأنهر مع المجمع ص ۱۷۹ ج۲ باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة.

(۳) بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے، جب تک طلاق نہ ہوئی ہو، اور بعد طلاق کے بچوں کے غیر ذی رحم محرم سے ماں نے نکاح نہ کیا ہو اور لڑکا سات سال سے کم ہو اور لڑکی بالغ نہ ہوئی ہو، نیز ماں کے حالات ایسے خراب نہ ہوں کہ اس کی گندی عادتوں کا اثر بچوں پر پڑ کر وہ خراب ہو جائیں، مگر بچوں کا خرچہ بہر صورت باپ کے ذمہ ہے: **تثبت الحضانة للام ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة او فاجرة اوغير ما مونة او متزوجة بغير محرم الصغير والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمة اى الصغير وتعود بالفرقة والحاضنة احق به اى بالغلام حتٰى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى والام والجدة احق بها اى بالصغيرة حتى تحيض اى تبلغ فى ظاهر الرواية الخ درمختار[۱] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير لا يشاركه احدٌ فى ذٰلك كنفقة ابويه وعرسه بهٖ يفتى اهـ درمختار[۲]** اگر بچوں کی ملک میں کوئی مال ہو خواہ نقد ہو خواہ کپڑا ہو خواہ زمین وغیرہ ہو تو باپ ان مال میں سے ان بچوں کو نفقہ دے: **فان نفقة المملوك علٰى مالكه والغنى فى ماله يشمل العقار والاردية والثياب فاذا احتيج الى النفقة كان للاب بيع ذٰلك كله وينفق عليه لانه غنى بهٰذا الاشياء بحر وفتح اهـ درمختار[۳]** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/ذی الحجہ ۶۰ھ

---

[۱] الدرالمختارعلى الشامى نعمانيه ص۴۱۶/ج۲/ مطبوعه زكرياص ۲۵۳تا۲۶۸/ج۵/باب الحضانة، مجمع الانهر ص۱۶۶تا۱۶۹ ج۲ باب الحضانة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۵۰۰تا۵۰۲ ج۲ باب الحضانة، مطبوعه مكه مكرمه.

[۲] الدرالمختارعلى الشامى نعمانيه ص ۶۴۶/ج۲/ مطبوعه زكريا ص ۳۴۲/۳۳۶/ج۵/ باب النفقة،مطلب الصغير والمكتسب، النهر الفائق ص۵۱۸ ج۲ باب النفقة، مطبوعه مكه مكرمه، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج۲، باب النفقة، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] الدرالمختارزكريا ص ۳۳۷/ج۵/ باب النفقة،مطلب الصغير والمكتسب الخ، فتح القدير ص۴۱۰ ج۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة.

نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ

سوال:- میری گھر والی میرا بالکل کہنا نہیں مانتی، غیر مردوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے، اور بغیر اجازت جہاں مرضی ہو چلی جاتی ہے، میں اپنی سب آمدنی لا کر اس کو دیدیتا ہوں اور وہ مجھ کو کوستی ہے، کہتی ہے کہ بڈھا مرتا بھی تو نہیں، میری عمر پچاس برس اور اس کی عمر چالیس برس کی ہے، جوان اولاد ہے، غلط باتوں کا ان پر بھی اثر پڑ رہا ہے، اس صورت میں اس پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الجواب (از دہلی) ایسی عورت ناشزہ ہے، نفقہ وغیرہ کی مستحق نہیں، جب تک کہ شوہر کی فرماں برداری نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشرف احمد عفی عنہ جامع مسجد فتح پور دہلی۔

الجواب (از فقیہ الامت) بیوی کی یہ روش شوہر کے ساتھ مذموم اور قبیح ہے، غیر مردوں کے ساتھ اگر چہرہ کھول کر ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے، تو اس کے شوہر کو حق ہے کہ مناسب تنبیہ کرے اور سزا دے بدزبانی پر بھی سزا دینے کا حق ہے[1] جو عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے اپنے والد کے گھر یا کسی اور جگہ چلی جائے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں، جب تک وہ شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے[2] اگر شوہر کے مکان پر ہے، اور بدزبانی کرتی ہے، کہنا نہیں مانتی تو گنہگار ہے، لیکن نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے[3] اگر شوہر کو صحبت پر قدرت نہیں دیتی تو ایک قول پر

---

[1] للزوج أن يضرب زوجته على اربعة اشياء وما فى معناها ومنه ما إذا شتمته او مزقت ثيابه أو اخذت لحيته أو قالت له يا حمار يا ابله أو لعنته ومنه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلمت اجنبيا الخ، بحر كوئٹه ص ۴۹ ج۵، فصل فى التعزير، الدر مع الشامى كراچى ص۷۷ ج۴ باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم، نفع المفتى والسائل ص ۱۰۳ كتاب الحظر والاباحة، ما يتعلق باطاعة النساء لازواجهن.

[2] لا نفقة لاحد وعشر خارجة من بيته بغير حق وهى الناشزة حتى تعود (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۶۴۶/ ج۲/) باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، الدر المنتقى مع المجمع ص ۱۷۹ ج۲ باب النفقة، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة.

[3] فتجب للزوجة بنكاح صحيح الى قوله على زوجها لانها جزاء الاحتباس . (الدر المختار على الشامى نعمانيه ص ۶۴۴/ ج۲/) باب النفقة، بحر كوئٹه ص ۱۷۳ ج۴ اول باب النفقة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نفقہ واجب نہیں، کذا فی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

فاسقہ بیوی پر نکیر اور اس کا نفقہ

سوال: - زید کو ایک عرصہ سے ایک مسجد میں امامت وخطابت کی خدمات سپرد ہیں، اس میں بہت سی ایسی خامیاں ہیں کہ ایک امام کے لئے اس طرح کی خامیاں زیبا نہیں دیتیں، مقتدیوں میں اختلاف ہے، متولی سے کہا گیا تو کہا پُرانا امام ہے، پڑا رہنے دو، یہ جواب بعض کو پسند ہے، بعض کو ناپسند ہے، اس امام نے کہا کہ بیوی اگر زانیہ اور شرابی بھی ہو تو یہ اس کا فعل ہے، بیوی ہونے کی جہت سے مرد کا ایسی بیوی کے ساتھ رہنا، اس کو نان ونفقہ دینا نہ صرف یہ کہ ضروری بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے۔ جب ان کو اس پر ٹوکا گیا تو فرمایا کہ کیا تم مجھ سے زیادہ فقہ جانتے ہو؟ مزید یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آزادی کا دَور ہے، اگر بیوی کو مارا پیٹا تو وہ تھانہ میں رپٹ کر کے ہم کو سزا دلا سکتی ہے، لہٰذا ہمارے ذمہ اس کا نان ونفقہ ضروری ہے، امام کا یہ قول شریعت سے متصادم ہے، یا نہیں؟ ان کے ایسے خیالات کے باوجود ان کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی اگر گناہِ کبیرہ کی مرتکب اور فاجرہ ہو تو تب بھی شوہر کے ذمہ اس کو طلاق دینا واجب نہیں، محض مستحب ہے، جب کہ طلاق دینا واجب نہیں، رکھنا درست ہے، تو اس کا نفقۂ واجبہ ادا کرنا بھی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) مجمع الأنهر ص ۱۷۴ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] لو مانعته من الوطئ لم تكن ناشزة (درمختار) وقال بعضهم لانفقة لها لانها ناشزة. (شامی نعمانیه ص ۶۴۷/ ج ۲/) باب النفقة، مطلب لاتجب على الاب نفقة زوجة ابنه الصغير، الدر المنتقى ص ۱۷۹ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲ باب النفقة، طبع مكه مكرمه.

لازم ہوگا، اور واجب کی ادائیگی پر اجر ثواب کا ملنا بالکل ظاہر ہے، لہٰذا امام صاحب کی یہ بات ایسی نہیں کہ جس کی وجہ سے ان کو علیحدہ کیا جائے، البتہ کہنے کا فرق ہے، اگر اس طرح کہا جائے کہ زانیہ اور شرابی بیوی کو نان نفقہ دینا باعثِ اجر وثواب ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ ثواب اس کے زانیہ یا شرابی ہونے کی وجہ سے ہے، اور اسی مطلب کی وجہ سے غالباً مقتدیوں کو تشویش ہے، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو احقر نے بیان کیا ہے، اور اس پر کوئی اشکال نہیں، لہٰذا اگر امام صاحب بھی مسئلہ کا عنوان بدل دیں تو پھر شاید تشویش نہ ہو: **وَلا یجبُ علی الزوج تطلیق الفاجرة اھ (درمختار)**[1]

امام صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آج کل آزادی عام طبائع میں ہے، اولاد اپنے والدین کی اطاعت نہیں کرتی، بیویاں اپنے شوہروں کی اطاعت نہیں کرتیں، سختی کرنے اور مار پیٹ کرنے کے نتائج عامۃً اچھے ظاہر نہیں ہوتے، مقدمہ عدالت اور سزا تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے ہر قسم کی روک ٹوک کر کے اپنی طرف سے ہر معصیت کی آزادی واجازت دینا بھی کسی حال میں درست نہیں، حسبِ استعداد وصلاحیت نہی عن المنکر لازم ہے، اگر معصیت ومنکر کی تغییر ہاتھ سے قدرت نہ ہو تو زبان سے نکیر لازم ہے، (موجودہ صورت میں یقیناً حاصل ہے) اگر بالفرض زبان سے قدرت نہ ہو تو دل میں نفرت تو بہر حال ضروری ہے، اگر یہ نفرت دل میں بھی نہ رہے تو پھر ایمان سلامت رہنا دشوار ہوتا ہے، شوہر سے اس کی زوجہ کے متعلق بھی قیامت میں سوال ہوگا، شوہر بالکل آزاد نہیں چھوڑ دیا جائے گا، احادیثِ صحیحہ میں اس کو صاف صاف بیان فرمایا گیا ہے: **مَنْ رَأَیٰ مَنْکَراً**[2] **(الحدیث) کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ**[3] **(الحدیث)**.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۶ھ

---

[1] الدرا لمختار علی الشامی نعمانیہ ص ۲۹۲/ج ۲/. باب المحرمات) **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

زوجہ کا تعنّت اور زیادتی

سوال:- ہندہ زید کی زوجہ کچھ روز سے اپنے شوہر کے ساتھ ہر وقت بیکار اور لایعنی باتیں نکال کر جھگڑا کرتی رہتی تھی، آخر ایک دن اپنے شوہر سے جھگڑے کے درمیان یہ کہا کہ مجھ سے اور تم سے زن وشوہر والے تعلقات آج سے نہیں اور میں یہ تعلقات ختم کرتی ہوں، اس کے بعد کسی بہانہ سے وہ اپنے میکہ چلی گئی اور وہیں رہ کر نہایت آزادی سے خلافِ شرع گذارہ کرتی رہی، اور اس درمیان میں زید اپنی مسلسل مہذب کوشش اس کو لانے کی کرتا رہا، یہاں تک کہ زید نے اس کے مکان پر جا کر اس کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا، لیکن وہ اس کے ساتھ آنے کو تیار نہ ہوئی اور آنے سے انکار کر دیا، دشواری یہ ہے کہ زید اس سے جدائی نہیں چاہتا، اور ہندہ کی طرف سے اب تک کوئی ایسی کوشش نہ ہوئی جس سے اس کے آنے کا منشاء سمجھا جاتا اور وہ بظاہر نہ چھٹکارہ کی کوشش کرتی ہے، اور وہ اب تک سابقہ زندگی پر قائم بھی ہے، تو کیا ہندہ پر تعلقات بنانے کی کوئی ذمہ داری ہے، یا نہیں؟ صورتِ مسئولہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ نیز ہندہ نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ اس واقعہ میں یقیناً مجرم اور گنہگار ہے، وہ نفقہ کی مستحق نہیں، جب تک شوہر کے مکان پر

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) قبیل باب الولی، بحر کوئٹہ ص۱۰۷ ج۳ فصل فی المحرمات، هندیه کوئٹه ص۳۷۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون، فی المتفرقات.

۲ من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده ومن لم یستطع فبلسانه ومن لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان (مشکوٰة شریف ص ۴۳۶/ ج۲/) باب الامر بالمعروف) کتاب الآداب، دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۵۱ ج ۱ باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان. مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.
ترجمہ:- جو شخص کسی منکر کو دیکھے۔

۳ (بخاری شریف ص ۱۲۲/ ج ۱/) باب الجمعة فی القری والمدن، مکتبه اشرفی دیوبند، مشکوٰة ص ۳۲۰ کتاب الإمارة والقضاء، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.
ترجمہ:- تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

واپس نہ چلی جائے[1] شوہر کو چاہئے کہ ہندہ سے دریافت کرے کہ تم کو کیا تکلیف ہے، اگر وہ کوئی معقول بات کہے تو اس کا انتظام کرے، ورنہ اہلِ خاندان کے ذریعہ اس کو اپنے مکان پر لانے کی کوشش کرے، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر ہندہ نہ آئی تو میں دوسری شادی کرلوں گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۶/۱/۴ھ

بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ اور نشوز کی صورت میں نفقہ

سوال:- حامد نے نعیمہ کے ساتھ نکاح کیا اور بعد رخصتی کے نعیمہ کو اپنے مکان پر لے جا کر اسی مکان میں رکھا جس میں حامد کے ماں باپ بھائی وغیرہ رہتے تھے، دستور کے موافق نعیمہ کبھی کبھی اپنے والدین کے یہاں آتی جاتی رہی، دس، گیارہ، ماہ نعیمہ سسرال میں رہی، مگر ساس سسر اور شوہر کی بدخلقی اور بدگوئی کی وجہ سے بہت رنج اور صدمہ رہتا تھا، آخر وہ مریض ہو کر سسرال والوں کے مشورہ سے والدین کے گھر آئی اور علاج کے بعد آرام ہو گیا، ان ایام میں اس نے اپنے والدین سے سسرال والوں کی بدسلوکی کو ظاہر نہیں کیا، تندرستی وصحت کے بعد ساس سسر اور شوہر جمع ہو کر نعیمہ کو لینے آئے، نعیمہ کے والد نے کہا کہ لڑکی دوا پیتی ہے، اب فی الحال نہیں آٹھ روز کے بعد جائے گی، وہ خالی چلے گئے، مگر اب نعیمہ کو فکر وخیال لاحق ہوا، کہ پھر جا کر اسی مکان میں رہنا ہوگا، اور یہ مجھ کو ناپسند ہے، بسبب ان کی بدسلوکی کے، اس نے اپنے والدین سے ظاہر کر دیا کہ ساس سسر کے ساتھ اسی مکان میں رہنا نہیں چاہتی مجھ کو جدا مکان میں رکھیں،، ان کے ساتھ رہنے میں مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے، میں ان کے کلمات وعادات کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی، پھر جب حامد اپنی زوجہ کو لینے آیا اور اپنے سسر سے کہا کہ اجازت دیں تو کل سواری لا کر نعیمہ کو لے جاؤں، اس کے سسر نے

---

[1] لا نفقة لاحد عشر وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود (الدر المختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص ۶۴۶/ج ۲/) باب النفقة، سكب الانهر ص ۱۷۹ ج ۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة.

کہا ہاں لیکن لے جا کر کہاں اور کیسے رکھو گے تو حامد نے کہا کہ جہاں پہلے رہتی تھی، اسی طرح اسی مکان میں رکھوں گا، حامد کے سسر نے کہا نعیمہ کہتی ہے کہ اب میں ساس سسر کے ساتھ ایک مکان میں ہرگز نہیں رہوں گی، مجھ کو جدا مکان میں رکھیں، تو چلتی ہوں ورنہ نہیں جاؤں گی، لہٰذا تم اس کو الگ مکان میں رکھو اور اس کی کنجی قفل اس کو دو تا کہ وہ با اختیار اس میں رہے، حامد نے اپنی بے اختیاری کا عذر کیا، اس کے سسر نے کہا تم بے اختیار ہو تو ہو مگر اس کو جدا مکان میں رکھنا لازم ہے، حامد نے اس سے مطلقاً انکار کیا اور چلا گیا، اور پھر کبھی لے جانے کا نام نہیں لیا، بلکہ دوسری شادی کی فکر میں لگ گیا، اور تقریباً چار سال کے بعد دوسری شادی کر لی، اور نعیمہ چھ برس تک اپنے والدین کے پاس بیٹھی رہی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نعیمہ جو جدا مکان میں رہنا چاہتی ہے، اور مکان نفقہ میں داخل ہے تو نعیمہ اس مطالبے کی وجہ سے جو حامد کے گھر نہیں گئی کیا وہ ناشزہ ہے؟ اور کیا یہ حق طلبی اس کو نہیں پہنچتی کیا یہ نشوز ہے؟ زید فتویٰ دیتا ہے کہ نعیمہ کو ان ایام گزشتہ کا نفقہ نہیں پہنچتا اور عمر کہتا ہے، کہ نعیمہ کو چھ سال کا نفقہ پہنچتا ہے، نعیمہ نے اپنا حق طلب کیا ہے وہ ناشزہ نہیں ہے، حق طلبی کی وجہ سے حامد کے گھر نہیں گئی ہے، تو اس کو نفقہ دینا حامد پر لازم ہے، اور مکان جدا دینا بھی مثل مہر معجّل کے لازم ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ کتبِ فقہ حنفی میں بخوبی مصرح ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: **لو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا ولو كله مؤجلاً عند الثانی كما فی البحر وَالنهر وارتضاه محشی الاشباه لانه منع بحق فتستحق النفقة. درمختار[1] بابُ النَّفقة.**

الجواب حامداًومصلیاً

مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو ایک مکان علاحدہ رہنے کے لئے دے کہ اس مکان میں شوہر کے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ پورا بیوی کے قبضہ وتصرف میں ہو، اور مکان سے مراد ایک کمرہ یا کوٹھا ہے، جس کو عربی میں بیت کہتے ہیں، لہٰذا اگر صحن وغیرہ مشترک ہو جس کو شوہر کے دوسرے عزیز بھی استعمال کرتے ہوں اور بیوی بھی، تو اس کو مطالبہ کا حق نہیں کہ میرا

[1] الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۵۷۴ ج ۳ باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجه ابنة الصغیر.

صحن بھی مستقل ہونا چاہئے، اس میں بھی کسی کی شرکت نہ ہو، یہ اس وقت ہے جب کہ شوہر اور بیوی دونوں زیادہ مالدار نہ ہوں، بلکہ غریب یا متوسط درجے کے ہوں، اگر مالدار ہوں اور شوہر میں اس قدر استطاعت ہو کہ کوئی مستقل گھر علیحدہ بیوی کو دے سکتا ہو، خواہ خرید کر خواہ کرایہ پر خواہ عاریت پر جس کا صحن وغیرہ بھی علیحدہ ہو جس کو عربی میں دار کہتے ہیں، تو عورت کو اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے: هٰكذا فی رد المحتار[1] ص ۵۲۶/ ج ۲/ باب النفقة. نشوز وعدمِ نشوز کو اسی پر متفرع کرلیا جائے، رہا گذشتہ شش سالہ نفقہ سو نشوز کی صورت میں اس کا وجوب ہی نہیں ہوا، اور عدم نشوز کی صورت میں مضی مدت سے ساقط ہو گیا اب اس پر مطالبہ کا حق نہیں رہا، اگر قضاءِ قاضی یا مصالحتِ طرفین سے نفقہ کی کوئی مقدار متعین ہو جاتی تو ضرور اس کے مطالبہ کا حق باقی رہتا، اور وہ مضیٔ مدت سے ساقط نہ ہوتا: وَالنفقة لاَ تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء اى اصطلاحهما علٰى قدر معين اصنافا او دراهم فقبل ذٰلک لا يلزمهٗ شئ اهـ درمختار قوله والنفقة لا تصير ديناً الخ اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضراً فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى المدة قال فى الفتح وذكر فى الغاية معزواً الى الذخيرة ان نفقة مادون الشهر لا تسقط فكانه جعل القليل ممَّا لا يمكن الاحتراز عنه اذا لو سقطت بمضى يسير من الزمان لما تمكنت من الاخذ اصلاً اهـ رد المحتار[2] ص ۱۰۱۸/ ج ۲/، باب النفقة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

---

[1] ذات اليسار لا بد من افرادها فى دارٍ ومتوسطة الحال يكفيها بيت واحد من دار شامى نعمانيه ص ۶۶۲/ج ۲، مطلب فى مسكن الزوجة، باب النفقة، فتح التقدير ص ۳۹۷ ج ۴ فصل وعلى الزوج ان يسكنها، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۴ باب النفقة.

[2] شامى نعمانيه ص ۶۵۸/ج ۲، مطلب لا تصير النفقة دينا الا بالقضاء او الرضا، باب النفقة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۶، ۱۸۷ ج ۴ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۱۲ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کے لئے الگ مکان

سوال:- میری لڑکی کی شادی ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔ جس لڑکے سے شادی ہوئی وہ مالدار گھر اور شریف خاندان کا ہے۔ میری لڑکی کے تین بچے بھی ہیں اس دوران میں اس لڑکے کا طوائف سے تعلق ہوگیا اور اس طوائف کے پاس دوسرے لوگ بھی آتے جاتے رہے غرض یہ کہ اس طوائف سے لڑکے کے ناجائز تعلقات چار پانچ سال رہے اس دوران طوائف کے دو بچے بھی پیدا ہوئے جب طوائف کو یہ معلوم ہوگیا کہ مالدار گھر کا لڑکا ہے تو چار پانچ برس کے ناجائز تعلقات کے بعد نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد بھی وہ عورت بے پردہ رہتی ہے لڑکے نے اپنی تفریح کی وجہ سے یہ نکاح کیا ایسی حالت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز جس مکان میں میری لڑکی قصبہ چھتاری میں رہتی تھی اسی مکان میں طوائف کو مع بچوں کے لے آیا اس پر میری لڑکی نے کہا کہ میں اس مکان میں نہیں رہونگی، اگر مجھے اس مکان میں رکھنا ہے تو اس طوائف کو علی گڑھ ہی میں رکھو، لڑکے کے والدین نے میری لڑکی کو مع بچوں کے میرے گھر بھیج دیا اس معاملہ میں میری لڑکی کا طرز عمل صحیح ہے یا لڑکے کے والدین کا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا[1] نکاح کرکے جو کچھ خواہش پوری کی جاوے وہ ہزار ہا درجہ بہتر ہے اس سے کہ بغیر نکاح کے خواہش پوری کی جاوے البتہ جب کسی کی دو بیویاں ہوں تو دونوں میں برابری لازم ہے،[2] اگر ایک بیوی کے پاس ایک مختصر سا کمرہ ہو جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور مکان کی دیگر ضروریات صحن وغیرہ دوسرے بیوی کے

---

[1] وینعقد النکاح بایجاب وقبول وشرط حضور شاهدین الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۹/۸۷ ج ۴/اول کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص ۹۶، ۹۸ ج ۲ کتاب النکاح، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۸۱، ۸۷ ج ۳ کتاب النکاح.

[2] ویجب ان یعدل فیه ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة لا فی المجامعة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۷۸/ج ۴/باب القسم، مجمع الأنهر ص ۵۴۸ ج ۱ باب القسم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۸ ج ۳ باب القسم.

ساتھ مشترک ہوں تو پھر یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ مجھے علیحدہ مستقل مکان دیا جائے یا میکہ بھیج دیا جائے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اگر شوہر ایک ہی کمرہ میں رہنے پر مجبور کرے تو اس کو یہ حق ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۷ھ

بیوی کو الگ مکان کے مطالبہ کا حق

سوال:- اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ میں تمہارے والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی بلکہ تم مجھے اپنے والدین کے مکان سے الگ رکھو تو کیا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو الگ گھر دے اگر بیوی کسی ایک مکان کو منتخب کر دے کہ مجھے فلاں جگہ مکان بنا کر رکھو اور شوہر اس جگہ مکان دینے پر قادر ہے تو شوہر کو اس متعینہ جگہ میں بھی مکان بنا کر دینا لازم ہوگا یا نہیں اس سلسلہ میں جو بھی احکام ہوں اس پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کے لئے ایک کوٹھری مستقل ہونا ضروری ہے جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو باقی بیت الخلاء وغیرہ مشترک ہو کہ شوہر کے والدین بھی استعمال کریں اور بیوی بھی تو ٹھیک ہے ہر چیز کے الگ الگ مطالبہ کرنے کا حق نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] تجب السكنى لها عليه فى بيت خال عن اهله واهلها امرأة ابت ان تسكن مع ضرتها او مع احمائها كامة وغيرها فان كان فى الدار بيوت وفرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس لها ان تطلب من الزوج بيتا آخر فان لم يكن فيها الا بيت واحد فلها ذلك عالمگيرى كوئٹه ص ۵۵۶ ج ۱ الفصل الثانى فى السكنى البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۴ باب النفقة، در مختار على الشامى زكريا ص ۳۲۰ ج ۵، كتاب الطلاق ،باب النفقة.

[2] وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله واهلها الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۳۱۹ ج ۵، كتاب الطلاق، باب النفقة،مطللب فى مسكن الزوجة، فتح القدير ص ۳۹۷ ج ۴ فصل وعلى الزوج ان يسكن، مطبوعه دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص ۱۸۵،۱۸۶ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کا مطالبہ علیٰحدہ مکان کے لئے

سوال:- زید کی اہلیہ اپنے میکہ چلی گئی، زید اس کو دو تین مرتبہ لینے کے لئے گیا مگر نہ اس کے والدین نے بھیجا اور نہ وہ خود بھی زید کے گھر آنے کے لئے تیار ہے، اور کہتی ہے کہ زید کے ساتھ دوسری اہلیہ کی موجودگی میں نہ رہوں گی، اس کو طلاق دیدو یا مجھے علیٰحدہ مکان میں رکھو تب رہوں گی، اس کا نان ونفقہ زید کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک شوہر کے گھر واپس نہیں آئے گی، نفقہ کی مستحق نہیں ہوگئی[1]۔

تنبیہ: اپنی زوجہ کے لئے ایک کمرہ ایسا جداگانہ ہونا ضروری ہے جس میں کسی دوسرے کا تصرف نہ ہو، باقی صحن، غسل خانہ، بیت الخلاء، باورچی خانہ سب مشترک ہوں جو کہ دوسری بیوی یا شوہر کی والدہ، بہن وغیرہ کے استعمال میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں[2] اس سے زائد مستقلاً علیٰحدہ مکان کا مطالبہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لا تجب النفقة للناشزة وهي الخارجة من بيت زوجها بغير اذنه المانعة نفسها منه ولو عادت الناشزة الى منزل الزوج وجبت لها النفقة لزول المانع تبيين الحقائق ص ۵۲ ج ۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۴ باب النفقة، (مجمع الانهر ص ۱۷۴ / ج ۲ /) باب النفقة.

[2] وعلى الزوج ان يسكنها في دار مفردة فيها احد من اهله، ولو اسكنها في بيت من الدار مفرد وله غلق كفاها اقتصر على الغلق افاد انه وان كان الخلاء مشتركا بعد ان يكون له غلق يخصه وليس لها ان تطالبه بمسكن آخر، هدايه مع فتح القدير ص ۳۹۷ ج ۴، فصل وعلى الزوج ان يسكنها في دار، مطبوعه دار الفكر بيروت، حاشية الشلبي على التبيين ص ۵۸ ج ۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۵۱۵ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

گذشتہ دنوں کا نفقہ

سوال: -اگر کسی نے شادی کی اور اپنی بیوی کو کچھ دنوں تک گھر میں رکھا، بعدہٗ بیوی اپنے میکہ چلی گئی اور شوہر مثلاً چار پانچ سال تک نہیں لایا، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا، اب بیوی شوہر سے ان ایّام کا نفقہ طلب کرتی ہے جن ایّام میں وہ میکہ رہی ہے، تو کیا شوہر پر ان ایّامِ گذشتہ کا نفقہ واجب ہوگا؟ مفصلاً تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک میکہ رہوگی، تم کو اتنا نفقہ ہر ماہ دیتا رہوں گا، تو بیوی کو مطالبہ کا حق ہے، اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا، تو اِن ایّام گذشتہ کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۱۳۹۹ھ

دوا علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے

سوال: -ہندہ کی بیماری میں جو اخراجات کئے گئے وہ اخراجات ہند کے زوج کے ذمہ پر لازم ہوں گے، یا ہندہ کے اپنے مال میں سے خرچ کیا جاوے اور جتنے دن ہندہ اپنے زوج کی رضامندی سے اپنی ماں کے پاس مقیم رہی، اتنے ایام کا نفقہ کس کے ذمہ ہوگا، زوج کے ذمہ ہوگا یا کیا۔

---

[1] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين اصنافاً او دراهم. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ٦٨/ج ٢/باب النفقة، مطلب لا تصير النفقة دينا، مطبوعه نعمانيه، البحر الرائق كوئٹه ص ١٨٦، ١٨٧ ج ٤ باب النفقة، النهر الفائق ص ٥١٢ ج ٢ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کی اجازت سے اپنی ماں کے پاس رہی ہے، تو ان ایام کا نفقہ زوج کے ذمہ لازم ہے[1] لیکن بیماری کی وجہ سے جو کچھ دوا وغیرہ میں خرچ ہوا ہے، وہ زوج کے ذمہ واجب نہیں، ہاں اگر زوج وہ خرچ دیدے تو اس کا احسان ہے: **ولا یجب الدواء للمرض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة کذا فی السراج الوهاج اهـ فتاویٰ عالمگیریه.**[2]

ص ۵۶۴/ ج ۲/ الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کردے اس کا نفقہ

سوال:- زید کی بڑی بیوی ۵۵/سال امیرہ کبیرہ واجب زکوٰۃ اور تمام اقسام ٹیکس کی ادا کرنے والی اور ۲۲/سالہ شادی شدہ لڑکا متمول، مالک جائیداد، تاجر اور ٹیکس گذار، زید کی دوسری چھوٹی بیوی ۲۴/سالہ غریب، قابلِ رحم و بے سہارا ایک چھوٹی بچی گود میں، لڑکی کی ماں سات سو میل فاصلہ پر چپکے سے شادی کے وقت سے مقیم بسبب غربت زید اس کے جملہ افراد کا صلہ رحمی پر کفیل، تقاضائے وقت کہ زید کی تجارت متزلزل ہوئی اور زید صرف مجبور ومحتاج ہوگیا، زید کا خیال ہوا کہ کسی

---

[1] فتجب النفقة ولو هی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص ۵۷۲/ ۵۷۵/ ج۳/)، باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

[2] (فتاوی عالمگیری ص ۵۴۹/ ج ۱/) مطبوعه زکریا دیوبند، شامی زکریا ص ۲۸۵ ج۵ باب النفقة، مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۸۲ ج۴ باب النفقة، تبیین الحقائق ص ۳۰۷ ج ۱ باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان.

چھوٹی بستی میں معمولی کرایہ پر دوکان لے کر کاروبار شروع کرے، مگر بڑی بیوی ہمراہ جانے کے لئے تیار نہیں، چھوٹی بیوی ہر طریقہ سے تیار ہے، یہ بستی کہ جہاں زید کاروبار کا خیال رکھتا ہے، بیوی کے مکان سے ۴۸ رمیل فاصلہ پر ہے، تو ان حالات میں چند امور قابلِ دریافت ہیں۔

الف: زید کے ساتھ دوسرے شہر میں نہ رہنے پر عدمِ رضامندی بڑی بیوی کی شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

ب: اس عدولِ حکمی کے باوجود زید کے ذمہ نان ونفقہ اور مساوات بدستور قائم ہے یا نہیں؟

ج: تلاشِ روزگار میں زید کی بڑی بیوی کو لڑکے کے پاس چھوڑ کر جانا لمبے عرصہ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

د: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا کہ میرے پاس مال موجود ہے اور میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے، آپ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں، اس لئے کہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔ (ابوداؤد[1]، نسائی، ابن ماجہ)

(۱) اس حدیث کے بموجب کیا محتاج زید تونگر بیٹے سے اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

(۲) کیا زید اپنی بڑی بیوی کو اس کے بیٹے کے پاس بغیر ادائیگی نان ونفقہ چھوڑ سکتا ہے۔

(۳) بدون نصیحت یا وصیت بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی والدہ کو اپنے پاس رکھے،

(۴) کیا زید اپنے بیٹے کو وصیت کرسکتا ہے کہ سوتیلی والدہ بہن بھائی کی امداد کرے زندگی میں بھی بعد وفات بھی۔

(۵) وصیت کو پورا کرنا کیا بیٹے کا فریضہ ہے شرعاً، اخلاقاً، عُرفاً۔

---

[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رجلا اتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه إنّ لی مالاً وولداً وان والدی یحتاج مالی قال انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم، ابوداؤد ص۴۹۸ ج۲ کتاب البیوع، باب الرجل یاکل من مال ولده، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجه ص۱۶۵ ابواب التجارة، باب ما لاجل من مال ولده، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

(۶) کیا بیوی کا فریضہ نہیں کہ ہر بات میں شوہر کے ساتھ رہ کر وقتی مشکلات حل کرائے،
(۷) مجبوری کی صورت میں کیا حسنِ سلوک وصلہ رحمی وامداد اقرباء کی موقوف کی جاسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) ان حالات میں زید کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ بڑی بیوی کو دوسرے شہر میں لے جانے پر مجبور کرے، خاص کر جب کہ دوسرا شہر بیوی کے مکان سے اڑتالیس میل فاصلہ پر ہو۔ کذا فی ردالمحتار ص:۳۶۰، ج:۲[۱]

(ب) اس عدولِ حکمی سے نفقہ ساقط نہیں ہوگا[۲] شامی ص: ۶۴۷، ج:۲، شب باشی میں مساوات اس وقت ضروری ہے جب دونوں ساتھ ہوں، اگر ایک اپنے مکان پر ہو دوسری سفر میں ساتھ ہو تو یہ مساوات ضروری نہیں[۳]

(ج) رہ سکتا ہے مگر بالکل نہ چھوڑ دے بلکہ حسبِ مصالح ومواقع بڑی بی بی کے پاس بھی آتا رہے اور نفقہ بھی دیتا رہے[۴]

---

[۱] انه ليس له السفر مطلقا بلارضاها لفسادالزمان لانها لاتأمن على نفسها في منزلها فكيف اذاخرجت وانه صرح في المختار بان عليه الفتوى الخ شامي نعمانيه ص ۳۶۰/ ج۲/ باب النفقة،مطلب في السفر بالزوجة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج۳، مجمع الأنهر ص۵۲۸ ج ۱ باب المهر، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] اوابت الذهاب اليه اوالسفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة در مختار اى بناء على المفتىٰ به من انه ليس له السّفر بها لفساد الزمان فامتناعها بحق شامي نعمانيه ص ۶۴۷/ج۲/ باب النفقة، مطلب لا تجب على الاب نفقة زوجه ابنه الصغير، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۹ ج۴ باب النفقة، المحيط البرهاني ص۲۸۳ ج۴ الفصل الاول من يستحق النفقة من الزوجات، مطبوعه المجلس العلمي ڈابهيل.

[۳] اما اذا سافر باحداهما ليس للاخرى ان تطلب منه ان يسكن عندها مثل التي سافربها، شامي زكريا ص۳۸۳ ج۴ باب القسم، عالمگيري كوئٹه ص ۳۴۱ ج ۱ الباب الحادي عشر في القسم، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۰ ج۳ باب القسم.

[۴] يجب النفقة والكسوة والسكنى للزوجة على زوجها ولو صغيراً مسلمة كانت او كافرة كبيرة او صغيرة مجمع الأنهر ص۱۷۳ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيري كوئٹه ص۵۴۴ ج ۱ الفصل الاول في نفقة الزوجة، الدر المختار على الشامي زكريا ص۲۷۸، ۲۸۳ ج۵ باب النفقة.

(د) ۱ : اصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنا خرچہ برداشت کرے، بعض اسباب کے ماتحت شریعت نے خاص صورتوں میں دوسروں پر نفقہ لازم کیا ہے، بیٹا اگر مالدار صاحبِ وسعت ہو اور باپ حاجتمند غریب ہو تو باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے[1]۔

(۲) اگر باپ اپنی بڑی بی بی کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا، غربت کی وجہ سے عاجز ہے، تو اسکے بیٹے کے ذمہ لازم ہے، کہ اپنی والدہ کا خرچہ برداشت کرے جب کہ مالدار ہے[2]۔

(۳) اِن حالات میں مالدار بیٹے کے ذمہ خود بھی ضروری ہے باپ کی نصیحت وصیت کا انتظار نہ کرے۔

(۴) جب کہ باپ مفلس ہے اور بیٹا مالدار ہے، تو اس کے ذمہ لازم ہے، کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہنوں کا بھی خرچہ دے۔ (شامی[3] ص ۶۷۳/ج ۲/)

(۵) حسبِ وسعت بیٹے کے ذمہ لازم ہے کہ باپ کی غربت کا لحاظ رکھے اور نفقہ دے[4]۔

(۶) بالکل بی بی کا فریضہ ہے، کہ اپنے مونس وہمدم شوہر کی پاس داری کر کے اس کو راحت پہنچائے، لیکن اگر اس کو اپنا مکان چھوڑ کر شوہر کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے شوہر کی طرف سے ایذاء وضرر کا اندیشہ ہے، تو اس بات میں شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا[5]۔

---

[1] وتجب علی موسر یسار الفطرة النفقة لا صوله ولو اب امه. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار نعمانیه ص ۶۷۸/ج ۲/) مطلب فی نفقة الاصول.

[2] تجب علی الموسر نفقة ابویه واجداده وجداته مجمع الأنهر ص ۱۹۵ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۶۳ ج ۳ باب النفقة، مطبوعه امدادیه ملتان، در مختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۷۸/ج ۲/، باب النفقة، مطلب فی نفقة الاصول.

[3] وعلیه نفقة زوجة ابیه وام ولده قال فی البحر وظاهر الذخیرة ان المذهب عدم وجوب نفقة امرأة الاب او جاریته او ام ولده حیث لم یکن بالاب علة وان الوجوب مطلقا روایة عن ابی ایوسف شامی نعمانیه ص ۶۷۳/ باب النفقة، مطلب فی نفقةزوجة الاب، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۶ ج ۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص ۱۹۹ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] تجب علی الموسر نفقة ابویه واجداده وجداته مجمع الأنهر ص ۱۹۵ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۶۳ ج ۳ باب النفقة، مطبوعه امدادیه ملتان، در مختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۷۸/ج ۲/، باب النفقة، مطلب فی نفقة الاصول. (بقیہ اگلے پر)

(۷) مالی صلہ رحمی مالی وسعت کے موافق ہوتی ہے مجبوری کی حالت میں معذوری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مالِ حرام سے نفقۂ زوجہ

سوال:- اگر کوئی آدمی مالِ حرام کما کر اپنی عورت کو کھلاوے تو عورت کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ رشوت اور غصب نہ ہو تو گنجائش ہے، یعنی بعینہٖ حرام مال کا لینا ناجائز ہے، البتہ اس کے عوض کی چیزوں میں وسعت ہے، اور گنہ شوہر پر ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی سے بدگمانی کی بناء پر نفقہ بند کر دینا

سوال:- بیگم جانی یوسف خاں کے نکاح میں چودہ سال سے ہے، پانچ اولاد ہیں، میرے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] اذا اراد ان یخرجها الی بلاد الغربة یمنع من ذلک لان الغریب یوذی ویتضرر لفساد الزمان شامی نعمانیه ص ۳۶۰/ج ۲/ باب النفقة، مطلب فی السفر بالزوجة.

(صفحہ ہذا) [1] لو اشتری طعاماً اوکسوة من مال اصله لیس بطیب فهی فی سعة من تناوله والا ثم علی الزوج. شامی زکریا ص ۳۰۲/ج۷، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، عالمگیری ص ۳۵۰/ج۵/، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی الکسب، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۰۲ ج۳ کتاب الحظر والاباحة، ما یکره اکله وما لا یکره.

شوہر نے مجھ پر بدکاری کا الزام لگا کر ثبوت میں دیسی تیل گرم میں سے انگوٹھی نکالنے کے لئے حکم دیا، خدا کا شکر ہے کہ میں اس امتحان میں کامیاب رہی، اس کے بعد بھی بلاقصور مار پیٹ اور بدکلامی سے پیش آتا ہے دوسری شادی کر لی ہے، اب پانچ سال سے مجھے اور بچوں کو گھر سے نکال دیا ہے، میں بیوہ والدہ کے پاس مقیم ہوں، نہ میرا خیال ہے، نہ بچوں کا، فاقے گذرتے رہتے ہیں، ادارہ دینیات میں کئی درخواست دے چکی ہوں، اراکینِ کمیٹی بھی شوہر کی بدکلامی سے ڈرتے ہیں، جس کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا، شوہر لوگوں میں کہتے ہیں کہ میں طلاق دے دوں گا، اگر کمیٹی والے رکھنے کا فیصلہ کریں گے، تب بھی طلاق دوں گا، میں چاہتی ہوں کہ طلاق نہ ہو اور میرا شوہر مع بال بچوں کے نان ونفقہ کی خبر لے، اس صورت میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قصور سے بری ہونے کا جو فیصلہ اختیار کیا گیا ہے، (گرم کڑاہی سے انگوٹھی نکالنا) شرعاً یہ طریقہ غلط ہے، اگر قصور پر گواہی موجود نہ ہو تو جس کو قصوروار قرار دیا جاتا ہے، اس کا قسم کھالینا قصور سے براءۃ کے لئے شرعاً کافی ہے[1] محض بدگمانی کی وجہ سے ایسا رویہ اختیار کرنا کہ بچوں اور بیوی کو الگ کر کے خرچ بند کر دیا جائے، یہ شرعاً درست نہیں، بلکہ گناہ اور ظلم ہے اور بدگمانی کی وجہ سے بلا ثبوت بھی مجرم ٹھہرا کر طلاق دیدینا بھی ظلم اور گناہ ہے[2] تاہم اگر شوہر طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجائے گی، پھر ایامِ عدت کا خرچہ[3] اور مہر دینا لازم ہوگا[4] بچوں کا خرچہ بہرحال باپ کے ذمہ ہوتا

---

[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی خطبته البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه ترمذی شریف ص ۲۴۹ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما جاء فی ان البینة علی المدعی، مطبوعه اشرفی دیوبند، کنز العمال ص ۱۸۷ ج ۶ کتاب الدعوی، حدیث ۱۵۲۸۳ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، مشکوٰة ص ۳۲۷ باب الاقضیة، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ . (سورة الطلاق آیت ۲)

ترجمہ:- اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

[3] وتجب النفقة والسکنی لمعتدة الطلاق ولو بائناً. مجمع النهر ص ۱۹۰ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۳ ج ۵ (بقیہ آئندہ پر)

ہے، طلاق دی جائے تب نہ دی جائے تب[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

بدچلن بیوی کو طلاق مل گئی مہر اور خرچہ کی وہ مستحق ہے یا نہیں؟

سوال:- بیوی اگر بدچلن ہوجائے اور شوہر کے گھر سے بھاگ جائے تو اس صورت میں شوہر اگر طلاق دیدے تو کیا مہر اور عدت کا خرچہ شوہر کو دینا ضروری ہوگا، یا صرف مہر ہی دینا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مہر بھی پورا دینا ہوگا[2] اور عدّت کا خرچہ بھی دینا ہوگا، بیوی کی اس نالائق حرکت کی وجہ سے عدت کا خرچہ ساقط نہ ہوگا[3] البتہ اگر شوہر کے مکان پر عدت نہ گذارے تو عدت کا خرچہ ساقط

(گذشتہ کا حاشیہ) باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة.

[4] لزم المسمی بالدخول او موت احدهما وکذا بالخلوة الصحیحة سکب الأنهر علی مجمع الانهر ص ۵۰۹/ج ۱/ باب المهر، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ج ۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، بدائع الصنائع زکریا ص۵۸۴ ج۲ فصل واما بیان ما یتأکد به المهر.

(صفحہ ہذا) [1] ونفقة الطفل الفقیر علی ابیه. (مجمع الانهر ص ۱۹۱ ج۲، باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

[2] والمهر یتأکد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین سواء کان مسمی او مهر المثل، حتی لا یسقط منه شئ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ج ۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر، البحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۳۳ ج۴ باب المهر.

[3] لو نشزت المبانة فی العدة او قبلت ابن الزوج لا تسقط نفقتها، النهر الفائق ص۵۱۷ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۴۱ فصل فی نفقة المعتدة، المحیط البرهانی ص۳۲۷ج۴ نوع آخر فی اسباب المسقطة لهٰذه النفقة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

ہوجائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۵ھ

نفقۂ مطلقہ

سوال:- میں ایک پردہ نشین نہایت بدقسمت عورت ہوں، میری شادی حسبِ رواج برادری مسمّٰی اقبال سے عرصہ ہوا عمل میں آئی، شادی کے بعد پتہ چلا کہ شوہر نہایت بدچلن اور غنڈہ ہے، اس نے تمام زیورات اور سامانِ جہیز کو رفتہ رفتہ اپنی بدچلنی میں خرد برد کردیا، نہ پیٹ بھر روٹی دیا نہ تن کو کپڑا، سائلہ کی لڑکی بھی ماں باپ کے گھر پیدا ہوئی، سارا خرچہ والدین نے اٹھایا، جب میں اپنی زندگی سے تنگ آگئی تو بالآخر اس نے عرصہ نو ماہ کا ہوا چند اشخاص کے سامنے حسبِ شرع تین مرتبہ طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرکے تین کپڑوں کے ساتھ جو بدن پر تھے، والدین کے گھر چھوڑ گیا، نہ لڑکی کا خیال کیا نہ سائلہ کا، نہ سائلہ کا مہر ادا کیا، نہ خرچہ ایّامِ عدت دیا، اب اس کو لالچ دامن گیر ہے، طرح طرح کی ناجائز دھمکیاں دے رہا ہے، میرے غریب ماں باپ کب تک میرا خرچہ برداشت کریں گے، علمائے دین سے مسئلہ درکار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گواہوں کے سامنے اس نے تین مرتبہ طلاق دے دی تو نکاح بالکل ختم ہوگیا[2] آپ

---

[1] المعتدة اذا خرجت من بيت العدة تسقط نفقتها ما دامت على النشوز ثم الخروج عن بيت العدة على سبيل الدوام ليس بشرط لسقوط نفقتها فانها اذا خرجت زمانا وسكنت زمانا لا تستحق النفقة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۹ ج۴ باب النفقة، المحيط البرهانى ص ۳۲۸ ج۴ نوع آخر فى اسباب المسقطة لهٰذه النفقة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] لو قال لزوجته انت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا ع الاشباه والنظائر ص ۲۱۹، القاعدة التاسعة اعمال الكلام اولى، وبيان ما تفرع عليه من انه لو كرر الطلاق، مطبوعه مكتبه دار العلوم ديوبند، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۵۲۱ ج۴ باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فيما قال امرأته طالق، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۵ ج ۱ الفصل الاول فى الطلاق الصريح.

کا مہر[1] اور خرچہ عدت بھی اس کے ذمہ واجب ہے[2]، عدت تین ماہواری گذرنے پر نکاحِ ثانی کا آپ کو اختیار ہے، [3] لڑکی کا نفقہ بھی اس کے ذمہ لازم ہے[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۹/۲/۱۳۹۴ھ

عدت خلع کا نفقہ

سوال: -خلع طلاق پر عورت عدت کے نفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں ایسا ہی عورت کے مزنیہ ہونے کی بناء پر عورت کو طلاق دیدے تو اس صورت میں عورت مہر ونفقہ کی مستحق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلع میں اگر نفقۂ عدت کے سقوط کی شرط نہیں کی گئی تو وہ ساقط نہیں ہوگا، اگر شرط کر لی گئی ہے، تو ساقط ہوجائے گا، مہر بلا شرط بھی ساقط ہوجاتا ہے، طلاق سے نہ نفقۂ عدت ساقط ہوتا ہے، نہ مہر خواہ مزنیہ ہونے پر طلاق دے خواہ کسی اور وجہ سے: **و سقط کل منهما أی من الخلع والمباراة کل حق لکل واحد من الزوجین علی الآخر مما یتعلق فلاتطالب هی**

---

[1] ویتاکد المهر عند وطئ او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما، الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص۲۳۳ ج۴ باب المهر، البحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ ج۳ باب المهر، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۳ ج۱ الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر.

[2] وتجب النفقة والسکنی لمعتدة الطلاق ولو بائنا مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۲ باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۳۳ج۵ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۸ ج۴ باب النفقة.

[2] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء، هدایه ص۴۲۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۴۲ ج۲ باب العدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۱۸۱، ۱۸۲ ج۵ باب العدة.

[3] تجب النفقة والسکنی والکسوة لولده الصغیر الفقیر وعلم ان الطفل یقع علی الذکر والانثی ولذا عبر به، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۱ ج۴ باب النفقة، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۳۶ ج۵ باب النفقة، مطلب الصغیر والمکتسب، مجمع الأنهر ص۱۹۱ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

بمهر ولا نفقة ما ضية مفروضة بالقضاء واما نفقة الولدو العدة فلا تسقط الا بالذكر اهـ مجمع الانهر[1] ص: ۴۵۲/ج۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶ محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶ محرم ۶۸ھ

مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ بعد عدت

سوال:- ناصر نے نور جہاں سے نکاح کیا، بعد ایک عرصہ کے ناصر نے اپنی بیوی نور جہاں کی موجودگی میں اس کی علاتی بہن شاہجہاں سے نکاح کرلیا، اس کے بعد نور جہاں کو طلاق مغلظہ دیدی، طلاق مغلظہ دینے کے بعد گاؤں والوں کے سمجھانے بجھانے پر اب ناصر نور جہاں کو اور اس کے بچوں کے اخراجات کے لئے پچاس روپیہ ماہوار دیتا ہے اور نور جہاں عرصہ سے اسی حالت میں ناصر سے ملے ہوئے مکان کے ایک کمرہ میں ناصر کی اجازت سے رہتی ہے، اس صورت میں نور جہاں اور بال بچوں کو اس روپیہ کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس روپیہ سے نور جہاں کے باپ اور بھائی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نور جہاں کا ناصر کے مملوکہ مکان میں عدت کے بعد بھی رہنا درست ہے یا نہیں؟ شاہ جہاں کا نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کا خرچ تو ناصر کے ذمہ لازم ہے[2] نور جہاں کا خرچ عدت ختم ہونے کے بعد سے لازم

---

[1] مجمع الانهر ص ۱۰۹/ج۲، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، باب الخلع، النهر الفائق ص ۴۴۴ ج۲ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زكريا ص ۱۰۴، ۱۰۶ ج۵ باب الخلع.

[2] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۳۳۶ ج۵ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، مجمع الأنهر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں رہا[1] لیکن اگر ناصر اس خیال سے اس کو بھی خرچ دیتا ہے، کہ وہ اس کے بچوں کی پرورش کرتی ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، نیز مکان سے متصل کمرہ میں رہنے سے بچوں کی نگرانی میں سہولت رہتی ہے، یہ بھی درست ہے، لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے، کہ گذشتہ تعلقات کی یاد تازہ ہو کر فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے جو روپیہ نور جہاں کو ملا ہے، اگر وہ اس میں سے اپنے باپ بھائی کو بطور ہدیہ کچھ دے تو یہ بھی درست ہے۔

نور جہاں کی علاتی بہن سے جو ناصر نے نکاح کیا ہے وہ حرام ہے،[2] اس کو چاہئے کہ دوبارہ نکاح کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقدارِ نفقہ اگر عورت مدعی ہے کہ مجھے نو سال میں تین حیض آتے ہیں

سوال:- بکر نے ہندہ سے نکاح کیا، کچھ عرصہ کے بعد بکر نے ہندہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور طلاق رجعی دیدی، ہندہ بکر سے نفقۂ عدت مانگتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھے ایام ماہواری تین سال میں ایک بار سات یوم کے لئے ہوتے ہیں، اس لئے نو سال کا نفقہ عدت مجھے دلایا جائے، بکر کا کہنا یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین ماہ دس یوم ہوتی ہے، اس لئے تین ماہ دس یوم کا نفقہ

---

[1] عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِلْمُطَلَّقَۃِ الثَّلَاثِ النَّفَقَۃُ وَالسُّکْنٰی مَا دَامَتْ فِی الْعِدَّۃِ. (نصب الرایۃ ص ۲۷۳/ ج۳/) باب النفقۃ. ولو اقام الزوج علی اقرارھا بانقضاء العدۃ سقطت نفقتھا، عالمگیری کوئٹہ ص۵۵۸ ج ۱ الفصل الثالث فی نفقۃ المعتدۃ، تاتارخانیہ کراچی ص۲۲۳ ج۴ فی بیان من تستحق النفقۃ من المطلقات، المحیط البرھانی ص ۳۲۰ ج۴ فی بیان من یستحق النفقۃ من المطلقات، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً عقداً صحیحیاً وعدۃ ولو من طلاق بائنٍ. الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ص۲۸۴/ ج۲، فصل فی المحرمات، مجمع الأنھر ص ۴۸۰ ج ۱ باب المحرمات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۹۷ ج۳ فصل فی المحرمات.

دے سکتا ہوں، کیا ہندہ کا کہنا درست ہے؟ اگر درست ہے تو کیا بکر کو یہ اختیار ہے کہ ہندہ کو بذریعہ میڈیکل معائنہ کرائے یا ہندہ کا قول ہی اس امر میں بروئے مسئلہ شرعی صحیح تصور کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وتجب لمطلقة الرَّجعی وَالبائن النفقة وَالسُکنٰی والکسوة ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقة مَالم یحکم بانقضائها مالم تدع الحبل (درمختار) قوله فلها النفقة ای یکون القول قولها فی عدم انقضائها مع یمینها ولها النفقة کما فی البحر. قوله مَالم یحکم بانقضائها فان حکم بهٖ بان اقام الزوج بینة علی اقرارها بهٖ برئ منها کما فی البحر اھ[1] رد المحتار ص ۶۶۹/ج ۲/.

اِن عبارات سے معلوم ہوا کہ طلاق کے بعد تین حیض گذرنے میں مطلقہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اور جب تک تین حیض نہ گذر جائیں وہ نفقہ وسکنیٰ کی مستحق ہوگی اور دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی[2] اور شوہر کو صحبت اور ہمبستری کا اختیار بھی باقی رہے گا، اور یہ حق بھی رہے گا، کہ مجبور کر کے اپنے ہی مکان پر رکھے، میڈیکل وغیرہ کے ذریعہ کسی جانچ پر عورت کے قول کو تسلیم کرنا موقوف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلاق اور بچوں کا نفقہ

سوال:- ایک شخص اپنی منکوحہ کو تقریباً چار سال کے عرصہ سے علیحدہ کر چکا ہے، اور یہ الفاظ ادا کر چکا ہے اگر تم کو آباد کروں تو اپنی ماں، بہن کو کروں، اور ان کو نکال دیا ہے اور وہ اپنے ماں باپ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص ۶۶۹/ج۲/ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، تاتارخانیه کراچی ص ۲۲۳ ج۴ فی بیان من یستحق النفقة من المطلقات، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۹ ج۴ باب النفقة.

[2] لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱ کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۱ باب فی المحرمات، تاتارخانیه کراچی ص ۴ ج۳ الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الانکحة.

کے یہاں چلی آئی ہے، اور اسی عرصہ میں جب کہ دو بچے بھی انتقال کر چکے ہیں، اور وہ شہر میں رہتے ہوئے اور حادثہ سے باخبر ہوتے ہوئے بھی شمولیت نہیں کی، نہ کسی طرح کا نان ونفقہ دیا اور نہ کبھی کسی کے ذریعہ یا خود بلایا ہے، ایسی صورت میں کیا وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ مکرر یہ کہ اس شخص نے اپنی منکوحہ کو نکالتے وقت یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تم کو میری طرف سے طلاق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر قطعِ تعلق کر چکا ہے، تو بعد عدت اس عورت کو دوسری جگہ نکاح جائز ہے[1] اس کی عدت تین حیض ہے، یعنی طلاق کے بعد تین حیض گذرنے پر نکاحِ ثانی شرعاً درست ہے[2] اور بچوں کا نان ونفقہ اس شخص کے ذمہ واجب ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/۲/۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

اولاد کو کیا نقد نفقہ دینا لازم ہے

سوال:- نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہ اگر نقد کی صورت میں ادا نہ کرے بلکہ بچوں کے کپڑے وخوراک وعلاج کا بندوبست خود کر دیا کرے تو نفقہ کا حق ادا ہوگا، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

---

[1] اما الطلاق الرجعی الی قوله فان طلقها ولم یراجعها بل ترکها حتی انقضت عدتها بانت بدائع کراچی ص ۱۸۰ ج ۳ فصل واما بیان حکم الطلاق، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۸ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیره، فتح القدیر ص ۴۶۵ ج ۳ باب طلاق السنة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء، هدایه ص ۴۲۲ ج ۲ باب العدة، مطبوعه تهانوی دیوبند، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۱، ۱۸۲ ج ۵ باب العدة، تبیین الحقائق ص ۲۶ ج ۳ باب العدة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] وتجب النفقة بانواعها علی الحر لطفله یعم الانثی والجمع الفقیر. (الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۶۷۰/ج ۲/) مطلب الکلام علی نفقة الاقارب، باب النفقة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۴ باب النفقة، عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۰ ج ۱ الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

الجواب حامداً ومصلیاً

ادا ہو جائے گا، نقد دینا لازم نہیں ضروریات کا پورا کرنا مقصود ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۴/ذی قعدہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶/ذی قعدہ ۶۷ھ

نابالغ اولاد کا نان نفقہ

سوال:- ہمارے والدین اپنے باپ دادا کے جدی مکانات میں رہتے تھے، کیا بیٹوں کو بھی نابالغی کے دوران اپنے باپ کے مکانات میں رہنے کا شرعاً حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ اولاد کا کھانا کپڑا، رہن سہن والد کے ذمہ ہوتا ہے، جب کہ خود اس نابالغ کے پاس مال نہ ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۱۳۹۴ھ

---

[۱] هی لغة ما ينفقه الانسان على عياله ونحو ذلک ..... وشرعاً ..... هی الطعام، والكسوة والسكنىٰ، الدر المنتقىٰ مع مجمع الأنهر ص ۱۷۳ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی دار الفكر ص ۵۷۲، ۵۷۱ ج ۳ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۰۴ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثىٰ والجمع الفقير أى ان لم يبلغ إن لم يبلغ حد الكسب الخ الدرمختار على الشامی نعمانيه ص ۶۷۰ / ج ۲ /باب النفقة، مطلب الكلام على نفقة الاقارب، فتح القدير ص ۴۱۰ ج ۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص ۵۱۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بیوہ اور حاجتمند لڑکی کو مکان دینا

سوال:- زید کے چار اولاد ہیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکی بعد کی دوسری بیوی سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا، سب شادی شدہ ہیں، پہلی بیوی کی لڑکی بیوہ ہے، دوسری بعد کی بیوی کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا، جب ہی سے پہلی بیوی کی لڑکی خدمت کر رہی ہے، اس کو رہنے کے لئے مکان نہیں ہے، اس وجہ سے زید اپنے مکان میں سے اس لڑکی کو اس کے رہنے کے لئے مکان دینا چاہتا ہے، یہ فعل دوسری بیوی کی اولاد کو ناگوار ہے، اور اس وجہ سے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ نہیں ہے، زید کا اپنی بیوہ لڑکی کو اپنی زندگی میں مکان دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی مرحومہ بیوی سے پیدا شدہ بیوہ لڑکی کو اس کی ضرورت وحاجت نیز اس کی خدمت کی وجہ سے اپنی زندگی میں اپنے مکان میں سے رہنے کے لئے مکان دینا شرعاً درست ہے،[1] دوسری بیوی سے پیدا شدہ اولاد کو محروم کرنا یا نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہئے،[2] ورنہ ظلم اور گناہ ہوگا،[3] جب وہ بیوہ لڑکی اپنے والد کی خدمت کرتی ہے اور حاجت مند ہے تو دوسری بیوی کی اولاد کو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۱۳۹۶ھ

---

[1] تجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم االانثى قوله بانواعها من الطعام والكسوة والسكنى، الدر المختار مع الشامى دار الفكر ص ۶۱۲ ج۳ باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب نفقته فى كسبه لا على أبيه، فتح القدير ص ۴۱۰ ج۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ولو وهب رجل شيئاً لا ولاده فى الصحة واراد تفضيل البعض على البعض روى المعلى عن ابى يوسف رحمه الله لا باس به اذا لم يقصد الا ضرار به. (عالمگيرى مختصراً ص ۳۹۱/ج۴/) الباب السادس فى الهبة للصغير، خانيه على هامش الهنديه ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الولد لولده والهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باپ کا نفقہ بیٹے پر

سوال:- کہ زید اپنے والد صاحب کو ہمیشہ پانچ روپیہ ماہوار دیتا رہا، جب سے کہ زید نے والد سے محض مجبوری کی وجہ سے علیحدگی اختیار کی اتفاقاً ایک مرتبہ جب کہ زید روپیہ مذکورہ والد کو دینے گیا تو اس نے لینے سے انکار کردیا اور یہ جواب دیا کہ میں تو اب سے دس روپیہ لوں گا، پانچ نہیں لوں گا، حالانکہ والد مذکور کوئی غریب مفلس آدمی نہیں صاحب حیثیت ہے، ایک اور لڑکا بھی ہے جو تقریباً تیس چالیس روپیہ ماہوار کماتا ہے، اور شامل ہے اور زید کی والدہ محترمہ تجارت بھی کر رہی ہیں اور ادھر سے یہ حال ہے کہ زید صاحب عیال ہے، جس کی وجہ سے دس روپیہ دینے کی گنجائش نہیں ہے، اور پانچ روپیہ پر والد صاحب راضی نہیں ہوتے تقریباً دس مہینہ کا عرصہ گذر گیا جب سے یہ جھگڑا ہو رہا ہے، اب ایسی حالت میں جو شرع شریف کا حکم ہو بتلا دیا جائے اور اگر کسی طرح مصیبت برداشت کرتے ہوئے اور اپنے بال بچوں پر تنگی کرتے ہوئے دس روپیہ دیدیں تو اس پر وہ راضی ہوتے ہیں، مگر اس شرط پر کہ دس مہینہ کا وظیفہ پانچ روپیہ کے حساب سے پہلے باقی کیا جاوئے جس کی ادا کرنے کی مجھ میں کسی طرح گنجائش نہیں، اس کا حکم بھی براہ کرم شرع شریف کے مطابق بیان فرمادیں۔ بینوا وتوجروا۔ اور والد صاحب کا ناراض ہونا گوارہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دونوں لڑکوں میں مالدار اور غریب ہونے کے اعتبار سے زیادہ فرق ہے، تو والد کے نفقہ میں بھی فرق ہوگا، یعنی حسبِ حیثیت واجب ہوگا[1] جب زید خود بھی صاحب عیال ہے اور اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ والد صاحب کو دس روپیہ ماہانہ دے اور والد کا گذر اس کے روپیہ پر موقوف بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ وان کان للفقیر ابنان احدھما فائق فی الغنی والآخر یملک نصاباً انما تکون النفقۃ علیھما علی السواء اذا تفاوتا فی الیسار تفاوتاً یسیراً واما اذا تفاوتاً تفاوتاً فاحشاً فیجب ان یتفاوتا فی قدر النفقۃ. (عالمگیری ص ۵۶۵/ج ۱/) الباب الخامس، فی نفقۃ ذوی الارحام.

نہیں، جب کہ وہ خود صاحب حیثیت ہے، اور اپنا خرچ خود برداشت کرسکتا ہے، تو پھر زید کے ذمہ دس روپیہ دینا واجب نہیں، بلکہ اپنی استطاعت کے موافق والد کی خدمت کرتا رہے، اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد استطاعت سے زیادہ طلب کرے تو اس کے نہ دینے سے زید پر مواخذہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ۲۴/ذی قعدہ ۵۷ھ

ضعیف والدین کا نفقہ

سوال: -عرض ہے کہ فدوی پانچ بھائی تھے، اور ہمارے باپ ماں بھی حیات ہیں، میں سب سے بڑا بھائی ہوں اور سب میرے سے چھوٹے تھے، اور ہم سب اکٹھا رہا کرتے تھے، اور سب بھائیوں میں میں ہی کمانے کے قابل تھا کیونکہ اور بھائی چھوٹی عمر کے تھے، اور ان سب کو کام سکھائے گئے، اب ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس وقت چار بھائی موجود ہیں اور تین بہنیں موجود ہیں ایک بھائی جو کہ میرے سے چھوٹا اور دو سے بڑا ہے، اس کو درزی کا کام سکھایا گیا ہے، پہلے وہ اس قابل نہیں تھا کہ کچھ کما سکے سب اکٹھے اپنی گذر اوقات کرتے رہے، اور ان کو کام سکھاتے رہے جب وہ بھائی کمانے کے قابل ہوگیا، اس وقت سے وہ اپنی کمائی علیحدہ جمع کرتا رہا، حتی کہ اپنا خرچہ خوراک بھی ہم کو نہیں دیتا تھا، اور وہاں باپ اس کو ہر چیز سمجھاتے رہا کرتے تھے، کہ تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم اپنی کمائی الگ جمع کرتے رہو، کم از کم اپنا خرچہ ان کو دیتے رہا کرو مگر وہ کچھ

---

[1] فان كان فيه فضل عن قوته يجبر الابن على نفقة الاب وان لم يكن فيه فضل عن قوته فلا شئ عليه بالحكم ولكن يؤمر من حيث الديانة هذا اذا كان الابن وحده وإن كان له زوجة وأولاد صغارٌ يجبر الابن علٰى أن يدخل الاب فى قوته ويجعله كاحد من عياله ولا يجبره علٰى أن يعطى شيئاً على حدة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۶۵ ج ۱ باب النفقة، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، مجمع الأنهر ص ۱۹۵ ج ۲ باب النفقة، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

خیال نہیں کرتا تھا، اس کی شادی بھی شاملات میں رہتے ہوئے کردی گئی شادی ہونے پر اس نے کوئی خرچہ اپنا اور اپنی بیوی کا ہمیں نہیں دیا، عرصہ تک دونوں میاں بیوی بلاخرچہ دیئے ہمارے ہی میں شاملات کھاتے رہے، جب اس کو بہت کہا گیا تو کبھی کبھی پانچ، چار روپیہ دیا کرتا اس کے بعد اپنا مکان علیحدہ خرید لیا جس وقت وہ علیحدہ ہونے لگا اس وقت اس کو کہا گیا کہ جب تک اور بھائی بہنوں کی شادی نہ ہوجائے اور یہ بھائی کمانے کے قابل نہ ہوجائیں اس وقت تک تم کو علیحدہ ہونا ٹھیک نہیں، مگر وہ نہ مانا اور مکان خرید کر علیحدہ ہوگیا، اور اسی رقم سے اس نے مکان خریدا جو اس نے کما کر اکٹھی کی تھی ہمارے ذمہ کچھ قرض بھی ہوگیا اس میں بھی اس نے کچھ نہیں دیا اس نے جو مکان خریدا وہ قابل مرمت تھا میں چونکہ معماری کا کام جانتا ہوں، بہت دن تک اپنی مزدوری اس میں خرچ کی اور خیال یہ تھا، کہ اگر بھائی اس کے اندر رہے گا تو کچھ مزدوری نہیں لوں گا، اور اگر فروخت کرے گا تو مزدوری لوں گا، جب سے یہ بدامنی ہوئی ہے، اس وقت سے وہ از حد کوشش کر رہا ہے کہ مکان فروخت کر کے پاکستان چلا جائے، اس کو ہر چند کہا گیا کہ مکان فروخت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتا مکان فروخت کرنے کی غرض سے ایک سال سے اپنے آپ کو پاگلوں اور دیوانوں کی حالت میں تبدیل کر رکھا ہے، ہر چند یہ کوشش کر رہا ہے کہ مکان فروخت کردے حالانکہ اس وقت بھی اس کے پاس چھ سو روپیہ نقد اور اتنے کے زیوارات موجود ہیں، اس کو کہا جاتا ہے کہ اس رقم اور زیورات میں سب کا حصہ ہے، ان کو بھی دینا چاہئے، مگر وہ نہیں مانتا حالانکہ ماں باپ بہت ضعیف ہیں، نماز بھی مشکل سے ادا کرتے ہیں، اور بھائی بھی ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ اپنا گذارہ بخوبی کرسکیں، یہاں تک کہ ماں باپ کا بھی اعتبار نہیں کرتا اپنی جمع کردہ رقم دوسروں کے پاس رکھتا ہے، کیا دوسروں کو وہ رقم رکھنی جائز ہے، جب کہ ان کو معلوم ہے کہ رقم مشترکہ سب کی ہے اور شاملات میں رہتے ہوئے اکٹھی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً مصلیاً

اگر یہ رقم اس نے کسی سے چوری نہیں کی بلکہ خود کمائی ہے، تو یہ چوری کا مال نہیں لہٰذا جس کے

پاس یہ رقم رکھی ہے اس کو رکھنا درست ہے، اگر ماں باپ اور بھائیوں کے مال کو چوری کر کے رقم جمع کی ہے، تو یہ چوری کا مال ہے، ایسی حالت میں اس شخص کو رقم کا رکھنا درست نہیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(۱) اس رقم کے اندر ماں باپ، بھائی، بہنوں کا حق ہے، یا نہیں۔

(۲) جو مکان اس نے خریدا ہے، اس کے اندر بھائیوں کا حق ہے، یا نہیں؟

(۳) اس کو اس طرح علیحدہ ہونا جائز تھا، اور بھائیوں کی شادیاں نہیں ہوئیں اور برسر روزگار بھی نہیں۔

(۴) اس کو قرض دینا جائز تھا یا نہیں جو کہ شاملات رہتے ہوئے ہوا۔

(۵) اگر وہ مکان فروخت کرے تو جو مزدوری میری خرچ ہوئی ہے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر وہ ہمیں رقم دے تو اس کو ماں باپ بھائی بہنوں میں کس طرح تقسیم کریں۔

(۷) اس شخص کے لئے کچھ سزا ہے یا نہیں جو کہ سب بات کو جانتے ہوئے اس کی رقم کو رکھتا ہے اور اگر ہے تو حشر کے روز اس کی کیا سزا ہے؟

(۸) اور میرے بھائی کی کیا سزا ہے، جس نے کہ اتنی پریشانیاں پیدا کیں اور اگر ہے تو حشر کے روز کیا سزا ہے، تا کہ اس کو سمجھا دیا جائے اور وہ راہ راست پر آ سکے۔؟

الجواب حامداً مصلیاً

(۱) اگر ماں باپ بھائی بہنوں سے چوری کی ہے تب تو سب انہیں کی ہے اگر خود کمائی ہے تو خود اس کمانے والے کی ہے، ماں باپ وغیرہ کا اس میں حق نہیں ہاں جو کچھ انہوں نے اس پر خرچ کیا ہے اگر قرض کہہ کر خرچ کیا ہے وہ لے سکتے ہیں[۲]، اور بوقت حاجت والدین کا نفقہ اولاد کے ذمہ

---

[۱] قال اللہ تعالیٰ:- وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (آیت ۲/سورۃ مائدہ)

[۲] عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ خُطْبَةِ عَامِ حَجَّةِ الْوِدَاعِ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِیٌّ. (ترمذی ص۲۳۹/ج۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتا ہے جس میں دوسری اولاد کے ساتھ یہ بھی شریک ہے[۱]۔

(۲) اس میں بھائیوں کا حق نہیں۔

(۳) علیحدہ ہونا اس کو جائز ہے، لیکن ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ رہ کر کھانا پینا اور اپنی کمائی علیحدہ جمع کرنا بہت بڑی بے مروتی ہے اور انتہائی احسان فراموشی ہے، جس کا نتیجہ بہت خراب ہے۔

(۴) جس طرح وہ کھانے پینے میں سب کے شریک رہا تو اس کو چاہئے کہ اس سلسلہ میں جو قرض ہوا اس کے ادا کرنے میں بھی سب کے ساتھ شریک رہے۔

(۵) اگر کوئی معاملہ طے کیا ہے تو اس معاملہ کے موافق مزدوری لینا درست ہے، محض دل میں رکھنا اور نیت کر لینا کافی نہیں[۲]۔

(۶) اس کی سعادت یہ ہے کہ والدین کی خدمت میں وہ رقم پیش کر دے پھر والدین سب کو برابر دیدیں[۳]۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب ما جاء ان العارية مؤداة.

ترجمہ: — حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداعی حج کے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عاریت لی ہوئی چیز اداء ہو کر رہے گی اسے واپس دے دیا جائے اور ضامن ذمہ دار ہے اور قرض پورا ہو کر رہے گا (اسے ادا کرنا واجب ہوگا)

(صفحہ ہذا) [۱] ان كان للفقير ابنان احدهما فائق في الغنى والآخر يملك نصاباً كان النفقة عليهما سواءً. عالمگيری ص ۵۶۵ / ج ۱، الفصل الخامس في نفقة ذوى الارحام، باب النفقة، خانية على هامش الهندية ص ۴۴۸ ج ۱ باب النفقة، فصل في نفقة الوالدين وذوى الارحام، مطبوعه كوئٹه، شامی دار الفكر ص ۶۲۳ ج ۳ باب النفقة، مطلب صاحب الفتح ابن الهمام من اهل الاجتهاد.

[۲] واما ركنها اى الا جارة فالا يجاب والقبول بالالفاظ الموضوعة في عقد الاجارة. (عالمگيری ص ۱۰۹ / ج ۴ /) كتاب الاجارة، سكب الأنهر ص ۵۱۲ ج ۳ كتاب الإجارة، دار الكتب العلمية بيروت، در مختار علىٰ الشامی كراچی ص ۵ ج ۶ كتاب الإجارة.

[۳] لو وهب شيئاً لأولاده في الصحة واراد تفضيل البعض على البعض لا باس به اذا لم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم. (عالمگيری ص ۳۹۱ / ج ۴ /) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۷) اس کا جواب سب سے پہلے نمبر میں آ گیا۔

(۸) اس کو نصیحت کی جائے والدین کے حقوق بتائے جائیں، اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعاء خیر کی جائے اور معاف کر دیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں پر بہت بڑا اجر ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷ر شوال ۶۷ھ

فاسقہ والدہ کا نفقہ

سوال:- زید اپنی والدہ کی بدچلنی اپنی نظر سے ۲۴ر برس سے متواتر اپنی چشم سے دیکھتا رہا ہے، اور نان ونفقہ دیتا رہا ہے، دس سال ہوا کہ زید کی والدہ نے ایک ٹکٹ بابو ہندو سے تعلق ناجائز پھر کر لیا، پھر بھی زید خرچ اخراجات دیتا رہا، جب کہ چند مرتبہ زید نے ٹکٹ بابو سے اپنی نظر سے کثرت سے والدہ کا تعلق پایا تو دو مولوی والدہ کے روبرو کھڑے کئے اور کہا کہ تم حرام کاری سے باز آ جاؤ ورنہ آئندہ خرچ دینا بند کر دوں گا، اور تم ہر وقت میرے ہمراہ رہو لیکن کچھ اثر نہ ہوا، اب زید مالدار ہو گیا ہے والدہ کرایہ کی حویلی میں رہتی تھی، زید اس حویلی کا بیع نامہ اپنے روپیہ سے اپنا نام کرا لیا تھا چونکہ زید کی والدہ کا شہرہ حرام کاری کا زید کے دوستوں میں پھیل گیا ہے زید نے آٹھ برس سے والدہ کا خرچ دینا بند کر دیا ٹکٹ بابو سب خرچہ کا کفیل ہے، زید وطن بھی اس دفعہ سے نہیں گیا زید اپنے وطن جا کر اپنی زر خرید جگہ سے والدہ کو علیحدہ کر سکتا ہے، جواب دیں ویسے تو قطع تعلق آٹھ برس سے زید کر چکا ہے۔

الجواب حامداً مصلیاً

اس ناجائز تعلق کی وجہ سے والدہ کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اگر والدہ ضرورت منداور غریب

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) الباب السادس فی الهبة للصغير، خانية على هامش الهندية ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فی الهبة الولد لولده، الدر المختار على الشامی زكريا ص ۵۰۱ ج۸ كتاب الهبة.

ہوتو لڑکے کے ذمہ نفقہ واجب ہے،[1] اور یہ بھی جائز نہیں کہ والدہ سے اس طرح قطع تعلق کر کے اس کو ہندو کے ساتھ چھوڑ دیا جائے، بلکہ حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ اس ہندو یا کسی اور سے ناجائز تعلق نہ رہے، اس لئے والدہ کو اپنے ساتھ مکان میں رکھنا چاہئے تاکہ ناجائز تعلق کی نوبت نہ آئے، اگر ضرورت ہوتو والدہ کا کسی جگہ باقاعدہ نکاح کر دیا جائے، پھر امید ہے کہ کسی سے ناجائز تعلق بھی نہ رہے گا، اور نفقہ میں بھی سہولت ہوگی اور احترام بہر حال ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۵/ ذیقعدہ ۵۶ھ

ماں اور بیوی کا نفقہ

سوال:- اگر شخصے روز آنہ ایں قدر کسب کردن تواند کہ نفقۂ مادر وزنِ خود کافی نہ شود دریں صورت نفقہ زن بر وواجب شود یا نفقہ مادر؟[1]

الجواب حامداً مصلیاً

نفقہ مادر مشروط است بشرطِ فقرِ مادر و یسارِ پسر پس اگر مادر غنیّہ است یا پسر موسر نیست معسر است بر او نفقہ مادر واجب نیست ونفقۂ زوجہ بہر صورت واجب است بوجہ عسرِ زوج یا یسرِ زوجہ ساقط نشود واگر زوجِ مادر موجود است دریں صورت نیز نفقہ اش بر پسر واجب نیست پس در صورت

---

[1] ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا اوذمیین والام اذا کانت فقیرة فانه یلزم الابن نفقتها، (عالمگیری ص ۵۶۴/ ج ۱/) الباب الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تاتارخانیة کراچی ص ۲۴۷ ج ۴ کتاب النفقات، الفصل الثالث فی نفقة ذوی الارحام، نوع آخر من نفقات الوالدین، الدر المختار مع الشامی دار الفکر ص ۶۲۳ ج ۳ باب النفقة، مطلب صاحب الفتح من اهل الاجتهاد.

[1] ترجمہ سوال: اگر کوئی شخص روزانہ اس قدر کما سکتا ہے جو اس کی اماں اور بیوی دونوں کو کافی نہیں ہوسکتا تو اس صوت میں اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا، یا اماں کا۔۱۲

مسئولہ انسب آنست کہ اگر مادر تحمل نفقہ خود نتواں کرد و نیز زوج ندارد ہر چہ کسب کند زن و مادر ہر دو رابخوراند وعلٰی الموسر یساراً یحرم الصدقة نفقة اصوله الفقراء ملتقی[1] ۵۰۷ تجب النفقة للزوجة علٰی زوجها سواء کان فقیرا او غنیا ولو کان صغیراً مسلمة کانت الزوجة او کافرة موطوءة او غیرها حرة او امة ولو غنیة اهـ مجمع الانهر[2] ص ۴۹۳/.

ومراد المصنف من ایجاب نفقه الام علٰی الولد اذا لم متزوجة لانها علٰی الزوج اهـ بحر[3] ج۲/ص۲۰۷/ ان کان الاب فقیراً ولم یکن کسوباً والا بن فقیراً کسوباً فقال الاب للقاضی ان ابنی یکتسب ما یقدر ان ینفق علیّ فالقاضی ینظر فی کسب الابن فان کان فیه فضل عن قوته یجبر الابن علٰی نفقة الاب منه وان لم یکن فیه فضل عن قوته فلا شیئ علیه بالحکم ولکن یؤمر من حیث الدیانة هٰذا اذا کان الا بن وحده وان کان له زوجة وأولاده صغار یجبر الا بن علٰی ان یدخل الاب فی قوته ویجعله کاحد من عیاله ولا یجبره علٰی ان یعطی شیئاً علیٰحدة اهـ هندیه[4] ص ۵۷۹/ ج۲/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۱۲/ربیع الثانی ۵۶ھ

---

[1] (ملتقی الابحر ص ۱۹۴/ج۲/) مطبوعه عباس احمد الباز، باب النفقة.

[2] (مجمع الانهر ص ۱۷۳، ۱۷۴/ج۲/) باب النفقة.

ترجمہ جواب: اماں کا نفقہ اماں کے نادار اور بیٹے کے مالدار ہونے کے ساتھ مشروط ہے، پس اگر اماں مالدار ہے یا لڑکا مالدار نہیں، بلکہ تنگدست ہے، تو اس پر اماں کا نفقہ واجب نہیں اور بیوی کا نفقہ بہر صورت واجب ہے، جو شوہر کی تنگدستی یا بیوی کی مالداری کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا اور اگر اماں کا شوہر موجود ہے تو اس صورت میں بھی اس کا نفقہ لڑکے پر واجب نہیں، پس صورت مسئولہ میں انسب یہ ہے کہ اگر اماں اپنے نفقہ کا تحمل نہیں کر سکتی اور شوہر بھی نہیں ہے تو لڑکا جو کچھ کمائے بیوی اماں دونوں کو کھلائے۔ (دونوں کا نفقہ برداشت کرے)

[3] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۷/ج۴/ باب النفقة.

[4] (فتاوی هندیه ص: ۵۶۵، ج: ۱) الباب الخامس فی نفقة ذوی الارحام.

دو بیویوں کے درمیان برابری اور بیماری کی وجہ سے بیوی کو طلاق دینا

سوال:- زید کا عقد جمیلہ کے ساتھ ہوا اور خلوتِ صحیحہ سے قبل جمیلہ پر فالج گر گئی جس کی وجہ سے وہ چل پھر نہیں سکتی، بعدہٗ خلوتِ صحیحہ ہوئی، زید نے دوسرا عقد حبیبہ کے ساتھ کیا، زید دونوں کے اخراجات بہترین اشیاء کے ساتھ نہیں کر سکتا زید حبیبہ کے سارے اخراجات قیمتی اشیاء کے ساتھ کرتا ہے اور جمیلہ کو اوسط درجے کا کپڑا دیتا ہے، کیونکہ وہ گھر نہیں آسکتی، تو کیا زید اس صورت میں گنہ گار ہوگا؟ اور کیا زید کا جمیلہ کو طلاق دینا بہتر ہے، یا ایسے ہی اخراجات کے ساتھ زندگی بسر کرنا؟ کس صورت میں زید گنہ گار ہوگا؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً مصلیاً

دونوں بیویوں کے لئے کپڑے وغیرہ کا خرچ یکساں دینا چاہئے، ایک کو بڑھیا اور ایک گھٹیا دینا حق تلفی ہے،[1] بیماری کی وجہ سے طلاق دیدینا بے مروتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ

یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا انکی ضرورت پر صرف کی جائے

سوال:- یتیم بچوں کی کچھ رقم بچوں کے تائے کی طرف ہے، بچوں کی پرورش ان کا دادا کر رہا ہے، سرپرست دادا بچوں کے تایا سے وہ رقم لینا چاہتا ہے، اور تایا صاحب انکار کرتے

---

[1] یجب علیه التسویة بین الحرتین والامتین فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتة. (شامی نعمانیه ص ۳۹۸/ج۲/) باب القسم، النهر الفائق ص ۲۹۴ ج۲ باب القسم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۴۳۲ ج۳ باب القسم، مطبوعه دار الفکر.

ہیں، اور کہتے ہیں کہ بچے سمجھ دار ہو جائیں گے اس وقت بچوں کو وہ رقم ادا کرونگا، بچوں کا سرپرست بچوں کی رقم میں سے جوان پر خرچ کر رہا ہے، اس میں سے کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ان کی ملک میں رقم ہے تو ان کے ضروری مصارف اس رقم سے پورے کئے جا سکتے ہیں، تایا کو انکار کا حق نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۳/۸۹ھ

نفقہ عدت، وفات، ولادت، رضاعت

سوال:- مسمیٰ عبدالرشید متوفی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی حاملہ بیوہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی لڑکی چار سال زندہ رہ کر مرگئی، اب عبدالرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے، ہمارے علاقہ کے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوہ کی مدت حمل اور مدت رضاعت کا نفقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعد ازاں لڑکی کی تربیت کا دو سال کا خرچہ ادا کیا جائے اس کے بعد جو بچے وہ جملہ ورثاء میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کر دیا جائے، کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، کیا بیوہ اپنے حصہ کے علاوہ نفقہ لینے کی حقدار ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں مدت حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ کو لینے کا شرعاً صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدت رضاعت کے نفقہ کی مستحق ہے، نیز مدت تربیت دو سال کے نفقہ کا

---

[1] ونفقة الصبي بعد الفطام اذا كان له مال في ماله الخ عالمگیری ج ۱/ ص ۵۶۲، مطبوعه كوئٹه، كتاب النفقة، الفصل الرابع في نفقة الاولاد، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، تحت فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مطالبہ نہیں کرسکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے، بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو، اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو، اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثہ پر حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور بیوی کو اس میں سے آٹھواں حصہ ملے گا، اور لڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثہ پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا۔ "سئل فی من توفی وزوجته حامل فهل لها نفقة فی مال الزوج ام لا، اجاب اختلف المشائخ فیما اذا کانت حاملاً قال بعضهم نفقتها فی جمیع المال وقال بعضهم لانفقة لها فی مال الزوج وهو الصحیح کذا فی الخلاصة عمدة ارباب الفتاویٰ[1] ص ۵۴۷/ وان کا ن الاب قد مات وترک اموالاً وترک اولاد اً صغاراً کانت نفقة الاولاد من انصبائهم وکذاکل من یکون وارثاً فنفقته فی نصیبه وکذالک امرأة المیت یکون نفقتها فی حصتها من المیراث حاملاً کانت اوحائلاً .عالمگیری ج۲/ ص ۱۵۱/[2] (مطبوعه رحیمیه) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ذیقعدہ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۵۶ھ

کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے

سوال:- ہندہ کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات

---

[1] خلاصة الفتاوی ص۵۸ ج۲، کتاب النکاح، الفصل التاسع عشر فی النفقات، مطبوعه لاهور.

[2] عالمگیری کوئٹہ، ج ۱/ص ۵۶۴/قبیل الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص۷۶ ج ۱ باب النفقة ومطالبه، مطلب إذا مات عن ام ولده الحامل، مطبوعه مصر.

وغیرہ کئے جاتے ہیں، وہ ہندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے، یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ کا کفن مفتیٰ بہ قول پر زوج کے ذمہ لازم ہے، "واختلف فی الزوج والفتویٰ علی وجوب کفنها علیه، الخ تنویر ج ۱/ص ۹۰۵[1].

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا، اور اس سے زائد میں روثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں[2] اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہوکر ورثہ کی ملک میں آ گیا، ورثہ کو اختیار ہے جس قدر چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچائیں[3] لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں[4]، زوج کے ذمہ لازم نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۶ھ

---

[1] تنویر الابصار علی درمختار زکریا ج۳/ص ۱۰۱/باب الصلاة الجنازة، مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج، مراقی الفلاح ص ۲۱۱ باب احکام الجنائز، مطبوعه المکتبة الأسعدی سهارنفور، تاتارخانیة ص۱۴۸ ج۲ الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، قسم آخر فی کیفیة التکفین، قسم آخر مما یتصل به.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الاان تجیز ورثته بعد موتهم وهم کبار الخ در مختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ ص ۳۴۱/ اول کتاب الوصایا، سکب الأنهر ص ۱۹-۴۱۸ ج۴ کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[3] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم فی علو الحالات الخ شرح فقه اکبر، ص۱۰۸/(مطبوعه رحیمیه دیوبند) شامی زکریا ص ۱۵۱ ج۳ باب صلاة الجنازة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پاگل کی بیوی کا نکاح منسوخ کرادیا

سوال:- زید نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ۱۹۵۹ء میں بکر کے ساتھ کیا تھا، اور زید کی ہمشیرہ سے یکے بعد دیگرے دولڑکیاں پیدا ہوئیں، بکر اپنا دماغی توازن کھوبیٹھا اور سری نگر کے دماغی امراض کے ہسپتال میں محبوس ہے، چندسال کے بعد سری نگر کی ایک عدالت نے بکر اوراس کی بیوی کا نکاح منسوخ قرار دیا، اور بکر کی دونوں لڑکیاں جن میں بڑی لڑکی جوتقریباً گیارہ سال کی ہے، مخبوط الحواس ہے، اپنے ماموں کے پاس رہ رہی ہے، اس کے تمام اخراجات زید (ماموں) ہی برداشت کرتا ہے، اور بکر کے پاس بہت جائیداد ہے، اس کا بہنوئی اس کی جائیداد فروخت کرنا چاہتا ہے، اس کا شرعی حل بیان کریں؟

(۱) مورث اعلیٰ فوت ہو چکا ہے، اس کا ایک لڑکا بکر مذکورہ پاگل ہے، اور لڑکی دونوں حیات ہیں، مگر بکر پاگل ہے، اس کی نابالغ لڑکیوں میں سے ایک پاگل ہے، بکر کی بیوی اپنا نکاح منسوخ کرا چکی ہے، سوال یہ ہے کہ بکر کی جائیداد میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور نابالغ لڑکیوں کا ذمہ دار کون ہے؟

مورث اعلیٰ،.....بکر،.....ہمشیرہ،.....دختر.....۔

(۲) جو خطۂ زمین بکر کے بہنوئی نے فروخت کیا ہے، اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نکاح منسوخ کردیا گیا ہے، اس کے متعلق تو پوری تفصیل معلوم ہونے سے پہلے کچھ

(گذشتہ کا بقیہ) مطلب فی القراءۃ للمیت واھداء ثوابھا، ھدایہ ص ۲۹۶ ج ۱ باب الحج عن الغیر، مطبوعہ تھانوی دیوبند.

۴ فلم تجز اجازۃ صغیر الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج ۱۰/ص ۳۴۷/ اول کتاب الوصایا، مجمع الانھر ص ۴۱۹ ج ۴ کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیۃ بیروت، زیلعی ص ۱۸۳ ج ۶، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

نہیں لکھا جاسکتا، نابالغ لڑکیوں کا نفقہ خرچہ باپ کے ذمہ ہے[1] اگر وہ پاگل ہے تو خاندان کے سربرآوردہ لوگ باپ کے مال سے مناسب طور پر نفقہ کا انتظام کریں، قطعہ زمین کے فروخت کرنے کا بہنوئی کو اختیار حاصل نہیں تھا، یہ بیع غلط ہوئی، اس کی واپسی ضروری ہے[2] اس سلسلہ میں اگر ضرورت ہو تو حکومت سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۱ھ

قرض لے کر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے

سوال:- زید نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے، ہندہ اپنے بال بچوں کے لئے غیر مسلموں سے سودی قرض لیتی رہتی تھی، زید اور ہندہ دونوں ہی گھر چلاتے تھے، اب بعد طلاق ہندہ پر جو قرض باقی رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قرض بچوں وغیرہ کے لئے تھا، تو اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، یا زید پر واجب ہے، کیونکہ زید کے بچوں کے لئے ہی ہوتا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ضابطہ میں اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، کیونکہ اس نے قرض لیا ہے، زید نے نہیں[3] لیا، اگر زید نے ہندہ سے کہہ دیا تھا کہ قرض لے کر میرے بچوں کی پرورش کرنا میں ادا کردوں گا،

---

[1] وتجب النفقة بانو اعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع الفقير الحر الخ، درمختارعلى الشامى زكريا، ج۵/ص ۳۳۶/ باب النفقة، فتح القدير ص ۴۱۰ ج۴ باب النفقة، فصل ونفقة الاولاد الصغار، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لايجوز التصرف بمال غيره بلا اذنه وولايته الخ درمختار على الشامى ، ج۹/ص ۲۹۱/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير.

[3] كان للغريم ان يرجع عليه وبدون الامر بها لا يرجع عليه بل عليها وهى ترجع على الزوج. شامى نعمانيه ص:۶۵۷، ج:۲، باب النفقة، مطلب فى الامر بالاستدانة على الزوج، البحر الرائق ص۱۸۵ ج۴ باب النفقة، تحت قوله وتؤمر بالاستدانة الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص۵۵ ج۳ باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان.

تو زید اس قرض کا ذمہ دار ہے، وہ ادا کرے[1]، اگرچہ تقاضائے دیانت یہ ہے کہ زید اس قرض کو ادا کرے، کیونکہ بچوں کا نفقہ زید پر ہی لازم ہے[2]، مگر قرض خواہوں کو زید سے مطالبہ کا حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۳ھ

والدین اور اولاد میں کس کا نفقہ مقدم ہے؟

سوال: اگر کسی شخص کی آمدنی بال بچوں اور والدین ہر دو کے لئے کفالت نہ کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کن مقدم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تنگی ترشی سے سب کے نفقات واجبہ ادا کرے[3]، اللہ تعالیٰ برکت دے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء اوالرضاء اى على اصطلاحهما على قدر معين. الدرالمختار على هامش ردالمحتار نعمانيه ص:۶۵۸، ج:۲، مطلب فى الصلح من النفقة، كتاب النفقة، البحر الرائق ص۱۸۶ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج۲ باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ونفقة الاولاد الصغار على الاب لايشاركه فيها احد. هدايه ص:۴۴۴، ج:۲، باب النفقه، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۴ باب النفقة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، ملتقى الابحر ص ۱۹۱ ج۲ باب النفقة، تحت فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ولو له اب وطفل احق به وقيل يقسمها فيهما الخ الدر المختار على الشامى ص۳۴۴ ج۵، باب نفقة، قبيل مطلب فى نفقة زوجة الأجب، مطبوعه زكريا ديوبند، خانية ص۴۴۷ ج ۱، باب النفقة، فصل فى نفقة الوالدين، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى ص۵۶۵ ج ۱، كتاب النفقة، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، مطبوعه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

قسم اور اس کے کفارہ کا بیان

قسم دینے کا حکم

سوال: ۔کیا قسم دینے سے قسم پڑ جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کو قسم دیکر کوئی بات کہی تو اس سے اس کے ذمہ قسم لازم نہیں ہوتی[۱]، نہ وہ بات لازم ہوتی ہے لیکن اس کے قسم دینے سے وہ بھی قسم کھالے تو قسم ہو جائے گی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] قال لغيره واللّٰه لتفعلن كذا ولم ينو شيئاً فهو حالف فان لم يفعل المخاطب حنث وإن اراد به الاستحلاف فهو استحلاف ولا شيء على واحد منهما اذا لم يفعل، فتح القدير ص۲۰۸،۲۰۷ ج۵ كتاب الايمان، مسائل متفرقة، مطبوعه دار الفكر، خانيه على هامش الهندية كوئٹه ص ۹ ج ۲ كتاب الايمان، فصل فى عقد اليمين علىٰ فعل الغير، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۶۷۵ ج۵ كتاب الايمان مطبع ديوبند.

[۲] ولو قال واللّٰه لتفعلن كذا فقال الآخر نعم فهو على خمسة أوجه احدها أن ينوى كل من المبتدئ والمجيب الحلف على نفسه فهما حالفان، وأما الثانى : فلأن قوله نعم : يتضمن إعادة ما قبله فكانّه قال واللّٰه لأفعلن كذا فاذا لم يفعل حنثا جميعاً، شامى زكريا ص۶۷۶ ج۵ كتاب الأيمان، مطلب قال لتفعلن كذا قال نعم، مطبع ديوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بلاضرورت قسم کھانا

سوال:۔ سچی باتوں پر قسم کھا جانا اور حلف رکھ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت سچی بات پر قسم کھانا اور قسم لینا شرعاً مذموم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

''اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں'' کیا یہ قسم ہے؟

سوال:۔ ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں فلاں کام کروں تو خنزیر کا گوشت کھاؤں کیا اس شخص پر قسم کا کفارہ آئے گا یا صرف توبہ استغفار ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پر کفارہ واجب نہیں،[2] توبہ استغفار کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تاتارخانیة کراچی ص۴۱۷ ج۴ کتاب الایمان الفصل الثانی فی الفاظ الیمین، خانیة علی هامش الهندیة ص ۹ ج ۲ کتاب الایمان فصل فی عقد الیمین علی الغیر مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] الیمین باللّٰه لاتکره لکن تقلیله اولیٰ من تکثیره (عالمگیری، ص ۵۲/ج ۲/ کتاب الایمان، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه) ولا تطع کل حلّاف مهین الایة ای کثیر الحلف فی الحق والباطل وکفی بهذا مزجرة لمن اعتاد الحلف ..... وذکر بعضهم أن کثرة الحلف مذمومة ولو فی الحق لما فیها من الجرأة علی اسمه جلّ شانه تفسیر روح المعانی ص۴۵ ج۱۶ سورة القلم رقم الایة ۱۰ مطبوعه دار الفکر بیروت، تفسیر فتح البیان ص ۲۵۹ ج۱۴، المصدر السابق، مطبوعه المکتبة العصریة بیروت.

[2] قوله ان فعله فعلیه غضب اللّٰه أوسخطه أولعنته اوهو زان أوسارق اوشارب خمرٍ (بقیہ آئندہ پر)

غیر اللہ کی قسم

سوال:۔سوائے خداعزوجل کے کسی اور چیز کی قسم یا کلام مجید کی مثل نصاریٰ بائبل ہاتھ میں لیکر یادرمیان میں رکھ کر یا سر پر رکھ کر کسی دنیوی معاملہ میں قسم یا حلف کا لینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ محض بغض وحسد، عناد کی وجہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ قسم نہ کھائی جائے اگر ضرورت پیش آئے تو اللہ کی یا اس کے کسی اسم وصفت کی اسماء وصفات میں سے قسم کھانا جائز ہے، مگر تقلیل بہر حال اولیٰ ہے اور قرآن شریف کی قسم کھانا منع ہے، تاہم اگر کسی نے قسم کھائی تو وہ منعقد ہو جائیگی۔"**الیمین باللّٰہ تعالیٰ لاتکرہ ولکن تقلیلہ اولیٰ من تکثیرہ ،عالمگیری ص ۶۴۴/۱[1] والقسم باللّٰہ تعالیٰ او باسم من اسمائہ کالرحمن والرحیم والحق اوبصفۃ من صفاتہ تعالیٰ کعزۃ اللّٰہ وجلالہ وکبریائہ وعظمتہ وقدرتہ ولایقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبۃ ،قال الکمال ولایخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمیناً واما الحلف بکلام اللّٰہ تعالیٰ فیدورمع العرف وقال العینی عندی ان المصحف یمین لاسیمافی**

(گذشتہ کا بقیہ) أواکل ربًا لیس بیمین لعدم التعارف (ملتقی الابحر،مع مجمع الانھر،ص۲۷۳/ج۲/ کتاب الایمان)، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ولو قال ھو یأکل المیتۃ ان فعل کذا أو یستحل الخمر أو الخنزیر لیس بیمین، أصلہ ان التعلیق بما تسقط حرمتہ بحال ما کالمیتۃ والخمر والخنزیر لا یکون یمیناً، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۷ج۴ کتاب الایمان، تاتارخانیۃ کراچی ص۴۲۳ج۴ کتاب الایمان الفصل الثانی فی الفاظ الیمین شامی دار الفکر ص ۷۲۱ج۳ کتاب الأیمان، قبیل مطلب حروف القسم.

(صفحہ ہذا) [1] (عالمگیری کوئٹہ ،ص ۵۲/ج۲) کتاب الایمان، الباب الاول، قبیل الباب الثانی فیما یکون یمینا وما لا یکون یمناً، شامی دار الفکر ص۷۰۵ج۳ کتاب الایمان، مطلب فی حکم الحلف بغیرہ تعالیٰ، مجمع الأنھر ص ۲۶۰، ۲۶۱ ج۲ اول کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

زماننا. درمختار، مختصراً، ص ۲۹۱ ر[1]

اگر گذشتہ فعل پر جھوٹی قسم کھائی تو گنہگار ہوگا،[2] اور آئندہ کے لئے قسم کھانے سے حنث پر کفارہ دینا ہوگا،[3] بلاوجہ شرعی بغض رکھنا گناہ ہے[4]، اس سے توبہ اور اجتناب لازم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۲/۵۳ھ

بت خانہ کی قسم کھانا

سوال:۔ زید اور عمر میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا جس کے فیصلے کیلئے دو چار ہندو بھائی اور کچھ

---

[1] (الدرالمختار علی ردالمحتار، نعمانیه، ص ۵۰-۵۱-۵۲ ر ج۳ ر) کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص۲۶۷ تا ۲۷۰ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۵۱ تا۵۵ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه مکة مکرمة.

[2] غموس وهو الحلف علی اثبات شی او نفیه فی الماضی او الحال یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها وعلیه فیها الا ستغفار والتوبة دون الکفارة (عالمگیری، ص ۵۲ ر ج۲ ر) کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۲ اول کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۴۹ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه مکة مکرمة.

[3] ومنعقده وهوان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعله اولایفعله وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث .(عالمگیری، ص ۵۲ ر ج ۲) کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة طبع بیروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج۳ کتاب الایمان، طبع عباس احمد الباز، مکة مکرمة.

[4] "عن ابی هریرة مرفوعاً قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ایاکم والظن الی قوله لاتنا جشوا ولاتحاسد وا ولاتباغضوا الحدیث (مشکوٰة، شریف، ص ۴۲۷ ر ج۲ ر) باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات طبع یاسر ندیم دیوبند" مسلم شریف ص ۳۱۶ ج۲ کتاب البر والصلة، باب تحریم التحاسد والتباغض الخ، طبع رشیدیه دهلی.

ترجمہ :. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گمان کرنے سے بچو (الیٰ) اور بھاؤ بڑھانے کے لئے بولی نہ لگاؤ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔

مسلمان بھائی کسی مزار سے کچھ فاصلے پر بیٹھے جب زید سے زبان بندی لی گئی تو زید نے جو کچھ کہا تھا کہا، اور عمر سے زبان بندی لی گئی تو اس نے اس بت خانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے، ''اس بت خانہ کی قسم'' التجا یہ ہے کہ عمر نے ایک مسلمان ہوتے ہوئے ایسی جو قسم کھائی ہے اس سے اس کے اسلام وایمان میں کوئی نقصان تو نہیں ہوا، یا ہوا تو کیا کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرورت پیش آنے پر اگر قسم کھائی جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی قسم کھائی جائے کسی غیر اللہ کی قسم کھانا اور وہ بھی بت خانہ کی قسم کھانا ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے مذکورہ صورت میں زیادہ خطرہ ہے[1]، اسلئے تجدید ایمان وتجدید نکاح کرادیا جائے، ندامت کیساتھ توبہ کرکے آئندہ پوری احتیاط واجتناب کا وعدہ کرنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

قرآن پاک کی قسم کھانا

سوال: ۔قرآن پاک کی قسم کھانا کیسا ہے؟

---

[1] والقسم باللّٰہ وباسم من اسمائہ کالرحمن والرحیم اوبصفة من صفاته تعالیٰ کعزة اللّٰہ وجلاله وکبریائه وعظمته وقدرته لایقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبة (درمختار) وفی الشامیة: بل یحرم کمافی القهستانی بل یخاف منه الکفر ،شامی ،ص نعمانیه ص ۵۱/ج۳، کتاب الایمان، قبیل مطلب فی القرآن، من حلف منکم فقال فی حلفه باللات فلیقل لا إله إلا اللّٰہ، مسلم شریف ص۴۶ ج۲ کتاب الایمان، باب النهی عن الحلف بغیر اللّٰہ تعالیٰ، طبع بلال دیوبند، مجمع الأنهر مع سکب الانهر ص ۲۶۹ ج۲ کتاب الایمان، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط.(عالمگیری ،ص ۲۸۳/ج۲/) کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الأنهر ص ۵۱۰ ج۲ باب المرتد، دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۲۴۷ ج۴ باب المرتد، مطلب جملة من لا یقتل إذا ارتد.

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں چاہئے لیکن اگر کھالیگا، تو منعقد ہوجائے گی، اوراس پر قسم ہی کے احکام مرتب ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کلام پاک کی قسم

سوال:۔ ایک خاتون نے کلام پاک کی قسم کھا کر اپنے شوہر سے یہ کہا کہ آج کے دن سے میں کبھی بھی صحبت نہیں کرنے دونگی، اس تاریخ سے آج تک دونوں آپس میں نہ ملے جس کو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے، اب خاتون اپنے شوہر کو دعوت دیتی ہے، لیکن شوہر اس خاتون سے نفرت کرتا ہے دو بچے بھی ہو چکے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خاتون اپنے شوہر سے ہم صحبت ہونا چاہتی ہے تو صحبت کی اجازت دیدے بلکہ رغبت دلا کر خود آمادہ کرلے، پھر صحبت کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردے[2] آئندہ کے لئے دروازہ کھل جائے گا، اور صحبت سے نہ گناہ ہوگا نہ کفارہ، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا ان کو پہننے کے کپڑے دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

---

[1] ولایقسم بغیر اللّٰہ کالنبی والقرآن والکعبة قال الکمال ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمیناً وقال العینی عندی ان المصحف یمین لاسیمافی زماننا مختصراً درمختار، برحاشیه شامی نعمانیه، ص ۵۰-۵۱-۵۲/ج۳، کتاب الایمان، مجمع الأنهر ص ۲۷۰ ج ۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۵۵ ج ۳ کتاب الایمان، طبع عباس احمد الباز مکة مکرمة.

[2] الثانی أن یکون المحلوف علیه شیئا غیره أولی منه کالحلف علی ترک وطء زوجته شهرا أو نحوه فالحنث افضل، بحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج ۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، طبع مکة مکرمة، الدر مع الشامی کراچی ص ۷۲۸ ج ۳ کتاب الایمان، مطلب کفارة الیمین. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن، کلام اللہ، بچوں کی قسم

سوال:۔ اللہ کی قسم، خدا اور رسول کی قسم، بچوں یا بچہ کی قسم، ان چاروں میں سے کونسا حلف کھلوایا جاسکتا ہے، کوئی شخص قرآن کو ہاتھ میں لے کر اور دوسرے ہاتھ کو بچے کے سر پر رکھ کر یوں قسم کھائے کہ ''قرآن شریف گواہ رہے خدا کی قسم میں جو بھی کہوں گا یا جو بیان دے رہا ہوں، وہ سب سچ ہے'' کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بات بات پر قسم کھانا اور قسم لینا غلط طریقہ ہے[۱]، ضرورت شدیدہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے کسی نام اور کسی صفت کی بھی قسم کھائی اور لی جاسکتی ہے، اللہ، خدا، رحمٰن، رحیم، خالق، مالک وغیرہ، بچے یا بچوں کی قسم جائز نہیں، انکے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا بھی غلط ہے[۲]، قرآن کریم اگر ہاتھ میں لے کر بات کہی جاوے تو اس سے قسم نہیں ہوتی، ہاں کلام اللہ کی قسم کھانے سے قسم ہوجائیگی[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] هی ای الکفارة احدثلاثة اشیاء ان قدرعتق رقبة یجزی فیها مایجزی فی الظهار او کسوة عشرة لکل واحد ثوب فمازادوادناه مایجوز فیه الصلاة اواطعامهم والاطعام فیها کالاطعام فی کفارةالظهار فان لم یقدر هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات. عالمگیری، ص ۶۱/ج۲/ کتاب الایمان، الباب الثانی، الفصل الثانی فی الکفارة، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الایمان، طبع مکة مکرمة، الدر مع الشامی زکریا ص۵۰۳ تا۵۰۵ ج۵ کتاب الایمان، مطلب کفارة الیمین.

(صفحہ ہذا) [۱] وذکر بعضهم ان کثرة الحلف مذمومة ولو فی الحق لما فیها من الجرأة علی اسمه جل شانه، روح المعانی ص۴۵ ج۱۶ الجزء التاسع والعشرون، سورة القلم تحت آیت ۱۰، مطبوعه دار الفکر بیروت، تفسیر مظهری ص۳۴ ج۱۰ سورة القلم تحت آیت ۱۰ مطبوعه رشیدیه کوئٹه، روح البیان ص۱۱۰ ج۱۰ الجزء التاسع والعشرون، سورة القلم تحت آیت ۱۰ مطبوعه دار الفکر بیروت، الیمین باللّٰه لاتکره لکن تقلیله اولی من تکثیره (عالمگیری کوئٹه، ص ۵۲ ج۲) کتاب الایمان.

[۲] الیمین باللّٰه اوباسم آخر من اسماء الله کالرحمن والرحیم اوبصفة من صفاته. (عالمگیری، ص ۵۲/ج۲/) الباب الثانی فیما یکون یمیناً ومالا یکون یمیناً، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن اُٹھا کر قسم کھانا

سوال:۔ زید نے بکر سے کسی بات کا معاہدہ لینے کے لئے چاہا بکر نے وعدہ کیا زید نے اعتبار نہ کیا بکر نے غصہ میں آکر کلام اللہ شریف اٹھالیا اور اسی طرح پر بکر نے زید سے کسی بات کا وعدہ لینا چاہا زید نے بکر کے اطمینان کیلئے کلام اللہ شریف اٹھا کر خدا اور رسول کو بیچ میں دے کر وعدہ کرلیا، اب ان میں سے ایک نے اپنا وعدہ توڑ دیا، تو اب دوسرا بھی اگر توڑ دے تو قابل گرفت تو نہیں یا ہے؟ برائے کرم تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسا کہ قرآن شریف اٹھا کر وعدہ کیا ہے تو اگر قسم بھی کھائی ہے تو قسم جب تک موافق شرع ہو اس کو توڑنا درست نہیں، اگر خلاف شرع ہے تو اسکا توڑنا واجب ہے[۲]، اور کفارہ بھی واجب ہے، اگر ایک نے قسم توڑ دی ہے تو اس کے ذمہ کفارہ واجب ہوگیا، اگر دوسرا توڑے گا تو اس کے ذمہ بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مجمع الأنهر ص۲۶۷، ۲۶۸ ج۲ كتاب الايمان، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۱ ج۴ كتاب الايمان، ولا يقسم بغير الله تعالىٰ كالنبى والقرآن والكعبة، در مختار نعمانية ص ۵۱ ج۳ كتاب الأيمان.

۳ لوحلف بالقرآن قال يكون يميناً وبه اخذ جمهور مشائخنا رحمهم الله ،عالمگيرى ، ص۵۳ ج۲ كتاب الايمان، الباب الثانى فيما يكون يميناً، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۷۱۲ ج۳ كتاب الايمان، مطلب فى القرآن، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۶ ج۴ كتاب الايمان.

(صفحہ ہذا) ۱ نوع منها يجب اتمام البرفيها وهوان يعقد على فعل طاعة امر به اوامتناع عن معصية ونوع لايجوز حفظها وهو ان يحلف على ترك طاعة اوفعل معصية (عالمگيرى، ص ۵۲/ج۲/)، كتاب الايمان، الباب الاول فى تفسيرها، مجمع الأنهر ص ۲۶۴ ج۲ كتاب الأيمان، مطبوع دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع كراچى ص۱۷ ج۵ كتاب الايمان، فصل واما حكم اليمين فيختلف باختلافه.

کفارہ واجب ہوگا[1] اور اگر محض وعدہ کیا ہے قسم نہیں کھائی تب بھی جہاں تک ہو سکے اس کو پورا کرنا چاہئے، اگر بلا وجہ وعدہ خلافی کرے گا تو گنہگار ہوگا، کیونکہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی عارض پیش آ گیا کہ جس کی وجہ سے وعدہ پورا نہیں کر سکتا ہے، تو مجبوری ہے[2] اس میں گناہ نہیں، ہاں اگر وعدہ کرتے وقت خلاف کرنے کی نیت تھی تو یہ سخت گناہ ہے[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذیقعدہ ۵۳ھ

قرآن پر ہاتھ رکھ کر بات کہنا

سوال:۔ ماسٹر محمد بشیر ولد ناصر الدین اور چودھری عطا محمد کی بیوی نور جہاں کے درمیان کچھ جھگڑا تھا جس کی وجہ سے اسے کچھ شک تھا کہ اس نے میری بیوی کو جادو کئے ہیں جس پر اس کا ایک شاہد یعنی ایک عورت، عورت نے قرآن اٹھا کر کہا کہ یہ کہی تھی کہ میں جادو کروں گی، جس

---

[1] وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث، عالمگیری، ص ۵۲/ج ۲/کتاب الایمان، بدائع کراچی ص ۱۷ ج ۵ کتاب الایمان، فصل واما حکم الیمین فیختلف باختلاف الیمین، مجمع الأنهر ص ۲۶۳ ج ۲ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] قال النووی اجمعوا علی ان من وعد انساناً شیئاً لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفی بوعده فلو ترکه فاته الفضل وارتکب المکروه کراهة شدیدة وان کان یأثم ان قصد به الاذی ..... ثم اذا فهم مع ذلک الجزم فی الوعد فلا بد من الوفاء الا ان یتعذر (مرقاة ص ۶۵۳/ج ۴/ باب المزاح)، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، شرح طیبی ص ۱۵۷ ج ۹ باب المزاح، الفصل الثانی، مطبوعه زکریا دیوبند، السراج المنیر ص ۱۷ ج ۱ تحت حدیث آیة المنافق، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] من وعد ولیس من نیته ان یفی فعلیه الاثم سواء وفی به اولم یف فانه من اخلاق المنافقین، مرقات، ص ۶۴۷ ج ۴، باب الوعد، الفصل الثانی/ص ۱۰۶ ج ۱، باب الکبائر، مطبوعه بمبئی، السراج المنیر ص ۱۷ ج ۱ مطبوعه دار الفکر بیروت.

پر ماسٹر محمد بشیر الدین نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اب اسے قرآن پر عہد کراؤ کہ مجھے جادو نہیں کراوے گی، اس پر نور جہاں نے کہا کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہوں کہ نہ میں نے جادو کیا ہے، نہ آئندہ کرونگی، لیکن لوگوں نے کہا ایسا مت کہو کہ وہ عورت قرآن اُٹھائے، آپ جھوٹی ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے، اگر اس نے قرآن پاک اٹھا کر کہا ہے، تو میں قرآن پاک کو چیلنج نہیں کرونگا، ٹھیک ہے، مطابق ان کے قرآن اٹھانے کے میں جھوٹی ہوں اور آئندہ ایسا کام نہیں کروں گی، ماشٹر بشیر الدین اب کہتا ہے کہ اس نے اب وہ قرآن پاک کا عہد توڑ دیا ہے کیونکہ اس نے پھر جادو لکھوائے ہیں، جس پر وہ آدمی کہتے ہیں کہ اگر توڑا ہے تو خدا خود سے سزا دے گا، لہٰذا اب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاثبوت کے کسی پر بہتان لگانا حرام ہے[۱] قسم کھا کر اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے تو اس کے ذمہ کفارہ لازم ہوتا ہے[۲] وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت کھانا کھلائے، یا ان کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، اور اگر اتنی حیثیت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ''**لقولہٖ تعالیٰ فکفارته اطعام عشرة مساكين** ''الاية''[۳] محض قرآن پر ہاتھ رکھنا قسم نہیں[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ

---

[۱] الغيبة ذكر الانسان فى غيبته بما يكره واصل البهت أن يقال له الباطل فى وجهه وهما حرامان، نووى على المسلم ص ۳۲۲ ج ۲ كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة مكتبه بلال ديوبند، الزواجر ص ۵۷۶ ج ۳ كتاب النكاح، الكبير الرابعة والخمسون بعد المأتين : البهت، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة مكرمة.

[۲] وحكمها لزوم الكفارة عندالحنث ، عالمگيرى ،ص ۵۲/ج ۲، كتاب الايمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج ۳ كتاب الايمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] الآية ، ۸۹/ سورة مائده، وهى عتق رقبة أو اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم ..... فان عجز عن احدها صام ثلاثة أيام متتابعات، مجمع مختصراً ص ۲۶۵ ج ۲ كتاب الايمان، (بقيه اگلے صفحه پر)

قرآن شریف ہاتھ میں لیکر بات کہنا قسم نہیں

سوال:۔ میں نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ اگر میرا سوتیلا بھائی شریعت کے مطابق عمل کرے گا تو میں زندگی بھر اپنا حقیقی بھائی جانوں گا، اگر شریعت کے مطابق نہ کرے گا تو دشمن، اب اگر ایسی حالت میں میرا سوتیلا بھائی اپنی ماں کے کہنے پر یا اپنی مرضی سے میری کسی بات پر یقین نہیں کرتا، بلکہ والد کی حیات میں مجھے جائداد میں جو حصہ ملا ہے اس میں حصہ لینا چاہے اس پر ناجائز قابض ہونا چاہے تب میرے لئے کیا حکم ہے؟ جب کہ میں قسم کھا چکا ہوں، اگر قسم بموجب کرتا ہوں تو جائداد جاتی ہے، اور اگر نہیں کرتا تو دشمن ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شریعت کے مطابق عمل نہ کرے تب بھی اس کو دشمن نہ سمجھے اور محض قرآن مجید ہاتھ میں لیکر بات کہنے سے قسم نہیں ہو جاتی، جب تک لفظ قسم نہ کہے[1] اگر قسم ہوگی تو اس کے خلاف کرے، پھر قسم کا کفارہ ادا کردے[2] اور بھائی سے دشمنی کا معاملہ نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) طبع دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الایمان، طبع بیروت، الدر مع الشامی زکریا ص۵۰۳ تا ۵۰۵ ج۵، مطلب کفارة الیمین.

ترجمہ: سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا۔ (بیان القرآن)

[4] الیمین تقویة أحد طرفی الخبر بالمقسم به، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۲ کتاب الایمان، طبع بیروت، النهر الفائق ص۴۸ ج۳ کتاب الایمان، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۲۷۷ ج۴ اول کتاب الایمان.

(صفحہ ہذا) [1] الیمین فی الشرع تقویة الحالف أحد طرفی الخبر من الفعل والترک بالمقسم به الخ، مجمع الأنهر ص ۲۵۹ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۸ ج۳ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۷۷ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن پاک گود میں لیکر وعدہ کا حکم

سوال:۔ میں قرآن پڑھ رہا ہوں گود میں قرآن ہے، اور کسی سے کچھ وعدہ کر لیتا ہوں کہ فلاں کام کرلونگا، اور احساس یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے وعدہ کر رہا ہوں، اور بعد میں اگر اس سے یہ کہوں کہ میں وہ کام نہیں کر سکا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک پڑھنے کے لئے گود میں لئے ہوئے وعدہ کرنے سے قسم نہیں ہوتی، جو وعدہ خالی گود کیا ہو اس کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے، کوئی عذر پیش آ جائے، تو دوسری بات ہے، وعدہ کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ پورا نہیں کرونگا، نفاق کی علامت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن مجید ہاتھ پر رکھ کر قسم

سوال:۔ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے لئے کلام اللہ شریف کی قسم کھائی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو ایسے موقعوں پر کیا کیا جائے، جب کہ ایسا کرنا یا کرانا از حد ضروری ہو؟

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف لیا جاتا ہے، اس کے مطابق اگر قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] وحکمها لزوم الكفارة ذا حنث، عالمگیری ص ۵۲ ج ۲ كتاب الايمان، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه بحر ص ۲۷۷ ج ۴ مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۲۶۰ ج ۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] ثم اذا فهم مع ذلك الجزم فى الوعد فلا بد من الوفاء الا ان يتعذر فان كان عند الوعد عازما أن لا يفى به هذا هو النفاق الخ مرقات ص ۶۵۳ ج ۴ باب المزاح وص ۶۴۷ ج ۴ باب الوعد، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، الاشباه والنظائر مع الهامش للشيخ الرّافعى ص ۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة، الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

مندرجہ ذیل الفاظ کہلائے جائیں تو کیسا رہے گا، ''میں حلف لیکر وعدہ کرتا ہوں کہ فلاں کام آئندہ تادم حیات نہیں کرونگا، مطلع فرمائیں شرعاً؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً قسم لینا ہی ناپسند ہے تاہم اگر اس طرح قسم کھالی ہے تو وہ شرعاً معتبر ہوگی[1] اگر آئندہ کے متعلق ہے تو اسکے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئیگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھائے تو اس پر اس کلام کا حانث ہونا لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمداً جھوٹی قسم کھانا یمین غموس ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہے[3] شرک کے قریب ہے، کمافی

---

[1] لو حلف بالقرآن قال یکون یمینا وبه أخذ جمهور مشائخنا الخ عالمگیری ص۵۳ ج۲ کتاب الأیمان الباب الثانی، الفصل الاول، شامی کراچی ص۷۱۲ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب فی القرآن، بحر ص۲۸۶ ج۴ کتاب الأیمان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ومنعقدة وهوان یحلف علی امرفی المستقبل ان یفعله اولایفعله وحکمها لزوم الکفارة عند الحنث.(عالمگیری،ص۵۲/ج۲/)کتاب الایمان، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۸۰ ج۴ کتاب الایمان مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملتقی الابحر علی هامش المجمع ص۲۶۱ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] غموس وهوالحلف علی اثبات شی اونفیه فی الماضی اوالحال یتعمد الکذب فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها وعلیه فیها الاستغفار والتوبة دون الکفارة (عالمگیری،ص۵۲/ج۲/)کتاب الایمان، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۶۱ ج۲ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۵۰-۴۹ ج۳، کتاب الأیمان، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

الحدیث، ایضاً[1] آئندہ کے متعلق قسم کھا کر اس کے خلاف کرنے سے آدمی حانث ہوتا ہے، جس سے کفارہ لازم آتا ہے[2]، صورت مذکورہ میں کفارہ لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۳ھ

قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ ایک شخص سے حقیقت میں غلطی ہوئی اور وہ شخص اپنی غلطی کو محسوس کرتا ہے، مگر عورت کے شور شغب مچانے پر اس شخص نے قرآن مجید اٹھالیا جس سے کہ عورت اطمینان کرلے تو اس کا کفارہ کیا ہونا چاہئے اور کیسے ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غلط کام کر کے اس کا انکار کرنا اور اس پر قرآن شریف اٹھا کر قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے[3]، اسکا وبال بہت سخت ہے، دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں توبہ کرتا رہے[4]، روتا رہے حق تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۶ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حلف علی ملۃ غیر الاسلام کاذباً فھو کماقال (مشکوٰۃ، ص ۲۹۶/ج۲/) کتاب الایمان والنذور، عن عبد اللّٰہ بن عمرؓو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷ باب الکبائر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] ومنعقدۃ وھوان یحلف علی امرفی المستقبل ان یفعلہ اولا یفعلہ وحکمھا لزوم الکفارۃ عند الحنث. (عالمگیری، ص ۵۲/ج۲/) کتاب الایمان، البحر الرائق ص ۲۸۰ ج۲ کتاب الایمان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص ۲۶۱ ج۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[3] عن عبد اللّٰہ بن عمرؓو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷ باب الکبائر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[4] غموس وھوالحلف علی اثبات شئی اونفیہ فی الماضی اوالحال یتعمد الکذب فیہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرآن کی قسم سچا نہ جاننے والے کا حکم

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ جو شخص قرآن شریف یا کعبہ شریف کی قسم کھائے اس کا ضرور اعتبار کرنا چاہئے، جو نہیں کریگا وہ کافر ہے، لیکن بکر کہتا ہے کہ سوائے خداوند قدوس کے اور کسی چیز کی قسم کھانا ہی جائز نہیں، تو اس کا کیسے اعتبار کیا جائیگا، کیا وہ جھوٹا سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات بکر کی صحیح ہے کہ خداوند قدوس (کی ذات وصفات) کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں، لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کی قسم کھانے سے بھی قسم صحیح ہوجاتی ہے، جیسا کہ فتح القدیر، بحر وغیرہ میں ہے[1] لیکن بلا وجہ کسی کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، بلاضرورت بات بات پر قسم کھانا بھی شرعاً مذموم ہے[2]، زید کا یہ کہنا کہ ایسی قسم کھانے والے کا جو اعتبار نہ کرے وہ کافر ہے، یہ بھی غلط ہے، اگر قرائن ودلیل سے اس کا جھوٹا ہونا معلوم ہو یا مشاہدہ کے خلاف کوئی قسم کھائے چاہے اللہ تعالیٰ ہی کی قسم ہو اس کا اعتبار نہ کرنے سے بھی آدمی کافر نہیں ہوتا، منافقین کی قسموں کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے، جن کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها وعليه فيها الا استغفار والتوبة دون الكفارة. (عالمگيری، ص ۵۲ ج ۲ كتاب الايمان)، مطبوعه كوئٹه، البحر كوئٹه ص ۲۸۵ ج ۴ كتاب الأيمان، سكب الأنهر على هامش المجمع ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] ومن حلف بغير الله لم يكن حالفاً كالنبی والكعبة وكذا اذاحلف بالقرآن ثم لايخفى ان الحلف بالقرآن الان متعارف فيكون يمينا. فتح القدير ،ص ۶۹/ج۵، كتاب الأيمان مطبوعه دارالفكر ، بحر الرائق، ص ۲۷۶/ج۴، كتاب الأيمان مطبوعه المكتبة الماجديه كوئٹه پاكستان، شامی نعمانيه ، ص ۵۰-۵۱-۵۲/ج۳/ كتاب الأيمان.

[2] أن كثرة الحلف مذمومة ولو فی الحق لما فيها من الجرأة على اسمه جل شانه، تفسير روح المعانی ص ۴۵ ج ۱۶ سورة القلم تفسير مظهری ص ۳۴ ج ۱۰ سورة القلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نماز پڑھنے کی قسم کھانا

سوال: ۔ایک شخص نے جذبہ کی حالت میں قرآن شریف اور بخاری شریف ہاتھ میں اُٹھا کر اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا کہ تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑونگا، اور ہمیشہ میں پڑھونگا اس کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم کے بعد اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر (پیٹ بھر کر) کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے، اگر اس کی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے[1]، پھر اگر قسم کھائے اور خلاف کرے تو پھر کفارہ دے۔

روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کی قسم

سوال: ۔ایک شخص نے کہا کہ اگر میں علم دین پڑھانے لگوں تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھوں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ندوة المصنفين دهلى، ا ليمين بالله لاتكره لكن تقليله اولىٰ من تكثيره عالمگيرى كوئٹه، ص ۵۲/ج۲/ كتاب الايمان.

[۳] راجع سورة المنافقين "اذاجاءك المنافقون قالوانشهدانك لرسول الله والله يعلم انك لرسولهِ والله يشهد ان المنافقين لكاذبون. (سوره منافقون)

ترجمہ: جب آپکے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں، اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ (بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [۱] وهى احدثلاثة اشياء ان قدر عتق رقبة اوكسوة عشرة مساكين لكل واحد ثوب اواطعامهم فان لم يقدر على احد هذه الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات، (عالمگيرى ملخصاً، ج۲/ص ۶۱/) الفصل الثانى فى الكفارة، مطبوعه كوئٹه، البحر كوئٹه ص ۲۸۹ ج۴ كتاب الأيمان، شامى كراچى ص ۷۲۵ ج۳ مطلب كفارة اليمين، كتاب الأيمان.

گا،اوردوروپئے ماہواری تنخواہ میں سے صدقہ کیا کروں گا،خدانے اس کی یہ دعا قبول کی چار پانچ سال علم دین پڑھایا،اس کے بعد کبھی روزہ رکھا،اور کبھی نہیں،اور صدقہ بھی کبھی دیا اور کبھی نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

ہر ماہ میں تین روزے اوردو روپیہ صدقہ اسکے ذمہ لازم ہے، اگر کچھ ماہ بغیر روزے اورصدقہ کے گزرے ہیں،تو قضالازم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۰/۵/۸۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ۱۲/۵/۸۱ھ

استاذ کاقسم کھا کر پھر توڑنا

سوال:۔ ایک لڑکے نے بدتمیزی کی ، جبراً استاذ نے قسم کھالی کہ میں تمہیں کبھی نہیں پڑھاؤنگا، دیگر بچوں کی تعلیم جاری ہے،اورجس کے نہ پڑھانے کی قسم کھالی ہے،اس کی تعلیم بھی بندنہیں ہے، وہ دوسرے استاذ سے تعلیم پارہاہے، اب وہ لڑکا استاذ سے معافی مانگ رہا ہے ،اورمولوی صاحب سے پڑھنا چاہتا ہے تو اس صورت میں مولوی (استاذ) صاحب کاقسم توڑنا اورلڑکے کو پڑھانا کیسا ہے،اوراس کوتعلیم دیناواجب ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہوسکتا ہوتو اس کی سچی توبہ کے بعد اپنی قسم کاتوڑدینا ،

---

[1] من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى وان علق النذر بشرط سواء كان شرطاً ارادكونه اولم يردفوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذرولاتنفعه كفارة اليمين (شرح العناية على الهدايه مع فتح القدير، ج۵/ص ۹۲/كتاب الايمان، فصل فى الكفارة، دار الفكر، مجمع الأنهر ص ۲۷۵ ج۲ قبيل باب اليمين فى الدخول الخ، دار الكتب العلمية، البحر كوئٹه ص ۲۹۵ ج۴ كتاب الأيمان.

اور پھر کفارہ ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، لیکن اب جبکہ اس کی تعلیم کا دوسرا انتظام موجود ہے، تو قسم توڑنا واجب نہیں، تاہم اخلاق کریمانہ کا تقاضا یہی ہے، کہ اس کو معاف کردیا جائے، حق تعالیٰ اس کو سچی توبہ نصیب فرمائے، ''**الاتحبون ان یغفر اللّٰہ لکم ، الایة المحلوف علیه انواع فعل معصیة اوترک فرض فالحنث واجب الیٰ قوله الثانی ان یکون المحلوف علیه شیئاً غیره اولیٰ منه کالحلف علیٰ ترک وطیٔ زوجته شهراً ونحوهٗ فالحنث افضل لان الرفق ایمن اھ بحر، ص ۲۹۱ / ج ۴**[1]''۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۷ھ

ضرورت کی بنا پر قسم کو توڑنا

سوال:۔ زید نے جو کہ قصبہ میں ایک دیندار اور باعزت انسان ہے، جو کہ عرصہ تک قصبہ کا چیئرمین بھی رہا ہے، کسی مجبوری کی بناء پر قسم کھالی کہ آئندہ چیئرمین سیٹ کے لئے کھڑا نہیں ہونگا، مگر بعد میں عوام نے مجبور کیا کہ تیرے ہوتے ہوئے قصبہ کا کوئی دوسرا انسان اس سیٹ پر آکر پبلک کی خدمت نہیں کریگا، تو اس صورت میں شریعت مطہرہ زید کے لئے کیا حکم کرتی ہے، اپنی قسم پر قائم رہے یا عوام کی خواہش کے مطابق کام کرے، اور قسم کا کفارہ ادا کردے، قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض عوام کی خواہش کا ہرگز اتباع نہ کیا جائے، البتہ اگر واقعۃً اس منصب پر آکر صحیح خدمت

---

[1] مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان، کتاب الایمان، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۱۱۴ ج ۳ کتاب الایمان، طبع امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، طبع عباس احمد الباز مکة مکرمة.

کی پختہ امید ہے اوران کے نہ اٹھنے سے نااہل آ کر حقوق ضائع کرے گا، جس سے مظلوم پریشان ہوں گے، تو پھر اپنی قسم کے خلاف کرلیا جائے، اوراس کے بعد قسم کا کفارہ ادا کردیا جائے[1]، کفارہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے، جس میں اتنی وسعت نہ ہو وہ تین روزے مسلسل رکھے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

تحریم الحلال یمین

سوال:۔ بیوی نے کہا میں نے اس کام (جماع) سے قسم کھا رکھی ہے، مرد نے کہا اگر تم نے قسم کھا رکھی ہے تو میں نے بھی یہ کام حرام کرلیا ہے، مرد نے کہا کہ میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا میری نیت طلاق کی نہ تھی، مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

---

[1] عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه ﷺ من حلف على يمين فرأى خيراً منها فليكفر عن يمينه ويفعل (مشكوٰة شريف، ص ۲۹۶/ ج ۲/ كتاب الايمان والنذور الفصل الاوّل)، طبع دار الكتاب ديوبند، الثانى أن يكون المحلوف عليه شيئاً غيره أولى منه كالحلف على ترك وطء زوجته شهراً أو نحوه فالحنث افضل، بحر كوئٹه ص ۲۹۲ ج ۴ كتاب الايمان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ كتاب الايمان، مكة مكرمة، هنديه كوئٹه ص ۵۲ ج ۲ كتاب الايمان الباب الاول.

ترجمہ حدیث شریف:۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول انے ارشاد فرمایا جو شخص کسی چیز کی قسم کھائے، پھر اس سے بہتر دوسری چیز دیکھے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دیدے اوراس کو کرلے۔

[2] وهى احد ثلاثة اشياء ان قدر عتق رقبة يجزى فيها مايجزى فى الظهار او كسوة عشرة مساكين لكل واحدٍ ثوب فمازا دوادناه مايجوز فيه الصلوٰة او اطعامهم والاطعام فيها كالاطعام فى كفارة الظهار هكذا فى الحاوى للقدسى فان لم يقدر هذه الاشياء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات.(عالمگيرى، ص ۶۱/ ج ۲) الباب الثانى، الفصل الثانى فى الكفارة، النهر الفائق ص ۵۸ ج ۳ كتاب الايمان، طبع مكة مكرمة، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۵۰۳ تا ۵۰۵ ج ۵ كتاب الايمان، مطلب كفارة اليمين.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی البتہ یمین منعقد ہوگئی، اب اگر جماع کرے گا تو کفارہ یمین لازم ہوگا، عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے، تو جماع کی صورت میں اسکے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا اگر اس طرح کہتا ہے کہ میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، تو طلاق واقع ہوجاتی ہے، **تحریم الحلال یمین** اھ[1] (درمختار، ص۶۳/ج۳/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلال کو حرام سے تشبیہ دینا کیا قسم ہے؟

سوال:۔ اگر کسی نے حلال غذا کو حرام سے تشبیہ دیا یوں کہا کہ یہ دہی اگر میں کھاؤں تو میرے لئے خنزیر ہوگی یہ قسم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قسم نہیں ہوئی، ''**قولہ ان فعلہ فعلیہ غضب اللّٰہ اوسخطہ اولعنتہ اوھوزان اوشارب خمراوسارق اوآکل ربوالیس بیمین**''۔ (ملتقی الابحر، ص۵۵۴/[2])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی، نعمانیہ، ص۶۳/ج۳/مطلب فی تحریم الحلال، کتاب الایمان، شامی کراچی، ص ۷۳۰ ج۳، النهر الفائق ص ۶۰ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیه ص ۴۲۱ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعه کراچی، سکب الأنهر ص ۲۷۲ ج۲ کتاب الایمان فصل وحروف القسم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۵۵ ج۲ الباب الثانی فی ما یکون یمیناً الخ الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] ملتقی الابحر، ص ۲۷۳/ج۲/کتاب الایمان، فصل وحروف القسم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۵۵ ج۲ کتاب الایمان الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ الفصل الاول.

مسجد میں نہ جانے کی قسم

سوال:۔ چند لوگ مسجد میں خرافات کی باتیں کر رہے تھے، میں نے ان کو منع کیا تو وہ لڑنے لگے جس پر میں نے قسم کھائی کہ میں مسجد میں نہیں آؤنگا، میرے لئے کیا حکم ہے، مسجد میں جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی، یا کفارہ دینا ہوگا ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے غلطی کی جو ایسی قسم کھالی آپ مسجد میں جائیں پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کریں[1] کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائیں، یا دس غریبوں کو کپڑا دیں، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھیں[2] اور آئندہ اس قسم کی چیزیں نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفالت سے حلفیہ انکار

سوال:۔ زید ایک غیر مسلم کا مقروض تھا دائن جب تقاضا کرتا صاف انکار کر دیتا اس لئے دائن نے عدالت میں چارہ جوئی کی اور زید کے حلف پر مدار رکھا گیا زید نے عدالت مجاز میں کلام

---

[1] من حلف علی معصیة وجب الحنث والتکفیر (ملخصا) درمختار علی هامش (رد المحتار نعمانیه، ص ۶۲/ج۳/) شامی کراچی، ص ۷۲۷/ ج۳/ کتاب الایمان)، النهر الفائق ص ۵۹ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۲۶۴ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وهی احد ثلاثة ان قدر عتق رقبة.....او کسوة عشرة مساکین..... او اطعامهم (الیٰ قوله) فان لم یقدر علی احد هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات، عالمگیری، ص ۶۱/ ج۲/ کتاب الایمان الفصل الثانی فی الکفارة، النهر الفائق ص ۵۸ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، ملتقی الابحر ص ۲۶۵ ج۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

مجید اٹھا کر قرضہ کی ذمہ داری سے انکاری ہوگیا، اس لئے دعویٰ خارج ہوگیا، پس زید کے لئے جھوٹے حلف پر شرعاً کیا سزا اور کفارہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کے ذمہ واقعی واجب الاداء قرض ہے اور اس نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے، تو اس قرض کو ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ آخرت میں مواخذہ ہوگا، اور اس جھوٹ کا گناہ الگ ہے، جس کے لئے صدق دل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور کفارہ اس کے ذمہ شرعاً بجز توبہ واستغفار کے کچھ فرض نہیں، "**الیمین باللّٰہ ثلثة انواع غموس وھو الحلف علیٰ اثبات شی او نفیه فی الماضی او الحال بتعمد الکذب فیه فھذه الیمین یاثم فیھا صاحبھا وعلیه الاستغفار والتوبة دون الکفارة.** عالمگیری، ص۶۴۳/[1] واللہ اعلم

اور اگر بقدر اصل مطالبہ ادا کر چکا اور سود کا انکار کرتا ہے (کیونکہ ہندو سود کا مطالبہ بھی کیا کرتے ہیں، اور جتنی مقدار ادا کیجاتی ہے سود میں شمار کر لیتے ہیں) تو زید کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۳ھ

اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں

سوال:۔ایک مرد نے ایک عورت کے متعلق یہ طے کرلیا کہ اگر میں اسکے ہاتھ کا پکا ہوا کچا کوئی کھانا وغیرہ کھاؤں تو خنزیر کھاؤں اب اگر اسکے ہاتھ کا کھانا کھایا جائے تو کیسا ہے؟

---

[1] عالمگیری مصری، ص ۵۲/ج ۲/ کتاب الایمان، ملتقی الابحر ص ۶۰-۲۵۹ ج ۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص ۴۹ ج ۳ کتاب الأیمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کہنا بہت بے عقلی کی بات ہے، اور جہالت ہے مگر اس سے قسم نہیں ہوئی، لہٰذا اگر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھالیگا تو قسم کا کفارہ لازم نہیں آئے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑے کو جلانے کی قسم

سوال:۔ میری بیوی نے اپنی مرضی سے ڈیڑھ میٹر کپڑا خریدا اس نے چوری سے خرید کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا تھا اب رمضان المبارک کو وہ دو سال کے بعد میرے سامنے آیا تو میں نے کہا کہ میں نے تو اس کپڑے کو انکار کر دیا تھا، پھر تو نے یہ کپڑا کیوں لیا تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے یہ لینا تھا اس لئے میں نے چوری کی اور اب اسے رکھوں گی پھر میں نے جوش میں آکر قسم خدا کی یہ کہہ دیا کہ اس کپڑے کو میں آگ لگا دوں گا، پھونک دوں گا، غرض یہ ہے کہ میں اس کپڑے کو جلا کر راکھ بنا دوں یا کسی کو دیدوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کپڑے کو آگ لگانے کے لئے نہ تو آپ نے وقت متعین کیا نہ دن نہ تاریخ لہٰذا وہ عورت اس کپڑے کو استعمال کرے جب پرانا ہو جائے تو اس کو جلا دیں اس طرح قسم پوری ہو جائے گی، ابھی اس حالت میں جلا دیں گے تب بھی قسم پوری ہو جائے گی مگر نقصان ہوگا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۹۵ھ

---

[1] قولہ ان فعلہ فعلیہ غضب اللّٰہ اوسخطہ اولعنتہ اوھوزان اوسارق اوشارب خمرٍ اوآکل ربو لیس بیمین لعدم التعارف (ملتقی الابحر مع مجمع الانھر، ص ۲۷۳/ج۲/) کتاب الایمان. مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ کتاب الأیمان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر فلاں کام کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں

سوال:۔ زید نے قسم کھائی کہ اگر اب زندگی بھر میں سوئیاں اور چائے کھاؤں پیوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں اور اسی طرح بکر نے یہ قسم کھائی کہ اگر زید سے زندگی میں کبھی کلام کروں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں (نعوذ باللہ) یہ سب قسم بحالت غصہ کھائی ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ قسمیں کھانا اور ان قسموں پر قائم رہنا بروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کا کفارہ واجب ہے تو کیا اور کس طرح اس کی ادائیگی کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی قسم کھانا انتہائی جہالت اور قساوت کی نشانی ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی قسم کے خلاف کریں، یعنی سوئیاں اور چائے کھا پی لے اور اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے اسی طرح زید سے کلام کریں، اور اپنے نفس کو سزائے مذکورہ دیدے اور آئندہ کبھی ایسی جرأت نہ کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۵ ج ۲ کتاب الأیمان الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ الفصل الاول.

[2] وما عدا ذلک من سائر المباحات یستوی فیه الحنث والبر لکن یفضل فیه البر حفظ الیمین الخ سکب الانهر ص ۲۶۳ ج ۲ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵۲ ج ۲ کتاب الأیمان، الباب الاول فی تفسیرها الخ النهر الفائق ص ۴۹ ج ۳ کتاب الأیمان مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] من حلف علیٰ معصیة وجب الحنث والتکفیر مختصراً در مختار علی الشامی کراچی ص ۷۲۷ ج ۳ کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۹ ج ۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص ۲۶۴ ج ۲، کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

پاکستان جانے کی قسم

سوال:۔ بکر اور اس کے دو دوستوں نے مسجد میں جا کر قسم لی کہ ہم تینوں پاکستان چلے جائیں گے، ان میں سے ایک ساتھی کا انتقال ہو چکا، پاکستان کوئی نہ جاسکا، اب یہ دونوں بھی پاکستان جانا نہیں چاہتے، لہٰذا قسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا انتقال ہو گیا اس کی قسم ٹوٹ گئی اس کے ذمہ کفارہ کی وصیت کرنا لازم تھا[1] دو شخص موجود ہیں، ابھی ان کی قسم نہیں ٹوٹی، جب وہاں جانے کا امکان ختم ہو جائیگا، تب قسم ٹوٹے گی اور کفارہ لازم ہوگا، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلایا جائے، یا ان کو کپڑا پہنا دیا جائے، اگر وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے جائیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۴ھ

بیوی کی پاک دامنی کی قسم

سوال:۔ کیا اپنی بیوی کی پاکدامنی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اگر قسم کھائی تو بیوی کے ماں باپ اور ولی میاں بیوی میں فراق ڈال دیں گے، لہٰذا جواب عنایت کیجئے، کہ اپنی بیوی خلع منظور

---

[1] هكذا يستفاد من الدرالمختار اذا نذرذٰلک ومات قبل تمام الشهر لزمه الوصية بالجميع بالاجماع (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ،ص ۱۲۷/ج۲/)فصل فى العوارض) كتاب الصوم

[2] كفارة اليمين عتق رقبة يجزى مايجزى فى الظهاروان شاء كساعشرة مساكين كل واحد ثوباً فمازا دوادناه مايجوز فيه الصلوٰة وان شاء اطعم عشرة مساكين كالاطعام فى كفارة الظهار فان لم يقدر على احدالاشياء الثلثة صام ثلثة ايام متتابعات(هدايه ،ص ۲۸۱/ج۲/كتاب الايمان)، عالمگيرى ص ۶۱ ج۲ كتاب الايمان، الفصل الثانى فى الكفارة، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ دار الكتب العلمية بيروت.

کرے یا اس کی پاکدامنی اور پاکیزہ ہونے کی قسم کھائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم اللہ کے نام اور اس کی صفات کی کھائی جاتی ہے، بیوی کی پاکدامنی کی قسم دینا اور کھانا غلط ہے، منع ہے،[1] بیوی کے ماں باپ وغیرہ کو اپنی ضد سے باز آنا لازم ہے، ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے، شوہر بہت سے بہت یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ پاک دامن ہے، مگر قسم کے ساتھ نہیں کہنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

مسور کی دال کھاؤں تو سور کھاؤں

سوال:۔ میری عمر تقریباً سات سال کی تھی اس وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ میں مسور کی دال نہیں کھاؤں گا، تفصیل یہ ہے کہ بہن نے مسور کی دال پکا رکھی تھی میں نے کہا کہ مسور کی دال میں کتے کا پلا، اس نے کہا کہ تو کھاوے تو سور کھاوے میں نے کہا کہ میں کھاؤں تو سور کھاؤں وہ بہن پاکستان ہے اور میں پاکستان جارہا ہوں اگر وہاں مسور کی دال سامنے آجائے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ وہاں بے تکلف مسور کی دال کھا سکتے ہیں، اس وقت کی اس بات کی وجہ سے دال مسور

---

[1] الیمین باللّٰہ تعالیٰ او باسم آخر من اسماء اللّٰہ کالرحمن والرحیم او بصفة من صفاته الی قوله من حلف بغیر اللّٰہ لم یکن حالفاً کالنبی علیه السلام والکعبة الخ، عالمگیری ملخصاً، ص ۵۲/ج۲/ کتاب الایمان ،الباب الثانی ،فیما یکون یمیناً، النهر الفائق ص ۵۱ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ملتقی الابحر ص۶۸-۲۶۷ ج۲ کتاب الایمان، فصل وحروف القسم دار الکتب العلمیة بیروت.

آپ پر حرام نہیں ہوئی نہ قسم ہوئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۰ھ

بہن کے یہاں گیا تو اپنی ماں سے سات مرتبہ زنا کیا کہنے کا حکم

سوال:۔ زید نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی بہن ہندہ کے گھر گیا تو گویا کہ اپنی ماں خالدہ سے سات مرتبہ زنا کیا، اس کی بہن اس کے بہنوئی اس کو بہت مشکل سے اپنے گھر لے گئے، اور ہندہ اس کی بیوی ہے مگر وہ گھر ہندہ کے شوہر نے تیار کیا ہے، اس حال میں کچھ کفارہ واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کہنے سے قسم نہیں ہوئی، کوئی کفارہ لازم نہیں[2] مگر ایسی بات کرنا سخت جہالت وحماقت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا قسم کھانا جھوٹا ہونے کی علامت ہے

سوال:۔ کسی مسلمان کے قسم کھانے پر کسی مسلمان کو یقین کرنا چاہئے یا نہیں، مثلاً ایک شخص

---

[1] قوله ان فعله فعليه غضب الله اوسخطه اولعنته اوهو زان اوسارق اوشارب خمرا وآكل ربوا ليس بيمين لعدم التعارف، ملتقى الابحر، ص۲۷۳ ج۲، كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۵۵ ج۲ كتاب الايمان، الباب الثانى فيما يكون يميناً الخ الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ كتاب الايمان، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] قوله ان فعله فعليه غضب الله اوسخطه اولعنته اوهوزان اوشارب خمر اوسارق اواكل ربوا ليس بيمين (ملتقى الابحر، ص۲۷۳/ج۲/) كتاب الايمان) مكتبه عباس احمد الباز، البحر الرائق ص۲۸۷ ج۴ كتاب الايمان مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص۵۶ ج۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بظاہر دیندار نیک حافظ قرآن نے ایک مولوی صاحب کے سامنے کسی بات پر خدا کی قسم کھائی مگر اس پر مولوی صاحب نے ایک حدیث پڑھ کر فرمایا کہ جو قسم کھاتا ہے اس حدیث کی رو سے جھوٹا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر کسی حدیث کی رو سے بظاہر ایک دیندار آدمی قسم کھانے پر جھوٹا ہوگا، تو کسی مسلمان کے جھوٹا یا سچا ہونے کی دلیل شرعی ہے، اور اس کے معلوم کرنے کا شرعی کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بات بات پر قسم کھانا جھوٹے آدمی کی عادت ہوتی ہے، سچے آدمی کا یہ کام نہیں جیسا کہ شب وروز تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن وہ حدیث جس کی رو سے مولوی صاحب قسم کھانے والے کو جھوٹا قرار دیتے ہیں، آپ نے نہیں لکھی، بہتر ہوتا لکھ دیتے تاکہ اس کے متعلق تحقیق ہوجاتی، جب مسلمان کا ظاہر حال بتاتا ہے کہ وہ صالح دیندار ہے تو بغیر دلیل شرعی کے اس کی قسم کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، جن مواقع میں قسم کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا قرار دینا درست نہیں، ان مواقع میں قسم پر معیار ہوتا ہے، وہاں ایسی قسم پر شرعاً فیصلہ کردیا جاتا ہے، ”**عن علقمة بن وائل بن حجر الحضرمی عن ابیه قال جاء رجل من حضر موت ورجل من کندة الی رسول اللّٰه ﷺ فقال الحضرمی یارسول اللّٰه ان هذاغلبنی علی ارض لابی فقال الکندی هی ارضی فی یدی ازرعها لیس له فیها حق قال فقال النبی ﷺ للحضرمی الک بینة قال لاقال فلک یمینه قال یارسول اللّٰه انه فاجر لایبالی ماحلف علیه لیس یتورع من شئی فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیس لک منه الاذلک فانطلق لیحلف له فلما ادبر قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مالئن حلف علی مال لیاکله ظالما لیلقین اللّٰه وهوعنه معرض اھ**[1] (ابوداؤد شریف، ص۴۶۲/)

[1] ابوداؤد شریف ص ۴۶۲ ج ۲ اول کتاب الأیمان والنذور، مطبوعه سعد دیوبند، علقمہ بن وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرموت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دیکھئے اس حدیث شریف میں باوجود فاجر اور ظالم ہونے کے اس کی قسم پر مدار قرار دیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف یکم جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

جھوٹی قسم کھانا

سوال:۔ اگر کوئی شخص کسی سے مذاق کرے اور پھر اس مذاق میں پکڑا جائے اور پھر اس نے اقرار نہیں کیا اور جھوٹ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے قرآن شریف اٹھالیا، تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس شخص کو کیا عذاب ہوتا ہے، اور اس کے عذاب کم ہونے کی کیا صورت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے[1] قرآن کریم ہاتھ میں لے کر جھوٹی قسم کھانا اور بھی خطرناک

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اور ایک شخص کندۃ سے حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، حضرمی نے کہا یارسول اللہ ﷺ بے شک یہ شخص مجھ پر میرے باپ کی زمین پر غالب آ گیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اس میں کھیتی کرتا ہوں، اس کا اس میں کوئی حق نہیں، حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، ارشاد فرمایا، پس تیرے لئے اس کی قسم ہے، اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ تو فاجر شخص ہے یہ تو کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ کس چیز پر قسم کھا رہا ہے، یہ تو کسی چیز سے بھی پرہیز نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیرے لئے اس کی طرف سے اس کے سواء کچھ نہیں، پس وہ شخص قسم کھانے کیلئے چلا، جب اس نے پشت پھیری، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! اگر اس نے اس کا مال ظلماً کھانے کے لئے قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس سے اعراض کرنے والا ہوگا، یعنی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے۔

[1] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷، باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص ۲۷۹ ج۴ کتاب الایمان مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ۵۰ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

ہے، عذاب آخرت کے علاوہ بسا اوقات اس کا وبال دنیا میں بھی آجاتا ہے، اور جھوٹ ظاہر ہوکر بہت رسوائی اور ذلت ہوتی ہے، ان لوگوں کی نظروں میں بھی حقیر وذلیل ہوتا ہے، جن کو یقین دلانے کے لئے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر جھوٹی قسم کھائی اور اپنی عزت بچائی تھی، ایسے شخص کو خدا کے سامنے نالائق حرکت پر انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار ضروری ہے، کہ کتاب صادق جو کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے[۲]، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، آمین جن لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے، ان کے ذہن کو بھی صاف کرنے کی کوشش کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

جھوٹا حلف

سوال:۔ مسماۃ حلیمہ کے تین لڑکے زید، بکر، عمر، خالد نے حلیمہ سے چار ہزار روپیہ مانگا اور کہا کہ ہم اینٹ کا بھٹہ چلا رہے ہیں، اس میں آپ کا چوتھائی حصہ رہے گا، اس بات کو مان کر حلیمہ وزید نے چار ہزار روپیہ خالد کو دیدیئے، اور کام بھٹہ کا ہوتا رہا، بھٹہ بند ہونے کے بعد جب حساب ہوا تو کافی نقصان معلوم ہوا، کئی روز تک حساب کی جانچ پڑتال ہوتی رہی، مگر نقصان ہی ملا، چنانچہ حلیمہ وزید، بکر، عمر نے، چار ہزار روپیہ کے واسطے دوڑ دھوپ کرنے لگے، خالد روپیہ دینے کے لئے برابر اقرار کرتا رہا، لیکن یہ کہتا تھا کہ جتنا روپیہ نقصان ہوا ہے، اس کے حساب سے چوتھائی منہا کرکے مجھ سے روپیہ لے لو، خالد کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا، سرخطہ لکھنے کو تیار تھا، مگر حلیمہ وزید وبکر وعمر سرخطہ لکھوانے پر تیار نہیں تھے، تیار ہوتے تو اس پر کہ پورے چار ہزار کا سرخطہ لکھوائیں گے

---

[۱] غموس وهو الحلف على اثبات شي او نفيه في الماضي او الحال يتعمد الكذب فيه فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها وعليه فيها الا ستغفار والتوبة دون الكفارة، عالمگيری، ص ۵۲ ج ۲، كتاب الايمان، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۲۶۱ ج ۲ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۵۰ ج ۳ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت.

،اس بات پر خالد نے انکار کیا، اب جھگڑا بڑھا، خالد کہیں سے آرہا تھا کہ زید نے خالد کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کرلیا، یہ خبر تھانہ پر گئی، پولیس آگئی اور پولیس سب کو لیکر تھانہ پر گئی، وہاں جانے پر پنچایت ہونا طے پایا، حلیمہ اس پنچایت میں نہیں تھی، لوگوں نے خالد سے پوچھا، خالد نے کہا کہ اس سے پہلے جتنی پنچایت ہوئیں سب میں زید چوتھائی حصہ داری کا برابر اقرار کرتا آیا ہے، آج انکار کررہا ہے، پنچوں نے کہا کہ زید ہر پنچایت میں اقرار کرتا رہا، زید، عمر، بکر تینوں نے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر کہدیا کہ حصہ داری نہیں تھی، چنانچہ چار ہزار روپے کا سرخطہ خالد سے داروغہ جی نے لکھوا کر زید کے حوالہ کرکے پنچایت برخاست کی، ان لوگوں کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جھوٹا حلف کیا ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے جو کہ شرک کے قریب ہے، توبہ واستغفار لازم ہے، ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۸ھ

حلف دائن پر ہے یا مدیون پر

سوال:۔ دائن دین کا دعویٰ کرتا ہے اور مدیون دعویٰ ایصال یا ابراء کا کرتا ہے، مدیون کے پاس شاہد نہیں ہے، ان دونوں میں مدعی کون ہے، اور قسم کس پر عائد ہونی چاہئے، نورالہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ باب دعویٰ میں لکھا ہے کہ قسم دائن پر ہے جبکہ مدیون کے پاس گواہ نہ ہوں، اور فتاویٰ عبدالحی صاحبؒ جلد سوم باب دعویٰ میں لکھا ہے کہ مدیون ہی مدعی علیہ ہے، اور اس میں یہ

[1] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص۱۷، باب الکبائر وعلامات النفاق مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، النہر الفائق ص ۵۰ ج۳ کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق ص ۲۷۹ ج۴ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، وعلیہ فیھا ای الغموس الاستغفار والتوبۃ الخ عالمگیری ص ۵۲ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول، مجمع الانہر ص ۲۶۱ ج۲، کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

بھی ہے کہ قسم مدیون پر ہے اور وہی مدعی علیہ ہے، نیچے درمختار کی عبارت سے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر برضائے دائن قسم اٹھالے مدیون کی حیثیت پر بھی تو ہوسکتا ہے ،نورالہدایہ اور فتاویٰ عبدالحی صاحب میں خود مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شناخت میں بھی اختلاف معلوم ہوتا ہے، اور اس اختلاف کا حل اور صحیح مسئلہ کیا ہے،تحریر فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک دائن مدعی ہے اور بعض کے نزدیک مدیون مدعی بن گیا اور دائن ایصال وابراء کے انکار کی وجہ سے مدعیٰ علیہ بن گیا،عباراتِ ذیل سے مسئلہ کی توضیح ہر قول کے قائل کی تعین کے ساتھ معمول بہ اور قول راجح کی تحقیق ہو جائے گی۔

”ادعی علیٰ اٰخر مالا فانکر واراد المدعی استحلافه فقال المدعی علیه ان المدعی قد حلفنی علی هذه الدعوی عندقاضی بلدة کذاوانکره المدعی ذٰلک فاقام المدعی علیه بینة علی ذٰلک تقبل وان لم یکن له بینة وارادتحلیف المدعی له ذٰلک لانه یدعی ایفاء حقه فی الیمین ولو ادعی المدعیٰ علیه انه ابرأنی عن هذه الدعویٰ وقال للقاضی حلفه ان لم یکن ابراء نی عن هذا لایحلفه القاضی لان المدعی بالدعوی استحق الجواب علی المدعیٰ علیه والجواب امابالاقرار اوبالانکار وقوله ابرأنی عن هذه الدعویٰ لیس باقرار ولا انکار فلایکون مسموعاً من المدعیٰ علیه ویقال لهٗ اجب خصمک ثم ادع علیه ماشئت وهذا بخلاف مالوقال ابرأنی هذا الحالف فانه یحلف لان دعویٰ البرأ ة عن المال اقرار بوجوب المال والاقرار جواب ودعویٰ الابراء یسقط فیترتب علیه الاستحلاف ومن المشائخ من قال الصحیح انه یحلف المدعی علی هذا الدعویٰ وهی دعویٰ البرأ ة عن الدعویٰ کما یحلف المدعی علی دعویٰ تحلیف والیه مال شمس الائمة الحلوانی وعلیه اکثرقضاة زماننا اھ لسان

الحکام ،ص ۲۰/[1] ادعی علیه عند القاضی مالا فلم یقرولم ینکر وقال ابرأنی المدعی عن هذه الدعویٰ وعن حلفه ،ینظران کان المدعی برهن علیٰ دعواه حلف هوعلی عدم الابراء وان لم یکن له بینة یحلف المدعی علیه عند المتقدمین وخالفهم بعض المتاخرین وقول المتقدمین احسن واذا قال المدعی علیه بعد الانکار ابرأنی المدعی وطلب حلفه علی عدم الابراء یحلف المدعی علیه اولا فان نکل یحلف المدعی ذکرهما الفضلی اھ بحر ،ص ۲۰۶[2] ج۷/"۔

"ولوادعی القرض اوثمن المبیع فقال رسانیده ام، لایقبل قوله ویعتبر یمین البائع والمقرض انه لم یصل اھ فتاویٰ هندیه ،ص ۲۵[3] ج۴/ولو قال المدعی علیه حین اراد القاضی تحلیفه انه حلفنی علی هذاالمال عند قاضی اٰخر اوابراء نی عنه ان برهن قبل واندفع عنه الدعوی والاقال الامام البزدوی انقلب المدعی مدعیٰ علیه فان نکل اندفع الدعویٰ وان حلف لزم المال لان دعویٰ الابراء عن المال اقرار بوجوب المال علیه بخلاف دعویٰ الابراء عن دعویٰ المال کذافی البزازیة اھ،ص ۲۰۳ ج۷ بحر[4]".

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعویٰ ابراء عن المال ودعویٰ ابراء عن دعویٰ المال میں فرق ہے، اول اقرار ہے، جوکہ جواب دعویٰ کی ایک نوع ہے، دوم اقرار نہیں، اوراول صورت میں امام بزدوی کے نزدیک جو مدعی تھا وہ مدعی علیہ بن گیا، اوراس کے ذمہ قسم واجب ہوگی، اورقسم کے انکار کی شکل میں دعویٰ مندفع ہوجائیگا، ثانی صورت میں متقدمین کے نزدیک مدعیٰ علیہ یعنی مدیون پر قسم

[1] لسان الحکام ص ۲۰.

[2] البحر الرائق ص۲۰۶ ج۷ کتاب الدعویٰ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] هندیة ص۲۷ ج۴ کتاب الدعویٰ، الباب الثالث فی الیمین، الفصل الثالث فیمن تتوجه علیه الیمین الخ مطبوعه کوئٹه.

[4] البحر الرائق ص۲۰۳ ج۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

لازم ہوگی، اور متاخرین مشائخ کے نزدیک ثانی صورت بھی اول کی طرح ہے، یعنی مدعی پر قسم عائد ہوگی، شمس الائمہ حلوانی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے، اھ لسان الحکام میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ کے قضاۃ اسی پر ہیں عالمگیری میں بھی اس کو لکھا ہے لیکن آگے چل کر متقدمین کے قول کو اصح کہا ہے، اور بحر میں متقدمین کے قول کو احسن لکھا ہے، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے آگے درمختار سے جو دائن کی قسم کو تحریر کیا ہے، وہ مصالحت کی صورت ہے کہ اس طرح صلح درست ہے، مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شناخت ہر دو کی تعریف سے ہوسکتی ہے، اور فقہاء نے متعدد تعریفوں سے شناخت بتائی ہے، چند تعریفیں نقل کرتا ہوں:

"المدعی من اذا ترک ترک المدعیٰ علیه بخلافه ،المدعی من لایستحق الا بحجة کالخارج والمدعی علیه من یکون مستحقا بقوله من غیر حجة ، کذی الیدوقیل المدعی من یلتمس غیر الظاهر والمدعیٰ علیه من یتمسک بالظاهر اھ بحر، ص ۱۹۳ ر ج ۷ ر"[1] اس کے باوجود شناخت بہت اہم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۲/۵۹ھ

کسی کے کھانے کو سور کے ساتھ تشبیہ دینا

سوال:۔ زید نے بکر کو بحالت غیظ وغضب کہا کہ اگر میں تمہارے گھر کا کھانا کھاؤں تو ایسا کھاؤں جیسا کہ سور خنزیر کھاؤں، اب زید اگر توبہ کرکے بکر کے گھر کا کھانا کھالیوے تو اس کو حرمت کا گناہ ہوگیا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

[1] البحر الرائق ص ۱۹۳ ج ۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۵ ج ۸ کتاب الدعویٰ، مجمع الأنهر ص ۳۴۳ ج ۳ کتاب الدعویٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۹۱ ج ۴ کتاب الدعویٰ، مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر زید توبہ کر کے بکر کے گھر کا کھانا کھالیویگا تو وہ حرام نہ ہوگا، ''التعلیق بماتسقط حرمته بحال ماکالمیتة والخمر والخنزیر لایکون یمیناً'' بحر، ص ۲۰۷/ج۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کفارۂ قسم

سوال:۔ ایک شخص تمبا کو کھاتا ہے اور بہت عادی ہے، پھر اس کو نفرت ہوگئی اور اس نے چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ اب نہ کبھی کھاؤنگا چند روز کے بعد کھالیا، تو اب اس شخص کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکے ذمہ کفارہ لازم ہے اور وہ یہ کہ دس غریب بھوکوں کو صبح وشام دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا دس غریبوں کو کپڑے دے، اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی چیز کی قدرت نہ ہو تو تین روزے مسلسل لگاتار رکھے، بیچ میں ناغہ نہ کرے، اگر بیچ میں ناغہ کریگا تو پھر شروع سے تین روزے رکھنے پڑیں گے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (بحرالرائق، ص ۲۸۷/ج۴/)مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ) کتاب الایمان، النهر الفائق ص ۵۶ ج۳ کتاب الأیمان مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۵۵ ج۲ الباب الثانی فیما یکون یمیناً الخ، الفصل الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] وکفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین أو کسوتهم الیٰ أن قال (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یمین غموس میں کفارہ نہیں

سوال:۔ زید نے عمر کی ایک چیز اٹھا کر اپنے بکس میں رکھدیا درحقیقت وہ شئی بکر کی تھی، تھوڑی دیر بعد زید اپنے بکس میں اس شئی کو تلاش کر رہا تھا، کہ اس وقت دوسرے آدمی نے کہا کہ وہ چیز بکر لے گیا ہے، زید نے کہا کہ خیر اچھا ہوا کہ وہ اپنی چیز لے گیا، پھر دوسرے دن عمر نے آ کے زید سے مطالبہ کیا زید نے اپنی روک کے لئے اس آدمی کے کہنے کے مطابق قسم کھالی کہ بکر نے وہ چیز لے لی تو اس مسئلہ میں زید حانث ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں اگر جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی ہے تو گناہ ہے کفارہ نہیں، کفارہ یمین منعقدہ میں ہوتا ہے، اور یہ صورت غموس[1] کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ

سوال:۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں چائے نہیں پیوں گا، اگر وہ اپنی قسم بھول گیا، اور چائے پی لی، بعد میں اسکو یاد آیا کہ اس نے قسم کھائی تھی، اسکی قسم ٹوٹ گئی اور اس قسم کا کفارہ دینا پڑیگا،

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وإن عجز عنها صام ثلاثة ايام ولاءً. درمختار برحاشيه ردالمحتار نعمانيه، ۶۲ ج۳، شامی کراچی، ص۷۲۷-۷۲۵/ ج۳/) كتاب الايمان، مطلب كفارة اليمين، عالمگیری ص ۶۱ ج۲ كتاب الايمان، الفصل الثانی فی الكفارة، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ كتاب الايمان، دار الكتب العلمية بيروت.

[1] غموس وهی حلفه علىٰ أمر ماض أو حال كذباً عمداً وحكمها الاثم ولا كفارة فيها الا التوبة الىٰ أن قال ومنعقدة وهی حلفه علىٰ فعل او ترک فی المستقبل وحكمها وجوب الكفارة الخ ملتقى الابحر ص ۶۱-۲۶۰ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری ص ۵۲ ج۲ كتاب الايمان، الباب الاول الخ مطبوعه كوئٹه. النهر الفائق ص ۵۰-۴۹ ج۳ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت.

یا روزہ جس طرح بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا کیا قسم بھی نہیں ٹوٹے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ لازم ہوگا، "ولافرق فی وجوب الکفارۃ بین العامد والناسی والمکرہ فی الحلف والحنث" سکب الانہر[1] ص ۵۴۹ ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ

سوال:۔ دو شخص مل کر آپس میں کاروبار کرتے تھے، دونوں نے زبانی طور سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ہم دونوں مل کر ہمیشہ کاروبار کریں گے، مگر کچھ دنوں بعد دونوں میں پھوٹ پیدا ہوگئی، ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے اقرار کو توڑ دیا تو بتلایئے کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قسم نہیں کھائی تھی صرف وعدہ کیا تھا، اور بلا وجہ وعدہ توڑ دیا، تو اس سے گناہ ہوا، اگر کوئی وجہ پیش آئی تو وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہوا، کذا فی شرح[2] الاشباہ والنظائر، اگر قسم کھائی تھی پھر اسکے

---

[1] سکب الأنہر علی ہامش المجمع ص ۲۶۳ ج ۲ کتاب الأیمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الدر المختار کراچی ص ۷۰۸ ج ۳ مطلب فی الفرق بین السہو والنسیان، کتاب الأیمان، النہر الفائق ص ۵۱ ج ۳ کتاب الأیمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] الخلف فی الوعد حرام وفی القنیۃ وعدہ أن یاتیہ فلم یأتیہ لا یاثم ولا یلزم الوعد وفی ہامشہ للرافعی والتوفیق بینہ وبین الاول بحمل الاول علیٰ ما اذا وعد وفی نیتہ الخلف فیحرم والثانی علیٰ ما اذا نوی الوفاء وعرض مانع الخ الاشباہ والنظائر ص ۱۵۹ کتاب الحظر والاباحۃ، الفن الثانی مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، مرقات ص ۲۴۷ ج ۴ باب الوعد ص ۶۵۳ ج ۴ باب المزاح، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

خلاف کیا تو اسکے ذمہ کفارہ لازم ہوگا، دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا انکو کپڑا پہنائے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، کذا فی ردالمحتار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانیہ ۹۰ھ

ایضاً

سوال:۔ زید عمر سے ایک بڑے کام کا معاملہ کرتا ہے، عمر اس کے کہنے پر کام کرتا رہتا ہے، مگر ایک حصہ کام کا ہو جانے کے بعد زید معاملہ ختم کر دیتا ہے، اس ختم معاملہ میں عمر کا کوئی دخل نہیں ہے، عمر کہتا ہے کہ جتنا کام کر چکا ہوں اس کا معاوضہ ادا کر دو، زید یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ معاملہ اس کی طرف سے ختم ہوا ہے اور معاوضہ واجب ہے، ادائیگی معاوضہ میں طرح طرح کے حیلے بہانے کرتا ہے، عمر عاجز آ کر بحلف یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اپنا حق معاف کروں گا، اس صورت میں:۔

(۱) جو معاوضہ زید عمر کو دے چکا ہے زید کو اس کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں

(۲) یا معاوضہ جو عمر نے چھوڑ دیا ہے، زید کے ذمہ عنداللہ اس کی ادائیگی ہے یا نہیں؟

(۳) عمر اگر قسم کا کفارہ ادا کر دے تو پھر زید سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حلف کی بناء پر زید کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کے ذمہ وعدہ اور معاملہ کی وجہ سے عمر کا جو کچھ مطالبہ واجب الادا ہے اس کو روک لے، چہ جائیکہ جو کچھ حلف سے پہلے ادا کر چکا ہے اس کو واپس لے، عمر کو یہ حق ہے کہ زید سے واجب الاداء مطالبہ وصول کر لے، مگر قسم کی وجہ سے اس صورت میں

---

[1] وكفارته تحرير رقبة او اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم الىٰ قال وإن عجز عنها صام ثلاثة ايام ولاءً، شامی کراچی ص ۷۲۵ ج ۳ كتاب الأيمان، مطلب كفارة اليمين، النهر الفائق ص ۵۸ ج ۳ كتاب الأيمان، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری ص ۶۱ ج ۲ كتاب الايمان، الفصل الثانی فی الكفارة، مطبوعه كوئٹه.

اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ کذا فی شرح الاشباہ والنظائر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/ ۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/ ۹۰ھ

قسم کا کفارہ

سوال:۔ میں خاتون مرحوم عبدالشکور کی بدنصیب بیوہ ہوں تین چھوٹے بچے اور ایک جوان لڑکی شادی شدہ میرے ساتھ ہیں، مزدوری کر کے بامشکل تمام اپنے بچوں کا گزارہ کر رہی ہوں، میری ایک لڑکی جوان ہے جس کا نام انیسہ بانو ہے، قریب پانچ سال اسکی شادی کو ہو چکے ہیں، جو کہ ہنڈون سٹی میں بدال شفیع کے ساتھ شادی ہوئی تھی، نہ جانے کس وجہ سے ایک سال سے میری لڑکی کو لینے نہیں آتے ہیں، اس مرتبہ میں اپنے رشتہ داروں سے خبر بھیج چکی ہوں، کہ لڑکی کو آ کر لے جائیں، ایک دفعہ اپنے بھائی کو بھیج کر کہلا دیا ایک جوابی خط بھی بھیجا تھا، مگر اس کا بھی جواب نہیں دیا، شفیع صاحب لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے، کہ میں انیسہ بانو کو لینے کبھی نہیں جاؤنگا، علماء دین سے گزارش کرتی ہوں، کہ میں ایک بیوہ جوان لڑکی کو زیادہ نہیں رکھ سکتی ہوں، مجھے اجازت دی جائے کہ لڑکی کا عقد دوسری جگہ کر سکوں کیونکہ لڑکی کے خاوند نے لڑکی کو نہ لے جانے کی قسم کھا رکھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف قسم کھانے کی وجہ سے وہ نہیں لے جاتا دل میں گنجائش ہے، رکھنا چاہتا ہے، تو اس

---

[1] الخلف فی الوعد حرام الخ الاشباہ والنظائر مع شرحہ للشیخ الرافعی ص ۱۵۹، کتاب الحظر والإباحۃ، الفن الثانی، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، مرقات ص ۶۴۷ ج ۴ باب الوعد، وص ۶۵۳ ج ۴ مطبوعہ اصح المطابع بمبئی۔

کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ خود یا کوئی اور لڑکی کو اس کے مکان پر پہنچادیں اس سے قسم نہیں ٹوٹے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکی کو لے جائیں، پھر قسم کا کفارہ ادا کردے، قسم کا کفارہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلانا ہے، یا ان کو کپڑا پہنانا ہے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزہ رکھنا ہے[1] اگر شوہر کے دل میں اس کو رکھنے کی گنجائش ہی نہیں تو بہتر ہے، کہ مہر کے عوض اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، جب عدت گزر جائے تب دوسری جگہ نکاح کیا جائے، اگر وہ طلاق پر بھی آمادہ نہ ہو تو پھر شرعی کمیٹی میں درخواست دے کر باقاعدہ تفریق کرالی جائے، شرعی کمیٹی میرٹھ وغیرہ متعدد مقامات پر قائم ہے، جب شرعی کمیٹی حسب ضابطہ تفریق کردے تو وہ بھی طلاق کے حکم میں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۱۳۹۹ھ

قسم اور قسم کا کفارہ

سوال:۔ ایک مرتبہ میں اپنے عزیز حقیقی چھوٹے بھائی کے ساتھ کسی معاملہ میں تبادلۂ خیال کررہی تھی، دوران گفتگو بحث تلخی تک پہنچ گئی، میں نے جوش وجذبہ میں یہ قسم کھائی کہ آئندہ سے ان کی ہر چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیتی ہوں، کیا اس طرح قسم کھانا جائز ہے، اس کی معافی کے لئے کیا کرنا چاہئے، یا کوئی کفارہ دینا پڑیگا، اگر ایسا ہو تو اسکی کیا صورت ہوگی، یعنی کفارہ کس قسم سے دینا پڑے گا؟

---

[1] هی ای الکفارة احدثلاثه اشیاء ان قدر عتق رقبة یجزی فیها مایجزی فی الظهار او کسوة عشرة مساکین لکل واحد ثوب فماذا دوادناه مایجوز فیه الصلاة اواطعامهم والا طعام فیها کالاطعام فی کفارة الظهار فان لم یقدر هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات (عالمگیری ص ۶۱/ ج۲/) کتاب الایمان .الفصل الثانی ،فی الکفارة، شامی کراچی ص۷۲۵ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب کفارة الیمین، النهر الفائق ص۵۸ ج۳ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی قسم ہوگئی، اب ان کی کوئی چیز استعمال کرلیں اور قسم کا کفارہ ادا کردیں، کفارہ یہ ہے کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائیں، یا ان کو کپڑے کا جوڑا دیں، اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

قسم کھائی کہ عمر کی کوئی چیز نہیں کھائیگا، پھر اس نے ہبہ کی تو کیا حکم ہے؟

سوال:۔ زید نے یہ قسم کھائی کہ میں عمر کی کوئی چیز نہ کھاؤنگا، اب اگر عمر نے زید کو اپنی چیز ہبہ کردی یا زید نے عمر سے کوئی چیز بطور قرض لیکر استعمال کرلیا اور کھالیا یا خرید کر کھالیا تو کیا زید اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان کا مبنیٰ ودارومدار عرف پر ہوتا ہے[2]، عرف میں جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی کوئی چیز

---

[1] هی ای الکفارة احد ثلاثة اشیاء ان قدر عتق رقبة یجزی فیها مایجزی فی الظهار او کسوة عشرة مساکین لکل واحد ثوب فمازاد وادناه مایجوز فیه الصلاة اواطعامهم والا طعام فیها کالاطعام فی کفارة الظهارة فان لم یقدر هذه الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ایام متتابعات . (عالمگیری ،ص ۶۱/ج۲/) کتاب الایمان الفصل الثانی فی الکفارة، البحر الرائق ص ۹۰-۲۸۹ ج۴ کتاب الأیمان، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۲۶۵ ج۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ان الایمان مبنیة علی العرف (مجمع الانهر ،ص ۲۹۲/ج ۲/) (باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام)کتاب الایمان، دار الکتب العلمیة بیروت، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

نہ کھاؤں گا، تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے، کہ وہ اگر ہبہ کر کے مجھے دیدے گا اور اپنی ملک ختم کردے گا، تب بھی نہیں کھاؤں گا، بغیر اس کی اجازت کے بھی اس کی چیز نہیں کھاؤں گا، لیکن اگر اس سے قرض لے لے یا خرید لے تو عرفاً یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کی چیز کھائی ہے، لہٰذا ان دونوں صورتوں میں حانث نہیں ہوگا[1] ہبہ والی صورت میں حانث ہوجائے گا، جہاں کا یہ عرف نہ ہو وہاں کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤنگا، پھر مرگیا

سوال:۔ ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم نہیں ہمارے یہاں آؤ گے، ہم بھی تمہارے یہاں نہیں آئیں گے، جس کی بابت قسم کھائی تھی وہ مرگیا، لیکن جس نے قسم کھائی تھی وہ موجود ہے، اس کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے گھر جائے گا تو اب قسم نہیں ٹوٹے گی، وہ گھر اس کا نہیں رہا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) عالمگیری ص ۸۳ ج ۲ الباب الخامس علی الأصل، کتاب الأیمان، مطبوعہ کوئٹہ، زیلعی ص ۱۱۶ ج ۳ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول الخ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

(صفحہ ہٰذا) [1] رجل حلف أن لا یأکل من طعام فلان ولا نیة له فاشتری الحالف منه الطعام وأکل لا یحنث فی یمینه الخ عالمگیری ص ۸۹ ج ۲ کتاب الایمان، الباب الخامس علی الأصل الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[2] رجل قال لامرأته ان دخلت دارفلان فانت طالق فمات فلان فصارت الدار میراثا فدخلت ان لم یکن علی المیت دین مستغرق لایحنث وان کان علیه دین مستغرق قال الفقیه. ابو اللیث لایحنث ایضاً، الهندیة، ج ۱/ص ۴۳۴/ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، تاتارخانیه ص ۵۷۳ ج ۴ کتاب الأیمان نوع آخر فی الدخول، مطبوعہ کراچی، فتاویٰ قاضیخان ص ۸۱ ج ۲ کتاب الأیمان، فصل فی الدخول، مطبوعہ کوئٹہ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

نذر کا بیان

نذر کس طرح منعقد ہوتی ہے

سوال:۔ کسی نے نیت کرلی یا زبان سے لکھدیا کہ اس جانور کو شیرینی کرونگا، اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کو ذبح کر کے کچھ حصہ مسجد میں دوں گا، اور باقی اہل محلّہ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤں گا، یا صرف گھر میں کھالوں گا جیسے رواج سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کے تناول میں صاحب نصاب اور خود بھی پرہیز نہیں کرتے کیا یہ نذر ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر کے لئے صیغۂ التزام ضروری ہے[1]، نیت مذکورہ اور الفاظ مذکورہ سے لزوم نہیں ہوتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۶۷ھ

---

[1] رکن النذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قوله لله عزشانه على كذا (بدائع، ص ۲۲۶/ ج۴/ كتاب النذر. مطبوعه زكريا)، احكام القرآن لابن العربى ص ۳۵۲ ج ۱ سورۂ آل عمران آيت ص ۳۵ مطبوعه دار الفكر بيروت، قواعد الفقه ص ۵۲۴ الرسالة الرابعة، مطبوعه اشرفى ديوبند.

نذر میلاد

سوال:۔ اگر کسی شخص نے مولود پڑھانے کی نذر کی تو اس کو اس کا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بطریق مروجہ مجلس میلاد منعقد کرنا شرعاً بے اصل بدعت ہے اور ناجائز ہے[1] گو نفس ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب خیر باعث برکت اور قربت ہے، خواہ ذکر ولادت ہو خواہ ذکر وفات وعبادات ومعاملات وغیرہ ہو لیکن انعقاد نذر کے لئے منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا ضروری ہے، اور مجلس میلاد قربت مقصودہ نہیں، پس صورت مسئولہ میں نذر منعقد نہیں ہوئی، لہٰذا ایفاء بھی واجب نہیں "ومنها ان يكون قربة فلايصح النذر بماليس بقربة رأسا كالنذر بالمعاصي ومنها ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنائز والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس الصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغير ذٰلک وان كانت قربة لانها ليست بقربة مقصودة اھ بدائع صنائع، ص ۸۲/ج۵/[2] واقبح منه النذر بقرأة المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وايهاب ثواب ذٰلک الیٰ حضرة المصطفیٰ ﷺ ردالمحتار، ص ۱۲۸/ج۲/نعمانیه[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۷ھ

---

[1] من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من اكبر العبادات واظهار الشعائر، ما يفعلونه فی شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات الخ المدخل ص ۲ ج ۲ فصل فی المولد، مطبوعه مصری.

[2] (بدائع، ص ۲۲۸/ج۴/) مطبوعه زكريا، البحر الرائق ص ۲۹۴ ج ۲ كتاب الصوم، فصل عقد لبيان ما يوجبه العبد علی نفسه الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامی زكريا ص ۵۱۶ ج ۵ كتاب الأيمان، مطلب فی احكام النذر.

[3] (شامی كراچی، ص ۴۴۰/ج ۲/)قبيل باب الاعتكاف.

گیہوں تقسیم کرنے کی نذر

سوال:۔زید نے نیت کی کہ اگر میری بیوی کو بیماری سے شفا ہوجائے تو اتنے من گیہوں اور روپے اس کے ہاتھ سے غریبوں کو تقسیم کروادونگا، وہ شفایاب ہوگئی، اب زید کا ارادہ ہے کہ مذکورہ گیہوں کی قیمت اور روپے کسی مدرسہ میں دیدے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر

سوال:۔ایک عورت کی لڑکی بیمار ہوگئی اس نے منت مانی کہ اگر لڑکی روبصحت ہوگئی تو عقیقہ کرونگی، جس میں دو جانور ہوں گے، جبکہ لڑکی کے لئے ایک بکری ہے، اب ایسی صورت میں عقیقہ کے موقع پر دو جانور ضروری ہے یا ایک جانور کافی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نذر منت نہیں ہوئی جب تک یہ نہ کہا ہو کہ ان دو بکریوں کو ذبح کر کے گوشت صدقہ کرونگی،[2] لہٰذا اگر عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرلی تو بھی عقیقہ درست ہوجائیگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

---

[1] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه علی ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد ان يتصدق بالقيمة لا بالخبز جاز. فتاویٰ قاضی خان ص ۲۶۹ ج ۱ کتاب الزکاة، فصل فی النذر. شامی کراچی ص ۷۴۱ ج ۳ کتاب الأيمان مطلب فی احکام النذر، تاتارخانیه ص ۴۱ ج ۵ کتاب الأيمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه کراچی. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نذر کی بکری کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا

سوال:۔ کسی شخص نے منت مانی کہ میری بیماری اگر درست ہوجائے تو بکری مسجد میں دے دونگا، اب وہ شخص شفایاب ہوگئے، اب وہ بکری کو ذبح کر کے کھانا کھلانا چاہتا ہے، مسجد کے مصلیوں کو کیا اس کھانے میں امیر وغریب شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں، یا دوسری صورت یہ ہے کہ اس بکری کو فروخت کر کے مسجد میں اس پیسے کو لگا سکتے ہیں، کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس بکری کو فروخت کر کے اس کے پیسے کو مسجد کی ضروریات میں لگا دیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

بکری صدقہ کرنے کی نذر سے کیا قیمت ادا کرنا کافی ہے

سوال:۔ زید کا لڑکا بیمار تھا زید نے منت مانی کہ اگر لڑکا اچھا ہوگیا تو جو بکری میرے پاس ہے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مدرسہ کو دینگے، بعدہٗ اس نے بڑی بکری کا ارادہ کیا، اور بچہ کی دادی نے اس طرح سے نیت کی، کہ بچہ اچھا ہوجانے پر ایک بکری کا صدقہ کروں گی، اور بچہ کی

(گذشتہ کا حاشیہ) [2] ولو قال ان برئت من مرضی هذا ذبحت شاة او علی شاة اذبحها فبرئ لا یلزمه شی لأن الذبح لیس من جنسه فرض لا یصح الا اذا زاد واتصدق بلحمها فیلزمه الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۵۲۳ ج۵ کتاب الأیمان، مطلب فی احکام النذر، بحر ص۲۹۶ ج۴ کتاب الأیمان، قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۹۲ ج۵ کتاب الأیمان، فصل فی الکفارة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه علی ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد أن یتصدق بالقیمة لا بالخبز جاز الخ، فتاویٰ قاضی خان ص۲۶۹ ج۱ کتاب الزکاة فصل فی النذر، شامی کراچی ص۷۴۱ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب فی احکام النذر، تاتارخانیه ص۴۱ ج۵ کتاب الأیمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه کراچی.

والدہ نے منت مانی کہ ایک بکری کا بچہ راہ خدا میں صدقہ کردوں گی، آیا تینوں پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، یا پھر کس پر؟ صدقہ قیمت کا کیا جائے گا، یا بکری کا زید پر اول بکری کی قیمت لازم ہوگی، یا دوسری بکری کی قیمت یا تیسری بکری؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید پر لازم ہے کہ اسی اوّل بکری کا صدقہ کردے بچہ کی دادی اور والدہ پر ایک ایک بکری کا بچہ صدقہ کرنا لازم ہے۔"**لو قال علی ان اطعم هذا المسکین شیئا سماه ولم یعینه فلابدان یعطیه الذی سماه** اھ"**بدائع**، ص۸۷ ج۵[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۷ھ

بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا

سوال:۔ ایک شخص نے یہ منت کی جب اس بکری کا بچہ پیدا ہوگا تو پہلا بچہ میں مسجد کو دونگا، اب ایک بچہ پیدا ہوا، اسے کیا کرے؟ اسے بیچ کر اس کا دام خیرات کردینا کافی ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے نام پر منت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مسجد میں دینے کی نذر مان لی تھی تو بکری کے اس بچہ کو بیچ کر پیسے قیمت مسجد میں دیدے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

---

[1] بدائع ص۸۷ ج۵ کتاب النذر، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی.

[2] رجل قال ان نجوت من هذا الغم فللّٰه علی ان اتصدق بهذه الدراهم خبزاً ثم اراد أن یتصدق بالقیمة لا بالخبز جاز، فتاویٰ قاضیخان ص ۲۶۹ ج ۱ کتاب الزکاة، فصل فی النذر مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص ۴۱ ج۵ کتاب الأیمان الفصل السادس والعشرون فی النذور، مطبوعه کراچی، شامی کراچی ص ۷۴۱ ج۳ کتاب الأیمان، مطلب فی احکام النذر.

اس طرح نذر ماننا کہ اگر فلاں کام ہو جائے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے

سوال: ۔بہشتی زیور اختری، ص ۴۹/ج ۳/منت ماننے کے بیان میں مسئلہ ۱۴/اگر کسی نے کہا کہ میرا بھائی اچھا ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گی، تو منت صحیح ہوگئی، حالانکہ درمختار میں ہے **"ولو قال ان برئت من مرضی هذافذبحت شاة اوعلی شاة اذبحها فبرئ لایلزمه لان الذبح لیس من نوع فیه فرض"**۔

ان دونوں عبارتوں میں تخالف معلوم ہوتا ہے، براہ کرم حل فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے عرف میں ایسی نذر تصدق کے لئے مانی جاتی ہے، چنانچہ اس بکری سے نہ خود کھاتے ہیں، نہ اغنیاء کو کھلاتے ہیں، بلکہ سب کا سب تصدق کرتے ہیں، اس لئے جو قید درمختار میں لگائی گئی ہے، وہ یہاں موجود ہے۔" **ولو قال ان برئت من مرضی هذا فذبحت شاة اوعلی شاة اذبحها فبرئ لایلزمه شی لان الذبح لیس من جنسها فرض بل واجب کالاضحیة فلایصح الااذا زاد التصدق بلحمها فیلزمه لان الصدقة من جنسها فرض هی کالزکوٰة درمختار علی هامش .ردالمحتار ، ص، ۷۰/ج ۳/."**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۱ھ

---

[1] در مختار علی رد المختار ص ۷۰ ج ۳، مطبوعه نعمانیه ،کتاب الایمان ،مطلب النذرغیر المعلق، البحر کوئٹه ص ۲۹۶ ج ۴ کتاب الأیمان، قبیل باب الیمین فی الدخول الخ، فتح القدیر ص ۹۲ ج ۴ کتاب الأیمان، فصل فی الکفارة، دار الفکر بیروت.

حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا

سوال:۔ (۱) اگر کوئی کہے کہ میرے لئے مرغی پالنا اور کھانا حرام ہے، تو کیا وہ شخص مرغی پال سکتا ہے اور کھا سکتا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص اپنی سسرال کا یا اپنے پڑوس کے گھر کا کھانا پینا اپنے اوپر حرام کر لے اور پھر بعد میں کھانا چاہے تو کیا حکم ہوگا؟

(۳) اگر کوئی اپنے لڑکے پر غصہ ہو کر کہے کہ تیری کمائی تیرے لئے حرام ہے، اور مرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی نہ ڈالنا، تو اگر وہ شخص اپنے بیٹے کی کمائی کھانا چاہے اور بیٹا اس کے کفن دفن میں شریک ہونا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر کوئی شخص کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام کرتا ہے تو اس کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوگی، بدستور اس کا استعمال اس کے لئے جائز رہے گا، لیکن اس کے استعمال کرنے پر چوں کہ حانث ہوگا اس لئے اس پر کفارہ ضروری ہے، "**ومن حرم شیئاً ثم فعله کفر شرح التنویر**،[1] ص ۶۳ / ج ۳ /"

(۲) اس صورت کا بھی یہی حکم ہے۔

(۳) بیٹے کی کمائی کھانا چوں کہ فی نفسہ حلال ہے، اس لئے باپ کے حرام کرنے سے وہ حرام نہ ہوگی، مگر اس کمائی کے کھانے پر بوجہ حانث ہونے کے کفارہ دینا پڑے گا، البتہ اس کے کفن دفن میں بیٹا بہر صورت پوری طرح شریک ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۱ھ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۶۳ ج ۳، مطلب فی تحریم الحلال، کتاب الایمان، البحر کوئٹه ص ۲۹۲ ج ۴ کتاب الأیمان، مجمع الأنهر ص ۲۷۳ ج ۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کا مینارہ بنوانے کی نذر

سوال:۔ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مسجد کے مینارے بنوادونگا وہ کام ہوگیا،مگر اتفاقاً فساد کی وجہ سے وہ گاؤں برباد ہوگیا،مسجد ویران ہوگئی،اب وہ منت کس طرح پوری کرے یا دوسرے گاؤں کی مسجد بنوادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مینارہ بنانے میں جتنا روپیہ صرف ہوتا اتنا روپیہ کسی مسجد کی تعمیر میں خرچ کردیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن خوانی کرانے کی نذر منعقد نہیں

سوال:۔زید نے منت مانی کہ اگر ہمارا نیلامی کا کام ہوجائے گا تو میں قرآن خوانی کراؤں گا ،کام ہوگیا،قرآن خوانی کروائے تو اب کس کو ثواب بخشوایا جائے،یا صرف قرآن پڑھوادیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۸/۹۹ھ

---

[1] نذر کے لازم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصود ہو مینارہ بنانا عبادۃ مقصود نہیں ہے، اس لئے اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں، ''ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد (شامی زکریا ،ص ۵۱۶/ج۵/)كتاب الايمان، مطلب فی احكام النذر '' بدائع الصنائع ص ۸۲ ج۴ كتاب النذر، فصل وأما شرائط الركن، مطبوعه كراچی، البحر كوئٹه ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر.

[2] ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة (بقیہ آئندہ پر)

لفظ قسم کھاتا ہوں سے یمین منعقد ہو جاتی ہے

سوال:۔ایک شخص کہہ رہا ہے کہ میں قسم کھا رہا ہوں کہ اگر میں کھانا کھاؤں تو حرام کھاؤں گا، اگر وہ کھانا کھائے، تو حانث ہوگا یا نہیں، اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں، واضح ہو کہ مذکورہ لفظ میں قسم کے علاوہ اللہ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے کوئی لفظ اس نے نہیں کہا ہے، تو قسم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''والیمین باللّٰہ او باسم من اسمائہٖ الیٰ قولہ واقسم واشھد واحلف وان لم یقل باللہ عملاً بالعرف[1]''(در منتقی) عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قسم ہوگئی ہے، جس کھانے سے متعلق یہ قسم کھائی ہے، اسکے کھانے سے حانث ہو کر کفارہ لازم ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۸۸ھ

تبلیغی چلّہ میں جانے کی نذر

سوال:۔زید نے یہ منت مانی تھی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو تبلیغ میں ایک چلّہ دوں گا اب معلوم کرنا یہ ہے کہ زید کو کاشتکاری کام بہت ہے اگر چلّہ کے لئے کسی اور کو بھیج دے یا جتنا روپیہ چلّہ میں لگے راہِ خدا میں خرچ کردے، زید کی منت پوری ہوجائے گی یا نہیں؟

(گذشتہ کا بقیہ) والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغیر ذالک وان کانت قرباً الا انھا غیر مقصودۃ .(شامی زکریا ،ص ۵۱۶/ج۵/) کتاب الایمان) مطلب فی احکام النذر، بدائع الصنائع کراچی ص ۸۲ ج۵ کتاب النذر، فصل وأما شرائط الرکن، بحر کوئٹہ ص ۲۹۴ ج۲ کتاب الصوم، فصل فی النذر.

[1] (الدرالمختار علی الشامی زکریا،ص ۴۸۱/ج۵/) کتاب الایمان، الدر المنتقی علی المجمع ص ۲۶۸ ج۲ کتاب الأیمان، دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر کوئٹہ ص ۲۸۱ ج۴ کتاب الأیمان.

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغ میں چلّہ دینے کی نذر منعقد ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے جو چلہ کے فوائد ہیں وہ خود ہی جانے سے کامل طور پر حاصل ہوتے ہیں، کسی دوسرے کو بھیجنے یا روپیہ دینے سے وہ بات میسر نہیں ہوتی۔

تنبیہ:۔ اگر تبلیغ کے چلّہ میں جانے کی وجہ سے گھر کا انتظام نہ ہو سکے اور حقوق واجبہ میں کوتاہی ہو جس کے سبب گھر والوں کو پریشانی ہو تو چلہ میں جانا ضروری نہیں، بلکہ حقوق واجبہ کا ادا کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۰ھ

بکرا خدا کے نام پر نذر کرنا

سوال:۔ ہم نے ایک بکری پالی تھی، ہم نے نذر مانی تھی کہ اگر بکرا دیا تو اللہ نام کا ہوگا، تو اب اس بکرے کو فروخت کر کے اس کی قیمت اسکول میں دیں یا مسجد میں لگائیں، یا کاٹ کر تقسیم کر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بکرے کے متعلق اللہ کے لئے نذر مان لی اس کو کسی غریب کو بطور صدقہ زندہ دینا بھی درست ہے، اس کو ذبح کر کے کچا گوشت یا پکا کر صدقہ دینا بھی درست ہے، کھال بھی کسی غریب کو دیدیں، قربانی کے موقع پر اس کی قربانی کر کے غرباء کو تقسیم کر سکتے ہیں[2] مگر اسکی وجہ سے واجب

---

[1] نذر کے لازم ہونے کیلئے ضروری ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو چلّے میں جانا عبادۃ مقصودہ نہیں ہے اس لئے چلے میں جانا ضروری نہیں۔ "ومن شروطه ان يكون قربة مقصودة فلايصح النذر بعيادة المريض وتشييع الجنازة والوضوء والاغتسال ودخول المسجد ومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد (شامی زکریا، ص ۵۱۶/ج۵/) كتاب الايمان، مطلب فی احكام النذر، بدائع الصنائع ص ۸۲ ج۴ كتاب النذر، فصل وأما شرائط الركن، مطبوعه كراچی، البحر كوئٹه ص ۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فی النذر.

[2] مصرف الزكوٰة وهو مصرف ايضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلک من الصدقات الواجبة (شامی كراچی، ص ۳۳۹/ج۲/) كتاب الزكوٰة باب المصرف، البحر كوئٹه ص ۲۴۵ ج۲ باب المصرف، كتاب الزكاة، الدر المنتقى على المجمع ص ۳۲۴ ج۱ باب بيان أحكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت.

قربانی ادا نہ ہوگی، بلکہ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں اس پر مستقل واجب ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۴ھ

نذر کی قیمت غرباء کے لئے ہے

سوال:۔ میری ایک فیکٹری ہے جس میں اسٹیل کے سامان تیار ہوتے ہیں، اور برتن تیار کرنے میں بہت سی کترن کانٹ چھانٹ کے بعد نکلتے ہیں تو میں نے یوں کہا کہ اسٹیل کی جتنی کترن ہونگی، اسی کے پیسے کو للہ غریبوں میں خرچ کروں گا، اب بہت سے لوگ مساجد کی غرض سے چندہ کے لئے آتے ہیں کیا میں اسی پیسہ سے مسجد کے لئے دے سکتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے یہ کہا کہ للہ غریبوں پر خرچ کرونگا، تو اب مسکینوں حاجت مندوں کو دیں[1] مسجد کو نہیں وہاں سے نفع اٹھانیوالے امیر وغریب سب ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

نذر کا کھانا مالدار کے بچے کو

سوال:۔ جو لوگ نذر مانتے ہیں نیاز کرتے ہیں یا بغیر نذر کے ایسے ہی کچھ کھانا بچوں کو کھلاتے ہیں اس میں کچھ بچے صاحب نصاب لوگوں کے بھی ہوتے ہیں، اس میں سے کچھ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مصرف الزکوٰۃ مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبة (شامی کراچی، ص ۳۳۹/ج ۲/) کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، البحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج ۲ باب المصرف، کتاب الزکاة، الدر المنتقی علی المجمع ص ۳۲۴ ج ۱ باب بیان أحکام المصرف، دار الکتب العلمیة.

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر کا کھانا غریبوں کا حق ہے[1] مالدار اور مالدار کے بچوں کے لئے نہیں[2] بغیر نذر کے ایسے ہی بطور خوشنودی وثواب کے کھلا دے تو یہ سب کیلئے درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۸ھ

بیمار کی صحت کے لئے جانور صدقہ کیا جائے تو اس کی کیا شرط ہے؟

سوال:۔ جو جانور بیمار وغیرہ کی طرف سے صدقہ کیا جاتا ہے، اس میں کیا کیا شرطیں ہیں، کیا قربانی کے جانور کی تمام شرطیں عمر وغیرہ بھی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں کوئی نذر نہیں کی تھی تو جو جانور جیسا چاہے صدقہ کر دے اگر نذر مان لی تھی تو وہ واجب ہوگئی، اس میں وہی شرائط معتبر ہونگی، جو قربانی کے جانور میں ہوتی ہیں[3] اگر نذر میں کسی خاص جانور کی تخصیص کر دی مثلاً یہ کہ ایک گائے کی مستقل نذر مانی تو پوری گائے لازم ہے، ساتواں حصہ کافی نہیں ہوگا[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۵ھ

---

[1] مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف ایضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ (شامی کراچی، ص ۳۳۹/ ج ۲/) کتاب الزکوٰۃ باب المصرف، البحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج ۲ باب المصرف، کتاب الزکاۃ.

[2] ولایجوز ان یصرف ذالک ای النذر لغنی (شامی کراچی ،ص ۴۳۹ ج ۲) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شاۃ منذورہ کا حکم

سوال:۔ ہماری شریعت مصطفویہ کے مفاتی عظام سے استفسار یہ کہ شاۃ منذورہ یا بقرہ سال وبرس می قربانی کے لائق ضرورت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو اسامی کتب وتعین صفحہ سے بنقل عبادات جواب شافی عنایت فرما کر مسعود دارین ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاۃ منذورہ کی نذر اگر بصورت اضحیہ کی ہے یعنی اس طرح نذر کی ہے "**لِلّٰہ علی ان اضحی شأۃ**" تو اس میں تمام شرائط اضحیہ کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ ایسی نذر سے تضحیۂ شاۃ اسکے ذمہ واجب ہے، ایام نحر میں ایسی شاۃ کی قربانی کرے جسکی اضحیہ شرعاً درست ہے۔

اگر بصورت ہدی نذر کی ہے تو اس کو حرم میں بھیج کر قربانی کرائے، اگر ہدی اور اضحیہ کے طور پر نذر نہیں کی مطلقاً شاۃ حیہ کو تصدق کرنے یا ذبح کر کے اس کا لحم صدقہ کرنے کی نذر کی ہے تب بھی اس کی عمر اتنی ہی ضروری ہے جس کی قربانی درست ہے، کیونکہ عرفاً شرعاً ایسی شاۃ کو شاۃ کہا جاتا ہے، اگر کسی شاۃ معینہ مشار الیہا کی نذر کی ہے، تو اس میں یہ شرط نہیں بلکہ وہ جس عمر کی بھی ہو اس سے نذر پوری ہو سکتی ہے، اور ان ہر دو صورت میں ایام نحر یا حدود کی بھی قید نہیں اخیر کی صورت بالکل ایسی ہے، جیسے شاۃ کے خلاف کوئی دوسری شئی متعین کر کے اس کے تصدق کی نذر کرے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام، قبیل باب الاعتکاف، البحر کوئٹہ ص ۲۹۸، قبیل باب الإعتکاف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، مطبوعه مصر.

۳ لایجوز فیهما ما یجوزفی الاضاحی (بدائع کراچی ،ص ۸۵/ج۵/) کتاب النذر، وأما شرائط الرکن.

۴ ویستفاد ممافی الشامی ولوقال لله علی ان اذبح جزوراً واتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز کذافی مجموع النوازل ووجهه لایخفی (درمختار)قوله ووجهه لایخفی هوان السبع تقوم مقامه فی الضحا یاوالهدایا(شامی کراچی ،ص ۷۴۰/ ج۳/احکام النذور)

" الاضحية اسم لما يضح فى وقت مخصوص لم يكن فيها الغاء الوقت فاذا نذرها يلزم فعلها فيه وان لم يكن اتيابالمنذور لانها بعدها لاتسمى اضحية ولذايتصدق بها حية اذاخرج وقتها بخلاف مااذا نذر ذبح شأة فى وقت كذا يلغواذكرالوقت لانه وصف زائد علىٰ مسمىٰ الشاة ولذاالغىٰ علمائنا تعيين الزمان والمكان بخلاف الاضحية فان الوقت قدجعل جزء من مفهومها فلزم اعتباره ونظيرذٰلک مالونذر هدى شأة فانهم قالو انما يخرجه عن العهدة ذبحها فى الحرم والتصدق بها هناک وماذاک الالكون الهدى اسماً لما يهدى الىٰ مكة ويتصدق به فيها فقد جعل المكان جزءً من مفهومه كالزمان فى الاضحية فاذا تصدق به فى غير مكة لم يأت بمانذره اھ شامی ،ص ۲۳۴/ج۵/[1] قال الكاسانى بعد نذر الاضحية والهدى لايجوز فيه الامايجوز فى الاضاحى وهو يسمىٰ من الابل والبقروالجذع من الضان اذاكان ضخماً اھ بدائع[2] ص ۸۵/ج۵/. فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ

بھوک کا جانور ذبح کرنا، کھانا

سوال:۔ چہ میفرمایند علماء کرام ومفتیان عظام درحکم جانور بطریق بھوک گذاشتہ شد یعنی اگر بکسے اثر جنسیات یا مرض شدید لاحق شود اکثر مقصود جانور ازاں برنگ گونا گوں آمیختہ بنام ارواح خبیث یا مطلقاً گذارند ومی پندارند کہ تاثیر ازاں بدو لاحق شدہ اور اشفاد ہد خوردن آن شرعاً جائز باشد یا نہ وملک آن شخص زائل شد یا نہ اگر شود تصرف او چہ حرج آید؟

---

[1] شامی نعمانیه، ج۵ ص ۲۱۲، كتاب الأضحية، شامی کراچی ص۳۳۳ ج۶، بدائع الصنائع ص ۶۱ ج۵ كتاب التضحية مطبوعه كراچی، تبيين الحقائق ص۵ ج۶ كتاب الأضحية، مكتبه امداديه ملتان.

[2] بدائع كراچی ص۸۵ ج۵ كتاب الأضحية.

الجواب حامداً ومصلیاً

این چنیں حیوان از ملک مالک خارج نمیشود وبنام ارواح خبیثہ گذاشتنش روانیست وہم چنیں بغیر تملیک گذاشتن نادرست است تاوقتیکہ مالک ازین گذاشتن رجوع کردہ بکسے برائے خداند ہد یابدست اونفروشد یابطریق دیگرمثل ہبہ مالک نگرداند آنکس راخوردن ودران تصرف کردن روانخواہد شدودلائل آن درفتاویٰ عزیزی بر،ص۲۲-۲۳ روغیرہ مرقوم است[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۲/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۲۳/ذی الحجہ ۵۵ھ

مزارات کا چڑھاوا

سوال:۔ جو ملکات بادشاہوں نے پیروں کے نام وقف کردی تھیں تو ان کی آمدنی سے اگر لنگر خانہ جاری کیا جائے،تو وہ کھانا کیسا ہے،اور جو پیروں پر چڑھایا جاوے اس کا کھانا کیسا ہے،

---

[1] (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)

خلاصہ سوال:۔ اگر کسی جانور کو بھوک کے طریق پر چھوڑ دیا گیا ہو اس کا کیا حکم ہے،جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی پر جنات کا اثر ہو یا مرض شدید لاحق ہو تو کسی جانور کو مختلف رنگوں میں رنگ کر ارواحِ خبیثہ کے نام پر یا مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں،اور خیال کرتے ہیں کہ اس کی تاثیر سے بیمار کو شفا ہوگی،اس جانور کا شرعاً کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس شخص کی ملکیت اس جانور سے زائل ہوجاتی ہے۔

ترجمہ:۔ جواب اس طرح جانور مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا اور ارواح خبیثہ کے نام پر چھوڑنا جائز نہیں،اسی طرح کسی کو مالک بنائے بغیر چھوڑنا بھی درست نہیں، جب تک مالک (ارواح خبیثہ کے نام پر چھوڑنے سے) رجوع کرکے کسی کو خدا واسطے نہ دے یا اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے یا کسی دوسرے طریقہ پر مثل ہبہ مالک نہ بنادے اس کو کھانا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہ ہوگا،اور اس کے دلائل فتاویٰ عزیزی،ص۲۲-۳۳ روغیرہ میں مرقوم ہیں۔فتاوی عزیزی ص۳۵،۳۶ ج۱ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، البحر کوئٹہ ص۲۹۸ ج۲ قبیل باب الإعتکاف طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، مطبوعہ مصر.

اور جو باشرع اس چڑھاوے میں لڑ جھگڑ کر مثل ترکہ جدی سمجھ کر حصہ لیتا رہے تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی، تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہے اگر وہ چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے، تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے اور اگر وہاں کے فقراء کیلئے ہے تو فقرا کو کھانا درست ہے، اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کر دیا ہے، اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاویگا، اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی

''واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهوباطل وحرام .طحطاوی ،ص ۴۰۳ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نذرانۂ مزار کی تفصیل

سوال:۔شہر گوالپاڑہ میں مسلمانوں کے ایک قبرستان میں مدفون خراسانی پیر صاحب کے بارے میں آپ سے چند سوالات عرض کرنا چاہتا ہوں، براہِ کرم ان سوالوں کے جوابات مع حوالہ کتب معتبرہ ارسال کرنے سے آپ کا بہت بہت مشکور ہوں گا، سوال عرض کرنے سے قبل مذکورہ قبرستان میں مدفون شاہ پیر صاحب کے مزار کے بارے میں ایک مختصر بیان آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے بارے میں میرے سوالات کے جوابات شریعت اسلامی کے متعلق واضح طور پر تحریر کرنے میں آپ کو سہولت ہو جائے، اور ہمیں بھی اس کے معنی اور مطلب سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

---

[1] (طحطاوی ،ص ۵۷۱)باب مایلزم الوفاء به، مطبوعه مصر، البحر کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الإعتکاف.

مختصر بیان آج سے تقریباً ایک سو سال قبل سید ابوالقاسم خراسانیؒ پیر صاحب شہر گوالپاڑہ میں تشریف لائے تھے، اور دین اسلام کی خدمت انجام دیئے تھے، ان کی معیت میں لوگوں نے معرفت وسلوک اور ہدایت پا کر کافی فائدہ اٹھایا، پیر صاحب گوالپاڑہ کے لوگوں کو بہت محبوب سمجھتے تھے، گوالپاڑہ کے لوگ بھی ان کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے، اور آج تک ان کی تعظیم گوالپاڑہ کے لوگوں کے دلوں میں موجود ہے، گذشتہ ۱۳۰۳ھ میں پیر صاحب کا انتقال ہوگیا، اوران کو مسلمانوں کے مذکورہ قبرستان کے ایک اونچی جگہ میں دفن کیا گیا، اس بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ مسلمانوں کا قبرستان مذکورہ پیر صاحب کے انتقال سے بہت پہلے سے تھا علاوہ ازیں مذکورہ مسلمانوں کا قبرستان پیر صاحب کا اپنا قائم کردہ ہرگز نہیں تھا، سرکاری ریکارڈ کے مطابق وہ عام مسلمانوں کا قبرستان کر کے سرکار کے یہاں درج ہے خراسانی پیر صاحب کے انتقال کے بعد گوالپاڑہ کے مسلمان زائرین مزار کے آنے جانے کیلئے پانچ سو فٹ لمبا ایک پکا راستہ بنادیا اور ہر سال عرس مبارک کیا جاتا ہے اور پیر صاحب کی خدمت عوام کی طرف سے کی جاتی ہے، فی الحال اس بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج سے تقریباً بیس یا بائیس برس پہلے پیر صاحب کے نواسے سید محی الدین صاحب تشریف لائے، اور اپنی مرضی سے پیر صاحب کے مزار پر رکھے ہوئے بکس میں عوام کی منت وعطیہ ونذرانہ وغیرہ کا جو سالانہ جمع ہوتا ہے آج تک اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتے آئے ہیں، اور اس کا کوئی حساب وغیرہ نہیں ہے، اور ایک بات یہ ہے سید محی الدین صاحبؒ کے گوالپاڑہ میں تشریف لانے سے پہلے پیسہ وغیرہ بکس میں تھا، اور اس میں جمع شدہ پیسہ مزار اور قبرستان کے جنگل کی صفائی کے کام میں صرف ہوتا تھا، اور یہ بھی سب کو معلوم تھا، اور مسلمان عوام کا خیال تھا کہ جب سید محی الدین صاحبؒ پیر صاحب کے خاندان کے آدمی ہیں ،تو پیر صاحب کے مزار اور ساتھ ساتھ پورے قبرستان کی ترقی اور نفع کا کام اس بکس کے ذریعہ حاصل کردہ عوام کا پیسہ اچھی طرح صرف کریں گے، لیکن بعد میں افسوس کے ساتھ دیکھا گیا کہ سید محی الدین صاحب اس بکس کی آمدنی کے پیسہ سے مذکورہ مزار اور قبرستان کی ترقی میں کوئی

خاص کام نہ کر کے خود اپنے نان ونفقہ میں صرف کرتے آئے ہیں، اس بارے میں عوام میں سے کسی نے سنجیدگی کے ساتھ سید محی الدین صاحب سے پوچھا، تو اسکے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ میرے دادا کی وراثت ہے، عوام میرے دادا پیر صاحب کو عطیہ اور ہدیہ دیتے ہیں، لہٰذا میں وارث ہونے کی حیثیت سے اس روپیہ پیسہ کو صرف کرنے کا مجھے پورا حق حاصل ہے، اور سید صاحب عوام کو اس کا حساب دینے کے لئے راضی نہیں ہوئے، اب مذکورہ پیر صاحب کے مزار میں رکھے ہوئے بکس میں جو منت، ہدیہ، عطیہ وغیرہ کا پیسہ دستیاب ہوتا ہے، اس بارے میں دریافت امر یہ ہے کہ:۔

(۱) کسی ولی یا بزرگ یا پیر صاحب کے مزار پر کس کس وجہ سے منت کر سکتے ہیں؟ یا کس کس مقصد سے عطیہ یا ہدیہ دینا جائز ہے؟

(۲) کسی مسلمان عوام کے قبرستان میں مدفون کسی بزرگ یا پیر صاحب کے مزار کو مرکز ٹھہرا کر مذکورہ بزرگ کے کوئی وارث اپنے کو اس مذکورہ کام کا خادم بننے کا اظہار کر کے مذکورہ مزار میں لوگوں کے عطیہ، ہدیہ یا منت کے دیئے ہوئے روپیہ پیسے اپنی مرضی کے مطابق اپنے نان ونفقہ میں صرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۳) ولی بزرگ یا پیر صاحب کے مزار سے حاصل کردہ لوگوں کے عطیہ، ہدیہ یا منت کے روپئے پیسے کس کس موقع پر خرچ کر سکتے ہیں، اور اس کے جمع اور خرچ کا حساب عوام سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قرآن پاک میں امانت کے بارے میں کیا بیان کیا ہے؟ اور کس انداز سے ہے؟ اس بیان کے مطابق عوام کے رفیق جیسے مسلمانی عوام کے قبرستان وغیرہ میں کسی درسگاہ، خانقاہ یا کسی پیر بزرگ کے؟

(۵) مذکورہ مزار کے منت کے بکس میں کسی غیر مسلم آدمی اگر عطیہ یا ہدیہ دیدے تو اس روپیہ پیسہ کو مزار یا قبرستان کی ترقی میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خدا کے نام پر ثواب حاصل کرنے اور اس کو راضی کرنے کے لئے صدقہ دینا، خیرات کرنا اور اس کا مصرف ان فقراء کو قرار دینا جو مزار کی حفاظت وخدمت کے لئے رہتے ہیں، شرعاً درست ہے، وہ محافظ وخادم اگر صاحب مزار کے اقرباء ہوں تو وہ بھی ایسی رقوم کے مستحق ہو سکتے ہیں، بلکہ دوسروں پر مقدم ہیں، لیکن وہ خدمت وحفاظت بھی کرتے ہیں، اس کو ان بزرگ کی میراث تصور نہ کریں، میراث تو ان اشیاء میں جاری ہوتی ہے جو مرنے والے نے اپنی مملوکہ اشیاء بطور ترکہ چھوڑی ہوں، اس لئے اس کو میراث کہا جائے گا، نہ اس میں ورثہ کے درجات ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام کا لحاظ ہوگا، براہِ راست صاحب مزار کے نام پر کچھ ہدیہ عطیہ دینا یا نذر ماننا جائز نہیں، نہ ایسی رقوم کو لینا درست ہے، نہ خدام مزار کے لئے نہ ورثہ پیر صاحب کے لئے، نذر خدا کے نام پر ہو، اور مصرف خدام مزار ہوں تو درست ہے، جبکہ یہ خدام فقراء مستحق صدقہ ہوں، مالدار، ذی علم وباوجاہت ہوں تو نہیں لینا چاہئے؟

”واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذمن الدراهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربًاالیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد وا صرفها لفقراء الانام اھ درمختار قوله تقرباً الیهم، کان یقول یاسیدی فلان ان رد غائبی اوعوفی مریضی اوقضیت حاجتی فلک من الذهب اوالفضة اومن الطعام اوالشمع اوالزیت کذا. بحر (قوله باطل وحرام) لوجوه منها انه نذرالمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها ان المنذور له میت والمیت لایملک ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذٰلک کفر، اللهم الاأن یقال یاالله انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة نفیسة اوالامام الشافعی اوالامام

اللیث او اشتری حصر المساجدهم اوزیتاً لوقودها او دراهم لمن یقوم بشعائرها الیٰ غیر ذٰلک مما یکون فیه نفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقیة القاطنین برباطه اوسجده فیجوز بهذاالا عتبار، ولایجوز ان یصرف ذٰلک لغنی ولالشریف منصب اوذی نسب اوعلم مالم یکن فقیراً ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء لاجماع علیٰ حرمة النذر للمخلوق ولاینعقد ولاتشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت ولایجوز لخادم الشیخ اخذهٗ الاان یکون فقیراً اوله عیال فقراء عاجزون فیاخذونه علیٰ سبیل الصدقة المبتدأة وأخذهٗ ایضاً مکروه مالم یقصد الناذر التقرب الی اللّٰه تعالیٰ وصرفه الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ"[1]

"بحر ملخصاً عن شرح العلامة قاسم، ردالمحتار قبیل باب الاعتکاف، ص ۱۲۸/ج۲/نعمانیه مصری، ص ۴۳۹/ج۲/"

(۲) دینے والا جبکہ جائز طریقہ پر دے اور لینے والا مستحق ہو جس کی تفصیل نمبر ۱ میں آگئی، تو اس کو جائز مصرف میں صرف کرنا درست ہے جیسا کہ فقیر کا حال ہوتا ہے۔

(۳) دینے والے نے جبکہ بطور صدقہ ان کو دیا تو وہ مالک ہو گئے[2] کھانے کپڑے اور دیگر ضروریات میں خرچ کر سکتے ہیں، ان سے حساب لینے کا حق نہیں ہے، البتہ اگر مصرف کی تعیین کر کے دیں، مثلاً اس رقم سے فقراء کو کپڑا بنا کر دیدیں، پھر اسی کام میں صرف کرنا لازم ہوگا اور حساب لینے کا بھی حق ہوگا۔

---

[1] البحر الرائق، ص۲۹۸ ج۲، مطبوعه مکتبه ماجدیه، قبیل باب الاعتکاف، شامی کراچی ص ۴۳۹ ج۲ کتاب الصوم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، باب ما یلزم الوفاء به، مطبوعه مصر.

[2] إعلم أن اسباب الملک ثلاثة ناقل کبیع وهبة الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۶۳ ج۶ کتاب الصید.

(۴) دوسرے کی چیز جو اپنے پاس ہو، اس کی حفاظت ہو اور اس کے صرف کرنے کی تعیین وتعقید ہو وہ امانت ہے، جیسے متولی مسجد و مہتمم مدرسہ کے پاس مسجد و مدرسہ کی اشیاء ہوتی ہیں، اشیاء موقوفہ بھی متولی کے پاس امانت ہوتی ہے، متولی خواہ پیر صاحب کے رشتہ دار ہوں یا غیر ہوں۔

(۵) پیسہ دینے کی تفصیل نمبر ار میں آگئی، اس کا لحاظ ضروری ہے، غیر مسلم کی دی ہوئی رقم کا حکم بھی یہی ہے، جبکہ وہ کار ثواب سمجھ کر دے۔

تنبیہ :۔مزار پختہ بنانا[۱]، اس پر قبہ بنانا، اس پر چادر چڑھانا[۲]، اس پر چراغ جلانا، اس پر چڑھاوا چڑھانا، اس کو چومنا[۳]، اس کا طواف کرنا، اس کو سجدہ کرنا، عرس کرنا، قوالی کرنا یہ سب امور خلاف شرع ہیں[۴]، بعض کی حرمت ومعصیت بہت شدید ہے، ایسی چیزوں سے پورا احتراز واجب اور لازم ہے۔

اگر وہ قبرستان مملوکہ ہے تو مالکان ہی اس کے انتظامات کے ذمہ دار ہیں، جس کو وہاں دفن کیا جائیگا، اس کے ورثاء ذمہ دار نہیں ہوں گے، پورے قبرستان کے تو بہت سے حقوق ہیں، دینے والے نے جو چیز وہاں کے خدام کو دی ہیں تو ان خدام سے مدرسہ وغیرہ کیلئے لینے کا حق نہیں، بہتر ہے کہ دینے والوں سے دریافت کرلیا جائے، وہ مدارس ومکاتب وغیرہ میں صرف کرنے کی اجازت دیں تو وہاں ان کی ہدایت کے مطابق صرف کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

---

[۱] ولا یربع ولا یجصص ویحرم البناء للزینة الخ طحطاوی مع المراقی ص ۵۰۴ کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

[۲] وکره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والأولیاء الخ، شامی کراجی ص ۳۶۳ ج ۶ کتاب الکراهیة الخ قبیل فصل فی النظر والمس.

[۳] ولا یمسح القبر ولا یقبله ولایمسه فإن ذلک من عادة النصاریٰ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۳ فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر.

[۴] لایجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذالسراج والمساجد إلیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرساً(تفسیر المظهری، ص ۶۵/ج۲/) سورة آل عمران، تحت آیت ۶۴، رشیدیه کوئٹه.

بن بیوی، خدابرکت پانچ پیر مزار پر نذرانے

سوال: مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے بن بیوی، خدابرکت اور پانچ پیر وغیرہ کے نام سے درگاہ بنوا کر وہاں دودھ وغیرہ نذرانہ دیتے ہیں، اوران سے اپنی حاجت مانگتے ہیں، تواب دریافت کرنا یہ ہے کہ کوئی مسلمان اگر یہ سب فعل کرے تو شریعت کی رو سے اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ اس شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اوراس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہم اہل سنت مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟ کوئی مسلمان اگر اسے براجان کر درگاہ کو توڑ ڈالے تو اس کے لئے کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، شرعاً ہرگز اس کی اجازت نہیں، یہ مشرکین کا طریقہ ہے، جولوگ ایسا کرتے ہیں ان کو نرمی سے فہمائش کی جائے، کہ ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے[1] وہ اگر باز نہ آئیں تو ان سے قطع تعلق کرنے میں اہل سنت والجماعۃ حق بجانب ہونگے[2] کوئی مسلمان اگر ایسی جگہ توڑ دے جہاں مشرکانہ کام کئے جاتے ہیں تو وہ شرعاً مجرم نہیں[3] اس پر اگر فتنہ برپا ہو یا قانونی گرفت ہو تو اسکا انتظام پہلے لازم ہے، نیز اگر واقعۃً وہاں

---

[1] فانظر الی حال المحترفین ویذهبون الی القبور والعتبات ویرتکبون انواعاً من الشرک. (الفوز الکبیر ،ص ۲۴ نموذج المشرکین، مطبوعه حجاز دیوبند .

[2] قوله نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته (المفهم ،ص ۹۸/ج۷/)، کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۷۱۶ ج۴ باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح الطیبی ص۲۴۳ ج۹ باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه زکریا دیوبند.

[3] عن جریر قال کان بیت فی الجاهلیة یقال له ذو الخلصة فقال النبی صلی الله علیه وسلم الا تریحنی من ذی الخلصة فنفرت فی مأة وخمسین فکسرناه الحدیث، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کسی پیر بزرگ کا مزار (قبہ) ہوتو اس کی توہین نہ کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم

سوال:۔ ایک ہندو نے بتوں کے نام پر ایک سانڈ چھوڑا اور کئی سال گزرنے کے بعد مالک نے ایک برہمن کو بلا کر اس سانڈ کو اس کے حوالہ کر کے اس کو مالک بنا دیا، برہمن نے اس کو ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا، مسلمان نے اس کو شرعی طریق سے ذبح کیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عامۂ مفسرین نے **مااھل به لغیر اللّٰه** کی تفسیر **ذبح للاصنام فذکر علیه غیر اسم اللّٰه** اھ (مدارک) کی ہے[1] لہٰذا اس تفسیر کے موافق سانڈ جو کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا تھا، اور اسکے بعد مالک نے وہ کسی کو دے دیا خواہ وہ ہبۃً ہو خواہ قیمۃً اور پھر شرعی طریق پر اس کو ذبح کرایا گیا ہو تو وہ شرعاً حرام نہ ہوگا، کیونکہ وہ بت کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا، لیکن بعض محققین نے ''**مااھل به لغیر اللّٰه**'' کو عام کہا ہے، یعنی خواہ بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے، خواہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جائے دونوں صورتوں میں وہ جانور حرام ہوتا ہے، اول صورت میں اس کا حلال ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ بت کے نام پر ذبح کر دیا گیا، اور حرمت مقرر ہو چکی۔

ثانی صورت میں حلال ہونا ممکن ہے وہ اس طرح کہ مالک اپنے اس فعل یعنی بت کے نام

(گذشتہ کا بقیہ) وفی الحدیث مشروعیة ازالة مایفتتن به الناس من بناء وغیره سواء کان انسانا او حیوانا او جمادا، فتح الباری ص ۴۰۲ ج۸ کتاب المغازی، باب غزوة ذی الخلصة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة مکرمة، عمدة القاری ص ۱۲ ج ۹ الجزء التاسع عشر، باب ایضا، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] مدارک التنزیل ص ۱۸۹ ج ۱ سورة البقرة آیت ۱۷۳، مطبوعه دار الفکر بیروت.

پر چھوڑنے سے رجوع کرلے اور اس کے بعد شرعی طریق پر ذبح کیا جائے، اس سے حرمت مرتفع ہوجائے گی، دوسری تفسیر احوط ہے[1] پس اگر صورت مسئولہ میں مالک نے اپنے فعل سابق یعنی بتوں کے نام پر چھوڑنے سے رجوع کرلیا تھا، اور اس کے بعد دوسرے شخص کو دیا ہے، تب تو جائز ہے، اور اگر اپنے سابق فعل سے رجوع نہیں کیا تو ناجائز ہے، "لو ذبح شأة علیٰ النصب من الانصاب او علیٰ قبر من القبور وقصدبه التقرب الیٰ صاحب القبر او صاحب النصب وذکر اسم اللّٰه علیها لاتحل اھ فتاویٰ عزیزی[2]، ص ۲۳/. قال فی البحر لایجوز لخادم الشیخ اخذه ولااکله ولاالتصرف فیه بوجه من الوجوه الا ان یکون فقیراً وله عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون فیاخذ ونه علیٰ سبیل الصدقة المبتدأة واخذه ایضاً مکروه" "مالم یقصد الناذر التقرب الیٰ اللّٰه وصدقة الیٰ الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ اھ طحطاوی[3] ص ۴۷۱/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ جمادی الاول ۵۵ھ

---

[1] اذا اجتمع الحلال والحرام او المحرم والمبیح غلب الحرام والمحرم، قواعد الفقه ص ۵۵ القواعد الفقهیة، مطبوعه اشرفی دیوبند، الاشباه والنظائر ص ۱۷۰ القاعدة الثانیة، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

[2] (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۶/ج ۱/) بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو، مطبوعہ رحیمیہ۔

[3] حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۴۷۱ ج ۱ قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه دار المعرفة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف، شامی کراچی، ص ۴۳۹/ج ۲/) قبیل باب الاعتکاف.

اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں بعض ہنود کے پاس ایسے بکرے ملتے ہیں، جو کن کٹے ہوتے ہیں، اوراس کے کانوں میں بالی بھی ڈالی ہوئی ہوتی ہے، ایسے بکرے کا مسلمانوں کے لئے خریدنا اوراس کی بیع کرنا نیز اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بکرے غیر اللہ کے نام پر چڑھائے گئے، تو ان کو خریدنا اور گوشت کھانا جائز نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۶ھ

بھینٹ کا مرغا

سوال:۔ کسی جانور مثلاً مرغا وغیرہ کو جانوروں کے اوپر سے پھیر کر یا کسی انسان کے سر پر سے پھیر کر رکھا جائے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مشرکانہ طریقہ ہے اس کو بھینٹ چڑھانا کہتے ہیں، یہ غیر اللہ کے لئے نذر ہوتی ہے جو کہ مردار کے حکم میں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۱۳۹۵ھ

---

[1] لو ذبح شاة علی النصب من الانصاب او علی قبر من القبور وقصدبه التقرب الیٰ صاحب القبر اوصاحب النصب وذکر اسم اللّٰه علیهالاتحل (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۶/ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر، مطبوعه کتبخانه رحیمیه دیوبند، مجموعة الفتاوی ص ۱۰۴ ج ۳ ما یحل اکله وما لا یحل بحکم سانڈ، مطبوعه یوسفی لکھنؤ، امداد الفتاوی ص ۹۹ ج ۴ کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

[2] واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایوخذ من الدراهم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر اللہ کے نام کا جانور

سوال:۔ جو بکرا وغیرہ بنام غیر اللہ چھوڑا گیا ہو اس کو شرعی طریق سے ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مالک اپنی نیت سے توبہ کر کے خود ذبح کر دے یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دے یا ویسے ہی ہبہ کر دے تب تو درست ہے[1] اگر مالک نے توبہ نہیں کی بلکہ اس کو چھوڑے رکھا، اور کسی نے اس کو ذبح کر دیا تو یہ جائز نہیں، اگر چہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

غیر اللہ کی نذر کا کھانا کیا کیا جائے

سوال:۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز کا کھانا بلا علم تحفہ میں آ جائے اور پھر واپس کرنے پر واپس نہ لیں تو اس کو غرباء کو دیا جا سکتا ہے، کہ نہیں؟ یا دفن کر دیا جائے یا جانور کو دیدیا جائے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام، تقربا الیهم فهو باطل وحرام، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱، باب ما یلزم الوفاء به، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف، شامی زکریا ص ۴۲۷ ج ۳، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات.

(صفحه هذا) [1] امداد الفتاوی ص ۹۹ ج ۴ کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، مطبوعہ زکریا دیوبند، امداد المفتیین ص ۹۳۲ کتاب الصید والذبائح، مطبوعه دار الاشاعت کراچی، مجموعة الفتاوی ص ۱۰۴ ج ۳ باب ما یحل اکله، مطبوعه یوسفی لکهنؤ.

[2] ولو ذبح شاة علی النصب من الانصاب او علی قبر من القبور وقصد به التقرب الی صاحب القبر وصاحب النصب وذکر اسم الله علیها لا تحل، فتاوی عزیزی ص ۳۶ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر. فتاوی عزیزی، ص ۶۴ ج ۱، معنی آیت ما اهل به لغیر الله، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غیر اللہ کے نام کی نذر ہے تو اس کو ایسی جگہ رکھ دیا جائے کہ جانور کھالے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۷ھ

سہولت ولادت کی نذر

سوال:۔ زید نے بیوی کے حاملہ ہونے پر یہ نذر مانی کہ اگر ولادت خیر وخوبی کے ساتھ ہوگئی تو اس خوشی میں ایک ہنسلی دونگا، بعینہ یہی نذر زید کی ساس نے بھی مان لی، زید کی بیوی کو تولد بغیر کسی خطرہ کے ہوگیا، نذر زید پوری کرے یا زید کی ساس؟ یا دونوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں کو نذر پوری کرنا لازم ہے[2] "**لقوله تعالیٰ ولیوفوا نذورهم**[3]" الایة۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

---

[1] ولا يحمل الخمر اليها فان قيدت الى الخمر فلا بأس به كما فى الكلب مع الميتة فانه ان دعاه اليها فلا بأس به وان حملها اليه لا يجوز، مجمع الأنهر ص ۲۵۳ ج ۴ كتاب الأشربة، مطبوع دار الكتب العلمية بيروت. شلبى على هامش التبيين ص ۴۹ ج ۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان، كفاية على فتح القدير ص ۴۰ ج ۹ كتاب الاشربة، قبيل فصل فى طبخ العصير.

[2] وان علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر لإطلاق الحديث، هداية ص ۴۸۳ ج ۲، كتاب الايمان، فصل فى الكفارة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۴، ۲۹۵ ج ۴ كتاب الايمان، مجمع الانهر ص ۲۷۴، ۲۷۵ ج ۲ كتاب الايمان، فصل حروف القسم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] سورۂ حج آیت ۲۹/ **ترجمہ**: پھر ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے واجبات پورا کریں۔ (بیان القرآن)

قربانی کو شرط پر معلق کرنا

سوال:۔ اگر کوئی یوں کہے کہ اگر یہ گائے گھا بھن ہوتو رکھونگا، ورنہ قربانی کرونگا، فی الحال گائے گا بھن نہیں ہوئی، اس وقت گائے کو فروخت کر کے اس کے روپیہ سے دوسری گائے یا بیل لیکر قربانی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ نذر بھی صحیح ہے یا نہیں اور شخص مذکور تو انگر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الفاظ مذکورہ فی السوال میں دو احتمال ہیں ایک اپنے نفس سے وعدہ دوسرے نذر اگر نذر کی نیت نہیں کی ہے، بلکہ وعدہ کی نیت ہے تب تو نذر رہے نہیں محض وعدہ ہے جس کا پورا کرنا فرض نہیں، اگر اس کی مصالح کا تقاضہ ہوتو فروخت کرنا جائز ہے، اس کے عوض دوسری گائے وغیرہ کی قربانی کردے۔"**هكذا يفهم مماذكر في البدائع**[1] ص ۸۴/ج۵/ **ولو قال انا احرم وانا محرم او اهدى او امشى الى البيت فان نوى به الايجاب يكون ايجابالانه يذكرويرادبه الايجاب الىٰ ان قال وان نوى ان يعد من نفسه عدة ولايوجب شيئاً كان عدة ولاشئى عليه لان اللفظ يحتمل العدة لانه يستعمل فى العدات وان لم يكن له نية فهو على الوعد لانه غلب استعماله فيه فعند الاطلاق يحمل عليه هذا اذالم يعلقه بالشرط فان علقه بالشرط بان قال ان فعلت كذا فانا احرم فهو على الوجوه الذى بينا انه ان نوى الايجاب يكون ايجاباً وان نوى الوعد يكون وعدالماقلنا وان لم يكن له نية فهوعلى الايجاب الخ۔**

اگر وعدہ کی نیت نہیں تھی، یا نذر کی نیت کی ہے تو شرعاً نذر ہوگئی، "**اما الذى يجب على**

---

[1] بدائع الصنائع كراچى ص ۸۴ ج۵ كتاب الايمان، فصل واما شرائط الركن، المحيط البرهانى ص ۳۶۴ ج۵ كتاب الايمان، الفصل الخامس والعشرون فى النذور، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

الغنی والفقیر فالمنذور به بان قال للّٰه علی ان اضحی شاة اوبدنة او هذه الشاة اوهذه البدنة اوقال جعلت هذه الشاة ضحیة اواضحیة وهو غنی اوفقیر ، بدائع،ص ۶۱/ج۵/[1]

اور چونکہ وقت کی تحدید نہیں کی ہے لہٰذا گابھن ہونے کی لئے قربانی کے وقت تک انتظار کرنا چاہئے ،اس وقت تک اگر گابھن نہ ہوتو پھراس کوقربانی کردینا چاہئے اگردوسری گائے قربانی کے لئے خرید لی تو پھر طرفین کے نزدیک اس گائے کوفروخت کرنا جائز ہے اور جس قدر اس کی قیمت میں کمی ہواس کوصدقہ کرنا لازم ہے۔

"رجل اشتری شاة للاضحیة واوجبها بلسانه ثم اشتریٰ باخری جازله بیع الاولیٰ فی قول ابی حنیفةؒ ومحمدؒ فان کانت الثانیة شراً من الاولیٰ وذبح الثانیة فانه یتصدق بفضل مابین القیمتین لانه لما اوجب الاولیٰ بلسانه فقد جعل مقدار مالیة الاولیٰ للّٰه تعالیٰ فلایکون له ان یستفضل لنفسه شیاً فلهذا یلزمه التصدق بالفضل .فتاویٰ قاضی خاں ،ص ۲۹۴/ج۴/"[2]

اوراس گائے کی قربانی کرنے سے جوقربانی شرعاً ایام نحر میں واجب ہوتی ہے، وہ ساقط نہ ہوگی ، بلکہ اس واجب کی ادائیگی کے لئے مستقل قربانی ضروری ہے،**"لوقال ذٰلک قبل ایام النحر یلزمه التضحیة بشاتین بلاخلاف الخ ،بدائع ،ص ۶۳/ج۵**[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ،صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۲ھ

---

[1] بدائع الصنائع ص ۶۱ ج۵، کتاب التضحیة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص۱۷۵ ج۸ کتاب الأضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۱ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب الاول فی تفسیرها.

[2] خانیة علی الهندیة ،ص ۳۴۷/ج۳/ کتاب الاضحیة ، مطبوعه کوئٹه پاکستان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت سیدہؓ کی کہانی سننے کی نذر ماننا

سوال:۔اس سوال کے ساتھ ایک کتابچہ بھی جناب سیدہؓ کی کہانی سے منسلک ہے، بعض علاقوں میں یہ کتاب ''جناب سیدہؓ کی کہانی'' جو صاحب لے کر پہنچے انہوں نے اس کتاب کے فوائد کو ذکر کرتے ہوئے، یہ کہا کہ اگر کسی کی کوئی حاجت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ یہ نذر کرلے کہ جب میری فلاں حاجت پوری ہوگی تو جناب سیدہؓ کی کہانی سنوں گی، اس سے اس کی وہ مراد پوری ہوجائے گی، خصوصاً عورتوں میں یہ بات بیان کرکے، اسکی ترغیب دی گئی، اور پھر اس کتاب میں کہانی ایسی ہی ہے جس کی وجہ سے عورتوں پر ایک خاص اثر ہوا اور سب نے نذر ماننا شروع کردیا، کہ میری فلاں حاجت پوری ہوگئی تو جناب سیدہؓ کی کہانی سنونگی، اگر اتفاق سے کوئی حاجت برآئی ہے، تو نذر کو کتاب کو اس طریقہ سے سن کر پوری کی ہے، جیسا کہ اس کتاب میں طریقہ مذکور ہے، تو اس قسم کی نذر ماننے کی وجہ سے یا نذر پوری کرنیکی وجہ سے نکاح وغیرہ پر تو کسی قسم کی خرابی نہیں پڑیگی، نیز اس قسم کی نذر ماننا کیسا ہے؟ اس کتاب کی روایت کہیں منقول ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتاب ''جناب سیدہؓ کی کہانی'' بے اصل باتوں پر مشتمل ہے اہل سنت والجماعت کے کسی مخالف نے مسلمان مردوں کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً گمراہ کرنے کے لئے یہ لکھی ہے اس کے سننے کی نذر ماننا لغو[1] اور اس کا سننا اضاعت وقت ہونے کے ساتھ غلط باتوں کا ذہن نشین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱، ۳۰۲ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الاضحیة والانتفاع بها.

[3] بدائع الصنائع کراچی ص۶۳ ج۵ کتاب الاضحیة، شامی زکریا ص ۴۸۰ ج۹، کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۱ ج۵ کتاب الاضحیة، الباب الاول فی تفسیرها.

(صفحہ ہذا) [1] ومنها ان یکون قربة فلا یصح النذر بما لیس بقربة رأسا کالنذر بالمعاصی، بدائع الصنائع کراچی ص۸۵ ج۲ کتاب النذر، فصل واما شرائط الرکن، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرنا ہے،[1] عورتوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہ اس کی باتوں پر یقین نہ کریں، جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے صحیح فضائل اور حالات معتبر کتابوں میں موجود ہیں، ان کو پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اس کہانی کا حکم یہ ہے کہ جو بھی اسکے سننے کی نذر مانے اس کو توبہ لازم ہے[2] نہ مانیں اور نہ سنیں، نکاح کسی کا نہیں ٹوٹا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۹ھ

ختم قرآن کی نذر

سوال:۔ بیوی کو دردزہ میں مبتلا دیکھ کر شوہر یا دیگر رشتہ داروں نے کہا اگر اللہ میاں اس مصیبت سے نجات دے تو ختم قرآن کراؤنگا، یا یوں کہا کہ اس مصیبت میں اللہ واسطے کچھ کرنا چاہئے، اس پر کسی نے کہا کہ ختم یونس پڑھا لو اس پر سب راضی ہوگئے، اب مذکورہ دونوں صورتوں میں ایفاء واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اُجرت لیکر پڑھنے والے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۱۸ ج۵ کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، عالمگیری کوئٹہ ص۵۲ ج۲ کتاب الایمان، الباب الاول فی تفسیرھا.

(**صفحہ ہذا**) [1] فعلی ھذا دلت الآیة علی حرمة کل ما یلھی ویشغل عن ذکر اللّٰہ تعالی وعبادته ومثله مطالعة الکتب المشتملة علی المخترعات، والاباطیل المسماة فی عرفنا ناول، احکام القرآن للتھانوی ص۱۸۵ ج۳ سورۂ لقمان تحت آیت ۶ مطبوعه ادارة القرآن کراچی، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۷ ج۵ کتاب الکراھیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، روح المعانی ص۱۱۹ ج۱۲ الجزء الحادی والعشرون، سورۂ لقمان تحت آیت ۶ مطبوعه دار الفکر یروت.

[2] التوبة من جمیع المعاصی واجبة سواء کانت صغیرة او کبیرة، نووی علی مسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دھلی، روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ الجزء الثامن والعشرون، سورة التحریم تحت آیت ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، المفھم علی مسلم ص۲۷ ج۷ کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار والتوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

نذر اسی چیز کی صحیح ہوتی ہے، جو عبادت مقصودہ اور جنس واجب سے ہو، چنانچہ قرآن کریم بھی ایسی ہی عبادت ہے نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے[1] فقہاء نے اعتکاف کی نذر کو صحیح تسلیم کیا ہے، جس کی حقیقت لبث فی المسجد برائے عبادت ہے اور اس کا ماخذ یہ تجویز کیا ہے کہ نماز میں قعدہ ضروری ہے، جو کہ لبث ہے، اسی طرح اگر کہا جائے کہ نماز میں قراءۃ فرض ہے "لقولہٖ تعالیٰ فاقرؤا ماتیسر من القرآن"[2] تو قراءۃ قرآن کی نذر بھی صحیح ہوگی، "واعلم بانهم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلاثة كون المنذور ليس بمعصية وكونه من جنسهٖ واجب وكون الواجب مقصوداً لنفسهٖ الیٰ قوله واما الاعتكاف وهو اللبث فی المكان من جنسه واجب وهو القعدة الاخيرة فی الصلوٰة اھ بحر[3] ص۲۹۴ ج۲ کتاب الصوم، جتنا قرآن نذر ماننے والا خود پڑھ سکے خود ہی پڑھے کسی سے اجرت دیکر نہ پڑھوائے، جیسے کوئی شخص بڑی رقم صدقہ کرنے کی نذر مان لے جو کہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ دوسرے سے رقم لے کر صدقہ کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، بلکہ جتنی رقم اس کے پاس ہو اسی کو صدقہ کردے، اگر دوسرے کے مال کو صدقہ کرنے کی نذر کرتا ہے، تو نذر منعقد نہیں ہوتی، اسلئے کہ مال غیر کو بلا اس کی اجازت کے صدقہ کرنا عبادت نہیں ہے، بلکہ معصیت ہے، اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی ہے، غیر سے اُجرت پر قرآن ختم کرانا بھی معصیت ہے[4] اس سے پورا پرہیز کیا

---

[1] ومنها القراءة اى قراءة آية من القرآن وهى فرض عملى فى جميع ركعات النفل والوتر وفى ركعتين من الفرض، شامى زكريا ص۱۳۳ ج۲ باب صفة الصلاة، مبحث القراءة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۱۸۱، ۱۸۲ باب شروط الصلاة واركانها، حلبى كبيرى ص۲۷۵ بحث القراءة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] سورة المزمل آيت ۲۰.

[3] البحر الرائق كوئٹه ص۲۹۴ ج۲ كتاب الصوم، فصل فى النذر، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۵۷۰، ۵۷۲ كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، النهر الفائق ص ۳۹ ج۲ كتاب الصوم، فصل فى النذر، مطبوعه دار الكت العلمية بيروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

جائے،''وفی الخلاصة لو التزم بالنذر اکثر مما یملکه لزمه مایملکه هو المختار کمااذا قا ل ان فعلت کذا فالف درهم من مالی صدقة ففعل وهو لایملک الامائة لایلزمه الا المائة الیٰ قوله لوقال للّٰه علی ان اهدی هذهٖ الشا ة وهی ملک الغیر لایصح النذر اھ بحر،[1] ص ۲۹۶ / ج۴ / کتاب الایمان۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۰ھ

امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا

سوال:۔میری بچی نے ہائی اسکول کا امتحان دیا ہے،اوراس سلسلہ میں میں نے نذر مانی تھی کہ اگر پاس ہوگئی تو گیارہ ۱۱ رفقیروں کو کھانا کھلاؤنگی،آیا کھانا کھلانا ضروری ہے یانہیں؟ بچی پاس ہوگئی ہے،اور یہ نذر بھی مانی تھی کہ پاس ہونے پر روزے رکھوں گی،آیا روزے رکھنا ضروری ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پاس ہونے پر گیارہ فقیروں کو کھانا کھلایا جائے،یا ان کو نقد دیدیا جائے،ہر ایک کو بقدر صدقۃ الفطر دیا جائے،[2] نذر کے روزے بھی رکھے جائیں،[3] اگر کسی کو روزے رکھنے پر قدرت نہیں ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] قراءة الاجزاء بالاجرة لا یجوز، لان فیه الامر بالقراءة واعطاء الثوب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر ولو لا الاجرة ما قرأ احد لأحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا انا للّٰه وانا الیه راجعون، شامی نعمانیه ص۳۵ ج۵ شامی کراچی ص۵۶ ج۶ باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الإستیجار علی التلاوة، رسالة "شفاء العلیل وبل الغلیل" ملحقه بمجموعة رسائل ابن عابدین ص۱۸۰ ج۱ طبع سهیل اکیڈمی لاهور، شرح العقیدة الطحاویة للقاضی ابی العزّا الدمشقی ص۶۷۲ ج۲ الإستیجار علی تلاوة القرآن وإهدائه للمیت، مطبوعه دار الهجر بیروت.

(صفحه هذا) [1] البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶ ج۴ کتاب الایمان، النهر الفائق ص۶۳ ج۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص۲۷۶ ج۲ قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه بیروت.

[2] رجل قال ان نجوت من هذا الغم الذی انا فیه فعلی ان اتصدق بعشرة دراهم خبزاً فتصدق بعین الخبز او بثمنه یجزئه، ولو قال اللّٰه علی اطعام مسکین فی الاستحسان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو ہر روزہ کے عوض ایک صدقہ کے برابر نقد یا غلہ دیدیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

ایک مہینہ کے روزہ کی نذر ماننے میں تسلسل ضروری ہے

سوال:۔ زید نے نذر مان لی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو ایک ماہ کے روزے رکھونگا، تو یہ ایک ماہ کے روزے مسلسل رکھے یا وقفہ سے بھی رکھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایک ماہ کے مسلسل روزے رکھے، درمیان میں وقفہ کی گنجائش نہیں، کیونکہ مہینہ مسلسل ہی ہوتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) یلزمہ نصف صاع من حنطة او صاع من تمر او شعير، عالمگیری کوئٹہ ص ۶۶ ج ۲ کتاب الایمان، الثانی فی الکفارة، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۱ ج ۵ الفصل السادس والعشرون فی النذور، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۲۵ ج ۵ کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان.

[3] من نذر نذراً مطلقاً اومعلقاً بشرط وکان من جنسه واجب لزم الناذر کصوم وصلاة (الدرالمختار علی هامش رد المحتار، ص ۷۳۵ ج ۳ کتاب الایمان، مطلب احکام النذور، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۷۵ ج ۲ کتاب الایمان، قبیل باب الیمین فی الدخول، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص ۶۲ ج ۳ کتاب الایمان، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لونذر صوم الابدفاکل لعذر فدی (درمختار) ای لکل یوم نصف صاع من برا وصاع من شعیر وان لم یقدر استغفر اللّٰه (شامی کراچی، ص ۷۴۱ ج ۳، کتاب الایمان، النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۰۹ ج ۱ کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، تاتارخانیہ کراچی ص ۴۰۹ ج ۲ کتاب الصوم، الفصل الحادی عشر فی النذور.

[2] (تنبیہ) یہ حکم اس وقت ہوتا ہے جبکہ معین مہینہ کے روزے کی نذر مانے اور اگر معین مہینہ کے روزے کی نذر نہیں مانی بلکہ غیر معین مہینہ کے روزے کی نذر مانی تو پھر اختیار ہے چاہے مسلسل روزے رکھے چاہے متفرق طور پر روزے رکھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پانچ سو روپیہ مسجد میں دینے کی نذر

سوال:۔ زید نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو ۵۰۰/روپیہ مسجد میں دوں گا تو کیا یہ ۵۰۰/روپیہ اکھٹے ادا کرے یا سو، سو روپیہ پانچ مسجدوں میں دیدے، اپنی ہی مسجد دیدے یا متفرق زیر تعمیر مسجد میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو اختیار ہے کہ ایک دم ۵۰۰/سو روپیہ دیدے یا تاخیر سے دے، مسجد کی تعیین لازم نہیں، جس مسجد میں چاہے دیدے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۹ھ

نذر کی تحقیق کرنا

سوال:۔ اگر جمعہ کے دن کسی قسم کی مٹھائی کوئی لاکر تقسیم کرے، اور لوگ اس کو بغیر دریافت کئے کہ کیسی ہے کس کے نام کی ہے، اور کس قسم کی تو کیا ایسی مٹھائی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کہے کہ میرا بیٹا اگر اس بیماری سے اچھا ہوجائے تو میں مسجد میں مٹھائی تقسیم کرونگا، تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) "وقال للّٰہ علی ان اصوم شهراً متتابعاً لزمه التتابع وان اطلق یخیر (عالمگیری، ص ۲۱۰ ج ۱، کتاب الصوم الباب السادس فی النذر) البحر الرائق، ص ۲۹۷/ج۲/ قبیل باب الاعتکاف کتاب الصوم (شامی کراچی، ص ۷۴۱ ج۳) کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان.

[1] نذر لفقراء مکة جاز الصرف لفقراء غیرها، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۴ ج۵ کتاب الایمان، مطلب النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۷۴ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، المحیط البرهانی ص ۳۵۹ ج ۶ کتاب الایمان، الفصل الخامس والعشرون فی النذور، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شبہ ہو تو تحقیق کرے کہ یہ مٹھائی کیسی ہے، اگر شبہ نہ ہو تو بلا وجہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، دل چاہے لے نہ دل چاہے نہ لے "دع مایریبک الی مالا یریبک (الحدیث)[1] بیٹے کے اچھے ہونے پر مٹھائی خدا کے واسطے تقسیم کرنے کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے، تو یہ نذر ہے[2] اور نذر کے مستحق غرباء ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

ذبح بقرۃ کی نذر

سوال:۔ زید نے اپنی سالی کی شادی کے لئے اس نیت سے بقر خریدا کہ بطور نیاز فی سبیل اللہ دعوت ولیمہ میں یا محض دعوت ولیمہ میں اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت صرف کیا جائے، کسی وجہ

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۲/ج ۱/) کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلا، الفصل الثانی، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند. المعجم الکبیر للطبرانی ص ۸۱ ج ۲۲ حدیث ۱۹۷ طاؤس الیمانی عن واثلۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، کنزل العمال ص ۴۳۱ ج ۳ حرف الواو، الورع للاکمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت.

ترجمہ:۔ تو ایسی چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں مبتلا کرے (اس چیز کو اختیار کر، جو تجھے شک میں مبتلا نہ کرے

[2] ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر ای لزمہ الوفاء بہ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۱۵، ۵۱۶ ج ۵ کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۴، ۲۹۵ ج ۴ کتاب الایمان، النہر الفائق ص ۶۲ ج ۳ کتاب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[3] مصرف النذر الفقراء، طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، شامی کراچی، ص ۳۳۹/ج ۲، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف.

سے لڑکی والے نے عقد شرعی سے انکار کردیا، چند روز بعد لڑکے والے لڑکی مذکور کو اپنے یہاں بھگالے گئے، اور بغیر عقد شرعی رکھا اور اعلان کردیا کہ ہمارے ہاں نیاز ہے اور بقر مذکور کو ذبح کے لئے تیار ہوگئے، بکر کہتا ہے کہ بغیر عقد شرعی بقر مذکور کا ذبح کرنا ناجائز ہے، زید تسلیم نہیں کرتا، لہٰذا دو امر دریافت طلب ہیں؟

(۱) کیا اس نیاز کے سلسلہ میں ذبیحہ کا دعوت ولیمہ میں صرف کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا بغیر عذر شرعی بقر مذکور (مشروط بہ نیت ولیمہ) ذبح کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱) اگر منت مانی بطور نیاز ذبح کرنے کی تو اس کو نیاز کے طور پر ذبح کرنا چاہئے جس کے مستحق غرباء اور مساکین ہیں[۱]، اور ولیمہ میں خصوصیت غرباء کی نہیں ہوتی اور ولیمہ عقد شرعی اور زفاف کے بعد ہوتا ہے[۲] اور صورت مسئولہ میں نہ ولیمہ ہے نہ نیاز البتہ اگر غرباء کی خصوصیت کردی جائے، تو نیاز کی صورت ہوسکتی ہے، اگر عقد شرعی اور زفاف کے بعد محض فقراء کو ذبیحہ کھلایا جاوے تو دونوں ممکن ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ذی قعدہ ۵۳ھ

---

[۱] مصرف النذر الفقراء طحطاوی علی المراقی مصری، ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، شامی کراچی، ص ۳۳۹ ج ۲، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ قبیل باب الاعتکاف.

[۲] الولیمۃ وھی طعام العرس خاصۃ مندوبۃ بعد البناء، اوجز المسالک ص ۴۰۶ ج ۴ کتاب النکاح، ما جاء فی الولیمۃ، مطبوعہ المتکبۃ الیحیویۃ سہارنپوری، بذل المجھود ص ۲۴۰ ج ۳ کتاب النکاح، بیان حکم الولیمۃ، مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور، اعلاء السنن ص ۹ ج ۱۱ کتاب النکاح، باب استحباب الولیمۃ، مطبوعہ امدادیۃ مکۃ مکرمۃ.

متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ

سوال:۔ زید نے ایک بھینس کا بچہ پالا وہ گم ہوگیا، اس نے کہا کہ اگر وہ مل گیا تو اللہ کے واسطے اس کی قربانی کردوں گا، چنانچہ وہ مل گیا لیکن زید کو اب اس کی ضرورت ہے، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ اس کو خود رکھ لے اور اس کے عوض دوسرے جانور کی قربانی کردے، جو کہ اتنی ہی قیمت کا ہو یا اسی کی قربانی ضروری ہے۔

نوٹ:۔ وہ بچہ اب بچہ نہیں بلکہ بڑا بھینسہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی کی قربانی لازم ہے، اگر قربانی کے ایام گذر جائیں، اور اس کی قربانی کو نوبت نہ آئے، تو اس کو زندہ صدقہ کردے۔ (شامی، ص۲۰۴ ر ج ۵ ر) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نذر معلق کی پیشگی ادائیگی

سوال:۔ کسی شخص نے نذر کی کہ فلاں کام ہوجائے تو تین روزے رکھونگا، اس نے قبل کام ہونے کے نذر پوری کرلی اس کے بعد کام بھی حاصل ہوگیا، تو کیا اس کو دوبارہ نذر پوری کرنا چاہئے یا پہلے روزے کافی ہیں، اور مسئلہ یمین بعینہ اسی طریق پر ہے، یا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وہ روزے کافی نہیں کیونکہ روزوں کو معلق کیا تھا، کام پورا ہونے پر

---

[1] اذا اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحى بها فمضت ايام النحر قبل ان يذبحها تصدق بها حية، شامی نعمانیه ص ۲۰۴ ج۵ كتاب الاضحية، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۶ ج۵ كتاب الاضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان، بدائع الصنائع کراچی ص ۶۸ ج۵ كتاب الاضحية، فصل واما كيفية الوجوب.

اور جب تک کام پورا نہیں ہوا تو انکا وجوب ہی نہیں ہوا، لہٰذا وہ نفل ہو گئے، اب مستقل روزے شرط کے موافق رکھنے ضروری ہیں مسئلہ یمین میں بھی کفارہ قبل الحنث واجب اور کافی نہیں" **وان کان (ای النذر) معلقاً بشرط نحوان یقول ان شفی اللّٰہ مریضاً اوان قدم فلان الغائب فللّٰہ علی ان اصوم شھرا اواصلی رکعتین اواتصدق بدرھم ونحو ذٰلک فوقتہ وقت الشرط فمالم یوجد الشرط لایجب بالاجماع ولوفعل ذٰلک قبل وجود الشرط یکون نفلا اھ بدائع،[1] ص ۹۳/ج۵/[2] لایصح التکفیر قبل الحنث فی الیمین سواء کان بالمال اوبالصوم الخ ،بحر،ص ۲۹۱/ج۴/[3]**"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم

سوال:۔ زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو ایک قربانی کروں گا، اللہ کے حکم سے وہ کام ہوگیا، اور زید نے نذر پوری کرنے کے لئے ایک بکری خرید بھی لی، مگر اس کی قربانی کی نوبت نہیں آئی، یہاں تک کہ قربانی کی تاریخیں بھی گذر گئیں، تو زید اب اس بکری کی قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

[2] بدائع الصنائع کراچی ص۹۳ ج۵ کتاب النذر، فصل وامام حکم النذر، تاتارخانیہ کراچی ص۵۰ ج۵ کتاب الایمان الفصل لاسادس والعشرون فی النذور، شامی زکریا ص۵۲۴ ج۵ کتاب الایمان، مطلب : النذر غیر المعلق لا یختص بزمان، المحیط البرھانی ص۳۵۹ ج۶ الفصل الخامس والعشرون فی النذور، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[3] البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۱ ج۴ کتاب الایمان، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستا ن.

الجواب حامداً ومصلیاً

اب اسکی قربانی درست نہیں، زید کو چاہئے کہ وہ بکری زندہ کسی فقیر مستحق زکوٰۃ کو صدقہ کردے۔ شامی نعمانیہ[1] ص۲۰۴/ج۵/۔ فقط واللہ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسے الفاظ کہ جن سے قسم نہیں ہوتی

سوال:۔ زید نے بکر سے لڑکی کے رشتے کے متعلق کہا، بکر نے کہا کہ اگر میں اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے یہاں کروں تو اپنی ماں کو قبر سے نکال کر بھی تم کو دوں اور اپنی بیوی بھی تمہیں دوں ،یہی الفاظ بکر کے لڑکے نے بھی کہے، بعد میں بکر نے اپنی لڑکی کا رشتہ بھی کردیا، اور نکاح بھی کردیا، تو یہ نکاح صحیح ہوا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیہودہ قسم شرعی قسم نہیں، اس سے یہ نکاح حرام نہیں ہوا، بلکہ جو نکاح شرعی قواعد کے موافق کیا گیا وہ صحیح ہوگیا[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۹/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۶ھ

---

[1] إذا اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحى بها فمضت ايام النحر قبل ان يذبحها تصدق بها حية، شامی نعمانیه ص۲۰۴ ج۵ كتاب الأضحية، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۶ ج۵ كتاب الأضحية، الباب الرابع فی ما يتعلق بالمكان، بدائع کراچی ص۶۸ ج۵ كتاب الأضحية، فصل وأما كيفية الوجوب.

[2] وان فعله فعليه غضبه او سخطه او لعنة الله او هو زان او سارق او شارب خمر او أكل ربا لا يكون قسما لعدم التعارف، الدر المختار على هامش رد المختار زكريا، ص۴۹۶، ج۵، كتاب الايمان، قبيل مطلب حروف القسم، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۷ ج۴ كتاب الايمان، النهر الفائق ص۵۶ ج۳ كتاب الايمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

زناوغیرہ سے متعلق احکام

زنا کی شرعی سزا کے لئے شرط

سوال:۔ بکر نے اپنی بہو سے زنا کیا فرنگی کے بد بخت عہد میں اس پر کیا تعزیر لگائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی حدود قائم کرنے کا حق امیر المؤمنین کو ہے[1] صورت مسئولہ میں ہر دو سے توبہ کرانی چاہئے اور اس نوع کے تعلق کو منقطع کر دیا جائے، اور اگر وہ باز نہ آئیں، تو ان سے ترک موالات کر دیں[2] باپ اگر بیٹے کی بیوی سے زنا کرے، تو وہ بیٹے پر حرام ہو جائے گی، پس اگر شرعی قیادت

---

[1] فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج۶، کتاب الجنایات مبحث شریف، عالمگیری ص ۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، فتح القدیر ص ۲۳۵،۳۶ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی الحد الخ دار الفکر بیروت.

[2] نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا الیها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه إلا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص ۹۸ ج۷ باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص ۷۱۶ ج۴ باب ما ینهی من التهاجر الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. نوی علی المسلم ص ۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی.

موجود ہے، یا بیٹے کو اس واقعہ کا یقین ہے، تو بیٹے پر اپنی زوجہ سے متارکت واجب ہے۔

"تحرم المزنی بهاعلیٰ آباء الزانی واجداده وان علوا وعلیٰ ابنائه وان سفلوا کذافی فتح القدیر فتاویٰ عالمگیری، ج ۱/ص ۲۷۴/[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/رجب ۶۱ھ

زنا کی سزا

سوال:۔حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اگر زنا کار مرد اور عورت سات سمندر میں غسل کرے، تب بھی پاک نہیں ہوسکتا، اور اس کے غسل کے چھینٹوں سے شیاطین پیدا ہوکر زنا کاری کرتے ہیں، اور یہ سب زانی کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں، اگر وہ توبہ کرکے پھر یہ کام کرے تو اس کی عبادت قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اگر زنا کار کنوارہ ہے تو سو درّے اور اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار کیا جائے گا، یہ سزا تو دنیا کی ہے اور آخرت میں کیا سزا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اور عبادت کو قبول کرتے ہیں، اور گناہ کو معاف فرماتے ہیں، اور آخرت کے عذاب سے بچاتے ہیں،[2] زانی کے غسل اور اس کے چھینٹوں

---

[1] عالمگیری، ج ۱/ص ۲۷۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی فی المحرمات بالصهرية، شامی کراچی ص ۳۲ ج ۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، فتح القدیر ص ۲۱۹ ج ۳ فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] عن علی رضی اللّٰه عنهٗ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه یحب العبد المؤمن المفتن التواب. مشکوٰة شریف، ص ۲۰۶/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث.

ترجمه :. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ گنہگار توبہ کرنے والے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے۔

سے شیاطین کا پیدا ہونا جو ہمیشہ زنا کرتے رہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں، البتہ رجم اور دروں کی سزا ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

زنا کی سزا

سوال:۔ایک شخص روزے کی حالت میں رنڈی کے ساتھ زنا کاری کرتا ہے، اس کی تعزیر کیا ہوگی؟ کس طرح اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟ اس کام میں چھ آدمی شریک تھے، دو آدمی اس بات کی شہادت دیتے ہیں، کہ انہوں نے اس کام کو کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کا ثبوت زانی کے اقرار سے ہوتا ہے، وہ بھی جب کہ چار مرتبہ اقرار کرے مجلس قاضی میں چار ہی شاہد ہوں جن کی شہادت کا قبول کرنا شرعاً لازم ہے، یعنی ثقہ اور عادل ہوں ایسے ثبوت کے بعد اگر مرد شادی شدہ ہوں تو اس کو سنگ ساری کی سزا دی جاتی ہے، ورنہ اس کو سو کوڑے مارے جاتے ہیں[2] لیکن یہ سزا دارالاسلام میں مسلم امام بادشاہ ہی کی طرف سے دی جاسکتی ہے ،اور کسی کو یہ سزا دینے کا حق نہیں ہے،[3] یہ سزا تو دنیا میں ہے، آخرت کا گناہ معاف ہونے کیلئے سچے

---

[1] عن جابر رضی الله عنه ان رجلاً زنا بامرأة فأمربه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فجلد الحدثم اخبر انه محصن فأمربه فرجم. مشکوٰة شریف، ص ۳۱۲/ کتاب الحدود، الفصل الثانی.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور اس کے کوڑے لگائے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ شخص شادی شدہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور اس کو رجم کیا گیا۔

[2] ویثبت بشهادة أربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ الزنا وعدلوسراً وعلنا ویثبت ایضاً باقراره اربعاً فی مجالسه الیٰ قوله ویرجم محصن وغیرالمحصن یجلد مائةً ان حراً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا مختصراً، ج۶/ص۸-۱۷/. اول کتاب الحدود، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحرص ۲۳۸/۳۲ ج۲، کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ آئندہ پر)

دل سے استغفار کرنے کی ضرورت ہے، قوم کا کسی مجرم سے جرمانہ (نقد روپیہ یا کھانا) طلب کرنا جائز نہیں ہے، اگر مجبور کر کے کھانا طلب کیا جائیگا، تو اس کا کھانا درست نہیں ہوگا، بلکہ یہ ظلم ہوگا حدیث شریف میں ہے "**لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منه**[1]"، قوم کو لازم ہے کہ پردہ کا انتظام کرے عورتوں کو نامحرموں سے ملنے کا موقع نہ ملے، اور دینی تعلیم کا انتظام کرے، تاکہ حدود شرع سے واقفیت سب کو ہو جائے، اور وعظ و تلقین کا انتظام کرے، تاکہ اللہ کے خوف سے متعلقہ احادیث و آیات سامنے آئیں اور تازہ ہوتی رہیں، امید ہے کہ اس سے قوم اصلاح پذیر ہو کر دین اسلام کو زیادہ فروغ ہوگا، اور احکام اسلام کی اشاعت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۰ھ

زنا کی سزا

سوال:۔ ایک شخص مسمیٰ زید نے مسماۃ سکینہ کے ساتھ زنا کیا، زید کی شادی ہو چکی ہے، اس کے دو بچے بھی ہیں، سکینہ کی شادی ہو چکی ہے، لیکن رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی اور حمل قرار پا گیا، پنچایت میں سوال کرنے پر لڑکی نے یہ اقرار کیا یہ حمل زید کا ہے، اور زید نے بھی اقرار کیا کہ جب

(**گذشتہ کا بقیہ**) [3] (۱) دار الاسلام لانه لا حد بالزنا فی دار الحرب الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۶ ج ۶ کتاب الحدود، مجمع الأنهر ص ۴۹-۳۴۸ ج ۲ کتاب الحدود، باب الوطئ الذی یوجب الحد الخ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۱۷ ج ۵ باب الوطی الذی یوجب الحد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. (۲) فیشترط الامام لاستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج ۶ کتاب الجنابات، مبحث شریف عالمگیری ص ۱۴۳ ج ۲ کتاب الحدود، الباب الاول مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۵ کتاب الحدود، فصل فی الحد الخ دار الفکر بیروت.

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵ / مطبوعه یاسر ندیم دیوبند باب الغصب، والحاصل ان المذهب عدم التعزیر یأخذ المال الخ بحر ص ۴۱ ج ۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۱۰۵ ج ۶، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر یأخذ المال، عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

ترجمۂ حدیث: کسی مسلمان کا مال حلال نہیں ہے مگر اس کی خوشدلی سے۔

لڑکی کہتی ہے کہ تو میرا ہے، اب سوال یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حرکت کا معصیت کبیرہ ہونا ظاہر ہے[1] جس پر دونوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم ہے[2] اور دونوں کے درمیان گہرا پردہ ضروری ہے، تاکہ آئندہ کبھی ایک جگہ نہ ہوسکیں، اگر وہ دونوں اس چیز کے عادی ہوں اور باز نہ آئیں تو ان کی اصلاح کے لئے ترک تعلق کردیا جائے، تاکہ آئندہ دونوں سچی توبہ کرلیں[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۷ھ

زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو

سوال:۔ جبکہ امام وقت نہ ہو اس شہر یا قصبہ یا محلّہ کے لوگوں کا زانی زانیہ کے لئے کوئی سزا دینا مثلاً بائیکاٹ یا جرمانہ کردینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

---

[1] والزنا کبیرة الخ الزواجر ص ۷۷۹ ج ۴ الکبیرة الثامنة والخمسون بعد الثلاث مأة : الزنا الخ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، شرح فقه اکبر ص ۴۸ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] ومن یعمل سوءًا اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوررحیما.(الایة سورة النساء آیت ۱۱۰) والحاصل ان الواجب علی العاصی فی نفس الامر التوبة بینه وبین الله والانابة الخ بحر ص ۳ ج ۵ کتاب الحدود مطبوعه کوئٹه.

ترجمہ: جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا، بڑی رحمت والا پاویگا۔(از بیان القرآن)

[3] قوله نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة تلخیص هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم، ج ۷/ص ۹۸/(مطبوعه دار ابن کثیر بیروت) کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مرقات ص ۷۱۶ ج ۴ باب ما ینهٰی من التهاجر الخ نووی علی المسلم ص ۳۱۶ ج ۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ ناجائز ہے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو بائیکاٹ وغیرہ کی سزا دینا درست ہے،[1] اگر مال کا جرمانہ کیا ہو تو اس کو واپس کر دیا جائے۔ کذا فی البحر، ج ۵/ص ۴۱/[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲/ ربیع الاول ۵۸ھ

ثبوت زنا

سوال:۔ زید نے بکر پر تہمت زنا لگا کر دو گواہ بمعہ اپنے پیش کئے دو گواہوں کی شہادت لیکر بکر پر بکرا یا نقد روپیہ جرمانہ بطور کفارہ لگا کر فیصلہ دیا، التماس ہے کہ تہمت زنا کے ثبوت کے لئے دو گواہ کافی نہیں، یا شرعی طور پر مذکورہ کفارہ ہوسکتا ہے، اگر وہ گواہ کافی نہیں تو گواہوں کے لئے کیا حکم ہے؟ اور جو مال تہمت زنا والے سے لیا گیا، وہ کھانا حلال ہے، یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہوا ثبوت زنا کے لئے دو گواہ کافی نہیں، چار عینی گواہ ضروری ہیں، اگر چار عینی گواہ موجود نہ ہوں تو تہمت لگانے والے اور گواہی دینے والوں پر دار الاسلام میں

---

[3] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علٰی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص ۹۸ ج ۷ کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص ۷۱۶ ج ۴ باب ما ینهٰی من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص ۳۱۶ ج ۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی.

(صفحہ ہذا) [1] وأفادفی البزازیة أن معنیٰ التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عندمدة لینزجرثم یعیده الحاکم الیه الیٰ قوله اذلایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احدبغیر سبب شرعی الخ .البحرالرائق ،ج۵ص ۴۱، مطبوعه کوئٹه، کتا ب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص ۱۰۵ ج ۶ باب التعزیر مطلب فی التعزیر یأخذ المال عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲ فصل فی التعزیر مطبوعه کوئٹه.

حاکم اسلام حدقذف جاری کرے گا، اگر شرعی شہادت سے زنا کا ثبوت ہوجائے ،تو حاکم اسلام دارالاسلام میں حدزنا جاری کرے گا ''ویثبت (الزنا) بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ زنالا مجردلفظ الوطوء والجماع فیسألهم الامام عنه ماهو؟ وکیف هو؟ واین هو؟ ومتی زنی؟ فان بینوه وقالوا رائیناه وطئها فی فرجها کالمیل فی المکحلة وعدلوا سراوعلاینة حکم به اھ درمختار ،ج۲/ص ۲۱۹/[1] ولو شهدوا بالزنا ولکن هم عمیان اومحدودون فی قذف اوثلاثة او احدهم محدود اوعبد او وجد احدهم کذلک بعد اقامة الحد حد وا للقذف ان طلبه المقذوف ای دون المشهودعلیه لعدم اهلیة الشهادة فیهم اوعدم النصاب فلایثبت الزنا اھ درمختار ،ج۴/ص ۴۴۶/.[2]

نیز مال کا جرمانہ شرعاً ناجائز ہے،خواہ وہ مال نقدروپیہ ہو یا بکرا، وغیرہ کوئی جانور ہو جو کچھ بھی لیا ہے،اس کو واپس کرنا ضروری ہے " والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال اھ درمختار، ج۲/ص۲۶۵/۔[3]

ہمارے ملک میں حدود جاری کرنے کی شرائط متحقق نہیں،اس لئے حدزنا یا حدقذف کا جاری کرنا دشوار ہے، پس گواہوں کو ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے زنا کی گواہی دی ،ان کے

---

[1] درمختار علی الشامی ،ج۴/ص۷/مطبع کراچی،مطبوعه زکریا ، ج۶/ص۸/اول کتاب الحدود، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۲۳۲ تا ۲۳۴ ج۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] درمختارعلی الشامی ،ج۶/ص۵۰/ مطبوعه زکریا، کراچی ،ج۴/ص ۳۳/کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، ملتقی الابحر ص۳۵۶ تا ۳۵۷ ج۲ کتاب الحدود، باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۵۳ ج۲، الباب الخامس فی الشهادة علی الزنا والرجوع عنها، طبع کوئٹه.

[3] شامی زکریا، ج۶ ص۱۰۶ مطبوعه کراچی ،ج۴ص ۶۲، کتاب الحدود، باب التعزیر ،مطلب فی التعزیر، بأخذ المال، بحر ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

سامنے توبہ کریں، اور معافی چاہیں، اسی طرح تہمت لگانے والے کے ذمہ بھی واجب ہے، توبہ کرے اور معاف کرائے، اور فیصلہ کرنے والے کے ذمہ لازم ہے، کہ جو کچھ جرمانہ لیا ہے، اس کو واپس کرے، اور یہ سب لوگ آئندہ کو ایسی گواہی تہمت اور فیصلہ سے پختہ عہد کریں، اور جو شخص اس توبہ کیلئے تیار نہ ہوں اس کو مناسب سزا دیجائے، مثلاً ترک تعلق کر دیا جائے، تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کرے،[1] اور جس پر تہمت لگائی گئی ہے، اس کو بھی چاہئے کہ اپنے طرز عمل کو بدل دے، یعنی کسی سے اس قسم کا تعلق اور معاملہ نہ رکھے، جس سے دوسروں کو بدگمانی تہمت کا موقع ملے، اگر واقعۃً اس سے یہ فعل صادر ہوا ہے، تو خدا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/۱/۵۹ھ

زنا کی سزا

سوال:۔ زنا کا کفارہ کیا ہونا چاہئے؟ لڑکی اور لڑکے کو الگ الگ کرنا ہوگا، یا صرف لڑکے کو؟

---

[1] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علٰی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم ص۹۸ ج۷ باب یهجر من ظهرت معصته الخ مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهی من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، حدیث توبة کعب بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] ومن یعمل سوءً او یظلم نفسه ثم یستغفر اللّٰه یجد اللّٰه غفوراً رحیما الایة سورة النساء آیت ۱۱۰، والحاصل ان الواجب علی العاصی فی نفس الامر التوبة فیما بینه وبین اللّٰه والإنابة بحر ص۳ ج۵ اول کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کی سزا بہت سخت ہے، وہ یہ ہے کہ شادی شدہ سے اگر حرکت ہوجائے، تو سنگسار کردیا جائے، یعنی پتھروں سے مار مار کر بالکل ختم کردیا جائے، غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو سوکوڑے مارے جائیں[1] لیکن یہ سزا دینے کا ہر ایک کو اختیار نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے جو شرائط ہیں ان میں سے یہ بھی شرط ہے کہ بادشاہ مسلمان ہو، اس کے حکم سے شرعی ثبوت کے بعد یہ سزا دی جاسکتی ہے، اس لئے یہاں اب یہ سزا نہیں دی جاسکتی[2] مال کفارہ اس کی سزا نہیں، لہٰذا مال کفارہ لازم نہیں ہوگا[3] اب توبہ واستغفار کریں، اور آئندہ پورا عہد کرلیں کہ کبھی ایسا کام نہیں کریں گے[4] روزے رکھیں، صدقہ دیں، از خود اپنے نفس کی اصلاح کیلئے لازمی حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زنا کے معاف کرانے کا طریقہ

سوال: ۔کلو نے ملو کی بیوی سے زنا کیا، ملو کو کچھ خبر نہیں، مگر کلو اس کو خبر کرنا چاہتا ہے، اور اس سے معافی کا طالب بھی ہے، اب عورت بھی توبہ کرتی ہے، تو اب کلو کس طرح ملو سے معاف کرائے یا کس طرح ملو کا حق ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معافی مانگ لے کہ میں نے جو تمہارے حقوق لئے یا ضائع کئے خواہ تم کو اس

---

[1] ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت الی أن قال وغیرہ المحصن یجلد مائة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۶/ص ۱۳-۱۷/کتاب الحدود.

[2] راجع حاشیہ (۲) تحت عنوان ''زنا کی سزا'' نمبر ۲۷۔

[3] راجع حاشیہ (۱) تحت عنوان ''زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو''۔

کا علم ہو یا نہ ہو، اللہ کے واسطے معاف کردو، شوہر معاف کردے، بس انشاء اللہ کافی ہے، اللہ پاک سے مستقل معافی مانگے اور سچے دل سے نادم ہوکر پختہ توبہ کرے اور آئندہ اس سے بالکل تعلق نہ رکھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۳/۴/۸۶ھ

زانی کی سزا اور زنا کیا حقوق العباد سے ہے؟

سوال:۔ (۱) مریم کی لڑکی صابرہ کا عقد نکاح عبداللہ کے ساتھ ہوا صابرہ کے بطن سے عبداللہ کے دو بچے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، صابرہ کی عمر ۳۵/سال اور عبداللہ کی عمر ۴۳/سال ہے، زید کی پہلی بیوی مریم کے انتقال کے بعد زید نے دوسری شادی عائشہؓ سے کی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام خالدہ ہے، خالدہ کا نکاح عمر سے ۱۹۵۶ء میں ہوا، خالدہ بعد بلوغیت کے عمر نابالغ کے گھر آئی، عمر اور خالدہ سے شب باشی نہیں ہوئی، دوسرے دن دوپہر کو عمر موقعہ پاکر خالدہ کی چارپائی پر بیٹھا صرف گفتگو ہوئی، شرم کی وجہ سے ہمبستری نہیں ہوئی، خالدہ سے بچپن سے جوانی تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، اس کے بعد خالدہ اپنے میکہ واپس آگئی، خالدہ کے والد انتقال کر گئے، اپریل ۱۹۵۸ء میں خالدہ اپنی سسرال دوبارہ گئی، عمر اس وقت بالغ ہو چکا تھا، اپنی بیوی خالدہ سے ہمبستر بھی ہوا، خالدہ اس وقت تک پاکدامن رہی، پھر خالدہ اپنے میکہ واپس آئی، پھر ماہ نومبر ۱۹۵۸ء میں خالدہ اپنی سسرال آئی اور فروری ۱۹۵۹ء میں میکہ واپس آئی، پھر خالدہ اپریل کے شروع میں سسرال آئی، جولائی ۱۹۵۹ء تک ساتھ رہی اس وقت تک خالدہ سے کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی، پھر ۱۹۵۹ء ماہِ اکتوبر میں اپنے خاوند عمر کے گھر گئی، اس سفر میں

---

[1] وقيد قبول التوبة عن الزنا بمااذا لم يكن للمزنى بها زوج فان كان فلابدمن اعلامه لكونه حق عبد ولابد من ابرائه قال السيد فى شرحه وليس المراد اعلامه مخصوص قول انى فعلت بزوجتك كذا بل ان يذكرلهٗ كلاما اخر توطئة لان يجعله فى حل الخ طحطاوى على المراقى ص ۵۴۷/(مطبوعه مصرى) كتاب الصوم ، باب مايفسد به الصوم وتجب به الكفارة.

خالدہ نے عبداللہ کی شکایت عمر کی ماں سے کی کہ اب میں اپنے میکہ کبھی نہیں جاؤنگی، اور نہ آج تک گئی عمر کو اپنی بیوی کی لغزش کا پتہ امسال ۱۹۷۵ء میں ہوا، خالدہ اپنی ماں عائشہ کے پاس سوئی تھی، رات کو قضائے حاجت کے لئے گئی، تو دیکھا عبداللہ اس کا بہنوئی چار پائی پر سو رہا ہے، عبداللہ کی چار پائی سے ۱۸ رقدم کی دوری پر اپنی حاجت پوری کی بعد حاجت پوری کرنے کے جب خالدہ واپس ہوئی تو دیکھا عبداللہ اس کے پیچھے آرہا ہے، اور خالدہ کو پکڑ کر دالان میں زمین پر پٹک کر اسے مجبور ولاچار کردیا، جب وہاں سے موقع ملا غصہ ہوکر خالدہ بھاگی،

خالدہ یہ بیان دے رہی ہے، ایسی شکل میں شریعت عبداللہ کو کیا سزا دیتی ہے، اور خالدہ کو کیا سزا دیتی ہے؟ خالدہ بری ہے یا نہیں؟

(۲) عبداللہ وخالدہ کا اپنا اپنا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

(۳) زنا حقوق اللہ ہے یا حقوق العباد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زنا کی شرعی سزا دینے کے لئے نہ یہاں شرائط موجود ہیں،.....

نہ اتنا بیان کافی ہے[۱]، اگر واقعہ اسی طرح ہے تو عبداللہ کی یہ حرکت نہایت کمینی اور خلاف شرع حرکت ہوئی، اس کو توبہ کرنا ضروری ہے، خالدہ سے بھی معافی مانگے اور اس کے شوہر سے بھی، اور ہمیشہ کے لئے ان دونوں میں پردہ کرایا جائے، کبھی ایک جگہ دونوں تنہائی میں جمع نہ ہونے پائیں، نہ ایک دوسرے کے سامنے آئیں[۲]، خالدہ کا قصور بھی ہے کہ اس نے عبداللہ سے پردہ نہیں

---

[۱] ویثبت بشهادة اربعة رجالٍ فی مجلس واحد بلفظ الزنا الیٰ قوله ویثبت ایضاً باقراره صریحا صاحیاً ولم یکذبه الأخر الخ .درمختار مع الشامی زکریا، ص۸تا۱۰ ج۶، کتاب الحدود، مطلب احکام الزنا، النهر الفائق ص۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه.

[۲] الخلوة بالأجنبیة حرام، الأشباه والنظائر ص۱۵۹ الفن الثانی، کتاب الحظر والإباحة، طبع اشاعت الإسلام دهلی، قال فی احکام القرآن، الخامس : وجوب الحجاب علی النساء فلا یظهرن للرجال وتقضی الحوائج من وراء الحجاب، احکام القرآن للتهانوی ص۴۰۱ ج۳ تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب، یجب الحجاب علی النساء، طبع ادارة القرآن کراچی.

کیا، جس کی وجہ سے یہاں تک نوبت آئی، اور عبداللہ سے بچنے کے لئے اگر کوشش وتدبیر میں کمی کی، مثلاً اپنی ماں کو فوراً آواز نہیں دی، جو کہ قریب ہی تھی، تو یہ بھی اس کا قصور ہے۔

(۲) اس سب حرکت کے باوجود خالدہ کا نکاح اپنے شوہر سے اور عبداللہ کا نکاح اپنی بیوی سے فسخ نہیں ہوا، بلکہ بدستور باقی ہے۔

(۳) جس عورت کی عزت کو خراب کیا جائے، جس کی وجہ سے اس کے شوہر کی بھی عزت خراب ہوئی، ان دونوں سے معافی مانگنا ضروری ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۹۵ھ

زانی بالجبر کو زہر سے مارا جائے؟

سوال:۔ زید دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عزت زبردستی لوٹ رہا ہے، عورتوں کو بے موقع پکڑ لیتا ہے، زنا بالجبر کی کوشش کرتا ہے، لوگ پریشان ہیں کیا ایسے شخص کو زہر دینا یا جان سے مارنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی کمینہ حرکات کو روکنے کی اخلاقی وقانونی تدبیر کی جائیں زہر دیکر نہ مارا جائے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وقید قبول التوبة عن الزنا بمااذالم یکن للمزنی بها زوج فان کان فلابد من اعلانه لکونه حق عبد فلا بد من ابرائه عنه الخ طحاوی علی المراقی، ص۵۴۷/(مطبوعه مصری) کتاب الصوم باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء.

[۲] من رایٰ منکم منکرافلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه، مشکوٰة شریف، ص۴۳۶/ باب الامر بالمعروف، طبع یاسر ندیم، وینبغی للآمر والناهی ان یرفق لیکون اقرب الیٰ تحصیل المطلوب مرقاة، ج۵ص۵، باب الأمر بالمعروف الخ مطبوعه بمبئی، عالمگیری ص۳۵۳ج۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زنا بالجبر کو منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہگار ہیں

سوال:۔ عبدالمتین اپنے سالے کی بیوی کو بھگا کر اپنے گھر لے گیا، مگر ان کے خسر یا سالے وغیرہ کوئی اعتراض نہیں کرتے، برابر اس کی خاطر تواضع داماد جیسی ہی کیا کرتے ہیں، عبدالمتین کے خسر کے گھر والے بھی کھاتے پیتے ہیں، لہٰذا اس زنا بالجبر کے کتنے لوگ گنہگار ہیں صاف تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنے کا گنہگار تو زانی ہی ہے[1]، اگر اس کی کسی نے اس میں مدد کی ہے تو مدد کا گنہگار وہ بھی ہے، جو شخص اس کے فعل سے خوش ہے خوش ہونے کا گنہگار وہ بھی ہے[2] جو شخص اس سے روک سکتا ہے، مگر روکتا نہیں ہے، تو نہ روکنے کا گنہگار وہ بھی ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) کتاب الکراھیة الباب السابع عشر الخ مطبوعه کوئٹه، (۲) عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یحل دم امریءٍ مسلم یشهد ان لا اله الا اللّٰه وانی رسول اللّٰه الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینه التارک للجماعة، مشکوٰة شریف ص ۲۹۹ کتاب القصاص الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. جو شخص تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اتنی قدرت نہیں ہے تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی استطاعت نہیں ہے تو اپنے دل میں اس کو برا جانے۔

(صفحہ ہذا) [1] ولاتزروازرة وزر اخری. الایة سورة فاطر آیت ۱۸/

ترجمہ:. اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔

[2] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان. الایة، سوره مائدة، آیت ۲/

ترجمہ:۔ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

[3] عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من رایٰ منکم منکر فلیغیره بیده وان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه بان لایرضیٰ به (بقیه اگلے صفحه پر)

زانیہ لڑکی، لڑکے سے برتاؤ کیسا ہو؟

سوال:۔ ہمارے گاؤں کی لڑکی جس کی عمر پندرہ یا سولہ سال ہے ابھی سماج کے موافق شادی نہیں ہوئی ہے، ادھر ایک بچہ پیدا ہو گیا، جس کو چار ماہ ہو گئے ہیں، گاؤں کے لوگوں نے اس سے سوال کیا تو جواب میں ایک شخص معین کا نام بتلایا اور وہ معین شخص انکار کر رہا ہے، اب اس لڑکی کے ساتھ اور اس کے بچہ کے ساتھ سماج میں چلنا پھرنا کیسا ہے، اور وہ شخص معین جس کے زنا سے یہ بچہ پیدا ہوا اس کے ساتھ سماج میں چلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بچہ بے قصور ہے، اس کو ترک تعلق کی سزا نہیں دی جا سکتی[1]، البتہ اس کی ماں قصوروار ہے، اگر وہ سچے دل سے اپنی خطا کا اقرار کر کے توبہ کرے اور اپنے حالات درست کر لے تو حق تعالیٰ سے بھی توبہ قبول کرنے کی پوری توقع ہے[2]، ایسی حالت میں اس کا جلد از جلد کسی مناسب جگہ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) وذٰلک اضعف الایمان قال القاری تحت هذا الحدیث : فمن غیر المراتب مع القدرة، کان عاصیا الخ مرقاة شرح مشکوٰة ، ج۵/ص ۲/باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئی.

ترجمہ :. حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے بدلے اور اگر طاقت نہ رکھے تو پھر اپنی زبان سے اس برائی پر نکیر کرے، اور اس کی طاقت نہ رکھے، تو پھر دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

(**صفحہ ہذا**) [1] هذا الحمل (ای ماهو الزنا) محترم لاجناية منه ولهذا لم یجز اسقاطه هدایه، ج۲/ص ۳۱۲/ کتاب النکاح ،فصل فی بیان المحرمات، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص۱۰۶ ج۳ کتاب النکاح فصل فی المحرمات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۱۹۸ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله علیه، متفق علیه مشکوٰة شریف، ص۲۰۳/ باب الاستغفار والتوبة".

ترجمہ :. رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

اس کی مرضی سے نکاح کرادیا جائے، اور کوئی سزا اس کو نہ دی جائے، اگر توبہ پر آمادہ نہ ہو اور ترک تعلقات سے اس کی اصلاح کی امید ہو تو اس سے ملنا بولنا ترک کردیا جائے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرے "فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیاۃ الدنیا" الایۃ[1] جس شخص کا وہ نام لیتی ہے کہ اس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے، تو اس شخص کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا، نہ اس کو سزا دی جاسکتی ہے، نہ اس کو زانی کہنا درست ہے[2]، البتہ اگر اس شخص کا اس عورت سے تعلق ہو تو وہ تعلق ختم کرادیا جائے، یا پھر اسی سے نکاح کرادیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۳۹۹ھ

جبراً زنا کی وجہ سے حد

سوال: ۔زید کے گھر میں فوج کے لباس میں دو مرد داخل ہوئے، اس سے زید سمجھا کہ فوج آگئی، اور گھر چھوڑ کر بھاگ گیا، ان دونوں شخصوں نے اس کی عورت کے ساتھ زنا کیا، تو ایسی

---

[1] سورۂ نجم آیت ۲۹، نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة وهو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص۹۸ ج۷ باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهی عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی.

ترجمۂ آیت شریفہ: ۔تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو۔ (بیان القرآن)

[2] ویثبت بشهادة اربعة فی مجلس واحد بلفظ الزنا الیٰ قوله ویثبت باقراره صریحا صاحیا ولم یکذبه الآخر قوله ولم یکذبه (الآخر) وان اقرت بالزناء بفلان فکذبها فلاحدعلیها ایضا عنده (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۴/ص۷-۸-۹/ اول کتاب الحدود، النهر الفائق ص۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود الباب الثانی فی الزنا، مطبوعه کوئٹه.

صورت میں عورت پر کوئی حد آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت کی طرف سے اس عورت پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی، اس واسطے کہ وہ عورت مکرہ تھی، اور مُکرَہ پر حد نہیں آتی، کذافی الهدایه، ج ۲/ص ۳۳۵/[1] وفتح القدير، ص ۴۰۶/[2] بخلاف المرأة فانها محل الفعل ومع الخوف يتحقق التمكين منها فلايكون التمكين دليل الطواعية انتهىٰ۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۸۸ھ

زانی کا زنا کی حد کو طلب کرنا اور اگر حد نہ لگائی گئی تو خودکشی

سوال:۔ زید نے چند لڑکوں اور چند لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا زید کہتا ہے کہ مجھ کو حد لگادو تاکہ میرا گناہ معاف ہوجائے، اور کہتا ہے کہ اگر مجھ کو حد نہیں لگائی گئی تو میں زہر یا خودکشی سے مرجاؤں گا، اور میں زہر یا خودکشی کرنا حد کے درجہ سمجھوں گا، کیا زہر کھانا خودکشی کرلینا حد کے درجہ میں درست ہے، اگر حد لگاتے ہیں تو کہاں لگاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کی حد شرعی کے لئے جو شرائط ہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں، اس لئے حد لگانے کا کسی کو حق نہیں[3] خودکشی کرنا بھی حرام ہے[4] زید پر لازم ہے کہ سچی توبہ کرے، نادم ہو خدا کے

---

[1] هدايه مع هامشه، ج۳/ص ۳۵۱/(مطبوعه ياسرنديم ديوبند) كتاب الاكراه.

[2] فتح القدير، ج۹/ص ۲۴۹/(مطبوعه دارالفكر) كتاب الاكراه، عناية على فتح القدير ص ۲۴۹ ج ۲ كتاب الإكراه، مطبوعه دار الفكر بيروت. (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سامنے روئے اور زندگی بھر ان خبیث حرکتوں کے پاس نہ جائے، حق تعالیٰ کی مغفرت سے مایوس نہ ہو کہ وہ اس کے گناہوں سے بہت زیادہ ہے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے "انی لغفار لمن تاب[1]" الایۃ اور "اِنَّ اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء "[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا

سوال:۔ ہمارے ایک بزرگ کے پاس جمال الدین کی ہمشیرہ آئی اور اس بزرگ سے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [1] فیشترط الإمام لاستیفاء الحدود الخ شامی کراچی ص ۵۴۹ ج۶ کتاب الجنابات، مبحث شریف، عالمگیری ص ۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ۱۲۴ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، فی دار الاسلام لأنہ لا حد بالزنا فی دار الحرب الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۶ ج۶ کتاب الحدود، النہر الفائق ص ۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بحر ص ۱۷ باب الوطی الذی یوجب الحد، الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تردی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردیٰ فیھا خالداً مخلداً فیھا ابداً، ومن تحسی سمًّا فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھم خالداً مخلد فیھا ابدا ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجأ بھا فی بطنہ فی نار جھم خالداً مخلداً فیھا ابداً الخ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۹ کتاب القصاص الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲/ ترجمہ:۔ میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو (کفر ومعصیت سے توبہ کرلیں (بیان القرآن)

[2] سورہ نساء آیت ۴۸/ ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے، کہ ان کے کسی کو شریک قرار دیا جاوے، اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں، جس کے لئے منظور ہوگا، وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ تھانویؒ)

عرض کیا مجھے تکلیف ہے، جھاڑ پھونک کے لئے کہا وہ صاحب گاہ گاہ دم وغیرہ کیا کرتے ہیں، آج دس ماہ بعد جمال الدین نے ایک عجیب بہتان گڑھ لیا کہ بزرگ صاحب نے میری بہن کو پھونک وغیرہ مارنے کے بعد گالیاں دی تھیں، (مراد زنا کاری) بہن سے بھی یہی بیان دلوائے ہیں، حالانکہ برادری کے ذمہ داروں نے تحقیق کی بزرگ حلفاً کہتے ہیں کہ میں نے ایسی غلطی نہیں کی ہے، اور میں ان باتوں سے اپنے رب سے پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں، مگر جمال صاحب نے برسرعام کہہ دیا کہ بزرگ موصوف کا حلف معتبر نہیں، اور شرعی لحاظ سے موصوف کو سنگسار کرنا برداری کا فرض ہے، اس کے بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کا ثبوت امام المسلمین کے سامنے چار مرتبہ اقرار یا چار چشم دید عادل شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے، اور وہ مقام دارالاسلام ہو تب زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے[1]، ورنہ جو شخص کسی کو زانی کہے وہ سخت مجرم قرار پاتا ہے، اور امام المسلمین اس کو اسّی کوڑوں کی سزا دیتا ہے، اور پھر ہمیشہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادت قرار پاتا ہے، کہ کسی معاملہ میں کبھی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، سورہ نور میں ہے "**والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوبار بعة شهداء فاجلد وهم ثمانین جلدة ولاتقبلوالهم شهادة ابدا**"[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۹۶ھ

---

[1] ویثبت ای الزنا عند القاضی بشهادة اربعة رجال بلفظ الزنا فان بینوه وقالوا رأیناه وطئها فی فرجها کالمیل، فی المکحلة، ویر جم محصن، وغیر المحصن یجلد مائة الخ در مختار مع الشامی زکریا مختصراً ص۸ تا ۱۷ ج۶ کتاب الحدود، بحر ص۴ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۳۳۲ ج۲ کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] سورة النور آیت ۴/ اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔ (بیان القرآن)

شراب کے نشہ میں زنا کا حکم

سوال:۔اگر شراب پی کر نشہ کی حالت میں زید نے بے خبر ہوکر زنا کرلیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے، جبکہ لڑکی ہوش میں ہے، اور بیدار بھی ہے، تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شخص دوہری سزا کا مستحق ہے، شراب کی الگ[1]، زنا کی الگ[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۴ھ

کفارۂ زنا

سوال:۔رحمت ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی، جب وہ سن بلوغ کو پہنچی، ابھی اس کا شوہر بالغ نہیں ہوا تھا، کہ اس کا خالہ کے لڑکے بکر کے ساتھ محبت کا تعلق استوار ہوگیا، اور ناجائز طور پر ایک دوسرے کا اختلاط ہونے لگا، جب سرپرستوں کو اس کا علم ہوا، اور اس لڑکی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے بکر سے ملنا جلنا ترک کردیا، اس مذکورہ واقعہ کے دوران جبکہ خلط ملط ہوتے تو باہمی جنسی پیاس بھی بجھتی رہی، اب وہ لڑکا بھی شادی کے لئے آمادہ نہیں ہے، اب سوال

---

[1] شراب کی حد اسّی کوڑے ہیں "وحدالسکر والخمر ولوشرب ثمانون سوطاً (عالمگیری، ج۲/ص ۱۶۰/) الباب السادس فی حدالشرب، بحر ص۲۸ ج۵ کتاب الحدود باب حد الشرب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] اگر زانی محصن ہے تو اس کی سزا سنگ ساری ہے اور اگر غیر محصن ہے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں "اذا وجب الحد وکان الزانی محصناً رجمه بالحجارة حتی یموت الی قوله وان کان غیرمحصن فحده مأةجلدة (عالمگیری، ج۲/ص ۱۴۵-۱۴۶)الباب الثالث فی کیفیة الحدواقامته، کتاب الحدود، بحر ص۸-۹ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعه کوئٹه، در مختار علی الشامی زکریا ص۱۳-۱۷ ج۶ کتاب الحدود، مجمع الأنهر ص ۳۶۱ ج۲ باب حد الشرب، دار الکتب العلمیة بیروت.

یہ ہے کہ سنگسار کرنا یا دوسال کے لئے شہر بدر کرنا ممکن نہیں ہے، تو کفارہ اس گناہ کا کیا ہے؟ کیا فقیروں کو کھانا کھلا پلا دیں، یا روزہ رکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنسی ناجائز تعلق کی سزا بہت سخت ہے[1] اور شرائط بھی سخت ہیں، مگر وہ شرائط آج کے دور میں یہاں موجود نہیں، اس لئے وہ سزا نہیں دی جاسکتی[2] روزہ یا کھانا کھلانا اس کی سزا نہیں، اب تو بس یہی ہے، کہ خدا کے سامنے رو کر انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کریں[3] تطہیر نفس کے لئے روزہ رکھیں تو یہ بھی مفید ہے، مگر یہ شرط شرعی حکم نہیں، جس قدر روزے رکھیں زیادہ فائدہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

زنا کی معافی کی صورت

سوال:۔ اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے، اور کونسا ایسا کام کرے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سچے دل سے توبہ کرے خداوند تعالیٰ کے سامنے روئے، معافی مانگے، آئندہ کو بچنے کا پختہ

---

[1] الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة، سورۂ نور آیت ۲.

[2] راجع حاشیه (۲) تحت عنوان ''زنا کی سزا'' عنوان نمبر (۲)۔

[3] ومن یعمل سوءاً اویظلم نفسه ثم یستغفر اللّٰه یجد اللّٰه غفوراً رحیماً. سورة نساء آیت ، ۱۱۰ ، والحاصل ان الواجب علی العاصی فی نفس الأمر التوبة فیما بینه وبین اللّٰه والإنابة الخ بحر ص ۳ ج ۵ کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ترجمہ :. اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔ (از بیان القرآن)

عہد کرے، انشاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگی، " **ومن یعمل سوء اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما ألایة** "[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف ۲۹/ج ۱/۵۸ھ

زنا کس کا حق ہے؟

سوال:۔ زنا حق اللہ ہے یا حق العبد ہے؟ اگر حق اللہ ہو تو اس صورت میں کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا، تو کیا اس صورت میں اللہ سے معافی مانگنے کے بعد اس عورت سے معافی مانگنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جبراً بغیر عورت کے رضا مندی کے زنا کیا ہے تو اس عورت سے بھی معافی طلب کرے، اگر وہ شوہر والی ہے تو شوہر سے بھی معافی مانگے، گو صاف لفظوں میں نہ ہو، گول مول مجہول طریقے پر ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

---

[1] سورۂ نسا آیت ۱۱۰/. (ترجمہ اوپر گذر چکا)

[2] وقید قبول التوبة عن الزنا فی بحر الکلام بمااذا لم یکن للمزنی بها زوج فان کان فلابد من اعلامه لکونه حق عبد ولابد من ابرائه عنه قال السید فی شرحه، ولیس المراد اعلامه بخصوص قول انی فعلت بزوجتک کذا بل ان یذکر کلاماً اخر توطئة لان یجعله فی حل الخ طحطاوی علی المراقی الفلاح، ص۵۴۷/ (مطبع مصری) کتاب الصوم باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة الخ .

زنا کس ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے؟

سوال:۔ (۱) انہیں دونوں مسئلوں کے تحت ضمیر مذکور کو امام بنانا مکروہ ہے یا نہیں؟ عیدین کی نماز اذان، تکبیر، جنازہ کی نماز سب مکروہ ہے یا نہیں؟

(۲) کونسا ثبوت ہونے سے زنا کاروں کے پیچھے نماز درست نہیں ہے؟

(۳) خواہ کسی قسم کا معاملہ ہو، معاملہ بغیر ثبوت کے ہو تو کیا شریعت کے اعتبار سے مدعیٰ علیہ کو قسم کھلا کر، ہاتھوں میں قرآن دیکر معاملہ کی تحقیق کی جائے، یا مدعا علیہ قسم یا ہاتھ میں قرآن لینے سے انکار کرے اور کہے کہ اگر میں قصوروار ہوں تو دلیل پیش کریں، مجرم ہونگا، اور دوسروں کے کہنے سے قسم نہیں کھاؤنگا، تو کیا قسم نہ کھانے سے مدعا علیہ کو مجرم گردانا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محض کسی عورت کے کہنے سے ضمیر کو زانی اور مجرم کہنا درست نہیں[۱] اس کی اذان، امامت، نماز جنازہ وغیرہ سب درست ہے۔

(۲) زنا کے گواہ موجود ہوں یا وہ خود اقرارِ زنا کرے تب اس کی امامت مکروہ ہوگی[۲] جب تک سچی توبہ نہ کرلے۔

---

[۱] اس لئے کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی گواہی شرط ہے، "ویثبت ای الزنا بشهادة اربعة رجال لانه لامدخل لشهادة النساء فی الحدود "الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۶ ص ۸، النهر الفائق ص۱۲۶ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۳۳۳ ج۲ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ویکره امامة عبدواعرابی وفاسق ولعل المرادبه من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۲۹۸/کتاب الصلوٰة، باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیری ص۴۷۹ فصل فی الإمامة، مطبوعه رحیمیه دیوبند، النهر الفائق ص۲۴۲ ج۱۲، باب لإمامة، دار الکتب العلمیة بیروت.

(۳) اگر معاملہ قاضی کے پاس عدالت میں یا شرعی پنچایت میں فیصلہ کے لئے جائے ،تب مدعی ثبوت پیش کرے، اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی، ہر شخص کو قسم لینے کا حق نہیں[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۲ھ

بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کا حکم

سوال:۔اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کسی مسلم یا غیر مسلم سے زنا کراتے دیکھا تو غصہ میں آ کر اپنی زوجہ وزانی کو قتل کر دیا، تو اس قاتل پر شریعت میں کیا حکم ہے؟ جبکہ شرع میں حاکم وقت کو فیصلہ دینے کا حق ہوتا ہے، اور ہمارے ملک میں ظاہر ہے کہ شرع کے مطابق فیصلہ نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو کہ فتاویٰ عالمگیری، ج۲/ص۲۳۶/[۲] میں مذکور ہے، ”**سئل الهند وانی عن رجل وجد مع امرأته رجلاً ایحل لهٗ قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح لایحل وان علم انهٗ لاینزجر الا بالقتل**

---

[۱] لان التحلیف حق القاضی الخ مجمع الانهر ،ج۳/ص ۳۴۸/ مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الدعویٰ، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۹۵ ج۸، کتاب الدعویٰ، بحر ص۲۰۳ ج۷ کتاب الدعویٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] عالمگیری ،ج ۲/ص ۱۶۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۷ ج۶، باب التعزیر، مطلب یکون التعزیر بالقتل، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۳۷۲ج۲ فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

حل له القتل وان طاوعته المرأة حل لهٗ قتلها ایضاً کذافی النهایة۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۳ھ

زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کرنا

سوال:۔ اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور غصہ میں آکر زانی مرد وزوجہ کو قتل کر دیا، تو اس صورت میں دیت لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسلام کا قانون نافذ ہو تو ایسی حالت میں دیت لازم نہ ہوگی، "**ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امرأةٍ الیٰ قوله ولو کان مع امرأته ویزنی بها اومع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جمیعاً**" **درالمختار** ج۳[1] ص ۱۷۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۳ھ

اولاد الزنا کا کیا قصور ہے؟

سوال:۔ کسی مرد وعورت کے ناجائز تعلقات سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ برادری میں حرامی کہی جاتی ہے، اور برادری سے خارج کر دی جاتی ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ قصور والدین کا ہے، لڑکے پر دھبہ کیوں قیامت تک آخر کار لگا رہتا ہے؟

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا، ج۶ ص ۱۰۷/ کتاب الحدود، باب التعزیر. بحر ص ۴۱ ج۵ فصل فی التعزیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۷۲ ج۲ کتاب الحدود فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی اولاد کا قصور نہیں[1]، جو کچھ سزا ہے وہ ناجائز حرکت کرنے والوں کے لئے ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۸۸ھ

طلاق کے بعد عورت کو رکھنے کی سزا

سوال:۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینے اور عدت گذارنے کے بعد بلا نکاح اپنے یہاں رکھے اور عورت رہے تو شرع شریف میں ایسے مرد وعورت کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حکومت اسلامیہ ہو اور قواعد شرعیہ کے موافق ان دونوں کا جماع کرنا ثابت ہو جائے، تو چونکہ یہ زنا ہے، اس لئے حد زنا (رجم یا جلد) جاری کی جائے[2]، اگر جماع کرنا ثابت نہ ہو تو ان پر تعزیر ہوگی[3] اور حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی صورت میں ان سے عام مسلمین کو قطع تعلق کر دینا چاہئے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] وهٰذا الحمل محترم لأنه لا جناية منه ولهذا لم يجز اسقاطع، بحر كوئٹه ص ۱۰۶ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، هداية ص ۳۱۲ ج ۲ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، مطبوعه تهانوى ديوبند، شامى زكريا ص ۲۱ ج ۶ اول كتاب الحدود.

[2] فان كان محصنا رجمه فى فضاء حتى يموت الىٰ قوله ولوغير محصن جلده مائة الخ البحرالرائق، ج ۵/ص ۸-۷، اول كتاب الحدود، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى زكريا ص ۱۳-۱۷ ج ۶ كتاب الحدود، ملتقى الابحر ص ۳۳۶/۳۳۸ ج ۲ كتاب الحدود، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] كل من ارتكب منكراوجب عليه التعزير .البحرالرائق ،ج۵/ص ۴۳/(مطبع الماجديه كوئٹه) كتاب الحدود فصل فى التعزير، در مختار على الشامى زكريا ص ۱۱۳ ج ۶ باب التعزير.

[4] هودليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الاان يقلع (بقیہ اگلے پر)

جو شخص لڑکی سے زنا پر اصرار کرے اسکی ہلاکت کی تدبیر کا حکم

سوال:۔ زید اپنی حقیقی لڑکی سے زنا بالجبر کرنا چاہتا ہے، اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی دونوں اس بات کے لئے قطعاً آمادہ نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی اور لڑکی کو ہر وقت مارتا پیٹتا ہے، اب زید کی بیوی چونکہ اپنے بداطوار شوہر سے بالکل تنگ آ چکی ہے، جس کی وجہ سے وہ چاہتی ہے کہ یہ کسی طرح مرجائے، تاکہ اس قسم کی بدنامی اور گناہ کبیرہ سے نجات مل جائے، تو اس شوہر کو قتل کرنے کے لئے کیا اس کی بیوی کے لئے یہ جائز ہے، کہ اس کی ہلاکت کی یا اپنے ہلاکت کی کوئی تدبیر کرے؟ ،مثلاً خفیہ طور پر زہر وغیرہ کھالینا یا دیدینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے، تو اب اس پریشانی کی حالت میں اس کی بیوی کیا کرے اگر شوہر کے کردار کی لوگوں کو اطلاع دیتی ہے تو اس کی جان کا بھی خطرہ ہے، اور زید کے اس اصرار کی وجہ سے اس کے ایمان میں کوئی فتور آیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو نہ خود زہر کھانے کی اجازت ہے، نہ اس کمینہ شوہر کو زہر کھلانے کی اجازت ہے[1]، بلکہ شوہر سے لڑکی کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے، کہ وہ قابو نہ پاسکے، اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے خاندان میں اس کا نکاح کردیا جائے، اگرچہ والد رضامند نہ ہو[2]، زید اس بے حیائی

(گذشتہ کا بقیہ) وتظهر توبتة الخ المفهم شرح تلخيص مسلم، ج۷/ص ۹۸/ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهر معصيته، مرقات ص ۷۱۶ ج۴ باب ما ينهٰى من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص ۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالكؓ الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

[1] والفتوىٰ علىٰ انه ليس لهاقتله ولاتقتل نفسها .شامى زكريا، ج۴/ص ۴۶۳/ مطبوعه كراچى، ج۳/ص ۲۵۱/ كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب فى قول البحر ان الصريح يحتاج فى وقوعه ديانة الى النية، البحر الرائق ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق اى الفاظه، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۹۲ ج۲ باب الرجعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولى الخ الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۴/ص ۱۵۵/ مطبوعه كراچى، ج۳/ص ۵۵/ كتاب النكاح، باب الولى، ملتقى الابحر ص۴۸۸ ج۱ كتاب النكاح، باب الاولياء والأكفاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۲۰۲ ج۲، باب الأولياء والأكفاء، طبع دار الكتب العلمية بيروت.

اور بدترین معصیت پر اصرار کر رہا ہے، تو نہایت خطرناک حالت ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے ، اگر زید خدانخواستہ ایسی حرکت کر گزرے گا، یا لڑکی کو شہوت سے بوس وکنار کرلے گا، تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

بیوی اجنبی کے ساتھ زنا میں ملوث ہو تو دونوں کو ہلاک کرنا

سوال: ۔اس وقت اسلامی حکومت کا نفاذ تو ممکن ہی نہیں، اگر شوہر کو یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی نے فلاں شخص کے ساتھ زنا کرلیا ہے، تو دونوں کو گولی مار کر ہلاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طلاق دیکر تعلق زوجیت کو ختم کر دینا چاہئے، کذا فی سنن ابی داؤد[2] یہ اصل حکم ہے، لیکن اگر بغیر اس بیوی کے گزارہ دشوار ہو تو پھر اس کو رکھ بھی سکتا ہے، جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے،

---

[1] فلو ایقظ زوجته فمست یده بنتها المشتهاة حرمت الأم ابداً .شامی زکریا ، ج۴/ص ۱۱۲/ مطبوعه کراچی ، ج۳/ص ۳۵/ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، النهر الفائق ص ۱۹۲ ج۲ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۴۸۱ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عن ابن عباسؓ قال جاء رجل الیٰ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقا ل ان امراتی لاتمنع یدلامس قال غربها قال اخاف ان تتبعها نفسی قال فاستمتع بها ،ابوداؤد شریف، ج۱/ص ۲۸۰/ کتاب النکاح ،باب فی تزوج الابکار ،مطبوعه رشیدیه دهلی .

ترجمہ: ۔حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی ہے، آپؐ نے فرمایا اس کو علیحدہ کردو، اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میرا نفس اس کے پیچھے چلے (آرزو کرے) آپؐ نے فرمایا تو اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔

درمختار[1] میں بھی ایسا ہی ہے قتل کرنا یا بذریعہ سحر ہلاک کرنے کی اجازت نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۵ھ

منکوحہ سے زنا میں حق العبد بھی فوت ہوا

سوال: ۔ایک عالم زنا کو حق العبد بتاتے ہیں، اور دوسرے نہیں بتاتے کس کا قول درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتح المبین[3] میں لکھا ہے، جس عورت کا شوہر موجود ہو اس سے زنا کرنا حق العبد بھی ہے حق اللہ ہونا تو ظاہر ہے، لہٰذا دونوں عالموں کا قول صحیح ہے، ایسا شخص حق اللہ اور حق العبد ہر دو کا ضائع کرنے والا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۶ھ

---

[1] لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۱۴۳/۱۴۴ ج۴ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات.

[2] ولو غاب سحرته وردته الیها لایحل له قتلها الخ ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ، زکریا، ج۵/ص ۵۶/ آخرباب الرجعة، کما انه لیس له قتلها اذا حرمت علیه وکلما هرب ردته بالسحر الخ، شامی زکریا ص ۴۶۳۲ ج۴ کتاب الطلاق، باب السحر، البحر الرائق ص۲۵۷ ج۳ باب الطلاق ای الفاظه الخ مطبوعه کوئٹه.

[3] وقید قبول التوبة عن الزنا (فی بحر الکلام)بما اذالم یکن للمزنی بها زوج فان کان فلابدمن اعلامه لکونه حق عبد ولابد من ابرائه عنه الخ طحطاوی علی المراقی ، ص۵۴۷/(مطبوعه مصری) کتاب الصوم،باب مایفسد به الصوم وتجب به الکفارة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

حدقذف وغیرہ کے احکام

زنا کی تہمت کی سزا

سوال:۔ ایک شخص نے ایک لڑکی پر عیب لگایا کہ اس نے زنا کرایا ہے، لیکن بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ اس عیب سے بری ہے، تو ایسے شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاثبوت شرعی اگر زنا کی تہمت لگائے تو اس کی سزا شرعاً اسی کوڑے ہے[1] لیکن یہ سزا ہر کوئی نہیں دے سکتا، نہ ہر جگہ دی جاسکتی ہے، اسلامی بادشاہ کو اس کا اختیار رہے[2] اسلئے یہ شخص توبہ

---

[1] والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوبار بعة شهداء فاجلد وهم ثمانین جلدة الایة (سورة النور آیت ۴) بحر ص ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۵۳ ج۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۸۰ ج۶ باب حد القذف.

ترجمہ: اور جولوگ تہمت لگائیں، پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ۔ (از بیان القرآن)

[2] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود، شامی کراچی ص ۵۴۹ ج۶ کتاب الجنایات، مبحث شریف، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی الحدود الخ، دار الفکر بیروت، عالمگیری ص ۱۴۳ ج۲، کتاب الحدود الباب الاول الخ مطبوعه کوئٹه.

اوراستغفار کرے[1] جس پر تہمت لگائی اس سے معافی مانگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جھوٹا الزام لگانے کی سزا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان بیجا طور پر کسی مسلمان پر جھوٹا الزام قائم کرے، تو اس کا کیا حکم ہے، از روئے قرآن وحدیث بحوالہ کتب دلائل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کو ضروری ہے کہ جس شخص پر جھوٹا الزام لگایا ہے اس سے معافی چاہے[2] اگر وہ معاف کردے، اور یہ آئندہ ایسی حرکت سے صدق دل سے توبہ کرلے، تو خیر ورنہ اس کو ترک تعلقات وغیرہ کی سزا دیجائے، حتی کہ تنگ آکر توبہ کرلے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ولو أنه قال بهتاناً لم يكن ذالک فيه فانه يحتاج الى التوبة فى ثلاثة مواضع ..... الثانى أن يذهب الى الذى قال عليه البهتان، ويطلب منه أن يجعله فى حل. والثالث : أن يستغفر اللّٰه تعالٰى ويتوب إليه، تنبيه الغافلين للسمرقندىؒ ص ۹۲ باب الغيبة، طبع عباس احمد البابز مكة المكرمة، شرح فقه اكبير ص ۱۹۶ بيان اقسام التوبة، طبع مجتبائى دهلى.

[2] واما ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها مع ما قدمناه فى حقوق اللّٰه ان يخبر اصحابها بما قال ذلک ويتحلل منهم الخ شرح فقه اكبر ص ۱۹۵، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[3] وقوله (نهٰى رسول اللّٰه ﷺ عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل علىٰ وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته. المفهم شرح تلخيص مسلم، ج۷/ص ۹۸/كتاب الرقاق باب يهجر من ظهر ت معصيته الخ، مرقات ص ۷۱۶ ج۴ باب ما ينهٰى من التهاجر الخ، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، نووى على المسلم ص ۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالکؓ الخ، مطبوعه رشيديه دهلى.

افتراء اور بہتان کی سزا

سوال:۔افتراء پرداز واتہام طراز کی شرعی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتان کی سزا اس کی نوعیت اور سزا دینے والوں کی قدرت کے اعتبار سے مختلف ہے جس پر بہتان لگایا جاوے، تو اس کی حیثیت کا خیال ہوتا ہے، کلی حکم علی الاطلاق دشوار ہے، جیسا کہ باب التعزیر میں ہے[1] اس لئے اس کا گناہ کبیرہ ہونا ظاہر ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شبہ کی بناء پر تہمت لگانا

سوال:۔ایک شخص کے متعلق لوگ کہتے ہیں شبہ کی بناء پر یعنی (زنا کرنیکا) اور زنا کرتے کسی نے نہیں دیکھا اور دس آدمی شبہ کرتے ہیں، اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے، اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض شبہ سے اس کو زنا کی تہمت لگانا حرام ہے[2] اور اس کو تہمت کی جگہ سے بچنا واجب

---

[1] یختلف ذالک بإختلاف الأشخاص فلا معنیٰ لتقدیرہ مع حصول المقصود بدونہ فیکون مفوضاً إلیٰ رأی القاضی الخ شامی زکریا ص۱۰۴ ج۶ طبع کراچی ص۶۰ ج۴ کتاب الحدود، اول باب التعزیر، منحۃ الخالق علی البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مجمع الأنھر ص۳۷۲ ج۲ فصل فی التعزیر طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] تنبیہ: عد ھذا ھو ما صرح بہ بعضھم مع عدہ الکذب کبیرۃً اخریٰ الخ، الزواجر ص۵۷۶ ج۳ الکبیرۃ الرابعۃ والخمسون بعد المائتین، البھت، مطبوعہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، نوی علی مسلم ص۳۲۲ ج۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الغیبۃ مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[3] ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم. سورۃ النور آیت ،۴۳/ . (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہے[1]، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

زوال بکارت کی وجہ سے تہمت

سوال:۔ زید نے نئی شادی کی باکرہ لڑکی سے، تو زید جب اول شب میں اس لڑکی کے پاس ہمبستری کے واسطے جاتا ہے، تو اس کی بکارت کو زائل پاتا ہے، تو شریعت کی رو سے اس پر کیا گمان کرنا چاہئے؟ یعنی کس قدر فرج کی کشادگی محل بدگمان ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی وجہ سے اس باکرہ کو قطعی طور پر بدکار نہیں کہا جاسکتا[2]، زوال بکارت کے بعد کشادگی کی مقدار کوئی متعین نہیں، جس سے اس کو متہم ہی کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

(گذشتہ کا بقیہ) ترجمہ:۔ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں پر جو پاکدامن ہیں، ایسی باتوں سے بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ (از بیان القرآن)

"انه عام لجميع الناس القذفة من ذكر وانثىٰ ويكون التقدير ان الذين يرمون الا نفس المحصنات فدخل فى هذاالمذكر والمؤنث الخ ،تفسير قرطبى ، ج٦/ص ١٩٤/ (مطبع دارالفكر) سورة النور" الرمى بالزنا، وهو من الكبائر باجماع الأمة، البحر الرائق ص ٢٩ ج٥، باب حد القذف، مطبوعه كوئٹه، شامى، زكريا ص ٧٩ ج٦، باب حد القذف، النهر الفائق ص١٥٣ ج٣ باب حد القذف دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] اتقوا مواضع التهم .الحديث كشف الخفاء ، ج ١/ص ٤٤/ رقم الحديث ٨٨/، (دار احياء التراث العربى)

[2] اس لئے کہ زوال بکارت کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، مثلاً کودنے پھاندنے کی وجہ سے یا زیادہ حیض آنے کی وجہ سے اس لئے اس کو حسن ظن پر محمول کرنا چاہئے" لانها تذهب باشياء فليحسن الظن بها .الدرالمنتقىٰ على مجمع الانهر، ص٥٢٢/ج ١/ (مطبع دارالكتب العلميه بيروت) باب المهر ،كتاب النكاح، حملاً لامرها على الصلاح بان زالت بوثبة ،شامى زكريا، ج٤/ص ٢٦٦/ كتاب النكاح باب المهر ، بزازيه على الهندية ص١٣٤ ج٤ كتاب النكاح، الفصل الثانى عشر فى المهر الخ، نوع آخر تزوجها بمهر سراً الخ مطبوعه كوئٹه.

چوری وزنا کا الزام

سوال:۔ ایک رات زبیدہ قریب آٹھ بجے رات کو اپنے گھر کے بغل والے گوہال (مویشیوں کے باندھنے کی جگہ) کچھ آواز سن کر اپنے بیٹے وبیوی کو چراغ جلا کر دیکھنے کا حکم دیا، ان لوگوں کی گفتگو سن کر آس پاس کے لوگ کیفیت پوچھنے چلے آئے، زید بھی ان ہی لوگوں میں تھا، اور پوچھ رہا تھا مذکورہ بالا پڑوسیوں نے چاروں طرف دیکھا مگر آدمی یا چور کا کوئی ثبوت نہیں پایا، اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، دن کے ایک بجے زبیدہ نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رات میرے گھر میں زید گھسا تھا، بات آہستہ آہستہ زبیدہ کے گھر سے پھیلنی لگی، عین اسی وقت محمود کے گھر میں ایک لڑکے کا ختنہ ہوا تھا، جس میں محمود نے پوری جماعت کو مدعو کیا اور زید کو مدعو نہیں کیا، زبیدہ کو بھی خطبہ میں مدعو کیا، مگر نہیں معلوم کیوں زید کو الگ کر دیا، اس موضوع کو لے کر زید چند آدمیوں کے ساتھ مولانا کے پاس مسئلہ دریافت کرنے گیا، مولانا نے بتایا کہ جب زید ہی چور تھا تو اسی وقت رات کو زبیدہ اور اس کی بہو کو ان سب کو مل کر سامنے کہنا چاہئے تھا، کہ ہم لوگوں نے زید کو اپنے گھر میں گئے ہوئے دیکھا ہے، اور زید کا ہاتھ پکڑنا چاہئے تھا، اس لئے میرا فیصلہ ہے کہ زید بے گناہ ہے، اور سزا کا حقدار نہیں ہے، چند لوگ اس فیصلہ سے مطمئن نہ ہو کر دوسرے مولانا سے مسئلہ دریافت کیا، مولانا نے بتایا کہ زید کو غسل کر کے باوضو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر مسجد کے اندر منبر پر بیٹھ کر قسم کھانا ہوگا، پھر اس مسئلہ پر بھی اختلاف ہو گیا، دوسرے مولانا نے زبیدہ کی باتوں پر یقین کر کے زید پر زنا کا الزام سرزد کر دیا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا دلیل کسی پر زنا کا الزام لگانا حرام ہے[1] اسی طرح چوری کا بھی الزام حرام ہے، اگر کوئی

---

[1] القذف فی شرع الرمی بالزنا وهو من الكبائر بإجماع الأمة الخ البحر الرائق ص ۲۹ ج ۵ باب حد القذف، مطبوعه كوئٹه، شامی زكريا ص ۷۹ ج ٦ باب حد القذف، النهر الفائق باب حد القذف، ص ۱۵۳ ج ۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

دعویٰ کرے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے، اوراس پر گواہ شرعی پیش نہ کر سکے، تو پھر دوسرے شخص پر کہ جس پر الزام لگایا گیا ہے، قسم لازم ہوگی، مگر قسم کے لئے نہ منبر شرط، نہ قرآن شریف ہاتھ میں لینا شرط ہے[1] کسی مسلمان کو ذلیل کرنا جائز نہیں، ثبوت زنا کے لئے چار عینی شاہدوں کی گواہی چشم دید ضروری ہے[2] اگر یہ شہادت نہ ہو تو الزام لگانے والے کے لئے نہایت سخت سزا ہے، وہ اسّی کوڑے ہے[3] مگر اس سزا کو دینے کا حق ہر ایک کو نہیں، اس کے لئے سخت شرائط ہیں[4] اس لئے کسی کے متعلق زنا کی تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے[5] انتہائی احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

کسی کو حرامزادہ کہنا

سوال: ۔کسی مسلمان کو شرعاً حرام زادہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟

---

[1] قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ فيمن ادعىٰ على الآخر سرقةً وانكر المدعىٰ عليه يستحلف الخ عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ كتاب السرقة، قبيل الباب الثانى الخ در مختار على الشامى زكريا ص۱۴۶ ج۶ كتاب السرقة.

[2] ويثبت بشهادة اربعة رجال فى مجلس واحد بلفظ الزنا فان بينوه وقالوا رأيناه وطئها فى فرجها كالميل فى المكحلة وعدلو سراً وعلنا حكم به الخ در مختار على الشامى زكريا مختصراً ص۸ تا ۱۰ ج۶ كتاب الحدود، ملتقى الابحر ص۳۳۲-۳۳۴ ج۲ دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۴ تا ۶ ج۵ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] والذين يرمون المحصنٰت ثم لم يأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة الاية سورة النور آيت ۴، بحر ص۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ص۳۶۳ ج۲ باب حد القذف، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۸۰ ج۶ باب حد القذف.

ترجمہ: جولوگ تہمت لگائیں، پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ۔ (بیان القرآن)

[4] تقدم تخريجه: تحت عنوان ''زنا کی سزا'' نمبر (۲)۔

[5] الرمى بالزنا وهومن الكبائر الخ البحر الرائق، ج۵/ص ۲۹/ كتاب الحدود باب حدالقذف، شامى زكريا ص۷۹ ج۶، باب حد القذف، النهر الفائق ص۱۵۳ ج۳ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

گناہ ہے[1] اگر تمام شرائط متحقق ہوں تو کہنے والے پر حدقذف جاری کی جائے گی "ولو قال یاولد الزنا اوقال یاابن الزنا وامه محصنة حدلا نه قذفها بالزنا ،کذافی التمر تاشئی فتاویٰ هندیه۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف غفرلہٗ ۱۹/۲/۵۹ھ

بلاثبوت کسی کو زانی اور سارق کہنا

سوال:۔زید ایک زبردست عالم وفاضل ہے، دسیوں ادارے چلاتا ہے، ہزاروں لوگ اس کے مرید ہیں، منکرات کی مجالس میں شرکت نہیں کرتا ہے، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا، حلال کی کمائی کھاتا ہے، اب بعض لوگ بغیر کسی ثبوت کے اس کو زانی، بدکار اور چور کہتے ہیں، تو ان کہنے والوں کی شرعاً کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے، جسکی سزا حدقذف (اسّی کوڑے) ہے،[3]

---

[1] عن عبد اللّٰه مسعود رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم سباب المسلم فسوق الحدیث،مشکوٰة شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عالمگیری، صفحه ۱۶۲ ج۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب الحدود الباب السابع فی حد القذف الخ، بدائع ص ۴۲ ج۷ کتاب الحدود واما الذی یرجع الی المقذوف به فنوعان الخ، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی، حاشیة الشلبی ص ۲۰۱ ج۳، باب حد القذف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] اذاقذف الرجل رجلاً محصناً اوامرأة محصنةً بصریح الزنا وطالب المقذوف با لحد حده الحاکم ثمانین سوطاً الخ عالمگیری ،ج ۲/ص ۱۲۰/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود الباب السابع فی حد القذف الخ ، البحر الرائق ص ۳۰ ج۵ باب حد القذف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۳۶۳ ج۲ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اور دوسرے جھوٹے الزام لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے[1] مگر حدقذف جاری کرنے کی شرائط یہاں موجود نہیں، اس لئے جاری نہیں کی جاتی ،جس پر تہمت لگائی ہے،اس سے معافی مانگنا اورتوبہ کرنا ضروری ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

اپنے ولدالحرام ہونے کا اقرار

سوال:۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں ولدالحرام ہوں یہ گناہ میرے اوپر ہے یا یہ کہ میری والدہ پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا اس کہنے والے کو تحقیق ہے کہ وہ ولدالحرام ہے،اگر تحقیق کر چکا ہے،اوروالدہ نے زنا کا اقرار کر کے اس کو بتایا ہے تب تو والدہ گنہگار ہے،اگر تحقیق نہیں کیا تو کہنے والا خود گنہگار ہے کہ اپنی والدہ پر زنا کا الزام لگاتا ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمو گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف یکم جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

---

[1] وفی شرع الرمی بالزنا وھومن الکبائر باجماع الامة الخ ،البحرالرائق ،ج۵/ص ۲۹/ (مطبع الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود ،اول باب حدالقذف، شامی زکریا ص ۷۹ ج۶ باب حد القذف، النهر الفائق ص۱۵۳ ج۳ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] واما ان کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبة فیجب فی التوبة فیها مع ما قدمناه فی حقوق اللّٰه ان یخبر اصحابها بما قال من ذلک ویتحلل منهم الخ شرح فقه اکبیر ص۱۹۵ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[3] الرمی بالزنا وهومن الکبائر باجماع الامةالخ البحرالرائق ،ج ۵/ ص ۲۹/(مطبع الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود باب حد القذف، شامی زکرا ص ۷۹ ج۶ باب حد القذف، النهر الفائق ص۱۵۳ ج۳ باب حد القذف، دار الکتب العلمیة بیروت.

تہمت زنا لگانے والے سے ترک تعلق

سوال:۔زید نے بکر کی لڑکی پر ناجائز حمل کے گرائے جانے کا الزام لگایا بکر نے افواہ سنکر قرب وجوار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ یہ الزام قطعی جھوٹ اور غلط ہے، جس پر پنچایت نے زید سے ثبوت پہنچانے کا مطالبہ کیا، زید نے پنچوں کے سامنے بیان دیا کہ پہلے سے کچھ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ہم گواہی دیں گے، لیکن جب میں نے برادری کے سامنے ظاہر کیا تو جو لوگ ثبوت میں تھے وہ کہنے پر تیار نہیں ہیں، میں تنہا حلف دے سکتا ہوں کہ بات سچ ہے، اور دوسرا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں ہے، زید کے اس بیان پر پنچایت نے فیصلہ دیا کہ تنہا زید کا بیان یا حلف قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ زید اور بکر میں خانگی رنجش چل رہی ہے، اور زید بذات خود صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی نہیں ہے، اور پنچایت نے بہتان تراشی کے جرم میں متفقہ طور پر زید کو ترک برادری رکھنے کا فیصلہ کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں شرعاً زید کو کاذب قرار دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "**فان لم یاتو ابالشهداء فاولئک عند الله هم الکاذبون**[1]"، اگر شرعی حکومت ہو تو ایسے شخص کے اسّی کوڑے لگائے جائیں، اور آئندہ کے لئے بھی کسی معاملہ میں اسکی گواہی قبول نہیں ہوگی[2]، اب جب کہ یہاں اس کی قدرت نہیں تو اس کو ترک تعلق کی سزا دینا درست ہے یہاں تک کہ وہ اپنی

---

[1] سورۃ النور آیت ۱۳/ ترجمہ:۔سو جس حالت میں یہ لوگ نہیں لائے گواہ تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[2] والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوبار بعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولاتقبلوالهم شهادة ابداً الایة . (سورة النور،آیت ۴) بحر ص ۳۰ ج ۵ باب حد القذف، مطبوع کوئٹہ، النهر الفائق ص ۱۵۳ ج ۳ باب حد القذف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

حرکت پر نادم ہوکر سچی توبہ کرے، اور اپنی اصلاح کرے، اور اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۹ھ

شراب نوشی کی سزا

سوال: ۔شراب نوشی کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ۔

اسلامی حکومت ہو تو کوڑے لگائے جائیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] نهیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلا منا ایهاالثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ،ج۷/ص ۹۸/ (مطبوعه دار ابن کثیر بیروت) کتاب الرقاق باب یهجرمن ظهرت معصیته، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهٰی من التهاجر الخ مطبوعه اصح المطابع بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] وحدالسکر والخمر ولوشرب قطرةً ثمانون سوطاً الخ البحرالرائق،ج۵/ص۲۸/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب الحدود باب حدالشرب، ملتقی الابحر ص۶۰-۳۵۹ج۲ کتاب الحدود، باب حد الشرب، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۶۰ ج۲ کتاب الحدود، الباب السادس فی حد الشرب، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

قصاص اور دیت کے احکام

خون کی دیت

سوال:۔زید عام راستے سے چلا جارہا تھا، پیچھے سے اسکوٹر سوار کے اسکوٹر کی ٹکر سے ایکسڈینٹ ہوگیا، جس سے زید فوت ہوگیا، لہٰذا مقتول کے اولیاء کو قاتل اور قاتل کے اولیاء سے صلح علی المال کا حق ہے، یا نہیں؟ اگر زید کے اولیاء کو مال لے کر صلح کرنے کا حق ہے تو اس کی آخری حد کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صلح علی المال کا حق ہے، قتل خطاء میں دیت کی مقدار متعین ہے، اس سے زیادہ پر صلح کا حق نہیں، اگر سونا دیت میں لیا جائے، تو ایک ہزار دینار سے زائد نہ ہو، اگر دیت مقررہ کی جنس کے علاوہ لی جائے، تو اس میں کوئی قید نہیں، مثلاً غلہ لیا جائے۔

”وصح (الصلح) فی العمدباکثر من الدیة والارش اوباقل لعدم الرباوفی الخطاء کذالک لاتصح الزیادة لان الدیة فی الخطاء مقدرة حتی لوصالح بغیر مقادیر ھا صح کیف ماکان بشرط المجلس لئلا یکون دیناً

بدین اھ (درمختار)حتی لوصالح افاد ان الکلام فیما اذاصالح علیٰ احدمقادیر الدیة وصح مائة بعیرا والف دینار اوعشرة اٰلاف درھم (شامی مختصر[1]، ج۴/ص ۷۴۶/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۳ھ

قتل کی سزا

سوال:۔ جومسلمان کسی مسلمان کوکسی دنیوی معاملہ میں برسبیل دشمنی وعداوت قتل کردے، اوراس قاتل کوموجودہ حکومت ثبوت قتل ہوجانے پرسزائے موت یعنی پھانسی دیدے،تو کیا قاتل کے ذمہ سے قصاص شرعی ادا ہوجائے گا،اورآخرت کے مواخذہ سے کچھ بچت ہوجائے گی،یا کیونکر؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ قاتل کوسزائے موت مل گئی اورمقتول کے ورثاء نے حکومت سے سزادلائی ہے تو قصاص ہوگیا،اگرچہ شرعاقصاص میں قتل کیا جاتا ہے، پھانسی نہیں دی جاتی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح سعیداحمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص ۶۳۴/ مطبوعہ زکریا ،ج۸/ص۴۱۴/ اول کتاب الصلح. مجمع الانھر ص۴۲۹ج۳ کتاب الصلح تحت فصل یجوز الصلح الخ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۳۱۰ج۸ کتاب الجنایات، باب القصاص الخ فصل فی الصلح علیٰ مال الخ مطبوعہ کوئٹہ.

[1] ویقتله بالسیف ویحزرقبته واذا أراد ان یقتله بغیر السیف منع عن ذٰلک ولوفعل ذٰلک یصیر مستوفیا حقه بأ ی طریق قتله الخ عالمگیری، ج۶/ص۷/(مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الجنایات الباب الثالث فیمن یستوفی القصاص، در مختار علی الشامی زکریا ص۱۷۹ ج۱۰ کتاب الجنایات فصل فیما یوجب القود الخ، سکب الانھر علی ھامش المجمع ص۳۱۷ج۴ کتاب الجنایات، فصل ما یوجب القصاص الخ، دار الکتب العلمیة بیروت.

اگر تادیباً مارنے سے موت واقع ہوجائے

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرجانے کے بعد بیوی مرحومہ کی بیوہ بہن سے نکاح کیا، بیوہ بہن کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی کسی معاملہ پر ایک روز اس شخص نے اس لڑکی کو مارا دفعتاً لڑکی چند گھنٹے بعد مرگئی، درحقیقت اس شخص کا ارادہ جان سے مارنے کا نہ تھا، تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے مارنے سے وہ لڑکی مرجائے، اس کے ذمہ ضمان واجب ہے، "**کضرب المعلم اجماعاً وان الضرب باذنهما لاضمان علی المعلم اجماعاً. کذافی الدرالمختار والمحیط، ردالمحتار، ج ا ص۴۰۱**"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] درمختار کراچی ،ج۶/ص ۵۶۶/ مطبوعه زکریا ،ج۱۰/ ص۲۳/کتاب الجنایات قبیل باب الشهادات فی القتل الخ ، سکب الانهر ص۳۳۳ج۴ کتاب الجنایات، قبیل باب الشهادة فی القتل الخ، فتاویٰ قاضیخاں ص۴۴۴ج۳ کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة، مطبوعه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

تعزیر کے احکام

کسی کو شیطان کہنا

سوال:۔ کسی شخص کو شیطان کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص شیطانی کام کرتا ہے، تب بھی اس کو شیطان نہیں کہنا چاہیے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گالی دینے کی سزا

سوال:۔ مسمیٰ احمد یٰسین نے اپنی ماں، اپنی بہن، اپنی بھانجی اور اپنے بہنوئی کو گالیاں دی ہیں، جس کے گواہ موجود ہیں، ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ تاکہ اس کو برادری شرعی سزا دے سکے؟

---

[1] قال النووی اتفق العلماء علیٰ تحریم تلقیب الانسان بمایکرہ سواء کان صفة لہٗ الخ تفسیر روح المعانی، ج۲۶/ص۱۵۴/ تحت قولہ تعالیٰ ولاتنابزوا بالالقاب الایة سورۂ حجرات آیت ۱۱.

الجواب حامداً ومصلیاً

گالی دینا بہت بری بات ہے، فسق ہے[1]، اسکی عادت ڈالنا منافق کی علامت ہے[2] گالی دینے والے کو لازم ہے، کہ ایسی عادت سے باز آئے، توبہ کرے، جس کو گالی دی ہے، اس سے معافی مانگے، آئندہ کو عہد کرے کہ آئندہ کبھی گالی نہیں دونگا[3] جس کا جس قدر شریعت نے احترام لازم قرار دیا ہے، برابر احترام ملحوظ رکھے، بعض گالی ایسی ہیں کہ جس پر تعزیر آتی ہے، جو کہ قاضی شرعی کا حق ہے، کہ جتنے کوڑے مناسب سمجھے لگائے، حد کے کوڑے تک نہ پہنچے[4] بعض گالی ایسی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے حد لازم آتی ہے، جس کا حق امام اعظم سلطان وقت کو ہوتا ہے، اوروں کو نہیں ہوتا[5] اسلئے ایسی سزا اس ملک میں دینا دشوار ہے، نیز اس کے لئے شرائط ثبوت بھی ہیں کہ بغیر ان کے تحقق کے ثبوت نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۵ھ

---

[1] عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر. مشکوٰۃ شریف، ص۴۱۱ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، الفصل الاول.

[2] عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا أؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر، مشکوٰۃ شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[3] وأما إن کانت المظالم فی الاعراض کالقذف والغیبۃ فیجب فی التوبۃ فیھا مع ما قدمناہ فی حقوق اللّٰہ ان یخبر اصحابھا بما قال ذلک ویتحلل منھم الخ شرح فقہ اکبر ص۱۹۵، بحث التوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دھلی.

[4] التعزیر ھوضرب دون الحد للتأدیب (وقال بعد ورقۃ) کل من ارتکب منکراً اواذیٰ مسلماً بغیر حق بقولہ اوبفعلہ وجب علیہ التعزیر الخ البحرالرائق، ج۵/ص ۴۰-۴۳/ (مطبوعہ الماجدیہ کویٹہ) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، النھر الفائق ص۱۶۴ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[5] فیشترط الإمام لإستیفاء الحدود، شامی کراچی ص۵۴۹ ج۶ کتاب الجنایات، مبحث شریف، عالمگیری ص۱۴۳ ج۲ کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، النھر الفائق ۱۲۴ ج۳ کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

گالی دینا

سوال:۔ ہماری برادری میں ایک شادی غیر شرعی رسوم اور ڈھول باجوں کے ساتھ ہوئی، اب ایسے رشتہ کی وجہ سے چار بھائی محمد بشیر، گلاب الدین، عبدالخالق، محمد صادق ولد ناصر الدین ایک دوسرے کو گالی گلوچ ماں باپ کو دیتے ہیں، ان میں سرفہرست ہیں، محمد صادق گالی دیتا ہے، عبدالخلالق کی بیوی کو اور عبدالخالق گالی دیتا ہے، محمد صادق کی بیوی کو گلاب الدین کی رپورٹ ہے کہ میں ان سب کا بڑا بھائی ہوں، جو کہ باپ کی جگہ ہے، ماسٹر محمد بشیر صاحب جب کوئی بات کہتا ہے تو کہتا ہے کہ تیرے منہ میں پیشاب کروں، لہٰذا ایسے آدمیوں کے لئے قرآن وحدیث میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گالی دینا اور کسی کی بیوی پر بہتان لگانا خاص کی بڑے بھائی کو گالی دینا شرعاً نہایت برا ہے، اس کی معافی مانگنا ضروری ہے[1] آئندہ کو پورا پرہیز کریں، احادیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور یہ منافق کی علامت ہے۔ (کذا فی مسلم)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرک وبدعت کی سزا

سوال:۔ جان بوجھ کر شرک وبدعت کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، جوابات

---

[1] وأما ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها مع ما قدمناه فى حقوق اللّٰه ان يخبر اصحابها بما قال ذلك ويتحلل منهم الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۹۵ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائي دهلى.

[2] عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضى اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر الخ مسلم شريف، ج ۱/ص ۵۸/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب الايمان.

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

مع حوالہ اقوال نبی علیہ السلام وفقہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ سند ونص صریح سے عنایت فرمائیں، نیز کسی کے منع کرنے پر جواب دیتے ہیں کہ براضرور ہے منع ہے، مگر باپ دادا کے وقت سے ہوتا آتا ہے، کیسے چھوڑا جائے، چھوڑنے پر لوگ ندامت بنائیں گے، اور باپ دادا کا نام مٹ جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیا

شرک سب سے بڑا گناہ ہے[۱] اس کی عدم مغفرت کی قرآن کریم میں وعید ہے[۲] اگر اسلامی حکومت ہو اور کوئی مسلمان شرک یا کفر کرے، جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے، اور توبہ نہ کرے، بلکہ اپنے ارتداد پر باوجود فہمائش کے جما رہے، تو حکومت اسلامی اس کو قتل کرادے گی، اور بدعت اگر شرک وکفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کے مرتکب کو تعزیر کرے گی، اب جبکہ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ دشوار ہے، تو مشرک سے بالکل تعلق قطع کر دیا جائے، رشتہ داری، سلام کلام، میل جول، سب کچھ اس سے ترک کر دیا جائے، ''**لقوله تعالیٰ فاعرض عمن تولیٰ عن ذکرنا**[۳]''، **الایة ولقوله تعالیٰ یاایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفرو بما جاء کم من الحق**[۴]''، **الایة**.

حدیث شریف میں آتا ہے ''**من بدل دینه فاقتلوه**'' **رواه البخاری**[۵] بحرالرائق

---

[۱] **قال اللّٰه تعالیٰ إنَّ الشرکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ الآیة، سورۂ لقمان آیت ۱۳.**

[۲] **ان اللّٰه لایغفر ان یشرک به الایة .سورة النساء آیت ۴۸/.**

ترجمہ:۔بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے، الخ (از بیان القرآن)

[۳] سورۃ النجم، آیت ۲۹/ **ترجمہ**:۔تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے (از بیان القرآن)

[۴] **سورۂ ممتحنه آیت ۱/.**

ترجمہ:۔اے ایمان والوں تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔(از بیان القرآن)

[۵] **بخاری شریف، ج۲/ص ۱۰۲۳/رقم الحدیث ۶۶۵۵/باب حکم المرتد الخ کتاب استتابة المعاندین والمرتدین وقتالهم.**

ترجمہ:. جو اپنے دین کو بدل دے اس کو قتل کر ڈالو۔

میں ہے، "یعرض الاسلام علیٰ المرتد وتکشف شبهته ویحبس ثلٰثة ایام فان اسلم والا قتل، بحر، ج۵/ص ۱۲۵/[1] وکل مرتکب معصیة لاحدفیها فیها التعزیر، درمختار، ج۳/ص ۲۸۱/[2] اور بدعتی سے بھی قطع تعلق کردیا جائے، تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے۔[3] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ج۱/۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور // // //

بیوی سے وطی فی الدبر کی سزا

سوال:۔ایک شخص نے اپنی منکوحہ بالغہ اور زوجہ کی بہن نابالغہ سے اغلام کا قبیحہ گناہ کیا، تو اس کی سزا کیا ہے؟ (لیکن قانون سرکاری کی رو سے باہر ہو) نکاح بھی ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اس گندے فعل کے کرنے اور تائب ہونے کے دوسال بعد یہ نکاح کس طرح سے ہوسکتا ہے، دوسرے مرد سے نکاح ہوسکتا ہے یا اسی شوہر سے نکاح درست ہے؟ ایسی صورت میں طلاق کا حاصل کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ آیا طلاق پڑ جائے گی یا نہیں، شوہر زوجہ، سالی تینوں سزا کے

---

[1] البحر الرائق ص۱۲۵ ج۵ (مطبوعه الماجدیه کوئٹه) باب احکام المرتدین، کتاب السیر)، درمختار علی الشامی زکریا ص۳۵۹ ج۶ کتاب الجهاد، باب المرتد، النهر الفائق ص۲۵۳ ج۳ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] در مختار زکریا، ج۶ ص۱۱۳، کتاب الحدود، باب التعزیر، بحر ص۴۲ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] قوله نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص۹۸ ج۷ کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته عنه مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهی من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

مستحق ہیں، یا نہیں؟ اور تائب ہونے کی صورت میں سزاء عقبیٰ سے محفوظ رہنے کی کیا سبیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کی سزا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام یعنی حاکم وقت کی رائے پر ہے، کہ خواہ اس کو حبس دوام کی سزا دیوے خواہ کوڑے لگائے، خواہ کسی بلند جگہ سے گرا کر اس پر پتھر مارے، خواہ اس کے اوپر دیوار گرادے، خواہ اس کو آگ میں جلادے، اور اگر یہ فعل اس کی عادت بن گیا ہو، تو اس کو قتل کرڈالے، نابالغہ پر سزا کچھ نہیں، البتہ ایسے فعل سے بچنا ضروری ہے، زوجہ نے اگر خوشی سے یہ فعل کرایا ہے، یا باوجود قدرت کے اس سے بچنے کی کوشش نہیں کی، تو اس کی بھی یہی سزا ہے، اگر اس کے ساتھ جبراً ایسا کیا گیا ہے، تو پھر اس کے لئے یہ سزا نہیں، اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، بلکہ بدستور باقی ہے، اگر طلاق دے گا، تو بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح درست ہوگا، ورنہ دوسرے سے نکاح درست نہیں، صدق دل سے توبہ کرلینے کے بعد سزاء عقبیٰ سے محفوظ رہنے کی توقع ہے۔

(ولایحد) بوطء دبر (قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبده اوامته اوزوجته فلاحدا جماعاً بل یعزر قال فی الدر : ربنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار اوالتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی : والجلد اصح وفی الفتح : یعزرویسجن حتیٰ یموت اویتوب ولواعتاد اللواطة قتله الامام سیاسة قلت وفی النهر : معز یاللبحر التقیید بالامام یفهم ان القاضی لیس له الحکم بالسیاسة، درمختار ،ص ۲۴۰/[1]

---

[1] شامی زکریا، ج۶/ص ۳۸/ مطبوعه کراچی ،ج۴/ص ۲۷/ کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد الخ ، بحر ص۱۶ ج۵ کتاب الحدود، باب وطیء الذی یوجب الحد الخ مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۵۰-۳۴۹ ج۲ کتاب الحدود، باب وطی الذی یوجب الحد الخ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

یہ سزا شرعی قانون کی رو سے ہے اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اس سزا کو جاری نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر ایسے شخص سے تعلقات ترک کئے جائیں، تا کہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ر شوال ۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ر شوال ۵۳ھ

وطی بہیمہ

سوال: ۔زید نے حیوان سے ارتکاب زنا کیا اور حدیث شریف میں وارد ہے "**من اتی البھیمۃ فاقتلوہ و اقتلوا البھیمۃ**" اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حیوان موطوءۃ سے انتفاع وغیرہ حاصل کیا جا سکتا ہے یا نہ؟ اور زید سے بحکم شرع شریف کیا معاملہ کیا جاوے گا، تمام شقوں کو مبرہن بحوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمادیں، اور معنی حدیث موصوف بھی واضح کیا جاوے، اور حیوان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ولا یحد بوطی بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ، مجتبی، وفی النھر: الظاھر انہ یطالب ندبا لقولھم تضمن بالقیمہ اھ درمختار، ج۳/ص ۲۳۸/[2] وماروی عن عمرؓ انہ اتی برجل وقع فی بھیمۃ

---

[1] قولہ نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کلامنا ایھا الثلاثۃ، ھو دلیل علیٰ وجوب ھجران من ظھرت معصیتہ فلا یسلم علیہ إلا ان یقلع وتظھر توبتہ، المفھم شرح تلخیص المسلم، ص۹۸ ج۷ کتاب الرقاق، باب یھجر من ظھرت معصیتہ الخ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینھیٰ عنہ من التھاجر الخ مطبوعہ بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالکؓ الخ مطبوعہ رشیدیہ دھلی. (حاشیہ ۲ آئندہ صفحہ پر)

فعزر الرجل وامر البهيمة فاحرقت كان لقطع التحدث به لانه مادامت باقيةيتحدث الناس به فيحرقه بالنار بذٰلک لالان الاحراق واجب ثم ان كانت الدابة ممالايؤكل لحمها تذبح وتحرق لماذكرنا وان كانت مما يؤكل لحمها تذبح توكل عندابی حنيفةؒ وقالاتحرق هذه ايضاً هذا ان كانت البهيمة للفاعل وان كانت لغيره يطالب صاحبها ان يدفعها اليه بقيمتها ثم تذبح هكذا ذكروا، ولايعرف ذٰلک الاسماعافيعمل عليه اھ زيلعی، ج۳/ص ۱۸۱/[1] قال الاتقانی وقال شمس الائمة السرخسی الاحراق جائز وليس بواجب فان كانت الدابة مما يؤكل لحمها تذبح وتوكل ولاتحرق بالنار علی قول ابی حنيفةؒ وقال ابويوسفؒ تحرق بالنار اھ شلبی"[2]

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ زید پر حد زنا تو واجب نہیں البتہ مستحق تعزیر ہے، حیوان مذکور اگر ماکول اللحم ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ذبح کرنا اور کھانا شرعاً درست ہے اگر غیر ماکول اللحم ہے اور وہ خود زید کا ہے تو زید کو چاہئے کہ اس کو ذبح کر کے جلادے، لیکن یہ جلانا واجب نہیں، بلکہ جائز یا مستحب ہے، جس کی بعض مصالح زیلعی سے منقول ہوئیں، اگر زید کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے، تو اس سے قیمت لے کر جلادے، اور اس مالک پر جبر کرنا درست نہیں بلکہ مالک کو مستحب

(گذشتہ کا حاشیہ) [1] درمختار کراچی، ج۴/ص ۲۶/ مطبوعه زکریا، ج۶/ص ۳۶/ کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد الخ، مجمع الأنهر ص۳۴۸ج۲ کتاب الحدود، باب وطی الذی یوجب الحد الخ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۱۷ ج۵ باب وطی الذی یوجب الحد الخ مطبوعه کوئٹه، بدائع کراچی ص۳۴ج۷ کتاب الحدود، فصل واما بیان اسباب وجوبها الخ.

(صفحہ ہذا) [1] زیلعی، ج۳/ص ۱۸۱/ (مطبوعه امدادیه ملتان پاکستان) کتاب الحدود باب الوطئ الذی یوجب الحد الخ.

[2] شبلی علیٰ الزیلعی، ج۳/ص ۱۸۲/ (مطبوعه امدادیه ملتان) کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد، بحر ص۱۷ ج۵ باب الوطی الذی یوجب الحد الخ مطبوعه کوئٹه، بذل المجهود ص۱۵۳ ج۵ کتاب الحدود، باب فی من اتی بهیمة، طبع رشیدیه سهارنپور.

ہے کہ زید کو دیدے!

حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے "قیل انما امر بقتلها لئلا یتولد منه حیوان علی صورة انسان اوانسان علی صورة حیوان وقیل کراهیة ان یلحق صاحبها خزی فی ابقائها وقیل یقتل ویحرق وذهب الائمة الاربعة ان من اتی بهیمة یعزرولا یقتل والحدیث محمول علی الزجروالتشدید اھ بذل المجهود شرح ابی داؤد شریف، ج۵/ص۵۳ ا/[1] قال صاحب العنایة : وماروی ان من اتی بهیمة فاقتلوه شاذ ولوثبت فتاویله مستحل ذٰلک الفعل وقال ابن الهمام بعد الکلام علی تضعیف الحدیث : وضعفه ابوداؤد بطریق اٰخر وهوانه روی عن ابن عباسؓ موقوفاً علیه لیس علی الذی اتی البهیمة حدو هوالذی روی عنه الرفع عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بقتلها ومحال ان یرفع عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم القتل ثم یخالفه وکذا اخرجه الترمذ والنسائی وقال الترمذی هذا اصح من الاول، الکوکب الدری، ج ا/ص ۴۰۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپو ۲۰/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ ۵۸ھ

---

[1] بذل المجهود ص۵۳ ا ج۵، مطبع یحیوی سهارنپور، کتاب الحدود، باب فی من اتیٰ بهیمةً.

[2] الکوکب الدری، ج ا/ص ۴۰۵/ (مطبوعه یحیوی سهارنپور) ابواب الحدود، باب المرأة استکرهت علیٰ الزنا.

بہوؤں کو سخت لفظ کہنے پر حد

سوال:۔ مسمیٰ ایوب شاہ نے روبرو دو آدمیوں کے اپنی حقیقی بہو اور اپنے حقیقی بھتیجے کی عورت کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا کہ میں قبل ازاں ان کو نصیحت کرتا رہا کہ پردہ کیا کرو، لیکن انہوں نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا، اب میں بجائے نصیحت کے ان بہوؤں پر پیشاب کرونگا، تو کیا ایسے شخص پر حد واجب ہوگی، ایسے شخص کے متعلق از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے الفاظ کا استعمال کرنا سخت مذموم وناپسند ہے[1] آئندہ ہرگز ایسے الفاظ نہ کہیں، استغفار کریں، کوئی حد ان کو نہ لگائی جائے کہ حد واجب نہیں[2] البتہ بہوؤں کے ساتھ نرمی وشفقت کا معاملہ کرنے کی تاکید کی جائے، اور ان کو بھی تاکید کی جائے، کہ وہ شریعت کے مطابق پردہ کا اہتمام رکھیں، بے پردگی میں بہت فتنے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

بچوں کو تادیباً مارنا

سوال:۔ بچوں کو جو حضرات تعلیم دیتے ہیں، وہ ان کو مارتے بھی ہیں، مرغا بناتے ہیں

---

[1] عن عب اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] اس لئے کہ اس پر حد کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، "والحد فی الشریعۃ العقوبۃ المقدرۃ حقا للّٰہ تعالیٰ. عالمگیری، ج۲/ص ۱۴۲/ (مطبع کوئٹہ) اول کتاب الحدود، البحر الرائق ص۲ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص ۳۳۱ ج۲، کتاب الحدود، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

تو اس میں کس قدر گنجائش ہے، اور اگر کسی کو مارا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بے خطا ہے، تو کیا صورت تلافی کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں کے اولیاء کی اجازت سے بضرورت تعلیم مارنا سزا دینا شرعاً درست ہے، مگر بچوں کے تحمل سے زائد نہیں، ایک دفعہ تین ضربات سے زیادہ نہ مارے لکڑی وغیرہ سے نہ مارے۔ کذافی ردالمحتار، ج۵/ص ۴۴۵/[1] قبیل احیاء الموات.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الاول ۶۴ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

استاذ شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے

سوال:۔ استاذ اپنے شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے؟ کیا شریعت نے اس کی کوئی حد مقرر کی ہے، ایک مولوی صاحب فرمارہے تھے کہ استاذ اپنے شاگرد کو تین چھڑی سے زائد نہیں مار سکتا، اگر مارا تو یہ ظلم ہوگا، احقر کہتا ہے کہ اگر طالبعلم تین چھڑی کھانے کے باوجود سبق یاد نہ کرتا ہو

---

[1] أما المعلم فله ضربه لان المامور بضربه نيابة عن الاب لمصلحة والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك ابيه لمصلحة التعليم وقيده الطرسوسي بأن يكون بغير آلة جارحة وبأن لايزيد علىٰ ثلاث ضربات الىٰ قوله يضرب الصغير باليد لابالخشبة الخ شامي زكريا، ج۹/ص ۶۱۶/ مطبوعه كراچي، ج۶/ص ۴۳۰/ كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، قبيل احياء الموات، طحطاوي على الدر ص ۱۷۰ ج ۱ كتاب الصلاة، مطبوعه دار المعرفة، بيروت، البحر الرائق ص ۴۹ ج۵ باب حد القذف، فصل في التعزير، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

،شرارت سے باز نہ آتا ہو، تو اس صورت میں استاذ اگر اپنے شاگرد کو نیک نیتی سے اور اس کی خیرخواہی کی خاطر اور اس کی اصلاح کی خاطر اور اس کو سبق یاد ہونے کی خاطر اور طالبعلم اپنی شرارت سے باز آنے کی خاطر اپنے شاگرد کو تین چھڑی سے زائد مارے تو کیا یہ جور وظلم ہوگا، اور عنداللہ ظالم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹے بچوں کو بغیر چھڑی وغیرہ کے صرف ہاتھ سے وہ بھی انکے تحمل کے موافق تین چپت تک مارسکتا ہے، وہ بھی سر اور چہرہ کو چھوڑ کر یعنی گردن اور کمر پر، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، ورنہ بچہ قیامت میں قصاص لیں گے، بچوں پر شفقت اور نرمی کی جائے، اب پیٹنے کا دور تقریباً ختم ہوگیا، اس کے اثرات اچھے نہیں ہوتے، بچے بے حیا اور نڈر ہوجاتے ہیں، مار کھانے کے عادی ہوکر یاد نہیں کرتے، بلکہ اکثر تو پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں، شامی میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اس سلسلہ میں حدیث بھی نقل کی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

بچوں کو سزا دینے کی حد

سوال:۔ اساتذہ تلامذہ کو لکڑی سے مارتے ہیں، اوبعض حضرات تو بڑی بے رحمی

---

[1] وان وجب ضرب ابن عشر علیها بیدلابخشبة (قوله بید) ای ولا یجاوز الثلاث وکذا المعلم لیس له ان یجاوز هاقال علیه الصلوٰة والسلام لمرداس المعلم ایاک ان تضرب فوق الثلاث فانک اذاضربت فوق الثلاث اقتص اللّٰه منک، درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۳۵۲/ اول کتاب الصلوٰة، ایضا شامی زکریا ص ۶۱۶ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، قبیل احیاء الموات، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

سے مارتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''هی فرض عین علیٰ کل مکلف وان وجب ضرب ابن عشر علیها بید لابخشبة لحدیث مروااولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبع واضربواهم علیها وهم ابناء عشر اھ درمختار قال الشامی : فی قوله بیدای ولا یجاوز الثلات وکذالک المعلم لیس له ان یجاوزها قال علیه الصلوٰة والسلام : لمرد اس المعلم ایاک ان تضرب فوق الثلاث فانک اذاضربت فوق الثلاث اقتص اللّٰه منک اھ وظاهره انه لایضرب بالعصافی غیرالصلوٰة ایضاً(قوله لابخشبه) ای عصا ومقتضی قوله بید ان یراد بالخشبة ماهوالا عم منها ومن السوط افاده (قوله لحدیث الخ)استدلال علی الضرب المطلق واما کونه لابخشبة فلان الضرب بها وردفی جنایة المکلف اھ ردالمحتار ،ج ۱/ ۲۳۵/ ''[1]

عبارت منقولہ سے امر مسئول عنہ کا حکم بالتفصیل معلوم ہوگیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بچوں کو سزا دینے کی حد

سوال:۔ تعلیم وتربیت دونوں کے لئے بسا اوقات تضریب کی ضرورت پڑتی ہے، تو کیا اس پر عنداللہ مواخذہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بقدرِ ضرورت ایک دوتین چپت تحمل کے موافق گردن اور کمر پر مارنے کی گنجائش ہے

[1] درمختار مع الشامی زکریا ،ج ۲ ص ۵ ومطبوعه کراچی، ج ۱ ص ۳۵۲ اول کتاب الصلوٰة.

لکڑی یا کوڑے یا جوتے وغیرہ سے اجازت نہیں، حق سے زائد مارنے پر یہ بچے قیامت میں قصاص لیں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرارت پر بچوں کو سزا کتنی دیجائے

سوال: ۔طلباء کو ان کی شرارت پر یا سبق یاد نہ کرنے پر ہاتھ سے قمچی سے پٹائی کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کی جاسکتی ہے تو کتنی قمچی تک، جواب سے براہِ کرم مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم شرارت اور مزاج کے ساتھ قوت برداشت کی رعایت لازم ہے، چھوٹے بچے کو تین چپت سے زیادہ نہ ماریں، وہ بھی سر اور چہرے پر نہیں اور قمچی سے سزا نہ دیں، بڑوں کو زیادہ کی سزا بھی دے سکتے ہیں، جب کہ کم سزا مفید نہ ہو اور زیادہ کے مفید ہونے کی توقع ہو اور زیادہ سزا اقل حد تک نہ پہنچے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۲/۸۹ھ

---

[1] والخامس أن لایضرب الصبیان ضربا مبرحاً ولایجاوز الحد فانه یحاسب یوم القیامة، عالمگیری، ج۵/ص ۳۷۹/ مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب الثلاثون فی المتفرقات) یضرب الصغیر بالید لابالخشبة ولایزید علیٰ ثلاث ضربات الخ شامی زکریا، ج۹/ص ۶۱۶/مطبوعه کراچی، ج۶/ص ۴۳۰/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، قبل احیاء الموات، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة مطبوعه دار المعرفة بیروت.

[2] وان وجب ضرب ابن عشر علیها بید لابخشبة (قوله بید) ای لا یجاوز الثلاث وکذا المعلم لیس لهٗ ان یجاوز ها، درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱/ص ۳۵۲/اول کتاب الصلوٰة، والخامس ان لا یضرب الصبیان ضربا مبرجا ولا یجاوز الحد فانه یحاسب یوم القیامة الخ عالمگیری ص ۳۷۹ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون، فی المتفرقات، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی الدر ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الصلوة، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے کی سزا

سوال:۔ ہم لوگ کریشر میں کام کرنے گئے تھے، ایک روزہ چند مسلمانوں اور غیر مسلموں نے مل کر کھانا کھایا، میں نے پہلے کھایا، بعد میں سب نے کہا کہ یہ تو چماروں کا کھانا تھا، میری برادری نے حقہ پانی بند کر دیا ہے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ چمار ہیں، میرا ایمان باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلطی سے ناواقفیت کی بناء پر اگر خدانخواستہ ناپاک یا مردار کھالے، تب بھی ایمان ضائع نہیں ہوتا ہے[۱]، ہاں معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرے، اگر ناپاک یا مردار نہیں تو معاملہ بالکل صاف ہے[۲]، برادری کو چاہئے کہ حقہ پانی بند نہ کرے، بلکہ بلا کراہت اپنے ساتھ رکھے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۰ھ

---

[۱] ان اللّٰہ تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان الحدیث ابن ماجه شریف، ص۱۴۸/ ابواب الطلاق، باب طلاق المکره والناسی.

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی امت سے خطاء اور نسیان کو درگذر فرمادیا ہے۔

[۲] ولم یذکر محمدؒ الا کل مع المجوس ومع غیره من اهل الشرک انه هل یحل ام لا، وحکی عن الحاکم الامام عبد الرحمن الکاتب انه ان بتلی به المسلم مرة اومرتین فلابأس به الخ عالمگیری، ج۵/ص۳۴۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشرالخ، البحر الرائق ص۲۰۴ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] قال رسول اللّٰہ ﷺ لایحل للرجل أن یهجر اخاه فوق ثلاث لیال الحدیث، مشکوٰة شریف، ص۴۲۷/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب ماینهٰی عنه من التهاجر الخ.

ترجمہ:۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

غیروں سے تعلق رکھنے پر ترک تعلق کی سزا

سوال:۔ ایسے مسلمانوں کے ساتھ جو غیر مسلموں کے ہر ایک کام میں حصہ لیتے ہیں، یا حصہ لے رہے ہیں، کیا ان کے ساتھ ترک تعلقات کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خوش ہو کر حصہ لیتے ہیں تو ان کو سمجھایا جائے، کہ کتنی خطرناک بات ہے، مگر ہر شخص خود سمجھانے کا ارادہ نہ کرے، بلکہ کسی بزرگ یا عالم کے ذریعہ فہمائش کرادی جائے، آج کل عموماً ترک تعلقات سے اصلاح نہیں ہوتی، نہ اس کا نباہ ہوتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ لوگ ملنا شروع کر دیتے ہیں، پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ترک تعلق کرنے والوں ہی سے لوگ کٹ جاتے ہیں ہاں اگر کسی جگہ اصلاح مظنون ہو تو ترک تعلق کی اجازت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۰ھ

بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی عضو کو معطل کر دینا

سوال:۔ ایک شریف خاندان کی لڑکی آوارہ اور سخت بدچلن ہوگئی ہے، بہر چند روک تھام کی جاتی ہے، مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، ایسی صورت میں کسی دوا سے یا کسی عمل سے لڑکی مذکورہ کے جسم کے کسی حصہ کو بے حس وحرکت بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وقوله (نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل علىٰ وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبتة .المفهم شرح تلخيص المسلم ، ج۷/ص ۹۸/ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهٰى عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالكؓ الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال بہت مجمل ہے، جس سے صاف طور پر مطلب حل نہیں ہوتا، اگر یہ مقصود ہے کہ کسی عضو کو معطل کر دیا جائے یا قطع کر دیا جائے، تا کہ اس کی بدچلنی موقوف ہو جائے، تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصاء کی اجازت نہیں دی، ''واما خصاء الاٰدمی فحرام اھ درمختار، ج۵/ص ۲۷۵/[1]

''عن ابی هريرةؓ قال قلت يارسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انى رجل شاب وانا اخاف على نفسى العنت ولا اجد مااتزوج به النساء كانه يستاذنه فى اختصاء قال فسكت عنى ثم قلت مثل ذٰلک فسكت عنى ثم قلت مثل ذٰلک فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ياابا هريرة جف القلم بم انت لاق فاختص علىٰ ذٰلک اوذر ''رواه البخارى، اھ مشكوٰة شريف، ص ۲۰/[2] قوله فاختص علىٰ ذٰلک اوذر ليس هذا اذناً فى اختصاء بل توبيخ ولوم علىٰ الاستيذان فى قطع عضو بلا فائدة. مرقاة[3] حاشيه مشكوٰة، ص ۲۰/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

بیوی کو خطا پر سزا دینا

سوال:۔ اپنی بیوی کو کس کس کام کے لئے مارنا جائز ہے، اور کس جگہ جائز ہے، اور کس جگہ ناجائز ہے، اگر مارے تو شریعت شریف میں کیا حکم ہے؟ مرد اپنی بیوی سے کیا کیا خدمت لے سکتا ہے؟

---

[1] درمختار مع على الشامى زكريا، ج۹/ص ۵۵۷/مطبوعه كراچى، ج۶/ص ۳۳۸/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، سكب الانهر ص ۲۲۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، هدايه ص ۴۷۴ ج۴ كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[2] مشكوٰة، ص ۲۰/ (مطبع ياسرنديم ديوبند) كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر، الفصل الاول.

[3] مرقاة، ج۱/ص ۱۳۳/ (مطبوعه بمبئى) المصدر السابق.

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زوجہ اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے اور اس سے ہنسی مذاق کرے، یا چھوٹے بچے کو رونے کی وجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے، یا کوئی ایسا گناہ کرے، جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے، تو ان سب صورتوں میں مارنا جائز ہے، اور جب شوہر ناحق مارے گا تو گنہگار ہوگا۔ والبسط فی البحر، ج ۵/ص ۴۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۹ھ

شوہر کو حق تعزیر

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی اشرف علی صاحبؒ اپنے بہشتی زیور میں بچہ کو دودھ پلانا عورت پر واجب کہتے ہیں اور عورت کے انکار پر مرد کو جبر کرنے کا حکم نہیں تو اس لئے جب واجب پر جبر کرنے کا حکم نہیں، تو نماز روزہ فرض ہے، اس پر عمل کرانے میں کیا حکم ہے، اور عورت کہنے سے عمل نہ کرے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں عبارتیں بحوالہ حصہ وصفحہ تحریر کریں، نماز، روزہ، اگر ترک کرے تو مرد کو حق ہے کہ

---

[1] وینبغی ان یلحق بہ ما اذا ضربت الولد الذی لا یعقل عند بکائہ ومنہ اذا شتمتہ او مزقت ثیابہ او أخذت لحیتہ او قالت لہ یا حمار ومنہ ما اذا کشفت وجھھا لغیر محرم او کلمت اجنبیاً الخ البحر الرائق، مختصراً، ج۵/ص ۴۹ (مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، النھر الفائق ص ۷۳-۱۷۲ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، حاشیۃ الشلبی علی الزیلعی ص ۲۱۱ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی، ص۷۷ ج۴ باب التعزیر، شامی زکریا ص ۱۲۸ ج۶.

اس کو مناسب سزا دے، ایسے ہی ہر معصیت پر جس میں کہ حد مقرر نہیں۔ کذا فی البحر الرائق، ج ۵/ص ۵۳/[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنیوالے کا حکم

سوال:۔ یہاں پر ایک دردناک واقعہ رونما ہوا، ایک مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا، اچانک یہ راز فاش ہوگیا، اور اس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کے لئے سزا بیان فرمائیں، اور جن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ہے ان کے لئے کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مسلمان نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا اور یہ بات واقعۃً صحیح ثابت ہے تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے، اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہو تو اس کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو[۲]، جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے، وہ استغفار کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۴ھ

---

[۱] والمعنیٰ الجامع للکل انها اذاارتکبت معصیة لیس فیها حد مقدر فان للزوج أن یعزرها الخ البحر الرائق، ج۵/ص ۴۹/(مطبع کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، بدائع زکریا ص ۶۵۱ کتاب النکاح، حکم النکاح الصحیح الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۱۲۹ ج۶ باب التعزیر.

[۲] کل من ارتکب منکراً او آذی مسلما بغیر حق بقوله اوبفعله وجب علیه التعزیر البحر الرائق، ج ۵/ص ۴۳/(مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۱۳ ج۶ باب التعزیر.

دھوکہ سے خنزیر و کتّے کا گوشت لوگوں کو کھلانا

سوال:۔ جو شخص خنزیر یا کتے کا گوشت لوگوں کو کثرت سے دھوکہ دیکر کھلا چکا ہو تو معلوم ہونے کے بعد اس کی شریعت میں کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ سخت تعزیر کا مستحق ہے[1]، جس کی تعیین امام کی صواب دید پر ہے، جس کو تعزیر کا حق ہے، عوام تو اتنا ہی کر سکتے ہیں آئندہ اس پر اعتماد نہ کریں، اس سے میل جول نہ رکھیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۴ھ

شادی میں گولہ داغنے کی سزا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمّیٰ منصرف کے لڑکے کی شادی تھی ، بارات کے دن جب کہ منصرف گھر پر موجود نہیں تھے، تین چار میل کے فاصلہ پر ایک بازار گئے ہوئے تھے، ان کے بھانجے نے جو دوسرے گاؤں کا رہنے والا ہے، ایک گولہ داغ دیا، شام کو قریب

---

[1] کل مرتکب معصیة لاحد فیها، فیها التعزیر الخ ،الدر المختار علی الشامی زکریا ،ج۶/ص ۱۱۳/ کتاب الحدود، باب التعزیر ، البحر الرائق ص۴۳ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة، هو دلیل علیٰ وجوب هجران من ظهرت معصیته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ،ج۷/ص۹۸/(مطبوعه دار ابن کثیر بیروت)کتاب الرقاق باب یهجر من ظهرت معصیته، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهٰی عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی، نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعبؓ بن مالک الخ مطبوعهه رشیدیه دهلی.

بارات روانہ ہوئی، اور راستہ میں ان کے ساتھی مسمیٰ جمیل الدین نے منصرف سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے ساتھ گولے بھی ہیں، اور مکان پر داغے جائیں گے، اس کی تحقیق کرلو، اگر ایسا ہے تو میں نہیں جاؤنگا، چنانچہ منصرف نے اس شخص کا پتہ لگایا تو اس کے پاس گولہ برآمد ہوا، جس کو انہوں نے چھین لیا، اور پھر داغا نہیں گیا، اس سلسلہ میں گاؤں والوں نے ۵۱/روپیہ جرمانہ کیا اور ان کے ساتھیوں پر پانچ جمعہ مسجد میں پانی بھرنے کی سزا دیدی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت مسئولہ میں جب کہ منصرف کسی طرح ان کا

معاون وحامی نہ تھا، اس پر یہ تعزیر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) گاؤں ایک برادرانہ پنچایت میں جھگڑے کے اندیشہ سے منصرف حاضر نہیں ہوا، تو گاؤں نے اس کی غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کردیا، اس کا یہ اخراج شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ منصرف کسی خطا اور جرم کی بناء پر مطلوب بھی نہ تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر واقعہ اسی طرح ہے تو منصرف کو تعزیر کرنا سزا دینا شرعاً درست ہی نہیں[۱]

(۲) بلا جرم برادری سے خارج کرنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

---

[۱] الالایجنی جان الاعلی نفسه الحدیث، ترمذی شریف، ج۲/ص۳۸/ابواب الفتن، باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال (مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ: آگاہ ہوجاؤ کہ ہر مجرم کے گناہ کا وبال صرف اسی کے اوپر پڑتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل : مالی جرمانہ کے احکام

گناہ پر مالی جرمانہ

سوال:۔ اگر کسی مسلمان سے گناہِ کبیرہ یا صغیرہ صادر ہوجائے، تو توبہ شرعی کے بجائے، تاوان یا جرمانہ اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ جرمانہ شریعت کے اندر ہے، یا نہیں؟ لیکن صحیح احادیث نبویہ وقدسیہ وکتب فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ دین اسلام کے اندر جرمانہ نہیں بلکہ گناہ کی جزا صرف توبہ اور قصاص کے بدلہ قصاص ہے، اور اگر کسی کو توبہ کے بجائے جرمانہ عائد کیا جائے، مثلاً کسی نے زنا کیا یا نماز وغیرہ کو ترک کردیا تو ایسے فاسق آدمی پر جرمانہ عائد کیا جائے، بدون توبہ شرعی کے تو اس جرمانہ کے روپیہ کو کہاں خرچ کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعزیر اپنے ماتحت پر گناہوں کی وجہ سے حسب حال کی جاسکتی ہے، مالی جرمانہ درست نہیں، ابتداء میں مالی جرمانہ تھا، پھر منسوخ ہوگیا "**فی المجتبیٰ کانت فی ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ درمختار، والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ شامی**[1]، امام طحاویؒ نے حدیث "**لایحل مال امرء مسلم الابطیب نفس منه**" کو ناسخ بتایا ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج ۶/ص ۱۰۶/ مطبوعه کراچی، ج۴/ص ۶۱/ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، (بقیہ آئندہ پر)

مالی جرمانہ لینا اور اس کو مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ایک برادری میں چند قوانین مقرر ہیں، اور وہ ان کی خلاف ورزی سے سیاستہً بطور جرمانہ کچھ رقم وصول کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقم مذکورہ کو مصارف مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب سوال تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذہب معتمد علیہ یہ ہے کہ ایسا جرمانہ ناجائز ہے، اگر کچھ رقم بطور جرمانہ وصول کرلی ہے، تو اس کی واپسی ضروری ہے، مسجد وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، "**قال فی الفتح وعن ابی یوسف رحمة اللّٰه تعالیٰ یجوز التعزیر للسطان بأخذالمال وعندهما وباقی الائمة لایجوز ومثله فی المعراج وظاهره ان ذٰلک روایة ضعیفة عن ابی یوسف قال فی الشرنبلا لیه : ولایفتیٰ بهٰذا لمافیه من تسلیط الظملة علیٰ أخذ المال للناس فیما یاکلونه اھ ومثله فی شرح الوهبانیة عن ابن وهبان وافادفی البزازیة : ان معنی التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنده مدةً لینزجرثم یعید الحاکم الیه لاأن یأخذه الحاکم بنفسه اولبیت المال کمایتوهمهٗ الظلمة ولایجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احدبغیر سبب شرعی وفی المجتبنی : لم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یأخذ هافیمسکها فان أیس من توبته یصرفها الی مایری وفی شرح الاٰثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ**

(گذشتہ کا بقیہ) فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، سکب الانہر ص۳۷۶ ج۲ فصل فی التعزیر، دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ وفی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، النہر الفائق ص۱۶۴ ج۳ دار الکتب العلمیة بیروت.

المال اھ ردالمختار ، ج۳/ص ۲۷۵ /[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ج ۲/۶۰ھ

انسداد جرائم کے لئے مالی جرمانہ

سوال:۔ جب کہ حالات بگڑ چکے ہیں جرائم مختلف ہیں اس کے انسداد کے لئے جسمانی سزا (زدوکوب) کے بجائے مالی سزا (جرمانہ) کر سکتے ہیں یا نہیں، چونکہ مار پیٹ میں شدید اختلاف خطرات کا سامنا ہے، اس لئے مالی سزا (جرمانہ) کر کے معاشرہ کو سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ بھی علماء متاخرین میں مولانا عبدالحی صاحبؒ کا فتویٰ موجود ہے، جواز کا اور امام ابو یوسف کا قول ہے، مالی سزا کا پھر جرمانہ سے متعلق چند علماء بر بناء قول جمہور ائمہ عدم جواز کے قائل ہیں، علماء حق کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز اور کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علامہ ابن نجیم نے تعزیر کی تعریف وتنویع کے بعد لکھا ہے:۔

"ولم یذکر محمد التعزیر باخذ المال وقد قیل روی عن ابی یوسف ان التعزیر من السلطان باخذ المال جائز کذافی الظهیرة وفی الخلاصة: سمعت عن ثقة ان التعزیر باخذ المال ان رای القاضی ذالک والوالی جاز ومن جملة ذٰلک رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره باخذ المال اھ وافاد فی البزازیة : ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئی من مالهٗ

---

[۱] ردالمحتار، ج۴/ص ۶۱/ مطبع کراچی مطبوعہ زکریا، ج۶ ص ۱۰۵ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر، فصل فی التعزیر، ص ۳۷۱ ج۲، دار الکتب العلمیة بیروت.

عندمدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه لا ان ياخذه الحاكم لنفسهٖ اولبيت المال كما يتوهمه الظلمة اذلايجوز لاحد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعي وفي المجتبىٰ : لم يذكر كيفية الاخذ واری ان ياخذ هافيمسكها فان أيس من توبته يصرفها الىٰ مايرىٰ وفي شرح الآثار التعزيربالمال كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ الخ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال الخ[1] البحرالرائق ،ج۵/ص ۶۸/ .

منقولہ عبارات سے معلوم ہوا کہ تعزیر بالمال (مالی جرمانہ) منسوخ ہے، اور مذہب معتمد قابل عمل اس کا عدم جواز ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی طرف اس کی نسبت ضعیف ہے، منسوخ پر نہ عمل کیا جاسکتا ہے، نہ فتویٰ دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ شرح عقود رسم المفتی میں ہے[2] منکر اور فاحشہ سے روکنے کے لئے ترک تعلق کی سزا دی جاسکتی ہے[3] (اگر مفید ہو) "**لقوله تعالىٰ فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين** " الاية[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[1] البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ فصل في التعزير كتاب الحدود طبع ايچ ايم سعيد پاكستان، شامي زكريا ص۱۰۵ ج۶ باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، النهر الفائق ص۱۶۴ ج۳ فصل في التعزير، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ومذهب الحنيفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوح صار منسوخاً، وهو معنى مامرمن قول العلامة قاسم ان المرجوح في مقابلة الراجح ،بمنزلة العدم (شرح عقود رسم المفتي، ۱۸۷/ طبع زكريا ديوبند)

[3] هواى (حديث كعب بن مالک)دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم ،ج۷/ص ۹۸/ كتاب الرقاق باب يهجر من ظهرت معصيته)، طبع دار ابن كثير دمشق بيروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهٰى عنه من التهاجر الخ، مطبوعه بمبئي، نووى على المسلم ص۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالکؓ الخ مطبوعه رشيديه دهلي.

[4] سورة انعام ،الاية ۶۸/

ترجمہ: . پس یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھے۔

قاضی وغیرہ کا مالی جرمانہ لینا

سوال:۔ کیا تعزیراً خذ المال جائز ہے، اور "ویعزر کل مرتکب منکر الخ" کونسی تعزیر مراد ہے، مالی یا بدنی، کیا علاقہ کے قاضی کو تعزیر کے طریقہ پر کچھ مال لے لینے کا اختیار ہے؟ ہمارے یہاں پر معمول ہے کہ اگر کسی سے کوئی حرکت خلاف ہو جائے، تو مولوی پیر یا سید اس کو تعزیر لگاتے ہیں، مثلاً یک صد کی روٹی یا روٹی مقرر کر کے اس کے حساب سے نقد دام وصول کر کے یا تو بذات خود خرچ کر دیتے ہیں، یا کسی مکتب مدرسہ میں داخل کر دیتے ہیں، اور سوائے اس کے اور کوئی طریقہ اس لئے چارہ کار نہیں ہوسکتا، اگر تعزیر مالی نہ کی جائے تو بہت کم عبرت ہوتی ہے، کیا طریقہ مسئولہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعزیر کے متعلق درمختار[1] میں ہے "لاباخذ مال فی المذهب بحر"، یعنی تعزیر ضرب، حبس، فرک اذن وغیرہ سے ہے، تعزیراً خذ المال جائز نہیں آگے فرماتے ہیں، "وفیه عن البزازیة وقیل یجوز معناه ان یمسکه مدة لینزجر ثم یعیده له فان آئیس عن توبته صرفه الی مایری وفی المجتبی انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ" (ج۲/ص ۴۱۰) مجتبیٰ کی عبارت بتلاتی ہے، کہ تعزیر باخذ المال ابتداء اسلام میں جائز تھی، پھر منسوخ ہوگئی، "قال الطحطاوی تحت قول الدرثم نسخ لئلا یکون ذریعة الیٰ اخذ الظلمة اموال الناس بغیر حق" (ج۲/ص ۴۱۱)[2]

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ص ۶۱/ مطبوعه زکریا، ج ۶/ص ۱۰۵/ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فی التعزیر دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] طحطاوی علی الدر ص ۴۱۱ ج۲ کتاب الحدود، باب التعزیر.

[3] عالمگیری، ج ۲/ص ۱۶۷/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع فی حدالقذف والتعزیر، فصل فی التعزیر، مجمع الانهر ص ۳۷۱ ج۳ کتاب الحدود (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صرف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شرعی قاضی اور والی کے لئے تعزیراً خذ المال جائز ہے وہ بھی جب کہ بعد توبہ مال واپس کر دیا جائے، اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج۲/ص ۷۷۸/۲ میں ہے "عن ابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الائمة لایجوز کذافی فتح القدیر ومعنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئی من مالهٔ عنده مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یاخذ ه الحاکم لنفسه اولبیت المال کمایتوهمه الظلمة اذلا یجوز لأحد من المسلمین اخذ مال احدبغیر سبب شرعی کذا فی البحر الرائق"

اگر اس اطراف کے قاضی سید پیر مولوی شرعی قاضی اور والی کا تسلط اور حکم رکھتے ہیں تو ان کے لئے صرف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعزیراً خذ المال جائز ہے، شرعی طور پر بشرطیکہ مرتکب فعل شنیع کا مال اس کے توبہ کرنے کے بعد واپس کر دیں، یا اگر وہ توبہ نہ کرے تو وہ مال اپنے کام میں نہ لاویں بلکہ صرف مصرفِ خیر پر خرچ کر دیں[1]، ورنہ تعزیراً خذ المال جائز نہیں، قاضی شرعی کے شرائط پر نظر کرتے ہوئے ہرگز توقع نہیں کہ وہاں کے سید اور پیر قاضی شرعی کا حکم رکھتے ہیں، لہٰذا تعزیراً خذ المال ان کیلئے جائز نہیں، اور تعزیر میں مال لے کر اپنے خرچ میں لانا کسی کے نزدیک کسی کے لئے جائز نہیں، اگر تنبیہ کی ضرورت ہو تو مقاطعہ اور ترک موالات سے کرنا چاہئے، "ویعزر کل مرتکب منکر" کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی التعزیر ع دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۳۴۵ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر ص ۴۱ ج۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

(صفحه هذا) [1] فان أیس من توبته یصرفها الیٰ مایریٰ الخ. البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مجمع الأنهر ص ۳۷۲ ج۲ دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال.

اس سے کونسی تعزیر مراد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۱/۵۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح عبدالرحمٰن عفی عنہ مفتی مظاہر علوم ۲/۱۱/۵۱ھ

ناجائز تعلق کی بنا پر مالی جرمانہ عائد کرنا

سوال:۔زید کی بیوی اور بکر میں ناجائز تعلق پیدا ہوگیا، گاؤں والوں نے بکر پر کچھ روپیہ جرمانہ کے طور پر عائد کیا، بکر نے وہ روپیہ دیدیا، تو کیا وہ روپیہ دین کے کام میں لگایا جاسکتا ہے؟ مثلاً مسجد کی تعمیر یا بچوں کے معلم کی تنخواہ میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالی جرمانہ درست نہیں، جو لیا ہے واپس کردیا جائے، کسی اور کام میں خرچ نہ کیا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مالی جرمانہ اور اسکا مصرف

سوال:۔گاؤں میں جو پنچایت کے ذریعہ زانی، مجرم، ظالم، موذی پر جرمانہ کیا جاتا ہے، یہ جرمانہ کرنا اور تاوان لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو یہ رقمیں کہاں اور کن کاموں میں صرف کرنا چاہئے؟ یا انہی لوگوں کو واپس کردینا چاہئے، اس صورت میں پنچایت کی کوئی وقعت نہیں رہے گی، اور نہ انہیں کوئی خوف دامن گیر ہوگا، بتلایئے ان لوگوں کا کیا کیا جائے، جو یہ راہ راست پر آجائیں، پھر کسی برائی پر آمادہ نہ ہوں۔

---

[1] وعند ابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الائمة الثلاثة لایجوز ومعنی التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنده مدةً لینز جرثم یعید ه الخ عالمگیری، ج۲/ص ۱۶۷/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الحدود، الباب السابع الخ فصل فی التعزیر، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۷۱ ج۲ مطبوعه دار الکتب بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں منسوخ ہے، اگر لیا ہو تو اسکی واپسی لازم ہے[1]، انسداد جرائم کے لئے ارشاد تلقین، تذکیر، تزکیۂ باطن کی ضرورت ہے، تاکہ دل میں خوف وخشیت پیدا ہو، جنت ودوزخ کا استحضار، قبر قیامت، حشر، حساب، کتاب، خدائے قہار کی عظمت اوراس کے انعامات کا مراقبہ لازم ہے، تاکہ اعمال صالحہ اوراخلاق فاضلہ کی رغبت ہو ورنہ محض سختی سے اصلاح نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو عارضی ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ ربیع اول ۷۰ھ

برادری والوں کا مالی جرمانہ عائد کرنا

سوال: ۔ یہاں پر بعض برادریوں میں ایسا ہے کہ اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہوجاتا ہے، تو اس سے کچھ روپئے بطور کفارہ کے لیتے ہیں، اوراس کے اوپر یہ بھی لازم کردیتے ہیں کہ مثلاً فلاں جامع مسجد میں پانی بھرو کچھ دنوں تک، مجھے روپیہ لینے پر اشکال تھا، اوراسے تعزیر بالمال سمجھتا تھا، اورتعزیر بالمال حنیفہ کے نزدیک حرام ہے، آج ہی فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ میں دیکھ رہا تھا، تو مولانا جلد ثالث، ص ۴۸ رمیں لکھتے ہیں ''تنبیہ کے لئے یہ جرمانہ لینا جائز ہے''

الجواب حامداً ومصلیاً

تعزیر زجر وتوبیخ ہی کے لئے ہوتی ہے، خواہ چپت مار کر ہو یا کان پکڑ واکر، اسی مقصد کے لئے روپیہ لیا جاتا ہے، اس کی اجازت نہیں، جو سزا شریعت کی حد کی طرح متعین نہ ہو وہی تعزیر

---

[1] وفی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ شامی کراچی، ج۴/ص ۶۱/ مطبوعه زکریا، ج۶/ص ۱۰۶/ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۶۴ ج۳، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے،[۲] اور اس سے مقصود اصلاح ہے، اسی ذیل میں فقہاء نے مال لینے کو منع فرمایا ہے، جیسا کہ بحر[۱] شامی وغیرہ میں ہے، مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ سے جو کچھ آپ نے نقل کیا ہے، وہ ان سب کتب کے خلاف ہے، اور اس پر مولانا کے دستخط بھی نہیں، اگر اس پر فتویٰ دیدیا جائے تو قوم (پنچ) شیر مادر کی طرح ایسا روپیہ کھاتے رہیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۸۸ھ

مالی جرمانہ

سوال:۔ مجرم پر مالی جرمانہ کرنا کیسا ہے اور اسکے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ شرعاً ناجائز ہے، اگر مجرم کے ذمہ حقوق العباد ہے تو ان کو ادا کرے یا معاف کرائے، اور خدا کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے، امید ہے کہ قصور معاف ہو جائے گا،[۳] اگر آئندہ بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کو ترک تعلقات کی سزا دیجائے[۴] وفی

---

[۱] والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال الخ البحر الرائق، ج۵/ص ۴۱/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الحدود فصل فى التعزير

[۲] شامی زكريا، ج۶/ص۱۰۶/ كتاب الحدود باب التعزير مطلب فى التعزير بأخذ المال، النهر الفائق ص۱۶۴ ج۳ كتاب الحدود، فصل فى التعزير، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] وإن كان عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الأموال فيتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فى حقوق اللّٰه على الخروج عن عهدة الأموال وارضاء الخصم فى الحال او الاستقبال بان يتحلل منهم او يردها اليهم او الىٰ من يقوم مقامهم من وكيل الخ شرح فقه اكبر ص۱۹۴ بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[۴] نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عن كلامنا ايها الثلاثة : هو دليل علىٰ وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع عنه وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخيص المسلم ص۹۸ ج۷ باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهىٰ عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئى، نووى على المسلم ص۳۱۶ ج۲ كتاب التوبة، باب حديث توبة كعبؓ بن مالك مطبوعه رشيديه دهلى.

شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل أن المذھب عدم التعزیر باخذ المال، ردالمحتار ، ج۳/ص ۲۴۶/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف بقلم خود یکم ذی الحجہ ۵۴ھ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مالی جرمانہ

سوال:۔ میرے گھر میں ہرن پلا ہوا تھا، کہ پڑوس کے کتے نے اس پر حملہ کردیا اس پر ہرن بھاگ کر تالاب میں جا گھسا اس کے پیچھے کتا بھی ہولیا، اور وہ بھی تالاب میں گھس گیا، اس کے بعد کتا تو نکل گیا، مگر میرے ہرن کی حالت خراب ہوگئی، لوگوں نے کہا کہ مرجائیگا، اس لئے میں نے اس کو ذبح کردیا، اور لاکر پڑوسیوں کے گھر پر ڈال کر تھانہ میں رپوٹ لکھوادی، تھانہ دار آیا اور پکڑ کر لے گیا، بعد میں چیرمین نے صلح کرادی، کہ ہرن کا گوشت وغیرہ بھی میرے پاس رہے گا، اور ستر ۷۰/روپیہ جرمانہ بھی مجھے دلوادیئے ، تو یہ ۷۰/روپیہ جرمانہ لینا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ لوں تو پڑوسی نادم ہونے کے بجائے اور مزید سرکش ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان لوگوں نے قصداً اپنے کتے کو آپ کے ہرن کو شکار کرنے کے واسطے نہیں چھوڑا اور پکڑنے کے لئے برانگیختہ نہیں کیا، بلکہ کتا از خود اس پر حملہ آور ہوا، اور ہرن جان بچانے کے لئے

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص ۶۱/ مطبوعہ زکریا ، ج۶/ص ۱۰۶ /کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ باب حد القذف، فصل فی التعزیر، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النہر الفائق ص ۱۶۴ ج۳ فصل فی التعزر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

بھاگا، کتا اس کا تعاقب کرتا رہا، حتی کہ تالاب میں گھس گیا، پھر اس کی حالت خراب دیکھ کر دوسروں کے کہنے پر آپ نے اس کو ذبح کرلیا، فیصلہ میں وہ ہرن بھی آپ کے پاس رہا، اور ہرن کا جرمانہ ۷۰/روپیہ بھی آپ کو ملا، اس صورت میں شرعاً وہ آپ کو لینا درست نہیں ہے، واپس کرنا ضروری ہے[1]، آپ ایسے طریقہ پر اس کو دیدیں جس سے وہ احسان مند ہوجائے، اور ان کو احساس ہو کہ آپ ان کا روپیہ باوجود فیصلہ کے رکھنا نہیں چاہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

مالی جرمانہ

سوال: ۔قومی پنچائت میں یہ قانون سرپنچ اور دیگر اشخاص نے مقرر کیا کہ جس شخص سے کوئی خطا سرزد ہو تو اس کی سزا روپیہ کا جرمانہ ہوگی، لہٰذا یہ جرمانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال کا جرمانہ ناجائز ہے، احکام شرعیہ کی پابندی کے لئے کوئی دوسری سزا ترک تعلقات وغیرہ کی دی جائے، "**وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لهٗ بوجه عبوس وشتم غیرالقذف لابأخذ مال فی المذهب، تنویر والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال ،شامی ،۳۷۵/**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف ۱۲/ذی قعدہ ۵۵ھ

---

[1] والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ شامی زکریا ،ج۶/ص ۱۰۶/ وکراچی، ج۴ص ۶۲ کتاب الحدود باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، مجمع الانهر ص ۳۷۱ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۳۴۵ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

[2] شامی مطبع زکریا، ج۶ص۱۰۵ وکراچی، ج۴ص ۶۱ کتاب الحدود باب التعزیر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گورکنی میں شرکت نہ کرنے والے پر مالی جرمانہ

سوال:۔ جب کوئی فوت ہوجاتا ہے، سب مل کر بلا اجرت قبر کھودتے ہیں، یہاں کے ذی اثر حضرات تنبیہاً وسیاسۃً وانتظاماً تجویز کیا کہ جو شخص گورکنی میں شرکت نہ کرے اس سے ۴/روپیہ جرمانہ صول کیا جائے، اوراس سے قطع تعلق ترک موالات کیا جائے، چنانچہ لوگ اس کی وجہ سے جنازہ وغیرہ میں شرکت کرنے لگے وعلی ہذا نماز وغیرہ میں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تجویز صرف مصلحت دینی کے اعتبار سے انتظاماً مباح ہے، یا مکروہ یا حرام؟ اگر مکروہ ہے تو اس مصلحت کی وجہ سے اس کا تحمل درست ہے یا نہیں؟ سوم اس جرمانہ کو کسی کی طرف سے تصدق کردیا جائے، تو کیا حکم، چہارم اگر صاحب جرمانہ سرپنچ کو تصرف جائز کی اجازت دیدے برضا ورغبت تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر اجرت پر کھدوانا بھی جائز ہے[1] مگر آپس میں بلا اجرت کھودنا ہمدردی ومروت کی بات ہے، جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے[2] اس میں سستی کرنا غفلت اور ناعاقبت اندیشی ہے، نماز پنجوقتہ فرض عین ہے، اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، اگر استخفاف کی وجہ سے چھوڑے تو کفر تک نوبت پہنچ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) البحر الرائق ص ۴۰-۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ہذا) [1] یجوز الاستئجار علیٰ حمل الجنازۃ وحفر القبور الخ قاضیخاں ص ۱۹۰ ج۱ باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص ۱۷۴ ج۲ کتاب الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ. در مختار مع الشامی زکریا ص ۹۲ ج۳ باب صلاۃ الجنازۃ.

[2] الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایۃ الخ عالمگیری ص ۱۶۲ ج۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص ۱۷۹ ج۲ کتاب الجنائز، مطبوعہ کوئٹہ النہر الفائق ص ۳۹۰ ج۲ باب صلاۃ الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

جاتی ہے[1]، جو شخص نماز چھوڑے اس سے تعلقات چھوڑ دینے چاہئیں، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور نماز کا پابند نہ ہو[2]، مال کا جرمانہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی و حاکم کے لئے جائز ہے، اور بعد توبہ واپس کر دینا چاہئے، اگر مجرم توبہ نہ کرے تو پھر مصرف خیر پر صرف کرنا جائز ہے، خود رکھنا جائز نہیں، طرفین کے نزدیک مال کا جرمانہ جائز نہیں، لہٰذا احوط یہ ہے کہ مال کا جرمانہ نہ کیا جائے، بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری سزائیں مقرر ہوں۔

''عن ابی یوسفؒ ان التعزیر من السلطان بأخذ المال جائز کذا فی الظهیریة وفی الخلاصة سمعت عن ثقة ان التعزیر بأخذ المال ان رای القاضی ذٰلک اوالوالی جاز ومن جملة ذٰلک رجل لایحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال اھ وافادفی البزازیة ان معنیٰ التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنه مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یأخذه الحاکم لنفسه اولبیت المال کمایتوهمه الظلمة اذلا یجوز لأحد من المسلمین اخذ مال احدبغیر سبب شرعی وفی المجتبیٰ لم یذکر کیفیة الأخذ واری ان یاخذ فیمسکها فان أیس من توبته یصرفها الیٰ ما یریٰ وفی شرح الاٰثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم

---

[1] هی فرض عین علٰی کلی مکلف الٰی أن قال ویکفر جاحدها وتارکها عمداً مجانةً فاسق الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴-۵ ج۲ کتاب الصلوة، سکب الانهر ص۱۰۳ ج۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۵۰ ج۱ کتاب الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[2] نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الا ان یقلع عنه وتظهر توبته الخ المفهم شرح تلخیص المسلم ص۹۸ ج۷ باب یهجر من ظهرت معصیته الخ مطبوعه دار ابن کثیر بیروت، مرقات ص۷۱۶ ج۴ باب ما ینهٰی عنه من التهاجر الخ مطبوعه بمبئی. نووی علی المسلم ص۳۱۶ ج۲ کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعبؓ بن مالک الخ مطبوعه رشیدیه دهلی.

نسخ اھ والحاصل ان المذهب عدم التعزير بأخذ المال بحر، ج۵/ص ۴۱/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۸/۱۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذی الحجہ ۵۲ھ

زنا پر مالی جرمانہ

سوال: ۔ چودھری پیر محمد اوران کے پارٹنر ملا چودھری اور حمید اور متولی مسجد عبدالستار کے بارے میں جو ایک روز نور محمد کے گھر مٹھائی دینے آئے، مٹھائی لینے پر دریافت کیا تو مذکورہ مٹھائی دہندگان نے جواب دیا یہ مٹھائی حرام ہے، ہم نے وہ مٹھائی واپس کردی، کیونکہ مسلمان حرام نہیں کھاتا ہے، اس پر پیر محمد چودھری نے ہم کو مجرم کہہ کر کے برادری سے الگ کردیا، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ایک زانیہ سے لیا گیا زنا کا جرمانہ ایک سو پانچ روپیہ کی مٹھائی چودھریوں نے پوری برادری کے دوسو گھروں کو تقسیم کی مٹھائی تقسیم کرنے سے پہلے چودھری موصوف سوا روپیہ نذرانہ لیکر حرام کا نوالہ کھالیا کرتے ہیں، چودھریوں کا عرصہ دراز سے یہی طریقہ کار ہے زانی اور زانیہ سے روپیہ لیکر بقول خود چودھری موصوف حرام کی مٹھائی پوری قوم کو برادری کا تحفہ کہہ کر کھلاتے رہتے ہیں، جس سے برادری میں زنا کاری کا اضافہ اور بے شرمی اور بے حیائی کا عروج ہوتا رہتا ہے، پس اس سال حقیقت کھل گئی کہ حرام نہ کھانے والے کو برادری سے علیحدہ کر کے چودھری پیر محمد برادری کی اکثریت کو حرام خوری پر مجبور کیا ہے، اس حال میں کہ چودھری موصوف فریب دیکر حرام خوری میں شریک کر کے پوری قوم کو بے شرمی اور بے حیائی کا مرتکب کیا اور ایمان ضعیف کیا، مذکورہ چودھری امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں، ہم مسلمان

---

[1] بحر ص ۱۴ ج۵، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص ۱۰۵ ج۶ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال، مجمع الأنهر ص ۳۷۰ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ایسے چودھریوں کو کس طرح نوازیں، جنہوں نے عرصہ سے خود حرام کھا کر پوری قوم کو جان بوجھ کر حرام کھلایا ہے، چودھریوں کا حرام کی مٹھائی نہ کھانے والے کو برادری سے بند کر دینا (ترک کلام وسلام وشادی بیاہ ومعاملات وغیرہ) اوران کو طعن کرنا ذلیل کرنا غیبت کرنا مروجہ غیر شرعی طریقہ کار سے باز نہ آنے کے لئے غلط پروپیگنڈہ کرنا اور ایسے فتنہ جگا کر قوم میں پھوٹ ڈالنا شرعاً کیسا ہے، ایسے لوگوں کو اپنا رہبر اور پیشوا بنانا ان کی اتباع کرنا ان کا احترام کرنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کاری حرام ہے،[1] مگر اس جرم پر مالی جرمانہ کرنا درست نہیں، جرمانہ لیکر اس کی مٹھائی کھانا اور کھلانا جائز نہیں "**والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال**" (شامی[2]) چودھریوں کو یہ مسئلہ بتادیا جائے کہ ان کو لازم ہے کہ اس طریق سے توبہ کریں، ایسی چیزوں میں چودھریوں کی بات پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے،[3] تمام برادری کو ضروری ہے کہ اپنے چودھریوں کو ایسے خلاف شرع طریقوں سے روکیں، اگر وہ نہ رکیں تو دوسرے متبع شریعت لوگوں کو چودھری تجویز کرلیں، جس نے حرام مٹھائی کھانے سے انکار

---

[1] ان الزنا حرام فی سائر الادیان الخ النهر الفائق ص ۱۲۶ ج۳، کتاب الحدود، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۴ ج۵ کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، والزنا کبیرة الخ الزواجر ص ۷۷۹ ج۴ الکبیرة الثامنة بعد الثلاث مائة الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[2] شامی کراچی، ج۴/ص ۶۲/ کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر باخذ المال، بحر ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، عالمگیری ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه کوئٹه.

[3] لوقد موافاسقا یاثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم إعتنائه بامور دینه (حلبی کبیری، ص ۴۷۹/فصل فی الامامة، مطبوعه رحیمیه دیوبند)، شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الإمامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، النهر الفائق ص ۲۴۲ ج ۱ باب الإمامة، دار الکتب العلمیة بیروت.

کردیا اس نے ٹھیک کیا، اس کو برادری سے نکالنا اور سلام کلام شادی بیاہ معاملات نہ کرنا اور لعن طعن کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۸۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

جہاد اور ہجرت کے مسائل

مسئلہ ہجرت

استفسار واستکشاف از مفتیان عظام از جانب مہاجرین بخارا وترکستان در امور مندرجہ ذیل۔

(۱) در فرضیت ہجرت چند شروط مرتب است وکدام وقت ہجرت فرض خواہد وبکدام جائے ہجرت باید کرد۔

(۲) وبعد لزوم ہجرت مردمان آں دیار راچہ باید کرد۔

(۳) آن مہاجرین کہ ازان ملک ہجرت نمودہ اند برذمہ ایشان حق مستضعفین وطن تابچہ حدست یعنی مردمان باقیماندہ کہ درزیر ظلم واسارت کفاراند برمہاجرین بدرجۂ حق دارند یانہ کوشش نمودن مہاجرین برائے خلاصی آنہا ضروراست یانہ شرح مع حوالہ کتب تحریر فرمایند۔

مستفسر شعبہ اتحادیہ بمبئی شاخ انجمن اتحادیہ مہاجرین بخارا وترکستان ودہلی

۱۵/ جمادی الثانی ۵۵ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) چوں کسے بہ اقامت دین خود در بلدہ قادر نبود و بیقین یا بظن غالب می داند کہ در بلدہ دیگر قادر خواہد بود پس برآنکس ہجرت واجب است درآنجا رفتہ حدود دین را استوار و مستحکم کند قال النسفی فی المدارک[۱] تحت قولہ تبارک وتعالیٰ الم تکن ارض اللہ واسعة فتهاجروا فيها الآية والآية تدل على ان من لم يتمكن من اقامة دينه فى بلد كما يحب وعلم انه يتمكن من اقامته فى غيره حقت عليه المهاجرة وفى الحديث من فر بدينه من ارض الٰى ارض وان كان شبراً من الارض استوجبت له الجنة وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه صلى الله عليه وسلم – درین عبارت دو امر ذکر شدہ است۔

اول من لم يتمكن من اقامة دينه فى بلد كما يحب وآن علت وجوب ہجرت است۔ پس اگر کسے بر اقامت دین قادر بود بر او ہجرت واجب نخواہد بود۔

امر دوئم۔ انه يتمكن من اقامة دينه فى غيره وآن شرط وجوب ہجرت است پس اگر کسے در بلدۂ خود بر اقامت دین خود قادر نبود و بلدہ دیگر کہ ہم درآن بر اقامت دین قادر بود ہم درنظرش نباشد یا بلدۂ چناں درنظرش باشد ولیکن دران بلدہ رفتن نتواند برآنکس ہم ہجرت واجب نیست قال فی التفسیر الاحمدی[۲] ان فى بدء الاسلام كانت الهجرة البتة واجبة سواء قدر على اقامة دينه اولا ولاشك فى نسخه وفى هٰذا الزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب ايدى الظلمة او الكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق۔

(۲) جوابش از جواب سابق واضح گشت

---

[۱] تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ص ۳۹۴ ج ۱ سورۃ نساء آیت ۹۷

[۲] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورۃ نساء آیت ۹۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

(۳) حسب وسعت سعی وتدبیر در تخلیص مظلومان آن دیار واجب است لو اغار اهل الحرب الذین فیهم المسلمون مستامنون علی طائفه من المسلمین فاسروا ذراریهم علی اولٰئک المستامنین وجب علیهم ان یقاتلوهم ویخلصوا المؤمنین من ایدیهم لانهم لایملکون رقابهم فتقریرهم فی ایدیهم تقریر علی الظلم ولم یضمنوا ذلک بخلاف الاموال لانهم ملکوها بالاحراز عندابی حنیفةؒ وقدضمنوالهم ان الا یتعرضوا اموالهم اه[۲] تفسیر مظهری.

---

[۱] تفسیر مظهری ص ۱۲۳ ج ۴ سورة انفال آیت ۷۳ مطبوعه رشیدیه کوئٹه

ترجمه: سوال:۔ مندرجہ ذیل امور میں مفتیان عظام سے استفسار واستکشاف مہاجرین بخارا وترکستان کی طرف سے ہجرت کی فرضیت میں کتنی شرطیں مرتب ہیں اور کون سے وقت ہجرت فرض ہوتی ہے اور کونسی جگہ ہجرت کرنی چاہئے؟

(۲) ہجرت ہجرت لازم ہونے کے بعد اس دیار کے لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

(۳) وہ مہاجرین جنہوں نے اس ملک سے ہجرت کی ہے ان کے ذمہ وطن کے مستضعفین کا کس درجہ حق ہے یعنی جو لوگ کفار کے ظلم اور قید میں باقی رہ گئے ہیں مہاجرین پر کس حد درجہ حق رکھتے ہیں یا نہیں۔ مہاجرین ان کے چھٹکارے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ حوالہ کتب کے ساتھ متحرر فرمادیں۔

ترجمہ: الجواب:۔ جب کوئی شخص کسی شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے پر قادر نہ ہو اور یقین یا ظن غالب سے جانتا ہے کہ دوسرے شہر میں قادر ہو جائے گا۔ پس اس شخص پر ہجرت واجب ہے وہاں جا کر دین کے حدود کو استوار و مستحکم کرے قال النسفی فی المدارک الخ اس عبارت میں دو امر ذکر کئے گئے ہیں۔ اول وہ شخص جو اپنے دین کو اپنے شہر میں جیسا چاہتا ہے قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور یہ ہجرت کے وجوب کی علت ہے۔

(۲) دوم دوسرے شہر میں اپنے دین کو قائم کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور یہ وجوب ہجرت کی شرط ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے شہر میں اپنے دین کے قائم کرنے پر قادر نہیں اور کوئی دوسرا شہر بھی کہ جس میں دین کے قائم کرنے پر قادر ہو اس کی نظر میں نہیں۔ یا کوئی ایسا شہر اس کی نظر میں ہے لیکن اس شہر میں جا نہیں سکتا۔ تو اس شخص پر بھی ہجرت واجب نہیں۔ تفسیر احمدی میں کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت البتہ واجب تھی خواہ وہ اپنے دین کے قائم کرنے پر قادر ہو یا قادر نہ ہو اور اس کے منسوخ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اس زمانہ میں اگر اپنے دین کو قائم کرنے پر ظالم اور کافروں کے غلبہ اور ظلم کے وقت سے قادر نہیں تو اس پر ہجرت فرض ہے حق یہ بھی ہے۔

(۲) اس کا جواب جواب سابق سے واضح ہو گیا۔

(۳) حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں کی رہائی میں سعی وتدبیر واجب ہے لو اغار الخ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

ازین عبارت معلوم شد کہ اگر در آن دیار مسلمانان بر طریق امن میباشند بر آنہا نیز تخلیص مظلومان واجب است واگر قدرت باشد برائے تخلیص قتال ہم ضروری است وہم چنین بر ہر کس حسب وسعت خود اعانت مظلومان آن دیار واجب است و ہر تدبیر وحیلہ کہ در امکان باشد بکار باید آورد۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی۔ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/رج ۵۵۲ھ

ہندوستان سے ہجرت

سوال:۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کا اندازہ آپ کو بخوبی طور پر ہوگا۔ میرا وطن فیروز آباد میں ہے اور اپنی اس چھوٹی سی عمر میں تین بلوے دیکھ چکا ہوں دو فیروز آباد کے اور ایک علی گڑھ کا فیروز آباد میں ابھی حال کے بلوے میں پولیس اور پی اے سی نے جو جو زیادتیاں کی ہیں وہ سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ لہٰذا ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی بے بسی کے مناظر بھی اور اب حکومت کی خاموشی بھی دیکھ رہا ہوں ہم سے جو نفرت کا برتاؤ ہوتا ہے اس کا تجربہ روزانہ ہوتا رہتا ہے یہ باتیں دیکھ کر بڑی دل آزاری کا باعث بنتی ہے جہاں تک ملازمت کا سوال ہے وہ تو آج نہیں تو کل جائے گی اس لئے کہ روزی کا وعدہ تو اس نے کر رکھا ہے مگر دل چاہتا ہے کہ اس گھٹن کے ماحول سے نکل کر کہیں چلے جائیں کسی بھی مسلم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ اگر اس دیار میں مسلمان امن کے طریقہ پر رہتے ہوں ان پر بھی مظلوموں کی رہائی واجب ہے اور اگر قدرت ہو تو رہائی کے لئے قتال بھی ضروری ہے۔ اسی طرح سے ہر شخص پر حسب وسعت اس دیار کے مظلوموں کی اعانت واجب ہے۔ اور ہر تدبیر اور حیلہ جو اس کے قدرت میں ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

ملک میں ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہندوستان سے ہجرت جائز بھی ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے بھی تو اکیلے ہجرت کرنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور منشاء کے خلاف تو نہیں علاوہ ازیں اگر والدین کو ساتھ لے لیا جائے جو ضروری بھی ہے تب بھی اور عزیز واقارب کے حقوق کی ادائیگی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور سب کو ایک ساتھ کہیں اور ہجرت کر جانا ممکن ہے نہیں کوئی بھی ملک ہمیں قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا اس کے علاوہ یہاں کے ماحول سے ڈر کر بھاگ جانے والا کہیں خدا کے نزدیک بزدلانہ فعل تو نہ ہوگا یا خود غرضی میں تو شامل نہ ہوگا میں چاہتا ہوں کہ ساری دشواریوں اور مسائل کے باوجود میں وہ کام کروں جو کار ثواب ہو اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہو سکے دوسری طرف بڑی بڑی تمنائیں بھی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور جہاں آپ نے زندگی گذاری اور جہاں ہمارے بزرگوں نے لق ودق صحراؤں اور پتھریلی چٹانوں کے بیچ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا بیسوں مقامات ہیں جنہیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے جی چاہتا ہے کہ وہیں رہ کر زندگی گزاروں ایک طرف یہاں کی دشواریاں اور میری تمنائیں تو دوسری طرف والدین اور قوم کے حقوق ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں آیا کہیں باہر جانے کے لئے ہاتھ پیر ماروں یا یہیں رہ کر قوم کی خدمت کروں اپنی بیش قیمت رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اسلامی نقطۂ نظر سے کیا صحیح ہے اور خدا میرے کون سے فعل سے خوش ہوسکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ جو پریشان کرتا ہے وہ اسرائیل سے عربوں کی جنگ مسلسل جہاد کا درجہ رکھتی ہے جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ہم ہندوستان کے مسلمان اس جہاد میں حصہ نہ لیکر کہیں خدا کی خفگی تو نہیں مول لے رہے ہیں دوسرے یہ کہ اگر دنیا میں کہیں ہو اور مکہ شریف کے مفتی اعظم نے جہاد کا اعلان کر دیا تو آیا ساری دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا یا الگ الگ ممالک کے مسلمان اپنے ملک کے مفتی کے اعلان کا انتظار کریں گے؟

الجواب:۔ حامداًومصلیاً!

جوشخص کسی مقام پر رہ کر احکام اسلام بجالاتا ہو کوئی رکاوٹ غیر کی طرف سے نہ ہو اس کے ذمہ ہجرت نہیں جوشخص اپنی جگہ احکام اسلام بجالانے پر قادر نہیں غیر کی طرف سے رکاوٹ ہے اور کسی دوسرے پر امن مقام پر جانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہاں جا کر احکام اسلام بجالانے سے کوئی رکاوٹ نہیں اس کی ذمہ ہجرت ہے[1]۔ یہ تو اصل کلی ہے اس کو سامنے رکھ کر حالات کا جائزہ لیا جائے جن پریشانیوں میں یہاں ابتلاء ہے۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہاں سے جانے کے اسباب اگر کسی کو میسر ہوں اور دوسری جگہ کی حکومت قبول بھی کرے تب بھی کلی سکون دشوار ہے کیوں کہ وہاں دوسری قسم کی پریشانیاں ہیں ان سے گھبرا کر کسی اور جگہ ہجرت کی فکر ہوگی طریق نبوت پر آج کوئی حکومت نہیں علاوہ ازیں موجودہ پریشانیوں کے اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اسباب ہیں خود ہمارے اپنے اخلاق واعمال یہ اخلاق واعمال ہمارے ساتھ ساتھ جہاں بھی ہوں گے وہیں پریشانیاں ہوں گی۔ جیسے کسی جسم میں آتش گیر مادہ ہو جہاں جائے گا وہیں آگ لگے گی۔ کیونکہ دنیا کا کوئی ملک آگ سے خالی نہیں ایسے شخص کے لئے نجات کی یہ صورت نہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور دوسرے سے تیسرے میں جان بچانے کے لئے جائے بلکہ اس کے لئے تو دانشمندانہ تدبیر یہ ہے کہ اس آتش گیر مادہ کی اصلاح کرے پھر جہاں بھی رہے گا امن میں رہے گا جن اخلاق واعمال پر خدائے پاک کا غضب جوش میں آتا اور اس کا قہر نازل ہوتا ہے وہ جب تک ساتھ رہیں گے۔ غضب اور قہر سے کوئی حکومت بچا نہیں سکتی اگر اس کی اصلاح کر کے ایسے اخلاق واعمال اختیار کئے جائیں جن پر رحمت وسکینہ کا وعدہ ہے تو ہر جگہ سکون نصیب ہوگا کوئی حکومت اس کو چھین نہیں سکتی الاعتدال فی مراتب[2] الرجال میں پوری تفصیل

---

[1] وهذالزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب ايدى الظلمة اوالكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق تفسيرات احمديه ص ۲۰۲، سورة النساء آيت ۹۷ مطبوعه رحيميه ديوبند. (بقیہ آئندہ پر)

مذکور ہے انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اس کا مطالعہ مفید ہوگا یہ بھی واضح رہے کہ عمومی بگاڑ کے وقت ایک دو شخص کا اپنی اصلاح پر قناعت کر لینا اور سمجھ لینا کہ اس سے سب کی مصیبت ٹل جائے گی صحیح نہیں بلکہ اس کے لئے عمومی جدو جہد کی ضرورت ہے آج کا جہاد یہ ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے اور اخلاق و اعمال کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے تحت اختیار کرنے کی ان تھک کوشش کی جائے۔ واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۳

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑ دینا

سوال:۔ اکثر بلاد میں فساد کا سلسلہ شروع ہے کوئی شہر محفوظ نہیں شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں ہے اور سامان حرب نہ ہونے کی وجہ سے کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جان و مال عزت و آبرو ہر چیز کی قربانی دینی پڑتی ہے ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے کہ جب ہمارے شہر میں فساد کا خطرہ مخصوص اوقات میں ہے تو اس شہر میں رہ کر جان و مال عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دیں کیوں کہ بلوائیوں کا مقابلہ تو کر نہیں سکتے یا مخصوص ایام میں چند دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر محفوظ مقامات دیہات وغیرہ میں چلے جائیں اگر اس شہر میں رہنے کا حکم ہے جانے کی اجازت نہیں اگر جانے کی اجازت ہے تو شخصی طور پر یا مجموعی طور پر بھی جانے کی اجازت ہے جو حکم ہو مفصل طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

جو شخص ایک بستی میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا بلکہ دشمنوں میں گھرا ہوا پاتا

(گذشتہ کا بقیہ) ۲.....”الاعتدال فی مراتب الرجال ص ۸۳

ہے اور اس کو اپنی جان کا ایمان کا اولاد کا مال کا خطرہ ہے تو اس کو اجازت ہے کہ اس جگہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چلا جائے خواہ اسی بستی میں دوسرے مکان یا دوسرے محلّہ میں یا پھر دوسری بستی میں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

ایسی جگہ قیام کہ جہاں کا ماحول معصیت ہو

سوال:۔ اگر کسی جگہ حرام کام بکثرت ہوتا ہے اور اس کو روکا جائے اور وہ رکے نہیں وہاں رہنا درست ہے یا نہیں جب کہ دوسری جگہ بھی رہ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کے ذریعہ سے اصلاح کی توقع ہے اگرچہ رفتہ رفتہ ہو تو وہیں رہنا بہتر ہے اگر خود اس کے اندر مبتلا ہو جانے کا اندیشہ معلوم ہو تو اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہئے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ

ظلم کی حالت میں ہجرت

سوال:۔ خوف کے وقت میں اپنی بستی چھوڑ کر امن کی جگہ میں چلا جانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1].....فی هذا الزمان اِن لم یتمکن من اقامة دینه بسبب أیدی الظلمة أو الکفرة یفرض علیه الهجرة وهو الحق (تفسیرات احمدیه ص ۲۰۲ سورة النساء آیت ۹۷، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

[2]..... مستفاد:. من دعی الی ولیمة فوجدثمة لعباأوغنا، (الی قوله) وان علم المقتدی به بذلک قبل الدخول وهو محترم یعلم انه لودخل یترکون ذلک فعلیه أن یدخل والالم یدخل (عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۳ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر)

جب کہ دو چار کے چلے جانے سے بقیہ مسلمان پریشان ہوں اور ان میں کمزوری ہو جائے اور ایک سلسلہ خالی کرنے کا لگ جاتا ہے اس طرح مسلمان کم ہو جاتے ہیں تو کافر بے دھڑک لوٹ مار کر ڈالتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز تو ہے لیکن بہت بے مروتی ہے اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جانے کا سبب ہے اس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں یا سب یکجا ہو کر مقابلہ کریں یا ضعفاء اور کمزوروں کی حفاظت کا انتظام کر کے سب منتقل ہوں جب موت کا آنا یقینی ہے اور اس پر ایمان ہے **این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**[1]۔ تو اس طرح ایک ایک دو دو کر کے بھاگنے سے کیا ہوگا **لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل**[2]۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

ہندوستان سے ہجرت

سوال:۔ اگر کثرت ہنود اپنی حکومت کے زعم میں اقلیت مسلم کو یہ کہے کہ اگر تم کو اپنے دین اسلام کے اصول کے پابند رہنے کی خواہش ہے تو اپنے پاکستان چلے جایئے۔ اگر یہیں رہنا چاہو تو مذہب ہنود اختیار کیجئے۔ اور اگر دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو تمہاری جان خطرہ میں ہے۔ ایسے وقت میں بیچارے غریب مسلمان کیا کریں۔ آیا مسجدیں، مدارس نیز بزرگانِ دین کے مزارات چھوڑ کر چلے جائیں یا ہندو بن جائیں یا مر کر جان دیدیں۔ فرمایئے۔ ایسی

---

[1] سورہ نساء آیت ۷۸ ترجمہ: جہاں تم ہوگے موت تم کو آ پکڑے گی اگر چہ تم مضبوط برجوں میں ہو۔

[2] سورۃ احزاب آیت ۱۶ ترجمہ: تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہوسکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو۔ (از بیان القرآن)

ذلت وخواری سے قتل ہو کر مرجانا باعثِ شہادت بھی ہے یا نہیں، ہماری حرام موت تو نہیں ہوگی؟ جواب جلد مرحمت ہو دیر کا وقت نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

مذہب تبدیل کرنا یعنی اسلام ترک کر کے (معاذ اللہ) کفر کو اختیار کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں[1] جان اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اختیار کرنے، اس پر باقی رہنے اور اس کی اشاعت کرنے کے لئے دی ہے۔ پس اگر اسلام پر قائم رہنے اور حفاظت کرنے کی خاطر جان کام آجائے تو عین سعادت اور شہادت ہے[2]۔ یہ حرام موت ہرگز نہیں، اس سے نہیں گھبرانا چاہئے۔ تاہم اگر کسی دوسری جگہ پاکستان وغیرہ جانے پر قدرت ہو، اور راستہ بھی مامون ہو اور یہ اطمینان ہو کہ وہاں پر ارکانِ اسلام کو آزادی سے ادا کر سکیں گے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو ایسے لوگوں کے لئے جو یہاں رہ کر اپنے اسلام کی حفاظت نہیں کر سکتے اور سختی کو برداشت نہیں کر سکتے یہاں سے چلا جانا بھی درست ہے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد بقیہ ضعیف مسلمان جو جانے پر قادر نہیں، ان کو اور زیادہ مشکلات کا سامنا ہوگا جیسا کہ مسلم افسروں اور مسلمانوں کے چلے جانے سے عام مسلم رعایا کو تکالیف زیادہ پہونچ رہی ہیں اگر وہ سب لوگ یہیں موجود رہ کر آئینی اور دفاعی تدابیر اختیار کرتے تو اغلب یہ ہے کہ اس قدر مشکلات نہ ہوتیں ومسئلۃ الہجرۃ مذکورۃ فی الفتاویٰ العزیزیۃ[3] ج ۱ ص ۵۲۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸ شوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] ومن یتبدل الکفر بالإیمان فقد ضل سواء السبیل الایة سورة البقرة آیت ۱۰۸.

[2] عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ماتعدون الشهید فیکم قالوا یا رسول اللّٰه من قتل فی سبیل الله فهو شهید قال ان شهداء امتی اذاً لقلیل من قتل فی سبیل اللّٰه فهو شهید ومن مات فی سبیل اللّٰه فهو شهید الحدیث. مشکوٰۃ ص ۳۳۱ کتاب الجہاد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دارالحرب ودارالاسلام

سوال:۔ قبیل رمضان المبارک دارالاسلام ودارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا۔ جناب کے ذریعہ سے بندے نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا لیکن بندے نے غلطی سے نظر ''والحکم من البعض برسم التتار'' کے علاوہ ''بنی قریظۃ بالیہودیہ'' پر نمبر نہیں دیا تھا اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا۔ لہٰذا ثانیاً حضور کو تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

(۲) دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیقات الفاظ سے ملک ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے۔ لیکن چونکہ حضور والا نے معنیٰ اجراء احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے یعنی مراد اجراء احکام کفر ایں کہ درمقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا وحد خراج و باج وعشر اموال تجارت وسیاست وقطع الطریق وسراق وفصل خصومات سزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند۔ سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ۳ مراد از دارالحرب کہ ازاں ہجرت فرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیان از اظہار دین خود صوم وصلوٰۃ جمعہ و جماعات واذان وختان سکان آنجا را ممانعت نمایند اگر چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ می کنند و جمعہ و جماعات را قائم می دارند و بیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس ازاں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عند وجدان الملجاء والمفرالخ فتاویٰ عزیزی ص ۵۸ ج ا تحت مسئلہ گاؤ سید احمد کبیر و گوسپند شیخ سدو۔ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ:۔ جس دارالحرب سے ہجرت فرض ہوتی ہے اس سے مراد وہ دارالحرب ہے کہ حربی لوگ اپنے دین کے اظہار روزہ نماز، جمعہ جماعت، اذان اور ختنہ سے اس جگہ کے باشندوں کو روکیں اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ مسلمان اس جگہ اپنے دین کا اظہار بلا جھجک کرتے ہیں اور جمعہ، جماعت وغیرہ قائم کرتے ہیں اور اپنے دین کے احکام بلا تکلف بیان کرتے ہیں تو اس دارالحرب سے ہجرت فرض نہیں ہے، اور واجب ہونے کی صورت میں فوراً ہجرت کرنا ضروری نہیں بلکہ جس وقت ٹھکانہ مل جائے۔

بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کو لیکر حکم کرتا ہے پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا ہے کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ جو اراضی عشری ہے اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے۔ اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے اسی مقدار روپے یا اس مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقرا، کو دیدیں ورنہ گنہگار ہونگے اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے یہ بعوض حفظ جان و مال کے ہے۔ جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا۔ اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوسکی اس بناء پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جوان لوگوں نے ادا کیا تھا واپس کر دیا تھا۔ پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے یہ حفظِ جان و مال کے لئے ہے۔ پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے۔ البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے اور خراج کے مستحق لشکر ہیں پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

(۴) فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصرفی زماننا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے عشر، یا خراج نہیں۔ اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا یا سوائے کرایہ کے کچھ دینا ضروری نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے مگر مولانا عبدالحیؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی

ہے اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے۔ چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاء عدم فہم یہی کتابت کی غلطی ہے۔عبارت اس طرح ہے اور **اعلان بیع الخمور واخذالضرائب والمکوس والحکم من البعض برسم التتار کا علان بنی قریظة بالتهود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عهده بالمدینة و مع ذٰلک کانت بلدة الاسلام بلاریب الخ بزازیه علی الهندیة**[1] **ص ۳۱۴ ج ۲.**

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا مگر تدریس، افتاء، جمعہ، عیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا ان کا حکم بیان کررہے ہیں کہ وہ دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں۔اس پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں جیسے بیع الخمور وغیرہ نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے پھر ان بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی۔اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اعلان بیع الخمور وغیرہ اور حکم من البعض برسم الکفار۔ یہ لفظ من بعض ہے من البعض نہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بنوقریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے اخفاء نہیں کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے اور پھر بھی اسکو دارالحرب نہیں کہا گیا بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

(۲) مولانا عبدالحیؒ نے[2] ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے اور عبارت بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے لیکن حضرت شاہ عبدالعزیزؒ[3] صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں اور

---

[1] بزازیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۳۱۲ ج۶ کتاب السیر الثالث فی الحظر والاباحة

[2] فتاوی عبدالحئی اردو ص ۴۷۹ مسائل شتی.

[3] فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱ قبیل سوال سنن راتب . مطبوعه رحیمیه دیوبند

اجراء احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی اور آپ نے بھی اب اس کو سوال میں نقل کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال کہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر حکم کرتا ہے۔ حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے۔ اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے تو درحقیقت یہ اجراء حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو۔ ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے۔ اور مولانا عبدالحیؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

(۳) حضرت حکیم الامت مدت فیوضہم کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ[1] حصہ سوم ص ۵۵ میں مذکور ہے دیکھ لیجئے۔

(۴) فتح سے کیا مراد ہے فتح القدیر یا فتح الباری یا فتح المعین یا فتح الملہم یا فتح المنان وغیرہ۔ اصل عبارت سے حوالۂ کتاب وجلد و باب وصفحہ نقل کیجئے تاکہ اس عبارت پر غور کیا جاسکے۔ صرف اتنا لکھ دینا کہ فتح میں مرقوم ہے کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۸/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ ہذا

---

[1] فتاوی رشیدیه ص ٦٦ ج ٣ كتاب الزكوٰة.

بلوائیوں سے بھاگنا

سوال:۔ بلوائیوں کے حملہ کے وقت بھاگنا جائز ہے یا حرام۔ مرد، عورت، غلام، ہر ایک پر دفاع فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فرقہ وارانہ فسادات میں بلوائیوں کا حملہ اگر چہ با قاعدہ جہاد نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ مقابلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ بلکہ اگر بلوائی دو چند یا اس سے کم ہیں اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں تو ہرگز نہ بھاگیں مقابلہ کریں اور اگر بلوائی دو چند سے بھی زیادہ ہیں یا مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو جان بچانے کی تدبیر اختیار کریں خواہ مقابلہ کر کے ہو یا دوسری صورت سے ہو۔ ان کان عدد المسلمین نصف عدد المشرکین لایحل لهم الفرار وهٰذا اذا کان معهم اسلحة واما من لاسلاح له فلابأس بان یفرممن معه السلاح وکذالاباس بان یفرممن یرمی اذالم تکن معه الة الرمی عالمگیری[1] ص ۱۷۸ ج ۲۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود الحسن غفرلہٗ

ہجرت

سوال:۔ پانچویں پارہ کے نصف کے بعد والے رکوع میں جو آیا ہے کہ فرشتے ایسے لوگوں کی جانیں تکلیف سے نکالیں گے جو کسی جگہ مغلوب ہوں اور وہیں رہتے رہیں۔ باوجودیکہ اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ سوائے ان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے جن کو دوسری جگہ

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۱۹۳ ج ۲ قبیل الباب الثانی فی کیفیة القتال .

جانے کا راستہ نہ معلوم ہو" دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت کن موقعوں پر لاگو ہوتی ہے اور نزول کا پس منظر کیا ہے۔ نیز ہندوستان سے آج کل کے دور میں کسی اسلامی ملک چلا جانا شرعاً ہجرت کہلائے گا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابتداءً مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد اسلام قبول ہونے کے لئے ہجرت کرنا لازم تھا پھر جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو ہجرت کا یہ حکم بھی ختم ہوگیا۔ امام بغویؒ[1] نے تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر رہتا ہے۔ مگر وہاں احکام اسلام کا اظہار واعلان پوری طرح کرنے پر قادر نہیں اور دوسرے مقام پر اس کو جا کر احکام اسلام کے اظہار واعلان کی قدرت ہے تو آج بھی اس کو ہجرت کرنا لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کیا برما کی لڑائی جہاد ہے؟

سوال:۔ ۱۹۴۲ء کو برما کی تھکن پارٹی بیرونی ممالک کی وساطت سے جدید اسلحہ جات سے مسلح ہو کر عموماً برما کے مسلمان اور خصوصاً ارکان کے مسلمان کو قتلِ عام کیا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ اور بہتیرے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا تھا اور اندازاً دس

---

[1] قیل ای المقام فی دارالشرک لان اللہ تعالیٰ لم یقبل الاسلام بعد ھجرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الابالھجرۃ ثم نسخ بعد فتح مکۃ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح الخ تفسیر بغوی ص ۴۶۹ ج ۱ سورۃ نساء آیت ۹۷ مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان.

[2] ان فی بدء الاسلام کانت الھجرۃ البتۃ واجبۃ سواء قدر علی اقامۃ دینہ اولا ولاشک فی نسخہ وفی ھذا الزمان ان لم یتمکن من اقامۃ دینہ بسبب أیدی الظلمۃ والکفرۃ یفرض علیہ الھجرۃ وھو الحق. تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورۃ نساء آیت ۹۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

ہزار مسلمانوں کی عورتوں کا اغواء کرلیا تھا۔

(۲) اس کے بعد تھکن پارٹی اور شمالی ارکان کے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں چائنا بھی شریک تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔

(۳) مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۴۸ء کو جب برمیوں کو برمی ہند کی طرف سے آزادی ملی تو برمی اور ارکان بدھسٹ ۱۹۴۲ء کی طرح پھر منظّم اور مسلح ہوکر عموماً برما کے مسلمان خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو پھر جلاوطن اور قتلِ عام کرنا شروع کردیا۔ اس کے جواب میں شمالی ارکان کے تقریباً نو لاکھ مسلمان مسلح و منظّم ہوکر مرقومہ بالا فرعون کو دنداں شکن جواب دیتے چلے آرہے ہیں۔ تاکہ ارکان دارالحرب سے دارالاسلام میں تبدیل ہوجائے۔ فی الحال ان وجوہات کے پیشِ نظر عموماً بنگلہ دیش کے تمام عوام اور خصوصاً بنگلہ دیش کے سربراہوں کی خدمت میں ارکانی مسلمانوں کی طرف سے پرزور گذارش کرتا ہوں کہ ارکان کے مسلمان جو برمی حکومت کے مقبوضہ میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں، تو دین اور دنیاوی دونوں قانون کے لحاظ سے ان کے بنیادی حقوق وحق خودداریت اور مذہبی آزادی کی حمایت کی جائے۔

(۴) مرقومہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر عموماً بنگلہ دیش کے برادرانِ اسلام اور خصوصاً برمی اور ارکانی مسلمانوں پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

مولانا نذیر احمد صاحب سکریٹری انجمن اشاعتِ اسلام کتاب منزل ۹۶
چندن پووی چاٹگام، بنگال، بنگلہ دیش

الجواب:۔ امداً ومصلیاً!

جہاد کے احکام وشرائط تفصیل سے کتبِ فقہ میں مرقوم ہیں جو کہ علماء پر بخوبی روشن ہیں، وہاں کے مقامی علماء جن کی تعداد کم نہیں، ان سب حالات کو دیکھ کر کیا رائے قائم کرتے ہیں، ان سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی شخصی مسئلہ ہوتو اس خاص شخص کا اپنے

حالات دریافت کرلینا اور اس کا جواب دینا آسان ہے۔ لیکن جو مسئلہ اتنا اہم ہو اور سب ہی مسلمانوں سے اس کا تعلق ہو اس کو تو مقامی ہی علماء سے حل کیا جائے ان کا جواب معائنہ ومشاہدہ کی وجہ سے علیٰ وجہ البصیرت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۹۲ھ

جہاد کے جھنڈے کا رنگ

سوال:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اسلامی جھنڈے کا کیا نشان اور رنگ تھا۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

قال یونس بن عبید یعنی محمد بن القاسم عن البراء بن عازبؓ یسأله عن رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ماکانت ای یسأل عن لونها وکیفیتها ومن ای ثوب کانت فقال البراء بن عازبؓ کانت رایته سوداء ای ماغالب لونه سواد مربعة من نمرة بفتح وکسروهی بردة من صوف یلبسها الاعراب فیها تخطیط من سوادوبیاض ولذلک سمیت نمرة تشبیهاًبالنمر.

عن جابرؓ یرفعه الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه ای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان لوائه یوم دخل مکة ای زمن الفتح ابیض. عن سماک عن رجل من قومه عن اٰخر منهم ولم اقف علی تسمیتها ولم اجده فی غیرهذاالکتاب قال رأیت رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صفراء. ولعل هذا الراوی رأی رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی بعض مغازیه صفراء ولم اقف علی تعیین تلک الغزوة اه بذل[1] المجهرد ص ۲۳۰ ج ۳ کتاب الجهاد.

---

[1].....بذل المجهود ص ۴۳۸ ج ۳ کتاب الجهاد. باب فی الرایات والألویة مطبوعه یحیوی سهارنپور، عون المعبود ص ۳۳۷ ج ۲ (مطبوعه ملتان) مرقات ص ۲۱۰ ج ۴ باب اعداد اٰلة الجهاد الفصل الثانی مطبوعه بمبئی.

یہ تین روایتیں ہیں ان میں سے ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کپڑا اصوف کا بنا ہوا چوگوشہ تھا جس میں سیاہی غالب تھی۔ سفید اور سیاہ اس میں خطوط تھے چیتے کی کھال کی طرح۔

دوسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا لواء (جھنڈا) فتح مکہ کے روز سفید تھا۔ تیسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا رائیہ (جھنڈا) زرد تھا لیکن پہلی دو روایتوں کے اعتبار سے تیسری روایت کچھ کمزور ہے لواء بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ رایہ چھوٹے جھنڈے کو اور بعض علماء نے اس کا عکس فرمایا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ رایۃ اور لواء دونوں ایک معنی میں ہیں[1]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رایہ کا نام عقاب تھا[2]۔ ابن عدی کی روایت سے حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری[3] ص ۳۶۰ ج ۲ میں نقل کیا ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جھنڈے میں لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم ۲/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۳/رجب ۵۸ھ

---

[1] وقیل اللواء دون الراية وقيل اللواء العلم الضخم الى قوله ان الراية واللواء سواء الخ فتح الباری ص ۳۱، ۳۲ ج ۶ کتاب الجهاد. باب ماقيل فی لواء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. عمدة القاری ص ۲۳۲ ج ۷ الجزء الرابع عشر، مطبوعه دار الفکر بیروت، مرقات ص ۲۱۰ ج ۴، باب اعداد آلة الجهاد، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

[2] وقيل كانت له رايةتسمى العقاب سوداء مربعة، فتح الباری ص ۲۳۱ ج ۶ کتاب الجهاد باب ماقيل فی لواء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم • مطبوعه نزار مطصفی الباز مکه مکرمه، مرقات ص ۲۱۰ ج ۴.

[3] من حديث ابن عباس كان مكتوبا على رايته لا اله الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فتح الباری ص ۲۳۱ ج ۶ کتاب الجهاد باب ماقيل فی لواء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. عمدة القاری ص ۲۳۲ ج ۷ الجزء الرابع عشر مطبوعه دار الفکر بیروت.

کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے؟

سوال:۔ آج کل انتخاب کے موقع پر مختلف جماعتیں مختلف رنگ کے جھنڈے اپنے جماعتی نشان کے لئے استعمال کررہی ہیں۔ ہر ایک جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ جھنڈا اسلامی ہے۔ براہِ کرم حضرت والا اس کی وضاحت فرمادیں کہ حدیث شریف کے مطابق کونسا جھنڈا اسلامی ہے۔ اگر احادیث میں مختلف اقسام بیان ہوئے ہیں تو اقسام کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمائیں کہ ترجیح کس رنگ کے جھنڈے کو ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا جھنڈا استعمال فرمایا۔ بالتفصیل وبالدلیل بیان فرمائیں۔

محمد رفیع گھنٹہ گھر ملتان پاکستان۔

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اسلام کو بلند کرنے اور کفر کو شکست دینے کے لئے تھا۔ کیا آپ کے انتخابات میں بھی یہی مقصود ہے؟ کیا یہ سب جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کا اسی طرح مقابلہ کرتی ہیں جس طرح اسلام و کفر کا مقابلہ تھا کہ ہر ایک اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا اور دوسرے کے جھنڈے کو کفر کا جھنڈا قرار دے۔ العیاذ باللہ۔ اور کیا یہ انتخابات مروجہ طریقہ پر کرنا اسلامی تعلیمات وہدایات کے تحت ہے۔ اور ان میں اسلامی احکام اور شرعی حدود کی رعایت کی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف تذلیل، تحقیر، تفسیق، تضحیک، تجہیل، تکذیب، افتراء، بہتان، غیبت کون سا گندہ حربہ ایسا ہے جو استعمال نہیں کیا جاتا، بسا اوقات تکفیر تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ پھر اس سب کو اسلامی جھنڈے کے تحت کرنا اور ہر ایک کا اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا کہنا تو بہت ہی معیوب اور مذموم اور اسلام کو بدنام

کرنا ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد العبد محمود حسن عفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا

سوال:۔ ہند کے کافر مستامن ہیں یا ذمی ہیں یا حربی؟ کسی حربی کافر بھکاری کو بھیک دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کہ جاں بلب حربی کافر کے منہ میں چند قطرے پانی ٹپکانا، یہ سوچ کر کہ ایسے آڑے وقت کام آنا انسانی اخلاقی فرض ہے، عند الشرع کیسا ہے؟ اور کوئی مسلمان کافر حربی کو ووٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے ذریعہ کسی حربی کو تائید و اقتدار حاصل ہو جیسے کہ پارلیمنٹ کے امیدواروں کو کہ ان میں سے وزیرِ اعظم وغیرہ بنتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مستامن وہ ہے جو دوسری حکومت کا باشندہ ہو اور امن لے کر دار الاسلام کو جائے[2]۔ ذمی وہ ہے جو مسلم حکومت میں رعیت بن کر رہے[3]۔ ہندوستان کے کافروں کا ان دونوں قسموں

---

[1] قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قاتل تحت رایة عمیة یغضب لعصبیة او یدعو لعصبیة او ینصر عصبیة فقتل فقتلہ جاھلیة، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹ کتاب الامارۃ الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند..

[2] المستامن ای الطالب للامان ھو من یدخل دارغیرہ بامان. الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۲۷۵ ج ۶ کتاب الجھاد، باب المستامن.

[3] الذمی ھو المعاھدمن الکفار لانہ اومن علی مالہ ودمہ ودینہ بالجزیة. حاشیة کتاب التعریفات ص ۱۰۴ الذال، مطبوعہ فقیہ الامت دیوبند شامی زکریا ص ۲۷۹ ج ۶ فصل استئمان الکافر.
ویسمی اھل الذمة لدخولھم فی عھدالمسلمین وامانھم. شامی زکریا ص ۲۳۷ ج ۶ باب المغنم وقسمتہ مطلب بیان معنی الغنیمة والفئی، غیاث اللغات ص ۱۸۸ فصل ذال معجمہ مع میم.

میں داخل نہ ہونا ظاہر ہے۔ حربی وہ ہے جو برسرِ پیکار ہو[۱]۔ یہاں کے ہر کافر کا یہ بھی حال نہیں۔ پس یہاں کے ہر کافر پر حربی کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **لاینهاکم اللّٰه عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین** ۔(الایۃ[۲])اس آیت شریفہ سے بھیک دینے اور جاں بلب کے منہ میں پانی کے قطرات ٹپکانے کا حکم بھی نکل سکتا ہے۔ اگر اسلام و مسلمین کو نقصان پہونچانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو موجودہ حالات میں ووٹ بھی دیا جاسکتا ہے۔ مسلم کو ووٹ دینے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ ووٹ خیر خواہ کو دیا جاتا ہے بدخواہ کو نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۳ھ

کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

سوال:۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

دارالحرب کی تعریف وشروط میں ائمہ کے اقوال وعلماء کے فتاویٰ مختلف ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اپنے دور میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی[۴] اور صراط مستقیم[۵] میں مذکور ہے۔ مولانا عبدالحئی

---

۱ دارالحرب بلادالاعداء واهلها حربی، قواعد الفقه ص ۲۶۲ مطبوعه اشرفی دیوبند

۲ سورۂ ممتحنہ آیت ۹ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ (از بیان القرآن)

۳ ملاحظہ ہو فقہی مقالات ص ۲۸۶-۲۸۷ انتخابات میں ووٹ کی اسلامی حیثیت۔

۴ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج اقبیل سوال سنن راتب، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

۵ صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعت کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔

لکھنوی[1] اور نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالیؒ نے دارالاسلام مانا ہے۔ جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں ہے[2]

جن اسباب کے بناء پر دارالحرب قرار دیا گیا تھا۔ وہ اس وقت پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ موجود ہیں۔ جن اسباب کی وجہ سے دارالاسلام مانا گیا تھا وہ بھی مفقود نہیں ہوئے۔ (ہاں بعض ضرور ایسے ہوگئے ہیں کہ دارالاسلام ہونے کے اسباب وہاں قطعاً مفقود ہے لیکن مجموعی ہند کی یہ حالت نہیں) درمختار میں ہے۔

لاتصیر دارالاسلام دار حرب الا بامور ثلٰثة باجراء احکام اهل الشرک وباتصالها بدار الحرب وبان لایبقیٰ فیها مسلم اوذمی اٰمناً بالامان الاول علی نفسه اه وقالا بشرط واحد لا غیر وهو اظهار حکم الکفر وهو القیاس اه ردالمحتار[3] ج۳ص ۲۵۳۔ فقط واللّٰه سبحانهٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالحرب، دارالاسلام، انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین، ہجرت

سوال:۔ (۱) ہندوستان موجودہ زمانہ میں جبکہ کانگریس کی حکومت ہے، دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

---

[1] فتاویٰ عبدالحیٔ اردو، ص۴۷۹ مسائل شتی۔

[2] وعندی أن هذه المسئلة من المشتبهات التی لم یظهر حکمها علی وجه یحصل منه ثلج الصدور یذهب به عطش الفؤاد ولذا ترانی حررتها "هدایة السائل إلی ادلة المسائل" مقیدا بالمذهب الحنفی الدال علی ان بلاد الهند دیار الاسلام الخ (العبرة مما جاء فی الغزو والشهادة والهجرة لصدیق بن حسن القنوجی ص۲۳۸، بیروت.

[3] الدرالمختار مع شامی زکریا ص۲۸۸ ج۶ کتاب الجهاد، مطب فیما تصیر به دارالاسلام الخ.

(۲) دارالاسلام کن شرائط سے دارالحرب بن جاتا ہے، عالمگیری ص ۳۳۰ ج ۲ مطبوعہ ہگلی میں ہے **اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام عندابی حنیفةؒ بشرائط ثلاث الخ**، اس عبارت میں امام صاحب کے نزدیک تین شرطیں اور صاحبین کے نزدیک ایک شرط ہے۔ یہ پائی جارہی ہے یا نہیں؟

(۳) اجراء احکام کفر سے کیا مراد ہے۔ شامی ج ۳ مجتبائی میں ہے ''**وظاهره انه لو اجريت احكام المسلمين واحكام اهل الشرك لاتكون دار الحرب**'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ اگر احکامِ کفر واحکامِ اسلام دونوں وہاں جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہ ہوگا لیکن فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۱۶ پر یہ ہے ''مراد از اجراء احکام کفر این است کہ درمقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموالِ تجارت وسیاست قطاع طریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکامِ اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبحِ بقرہ تعرض نہ کنند نکردہ باشند الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقدمات وغیرہ خراج وغیرہ شرعی طریقہ پر نہیں تو وہ دارالحرب سمجھا جائے گا۔ اس میں صحیح قول کیا ہے؟

(۴) فصول عمادی قلمی ص ۱۸ پر ملتقط سے یہ نقل کیا ہے ''**ان البلاد التی فی أیدی الکفار لاشک انها بلاد الاسلام لابلاد الحرب لانها غیر متصلة ببلاد الحرب ولانهم لم یظهروا فیها احکام الکفر بل القضاة مسلمون والملوک التی یطیعونه عن ضرورة مسلمون**'' اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ اس سے مراد ہمارے شہر ہیں یا اسلامی ریاستیں مثلاً بھوپال وغیرہ۔

(۵) ولاۃ اور قضاۃ سے کیا مراد ہے؟

(۶) جمہوری حکومت کا کیا حکم ہے؟

(۷) انگریز کے زمانہ میں ہندوستان آپ حضرات کے نزدیک دارالحرب تھا یا

نہیں؟ اگر تھا تو کیا شرائط پائی گئیں۔ اور اس حکومت میں اور انگریز حکومت میں کوئی فرق ہے؟

(۸) کیا پاکستان کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں؟

السوال (۲):۔ اگر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جائے تو یہاں جمعہ اور عیدین کے انعقاد کی کیا صورت ہوگی؟ فتاویٰ عزیزیہ ج اول ص ۳۴ پر یہ ہے کہ دارالحرب میں اگر کفار کی طرف سے حاکم مسلمان ہوں تو اس کی اجازت سے جمعہ وعیدیں جائز ہو سکتے ہیں۔ اگر حاکم مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو اپنے میں سے اپنا امیر مقرر کریں۔ اس کی اجازت سے جمعہ جائز ہوسکتا ہے ورنہ وہ لوگ احتیاط الظہر پڑھیں۔ شامی جزء اول ص ۷۵۴ مصری پر امام کو مقرر کرنے کو واجب قرار دیا ہے **ویجب علیهم ان یلتمسوا والیاً مسلما** اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری باب الجمعہ میں اس کو واجب لکھا ہے۔ تو اس امام سے کیا مراد ہے، اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ چند سال ہوئے جمیعۃ العلماء نے جو امام کی تحریک پیش کی تھی اس میں اور اس مذکورہ امام میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

طحطاوی ص ۲۷۶ پر ہے کہ اگر بناء مسجد کے وقت مسلمان حاکم نے جمعہ کی اجازت دی ہے تو یہ ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔ ہر خطیب کے لئے اذنِ جدید کی ضرورت نہیں۔ لیکن شامی میں اس کے خلاف ہے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے؟ اس امامت کے مسئلہ پر اگر کہیں مفصلاً کلام کیا گیا ہو تو اس کے حوالہ سے بھی مطلع فرماویں۔

سوال (۳):۔ کیا دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ تفسیر احمدی ص ۲۰۲ پر یہ ہے **وفی هٰذا الزمان ان لم یتمکن من اقامة دینه بسبب أیدی الظلمة او الکفرة یفرض علیهم الهجرة وهو الحق** (۴)۔ تو کیا اگر ہم شعار اسلام اور احکام اسلام کے کرنے پر قادر نہ ہوں تو ہم پر ہجرت ضروری ہوگی۔ ہجرت کی بحث فقہاء کے کلام میں کس جگہ ہے؟

السائل افتخار الحسن محلّہ مولویان از کاندھلہ ۱۵، محرم ۶۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جن اسباب کی بناء پر پہلے اختلاف تھا وہ اب بھی موجود ہیں۔ لہٰذا کوئی حکم نہیں بدلا۔ الا فی بعض الامصار والقریٰ۔ یعنی جن حضرات کے نزدیک یہ دارالحرب تھا جیسے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ[۱] صاحبؒ اور شاہ محمد اسماعیل[۲] صاحب شہیدؒ، حضرت گنگوہیؒ[۳]، حضرت نانوتویؒ وغیرہم ان کی تحریرات اور دلائل کے مطابق اب بھی دارالحرب ہے۔ اور جن حضرات کے نزدیک پہلے دارالاسلام تھا جیسے حضرت مولانا عبدالحئیؒ[۴]، نواب صدیق حسین صاحبؒ[۵]، وغیرہما ان کی تحریرات اور دلائل کے موافق اب بھی دارالاسلام ہے۔ البتہ بعض بلاد اور دیہات جن میں اسلامی احکام پر عمل کرنے والے موجود نہیں رہے یا مرتد ہوگئے (العیاذ باللہ) ممکن ہے کہ ان کا حکم متغیر ہو مگر کل ہندوستان کا حکم مجموعی حیثیت سے متغیر نہیں ہوا۔

(۲) جو ملک کسی وقت میں دارالاسلام بن گیا ہو پھر اس پر کفار کا غلبہ ہو جائے تو اس کے دارالحرب ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء قائل ہیں کہ وہ ملک ہمیشہ دارالاسلام ہی رہتا ہے کبھی دارالحرب نہیں بنتا۔ اکثر کا یہ مذہب ہے کہ وہ دارالحرب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ سوال میں بھی نقل کیا ہے، یہی راجح اور اقوی ہے[۶]۔ جو عبارت عالمگیری سے نقل کی گئی ہے وہ

---

[۱] ملاحظہ ہو فتاوی عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱ قبیل سنن رواتب، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[۲] صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعات کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔ ادارہ الرشید دیوبند۔

[۳] ملاحظہ تالیفات رشیدیہ ص ۶۵۳ فیصلة الاعلام فی دار الحرب ودار الاسلام.

[۴] فتاوی عبدالحئی ص ۴۷۹ مسائل شتی.

[۵] العبرة مما جاء فی الغزو والشهادة والهجرة لصدیق بن حسن القنوجی ص ۲۳۸ مطبوعه بیروت.

[۶] لاتصیر دارالاسلام دار حرب الا بامور ثلاثة باجراء احکام اهل الشرک وباتصالها بدارالحرب وبان لایبقی فیها مسلم اوذمی آمنا بالامان الاول علی نفسه الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸ ج ۶ کتاب الجهاد. مطلب فیماتصیربه دارالاسلام دارالحرب الخ.

شامی[1]، طحطاوی، حصکفی وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے۔ ان شرط کا وجود وفقدان حسی چیز ہے شرعی اور فتویٰ کی چیز نہیں خود دیکھ لیجئے۔

(۳) فتاویٰ عزیزیہ[2] ج ا ص ۱۱۵ میں ہے ''وآنچہ مرقوم شدہ کہ معمولہ انگریز واشباہ ایشاں دارالحرب است یا نہ۔ پس بدانند آنچہ کہ می گویند کہ دارالاسلام گاہے دارالحرب نمی شود ایں قول مرجوح است واضح آنست کہ دارالاسلام دارالحرب می شود آرے دریں اختلاف کہ کے می شود طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان وختان دارالحرب می گردد وطائفہ دیگر می گویند مدار صیرورۃ دارالاسلام دارالحرب برمحو شعائر اسلام نیست بلکہ ہرگاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج می گیرد دارالحرب می شود گو شعائر اسلام ہم برقرار باشند وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند وگفتہ اند کہ حد دارالحرب آنست کہ **ان لایبقیٰ فیہ مسلم ولاذمی اٰمناً بالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا و سواء اعلن شعائرا لکفر اولا** ہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند وبریں تقدیر معمولہ انگریز واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است واللہ تعالیٰ اعلم (۷) اھ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے تصریح فرمادی کہ قول ثالث راجح ہے عند المحققین۔

(۴) یہ تعریف ہمارے شہروں پر صادق نہیں آتی ہاں بعض مسلم ریاستوں پر صادق آسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں بھی ان ریاستوں سے اسی نہج پر تعرض کیا گیا ہے۔

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص ۲۸۹ ج۶ کتاب الجهاد، مطلب فیما تصیر به دارالاسلام دارحرب الخ، عالمگیری ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعه کوئٹه حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۴۶۰ ج ۲ کتاب الجهاد، فصل فی استیمان الکافر، مطبوعه بیروت.

[2] فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ا قبیل سوال سنن رواتب. مطبوعه رحیمیه دیوبند.

(۵) ولاۃ کا اطلاق عامۃً حکام وملوک پر آتا ہے اور قضاۃ خصوصی محکوموں کے فیصلہ کرنے والے حکام کو کہتے ہیں[۱]

(۶) شرعاً یہ اسلامی حکومت نہیں۔ کما صرح بہ مولانا شاہ ولی اللہؒ فی ازالۃ الخفاء[۲]

(۷) ہمارے نزدیک دارالحرب تھا ان وجوہ کی بناء پر جن کو ضرورت گنگوہیؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے اور ابھی تک ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا۔ یعنی جمہوری حکومت کی وجہ سے دارالاسلام نہیں بنا۔

(۸) علماء پاکستان سے اس کی تحقیق کی جائے وہ وہاں کے حالات اور طرزِ حکومت واظہار شعائر وغیرہ سے زیادہ واقف ہیں۔

الجواب (۲) دارالحرب ہے اور حسبِ تحریر فتاویٰ عزیزیہ[۳] یہاں جمعہ وعیدین کا انعقاد درست ہے۔ احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں۔ جمعہ کے لئے جس امیر، رئیس، قاضی کی ضرورت ہے اس کے متعلق خود فتاویٰ عزیزی[۴] میں مذکور ہے کہ بے آنکہ درامور ملکی تصرف کند ومداخلت نماید اھ۔

---

[۱] ولاۃ جمع والی وھو من یوالی الانسان وینضم الیه ویکون من جملته وأتباعه والناصرین له الخ، مجمع بحار الانوار ص ۱۲۴ ج۵ (ولی) مطبوعه دار الایمان المدینة المنورة.
القاضی ھو الذی تعین ونصب من جهة من له الامر لاجل القضاء الخ التعریفات الفقهیة علیٰ قواعد الفقه ص ۴۲۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] ھی الریاسة العامة فی التصدی لإقامة الدین باحیاء العلوم الدینیة، وإقامة أرکان الإسلام والقیام بالجهاد وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفیء، والقیام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابةً عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ازالة الخفاء ص ۲ فصل اول در خلافت عامة مسئلة در تعریف خلافت.

[۳] واقامت جمعه دردارالحرب اگر ازطرف کفار والی مسلمانان درمکانے منسوب باشد باذن اودرست است والا مسلما نان را باید که یک کس راکه امین ومتدین باشد رئیس قرار دهند که باجازت وحضور اواقامت جمعه واعیاد الی قوله می نموده باشد. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امیر وقاضی میں دو وصف ہیں۔ایک انتظامِ امور مسلمین جیسے اقامت جمعہ واعیاد اور یہ وصف مسلمانون کی رضامندی سے حاصل ہوجاتا ہے اوراس کے لئے کوئی خاص قوت وغلبہ ضروری نہیں۔ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین [1] اھ جو عالمگیری وغیرہ میں منقول ہے۔اس کا محمل یہی ہے بلکہ اگراس شخص کو قاضی نہ کہا جائے اور ویسے ہی اس کو امام بنا لیا جائے تب بھی جمعہ درست ہوجائے گا۔ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل فصلی بھم جاز کذافی السراجیة اھ [2] عالمگیری مصری ج۱ ص۱۴۶ اور ایسے امام قاضی متعدد بھی ہوسکتے ہیں۔دوسرا وصف ہے تنفیذ الحکم با لغلبة والقھر اس کے لئے قدرت قاہرہ شرط ہے محض مبایعت کافی نہیں۔ السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبا یعة معه من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمه علی رعیته خوفاً من قھرة فان بویع ولم ینفذ فیھم حکمه لعجزه عن قھر ھم لایصیر سلطانا شامی [3] ص۴۲۳ ج۴۔

باب الجمعہ میں والی وقاضی کے وجوب سے مراد اول وصف والا قاضی ہے کہ بغیر اسکے جمعہ ہی درست نہیں اور ایسے قاضی کا ملنا بھی دشوار نہیں اور جمعیۃ العلماء کے ناظم صاحب نے جس نوع کے امیر کی تجویز کی تھی اس میں مقصود اہم وصف ثانی تھا جسکو سلطان کہنا بھی درست ہے اور وہ بھی مسئلہ اجماعی ہے مگر ایسے امام کیلئے جن شرائط کی ضرورت ہے وہ مفقود ہونے کی وجہ سے وہ تحریک کامیاب نہیں ہوئی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فتاویٰ عزیزی ص۴۴ ج۱ مسئله گرفتن سود از انصاری وادائے جمعه، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[4] فتاویٰ عزیزی ص۴۴ ج۱ مسئله سود گرفتن از نصاری وادائے جمعه مطبوعه رحیمیه دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] طحطاوی علی المراقی مصری ص۴۱۴ باب الجمعة.

[2] عالمگیری کوئٹه ص۱۴۶ ج۱ الباب الساوس عشرفی صلاة الجمعة.

[3] شامی نعمانیه ص۳۰۵ ج۴ کتاب القاضی مطلب السلطان یصیر سلطانا بامرین.

ومنها مسئلة نصب الامام فقد اجمعوا علیٰ وجوب نصب الامام وانما الخلاف فی انه یجب علی اللّٰه تعالیٰ اوعلی الخلق بدلیل سمعی اوعقلی لمذهب اهل السنة وعامة المعتزلة انه یجب علی الخلق سمعاً لقوله علیه الصلوٰة والسلام علی ما اخرجه مسلم من حدیث ابن عمرؓ بلفظ من مات بغیر امامه مات میتةً جاهلیةً ولان الصحابةؓ جعلوا اهم المهمات نصب الامام حتی قدموه علی دفنه علیه الصلوٰة والسلام ولان المسلمین لابدلهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق الخ شرح[1] فقه اکبر والمسئلة مذکورة فی شرح[2] العقائد وشرح المقاصد[3] وشرح المواقف[4] وازالة[5] الخفاء ومنصب[6] امامت والمسایرة وتمهید ابی[7] الشکور وحجة اللّٰه البالغة[8] والبسط فی منهاج[9] السنة. طحطاوی ص۲۷۶ اور شامی دونوں کی عبارتیں نقل کیجئے جن میں تعارض ہے۔

الجواب (۳) ہر دارالحرب سے ہر شخص پر ہجرت فرض نہیں بلکہ اس وقت ضروری ہے کہ دارالحرب میں اقامتِ دین پر کما یجب قدرت نہ ہو اور کسی دوسری جگہ اقامتِ دین پر کما یجب قدرت ہو نیز راستہ مامون ہو۔ چنانچہ تفسیر[10] احمدی میں اسی صفحہ پر تین چار سطر پہلے ہے۔ ذکروا ان الایة تدل علی ان من لم یتمکن من اقامة دینه فی بلده کما یجب

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۱۷۰ مسئلة نصب الامام. مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] شرح عقائد ص ۱۵۲ بحث الامامة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] شرح المقاصد ص ۲۳۲ و ۲۳۵ المقصد السادس الفصل الرابع فی الامامة.

[4] شرح المواقف ص ۳۴۵ ج۸ الموقف الخامس فی الالٰهیات المرصد الرابع فی الامامة.

[5] ازالة الخفاء ص۷ ج ۱ درنصب خلیفه وامام.

[6] رساله منصب امامت ملاحظه هو مصنفه مولانا شاه اسمعیل شهید رحمه اللّٰه.

[7] تمهید ابی الشکور ص ۱۷۲ الباب الحادی عشر فی الخلافة.

[8] حجة اللّٰه البالغة ص ۱۳۶ ج۲ ابواب سیاسة المدن، مصری.

[9] منهاج السنة ص ۱۶ ج ۱ الفصل الاول وهی مسئلة الامامة.

[10] تفسیر احمدی ص ۲۰۱ سورة نساء تحت آیت ۹۷ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

وعلم انه يتمكن من اقامة فى غيره حقت عليه الهجرة اهـ۔ اس میں یہ بھی قید

سوال وجواب کی عربی عبارات کا ترجمہ :

(۱) جان لے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دارالحرب تین شرطوں کے ساتھ دارالاسلام بن جاتا ہے۔

(۲) اوراس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اہل اسلام اور اہل شرک (دونوں) کے احکام جاری ہوں تو وہ دارالحرب نہیں بنے گا۔

(۳) احکام کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقدمۂ ملک داری، رعایا کے بندوبست، اموالِ تجارت سے خراج وعشر وغیرہ لینے، ڈاکوؤں، چوروں کو سزا دینے میں کفار بطور خود حاکم ہوں۔ ہاں اگر بعض احکام اسلام مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح گاؤ سے تعرض نہ کرتے ہوں نہ کیا کریں (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)

(۴) بلاشبہ وہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں بیشک وہ بلاد اسلام ہیں بلاد حرب نہیں۔ اس لئے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور نہ انہوں نے ان میں احکام کفر کو ظاہر کیا بلکہ قضاۃ (فیصلے کرنے والے) مسلمان ہیں اور وہ بادشاہ بھی جن کی وہ بضرورت اطاعت کرتے ہیں مسلمان ہیں۔

(۵) اوران پر کسی والی مسلم کا تلاش کرنا واجب ہے۔

(۶) اوراس زمانہ میں ظالموں کافروں کے غلبہ کی وجہ سے اگر اپنے دین کو قائم کرنے کی قدرت ہو تو ان پر ہجرت فرض ہے یہی حق ہے۔

(۷) اور وہ جو مرقوم ہوا کہ انگریزوں کی علمداری کے شہر اوران کے مثل دارالحرب ہیں یا نہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ یہ جو بیان کرتے ہیں کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہیں بنتا۔ یہ قول مرجوح ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ دارالاسلام بھی دارالحرب ہو جاتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کب ہوتا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر شعائر اسلام میں سے کوئی ایک چیز بھی ممنوع ہو جائے۔ جیسے اذان وختنہ کرنا دارالحرب ہو جاتا ہے۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کا مدار شعائر اسلام کے محو ہونے پر نہیں بلکہ جب شعائر کفر بے کھٹکے باعلان رواج پکڑ جائیں دارالحرب ہو جاتا ہے گو شعار اسلام بھی برقرار ہوں اور تیسری جماعت نے اس سے بھی ترقی کر کے کہا ہے کہ دارالحرب ہونے کی تعریف ہے کہ اس میں کوئی مسلمان اور ذمی امانِ سابق کے ساتھ باامن نہ رہے خواہ بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں یا نہ اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوتے ہوں یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۹) اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بن جاتا ہے۔

(۱۰) اور اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگ کسی ایک شخص پر مجتمع ہو جائیں اور وہ ان کو نماز پڑھا دے جائز ہے۔ سراجیہ میں اسی طرح ہے۔

(۱۱) غلبہ وقدرت کے ساتھ حکم نافذ کرنا۔

(۱۲) سلطان دو چیزوں سے سلطان بنتا ہے ایک تو اس سے کہ اشراف واعیان (بڑے لوگ ذمہ دار حضرات) اس سے بیعت کرلیں اور دوسرے اس سے کہ اس کا حکم اس کی رعایا پر اس کے غلبہ کے خوف کی وجہ سے نافذ ہو۔ پس اگر اس سے بیعت تو کرلی جائے مگر اس کا حکم ان میں نافذ نہیں چونکہ وہ ان کو مغلوب کرنے سے عاجز ہے وہ سلطان نہیں بنے گا۔

(۱۳) اور ان میں سے امام کو قائم کرنے کا مسئلہ بھی ہے پس امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع کیا ہے اور بس اختلاف تو اس میں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا مخلوق پر اور دلیل نقلی سے اس کا ثبوت ہے یا دلیل عقلی سے۔ البتہ اہل سنت اور عام معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مخلوق پر واجب ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی وجہ سے جس کی مسلم نے تخریج کی ہے۔ ابن عمرؓ کی حدیث بایں الفاظ کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے امام مقرر کرنے کو تمام مہمات سے اہم قرار دیا۔ حتی کہ اس کو آنحضرت ﷺ کے دفن پر مقدم کیا۔ اور اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے کسی امام کا ہونا ضروری ہے جو ان کے احکام کو نافذ کرے اور حدود قائم کرے قلعوں کی حفاظت کرے، لشکروں کی تیاری کرے، صدقات وصول کرے، باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کو مغلوب وزیر کرسکے الخ۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۷۹، اور یہ مسئلہ شرح عقائد، شرح مقاصد، شرح مواقف، ازالۃ الخفاء، منصبِ امامت، مسایرۃ تمہید ابی الشکور، حجۃ اللہ بالغہ میں مذکور ہے۔ اور منہاج السنۃ میں تفصیل ہے۔

(۱۴) انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو اپنے دین کو اپنے شہر میں قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور اسے یقین ہے کہ دوسرے شہر میں قائم کرنے کی قدرت ہے اس پر ہجرت واجب ہے۔

(۱۵) جیسا کہ سرخسی نے مبسوط ص ۶ ج ۱ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور جصاص رازی نے احکام القرآن ص ۲۶۲، ج ۲ و ص ۲۹۴ ج ۲ و ص ۳۰۵ ج ۲ میں اس کی تصریح کی ہے فقط۔

(۱۶) اس دارالحرب سے مراد جس سے ہجرت فرض ہے وہ دارالحرب ہے کہ حربی لوگ وہاں کے باشندوں کو اپنے دین کے اظہار اور نماز روزہ، جمعہ و جماعت اور اذان وختنہ سے منع کرتے ہوں۔ اور اگر ایسی حالت نہ ہو بلکہ مسلمان بے کھٹکے اپنے دین کا اظہار کرتے ہوں اور جمعہ و جماعت قائم کرتے ہوں اپنے دین کے احکام بلا تکلف بیان کرتے ہوں۔ پس اس دارالحرب سے ہجرت فرض نہیں۔ اور وجوب کی تقدیر پر (جہاں سے ہجرت فرض ہے) فی الفور ہجرت فرض نہیں بلکہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ میسر آنے کی وقت (فرض ہے) اس لئے آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا باوجودیکہ کفار دعوت (دین وتوحید) کے اظہار سے روکتے تھے اور ایمان لانیوالوں کو مارتے پیٹتے اور گالی گلوچ کرتے تھے اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے بھی روکتے تھے پس جب تیرہ سال بعد حق تعالیٰ شانہ نے انصار کو آنحضرت ﷺ کا معین و مددگار بنادیا اور مدینہ طیبہ میں محل ومسکن میسر آگیا اس وقت آنحضرت ﷺ نے ہجرت فرمائی۔

نہیں کہ دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام جائے بلکہ خود دارالحرب کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اگر یہ بات میسر ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے۔ اسی طرح اگر دارالاسلام میں قدرت نہ ہو اور دارالحرب میں قدرت ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے دارالحرب کو اختیار کرنا بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے۔ جو ہجرت ابتداء اسلام میں واجب تھی وہ منسوخ ہے۔ کما صرح بہ السرخسی فی المبسوط[1] ج۱۰ص۶ والجصاص الرازی فی احکام[2] القرآن ص۲۶۲ج۲ وص۲۹۴ج۲وص۳۰۵ج۲۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی اپنے فتاویٰ[3] عزیزیہ ص۵۲ج۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مراد از دارالحرب کہ ازاں ہجرت فرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیان از اظہار دین خود وصوم وصلوٰۃ، جمعہ وجماعت، واذان وختان سکان آں جارا ممانعت نمایند واگر ایں چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ می کنند وجمعہ وجماعت را قائم می دارند وبیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس ازاں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عندوجدان الملجأ والمفر لان النبی صلی

---

[1] المبسوط للسرخسی ص۶ ج۱۰ کتاب السیر کان علی کل مسلم فی قبیلته ان یهاجر الخ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وهذا فی حال ماکانت الهجرة فرضاوقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انابریٌ من کل مسلم اقام بین اظهر المشرکین الی قوله فکانت الهجرة فرضاً الی ان فتحت مکة فنسخ فرض الهجرة. احکام القرآن للجصاص الرازی ص۲۱۹ ج۲ باب وجوب طاعة الرسول، سورة نساء تحت آیت فلاتتخذوا منهم اولیاء حتی یهاجروا فی سبیل اللّٰه . مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت. احکام القرآن ص۲۴۱ ج۲ باب المسلم یقیم فی دارالحرب الخ مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، احکام القرآن ص۲۵۰ ج۲ باب القتل العمدهل فیه کفارة، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[3] فتاویٰ عزیزی ص۵۸ ج۱ تحت مسئله گائو سید احمد کبیرو گوسپند شیخ سدو. مطبوعه رحیمیه دیوبند.

الله عليه وسلم اقام ثلاثة عشر بمكة مع ان كفار مكة كانوا يمنعون من اظهار الدعوة و يضربون ويشمتون من آمن ويمنعون من الصلوٰة فى المسجد الحرام پس حق تعالیٰ ہرگاہ انصار را بعد از سیزدہ سال ناصر و معین آنجناب گردانید ومحل ومسکن در بلدہ طیبہ ہم رسید ہجرت فرمود اھ۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث نظر سے نہیں گذری۔ تحریکِ خلافت کے وقت ۱۳۳۸ھ میں مولانا عبدالباری صاحب لکھنویؒ نے چند مضامین تحریر کئے جو مختلف اخبارات میں شائع ہوئے پھر ان کا مجموعہ ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہوا اس کے ساتھ فضائل ہجرت کی چہل حدیث بھی ہے مگر فقہاء کی عبارات کی طرف اس میں بھی کوئی خاص التفات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دارالحرب

سوال:۔ دارالحرب کی کیا تعریف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مقام ایسا ہو کہ وہاں اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور اس کے آس پاس متصل مقامات کا حال بھی ایسا ہی ہو اور وہاں کوئی مسلمان اپنے اسلام کی بناء پر مامون نہ ہو وہ دارالحرب ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] لا تصير دارالاسلام دارالحرب الا بامور ثلاثة باجراء احكام اهل الشرك وباتصالها بدارالحرب وبان لايبقى فيه مسلم اوذمى آمنا بالامان الاول على نفسه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دارالحرب، ہجرت، حفاظت اہل وعیال

سوال:۔ ہندوستان کی آزادی و یوم استقلال کے بعد جو جانکاہ اور روح فرسا واقعات رونما ہوئے ہیں وہ کسی فرد بشر پر مخفی نہیں ہیں دہلی اور بہار اور الور و پنجاب کے دلسوز اور ولولہ انگیز حالات بھی محتاج بیان نہیں ہیں فی الحال بھی قومی تعصب اور ذہنیت پورے شباب پر ہے گجرات میں گودھرا جیسے شاندار شہر کی تباہی و بربادی میں عملہ سرکار کی بربریت اور بہیمیت پوری قوت سے کارفرما تھی جس کی بنا پر تمام شہر برباد خاکستر ہو کر وہاں کے مسلمان باشندے بدوچشم و یک بینی حیران و پریشان ہو کر اطراف و جوانب میں فرار ہو گئے ہیں۔ آج سے آٹھ دن قبل جو لکھ پتی تھے وہ آج نان جویں کے محتاج ہیں اس منظر کو دیکھ کر گجرات کے تمام اقلیتوں پر خوف و ہراس طاری ہو گیا ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ فسطائیت و سماجیت کا بھوت اکثریت کے سروں پر سوار ہے چند دیہات میں سے مسلمانوں کو نکالدیا گیا ہے اور دھمکیاں دی جارہی ہیں مزارات و مقامات مقدسہ کی تخریب و توہین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا اکثریت اقلیت کی آبروریزی کے درپے ہیں جس کی وجہ سے ہر خداترس و عاقبت اندیش مسلمان کے دل میں قدرتی طور پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوئے لہٰذا علماء کرام ومفتیان عظام سے عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل و مبرہن پیرائے میں تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸ ج ۶ کتاب الجهاد، مطلب فیما تصیر به دارالاسلام الخ، بزازیة علی الهندیة ص ۳۱۲ ج ۶ کتاب السیر الباب الرابع فی المرتد مطبوعه کوئٹه.

(ا) مذکورہ حالات کے پیش نظر ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالامن؟

(ب) دارالحرب ہونے کی صورت میں پاکستان افغانستان عربستان وغیرہ میں سے کس ملک کی طرف ہجرت کرنا بہتر ہے۔ اور ہجرت وجوب وجواز واستحباب میں سے کس درجہ میں بہتر ہے۔

(ج) دارالحرب قرار نہ دینے کی حالت میں قومی فساد کے موقع پر اپنی جان ومال کی صیانت وحفاظت میں جان کی بازی لگانے سے درجہ شہادت کی سعادت نصیب ہوگی یا نہیں اور حملہ آوروں سے گریز وروگردانی موجب گناہ وعقاب ہے یا نہیں؟

(د) موجودہ فضا کی صورت میں مستورات واطفال وعیال کو خطرہ جان یا خوف ارتداد کی وجہ سے کسی محفوظ مقام پر خواہ ہند میں ہوں یا بیرون ہند پہچانا کیسا ہے؟

(ہ) موجودہ فضا کے لحاظ سے اگر کوئی تاجر کافی مال تجارت کے ہوتے ہوئے بہ سلسلہ تجارت مقروض ہے اور گاہک پر ان کا بھی قرض ہے مگر نقد پاس نہیں ہے اس صورت میں اگر مصلحت وقت کے پیش نظر کچھ معمولی رقم بطور دوراندیشی بجائے ادائیگی قرض محض اس غرض سے اپنے پاس رکھے کہ خدانخواستہ اگر کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جو موجب نقل وحرکت یا بربادی کا رہو تو ذریعۂ قوت لا یموت وحفظ عزت وعصمت بن سکے جائز ہے یا نہیں، یا ہر حالت میں ادائیگی قرض مقدم ہے شرح ومفصل جواب تحریر فرما کر ارسال فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(ا) ہندوستان کے متعلق قدیم سے اختلاف ہے اکثر حضرات نے اس کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز[1] صاحب محدث دہلویؒ اور شاہ محمد اسماعیل[2] صاحب

[1] وبریں تقدیر معمولہ انگریزاں واشباہ ایشاں لاشبہہ دارالحرب است الخ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج اقبیل سوال سنن رواتب مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

[2] صراط مستقیم اردو ص ۱۳۰ چوتھی فصل ادائے طاعت کے طریقوں کے بیان میں پانچواں فائدہ۔

شہیدؒ وغیرہما نے اپنی تحریرات میں تصریح فرمائی ہے حالانکہ ان کے وقت میں مسلمان بادشاہ دہلی میں موجود تھے مگر دارالحرب کی تعریف ان کے نزدیک اس وقت ہندوستان پر صادق آتی تھی اور وہ تعریف اب بھی صادق آتی ہے۔

بعض حضرات نے اس کو دارالاسلام مانا ہے جیسا کہ حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنویؒ نے اپنے[1] فتاویٰ میں لکھا ہے حالانکہ ان کا زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کافی بعد کا ہے جبکہ انگریز کا پورا تسلط ہندوستان پر ہو چکا تھا مگر دارالحرب کی تعریف **التی لم یبق فیھا مسلم**[2] مجموع من حیث المجموع ہندوستان کا حکم ان ہنگامی حالات سے نہیں بدلا۔

(ب) مسئلۂ ہجرت اہم مسائل سے ہے۔ جس مقام پر کوئی شخص اپنے دین، نفس، عزت، عیال، مال کی حفاظت پر قادر نہ ہو اور شعائر اسلام پر کما یجب عمل نہ کر سکتا ہو اور کسی دوسری جگہ پر جا کر یہ قدرت حاصل ہو سکتی ہو اور راستہ بھی مامون ہو تو اس کے ذمہ ہجرت واجب ہوتی ہے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ اول مقام دارالحرب اور دوسری جگہ دارالاسلام ہی ہو بلکہ اگر دارالاسلام میں کسی وقت یہ دشواری پیش آئے اور دارالحرب میں نہ ہو تو ایسے دارالاسلام سے ہجرت کر کے دارالحرب میں آنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر دارالحرب کے کسی مقام پر دشواری ہو اور دارالحرب ہی کے دوسرے مقام پر دشواری نہ ہو تو وہاں چلا جائے[3]۔ اب ہر شخص اپنی جائے قیام حالات اور قرب وجوار کے حالات نیز پاکستان، عربستان، افغانستان وغیرہ کے حالات اور اپنی قدرت راستہ وغیرہ کے امن پر غور کرے اور پوری تحقیق کرے اس کے بعد رائے قائم کرے بلا تحقیق اور بغیر غور وخوض

---

[1] فتاویٰ عبدالحیٔ اردو ص ۴۷۹ مسائل شتی۔

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۸۸ ج ۶ کتاب الجهاد، مطلب فیما تعین دارالاسلام.

[3] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورئه نساء آیت ۹۷: مطبوعه رحیمیه دیوبند.

کے محض ہنگامی حالات سے متأثر ہو کر جلدی رائے قائم کرنے سے بسا اوقات پشیمانی ہوتی ہے اور مصائب میں بجائے کمی کے اضافہ ہو جاتا ہے اور آج کل روئے زمین پر علیٰ منہاج النبوۃ کسی جگہ بھی حکومت موجود نہیں اور جو لوگ جلد ہی بغیر تحقیق وغور کے چلے گئے تھے کثیر تعداد میں پریشان ہو کر واپس آرہے ہیں۔

(ج) اپنی حفاظت کا انتظام کرنا اور دشمن کے حملہ و تیاری سے باخبر رہنا ہر شخص کے ذمہ لازم ہے اگر مفسدین کی جماعت حملہ آور ہو تو پوری تدبیر اور قوت کے ساتھ ہوشیاری سے حفاظت و مدافعت کی جائے اور جو شخص جان و مال عیال، دین، عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے گا اس کو شہادت کی سعادت حاصل ہوگی[1] مدافعت و مقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے فرار اختیار کرنا گناہ ہے[2]۔

(د) ان کی حفاظت از حد ضروری ہے مگر ایسا نہ ہو کہ ان سب کو کسی ایک مقام پر جمع کر دیا جائے اور دشمن جمع شدہ پر جا کر قبضہ کر لے اور جمع کرنے کی زحمت سے بھی بچ جائے جیسا کہ ان اطراف کے بعض مقامات میں ہوا نیز اپنے سے ان کو علیحدہ کسی دور دراز مقام پر بھیج دینا بھی قرین دانشمندی نہیں کہ وہ علیحدہ پریشان رہیں اور پھر ملاقات بھی دشوار ہو جائے۔

ذکروا ان الآیة تدل علی ان من لم یتمکن من اقامة دینه فی بلده کما یجب وعلم انه یتمکن من اقامة فی غیره حقت علیه المهاجرة الی قوله وفی هذا الزمان ان لم یتمکن من اقامة دینه بسبب ایدی الظلمة او الکفرة یفرض

---

[1] عن سعید بن زیدؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من قتل دون دینه فهو شهید ومن قتل دون دمه فهو شهید ومن قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید، مشکوٰة شریف ص ۳۰۶، باب ما لا یضمن من الجنایات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] ان کان عددالمسلمین نصف عددالمشرکین لایحل لهم الفرار وهذا اذا کان معهم اسلحة الخ عالمگیری کوئٹه ص ۱۹۳ ج ۲ قبیل الباب الثانی فی کیفیة القتال.

علیه الهجرة هو الحق اه تفیسر احمدی[1] ص۲۰۲ مراد از دارالحرب کہ ازاں ہجرت مافرض باشد آں دارالحرب است کہ حربیاں از اظہار دین خود صوم وصلوٰۃ جمعہ و جماعات و اذان وختان سکان آنجا را ممانعت نمایند واگر چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ کنند وجمعہ و جماعات را قائم میدارند و بیان احکام دین خود بے تکلف می کنند پس ازاں دارالحرب ہجرت فرض نیست وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عند وجدان الملجأ والمفر لان النبی ﷺ اقام ثلثة عشر بمکة مع ان کفار مکة کانوا یمنعون من اظہار الدعوة ویضر بون ویشتمون من آمن ویمنعون من الصلوات فی المسجد الحرام۔

پس حق تعالیٰ ہرگاہ انصار را بعد از سیزدہ سال ناصر ومعین آنجناب گردانید ومحل ومسکن در بلدہ طیبہ بہم رسید ہجرت فرمودند اھ فتاویٰ عزیزیہ[2] ص۵۲۔

عقیدہ اور کامل بھروسہ ذات باری تعالیٰ پر رکھنا چاہئے کہ ناصر وحافظ حقیقی وہی ہے اگر ان کی طرف سے نصرت شامل حال ہو تو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اگر ان کی طرف سے نصرت نہ ہو تو دنیوی انتظامات کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قال اللہ تعالیٰ ان ینصرکم اللّٰہ فلاغالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون[3] اور جب اور جس طرح مقدر میں مرنا لکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا مقدر پر شاکر رہنا چاہئے مقدر کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ بڑے بڑے قلعے بھی موت سے حفاظت نہیں کر سکتے۔ اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة الایۃ[4] جب

---

[1] تفسیر احمدی ص ۲۰۲ سورۂ نساء آیت ۹۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] فتاویٰ عزیزی ص۵۸ ج۱ تحت مسئلہ گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[3] سورۃ آل عمران آیت ص۱۶۰ ترجمہ: اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے۔ (از بیان القرآن)

[4] سورۃ نساء آیت ۷۸ ترجمہ: تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آجاویگی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔

مدار ناصر حقیقی کی نصرت پر رہا تو اس کی نصرت کے اسباب کو حاصل کرنا چاہئے **قال اللّٰہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصرو اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم** الایۃ[1] یعنی خدا کے دین کی مدد کی جائے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کیا جائے معاصی کو بند کیا جائے اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کی جائے ضعفاء پر رحم کیا جائے **ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء**[2]۔ **ارحموا ترحموا**،[3] **من لا یرحم لا یرحم**[4] وغیرہ بکثرت روایات میں اس کی تلقین ہے دوست اور دشمن سب کے دل خدا کے قبضہ وقدرت میں ہیں جس کے دل میں چاہے رحم پیدا فرماوے جس کے دل سے چاہے رحم نکال لے جب انسان کے اخلاق وسیع ہوں بے غرض احسان ومروت کرتا ہو۔ خدا سے ڈرتا ہو دوسرے کی جان مال آبرو کے درپے نہ ہو بلکہ اپنی جان مال، آبرو کی طرح اس کی بھی حفاظت کرتا ہو۔ خدا سے ڈرتا ہو۔ چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا احترام کرتا ہو۔ زبان کا سچا ہو اور وعدہ وفا ہو رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہو تو دنیا میں بھی ایسے شخص کی مخالفت کم کی جاتی ہے اور اس کی دشمنی شاذ ونادر ہی کوئی کرتا ہے اور آخرت میں تو ایسا شخص بہر صورت نفع ہی نفع میں ہے۔ اس لئے اس کا قلب مطمئن رہتا ہے۔

(۵) خطرہ مذکورہ سے زیادہ قابل اہتمام ادائے قرض ہے کہ اگر ان حوادث میں اپنا بھی خاتمہ ہو گیا تو مواخذۃ اخروی باقی رہے گا۔[5] اور اگر محافظ حقیقی نے نصرت فرما کر جان بچالی ہے

---

[1] سورۃ محمد آیت ۷، ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جمادے گا۔

[2] السنن الکبری للبھیقی ص ۹/۴۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، کتاب السیر، باب ماعلی الوالی من امرالجیش.

[3] مسند احمد ص ۱۶۵ ج ۲ رقم الحدیث ۶۵۰۵ دارالفکر بیروت.

[4] المعجم الکبیر للطبرانی ص ۴۵۱ ج ۲ حدیث ۲۴۷۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

[5] عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال "یغفر للشھید کل ذنب الا الدین" فی المرقاۃ "إلا الدین" أراد حقوق الآدمیین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو وہ رزاق بھی ہے۔ اپنے وعدۂ رزق کو ضرور پورا فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۸/ جمادی الثانیہ ۶۷ھ

لونڈیوں اور باندیوں کے احکام

سوال:۔ شریعت اسلامیہ میں کنیز اور لونڈیوں کا کیا مرتبہ ہے؟

(۱) کیا وہ زر خرید ہوئی تھیں اور ان سے نکاح بھی کیا جاتا تھا؟

(۲) کیا ان کی اولاد اگر نکاح کے بغیر ہو تو یہ وراثت کی حقدار ہوتی ہے؟

(۳) لونڈیوں کی تعداد کے اوپر کوئی پابندی تھی؟

(۴) ایک وقت میں چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن اس میں یہ قید ہے کہ سات سے زیادہ پوری زندگی میں نہ کی جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعی طور پر جہاد ہوتا تھا اس میں گرفتار کر کے لائی جاتی تھیں وہ تقسیم کر دی جاتی تھیں جس کی ملک میں جو دیدی جاتی اس کو اس سے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی[۱] تھی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من الأموال والدماء والإعراض، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۲ کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار فانها لا تعفی بالشهادة، مرقاة المفاتیح ص ۳۳۹ ج۳ کتاب البیوع باب الافلاس الخ، مطبوعه بمبئی.

(صفحہ ہذا) [۱] کان العرب فی جاهلیتهم یغزو بعضهم ویستولون علی النساء والرجال فیکون ارقاء الی قوله جاء الاسلام والرقیق موجود فی أیدی العرب فاقرهم علیه ولم یسد علیهم بابه وقد قسم رسول اللّٰه ﷺ علی المسلمین غنائم بنی المصطلق وفیها سبی کثیر الخ هامش الشامی ص ۳۷۸ ج۵ اول کتاب العتق، مطبوعه زکریا دیوبند.

(۲) وہ وراثت کی حقدار ہوتی تھی[۱]۔
(۳) کوئی پابندی نہیں تھی[۲]۔
(۴) یہ قید نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے؟

سوال:۔ حضور ﷺ کے زمانے میں لونڈیاں اور غلام فروخت ہوتے تھے کیا ان لونڈیوں کو خرید کر بغیر عقد ان کے ساتھ صحبت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ زرخرید لونڈی کے ساتھ بغیر عقد کے حضور ﷺ کے زمانے میں بھی صحبت کرنا جائز نہیں تھا کتاب وحدیث سے حوالہ عنایت فرما کر جواب دیں مہربانی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعی لونڈی جو جہاد میں گرفتار کر کے لائی جائے وہ جس کے حصہ میں آجائے اس کو اس سے صحبت کرنا جائز تھا اس کے ساتھ عقد نکاح کی ضرورت نہیں تھی ایسی باندی کو مالک فروخت بھی کرسکتا تھا لیکن اگر کسی سے عقد کر دیا تو مالک کو اس سے صحبت کی اجازت نہیں تھی یہ مسئلہ کتب حدیث[۴] وفقہ[۵] میں موجود ہے قرآن کریم میں بھی ہے۔ **فانکحوا ما طاب لکم**

---

[۱] اس لئے کہ وہ اس کے حقیقی بیٹا بیٹی ہوگئے۔ فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۴۹۸ ج۱۰ کتاب الفرائض

[۲] ولہ التسری بما شاء من الاماء الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۱۳۸ ج۴ کتاب النکاح فصل فی المحرمات

[۳] لا یجوز لا حد غیر رسول اللّٰہ ﷺ ان یجمع بین اکثر من اربع نسوۃ الخ تفسیر ابن کثیر ص۶۷۷ ج۱ (مطبوعہ مکہ مکرمہ) سورۃ النساء تحت آیت ۳.

[۴] عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة اوما ملکت ایمانکم[۱] الایۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کیا ہندوستانی مسلمان مستامن ہیں

سوال:۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت کفار کے ساتھ مستامن کی ہے، یا غیر مستامن کی بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان میں جمہوری حکومت کا اعلان ہے کہ یہاں کے مسلمان حصول آزادی کی سعی وقربانی میں دیگر اقوام سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ دوش بدوش اور نمایاں طور پر شریک رہے ہیں، اس لئے ان کو مستامن نہیں کہا جاسکتا، البتہ جو مسلمان پاکستان سے پرمٹ لیکر عارضی طور پر یہاں آتے ہیں وہ یہاں کے اصلی باشندے کے مانند نہیں، بعض مقامات پر اکثریت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) بعث یوم حنین بعثاً الی اَوْطَاس فلقوا عدوهم فقاتلوهم فظهروا علیهم واصابوا لهم سبایا فکان اناساً من اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تحرجوا من غشیانهن من اجل ازواجهن من المشرکین فانزل اللّٰه فی ذلک والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم ای فهن لهم حلال اذا انقضت عدتهن ابوداؤد شریف ص۲۹۳ ج ۱ کتاب النکاح، باب فی وطی السبایا، مطبوعه سعد دیوبند.

[۵] ملاحظه هو رد المحتار علی الدر المختار، ص۱۲۴ ج۴ کتاب النکاح، مطلب مُهِمٌّ فی وطء التسراری الخ، مطبوعه زکریا دیوبند.

سورۂ نساء آیت ۳، **ترجمہ:** تو عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بیوی بس کرو۔ یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔

نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے، اور مقامی حکام بھی جبر وتشدد سے کام لیتے ہیں اور دلوں کا بغض وعناد نکالتے ہیں، یہ صریح ظلم ہے حکومت کے ذمہ اس کا انسداد اپنے معاہدے اور قانون کے ماتحت لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمو گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

یکم جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

باشندگان ہندوستان آزاد ہیں، اور ان کو تمام حقوق برابر کے حاصل ہیں دستور میں بھی اس کی تصریح موجود ہے، پھر ان کی طرح سے مسلمان بھی ہندوستان میں آزاد کیوں نہ ہونگے، ظلم وناانصافی اور چیز ہے، آئین وقوانین کی رو سے تو یہی بات ہے جو مفتی صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان کہنے کا حکم

سوال:۔ زید کا کہنا ہے کہ پہلے میں مسلمان ہوں بعد میں کچھ اور بکر کا کہنا ہے کہ پہلے میں ہندوستانی ہوں، بعد میں مسلمان، بکر سیاسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ کسی وقت بھی اس کو ترک کر کے دوسرا دین قبول کرنے کی گنجائش نہیں "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین"[1]، وطن کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس کو ترک کر کے دوسری جگہ وطن بنالینا (ہجرت)

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۸۵/

ترجمہ:۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا، تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا، اور آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ (بیان القرآن)

کر جانا بھی درست ہے، بلکہ بعض احوال میں مستحب اور بعض احوال میں ضروری ہو جاتا ہے[1] لیکن وطن کے حقوق بھی اسلام نے بتائے ہیں، اس کو کلیۃً نظر انداز نہیں کر دیا، البتہ وطن کے حقوق تابع ہیں، حقوق اسلام کے یہ تو اصل حقیقت ہے، مگر مسئولہ فقرہ کو سیاستاً استعمال کرنے کی وجہ سے اس پر فتویٰ لے کر دیگر مقاصد کا ذریعہ نہ بنایا جائے، کیونکہ اس کا دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی هذاالزمان ان لم يتمكن من اقامة دينه بسبب أيدى الظلمة او الكفرة يفرض عليه الهجرة وهو الحق (تفسيرات احمديه ،ص ۲۰۲/ سورة النساء آيت ۹۷، مطبوعه رحيميه ديوبند)

قالوا كل هجرة لطلب علم اوحج اوجهاد اوفرار الى بلد يراد فيه طاعة اوقناعة اوزهداوابتغاء رزق طيب فهى هجرته الىٰ الله ورسوله(الىٰ قوله)واستحسن المشائخون ذٰلک(تفسيرات احمديه،ص ۲۰۳/ مطبوعه رحيميه ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

امارت وسیاست کے مسائل

موجودہ وقت میں مسلمانوں کے لئے طریق کار

سوال:۔اس زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کا ازروئے موافق شریعت کیا چارۂ کار ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایمان ویقین پختہ کریں، عقائد حقہ اخلاق فاضلہ اعمال صالحہ اہتمام سے حاصل کریں، آپس میں ہمدردی اور خیرخواہی سے رہیں، حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو اپنے اندر جمانے اور دوسرے بھائیوں تک پہنچانے اور ظلم ومعصیت کے مٹانے میں منہمک ہوجائیں، تو خدائے پاک کی نصرت ہوگی ''یایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم الایۃ[1]''، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہوگی، تو پھر کوئی دوسرا غالب نہیں ہوگا ''ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم الایۃ''[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۳ھ

---

[1] سورۂ محمد آیت ۷/.

ترجمہ:. اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا۔(بیان القرآن) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علماء کی سیاست میں شرکت

سوال:۔عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جارہا ہے کہ علماء کرام کو موجودہ سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے، کیا اس بگڑے ہوئے ماحول میں علماء کرام کو خاموش رہنا چاہئے، جو علماء کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، کیا وہ غلط کررہے ہیں، کیا علماء کرام کا کام صرف مسجد کی امامت کرنا اور مدرسہ کی تعلیم دینا ہے اور بس؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیال آج کا نہیں بہت پرانا خیال ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے، کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق، بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو وہ صحیح طور پر سیاست میں شریک ہوکر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہ عمل پیش کرے گا، اس کا سیاست میں شریک ہونا درست ومفید ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سیاست میں حصہ لینا

سوال:۔کیا اسلامی اصول کے مطابق اس ہندوستان کی سیاست میں ہم مسلمان بھی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] سورۂ آل عمران آیت ۱۶۰/.

ترجمہ:۔اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔(بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، ترمذی شریف ص ۴۰ ج ۲ ابواب الفتن، باب افضل الجهاد، مروجہ سیاست کے شرعی احکام، مصنفہ حکیم الامت ص ۲۸ ج ا مطبوعہ ہتورا باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں حصہ لینے سے آپ کو احکام اسلام پر عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو اور آپ حصہ لیکر اہل اسلام کی خدمت کر سکیں اور ان کو ظلم سے بچا کر حقوق دلا سکیں تو حصہ لے سکتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پاکستان میں اسلامی قانون

سوال:۔ پاکستان میں ۱۹۷۳ء میں ایک آئین نافذ ہوا جس میں تمام سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کے دستخط ہیں، اس آئین کی بنیادی باتیں یہ ہیں اس ملک کا نام اسلامیہ جمہوریہ ہوگا، اس ملک کا حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے، کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوگا، اور جتنے غیر اسلامی قوانین ملک میں موجود ہیں، سات سال تک ان کو اسلام کے مطابق بنا دیا جائے گا۔

۱۹۷۷ء میں مارشل لا نے اس آئین کو معطل کر دیا، چند سال بعد کچھ ترمیم کے ساتھ اس آئین کو پھر نافذ کر دیا، اور ترمیم بنیادی نظریہ کے خلاف ہیں، لہٰذا اس آئین کی بحالی کے لئے ملک کی متعدد جماعتیں متحد ہو کر کام کرنا چاہتی ہیں، جس میں ایک جماعت علماء کی ہے، باقی تمام سیاسی جماعتیں ہیں، جو ملکی سیاست میں اہم مقام رکھتی ہیں، تو صرف مندرجہ بالا پروگرام پر اتحاد کا شرعی حکم تحریر فرمائیں، نیز اس آئین کے تحت انتخابی سیاسی آزادی اخبارات کی آزادی کے نکات بھی شامل ہیں، براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں علماء کی جماعت کا مستقل ایک موقف ہے، وہاں کی سیاست سے بھی یہ جماعت خوب واقف ہے، اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نظریات ومقاصد کو بھی خوب جانتی ہے، اور

---

[1] ملاحظہ ہو جواہر الفقہ، ج ۲/ص ۲۹۱/ (رسالہ انتخابات میں ووٹ ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت) معارف القرآن، ج ۲/ص ۴۴۶/ سورۂ نساء تحت آیت ۵۸/۔

اس کے سامنے بنیادی قانون بھی ہے، اوراس کی ترمیمات بھی ہیں، لہٰذا وہ جماعت ہی شریعت کی روشنی میں علیٰ وجہِ البصیرت رائے قائم کرسکتی ہے، ہم خدام ان چیزوں سے ناواقف کیارائے پیش کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

جائز قانون حکومت کی پابندی

سوال:۔دوقریبی ملکوں کے درمیان پنجاب حکومت نے آنا جانا منع کردیا ہے، اب اگرکوئی شخص چپکے سے چلا آئے یا چپکے سے چلا جائے تو شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

رعایا کے ہرفرد کواپنی حکومت کے ہرجائز قانون کی پابندی لازم ہے[1]خلاف قانون کرنا جرم ہے، جس سے عزت اورجان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السمع والطاعة علیٰ المرأ المسلم فیما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة، الحدیث، مشکوٰة شریف، ص ۳۱۹/ کتاب الامارة فی الفصل الاول، شامی کراچی، ص ۲۶۴/ باب البغاة، مطلب فی وجوب طاعة الامام.

ترجمہ:۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان مرد پراوراطاعت کرنالازم ہے، پسندیدہ چیز میں بھی اورناپسندیدہ چیز میں بھی جب تک معصیت کاحکم نہ کیا جائے۔

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الخ الحدیث ترمذی شریف، ج ۲/ص ۵۰/ کتاب الفتن (مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:. کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کوذلیل کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

امامت وخلافت

امارت شرعیہ

سوال:۔آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے صوبہ بہار میں کم وبیش ۲۰/سال سے چند لوگوں نے ایک امارت شرعیہ قائم کر رکھا ہے اور سب لوگ مخالف ہیں۔

(۱) امارت مذکور الصدر کے مبلغ عوام میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں کہ جو امارت کے احکام نہ مانے گا اس کی موت جہالت وگمراہی اور کفر کی موت ہوگی کیا یہ درست ہے؟

(۲) (الف) امیر وامارت کا قائم کرنا فرض ہے یا واجب؟

(ب) اس کا قیام کیسے ملک میں ہوسکتا ہے؟

(ج) اس غلام ملک ہندوستان میں اسکا قائم کرنا کیسا ہے واجب یا فرض؟

(د) یہ جلیل القدر جمعیۃ العلماء دیوبند اور دیگر علماء کرام جنہوں نے ہندوستان میں امارت قائم نہیں کی وہ خاطی عاصی گنہگار ہیں یا نہیں؟

(ز) اور ان کی موت بغیر قیام امارت واطاعت امیر شریعت کی نظر میں کیسی ہوگی؟

(س) امیر بنانے کی غرض وغایت کیا ہے اور وہ ہندوستان میں کما حقہ پوری ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(ص) امیر کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

(ط) ایک فاسق وفاجر کا امیر ہونا اور اس کی اطاعت بشرطیکہ اس سے معصیۃ اللہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک ایسا شخص جو ایک خانقاہ کا سجادہ نشین ہے، اور صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی ہے مگر اپنی خانقاہ میں راہبوں کی طرح گوشہ نشین ہے، چلتے پھرنے کی طاقت کے باوجود بھی شادی غمی اپنے پرائے میں شریک نہیں ہوتا، اور اپنی خانقاہ میں مجلس رقص وسرور بھی حال وقال کی مجلس منعقد کرتا ہے، ہر سال مقررہ وقت پر عرس واعراس کیا کرتا ہے، جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرد وعورت کا اجتماع ہوتا ہے، قبروں پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں ان پر سجدہ کیا جاتا ہے اور بوسہ دیا جاتا ہے، صاحب قبر سے حاجتیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں، مرد وعورت کے باہمی اجتماع سے طرح طرح کی بدعنوانیاں اور بے ہودگیاں ہوتی ہیں، مگر سجادہ نشیں مذکورہ ان تمام خبروں کا علم رکھتے ہوئے اور روکنے اور منع کرنے کی قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود نہ ان چیزوں کو روکتا ہے اور نہ لوگوں کو ان باتوں سے منع کرتا ہے، لہٰذا۔

(الف) ایسے شخص کے متعلق شریعت حقہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) اور ایسا شخص مسلمانوں کا امیر ہوسکتا ہے؟

(۴) حضرت امام حسینؓ کا یزید کی امارت کا قبول کرنا جائز تھا یا نہیں؟

(۵) اگر بغیر امیر لوگوں کی موت جہالت کی موت ہے جیسا کہ امارت کے مبلغین صاحبان کہا کرتے ہیں تو پھر دوسو برس سے اس وقت تک مرنے والوں کی موت کیسی ہوئی، اور پھر ان کا حشر کیا ہوگا؟ شرعاً کیا حکم ہے آگاہ فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) امارت مذکورہ کے حالات کے مجھے تحقیق نہیں نہ اس کے ارکان سے تعارف وواقفیت اصول وضوابط اور قیام کی تشکیل سامنے موجود نہ ہو تو کوئی رائے قائم کرنا دشوار ہے،

تاہم آپ کے سوالات کا تعلق جہاں تک شریعت سے ہے ان کا جواب تحریر ہے۔

امیر جماعت شرعیہ کی اطاعت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے، اور جو شخص جماعت سے مخالفت کرے اس کی موت کو جاہلیت کی موت فرمایا گیا ہے، کذافی المشکوٰۃ، مرقاۃ، ص ۳۱۹/[1]

۲۔(الف) مسلمانوں کو اپنا ایک امام مقرر کرنا واجب بلکہ اہم واجبات سے ہے[2]

(ب) جیسے ملک میں قدرت ہو۔

(ج) اگر قدرت ہو تو واجب ہے۔

(د) ان کو قدرت ہے یا نہیں؟

(ر) امام قائم ہونے کے بعد اس کی اطاعت نہ کرنے پر جو وعید ہے کیا امام قائم کرنے پر بھی وعید ہے۔

---

[1] عن ابن عباسؓ قال قال رسو اللّٰہ ﷺ من رای امیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احدیفارق الجماعۃ شبرافیموت الامات میتۃ جاھلیۃ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مرقات ص ۱۲۰ ج۴ کتاب الامارۃ والقضاء، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

ترجمہ :. حدیث حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص اپنے حاکم کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو ناگوار ہو تو صبر کرے، اس لئے کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا اور اسی حال میں مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ. مشکوٰۃ شریف، ص ۳۱۹/ کتاب الامارۃ، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئی سنا ہے جو شخص امام کی اطاعت سے نکلا اور اسلام کی جماعت سے جدا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

[2] ومنھا مسئلۃ نصب الامام فقد اجمعوا علی وجوب نصب الامام الیٰ ما قال ولان المسلمین لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکام مھم واقامۃ حدودھم الخ شرح فقہ اکبیر ص ۱۷۹ مسئلۃ نصب الامام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شرح عقائد ص ۱۵۲ مبحث الامامۃ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص ۵۴۸ ج ۱ باب الإمامۃ.

(س) اس کا جواب (ص) میں ہے۔

(ص) "والمسلمون لابدلهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات والواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لاأولياء لهم وقسمة الغنائم ثم ينبغى أن يكون الامام ظاهرا لامخفيا ولامنتظر اويكون من قريش ولايجوز من غيرهم ،شرح عقائد نسفى،[1] ص ۲۰۵/ الامام الحق هوالذى استجمع شرائط خمسة للامامة من الاسلام والحرية والعقل والبلوغ والعدالة وصار امامابيعة جماعة من المسلمين وهم رضوابامامته وهويريد باعلاء كلمة الاسلام ومعونة المسلمين ويومن به دمائهم وأموالهم وفروجهم ويأخذ العشر والخراج على الوجه المشروع ويعطى العلماء والخطباء والقضاة والمفتين والمدرسين والمتعلمين والحافظين وغيرذٰلک من بيت المال ويكون عدلا مؤمنا مشفقا على المسلمين ومن ليس كذالک فهو ليس بامام حق فلايجب اعانته(منهاج)[2] ونصبه أهم الواجبات أى من اهمها لتوقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (قوله قادرا) أى على تنفيذالاحكام وانصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور وحماية البيضة وحفظ حدود الاسلام وجر العساكر.(درمختار[3])

(ط) فاسق کوامام بنانا مکروہ ہے، تاہم اگر وہ امام بن جائے تو اس کی اطاعت غیر

---

[1] شرح عقائد نسفى ،ص ۱۵۲/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند ،مبحث الامامة.

[2] منهاج السنة ص ۱۶ ج ۱ الفصل الأول وهى مسئلة الإمامة.

[2] درمختار مع الشامى ،ج۲/ص ۲۸۲/ مطبوعه زكريا ،كراچى، ج ۱/ص ۵۴۸/ كتاب الصلاة،باب الامامة ،مطلب شروط الامامة الكبرىٰ.

معصیت میں واجب ہے "عندالحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة فيصح تقليد الفاسق الامامة مع الكراهة اھ شامی، ج ۱/ص ۳۶۸/[1]

(۳) ان میں سے بعض امور صغیرہ گناہ ہیں اور بعض کبیرہ اور بعض شرک[2]

(الف) ایسا شخص جو کہ معاصی کے روکنے پر قادر ہو اور پھر بلا عذر شرعی نہ روکے، گنہگار ہے، خواہ سجادہ نشین ہو خواہ کوئی اور ہر شخص کے ذمہ حسب وسعت وحیثیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے[3]

(ب) اس کا جواب (ط) میں آ گیا۔

(۴) وہ جو کچھ اس وقت جائز سمجھتے تھے وہی انہوں نے کیا۔

---

[1] شامی نعمانیه، ج ۱/ص ۳۶۸/مطبوعه زکریا، ج ۲/ص ۲۸۳/ کتاب الصلوٰة باب الامامة مطلب شروط الامامة الکبریٰ.

[2] لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السراج والمساجد، عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا، تفسير مظهری ص ۶۵ ج ۲ سورة آل عمران تحت آيت ۶۴، مطبوعه کوئٹه شامی کراچی ص ۲۳۸ ج ۲ مطلب فی الدفن، سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور أنبيائهم تعظيما لهم وذالک هو الشرک الجلی واما لانهم كانوا يتخذون الصلاة للّٰه تعالى فی مدافن الانبياء والسجود على مقابرهم والتوجه الى قبورهم حالة الصلوة نظراً منهم بذلک الى عبادة اللّٰه والمبالغة فی تعظيم الانبياء وذلک هو الشرک الخفی، مرقاة المفاتيح ص ۲۰۲ ج ۲ باب المساجد ومواضع الصلاة فصل اول مطبوعه امداديه ملتان.

[3] ان كان يعلم باكبر رأيه أنه لو أمر بالمعروف يقبلون ذٰلک منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولايسعه تركه الخ عالمگيری، ج ۵/ص ۳۵۲/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الكراهة، الباب السابع عشر، اعلم انه اذا كان المنكر حراما وجب الزجر عنه واذا كان مكروها ندب والامر بالمعروف ايضاً تبع لما يؤمر به فان وجب فواجب وان ندب فمندوب مرقاة المفاتيح ص ۳ ج ۵ باب الامر بالمعروف فصل اول كتاب الآداب، مطبوعه بمبئی.

(۵) امام شرعی موجود ہو اور پھر بلا وجہ شرعی کوئی اس کی مخالفت کرے اور بیعت نہ کرے، اس لئے یہ وعید ہے اور جبکہ امام شرعی موجود نہ ہو تو اس وقت یہ وعید نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیزیہ، ج ۲/ص ۷۷/[1] میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱/۴/۶۳ھ

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱/۴/۶۳ھ

امارت شرعیہ کے مقابلہ میں ادارۂ شرعیہ

سوال:۔ادارۂ شرعیہ بہار کے نام سے پٹنہ میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے، جس کا ایک مقصد منجملہ دیگر مقاصد کے دارالقضاء کا قیام بھی ہے، اور اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی، کہ آج کے فتنہ آشوب دور میں پارسائی ایک جنس نایاب ہوتی جارہی ہے، ہندوستان میں لاکھوں عورتوں کی ازدواجی زندگی خطرے کے نشانے پر ہے، بہت سی عورتیں ایسی ہیں، جن کے شوہر مفقود الخبر ہیں، بیشتر عورتیں معدومۃ النفقہ اور مظلومہ معلقہ کی صورت میں ہیں بہت سی عورتیں جنکے شوہر اپنے جنسی نقائص کے باعث وظیفہ زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہیں کچھ عورتیں خیار بلوغ کے باوجود اپنے حق کے استعمال سے مجبور ہیں، اس طرح کی عورتوں کی بیک وقت دو طرح کی سنگین مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، پہلی مصیبت تو نان نفقہ وسکنیٰ زندگی کے دوسرے حوائج کی ہے، اور دوسری سب سے عظیم مصیبت ان کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے، پس ان حالات میں شدت کے ساتھ ضرورت مجبور کررہی ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں ان

---

[1] لیکن مراد آنست کہ بعد از انعقاد امامت امام باجماع اہل حل وعقد اگر عادل باشد در تسلط واستیلاء بلا منازع اگر جائز باشد توقف در بیعت روا نیست، فتاویٰ عزیزیہ ج ۲/ص ۸۰/مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

مظلوم عورتوں کے مسائل کا کوئی حل ضرور نکالدیا جائے، استفتاء ہذا کے ساتھ فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے سولہ عبارتیں منسلک کی جارہی ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) عبارت نمبر ۱/۲/۳/۴/اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں، کہ اب کسی ملک میں اسلامی نظام حکومت باقی نہ رہے تو وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے ان معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط ہے، ایک قاضی منتخب کرلیں، ایسے قاضی کا فیصلہ اس اصلاحی قاضی کے قائم مقام سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔

(۲) عبارت نمبر ۵/۶/ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ ایلاء میں ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد منع حق کی وجہ سے عورت پر خود بخود طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے، پس جب عاضی منع حق طلاق بائن کا موجب ہوجاتا ہے، تو معدومۃ النفقہ معلقہ مظلومہ وغیرہ صورتوں میں جہاں دائمی اور مستقل حق کا منع ہے، وہاں بدرجہ اولیٰ تفریق کی اجازت ملنی چاہئے۔

(۳) مسئلہ تفریق میں احناف کے لئے سب سے بڑی دشواری قضاء علی الغائب کا مسئلہ ہے، لیکن عبارت نمبر ۷/۸/۹/۱۰/ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے مسئلہ میں احناف کے یہاں دو روایتیں ہیں، ایک روایت قضاء علی الغائب کے قضا کے جواز کی بھی ہے اور اسی کو اظہر الروایۃ کہا گیا ہے۔

(۴) عبارت نمبر ۱۱/۱۲/ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے نفاذ کا قول ہی قول مفتیٰ بہ ہے، اور خاص طور پر اس قول کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے، کہ مبسوط میں شمس الائمہ علامہ سرخسی اس کے ناقل ہیں۔

(۵) عبارت نمبر ۱۳/۱۴/ مظہر ہیں کہ علامہ سرخسیؒ کی مبسوط کے خلاف کسی کتاب کی روایت قابل اعتماد نہیں، نیز یہ بھی موقع ضرورت میں قول ضعیف پر بھی اپنے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے بلکہ حسن ہے۔

(۶) عبارت نمبر ۱۵/۱۶/ اس مدعا کے اثبات میں نہایت واضح ہیں کہ اگرچہ قضاء

علی الغائب احناف کے یہاں جائز نہیں، لیکن ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر اگر قاضی غائب کے موافق یا خلاف فیصلہ صادر کرے تو وہ نافذ ہوجائیگا، اگر چہ قاضی حنفی ہو، عبارت نمبر ۱۵/ میں اسی قول کے مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے، عبارت نمبر ۱۶/ میں ان اقوال کا جو قضاء علی الغائب کے عدم جواز سے متعلق ہیں یہ جواب دیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب کے جواز کا حکم ضرورت ومصلحت پر مبنی ہے، لہٰذا دونوں مسلکوں میں کوئی منافات نہیں ہے، اب مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں سوالوں کے شافی جوابات مرحمت فرمائیں؟

(۱) آج کے ہندوستان میں جب کہ اسلامی حکومت کا فقدان ہے حدود وقصاص وغیرہ کے علاوہ اپنے ان معاملات کے فیصلہ کیلئے ان میں مسلمان حاکم ہوں کی شرط لازمی ہے، اگر جمہور مسلمین کسی عالم باشرع کو اپنا قاضی مقرر کرلیں تو انہیں شرعاً یہ حق پہنچتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوگا تو عبارت نمبر ۱/۲/۳/۴/ کا صحیح مفاد کیا ہے؟

(۲) مفقود الخبر، معدومۃ النفقۃ عنین ومجنون مظلومہ ومعلقہ اور خیار بلوغ والے مسائل میں مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی عورت کی درخواست پر زن وشوہر کے درمیان تفریق کراسکتا ہے یا نہیں؟ نیز مسلمانوں کا منتخب کردہ قاضی عندالضرورت شدیدہ غائب پر حکم نافذ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا تو عبارت نمبر ۵/ سے لیکر ۱۶/ تک مفاد کیا ہے؟

(۳) آج کے منتخب کردہ قاضی فریقین کے بیانات کی سماعت کے بعد اپنی صوابدید پر مقدمات کا فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوالات میں جن ضروریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اوران کے علاوہ بھی بعض دیگر ضروریات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان عورتوں ومردوں کی سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے، جس سے ان کی زندگی حیران ہوجاتی ہے، اور قسم قسم کے مصائب ومعاصی میں ابتلاء ہوتا ہے، موجودہ عدالتوں میں جھوٹ بول کر رشوت دے کر جھوٹی گواہی پیش کرکے قانونی فیصلہ تو

ہوجاتا ہے، اور بعض دفعہ بظاہر مصائب سے صاحب معاملہ کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے، مگر شرعی حل نہ ہونے کی بنا پر معاصی سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہوتی، اس لئے ضروری تھا کہ اس قسم کا نظام قائم ہو جس سے ایسے مسائل کا شرعی حل ہو سکے، اور یہ نظام اہل علم، اہل دیانت، اہل تجربہ اور اہل فہم کے ہاتھوں میں ہو، الحمدللہ صوبہ بہار میں مدت سے امارت شرعیہ قائم ہے، وہاں اس قسم کے مقدمات پیش ہوتے ہیں، اور ذمہ دار حضرات بہت غور وخوض سے فقہ حنفی کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں، ان کی شاخیں متعدد مقامات پر قائم ہیں، حکومت ہند کی عدالتیں بھی ان کے فیصلہ کو عامۃً تسلیم کرتی ہیں، ایسے مقدمات اور فیصلوں کی نظریں کثیر تعداد میں موجود ہیں، کہ شرعاً فتاویٰ کی تصدیق کے ساتھ عدالتوں نے بھی ان کو تسلیم کیا ہے اور اپیل کی گنجائش نہیں دی، اس لئے تمام صوبہ کے کلمہ گو حضرات کو ضروری ہے کہ امارتِ شرعیہ میں اس قسم کے معاملات کو پیش کر کے شرعی فیصلہ کرایا کریں کہ اتحاد واتفاق کی قرآن پاک[1] اور حدیث شریف[2] میں بہت تاکید آئی ہے، اس مقصد کے لئے مستقل علیحدہ ادارہ قائم کر کے اختلاف وشقاق کو ہوا دے کر کلمہ متفقہ منظمہ کو نقصان نہ پہنچائیں[3] مسلمانوں میں ویسے ہی بہت انتشار ہے، اس سے اور زیادہ انتشار پیدا ہوگا۔

---

[1] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہ جَمِیْعًا وَلَاتَفَرَّقُوْا الایة ، سورہ آل عمران آیت ۱۰۳/.

ترجمہ: اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو، اور باہم نااتفاقی مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة، الحدیث عن ابن عمر ترمذی شریف، ۲/ص ۳۹/ مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الفتن باب فی لزوم الجماعة)

ترجمہ: جماعت کو لازم پکڑو اور تفریق سے بچو۔

[3] ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من ضار ضار اللّٰہ به ومن شاق شاق اللّٰہ علیه (مشکوٰة شریف، ص ۴۲۸/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند ،باب ماجاء ماینهی من التهاجر)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی نقصان پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نقصان نقصان پہنچاتا ہے، اور جو آدمی دشواری ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دشواری ڈالتا ہے۔

شرعی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے جو موجودہ مصائب پیش آرہے ہیں غور کیا جائے تو ان کا بنیادی سبب ہی اختلاف وشقاق ہے، انگریز نے یہی پالیسی اختیار کی تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو جیسا کہ ڈبلوڈبلو ہنٹر میں لکھا ہے، اس لئے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متحد ومتفق ہوکر ایک ہی مرکز (امارت شرعیہ) سے وابستہ رہنا چاہئے، واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضیٰ.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا امارت شرعیہ کا فیصلہ قضاء قاضی ہے

سوال:۔صوبہ بہار میں امارت شرعیہ قائم ہے، اور امارت شرعیہ کے زیر مختلف ضلع میں مختلف سب ڈویژن میں دارالقضاء قائم ہے اور قاضی مقرر ہے، ان عدالتوں میں فسخ نکاح وغیرہ کے مقدمات دائر ہوتے ہیں، اور قاضی دارالقضاء مدعی اور مدعیٰ علیہ کے بظاہر بیان ثبوت وشواہد سماعت فرما کر مقدمہ کا فیصلہ فرماتے ہیں، کیا ایسی صورت میں دارالقضاء کے حلقہ کے لوگوں کے لئے جائز ہے کہ دارالقضاء (جو عدالت شرعیہ) سے روگردانی کر کے مسلم پنچایت بنا کر اپنے مقدمہ کی سماعت کراوے اور فیصلہ حاصل کرے جبکہ آج کل دور تشتت وانتشار سے گذر رہے ہیں۔

(۲) بہار کی امارت شرعیہ کی کیا حیثیت ہے، امارت شرعیہ کی قائم کردہ عدالت یعنی دارالقضاء شرعی عدالت ہے یا نہیں؟

(۳) آپ کے یہاں سے فتویٰ نمبر ۳۸۵/مجریہ ۲/۵/۸۷ھ موصول ہوا، جس کے سوال میں یہ درج تھا کہ مدعیہ کے مکان سے دارالقضاء دوسو قدم فاصلہ پر ہے، وہاں مدعیہ

کا مقدمہ دارالقضاء سے خارج ہونے پر مدعیہ کے سرپرست نے ایک مسلم پنچایت وجود میں لاکر رجوع کیا اور آپ کے یہاں سے فتویٰ طلب کیا، دریافت طلب یہ ہے کہ پنچایت جو کہ دارالقضاء سے بالکل قریب ہے، ایسی پنچایت کو حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امارت شرعیہ کا نظام نہایت بہتر نظام ہے، بہت سے شرعی اور معاشرتی مصالح کا حامل ہے، بیشمار مفاسد سے بچنانے والا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ بلاوجہ شرعی اس سے روگردانی نہ کریں، بلکہ وہیں اپنے مقدمات کا فیصلہ کرایا کریں، جہاں تک ہمیں معلوم ہے، یہ نظام ان اطراف کے اہل دانش اور سربرآوردہ اہل علم حضرات نے بہت غور وخوض کے بعد دلائل شرعیہ کی روشنی میں قائم کیا ہے، اور اس سے بہت فائدہ پہنچا اور آئندہ مزید توقعات ہیں لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ نظام حکومت سابقہ یا موجودہ نے قائم نہیں کیا، نہ ضابطہ امارتِ شرعیہ کو دیوانی فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے اور سزائیں دینے کا قانوناً اختیار دیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اسکے فیصلہ پر حکومت دارو گیر نہیں کرتی (اس کی مصلحت جو بھی کچھ ہو) نہ ہی اس نظام کو خود اتنی قدرت وشوکت حاصل ہے کہ ہر قسم کے فیصلوں کو نافذ کر سکے،[1] اس لئے یہ امارت شرعیہ علی الاطلاق حکومت شرعیہ کی حیثیت میں نہیں نہ امیر شریعت علی الاطلاق امیر المومنین اور امام المسلمین کے حکم میں ہے نہ دارالقضاء وہ شرعی دارالقضاء ہے کہ اس کے فیصلہ کو قاضی شرعی اپنی شوکت کے ذریعہ لازم ونافذ کر سکے، اس لئے عام پبلک کو ترغیب تو دی جائیگی، جو اور مصالح کی تفہیم کی جائے گی مگر ان کو مجبور نہیں کیا جائیگا، کہ وہ اپنے مقدمات طوعاً وکرہاً امارتِ شرعیہ ہی میں دلائیں اور امارت شرعیہ کے علاوہ کسی فرد یا جماعت کو حکم نہ بنائیں۔

فتویٰ نمبر ۳۸۵/ مورخہ ۲/۴/۸۷ھ میں روگردانی مذکورہ نہیں بلکہ اس میں تشریح ہے،

---

[1] کفایت المفتی، ج ۲/ ص ۲۱۱/ کتاب القضاء والافتاء مطبوعہ دھلی.

کہ ابتداء یہ مقدمات امارت شرعیہ ہی میں دائر کیا گیا اور امارت شرعیہ کے قاضی صاحب سے مدعیہ کو سوءظن بھی ہوا، جیسا کہ سوال کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، دوران مقدمہ میں قاضی صاحب کا طرز عمل جانبدارانہ مدعی علیہ پایا گیا، پھر مدعیہ نے حاضری عدالت سے اپنی مجبوری ظاہر کر کے یہ درخواست کی کہ میرے مکان پر بیان کیا جائے اس کے بعد عدم حاضری کی بناء پر دارالقضاء سے مقدمہ خارج کر دیا گیا یہ تفصیل خود بتلا رہی ہے کہ امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے روگردانی اور اسکو نظر انداز کر کے دوسری پنچایت نہیں بنائی گئی، نیز سوال میں دوسو قدم کے فاصلہ کا ذکر نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۸۷ھ

امیر المومنین

سوال:۔(۱) موجودہ حالات میں اگر کسی صوبہ کا مسلمان اپنا کوئی امیر منتخب کرلیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، جب کہ اس کے پاس کوئی قوت نافذہ اجراء احکام وفرامین کیلئے موجود نہیں ہے، کیا ایسا امیر ہر مسلمان کے لئے شرعی حیثیت سے واجب الاطاعۃ ہے، اور کیا ہر ایک مسلمان کو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رو سے ایسے امیر کے احکام وفرامین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی ضروری ہے؟

(۲) جن صوبوں کے مسلمانوں نے کسی امیر کے ماتحت زندگی نہیں گذاری ہے، اور بغیر نصب امیر کے اس ملک میں مر گئے، کیا وہ سب ''مات میتة جاهلية'' کی وعید کے تحت آتے ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا موجودہ حالات میں کسی صوبہ کے منتخب شدہ امیر کی شرعاً وہی حیثیت ہوگی، جو کہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ اہل اسلام کے معاملات کا نظم ونسق ایک مرکز سے وابستہ ہو اور اس پر سب متفق رہیں، اور اپنے معاملات کچہریوں میں لیجانے کے بجائے، شریعت کی روشنی میں حل کرایا کریں، اس مرکز کی شاخیں جگہ جگہ قائم ہوں، اور سب کو مرکز ہدایات دے نگرانی کرے، اور اس مرکز کو پورا اقتدار پوری قوت حاصل ہو، اگر اس طرح اجتماعی ایک مرکز نہ بن سکے، تو ہر صوبہ میں جداگانہ مرکز بنالیا لیا جائے، اور صوبہ کے مختلف مقامات میں حسب ضرورت اس کی شاخیں قائم کردی جائیں، ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے خیرخواہانہ اور ہمدردانہ تعلق ہو، حریفانہ اور رقیبانہ نہ ہو، جس مرکز پر سب متفق ہوکر عہد کرلیں، اس کی پابندی حدود شرع کے ماتحت لازم ہوگی، عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی، اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہوگا، اگر کوئی فیصلہ خلاف شرع ہوگیا اور اس میں چوک ہوگئی ہو تو اس پر نظر ثانی (اپیل) کی بھی اجازت ہوگی، ایسے مرکز کی موجودگی میں کوئی جداگانہ کمیٹی بنا کر اس سے فیصلہ کرانا غیر مستحق و مذموم ہوگا کہ اس سے انتشار وخلفشار پیدا ہوتا ہے اور ایسے مرکز کو نقصان پہنچتا ہے، جس سے توقع ہوتی ہے، کہ اللہ پاک اس کو اصل امارت کا ذریعہ بنادے، اس بنا پر اس سے پورا تعاون کرنا لازم ہوگا[1]

لیکن موجودہ حالات میں قوت منفذہ اور قوت قاہرہ موجود نہ ہونے کی بناء پر فی الحال اسکو خلافت اسلامیہ کی حیثیت حاصل نہ ہوگی، اور اس کے امیر کو امیر المومنین کا مقام حاصل نہ ہوگا، لہٰذا اگر کوئی شخص اس صوبہ کا باشندہ اپنا مقدمہ وہاں فیصل نہ کرائے، کسی اور سے فیصل

---

[1] اذالم یکن سلطان ولامن یجوز التقلد منه کما هوفی بعض بلادالمسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة فی بلاد المغرب الآن وبلنسیة وبلادالحبشة واقروا المسلمین عندهم علی مال یؤخذ منهم یجب علیهم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا،فیولی قاضیا اویکون هوالذی یقضی بینهم ،فتح القدیر ،ج۷/ص ۲۶۴/کتاب ادب القاضی ،مطبوعه دارالفکر بیروت.

کرائے، تو اس کو نہ باغی کہا جائے گا، نہ خارجی، نیز اگر وہ فیصلہ حدود شرع کے موافق ہو تو اس کو غلط بھی نہ کہا جائے گا، باضابطہ خلافت اسلامیہ رہتے ہوئے بھی کسی حکم سے فیصلہ کرانا جرم نہیں ہے، البتہ تقابل کی صورت اختیار نہ کیجائے۔

جہاں کے مسلمان ایسے مرکز نہ بنا سکیں نہ بنائیں، ان پر "مات میتةً[1] جاهلية" کی وعید چسپاں کرنے سے قبل خود اس مقولہ کی تحقیق ضروری ہے۔

باوجود تتبع کے کتب حدیث میں " من حيث المتن " یہ مقولہ نہ مل سکا کہ اس کی سند دیکھ کر رفع، قطع، وصل، ارسال کی تحقیق کی جاتی، نیز رواۃ کی جرح وتعدیل کی بحث دیکھنے کا موقع ملتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۷/۸۸ھ

چودھریوں کی حکومت

سوال:۔ کیا حکم ہے شریعت کا مسائل ذیل میں کہ حکومت چند قسم پر ہے اول حکومت سلطان، دوسرے نائب سلطان، وہ ماتحت سلطان کے رعایا پر حکومت کرتا ہے، تیسرے ولی اپنے مولیٰ پر حکومت کرتا ہے چوتھے وہ شخص ہے جس کو طرفین نے مقرر کیا ہے، پانچویں صورت کہ چند جاہل اور کچھ نام کے مولوی ملکر اہل دیہات پر حکومت کریں، ان کو کسی سلطان کی طرف سے حکومت نہیں ملی اور جاہل دیہاتیوں نے بھی ان کو حکم مقرر نہیں کیا، ویسا ہی فلاں کو پکڑاؤ مسجد کیوں بنایا ہے، ہم لوگوں نے حکم نہیں دیا ہے، اور مدرسہ کیوں قائم کیا ہے، ان کو سزا دو، اپنی اولاد کی شادی کیوں کرایا ہے، ہمارے بدون اجازت ان کو برادری سے علیحدہ کردو۔

---

[1] مسند احمد، ج۴/ص ۹۶/ حديث معاوية بن سفيان، مطبوعه دار الفكر.

ترجمہ:۔ تو وہ جہالت کی موت مرے گا۔

الغرض اہل دیہات اگر کوئی مسجد بناویں یا کوئی شادی کریں ان سے اجازت لینا ہوگا، خواہ کام شرعی ہو یا غیر شرعی، ان کی اجازت سے جائز ہوتا ہے ورنہ سزا کا مستحق ہے، جرمانہ کرتے ہیں مالدار کو نہیں کر سکتے، بلکہ متوسط قسم کے آدمی سے لیتے ہیں، یہ پانچویں قسم شریعت بیضاء اور ملت غراء ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ حکومت جبر اور ظلم ہے اور اپنی اولاد کی شادی کرنے کا ہر شخص حق رکھتا ہے اس میں کسی غیر شخص سے اجازت کی ضرورت نہیں، اسی طرح اگر کسی جگہ مسجد نہ ہو اور وہاں مسجد کی ضرورت ہو اور کوئی شخص یا چند آدمی اپنی زمین وقف کر کے مسجد بناویں تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی حکم مدرسہ کا ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں شرعاً ضروری ہو جاتی ہیں، اور مال کو جرمانہ ناجائز اور ظلم ہے "**لایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی الیٰ قوله والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ المال اھ (بحر)**[1]

جس قدر روپیہ جرمانہ کا جس جس سے لیا ہو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۵۸ھ

قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا

سوال:۔ عرصہ پندرہ ماہ قبل چند آدمیوں نے مجھے برادر بہشتیاں کا سرپنچ بنادیا تھا،

---

[1] البحر الرائق، ج۵/ص ۴۱/مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲، کتاب الحدود فصل فی التعزیر.

لیکن قوم کے سامنے جب سرپنچی کی بات آئی، اس پر بارہ آنے بھر لوگوں نے مخالفت کی جب ہی سے اختلاف بدستور قائم ہے، اور کئی مرتبہ مجھے شرمندہ گی بھی اٹھانی پڑی، قوم کے سامنے ،لہٰذا اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرپنچی کی صورت میں آپ کے ذریعہ قوم کی اصلاح متوقع ہو کہ غلط رسمیں ختم ہو کر احکام شرع کے موافق زندگی بنے تو آپ سرپنچ رہیں، اور جو لوگ مخالف ہیں حسن تدبیر سے ان کے ساتھ معاملہ کریں[1] اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، اگر اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ اس میں شر اور فساد ہو تو سرپنچی سے الگ ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۹۵ھ

عورت کی خلافت وامامت

سوال:۔زید اور عمر کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی محاکمہ کیا جائے کہ کس کی بات صحیح ہے، یہ بھی واضح رہے کہ یہ دونوں ایک ہی مکتبۂ فکر کے طالب علم ہیں۔

''زید'' حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا کہ خلافت منعقد ہونے کی چند صورتیں ہیں، ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقت کے سربرآوردہ بااثر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور اس کو اپنا بڑا حاکم تسلیم کرلیں اور اس کی اطاعت کا عہد کرلیں، تو وہ خلیفہ، امام، امیر، حاکم شرعی طور پر ہو جاتا ہے، اور اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے، اور اس کی نافرمانی معصیت ہوتی ہے[2] اور اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن سورۂ نحل آیت ۱۲۵.

[2] حجة اللّٰه البالغة ص۱۳۷ ج۲ باب الخلافة من ابواب سیاسة المدن، مطبوعه مصری.

کی، لہٰذا اگر کسی عورت کے ہاتھ پر اس طرح بیعت کر لی جائے، تو وہ بھی امیر وحاکم بن جائیگی، اور اس کو امام وخلیفہ بنانا درست ہوگا، نیز قرآن کریم میں بلقیس کی سلطنت کا ذکر موجود ہے جو کہ ہمارے لئے حجت ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی سلطنت کو ختم نہیں فرمایا تھا۔

عمر:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہ مردوں کا حکم فرمایا ہے، مردوں اور عورتوں کی تفریق سے اس جگہ سکوت کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں، جب تک صراحت موجود نہ ہو، سکوت سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، نیز بلقیس کی حکومت خودمختار اور مستقل حکومت نہیں تھی، بلکہ وہ آج کل کی طرح جمہوری طرز کی حکومت تھی جس کی دلیل یہ آیت ہے "یاایھا الملأ افتونی فی امری ماکنت قاطعة امراً حتیٰ تشھدون[1]" وہاں جو کچھ فیصلہ ہوتا تھا، وہ مشورہ سے ہوتا تھا، پھر اس حکومت سے استدلال غلط ہے۔

درخواست:۔ زید اور عمر کی مذکورہ دلیلوں کے علاوہ قول صحیح کی دلیل بھی تحریر فرمادیں تو عین کرم ہوگا۔ (مفتی) رضاء الحق استاذ دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور عمر دونوں طالب علم ہیں یہ ناکارہ بھی طالب علم ہے، پھر دونوں میں محاکمہ کیا کرے، اس کے لئے تو بڑی قابلیت کی ضرورت ہے، جس سے یہ عاجز خالی ہے، البتہ جس طرح دونوں اپنی اپنی رائے بتا کر طالب تصدیق وتوثیق ہوئے یہ ناکارہ بھی اپنی رائے لکھ رہا ہے، "ان کان صواباً فمن اللّٰہ تعالیٰ ولہٗ الحمد وان کان خطاءً فمنی ومن الشیطٰن واستغفر اللّٰہ العظیم وارجو منہ الصواب۔

زید کا یہ قول کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں کی، لہٰذا

---

[1] سورة النمل آیت ۳۲/.

عورت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے عورت بھی خلیفہ ہوجائے گی ،اور بااثر لوگوں کے لئے جائز ہوگا کہ عورت کو خلیفہ وامام بنالیں ، غلط ہے ، اورقلت مطالعہ کا نتیجہ ہے ،حضرت شاہ صاحبؒ نے خلافت کے شرائط میں بیان کیا ہے ''واعلم انه يشترط في الخليفة ان يكون عاقلاً بالغاًحراً ذكراً شجاعاً ذارأى وسمع وبصر ونطق وممن سلم الناس شرفه وشرف قومه ولايستنكفون عن طاعته اھ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲ رص ۴۲۵ ر[1] جب خلیفہ کے لئے مرد ہونا بطور شرط صراحۃً ان کے کلام میں مذکور ہے تو اس جگہ کے سکوت کو صراحت پر ناطق وحاکم قرار دینا صحیح نہیں، بلکہ حضرت مصنف کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے، جو ان کے نزدیک غلط ہے۔

زید کی دوسری دلیل سلطنت بلقیس کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان کی سلطنت کو ختم نہ کرنا کہ اس کو برقرار رکھنا ہے، اگر سورۂ نمل میں اس کا واقعہ سمجھ کر پڑھ لیا جائے ،تو استدلال خود بخود ختم ہوجائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس نے ہدیہ بھیجا تا کہ ازمائے کہ وہ دنیوی بادشاہ ہیں کہ ہدیہ سے خوش ہونگے ،یا نہیں، مگر انہوں نے واپس کردیا اور فرمایا'' ولنأ تينهم بجنود لاقبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون[2] اوراس کا تخت شاہی اٹھوا کر منگوالیا تھا، جس پر وہ سلطنت کرتی تھی، ''ولها عرش عظيم ''[3]

بلقیس نے خود حاضر خدمت ہوکر اطاعت قبول کرلی تھی، اوراس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہی محل میں داخل کردیا گیا''قيل لها ادخلي الصرح الأية قالت رب اني ظلمت نفسي واسلمت مع سليمان لله رب العالمين[1] شرائع من قبلنا حجت

---

[1] حجة الله البالغة، ص۱۳۷ ر ج ۲ ر باب الخلافة من ابواب سياسة المدن، مطبوعه مصر.

[2] سورة النمل آيت ۳۷ ر

[3] سورة النمل آيت ۲۳ ر

نہیں، بلقیس کی سلطنت بحالت کفر تھی، ''انها کانت من قوم کافرین[۲]'' وجدتها وقومها یسجدون للشمس''[۳]

سلطنت فارس جب عورت کے سپرد کرنے کی خبر حضرت نبی اکرم ﷺ کو دی گئی تو فرمایا ''لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة[۴] اھ حجۃ اللہ البالغہ، ص۴۲۵/ بحوالہ بخاری شریف۔

عمر کا کہنا ہے کہ بلقیس کی حکومت جمہوری طرز کی تھی خودمختار مستقل حکومت نہیں تھی، عدم تدبر کا نتیجہ ہے جو کہ غلط ہے، قرآن کریم میں ہے ''انی وجدت امرأة تملکهم واُوتیت من کل شئی ولها عرش عظیم[۵] ''وہ مالکہ (ملکہ) تھی، لوازم سلطنت اس کے پاس تھے، اسکے پاس شاندار تخت شاہی تھا، جس پر وہ حکمرانی کرتی تھی، جیسے شاہجہاں کے پاس تخت طاؤس تھا، جمہوری حکومت کی یہ حیثیت وکیفیت کہاں ہوتی ہے۔

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے مشورہ کیا اور کہدیا کہ میں بغیر تمہارے مشورے کے قطعی فیصلہ نہیں کرتی، اس مشورہ کے جواب میں ان درباریوں نے کہا کہ ''نحن اولوقوة واولوباس شدید والامر الیک فانظری ماذا تأمرین[۶]'' یعنی ہماری کمزوری کا خطرہ دل میں نہ لانا ہم بہت قوی اور مردان جنگ ہیں، (لڑائی کی رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے) آخری فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، خودمختار، مستقل حکومت کی شان یہی ہوتی ہے، فرعون کی حکومت تو خودمختار اور مستقل تھی، اس کا دعویٰ تو یہاں تک تھا ''انا ربکم الاعلیٰ[۷]''

---

۱ سورة النمل آیت ۴۳-۴۴.

۲ سورة النمل آیت ۲۴.

۳ سورة النمل آیت ۲۴.

۴ بخاری شریف، ج۲/ص۶۳۷/ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الیٰ کسری، مطبوعه اشرفی دیوبند، حجة اللّٰه البالغة ص۱۳۷ ج۲ ابواب سیاسة المدن، مطبوعه مصری.

۵ سورة النمل آیت ۲۳.

۶ سورة النمل آیت ۳۳۔

۷ سورۂ نازعات آیت ۲۴.

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے کہا تھا "قال للملأ حوله ان هذا لساحر عليم يريد ان يخرجكم من ارضكم بسحره فماذا تأمرون [1]" یہ بھی مشورہ ہی تھا جس میں اس کو آمر بنایا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا "وشاورهم في الامر" پھر خود مختاری کو بھی بتادیا گیا، "فاذاعزمت فتوكل على الله" [2]

خلاصۂ واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت انسانوں، جنات اور جانوروں پر تھی، ایک مرتبہ لشکر کا جائزہ لیا اور کسی مصلحت سے پرندوں کی حاضری لی جن میں ہدہد نظر نہیں پڑا، فرمایا ہُد ہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (پرندوں کے جھرمٹ ہی میں ہے یا غیر حاضر ہے؟) اس غیر حاضری پر اس کو سخت سزا دوں گا، یا ذبح ہی کر ڈالوں گا، الا یہ کہ وہ کوئی معقول عذر پیش کرے، بس اتنے میں ہدہد نے عرض کیا کہ میں قوم سبا کے پاس سے ایسی یقینی خبر لایا ہوں جو آپ کے پاس پہلے سے نہیں تھی، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا، جو کہ ملکہ ہے، اور اس کے پاس لوازم سلطنت ہیں اور اس کے پاس بڑا قیمتی شاندار تخت ہے، جس پر وہ سلطنت اور حکمرانی کرتی ہے، وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ، ایک خط تحریر فرما کر اس کو دیا کہ یہ اس کے پاس پہنچادے، پھر وہاں سے ہٹ جا، پھر دیکھ وہ اور اس کے ارکانِ سلطنت کیا جواب دیتے ہیں، ہدہد نے وہ خط اس کے سینہ پر رکھ دیا، جبکہ وہ اپنے محل میں آرام کر رہی تھی، اس کو دیکھ کر بہت متأثر ہوئی، اور درباریوں سے اس

---

[1] سورۂ شعراء آیت ۳۴-۳۵/.

[2] سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹/.

پُرشکوہ خط کا تذکرہ کر کے مشورہ طلب کیا، خط میں تھا کہ میرے مقابلہ میں سرکشی مت کرو، بلکہ اطاعت گذار اورفرمانبردار ہوکر حاضر ہوجاؤ، درباریوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اورمردانِ جنگ ہیں، رائے ہوگی تو خوب لڑیں گے، آخری اور فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، اس نے کہا بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جب کسی بستی میں لڑتے ہوئے پہنچتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں (امیروں وزیروں) کو ذلیل کردیتے ہیں، اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے، بلقیس نے کہا میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، معلوم ہوجائے گا کہ وہ لالچی ہیں یا نہیں؟ جب اس کے قاصد ہدیہ لے کر آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، تمہارا مال تم ہی کو مبارک، میرے مالک نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے، جو تم کو دیا ہے، واپس جاؤ ہم ایسے لشکر کے ذریعہ چڑھائی کریں گے کہ ملکہ اوراس کے ارکانِ سلطنت مقابلہ نہ کرسکیں گے، اور ہم ان کو ذلیل وخوار کر کے نکال دیں گے، اپنے درباریوں کو فرمایا کہ ان کے فرمانبردار ہوکر حاضر ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت کون میرے پاس لے آئے گا، ایک ''عفریت'' جن نے کہا میں لاتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں، دوسرے نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں، چنانچہ دیکھا کہ تخت آ گیا، حالانکہ بلقیس ابھی تک نہیں آئی تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے تخت کی ہیئت کو متغیر کرادیا، آزمائش کے لئے کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں، پھر اس سے پوچھا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے، پھر بلقیس سے کہا گیا کہ شاہی محل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم سرا میں داخل ہوجاؤ، وہ مطیع وفرمانبردار ہوکر داخل ہوگئی، تو وہاں محسوس ہوا کہ پانی کا حوض ہے اس لئے کپڑا پنڈلیوں سے اُوپر چڑھالیا، تو اس کو بتایا گیا کہ یہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا فرش ہے، تب اس نے کہا ''انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان للّٰہ رب العالمین[1]''

اس عاجز وناقص نے جو کچھ قرآن کریم، حدیث شریف، فقہ، کلام سے سمجھا ہے وہ یہ

---

[1] سورۂ نمل آیت ۴۴/.

ہے کہ جو امور، استعلاء، استیلاء، اعلان شوکت سے متعلق ہیں وہ مردوں کے سپرد ہیں، اس کے چند شواہد اس وقت تحریر ہیں:۔

(۱) جتنے رسول آئے وہ سب مرد آئے، کسی عورت کو رسول نہیں بنایا گیا ''وما ارسلنا قبلک الا رجالاً''[۱]

(۲) اذان ''واما اذان المرأة فلانه لم ينقل عن السلف حين كانت الجماعة مشروعة فی حقهن فيكون من المحدثات لاسيمابعد انتساخ جماعتهن ولان المؤذن يستحب لهٗ ان يشهر نفسهٗ ويؤذن على المكان العالی ويرفع صوته والمرأة منهية عن ذٰلک كلهٗاھ زيلعی، ج ۱/ص ۹۴/[۲] لم يشرع لهن الاذان وهو دعاء الى الجماعةاھ زيلعی، ج ۱/ص ۱۳۵/[۳]

اذان کا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو بآواز بلند اعلان واعلام کر دیا جائے، کہ نماز کیلئے چلو جہاں تک آواز جائے گی، حجر ومدر گواہی دینگے، شیطان بری حالت میں بھاگے گا۔[۴]

(۳) اقامت، اس کا مقصد اعلام حاضرین ہے کمافی السعایہ،[۵] کہ وظیفہ تسبیح وغیرہ موقوف کر کے جماعت کی شرکت کے لئے آجاؤ، گو اس میں اذان کی طرح بلند آواز اور بلند

---

[۱] سورۂ الانبیاء آیت ۷/.

[۲] زیلعی، ج ۱/ص ۹۴/ کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۳] زیلعی، ج ۱/ص ۱۳۵/ باب الامامۃ کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۴] عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايسمع مدى صوت المؤذن جن ولاانس ولاشئی الا شهديوم القيامة .رواه الخاری .
وعن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذانودی للصلوٰة أبرد الشيطان لهٗ ضراط لايسمع التأذين الحديث، متفق عليه، مشكوٰة شريف، ص ۶۴/ باب فضل الاذان مطبوعه ياسرنديم ديوبند، بخاری شريف، ج ۱/ص ۸۵-۸۶/ باب فضل التأذين وباب رفع الصوت بالنداء كتاب الاذان، مطبوعه اشرفی ديوبند.

[۵] لم يشرع تكرار الا قامة لأنها لاعلام الحاضرين الخ، سعايه، ج ۲/ص ۳۲/ باب الاذان، سهيل اكيڈمی لاهور.

جگہ کی ضرورت نہیں، تاہم اس میں بھی اعلان واعلام کی شان ہے، یہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

(۴) خطبۂ جمعہ، محلّہ بلکہ بستی کے لوگ ہفتہ میں ایک دن جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، اُس کے لئے خطبہ شرط ہے، سب کے سامنے منبر پر آکر خطبہ دینا مردوں کے لئے مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا حق نہیں ''اما الخطیب فیشترط فیه ان یتاهل للامامة فی الجمعة اھ بحر، ج ۲/ص ۱۴۸/[1]

(۵) خطبۂ عیدین: بستی اور اس کے ملحقات کے لوگ جمع ہوکر جبانہ آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں، بعد نماز خطبہ مسنون ہے، وہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے، ''شرائط الجمعة وجوباً وصحة شرائط للعید الاالخطبة اھ بحر، ج ۲/ص ۱۵۸/[2]

(۶) امامت رجال: عورت کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں مرد نماز پڑھیں تو یہ درست نہیں ''وفسداقتداء رجل بامرأةٍ اھ بحر، ص۳۵۵/[3]

(۷) محاذاۃ: اگر شوہر نماز پڑھائے اور بیوی اس کے اقتداء میں برابر کھڑی ہوجائے تو دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ عورت کا مقام مرد کے برابر نہیں بلکہ مرد کے پیچھے ہے، اس نے اپنے مقام سے تجاوز کیا، وفی فتاویٰ قاضی خاں المرأة، اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلوٰتهما

---

[1] البحر الرائق، ج۲/ص۱۴۸/ باب صلاة الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی، ص۱۴۷/ج۲، باب الجمعة.

[2] البحر الرائق، ج۲/ص۱۵۸/ باب العیدین مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی کراچی، ج۲/ص۱۶۶/ باب العیدین.

[3] البحرالرائق، ج۱/ص۳۵۹/باب الامة شامی کراچی، ج۱/ص۵۷۶/ باب الامامة.

بالجماعة وفی المحیط اذاحاذت امامها فسدت صلوٰة الکل واستدل بحدیث ابن مسعود رضی اللّٰه عنه اخروهن من حیث اخرهن اللّٰه والبسط فی البحر ،ج ۱ /ص ۳۵۴/[1]

(۸) استخلاف:۔اگرکسی امام نے نماز میں عورت کواپنا خلیفہ بنادیا توامام کی اوراس کے سب مقتدیوں کی خواہ مردہوں یاعورت اوراس عورت کی جس کوخلیفہ بنایاہےسب کی نماز فاسدہوجائے گی۔

"اذااستخلفها الامام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلوٰة الکل اھ درمختار ،ص ۳۸۰/[2]

(۹) ولایت نکاح: بچہ بحالت حمل کم وبیش نوماہ شکم مادر میں رہتاہے،پھردوبرس وہ اس کوخون جگر(دودھ) پلاتی ہے،اوراس کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے،اس کے باوجود ولایت نکاح باپ کوحاصل ہے، **"والولایة تنفیذ القول علی الغیر شاء او ابی اھ**[3] **الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط انثیٰ اھ درمختار، ص ۳۱۱/ ج ۱ /**[4]

(۱۰) گھوڑے پرسوار ہونا:۔اظہارشوکت وجلادت کے لئے گھوڑے پرسوار ہونا مردوں کاحق ہے،عورت کاحق نہیں **"لعن اللّٰه الفروج علی السروج اھ (فتح القدیر**[5]**)**

(۱۱) امیرسریہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعددمرتبہ جہادکی جماعتوں کو بھیجا،کبھی ان کاامیرکسی عورت کونہیں بنایا، بلکہ ہمیشہ مردوں کوامیر بنایاہے۔[6]

---

[1] البحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۱ باب الإمامة، مطبوعه کوئٹه.

[2] درمختار علی الشامی زکریا، ج ۲/ص ۳۰۶/باب الإمامة.

[3] درمختار زکریا ، ج ۴/ص ۱۵۴/ باب الولی کتاب النکاح.

[4] درمختار زکریا، ج ۴/ص ۱۹۱/ مطبوعه کراچی، ج ۳/ص ۷۶/ باب الولی کتاب النکاح.

[5] فتح القدیر ، ج ۴/ص ۱۳/ دارالفکر بیروت ،هدایه ، ج ۲/ص ۳۶۱/کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق.

[6] امررسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی غزوة موتة زید بن حارثة ، (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

(۱۲) نائب:۔متعدد مرتبہ بنفس نفیس جہاد میں تشریف لے گئے اور اپنی طرف سے اپنا نائب مدینہ طیبہ میں مردوں کو بنایا کبھی کسی عورت کو نہیں بنایا[۲]

(۱۳) امیر الحج: حج کے لئے جب جماعتیں گئیں تو امیر الحج کبھی کسی عورت کو مقرر نہیں فرمایا[۳]

(۱۴) ختم معاہدہ کا اعلان:۔مشرکین کا معاہدہ ختم اور ان کو بحالت شرک حج سے ممانعت کا اعلان کرنے کے لئے عورت کو تجویز نہیں فرمایا، بلکہ مردوں کو تجویز فرمایا[۴]

(۱۵) صلح نامہ: مقابل فریق سے صلح وجنگ کی گفتگو کے لئے عورت کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ مردوں کے ذریعہ اس کی تکمیل کی گئی[۵]

(۱۶) مرد قوام ہیں: عورتوں کی تادیب، تہذیب، حمایت، حفاظت مردوں کے

(گذشتہ کا بقیہ) فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان قتل زید فجعفر وان قتل جعفر فعبد اللّٰہ بن رواحۃ رضی اللّٰہ عنہ الخ بخاری شریف، ج۲/ص ۶۱۱/ کتاب المغازی باب غزوۃ موتۃ،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۱] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج الیٰ تبوک فاستخلف علیاً الحدیث، بخاری شریف، ج۲/ص۶۳۳/ کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک، مطبوعہ اشرفی دیوبند .

[۲] عن حمید بن عبدالرحمن ان اباھریرۃؓ اخبرہ ان ابا بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ بعثہ فی الحجۃ التی امرہ علیھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قل حجۃ الوداع .بخاری شریف، ج۱/ص۲۲۰/ کتاب المناسک باب لایطوف بالبیت، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۳] قال ابوھریرۃؓ فاذن معنا علیٰ فی اھل منی فی یوم النحر لایحج بعد العام مشرک ولایطوف بالبیت عریان ،بخاری شریف ،ج۱/ص۵۳/ کتاب الصلوٰۃ ، باب مایسترمن العورۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۴] عن ابی سعیدالخدریؓ قال لمانزل بنوقریظۃ علی حکم سعدبن معاذ الیٰ قولہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ھولاء نزلوا علی حکمک الحدیث ،مشکوٰۃ شریف ، ص۳۴۴/ باب فی حکم الاسرار ،مطبوعہ یاسرندیم دیوبند.

ذمہ ہے ان کے رہنے کے لئے مکان اور کھانے پینے پہننے کا انتظام لازم ہے تا کہ ان کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے "الرجال قوامون علی النساء فدلت الأية علیٰ معان احدها تفضيل الرجال على المرأة فى المنزلة وانه هوالذى يقوم بتدبيرها وتاديبها وهذا يدل علیٰ ان لهٗ امساكها فى بيته ومنعها من الخروج وان عليها طاعته وقبول امره مالم يكن معصية ودلت علیٰ وجوب نفقتهاعليه وبما انفقوامن اموالهم اھ احکام القرآن، ج۲/ص ۲۲۹/.[1]

(۱۷) تشبہ: جوامور مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، جیسا کہ اس کے عکس میں ہے "لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء ء بالرجال، رواه البخارى اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۰/[2]

(۱۸) عورت کی امارت پر وعید: عن ابى هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا كان امرائكم خياركم واغنياء كم سمحائكم واموركم شورىٰ بينكم فظهر الارض خيرلكم من بطنها واذاكان امرائكم شراركم واغنياء كم بخلائكم واموركم الىٰ نساء كم فبطن الارض خيرلكم من ظهرها رواه الترمذى وقال هذا حديث غريب، اھ،مشکوٰۃ شریف،ص ۴۵۹/[3]

(۱۹) حق تعزیر: عورت کی بے راہ روی پر مرد کو حق تعزیر حاصل ہے، اس کی بہت سی

---

[1] احکام القرآن ،للجصاص، ج۲/ص۱۸۸/(مطبع دارالکتاب العربی بیروت لبنان)باب مایجب علی المرأة من طاعة زوجها ،سورۂ نساء آیت ۳۴/.

[2] مشکوۃ شریف، ص ۳۸۰/ کتاب اللباس، الفصل الاول. بخاری شریف ،ج۲/ ص ۸۷۴/ کتاب اللباس ،باب العن اللّٰه الخ (مطبوعه اشرفی دیوبند)

[3] مشکوٰۃ شریف ،ص ۴۵۹/ کتاب الرقاق باب تغیر الناس ،الفصل الثانی ترمذی ، ج۲/ص ۵۲/ کتاب الفتن، مطبوعه بلال دیوبند.

مثالیں فقہاء نے لکھی ہیں، چند یہ ہیں ”ومنه ماذا شتمه اومزقت ثيابه اواخذت لحيته اوقالت لهٗ ياحماريااباله اولعنته سواء شتمها اولا علىٰ قول العامة، ومنه ماذا شتمت اجنبياً ومنه ماذا كشفت وجهها لغير محرم اوكلمت اجنبياً اوتكلمت عامداً مع الزوج اوشاغبت معه يسمع صوتها الاجنبى ، اه بحر الرائق ج۵/ص ۵۴۹/[1]

(۲۰) خلیفہ اورامام کی ذمہ داریاں: کتب فقہ اورکلام میں اتنی بیان کی گئی ہیں کہ عورت کے قابو سے باہر ہیں، شرعی حدود کو قائم رکھتے ہوئے وہ ان کو پورا نہیں کرسکتی، ”هى استحقاق تصرف عام على الانام وتحقيقه فى علم الكلام ونصبه اهم الواجبات فلذاقدموه علىٰ دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلماًحراً ذكراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشياً لاهاشمياً علوياً معصوماً اھ درمختار ،قال فى العقائد النسفية والمسلمون لابدلهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقبول الشهادة القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لااولياء لهم وقسمة الغنائم اھ شامی[2] ج ۱/ص ۳۶۸/

---

[1] البحر الرائق ،ج۵/ص ۴۸/ كتاب الحدود، فصل فى التعزير.

[2] الدرالمختار مع الشامى زكريا ،ج۲/ص ۲۸۰/ مطبوعه كراچى ،ج ۱/ص ۵۴۸/ باب الامامة كتاب الصلوٰة،شرح عقائد ،ص ۵۲/ مبحث الامامة ،مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

عربی عبارت کا ترجمہ نمبروار درج ہے:۔

[3] بلقیس نے کہا اے اہل دربار تم مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی، جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔(بیان القرآن)

[4] اگر صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے لئے حمد ہے اور اگر خطا ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور عظمت والے اللہ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں، اور اسی سے صواب کی امید رکھتا ہوں۔

اگر خلعت امارت وامامت کے لئے عورت کا قد وقامت زیبا ہوتا تو کبھی تو اس کو اس سے شرف بخشا جاتا، مگر وہ تو مخلوق ہی تابع اور محکوم بنا کر ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

۳ اور جان لے کہ خلیفہ میں شرط ہے کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو آزاد ہو، مرد ہو، بہادر ہو، ذی رائے ہو، سننے دیکھنے، بولنے والا ہو، اور لوگ اسکی اور اس کی قوم کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں، اور اس کی اطاعت سے ناک منہ نہ چڑھاتے ہوں (حجۃ اللہ البالغہ)

۴ سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا، اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالدیں گے اور وہ ماتحت ہو جاویں گے (بیان القرآن)

۵ اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ (بیان القرآن)

۶ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اسکا صحن دیکھا تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے، جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔ (بیان القرآن)

۷ وہ کافر قوم میں سے تھی۔ (بیان القرآن)

۸ میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے، اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے، سو وہ راہ پر نہیں چلتے۔ (بیان القرآن)

۹ وہ قوم فلح یاب نہیں ہو سکتی، جنہوں نے اپنے امر کا والی ایک عورت کو بنالیا (حجۃ اللہ البالغہ)

(۱۰) میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے، اور اس کو ہر قسم کا سامان میسر ہے، اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ (بیان القرآن)

(۱۱) ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور اختیار تم کو ہے سو تم ہی دیکھ لو جو کچھ حکم دینا ہو۔ (بیان القرآن)

(۱۲) میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ (بیان القرآن)

(۱۳) فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے، سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ (بیان القرآن)

(۱۴) اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ (بیان القرآن)

(۱۵) پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے، بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے

تنبیہ :۔اگر کسی مجبوری کی حالت میں کسی وقت میں ایک متعدد عورتیں خدمت کے لئے لڑائی کے موقع پر پہنچ گئیں اوران کو واپس کرنا اس وقت خلاف مصلحت تھا تو اس کو ضابطہ کلیہ نہیں بنایا جائیگا، مجبوری ومعذوری کے احکام مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا)

محبت فرماتے ہیں۔(بیان القرآن)

(۱۶) اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا، اور میں سلیمان کے ساتھ ہوکر رب العالمین پر ایمان لائی۔(بیان القرآن)

(۱۷) اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دیکر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے، سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو(بیان القرآن)

(۱۸) بہرحال عورت کی اذان اس لئے کہ سلف سے منقول نہیں جبکہ جماعت ان کے حق میں مشروع تھی، پس یہ (عورت کی اذان) گھڑی ہوئی چیزوں میں ہے، بالخصوص ان کی جماعت منسوخ ہونے کے بعد، اوراس لئے کہ مؤذن کے لئے اپنے نفس کا ظاہر کرنا اور بلند جگہ پر اذان دینا اور اپنی آواز کا بلند کرنا مستحب ہے، اور عورت کو ان سب سے روکا گیا ہے، ان کے لئے اذان مشروع نہیں اور اذان جماعت کی دعوت ہے۔(زیلعی)

(۱۹) خطیب کے لئے شرط ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کی اہلیت رکھتا ہو۔(بحرالرائق)

(۲۰) جمعہ کے لئے وجوب وصحت کے اعتبار سے جو شرائط ہیں وہی عید کے لئے شرائط ہیں خطبہ کے علاوہ۔

(۲۱) مرد کو عورت کی اقتداء کرنا، نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔(بحرالرائق)

(۲۲) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے عورت جب اپنے شوہر کے ساتھ گھر میں نماز پڑھے، اگر اس کا قدم شوہر کے قدم کے برابر ہو تو دونوں کی جماعت کے ساتھ نماز جائز نہیں، اور محیط میں ہے کہ جب عورت اپنے امام کے برابر ہو جائے ،سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ان کو پیچھے کرو جس طرح اللہ نے ان کو پیچھے کیا ہے سے استدلال کیا ہے، اور بحر میں تفصیل ہے۔

(۲۳) جب امام نے عورت کو امام بنادیا اور اس کے پیچھے مرد وعورت دونوں ہیں سب کی نماز فاسد ہو جائیگی، اھ درمختار۔

(۲۴) ولایت قول کا نافذ کرنا ہے، غیر پر وہ چاہے یا انکار کرے، نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے، کسی عورت کے واسطہ کے بغیر۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی زینوں پر سوار ہونیوالی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۲۶) مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:۔

(۱) مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑا ہے، اور مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔

(۲) مرد عورت کو ادب سکھاتا ہے، اور اس کو سلیقہ سکھاتا ہے۔

(۳) آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ عورت کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کو باہر نہ جانے دے۔

(۴) عورت پر مرد کی فرمانبرداری اور اس کا حکم ماننا ضروری ہے، جبکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

(۵) آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا نفقہ شرعاً مرد پر واجب ہے۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ شانہٗ ان مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں، جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(۲۸) حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے حکمراں اچھے لوگ ہوں، اور تمہارے مالدار سخی ہوں، اور تمہارے کام آپس کے مشورہ سے طے پائیں تو زمین کا اوپری حصہ تمہارے لئے زمین کے نیچے کے حصہ سے بہتر ہے، اور جب تمہارے حکمراں برے لوگ مقرر ہوں، اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے مشورہ سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے نیچے کا حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔

(۲۹) انہیں مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت مرد کو گالی دیدے یا اس کے کپڑے پھاڑ دے یا اس کی داڑھی پکڑ لے یا اس کو گدھا، بیوقوف کہہ کر پکارے یا اس پر لعنت بھیجے خواہ گالی دے، یا نہ دے قولِ عام کے مطابق، یا کسی اجنبی کو گالی دے، یا غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے یا اجنبی سے گفتگو کرے، یا عورت شوہر کے ساتھ سختی سے گفتگو کرے، یا اس سے جھگڑا کرے جس کی آواز اجنبی کو سنائی دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

جمہوریت ومشاورت

جمہوریت

سوال:۔کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہوریت کوقائم کیا تھا؟ اور کیا خلفاء اربعہ بھی اس جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر اور تبدل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے[1]، وہاں قوانین احکام کا مدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے یعنی کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، پس اگر کثرت رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو اسی پر فیصلہ ہوگا، قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے "وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ ،الاٰیة "[2] اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں،

---

[1] ولما کانت المدینة ذات اجتماع عظیم لایمکن أن یتفق رأیهم جمیعاً علیٰ حفظ السنة الخ حجة اللّٰه البالغة ، ج ۱/ص ۴۲/ باب سیاسة المدینة ،مطبوعه مصری.

[2] سورۂ انعام ،پارہ ۸/ آیت ۱۱۶/. **ترجمہ**:. اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔(از بیان القرآن)

خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، انہوں نے اس کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

مشورہ کی حیثیت

سوال:۔ "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" کا کیا مطلب ہے مشورہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مباح کیا ہے، اگر زید اس پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہو تو کیا وہ کافر ہے یا خارج از اسلام ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشورہ لینا خیر وبرکت کی چیز ہے اس کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ جو شخص مشورہ سے کام کرتا ہے، اس کو ندامت کی نوبت نہیں آتی[2] تاہم اس کا ایسا درجہ نہیں کہ جو شخص مشورہ نہ کرے تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے،[3] ہاں آیت قرآنی "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"

---

[1] فی حدیث عرباض بن سارية، عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهد بين الحديث مشكوٰة شريف، ص ۳۰/باب الاعتصام بالكتاب والسنة ،الفصل الثانی ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند "قال الملا على القاری تحت هذا لحديث المهديين ای الذين هداهم الله الیٰ الحق قيل هم الخلفاء الاربعة أبوبكر وعمر وعثمان وعلى رضی الله تعالیٰ عنهم الخ مرقات، ج ۱/ص ۱۹۹/ مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[2] والشوریٰ بركة وَقَالَ عَلَيْهِ السّلام مَانَدِمَ مَن اِسْتَشَارَ وَلاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، تفسير قرطبی ، ج۲/ص ۲۳۶/ سورة آل عمران تفسير الآيت ۱۵۷-۱۵۹/مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3] الامر فی شاورهم للندب وعن كون الامر فی شاورهم للندب دون الوجوب الی قوله واختلفوا فی وجوبها ای المشورة فنقل البيهقی فی المعرفة الاستحباب (احكام القرآن لظفر احمد التهانوی، ج۲/ص ۷۱/)المشورة ليست للتقليد بل للتنبه والاستحضار،ادارة القرآن والعلوم الاسلام،پاكستان.

اور ''اَمْرُهُمْ شُوْرىٰ بَيْنَهُمْ'' کا انکار کردے، تو پھر کافر ہوجائیگا[1]

ہر کام بغیر مشورہ کرنے سے بہت سے فوائد سے محرومی ہوتی ہے، اور اجتماعی کام جس کا تعلق عامۃ المسلمین سے ہو بغیر مشورہ کرنے سے بعض اوقات مستقل فتنے کھڑے ہوجاتے ہیں، جن کا سنبھالنا دشوار ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جمہوریت اور مشاورت

سوال:۔(۱) ''وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوكل على الله'' یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے یا عام؟

(۲) جمہوریت کسے کہتے ہیں؟ اور اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۳) مدارس میں کمیٹی قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہونی چاہئے؟

(۴) اور نیز زید کا یہ کہنا کہ موجودہ دور میں اسلام میں جمہوریت نہیں ہے کیسا ہے؟ زید مذکورہ بالا آیت ''وشاورهم فی الامر الخ'' کو استشہاد میں پیش کرتا ہے، اور اگر یہ مطلب ہو کہ موجودہ دور کے لوگوں میں ایسی صلاحیت نہیں رہی کہ جمہوریت چل سکے، تو اس صورت میں زید کا اس آیت کو پیش کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ زید نے پہلے کہا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس آیت میں اصل خطاب حضرت نبی اکرم ﷺ کو ہے پھر آپ کے اتباع میں ضمناً اوروں کو ہے، مفسرین نے اس آیت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ ''وشاورهم'' میں جو ضمیر

(صفحہ ہذا) [1] اذا انكر الرجل آية من القرآن اوتسخر بآية من القرآن اوعاب يكفر (عالمگیری ج۲/ص ۲۶۶/) منها مايتعلق بالقرآن باب احكام المرتدين. مطبوعه كوئٹه پاكستان)

مفعول ہے اس کا مصداق بھی سب صحابہ نہیں بلکہ مقصود رات دن حاضر باش "الو الاحلام والنُھٰی" اوراہل الرائے ہیں، جن کی اصابت رائے کا تجربہ ہوتا رہا ہے، اورحق تعالیٰ نے بھی ان کی رائے کی تصویب فرمائی ہے[1]، نیز "الامر" کا مصداق مفسرین محققین نے عام نہیں لکھا ، بلکہ خاص امر یعنی الحرب اس کا مصداق قرار دیا ہے، جیسا کہ روح المعانی[2] وغیرہ میں موجود ہے، لہٰذا اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کام میں ہر ایک کے لئے ہر ایک سے مشورہ ضروری ہے، یہ صحیح نہیں ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین سے بہت سے اجتماعی کاموں میں محض اپنی رائے پر عمل کرنا بھی ثابت ہے، نیز مشورہ کے بعد بھی ہر مشورہ کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ امیر کے لئے سب کے مشورہ کو رد کر کے اپنی صوابدید پر عمل کرنا بھی ثابت ہے[3]

(۲) آج کل جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد عورت خواندہ، نہ خواندہ، عاقل کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو، اوران کے ووٹوں کی اکثریت سے سربراہ حکمراں تجویز کیا جاتا ہے، اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں، نہ کوئی سلیم العقل اس کے اندر خیر

---

[1] وشاورهم فی الأمر ابوبکر وعمر ،الی ماقال ان الآیة نزلت فیهما الخ روح المعانی ، ج۴/ص۱۰۷/سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/.

[2] واختلف اهل التأویل فی معنیٰ الذی أمر اللّٰه نبیه علیه السلام أن یشاور فیه اصحابه فقالت طائفة ذالک فی مکائد الحروب وعندبقاء العدو الخ تفسیر قرطبی ، ج۲/ص۲۳۵/تفسیر سورۂ آل عمران، مطبوعه دارالفکر، تحت آیة وشاورهم فی الامر، روح المعانی ،ج۴/ص۱۰۶/ مطبع مصطفائی دیوبند، تحت الآیة المذکورة ، احکام القرآن للجصاص ،ج۲/ص۴۱/ مطبوعه بیروت.

[3] قال قتادة أمر اللّٰه تعالیٰ نبیه علیه السلام اذعزم علیٰ أمر أن یمضی فیه ویتوکل علی اللّٰه لاعلیٰ مشاورتهم الخ تفسیر قرطبی ،ج۲/ص۲۳۷/ مطبوعه دارالفکر، تفسیر سورۂ آل عمران ،تحت قول اللّٰه فاذاعزمت فتوکل علی اللّٰه .

تصور کرسکتا ہے، ظاہر ہے کہ اکثریت نادانوں اور جاہلوں کی ہے، وہ لوگ ایسے ہی شخص کو ووٹ دیں گے، جن کے ذریعہ ان کی خواہشات پوری ہونے کی توقع ہو، اور یقین ہے کہ ان کی خواہشات میں خیر غالب نہیں بلکہ شر غالب ہے، تو شر پھیلانے والے کا انتخاب کرنا کون سی عقل کی بات ہے، جو لوگ سیاستدانی کے بڑے بڑے دعویدار تمام حکومتوں پر بے لاگ تبصرہ کرنے والے ارباب قلم ہیں، وہ بھی اس جمہوریت پر اس قسم کا تبصرہ کرتے ہیں، اس ملک وحکومت کی سیاہ بختی کا کیا ٹھکانہ ہے، جہاں سربراہی کا معیار اہلیت اور دلائل سے ہٹا کر عوام کالانعام کی کثرت رائے پر رکھدیا جائے[1]

(۳) اہل علم، اہل دیانت، اہل رائے حضرات کی دینی مدارس کی ظاہری اور معنوی ترقی وفلاح کے لئے کمیٹی مقرر کرلینا انشاء اللہ مثمر خیر ہے،[2] اور سب کے مصالح کے پیش نظر بہت اہم ہے، طریقۂ کار یہ ہونا چاہئے کہ مشورہ طلب بات کمیٹی کے سامنے پیش کردی جائے، اور اس کے ارکان غور وفکر کے بعد اخلاص ودیانت سے جس رائے میں خیر سمجھیں اس کو پیش کردیں، ضرورت پیش آئے تو منافع ومضار پر متانت اور سنجیدگی سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں گفتگو اور باہمی تبادلۂ خیالات بھی کریں، اسی بحث وتمحیص کے بعد جو چیز خیر ہو اس کو اختیار کرلیا جائے، جن کی رائے پر عمل نہ ہو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوں، اور آئندہ رائے دینے سے

---

[1] قرآن کریم میں اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے، وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ، سورۂ انعام آیت ۱۱۶/۔

ترجمہ:۔ اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ (از بیان القرآن)

[2] والشوریٰ برکۃ الیٰ قولہ وقد جعل عمرؓ الخلافۃ وھی اعظم النوازل شوریٰ قال البخاری وکانت الائمۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشتشرون الامناء من اھل العلم فی الامور المباحۃ لیأخذ بأسھلھا الخ تفسیر قرطبی، ج۲/ص ۲۳۶/ تفسیر سورۂ آل عمران (مطبوعہ دار الفکر) تحت الآیۃ وشاورھم فی الامر)

گریز بھی نہ کریں ،اور جن کی رائے کو اختیار کرلیا گیا وہ اپنی رائے پر ناز کرتے ہوئے دوسروں کی تحقیر نہ کریں۔

(۴) اس کا جواب نمبر۲/ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۹ھ

کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے

سوال:۔ ہندوستان کی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھنا چاہئے ، جناب کا جو خیال ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعتوں کے قواعد وضوابط میں ترمیم ہوتی رہتی ہے ، مجھے زیادہ واقفیت نہیں ہے ، اپنے یا اہل علم ودیانت کے تجربہ سے جو جماعت احکام اسلام کی زیادہ پابند ہو اور حقوق دلانے میں زیادہ کوشاں ہو ،اور قربانی دینے والی جماعت ہو اس میں شرکت کر سکتے ہیں[1] اگر کسی پر اعتماد نہ ہو کسی میں شرکت نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جمعیۃ العلماء میں شرکت

سوال:۔ جمعیۃ العلماء نامی جماعت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ عوام کو دور رکھنا اور شرکت سے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

[1] مروجہ سیاست کے شرعی احکام مصنفہ حکیم الامتؒ ،ص ۳۵/ مطبوعہ ہتھورا باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جمعیۃ العلماء ہند کا دستور منگا کر مطالعہ کریں[1]، اگر اس میں کوئی بات تحقیق طلب ہو یا جمعیۃ کا کوئی خاص رویہ محل تأمّل ہو تو اس کو دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت

سوال:۔ایک مسلم تنظیم ہے جس کے مقاصد مذہبی خیر اندیشی اور دیگر تفریحی مشغلے ہیں، مذکورہ انجمن کے ممبران ہیں، ایک غیر مسلم ممبر بھی ہے، جو حالات وقواعد کے اعتبار سے مذہبی چندہ ودیگر تنظیمی معاملات میں پورا پورا حصہ لیتا ہے، پیشہ کے اعتبار سے وہ شخص ایک ڈاکٹر ہے، جس نے اپنے آپ کو اس اسلامی اور تنظیمی ماحول میں ڈھال میں لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمان راستوں کو زیادہ پسند کرتا ہے، نیز مسلمان بھی اسے محبوب سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجہیز وتکفین ودیگر تقریبات میں بھی شامل ہوتا ہے، اور کسی ذاتی مقصد کے تحت نہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ جس نے اپنے آپ کو ہر انداز سے مسلمانوں کی اس تنظیم میں شامل کر رکھا ہے اور اسے مسلم انجمن کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں کو اخلاق ومروت کا معاملہ کرنا چاہئے، آہستہ آہستہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، اور جبکہ یہ انجمن مسلم تنظیم ہے اور مقصد اس کا خیر ہی خیر ہے، اسی کے ساتھ تفریحی مشغلہ بھی ہے، اور وہ غیر مسلم ظاہر ہے کہ مذہب کے ان کاموں میں

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ مصنفہ مولانا حامد میاںؒ۔

تو بالکل شرکت نہیں کرتا ہے، جن کے لئے اسلام شرط ہے، صرف تفریحی مشغلہ میں شرکت کرتا ہے، ایسے مذہبی کام میں شریک ہوتا ہے، جس کے لئے اسلام شرط نہیں، تو اس میں شرعاً قباحت نہیں بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اس کا لحاظ رہے کہ وہ کسی مسلم میت کو غسل نہ دے، نہ اُٹھا کر قبرستان میں لے جائے، اور نہ قبر میں رکھے[۲] اور یونہی مجمع کے ساتھ چلا جائے، تو روکنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

جماعت منکرین خدا و رسول کا ممبر بننا

سوال:۔ ایسی جماعت جو خدا اور رسول کا منکر ہو اور ہر دھرم کو پاگلوں کا مشغلہ کہتی ہو کیا مسلمان اس جماعت میں ممبر یا کوئی اور شریک ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس جماعت میں شریک ہو اس کو خدا اور رسول کا منکر بننا ہوگا یا ان کے کفری وملحدانہ اصول کی ترویج کرنی ہوگی، یا عملاً کفری اعمال کا ارتکاب کرنا ہوگا، تو کسی مسلمان کے لئے اس جماعت میں شریک ہونا قطعاً حرام وناجائز ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لاینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقٰتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم أن تبروھم وتقسطوا الیھم الآیة ،سورة الممتحنة آیت ۸/.

ترجمہ :. اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں منع کرتا، جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ (از بیان القرآن)

[۲] ولیس للکافر غسل قریبه المسلم الیٰ قوله ویکره أن یدخل الکافر فی قبر قریبه المسلم لیدفنه ،شامی کراچی ،ج۲/ص ۲۳۱ /باب صلوٰة الجنازه،البحرالرائق ، ج۲/ص ۱۹۱/ کتاب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاته .(مطبوعه کوئٹه پاکستان) **(بقیہ آئندہ پر)**

ایک رفاہی سوسائٹی کے شرائط

سوال:۔تمام مسلمین کی پریشانیاں دیکھتے ہوئے ہم نے ایک سوسائٹی قائم کی ہے، جس کا نام یوتھ ویلفیر سوسائٹی ہے، جوکہ ہندوستان کے غریب طلباء، حاجت مند، اسلامی کام اور مسلمانوں کے فائدوں کے لئے قائم کی گئی ہے، سوسائٹی کے اس وقت تقریباً میرٹھ شہر میں ۱۰۰۰/ ہزار ممبران ہیں، سوسائٹی کا رجسٹریشن کرانے سے پہلے ہم آپ سے چند رائے کے منتظر ہیں، کیونکہ سوسائٹی پوری طرح سے اسلامی قوانین کے تحت چلائی جائیگی اور اس کے لئے ہم سب آپ کی ہدایت چاہتے ہیں، سوسائٹی کی چند مخصوص شرطیں ہم نے منعقد کی ہیں، جو اس طرح ہیں:۔

(۱) سوسائٹی صرف عام مسلمین کی بھلائی کے بارے میں کام انجام دے گی۔

(۲) سوسائٹی کا ممبر صرف ایک مسلم طالب علم ہی ہوسکتا ہے۔

(۳) سوسائٹی کی ممبر شپ وہ شخص بھی پاسکتا ہے، جو اسلامی کام کو تہ دل سے سرانجام دے سکے چاہے وہ ان پڑھ انسان ہو۔

(۴) سوسائٹی کا ممبر ہونے کیلئے کم سے کم ۱۸/ سال کی عمر پورا ہونا ضروری ہے۔

(۵) سوسائٹی کی ممبر شپ لینے کے بعد کسی بھی حکومتی پالیسی کا استعمال اور دخل اندازی سوسائٹی میں نہیں کرے گا، چاہے وہ کسی بھی پارٹی کا ممبر کیوں نہ ہو۔

(۶) سوسائٹی کے سارے کام اسلامی قانون کے تحت ہونگے، جو ہر ایک ممبر کو ماننے ہونگے۔

(گذشتہ کا بقیہ) [۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۱/ مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، کتاب الامارۃ فی الفصل الثانی.

ترجمہ:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(۷) سوسائٹی کے سکریٹریوں کی میٹنگ ماہ دوبارہ منعقد کی جائے گی۔

(۸) ممبر کا کام نئے ممبر بنانا اور ایک مسلم کی پریشانی کو دور کرنا ہے۔

(۹) سوسائٹی میں جماعت طلباء کا دوسرا مقام ہے جو کہ مرکزی اداروں کے طلباء ہیں۔

(۱۰) کوئی بھی ممبر سوسائٹی میں ہونے والی کمیوں اور سوسائٹی کی افضلیت کو بطور تحریری بیان سیدھا چیف کو پیش کرسکتا ہے، جس کو سوسائٹی عمل لانے کی پوری کوشش کرے گی

(۱۱) ہر محلّہ اور ہر گاؤں کا ایک جوائنٹ سکریٹری ہوگا، جس کے تحت سارے ممبران کام کریں گے۔

(۱۲) ہر جوائنٹ سکریٹری کا فرض ہوگا، کہ اپنے ممبروں کی پریشانیوں کو دور کرے اور ہر نئی تحقیق سوسائٹی کو دے۔

(۱۳) ممبروں میں ہونے والے آپسی فساد کی رپورٹ دینا ہر ممبر کا فرض ہوگا، جس سے وہ جھگڑا اسلامی قانون کے مطابق سلجھایا جاسکے۔

(۱۴) سوسائٹی کا ہر ممبر ایک روپیہ ماہوار چندہ جوائنٹ سکریٹری کو جمع کرائے گا۔

(۱۵) ممبروں کے ذریعہ جمع تمام روپیہ شہر کے مختلف حصوں میں پڑھنے والے تمام غریب طلباء کی فیس میں اور شہر کے تمام غریب لوگوں میں جو حاجت مند ہونگے ان میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱۶) سوسائٹی کا پورا خرچ سوسائٹی کے چندہ سے پورا کیا جائے گا۔

(۱۷) اگر سوسائٹی کا ممبر اپنے ذریعہ معاش کے لئے اگر اپنا نجی کام کرنا چاہتا ہے، تو سوسائٹی بطور قرض اس کے اندر مقصد کے لئے روپیہ دے گی، جو اُسے قسط وار چکانا پڑیگا۔

(۱۸) تمام روپیہ شہر کچہری سے اسٹامپ کے ذریعہ معاہدہ کے مطابق ہی دیا جاسکتا ہے۔

(۱۹) ماہوار روپیہ نہ دینے والے ممبر کو ممبر شپ سے الگ کر دیا جائیگا، اور کوئی بھی سوسائٹی سے ہونے والے فائدوں سے محروم کر دیا جائیگا۔

(۲۰) دوبارہ ممبر شپ بننے کے لئے اُسے پچھلے ہر ماہ کا چندہ جمع کرنا پڑے گا۔

(۲۱) کبھی بھی ضرورت کے وقت کسی بھی ممبر کو طلب کیا جا سکتا ہے، جس پر اسے ضرور حاضر ہونا پڑے گا، حاضر نہ ہونے پر اُسے سوسائٹی سے الگ سمجھا جائیگا، بشرطیکہ وہ شہر سے باہر نہ ہو۔

(۲۲) سوسائٹی کے چیف تمام سکریٹریوں وجوائنٹ سکریٹری اور ممبروں کی میٹنگ ہر تیسرے ماہ کی آخری تاریخ میں ہوگی، جس میں ہر ممبر کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲۳) سوسائٹی کے ہر ممبر کو ایک شناختی کارڈ اور ایک بیج دیا جائیگا، جو اُسے ہر وقت اپنے پاس رکھنا ہوگا، ضرورت پڑنے پر وہ طلب کیا جا سکتا ہے، جو اُسے دکھانا ہوگا۔

(۲۴) بیج یا سوسائٹی کی طاقت کا غلط استعمال کرنے والے کو سوسائٹی سے الگ کر دیا جائیگا، اور چیف کے ذریعہ جو فیصلہ دیا جائیگا وہ اُسے ماننا پڑے گا۔

(۲۵) آپس میں اتفاق واتحاد اور محبت کے ساتھ سوسائٹی کو چلانا اور سوسائٹی کو زندہ رکھنا ہے، اس بات کا ہر ممبر کو خیال رکھنا پڑے گا۔

(۲۶) سوسائٹی کی ایک کیبنٹ ہوگی جو جوائنٹ سکریٹری کی سنوائی کرے گی، اور سوسائٹی کا کوئی بھی کام بنا کیبنٹ کے پاس ہوئے رد سمجھا جائیگا۔

(۲۷) کوئی بھی ممبر بنا مقصد بتائے سوسائٹی سے استعفاء نہیں دے سکتا۔

(۲۸) سوسائٹی پوری طرح دیوبند کے اسلامی قانون کے تحت چلے گی۔

(۲۹) کسی بھی ممبر یا جوائنٹ سکریٹری وہ کیبنٹ سکریٹری کو بنا وجہ بتائے ہٹانے کا پورا حق سوسائٹی کے چیف کو ہوگا، ان ساری شرطوں میں کون شرط ٹھیک ہے، اور کون نہیں، اس بارے میں آپ سے گذارش ہے کہ آپ کو جو شرط صحیح معلوم ہو اور مقاصد کو پورا کرنے میں

ہر کام کرتی ہو یا جو شرط ہم نے صحیح نہ لکھی ہو یا ہم کو نہیں پتہ آپ اس بارے میں لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر کردہ (۲۹) شرطیں جو کہ درحقیقت سوسائٹی کا کام چلانے کے لئے اصول کے درجہ میں ہیں مطالعہ کیں ان میں (۲۰) کے متعلق عرض ہے کہ پچھلے ہر ماہ کا چندہ لازم قرار دیا گیا ہے، جو کہ ۲۰/ جرمانہ مالی کی ہے، اس لئے اس قید کو ختم کیا جائے،[1] ۲۱/ میں صرف شہر سے باہر ہونے کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ عدم حاضری کا سبب بیماری وغیرہ بھی کوئی عذر ہوسکتا ہے، اس لئے بلا عذر کی قید لگا دی جائے، ۲۴/ سزا کے ساتھ مطابق شرع کی قید لگا دی جائے، ۲۹) میں ممبر یا سکریٹری کو ہٹانے کا پورا حق چیف کو دیا گیا ہے، اور وہ بھی بلا وجہ بتائے اس قدر وسیع اختیار دینا نہیں چاہئے، اگر قصور وار ہو تو اس پر اول فہمائش کی جائے، پھر چیف مشورہ کر کے الگ کرے، اسلئے چند اہل مشورہ کو متعین کر لیا جائے، اللہ تعالیٰ اخلاص دے، استقامت دے، خدمت اور کام کا رُخ صحیح رکھے، ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ

شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اور اس کا حکم

سوال:۔ اگر کسی کمیٹی کا صدر انگریزی تہذیب کا دلدادہ شرعی مسائل سے ناواقف ہو اس کے اراکین میں چند زانی وشرابی، سودخور اور بے نمازی اور شرعی مسائل سے ناواقف ہوں

---

[1] لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی الیٰ قوله والحاصل ان المذهب عدم التعزیر بأخذ المال الخ البحر الرائق ص ۴۱ ج۵ کتاب الحدود فصل فی التعزیر (مطبوعه کوئٹه) شامی کراچی ص ۶۱ ج۴ باب التعزیر مطلب فی التعزیر بأخذ المال.

،تو کیا وہ شرعی معاملے پر کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں کیا ان کا فیصلہ قابل اعتبار ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگوں کی کمیٹی شرعی کمیٹی نہیں، اوراس کا فیصلہ شرعی فیصلہ نہیں، **کذا فی الحیلة الناجزة**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسی پنچائت میں شرکت جس کے قوانین غیر شرعی ہوں

سوال:۔ ہمارے یہاں انصاری برادری کی پنچائت میں کچھ قوانین ہیں جو کہ شرع محمدی کے مطابق نہیں ہیں مثلاً شادی میں کوئی ولیمہ کرنا چاہے تو پورے گاؤں کی برادری کو بلائے یا پھر پورے محلّہ کی برادری کو بلائے اگر دوسرے محلّہ کے ایک شخص کو بلائے خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو اس محلّہ کی پوری برادری کو بلائے اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے جوا کھیلے شراب پیئے اس پر برادری کی کوئی پابندی نہیں اب از روئے شرع ایسی پنچائت میں شامل رہنا بہتر ہے یا علیحدگی بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ اس کی کوئی بھی بات شرع محمدی کے مطابق نہیں تو پھر وہ شرعی پنچائت نہیں اس میں شرکت سے غیر شرعی باتوں کی تقویت وترویج ہوگی جس کی شرعاً اجازت نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الحیلة الناجزة ،ص ۲۸/جماعت مسلمین کی شرائط، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

[2] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة، سورة المائدة آیت ۲.

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

تفریق بین المسلمین

سوال:۔ دو آدمیوں میں عرصہ سے میل جول اور محبت واخلاص چلا آرہا تھا۔ دو شخصوں نے ان کے درمیان رنجش ڈلوادی شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بلاوجہ شرعی ایسا کیا ہے تو یہ فعل گناہ ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے اور ان لوگوں سے جن میں رنجش ڈلوائی ہے معاف کرانا چاہئے اور ان میں مصالحت کرانی چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۱/۱۲/۲۸ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔ عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۹/ذی الحجہ

تفریق بین المسلمین

سوال:۔ جو شخص جماعت اہل اسلام کو پراگندہ کرتا ہے اور مریدوں کو تلقین کرتا ہے اس کا شرعاً کیا جرم ہے اور جو شخص اتفاق کرانا چاہتا ہے اس کو کیا ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جماعت اہلِ اسلام کو اغراضِ نفسانیہ کی بنا پر پراگندہ کرنا اور اس میں تفریق ڈالنا شرعاً بدترین جرم ہے اور اہل اسلام کو کسی بات پر مجتمع کرنا اور ان میں اتفاق کرانا حقِ نیابت رسول اللہ ﷺ ہے، پہلے شخص کے لئے اس کے جرم کے موافق بدترین سزا ہے دوسرے شخص کے

---

[1] عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصدقة والصلوٰة قال قلنا بلی قال اصلاح ذات البین وفساذدات البین ھی الحالقة. مشکوٰة شریف ص۴۲۸ باب ماینھٰی من التھاجر الخ الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

لئے اس کے عمل کے مطابق بلکہ اس سے بہترین جزا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴؍شعبان ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پنچایت کے خلاف کرنا

سوال:۔ جس جماعت میں شرعی خرابی نہ ہو اس سے علیحدہ ہو کر اس میں اختلاف و افتراق پیدا کرنا **اتبعوا السواد الاعظم** کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور **فانه من شذ شذ فی النار** کا مصداق بننا ہے یا نہیں ایسے شخص کے لئے شرعی تعزیر کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث میں سواد اعظم کوئی گاؤں یا کسی چودھری کی قائم کردہ پنچائت نہیں کہ اس کی مخالفت سے شذ فی النار کا حکم لگایا جائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بلا وجہ اختلاف پیدا کرنا شرعاً مذموم ہے اس لئے اس وعید میں چودھری برادری کا حکم نہ ماننے والا داخل نہیں نہ یہ برادری کی پنچائت افراد برادری کی رضامندی پر موقوف ہے۔ جو اس پر رضامند نہ ہو تو اس پر جبر کرنے کا برادری کو حق نہیں البتہ جو شخص خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا ہو اس کو اس سے روکنا ہر شخص پر حسب حیثیت ضروری ہے۔ **لحدیث من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده**[2] الخ لزوم

---

[1] **قال رسول اللّٰه ﷺ : لااخبرکم بافضل من درجة الصیام والصدقة والصلوٰة قال قلنا بلی قال اصلاح ذات البین وفساد ذات البین هی الحالقة. مشکوٰة شریف ص ۴۲۸ باب التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.**

[2] **مشکوٰة شریف ص ۴۳۶ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.**

ترجمہ: تم میں سے کوئی منکر کام کو ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہئے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے۔

جماعت اور مخالفت جماعت کے متعلق العرف الشذی ص۵۱۲[1] میں ہے واذا تحققت الخ بہتر یہ ہے کہ بلا وجہ مخالفت نہ کی جاوے اگر برادری کے قوانین خلاف شرع ہوں تو تحقیق کر کے ان کو شریعت کے موافق بنا لیا جائے۔ حدیث اتباع سواد اعظم کی تفسیر مطلوب ہو تو فیض الباری ص۵۸[2] وص۵۱۱ وفتح الباری[3] ص۲۶۶ ج۱۲ وغیرہ دیکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ

(صفحہ ہذا) [1] العرف الشذی ص ۴۶۱ (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) ابواب الفتن، باب لزوم الجماعة الخ

[2] فیض الباری ص۵۸ ج۴ ابواب المناقب، باب علامات النبوة وص ۵۱۱ ج۴ کتاب الاعتصام قوله امر النبی ﷺ بلزوم الجماعة.

[3] فتح الباری ص۲۵۴ ج۱۵ (مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه) باب الاعتصام، باب وکذالک جعلناکم امة وسطاالخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت

الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلے کرانا

سوال:۔ چہ می فرمائند علماء عظام اندریں مسائل (الف) غیر اسلامی ولادینی حکومت کی تائید وحمایت کرنا؟

(ب) اس کے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا؟

(ج) ان کی عدالتوں سے متنازعہ مسائل کا حل تلاش کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جو حکومت اسلام کی یا کسی بھی مخصوص دین کی پابند نہیں، اس کے زیر اثر رہنے والے مسلمانوں کو ایسے امور میں تائید وحمایت کرنا شرعاً درست ہے، جن سے احکام اسلام منہدم نہ ہونے متصور ہوں۔

(ب) حقوق کی حفاظت اور ظلم سے بچاؤ کے لئے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا بھی درست ہے۔

(ج) باہمی منازعت کا فیصلہ عدالتوں سے تلاش کرنا درست ہے، تاکہ حقدار کو حق

پہنچ جائے، ظلم نہ ہونے پائے، ظلم کرنے کے لئے کسی سے بھی تعاون جائز نہیں، اس سے بچنا اور بچانا لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ووٹ کا حکم

سوال:۔ الیکشن میں ووٹ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نفع ہو یعنی دین کی، قوم کی، ملک کی، صحیح خدمت مظنون ہو تو درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ووٹ کس کو دیا جائے

سوال:۔ اس جمہوری ملک میں ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس پارٹی کو ووٹ دیگا وہ ''**تعاونوا علیٰ البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**'' کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا یا نہیں، اور اس پارٹی کے منتخب شدہ ممبران جو صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں، ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ مل جل کر قومی وملی کام کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، سورۂ مائدہ آیت ۲/

ترجمہ:۔ اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[2] ملاحظہ ہو جواہر الفقہ، ج ۲/ص ۲۹۲/ رسالہ ''انتخابات میں ووٹ ووٹر کی شرعی حیثیت'' مطبوعہ سیرت النبی دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے ہیں، نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑائے جاتے ہیں، جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا نفع پہنچائیگا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے[1]، جو لوگ خود مسلمان اور دین و مذہب کے پابند ہیں، وہ اگر نافع سمجھ کر کسی پارٹی کو یا کسی فرد کو ووٹ دیں تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس پارٹی کے نظریات وعقائد سے بھی متفق ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

وعدۂ وقف پر ووٹ دینا

سوال:۔ زید اپنی ممبری کے لئے چند مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں مسجد کی کچھ اصلاح مرمت وغیرہ کرادونگا اور واسطے خرچ مسجد کے کوئی عمارت بنادونگا، اور اس کی آمدنی کرایہ مسجد میں وقف کردونگا تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا تعمیر کرانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید حقیقۃً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دیکر ممبر بنانا چاہئے[2]، اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانہ میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو جواہر فقہ، ج۲/ص۲۹۲/ (رسالہ انتخابات میں ووٹ اور ووتر کی شرعی حیثیت'' مطبوعہ سیرت النبی دیوبند۔

[2] جواہر الفقہ، ج۲/ص ۲۹۲/ (رسالہ انتخابات میں ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت) مطبوعہ سیرت النبی دیوبند.

میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے، ممبری کے ووٹ اور رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اور اسکو رائے کی اُجرت قرار دے تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ رشوت ہے[1]، اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد

سوال:۔ ہندوستان میں میونسپل بورڈ یا اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں، تو مسلمانوں کو اس میں کسی ہندو کو ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جو الیکشن ہوتا ہے، وہ شریعت محمدیہ میں ناجائز ہے، اس لئے کہ جب ایک ہندو کو منتخب کیا تو وہ ظاہر ہے کہ فسق وفجور کرے گا، فاسق وفاجر کو منتخب کرنے کا گناہ منتخب کرنے والوں کو ہوگا، اور حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کردیا تھا کہ وہ فاسق وفاجر تھا، جب ایک مسلمان فاسق وفاجر کو حضرت حسینؓ نے منتخب نہیں کیا تو ایک ہندو کو منتخب کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ خیر خواہی اور ہمدری کرے گا، اس کو ووٹ دینا درست ہے، جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اس کو ووٹ نہ دیا جائے[2]،

---

[1] لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی ،ابوداؤد شریف، ج۲/ص۵۰۴/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب القضاء باب فی کراھیۃ الرشوۃ.

ترجمہ:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔

[2] جواھر الفقہ ،ج۲/ص ۲۹۲/(انتخاب میں ووٹ ووٹر کی شرعی حیثیت)، مطبوعہ سیرت النبی دیوبند.

میونسپلٹی یا اسمبلی یا مسائل جو پیش ہوتے ہیں، وہ دینی نقطۂ نظر سے پیش نہیں ہوتے، نہ اسلئے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے، نہ یہاں اس کا کوئی سوال ہے، بلکہ معاشی ومعاشرتی مفاد کے پیش نظر مسائل پیش کئے جاتے ہیں، جس کی طبیعت میں خیر خواہی و ہمدردی ہے، وہ بہتر رائے دیگا، یہ ضروری نہیں کہ ہر معاشی ومعاشرتی مسائل جو وہاں پیش ہوں وہ سب خلافِ شریعت ہی ہوں، تاہم اگر کوئی بالکل ہی ووٹ نہ دے اور کسی کو بھی اپنا نمائندہ نہ بنائے تو اس کو اختیار ہے، بہرحال جو چیزیں وہاں طے ہوجائیں گی، ان کا ماننا قانونی حیثیت سے اس کو بھی لازم ہوجائیگا،[1] اگر حضرت حسینؓ کا طریقہ اختیار کرکے جامِ شہادت نوش کرنے کا ولولہ ہوتو اللہ پاک مبارک کرے، ہمت واخلاص دے، آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۸ھ

شیعہ کو ووٹ دینا

سوال:۔ایک دشمن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں ممبری کا ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس کا مقابلہ باشرع اہل سنت والجماعت پابند صوم وصلوٰۃ سے ہے اور کیا فتویٰ ہے ان اصحاب کے لئے جو اس برائی کے ممد ومعاون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہئے جو اہل اسلام کی مذہبی معاشرتی سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کرسکے، اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے، اور اس اعانت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔[2]

---

[1] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دے، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے،[۲] ایسے شخص سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم شعبان ۵۸ھ

صحیح عبداللطیف ۳ر شعبان ۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۱] تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ،سورہ مائدہ الآیة ، ۲ر.

ترجمہ:۔ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[۲] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولو لعنة اللہ علیٰ شرکم ،مشکوٰة شریف، ج ۲ر ص ۵۵۴ر (مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) مناقب الصحابة رضی فی الفصل الثالث،ترمذی شریف، ج ۲ر ص ۲۲۵ر ابواب المناقب باب من سبب أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم .

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ نہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

مرتدین کے احکام

مرتد کے احکام

سوال:۔ایک مسلمان اپنے کو کھلم کھلا کافر، مرتد کہتا ہے، اب اس کے ساتھ اسلامی معاملہ کرنا حلال ہے، یا حرام؟ کھانا، نکاح کرنا یا سلام کرنا حرام ہے یا حلال؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ دین اسلام کو ترک کر کے کفر کے اختیار کرنے کا مقر ہے، یا اس پر شرعی ثبوت موجود ہے تو وہ منافق نہیں بلکہ مرتد ہے، اس کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں، اس کا ذبیحہ بھی حرام اور مردار ہے، "**ومنها ماهو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلايجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة ولامرتدة ولاذمية ولا حرة ولامملوكة وتحرم ذبيحتهٗ وصيده بالكلب البازى والرمى كذا فى الفتاوىٰ الهنديه ، ج۲/ص ۲۳۳/**[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

---

[1] عالمگیری، ج۲/ص ۲۵۵/ مطبوعہ کوئٹہ، پاکستان، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۹۴ ج۶ باب المرتد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جنازۂ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن

سوال:۔ جنازۂ مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلم قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرتد کے جنازہ کی نماز درست نہیں، اس کو مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دیکر مسلم قبرستان میں دفن نہ کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۹۲ھ

مرتد کس طرح تجدید ایمان کرے

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے کفر عائد ہو جائے تو اُسے دوبارہ مسلمان کرنے کے لئے کس طرح کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبارہ ازسرِ نو کلمہ پڑھے اور جملہ عقائد پر ایمان لاوے[2] تجدید نکاح کرے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر ص ۴۹۳ ج ۲ باب المرتد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۳ ج ۵ باب احكام المرتدين، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۵۸۰ ج ۳ باب الردة واحكام اهلها.

(صفحہ ہذا) [1] وامالو كان مرتداً يلقيه فى حفرة كالكلب دفعا لأذى جيفته عن الناس من غير غسل ولاتكفين الخ حلبى كبير ،ص ۶۰۳/ مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور پاكستان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرتد سے سمجھوتہ

سوال:۔اگر کوئی مسلمان کسی مرزائی یا دوسرے مرتد کی پرورش یا حمایت کرے یا کسی قسم کا سمجھوتہ کرلے، یا پھر وہ مسلمان شخص مرتد کو کافر نہ کہتا ہو، جبکہ وہ شخص یہ بھی جانتا ہے کہ مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے، اور پھر سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے اور مرتد کو کافر نہ کہتا ہو اور وہ کسی قسم کا سمجھوتہ کرلے خواہ وہ کسی سطح کا ہو یا حمایت کرلے، اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟

کیا اس شخص کو دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا پڑیگا، اور کیا اس کا شوشل بائیکاٹ بھی کرنا پڑے گا؟ واضح رہے کہ اسلام میں کسی مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے، اور نہ اسلام کسی مرتد سے دوستی کی اجازت دیتا ہے، اور سمجھوتہ اسی وقت ہوتا ہے جب دوستی پیدا ہو اور دوستی بھی اسی وقت ہوتی ہے جب مرتد کو کافر نہ کہا جائے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب الجنائز فی مسائل متفرقة، الدرالمختار مع الشامی، ج۲/ص ۲۳۰/ مطبوعه کراچی پاکستان، کتاب الجنائز، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۲۷۴ ج ۱، باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص ۴۹۶ قبیل فصل فی حملها ودفنها.

۲ واسلامه أن یأتی بکلمة الشهادة ویتبرأ عن الادیان کلها سوی الاسلام وأن یتبرأ عما انتقل الیه. عالمگیری، ج۲/ص ۲۵۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب السیر فی احکام المرتدین. الدرالمختار علی الشامی، ج۶/ص ۳۶۱/ مطبوعه زکریا، کتاب الجهاد، باب المرتد، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص ۴۸۹ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص۴۴۳ ج۷ نوع آخر فی الاکراه علی التلفظ الخ، نوع آخر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸ ج۵، باب احکام المرتدین.

۳ وان کانت نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لا ینفعه فتوی المفتی ویومر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته، المحیط البرهانی ص۳۹۷ ج۷ النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳ ج۲ قبیل الباب العاشر فی البغاة، تاتارخانیه کراچی ص۴۵۸ ج۵ فصل فی اجراء کلمة الکفر.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ سوال بھی کررہے ہیں اور خود جواب بھی بتارہے ہیں، جب آپ کو جواب معلوم ہے تو دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

سمجھوتہ کے لئے دوستی کہاں ضروری ہے، صلح حدیبیہ میں اہل مکہ سے سمجھوتہ کیا گیا تھا، حالانکہ وہ اس وقت بھی دشمن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دشمن تھے، اسلام کے بھی دشمن تھے، مسلمانوں کے بھی دشمن تھے، اسی سمجھوتہ کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، اور اس کو فتح فرمایا گیا[1]، آپ کے یہاں کس طرح اور کن شرائط پر سمجھوتہ کیا ہے مجھے اس کا علم نہیں بہتر یہ ہے کہ اس کے متعلق وہیں کے باخبر حضرات سے استصواب رائے کرلیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

مرتد سے موالات

سوال:۔ جولوگ شرعاً شریعت کے مجرم ہوں تبدیلی مذہب پر ان پر حد نافذ ہوگئی ہو، بروئے فتویٰ شرعی اور ان سے ترک موالات کا حکم ہو اور جولوگ ان سے ترک موالات کرتے ہوں، اور دوسرے لوگ ان کے ساتھ موالات کرتے ہوں، اور ان کے اس فعل کو اچھا سمجھتے ہوں، اور اپنی ہوشیاری سے ان کے اس فعل کو غلط یا جائز بتاتے ہوں، ایسے لوگوں کے لئے شرعاً کیا ہے؟

---

[1] اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً الایة سورہ فتح پ ۲۶/ آیت ۱/.

ترجمہ:. بیشک ہم نے (اس صلح حدیبیہ سے) ایک کھلم کھلا فتح دی۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جوشخص مذہب اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلے وہ مرتد ہے،[1] اس سے موالات حرام ہے،[2] جواس سے موالات کرے وہ گنہگار ہے، اس کو اپنے اس فعل سے توبہ لازم ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۹ھ

مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا

سوال:۔زید نے کہا کہ میں رات میں قرآن شریف کے ایک صفحہ کو حفظ کروں گا، ورنہ جتنی دفعہ جتنا کھانا کھاؤنگا، سب میرے لئے حرام ہے، اب زید نے حفظ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیا، اور چند دن کے بعد اس نے یہ خیال کرکے کہ میں نے جو قسم کھائی ہے، اس کا شاید کفارہ نہیں ہوسکتا ہے، یہ گمان کرکے العیاذ باللہ مرتد ہوگیا، پھر ایک گھنٹہ کے بعد اسلام

---

[1] المرتد فی اللغة الراجع مطلقا وفی الشریعة الراجع عن دین الاسلام، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ باب احکام المرتدین، عالمگیری کوئٹه ص ۲۵۳ ج۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین، مجمع الأنهر ص۴۸۷ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۵۴ ج۶ باب المرتد.

[2] وانها دالة علی هجران اهل الکفر والمعاصی من اهل البدع وغیرهم فان صحبتهم کفر او معصیة اذ الصحبة لا تکون الا عن مودة، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۹۵ ج۵ الجزء التاسع، سورۂ هود تحت آیت ۱۱۳، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] لَایَتَّخِذِالْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ .الایة سورۃ آل عمران، پ۳/آیت ۲۸/

ترجمہ :. مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو دوست نہ بناویں، مسلمانوں سے تجاوز کرکے الخ (از بیان القرآن) (تفصیل ملاحظه هو بیان القرآن، ج۲/ص ۱۰/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، معارف القرآن، ج۲/ ص ۵۰/ مطبوعه دار الکتاب دیوبند)

لایا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اسلام لانے کے بعد وہ قسم کے کفارہ سے سبکدوش ہوگیا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداومصلیاً

حالت اسلام میں جو کفارہ لازم ہے ارتداد سے اس کے سقوط میں اختلاف ہے، محققین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا، پس تجدید اسلام کے بعد کفارہ کی ادائیگی لازم ہے۔

''ویقضی ماترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوٰة والصیام معصیة والمعصیة تبقی بعد الردة ،قال ابوالسعود ،نقلا عن القهستانی وفیه اشارة الیٰ انه لایسقط بالردة ماهو من حقوق العباد وکذا حقوقه التی یطالب بها الکفار کالحدود سوی الشرب کمافی شرح الطحاوی وکذا مالا یطالبون به مثل الصلوٰة والصوم والزکوة والنذر والکفارة فیقضی اذا اسلم علی ماقاله شمس الائمة لان ترکها معصیة والمعصیة بالردة لاترتفع کمافی قاضیخان[1] وغیره اھ طحطاوی،[2] ج۲/ص ۴۸۸/ ''علامہ شامی نے بھی ردالمحتار[3] میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/محرم الحرام/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۵۸۳ ج۳ باب الردة واحکام اهلها.

[2] طحطاوی علی الدر ص ۴۸۸ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

[3] الدرالمختار مع الشامی، ج۶/ص ۳۹۷/ مطبوعه زکریا دیوبند، وکراچی، ج۴/ص ۲۵۱/ کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب المعصیة تبقیٰ بعد الردة.

مرتد کا نکاح فسخ ہوگیا

سوال: -ایک مسلمان لڑکا فرقہ قادیانی میں جا کر مل گیا ہے، اس لڑکے کی پہلی شادی مسلمان لڑکی سے ہوئی تھی اور اب اس نے دوسری شادی قادیانی لڑکی سے کر لی، اور لڑکا اکثر گھر سے باہر رہتا ہے، جب کبھی گھر آتا ہے تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ میں قادیانی ہوگیا ہوں، اب آپ لوگ میرے ہاتھ کا کھانا نہیں کھا سکتے، اور آپ لوگ میرا جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے، اب اس صورت میں اس کا پہلا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرزا غلام احمد قادیانی حکمِ شرعی کے اعتبار سے کافر ہے اور جو شخص اس کے مذہب کو اختیار کرے وہ بھی مرتد ہے[1] جس کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہوگیا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[1] ولاینجو من الکفر الا من اکفر ذلک الملحد بلا تعثم وتردد لوجوہ الاول: ان ذلک الملحد ادعاء ہ النبوۃ بل الرسالۃ نعم وتشریعا اکثر من نباح العواء فی کلامہ فانکارہ مکابرۃ فاضحۃ لا یلتفق الیھا ویکفر من لم یکفرہ اکفار الملحدین ص ۱۰ بیان شیء من دعوی القادیانی الخ، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] وارتداد احدھما فسخ عاجل. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۱۹۳، ج:۳، مطلب فی الصبی والمجنون، باب نکاح الکافر، مجمع الانھر ص ۵۴۶ ج ۱ باب نکاح الکافر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، النھر الفائق ص ۲۹۰ ج ۲ باب نکاح الکافر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

عورتوں کی تعزیہ میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟

سوال:۔ جوعورتیں محرم کے زمانے میں تعزیہ پر ہونے والے خرافات گانا بجانا ماتم کرنے میں شامل ہوتی ہیں تو کیا خارج از نکاح ہوگئیں اور بغیر نکاح ثانی حلال نہیں۔شرک فی الذات شرک فی الصفات شرک فی العمل تینوں میں کس کا مرتکب مشرک ہوگا۔ یا اول الذکر کا اور کون سی صورت میں عورت یا مرد پر خارج از نکاح کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟اس میں اکثر طبقہ مسلمانوں کا مبتلا ہے۔کیا صورت ہوگی؟ بعض تعزیہ پر چراغ اور مہندی چڑھاتی ہیں۔ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ امور معصیت ہیں ناجائز ہیں[1] مگران کی وجہ سے مرتد قرار دیکران کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دیا جائے گا۔جن امور کی وجہ سے کوئی مرتد ہو جائے اسلام سے خارج ہو جائے وہ موجب فسخ نکاح ہیں تفصیل کتب فقہ بحر[2] عالمگیری[3] شامی[4] وغیرہ میں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۴۰۱ھ

کلماتِ کفریہ سے نکاح ختم

سوال:۔ کفریہ کلمہ بولنے سے نکاح بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

---

[1] تعزیہ داری درعشر محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست (فتاویٰ عزیزی ص۷۵ ج۱ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

[2] وقوع الفرقة بردة احد الزوجين البحر الرائق ص۱۲۸ ج۵، باب احكام المرتدين، مكتبه ماجديه كوئٹه پاكستان.

[3] عالمگیری ص۲۵۷ ج۲، الباب التاسع فی احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه،

[4] درمختار برحاشيه شامی كراچی ۲۴۶ ج۴، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل اذا ارتد.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بات یا کام کی وجہ سے ایک آدمی کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، اسکی وجہ سے اسکا نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۴ھ

شوہر مرتد ہوگیا

سوال: -مسماۃ نگینہ کا بعمر دس سال مسمّٰی ادریس سے بعمر چودہ سال نکاح ہوا جسکو تین سال ہوچکے ہیں، بعد نکاح رخصتی کردی گئی، اور ایک رات شوہر کے گھر رہی، دوچار دن بعد لڑکا فرار ہوگیا اور جاکر مذہب بدل دیا، ہندو ہوگیا، لڑکی والوں کو جب علم ہوا تو وہ اسکے پاس گئے اور کہا کہ عورت گھر پر ہے اور تم نے مذہب بدل دیا، تم گھر چلو مگر چلنے سے انکار کردیا، متعدد مرتبہ سمجھایا لیکن سمجھ میں نہیں آیا، مجبوراً واپس ہوگئے، اب چند ماہ سے اسکا پتہ نہیں، اسکی والدہ سے کہا گیا کہ ایسی صورت میں لڑکی کو دوسری جگہ بٹھلادیں، جواب دیا کہ جو سمجھ آئے کرو، والد نہ لڑکی کا ہے اور نہ لڑکے کا ہے، ان حالات میں بغیر طلاق کے نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عقیدہ بدل کر ہندو ہوجانا ثابت ہے، تو اس کے ہندو ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح بلا طلاق خود ہی فسخ ہوگیا، اس لئے عدت گذارنے کے بعد اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، جس وقت سے لڑکا ہندو ہوا ہے اس وقت سے عدت کا شمار ہوگا، مدت تین ماہواری ہے

---

[1] مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح. الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۲۴۶، ج:۴، مطلب جملة من لا یقتل، باب المرتد، عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۳ ج۲ قبل الباب العاشر فی البغاة، المحیط البرهانی ص۳۹۷ ج۷ النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

اور بصورت امید وضعِ حمل ہے: وارتداد احدهما فسخ عاجل بلا قضاء درمختار وجوب العدة سواء ارتدا وارتدت بالحيض اوبالاشهر لو صغيرة اوائسة اوبوضع الحمل كما فى البحر. شامی[1] ص: ۵۳۹، ج: ۴.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نکاح اور بچہ پیدا ہونیکے بعد شوہر نے کہا میں تو عیسائی ہوں

سوال: -ایک شخص نے جو اندرونی عیسائی تھا، لیکن ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بنا کر ایک مسلمان لڑکی سے نکاح کرلیا، عرصہ تقریباً گیارہ بارہ مہینے کے بعد جب کہ اس کا ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا، اب وہ شخص ناکح مندرجہ بالا اپنے آپ کو عیسائی بتاتا ہے، اور مذہب اسلام کو جھوٹا کہتا ہے۔

(۱) کیا عندالشرع وہ نکاح فاسد ہوگیا یا نہیں؟

(۲) اب وہ لڑکا کس کو ملنا چاہئے، والد کو یا والدہ کو۔

(۳) حق مہر وہ لڑکی لے سکتی ہے یا نہیں، جواب ہر سہ نمبرات کا باسند رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں نکاح فسخ ہوگیا، عدت گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے: وارتداد احدهما اى الزوجين فسخ فلا ينقص عدد عاجل بلا قضاء اى بلا توقف علىٰ قضاء القاضى درمختار وشامی[2] ج: ۲، ص: ۶۰۶.

---

[1] شامی کراچی ص: ۱۹۴، ج: ۳، باب نكاح الكافر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۴، ۲۱۵ ج ۳ باب نكاح الكافر، تاتارخانيه كراچی ص ۵۴۶ ج ۴ كتاب احكام المرتدين، فصل اذا ارتد احد الزوجين. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

(۲) وہ بچہ مسلمان ہے، اور والدہ کی پرورش میں رہے گا، والد اسکو والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا: **احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح وبعد الفرقة الام، عالم گیری[1] ص: ۵۵۶، ج: ۲.**

(۳) پورا مہر واجب ہے، اور لڑکی کو اس کے لینے کا حق حاصل ہے: **المهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمٰى او مهر المثل هنديه[2] ص: ۳۱۴، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۷ھ

کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

سوال:- زید کا نکاح ایک سال قبل ہندہ سے ہوا مگر زید آٹھ نو ماہ سے غیر مسلم عورتوں کے ہمراہ رہ رہا ہے اور ان سے زنا بھی کرتا ہے انھی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے شراب بھی پیتا ہے جھٹکے کا گوشت کھاتا ہے پوشاک بھی غیر مسلموں جیسی پہنتا ہے۔ ارکانِ اسلام بھی ادا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] شامی کراچی ص: ۱۹۳، ج: ۳، قبل مطلب الولد يتبع، باب نكاح الكافر، النهر الفائق ص ۲۹۰ ج ۲ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۵۴۶، ۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری ص: ۵۴۱، ج: ۱، الباب السادس عشر في الحضانة، مطبوعه مصر، كنز مع البحر كوئٹه ص ۱۶۷ ج ۴ باب الحضانة، مجمع الأنهر ص ۱۶۶ ج ۲ باب الحضانة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عالمگیری ص: ۳۰۳، ج: ۱، الفصل الثاني فيما يتاكد به المهر. مطبوعه مصری، الدر المختار على الشامي زكريا ص ۲۳۳ ج ۴ باب المهر، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۵۰۸، ۵۰۹ ج ۱ باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں کرتا۔ ہندہ اپنے میکہ میں رہ رہی ہے۔ زید ہندہ کو نان ونفقہ نہیں دے رہا ہے۔ زید کے کنبہ والوں نے کوشش کہ اس فعل شنیع سے توبہ کرلے۔ مگر زید نے ایک نہ سنی بلکہ اپنے والد کو مارنے پیٹنے پر آمادہ ہوا۔ ایک مرتبہ تو زید کو دس پندرہ آدمیوں نے مل کر ایک مکان میں بند کردیا اور کہا اس فعل سے توبہ کر اور کلمہ پڑھ، زید نے کہا توبہ وکلمہ ہر دو کام نہ کروں گا، ہندہ بالغہ ہے دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا زید کو مرتد سمجھتے ہوئے ہندہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ طریقہ غیر اسلامی ہے اس کے باوجود ابھی اس کو مرتد قرار نہیں دیا جائے گا ارتداد کے قریب ضرور ضرور پہنچ چکا ہے[1] اللہ پاک اس کو سیدھے راستہ کی توفیق دے۔ بہتر یہ ہے کہ مہر کے عوض بیوی اس سے طلاق حاصل کرلے[2] اس کے بعد عدت تین حیض گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۵/۱۱/۸۷ھ

---

[1] إذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۲۵ ج۵ باب أحكام المرتدين، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۳ ج۲، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر فى البغاة، مجمع الأنهر ص ۵۰۲ ج۲ باب المرتد، قبيل ثم إن ألفاظ الكفر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] واذا تشاق الزوجان وخافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱، الباب الثامن فى الخلع وما فى حكمه، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۰۲ ج۲ باب الخلع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى ص ۴۴۱ ج۳ باب الخلع دار الفكر بيروت.

بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہوگیا

سوال:- ایک شخص نے ساردہ بل کے ابتدائی زمانہ میں اپنی نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے نابالغ لڑکے کے ساتھ کردیا تھا، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص مذہبا شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے یہاں گھر رہ کر بھی آئی ہے، لیکن لڑکے کو اتنا خبط الحواس پایا کہ جس سے توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ لڑکی کا پیٹ مانگ مانگ کر بھردے اور قویٰ کے اعتبار سے اتنا ضعیف کہ نہ گفتگو کرسکے اور نہ بیوی سے جماع کرسکنے پر قادر ہے، اب جواب طلب یہ امر ہے کہ اس لڑکی کا نکاح حالت نابالغیت میں لڑکے نابالغ سے جو مذہبا شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے صحیح اور درست ہوگیا یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فرقہ تبرائیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں، مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے،[1] لہٰذا صورت مسئولہ میں زوجہ کو چاہئے کہ عدالت مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا حاکم مسلم واقعات کی تحقیق وتفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلاوے یا خلع کرادے یا نکاح فسخ کردے،[2] رسالہ حیلۂ ناجزہ میں تفریق اور

---

[1] نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئهم وسب احدٍ من الصحابة وبغضه لا یکون کفرا لکن یضلل. شامی کراچی ص۲۳۷، ج۴، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، باب المرتد، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۶ ج۵ باب احکام المرتدین، عالمگیری کوئٹه ص۲۶۴ ج۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بالانبیاء علیهم السلام.

[2] الحیلة الناجزة. ص: ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الاشاعت دیوبند.

فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے، جس میں علماء تھانہ بھون، دیوبند، سہارن پور کے متفقہ دستخط ہیں اس کو بھی بغور دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲/جمادی لاخریٰ ۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/جمادی الاخری ۶۱ھ

عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

سوال: - ایک عورت اپنے شوہر کے یہاں رہنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ اپنے خاص دوست کے یہاں جانا چاہتی ہے، جو شادی سے پہلے کے دوست بنے ہوئے ہیں، اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا، تو ایک آدمی نے خلاصی کا یہ طریقہ بتلا دیا کہ ارتداد کا اعلان کردے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا، پھر دوست سے نکاح کرسکتی ہے، چنانچہ اس عورت نے ارتداد کا اعلان کردیا، لہٰذا اس طرح دوست سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں دوست سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں دی جائیگی، سابق نکاح بدستور باقی ہے، (مختار قول پر) ارتداد سے فرقت نہیں ہوئی، اول خاوند کے پاس ہی رہنا ہوگا، اور جس شخص نے ارتداد کرا کے خلاصی کا طریقہ بتایا ہے وہ خود اس سے مرتد ہوگیا، جلد سے جلد تائب ہوکر تجدید ایمان کرنا چاہئے، ورنہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوگا۔ **کما فی الدرالمختار[1] علی هامش ردالمحتار ص: ۲۶۳، ج: ۳، ولا تتزوج بغیره وبه یفتیٰ ملتقط وافتیٰ مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتیسیرا لاسیما**

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص: ۷۹، ج: ۴، فروع، باب التعزیر.

التی تقع فی المکفر ثم تنکر[1] وھٰکذا فتاویٰ عالمگیری[2] ص: ۲۴۶، ج: ۲.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

ارتداد زوجہ سے فسخ نکاح

سوال: - ایک عورت عیسائی مذہب اختیار کر لیتی ہے، پھر مسلمان ہو جاتی ہے، آیا اس کا نکاح باقی ہے سابق خاوند سے یا نہیں، بالتفصیل تحریر فرمائیں؟ کہ عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد خواہ کتنی ہی مدت کے بعد مسلمان ہو اور مسلمان ہونے کے بعد اگر سابق خاوند کے علاوہ سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے، آیا فسخ ہو جائے گا یا نکاح درست ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں احناف کی کئی روایتیں ہیں، اس زمانہ میں جو مفتی بہ ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کا نکاح اس حرکت سے فسخ نہیں ہوا بلکہ وہ بدستور شوہر سابق کے نکاح میں باقی ہے، چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جائے، اس کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

البتہ شوہر کو اس سے استمتاع منع ہے، جب وہ تجدید اسلام کر لے تو احتیاطاً تجدید نکاح

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ص: ۱۹۴، ج: ۳، قبیل مطلب الولد یتبع، باب نکاح الکافر.

[2] ولو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغایظة لزوجها او اخراجاً لنفسها عن حبالته او لاستیجاب المهر علیه بنکاح مستانف تحرم علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شئ ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الخ. عالمگیری ص: ۳۳۹، ج: ۱، الباب لعاشر فی نکاح الکفار، کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۴، ۲۱۵ ج ۳ باب نکاح الکافر، النهر الفائق ص ۲۱۹ ج ۲ باب نکاح الکافر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

بھی کرلے اس کے بعد استمتاع جائز ہوجائے گا، اگر سابق شوہر اس کو نہ رکھنا چاہئے بلکہ آزاد کردے تو اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا، اور جب تک سابق شوہر آزاد نہ کردے تو اگر دوسری جگہ نکاح بھی کردیا تو درست نہیں بلکہ غیر معتبر اور کالعدم ہے[1]۔ حیلہ[2] ناجزہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف ۱۶/محرم ۱۳۶۰ھ

کلمۂ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح

سوال:۔ جس کی زبان سے کلمۂ کفر ادا ہوا ہو، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً !

اس کو تجدید ایمان کرکے نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا چاہئے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۳/۶/۱۶ھ

---

[1] ارتدت لتفارق زوجها تجبر على الاسلام، ولا تتزوج بغيره به يفتى بل تقدم انها تجبر على تجديد النكاح بمهر يسير وهذه احدى روايات ثلاث تقدمت فى الطلاق، الثانية انها لا تبين ردأ لقصدها السيئ. شامی کراچی ص: ۷۹، ج: ۴، کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۱۴ ج ۳ باب نكاح الكافر، مجمع الأنهر ص ۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الحيلة الناجزة ص: ۹۸، حكم ارتداد زوجه، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[3] ماكان فى كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطريق الاحتياط عالمگيری ص ۲۸۳ ج ۲، قبيل الباب العاشر فى البغاة، المحيط البرهانى ص ۳۹۹ ج ۸، النوع الاول فى اجراء كلمة الكفر، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، الدر المختار على الشامى زكريا، ص ۳۹۰ ج ۶، باب المرتد، مطلب جملة من لا يقتل الخ.

ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا

سوال:۔ ایک مسلم عورت نے ایک ہندو مرد سے تعلقات ناجائز قائم کئے اور اسی کے پاس چند سال زندگی گزاری مسلمانوں نے اس کو اس برے فعل سے روکا مگر اس نے ایک بات نہ سنی اور صاف صاف انکار کر دیا اور اسی ہندو کے پاس رہنے لگی اب چند روز سے سخت بیمار ہے اور اس وقت توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اب اسلام لانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ چند احباب اس پر اعتراض کرتے ہیں کیوں کہ اگر یہ غلط طریقے کی رسم پڑے کہ پہلے اسلام سے نکل کر غیر مذہب اختیار کرے اور پھر مسلمان ہو جاوے اس کا دوسروں پر برا اثر پڑیگا۔ اس لئے اس عورت مرتدہ کو اسلام لانے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ اور روکنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو ہرگز اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے کسی کو حق نہیں کہ اسلام لانے سے روکے جو لوگ اس کو اسلام لانے سے منع کرتے ہیں وہ نہایت خطرے میں ہیں ان کے اسلام کی خیر نہیں کسی کے کفر وارتداد سے راضی رہنا خود کفر اور ارتداد ہے[1] (العیاذ باللہ) معترضین کو اپنے اس خیال اور اعتراض سے فوراً توبہ لازم ہے اس عورت کو عزت کے ساتھ لیا جائے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے دوبارہ اسلام کی توفیق دے کر ہمیشہ ہمیش کے لئے عذاب جہنم سے اس کو بچا لیا ہے دوسرے مسلمانوں پر اس کا اثر انشاء اللہ اچھا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

---

[1] ان الرضاء بکفر غیرہٖ کفر (بحر ص ۱۲۴ ج۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، المحیط البرھانی ص ۳۹۸ ج۷، النوع، الاول فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

بُت کی پُوجا سے نکاح ختم ہوگیا

سوال: -میری شادی ایک دیہات میں ہوئی ہے، میرا شوہر ماتا کو دھوک دیتا ہے، اور اسکی پوجا کرتا ہے، حالانکہ مسلمان ہے، سوال یہ ہیکہ پوجا کرنے سے مسلمان رہا یانہیں اور میرا نکاح باقی رہا یانہیں؟ یہ مجھ کو بھی مجبور کرتا ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ پوجا کروں اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگرشوہر نے بت کو پوجا کی جس طرح کہ ہندو کرتے ہیں تو اس سے نکاح بھی ٹوٹ گیا اوراس کا ایمان بھی جاتا رہا، جب تک کہ وہ تجدیدِ ایمان اورتجدیدِ نکاح نہ کرے اس سے علیحدہ رہیں،[1] اوراس بات میں اس کا حکم ہرگز نہ مانیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (الف) لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقا شامی زکریا ص ۳۵۶ ج۶ باب المرتد، قبیل مطلب فی منکر الاجماع، شرح فقه اکبر ص:۲۲۷، فصل فی الکفر صریحا وکنایة، مطبوعه مجتبائی دهلی، المحیط البرهانی ص ۴۳۶ ج۷ الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی المتفرقات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

(ب) مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح. شامی کراچی ص:۲۲۷، ج:۴، باب المرتد، مطلب جملة من لایقتل اذا ارتد، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۳ ج۲ قبیل الباب العاشر فی البغاة، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فِیْ حَدِیْثِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ مَرْفُوعاً لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ. مشکوٰة شریف ص: ۳۲۱، کتاب الامارة. المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۷۰ ج۱۸ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جدائی کے لئے عورت کو مشورہ ارتداد

سوال:-مسماۃ ہندہ منکوحہ خالد کی ہے، ہندہ اوراس کے والدین کی خالد سے ناچاقی ہوگئی ہے، ہندہ اوراس کے والد نے خالد سے طلاق طلب کی خالد نے طلاق نہ دی، ہندہ کے والد نے کسی تجویز سے خالد کو کسی مقام پر تنہا پاکر خالد سے طلاق نامہ تحریر شدہ پر مجبور کر کے انگوٹھا لگوالیا، اس لئے کہ خالد تنہا تھا، اور ہندہ کے والد کے ساتھ چار اشخاص اور موجود تھے، مگر اس چھینا جھپٹی سے خالد کا انگوٹھا سالم نہیں لگا اور خالد چھوڑ کر بھاگ گیا، ہندہ کے والد نے مقدمہ فوجداری کے خوف سے وہ کاغذ جلادیا بعد ازاں ہندہ کے والد نے خالد سے طلاق کے حصول کی بہت سی کوشش کی مگر ناکام رہا، پھر ہندہ اوراس کے والد نے ایک شخص مسمّٰی عمر جو ہندہ کا چچا زاد بھائی ہے، نیز وہاں کی مسجد کا امام اور خطیب جامع مسجد اور واعظ اور خواندہ وہشیار شخص سے مشورہ لیا، کہ اب کیا کیا جاوے عمر امام مسجد نے کسی قانونی آدمی سے دریافت کر کہ ہندہ سے ایک درخواست بدیں مضمون عدالت میں دلوادی کہ میں ہندہ مذہب اسلام چھوڑ رہی ہوں، مجھے عقائد اسلامیہ اور اللہ تعالیٰ اوراس کے اصولوں سے اور قرآن سے انکار ہے، میں مرتد ہورہی ہوں، میرا نکاح فسخ قرار دیا جائے، میں دہریہ ہوں سوال یہ ہے کہ بعد فیصلہ عدالت کیا یہ نکاح شریعت اسلام کی رو سے بھی باطل ہوگیا اور کیا اب ہندہ دوسری جگہ پھر مسلمان ازسرنو ہوکر نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے۔

نیز دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسمّٰی عمر جو امام مسجد ہے (جس نے ہندہ کو مرتد ہونے کا مشورہ دیا اور جس نے اسلامی عقائد اللہ ورسول سے اور فرض سے انکار ہندہ کا کرا کے عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کی تجویز وصلاح ہندہ کو دیا) وہ شخص مسمّٰی عمر عندالشرع کیسا ہے، کیا

(بقیہ اگلے صفحہ پر) هشام بن حسان عن الحسن عن عمران، مطبوعه، دار احياء التراث العربی بيروت، كنز العمال ص ۷۹۲ ج۵ الباب الثانی فی الامارة، مخالفة الامير، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، **ترجمه**:-خالق کی نافرمانی کے ساتھ مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

اس کی امامت جائز ہے کیا اس عمر کے پیچھے نماز جنازہ کی اقتداء درست ہے، کیا اس عمر امام مسجد کے ساتھ باقی مسلمانوں کا میل ملاپ اکل وشرب جائز ہے، کیا کوئی تعزیر شرعاً اس کے لئے ہے، ایک شخص خواندہ اس عمر کو برا کہتا ہے اور دوسرا اہل علم اس عمر امام مسجد کو بسبب اس کے گناہ کی اعانت بھی جرم ہے، اعانۃ المعصیۃ معصیۃٌ (بالاتفاق) اور بسبب اس کے عمر خواندہ اور واعظ اور مسائل شریعت سے واقف اور ہوشیار آدمی اور امام مسجد ہے، وہ خطیب مسجد جامع ہے، لہٰذا زیادہ اس کو مجرم اس کو ہندہ سے گردانتا ہے، تو شرعاً اس عمر کے لئے کیا حکم ہے، اور ان دونوں میں سے جو عمر کو برا کہتا ہے، اور دوسرا مجرم گردانتا ہے، کون حق پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوا ہے اور حاکم کا فیصلہ خلاف مذہب ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں[1] بلکہ عورت پر جبر کیا جائیگا، کہ وہ اسلام لاوے اور پہلے شوہر کیساتھ رہے، دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح درست نہیں ہے، اسلام لانے کے بعد احتیاطاً تجدید نکاح بھی ضروری ہے، اور تجدید نکاح سے پہلے ہم بستری وغیرہ بھی منع ہے، اگر شوہر خود اسکو رکھنا نہ چاہئے بلکہ آزاد کرے تب البتہ اس کا نکاح دوسری جگہ درست ہے،[2] جو شخص کسی عورت کو شوہر سے جدائی کیلئے کفر اور ارتداد کا مشورہ وفتویٰ دے وہ شخص کافر ہو جاتا

---

[1] الحيلة الناجزة ص ۲۲ مقدمة : مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

[2] وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرالها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ والوالجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا (الدر) وتمنع من التزوج بغيره بعد اسلامها ولايخفى ان محله ما اذا اطلب الزوج ذلك اما لو سكت او تركه صريحاً فانها لا تجبر وتزوج من غيره لانه ترك حقه. شامی کراچی ص:۱۹۴، ج:۳، باب نكاح الكافر، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۴،۲۱۵ ج۳ باب نكاح الكافر، مجمع الأنهر ص۵۴۷ ج ۱ باب نكاح الكافر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہے[1] اسکو امام بنانا حرام ہے[2] اسکے ساتھ میل ملاپ اکل وشرب منع ہے جب تک وہ تجدید اسلام اور اپنے اس فعل شنیع سے صدق دل سے توبہ نہ کرے، اس سے تعلقات بالکل منقطع کردیئے جاویں[3] وفی المضمرات لوافتی لا مرأة بالکفر تبین من زوجها فقد کفر قبلها وتجبر المرأة علٰی الاسلام وتضرب خمسة وسبعین سوطا ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها الاول هکذا قال ابوبکرؒ وکان ابوجعفرؒ یفتی به ویأخذ بها انتهٰی شرح فقه اکبر[4] ص: ۲۲۱، ولا یخفٰی ان محله (ای تجدید النکاح) ما اذا طلب الاول ذٰلک اما اذا رضی بزوجها من غیره فهو صحیح لان الحق له[5] بحر ج:۳، ص:۲۱۵.

اور جبراً انگوٹھا لگوانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، کذا فی الہندیہ[6] ج:۲، ص:۳۹۷۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲/۳/۱۳۵۴ھ

نوٹ:- رساله الحیلة[7] الناجزة للحلیلة العاجزة میں اس کو بسط سے لکھا ہے، جس پر علماء دیوبند وتھانہ بون وسہارن پور کی متفقہ تصدیق ہے۔

---

[1] اذا امرأ الرجل امرأة الغیر ان ترتد وتبین من زوجها یصیر هو کافرا هکذا روی عن ابی یوسف، وکذا فی من علم المرأة کلمة الکفر انما یصیر هو کافرا اذا امرها بالارتداد، عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۶ ج ۲ الباب التاسع فی احکام المرتدین، ما یتعلق بتلقین الکفر، المحیط البرهانی ص ۴۳۱، ۴۳۲ ج ۷ نوع آخر فی تعلیم الکفر وتلقینه، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۴ ج ۵ باب احکام المرتدین.

[2] والمبتدع ای صاحب هوی لا یکفر به فان کفر به لا یصح الاقتداء به اصلا، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۱۶۳ ج ۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ ج ۱ باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مُرتد کی تجدیدِ نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے

سوال:۔ زید نے بکر سے ایک چیز مانگی اور قرآن کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ وہ چیز تم کو لوٹا دوں گا۔ بکر نے وہ چیز دیدی۔ کچھ عرصہ بعد مانگنے پر زید نے انکار کر دیا۔ بکر نے حلف یاد دلایا۔ اس پر زید نے کہا میں قرآن سے منکر ہوں۔ اس کے بعد دوسرے کلمات کہے۔ مجھے خدا سے انصاف کی امید نہیں جو کچھ سزا ملے گی اس دنیا میں ملے گی آخرت میں کوئی چیز نہیں۔ میں تو بد دین کافر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب زید کا غصہ ختم ہو گیا تو بکر نے زید سے توبہ کرائی۔ کلمہ شہادت کلمۂ طیبہ پڑھوایا پھر پوچھا مندرجہ بالا کلمات کی ادائیگی کے وقت آپ کا ارادہ اور نیت کیا تھی؟ کیا واقعی ایمان سے ہاتھ دھونے کا ارادہ تھا۔ زید نے جواب دیا کہ میری نیّت اس وقت اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اسلام سے پھر جانے کی نہیں تھی، بلکہ دل دل میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا صورتِ حال کے متعلق درج ذیل سوالات کے جوابات مدلّل طور پر نوازیں۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۷۱۶ ج ۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى، المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج ۷ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير، الجامع لاحكام القرآن ص ۹۵ ج ۵ الجزء التاسع، سورة انعام ۱۱۳، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۴ شرح فقه الكبر ص: ۲۲۱، مطبوعه. رحيميه ديوبند.

۵ البحر الرائق كوئٹه ص: ۲۱۵، ج: ۳، باب نكاح الكافر.

۶ رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فكتب فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته الخ عالمگيرى كوئٹه ص؛ ۳۷۹، ج: ۱، الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۶ ج ۳ كتاب الطلاق، شامى زكريا ص ۴۴۰ ج ۴ كتاب الطلاق، قبيل مطلب فى المسائل التى تصح مع الاكراه.

۷ الحيلة الناجزة ص ۱۰۳ حكم ارتداد زوجه، مطبوعه دار الاشاعت ديوبند.

۱-مذکورہ بالاصورت میں زید کا نکاح فسخ ہوگیا یانہیں؟

۲-اگر فسخ ہوگیا تو زید کے نکاح کی کیا صورت ہے؟ تجدیدِ نکاح میں گواہ اور اعلانِ عام، نئے مہر کا تعین، خطبۂ نکاح، زوجین کی اجازت جو لوازماتِ نکاح میں سے ہے، یہ سب کئے جائیں گے یانہیں؟

۳۔اگر نکاح فسخ ہوگیا تو بیوی پر عدت لازم ہے یانہیں؟ اگر ہے تو کتنی مدّت کی؟ نیز نکاح عدت کے بعد ہوگا یا عدت کی ضرورت نہیں؟

۴۔زید کی بیوی اگر زید سے نکاح نہ کرنا چاہے بلکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے یانہیں؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں یعنی عدت واجب ہوگی یانہیں؟ یا زید کا طلاق دینا ضروری ہے؟ مذکورہ بالا کفریہ کلمات کہنے سے تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہے یانہیں؟ اور جب تک تجدیدِ ایمان ونکاح نہ کرے دوسرے مسلمان اس سے کیسا تعلق رکھیں؟ نیز زید کا یہ کہنا کہ یہ الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل سے ان کا انکار کررہا تھا یا غصّہ میں نکل گئے اس کے لئے تجدیدِ ایمان ونکاح کی ضرورت ختم کردے گا یانہیں؟

الجواب:۔ حامداًومصلیاً!

(۱،۲،۳) زید کے ذمہ تجدید ایمان توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید نکاح کا بھی حکم ہے[۱] دو گواہوں کے سامنے مہر جدید سے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیا جائے[۲] خطبۂ نکاح اور اعلان

---

[۱] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط، عالمگیری ص۲۸۳ ج۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۳۹۹ج۷، النوع الاول فی اجراء کلمة الکفر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، مجمع الأنهر ص۵۰۱ ج۲، باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین (هدایه ص۳۰۶ ج۲)باب النکاح، البحر الرائق کوئٹه ص۸۸ ج۳، کتاب النکاح، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۸۷ ج۴، کتاب النکاح. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

فرض نہیں سنت ہے۔[۳] تجدید نکاح کے لئے عدت لازم نہیں۔

۴- زید چوں کہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ایمان موجود ہے میں نے اسے ترک کا بالکل ارادہ نہیں کیا بلکہ جو الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل میں توبہ بھی کر رہا تھا اس لئے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں بلکہ زید ہی کے ساتھ تجدیدِ نکاح کے بعد رہے البتہ اگر زید طلاق دے دے تو وہ واقع ہو جائے گی اور بعد عدت نکاحِ ثانی کا اس کو اختیار ہوگا۔ بغیر تجدیدِ نکاح زید کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔[۱]

تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بہر حال ضروری ہے بغیر اس کے بیوی اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۶/۱ھ

تم الجزء العشرون بحمد الله تعالىٰ

ويليه الجزء الحادى والعشرون مطلعه كتاب الوقف انشاء الله تعالىٰ

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه

محمد وعلى اٰله واصحابه اجمعين الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله

جامعه محمودیه نوگزه پیر علی پور هاپوڑ روڈ میرٹھ

(گذشته صفحه کا حاشیه) [۳] ويندب اعلانه وتقديم خطبته (الدر المختار على هامش رد المحتار، كراچى ص۸ ج۳، كتاب النكاح، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۱ ج۳، كتاب النكاح، النهر الفائق ص ۱۸۶ ج۲، كتاب النكاح، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحه هذا) [۱] والمرأة كالقاضى لا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذالك او شهد به شاهد عدل (عالمگيرى ص ۳۵۴ ج ۱، الباب الثانى فى ايقاع الطلاق، شامى زكريا ص ۴۶۳ ج۴، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب فى قول البحر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۷ ج۳، باب الطلاق الصريح.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

وقف کا بیان

وقف کس کو کہتے ہیں

سوال:-(۱) شرعاً عافقہ کی رو سے وقف کی کیا تعریف ہے۔

(۲) کیا مقابر و مدارس وقف کی تعریف میں شامل ہیں جب کہ نذر مقابر منذور علی اللہ نہیں ہیں، بلکہ منذور لغیر اللہ جو حرمت کے حکم میں شامل ہیں، نذر مدارس نہ منذور علی اللہ ہیں نہ منذور لغیر اللہ بلکہ مدارس اپنے تعلیمی مفاد کے لئے قائم کئے جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الوقف هو لغة الحبس وشرعاً حبس العين على حكم مالك الواقف والتصدق بالمنفعة عنده وعندهما هو حبسها على حكم ملك اللّٰه تعالىٰ وصرف منفعتها علىٰ من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه و عليه الفتوىٰ اهـ (در مختار على هامش الشامى نعمانية[1] ص:۳۰۷-۳۰۸)

۲-اگر کوئی شخص اپنی زمین اس لئے وقف کرتا ہے کہ مردے دفن کئے جائیں یا وہاں مدرسہ بنا کر دینی تعلیم دی جائے تو یہ وقف شرعاً صحیح و معتبر ہوگا، بغیر نذر کے بھی وقف صحیح ہے نذر پر موقوف

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۳۷، ج:۴، اول کتاب الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸۷ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں[1] لہٰذا یہاں یہ بحث بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/ ۹۱ھ

وقف مؤبد ومؤقت

سوال: -عریضہ ہذا کے ساتھ جناب والا کا جواب نمبر ۲۱۱ الف منسلک ہے، احقر کو آنجناب کے جواب میں تامل ہے کیونکہ وقف کی شرائط میں سے تابید ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **ومنها التابيد وهو شرط مع قول الكل** (ص:۳۱۶، ج:۲) شامی میں ہے: **اما التابيد معنى فشرط اتفاقا على الصحيح وقد نص عليه فحققوا المشائخ قلت ومقتضاه ان المقيد باطل اتفاقا** (ص:۵۶۴، ج:۳) اور دستاویز کے نمبر۲ ونمبر۳ تابید کے خلاف ہیں اور آنجناب نے نمبر۱ کے پیش نظر دوام سمجھ کر جواب دیا ہے حالانکہ نمبر۲، ونمبر۳ سے تابید باطل ہوتی ہے، پس دستاویز دوام سے مراد دوام بدوام المدرسہ ہے جو تابید کے خلاف اور باطل وغیر معتبر ہے اور اس سلسلہ میں فتاویٰ قاضی خاں کا یہ جزئیہ بھی بطور نظر کے ملاحظہ ہو: **ولو قال ارضى هذه صدقة موقوفة شهر افاذا مضى شهر فالوقف باطل كان الوقف باطلا فى الحال.** (ص:۲۷۰، ج:۴) اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی دستاویز مذکور جیسی صورت کو عدم تابید سمجھا ہے، جس کی تشریح امداد الفتاویٰ میں مذکور ہے جس کا سوال وجواب بالاختصار درج ذیل ہے۔

''اراضی وقف شدہ پر عمارت مدرسہ بنائی جائے گی جب تک کہ یہ عمارت قایم رہے تب تک ہائی اسکول مذکور مالک ہوگا بصورت قائم نہ رہنے مدرسہ مذکور کے وارثان ہبہ کنندگان کو پہونچے گی''

---

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف وأن يكون قربة فى ذاته معلوماً أى بأن يكون من حيث النظر الى ذاته وصورته قربة والمراد أن يحكم الشرع بانه لوصدر من مسلم يكون قربة حملاً على أنه قصد القربة منجزاً. (در مختار مع الشامى كراچى، ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۵۷۱ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۱۱ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب

فی الدرالمختار[1] واذا وقته بشهر او سنة بطل اتفاقا (در) وفی رد المحتار هذا اذا شرط رجوعه بعدا لوقف الیٰ قوله : اما اذا شرط رجوعه الیه بعد مضی الوقت فقد ابطل التابید فیبطل الوقف وبعد اسطر : هکذا لوقال ارضی هذهٖ صدقة موقوفة شهرا فاذا مضی شهر فالوقف باطل الی قوله باطل مطلقا کما علمت آنفا.(ص: ۵۶۶، ج:۳،ص: ۵۶۷) اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ وقف صحیح نہیں ہے: والتوقیت بانقطاع السکول کالتوقیت بالشهر والسنة لاشتراک العلة وهی ابطال التابید وهو ظاهر[2](ص:۶۲۱، ج:۲) ان تحریرات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دستاویز کے نمبرا، میں دوام سے مراد دوام بدوام المدرسہ ہے، نہ کہ مطلق دوام۔امید کہ احقر کے تردد وخلجان کو دور فرما کر اسے ممنوع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر وہ چیز جو مدرسہ کے لئے دی جائے یا حاصل کی جائے ان سب کو وقف نہیں تصور کرنا چاہئے صورت مسئلہ میں معطی (حاجی عبدالحمید صاحب) کی تحریری دستاویز ''تملیک نامہ'' میں لفظ ''وقف'' موجود نہیں دارالعلوم کے مذکورہ فتویٰ میں بھی لفظ ''وقف'' موجود نہیں پھر فقہاء کی عبارات متعلقہ وقف کو اس فتوے کے معارض قرار دینا بے محل اور بنیادی طور پر غلط ہے، چونکہ بعض اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات کو دارالعلوم کے اس فتوے پر خلجان اور شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ وقف کی شرط تابید کے خلاف ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا موبد ہونا ضروری ہے، ورنہ وقف ہی بالاتفاق باطل ہوگا اس لئے ضمنی طور پر اس کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے، عامۃً کتب فقہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کہ وقف کا مؤبد ہونا ضروری ہے۔اور بعض کتب میں اس پر اتفاق بھی نقل کیا گیا ہے، لیکن ذرا وسعت وامعان نظر سے

[1] در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۳۵۱، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ.

[2] امداد الفتاویٰ جدید، مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند ص:۶۴۳، ج: ۲، کتاب الوقف سوال نمبر ۷۶۴، کتاب الوقف، بطلان وقف باشتراء بطلان او بحالت خاص،

کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ اور امام یوسف رحمہ اللہ کے درمیان صرف ذکر تابید میں ہی اختلاف نہیں بلکہ نفس تابید میں اختلاف ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقف موقت کو بھی جائز اور صحیح فرماتے ہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے: **وقال ابویوسف رحمة اللّٰه اذا سمی فیه جهة تنقطع جاز وصار بعدها للفقراء وان لم یسمهم**[1] **اھ** . پھر طرفین کی دلیل لکھنے کے بعد لکھا ہے: **ولابی یوسف رحمة اللّٰه أن المقصود هو التقرب الی اللّٰه تعالیٰ وهو موفّر علیه لان التقرب تارة تکون فی الصرف الی جهة تنقطع ومرة بالصرف الی جهة تتابد فیصح فی الوجهین**[2] **اھ** . اس کے بعد شرط تابید کے اجماعی ہونے کو ''قیل'' سے بصیغۂ تحریض نقل کیا ہے: **وقیل ان التابید شرط بالاجماع**[3] **اھ**. موقوف علیہ اگر جہت موبدہ نہ ہو بلکہ منقطعہ ہو تو وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس کے متعلق بعد انقطاع موقوف علیہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آمدنی وقف کو فقراء پر صرف کیا جائیگا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ وقف ملک واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کرے گا۔ اگر واقف یہ شرط کر لے موقوف علیہ زندہ رہتے ہوئے بھی اگر حاجت مند نہ رہے تو وقف واقف کی جانب سے لوٹ آئے گا، تو یہ شرط بھی معتبر ہے: **أنه یتوسع فی أمر الواقف فلایشترط التابید واشتراط العود الی الورثة عند زوال حاجة الموقوف علیه لایفوت موجب العقد عنده**[4] **اھ**. پس خود موقوف علیہ کے ختم ہونے پر عود کی شرط بھی جائز ہے: **عن ابی یوسف رحمه اللّٰه اذا وقف علی رجل بعینه جاز واذا مات الموقوف علیه رجع الوقف الی ورثة الواقف قال : وعلیه الفتوی : واذا عرف عن ابی یوسف رحمه اللّٰه جواز عوده الی الورثة فقد یقول فی وقف عشرین سنة بالجواز لانه لافرق اصلا ومنها ما ذکر فی البرا مکة قال ابویوسف رحمه اللّٰه اذا انقرض الموقوف علیهم بصرف الوقف**

---

[1] هدایه مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی ص: ۶۳۹، ج:۲، کتاب الوقف.

[2] هدایه اولین مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی ص: ۶۳۹، ج:۲، کتاب الوقف.

[3] حوالۂ بالا

[4] فتح القدیر، دارالفکر ص۲۱۴ ج۶، کتاب الوقف.

الی الفقراء قال فی الاجناس : فحصل عنه روایتان اھ یہ سب بحث مع قول امام محمد رحمہ اللہ فتح القدیر[1] (ص:۴۸، ج:۴) میں موجود ہے: "والحاصل ان عند ابی یوسف رحمه الله فی التابید روایتین : فی روایة، لا بد منه وذکره لیس بشرط وفی روایة لیس بشرط ویفرع علی روایتین مالووقف علی انسان بعینه اوعلیه وعلی اولاده اوعلی قرابته وهم یحصون اوعلی امهات اولادهٖ فمات الموقوف علیه فعلی الاول یعود الی ورثة الواقف وعلیه الفتوی کما فی الفتح وغیرهٖ وعلی الثانی یصرف الی الفقراء وان لم یسمهم وهذا الصیحیح عنده اھ" (مجمع الانہر[2] ص:۵۷۳، ج:۲) فتاویٰ قاضی خاں سے آپ نے عبارت نقل کی ہے، اس کے قریب ہی یہ بھی موجود ہے: رجل وقف داره یوما اوشهر او وقتا معلوما ولم یزد علی ذالک جاز الوقف ویکون الوقف موبداً اھ (فتاوی قاضی خاں[3] برحاشیہ عالمگیری مصری ص:۳۰۴، ج:۳) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول راجح ہے، احوط ہے، اسہل ہے، انفع ہے، مفتیٰ بہ ہے۔

ولایتم حتی یقبض ویجعل آخره لجهة لا تنقطع هذا بیان شرائط الخاصة علی قول محمد رحمه الله لانه کالصدقة وجعله ابویوسف کالاعتاق واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسهل بحر، وفی الدرر : وصدر الشریعة : وبه یفتی وأقره المصنف اھ (درمختار والمسئلة مذکورة مبسوطة فی رد المحتار[4] ص۳۶۶، ج۳، والبحرالرائق[5] ص ۱۹۸، ج۵، وشرح[6] المبسوط للسرخسی ص ۴۱، ج۱۲،

[1] فتح القدیر ص۲۱۴ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] مجمع الأنهر ص۵۷۳ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیه، بلوچستان کوئٹه، ص: ۳۰۴،ج: ۳، کتاب الوقف، فصل فی مسائل الشرط فی الوقف.

[4] در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۳۴۸– ۳۵۱، ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید.

[5] وقال أبویوسف اذا سمی فیه جهة تنقطع جاز وصار بعدها للفقراء ولو لم یسمهم. (بحر، مکتبه ماجدیه کوئٹه ص: ۱۹۸، ج:۵، کتاب الوقف)

[6] ومما توسع فیه أبویوسف رحمه الله أنه لا یشترط التابید فیها حتی لو وقفها علی جهة یتوهم انقطاعها یصح عنده. (مبسوط سرخسی، دارالفکر ص: ۴۱، ج: ۱۲، کتاب الوقف)

ودر منتقی[۱] شرح ملتقی ص ۷۴۲، ج ۱) نیز (شرح سیر کبیر[۲] ص۲۷۲، ج ۲) میں ہے۔

وعند ابی یوسف رحمه الله یجوز موقتًا وموبداً اھ پس اگر دستاویز تملیک نامہ مذکور کو وقف نامہ ہی قرار دیا جائے تب بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر یہ درست ہے اور دستاویز کی دفعہ (الف) کے تحت دوام سے مراد مقید بدوام المدرسہ ہی لیا جائے تب بھی یہ قید ان کے نزدیک معتبر ہے۔ اور جب تک مدرسہ بدرالاسلام موجود ہے، اس کی واپسی کا حق نہیں کوئی چیز دیدینے کے بعد مطلق دی ہو یا مقید اس کا واپس لینا قبیح وشنیع بھی ہے، وعدہ خلافی کی مذمت بھی کچھ کم نہیں۔

(تنبیہ:-۱) تحریر دستاویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ معطی کا مقصود واپس لینا نہیں تھا۔ اس نے لکھا ہے ''اگر خدانخواستہ مدرسہ بدرالاسلام نہ رہے تو الخ'' بلکہ یہ شق محض احتمال کے طور پر لکھا ہے تاکہ اس زمین پر غیر مستحقین کا غلط قبضہ نہ ہو جائے۔

(تنبیہ:-۲) اگر اصل واقعہ موجودہ سوال سے مختلف ہو تو جواب بھی دوسرا ہو سکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

واقف کو شرائطِ وقف میں تغیر وتبدل کا اختیار

سوال:- واقف وقف کرنے کے بعد موقوفہ چیز میں شرائط کا اضافہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے وقف کرتے وقت اگر شروط میں اضافہ کا اختیار باقی رکھا ہے تو خیار حاصل ہوگا ورنہ نہیں: وفی الاسعاف لا یجوز له ان یفعل الاّ ماشرط وقت العقد اھ وفیه لو

---

[۱] وجعله أبويوسف كاعتاق(الى قوله) وعليه فلووقف على رجل بعينه جازوعادبعد موته لورثة الواقف وعليه الفتوىٰ.(درمنتقى شرح ملتقى، ص:۵۷۵، ج:۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلميه بروت)

[۲] شرح السير الكبير، ص:۲۷۵، ج:۵، الوصية بالمال فى سبيل الله والحبس فى الحياة والصحة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

شرط فی وقفه ان یزید فی وظیفة من یری زیادته اوینقص من وظیفة من یریٰ نقصانهٗ اویدخل معهم من یری ادخالهٗ اویخرج من یریٰ اخراجهٗ جاز ثم اذا فعل ذٰلک لیس لهٗ ان یغیّره لان شرطه وقع علٰی فعل یراه فاذا ارآه وامضاه فقد انتهیٰ مارآهٗ. (شامی نعمانیه ص: ۴۳۱، ج:۳)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک وقف نامہ کی تنقیح

سوال:- وقف نامہ جناب حاجی کلن صاحب مرحوم کئی مرتبہ سامنے آیا غور کیا، ایک دفعہ جو اب جناب مفتی نظام الدین صاحب نے لکھا پھر جواب اس فقیر نے لکھا، پھر آیا تو جواب جناب مفتی احمد علی سعید صاحب نے لکھا، مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ دیکھنے سے جو نقشہ ذہن میں مرتسم ہوا ہے، جواب لکھتے وقت کہیں وہی اثر انداز نہ ہو، اس لئے ہر مرتبہ جداگانہ مجیب نے جواب لکھا تا کہ گذشتہ تصور سے فارغ ہو کر از سرِ نو غور کیا جائے۔ یہ بھی ذہن نشین کرلیا جائے کہ جناب حاجی کلن صاحب مرحوم اور ان کے نسلی اور غیر نسلی ورثاء کسی سے ہماری واقفیت نہیں نہ اندرونی حالات کا علم ہے، اگر واقفیت ہو بھی تب بھی کسی تعلق اور واقفیت کی بناء پر غلط فتویٰ دیکر اپنے دین کو برباد کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، جو کچھ پہلے لکھا گیا وہ بھی دیانۃً وحسبۃً للہ لکھا گیا، اور اب بھی جو کچھ لکھا جارہا ہے نہ کسی کی حمایت مطلوب ہے، نہ مخالفت، نہ اپنی ضد کی بات، نہ دوسروں پر رد، سمجھنے اور لکھنے میں غلطی کا امکان ہر وقت ہے اور ہر ایک سے ہے، اپنے بیان کے فتوے کے جس جزو میں لغزش اور کوتاہی کا ادراک پہلے ہوا اس کو تسلیم کرلیا، اب بھی جس غلطی کا علم ہوجائے اس کو تسلیم کرنے کے لئے سینہ کھلا ہوا ہے، باایں ہمہ وما ابرئ نفسی۔ یہاں کے فتوے میں وقف علی الاولاد کے لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا اور اس کے کچھ قرائن بتائے گئے ہیں، دوسرے بعض

---

[1] (شامی کراچی ص: ۴۵۹، ج:۴، کتاب الوقف مطلب لا یجوز الرجوع عن الشروط، مجمع الأنهر ص۶۰۷ ج۲ کتاب الوقف، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر مصر.

حضرات نے اس کو تو حقیقی معنی پر حمل کیا، مگر وارثانِ شرعی اور بحصہ شرعی کو حقیقتِ شرعیہ پر محمول نہیں کیا، انہوں نے بھی کچھ قرائن بیان کئے ہیں، وہ حضرات ممکن ہے کہ ذاتی واقفیت کی بناء پر واقف کے ذہن اور منشاء کو بھی سمجھتے ہوں، جیسا کہ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے ہی قرائن قوی بلکہ صحیح ہوں، لیکن بار بار وقف نامہ اور تنقید نامہ میں غور کرنے کے باوجود دارالعلوم کے فتوے کا حتمی طور پر غلط ہونا واضح نہیں ہوا، ورنہ رجوع کر لینے سے کوئی چیز مانع نہیں، تنقید نامہ کے ایک ایک جزء پر تنقید کرنا قاطعِ نزاع نہیں، اور کچھ مفید بھی نظر نہیں آتا کہ یہ مستقل باب جدل ہے، اس لئے ہمارے خیال میں رفعِ نزاع کی بہتر صورت یہ ہے کہ اس وقف سے تعلق رکھنے والے سب متفق ہوکر تین شخصوں کو ثالث اور حکم تجویز کرلیں جو اہل فہم اور دیانت ہونے کے ساتھ ساتھ مسائلِ فقہ فرائض پر بھی گہری نظر اور بصیرت رکھتے ہوں، وہ جس جانب کے قرائن کو قوی دیکھ کر فیصلہ فرمادیں گے، امید ہے کہ وہ عنداللہ بری ہوں گے، اور اس پر عمل کرنا معصیت نہ ہوگا۔

حق تعالیٰ صحیح بات دل میں ڈالے کسی کا حق تلف نہ ہو، آپس کا نزاع ختم ہو، مقدمات میں مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ (آمین) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احقر نظام الدین.....احقر سید احمد علی سعید

وقف مشاع

سوال:- کیا یہ جائز ہے کہ کسی جائیداد غیر منقولہ کے کچھ حصہ کو علیٰ سبیل المشاع آمدنی کو وقف کی جائے اور وہ جائیداد غیر متعین ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مشاع قابلِ قسمت ہو اس کا وقف امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے، متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے، یہی مختار ہے۔

ویسے بھی مسائل وقف میں عموماً امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے، اور جس

مسئلہ میں وقف کا نفع ہو اس میں عموماً فتویٰ کے لئے اس صورت کو اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ شرح عقود رسم المفتی میں مذکور ہے: **الشیوع فیما لا یحتمل القسمة لا یمنع صحة الوقف بلا خلاف الایریٰ انه لووقف نصف الحمام یجوز وان کان مشاعاً کذا فی الظهیریة، وقف المشاع المحتملة للقسمة لایجوز عند محمد رحمه اللّٰه وعلیه الفتویٰ کذا فی السراجیه والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف انه یجوز وهو المختار کذا فی خزانة المفتیین (کذا فی الهندیة[1] ص: ۳۱۹، ج:۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۶ھ

وقف مشترک

سوال:- اگر کوئی جائداد مدرسہ مدینہ منورہ اور ہندوستان کے ادارے میں مشترک ہے اور گوناگوں مشکلات کی وجہ سے مدرسہ مدینہ منورہ کو اس کا حصہ پہنچانا ناممکن ہے اور اندریں صورت مدرسہ مدینہ منورہ کے متولی نے یہ کہہ دیا ہے کہ کل جائداد اپنے حصہ میں لگائی جائے تمام جائداد کی آمدنی پہلے ادارے میں صرف کی جائے کیونکہ فقہی مسئلہ ہے کہ اگر ایک مسجد کی کوئی شئ اس مسجد میں کارآمد نہیں ہوسکتی اور ضائع ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں اس کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔ تو حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا ایسا ہوسکتا ہے (۲) اگر ایسا ہوسکتا ہے تو یہ دائمی ہوگا یا جب حصہ کا پہنچانا ممکن ہو پہنچانا ہوگا (۳) اگر پہنچانا ضروری ہوگا تو صرف آئندہ یا کہ گذشتہ وصول شدہ اور خرچ شدہ بھی واپس کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء کا کلیہ ہے **شرطُ الواقف کنصِّ الشَّارعِ[2] الاّ ما استثنیٰ.** جب واقف نے ایک

---

[1] هندیه بلوچستان کوئٹه ص: ۳۶۵، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی، فصل فی وقف المشاع، مجمع الأنهر ص۵۷۳ ج۲ وسکب الأنهر علی هامش المجمع ص۵۷۵ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موقوف علیہ مثل مدرسہ مدینہ منورہ کی تصریح کردی تو اب اس کو خود بھی تبدیل کرنے کا حق باقی نہیں رہا، وہاں کے متولی کا یہ کہنا کہ کل جائداد اپنے حصہ میں لگالی جائے بے سود اور نا قابل التفات ہے فقہاء نے ایک مسجد کی شئ دوسری مسجد میں منتقل کرنے میں یہ قید لگائی ہے کہ لوگوں کو اس مسجد کی حاجت باقی نہیں رہی خواہ اس لئے کہ وہاں آبادی ختم ہوگئی، لوگ اجڑ کر دوسری جگہ چلے گئے اس لئے اب وہاں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں رہا، یہ مسجد پرانی ہو کر خود گر گئی اور دوسری مسجد تعمیر ہوگئی، لوگ اس دوسری نئی مسجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں، یہاں کوئی نہیں آتا[1] مدرسہ مدینہ منورہ بھی باقی ہے وہاں اس سے منتفع ہونے والے بھی موجود ہیں لہٰذا اس کے حصہ کو دوسرے ادارے کی طرف منتقل کرنے کا حق نہیں رہا یہ کہ مدرسہ مدینہ منورہ میں اس کا پہنچانا تو یہ ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے ممالک غیر میں روپیہ منتقل کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن کو تجار اختیار کرتے ہیں اور ایسے بینک بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ یہ کام بسہولت ہوسکتا ہے۔ ہندوستانی ادارہ امین ہے، وہ امانت پہنچانے کی پوری کوشش کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا مشترکہ جائداد میں سے کوئی شریک اپنا حصہ وقف کرسکتا ہے؟

سوال:- اگر ہم میں سے کوئی بھائی اپنا حصہ کسی مذہبی ادارہ کے نام وقف کرنا چاہیں تو وقف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یہ وقف کوئی توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] در مختار کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴ کتاب الوقف، البحر کوئٹہ ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد آخر فقال نعم، شامی کراچی ص ۴/۳۵۹، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، المحیط البرهانی ص ۹/۱۵۱، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف، مطبوعه المجدل العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۵۲، کتاب الوقف،

الجواب حامداً ومصلیاً

مشترک جائیداد میں سے جس کا دل چاہے اپنا حصہ فروخت کردے یا وقف کردے، کسی شریک کو اعتراض کا حق نہیں[1] وقف تام اور لازم ہوجانے کے بعد اس کو توڑا نہیں جاسکتا[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

شریک وقف کے علیحدہ ہونے پر اس کی رقم کی واپسی

سوال:- خالد ولید عمر وغیرہ نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنے باہمی اتفاق سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی کہ جس کے بقاء اور قیام کی غرض سے باہمی مشورہ پر مناسب قوانین تجویز کئے ہیں اور منجملہ قوانین مجوزہ کے ایک قانون یہ بھی ہے کہ کوئی شریک بدونِ عذر معقول کے درمیان سال میں خارج نہیں ہوسکے گا اور اگر زبردستی خارج ہونا چاہتا ہے تو اس کی جمع کردہ رقم واپس نہیں دی جائے گی ہاں اگر عذر معقول ہے تو خارج ہوسکتا ہے تو اس کا حساب صاف کر کے مع رقم جمع کردہ کے اس کو رخصت کی جاتی ہے، نیز وعدہ لیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق انجمن سے نکل جائے گا تو اس کی جمع کردہ رقم کسی مناسب جگہ پر وقف کردی جائیگی، تو شرکاء میں سے ایک آدمی اپنی مرضی کے مطابق نکلنا چاہتا ہے اور پاس شدہ قانون کے مطابق اپنی رقم کے وقف ہونے پر راضی نہیں ہوتا، اب

---

[1] ولو أن رجلين بينهما أرض فوقف احدهما نصيبه جاز فی قول أبی يوسف رحمه اللّٰه. (الهندية ص: ۳٦۷، ج:۲، مصری، كتاب الوقف، فصل فی وقف المشاع، تاتارخانيه ص۶۹۹ ج۵ كتاب الوقف، جواز الوقف وشرائط صحته، إدارة القرآن كراچی، شامی كراچی ص۵۰۲ ج۴ كتاب البيوع، مطلب فی تعريف المال والملک.

[2] متی صح الوقف بان قال جعلت ارضی صدقة موقوفة مؤبدة فانه يصح حتی لا يملک بيعه ولا يورث عنه. (فتاویٰ عالمگيری ص: ۳۵۲، ج:۲، الباب الاول، من كتاب الوقف، شامی كراچی ص ۳۵۱ ج۴ كتاب الوقف، فتح القدير ص ۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت،

دریافت طلب امر یہ ہے کہ محض وقف کر دینے کے وعدہ سے اس کی رقم موقوف ہوگئی اور مطالبہ کا حق باقی نہیں۔ یا عندالوقف اس کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور بدون اس کی اجازت کے وقف نہیں ہوسکتا۔ نہایت اطمینان بخش فیصلہ عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شروع میں مالک نے یہ رقم اپنی ملکیت سے خارج کر کے دیدی تھی تو اب واپس لینے کا حقدار نہیں، اگر بطور امانت تھی تو اس رقم کی واپسی ضروری ہے، اس کا وقف بہر حال ناجائز ہے، اوّلاً اس لئے کہ نفس رقم میں وقف کی صلاحیت نہیں کیونکہ وقف اصالۃً غیر منقول کا ہوتا ہے اور منقول کا وقف صحیح نہیں: **الاما استثنی منها (ای من شرائط الوقف) ان یکون المحل عقاراً اودارًا فلایصح وقف المنقول الا فی الکراع والسلاح کذا فی النهایة اهـ (عالمگیری ص: ۹۶۰، ج:۲)**[1]

اس لئے کہ شروع شرکت کے وقت جو کچھ شرط ہوتی ہے وہ وعدہ کے درجہ میں ہے اور وعدہ وقف سے وقف نہیں ہوتا، ثالثاً! اس لئے کہ اگر شروع شرکت کے وقت کے الفاظ کو وعدہ نہ تسلیم کیا جائے بلکہ وقف ہی مانا جائے تب بھی یہ وقف منجز نہیں بلکہ وقف کی تعلیق ہے اور وقف معلق صحیح نہیں ہوتا بلکہ اس کا منجز ہونا ضروری ہے: **ومنها ان یکون منجزا غیر معلق فلو قال ان قدم ولدی فداری صدقة موقوفة علی المساکین فجاء ولدهٗ لا تصیر وقفا کذا فی فتح القدیر اهـ (عالمگیری[2] ص: ۹۵۹ ج:۲)** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] (فتاوی عالمگیری مصری ص: ۳۵۷، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الاول، المحیط البرهانی ص۵۰۲ ج۸ نوع من ذالک فی وقف المنقول، إدارة القرآن المجلس العلمی، فتح القدیر ص۲۱۶ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت،

[2] (الهندیة ص: ۳۵۵، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۰۰، ج۶، کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، البحر کوئٹه ص۲۰۰ ج۵ کتاب الوقف.

دو شخصوں کا ایک دستاویز کے ذریعہ وقف

سوال:- زید اور زوجۂ زید زینب نے اپنی اپنی جائداد کو اپنی اور اپنی اولاد کے واسطے وقف علی الاولاد کیا، دونوں نے ایک ہی دستاویز کے ذریعہ سے وقف کیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ اشتراک وقف کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید کی دوسری زوجگان سے جو اولاد ہے، وہی زینب کی موقوفہ جائداد سے مستفیض ہونے کی حق دار ہے، بلکہ زینب کی جائداد اس کی بطنی اولاد پر وقف ہوئی اور زید کی کل اولاد پر وقف ہوئی گورنمنٹ نے اوقاف کو ختم کر دیا اور اس کا معاوضہ وغیرہ دینا تجویز کر دیا زید کی اولاد نے جو دوسری زوجگان سے ہے کوشش کر کے کاغذات میں سے لفظ متولی اڑا دیا اور اس کا مشترکہ اندراج کرالیا۔ چنانچہ اسی بناء پر معاوضہ انفرادی طریقہ سے سب کے نام بنایا گیا اور سب لوگوں نے اس کو وصول کر لیا، کیا ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ دوسری ترکیب زینب نے یہ کی کہ بعد انتقال شوہر ان کی متروکہ جائداد پر اپنا تنہا نام کرا کر کل کو وقف کر دیا، شرعاً بحق شوہر اس کو پہنچا تھا، اور اس کو وہ وقف کرنے کے مجاز تھے، $\frac{3}{4}$ زینب کی اولاد کا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جائداد موقوفہ ہمیشہ کے لئے وقف ہوتی ہے[1] دو فرد اگر اپنی اپنی جائداد کو ایک کاغذ میں وقف نامہ مشترکہ لکھ کر وقف کریں اور ہر ایک اپنی جائداد کی آمدنی کا مصرف الگ الگ تجویز کر دے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے، اور ہر ایک کا تجویز کردہ مصرف حسب واقف مستحق ہوتا ہے، کاغذ کے مشترک ہونے کی وجہ سے تصریح کردہ مصرف میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا لہٰذا زید نے جو مصرف تجویز کیا ہے، وہ زوجۂ زید کی موقوفہ جائداد سے منتفع ہوگا اس زوجۂ زید نے جب اپنی اولاد

---

[1] ومنها (شرائط الوقف) التابيد وهو شرط على قول الكل. (عالم گيرى كوئٹه ۲۵۶/ ۲، كتاب الوقف، الباب الاول، البحر كوئٹه ص۱۸۹ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۳ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

پر وقف کیا تو اس کی مستحق صرف وہ اولاد ہوگی جو زوجہ زید سے پیدا ہوئی ہے، زید کی کسی دوسری بیوی سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی البتہ زید کی جائداد سے کل اولاد مستحق ہوگی خواہ کسی بیوی سے ہو[1] جائداد موقوفہ کو ذاتی ملک قرار دینا ہرگز جائز نہیں، دھوکہ اور فریب کرنے سے وہ ملک میں نہیں آئے گی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی جائیداد کو وقف کرنا

سوال:- اسکے چند روز بعد ایک دوسرے وقف نامہ کے ذریعہ سے بکر جو زینب کا پسر ہے اور اس وقت کل جائداد کا متولی تھا، زینب نے دو جائدادیں بکر کے نام خریدی تھیں، زید کا یہ بیان کہ وہ اسکے روپے سے خریدی گئی ہیں نا قابل سماعت ہے، شروع ہی سے زید اور زینب کا جمع خرچ یکجائی چلا آرہا تھا، اس وقت درختان موقوفہ اور اسکی لکڑی فروخت کردی گئی ہے، چند صاحبان مل کر اولادِ زید کی ہمنوائی کر رہے ہیں، کیا اسکا یہ قول شرعاً جائز ہے؟ عندالشرع جو صورت ہو ارقام فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''وقف'' اپنی جائداد کو کیا جاسکتا ہے، اس کا حق ہے دوسرے کی جائداد کو وقف کرنے کا حق

---

[1] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين أورجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما أوقافاً لا يجوز له ذلك أى الصرف المذكور. (در مختار مع الشامی کراچی ۳۶۰/ ۴، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه)، البحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فاذا تم ولزم لا يملك ولايملّك. (در مختار مع الشامی کراچی ۳۵۱/۴، كتاب الوقف مطلب مهم فرق أبويوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، فتح القدير ص۲۲۱ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ كتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم.

نہیں، پس زید نے اپنی زوجہ زینب کی جائداد کو وقف کیا ہے تو یہ غلط ہوا، صرف اپنا حصہ جو بحیثیت شوہر اس کو پہنچتا ہے، اتنا ہی وقف کرسکتا ہے، بقیہ زینب کے پسر کا ہے، اس کو وقف کرنے کا زید ہرگز حق دار نہیں، یہ وقف شرعاً معتبر نہیں[1] زید نے اگر روپیہ زینب کو دیدیا تھا، پھر باجازت زینب اس روپے سے جائداد خریدی تو وہ ملک زینب ہے، ملک زید نہیں اگر روپیہ زینب کو نہیں دیا بلکہ اس کی جائداد خرید کر زینب کو دیدی یعنی ہبہ کردی خواہ زبانی خواہ تحریری۔ تب بھی وہ زینب کی ملک ہوگئی[2] اگر نہ روپیہ زینب کی ملک کیا نہ جائداد ملک کی بلکہ کسی قانونی مصلحت سے محض بیع نامہ میں زینب کا نام درج کرادیا تو اس سے وہ جائداد زینب کی ملک نہیں ہوئی بلکہ زید ہی کی ملک ہے اور زید کو ایسی پوری جائداد کے وقف کرنے کا بھی حق حاصل ہے، اور پسر زینب کا زید پر اعتراض غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی زمین کو وقف کرنا

سوال:- اگر کوئی شخص ایسی زمین یا چیز مسجد میں وقف کردے جسکا وہ مالک نہ ہو اور نہ وہ چیز اسکی زرخرید ہے اور نہ وہ حاصل کیا ہے اب اس صورت میں اسکا وقف کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید کی زمین کل ۲۰ ر ڈِسمل ۹ ر کڑی ہے اور زید مسجد میں ۶۷ ر ڈِسمل زمین وقف کرتا ہے تو کیا زائد زمین موصوفہ مسجد میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۴۰، کتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۳ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول، مجمع الأنهر ص۵۶۷ج۲ کتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لو قال نحلتک داری أو أعطيتک أووهبت منک كانت هبة. (الهندية كوئٹه ۴/۳۷۵، اول كتاب الهبة) وأما حكمها (الهبة) فثبوت الملک للموهوب له. الهنديه كوئٹه ۴/۳۷۴ أول كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۲ج۳ كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی ملک کو وقف کرنے کا اختیار ہے، جس زمین کا خود مالک نہیں اسکے وقف کرنے کا اختیار نہیں، لہٰذا اس زمین (۲۰ ڈِسمل) کا وقف صحیح ہوگا، زائد کا وقف صحیح نہیں۔

ومن شرائطه الملک وقت الوقف حَتّٰی لو غصب ارضًا فوقفها ثم ملکها لا یکونُ وقفاً. (مجمع الانہر[1] ۱/۷۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۹/۴ھ

غیر مملوک زمین کو وقف کرنا

سوال:۔ایک عورت نے کچھ زمین عرصہ سے زمیندار سے لگان پر بخیال آبادی لی اپنی حیات میں اس عورت نے اپنی دختر کے نام یہ زمین ہبہ ایک روپیہ کے کاغذ پر کردی اور وہ لڑکی برابر لگان اپنے شوہر کے ذریعہ زمیندار کو کچھ عرصہ تک ادا کرتی رہی، اب جب کہ اس عورت کی لڑکی کا انتقال ہوگیا تو کچھ لوگوں کے بہکانے سے اس عورت نے مسجد کے نام وقف کردیا کیا ایسی زمین جو کہ ایک دفعہ کسی کے نام ہبہ ہوچکی ہو مسجد کے نام وقف ہوسکتی ہے ایسی چیز مسجد کے واسطے کہاں تک جائز یا ناجائز ہے وہ زمین قریباً ۲۵ رسال یا ۲۶ رسال سے ہبہ ہوئی ہے، جس کا لگان اب تک اس عورت کا داماد برابر دیتا چلا آرہا ہے، مسجد کے متولیان نے ابھی تک کوئی لگان اس کا ادا نہیں کیا، حالانکہ اس کو پندرہ سال گزر چکے اب متولیان مسجد اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا التماس ہے کہ جیسا شرع شریف کا حکم ہو مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف صحیح ہونے کیلئے شئی موقوفہ کا ملک واقف ہونا ضروری ہے، اگر وہ عورت اس زمین کی

---

[1] مجمع الانهر (بیروت) ۲/ ۶۸, ۵۶۷، اول کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص۱۸۸ ج۵ کتاب الوقف، فتاوی عالمگیری ص۳۵۳ ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول، مطبوعه کوئٹه.

مالکہ نہیں تو اس کا وقف کرنا بھی صحیح نہیں ہے[1] اسی طرح اپنی لڑکی کے نام جو اس نے ہبہ کی ہے تو وہ ہبہ بھی صحیح نہیں ہوا، اگر وہ عورت اس زمین کی مالکہ ہے تو شرعاً ہبہ صحیح ہے، پس اگر ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ زمین پر کرا چکی ہے تو لڑکی کے مرنے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی[2] اور اس میں سے جس قدر حصہ اس عورت کو ملے گا وہ اس حصہ کو وقف مسجد کر سکتی ہے، دوسرے کے حصہ کو وقف نہیں کر سکتی، حصہ موقوفہ پر جس کا وقف صحیح ہو) متولی کو قبضہ کرنے کا حق ہے غیر موقوف پر (جس کا وقف صحیح نہ ہو) قبضہ کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۱ر شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کرایہ کا مکان مالک نے مسجد کو وقف کر دیا

سوال:۔ ایک مکان زین الدین صاحب کا ہے، اس میں برکت علی ۱۹۲۲ء سے رہتے تھے وہ برابر مالک مکان کو کرایہ دیتے رہے، ان کے بعد ان کے لڑکے اور پوتے رہے لیکن ان لوگوں نے کرایہ نہیں دیا، انہوں نے مکان کی مرمت بھی کرائی توڑ کر چنائی بھی کرائی، اب زین الدین کے پوتوں نے اسکی رجسٹری مسجد کے نام کر دی یہ فیصلہ کس کے حق میں صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مکان زین الدین کی ملکیت میں تھا، برکت علی اس میں کرایہ پر رہتے تھے، پھر آئندہ

---

[1] ومنها الملک وقت الوقف (فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مصر، ص۳۵۳ ج۲/ الباب الاول من کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ اول کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص۱۸۸ ج۵ اول کتاب الوقف.

[2] ومنها أن یکون الموهوب مقبوضا حتی لا یثبت الملک للموهوب له قبل القبض، هندیه کوئٹه ص۳۷۴ ج۴ کتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الانهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۸۵ ج۷ کتاب الهبة.

چل کر برکت علی کی اولاد نے کرایہ نہیں دیا اور اولاد کی اولاد نے بھی کرایہ نہیں دیا اور زین الدین کی اولاد نے نہ وہ مکان برکت علی کی اولاد کو ہبہ کیا، نہ بیع کیا، اب زین الدین کے بعد جو وارث رہے انہوں نے یا ان کے بعد جو وارث شرعی رہے انہوں نے یہ مکان مسجد کو دیئے، چاہے وقف کیا ہو، چاہے بیع کیا ہو تو وہ مسجد کا ہو گیا[1] برکت علی کے پوتے کو چاہئے کہ وہ مسجد کے حق میں اس کو خالی کر دیں، یا اگر مسجد کے متولی و ذمہ دار حضرات کرایہ پر دینا مناسب سمجھیں تو کرایہ کا معاملہ کر لیں، بلا وجہ غاصبانہ قبضہ کرنا گناہ ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے

سوال:۔ (۱) کسی نے قطعہ زمین کو کسی مسجد معین کے واسطے بایں شرط وقف کیا کہ اس کے متعلق جو کام درپیش ہوں اس کے منافع کو اس میں خرچ کریں، تو جب اس کو دوبارہ بنوانے کی ضرورت ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قطعۂ ارض کو کسی نے بلا تفصیل کسی مسجد معین کے واسطے وقف کر دیا تو اس صورت میں اس کو فروخت کر کے مسجد مذکورہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے، حتیٰ کہ بعض فقہاء نے تابید کی تصریح کو بھی لازم

---

[1] افادأ ن الواقف لابدان یکون مالکه وقت الوقف (شامی کراچی ،ص ۳۴۰/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب قدیثبت الوقف بالضرورة، هندیه کوئٹه ص ۳۵۳ ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول، فتح القدیر ص ۲۰۱ ج۶ اول کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

[2] وحکمه (الغصب)الاثم لمن علم انه مال الغیر (الیٰ قوله) ویجب ردعین المغصوب (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۱۷۹-۱۸۲/ج۶/ اول کتاب الغصب، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۴ کتاب الغصب، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ کتاب الغصب، الباب الاول.

قرار دیا ہے، جس وقف میں خلاف تابید کوئی شرط ہو وہ وقف صحیح نہیں ہوتا "الاو قف المسجد فانه یصح ویبطل الشرط "وقف کے تام اور لازم ہوجانے کے بعد اس کی بیع صحیح نہیں ہوتی "وشرطه شرط سائر التبرعات کحریة وتکلیف وان یکون قربة فی ذاته معلوماً منجزا لا معلقاً الا بکائن ولامضافاً ولاموقتاً ولابخیار شرط ولاذکر معه اشتراط بیعه وصرف ثمنه لحاجته فان ذکره بطل وقفه بزازیه اه درمختار[1] ص،۳۵۹/ج۳/قولهٔ ولاذکر معه اشتراط بیعه الخ فی الخصاف لوقال علیٰ ان لی اخراجها من الوقف الیٰ غیره اوعلیٰ ان اهبها واتصدق بثمنها اوعلیٰ ان اهبها لمن شئت اوعلیٰ ان ارهنها متیٰ بدأ لی واخرجها عن الوقف بطل الوقف ثم ذکر ان هذا فی غیرا لمسجد لواشترط ابطاله اوبیعه صح وبطل الشرط اھ شامی[2] ص۳۶۰/ج۳/ فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن اھ درمختار[3] ص۳۶۷/ج۳/ قوله فاذاتم ولزم لزوم علیٰ قول الامام باحد الامور الاربعة المارة وعندهما بمجرد القول ولکنه عند محمد لایتم الا بالقبض والا فراز والتابید لفظاً وعند ابی یوسف بالتابید فقط ولومعنی کماعلم مما مرقوله لایملک ای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه اھ شامی[4] ص۳۶۷/ج۳۔

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۴۰-۳۴۲/ج۴/کتاب الوقف ،مطلب قدیثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹه ص۱۸۸ ج۵ اول کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۱ ج۳ کتاب الوقف، بیروت.

[2] شامی کراچی ،۳۴۲/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹه ص۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف، هندیه کوئٹه ص۳۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول.

[3] درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۵۱-۳۵۲/ج۴/کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله الخ، بحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

(۲) اس کا جواب بھی نمبر ار کے مثل ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف نامہ مفصلاً

سوال:- زید نے اپنی جائداد کا کچھ حصہ ایک دینی مدرسہ کے نام وقف کیا اور وقف نامہ میں تحریر فرمایا، میری عمر زائد از ستر سال ہے، عمر طبعی کو یہ پہنچ چکی ہے، حیات مستعار ناپائیدار کا کچھ اعتبار نہیں مشیت ایزدی سے میری اولاد میری ہی زندگی میں فوت ہوگئی، میرا کوئی وارث باقی نہیں ہے بحالت صحت نفس ودرستیٔ حواس خمسہ برضاء ورغبت اپنی دلی خواہش کے ماتحت بلا بہکائے سکھائے غیر بخوشی خاطر اپنی مملوکہ مقبوضہ کو وقف الی اللہ میں منحصر کرتا ہے، اور اپنے قبضہ مالکانہ سے نکال کر قبضہ حق خداوند تعالیٰ مالک دوجہاں میں دیکر بعد ازاں اپنے قبضہ متولیانہ لے لیا چونکہ میری بسر اوقات اسی جائیداد کی آمدنی پر ہے، اس لئے میں منافع سے اپنی گذر کے لئے حسب ضرورت خرچ کرتا رہوں گا، اور مبلغ پانچ روپیہ سالانہ مدرسہ کو ادا کرتا رہوں گا، اور یہ کہ بعد وفات میرے مدرسہ کا مہتمم وکارپرداز بجائے میرے بحیثیت متولّی ومہتمم اپنے تحت وتصرف میں لے کر اس کی کل آمدنی عظیم دینیات ہر شعبہ نیز ضروریات طالب علمانہ مدرسہ میں مناسب طور پر صرف کرا کر اس کا ثواب میرے اور میری اولاد متوفی اور میرے بزرگان کی روح کو پہنچاتے رہیں۔الحاصل ان تمام شرائط مذکورہ بالا کے ماتحت جائیداد موقوفہ اور اس کی آمدنی تمام وکمال بکار خیر ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور وہ کسی صورت سے بجائے دیگر منتقل نہیں ہوسکے گی اور یہ کہ میری جائیداد موقوفہ مذکورہ بالا پر میرے کسی عزیز واقرباء کو کسی قسم کے اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔اس واسطے یہ وقف نامہ بغرض خوشنودی خدا اور رسول اکرم ﷺ لکھ دیا تاکہ سند رہے نوٹ وقف نامہ[۴] ۴/مارچ ۵۹ھ کو تحریر ہوا اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] شامی کراچی ص ۳۵۱-۳۵۲ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو یوسف بین قوله، موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، بیروت.

یہ ۴/مارچ ۵۹ھ کو رجسٹری ہوئی ۱۴/جون ۶۷ء کو انتقال ہوا انتقال کے وقت ان کے نواسہ اور نواسیاں باقی تھیں جو مابقیہ جائیداد پر قابض ہیں، اس درمیان مدت میں آٹھ سال ۴ ½ میں متولی واقف نے تین مرتبہ مبلغ: ۶۹/روپیہ مدرسہ میں بمد وقف جمع کئے جس کی رسید سلسلہ وار وقف کو دی گئی اور سالانہ حساب میں اسی طرح طبع کیا گیا جو متولی واقف کے پاس پہنچا وقف نامہ کی تحریر کے وقت واقف موقوفہ جائیداد کے علاوہ اور چند جائداد کے مالک تھے۔

لہٰذا سوال یہ ہے کہ (۱) مندرجہ بالا وقف کو جس کا نفاذ ہو چکا کسی کو کالعدم کرنے کا حق پہنچتا ہے، (۲) اگر متولی واقف سے بجائے پانچ روپیہ، سالانہ کے علی الحساب رقومات جمع کی ہوں جو مقررہ مقدار سے کچھ زائد ہوں تو کیا اس سے وقف نامہ پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ کیا مہتمم مدرسہ کو جس واقف نے اپنی حیات کے بعد متولی کو وقف بنایا ہے، حق حاصل ہے کہ وقف سے دست بردار ہو جائے یا ان کے کسی رشتہ دار کو کوئی چیز اس سے لیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- یہ وقف شرعاً معتبر ہے کسی کو اس کے کالعدم کرنے کا حق نہیں[۱]

۲- کچھ اثر نہیں پڑتا۔

۳- متولی کو جب کہ واقف نے اپنے بعد کے لئے نامزد کر دیا ہے تو اس کی تولیت معتبر ہے اب اس کو دست بردار ہونے کا حق نہیں[۲] الا یہ کہ مدرسہ کے اہتمام سے ہی دست بردار ہو جائے تو پھر جو بھی مدرسہ کا مہتمم ہوگا وہ اس وقف کا بھی متولی ہوگا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فاذا تم ولزم لا يملک ولايملک. (در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۵۲ ج۴، کتاب الوقف قبيل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن، فتح القدير ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بيرت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه ياسر نديم.

[۲] شرائط الوقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج:۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع) (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

وقف کے لئے قبضہ شرط نہیں

سوال: -کسی نے مدرسہ وغیرہ میں کتاب یا اور کوئی چیز وقف کی مگر مدرسہ میں اب تک داخل نہیں کی، تو پھر وقف کو رد کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسے ہی اس نے کتاب وغیرہ کو وقف کیا تب ہی وہ وقف ہوگئی اگر چہ مہتمم کا قبضہ نہ کرایا ہو، اب اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں رہا، یہی راجح ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

وقف کے لئے رجسٹری ضروری نہیں

سوال:۔ اگر بغیر رجسٹری شدہ زبانی وقف کی زمین میں مسجد بنائی گئی تو نماز پڑھنا اس میں جائز ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] ولو قال الافضل فالافضل فأبى الافضل القبول أو مات يكون لمن يليه على الترتيب (الى قوله) وكذا لو لم يكن فيهم أهل أقام القاضى أجنبيا الى أن يصير فيهم أهل ولو صار المفضول منهم افضل ممن كان افضلهم تنتقل الولاية اليه فينظر فى كل وقت الى أفضلهم كالوقف على الافقر فالافقر اهـ (شامى كراچى، ص: ۴۵۷، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى شرط التولية للارشد فالارشد، المحيط البرهانى ص۲۲ ج۹ الفصل السادس فى الولاية، إدارة القرآن، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۱ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف الخ.

(صفحه هذا) [۱] وذكر الوقف وحدهٗ أو الحبس معه يثبت به الوقف على ما هو المختار. (الهنديه مصرى ۲/۳۵۸، الباب الاول من كتاب الوقف)، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ۱۹۱ ج۵ كتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف صحیح ہونے کے لئے رجسٹری ہونا شرط نہیں، زبانی وقف بھی درست اور کافی ہوتا ہے[1] اور ایسی صورت میں نماز اس مسجد میں درست ہے۔ اور جمعہ بھی درست ہے، بشرطیہ شرائط جمعہ اس آبادی میں موجود ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف کے لئے منجز ہونا ضروری ہے

سوال:- مرحوم الحاج اشرف علی صاحب کے وارثین ایک وقف نامہ میں لکھتے ہیں کہ غنیر گرام میں ایک دینی مدرسہ قائم ہوا، اس کے چلانے کے لئے کوئی مستقل جائیداد وغیرہ نہ تھی بلکہ چندہ پر چلتا تھا، اس لئے میت نے اپنی جائیداد سے کچھ زمین وقف کرنی چاہی اور ہم وارثین کو بلا کر دلی خواہش ظاہر کی کہ اگر میری حیات یاوری نہ کرے تو مذکورہ چھ بیگھے زمین کاغذ کر کے دے دینا اور باقی زمین باقاعدہ وراثت آپس میں تقسیم کر لینا، ہم نے ان کی دلی خواہش پوری کرتے ہوئے وقف نامہ لکھ کر زمین وقف کر دی۔

اب اگر کسی وجہ سے وہ مدرسہ مذکورہ ختم ہو جائے تو اس زمین کا نفع اپنے محلّہ میں بنا ہوا مکتب یا نیا بنا کر اس میں صرف کرنا ہوگا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ بیان سے شرعاً یہ وقف میت کی عبارت سے منعقد ہوا یا وراثین کی عبارت سے وارثین میت کا وکیل ہونا یا وصی ہونا فتح القدیر کی عبارت **قوله اذا متُّ**

---

[1] وأبويوسف رحمه الله تعالىٰ مرّ على أصله من زوال الملك بمجرد القول أذن في الصلاة او لم يأذن، فتح القدير ص۲۳۴ ج۶ كتاب الوقف، فصل في احكام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق ص۱۹۷ ج۵ كتاب الوقف، مطبوعه الماجديه كوئٹه. وفي الشامي ايضاً ثم ان ابا يوسفؒ إلى قوله وعليه الفتوى، شامي كراچي ص۳۳۸ج۴ كتاب الوقف، مطلب لو وقف على الاغنياء وحدهم لم يجز.

فاجعلوھا وقفاً فانہٗ یجوز لانہ تعلیق التوکیل لاتعلیق الوقف بنفسہٖ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وارثین وکیل بالوقف ہے، اگر وکیل بالوقف ہے، جیسا کہ صاحبِ فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، تو ان وارثین کو سابق تفصیل کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

وقف کے وقت یہ مدرسہ ایک خالص دینی قومی مدرسہ تھا، جس میں فقط درسِ نظامی عربی فارسی اور اردو کا دینی حیثیت سے درس دیا جاتا تھا، اس کے اخراجات چندہ اور اوقاف سے پورے کئے جاتے تھے، اس حالت میں بہت سال گذرے، اس کے بعد کمیٹی کے لوگوں میں یہ گفتگو شروع ہوئی کہ مدرسہ میں سرکاری نصاب شروع کیا جائے، اور سرکاری امداد لی جائے، گفتگو ہوتے ہوئے، جب یہ پاس ہی کرلیا تو تمام مدرسین نے جو بانیانِ مدرسہ تھے، جن کی ترغیب وکوشش سے یہ جائیداد مدرسہ میں وقف ہوئی مع جمیع طلباء مدرسہ سے الگ ہوگئے، یہاں تک کہ مدرسہ معطل ہوگیا، اور دو تین سال تک مدرسہ کا گھر مقفل رہا، اس کے بعد ایک کمرہ میں پرائمری اسکول کھولا گیا، پھر اس کے بہت دن بعد دوسرے کمرے میں مڈل کا نام دے کر ایک مولانا صاحب نے ایک طالب علم کو مڈل ہی کے سرکاری نصاب کے ساتھ پڑھانا شروع کیا، جو ترقی کرتے ہوئے سرکاری امداد کے ساتھ ساتھ انگریزی ہندی بنگلہ اس حد تک داخل کیا گیا۔

اب دریافت طلب امر یہ کہ کمیٹی کے تغیر نصاب اور امداد منجانب حکومت کے فیصلہ پر تمام مدرسین مع جمیع طلباء مدرسہ سے چلے جانے کے بعد تقریباً تین سال تک مقفل ومعطل ہوجانے کی وجہ سے یہ موقوفہ جائیداد اور بتفصیل واقفین محلّہ کے مکتب میں منتقل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صحتِ وقف کے لئے اس کا منجز ہونا شرط ہے، وقف مضاف الی ما بعد الموت صحیح نہیں، البتہ وہ وصیت کے حکم میں ہوگا، جس کی تنفیذ ثلث ترکہ سے ہوگی: **وشرطہ شرط سائر التبرعات وان یکون منجزاً لا معلّقًا الا بکائن ولامضافاً اھ (در مختار) قولہٗ ولامضافاً یعنی الٰی ما بعد الموت فقد نقل فی البحر ان محمدًا نص فی السیر الکبیر انہٗ**

اذا اضیف الیٰ ما بعد الموت یکونُ باطلاً عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه اھـ نعم سیاتی فی الشرح انه یکونُ وصیة لازمة من الثلث بالموت لا قبله. (رد المحتار[1] ص:۳۶۰، ج:۳،نعمانیہ) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عبارت میت سے وقف نہیں ہوا بلکہ یہ وصیت ہے، ورثاء اس کے وصی ہیں، ان کے ذمہ ایک ثلث ترکہ سے اس کا پورا کرنا لازم ہے، اگر انہوں نے وقف کر دیا تو خود ان کے وقف کرنے سے وقف ہوا، وصیتِ میت کے وقت مدرسہ کا جو نصب العین اور نصاب تھا، اور اسی کے پیشِ نظر یعنی دینی و مذہبی تعلیم کی خاطر وقف کرنے کی وصیت کی تھی وہ ختم ہو گیا، بلکہ مدرسہ ہی معطل و مقفل ہو گیا، تو پھر اس (زمین) جائیداد موقوفہ کو اس مدرسہ کے نصب العین اور نصاب کے موافق دوسرے قریب ترین مدرسہ کی طرف منتقل کرنا شرعاً درست اور منشاءِ میت کے عین موافق ہے، اور وصی نے جو شرط کی ہے، وہ شرعاً معتبر ہے، **شرط الواقف کنص الشارع**[2] لہٰذا اس زمین کی آمدنی کو مڈل اسکول وغیرہ کسی بھی جگہ صرف کرنا درست نہیں، نہ مدرسہ کی عمارت یا کسی کمرہ کو ایسے اسکول کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے: **یصرف وقفها لاقرب مجانس لها اھـ** (شامی[3] ص:۳۷۱، ج:۳نعمانیہ)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/ ۹۲ھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴، کتاب الوقف مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۳ ج۵ کتاب الوقف.

[2] در مختار علی الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم : شرط الواقف کنص الشارع، سکب الأنهر علی هامش لمجمع الأنهر ص۶۰۸ ج۲، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الأشباه والنظائر ص۱۰۴، الفن الثانی، الفوائد، کتاب الوقف، مطبوعه مکتبه إشاعت الإسلام دهلی.

[3] شامی کراچی ص۳۵۹ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر الخ.

وقف معلق یا منجز

سوال:- فی الحال آپ کے فتاوی محمودیہ کا ص:۴۹۲،ص:۴۸۹، خاص طور پر سامنے ہے، بندہ کو آنجناب اصل مسئلہ سے مطلع فرمائیں، بندہ کی رائے کے مطابق حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب کی رائے بھی آئی ہے۔

چھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کیلئے لی گئی ہے، جن میں سے دو آدمیوں نے یہ کہہ دیا تھا، کہ اگر مسجد کی توسیع ہو اور ہماری زمین لگ سکے تو اجازت ہے، لیکن اگر مسجد نہ بنی تو مدرسہ وغیرہ کیلئے ہم نہ دیں گے، تو جھگڑا ختم کرنے کی غرض سے اس جگہ کے بجائے دوسری جگہ مسجد بنانے کی تجویز ہے، تو مذکورہ دونوں آدمیوں کی زمین واپس کرنا ہوگی یا وہ زمین وقف ہو چکی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

وشرطهٗ (ای شرط الوقف) شرط سائر التبرعات وان یکون منجزًا لا معلقًا اھ در مختار مختصراً قولهٗ لامعلقاً کقوله اذا جاء غدٌ واذا جاء راس الشهر اواذا کلمت فلانًا فارضی هٰذه صدقة موقوفة وان شئت اوأحببت یکون الوقف باطلاً لان الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر. (رد المحتار[1] ص: ۳۶۰، ج:۳ نعمانیه)

صورتِ مسئولہ میں کچھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کے لئے لی گئی مالکانِ زمین نے دینے سے قبل یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مسجد کی توسیع ہو اور ہماری زمین لگ سکے تو اجازت ہے، لیکن اگر اس پر مسجد نہ بنی تو مدرسہ وغیرہ کے لئے ہم نہ دیں گے، اس سے وہ زمین وقف نہیں ہوئی، کیونکہ یہ معلق ہے، منجز نہیں، جھگڑا ختم کرنے کے لئے اگر دوسری جگہ مسجد بنانے کی تجویز ہے تو یہ زمین واپس

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴ کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۸۸ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری دار الکتاب ص ۳۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

کر دینا ضروری ہے، اور جب حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب کی رائے بھی وہی ہے جو آپ کی ہے، تو بس انشاء اللہ کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۱۴۰۶ھ

تمام جائیداد وقف کر دینا

سوال:- ایک شخص نے آج سے پانچ سال قبل اپنی تقریباً ساری زرعی زمین اوقاف کمیٹی بانڈی پورہ کے نام وقف کی، مذکورہ شخص کا ہفتہ بھر پہلے انتقال ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا :

(الف) یہ وقف نامہ جائز ہے؟ اور کیا اس کے ورثہ اس کی موت کے بعد وقف پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں؟ حالانکہ متوفی لاولد اور لازن ہے اور اس کے ماں باپ اور کوئی بھائی زندہ نہیں، البتہ چچا چچیرے بھائی اور کچھ ماموں زاد بھائی موجود ہیں؟

(ب) مذکورہ اوقاف کمیٹی اس جائیداد کی آمدنی کن مصارف میں صرف کر سکتی ہے؟

(ج) کیا یہ مذکورہ اوقاف کمیٹی مذکورہ جائیداد سے زیادہ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس زمین کا تبادلہ یا بیع کرنے کی مجاز ہے؟

(د) کیا کوئی شخص اپنی زندگی میں ورثہ کے ہوتے ہوئے اپنی ساری جائیداد وقف کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) مالک نے اوقاف کمیٹی کو متولی بنا کر اپنی زرعی زمین وقف کر کے متولی کے قبضہ میں دیدی جس کو پانچ سال گذر چکے ہیں اور اوقاف کمیٹی اس کی آمدنی کو واقف کے منشاء کے مطابق مصارفِ خیر میں صرف کر رہی ہے تو یہ وقف نامہ صحیح اور درست ہے، متوفی کے ورثہ میں سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی[1]

---

[1] متی صح الوقف بان قال جعلت أرضی هذہٖ صدقة موقوفة مؤبدة فانه یصح حتی لا یملک بیعه ولا یورث عنه. الهندیه مختصراً ص: ۳۵۲، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الاول، (بقیه اگلے صفحه پر)

(ب) جب وہاں اوقاف کمیٹی موجود ہے اور پانچ سال سے وہ کمیٹی خود صرف کر رہی ہے، جس کی اطلاع خود واقف کو بھی ہے، تو اب اس میں کیا چیز تحقیق طلب ہے۔

(ج) اس وقف کو تجارتی مال نہ بنایا جائے، اوقاف کمیٹی کو اس کے بیع کرنے کا حق نہیں ہے[1]۔

(د) اگر ورثہ کو نقصان پہنچانا اور محروم کرنا مقصود نہ ہو[2] اور وہ حاجتمند بھی نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا ہو تو وقف کر سکتا ہے[3]۔ مگر مناسب یہ ہے کہ ان سے مشورہ کر کے وقف کرے تاکہ ان کو حق تلفی کی بدگمانی نہ ہو اور موتِ واقف کے بعد خود دعویٰ وراثت نہ کریں، بہتر یہ ہے کہ وقف نامہ پر خود ان کے بھی دستخط کرا دیئے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

واقف کا جائیداد وقف سے خود نفع اٹھانا

سوال:- واقف نے اگر بوقت تحریر وقف نامہ شرط لگائی کہ میں تاحیات خود اراضیٔ موقوفہ زرعی وسکنی سے بذات خود فائدہ اٹھاؤں گا اور اپنے تصرف میں لاؤں گا تو یہ شرط لگانا اور جائیداد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هدايه ص ۶۴۰ ج ۲ كتاب الوقف، مطبوعه ياسر نديم، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۵ ج ۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] حوالۂ سابقه.

[2] عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة، رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان، مشكوٰة شريف ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم، ابن ماجه شريف ص ۱۹۴ ج ۲ ابواب الوصايا، باب الحيف فى الوصية، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] عن عامر بن سعيد عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال ..... إلى قوله قال (صلى الله عليه وسلم) الثلث، والثلث كثير إن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس، ابن ماجه شريف ص ۱۹۴ ج ۲ باب الوصية بالثلث، ابواب الوصايا، مطبوعه اشرفى ديوبند، مشكوٰة شريف ص ۲۶۵ باب الوصايا، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم.

موقوفہ سے فائدہ اٹھانا باوجود اس کے کہ وہ غنی ہو جائز ہے یا نہیں اور یہ جائز ہے یا نہیں اور یہ وقف ہے یا نہیں اور وہ صحیح ہے یا نہیں؟

۲- اگر واقف بوقت تحریر وقف نامۂ مذکورہ غنی نہ ہو اور کچھ مدت گذرنے کے بعد مالدار ہو جائے تو جائیداد موقوفہ مذکورہ سے واقف اس وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

۳- اگر واقف وقف علیٰ الاولاد میں یہ شرط لگائے کہ میں تاحیات خود جائیداد موقوفہ سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میری زندگی کے بعد میری زوجہ اور اس کی زندگی کے بعد میری دختر ہذا اور اس کی زندگی کے بعد اولاد ذکور واناث بحصۂ مساوی فائدہ اٹھائیں گے تو کیا اگر یہ لوگ جس وقت ان کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوگا مالدار ہوں تو ان کے لئے جائیداد موقوفہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں اور یہ وقف ان پر صحیح ہوگا یا نہیں؟

۴- واقف کا اپنی زندگی کے بعد اول زوجہ پر وقف ہونے کی شرط کرنا اور بعدش اپنی ایک دختر پر وقف ہونے کی اولاد موجود ہونے کے اور نیز دوسری جائیداد بلا وقف موجود ہونے کے اور عورتوں کو وراثت نہ ملنے کا قانون موجود ہونے کی حالت میں صحیح اور درست ہے یا نہیں اور اس تحریری (وقف) نامہ کو وقف علی الاولاد کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جائز ہے: **فی الذخیرة اذا وقف ارضاً او شیئًا اٰخروشرط الکل لنفسه أوشرط البعض لنفسه مادام حیا وبعده للفقراء وقال ابویوسف الوقف صحیح ومشائخ بلخ أخذوا بقول ابی یوسف وعلیه الفتویٰ اھ۔ (عالمگیری[1] ص: ۹۸۹)**

۲- شرط مذکورہ کیوجہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کذا فی الہندیہ[2] ص: ۹۷۵

---

[1] فتاوی عالمگیری: ص: ۳۹۷، ج:۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، مجمع الأنهر ص۵۷۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳۲۵،۲۴ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

۳-اگران سب کے فائدہ اٹھانے کے لئے محتاج ہونے کی شرط نہیں کی تو سب کو نفع حاصل کرنا درست ہے اگر محتاج ہونے کی شرط کی ہے تو مالدار کو نفع حاصل کرنا درست نہیں محتاج کو درست ہے[1]۔

۴-واقف کو اختیار ہے کہ اپنی جائیداد تمام اولاد پر وقف کرے یا بعض پر یا اور اقرباء پر، جس پر وقف کیا ہے، اس کو اس سے حصہ ملے گا اور جس پر وقف نہیں کیا اسے اس جائیداد موقوفہ سے حصہ نہیں ملے گا، اور اولاد اور اقرباء کو جن پر جائیداد کو وقف کیا ہے سب کو ختم ہو جانے پر جائیداد موقوفہ کی آمدنی فقراء پر صرف کی جائے گی: **وان سمی جهة تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون اٰخره للفقراء وان لم يسمهم فكان تسمية هٰذا الشرط ثابتا دلالةً** (كذا في البدائع[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ۱۰/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۱۲/۱/ ۵۵ھ

باغ وقف کر کے اس کی زمین سے خود نفع اٹھانا

سوال:- ایک شخص نے اپنا قلمی باغ مسجد یا اسلامیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیا ہے، اور اسکا متولی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ولو قال وقفت على نفسي ثم من بعدي على فلان ثم على الفقراء جاز عند ابي يوسف. الهندية مصري ص: ۳۷۱، ج:۲، الفصل الثاني في الوقف على نفسه واولاده، مجمع الأنهر ص۵۷۴ج۲ وسكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۷۵ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحه هذا) [1] ويعطى الغني والفقير من الاولاد الاَّ أن يعين المحتاجين من ولده فيلزم. (فتح القدير ص: ۲۴۴، ج:۶، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، فصل في الموقوف عليه)

[2] بدائع الضائع كراچي ص: ۲۲۰، ج:۶ كتاب الوقف، بدائع زكريا، ص: ۳۲۸، ج:۵، كتاب الوقف، شرائط جواز الوقف، شامي كراچي ص۴۵۹ج۴ كتاب الوقف، مطلب لا يجوز الرجوع عن الشروط، عالمگيري كوئٹه ص۳۵۷ج۲ كتاب الوقف، الباب الأول.

خود ہے اس میں اس کو اپنا مردہ دفن کرنا یا اس کی ڈالی کھانا یا اسکی لکڑی کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، یا نہیں؟ یا اس باغ کو دوسرے باغ میں شامل کر کے فروخت کر کے خود قیمت علیحدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس زمین اور باغ کو اپنی ملک سے خارج کر دیا، اور مسجد یا مدرسہ کے لئے شرعی قاعدے کے موافق وقف کر دیا تو اب اس زمین میں اپنے مردے کو دفن کرنا یا باغ کی لکڑی اپنے کام میں استعمال کرنا درست نہیں، اگر چہ وہ خود ہی متولی ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف مرض الموت میں نہیں ہے تو وقف ہے

سوال:۔ ہدایت نامی شخص کا لڑکا بہت نافرمان تھا اپنے نانا کے گھر والدین سے الگ رہتا تھا اس نے اپنا آدھا گھر مسجد کو وقف کر دیا، اور آدھا سات سو روپے میں مسجد کو بیچ دیا اور کہا جب تک زندہ ہوں یہ روپے خرچ کرونگا، اور جب روپیہ ختم ہو جائے، تو بستی والے ہمارے خرچ کے ذمہ دار ہیں تجہیز و تکفین سے جو رقم بچ جائے وہ مسجد میں لگا دی جائے پھر وہ مکان بیچنے اور مسجد میں وقف کرنے کے ۱۵ ریوم کے بعد مر گیا، تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد پانچ سو روپیہ بچا اب اس کا لڑکا کہتا ہے کہ میں اسکا وارث ہوں جبکہ مرحوم نے آدھا مکان مسجد کو وقف کر دیا، اور آدھا مکان مسجد کو بیچ دیا، لہٰذا جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ وقف مرض الموت میں نہیں کیا اس سے پہلے کیا اور اس پر مسجد کا قبضہ کرا دیا ہے

[1] اذا تم (الوقف) ولزم لا يملک ولا يملک ولا يعار ولا يرهن (در مختار مع الشامی کرچی ۴/۳۵۲) کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله موقوفة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

تو وقف صحیح ہوگیا[1] اور نصف بصورت بیع[2] اور نصف بصورت وقف ہوکر کل مکان مسجد کا ہوگیا، کسی وارث کا اس میں کوئی حق نہیں رہا،[3] تجہیز وتکفین کے بعد جو روپیہ بچا اگر وہ مرحوم کے ترکہ کا ایک تہائی یا اس سے کم ہے تب تو وہ بصورت وصیت مسجد کو دیدیا جائے، اگر وہ ایک تہائی ترکہ سے زیادہ ہے تو ایک تہائی ترکہ کے اندر اندر مسجد میں دیدیا جائے بقیہ ورثہ کا ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۵ھ

وقف بعد الموت

سوال: - اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ مرنے کے بعد کسی جائیداد غیر منقولہ کو وقف سمجھا جائے یہ وقف صحیح ہوگیا؟

---

[1] انما یزول ملک الواقف عن الوقف عند ابی حنیفةؒ بالقضاء وطریقه ان یسلم الواقف ماوقفه الی المتولی، عالمگیری ،کوئٹه ، ص۳۵۰/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الاول، الدر مع الشامی کراچی ص۴/۳۴۳ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، فتح القدیر ص۲۰۳ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

[2] واما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع (عالمگیری ،کوئٹه ، ص۳/ج۳/ اول کتاب البیوع، النهر الفائق ص۳۳۶ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[3] متی صح الوقف (الیٰ قوله)حتی لایملک بیعه ولایورث (الهندیه ،کوئٹه، ص۳۵۲/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] ولو علق الوقف بموته بأن قال اذامت فقد وقفت داری علی کذاثم مات صح ولزم اذاخرج من الثلث وان لم یخرج من الثلث یجوز بقدر الثلث ویبقیٰ الباقی الی ان یظهر له مال اٰخر اوتجیز الورثة فان لم یظهر له مال اٰخر ولم تجز الورثة تقسم الغلة بینها اثلاثاً ثلثها للوقف والثلثان للورثة (الهندیه کوئٹه،ص۳۵۱/ج۲/کتاب الوقف، الباب الاول، تبیین الحقائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ کتاب الوقف. دارالفکر بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وقف بھی صحیح ہے مگر بحکم وصیت ہے، یعنی ایک ثلث ترکہ میں نافذ ہوگا: **او یعلقهٗ بموته بان یقول اذا مت وقفت داری علیٰ کذا ثم مات صح ولزم ان خرج من الثلث** اھ (مجمع الانہر[1] ص: ۷۴۰، ج: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۵ھ

جائیداد غیر منقولہ کی آمدنی کو وقف کرنا

سوال: - کیا وقف اس طور سے کیا جانا جائز ہے کہ جائیداد غیر منقولہ کو وقف نہ کر کے صرف اس کی آمدنی کو وقف کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کا حاصل یہ ہے کہ اصل شئ محبوس اور برقرار رکھتے ہوئے کہ اس میں بیع وغیرہ کا تصرف نہ ہوسکے اس کی آمدنی ومنفعت کو فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے: **هو حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة.** (متن درمختار[2] ص: ۳۵۷، ج: ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۵ھ

---

[1] مجمع الانهر ص: ۵۶۹، ۵۷۱ ج: ۲، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۰۳ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۱ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

[2] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۳۷، ج: ۴، اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۰۳ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۸۷ ج ۵ کتاب الوقف.

گھریلو سامان کا وقف صحیح ہے؟

سوال: -زید عمرو بکر خالد چار بھائی تھے ان کی تجارت میں بٹوارہ جس میں ان لوگوں کو مال منقولہ وغیر منقولہ ہاتھ آیا، زید عمرو کا کام کچھ دنوں ایک میں ہوتا رہا آخر کار زید نے اپنی تمام چیزوں کو وقف کر دیا حتی کہ اثاث البیت کا بھی وقف کر دیا مگر تفصیل کے ساتھ لیکن ایک چیز کا نام نہیں لیا کچھ دنوں کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زندگی کے آخری ایام بھائیوں میں گذارے مگر وقف کی کنجی اس کے متولّی کے پاس رہی کیا اس صورت میں اثاث البیت کا وقف صحیح شمار کیا جائے گا یا وارثت بن کر ورثہ میں پھر تقسیم ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اثاث البیت کا (جس کے وقف کرنے کا تعامل ہے) بھی وقف ہو جاتا ہے وہ ترکہ ہو کر ورثاء پر تقسیم نہیں ہوگا: **ولووقف العقار ببقره واكرته صح كمشاع قضى بجوازه ومنقول قصدا فيه تعامل للناس كفأس وقدوم ودراهم ودنانير وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتاب اهـ (در مختار على هامش الشامى نعمانية[1] ص ۳۷۳، ۳۷۴، ج ۳)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۱ھ

لفظ ہبہ سے وقف

سوال: -بلفظ ہبہ وقف صحیح ہوتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۶۱، ۶۲، ۶۳، ج:۴ کتاب الوقف. مطلب فی وقف المنقول تبعًا للعقار، البحر کوئٹہ ص ۲۰۰ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

البحر الرائق[1] (ص:۱۹۰، ج:۵) میں وہ الفاظ جمع کئے ہیں جن سے وقف صحیح ہو جاتا ہے، وہ ستائیس الفاظ ہیں ان میں لفظ ہبہ نہیں، ہبہ میں اپنی ملک کو ختم کرنا اور موہوب لہٗ کی ملک میں شئ موہوب کو داخل کرنا ہوتا ہے[2]۔ وقف میں یہ بات نہیں ہوتی[3]۔ پس لفظ ہبہ سے وقف صحیح نہیں ہوگا، لیکن اگر اس لفظ سے وقف کرنا رائج ہو جائے تو پھر عرف ورواج کی وجہ سے ایسا وقف بھی صحیح ومعتبر ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الأول أرضی هذه صدقة موقوفة مؤبدة علی المساکین، الثانی صدقة موقوفة الثالث حبس صدقة، الرابع صدقة محرمة، الخامس موقوفة فقط، السادس موقوفة علی الفقراء، السابع محبوسة، الثامن حبس، التاسع لو قال هی للسبیل ان تعارفوه وقفا مؤبداً للفقراء کان کذٰلک والاسئل، العاشر جعلتها للفقراء ان تعارفوه وقفا عمل به والاسئل، الحادی عشر محرمة، الثانی عشر وقف، الثالث عشر حبس موقوفة، الرابع عشر جعلت نزل کرمی وقفا، الخامس عشرجعلت غلته وقفاً السادس عشر صدقة فقط، السابع عشر هذه موقوفة علی وجه الخیر أو علی وجه البر، الثامن عشر صدقة موقوفة فی الحج عنی والعمرة عنی، التاسع عشر صدقة لاتباع، العشرون اشتروا من غلة داری هذه کل شهر بعشرة دراهم خبزاً وفرقوه علی المساکین، الحادی والعشرون هذه بعد وفاتی صدقة یتصدق بعینها أوتباع ویتصدق بثمنها، الثانی والعشرون أوصی أن أن یوقف ثلث ماله، الثالث والعشرون هذا الدکان موقوفة بعد موتی ومسبل، الرابع والعشرون داری هذه مسبلة الی المسجد بعد موتی، الخامس والعشرون سبلت هذه الدار فی وجه امام مسجد کذا، السادس والعشرون جعلت حجرتی لدهن سراج المسجد، السابع والعشرون ذکر فاضیخان: رجل قال ثلث مالی وقف الخ. (بحر مکتبه زکریا دیوبند ص۱۷، ۱۸، ۵/۳۱۹، اول کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۳ج۳، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۷ تا ۳۶۰ج۲ فصل فی الألفاظ التی یتم بها الوقف وما لا یتم بها.

[2] هی (الهبة) تملیک العین مجانا أی بلا عوض (الی قوله) وحکمها ثبوت الملک للموهوب له. (در مختار علی رد المحتار، کوئٹه ۴/۵۶۶، اول کتاب الهبة، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۴ج۳ کتاب الهبة، الباب الأول. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جبراً وقف کرانا

سوال:۔(۱) ایک مشترکہ زمین جو درمیان چند مسلمان اور غیر مسلم کی تھی، اور آبادی میں واقع تھی، یہ مشترکہ زمین تقریباً ۵۰/۶۰ رسال سے مسلم وغیر مسلم کے نام تھی۔

(۲) زید نے اس مشترکہ زمین میں سے بلا تقسیم کے غیر مسلم کا حصہ خرید لیا، اور زید اب اس کی تقسیم بذریعہ عدالت منصفی کرا رہا ہے، مسلمانوں نے اپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کر دیا ہے۔

(۳) اس مشترکہ زمین پر عمر نے ایک ٹال تقریباً ۳۰ رسال سے ڈال رکھی ہے، کیونکہ ابھی زید نے اپنے حصہ کی تقسیم نہیں کرائی ہے، اس وجہ سے یہ متعین نہیں ہوسکا کہ عمر نے یہ ٹال کس کے حصہ پر لگائی ہے۔

(۴) عمر تقریباً ۳۰ رسال سے اس کا کرایہ مسجد کو ادا کر رہا ہے، نیز عمر کا یہ کہنا ہے کہ میں یہ زمین اس وقت چھوڑونگا کہ جبکہ زید اپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کر دے۔

(۵) عمر نے ایک پنچایت کر کے، جس میں اس کے اپنے لوگ اور شہر کے سرکردہ لوگ شامل تھے، یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ ساری زمین مسجد کے نام وقف ہے، اور زید کا اس میں کوئی حصہ نہیں، اب شہر کے آدمی بھی اس کے اس پروپیگنڈہ کو صحیح مان کر یہی فیصلہ کر رہے ہیں، کہ واقعی یہ ساری زمین مسجد کے نام وقف ہے اس کا نہ تو کوئی ثبوت موجود ہے اور نہ کوئی کاغذ، جبکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ زید نے اس مشترکہ زمین میں سے ایک حصہ خریدا ہے اور وہ اسکا مالک ہے۔

(۶) زید کا یہ کہنا ہے کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے اور میرے پاس بیعنامہ کا کاغذ موجود ہیں، اتنا ہی کرسکتا ہوں کہ میں اپنے حصہ میں سے ایک حصہ مدرسہ کے نام وقف کر دوں، اور ایک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ أما تعريفه فهو في الشرع عند أبي حنيفة حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة (الى قوله) وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد. (هنديه، مكتبه رحيميه ديوبند، ۲/۳۱۴، اول كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۰ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز، مجمع الأنهر ص۲/۵۶۷، كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

حصہ میں اپنا ذاتی کاروبار کروں، اور مسجد کیلئے میں اتنا کرسکتا ہوں کہ میں مسجد کو مبلغ چار ہزار روپے دیدوں، یہ سب میں اپنی خوشی سے کروں گا، مگر زید پر اہل محلّہ کا پورا اصرار ہے کہ وہ اپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کردے، مگر زید ایسا کرنا نہیں چاہتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر زید جبراً بغیر اپنی مرضی وخوشی کے اپنا حصہ مسجد کے نام وقف کردے تو آیا یہ شرعاً وقف معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور آیا زید کو اس وقف کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ نیز جبراً وقف کرانے والے کسی مواخذہ کے ذمہ دار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے نام وقف کردینے سے یقیناً زید ثواب کا مستحق ہوگا[1] مگر دوسرے لوگوں کو زبردستی کرنے کا حق نہیں[2] اگر اس کو شرعی اکراہ کے ساتھ مجبور کیا گیا اور اس نے مجبور ہوکر وقف کردیا تو یہ شرعی وقف نہیں ہوگا اور اکراہ کرنے والے گنہگار ہوں گے، اور زید کو حق ہوگا کہ وہ اپنا حصہ واپس لینا چاہے تو واپس لے لے، کیونکہ یہ حق العبد ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۹۱ھ

---

[1] ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لأنه مما یجری للإنسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار وکری الانهار وتحبیس الاموال التی یعم العامة نفعها، عمدة القاری ص۲۰۹ ج۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، قبیل باب الاستعانة بالنجار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه مشکوٰة شریف، ص۲۵۵ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص۷۶۹ ج۲ الثامن والثلاثون من شعب الایمان وهو باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، کنز العمال ص۹۲ ج۱ الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[3] اما النوع سالذی یحتمل الفسخ فالبیع والشراء والهبة والاجارة ونحوها فالاکراه یوجب فساد هذه التصرفات عند اصحابنا الثلاثة رضی الله عنهم، بدائع الصنائع کراچی ص۱۸۶/۷، کتاب الاکراه، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۷۵، کتاب الاکراه، مجمع الانهر ص۴/۴۰، کتاب الاکراه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

اخروٹ کے درخت اوران کی زمین کوزبردستی اوقاف بنانا

سوال:-آج سے پہلے ہمارے بزرگوں نے چند درخت اخروٹ نصب کئے ہیں اس سے پہلے یہ قبرستان نہیں تھا، وہ قبرستان گاؤں کے دوسری طرف واقع ہے، لیکن بہت دور بھی ہے، پھر گاؤں والوں نے نزدیک ہی ایک خشک جگہ کو اپنا قبرستان مقرر کیا، لیکن اس میں کچھ درخت اخروٹ موجود تھے، یہ درخت گاؤں کے کچھ اشخاص نے ظلم اور جبر سے حاصل کرنا چاہے، اوراس پر اوقاف بنانا بھی چاہتے ہیں اور یہ حاصل شدہ رقم وہ ٹٹی، پل، کنواں، اور کچھ حصہ مسجد پر بھی صرف کرنا چاہتے ہیں، یہ درخت ہائے اخروٹ صرف گیارہ اشخاص کے ہیں یہ ہم پر حلال ہیں یا نہیں، کیونکہ یہ ہمارے بزرگوں کے نصب کردہ ہیں اور آج تک ہم ہی انکی بھنڈال کرتے آئے ہیں۔

پٹواری ریکارڈ کے مطابق یہ ہمارے ہیں اوراس کا انتخاب بھی ہمارے پاس ہے رویینیو ریکارڈ کے مطابق یہ ہمارے ہیں محکمہ ہائی چل کر کے مطابق یہ ہمارے ہیں، غرض کاغذات ہمارے حق میں ہیں، ہمارا مذہب اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے یہ اوقاف ہم پر حلال میں یا نہیں؟ یا نصب کرنے والوں پر یا کسی پر نہیں، اگر کاغذات کی بھی ضرورت ہوتو وہ بعد میں طلب کرنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ درخت اپنی ممکوکہ زمین میں لگائے تھے، اور پھر اس زمین کو قبرستان کے لئے وقف نہیں کیا اپنی ہی ملک میں رکھا تو وہ ان کے ہی ہیں کسی کو ان پر قبضہ کرنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷/۲، کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، البحرالرائق کوئٹہ ص ۵/۴۱، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۶/۱۰۶، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر باخذ المال،

نابالغ کا وقف

سوال:-ایک بچہ جس کی عمر ۱۲/۱۳ سال تھی، اس نے اپنا مکان وقف کر دیا تھا، دراصل یہ کام دباؤ دے کر پھوپی نے کر دیا، وہ بچہ پھوپی کے زیر پرورش تھا، لہٰذا میرا یہ مکان وقف ہو گیا یا نہیں؟ اب خدا نے میرا نکاح کرا دیا ہے میرا دَر ہوتا تو گھر بساتا، اس صورت میں اس وقف کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ کا وقف کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے، اگر وقف کرتے وقت آپ نابالغ تھے تو وہ وقف صحیح نہیں ہوا اور آپ کی ملک ختم نہیں ہوئی اور پھوپی کو از خود یہ حق نہیں کہ وہ آپ کے مکان کو وقف کر دے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۱ھ

نابالغ کا وقف معتبر نہیں

سوال:- زید نے شادی کی، زید کے دو لڑکے ہوئے جو اب بالغ ہیں، زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا پھر زید نے دوسرا نکاح کیا جس سے ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں بالغ ہیں لڑکے کی عمر سات سال ہے جو نابالغ ہے، زید کا انتقال ہو گیا، زید نے ترکہ میں کچھ زمین چھوڑی، گاؤں کے مسلمان اس زمین پر مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، زید کی پہلی بیوی کے جو لڑکے ہیں وہ اسی

---

[1] وأماشرائطه فمنها العقل والبلوغ ومنها الملک وقت الوقف. (الهنديه كوئٹه ۲/۳۵۲، الباب الاول من كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص۵/۱۸۸، كتاب الوقف.

زمین کو مسجد کی تعمیر کیلئے دے رہے ہیں، کیا اس زمین پر مسجد تعمیر ہوسکتی ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ زمین اس مرحوم کا ترکہ بن کر ورثہ کا حق ہے، ورثہ بخوشی مسجد کے لئے دیدیں تو وہاں مسجد بنانا درست ہے، جو وارث نابالغ ہو اس کی اجازت معتبر نہیں، نہ اس کی طرف سے کسی بالغ وارث کی اجازت معتبر ہے اگر اس نابالغ کے ولی اس کے حق میں یہ مناسب سمجھیں کہ اس کا جس قدر حصہ اس زمین میں ہو وہ فروخت کر کے مسجد بنانے کے لئے حوالہ کردیں اور اس کی قیمت سے مناسب زمین نابالغ کے نام پر خرید لیں تو شرعاً درست ہے۔[1] ورنہ جس قدر اس کا حصہ ہو اس کو چھوڑ کر بقیہ پر ورثہ کی اجازت سے مسجد بنالیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۹ھ

وعدۂ وقف پر ووٹ دینا

سوال:۔ زید اپنی ممبری کے لئے چند مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں مسجد کی کچھ اصلاح مرمت وغیرہ کرادونگا، اور واسطے خرچ مسجد کے کوئی عمارت بنادوں گا، اور اس کی آمدنی کرایہ مسجد میں وقف کردوں گا، تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا تعمیر کرانا جائز ہے؟

---

[1] وتصرف الصبی والمعتوہ ان کان نافعا محضاً صح بلا اذن وان ضارّاً کا لطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان أذن به ولیهما. (الدر علی الرد کراچی، ۶/۱۷۳، کتاب المأذون، مبحث فی تصرف الصبی، بدائع ص۳۲۸ج۵ کتاب الوقف والصدقة، مکتبه زکریا، مجمع الأنهر ص۵۶۷ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید حقیقۃً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دیکر ممبر بنانا چاہئے[۱] اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانہ میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے[۲] ممبری کے ووٹ اور رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اور اس کو رائے کی اجرت قرار دے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ رشوت ہے[۳] اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں[۴] اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا[۵]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه اثم قلبه الاية. سورۂ بقرہ آیت: ۳۳۸،

۲ من بنٰى مسجداً للّٰه بنى اللّٰه له بيتا فى الجنة (مسلم شريف،مطبوعه رشيديه دهلى ، ص۲۰ج ۱ كتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها)

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ کے لئے مسجد بنائیگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔

۳ عن عبد اللّٰه بن عمرو رضى اللّٰه تعالٰى عنه قال لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشى والمرتشى، ابوداؤد شريف ص۵۰۴ج۲ كتاب القضاء، باب فى كراهية الرشوة، مطبوعه سعد ديوبند، الرشوة يجب ردها ولاتملك (شامى كراچى ،ص ۳۶۲/ج۵ /كتاب القضاء،مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۶ كتاب القضاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

۴ من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منهاومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها .سوره نساء آيت ،۸۵.

ترجمہ:. جو شخص اچھی شفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا، اور جو شخص بری شفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔ (بیان القرآن)

۵ وفى الأقضية قسم الهدية وجعل هذا من اقسامها فقال،حلال من الجانبين كالاهداء للترددوحرام منهما كالاهداء ليعينه على الظلم (شامى كراچى ،ص ۳۶۲/ج۵/كتاب القضاء، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۶ كتاب القضاء، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص۵۹۸ ج۳ كتاب القضاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

خانقاہ نام دینے سے وہ مکان وقف نہیں ہوجاتا

سوال:-اب سے تقریباً ۵۰؍سال قبل (عہد ریاست) میں سرکار سلطان جہان بیگم صاحبہ نے ایک دومنزلہ عمارت سکونتی غرض کے لئے پیر ضیاء الدین صاحب کو عاریۃً دیدی تھی جس کے وقف کرنے یا خانقاہ قرار دینے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، پیر صاحب کی سکونت کی بناء پر یہ مکان خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا اب سے تقریباً ۴۰؍سال پہلے پیر ضیاء الدین صاحب اپنے وطن مالوف اناؤ چلے گئے اور جانے کے ایک سال بعد وہیں وفات ہوگئی ان کی حیات میں یہاں سے غیاب میں اوران کی وفات کے بعد کوئی سجادہ نشیں مقرر نہ ہوا مکان خالی ہوگیا، منجانب صرف خاص اس مکان کے نچلے حصہ میں کرایہ دار رہتے ہیں جو صرف خاص کو کرایہ ادا کرتے رہے اور اب بھی ادا کررہے ہیں اس مکان کا بالائی حصہ عرصۂ دارز تک خالی پڑا رہنے کے بعد اس حصہ میں ایک پناہ گزیں پیر گوالیار کو مع ان کے اہل وعیال کے رہائش کی اجازت دیدی گئی پھر یہ پیر صاحب بھی حالات پرسکون ہونے پر گوالیار منتقل ہوگئے اب کبھی کبھی ان کے صاحبزادے مع اہل وعیال کے تشریف لے آتے ہیں۔

تالاب کا کنارہ ہے اور خوش منظر جگہ ہے یہاں رہتے ہیں اور جب دل چاہتا ہے چلے جاتے ہیں بہرصورت حال یہ ہے کہ موجودہ دورحکومت نے آشائش کے لئے بڑے بڑے پیمانہ پر ہسپتال کھول دیئے ہیں یہ مقام مدھیہ پردیش کی راجدھانی ہے، زنانہ ہسپتال اونچے پیمانہ پر یہاں موجود ہیں، جس میں زچہ خانہ کا انتظام ہے اور چونکہ یہاں گاندھی میڈیکل کالج بھی قائم ہے، اس لئے تعداد کثیر طلبہ کوٹریننگ دی جاتی ہے اور عورتوں کے ساتھ مرد ڈاکٹر بھی تنہا کبھی طلبہ کے زچہ عورتوں کو زچگی کراتے ہیں، مسلمانوں کو حد درجہ شاق ہے، کہ مسلم خواتین کی اس مجبوری میں سخت پردہ دری ہوتی ہے، بلکہ غیر مسلم شرفاء کے لئے بھی یہ بے شرمی انتہائی تکلیف دہ ہے،

مسلم خواتین اور شریف عورتوں کو اس بے حیائی اور نا قابل برداشت پردہ دری سے بچانے کے لئے بیت المال کمیٹی بھوپال ایک زچہ خانہ قائم کرنا چاہتی ہے جو اس آزار سے پاک ہو اور اس غرض کے لئے اس کی درخواست نواب ساجدہ سلطان بیگم صاحبہ نے وہ مکان دے دینا منظور فرمالیا ہے جو پیر صاحب کو رہائش کے لئے دیا تھا، اور پیر صاحب کو نوٹس دینا چاہتی ہیں کہ مکان خالی کردیں اب سوال یہ ہے کہ بحالت مندرجہ جس کو مالکہ نے اپنی ملکیت سے خارج نہیں کیا اور جس کے بنیادی حصہ زیریں میں ان کے کرایہ دار ہیں جو پیر ضیاء الدین صاحب مرحوم کے زیر استعمال رہنے کی وجہ سے خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا جس میں پیر صاحب کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد کوئی سجادہ نشیں مقرر نہ ہوا کیا مسلم زچہ خانہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور شرعاً اس میں کوئی مانع تو نہیں؟

(نوٹ) بھوپال کی اصطلاح میں صرف خاص سے مراد وہ جائدادیں اور تمام آمد صرف ہے جو یہاں کے اسلامی فرمارواؤں کی ذات سے متعلق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے کہ اس مکان کو نہ وقف کیا گیا نہ پیر صاحب کی ملکیت قرار دیا گیا بلکہ اصلی مالک کی ملکیت اس پر قائم ہے تو مالک کو اس میں تصرف کا پورا حق حاصل ہے[1] مسلم زچہ خانہ بنانا بھی درست ہے، پیر صاحب کو اس میں عاریۃً قیام کی وجہ سے اگر وہ خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا اور لوگ اس کو خانقاہ کہنے لگے تو مالک کا حق تصرف ختم نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۹۱ھ

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی دارالفکر ۱/۵۶، سورۂ فاتحه، شامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک الخ، شرح المجله ص۶۵۴ ج ۱ الفصل الاول فی بعض قواعد فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

مدرسہ کیلئے چندہ کر کے جو عمارت بنائی جائے کیا وہ وقف ہے؟

سوال:-ایک مدرسہ دینیہ ۳۸ رسال قبل یہاں قائم کیا گیا، درس وتدریس کا کام کرایہ کی عمارت میں شروع ہوا، چندہ خصوصی وعمومی سے مدرسہ کے مصارف پورے کئے جاتے ہیں، مدرسہ قائم ہونے کے چند سال بعد والئ ریاست ٹونک نے ایک ہزار سالانہ رقم مقرر فرمادی، چونکہ یہ آمدنی رقم مدرسہ کے مصارف کی کفیل نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے بذریعہ سفیر بیرون جات سے چندہ بھی ہوتا رہا، اور اب بھی ہو رہا ہے اور ریاست کے حکمراں کی مقرر کردہ امداد بچند وجوہ اس دورِ حکومت میں ملنا بند ہوگئی، منتظمین مدرسہ نے عرصہ ہوا ایک عمارت مع اس کے وسیع احاطہ کے خرید لی، جب سے اس مدرسہ کا کام اس عمارت میں ہو رہا ہے ساتھ ہی ساتھ احاطہ سے باہر چند دکانیں بھی تعمیر کردی گئیں، کرایہ کی آمدنی مدرسہ کی ضروریات میں صرف ہوتی ہے چندہ کی وصولی کا سلسلہ بھی جاری ہے، مسلم وقف بورڈ کا مطالبہ یہ ہیکہ مدرسہ کی عمارت اور دکانوں کا رجسٹریشن وقف بورڈ میں کرادیا جائے اور شرح معینہ کے تحت سالانہ چندہ بھی داخل کیا جاتا رہے، منتظمین مدرسہ کا عذر یہ ہے کہ مدرسہ کی عمارت اور دکانیں کسی کی وقف کردہ نہیں ہیں، بلکہ چندہ عمومی سے جو رقم پس اندازہ کی جاتی رہی اس سے یہ عمارت خریدی گئی اور دکانیں تعمیر کرائی گئی ہیں، اس لئے یہ جائداد وقف کی تعمیر میں نہیں آتی اور موقوفہ نہیں کہی جاسکتی، چندہ نگرانی کی بابت یہ عذر ہے کہ دکانوں کے کرایہ کی اس حد تک آمدنی نہیں ہے کہ مدرسہ کے مصارف کی کفیل ہوسکے، مزید مصارف چندہ سے پورے کئے جاتے ہیں پھر چندہ نگرانی بورڈ کہاں سے ادا کیا جائے اور کس وجہ سے دیا جائے وقف بورڈ اس کل جائداد کو موقوفہ قرار دیتا ہے۔

استدلال: یہ ظاہر ہے، کہ اگرچہ عمارت ودکانات کسی کی وقف کردہ نہیں، لیکن عام مسلمانوں کی چندہ کی بھی رقم سے یہ جائداد بنائی تو اس پر موقوفہ کا بھی اطلاق ہوتا ہے، بدلائلِ شرعیہ

مطلع فرمایا جائے کہ فریقین ہذا کے استدلالات میں سے کس کی دلیل قابلِ توجہ ہوسکتی ہے اور بقول منتظمین مدرسہ یہ جائداد موقوفہ نہیں کہی جاسکتی، یا بقول وقف بورڈ موقوفہ تسلیم کی جائے، جو حکم شرعی اس جائدادِ مدرسہ پر عائد ہوتا ہے، اگر اس سے جلد مطلع فرمایا جائے تو باعثِ تکریم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو عمارت چندہ کر کے بنائی گئی ہو یا خریدی گئی ہو وہ ابھی وقف نہیں ہوئی جب تک اس کو وقف نہ کردیا جائے اور مصالحِ مدرسہ کا تقاضا ہے کہ اسے اب سے وقف کردیا جائے قاضی خان[1] جلد چہارم ص: ۳۰ میں ہے: **المتولّی اذا اشتریٰ من غلّة المسجد حانوتًا اودارًا او مستغلاً اٰخر جَاز لانَّ هٰذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولّی أن یبیع مااشتریٰ وباع اختلفوا فیه قال بعضهم لا یجوز هذا البیع لانّ هٰذا صَار من اوقاف المسجد، وقال بعضهم یجوز هٰذا البیع وهو الصحیح لان المشتری لم یذکر شیئًا من شرائط الوقف فلا یکون مااشتریٰ من جملة اوقاف المسجد.** اگر وقف کرنا مصالحِ مدرسہ کے خلاف ہے تو وقف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

وقف کی نیت سے خریدنے سے وہ ملکیت وقف نہیں ہوجاتی

سوال: - دو آدمیوں نے مل کر ایک زمین وقف کی نیت سے عوام کے فائدہ کے لئے کنواں

---

[1] خانیه علی هامش الهندیه مصری ۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، المحیط البرهانی ص۱۳۸ ج۹ کتاب الوقف، فصل فی المساجد، ادارة القرآن المجلس العلمی، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

کھودنے کی غرض سے خریدی تھی، اور کنواں کھودنے کے بعد پانی نکلا مگر خراب ہونے کی وجہ سے پینے کے استعمال میں نہیں آسکا دوسری چیزوں کے استعمال میں آتا ہے، اور مدت طویل تک یہ کنواں پڑا رہا کسی نے استعمال میں نہیں لیا۔

ان دونوں میں ایک نے وطن میں آکر اس کنویں کو بھر دیا اور کرایہ پر دینے کے واسطے اپنا ذاتی مکان اس کنویں پر بنالیا اور اس جگہ پر دو روم نیچے کے حصہ میں اور دو روم اوپر کے حصہ میں بنائے اور اس مکان کو اپنے نام سے موسوم کیا کہ فلاں منزل، دوسرا آدمی جو سفر میں تھا، اس کو مذکورہ حقیقت سے خبر کی گئی کہ جو زمین آپ دونوں نے مل کر وقف کی نیت سے عوام کے فائدہ کے لئے خریدی تھی اور کنواں بنایا تھا، اس جگہ پر آپ کے ساتھی نے تعمیر کرائی ہے اور اپنا نام لکھوایا ہے، تو اس سفری نے گاؤں کی جماعت پر جواب دیا کہ ہم دونوں نے ملک کر اس زمین کو عوام کے فائدہ کے لئے وقف کے لئے خریدی تھی۔

میرے ساتھی نے مجھ سے میرے حصہ کی زمین طلب کی تھی مگر میں نے صاف انکار کر دیا تھا کہ میں نے جو نیت وقف کی ہے، اس پر میں اٹل ہوں یعنی میں اپنے ارادہ کو بدل نہیں سکتا جس نے مکان تعمیر کرایا ہے وہ فی الحال وطن میں ہے، اس کو یہ خط سنایا گیا تو کہتا ہے کہ مجھ کو اپنے حصہ کی زمین وقف نہیں کرنی اور کہتا ہے کہ میری اور اس کی بات ہوگئی ہے، حالانکہ خط سے اس سفری کی ناراضگی معلوم ہوتی ہے، تو کیا جب دو آدمی وقف کی نیت سے زمین خریدیں اور کنواں بھی بنوائیں مگر استعمال میں نہ آنے کی وجہ سے اپنا ذاتی مکان تعمیر کرانا اپنے دوسرے سفری کی اجازت کے بغیر کہ اس کا بھی حصہ زمین میں ہے، پہلے وقف کی نیت کرے اور بعد میں بدل دے تو اس طریقہ سے تعمیر کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے حق اور ناحق کیا ہے اور جھگڑے کے دفع کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔محض وقف کی نیت سے خریدنے سے تو زمین وقف نہیں ہوتی، ایک شریک یا دونوں

شریک نیت تبدیل کر کے ذاتی مکان بنوالیں تو شرعاً گنجائش ہے، لیکن اگر خرید کر وقف کردی اور کنواں بنوا کر زبانی کہہ دیا ہو یا تحریر لکھ دی ہو کہ زمین ہم نے وقف کردی تو پھر اس کو ذاتی ملک تجویز کرنا اور ذاتی مکان بنانا درست نہیں[1] اس مکان کو بھی وقف ہی قرار دیا جائے یا وہ زمین وقف رہے اور مکان ذاتی ملک رہے اور اس زمین کا کرایہ مناسب تجویز کر دیا جائے اور کرایہ مصارف وقف میں حرچ کیا جائے۔[2] جب اصل شریک خریدار زندہ ہے اگر چہ سفر میں دور ہے۔

اس کی رائے معتبر ہوگی، اگر اس کو موجودہ مکان بنانے والے کا یہ تصرف پسند نہیں ہے، اور وہ اس کو وقف کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شریک کو بھی باخبر کردے اور کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے وکیل بنادے کہ وہ اس تصرف کرنیوالے سے معاملہ اس طرح طے کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف کی نیت کی پھر رائے بدل گئی

سوال: - ایک زمین میں نے دوسورپے میں خریدی اور دل میں یہ طے کرلیا کہ آدھی زمین

---

[1] والملک یزول عن الموقوف بأربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق بؤابقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۴۳، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فاذا تم ولزم لا یملک قوله فاذا تم لزومه علی قول الامام باحد الامور الاربعة المارة عندهما بمجرد القول، درمختارمع الشامی کراچی ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

[2] وما بناه مستأجر أو غرسه فله مالم ینوه للوقف والمتولی بناؤه وغرسه للوقف مالم یشهد أنه لنفسه قبله. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۴۵۵، کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المستأجر فی الوقف بلا اذن)، البحر کوئٹه ص۲۰۴ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۶۰۴ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

شہریوں کی ایک مسجد میں وقف کردوں گا، جو مقام زمین سے کم وبیش بائیس میل کے فاصلہ پر ہے اور نصف زمین مقامی تین مساجد میں وقف کردوں گا برابر کے طور پر ابھی وقف نامہ میں نے تحریر نہیں کیا ہے، اب سوچتا ہوں کہ نصف زمین کو مقامی تین مساجد میں برابر حصہ زمین کا دینا کسی مصرف کا نظر نہیں آتا کہ اتنے حصہ زمین کو ہر مسجد والے کسی کام میں نہیں لاسکتے اور تینوں مسجدوں میں بالکل کم رقبہ کی زمین منفعت بخش نہیں ہوسکتی تو کیا دل میں طے کردہ بات تبدیل نہیں کی جاسکتی اور کیا کسی دوسرے نیک کام میں وقف نہیں کی جاسکتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض دل میں سوچا تھا کہ زمین فلاں فلاں جگہ اس نیت سے وقف کردوں گا، پھر غور کرنے سے مصلحت اس کے خلاف معلوم ہوئی تو پہلے سوچے ہوئے کو بدلنے کی بھی اجازت ہے جہاں زیادہ وقف کرنا مناسب ہو وہاں زیادہ وقف کرسکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۲ھ

تعلیمِ دین کے لئے وقف عمدہ ہے

سوال:- زید ایک زمین وقف کرنا چاہتا ہے، گاؤں میں ایک مدرسہ قائم ہے جس میں

---

[1] والملک یزول عن الموقوف باربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أو بقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی موبداً، در مختار مع الشامی کراچی ۳۴۳ تا ۴/۴۷، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. البحرالرائق کوئٹه ص۱۸۷، ۵/۱۸۸، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۰، ۳/۳۱۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

اسلامی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ ایک اسکول بھی ہے جو کہ سرکار سے رجسٹرڈ ہے، اور اس میں خاص تعلیم انگریزی وسرکاری ہوتی ہے، اور اسکول کے متعلق سرکار مطالبہ کر رہی ہے کہ کوئی شخص رقبہ دیدے اور اسے اسکول کے لئے رجسٹرڈ ابدی کر دیا جائے، اس لئے وقف زید تشویش میں ہے کہ مدرسہ کے مقابل اسکول میں وقف کرنا کیسا ہے؟ اور کس میں دینا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف نیک کام کے لئے کرنا بڑی عبادت اور موجبِ اجر وثواب ہے، لہٰذا دینی تعلیم کے لئے وقف کر دے تاکہ صدقہ جاریہ رہے اور بعد میں بھی ثواب ملتا رہے۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهٗ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عملهٗ الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع بهٖ اوولد صالح يدعوله (رواه مسلم[1] اهـ مشكوٰة شريف[2] ص:۳۳) قال الشارح تحت قوله صدقة جارية كالوقف.[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

وقف منقول علی الاولاد

سوال: -منقولہ اشیاء وقف علی الاولاد ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ مثلاً لوہے لکڑی کا سامان، انجن

---

[1] مسلم شريف ۴۱ ج ۲، كتاب الوصية، باب مايلحق الانسان من الثواب بعد وفاته.

[2] مشكو شريف ص: ۳۲.

[3] مرقاة (مطبوعه اصح المطابع ممبئی) ص: ۲۲۱/۱، الفصل الاول من كتاب العلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب انسان مر جاتا ہے اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے مگر تین اعمال (کا ثواب جاری رہتا ہے)
(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع اٹھایا جائے، (۳) ولد صالح جو اس کے لئے دعاء کرے۔

خیراد مشین واوزار آہنی وغیرہ متعلق کارخانہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وكما صح ايضا وقف كل منقول قصداً فيه تعامل للناس كفأس وقدوم بل ودراهم ودنانير قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترک به القياس بخلاف مالا تعامل كثياب ومتاع وهذا قول محمد رحمه الله وعليه الفتوىٰ[1] اختيار. وألحق فى البحر السفينة بالمتاع، وفى البزارية : جاز وقف الاكسية اهـ در مختار مختصرا. قوله كل منقول قصداً اماتبعًا للعقار فهو جائز بلا خلاف عندهما كمامر كما لاخلاف فى صحة وقف السلاح والكراع اى الخيل للآثار المشهورة والخلاف فيما سوى ذلک فعند ابى يوسف رحمه الله لايجوز وعند محمد رحمه الله يجوز مافيه تعامل من المنقولات واختاره اكثر فقهاء الامصار كما فى الهدايه: وهو الصحيح كمافى الاسعاف، وهو قول اكثر المشائخ كما فى الظهيرية لان القياس قديترک بالتعامل ونقل فى المجتبىٰ عن السير جواز وقف المنقول مطلقا عند محمد رحمه الله واذا جرى فيه التعامل عند ابى يوسف رحمه الله وتمامه فى البحر والمشهور الاول اهـ (شامی[2] ص: ۳۷۴- و۳۷۴، ج:۳)

---

[1] در مختار على الشامى كراچى ص۳۶۳-۳۶۵/۴، كتاب الوقف، مطلب فى وقف المنقول قصدا، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۸۰-۵۸۲، كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شامى كراچى، ص۳۶۳، ج۴، مطلب فى وقف المنقول قصداً، مجمع الأنهر ص۵۷۹-۵۸۰ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية مع الفتح ص۲۱۷ج۶، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

اصل یہ ہے کہ وقف غیر منقول شئ کا ہوتا ہے، لیکن بعض اشیاء بعض صورتوں میں مستثنیٰ ہیں کہ منقول ہونے کے باوجود بھی ان کا وقف درست ہوتا ہے، اور یہ مسئلہ اختلافی ہے جس شئ منقول کا قصداً یعنی بلا غیر منقول کے تابع قرار دیئے وقف کرنے کا تعامل ہوا امام محمد رحمہ اللہ اس وقف کو جائز فرماتے ہیں اور جس میں تعامل نہ ہو اس کو ناجائز فرماتے ہیں اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہر طرح ناجائز فرماتے ہیں۔ خواہ تعامل ہو خواہ نہ ہو اور غیر منقول کے تابع قرار دے کر منقول کا وقف دونوں جائز فرماتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر صورت میں منقول کا وقف ناجائز ہے۔ اور فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے: **وقف علی الاولاد اور وقف علی الفقراء** دونوں کا اس مسئلہ میں ایک ہی حکم ہے کوئی فرق نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۰/۲/۵۸ھ

اگر کارخانہ معہ مکان وسامان وقف کرنا ہے تو یہ وقف صحیح ہے، اور اگر تنہا اوزار ومشین ہی کو وقف کرنا ہے تو یہ صحیح نہیں، چونکہ عام طور پر یہاں ان چیزوں کے وقف کرنے کا رواج نہیں[1]

صحیح: عبداللطیف، سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ ہذا، ۲۱/صفر ۵۸ھ

وقف علی الاولاد میں تقسیم کی صورتیں

سوال:- حاجی کلیم مرحوم نے اپنی جائیداد کا ایک وقف نامہ علی الاولاد تحریر کیا ہے، اس میں واقف کی اولاد ہی کو حق پہونچتا ہے، یا واقف (مرحوم) کے اپنے چچازاد بھائیوں کو بھی حق پہونچتا ہے۔

---

[1] وما لا تعامل فيه لا يجوز عندنا وقفه، هداية على الفتح القدير ص ۲۱۸ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص ۳۶۴ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى التعامل والعرف، مجمع الأنهر ص ۵۸۰ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

وقف نامہ حاضر ہے، ملاحظہ فرما کر تحریر فرمائیں کہ یہ وقف علی الاولاد رہے گا یا وراثت میں رہیگا؟ اور کس کس کو کتنا حق پہونچتا ہے، تقسیم کر کے بتلا دیجئے بوقت انتقال واقف مرحوم نے حسب ذیل ورثاء چھوڑے۔

زوجہ	لڑکیاں	لڑکا	چچازاد بھائی	نواسہ
۱	۶	×	۲	۱

ان کی والدہ مسماۃ بانو کا انتقال واقف کی حیات میں ہو گیا تھا۔ فقط

(نوٹ) وقف نامہ بڑے چھ صفحات کے سوال کے ساتھ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقف نامہ منسلکہ کا نام اگر چہ وقف نامہ علی الاولاد رکھا گیا ہے مگر یہ نام اپنے حقیقی معنی میں نہیں اس لئے کہ واقف نے اپنی ذات کو تیسری بیوی کے ساتھ آئی ہوئی ربیبہ نور جہاں کو اور اپنی چوتھی بیوی کو اور مسجد گل شہید کو بھی منافع وقف کا مصرف قرار دیا ہے جو کہ واقف کی اولاد نہیں۔ حق غیر کی تصریح واقف نے کر دی ہے وہ بھی مستحق ہے اور اس کے استحقاق کے لئے جو شرط لگائی ہے وہ معتبر ہے[1] مثلاً دفعہ:۲ میں واقف نے مع اولاد واہل وعیال مکان موقوفہ میں حق سکونت رکھا ہے۔

اور دفعہ:۳ میں اپنے بعد اپنی بیوی کو متولی بنا کر اس کو بھی یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ سکونت اختیار کرے اس کی رو سے مسماۃ چھوٹی کا لڑکا عبدالغنی بھی سکونت کا حق دار ہوگا جو کہ واقف کی اولاد اور نسل نہیں ہے۔

اور دفعہ:۴ میں چھوٹی کو عقد ثانی کرنے کی صورت میں تولیت سے اور جائداد موقوفہ کے انتفاع سے محروم کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا تجزیہ سے واضح ہوا کہ اس وقف کو کلیتاً اولاد پر منحصر کرنا

---

[1] فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله أن يجعل ماله حيث شاء الخ، شامی کراچی ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب : شرائط الواقف معتبرة الخ.

تصریحات واقف کے خلاف ہیں[1]

دفعہ:۴/اپنے بعد ہونے والے متولی کو ہدایت کی ہیں کہ وہ اپنی رقم میرے وارثان شرعی میں بحصہ ءشرعی تقسیم کردے (بشمول نور جہاں) اس کے رو سے صورت مسئولہ میں چچازاد بھائی بھی منافع وقف سے بقدر حصہ وراثت مستحق ہوں گے، کیونکہ وہ بھی وارث شرعی ہیں۔ اگر واقف کا مقصود ان کو محروم کرنا ہوتا تو صراحتاً ان کو مستثنیٰ کردیا ہوتا کہ وارث شرعی کے ہونے کے باوجود ان کو نہ دیا جائے، جس طرح کے وارث اور اولاد نہ ہونے کے باوجود نور جہاں کو دینا مقصود ہے۔ اس کو صراحۃً ذکر کیا یا ایسا لفظ ذکر کرنا جس سے چچازاد بھائی خود خارج ہوجائے، مثلاً اس طرح کہتا کہ اتنی رقم میری اولاد کو دی جائے، بشمول نور جہاں اس طرح نہ کہتا کہ میرے وارثان شرعی میں بحصہ ء شرعی تقسیم کردیا کرے۔ خاص کر جب کہ یہ ہدایت اپنی بیوی کو کررہا ہے اور اس کے سامنے اولاد میں صرف لڑکیاں ہیں جن کو حصہ برابر ملتا ہے لڑکا کوئی موجود نہیں ان کے حصص میں فرق ہوتا ہے اور لفظ بحصہ ءشرعی صاف صادق آتا ہے۔

دفعہ:۵ میں بھی وارثان شرعی کو بحصہ شرعی تقسیم کرنے کی تاکید ہے اسمیں بھی چچا زاد بھائیوں کا استثنا نہیں ہے۔ شریعت نے جس کو وارث قرار دیا ہے بغیر کسی قوی صریح دلیل کے اس کو اس کے لفظ کے مصداق سے بحق بیت واقف خارج نہیں کہا جا سکتا ہے جیسے غیر وارث کو مثل وارث قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ قوی صریح دلیل موجود نہ ہو[2] اور وقف علی الاولاد کی تعبیر ایسی قوی

---

[1] القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء بخلاف النص لا ينفذ لقول العلماء شرط الواقف كنص الشارع، الاشباه والنظائر ص۵۵۴ الفن الأول، القاعدة الأولى، الإجتهاد لا ينقض بالإجتهاد، مطبوعه مكتبه إشاعت الإسلام دهلى، تنقيح الفتاوى الحامديه ص۱۲۶ ج۱، كتاب الوقف، مطبوعه مصر، در مختار على الشامى كراچى ص۴۳۳ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

[2] عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الإيمان، مشكوٰة شريف ص۲۶۶ ج۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

صریح دلیل نہیں۔

دفعہ:۶ رسلسہ بسلسلہ تولیت کے میراث کو بیان کر کے پھر تاکید کی ہے کہ میری نسل کے وارثان شرعی میں تقسیم کرنا لازمی ہوگا یہ دفعہ ضرور موہم ہے شاید اس سے چچازاد بھائیوں کو محروم کرنا مقصود ہے مگر اس میں دو احتمال ہیں۔ پہلا: وارثان شرعی میری نسل سے ہوں ان کو دیا جائے اس احتمال پر چچازاد بھائی مستحق قرار نہیں پاتے کیونکہ وہ اگر چہ شرعی وارث ہیں مگر واقف کی نسل سے نہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ میری نسل (بنات) کے جو شرعی وارث ہوں ان کو دیا جائے یعنی میری نسل (بنات) کے مرجانے پر آئندہ جو اس کے وارث ہونگے ان کو دیا جائے اس کی رو سے ہوسکتا ہے کہ چچازاد بھائی بھی مستحق ہوسکیں جب کہ ان بنات کے نرینہ اولاد نہ ہو اور یہ احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ واقف نے اسطرح نہیں کہا کہ میری نسل سے جو وارثان شرعی ہوں ان کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہوگا تو پہلا احتمال متعین ہوکر چچازاد بھائیوں کو خارج کیا جاسکتا تھا لیکن واقف نے تو اس طرح کہا ہے کہ میری نسل کے وارثان شرعی کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہوگا تو یہاں براہ راست اپنے ورثائے نسلی یا غیر نسلی کو بتانا مقصود ہی نہیں بلکہ اپنے ورثاء کے ورثاء کو بتانا مقصود ہے قطع نظر اس سے کہ واقف کے ورثاء براہ راست اس وقت رہیں یا نہ رہیں ان کا حصہ تو کچھ حصہ شرعی لکھدیا ہے وہ پہلے سے متعین ہے اس وجہ سے نور جہاں کی اولاد کو کچھ نہ دینے کی اس دفعہ میں تصریح کردی ہے تین چچازاد بھائیوں کے ورثاء بھی مستحق نہ ہوں گے اس حیثیت سے پہلے فتوی میں ان کو بھی بعد میں مستحق قرار دیا گیا تھا وہ صحیح نہیں وہ لغزش قلم تھی اس موہم اور محتمل المعنیین عبارت کی بناء پر دفعہ: ۱۳ر اور دفعہ: ۵ر کی عبارت کو مخصوص ومقید نہیں کیا جائے گا نسلی ورثہ کے ساتھ جب کہ اس سے نصوص قرآن وحدیث کا مصداق بھی بدلتا ہو دفعہ: ۲۸ر میں وقف علی الاولاد ہونے کی تصریح ہے جس کو مقصود اپنے اولاد کی نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ پرورش پرداخت بتلایا گیا ہے اسکے متعلق بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ انحصار اپنے اصل معنی میں نہیں جیسا کہ واقف کی خود

تصریح موجود ہے علاوہ ازیں انتقال واقف کو عرصۂ دراز گزر چکا ہے اور اس کے قائم مقام متولی ہے اب تک برابر چچازاد بھائیوں کو حصہ دیا ہے جس امر میں کوئی بات واضح نہ ہو اس کے متعلق فقہاء نے معمول سابق کو معتبر مانا ہے[1] وقف نامہ کی عبارت مذکورہ کا مطلب متولی نے بھی یہی سمجھا اور مستحقین وقف نے بھی یہی سمجھا کہ چچازاد بھائی مستحق ہیں اسی بناء پر انکو دیا جاتا رہا جیسا کہ سائل نے زبانی بیان کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

وقف علی النفس وعلی الاولاد حسبِ حصص

سوال: -(الف) ایک شخص نے اپنی جائداد اپنی حیات تک اپنی ذات پر اس کے بعد اولاد در اولاد نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ حسبِ ارثِ شرعی وقف کی۔ واقف کی زندگی میں اس کی بیٹی یا بیٹا فوت ہوگیا، لیکن اس کی اولاد باقی ہے، تو کیا بعد وفات واقف متوفی کی اولاد کو حصہ دیا جائے گا؟

(ب) اگر یہ شرط لگائی گئی کہ حصہ صرف وہ ہی پاتے رہیں گے جو میری نسل سے ہوں گے، یعنی لڑکیوں کے شوہر یا لڑکوں کی بیویاں جو (غیر نسلی) ہیں وہ محروم رہیں گی یا جب تک اس کی نسل میں کوئی باقی ہے، حصہ پاتا رہے گا، بعد میں مساکین کا حق ہے لیکن بوجہ عصبہ ہونے کے غیر نسل میں جائیداد نہ جائے تو ایسی شرط سے گنہگار اور **من حرم الوارث عن میراثه حرم اللّٰه میراثه من الجنَّةِ او کماقال** کے مصداق تو نہیں بنے گا؟

---

[1] القدیم یترک علی قدمه ما لم یقم دلیل علی خلافه، قواعد الفقه ص۹۸، رقم القاعدة (۲۱۱) من: رسالة القواعد الفقهیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(ج) واقف کی لڑکی اس کی زندگی میں مرگئی اور متوفی نے ایک لڑکی اور شوہر اور علاتی بھائی بہن چھوڑے۔ یہ ورثہ واقف کے بعد تک زندہ رہے، اب وہ جائداد واقف کی ذات سے اولاد میں آئی تو کیا تقسیم اس طرح ہوگی کہ ۱/۴ علاتی بھائی بہن ۱/۴ لڑکی اور ۱/۴ شوہر پالے گا۔ اور بالفرض قبل وفات واقف اور بعد وفات بنتِ واقف لڑکی کا یہ شوہر بھی مرگیا واقف کے مرنے پر حصے جب اولاد میں آئے تو ۱/۴ جو لڑکی کے مرنے کے بعد شوہر کا حق ہوا تھا کیا شوہر کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، مقصد یہ ہے کہ وارثت میں تو جو لڑکا یا لڑکی مورث کی موجودگی میں فوت ہوجائے اس کی اولاد محروم ہوجاتی ہے وقف میں کیا صورت نکلے گی یہاں حقیقت اولاد کی واقف کے بعد ثابت ہوگی یا اس کی زندگی میں وقف میں قید یہ ہے کہ ''بعد میری وفات اولاد میں جاری ہو۔'' بیّنوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) اگر متوفیٰ کی اولاد کو واقف کی وراثت پہنچتی ہے، تو حسبِ حصص شرعیہ وقف سے حصہ ملے گا، اگر وہ دیگر ورثہ کی وجہ سے محروم الارث ہے تو وقف سے حصہ نہیں ملے گا، کیونکہ واقف نے مطلقاً وقف علی الاولاد نہیں کیا بلکہ اپنی وفات کے بعد وقف علی الاولاد کیا ہے اور اس کو بھی حسبِ ارثِ شرعی کی قید سے مقید کیا ہے، نیز ''نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطن'' کی قید لگائی ہے، لہٰذا جب تک بطنِ اوّل موجود ہو بطنِ ثانی کی طرف یہ وقف منتقل نہیں ہوگا۔ (کذا فی الهندیة[1] ص ۳۷۳، ج ۲)

(ب) ایسی شرط جائز اور معتبر ہے اور جو واقف کی نسل سے نہیں ان کو حصہ نہیں ملے گا، صَرَّحَ به (الشامی فی رد المحتار[2] ص: ۳۸۹، ج:۳) وقف کیونکہ حقیقۃً اِرث نہیں بلکہ

---

[1] ولایصرف الیٰ ولد الولد شئ وان لم یکن له وقت الوقف ولد لصلبه وله ولد الابن کانت الغلة لولد الابن لایشارکه فی ذٰلک من دونه من البطون اھ هندیه ص ۲/۳۲۱، کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف، علی نفسه واولاده ونسله، مطبوعه مجیدی کانپور، شامی مع الدر المختار کراچی ص۴۶۸ج۴ کتاب الوقف، فصل فیما یتعلق بوقف الأولاد من الدرر وغیرها،

[2] (ولوزاد البطن الثالث عم نسله) أی صرف الی أولادہٖ ماتناسلوا لالفقراء شامی کراچی ص: ۴۶۸، ج:۴، فصل فیما یتعلق فی وقف الاولاد.

شبیہ بالارث ہے، من حیث انتقال نصیب الاصل الی الفرع، (شامی[۱])

(ج) بنتِ واقف متوفاۃ کے جو علاتی بھائی بہن ہیں وہ تو واقف ہی کی اولاد ہیں جو کہ بعد وفات واقف زندہ ہیں، اور بطنِ اوّل ہیں، لہٰذا جائداد ان کی طرف منتقل ہوگی اور متوفاۃ کا شوہر نسلِ واقف سے نہیں اس کو حصہ نہیں ملے گا، اور متوفاۃ کی لڑکی بطنِ ثانی سے ہے، بطنِ اول کی موجودگی میں وہ مستحق نہیں[۲] حسبِ تصریحِ واقف نسلاً بعد نسل بطناً بعد بطنٍ۔ مزید تفصیل پورا وقف نامہ دیکھنے سے معلوم ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/۴/۳۴ھ

عہدۂ قضاء میں وراثت اور مخصوص خاندان کے لئے وقف

سوال: -سرکار دو عالم ﷺ کے جانشین فرمائے، خداوند کریم آپ کو نیک توفیق عطا فرمائے کیا عہدۂ قضا بھی کوئی چیز ہے، اگر ہے تو کیا اس کا اصلی وارث (یعنی جو متقی پرہیز گار ہے) اپنے حق کا وارث اور مالک ہوسکتا ہے جب کہ اس پر کوئی شرائط وقف وغیرہ کے لازم نہ آتے ہوں اور موجود نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلامی حکومت میں رعایا کے مقدمات فیصل کرنے اور لاوارثوں کے حقوق کی نگرانی وغیرہ کے لئے قاضی کا مقرر کرنا مشروع ہے[۳] اس کی شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں[۴] بعض جگہ غیر مسلم

---

[۱] لأنه ليس ارثا حقيقة نعم هو شبيه بالإرث من حيث إنتقال نصيب الأصل الى فرعه. شامی کراچی ملخصاً. ص: ۴۷۱، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب قال للذكر كأنثيين الخ.

[۲] والحاصل أنه إذا رتب بين البطون لا يعطى البطن الثانى ما لم ينقرض الأول، شامی کراچی ص ۳۷۱ ج۴، كتاب الوقف، مطلب مهم فيما لو شرط عود نصيب من مات،

[۳] أما الاول فنصب القاضى فرض لان نصب الامام الاعظم فرض بلا خلاف بين اهل الحق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بادشاہ ہوں نے بھی مسلمانوں کے لئے قاضی مقرر کئے ہیں، بعض جگہ رعایا نے اپنے معاملات خاصہ نکاح وغیرہ کے لئے خود بھی قاضی کو مقرر کیا ہے، پس اگر کسی جگہ قاضی کے لئے کچھ شرائط ہوں اور کسی نے اس کے لئے وقف کیا ہو تو وہ قاضی اس وقف کا مستحق ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد حسب شرائط واقف جو اہل ہو وہ قاضی اور مستحق وقف ہوگا، یعنی اگر واقف نے کسی مخصوص خاندان کے لئے کوئی وقف کیا ہے تو اس خاندان کے افراد مستحق ہوں گے، اور اگر کچھ شرائط مقرر کی ہیں مثلاً یہ کہ جو اس خاندان کا متقی اور فلاں فلاں صفت کے ساتھ موصوف ہو وہ مستحق ہے، تو ان شروط کی رعایت لازم ہے اور جو شخص ان صفات سے خالی ہوگا وہ مستحق نہ ہوگا، اسی طرح اگر خاندان کی تخصیص نہیں کی بلکہ کام کی تخصیص کی ہے تو محض خاندان ہونے کی وجہ سے استحقاق نہیں ہوگا، بلکہ کام کی وجہ سے استحقاق ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۶۹ء

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) لاجماع الصحابةؓ على ذٰلک ولمساس الحاجة اليه لتقليد الاحكام وانصاف المظلوم من الظالم وقطع المنازعات التى هى مادة الفساد ومعلوم أنه لا يمكنه القيام بما نصب له بنفسه فيحتاج الى نائب يقوم مقامه فى ذلک وهو القاضى. ملخصاً (بدائع كراچى ص: ۲، ج:۷، كتاب اٰداب القاضى)، الهندية ص۳۰۶ج۳ كتاب ادب القاضى، الباب الأول، مطبوعه كوئٹة، العنايه على الفتح ص۲۶۰ج۷ كتاب أدب القاضى، مطبوعه دار الفكر بيروت،

[4] الصلاحية للقضاء لها شرائط منها العقل ومنها البلوغ ومنها الاسلام ومنها الحرية ومنها البصر ومنها النطق ومنها السلامة عن حد القذف بدائع ص۳ج۷ كتاب ادب القاضى فصل وأما بيان من يصلح للقضاء، شامى كراچى ص۳۵۴ج۵ كتاب القضاء، عالمگيرى كوئٹه ص۳۰۷ج۳ كتاب ادب القاضى، الباب الأول.

(صفحہ ہٰذا) [1] ولو قال على اهل عبد اللّٰه فهو على امرأته خاصة عند أبى حنيفة رحمه اللّٰه ولكنا نستحسن فنجعل الوقف على جميع من يعوله ممن يجمعه بيته من الاحرار. (الهنديه ص: ۳۹۲، ج:۲، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، فصل فى الوقف على اهل البيت ولو قال ارضى صدقة موقوفة على من كان فقيرا من نسل فلان أو من اٰل فلان وليس فى نسله أو اٰله الا فقير واحد كان جميع الغلة له. (الهنديه ص: ۳۸۷، ج:۲، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، (بقيه اگلے صفحه پر)

وقف میں جو شرط واقف نے لگائی ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن عہدۂ قضا میں وارثت جاری نہیں ہوتی[1]، اس میں جو اہل ہو اور جس کو وقت کے اربابِ حل وعقد قاضی بنائیں وہ قاضی ہوسکتا ہے، آج کل ہندوستان میں حکومتِ اسلامی نہیں صرف وہ لوگ قاضی کہلاتے ہیں جو نکاح خوانی وغیرہ کراتے ہیں یا کسی قاضی کی اولاد میں ہیں محض نکاح خوانی یا کسی قاضی کی اولاد میں ہونے سے قاضی نہیں بن جاتا ایسے لوگوں کو اہلِ شہر جب چاہیں بدل سکتے ہیں، نہ وہ سرکاری قاضی ہیں اور نہ ان کے احکام قضاۃ کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

مخنث کا مکان مسجد میں خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ وقف کرنا

سوال:- زید کا پیشہ ناچ گانا ہے، بعد میں مخنث بھی ہوگیا، اسی آمدنی کا اس کا ایک مکان ہے، جو مسجد میں وقف کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت یہ مکان مسجد میں وقف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۲- کیا دوسرا شخص خرید کر مسجد میں وقف کرسکتا ہے؟

۳- مسجد کی آمدنی سے خرید کر وقف ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ پاک طیب ہے وہ طیب ہی کو قبول کرتا ہے، حرام مال اس کی بارگاہ میں قبول نہیں نہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فصل فی الوقف علی فقراء قرابة، النهر الفائق ص ۳۱۵ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص ۱۹۵ ج۵ کتاب الوقف، اذا جعل غلة ارضه وقفا علی الغزاة یصح ویصرف الی فقراء الغزاة. (فتح القدیر، ص: ۲۴۵، ج: ۶، کتاب الوقف، فصل فی الموقوف علیه، مطبوعه دار الفکر بیروت،)

(صفحہ ہذا) [1] لیس فی الملک والامامة ارث. (شامی کراچی، ص: ۵۵، ج:۳، کتاب النکاح، باب الولی، منحة الخالق علی البحر ص ۱۰۹ ج۳ باب الأولیاء، مطبوعه کوئٹه.

خریدنے کی صورت میں نہ وقف کی صورت میں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۵ھ

شراب کی آمدنی سے زمین خرید کر مدرسہ میں وقف کرنا

سوال:- شراب کی تجارت کی آمدنی سے خریدی ہوئی زمین کسی مدرسہ میں یا کسی مسجد میں وقف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مال حرام کو متعین کر کے اس کے بدلہ میں حلال مال خریدا ہے اور پھر وہی حرام مال متعینہ قیمت میں ادا کر دیا ہے، تب تو اس کی آمدنی ناجائز ہے اس کو غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے کسی اور کار خیر میں لگانا یا اپنے کام میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں اگر بغیر تعین مال حرام کوئی مال حلال خریدا اور پھر وہ مال حلال قیمت میں ادا کر دیا یا متعین تو کیا مال حرام کو مگر ادا کیا مال حلال یا متعین تو کیا مال حلال مگر ادا کیا حرام تو ان تینوں صورتوں میں کرخیؒ کے نزدیک آمدنی اس کی حلال ہوگی، اول صورت کے مطابق اگر زمین خریدی ہے تو اس پر مشتری کی ملک ہی ثابت نہیں ہوئی پھر وقف کیسے درست ہوگا اور اگر آخیر کی تین صورتوں کے مطابق خریدی ہے، تو کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملک ثابت ہوگئی اور اس کا وقف بھی درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ طیب لا یقبل الاطیباً. (مشکوٰۃ شریف، مطبوعہ اصح المطابع ص: ۲۴۱، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الاول، مسلم شریف ص ۳۲۶ ج ۱ کتاب الزکاۃ، قبیل باب الحث علی الصدقۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مسند احمد ص ۳۲۸ ج ۲ مسند ابی ھریرۃ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شامی زکریا ص ۴۳۱ ج ۲ باب ما یفسد الصلاۃ، قبیل مطلب فی افضل المساجد. **ترجمہ**:- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور وہ پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ **(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)**

رنڈی کا زمین کو مسجد کے لئے وقف کرنا

سوال:- نجمہ رنڈی کی زمین جو تقریباً سات سال سے ہے منتقل ہو کر اس کے پاس پہنچی، نجمہ کا ارادہ اس زمین کو مسجد میں وقف کرنے کا ہے، تو کیا اس زمین کا پیسہ مسجد کے اخراجات میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ حرام آمدنی کی اور فعلِ حرام کے عوض کی نہیں تو اس کا وقف کرنا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۲/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فهذا علی خمسة اوجه: اما ان دفع تلک الدارهم الی البائع اولا ثم اشتری منه بها أو اشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها، اواشتری قبل الدفع بها او دفع غیرها، اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراهم، أواشتریٰ بدراهم أخر ودفع تلک الدراهم الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتوی الآن علی قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس، شامی کراچی ص۲۳۵ ج۵، کتاب البیوع، مطلب اذا اکتسب حراما ثم اشتری فهو علی خمسة اوجه، هدایه ص۳۷۶ ج۳ کتاب الغصب، مطبوعه تهانوی دیوبند. ومنها (أی شرائط الوقف) الملک وقت الوقف: فتاویٰ عالمگیری ۲/۳۵۳، الباب الاول من کتاب الوقف،

(صفحہ ہٰذا) [1] غالب مال المهدی ان حلالا لا بأس بقبول هدیته وأکل ماله یتعین أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لا یقبلها ولا یاکل الا إذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه، بزازیة علی الهندیة ص۳۶۰ ج۶ کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الهدیة، الأشباه والنظائر ص۲۷ الفن الأول، القاعدة الثانیة، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۲ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثانی .

سنیما وغیرہ والے آدمیوں کا وقف اور اسکی آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا

سوال:- میرٹھ میں نادرعلی کی فیکٹری باجہ بنانے کی ہے، اوران لوگوں کے سنیما بھی ہے، نیز ان نادرعلی کی طرف سے ایک وقف ہے، جس کے ماتحت کافی جائیداد اور مکانات ہیں، اور یہ وقف مدارس اسلامیہ کی امداد اوران کے قائم کردہ مکاتب کے معلمین کی تنخواہ ادا کرتا ہے، وقف بہرکیف ان ہی لوگوں کا کیا ہوا ہے، اب جن معلمین کو تنخواہ ملتی ہے، وہ مساجد میں امام بھی ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو نادرعلی وقف سے تنخواہ لیتے ہوئے امامت کرنا اور لوگوں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، اگر درست ہو تو کیوں؟ جبکہ وقف کرتے وہی لوگ ہیں اور اگر درست نہیں تو کیوں، جبکہ وقف کا پورا حساب آمد وصرف علیحدہ ہے، اور سینٹرل سنی وقف بورڈ سے متعلق ہے، اور کارخانہ سے بظاہر براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باجہ بنانا اور فروخت کرنا اور سنیما کا کام کرنا منع ہے[1]، باجہ بنا کر اس کی بیع سے قیمت حاصل کرنا مکروہ ہے[2]، مسلمان جب اپنی آخرت درست کرنے کے لئے ثواب کی نیت سے کوئی کام کرتا ہے تو اس میں خراب روپیہ خرچ کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے، متعدد لوگوں کو دیکھا کہ وہ حج کے لئے اور مدرسہ ومسجد میں دینے کے لئے حلال روپیہ جمع کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ حرام روپیہ دینی

---

[1] اتخاذ المعازف والمزامير حرام باتفاق فقهاء الامصار،تفسير مظهرى، ۷/۲۴۷ (مطبوعه دهلى) سورة اللقمان تحت قوله تعالىٰ: ومن الناس من يشترى لهو الحديث الاية،

[2] فاقامة المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً الخ (در مختار على الشامى ۹/۵۶۱) مطبوعه زكريا ديوبند ، كتاب الحظر والاباحة ، فصل فى البيع، مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۴ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، دار الكتب العلمية بيروت.

کاموں کے لئے خرچ نہیں کیا جاتا، اس وجہ سے وہ رشوت وغیرہ کا روپیہ وہاں خرچ نہیں کرتے، اس لئے جب تک تحقیق سے ثابت نہ ہوجائے، کہ یہ وقف حرام روپیہ سے کیا گیا ہے، اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائیگا، نہ امام ومعلم کی تنخواہ کو حرام کہا جائے گا، نہ اس تنخوال کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز کو ناجائز کہا جائے گا[1]، حرام روپیہ سے کوئی چیز خریدنے کے لئے فقہاء نے تفصیل سے لکھا ہے، شامی کتاب[2] البیع اور کتاب الغصب[3] میں موجود ہے، اور حرام مال کو بہ نیت صدقہ کرنے کی ممانعت کتاب[4] الحج میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قادیانی کا وقف مسجد کے لئے

سوال:- ایک نقشہ میں ایک مسجد کی جائداد ظاہر کی گئی ہے اس میں آٹھ دوکانیں ہیں جو آٹھ نمبروں سے ظاہر کی گئی ہے، درمیان میں مسجد ہذا کا دروازہ ہے دوکانوں کے سامنے کچھ زمین ہے جو ایک قادیانی کی ہے اور قادیانی مذہب کا پکّا پیرو بھی ہے، وہ صاحب اسی زمین کو مسجد ہذا کو وقف کرتے ہیں، قادیانی صاحب کا یہ وقف ہماری مسجد یا جائیدادِ مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ صاحب یہ جائداد وقف یا کسی طرح مسجد کو زمین نہ دیں تو مسجد یا دوکانوں کا راستہ بند ہوسکتا ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ زمین مسجد میں کس صورت میں جائز ہے؟

---

[1] الاصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره. قواعد الفقه، ص ۱۲، اصول الکرخی، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

[2] شامی زکریا ۷/۴۹۰، باب المتفرقات. مطلب اکتسب حراما ثم اشتری فهو علی خمسة اوجه.

[3] شامی زکریا ۹/۲۷۶، کتاب الغصب.

[4] کتاب الحج میں نہیں ملی البتہ کتاب الزکاۃ میں موجود ہے شامی کراچی ۲/۲۹۲، کتاب الزکوة، مطلب فی التصدق من المال الحرام.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسلمان اپنا اصلی مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد قرار دیا جاتا ہے، مرتد کی کوئی عبادت قبول نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس فرقہ میں داخل ہوا ہے اس فرقہ کے نزدیک جن امور میں وقف صحیح ہوتا ہے، ان امور میں اسکا وقف صحیح ہے[1] اس طرح مسجد اسکا وقف بھی معتبر ہے، علاوہ ازیں جب اس نے اپنے مالکانہ حقوق ختم کر دیئے اور مسجد کے حوالہ زمین کر دی، اور اگر یہ شخص خود قادیانی نہیں ہوا بلکہ اس کا والد قادیانی ہوا تھا، اس سے یہ پیدا ہوا ہے، تو اسکا وقف بھی معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتنی زمین وقف سمجھی جائے جبکہ واقف کی طرف سے حد متعین نہ ہو جانوروں کی غلاظت کا حکم خشک ہو جانے پر

سوال:- ہمارے یہاں ایک عیدگاہ ہے جس میں لوگ قدیم زمانے سے نماز عید ادا کرتے چلے آرہے ہیں، بعد میں چل کر اختلاف ہوگیا اس زمین کے بارے میں کہ زمین ایک بیگہ تھی یا نصف بیگہ تھی، واقف کی وفات ہوگئی اس کی اولاد واقرباء کہتے ہیں کہ زمین نصف بیگہ تھی لیکن گاؤں کے عام آدمی زمین کا حد طول وعرض دکھاتے ہیں، جس میں تقریباً ایک بیگہ یا اس سے کچھ زائد ہو جاتا ہے، اب واقف کی اولاد نے زمین آدھا بیگہ چھوڑ کر بقیہ حصہ بیچ دیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کن کے قول کا اعتبار ہوگا جب کہ وارث آدھا بیگہ کے زائد کا اقرار کرتا ہے، اور

---

[1] وأما المرتد اذا وقف حال ردته ففي قول أبي حنيفة هو موقوف ان قتل على ردته أو مات بطل وقفه، وقول محمد اذا انتحل دينا جاز منه مانجيزه لا هل ذلك الدين. (فتح القدير مطبوعه بيروت ۶/۲۰۱، كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ۱۸۹ ج۵ كتاب الوقف.

عوام لوگ ایک بیگہ کے قائل ہیں کیا اس زمین میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی، یا نہیں؟ واقف کے ہم عمر آدمی بھی موجود ہیں، لیکن کثیر تعداد کے لوگ ایک بیگہ کا دعوی کرتے ہیں۔

۲- نیز اس عیدگاہ میں لوگ بھینس بیل وغیرہ چراتے ہیں جو کہ پیشاب پاخانہ بھی کرتے ہیں، لہٰذا اس کی پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وقف نامہ موجود نہیں اور اس زمین میں کچھ علامات بطور حد بندی کے نہیں لگائی گئی ہے اور نہ کوئی اس بات کا گواہ ہے کہ واقف نے یہاں سے وہاں تک ہم کو بتا کر وقف کی ہے، تو ایسی حالت میں واقف کے ورثاء جتنا حصہ عیدگاہ کے لئے وقف بتائیں اس کو ہی وقف تسلیم کیا جائے گا[۱] نماز عید میں اگر مجمع زیادہ ہے، اور ورثاء واقف کی تجویز کردہ زمین سے باہر بھی ان کی اجازت سے لوگ کھڑے ہوکر نماز ادا کرلیں تو نماز ادا ہوجائے گی[۲]

۳- جانور بیل وغیرہ اگر وہاں غلاظت کرتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ جگہ کے تحفظ کے لئے عیدگاہ کے اردگرد سب طرف دیوار قائم کردی جائے یا تار لگادیا جائے، یا خندق نما گڈھا کھود دیا جائے تاکہ جانور وہاں تک نہیں پہنچ سکیں اور جس جگہ کو جانور گندہ کرچکے ہیں وہاں کی زمین جب

---

[۱] الوقوف التی تقادم أمرها ومات وارثها ومات الشهود الذین یشهدون علیها فان کانت لها رسوم فی دواوین القضاة یعمل علیها (الی قوله) هذا کله اذا لم تبق ورثة الواقف فان بقیت وتنازع قوم یرجع الی ورثة الواقف فی الوجهین جمیعا فاذا أقروا بشئ یؤخذ باقرارهم. (عالم گیری بلوچستان کوئٹه، ۲/۴۳۹، کتاب الوقف، الباب السادس فی الدعویٰ والشهادة، الفصل الثانی فی الشهادة، المحیط البرهانی ص ۱۲۱، کتاب الوقف، فصل فی المسائل التی تتعلق بالدعاوی والشهادة، إدارة القرآن المجلس العلمی، شامی کراچی ص ۴۱۲ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی الشهادة علی الوقف.

[۲] تکره فی ارض الغیر لو مزروعة أومکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة أو رأیٰ صاحبها لا یکرهه فلا بأس. (شامی کراچی ۱/۳۸۱، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۰، باب شروط الصلاة، مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱۰۹ ج ۱، الفصل الثانی فی مکروهات الصلاة.

خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر نہ رہے تو نماز کے لئے وہ زمین پاک سمجھی جائے گی[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف کر کے رجوع کرنا

سوال:- ایک شخص نے اپنا مکان ایک دینی ادارہ کے لئے زبانی طور پر وقف کیا مگر کوئی تحریری کاروائی عدالت میں اب تک نہیں ہوئی صورت مذکورہ میں زبانی وقف کو واپس لے لینا واقف کے لئے شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کے لئے مکان اپنی ملک سے نکال کر دینی ادارہ کو دیدیا اپنا قبضہ اٹھا کر متولی کے حوالہ کردیا تو شرعاً یہ وقف صحیح معتبر لازم ہوگیا، اب اس سے رجوع کرنے اور مکان کو اپنی ملک میں واپس لینے کا حق نہیں رہا۔ وہ مکان مملوک نہیں ہوسکتا۔

وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف وان يكون قربة فى ذاته منجزا والملك يزول عن الموقوف باربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضى اوبقوله وقفتها فى حياتى وبعد وفاتى ولا يتم الوقف حتى يقبض لم يقل للمتولى. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار[۲] كراچى ۴/۳۴۰، كتاب الوقف) لان تسليم كل شيئ بما يليق به

---

[۱] وتطهر أرض بيبسها وذهاب أثرها كلون لأجل صلوة عليها. (در مختار مع الشامى كراچى۱/۳۱۱، كتاب الطهارة، باب الانجاس، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۱۲۷ باب الأنجاس، مطبوعه مصر، مجمع الأنهر ص۸۹ج۱ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] در مختار مع الشامى كراچى ۳۴۰ تا ۳۴۸، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۲، ۳۵۰ج۲ كتاب الوقف، الباب الاول، النهر الفائق ص۳۱۵،۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمہ ایاہ[1] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولایعار ولا یرھن اھ (درمختار[2])

اتفقوا علی صحۃ الوقف بمجرد القول. قولہ فاذا تم ولزم لزومہ علیٰ قول الامام باحد الامور الاربعۃ المارۃ وعندھما بمجرد القول ولکنہ عند محمد لا یتم الا بالقبض والا فراز والتابید لفظا وعند ابی یوسف بالتابید فقط ولو معنیٰ کما علم مما مر قولہ لا یملک ای لا یکون مملوکا لصاحبہ ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ لا یعار ولا یرھن لاقتضائھما الملک. اھ (شامی[3] نعمانیہ ۳/۳۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

وقف کو منسوخ کرنا

سوال: -ایک شخص نے اراضی ومکان کسی مدرسہ کو وقف کردیئے، چند سال گذر جانے کے بعد اب وہی شخص اس وقف کو منسوخ کرکے دوسرے کے حق میں وصیت کرنا چاہتا ہے، اور یوں کہتا ہے، کہ میں نے مدرسہ کو وقف نہیں کیا تھا، جب کہ وقف نامہ کی عبارت میں تصریح موجود ہے، کہ اسے اراضی موقوفہ سے کسی قسم کا قبضہ یا تعلق نہیں رہا، سوال یہ ہے کہ کیا شخص مذکور کے اسطرح کہنے سے وقف منسوخ ہوجائے گا، یا نہیں؟ شرعی حکم مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۴۸، کتاب الوقف، مطلب شروط الوقف علی قولھما.

[2] در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار.

[3] شامی کراچی ۴/۳۵۲ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برھن، البحر کوئٹہ ص۱۸۷، ۸۸ کتاب الوقف، النھر الفائق ص ۳۱۰ تا ۳۱۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف تام ہوجانے کے بعد اس کو منسوخ کرنے کا حق نہیں، نہ اس میں کسی قسم کے مالکانہ تصرف کا حق رہا، یعنی واقف نہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کرسکتا ہے، نہ وصیت کرسکتا ہے، نہ رہن رکھ سکتا ہے: **فاذا تم الوقف ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن. (در مختار) قوله: لا یملک ای لا یکون مملوکاً لصاحبه ولا یملّک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولا یعار ولایرھن لاقتضاء ھما الملک لهٗ** (شامی[1] ۳/۵۰۷) **والوصیة ھی تملیک مضاف الٰی ما بعدا لموت عینًا کان اودینا الخ** (در مختار[2] ۵/۵۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۸ھ

وقف کے بعد اس کی تملیک

سوال:- اب سے دس سال پہلے جناب ابوقلندر صاحب نے پونا شہر کے مضافات میں کاتریج میں پانچ گنڈے زمین مکان کی غرض سے خریدی تھی فونڈیشن پائے کی بنیاد بھی شروع ہوگئی تھی، تقریباً دو سال گذرنے کے بعد ان کے پاس حافظ ادریس اور چند علماءِ کرام اس غرض سے تشریف لے گئے کہ پونا میں کوئی مدرسہ نہیں ہے اور ہم سب مدرسہ کی خاطر جگہ کی تلاش میں ہیں جناب ابوقلندر صاحب سخاوت اور فراخ دلی میں اپنی مثال آپ ہیں اور سب حضرات ان کی سخاوت سے واقف ہیں، بہرحال ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی پانچ گنڈے زمین جو کاتریج میں

---

[1] شامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف. قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، ھدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

[2] (درمختار نعمانیه ۵/۳۱۵، الدر مع الرد کراچی ۶/۶۴۴، کتاب الوصایا، بحر کوئٹه ص۴۰۳، ج۸ کتاب الوصایا، عالمگیری کوئٹه ص ۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الاول.

ہے مدرسہ کے لئے فی سبیل اللہ وقف کرتا ہوں لیکن اس کی تمام تعمیرات وغیرہ کا انتظام آپ حضرات کے ذمہ ہے اور حافظ ادریس صاحب ہی اس مدرسہ کے اہتمام کی باگ ڈور سنبھالیں گے گو بعد میں آج سے قبل چہ می گوئیاں بھی ہوئیں کہ کاتریج کی زمین مدرسہ کے لئے مناسب نہیں رہے گی، کیونکہ پونا شہر کافی دُوری پر ہے اور آس پاس میں آبادی بھی نہیں ہے بالکل جنگل میں ہے، بعض حضرات نے بخوشی مدرسہ کے لئے اس زمین کا انتخاب فرمایا تھا اچانک ابوقلندر صاحب کی ملاقات ان کے ایک دوست شیخ وکیل الدین سے ہوئی، ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ شیخ وکیل الدین صاحب! میں نے ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کے لئے اپنی کاتریج والی زمین پانچ گنڈے وقف کردی، تو فوراً فرمایا کہ یہ تو بہت اچھا نیک کام کیا، یہ تو بہت خوشی کی بات ہے، ایسی بات ہے تو اس نیک کام میں میں بھی حصہ لینا چاہتا ہوں، لیکن ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ آپ بجائے پانچ گنڈے زمین برائے مدرسہ وقف کرنے کے دس گنڈے زمین وقف فرمادیجئے کیونکہ میں نے جو پانچ گنڈے زمین کاتریج میں وقف کی ہے وہ آپ اپنے مصرف میں لائیں، مقصد یہ تھا کہ دو مقامات کے بجائے ایک جگہ ہوجائے گی اور مدرسہ کی تعمیرات کے لئے دشواری ہوگی، تو جناب ابوقلندر صاحب کے کہنے پر شیخ وکیل الدین نے اقرار کیا تھا کہ میں دس گنڈے زمین شیوا پور والی وقف کرتا ہوں، لیکن یہ سب گفتگو زبانی ہوئی تھی، وکیل الدین صاحب وقف کرنے کے بعد لکھا پڑھی کاغذی کارروائی کرنے میں تاخیر فرمارہے ہیں، شیخ وکیل الدین صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ساٹھ سال کی ہوچکی ہے، خدانخواستہ ان کی اجل آجائے یا کوئی اور بات پیش آجائے تو ان کے بعد ان کے وارثین حضرات سے ہمیں ذرہ برابر بھی امید نہیں ہے کہ وہ اپنے عزیز شیخ وکیل الدین صاحب کی وقف کردہ دس گنڈے زمین کو عربی مدرسہ کی خاطر عنایت فرمائیں گے۔ کیونکہ عقائد کے اعتبار سے وہ حضرات مختلف ہیں، بدعتی ہیں، ہمارے سخت مخالف ہیں وہ اکثریت میں ہیں، کسی بھی صورت میں شیوا پور میں مدرسہ کا اجراء نہیں کرنے دیں گے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابوقلندر صاحب نے کاتریج والی زمین کا وعدہ کیا ہے کہ وکیل الدین کو دوں گا، اب اگر کاغذی کاروائی نہ

ہوئی تو یہ پانچ گنڈے زمین جناب ابوقلندر صاحب کی وقف کردہ بھی بغیر فائدہ اٹھائے ہوئے ان کے قبضہ میں چلی جائیگی اب صورتِ حال یہ ہے کہ جناب حافظ ادریس صاحب اور دیگر علماء حضرات بزبانِ حال نہ کہ بزبانِ قال اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ اب مدرسہ کی زمین کی انہیں ضرورت نہیں رہی، کیونکہ اسٹیشن والی مسجد کی جگہ میں حافظ ادریس پچھلے دنوں پڑھا رہے تھے، اب امامت پنشن والی مسجد میں کر رہے ہیں، خیر اب اصل استفتاء یہ ہے کہ جناب ابوقلندر صاحب اپنی پانچ گنڈے زمین کا ترتیج والی وکیل الدین صاحب کی رضامندی سے واپس لے کر جس کی قیمت اس وقت پندرہ ہزار سے پچیس ہزار روپے تک ہے، جب کہ خریدتے وقت اب سے دس سال قبل سات ہزار روپے کی تھی، لیکن ابوقلندر صاحب وقف کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس زمین پر جو انہوں نے وقف کی تھی، مدرسہ اوپر تعمیر کردیں یعنی جو موجودہ رقم زمین کی اس رقم سے اوپر کے حصہ میں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے نچلے حصہ میں اپنا کاروبار کرنا چاہتے ہیں اور اوپر کا حصہ مدرسہ کا رہے گا اور اس کی قیمت مدرسہ پر خرچ کرنے کے سبب نیچے والا زمین کا حصہ ہمیشہ کے لئے موقوف ابن ابوقلندر کا ذاتی ہوجائیگا یا نہیں؟ دوسری بات جناب ابوقلندر صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اس وقف کردہ زمین کو خرید کر اس کا تمام سرمایہ کسی مدرسہ کو دیدیں اور اپنا کاروبار اس وقف کردہ زمین میں جاری کردیں، اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھی بچ جائیں اور لوگوں کی نظروں میں بھی بحال رہیں، طعنہ وغیرہ سے محفوظ رہیں اور شریعت کی نگاہ سے بھی نہ گریں، کیا یہ ممکن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کرکے اپنی ملکیت ختم کرکے اللہ کی ملکیت میں دیدی جائے، اپنا قبضہ مالکانہ ہٹا کر اس کو للہ کردیا جائے تو اس کی بیع درست نہیں اور وہ زمین مملوک بننے کے قابل نہیں رہی[1] یہ بھی

---

[1] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک. (در مختار کراچی ص: ۳۵۱، ج:۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، ھدایہ ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبہ یاسر ندیم دیوبند.

درست نہیں کہ نیچے کے حصہ میں اپنا کاروبار کیا جائے اور اوپر کے حصہ میں مدرسہ بنادیا جائے۔ البتہ اوپر کے حصہ میں مدرسہ بنا کر نیچے کے حصہ کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور وہ کرایہ مدرسہ کی ضروریات میں صرف ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ

کیا موقوفہ زمین پھر مملوکہ بن سکتی ہے

سوال:- حاجی عبدالواحد چار بھائی تھے، دو بڑے بھائی رحمت اللہ وعبدالحفیظ کا انتقال ہوگیا اور والد کا انتقال ۱۹۲۷ء، ۸/جنوری کو ہوا محلّہ کے قریب عام قبرستان سے ملحق ایک پرانی آراضی تھی اس میں اول والدہ کے بعد والد کو دفن کیا گیا، چاروں بھائیوں نے مشورہ کر کے زمین کو اس پرانی آراضی کی قیمت مبلغ دوسو روپے ادا کر کے خرید لیا، اس خیال سے کہ کچھ حصہ میں مدفون ہیں، اس کو ذاتی قبرستان بنالیا جائے، چنانچہ بڑے بھائی عبدالحفیظ کے نام سے ۱۹۲۸ء میں نقشہ پاس کرا کر بموجب نقشہ مسجد تعمیر ہوئی اور اس سے ملحق مسجد کی دو کوٹھری تعمیر ہوئی اور ذاتی قبرستان ومسجد کے احاطہ کی ایک ہی باؤنڈری بنادی گئی مسجد میں باقاعدہ جمعہ کی نماز ہوتی ہے، اور ذاتی قبرستان میں سائل کے والدین کے علاوہ بھائی اور خاندان کے دیگر لوگ مدفون ہیں، مسجد وذاتی قبرستان دونوں الگ الگ ہیں باؤنڈری صرف ایک ہے، ذاتی قبرستان ومسجد کی زمین کی قیمت

---

[1] سئل فی مدرسة احتاجت الی نفقة لعمارة ما خرب منها ولیس هناک ما یعمر به من الوقف هل یجوز ان توجر قطعة منها بقدر ما ینفق علیها ام لا اجاب مقتضی ما فی الخلاصة جواز ذلک فانه قال ولا یؤجر فرس السبیل الا اذا احتیج لنفقته فیواجر بقدر ما ینفق علیه وهٰذه المسئلة دلیل علی ان المسجد المحتاج الی النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ینفق علیه وبه یعلم الحکم فی المدرسة بالاولی، تقریرات الرافعی علی الشامی زکریا ص۸۰ج۶ کتاب الوقف، شامی کراچی ص۳۷۶ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یکن عمارته.

زمیندار کو دوسو روپے ادا کر دی گئی تھی، اس کے ساتھ ہی ساتھ مسجد وغیرہ تعمیر ہونے کے قبل اس وقت جو عام قبرستان کے نگراں تکیہ دار تھے، نادر شاہ، جوہر شاہ ان سے بھی مسجد وذاتی قبرستان بنانے کو کہا گیا تو انہوں نے اس کی تعمیر کی اطلاع پا کر خوشی کا اظہار کیا اس کے بعد مسجد وغیرہ تعمیر ہوگئی، عرصہ ہوا نادر شاہ جواہر شاہ کا انتقال بھی ہوگیا، اب ان کے وارثان نذر علی وثابت علی وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ مسجد ومسجد کا حجرہ اوراس کی باؤنڈری مع ذاتی قبرستان کے سب ہماری ملکیت ہے، چونکہ آراضی کے نمبرات کا غذات پٹواری میں ہمارے نام سے درج ہیں ہم اس کے سپر دار بحیثیت موروثی مالک ہیں، مسجد وغیرہ سب غصب کی زمین پر ہے، معاملہ کورٹ میں ہے اب آپس میں طے ہوا کہ از روئے شرع جو حکم ہو اس پر عمل کریں جواب طلب یہ امر ہے کہ مسجد ومسجد کی کوٹھری احاطہ وملحقہ ذاتی قبرستان سب غصب کی زمین پر زمیندار کو زمین کی قیمت جو ادا کی گئی وہ بیع صحیح وکافی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مملوکہ زمین مالک سے خریدی اور بیع تام ہو کر اس پر مسجد بنائی اور کچھ زمین کو ذاتی قبرستان (غیر موقوفہ) بنایا تو بلا شبہ وہ مسجد شرعی مسجد بن گئی اس میں جو نماز جمعہ وغیرہ ہوتی رہی سب درست ہے[1] جو محافظ نگراں وہاں رہتا تھا اس کی خوشی وعدم خوشی کو اس میں کوئی دخل نہیں بیش از بیش وہ معاوضۂ حفاظت کا حق دار تھا، اگر اس سے کوئی معاملہ کیا گیا تھا[2] ورنہ اس کے ذمہ حفاظت لازم نہیں تھی، نہ وہ مستحق معاوضہ تھا، اب اس کے ورثاء کا کوئی دعویٰ قابل سماعت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وأما حكمه (البيع) فثبوت الملك فى المبيع للمشترى. (هندية مكتبه رحيميه ديوبند ، ۳/۳، اول كتاب البيوع، البحر كوئٹه ص۲۵۸ ج۵ كتاب البيوع، شامى زكريا ص۱۶ ج۷ كتاب البيوع.

[2] وأما حكمها (الاجارة) فوقوع الملك فى البدلين ساعة فساعة. (هنديه، رحيميه ديوبند، ۳/۵۰۶، كتاب الاجارة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص۳ ج۸ كتاب الإجارة، بدائع كراچى ص۲۰۱ ج۴ كتاب الإجارة، فصل أما حكم الإجارة.

جائداد وقف تقسیم سے مملوک نہیں ہوتی

سوال: -ایک جائداد عبدالحق صاحب کی تھی ان کے تین بیٹے تھے ان کے دو مکان خام مع سائبان خشبوش بنا ہوا تھا، کوئی تقسیم وغیرہ نہیں تھی، لیکن بوجہ نالش ڈنگروں کی وجہ سے ایک مکان اور جملہ $\frac{1}{3}$ جائداد ان سے بچانے کی وجہ سے مشورہ کر کے منجھلے بھائی کی بیوی کے نام بابت مہر ۱۹۱۱ھ بیع نامہ میں لکھ دیا تھا اس کے بعد برابر رہتے رہے، اس کے بعد دو بھائیوں کا انتقال ہو گیا اور منجھلے ہی حیات رہے بڑے بھائی کی اولاد سے منجھلے بھائی جن کا نام عبدالغنی تھا، بقیہ حصہ بیع نامہ ۱۹۳۳ء میں کرالیا چند دنوں کے بعد عبدالغنی کے ایک لڑکا اصغر علی نام کا تھا اس کی بیوی مرگئی عبدالغنی نے دوسری شادی کر دی، چند دنوں کے بعد عبدالغنی اصغر علی سے ناخوش ہو گئے اصغر علی سے ناراض ہو کر اس بیع نامہ کی رو سے جو ۱۹۱۱ء میں قرض دین مہر میں قرض والوں سے بچانے کی وجہ سے کیا تھا، انتظار علی وصابر علی کے نام وقف علی الاولاد کر دیا بیع نامہ ۱۹۴۲ء میں کیا انتظار علی فوج میں دہرہ دون میں ملازم تھا وہاں سے لاہور کو تبادلہ ہو گیا، اور ہندوستان پاکستان بن گیا انتظار علی متولی تھے وہ پاکستانی ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء تک برابر پاکستان رہے، صابر علی یہاں رہا اس نے ۱۹۴۵ء میں صمد گڈھ کی سکونت چھوڑ کر گڈھی کی سکونت اختیار کر لی اور مکان موقوفہ کا کل ملبہ اتار کر گڈھی لے گئے اور خالی جگہ چھوڑ گئے جیسے اور جگہ پڑی ہے اسی جگہ کے خالی ہونے سے جمیل احمد کی بے پردگی ہوتی تھی، جمیل احمد نے اس جگہ پر مکان بنالیا ہے، جو شریک ہے کیا بغیر تقدیم کرائے ہوئے وقف نامہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان وزمین مشترک ہو تو کسی بھی حصہ دار کو اپنا حصہ وقف کر دینا درست ہے، تقسیم کرنا پہلے سے لازم نہیں[1] جس طرح کہ حصۂ مشترکہ کی بیع درست ہے[2] فقط

---

[1] وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد رحمه الله (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سوال:-(۲) صابر علی گڈھی ہی میں رہا اور اس نے اس مکان کا ملبہ اتار کر گڑھی میں جمع کیا تو کیا اس حالت میں وقف رہ گیا۔

(۳) صابر علی نے اس خالی جگہ کو ایک دوسری جگہ کے باشندے کو فروخت کردی وہ شخص اور اس کی بیوی بدمعاش تھی، جمیل احمد نے اس کی چنائی روک دی اور اپنی عمارت بنادی ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں جب کہ بدچلن تھے۔

(۴) جب کہ خالی جگہ پڑی ہے اور وہ جگہ بھی خالی تھی تو اپنی ہی جگہ تبادلہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

(۵) انتظار علی نے تقسیم کا مقدمہ بھی دائر کر رکھا ہے اور موقوفہ کو تقسیم سے علیحدہ کرلیا جب کہ مکان عبدالحق صاحب کا بھی نہیں، تقسیم ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۶) وقف نامہ میں مکان کا کرایہ تین روپیہ سالانہ درج ہے، اگر خالی جگہ تبادلہ میں نہیں دی جاسکتی تو وہ تین روپیہ سالانہ کا کرایہ جمیل احمد پر لاگو ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۷) ۱۹۴۵ء کے زمیندارہ ختم ہونے کے بعد قابض اصل مالک ہوگئے یا نہیں ۳۰ رسال کے بعد بھی مالک نہیں ہوسکتا جب کہ تمام جھگڑوں اور خرچ کرکے میں نے اس تمام جگہ کو روکا ہے، ورنہ سب ختم ہوجاتی۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والمتاخرون افتوا بقول أبی یوسف رحمه الله أنه یجوز وهو المختار. (الهندیه بلوچستان کوئٹه ۲/۳۶۵ ، کتاب الوقف، الباب الثانی فصل فی وقف المشاع، ولو أن رجلین بینهما ارض فوقف احدهما نصیبه جاز. (الهندیه بلوچستان کوئٹه ۳۶۷/ ۲ حواله بالا)، تاتارخانیه ص۶۹۸ج۵ کتاب الوقف، جواز الوقف وشرائط صحته، إدارة القرآن کراچی، مجمع الأنهر ص۵۷۳ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ وکل من شرکاء الملک أجنبی فی مال صاحبه فصح له بیع حصه ولو من غیر شریکه بلا اذن. (در مختار مع الشامی کراچی، ۴/۳۰۰، کتاب الشرکة، مطلب الحق أن الدین یملک، مجمع الأنهر ص۵۴۳ج۲ کتاب الشرکة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص۱۶۷ ج۵ کتاب الشرکة.

(۸) مقدمات عدالت سے تب ہی طے ہو سکتے ہیں جب کہ تقسیم اور وقف دونوں مقدمات الگ ہو جائیں گے۔

(۹) کیا جمیل احمد کے ذاتی بنائے ہوئے مکان بھی تقسیم ہو سکتے ہیں جب کہ تینوں بھائیوں کے انتقال کے بعد بنایا ہے، اور خالی جگہ میں جمیل احمد کے والد مرحوم نے بنایا تھا، اس کی جگہ کچھ مکان بنالیا ہے۔

(۱۰) انتظار علی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۶۹ء تک پاکستان رہا کیا اس کے حقوق باقی رہ گئے، جب کہ اور جائداد میں جو باپ نے چھوڑی تھی کوئی حصہ نہیں ملا۔

(۱۱) ایک درخواست اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں آئی تھی، ۳/ مارچ ۱۹۷۹ کو کریم بخش سرپنچ نے بھیجی تھی وہ صرف اس امر کی کہ اراضی مقدمہ کے بدلے آراضی دوسری دیجا سکتی ہے، یا نہیں جب کہ ارضیات مشترک ہیں جس کا کوئی جواب نہیں ملا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲) اس کی وجہ سے وقف ختم نہیں ہوتا، ناجائز تصرف ناجائز ہے[۱]

(۳) وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس کی بیع صحیح نہیں[۲]

(۴) وقف کو بدلنے کی اجازت نہیں البتہ اگر واقف نے ہی اجازت دی ہو یا وقف سے انتفاع ناممکن ہو جائے تو اس کی عوض میں دوسری جگہ لے کر وقف کر دی جائے۔[۳]

---

[۱] فاذا تم ولزم لا يملک ولا يملّک. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، قبيل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن")

[۲] فاذا تم ولزم لا يملک ولا يملک (قوله لايملک) أی لا يکون مملوکا لصاحبه ولا يملّک أی لا يقبل التمليک لغيره بالبيع ونحوه. (در مختار مع الشامی کراچی، ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبيل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن"، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه ياسر نديم.

[۳] اعلم أن الاستبدال علی ثلاثة وجوه: الاول: أن يشترطه الواقف لنفسه اولغيره أو لنفسه وغيره فالاستبدال فيه جائز علی الصحيح والثانی: أن لا يشترطه سواء شرط عدمه أوسکت (بقيه اگلے صفحه پر)

(۵) مطالبہ تقسیم کا حصہ دار کو حق ہے اگر تقسیم کے بعد حصے دار منتفع ہو سکتے ہیں تو تقسیم کر دینا بہتر ہے[۱]

(۶) جس شخص کے پاس کرایہ پر ہو اس کے ذمہ کرایہ لازم ہوگا[۲]

(۷) کسی زمین پر ناحق قبضہ کر لینے سے شرعاً ملکیت ثابت نہیں ہوتی[۳] قانون کا مسئلہ اس کے خلاف ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔

(۸) یہ تو عدالت سے متعلق ہے۔

(۹) جمیل احمد نے اگر بناتے وقت دوسرے شرکاء سے کوئی معاملہ طے کر لیا تھا تو اس کا اعتبار کیا جائیگا[۴] ورنہ عمارت جمیل احمد کی ہوگی اور زمین مشترکہ تقسیم کرتے وقت اس تعمیر کا بھی لحاظ کرنا ہوگا[۵]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیه بان لا یحصل منه شئ أصلا فهو أیضا جائز علی الاصح. (شامی کراچی ۴/۳۸۴، کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشرطه، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط.

(صفحہ ہذا) [۱] وسببها (القسمة) طلب الشرکاء أو بعضهم الانتفاع بملکه علی وجه الخصوص(الی قوله) وشرطها عدم فوت المنفعة بالقسمة ولذا لا یقسم نحو حائط وحمام یعنی عند عدم الرضا من الجمیع أما اذا رضی الجمیع صحت. (در مختار مع الشامی کراچی ۲۵۳و۶/۲۵۴، اول کتاب القسمة، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۴ ج۵ کتاب القسمة، الباب الأول، البحر کوئٹه ص۱۴۷ ج۸ کتاب القسمة.

[۲] أما الاول (حکم الاجارة) فهو ثبوت الملک فی المنفعة للمستأجر وثبوت الملک فی الاجرة المماة للأجر. (بدائع کراچی ۴/۲۰۱ کتاب الاجارة، فصل أما حکم الاجارة، البحر کوئٹه ص۳ ج۸ کتاب الإجارة.

[۳] وحکمه (الغصب) الاثم لمن علم أنه مال الغیر ورد العین قائمة والغرم هالکة. (در مختار مع الشامی کراچی ۶/۱۷۹، اول کتاب الغصب، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۹ ج۵، کتاب الغصب، الباب الأول، البحر کوئٹه ص۱۰۸ ج۸ کتاب الغصب.

[۴] وحکم شرکة العقد صیر ورة المعقود علیه ومایستفاد به مشترکاً بینهما. (عالم گیری، بلوچستان کوئٹه ۲/۳۰۲، کتاب الشرکة، الباب الاول، الفصل الاول، النهر الفائق ص۲۹۴ ج۳ کتاب الشرکة دار الکتب العلمیة، البحر کوئٹه ص۱۶۶ ج۵ کتاب الشرکة. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

(۱۰) شرعی وارث اگر کچھ مدت تک اپنے حصہ کا مطالبہ نہ کرے تو اس کا حصہ ختم نہیں ہوجاتا دوسری جائداد میں سے اگر اس کو حصہ نہ دیا جائے تو اس کی وجہ سے بھی اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا[۱]

(۱۱) مجھے پہلے تحریر کا حال معلوم نہیں میں کئی ماہ تک باہر رہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۱۴۰۰ھ

وقف زمین پر غاصبانہ قبضہ

سوال:- مدرسین میں سے ایک کے والد اور بڑے بھائی نے جو اس وقت انتقال کر چکے ہیں، کچھ زمین مدرسہ کے نام وقف کر رکھی تھی، بیس سال سے اس زمین کی آمدنی مدرسہ میں آتی رہی، اب اس مدرس نے جسکے والد نے زمین مدرسہ میں دی تھی، مدرسہ سے علیٰحدہ کرنیکی بناء پر اس زمین کی آمدنی اور زمین بھی غصب کر لی ہے، آیا انکی یہ حرکت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا شبہ یہ غصب ہے[۲] اور یہ سخت گناہ ہے[۳] اس زمین کو واگذار کرانیکی پوری کوشش کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵ دور مشتركة أو دار وضيعة أو دار وحانوت قسم كل وحدها أى يقسم كل من الدور أو الدارو الضيعة: وهى عرصة غير مبنية أو الدار والحانوت: وهو الدكان قسمة فرد فتقسم العرصة بالذراع والبناء بالقيمة. (در مختار مع الشامى كراچى ۶/۲۶۲، كتاب القسمة، مطلب لكل من الشركاء السكنى فى بعض الدار بقدر حصته)، البحر كوئٹه ص ۱۵۲ ج۸ كتاب القسمة، مجمع الأنهر ص ۱۳۰ ج۴ كتاب القسمة، دار الكتب العلمية بيروت. (اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وقف سے مالکانہ قبضہ ہٹانے کی کوشش

سوال:- یہاں قصبہ کاندھلہ میں اب سے تقریباً ۲۶ رسال قبل ایک بڑے رئیس نے اپنی صحرائی جائداد یہاں کے مقامی مدرسہ نصرت الاسلام کے لئے پانچ بزرگوں کی تولیت میں مجھے سو روپے کے اسٹامپ پر وقف کردی تھی، جو متولی مقرر کئے گئے تھے، ان میں دو کا انتقال ہو چکا ہے، ایک جوان معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے، پاکستان چلے گئے، اور ایک سرپرست انتہائی ضعیف ہوگئے ایک متولی جوان کے منتظم تھے انہوں نے حکام کو کچھ رشوتیں دے کر ایک جعلی وصیت نامہ کی بنا پر اپنے بیٹے اور داماد کے حق میں داخل خارج کا حکم حاصل کرلیا، وقف نامہ منسلک ہے عرض یہ ہے کہ اس موقوفہ باغ کا پھل علم ہونے کے بعد کہ یہ باغ وقف ہے اور متولی موجودہ اس کو بحیثیت متولی فروخت نہیں کررہا ہے، بلکہ مالک کی حیثیت سے فروخت کررہا ہے۔

اور اس کا قبضہ غاصبانہ اس پر ہے تو اس کا پھل کھانا جائز ہے یا ناجائز۔

ایک عالم صاحب اس کے پھل کھانے کو ناجائز بتلاتے ہیں، اور ایک صاحب جس کے سامنے وقف ہوا اور ان کو اس کا پورا پورا علم ہے، وہ اس کا پھل خرید کر کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے جائز ہے۔

۲- قانونی اعتبار سے اگر اہلِ قصبہ کوشش کریں تو وقف مذکورہ متولی کے ناجائز قبضہ سے نکل

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۱ وموانعه (الارث) على ما هنا أربعة الرق، والقتل، واختلاف الدين واختلاف الدارين. (درمختار مع الشامی کراچی ۶۶۷، ۶۶۷/۶ کتاب الفرائض)

۲ واذا تم (الوقف) ولزم لا يملك ولا يملك (در مختار مع الشامی کرچی ۳۵۲/۳، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو هوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، فتح القدير ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم ديوبند.

۳ وحكمه (الغصب) الاثم (درمختار مع الشامی کراچی ۱۷۹/۶، اول کتاب الغصب، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ کتاب الغصب، الباب الأول، البحر کوئٹه ص۱۰۸ ج۸ کتاب الغصب)

سکتا ہے تو کیا اہل قصبہ کو اس میں کوشش کرنی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جو عالم اس کے پھل کھانے کو ناجائز بتلاتے ہیں وہ مطلقاً ناجائز بتلاتے ہیں اور مال مغصوب کا حکم بھی یہی ہے[۱] اور جو عالم جائز بتلاتے ہیں وہ اپنے لئے جائز بتلاتے ہیں، غالباً مطلقاً جائز وہ بھی نہیں بتلاتے تو ان کو خصوصیت حاصل ہوگی جس سے نفس مسئلہ پر اثر نہیں پڑے گا، خصوصیت کیا ہے جب تک وہ سامنے نہ آئے تو اس کے متعلق کیا تحریر کیا جائے ناجائز ہونا خود ہی واضح ہے۔

۲- ضرور کرنی چاہئے، استخلاص وقف عن الغاصب لازم ہے[۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۱ھ

کسی کے نام پر ہونے سے وقف میں فرق نہیں آتا مسجد کی دوکان قرض میں دینا

سوال:۔ مسجد کے ممبران حضرات نے مسجد کی آمدنی کے لئے چندہ وصول کیا مکانات کی تعمیر کے سلسلہ میں لیکن اب تک یہ کام شروع نہیں ہوا اور چندہ محفوظ ہے، مذکورہ مسجد وقف نہیں

---

[۱] ویجب رد عین المغصوب. (درمختار مع الشامی کراچی ۶/۱۸۲، کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب الهندية ص ۱۱۹ ج۵ کتاب الغصب، الباب الأول، مطبوعه کوئٹه، البحر کوئٹه ص۱۰۸ ج۸ کتاب الغصب، المحرم شرعا لا يجوز الانتفاع به. (بدائع کراچی ۵/۱۴۴ کتاب البيوع)

[۲] رجل وقف ارضا أو داراً وولاه القيام بذلک فجحد المدفوع اليه فهو غاصب يخرج الارض من يده. (هنديه، بلوچستان کوئٹه ۲/۴۴۷، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، المحيط البرهانی ص۱۱۰ ج۹ مسائل الوقف التی تتعلق بالدعاوی والخصومات، البحر کوئٹه ص۲۴۲ ج۵ کتاب الوقف.

ہے، بعض ناموں کے اوپر لکھی گئی ہے، ان ناموں میں ایک شخص کا بعض تجارتی امور کی بنا پر دیوالیہ نکل گیا، مشکل یہ پیش آئی کہ کورٹ کا فیصلہ ہے کہ مسجد کی دوکان سے لیا جائے، تو کمیٹی کے سرپرست نے کورٹ والوں کو سمجھایا کہ دیوالیہ والے کے حصہ کو دوکان سے لیا جائے، نہ کہ مکان مسجد کو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ چندہ سے جو مکانوں کی تعمیر کے لئے ہے اس میں استعمال کرسکتا ہے، یا نہیں تاکہ مسجد برقرار رہے، اس لئے کہ استعمال سے کمیٹی والوں کی ذمہ داری رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی صاحب نے مسجد تعمیر کرکے اس کا راستہ الگ کردیا، اور اس میں عام لوگوں کو اجازت دیدی تو محض کسی کے نام پر ہونے سے اس کے وقف ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا، مسجد وقف ہی شمار ہوگی[1] مسجد کی دوکان کو قرض کی ادائیگی میں نہیں دیا جاسکتا اس کو واگزار کرایا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۸ھ

---

[1] فلو جعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی الدخول والصلاة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجدا (عالمگیری کوئٹه، ۴۵۴/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد، البحرالرائق ص۲۵۰، ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجديه کوئٹه، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، إذا بنی مسجداً لم يزل ملكه عنه، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] فاذا تم ولزم لايملک ولايملک ولايعارو ولايرهن (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۱، ۳۵۲، ج۴، کتاب الوقف، قبيل مطلب فی شرط واقف الكتب ان تعار الا برهن، سكب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه مع فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت،

وقف زمین میں اکھاڑہ

سوال:- ایک خانقاہ ہے اوراس میں تھوڑی سی زمین میں پہلوانوں کے کشتی وغیرہ کرنے کیلئے مقرر ہے پہلے متولی جو تھے انہیں اسبات کا علم نہیں تھا کہ مال وقف۔ اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں، لہٰذا ان پُرانے متولیوں کو کسی وجہ سے علیحدہ کردیا گیا اور دوسرے متولیوں کو تجویز کیا گیا اوران متولیوں نے جواس زمین میں کشتی وغیرہ کرتے ہیں وہ خلاف شرع کرتے ہیں یعنی ستر کھول کران کو منع کیا تو وہ منع نہیں ہوئے تو حاصل سوال کا یہ ہے کہ اگران پہلوانوں کو فساد روکنے کے واسطے دوتین مہینے کے واسطے اجازت دیدی جائے تو جائز ہے یا ناجائز کیونکہ عدم اجازت سے فساد کا زیادہ اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی زمین کو جواہلِ اللہ کے ذکر وشغل کے لئے وقف کی گئی ہے اکھاڑہ بنانا غرض واقف کے خلاف ہے، لہٰذا ناجائز ہے[1] اورستر کھول کر کشتی کرنا تو کہیں بھی جائز نہیں[2]

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۹/۱۱/۵۳ھ

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدرعلى الرد كراچى ۴/۴۳۳، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

[2] والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو فى الخلوة على الصحيح قوله ولو فى الخلوة اى اذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس اجماعا الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص۷۵ ج۲ باب شروط الصلاة، مطلب فى ستر العورة، النهر الفائق ص۱۸۲ ج۱ باب شروط الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۷۴ ج۱ باب شروط الصلاة.

ضلعی انجمن کی تقسیم

سوال:- دارالعلوم میں ایک ضلعی انجمن ہے جو قیام انجمن کے فارغین حضرات اور موجودہ افراد کے روپے سے چل رہی ہے، اور انجمن میں کتاب اور روپیہ پیسہ وغیرہ چیزیں موجود ہیں جن میں سے انجمن کے ہر ہر فرد کو انتفاع کا حق حاصل ہے، اور ان میں کسی کی ملکیت نہیں ہے، اب اگر وہ ضلع سرکاری حکم سے دو حصوں میں بٹ جائے اور دونوں الگ الگ نام سے موسوم کردے تو انجمن کو دو حصوں میں اس طرح پر تقسیم کر لینا کہ ایک حصہ میں دوسرے حصہ والوں کا کوئی انتفاع کا حق نہ رہے بلکہ اپنے اپنے حصوں میں ہر ہر فرد کو صرف حقِ انتفاع ہو درست ہوگا یا نہیں؟ یا تقسیم کی کوئی صورت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر ہو تو آدھا آدھا دو حصوں میں کیا جائے گا یا کیا صورت ہوگی؟ تحریر فرمائیے۔

۲-انجمن میں عوام کی امداد بھی ہے اور بعض حضرات نے مستقل چند کتب بھی بطور وقف داخل کی ہیں، اور تمام معطین حضرات جو بھی امداد کئے ہیں اسی انجمن کو کئے، اور اب تک جو جو سامان موجود ہے اسی انجمن کے ساتھ خاص ہے، کسی کی ملکیت نہیں ہے اور ہر ہر فرد کو انتفاع کا حق حاصل ہے، اب اگر تقسیم جائز ہے تو وہ کتابیں اور وہ سامان جو کسی مخصوص شخص نے اس مخصوص انجمن کو امداد کیا تھا، ان چیزوں میں بٹوارہ کس طرح کیا جائے گا، مفصل ومدلل تحریر فرمائیں بڑا کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱-سرکاری حکم سے اگر دو ضلع بن گئے تو اس سے کیا ہوا، کیا انجمن کے لوگوں کو بھی ساتھ رہنے سے ممانعت کردی گئی یہ سب سر جوڑ کر حسب سابق مشترکہ طور پر رہیں امید کہ ان پر جرمانہ نہیں ہوگا، نہ حکومت ان کو قید کرے گی، اگر یہ صورت امکان سے باہر ہے تو انجمن کو ہی دو ضلع کے نام سے توسیع کردی جائے کہ یہ انجمن فلاں فلاں ضلع کی ہے، کسی تقسیم کی ضرورت نہیں، اگر یہ بھی

ناممکن ہے تو دونوں ضلع کے افراد کے لحاظ سے کتابیں اور نقدی تقسیم کردیں۔

۲- جواب نمبر ایک سے اس کی صورت سمجھ کر عمل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۱۴۰۶ھ

وقف کی دوکان میں دوکاندار اگر خنزیر کا گوشت فروخت کرے، اس کو خالی کرانا

سوال:- ایک باغ جو قبرستان کے نام وقف ہے اور زید اس کا متولّی ہے، جس کے دو نمبر ہیں، ایک خسرہ ۳۱۸ دوسرا ۳۱۹، ۳۱۸ میں قبریں ہیں، اور ۳۱۹ میں ابھی تک قبریں نہیں بنی ہیں، ۳۱۹ کے ایک کنارے پر چار گز لمبی اور چار گز چوڑی ایک دوکان کرایہ پر دیدی ہے، جس میں کرایہ دار خنزیر کے گوشت کی دوکان کرتا ہے، درانحالیکہ باغ شہر سے کافی فاصلہ پر واقع ہے، اس باغ کا تقریباً آٹھ سال سے مقدمہ چل رہا ہے اور زید مقدمہ بازی میں کافی مقروض ہو چکا ہے، جس قرض کا سود قریب ایک سو روپے سے زائد بیٹھتا ہے، اور چونکہ مذکورہ باغ سے کوئی خاص آمد بھی نہیں ہے، لہٰذا زید اس دوکان کے کرایہ سے سودا کرتا ہے، اور اپنے نجی خرچ میں ایک پیسہ تک خرچ نہیں کرتا، سوال طلب بات یہ ہے کہ کیا زید اس دوکان کو بدستور رکھے ہوئے سودا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر زید اس دوکان کو ختم کرتا ہے تو بہت مشقت میں پڑ جائیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دوکان کرایہ پر دی ہے اور یہ شرط نہیں کی کہ اس میں خنزیر کا گوشت فروخت کیا جائے، پھر کرایہ دار جو بھی فروخت کرے وہ خود اس کا اپنا عمل ہے، نیز غیر مسلم کو اس سے روکا بھی نہیں جاسکتا، کیونکہ اس کے مذہب میں خنزیر کے گوشت کی خرید وفروخت صحیح ہے، اس لئے متولی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کو خالی کرائے خاص کر ایسی حالت میں کہ کوئی دوسرا کرایہ دار بھی شہر سے باہر

میسر نہیں آتا، اور اس کی آمدنی مقدمہ وقف میں خرچ بھی ہو رہی ہے، ان حالات میں مجبوراً اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

ذاتی عداوت کی وجہ سے وقف کی آمدنی کو روکنا

سوال: -مسماۃ مریم فاطمہ وکنیز فاطمہ ساکنان قصبہ محمد آباد نے کچھ آراضی اور چند دوکانیں ۱۹۱۲ء میں مساجد و دیگر امور خیر کے لئے وقف کیا۔ بروقت وقف دستاویز میں تحریر کرایا کہ ہم اس جائداد کی ملکیت سے آج کی تاریخ سے دست بردار ہو گئیں ہیں بعد تکمیل تحریر وقف نامہ ہذا ہم کو اور ہمارے جملہ عزیزانِ قریب و بعید کو جائداد موقوفہ مسطورہ میں کسی قسم کی دست اندازی کا اختیار باقی نہیں رہا، اور نہ کبھی ہوگا، (علمائے اہلِ سنت حنفی مذہب سکنائے فرنگی محلی بلدہ لکھنؤ پر جس سے مسلمانان محمود آباد رجوع کریں واجب ہوگا کہ خالصاً للہ بعد از یکدگر اس کار خیر کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور یہ تجویز خود متولی مساجد و مہتمم کارِ خیر مقرر فرماتے رہیں)

عبارتِ بالا جو بریکٹ کے اندر ہے، دستاویز میں موجود ہے، مگر ہر دو واقفہ نے اس پر کبھی عمل نہ کیا، اور نہ اب عامل ہیں بلکہ ہمیشہ اپنی رائے سے متولی مقرر کرتی رہیں اور اس کے نام سرکاری داخل خارج بھی ہوتی رہی، اور اب بھی جس شخص (محمد حسین عرف داروغہ) کو مقرر کیا ہے، اس کے نام متولّی مذکور نہایت احتیاط اور دیانت سے مثل سابق متولی غلام جیلانی کے کہ جس کی وفات کے بعد اس کا تقرر ہوا ہے، وقف کی نگرانی کرتا ہے اور حساب و کتاب درست رکھتا ہے، اور

---

[1] وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة لا بغيرها على الاصح ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر (قوله وجاز اجارة بيت الخ)هذا عنده أيضا لان الاجارة على منفعة البيت ولهذا يجب الاجر بمجرد التسليم ولامعصية فيه وانما المعصية بفعل المستاجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامی کراچی ۶/۳۹۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰ ج ۴ الفصل الرابع فی فساد الإجارة، المبسوط للسرخسی ص ۳۹ ج ۱۶ باب الإجارة الفاسدة، مكتبه دار الفكر.

حسبِ شرائط دستاویز وقف نامہ اخراجات کرتا ہے، مگر بعض لوگ جن کو واقفہ اولیٰ موجودہ۔ (ثانی واقفہ انتقال کر چکی ہے) اور متولی موجود سے ذاتی طور پر عداوت ہے، محض بر بنائے بغض وعداوت انتظام وقف میں روک تھام کرتے ہیں۔ دوکانداروں کو کرایہ اور کاشتکاروں کو لگان دینے سے منع فرمایا، یہ لوگ از روئے شرع گنہگار ہیں یا نہیں۔ مسلمانوں کو ان مانعین کی امداد کرنی چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ واقفہ بریکٹ کے اندر کی تحریر جو دستاویز میں ہے اگر تبدیل کرنا چاہے تو بدل سکتی ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ جب کہ دوکان کا کرایہ رک جانے کی شکل میں کہ مانع کا اثر ہے اس وقت جو رقم واقفہ اپنے پاس سے صرف کر رہی ہے، وہ بعد وصولیابی لے سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ولاية نصب القيم الى الواقف قال فى البحر قدمنا ان الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وان لم يشترطها وان له عزل المتولى اهـ (شامی[1] ص: ۶۳۸، ج:۳) **للواقف عزل الناظر مطلقا اى سواء كان بجنحة اولا وسواء كان شرط له العزل اولا (الٰى) به يفتٰى اهـ** (در مختار وشامی[2] ص: ۶۳۸، ج:۳)

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ تولیت کا حق واقف کو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو متولی بنانا بھی اصالۃً ان ہی کا حق ہے، نیز واقف کو یہ بھی حق ہے کہ متولّی اور وقف کے نگراں کو معزول کردے خواہ اس کا کوئی قصور ثابت ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے صورت مسئولہ میں آراضی ودوکانیں موقوفہ میں ہر دو واقفہ کو خود نگرانی اور تولیت کا حق حاصل ہے اگر باقاعدہ کسی دوسرے

---

[1] شامی کراچی ص: ۴۲۱/۴، کتاب الوقف. مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، التاتارخانيه ص ۷۴۲ ج۵ كتاب الوقف، الولاية فى الوقف، إدارة القرآن كراچى، البحر كوئٹه ص ۲۳۱ ج۵ كتاب الوقف.

[2] شامی کراچی ص: ۴۲۷/۴، كتاب الوقف، مطلب للواقف عزل الناظر، البحر كوئٹه ص ۱۹۷، ج۵ كتاب الوقف، التاتارخانيه ص ۷۴۵ ج۴ إدارة القرآن، كتاب الوقف.

متولی کے قبضہ میں تولیت پہنچ جائے اس کو معزول بھی کرسکتی ہیں۔ خاص کر جب کہ وہ لوگ جن کی تولیت کو دستاویز میں لکھا ہو متدین اور متقی نہ ہوں تو ان کو متولی بنانا بھی درست نہیں اور دستاویز کی عبارت متعلقہ تولیت غیر متدین شرعاً نا قابل عمل ہوگی: **وفی الاسعاف لا یولی الا امین اھ** (**هندیه**[1] ص: ۹۹۶ ج:۲) پس جو لوگ محض ذاتی عداوت کی بنا پر وقف کو نقصان پہنچا رہے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں، اگر ذاتی عداوت نہ ہو بلکہ وقف کی خیر خواہی مقصود ہو تب بھی لگان اور کرایہ بند کرانے کی کوشش کرنا یا کسی اور طرح وقف کو نقصان پہنچانا کسی طرح جائز نہیں، جو لوگ اس نقصان پہنچانے میں مددگار ہیں وہ بھی گنہگار ہیں یہ گفتگو متعلق تولیت اس وقت ہے جب کہ عبارت منقولہ دستاویز کا مطلب یہ ہو کہ واقف نے علماء فرنگی محلی کو متولی بنایا ہے۔ اگر یہ مطلب نہ ہو بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان کو اختیار ہے جس کو چاہیں متولی تجویز کردیں، گویا کہ واقفہ نے تجویز متولّی کے لئے اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ موکل جب اس کام کو انجام دے جس کے لئے کسی دوسرے کو وکیل بنایا ہے، تو اس کی وکالت منسوخ ہوجاتی ہے اور وکیل معزول ہوجاتا ہے اگر واقفہ اپنے پاس سے روپیہ بطور قرض خرچ کررہی ہے اور اس پر شرعی ثبوت ہے، تو بعد وصولیابی اپنا روپیہ لے سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

۲۷/۶/۵۸ھ

قیم انفق فی عمارة المسجد من مال نفسه ثم رجع بمثله فی غلة الوقف جاز سواء غلته مستوفاة أو غیر مستوفاة ثم قال وللقیم الاستدانة علی الوقف لضرورة العمارة لالتقسیم ذلک علی الموقوف علیهم[2] **ص:۲۱۱، ج:۵) وفی**

---

[1] هندیه ص: ۴۰۸، ج:۲، الباب الخامس من کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۳۸۰ ج۴ مطلب فی شروط المتولی، کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص ۲۲۶ ج۵ کتاب الوقف،

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۱ ج۵، کتاب الوقف، شامی زکریا ص۶۵۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی انفاق الناظر من ماله علی العمارة.

فتاوی ابی اللیث قیم وقف طلب منه الجبایات والخراج ولیس فی یده من مال الوقف شئ وارادان یستدین فهذا علٰی وجهین ان امر الواقف بالاستدانة فله ذلک (ص: ۲۱۰، ج:۵) بحر بتقدیم وتاخیر (۱ ا،۲۱۰[۲] ج:۵) فقط واللہ اعلم

محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۲/رجب ۵۸ھ

---

[۱] البحر کوئٹہ ص۲۱۰، ۲۱۱ ج۵ کتاب الوقف، شامی کراچی ص۴۴۰ ج۴ مطلب فی إنفاق الناظر من ماله علی العمارة، عالمگیری کوئٹہ ص۴۲۴ ج۲ کتاب الوقف، مطلب فی الاستدانة علی الوقف.

باب دوم:- وقف کو بدلنا اور بیچنا

استبدالِ وقف

سوال:- آپکو معلوم ہیکہ حاجی عبدالقیوم صاحب مرحوم نے بزمانہ حیات خود اپنی جائداد وقف علیٰ الاولاد کی تھی، جسکا وقف نامہ آپکے دفتر میں موجود ہے، کیونکہ منافع میں سے حصہ پانے والوں میں ایک آپکا مدرسہ بھی ہے، وقف نامہ میں متولّی مجھ کو کیا گیا ہے اور مجھ کو اختیارات متولّی حسب صراحت وقف نامہ دیئے گئے ہیں منجملہ جائداد موقوفہ ایک مکان مسکونہ بھی ہے، جس کی آمدنی اس وقت سو روپیہ ماہوار ہے، مکان مذکورہ سے بصورت موجودہ تاوقتیکہ کوئی کثیر رقم خرچ نہ کی جاوے اضافہ کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے، اس مکان سے ملحق مکان حافظ محمد صدیق صاحب وکیل مرحوم کا ہے، اس کے ورثاء بوجہ تنگی اپنے مکان کے بصورت تبادلہ یا بیع معقول قیمت مکان موقوفہ کے دے سکتے ہیں اور یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر زر بیع سے دوسری جائداد خریدی جاوے تو اضافہ آمدنی وقف ہوجاوے گا وقف نامہ متولّی کو جائداد موقوفہ کے کسی طور پر منتقل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا اس شرط کے ہوتے ہوئے قاضی یعنی ڈسٹرکٹ جج صاحب ایسے تبادلہ یا بیع کی اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں اور ایسی اجازت کی بناء پر انتقال مکان موقوفہ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں کیا ورثاء حصہ داران وحقداران وقف کی رضامندی لینا بھی ضروری ہوگا یا نہیں یہ بھی قابل اظہار ہے کہ واقف کی حیات میں بھی سوال تبادلہ مکان اٹھا تھا، لیکن کسی وجہ سے اس وقت التواء میں پڑ گیا۔

۲- وقف نامہ مذکور میں جز وآمدنی پر فصل پر برائے مرمت مکان واخراجات مقدمات وغرباء جمع کیا جانا درج ہے، لیکن کوئی تعیین مدت کہ کب تک جمع رکھی جاوے درج نہیں۔

۳- بوقت تحریر وقف نامہ واقف کے تین نبیرگان موجود تھے، چنانچہ واقف نے ان کے نام لکھ کر ان کے لئے حصہ منافع جائداد میں مقرر کردیا بعد وفات واقف دو پوتے اور ایک پوتی اور

پیدا ہوگئے ہیں جن کے متعلق وقف نامہ میں صاف طور پر کچھ تحریر نہیں کیا، وقف نسلاً بعد نسل ہے کیا اس صورت میں منافع بقدر حصہ رسدی ان کو بھی دیا جاسکتا ہے وقف نامہ کی شرائط ملاحظہ فرما کر جواب سے جلد مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- واقف نے جب کہ وقف نامہ میں مکان وجائداد موقوفہ کے ہر قسم کے انتقال کو صراحۃً منع کردیا ہے تو متولی کو کسی طرح اسکے انتقال کا حق نہیں البتہ اگر جائداد بالکل ناقابل انتفاع ہوجائے تو شرعی قاضی کو اس کا استبدال چند شرائط کے ساتھ جائز ہے: **هٰذا اذا شرط الاستبدال فی اصل الوقف واما اذا لم یشترط فقد یخصص برای اول القضاة الثلٰثة المشارالیه بقوله علیه الصلوٰة والسلام قاض فی الجنة وقاضیان فی النار المفسر بذی العلم والعمل لئلا یحصل التطرق الیٰ ابطال اوقاف المسلمین کما هو الغالب فی زماننا اسعاف ص:۲۷، والمعتمد انه یجوز القاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة وان لا یکون هناک ریع للوقف یعمر به وان لا یکون البیع بغبن فاحش کذا فی البحر الرائق وشرط فی الاسعاف ان یکون المستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم کذا فی النهر الفائق.** (فتاویٰ عالمگیری[1] ۲/۹۹۱) اور صورت مسئولہ میں مکان مذکور قابل انتفاع ہے اور ایک رقم اس پر صرف کرنے کے بعد زیادہ آمدنی کی بھی امید ہے، اور واقف نے مکان کی مرمت وغیرہ کیلئے ایک جزو آمدنی متعین کیا ہے جو کہ موجود بھی ہے لہٰذا اس مکان کا فروخت کرنا درست نہیں۔

۲- شرائط وقف نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکان کی ہر قسم کی ضروریات مرمت ومقدمہ وغیرہ کے لئے ایک جزو آمدنی کا جمع رکھنا ضروری ہے، لہٰذا اگر وہ جزو آمدنی اس قدر جمع ہے، کہ مکان کی

---

[1] (الهندیه مصری ۲/۴۰۱، کتاب الوقف، الباب الرابع، الدر المختار ص۳۸۶ج۴ کتاب الوقف، مطبوعه کراچی، البحر کوئٹه ص۲۰۷ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۰ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

آئندہ ضروریات کے لئے کافی ہوکر بھی بچ جاوے تو زیادتی کو مستحقین پر صرف کرنا درست ہے مکان کی حیثیت کے موافق مرمت اور مقدمہ کے اخراجات کا تعین متدین اور تجربہ کاروں کے ظن غالب سے ہوسکتا ہے: **لو وقف ضيعة علىٰ مسجد علىٰ ان مافضل من العمارة فهو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد لا يحتاج الىٰ العمارة للحال هل تصرف تلك الغلة الىٰ الفقراء اختلفوا فيه والمختار انه لو اجتمع من الغلة مقدار مالو احتاج المسجد والضيعة الىٰ العمارة تمكن العمارة منها وزيادة صرفت الزيادة الىٰ الفقراء ليكون جمعًا بين شرط الواقف وصيانة الوقف كذا فى الميحط السرخسى.** (فتاوى عالمگیری[1] ۲/۲۳۴)

سوال نمبر:۱ر میں مکان کے تبادلہ کی غرض زیادتی آمدنی ظاہر کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بصورت موجودہ تاوقتیکہ کوئی کثیر رقم خرچ نہ کی جاوے اضافہ کرایہ کی بظاہر کوئی امید نہیں۔ سوال (۲) میں بیان کیا گیا ہے کہ رقم پس انداز زیادہ ہے، پس اگر یہ رقم اتنی ہے کہ جس کو خرچ کر کے کرایہ کا اضافہ ہوسکتا ہے تب تو اس کو خرچ کر کے کرایہ کا اضافہ کرلیا جائے تا کہ واقف اور سائل دونوں کی غرض پوری ہوجاوے اور مکان فروخت کر کے دوسری جگہ خرید کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اگر یہ رقم اتنی نہیں کہ جس سے یہ غرض پوری ہوسکے تو اس کو زیادہ کہنا اور زیادتی کی وجہ سے تقسیم کا سوال کرنا بے محل ہے۔

۳- گو وقف نسلاً بعد نسل ہے لیکن واقف نے نمبر (۱) میں تحریر کیا ہے کہ میرے خاندان کے غریب اور حاجت مند اشخاص کو فی روپیہ ایک آنہ گیارہ پائی آگے چل کر ۱۲ میں ان اشخاص کے نام اس رقم کو ان پر تقسیم کردیا بلوغ تک بلا قید ان کو رقم ملے گی اور بلوغ کے بعد بشرط حاجت مندی،

---

[1] الهندية مصرى ۴۶۰/ ۲، كتاب الوقف، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد، فتاوىٰ تاتارخانيه ص۸۵۶ ج۵ إدارة القرآن كراچى، كتاب الوقف، فتاوىٰ قاضى خان على الهندية ص۲۸۸ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه.

لہٰذا اگر وہ نبیرگان بالغ نہیں ہوئے یا بالغ ہوگئے مگر وہ حاجت مند ہیں تو اس رقم کو ان کے لئے برابر جاری رکھا جائے[1] اور اگر حاجت مند نہیں رہے اس طرح کہ صاحب نصاب ہوگئے تو ان کے دوسرے بھائی بہنوں کے لئے بشرطیکہ وہ حاجت مند ہوں جاری کردیا جائے اور ان کے لئے بلوغ کی قید نہیں بلکہ اگر حاجت مند ہیں تو تمام عمر یہ رقم ان کو دی جائے اگر وہ بھی حاجت مند نہ ہوں تو خاندان کے دوسرے مستحقین کو یہ رقم دی جائے البتہ نمبر (ی) میں ہے کہ میری اولاد وزوجہ میں نسلاً بعد نسل موجب شرع شریف تقسیم ہوگی ایک روپیہ میں سے ۶/۱ اس کے ماتحت اولاد زوجہ میں نسلاً بعد نسل ایک روپیہ میں ۶/۱ کو موافق حصص شرعیہ برابر جاری رکھا جائے گا[2] اس میں بلوغ یا حاجت مندی کی قید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۹/۱۲/۵۳ھ

۱- وقف نامہ میں اصل چیز یہ ہے کہ شرائط واقف جن کی واقف نے تصریح کی ہو ان کا اتباع کیا جائے کہ شرط الواقف کنص الشارع کتب فقہ[3] باب الوقف میں منجملہ مسلمہ اصول موضوعہ ہے، البتہ جن شرائط کی تصریح واقف نے نہ کی ہو یا مبہم یا مجمل چھوڑ دیا ہو ان میں قاضی کے اجتہاد اور

---

[1] اذا قال ارضی هٰذه صدقة موقوفة علی فقراء قرابتی او قال علی فقراء ولدی ومن بعدهم علی المساکین فهٰذا الوقف صحیح والمستحق للغلة من کان فقیرا یوم تتحقق الغلة عند هلال وبه ناخذ عالمگیری کوئٹه ص۳۸۴ ج۲ کتاب الوقف، الفصل الرابع فی الوقف علی فقراء قرابته، المحیط البرهانی ص۵۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل العاشر فی الوقف علی فقراء قرابته، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] وان قال علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی ذکر البطن الثالث فانه تصرف الغلة الی اولاده ابداً ما تناسلوا ولا یصرف الی الفقراء ما بقی احد من اولاده وان سفل قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۲۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی الوقف علی الاولاد والاقارب، المحیط البرهانی ص۵۲ ج۹ کتاب الوقف، الفصل التاسع علی ولده الخ، مطبوعه ڈابهیل.

[3] الدر المختار ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

تصرف کی گنجائش ہے وقف نامہ ہذا میں مصارف اور شرائط کو بالکل واضح کر دیا ہے مجمل نہیں چھوڑا اور جن صورتوں میں فقہاء کے کلام سے قاضی کو تصرف کا حق معلوم ہوتا ہے وہ خاص خاص صورتوں میں ہے مثلاً موقوفہ چیز کا بالکل قابل انتفاع نہ رہنا جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے باقی تبادلہ انفع چیز سے جو موقوفہ چیز سے زیادہ نافع ہو محض انفع ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی بالخصوص جب کہ واقف نے تبادلہ کی ممانعت کر دی ہو، لہٰذا صورت مسئولہ مذکورہ بالا میں حسب تصریح فقہاء وحسب تصریح شرائط وقف نامہ کے گنجائش تبدیل نہیں اور متولی یا قاضی کو بھی حق تبادلہ حاصل نہیں نیز ان قیود وشرائط کے ساتھ میں جن کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے، اس قاضی کو اجازت ہے جو قاضی شرعی ہو یعنی قاضی مسلم، عالم باعمل ہو ہر قاضی یا اس کے قائم مقام کو اجازت نہیں۔

۲- کے متعلق یہ ہے کہ وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مرمت مکان ومقدمات اور ضروریات متعلق مکان کے لئے رقم بدستور جمع رہے گی اور اس رقم کی ضروریات کا کوئی وقت مقرر نہیں لہٰذا حسب تصریح واقف اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرنا درست نہ ہوگا[1] اور کسی مصرف سے کسی رقم کو زائد کہنا اس وقت درست ہوسکتا ہے، کہ وہ رقم اس قدر تعداد پر پہنچ گئی ہو کہ بداہۃً وظاہراً زائد معلوم ہوتی ہو یا اس مرمت جس کی طرف مکان مذکور محتاج ہے اور سوال میں اس کی ضرورت تسلیم ہے، اس کی تصریح ہو کر اور کسی معمار یا مستری ثقہ اور معتبر سے اس کا انداز معلوم ہو جائے اور پھر موجودہ رقم سے زائد بچے نیز جب وقف نامہ میں تحدید نہیں کی گئی کہ اتنی مدت تک اگر رقم خرچ نہ ہوسکے اس رقم زائد کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے بلکہ دوسرا مصرف اس کا متعین کیا گیا ایسی صورت میں رقم زائد کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے بلکہ دوسرا مصرف اس کا متعین کیا گیا، ایسی صورت میں

---

[1] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية، شامی زکریا ص۵۲۷ ج۶ کتاب الوقف، شرائط الواقف معتبرة الخ، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

شرائط واقف کی مخالفت لازم آتی ہے، جو صحیح اور درست نہیں، علاوہ اس کے اگر اس چار سال کی مدت کو زائد قرار دیا جاسکتا ہے اور ورثاء پر تقسیم ہونے کا دعویٰ یا خواہش کی جاسکتی ہے، اندریں صورت سوائے ایک سال کی آمدنی کے اس مد میں کوئی آمدنی جمع نہ ہوسکے گی اور یہ امر صریح شرائط وقف نامہ کے خلاف ٹھہرا لہٰذا اس مد کو ورثاء پر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں۔

عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تتمہ سوال بالا

سلسلہ عریضہ سابقہ سوال (۳) میں یہ غلط درج ہوگیا کہ واقف کے انتقال کے بعد دو پوتے اور ایک پوتی اور پیدا ہوگئی اصل میں پوتی بزمانۂ حیات واقف موجود ہے اور پوتے بعد میں پیدا ہوئے مگر واقف نے پوتی کا نام باوجود موجودگی وقف نامہ میں صراحۃً درج نہیں کیا ہے اس کو ملحوظ رکھ کر جواب ارسال فرمایا جاوے۔

محمد فضل الرحمٰن

جواب تتمہ

پوتی جب کہ واقف کے سامنے ہی موجود تھی اور واقف نے کوئی حصہ اس کے لئے نبیرگان کے ساتھ متعین نہیں کیا تو وہ نبیرگان کے ساتھ اس رقم میں شریک نہیں ہوسکتی[1] البتہ نبیرگان بعد بلوغ اگر حاجت مند نہ رہیں تب پوتی کو دوسرے مستحقین میں بشرط حاجت مندی شمار کیا جاسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی

---

[1] ولو وقف ارضه على الذكور يدخل فيه الذكور دون الاناث لانه وصف بصفة لا تزول، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۳ ج ۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی علی نفسه واولاده.

استبدالِ وقف

سوال:- ایک اسلامی ادارہ میں ایک موقوفہ مکان ہے، جس کا کرایہ ماہانہ ہے اور وہ اس قدر خستہ حال پر ہے، کہ کسی وقت بھی منہدم ہوسکتا ہے، ہر سال اسکی مرمت وغیرہ میں اسکی آمدنی سے زائد خرچ ہوتا ہے ادارہ کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ از سرِ نو تعمیر کرا سکے، کیا ایسی صورت میں اس موقوفہ مکان کو بیچ کر اس کی قیمت سے کوئی دوسری جائیداد خریدی یا بنوائی جاسکتی ہے؟ اور اس کو اس موقوفہ مکان کا نام دیا جاسکتا ہے؟

اندازہ کیا گیا ہے کہ اس مکان کی اتنی قیمت مل سکتی ہے کہ اس سے خریدی یا بنوائی ہوئی جائیداد تقریباً ایک سو روپے ماہانہ پر اُٹھے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس کی مرمت میں روپیہ اس کی آمدنی سے زائد خرچ ہوتا ہے، اور جدید تعمیر کی گنجائش نہیں تو اس کی منفعت مفقود ہے ایسی حالت میں اس کو فروخت کر کے اس کی جگہ دوسرا مکان خرید کر وقف کر دیا جائے تو درست بلکہ قابلِ تحسین ہے، خاص کر جب کہ نو خرید کردہ مکان سے آمدنی نسبۃً زیادہ ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۹۰ھ

وقف کو بدلنا

سوال:- زید نے ۱۹۵۶ء میں کچھ زمین قبرستان کیلئے وقف کی، لیکن زمین کے سامنے جنکے

---

[1] والمعتمد أنه بلاشرط يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به. (شامی کراچی ۳۸۶/ ۴، کتاب الوقف، البحر کوئٹہ ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۹ ج۲ الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط.

مکانات تھے، انہوں نے میت کو دفن کرنے سے روکا جسکی وجہ سے کافی دقت پیش آئی، اس دقت کے پیشِ نظر متولّی نے واقف سے دوسری زمین ۶۱ء میں وقف کرائی اسی میں فی الحال قبرستان ہے اور پہلی زمین وقف شدہ غیر مسلم کے ہاتھ فروخت ہوئی اب اس سلسلہ میں مقدمہ چل رہا ہے۔(۱) وقفِ اول کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۲) کیا متولّی وقف کو بدل سکتا ہے؟ (۳) دوسرا وقف اس کا بدل شمار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۴) جب کہ وقفِ اول کو واقف نے فروخت کردیا وہ بھی غیر مسلم کے ہاتھ اس کا کیا حکم ہے؟ (۵) فی زمانہ اس مقدمہ کا فیصلہ شریعت کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کردی جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے وقف ہوجاتی ہے اس کی بیع کا کسی کو اختیار نہیں رہتا، نہ واقف کو نہ متولّی کو، اگر بیع کردی جائے تو وہ شرعاً ناقابلِ نفاذ ہوتی ہے، ہاں اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ جب زمین قابلِ انتفاع نہ رہے تو اس کا دوسری زمین سے تبادلہ کر لیا جائے، تو ایسی صورت اس شرط کے ساتھ اس کا تبادلہ درست ہوتا ہے، خواہ زمین کا تبادلہ زمین سے کیا جائے یا زمین میں فروخت کر کے اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کردی جائے، اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے کہ واقف کی نیت پوری نہ ہوسکتی ہو اور زمین موقوفہ پر کسی کا ناجائز قبضہ جائے جس سے وقف ہی باطل اور ضائع ہوجائے، تو مجبوراً اس کا معاوضہ قبول کر کے دوسری زمین خرید کر وقف کردی جائے[1] یہاں صورت مسئولہ میں اوّلاً کوشش کی جائے کہ بیع فسخ کر کے زمین واپس مل جائے۔ اگر پوری کوشش کے باوجود اس میں کامیابی نہ ہوسکے تو مجبوراً معاوضہ قبول

---

[1] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک. تنویر الابصارعلی ردالمحتار کراچی ۴/۳۵۲۵۱، کتاب الوقف، فان باع القیم شیئا من البناء فالبیع باطل. عالمگیری (بحذف) مطبوعه مصر ۲/۴۷۱، الباب الخامس من کتاب الوقف، وجاز شرط الاستبدال به أرضا أخری أوشرط بیعه ویشتری بثمنه ارضا اخریٰ. (الدر مع الرد کراچی ص ۳۸۴-۳۸۵/۴، کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۹ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

کر کے دوسری زمین جو اس کام کے لئے وقف کی گئی ہے، اس میں اس معاوضہ کو صرف کیا جائے، جس سے وقف کا مقصد حاصل ہو اور مسلمان مردے اس میں دفن کئے جائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۲۱/۱۱/۸۷ھ

استبدالِ وقف

سوال:- (۱) ایک شخص نے اپنا مکان مدرسہ اسلامیہ محلّہ بندوقچیان کے نام وقف کیا اور اس میں تحریر کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اس کا متولّی میں خود رہوں گا، میرے مرنے کے بعد میرا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اس کے مرنے کے بعد میرے لڑکے کا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اور اس کے مرنے کے بعد میرے چھوٹے لڑکے کا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہے گا، اور جب میرے لڑکوں میں سے نرینہ کوئی نسل نہ رہے گی تو میرے لڑکوں میں سے جس کی بڑی لڑکی ہوگی تو وہ متولّی ہوگی یا اس کا لڑکا متولّی ہوگا، اور جب یہ نسل بھی باقی نہ رہے گی تب اس وقت جو شخص مدرسہ کا مہتمم ہوگا وہی میرے مکانِ موقوفہ کا متولی ہوگا، اس مکان کی مالیت ایک ہزار روپیہ ہے، اس کا کرایہ دس روپیہ سالانہ تحریر ہے، اور مدرسہ کو پچاس پیسے سال دینا تحریر ہے، لیکن ابھی تک ہم نے اس پر عمل نہیں کیا ہے، اس وقت اس شخص کا بڑا لڑکا فضل الرحمٰن متولّی ہے، اب ہم اس کو بدلنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے کہ اس مکان کا آدھا حصہ تو برسات میں گر گیا، ہم اتنے نادار ہیں کہ اس کی مرمت بھی نہیں کرا سکتے دوسرے یہ کہ ہم دونوں بھائی ایک ہزار روپے کے مقروض ہیں اور اس وقت موقع بھی بدلنے کا اچھا ہے، کیونکہ ہمارے پڑوس میں ایک مالدار آدمی ہے، اس کو اپنے کاروبار کے لئے اس جگہ کی ضرورت ہے، اس لئے وہ اس کے بدلے میں ایک مکان اور کچھ نقد روپئے دے رہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکانِ موقوفہ کو بدل سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وہ مکان جو اس کے بدلہ میں آئے گا، اسی کو اس طرح وقف کر دیں۔

(۲) اور اس کے بدلہ میں نقد روپیہ ملے گا اس کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اس نقد روپیہ سے اپنا قرض ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس روپیہ کو مدرسہ میں داخل کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ مکان مدرسہ کے لئے وقف ہے تو اس کو فروخت کرنا اور اسکے عوض دوسرا مکان خریدنا اور اس کی قیمت کو اپنے کام میں لانا کچھ بھی جائز نہیں[۱] وہ مکان مدرسہ کے حوالہ کر دیا جائے مدرسہ اس کی مرمت یا تعمیر کرائے گا، ہاں اگر وہ مکان بالکل ہی قابلِ انتفاع نہ رہے اور اس سے کوئی آمدنی حاصل نہ ہو اور مرمت وتعمیر کی بھی وسعت نہ ہو تو اس کو بدل لینا درست ہے، اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے اس کے عوض دوسرا مکان لے کر مدرسہ میں شرائطِ واقف کے تحت وقف کر دیا جائے، اس کا روپیہ شرائطِ واقف کے خلاف کسی کام میں خرچ کرنا درست نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۹۰ھ

مسجد کی موقوفہ زمین کو بدلنا

سوال: ۔مسجد کی وقف شدہ ایک بیگہ زمین کے بدلہ دو بیگہ زمین دینا اپنی سہولت کے

---

[۱] (قوله لا يملك) أى لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه. (شامى كراچى ۴/۳۵۲، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب، ولو صارت الارض بحال لا ينتفع بها والمعتمد أنه بلا شرط يجوز للقاضى بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية وأن لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به.(شامى كراچى ۴/۳۸۶، كتاب الوقف، مطلب فى اشتراط الادخال والاخراج، عالمگيرى كوئٹه ص۳۹۹ ج۲ الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط، البحر كوئٹه ص۲۰۷، ج۵ كتاب الوقف.

[۲] لزم شرطه على المذهب فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع.(شامى كراچى ۴/۳۴۳، كتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف الخ، فتح القدير ص۲۰۰ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۶۰۲ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی موقوفہ زمین کے عوض میں غیر موقوفہ زمین مسجد میں لینا درست نہیں، اگرچہ اس کے عوض دو چند زمین مسجد کو دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۴ھ

مسجد کی زمین پر عیدگاہ

سوال:۔ مسجد کی زمین کے تھوڑے سے حصے پر عیدگاہ بنالینا کیسا ہے؟ اگر تیار ہو چکی ہو تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں پر کھیتی وغیرہ موجود نہ ہو تو نماز عید پڑھ لینا درست ہے، لیکن اس کی آمدنی کو ختم کر کے مستقل عیدگاہ بنالینا منشاء واقف کے خلاف ہے اس کی اجازت نہیں، اس کو ذریعہ آمدنی ہی بنایا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والثالث ان لایشترطه ایضاً ولکن فیه نفع فی الجملة وبدل له خیرمنه ریعا ونفعاً وهذا لایجوز استبداله علیٰ الاصح المختار، شامی کراچی ص۳۸۴/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، شامی زکریا ص۵۸۴ج۶ المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، مجمع الأنهر ص۵۷۶ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

[2] انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة، شامی زکریا ص۶۶۵ ج۶ کتاب الوقف، مراعاة غرض الواقفین واجبة، شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج ۴/ کتاب الوقف،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

مسجد کے نام وقف زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کرنا

سوال:۔ ایک زمین مسجد کے نام وقف ہے، جو مسجد سے الگ کچھ فاصلہ پر ہے، مسجد کو اس سے فائدہ کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ آبادی کے اندر اور گھروں کے گھراؤ میں بھی پڑتی ہے، ایک صاحب کو مکان بنانے کے لئے اس زمین کی ضرورت ہے، اور وہ زراعت والی زمین جو اس سے دوگنی ہے مسجد کو بدلہ میں دے رہے ہیں، اس سے مسجد کی آمدنی بھی بڑھ جائے گی، تو یہ تبدیلی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زائد زمین لینا سود تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین سے مسجد کو نفع حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اس کو تبدیل کرنا اور نفع والی زمین مسجد کیلئے حاصل کرنا درست ہے[۱]، اس زمین کے زائد ہونے کی وجہ سے سود نہیں ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۳۹۷ھ

---

[۱] اعلم ان الاستبدال علی ثلاثة وجوه (الیٰ قوله) والثانی، ان لایشترطه سواء شرط عدمه اوسکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیة بان لایحصل منه شئی اصلاً اولا یفی بمؤنته ایضاً جائز علی الاصح(شامی کراچی، ص ۳۸۴/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، شامی زکریا ص۵۸۴ج۶ المصدر السابق، طبع دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ج۲ کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، مطلب شروط الاستبدال، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۳، ۲۲۲ ج۵ کتاب الوقف.

[۲] هو(الرباء) فضل خال عن عوض بمعیار شرعی وهوالکیل والوزن (شامی کراچی،ص ۱۶۹/ ج ۵/ کتاب البیوع ،باب الرباء، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۰۰ج۷ المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۱۹ ج۳ کتاب البیوع، باب الرباء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۴ ج۶ باب الرباء.

فیضِ عام کے لئے وقف شدہ زمین کو مسجد کے لئے منتقل کرنا

سوال: -زید نے چند مکانات فیضِ عام ہائی اسکول کے لئے وقف کئے تھے جس کو عرصہ ۳۰ رسال کا ہوگیا جس میں ایک مکان کچا بوسیدہ تھا، جس کی کل زمین ۸ رگز لمبی اور ۶ رگز چوڑی تھی، اب وہ عرصہ ہوا کوٹھا گر گیا اور زمین پڑی ہوئی ہے، اس کے تعمیر کرنے میں دو ہزار روپے کا خرچ ہے ہائی اسکول کے پاس روپیہ نہیں ہے، یہ جگہ کورٹ کے قریب ہے، آئندہ یہ جگہ کورٹ کی نذر ہونے والی ہے اس لئے اہلِ محلّہ چاہتے ہیں کہ اس اراضی کو مسجد میں منتقل کرالی جائے تاکہ واقف کو ثواب بھی پہنچے اور جگہ بھی محفوظ ہوجائے کیا یہ منتقلی جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ۸ رگز لمبی زمین اور ۶ رگز چوڑی زمین اس موقع پر مسجد ہی کے کس کام میں آئے گی، تاہم اگر وقف اس طرح محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ضائع ہوجائے گا، تو ایسی مجبوری کی حالت میں یہ صورت شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

مدرسہ مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا

سوال: -کیا مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے عمارت تعمیر کرکے بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کے تصرف میں لینا جائز ہے یا مدرسہ کا فنڈ علیحدہ جمع کرکے مدرسہ تعمیر کرنا چاہئے؟

---

[1] والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد أو حوض ولا سیما فی زماننا فان المسجد أو غیرهٗ من رباط أو حوض اذا لم ینقل یاخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذلک أو قافه یا کله النظار أو غیرهم. (شامی کراچی ۴/۳۶۰، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض السمجد ونحوہٖ، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے عمارت تعمیر کر کے بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کے تصرف میں لانا جائز نہیں۔[۱] مدرسہ کے فنڈ سے جداگانہ تعمیر کی جائے، مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا ہو تو مشورہ کے بعد اس کا کرایہ مقرر کر کے تعمیر کریں زمین مسجد کی رہے اور تعمیر مدرسہ کی رہے اور زمین کا کرایہ مدرسہ کی طرف سے مسجد کو دیا جائے۔[۲] یا تعمیر بھی مسجد کے روپے سے ہو تو پھر وہ تعمیر بھی مسجد ہی کی ہوگی اور مدرسہ کرایہ دیتا رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین میں اسکول یا قبرستان بنانا

سوال:۔ (۱) ایک متقی شخص نے اپنی مقبوضہ ومملوکہ ایک قطعۂ زمین بناء مسجد اور اسکے صحن کیلئے خصوصی طور پر لسانی ہبہ کر دیا تھا چنانچہ بناء علیہ اس کے کچھ حصہ پر اس کے حین حیات میں ایک جامع مسجد بنائی گئی اور باقی حصہ اسی وقت سے جو تقریباً سال کا عرصہ ہے بطور صحن مسجد منصرف ومستعمل ہے اب واجب الاستفتاء یہ ہے کہ اسی صحن کو اسکی وفات کے بعد کسی سرکاری اسکول کی بقاء وتحفظ کی خاطر اسکے لوازمات میں شمار کر کے ضلع بورڈ میں گورنمنٹ کے نام پر ہبہ کر دینا وارثین بانیٔ

---

[۱] شرط الواقف كنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

[۲] مستفاد : للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم يضر بالارض وليس له الحفر الا باذن ويأذن لو خيراً والا لا وما بناه مستاجراً وغرسه فله ما لم ينوه للوقف، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۵۵ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فی حكم بناء المستاجر فی الوقف بلا اذن، البحر كوئٹه ص۳۰۴ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۹ ج۴ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

مسجد یا متولی یا مصلیوں کے واسطے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی شخص مذکور کی مذکورہ قطعۂ زمین کا بعض حصہ جو مسجد مذکورہ کے متصل جنوبی جانب پر واقع ہے وہ اپنی حیات میں ایک دینی درسگاہ کی بناء کے لئے خصوصی اجازت اس کے بارے میں عطا فرمائی۔

چنانچہ اس بناء پر وہاں ایک خالص مذہبی تعلیم گاہ عرصہ دس سال تک قائم رہی مگر بعد کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی، اب وہ جگہ بالکل خالی پڑی ہے۔

واضح رہے کہ بنائے درسگاہ سے قبل اسی شخص نے زمین سے وہاں ایک مقبرہ بنانے کے واسطے سفارش کی تھی، مگر انہوں نے مدرسہ کی محبت میں محو ہوکر مقبرہ بنانے سے صریح انکار کردیا، اب سوال یہ ہے کہ اہل محلّہ کے بعض کا ارادہ ہے کہ مالک مرحوم کے حسب اجازت سابق قدیم طور پر دوبارہ مذہبی مدرسہ قائم کردے اور بعض کی کوشش ہے کہ وہاں مقبرہ تیار کرلیں شرعاً دونوں فریق میں مصیب کونسا ہے؟

(۳) ابتداء سے جو درسگاہ دینی و مذہبی حیثیت سے ہوکر سالہا سال جاری رکھی گئی اور ہمدرد دین مسلمین نے بھی صدقۂ جاریہ سمجھ کر اسکی امداد واعانت کی تھی، اور فی الحال اس کے معاونین نہ بقید حیات موجود ہیں اور نہ ان کا نام ومقام معلوم ہے، جس سے ان کے عطایا کے متعلق تجدید اجازت ممکن ہے اور نہ تردید نیت مقصود ہے، اب اس کو سرکاری اسکول قرار دینا جس میں برائے نام بھی مذہبی تعلیم ودینی تربیت کا کوئی قانونی انتظام نہیں، ممبران اراکین کو شرعاً استحقاق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے جس کام کیلئے واقف نے وہ قطعۂ زمین وقف کیا ہے، اس کے خلاف میں استعمال کرنا جائز نہیں اور اس کو اور دیگر نمازیان وغیرہ کسی کو بھی شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ واقف کی غرض کے خلاف کسی دوسرے کام میں اس وقف کو صرف کریں، یا منتقل کریں۔ ”شرط الواقف

کنص الشارع"[1]

(۲) جب کہ واقف اپنی زندگی میں جس جگہ قبرستان بنانے کی صراحۃً ممانعت کر چکا ہے اور دینی درسگاہ کیلئے مخصوص کر چکا ہے، تو اب کسی کو اس جگہ قرستان بنانے کا حق حاصل نہیں دینی درسگاہ بنانا عین منشاء واقف ہے[2]

(۳) جو عطایا دینی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں ان کو کسی دوسرے مصرف پر صرف کرنا خواہ وہ سرکاری تعلیم ہو یا اور کوئی شئی ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں نہ متولی کو اس کا حق ہے نہ کسی اور کو[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد کو عیدگاہ بنانا

سوال:۔ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اہل محلّہ نے مشورہ کر کے اس کو دوسری جگہ بنائی اب وہ لوگ چاہتے ہیں کہ پہلی مسجد کی جگہ میں کچھ جگہ چاروں طرف سے ملا کر عیدگاہ بنالیں ،دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی مسجد کی جگہ کے ساتھ اور کچھ ملا کر عیدگاہ بنائی جائے ،تو اس میں بلا کراہت عید کی نماز جائز ہوگی یا مع الکراہۃ ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقام پر عید کی نماز جائز ہے وہاں عید کی نماز مسجد میں بھی جائز ہے اور عیدگاہ میں بھی

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار کراچی، ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[2] مراعاة غرض الواقفین واجبة، شامی کراچی ص۴۴۵ج۴، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة، تبیین الحقائق ص ۳۲۹ ج۳ کتاب الوقف. مطبوعه امدادیه ملتان،

[3] ملاحظه هو حاشیه نمبر: ۱/

جائز ہے، لیکن اگر عذر قوی نہ ہو تو عیدگاہ میں جا کر پڑھنا سنت ہے، پس اگر وہ گاؤں ایسا بڑا گاؤں ہے کہ جس میں جمعہ وعید کی نماز درست ہے، یعنی اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہے جس کی آبادی کم از کم تین ہزار ہو تو وہاں مسجد اور عیدگاہ دونوں جگہ عید کی نماز درست ہے، اگر وہ گاؤں ایسا نہیں ہے، بلکہ چھوٹا گاؤں ہے تو وہاں عید کی نماز نہ مسجد میں درست ہے نہ عیدگاہ میں، مسجد کو عیدگاہ بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ بھی ہوتی رہے، اور اس قدر وسیع ہو جائے کہ بوقت ضرورت عید کی نماز بھی ہو سکے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ اس وقت ہے جب کہ وہاں عید کی نماز درست ہو جاتی ہو اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس کو صرف عید کے لئے مخصوص کر دیا جائے، اور نماز پنجگانہ اس سے موقوف کر دی جائے، تو یہ قطعاً ناجائز ہے خواہ وہاں عید کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی، کیونکہ اس سے مسجد معطل ہو جائے گی[1]

''صلوٰۃ العیدین واجبة علیٰ من تجب علیه الجمعة بشرائطها وقد علمتها فلابدمن شرائط الوجوب جمعیها وشرائط الصحة سوی الخطبة مراقی الفلاح،[2] ص۳۰۷/شرط صحتها (ای الجمعة)ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لاجمعة ولاتشریق ولاصلوٰة فطرو لااضحیٰ الا فی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة رواه ابن شیبة وصححه ابن حزم وکفیٰ بقوله قدوة واماماً وهو (المصر) کل موضع له امیر قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود الیٰ قوله ماعزوه لابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد للّٰه أن یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها، بالهدم أو التعطیل، بیضاوی شریف ص۳۸۶ج۱ سورۂ بقرہ آیت، ۱۱۴، دارالفکر، کشاف ص۳۰۶ج۱ مطبوعه دار الفکر.

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،مطبوعه مصر،ص۴۳۲-۴۳۳/باب احکام العیدین، حلبی کبیر ص۵۶۵ فصل فی صلوة العید، طبع لاهور، مجمع الأنهر ص۲۵۴،۲۵۵ج۱ باب صلوة العیدین، دار الکتب العلمیة بیروت.

واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث قال فى البدائع وهو الاصح اھ بحر ص ۱۴۰/ج۲/[1] وفى القنية صلوة العيد فى القرىٰ تكره تحريماً اھ درمختار ص ۸۶۵/[2] الخروج الىٰ المصلى وهو الجبانة سنة وان كان يسع الجامع وعليه عامة المشائخ لماثبت انه عليه الصلوٰة والسلام كان يخرج يوم الفطر ويوم الاضحى الىٰ المصلىٰ فان ضعف القوم عن الخروج امرالامام من يصلى بهم فى المسجد روىٰ ذٰلک عن علیؓ وفى جامع الفقه ومنية المفتى والذخيرة يجوز اقامتها فى المصر وفنائه فى موضعين فاكثر اھ كبيرى ص ۵۲۹/[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا

سوال: ۔اور مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

آباد مسجد کو جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو توڑ کر صرف عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ بنانا جائز نہیں ہے، خصوصاً جب کہ عیدگاہ پہلے سے موجود بھی ہو، اولاً اس لئے کہ یہ مسجد کی ویرانی اور تعطل کا سبب ہے، ”قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰہ ان یذکر

---

[1] البحر ،كوئٹه ،ص ۱۴۰/ج۲/ باب صلوٰة الجمعة، حلبى كبير ص ۵۴۹، ۵۵۰ فصل فى صلاة الجمعة، مجمع الأنهر ص ۲۴۵، ۲۴۶ ج ۱ باب الجمعة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] درمختار مع ردالمحتار كراچى، ص ۱۶۷/ج۲/ باب العيدين، سكب الأنهر ص ۲۵۵ ج ۱ باب صلوة العيدين، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص ۲۵۶ ج ۱ باب صلوة العيدين.

[3] حلبى كبيرى مطبوعه لاهور، ص ۵۷۱-۵۷۲/فروع بعد فصل فى صلوٰة العيدين.

فیھا اسمه وسعیٰ فی خرابھا"[1]

ثانیاً اس لئے کہ اس مسجد کی حرمت ساقط ہوتی ہے، کیونکہ شرعاً جو احترام مسجد کا ہے وہ عیدگا کا نہیں ہے "**واماالمتخذ لصلوٰۃ العید فالمختار انه مسجد فی حق جواز الاقتداء وان نفصل الصفوف وفیما عداذٰلک فلا رفقاً للناس خلاصه** ، ص۴۲۱/ج۴/عالمگیری، ص۱۳۱/ج۲/[2]

نیز یہ کہ مسجد اگر آبادی میں ہے تو اس کو عیدگاہ بنانے سے بلاعذر سنت (**خروج الیٰ الجبانة**) کا ترک لازم آتا ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱/۵۲ھ

صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱/۵۲ھ

عبدالرحمٰن عفی عنہ ۱۳/۱/۵۲ھ

مسجد کے لئے وقف کردہ شئ کا ردّ و بدل کرنا

سوال:-مسجد کی وقف کی ہوئی چیزیں مسجد کے فائدہ کے لئے ردّ و بدل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] سورۂ بقرہ، پارہ ۱/آیت ۱۱۴/ **ترجمہ**:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن، ص۶۱ ج۱)

[2] الھندیة مصری، ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الفصل الاول من الباب الحادی عشر فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۴ فصل فی احکام المسجد، طبع لاھور، الدر مع الشامی کراچی ص۶۵۷ ج۱ مکروھات الصلوة، مطلب فی احکام المسجد. خلاصة الفتاوی ص ۴/۴۲۱، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافه، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

[3] الخروج إلی المصلی وھو الجبانة سنة، حلبی کبیر ص ۵۷۱ فروع بعد فصل فی صلوة العیدین، طبع لاھور، سکب الأنھر ص۲۵۵ ج ۱، باب صلوة العیدین، طبع بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۴۳۵ باب احکام العیدین. قوله سنة فلو لم یتوجه الیھا ای الجبانة فقد ترک السنة طحطاوی علی الدر ص۱/۳۵۳، باب العیدین، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیزیں شرعی طور پر وقف ہوجائیں اسکو فروخت کرنا درست نہیں، ہاں اگر وہ بالکل ہی فروخت کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر وہ بالکل ہی قابلِ انتفاع نہ رہے تو ایسی حالت میں اسکو فروخت کر کے اسکی قیمت سے ایسی ہی کارآمد شئ مسجد کیلئے خرید کر وقف کردی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/ ۸۹ھ

مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا

سوال:۔ ایک شخص نے ایک مکان مسجد کے نام وقف بذریعہ عدالت کردیا تھا، جس کو تقریباً ۲۰/ یا ۲۲/ سال گزر چکے ہیں، اس وقت انتظامیہ کمیٹی اختر مسجد کے چند ممبران نے بلا کسی مشورہ سے اس مکان سے کرایہ دار کو بذریعۂ عدالت نکال دیا اور وہاں مدرسہ تعمیر کرانے لگے اور جو کچھ مسجد کی آمدنی تھی وہ ختم ہوگئی، تحریر کریں کہ جائز ہے یا ناجائز شرعاً طریقہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے وقف شدہ مکان پر مدرسہ تعمیر کرا کے مسجد کی آمدنی ختم کرنا جائز نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الثانی أن لا یشترطه لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیة فهو أیضا جائزٌ علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیه المصلحة فیه. (شامی کراچی ص: ۳۸۴، ج:۴، کتاب الوقف. مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، البحر کوئٹه ص ۲۲۲ ج۵ کتاب الوقف.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، الدر مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

پرانی مسجد کو مدرسہ بنالینا

سوال: ۔ ہمارے موضع کی مسجد گاؤں کے کنارے پر واقع ہے وہ شکستہ ہوگئی ہے، اس لئے اب اہل رائے کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قدیم مسجد میں مدرسہ چلایا جائے، اور جدید مسجد گاؤں کے وسط میں بنائی جائے، اور مدرسہ مسجد کے انتظام میں ہی چلے تو قدیم مسجد کو مدرسہ بنانا کیسا ہے، اس کی شرعاً گنجائش ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفع شرعی طور پر مسجد بن جائے، وہاں نماز جماعت ہونے لگے پھر وہاں سے نماز جماعت کو موقوف کر کے اس جگہ کو مدرسہ یا کسی اور کام کیلئے متعین ومخصوص کر دینا جائز نہیں ''لان شرط الواقف کنص الشارع''[1] گاؤں کی مصلحت کی خاطر ضرورت کے وقت دوسری جگہ بھی مسجد بنالینا درست ہے، لہٰذا اگر آبادی کے وسط میں وہاں سب لوگ بسہولت آسکتے ہوں تو مسجد بنالینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن قدیم مسجد کو نہ شہید کیا جائے، نہ اس کے سامان کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے، نہ وہاں مدرسہ قائم کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر آباد مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کا تبادلہ

سوال: ۔ ایک شخص نے اپنی اراضی جو کہ ایک ویران مقام پر واقع ہے، اس میں محض اس

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لو خرب ماحوله وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد آخر یبقی مسجداً عند الامام والثانی فلا یعود میراثاً ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أولا، الدر مع الشامی کراچی، ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب أو غیره، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

خیال سے کہ باغ میں رہنے والوں کو نمازِ مسجد کا ثواب ہے، تقریباً ایک بسہ زمین اراضیٔ مذکور کے وسط میں مسجد کے نام سے وقف کردی ہے، حالانکہ نہ وہاں کوئی آبادی ہے، اور نہ کوئی راستہ ہے جو باغ میں ہوکر جاتا ہو جس سے کہ راہ چلنے والے آکر نماز پڑھیں، اب اگر وہ اپنی اراضی فروخت کرنا چاہے اور خریدنے والا کوئی غیر مسلم ہو، اس حالت میں جب کہ اس مسجد کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے، کیا اراضی کے ساتھ اس ایک بسہ زمین کا جو مسجد کے نام سے وقف تھی اسکو فروخت کرنا درست ہے، کیا اسکی گنجائش ہے کہ اس ایک بسوہ زمین کی قیمت کسی آباد مسجد میں لگادی جائے یا اتنی ہی اراضی یا اسکی قیمت سے اراضی کسی مسجد کے لئے خرید دیوے کیونکہ یہ ایک بسوہ وقف شدہ اراضی باغ کے بالکل بیچ میں ہے، اس لئے کسی کو بیع کرنے کی صورت میں اس کے بچالینے کی کوئی صورت بھی نہیں ہے، اور کسی غیر مسلم سے یہ امید بھی نہیں کہ وہ اس اراضی کو دینی ضرورت کے لئے استعمال کرے گا، اور مسجد کا احترام برقرار رکھے گا، ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بارے میں شریعت کا جو فیصلہ ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف تام ولازم ہونے کے بعد اس کی بیع جائز نہیں: **اذا تم ولزم لا یُملک ولا یملک ای لایکون مملوکاً لِصَاحبه وَلا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه الخ** (شامی[1] ۳/۵۰۷) لیکن اگر اس کے تحفظ کی کوئی صورت نہ رہے اور اس پر غاصبانہ قبضہ ہوکر نفسِ وقف ہی کے باطل ہوجانے کا مظنہ ہو تو مجبوراً دوسری زمین سے اس کا تبادلہ کرلیا جائے۔ (**کذا فی عمدة القاری للعینی**[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ۳۵۱، ۳۵۲/۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص ۶۳۷ ج ۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

[2] وفی فتاوی الظهیریة سئل الحلوانی عن أوقاف اذا تعطلت (بقیه اگلے صفحه پر)

جس زمین کو مسجد بنانے کی وصیت کی گئی ہے اس کو دوسرے مقصد میں استعمال کرنا

سوال: ۔زید اپنی زمین کو مسجد بنانے کے لئے وصیت کر کے مرگیا، اب گاؤں کے لوگ ایک دوسری جگہ کو مسجد کیلئے مناسب سمجھتے ہیں اس وصیت کردہ زمین پر بنیاد وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے ،تو کیا تبادلہ کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد بنانے کے لئے دی ہے اس کو دوسری زمین سے بدلنے کا حق نہیں،[1] بدلنے کے لئے گاؤں کے لوگوں کا دوسری جگہ کو مسجد کے لئے زیادہ مناسب سمجھنا کافی نہیں، وصیت کردہ زمین میں مسجد نہ بن سکتی ہو یا کوئی شرعی مانع ہو تو اس کو مفصل لکھ کر دریافت کرلیں ،**شرط الواقف کنص الشارع** اھ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وتعذر اشتغلا لها هل للمتولى بيعها ويشترى مكانها أخرى؟ قال نعم. (بنايه للعينى مطبوعه بيروت ۱۱۵/۷، فرع من الفروع فى اٰخر كتاب الوقف)، عمدة القارى ص۸۶ج۵ الجزء التاسع، كتاب الزكاة، هل يشترى صدقته، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۵۸۴ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى استبدال الوقف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۳ج۵ كتاب الوقف.

(صفحه هذا) [1] فاذا تم ولزم لا يملك ولا يملك قوله لا يملك اى لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه الدر المختار مع الشامى كراچى ص۳۵۲ج۴ كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۲۰ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] درمختار مع الشامى كراچى، ص۴۳۳/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجد کے لئے وقف زمین کوفروخت کر کے مدرسہ میں لگانا

سوال:- محلے کی مسجد کا ذریعہ آمدنی نہ ہونے کی بنا پر ایک صاحبِ خیر نے مسجد کی آمدنی کی غرض سے زمین کا ایک قطعہ دکانیں بنانے کے لئے مسجد کے نام وقف کر دیا، اسی اثناء میں ایک دوسرے صاحبِ خیر نے ایک دوسرا قطعہ زمین خرید کر پانچ دُکانیں بنا کر اُس مسجد مذکور کے نام وقف کر دی ہیں، اب مسجد کافی سے زیادہ خود کفیل ہو چکی ہے، اب مسجد کے متولّی صاحب پہلے قطعہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت اسی مسجد کے مدرسہ کے تعلیمی فنڈ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں کیا مسجد کی رقم تعلیمی فنڈ میں استعمال کی جاسکتی ہے یا متولّی صاحب کے لئے اس سے پہلے قطعہ زمین کو فروخت کرنا جائز ہے اس کی قیمت کے استعمال اور اس کو فروخت کرنے نہ کرنے کا سوال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قطعہ زمین دوکانیں بنانے کے واسطے مسجد کے لئے وقف کر دیا ہے اس کو فروخت کر کے اس کی رقم کو مدرسہ کے تعلیمی کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر چہ وہ مدرسہ اسی مسجد سے متعلق ہو: **فاذا تم ولزم لا یملک ولایملک وَلایعار ولا یرھن**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/ ۹۱ھ

کسی نے مسجد کی زمین غصب کر کے اس پر تعمیر کر لی اس کے عوض زمین لینا مسجد کیلئے کیسا ہے

سوال:- زید کا مکان مسجد کے متصل ہے، مسجد کے کچھ حصہ پر اس نے زبردستی کر کے

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار کراچی ص: ۳۵۱، ج:۴، کتاب الوقف. مطلب مهم فرق ابویوسف الخ، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۲/۶۳۷ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

مکان تعمیر کرلیا ہے اور کچھ حصہ غیر تعمیر شدہ ہے جو کہ اس کے گھر کا نکال ہے، اگر دباؤ ڈال کر اس زمین کو جس پر تعمیر نہیں ہوئی گھیر لیا جائے، یا مناسب قیمت لے لی جائے، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی زمین کا جتنا حصہ اس نے اپنے مکان میں شامل کرلیا، اس کو اس سے خالی کرایا جائے، اگر وہ خالی نہ کرے اور اس کے عوض اتنی ہی زمین مسجد کو دینے پر آمادہ ہو جائے تو مجبوراً اسی کو قبول کرلیا جائے، کوشش یہی کی جائے کہ مسجد کی اصل زمین ہی مسجد کو مل جائے، مسجد کے لئے اس کے متصل زمین خریدنا مسجد کی مصلحت کیلئے ہر صورت میں درست[1] ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو زمین مزار کیلئے وقف ہے اسکی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا

سوال:۔ (۱) موضع سرساوہ میں ایک بہت پرانا مزار حضرت مخدوم جی صاحب کا ہے علاقہ میں ان کے نام پر زمین ہے، حضرت مخدوم جی کا سالانہ میلہ بھی لگتا ہے، اور بدعات سیئہ اور دوسری خرافات بھی ہوتی ہیں، وہاں پر کوئی لنگر خانہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کچھ خرچ ہے، اب وقف کردہ زمین کی آمدنی حضرت مخدوم کی کمیٹی کو دینی چاہئے، یا اپنے گاؤں کی مسجد میں لگانی چاہئے، جبکہ مسجد کا خرچ مقامی مسلمانوں سے برداشت نہیں ہوتا۔

---

[1] لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوصلح علیٰ شئی ثم یشتری بالمأخوذ من الغاصب ارضاً آخری فیجعله وقفاً علیٰ شرائط الاولیٰ (بحر ،مکتبه ماجدیه، کوئٹه، ص۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف)، شامی زکریا ص۵۸۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب لایستبدل العامر الی فی اربع.

ایضاً

سوال:۔ (۲) وقف کردہ زمین کے سرہانوں پر جو درخت لگائے گئے ہیں، وہ اس زمین سے باہر بلکہ سڑک اور زمین کی ڈول پر واقع ہیں ان کو بیچ کر مسجد میں لگالیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کے متعلق قرآن کریم کا مدرسہ قائم کردیا جائے، اور زمین کی آمدنی سے مدرس کو تنخواہ دی جائے، وہ مدرس امام ہو یا کوئی اور اس سے مسجد بھی آباد رہے گی، دینی تعلیم بھی ہوگی، اور صاحب مزار کو اس کا ثواب بھی پہنچتا رہے گا، جو کہ واقف کا اصل منشاء ہے[۱]

(۲) اگر وہ درخت بصورت موجودہ آمدنی کا ذریعہ نہیں ہیں تو ان کو فروخت کرکے نمبر ۱/ کے مصرف میں صرف کریں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۹۲ھ

وقف زمین پر اسکول کی تعمیر

سوال:۔ اسلامیہ اسکول کو گاؤں کے تمام قوموں نے چک بندی کے زمانہ میں کچھ زمین

---

[۱] مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ،ص۴۴۵/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة)، تبيين الحقائق ص۳۲۹ج۳ كتاب الوقف، طبع امداديه ملتان، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[۲] سأل ابوالقاسم الصفا رعن شجرة وقف يبس بعضها وبقى بعضها قال يبس منها فسبيله سبيل غلتها ومابقى متروک على حالها وفى البزازية عن الفضلى ان لم تكن مثمرة يجوز بيعها قبل القلع لانه غلتها والمثمرة لاتباع الا بعد القلع كبنا الوقف (شامی کراچی ،ص ۳۷۷/ج۴/ كتا ب الوقف، مطلب فى الوقف اذاخرب ولم يكن عمارته)، بزازيه على الهندية كوئٹه ص۲۶۰ج۶ كتاب الوقف نوع فى وقف المنقول.

دی ہے، تقریباً بیس بیگھہ اور وہ مدرسہ کیلئے ہے، اب دریافت طلب بات یہ ہیکہ اس کا مالک مدرسہ ہوا یا قوم اور کیا اس زمین کو مدرسہ اسلامیہ کے معاملہ کے علاوہ اور کہیں استعمال کیا جاسکتا ہے، اور کیا اس پر انگریزی مدرسہ بنایا جاسکتا ہے، اور کیا قوم کو اور ناظم وممبران کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اس زمین کو جہاں چاہے استعمال کرسکیں؟ مدلل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالم گیری[1] میں ہے: "ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطيتها له صح ويكون تمليكاً" (ج۳/ص:۵۶۷/) شامی[2] میں ہے: "لا يملك ای لا يكون مملوكاً لصاحبه ولايملك ای لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لا ستحالة تمليك الخارج عن ملكه" (ج۳/ص۵۶۷/۲)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زمین مذکورہ مدرسہ کی ملک ہے، مدرسہ کے مفاد کے علاوہ نہیں استعمال کی جاسکتی، قوم وناظم وممبران کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ زمین کو جہاں چاہیں استعمال کریں اسطرح اس پر انگریزی مدرسہ نہیں بنایا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف ویران شدہ کنواں دے کر اس کے عوض میں کنواں بنوانا

سوال:- تقریباً پندرہ سال قبل زید نے ایک کنواں بنوا کر رفاہ عام کے لئے وقف کردیا لیکن تقریباً پانچ چھ سال سے کوئی بھی اس کنویں کو استعمال میں نہیں لاتا مطلب یہ ہے کہ ویران پڑا ہوا ہے اور مذکورہ کنواں بکر کے دو مکانوں کے درمیان میں پڑتا ہے تو بکر نے زید سے مطالبہ کیا کہ

---

[1] عالم گیری کوئٹہ ۲/۴۶۰، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

[2] شامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو يوسف بين قوله الخ، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ كتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم.

کنواں مجھے دیدو اور آپ لوگوں سے گاؤں میں جہاں زیادہ استعمال ہو سکے اور عوام فائدہ اٹھا سکے وہاں کنواں بنا کر وقف کر دو اور نیا کنواں بنانے میں جتنا خرچ ہوگا وہ میں دونگا۔

(۲) اب کیا زید شرعی اعتبار سے ویران کنواں بکر کو دیکر نیا بنا سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) اور بکر وقف کا ویران شدہ کنویں کا بدل دیکر اپنا ذاتی مکان اس جگہ بنا سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کی اصلاح کر کے اس کو کارآمد نہیں بنایا جا سکتا اور اس کا جو نفع تھا وہ حاصل نہیں ہوتا اور بکر اتنی رقم زید کو دیدے جس سے کارآمد کنواں بنا کر وقف کر دیا جائے اور اس سے سب فائدہ اٹھائیں تو شرعاً یہ صورت درست ہے[۱]

۲- اس تبادلے کے بعد بکر اس جگہ اپنا ذاتی مکان بنا سکتا ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

دوسری جائیداد خریدنے کیلئے موقوفہ جائیداد فروخت کرنا

سوال: ۔مسجد کی جائیداد و کھیت وغیرہ کو دوسری قسم کی جائیداد بنانے کے لئے فروخت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

---

[۱] والمعتمد أنه (الاستبدال) بلا شرط يجوز للقاضي بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية وأن لا يكون البيع بغبن فاحش. (شامی کراچی ۴/۳۸۶، کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج)، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۲۳ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۰۱ ج۲ کتاب الوقف، مطلب شرط الاستبدال.

[۲] وأما حكمه (البيع) فثبوت الملك في المبيع للمشتري. (عالم گیری کوئٹہ ۳/۳، اول کتاب البیوع)، النهر الفائق ص۳۳۶ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۶۱ ج۵ کتاب البیوع.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف جائیداد کی بیع درست نہیں، اس کو محفوظ رکھنا لازم ہے، رکھنا دوسری جائیداد بنانے کیلئے دوسرا انتظام کریں، موقوفہ کھیت اور جائیداد کو فروخت نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۱ھ

ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ صرف کرنا

سوال:- ایک شخص کچھ زمین وقف کرتا ہے، واقف کی نیت مطلق دینی مصرف میں خرچ کرنا ہے، لیکن وقف کرتے وقت اس معاملہ پر کوئی دینی مصرف نہ ہونے کی وجہ سے وقف شدہ جائیداد کو مسجد کے نام سپرد کردیا، جائیداد کی آمدنی اتنی ہے کہ ضروریاتِ مسجد پوری ہونے کے بعد بچ جاتی ہے، دینی مدرسہ میں یتیم، غریب طلباء تعلیم پاتے ہیں، اس میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ صحیح جواب ارقام فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب واقف نے جائداد مطلق دینی مصرف میں خرچ کرنے کے لئے وقف کردی اگرچہ زبانی کیا تو یہ وقف صحیح ہوگیا، اس کے بعد کسی کو کسی ایک مصرف کے لئے تخصیص وتعیین کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ اس موقوفہ جائداد کو مسجد دینی مدارس اور دیگر دینی مصرف میں خرچ کرنا درست ہے: **وفی الاسعاف ولایجوز له، ان یفعل الاّ مَا شرط وقت العقد وفی فتاویٰ الشیخ قاسم وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییره وَلا تخصیصه بعد تقرره ولاسیما بعد**

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لایکون مملوکالصاحب ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه(درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۲/۴/کتاب الوقف قبیل مطلب "فی شرط واقف الکتب ان لاتعارالا برهن)، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الحکم. فقد ثبت ان الرجوع عن الشرط لا یصح. (شامی[1] ۲/۵۹۷) لیکن اگر پہلے تخصیص کی نیت نہیں کی مگر وقف کرتے وقت تخصیص مسجد کی کردی تو اب دوسری جگہ صرف کرنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو مسجد یا اور کسی کارِ خیر کے لئے وقف کرنا

سوال: -ایک مخیّر اور سخی حنفی سنی شخص نے ایک کھلی جگہ جس کی قیمت اسٹامپ پر ڈھائی ہزار روپے ہے، مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدی اب وہ شخص یہ جگہ یا اس کی قیمت مسجد کیلئے وقف کرنا چاہتا ہے، از رُوئے شرع یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس کا اجر وثواب ہے، یا نہیں؟ خان پور میں ایک فیاض ہستی نے ایک کھلی جگہ اپنی اہلیہ کے نام سے خریدی اور یہ ارادہ کیا کہ مدرسہ یا انجمن کو وقف کردیں گے، جہاں یتیم اور مفلس بچوں کی تعلیم کا پروپیگنڈہ تھا، تقریباً آٹھ نو سال سے یہ جگہ خالی پڑی ہے، نہ مدرسہ قائم ہوا اور نہ انجمن البتہ نمائش کے طور پر چندے سے ہی دوسری جگہ ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی کی گئی، مستقبل میں بھی مدرسہ یا انجمن قائم ہونے کا امکان نہیں، کیوں کہ خان پور کی زمین موزوں نہیں، اور نہ یہاں مدرسہ یا انجمن چلنے کے لئے آسانیاں فراہم ہیں، مسلمانوں کے صرف تین سو گھر ہیں، نیز شہر قریب نہیں جس کی وجہ سے کسی یونیورسٹی یا دارالعلوم یا انجمن کا قیام ناممکن ہے، مدرسہ یا انجمن کا نام لے کر چندہ اٹھانا پیشہ بن گیا ہے، چند افراد کا منظّم

---

[1] (شامی کراچی ۴/۴۵۹ کتاب الوقف، مطلب لایجوز الرجوع عن الشروط. شامی نعمانیه ۳/۴۳۱)، مجمع الأنهر ص۶۰۷ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۶۸ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت.

پروگرام جس سے چند غیر مستحق حضرات کی شکم پری مقصود ہے، ایسی صورت میں وہ فیاض شخص خان پور میں ہی یہ جگہ یا اس کی قیمت مسجد کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے، مسجد کی آمدنی قلیل ہے، مسجد کے مصارف پورے نہیں ہوتے، نیز مسجد کی چند دکانیں جس کے کرایہ سے مسجد کے اخراجات میں مدد ملتی ہے، خستہ حالت میں ہیں، اگر جلد تعمیر یا مرمت نہ ہوئی تو گرنے کا احتمال ہے، مسجد کی کوئی دوسری آمدنی نہیں ہے، جس سے یہ ضرورتیں پوری کی جاسکیں اور دوکانوں کی مرمت کر کے ان کو گرنے سے بچایا جاسکے، ایسی ضرورت کی حالت میں یہ جگہ اور اس کے ساتھ زیادہ رقم شامل کر کے مسجد اور اس کی آمدنی بڑھانے کے لئے وقف ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

۱- یہ کھلی اور خالی جگہ یا اس کی قیمت مسجد کے لئے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲- نام نہاد مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدنے کے بعد مسجد کے لئے وقف کرنا مستحق ہے یا نہیں؟

۳- کسی مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدنے کے بعد مسجد کے لئے وقف کرنا درست ہے یا نہیں؟

۴- انجمن یا مدرسہ موجود ہو اور وہاں حاجت نہ ہو تو یہ جگہ کسی دوسرے کارِ خیر میں صرف کرنا کیسا ہے؟

۵- انجمن یا مدرسہ بھی ہے اور مسجد بھی، کیا مسجد کو مقدم رکھنا گناہ ہوگا۔

۶- خان پور کے بجائے دوسرے کسی شہر میں انجمن یا مدرسہ کو وقف کرنے کے بجائے خان پور میں ہی مسجد کے لئے یہ جائداد وقف کرنا ناجائز تو نہیں؟ آمدنی بڑھنے کی صورت میں بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ کے امکانات ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدرسہ یا انجمن کی نیت سے خریدنے کے بعد بھی وہ جگہ خریدار کی ملک میں ہے، محض نیت

سے مدرسہ یا انجمن پر وقف نہیں ہوئی[1] اب اگر اس کے نزدیک مسجد کے لئے وقف کرنا زیادہ مفید ہو تو مسجد پر وقف کر دینے کا اس کو حق حاصل ہے۔

(۲) جب وہاں نہ مدرسہ ہے، نہ انجمن جو کہ مدرسہ بنائے اور چلائے تو پھر مسجد میں ہی وقف کر دے۔ (۳) اسکا نمبر: ار میں جواب آ گیا۔ (۴) اگر وہاں حاجت نہ ہو تو دوسرے کارِ خیر میں وقف کر دینا بہتر ہے[2]۔ (۵) گناہ تو بالکل نہیں۔ (۶) ناجائز نہیں جو صورت انفع ہو اس کو اختیار کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: - کسی جائیداد کو ایک مصرفِ خیر کے لئے وقف کر دیا گیا، اس کے بعد اِس وجہ سے کہ دوسری جگہ اس کی ضرورت زیادہ ہے، تو اس جائیداد کو دوسری طرف منتقل کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

ایک شخص کی زمین پر دوسرے شخص کا غاصبانہ قبضہ ہے، اسکو مالک نے جامع مسجد کے نام وقف کر دیا اور کہہ دیا کہ متولی جانے، میں تو وقف کر چکا، اسکی مالیت ایک ہزار روپیہ کی ہوگی، لیکن وہ شخص قبضہ نہیں چھوڑتا اور ایک ہزار روپیہ کے بجائے دو ہزار روپیہ دینے کو تیار ہے، تو اس کو فروخت کر کے جامع مسجد میں ناکارہ جائیداد کو کارآمد بنالیں یا دوسری جائیداد خرید لے اور جامع مسجد ہی کے لئے ذریعہ آمدنی بنالیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وفی الروضة لا یصح الوقف الا بلفظ. (عمدة القاری للعینی ۲۴/۷، باب الشروط فی الوقف)، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۴۳ج۴ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۳۵۰ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

[2] ونقل فی الذخیرة عن شمس الأئمة الحلوانی أنه سئل عن مسجد خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی أن یصرف أوقافه إلی مسجد آخر؟ فقال: نعم، شامی ص۳۵۹ج۴ طبع کراچی کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، المحیط البرهانی ص۵۱ ۹/۱ الفصل الرابع والعشرون فی الأوقاف، کتاب الوقف، طبع مجلس علمی ڈابھیل، البحر کوئٹہ ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری جگہ اس حالت میں منتقل کر دینا شرعاً درست نہیں[۱]

ایسی مجبوری میں اگر متولی دو ہزار روپیہ لے کر کوئی اور جائیداد جامع مسجد کے لئے وقف کردے تو درست ہے: **ولو صَارت الارض بحال لا ينتفع بها والمعتمد انه بلاشرطٍ يجوز للقاضي بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لا يكون هناك ريع للوقف يعمر به وان لا يكون البيع بغبنٍ فاحشٍ**[۲] (شامی ۳/۳۸۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۸۹ھ

ایک وقف کو دوسری جگہ خرچ کرنا

سوال:۔ یہاں پر چونکہ الگ الگ مسجدوں کے اوقاف ہیں، لیکن چند آدمیوں نے مل کر تقریباً دس مسجدوں کے اوقاف اکھٹے کر کے ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے لگے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے جو جائیداد جس مسجد کے لئے جداگانہ وقف کی ہے اس کی آمدنی اس مسجد میں

---

[۱] ولا يجوز للناظر تغير ضيعة الواقف كما أفتى به خير الرملي والخانوتي وغيرهما فكيف تباع العين بلا مسوغ شرعي الخ تنقيح الفتاوى الحامديه، ص۱۱۵ ج۱ كتاب الوقف، المطبع الميمنة مصر، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر مصر، عالمگيرى ص۴۹۰ ج۲ الباب الرابع عشر. مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[۲] شامى كراچى ۴/۳۸۶ كتاب الوقف، مطلب فى اشتراط الادخال والاخراج، البحر كوئٹه ص۲۰۷ ج۵ كتاب الوقف، عالمگيرى كوئٹه ص۴۰۱ ج۲ الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط.

صرف کی جائے دوسری مسجد میں صرف نہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آمدنی کم ہونے کی وجہ سے وقف کی زمین فروخت کرنا

سوال:-مسجد کی کچھ زمین وقف شدہ ہے، اس زمین کے قرب وجوار میں آبادی ہوگئی ہے، اب اس کی آمدنی پہلے سے کم ہونے لگی، اب متولیانِ مسجد چاہتے ہیں کہ اس زمین کو فروخت کردیا جائے اور دوسری زمین خرید لی جائے یا تبادلہ کرلیا جائے، لیکن واقف نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی، تو اب اس کی فروختگی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین باقاعدہ مسجد کے لئے وقف ہے آمدنی کم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع جائز نہیں، اس کو اسی طرح رکھا جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

آمدنی کم ہونے پر مکان موقوفہ کی بیع

سوال:-ایک مسجد کی موقوفہ زمین کی آمدنی سالانہ پچاس روپیہ ہے، اگر اس زمین کو فروخت

---

[1] وان اختلف احدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین اومسجداً ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لا یجوزله ذلک (شامی کراچی ،ص ۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۲۱۶ج۵ کتاب الوقف.

[2] والثالث أن لا یشرطه أیضًا ولکن فیه نفع فی الجملة وبدله خیر منه ریعا ونفعا وهذا لا یجوز استبداله علی الاصح المختار. (شامی کراچی، ص: ۳۸۳، ج:۴، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه)، فتح القدیر ص۲۲۸ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه مصر، فتاوی قاضی خان علی الهندیة ص۳۱۰ج۳ فصل فیما یدخل فی الوقف الخ مطبوعه کوئٹه.

کر کے دوسری زمین خریدی جائے، تو اس صورت میں سالانہ آمدنی پانچ چھ سو روپیہ ہوگی، لہٰذا متولی مسجد کی رائے سے اس زمین کو فروخت کر کے دوسری زیادہ آمدنی والی زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کچھ روپیہ بچا کر بناء مسجد مذکور میں ضرورۃً لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس حال میں کہ باقی روپیہ سے بھی سالانہ پانچ سو روپیہ آمدنی ہونے کی توقع ہے اور مقدار زمین میں بھی پہلی زمین سے زیادہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کی جاتی ہے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بعینہ یہ زمین باقی رہے اور اسکے منافع کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، وہ زمین تجارت کیلئے نہیں دی جاتی ہے، لہٰذا اسکا فروخت کرنا اور زیادہ آمدنی کی زمین حاصل کرنا جائز نہیں[1] الا یہ کہ موقوفہ زمین سے انتفاع ہی ختم ہو جائے، تو اسکا حکم دوسرا ہے، اسکے عوض دوسری زمین خرید کر اسکی جگہ وقف کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیر موقوفہ کا سامان نئی تعمیر میں

سوال:- ایک مسجد کے قریب ایک کنواں ہے جس کو ایک تھانیدار نے زمینداروں سے لے کر رفاہ عام کے لئے آباد کیا تھا کچھ عرصہ کنواں جاری رہا پھر اس تھانہ دار کی تبدیلی پر دوسرے تھانہ دار نے جاری کرنے پر غور نہ کی اور سامان چوبی اکثر لوگوں نے اکھیڑ کر جلا دیا اور کچھ سامان بچ گیا، اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ بچا ہوا سامان مسجد شریف کی تعمیر میں لگایا جائے تو شرعاً اجازت

---

[1] فاذا تم لزم لا یملک ولایملک، درمختار مع رد المحتار کراچی ص ۳۵۱، ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار، بحر کوئٹہ ص۵/۲۰۵، کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیرت،

[2] قال ھشام: سمعت محمدا یقول الوقف اذا صار بحیث لا ینتفع بہ المساکین فللقاضی ان یبیعہ ویشتری بثمنہ غیرہ، بحر کوئٹہ ص۵/۲۰۷، کتاب الوقف، شامی کراچی ص۴/۳۸۶، کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، ھندیہ کوئٹہ ص ۲/۴۰۱، کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف،

ہے، یا نہ اگر بعینہٖ نہ لگ سکے تو اس کو فروخت کر کے اس رقم کو محفوظ رکھیں اور دوسری جگہ سے قرضہ لے کر مسجد میں لگا دیں اور اس رقم سے قرضہ اتار دیں یہ کس طرح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- اگر وہ کنواں آباد ہے اور اس کی ضرورت ہے تو وہ سامان اسی کنویں میں صرف کرنا چاہئے، اگر وہ غیر آباد ہے، اس کی ضرورت نہیں رہی، دوسرا کنواں موجود ہے، تو پھر اس سامان کو کسی قریب کے دوسرے کنویں میں حسب ضرورت صرف کر دیا جائے مسجد میں صرف نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی دوسرے کنویں میں ضرورت نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اس بقیہ سامان کو بھی دوسرے لوگ اٹھا کر لے جاویں گے تو پھر اس کو مسجد کی عمارت وغیرہ میں لگانا درست ہے، بہتر یہ ہے کہ وہ سامان فروخت نہ کیا جائے بلکہ بعینہٖ مسجد میں لگایا جائے اگر وہ کار آمد نہ ہو تو اس کی قیمت خرچ کی جاوے۔ (**هكذا يفهم من مافي رد المحتار**[۱] ۳/۵۷۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے روپیہ عیدگاہ میں لگانا یا بالعکس

سوال:۔ مسجد کے روپیہ سے عیدگاہ بنانا یا عیدگاہ کے روپیہ سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الى اقرب مسجد أو رباط أو بئر اليه. (الدر على الرد كراچی ص: ۳۵۹، ج:۴، كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد أوغيرهٗ) والذى ينبغى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض..... ولا سيما فى زماننا فان المسجد أو غيره من رباط أو حوض اذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون . (شامى كراچى ص: ۳۶۰، ج:۴، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، شامى نعمانيه، ۳۷۱ ,۳/۷۲)فتاوى قاضى خان على الهندية ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف فصل فى المقابر والرباط، المحيط البرهانى ص ۱۵۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فى الأوقاف التى يستغنى عنها

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف مسجد سے حاصل شدہ روپیہ سے عیدگاہ بنانا اور وقف عیدگاہ سے حاصل شدہ روپیہ سے مسجد بنانا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے وقف مکان کی بیع

سوال:- ایک متولّی صاحب نے مسجد کا وقف مکان سنی سینٹرل وقف بورڈ سے اجازت لے کر فروخت کردیا اس کا کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مکان مسجد کے لئے وقف ہو اس کو فروخت کرنے کے لئے سنی سینٹرل وقف بورڈ کی اجازت کافی نہیں، وقف شدہ مکان کی بیع کا حق نہیں، متولّی صاحب سے مطالبہ کیا جائے کہ اس کو کیوں فروخت کیا، یہ تو فروخت کے قابل نہیں ہے اور بیع کو فسخ کرکے حسبِ سابق مکان کو وقف قرار دیا جائے[2] فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۰ھ

---

[1] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الواقف الاخرعليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلا مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليها اوقافاً لايجوز له ذٰلک (الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى، ص۳۶۰/ج۴/ كتاب الواقف مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف.

[2] فان باع القيم شيئًا من البناء لم ينهدم فالبيع باطل. (الهندية ص:۲/۴۱۷، مصرى، كتاب الوقف الباب الخامس)، فإذا تم ولزم، لا يملک ولا يملک ولا يعار ولا يرهن الدر المختار كراچى ص۳۵۱ ج۴ كتاب الوقف، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه مصر.

وقف کے مصارف اور اس کی بیع

سوال:- ایصالِ ثواب کے لئے لیچی کا باغ وقف ہے اور وصیت ہے کہ ہر سال میلاد شریف وکھانا مسکین ومسجد وغیرہ لیچی کی آمدنی سے کیا جاوے مگر چند مجبوری مثلاً لیچی چوری ہو جانا اس کی وجہ سے متولّی صاحب نے لیچی کے باغ کو بیچ دیا۔ ایسی صورت میں اس پیسہ کو اس مذکورہ کارِ خیر میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کوئی اور صورت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی بیع ناجائز ہے[1]، اس بیع کو فسخ کر کے روپیہ دے کر باغ واپس لیا جائے۔ اگر باغ فروخت نہیں کیا بلکہ پھل فروخت کیا ہے تو حسب قواعدِ شرعیہ پھل کی بیع درست ہے۔[2] اس کی قیمت کو مسکینوں کی امداد مسجد کی مرمت اور بقرعید پر قربانی میں خرچ کیا جائے میلادِ مروجہ کی جگہ دینی مواعظ کا انتظام کیا جائے جن میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے حالات وارشادات کو بیان کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند

موقوفہ زمین کی بیع

سوال:- تقریباً چالیس سال قبل ایک شخص نے کچھ زمین دینی درسگاہ کے لئے وقف کی تھی

---

[1] فان باع القیم نخلة حیة فالبیع باطل. الهندیه ص:۴۱۷، ج:۲، کوئٹه (بحذف) الباب الخامس من کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] وان کانت اشجار الدلب والخلاف ونحوهٖ جاز له بیعها لانها منزلة الغلة والثمرة. (الهندیه کوئٹه ص: ۴۱۷، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الخامس، البحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

اس کے بعد اس زمین کے اندر مدرسہ کا مکان بھی تعمیر ہوگیا تھا، وقف کرنے کے پانچ یا سات سال کے بعد کے حادثہ میں یہ مدرسہ بالکل نابود ہوگیا جس کی بنا پر مدرسہ کے متولّی صاحب نے یہ زمین اور مکان فروخت کردی، وقف کنندہ نے زمین خرید لی اس کے بعد مدرسہ کی دوسری وقف شدہ زمین کے ساتھ ساتھ سرکار کے محصول ادا نہ ہونے کی بناء پر گورنمنٹ نے یہ زمین نیلام کردی دوسرے ایک شخص نے گورنمنٹ سے خرید لی۔ وقف کنندہ نے اس شخص سے گفت وشنید کے بعد دوبارہ اس زمین کو حاصل کرلی، وقف کنندہ کے انتقال کے بعد اس زمین کے متصل مدرسہ کے مکان کی دوبارہ تعمیر ہوئی جو سرکاری زمین ہے اور اب یہ مدرسہ بھی سرکاری مدرسہ ہوگیا ہے، وقف کنندہ کے لڑکے نے یہ سوچا کہ ممکن ہے اس زمین کے عوض میں جو روپیہ ادا کیا گیا وہ مدرسہ کے کام میں نہیں لگا ہو، لہٰذا اس نے دوبارہ زمین کی قیمت کے اعتبار سے اتنے روپیہ مدرسہ میں خیرات کردیئے اور فی الحال لڑکا اس زمین پر اپنا مکان تیار کرا رہا ہے، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس لڑکے کے لئے مندرجہ بالا طریقہ پر اس حاصل شدہ زمین پر اپنا قبضہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین ایک دفعہ صحیح طریقہ پر وقف ہوجائے تو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں[1] لہٰذا اس کو چاہئے کہ وہاں اپنا ذاتی مکان نہ بنائے بلکہ اس زمین کو کرایہ پر لیلے اور مکان بنالے، زمین مدرسہ کی رہے گی اور مکان اس شخص کا رہے گا، زمین کا کرایہ مدرسہ کو دیتا رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹/۹/ ۹۰ھ

---

[1] متی صح الوقف لا یملک بیعه ولا یورث عنه. عالمگیری مختصراً ص: ۳۵۲، ج:۲، الباب الاول، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۵۲ج۴ کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر مصر. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

بیع بشرط اقالہ اور وقف کی بیع

سوال:- مسلمانوں کے درخواست کرنے پر سرکار نے عیدگاہ کے لئے زمین صرف پانچ روپیہ شکرانے لے کر عطا کی اور اس کا قبالہ بھی عطا کیا چنانچہ اس عیدگاہ کی زمین کو مسلمانوں کے عام چندہ سے ہموار کرالیا گیا۔ نماز عیدین عرصہ تین سال سے اس عیدگاہ میں ادا ہو رہی ہے، آج کل عموماً حسب قانون جدید ہر قبالہ میں یہ عبارت مطبوعہ درج ہوتی ہے کہ بکار رفاہ عام سرکار جب چاہیں گے واپس لے لیں گے۔

نوٹ: میں بطور حاشیہ دوسرے مقام پر بسلسلۂ ہدایات سرکاری حکام ہدایت کی ہے کہ اگر عبادت گاہ تعمیر شدہ سدراہ ہو تو تا امکان اس کا خیال رکھا جائے اور اس فرقہ کے لوگوں کا دل دکھا کر جبراً نہ لی جائے اور صورت مسئولہ میں صرف زمین ہموار کردہ ہے، بسلسلۂ نظام اس کی قریب آبادی ہو جانے کی وجہ سے سمسان بھومی یا مرگھٹ قدیم اٹھایا جا کر خاص عیدگاہ مذکور کی زمین میں منتقل کیا گیا ہے اور منتقل کرنے سے سال بھر ہوا کہ سرکاری گزٹ میں اعلان بھی شائع ہوا تھا کہ اگر کسی کو کچھ (عذر) ہو تو ظاہر کرے اور صرف پندرہ ہی دن کی میعاد دی گئی تھی، چند آدمیوں کو علم ہوا انہوں نے عذر داری کی درخواست دی مگر ایک نہ چلی اور یہ عیدگاہ مذکورہ حضرات اہلِ حدیث صاحبان کی ہے اور ان میں سے چند معزز حضرات اور ان کے مولوی صاحبان نے اپنی منشاء کے موافق عیدگاہ کی زمین کے بدلے میں دوسری زمین لینا اور روپیہ لینا جائز بتلا کر عیدگاہ کی زمین سرکار کو دیدیا اور اب قریباً بیس روز ہوئے کہ خاص عیدگاہ کی زمین میں اور اس کے مشرقی اور شمالی جانب مرگھٹ بن گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. چنانچہ حسبِ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ وما بناه مستأجر أو غرسه فله مالم ينوه للوقف أى اذا بناه من ماله. (شامی کراچی، ص: ۴۵۵، ج:۴، كتاب الوقف. مطلب فى حكم بناء المستأجر فى الوقف بلا اذن)، البحر کوئٹہ ص ۲۰۴ ج۵ كتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۶ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف.

(۱) ہر پٹہ یا بیعنامہ کی مطبوعہ شرط واپسی سے اگر مشتری کی ملک نہیں تو رہن کی صورت ہے یا نہیں۔ (۲) ہر پٹہ یا بیعنامہ کی مطبوعہ شرط واپسی **بعد البیع عند الشرع باطِل** اور مانع وقف ہے یا نہیں۔ (۳) سب واقف مسلمان سکوت کرنے والے اور کوشش نہیں کرنے والے عیدگاہ فروشی کی نگاہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ (۴) اب اگر عیدگاہ کی خاص زمین سے بڑی مشکل اور جانفشانی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے مرگھٹ جائیں تو یہ صورت ہوگی کہ عیدگاہ کے مشرقی وشمال مرگھٹ رہیں گے اور ایک جانب شاہراہ قدیم گذرگاہ ہندو مسلم ہر دو کے ایک ہے، اس لئے دو فریق کا اجتماع وتصادم بہت ممکن ہے اور سوختگی مردگان کے ہوائی اثرات قرب وجوار یا اہلِ مرگھٹ کے گریہ وبکاؤ سے یا بصورت کھلے مصلی ہونے مقام مصلی پر مردہ جلانا یہ سب صورتیں ممکن ہیں۔ (۵) تمام مسلمان یا خبردار بے خبر سکوت میں ہیں اور اب اپنی جماعت میں سے بھی چند آدمیوں کا کوشش کرنے کا ارادہ ہے، اس لئے عرض ہے کہ اگر ہم پر کوشش کرنا ضروری ہے تو حتی الامکان کوشش کریں ورنہ چپ رہیں، حالاتِ حاضرہ پر توجہ تام فرما کر بروئے احکام شرعیہ مطہرہ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے کہ بصورت موجودہ ہم مسلمانوں کو کونسی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرط مفسد بیع ہے اور بیع فاسد کا فسخ کرنا ضروری ہوتا ہے، لیکن جب مشتری بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کرتا ہے، تو اس شئ پر ملکیتِ مشتری ثابت ہوجاتی ہے اور ایسی بیع کو اگر مشتری باقاعدہ وقف کردے تو شرعاً وہ وقف صحیح ہوجاتا ہے۔ **بیع الوفاء صورته ان یبیعه العین بالف علیٰ انه اذا رد علیه الثمن رد علیه العین ثم ان ذکرا الفسخ فیه او قبله اورزعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا اھ** (درمختار[۱] ص:۲۴۲، ج:۴

---

[۱] الدر مع الرد کراچی ص:۲۷۶-۲۷۷، کتاب البیوع. مطلب فی بیع الوفاء، شامی زکریا ص۵۴۵، ۵۴۷ ج۷، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع باب الصرف الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطلب فی بیع الوفاء فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

مختصراً) ولو قبض المبیع بیعا فاسدا باذن بائعه ملکه ولکل منهما فسخه قبل القبض وبعده مادام فی ملک المشتری اھ مجمع الانهر[1] (بحذف) ص: ۶۵و ۶۶، ج۲) فان باع المشتری مااشتراه شراء فاسدا بیعا صحیحا ای انعقد بیعه وکذا ینفذ لواعتقه بعد قبضه او وهبه وسلمه او رهنه او اوصٰی به او وقفه وقفا صحیحا صح وسقط حتی الفسخ اھ (سکب الانهر. (بحذف) ص۶۸[2]، ج۲)

(۲) یہ صورت وقف کی نہیں بلکہ بیع فاسد کی صورت ہے، کمامر فی الجواب الاول (۳) اگر اس کا وقف صحیح ہو چکا ہے، تو اس کو فروخت کرنا کسی حال میں جائز نہیں اس کی بیع ہی درست نہیں اس کی واپسی ضروری ہے اس کو فروخت کرنے والے گنہگار ہیں، حتی الوسع اہل علم وفہم وارباب حل وعقد کے مشورہ کے مطابق اس کی واپسی کی کوشش ضروری ہے۔

فاذا تم ولزم لا یملک ای لایصیر ملکاً لصاحبه ولایملک ای لا یقبل التملیک بغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه اھ (طحاوی ص ۵۳۴، ج۲)[3]

(۴،۵) اگر یہ وقف صحیح ہے جیسا کہ اس کے عیدگاہ ہونے سے ظاہر ہے تو حتی الوسع چھڑانے میں قانون داں اور تجربہ کار اہلِ علم کے مشورہ کے مطابق کوشش لازم ہے تمام چھوٹے یا بعض حصہ چھوٹے جتنا بھی ممکن ہو تا کہ اغیار کے تصرف وتملک سے محفوظ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ جمادی الاولی ۵۷ھ

---

[1] مجمع الانهر ص: ۹۴ ,۹۵، ج:۳، فصل من کتاب البیوع قبل باب الاقالة، طبع بیروت. الدر المختار علی الشامی کراچی ص۸۸ ج۵ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، البحر کوئٹه ص ۹۱ ج۶ فصل فی البیع الفاسد، قبیل باب الإقالة.

[2] الدر المنتقی علی المجمع الأنهر ص۹۸ ج۳ باب البیع الفاسد، قبیل باب الإقالة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقفِ مشاع کی بیع مسجد کے تیل کی بیع

سوال:- ہمارے یہاں مسجد کے نام تین نوع کا وقف ہے، نوع اول کلی وقف خواہ زراعت کی زمین ہو یا دوکانیں ہوں، اس کی کل آمدنی مسجد میں لگاتے ہیں، نوعِ دوم جزئی وقف یعنی پورا کھیت نہیں بلکہ بسوہ دوبسوہ مسجد کے نام کل کھیت اپنے قبضہ میں اب نہ اس قدر قلیل کو کوئی خرید سکتا ہے اور نہ وقف کرنے والا اس کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ اس کی آمدنی مسجد میں دیتا ہے صرف برائے نام وقف ہے، سو ایسی حالت میں بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ نوع دوم کی وقف وقف کرنے والے کے نام فروخت کردیں، اور کل آمدنی مسجد میں لگادیں سو یہ درست ہے کہ نہیں؟ سوم تیل وغیرہ کا وقف جو وقف کرنے والے نے اس نیت سے وقف کیا ہے کہ مسجد میں صرف ہو، اگر خرچ سے زائد ہو تو فروخت کر کے مسجد کے دوسرے کام میں لگانا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین باقاعدہ وقف کردی گئی ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں واقف نے بوقتِ وقف یہ شرط کی ہو کہ اگر اس زمین سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر وقف کردی جائے تو اس کی شرط کے مطابق عمل درست ہے[۱] جس قدر حصہ اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ۹۵ ج ۶ باب البيع الفاسد، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۹۲ ج ۵ باب البيع الفاسد.

[۳] طحطاوى على الدر ص ۵۳۴ ج ۲ كتاب الوقف، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، فتح القدير ص ۲۲۰ ج ۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۰ ج ۲ كتاب الوقف، الباب الأول.

(صفحہ ہذا) [۱] وجاز شرط الاستبدال به ارضًا اخرى حينئذ أو شرط بيعه ويشترى بثمنه أرضًا أخرى اذا شاء. (الدر المختار على رد المحتار. ص: ۳۸۷، ج:۳، نعمانيه، كتاب الوقف. مطلب فى استبدال الوقف وشروطه درمختار كراچى ص: ۳۸۴، ج:۴)، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۹۹ ج ۲ كتاب الوقف الباب الرابع، مجمع الأنهر ص ۵۷۶ ج ۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نے وقف کیا ہے اس کی آمدنی اس کو خود استعمال کرنا جائز نہیں[1] بلکہ مسجد میں صرف کرنا واجب ہے متولّی اور دیگر اہلِ مسجد کو اس کے مطالبہ کا حق ہے، جو تیل مسجد کی ضرورت سے زائد آوے اس کو فروخت کر کے دوسری ضروریاتِ مسجد میں صرف کرنا درست ہے بشرطیکہ تیل دینے والا اس پر رضا مند ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۴/ ۶۳ھ

عیدگاہ کے روپے سے اسپتال جاری کرنا

سوال:-(۱) مظفر نگر میں عیدگاہ کی دوکانوں سے کافی آمد ہے، عیدگاہ نمازیوں کے لئے ناکافی ہے، کافی مقدار میں نمازی سڑک پر ہوتے ہیں، رخ بھی بالکل قبلہ سے ہٹا ہوا ہوتا ہے، اتنی رقم ہے کہ عیدگاہ کو دومنزل بنا سکتے ہیں بایں صورت عیدگاہ کی رقم سے ہسپتال جاری کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) قبرستان میں دوکانیں وغیرہ بنانا جائز ہے، یا نہیں اگر بنالی گئی تو بقاء کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو رقم بطور چندہ عیدگاہ کے واسطے جمع کی گئی ہے، یا وقف عیدگاہ سے حاصل ہوئی ہے،

---

[1] فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک. (تنویر الابصار علی رد المحتار کراچی ص: ۵۱-۵۲، کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب)، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ باب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند،

[2] بعث شمعافی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولا للمؤذن أن یاخذ بغیر اذن الدافع .(البحر کراچی ص:۲۵۰، ج:۵) فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا ص۵۷۴ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف إذا خرب الخ.

اس کو ہسپتال میں صرف کرنا یا اس سے ہسپتال جاری کرنا درست نہیں ہے، منشاء معطی اور منشاء واقف کے خلاف ہے، جس کا حق متولی کو نہیں متولی امین ہوتا ہے، اس کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، شرط الواقف کنص الشارع کذا فی ردالمحتار[1]

(۲) جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہے اور وہاں مردے دفن ہوتے ہیں وہاں دوکانیں بنانے کی اجازت نہیں ضرورتِ دفن کی خاطر دوکانوں کو وہاں سے ختم کیا جاسکتا ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موقوفہ زمین میں درخت لگانا پھر زیادہ آمدنی کے لئے ان کو کٹوا کر وہاں کھیتی کرنا

سوال: - زید نے ایک آراضی ایک مسجد کے مصارف کے لئے وقف کی، ان مصارف کی تفصیل اس طرح کی کہ اس کی آمدنی امام کی تنخواہ، فرش، جھاڑو، لوٹے، مرمت مسجد وغیرہ پر صرف کی جائے، کچھ عرصہ بعد اس پر دیسی آم کا باغ لگا دیا گیا، چونکہ وقت کافی گذر گیا ہے، اور درخت

---

[1] در مختار مع رد المحتار کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۳ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه،

[2] وسئل هو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیره هل تجوز زراعتها واستغلالها قال ولها حکم المقبرة، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰، ۴۷۱ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات والمقابر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

پرانے ہوگئے ہیں، جس پر فصل بہت کم آتی ہے، جس کی آمدنی سے مسجد کے مصارف پورے نہیں ہوتے، تو کیا ان درختوں کو کاٹ کر اس پر کاشت کر کے مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شیر زخرید کر مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے آراضی وقف کی تھی، متولی خیر خواہ نے اس پر آم لگادیئے تاکہ آمدنی زیادہ ہوجائے، اب پھل کم آنے کی وجہ سے آمدنی کم ہوگئی اور درختوں کو کٹوا کر کھیتی کیلئے آراضی کو خالی کرانے میں زیادہ آمدنی کا ظن غالب ہے، تو اصحاب الرائے سے مشورہ لیکر اسکی اجازت ہے[۱] درختوں کی قیمت مسجد کے ہی ان مصارف میں صرف کی جائے جن کیلئے آراضی وقف کی گئی تھی[۲] قیمت زیادہ وصول ہو تو کوئی دوسرا جائز ذریعۂ آمدنی بھی خریدا جاسکتا ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وانما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیراً. (شامی کراچی ۴/۴۵۴، کتاب الوقف، مطلب انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیراً) فان کان فی ارض الوقف نخلة فخاف القیم هلاکها کان له ان یشتری من غلتها فضلا فیغرسه لان النخل یفسد علی امتداد الزمان فیهلک فینقطع ثمرها فکان ابقاء ها بالغرس مکانها حتی تبغی خلفا عن سلف للقیم ان یبدأ من غلة جملة الارض بمؤنة اصلاح تلک القطعة لانها اذا صلحت کثرة الغلة فکان انفع للفقراء المحیط البرهانی ص۲۴ ج۹، کتاب الوقف، الفصل السابع فی تصرف القیم.

[۲] المتولی بناءهٗ وغرسه للوقف مالم یشهد أنه لنفسه قبله (درمختار مع الشامی کراچی ۴/۴۵۵،کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المتولی وغیره فی ارض الوقف)، مجمع الأنهر ص۶۰۴ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] الفاضل من وقف المسجد هل یصرف الی الفقراء قیل لا وأنه صحیح ولکن یشتری به مستغلا للمسجد. (الهندیه، بلوچستان کوئٹه ۲/۴۶۳، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر)، المحیط البرهانی ص۱۳۸ ج۹ کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد وما یتصل به.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

تولیت وقف

متولی کس کو کہتے ہیں

سوال: -شرعی متولی کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوشخص وقف کی نگرانی اور انتظام کرے وہ متولی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/ ۹۱ھ

متولی کے فرائض

سوال: ۔متولی صاحب کے لئے کن امور کا انجام دینا ضروری ہے، براہ کرم تفصیل کے ساتھ جواب جلد دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۶) مسجد کی آبادی اور تمام ضروریات کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں

---

[1] المتولی: من تولّٰی أمر الأوقاف وقام بتدبیرها. (قواعد الفقه، دار الکتاب دیوبند ص: ۴۶۴، الرسالة الرابعة التعریفات الفقهیة)

غلط کام نہ ہونے دینا، نمازیوں اور امام کی حسب حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کو رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق شرعی اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکام شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا، یہ اوصاف جس متولی میں ہوں وہ قابل قدر ہے، اس کو علیحدہ نہ کیا جائے، جس متولی میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ان اوصاف کو حاصل کرنے کی سعی کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی کی ذمہ داریاں

سوال:۔ متولی کے لئے کن امور کا انجام دینا ضروری ہے، برائے کرم تفصیل کے ساتھ جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کی آبادی اور تمام ضروریات کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں غلط کام نہ ہونے دینا، نمازیوں اور امام کا حسب حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کو رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق شرعی اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا، عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکام شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا، یہ اوصاف جس متولی

---

[1] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحصل به (الیٰ قوله)من طلب التولیة علی الوقف لایعطی (شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط التولیة، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۰۸ ، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، البحرالرائق ص۵/۲۲۶ ، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

میں ہوں، وہ قابل قدر ہے، اس کو علیحدہ نہ کیا جائے، جس متولی میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ان اوصاف کو حاصل کرنے کی کوشش کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۱ھ

متولّی کے اختیارات

سوال:-متولّی کے کیا اختیارات ہیں؟ عوام کی رائے ومشورہ کے بغیر وہ کوئی تصرف کا مجاز ہے یا نہیں؟ متولی کے عزل کے اسباب متولی کا عزل کن وجوہ سے ہوسکتا ہے اور عزل کا اختیار عوام میں کس کو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کام مصالحِ وقف کے موافق اور احکامِ شرع کے مطابق ہوں متولی کرسکتا ہے[2]، جو اس کے خلاف ہوں اس پر اعتراض کا حق ہے۔

مصالحِ وقف کی رعایت نہ رکھنے اور خلافِ شرع عمل کرنے کی وجہ سے وہ مستحقِ عزل

---

[1] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر (الی قوله) وکذا تولیة العاجز لان المقصود یحصل به من طلب التولیة علی الوقف لایعطی له وهو کمن طلب القضاء لایقلد والظاهر انها شرائط الأولویة لاشرائط الصحة وان الناظر اذافسق استحق العزل (شامی کراچی، مختصراً ص ۳۸۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

[2] للناظر التصرف فی الوقف بما فیه الحظ والمصلحة، وحیث عرض المتولی المشروط له، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱/۲۲۱، کتاب الوقف، الباب الثالث، فی احکام الناظر، مطبوعه مصر.

ہوتا ہے۔ بعد تحقیق جماعتِ منتظمہ خود یا کسی وقف بورڈ یا حکومت کے ذریعہ سے اسکو معزول کرایا جاسکتا ہے[1]۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

متولی وقف کیسا ہونا چاہئے؟

سوال:-۱-تولیتِ مسجد کے لئے متشرع ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ مسلمان متدین موجود ہو تو اس کو چھوڑ کر ناحق جو غیر متدین ہو اس کو متولی بنانا کیسا ہے؟

۲-متولی مسجد کس درجہ کا مسلمان ہونا چاہئے؟

۳-اگر واقفِ جائداد کو خود ہی متولی قرار دیدیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱-متولی ایسے آدمی کو بنایا جائے جو امین ہو، (خائن نہ ہو) دیندار ہو (بددین نہ ہو) انتظامِ وقف کی اہلیت اور اس سے دلچسپی رکھتا ہو، اس کو بلاوجہ ہٹا کر یا ابتداءً ہی کسی فاسق غیر متدین کو متولی بنانا گناہ ہے: **وفی الاسعاف لایولّی الاّ آمین قادرٌ بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لانَّ المقصود لایحصل به.** (بحر ص:۲۲۶[2]، ج:۵، کتاب الوقف)

---

[1] القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی. (شامی کراچی، ص: ۳۸۰، ج:۴ کتاب الوقف) مطلب فیما یعزل به الناظر، فاستفید منه أنه اذا تصرف بما لا یجوز کان خائنا یستحق العزل(البحر الرائق کراچی، ص: ۲۳۴، ج:۵، کتاب الوقف)

[2] ص:۲۲۶، ج:۵، کتاب الوقف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۰۸، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم الخ.

۲-اس کا جواب نمبر ا سے واضح ہے۔

۳-درست ہے: **وان جعل الواقف غلة الوقف لنفسه او جعل الولاية اليه صح اى لو شرط عند الايقاف ذٰلک اعتبر شرطه**(بحرص:۲۲۰،ج:۵)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/ ۸۹ھ

مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہئے

سوال:۔مہذب حسین ولد محمد حسن متولی مسجد ہونے کا خواہشمند ہے، مہذب حسین کی والدہ بے نکاحی ہی محمد حسن کے نکاح میں تھی، جس سے مہذب حسین پیدا ہوا تھا، مہذب حسین کے پاس جو بیوی ہے وہ بھی بے نکاحی ہے، وہ ولی محمد کی بیوی ہے، ولی محمد سے دو بچے بھی ہیں، ولی محمد نے طلاق بھی نہیں دی ہے، دفعہ ۳۵۴/ کے تحت مہذب حسین پر مقدمہ بھی چل رہا ہے، ایک غیر مسلم کے گھر چوری کی اور اس کی بیوی کی آبروریزی بھی کی، مسجد کا پیش امام ہونے کا اپنے کو اہل بتاتا ہے، کیا یہ متولی بنایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کا متولی ایسے آدمی کو تجویز کیا جائے، جو دیانت دار ہو، مسجد کو آباد رکھنے کا انتظام کرسکتا ہو، آمد وخرچ کا حساب صحیح صحیح رکھ سکتا ہو، سوال میں جو اوصاف مذکور ہیں ان کے پیش نظر شخص مذکور کو مسجد کا متولی ہرگز نہ بنایا جائے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/ ۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/ ۹۴ھ

---

[۱] البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۲۰، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۷۴، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت. **(حاشیه ۲/ اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

مسجد کا متولی کیسا ہو

سوال:۔ پونہ کی چند مسجدوں میں ووٹنگ کے ذریعہ سے متولی چنے جارہے ہیں اس کے لئے کیا مسئلہ ہے؟ متولی حضرات مسجد کے کیسے ہونے چاہئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کا متولی ایسے آدمی کو بنایا جائے جو امانت دار ہو، سمجھدار ہو، مسجد کے انتظام کی صلاحیت رکھتا ہو، مسجد اور نماز سے محبت کا تعلق رکھتا ہو[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

مسجد کے لئے متولی تجویز کرنا

سوال:۔ مستری یامین ریلوے اسٹیشن مسجد کے متولی ہیں یہ مسجد وقف بورڈ میں نہیں ہے، اور نہ ہی مستری یامین وقف بورڈ کی طرف سے متولی ہیں، مستری یامین ۱۹۵۵ء سے یعنی ۲۵ رسال سے اس کے متولی ہیں، اس مسجد میں مستقل امام نہیں رہتا صرف جمعہ ہوتا ہے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ولا یولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن(شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی شروط المتولی، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، مطبوعه دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف تصرف القیم فی الاوقاف، البحر الرائق کوئٹه ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لائه یخل بالمقصود(شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ ج۴: کتاب الوقف ،مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ہر جمعہ کو تقریباً بارہ تیرہ روپیہ چندے کے آتے ہیں اور دونوں کوٹھریوں کا کرایہ ۱۹/روپیہ ماہوار آتا ہے، مستری یا مین سے اگر کسی نے حساب کو کہا تو حساب نہیں دیتے، جمعہ کے چندہ کو گھر لیجا کر رکھ دیتے ہیں، کوئی رجسٹر وغیرہ بھی نہیں ہے، اپنا ذاتی معاملہ اور ذاتی روزگار بنا رکھا ہے، کچھ دنوں سے دو ایک صاحبان کی یہ رائے ہے کہ اس میں مستقل امام رکھا جائے، اور جمعہ کا چندہ جو کچھ بھی آتا ہے، اس کا حساب لگا کر باقی اپنے پاس سے امام کی تنخواہ پوری کر دی جائے، لیکن مستری صاحب چندہ کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کہنا ہے کہ چندہ سے کوئی مطلب نہیں، امام کی ماہواری تنخواہ کہیں سے پوری کی جائے، پھر کچھ صاحبان کی رائے یہ ہے کہ جب مستقل امام بھی نہیں رکھنا چاہتے اور چندہ بھی نہیں چھوڑنا چاہتے اور کوئی حساب وغیرہ کا رجسٹر بھی نہیں ہے، تو اس چندہ کو اعلانیہ بند کرا دیا جائے، اب آپ براہ کرم اس کی پشت پر مفصل تحریر کریں کہ چندہ اعلانیہ بند کرا دیا جائے، یا نہیں اور مسجد میں مستقل امام رہنا ضروری ہے یا نہیں صرف آپکے جواب پر منحصر ہے یہ فیصلہ شدہ بات ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کا فریضہ ہے کہ وہ مسجد کی آمدنی کا حساب اور مسجد کا نظم اذان اور جماعت کا اہتمام رکھیں محض چندہ وصول کرنے کے لئے متولی نہیں ہوتا[1]۔ اگر فہمائش کے باوجود متولی صاحب امام کا انتظام نہ کریں تو وہاں کے مقامی لوگ کسی مناسب آدمی کو امامت کے لئے تجویز کر دیں، اور اعلان کر دیں کہ امام صاحب کو تجویز کر دیا گیا ہے، چندہ سے ان کی تنخواہ پوری کی جائیگی، لہٰذا چندہ دینے والے حضرات امام صاحب کو چندہ دیا کریں، اور امام صاحب

---

[1] لایولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحصل به (شامی نعمانیه، ص ۳۸۵/ ج۳/ کتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق ص ۲۲۶/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۸/۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

باقاعدہ رجسٹر بنا کے چندہ کا حساب رکھیں، اسی طرح کرایہ کی آمدنی کا انتظام کردیا جائے، اور چند آدمی مل کر وقف بورڈ میں درخواست دے کر متولی اور وقف کمیٹی کا تقرر کرالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۴۰۰ھ

تولیت وقف کی تعین

سوال:-(۱) میں اپنی یہ جائداد جو اس کاغذ میں لکھی ہے وقف کرتی ہوں۔

(۲) مقرہ تاحیات خود متولیہ جائداد موقوفہ کی رہے گی اور اس کا اہتمام اور انتظام حسب وقف ھٰذا کرتی رہے گی، اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کرے گی جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں۔

(۳) بعد وفات منمقرہ کے میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاحب اس جائداد موقوفہ کے متولی رہیں گے اور اہتمام وانتظام جائداد موقوفہ کا کرتے رہیں گے اور آمدنی جائداد موقوفہ ان مصارف میں سے کسی مصرف میں صرف کریں گے جو مصارف وقف نامہ ہذا میں درج ہیں۔ بعد وفات میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاب کے منمقرہ کی اولاد میں جواز قسم ذکور سب سے عمر میں بڑا اور تدین میں زیادہ ہوگا وہ متولی ہوگا اور اہتمام وانتظام جائداد موقوفہ حسب وقف ہذا کرتے رہیں گے اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کریں گے جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں اسی طرح سلسلہ تولیت نسلاً بعد نسل چلا جائے گا۔

(۴) خدانخواستہ اگر جو سب سے بڑا تدین میں زیادہ ہو فوت ہوجائے تو پھر میری اولاد میں سے جواز قسم ذکور اس سے چھوٹا ہوگا وہ متولی رہے گا اور اہتمام جائداد موقوفہ کرتا رہے گا، اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کرے گا جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں اگر خدانخواستہ میری اولاد ذکور میں سے کوئی نہ رہے تو پھر سلسلہ تولیت مذکورہ بالا شرائط

کے ساتھ میری اولاد از قسم اناث میں منتقل ہو جائے گا، اور رہے گا جو میری اولاد اناث میں سے جو سب سے بڑی ہوگی وہ متولیہ ہوگی اس کے بعد اس سے چھوٹی الیٰ آخرہ اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل بطناً بعد بطن چلا جائے گا، اور جب کہ میرے بعد میرے شوہر بھی فوت ہو جائیں اور میری اولاد و ذکور و اناث اور میری اولاد کے سلسلہ ذکور و اناث میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے تو پھر میرے والد احمد سعید خانصاحب کی اولاد کے سلسلے میں سے ذکور وقت سب سے بڑا اور متدین حنفی المذہب از قسم ذکور ہوگا وہ متولی ہوگا اس کے بعد اس سے چھوٹا از قسم ذکور ہوگا اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن چلتا رہے گا، جب میرے والد احمد سعید خانصاب کی اولاد کے سلسلے میں سے بھی کوئی شخص از قسم ذکور باقی نہ رہے یا زندہ ہو مگر تولیت منظور نہ کرے تو پھر خاندان شروانیان سے جو بظاہر زیادہ متدین اور اہل ہوگا وہ متولی ہوگا۔

(۵) بعد ادائے مال گذاری و دیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل وصول و دیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد موقوفہ ہوگا اس سے دس روپے سال مندرجہ ذیل مصارف میں سے کسی مصرف میں صرف ہوتے رہیں، وہ مصارف یہ ہیں

تبلیغ و اشاعت اسلام، و خدمات علماء و صلحاء و مدارس دینیہ عربیہ، و اعانت امور ہر قسم متعلق مذہب اسلام و تعمیر مساجد و امداد بیوگانِ غیر مستطیع مسلمان و یتامیٰ غیر مستطیع مسلمانان۔

بعد منہائے ان دس کے باقی منافع جو بچے گا وہ اپنی حیات تک اپنے صرف میں لاؤں گی اور بعد انتقال میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاحب اپنے صرف میں لائیں گے، اور میرے شوہر کے انتقال کے بعد میری اولاد کو حسب حصص شرعی یعنی بقاعدہ **للذکر مثل حظ الانثیین** تقسیم کی جایا کرے گی اور یہ سلسلہ تقسیم کا میری اولاد میں نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن جاری رہے گا، میرے اور میرے شوہر کے بعد جب میری اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور اولاد الی آخرہ کے سلسلہ میں سے کوئی باقی نہ رہے تو پھر بعد ادائے مال گذاری و دیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل ضروری و دیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد مذکورہ ہذا

کا بچے گا اس میں سے بجائے دس کے تین سو روپے سال مصارف مذکورہ بالا مندرجہ وقف نامہ ہذا میں سے کسی مصرف میں صرف ہوا کریں گے اور باقی منافعہ میرے ان ورثاء شرعی کو بحصہ شرعی دیا جائے گا کہ جو ورثاء میرے والد احمد سعید خانصاحب کی اولاد میں سے ہوں خواہ وہ از قسم ذکور ہوں یا اناث اور جب میرے ایسے ورثاء بھی جو میرے والد احمد سعید خانصاب کی اولاد میں سے ہوں باقی نہ رہیں تو پھر ادائے مال گذاری ودیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل وصول ودیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد موقوفہ کا ہوگا، اس میں سے مبلغ ۵/سو روپے سال مصارف خیر مذکورہ بالا وقف نامہ ہذا میں سے کسی مصرف میں صرف ہوا کریں گے اور باقی منافعہ جو بچے گا وہ متولی کو بطور حق الخدمت دیا جائے گا۔

(۶) اور مجھ کو ان قواعد وقف نامہ ہذا کے اندر تغیر وترمیم کا ہر وقت اختیار رہے گا مگر وہ ترمیم اگر رجسٹری شدہ ہوگی تو معتبر اور قابل عمل ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صحت وقف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے متولی بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تعیین کردی جائے، بلکہ اگر کسی کو بھی متولی مقرر نہ کرے تب بھی مفتی بہ قول کے موافق وقف صحیح ہوجاتا ہے: **لو وقف رجل ارضاله ولم يشترط الولاية لنفسه ولا لغيره ذكر هلال والناطفي ان الولاية تكون للواقف وذكر محمد رحمه الله في السير الكبير انه اذا وقف ضيعة اواخرجها الى القيم لا تكون له الولاية بعد ذٰلک الا ان يشترط لنفسه وهذه المسئلة مبنية علٰى ما تقدم من ان التسليم شرط عند محمد فلا تبقى له ولاية الا بالشرط منه له وليس بشرط عند ابي يوسف فتكون الولاية له من غير شرط لنفسه وبه اخذ مشائخ بلخ ولو شرط ان تكون الولاية له ولا ولاده في الولية القود وعزلهم والاستبدال بالوقف وفي كل ماهو جنس الولاية**

وسلمه الٰی المتولی جاز ذٰلک اسعاف[1] ص: ۴۱) اور بھی کوئی شرط وقف نامہ میں خلاف شرع معلوم نہیں ہوئی، لہٰذا یہ وقف نامہ صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور..... یکم ربیع الثانی ۵۵ھ

تولیت کے متعلق جو کچھ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا صحیح ہے، باقی اور دفعات میں اکثر جگہ اجمال ہے، جس جگہ رقم مقرر کی گئی ہے اگر بجائے اس کے آمدنی کا حصہ رکھا جائے تو اچھا ہے اسی طرح متولی کے لئے دفعہ (۵) کے آخر میں جو کچھ بچے وہ حق الخدمت تجویز کیا گیا ہے، یہاں بھی تعیین ہونی چاہئے۔ تولیت کے شقوق میں گو تفصیل کی گئی ہے مگر پھر بھی ابہام اور اجمال باقی ہے، میں وقف کرتی ہوں کے بجائے میں نے جائیداد اور مندرجہ ذیل کو مصارف ذیل بشرائط ذیل وقف کر دیا ہو تو مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱/ ربیع الثانی ۵۵ھ

کیا وقف کا متولّی خود واقف ہوسکتا ہے؟

سوال:- جائدادِ موقوفہ کی ولایت کا مستحق کون ہے؟ اور کس کو ولی بنانا بہتر ہے؟ واقف بھی متولّی بن سکتا ہے کہ نہیں؟ اس کی اہلیت کے جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف خود بھی متولی بن سکتا ہے[2] جو شخص جائداد موقوفہ کا سب شرائط وقف دیانت

---

[1] هكذا في المحيط البرهاني ص ۹/۲۰، الفصل السادس في الولاية في الوقف ادارة القرآن المجلس العلمي، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس في ولاية الوقف، قاضيخان على الهندية كوئٹہ ۳/۲۹۵، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً. (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

داری سے انتظام کر سکے وہ اہل ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حق تولیت کی تقسیم

سوال:-مسماۃ نبولی نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد وقف علی الاولاد کی جس کا متولی اپنے لڑکے محمود الحسن کو بنایا وقف نامہ میں آئندہ تولیت کے لئے حسب ذیل شرائط مقرر کیں جب کہ مسماۃ کے لڑکے محمود الحسن کو مقرر کیا۔

(۱)-محمود الحسن کے بعد اگر اولاد ذکور نہ ہو تو وہ اپنی ہر دو بیویوں میں سے جس بیوی کو چاہیں محمود الحسن متولیہ قرار دیں وہ متولیہ ہوگی۔(۲)-محمود الحسن کے عدم تعین کی صورت میں اس کی دونوں بیویوں میں سے عمر کے اعتبار سے جو بڑی ہوگی وہ متولیہ ہوگی۔(۳)-محمود الحسن کے سلسلہ ذکور میں سے جو لڑکا خواندہ ہوگا وہ متولی ہوگا۔(۴)-متولیاں مابعد کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے بجائے اپنے سلسلہ ذکور واناث میں سے کسی کو بذریعہ تحریر رجسٹر شدہ متولی مقرر کردیں قابلِ استفسار امر یہ ہے کہ مذکورہ شرائط تولیت کی روشنی میں وہ زوجہ جس سے محمود الحسن وقف نامہ کی تحریر کے بیس سال بعد عقد کیا اور جو تیسری زوجہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور محمود الحسن کے انتقال کے وقت وہ جملہ زوجگان میں عمر کے اعتبار سے بھی کم ہے تو کیا یہ زوجہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] وقال اقوام ان شرط الواقف الولاية لنفسهٖ كانت له. (البحر كراچی ص: ۲۲۵، ج:۵، كتاب الوقف، درمختار على الشامی كراچی ص ۴/۳۷۹، كتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الواقف الولاية لنفسه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولا يولى الا امين قادر بنفسه أوبنائبهٖ. (شامی كراچی، ص: ۳۸۰، ج:۴، كتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی، عالمگيری دار الكتاب ص ۲/۴۰۸، كتاب الوقف، الباب الخامس، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

یا اس کی اولاد مذکورہ شرائط وقف کے تحت متولی ہوسکتی ہے جب کہ محمود الحسن کی زوجۂ دوم جو محمود الحسن کی وفات پر متولیہ مقرر ہوئی تھی، حسب شرائط وقف نامہ تولیت کو اپنی لڑکی کے نام منتقل کر چکی تھی اور اب دفعہ نمبر ۵ تحریر رجسٹری کے ذریعہ مرحومہ کی متولیہ کی لڑکے نے تولیت باضابطہ اپنی لڑکی کے نام منتقل کر دی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ سوم اور اس کی اولاد اناث کو شرائط تولیت کے پیش نظر حق تولیت حاصل نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ ۱۳/۲/ ۹۲ھ

بے نمازی کا متولی مسجد ہونا

سوال:۔ جو متولی نماز نہیں پڑھتا ہے وہ قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کی اصل خدمت انتظام واہتمام مسجد ہے اس میں ماہر ہونا ضروری ہے، لیکن چونکہ متولی کو امین اور دیانت دار ہونا بھی لازم ہے، اور جو شخص تارک فرائض بھی ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کو متولی بنانا جائز نہیں "**الصالح للنظر من لم یسال الولایة للوقف ولیس فیه فسق یعرف هکذا فی فتح القدیر وفی الاسعاف لایولی الا امین قادر بنفسه**

---

[1] التفویض المخالف لشرط الواقف لا یصح فاذا شرط للارشاد ففوض الأرشد فی المرض لغیر الأرشد وظهرت خیانته یولی القاضی الأرشد. (شامی کراچی ص: ۴۲۷، کتاب الوقف مطلب شرط الواقف النظر لعبد اللّٰه ثم لزید لیس لعبد اللّٰه أن یفوض لرجل اٰخر، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۴، کتاب الوقف، دارالکتب العلمیة بیروت)

او بنائبه الخ عالمگیری[1]،ص ۹۹۶/ج۲/''. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی کا قوم واقف سے ہونا

سوال:۔جس قوم نے یہ مسجد کی تعمیر کرائی ہے کیا یہ لازمی ہے کہ ہمیشہ کو متولی اسی قوم میں سے ہو اگر چہ کوئی وقف نامہ تحریری ایسی ہدایت کا موجود نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب واقف نے کسی کو متولی نہیں بنایا اور موجودہ متولی مال وقف کو صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتا، تو ارباب حل وعقد کو چاہئے کہ حاکم مسلم کے ذریعہ سے باقاعدہ متولی موجود کو معزول کرا کے دوسرے دیانتدار شخص کو متولی بنائیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۵/۵۷ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ج۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

---

[1] عالمگیری ،کوئٹہ ،ص۴۰۸/ج۲/ کتاب الوقف ، الباب الخامس، فتح القدیر ص ۶/۲۳۱، کتاب الوقف قبیل فصل فی احکام المجسد، مطبوعہ دارالفکر بیروت، النہر الفائق ص۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بروت، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[2] قال فی البحر ،واستفید منہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن (شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ج۴ کتاب الوقف مطلب فیما یعزل به الناظر، شامی زکریا ص۶/۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، البحر الرائق ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف تحت قول وینزع لو خائناً الخ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، زیلعی ص ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، قبیل فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ امدادیہ کوئٹہ)

زبانی وقف اور خاندانِ واقف کا متولی ہونا جبکہ ان میں صلاحیت ہو

سوال:۔زید کے والد محترم نے مسجد کیلئے دینی اجتماع میں جگہ وقف کی، زبانی پنچوں نے اسے قبول کیا اور نماز ہونا شروع ہوگئی، زید کے والد کا انتقال ہوگیا تھا، زمین قانونی وقف نہیں تھی، اس لئے زید اور اس کے چچا جو پہلے وقف پر راضی تھے، اب ان لوگوں کی بھی نیت ہے کہ ہماری ملکیت رہے اور ہماری زیرنگرانی پکی مسجد بنے، اس کی نگہبانی اور حکمرانی ہماری ہو اور اس کی انکم (آمدنی) ہمارے پاس ہی ہو، ہماری مرضی کے خلاف کچھ بھی نہ ہو، پنچوں کو اصرار ہے کہ قانونی وقف کریں، اور ان کا کہنا ہے کہ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ ابھی قانوناً وقف کریں، اور لوگوں کا کہنا ہے کہ نیت زید کی اور اس کے چچا کی بدل گئی ہے ایسی حالت میں اس مسجد میں یا اس جگہ پر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بظاہر ان لوگوں کا مقصود یہ ہے کہ مسجد پکی ہمارے انتظام اور نگرانی میں بنے اور آباد ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ واقف کے خاندان کے لوگ متولی اور منتظم ہونے کے وہ زیادہ مستحق ہیں جبکہ ان میں صلاحیت ہو۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] ولایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجدفی ولد الواقف واهل بیته من یصلح لذلک (الیٰ قوله) ومفاده ،تقدیم اولا د الواقف (شامی کراچی ،ص۴۲۴/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، عالمگیری ص ۲/۴۱۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، مطبوعه کوئٹه، البحرالرائق ص ۵/۲۳۲، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

بانی کے اہل خاندان تولیت کے زیادہ حقدار ہیں

سوال:۔ پہلا متولی علیحدہ کردیا گیا، کیا ان کو حق ہے کہ کسی دوسرے کو زبانی اپنی طرف سے تقرر کردیں، جبکہ دوسرا متولی مالک مسجد کا بھائی اور یہ مسجد قدیمی میرے، بزرگوں کی رہی، میرا خاندان سب خرچ کرتا تھا اب میں خرچ کرتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بانیٔ مسجد کے خاندان میں جب تک متولی ہونے کے اہل موجود ہیں تو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی تولیت میں وراثت

سوال:۔ ایک مسجد قدیم مشہور چھوٹی مسجد واقع ہے، عمارت مسجد میں ضرورت کے وقت مناسب ترمیم واضافہ ہوتا رہا ہے، عام دستور کے مطابق تعمیر مسجد میں اور اس کے بعد ضروریات مسجد میں عام مسلمانوں کا پیسہ ہی صرف ہوتا رہا ہے، عمارت مسجد ایک قاضی صاحب پٹہ شدہ موقوفہ زمین پر ہے، اور قریب ۲۲/۲۳ سال سے اس مسجد میں پیش امام واقف کے ورثاء میں تھا، اس کو اہل محلّہ نے کسی خامی کی وجہ سے ہٹا کر دوسرا امام رکھ لیا، جو فی الحال امامت کرتا ہے، اس مسجد کے متصل ایک کنواں رفاہِ عام کے لئے بنا ہوا ہے، اس کی ضرورت

---

[1] مادام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۲۴/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، المحیط البرهانی ص۲۳/ ۹، الفصل السادس فی الولایة فی الوقف، عالمگیری کوئٹہ ۲/۴۱۲، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم)

ختم ہونے کی بنا پر حال ہی میں اہل محلّہ نے کنویں کی تعمیر ختم کر کے چند دوکانیں تعمیر کی ہیں، جو کرایہ پر اٹھی ہوئی ہیں، دوکانوں کی تعمیر وآمدنی دیکھ کر سابق امام کے ورثاء جو قاضی صاحب کے ورثاء میں ہیں، مسجد کی دوکانوں پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا ہے، کہ مسجد عام مسلمانوں کے بجائے واقف کے خاندان ہی کے لئے تیار کی گئی تھی، اور ہم اس کے مالک ہیں ہم ہی امامت کریں گے، اور آمدنی لیں گے، جس کی مرضی ہو اس مسجد میں نماز پڑھے یا دوسری مسجد میں پڑھے، تو کیا سابق امام کا دعویٰ موروثی وامامت کا کرنا اور اپنی خاندانی مسجد بنانا جائز ہے کیا مسجد میں اذن عام جمعہ وپنجگانہ باجماعت ہونے پر وہ مسجد وقف ہوئی یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد بنادے اور عام اجازت نماز کی دیدے تو کیا اس کے مرنے کے بعد ورثاء کو اختیار ہے کہ اس میں نماز سے لوگوں کو روکدے؟

نوٹ:۔ یہ مسجد محکمۂ اوقاف میں بھی درج ہے اور سابق امام خاندانی قاضی نہیں ہیں، بلکہ محکمۂ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ ہیں، دراصل وہ قریشی ہیں، اور مسجد قاضیان کے نام سے مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد ذاتی روپیہ سے وقف شدہ زمین میں تعمیر کر کے عام مسلمانوں کو اجازت دیدی اور وہاں اذان اور جماعت پنجگانہ اور جمعہ کی نماز شروع ہوگئی، کسی پر کوئی روک ٹوک نہیں، اور محکمۂ اوقاف میں اس کا اندراج بھی مسجد ہی کے نام سے ہے، تو بلاشبہ وہ شرعی مسجد ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، نہ اس پر کسی کا دعویٰ ملک صحیح ہوگا، نہ وہاں کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جائیگا، مسجد قاضیان یا کسی بھی نام سے موسوم ہو جانے کی وجہ سے اس کے مسجد شرعی ہونے میں کوئی خلل نہیں ہوگا، مسجد اکبری، مسجد شاہجہانی، جہانگیری عالمگیری، بادشاہوں کے نام سے مشہور ہیں، بخاری شریف میں مستقل مضمون ہے، کہ مسجد بنی فلاں سے موسوم کرنا صحیح

ہے[1]، جو شخص جس مسجد میں نماز پڑھتا ہے، یا جس مکان کے قریب مسجد ہوتی ہے، اس کو اپنی مسجد کہا کرتا ہے، اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مملوکہ مسجد ہے، جو جائیداد مسجد کی زمین میں بنائی جائے اور اہل محلّہ چندہ کرکے مسجد کے لئے بنائیں، اس پر کسی خاص شخص یا خاندان کا دعویٰ ملکیت ہرگز صحیح نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۳ھ

تبدیلیٔ تولیت

سوال:۔ مسجد اہل سنت والجماعت وقف کردہ محمود خاں ہے، بروقت تبدیلی، سکونت پاکستان میرے بھائی سید حامد حسین کو متولی کر گئے تھے، کچھ شرائط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اب پاکستان سے خط رجسٹری آیا ہے، کہ سابق متولی کے بجائے دوسرے بھائی عبدالحفیظ

---

[1] عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ سابق بين الخيل التى اضمرت من الحفياء وامدها ثنية الوداع وسابق بين الخيل التى لم تضر من الثنية الى مسجد بنى زريق وان عبد الله بن عمر كان فيمن سادق بها، بخارى شريف ص ۱/۵۹، كتاب الصلوة، باب هل يقال مسجد بنى فلان، مطبوعه اشرفى بک ڈپو ديوبند.

[2] ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل وبقوله جعلته مسجداً (قال الشامىؒ) قلت وفى الذخيرة وبالصلوٰة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى انه اذابنى مسجداً واذن للناس بالصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجداً (درمختار مع الشامى كراچى، ص ۳۵۶/ ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى احكام المسجد) لايباع ولايورث ولايوهب (شامى كراچى، ص ۳۳۹/ج۴/ كتاب الوقف، مطلب لووقف على الاغنياء وحدهم لم يجز، هدايه مع فتح القدير ص ۶/۲۳۵، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۳۵۰، كتاب الوقف، الباب الاول، فاذا تم ولزم لا يملك ولا يملك، شامى كراچى ص ۴/۳۵۱، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسفؒ، سكب الانهر ص ۲/۵۸۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

خاں کو دیدی جائے، تو کیا مالک مسجد پاکستان سے متولی تبدیل کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں، کسی کی کوئی مسجد ذاتی ملک نہیں "وان المساجد للّٰہ" (الآیۃ[1]) بانیٔ مسجد کو حق ہے کہ جس کو مناسب سمجھے انتظام کے لئے متولی بنادے[2]، البتہ جو شخص دیانت دار نہ ہو یا انتظام کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کو بنانا درست نہیں[3]، اگر بنادیا تو اس کو الگ بھی کیا جاسکتا ہے، بلاوجہ الگ کرنا بھی درست نہیں[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بریلوی کی مسجد کا متولی دیوبندی ہو تو کیا کرے

سوال:۔ اگر اس ذہن کے لوگوں کی مسجد کا کوئی دیوبندی متولی ہو تو کیا اس کو تولیت سے علیحدگی دلوانا چاہئے یا نہیں؟

---

[1] سورہ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/ **ترجمہ**:۔ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں، (بیان القرآن)

[2] ولاية نصب القيم الى الواقف (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۲۱/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصية ثم للقاضی، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۳۲، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۱۱، الباب الخامس فی ولاية الوقف)

[3] قال فی الاسعاف ولا يولی الا امن قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لان المقصود لا يحصل به، (شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فی ولاية الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[4] وينزع المتولی لو خئنا ای يجب علی الحاكم نزعه اذا كان غير مامون علی الوقف وكذا لو كان عاجزا نظرا للوقف وصرح بان ممايخرج به الناظر ما اذا ظهر به فسق كشرب الخمر ونحوه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹہ ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، الدرالمختار مع الشامی كراچی ص ۴/۳۸۰، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن.

الجواب حامداًومصلیاً:۔

تولیت سے علیحدگی اختیار نہ کرے بلکہ صحیح العقیدہ امام ومؤذن مقرر کرے کوئی کام خلاف سنت نہ ہونے دے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۶ھ

متولی مسجد اگر غافل یا خائن ہو تو کیا کیا جائے

سوال:۔ اگر کسی مسجد کے متولیان ومنتظمان مسجد کے انتظام میں غفلت وخیانت کریں، حساب آمدنی وخرچ کو ظاہر نہ کریں اوران کی غفلت سے مسجد کے انتظام میں خلل واقع ہوجائے اور مسجد کے کسی حصہ کو نقصان پہنچے یا مسجد کے کسی حصہ پر غیر مسلم کا قبضہ ہوجاوے، اور مسجد کی شان وعظمت برقرار نہ رہے تو ایسے منتظمان کو کیا شرعاً حق ہے، کہ اپنی نظامت پر قائم رہیں اور کیا مسلمانوں کو حق ہے کہ ایسے لوگوں کو تولیت سے علیحدہ کردیں، اوران کی جگہ ان لوگوں کو منتظم بنائیں جو کہ متدین ہوں، اور انتظام مسجد کو مطابق حکم شرح کے قائم رکھیں، براہ کرم جواب جلد عنایت ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

قال فی الاسعاف ولایولی الاامین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة

---

[1] مسجد کی تولیت سے اصل مقصود مسجد کے نظام کو درست رکھنا ہے صحیح امام ومؤذن کا تقرر جماعت ضروریاتِ مسجد وغیر کا انتظام کرنا ہے اگر وہ شخص اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کو تولیت سے علیحدگی اختیار نہ کرنی چاہئے البتہ اگر وہ اس سے عاجز ہو اور نظام درست رکھنے پر اس کو کسی طرح قدرت نہ ہو تو پھر وہ متولی نہ رہے اس لئے کہ تولیت کا مقصود حاصل نہیں ہوگا، **ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی.**

بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذاتولية العاجز لان المقصود لايحصل به الى قوله والظاهرانها شرائط الاولوية لاشرائط الصحة وان الناظراذا فسق استحق العزل ولاينزل كالقاضى اذافسق لاينعزل على الصحيح المفتى بهاھ رد المحتار ص۵۹۵/ج۲/[1]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر متولی خائن ہے یا غافل ہے یا عاجز ہے کہ موافق شرع وقف کا انتظام صحیح طور پر نہیں کرسکتا، اوراس سے وقف کونقصان پہنچتا ہے، نیز یہ چیز شرعی شہادت سے ثابت ہے تو متولی مذکوراس تولیت سے علیحدگی کے قابل ہے یعنی حاکم وقت کے یہاں درخواست دیکر اورمتولی کی خیانت کوثابت کرکے تولیت سے علیحدہ کرادیا جائے اوراس کی جگہ کسی دیندار صالح امین اورلائق شخص کومتولی کیا جاوے، تاکہ وقف کا انتظام شرع کے مطابق رہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ سہارنپور۱۴/۶/۵۷ھ

اگرسوال مطابق واقعہ ہےتواس کا جواب یہ ہے، اگرسوال خلاف واقعہ ہےتوایک مسلم پرغلط اتہام لگانے اور بلاوجہ بدنام کرنے کا وبال اورگنہ سائل کے ذمہ ہے۔

الجواب صحیح سعیداحمد غفرلہٗ مفتی مظاہرعلوم سہارنپور۱۶/صفر،۵۷ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

متولیان کی علیحدگی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر

سوال:۔متولیان اوقاف اپنے فرض منصبی کوادانہ کریں،اوقاف کی ضرورت کوپیش نظرنہ رکھیں،اوقاف کی جائیداد کی حفاظت نہ کریں،اوقاف کی دوکانوں کا کرایہ وصول نہ

[1] ردالمختار، ص۳۸۵/ج۳/ نعمانیه (شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی. بحر ص۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمیگیری ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، مطبوعه کوئٹه.

کریں، اوقاف کی مساجدوں کو جا کر کبھی نہ دیکھیں، مسجدوں میں حاضر ہو کر نماز باجماعت سوائے جمعہ کے کبھی ادا نہ کریں، صرف جمعہ کے دن دفتر اوقاف میں بیٹھ کر کاغذ پر حکم نویسی کریں، اور بستی کے تمام مسلمانوں پر اپنے آپ کو حاکم مانیں اور سب کو محکوم جانیں، اور تمام مسلمانوں کی بے عزتی پر آمادہ ہوں، مسلمانوں کی ناک کٹوائیں گردنیں کٹوائیں، ان کی عورتوں کو بیوہ کرانے کا ارادہ رکھیں، اور خود مسجدوں کی دوکانوں میں کم کرائے سے رہ کر ان کا کرایہ ادا نہ کریں، اور بستی میں کوئی شخص فی سبیل اللہ کام کرے تو اس کو کام نہ کرنے دیں، اور اس کے کام میں روڑے اٹکاویں، اور فتویٰ منگاویں، تو کیا ایسے اشخاص شرعی اعتبار سے متولی اور صدر رہنے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر واقعہ اسی طرح ہو تو ایسے لوگ اس منصب کے حقدار نہیں مگر بغیر تحقیق کوئی اقدام نہ کیا جائے جس سے فتنہ پیدا ہو۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی مسجد اگر مسجد کا انتظام نہ کرے تو اس کی برطرفی

سوال:۔ ایک مسجد ہے اس کے تین متولی ہیں، مسجد کی آمدنی سالانہ ایک ہزار روپیہ ہے، حضرات متولین کا خیال ہے کہ آمدنی کا سارا روپیہ کھالیں اور مسجد میں گھڑے

---

[1] قال فی البحر :قد منا انه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخیانة ظاهرة ببینة (شامی کراچی ص ۳۸۰/ج۴/کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، بحر ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، مطبوعه کوئٹه)

لوٹے تک کا انتظام نہ کریں؟

ایضاً:۔ (۲) مسجد ہی کی کچھ زمین ہے جبراً انہیں لوگوں نے قبضہ کر کے اس پر مکان بھی بنوالیا ہے، یہ سب کیسا ہے؟ اگر ہم باہم مشورہ کر کے اسے وقف بورڈ کے حوالہ کر دیں، اور حکومت ہی کے زیر اہتمام کوئی متولی ہو تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایسے متولیوں کو تولیت سے الگ کرنا واجب ہے، دیانت دار متبع شریعت بااثر چند حضرات کی کمیٹی بنالی جائے، اور موجودہ متولیوں کو برطرف کر کے وقف بورڈ کو اطلاع کر دی جائے، کہ فلاں تاریخ سے فلاں کمیٹی کے سپرد مسجد اور اس کی جائیداد کا انتظام کر دیا جائے، اور قانونی طور پر مسجد کی جائیداد اور آمدنی کو ان کے قبضہ سے نکال لیا جائے، اور آمدنی اور خرچ کا پورا حساب رکھا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

جو متولّی اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اس کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی متولّی وقف شدہ عمارت سے اتنے عرصہ تقریباً ۱۲/سال بے تعلق رہے تو مسلمانوں کے کیا فرائض؟ ہیں نیز از روئے شرع متولی کا کیا حکم ہے؟

---

[1] ولایولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود (الی قوله)وان الناظر اذافسق استحق العزل (شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ج۴/کتاب الوقف ،مطلب فی شروط المتولی، البحرالرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں کو ایسی حالت میں چاہئے کہ کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کردیں[۱]، جو پوری ذمہ داری کے ساتھ وقف کی نگرانی اور خدمت کرے اور وقف کو ضائع نہ ہونے دے اور حتی الوسع غرض واقف کے پورا کرنے میں ساعی رہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو متولّی وقف کو فروخت کرے وہ مستحق عزل ہے

سوال:- کسی وقف کے متولی نے وقف کے ایک حصہ کو بیچ کر بقایا حصہ کی مرمت پر خرچ کردیا ہے کیا متولی کا یہ فعل شرعاً جائز ہے کیا ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے؟ اور قاضیٔ شرع کی عدم موجودگی میں مسلمانان قصبہ کو ایسے متولی کے عزل کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کے کسی حصہ کی بیع جائز نہیں وقف کی آمدنی کرایہ وغیرہ سے مرمت کرنا درست ہے[۳]۔ اگر حاکم مسلم کے ذریعہ سے وقف میں ناجائز تصرف کرنے والے متولی کو علیحدہ کرنا

---

[۱] ولو كان خائنا تنزع منه ويوليه غيره سواء، سكب الانهر على هامش المجمع ص۲/۶۰۴، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامى كراچى ص۴/۳۸۰، مطلب يأثم بتولية الخائن، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] ولا يولى الا امين قادر بنفسه أو بنائبه. (شامى كراچى ص: ۳۸۰، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى، عالمگيرى كوئٹه ص۲/۴۰۸، الباب الخامس فى ولاية الوقف، البحرالرائق كوئٹه ص۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

[۳] اراد القيم أن يبيع بعضا منها ليرم الباقى بثمن ماباع ليس له ذلك فان باع القيم ينبغى للقاضى أن يخرج عن هذا الوقف ملخصاً. ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

دشوار ہوتو پھر قصبہ کے ارباب حل وعقد علیحدہ کر سکتے ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳/۱۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ۵/ذیقعدہ ۵۶ھ

جومتولّی وقف کی خدمت نہ کرے اس کو معزول کرنا

سوال:- خادم مذکور محی الدین صاحب کو مزار شریف اور قبرستان کی خدمت کو صحیح طریقہ سے سرانجام نہ دینے اور اپنی خوشی سے بکس مذکور کی آمدنی کو اپنے کام میں خرچ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت حل وعقد معزول کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ خادم مذکور نے عام قبرستان کی خدمت وحفاظت کی ذمہ داری سے صاف انکار کر دیا تو وہ خود ہی معزول ہو گیا[۲]، البتہ مزار کی خدمت کا وہ مقررہ ذمہ دار ہے، وہ مزار اس کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... (الهندیه مصری ص:۴۱۷، ج:۲ کتاب الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۳۴، کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) ثم اعلم أن التعمیر انما یکون من غلة الوقف. (الهندیه مصری ص: ۴۱۴، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الخامس، شامی کراچی ص۴/۳۶۷، کتاب الوقف، مطلب کون التعمیر من الغلة الخ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] فاستفید منه انه اذا تصرف بمالا یجوز کان خائنا یتحقق العزل، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۳۴، کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر.

[۲] وینزع وجوبا لو غیر مأمون او عاجز، درمختار علی الشامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیت بیروت.

بڑوں کا ہے، عوام کو یہ تو حق نہیں کہ اس کے بڑوں کے مزار کی خدمت سے معزول کردیں، البتہ اگر وہ خدمت نہیں کرتا تو یہ حق ہے کہ جو معاوضۂ خدمت دیتے تھے وہ دینا بند کردیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی حساب نہیں دیتا تو تولیت سے الگ کرنا اور اس کے پیچھے نماز کا حکم

سوال:- بکر کو باتفاق نمازیاں ایک مسجد کا متولی بنادیا گیا جب عمر کے علم میں آیا تو اس نے آکر نمازیوں کو خوب ڈانٹا، اور دھمکایا، اور کہا کہ اس کا متولی پہلے بھی میں تھا، اور اب بھی میں ہی ہوں، عمر چونکہ دنیادار مالدار، اور بااثر ہے، لوگ خاموش ہوگئے، اور عمر متولی بن بیٹھا، عمر جس مسجد کا متولی اپنے کو بنایا ہے، اس کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہیں، کچھ اوقاف ہیں، کچھ دوکانیں ہیں، لوگ شادی بیاہ میں بھی روپیہ دیتے ہیں، چندہ بھی ہوتا ہے، لیکن عمر کوئی حساب نہیں دیتا، اگر حساب مانگا جاتا ہے، تو لڑنے لگتا ہے، پولس کی دھونس دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ متولی ہوں، جو چاہوں جہاں چاہوں، اختیار کلی رکھتا ہوں کسی کو بولنے یا پوچھنے کا مجھ سے کوئی حق نہیں عمر کا یہ عمل ہے اور وہ اپنے اس عمل پر بے حد مصر ہے، اصلاح ناممکن ہے، اگر عام مسلمان ان باتوں کی وجہ سے اس کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یہ متولی ان حالات میں نماز پڑھانا چاہے تو نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

---

[1] الأجر لا يملك بنفس العقد ولا يجب تسلميه به عندنا عينا كان أودينا (الى قوله) ثم الاجرة تستحق باحد معان ثلاثة اما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه (الهندية بلوچستان كوئٹه ص: ۴۱۲، ج:۴، كتاب الاجارة، الباب الثانى متى تجب الاجرة)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ انتظام اور حساب صحیح رکھتا ہے، خیانت ثابت نہیں تو الگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں فتنہ ہے، اسلئے کہ جب سب نے بالاتفاق بکر کو متولی بنایا تو پھر اپنے اثر وقوت سے عمرو زبردستی متولی بن گیا، اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور پولیس کی دھونس دیتا ہے، جس سے سب خائف ہیں، تو اس کو الگ کیسے کریں گے، اگر وقف کی آمدنی کی جانچ، وقف بورڈ سے کرانے کا انتظام کر دیا جائے، تو یہ صورت قابلِ اطمینان ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۹۱ھ

حساب نہ کرانے کی وجہ سے بجائے متولی کے چندہ فنڈ میں جمع کرنا

سوال:۔ یہاں قصبہ میں متولیان مساجد کی طرف سے اکثر لوگ شاکی رہتے ہیں، چونکہ بعض متولی آمد وصرف مسجد کی حساب فہمی اہل محلّہ کو نہیں کراتے حتی کہ بعض متولی سے خیانت ثابت ہوتی ہے اور یہاں قصبہ میں ایک اسلامی فنڈ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانان قصبہ سے حسب حیثیت چندہ قرض لیا جاتا ہے، اور غریب مسلمانوں کو بالخصوص زیور لے کر بلاسود قرضہ دیا جاتا ہے، اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ متولیان مساجد بھی سرمایہ مساجد کو اسلامی فنڈ میں اپنی ذمہ داری پر بطور قرض کے داخل کر دیں، اور جس وقت صرف کے لئے ضرورت ہوا کرے فنڈ سے واپس لیکر صرف کر دیا کریں، کیونکہ فنڈ کا یہ قاعدہ

---

[1] قال فی البحر: قد منا أنه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی أمانته (المتولی) بل بخیانة ظاهرة ببینة (شامی کراچی ص: ۳۸۰، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب یا ثم بتولیة الخائن، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ہے کہ قرض دہندہ اپنا قرضہ کل یا جزا اپنی ضرورت پر جس وقت واپس لینا چاہتا ہے، اسوقت اس کو واپس دے دیا جاتا ہے، خیال ہے کہ اس صورت میں رقم مساجد محفوظ ہوجائے گی، اور ہر شخص کو حساب فہمی میں آسانی ہوگی، آیا اس صورت میں رقم مساجد کو فنڈ میں بطور قرض کے داخل کر کے اس پر تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اگر متولی مسجد سے خیانت ثابت ہوجائے تو باقاعدہ حاکم وقت کے ذریعہ اس کا ثبوت دے کر تولیت سے علیحدہ کردیا جائے، اور اگر محض شبہ وظن ہے ثبوت نہیں تو علیحدہ نہ کیا جائے، البتہ متولی کو لازم ہے کہ جملہ حساب کتاب صاف رکھے، یا ارباب حل وعقد کی ایک کمیٹی بنادی جائے، تاکہ کسی کو شبہ واعتراض کی گنجائش نہ ہو "فان طعن فی الوالی طاعن لم یخرجه القاضی عن الولایة الابخیانة ظاهرة، عالمگیری، ص ۴۲۰/ج ۲/[1]

سرمایہ مساجد متولی کے پاس امانت ہوتا ہے اس کو اپنے کام میں لانا یا کسی کو قرض دینا درست نہیں، اس کو صرف مسجد کے کام میں خرچ کرنے کا حق ہے ناحق اگر تصرف کرے گا تو ضامن ہوگا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهندیه، کوئٹه، ص ۴۲۵/ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، کتاب الوقف مطلب یأثم بتولیة الخائن، البحرالرائق ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، تحت قول المتن، وینزع لو خائنا کالوصی الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن (بحر، کوئٹه، ص ۲۳۹/ج ۵/ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعت، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

متولی کا شرائط واقف کے خلاف عمل

سوال:- چند مسلم واقفوں نے انجمن کو بذریعہ رجسٹری ایک قطعۂ آراضی وفنڈ مذکورہ انجمن کو متولی قرار دے کر حوالہ کیا تا کہ اس پر ایک عمارت دینی مدرسہ چلانے کے لئے تعمیر ہو اور ساتھ میں چند شرائط رکھی گئیں۔

۱- متولّی انجمن اس زمین پر ایک دو منزلہ پکی عمارت تعمیر کرائے جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کا مدرسہ ہو۔

۲- اس زمین پر مدرسہ کی عمارت کے علاوہ کسی قسم کی دوکانیں ورہائشی مکانات یا کسی قسم کی عمارت تعمیر نہ ہو۔

۳- ایک منزل لڑکوں کے لئے دوسری منزل لڑکیوں کے لئے مخصوص ہو۔

۴- جو فنڈ اس وقف نامہ اور زمین کے ساتھ دیا گیا ہے وہ صرف تعمیرِ عمارت پر ہی صرف ہو۔

۵- اس مدرسہ میں دینی تعلیم پر خاص توجہ دی جائے اور ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی خیال رہے۔

۶- مدرسہ میں داخلہ کے وقت محلّہ کے لڑکے لڑکیوں کو اولیت دی جائے۔

۷- متولّی انجمن جلد از جلد تعمیر لائسنس حاصل کر کے عمارت کی تعمیر مکمل کرائے۔

۸- متولّی انجمن واقف حضرات میں سے تعمیر کمیٹی میں دو اصحاب کو لے اب مذکورہ متولّی انجمن تمام شرائط نامہ کی حسبِ ذیل خلاف ورزی کر چکا ہے۔

(۱) تعمیری کمیٹی میں کسی دو واقف حضرات کو نہیں لیا گیا۔ (۲) دوکان کی تعمیر زمین پر ہوئی، (۳) بچوں کی تعلیم کے لئے دو منزلہ کے بجائے ایک منزلہ تعمیر ہوئی، (۴) بجائے مدرسہ میں دینی تعلیم جاری کرنے کے متولی انجمن نے اپنا پہلے سے چلتا ہوا مڈل اسکول جو

دوسری جگہ تھا، اس کو اس عمارت میں منتقل کر دیا، تا کہ حکومت سے ملنے والا گرانٹ وکرایہ بدستور ملتا رہے، اب مسلمانانِ محلّہ مصر ہیں کہ انجمن مذکورہ کی تولیت کو ختم کیا جائے، کیا انجمن مذکورہ کی تولیت شرعی رو سے برقرار رہ سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متولّی کو واقف کے شرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے، جب تک وہ شرائط موافق شرع ہوں[1]، اور وقف کے لئے نافع ہوں مضر نہ ہوں، جو متولّی شرائطِ وقف کے خلاف کرے وہ تولیت سے علیحدگی کا مستحق ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/ ۹۳ھ

بلا وجہ متولی کو ہٹانا

سوال:- (۱) یہاں پر مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے، اور یہاں ایک مسجد ہے، قبل ایک حاجی صاحب نے مسجد بنوائی اور کچھ جائداد وغیرہ وقف نہیں کیا بعد میں چند لوگوں نے ہند ومہاراجہ سے کہا اس نے پندرہ ایکڑ زمین قبرستان اسکول مسجد میں دیا، اس جگہ میں حاجی صاحب مسجد بنوائی اور اراکین کمیٹی کام کرتے چلے آئے اور مکمل جائداد وغیرہ سب انجمن اسلامیہ کے نام سے رجسٹرڈ ہیں یہ انجمن بھی رجسٹرڈ ہے، بعد میں ووٹ کے ذریعہ نئے صدر منتخب ہوئے، صدر کا تقرر کو تقریباً ۱۹۶۲ء سے ہوئے آج تک چلا آتا ہے، ۱۹۶۲ء کے قبل

---

[1] فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج:۴ کتاب الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

[2] القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی. (شامی کراچی ص: ۳۸۰، ج:۴، کتاب الوقف فیما یعزل به الناظر، البزازیة علی هامش الهندیة ص ۶/۲۵۳، کتاب الوقف فی نصب المتولی الخ، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

ان لوگوں نے انجمن کو کچھ ترقی نہیں دی اور اس وقت ماہواری بارہ سو روپے وصول ہوتا ہے، بعد میں چند مخالف نکلے اور مخالفت کرتے رہے انجمن اسلامیہ رجسٹرڈ ہے وہ وقف بورڈ کے ہاتھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

اگر وقف بورڈ انجمن پر زبردستی کرے کیا یہ ٹھیک ہے؟ قبل جو ماہواری مکان کا کرایہ ایک سو ساٹھ روپے وصول ہوا کرتا تھا، مسجد کی زمین تھی، صدر صاحب نے بندو ماڑواڑی بنگالی وغیرہ سے کہا کہ ہم مکان بنوائیں گے تم کو مکان لینا ہے، لوگوں نے کہا کہ ہاں انہوں نے کہا کہ تم کو مکان دیں گے لوگوں کو کل رقم اٹھارہ ہزار لیا اور مکان کی تعمیر ہوگئی فی الحال جس کا کرایہ ماہواری بارہ سو روپیہ ہے کیا اس حالت پر مخالف کہتے ہیں کہ وقف بورڈ کو دینا اس حالت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) انجمن اسلامیہ اگر رجسٹرڈ ہے، اور وہ صحیح انتظامات کرتی ہے، وقف کی آمدنی کو ضائع نہیں کرتی نہ حسابات میں خرابی ہے تو وقف بورڈ کو اس سے زبردستی لینے کا حق نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً اس سے تحفظ کی قانونی تدبیر اختیار کی جائے۔

(ب) اس کا حکم نمبر ا کی طرح ہے، وقف بورڈ کو نہ دیا جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/ ۹۱ھ

---

[1] مستفاد: قال فی البحر قد منا أنه لایعزله (المتولی) القاضی بمجرد الطعن فی أمانته بل بخیانة ظاهرة ببینة. (شامی کوئٹه ص ۳/۴۲۱، کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ذاتی مسجد میں متولی کا حال

سوال:۔ یہاں متولی صاحب کی اپنی ذاتی مسجد ہے وقف جائیداد سے خرچ کرتے ہیں، نہ کوئی کمیٹی ہے، اور نہ کاموں میں کسی مقتدی سے صلاح ومشورہ لیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کسی کی ذاتی ملک نہیں ہوتی[1] متولی کو وقف کی جائیداد کا حساب کتاب رکھنا لازم ہے، اگر غلط طریقہ پر صرف کریگا تو سخت باز پرس ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/۸۸ھ

ایک متولی کے مظالم

سوال:۔ ہمارے موضع سلطان پور کناری میں ایک جامع مسجد ہے، اس مسجد کے پیچھے ایک حصہ خالی پڑا ہوا تھا، مسجد کو بڑھانے کے لئے اس خالی حصہ میں ایک کھنڈ تعمیر کیا مگر اسکی صرف دیواریں تیار ہوئی تھیں چھت اس پر نہیں ڈال سکے تھے کہ اس کا کام رُک گیا، اور کام رکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ منشی نورالحسن کا بھائی جس کے پاس مسجد کا روپیہ تھا وہ روپیہ لے کر بھاگ گیا تقریباً ۱۸/سال ہوگئے، وہ کھنڈ اسی طرح پڑا ہوا ہے، چند سال پہلے لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس حصہ کو چھپوا دینا چاہئے، چنانچہ لوگوں نے پیسہ اکٹھا کر کے امام صاحب کے

---

[1] ان المساجد للّٰہ، سورۂ جن آیت ۱۸/

ترجمہ:۔ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں (بیان القرآن)

[2] فاستفید منه انه اذاتصرف بمالا یجوز کان خائنا یستحق العزل (بحر، کوئٹہ، ص ۲۳۴/ج۵/ کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بروت، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر)

پاس رکھدیئے، امام صاحب کا حج کا سفر تھا، اسلئے امام صاحب نے چلتے وقت لوگوں سے کہا کہ اس روپیہ کو تم جس کو دینا چاہو دیدو میں سفر حج میں جارہا ہوں، اور پیسہ لاکر لوگوں کے سامنے رکھ دیا، منشی نورالحسن گاؤں کا بڑا آدمی ہے سب پر اس کا رعب ہے، اس نے کھڑے ہوکر کہا کہ پیسہ میں رکھوں گا، لوگ ناراض ہوئے کہ مسجد کا پیسہ اس کے پاس نہیں رکھنا چاہئے یہ بھی اپنے بھائی کی طرح ضبط کر جائے گا، اس جملہ پر منشی نورالحسن کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ اس پیسہ کو ہم سے کون لے سکتا ہے کسی کی طاقت نہیں ہے، اس پر ایک شخص مجلس میں کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ منشی صاحب تم کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ مسجد کا روپیہ ہے یہ تو امانت ہے، منشی کو اس پر سخت ناراض گی ہوئی اور اس شخص کی خوب پٹائی کی اور خود جبراً متولی بن بیٹھا، اور کوئی جواب ان پیسوں کا آج تک نہیں دیا، اس مسجد کی چار دوکانیں ہیں، تیس روپے ماہوار ان کو کرایہ پر دے رکھا ہے سب پیسہ خود ہی وصول کرتا ہے، اور اس پیسہ کا حساب نہ تو گاؤں والوں کو دیتا ہے اور نہ ہی اس کو مسجد میں لگواتا ہے، اس سال پھر لوگوں نے مشورہ کیا کہ مسجد کے اس نئے حصہ کو مکمل کرلیا جائے، اور مشورہ سے خزانچی دوسرا مقرر کیا، چنانچہ چندہ وصول کرنا شروع کردیا، ہر چندہ دینے والا یہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے اعتماد پر روپیہ دے رہے ہیں، اس کو مسجد میں لگانا ضروری ہے، اگر نہ لگایا تو ہمارا روپیہ واپس کردینا، جب کچھ پیسے جمع ہوگئے، اور کچھ سامان بھی آگیا، تو لوگوں نے منشی نورالحسن سے دوکانوں کے کرایہ کا حساب مانگا، منشی نورالحسن نے حساب دینے سے انکار کردیا، لوگوں نے کہا کہ اگر تمہارے پاس پیسہ نہیں ہے یا تم مسجد کا پیسہ نہیں دیتے، تو مسجد کی دوکانیں چھوڑ دو، اس پر منشی کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ میری بادشاہت ہے، میں یہ کرایہ کسی کو نہیں دے سکتا اور میں اس سے اپنا قبضہ ختم نہیں کرسکتا، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پھر خود جبراً متولی بن بیٹھا اور مسجد میں اپنی حکومت چلائی، کسی کو مسجد میں بولنے کا حق نہیں ہے، سوائے اس کے اگر کوئی مسجد کے متعلق بولتا ہے، تو اس کے ساتھ مار پیٹ کرتا ہے، اور برا بھلا گالی گلوچ کرتا ہے، اس طرح اس نے چھ اماموں کو ذلیل کرکے

مسجد سے نکالا ہے، گاؤں کا کوئی بھی آدمی ان سے ناراض نہیں تھا، سوائے منشی نورالحسن کے اور نہ ہی ان میں سے کسی کے اندر ایسا نقص تھا جو قابل اعتراض ہو اور امام کی شان کے خلاف ہو مگر منشی نے ان پر اعتراض کیا، ایک امام صاحب کے گھر میں آگ لگادی اور اس کو بھگا دیا، ایک امام صاحب نے بچوں کو حفظ شروع کرادیا، تو اس پر ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے مکتب خراب کردیا، اور سب بچوں کو بھگا دیا، اور امام صاحب کو بھی رخصت کردیا، حالانکہ گاؤں کی ۸/ ہزار کی آبادی ہے مگر کوئی حافظ نہیں ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے والا بھی کوئی نہیں ہے، امام صاحب اگر نہ ہوں تو جنازہ کی نماز کے لئے پریشانی ہوجاتی ہے، کسی امام کو خطبہ پڑھنے پر جھڑک دیا جس کی وجہ سے امام صاحب خود چلے گئے، کہ میں کسی کا تابع بن کر نہیں رہوں گا، کسی پر یہ اعتراض کیا کہ تم دوکانوں پر بیٹھتے ہو، گاؤں میں گھومتے ہو اور اسی کی بنا پر رخصت کردیا، کسی امام صاحب کو اس بنا پر نکالا کہ وہ لوگوں کو سمجھاتا تھا کہ اسلام کو اپناؤ، قوم کی ترقی کرو، اپنے مکتب کی ترقی کرو اور مسجد کا حصہ مکمل کرو، ورنہ اس کا بوجھ گاؤں والوں پر پڑیگا امام صاحب کے کہنے پر لوگوں نے چندہ شروع کردیا، جب ہزاروں روپیہ سے زائد ہوگئے تو منشی کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میری موجودگی میں امام صاحب نے ایسا کیوں کیا، اس پر اور طرح طرح کے اعتراضات لگا کر رخصت کردیا، مگر سب اعتراض والزامات تصدیق کے بعد غلط ثابت ہوئے، الغرض دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا شخص جو مسجد کو مسجد نہ سمجھتا ہو، لوگوں کو ناحق ستاتا ہو اور اماموں کو ذلیل کرتا ہو اور جس نے بچوں کو حفظ کرنے سے روکدیا ہو اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے، یہ شخص اتنا حرامی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ خارج عن الاسلام نہیں ہوگا؟

(۲) مسجد مذکور کا کچھ روپیہ ہزار گیارہ سو جمع ہوگیا تھا، مسجد کا حصہ چھپوانے کے واسطے، مگر منشی کے جھگڑا کرنے کی وجہ سے نہیں چھپوا سکے تو وہ پیسہ رکھا ہوا ہے اور چندہ دیتے وقت لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم یہ پیسہ مسجد میں نہیں لگاؤ گے تو واپس کردینا، تو اب وہ لوگ

اپنا روپیہ طلب کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اس روپیہ کو دوسری مسجد میں لگاؤ، مسجد مذکور میں لگانے سے منع کرتے ہیں، کہ اس پر منشی کی حکومت ہے، لہٰذا یہاں پر یہ پیسہ صرف نہ کیا جائے گا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس روپیہ کو واپس کردیں یا دوسری مسجد میں خرچ کردیں جبکہ لوگ اجازت دے رہے ہیں، دوسری جگہ خرچ کرنے کی، اور یہ بات بھی طے ہے کہ ایک مسجد کا پیسہ دوسری مسجد میں نہیں لگا سکتے، اس لئے جواب توجہ سے لکھیں کہ ان حالات مذکورہ کی موجودگی میں کیا ہونا چاہئے؟

(۳) جس مسجد میں ایک ہی شخص کی چلتی ہو دوسرے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے، اگر بولتا ہے تو اس کی پٹائی ہوتی ہے، اور وہ شخص مسجد میں اپنی حکومت چلاتا ہو اور دوسروں کو حق بات میں ذلیل کرتا ہو اماموں کو ناحق ذلیل کرتا ہو اور ان کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہو جبکہ سب لوگوں کو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے، اور مسجد میں اذن عام نہ ہو تو کیا ایسی مسجد میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ مدلل مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد وقف اور خدا کا گھر ہے کسی اور کی ملک نہیں، دعویٰ ملک کرنا غلط ہے، اور کسی کے دعویٰ کرنے سے وہ اس کی ملک نہیں ہوجائے گی[۱]، جو شخص متولی ہے، وہ امانت دار ہے مالک نہیں، اس کے ذمہ مسجد کا اور مسجد کے متعلق اشیاء کا حفاظت کرنا اور صحیح انتظام کرنا ہے، جس سے مسجد آباد ہو (اور وقف کی ترقی ہو) مسجد کا کوئی پیسہ اپنی ذاتی ملک تصور کرنا یا بے محل خرچ کرنا غلط ہے خیانت ہے، غصب ہے، اگر یہ چیز ثابت ہوجائے تو ایسے متولی کو معزول

---

[۱] وان المساجد للہ الآیہ، سرۂ جن آیت: ۱۹، فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک، درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۱، کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، سکب الانہر ص ۲/۵۸۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ہدایہ مع فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

کر دینا چاہئے، اور امانات وانتظامات اس سے لے کر کسی صالح شخص یا جماعت کے سپرد کر دیئے جائیں[۱]، اپنے اقتدار کی خاطر کسی ادنیٰ شخص کو بھی ذلیل کرنا جائز نہیں ہر مسلمان کی آبرو کا احترام لازم ہے[۲]، چہ جائیکہ امام کو کہ وہ مقتدا ہے اور خدائے پاک کی بارگاہ میں ادائے فرض کیلئے نمائندہ اور سفیر کی حیثیت رکھتا ہے[۳]، اس کو احترام بہت لازم ہے، جو واقعات سوال میں درج ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو شخص مذکورہ عنداللہ وعندالشرع نہایت قبیح ومبغوض ہے، سب مسلمانوں کو کوشش کر کے اپنی مسجد کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے، اور اس شخص کو اہل علم حضرات کے ذریعہ تفہیم کرائی جائے اور اس کیلئے دعا بھی کی جائے، اللہ تعالیٰ اسکے افعال کی قباحت وشناعت اس کے دل پر واضح فرما کر توبہ وندامت اور صلاح کی توفیق عطا فرمائے، اگر اس سے کام نہ چلے تو اس سے مسجد کی امانتیں جس طرح بھی ممکن ہو حاصل کر لی جائیں،

---

[۱] فقال فی فتح القدیر الصالح للنظر من لم یسأل الولایة للوقف ولیس فیه فسق یعرف قال وصرح بانه مما یخرج به الناظر ما اذاظهر به فسق کشربه الخمر ونحوه وفی الاسعاف لا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه مخل بالمقصود، البحرالرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۶/۲۳۱، کتاب الوقف، قبیل فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف.

[۲] عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خطب الناس یوم النحر (الیٰ قوله فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذافی بلدکم هذا فی شهر کم (بخاری شریف، ص ۲۳۴/ج ۱/کتاب المناسک، باب الخطبة ایام منی)

ترجمہ:۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دیا کیونکہ تمہارا خون تمہارا مال تمہاری عزت یہ سب چیزیں تم پر حرام ہیں تمہارے اس دن کی حرمت کی طرح تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینہ میں۔

[۳] ان سرکم ان یقبل اللّٰه صلاتکم فلیومکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم (شامی کراچی، ص ۵۶۲/ج ۱/ باب الامامة قبیل، مطلب فی امامة الامرد)

اور انتظام میں دخیل ہونے سے بالکل روک دیا جائے[1]

تنبیہ:۔ بغیر ثبوت کے کسی کی طرف افعال قبیحہ کا منسوب کرنا بھی تہمت ہے، جو کبیرہ گناہ ہے، اس سے ہر ایک کو اجتناب لازم ہے، ان افعال کی وجہ سے شخص مذکور کو حرامی کہنا بھی جائز نہیں نہ اس کو اسلام سے خارج کہا جائے[2]

(۲) روپیہ دینے والوں نے اس شرط پر روپیہ دیا کہ اس مسجد میں لگا دیا جائے، اور جس کو دیا ہے، اس کو وکیل بنایا ہے، مالک نہیں بنایا اب جبکہ ان کے منشاء کے مطابق اس مسجد میں روپیہ نہیں لگتا اور وہ اپنا روپیہ واپس مانگ رہے ہیں تو ان کو واپس لینے کا بھی حق ہے، اور دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو دوسری مسجد میں خرچ کرنے کیلئے وکیل بنا رہے ہیں، ان کو اس کا بھی حق ہے، مؤکل کو اپنے وکیل کے معزول کر دینے کا حق کتب فقہ میں بصراحت مذکور ہے[3]، البتہ وکیل کو بغیر اجازت مؤکل دوسری جگہ خرچ کرنے کا

---

[1] ولایولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن وکذا تولیة العاجزو یستوی فیه الذکروالانثی وکذاالاعمیٰ والبصیر وکذا المحدودفی القذف اذاتاب لانه امین (وقال فی موضع آخر) قد منا انه لایعزله القاضی بمجرد طعن فی امانته بل بخیانة ظاهرة ببینة وفی الجواهر القیم اذالم یراع الوقف یعزله القاضی وفی خزانة المفتین اذا زرع القیم لنفسه یخرجه القاضی من یده (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، البحرالرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] قلت فیه البهتان وهو الباطل والغیبة ذکر الانسان فی غیبة بمایکره واصل البهت ان یقال له الباطل فی وجهه وهما حرامان (نووی علی مسلم مطبوعه رشیدیه دهلی ص ۳۲۲/ج۲/ کتاب البرو الصلة والادب باب تحریم الغیبة، الزواجر ص ۳/۵۷۶، الکبیرة الرابعة والخمسون بعد المأتین، البهت، مطبوعه نزار مصطفی مکة المکرمة)

[3] فکان للمؤکل العزل متی شاء لشرط علم الوکیل (بحر، کوئٹه، ص۱۸۷/ج۷/ کتاب الوکالة باب عزل الوکیل، درمختار مع الشامی کراچی ص ۵/۵۲۶، کتاب الوکالة باب عزل الوکیل، زیلعی ص ۲۸۶، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل، مطبوعه امدادیه ملتان)

حق نہیں، یہ حکم چندہ کا ہے، جو مقصد مذکورہ کے لئے دیا گیا، اگر کوئی جائیداد کسی مسجد کے لئے وقف ہو تو اس کی آمدنی کو اسی مسجد میں خرچ کرنا ضروری ہے، دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں "لان شرط الواقف کنص الشارع"[1] الا یہ کہ وہ مسجد خدانخواستہ ویران ہو جائے، اور وہاں نماز پڑھنے والے موجود نہ رہیں، اور وقف پر کسی غاصبانہ تسلط کا قبضہ ہو تو مجبوراً اس کی آمدنی بھی دوسری مسجد میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ کذا فی البحر الرائق۔[2]

(۳) جب یہ مسجد وقف اور شرعی مسجد ہے تو بلاشبہ اس میں نماز درست ہے، اور مسجد کی نماز کا ثواب بھی ملے گا، جو شخص اس کو اپنی ملک قرار دیتا ہے، وہ جھوٹا، ور خدا کے نزدیک بہت مجرم ہے،[3] مگر اس کے اس دعوے سے وہ مسجد اس کی ملک نہیں بن جاویگی،[4] "اِنَّ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ۴۳۳/ج۴/کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. بحر ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] نقل عن الشیخ الامام الحلوانی فی المسجد والحوض اذا خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه انه تصرف اوقافه الی مسجداخراوحوض اٰخر (بحر، کوئٹه، ص ۵/۲۵۲/کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶/۵۴۹، کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد او غیره، المحیط البرهانی ص ۹/۱۵۱، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به الخ، مطبوعه ڈابھیل گجرات)

[3] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ج۴/کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موفوقة وقوله فموقوفة علی فلان، سکب الانهر ص ۲/۵۸۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[4] قوله علی حکم ملک الله تعالیٰ، لفظ حکم لیفید ان المراد انه لم یبق علی ملک الواقف ولا انتقل الی ملک غیره بل صار علی حکم ملک الله تعالیٰ الذی لا ملک فیه لاحد سواه، شامی زکریا ص ۶/۵۲۱، کتاب الوقف، حاشیة الشلبی ص ۳/۳۲۵، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۲/۵۷۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

جدید متولی کا امام کو پریشان کرنا

سوال:۔ جدید متولی صاحب پیش امام مسجد پر اپنی فوقیت جتاتے ہوئے تکلیفیں دے رہے ہیں، ان پر ظلم کررہے ہیں، جدید متولی صاحب کا کہنا ہے کہ پیش امام نوکر ہے، اور ہم ان پر افسر ہیں، ہماری بات کو ماننا چاہئے پیش امام نے مجبور ہوکر جمعہ کی نماز کے بعد متولی صاحب نے جو تکلیفیں دی ہیں، وہ بیان کیں، متولی صاحب پیش امام پر برہم ہوگئے کہ تم کو کس نے اجازت دی تھی، بغیر اجازت کے تم نے غیر مذہبی باتیں کیوں بیان کیں، ہم تمہارے ساتھ قانونی کارروائی کریں گے، متولی جو کہتے ہیں وہ حق بات ہے یا جو پیش امام نے کہا وہ حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کا منصب بہت بلند ہے[2]، متولی صاحب کا امام صاحب کو اپنا نوکر سمجھنا اور ذلت آمیز معاملہ کرنا غلط ہے، ناجائز ہے[3]، امام کو بھی اس طرح جمعہ کے بعد مجمع میں متولی

---

[1] سورۂ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/

ترجمہ:۔ اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں (بیان القرآن)

[2] قال بعض السلف ليس بعد الانبياء افضل من العلماء ولا بعد العلماء افضل من الائمة المصلين لان هؤلاء قاموا بين يدى الله عزوجل وبين خلقه (احياء العلوم، ص ۱۵۵/ج ۱/كتاب اسرار االصلوٰة ومهاتها، الباب الرابع فى الامامة والقدوة)

[3] حامل القرآن حامل راية الاسلام من اكرمه فقد اكرم الله ومن اهانه فعليه لعنة الله، فيض القدير شرح جامع الصغير ص۳/۳۶۸، حرف الحاء رقم الحديث: ۳۶۶۰، مطبوعه دارالفكر بيروت.

کی زیادتیوں کو بیان کرنا نہیں چاہئے تھا، خود متولی صاحب سے دوچار بااثر آدمیوں کی موجودگی میں افہام وتفہیم کے طور پر اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کر لیتے کہ یہ یہ پریشانی ہے اس کا حل کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد پر متولی کا دعویٰ ملکیت

سوال:۔ ایک مسجد ہے اس کے متولیان کہتے ہیں کہ اس مسجد میں کسی مسلمان کو دخل دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی جانی مالی امداد کر سکتا ہے، کیونکہ یہ تو ہماری ملکیت اور جاگیر ہے اور یہ بات اس بناء پر پیدا ہوئی کہ مسجد کی عمارت بے حد بوسیدہ ہو چکی ہے تقریباً چھ سال سے سفیدی وغیرہ بھی نہیں ہوئی، مسلمانوں کی ایک جماعت جم غفیر نے چندہ کر دیا مسجد ہذا کو درست کرانے کے لئے اس پر ان تینوں متولیان نے یہ جواب دیا کہ اس مسجد میں کسی کو کوئی حق نہیں یہ مسجد ہماری ہے ہم نے اس مسجد میں چندہ سے کوئی کام بھی نہیں کرایا ہے یہ ہماری ملکیت اور جاگیر ہے، اس مسئلہ کے پیش نظر مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس مسجد کے ملا ومنشی وغیرہ بھی متولیان سابق کی طرح جواب دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، کسی اور کی جاگیر یا ملکیت نہیں ہوتی "اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ"[1] پس متولیان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے جبکہ وہاں نماز و جماعت ہوتی ہے، تو وہاں سب کو نماز پڑھنے کا حق ہے اور سب کی نماز وہاں درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کی واسطے ہیں (شیخ الہند) (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

متولی کا اپنے آپ کو رجسٹری کرالینا

سوال:۔ (۱) ایک مسجد کے متولی صاحب ایک عرصۂ دراز سے بہ حسن وخوبی مسجد کا کام انجام دے رہے تھے، انہوں نے کسی وجوہات سے دوسرے شخص کو متولی بنادیا، جدید متولی صاحب نے مسجد کی جگہ میں دوکانیں وغیرہ بنا کر مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا، جدید متولی نے بغیر جماعت کو معلوم کرائے اپنے نام سرکاری طور سے رجسٹری کرالی کہ پانچ سال تک مجھے کوئی ہٹا نہیں سکتا، میں ہی مسلمانوں کا صدر اور متولی رہوں گا، متولی صاحب کا اس طرح رجسٹری کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) قدیم متولی صاحب نے بغیر اہل الرائے کے مشورہ کے خود بخود ہی نئے آدمی کو متولی بنادیا یہ غلطی کی[۱]، جس کی وجہ سے اب پریشانی ہورہی ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ مسجد سے متعلق کوئی کمیٹی بھی نہیں ہے، اب جبکہ جدید متولی صاحب نے اپنے نام رجسٹری کرالی ہے، کہ پانچ سال تک مجھے کوئی ہٹا نہیں سکتا تو قانوناً ان کو پختگی حاصل ہوگی، ان کا اپنے حق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] قال اللّٰہ تعالیٰ "وان المساجد للّٰہ" وماتلونا ہ من الأیة السابقة فلایجوز لاحد مطلقاً ان یمنع مؤمنا من عبادة یأتی بها فی المسجد(بحر ،زکریا دیوبند ،ص ۶۰/ج۲/ کتاب الصلوٰة ، باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها، فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلوة، مطبوعه کوئٹه ص ۲/۳۴)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] واذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسه فی حیاته وصحته لا یجوز الا اذا کان التفویض الیه علی سبیل التعمیم هکذا فی المحیط، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۱۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم فی الاوقاف الخ، تاتارخانیه ص ۵/۷۴۴، کتاب الوقف، الفصل السادس، الولایة فی الوقف، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۹/۲۳، کتاب الوقف، الفصل السادس فی ولایة الوقف، مطبوعه ڈابهیل.

میں اس طرح رجسٹری کرالینا اور اپنے صدر اور متولی ہونے کا اختیار حاصل کرلینا شرعاً درست نہیں تھا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی کا وقف کی آمدنی کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا

سوال:- گوالپاڑہ میں ایک خراسانی پیر صاحب سید ابوالقاسم تھے، تقریباً صد سال قبل رہتے تھے، اسی دوران موصوف کا ایک صاحبزادہ انتقال فرما کر مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہوا، بعد صاحبزادہ کے موصوف علیہ الرحمہ بھی چند سال بعد رحلت فرما گئے، جن کو سپرد خاک کئے ہوئے آج تقریباً پچھتر سال ہو رہے ہیں، اور موصوف کو بھی اسی عام قبرستان میں دفن کیا گیا، باپ بیٹے کی قبر میں صرف ایک پون ہاتھ کا تفاوت ہے، آج سے تقریباً بائیس تیئیس سال قبل مذکورہ موصوف کا ایک پوتا محی الدین (عرف بابو) دوسری جگہ سے آکر خادم مقرر ہوئے اور آج تک قبرستان اور مزار شریف مذکور کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں، مسلمانان گوالپاڑہ اس خادم کی خدمت سے ناراض کرتے چلے آرہے ہیں، مسلمانان گوالپاڑہ اس خادم کی خدمت سے ناراض ہوئے کیونکہ اس قبرستان کے سامنے لگائے ہوئے بکس میں جو رقم مزار شریف (قبرستان کے لئے) نذر و نیاز و خیرات کے طور پر آتی

---

[1] کما یستفاد:. وھی احدی المسائل السبع التی یخالف فیھا شرط الواقف (قولہ وھی احدی المسائل) الثانیة ،شرط ان القاضی لایعزل النأظر ،فلہ عزل غیر الاھل (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۸۷/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب یجوز مخالفة شرط الواقف فی مسائل، رجل طلب التولیة فی الاوقاف قالو لا یعطی لہ التولیة وھو کمن طلب القضاء لا یقلد، خانیہ علی الھندیہ کوئٹہ، ص۲۹۶/۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً الخ، بزازیہ علی الھندیہ ص ۲۵۱/۶ ، کتاب الوقف، الثانی فی نصب المتولی، مطبوعہ کوئٹہ)

ہے، ان تمام روپوں کو خادم مذکور محی الدین صاحب اپنے ونیز اپنے اہل وعیال کے مصرف میں صرف کرتے ہیں، قبرستان کی تولیت وحفاظت کا کام اچھی طرح پر انجام نہیں دیتے اور قبرستان کی قطعی حفاظت نہیں کرتے قبرستان کے اندر بیل گائے اور کثرت سے خنزیر جیسے ناپاک جانور ہمہ وقت پیشاب پاخانے کیا کرتے لیکن اس خادم صاحب کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہوتی اب مذکورہ قبرستان اور پیر صاحب کے مزار کی تولیت لے کر مسلمانان گوالپاڑہ کی ''انجمن خادم الاسلام'' اور مذکورہ خادم ''محی الدین صاحب'' کے درمیان نزاع چل رہا ہے، اس لئے بروئے شریعت مذکورہ بالا مسلم قبرستان کے سامنے سرکاری راستہ کے کنارے لگائے ہوئے بکس میں رقم عوام الناس مسلم وغیر مسلم جو دیتے ہیں موصوف کے پردہ کرنے کے بعد ان رقموں کا حقدار انجمن گوالپاڑہ خادم الاسلام ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یا کہ حقدار موصوف کا پوتا ہی ہے؟ آیا ایسی رقموں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- پیسہ دینے والوں کا مقصد اگر صرف مزار کے خادم کی امداد واعانت ہے تو انجمن کو اس پر قبضہ کرنے اور دوسرے کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں اگر عام قبرستان کی حفاظت کی خاطر دیتے ہیں تنہا مزار کے خادم کے لئے نہیں دیتے تو پھر جو لوگ سب قبرستان کے ذمہ دار ہیں ان کو حق ہے کہ وہ پیسہ لے کر حسب صوابدید قبرستان کی ضروریات میں صرف کریں[1] عوام کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کر کے ان کا نظریہ معلوم کرلیا جائے کہ وہ کس مقصد کے لئے دیتے ہیں۔ اگر کسی ایک بات پر اتفاق نہ ہوسکے تو دو صندوق قائم کر دئے جائیں۔ ایک مزار کے قریب جو صرف خادم مزار کے لئے ہو، دوسرے عام قبرستان کے لئے دونوں پر امتیازی نشان لگا دیا جائے یا لکھ دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی کراچی ص: ۴۴۵، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة)

کمیٹی کے ایک آدمی کا تنہا مسجد میں تصرف

سوال:۔ ایک مسجد کے نمازیوں نے مسجد کا نظم پانچ آدمیوں کے سپرد کر رکھا ہے، ان میں زید بھی شامل ہے، مگر زید بغیر باقی آدمیوں کے مشورہ اپنی رائے سے مسجد کے نظم میں تصرف کرتا رہتا ہے، خود ہی امام رکھتا ہے، خود ہی کچھ دنوں بعد کچھ الزام لگا کر نکال دیتا ہے، ایسے ہی تعمیرات کے بارے میں لوگ کچھ کہتے ہیں تو مانتا ہے نہیں، آپس میں بات بڑھتی ہے، اس صورتِ حال کو دس سال ہو چکے ہیں، شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہاں کے سمجھدار آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ زید کے ان تصرفات سے مسجد کو نقصان پہنچتا ہے، تو وہ اس کو ایسے تصرفات سے روک دیں[1]، ہرگز اجازت نہ دیں بغیر پانچوں آدمیوں کے وہ تنہا کرنے کا حقدار نہیں[2]، حساب بھی صاف رکھنا ضروری ہے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے مسجد ویران ہو، اور تفرقہ پڑے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وفی الجواهر القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فیما یعزل به الناظر، البحر الرائق ص ۵/۲۳۴، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[2] لیس لاحد الناظرین التصرف بغیر رأی الآخر، البحر الرائق ص ۵/۲۳۱، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعٰی فی خرابها (سورۂ بقرہ پارہ ۱/آیت نمبر ۱۱۴)

ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

واقف نے تولیت کے لئے کسی کو متعین کر دیا تو اس کے خلاف کرنا

سوال:- (۱) ایک مسلمان نے اپنی جائداد وقف علی اللہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ تاحیات میں خود اس کا متولی ہوں گا، اور بعد میری وفات کے زید متولی ہوں گے، اور بعد وفات زید یا میری موجودگی میں زید فوت ہو جائے تو بعد میرے تولیت ایک کمیٹی کو پہنچے گی، جس کے تین مقتدر حضرات جو مذہب اسلام رکھتے ہوں اور ضلع مظفر نگر میں رہتے ہوں منیجر ہوں گے کیا واقف کو مندرجہ بالا واضح اور صاف ہدایت کی موجودگی میں ضلع مظفر نگر کے مسلمان باشندہ کے علاوہ کسی دیگر ضلع کے باشندہ کو بھی جو مظفر نگر ضلع میں سکونت پزیر نہ ہوں وقف کمیٹی کا رکن خلاف مرضی وخلاف منشاء واقف بنایا جاسکتا ہے یا نہیں۔

۲- کیا ضلع غیر کے کسی فرد کو منیجر یا رکن بنا کر مسلمان مظفر نگر کی حق تلفی ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جب تک واقف کی بیان کردہ شرط کی رعایت ہو سکے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں: **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] لہٰذا ضلع مظفر نگر ہی کے تین مقتدر ومتدین حضرات کو تولیت کا ذمہ دار بنایا جائے تین کے علاوہ اگر کمیٹی کے لئے زائد افراد کی ضرورت پیش آئے تو حسب مصالح غیر ضلع سے بھی لئے جاسکتے ہیں۔

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

۲- منیجر کی حیثیت سے تو ضلع غیر کے آدمی بلا مجبوری کے نہیں لئے جاسکتے کہ یہ منشاء وتصریح واقف کے خلاف ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کو درگاہ اور مسجد کا متولی بنانا

سوال:- ایک درگاہ کی جائیداد کا انتظام ایسے غیر مسلم کے ہاتھ میں ہے، جو بڑے اعتقاد کے ساتھ انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے، اور مصارف میں خرچ کرتا ہے، اگر اس کا انتظام کسی مقامی مسلمان کے سپرد کیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے، کیا ایسی حالت میں وقف بورڈ اس کو متولّی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ تولیت کے لئے مسلم ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ یہ ایسا اوقاف ہے جن کی تولیت نامزد نہیں ہے، اور نہ واقف کا کوئی موصی لہٗ موجود ہے عوام ومعتقدین انتظام کریں، جنوبی ہند میں چند ایسی مساجد بھی ہیں جن کا انتظام باقاعدہ ہنود چلا رہے ہیں، مؤذن اور امام نمازیوں کے مشورہ سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بروقت ادا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ جواب اس انداز سے لکھیں کہ سوال کی ضروری باتیں اس میں آجائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا، آپ نے لکھا ہے کہ اگر جائیداد وقف کا انتظام مسلمانوں کے سپرد کیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے، اور یہ کہ غیر مسلم بڑے اعتقاد کے ساتھ انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے اور مصارف مقررہ میں خرچ کرتے ہیں، نیز جنوبی

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. الدرالمختار مع الشامی ص ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

ہند میں چند ایسی مساجد بھی ہیں جن کا باقاعدہ انتظام ہنود چلا رہے ہیں، مؤذن اور امام نمازیوں کے مشورہ سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بر وقت ادا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ مسلمان اتنا گر گیا ہے کہ اس میں نہ انتظام کی صلاحیت رہی، نہ دیانت داری رہی، حتی کہ اس کی عبادت گاہ کا انتظام وہ کرتا ہے، جو خود ہی اس عبادت کا قائل نہیں۔ جب ایسی مجبوری ہے کہ وقف کے محفوظ رہنے اور انتظام کے برقرار رہنے کی صرف یہی صورت ہے تو مجبوراً برداشت کیا جاسکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/ ۹۱ھ

مؤذن اور امام مقرر کرنے کا حق کس کو ہے

سوال:۔(۱) ہدایہ اولین[2] کے اندر کتاب الوقف کے اندر لکھا ہوا ہے کہ "ولنا ان المتولی انما یستفید الولایة من جهته بشرطه فیستحیل ان لایکون له الولایة وغیره یستفید الولایة منه ولانه اقرب الناس الی هذاالوقف فیکون اولیٰ لولایته کمن اتخذ مسجد ایکون اولیٰ بعمارته ونصب المؤذن فیه ، فیکون اولیٰ بعمارته الخ اماالعمارة فلاخلاف فیه انه اولیٰ به واما نصب المؤذن والا مام فقال ابونصر هولأهل المحلة ولیس البانی احق منهم وقال ابوبکر الاسکاف البانی احق بنصبهما قال ابو اللیث وبه ناخذ الاان یرید اماما وموذنا والقوم یریدون الاصلح ۱۲.ف

---

[1] ویشترط للصحة بلوغه وعقله لا حریته واسلامه. (شامی کراچی، ص: ۳۸۱، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی تولیة الصبی، عالمگیری ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[2] هدایه مع هامشه ص۲/۶۴۳، کتاب الوقف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔اور ہمارے لئے دلیل یہ ہے کہ متولی سوائے اس کے نہیں کہ فائدہ اٹھائے گا، ولایت کا اس واقف کی طرف سے یا اپنی طرف سے واقف کی شرط کے ساتھ پس محال ہوگا، یہ کہ نہ ہو اس کے لئے ولایت اور اس کے علاوہ غیر آدمی فائدہ اٹھائے ولایت کا اس سے (یہ بات محال ہے) اور اس لئے وہ زیادہ قریب ہے، لوگوں سے اس وقف کی طرف پس ہو جائے گا، وہ بہتر اس وقف کی ہوئی چیز کی ولایت کیلئے جیسا کہ کسی نے بنا دیا ہے، ایک مسجد تو ہوتا ہے وہ بانی بہتر اس مسجد کی عمارت بنانے میں اور مؤذن رکھنے میں اس میں بہر حال عمارت بنانا پس نہیں ہے، کوئی خلاف اس میں کے بے شک وہ بانی ہے اس مسجد کی عمارت بنانے میں، اور بہر حال امام اور مؤذن کو رکھنا، پس کہا ابونصر نے کہ وہ کام (صرف) اہل محلّہ کیلئے ہے، (یعنی ذی علم مصلیوں کیلئے ہے) اور نہیں ہے بانی زیادہ حق دار اور ان محلّہ والوں سے (یعنی ان ذی علم مصلیوں سے) اور کہا ابوبکر اسکافی نے کہ بانی زیادہ حقدار ہے، ان دونوں کے رکھنے کا، کہا ابواللیث نے اور اسی کو ہم لوگ پکڑتے ہیں (یعنی ابوبکر اسکافی کے قول کو ہم لوگ لیتے ہیں اور اسی پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں) مگر یہ کہ ارادہ کرے بانی امام رکھنے کا اور مؤذن رکھنے کا (۲) اور قوم بھی ارادہ کریں زیادہ صالح کا۔

تشریح:۔ یہاں پر ان عربی عبارتوں کو سمجھنے کیلئے عربی سمجھنے والوں کیلئے سمجھنا بہت آسان ہے، پھر بھی میں کچھ تفصیل سے بیان کر رہا ہوں وہ یہ کہ (۱) واقف وہ شخص ہے جو اپنی ذاتی شرائط کے ساتھ یا بغیر شرائط کے کوئی چیز یا کوئی جائیداد یا کوئی آمدنی اللہ کے نام پر وقف کر دے یا وقف کرتا رہے اس کو واقف کہتے ہیں، لیکن جب تک کہ وہ واقف وقف نہیں کرے گا تب تک وہ چیز یا وہ جائیداد یا وہ آمدنی وقف نہیں ہوگا، جیسا کہ کوئی کسی جائیداد کی آمدنی کو کسی مسجد میں وقف کرتا رہتا ہے، تو اس سے ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ اس جائیداد کی آمدنی کو ہمیشہ کیلئے وقف کرتے رہنا پڑیگا، یا ہمیشہ کیلئے وقف ہو گیا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ واقف جس وقت چاہے گا اسی وقت اس جائیداد کی آمدنی کو عطا کرنے سے بند کر سکتا ہے،

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ کسی نے ایک جائیداد کو یا اس کی آمدنی کو بیس سال یا تیس سال کیلئے یا جتنے دنوں کیلئے چاہا وقف کر کے گیا اور اس کا ایک متولی بھی بنا کر گیا، اور یہ شرط کر کے گیا ہے کہ اس آمدنی کا اتنا حصہ غریبوں کو تقسیم کرنا اور اتنا حصہ فلاں مسجد میں دینا یا کسی مسجد میں دینا اور اتنا حصہ ایسا ایسا کرنا اور اتنے سالوں کے بعد سب کو دینا بند کر دینا، تو اس متولی کو ان شرائط کے مطابق کرنا ضروری ہوگا، اور ایسا کرنا صحیح ہوگا لیکن۔.....

(۲) بانی المسجد وہ شخص ہے جو کہ صرف بنا دیا ہے ایک مسجد اللہ کے لئے لیکن وقف نہیں کیا ہے، اور مصلی لوگ اس میں پانچوں وقت نماز اور جمعہ کی نماز پڑھنے لگ گئے ہیں، اور وہ بانی ان لوگوں کو روکا نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اگر مصلی صرف ایک مرتبہ پانچوں وقت کی نماز اور جمعہ کی نماز اس میں پڑھ لیا ہو تو ہوگئی ہے، وہ مسجد اللہ کے لئے چاہے وہ بانی وقف کرے چاہے نہ کرے، پس شرعاً اس بانی کا اور کوئی حق نہیں رہا ہے کہ وہ بانی اس مسجد کو وقف نہ کرنے کی وجہ سے پھر واپس لے سکتا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا ہے یعنی نمازیوں کو نماز پڑھنے سے بھی روک نہیں سکتا ہے، اور مسجد کو توڑ کر اس زمین کو بھی واپس نہیں لے سکتا ہے، اگر چہ اس زمین کو وقف بھی نہ کیا ہو تو بھی وہ بانی اس زمین کو واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لئے یہاں پر بانی المسجد اور واقف کے درمیان بہت بڑا فرق ہے یعنی واقف اپنی شرائط کے ساتھ زمین کو واپس لے سکتا ہے، لیکن بانی المسجد کسی شرائط کے ساتھ بھی مسجد کو توڑ کر زمین کو واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لئے یہاں پر بانی المسجد اور واقف کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، اور اسی وجہ سے وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی واقف کے قول کے مطابق ہوگا، لیکن بانی المسجد پر وقف کرنا ہی ضروری ہے، نہ ہونے کی وجہ سے اور بانی المسجد کی شرائط پر عمل کرنا بھی ضروری نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا متولی وہی شخص ہونے کا لائق ہے جو مکانی علماء اور متدین ذی علم مصلیوں کی رائے سے لائق سمجھا جائے، اور منظور ہو وہی شخص مسجد کا متولی بننے کے لئے زیادہ حق دار اور زیادہ صحیح ہوگا، اور اگر کسی مسجد کا متولی پہلے سے بنا ہوا ہو اور وہ

آدمی نیک ہو اور شرعی احکام کے مطابق چلنے والا اور عمل کرنے والا آدمی ہو اور نظام مسجد کو احکام شرعی کے مطابق چلانے والا ہو کہ جس سے متدین ذی علم مصلی لوگ اس کے کاموں سے خوش اور راضی ہیں تو ایسی صورت میں وہی متولی قائم رہنے کے لئے حق دار ہوگا، اور قاضی یا حاکم اس کو ہی متولی قائم رکھے گا، اور اگر ایسا نہ ہو یعنی پہلے سے جو متولی ہے وہ اگر مسجد کی امانت میں خیانت کرنے لگے اور مسجد کی آمدنی خود کھانے لگے اور نظام مسجد کو احکام شرعی کے مطابق نہ چلانے لگے جس سے عام مصلیوں کو تکلیفیں اور متدین ذی علم مصلی لوگ سخت ناحق سمجھنے لگیں جس کی وجہ سے وہ لوگ سخت ناخوش ہیں تو ایسی صورت میں ان مصلیوں کی رائے سے جو آدمی اچھا اور لائق ثابت ہوگا وہی شخص متولی بننے کے لئے زیادہ حقدار ہوگا، اور اس کو قاضی یا حاکم متولی بنادے گا ان تمام بیان سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد کے متولی کا ہر کام متدین ذی علم مصلیوں کے پسندیدہ ہونا ضروری ہے یہاں یعنی اس مذکورہ عربی عبارتوں کے اندر جو ''الا'' لفظ آیا ہے وہ الا ایک ایسا لفظ ہے جس کو لفظ مستثنیٰ کہا جاتا ہے، یعنی الا کے پہلے جو جملہ ہوتا ہے اس کو مستثنیٰ منہ کہا جاتا ہے، اور اس الا کے بعد جو جملہ ہوتا ہے اس کو مستثنیٰ کہا جاتا ہے، یعنی اس الا کے پہلے جو مطلب ہوتا ہے اس الا کے بعد والے جملہ کا مطلب اس سے پہلے والے جملے کا برعکس ہوتا ہے، خلاف ہوتا ہے یعنی الٹا ہوتا ہے، چاہے وہ بعد والے جملہ کا مطلب صاف ہو چاہے صاف نہ ہو اور چاہے وہ بعد والا جملہ لمبا ہو چاہے مختصر ہو، اس لئے یہاں پر جو جملہ فقیہ ابو اللیث (۷) نے کہا ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ کہا ابو اللیث نے، اور اسی کو ہم لوگ پکڑتے ہیں یعنی ابوبکر اسکافی کے قول کو ہم لوگ لیتے ہیں، اور اسی پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں، یعنی یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بانی المسجد زیادہ حق دار ہے، امام ومؤذن کو رکھنے کا مگر رکھنے کا تو اس وقت ذی علم مصلیوں کا ارادہ زیادہ صحیح ہوگا، اور اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر نہ کئے ہوں، تو معلوم ہوا کہ بانی کا ارادہ ذی علم مصلی لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہو گیا ہے، اس وجہ سے ذی علم مصلی لوگوں نے کوئی

ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے، اس لئے بانی کا ارادہ صحیح رہے گا، (۸) اور اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر کریں گے تو بانی کا ارادہ صحیح نہیں رہے گا، یعنی بانی کا ارادہ باطل ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ ذی علم مصلیوں کی رائے ماننا ضروری ہے ان تمام مذکورہ عربی عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ واقف کا بنایا ہوا متولی زیادہ بہتر ہے وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی بننے کے لئے، اور بانی المسجد کا بنایا ہوا مؤذن زیادہ بہتر ہے مؤذن کے لئے اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر نہ کریں پس معلوم ہوا کہ جیسا بانی المسجد بہتر ہے عمارت بنانے میں اور مؤذن رکھنے میں ذی علم مصلیوں کی مرضی کے مطابق ویسا ہی واقف کا بنایا ہوا متولی وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی بننے کے لئے بہتر ہوگا، پس معلوم ہوا کہ مؤذن رکھنے کیلئے متولی ہرگز بہتر نہیں ہے، بلکہ ذی علم مصلیوں کی رائے سے جو آدمی اچھا ثابت ہوگا وہی مؤذن بننے کے لئے بہتر ہوگا، ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ (۹) جب بانی کا ہی کوئی حق نہیں ہے، امام بنانے کا اور مؤذن بنانے کا ذی علم مصلیوں کی مرضی کے خلاف تو متولی کا حق کہاں سے آئے گا، ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ امام ومؤذن کو رکھنے یا ہٹانے کے بارے میں ذی علم مصلیوں کی مرضی کے خلاف بانی یا متولی کا کوئی پاور نہیں ہے، یعنی جب کسی امام یا مؤذن کو رکھنے کا یا ہٹانے کا ہو تو ذی علم مصلیوں کی رائے لینا (۱۰) یا رائے ماننا ضروری ہوگا؟ (۱) کیا میرا یہ ترجمہ کرنا صحیح ہوا؟ اگر کہیں بھول ہوئی تو اصلاح کر دینا (۲) کیا میری یہ تشریح صحیح ہوئی؟ اگر کہیں بھول ہوئی ہو تو اصلاح کر دینا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے ترجمہ وتشریح میں چند امور پر برائے غور نمبر لگا کر کچھ عرض کرتا ہوں (۱) قول (یا اپنی طرف سے) یہ کس لفظ سے مستفاد ہے، یعنی "من جهة" کی ضمیر میں اس کا احتمال کہاں سے پیدا کیا گیا اصل عبارت میں تو یہ موجود نہیں ہے۔

(۲) قول (قوم بھی ارادہ کریں زیادہ صالح کا) اس لفظ ''بھی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی اور قوم دونوں نے زیادہ صالح کو ہی تجویز کیا ہے، پھر اختلاف کہاں رہا کسی ایک کے رکھے ہوئے کو ترجیح دی جائے۔

(۳) اس کا املا ''جیم سے ہے، ''ز'' سے نہیں ہے۔

(۴) اپنی ذاتی ملک کی آمدنی سے مسجد میں دیتے رہنا شرعی طور پر وقف نہیں پس اس جگہ لفظ وقف کا استعمال صحیح نہیں۔

(۵) مگر جو زمین مسجد کے لئے وقف کردہ ہے اس کو واپس نہیں لے سکتا۔[۱]

(۶) بغیر وقف کئے ہی وہ وقف ہوگئی۔

(۷) ابواللیث (فقیہؒ) کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر اسکافی کا قول ہمارے لئے قابل اعتماد ہے، یعنی امام ومؤذن مقرر کرنے کے لئے بانی زیادہ حقدار ہے، اہل محلّہ زیادہ حقدار نہیں، مگر اس صورت میں کہ بانی نے جس امام ومؤذن کو مقرر کیا اس کے مقابلہ میں قوم (اہل محلّہ) نے زیادہ صالح کو مقرر کیا تو اس صورت میں اہل محلّہ کے مقرر کئے ہوئے کو ترجیح ہوگی۔

(۸) اگر بانی صالح مؤذن مقرر کرے تو وہ دوسروں کی رائے کا پابند نہیں۔

(۹) اس کو حق ہے کہ بغیر اہل محلّہ کے مشورہ سے کسی صالح اور اہل شخص کو امام یا مؤذن تجویز کردے۔[۲]

---

[۱] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ، شامی زکریا ص۶/۵۴۵، المصدر السابق، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) (حاشیہ۲/اگلے صفحہ پر)

(۱۰) صالح کو امام بنانے اور غیر صالح کو برطرف بھی کرنے کا اسکو حق حاصل ہے، اہل محلّہ کو اعتراض کا حق اس وقت حاصل ہوگا کہ وہ نااہل اور غیر صالح کو امام بناوے اور صالح اہل کو امام نہ بناوے[۱]

تنبیہ:۔ بہتر یہ ہے کہ چند اہل فہم متدین حضرات کی کمیٹی بنالی جائے، اس کے مشورہ سے کام کیا جائے، تاکہ فتنہ برپا نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بانی مسجد امام کے تقرر کا زیادہ حقدار ہے

سوال:۔ کیا درمختار، شامی، یہ کتاب حنفیہ مذہب کی کتاب ہے، اس کتاب کے تیسرے حصے کتاب الوقف میں لکھا ہے:۔

''البانی للمسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذاعین القوم اصلح ممن عینه البانی لأن منفعة ذالک ترجع الیهم''

اس کا ترجمہ کیا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] تنازع اهل المحلة والبانی فی عمارته اونصب المؤذن اوالامام فالاصح ان البانی اولیٰ به الا ان یرید القوم ماهو أصلح منه (الیٰ قوله) وفی المجرد عن ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه ان البانی اولیٰ بجمیع مصالح المسجد ونصب الامام والمؤذن اذا تأهل للامامة (بحر، کوئٹه، ص ۲۴۹/ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا ص ۶/۶۴۵، کتاب الوقف، مطلب باع عقاراً ثم ادعی انه وقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۳، کتاب الوقف، تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ملاحظه فرمائیں حواله بالا

الجواب حامداً ومصلیاً مسلماً:۔

جی ہاں یہ حنفی مذہب کی کتاب ہے، مطلب یہ ہے کہ جس نے مسجد[1] بنائی، وہی مؤذن اور امام اس مسجد میں تجویز کرے تو یہ زیادہ مناسب ہے، البتہ اگر وہاں نماز پڑھنے والے کسی ایسے شخص کو تجویز کریں جس میں زیادہ اہلیت وصلاحیت ہو تو پھر اسی کو ترجیح ہوگی، اسلئے کہ زیادہ صالح اور اہل کے تجویز کرنے کی مصلحت ومنفعت نمازیوں کو ہی حاصل ہوگی، یہ کہ اذان صحیح وقت پر ہوگی، اور جماعت میں سنتوں اور مستحبات کا بھی اہتمام ہوگا، جس سے نماز کا درجہ بلند ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۱ھ

اوقات نماز متولی تبدیل کرے یا امام

سوال:۔ متولی صاحب کو نماز کے اوقات کما حقہ، معلوم نہیں، اس پر وہ کہتے ہیں کہ میری بغیر اجازت پیش امام نماز کے اوقات نہیں بدل سکتے ہیں، کیا متولی کا کہنا صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً!

بات کو طول دینے اور بگاڑنے کے بجائے اگر اس طرح کرلیا جائے، تو بہتر ہے کہ امام اوقات کی رعایت کرتے ہوئے جب وقت تبدیل کریں تو متولی صاحب کو اطلاع کردیا کریں کہ آپ فلاں وقت کو اس طرح تبدیل کردیں، اور اس کا اعلان کردیں، تاکہ

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۳/ص ۴۱۴/ نعمانیه، ج۶/ص ۶۴۵/ زکریا، مطلب باع عقار اثم ادعی انه وقف، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۹، کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، الاشباه والنظائر ص ۱۰۴، کتاب الوقف، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

متولی بھی خوش رہیں، اور کام میں رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو، نماز بھی صحیح اوقات پر ہو جایا کرے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت متولی امامت

سوال:۔ بغیر اجازت متولی آفاق حسین مسجد میں امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر متولی کا تجویز کردہ امام صالح پابند موجود ہو تو کسی اور کو امامت کا حق نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرمت مسجد بلا اذن متولی

سوال:۔ بغیر اجازت متولی محمد آفاق مرمت مسجد کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کے انتظامات میں کسی اور کو دخل نہیں دینا چاہئے اگر مرمت وغیرہ کی ضرورت

---

[1] واعلم ان صاحب البیت ومثاله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة غیره مطلقاً (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۵۵۹/ج ۱/ کتاب الصلوٰة باب الامامة ،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۲۴۲، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مجمع الانهر ص ۱۶۲/۱، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

ہوتو متولی سے کہا جائے اوراس کیساتھ تعاون کیا جائے ۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت متولی مسجد میں رہنا

سوال:۔بغیر اجازت متولی آفاق حسین مسجد ہٰذا میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ ان کا ذاتی مکان مسجد کے قریب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

مسجد میں سونا مکروہ ہے،اپنے مکان پرسویا کریں،متولی کو اجازت دینے کا بھی حق نہیں، جوشخص معتکف ہو یا مسافر ہواس کیلئے گنجائش ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا

سوال:- ایک جنگل جامع مسجد سکروڈہ کے نام وقف ہے،عرصہ بیس سال سے اور اس وقف کے متولی خاص کوکوئی نہیں وقف نامہ میں یہ تحریر ہے کہ جملہ نمبرداران دہ مذکورہ

---

[1] مستفاد :سئل القاضی الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندی رحمه الله تعالیٰ عن اهل المسجد تصرفوا فی اوقاف المسجد یعنی اٰجروا المستغل ولهٗ متول قا ل لایصح تصرفهم (هندیه کوئٹه ص۴۶۳/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر فی المسجد، مجمع الانهر ص۲/۶۰۵، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] و(یکره) اکل ونوم الا لمعتکف وغریب(درمختار مع ردالمختار کراچی، ص۶۶۱/ج۱/مکروهات الصلوٰة مطلب فی الغرس فی المسجد، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۸۰، باب الاعتکاف، فتح القدیر ص۱/۴۲۲، قبیل باب صلوة الوتر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

عرصہ بیس سال سے باہتمام واتفاق جملہ نمبرداران دہ جنگل کو نیلام کیا جاتا تھا، اور آمدنی مسجد کے اخراجات میں صرف کی جاتی تھی، امسال جو نیلام کیا گیا وہ صرف چند اشخاص کے ذریعہ سے نیلام ہوا جملہ نمبرداراں کی رائے واتفاق سے اس کا نیلام نہیں کیا گیا وقف ہونے سے اب تک جنگل کا ٹنڈر پولا وغیرہ نیلام ہوکر دروکرا دیا جاتا تھا، مگر مویشیوں پر جو وہاں چرنے اور پانی پینے جاتے تھے کسی قسم کی چونگی یا ٹیکس یعنی ان کی چرائی پر کوئی محصول باتفاق جملہ نمبرداراں نہیں لیا جاتا تھا، اس سال کے نیلام چند آدمیوں نے بوقت نیلام مویشیوں کی چرائی پر محصول قائم کردیا جس سے عوام کو بہت تکلیف ہونے لگی کہ اگر حلقہ سے دور دور تک مویشیوں کو پانی پلانے کا موقعہ نہیں ہے، اور عام طور سے اسی جنگل سے مویشیوں کو لے جانا پڑتا ہے اور اسی جنگل سے پانی پلایا جاتا ہے اور عام طور سے کاشتکار اپنے کھیتوں میں اپنے مویشیوں کو اسی راستہ سے لے جاتے ہیں کہ یہ عام گذرگاہ ہے اور جنگل کی کوئی حدود تار یا خاص نشان سے قائم نہیں بلکہ اس کی حدود دوسری زمینوں کی حدود سے محفوظ ہیں ایسا کرنے سے لڑائی جھگڑے کا بھی ہر وقت اندیشہ رہتا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ کس چراگاہ پر مویشیوں کے چرانے کیلئے یا کسی پانی کے موقعہ پر مویشیوں کو پانی پلانے پر محصول قائم کردینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے خصوصاً جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ جملہ نمبرداراں (حسبِ تصریح وقف نامہ) اس کے مہتمم ومتولی ہیں تو پھر بعض کا اس کو بلا دوسروں کی رائے نیلام کرنا شرعاً جائز نہیں: **لیس لاحد الناظرین التصرف دون الآخر عندهما خلاف لابی یوسف.** (بحر ص:[1] ۲۴۱، ج:۵ کتاب الوقف)

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۱/۵، کتاب الوقف.

نیز پانی پر ٹیکس قائم کرنا بھی ناجائز ہے[1]۔ اور جب کہ عام گذرگاہ کا اور کوئی راستہ نہیں بلکہ صرف وہی راستہ ہے تو عام گذرگاہ میں گذرنے کا شرعاً سب کو حق حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا گذرنیوالوں سے محصول لینا درست نہیں گھاس جو خود رو ہو بغیر کاٹے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے البتہ کاٹ کر فروخت کرنا درست ہے[2]۔ جو تصرفات کئے جائیں وقف نامہ کی شرائط کے مطابق کئے جائیں اس کے خلاف کرنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۷/۱/۵۷ھ

شیعہ صاحبان اپنی مسجد سنیوں کو دیں تو قدیم شیعہ منتظم کے ہاتھ سے انتظام لے لینا

سوال: ۔ ڈیڑھ سو سالہ ایک قدیم مسجد شیعہ صاحبان کی تھی، انہیں کی نماز ہوتی تھی، زمانہ کے رد و بدل سے صرف ایک گھر ان کا رہ گیا، وہ مسجد ان کے متولی صاحب نے اہل سنت والجماعت کو دیدی کہ تم اپنی اذان و جماعت کرلو، مگر انتظام ان کے ہاتھ میں ہے، ہم چاہتے ہیں کہ انتظام ہمارے ہاتھ میں ہو، وہ انتظام چھوڑنا نہیں چاہتے تو ان سے انتظام لینا کیسا ہے؟

---

[1] ولا يباع الشرب ولا يوهب ولا يؤجر ولا يتصدق به لانه ليس بمال متقوم فى ظاهر الرواية وعليه الفتوى، شامى كراچى ص ۵/۸۰، باب البيع الفاسد، مطلب فى بيع الشرب، فتاوىٰ قاضيخان على الهندية ص ۲/۱۵۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه كوئٹه.

[2] لا يجوز بيع الكلاء واجارته أما اذا أحرز الكلاء بقطعه جاز حينئذ بيعه وظاهر أن هذا اذا نبت بنفسه. (البحر ص: ۷۷، ج:۶ كراچى ملخصاً، كتاب البيوع. باب البيع الفاسد، فتح القدير ص ۶/۴۱۸، باب البيع الفاسد، مطبوعه مصر، عالمگيرى كوئٹه ص ۳/۱۰۹، الفصل الثانى فى بيع الثمار)

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب زمانہ قدیم سے وہ مسجد کے انتظامات کرتے چلے آرہے ہیں، اور کوئی نقصان یا خیانت ثابت نہیں ہے، تو ان کو اس انتظام سے الگ نہ کیا جائے[1]، بلکہ ان کے ساتھ تعاون کیا جائے، ہاں اگر وہ خود ہی انتظام سے دست بردار ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولاد واقف کو انتظام میں دخل دینے کا حق

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش ونگرانی کرتا رہا، اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسہ کے انتظام اور اس کی ترقی کے مشورے دے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مدرسہ کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے دُکانی جائیداد موقوفہ کا انتظام ہو گیا، لیکن پرانے ممبران جب یکے بعد دیگر مر گئے تو اس شخص نے جدید ممبران قائم کئے اور خود بھی مر گیا اس کے انتقال کے بعد چند ممبروں کی وجہ سے مدرسہ کی ترقی میں صورت زوال پیدا ہو گئی۔ لہٰذا بانی مدرسہ کی اولاد نے چاہا کہ چونکہ ہمارے بزرگوں کا قائم کردہ مدرسہ ہے، لہٰذا ہم کو اس کی نگرانی کرنی چاہئے، تاکہ مفید سلسلہ

---

[1] قدمنا انه لايعزله القاضي بمجرد الطعن في امانته بل بخيانة ظاهرة ببينةٍ(شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج۴ / کتاب الوقف ،مطلب يأثم بتولية الخائن، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، عالمگيری كوئٹه ص ۲/۴۲۵، كتاب الوقف، مطلب لا يعزل المتولی بمجرد الطعن) ويشترط للصحة بلوغه وعقله لاحريته واسلامه (شامی كراچی ص ۳۸۱/ ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب في تولية الصبی)

تعلیم ٹوٹ نہ جائے، لیکن موجودہ ممبران بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے ہیں، نہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور بانی مدرسہ کی اولاد کے دخل کو برا جانتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں چونکہ موجودہ ممبران اصلی متولی مرحوم کے مقرر کردہ ہیں اور اصلی متولی کو حق تھا کہ جس کو چاہے متولی مقرر کردے (کما صرح بہ فی العالمگیریہ ص: ۹۹۹، ج:۲) **للمتولی ان یفوِّض لغیرہ عند موتہ**[1] لہٰذا متولی مرحوم کی اولاد کو بغیر رضامندی ممبران مدرسہ محض ترقی رک جانیکی وجہ سے نگرانی یا انتظامات میں دخل دینے کا حق نہیں تاوقتیکہ ممبران کی جانب سے کوئی خیانت ظاہر ہو البتہ اگر ممبران خیانت کریں تو واقفین کو اختیار ہے کہ قاضی کے یہاں دعویٰ کرکے ان ممبران کی تولیت کو باطل کردیں عالمگیری میں ہے **رجل وقف ارضا او دار اودفعها الیٰ رجل وولاّہ القیام بذٰلک فجحد المدفوع الیه فهو غاصب یخرج الارض من یده الخصم فیه الواقف**[2] (ص: ۱۲۴، ج:۲) موجودہ متولیوں کا اسکو اپنی ملک قرار دینا برائے خیانت ہے، بلکہ خیانت ہی خیانت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۱/ ۵۱ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ ۱۶/ ذیقعدہ ۵۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/ ذی قعدہ ۵۱ھ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ ص: ۴۱۲، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، درمختار علی الشامی کراچی ص۴۲۵/۴، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یؤکل غیرہ، تاتارخانیة ص۵/۷۴۴، کتاب الوقف، الولایة فی الوقف، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص۹/۲۳، الفصل السادس فی الولایة فی الوقف، مطبوعه ڈابهیل.

[2] هندیه کوئٹه ص: ۴۴۷، ج:۲، کتاب الوقف الباب التاسع فی غصب الوقف، احکام الاوقاف ص۲۰۲، کتاب الوقف، باب الارض او الدار توقف فتغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

متولی وامام میں ترک سلام وکلام بڑی محرومی ہے

سوال:۔(۱) دوسال سے متولی صاحب اور پیش امام میں دعاءِ سلام بالکل بند ہے، لیکن امام صاحب کے پیچھے برابر نماز ادا کرتے ہیں، پیش امام کی غیبت کرنے میں بہتان لگانے میں اور امامت سے علیحدہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، متولی صاحب کو ایسی حرکات کرنا کیسا ہے؟

ضعیف امام صاحب کو نماز جنازہ کیلئے سواری میں لیجانا

سوال:۔(۲) امام صاحب ضعیف العمر ہیں قبرستان ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے لوگ سواری میں بٹھا کر لے جاتے ہیں، متولی صاحب کا کہنا ہے کہ امام صاحب پیدل چل کر جائیں، یا اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے جائیں، متولی صاحب کا یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بڑے غضب کی بات ہے، کہ دعا سلام بالکل بند ہے، فوراً دعا سلام شروع کردی جائے، دوسرے لوگ دونوں کو ایک جگہ بٹھا کر کوشش کر کے دعا سلام شروع کرادیں، جو شخص ابتدا کریگا وہ قابل مبارک باد ہوگا، امام صاحب اگر ابتدا کریں تو یہ ان کی بزرگی کے زیادہ لائق ہے، متولی صاحب اگر ابتدا کریں تو یہ ان کے لئے عین سعادت ہے، امام کے پیچھے نماز ادا کر کے اپنے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی آخرت کو درست کرتے ہیں، اس سے ناراض رہنا سلام نہ کرنا اور اس کو ذلیل کرنا بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے[1]

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل للرجل ان یھجرا خاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذاویعرض ھذا وخیر ھما الذی یبد ابالسلام .....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) متولی صاحب کا کہنا اور اصرار کرنا بالکل غلط اور بے جا ہے، ضعیف کی معذوری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، خاص کر امام کا[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... (مشکوٰۃ شریف، ص۴۲۷/ کتاب الاداب ،باب ماینھی عنه من التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

ترجمہ :۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ بغیر کلام کے چھوڑے رکھے کہ دونوں کی ملاقات ہو پس وہ اس سے منھ موڑ لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ابی موسی الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط، ابوداؤد شریف ص۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، حلبی کبیری ص۵۱۳، فصل فی الامامة وفیھا مباحث، مطبوعه سھیل اکیڈمی لاھور.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم:-مصارف وقف

وقف کی جہات

سوال:- واقف نے جائداد وقف کر کے وقف نامہ میں منشاء وقف اس طرح سے رکھا کہ میری جائداد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہِ خدا میں وقف ہے اور کسی قرضہ وڈگری میں فروخت اور نیلام نہ ہوسکے گی اور اس کی آمدنی سے امور خیر جاری رہیں گے اور واقف کی اور اس کے بزرگوں کی روح کو ثواب ملتا رہے گا، تفصیل امور خیر۔

۱- امداد ذوی القربی غیر مستطیع میں ماصـــــ سالانہ

۲- بموقع عید الضحیٰ قربانی برائے حضورِ اکرم سرورِ عالم ﷺ وخاتون جنت حضرت فاطمہؓ وواقف وزوجۂ واقف ووالد واقف ووالدۂ واقف صـــــ سالانہ

۳- ضروریات مساجد میں (صف لکڑی وغیرہ میں صـــــ سالانہ)

۴- برخورداری فلاں جس کو واقف نے مثل اولاد کے پرورش کیا ہے۔ ۴۷ سالانہ

۵- ہمشیرہ گان کی تجہیز وتکفین امداد لاوارث میں صـــــ ۵ سالانہ

۶- جن مدارس میں ضرورت ہو صـــــ سالانہ

۷- مدرسہ فلاں میں صـــــ سالانہ

۸- بشرط گنجائش ہر ۵ سال بعد واقف کے لئے ایک حج بدل

۹- برخورداری کی برادرزادی کو۔

مندرجہ بالا مدات میں وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امور مذکورہ سب باعثِ اجر وثواب ہیں ان میں خرچ کرنے کے لئے وقف کرنا شرعاً معتبر ہے[1] اگر کسی وقت ان میں سے کوئی فرد باقی نہ رہے ختم ہوجائے تو اس فرد کا حصہ دیگر مدات ومصارف خیر میں صرف کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۶ھ

وقف درگاہ حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

شرط الواقف کنص الشارع

سوال:- (۱) احمد آباد میں حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں جو خاندان سادات میں سے تھے، اور جن کے مریدین سنت جماعت قوم بواہیر اور دیگر جماعتوں

---

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات وأن يكون قربة فى ذاته أى بان يكون من حيث النظر الى ذاته وصورته قربة والمراد أن يحكم الشرع بأنه لوصدر من مسلم يكون قربة. (در مختار مع الشامى كراچى ص: ۳۴۱، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق كوئٹه ص۵/۱۸۸، كتاب الوقف، فتح القدير ص۶/۲۰۰، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر مصر)

ومنها ان يجعل الاجرة لجهة لا تنقطع ابدا عند ابى حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ وعند ابى يوسف ذكر هذا ليس بشرط بل يصح وان سمى جهة تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون اجره للفقراء وان لم يسمهم فكانت تسمية هذا الشرط ثابتة دلالة، (عالمگيرى كوئٹه ص۲/۳۵۷، كتاب الوقف، الباب الاول، شامى زكريا ص۶/۵۳۶، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو يوسف الخ.

کے مسلم افراد تھے، آپ تمام عمر مجرد رہے اس وجہ سے لاولد ہی وفات پائی اور وفات کے بعد آپ کے مریدین نے روضہ اور اس کے متعلق مسجد تعمیر کرائی، ان عطیات سے جو وقتاً فوقتاً سنی بوہروں کے علاوہ دوسرے مریدین بھی دیتے تھے متعدد کمرے اور دکانیں تعمیر کرائی گئیں، جن کی آمدنی فی زمانہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے روضہ اور متعلقہ جائداد کا انتظام ''سائیں'' کیا کرتے تھے، جو سنی بوہرہ جماعت کے نہ تھے۔

(۲) وقتاً فوقتاً جو جائدادیں درگاہ مذکورہ کے لئے وقف کی گئیں یا وقف درگاہ کے لئے خریدی گئی ان کی دستاویزوں میں لکھا ہے کہ یہ جائداد درگاہ کے لئے وقف کی گئی یا وقف درگاہ کے لئے خریدی گئی ان دستاویزوں میں سے بعض میں "وقف لمرضات اللّٰہ" تو تحریر ہے مگر کسی میں یہ نہیں لکھا کہ یہ وقف کسی خاص فرد یا مخصوص جماعت کے فائدہ کے لئے یا اس میں کسی فرد خاص یا جماعت کے مالکانہ حقوق محفوظ ہیں۔

(۳) سیٹی سروے کی ۱۸۲۱ء، ۱۸۸۰ء اور ۱۹۲۲ء کی پیمائش وتحقیقات کے مطابق پیمائش دفتر روضۂ مذکورہ مسجد اور جائداد متعلقہ کا اندراج بحیثیت وقف ہوا ہے۔

(۴) ۱۸۸۰ء میں روضہ اور جائداد متعلقہ کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی، جن میں بعض ممبر حضرت پیر محمد شاہ صاحب کے مرید یا مریدوں کے اولاد نہ تھے اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو سنی بوہرے نہ تھے۔

(۵) روضۂ مذکورہ میں عامہ مسلمین فاتحہ خوانی کرتے ہیں مسجد متعلقہ میں نماز بھی پڑھتے ہیں نماز جمعہ اور عیدین میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

(۶) حضرت پیر محمد شاہ روضہ کمیٹی کا جس میں اب صرف سنت جماعت بوہرے شامل ہیں یہ دعویٰ ہے کہ روضۂ مذکورہ متعلقہ مسجد کمرے اور دوکانیں وغیرہ صرف سنت وجماعت بوہرہ قوم کے مریدین کیلئے وقف ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو اس ملکیت سے مستفید ہونے یا اس کے انتظام میں دخیل ہونے کا حق نہیں یعنی تمام وقف نہیں ہے، بلکہ صرف سنت جماعت

قوم بواہیر کیلئے ہے درآنحالیکہ اس کمیٹی کے پاس اس بات کا کوئی دستاویزی یا دیگر تحریری ثبوت نہیں کہ ملکیت مذکورہ صرف سنی بوہرہ کے مریدین کا مخصوص وقف ہے، نظریہ حقائق مذکورہ بالا علماء دین ومفتیان شرع متین دام اقبالہم وکثر امثالہم فرمائیں کہ

(الف) کیا حضرت پیر شاہ درگاہ کمیٹی اپنے دعوی میں حق بجانب ہے۔

(ب) کیا وقف مذکورہ صرف سنت جماعت بوہرہ مریدین کیلئے مخصوص ہوسکتا ہے۔

(ج) کیا وقف مذکورہ عام وقف نہیں ہوسکتا۔

(د) بوہرہ قوم کے علاوہ تمام مسلمان اس ملکیت موقوفہ سے مستفید ہونیکا حق نہیں رکھتے۔

(ہ) موجودہ دور میں رفاہ عام کے نہایت ہی ضروری امور کی انجام دہی کے بجائے کیا اس شاندار آمدنی تمامتر صرف سنت جماعت قوم بواہیر ہی کیلئے مخصوص ہوجانا شرعاً جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سائل نے دستاویزوں سے جس قدر الفاظ نقل کئے وہ اصل اغراض وقف پر غور کرنے کیلئے کافی نہیں لہٰذا جب تک وقف نامہ بعینہٖ یا اسکی نقل بلفظہ سامنے نہ ہو کوئی حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا جب اس جائداد کا درگاہ کیلئے وقف ہونا تسلیم ہے تو پھر اس وقف کے مخصوص ہونے عام نہ ہونے سے تمام مسلمانوں کے مستفید نہ ہونے رفاہ عام کی ضروری امور کی انجام دہی وغیرہ کے سوالات کا کیا مطلب ہے، واقف نے جو مصارف متعین کردیئے ہیں اور جو شرائط مقرر کردیئے ہیں انکے خلاف کرنا شرعاً درست نہیں جب تک انمیں کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو:

لان شرط الواقف یجب اتباعه لقولهم شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل به وفی المفهوم والدلالة. اھ الاشباہ والنظائر[1]، ص: ۲۷۵. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاشباہ والنظائر ص۱۰۴، کتاب الوقف، اشاعت الاسلام دھلی، البحر کوئٹہ ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النہر الفائق ص۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز مکۃ مکرمہ.

وقف علی اللہ میں سے کچھ حصہ حق الخدمت کیلئے مقرر کرنا

سوال:-ایک شخص نے ایک ریاست سے کافی زمین سالانہ لگان پر حاصل کی اس کے بعد اس پر ایک کوٹھی تعمیر کی، بقیہ زمین کوٹھی کے چاروں طرف اُفتادہ پڑی رہی، اس کوٹھی وزمین کو گھیرنے کے لئے خام چہار دیواری بنادی۔ وقتاً فوقتاً ملازمین کے لئے اس زمین پر جھوپڑے بھی بنتے رہے، اور کافی زمین اُفتادہ پڑی رہی، کوٹھی والی زمین اور پڑی زمین کا ریاست کو لگان دیا جاتا رہا، پھر اس شخص نے یہ کل زمین اور کوٹھی ایک عورت کو دیدی، کچھ عرصہ بعد اس عورت نے اس سب زمین وکوٹھی کو وقف علی اللہ کردیا اور کچھ حصہ آمدنی بطور حق الخدمت اپنی اولاد نرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دینا تحریر کردیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ وقف علی اللہ صحیح ہے یا نہیں؟ شبہ اس لئے ہوتا ہے کہ زمین کا لگان حسبِ سابق اب بھی ریاست کو دیا جاتا ہے، جس سے واضح ہے کہ زمین کی مالک ریاست ہے، دوسرے آمدنی کا $\frac{1}{4}$ حصہ وقف نامہ کی رُو سے بطور حق الخدمت اولادِ نرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ ملنا تحریر ہے۔ وقف علی اللہ میں اس طرح کی شرط کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب تو مالکانِ مکان سے بھی ٹیکس لیا جاتا ہے اگر اس کے لگان کی بھی یہی صورت ہے تو یہ وقف کرنا بھی درست ہے، اور وقف میں اگر کچھ حصہ مثلاً $\frac{1}{4}$ بطور حق الخدمت اولادِ نرینہ ودختری کیلئے تجویز کردیا جائے تو اس سے وقف میں خلل نہیں آتا۔ $\frac{1}{4}$ دیگر بقیہ دیگر مصارفِ خیر میں جن کو واقف نے متعین کیا ہو صرف کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۹ھ

---

[1] وكذا الوقال على ولدى وعلى من يحدث لى من الولد فاذا انقرضوا فعلى المساكين. (فتاوىٰ عالمگيرى مصرى ۲/۳۷۱ الفصل الثانى فى الوقف على نفسه واولاده، بزازيه على الهندية ص ۶/۲۷۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فى الوقف، البحر كوئٹه ص ۵/۱۹۹، كتاب الوقف)

زید نے جس کام کیلئے روپیہ دیا ہے اسکو اسی کام میں صرف کرنا چاہئے

سوال:- زید نے مسجد کی سفیدی کرانے کے لئے روپے دیئے یا کسی اور کام کا نام خاص کردیا کہ ان روپے کو اس کام میں خرچ کرنا پیسے دینے والے کے بتائے ہوئے کام میں ہی خرچ کرنا چاہئے، یا مسجد کے دوسرے اخراجات مثلاً: تیل، لوٹے، فرش، رسی، بالٹی یا تعمیر مسجد یا خرچ بجلی میں خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب معطی نے مصرف کی تعیین کردی تو کسی دوسرے کام میں روپے خرچ نہ کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزارات کے نام وقف شدہ آمدنی اور اس پر چڑھاوے کا مصرف

سوال:- جو ملکات باشاہوں نے پیروں کینام وقف کردی تھیں تو انکی آمدنی سے اگر لنگر

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

خانہ جاری کیا جاوے تو وہ کھانا کیسا ہے، اور جو پیروں پر چڑھایا جاوے اسکا کھانا کیسا ہے، اور جو باشرع اس چڑھاوے میں سے لڑ جھگڑ کر مثل ترکہ جدی سمجھ کر حصہ لیتا رہے تو وہ شخص کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقف نے وقف کی آمدنی سے لنگر خانہ جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہے[1]، اگر وہ چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے اور اگر وہاں کے فقراء کیلئے ہے تو فقراء کو کھانا درست ہے، اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کر دیا ہے، اسکے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاوے گا اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں کر دیا ہے، اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاوے گا اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی: **واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدارهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو باطل وحرام.** (طحطاوی ص:۴۰۳)[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان یجعل ماله حیث شاء مالم یکن معصیة وله ان یخص صنفا من الفقراء، شامی زکریا ص۶/۵۲۷، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف.

[2] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء، الدرعلی الرد کراچی ۲/۴۳۹، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ. البحر کوئٹه ص۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف.

مزار کی حفاظت کا طریقہ اور اس کے محافظ کا وظیفہ

سوال:- یہاں گاؤں میں ایک درگاہ شریف ہے، اس کی مجاوری کے لئے مہاراجہ گائیکواد نے کچھ زمین دی ہے کہ جو مجاوری کرے وہ اس زمین کو کاشت کر کے اس کی پیداوار کھائے، اور مجاوری کا کام ایک مؤذن کرتا ہے اور گاؤں کے لوگ سب درگاہ پر پھول چڑھاتے ہیں اور دیا بھی جلاتے ہیں مؤذن کا کہنا ہے کہ میں اس قبر پرستی کو برا سمجھتا ہوں، اگر میں یہ کام نہ کروں تو اس زمین کی پیداوار کھا سکتا ہوں کہ نہیں؟ چونکہ اس کی تنخواہ بہت کم ہے اس لئے اس نے ایسا کام اختیار کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درگاہ کی حفاظت کرے اور پھول چڑھانے والوں کو نرمی وشفقت سے سمجھا دیا کرے[1] کہ اس چڑھاوے سے نہ تم کو فائدہ ہے، نہ صاحبِ مزار کو فائدہ ہے[2]، اگر دو رکعت نفل پڑھ کر ان کو ثواب پہنچا دو تو تم کو بھی نفع ہے، اور ان کو بھی نفع ہے، اور اس طریقہ پر ثواب پہنچانا حدیث

---

[1] وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق واخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم وتخولهم بالموعظة الحسنة الخ نووی علی مسلم ص ۱/۵۴، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة، مطبوعه بلال دیوبند. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو.

[2] فترى العامة يلقون الزهور على القبور وبالاخص على قبور الصلحاء والاولياء والجهلة منهم ازدادوا اصرارا على ذلک وتغالوا فيه وظنوا ذلک سببا للثواب والاجر الجزيل فالمصلحة العامة فی الشريعة تقتضی منع ذلک بتاتا استئصالا لشافة البدع وحسما لمادة المنكرات المحدثة وبالجملة هذه بدعة مشرقية منكرة الخ، معارف السنن ص ۱/۲۶۵، ابواب الطهارة، باب التشديد فی البول، بيان ان القاء الزهور على القبور بدعة، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

شریف سے ثابت بھی ہے[1] درگاہ سے متعلق جو زمین ہے اس کی پیداوار کھانا اس کے لئے جائز ہوگا، مگر جو چیز مزار پر چڑھائی جائے اس کا کھانا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

وقف سے تنخواہ

سوال:-(۱) اوقاف کے متعلقین کو اوقاف کی آمدنی سے تنخواہ دی جاسکتی ہے، یا نہیں، اگر دی جاسکتی ہے تو کس قدر۔

---

[1] عن أبی أسید الساعدی قال بینا نحن عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا جاءه رجل من بنی سلمة فقال یا رسول اللّٰہ هل بقی من برّ ابویّ شئ ابرهمابه بعد موتهماقال نعم الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما وصلة الرحم التی لا توصل الابهما واکرام صدیقهما. (ابوداؤد شریف ص: ۲/۷۰۰، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، مشکوٰة شریف ص: ۴۲۰، کتاب الادب، باب البر والصلة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- ابواسید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسواللہ کیا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے کچھ باقی ہے کہ میں انکے مرنے کے بعد اسکو کروں آپؐ نے فرمایا ان کے لئے دعا کرنا استغفار کرنا اور انکی وصیت پورا کرنا اور سلوک کرنا ان کے ناتے داروں سے سلوک کرنا انہیں کی قرابت کے سبب سے ہے۔ اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا۔

[2] اعلم أن النذر الذی یقع للأموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدارهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الأولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع حرام. (الدر علی الرد کراچی ۲/۴۳۹، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للأموات الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به الخ، مطبوعه مصر، البحر کوئٹه ص ۲/۲۹۸، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف)

(۲) اگر اوقاف کا کوئی متعلق (مدرسہ کا مدرس اور مسجد کا امام) فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے جائے تو غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقف نے مدرسہ کے مدرس اور مسجد کے امام کے لئے تنخواہ دینے کو وقف نامہ میں درج کیا ہے اور تنخواہ کی کوئی تعیین نہیں کی تو حاجت اور عرف کے مطابق تنخواہ دی جائیگی اسی طرح اگر واقف نے متولی اور مہتمم کو تنخواہ دینے کا اختیار دیا ہے، تو وہ بھی حاجت اور عرف کے مطابق دے گا۔[۱] جو شخص یا ملازم حج کے لئے جائے تو ایام سفر کی تنخواہ کے متعلق اگر واقف کی کوئی تصریح نہیں تو دوسرے اوقاف اور مدارس سے تعامل معلوم کرلیا جائے، اس کے موافق عمل کیا جائے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

---

[۱] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (قوله بقدر كفايتهم) أى لا بقدر استحقاقهم المشروط لهم والظاهر أن قول الحاوى هذا اذا لم يكن معينا الخ راجع اليه كما فهمه فى شرح الملتقى، وقال: ان فرض المسئلة فيما اذا كان الوقف على جملة المستحقين بلا تعيين قدر لكل فلوبه فلا ينبغى جعل الحكم كذٰلك. (در مختار مع الشامى كراچى ۴/۳۶۷، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب اليها، منحة الخالق على هامش البحر كوئٹه ص ۲۱۳-۲۱۴/۵، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص۵۸۷-۵۸۸/۲، كتاب الوقف)

[۲] مستفاد: ومنها البطالة فى المدارس كايام الاعياد ويوم عاشورا وشهر رمضان فى درس الفقه، فان كانت شروطة لم يستط من المعلوم شئ، فينبغى أن يلحق ببطالة القاضى ،وفى المنية القاضى يستحق الكفاية من بيت المال فى يوم البطالة فى الاصح (الى أن قال) نقل فى القنية أن الامام للمسجد يسامح فى كل شهر اسبوعا للاستراحة أو لزيارة أهلهٖ وعبارته فى باب الامامة امام يترك الامامة لزيارة اقربائه فى الرساتيق اسبوعا أو نحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لابأس به ومثله عفو فى العادة والشرع انتهى. (الاشباه والنظائر ص: ۱۵۳، الفن الاول، القاعدة السادسة العادة محكمة، اداره نشر واشاعت دارالعلوم ديوبند، الدر مع الشامى زكريا ص۵۶۷-۵۶۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فى استحقاق القاضى والمدرس الوطيفة فى يوم البطالة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۵۸۹/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

وقف کی آمدنی کو غیر وقف میں خرچ کرنا

سوال:-مسلمانان گوالپاڑہ کی انجمن خادم الاسلام اس بکس کی آمدنی کے پیسہ کو قبرستان اور مزار شریف کی حفاظت اور دیگر بہتر کاموں میں صرف کرنے کی حق دار ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ الغرض ان رقموں کو کن کن جگہ پر خرچ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقصد کے لئے یہ رقمیں دی جاتی ہیں، اسی مقصد میں خرچ کریں بشرطیکہ وہ مقصد خلافِ شرع نہ ہو[1]۔ اگر قبرستان کے علاوہ کسی دوسرے کارِ خیر میں صرف کرنا چاہیں تو عامۃ الناس سے بذریعہ اعلان اجازت حاصل کرلیں جب خرچ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

وقف مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اولاد پر

سوال:-مسمّٰی مواجالو عسیلی مرحوم مسلک شافعیہ کا پابند، مشیر ممباسہ، ممباسہ مملکت کینیا افریقہ کا باشندہ ذی حیثیت اور صاحبِ جائیداد دیندار مسلمان تھا، اس کی جائیداد شہر و بیرونِ شہر

---

[1] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ۴/۳۴۳ کتاب الوقف مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فتح القدیر ص ۶/۲۰۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر مصر، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] لأن شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۴۳۳ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۳/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه)

تھی۔ ۱۹ویں صدی عیسوی میں اس نے شہر ممباسا میں ایک مسجد تعمیر کی جو ''کویجالو'' مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس نے اپنی حیات میں زبانی طور پر خواہش ظاہر کی تھی کہ اس کی جائیداد میں سے کچھ زمین مسجد مذکور کے لئے وقف ہونی چاہئے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے رشید بن مویجالو اور اس کے سالے علی بن بشیری نے اس کی جائیداد کو مسجد مذکور کے لئے وقف کردیا اور متولی کی حیثیت سے یہ دونوں کام کرتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں حکومت کینیا نے قانون ''وقف کمشنر ایکٹ'' پاس کیا اور ۱۹۰۳ء میں متولیانِ مذکور نے جائیداد مذکورہ کو وقف کمیشن کے سپرد کردیا، ان دونوں جائیداد مذکورہ کی آمدنی بہت قلیل تھی یعنی تقریباً ۳۴/روپیہ سالانہ جو مسجد کے مصارف کے کام آتی تھی، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اشیاء کی قیمتیں بڑھتی رہیں، وقف کمیشن کی طرف سے جائیداد مذکورہ کرایہ پر دیا جاتا رہا، جس سے آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا، اور اسی آمدنی سے مزید جائیداد خرید کر آمدنی میں اور بھی اضافہ کرلیا گیا، اب بحالتِ موجودہ مسجد مذکور کے لئے جو جائیداد وقف ہے، اس کی سالانہ آمدنی تقریباً = /۸۰۰/۱۰ شلنگ سکۂ رائج الوقت ہے، جب کہ مسجد مذکور کے سالانہ مصارف تقریباً = /۴۰۰/۲ شلنگ ہیں، اور باقی رقم محفوظ کردی جاتی ہے، جس کا کوئی مصرف نہیں ہے، واقف مذکور کے خاندان کے لوگ جو تقریباً ۳۰۰ لوگ ہیں ان میں سے بیشتر زبوں حالی اور معاشی بدحالی میں مبتلا ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ضعیف ہیں، بہت سی بیوائیں ہیں، جو کس مپرسی کی زندگی گذار رہی ہیں لیکن اپنے جدامجد کی جائیداد اور اس کی آمدنی سے اسلئے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں، کہ وہ وقف کمیشن کی تولیت میں ہے، حالاتِ مذکورہ کے تحت اور شافعی مسلک کے مطابق کیا یہ ممکن ہے کہ وقف مذکورہ کو وقف کمیشن سے لیکر واقف کے خاندان کے لوگ اپنی تولیت میں لیکر مسجد مذکورہ کے انتظام وانصرام کے بعد جو رقم بچتی ہے، اس کو واقف کے خاندان کے لوگوں کی اعانت، فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جائیداد مسجد کے لئے وقف کردی گئی ہے اس کی آمدنی مسجد کے علاوہ واقف کے خاندان پر صرف کرنا درست نہیں، اگر آمدنی کی رقم زائد ہے تو اس کے ذریعہ دیگر جائیداد خرید کر وقف میں اضافہ کردیا جائے[1]۔ پھر زائد آمدنی دیگر حاجتمند مساجد پر بھی صرف کرنے کی گنجائش ہوسکے گی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۴ھ

D:\INPAGE24\A010.TIF
not found.

---

[1] الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لايصرف وأنه صحيح ولكن يشترىٰ به مستغلا للمسجد. هنديه كوئٹه ص: ۴۶۳، ج:۲، كتاب الوقف فصل فى الوقف على المسجد، المحيط البرهانى ص۱۳۸/۹، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، نوع آخر فى المسائل التى تعود الى قيم المسجد الخ، مطبوعه ڈابھیل.

[2] الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد ..... الى اقرب مسجد (تنوير الابصار على الشامى ص۳۵۹/۴، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، عالمگيرى دارالكتاب ص۴۷۸/۲، الباب الثالث عشر فى الاوقاف التى يستغنى عنها الخ)

باب پنجم:۔ مسجد کے احکام

مسجد کبیر کی تعریف

سوال:۔ کیا مسجد کبیر جو چالیس ذراع کی ہوتی ہے وہ عرض ربع مراد ہے یعنی کل چالیس ذراع یا لمبائی چوڑائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چالیس ذراع لمبی چالیس ذراع چوڑی، ایک قول میں ساٹھ ذراع[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ء

مسجد صغیر اور کبیر

سوال:۔ خورجہ کی جامع مسجد میں ایک صف میں تقریباً پچاس آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، اور پوری مسجد میں تقریباً چھ سو سات سو آدمی آسکتے ہیں، تو یہ مسجد کبیر کا حکم رکھتی ہے یا مسجد صغیر کا، اور مسجد صغیر اور مسجد کبیر کی کیا تعریف ہے؟ اور ان دونوں مساجد کے متعلق نمازیوں کے لئے کیا کیا احکامات ہیں؟ مولوی صاحب مذکور اس مسجد کو مسجد کبیر کہتے ہیں، اور دیگر علماء کرام اس کو مسجد صغیر کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد چالیس گز (شرعی) لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہو وہ مسجد کبیر ہے، جو اس سے چھوٹی ہو

---

[1] (قوله فی مسجد الکبیر)هوان یکون اربعین فاکثر وقیل ستین فاکثر(طحاوی علی المراقی ص ۲۷۸/کتاب الصلوٰة، قبیل فصل فی المکروهات، مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

وہ مسجد صغیر ہے۔ (کذا فی ردالمحتار)[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حد مسجد

سوال: ۔مسجد کی حد کہاں تک شمار کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لئے متعین کر دیا گیا ہو[۱]، وہاں بلا غسل جانا منع ہے[۲]، وضو کی جگہ عام طور پر خارج مسجد ہوتی ہے۔ مسجد کے فرش پر پیر رکھتے ہی نیت اعتکاف مناسب ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۲] ان کان اربعین ذراعاً فهی کبیرة والا فصغیرة هذا هوالمختار (شامی کراچی، ص۵۸۵/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الروایة)

[۱] رجل له ساحة لابناء فیها امرقوما ان یصلوافیها بجماعة فهذا علی ثلاثة اوجه احدها اماان امر هم بالصلوٰة فیها ابداً نصًابان قال صلوا فیها ابداً اوامرهم بالصلوٰة مطلقاً ونوی الابد، المسجد موضع الصلاة اعتباراً بالسجود، المفردات فی غریب القرآن ص۲۲۳ السین مع الجیم، مطبوعه مصر، معجم المصطلحات والالفاظ الفقیهة ص۲۷۸ج۳ المسجد، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة، ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجد اً لومات لایورث عنه (فتاویٰ عالمگیری ،کوئٹه ص۴۵۵/ج۲/کتاب الوقف،الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۲۵ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد.

[۲] ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد (الدرعلی الردکراچی ، ص۱۷۱/ج۱/کتاب الطهارة مطلب یوم عرفة افضل من یوم الجمعة، عالمگیری کوئٹه ص۳۸ج۱ الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ، حلبی کبیر ص۶۰ قبیل فصل فی التیمم، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] واذا ارادان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الا عتکاف فیدخل فیه (الهندیه کوئٹه ، ص۳۲۱/ج ۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی زکریا ص۴۳۵ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی الغرس فی المسجد.

مسجد صغیر اور کبیر کی حد اور نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال: ۔مسجد صغیر اور کبیر کی کیا مقدار ہے؟ کیا تعریف ہے؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ مسجد کبیر میں مصلی کے آگے گزرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کبیر کی تحدید میں دو قول ہیں، (۱) چالیس ذراع طویل چالیس ذراع عریض ہو (۲) یہ کہ ساٹھ ذراع طویل ساٹھ ذراع عریض ہو[۱]، مسجد کبیر میں مصلی کے اتنے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے کہ وہ صلوٰۃ خاشعین پڑھ رہا ہوں، یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر رہے اور گزرنے والے کو دیکھ نہ پائے اور یہ دو تین صف کی مقدار ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا

سوال: ۔ایک عرصۂ دراز سے ایک مقام لب سڑک سرکاری ایک پختہ چبوترہ مسجد ہے،

---

[۱] اختلفوا فيه ، فقدره بعضهم بستين ذراعاً وبعضهم قال ان كان اربعين ذراعاً فهى كبيرة والا فصغيرة(شامی کراچی، ص ۵۸۵/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ ، مطلب الكافى للحاكم جمع كلام محمد فى كتبه التى هى ظاهر الرواية)، طحطاوی على المراقى مصرى ص۲۷۸ قبيل فصل فى المكروهات، مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ومرورمار فى الصحراء اوفى مسجد كبير بموضع سجوده فى الاصح (قوله فى الاصح) انه قدر مايقع بصره على المار لوصلى بخشوع أى راميا ببصره الى موضع سجوده (درمختار مع الشامى كراچى،۶۳۴/ج ۱/ كتاب الصلوٰة مطلب اذاقرأ تعالىٰ جد بدون الف لاتفسد)، حلبى كبير ص۳۶۷ كراهية الصلاة، فروع فى الخلاصة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص۱۵ ج۲ باب ما يفسد الصلاة.

اور وہ مسجد بھی مشہور ہے، مؤذن امام مقرر ہیں، اذان و جماعت باضابطہ ہوتی ہے، ایک عرصہ ہوا کہ ایک حاکم وقت نے مجمع عام مسلمانان وہنود میں زبانی اس کے مسجد ہونے کو تسلیم کیا اور اس کے مسجد ہونے کا اعلان کیا، یہ مسجد ہوگی یا نہیں، اور اس کو مسجد قرار دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس چبوترہ کا مسجد مشہور ہونا اور امام وموذن مقرر ہونا، اذان و جماعت کا وہاں باضابطہ ہونا نیز حاکم وقت کا مجمع عام مخالف وموافق میں اس کے مسجد ہونے کو تسلیم کرنا اور اس کا اعلان کرنا یہ امور ایسے ہیں کہ اس کے مسجد ہونے کے لئے شاہد عدل اور بہت کافی ہیں اگر وقف نامہ موجود نہ ہو یا وقف کا علم نہ ہو تب بھی اس کے مسجد ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا، کیونکہ امور مذکورہ کا مسجد کے ساتھ مختص ہونا کسی پر مخفی نہیں، بیشمار مسجدیں ملیں گی، کہ نہ ان کا وقف نامہ موجود ہے نہ واقف کا حال معلوم ہے کبھی ایک شخص یا چند اشخاص نے مل کر کچھ حصہ زمین کو کبھی پختہ چبوترہ بنا کر اور کبھی (عدم وسعت کی وجہ سے) کچا ہی رکھ کر نماز وغیرہ عبادات کے ساتھ خاص کر دیا اور عام طور پر مسلمانوں کو اس میں نماز کی اجازت دیدی ہے اور صورت مسئولہ میں تو امام ومؤذن بھی مقرر ہیں، اذان وجماعت بھی باقاعدہ ہوتی ہے، اس کے مسجد ہونے کو حاکم وقت نے تسلیم کر کے اعلان عام بھی کر دیا ہے، لہٰذا اس کے مسجد شرعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اس کو غیر مسجد قرار دینا صحیح نہیں

"التسليم فى المسجد ان تصلى فيه الجماعة باذنه ويشترط مع ذلك ان تكون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً ولوجعل رجلاً واحد امؤ ذنا واماماً فاذن واقامه وصلى وحده صار مسجد اً بالاتفاق اھ فتاویٰ عالمگیری[1] مختصراً، ص۱۰۳ ج۲

[1] فتاویٰ عالمگیر ی، مصری ،ص۴۵۵/ج۲/کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، المحیط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، عنایة مع فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

والحکم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف علیٰ الحقیقة اھ مبسوط[1]
ص ۱۳۰/ج ۱۷/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی بنیاد رکھنے سے حکم مسجد

سوال:۔(۱) مسجد کی بنیاد رکھنے سے مسجد کے احکام جاری ہوجاتے ہیں، یا اذان وجماعت ہونے پر جاری ہوں گے؟

(۲) جس مسجد کا ذکر ہے اس مسجد کا مصلیٰ اور سمت قبلہ کی دیوار قد آدم تک تیار ہوچکی ہے اور دونوں بغلوں یعنی شمال وجنوب کی دیواریں قائم ہوچکی ہیں اور بھراؤ صحن مسجد بھی بھر دیا گیا ہے، یہ مسجد مدرسہ فیض القرآن کی جگہ میں ہے جو کہ مدرسہ کی ہے اور اس محلّہ میں چار مسجدیں ہیں ،ایک مسجد تو تعمیر مسجد سے چالیس قدم پر ہے اور اذان کی آواز بھی اور مسجدوں سے آتی ہے، اس قدر تعمیر ہوجانے کے بعد بانیانِ مسجد کو اس طرف توجہ ہوئی کہ اگر قرب مساجد کی وجہ سے یہ مسجد آباد نہ ہوئی تو ہم عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے، اس لئے کہ اس مسجد میں صرف طلباء ہی نماز پڑھ سکتے ہیں، محلّہ والوں کو تو دوسری مساجد کافی ہیں، طلباء یہاں صرف ظہر وعصر اس وقت نماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ مدرسین مدرسہ خاص اہتمام طلباء کو روکنے کا کریں، اور ان دو وقتوں کے علاوہ اوقات میں تو اذان کا اہتمام بھی دشوار ہے، اس وجہ سے بھی کہ طلباء عموماً نوعمر ہیں، یعنی دس گیارہ سال سے زیادہ کوئی بچہ نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جبکہ مسجد کی تعمیر (جس میں سو روپیہ چندہ سے لگ چکا ہے، اور پچیس روپیہ ایک شخص کا دیا ہوا ہے، آئندہ تعمیر کیلئے امانت ہے) ابھی مکمل نہیں ہوئی، اس کی تعمیر کو روک کر اس

---

[1] مبسوط ص ۱۳۰ ج ۹ الجزء السابع عشر، کتاب الدعویٰ، باب الحمیل والمملوک والکافر، مطبوعه دارالفکر بیروت.

مکان کو موجودہ شکل میں یا سمت کے تغیر کیساتھ اس نئی مسجد کو مدرسہ کے مکان کی صورت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، جائز ہوگا یا نہیں؟ اور جس شخص کا روپیہ امانت ہے اس کو واپس کر دیا جائے تو وہ شخص اس روپیہ کو اپنے پارس رکھ سکتا ہے یا کسی دوسری مسجد میں دیدے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱-۲) وہ جگہ پہلے سے مدرسہ سے کے لئے وقف ہے، اور جو شخص متولی یا مہتمم ہے، اس کو واقفین کی طرف سے اختیار عام حاصل ہے کہ اس زمین میں جو تعمیر مدرسہ کی مصلحت کے موافق سمجھے بنائے، پھر اس نے بہ نیت مسجد اس کی بنیاد رکھی، نیز اسی نیت اور نام سے لوگوں نے چندہ دیا اور جو تعمیر اب تک ہوئی وہ اسی نیت اور ہیئت پر ہوئی، لہٰذا اس پر شروع ہی سے مسجد کے احکام جاری ہوں گے[1] اگر چہ ابھی تک اس کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی، اور اس میں اذان و جماعت بھی نہیں ہوئی، لیکن جس طرح مسجد کی مسجدیت کو باطل کر کے کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں اسی طرح تعمیر مذکور بدلنا یا بغیر بدلے مسجد کی ہیئت پر رکھے ہوئے مسجد کے کام میں نہ لانا درست نہیں[2]، آبادی اور غیر آبادی سے متعلق پہلے سوچنے کی بات تھی، کارکنانِ مدرسہ کا فریضہ ہے کہ مسجد مذکور کو آباد

---

[1] ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجداً (قوله بالفعل) ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقیٰ انه یصیر مسجدابلاخلاف قلت وفی الذخیرة اذا بنی مسجد اً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً(شامی نعمانیه، ص ۳۶۹/ج۳/ شامی کراچی ص۳۵۶ج۴ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی احکام المسجد مختصراً، فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۵۹۴،۵۹۵ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد اخرسواء کانوایصلون فیه اولاوهوالفتویٰ (شامی کراچی ، ص۳۵۸/ج۴/ شامی نعمانیه ص ۳۷۱ج۳ کتاب الوقف ، مطلب فیما لوخرب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

رکھنے کی سعی کریں، پانچوں وقت کچھ آدمی ضرور وہاں اذان کہہ کر نماز پڑھا کریں، اور جہاں تک ہو سکے مدرسہ کو ترقی دیں اور اس میں بیرونی طلباء کو رکھیں تا کہ مسجد و مدرسہ ہر دو آباد رہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا بنیاد رکھنے سے مسجد کا حکم ہو جائیگا

سوال:۔ مسجد کی پوری عمارت تعمیر ہونے کے بعد مسجد کہا جائیگا، یا صرف بنیاد کا پڑنا ہی کافی ہے، اگر بنیاد ہی کافی ہے تو ایسی مسجد میں جس کی صرف بنیاد ہی پڑی ہو وضو کرنا، غسل کرنا، کھیتیاں کرنا، جانوروں کو چرانا، یا معماروں کا بیڑی سگریٹ پینا، چہل قدمی کرنا، ننگے بدن وہاں جانا سب ممنوع ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی وہ زمین ہے اگر اس نے مسجد بنانے سے پہلے لوگوں کو وہاں اذان، نماز، جماعت کی اجازت دیدی اور یہ نیت کر لی کہ یہاں ہمیشہ اذان، نماز جماعت ہوا کرے گی، اور اس کو مسجد قرار دے دیا تو وہ شرعی مسجد بن گئی، اب جو چیز مسجد میں منع ہے، وہاں بھی منع ہے، مسجد کا پورا احترام لازم ہے[1] فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۳۸ ر ج ۳۔

اگر ایسا نہیں کیا بلکہ نیت یہ ہے کہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد اذان، نماز، جماعت، شروع کی جائے گی اور اسی وقت اس کو مسجد قرار دیا جائیگا، تو اس پر مسجد کا حکم تکمیل عمارت کے بعد جاری ہوگا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] رجل له ساحة لابناء فيها امرقوماً ان يصلوافيها بجماعة فهذا على ثلاثة اوجه احد هااماان امر هم بالصلوٰة فيها ابدا نصابان قال صلوا فيها ابداً اوامرهم بالصلوٰة مطلقاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کیسے بن جاتی ہے

سوال:۔ایک شخص نے تقریباً چالیس سال قبل ایک مسجد بنائی، لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے کہا اور زبانی وقف کر دیا، اس وقت اس کی پوتی مسجد کے احاطہ میں دیوار وغیرہ کرنے سے لوگوں کو روکتی ہے، جس سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ مسجد تو وقف نہیں کی گئی، بلکہ اس زبانی وقف کو توڑتی ہے، اور مصلیان مسجد کا خیال یہ ہے کہ جب کاغذ میں لکھ کر وقف نہ کیا جائے، تو وقف صحیح نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طرح زبانی وقف کرنے سے وقف صحیح ہو جائے گا یا نہیں اور اس عورت کو روکنا درست ہے یا نہیں، اور مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مسجد بنائی اور زبانی وقف کر کے لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور وہاں اذان وجماعت ہونے لگی، اور اپنی ملک سے اس مسجد کو راستہ وغیرہ سے ممیّز کر دیا تو وہ بالاتفاق شرعی مسجد بن گئی، اگرچہ تحریر وقف نامہ کی نوبت نہ آئی ہو، وہاں نماز دوسری مسجدوں کی طرح بلا تأمل درست ہے، واقف کے ورثہ کو اس میں کوئی ایسا تصرف درست نہیں جو وقف کیخلاف ہو اور بطور وراثت ملک کا دعویٰ کرنا غلط ہے "**ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقیٰ انه یصیر مسجدابلاخلاف ثم قال عند قول الملتقیٰ وعندابی یوسف یزول بمجرد القول ولم یرد انه لایزول بدونه لماعرفت انه**

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) ونوی الابد ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجداً (فتاویٰ عالمگیری مصری ص۴۵۵/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۲۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، النهر الفائق ص۳۲۸ ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ ملاحظہ ہو عنوان: مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا حاشیہ ۱۔

لایزول بالفعل ایضاً بلاخلاف اھ قلت وفی الذخیرة وبالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذابنی مسجد اواذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداًاھ ویصح ان یراد بالفعل الافرازویکون بیاناً للشرط المتفق علیه عند الکل لما قد مناه من ان المسجد لو کان مشاعاً لایصح اجماعاً وعلیه فقوله عند الثانی مرتبط بقول المتن بقولهٔ جعلته مسجداًاھ" درمختاروشامی،ص۵۱۱/ج۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۱/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ذیقعدہ ۶۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // // //

ایک مکان شرعی مسجد کب بن جاتا ہے

سوال:۔ ہمارے ایک قریہ میں ایک گھر کو مسجد کا نام رکھ کر نماز ادا کی جاتی تھی اب اس گھر کے پینتیس گز فاصلہ پر زید نے اپنی خالی جگہ مسجد کے لئے دیدی اور مسجد بنادی گئی، اس میں نماز ادا کی جارہی ہے، اب زید اپنی خالی جگہ نئی مسجد کیلئے جو دے چکا ہے، اس کے عوض پہلے (جس کا نام مسجد رکھ کر نماز ادا کی جاتی ہے اب بیکار ہے) کو اپنے بود وباش کے لئے رکھ لینا چاہتا ہے، اس گھر کو توڑ کر مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے، آیا یہ صورت از روئے شرع جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس گھر کو وقف کردیا اور اپنا مالکانہ قبضہ اٹھا کر اس کو ہمیشہ کیلئے مسجد قرار دیدیا تھا کہ اس

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۵۶/ج۴/ کتاب الوقف قبیل مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص۲۳۳ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجدا، مطبوعه دار الفکر بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۵۹۴،۵۹۵ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

میں اذان و جماعت ہوتی تھی، اور جب جس کا دل چاہے وہاں آکر نماز پڑھ لیتا تھا، کوئی روک ٹوک نہیں تھی اور اس شخص کا رہنا سہنا اس میں نہیں تھا نہ وہاں اس کا سامان رکھا ہوا تھا تو وہ مکان شرعی مسجد ہے اب اس کو واپس لینے کا حق نہیں رہا، اگر اس طرح اس کو مسجد قرار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دوسری جگہ نماز کیلئے نہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر جب تک کوئی جگہ میسر آئے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، نہ اس کو وقف کیا تھا نہ ہمیشہ کے لئے مسجد قرار دیا تھا نہ اپنا مالکانہ قبضہ اٹھایا تھا تو وہ مسجد شرعی نہیں اب دوسری جگہ مل جانے کے بعد اسکو حق ہے کہ اسمیں رہنا سہنا شروع کردے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۷ھ

مسجد کے لئے زمین دی اس میں تعمیر شروع ہوگئی اب وہی معطی شخص زمین واپس لے اور اس کی جگہ دوسری زمین دے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دیدی تعمیر شروع ہوئی، مگر زید کے اعزہ واقارب نے زید کو مشورہ دیا کہ یہ زمین مت دو مناسب نہیں ہے یہ مشورہ زید کو اچھا معلوم ہوا اور تعمیر کرنے والوں سے کہا کہ یہ زمین خالی کردو، اس کے عوض دوسری جگہ لے

---

[1] من بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلاة فیه (الیٰ قوله) فلو جعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی الدخول والصلوٰة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجداً فی قولهم (ہندیہ، رحیمیہ، ص ۳۴۷/ج۲/کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد) فتح القدیر ص ۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجدا، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

لو، لیکن تعمیر کرنے والوں کا کہنا ہے کہ زید اس کی قیمت وصول کرلے مگر یہ مذکورہ بالا زمین زید کے ایسے موقعہ پر واقع ہے کہ تعمیر کرنیوالے حضرات اس کو صحیح قیمت نہیں دے سکتے، ایسی صورت میں زید مذکورہ بالا زمین کا عوض دے کر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

اور اگر لے سکتا ہے تو اس میں تصرفات زید کی کوئی تخصیص ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دیدی اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹالیا اور مسجد کی تعمیر شروع بھی ہوگئی تو اب زید اس کو واپس نہیں لے سکتا[1] البتہ حق تولیت میں زید سب پر مقدم ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر صریح وقف کے اذان و جماعت کی اجازت سے بھی مسجد بن جاتی ہے

سوال: ۔ایک آدمی نے زمین وقف نہیں کی اور جس میں ستر اسّی برس ہوتے ہیں مسجد بن

---

[1] واما اذا قال جعلت ارضی مسجداً فلیس فیه ما یوجب البقاء علی ملکه فلو ازاله اللّٰه تعالیٰ لم یکن له ان یرجع، عنایة مع فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت، اذا تم ولزم لایملک ولا یملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو یوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة الخ)، مجمع الأنهر ص۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] أن الولایة للواقف ثابتة مدة حیاته وان لم یشترطها (بحر،کوئٹه، ج۵/ ص۲۳۱/ کتاب الوقف، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۷۷ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الولایة لنفسه، مجمع الأنهر ص۵۷۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

چکی ہے، تو اس مسجد میں نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) میں بھی اس مسجد کا نمازی ہوں، اس مسجد کا مینارہ بنایا جارہا ہے، لیکن لوگ مجھ سے چندہ نہیں لیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر مالک زمین نے مسجد بنا کر اپنا قبضہ اٹھالیا اور ہر ایک کو اجازت دیدی اور اذان ونماز شروع ہوگئی، تو اتنی بات سے وہ مسجد بن گئی، وہاں نماز وجماعت سب ٹھیک ہے[1]

(۲) یہ تو ان سے ہی دریافت کرنے کی بات ہے کہ وہ آپ کا چندہ کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان وجماعت کی اجازت سے اس جگہ کا مسجد بنجانا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی زمین کے کچھ حصہ پر مسجد کی نیت کی اور عبادت خانہ کی صورت میں احاطہ کرکے نماز پڑھنی شروع کردی، مگر اس کا دروازہ اپنی ہی طرف رکھا، ابھی کوئی راستہ جدا نہیں کیا تو یہ مسجد شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں لوگوں کو نماز کی اجازت دیدی اور اذان وجماعت ہونے لگی اور آنے جانے کا ایسا

---

[1] قلت وفی الذخیرة وبالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً (شامی کراچی، ص۳۵۶/ج۴/ شامی نعمانیه ص۳۶۹ ج۳، مطلب فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، منحة الخالق علی البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد

راستہ موجود ہے کہ رکاوٹ نہیں تو وہ شرعی مسجد بن گئی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جب مالک کی اجازت سے اذان و جماعت ہونے لگی پس وہ مسجد بن گئی

سوال:۔ (۱) زید کی مملوکہ زمین میں باجازت زید عام قوم نے اپنے چندہ سے مسجد کی تعمیر کرادی اور چند سال میں صلوٰۃ باجماعت اور نماز جمعہ ہوتی رہی اس کے بعد زید کہتا ہے کہ میں نے وقف نہیں کیا خواہ میں کسی کو نماز پڑھنے دوں یا نہ پڑھنے دوں اور مسجد کو بند کردوں، آیا اس کو نمازیوں کو مسجد کے اندر نماز پڑھنے سے روکنے کا حق ہے یا نہیں، اور زید کو علاوہ اس پیش امام کے جس کو عام قوم نے نماز پڑھانے کے واسطے مقرر کر رکھا ہے، دوسرا پیش امام جو جمعہ کا خطبہ بھی غلط پڑھتا ہے مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر قوم اپنے واسطے جداگانہ بطور استعارہ جگہ مانگے اور اس میں نماز جماعت شروع کریں تو یہ جماعت صحیح یا غیر صحیح ہے جب کہ یہ زمین ملکیت انگریزوں کی ہو بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زید کی اجازت سے مسجد بنائی گئی ہے، اور اس میں نماز باجماعت ہوتی رہی اور پھر بھی زید نے منع نہیں کیا تو شرعاً وہ مسجد بن گئی اب زید کو حق نہیں کہ وہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکے یا اس کو بند کرے۔

---

[1] فلوجعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی الدخول والصلوٰة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجد اً فی قولهم (الیٰ قوله)ویشترط مع ذلک ان تکون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً(هندیه، کوئٹه ،ص۲/۴۵۵/ کتاب الوقف ،الباب الحادی ،عشر فی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴،۴۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

"التسليم فى المسجد ان تصلى فيه الجماعة باذنه وعن ابى حنيفةؒ فيه روايتان فى رواية الحسنؒ عنه يشترط اداء الصلوٰة فيه بالجماعة باذنه اثنان فصاعداً كما قال محمدؒ والصحيح رواية الحسن كذافى فتاوىٰ قاضى خان ويشترط مع ذلک ان تكون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً حتى لوصلى جماعة بغيراذان واقامة سراً لاجهراً لايصير مسجدا عندهما كذافى المحيط والكفاية ولوجعل رجلا واحد اموذنا واماماً فاذن واقام وصلى وحده صارمسجداً بالاتفاق كذافى الكفاية وفتح القدير فتاوىٰ عالمگيرى ، ص۱۰۳/ج۲/[1] وكره غلق باب المسجد لانه يشبه المنع من الصلوٰة قال تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان يذكر فيها اسمهاھ ردالمحتار[2] ص۶۸۶/ج۱/"

جوشخص غلط پڑھتا ہے، اس کو نہ زید امام مقرر کرسکتا ہے، نہ عام قوم مقرر کرسکتی ہے، صحیح پڑھنے والے اور لائق دیندار کو مقرر کرنا چاہئے۔[3]

---

[1] عالمگیر ی مصری ،ص۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى ،عشرفى المسجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۲۹۰ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهانى ص۱۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، فتح القدير ص۳۳ج۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] شامی کراچی،ص۶۵۶/ج۱/کتاب الصلوٰۃ،مطلب فی احکام المسجد۔تبيين الحقائق ص۱۶۸ ج۱ كتاب الصلاة، فصل كره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۳۳ج۲ كتاب الصلاة، فصل لما فرغ من بيان الكراهة.

[3] والا حق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلاة ثم الاحسن تلاوة للقراء ة ثم الاورع . تنويرالابصار مع درمختا ركراچى ص۵۵۷/۱، باب الامامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، ولا(يصح اقتداء) غير الا لثغ به اى بالا لثغ قال فى المغرب ، هو الذى يتحول لسانه من السين الى الثاء زاد فى القاموس اومن حرف الىٰ حرف ولا تصح صلوته اذاامكنه الاقتداء بمن يحسنه وكذا من لايقدر على التلفظ بحرف من الحروف (الدرالمختار مع رد المحتار كراچى بحذف،ص ۵۸۱ –۵۸۲/كتاب الصلوٰة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اگر مالک زمین کی اجازت سے وہاں نماز پڑھیں یا جماعت کریں تو درست ہے[۱]، مگر بہتر یہ ہے کہ آپس میں سب اتفاق سے رہیں اور اسی مسجد میں نماز جماعت سے ادا کریں لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں کہ یہ بڑی خرابی و بربادی کا سبب ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۵۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم // //

ہوسٹل کے کمرے توڑ کر مسجد بنا لینے سے وہ شرعی مسجد نہیں

سوال:۔ ایک ہوسٹل کہ جس میں ساڑھے تین سو کے قریب لڑکے رہتے ہیں، اس کے اندر چار پانچ کمروں کو توڑ کر ایک مسجد بنالی گئی جس کو باقاعدہ مسجد جیسی شکل وصورت نہیں دی، مذکورہ مسجد میں باقاعدہ نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہے، اور امام اور مؤذن کا مکمل انتظام ہے اور اس میں جمعہ بھی ہوتا ہے، تو کیا اس مسجد کے لئے بھی وہی حکم ہوگا، جو کہ دیگر مساجد کے لئے ہے، یا کچھ فرق ہے، مثلاً جنبی اور حائضہ کا نہ داخل ہونا اور ایسے آدمی کا بلا تیمّم کئے مسجد سے نہ نکلنا جو کہ مسجد میں سویا ہو، اور غسل کی حاجت پیش آ گئی، یا اسی طرح مسجد کو گزرگاہ بنانے سے منع فرمانا یا ایسے ہی کسی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبیل مطلب فی الالثغ)، مجمع الأنهر ص ۱۶۱، ۱۶۲ ج ۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹه ص ۸۳، ۸۶ ج ۱ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة، الفصل الثالث.

(صفحہ ہذا) ۱ تكره فی ارض الغير الا اذاكانت بينهما صداقة اورأى صاحبها لايكرهه فلابأس (شامی کراچی، ص ۳۸۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الصلوٰة فی ارض المغصوبة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۹۱ فصل فی المكروهات، حلبی كبير ص ۳۷۰ قبيل سنن الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

۲ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين، سوره انفال آيت ۴۶.

جماعت ثانیہ کا جائز نہ ہونا وغیرہ وغیرہ، کیا یہ سب باتیں مسجد مذکور میں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ خاص طور سے جماعت ثانیہ کے متعلق ضرور تحریر فرمائیں کہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جگہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یہاں جماعت ثانیہ بھی منع نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

عارضی ضرورت کے لئے بنی مسجد کو شرعی مسجد کا حکم نہیں

سوال:۔ دربھنگہ کے ایک گاؤں موضع کھٹیلہ میں پرانی مسجد مخدوش ہوجانے کی وجہ سے گاؤں والوں نے اسے توڑ کر از سر نو بنانے کا ارادہ کیا ہے، جب تک نماز پڑھنے کیلئے عارضی طور پر مسجد کے احاطہ سے باہر ایک مسجد بنائی گئی ہے جس کو پختہ مسجد کے تیار ہونے کے بعد توڑ دیا جائے گا، اب سوال یہ ہے کہ یہ خام مسجد جو کہ عارضی طور پر نماز پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہے، اس میں نماز کے علاوہ دوسرا مصرف (مثلاً، مکان، کھیتی، پیشاب، پاخانہ وغیرہ) لے سکتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ یہ جامع مسجد ہے؟

---

[1] ان اتخذ وسط داره مسجداً واذن للناس فيه اذناعاماله ان يبيعه ويورث عنه لان المسجد ليس لاحد حق المنع منه واذاكان ملكه محيط بجوانبه الاربع كان له حق المنع فلم يصر مسجداً ولانه ابقى الطريق لنفسه فلم يخلص لله تعالىٰ(فتح القدير كراچى ، ص۲۳۵/ج۶/كتاب الوقف)، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، فى احكام المسجد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۵۹۳ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۱۲۷ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه ڈابهيل،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں عارضی طور پر مسجد تیار ہونے تک نماز کا انتظام کرلیا گیا ہے اوراس کو وقف کر کے مسجد نہیں بنائی گئی تو وہ شرعی مسجد نہیں بنی ،اس کا وہ حکم نہیں جو شرعی مسجد کا ہوتا ہے،اس کا حال ایسا ہی ہے جیسے مکان میں کسی جگہ نماز پڑھتے ہوں یا باغ اور کھیت میں نماز پڑھتے ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے مسجد نہیں[1] نیز عیدگاہ میں مسجد کے سب احکام جاری نہیں ہوتے جیسا کہ بحر[2] اور ردالمحتار[2]، اور فتاویٰ عالمگیری[4] وغیرہ میں تصریح ہے، جب وہاں نماز پڑھنا موقوف کردیا جائے تو مالک کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مندوب لكل مسلم ان يعد فى بيته مكانا يصلى فيه الا ان هذا المكان لايأخذ حكم المسجد على الاطلاق لانه باق على حكم ملكه له ان يبيعه (عالمگیری، کوئٹه، ص۳۲۰/ج۵/ كتاب الكراهية ، الباب الخامس فى المسجد)، المحيط البرهانى ص۵ج۸ كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى المسجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، لو كان له ساحة لا بناء فيها الى قوله وإن امرهم بالصلاة شهرا او سنة ثم مات تكون ميراثا عنه لانه لا بد من التابيد والتوقيت ينافى التابيد، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۸ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۲۹۰ج۲ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وماتخذ لصلوٰة العيد لايكون مسجداً مطلقاً وانما يعطى له حكم المسجد فى صحة الاقتداء بالامام وان كان منفصلا عن الصفوف واما فيما سوى ذٰلک فليس له حكم المسجد (بحر، کوئٹه،ص۲۴۸/ج۵/ كتاب الوقف،فصل فى احكام المساجد)، حلبى كبير ص۶۱۴ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، تبيين الحقائق ص۱۶۸ج۱ قبيل باب الوتر والنوافل، مطبوعه امداديه ملتان

[3] شامى كراچى ،ص ۶۵۷/ج۱/ مكروهات الصلوٰة ،مطلب فى احكام المسجد .

[4] عالمگیری ،کوئٹه ،ص۴۵۶/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشرفى المسجد.

مسجد میں آتشزدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی

سوال:۔ ایک گاؤں ہے جس میں آج سے تقریباً سوسال قبل ایک جگہ چھوٹی مسجد تھی گاؤں میں جب آتشزدگی ہوئی تو مسجد لپیٹ میں آگئی، پھر سے اس جگہ مسجد نہیں بنائی گئی بلکہ گاؤں کے ایک حاجی صاحب جو دو بھائی تھے، ان کے دروازے پر دونوں کی مشترکہ زمین پر مسجد بنائی گئی، تاکہ حاجی صاحب مسجد کی پوری حفاظت کریں، گاؤں والے اس وقت سے آج تک پنج وقتہ نماز کے علاوہ جمعہ کی نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والے متفق ہوکر مسجد بنائے تھے، پہلے والی مسجد کی زمین صرف تین ڈسمل زمین جو آبادی سے قریب ہوتی آرہی ہے، کاغذی اعتبار سے نئی مسجد کا کوئی ثبوت نہیں ہے، زمین مالک کے نام سے ہے گذشتہ سال محلّہ والوں نے گاؤں سے چندہ جمع کرکے موجودہ زمین کو پختہ بنانے کی نیت سے اینٹ خریدی، حاجی صاحب مرحوم کے ایک پوتے نے کہا کہ ہم مسجد میں ایک بیگہ زمین وقف کردیں گے، یہیں سے اختلافی صورت اس لئے پیدا ہوئی کہ گاؤں کے کچھ لوگ کہنے لگے کہ قبالہ کسی ایک آدمی کے نام سے ہو، پھر فروخت کرکے اس رقم کو مسجد میں لگائیں گے، واقف کہنے لگا کہ فروخت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی آمدنی مسجد کی حفاظت اور آئندہ ترقی کے لئے صرف ہوگی، شدہ شدہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ اب نصف گاؤں والے کہتے ہیں کہ مسجد پرانی زمین پر بنے گی، چونکہ اول وہاں مسجد تھی یہاں جائز نہیں نصف گاؤں والے کہتے ہیں کہ وہاں جمعہ ہوتا تھا یا نہیں؟ ہم لوگوں کو کوئی علم نہیں، نہ کوئی شہادت دیتا ہے، نیز اینٹ اس جگہ کی نیت سے خریدی گئی ہے، یہاں وہاں کرنے سے کھیل تماشہ بن جائے گا، چونکہ ہمارے صوبہ بہار میں ماشاءاللہ دارالقضاء بھی ہے، انہوں نے فیصلہ دیا ہے کہ پرانی ہی جگہ مسجد بنائی جائے، وہیں جمعہ کی نماز ادا کرنی درست ہے، موجودہ مسجد پنج

وقتہ نماز کے لئے رہے، بر بنائے حکم پرانی جگہ کے حامیوں نے اس جگہ نفیس مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا ہے، دونوں مسجد شمالاً جنوباً سوگز کے فاصلہ پر ہے۔

اب اصل سوال یہ ہے کہ حاجی صاحب کے دروازہ والی مسجد کی خریدی ہوئی اینٹ سے پختہ بنا کر نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ یا قاضی کے فیصلہ پر؟ امید ہے کہ خلاصہ جواب مدلل عنایت فرمائیں گے، حاجی صاحب کی مسجد کی زمین کی کھیتیاں بھی وقف برائے مسجد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو پرانی مسجد ہے وہ بھی شرعی مسجد ہے، آتشزدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی[1] اور جو نئی مسجد ہے وہ بھی مسجد ہے[2] جس جگہ مسجد بنانے کے لئے اینٹ خریدی گئیں ہیں[3] اس اینٹ سے وہیں مسجد بنائی جائے، یہ کوئی اختلاف اور لڑائی کی بات نہیں، آپس کی ضد کو ختم کر دیں، اگر وہاں شرائط جمعہ موجود ہوں تو جس مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اس میں جمعہ بھی ادا کرتے رہیں[4] اور دونوں

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة (قوله ولو خرب ماحوله)اى ولومع بقائه عامر اوكذالوخرب وليس له مايعمربه وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد اخر(شامى كراچى، ص۳۵۸/كتاب الوقف،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيرهٗ)، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اذا بنى مسجداً واذن للناس بالصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجداً المحيط البرهانى ص۱۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۵ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، النهر الفائق ص۳۲۹ ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] والواقف لو عين انسانا للصرف تعين حتى لو صرف الناظر لغيره كان ضامنا، البحر الرائق كوئٹه ج۵ كتاب الوقف، شامى زكريا ص۵۵۷ ج۶ كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفا الخ.

[4] ويشترط لصحتها اى صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناء ه الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبى كبير ص۵۴۹ باب صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الأنهر ص۲۴۵ ج۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجدوں کو آباد رکھیں، قاضی صاحب نے حالات سے واقفیت پر جو فیصلہ دیا ہے، اس کو رد کرنے کی بھی کوئی حاجت نہیں، اگر اس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو قاضی صاحب سے دریافت کر کے رکاوٹ کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۴ھ

غیر موقوفہ زمین سے مسجد ہٹا کر وہاں بیٹھک بنانا

سوال:۔ ایک قطعہ زمین پر تقریباً نصف صدی سے ایک مسجد قائم ہے، لیکن جس جگہ پر مسجد قائم ہے، وہ جگہ وقف شدہ نہیں ہے، باوجود اس کے مسجد عام ہے، یعنی جماعت ہوتی ہے جمعہ ہوتا ہے اذنِ عام ہے وغیرہ اب محلّہ والوں کا خیال ہوا ہے کہ مسجد وہاں سے ہٹالی جائے، دوسری جگہ بنالی جائے، اور خالی شدہ مسجد کی جگہ کو اپنے تصرف میں لائے مثلاً بیٹھک یا بیل کے رہنے کی جگہ بنادے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد وہاں سے ہٹانا اور خالی شدہ جگہ کا اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

کیونکہ فتاویٰ دارالعلوم میں تابید مسجد پر مطلق زور دیتے ہیں، خواہ موقوفہ ہو یا غیر موقوفہ لیکن سہارنپور سے فتوی آیا ہے کہ غیر موقوفہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد کو ہٹانا درست ہے، اور اس جگہ کو ہر قسم کے تصرف میں لانا بھی درست ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

اگر مالک کی اجازت اور رضامندی سے وہاں مسجد قائم کی گئی اور اذان اور جماعت پنجگانہ و جمعہ واذنِ عام سب کچھ نصف صدی سے ہو رہا ہے، تو وہ شرعی مسجد ہے اس کو وہاں سے ہٹانا اور اس جگہ بیٹھک یا بیل کے رہنے کا گھر بنانا جائز نہیں، مسجد کے لئے تحریری وقف نامہ ضروری نہیں نہ زبان سے اس کو یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ مسجد ہے بلکہ مذکورہ بالا صورت حال کافی ہے۔

لیکن اگر بغیر مالک کی اجازت ورضامندی کے زبردستی بطور غصب اس زمین پر قبضہ کرلیا گیا، اور مسجد بنالی گئی اور مالک اس کو گذار کرانے سے عاجز ومجبور رہا تو شرعاً وہ مسجد نہیں ہوئی، اس کو وہاں سے ہٹانا لازم ہے، غالباً سہارنپور کا فتویٰ اس صورت کے لئے ہوگا "لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح وان ملکه بعد بشراء اوصلح الی قولها وینقض وقف استحق بملک اوشفعة وان جعله مسجدا کذافی ردالمختار[1] ص ۳۵۹/۳/ نعمانیه. ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقی انه یصیر مسجدابلا خلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداًاھ[2] فاذاتم ولزم لایملک ای لایکون مملوکالصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہٖ بالبیع ونحوه لاستحالةتملیک الخارج عن ملکہٖ ولایعارولا یرهن لاقتضائهما الملک[3]" الخ، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۶ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۴۱/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب قدثبت الوقف بالضرورة، شامی زکریا ص۵۲۳ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸/۵ اول کتاب الوقف، مجمع الانهر ص۵۶۸،۵۶۷ کتاب الوقف طبع بیروت.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۶/۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۶ المصدر السابق، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف تحت فصل، طبع بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد.

[3] درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۵۲، ج:۴، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قولها موقوفة الخ، شامی زکریا ص:۵۳۹، ج:۶، المصدر السابق، فتح القدیر ص:۲۲۰، ج:۶، کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص:۵۸۱، ج:۲، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کے بارے میں کس کا قول معتبر ہے

سوال:۔ ہمارے محلے میں آج سے ۵۱؍سال پہلے ایک جماعت کی زمین لکھی گئی ہے، اس زمین پر بنیاد ڈال کر زمین کا احاطہ کرلیا گیا ہے اس کے علاوہ اس زمین پر اور کوئی چیز دیکھنے میں آتی نہیں ہے، مذکورہ زمین چندہ کر کے قیمتاً خریدی گئی ہے یہ پرانے دفتر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین ہمارے فلاں فلاں لوگوں کی چار محلے والوں کی ہے، تین محلّہ والے تو اس زمین سے تقریباً پاؤ میل دور رہتے ہیں، اب مذکورہ زمین کے لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد بنانے کے لئے یہ زمین خریدی گئی ہے اور مسجد کی افتادہ زمین کے نام یہ مشہور ہے مذکورہ زمین سے جامع مسجد تقریباً دوسو گز دور ہے، فی الحال ہم لوگوں نے اس کی تحقیق کی (ہماری عمریں ۴۵؍سے ۵۰؍سال کی ہے) اور اس سے واقف ہونا چاہا کہ حقیقت کیا ہے، تو اس کی تحقیق کے لئے چاروں محلے کے عمر رسیدہ لوگوں کو جن کی عمریں ۷۰؍سے ۸۰؍سال کی ہیں، بلا کر پوچھا یہ لوگ حاجی اور پنج وقتہ نمازی اور شرع کے پابند ہیں ان لوگوں نے صحیح بات یہ بتائی کہ زمین مسجد بنانے کے لئے رکھی گئی، لیکن اب ایک آدمی نے افریقہ سے چندہ کر کے بھیجا تھا وہ رقم ہضم نہ ہوجائے اس لئے اس کی زمین خریدی گئی، تاکہ اس پر کچھ جماعت کا مکان بنالیا جائے جو جماعت کے برتن وغیرہ رکھنے کے لئے کام آسکے، اس حساب سے مذکورہ زمین خریدی گئی تھی، اور اس کے چاروں طرف بنیاد ڈالکر احاطہ کرلیا گیا تھا، اب جس شخص نے افریقہ میں چندہ کیا تھا وہ آدمی اپنے وطن میں (یہاں آیا تھا، اور لوگوں کے ساتھ جھگڑا ہونے کے سبب کام ملتوی ہوگیا ہے، یہ حقیقت ان ستاسی سال کے بزرگوں کی بات سے معلوم ہوتی ہے کہ ہم لوگوں نے پہلے کے جماعت کے دفتروں میں دیکھا تو ایک دفتر میں لکھا کہ یہ زمین فلاں لوگوں کی جماعت کی زمین خریدی اس کا روپیہ تین سو ایک دیا اور دوسرے دفتر میں ایسا لکھا ہے کہ فلاں لوگوں کی مسجد کی زمین خریدی اس کا روپیہ تین سو ایک نقد دیا، دونوں دفتروں میں ایسا

الگ لکھا ہوا ہے، پھر مذکورہ چار بزرگوں سے گفتگو کی کہ دفتروں میں تو ایسا لکھا ہوا ہے، تو ان چاروں نے کہا کہ بلا دفتر دیکھے ہوئے کہا کہ جو لمبے دفتر اصل نقد ادھار کا ہے اس میں جو لکھا وہ صحیح ہے اور اس کے دفتر میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے، اب یہاں کے ۸۰/سال کے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بات صحیح ہے لہٰذا شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تو ظاہر ہے کہ ابھی وہاں مسجد نہیں بنائی گئی ہے، اس زمین کے متعلق کاغذ میں دونوں قسم کی باتیں ہیں جو بیان پرانے زندہ لوگ دیتے ہیں کہ وہ اس وقت میٹنگ میں بھی حاضر ہوتے تھے، ان کے بیان پر اعتماد کرنا شرعاً درست ہے کیونکہ بیان حجت شرعی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۸۷ھ

گیلری کیا داخل مسجد ہے یا خارج

سوال:۔ ایک دومنزلہ مسجد ہے جس کے اوپر کی منزل کی گیلری باہر کو نکلی ہوئی ہے، اور اس کے نیچے عام راستہ ہے جس طرح عموماً کوٹھیوں اور بلڈنگوں کی گیلری باہر نکلی ہوئی ہوتی ہے، زید نے کہا کہ گیلری مسجد کے باہر کے حصہ میں ہے یعنی خارج من المسجد ہے لہٰذا وہاں کھڑے

---

[1] وتقبل فيه (الوقف) الشهادة علىٰ شهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهر لاثبات اصله وان صرحواه به اى بالسماع فى المختار ولو الوقف على ميعنين حفظا للاوقاف القديمة عن الاستهلاک (قال الشامى)الشهادة على الوقف بالسماع فيها خلاف (الىٰ قوله) لكن تقدم انه يفتى بكل ماهوانفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه (درمختار مع الشامى كراچى ص ۴۱۱/ ۴۱۲/ ج۴/ كتا ب الوقف مطلب فى الشهادة على الوقف بالتسامع، شامى زكريا ص: ۶۲۰، ج:۶، المصدر السابق، عالمگيرى كوئٹه ص۴۳۸ج۲ كتاب الوقف، مطلب الشهادة بالشهرة على اصل الوقف، خانيه على هامش الهندية ص ۳۴۱ج۳ كتاب الوقف، فصل فى دعوى الوقف، والشهادة عليه، مطبوعه كوئٹه.

ہوکر جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کے برابر ثواب نہیں ملیگا، بکر نے کہا وہ گیلری مسجد ہی میں شمار ہے لہٰذا وہاں کھڑے ہونے سے جماعت خانہ کی نماز کے برابر ہی ثواب ملیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گیلری راستہ کے اوپر بنائی گئی ہے وہ خارج عن المسجد ہے جب تک جماعت خانہ (مسجد) میں جگہ ہو گیلری میں کھڑے ہونے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، مسجد پُر ہوگئی تو گیلری میں مجبوراً کھڑے ہونے سے ثواب میں کمی نہیں آئیگی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے وضوخانہ اور استنجاخانہ کی چھت کا حکم

سوال:۔ ایک مسجد ہے جس کے باہر گیٹ ہے، سامنے اس گیٹ کے اندرونی ایک طرف استنجاخانہ ہے اور دوسری طرف وضوخانہ ہے اور وضوخانہ کے اوپر استنجاخانہ کے اوپر کمرے ہیں، ان سب کے اوپر پوری ایک چھت ہے، اور یہ چھت مسجد کے فوقانی اوپر حصہ سے بالکل ملی ہوئی ہے، (گویا مسجد فوقانی کا برآمدہ ہو چکا ہے) تو اب یہ چھت مسجد کے اندر داخل ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اسکے نیچے کا حصہ مسجد میں داخل نہیں ہے، اس چھت کے بارے میں (حالانکہ بعد میں بنائی گئی ہے) لوگوں کا خیال ہو رہا ہے کہ یہ داخل ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خارج ہے، اسیوجہ سے جماعت ثانی بہت سے لوگ نہیں کرتے اور کچھ لوگ بلا کھٹک کر لیتے ہیں اور مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے، اسکے نیچے تہ خانہ بنا کر کمرہ یا استنجاخانہ بنا سکتے ہیں؟

---

[1] ولو صلی علی رفوف المسجد إن وجد فی صحنه مکانا کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجه ..... وهذا الفعل مفوت لفضیلة الجماعة الذی هو التضعیف لا لأصل برکة الجماعة، (الدر مع الشامی زکریا ص ۳۱۲ ج ۲ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

الجواب حامداًومصلیاً

صحن کا جوحصہ نماز کے لئے تجویز کیا گیا ہے،اس کے اوپر کی چھت تو مسجد ہے[1]،لیکن وضوخانہ اوراستنجاخانہ کے اوپر کی جوچھت ہے وہ شرعی مسجد نہیں ،اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہونگے ، اگراتفاقیہ کبھی دوچار آدمی جماعت سے رہ گئے ،مثلاً سفر سے ایسے وقت آئے کہ جماعت ہوچکی ہے،توانکووہاں جماعت کرنا ممنوع ومکروہ نہیں،لیکن اسکی عادت نہ ڈالی جائے جومسجد بن چکی ہے، اس کے نیچے تہ خانہ یااستنجاخانہ یاکمرہ بنانے کی اجازت نہیں[2]فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحن مسجد سے متصل قبروں کا حکم

سوال:۔ایک مسجد کے تین نمبر ہیں،(۱) میں سہ دری وغیرہ (۲) میں صحن وغیرہ (۳) میں قبریں ، یہ شاہی زمانہ کی مسجد ہے۔نمبر۱ر پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہے،نمبر۲رمیں گرمی میں عشاء کی نماز ہوتی ہے ، اورعید کی نماز نمبر۳رکھلی جگہ ہوتی ہے ، اوربیڑی وغیرہ پینے کے لئے بھی بیٹھتے ہیں،متولی صاحب منع کرتے ہیں تواس میں حصۂ مسجد کون ہےاورخارج مسجد حصہ کون؟

الجواب حامداًومصلیاً

نمبر۳رکی جگہ بظاہر مسجد نہیں ہے،اس لئے کہ وہاں قبریں موجود ہیں،لہٰذااس جگہ پر مسجد کے

---

[1] لان سطح المسجد له حكم المسجد الخ بحر ص۳۴ج۲ باب ما يفسد الصلوٰة تحت فصل الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامی زكريا ص۴۲۸ج۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب فی احكام المسجد، زيلعی ص۱۶۸ ج۱ باب ما يفسد الصلوة الخ تحت فصل قبيل باب الوتر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبدعنه (شامی كراچی ،ص ۳۵۸ر ج۴ر كتاب الوقف ،مطلب فی احكام المسجد)، البحر الرائق ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

احکام جاری نہ ہونگے، وہاں بلاغسل جانا بھی درست ہوگا[1] نماز میں اگر قبریں سامنے ہوں تو وہاں نماز پڑھنا ممنوع ہوگا، اگرچہ نماز عید ہو[2]، قبروں کا بھی احترام ضروری ہے، وہاں دنیا کی باتیں کرنا اور بیڑی پینا اگرچہ اس درجہ میں منع نہ ہو جس درجہ میں مسجد میں منع ہے، لیکن قبروں کے احترام کے خلاف ہے، وہاں قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے، موت کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنا چاہئے، متولی صاحب کو بھی چاہئے کہ اس معاملہ میں سختی نہ کریں بلکہ نرمی سے نصیحت کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۸۹ھ

مسجد میں نماز سے روکنے پر بھی نماز پڑھنے والے کو ثواب ہے

سوال:۔ اگر کسی مسجد میں اذن عام نہ ہو اور مسجد کے متولی صاحب نمازیوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ شہر کے اندر ۱۷ر مسجدیں اور ہیں، یہیں کوئی ضروری ہے، تو کیا اس بات کے کہنے سے اس مسجد میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی مسجد سے کسی نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکنے کا حق نہیں جو شخص روکتا ہے وہ غلطی

---

[1] یمنع الحیض دخول المسجد وکذا الجنابة وخرج بالمسجد غیره لمصلی العید والجنائز والمدرسة والرباط یمنعان من دخولها، بحر کوئٹه ص۱۹۵ ج۱ باب الحیض، الدر مع الشامی کراچی ص ۱۷۱ ج ۱ کتاب الطهارة، مطلب یوم عرفة افضل من یوم الجمعة، هندیه کوئٹه ص۳۸ ج ۱ کتاب الطهارة، الباب السادس الفصل الرابع فی احکام الحیض.

[2] تکره الصلوة علیه وإلیه لورود النهی عن ذالک، الدر مع الشامی کراچی ص۲۴۵ ج۲ باب صلاة الجنائز مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی صلی الله علیه وسلم، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراهیة الصلوة، فروع فی الخلاصة، طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۹۰، فصل فی المکروهات، طبع مصر.

پر ہے، اس کے روکنے کی وجہ سے وہ مسجد اس کی ملکیت نہیں ہو جائے گی، بلکہ اس کا روکنا غلط ہوگا، اور نماز اس مسجد میں درست رہے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھنا

سوال:۔ یہاں پر ایک مسجد ''مسجد حرم'' کے نام سے تعمیر ہو رہی ہے، بعض حضرات اس کے نام سے اعتراض کر رہے ہیں، کہ یہ نام مسجد حرم خانہ کعبہ کا ہے، اس لئے یہ نام بدل دیا جائے، آپ سے گزارش ہے کہ مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلام احمد قادیانی نے یہی تلبیس کی تھی کہ اپنا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تجویز کیا، اپنی بیوی کا نام ام المومنین رضی اللہ عنہا کا نام تجویز کیا، اور اپنی مسجد کا نام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا نام تجویز کیا، اپنے قبرستان کا نام مدینہ پاک کے قبرستان کا نام تجویز کیا اس طرح اس نے اپنی امت کو حضرت خاتم النبیین ﷺ کی امت سے بے نیاز و بے تعلق بنانے کی کوشش کی[2]، اپنی مسجد کا نام آپ حضرات بھی مسجد حرم نہ رکھیں کہ بے علم مسلمانوں کو اس سے دھوکہ لگتا ہے اگرچہ آپ حضرات کی نیت تلبیس کی نہ ہو تاہم دھوکہ اور مغالطہ سے بچنا ضروری ہے[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۹ھ

---

[1] فلایجوز لاحد مطلقا ان یمنع مؤمنا من عبادة یأتی بها فی المسجد (البحر الرائق، کوئٹہ، ص ۳۴/ ج ۲/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، فصل لمافرغ من بیان الکراهة فی الصلوٰة.

[2] قادیانی مذہب، ص ۲۸/ تا ۳۱/ مصنفہ مولانا الیاس برنی بحوالہ براہین احمدیہ۔

[3] من غش فلیس منا (ترمذی شریف، ص ۲۴۵/ ج ۱/ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع)، مکتبه بلال دیوبند.

ترجمہ:۔ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

فصل اول:- مسجد کی بناء وتعمیر

بانیٔ مسجد کون ہے؟

سوال:۔(۱) کونسا آدمی کس وقت بانیٔ مسجد کہا جاسکتا ہے؟

(۲) زید کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے مطابق اسکے لڑکوں میں سے کسی نے وقف شدہ زمین پر مسجد بنائی، پھر ۲۰/ ۲۵/ برس کے بعد دوسرے لڑکے نے پہلی مسجد کے سامان کو فروخت کردیا، اور یہ روپیہ اور مزید خود کا روپیہ ڈال کر نیز لوگوں سے چندہ پیسہ وصول کر کے دوسری مسجد بنائی، تو ان میں سے مسجد کا بانی کون ہوگا، یا سب کو مسجد کا بانی کہا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو آدمی جس وقت مسجد بنائے وہی بانیٔ مسجد ہے۔

(۲) پہلا شخص بانی اوّل ہے، دوسرا شخص بانی دوم ہے، اور جن لوگوں نے اس میں پیسہ دیا اور محنت کی وہ بھی بناء میں شریک ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/ ۹/ ۸۹ھ

مسجد کی بانی کی طرف نسبت

سوال:۔ ایک شخص نے مسجد بنوائی اور اس مسجد پر یہ کھدوایا (کہ مسجد وحیدیہ بیادگار ڈاکٹر عبدالوحید) بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں بعض کہتے ہیں کہ درست ہے، تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ مسجد بنادی گئی اور مالکانہ قبضہ اس پر نہیں رکھا گیا، تو اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت

درست ہے[1]، محض عبارت مذکورہ کندہ ہونے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، بانی کی طرف مسجد کی نسبت میں کوئی اشکال نہیں، حدیث شریف میں مسجد بنی فلاں کہنے کی اجازت ہے[2]، مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسجد عمر رضی اللہ عنہ اور مسجد بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ مشہور ومعروف ہیں، اسکا مقصد یا تو بانی کی یادگار ہے یا محلّہ میں واقع ہے یا قریب ہے، غرض یہ اضافت المملوک الی المالک نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

گھر کو مسجد بنا دینا

سوال:۔ زید کا اپنا ذاتی مکان ہے اس نے قصبہ کے عام مسلمانوں کو تحریر اقرار نامہ روبرو عدالت کے بنوا کر مسلمانوں کو دیا اور کہا کہ اس وقت سے ہمیشہ کے لئے عام طور پر میرے مکان کے اندر باجماعت نماز پنج وقتہ پڑھنے کا حق ہے، میں اور میری بیوی جب تک زندہ ہیں مکان کے اس کونہ میں رہیں گے، بقیہ مکان پر کل مسلمانوں کا حق رہے گا۔

---

[1] من بنی مسجد الم یزل ملکه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوة فیه(عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر فی المسجد)

[2] عن عبداللّٰه بن عمر ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سابق بین الخیل التی اضمرت من الحفیأ وامدها ثنیة الوداع وسابق بین الخیل التی لم تضمر من الثنیة الی مسجد بنی زریق (بخاری شریف ،مطبوعه اشرفی بک ڈپو دیوبند ،ص ۵۹/ج۱/ الجزء الثانی ،کتاب الصلوٰة باب هل یقال مسجد بنی فلان) وفیه جواز اضافة المسجد إلی بانیه وإلی مصل فیه کما ذکرنا، عمدة القاری ص۱۵۹ ج۲ الجزء الرابع، باب هل یقال مسجد بنی فلان، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص۲/۷۷، رقم الحدیث: ۴۲۰، باب هل یقال مسجد بنی فلان، طبع نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لئے) تیار کیا گیا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی، اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے، ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی)

چنانچہ عام مسلمان پنج وقتہ نماز اس مکان میں جا کر ادا کرتے رہے، عدالت کا فیصلہ بھی یہ ہی ہو چکا تھا کہ مسلمان اس مکان میں نماز ادا کر سکتے ہیں، باہر گاؤں میں مسجد بنا کر نماز ادا نہیں کر سکتے ، گویا کہ عدالت نے اس مکان کو مسجد قرار دیدیا تھا، اب زید کا انتقال ہو گیا، اس کی بیوی موجود ہے گاؤں کے چند ہندوؤں کے ورغلانے سے اور اس کے بعض اعزاء کے کہنے پر وہ عورت اور اس کے بعض اعزہ اب نماز ادا کرنے میں حائل ہیں، اور اس کو اپنا مکان بنا کر قابض ہونا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں عام مسلمانوں کو از روئے شرع شریف کیا عمل درآمد کرنا چاہئے اور ان مسلمانوں کے ساتھ جو کہ نماز پڑھنے اور مکان میں داخل ہونے سے روکتے ہیں کیسے تعلقات رکھنے چاہئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے صحت وتندرستی میں اس مکان کو مسجد بنا دیا اور اس کا راستہ بھی الگ کر کے اس سے اپنا قبضہ ہٹا لیا اور عام مسلمانوں کو اجازت دیدی اور انہوں نے باقاعدہ اس میں اذان وجماعت شروع کر دی تو شرعاً وہ مسجد بن گئی، اب زید کی بیوی یا کسی کا اس پر کوئی حق نہیں رہا، جو دعوی کرے وہ لغو اور باطل ہے، اگر مرض الموت کی حالت میں اس مکان کو مسجد بنایا تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور ایک تہائی وصیت جاری ہوگی، اور دو تہائی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے "**فلو جعل وسط داره مسجداً اواذن للناس فی الدخول والصلوٰة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجد افی قولهم جميعاً والا فلا عند ابی حنيفة وقالا يصير مسجداً وتصير الطريق من حقه من غير شرط كذافی القنية ولوعزل بابه الی الطريق الاعظم يصير مسجداًعالم گيری** ، ص ۴۳۸/ ج ۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم، صحیح عبد اللطیف ۷/رجب ۵۷ھ

[1] **عالم گيری ،كوئٹه ،ص ۴۵۵/ ج ۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادی عشر، در مختار علی الشامی زكريا ص۵۴۷ ج۶ كتاب الوقف مطلب فی احكام المسجد، هداية مع فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف فصل فی احكام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت، زيلعی ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف فصل فی احكام المسجد، مطبوعه امداديه ملتان.**

مسجد کے لئے دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ (۱) برگی نگر جہاں مسلمان تقریباً ایک سو ہیں اور وہ جگہ ایسی ہے کہ سرکار کے حکم کے مطابق آدمی نہیں رہے گا، کیوں کہ وہ اس جگہ میں ایک پتھر کا (ڈیم) باندھ پانی روکنے کے لئے تیار کر رہے ہیں، پانچ سال میں ختم ہوجائے گا، وہاں اکثر سرکاری آدمی ہی رہتے ہیں، جن کی تعداد میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، مزدور طبقہ سے لے کر افسر تک سب کی مجموعی تعداد ۱۰۰/ ہے وہاں مسجد نہیں ہے بلکہ ایک ہال میں نماز ادا کی جاتی ہے، ایسے وقت میں اگر حکومت کے لوگ مسجد بنانے کی اجازت دیں تو ہم بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مسلمان افسر کے ماتحت سیمنٹ اور مسجد بنانے کے سارے لوازمات ہیں یا ان کو تصرف کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصحاب رائے، اور اہل تدبر وہاں مسجد بنانا مفید سمجھتے ہیں تو بنالیں، اللہ پاک اس کے آباد رہنے کا انتظام فرمائے۔

(۲) اگر سرکار کی طرف سے اس کام کے لئے سیمنٹ وغیرہ خرچ کرنے کی اجازت ہے تو درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۱۴۰۰ھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ، درمختار مع الشامی کراچی، ۲۰۰/ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص۱۱۰ الرسالۃ الثالثۃ، رقم القاعدۃ ۲۷۰ طبع دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، دار الاشاعۃ دھلی.

مالک کی اجازت سے اس کی زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ بیوہ عبدل محلّہ کٹرہ میں رہتی ہے اور محلّہ کٹرہ میں ایک بڑا مکان ہے، ایک دروازہ چھوٹا سا صحن اور عام راستہ ہے جس میں رضا خاں اور احمد رہتا ہے، جس نے ایک قتل بھی کیا ہے، یہ سزایاب بھی ہے، یہ سب لوگ مل کر اسی صحن میں مسجد بنوانا چاہتے ہیں، وہ صحن تقریباً ۲۰ رسال سے میرے قبضہ میں ہے اور وہ اراضی حکیم ایوب صاحب کی ہے، تقریباً دوسال ہوئے ان کا انتقال ہوگیا ہے اور یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب نے ہم کو مسجد بنوانے کے لئے صحن دیا ہے، مگر ہم ان کی رعایا ہیں ہم کو انہوں نے کوئی اطلاع مسجد بنوانے کی نہیں دی ہے، لہٰذا اب حکیم صاحب کے بیٹے کہتے ہیں کہ اس جگہ مسجد بنے گی، کیونکہ علیٰ رضا وغیرہ شورہ پشت ہیں، میں غریب بیوہ عورت مجبور ہوں کیا کرسکتی ہوں، یہاں پر کیا شرعاً مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ میری مرضی نہیں ہے جبراً بنوانا چاہتے ہیں اور وہ لوگ بے نمازی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس جگہ کے مالک نے یہاں مسجد بنانے کے لئے کہہ دیا ہے اور اس کا ثبوت موجود ہے تو جن لوگوں کو کہا ہے ان کو وہاں مسجد بنانا درست ہے[1] آپ کو یا کسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے، اگر آپ کیلئے رہنے کی جگہ نہیں ہے تو اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو جگہ دے اور اللہ کا گھر بنانے کے لئے جب آپ جگہ چھوڑ دیں گی تو یقیناً آپ کے اخلاص کی برکت سے دوسری جگہ مل جائے گی، مسجد بنانے والے شورہ پشت ہوں، یا بے نمازی ہوں وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں، اللہ

---

[1] رجل له ساحة لابنا فيها امرقوماً ان يصلوا فيها بجماعة فهذا على ثلاثة اوجه احدهما اما ان امرهم بالصلوة فيها ابداً نصااوامرهم بالصلوٰة مطلقاً ونوى الا بد ففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً عالمگیری ،مصری ۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشرفى المسجد)، خانيه على الهنديه كوئٹه ص۲۹۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً الخ، محيط برهانى ص۱۲۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

پاک ان کو ہدایت دے اور آپ کی پریشانی کو دور کردے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

حکومت کی دی ہوئی زمین پر مسجد کی تعمیر

سوال:۔ اسلامیہ اسکول ایک ہندو کی زمین پر واقع ہے جو موجود ہے اور موجودہ حکومت کے قانون کے تحت گاؤں سماج یعنی پنچایت کے تحت ہے، اور زمینداری کے زمانہ میں اسی ہندو کی تھی اور اسکے نیچے ایک تالاب ہے، ناظم مدرسہ نے اس زمین کو سرپنچ پردھان وممبران پنچایت سے مدرسہ کے نام پنچائتی قانون کے اعتبار سے مدرسہ کے نام کرالیا ہے، جس کا مقدمہ ہندو مدرسہ سے باقاعدہ لڑ رہے ہیں، جواب طلب یہ ہے کہ مدرسہ مقدمہ جیت گیا تو اس کے اوپر مسجد بنوائی جاسکتی ہے یا نہیں، اور شرعاً اس زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ تمام زمینوں کی مالک حکومت ہے، اور حکومت کے کارکنان نے یہ زمین مدرسہ کے نام پر لکھ دیا تو یہ زمین مدرسہ کی ملک ہوگئی، مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اس میں مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے، ''**نظیرہ فی الھدایہ واذا غلب الترک علی الروم فسبوھم واخذ واموالھم ملکوھا** ہدایہ، ج۲/ص ۵۴۸/''[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۸۹ھ

---

[1] کتاب السیر، اول باب استیلاء الکفار، ص ۵۸۰/ج۲، عالمگیری ص ۲۲۵ ج۲، کتاب السیر، الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۶۷ ج۶ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار.

غیر مسلم سے مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھوانا

سوال:۔ کسی غیر مسلم سے کسی مسجد یا مدرسہ کی بنیاد رکھوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غیر مسلم اگر معمار ہو یا انجینئر ہو اور سمت سے خوب واقف ہو اسلام کی تعریف یا اعزاز کی نیت ہو اس سے بنیاد رکھوانا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۷ھ

سابقہ غلط بنیاد پر مسجد تعمیر نہ کی جائے

سوال:۔ (۱) سوال ایک پرانی مسجد کی جدید تعمیر کے سلسلے میں قطب نما سے دیکھا جاتا ہے، تو آٹھ فٹ کا فرق قبلہ میں آرہا ہے، کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کرلی جائے، یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

(۲) کتنے فٹ کے فرق سے انحراف سمجھا جائے گا، اور نماز درست نہیں ہوگی؟ فٹ کی تعیین فرمائیں؟

(۳) فتویٰ کے نہ ماننے والے یا پس پشت ڈالنے پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے اور ایسے آدمی کو پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) فتویٰ کی موجودگی میں فتویٰ کے خلاف فیصلہ کرنا کیسا ہے، اور اس فیصلے کو نہ ماننا کیسا ہے؟

---

[1] والمراد بالعمارة الممنوعة عن المشركين للمساجد الولاية عليها والاستقلال بالقيام بمصاحلها كان يكون الكافر ناظراً للمسجد وأوقافه أما استخدام الكافر فى عمل لا ولاية فيه كنحت الحجارة والبناء والنجارة فلا يدخل فى ذالک، تفسير مراغى ص۷۴ج۴ سوره براء ة آيت ۱۷، طبع مكتبه تجاريه مصطفى احمد الباز.

(۵) مسجد کی جدید تعمیر میں دوفریق کا اختلاف ہے، تیسرا آدمی اس کے علاوہ اس مسجد کو بنواسکتا ہے یا نہیں؟ یا اسی فریق میں سے کچھ آدمی بنواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دیدہ ودانستہ انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے، ہوسکتا ہے کہ ابتداً سابقہ مسجد بنانے کے وقت پورا لحاظ قبلہ کا نہ ہوسکا ہو، کوئی ذریعہ صحیح علم کا نہ ہو، اب جبکہ صحیح علم کا ذریعہ موجود ہے دیگر مساجد کو بھی دیکھ لیا جائے، قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے[۱]

(۲) قصداً بالکل انحراف نہ کیا جائے، صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں شمال اور جنوب کی قوس بنا کر نصف قوس تک انحراف ہوگیا تو بھی نماز کو درست کہا جائیگا[۲] مسجد بڑی اور چھوٹی ہونے سے اس انحراف میں بھی فرق ہوسکتا ہے، فٹ کی تعیین دشوار ہے۔

(۳) یہ تو اس بات پر موقوف ہے کہ فتویٰ کا صحیح حال معلوم ہو کہ واقعی وہ حکم شرعی کے موافق

---

[۱] السادس استقبال القبلة فللمكى أى فالشرط لهٗ اى لصلوٰته اصابة عينها ولغيره اى غير معانيهااصابةٍ جهتها(درمختار مع الشامى كراچى ص۴۲۷-۴۲۸/ج ۱/ وقال فى موضع اٰخر) فصار الحاصل ان الاستدلال على القبلة فى الحضرا نمايكون بالمحاريب القد يمة فان لم توجد فباالسوال من اهل ذٰلک المكان وفى المفازة بالنجوم فان لم يكن لوجود غيم اولعدم معرفته بهافبالسوال من العالم فان لم يكن فيتحرى(شامى كراچى، ص ۴۳۱/ج ۱/ كتاب الصلوٰة مبحث فى استقبال القبلة) طحطاوى على المراقى مصرى ص ۱۷۱ باب شروط الصلوة واركانها، بحر كوئٹه ص۲۸۵ ج ۱ باب شروط الصلوة.

[۲] ولو انتقل إلى جهة يمينه او شماله بفراسخ كثيرة وفرضنا خطا ماراً على الكعبة من المشرق إلى المغرب وكان الخط الخارج من جبين المصلى يصلى على استقامة إلى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لا تزول المقابل بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا أو يساراً عن عين الكعبة يبقى شيء من جوانب وجهه مقابلا لها (إلى قوله لا بأس بالانحراف انحرافاً لاتزول به المقابله بالكلية، شامى كراچى ص۴۲۹ج ۱ كتاب الصلوة، مبحث فى استقبال القبلة، بحر كوئٹه ص۲۸۴ج ۱ باب شروط الصلوة، مراقى مع الطحطاوى ص ۱۷۲ باب شروط الصلوة، واركانها طبع مصر.

ہے یا نہیں، اور فتویٰ کو نہ ماننے والے کا علم ہو کہ وہ فقہ وفتویٰ میں کس قدر تجربہ وبصیرت رکھتا ہے، اور یہ بات بھی سامنے آئے کہ فتویٰ کو نہ ماننے اور پس پشت ڈالنے کی وجہ کیا ہے، تب اس کا حکم معلوم ہوسکتا ہے، یہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ یہ فتویٰ عین شریعت کے مطابق ہے پھر اس کو نفسانی تقاضہ کے تحت نہ ماننا اور پس پشت ڈالنا خطرناک ہے[1] جب تک ایسا شخص اپنی اس حرکت پر نادم ہوکر باقاعدہ شرعی توبہ نہ کرے وہ امامت کا مستحق نہیں[2] اگر شرعی دلائل کی روشنی میں وہ فتویٰ غلط ہے، تو وہ اس قابل ہے کہ دلائل کے ساتھ اس کی تردید کردی جائے۔

(۴) اس کا جواب نمبر۳/ سے واضح ہے۔

(۵) یا تو فریقین آپس میں اتفاق کرلیں یا کسی کو اپنا ثالث وحکم بنالیں تاکہ نزاع ختم ہوجائے، اگر کسی دوسرے شخص نے مسجد کو بنایا اور جس فریق کے خلاف وہ تعمیر ہوئی اس نے اس کو غلط قرار دیکر منہدم کیا تو اور فتنہ بڑھے گا، یا اس نے نماز ہی ترک کردی، یہ بھی مستقل موجب انتشار ہے[3] اگرچہ کوئی فریق یا غیر فریق مسجد کو شرعی طریقہ پر تعمیر کردے گا، تب بھی وہ مسجد ہوجائیگی، اور اس میں نماز پڑھنا درست ہوگا[4] بہرحال فتنہ وفساد سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] القی الفتویٰ علی الارض وقال این چه شرعست أو قال ما ذا شرع هذا (إلی قوله) کفر، مجمع الأنهر ص۵۱۰ ج۲ باب المرتد، ثم إن الفاظ الکفر انواع، طبع بیروت، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص۳۳۷ ج۶ کتاب الفاظ تکون اسلاماً الخ الثامن فی الاستخفاف بالعلم، هندیه کوئٹه ص۲۷۲ ج۲ کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر.

[2] لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، حلبی کبیر ص۴۷۹ باب الامامة طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، شامی کراچی ص۵۶۰ باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام.

[3] ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا إن الله مع الصابرین، سورۂ انفال آیت ۴۷.

[4] إذا بنی مسجداً وأذن للناس بالصلاة، فیه جماعة فإنه یصیر مسجداً، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سڑک پر مسجد کی ڈاٹ اور دو منزلہ مسجد

سوال :۔ مسجد واقع سبزی منڈی شاہجہاں پور میں تنگ ہونے کی وجہ سے توسیع کی ضرورت ہے، لہٰذا متولی مسجد واہل محلّہ کی رائے ہوئی کہ مسجد دو منزلہ بنوائی جائے، اور صحن بالا خانہ سڑک تک جانب پورب بنایا جائے، اس طریق سے مسجد میں توسیع ہو جائے گی، اور نمازیوں کے واسطے خارج سڑک پر ڈاٹ لگانا جائز ہے جب کہ چونگی اجازت دیدے صرف ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنے کی اور زمین چونگی ہی کی ملک ہے اور راہگیر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، کیونکہ ڈاٹ زمین سے بارہ چودہ فٹ بلند ہوگی نماز اس ڈاٹ پر جائز ہوگی یا نہیں، اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں اسی مسجد میں نالہ پر ڈاٹ بنانے کی اجازت دی جا چکی ہے اور اس پر بھی نماز ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :۔

سڑک پر ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنا صورت مسئولہ میں شرعاً درست ہے اور جب کہ صحن مسجد کے ساتھ یہ ڈاٹ متصل ہے اور صفوف مسجد وہاں تک متصل ہیں تو جماعت کا ثواب بھی ملے گا، لیکن یہ ڈاٹ مسجد شرعی کے حکم میں نہ ہوگی، کیونکہ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک کسی کی ملک نہیں ہوتی بلکہ محض للہ وقف ہوتی ہے، اور یہاں ڈاٹ کے نیچے سڑک ہے جو چنگی کی ملک ہے[1] مقامی مصالح (مثلاً) اندیشۂ فساد کسی غیر مذہبی جلوس کے گزرنے کے وقت) کا مشورہ ارباب حل وعقد اور وہاں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) محیط برهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مجلس علمی گجرات، بحر کوئٹه ص۲۴۸ فصل فی أحکام المساجد، هندیه کوئٹه ص۴۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

[1] وحاصله أن شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالٰی وان المساجد للّٰه الایة الخ، البحر الرائق ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

کے تجربہ کار مدبروں اور علماء سے موقع دکھلا کر لیا جائے۔

دومنزل مسجد بنا کر عام طور پر نیچے کا حصہ بیکار کر دیا جاتا ہے، معمولی سی گرمی کو بہانہ بنالیا جاتا ہے، صرف اوپر کے حصہ پر نماز ہوتی ہے، حالانکہ اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ بھی ہے، اس لئے ایسی حالت میں دومنزلہ مسجد بنانا مناسب نہیں، ہاں اگر بالاصالۃ مسجد کے نیچے کے حصہ میں جماعت ہو اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے مقتدی چھت پر کھڑے ہوجائیں، تو شرعاً یہ جائز ہے اور اس سہولت کے لئے دومنزل مسجد بنانے یا مسجد کی چھت پر سائبان ڈالنے میں مضائقہ نہیں۔

مگر سہارنپور میں تو یہی مشاہدہ ہے کہ نیچے کا حصہ اکثر بیکار رہتا ہے "**وکرہ تحریماً الوطء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الیٰ عنان السماء اه درمختار قال الشامی ثم رایت القهستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد اه ویلزمه کراهة الصلوٰة ایضاً فوقه فلیتأمل قوله لانه مسجد علة لکراهة ماذکر فوقه قال الزیلعی ولهذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد بمن فیه اذالم یتقدم علی الامام قوله الیٰ عنان السماء وکذاالیٰ تحت الثریٰ اه** (ردالمحتار[1] ص۶۸۶/ج۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/رجب ۵۸ھ

مسجد تعمیر کرنے والوں میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں بڑی مشکل سے مسجد تعمیر کرنے پر اتفاق ہوا اور تعمیر کی

---

[1] شامی کراچی، ص۶۵۶/ج۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، زیلعی ص۱۶۸ ج۱ کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة الخ تحت فصل کره استقبال القبلة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۱ باب ما یفسده الصلوة وما یکره فیها، دار الکتب العلمیة بیروت.

ابتداء ہوگئی، اس کا کام لینٹر پر بنے گا کوئی کہتا ہے کہ لینٹر میں ڈالونگا، کوئی کہتا ہے کہ میں فرش ڈالوں گا یہ زمیندار لوگ متعدد ہیں اگر ہم ان سے یہ سامان نہیں لیتے تو بدنامی کا خطرہ ہے، اور کام بند ہو جائیگا، جس سے مسلمان بہت پریشان ہیں کہ آخر کیا کیا جائے، مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسی میں امن ہے تو بہتر یہ ہے کہ جو شخص تعمیر کا انتظام کر رہا ہے، وہ زمیندار اس کو روپیہ دے دیں، اور وہ شخص اس روپیہ سے لینٹر اور فرش تعمیر کر دے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۱۴۰۰ھ

اختلاف مکتب فکر کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ دیوبندیوں کو بریلوی صاحبان برا بھلا کہتے ہیں، نیز اکابر علماء دیوبند کو برا کہتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھنے سے جھگڑے کا زبردست خطرہ ہے، کیا اس صورت میں دوسری مسجد بنا سکتے ہیں؟ دیوبندیوں نے ایک جگہ مسجد کیلئے مقرر بھی کر لی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری مسجد کی ضرورت بھی ہے اور اس میں جھگڑے سے بھی امن ہے تو دوسری مسجد

---

[1] مستفاد : ولما بلغ البنيان موضع الحجر الاسود اختصموا كل قبيلة تريد أن ترفعه الى موضعه دون الاخرى حتى أعدوا للقتال إلى قوله فقال أبوا امية يا معشر قريش إجعلوا بينكم فيما تختلفون فيه أوّل من يدخل من باب هذا المسجد يقضى بينكم ..... فكان اوّل داخل منه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رأوه قالوا هذا الأمين رضينا هذا ..... فقال صلى الله عليه وسلم هلم إلى ثوباً فاتىٰ به وفى رواية فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم ازاره وبسطه فى الارض ..... فاخذ الحجر الاسود فوضعه فيه بيده الشريفة ثم قال لتأخذ كل قبيلة بناحية من الثوب ..... حتى اذا بلغوا به موضعه وضعه هو صلى الله عليه وسلم، السيرة الحلبية للعلامة على بن برهان الدين الحلبى ص۱۴۵،۱۴۴ ج ۱ باب بينان قريض الكعبة شرفها الله تعالىٰ، مطبوعه مصر،

بنالینا درست ہے، بلکہ قرین مصلحت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۴ھ

عاشورہ خانہ کو مسجد بنانا

سوال:- ایک ہندو نے ممبری کے لئے مسلمانوں سے ووٹ مانگے اوراس کے عوض ایک عاشورہ خانہ بنوادیا تھا، اب گاؤں میں مسجد کی ضرورت ہے تواس عاشورہ خانہ کو مسجد بناسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:-

اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہے تو مشورہ سے اس عاشورہ خانہ کو مسجد بنالینا درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن عائشة قالت امرأى اذن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المسجد فى الدور جمع داروهو اسم جامع للبناء والعرصة والمحلة والمراد المحلات (الى قوله) وحكمة امره لاهل كل محلة ببناء مسجد فيها انه قد يتعذر اويشق علىٰ اهل محلة الذهاب للاخرىٰ فيحرمون اجر المسجدوفضل اقامة الجماعة فيه فامروا بذٰلک ليتيسر لاهل كل محلة العبادة فى مسجد هم من غير مشقةتحقهم (مرقاة، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،۴۵۸/ج ۱ / باب المساجد الفصل الثانى)

[2] يستفاد:. قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعنا هما على هذا واحد(عمدة القارى، مطبوعه دارالفكر ص ۱۷۹/ج ۲/ كتاب الصلوٰة بيان حكم نبش قبورالمشركين)

فصل دوم:- مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا

مسجد کو منتقل کرنا

سوال:- کچھ عرصہ پہلے کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے حسب ذیل چند معتبر عذر درپیش ہوئے فی الحال جہاں مسجد قائم ہے وہاں برسات کا پانی ہوکر مسجد کے اندر اور صحن کے قریب جاتا ہے، بہت دنوں تک مسجد کے احاطہ سے باہر منتقل ہوکر نماز پڑھنی پڑی ہے، مسجد کے بناتے وقت وہاں پانی نہیں ہوا کرتا تھا، مسجد کے مشرقی جانب چالیس پچاس گز فاصلہ پر بہت عمدہ جگہ موجود ہے، وہاں بھی برسات کا پانی نہیں ہوا کرتا ہے، اور نہ ہونے کا اندیشہ ہے اور یہاں پر مسجد ستون پر ہے ،اوراس کے اطراف میں دیمک کی وجہ سے ستون کی کڑی وغیرہ رکھنا بھی بہت ہی دشوار ہوتا ہے، مذکورہ فاضل اونچی جگہ پر منتقل کرکے دیوار اٹھا کر ہمیشہ کے لئے مسجد کا احترام باقی رکھنے پر محلّہ کے سب لوگ متفق ہیں اور عذر یہ بھی موجود ہے کہ مصلیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں لوگ سما نہیں سکتے ہیں، مسجد کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے، لیکن مذکورہ مشرقی جانب فاصلہ نہیں منتقل کرنے اور کسی جانب مسجد بڑھانے کی جگہ بھی نہیں ہے ،مذکورہ عذروں سے کئی عذر کا دفعیہ ہوسکتا ہے اور واضع رہے کہ فاضل پر انتقال کرنے سے بھی موضع سابق اسی مسجد کی منتفع میں رہے گی ،اب سوال یہ ہے کہ اسی صورت مذکورہ عذروں کے سبب سے مسجد کی بنا پر مذکورہ چالیس پچاس گز کے فاصلہ پر منتقل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز نئی مسجد میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر موجودہ مسجد باقاعدہ مسجد شرعی ہے تو جب تک وہ آباد رہے اس کے سامان کو منتقل کرنا اور کسی نئی پرانی مسجد میں خرچ کرنا درست نہیں، البتہ اگر یہ مسجد غیر آباد ہوجاوے اور لوگ اس میں نماز پڑھنا ترک کردیں خواہ قریب آبادی بڑھنے کی وجہ سے یا دوسری مسجد بنانے کی وجہ

سے تو اس کے سامان کو دوسری مسجد میں اہل محلّہ کی رائے سے منتقل کرنا درست ہوگا، اور احترام اس قدیم مسجد کا بھی واجب ہے، اس کا احاطہ بنا کر حفاظت کرنا ضروری ہے، جس قدر روپیہ جدید مسجد بنانے میں خرچ ہوگا کیا ممکن نہیں کہ اس روپیہ کے ذریعہ سے مسجد میں پانی کی حفاظت اور وسعت کا انتظام کیا جا سکے، اگر ممکن ہے تو پھر جدید مسجد بنانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے قدیم مسجد ویران ہو جاوے گی ''ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الىٰ قيام الساعة وبه يفتى حاوى القدسى وعاد الى الملك اى ملك البانى اووارثه عند محمدؒ وعن الثانى ينتقل الى مسجد اخر باذن القاضى اھ[1] درمختار وفتاویٰ النسفى سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجد ها الىٰ الخراب وبعض المتغلبين يستولون علىٰ خشبة وينقلونه الىٰ دورهم هل لو احدلاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضى ويمسك الثمن ليصرفه الىٰ بعض المساجد اوالىٰ هذا المسجد قال نعم رد المحتار ، ص۵۷۵/ج۳/[2] وصرف نقضه الىٰ عمارته ان احتاج والاحفظه للاحتياج ، ص ۴۱۹/ج۵/ اھ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور.....عبد اللطیف ۹/۶/۵۹ھ

---

[1] درمختار مع ردالمحتار كراچى، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فى احكام المساجد، الدر المنتقى ص۵۷۹ ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[2] شامى كراچى ص۳۶۰/ج۴/ مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، هنديه كوئٹه ص۴۷۸، ۴۷۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محيط برهانى ص ۱۵۱ ج۹، الفصل الرابع والعشرون، مجلس علمى گجرات.

[3] تنوير الابصار شامى كراچى ،ص۳۷۷/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فى الوقف اذاخرب ولم يمكن عمارته، فتح القدير ص۲۲۴ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۱۹ ج۵ كتاب الوقف.

مسجد کو منتقل کرنا

سوال:۔کسی محلّہ میں زمانۂ قدیم سے ایک جگہ جامع مسجد تھی، مسجد مذکورہ کے متصل ایک مکتب ہے، حال ہی میں ترقی یافتہ زمانہ نے محلّہ مذکورہ کے قریب ایک چھوٹا سا ڈیلی بازار کی بنیاد ڈالی جہاں صبح وشام روزمرہ لوگوں کی آمدورفت ہے، اب اگر مسجد کو بازار مذکور کے متصل لیا جائے، تو مصلی اور انجان لوگوں کے لئے عبادت کے علاوہ حفاظت مسجد میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی، مصلحت بالا کی بناء پر اہل محلّہ مسجد کو قدیم جگہ سے اٹھا کر بازار کے متصل بنانا چاہتے ہیں، شرعاً مسجد کی جگہ میں تغیر وتبدل کرنا جائز ہے یانہیں؟ اور پرانی مسجد کی جگہ کو مکتب میں الحاق کرنا جائز ہے یانہیں؟ اور صورت ثانی میں اس جگہ کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بنادی جائے وہ ہمیشہ کیلئے مسجد رہتی ہے، اب اس کو وہاں سے منتقل کرنا اور اس جگہ کو مکتب کیلئے مخصوص کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس مسجد قدیم کو بدستور مسجد ہی رکھا جائے، اور اس میں اذان وجماعت کا بھی اہتمام رہے، جس طریقہ سے اب تک حفاظت رہی ہے، اسی طریقہ سے آئندہ بھی حفاظت کی جائے، نہ اس کو قیمتاً دینا درست ہے نہ کسی مکان یا زمین کے عوض دینا درست ہے۔"**لو کان مسجد فی محلة فضاق علیٰ اهله ولایسعهم ان یزید وافیه فسألهم بعض الجیران ان یجعلو اذٰلک المسجد له لیدخله فی داره ویعطیهم مکانه عوضاً ماهو خیرله فیسع فیه اهل المحلة قال محمد لایسعهم" ذٰلک کذافی الذخیرة فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۴۸/ ج ۲**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۱۳/۱۱/۸۹ھ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ، ص ۴۵۷/ ج ۲/ کتاب الوقف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:۔ ملک بنگال میں ایک جگہ مسجد تھی جس میں جمعہ پڑھا کرتے تھے، اب اس جامع مسجد میں کوئی شخص نماز پڑھنے نہیں آتا، اگر آتے ہیں تو صرف ایک یا دو آدمی اور اس سے قریب ہی ایک اور موضع ہے جہاں بہت آدمی رہتے ہیں وہ لوگ اس کو منتقل کر کے اپنے یہاں لے جانا چاہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں، اور منتقل شدہ جامع مسجد میں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں، اور اب قدیم جامع مسجد کے متعلق کیا حکم ہے، جب کہ وہاں سے سارا سامان اٹھالیا گیا صرف زمین مسجد کی باقی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس پہلی مسجد میں بعض آدمی نماز پڑھنے کے لئے اب بھی آتے ہیں تو اس کو کسی دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں[1] البتہ اس مسجد کے قریب آبادی کم ہونے کی وجہ سے اگر نماز جمعہ دوسری مسجد میں جس کے قریب آبادی زیادہ ہو پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں[2] بشرطیکہ وہاں شرائط جمعہ بھی متحقق ہوں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب الحادی عشر فی المسجد، محیط برهانی ص۱۲۷ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات، تاتارخانیه کراچی ص۸۴۴ ج۵ کتاب الوقف، احکام المسجد.

(صفحہ ہذا) [1] ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰه ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها .سوره بقره، پاره ۱/آیت ۱۱۴، إذا خرب ولیس له ما یعمر به وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد اٰخر أو لخراب القریة ..... قال ابو یوسف هو مسجد أبدا إلی قیام الساعة لا یعود میراثاً ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیه أولا وهو الفتوی، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فی احکام المساجد، الدر مع الشامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره. **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

مسجد کا تبادلہ

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک جگہ مسجد کے نام سے مشہور ہے، کاغذات پٹواری میں مسجد کے نام سے درج ہے جگہ منہدمہ ہے، ویسے کسی کو نماز پڑھتے ہم نے نہیں دیکھا، اس کے پاس مندر بنا ہوا ہے، جس میں روزانہ گھنٹی بجتی ہے، آس پاس غیر مسلموں کے مکانات ہیں، مسلمان کچھ فاصلہ پر آباد ہیں، اور یہاں کوئی دوسری مسجد بھی نہیں ہے، مسجد کی سخت ضرورت ہے، اس جگہ میں مسجد بنانے میں فساد کا اندیشہ ہے، مسلمان کہتے ہیں کہ اگر اس کے بجائے اپنے جائے وقوع پر مسجد تعمیر کرلیں تو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہیں گے، غیر مسلم اس جگہ کے بجائے ہمارے جائے وقوع وسکونت پر زمین دینے کے لئے تیار ہیں، تو کیا ہمارے لئے شرعاً اجازت ہے کہ اس کے بدلے میں جگہ یا اس کی قیمت لے لیں، اور دوسری مسجد تعمیر کرائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی طرف سے زمین کا تبادلہ یا بیع کا معاملہ نہ کیا جائے، اگر وہ زمین نہ چھوڑیں اور دوسری جگہ آپ کے مناسب زمین دیں یا قیمت دیں تو مجبوراً لے کر دوسری جگہ مسجد بنالیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

[2] افاد أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلا الجامع قوله تغلق لئلا تجتمع فيها جمعة، الدر مع الشامی کراچی ص۱۵۷ ج۲ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

[3] ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر، الدر مع الشامی کراچی ص۱۳۷/۲، باب الجمعة،

(صفحہ ہذا) [1] لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده وارادالغاصب أن يدفع قيمتها كان للمتولی أخذ القيمة اوالصلح علی شئی ثم يشتری بالماخوذ من الغاصب، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا تبادلہ مسجد سے

سوال:۔ پونا کارپوریشن کے ارباب بسط وکشاد کا خیال ہے کہ جو مسجد راستہ میں آتی ہے تو کارپوریشن اس کی متبادل جگہ اپنے سرمایہ سے خرید کر آپ کے نقشہ کے مطابق تعمیر کر دیتے ہیں، آپ اس میں نماز پڑھئے آپ کو پسند آئے ہم مذکورہ مسجد جو راستہ میں پڑتی ہے اس کو توڑ کر راستہ بنائیں گے، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ جبکہ مسجد ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی، یا کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، اور اسی طرح بعض مسجد کا کچھ حصہ راستہ میں جاتا ہے، تو کیا کچھ حصہ کارپوریشن کو دیکر اس کا معاوضہ لے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجدیں سب اللہ کی ہیں نہ کسی کو انکے گرانے کا حق ہے نہ بدلنے کا "اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ"۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

پرانی مسجد کو نئی مسجد کی طرف منتقل کرنا

سوال:۔ (۱) ایک محلّہ میں لوگ پہلے سے جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں، اور یہ مسجد اس محلّہ کے کنارہ پر واقع تھی اب لوگ دوسرے محلّہ میں جمعہ پڑھنے لگے اور پہلی مسجد کو بالکل منہدم کر دیا،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ارضا آخریٰ فیجعله وقفاً علی شرائط الاولیٰ (البحر کراچی، ص ۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف)، شامی کراچی ص۳۸۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۹ج۲ الباب التاسع فی غصب الوقف.

(صفحه هذا) [1] سورۂ جن آیت ۱۸، ترجمہ: مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔ (شیخ الہند)

مگر وہاں پر عام راستہ نہیں بنایا بلکہ اس کے چاروں طرف احاطہ کر دیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس جگہ سے دوسری جگہ مسجد منتقل کرنا کیسا ہے، جبکہ دوسرے کنارہ پر از سرِ نو مسجد بنائی گئی، اور پہلی مسجد کو بالکل منہدم کر دیا ہو۔

(۲) اگر یہ مسجد دوسری جگہ کی ضرورت سے منتقل کی گئی ہے، تو یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں، اور اگر بلاضرورت منتقل کر دی گئی ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مسجد منہدم کر کے دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں[۱] البتہ اگر پہلی کہنہ اور غیر آباد ہو نیز اس کی حاجت نہ رہی ہو اور اندیشہ ہو کہ اس کا سامان ضائع ہو جائے گا تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا درست ہے۔ (کذا فی ردالمحتار، ص ۵۷۵/ج ۳/)[۲]

(۲) جواب بھی نمبر ۱ سے معلوم ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/صفر/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم..... صحیح عبد اللطیف ۴/۲/۵۸ھ

---

[۱] إذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر أو لخراب القرية ..... قال ابو يوسف هو مسجد ابدا إلى قيام الساعة لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوى، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فی احكام المساجد، الدر مع الشامی كراچی ص۳۵۸ ج۴، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره.

[۲] والذی ينبغی متابعة المشائخ المذكور ين فی جواز النقل بلافرق بين مسجد اوحوض ولاسيما فی زماننا فان المسجد اوغيره اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون وكذالک اوقافه (إلى قوله) سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبه وينقلونه إلى دورهم هل لواحد لاهل المحلة أن يبيع الخشب بامر القاضی ويمک الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هذا المسجد ؟ قال نعم (شامی كراچی ،ص ۳۶۰/ج۴/كتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، هنديه كوئٹه ص۴۷۸، ۴۷۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محيط برهانی ص ۱۵۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات.

پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہو تو اس کی اینٹ وغیرہ سے دوسری مسجد تعمیر کرانا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے جو پانی چڑھنے کی وجہ سے شہید ہونے لگی اور اندیشہ ہے کہ کچھ دن یہی حال رہا تو اینٹ وغیرہ سب پانی میں بہہ جائیں گی، لہٰذا اگر اینٹیں وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ مسجد بنادی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد منہدم ہو رہی ہے اور وہاں پانی کا قبضہ ہو رہا ہے، اور مسجد کی اینٹ وغیرہ کے ضائع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے تو وہاں سے اینٹ وغیرہ اٹھا کر دوسری جگہ مسجد[1] بنالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ اگر کوئی مسجد بوسیدہ ہوگئی ہو، اس کے نمازی بھی نہ رہے ہوں، اور یہ بھی خطرہ ہے کہ عوام الناس اس جگہ کو گندگی سے ملوث کردیں گے اگر مسجد کی دیواریں وغیرہ ختم کردی جائیں

---

[1] يستفاد :والذى ينبغى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل ولاسيما فى زماننا فان المسجد اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون (شامى كراچى ،مختصر اً ، ص ۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه)، لو خرب احد المسجدين فى قرية واحدة فللقاضى صرف خشبه إلى عمارة المسجد الأخر الخ، بحر كوئٹه ص۲۵۳ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، هنديه كوئٹه ص۴۷۸،۴۷۹ج۲ كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محيط برهانى ص ۱۵۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

تو ایسی صورت میں مسجد کے سامان کو فروخت کر کے دوسری مسجد میں لگانا یا اس سے دوسری جگہ مسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں مسلم آبادی نہیں رہی اور مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں نہ قفل کارآمد ہے نہ چہار دیواری، تو خطرہ مذکورہ کے پیش نظر اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نقشہ اوقات نماز ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال:۔ایک شخص نے زید کی مسجد میں اپنی ذاتی آمدنی سے اوقات کا نقشہ مسجد میں لگایا اور وقف کر دیا، عرصہ ۶ رسال سے وہ بالکل بے سود اور بیکار و بے عمل لگا ہوا ہے، یعنی اس مسجد کے امام اس پر عمل نہیں کرتے، ایسی حالت میں اگر وہ وقف شدہ نقشہ اوقات نماز کسی دوسری مسجد میں جہاں پابندی سے نماز ہو رہی ہے اور اس مسجد میں نقشہ بھی نہیں، اس مسجد سے نکال کر اس ضرورت والی مسجد میں وقف کرایا جائے تو درست ہوگا یا پرانی مسجد میں وقف ہونے کی بنا پر نئی مسجد میں درست نہ ہوگا اور وقف کرنے والے کو بے عمل والی مسجد میں لگا رہنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصل مالک نے متعین طور پر اسی مسجد کے لئے وقف کیا ہے اور وہ وقف صحیح بھی ہو گیا

---

[1] ولوخرب المسجد لایعود الی ملک الواقف عندابی یوسف فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف ثمنه الی بعض المساجد (شامی کراچی ،ص ۳۵۹/ ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، بحر کوئٹه ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر.

تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنے کیلئے فقہاء کے دو قول ہیں، راجح یہ ہے کہ منتقل کرنا جائز نہیں، لہٰذا امام اور مقتدی کو چاہئے کہ اس نقشہ سے کام لیں، تاکہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو، نفس وقف کا ثواب بہر حال اس کو حاصل ہے، ہاں اگر خدانخواستہ مسجد غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں اس کو منتقل کرنا درست ہوگا، قرآن کریم کو جس مسجد پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمحتار، ص ۵۸۰/ج ۳/[1] میں مذکور ہے، اسی کے ذریعہ صورت مسئولہ کا حکم تحریر کیا گیا ہے، اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

مسجد کے پرانے سامان کا مصرف

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک پرانی مسجد ہے اس کو منہدم کر کے نئی مسجد بنانا چاہتے ہیں، اب اس پرانی مسجد کے سامان کی کوئی ضرورت نہیں، اور حفاظت کرنا بھی مشکل ہے، لہٰذا اس سامان کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اس سامان کو کسی مدرسہ یا میت رکھنے کی جگہ میں استعمال کر سکتے ہیں

---

[1] فی القنیه سبل مصحفافی مسجد بعینه للقرأة لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی اخر من غیر اهل المحلة للقرأة قال فی النهر : وهذا یوافق القول الاول فهذا یفید أنهما قولان متغایران الخ (شامی کراچی ، ص ۳۶۵/ج ۴/ کتاب الوقف،مطلب متی ذکر للوقف مصرف لابد ان یکون فیهم تنصیص علی الحاجة ،شامی نعمانیه ، ص ۳۷۵/ج ۳/) النهر الفائق ص ۳۱۸ ج ۳ کتاب الوقف، طبع مکه مکرمه، الدر المنتقی ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

یا نہیں؟ واضح رہے کہ ہمارے یہاں میت رکھنے کیلئے مستقل گھر بنائے جاتے ہیں، نیز اس مسجد کے پتھروں کو نئی مسجد کے احاطہ بنانے میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مسجد اتنی پرانی ہوگئی کہ اس کے منہدم ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو منہدم کر کے نئی مسجد بنانا چاہتے ہیں تو اس کا جو سامان نئی مسجد میں کار آمد ہو سکتا ہے، تو اس کو نئی مسجد میں لگا دیں، جو سامان وہاں نہیں لگ سکتا اس کو فروخت کر کے قیمت تعمیر مسجد میں خرچ کر دیں، یعنی اس قیمت کا سامان اس مسجد میں لگا دیں، جو شخص اس سامان پتھر وغیرہ کو خرید لے اس کو حق ہے کہ اپنے مکان میں استعمال کرے، یا مدرسہ یا کسی دوسری مسجد کیلئے خرید لیا جائے، یا میت رکھنے کی جگہ خرید لیا جائے، یہ بھی درست ہے کہ نئی مسجد کے احاطہ میں استعمال کر لیا جائے، مگر یہ سب تصرف باہمی مشورہ سے کیا جائے۔

"نقل فی الذ خیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد اوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الیٰ مسجد اوحوض اٰخر فقال نعم کالمسجد اذاخرب واستغنی عنه اهل القریة فرفع ذلک الی القاضی فباع الخشب وصرف الثمن الیٰ مسجد اٰخر جاز کذافی رد المحتار بتقدیم وتاخیر وفی فتاویٰ النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجد ها الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علیٰ خشب وینقلونه الی دورهم هل لواحد من اهل المحلة ان یبیع الخشبة بامرالقاضی ویمسک الثمن لیصرف الیٰ بعض المساجد اوالیٰ هذا المسجد قال نعم ،اھ رد المحتار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۹۶ھ

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۵۹-۶۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرہ)، عالمگیری کوئٹہ ص۴۷۸،۴۷۹ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل.

غیر آباد مسجد کی بنیاد کا مصرف

سوال:۔ جنگل میں سینکڑوں برس سے دیکھنے میں آرہا ہے، کہ کچھ عمارت کی بنیادیں پختہ ہیں اس میں ایک بنیاد بطور مسجد کے معلوم ہوتی ہے، اب اس کی بنیاد نکال کر مسجد میں لگادی جائے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا مسجد ہونا ظاہر ہے یا کاغذات وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا ثبوت ہے تو اس کی بنیاد کا مسجد میں لگادینا درست ہے[1]، اور اس جگہ کو احاطہ کے ذریعہ محفوظ کردیا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۹/رجب ۶۱ھ

چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں لیجانا

سوال:۔ چھوٹی مسجدوں کا فرش جامع مسجد میں استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ولوخرب المسجدوماحوله وتفرق الناس عنه لايعودالى ملك الواقف عند ابى يوسف فيباع نقضه بأذن القاضى ويصرف ثمنه الى بعض المساجد (شامى كراچى ص۳۵۹/ج۴/ مطبوعه زكريا ص۶/۵۴۸، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره)

[2] ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة به يفتى الدر المختار على الشامى زكريا ص۵۴۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں نہ لے جایا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا

سوال: ۔زید جس شہر میں رہتا ہے اس کے ایک محلّہ میں ایک مسجد ہے جس میں جائیداد کافی وقف ہے، اور متولی صاحب اس کے مالک ہیں، کیونکہ وہی ساری جائیداد کے متولی ہیں، اس میں فرش پر بچھانے کے لئے چٹائیاں بہت ہیں بعض ضرورت مسجد سے زائد ہیں تو کیا وہ دوسری کسی مسجد میں اس کی ضرورت کے تحت دے سکتے ہیں، تو کس صورت میں مفصل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں چٹائیاں زائد موجود ہیں اور حفاظت کی کوئی صورت نہیں خراب اور ضائع ہو رہی ہیں تو زائد چٹائیاں ایسی مساجد میں بچھا دینا درست ہے، جہاں ضرورت ہو، متولی اور دیگر اہل الرائے حضرات کے مشورہ سے دے سکتے ہیں، بلا مشورہ نہ دیں تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلك اى الصرف المذكور(درمختار مع الشامى كراچى ،مختصراً ،ص۳۶۰/ج۱/ كتاب الوقف ، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه)، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دریا برد گاؤں کی مسجد کا سامان کس مسجد میں استعمال کیا جائے

سوال:۔ جمنا کے کنارے ایک موضع ہے، جو سب دریا برد ہوگیا ہے، صرف چند مکان اور ایک مسجد باقی ہے، سرکار نے اس گاؤں کو دوسری جگہ بسا دیا ہے، جس میں تین مسجدیں ہیں، اب قدیم مسجد ویران ہے اس کے سامان کے استعمال میں نزاع ہو رہا ہے، تو کونسی مسجد میں اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا ابھی نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک قدیم مسجد موجود ہے، اسکے سامان کہیں منتقل نہ کریں، بلکہ اسی مسجد کو آباد کریں[1]، اور اگر کسی وقت وہ بھی دریا برد ہو جائے اور وہاں پانی کا قبضہ ہو جائے، پھر اس کا سامان ورقوم باہمی مشورہ سے جس مسجد میں ضرورت ہو وہاں منتقل کر دیں اگر مشورے سے اتفاق نہ ہو یا سب مسجدیں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذاالرباط والبئراذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبير والحوض الىٰ اقرب مسجد اورباط اوبيراوحوض اليه (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۹/ج۴/کتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره قلت وهذه الرواية وان كانت منقولة فی صورة خراب المسجد غيره لكن ماكان مبنی الحكم الاستغناء كان الحكم عاما وان لم يخرب وهذا ظاهر عندی (امدادالفتاویٰ جدید ،۵۹۳/ج۲/ كتاب الوقف)، فتح القدير ص۲۳۷ج۶ كتاب الوقف فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفكر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد.

(صفحه هذا) [1] ولو خرب ما حوله واستغنىٰ عنه يبقىٰ مسجدا عند الامام والثانی أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتی قوله عند الامام والثانی فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ما له إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوى الخ، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۸ج۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، طبع ديوبند، شامی كراچی ص۳۵۸ج۴ المصدر السابق البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

برابر ہوں تو پھر تینوں میں تقسیم کر دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

وقف کا پنکھا دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ کیا واقف کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اس مسجد سے بجلی کا پنکھا نکال کر دوسرے محلّہ کی مسجد میں لگا دیں، جب کہ اس مسجد میں پنکھا وقف کر دیا گیا ہے، آیا پنکھا نکالنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ پنکھا وقف کر کے مسجد میں لگا دیا گیا ہے تو اس کو نکال کر کسی دوسری مسجد میں لگانا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ

---

[1] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجداوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد اوحوض اٰخر فقال نعم (شامی کراچی، ص۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، شامی زکریا ص۵۵۰ج۶ المصدر السابق فتح القدیر ص۲۳۷ ج۶ کتاب الوقف، واذا بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه" مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

[2] شرط الواقف کنص الشارع ،درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، ان الفتوٰی علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر شامی زکریا ص۵۴۹ج۶ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیره.

مسجد کی چیز مدرسہ کے لئے اور مدرسہ کی چیز مسجد کے لئے استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد یا مدرسہ کے لئے کوئی چیز خرید لی گئی، وہ ان میں استعمال بھی ہوتی ہے، امام، مؤذن اور مدرسہ کے بچے غیر اوقات نماز میں مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسے مسجد یا مدرسہ کا پائیدان وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ کے پیسہ سے جو چیز خریدی گئی وہ مدرسہ ہی کی ضرورت میں استعمال کی جائے[1]، اگر ایسی چیز جس مقصد کیلئے خریدی گئی تھی، اب وہ مقصد ختم ہو گیا، مثلاً مدرسہ کی ضرورت نہیں رہی اور مسجد کیلئے یا امام صاحب کیلئے ضرورت ہے تو مدرسہ سے خرید کر استعمال کریں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۲۴/۴/۹۵ھ

غیر آباد مسجد کا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں لگانا

سوال:۔ ایک نئی مسجد تیار ہوئی ہے اس کے قریب میں ایک پرانی مسجد شکستہ و برباد حالت میں ہے تو اس شکستہ مسجد کو توڑ کر اس کے ملبہ سے نئی مسجد کے قریب مدرسہ مسافر خانہ یا امام و مؤذن کے رہنے

---

[1] واختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلک اى الصرف المذكور(درمختار مع الشامى كراچى،ص ۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف،مطلب فى نقل انقاض المسجد)، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۲۶۱ ج۶ كتاب الوقف، قبيل نوع فى الفاظ جارية فى الوقف.

[2] مستفاد:. واذارأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن لهٗ قيمة فان كان له ادنى قيمة لايأخذ ه الا بعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام (بحر ،مكتبه ماجديه،كوئٹه، ص ۲۵۱/ج۵/كتاب الوقف ،فصل فى احكام المساجد)

کے لئے حجرہ بنانا جائز ہے یا نہیں، اسی طرح مسجد کا ایک مکان جو مسجد کے لئے وقف ہے اور اس کی آمدنی مسجد میں خرچ ہوتی ہے، تو اس مکان میں اس ملبہ یا اس کی قیمت کو لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد غیر آباد ہو چکی ہے وہاں نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہیں رہی، اس جگہ کو محفوظ کر دیا جائے مفتی بہ قول کے مطابق وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے، اگر وہ وہاں کارآمد نہ ہو تو ارباب حل وعقد کی رائے سے اس کو فروخت کر کے قیمت دوسری مسجد میں صرف کر دی جائے، لیکن مسجد کا سامان بلا قیمت مدرسہ یا مسافر خانہ وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر چہ وہ مسجد کے قریب ہی ہو "**ولو خرب ماحوله واستغنیٰ عنه یبقیٰ مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة وبه یفتی وعادالی الملک عند محمد وعن الثانی ینقل الیٰ مسجد اٰخر باذن القاضی وکذاالرباط والبئر والحوض الیٰ اقرب مسجد اورباط اوبئر اوحوض الیهاھ درمختار مختصراً**[1] **وقوله لوخرب ماحوله ای ولومع بقائه عامرا وکذا لوخرب ولیس له مایعمر وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد اخر قوله وعن الثانی الخ جزم به فی الاسعاف حیث قال ولو خرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لایعودالیٰ ملک الواقف عند ابی یوسفؒ فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف القاضی الیٰ بعض المساجد قوله الیٰ اقرب مسجد او رباطاھ لف ونشر مرتب وظاهره انه لایجوز صرف وقف مسجد خرب الیٰ حوض وعکسه وفی شرح الملتقی یصرف وقفها لاقرب مجانس لها اھ شامی**"[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۷۰ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۷۰ھ

---

[1] درمختار مع ردالمحتار کراچی ص ۳۵۱-۳۵۲/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد غیر آباد ہو جائے تو اس پر وقف زمین کی آمدنی کا حکم

سوال:۔ موضع بندہ کھیڑی میں مسجد کی زمین ۴۲/ بیگہ ہے اب وہاں پر شرنارتھی آباد ہیں، مسجد غیر آباد ہے، اس کی زمین کی آمدنی کو متولی کھا رہے ہیں، اور یہ زمین مسجد کے نام وقف ہے، سوال یہ ہے کہ اس کی آمدنی کہاں خرچ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین اس مسجد کے نام وقف کر دی تھی، تو مالکانہ قبضہ درست نہیں[1]، اسکی آمدنی اس مسجد پر خرچ کریں، اگر وہاں خرچ کرنے کی جگہ نہیں تو دوسرے گاؤں میں جو مسجد ضرورت مند ہو وہاں پر خرچ کریں[2]، کوئی اس کو اپنے خرچ میں نہ لائے، وہ کسی کی ملک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ ھذا) [2] شامی کراچی، ص ۳۵۲/ ج ۴/ کتاب الوقف.

(صفحہ ہذا) [1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شرط واقف الکتب)، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[2] ومثله حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فیصرف وقف المسجد الی اقرب مسجد الیه، مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۹/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد اوغیره)، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۷۹ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۷۸ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها الخ.

قلت: وهذه الروایة وان کانت منقولةفی صورة خراب المسجد وغیره لکن ماکان مبنی الحکم الاستغناء کان الحکم عاما وان لم یخرب وهذاظاهر عندی (امدادالفتاویٰ، ص ۵۹۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، مطبوعه زکریا دیوبند)

نئی مسجد بنانے کے بعد پرانی مسجد اور اس کے وقف کا حکم

سوال:۔ (۱) ہمارے موضع میں ایک مسجد تھی جس میں باقاعدہ نماز وغیرہ ہوتی رہی بیس سال تک اس کے بعد اسی موضع میں دوسری جگہ وہ مسجد منتقل کردی گئی اور وہ جگہ چھوڑ دی گئی، بیکار، ایک مکان کا فاصلہ تھا، اور قریب خراب ہونے کے بھی تھی، فی الحال منقولہ مسجد ایک مکان جس میں باغ لگا ہوا ہے موجود ہے اور منقول عنہ کی جگہ ویران پڑی ہے، اب اس میں نماز وغیرہ ہوتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) پہلی مسجد کو منتقل کرنے کے بعد عدم حفاظت کی وجہ سے اور نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/ ایک مسجد کو منتقل کر کے دوسری جگہ لے جانا جائز نہیں، اگر پہلی مسجد غیر آباد ہو جائے اور اس کے سامان کی حفاظت دشوار ہو جائے تو ضائع ہونے کے خوف سے اس کے سامان کو منتقل کر کے قریب ترین دوسری مسجد میں صرف کر دینا درست ہے، اور پہلی مسجد کی جگہ کو بھی پورے طور پر محفوظ کر دیا جائے، تاکہ اس میں کوئی کام خلاف احترام مسجد نہ ہو سکے، بلا حفاظت اس کو چھوڑنا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداعند الامام والثانى فلا يعود ميراثاً ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اٰخر (شامى كراچى ،ص۳۵۸/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد)

قلت: والذى ينبغى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل بلافرق بين مسجد اوحوض ولاسيما فى زماننا فان المسجد اوغيره اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون (شامى كراچى،ص۳۶۰/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحو ه)، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، فتح القدير ص۲۳۶ ج۶ كتاب الوقف وإذا بنى مسجدا لم يزل ملكه عنه، دار الفكر بيروت.

حویلی کی مسجد اور اس کیلئے خریدے ہوئے سامان کا حکم

سوال:۔ موضع بسیرہ کنور ضلع بجنور میں جب کوئی مسجد نماز ادا کرنے کے لئے نہ تھی، تو ایک صاحب نے اپنی جگہ پر چبوترہ قائم کیا، بستی کے تمام لوگ وہاں پر نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے، اسی اثناء میں الیکشن کا دور چلا، ایک صاحب جو بستی کا اعتماد علم وعمل میں حاصل کئے ہوئے تھے، پردھان کی سیٹ حاصل کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے، دوسری طرف گاؤں کا زمیندار کھڑا تھا، لوگوں نے اپنا ووٹ زمیندار کو کامیاب کرنے میں اپنے مستقبل کو روشن جانا، اور ایسا نہ ہوتا تو قومی مفاد میں خطرہ تھا، اس بستی میں مسلم آبادی صفر کے دائرہ میں ہے، شخص مذکورہ عالم ہونے کے سبب امام بھی تھے، انہوں نے عام مسلمانوں کو اپنے چبوترہ پر نماز پڑھنے سے روک دیا اور سخت سست کہا عام مسلمانوں نے شاہراہِ عام پر جگہ انتخاب کر کے مسجد کی بنیاد رکھ دی، کچھ عرصہ بعد ۲/۳ آدمیوں میں ضد کی بنا پر اس چبوترہ پر دوسری مسجد کی بنیاد رکھی، یہ چبوترہ والی مسجد حویلی کے اندر ہے اور پردہ کی حویلی ہے، عورتیں کبھی برا بھلا کہتی ہیں، آئندہ اور بھی برائیاں ہوں گی، اور یہ جگہ آج تک وقف نہیں ہوئی، اب حویلی مذکورہ کے لوگ چاہتے ہیں کہ مسجد شہید کر کے اس کا سامان جامع مسجد میں لگا دیا جائے، اور اسکا ملبہ کام میں لایا جائے، اگر اسکو رہائشی مکانوں میں لگا دیا جائے تو کیا کچھ حرج واقع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ (چبوترہ والی) وقف نہیں اور مالک نے وہاں مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی اور وہ حویلی کے اندر ہے کہ سب کو وہاں نماز کے لئے جانے کی اجازت نہیں تو وہاں مسجد بنانا درست نہیں[1] جو سامان جن لوگوں کا ہے، وہ خود لے جاسکتے ہیں[2] اگر چندہ کر کے خریدا ہے تو چندہ دینے

---

[1] من بنى مسجداً لم يزل ملكه عنه حتى يفرزهٗ عن ملكه بطريقه ويأذن بالصلاة فيه (الهنديه مطبوعه كوئٹه ، ص۴۵۴/ج۲/ كتاب الوقف،الباب الحادى عشر)، مجمع الأنهر ص۵۹۴،۵۹۵ ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۳۳ ج۶ كتاب الوقف، فصل وإذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

والوں کی اجازت سے اس کو دوسری مسجد میں حسب ضرورت و مصلحت لگا سکتے ہیں[1] اگر اصل حقیقت اس کے خلاف ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا حکم بھی یہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۹۲ھ

ایک مسجد شہید کرنے کے بعد دوسری جگہ منبر وغیرہ منتقل کر دیا گیا اس میں جماعت ہونے لگی اس میں اعتکاف کا حکم

سوال: ۔جنوبی افریقہ کے ایک شہر میں ساٹھ سال سے ایک مسجد تھی جس میں علاوہ پنجگانہ نماز جمعہ وتراویح کی پابندی کے ساتھ اعتکاف بھی رمضان میں ہوتا تھا، مسجد کی توسیع کی خاطر اسے شہید کر دیا گیا اور دوسرے مکان میں مسجد کا بعض اثاثہ مثلاً فرش منبر وغیرہ کو منتقل کیا گیا اور وہاں اسی پابندی کے ساتھ مقررہ امام وموذن کے ساتھ پنجگانہ نماز وجمعہ ہونے لگا، رمضان میں معتکفین نے اعتکاف کرنا چاہا تو ایک مولوی صاحب نے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ مسجد نہیں ہے اسمیں اعتکاف نہیں ہوگا، اعتکاف کیلئے مسجد ہونا شرط ہے، وہ لوگ اعتکاف سے رُک گئے اور اعتکاف نہیں ہوا کیا مذکورہ مولوی صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اعتکاف نہ کرنے کی وجہ سے جملہ گاؤں والے گنہگار نہیں ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد شرعی وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو عارضی طور پر اگر کسی جگہ اذان وجماعت کی جائے مثلاً اصل مسجد کی تجدید وتعمیر کی خاطر تو وہ جگہ شرعی مسجد نہیں ہوگی، اس پر مسجد کے احکام جاری

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] لو اشترى حشيشا او قنديلا للمسجد فوقع الاستغناء عنه كان ذلك له حيا ولوارثه ان كان ميتا، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۲۹۳ ج ۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۵۲، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، فتح القدير ص ۲۳۶ ج ۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ملاحظہ ہو عنوان ''ایک مسجد کے لئے چندہ کر کے دوسری میں خرچ کرنا'' حاشیہ: ۱/

نہیں ہوں گے[1]، اعتکاف شرعی مسجد میں ہوتا ہے، عورت البتہ اپنے مکان پر کسی ایک مخصوص جگہ میں جہاں وہ نماز پڑھتی ہو اعتکاف کرسکتی ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی مسجد کا سامان اپنی بلڈنگ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں

سوال:۔ پرانی مسجد کا پورا سامان دینی مدرسہ کی بلڈنگ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا جماعت کی آمدنی کے لئے بلڈنگ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد سے خرید کر لگا سکتے ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

---

[1] مستفاد :. رجل له ساحة لابناء فيها امر قوماً ان يصلوافيها بجماعة فهذا على ثلثة اوجه احدها اما ان امرهم بالصلوٰة فيها ابداً نصابأن قال صلوا فيها ابداً اوامر هم بالصلوٰة مطلقاً ونوى الابدففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً لومات لايورث عنه واما ان وقت الامربااليوم اوالشهر اوالسنة ففى هذا الوجه لايصير الساحة مسجداً (هنديه رحيميه ديوبند ، ص ۳۴۷/ج۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشرفى المسجد)، المحيط البرهانى ص۱۲۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] هو(الاعتكاف) لبث ذكرفى مسجد جماعة اولبث امرأة فى مسجد بيتها وهو المعد لصلاتها الذى يندب لها (درمختار مع الشامى كراچى كوئٹه ، ص۱۴۰/ج۲/كتاب الصوم ، باب الاعتكاف)، البحر الرائق كوئٹه ص۳۰۱ج۲ باب الاعتكاف، عالمگيرى كوئٹه ص۲۱۱ ج۱ الباب السابع فى الاعتكاف.

[3] اذاراى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فان كان لهٗ ادنى قيمةلايأخذه الابعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام (بحر، مكتبه ماجديه ،كوئٹه ، ص ۲۵۱/ج۵/ كتاب الوقف ،فصل فى احكام المساجد)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا کوئی حصہ قوالی وغیرہ کے لئے خالی کرنا یا اپنی ملک قرار دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ دینا

سوال:۔(۱) مسجد معمورہ کا بعض حصہ اپنے ذاتی امور میں استعمال کرنا کیسا ہے، بشرط یہ کہ اس بعض حصہ کی شکل میں تغیر کر دیا ہو اور اس کو مسجد سے علیحدہ کر دیا ہو۔

(۲) کیا کسی صورت میں مسجد معمورہ یا غیر معمورہ اپنے ذاتی امور میں مستعمل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے بعض حصہ کو یا ساری مسجد کو دوسری جگہ وہاں سے ہٹا کر بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۴) کیا زید، بکر، عمر کو یہ جائز ہے کہ مسجد کچھ حصہ کو اپنے ذاتی اور عرس قوالی میلا دوغیرہ میں مسجد کی صورت بدل کر استعمال میں لائیں، اور حصہ کے عوض میں اتنی جگہ دوسری جہت سے مسجد میں داخل کریں، اور اگر یہ جائز نہیں تو ایسا کرنے والے کا کیا حکم ہے، کیا ان سے قہراً وہ حصہ جو مسجد کا تھا لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) جو جگہ پہلے مسجد میں داخل تھی اور اب جو اس کے عوض میں دوسری جہت میں بصورت مسجد جو جگہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا دونوں جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد کا حکم رکھیں گی، یا ایک اور وہ جگہ جو پہلے مسجد تھی، یا اب جو اس کے قائم مقام ہے؟

(۶) عوام مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے کیا اس میں چشم پوشی کرنی چاہئے، یا جد و جہد یعنی مسلمانوں پر کیا ذمہ داری عائد ہے؟

(۷) کیا مسجد بھی کسی کی ملک ہو سکتی ہے، اگر کوئی اپنی ملکیت بنالے تو اس کا کیا حکم ہے؟

نوٹ:۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں، اشاعت کرنی ہے، اور اس کی تحریک اٹھانی ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۹ ج ۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

مکہ حجی لائبریری دارالعلوم دیوبند جامعہ محیط شرعی

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد وقف ہے اس کے کسی حصہ کو علیحدہ کرنا اور اپنے ذاتی امور میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہے، مسجد تحت الثریٰ تک اور فوق الثریا تک اللہ کے واسطے ہوتی ہے، حق العبد اس سے منقطع ہوتا ہے، البتہ ملحقات مسجد دوکان وغیرہ میں مصالح مسجد کے تحت امام ومؤذن کی رہائش کی اجازت دینا شرعاً جائز ہے "فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن اه تنویر قوله لایملک ای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولایعار ولایرهن لاقتضائهما الملک اه شامی[1] قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد للّٰه اه شامی[2] لوبنی فوقه بیتاً للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجد یة ثم ارادالبناء منع ولوقال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیه فاذکان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هد مه ولوعلی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شئیاً منه مستغلاً ولاسکنی بزازیة اه درمختار[3]

---

[1] شامی نعمانیہ ص۳۶۷/ج۳. (درمختار مع الشامی ، ص ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف ،قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار الابرهن)، سکب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] شامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد.، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(۲) نہیں[۱] (۳) اگر پہلی مسجد غیر آباد ہو جائے اور دوسری جگہ مسجد تعمیر کی جائے، تو پہلی مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا درست ہے ورنہ نہیں[۲]، (۴) ان کے لئے ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے، ان سے زبردستی مسجد کا وہ حصہ واپس لیا جائیگا[۳]۔

(۵) جو جگہ پہلے سے مسجد تھی، وہ تو بہر صورت مسجد ہے[۴]، اور جو دوسری جگہ دی ہے اگر اس کو وقف کر کے مسجد بنا دیا تو وہ مسجد بن گئی، ورنہ مسجد نہیں بنی۔

(۶) مسجد کی واپسی کے لئے ارباب بصیرت کے مشورہ کے مطابق مناسب مگر کامل جدوجہد کریں۔

(۷) مسجد اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے، کسی کی ملک نہیں ہوسکتی ہے[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ: ۳/

[۲] ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فيصرف وقف السمجد الى اقرب مسجد .درمختار مع الشامی کراچی ، مختصراً ،ص ۳۵۹/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۸ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به فصل اول.

[۳] فإذا تم ولزم لا يملک ولا يملک وفی الشامی قوله لا يملک ای لا يكون مملوكاً لصاحبه، شامی کراچی ص۳۵۲ج۴ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار الخ، سکب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

[۴] ولو خرب ماحولهٗ واستغنی عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانی ابداً الى قيام الساعة وبه‌يفتى (درمختارمع ردالمحتار کراچی، ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳/۳۳۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص۲/۵۹۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[۵] وإن المساجد للّٰه، سوره جن آیت ۱۸.

مسجد کے قرآن کا حکم

سوال:۔ایک شخص حافظ ہے جس قرآن پاک میں اس نے حفظ کیا ہے اب وہ قرآن پاک قطعاً شہید ہو چکا ہے، بالکل ہی نا قابل انتفاع ہے، اور اس چھاپہ کا قرآن پاک اس وقت دستیاب بھی نہیں ہے، دہلی، دیو بند، علیگڑھ تمام جگہ تلاش کیا لیکن ناکامی رہی اور دیگر قسم کے مطبوعہ میں یاد نہیں ہوتا کیونکہ ذہن میں وہ مطبوعہ رہتا ہے جس میں کہ قرآن پاک حفظ کیا ہے، اب اتفاق سے ایک مسجد میں اس جیسا مطبوعہ مل گیا ہے، وہ بھی شہید مگر قدرے غنیمت ہے اور ایک قرآن ایسا مل گیا ہے، کہ جتنے پارے اس حافظ کے قرآن پاک میں شہید ہو گئے ہیں اتنے پارے قابل انتفاع ہیں تو کیا اس کے پارے اس میں ملا کر اپنا ایک قرآن پاک صحیح کر لے یا پھر وہ جو قدرے غنیمت ہے، اس کو لیکر انتفاع جائز ہے؟ وقف کا پتہ نہیں ہے، کیونکہ مسجد میں جتنے بھی قرآن پاک ہیں ،سب وقف ہوتے ہیں، تو کیا اس طرح گنجائش ہے اس سے استفادہ کرسکتا ہے یا نہیں جواب مدلل فرمائیں؟

الجواب حامداً مصلیاً

اگر یہ تحقیق ہے کہ جو قرآن کریم مسجد میں رکھا گیا ہے، وہ وقف ہے تب تو نہ اس کو لینا درست ہے، نہ اسکے پارہ نکالکر اپنا قرآن شریف مکمل کرنا درست ہے، البتہ وہیں مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے "اذاتم ولزم لایملک ولایملک الخ درمختار"[1] بعض مسجدوں میں قاعدوں اور پاروں اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق جو کہ قابل انتفاع نہیں رہتے، اسلئے لاکر رکھ دیتے ہیں، کہ بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں، اور اہل مسجد ان کو باقاعدہ دفن کر دینگے ایسی حالت

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی،ص ۳۵۲/ج ۴/ الوقف،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وبین قوله فمو قوفة علی فلان)، شامی زکریا ص۵۳۹ج۶ مطبع دیوبند، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

میں جو شخص جو پارے اپنے لئے قابل استفادہ ہوں لیلے یہ درست ہے وہ وقف نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے قرآن پاک وغیرہ مدرسہ میں استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد کیلئے وقف شدہ قرآن شریف اور پارے وغیرہ کا مدرسہ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قرآن شریف پارے مسجد میں رکھے گئے ان کو ہر شخص مسجد میں استعمال کرسکتا ہے چاہے وہ مدرسہ کے طلباء ہوں چاہے دوسرے نمازی ہوں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا قرآن گھر لے آنا اور قیمت ادا کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ کی مسجد میں بہت قرآن کریم قارئین کے لئے رکھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک قرآن شریف جو کہ (قاہرہ ۱۳۸۱ھ) عربی ٹائپ میں چھپا ہوا ہے، مجھے تلاوت قرآن

---

[1] أماتعريفه (الوقف)فهو فی الشرع عندهما حبس العين على حكم اللّٰه تعالىٰ علىٰ وجه تعود منفعته الىٰ العباد (عالمگیری مختصراً.مطبوعه بلوچستان، کوئٹه ،ص۳۵۰/ج۲/ اول کتاب الوقف)، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[2] وان وقف على المسجد جاز ويقرافيه فان ظاهره انه يكون مقصوراً على ذٰلک المسجد وهذا هوالظاهر حيث كان الواقف عين ذلک المسجد (درمختارمع الشامی کراچی،مختصراً ۳۶۵/ کتاب الوقف ،مطلب متى ذكر للوقف مصرفاً لابدان يكون فيهم تنصيص على الحاجة)، النهر الفائق ص۳۱۸ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمية بيروت، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۵ کتاب الوقف.

کا شوق ہے، اس کو تلاوت کے لئے بغیر کسی مقتدی یا متولی مسجد سے پوچھے اپنے گھر اٹھالا یا صرف اس غرض سے کہ یہ غیر ملکی ہے اور عربی ٹائپ میں ہے، میرا ارادہ تھا کہ اس کی جگہ میں اپنا قرآن شریف اس مسجد میں رکھ آؤں، جواب طلب بات یہ ہے کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ چوری کے جرم میں ہے؟ اور میرے اوپر کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ اگر مجھے یہ قرآن شریف رکھنا ہو تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ براہِ کرم تفصیل سے بتلائیں، کیونکہ یہ قرآن میں ضرور حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ قرآن پاک جس نے مسجد میں رکھا ہے ظاہر ہے کہ مسجد کے لئے وقف کیا ہے، کہ جس شخص کا دل چاہے مسجد میں آکر تلاوت کرے اس کو مکان لے جا کر مستقلاً رکھنے کی اجازت نہیں[1] اگر چہ اس کے بدلے میں آپ دوسرا قرآن شریف مسجد میں رکھدیں، شئی موقوفہ پر عوض دیکر مالکانہ قبضہ کا حق نہیں[2] اگر آپ کو حاصل کرنا ہی ہے تو اس پر جو پتہ لکھا ہے وہاں سے منگوالیں، یہ بھی ممکن ہے

---

[1] وفی الدروقف مصحفا علی اهل مسجد للقراء ة ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأفیه فإن ظاهره انه یکون مقصورا علی ذلک المسجد وهٰذا هو الظاهر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد الی قوله لکن فی القنیة سبل مصحفا فی مسجد بعینه للقراء ة لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی آخر من غیر اهل تلک المحلة للقراء ة وهٰذا یوافق القول الاول (درمختار مع الشامی کراچی،ص۳۶۵/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لابدأن یکون فیهم تنصیص علی الحاجة)،النهر الفائق ص۳۱۷،۳۱۸ج۳ کتاب الوقف، مطبودار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۲،۲۰۳ج۵ کتاب الوقف.

[2] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک) ای لایکون مملوکاًلصاحبه ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع الشامی کراچی،ص ۳۵۲/ج ۴/کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان)، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶، کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

کہ جولوگ قرآن کریم اور دینی کتابیں قاہرہ وغیرہ سے منگا کر فروخت کرتے ہیں ان کی دوکان پر ہندوستان میں بھی مل جائیگا، ممبئی، سورت، میں ایسی دوکانیں موجود ہیں، نیز جو شخص حج کے لئے جائے اس سے فرمائش کردیں، وہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، جدہ کسی جگہ سے بھی لے آئے گا، وہاں عام طور سے ملتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۹ھ

مسجد کا قرآن دوسری جگہ لیجانا

سوال: ۔مسجد میں اگر قرآن پاک کے پارے موجود ہوں تو قرآن خوانی کی غرض سے مسجد کے علاوہ جگہ پارہ لے جانا جائز ہیں یا ناجائز؟ اسی طرح مسجد کی کتب بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو پارے یا کتب جس مسجد کے لئے وقف ہوں ان کو دوسری جگہ لے جانے کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

---

[1] وفی الدرر وقف مصحفا (الی قوله)وان وقف علی المسجد جاز ویقرأفیه فان ظاهره انه یکون مقصوراعلی ذٰلک المسجد وهذا هوالظاهر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد،بحذف (شامی کراچی، ص۳۶۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لابد ان یکون فیهم تنصیص علی الحاجة، شامی زکریا ص۶/۵۵۸، البحرالرائق کوئٹه ص۲۰۲، ۵/۲۰۳، کتاب الوقف)

فصل سوم:- مسجد ضرار

مسجد ضرار

سوال:۔تقریباً سوسال ہوئے ہیں کہ ایک جامع مسجد میں تعلیم وتدریس جاری ہے،اوراس تعلیم وتدریس کیلئے جو عالم کو رکھا جاتا ہے،وہی عالم پنجگانہ نماز وعیدین کی نماز اور جنازہ کی نماز پڑھانے اور جمعہ کی نماز پڑھانے کا ذمہ دار رہتا ہے،اس گاؤں میں دو عالم ہیں وہ دو عالم بھی جب کبھی تعلیم وتدریس دیتے رہے ان دونوں پر بھی مذکورہ بالا امر موقوف تھا،لیکن چند سال سے ان دونوں عالم کو تعلیم وتدریس کیلئے نہیں رکھا گیا،اور دوسرے عالم کو رکھا گیا ہے،اب گاؤں کے دونوں عالم نے جھگڑنا شروع کیا۔

تب گاؤں کے عالم کہنے لگے کہ موجودہ عالم کے پیچھے دونوں کی نماز صحیح اور درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہم دونوں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اور پڑھے ہوئے کے ساتھ کم عمر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی،اس بات کے فیصلہ کیلئے ایک نامی گرامی عالم کو بلایا گیا،اس نامی گرامی عالم نے موجودہ عالم کو باطل قرار نہیں دیا اور کہا اس موجودہ عالم کے پیچھے بڑے چھوٹے مولوی ہوں یا عالم سب کی نماز صحیح ہوجائیگی،لیکن اس فیصلہ کے لئے جامع مسجد میں لوگ جمع ہوئے اور چند لوگ فساد کے خوف کی وجہ سے کچھ ہتھیار مسجد کے آس پاس مکان میں رکھتے تھے،فیصلہ کے بعد گاؤں کے دو عالم نے دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کردی،تب گاؤں کے دونوں عالم سے پوچھا گیا،آپ دونوں عالم نے کیوں دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کردی؟

توانہوں نے کہا،کہ دونوں عالم کے مارنے کے لئے مسجد کے آس پاس مکان میں ہتھیار جمع کیا لہٰذا یہ مسجد ضرار ہوگئی اور مسجد ضرار میں نماز پڑھنی درست نہیں۔

اب آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا یہ مسجد حقیقت میں مسجد ضرار ہوگئی،اوران دونوں عالموں

نے جو دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھی ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد نیک نیت سے بنائی گئی اور مدت تک اس میں سب متفق ہو کر نماز صحیح طور پر ادا کرتے رہے، اور اب کسی وجہ سے اختلاف ونزاع کی نوبت آگئی تو اب اس قدیم مسجد کو مسجد ضرار نہیں کہا جائیگا،[1] اور اسمیں نماز پڑھنے کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، اختلاف ونزاع ختم کر کے، اسمیں نماز ادا کیا کریں، عالم باعمل کو امام بنانا اولیٰ بات ہے، اگر کسی وجہ سے کسی غیر عالم کو امام بنایا جائے، اور طہارت ونماز کے مسائل سے واقف اور صحیح طریقہ پر نماز پڑھائے تو اسکے پیچھے بھی عالم کی نماز ہو جائے گی،[2] اگر اس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہیں، تو وہاں جمعہ پڑھا جائے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۱ھ

---

[1] أقول انه تعالیٰ وصفه بصفات اربعة (الاولیٰ)ضراراً (والصفة الثانية) قوله وكفراً قال ابن عباسؓ يريد به ضراراً للمؤمنين وكفرًابالنبی عليه الصلوٰة والسلا م وبما جاء به (والصفة الثالثة)قوله وتفريقابين المومنين ای يفرقون بواسطته جماعة المؤمنين (والصفة الرابعة)قوله وارصا دالمن حارب اللّٰه ورسوله من قبل (تفسير كبير، دارالفكر ،مختصر اً ،ص۵۰۳/ج۴/ وهكذا قال فی موضع اٰخر :وحاصل الكلام ان احد البناء ين قصد بانيه ببنائه تقویٰ اللّٰه ورضوانه والبناء الثانی قصد بانيه ببنائه المعصية والكفر فكان البناء الاول شريفا واجب الابقاء وكان الثانی خسيسا واجب الهدم .(تفسير كبير، دارالفكر ،ص۵۰۵/ج۴) سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۸ .

[2] والا حق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (الیٰ قوله) ولوقد مواغير الاولیٰ أساء وايلا اثم (درمختار مع الشامی كراچی ، ص ۵۵۷تا۵۵۹/ج۱) كتاب الصلوٰة باب الامامة،مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد)، مجمع الأنهر ص۱۶۱،۱۶۳ج۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۴۲،۲۴۴ فصل فی بيان الاحق بالامامة.

[3] ويشترط لصحتها ای صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناء الخ مراقی الفلاح، مع الطحطاوی مصری ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبی كبير ص۵۴۹ باب صلاة الجمعة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نئی مسجد، مسجد ضرار نہیں

سوال:۔ کہ ژاڑ بشلا میں ایک مکان کے ساتھ ۹/۸ ہاتھ کے فاصلہ پر شمال جانب ایک مسجد پھونس کی محلّہ کے لوگ بنا کر اس میں تقریباً ۲۹/۲۸ سال سے نماز جمعہ و جماعت ادا کرتے تھے، اور مسجد کی جانب شمال مشرقی میں ایک عام بیٹھک گھر بھی ہے جو اس صورت پر ہے جہاں دن رات اکثر عوام وخواص کا ہجوم رہتا ہے، مصلیانِ مسجد بوقت نماز وقتی اور جمعہ اکثر ہجوم کے شور وغل سے پریشان رہتے تھے، اور اکثر اوقات مستورات کی آوازیں بھی پہنچ جایا کرتی تھیں، جس کی وجہ سے خطرات وتفکرات پیدا ہوتے تھے۔

لہٰذا اکثر نمازیوں کی دلی خواہش تھی کہ اس ضرر کو کسی طرح دفع کرنا چاہئے اسی اثناء میں ایک متولی صاحب نے ایک مسجد ٹین سے بنوانیکا شوق ظاہر کیا تو تمام نمازیوں اور مقتدیوں متولیوں نے مسجد کے لئے بصد خوشی ایک جگہ تقریباً ۴۰/۴۵ گز فاصلہ پر مسجد مذکورہ سے مشرق کی جانب متعین کردی، متولی مذکورہ نے اس متعینہ جگہ پر ایک مسجد مٹی کی دیوار اور ٹین کی چھت لوجہ اللہ تیار کردی، اور محلّہ کے تمام نمازی باتفاق رائے اس میں نماز جمعہ اور پنج وقتہ نماز باجماعت اکتالیس سال سے بلاشک وشبہ پڑھتے ہیں، اور وہ پھونس کی مسجد آہستہ آہستہ منہدم یعنی ٹوٹ پھوٹ گئی، اور کوئی چیز اس کی نہ تو کہیں منتقل ہوئی اور نہ استعمال کی گئی، اس کے بعد مالک جگہ نے ۱۵ سال کے بعد ایک بیٹھک گھر ۳۴/۳۵ ہاتھ تیار کردیا، عام طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں، فی الحال کوئی عالم صاحب کہتے ہیں کہ جو مسجد بنائی گئی وہ مسجد ضرار ہے، لہٰذا وہ مذکورہ پھونس کی مسجد کی جگہ میں جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں، اس پر محلّہ کے نمازی دو فریق ہوکر، ایک فریق مسجد منتقلہ میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں، دوسرا فریق اسی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مطبوعہ سهيل اكيڈمی لاهور، مجمع الأنهر ص ۲۴۵ ج ۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيرت.

گھر میں آج تین چار مہینہ سے نماز جمعہ پڑھتے ہیں، اب اس میں سے کون مسجد ضرار ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری مسجد جب کہ ضرورت مذکورہ کی وجہ سے بنائی گئی ہے، اور مالک زمین نے بخوشی وہ جگہ مسجد کے لئے دیدی اور اس پر باقاعدہ نماز و جماعت ہونے لگی اور مالک اصلی کا مالکانہ قبضہ اس پر نہیں رہا تو وہ شرعی مسجد بن گئی[1] وہ مسجد ضرار کے حکم میں داخل نہیں۔

لہٰذا اس میں نماز و جماعت بلاشبہ درست ہے، اگر جمعہ کے شرائط اس بستی میں پائے جاتے ہیں تو جمعہ بھی جائز ہے ورنہ نہیں[2] پہلی مسجد بھی جب کہ باقاعدہ مسجد ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے منہدم ہوجانے اور ٹوٹ جانے سے بھی وہ مسجد ہی رہے گی[3] بہتر یہ تھا کہ ضرورت مذکورہ کی وجہ سے دوسری مسجد نہ بناتے بلکہ شور وغل وغیرہ جو نماز میں مخل ہوتا ہے، اس کو دفع کرنے کا کوئی اچھا انتظام کردیتے تاہم جب دوسری مسجد بن گئی تو دونوں کو آباد رکھنا

---

[1] رجل له ساحة لابناء فيها امرقوما ان يصلوافيها بجماعة فهذا علىٰ ثلاثة اوجه احد ها اما ان امرهم بالصلوٰة فيها ابداً نصا او امرهم بالصلاة مطلقاً ونوى الابد ففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً (الهنديه ،مصرى ،ص ۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشر فى المسجد)، المحيط البرهانى ص۱۲۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ويشترط لصحتها اى صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناؤه الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبى كبير ص۵۴۹ باب الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الأنهر ص۲۴۵ ج۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى (الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى ، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب فيما لوخرب المسجد.، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

چاہئے، قصداً کسی مسجد کو چھوڑنا اور غیر آباد کرنا جائز نہیں[1]، اگر پہلی مسجد بالکل گر گئی اور اس کو درست کرنے کی گنجائش نہیں اور غیر آباد ہے کسی صورت سے اس کو آباد نہیں کیا جا سکتا ہے تو اس کا ایک احاطہ بنا کر اس کو محفوظ کر دیا جائے، اور اس کا وہی احترام کیا جائے، جو کہ ایک مسجد کا شریعت نے بتایا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۱۷/ذی الحجہ ۵۷ھ

مسجد ضرار کی ایک صورت

سوال:۔ ایک مسجد بہت مدت سے آباد ہے، متولی مسجد نے اغراض ومقاصد کی وجہ سے اس مسجد کو توڑ کر ۱۰۰/قدم یا ۱۰۰۰/قدم پر ایک دوسری مسجد بنوائی آیا اس طرح مسجد قدیم کو ویران کرنا جائز ہے یا نہیں شخص مذکور "**ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا**" کی وعید میں داخل ہوگا یا نہیں، آیت کریمہ "**اتخذوا مسجداً ضراراً**" کے تحت میں تفسیر کبیر[3] ص ۵۱۷/ج ۴/ میں ہے "**قال الواحدی قال ابن عباسؓ ومجاھد وقتادہ وعامۃ اھل التفسیرؒ الذین اتخذوا مسجدًا ضرارا کانوا اثنی عشر رجلاً من**

---

[1] **ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا** (سورہ بقرہ پارہ ۱/آیت ۱۱۴)

ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن، ص ۶۱/ج ۱)

قال البیضاوی تحت قولہ تعالیٰ وسعی فی خرابھا "بالھدم او التعطیل" (بیضاوی شریف، ص ۳۸۶/ج ۱/ مطبوعہ بیروت)، **تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، الجامع لاحکام القرآن ص ۷۴ ج ۱ الجزء الثانی، مطبوعہ دار الفکر بیروت.**

[2] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ: ۳/

[3] **تفسیر کبیر ص ۵۰۳ ج ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت.**

المنافقین بنوا مسجدًایضارون به مسجد قباء تفسیر[1] احمدی، ص ۴۷۸/ میں ہے "**قال صاحب الکشاف وعن عطاء لما فتح اللّٰہ الامصار علی عمرؓ امر المسلمین ان یبنواالمساجدوان لایتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه** "اس تفسیر کے مطابق آیا وہ مسجد ضرار میں داخل ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) جو مسجد کہ شرعاً مسجد بن چکی ہو اس کو بلا ضرورت شدیدہ منہدم کرنا جائز نہیں[2] اور ضرورت شدیدہ مثلاً تنگی و کہنگی کی وجہ سے توڑ کر از سرے نو تعمیر کرنا جائز ہے،[3] لیکن ویران کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں "**لقوله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها**،[4] **قال البیضاوی تحت قوله خرابها بالهدم اوالتعطیل، البیضاوی**،[1] تفسیر مدارک التنزیل، ص۲۶۰/ میں ہے "**وقیل کل مسجد بنی مباهاة**

---

[1] تفسیر احمدی ص ۳۱۲ سورۂ توبہ آیت ۱۰۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] واما لو تمت المسجدیة ثم اراد هدم ذلک البناء فانه لا یمکن من ذلک، النهر الفائق ص ۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف، قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد او غیره، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۵۹۴ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضه وینبیه ثانیا احکم من البناء الاول لیس له ذلک لانه لا ولایة له کذا فی المضمرات وفی النوازل الا ان یخاف ان یهدم ان لم یهدم کذا فی التتارخانیة وتاویله اذا لم یکن البانی من اهل تلک المحلة واما اهل تلک المحلة فلهم ان یهدموا ویجددوا بناء ه الخ، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۷ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، شامی کراچی ص۳۷۵ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج۳ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه بیروت.

[4] سورۂ بقرہ پارہ ۱/ آیت ۱۱۴/۔

ترجمہ: . اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن، ص۶۱/ ج۱)

[1] بیضاوی شریف مطبوعه بیروت، ص ۳۸۶/ ج ۱.

اورياء اوسمعة اولغرض سوى ابتغاء وجه الله اوبمال غير طيب فهولاحق بمسجد الضرار[1]، بنابریں اگر متولی نے واقعی اغراض دنیویہ کی وجہ سے دوسری مسجد بنوائی ہے اور پہلی مسجد کو ویران کرنا مقصود تھا اور للّٰہیت مقصود نہ تھی تو یہ مسجد ضرار کے ساتھ لاحق ہے، البتہ اگر وہ مسجد مال حلال سے بنائی گئی ہے، اور شرعی طور پر وقف ہو چکی ہے تو نماز پڑھنا اس میں درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نزاع سے بچنے کیلئے دوسری مسجد بنانا کیا وہ مسجد ضرار ہے

سوال:۔ ایک مسجد میں کچھ نزاع کی بنا پر نمازیوں میں اختلاف ہو گیا، اور دو مسجدیں بن گئیں، ایک مسجد والوں نے اپنے ہم خیال بدعتی عالم کو بلوا کر تخریب اذہان کی صورت شروع کر دی، بعض ان میں صلح پسند دیوبندی خیال رکھنے والے لوگ ہیں، جو اسے اچھا نہیں سمجھتے، تو کیا ان صلح پسندوں کے لئے یہ گنجائش ہے کہ ایک مستقل مسجد بنالیں اور اسے مسجد ضرار تو نہ کہیں گے، یہاں کے بعض عالم وہی بدعتی خیال اس کو مسجد ضرار کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ویسے تو افرادِ امت کا جھگڑا بہت برا ہے، لیکن اگر نزاع کی بنیاد اس قسم کی چیز ہے جو صورت مسئولہ میں مذکور ہے اور پھر جھگڑے کو فرو کرنے کیلئے برطرفی اختیار کر لی جائے، تو مضائقہ نہیں[2]، صلح

---

[1] تفسير النسفى المعروف به" مدارک التنزيل ،ص ۱۴۵/ج۲، مطبوعه دارالفكر بيروت، روح المعانى ص ۱۱/۲۱، سورۂ توبه تحت آيت:۱۰۸، مطبوعه مصطفئيه ديوبند،

[2] اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۲۰ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۰ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، الدر المختار على الشامى زكريا ص۴۳۷ج۲ باب ما يفسد الصلاة، مطلب فيمن سبقت يده الى مباح.

پسند لوگوں نے جس مسجد کے بنانے کا ارادہ کیا ہے، ان کا مقصد تخریب اذہان کے فتنے سے بچنا ہے، اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا بہت برا ہے، قرآن پاک میں جس کو مسجد ضرار کہا گیا ہے، اول تو مسجد کہنا ان کفار کے نام رکھنے کی وجہ سے تھا، ورنہ فی الحقیقت وہ دشمنان خدا اور رسول کا اڈہ تھا، اور پھر نص قرآنی یہ بتلا رہی ہے کہ مسجد کے بنانے کا باعث چار چیزیں تھیں۔

مومنین کو نقصان پہنچانے کا تصور اور خود بنانے والوں کا کافر ہونا، اور مومنین کے درمیان تفریق پیدا کرنا اور دشمنان خدا کے لئے مواد فراہم کرنا، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "**الذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللّٰہ ورسولہ من قبل**"[1]

اور ان لوگوں نے جس مسجد کو بنانے کا ارادہ کیا یہ چیزیں اس کے لئے بنیاد نہیں، لہٰذا اسے مسجد ضرار کہنا مسجد ضرار کی حقیقت سے ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۹۰ھ

اپنی مملوکہ زمین میں نماز باجماعت ادا کرنے سے کیا وہ مسجد ضرار ہے

سوال:۔ آج سے تقریباً ۷۰/سال قبل میرے گاؤں کے دو پیر مرشد روشن ضمیر کے دو گواہوں میں کسی مسئلہ پر جامع مسجد میں کشیدگی ہوگئی، جس کی بناء پر ایک گروہ عارضی طور پر تصادم

---

[1] پارہ ۱۱/سورہ توبہ آیت ۱۰۷/ تفسیر ابن کثیر ص۶۰۳ ج۲ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۴۵ ج۲ سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

ترجمہ: اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے، کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمان داروں میں تفریق ڈالیں، اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے۔ (بیان القرآن، ص۱۴۱/ج۱)

سے بچنے کی غرض سے ایک بڑے مکان پر اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔

اوراس کا سلسلہ کچھ عرصہ تک جاری رہتا ہے بعدازیں پھر دونوں گروہوں میں اتفاق واتحاد ہوجاتا ہے، اور پھر ایک ہی ساتھ جامع مسجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں، مگر آج ماہ نومبر ۱۹۷۱ء کو چند حضرات اس قطعہ اراضی کو مسجد قرار دیکر اس شخص کو جو یقیناً اس کا اصل حقدار ہے، گھر خالی کرنے کو کہا جاتا ہے، ایسی صورت میں اس شخص کو اس قطعہ اراضی کو چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو وہ بیوی بچوں والا شخص جو ستر سال سے مقیم ہے، بے گھر ہوجاتا ہے، اب حضور والا سے التماس ہے کہ ایسی صورت میں اس شخص کی مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی کیلئے کیا فتویٰ ہے قرآن وحدیث سے جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس مکان کو وقف نہیں کیا گیا اور مالک نے اپنا قبضہ مالکانہ نہیں اٹھایا بلکہ عارضی طور پر وہاں کچھ روز تک نماز پڑھی تو اس سے شرعی مسجد کے حکم میں نہ ہوا، بلکہ مالک کی ملک ہے اس سے زبردستی خالی کرانے کا حق نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۹۱ھ

مسلمان کی بنائی مسجد کو مسجد ضرار کہنا

سوال: ۔مسلمانوں کی تیار کردہ مسجد کو مسجد ضرار کہنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] اتخذ وسط داره مسجداً وأذن للناس بالدخول فله بيعه ويورث عنه لانه لم يخلص لله تعالىٰ لبقاء حق العبد متعلقابه (بحر ،زكريا ديوبند ،ص ۴۲۱/ج۵/كتاب الوقف ،فصل فى احكام المسجد)، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، المحيط البرهانى ص۱۲۷ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد قدیم کو نقصان پہنچانے کے لئے عداوت کی وجہ سے دوسری مسجد بنائی جائے تو اس سے ثواب نہیں ملے گا، ایسا کرنا شرعاً قبیح ہے[1]، لیکن اگر شرعی طور پر وقف کر کے مسجد بنادی گئی تو اس کو آباد کرنا ضروری ہے، اس کو مسجد ضرار کہہ کر منہدم کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلاضرورت دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ ہمارے موضع کے چند شر پسند افراد چند خیر پسند اور خادمان دین کے راستے میں برابر رکاوٹ ڈالتے رہے اور ان خادمان دین پر جنہوں نے اس علاقہ میں ایک مدرسہ اسلامیہ بھی قائم کیا ہو ان کے خلاف برابر ریشہ دوانی کرتے رہے ہیں، اور ۱۳/ رمضان ۱۳۹۸ھ کو ان شر پسند افراد نے ان خیر پسند لوگوں پر اچانک حملہ کر دیا جبکہ وہ لوگ نماز مغرب ادا کرنے کیلئے جارہے تھے، اور وہ لوگ گولیوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے، اس لئے ان خیر پسند افراد کی جان کا خطرہ ہو گیا تھا، اس لئے ان لوگوں نے ایک نئی مسجد تعمیر کرائی، چنانچہ انہیں لوگوں نے جنہوں نے اس حملہ کے بعد یہ نئی مسجد تعمیر کرائی ہے، مورخہ ۶/ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ کو ایک جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقد کیا گیا، جس میں حضرت مولانا مفتی محمد واصف صاحب اور حضرت مولانا بلال اصغر صاحب اور حضرت

---

[1] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الا مصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالی عنہ امر المسلمین ان یبنوالمساجد وان لا یتخذ وافی مدینۃ مسجدین یضارا حد ھما صاحبہ (تفسیر کشاف ، دارالفکر ،ص۲۱۴/ج۲)، سورۂ توبہ آیت ۱۰۷، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ، المصطفائیہ دیوبند، تفسیرات احمدیہ ص ۳۱۲ پارہ ۱۱، سورۂ توبہ آیت ۱۰۷، طبع مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

[2] واما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد ھدم ذالک البناء فانہ لا یمکن من ذالک، النھر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً الخ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، شامی کراچی ص ۳۵۸ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد.

مولانا رشید الواحیدی صاحب اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اور مولانا حافظ اکرام الٰہی صاحب نے شرکت کی ،اس کے بعد بغیر کسی اعلان کے وہ لوگ اسی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے چلے گئے ، جہاں پر ان خیر پسند لوگوں پر حملہ کیا گیا تھا،جبکہ دوسری جدید مسجد اس وقت دو آدمی نماز جمعہ میں شریک تھے، اسکے بعد لوگوں نے یہ مشورہ کر دیا کہ مسجد جدید ناجائز ہے، اس لئے ان علماء حضرات نے اس مسجد میں نماز جمعہ ادا نہیں کیا، اس کے بعد لوگوں نے حضرت مولانا بلال اصغر صاحب سے گفتگو کی تو موصوف نے ہمارے اس فعل یعنی جدید مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے کو قطعاً ناجائز بتلایا، ہم نے معافی طلب کرتے ہوئے ان سے کہا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی پیروی میں ایسا کیا ہے، تو اس پر موصوف نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس لئے بیت اللہ شریف کو چھوڑا تھا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے، اس بات پر کافی مسلمانوں کو تشویس ہوئی، اور مسلمانوں نے عالم کے ادب میں خاموشی اختیار کر لی ہم لوگ جلسہ کے انتظام میں لگے ہوئے تھے، اس لئے کسی حقیقت کا انکشاف نہ کر سکے، اس لئے اس بات کو بیان کرتے ہوئے ہم حضرت والا سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر علماء کی نظر میں یہ مسجد جدید ناجائز ہے، تو پھر اس کو منکشف کیجئے کہ ہم اس مسجد کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، کیا اس پھوس پرال سے بنی ہوئی مسجد کو آگ لگا دیں اور اس دین کو جب جان کا خطرہ ہونے کے باوجود کسی عذر کے قبول کرنے کی گنجائش نہ ہو (العیاذ باللہ) الوداع کہدیں)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد اللہ کی خوشنودی کے لئے بنانا بہت اجر وثواب کا کام ہے[1]، آپس کی ناراضگی کی وجہ سے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من بنی للّٰہ مسجداً بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنۃ (مشکوٰۃ شریف، ص ۶۸/کتاب الصلوٰۃ باب المساجد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، صحیح البخاری ص ۶۴ ج ۱ کتاب الصلوۃ باب من بنیٰ مسجداً، طبع اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے۔

یا ایک مسجد کو ویران کرنے کے لئے دوسری مسجد بنانا شرعاً مذموم اور ناپسند ہے[۱]، لیکن اگر مسجد بنالی گئی، اور وقف کردی گئی تو اس کو بھی آباد رکھنے کی ضرورت ہے، نہ اس میں آگ لگائیں، نہ ویران کریں[۲]، جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں اور وہاں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو اور باہر سے آنے والے علماء بڑی مسجد میں جمعہ ادا کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے دوسری مسجد کو شرعی مسجد نہیں سمجھا یا دوسری جگہ جمعہ کو ناجائز قرار دیا، دین کو الوداع کہنے کا لفظ نہایت سخت ہے، ہرگز ایسا لفظ زبان سے نہ کہا جائے، نہ قلم سے لکھا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلاضرورت دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ ایک مسجد جس میں صلوٰۃ پنجگانہ اور جمعہ ہوتا ہے، متصل مکان زید ہے، اور زید فسق وفجور میں مبتلا رہتا ہے، اس لئے لوگوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی اور ایک دوسری جدید مسجد کی تعمیر کی اور اس میں نماز پڑھنے لگے بس اب یہ مسجد مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو مسجد جدید میں نماز ہوگی یا نہیں، اور وہ لوگ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ایک شخص کے فسق وفجور کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا اور اس میں جمعہ قائم کرنا جس سے

---

[۱] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصارعلی یدعمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوافی مدینۃ مسجد ین یضاراحد ھما صاحبہ (تفسیر کشاف مطبوعہ دارالفکر ،ص ۲۱۴/ج۲، تفسیر روح المعانی ص۲۱ جزء ۱۱، سورہ توبہ الآیۃ:۱۰۷، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، تفسیر قرطبی ۱۷۵ سورہ توبۃ الآیۃ ۱۰۷، مکتبہ دار الفکر بیروت.

[۲] لایجوزنقض المسجد ولابیعہ ولاتعطیلہ وان خربت المحلۃ (تفسیر قرطبی،دارالفکر، ص ۷۵/ج۱ الجزء الثانی، سورہ بقرہ تفسیر الایۃ ۱۱۴)، تفسیر المراغی ص۱۹۸ ج۱ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکۃ المکرمۃ، تفسیر بیضاوی شریف ص۳۸۶ ج۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[۳] ویکفر .....أوقال ضاق صدری حتی اردت ان اکفر (مجمع الانھر دارلکتب العلمیہ بیروت ص۵۱۳/ج۲/ کتاب السیر والجھاد ،باب المرتد)، شرح فقہ اکبر ص۲۲۷، مطبع مجتبائی دھلی.

پہلی مسجد ویران ہوجائے، شرعاً درست نہیں[1] البتہ فتنہ وفساد کے خوف سے دوسری مسجد بنائی گئی ہے تو شرعاً عذر ہے[2] تاہم اگر مسجد جدید باقاعدہ مسجد بن چکی ہے تو اس میں جمعہ وغیرہ درست ہے اور اس کو مسجد ضرار کا حکم دیکر اس میں نماز کو ناجائز کہنا یا اس کو منہدم کرنا قطعاً درست نہیں اور مسجد قدیم کی آبادی بھی حتی الوسع لازم ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۷/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف ۱۰/رجب ۵۳ھ

خاندانی اعزاز کے لئے بلاضرورت مسجد بنانا

سوال:۔(۱) ایک ایسے آدمی نے کہ جن کو نہ خود نماز کی پرواہ اور نہ جماعت کی، نہ داڑھی سنت کے مطابق بلکہ غیر شرعی اپنی ایک افتادہ مختصر زمین مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے خاندان کے

---

[1] وعن عطاء لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الا مصار علی یدعمرؓ امر المسلمین ان یبنوالمساجد وان لایتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه (کشاف، ص۲۱۴/ج۲)، سورۂ توبه تحت آیت ۱۰۷ مطبوعه دار الفکر بیروت، روح المعانی ص۲۱ ج۱۱ مطبوعه مصطفائیه دیوبند، تفسیر احمدی ص۳۲۱ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فیه حائطا ولکل منهم امام علی حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به عالمگیری کوئٹه ص۳۲۰ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فیمن سبقت یده.

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها پارہ۱/سورۂ بقرہ، آیت۱۱۴

ترجمہ:. اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خداتعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن، ص۶۱/ج۱) قال البیضاوی تحت قوله تعالیٰ (وسعی فی خرابها)بالهدم او التعطیل (بیضاوی شریف، ص۳۸۶/ج۱/ مطبوعه بیروت) روح المعانی ص۳۶۴/۱، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، الجامع لاحکام القرآن ص۷۴/۱، الجزء الثانی، مطبوعه دارالفکر بیروت،

لوگوں میں وقف کردی مگر اس کے باوجود محض اپنی امتیازی حیثیت کے پیش نظر مستقل مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے ہی نام سے درخواست بھی دیدی، اوران کے خاندان کے لوگ اپنی خاندانی حیثیت وامتیاز کے پیش نظر اپنے ہی لوگوں میں چندہ فراہم کرکے تعمیر کریں، پھر اپنے خاندانی اعزاز کے پیش نظر اسے آباد کریں، جبکہ اس خاندان کے افراد محلّہ کی قدیمی مسجد کے مستقل مصلی ہیں، اور محلّہ کی قدیم مسجد کے اہتمام کے پیش نظر اذان واقامت بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، ان حضرات کے ہٹنے سے یقین ہے کہ قدیمی مسجد غیر آباد ہوجائے گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ محلّہ کی قدیمی مسجد کو غیر آباد کرکے محض اپنے خاندانی اعزاز میں الگ مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) پھر قدیمی مسجد سے منتقلی دریں صورت مذکورہ بالا شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

(۳) محلّہ کی قدیمی مسجد کی امداد واعانت روک کر محض اپنے خاندانی اعزاز میں دوسری مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) محلّہ کی قدیمی مسجد کافی مقروض ہے اس کی ادائیگی کا لحاظ وخیال کئے بغیر دوسری مسجد کی تعمیر شرعاً کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے بنائی جائے تو اس میں اجر عظیم ہے[1] کسی دوسری غرض کے لئے بنائی جائے تو وہ مقبول نہیں، اس طرح پر ایسی جگہ بنانا جس سے قدیم مسجد کو ضرر پہنچے، ممنوع ہے جس مسجد کے ذمہ قرض ہے، اس کی ادائیگی کی فکر مقدم ہے، ''**وقیل کل مسجد بنی مباهاة اورریاءً وسمعة اولغرض سویٰ ابتغاء وجه اللّٰه اوبمال غیر طیب**

[1] عن عثمان رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من بنی للّٰه مسجداً بنی اللّٰه له بیتاً فی الجنة، مشکوٰة شریف ص۶۸ باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، بخاری شریف ص۶۴ ج ۱ کتاب الصلاة، باب من بنی مسجداً، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب المساجد، باب فصل بناء المسجد والحث علیها، مطبوعه رشیدیه دهلی.

فهولاحق بمسجد الضرار وعن شقيق انه لم يدرک الصلوٰة فی مسجد بنی عامرفقيل له مسجد بنی فلاں لم يصلوا فيه بعد فقال لااحب ان اصلی فيه فانه بنی علیٰ ضرار وکل مسجد بنی علیٰ ضرار اورياء اوسمعة فان اصله ينتهی الی المسجد الذی بنی ضراراً وعن عطاء لما فتح الله تعالیٰ الامصار علیٰ يدعمرؓ امر المسلمين ان يبنوالمساجد وان لايتخذو افی مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه .کشاف ، ص۵۶۸/ج ۱/[1] اگرنئی مسجد ابھی نہیں بنائی گئی ہے تو اعتراض مذکورہ سوال کی خاطر ہرگز نہ بنائی جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۹ھ

بضرورت نئی مسجد بنانا

سوال:۔ وراس موضع لداخ کا ایک علاقہ ہے، اس علاقہ میں آبادی دور تک پھیلی ہوئی ہے ،سرحدی اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے گھنی آبادی والا موضع ملنا مشکل ہے، ان ہی حالات کے پیش نظر بزرگانِ دین نے یہاں نماز جمعہ کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ جامع مسجد تعمیر کی تھی، لیکن اب مسجد فوجی تحویل میں آچکی ہے، چنانچہ ملٹری کے قبضہ میں ہے، پنج وقتہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، صرف نماز جمعہ کی اجازت ہے اور جب ایمرجنسی حالات ہوتے ہیں تو ان دنوں نماز جمعہ کی بھی اجازت نہیں ہوتی، ہفتہ بھر اس موضع کے لوگ خاص طور سے نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں، اور چونکہ اس جامع مسجد کے علاوہ اور کوئی مقامی مسجد نہیں ہے، یہاں کے چند نوجوانوں نے نئی مسجد کی تعمیر کے لئے فراہمی چندہ کا پروگرام بنایا، دو ہزار روپیہ بھی جمع ہو چکے، لیکن بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ جامع مسجد کی موجودگی میں نئی مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی ہے، نہ اسے منہدم کیا

---

[1] تفسیر کشاف ص۲۱۴/ج۲. سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، تفسیر نسفی ص۱۴۵ ج ۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

جاسکتا ہے، جس کی وجہ سے فراہمی چندہ میں رُکاوٹ ہوگئی، یہ طے ہوا کہ دارالعلوم دیوبند پورے حالات لکھ کر فتویٰ حاصل کیا جائے، کیا جو جامع مسجد فوجی تحویل میں ہے، اس کو اس طرح رکھ کر دوسری مسجد تعمیر کرنا جائز ہے کیا موجودہ مسجد کو منہدم کر کے تعمیری لکڑی کو نئی مسجد میں استعمال کیا جاسکتا ہے، جبکہ پرانی مسجد کو چہار دیواری سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب شریعت کے مطابق مسجد بنائی جائے، تو وہ ہمیشہ کے لئے بن جاتی ہے، نہ اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ درست ہوتا ہے نہ کسی کو نماز سے روکنے کا حق ہوتا ہے، نہ اس کو گرانا درست ہے، اگر وہ پرانی مسجد دوسروں کے قبضہ میں ہے اور وہ پانچ وقت نماز کی اجازت اس میں نہیں دیتے صرف جمعہ کی اجازت دیتے ہیں اور وہ مسجد محفوظ ہے تو اس کو منہدم نہ کیا جائے، بلکہ محفوظ ہی رکھا جائے اور پنجگانہ نماز کے لئے دوسری مسجد تعمیر کر لی جائے، اینٹ، لکڑی وغیرہ کا نئی مسجد کے لئے مستقل انتظام کیا جائے، پرانی مسجد کو واگزار کرانے کی آئینی کوشش کی جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واما لو تمت المسجدية ثم اراد هدم ذلک البناء فإنه لا يمكن من ذلک النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۳۵۸ج۴ كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص۵۹۴ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فاذا تم لزم لايملک ولايملک (الدرمختار مع ردالمختار كراچی ، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ كتاب الوقف قبيل مطلب فی شرط واقف الكتب)، مجمع الأنهر ص۵۸۱ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت فلايجوز لاحد مطلقاً ان يمنع مؤمنا من عبادة ياتی بها فی المسجد (البحر مطبوعه كوئٹه ،ص ۳۴/ ج۲/ كتاب الصلوٰة، فصل لمافرغ من بيان الكراهة فی الصلوٰة، ولوخرب ماحوله واستغنی عنه يبقی مسجداً عند الامام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نئی آبادی میں نئی مسجد بنانا

سوال:۔ ایک نوآباد محلّہ جس سے موضع کی قدیم دونوں مسجدیں تقریباً ایک ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہیں، اذان کی آواز بھی ہمیشہ سنائی نہیں دیتی، محلّہ میں نمازی باجماعت ادا کرنے والے بھی بہت کم ہیں، چند ایسی وجوہات کے تحت محلّہ مذکورہ میں نئی مسجد بنانے کا ارادہ کیا جارہا ہے، تعمیر مسجد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد مسلمانوں کی اہم ضرورت ہے، جہاں آباد ہوں گے مسجد کا بھی اہتمام کریں گے، اور کرنا چاہئے اس نوآباد محلّہ میں ضرورت ہو تو وہاں بھی بنالی جائے[1] مگر اس کو آباد رکھنے کی فکر وکوشش بھی لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ مسجد تو جوش میں بنالیں اور آباد نہ رکھ سکیں[2] اس لئے تبلیغ کر کے مسلمانوں کو نمازی بنانا زیادہ ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والثانی ابداً الی قیام الساعة فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیه اولا.(شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] عن عائشة قالت امر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان تتخذ المساجد فی الدور وان تطهر وتطیب، ابن ماجه ص۵۵ ابواب المساجد، باب تطهیر المساجد وتطییبها، مطبوعه اشرفی دیوبند، السنن الکبری للبیهقی ص۴۴۰ ج۲ کتاب الصلاة، باب فی تنظیف المساجد، مطبوعه دار المعرفة بیروت، مجمع الزوائد ص۱۱۷ ج۲ کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها، سورۂ بقرہ پارہ ۱/ آیت ۱۱۴۔

ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن) قال البیضاوی تحت قوله تعالیٰ (وسعی فی خرابها) بالهدم اوالتعطیل (بیضاوی شریف، ص ۳۸۶/ج ۱/ بیروت)

ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ ایک مسجد پہلے سے ہے اوراس کے قریب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں تو شرعاً دونوں مسجدوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس مسجد میں نمازی نہیں سما سکتے، جگہ تنگ ہے، اس لئے دوسری مسجد کی ضرورت پیش آئی تو اتنی دور بنائیں کہ قرأتِ امام کی آواز نہ ٹکرائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۱ھ

ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری بڑی مسجد بنانا

سوال:۔ ایک محلّہ میں مسجد موجود ہے، نمازی بھی بہت تھوڑے سے ہیں، مگر اہل محلّہ نے دوسری بڑی مسجد بنانے کا ارادہ کرلیا ہے، جس کی بنیاد بھی ڈالدی ہے اب دنیا بھر میں چندہ کرتے پھریں گے، کیا یہ طریقہ مناسب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ خلاف عقل ہے، جب وہاں کے نمازیوں کے لئے وہ مسجد کافی ہے اوراس کو بھی پوری طرح آباد نہیں کرپاتے تو دوسری مسجد کے لئے چندہ کرتے پھرنا غلط ہے، شرعاً اس کو اجازت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان یبنوالمساجد وان لایتخذوافی مدینۃ مسجد ین یضار احدھما صاحبہ (کشاف ، ص ۲۱۴/ج۲/ قولہ تعالیٰ والذین اتخذوامسجداً ضراراً)

[2] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دفع نزاع کے لئے دو مسجدیں بنانا

سوال:۔ایک دیہات میں دو جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور حال یہ ہے کہ کچھ دنوں سے دونوں مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے بعض مسلمان جن کی زمین میں مسجد ہے منع کرتے ہوں تو جن مسلمان بھائیوں کو منع کیا گیا ہے تو کیا وہ ایک نئی مسجد بنا کر جمعہ کی نماز وغیرہ ادا کر سکتے ہیں یا جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز مسجد میں یا اپنے گھر میں ادا کرینگے؟

نوٹ:۔ان دونوں مسجدوں میں پہلے سے جمعہ رائج ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کوئی شخص اپنی زمین میں مسجد بنادے یا مسجد بنانے کے لئے زمین دیدے تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی بھی مسلمان کو وہاں نماز پڑھنے سے روکے، نماز پڑھنے سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے "**ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ الاٰیۃ**"[1] جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں، وہاں حسب ضرورت ایک سے زائد جگہ بھی جمعہ درست ہے[2] جب مسلمانوں کو مذکورہ دونوں مسجدوں میں نماز سے روکا جاتا ہے، اور وہاں جانے میں جھگڑے کا قوی اندیشہ ہے کہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان یبنوالمساجد وان لایتخذوافی مدینۃ مسجد ین یضاراحدھما صاحبہ (کشاف ، ص ۲۱۴/ج۲/(مطبوعہ دارالفکر)، تفسیرات احمدیہ ص۳۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، روح المعانی ص۲۱ ج۱۱ سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] سورہ بقرہ پارہ۱/آیت۱۱۴/ **ترجمہ**:۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کیے جانے سے بندش کرے (بیان القرآن، ص۶۱/ج۱/)

[2] ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجد ین واکثر(شامی کراچی، ص۱۴۵/ج۲/ باب الجمعۃ ،قبیل مطلب فی نیۃ اٰخر ظھر بعد صلوٰۃ الجمعۃ)، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۲ ج۲ باب صلاۃ الجمعۃ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۴۱۳ باب صلاۃ الجمعۃ.

لڑائی ہوکر سر پھوٹیں گے مقدمات چلیں گے، تو جھگڑے سے بچنے کے لئے علیحدہ مسجد بنالینا درست ہے[1] پھر وہاں جمعہ بھی پڑھتے رہیں، نیز جمعہ کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں، کسی بھی کھلی جگہ پر جہاں کسی کو آنے کو رکاوٹ نہ ہو جمعہ پڑھ سکتے ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۴۰۶ھ

اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد مشترکہ زمین میں بنانا

سوال:۔ ایک موضع میں پہلے سے ایک پختہ مسجد موجود ہے چند روز سے مسلمانوں میں نااتفاقی ہوکر دو پارٹی ہوگئیں، ایک پارٹی نے اس نااتفاقی کے باعث ایک مسجد جدید تعمیر کی لیکن جس جگہ میں مسجد تعمیر کی یہ جگہ مسلمانوں کی مشترکہ ہے اور اس کے مالک دونوں پارٹیوں کے لوگ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، نیز کونسی مسجد میں ثواب زیادہ ہے، مسجد کی زمین دونوں پارٹیوں کی ملک ہے، لیکن قبضہ میں صرف دوسری پارٹی کے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مشترکہ زمین میں سب مالکوں کی اجازت سے بنائی گئی تو دونوں میں نماز جائز ہے، اور یہ کوشش کرنا کہ کسی ایک مسجد میں نماز نہ ہو گناہ ہے[3] لیکن پہلی یعنی پرانی مسجد میں افضل

---

[1] اهل محلة قسموا المساجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به عالمگیری کوئٹہ ص۳۲۰ ج۵ کتاب الکراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۲ باب ما يفسد الصلاة، مطلب فيمن سبقت يده الى مباح.

[2] والسابع الاذن العام ای ان يأذن للناس اذناعاماً (درمختار مع الشامی کراچی، ص۱۵۱/ج۲/ باب الجمعة مطلب فی قول الخطيب قال الله تعالیٰ)، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۴۱۷ باب صلاة الجمعة، حلبی کبیر ص۵۵۸ باب صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها سورہ بقرہ پارہ ۱/آیت ۱۱۴

ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن، ص۶۱)

ہے،[1] تاہم نئی مسجد میں جب باقاعدہ مسجد بن گئی تو اس کو بھی آباد رکھنا ضروری ہے، اور اگر نئی مسجد بغیر سب مالکوں کی اجازت کے بنی ہے تو جب تک سب مالک اجازت نہ دیدیں اس میں نماز نہ پڑھی جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۱/۵۷ھ

جدید مسجد بنانا جس سے قدیم مسجد کو نقصان پہنچے

سوال:۔ایک صاحب نے اپنی افتادہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کی اور موصوف کے خاندان میں سے بعض افراد نے اپنے طور پر اینٹیں خرید کر موقوفہ زمین کی احاطہ بندی کے لئے اینٹیں وقف کردی ہیں، مگر مسجد کی تعمیر ابھی شروع نہیں ہوئی، اس جدید مسجد کی تعمیر سے محلّہ کی قدیم مسجد کو بایں طور ضرر پہنچ جانے کا قوی امکان ہے۔

(۱) یہ کہ واقف کے خاندان کے تقریباً تمام حضرات محلّہ کی قدیم مسجد کے متصل مقیم ہیں بلکہ قدیم مسجد کے نظم ونسق کے ذمہ دار بھی ہیں اور باضابطہ متولی ہیں، اور وقتاً فوقتاً اذان واقامت کے امور بھی انجام دیتے رہتے ہیں، نئی مسجد کی تعمیر کے بعد یہ تمام حضرات قدیم مسجد سے منتقل ہوجائیں گے، اور محلّہ کی قدیم مسجد غیر آباد ہوجائے گی۔

---

[1] قال ابن كثير تحت قوله تعالىٰ لمسجد اسس على التقوىٰ الخ دليل على استحباب الصلوٰة فى المساجد القديمة المؤسسة من اول بناء ها على عبادة الله وحده لاشريک له (تفسير ابن كثير ، مكة المكرمه ، ص۶۰۶/ج۲)، سورۂ توبه تحت آيت ۱۰۸ مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، شامى زكريا ص۴۳۲ج۲ باب ما يفسد الصلاة، مطلب فى افضل المساجد، حلبى كبير ص۶۱۳ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[2] تكره فى ارض الغير لومزروعة اومكروبة الااذاكانت بينهما صداقة اورأى صاحبها لايكرهه فلابأس (شامى كراچى ،ص ۳۸۱/ج۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب فى الصلوٰة فى ارض المغصوبة)، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۲۵۱ فصل فى المكروهات، حلبى كبير ص ۳۷۰ قبيل سنن الصلاة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

(۲) محلّہ کی قدیم مسجد جدید تعمیرات کے باعث کافی مقروض ہے، اور تاہنوز اس کی تعمیر وتوسیع نامکمل ہے، اس جدید مسجد کی تعمیر کی وجہ سے قدیم مسجد کے لئے یہ رکاوٹ ہے تو اس حالت میں جدید مسجد کا کیا حکم ہے؟ تعمیر ہونی چاہئے یا تعمیر روک دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں پہلے سے مسجد موجود ہے اور نمازیوں کے لئے کافی ہے تو دوسری مسجد بنانا بلاضرورت قرین دانشمندی نہیں ہے، اس سے پہلے مسجد کے نمازی بھی تقسیم ہوکر کم ہوجائیں گے، اخراجات تعمیر مستقل ہوں گے، پھر اس کے آباد رکھنے کے مصارف درکار ہوں گے، قدیم وجدید مسجدوں کو پوری طرح آباد رکھنا بھی دشوار ہوگا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس ضمن میں نئی مسجد تعمیر نہ کی جائے، بلکہ دیگر مکانات دوکانیں وغیرہ بنا کر قدیم مسجد میں اس کو صرف کیا جائے، تاکہ وقف بھی رہے اور اس کی آمدنی مسجد کے لئے صرف ہو[۱] محض زمین دینے سے ابھی وہ مسجد نہیں بنی[۲] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ فرمایا تھا کہ ایک مقام پر اسطرح دو مسجدیں نہ بنائی جائیں کہ ایک سے دوسری کو نقصان پہنچے[۳] اگر دوسری مسجد کی ضرورت ہو تو پھر وہاں مسجد بنائی جائے، اگر ضرورت نہ ہو

---

[۱] ولو كانت الاض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استئجار بيوتها وتكون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا فيؤجراها الخ البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، المحيط البرهانى ص۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع فى تصرف القيم، عالمگيرى كوئٹه ص۴۱۴ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم.

[۲] واما القبض والتسليم شرط لصيرورته مسجداً عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ فعندهما لا يصير مسجداً بمجرد البناء ما لم يوجد القبض والتسليم، المحيط الرهانى ص۱۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه ڈابهيل، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۲۹۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، تاتارخانيه كراچى ص۸۳۹ ج۵ كتاب الوقف، الباب الحادى والعشرون فى المساجد.

[۳] لما فتح الله تعالىٰ الامصار على يدعمر رضى الله تعالىٰ عنه امر المسلمين ان يبنواالمساجد وان لا يتخذوا فى مدينة مسجد ين يضار احد هما صاحبه(كشاف بيروت ، ص۲۱۴/ج۲/)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور پھر بھی مسجد بنائی جائے تو نماز بہر صورت درست ہو جائے گی، اور مسجد کی نماز کا ثواب ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۸۹ھ

محلّہ میں مسجد تعمیر ہونے کے بعد نماز کہاں ادا کی جائے؟

سوال:۔ شیخ انصاریوں نے مسجد کا سلسلہ قائم کیا اور بنیاد کھودی گئی اور پھر سب لوگوں نے چندہ دیا، اور تمام مسلم اس وقت پر جدوجہد کرتے رہے کہ مسجد تیار ہو جائے، لیکن ہم لوگوں کی بد قسمتی کہ تیار تو نہ کر سکے البتہ جھگڑا ضرور کر لیا برادران جھوجھہ تقریباً کاشتکار ہیں، اگر وہ اس زمین میں نماز پڑھنے آتے ہیں، تو لوگ اعتراض کرتے ہیں، اور مسجد کے قریب زیادہ تر برادران جھوجھہ ہی ہیں، اور کم برادران انصاری ہیں، یہ لوگ مسجد پر کوئی توجہ بھی نہیں کرتے، اذان بھی کبھی وقت پر نہیں ہوتی، کبھی کبھی جماعت بھی نہیں ہوتی ہے، اگر ان کو بطور مشورہ کے کہا جاتا ہے تو جھگڑا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسجد ہماری ہے، تقریباً چار سال کا عرصہ ہوا کہ اس میں نماز شروع کر دی تھی، ہم کو اس بات کا خوف ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے، اور ہم تباہ و برباد ہو جائیں، اگر کوئی ان کی برادری سے الگ کا انسان ان کو مسجد کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نے ایک بیٹھک بنادی ہے، اور حقہ بھر کر رکھ دیا ہے، بس جس کی سمجھ میں آئے پئے نہ پئے ہم تو کہنے کے لئے نہیں جائیں گے، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کا رہنا اس کے قریب ہے، ورنہ ہماری مسجد دوسری ہے جو ہمارے بڑوں کی تھی، اب ہم کو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم ہے یا مسجد سابق میں اور یہ سب باتیں محلّہ کی مسجد میں پیش آئی ہیں، براہِ کرم جواب عنایت فرمائیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، التفسیرات الاحمدیۃ ص ۳۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد محلّہ کی آباد رکھنا لازم ہے[۱] اس کو ویران چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے[۲] مسجد کسی کی ذاتی ملک نہیں، ہر مسلمان کو اس میں نماز پڑھنے کا حق ہے[۳] لیکن وہ جھگڑا کریں نماز نہ پڑھنے دیں تو پھر دوسری مسجد میں جا کر پڑھ لیا کریں، جھگڑا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۰ھ

مسجد قدیم میں پنجوقتہ نماز ہو اور جمعہ کے لئے مستقل مسجد بنائی جائے

سوال:۔ اگر کسی مسجد میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کرلیا کریں وہی ایک یا دو آدمی اور قریب ہی

---

[۱] وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب اليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحداً لأن لمسجد منزله حقا عليه فيؤدى حقه مؤذن مسجد لا يحضر مسجده احد قالوا يؤذن هو ويقيم ويصلي وحده وذلک احب من ان يصلي في مسجد آخر ولعل ما مر فيما اذا صلى فيه الناس فيخير بخلاف ما اذا لم يصل فيه احد لان الحق تعين عليه شامي كراچی ص۵۵۵ ج۱ باب الامامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، حلبي كبير ص۶۱۳ فصل في احكام المسجد، مطبوعه لاهور، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۶۷ ج۱ فصل في المسجد.

[۲] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعىٰ في خرابها (سورہ بقرہ آیت ۱۱۴/

ترجمہ:. اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہونا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور انکے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

[۳] واجمعت الا مة على ان البقعة اذا عينت للصلوٰة بالقول خرجت عن جملة الاملاک المختصة بربها وصارت عامة لجميع المسلمين (قرطبی، دارالفکر، ص ۷۵/ج۱/ الجزء الثانی، تحت قوله تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجد الله الخ سوره بقره آیت ۱۱۴)، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجد صرف جمعہ پڑھنے کے ارادہ سے بنائی جائے تو اس صورت میں اس قریب موضع میں مسجد صرف جمعہ کے لئے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد قدیم میں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے نہیں آتے اور دوسری جگہ جامع مسجد کی ضرورت ہے تو دوسری جگہ جامع مسجد بنانا جائز ہے[1] لیکن علاوہ جمعہ کے دوسری نمازیں بھی اس میں پڑھا کریں تاکہ وہ آباد رہے صرف جمعہ کے لئے مخصوص نہ کریں، اور مسجد قدیم کو حتی الوسیع آباد رکھنا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

الجواب صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/شوال ۵۷ھ

ایک مسجد کی ضد پر دوسری مسجد بنانا

سوال: ۔مسجد بنوانے والے سابقہ امام متولی کے ساتھ قبل ازیں تعمیر مسجد جعل سازی

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تتخذ المساجد فی الدور وان تطهر وتطییب سنن ابن ماجه ص۵۵ ابواب المساجد، باب تطهیر المساجد، مطبوعه اشرفی دیوبند، السنن الکبر للبیهقی ص۴۴۰ج۲ کتاب الصلاة، باب فی تنظیف المساجد، مطبوعه دار المعرفة بیروت، مجمع الزوائد ص۱۱۷ج۲ کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] لایجوز نقض المسجد ولابیعه ولا تعطیله وان خربت المحلة ولایمنع بناء المساجد (قرطبی، مطبوعه دارالفکر ،ص ۷۵/ج ۱/ الجزء الثانی تحت قوله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ الخ) سورۂ بقره تحت آیت ۱۱۴.

کر کے قید اور جرمانہ کا مستوجب ہوا تھا یعنی اس وقت مسجد کی تعمیر کی وجہ صرف امام مسجد متولی کے ساتھ بدلہ لینے کی ہے آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایک مسجد ضرورت کے موافق موجود ہے اور دوسری محض ضد کی وجہ سے بناتا ہے تو یہ ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] کل مسجد بنی مباهاة اورياء وسمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله اوبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار .(تفسير كشاف بيروت ،ص ۲۱۴/ج۲/ سورۂ توبه آيت:۱۰۷، التفسيرات الاحمدية ص۳۱۲، مطبوعه رحيميه ديوبند، روح المعانى ص ۱۱/۲۱، مطبوعه مصطفئيه ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

﴿غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا﴾

دوسرے کی زمین کو مسجد بنالینا

سوال: ۔زید نے ایک زمیندار شخص سے ایک زمین خریدی تھی، زید پاکستان چلا گیا، محکمہ کسٹوڈین جو کہ ایسے مکانات اور زمین کو سرکاری طور پر اپنے قبضہ میں کرتی ہے، جس کا کوئی مالک نہ ہو، اس محکمہ نے جب یہ دیکھا کہ زید پاکستان چلا گیا تو اس کی زمین اپنے قبضہ میں کرلیا یعنی گورنمنٹ کا ہوگیا، یہ محکمہ والے اس زمیندار کے گھر رہتے تھے، جس سے زید نے یہ زمین خریدی تھی، محکمہ والوں نے یہ زمین اسی زمیندار کو دیدی یا تو قیمتاً یا رشوتاً یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے گھر رہتے تھے، اس لئے بہرکیف مالک پھر بھی زمیندار بن گیا، اس کے بعد اس زمیندار سے اس زمین کو اس کے ساتھ کچھ حصہ ملا کر بکر، خالد، عمر، اکبر نے مل کر قبرستان کے لئے خرید لی، اس زمین کا لگان اور باقی جو زمین کے لئے ہوتی ہے، انہیں کے لئے آنی شروع ہوگئی، جو دلیل ہے اس بات کی کہ زمین کے مالک قانون حکومت کے اعتبار سے بکر وغیرہ ہوگئے، اس کے بعد ایک پارٹی اور تیار ہوئی، امیر، جمیل، رفیق کی انہوں نے بغیر اس مذکورہ مالک کی اجازت کے اس میں مسجد تعمیر کرلی، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر، خالد وغیرہ کی

نہیں، بلکہ یہ تو زید کی ہے، جو پاکستان چلا گیا یا کسٹوڈین والوں کی ہے، جنہوں نے زید کے پاکستان جانے کے بعد اس پر قبضہ کرلیا، اب مقصد سوال یہ ہے کہ بکر خالد اس زمین کا شرعی طور پر مالک ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ مسجد بکر کی بغیر اجازت کے بنی ہے، تو بکر زمین ہذا کا مالک بنا ہے یا نہیں؟ نیز اس زمین میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہوا یا نہیں؟ پھر اس میں نماز پڑھنا جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے مسجد بنائی وہ تو کسی جہت سے بھی مالک نہیں انہوں نے گویا زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنادی ہے، وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے[1]، بکر، خالد، عمر نے جب وہ زمین خرید لی تو ضابطہ میں وہ مالک ہوگئے، زید کے پاکستان چلے جانے سے جب محکمۂ گورنمنٹ نے اس پر مالکانہ قبضہ کرلیا تھا، تو زید کی ملک ختم ہوگئی تھی، مسجد بنانے کیلئے زید کی اجازت کی تو ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہ مالک ہی نہیں رہا تھا، البتہ مالک کا وقف کرنا اور مالک سے اجازت لینا ضروری تھا، اب اگر مالک خود اجازت دیدے اور اس کو مسجد قرار دیدے تو وہ شرعی مسجد بن جائے گی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

---

[1] تکرہ (الصلوٰۃ) فی ارض الغیر، شامی کراچی ص ۳۸۱، ج ۱، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ الی قولہ وبناء المسجد فی ارض الغصب، شامی زکریا ص ۴۴، ج ۲، المصدر السابق، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۹۱، کتاب الصلوۃ، فصل فی المکروھات، مطبوعہ مصر، حلبی کبیر ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ لاھور،

[2] الخامس من شرائطہ المالک وقت الوقف ..... اما لو وقف ضیعۃ غیرہ علی جھات فبلغ الغیر فاجازہ جاز بشرط الحکم والتسلیم، البحر الرائق ص ۱۸۸/۵، کتاب الوقف، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ.

کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا

سوال: ۔گاؤں والوں نے ایک زمین پر ناحق قبضہ کرلیا اور مقدمہ لڑا کر مقدمہ جیت لیا اور اس پر مسجد بنالی جبکہ ایک مسجد پرانی موجود ہے، اور وہ بھی نمازیوں سے پر نہیں ہوتی کیا یہ مسجد شرعی مسجد ہوگی، اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز ہوجائیگی، اور جس نے مقدمہ لڑا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی زمین پر ناحق قبضہ کرنا اور غلط مقدمہ لڑا کر اس کو حاصل کر لینا اور اس پر مسجد تعمیر کر لینا شرعاً درست نہیں[1]، یہ کوئی دین کا کام نہیں ہے، یہ تو ظلم ہے جبکہ ایک مسجد پرانی وہاں موجود ہے، وہی نمازیوں سے پر نہیں ہوتی تو دوسری مسجد بنانے کی کیا ضرورت ہے، تاہم اگر مسجد بنالی گئی تو اس کی جتنی قیمت ہے وہ مالک کو دی جائے یا اس کے عوض زمین دیجائے[2]، وہ مالک خوشی سے اپنی اس زمین کو مسجد کیلئے دیدے تو ٹھیک ہے اور شرعاً درست ہوجائیگی۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ او وکالتہ او ولایتہ علیہ وان فعل کان ضامنا، شرح المجلۃ ص ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۹۶، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

[2] حوالۂ بالا.

[3] الخامس من شرائطہ الملک وقت الوقف ..... اما لو وقف ضیعۃ غیرہ علی جھات فبلغ الغیر فاجازہ جاز بشرط الحکم والتسلیم، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸۸/۵، کتاب الوقف،

ارض مغصوبہ میں مسجد ودوکانیں

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: اول یہ کہ مسجد دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت بنانے کا ارادہ کرنا یا تعمیر شروع کرنا کیسا ہے، نماز ہوجاویگی یا نہیں، دوسرے کسی شخص کی زمین میں مسجد کے نام سے دوکان بنانی کیسی ہے؟ اوراس کی آمدنی مسجد کے کام میں خرچ کرنی کیسی ہے؟ اور یہ بھی بات ہے کہ زمین مسلمان کی ہے تو تب کیا حکم ہے؟ اوراگر غیر مذہب کی ہوتب کیا حکم ہےاوراگر وہ اجازت نہ دے تو کیا؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے مسجد بنانا جائز نہیں ہے[۱]، اوراس میں نماز مکروہ تحریمی ہے، دوسرے کی زمین میں مسجد کے لئے دوکان بنانا اوراس کی آمدنی کو مسجد میں خرچ کرنا بھی ناجائز ہے خواہ وہ مسلم کی زمین میں ہو یا غیر مسلم کی بلکہ غیر مسلم کی زمین میں بغیر اجازت تصرف کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ: ۲۷۰، دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعۃ دھلی)

[۲] قولہ وارض مغصوبۃ اولغیر عبارۃ الحاوی القدسی والارض المغصوبۃ فان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذالم تکن مذروعۃ فلو مذروعۃ اولکافر یصلی فی الطریق ای لان لہ فی الطریق حقا کمافی مختارات النوازل وفیھا تکرہ فی ارض الغیر لومزروعۃ اومکروبۃ الا اذاکانت بینھما صداقۃ اورای صاحبھا لایکرھہ فلابأس وفی الواقعات بنی مسجداً علیٰ سؤر المدینۃ لاینبغی ان یصلی فیہ لانہ حق العامۃ فلم یخلص للہ تعالیٰ کالمبنی فی الارض مغصوبۃ (شامی کراچی ص ۳۸۱/۱، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ ودخول البساتین وبناء المسجد فی ارض الغصب)

غیر وقف زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ ایک قریہ میں مسجد تعمیر ہورہی تھی، ابھی صرف بنیاد بھری تھی کہ تعمیر رک گئی دراصل اس کا کچھ حصہ غیر ملک تھا جواب گرام سماج کی ملکیت ہے جس کے متصل ہی ایک مکان بن گیا ہے، جس سے صرف پونے چار فٹ جگہ باقی رہ گئی ہے، جس سے اہل محلّہ کو تکلیف ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کی زمین کے پیچھے بھی مالک زمین سے اجازت نہیں لی تھی، اب جبکہ بنجر ہوگیا ہے، تو ایسی حالت میں گورنمنٹ سے بھی پٹہ وغیرہ نہیں ملا ہے تو اس حالت میں موجودہ مسجد اس زمین پر رہ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ زمین مالک نے وقف نہیں کی اور اب بھی وقف نہیں تو وہاں مسجد نہ بنائی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۹ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

سرکاری زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ ایک تالاب دھوبیوں کو الاٹ کیا گیا، تالاب کے پاس کچھ افتادہ زمین ہے، ہم نے اس پر چھان ڈال رکھی ہے، اور پانچوں وقت اسمیں نماز پڑھ لیتے ہیں، حکومت کے

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ: ۲۷۰، دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعۃ دھلی)

کاغذات میں بھی یہ جگہ مسجد ہی لکھی ہے، کچھ لوگ اس کو غصب کرنے کی وجہ سے ناجائز بتلاتے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین کسی خاص شخص کی ملک نہیں بلکہ افتادہ ملک سرکار ہے، اور سب کی اجازت ورضامندی سے وہاں اذان وجماعت ہورہی ہے، اور سرکار نے اس کو مسجد تسلیم کرلیا ہے، تو اس زمین کو غصب کہنا درست نہیں[1]، جو شخص اس کے مسجد ہونے میں رکاوٹ ڈالتا ہے، وہ غلطی پر ہے، اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، مسلمان وہاں باقاعدہ مسجد بنالیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سرکاری زمین پر مسجد

سوال:۔ عرصہ دراز سے ایک سرکاری زمین پر ایک خاندان قابض ہے، مگر سالانہ کرایہ سرکار کو ادا کرتے رہے، کچھ عرصہ پہلے اس خاندان نے اس زمین کا کچھ حصہ برائے مکتب اور مسجد وقف کردیا، گورنمنٹ نے اعتراض کیا مگر جب مسجد کا نام سنا تو اجازت دیدی

---

[1] التسليم فى المسجد ان تصلى فيه بالجماعة باذنه (عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۵/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، حتى انه اذا بنى مسجدا واذن للناس بالصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجدا، المحيط البرهانى ص ۱۲۴/ ۹، كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه ڈابهيل، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۲۹۰/ ۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا)

[2] ولايمنع بناء المساجد (قرطبى مطبوعه دارالفكر ص ۷۵/ ج ۱/ سورة البقره، تفسير الاية: ۱۱۴، الجزء الثانى)

اور زمین کی ایک حد مقرر کردی، اب مسجد بن گئی اور چھ سال سے جماعت ہو رہی ہے اور مکتب میں بچے پڑھ رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ یہ مسجد شرعی مسجد ہوگی یا نہیں؟ جبکہ زمین گورنمنٹ واپس نہیں لے گی۔

نوٹ:- سائل نے دو نقشے مسجد قدیم وجدید بھی سوال کے ساتھ بھیجے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب زمین ملکِ سرکار تھی، جن لوگوں کے تصرف میں تھی ان کی مملوک نہیں تھی، وہ اس کا کرایہ ادا کرتے تھے ان کو وقف کرنے اور مسجد ومکتب بنانے کا حق نہیں تھا[1] لیکن جب سرکار کی طرف سے مسجد ومکتب بنانے کی اجازت ہے، پھر سرکار اس کو خالی نہ کرائے گی نہ کرایہ وصول کرے گی، تو اس اجازت کے بعد حسب صوابدید مصلحت مسجد ومکتب کیلئے جگہ متعین کر کے ہر دو کی تعمیر درست ہے خواہ نقشہ سابق کے موافق ہو یا ردوبدل کر کے ہو[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۷ھ

---

[1] افادان الواقف لابدان یکون مالکه وقت الوقف ملکا باتاً (شامی کراچی ص: ۳۴۰/ ج: ۴/ کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، عالمگیری کوئٹه ص: ۳۵۳، ج: ۲، کتاب الوقف، الباب الاول، فتح القدیر ص: ۲۰۱، ج: ۶، اول کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة فهذا علی ثلاثة اوجه احدها اما ان امرهم بالصلاة فیها ابدا نصا بان قال صلوا فیها ابدا او امرهم بالصلاة مطلقا ونوی الابد ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجدا (هندیه کوئٹه ص ۲/۴۵۵، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۳/۲۹۰، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، محیط برهانی ص ۹/۱۲۵، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد)

سرکاری زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ ہمارا مکان لب سڑک ہے اس کے سامنے ہمارا صحن ہے جو کہ گورنمنٹ کی زمین کہی جاتی ہے، اور نشاندہی کی وجہ سے گورنمنٹ کی زمین کہی جاتی ہے، اس زمین پر ہم نے مسجد کی بنیاد ڈالدی ہے، جو ابھی چبوترہ کی شکل میں ہے جس پر پنج وقتہ نماز باجماعت ہو رہی ہے، تو اس زمین کو مسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

جبکہ وہ زمین گورنمنٹ کی ملک ہے، اور اس کی حدود میں ہے تو مسجد بنانے کے لئے گورنمنٹ سے باقاعدہ اجازت حاصل کرلی جائے، بلا اجازت مسجد بنانے میں خطرہ واندیشہ ہے شرعاً بھی قانوناً بھی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۷ھ

سرکاری زمین میں مسجد

سوال:۔ ہماری بستی کی آبادی تقریباً ۲۰ ہزار ہے جس میں چوتھائی مسلمان ہیں بستی

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ او وکالتہ او ولایتہ علیہ وان فعل کان ضامنا، شرح المجلۃ ص ۱/۶۱، رقم المادۃ: ۹۶، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

سے وضو، طہارت کی سہولتیں مہیا ہیں، عبادت گاہ کے اطراف میں سو گھر کی آبادی ہے، پنجگانہ نماز میں ۳۰ سے ۴۰ رنمازی ہوتے ہیں، دور سے عبادت گاہ کا حلیہ مسجد کی طرح نظر آتا ہے، لیکن چونکہ یہ عبادت گاہ سرکاری زمین میں بلا اجازت حکومت بنائی گئی ہے، اس لئے حکومت جب چاہے نابود کر سکتی ہے، تو ان حالات میں:۔

(۱) عبادت گاہ مسجد کہلائے گی یا نہیں؟

(۲) نمازی کو مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۳) بستی میں دیگر دو مساجد ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، تو کیا اس عبادت گاہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) بارش کے ایام میں دیگر دونوں مساجد میں عید کی نماز ہوتی ہے، تو کیا اس عبادت گاہ میں بھی نماز عید ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲/) بحالت موجودہ عبادت گاہ کا احترام مسجد ہی کی طرح کیا جائے گا، اور اس میں کوئی کام خلاف احترام مسجد نہ کیا جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب بھی مسجد ہی کا ملے گا۔

(۳) اس عبادت گاہ میں نماز جمعہ بھی ادا کر سکتے ہیں آخر پنجگانہ نمازیں پڑھتے ہی ہیں

(۴) یہاں بھی نماز عید ادا کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ

ریاست کی حاصل کردہ زمین پر مسجد

سوال:۔ ایک زمین کا سالانہ لگان ریاست کو دینا پڑتا ہے جس سے واضح ہے کہ

ریاست زمین کی مالک ہے، اس حالت میں اس زمین کو وقف علی اللہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریاست سے وہ زمین سالانہ لگان پر جو حاصل کی ہے اگر اس کو مالکانہ تصرفات کے حق کے ساتھ ملی ہے اگر چہ لگان بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کو تملیکاً دیدی ہے تو اس کا وقف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۸۹ھ

بلا اجازت وارث زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ محمد حسین مرحوم، امیر حسین مرحوم، وزیر حسین تینوں حقیقی بھائی تھے، اس میں سے محمد حسین مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی، اور نہ ہی اہلیہ زندہ ہیں، امیر حسین مرحوم کے دو لڑکیاں جمیلہ اور جلیلہ اور ایک حقیقی پوتہ محمود جو کہ اس وقت پاکستان میں موجود ہے، وزیر حسین مرحوم کے دو پوتے ہیں، نفیس الحسن اور حبیب الحسن ہیں جو کہ بھوپال میں ہیں۔

(الف) دریافت طلب یہ ہے کہ محمد حسین اور امیر حسین مرحوم کی افتادہ زمین اور مکان جو موجود ہے، اس کے وارث صحیح پاکستان میں رہتے ہیں، امیر حسین مرحوم کی لڑکیاں جلیلہ اور جمیلہ اور پوتا محمود ہونگے، یا محمد حسین مرحوم اور امیر حسین مرحوم کے بھائی وزیر حسین مرحوم کے پوتے نفیس الحسن اور حبیب الحسن جو کہ ہندوستان میں موجود ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ:۔

(ب) محمد حسین مرحوم نے مرنے سے قبل اپنی بھائی کی اہلیہ مرحومہ سے وصیت کردی تھی کہ میری جائیداد سے وزیر حسین مرحوم کے بیٹے یا پوتے کو کچھ نہ دیا جائے، اور اسی طرح

---

[1] واما شرائطه فمنها الملک وقت الوقف بحذف (عالمگیری مصری ص ۳۵۳/ج ۲/ الباب الاول من کتاب الوقف. مجمع الانهر ص ۲/۵۶۷، اول کتاب الوقف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۵/۱۸۸، اول کتاب الوقف.

محمد حسین مرحوم کی بھابی اہلیہ امیر حسین مرحوم نے بھی وصیت کر دی تھی، کہ وزیر حسین کے بیٹے یا پوتوں یعنی نفیس الحسن اور حبیب الحسن کو کچھ نہ دیا جائے۔

(ج) محمد حسین مرحوم اور امیر حسین مرحوم کے مکان ونزد اس کے صحن کی زمین پر کچھ پڑوس کے لوگوں نے چندہ سے مسجد بنانا شروع کر دی ہے، اور کسی بھی وارث سے اجازت نہیں لی ہے، لہٰذا ایسی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے؟

(د) اور اسمیں چندہ دینا اور نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور یہ مسجد مسجد کا حکم رکھتی ہے یا نہیں، مسجد بنوانیوالے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم کسی نہ کسی وقت وارثان سے یہ زمین خرید لیں گے، یا ان سے اجازت لے لیں گے، ان کا یہ کہنا اور خیال از روے شرع کچھ وقعت رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) امیر حسین کا ترکہ افتادہ زمین وغیرہ تین حصے قرار دیکر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک حصہ جمیلہ کو ملے گا، ایک حصہ جلیلہ کو ملیگا، ایک حصہ محمود کو ملے گا،[1] محمد حسین کا انتقال اگر ایسے وقت ہوا کہ امیر حسین وزیر حسین اور اس کا لڑکا پہلے انتقال کر چکے تھے، تو محمد حسین کا ترکہ (افتادہ زمین وغیرہ) تین حصے بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک حصہ محمود کو ملیگا، ایک حصہ نفیس الحسن کو ملے گا، ایک حصہ حبیب الحسن کو ملے گا،[2] کسی دوسرے ملک میں جا کر رہنے سے

---

[1] واما النساء فالاولیٰ البنت ولها النصف اذاانفردت وللبنتین فصاعداً الثلثان (هندیه مکتبه رحیمیه دیوبند ص ۴۰۳/ج۴/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، سراجی فی المیراث ص ۱۲، فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند) الباب الثالث فی العصبات، وهم کل من لیس له سهم مقدر ویأخذ مابقی من سهام ذوی الفروض (الیٰ قوله) فاقرب العصبات الابن ثم ابن الابن الخ (هندیه مکتبه رحیمیه دیوبند ص ۴۰۴/ج۴/ کتاب الفرائض، الباب الثالث، سراجی فی المیراث ص ۵، مطبوعه یاسرندیم دیوبند)

[2] أما العصبة بنفسه وهم اربعة اصناف (الیٰ قوله) ثم جزء أبیه ای الاخوة ثم بنو هم وان سفلوا (السراجی فی المیراث ص ۲۲/ باب العصبات، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات)

حصہ وارث ختم نہیں ہوگا۔[1]

(ب) شرعاً یہ وصیت معتبر نہیں شریعت نے جو حق جس وارث کا مقرر کر دیا ہے وہ ایسی وصیت سے ختم نہیں ہوگا۔[2]

(ج) جب تک زمین کے مالک اجازت نہ دیں وہاں مسجد بنانا جائز نہیں، اس میں چندہ نہ دیا جائے، وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی، اولاً مالکان سے اجازت حاصل کی جائے یا ان سے زمین خریدی جائے تب مسجد بنائی جائے۔[3]

(د) یہ تجویز غلط ہے قابل عمل نہیں پہلے اجازت لیں ورنہ شرعاً غاصب شمار ہونگے۔[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۹ھ

---

[1] والرابع اختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا حقيقة اوحكما (الىٰ قوله) بخلاف المسلمين قوله بخلاف المسلمين اى اختلاف الدارين لايؤثرفى حق المسلمين (درمختار على الشامى كوئٹه ص ۵/۵۴۲، كتاب الفرائض، سراجى فى الميراث ص۸، فصل فى الموانع، ياسرنديم ديوبند، الدرالمختار على الشامى كراچى ص۶/۷۶۷، كتاب الفرائض)

[2] وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة، (مشكوة شريف ص ۱/۲۶۶، باب الوصايا، الفصل الثالث، قبيل كتاب النكاح)

[3] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولاولايته (درمختار على الشامى كوئٹه ص ۵/۱۴۰، ومطبوعه زكريا ص ۹/۲۹۱، كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانى كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

[4] لايجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولاولايته (درمختار على رد المحتار كوئٹه ص ۵/۱۴۰، ومطبوعه زكريا ص ۹/۲۹۱، كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات ودوکانیں بنانا

سوال:۔ مسجد سے متصل ایک افتادہ زمین پڑی تھی جس میں ملبہ بہت تھا، جب ملبہ صاف کیا گیا تو مکان کی دیواریں نکل آئیں، ۸۰/سالہ افراد سے معلوم کیا مگر جواب ملا کہ ہماری پیدائش سے یہی حالت تھی، اب اس افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات یا دوکانات بنوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین مسجد کی ملک ہے جیسا کہ سائل سے زبانی معلوم ہوا تو وہاں مسجد کے مصالح کے لئے مکان یا دوکان اہل الرائے کے مشورہ سے بنا دینا درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۴/۸۹ھ

دوسرے کا مکان مسجد کو دینے سے وہ مسجد کا نہیں ہوجاتا

سوال:۔ میرے ایک عزیز کا مکان تھا جو پاکستان چلے گئے تھے، میں ہی اس کی دیکھ بھال کرتا تھا، بعد کو میں نے اس کو مسجد کو دیدیا، مکان بالکل خالی اور گرا ہوا ہے، اب مجھے اس کی ضرورت ہے، میں اس میں خود ہی رہنا چاہتا ہوں، مسجد والوں کو صرف زبانی ہی کہدیا تھا کہ

---

[1] هٰكذا يفهم ممافي الهنديه ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استجار بيوتها كان للقيم ان يبنى فيها بيوتاً فيواجرها (عالم گيرى كوئٹه، ص ۴۱۴/ج ۲/ كتاب الوقف الباب الخامس، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۳/۳۰۰، باب الرجل يجعل داره مسجدا الخ، فتح القدير ص ۶/۲۴۱، كتاب الوقف، الفصل الاول فى المتولى، مطبوعه دارالفكر بيروت)

میرے پاس کافی جگہ ہے تم ہی اس کو مسجد میں رکھ لینا، لکھا پڑھی کچھ نہیں تھی، اب جبکہ مجھے اس کی ضرورت ہے میں نے ان سے کہا تو وہ منع کرتے ہیں، میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مسجد کو کچھ پیسہ دیدوں، مگر وہ نہیں مانتے، اب آپ لکھیں کہ وہ میرا حق ہے یا نہیں؟

نوٹ:- مالک مکان جو پاکستان میں موجود ہے، اس نے مجھ کو یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کر دو یا مسجد میں دو اصل مالک تو وہی ہے، اور یہ کام میری غلطی یا ناسمجھی سے ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ آپ اس مکان کے مالک نہیں، بلکہ اس کی دیکھ بھال کے فقط ذمہ دار ہیں تو آپ کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کو مسجد میں دیدیں یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں[1]، اپنے ذاتی پیسہ سے مسجد کی جس قدر خدمت واعانت کریں سب موجب اجر وثواب ہے[2]، البتہ مالک مکان کی اجازت کے تحت آپ کو استعمال کرنے کا صرف حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۹/۳/۹۴ھ

---

[1] لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنه، قواعد الفقه ص ۱۱۰، الرسالة الثالثة رقم القاعدة: ۲۷۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۹/۲۹۱، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بلا اذنه ولا ولایته، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعة الاسلام دهلی.

[2] ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لانه مما یجری للانسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار، عمدة القاری ص ۲/۲۰۹، الجزء الرابع کتاب الصلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

پرانی مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا

سوال: ۔عرصہ دس سال کا ہوا ہمارے یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی گئی جس پر ہندو مسلم تنازعہ پیدا ہوا اور تعمیر مسجد رک گئی مگر اذان ونماز جمعہ اس میں برابر ہورہی ہے، مگر اب ہندو لوگ کہتے ہیں کہ اس جگہ کو چھوڑ کر تم کسی دوسری جگہ مسجد بنالو اور اس زمین کو کسی دوسرے کام میں استعمال کرلو، مثلاً اسلامیہ مدرسہ بنالو اور یہ زمین مسجد کے نام سے رجسٹری ایک مسلمان نے کرادی ہے، ایسی صورت میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہاں اذان وجماعت دس سال سے ہورہی ہے، تو اذان وجماعت کو بند نہ کریں بدستور جاری رکھیں، وہ جگہ شرعاً مسجد ہے[1]، اس کو کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص نہ کریں، نہ اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنائیں[2] اگر اس کی چہار دیواری نہیں ہے تو چہار دیواری بنا کر دروازہ لگا کر محفوظ کردیں، اور پانچوں وقت اذان وجماعت کا اہتمام رکھیں، اتنی بات پر دوسروں کو بھی اعتراض نہیں، اگر فساد کا اندیشہ ہے تو ایسی پختہ مسجد نہ بنائیں البتہ اس میں تعلیم قرآن شریف کا انتظام کردیں کہ وہاں تعلیم بھی ہوا کرے اور نماز بھی، حسب ضرورت بچوں کے بیٹھنے کے لئے سائبان وغیرہ کا انتظام کرلیں[3] جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا مسجد بن جائے گی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

---

[1] التسلیم فی المسجد أن تصلیٰ فیه الجماعة باذنه (الهندیه ،کوئٹه ،ص ۴۵۵/ج ۲/ کتاب الوقف،الباب الحادی عشر) شامی کراچی ص۳۵۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، محیط برهانی ص۱۲۴ ج۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا

سوال: ۔ چہ میفر مایند علماء دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسجدے بوجہ تفرق اہل محلّہ ویران شدہ است نہ اذان نہ چراغ بل نوبت بایخجا رسید کہ اسباب منقولش را مال غنیمت می شمارند حتیٰ کہ دلو وفرش وغیرہ ازاں دزدیدہ شد، اغلب ایں است کہ ہیچ از منقولش باقی نماند و باقی مسجدے خود موجود است آدمی خواہد کہ ویرا نقل کردہ بجائے دیگر کہ شدید الاحتیاج الی المسجد است بنائے جدید سازد روا باشد یا نہ بر تقدیر ثانی اگر نقل کردہ بمسجد ثانی نماز ادا شود یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر آنست کہ اسبابش بسوئے مسجد اقرب نقل کردہ شود بمشورۂ ارباب حل وعقد محلّہ اگر ایں سہل نباشد در بنائے مسجد جدید صرف نمودن روا خواہد شد واحترام مسجد قدیم نیز علی حالہ خواہد ماند[1] وبمسجد جدید نماز گزاردن وجائے کہ آن وقف شدہ باضابطہ حکم مسجد شرعی یافت بے دغدغہ روا خواہد شد، والادلۃ فی ردالمحتار[2] ص۵۷۴/ج۲/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ۲ ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى. (درمختار مع الشامى كراچى، ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره)، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فى احكام المساجد، سكب الأنهر ص ۵۷۹ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

۳ تعليم الصبيان فى المسجد لا بأس به، شامى كراچى ۴۲۸ ج۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، هنديه كوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ قبيل الباب الثامن فى صلوة الوتر.

(صفحہ ہذا) ۱ ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى وعن الثانى ينقل الى مسجداٰخر باذن القاضى فيصرف وقف المسجد الىٰ اقرب مسجد الدرمختار مع رد المحتار، كراچى ،ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف،مطلب فيما لوخرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کی اینٹیں، پتھر جوتے رکھنے کی جگہ لگانا

سوال:۔ایک چھوٹی سی مسجد تھی اس کو شہید کر کے بڑی مسجد بنائی گئی، اس کا فرش صحن پتھر کا تھا، وہ پتھر نالی سے باہر جوتے اتارنے کی جگہ لگادیا گیا، اب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جس پتھر پر سجدہ ہوتا تھا آج وہ پتھر جوتے اتارنے کی جگہ لگادیا ہے، جس سے بے حرمتی ہوتی ہے، بہر حال اس پر جوتے اتارنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پتھر ایسی جگہ نہ لگائے جاتے تو بہتر تھا، جہاں جوتے نکالے اور رکھے جاتے ہیں، کیوں کہ یہ خلاف تعظیم ہے "**ویجوز رمی براية القلم الجديد ولاترمی براية المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لايلقىٰ فی موضع يخل بالتعظيم كذافی**

---

[1] ويزول ملكه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجداً قلت وفی الذخيرة وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس للصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجداً، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۴،۵۴۵ج۶ كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد، المحيط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، عالمگيری كوئٹه ص۴۵۵ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

(گذشتہ صفحہ کے سوال وجواب کا ترجمہ) سوال:۔علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، کہ ایک مسجد اہل محلّہ کے متفرق ہوجانے سے ویران ہوگئی ہے، کہ نہ اذان نہ چراغ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسباب منقولہ کو لوگ مال غنیمت شمار کرتے ہیں، حتی کہ اس کا ڈول چٹائی وغیرہ چرالئے گئے، اغلب یہ ہے کہ کوئی چند اسباب منقولہ سے باقی نہیں رہی باقی خود موجود ہے ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کو منتقل کر کے دوسری جگہ جہاں مسجد کی شدید حاجت ہے جدید مسجد بنائے یہ جائز ہے یا نہیں برتقدیر ثانی اگر منتقل کرلی گئی تو مسجد ثانی میں نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا سامان محلّہ کے ارباب حل وعقد کے مشورہ سے قریب ترین مسجد میں منتقل کردیا جائے، اگر یہ سہل نہ ہو تو جدید مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، اور مسجد قدیم کا احترام بھی علیٰ حالہ باقی رہے گا، اور مسجد جدید میں نماز ادا ہونا اور اس جگہ میں جو وقف ہو کر باقاعدہ مسجد بنے گی بے شبہ درست ہوگا۔ ردالمحتار میں دلائل موجود ہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

القنية اھ عالم گیری،[1] ص ۹۵ / ج ۴ / "تاہم اب جبکہ ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو ان کا وہ حکم نہیں جو مسجد کے فرش میں لگے ہوئے کا تھا" لاحرمة لتراب المسجد اذاجمع ولهٗ حرمته اذابسط اھ بحر[2] ص ۲۵۰ / ج ۵ / . فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

نئی مسجد اور پرانی مسجد میں نماز

سوال:۔ ضلع ۲۴ / پرگنہ کے ایک قصبہ میں تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایک چھوٹی سی جامع مسجد تھی، اور اس میں صرف ۲۰/۲۲ / کے قریب نمازی نماز پڑھتے ہیں، اسکے بعد آج سے تقریباً ایک سو سال قبل ایک زمیندار آدمی نے چاہا کہ یہ مسجد چھوٹی سی ہے مصلیان کا گزارا نہیں ہوسکتا، اس لئے وہ مسجد کے نام پر ایک سو بیگہ دھان زمین اور ایک بالا خانہ وقف کر دیا اور بہت بڑا شاندار پانچ گز والا ہے بجلی اور پنکھے بھی لگوا دیئے ہیں، اور اب اس میں ساٹھ پینسٹھ مصلی نماز پڑھتے ہیں جب وہ مسجد بنائی گئی اس وقت کوئی جھگڑا وغیرہ بھی نہیں ہوا اور سب نے مل جل کر مسجد بنائی اور سب کے سب ملکر آج تک نماز پڑھ رہے ہیں۔

ابھی دو ایک آدمی بتلا رہے ہیں کہ پہلے والی چھوٹی مسجد کا گھر نہیں ہے، اور اس مسجد سے یہ جو نئی مسجد جو کہ تقریباً ۲۵/۳۰ / ہاتھ کے فاصلہ پر ہے مگر وجہ یہ ہے کہ اس چھوٹی سی مسجد کے تینوں طرف قبرستان ہے اس لئے بڑی مسجد اس کے ساتھ (ملاوٹ) ایک ساتھ نہیں لگا سکتے البتہ وہ جگہ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ، ۳۲۴ ج ۵ کتاب الکراهية، الباب الخامس فی اداب المسجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۲۲ ج ۱ قبیل باب المیاہ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۱۵ باب الحیض والنفاس.

[2] بحر کوئٹہ، ص ۲۵۰ ج ۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۱ ج ۵ کتاب الکراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد.

بیکار پڑی ہوئی ہے، تو اب چھوٹی مسجد کے بارے میں کیا حکم ہوگا چھوٹی مسجد کے تینوں طرف قبرستان ہے ویسے آج تک سب لوگ اس نئی مسجد میں نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، لہٰذا اس چھوٹی مسجد کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا میں نے یہ کہا کہ جب مسجد کے اردگرد قبرستان ہے، تب وہ چھوٹی سی جگہ ۲۲/۲۵ آدمیوں کے نماز پڑھنے کا وہ قبرستان میں لگا دینے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ شرعی طریقہ پر مسجد بنادی گئی ہے، اور وہاں اذان جماعت شروع ہوجائے، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو جب نئی مسجد بنائی گئی تو اس میں بھی اذان جماعت سب درست ہے پرانی مسجد کا کوئی نشان اب موجود نہیں، لیکن اگر دلیل سے ثابت ہوجائے کہ یہاں سے یہاں تک مسجد تھی تو اب اس کو قبرستان کے کام میں لانے کی اجازت نہیں، بلکہ اس جگہ کو گھیر کر محفوظ کردیا جائے، تاکہ وہاں مردے دفن نہ ہوں اور اذان نماز سے اس پرانی چھوٹی مسجد کو بھی آباد کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۹/۹۱ھ

---

[1] ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى، در مختار على الشامى كوئٹه، ص ۴۰۶ ج ۳ كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، شامى زكريا ص ۵۴۸ ج ۶ المصدر السابق، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ كتاب الوقف، فصل طبع بيروت،

فصل پنجم:- پرانی مسجد کے احکام

پرانی مسجد کو گرانا

سوال:۔ کیا سابق متولی کی اجازت کے بغیر مسجد گرائی جائے، عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کیوں گرائی ہے، کیا پرانی ہوگئی تھی، یا جگہ ناکافی تھی یا کوئی اور بات ہے اس کو صاف صاف لکھا جاوے، تب جواب ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیر کرنا

سوال:۔ (۱) کسی محلّہ میں ایک مسجد جس کی دیواریں اور محراب پختہ ہیں، اور اس کی چھت اسپلٹو کی مگر کثرت مصلی کی وجہ سے اہل محلّہ نے ایک اور حصہ اس کے متصل بڑھا دیا جس کی تھونیاں لوہے کی ہیں، اور بھونچال کی وجہ سے مسجد قدیم کی دیواریں پھٹ گئیں، اب یہ محلّہ والے چاہتے ہیں کہ دونوں کو توڑ کر ایک پختہ مستحکم بڑی مسجد بناویں تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ ”وفی الجزء الثانی من البخاری[1] عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما ان المسجد کان علیٰ عھدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مبنیاً باللبن وسقفہ الجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزدفیہ ابوبکر شیئاً وزاد فیہ عمروبنا ہ علیٰ بنیانہ فی عھدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باللبن والجرید واعاد عمدہ خشباً

[1] بخاری شریف ص ۶۴ ج ۱ کتاب الصلاۃ، باب بنیان المسجد، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ثم غیره عثمان فزاد فیه زیادة کثیرة وبنیٰ جداره بالحجارة المنقوشة والقصة وجعل عمده من حجارة منقوشة وسقفه بالساج قوله ثم غیر عثمان" سے اخیر تک کس بات کا مؤید ہے۔

(۲) اگر کسی کچی مسجد یا نیم کچی مسجد کو استحکام اور مضبوطی کے واسطے توڑ کر اہل محلّہ پختہ مسجد بنانا شروع کر دیویں پھر رفتہ رفتہ چندہ وصول کر کے مسجد کے کل کام کو پورا کرتے رہیں، اور نماز پنجگانہ وغیرہ اس کے قریب یا بعید دوسری جگہ ادا کرتے رہیں، تو اس طرح مسجد بنوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) فی الکبریٰ مسجد مبنی ارادرجل ان ینقضه ویبنیه ثانیا احکم من البناء الاول لیس له ذٰلک لانه لاولایة له کذافی المضمرات وفی النوازل الا ان یخاف ان ینهدم ان لم یهدم کذافی التتار خانیه وتاویله اذالم یکن البانی من اهل تلک المحلة واما اهل المحلة فلهم ان یهدموا ویجددوا بنائه ویفرشوا الحصیر ویعلقوا القنادیل لکن من مال انفسهم امامن مال المسجد فلیس لهم ذٰلک الا بامر القاضی کذافی الخلاصة فتاویٰ عالم گیریہ[1] اس عبارت سے نفس سوال کا جواب اور حدیث شریف کا محمل وفقہ سے تطابق واضح ہو گیا۔

(۲) مستحکم مسجد بنانے کا حکم تو نمبر ۱ سے معلوم ہو گیا اور بصورت جواز مسجد بناتے وقت جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے مقام پر نماز پڑھنا مسجد بنانے میں مخل نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ عالمگیری مطبوعه کوئٹه ۴۵۷/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، شامی زکریا ص۵۴۶ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص۱۲۷ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد بنانا

سوال:۔ یہاں پر ایک پرانی جامع مسجد تھی، عوام الناس نے ملکر اس کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ۱۲ر گز کے فاصلہ پر عمدہ جامع مسجد بنائی، درمیان پرانی جامع مسجد کے اور نئی کے صرف سڑک ہے جو تقریباً ۱۲ر گز کی ہوگی، سڑک سے بائیں جانب پرانی مسجد ہے، اور داہنی طرف نئی جامع مسجد ہے، تقریباً ۹ر برس تک نئی جامع مسجد میں نماز ہو چکی ہے، اس وقت بعض علماء نے فتویٰ دیا کہ نئی مسجد مسجد نہیں ہے، پرانی جامع مسجد میں نماز پڑھنا چاہئے، اس لئے لوگوں نے یعنی عوام الناس نے اس نئی مسجد کو چھوڑ کر پھر دوبارہ جامع مسجد میں نماز پڑھنا شروع کر دیا، شرعاً کوئی ایسی وجہ نہ تھی کہ پرانی جامع مسجد کو چھوڑ کر مثلاً جگہ بھی تھی یعنی مسجد کے پیچھے جگہ مسجد کے لئے تھی گو داہنی جانب سڑک تھی، اور بائیں طرف کسی کا گھر تھا، اور سامنے اور پیچھے جگہ تھی، جب پرانی مسجد میں نماز دوبارہ پڑھنی شروع ہوئی تو بعض عالموں نے فتویٰ دیا کہ مسجد نئی اتفاق سے بنی ہوئی ہے، یہی مسجد ہے اور اس میں نماز جائز ہے، پرانی مسجد کے جائز کرنے والوں نے عالمگیری[1] ص۴۴۳ر ج۲ر متولی مسجد "جعل منزلاً موقوفاً علی المسجد مسجداًوصلی الناس فیه سنین ثم ترک الناس الصلوٰة فیه فاعید منزلاً جاز لانه لم یصح جعل المتولی ایاه مسجداً" دکھلایا تو اس کے جواب میں نئی مسجد کے جائز کرنے والوں نے جواب دیا کہ یہ مسجد کے وقف میں ہوا اور یہاں ایسا نہیں ہے، پھر ان کو کہا گیا کہ انتقالِ مسجد ایسی صورت میں جائز نہیں، انہوں نے کہا جائز ہے، برائے مہربانی مطلع فرمائیں، کہ آیا نئی مسجد، مسجد ہے یا نہیں؟ اور انتقال مسجد ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کا اطلاق کتب فقہ میں جامع مسجد پر آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس تمام تحریر میں پہلی مسجد کو چھوڑنے اور دوسری مسجد بنانے کی وجہ بیان نہیں کی کہ آخر ایسا

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

کیوں کیا، اگر پرانی مسجد میں جگہ موجود تھی، پھر اس کے مقابلہ یا محض نام ونمود وشہرت وفخر کے لئے دوسری مسجد بنائی گئی ہے تو اس کا بنانا درست نہ تھا، اس کے بنانے سے ثواب نہیں ہوگا، ''وقیل کل مسجد بنی مباهاة اورياء وسمعة اولغرض سواء ابتغاء وجه الله تعالیٰ اوبمال غيرطيب فهولا حق بمسجدالضرار قال صاحب الكشاف وعن عطاء لما فتح الله الامصار علیٰ يد عمرؓ امرالمسلمين ان يبنوا المساجدوان لايتخذوافی مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه، هذا الفظه فالعجب من المشائخين المتعصبين فی زماننا يبنون فی كل ناحية مساجد طلباً للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بابائهم ولم يتاملوا مافی هذه الاية والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم اھ الاکلیل[1] ص۲۸۴/ج۴/تاہم وہ جبکہ باقاعدہ مسجد بن گئی تو وہ شرعی مسجد ہے اس میں نماز درست ہے اگر کسی اور وجہ سے نئی مسجد بنائی گئی ہے تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی اور وجہ ترجیح نہ ہو تو مسجد قدیم میں نماز افضل ہے لیکن کسی مسجد کو بلا وجہ معطل کرنا شرعاً درست نہیں[2] نماز وجماعت دونوں میں ہونی چاہئے، اور جس کے قریب جو مسجد ہو وہ وہاں نماز پڑھے، جامع مسجد پر کتب فقہ میں مسجد کا اطلاق بطریق اوّل آتا ہے، وہاں نماز کی کیفیت پانچ سو نماز کے برابر حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے[3] اور جامع مسجد میں اعتکاف کی

---

[1] كشاف بيروت، ص۲۱۴ ج۲، سورۂ توبه تحت آيت ۱۰۷ تفسيرات احمديه ص۳۱۲ مطبوعه رحيميه ديوبند، روح المعانی ص۳۱ ج۱۱ مطبوعه مطصفائيه ديوبند.

[2] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعی فی خرابها سورۂ بقره آيت ۱۱۴.

[3] عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم صلوٰة الرجل فی بيته بصلوٰة وصلاته فی مسجد القبائل، بخمس وعشرين صلاة وصلاته فی المسجد الذی يجمع فيه بخمس مأة صلاة الحديث ابن ما جه ص۱۰۲ ما جاء فی قيام شهر رمضان، ماجاء فی الصلاة فی المسجد الجامع، مطبوعه اشرفی ديوبند، مشكوٰة ص۷۲ باب المساجد، الفصل الثالث، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، كنز الاعمال ص۵۵۴ ج۷ الباب الرابع فی صلاة الجمعة، الفصل الاول فی الترغيب فيها، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت.

فضیلت کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے[1] "واختلفوا هل الافضل مسجد حيه ام جماعة المسجد الجامع وان استوىٰ المسجد ان فاقدمهما افضل فان استويا فاقربها،[2] اهـ طحطاوی، ص ۱۵۶، عبارت عالمگیری سے صورتِ مسئولہ کو کوئی تعلق نہیں، اس سے استدلال بالکل بے محل ہے اور مجیب نے اس کا جواب صحیح دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الثانی ۶۷ھ

پرانی مسجد کو گرا کر نئی مضبوط مسجد تعمیر کرنا

سوال:۔ شہر کی جامع مسجد قدیم زمانہ کی ہے اور چھوٹی ہے اب اس کو از سرِ نو بنانے کا ارادہ ہے تاکہ مسجد بڑی ہو سکے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس کو گرا نہیں سکتے صرف آس پاس سے بڑھا سکتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس کو شہید کر کے از سر نو بنایا جائے، اس پر شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پوری مسجد کی قدیم عمارت جبکہ وہ پختہ اور مضبوط ہو شہید نہ کریں، بلکہ موقع کے مناسب آگے پیچھے دائیں بائیں سے حسب صوابدید اس میں اضافہ کرلیں، لیکن اگر مسجد قدیم کے بانی اور اب جدید بنانے والے سب ایک ہی محلّہ کے لوگ ہیں، تو ان کو حق ہے کہ تمام مسجد کو از سر نو تعمیر کرلیں، "مسجد مبنی ارادرجل ان ينقضه ويبنيه (ثانيا) احكم (من البناء الاول)

---

[1] واما افضل الاعتكاف ففى المسجد الحرام ثم فى مسجده صلى الله عليه وسلم ثم فى المسجد الاقصى ثم فى الجامع، شامی زکریا ص ۴۲۹ ج ۳ باب الاعتكاف، تبيين الحقائق ص ۳۵۰ ج ۱ باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۲۱۱ ج ۱ الفصل السابع فى الاعتكاف.

[2] طحطاوی على المراقى، مطبوعه مصطفىٰ البابى الحلبى بمصر، ص ۲۳۲، باب الامامة، كتاب الصلوة، شامی زکریا ص ۴۳۲ ج ۲ باب ما يفسد الصلاة، مطلب فى افضل المساجد، حلبى كبير ص ۶۱۳ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

لیس له ذلک لانه لاولایة له (کذافی) المضمرات(وفی النوازل) الان یخاف ان ینهدم ان لم یهدم کذافی التتارخانیه وتاویله اذالم یکن البانی من اهل تلک المحلة واما اهلها فلهم ان یهدمواویجددوابنائه(شامی کراچی ،ص۳۵۷/ج۴[1]/کتاب الوقف"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

قدیم مسجد کو منہدم کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک قدیم مسجد منہدم کردی گئی، اور دوسری مسجد اس کے پاس بنائی گئی جو عرصہ بیس سال سے آباد ہے، اور پہلی جگہ ویران غیر آباد ہے تو اس قدیم مسجد کو دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا اور اس کو جدید مسجد کے کام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہاں مسلمان موجود ہیں تو اس کو بھی آباد کریں، یہ طریقہ جائز نہیں تھا کہ اس کو منہدم کردیں، تب دوسری جگہ مسجد بنائیں، ایسا کرنے والے گنہگار ہوئے، اب پرانی مسجد کی جگہ دوکانیں نہ بنائیں، بلکہ وہاں بھی اذان وجماعت شروع کردیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۸۹ھ

---

[1] شامی زکریا ص۵۴۶ج۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۷ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۱ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[2] ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰه ان یذکر فیهااسمه وسعیٰ فی خرابها (سورہ بقرہ، پارہ۱/آیت۱۱۴)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن) قال البیضاوی تحت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کو آباد کرنا

سوال:۔ میں نے تعمیر مکان کے لئے زمین خریدی، اس زمین کے احاطہ میں ایک گوشہ میں ایک قطعۂ زمین ۶ رفٹ لمبی ۱۵ رفٹ چوڑی مسجد کے نام سے گھری ہوئی ہے، دیواریں تین فٹ سے زائد اونچی ہیں، اور لوگ بتلاتے ہیں کہ کسی وقت یہاں نماز ہوا کرتی تھی، مگر سالہا سال سے اس میں اذان اور نماز قطعاً موقوف ہے، اس محلّہ میں دو مسجدیں اور ہیں جہاں باقاعدہ نماز واذان پنجگانہ ادا ہوا کرتی ہے، تو اس زمین کو فروخت کر کے محلّہ کی دوسری مسجد میں اس کے روپے کو لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا پھر مسجد کے نام سے ہی باقی رکھا جائے، یا اس کی تعمیر ضروری ہے؟ یا اس میں نماز ادا کرنا ہی ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ معلوم ہے کہ نماز ادا ہوا کرتی تھی، اور اس کی ہیئت بھی بتاتی ہے کہ یہ قطعۂ زمین جداگانہ ہے کسی کے مکان کا جزو نہیں ہے اور تین فٹ سے زائد اونچی دیواروں سے گھیرا ہوا ہے، اور کوئی ملک کا مدعی نہیں، اس لئے اس کو فروخت نہ کیا جائے، اگر اس کی تعمیر کے اہل محلّہ میں گنجائش نہیں تو بغیر تعمیر ہی وہاں اذان ونماز وجماعت کا انتظام کیا جائے، آہستہ آہستہ اس کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قوله تعالیٰ "وسعیٰ فی خرابها" بالهدم او التعطیل (بیضاوی شریف، مطبوعه دارالفکر، ص۳۸۶/ج۲) ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الإمام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی الدر المختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۹۵ج۲ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۱ اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا

سوال:۔ ایک مسجد جو تقریباً عرصہ سو سال سے قائم ہے جس میں نماز پنجگانہ و جمعہ ادا کرتے چلے آئے ہیں، مگر ایک رئیس صاحب نے دوسری مسجد بنوا کر اول کے نمازیوں کو بہکانا شروع کر دیا ہے، کہ جس کے اثرات سے اکثر نمازی اب مسجد ثانی میں نماز ادا کرتے ہیں، لہٰذا بہکانے والوں کو کیا کہا جائے گا، اور ایسے نمازیوں کی نماز کیسی ہوگی؟ اور مسجد ثانی حکم میں مسجد کے ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد ثانی بنوانے کے اسباب کیا ہیں، اگر مسجد اول میں جگہ کی قلت اور نمازیوں کی کثرت ہے تو مسجد ثانی یقیناً مسجد ہے، اور ایسی حالت میں نمازیوں کی نماز میں کوئی اشکال نہیں[1] البتہ نمازیوں کو بہکانا برا ہے، بہتر یہ ہے کہ جس نمازی کے قریب جو مسجد ہو اس میں نماز پڑھے تاکہ دونوں مسجد آباد رہیں[2] اگر کسی اور سبب سے دوسری مسجد بنوائی گئی ہے، تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۳/شعبان ۶۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] مَنْ بَنیٰ لِلّٰہ مَسْجِداً بَنیٰ اللّٰہ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ (الحدیث) مشکوٰۃ شریف ص۶۸ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب المساجد، باب فضل بناء المسجد والحث علیھا، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:. جو شخص اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنا دیتے ہیں۔

(صفحہ ہذا) [1] قال علمائنا لایجوز ان یبنی مسجدا لی جنب مسجد الا ان تکون المحلۃ کبیرۃ فلایکفی اھلھا مسجد واحد فیبنی حینئذ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی مطبوعہ بیروت، ص۱۷۵/ج۴/ الجزء الثامن، تحت قولہ تعالیٰ، والذین اتخذوا مسجدا ضراراً سورۂ براءۃ آیت:۱۰۷، الخ،

[2] إن استوی المسجدان فاقدمھما افضل فان استویا فاقربھما، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۳۲ باب الامامۃ، حلبی کبیر ص۶۱۳ فصل فی احکام المسجد، طبع لاھور، الدر مع الشامی کراچی ص۶۵۹ ج ۱ مکروھات الصلوۃ مطلب فی افضل المساجد.

فصل ششم:- توسیع مسجد کے احکام

مسجد کی توسیع

سوال:۔ تعمیر مسجد کے بارے میں مسجد کن کن وجوہات کی بنا پر باندھنی لازم ہوگی

(۱) سوسال پرانی مسجد آبادی کے لحاظ سے بالکل تنگ ہورہی ہے۔

(۲) پرانی مسجد کے چاروں طرف بڑھانے کی جگہ نہیں بلکہ دو جانب ہی بڑھا سکتے ہیں۔

(۳) مسجد عین پبلک راستے کے کنارہ پر واقع ہے جسکے سبب بعض دفعہ مسجد کے پائے کو بیل گاڑی کے پہیوں کی ٹھوکریں لگ جاتی ہیں، گاڑیوں کی وجہ سے مسجد میں دھول ہی دھول ہوجاتی ہے۔

(۴) پرانی مسجد کے آگے اتنا بڑا صحن نہیں ہے کہ حصار کمپاؤنڈ بنا سکیں تاکہ سامنے جو جنرل سڑک روڈ پر سے وضو کرتے وقت نامحرم اور ہر مذہب کی عورتیں گزرتی ہیں ان پر نظر نہ پڑے جس کی وجہ سے وضو میں خرابی ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر بستی والوں کی تکلیفیں دور کرنے کی خاطر قریب ہی پرانی مسجد ویسی ہی رکھ کر دوسری مسجد تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟ پرانی مسجد کو دینی مدرسہ کیلئے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازی زیادہ ہیں اور مسجد میں نہیں سما سکتے تو مسجد کو بڑھا لیا جائے، جس طرف سے بھی جگہ ملے جگہ لیکر مسجد کو وسیع کرلیا جائے،[1] اگر گنجائش نہ ہو تو حسب ضرورت

---

[1] ولو ضاق المسجد على الناس وبجنبه ارض لرجل تؤخذ ارضه بالقيمة كرها ولو كان بجنب المسجد ارض وقف على المسجد فارادوا أن يزيدوا شيئاً في المسجد من الارض جاز ذلك بامر القاضي، بحر كوئٹه ص ۵/۲۵۶، فصل في احكام المساجد، هنديه كوئٹه ص ۲/۴۵۶، كتاب الوقف الباب الحادي عشر في المسجد، الدر مع الشامي كراچي ص ۴/۳۷۹ كتاب الوقف، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقاً.

مناسب موقع پر دوسری مسجد ہی تعمیر کرلی جائے، اس طرح کہ ایک مسجد کے امام کی آواز دوسری مسجد کے امام کی آواز سے نہ ٹکرائے اور خلل پیدا نہ ہو،[1] اور دونوں نئی پرانی مسجدیں حسن وخوبی سے آباد رہیں۔

شرعی مسجد کو مستقلاً کسی دوسرے کام مثلاً تعلیم وغیرہ کے لئے تجویز ومخصوص کردینا جائز نہیں ہے، وہ ہمیشہ کیلئے مسجد ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

توسیع مسجد کی ایک صورت

سوال:۔ کشمیر میں ایک قصبہ توپیاں کے نام سے واقع ہے، اسی قصبہ میں اہل اسلام کی ایک جامع مسجد ہمیشہ سے آباد ہے، امتدادِ زمانہ سے یہ مسجد نہایت خستہ ہوگئی تھی، اور رمضان شریف کے جمعہ میں نمازیوں کے لئے غیر مکتفی تھی، علاقہ بھر کے مسلمان نمازی نہیں سما سکتے تھے، لہٰذا مقامی لوگوں نے اس مسجد کو وسعت کے ساتھ تعمیر نو کرنے کے متعلق فیصلہ کرلیا، مگر سوائے حصہ مغرب کے کسی طرف میں توسیع کی گنجائش نہ تھی، صرف جہت مغرب میں اس مسجد کا خرد برد مقبوضہ رقبہ زمین واقع تھا، لہٰذا مسجد کو اسی جہت آگے بڑھانے کا مشورہ پاس ہوگیا، کشمیر میں شاہان مغل کے انداز میں تعمیر کے مطابق جامع مسجد کی بھی ایک ساخت ہوتی ہے، اسی کے مطابق تعمیر جدید کا نقشہ مرتب ہوگیا کہ سابقہ مسجد کا چوتھا حصہ جہت مغرب سے تعمیر جدید میں شامل ہوگیا، باقی تین حصہ مسجد ہذا کے

---

[1] لمافتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی ید عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لایتخذ وافی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ (کشاف، بیروت، ص ۲۱۴/ ج۲/ تحت قولہ تعالیٰ والذین اتخذو امسجداً ضراراً الخ روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ سورۂ براءۃ آیت ۱۰۷ طبع مصطفائی دیوبند)

[2] ولوخرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرہ) بحر کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النہر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

صحن کی صورت میں احکام میں مسجد بغیر بام رہ گئے، یعنی جدید تعمیر کو اگر چار حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو اس کے تین حصہ مغربی طرف کے مذکورہ مسجد پر واقع ہوئے ہیں، اور باقی چوتھا حصہ سابقہ مسجد کے رہنے سے پورا ہو جاتا ہے، اب جہت مشرق کو جو اصل مسجد کے تین حصہ کی زمین ہے وہ اب بغیر بام مسجد بصورت صحن بغیر کسی انفصال کے محفوظ و موجود ہے اس میں ہی بادل برف و بارش نہ ہونے کے وقت پر نوافل و فرائض کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اس صحن میں بے غسل و بے ضو داخل ہو جانے کا کوئی امکان نہیں ہے، بدستور مسجد جامع کا اطلاق دونوں پر کیا جاتا ہے، دروازہ مشرقی خاص اسی زمین پر بنا ہوا ہے، جس پر قدیم دروازہ تھا نقشۂ دیوار استفتاء سے واضح ہو جائیگا، یہ تعمیر مسجد جامع ہذا بموجب شریعت اسلام جائز ہے، اگر نا جائز ہے تو مسئلہ "**ویجوز جعل المسجد رحبة والرحبة مسجداً**" کا کیا مفہوم ہے، یہ عمل تعمیر مسجد جو یہاں کے اہل اسلام نے کیا ہے اس میں ثواب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تصرف واقف یا بانی یا اکثر ارباب حل وعقد کے مشورہ سے کیا گیا ہے اور اس سے مسجد کی مسجدیت یا اور کوئی مصلحت فوت نہیں ہوتی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بوقت ضرورت شرعاً ایسا تصرف جائز ہے اور باعث اجر وثواب ہے، "**فی الکبریٰ مسجد اراداهله ان یجعل الرحبة مسجداً اوالمسجد الرحبة وارادوا ان یحد ثواله باباً وارادوا ان یحولواالباب عن موضعه فلهم ذٰلک فان اختلفوا نظرایهم اکثر وافضل فلهم ذٰلک کذافی المضمرات**" فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۴۵۶/ج ۲/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] هندیه کوئٹه ص ۴۵۶ ج ۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الاول شامی کراچی ص ۳۷۸ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً **(بقیه اگلے صفحه پر)**

مسجد کی تنگی کی وجہ سے توسیع

سوال:۔ موضع اچھ بل محلّہ ملک پورہ سوپور کشمیر میں ایک مسجد ہے جو نمازیوں کیلئے ناکافی وتنگ ہے، اہل محلّہ اس مسجد کو شہید کر کے از سرِ نو بنانا چاہتے ہیں، مگر مغرب ومشرق کی جانب میں قبرستان ہے اور بطرف شمال مسجد کے ساتھ ایک زیارت ہے جس میں ایک ولی مدفون ہیں، بطرف جنوب سیڑھی کے ساتھ ایک میت مدفون ہے، یہ میت تقریباً بیس سال سے مدفون ہے، اس کے علاوہ اس کی طرف جگہ کافی ہے اگر مسجد شریف کو جنوب کے جانب بڑھایا جائیگا، تو یہ قبر مسجد کے نیچے آئے گی نیز دوسرے محلّہ والے اپنے دور ہونے کا عذر بھی کرتے ہیں، اب دونوں محلّہ داران اس مسجد کو شہید کر کے دوسری مسجد لیکر از سرِ نو بنانا چاہتے ہیں، کیا از روئے شریعت یہ جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی بناء پر دوسری جگہ مسجد بنانے کیلئے اس مسجد کو شہید کرنا اور اس کی قیمت سے دوسری جگہ خریدنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اگر اس مسجد میں جگہ کم ہے، نمازی اس میں نہیں سما سکتے اور آس پاس جگہ خالی نہ ہونے کی وجہ سے اس میں توسیع ہی نہیں کی جاسکتی، تو دوسری جگہ مسجد بنانے کیلئے مستقلاً انتظام کیا جائے، اس مسجد کو فروخت نہ کیا جائے اسکی کسی طرح اجازت نہیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) بزازیه علی الهندیه کوئٹه، ص۲۶۸ ج۶ الرابع فی المسجد وما یتصل به.

(صفحہ ہذا) [1] ولوخرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیه اولا، درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف ، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کی توسیع چاروں طرف سے

سوال:۔ مسجد کے چاروں طرف لوگوں نے قبرستان بنالیا ہے، اب مسجد تنگ ہوگئی ہے اوراس کو چاروں طرف سے بڑھانا ہے تو مسجد کو چاروں طرف سے بڑھا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ مسجد میں اگر تنگی ہو تو آس پاس چاروں طرف سے حسب مصالح توسیع کرنا درست ہے، اگر زمین مسجد کی نہ ہو تو خریدی جاسکتی ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

توسیع مسجد کیلئے پڑوسی کی زمین لینا

سوال:۔ دکھن طرف مکان اوراتر طرف مسجد ہے، مسجد کا دروازہ پورب کی طرف ہے، مکان اور مسجد کے درمیان زمین افتادہ ۲۴۰/ ہاتھ پڑی ہے، دکھن جس کا مکان ہے اس کا صحن بھی اسی طرف ہے وہ مکان والا چاہتا ہے کہ مکان بنائے اور ایک شخص نے وہ زمین چھ ہاتھ چھوڑ کر مسجد کیلئے خرید کر چھوڑ دیا جس کا اس کو اقرار ہے، تو اب مکان بنانے کے لئے کسی کو دی جائے تو جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مسجد کے بڑھانے کا ارادہ پہلے سے تھا، پڑی ہوئی زمین وقف ہوئی یا نہیں؟ جواب مدلل حوالہ عبارت عنایت ہو؟

---

[1] تؤخذارض بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرها ، ولوضاق المسجد وبجنبه ارض وقف علیه اوحانوت جاز ان یؤخذ ویدخل فیه، درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۷۹/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقا، بحر کوئٹه ص ۲۵۶ ج۵ فصل فی احکام المساجد، هندیه کوئٹه ص ۴۵۶ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص نے خرید کر مسجد کیلئے وقف کردی ہے تو وہ مسجد کی زمین ہے، کسی دوسرے شخص کو مکان کے لئے مفت یا قیمتاً دینا جائز نہیں، "الوقف اذاتم ولزم لا یملک ولایملک اھ درمختار[1]، ص ۳۶۷/ج ۳/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند۔

جو زمین خرید کر وقف نہیں کی وہ مسجد کی نہیں اس میں مالک کو تصرف کا اختیار ہے لیکن اگر مسجد میں تنگی ہو اور اس کے بڑھانے کی ضرورت ہو تو مالک سے قیمتاً لے لی جائے، اگرچہ مالک فروخت کرنے پر رضا مند نہ ہو "ولوضاق المسجد علی الناس وبجنبه ارض تؤخذ ارضه بالقیمة کرهاً کذافی فتاویٰ قاضی خان اھ عالم گیری، ص ۴۵۶/ج ۲/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۶/ج ۱/۶۶ھ.....صحیح عبداللطیف ۶ ج ۱/۶۶ھ

توسیع مسجد کے لئے برآمدہ کو مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ ۱۹۴۶ء میں ایک مسجد بناتے وقت میں نے یہ نیت کی کہ یہ مسجد دروازہ تک ہے، یہ مسجد کا حصہ ہے اور یہ باہر کا حصہ ہے، جس کو برآمدہ کہتے ہیں، یہ مسجد سے باہر ہے مسجد نہیں، میں مسجد کی تعمیر کرنے والا تھا، آج ۳۹/سال ہوئے، اب جماعت کے چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج ۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[2] عالمگیری مطبوعہ مصر، ص ۴۵۶/ج ۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، بحر کوئٹہ ص ۲۵۶ ج ۵ فصل فی احکام المساجد، در مختار مع الشامی کراچی ص ۳۷۹ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً.

برآمدہ (جو باہر کا حصہ ہے) کو مسجد میں شامل کردو، کیا یہ ہوسکتا ہے؟ مسجد میں کچھ کمی نہیں، بہت جگہ ہے، بلاضرورت کرنا چاہتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ اگر باہر کا حصہ مسجد میں داخل کرلیا جائے، تو معتکف برآمدہ میں ٹہل سکتے ہیں، اور باہر کیا ہورہا ہے دیکھے اور ہوا خوری کرے، جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اس مقصد کے لئے کہ معتکف اعتکاف میں رہتے ہوئے باہر کی چیزیں دیکھ لیا کریں، مسجد کی توسیع کی ضرورت نہیں، لہٰذا جو حصہ باہر کا ہے، اس کو باہر ہی رہنے دیا جائے، مسجد میں داخل نہ کیا جائے، ہاں اگر مسجد میں اتنی تنگی ہے کہ نمازی نہ آسکتے ہوں تو آپس کے مشورہ سے وہ حصہ داخل کرلیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ

مسجد کے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ (۱) مسجد سے ملی جلی شروع سے بنام مدرسہ الگ سے ایک جگہ متعین ہے کیا اس جگہ کو مسجد میں شامل کرکے مدرسہ چلایا جاسکتا ہے، اور بسا اوقات نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے

---

[1] مسجد اراد اهله أن يجعلوا الرحبة مسجد او المسجد رحبة وارادوا أن يحدثوا له بابا وارادوا أن يحولوا الباب عن موضعه فلهم ذالک فان اختلفوا نظر ايهم اكثر وافضل فلهم ذالک، هنديه كوئٹه ص۲۵۶ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، شامى كراچى ص۳۷۸ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقا، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص۲۶۸ ج۶ الرابع فى المسجد وما يتصل به.

ولوضاق المسجد على الناس وبجنبه ارض لرجل توخذ ارضه بالقيمة كرهاً كذافى فتاوىٰ قاضى خاں (فتاوىٰ عالمگيرى، مصرى،ص۴۵۶/ج۲/كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر فى المسجد الفصل الاول.

پر مذکورہ بالا جگہ میں امام صاحب مسجد ہی کی امامت میں باجماعت نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر وہ جگہ کسی کی مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے مسجد میں شامل کرنا درست ہے، اگر جداگانہ (وقف) ہے مدرسہ کے لئے تو اس کو مسجد میں شامل نہ کیا جائے[۱] اگر مسجد کیلئے وقف ہے تو آپس کے مشورہ سے حسب ضرورت مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے[۲] مجمع زیادہ ہونے کے وقت اگر وہاں تک صفوف متصل ہیں تو امام کی اقتدا میں وہاں نماز درست ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

مسجد کے قریب کی جگہ کو مسجد کے لئے لینا

سوال:۔ (۱) زید اور عمر مسجد کے منتظم ہیں پس پشت مسجد کے ایک اراضی دیگر شخص کی ملکیت ہے زید اور عمر اپنے اثر اور دباؤ سے اس پر اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کا مالک کسی طرح بھی اس اراضی کو مسجد کو دینے کے لئے تیار نہیں تو ایسی حالت میں قبضہ جائز و درست ہے۔

---

[۱] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنىٰ رجلان مسجدين اورجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافالا يجوز له ذٰلك (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف فی نقل انقاض المسجد، بحر کوئٹه ص۲۱۶ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[۲] ارض وقف علی مسجد والارض بجنب ذلک المسجد وارادواان یزیدوا فی المسجد شیئا من الارض جاز (عالمگیری،مصری ،ص۴۵۶/ج۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر، بحر کوئٹه ص۲۵۶، ج۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، در مختار مع الشامی کراچی ص۳۷۹ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً.

[۳] یشترط لصحة الاقتداء اتحاد مکان الامام والماموم حکماً (حلبی کبیری ، ص۵۲۳/فصل فی الامامة ،مطبوعه لاهور، هندیه کوئٹه ص۸۷ج۱ باب الامامة، الفصل الرابع ما یمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۳۷ باب الامامة.

(۲) کیا اراضیٔ مذکورہ بالا پر غاصبانہ قبضہ کرنے پر زید وعمر کو کچھ ثواب ملے گا۔

(۳) کیا اراضیٔ مذکورہ کو غاصبانہ قبضہ کے بعد مسجد کے کسی بھی کام میں لانا جائز ودرست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کی تنگی اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع کی ضرورت ہو تو مالک سے مناسب قیمت پر خرید لیجائے[۱] اثر اور دباؤ سے زبردستی قبضہ کرنا غصب اور حرام ہے[۲]

(۲) مظلوم ہونے کی وجہ سے وہ صبر کرے گا تو بہت بڑا اجر وثواب ملے گا[۳] اگر راضی ہو کر مسجد میں دیدے گا تب بھی مستحق اجر ہوگا۔

(۳) غصب کرنا ہرگز جائز نہیں[۴] مسجد کے کسی کام میں لانا جائز نہیں[۵]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[۱] ولو ضاق المسجد على الناس وبجنبه أرض لرجل تؤخذ أرضه بالقيمة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۶ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف فصل، واذا بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۶ كتاب الوقف مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقاً.

[۲] لايجوز لاحدمن المسلمين أخذ مال احد بغير سبب شرعى، هنديه ،كوئٹه ، ص۱۶۷ / ج۲ / كتاب الحدود ،فصل فى التعزير، قواعد الفقه ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعده ۲۶۹ دار الكتاب ديوبند، شرح المجله ص ۶۲ ج ۱ رقم الماده ۹۷ اتحاد بكڈپو ديوبند.

[۳] انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب (سورۂ زمر، پارہ ۲۳/ آیت ۱۰)

ترجمہ:۔ مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا (بیان القرآن)

[۴] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولا ولايته(درمختار مع الشامى كراچى، ص۲۰۰/ج۶/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح) لا يجوز لاحد أن يتصرف فى ملك غيره بلا اذنه أو وكالته أو ولايته عليه وإن فعل كان ضامناً، شرح المجلة ص ۶۱ ج ۱ رقم مادة ۹۶ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند. قواعد الفقه ص ۱۱۰ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضرورت مسجد کیلئے صحن کے درخت کاٹ دینا

سوال:۔ایک شخص نے کچھ زمین مسجد کے لئے وقف کی، متولی نے (جبکہ مسجد کی کوئی کمیٹی نہ تھی) اس میں مختلف قسم کے درخت لگا دیئے ہیں اور وہ جگہ مسجد میں شامل کر لی گئی تھی، اب ممبران کمیٹی نے ان درختوں کو اکھاڑ کر موسم سرما میں دھوپ میں نماز پڑھنے کا اہتمام کر دیا، کیا یہ عمل درست ہے؟ متولی درخت اکھاڑنے پر راضی نہیں، اور قوم اکھاڑنا چاہتی ہے، کیا ان درختوں کو اکھاڑ کر نماز کے لئے جگہ بنائی جاسکتی ہے؟ صرف ایک درخت پھلدار ہے، باقی سب بغیر پھل کے ہیں اور ان سے آمدنی کچھ بھی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا صحن نماز کے لئے ہے، وہاں درخت لگانا ہی ٹھیک نہیں الا یہ کہ مسجد کے مصالح کا تقاضہ ہو تو دوسری بات ہے، مثلاً وہاں پانی کا اثر ہو کر وہ درختوں میں جذب ہوسکتا ہے، درمختار اور شامی میں اس کی تصریح ہے، اگر مصالح مسجد کا تقاضا یہ ہے کہ صحن کو درختوں سے صاف کر دیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے اس میں کسی کو ضد نہیں کرنی چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰، دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی كتاب الغصب، طبع اشاعة الاسلام دهلی.

[5] اما لو انفق فی ذٰلک مالاخبیثاً اومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالٰی لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله، (شامی کراچی،ص۶۵۸/ ج۱/ کتاب الصلوٰة ،مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان البأس الشدة شامی زکریا ص۴۳۱ ج۲ المصدر السابق طحطاوی علی الدر المختار ص۲۷۸ ج۱ کتاب الصلوة، مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۸۶ ج۳ کتاب البیوع باب الکسب الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحه هذا) [1] غرس الاشجار فی المسجد لابأس به اذاکان فیه نفع للمسجد بأن کان المسجد ذانزوالاسطوانات لاتستقربدونها وبدون هذا لایجوز وفی الهندیة عن الغرائب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے صحن میں توسیع کے لئے قبر کو داخل مسجد کرنا

سوال:۔ایک مسجد ہے جس کا فرش چھوٹا ہے ،اس کی توسیع کی ضرورت ہے جوفرش بناہوا ہے اس کے آگے بڑھانے میں ایک قبر پڑتی ہے، کیا شرعاً یہ گنجائش ہے کہ اس قبر پر ڈاٹ لگادی جائے اوراس کو صحن مسجد میں لے لیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبر مملوکہ زمین میں داخل ہے اوراتنی پرانی ہے کہ اس میں میت بالکل مٹی بن چکی ہے تو مالک کی اجازت سے اس زمین کو مسجد میں داخل کرنا درست ہے، اور قبر کو بالکل ختم کردیا جائے اس کا کوئی نشان باقی نہ رکھا جائے ۔ "جاز زرعه والبناء عليه اذابلیٰ وصار تراباً اھ درمختار"[1] حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۵ھ

جواب صحیح ہے:۔اوراگر قبر مسجد ہی کی زمین میں ہے تو بغیر کسی کی اجازت کے متولی اس کو فرش مسجد میں داخل کرسکتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان كان لنفع الناس بظله ولا يضيق على الناس ولا يفرق الصفوف لابأس به وان كان لنفع نفسه بورقه اوثمره اويفرق الصفوف اوكان فى موضع تقع به المشابهة بين البيعة والمسجد يكره (شامی کراچی ،ص ۶۶۱/ج ۱/مکروهات الصلوٰة،مطلب فى الغرس فى المسجد عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ قبيل الباب الثامن فى صلاة الوتر، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۵ ج ۲ باب ما يفسد الصلاة، فصل لما فرغ من بيان الكراهة، قاضيخان على الهندية کوئٹه ص ۶۵ ج ۱ فصل فى المسجد.

(صفحه هذا) [1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۲۳۸/ ج ۲/ باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت تبيين الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، قبيل باب الشهيد، امداديه ملتان، هنديه کوئٹه ص ۱۴۷ ج ۱ كتاب الصلاة، الباب الحادى عشر فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر.

مسجد میں قبریں شامل کرنا

سوال: ۔ایک مسجد کا صحن چھوٹا ہے، پورب کی جانب قبریں ہیں، تو ان قبروں کو برابر کے مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، تا کہ زیادہ لوگ آسکیں، اور برابر ہونے کی کیا صورت ہے؟ بعض قبریں پختہ ہیں اور بعض خام ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبروں کی زمین مملوکہ ہے یا وقف ہے اور یہ قبریں نئی ہیں یا پرانی کہ میت بالکل مٹی بن چکی ہے، اگر زمین مملوک ہے قبریں بہت پرانی ہیں تو مالک کی اجازت سے اس کو مسجد میں شامل کرنا درست ہے اور اگر قبریں اتنی پرانی نہیں تو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے قبروں اور موتی کی توہین ہوتی ہے، نیز موتی کی طرف سجدہ کرنا لازم آئے گا[1] اور اگر زمین وقف ہے اور قبریں پرانی نہیں تب بھی شامل کرنا جائز نہیں[2] اور اگر قبریں پرانی ہو چکیں کہ میت بالکل مٹی بن گئی، نیز وہاں اور مردوں کو دفن نہ کیا جاتا ہو، تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست ہے "**ولو بلیٰ المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ زیلعی ،ص ۲۴۶/ج ۱**[3]**.قال ابن القاسم لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنیٰ قوم**

---

[1] وکذا تکرہ فی مقرۃ ولا بأس بالصلاۃ فیھا إذا کان فیھا موضع اعد للصلاۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ ولا قبلتہ إلی قبر، در مختار مع الشامی کراچی ص۳۸۰ج ۱ کتاب الصلاۃ، مطلب فی اعراب کائنا ما کان، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراھیۃ الصلاۃ طبع لاھور، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۹۰ فصل فی المکروھات.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[3] زیلعی ص۲۴۶ج ۱ باب الجنائز، امدادیہ ملتان، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۸ج۲ باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت، ھندیہ کوئٹہ ص۱۶۷ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

علیها مسجداً لم اربذلک بأساوذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذادرست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الیٰ المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هماعلیٰ هذاواحد اھ۔عینی[1]شرح بخاری"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزار کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد کے اندر بخاری شاہ صاحبؒ کا مزار ہے وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ جس کی وجہ سے نماز کے لئے بڑی دقت ہوتی ہے، اور مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے نمازیوں کو پریشانی ہوتی ہے، تو کیا اس مزار شریف کو کاٹ کر حسب ضرورت چھوٹی قبر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کا احترام ضروری ہے، خاص کر کسی بزرگ کی قبر کا لیکن قبر وہی ہے جس میں مردہ ہو، جتنی مقدار قبر کی مردہ سے زائد بنادی جائے وہ قبر نہیں بلکہ مٹی کا ڈھیر ہے، اس کا حکم قبر کی طرح نہیں، پس اگر اتنی لمبی چوڑی ہے کہ مردہ کے قد سے بہت زیادہ ہے تو مقدار زائد کو کاٹ کر ختم کر دینا قبر کی بے حرمتی نہیں ہے، اگر قبر اتنی پرانی ہے کہ میت اس میں باقی نہ رہے بلکہ مٹی بن کر ختم ہو جائے، تو قبر کا حکم بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، اور اس جگہ حسب ضرورت تعمیر وغیرہ کی بھی اجازت ہوتی ہے[2]، اگر ایسی قبر مسجد میں ہو تو اس جگہ کو صاف کر کے مسجد کے کام میں بھی لایا جاسکتا ہے، لیکن تمام نمازیوں اور سمجھدار لوگوں سے مشورہ کر کے اول اہل محلّہ کو پوری طرح ذہن نشین کرادیا جائے ایسا نہ ہو کہ مزار

---

[1] عینی ص ۱۷۹/ج۲/ الجزء الرابع کتاب الصلوٰۃ، بیان حکم نبش قبور المشرکین. مطبوعہ دارالفکر،

[2] جاز زرعه والبناء علیه اذابلیٰ وصارترابا (درمختار مع الشامی کراچی ،ص۲۳۸/ج۲/ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، امدادیه ملتان، هندیه کوئٹه ص۱۴۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

شریف کا کوئی حصہ یا تمام توڑنے سے فتنہ پیدا ہو، اور فساد کی صورت ہو کر مقدمہ بازی کی نوبت آئے، اور موجودہ مسجد بھی خطرہ میں پڑ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد سے متصل قبروں کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: ۔مسجد کی دیوار کے باہر پختہ قبریں بنی ہیں، اور مسلمان مسجد کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو کیا قبروں کی اینٹیں نکالکر قبروں کو برابر کر کے مسجد آگے بڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین مملوکہ ہے تو مالک کی اجازت سے اس جگہ کی قبریں برابر کر کے مسجد میں شامل کرنا درست ہے اور ان قبروں کی اینٹوں کو بھی مالک کی اجازت سے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ قبریں اتنی پرانی ہوں کہ اب ان میں میت موجود نہ ہو بلکہ مٹی بن چکی ہو[1] اگر وہ جگہ قبروں کے لئے وقف ہو تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

---

[1] جاز رعه (القبر) والبناء عليه اذابلى وصار الميت تراباً (زيلعى ،مطبوعه ملتان، ص ۲۴۶/ج ۱/ باب الجنائز) قبيل باب الشهيد، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۶۷ ج ۱ كتاب الصلوة، الباب الحادى عشر فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن الخ در مختار مع الشامى كراچى ص ۲۳۸ ج ۲ باب صلاة الجنائز مطلب فى دفن الميت.

[2] شرط الواقف كنص الشارع، در مختار مع الشامى كراچى ص ۴۳۳ ج ۴ كتاب الوقف مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، بحر كوئٹه ص ۲۴۵ ج ۵ كتاب الوقف، تبيين الحقائق ص ۳۲۹ ج ۳ كتاب الوقف، امداديه ملتان.

راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ مسجد میں جگہ کی تنگی ہے، مسجد کے پیچھے ایک عام راستہ پڑا ہے، اگر مسجد کو کچھ بڑھالیا جائے، تو کسی کو تکلیف نہ ہوگی، سب نمازی اس پر متفق ہیں، مگر ایک شخص نے کچھ مٹی ڈال کر اس پر قبضہ جمارکھا ہے، وہ مخالف ہے، اس حالت میں اگر مسجد کو بڑھالیا جائے تو اس میں نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ راستہ کسی کی ملک نہیں، عام لوگوں کے چلنے کے لئے ہے اور مسجد میں تنگی ہے اسکو بڑھانے کے ضرورت ہے، اور اس بڑھانے سے گزرنے والوں کو تنگی اور پریشانی نہیں ہوگی، نہ کسی کا راستہ رکے گا تو مسجد کو بقدر ضرورت بڑھالیا جائے، اگر اس کے لئے کسی کی مملوکہ زمین مسجد میں شامل کرنا چاہیں، وہ بلا قیمت نہ دے تو اس سے خرید کر مسجد میں شامل کرسکتے ہیں "**جعل شئ من الطریق مسجداً لضیقه ولم یضر بالمارین جاز توخذارض بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرهاً اھ درمختار**[1] **مختصراً ص ۳۸۳/ ج ۳.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۵ھ

کچھ راستہ مسجد میں لینا

سوال:۔ مسجد کے پاس عام راستہ جو پچھّم سے پورب کی طرف ہے، اس راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں لینا چاہتے ہیں اگر سب کی اجازت نہ ہو اور کچھ کی اجازت ہو تو کیا حکم ہے؟

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۳۷۷/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقاً، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۵ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، المحیط البرهانی ص۱۲۶ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر راستہ بڑا ہے، کچھ حصہ مسجد میں لینے سے تنگی نہیں ہوگی، تو مشورہ کر کے بقدر ضرورت مسجد میں لے سکتے ہیں، شرعاً اجازت ہے، اس پر سب کو رضامند ہونا چاہئے، اتنی جگہ نہ لیں کہ راستہ تنگ ہو جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲/۹۱ھ

امام باڑہ مسجد کے لئے دیدیا اس سے مسجد کی توسیع کرائی گئی وہاں نماز کا حکم

سوال: ۔محلّہ تیراپور شہر گورکھپور میں ایک مسجد کے متصل جانب مشرق ایک امام باڑہ تھا محلّہ کے چھبیس گھر امام باڑہ کے منتظمین تھے، مسجد کی کمی کو دیکھتے ہوئے منتظمین امام باڑہ نے متفقہ طور سے یہ طے کیا کہ امام باڑہ مسجد کو دیدیا جائے، اور اپنے اس فیصلہ کے بعد منتظمین امام باڑہ نے مسجد کے منتظمین سے کہا کہ ہم لوگوں نے امام باڑہ مسجد کو دیدیا ہے، اب آپ لوگ جلد مسجد کی توسیع کر دیں، تاکہ جو تکلیف مصلیوں کو درپیش ہے وہ رفع ہو جائے چنانچہ منتظمین امام باڑہ کے فیصلہ اور ان کی اجازت کی بنا پر منتظمین مسجد نے توسیع مسجد کا کام شروع کرا دیا، اور دو دیواریں بھی مکمل

---

[1] اذابنی قوم مسجدا واحتا جواالیٰ مکان لیتسع فادخلواشیئاً من الطریق لیتسع المسجد وکان ذلک لایضر باصحاب الطریق جازذلک (بحر ،کوئٹہ ، ص ۲۵۵/ ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، المحیط البرهانی ص۱۲۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۶ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد، قاضیخان علی الهندیة کوئٹہ ص ۲۹۲ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

ہوگئیں، اب کچھ لوگوں نے یہ اعتراض اٹھا دیا ہے کہ امام باڑہ کی زمین پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ امام باڑہ عام مسلمانوں کا ہے اور عام مسلمانوں نے اجازت نہیں دی، عام مسلمانوں سے معترضین کی مراد یہ ہے کہ مذکورہ امام باڑہ کے جو چھبیس گھر منتظمین کے ہیں، ان کے کسی گھر میں دس افراد کسی گھر میں آٹھ افراد اس طرح گھر میں کچھ نہ کچھ افراد ہیں، ان سب کی اجازت ضروری ہے، حالانکہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے، کہ چھبیس منتظمین گھر کے ہر گھر میں سے کوئی فرد بھی کمیٹی میں شریک ہوگیا اور بالاتفاق کمیٹی نے جو فیصلہ پاس کر دیا تو اس فیصلہ کا ہر شخص پابند ہوتا تھا، کسی گھر کے بقیہ کسی فرد کو انحراف کا حق نہیں ہوتا تھا، آیا اس توسیع شدہ زمین پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئلہ میں امام باڑہ کو توسیع مسجد کے لئے منتظمین کا متفقہ طور پر دیدینا مصرف کا صحیح تجویز کرنا ہے، وہاں نماز درست ہے معترضین کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے، بلکہ وہ اپنا اعتراض واپس لے لیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۶ھ

سڑک کی توسیع میں مسجد کا نصف حصہ دیدینا

سوال:۔ ہمارے یہاں بازار میں لب سڑک ایک مسجد تعمیر شدہ ہے، یہاں کی میونسپلٹی سرکار اس سڑک کو کشادہ کرنا چاہتی ہے، جس کے تحت سڑک میں آدھی مسجد چلی جائے گی، اور آدھی

---

[1] ولوضاق المسجد وبجنبه ارض وقف عليه اوحانوت جاز ان يوخذ ويدخل فيه وتقييده بقوله وقف عليه اى على المسجد يفيد انها لو كانت وقفا على غيره لم يجز لكن جواز اخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالاولى لان المسجد لله تعالىٰ والوقف كذلك (شامى ، كوئٹه ، ص ۴۲۰/ ج۳/ كتاب الوقف ، مطلب فى جعل شئى من المسجد طريقا شامى كراچى ص ۳۷۹ ج۴ البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۶ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى أحكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۲ ج۳ كتاب الوقف، فصل فى أحكام المسجد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

باقی رہ جائے گی، یہاں کے ایک سیٹھ نے بھی یہ مشورہ دیا ہے کہ مسجد کے شمال کی جانب ہماری جگہ ہے، جتنی جگہ مسجد کی جاتی ہے، وہ روڈ میں دیدو اور اتنی جگہ میں شمال کی جانب دیتا ہوں، تم لوگ شمال کی طرف کشادہ کرلو، اور مسجد کی جنوب طرف سینٹرل گورنمنٹ کے پانی کا پائپ ہے اسکا پلان چوراسی فٹ کشادہ کا ہے، رام سیٹھ کا کہنا ہے کہ میں جو جگہ دیتا ہوں، اسے بڑھا کر بناؤ تو میں یہ مشین دلا دیتا ہوں اور دو منزل یا تین منزل بناؤ، یہاں کے لوگوں نے بہت سے علماء دین سے دریافت کیا ،سبھوں نے جواب دیا کہ جہاں مسجد ایک مرتبہ تعمیر ہوگئی تو اس کو بڑھایا جاسکتا ہے لیکن اس کی جگہ کو چھوڑ کر مسجد کو توڑ کر کم نہیں کیا جاسکتا، اور نہ وہاں سے ہٹایا جاسکتا ہے، یہ بات بھی مدنظر رہے کہ حکومت معلوم نہیں بعد میں کس طرح سے پیش آئے حالانکہ پانی کا پائپ سینٹرل گورنمنٹ کی طرف سے گنجائش ہے مگر میونسپلٹی سرکار ادھر جانا نہیں چاہتی ہے، یہاں آکر مسئلہ بہت اُلجھ گیا ہے، لہٰذا جواب جلد دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ شرعی مسجد بنادی گئی وہ ساری عمر کے لئے مسجد ہوگئی، اس کو فروخت کرنا یا اس کا تبادلہ کرنا یا اس کا کوئی اور مکان، دوکان، مدرسہ مسافر خانہ وغیرہ بنانا یا وہاں کھیتی کرنا، مردے دفن کرنا بالکل جائز نہیں، صورت مسئولہ میں اگر مسجد کا کچھ حصہ حکومت لینا چاہتی ہے تو اس سے بیع وغیرہ کا معاملہ نہ کیا جائے، نہ اس سے لڑائی کی جائے، نہ اشتعال انگیزی کی جائے، نہ رام سیٹھ سے تبادلہ کی بات کی جائے، جب حکومت اپنے منشاء کے مطابق جگہ لے لے اور رام سیٹھ اپنی زمین توسیع کے لئے دیدے اور وہ اس کو کار خیر سمجھ کر دے تو اس کو لے کر مسجد میں شامل کرلیں[1] بحالت

---

[1] مستفاد: وصية الذمي ان كانت من جنس المعاملات فهي صحيحة بالاجماع وان لم تكن من جنس المعاملات فهي اربعة انواع احدهامايكون قربة عندنا وعندهم وهذه الوصية صحيحة (الىٰ قوله) ولواوصىٰ بثلث ماله بان يحج عن قوم من المسلمين اويبنى به مسجد للمسلمين ان كان ذلك لقوم باعيانهم صحت الوصية(عالمگيرى ،كوئٹه ،ص ۱۳۲/ج۶/ كتاب الوصايا،الباب الثامن فى وصية الذمى والحربى)

مجبوری یہی صورت مناسب ہے[1] ''فاذاتم (الوقف) ولزم لایملک ولایباع ولایرھن[2] الخ'' درمختار[3] اور بحر[4] وغیرہ میں غیر مسلم کے وقف کی بحث بھی مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ والنظائر ،مطبوعہ دارالعلوم دیوبند ، ص ۱۴۰/الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ) لو استولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب أن یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة أو الصلح علی شئی، بحر کوئٹہ ص ۲۴۲ ج۵ کتاب الوقف.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی المفقود اوعلیٰ مسجد القدس شامی کراچی ،ص ۳۴۱/ کتاب الوقف ،مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة.

[4] بحر،مکتبہ ماجدیہ ، کوئٹہ،ص ۱۸۹/ج۵/ کتاب الوقف)

فصل هفتم:- محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم

مسجد میں محراب کا حکم

سوال:۔ مسجدوں میں جو محراب بنائے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں یا مکروہ ہیں جو بھی ہو بحوالہ کتب جواب عنایت فرماویں بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کتب فقہ میں عبارات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ سے محراب کا ثبوت ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے اس کا رواج شروع ہوا ہے، اسی طرح کتب تاریخ سے بھی مختلف اقوال ظاہر ہوتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب ص۸۳/ میں تحریر فرماتے ہیں ''وعلامت محراب کہ اندرون مساجد متعارف است او عمر بن عبدالعزیزؒ) ساخت وپیش ازاں نبود۔ ھا''

اور علامہ ابراہیم حلبیؒ تلمیذ شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کبیری، ص۳۴۸/ میں تحریر فرماتے ہیں :" **قال الشیخ کمال الدین ابن الهمام ولایخفی ان امتیاز الامام مقرر مطلوب فی الشرع فی حق المکان حتی کان التقدم واجباعلیه وغایة ماهناک کونه فی خصوص مکان ولااثرلذلک فانه بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللّٰه ﷺ ولولم تبن کانت السنة ان یتقدم فی محاذاة ذالک المکان لانه یحاذی وسط الصف وهو المطلوب اذقیامه فی غیر محاذاته مکروه ھا**[1]

---

[1] حلبی کبیری، ص ۳۶۱/ مطبوعه لاهور، فروع بعد فصل فی بیان مایکره فعله فی الصلوٰة ومالایکره، البحر الرائق ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

فقہا محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کو تو مکروہ لکھتے ہیں لیکن نفس محراب بنانے کو مکروہ نہیں لکھتے، بلکہ محراب سے باہر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے اور محراب میں سجدہ کرنے کو بھی جائز لکھتے ہیں[1] علی ہذا القیاس محراب کے دوسرے احکام کو بھی ذکر فرماتے ہیں، اس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں محراب بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم ۱۰/۶/۵۶ھ

محراب بنانے میں انہدام مسجد کا خطرہ ہے تو کیا کرے؟

سوال: کسی مسجد کو وسعت دینے کی وجہ سے محراب اگر درمیان میں نہ رہ پائے اور دیوار توڑ کر محراب درمیان میں بنانے سے مسجد گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیوار توڑ کر درمیان میں محراب بنانا مسجد کے گر جانے کے خطرہ سے دشوار ہے تو بغیر محراب بنائے ہی امام درمیان میں کھڑا ہو جایا کرے اسطرح کہ دونوں مقتدی برابر ہوں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۵ھ

---

[1] ولابأس بان یکون مقام الا مام فی المسجد ای خارج المحراب ویکون سجوده فی الطاق ای فی المحراب ویکره ان یقوم فی الطاق بان یکون قدماه فی المحراب (حلبی کبیری، مطبوعه لاهور ص ۳۶۰، مجمع الأنهر ص۱۸۷/۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۸۳/۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] السنة ان یقوم الامام اذاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد (شامی کراچی ،ص ۶۴۷/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب اذاترددالحکم بین سنة وبدعة کان ترکه السنةاولی) حلبی کبیری ص ۳۶۱ کراهیة الصلوة فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

دیوار پشت اور درمیان محراب کا حکم

سوال: ۔محراب کا حکم کراہیت قیام امام تنہا مسجد کی پشت ہی کی دیوار میں ہے یا درمیانی دیوار کا بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درمیان دیوار کے در میں کھڑا ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ جدارِ پشت کی محراب میں [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں مینار، محراب اور طاق بنانا

سوال: ۔مسجد کے اندر محراب میں طاق بنانا عورتوں کے طاق بھرنے کی غرض سے کیسا ہے؟ مینار، محراب، طاق بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کا طاق بھرنا مسجد کی ضرورت میں داخل نہیں، گنبد مینار، محراب، کی اگر

---

[1] وقیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ مطلقاً سواء کان المحراب من المسجد کما ھو العادۃ المستمرۃ اولا (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً، ص ۶۴۵/ج ۱/ مکروھات الصلوٰۃ، مطلب اذاتردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ اولیٰ)، البحر الرائق ص۲۵، ۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، حلبی کبیری ص ۳۶۰، کراھیۃ الصلوٰۃ فروع فی الخلاصۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

ضرورت ہو تو ان کا بنانا شرعاً درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۴/شعبان ۶۱ھ صحیح عبد اللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

منبر کا مقام اور اس کی کیفیت

سوال:۔ (۱) ایک مسجد میں مقام خطیب یعنی منبر کس جگہ موضوع ہونا چاہئے؟

(۲) جس طرح مدرسہ مظاہر علوم دار الطلبہ کی اور مدرسہ قدیم کی مسجد میں جس جگہ جس جانب منبر موضوع ہے اسی طرح مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں اور بیت اللہ شریف میں منبر موضوع ہے کیا؟

(۳) ساری دنیا کی مسجدوں کا مساجد مذکورہ کے منبر جہاں جہاں جس جانب موضوع ہیں و یسا ہی موضوع ہونا چاہئے کیا؟

(۴) مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد کا منبر مثلاً جس جگہ جس طرح موضوع ہے اس موضوعیت مخصوصہ پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی موجود ہے کیا؟

(۵) جہاں امام کھڑا ہوتا ہے نماز کے واسطے وہاں امام کی دائیں یا بائیں طرف اندر کو یعنی

---

[1] بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم (حلبی کبیری ، لاهور، ص ۳۶۱/) بحر کوئٹه ص ۲۶ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما بکره فیها تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، ویجوز أن یبنی منارة من غلة وقف المسجد ان احتاج الیها لیکون أسمع للجیران وإن کانوا یسمعون الأذان بدون المنارة فلا، کذا فی خزانة المفتیین عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۲ ج ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد الخ، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۱ ج ۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ، بزازیة ص ۲۶۹ ج ۶ کتاب الوقف، الرابع فی المسجد.

جوزاویہ مسجد کے قبلہ کی طرف زیادہ کرکے بنایا جاتا ہے، اسی گوشہ کے اندر منبر موضوع کرنا عرفاً یا شرعاً کسی قسم کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۶) کیا اس کا نقشہ یہ ہے؟ 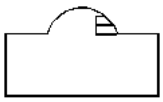

(۷) اور جتنی مسجدیں نظر سے گزریں ان میں منبر اس طرح موضوع ہے؟ 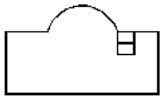

ہر ایک مسئلہ کا جواب دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

(۸) کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر میں تین سیڑھیاں تھیں؟

(۹) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں دوسری سیڑھی پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیسری پر کھڑے ہوتے تھے۔

(۱۰) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کونسی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جب قبلہ کی طرف پشت کی جائے (جیسا کہ خطبہ کی حالت میں ہوتی ہے) تو منبر محراب سے بائیں جانب ہونا چاہئے، **قوله المنبر بكسر الميم ان المنبر وهوالارتفاع ومن السنة ان يخطب عليه اقتداءً بالنبى صلى الله صلى الله عليه وسلم بحر وان يكون علىٰ يسار المحراب قهستانى اھ** شامی[1] ص ۷۷۰/ج ۱/

(۲) جی ہاں بیت اللہ شریف میں مقام ابراہیم سے بائیں جانب ہے "**وكان منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يمين المحراب اذا استقبلت القبلة اھ بذل المجهود**، ص ۱۷۸/ج ۲/[2]

---

[1] شامی کراچی، ص ۱۶۱/ج ۲/باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، البحر الرائق ص ۱۴۸ ج ۲ کتاب الصلوة باب صلاة الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] بذل المجهود، ص ۱۷۸/ج ۲/ مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور، ابواب الجمعة، باب اتخاذ المنبر.

(۳) ساری دنیا کی مسجدوں کے منبر تو دیکھے نہیں، سنت طریقہ اوپر تحریر کر دیا گیا۔

(۴) شامی[۱] ص ۷۷۰/ج ۱/ اور بذل المجہود، ص ۱۷۸/ج ۲/ کی عبارتیں اسکی دلیل ہیں

(۵) امام کے گوشہ میں ہونے سے امام قوم کے سامنے نہیں رہے گا، لہٰذا یہ طریقہ خلاف سنت ہوگا۔[۲]

(۶) اس کا جواب نمبر ۵/ میں آ گیا۔

(۷) یہ طریقہ مسنون ہے۔[۳]

(۸) جی ہاں تین سیڑھیاں "ومنبره صلى الله عليه وسلم كان ثلاث درجات اھ شامی،[۴] ص ۷۷۰/ج ۱/ قال العینی ثم اعلم ان المنبر لم یزل علیٰ حاله ثلاث درجات اھ بذل المجهود[۵]، ص ۱۷۸/ج ۲/ وفتح الباری، ص ۳۳۱/ج ۲/[۶]

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ اختیار نہیں کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ اختیار نہیں کی بلکہ ایک سیڑھی اور نیچے اُتر آئے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق کی جگہ اختیار نہیں کی، اور نیچے جگہ نہ رہنے اور مساوات کا احتمال نہ رہنے کی وجہ سے سب سے اوپر کی سیڑھی کو اختیار فرمایا "هكذا فی كتب السیرو اخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن

---

[۱] شامی کراچی، ص ۱۶۱/ج ۲/ باب الجمعة، مطلب فی حكم المرقی بین یدی الخطیب، البحر الرائق ص ۱۴۸ ج ۲ كتاب الصلوة باب صلاة الجمعة مطبوعه الماجدیه كوئٹه.

[۲] المحراب إنما بنی علامة لمحل قیام الإمام لیكون قیامة وسط الصف كما هو السنة، شامی كراچی ص ۶۴۶ ج ۱ كتاب الصلوٰة باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۱ باب ما یفسد للصلوٰة الخ تحت فصل، بیروت.

[۳] اس کا حوالہ جواب (۲) پر ملاحظہ ہو۔

[۴] شامی كراچی ص ۱۶۱/۲، باب الجمعة، مطلب فی حكم المرقی بین یدی الخطیب،

[۵] بذل المجهود، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سہارنپور، ص ۱۷۸/ج ۱/ ابواب الجمعة، باب اتخاذ المنبر.

[۶] ولم یزل المنبر علی حاله ثلاث درجات، فتح الباری، دارالفكر، ص ۶۱/ج ۳/ كتاب الجمعة، باب الخطبة علی المنبر.

عمرؓ قال لم یجلس ابوبکر الصدیقؓ فی مجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر حتی لقی اللّٰہ عزوجل ولم یجلس عمرؓ فی مجلس ابوبکرؓ حتی لقی اللّٰہ ولم یجلس عثمانؓ فی مجلس عمرؓ حتی لقی اللّٰہ اھ تاریخ الخلفاء، ص ۵۳/" [1] (۱۰) اس کا جواب (۹) میں آ گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۳/۹/۶۴ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/رمضان ۶۴ھ

محراب مسجد بھی مسجد میں داخل ہے

سوال:۔ یہاں پر ایک مسجد بن رہی ہے، اس مسجد کی محراب شامل مسجد ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کی کثرت کے وقت امام محراب کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محراب تو داخل مسجد ہے [2]، مگر اس کے باوجود امام کو اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ اس کے پیر پورے خارج محراب ہوں یا کچھ حصہ خارج محراب ہو، اگرچہ داخل محراب کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ادا ہو جائے گی [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳/۸/۹۵ھ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۵۳، فصل فی مبایعته رضی الله عنه، مطبوعه مجتبائی، دهلی، نفحة العرب ص ۳۶ اختلاف العلماء رحمة، مطبوعه کتب خانه اعزازیه دیوبند.

[2] داخل المحراب له حکم المسجد (عالمگیری، بلوچستان کوئٹه، ص ۳۲۱/ ج ۵/ کتاب الکرهیة، الباب الخامس فی المسجد)

[3] و(کره) قیام الامام فی المحراب لاسجوده فیه وقد ماه خارجه لان العبرة للقدم مطلقاً (قوله ملطقاً وکذاسواء کان المحراب من المسجد کما هو العادة المستمره اولا وحکی الحلوانی عن ابی اللیث لا یکره قیام الإمام فی الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد علی القوم، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محراب مسجد کو منتقل کرنا

سوال:۔ مسجد کے سابقہ محراب کو بھی وسعت کے لحاظ سے منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو بھی منتقل کر سکتے ہیں محراب بیچ میں ہونی چاہئے، تاکہ دونوں طرف صف برابر رہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۵ھ

مسجد میں مینار

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد میں پہلے پرانے چاروں کونوں پر چار منار ہیں، اب اس کے بعد آگے کا برآمدہ بنانا ہے، اس کے آگے بھی میناروں کی بنیاد رکھی ہے، اور وہ مینار بھی برآمدہ کے برابر یعنی چھت سے دو ڈھائی فٹ اوپر کر کے چھوڑ دیئے ہیں، اب لوگوں کا ارادہ بنانے کا ہے، چھ مینار ہو جائینگے، تو کچھ شریعت کے خلاف تو نہیں، آیا دو مینار توڑ دیئے جائیں، وہ چھوٹے ہیں، ان دو میناروں کو ان سے بڑے بنانا چاہتے ہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۴۵/ج ۱/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطلب اذاتردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ اولیٰ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۶ ج ۲ باب ما یفسد الصلاۃ، النھر الفائق ص ۲۸۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

(صفحہ ھذا) [1] قلت: ای لان المحراب انما بنی علامۃ لمحل قیام الامام لیکون قیامہ وسط الصف کما ھو السنۃ (شامی کراچی، ص ۶۴۶ ج ۱ مکروھاۃ الصلوٰۃ، مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدۃ کان ترک السنۃ اولی، شامی زکریا ص ۴۱۴ ج ۲ المصدر السابق، مجمع الأنھر ص ۱۸۷ ج ۱ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، النھر الفائق ص ۲۸۳ ج ۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً

مینار کے متعلق شریعت کی طرف سے کوئی تحدید وتعیین نہیں، البتہ مسجد کی ہیئت ایسی ہونی چاہئے کہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ مسجد ہے، عامۃً دو مینار بنانے کا معمول ہے، کسی مسجد میں چار اور کسی میں اس سے زائد بھی ہیں مگر یہ سب کسی شرعی امر کی وجہ سے نہیں، نہ ممانعت ہے، البتہ بلا وجہ پیسہ خرچ نہ کیا جائے، خاص کر وقف کا پیسہ، کہ اس میں بہت احتیاط ضروری ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۲ھ

کیا مسجد کا مسجد ہونا مینار پر موقوف ہے

سوال:۔ عیدگاہ گدوال کی تعمیر کے وقت ایک اپیل جاری کی گئی ہے، جس میں یہ الفاظ درج ہیں عیدگاہ کے اونچے مناروں کا کام باقی رہ گیا ہے، آپ دل کھول کر چندہ دیجئے تاکہ یہ اونچے مینار آسمان سے آنے والی بلاؤں کو آبادی میں جانے سے روک سکیں، اس پر چند لوگ معترض ہیں آپ سے یہ درخواست ہے کہ:۔

(۱) مسجدوں یا عیدگاہوں کے لئے مینار کا ہونا کیا ضروری ہے، کیا وہ بغیر مینار کے مسجد نہیں کہلائے گی؟

---

[1] مستفاد: لابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف (قال الشامی) واما من مال الوقف فلاشک انه لایجوز للمتولی فعله مطلقاً لعدم الفائدة فیه (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره) حلبی کبیری ص ۶۱۵، ۶۱۶ کتاب الصلوٰة فصل فی احکام المسجد مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹ ج ۱ الباب السابع الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره تحت فصل.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا شرعی مسجد ہونا مینار پر موقوف نہیں بغیر مینارہ کے بھی مسجد ہے البتہ مینارہ کی وجہ سے دور سے علم ہوجاتا ہے، اور مسافر کو مسجد تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے، نیز مسجد کی شان نمایاں ہوجاتی ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۴۰۰ھ

عمدہ مینار ہوتے ہوئے نئے مینار بنانا

سوال:۔ ہماری جامع مسجد کے مینار بہت عمدہ بنے ہوئے ہیں، اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہوا کہ اور مینار بنائے جائیں، جس پر چار ہزار روپیہ خرچ ہوگا، اور چندہ کیا جائیگا، اہل محلّہ کو یہ بات گراں معلوم ہورہی ہے، جب مینار موجود ہیں تو دوسرے مینار بنانا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مینار اچھے اور عمدہ بنے ہوئے ہیں، تو نیا مینار علیحدہ بنیاد اٹھا کر کے بنانا اور اس پر کثیر رقم خرچ کرنا بیکار ہے، اس طرح روپیہ ضائع نہیں کرنا چاہئے، اس میں کوئی ثواب نہیں بلاوجہ روپیہ خرچ کرنا وبال ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وله بناء المنارة من مال المسجد لأنه لتعميم الدعاء إلى الصلاة، فتاویٰ بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۶۹ ج ۶ کتاب الوقف، الرابع فی المسجد وما یتصل به، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۱ ج ۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ، فتاوی عالمگیری ص ۴۶۲ ج ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد الخ، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین (سوره أنعام ،پاره ۸/آیت ۱۴۱/)

ترجمہ:۔ اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔(بیان القرآن)

مسجد کے مینار کا دعا کرنا

سوال:۔ (۱) مسجد کے میناروں کے متعلق شرعی مسئلہ کیا ہے؟ کیا مسجد کے مینار دعا کرتے ہیں، براہ کرم توضیح فرما کر ممنوع فرمائیں؟

(۲) اپیل میں جو الفاظ درج ہیں کیا وہ صحیح ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حدیث شریف میں مینارہ بنانے کی تاکید نہیں جس جگہ بھی اللہ کا نام لیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے، وہ جگہ پرنور ہو جاتی ہے، اور خدائے پاک کی وہاں رحمت نازل ہوتی غضب سے عموماً حفاظت رہتی ہے[1]

(۲) اپیل کے الفاظ میں اس کو حدیث کی طرف منسوب نہیں کیا گیا ممکن ہے کہ اس کا مطلب وہ ہو جو کہ اوپر تحریر کیا گیا اگر وضاحت کر دی جاتی تو بہتر تھا، پھر اعتراض نہ ہوتا

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایقعد قوم یذکرون اللّٰہ الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللّٰہ فی من عندہ (مشکوٰۃ شریف،ص۱۹۶/ کتاب الدعوات ،باب ذکراللّٰہ عزوجل)، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۳۴۵ج۲ کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی ندوۃ القرآن وعلی الذکر، مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مگر ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں ،اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر طمانینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تذکرہ کرتے ہیں، ان ملائکہ کے سامنے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل هشتم:- مسجد میں نقش ونگار

جدار مسجد میں نقش ونگار

سوال: ۔مسجد میں خواہ اندر ہو خواہ باہر نقش ونگار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جدار قبلہ کے علاوہ مسجد میں نقش ونگار کرنا درست ہے، لیکن مال وقف سے درست نہیں "ولاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه الیٰ قوله اذافعل من مال نفسه اما المتولی فلایجوز ان یفعل من مال الوقف الا مایرجع الی احکام البناء حتی لوجعل البیاض فوق السواد للنقاء ضمن اھ کبیری[1] ص ۵۷۱/ یجوز نقشه بالجص وماء الذهب اذا تبرع به انسان سوی جدار القبلة اھ سکب الانہر[2] ص ۱۲۷/ج ۱/لیکن زیادہ تکلفات کرنا مکروہ ہے "وفی الفتح دقائق النقوش

---

[1] حلبی کبیری، مطبوعه لاهور ص ۶۱۵/ فصل فی احکام المسجد. درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۳۱-۲/۴۳۰، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد،

[2] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی مع مجمع الانهر ص ۱۹۰/۱، کتاب الصلوٰة قبیل، باب الوتر والنوافل. البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۶، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها تحت فصل الخ،

ونحو ها مکروه" مجمع الانہر[1]ص ۱۲۷/ج ۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۷/۱/۵۷ھ

مسجد میں نقش ونگار سے متعلق عبارت

سوال:۔ فتاویٰ دارالعلوم، امدادالمفتیین وعزیز الفتاویٰ جلد پنجم وششم، ص ۲۸۸/ میں شامی کی یہ عبارت منقول ہے " قال تاج الشریعة امالو انفق فی ذلک مالاً خبیثاً اومالاً مخلوطاً من الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالا یقبله " بندہ نے شامی کی کتاب الوقف ودیگر ابواب میں تلاش کیا مگر بندہ کی کوتاہ نظری کی بنا پر نہ مل سکی، حضرت والا برائے کرم صفحہ وابواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی[2]ص ۴۴۲/ج ۱/ مکروہات الصلوٰۃ مطلب فی احکام المساجد میں قول درمختار "ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبما لهٗ الحلال" ہے اس لفظ الحلال کے ذیل میں عبارت مسئولہ بحوالہ شرنبلالیہ مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مجمع الانهر بيروت ص ۱۹۱/ج ۱/ كتاب الصلوٰة، قبيل باب الوتر والنوافل. درمختار مع الشامی زكريا ص ۲/۴۳۱، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فی احكام المسجد، حلبی كبير ص ۶۱۶، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] درمختار مع الشامی كراچی ص ۶۵۸/ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مكروهات الصلوٰة "مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة"

نقش ونگار مسجد کے مال سے

سوال: ۔مسجد میں شیشہ کا کام مسجد کے پیسہ سے کرایا گیا ہے، حالانکہ اہل محلّہ اور بعض اہل شہر نے متولیان کو منع کیا کہ یہ روپیہ ایسے کام میں ضائع مت کرو، بلکہ مسجد کی دوکانات جنوبی کو ازسرِ نو تعمیر کراکے اس کے اوپر کمرہ تعمیر کراؤ کہ جس سے مسجد کو کافی آمدنی ہو، اور جائداد بھی محفوظ ہوجائے، لیکن متولیان نے ایسا نہیں کیا بلکہ شیشہ کے کام میں صرف کردیا جو تقریباً پانچسو روپیہ کا ہوگا کیا یہ خرچ اسراف بیجا ہے یا نہیں اگر اسراف بیجا ہے تو یہ گراں رقم مسجد کو کون ادا کریگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''ولا بأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها كاخشاب ثمينة وبياض نحو سبيداج خصوصاً فى جدار القبلة بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لوفعل النقش اوالبياض الا اذاخيف طمع الظلمة فلابأس به اى بان اجتمعت اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والافيضمنها اھ درمختار شامى مختصراً، ص۶۸۸/ج۱/[1]''

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علاوہ محراب کے دوسرے حصوں چھت وغیرہ

---

[1] درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ج ۱/ شامى زكريا ص ۲/۴۳۰، كتاب الصلوٰة، مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره لان البأس الشدة. البحرالرائق كوئٹه ص۳۷-۲/۳۶، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها تحت فصل الخ، هدايه مع الفتح القدير ص ۱/۴۲۱، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، فصل ويكره استقبال القبلة، الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

میں نقش ونگار کرنا اپنے حلال روپیہ سے جائز ہے، لیکن محراب میں یعنی جانب قبلہ کی دیوار میں ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کی توجہ منتشر ہو مکروہ ہے اس طرح زیادہ تکلف کے بعد باریک باریک نقوش اور بیل بوٹے نکلوانا بھی مکروہ ہے، اور مال وقف سے تو ان چیزوں میں سے کچھ بھی جائز نہیں، جو چیز تعمیر کو پختہ اور مستحکم کرنے والی ہو وہ تو حسب ضرورت مال وقف سے جائز ہے باقی زیبائشی کام میں مال وقف کو خرچ کرنا حرام ہے، اگر متولی مال وقف کو زیبائش کے کام میں صرف کرے گا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا، البتہ اگر مال وقف زیادہ جمع ہو جائے اور مسجد کو عمارت کی ضرورت نہ ہو بلکہ ضروریات مسجد سے وہ روپیہ قطعاً زائد ہو اور متولی کو قوی اندیشہ ہو کہ اس روپیہ کی حفاظت کسی طرح نہیں ہو سکتی، اور دوسرے ظالم لوگ اس روپیہ پر قبضہ کر کے اپنی ضروریات میں صرف کر لیں گے تو پھر ایسی مجبوری کے وقت اس روپیہ کو مسجد کے زیبائشی کاموں میں بھی صرف کرنا درست ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شیشے لگانا زیبائش کیلئے ہے، عمارت کیلئے نہیں، اگر نمازی کی تصویر ان شیشوں میں نظر آتی ہے تو اس میں اور بھی تصویر پرستی کی مشابہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے منارہ کو کئی رنگوں سے رنگنا

سوال: ۔مسجد کے آذان کے مینارہ کو کئی رنگوں سے رنگا گیا ہے، چند قسموں کے رنگوں سے رنگنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب نے کہا ہے کہ اسی طرح رنگنا یہ تو مندر ہو گیا ہے، صحیح صحیح جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی آمدنی سے خوشنمائی زینت کے لئے رنگ کرنے کی اجازت نہیں، استحکام اور

پختگی کے لئے جو رنگ مناسب ہو اس کی اجازت ہے، جبکہ اس میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو (کذافی ردالمختار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زیبائش کیلئے روپیہ خرچ کرنا

سوال:۔ وقف مسجد کے روپے سے رنگ برنگ کے ٹائل اور مارول وغیرہ سے مسجد کو روشن کرنا درست ہے یا نہیں، بلاضرورت کسی تعمیر کو توڑ کر دوسری تعمیر کردی ہے تاکہ جاذب نظر اور دل کش ہوجائے یہ علامات قیامت میں سے تو نہیں ہے، اور مسجد کی ضرورت میں کیا چیزیں داخل ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف مسجد کا پیسہ زیبائش کیلئے خرچ کرنا جائز نہیں، استحکام کیلئے خرچ کیا جائے۔ "کذافی کتب الفقه من ردالمحتار[2] والبحر الرائق وغیرهما" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبما له الحلال لامن مال الوقف فانه حرام (الی قوله) الااذاکان لاحکام البناء (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان البأس الشدة، درمختار مع الشامی کزریا ص ۴۳۱، ۲/۴۳۰، المصدر السابق، لایکره نقش المسجد بالجص وماء الذهب، هذا اذا فعل من مال نفسه اما المتولی یفعل من مال الوقف مایرجع الی احکام البناء دون مایرجع الی النقش حتی لو فعل یضمن، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹/۱، کتاب الصلوة، فصل کره غلق الباب المسجد، هدایة ص ۱۴۴/۱، کتاب الصلوة، فصل ویکره استقبال القبلة، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۷، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، تحت فصل) (حاشیہ نمبر:۲/۱ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا اور ایک دوسرے کو سخت لفظ بولنا

سوال:۔ ایک درخت مسجد میں کھڑا ہے اس کو قلعی پھیرنے والے نے پوت دیا تھا یعنی قلعی پھیر دی تھی، ایک شخص نے کہا بھائی تو نے یہ قلعی اس پر کیوں پھیر دی؟ ایک شخص وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ کیوں کیا بات ہوگئی نہ کرنے والے نے کہا یہ طریقہ یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے تو اس شخص نے کہا کہ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اسلام سے خارج ہوگئے، اب بتائیے منع کرنے والا ٹھیک رہا، جس نے یہ کہا کہ تم اسلام سے خارج ہوگئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا بلاضرورت ہوا، ایک دوسرے کو یہودی یا نصرانی یا اسلام سے خارج نہ کہیں توبہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام الااذاكان لاحكام (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد) بحر کوئٹه ص۳۷/ ج۲/ کتاب الصلوٰة، قبیل باب الوتر والنوافل، حلبی کبیری ص۶۱۵، ۶۱۶، کتاب الصلوة، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹/ ۱، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوة، ومایکره، تحت فصل)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] قال رسول اللّٰه ﷺ لایرمی رجل بالفسوق ولایرمیه بالکفرالا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک (مشکوٰة شریف ص ۴۱۱/ کتاب الاداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہتا ہے کوئی شخص کسی کو فاسق اور نہ کافر مگر وہ کلمہ اسی کی طرف لوٹتا ہے، اگر اسکا ساتھی ایسا نہیں ہے۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ

سوال:۔(۱) مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغری کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔ "اللّٰہ" "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" "لا الہٰ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" "اللّٰھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰل محمد وبارک وسلم واعلیٰ سیدنا غوثنا اعظم محمد محی الدین عبدالقادرؒ یاشیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ" لکھنا اور کہنا کیسا ہے؟

(۲) امام کے روبرو محراب مسجد میں کسی قسم کا طغریٰ لگانا یا کسی نوعیت کی تحریر لکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) غوث ایک منصب اور عہدہ ہے[۱]، اپنے لغوی معنی میں نہیں تاہم اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں یعنی لوگ انکو فریادرس اور ہر ایک کی پکار سننے والا اور مدد کے لئے پہنچنے والا سمجھتے ہیں تو اس سے بچنا لازم ہے[۲]۔

(۲) ایسے طرز پر کوئی چیز لکھنا یا تحریر لٹکانا کہ دھیان ادھر جائے مکروہ ہے جیسے نقش

[۱] رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لهم رأسهم القطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدرو ان الفلک فی افق السماء، فتاوی حدیثیه ص ۳۲۲، مطلب فی بیان عدة رجال الغیب، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

[۲] لاری احدا ممن یقول ذلک الا وهو یعتقد ان المدعو الحی الغائب او المیت المغیب یعلم الغیب او یسمع النداء ویقدر بالذات او بالغیر علی جلب الخیر ودفع الاذی والا لما دعاه ولا فتح فاه وفی ذلک بلاء من ربکم عظیم فالحزم التجنب عن ذلک، روح المعانی ص ۱۲۸/۶، سورۂ مائدہ آیت: ۳۵، مطبوعه مصطفائیه دیوبند،

ونگار سے روکا جاتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوار مسجد میں آیات قرآنی وغیرہ لکھنا

سوال:۔ عام طور پر مساجد کی دیواروں پر آیات قرآنی، احادیث یا خلفاء راشدین واصحاب عشرہ مبشرہ کے اسمائے مبارک لکھے جاتے ہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت یہ چیزیں وہاں نہ لکھی جائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے محراب میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استیلام

سوال:۔ مکہ مسجد حیدرآباد میں ایک کتبہ نصب ہے اسکے بارے میں وضاحت مطلوب ہے کہ اس طغریٰ پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے، نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ بالالتزام پردہ کے نیچے دونوں ہاتھ پھیر کر چہرہ پر عقیدت واحترام کے انداز میں ملتے ہیں، لوگوں کا یہ عمل شرعاً

---

[1] لابأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى (درمختار مع الشامى كراچى ج ۱/ ص ۶۵۸/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۱۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، المحيط البرهانى ص ۸/۴، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى المسجد، مطبوعه ڈابهيل)

[2] وتكره كتابة القرآن واسماء اللّٰه تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدر ان وما يفرش الخ، (شامى كراچى ص ۱۷۹/ ج ۱/ كتاب الطهارة، قبيل باب المياه، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۲۳، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، حلبى كبير ص ۶۰، قبيل فصل التيمم، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ استیلام اور پھر اس کا التزام بر بنائے عقیدت واحترام موجب فساد عقائدِ عوام اور خلاف طریقۂ سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

محراب سے اس طغریٰ کو ہٹانا

سوال:۔(۱) اگر امام اس طغریٰ کے روبرو کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں؟

(۲) طغرے کی مجموعی حیثیت ونوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمائیے کہ اس کو محراب سے الگ کر دینا چاہئے یا نہیں۔

(۳) جو امام اس طغرے کو حسب حال رکھنے کے حق میں ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا؟

دراصل سوال تو ایک ہی ہے مگر الگ الگ شقیں نکال کر لوگوں کیلئے موضوع بحث بنی ہوئی ہیں، علماء ومشائخ، عوام وخواص کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث ہے، گذارش ہے کہ ہر شق کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، تاکہ مسلمانوں کیلئے مشعل راہ بن سکے۔

---

[1] شریعت مطہرہ میں صرف حجرۂ اسود اور رکن یمانی کا استیلام ثابت ہے اس استیلام مسئولہ کی نہ کوئی نظیر ملتی ہے اور نہ ہی اسطرح کا استیلام ثابت ہے اس لئے اس سے بالکلیہ اجتناب لازم ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا مالیس منه فهورد (مشکوة شریف ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مسند احمد، ج۶، ص۷۳، مسند السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، مطبوعه دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نماز سب کی ہوجائے گی، خاص کر جبکہ اس پر پردہ پڑا ہوا ہے، نظر کے سامنے نہیں، نہ اس کی پرستش مقصود ہے، نہ اس کا ایہام ہے[۱]۔

(۲) بالکل فوراً الگ کردیا جائے، مگر ایسے طریقہ پر کہ فتنہ نہ ہو، نرمی سے مسئلہ بتا کر فہمائش کردی جائے[۲]۔

(۳) امام صاحب کی خدمت میں ادب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں، بلکہ اس کو علیحدہ کردیں، یہ حکم شرعی ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے[۳]، نماز ان کے پیچھے ترک کرکے مسجد کو ویران نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

---

[۱] مستفاد:- وقد ظهر من هذا ان علة الكراهة فى المسائل كلها اما التعظيم او التشبه (شامى كراچى ص ۶۴۸/۱، مكروهات الصلوٰة، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولىٰ)

[۲] ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى (درمختار مع الشامى كراچى ص ۶۵۸/ ج ۱/ مكروهاة الصلوٰة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، وشرطهما اى الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ان لاتودى الى الفتنة كما علم من الحديث وان يظن قبوله فان ظن انه لايقبل فيستحسن اظهارا لشعار الاسلام، مرقاة شرح مشكوة ص ۵/۳، الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى)

[۳] ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن (سورۂ نحل پاره: ۱۴/ آیت: ۱۲۵/ (وجادلهم بالتى هى احسن)

(بالطريقة التى هى احسن طرق المجادلة من الرفق واللين من غير فظاظة ولاتعنيف (كشاف مطبوعه دارالفكر ص ۴۳۵/ ج ۲، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۲، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو، تفسير مظهرى ص ۵/۳۹۰، سورۂ نحل تحت آيت: ۱۲۵، مطبوعه رشيديه كوئٹه)

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔

مسجد میں کعبہ ومسجد نبوی کا فوٹو لٹکانا

سوال: ۔مسجد میں ایک طرف کعبہ کا نقشہ آویزاں ہے اور دوسری طرف مسجد نبوی کا ہے، ایسا نقشہ مسجد میں لگانا یا لٹکانا کیسا ہے؟ اور خاص کر داہنے جانب ضروری سمجھ کر لٹکانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں ایسے نقشے اور کتبے لگانا یا دیوار مسجد میں ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کا دھیان اس کی طرف جائے، مکروہ ہے[1]، اور ضروری سمجھنا تو بالکل ہی غلط وباطل ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره ،لانه يلهى المصلى (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، شامى زكريا ص ۲/۴۳۱، ۲/۴۳۰، المصدر السابق، مطبوعه ديوبند، حلبى كبير ص۶۱۶، فصل فى احكام المسجد، سهيل اكيڈمى لاهور، البحرالرائق كوئٹه ص۲/۳۷، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها تحت فصل)

[2] مستفاد:- فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها (سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ص۷۲، مطبوعه دبدبۂ احمدى لكهنؤ، ان الاصرار على المندوب يبلغه الى حد الكراهية، فكيف اصرار البدعة التى لا اصل لها فى الشرع، السعاية ص۲/۲۶۵، باب صفة الصلوة، من البدع تخصيص المصافحة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مرقاة المفاتيح ص۲/۱۴، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

مدینہ کا فوٹو اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

سوال:۔ایک شخص نے مسجد میں چار فوٹو کیمرے کے کھینچے ہوئے لگائے ہیں، دو فوٹو میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، دو فوٹو مدینہ منورہ کے ہیں، جس میں گنبد اور صحن دکھایا گیا ہے، اور صحن میں بارہ کبوتر دانہ کھاتے ہوئے دکھائے گئے، ایسی تصوروں کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی تصویروں کی موجودگی میں نماز پنجگانہ درست ہونگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کا فوٹو بنانا اور مکان وغیرہ میں لگانا درست نہیں، مسجد میں لگانا اور بھی قبیح ہے، اگر نمازیوں کے سامنے ہو تو نماز بھی مکروہ ہوگی[1]، جاندار کی تصویر نہ ہو بلکہ دوسرے نقش ونگار ہوں جن کی وجہ سے نمازیوں کا دھیان اس طرف لگتا ہو تو ان کو بھی فقہاء نے خاص کر جدار قبلہ

---

[1] و(کرہ)لبس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق رأسہ اوبین یدیہ وظاھر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان(الیٰ قولہ) فصنعتہ حرام بکل حال لان مضاھاۃ لخلق اللّٰہ تعالیٰ وسواء کان فی ثوب او بساط اودرھم واناء حائط وغیرھا الی قولہ وتکرہ کراھۃ جعل الصورۃ فی البیت للحدیث الخ (درمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص۶۴۷/ ۶۴۹/ ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ أولی، شامی زکریا ص ۴۱۶/ ۴۱۹، ج۲، المصدر السابق، النھر الفائق ص ۲۸۵، ۲۸۳/۱، باب مایفسد الصلوۃ، ومایکرہ فیھا، مطبوعہ دالرالفکر بیروت، البحرالرائق ص ۲۹، ۲/۲۷، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، شرحللنووی علی الصحیح المسلم ص ۱۹۹/۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ، مکتبہ سعد دیوبند)

میں مکروہ لکھا ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۹/۹۶ھ

تعمیر مسجد کی تاریخ کندہ کرا کے مسجد میں لگانا

سوال: ۔مسجد میں بھی پتھر کھدوا کر لگا دیتے ہیں، سنہ ہجری بھی لکھ دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد وغیرہ کی تعمیر کی تاریخ پتھر میں کندہ کرا کے لگوا دینے میں مضائقہ نہیں، مگر ایسی جگہ نہ ہو کہ نماز کی حالت میں اس پر نظر جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى (درمختا مع الشامى كراچى ص ۶۵۸، ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، شامى زكريا ص ۴۳۱، ۴۳۰، ج ۲، المصدر السابق، حلبى كبير ص ۶۱۶، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۳۷، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، تحت فصل)

[2] مستفاد:- ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى ويكره التكليف بدقائق النقوش ونحو ها خصوصاً فى جدار القبلة (درمختار على الشامى كوئٹه ص ۴۸۷/ ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب فى احكام المسجد، البحرالرائق ص ۳۲، ۲/۳۱، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها تحت فصل الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۰۹، ج ۱، كتاب الصلوة، الباب السابع الخ، الفصل الثانى يكره فى الصلوة الخ، تحت فصل)

نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگانا

سوال:۔متوفی کی طرف سے مسجد بنا کر اسکے نام کا پتھر کھدوا کر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصال ثواب کے لئے مسجد بنوادینا اوراس نیت سے پتھر پر کھدوا کر لگانا کہ دوسروں کو اس قسم کے کاموں کی رغبت ہو یا کوئی شخص اس پتھر کو دیکھ کر میت کیلئے خصوصیت سے ایصال ثواب کرے درست ہے[1]، اور شہرت کی بناء پر نام کھدوانا درست نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/محرم الحرام ۵۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/محرم الحرام ۵۴ھ

مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا اور اپنے لئے دعا کرانا اور اپنا نام لکھنا

سوال:۔ہمارے یہاں مسلم ایسوسی ایشن تختہ سیاہ پر مندرجہ ذیل حدیثیں کسی معتمد

---

[1] (ذکر مایستنبط منه من الفوائد) فیه ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لانه مما یجری للانسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار الخ، عمدة القاری ص ۲/۲۰۹، الجزء الرابع، کتاب الصلوة، باب التعاون فی بناء المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] من بنی لله مسجدا بنی الله له مثله فی الجنة الی قوله والمراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه فی العمل هو الاخلاص وهو ان تکون نیته فی ذلک طلب مرضاة الله تعالیٰ من دون ریاء وسمعة حتی قال ابن الجوزی من کتب اسمه علی المسجد الذی یبنیه کان بعیدا من الاخلاص، عمدة القاری ص:۲/۲۱۳، الجزء الرابع، باب من بنی مسجدا، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص۲/۱۱۷، باب من بنی مسجدا، مطبوعه دارالفکر بیروت.

رسالہ سے نقل کر کے مسجد کے داخلی دروازے کے پاس اندرون مسجد آویزاں کرتی ہے، اور اس کا مقصد مسلم بھائیوں کی اصلاح کے سوا کچھ بھی نہیں، نمازی حضرات سے یہ جماعت اپنے لئے دعائے خیر کی گزارش کرتی ہے، کیا از روئے شرع اس طرح پر کسی فرد یا جماعت کا اپنی اصلاح اور خیر کی دعا کرانا احکام ربی اور احادیث نبوی لکھنے سے پہلے کسی فرد یا ادارہ کا اول یا آخر نام لکھنا منع ہے؟

مندرجہ ذیل حدیثیں ہم لوگ لکھتے ہیں:۔

دین سیکھو اور سکھاؤ (۱) حضور اکرم ﷺ سراپا شفقت اور مجسمہ رحمت ہونے کے باوجود نماز کو باجماعت ادا نہ کرنے والوں پر اس قدر برہم ہیں کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دینے پر آمادہ ہیں، نماز کو باجماعت نہ پڑھنے کے سلسلہ میں اور بہت سی وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی پوری کوشش کریں، اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو سچا نمازی بنادے، ٹھیک وقت پر پورے سکون خشوع وخضوع کیساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(۲) نماز کے متعلق چالیس حدیثیں وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی فرد یا جماعت کا اپنے لئے دعا کے لئے درخواست کرنا منع نہیں، احادیث لکھ کر دعا کی درخواست کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عمل کی توفیق دے یہ بھی منع نہیں، نام چاہے آخر میں لکھا جائے یا پہلے، مگر اس طرح نام لکھنے سے اس لکھنے والے فرد یا جماعت کی بھی تشہیر ہوتی ہے، جس کی بناء پر لوگ تعریف کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ کام کا مقصود تعریف ہی تک محدود رہ جائے، رضائے خداوندی اور اشاعت احادیث واحکام مقصود نہ رہے، یا اسکے ساتھ نام آوری بھی مقصودیت کے درجہ میں آجائے، جیسا کہ کثرت سے اشتہاری لوگوں کا حال دیکھنے میں

آتا ہے، اللہ پاک اس مصیبت سے محفوظ رکھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۹۰ھ

چندہ سے تعمیر شدہ مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگانا

سوال:۔ ہمارے یہاں میدان جوگل تحصیل ہندوارہ میں ایک جامع مسجد تعمیر ہورہی ہے، ایک شخص ایک پتھر جوکہ سنگ مرمر کا ہے اس پر تاریخ سنگ بنیاد اور ذاتی نام کھدوا کر دیوار میں نصب کرنا چاہتا ہے، مگر مسجد شریف متذکرہ عوامی چندہ سے تعمیر ہورہی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جو آدمی اپنا نام سنگ مرمر پر کھدوا کر اس کو دیوار میں نصب کرنا چاہتا ہے چندہ کی فراہمی اور دیگر کام میں زیادہ حصہ لیتا ہے، گاؤں میں اکثر لوگ اس پر برانگیختہ ہوگئے ہیں، اور شدید ناراضگی کا اظہار کررہے ہیں، حتیٰ کہ اب مسجد شریف پر بھی رکاوٹ پڑنے کا احتمال ہے چونکہ آپ کا ادارہ ایک مستند دینی ادارہ ہے، اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرکے فتویٰ صادر کریں کہ آیا ہم لوگ اس پتھر کو اس شخص کے نام کے ساتھ دیوار میں نصب کریں یا نہیں، بہتر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اہالیان مسجد ان صاحب کو مسجد کا متولی ومہتمم قرار دے لیں اور ان کے انتظام

---

[1] ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴/ کتاب الرقاق، باب الرویا والسمعۃ، یاسرندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۱۷، ج ۲، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ، مطبوعہ رشیہ دھلی)

ترجمہ:- بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کی طرف نظر نہیں فرماتے ہیں البتہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

واہتمام سے مسجد کا کام انجام پائے تو اس سنگ مرمر پر اس طرح سے عبارت لکھدی جائے کہ اس مسجد کی تعمیر فلاں صاحب کے انتظام واہتمام سے ہوئی تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، لیکن خود ان صاحب کا مطالبہ کہ میرا نام پتھر کندہ کر کے لگایا جائے، اخلاص کے خلاف ہے[1]، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ناموری کے خواہش مند ہیں، یہ خواہش نہایت غلط ہے، ثواب کو ختم کرنے والی ہے، دنیا میں ایسے شخص کی شہرت وتعریف ہو جائے گی، مگر آخرت میں عمل خالص کے ثواب سے محروم رہے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] المراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه الله فی العمل هو الاخلاص وهو ان تكون نيته فی ذلک طلب مرضاة الله تعالیٰ من دون رياء وسمعة حتی قال ابن الجوزی من كتب اسمه علی المسجد الذی يبنيه كان بعيدا من الاخلاص (عمدة القاری ص۲/۲۱۳، الجزء الرابع، كتاب الصلوة، باب ن بنی مسجدا، مطبوعه دارالفكر بيروت، فتح الباری ص۱۱۷، ج۲، كتاب الصلوة، باب من بنی مسجدا، رقم الحديث: ۴۵۰، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] من سمع سمع الله به ومن يرائی يرائی الله به. الحديث (مشكوٰة شريف مطبوعه اصح المطابع ص۴۵۴/ باب الرياء السمعة)

ترجمہ:- جو شخص لوگوں کو سنانے کے واسطے عمل کرے تاکہ شہرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو مشہور کریگا، اور قیامت میں اس کو رسوا کرے گا، اور جو شخص دکھانے کے واسطے عمل کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ریاکاروں کا بدلہ دے گا۔

فصل نہم:- مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف کا حکم

مسجد کے اندر بنے کمرہ میں دفتر وغیرہ

سوال:۔مسجد کا اندرونی حصہ ہے، اصل میں مسجد کی زمین تین کونے والی ہے، جب مسجد بنائی گئی تو سیدھی بنائی گئی ہے، ایک کونہ اس کا بچا رہا، لیکن مسجد کے بیرونی حصۂ فرش میں اس کو بھی شریک کرلیا گیا، اور جمعہ کے دن جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے، تو اس میں بھی لوگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے، اس کے بعد اس حصہ میں مسجد کا ایک کمرہ بنادیا گیا ہے، جس میں اب مدرسہ کے بچے رہا کریں گے، یا مدرسین رہیں گے، یا ناظم صاحب کا دفتر ہوگا، جو کہ مسجد کے امام بھی ہیں، کیا اس کمرہ کو جو مسجد ہی کے حصہ میں بنایا گیا ہے، رہنا، سونا، دفتر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ یا امام کے لئے اس حجرہ کو استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ بھی نماز کیلئے ہی وقف اور متعین کردی گئی تھی، تو اب اس جگہ مستقلاً امام یا ناظم کا رہائش اختیار کرنا یا اس میں کار دفتر کرنا یا اسکو مدرسہ کے بچوں کا دارالاقامہ قرار دینا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۶ھ

تعمیر جدید کے وقت اگر مسجد کا کچھ حصہ دیوار میں آجائے

سوال:۔ایک قدیم مسجد کو منہدم کرکے جدید تعمیر کرنی ہے، منہدم کرنے پر قبلہ صحیح کرنے کی

---

[1] ولایجوز اخذ الاجرة منه ولاان یجعل شیئاً منه(المسجد) مستغلاً ولاسکنیٰ (درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد) البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مجمع الأنهر ص۵۹۵ ج۲ کتاب الوقف تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

صورت میں مسجد کی قدیم جنوبی دیوار کا کچھ حصہ سابق فرش پر آجاتا ہے، اور قدیم دیوار کا اکثر حصہ فاضل ہوجاتا ہے، اب اسی فاضل دیوار کو مسجد کی دوسری ضرورت کیلئے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب جو جگہ ایک دفعہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنادی گئی ہے، اسکو خارج مسجد قرار دیکر کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص کرلینا درست نہیں، کذا فی الدر المختار[1]

البتہ دیوار کے اندر آیا ہوا کچھ حصہ مسجد ہی سے متعلق کسی کام میں آجائے تو مضائقہ نہیں، مثلاً اس میں مسجد کی الماری بنادی جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۱ھ

مسجد کی تعمیر کنکریٹ کے ذریعہ

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد میں کنکریٹ ڈالکر مضبوط بنانا بدعت ہے، بعض کہتے ہیں کہ بدعت نہیں مسجد نبویؐ میں کنکریٹ موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں مسجد نبویؐ میں بھی کنکر موجود تھی، اور اب بھی کچھ حصہ میں ہے مسجد حرام (مکہ معظّمہ)

---

[1] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً إلى قيام الساعة وبه يفتى، در مختار مع الشامى كراچى ص۳۵۸ج۴ كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، شامى زكريا ص۵۴۸ج۶، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف فصل، طبع بيروت.

[2] ولا بأس بأن يتخذ فى المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادة من غير نكير، حلبى كبير ص۵۶۸ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه مكتبه رحيميه ديوبند، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور ص۶۱۲، فتح القدير ص۴۲۲/۱ كتاب الصلوة فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه دار الفكر بيروت.

میں بھی جگہ جگہ کنکر موجود تھی، اب حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً) مسجد حرام ومسجد نبوی دونوں جگہ کنکر ختم کر کے بہترین اعلیٰ قسم کے پتھر کا فرش بنا دیا گیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

مسجد پر غیر شرعی قبضہ

سوال:۔ (۱) ایک مسجد ودیشہ میں بیجا منڈل کے نام سے مشہور ہے جس میں زمانہ دراز سے عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے، شاہی زمانہ میں مہاراجہ کی طرف سے بذریعہ حکام عطر، پان، مسلمانوں کو عید کی خوشی میں پیش کیا جاتا تھا۔

(۲) جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا بٹوارہ ہوا تو دشمن ملک اور دشمن اسلام ہندو مہاسبھا وغیرہ پارٹیوں نے ستیہ گروہ شروع کر دی کہ مسجد بیجا منڈل مسجد نہیں ہے، بلکہ بیج مندر ہے ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۶۴ء تک عیدین کی نماز مسجد بیجا منڈل میں ہوتی رہی کبھی دفعہ ۱۴۴/ کے ذریعہ کبھی کرفیو کے ذریعہ ۸/۱۰/ برس سے پرمٹ سسٹم جاری کر دیا تھا کہ پرمٹ کے ذریعہ حکومت نماز عیدین پڑھواتی رہی۔

(۳) امسال ۱۹۶۵ء میں کمشنر صاحب مدھیہ پردیش نے بتاریخ ۱۶/۱/۶۵/ کو یہ حکم زبانی دیا کہ اس سال نماز عیدین کی اجازت مسجد بیجا منڈل میں نہ دی جائے گی، یہ مسجد آثار قدیمہ میں آ گئی ہے، یہ نہ ہندوؤں کی پوجا کے لئے دی جائے گی، نہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے لئے دیجائیگی اور کہا کہ حکومت مدھیہ پردیش مسلمانان ودیشہ کے لئے ۱۰/ ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہے کہ تم اپنی عیدگاہ دوسری جگہ بنالو۔

(۴) اور یہ مسجد بیجا منڈل محکمہ آثار قدیمہ نے ۱۹۴۷ء میں کر لی تھی، حکومت نے بھی

---

[1] اما التجصیص فحسن لأنه احکام للبناء کذا فی الاختیار شرح المختار، عالمگیری کوئٹه ص ۳۱۹ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة، حلبی کبیر ص ۶۱۶، ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۷ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها تحت فصل.

قانون میں اس کو مسجد مانا ہے۔

(۵) ہم مسلمانان نے دس ہزار روپیہ لینے سے انکار کر دیا ہے، اور یہ کہہ دیا کہ ہم مسجد فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جب تک حکومت مدھیہ پردیش ہمارا حق یعنی مسجد بیجا منڈل میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دے گی، تو اس وقت تک ہم عیدین کی نماز نہیں پڑھیں گے جو حکومت مدھیہ پردیش نے ہمارا حق زبردستی چھین لیا ہے۔

(۶) ہم مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہم حکومت پر عدالت میں دعویٰ کر دیں کہ حکومت مدھیہ پردیش نے ہمارے ساتھ بے انصافی کی ہے، آپ کا کیا خیال ہے۔

(۷) مسجد مذکورہ اسلامی قواعد کے ساتھ تعمیر ہے جو احکام شریعت کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۸) ایک زمانہ میں جبکہ اس کے قرب وجوار میں مسلم آبادی تھی پانچوں وقت نماز ہوتی تھی، جب آبادی کم ہوئی تو صرف جمعہ قائم رہا۔

(۹) جب دور تک آبادی ختم ہوگئی تو مسلمانان ودیشہ نے صرف عیدین کے لئے مخصوص کرلیا، تو آج تک عیدین کی نماز ہوتی رہی۔

(۱۰) یہ مسجد شہر سے باہر ہے عالیشان عمارت ہے، عیدین کی نماز آسانی سے پڑھی جاتی ہے۔

(۱۱) مسلمانوں کی آبادی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ مسجد کی دیواروں سے متصل قبریں بنی ہوئی ہیں، جو آج بھی ظاہر ہیں۔

(۱۲) اکثر وبیشتر علماء دین نے بھی کبھی اس مسجد میں وعظ اور نصیحت فرما کر مسلمانوں کو مستفیض فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ شرعی مسجد ہے اور حکومت کو بھی اس کا مسجد ہونا تسلیم ہے، اور اس میں نماز باجماعت ہوتی چلی آئی ہے، حتی کہ مخالفوں کی مخالفت کے باوجود کرفیو دفعہ ۱۴۴ / پرمٹ سسٹم کی صورتوں میں اس کو مسجد ہی تسلیم کرتے ہوئے اس میں عیدین ادا کی گئی ہے تو اب نہ اس کو فروخت کیا جا سکتا

ہے، نہ اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ ہوسکتا ہے نہ دعویٰ ملک قابل سماعت ہے[۱]، نہ اس میں نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے، اس میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا پورا پورا حق حاصل ہے، وہ عید بھی پڑھ سکتے ہیں جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں، پنجگانہ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں[۲]، وہاں نماز پڑھنے سے روکنا سراسر ظلم ہے اور خدائے پاک کے دئے ہوئے حق کو غصب کرنا ہے[۳]۔

وہاں کے مسلمانوں کو لازم ہے کہ آئینی طریق پر اس کو ہمیشہ کے لئے مسجد برقرار رکھیں، اور اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ نہ ہونے دیں، اس کیلئے قانونی طور پر پوری جدوجہد کریں عدالت میں دعویٰ کرنا مفید ہو تو وکیلوں سے مشورہ کرکے عدالت میں دعویٰ کریں۔

اگر کوئی صورت بچاؤ کی نہ ہو تو انتہائی بے بسی اور مظلومیت کی حالت میں وہ معاوضہ لیکر جو دینا تجویز کیا گیا ہے، کسی دوسری مناسب جگہ مسجد بنائی جائے، اس صورت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ مسلمانوں نے مسجد کو فروخت کردیا بلکہ یہ معاوضہ ہوگا زبردستی قبضہ کرنے کا۔

"لواستولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استردادہٖ وارادالغاصب

---

[۱] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، شامی زکریا ص ۵۳۹ ج۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولوخرب ماحوله واستغنی یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتیٰ (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرهٗ، شامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهرالفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف فصل فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان یذکر فیها اسمه (سورۂ بقرہ پارہ نمبر۱/آیت۱۱۴/)

ترجمہ:۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علی شیئی ثم یشتری بالما خوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله علیٰ شرائط الاولیٰ لانه حینئذٍ صار بمنزلة المستهلک فیجوز اخذالقیمة (بحر ،ص ۲۴۲/ج ۵/)[1]"

اس سلسلہ میں نماز عید کا ترک کرنا بے سود اور غلط ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں[2] علاوہ ازیں وہاں کے مسلمان دوسروں کی نظر میں اتنے محبوب و معظم نہیں کہ ان کے ناراض ہوکر نماز عید ترک کردینے سے مخالف بے چین اور مضطرب ہوکر اپنے ارادوں سے باز آجائیں گے، اوران کی مسجد کو برقرار رکھیں گے، اور وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۵ھ

مسجد کے کچھ حصہ میں متولی کی قبر بنانا

سوال:۔ قدیم مسجد جو کہ تقریباً دوسو سال سے بھی زائد کی ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے، مسجد مذکور کے صحن کے باہر ایک بزرگ کا مزار ہے، حسب ذیل احاطہ چہار سہ دیواری جنوب چبوترہ سوسال سے زائد ہوئے ایک بزرگ عام مسلمانوں کی رائے سے مسجد مذکور کے امام ومتولی ہوگئے، انہوں نے اپنے اہتمام میں مسجد کو سہ دری کے بجائے پنج دری کیا امام اول موصوف کا انتقال ہونے کے بعد بزرگ موصوف کے مزار کے قریب احاطہ سہ دیواری میں دفن ہیں، ان کے بعد ان

---

[1] بحر، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، ص ۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۵۸۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر إلا فی اربع، فتح القدیر ص ۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف دار الفکر بیروت.

[2] اعلم ان صلوٰة العید واجبة علی من تجب علیه الجمعة هذاهوالصحیح من المذهب (حلبی کبیری، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۵۶۵/ فصل فی صلوٰة العید، شامی زکریا ص ۴۴ ج۳ کتاب الصلوٰة باب العیدین مطبوعه دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۵۰ ج ۱ الباب السابع عشر فی صلاة العیدین.

کے بڑے لڑکے امام دوم بدستور سابق امام متولی ہوئے انہوں نے صحن مسجد کی توسیع کر کے احاطہ سہ دیواری قبور کو وسط صحن میں شامل کیا، بعد انتقال امام دوم بھی امام اول اور بزرگ کی قبر کے درمیان دفن ہوئے، اس کے بعد ان کے بھائی امام سوم بدستور سابق متولی ہوئے، ان کی حیات میں ان کے بھتیجے امام دوم کے بڑے لڑکے بھی اسی احاطۂ قبر میں دفن ہوئے، امام سوم بھی بعد انتقال بھتیجے اور امام دوم کی قبر کے درمیان دفن ہوئے، ان کے بعد ان کے دوسرے بھتیجے امام دوم کے لڑکے امام چہارم بدستور سابق امام متولی ہوئے انہوں نے بھی مسجد کی توسیع جات کی بعد انتقال امام چہارم بھی اسی احاطہ قبر میں امام اول کی پائنتی میں دفن ہیں جس میں کچھ جز حصہ قبر مسجد کی زمین کا شامل ہوئے جبکہ حسب ذیل میں ظاہر کیا گیا ہے، ان کے بعد امام سوم کے لڑکے امام پنجم بدستور سابق امام ومتولی مقرر ہوئے جو کہ موجود ہیں۔

اب صرف مسجد ہذا کی تنظیم کمیٹی بھی مقرر ہوگئی ہے، جس کیلئے یہ شرائط مسجد ہذا کی بھی تعمیری کام کیلئے امام کی رائے مشورہ وغیرہ دریافت کرنا ضروری ہے، منتظم کمیٹی مسجد ہذا کے کچھ ممبران نے بغیر اطلاع امام احاطہ نیوسہ دیواری کو منہدم کر کے ہر جانب سے تنگ کر کے اور احاطہ کی کچھ جگہ جہاں قبریں معین ہیں، سب میں مسجد کر لی ہے، ایسی صورت میں بغیر اجازت امام جس کے آباء واجداد اسی احاطہ میں دفن ہوئے ہیں، اور منتظم کمیٹی بھی صرف مسجد ہی کے امور میں حق رکھتی ہے، تو احاطہ قبور سے زمین کا کچھ حصہ مسجد کیلئے جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ امام وخاندان امام اور دیگر بہت سے لوگ (مسلمان) نہیں چاہتے جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں، تاکہ عوام الناس کسی قسم کے شک میں نہ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مسجد سے متعلق کسی بھی تعمیری کام کیلئے امام مسجد کا مشورہ ورائے ضروری قرار دے دیا گیا ہے، اور یہ چیز طے شدہ کے درجہ میں ہے تو پھر تصرف مذکور کرنا خلاف شرط ہوا جو زمین مسجد میں

داخل کی گئی ہے، اگر وہ مالک کی اجازت سے داخل کی گئی ہے تو اس کو داخل کرنا صحیح ہو گیا[1]

اور اگر وہ زمین وقف تھی مسجد کیلئے تب بھی داخل کرنا درست ہوا[2] قبریں اگر اتنی پرانی ہیں کہ میت مٹی بن چکی ہوگی، تو ان کا باقی رکھنا ضروری نہیں ان کو ہموار کر کے وہاں مسجد کا فرش بنانا اور نماز پڑھنا بھی درست ہے ایسی حالت میں قبر کا حکم باقی نہیں رہتا، بلکہ بدل جاتا ہے[3] اور اس تصرف سے میت کی توہین نہیں ہوتی، آئندہ ایسا تصرف کرنے کیلئے جائز شروط کی پابندی کیجئے[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

---

[1] لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه (الحدیث، مشکوٰة شریف، ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریة، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹ ج ۲ الباب الثامن والثلاثون باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

ترجمہ:۔ کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر درست نہیں۔، لا یجوز لاحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالته أو ولایته علیه وإن فعل کان ضامناً، شرح المجلة ص ۱۶ ج ۱ رقم المادة ۹۶ مطبوعه اتحاد بکڈپوا دیوبند، قواعد الفقه ص ۱۱۰ الاشباه والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، اشاعت الاسلام دهلی.

[2] فی الفتح : ولوضاق المسجد وبجنبه ارض وقف علیه اوحانوت جا ز ان یوخذ ویدخل فیه (شامی کراچی، ص ۳۷۹/ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقا، شامی زکریا ص ۵۷۶ ج ۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۶ کتاب الوقف، واذا بنی مسجداً، دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۶ ج ۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد.

[3] جاز زرعه ای القبور والبناء علیه اذابلی وصار تراباً (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۳۸/ج ۲/ صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، شامی زکریا ص ۱۳۸ ج ۳ المصدر السابق، عالمگیری کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل السادس فی القبر والدفن، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۵ ج ۲ کتاب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاته.

[4] المسلمون علی شروطهم الاشرطا حرم حلاله اواحل حراما (الحدیث) ترمذی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند ۲۵۱/ج ۱/ ابواب الاحکام، باب ماذکرعن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس) معجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲ ج ۱۷ رقم الحدیث ۳۰، دار احیاء التراث العربی.

ترجمہ:۔ مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی ضروری ہے، مگر وہ شرط جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔

مسجد میں ادھار لگائی ہوئی اینٹوں کی واپسی

سوال:۔ایک آدمی نے اپنا مکان بنانے کیلئے آٹھ ہزار اینٹیں ۶/۴/۷۷ء کو منگائیں تھیں، مسجد کے کچھ آدمیوں نے مشورہ کرکے وہ آٹھ ہزار اینٹیں اُدھار لے کر مسجد میں لگادیں اب بستی والے اینٹ واپس نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تم اپنی اینٹ مسجد سے نہیں لے سکتے، جبکہ اینٹ دیئے ہوئے تین سال ہوچکے، جس نے اینٹ دی ہے وہ بہت غریب اور پریشان حال ہے، اور وہ اپنی مرضی سے دینا نہیں چاہتا، اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے وہ اینٹیں مسجد والوں نے خرید کر لگائی ہیں تو وہ مسجد توڑ کر اینٹیں لینے کا حقدار نہیں رہا، البتہ قیمت کا حقدار ضرور ہے، اگر قیمت میں روپیہ مقرر کیا کیا تھا، تو اس کو روپیہ دیدیا جائے، اگر قیمت میں اینٹیں ہی تجویز کی گئی تھیں یعنی ادھار لی تھیں تو اس قسم کی اینٹیں منگا کر اس کو دی جائیں یا اس کی قیمت دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۱۴۰۰ھ

پرنالہ دوسرے کی جگہ میں اور مسجد کی دیوار میں ایسا تصرف جس سے کسی کی بے پردگی ہو

سوال:۔زید نے دو قطعے زمین مالکان زمین سے خریدی جس کی سرحد مسجد کے مغرب

---

[1] وفی القرض الجائز لایتعین بل یرید المثل وان کان قائماً، شامی کراچی، ص ۱۶۱ ج۵، کتاب البیوع فصل فی القرض، الدیون تقضٰی بامثالها الخ شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل، مطلب الدیون تقضٰی بامثالها، الاشباہ والنظائر ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی.

وجنوب کی دیوار تک تھی، جس میں سے ایک قطعۂ زمین جانبِ مغرب افتادہ پڑتی تھی، دوسرے قطعہ جنوب کے کچھ حصہ پر مالکِ زمین نے اپنا مسکونہ مکان بنا رکھا تھا جو جانب مغرب ومشرق کی لمبائی واقع تھا، زید نے خریدنے کے بعد اپنی پوری زمین پر قبضہ کرانے کے لئے دونوں جانبوں میں مسجد تک اپنی دیوار بنا کر احاطہ ومکان کی شکل دیدی، مسجد کی جنوبی دیوار میں جھروکے بشکل روشندان بنائے تھے، جس سے زید کے صحن میں بال بچوں کی بے پردگی ہوتی تھی، مسجد کی جنوبی دیوار کے بعد ایک گلی جو کہ ایک ضعیفہ کا مکان خام بنا ہوا تھا، جو زید نے خریدنے کے بعد اپنا صحن بنادیا، اور جھروکے کو اپنے صحن کی طرف سے بے پردگی کے خیال سے چاروں سوراخوں میں مٹی رکھ کر بند کردیا تھا، کچھ دنوں کے بعد رائے عام مصلیانِ مسجد سے بضرورتِ شدید مسجد کی ایک الماری اچھی خاصی نصب ہوئی جس کو لگے تقریباً ۲ رسال ہوگئے، اپنی جگہ بدستور باقی ہے، اور مسجد کی مصلحت فوت نہ ہوئی، اور زید کی بے پردگی کا سوال ختم ہوگیا، اور یہ نہیں معلوم کہ جھروکے مالکِ زمین کی اجازت سے بنائے گئے یا افتادہ زمین کی طرف یوں ہی کھولے گئے، اب زید صحن مذکورہ کو مکان کی شکل میں تعمیر کرنا چاہتا ہے، اور چاہتا ہے کہ مسجد سے ملا کر اپنی دیوار پختہ بنا کر تعمیر کرلے اور پانی جو مسجد ومذکورہ ضعیفہ کے دونوں دیواروں کے بیچ میں گرتا تھا وہ پانی زید اپنے صحن خانہ کی طرف گرائے اور زید کا مکان بسبب گلی چھوڑنے سے غیر محفوظ نہ ہو، زید کا کہنا ہے کہ مسجد ودیوار زید میں گلی ہوگی، مسجد کا بھی نقصان ہوگا برسات کے پانی کے ریلے وچھینٹے دونوں دیواروں کو خراب کریں گے، اور نیز چور ونقب زن کے چھپنے کا خطرہ رہے گا، دوسرا مجھ کو خیال یہ ہے کہ جھروکے جہاں اس وقت الماری نصب ہے بڑا سا جنگلہ لگادیا جائے، مگر اس شکل میں بے پردگی کا مسئلہ پیش آتا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا زید کو اپنی پوری زمین پر مکان تعمیر کرنے کا شرعاً حق ہے؟ یا اپنی دیوار مسجد سے ملاسکتا ہے، اگر نہ ملائے تو کس قدر فصل چھوڑنا ضروری ہے، نیز جھروکوں کی کیا حیثیت ہے؟ آیا ان کا باقی رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو زید کے مکان کے غیر محفوظ ہونے اور بے پردگی کا کیا حل ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو اپنی زمین میں مکان صحن سب کچھ بنانے کا پورا اختیار حاصل ہے[1] لیکن اگر مسجد کے متصل مسجد کی مصالح کے لئے کچھ راستہ مالک نے چھوڑ دیا ہو یا پانی گرانے کے لئے حق دیا ہو جس کو زید کے ہاتھ فروخت نہیں کیا گیا تو زید کا اس راستہ کو ختم کرنا یا پانی گرانے کی جگہ کو ختم کر کے دوسری طرف منتقل کرنا درست نہیں،[2] آج زید اس جگہ پر پانی گرانا برداشت نہیں کرتا تو کل کو زید کے ورثاء مسجد کا پانی اپنے مکان پر کیسے برداشت کریں گے، نزاع پیدا ہوگا وہ کہیں گے کہ مسجد کا پانی ہمارے صحن میں نہ آئے کسی اور طرف راستہ کیا جائے، مسجد کے جنوبی دیوار کے جھروکوں سے اگر زید کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہو تو زید کو چاہئے کہ وہ اپنے مکان کی دیوار بنائے تا کہ بے پردگی نہ ہو، اگر زید میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ دیوار بنا سکے تو جو الماری مسجد کیلئے اس جگہ پر بنائی گئی اس سے بے پردگی ختم ہوگی، اب جنگلہ لگا کر اس کے مکان کو بے پردہ نہ کیا جائے،[3] برسات میں مسجد کے پانی کی وجہ سے اگر زید کی دیوار کو اندیشہ ہو تو اس کے تحفظ کے لئے نالی پختہ کر دی جائے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لأن الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص، شامی زکریا ص ۱۰ ج ۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم، المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاوی شریف ص ۷ سورة الفاتحة رقم الآیة ۳، مطبوعه مکتبه رشیدیه دهلی.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیر ه بلااذنه ولاولایته (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۲۰۰/ ج ۶/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۹، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[3] یستفاد: العاشرورد حدیث جمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه مرافق الجار (الی قوله) ولاتستطل علیه بالبناء لتشرف علیه (قرطبی ،دارالفکر ،ص ۱۶۴/ ۳/ سورۂ نساء تفسیر الایة/ ص ۳۶/ تحت قولہٖ تعالیٰ والجارذی القربیٰ) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر

سوال: ۔مسجد کا ایک حجرہ میرے مکان کے ایک کمرہ سے ملا کر مسجد تعمیر کرانیوالوں نے تعمیر کرایا، میرے مکان کی خام دیوار کو چھانٹ کر اپنے حجرے کی دیوار قائم کر لی، میری دیوار میں سے ایک فٹ دبا کر لینٹر ڈال لیا، میں نے حافظ صاحب سے نہایت تہذیب سے دیوار بنانے کے شکایت کی مگر توجہ اور معقول جواب نہیں دیا، کیا بغیر مالک کی اجازت کے ایسا کرنا جائز تھا، نیز ایک چھت اور بنوائی ہے جو مذکورہ چھت سے ملائی گئی، اور روشن دان رکھ دیا جس کی وجہ سے بے پردگی ہوگی، یہ بھی میری غیر موجودگی میں کیا گیا حالانکہ باہر جاتے وقت وہاں سے کہہ کر گیا کہ خیال کر کے کام کرنا کوئی قابل اعتراض نہ ہو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد خدا کا گھر ہے[۱] اس میں کسی دوسرے کی زمین بغیر مالک کی اجازت کے شامل کر لینا یا اس کی دیوار پر مسجد کا گاٹر یا لینٹر وغیرہ رکھنا[۲] یا مسجد میں کوئی ایسا روشندان کھولنا کہ جس سے دوسرے مکان کی بے پردگی ہو شرعاً یہ جائز نہیں[۳] یہ حق تلفی ہے[۴] گناہ ہے، اگر مسجد میں کسی کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۴ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاضرر ولاضرار، مؤطا امام مالک، ص ۳۱۱/کتاب الاقضیہ، القضاء فی المرافق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: ۔رسول اللہ نے فرمایا کہ کوئی انسان اپنے بھائی کو نہ تو اولاً نقصان پہنچائے اور نہ بدلے کے طور پر۔

(صفحہ ہذا) ۱ "إنّ بیوت اللّٰہ تعالیٰ فی الارض المساجد، الخ فیض القدیر ص ۴۴۴ ج ۲ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت.

۲ لا یجوز لاحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنہ، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بلا اذنہ ولا ولایتہ، مطبع دیوبند الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی.

۳ أخرج الی طریق العامۃ کنیفا أو میزابا أو جرصنا کبرج وجذع وممر علو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زمین کی ضرورت ہوتو قیمتاً خریدی جائے[۱] لہٰذا ایسی صورتِ مسئولہ میں مسجد کے ان تصرفات کیلئے دیوار کا کوئی حصہ لے لیا گیا ہوتو اس کی قیمت ادا کی جائے[۲] اگر بے پردگی ہے تو اس کا انتظام کیا جائے[۳] اور جس کی حق تلفی کی گئی اس سے معذرت بھی کی جائے، ورنہ آخرت کی باز پرس سے نجات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۷ھ

مسجد کا کچھ حصہ چھوڑ دینا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے بالکل پی ڈبلیو روڈ کے متصل، پرانی مسجد کو منہدم کرکے نئی تعمیر کرتے وقت ۲ ۱/۸ ۴ ہاتھ چھوڑ کر شمال کی طرف ڈھائی ہاتھ بڑھائی ہے، جدید معتمرین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وحوض طاقة ونحوها أو دكّاناً جاز إن لم يضر بالعامة ولم يمنع منه فإن ضر لم يحل، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۵۷ ج۱۰ کتاب الدیات باب ما یحدثه الرجل فی الطریق وغیره مطبع دیوبند، زیلعی ص۱۴۲ ج۶ کتاب الدیات باب ما یحدثه الرجل فی الطریق، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] لا ضرر ولاضرار، قال المناوی "لا ضرر" ای لا یضر الرجل اخاه فینقصه شیئاً من حقه الخ، فیض القدیر ص ۴۳۱ ج۶، رقم الحدیث ۹۸۹۹ مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحه هذا) [۱] ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض ..... جاز أن يؤخذ ويدخل فيه ولو كان ملك رجل أخذ بالقيمة كرها، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجد لم يزل ملكه عنه مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۶ ج۲، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۳، ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً .

[۲] لايجوز التصرف فی مال غيره بلااذنه ولاولايته (درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص۲۰۰/ج۶/ کتاب الغصب ،مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۳] كمايستفاد ممافی القرطبی "العاشرة" ورد حديث جمع النبی صلی الله عليه وسلم فيه مرافق الجار (الیٰ قوله)ولاتستطل عليه البناء لتشرف عليه (قرطبی ،مطبوعه دارالفكر، ص۱۶۴ ج۳ سورة النساء تفسير آيت،۳۶)

حضرات یہ کہتے ہیں کہ جبکہ ہم نئی مسجد تعمیر کرا رہے ہیں، تو کچھ بجانب شمال ہٹالیں تا کہ کار، موٹر، سامان وغیرہ کی آمد ورفت میں ٹھوس دھکا وغیرہ نہ لگے، دوسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ راستہ سے تین فٹ زمین گورنر کی ہے، اسے چھوڑ دینا چاہئے، لیکن اس زمین کا عوض جو گورنر سے لیا جاتا ہے وہ واقف زمین نے نہیں لیا ہے، کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیز جو نئی تعمیر کی ہے اس میں لوہے وغیرہ سے احاطۂ مسجد بنایا ہے، محراب کا بھی نقشہ بنوا کر قدیم محراب سے شمال کی طرف ہٹوالیا، اس کو اگر پھر دوبارہ منہدم کر کے بجانب جنوب لیا جائے، تو مسجد کا مال مزید ضائع ہوجائیگا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ وجوہات کی بناء پر معتمرین حضرات کو یہ کام کرنا از روئے شرع کیا حکم ہے؟ نیز جو دو ہاتھ ہٹا کر مسجد بنانا شروع کیا ہے اسے احاطۂ مسجد میں رکھنے کا وعدہ کیا ہے، اگر اسے دیوار سے کردیں تو شرعاً مفصل جواب عنایت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد بن چکی ہے وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے اس کو چھوڑنے اور مسجد سے علیحدہ کرنے کا حق نہیں، البتہ جو حصہ مسقّف ہو وہ کچھ صحن میں آجائے یا اس کا عکس ہوجائے، تو مضائقہ نہیں مگر رہے مسجد ہی میں، اس سے خارج نہ ہو نہ کسی اور کام میں اسکو لایا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد میں وضو کی جگہ بنانا

سوال:۔ایک مسجد میں صحن کے اندر وضو کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی (عرصۂ دراز کے بعد جن

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالامام والثانى ابداً الىٰ قيام الساعة وبه يفتى (درمختار مع الشامى كراچى، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

صاحب نے مسجد کی تعمیر کی تھی) ان صاحب نے عین صحن کے اندر وضو کرنے کی جگہ پختہ بنوادی ہے اس کا کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے متعین کر کے وقف کر دی گئی وہاں وضو کی جگہ پختہ بنوانا جس کی وجہ سے اتنی جگہ محبوس ہو جائے کہ وہاں نماز نہ پڑھی جا سکے درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۷ھ

ضرورت مسجد کیلئے غسل خانوں کو باہر منتقل کرنا

سوال: ۔مسجد کے احاطہ میں تین عدد غسل خانہ اور تین استنجا گاہیں اور ایک سبیل آٹھ نلکوں پر مشتمل برابر برابر بنی ہوئی ہیں، لیکن بناء مسجد سے ہی شرعی مسجد کے حکم سے یہ اشیاء خارج تھیں، کیونکہ قوم کے افراد نے تمام مسجد کو پختہ کیا اور نئی بنایا، لیکن مذکورہ بالا اشیاء آج تک پرانے طرز پر موجود ہیں، لہٰذا مسجد کی کمیٹی نے ایک رائے پیش کی، کیونکہ احاطہ مسجد میں بچے داخل ہو کر پاک وناپاک ہاتھوں سے غسل خانوں کی جگہ سے پانی لیتے ہیں، دوسرے اس کنویں کے ڈول کو سبیل میں پانی بھرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ بعض اوقات جماعت چھوٹنے کا باعث بن جاتی ہے، کیونکہ ماشاء اللہ مصلی زیادہ ہیں، اور سبیل کافی نہیں ہوتی، استنجاء گاہوں کو وائر مشین لگا کر وسیع کیا جائے، کیونکہ مسجد کے نام وقف کافی ہے، اس لئے قوم نے اس گیرج کو غسل خانوں میں تبدیل کر دیا کچھ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ مسجد کے باہر مسجد کی آمدنی استعمال نہیں کی جا سکتی

---

[1] یستفاد :ممافی الدرالمختار "أما لوتمت المسجد یة ثم اراد البناء منع ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولاسکنی (الدرالمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ الدر المنتقٰی مع مجمع الأنهر ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

،لیکن لوگوں نے جواب دیا کہ ہم یہ کام مسجد کی پاکیزگی اور صفائی کے لئے کررہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ مصالح مسجد کے لئے غسل خانے باہر تعمیر کئے جاسکتے ہیں یا نہیں، یا اس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی پاکیزگی اور نماز باجماعت میں سہولت پیدا ہونے کے لئے غسل خانوں کو باہر منتقل کردینا درست ہے[1]، جس طرح قدیم غسلخانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہوا ہے، اگر اسی طرح ان غسل خانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہو تو کیا اشکال ہے[2]، تاہم اگر اشکال ہے تو کوئی بڑی بات نہیں، اس کے لئے مستقلاً چندہ کرلیا جائے، جب تک کوئی اشکال سامنے نہ آئے تو اس کی تفصیل کیا لکھی جائے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زمین پر مالکانہ قبضہ

سوال: ۔زید مسجد کے صحن اور نماز جنازہ کی جگہ اور مذہبی اجتماع کی جگہ اور تعزیہ کے راستہ

---

[1] وبهٰذا علم ايضا حرمة احداث الخلوات فى المساجد كالتى فى رواق المسجد الاموى ولا سيما ما يترتب على ذلك من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه شامى زكريا ص۵۴۸ج۶ كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد، حلبى كبير ص۶۱۰، ۶۱۱، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، تنظيف المسجد واجب (بدائع كراچى، ص۱۱۵/ج۲/ كتاب الاعتكاف فصل واما ركن الاعتكاف.

[2] مستفاد : فتحصل ان الشعائر التى تقدم مطلقاً بعد العمارة الامام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظروثمن القناديل والزيت والحصر ويلحق بثمن الزيت والحصرثمن ماء الوضوء اواجرة حمله اوكلفة نقله من البئر الىٰ الميضاة (بحر كوئٹه ص۲۱۵/ج۵/ كتاب الوقف) عالمگيرى كوئٹه ص۳۶۸ج۲ كتاب الوقف، الباب الثالث فى المصارف، الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۶۶،۳۶۸ج۴ كتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته.

پر قبضہ کر کے مکان بنانا چاہتا ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہے تو اس پر مالکانہ قبضہ غصب اور حرام ہے اس قبضہ کو ہٹا کر مسجد کے قبضہ میں دینا ضروری ہے[1]، پھر اس کی چہار دیواری بنا کر حسب مصالح مسجد کے کام لائیں تاکہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

مسجد کے پلاٹ پر ناجائز قبضہ

سوال:۔ جامع مسجد دھمتری کی وقف شدہ جائیداد کا زید کرایہ دار ہے، اس نے کمیٹی کے کرایہ پر دیئے ہوئے پلاٹ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، اور یہ ناجائز زائد قبضہ عرصہ دس سال سے کئے ہوئے ہے، اب کمیٹی ناجائز بلا کرایہ قبضہ کو زید سے واپس اس لئے لینا چاہتی ہے کہ اس ناجائز قبضہ کے پلاٹ سے جامع مسجد کی کم وبیش سو روپے ماہانہ آمدنی بلا مبالغہ بڑھ سکتی ہے، اب اگر زید اس ناجائز قبضہ کے پلاٹ کو کمیٹی کے قواعد وضوابط کے تحت واپس نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا کرایہ بالمقال دیگرے دینے کو تیار ہے، اور نہ ہی ناجائز قبضہ چھوڑتا ہے، تو زید پر اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور کس قدر مجرم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو وہ کرایہ دار غاصب ہے، ظالم ہے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ زائد حصہ فوراً خالی کر دے اور جتنے زمانہ تک اس پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے

---

[1] رجل وقف أرضا اودارا ودفعها الى رجل وولاه القيام بذلک فجحد المدفوع اليه فهوغاصب يخرج الارض من يده(عالم گيرى ،كوئٹه ،ص۴۴۷/ج۲/ كتاب الوقف الباب التاسع فى غصب الوقف، محيط برهانى ص۱۰۶ ج۹ كتاب الوقف، الفصل العشرون، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

اس کا کرایہ بھی ادا کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

حجرۂ امام کا گاٹر جدار مسجد پر

سوال:۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ شاہی مسجد سیوہارہ کی جنوب وشمال میں ہر دو جانب زمانۂ قدیم کے بنے ہوئے دو حجرے ہیں جن میں سے ایک حجرے کی قلمدانی ڈانٹ مسجد کی دیوار میں ہضم ہورہی ہے، دوسرا شمالی حجرہ سادہ بنا ہوا ہے، جس کو شکستہ ہوجانے کی وجہ سے دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے ،اس تمہید کے بعد سوال یہ ہے کہ اس شمالی حجرہ کے اوپر دوسری منزل کی تعمیر کا خیال ہے اور مصلحت تعمیر کی بنا پر اس دوسری منزل کی چھت کا شہتیر ایک طرف مسجد کی دیوار میں رکھا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے، کیا یہ تصرف جائز ہے یا نہیں، اس سوال کے خاص ملحوظات یہ ہیں:۔

(۱) یہ حجرے زمانہ قدیم سے مسجد کے ہیں۔

(۲) ان کی بالائی منزلیں بھی مسجد ہی کی ہیں۔

(۳) اس مسجد کے احاطہ میں ایک مذہبی مدرسہ بھی ہے جس کی عمارت مسجد کی مملوکہ زمین پر بنائی گئی ہے۔

(۴) اوران حجروں سے حسب ضرورت مدرسہ کا کام لیا جارہا ہے اور مسجد کا بھی اگرچہ تعلیم کے سلسلہ کے وقتیہ اخراجات مدرسہ کے مد سے ہوتے ہیں لیکن استعمال عمارت مشترک قسم کا ہے لہٰذا دوسرا سوال یہ ہے کہ ان حجروں کے بارے میں یہ نوعیت جس کو اپنے اکابر ہمیشہ بلانکیر ملاحظہ فرماتے چلے آرہے ہیں کیسی ہے؟

---

[1] منافع الغصب استوفاها اوعطلها فانها لاتضمن عندنا الافی ثلاث فیجب اجر المثل ان یکون المغصوب وقفاًللسکنی اوللاستغلال (درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۲۰۶/ج۶/ کتاب الغصب،مطلب فی ضمان منافع الغصب، مجمع الأنهر ص ۸۱ ج۴ کتاب الغصب، طبع بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ تصرف شرعاً جائز نہیں "ولا یوضع الجذع علیٰ جدار المسجد وان کان من اوقافه اھ شامی[1]" ظاہر حالات سے تو یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجرے مصالح مسجد کے لئے وقف ہیں مدرسہ کا کام لینا ان حجروں سے شرعاً درست ہے[2] مگر مسجد کا احترام ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ج ۱/۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ج ۱/۶۹ھ

مسجد کے بالائی حصہ پر امام صاحب کا کمرہ

سوال:۔ مسجد سے ملا ہوا امام صاحب کا کمرہ ہے جو اس وقت خارج مسجد ہے، لیکن اب اس مسجد کی توسیع کا ارادہ ہے تو کیا امام صاحب کے حجرہ کو نیچے سے مسجد میں شامل کرلیں اور اوپر کے حصہ میں مع اہل وعیال کے رہیں، تو کیسا ہے؟

---

[1] شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۸ج۶ البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[2] یستفاد مما یلی، أن الشعائر التی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطیب والمدرس، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۵ ج۵ کتاب الوقف، ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته، وهو عمارته المعنویة التی هی قیام شعائره، کامام مسجد ومدرس مدرسة الی قوله ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح أی مصالح المسجد، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۵۹،۵۶۰ ج۶ کتاب الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارة بما هو أقرب الیها.

[3] فی بیوت اذن اللّٰه أن ترفع الایة پاره ۱۸ سورة النور، رقم الایة ۳۶.

ترجمہ : وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس حجرہ کو نماز کے لئے مسجد میں داخل کر کے مسجد قرار دیا جائے، تو بالائی حصہ پر بھی ایسا حجرہ بنانا درست نہیں[1]، جس میں امام صاحب مع اہل وعیال قیام کریں، اگر اس کو مسجد بنانا مقصود نہیں، صرف یہ مقصود ہے کہ وقت ضرورت وہاں بھی نمازی کھڑے ہو جایا کرے اور اوپر والے حصہ میں امام صاحب رہیں تو یہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا

سوال:۔ ایک مسجد کی کچھ زمین وقف ہے وہ امام کے لئے ہے کہ جب تک جو شخص امام رہے گا، اس کی اجرت لیتا رہے گا، لیکن موجودہ امام نے اس کو اپنے نام ریکارڈ کرالیا ہے، بستی والے کہہ رہے ہیں کہ مسجد کے نام کردیں، مگر وہ نہیں کرتے، تو امام کا جبراً مسجد کی زمین اپنے قبضہ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ فعل ناجائز ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

---

[1] لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۵۶/ج ۱/مکروهاة الصلوة مطلب فی احکام المسجد)ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیامنه مستغلا ولاسکنی.(در مختار مع الشامی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه فتح القدیر ص ۲۳۶ ج۶ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] لو بنی فوقه بیتا للإمام لا یضر لانه من المصالح الخ شامی کراچی ص۳۵۸ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، احکام المسجد مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین مسجد کیلئے وقف ہے تو اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ جائز نہیں[1] بلکہ غصب ہے، امام اور اسکے بھائیوں کے ذمہ ضروری ہے کہ فوراً یہ مالکانہ قبضہ اٹھالیں، اور زمین مسجد کے نام کردیں[2]، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی، اور امام صاحب کی ۷ امامت مکروہ تحریمی ہوگی اور وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوں گے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زمین میں امام کا حجرہ بنانا

سوال: ۔مسجد کے امام صاحب نے رہنے کے لئے صحن مسجد میں ایک حجرہ بنایا جس کو پہلے نماز کے لئے تیار کیا گیا تھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

مسجد کی موقوفہ زمین پر دوسری مسجد بنانا

سوال: ۔ایک مسجد کی موقوفہ زمین پر خلاف شرط واقف اہل محلّہ کے اتفاق رائے سے دوسری مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اہل محلّہ نے یہ طے کیا کہ اس دوسری مسجد کے مصلیان پہلی مسجد

---

[1] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۵۲ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] رجل وقف ارضاً اوداراً ودفعها الی رجل وولا ہ القیام بذٰلک فجحد المدفوع الیه فهوغاصب یخرج الارض من یده (عالم گیری ،کوئٹه ،ص ۴۴۷/ ج ۲/ کتا ب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، محیط برهانی ص ۱۰۶ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل العشرون، مجلس علمی گجرات.

[3] لوقد موافاسقایا ثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (حلبی کبیری، مطبوعه لاهور، ص ۵۱۳/ فصل الاولی بالامامة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام.

والے کو اس موقوفہ زمین کے عوض میں کچھ روپیہ دیں تو یہ روپیہ دینا دوسری مسجد والوں پر ضروری ہوگا، یا نہیں؟ اور پہلی مسجد والے دوسری مسجد والے کو یہ زمین بلاعوض دے سکیں گے، یا نہیں؟ اور روپیہ دینا طے ہونے کی صورت میں دوسری مسجد والے اگر پہلے طے شدہ روپیہ نہ دیں تو یہ دوسری مسجد کیسی ہوگی، اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اور یہ طے شدہ روپیہ دے کر دوسری مسجد بنانا صحیح ہوگا یا نہیں؟ یہ مسجد بن کر نماز ہو رہی ہے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے وقف کر کے مسجد بنادی گئی ہو وہاں امام یا کسی اور کے لئے حجرہ بنانا درست نہیں[1]

جو زمین مسجد کیلئے وقف کر دی گئی وہاں دوسری مسجد بنانے کا حق نہیں، نہ اس کو دوسری مسجد کیلئے فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ اسکا روپیہ لیا جا سکتا ہے[2]، ہاں اگر خدانخواستہ پہلی مسجد ویران ہو جائے وہاں مسلمان باقی نہ رہیں، اور جہاں وہ زمین ہے وہاں مسلمان موجود ہیں، اور مسجد کی ضرورت ہو تو اس زمین پر دوسری مسجد بنالینا درست ہے اور وہاں نماز درست ہوگی[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

---

[1] اما لوتمت المسجد یة ثم ارادالبنا ء منع (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۹۴ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] اتحد الواقف والجهة جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الأخر علیه وان اختلف احدهما لایجوز له ذلک (درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۳۶۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہٖ، بحر کوئٹہ ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[3] ولوخرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لایعود الیٰ ملک الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف ثمنه الی بعض المساجد (شامی کراچی، ص۳۵۰ ج۴، کتاب الوقف مطلب فیما لوخرب المسجد ونحوہٖ، الدر المنتقی ص ۵۷۹ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹہ ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

نیچے مسجد اوپر رہائش گاہ

سوال:۔ یہاں ممبئی میں ایک دوجگہ پر کچھ اہل خیر حضرات نے اپنی جگہ پر مسجد قائم کر لی اس میں ایک جگہ پر تو جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، مگر اشکال طلب امر یہ ہے کہ وہ دونوں مسجد کے اوپر رہائش گاہ بھی ہے، سب لوگ رہتے بھی ہیں، تو کیا وہ مسجد کے حکم میں مانی جائے گی؟ اور وہاں جماعت ثانی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اس پر مسجد کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا ہے صرف پنجوقتہ نماز ہوتی ہے، اور اس کے اوپر بھی رہائش ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک وقف کر کے اس سے ملکیت کے حق کو ختم کر کے اسکا راستہ ہی الگ نہ کر دیا جائے، اور اسمیں سب کو آنے اور نماز پڑھنے کا پورا اختیار نہ دیدیا جائے وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی[۱] اوپر کے حصہ میں خود مالکانہ حیثیت سے رہیں، اور نیچے کے حصہ میں اذان وجماعت ہونے لگے، اتنی بات اسکے مسجد ہونے کیلئے کافی نہیں[۲] وہاں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۶ھ

---

[۱] من بنی مسجداً لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه یأذن بالصلوٰة فیه ،الهندیه، بلوچستان، کوئٹه، ص۴۵۴/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد)، شامی زکریا ص۴۵ج۶ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۹ ج۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد،

[۲] وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه، شامی کراچی، ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۶ البحرالرائق کوئٹه ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام ولا مؤذن وفی الشامی لو کرر اهل بدونها او کان مسجد طریق فوجا (الدرمع الشامی زکریا ص۲/۲۸۸، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

مسجد کی خالی جگہ میں دوکان بنانا

سوال:۔ایک پرانی مسجد ہے جس میں دیوار حرم کے آگے محراب کی دائیں بائیں جگہ خالی ہے، اس کو نشہ باز قسم کے لوگ اپنے مشغلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، مسجد کی اس خالی جگہ پر آمدنی اور مذکورہ گندگی سے صفائی کی خاطر دوکانیں بنادی جائیں، تو درست ہے یا نہیں؟ اس مسجد کی شمالی دیوار حرم سے متصل گندی گلی ہے، جس میں غلاظت کی نالی بہتی ہے، نیز دوسری سمت کے باشندے گندگی اور غلاظتیں پھینکتے ہیں، جگہ چونکہ میونسپلٹی کی ہے، اس لئے ہم کسی کو روک بھی نہیں سکتے ہیں، اس مسجد کی تعمیر اور توسیع کا کام ہونے والا ہے، تو اگر شمالی دیوار کو اپنی جگہ پر بغیر کھڑکیوں کے اونچا کردیں، اور وہاں سے نو دس فٹ جنوب سے نئے حرم کی دیوار لیں جس میں ہوا اور روشنی کے لئے کھڑکیاں وغیرہ ہوں تو اس چھوڑی ہوئی جگہ پر بھی نماز پڑھنے کا انتظام رہے گا تو ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی اس خالی جگہ میں مسجد کی آمدنی کے لئے اور گندگی سے صفائی کی خاطر دوکانیں بنوادینا درست ہے[1]، جس دیوار کو بھی مصالح مسجد کے لئے بلند کرنے کی ضرورت ہو بلند کرسکتے ہیں، پھر کھڑکیوں کا اس میں رکھنا مناسب ہو تو رکھیں، نہ رکھنا مناسب ہو تو نہ رکھیں، باہمی مشورہ بھی کرلیا جائے، تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یستفاد ممافی الهندیة:ولوکانت الارض متصلة ببیوت المصریرغب الناس فی استجاربیوتها کان للقیم ان یبنی فیها بیوتاًفیوا جرها (عالم گیری کوئٹه ص۴۱۴/ج۲/ کتاب الوقف الباب الخامس، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۰۰ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، محیط برهانی ص۲۴ج۹ الفصل السابع فی تصرف القیم فی الاوقاف، طبع مجلس علمی گجرات.

نیچے دوکان اور اوپر مسجد

سوال:۔زید اپنی دوکان کے بالائی حصہ پر مسجد بنوانا چاہتا ہے اور وقف بھی صرف اتنے حصہ کو کیا تھا ،جس کے متعلق یہ معلوم ہوگیا کہ جب تک اوپر نیچے ہر دو حصے مسجد کے نامزد نہ ہوجائیں گے وہ مسجد شرعی نہ ہوگی ،اگر چہ نماز ، جماعت صحیح ہوجایا کرے گی ،مگر وہ مسجد دوامی نہ ہوگی ، زید کو یہ داعیہ اس لئے ہوا کہ جس جگہ زید نے مسجد بنوانے کا ارادہ کیا ہے دیگر مساجد وہاں سے فاصلہ پر ہیں ،جس کی وجہ سے وہاں سے قریب جو مسلمان ہیں وہ نماز میں کوتاہی کرتے ہیں ، نیز یہ جگہ بازار میں ہے ،قریب سے روڈ گیا ہے ،جس کی وجہ سے امید ہے کہ بس اڈہ بنجائے ،اس اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ وہاں ایک مسجد بن جائے کہ مسافر اور بازار والوں کو سہولت رہے اور وہاں کے قریبی مسلمان اغلب ہے کہ نمازی بن جائیں (مسجد کی تعمیر کے بارے میں انفرادیت سے اگر مضائقہ ہو تو اور بھی لوگ چندہ دینے کے لئے بخوشی تیار ہیں)اس جگہ کے علاوہ اور ادھر اُدھر ہٹنے میں غیر مسلموں کے مکانات ہیں جو کبھی مفسدہ کا باعث بن سکتے ہیں ،اس کے بعد مسجد جس دوکان پر بنوائی جائے گی ،اس کی حیثیت یہ ہے کہ اس کے اندر ٹیوب ویل اور تیل کی مشین ہے جو کہ بکر کی شرکت میں ہے جس کا منتقل کرنا دشوار ہے ،اس قضیہ کے سلجھانے کی خاطر مندرجہ ذیل صورتوں میں کیا حکم مرتب ہوگا ؟

(الف)دوکان کے اوپر مسجد بنوا کر مسجد کے پانی اور روشنی کا انتظام خود دوکان والے کریں گے۔

(ب) دوکان والوں سے کرایہ لیں اور پھر روشنی اور پانی کا انتظام مسجد اپنے خرچ سے کرے۔

(ج)تحتانی اور فوقانی دونوں حصوں کو وقف کردیں ،مگر ٹیوب ویل اور مشین اپنی ہی جگہ پر رہے جو کرایہ مناسب سمجھیں مسجد کو ادا کردیا کریں ، جب کبھی مسجد کو ضرورت پڑے گی ، دوکان کو خالی کرالیگی ، اور خالی نہ کرانے کی صورت میں مسجد کو پانی اور روشنی بسہولت مہیا ہوجائے گی ، مذکورہ معروضات واقف کی طرف سے ہوں گے ، یا اہل قصبہ کی طرف سے کہ یہاں متولی کی قائم مقامی

عوامی پنچایت کرتی ہے، امید ہے کہ جواب سے جلدی سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس حصۂ زمین کو شرعی مسجد بنایا جائے یعنی نماز کیلئے متعین ومخصوص کیا جائے، وہ بالائی وتحتانی (ثریٰ سے ثریا تک) سب ہی جگہ مسجد ہوجاتی ہے[1]، اس طرح کہ اس سے حق العبد منقطع ہوجاتا ہے، نیچے دوکان کرایہ پر چلے اوپر مسجد ہو یہ ٹھیک نہیں[2] جبکہ نیچے کا حصہ بھی مسجد ہوگا تو وہاں خرید وفروخت اور تمام لوازم بیع کا صدور ہوگا[3] گفتگو میں بھی احترام مسجد باقی نہ رہے گا[4] پاک وناپاک ہر قسم کا آدمی بھی آئے گا ناپاکی جوتوں میں، کپڑوں میں، بدن میں ہوگی[5] ہر ایک کی تفتیش دشوار ہوگی آج کل کرایہ دار سے دوکان خالی کرالینا بھی آسان کام نہیں۔

---

[1] لانه مسجد الی عنا ن السماء وکذاالی تحت الثریٰ(درمختار مع الشامی کراچی ، ص۶۵۶/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب فی احکام المسجد، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۱ قبیل باب الوتر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه (شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] حرمة المسجد خمسة عشر (الیٰ قوله) الثالث ان لایشتری ولایبیع (عالمگیری کوئٹه، ص۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص۴۳۴ باب ما یفسد الصلاة، قبیل مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

[4] السابع ان لایتکلم فیه من احادیث الدنیا، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۱ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی زکریا ص۴۳۶ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[5] الرابع عشران ینزهه عن النجاسات والصبیان والمجانین، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۱ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص۳۴ج۲ باب ما یفسد الصلاة، فصل لما فرغ من بیان الکراهة.

(الف، ب، ج) کی مصالح ومفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس اقدام سے روکا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

مسجد کی جگہ میں دوکان بنانا اور ایک دوکان سے دوسری دوکان میں اقتدا کرنا

سوال:۔ (۱) زید دنیاوی نفع کی خاطر مسجد کے سامنے کے احاطہ میں دکانیں باندھنا چاہتا ہے، جگہ کی قلت کے سبب اس کے بائیں جانب نماز پڑھے کہتا ہے اس جگہ کے مصلیوں اور امام کے درمیان ایک حجرہ واقع ہے، اس کی دیوار میں کوئی دریچہ وغیرہ نہیں اس جانب کے نمازیوں کو امام کے پیچھے کے نمازی نظر نہیں آتے ہیں، اس صورت میں یہاں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) دیگر اس مسجد میں جگہ کی قلت کی وجہ سے عیدین میں نمازیوں کی جگہ کافی نہیں ہوتی، مسجد کی آمدنی کے بنسبت اخراجات کم ہیں، ایسی صورت میں مسجد کے روبرو جو جگہ لب سڑک ہے کیا اس جگہ میں دوکانیں بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر وہ جگہ نماز کیلئے وقف ہے تو وہاں دوکان بنانا درست نہیں[۱]، اگر نماز کیلئے وقف نہیں لیکن

---

[۱] اما لوتمت المسجد یة ثم ارادالبناء منع (الی ان قال)ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولا سکنی درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۳۶، ج۶ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی ملک ہے، اور مسجد میں جگہ کی قلت ہے کہ وقت ضرورت وہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں، اور مسجد کی آمدنی کافی ہے، خرچ زیادہ نہیں تب بھی اس جگہ دوکان نہ بنائی جائے[1] اگر مسجد میں جگہ کافی ہے تو وہاں مسجد کے لئے دوکان بنالی جائے، تاکہ اس کا کرایہ مسجد میں آئے اور ضروریات پوری ہوں، امام اور مقتدیوں کے درمیان اگر فصل ہو اس طرح کہ ایک گاڑی درمیان میں گزر سکے یا کچھ مقتدی سلسلۂ صفوف سے اس طرح منقطع ہوجائیں، اور یہ فصل خارج مسجد ہو تو اقتداء درست نہیں ہوگی، اور ایسے مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوگی، اگر صرف دیوار حائل ہو اور امام کے انتقالات کی اطلاع ان مقتدیوں کو صحیح طور پر ہوجاتی ہو تو ان کی نماز درست ہوجائے گی[2]

(۲) جواب نمبر ایک سے اس کا جواب واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے نیچے دوکانیں

سوال:۔ ایک مسجد تعمیر ہورہی ہے اس کے نیچے دوکانیں اور اوپر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وكذا شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، مطبوعه ماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] لوضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه اوحانوت جاز ان يوخذ ويدخل فيه (شامی کراچی، ص ۳۷۹/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئی من المسجد طريقاً، حاشية الشلبی ص۳۳۱ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه امداديه ملتان، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ويمنع من الاقتداء طريق تجری فيه عجلة اونهر تجری فيه السفن اوخلاء فی الصحراء يسع صفين والحائل لايمنع الاقتداء ان لم يشتبه حال امامه بسماع اورؤية (درمختار مع الشامی کراچی، ج۱ ص۵۸۴/ تا ۵۸۶/ کتاب الصلوٰة باب الإمامة، مطلب الكافی للحاكم جمع كلام محمد فی كتبه التی هی ظاهر الرواية النهر الفائق ص۲۵۳ ج۱ باب الإمامة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۳۲۲ ج۱ باب الإمامة.

کا کیا مطلب ہوگا کہ تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک مسجد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب حق اللہ رہے، حق العبد اس سے منقطع ہو جائے، کوئی دعویٰ ملک نہ کر سکے، مسجد کے آس پاس گرداگرد دوکانیں بنوادی جائیں، ایسا نہیں چاہئے کہ نیچے کی سب منزل دوکانیں ہوں اور صرف اوپر کی منزل مسجد ہو اوپر نماز ہوتی رہے اور نیچے مسلم وغیر مسلم پاک ناپاک، حلال وحرام تجارت وغیرہ کرتے رہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۹ھ

نیچے دوکانیں اوپر مسجد

سوال:۔ زید ایک قطعۂ زمین جس کا رقبہ آراضی سات یا سوا سات بیسہ ہے، اس میں پانچ یا چھ دوکانیں بنوا کر اوپر منزل پر مسجد تعمیر کراتا ہے، نیچے کی دوکانوں کا کرایہ وصول کر کے اپنے صرف میں لاتا ہے، اور مسجد کے واسطے کچھ نہیں دیتا یہ کہتے ہوئے کہ میں نے مسجد کو اوپر والی منزل تجویز کیا ہے، نہ کہ زمین پر حالانکہ زمین خداوند کریم کی ساخت ہے مسجد کی خرچ کے کفالت کا ذمہ دار نہیں ہوتا، مگر بکر اعتراض کرتا ہے کہ مسجد تحت الثریٰ سے لیکر عرش معلّٰی تک شمار ہوتی ہے، اور اگر بالفرض بوجہ حادثات زمانہ چھت تباہ ہو جائے تو مسجد بھی اور مسجد کے زمین مسمّی بھی کالعدم ہونے کا خدشہ ہے، لہٰذا یہ خیال غلط ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے پہلے نیت ہی ایسی کی تھی کہ نچلی دوکانیں میری

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً ينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله .(شامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف فصل، تحت فرع مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۳۴ ج۶ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت، بنايه على فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، بيروت.

ملکیت ہوں گی، اور اوپر کی وقف جناب مولوی صاحب چونکہ امر متنازعہ فیہ خاص قسم کا ہے جس کے واسطے جناب سے فتویٰ پوچھنا ضروری ہے لہٰذا فتوی بمع حوالجات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ مسجد شرعی مسجد نہیں ہوئی اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، اگر یہ زمین پہلے سے مسجد کیلئے وقف تھی زید کی ملکیت نہیں تھی، تو زید کو ان دوکانوں وغیرہ کا کرایہ اپنے کام میں لانا ہرگز جائز نہیں مسجد پر صرف کرنا واجب ہے، اور یہ دوکانیں مسجد ہی کی ہوں گی، اور مسجد شرعی مسجد ہوگی "**ومن جعل مسجداً تحته سرداب اوفوقه بيت وجعل باب المسجد الىٰ الطريق وعزله فله ان يبيعه وان مات يورث عنه ولوكان السرداب لمصالح المسجد جاز كما فى بيت المقدس كذافى الهداية** ھ فتاویٰ عالمگیری[1] ج۲/ص۴۵۵/ **واذاكان السرداب اوالعلو لمصالح المسجد اوكان وقفاً عليه صار مسجداً** ھ شرنبلا لیه **قال فى البحر وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله بخلاف مااذا كان السرداب والعلوموقوفاً لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية**"[2] ردالمحتار، ص۵۷۳/ج۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] عالم گیری، کوئٹہ ۴۵۵/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، النهر الفائق ص۳۲۹ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، هدایه مع فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶، کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] شامی کراچی، ص۳۵۷/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱، ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، هدایه مع فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

مسجد کی دوکانوں کی چھت پر مکانات کی تعمیر کرایہ پر چلانے کے لئے

سوال:۔ جامع مسجد ہردوئی کی طرف سے گیارہ دوکانیں تعمیر ہوئی ہیں، انجمن اسلامیہ ضلع ہردوئی ان دوکانوں کی چھت کو کرایہ پر لیکر مکانات رہائش تیار کرانے کا قصد رکھتی ہے، اس کی آمدنی انجمن مذکور کی جنرل فنڈ میں رہے گی، جو مختلف شعبہ جات مدرسہ فرقانیہ جامع مسجد امداد بیوگان ومسافران وتجہیز وتکفین لاوارث مسلمان وغیرہ وغیرہ میں صرف ہوگی، اس انجمن کو یہ چھت کرایہ پر دی جاسکتی ہے، تاکہ اس کی آمدنی سے کارہائے مذکورۃ الصدر انجام دیئے جاسکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جامع مسجد کو اس سے نقصان کا خطرہ نہ ہو تو دوکانوں کی چھت کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، پھر انجمن وہاں رہائشی مکانات تعمیر کرائے، چھتیں مسجد کی ہوں گی اور ان پر مکانات انجمن کے ہوں گے، اور جب بھی حسب قاعدہ جامع مسجد کی طرف سے مطالبہ ہو تو مکانات وہاں سے ہٹا کر یا ملبہ کی قیمت پر فروخت کر کے مطالبہ پورا کرنا لازم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوار مسجد میں دوکان کی الماری بنانا

سوال:۔ ایک مسجد لب سڑک ہے جس کا فرش قد آدم سے بھی دو فٹ زیادہ اونچا ہے، مسجد

---

[1] ومابناه مستاجر اوغرسه فلهٗ مالم ينوهٖ للوقف (قال الشامی) ثم اذالم يضر رفعه بالبناء القديم رفعه (الیٰ قوله) ولو اصطلحوا على ان يجعله للوقف بثمن لايجاوز أقل القيمتين منزوعا فيه اومبنيا فيه (در مختار على الشامی كوئٹه ملخصاً،ص ۴۷۰/ ج۳/ كتاب الوقف ، مطلب فی حكم بناء المستاجر فی الوقف بلااذن، شامی زكريا ص۶۷۸ ج۶ المصدر السابق، مجمع الانهر ص۶۰۵ ج۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۳۷ ج۵ كتاب الوقف.

کی ایک چھوٹی سی دوکان ہے، اگر وسعت دینے کے لئے ایک چھوٹی سی الماری بنادی جائے جس میں سامان خیاطی رکھا جاسکے، یہ الماری فرش مسجد سے نیچے کی طرف ہوگی یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوجگہ شرعاً مسجد ہوتی ہے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہوتی ہے[1]، دیوار مسجد میں اس طرح الماری بنانا کہ وہ فرش مسجد سے نیچے پڑتی ہو اور اسے کرایہ پر دینا، ذریعۂ آمدنی بنانا شرعاً درست نہیں، خواہ وہ الماری خیاطی کے لئے ہو یا کسی اور سامان کے لئے ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد کے قریب غیر مملوکہ زمین میں مصالح مسجد کے لئے دوکان وغیرہ بنانا

سوال: ۔مسجد خمران سینکڑوں سال پرانی ہے، ایک کنواں جو مسجد سے متصل ہے مسجد کا

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] لا يجوز للقيم ان يجعل شيئاً من المسجد مستغلا ولا مسكنا، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص۴۶۲ ج۲ کتاب الوقف، مطلب الوقف علی عمارته ومصالحه، درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد.

کنواں کہلاتا ہے، مگر وہ مسجد سے باہر تھا، بعد میں کسی صاحب خیر نے مسجد کے لئے مسجد میں کنواں بنوادیا، اور مسجد سے باہر والا کنواں ویران ہوگیا، پھر محلّہ کی ۹۰ رفیصد رائے سے کنویں کو پاٹ کر کئی مسجد کے پیشاب گھر اور دوکانیں تعمیر کی گئیں، یہ تعمیر مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ سرکاری ریکارڈ میں یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، صرف چاہ پختہ لکھا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے قریب کچھ جگہ عامۃً مصالح مسجد کے لئے خالی چھوڑ دی جاتی تھی، ایسا ہی حال اس جگہ کا معلوم ہوتا ہے، خاص کر جبکہ کوئی اس کی ملکیت کا مدعی بھی نہیں، تو ایسی حالت میں اس جگہ مصالح مسجد کیلئے متفقہ رائے سے دوکانیں وغیرہ بنادینا شرعاً درست ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

حفاظت وبقائے مسجد کے لئے صحن مسجد میں دوکانیں بنانا

سوال: ۔مسجد گلزار شاہ کے کچے شرقی صحن سے کچھ صحن جو پاپوش اتارنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، بٹوارہ سے بہت پیشتر پتھروں سے پختہ کر کے مسجد کے فرش میں ملایا گیا تھا، مسجد کی ہر چہار سمت غیر مسلم آبادی سے گھری ہوئی ہے اور آس پاس بھی اس وقت کوئی مسلمان آباد نہیں، مسجد کی کوئی آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے روشنی اور پانی تک کا کوئی انتظام نہیں، نہ کوئی صف نہ مؤذن نہ امام، بٹوارہ کے بعد کچھ غیر مسلم مسجد کو رہائش گاہ بنا کر رہتے رہے، مسجد حکام کی مداخلت سے خالی ہوگئی، اس کس مپرسی کے عالم میں اب بھی مسجد کا غسل خانہ پائخانہ کی جگہ استعمال ہوتا رہا ہے، کیا

---

[1] یستفاد :.ممافی الهندیه ولوکانت الارض متصلة ببیوت المصر یرغب الناس فی استیجاربیوتها وتکون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخیل کان للقیم ان یبنی فیها بیوتاً فیواجرها،عالم گیری، کوئٹه ،ص۴۱۴/ج۲/ کتاب الوقف الباب الخامس، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۰۰ج۳ باب الرجل یجعل داره مسجداً، فتح القدیر ص ۲۴۱ ج۶ کتاب الوقف، الفصل الاول.

مسجد کے مفاد کے لئے کچھ جگہ جو صحن غسل خانہ اور گزرگاہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس کی دوکان بنائی جاسکتی ہے، اور اس کے بعد بھی کافی صحن باقی رہتا ہے، تاکہ آمدنی کا ذریعہ ہوکر مسجد کی روشنی، پانی ،صفوں اور مؤذن کا معقول انتظام ہوسکے، یہ دوکان ایک مسلمان کے صرفہ سے تعمیر ہوگی، جو ملکیت مسجد کی رہے گی، اور وہ مسلمان محض کرایہ دار کی حیثیت سے مسجد کی حفاظت کا ذمہ دار رہے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ زمین ایک دفعہ مسجد بن جائے، وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہی رہتا ہے، اس کو مسجد سے خارج کرکے دوکان وغیرہ بنانا درست نہیں[1]، جوتے اتارنے کی جگہ کو جو حصہ مسجد نہیں تھا، پختہ فرش میں داخل کرنا اگر واقف یا قائم مقام واقف کی اجازت سے نہیں تھا بلکہ ویسے ہی کسی ایک یا متعدد آدمیوں نے داخل کرلیا تھا، تو وہ حصہ شرعی مسجد نہیں بنا[2]، مسجد کے مصالح کے لئے اصحاب الرائے حضرات کے مشورہ سے اتنا حصہ دوکان کے لئے الگ کرلینا درست ہے تاکہ مسجد کے لئے آمدنی اور حفاظت کا انتظام بسہولت ہوسکے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى (درمختار مع الشامى كراچى ، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لو خرب المسجد اوغيره، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وقيده باذن البانى لان متولى المسجد اذاجعل المنزل الموقوف على المسجد مسجداً وصلى فيه سنين ثم ترك الصلوٰة فيه واعيد منزلا مستغلا جاز لان المتولى وان جعله مسجداً لايصير مسجداً (بحر ،كوئٹه ، ص۲۴۸/ج۵/ كتاب الوقف ،فصل فى احكام المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۶ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۹۱ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

[3] قيم يبيح فناء المسجد ليتجر فيه القوم او يضع فيه سررا آجره ليتجر فيها الناس (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بڑی چوڑی مسجد کی صفوف کو پنجگانہ نماز میں دائیں بائیں سے کم کرنا

سوال:۔ جامع مسجد کی چوڑائی تقریباً ۴۰ رفٹ سے زائد ہے اس میں آج بھی پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، عموماً سردی کے زمانہ میں اور دیگر وجوہات کی بناء پر جماعت میں شامل ہونے والے کبھی کم کبھی زیادہ تعداد میں حاضر ہوتے ہیں، چونکہ صف اول کا پورا کرنا بنیادی طور پر لازمی ہے، مگر اس کی لمبائی اس قدر زیادہ ہے کہ جب کھڑی ہوتی ہے، تو لوگ یمیناً ویساراً دوڑتے دوڑتے صف اول میں جا ملتے ہیں، اس طرح بسا اوقات ان کی ایک ایک رکعت بھی فوت ہوجاتی ہے، اور نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ مثلاً بوڑھے، ضعیف، جوان اور بیمار بھی ہوتے ہیں، اس لئے صف اول کے پورا کرنے میں بوجہ درازیٔ صف بہت پریشانی ہوتی ہے، نمازیوں کی رائے ہے کہ صف کو ایک حد تک محدود بنایا جائے، اور دونوں جانب حصہ چھوڑ دیا جائے، تاکہ امام صاحب کے پیچھے نمازی ایک خاص حد تک کھڑے ہوں، اور اگر دوسری صف بھی لگ جائے تو اس کے مطابق اسی کے سیدھ میں قائم کیا جاسکے، کیا شریعت مطہرہ اس کی اجازت دے سکتی ہے، جواب مدلل بحوالۂ کتب تحریر فرمایا جائے؟

نوٹ:۔ جمعہ کی نماز میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے، اور اہتمام بھی خاصا ہوتا ہے، لہٰذا جمعہ کی نماز کے بارے میں کوئی بات دریافت طلب نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ ایک دفعہ مسجد بنا دیا گیا ہے، یمیناً ویساراً اس کو مسجد سے خارج کرنے کی تو کسی صورت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فلا بأس اذا كان لصلاح المسجد ويعذر المستاجر ان شاء الله تعالىٰ اذا لم يكن ممر العامة البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۹ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۲۰ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد.

میں اجازت نہیں وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے[۱]، البتہ عذر مذکور فی السوال کی وجہ سے دونوں جانب کچھ خالی جگہ چھوڑ دی جائے، اور امام وسط ہی میں رہے، اور دوسری پھر تیسری صف بھی صف اول کی طرح ہو جائے، تو اس کی وجہ سے دوسری تیسری صف والے نماز میں صف اول کی فضیلت سے تو ضرور محروم رہیں گے[۲] فضیلت جماعت بلا تردد حاصل ہو جائے گی، لیکن اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے " **وفی کراھة ترک الصف الاول مع امکانه خلاف** اھ شامی ،ص ۳۸۳/ج ۱/[۳] ہاں اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو مثلاً امام رکوع میں ہو تو پھر دوسری صف میں شریک ہو جانا مکروہ نہیں، بلکہ تحصیل رکعت کیلئے ایسا کرنا افضل ہے " **قال فی الاشباہ اذا ادرک الامام فشروعه لتحصیل الرکعة فی الصف الاخیر افضل من وصل الصف** اھ شامی[۴]، ص ۳۸۳/ج ۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولوخرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی (در مختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ج ۱/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱، ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] عن البراء بن عازب قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ان اللّٰه وملائکته یصلون علی الذین یلون الصفوف الاولی وما من خطوة احب الی اللّٰه من خطوة یمشیها یصل به صفا، مشکوٰة شریف ص۹۸ باب تسویة الصفوف، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مسند احمد ص۲۸۴، ج۴ حدیث البراء بن عازب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، مطبوعه دار الفکر بیروت، ابوداؤد شریف ص۹۷ ج ۱ کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[۳] شامی کراچی، ص۵۶۹/ج۱/ باب الامامة، مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب.

[۴] شامی کراچی، ص ۵۷۰/ج ۱/باب الامامة ،مطلب فی الکلام علی الصفوف الاول، الاشباه والنظائر ص۸۴ کتاب الصلاة، الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

مسجد میں مکان یا حجرہ بنانا مسجد کی دیوار پر کڑی یا گاٹر رکھنا

سوال: ۔صحن جامع مسجد جہاں ایک عرصہ سے نماز ہوتی چلی آ رہی ہے، جس پر باقاعدہ صفوں کے نشان بنے ہوئے ہیں، کیا اس صحن کے کسی حصہ میں حجرہ بنایا جاسکتا ہے، یا نہیں، یا دوکانیں بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مقام نماز کے لئے وقف کر دیا جائے، اور اس پر اذان و جماعت ہونے لگے یعنی وہ شرعی مسجد بن جائے تو اس کو کسی دوسرے کام میں مستقلاً لانا جائز نہیں لہٰذا نہ وہاں حجرہ بنایا جاسکتا ہے نہ دوکان "**شرط الواقف کنص الشارع**"[1] مسجد کی دیوار پر کسی حجرہ یا دوکان کی کڑی یا گاٹر رکھنا بھی جائز نہیں، اگرچہ وہ دوکان یا حجرہ مسجد ہی کے لئے ہو۔ کذا فی البحر[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۸ھ

مسجد کے مائک کی حفاظت کے لئے حجرہ بنانا

سوال: ۔(۲) مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کا مائک رکھا ہوا ہے، اور اس کے چوری ہوجانے کا اندیشہ ہے، اس لئے گنبد کے پاس تین فٹ مربع گھر بنادیا گیا ہے، تاکہ اس کی حفاظت ہوسکے، تو چھت پر اس قسم کا اضافہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف طبع بیروت.

[2] ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وإن کان من اوقافه، بحر کوئٹہ ص۲۵۰ ج۵ فصل فی احکام المساجد، شامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد سے متعلق زمینوں کی آمدنی سے مذکورہ ضروریات بنانا اوران میں حسب مصالح وہ روپیہ خرچ کرنا شرعاً درست ہے[۱]

(۲) اس مقصد کے لئے ایسی جگہ یہ اضافہ درست ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کے لئے الماری بنوانا

سوال:۔ مسجد کے اوپر کے حصہ میں گنبد کے قریب صندوق کے طور پر اینٹ کی پختہ الماری جس کی لمبائی چوڑائی تین تین فٹ اوراونچائی دوفٹ کے قریب ہوگئی، بنوائی جائے تاکہ لاؤڈ اسپیکر کی مشین بحفاظت رکھی جاسکے، اوراذان کے وقت استعمال کی جاسکے، تعمیر کی جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد الماری ایسی جگہ بنائیں کہ وہاں رکھے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کو استعمال کرنے کے

---

[۱] مسجد له اوقاف مختلفة لابأس للقيم ان يخلط غلتها كلها(شامی کراچی ، ص ۳۶۱/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ)، بحر کوئٹہ ص ۲۴۹ ج۵ کتاب الوقف، هنديه کوئٹہ ص۴۶۳ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی ويبدأ من غلته بعمارته ثم ماهواقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة ثم السراج والبساط كذلک الیٰ اٰخر المصالح (درمختا ر مع الشامی کراچی ،ص۳۶۶-۳۶۸/ ج۴/ کتاب الوقف ،يبداء من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹہ ص۲۱۳ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۴۶۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی.

[۲] ولابأس بان يتخذ فی المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادةمن غير نكير (حلبی کبیری، مطبوعه لاهور، ص ۶۱۲/احکام المسجد) هنديه کوئٹہ ص ۱۱۰ ج ۱ ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لئے مسجد کی چھت پر جانے کی نوبت نہ آئے، تو بہتر ہے، کیونکہ فقہاء نے مسجد کی چھت پر بے ضرورت چڑھنے کو مکروہ لکھا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد کمیٹی کی ناخوشی کے باوجود زبردستی قبضہ اور عمارت بنانا

سوال:۔ اگر اس میں مسجد کمیٹی کی طرف سے ناراضی اور ناخوشی ظاہر ہو تو جھگڑا اور زبردستی اس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زبردستی قبضہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز نہیں کمیٹی کی رضا مندی سے جگہ کے کرایہ کا معاملہ کرلیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الصلوة قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر، فتح القدیر ص ۴۲۲ ج ۱ قبیل باب صلوة الوتر، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذااشتدالحریکره ان یصلوابالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکره الصعودعلی سطحه للضرورة (الهندیة ،مصری ، ص ۳۲۲/ ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی اداب المسجد، شامی کراچی ص۲۵۶ ج ۱ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص۱۱۸ کتاب الحظر والاباحة، ما یتعلق بالمساجد، رحیمیه دیوبند.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولا ولایته (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقه ص۱۱۰ الرسالة الثالثة القواعد الفقهیة، طبع دار الکتاب دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، دار الاشاعت دهلی.

مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ اور رہائشی مکان

سوال:۔ مسجد کی بچی ہوئی زمین پر مدرسہ درسگاہیں، مدرسین وطلباء کے رہنے کے گھر بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد کی ہے اس میں اگر طلباء کے رہنے یا تعلیم کے لئے عمارت بنائیں تو اس جگہ کا کرایہ مناسب تجویز کرلیا جائے، اور مدرسہ کی طرف سے وہ مسجد کو ادا کر دیا کریں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کا کچھ سامان کڑی وغیرہ مسجد کی چھت پر رکھنا

سوال:۔ یہاں پر مدرسہ کی چھت بالکل مسجد کے برابر تھی اس کی برابری یعنی چھت ملانے کیلئے مسجد کی چھت اکھاڑی گئی، اس پر یعنی مسجد پر مدرسہ کی کچھ لکڑی استعمال ہوئی ہے اور آٹھ دس چادر ٹین استعمال ہوا ہے، جو لگ چکا ہے، مسجد کا اپنا کوئی پیسہ موجود نہیں ہے، جو مدرسہ کو ادا کرے اور مدرسہ کی رقم میں زکوٰۃ وغیرہ بلکہ بعض غیر مسلموں کا بھی چندہ ہے، اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کام غلط ہوا، جن لوگوں نے مدرسہ میں وہ ٹین وغیرہ دیا تھا، وہ بخوشی مسجد کے لئے

---

[1] كما لوسكن بلااذن اواسكنه المتولى بلااجركان على الساكن اجر المثل ودخل مالوكان الوقف مسجداً اومدرسة سكن فيه فتجب فيه اجرة المثل (شامی کراچی ،ص ۴۰۸/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب سكن المشترى، دارالوقف، هنديه كوئٹه ص۴۲۰ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس، مطلب إذا أسكن متولى الوقف رجلا بغير أجرة، مجمع الأنهر ص۶۰۱ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت.

اجازت دیدیں تو اب مزید کسی تغیر کی ضرورت نہیں[۱] لیکن مدرسہ کی تعمیر کا کوئی بوجھ لکڑی وغیرہ مسجد پر ہرگز نہ ہونا چاہئے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر آباد مسجد کو محفوظ کرنے کی صورت

سوال:۔ جالندھر شہر میں ایک مسجد تھی جو بالکل مسمار ہوچکی ہے، اس مسمار شدہ مسجد کی ایک جانب مسجد کی ملکیت میں دوکانیں ہیں، اگر مسمار شدہ مسجد کی جگہ صحن کو موجودہ دوکانوں میں شامل کرکے ان دوکانوں کی چھت پر جدید مسجد تعمیر کرادی جائے، تاکہ مسلمان نماز ادا کرسکیں اور مسجد کی جگہ محفوظ ہوجائے، ورنہ اس جگہ پر غاصبانہ قبضہ کا احتمال ہے، اس وقت مسجد کی جگہ پر غلاظت اکھٹی ہورہی ہے، جدید مسجد کی تعمیر دوکانوں کا کرایہ دار (غیر مسلم) اپنی لاگت سے کرائیگا کل رقم کرایہ میں ادا ہوتی رہے گی، کل جائیداد وقف ہے اور آئندہ بھی وقف ہی رہے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ وقف کرکے نماز کے لئے مسجد بنادی گئی وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوجاتی ہے، اس کو کسی دوسرے کام میں لانا لاہرگز جائز نہیں[۳] اس قاعدۂ کلیہ کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ رکھنا اور

---

[۱] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[۲] ولایوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[۳] ولوخرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة سواء کانوایصلون فیه اولا (شامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد ا وغیره النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

اپنے امکان کی حد تک نماز کے لئے آباد رکھنا ضروری ہے، اور دوکانیں بنانا جو اصل مسجد کا حصہ تھا اس کو دوکانوں کی صورت میں تعمیر کردیا جائے، اور چھت پر مسجد رہے درست نہیں، قانون تحفظ اوقاف کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ کرنے اور نماز کے لئے مخصوص کرنے کی پوری کوشش کی جائے، خواہ اس صورت سے ہی کیوں نہ ہو کہ وہاں چہار دیواری بنا کر قفل ڈالدیا جائے، اور جب نماز پڑھنے کا موقع وہاں ملے قفل کھول کر نماز ادا کی جائے، اگر پوری کوشش کے باوجود تحفظ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو، اس پر غاصبانہ قبضہ ہوکر وقف کے برباد و باطل ہوجانے کا ظن غالب ہو تو مجبوراً سوال میں درج شدہ صورت کو بھی گوارہ کیا جاسکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

نئی تعمیر میں مسجد کا فرش اونچا رکھ کر نیچے تہہ خانہ بنادیا تو نماز کہاں پڑھی جائے

سوال:۔ایک پرانی مسجد توسیع کی غرض سے منہدم کرکے دوبارہ تعمیر کی گئی اور ابتداہی میں بنیاد کے موقع پر فرش مسجد کو پرانے فرش سے اونچا رکھنے کی تجویز بالاتفاق طے پائی، لیکن مٹی سے پاٹ کر اونچا کرنے کے بجائے، یہ صورت آسان سمجھی گئی کہ دیواروں کی کرسی اونچی لاکر درمیان میں پائے بنا کر خلا کو مٹی سے پر کرنے کے بجائے لینٹر ڈالدیا جائے، تاکہ نچلا حصہ بھی بوقت

[1] مستفاد : فی فتاوی النسفی سئل عن شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم هل لو احد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هٰذا المسجد قال نعم، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل، شامی زکریا ص ۵۵۰ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد.

ضرورت کارآمد ہوسکے، اور جمعہ کے دن یا جب بھی مصلیوں کی کثرت ہو اس کا دروازہ کھول کر اس حصہ سے بھی کام لیا جائے، اس بارے میں مقامی علماء کرام اور مفتی مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ وغیرہ حضرات سے مشورہ بھی کیا گیا اور بہت سے علماء کرام نے ہیئت مذکورہ کو تشریف لاکر ملاحظہ بھی کیا ، چنانچہ تقریباً ۷/فٹ زمین سے اونچی کرسی لاکر پرانے فرش کے قائم مقام فرش کے واسطے لینٹر ڈالدیا گیا اور اس فرش تک چوڑا زینہ بنوادیا گیا کہ ہر شخص جو مسجد میں داخل ہونا چاہے وہ سیدھے اس فرش پر پہنچے اور اسی غرض سے نچلے حصہ میں سامنے دروازہ نہیں رکھا گیا بلکہ اشتباہ سے بچنے کے لئے دوسری طرف دروازہ رکھا گیا، اب مسجد کی موجودہ ہیئت یہ ہے کہ باہر سے کوئی شخص مسجد کے سامنے آئے تو فرش مذکورہ ہی کو اصل مسجد سمجھے گا نچلے حصہ کی طرف اس کا ذہن بھی نہ جائے گا، اور اگر بالفرض نچلے حصہ میں جماعت کی نماز ہورہی ہو تو اسے اس کا علم بھی نہیں ہوسکتا بلکہ بغیر رہنمائی کے اس نچلے حصہ میں وہ بآسانی پہنچ بھی نہیں سکتا ہے۔

(۱) یہ فرش جو نماز پنجگانہ کے لئے بنایا گیا یہ فرش کے حکم میں ہے، یا چھت کے؟ جبکہ پرانا فرش نچلے حصہ کی صورت میں ہے۔

(۲) مسجد کا اصل حصہ کونسا ہے، یہ فرش جو پرانے فرش کا قائم مقام سمجھا گیا وہ نچلا حصہ جسے ہنگامی ضرورتوں کے لئے بنوایا گیا؟ مسجد کے حکم میں مسجد کا کل حصہ ہوتا ہے، یا بعض؟ (یعنی باعتبار تحت وفوق کے)

(۳) نماز پنجگانہ کس حصہ میں ادا کی جانی چاہئے؟

(۴) اگر اوپر والے فرش پر نماز پڑھی جائے جس کو اسی غرض سے بنایا گیا ہے، اور اسی میں ہر طرح کی سہولت بھی ہے، (کیونکہ نچلا حصہ بوجہ پست ہونے کے اس میں تاریکی وحبس ہے، نہ اس میں ہوا آنے کی کوئی صورت ہے) تو نماز بلا کراہت درست ہوگی یا نہیں؟

(۵) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دارالعلوم جدید، ص ۱۵۰/ج ۴/سوال

۱۶۳۱/ کے تحت فرماتے ہیں کہ (بعد نقل عبارت شرح خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ بعض عبارات سے جواز نماز فوق مسجد معلوم ہوتا ہے، اور بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے، صورت مسئولہ میں اس فتوے سے گنجائش فرش مذکور پر نماز ادا کرنے کی نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) اگر اصل مسجد نچلا حصہ ہے اور اسی میں نماز پڑھنی ضروری ہے، اور اس کو خالی چھوڑ کر اوپر کے فرش پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، تو چونکہ یہ حصہ پست ہونے کی وجہ سے تاریک بھی ہے، اس میں حبس بھی ہے اور دروازہ دوسری طرف ہونے کی وجہ سے اجنبیوں کے لئے غیر معروف بھی اور دوسری کئی دقتوں کے پیش نظر اس اصل مسجد کی پوری عمارت کو مٹی بھر کر ضائع اور بیکار کر دینا کیا درست ہے؟ یعنی اس سے وقتی ضرورتوں پر مصرف میں لانے کے لئے کارآمد اور باقی رکھنے کی شرعاً گنجائش ہے یا نا قابل استعمال اور بیکار بنا دینا ضروری ہے یا پھر طوعاً وکرہاً اسی حصہ میں نماز ادا کرنا لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء نے لکھا ہے کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا اور اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے[1] اسی پر قیاس کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری میں تحریر ہے کہ ہر مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے، لہٰذا شدت گرما کے وقت مسجد کی چھت پر جا کر نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے "**الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولھٰذا اذا اشتدالحریکرہ ان یصلوابالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علیٰ سطحہٖ للضرورة کذافی الغرائب (عالمگیری،**

---

[1] وتکرہ الصلاة ایضا علی سطح الکعبة للحدیث والمعنی فیه عدم التعظیم وترک الادب حلبی کبیر ص۳۶۳ کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص۱۰۸ ج۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۹۰ فصل فی مکروهات الصلاة.

ص ۹۴/ ج ۴/ ھندی[۱])

لیکن صورت مسئولہ میں مسجد کی جو ہیئت بن چکی ہے اس فرش مسجد کو مسجد کی چھت کا حکم نہیں دیا جائیگا، بلکہ اس نئی عمارت کی جو چھت ہے وہ سطح مسجد ہے، اور سابقہ مسجد بمنزلہ سرداب کے ہے جس کو مصالح مسجد کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے[۲]، سخت دھوپ اور لو کے وقت میں وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، اس لئے اس کو مٹی سے پر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسجد تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک مسجد ہی ہوتی ہے، یعنی اس سے حق العبد منقطع ہوتا ہے، جیسا کہ البحر الرائق[۳] اور شامی وغیرہ میں تصریح ہے ، جس طرح عامۃً مسجد کے دو حصہ ہوتے ہیں ، ایک شتوی ایک صیفی (مسقّف اور صحن) اور دونوں حصوں میں حسب مصالح نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہے، اسی طرح اگر مسجد کے دو حصے ہوں ایک فوقانی ایک تحتانی تو ان دونوں میں بھی نماز درست ہے ، اور یہ نہیں کہا جائیگا، کہ سطح مسجد پر چڑھنے کی وجہ سے احترام مسجد باقی نہیں رہا، عرفاً اس کو سطح نہیں کہتے بلکہ سطح تو اوپر والی منزل کی چھت ہے، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتاویٰ سے توسطح مسجد پر بھی نماز میں کراہت معلوم نہیں

---

[۱] عالم گیری کوئٹہ ،ص ۳۲۲/ ج۵/ کتاب الکراھیة ،الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی کراچی ص ۶۵۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص ۱۱۸ قبیل ما یجب علی الناس من الاخبار وقبول الاخبار، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۲] واذاجعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۷/ ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[۳] وحاصله ان شرط کونه مسجدااان یکون سفله وعلو ه مسجداً لینقطع حق العبد عنه (بحر کوئٹه ص ۲۵۱/ ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی کراچی ص ۳۵۸/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج ۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوتی ہے[1] امید کہ آپ کے تمام سوالات کے جوابات واضح ہو جائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ والوں کی آنے جانے کی سہولت کے لئے مسجد کی مغربی دیوار میں دروازے بنانا

سوال: ۔مسجد کے مغربی حصہ میں قبرستان تھا وہاں پر اسلامی مدرسہ بنا تو مدرسہ والوں نے مسجد کی مغربی دیوار کو توڑ کر تین دروازہ بنایا جس سے طلباء آتے جاتے ہیں، اور نماز ادا کرتے ہیں، تو اس طرح دروازہ کرنا اور مدرسہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل مدرسہ کا اپنی آمد ورفت کی سہولت کیلئے مسجد کی مغربی دیوار توڑ کر تین دروازے نکالنا غلط طریقہ ہے جو مسجد میں آنے کا عام راستہ ہے اس سے آنا جانا چاہئے[2] یہ تصرف غلط ہوا مدرسہ مسجد کی جس سمت پر حسب مصلحت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۵ھ

---

[1] مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے، چھت پر نماز پڑھنا خصوصاً گرمی کی وجہ سے بلا کراہیت جائز ہے (کفایت المفتی، مطبوعہ، کوہ نور پریس دھلی، ص ۱۱۶/ج۳/ کتاب الصلوۃ فصل پنجم)

[2] دار لمدرس المسجد مملوكة أو مستأجرة متصلة بحائط المسجد هل له أن ينقب حائط المسجد ويجعل من بيته بابا إلى المسجد وهو يشترى هذا الباب من مال نفسه فقالوا ليس له ذالک وإن شرط على نفسه ضمان نقصان ظهر فى حائط المسجد، هنديه كوئٹه ص ۳۲۰ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد.

مسجد میں مکان کا دروازہ کھولنا

سوال: ۔ ہمارے یہاں قصبہ کھتولی میں ایک زمین دو فریقوں نے شرکت میں خریدی تھی اور شرکت میں ہی اس کی نیو بھروائی تھی، عرصہ تک یہ زمین اسی طرح نیو بھری پڑی رہی، ایک فریق نے اپنا حصہ مسجد میں دیدیا ہے، اور دوسرے نے اپنے حصہ میں مکان بنالیا ہے، لیکن جو دیوار شرکت میں کرائی اس پر اپنی مکمل دیوار بنالی ہے، اور اس پر مسجد کا کوئی حق باقی نہیں رکھا ہے، اور مسجد کے اندر اپنا ایک دروازہ بھی کھول لیا ہے، اس کے لئے آپ بتائیے کہ اسکا یہ دروازہ مسجد میں کھول سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی دیوار مستقلاً مسجد کی ہونی چاہئے، وہ شرکت میں نہ رکھی جائے، اس شریک کے حصہ کی قیمت دیکر مسجد کیلئے خریدی جائے، اگر وہ بلا قیمت نہ دے[1] مسجد میں دروازہ اسکے مکان کا نہیں ہونا چاہئے، اس کو بند کردیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال فی البحر : وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد للّٰه (شامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد.

[2] دار لمدرس المسجد مملوكة اومستاجرة متصلة بحائط المسجد هل له ان ينقب حائط المسجد ويجعل من بيته بابا الى المسجد وهو يشترى هذاالباب من مال نفسه فقالو اليس له ذلک وان شرط علىٰ نفسه ضمان نقصان ظهر فی حائط المسجد.(عالم گیری ،کوئٹہ ، ص۳۲۰/ج۵/ کتاب الکراهية ،الباب الخامس فی المسجد)

مسجد کی دوبارہ تعمیر کے وقت مسجد کا کچھ حصہ تعمیر میں شامل کیا

سوال:۔ ہمارے قصبہ کی بازار والی مسجد کی پرانی تعمیر ہے کافی شکستہ ہوچکی ہے خوف ہے کہ خدانخواستہ کسی بھی وقت ناگہانی حادثہ کا شکار ہوجائے، اور بہت ممکن ہے کہ یہ جگہ نام کو بھی عبادت گاہ نہ رہ سکے۔ اعاذ اللہ منہ۔

دومنزلہ مسجد ہے، اوپر کی عمارت جماعت پنج وقتہ کیلئے مخصوص ہے، اوراس کے نیچے تقریباً ۱۹رفٹ کی جگہ میں دوکانیں قائم ہیں، بالائی مسجد کی قبلہ رخ دیوار کا بنیادوں سے تعلق نہیں ۱۹رفٹ کے طول میں کڑیوں اور چھت پر یعنی دوکانوں کی چھت پر مسجد کی تعمیر ہے، جو بالائی مسجد کے لیبل میں ہے، لیکن یہ نچلہ طبقہ حدود مسجد کے باوجود کبھی کسی وقت نماز کیلئے استعمال نہیں ہوتا، بلکہ عموماً اہل قصبہ رمضان المبارک میں وہاں پر چولہا گرم کرتے ہیں، الغرض یہ کہنا کہ تعمیر مسجد مختصر ہے، صرف ایک صورت ہوسکتی ہے، کہ آدھے حصہ میں مسجد رہے، اور ۱۹رفٹ کا نصف دوکانوں کیلئے چھوڑ دیا جائے، بہرحال تعمیر ضروری ہے، مذکورہ صورتوں میں جوصورت جواز کی ہوسکتی ہوارشاد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ حصہ متعلقات مسجد سے لیکر اصل حصہ میں شامل کر کے کم ازکم تلافی کی گنجائش ہوتو نکالی جائے عیدگاہ جامع مسجد اور مذکورہ مسجد کا متولی ایک ہی ہے، اوالذکر دوعبادت گاہوں کی کوئی آمدنی نہیں نہ دوکان نہ مکان اس صورت میں ایک مسجد کے نام سے چندہ فراہم کر کے ان دوعبادت گاہوں پر صرف کیا جاسکتا ہے، یانہیں ہرایک کیلئے علیحدہ تعیین ضروری ہے، اس کی کیا صورت ہوگی شرح فرمادیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوجگہ نماز کے لئے وقف کر کے عام اجازت اس میں نماز کی دیدی جائے اوراس پر کسی

کا قبضہ مالکانہ نہ رہے اس کو مسجد کہتے ہیں[۱]، اسکا حکم یہ ہے کہ تحتانی وفوقانی سب حصہ مسجد کا ہوتا ہے، اس میں کوئی دوسرا تصرف جائز نہیں، اگر واقف نے اول دوکانیں بنائیں، اوران کی چھت پر مسجد بنادی اور وہ دوکانیں بھی مسجد ہی کیلئے ہوں تو اس میں بھی گنجائش ہے جو جگہ فوقانی مسجد کے نیچے ہو اس جگہ کو نماز وغیرہ ہی کیلئے استعمال کرنا چاہئے، اس میں چولہا جلانا اور دنیا کے دوسرے کام کرنا درست نہیں وقتی ضرورت پر گرمی سردی برسات کے لحاظ سے وہاں جماعت بھی کیجائے اور سنن ونوافل کیلئے بھی اس جگہ کو استعمال کیا جائے[۲]، اب اگر مسجد مذکورہ شکستہ حالت میں ہے گرنے کا قوی اندیشہ ہے اور دوبارہ یک منزلہ تعمیر کرنا ہے تو جتنا تحتانی حصہ پہلے سے خالی تھا اس حصہ پر کوئی دوکان تعمیر نہ کیجائے اور مسجد کے نیچے کے جس حصہ میں دوکان ہے، اس کا نصف یا جتنا مسجد کیلئے مناسب ہو اس کو داخل مسجد کرلیا جائے[۳]، بقیہ نصف میں حسب مصلحت مسجد کیلئے دوکانیں بنالی جائیں، اگر دومنزلہ بنانا ہو تو جتنا حصہ نیچے کا مسجد کیلئے خالی تھا اس کو برقرار رکھتے ہوئے بقیہ حصہ متعلقہ پر دوکانیں تعمیر کرکے بالائی حصہ پر مسجد بنالی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مستفاد : من بنى مسجداً لم يزل ملكه منه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه ويأذن بالصلاة فيه (هنديه، مكتبه، رحيميه ديوبند ،ص ۳۴۷/ج۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد، مجمع الأنهر ص۵۹۳ ج۲ كتاب الوقف، تحت فصل، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۸ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد.

[۲] وحاصله ان شرط كونه مسجداًان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد للّٰه بخلاف مااذكان السرداب والعلو موقوفاً لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس (شامى كوئٹه ص۴۰۶/ ج۳/ كتاب الوقف مطلب فى احكام المسجد، شامى زكريا ص۵۴۷ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۲ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، حاشية الشلبى على الزيلعى ص ۳۳۰ كتاب الوقف فصل، ومن بنى مسجدا، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه أو حانوت جاز أن يؤخذ ويدخل فيه، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل وإذا بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۶ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، شامى زكريا ص۵۷۶ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقا.

صحن مسجد میں کنواں بنانا

سوال:۔ یہاں کی جامع مسجد میں باوجود اس کے ایک سرکاری نلکہ پانی لگا ہوا ہے، جو پانی دینے کے لئے کافی ہے، گرمیوں میں نلکے کا پانی تھوڑا ہو جاتا ہے، تو ضرورت رفع کرنے کے لئے ایک کنواں بھی ہے اندریں حالات مسجد والوں نے چاہا کہ ایک کنواں اور کھودنا چاہئے جس میں بجلی کی مشین لگوائیں، اور پانی کی بہتات ہو اور یہ کنواں مسجد کے مال وقف کے صرفہ سے صحن مسجد میں کھودنا تجویز ہوا اور درآں حالا کہ واقف زمین مسجد فوت ہو چکا ہے، یہاں کے علماء میں سے بعض نے ان کو منع فرمایا کہ مسجد ''ماعد للصلوٰۃ'' ہے یہ تصرف زمین مسجد میں جائز نہیں بعض نے عالمگیری کی کتاب الصلوٰۃ والی اور قبیل باب احیاء الموات والی راویتوں کے اختلاف کو دیکھ کر کچھ تساہل سے جواب دیا اس تساہل سے فائدہ لیکر انہوں نے کنواں کھودنا شروع کیا، اب سوال یہ ہے:۔

(۱) آیا یہ کنواں کھودنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور جب کھودا گیا تو اب یہ پانی اجزاء مسجد میں سے شمار کیا جائیگا یا نہیں، بنا برا ینکہ مسجد الیٰ تحت الثریٰ مسجد ہے، آیا اس پانی کا استعمال وضو وغیرہ کے لئے جائز ہے یا نہیں، پانی مشین کے ذریعہ سے مسجد سے باہر نکالا جائیگا، اور استعمال کیا جائیگا، بینوا بالدلائل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنا کر وقف کر دی گئی ہے، اس جگہ کو مستقلاً کسی دوسرے کام میں لانا غرض واقف کے خلاف ہے، ایسی جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، اسکا احترام لازم ہوتا ہے، اگر اس جگہ کنواں بنایا جائے گا تو وہ جگہ ہمیشہ کے لئے غیر صلوٰۃ کے کام میں محبوس رہے گی، حالانکہ وہ نماز کے لئے محبوس کی گئی تھی، نیز وہاں پانی لینے کے لئے طاہر وجنب سب جائیں گے، اور عامۃً کنویں پر شور وشغب ہوتا ہے، پانی لینے میں نزاع ہوتا ہے، بسا اوقات پانی لینے والے عوام کے پیر

اور برتن میل کچیل میں ملوث ہوتے ہیں، یہ امور احترام مسجد کے خلاف اور ممنوع ہیں، نیز اس سے مسجد میں تنگی ہوگی اور صفوف میں تفریق ہوگی "قال فی الدرالمختار فی احکام المساجد والوضوء الافیما اعد لذلک وغرس الا شجار الالنفع کتقلیل لزقوله والوضوء لان ماء ہ مستقذر طبعاً فیجب تنزیه المسجد عنه کمایجب تنزیهه عن المخاط والبلغم بدائع ، ولایظن ان ماحول بئرزمزم یجوز الوضوء أوالغسل من الجنابة فیه لان حریم زمزم یجری علیه حکم المساجد فیعامل بمعاملتها من تحریم البصاق والمکث مع الجنابة فیه قال فی الخلاصة غرس الاشجار فی المسجد لاباس به اذاکان فیه نفع للمسجد بان کان المسجد ذانزّوالاسطوانات لاتستقربدونها وبدون هذالایجوز اھ وفی الفتاویٰ الهندیه عن الغرائب ان کان لنفع الناس بظله ولایضیق علی الناس ولایفرق الصفوف لابأس به وان کان لنفع نفسه بورقه اوثمره اویفرق الصفوف اوکان فی موضع تقع به المشابهة بین البیعة والمسجد یکرہ اھ الیٰ قوله لان فیه شغل مااعد للصلوٰة ونحوها وان کان المسجد واسعاً اھ شامی[1] قال فی شرح المنیة ولایحفرفی المسجد بئر ماء لانه لایؤمن من دخول النساء والصبیان فتذهب حرمة المسجد ومهابته ولوکان البئر قدیماً یترک کبئر زمزم[2] پانی مباح الاصل ہے، اس کا استعمال ہر شخص کو جائز ہے، پانی اجزاء

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۶۰-۶۶۱/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ کتاب الصلوة الباب السابع فیما یفسد الصلاة الخ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة الخ، تحت فصل، البحر الرائق ص ۳۵ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] حلبی کبیری، ص ۶۱۲/فصل فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۳۵ ج ۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه فتح القدیر ص ۴۲۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل ویکره استقبال القبلة بالفرج فی الخلا، مطبوعه دار الفکر بیروت.

مسجد میں شمار نہیں ہوگا، تحت الثریٰ تک مسجد ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق العبد منقطع ہو جائے، کوئی شخص دعویٰ ملک نہ کر سکے صرح بہ الشامی[1]، فتاویٰ عالمگیری، کی دونوں عبارتیں بھی اس جواب کے خلاف نہیں رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر سہارنپور ۸/ربیع ۱ ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الاول ۷۰ھ

مسجد میں کنواں بنانا

سوال: ۔مسجد میں کنواں بنانا کیسا ہے جبکہ پہلے کبھی نہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کیلئے وقف ہے اس میں کنواں نہ بنایا جائے[2]، ہاں اگر ضرورت ہو اور کچھ زمین مسجد سے متعلق زائد ہو وہاں درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه (شامی کراچی ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۶۰۸ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، ولا يحفر فی المسجد بئر ماء ولو كانت البئر قديمة تترک كبئر زمزم، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۰ ج۱ کتاب الصلوة فصل كره غلق باب المسجد، فتح القدير ص۴۲۱ ج۱ کتاب الصلوة، فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء، مطبوعه دار الفكر.

دیوار مسجد کی مرمت

سوال:۔ ایک مسجد ہے جس کی دیوار کچی ہے، زید کہتا ہے کہ میں اس کی دیوار میں پختہ اینٹیں لگوا کر سائبان بنادوں گا، جس سے مسجد مضبوط ہوجاوے گی، اور میرا کام بھی ہوتا رہے گا، تو کیا زید کا اس مسجد کی دیوار میں اس نیت سے اینٹیں لگوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی مرمت یا پختگی اور ضروریات کے پورا کرنے میں تو کوئی تردد نہیں کہ یہ سب چیزیں مستحسن اور باعث اجر ہیں[1]، اور اس کا مطلب میرا کام بھی ہوتا رہے گا، سمجھ میں نہیں آتا، اس کام کی تفسیر معلوم ہونے پر اس کا حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا

سوال:۔ ہمارے شہر اندور میں تقریباً سو سال پرانی ایک جامع مسجد کو منہدم کرکے از سرِ نو تعمیر کی گئی، مسجد کی تعمیر جدید کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی اس نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا تھا کہ مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور مسجد کے اوپر وسیع ہال تعمیر کیا جائے، تہہ خانہ کو جماعت خانہ کے طور پر اور مسجد کی بالائی منزل کو مدرسہ کے لئے اور تقریبات، شادی بیاہ، عقیقہ وغیرہ مواقع پر لوگوں کو کھانا کھلانے اور باراتیوں کو ٹھہرانے کے لئے جن میں مرد، عورتیں، بوڑھے بچے، نمازی، بے نمازی سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، نیز دیگر کاموں کیلئے استعمال کیا جائے گا، تہہ خانہ اور بالائی

---

[1] من بنیٰ مسجداً للّٰہ بنی اللّٰہ لہ بیتاً فی الجنۃ (مسلم شریف، ص ۲۰۱/ج ۱/ کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیھا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

منزل کا کرایہ بھی وصول کیا جائے گا، تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔

مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے اور اب مسجد کی موجودہ شکل یہ ہے کہ نیچے ایک تہہ خانہ ہے اور درمیان میں مسجد اور مسجد کے اوپر ہال، جبکہ مسجد کی تعمیر جدید سے قبل اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اور منزل تھی۔

مسجد کے شمال میں ایک گلی ہے، تہہ خانہ اور مسجد کی بالائی منزل کے دو راستے ہیں، ایک راستہ مسجد کے اندر سے ہے اور دوسرا راستہ باہر گلی میں ہے، اس کے علاوہ محلّہ میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے، جس کو تقریبات کے لئے یا بطور جماعت خانہ کے استعمال کیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں محلّہ کے لوگوں کے اذہان مختلف ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تہہ خانہ اور اوپر والے ہال کو جماعت خانہ اور تقریبات کے لئے استعمال کرنا درست ہے، اور چونکہ متبادل کوئی جگہ محلّہ میں نہیں ہے، اسلئے مجبور بھی ہیں، لہٰذا بحالت مجبوری اجازت ملنی چاہئے

اس کے برخلاف دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی اوپر والی منزل بھی مسجد کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کا استعمال بطور جماعت خانہ اور باراتیوں کے قیام کے لئے جائز نہیں ہے، البتہ تہہ خانہ کو جماعت خانہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے، مذکورہ تفصیل کے پیش نظر دریافت طلب امور یہ ہیں:۔

(الف) از روئے شرع مسجد مذکور کے تہہ خانہ اور بالائی منزل کا کیا حکم ہے وہ مسجد کے حکم میں ہیں یا خارج از مسجد؟

(ب) محلّہ میں جماعت خانہ یا تقریبات منانے کے لئے کوئی اور جگہ نہیں ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی جگہ میسر آسکتی ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں مسجد کے تہہ خانہ اور بالائی منزل کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا بلا کرایہ تقریبات کیلئے یا باراتیوں کو ٹھہرانے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف،) جس جگہ کو مسجد بنائی جائے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہی ہوتی ہے، وہاں کوئی ایسا کام جو احترام مسجد کے خلاف ہو وہ ممنوع ہے، مسجد کے بالائی حصے یا تحتانی حصے کسی جگہ سے بھی حق العبد متعلق نہیں ہونا چاہئے، ہاں تقریبات کے لئے بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اہل تقریبات کو اس کے استعمال کا حق ہو اور اس میں وہ کام بھی ہو جن سے مسجد کو بچانا لازم ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں، تہہ خانہ مسجد کا سامان چٹائی وغیرہ رکھنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں، یہ احترام مسجد کے خلاف نہیں ہے " **وکره تحریماً الوضو فوقه، والبول والتغوط لانه مسجد الیٰ عنانِ السماءاھ (درمختار) ولایحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف علیهاھ رد محتار قوله الیٰ عنان السماء بفتح العین وکذا الیٰ تحت الثریٰ ولوجعل تحته سرداباً لمصالحه جاز .شامی ،ص۴۸۵/ج ۱/** [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند

مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد شیخ فرخ میں جگہ کافی نہ ہونے کی وجہ سے سوختہ مکانوں کی چھتوں پر رکھا جاتا ہے، جس سے نقصان کا اندیشہ ہے متولیان نے اس ضرورت کو محسوس کیا یہ تدبیر سوچی ہے کہ فرش مسجد میں جانب جنوب ایک تہہ خانہ تعمیر کر دیا جائے، جس سے یہ ضرورت رفع ہو جائے، یہ تہہ خانہ پہلے سے قائم نہیں ہے، جدید

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۶۵۶/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة مطلب فی احکام المسجد، شامی نعمانیه ص ۴۴۱ ج ۱ ، فتح القدیر ص ۴۲۰ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة فصل ویکره استقبال القبلة، دار الفکر، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

قائم کیا جائے گا، فرش مسجد بدستور ہموار رہے گا، محض فرش کے نیچے تصرف کیا جائے گا، اگر یہ صورت جائز ہو تو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا تصرف ناجائز ہے کوئی اور انتظام کیا جائے "لوبنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجد یة ثم ارادالبناء منع ولوقال عنیت قال لم یصدق تاترخانیه ،هذافی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولوعلیٰ جدار المسجد مع انه لم یاخذ من بناء المسجد شیئاً ،درمختار، ص ۵۷۲/ج۳/ قوله لوبنی فوقه بیتا لامام ای وهو فی یده قبل ان یخلی بینه وبین الناس یعمل فیه کذاایضاً ومن البحرقوله عنیت ذٰلک ای قصدت بناء البیت حال بناء المسجدطحطاوی، ص ۵۳۷/ج ۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۷/۵۷ھ

صحیح عبداللطیف ۱۹/رجب ۵۷ھ

احاطۂ مسجد میں طہارت خانہ بنانا درست ہے

سوال:۔ جامع مسجد شیخ پورہ پرتگال پورہ جو کہ پانی کے بہم ہونے تک ایک کلومیٹر تک کا فاصلہ ہے بوجہ عوام کی سہولت کے مسجد شریف کے اندر طہات خانہ عمل میں لایا گیا ہے ٹیوب ویل مسجد کے باہر ہے، مسجد کے دروازہ کے ساتھ ہی طہارت خانہ قائم کیا گیا ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ اس مسجد کے اندر طہارت خانہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ شرعی طور پر مسجد بنادی گئی، اور نماز جماعت کے لئے مخصوص کردی گئی وہ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۸/ج ۴/کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد.

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن گئی، پھر اس کا کوئی بھی حصہ دوسرے کام کے لئے مخصوص و متعین کر دینا جائز نہیں، مثلاً طہارت خانہ، غسل خانہ، بنا دینا کہ وہاں نماز نہ پڑھی جا سکے، درست نہیں، البتہ مسجد سے متعلق جو زمین زائد موجود ہو اگر چہ وہ اسی احاطہ میں ہو وہاں طہارت خانہ وغیرہ بنا دینا درست ہے۔

"لوبنی فوقه بیتاً للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة اراد البناء منع ولو قال عنیت لم یصدق (تاتارخانیه) فاذاکان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علیٰ جدار المسجد ولایجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولا سکنیٰ بزازیة اھ درمختار (قوله ولو علیٰ جدار المسجد)مع انه لم یاخذ من هواء المسجد شیئًااھ ونقل فی البحر قبله ولایوضع الجذع علیٰ جدار المسجد وان کان من اوقافهاھ قلت وبه علم حکم مایصنعه بعض جیران المسجد من وضع جذوع علیٰ جداره فانه لایحل ولودفع الاجق قوله ولا ان یجعل الخ هذاابتداء عباق البزازیة والمرادبالمستغل ان یوجر منه شیئی لاجل عمارته وبالسکنی محلها وعبارة البزازیه علیٰ مافی البحر ولامسکناً وقدردفی الفتح مابحثه فی الخلاصة من انه لواحتاج المسجد الیٰ نفقة توجر قطعة منه بقدر ماینفق علیه بانه غیر صحیح قلت وبهذا علم ایضاً حرمة احداث الخلوات فی المساجد کالتی فی رواق المسجد الاموی ولاسیما مایترتب علیٰ ذٰلک من تقذیر المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوهاھ درمختار ص ۲۷۱/ج۳/"[1]

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدر المنتقی مع المجمع ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

اگر مسجد تنگ ہو اور اس کے قریب راستہ بہت کشادہ ہو تو کچھ حصہ راستہ کا مسجد میں داخل کر لینا درست ہے جبکہ گزرنے والوں کو ضرر نہ ہو اگر مسجد کشادہ اور راستہ تنگ ہو تو مجبوراً مسجد میں کو گزرنے کی گنجائش ہے، مگر اس کی وجہ سے اس کی مسجدیت ختم نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

"جعل شئی ای جعل البانی شیئاً من الطریق مسجداً لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لا نها للمسلمین کعکسه ای کجواز عکسه وهوما اذاجعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصارف فی الجوامع وجاز لکل احدان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب (زیلعی) کماجاز جعل الامام الطریق مسجداً لاعکسه لجواز الصلوٰة فی الطریق لا المرور فی المسجدلاھ (درمختار[1]) قوله لجوازالصلوٰة فی الطریق)فیه ان الصلوٰة فی الطریق مکروهة کالمروفے المسجد فالصواب لعدم جواز الصلوٰة فی الطریق کماقدمناه عن جامع الفصولین یعنی ان فیه ضرورة وهی انهم لوارادوا الصلوٰة فی الطریق لم یجز فکان فی جعله مسجداً ضرورةً بخلاف جعل المسجد طریقاً لان المسجد لایخرج عن المسجد یة ابداً فلم یجزاھ (رد المحتار[2]،ص ۳۸۳)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۵ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۷۷-۳۷۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقاً .

[2] شامی کراچی ص۳۷۹ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً، هندیه کوئٹه ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، تبیین الحقائق ص۳۳۰ج۳ آخر کتاب الوقف، امدادیه ملتان.

مسجد سے متصل بیت الخلاء

سوال: ۔مسجد کے عقب پچھّم رخ ملحقہ دیوار امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے درمیان میں دیوار ہے پاخانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟.....دیوار میں ایسی صورت میں روشن دان بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

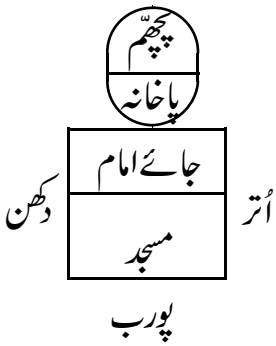

الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد پاخانہ بنانا جائز ہے[1] دیوار درمیان میں ہونے کی وجہ سے نماز میں بھی کوئی خرابی نہ ہوگی، لیکن ایسی جگہ پاخانہ بنانا جس سے نمازیوں کو بدبو کی تکلیف ہو اور ہر وقت مسجد میں بدبو آیا کرے اور مسجد کی جانب پاخانے کا روشن دان کھولنا احترام مسجد کے خلاف ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر گنجائش ہو تو کسی دوسری جگہ مسجد سے الگ پاخانہ بنانا چاہئے، اور روشن دان بھی مسجد کی طرف نہ کھولنا چاہئے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // // //

---

[1] وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۵۷ج۴ كتاب الوقف البحر الرائق ص۲۵۱ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[2] علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأ كولا اوغيره (شامى كراچى ،ص۶۶۱/ج۱/ مكروهات الصلوة ،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص۲۰۲ الفن الثالث، القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ مسجد کی کچھ اینٹیں برآمدہ مسجد میں لگی ہوئی تھیں، مریدین نے برائے شیخ مذکور وہ اینٹیں اٹھا کر اندرونِ مسجد یعنی صحن کے سامنے بیت الخلاء بنایا، اگر انصاف پسند لوگوں نے روک ٹوک کی تو مریدین اور پیر صاحب نے التفات نہ کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ مذکورہ کے لئے مناسب یہ تھا کہ متولی اور نمازیوں کے مشورے سے تصرف کرتے تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی نمازیوں کی ضرورت کیلئے اگر مسجد کے قریب بیت الخلاء بنایا جائے تو شرعاً گنجائش ہے[۱] مگر اس کا لحاظ چاہئے کہ بدبو مسجد میں نہ آئے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد سے متعلق بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ جامع مسجد کے فرش کے قریب پاخانہ کھلا ہوا ہے، یا حوض جس میں پاخانہ غلیظ

---

[۱] وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۵۷ج۴ كتاب الوقف، البحر الرائق ص۲۵۱ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[۲] كمايستفاد ممافى" رد المحتار "واكل نحو ثوم ويمنع (قوله واكل نحو ثوم)قال الا مام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولا اوغيره (درمختار مع ردالمحتار كراچى ،ص۶۶۱/ج۱/ مكروهات الصلوٰة،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص۲۰۲ الفن الثالث القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

عرصہ دراز تک جمع ہوتا رہتا ہے، جیسے کہ انگریزی طریقہ کے پاخانہ ہوتے ہیں، تو ایسے پاخانہ قریب مسجد یا قریب فرش مسجد جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں، حضور ﷺ نے کہاں پر اجازت دی ہے ؟ کیا عربی مدرسہ کے احاطہ میں بھی بیت الخلاء بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں مسجد میں نالی، لوٹا، حوض، کنواں، نل، پانی، غسل خانہ، کھڑکی، پنکھا، بجلی وغیرہ کسی چیز کا انتظام نہیں تھا، مسجد کی چھت بھی ایسی تھی کہ دھوپ بھی، بارش بھی اس میں کو آتی تھی، غرض بہت سادہ جگہ تھی، اس پر دری اور چٹائی بھی نہیں تھی[1]، یہ سب چیزیں آہستہ آہستہ مسجد سے متعلق کی جاتی رہی ہیں، حتی کہ بعض علاقوں میں مہمان خانہ بھی مسجد سے متعلق ہوتا ہے، وہاں بسترے رہتے ہیں، امام اور مؤذن کے رہنے کیلئے بھی کمرہ ہوتا ہے، بعض جگہ مدرسہ بھی ہوتا ہے، جس میں بچے تعلیم پاتے ہیں، بعض جگہ پیشاب خانہ اور بیت الخلاء بھی نمازیوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے، خاص کر بڑے شہروں میں جہاں بکثرت باہر کے آدمی زیادہ آتے ہوں، اگر ضرورت رفع کرنے کی جگہ وہاں نہ ہو تو ان کو بڑی دشواری ہوتی ہے، اگر باہر کے آدمی زیادہ نہ آتے ہوں، بلکہ عامۃً مقامی آدمی نماز پڑھتے ہوں جن کو اللہ نے گھر دیا ہے، اور وہاں سب ضرورت کی چیزیں موجود ہیں تو پھر محض شان وشوکت دکھانے کے لئے ایسی چیزیں مسجد سے متعلق جگہ میں نہ بنائی جائیں، اگر کسی کو اتفاقیہ ضرورت پیش ہی آجائے، تو وقتی طور پر اپنی جانی پہچانی جگہ ضرورت رفع کرسکتا ہے، مسجد کے قریب ایسی جگہ بیت الخلاء نہ بنایا جائے کہ بدبو مسجد میں آوے اور نمازیوں اور ملائکہ کو اذیت ہو[2]، مدرسہ کے لئے جو احاطہ لیا گیا ہے، اس کو کرایہ پر اٹھا سکتے ہیں،

---

[1] (کان المسجد علی عریش)وھوبیت سقفه من اغصان الشجر أی بنی علی صوغ عریش وھو مایستظل به(فوکف المسجد)أی قطر سقفه ونزل ماء المطرمن سقفه (مرقاة شرح مشکوٰة، ج۲/ص ۵۶۱/ باب لیلة القدر،مطبوعه اصح المطابع بمبئی، طیبی شرح المشکوٰة ص ۲۰۱ ج۴ باب لیلة القدر، مطبوعه کراچی.

[2] مستفاد :واکل نحو ثوم ویمنع منه قوله واکل نحو ثوم ای کبصل(**بقیه اگلے صفحه پر**)

تا کہ اس کی آمدنی سے مدرسہ کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد سے متعلق جگہ میں بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ایک قطعۂ اراضی مسجد کے نام سے وقف کی گئی اور وہ بصورت ایک حجرہ کے مسجد کے جانب غروب وجنوب میں واقع ہے جس کا دروازہ باہر سڑک کی جانب ہے اس وقف کی ہوئی جگہ جو کہ نقشہ میں ۲۶ رنمبر درج ہے، بیت الخلاء بنا سکتے ہیں یا نہیں، حجرہ ۲۶ رنمبر میں کوئی روزن نہیں جس سے مسجد میں بدبو جائے، ہاں اسکی چھت کے اوپر مسجد کی دیوار میں روشندان ہے مگر حجرہ کی چھت سے تقریباً ایک گز اوپر ہے، اور تین جانب سے دیوار ہے، جس کی وجہ سے وہاں بدبو نہیں پہنچ سکتی، صرف آفتاب کی روشنی کی غرض سے روشندان کھولا گیا ہے، نقشہ کے نمبروں کی تفصیل یہ ہے نمبر ۱/۲ راندرون مسجد ونمبر ۳ رصحن مسجد، نمبر ۴ رحجرہ امام صاحب، نمبر ۵ ردیوار نالی برائے وضو، نمبر ۶ ر نالی برائے وضو، نمبر ۷ رمردے کی چارپائی وتختہ کی جگہ، نمبر ۸/۹ رغسلخانہ، نمبر ۱۰ رکنواں، نمبر ۱۱ رپختہ فرش حمام وغسل خانہ کی طرف جانے کا راستہ ہے، نمبر ۱۲ رکچا فرش پاپوش کی جگہ، نمبر ۱۳ ردروازہ مسجد، نمبر ۱۴ رطہارت کرنے کی جگہ ۱۵/۱۶ روضو کرنے کی نالی، ۱۷ رحمام کمرہ، ۱۸/۱۹ رغلسخانہ، نمبر ۲۰ ر راستہ غسل خانہ ۲۱ رکنواں، ۲۲ ربرآمدے جہاں نماز پڑھتے ہیں، ۲۳ ر جہاں نالی وضو کرنے کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ونحوہ مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان اكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العينى فى شرحه علىٰ صحيح البخارى قلت ، علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولا اوغيره (رد محتار مع الشامى كراچى،ص ۶۶۱ رج ۱ ر مكروهات الصلوٰة، مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص ۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث، القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

،۲۴/سائبان، ۲۵/حجرہ طالب علم، ۲۶/حجرہ جس کا مسئلہ دریافت طلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ جگہ مصالح مسجد کیلئے وقف ہے اور اہل مسجد کو وہاں بیت الخلاء کی ضرورت ہے، نیز اس جگہ بیت الخلاء بنانے سے مسجد کے احترام میں خلل بھی نہیں آتا، اور بدبو بھی مسجد میں نہیں پہنچتی تو اس جگہ بیت الخلاء بنانا شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پیشاب خانے اور بیت الخلاء کے اوپر مسجد کا گنبد بنانا

سوال:۔ ہماری مسجد میں ایک گنبد بنانا ہے، جہاں یہ گنبد بنانا ہے، اس کے بالکل نیچے کے حصہ میں پیشاب خانہ بیت الخلاء ہے ہمارے لئے اس پر گنبد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی جس جگہ کو نماز کیلئے تجویز کر دیا گیا ہے وہ اوپر نیچے سب مسجد ہے اس کے نیچے کے حصہ میں پیشاب خانہ بیت الخلاء وغیرہ بنانا جائز نہیں، مسجد کی چھت پر ضرورت ہو تو گنبد

---

[1] (۱) مستفاد :. قوله واكل نحوثوم اى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة (الى قوله) قال الامام العينى قلت وعلة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولاأوغيره(شامى كراچى،ج ۱/ص ۶۶۱/ مكروهاة الصلوٰة ،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص ۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث القول فى احكام المسجد مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، (۲) إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين، يجوز، حاشية الشلبى ص ۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد مطبوعه امداديه ملتان، وفى الدر المختار، وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس، الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۵۷ج۴ كتاب الوقف، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

بنا سکتے ہیں، اگر اس کے نیچے پیشاب خانہ ہو تو وہاں سے ہٹانا ضروری ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۳/۴ھ

---

[1] وكره تحريما الوط فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء وكذا الى تحت الثرىٰ(در مختار مع الشامی کراچی، ص۶۵۶/ج۱/ کتاب الصلوٰة مطلب فی احکام المسجد)، شامی زکریا ص۴۲۸ج۲، المصدر السابق، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۱ باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها، تحت فصل، دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۳۴ج۲ باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها، تحت فصل.

فصل دھم:- مسجد اور اس کے سامان کو بیچنا

مسجد کی موقوفہ زمین کی بیع کرنا

سوال:۔ مسجد کی موقوفہ زمین بیچنا جائز ہے یا نہیں جبکہ کوئی متعین متولی نہ ہو موضع کے بڑے بڑے لوگ نگرانی کرتے ہوں، اور اگر ہے تو کون بیچ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف زمین کو فروخت کرنا درست نہیں، اس کی بیع قطعاً ناجائز ہے[1]، بلکہ اس زمین سے آمدنی حاصل کر کے مصالح مسجد پر صرف کرنا واجب ہے[2]، اگر واقف نے وقف نامہ میں یا زبانی کسی کو متولی نہیں بنایا تو سربرآوردہ مقامی معزز دیندار مسلمان اس کی آمدنی کو مصالح مسجد پر صرف کریں اور اس کے محافظ رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۵/۵۸ھ

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ شامی کراچی، ص۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب الخ" بحر کوئٹہ ص۲۰۵ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، الدر مع الشامی کراچی ص۴۳۳ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، تبیین الحقائق ص۳۲۹ج۳ کتاب الوقف، طبع امدادیه ملتان، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] سئل شیخ الاسلام عن اهل مسجد اتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح المسجد فتولی ذلک باتفاقهم هل یصیر متولیا کما لو قلده القاضی قال نعم ..... ثم اتفق المشائخ المتاخرون واستاذونا أن الافضل أن ینصبوا متولیا ولا یعملوا القاضی فی زماننا، بحر کوئٹه ص۲۳۲ج۵ کتاب الوقف، هندیه کوئٹه ص۴۱۲ج۲ کتاب الوقف، الباب الخامس.

غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسلمانوں کے چلے جانے سے بہت سی مساجد ویران ہوگئی ہیں، عرض یہ ہے کہ گھر، پھونس، لکڑی، اس پلٹو وغیرہ سے بنائی ہوئی کچی مسجد کا گھر ہندو کے پاس فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مسلمان خریدار نہیں، اور گھر پڑا رہنے میں اضاعت اموال اور قیمتی سامان چوری ہوتا ہے، بصورت جواز مسجد کے ایریا کی حفاظت کے لئے شرعی رائے کیا ہے؟

بعض حضرات البحر الرائق کے حوالہ سے مٹی کھود کر پھینکنے کو کہتے ہیں، مگر یہ مٹی کہاں اور کتنی پھینکی جائے، یہ نہیں بتلاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ کتاب کھول کر دیکھو بعض حضرات کہتے ہیں کہ قاضی خان میں قد آدم پختہ دیوار بنانے کا حکم ہے۔

حضرت والا سے دوسری گزارش ہے کہ مدرسہ کی آمدنی کے لئے مہتمم مدرسہ رجسٹری کردہ موقوفہ اراضی کا مالک بوقت عدم احتیاط مدرسہ کون ہے، واقف یا کمیٹی؟ اگر کمیٹی ہو تو مہتمم فروخت کر کے دوسرے مدرسہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی بیع ناجائز ہے، وقف کا مالک کوئی نہیں، جو اس کو فروخت کر سکے، اگر مسلمان موجود نہیں رہے تو مسجد کو یا مسجد کے ذمہ دار کو فروخت کرنے کا پھر بھی اختیار نہیں[1]، مسجد کی جگہ کو اگر محفوظ کر دیں تو بہتر ہے، مسجد کے وقف پر اگر غیر لوگ زبردستی قبضہ کر کے اس کا معاوضہ دیں تو معاوضہ لیکر دوسری جگہ مسجد بنالینا درست ہے[2]، غیر آباد مسجد کا سامان فروخت کرنے کے بجائے ایسی مسجد

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (شامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ ج۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب) النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفه.

[2] لواستولیٰ علی الوقف غاصب عجز المتولی عن استردادهٖ واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علی شئی ثم یشتری بالماخوذ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں منتقل کردیا جائے، جہاں وہ کارآمد ہو[1]، مسجد کی زمین کو کھود کر مٹی کو پھینک دینے کا مسئلہ مجھے معلوم نہیں، جنہوں نے بتلایا ہے ان سے عبارت نقل کرادیں، فصل وجلد کا حوالہ دیکر بھیجیں، تاکہ اس موقع پر تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا

سوال: ۔صوبہ جموں کشمیر کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں کی مسجدیں غیر آباد ہیں اور وہاں کوئی مسلمان نہیں رہتا، ان مسجدوں کی دیواریں گر گئیں، اور ملبوں کا ڈھیر بن چکی ہیں، اور مسجدوں کی اینٹیں، لکڑیاں اور تختے ضائع ہورہے ہیں، یا غیر مسلم جوان علاقوں میں رہتے ہیں اٹھا کر لے جاتے ہیں، کیا ایسی صورت میں مجلس اوقاف اسلامیہ جموں یہ کرسکتی ہے کہ گری ہوئی مسجدوں کی اینٹوں کو اور دوسرے سامانوں کو فروخت کرکے دوسری آباد مسجدوں میں یا عام مسلمانوں کی دوسری ضروریات میں ان رقموں کو لگائے؟

(۲) ایسے علاقوں میں بعض مسجدیں ایسی بھی ہیں جہاں پر غیر مسلم پاخانہ پیشاب اور دوسری گندگیاں کرتے ہیں اور پھیلاتے ہیں، کیا ایسی مسجد کسی غیر مسلم کو کرایہ پر یا بغیر کرایہ رہائش کے لئے دینا تاکہ وہ ناپاکی سے پاک رہے اور دوسری غلاظتوں سے محفوظ رہے، درست ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) من الغاصب ارضاً اخریٰ فیجعله وقفا علی شرائط الاولی (البحر کوئٹه ص ۲۴۲/ ج۵/ کتاب الوقف، شامی زکریا ص۵۸۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع، النهر الفائق کوئٹه ص ۳۲۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد اوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الیٰ مسجد اوحوض اخر فقال نعم (شامی کراچی، ص ۳۵۹/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره) عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۱ الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان مسجدوں کے آباد کرنے کی کوئی صورت نہیں اور سامان ضائع ہو رہا ہے تو اس سامان کو دوسری مساجد میں لگایا جائے[1] اور ان گری ہوئی مساجد کی چہار دیواری بنا کر اس طرح گھیر دیا جائے کہ ان کی حفاظت ہو جائے، اگر چہار دیواری بنانے کے لئے پیسہ نہ ہو تو اس گرے ہوئے ملبہ اینٹ وغیرہ سے بنادیں[2]، یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے بنادیں اس کی قیمت کسی دوسرے کام میں صرف نہ کریں، بلکہ مساجد ہی کی ضروریات میں صرف کریں[3]

(۲) ان کو کرایہ پر دینا بھی درست نہیں[4]، حسب قدرت واگزار کرانے کی کوشش کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۵ھ

---

[1] والذین ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل ولاسیمافی زماننا فان المسجد اذالم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون وکذالک اوقافه (شامی کراچی ، ص۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه) بحر کوئٹه ص۲۵۲ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] یستفاد :.وصرف الحاکم اوالمتولی نقضه اوثمنه ان تعذر اعادة عینه الی عمارته (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۷۷/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یکن عمارته) مجمع الأنهر ص۵۸۵ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر ص۵۸۹ج۲ بیروت.

[3] فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلی اقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض إلیه وظاهره أنه لایجوز صرف وقف مسجد خرب إلی حوض وعکسه وفی شرح الملتقی یصرف وقفها لاقرب مجانس لها، الدر مع الشامی کراچی ص۳۵۹ج۴ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیره، الدر المنتقی مع المجمع ص۵۷۹ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] ولا ان یجعل شیأ منه مستغلا والمرادبالمستغل ان یؤجر منه شئی لاجل عمارته(درمختار مع الشامی کراچی (ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد) مجمع الأنهر ص۵۹۵ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۲۵۱ج۵ فصل فی احکام المساجد.

مسجد کے لئے وقف قطعۂ زمین کوفروخت کرنا

سوال:۔ محلے کی مسجد کا ذریعۂ آمدنی نہ ہونے کی بناء پر ایک صاحب خیر نے مسجد کی غرض سے زمین کا ایک قطعہ دوکانیں بنانے کے لئے مسجد کے نام وقف کردیا، اسی اثناء میں ایک دوسرے صاحب خیر نے ایک دوسرا قطعہ زمین خرید کر پانچ دوکانیں بنا کر اسی مسجد مذکور کے نام وقف کردی ہیں، اب مسجد کافی زیادہ خود کفیل ہوچکی ہے، اب مسجد کے متولی صاحب پہلے قطعہ کو فروخت کرکے اس کی قیمت اسی مسجد کے مدرسہ کے تعلیمی فنڈ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، کیا مسجد کی رقم تعلیمی فنڈ میں استعمال کی جاسکتی ہے یا متولی صاحب کیلئے اس پہلے قطعہ زمین کوفروخت کرنا جائز ہے، اس کی قیمت کے استعمال اوراس کوفروخت کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوقطعہ زمین دوکانیں بنانے کے واسطے مسجد کیلئے وقف کردیا ہے، اس کوفروخت کرکے اس کی رقم مدرسہ کے تعلیمی کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ وہ مدرسہ اسی مسجد سے متعلق ہو "فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولا یعاروولا یرھن (درمختار) ای لایکون مملوکاً لصحاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوہٖ (شامی[1]، ص۳۶۷/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیادہ آمدنی کی توقع پر مسجد کی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کے مصارف کے لئے موقوفہ زمین فروخت کرنا اوراس کی قیمت سے مسجد ہی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان) فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کے مصارف کے لئے دوسری جگہ مکان یا دوکان وغیرہ بنوانا جس میں مذکورہ فروخت شدہ زمین کی آمدنی سے زیادہ آمدنی متوقع ہو جائز ہے کہ نہیں؟ نیز مذکورہ فروخت شدہ زمین میں بنائے ہوئے مکان یا اسکول وغیرہ میں اگر کبھی کسی زمانہ میں بھی کسی نے کوئی غیر اسلامی حرکت کی ہو تو موجودہ منتظمین اور فروخت کرنے والے پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد کے مصارف کے لئے وقف ہو چکی ہے اس کی بیع ناجائز ہے، اسکی اجازت نہیں کہ اس کو فروخت کرکے اس سے زیادہ آمدنی کی زمین خریدی جائے۔ "**فاذاتم (ای الوقف) ولزم لایملک ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکہ**" شامی[1] ص ۵۰۷/ج ۳/" البتہ اگر مسجد کی زمین پر غاصبانہ قبضہ ہو جائے اور اس کی واگزاری کرانا ممکن نہ ہو تو مجبوراً معاوضہ لے کر دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے،[2] یا اگر وقف شدہ زمین قابل انتفاع نہ رہے تب بھی اجازت ہے کہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے دوسری زمین لے کر اس کو وقف کر دی جائے،[3] پھر زمین، مکان، دوکان جو بھی مسجد کا تھا اور اس مجبوری کی وجہ سے فروخت کر دیا گیا اور اب وہ مسجد کا نہیں رہا اور خریدار نے اس

---

[1] شامی کراچی، ص ۳۵۲/ج ۴/ کتاب الوقف قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب لاتعار الخ "مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف.

[2] ولواستولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده ارادالغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علیٰ شی ثم یشتری بالماخوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله وقفا علی شرائط الاولیٰ (بحر، کوئٹہ ۲۴۲/ج ۵/ کتاب الوقف) شامی کراچی ص ۳۸۸ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر إلا فی اربع.

[3] والمعتمد انه بلا شرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة (البحر ،کوئٹہ ص ۲۲۳/ج ۵/کتاب الوقف) شامی کراچی ص ۳۸۶ ج ۴ کتاب الوقف مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، هندیه کوئٹہ ص ۴۰۱ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف.

میں کوئی غیر اسلامی حرکت کی تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے نہ کہ منتظمین[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۹ھ

مصالح مسجد کے لئے دی گئی زمین کو فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد میں وقف شدہ زمین کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے متولی یا دوسرے لوگوں کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے کہ نہیں؟ اگر لوگوں نے مسجد کے لئے زمینیں وقف کیں ان میں سے بعض انتقال کر چکے ہیں ان کے ورثاء موجود ہیں، بعض زندہ ہیں اور وقف کے وقت اس کی تفصیل نہ کی کہ یہ مسجد کے کس کام میں لگے گی، اسے بیچا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ وغیرہ کچھ تصریح نہ کی تو اس حالت میں اب واقف کے ورثاء کی اجازت سے ان زمینوں کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں خرچ کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ بعض لوگوں نے حال میں یہی کہہ کر زمین وقف کی ہے کہ اس کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں لگایا جائے، تو اسے تعمیر کے لئے فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کر دی گئی ہے اس کو فروخت کرنے کا حق نہیں نہ متولی کو نہ واقف کو نہ واقف کے ورثاء کو جو زمین مصالح مسجد کے لئے دی گئی اس کو تعمیر مسجد کیلئے متولی، واقف، واقف کے ورثاء اور اہل محلّہ سب باہمی مشورہ سے فروخت کرنا چاہیں تو اس کی اجازت ہے[2] ''فاذاتم (الوقف)

---

[1] ولا تزر وازرة وزر أخرى، سورۂ اسراء آیت ۱۵.

[2] يستفاد المتولى اذا اشترى من غلة المسجد حانوتا اور دارا مستغلاً آخر جاز لأنه هذا من مصالح المسجد فإذا اراد المتولى أن يبيع ما اشترى وباع اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز هذا البيع ..... وقال بعضهم يجوز هذا البيع وهو الصحيح، خانية على هامش الهنديه كوئٹه ص۲۹۷ ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۷ ج۵ كتاب الوقف، شامى زكريا ص۵۷۴ ج۶ كتاب الوقف مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته.

ولزم لایملک ولایملکھای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک بغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه رد المحتار، ص ۳۶۷/ ج ۳/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۴ھ

وقف مسجد کا فروخت کرنا

سوال:۔ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مسجد کے نام تین نوع کا وقف ہے، نوع اول، کلی وقف خواہ زراعت کی زمین ہو خواہ دوکانیں ہوں اس کی کل آمدنی مسجد میں لگاتے ہیں، نوع دوم جزئی وقف، یعنی پورا کھیت نہیں بلکہ بسوہ دو بسوہ مسجد کے نام کل کھیت اپنے قبضہ میں اب نہ اس قدر قلیل کو کوئی خرید سکتا ہے اور نہ وقف کرنے والا چھوڑ سکتا ہے، اور نہ اسکی کچھ آمدنی مسجد میں دیتا ہے، صرف برائے نام وقف ہے سو ایسی حالت میں بعض بعض کا خیال یہ ہے کہ یہ نوع دوم کی وقف وقف کرنے والے کے نام فروخت کردیں، اور کل آمدنی مسجد میں لگادیں تو یہ درست ہے کہ نہیں، سوم، تیل وغیرہ کا وقف جو وقف کرنے والے نے اس نسبت سے وقف کیا ہے کہ مسجد میں صرف ہو اگر خرچ سے زائد ہو تو فروخت کرکے مسجد کے دوسرے کام میں لگانا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین باقاعدہ وقف کردی گئی ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ واقف نے بوقت وقف یہ شرط کی ہو کہ اگر اس میں انتفاع نہ ہوسکے تو اس کے عوض دوسری زمین

---

[1] شامی کراچی، ص ۳۵۲/ ج ۴/ کتاب الوقف، قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار الا برهن) شامی زکریا ص ۵۳۹ ج ۶ المصدر السابق، مطبع دیوبند، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

لیکر وقف کر دی جائے ،تو اس شرط کے مطابق عمل درست ہے[۱] جس قدر حصہ اسنے وقف کیا ہے اسکی آمدنی اس کو فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ مسجد میں صرف کرنا واجب ہے، متولی اور دیگر اہل مسجد کو اس کے مطالبہ کا حق ہے[۲]، جو تیل مسجد کی ضروریات سے زائد آوے اس کو فروخت کر کے دوسری ضروریات مسجد میں صرف کرنا درست ہے بشرطیکہ تیل دینے والا اس پر رضامند ہو[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فقیروں کی دی ہوئی مسجد کی بیع وغیرہ

سوال:۔ قصبہ شاملی مسجد گڈھی والی کی پشت پر ایک افتادہ زمین تھی جو کہ تکیہ کے نام سے موسوم تھی، اور فقیر اس پر قابض ومتصرف تھے فقیروں نے وہ زمین ایک شخص کو کاشت کرنے کیلئے دیدی، شخص مذکور نے کچھ خرچ کر کے اس میں کاشت درج کرالی فقیروں کو جب علم ہوا کہ زمین ان کے قبضہ سے نکل گئی تو انہوں نے وہ زمین برابر کی مسجد کو دیدی اور احتیاطی طور پر بیعنامہ چار سو کے قریب میں لکھ دیا گیا مگر لیا کچھ نہیں اس کے دو سال کے بعد جس شخص نے اپنی کاشت درج کرائی

---

[۱] ولو شرط أن يبيعها ويشترى بثمنها ارضا أخرى ولم يزد صح استحسانا، شامی کراچی ص۳۸۵ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، هندیه کوئٹه ص۳۹۹ج۲ کتاب الوقف، الباب الرابع، بحر کوئٹه ص۲۲۲ج۵ کتاب الوقف.

[۲] فاذاتم ولزم لايملک ولايملک ويستثنیٰ من عدم تمليكه مالو اشترط الواقف استبداله ، بحذف (شامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، قبيل مطلب فی شرط واقف الكتب ان لاتعار الا برهن، بحر کوئٹه ص۲۰۵ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ج۲ کتاب الوقف طبع بيروت.

[۳] مستفاد : بعث شمعافی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه ليس للامام والمؤذن ان ياخذ بغير اذن الدافع (بحر کوئٹه ،ص ۲۵۰/ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احكام المساجد)

تھی ان کے احباب میں کچھ وہ اشخاص تھے جو مسجد کے انتظامی امور میں دلچسپی رکھتے تھے، ان اشخاص نے کاشت درج کرنے والے پر زور ڈالا کہ تم کاشت سے استعفیٰ دیدو تو اس شخص نے اس شرط پر کہ جو میرا خرچ ہوا ہے وہ مجھے واپس کردیا جائے، استعفیٰ دیدیا چارسو روپیہ شخص مذکور کو دیدیئے گئے، اور مسجد کی کاشت درج ہوگئی مسجد کے کچھ ہی فاصلہ پر ایک ڈگری کالج انگلش ہندی کا ہے جس نے بہت سی زمینیں الاٹ کرالیں اور اندیشہ تھا کہ مسجد کی زمین پر بھی قابض ہوجائے، کیونکہ اس کے متصل ہی کالج کی زمین ہے اس لئے متولی اور سب نمازیوں کا مشورہ ہوا کہ مسجد میں اتنی گنجائش ہے کہ ساری زمین پر قبضہ کرکے اپنے استعمال میں لائے، اور اس میں سے چوتھائی حصہ فروخت کرکے اس رقم سے اس مسجد کی پشت پر کواٹر بنائے جائیں جس سے مسجد کی مستقل آمدنی ہو بالاتفاق یہ مشورہ طے پایا اور قصبہ کے جو عالم مفتی تھے، انہوں نے بھی اس کی تائید کی اور غالباً فتاویٰ بھی مختلف جگہ سے حاصل کئے گئے، بیعنامہ ہوگیا کواٹر بھی بن گئے، سال دوسال بعد اسکا تعلق سینٹرل بورڈ سے کرایا گیا، انہوں نے حسابات دیکھ کر اسکو تسلیم کیا اسکے بعد مقامی اشخاص میں اختلاف شروع ہوا جن متولی صاحبان نے باصرار یہ زمین بعض اشخاص کے ہاتھ فروخت کی تھی انکے مخالف ہوگئے، اور سنی سینٹرل بورڈ کے کارکنان کے آگے یہ بیانات دئے کہ یہ زمین موقوفہ تھی، اس کی بیع درست نہیں ہوئی تو برائے کرم چند امور سے مطلع فرمائیں؟

(۱) کیا یہ بیعنامے جائز ہوئے یا ناجائز؟

(۲) موجودہ صورت میں کیا یہ زمین وقف ہے؟

(۳) اگر بیع نامہ جائز ہے تو جو مشتری لینے کے لئے تیار نہیں ہورہا تھا، بار بار یہی کہتا تھا کہ سودوسو روپے حسبۃً للہ مسجد کے لئے دے سکتا ہوں مگر اس کو مجبور کرکے یہ زمین لی گئی تو اس کی رقم مسجد ادا کرے گی یا سابق متولی جنہوں نے بیع نامہ کرایا.....؟

(۴) بقیہ زمین موجودہ اس پر بھی مسجد اپنا قبضہ نہیں کرسکتی یا تو کرایہ پر کوئی کرایہ دار قابض ہوگا، یا دوبارہ اس کو فروخت کرنی ہوگی؟

(۵) کیا یہ بیع صحیح ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس زمین پر فقیر قابض تھے اگر اس کا وقف یا کسی اور کی ملک ہونا ثابت نہیں تھا اور انہوں نے وہ فروخت کر کے مسجد کو دیدی اور قیمت نہیں لی تو وہ زمین مسجد کی ملک ہوگئی[۱]، متولی صاحبان نے اگر اس کو خرید کر باقائدہ وقف نہیں کیا تو وہ وقف نہیں ہوئی![۲]

(۱) اس صورت میں یہ بیع نامے جائز ہوئے۔

(۲) وقف نہیں۔

(۳) بیع جائز ہے قیمت کی واپسی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) اس کا بھی وہی حکم ہے مسجد کے ذمہ دار دیندار سمجھدار خیر خواہ اگر اس کو فروخت کرنا مصالح مسجد کے موافق سمجھتے ہیں تو فروخت کر سکتے ہیں[۳]، بہتر یہ ہے کہ وہاں بھی مسجد کے لئے مکانات یا دوکانات بنادیں تاکہ مسجد کے لئے آمدنی کا ذریعہ ہوجائے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۶ھ

---

[۱] الحکم بالظاهر واجب عند تعذرالوقوف علی ا لحقیقة (مبسوط سرخسی دارالفکر ج۱۷/ ص۱۳۰/ باب الحمیل والمملوک والکافر)

[۲] اما شرائطه فمنها الملک وقت الوقف، هندیه کوئٹه ص۳۵۳ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول، مجمع الأنهر ص۵۶۷ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۱۸۸ ج۵ کتاب الوقف.

[۳] والمعتمد انه بلا شرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة، بحر کوئٹه ص۲۲۳ ج۵ کتاب الوقف، شامی کراچی ص۳۸۶ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، هندیه کوئٹه ص ۴۰۱ج۲ کتاب الوقف الباب الرابع. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی اینٹوں کا فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے کچھ اینٹ مسجد کے بنانے کیلئے متولی ہونے کی حیثیت سے خریدی لیکن کچھ وجوہ کی بناء پر مسجد کی تعمیر رکی ہوئی ہے، اب زید جو کہ متولی ہے لوگوں کی رائے سے چاہتا ہے کہ اینٹ بیکار رکھی ہوئی ہیں فروخت کردوں چونکہ اس وقت اس کی گرانی ہے اس لئے مسجد کا فائدہ ہوگا، کیونکہ سب رقم مسجد ہی پر لگے گی تو دریافت یہ ہے کہ مسجد (عیدگاہ) کی اینٹ فروخت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب مدلل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ اینٹ وقف نہیں بلکہ مسجد کے لئے خریدی گئیں اور فی الحال مسجد میں ضرورت نہیں، مصالح مسجد کے پیش نظر اس کا فروخت کرنا شرعاً درست ہے[1] بحر وشامی میں صراحۃً جزئیہ موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۴] لو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استيجار بيوتها كان للقيم أن يبنى فيها بيوتا فيواجرها، هنديه كوئٹه ص۴۱۴ ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس، خانيه على الهنديه كوئٹه ص۳۰۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، محيط برهانى ص۲۴ ج۹ كتاب الوقف الفصل السابع، طبع مجلس علمى گجرات.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] المتولى اذااشترىٰ من غلة المسجد حانوتا اودار اومستغلا اٰخر جاز لان هذا من مصالح المسجد فان اراد المتولى ان يبيع مااشترى اوباع اختلفوا فيه قال بعضهم لايجوز هذالبيع وقال بعضهم يجوز هذاالبيع وهو الصحيح لان المشترى لم يذكر شيئاً من شرائط الوقف فلايكون مااشترى من جملة اوقاف المسجد (البحر لرائق ،كوئٹه ، ص۲۰۷/ ج۵/ كتاب الوقف) شامى زكريا ص۵۷۴ ج۶ كتاب الوقف مطلب فى الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته، مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص۲۲۴، ۲۲۵ ج۶ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر.

فرش مسجد کے ملبہ کا نیلام اور استعمال

سوال:۔ مسجد کا فرش پرانا ہوگیا تھا اس کو توڑ کر دوسرا فرش لگ رہا ہے، فرش کا ملبہ اینٹ روڑے وغیرہ نیلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسکے ملبہ کو خریدنے والا بنیادوں میں یا کسی تعمیری کام میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو خریدنا اور بنیادوں وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۹۱ھ

اراضیٔ مسجد پر کاشتکاروں کے قبضہ کے اندیشہ سے ان کو فروخت کر کے اس رقم سے ذریعۂ آمدنی بنانا

سوال:۔ جامع مسجد کے نام سے اراضی معافی ریاست ٹونک کے زمانہ رہیں جس کا لگان کاشتکاروں سے وصول کر کے جامع مسجد کے مصارف میں آتا رہا، اب راجستھان حکومت نے اراضیات معافی پر لگان کی رقم قائم کردی جو سرکار میں داخل ہورہی ہے، جو جامع مسجد کو داخل

---

[1] واذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جازان لم يكن له قيمة فان كان له ادنى قيمة لاياخذه الابعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام وكذا الجنائز العتق اوالحصرالمقطعة والمنابر والقناديل المكسرة (البحر ،ص ۲۵۱/۵/ كوئٹه كتاب الوقف ، فصل فى احكام المساجد) عالمگیری كوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، خانية على هامش الهندية كوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

کرنا ہوتی ہے، چونکہ زمانہ معافی میں کاشتکاروں سے مقررہ رقم قدیم سے وصول ہورہی تھی، اور سرکار میں کچھ نہیں دیا جاتا تھا، اس لئے پوری رقم مسجد کے مصارف میں آتی تھی، اور اب اسی رقم میں سرکاری قائم شدہ لگان بھی دیا جاتا ہے، تو کسی زمین کے لگان میں مسجد کو برائے نام بچت رہتی ہے، اور کسی میں برابر اور کسی میں کمی رہ جاتی ہے، باوجود کوشش کے کاشتکاران زرِاجارہ میں مسجد کے حق میں پیش کرنے کو تیار نہیں، نہ ہی زمین چھوڑنے پر رضامند ہوتے ہیں، حکومت راجستھان کی اراضی سے متعلق نئے نئے قانون جاری ہورہے ہیں، کاشتکاران قانونی رعایتوں کی وجہ سے ایسی اراضیات کو اپنی ملک تصور کرنے میں لگے ہیں، اس وقت وہ تقاضوں کے باوجود وقف پر مقررہ زرِاجارہ مسجد کو نہیں دیتے ایسے حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں کہ ایسی اراضیات کا وجود خطرہ میں پڑجائے، اور مسجد کو کچھ بھی نہ مل سکے، کاشتکار اتنے سرکش ہوگئے ہیں کہ بعض نے ان اراضیات کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے زمین پر رقم قرض لیکر دوسروں کے پاس رہن بالقبض کردیا ہے، قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ایسی اراضیات کا وجود مسجد کے حق میں عدم وجود کے برابر ہوگیا ہے، کیا ایسی صورت میں اراضیات متذکرہ کا بدل ہوسکتا ہے؟ یعنی ان اراضیات کو فروخت کرکے تعمیر کی جاسکتی ہے، تاکہ کرایہ کی آمدنی سے مسجد کے مصارف پورے ہوسکیں، جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صورت واقعہ یہی ہے تو ان اراضیات کو فروخت کرکے ان کے عوض مکانوں یا دوکانوں کی تعمیر کرلی جائے جس پر مسجد کا دوامی قبضہ رہے اور مسجد کو آمدنی ہوتی رہے لیکن ارباب رائے اور اہل محلّہ کو پوری صورت بتاکر سب کے مشورہ سے یہ کام کیا جائے،[1] ایسا نہ

---

[1] الثانية لواستولىٰ على الوقف غاصب وعجز المتولى عن استرداده وارادالغاصب ان يدفع قيمتها كان للمتولى اخذ القيمة اوالصلح على شئى ثم يشترى بالمأ خوذ من الغاصب ارضا اخرىٰ فيجعله وقفا على شرائط الاولى لانه حينئذ صار بمنزلة المستهلک فيجوز اخذ القيمة (بحر،مكتبه ماجديه كوئٹه ،ص ۲۴۲/ كتاب الوقف) شامى زكريا ص۵۸۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب لا يستبدل العامر الا فى اربع، فتح القدير ص۲۲۸ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ہو کہ آئندہ اوقاف کی فروختگی کا مطلقاً دروازہ کھل جائے، کیونکہ وقف کی بیع جائز نہیں[۱] الا یہ کہ وقف کے ضائع ہو جانے کا مظنہ ہو[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

پرانی مسجد توڑ کر اسکا سامان نئی مسجد میں لگانا یا فروخت کرنا

سوال:۔ کسی پرانی مسجد کو توڑ کر وسعت دے کر نئی مسجد بنائی جائے اور اس پرانی مسجد کا کچھ اسباب مثلاً اینٹ لکڑی وغیرہ بچ جائے تو اس کا فروخت کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پرانی مسجد کا جو سامان نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد نہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد سامان خرید لیا جائے[۳] اور جو سامان پرانی مسجد کا فروخت کیا جائے، بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد ہی کے کام میں اس کو لگایا جائے، کوئی شخص اس کو خرید کر اپنے رہائشی مکان میں استعمال کرے تو اسکو بھی گنجائش ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۹ھ

---

[۱] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک) ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیر ہ بالبیع ونحوہٖ درمختار مع الشامی کراچی، ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب وفی شرط واقف الکتب ان لاتعارالابرهن، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۲۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] قیم وقف خاف من السلطان او من وارث یغلب علی ارض وقف یبیعها ویتصدق بثمنها وکذا کل قیم اذا خاف شیئاً من ذلک له ان یبیع ویتصدق بثمنها، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۶، ۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

[۳] ویصرف نقضه الی عمارته ان احتاج والا حفظه للاحتیاج قال فی الهدایة ،وان تعذر اعادة عینه الی موضعه بیع وصرف ثمنه الیٰ المرمة صرفا للبدل الیٰ مصرف المبدل اھ بحذف (البحر الرائق ،کوئٹه، ص ۲۱۹/ج۵/ کتاب الوقف) الهدایه ص ۶۴۲ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه مکتبۂ تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۵۸۷ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

سامان مسجد کا فروخت کرنا

سوال:۔ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے اس کا زائد اور بیکار سامان مثلاً کچھ لکڑیاں وغیرہ رکھی ہوئی ہیں تو اس کو سب لوگوں کی رائے سے فروخت کر کے مسجد میں کے مصارف میں روپیہ صرف کر سکتے ہیں یا نہیں مہربانی فرما کر جواب مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے۔(کذا فی البحر[۲]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا سامان فروخت کرنا

سوال:۔مسجد کے ٹین یا چوکی یا بانس وغیرہ خرید کر کے اپنے گھر میں یا دوسری مسجد پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز اہل محلّہ ویران یا غیر ویران مسجد کا مال یعنی ستون وغیرہ فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز إن لم يكن له قيمة فإن كان له ادنى قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولى أو القاضى أو اهل المسجد أو الامام وكذا الجنائز العتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقناديل امكسرة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد، خانية على هامش الهنديه كوئٹه ص ۲۹۹ ج۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به.

(صفحہ ہذا) [۱] ويصرف نقضه الى عمارته ان احتاج والا حفظه للاحتياج قال فى الهداية وان تعذر اعادة عينه الىٰ موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة ،وفى الحاوى فان خيف هلاك النقض باعه الحاكم وامسک ثمنه لعمارته عند الحاجة فعلى هذايباع النقض فى موضعين عند تعذر عوده وعند خوف هلاكه (البحر، كوئٹه،ص ۲۱۹ / ج۵ / كتاب الوقف، بحذف، شامى زكريا ص ۶/۵۷۴، كتاب الوقف، مطلب فى الوقف، اذا خرب ولم يمكن عمارته، فتح القدير ص ۶/۲۲۴، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيرت)

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد کا جوسامان وقف ہے اس کی بیع ناجائز ہے اور جو وقف نہیں بلکہ مسجد کے لئے وقتی ضرورت کے ماتحت کسی نے دیا ہے یا خریدا گیا ہے،ضرورت پوری ہونے پراس کی بیع جائز ہے جومسجد ویران ہوچکی ہےاس کے سامان کوکسی قریب کی مسجد میں صرف کردیا جائے،اورمسجد کی جگہ کومحفوظ کردیا جائے ، کہ بے حرمتی نہ ہو "ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالامام والثانى ابداالىٰ قيام الساعة وبه يفتى وعاد الى الملك البانى اوورثته عندمحمد وعن الثانى ينقل الىٰ مسجد اٰخر باذن القاضى ومثله فى الخلاف المذكور حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما اھ درمختار ولوخرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لايعود الى ملك الواقف عندابى يوسف فيباع نقضه باذن القاضى ويصرف ثمنه الىٰ بعض المساجد اھ ردالمحتار ص ۵۷۵ / ج ۳ /"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۸ھ

ایک مسجد کی زائد اینٹیں خرید کر دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ مسجد ہذا کی تعمیر کے سلسلہ میں قریب کی ایک مسجد میں اینٹیں زائد تھیں، وہاں سے خرید کر لگا دی گئیں، یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۵۸-۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فيمالوخرب المسجد اوغيرهٗ، شامی زکریا ص۵۴۸،۵۴۹، المصدر السابق، مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص۲۳۷ ج۲ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] مستفاد : حشيش المسجد اذاكانت له قيمة فلاهل المسجد ان يبيعوه (هنديه ،كوئٹه ، ص۴۵۹/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشرفى المسجد) بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فى احكام المسجد، محيط برهانى ص ۱۳۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون، مجلس علمى گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں کیا اس کو فروخت کرنا درست ہے

سوال:۔ پرانی مسجد کا سامان یعنی اینٹ پتھر اور لکڑی کوئی چیز بھی نئی تعمیر ہونے والی مسجد کے کام نہ آتا ہو اس وقت پرانی مسجد کا سامان فروخت کر کے اس مبلغ کو نئی مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں اور پرانی مسجد کا سامان خریدنے والا وہ سامان اپنے مکان کی تعمیر میں لگا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں تو اس کو فروخت کر کے قیمت سے مسجد کیلئے دوسرا سامان خرید لیا جائے اور اس سامان کو خریدنے والا اپنے کام میں لاسکتا ہے تعمیر وغیرہ میں جہاں ضرورت ہو استعمال کرے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

پرانی مسجد کے سامان کو فروخت کرنا اور حجرہ امام میں صرف کرنا

سوال:۔ ایک کچی مسجد کو گرا کر پکا بنانا چاہتے ہیں جو سامان اس کچی مسجد سے اترا ہے وہ پکی

---

[۱] وصرف نقضه الى عمارته .....الا اذاخاف ضياعه فيبيعه(قوله فيبيعه)فعلى هذا يباع النقض فى موضعين عند تعذرعوده وعند خوف هلاكه .بحر(درمختارمع الشامى كراچى، ج۴/ص۳۷۷/ كتاب الوقف،مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يكن عمارته)، فتح القدير ص۲۲۴ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص۲۱۹ ج۵ كتاب الوقف.

میں تو نہیں لگا سکتے اس لئے جدید سامان اور عمدہ خرید کیا گیا ہے، اور ایسا بیکار بھی نہیں کہ اس کو ضائع کر دیا جائے، بلکہ سب سامان مفید اور کار آمد ہے تو کیا اس سامان سے مسجد میں حجرہ بنوانا جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو اس کی قیمت بنا کر وہ قیمت مسجد پر لگانی ضروری ہے، یا یہ کہ بغیر اس سامان کی قیمت کرنے اور مسجد پر لگانے کے حجرہ ضروریات مسجد کیلئے بنایا جا سکتا ہے، اور کیا طالب علم اور امام اور مؤذن مسجد کی سکونت حجرہ میں ضروریات مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور اگر حجرہ بنوانا جائز نہیں تو کیا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد پر لگائی جائے یا نہیں، اور جب فروخت کرنا جائز ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسری مسجد ہی کے لئے فروخت کیا جائے، یعنی کسی دوسری مسجد کے متولی اس مسجد کے اترے ہوئے سامان کو خرید کر اس کو اپنی مسجد میں لگا دیں یا ہر شخص خرید سکتا ہے، خواہ اس سے اپنا ذاتی مکان بنوائے یا کسی اور مصرف میں پر خرچ کرے اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی صورت جائز نہ ہو اور پڑے پڑے بوسیدہ اور کہنہ ہو جاوے، اور کوئی صورت اس کے کار آمد ہونے کی نہ ہو تو کیا اس میں تضییع مال نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ بعینہ وہی سامان مسجد میں لگایا جائے اگر بعینہ اس کو مسجد میں لگانا دشوار ہو تو اس کو اہل محلّہ اور حاکم کی رائے سے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اس کے مثل سامان خرید کر اس کو مسجد میں لگا دیا جائے، خریدار کی کوئی قید نہیں کہ وہ مسجد کے لئے خریدے بلکہ اس کو ہر شخص خرید سکتا ہے، پھر وہ چاہے مسجد میں لگائے یا اپنے مکان وغیرہ میں۔

امام وغیرہ کے لئے حجرہ بنانا مسجد ہی کی ضروریات میں داخل ہے جیسے غسل خانہ وغیرہ مسجد کی ضروریات میں داخل ہے سامان مذکور کو اس میں لگانا درست ہے، بیکار ڈالکر ضائع کر دینے کی ضرورت ہرگز نہیں نہ ایسا کرنا جائز ہے۔

"ویصرف نقضه الیٰ عمارته ان احتاج والاحفظه للاحتیاج ولایقسمه بین مستحقی الوقف بیان لماانهدم من بناء الوقف وخشبه وذکره فی القاموس اولا ان النقض بالکسر المنقوض وثانیا انه بالضم ماانتقض من البنیان وفاعل یصرف

الحاکم ،قال فی الهداية وان تعذر اعادة عينه الى موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفاً للبدل الى مصرف المبدل وظاهره انه لايجوز بيعه حيث امكن اعادته وفي الحاوى فان خيف هلاک النقض باعه الحاكم وامسک ثمنه لعمارته عند الحاجة اھ فعلى هذا يباع النقض موضعين عندتعذر عوده وعند خوف هلاكه اھ بحر[1] بحذف،ص۲۱۹/ج۵/'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۲۹/ربیع اول ۵۹ھ

فرش مسجد کے پرانے ٹائیل فروخت کر کے قیمت مسجد میں صرف کرنا یا اپنے گھر کیلئے خریدنا

سوال:۔ مسجد میں پہلے سے ٹائیل لگی ہوئی تھیں،لیکن جب وہ بوسیدہ اور کمزور ہوگئیں توان کو اکھاڑ کر پکا فرش بن گیا اور ٹائیل اکھاڑ لی گئیں اور بیکار پڑی ہیں،تو کیا ان کو فروخت کرنا جائز ہے چونکہ پھران پر جوتے بھی پڑیں گے،گندگی بھی ہوگی،جبکہ ان پر عرصہ دراز تک لوگوں نے نماز پڑھی ہے لہذا فروخت کرنا کیسا ہے،اوراس کو کس مد میں دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری مسجد کے فرش کیلئے خرید کر استعمال کرلیا جائے ، یہ بھی درست ہے کہ کوئی آدمی خرید کر دیوار میں لگالے[2] مسجد سے جدا ہونے کے بعد اسکا وہ حکم وادب نہیں

---

[1] البحر الرائق ،کوئٹہ ص ۲۱۹/۲۲۰/۵/ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۲/۵۸۷ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير مع الهداية ص۶/۲۲۴ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] مستفاد : حشيش المسجد اذاكانت له قيمة فلا هل المسجد ان يبيعوه (هندية مكتبه رحيمه ديوبند، ص۳۴۸/ ج۲/ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد) هنديه كوئٹه ص۴۵۹ ج۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رہا جو کہ مسجد میں تھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی لکڑی وغیرہ فروخت کر کے ضروریات میں خرچ کرنا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا

سوال:۔ (۱) اگر قدیم مسجد کی بیکار چیزیں جیسے ٹین یا لکڑی وغیرہ بغیر اجازت مصلیان کوئی فروخت کر کے اس پیسہ سے جدید مرمت کرالے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر مسجد کی جگہ وقف نہ ہو تو اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شخص کو اس قسم کے تصرف کا حق نہیں متولی کو نمازیوں کے مشورہ سے مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کرنا دست ہے[2] اور جب تک وہ چیزیں مسجد کے لئے کارآمد ہیں ان کو فروخت نہ کیا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) المصدر السابق، إذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فإن كان له ادنٰى قيمة لا يأخذ، الا بعد الشراء من المتولى أو القاضى أو أهل المسجد والامام وكذا الجنائز العتق او الحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد.

(صفحہ ہذا) [1] مستفاد :وان مسح بتراب فى المسجد فان كان مجموعا لابأس به وان كان منبسطا يكره هوالمختار لان له حكم الارض فكان من المسجد وان مسح بخشبة موضوعة فى المسجد فلابأس به لانه ليس لهذه الخشبة حكم المسجد فلايكون لها حرمة المسجد وكذااذامسح بحشيش مجتمع اوحصير مخرق لابأس به لانه لاحرمة له انما الحرمة للمسجد (بحر، ج۲/ص۳۵/مكتبه كوئٹه،مكتبه زكريا ديوبند ،ص ۶۱/ج۲/ كتاب الصلوٰة ،باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها) حلبى كبير ص ۶۱۲ فصل فى احكام المسجد، طبع لاهور، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ كتاب الصلوة فصل كره غلق باب المسجد.

[2] سئل القاضى الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندى رحمه اللّٰه تعالىٰ عن اهل المسجد تصرفوا فى اوقاف المسجديعنى اٰجروا المستغل وله متول قال لايصح تصرفهم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جائے[1]

(۲) اگر مالک زمین کی رضامندی ہوتو وہاں نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸۶ھ

مسجد کے کنویں کا جنگلہ فروخت کرکے مسجد کا کواڑ بنوانا

سوال:۔ احقر کے محلّہ کی مسجد میں تعمیر لگی ہوئی ہے محلّہ بہت غریب ہے اس وقت باہر کے دروازہ کیلئے کواڑوں کا مسئلہ ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد ہذا میں ایک لوہے کا جنگلہ ہے جو کہ کوئیں پر ڈھکا رہتا ہے، لیکن اب کنواں بند ہوجانے کی وجہ سے بیکار پڑا ہے اگر اسے فروخت کرکے کواڑ بنوالئے جائیں تو شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (الهنديه ،بلوچستان كوئٹه ، ص ۴۶۳/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى، المحيط البرهانى ص۱۳۹ ج۹ كتاب الوقف الفصل الرابع والعشرون فى المساجد نوع آخر فى المسائل التى تعود الى قيم المسجد وما يتصل به مطبوعه المجلس العلمى.

(صفحہ ہذا) [1] وذكر ابواللیث فى نوازله حصير المسجد اذاصار خلقا واستغنى اهل المسجد عنه (الى قوله)ارجوان لابأس بان يدفع اهل المسجد الىٰ فقير اوينتفعوا به فى شراء حصيراٰخرللمسجد والمختار وانه لايجوز لهم ان يفعلوا ذالک بغير امرالقاضى (عالمگيرى ،بلوچستان كوئٹه ، ص۴۵۸/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشر) خانيه على هامش الهنديه كوئٹه ص۲۹۳ ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۲ ج۵ كتاب الوقت فصل فى احكام المسجد.

[2] تكره (الصلوٰة) فى ارض الغير لومزروعة اومكروبة الااذاكانت بينهما صداقة اورأى صاحبها لايكره فلابأس اھ (شامى كراچى،ص ۳۸۱/ج۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب فى الصلوٰة فى الارض المغصوبة الخ)، تكره أى الصلاة فى أرض الغير بلا رضاه، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۲۹۱ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل فى المكروهات، مطبوعه مصر، حلبى كبير ص۶۱۵ فصل فى احكام المسجد، سهيل اكيڈمى لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں قباحت نہیں اجازت ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انہدام مسجد پر اس کی اشیاء کی بیع

سوال:۔ بنائے مسجد کے بعد اگر کوئی چیز زیادہ ہو یا پرانی مسجد کو توڑ کر بنایا گیا ہو اور اس میں ٹوٹی پھوٹی لکڑی بال یا بٹن وغیرہ الغرض جو بچے تو ان اشیاؤں کو فروخت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور فروخت کرنے کے بعد کیا کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"وما انهدم من بناء الوقف وآلته صرفه الحاكم فى عمارة الوقف ان احتاج اليه وان استغنى عنه امسكه حتى يحتاج الىٰ عمارته فيصرفه فيها الىٰ ان قال وان تعذر اعادة عينه الىٰ موضعه بيع وصرف ثمنه الىٰ المرمة صرفاً للبدل الىٰ مصرف المبدل هدايه[۲] ص ۶۲۲/ج ۲/" اس سے معلوم ہوا کہ ایسی اشیاء کو خود یا اگر خود کارآمد نہ ہوں تو ان کی قیمت کو مسجد ہی کے کام میں مرمت وغیرہ میں صرف کرنا چاہئے۔ **هٰكذا**

---

[۱] مستفاد:. حصير المسجد اذاصار خلقا واستغنى اهل المسجد عنه (الىٰ قوله)ارجوان لابأس بان يدفع اهل السمجد الى فقير اوينفعوا به فى شراء حصير اخرللمسجد (هنديه ، كوئٹه، ص۴۵۸/ج۲/ كتاب الوقف ،البا الحادى عشر فى المسجد خانيه على هامش الهنديه كوئٹه ص۲۹۳ ج۳ كتاب الوقف باب الرجعل، يجعل داره مسجداً، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۲ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد.

[۲] هدايه ،ص۶۴۲/ج۲/ كتاب الوقف ،مطبوعه دارالكتاب ديوبند، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۵۷۳ج۶ كتاب الوقف مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص۵۲۴،۵۲۵ج۶ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر بيروت.

فی الدر المختار ،ص۳۸۲/ج۳[1] مطبوعہ نعمانیہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن ،عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۵۲ھ

انقاض مسجد کا حکم

سوال:۔مسجد سابق کو از سر نو بنانے پر جو اس کا سامان چونا مٹی اینٹ روڑہ وغیرہ بچ رہے ہیں،اور مسجد میں کسی جگہ اسکے لگانے کی ضرورت نہیں رہی اس کو فروخت کیا جائے ،یا کسی اور جگہ گلی کوچوں یا عام راستوں وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں،اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اینٹ روڑہ جدید تعمیر مثلاً مینار وغیرہ میں بھی کام آسکے تو اس کو اسی کام میں لگادیا جائے ،ورنہ فروخت کردیا جائے ،اور قیمت مسجد کی ضروریات میں صرف کی جائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۱۴۰۰ھ

---

[1] وصرف الحاکم اوالمتولی نقضه اوثمنه ان تعذر اعادة عینه الی عمارته ان احتاج والا حفظه لیحتاج الا اذا خاف ضیاعه ویمسک ثمنه لیحتاج (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۷۷/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذاخرب ولم یمکن عمارته) زیلعی ص۳۲۸ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۸۷ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وصرف الحاکم أو المتولی نقضه أو ثمنه إن تعذر اعادة عینه إلٰی عمارته إن احتاج وإلا حفظه لیحتاج إلا اذا خاف ضیاعه فیبیعه ویمسک ثمنه لیحتاج، قوله فیبیعه فعلی هذا یباع النقض فی موضعین عند تعذر عوده وعند خوف هلاکه، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۷۳ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارته، مطبوعه دیوبند، فتح القدیر ص۲۲۴،۲۲۵ کتاب الوقف مطبوعه دار الفکر، زیلعی ص۳۲۸ ج۳ کتاب الوقف مطبوعه امدادیه ملتان.

انقاض مسجد کی بیع

سوال: ۔کسی مسجد کی لکڑیاں اور اسپلٹو وغیرہ اس کے کام میں لگنے کے نہیں یعنی ضرورت سے زائد ہیں تو کوئی ان چیزوں کو خرید کر اپنے کام میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل محلّہ کے مشورہ سے ان زائد از ضرورت اشیاء کی بیع درست ہے، اور خریدنے والے کو اپنے کام میں لگانا بھی درست ہے، قیمت مصالح مسجد میں صرف کردی جائے، ''**سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجد ها الیٰ الخراب وبعض المتغلبة یستولون علیٰ خشبه وینقلونه الیٰ دورهم هل لواحد من اهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الیٰ هٰذا المسجد قال نعم اھ**[1] **شامی لاحرمة لتراب المسجد اذاجمع وله حرمة اذا بسط اھ عالمگیری**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۶۶ھ

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ) شامی زکریا ص۵۵۰ج۶ المصدر السابق، منحة الخالق علی هامش البحر ص۲۵۳ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد مطبوعه مکتبه ماجدیه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۱۵۱، ۱۵۲ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به من صرف غلة الاوقاف الی وجوه آخر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل گجرات.

[2] عالمگیری ،کوئٹه ،ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی اداب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

مسجد کے درخت کا پھل فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کے آس پاس جو زمین موقوفہ علی المسجد رہتی ہے، اس میں کوئی پھل کے درخت لگانا اس غرض سے کہ محلّہ کے لوگ اس کو کھائیں گے یا بیچ کر مسجد کی کسی ضرورت میں لگایا جائے گا، تو مذکورہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی موقوفہ زمین اگر کاشت کیلئے یا کرایہ پر دی جاسکتی ہو تو کاشت کرکے یا کرایہ پر دیکر اس کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف کی جائے[1] ورنہ اس میں درخت لگا کر پھل فروخت کرکے مسجد میں صرف کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مسجد کا تیل وغیرہ فروخت کرنا

سوال:۔ مسلمان مسجد میں چراغ جلانے کے لئے تیل اور پنکھے اور جھاڑوئیں اور چٹائیاں

---

[1] ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى ا ستيجار بيوتها وتكون غلة ذلك فوق غلة الزرع والنخيل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا فيواجر ها بخلاف ماذاكانت الارض الموقوفة بعيدة من بيوت المصر فان ثمة لايكون للقيم ان يبنى فيها بيوتا ً يواجر ها (عالمگیری مصری ،ص ۴۱۴/ج۲/ كتاب الوقف، الباب الخامس)، خانية على هامش الهنديه كوئٹه ص۳۰۰ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً، فتح القدير ص ۲۴۱ ج۶ كتاب الوقف الفصل الاول فى المتول، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] مسجد فيه شجرة تفاح، يباح للقوم أن يفطروا بهذا التفاح قال الصدر الشهيد : والمختار أنه لا يباح؛ لأنه صار للمسجد، فلا يصرف إلّا إلى المسجد، المحيط البرهانى ص۱۴۹ ج۹ كتاب الوقف الفصل الثالث والعشرون، فى المسائل التى تعود إلى الاشجار التى فى المقابر وأراضى الوقف وغير ذلک، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل گجرات، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۷ج۲ الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ وفى المسائل التى تعود الى الاشجار التى فى المقبرة الخ، خانيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۳۱۱، ۳۱۰ ج۳ كتاب الوقف فصل فى الاشجار.

،مٹکیاں لوٹے وغیرہ لاتے ہیں، بوقت ضرورت مذکورہ چیزیں فروخت کر کے متولی اسی مسجد کے دوسرے مصارف میں صرف کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر مسجد میں دینے والوں کی طرف سے اس کی اجازت ہے تو درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے تیل کوفروخت کرنا

سوال:۔ جو تیل مسجد میں زائد اکٹھا ہوجائے اس کا فروخت کرنا درست ہے یانہیں اوروہ قیمت کس جگہ صرف کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

تیل ڈالنے والوں کی اجازت سے فروخت کرنا اورجس جگہ وہ اجازت دیں اس جگہ قیمت صرف کرنا شرعاً درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بعث شمعافی شهر رمضان الیٰ مسجد فاحترق وبقی ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یأخذه بغیر اذن الدافع ولوکان العرف فی ذٰلک الموضع ان الامام والمؤذن یأخذه من غیر صریح الاذن فی ذٰلک فله ذٰلک (البحر ص۲۵۰/ج۵/ مطبوعه کوئٹه ،کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد) مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصیراً أو حشیشاً أو آجر أو جصا لفرش المسجد أو حصی قالوا إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ما شاء، خانیة علی هامش الهندیه ص۲۹۷ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، مطبوعه کوئٹه مکتبۂ ماجدیه، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں دی ہوئی اشیاء کو بار بار نیلام کرنا

سوال: ۔مرغا، انڈا، کپڑا وغیرہ مسجد میں خدا کے نام پر دیدیتے ہیں پھر اس کی نیلامی ہوتی ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ جبکہ نیلامی چھڑا کر پھر اس چیز کو مسجد میں دیتے ہیں، بار بار ایسا ہی کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیلام کا یہ طریقہ اس چیز کو اپنی ملک بنانے کے لئے نہیں بلکہ یہ نیلام خریدنے سے مقصود مسجد کی امداد کرنا ہے، اگر اس میں نام ونمود مقصود نہ ہو تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وتصرف القیم الخ، المحیط البرهانی ص۱۳۶ ج۹ الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود إلی قیم المسجد وما یتصل به، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

[2] یستفاد: بعث شمعا فی شهر رمضان الیٰ مسجد فاحترق وبقی منه ثلثة اودونه لیس للامام ولا للمؤذن ان یاخذ بغیر اذن الدافع (بحر کوئٹہ، ص۲۵۰/ج۵/ کتاب الوقف ، فصل فی احکام المساجد)، مسجد له مستغلات وأوقاف اراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصیراً الی قوله قالوا إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ما شاء، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۱ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد وتصرف القیم، المحیط البرهانی ص۱۳۶ ج۹ کتاب الوقف الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۷ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

(صفحہ ہذا) [1] عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن اللّٰه لا ینظر الی صورکم واموالک ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مشکوٰة شریف، ص۴۵۴، باب الریاء والسمعة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۳۱۷ ج۲ کتاب البرّ والصلة باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال پر نظر نہیں فرماتے ہیں البتہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ویران ہو جانے کے بعد مسجد کا حکم

سوال:۔ کسی جگہ کوئی مسجد تھی بعض مصلحت کی بنا پر اس مسجد کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ بنوادی گئی، تو کیا مسجد اول کی زمین وقف کے حکم میں ہمیشہ رہے گی یا اس کی بیع وفروخت جائز ہوگی مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ باقاعدہ شرعی مسجد ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وقف ہے اس کی زمین کو فروخت کرنا یا عاریت پر دینا ناجائز ہے۔

فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولا یرھن درمختار علی ھامش رد المحتار[1]، ص ۵۶۷/ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ذیقعدہ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم // // //

الجواب صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم ۱۵/ذیقعدہ ۵۹ھ

مسجد ویران ہونے پر اس کی جائیداد وسامان کا حکم مسجد کو قصداً ویران کرنا

سوال:۔ ہماری ایک غیر آباد مسجد کی جائیداد غیر منقولہ کو متولی نے دوسری مسجد کے متولیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا، بعد ایک مدت کے اس مسجد کو محلّہ والوں نے آباد کیا، اب اس کے متولی

---

[1] درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج ۴/ شامی نعمانیہ ص ۳۶۷ ج ۳ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، النھر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مجمع الأنھر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

دوسرے لوگ ہیں ضروریات مصلیوں کیلئے پانی کی ٹنکی غسل خانہ، پیشاب خانہ وغیرہ بنائے کچھ مسجد کی زمین اور کچھ مسجد کی اس زمین میں جو متولی اول نے دوسری مسجد کے متولیوں کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، اس وجہ سے دوسری مسجد کے متولیوں نے اس زمین کے قبضہ کو چھڑانے کیلئے عدالت میں مقدمہ دائر کیا، عدالت عالیہ نے بعد تحقیقات بلیغہ کے یہ فیصلہ کردیا کہ زمین درحقیقت مسجد غیر آباد کی ہے متولی کو اس کا بیچنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض دستاویز کو بھی غلط ناقابل عمل قرار دیا مگر چونکہ قانون ہند کے مطابق بارہ برس سے زیادہ مدت کا قبضہ دوسری مسجد والوں کا ہے، اس لئے زمین کا قبضہ دوسری مسجد والوں کو دیا جاتا ہے، اس لئے کہ دوسری مسجد والے اس کو آباد رکھنا نہیں چاہتے ہیں، بلکہ ضرار وغیرہ کا فتویٰ لے کر دوبارہ ویران کرنے کی پوری کوشش کرچکے تھے، تمام غسلخانہ پیشاب خانے پانی کی ٹنکی مسجد کی سیڑھیاں وغیرہ بامداد پولیس توڑ پھوڑ کر ایک ڈھیر بنادیا، یہاں تک کہ جس کنویں کا پانی مسجد میں لیا جاتا تھا، اس میں گوبر پاخانہ وغیرہ ڈالا اوراس میں پیشاب کیا مسجد میں آنے کا ایک طرف کا راستہ بند کردیا، یہ واقعہ ہے جو جناب کی سہولت کے لئے گوش گزار کیا گیا، اب چند امور کا استفتاء کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک مسجد کی زمین دوسری مسجد میں لیجاسکتی ہے۔

(۲) کیا متولیوں کو اس کو شرعاً بیچنے کا حق ہے۔

(۳) ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں لینا حرام ہے یا حلال ہے۔

(۴) اگر متولیوں کو مسجد کی زمین بیچنے کا حق شرعاً نہیں ہے، تو پھر مسجد ثانیہ کے متولیوں کو مسجد کی دوسری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کرکے متنازعہ فیہا زمین کے لئے مقدمہ لڑنا جائز ہے۔

(۵) عدالت نے جو فیصلہ دیا ہے از روئے شریعت صحیح ہے، اور فیصلہ پر عمل کرنا مسلمانوں کو جائز ہے۔

(۶) عدالت نے مسجد اولیٰ کے متولیوں پر مسجد ثانیہ کا خرچہ ڈالا کیا یہ خرچہ وصول کرنا اوراس کا

مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے، اگراس رقم کا ناجائز پیسہ مسجد میں خرچ کیا جائے، تواس مسجد میں نماز مکروہ تو نہ ہوگی۔

(۷) متنازع فیہا زمین میں مسجد اول کسی کو کرایہ پر نہیں دی بالکل ویران پڑی رہی، اس ڈگری کے بعد مسجد ثانیہ کے متولی اس زمین کا کرایہ سالانہ بطور حرجانہ اتنی مدت کا جس مدت تک ویران پڑی رہی بذریعہ عدالت وصول کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ کرایہ وصول کرنا شرعاً درست ہے، اگر نہیں تو پھر اس بارے میں جوامداد کرے وہ کس جرم کا مستحق ہے اور یہ پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔

(۸) جو لوگ بربنائے عدالت مسجد اولیٰ کی توڑ پھوڑ میں شریک ہوئے یا مشورے میں شریک رہے اور اس پر خوش ہوئے اور یوں کہا کہ ہم نے جنت خریدی ایسے لوگ شرعاً جرم کے مستحق ہوئے کیا ان کے ایمان میں کچھ خلل تو نہیں پیدا ہوا، امام اور بعض لوگ یہاں تک بدکلامی کرتے ہیں کہ ایسے مندر تو بہت توڑے گئے کیا اس سے لوگ دائرہ اسلام میں رہ گئے ہیں، اور کیا ان کی زوجہ نکاح میں رہ سکتی ہے؟

(۹) کنویں میں پیشاب وغیرہ کرنا کرانا تاکہ مصلی پانی استعمال نہ کرسکے اسی طرح ایک طرف کا راستہ آنے کا بند کردینا تاکہ مصلی تکلیف اٹھا کر دوسری مسجد میں چلا آئے وغیرہ امور کے ارتکاب کرنے والے لوگ "ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ الخ" کے تحت داخل ہوسکتے ہیں نیز آیت شریفہ کی کچھ تفصیل بھی بیان فرمائیں؟

(۱۰) اگر امام مسجد میں توڑ پھوڑ اور کنویں میں پیشاب کرانے میں شریک ہو اور اس کار ناشائستہ کو دخول جنت کا ذریعہ سمجھتا ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، کیا مسلمانوں پر ایسے امام کو امامت سے الگ کرنا واجب ہے، امام اور بعض لوگ اس مسجد کے مال کو مال غنیمت سمجھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

(۱۱) چند لوگ صلح بین الفریقین کے لئے پڑے ہیں بات یہاں تک پہنچی ہے کہ مسجد اولیٰ کے لئے اتنی زمین چھوڑ دیجائے جس میں غسل خانہ وغیرہ بن سکے اور عدالت کا خرچہ نصف مسجد

اولیٰ دے کیا یہ صلح موافق شرع ہے، اوراس طریقہ سے مسجد کی زمین دوسری مسجد میں دی جاسکتی ہے شرعاً کچھ قباحت تو نہیں ہے، اس بارے میں صلح کی پہلو شرعاً کیا ہے

(۱۲) ایسے مصلحین شرعاً مجرم تو نہ ہوں گے۔

(۱۳) مسجد کو جدید فیشن پر لانے کے لئے مسجد کی پختہ عمارت توڑنا جائز ہے اس جدید فیشن سے صفوں میں بھی کمی آجاتی ہے۔

(۱۴) اگر کوئی شخص اس توڑنے کی وجہ سے ناراض ہوکر قانونی چارہ جوئی سے اس کی رکاوٹ کرادے تو وہ شخص گنہگار تو نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ جب کوئی شئی شرعی قواعد کے مطابق وقف ہوجائے، تو اس کی بیع ناجائز ہوتی ہے، جس زمین کو شرعی مسجد بنادیا گیا اس کی بیع کسی حال میں درست نہیں ہے،[۱] وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وقف اور مسجد بن چکی جائیداد منقولہ جو کہ مسجد کی ملک ہے، وہ اس بارے میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے، جب مسجد غیر آباد ہوجائے اور کوئی توقع اس آبادی کی نہ رہے اوراس کی جائیداد کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی بیع درست ہے، اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ بعینہ اس جائیداد کو کسی قریبی مسجد میں صرف کیا جائے اگر یہ دشوار ہو تو اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو دوسری مسجد

---

[۱] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ ،شامی کراچی ، ص ۳۵۲ ؍ج۴؍. کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، النہر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۰۵ ج۵.

[۲] ومثلہ حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما فیصرف وقف المسجد الیٰ اقرب مسجدا الیہ مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۹؍ج۴؍ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد)، النہر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

میں خرچ کیا جائے[۲] اور غیر آباد مسجد کا احترام باقی رکھنے کے لئے اگر اس کی چہار دیواری نہ ہو تو اس کا احاطہ بنایا جائے، جو جائیداد غیر منقولہ زمین وغیرہ مسجد کے لئے خریدی گئی مسجد کے غیر آباد ہونے یا ضرورت شدیدہ پیش آنے کے وقت اس کی بیع اہل محلّہ کی رائے سے درست ہے[۱]، اور جو جائیداد غیر منقولہ خود واقف نے وقف کی ہے اس کی بیع درست نہیں ہوئی[۲] بلکہ مسجد کے غیر آباد ہونے کی صورت میں اس جائیداد کی آمدنی کو دوسری قریبی مسجد پر اہل محلّہ کی رائے سے صرف کرنا درست ہے[۳] اس عبارت سے ۱/۲/۳ر کے جوابات واضح ہو گئے۔

(۴) جب وقف تمام اور لازم ہو جاتا ہے، تو اس کو رہن رکھنا درست نہیں ہوتا[۴]

(۵) عدالت عالیہ کے فیصلہ میں جیسا کہ آپ نے نقل کیا ہے ایک جزء شریعت کے مطابق

(بقیہ اگلے صفحہ پر) فعلی هذا یباع النقض فی موضعین عند تعذر عوده وعند خوف هلاکه (شامی کراچی، ص۳۷۷ر ج۴ر کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذاخرب ولم یمکن عمارته).

(صفحہ ہذا) ۱ متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد حانو تا او دار اًثم باعها جاز (الهندیه، ص۴۱۷ر ج۲ر کتاب الوقف، الباب الخامس) فی ولایة الوقف وتصرف القیم، قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص۲۹۷ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، المحیط البرهانی ص۱۳۸ ج۹ کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه ڈابهیل.

۲ إذا خرب المسجد ولا یعرف بانیه وبنی اهل المسجد مسجداً آخر ثم اجمعوا علی بیعه واستعانوا بثمنه فی ثمن المسجد الآخر فلا بأس به فأما إذا عرف لأهل المسجد بان فلیس لاهل المسجد ان یبیعوه، المحیط البرهانی، ص۱۲۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه ڈابهیل، خلاصة الفتاوی ص۴۲۴ ج۴ کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المساجد، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، تاتارخانیه کراچی ص۸۴۷ ج۵ مسائل وقف المساجد.

۳ ملاحظہ ہو عنوان، مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا حاشیہ ۱۔

۴ فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۲ر ج۴ر کتاب الوقف مطلب فی شرط واقف الکتب الخ) النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اور قابل عمل ہے یعنی یہ کہ وقف کی بیع کا متولیوں کو حق نہیں[۱] اور دستاویز نا قابل عمل ہے، اور دوسرا جز شریعت کے خلاف ہے، اور اہل اسلام کے حق میں نا قابل قبول ہے، یعنی یہ کہ بارہ برس سے زیادہ مدت گزر جانے کی بناء پر قبضہ دوسری مسجد والوں کو دیا جاتا ہے،

(۶) یہ خرچہ لینا جائز نہیں ہے، واپس کرنا ضروری ہے مگر مسجد میں اس سے نماز ممنوع نہ ہوگی[۲]

(۷) یہ حرجانہ لینا شرعاً ناجائز ہے، اور جو شخص مسئلہ معلوم ہونے کے بعد ناجائز کام[۳] میں امداد کرے گا وہ گنہگار ہوگا اگر یہ حرجانہ وصول کرلیا ہے، تو اس کی واپسی ضروری ہے اس کو مسجد میں یا اپنے صرف میں لگانا جائز نہیں۔

(۸) اگر وہ مسئلہ سے واقف ہیں یعنی یہ کہ شرعاً اس کو توڑنا پھوڑنا ناجائز ہے[۴] اس میں شرکت کرنے والے سب گنہگار ہوگئے، اگر مسجد کی توہین اور تحقیر کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ سخت

---

[۱] فاذا تم ولزم لا يملك قوله لا يملك اى لايكون مملوكا لصاحبه ولايملك اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه، الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۴/۳۵۲، كتاب الوقف، مطلب وفى شرط واقف الكتب، فتح القدير ص ۶/۲۲۰، مطبوعه دارالفكر بيروت، النهرالفائق ص ۳/۲۱۹، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[۲] اس لئے کہ ایک مسجد کی حاصل ہونے والی آمدنی اولا اسی مسجد پر صرف کی جائے جب تک اس سے استغناء نہ ہو تو دوسری مسجد پر صرف درست نہیں، والفتوى على أن المسجد لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر شامى زكريا ص ۵۴۹ ج ۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ كتاب الوقف، فصل.

[۳] مسجد اول کی موقوفہ زمین پر مسجد ثانی کے متولیوں کے بارہ سال تک قبضہ کی وجہ سے وہ مسجد اول کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی لہذا گذشتہ بارہ سال کے کرایہ کا مطالبہ مسجد اول کے متولیوں سے کرنا بھی درست نہیں چونکہ دوسری مسجد والوں کو اس میں کوئی حق نہیں والفتوى على ان المسجد لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر شامى زكريا ص ۵۴۹ ج ۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد.

[۴] لايجوز نقض المسجد ولابيعه ولاتعطيله وان خربت المحلة (قرطبى، ص ۷۵/ ج ۱/ الجزء الثانى سوره بقره تفسير الاية ۱۱۴) مطبوعه دار الفكر بيروت.

خطرناک اوراسلام کے خلاف حرکت ہے، اسی طرح مسجد کومندر کہنا اوراس کوشرعی مسجد سمجھتے ہوئے خانہ خدا کی تحقیر تذلیل کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ کفر ہے[1]، اہل اسلام سے اسکی توقع نہیں، ایسی حالت میں ایسے لوگوں کوعلی الاعلان تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے[2]۔

(۹) کنویں میں نجاست ڈالنا اور پیشاب کرنا خلاف انسانیت حرکت ہے، اس کی قباحت کسی پر مخفی نہیں۔

مجوس اورنصاریٰ نے بیت المقدس میں نجاست ڈالی تھی، اوراس کوخراب وویران کیا تھا[3] اورمشرکین عرب نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوخانہ کعبہ کا طواف کرنے اوراس میں نماز پڑھنے سے مقام حدیبیہ میں روکدیا[4] ان کی برائی اس آیت شریفہ میں نازل ہوئی کہ اس سے ظالم کون ہے کہ جواللہ کے گھر میں ذکر ہونے سے روکے اوراس کے گھر کوویران کردے کہ لوگ وہاں اسکا نام نہ لے سکیں، ان

---

[1] اذا انکرایة من القرآن اواستخف بالقرآن او بالمسجد (الی قوله) کفر (مجمع الانهر بیروت، ص ۵۰۷/ج۲/ کتاب السیر والجهاد، باب المرتد) شرح فقه اکبر ص۲۰۵ فصل فی القراء ة والصلاة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] وما یکون کفر ا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولا زنا وذکر فی نور العین ویجدد بینهما النکاح ان رضیت زوجته بالعود الیه وما فیه خلاف یومر الاستغفار والتوبة وتجدید النکاح، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۲۴۶ج۱ مجمع الأنهر ص۵۰۱ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۳/۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة،

[3] النصاری کانوا یطرحون فی بیت المقدس الاذی ویمنعون الناس ان یصلوا فیه الی قوله قال الروم کانوا ظاهروا بخت نصر علی خراب بیت المقدس حتی خربه وامر به ان تطرح فیه الجیف وانما اعانه الروم علی خرابه من اجل ان بنی اسرائیل قتلوا یحی بن زکریا جامع البیان ص۴۹۸، ۴۹۹ج۱ سورة بقره تحت آیت ۱۱۴، روح المعانی ص۵۷۱ج۱ مطبوعه دار الفکر بیروت، الجامع الاحکام القرآن ص۷۴ج۱ الجزء الثانی، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[4] نزلت فی المشرکین اذ منعوا المصلین والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم وصدوهم، عن المسجد الحرام، عام الحدیبیة، الجامع لاحکام القرن ص۷۴ الجزء الثانی، سورۂ بقره تحت آیت ۱۱۴، مطبوعه دار الفکر بیروت. تفسیر ابی السعود ص۱۴۹ج۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، تفسیر کشاف ص۳۰۶/۱، مطبوعه دارالفکر بیروت،

کی سزا یہ ہے کہ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے، اب جو شخص خانہ خدا کی بے حرمتی کرے اور اس کو ویران کرے اس کا حکم یہی ہے[1]۔

(۱۰) مسجد کا مال کسی حال میں قابل غنیمت نہیں جو لوگ اس کو مال غنیمت سمجھتے ہیں وہ گناہ عظیم میں مبتلا ہیں[2]، توڑ پھوڑ کرنے والے کا حکم جواب نمبر ۸/ میں گزر چکا اس جواب میں امام ومقتدی سب کا ایک حکم ہے۔

(۱۱) جب یہ مسجد آباد ہو رہی ہے، تو اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کسی دوسری مسجد میں نہیں دی جاسکتی، اور وہ زمین جس پر مسجد تھی اس کو تو کسی دوسری مسجد میں دینے کا احتمال ہی نہیں[3] جو زمین دوسری مسجد والوں نے خریدی تھی، اس کی قیمت پہلی مسجد والے واپس کر دیں، اور دوسری مسجد والے وہ زمین پہلی مسجد والوں کے حوالہ کر دیں[4]، خرچہ فریقین بذمہ فریقین ہے۔

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴.

[2] وعندھما ھو ای الوقف حبس العین علی حکم ملک اللّٰہ المالک الحقیقی تعالٰی علی وجہ یعود نفعہ علی العباد فیلزم ویزول ملکہ بحیث لا یباع ولا یوھب ولا یورث لانہ قصد بالوقف استدامۃ الخیر فوجب ان یخرج عن ملکہ ویخلص للّٰہ تعالٰی، مجمع الأنھر ص۵۷۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۲۰، ۵۲۱ ج۶ کتاب الوقف، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] ولو خرب وما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی فلا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلوان فیہ اولا، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیرہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النھر الفائق ص۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[4] فاذا تم ولزم لایملک قولہ لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبہ ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ الخ، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۴/۳۵۲، کتاب الوقف، مطلب وفی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت، النھرالفائق ص۳/۲۱۹، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

(۱۲) جواب ۱۱ر کے موافق صلح کر لینے سے مجرم ہوں گے[۱]

(۱۳) محض شوقیہ مسجد توڑنا ہرگز جائز نہیں[۲]

(۱۴) گنہگار نہیں بلکہ مستحق ثواب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۹۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف ۱۴/۴/۹۱ھ

مسجد کی نیت سے چھوڑی زمین میں تصرف کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک نئی آبادی بنائی گئی ہے، وہاں ایک قطعہ زمین مسجد بنانے کے لئے چھوڑی گئی ہے، ابھی وقف نہیں کیا اور نہ ہی ابھی تک مسجد کی بنیاد وغیرہ پڑی ہے اور یہ زمین ہندو پٹواری نے چھوڑی ہے، اب وہ پٹواری اس زمین سے نصف یا کم ایک مولوی صاحب کے نام کرنا چاہتے ہیں، اور بننے والی مسجد بھی انہیں کی ماتحتی میں چلانا چاہتے ہیں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں اس زمین میں سے مولوی صاحب کے نام کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چہ ابھی تک وہاں مسجد نہیں بنی اور اس زمین کو وقف بھی نہیں کیا گیا، لیکن جب زمین کی منظوری مسجد کے واسطے لی گئی تو اس کو کسی اور کے نام پھر نہ کیا جائے[۳] مسجد کی تعمیر اور اس کا انتظام

---

[۱] تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان سورۂ مائدہ آیت ۶.

[۲] ارادوا نقض المسجد وبنائه احکم من الاول ان لم یکن البانی من اهل المحلة لیس لهم ذلک، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الجامع لاحکام القرآن ص۷۵ ج۱ الجزء الثانی سورۂ بقره تحت آیت ۱۱۴، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۳] چونکہ جب وہ زمین مسجد کے لئے منظور کر لی گئی ہے تو ارادہ کی حد تک اس میں اللہ کا حق وابستہ ہو گیا ہے اس لئے اس زمین کو کسی دوسرے کے نام کرنا اللہ کے حق میں دوسرے کو شامل کرنا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے والمسجد خالص للّٰه سبحانه لیس لا حد فیه حق قال اللّٰه تعالٰی وان المساجد للّٰه، فتح القدیر ۲۳۴، کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت.

سب کے باہمی مشورہ سے ایک شخص کے سپرد کریں جس کو مسجد اور نماز سے گہرا تعلق ہو اس میں انتظام اور تولیت کی صلاحیت ہو بلکہ ایک کمیٹی بنائی جائے تو بہتر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا وقف مسجد کو دی گئی جائیداد فروخت ہوسکتی ہے

سوال:۔ (۱) تاحیات میں مقر اپنے مکان کا مالک وقابض رہونگا، اور کل حق ہر قسم انتقال وغیرہ کے حاصل رہیں گے۔

(۲) بعد وفات مجھ مقر کے مکان کے مالک وقابض مسجد اندرون کوٹلہ معرفت متولی محمد اقبال ہونگے، اور مسجد کو کل حق ہر قسم انتقال وغیرہ کے وصول ہونگے۔

(۳) بعد وفات مقر اگر کوئی شخص اس وصیت نامہ کے خلاف قانون وپنچایت وعدالت کارروائی کرے گا تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اور اس کی کل کارروائی کالعدم ہوگی۔

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ مکان وقف ہوگا یا نہیں اور اس کو مسجد فروخت کرسکتی ہے کہ نہیں؟

واضح رہے کہ متولی کا کوئی شرعی وارث نہیں ہے اس کی بیوی کی چار لڑکیاں جو دوسرے شوہر سے تھیں، انکا کوئی حق اس مکان میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف نہیں حسب صوابدید اسکو فروخت کرنا بھی درست ہے[2] جیسا کہ عبارت نمبر۲/ میں

---

[1] ولا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه لأن الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأنه يخل بالمقصود، شامی زکریا ص۶/۵۷۸ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۲۶ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۴۰۸ ج۲ الباب الخامس فی ولاية الوقف.

[2] اما تعريفه (الوقف) عندهماحبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على تعود منفعته الى العباد، عالم گیری ،بلوچستان ،کوئٹہ ،ص ۳۵۰/ ج۲/اول کتاب الوقف، ومنها (شرائط الوقف) أن لا يذكر معه اشتراط بيعه وصرف الثمن إلى حاجته فإن قاله لم يصح الوقف، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

انتقال کی اجازت مذکور ہے بہتر یہ ہے کہ اگر فروخت کریں تو اس کی قیمت سے کوئی جائیداد مسجد کے لئے بنالیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۱۴۰۱ھ

مسجد کی زمین میں تعمیر کرلی تو وہ کس کی ہے

سوال:۔ ایک مسجد کی کچھ مملوکہ ومقبوضہ زمین جو سالہا سال سے بیکار پڑی تھی، اس کا کچھ حصہ لوگوں کے پاس کرایہ پر تھا، کرایہ کی مقدار بہت تھوڑی تھی، کچھ لوگوں نے اس پر عمارتیں بنالیں، اور کرایہ دینا بھی بند کردیا۔

اس طرح زمین پر قبضہ کرکے مالک بنجانا چاہتے تھے، مسجد کی کمیٹی نے یہ دیکھ کر زمین فروخت کردینے کا اعلان کردیا، اور کہا یا تو زمین کی قیمت ادا کردو یا اپنے مکان کی قیمت لے لو، بعض کرایہ داروں نے یہ بات مان لی اور زمین کی قیمت دس ہزار روپئے گراؤنڈ کے حساب سے دینے پر راضی ہوگئے، زمین کو فروخت کردینے میں مسجد کا فائدہ ہے اس سے مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہوجائیگا، اوراس آمدنی سے دوسری جائیداد خریدی جاسکتی ہے، ورنہ لوگ زمین پر ناجائز قبضہ کرینگے، جس سے مسجد کو سخت نقصان ہوگا، اور زمین مسجد سے نکل جائیگی، ایسی صورت میں اس زمین کا فروخت کردینا اوراسکی قیمت لے لینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هنديه كوئٹه ص ۲/۳۵۶ كتاب الوقف، الباب الاول، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص۲۵۷ ج۶ كتاب الوقف، الثالث فى صحته وفساده الخ، بحر كوئٹه ص ۱۸۹ ج۵ كتاب الوقف.

(صفحہ ہذا) [۱] مستفاد : وشرط فى الاسعاف أن يكون المستبدل قاضى الجنة المفسر بذى العلم والعمل لئلا يحصل التطرق إلى ابطال اوقاف المسلمين كما هو الغالب فى زماننا ويجب أن يزاد فى آخر زماننا وهو أن يستبدل بعقار لا بدراهم ودنانير فانا قد شاهدنا النظار يأكلونها وقل أن يشترى بها بدلا، شامى كراچى ص۳۸۶ كتاب الوقف، مطلب فى اشتراط الادخال والاخراج، بحر كوئٹه ص۲۲۳ ج۵ كتاب الوقف.

الجواب حامداًومصلیاً

جوزمین مسجد کے لئے وقف ہوچکی ہے،اس کوفروخت کرنا شرعاً جائزنہیں[۱] الا یہ کہ اس پر غاصبانہ قبضہ ہوکراس کا وقف ہونا ہی ختم ہوجاتا ہو،تو ایسی صورت میں مجبوراًاس کی قیمت وصول کرکے مسجد کے لئے دوسری جائیداد خریدی جائے،اب موجودہ صورت میں تین شکلیں ہیں،اول یہ کہ وہ لوگ وہاں سے اپنی عمارت ہٹا کرمسجد کی زمین بحال کردیں،دوسری صورت یہ ہے کہ تعمیر شدہ مکان کے ملبہ کی قیمت مسجد کی طرف سے ادا کردی جائے، اوروہ مکانات مسجد کی ملک ہوجائیں،اگردونوں شکلوں میں سے کسی پرعمل نہ ہوسکےتوانتہائی مجبوری میں تیسری شکل یہ ہے کہ مسجدکواس زمین کی قیمت دیدی جائے،اوراس قیمت سے مسجد کے لئے جائیداد خریدی جائے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۹/۲/۸۶ھ

---

[۱] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک أی لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک أی لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، (درمختارمع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان) شامی زکریا ص۵۳۹ ج۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الثانیة لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استردادهٖ واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علی شئی ثم یشتری بالما خوذ من الغاصب ارضاً اخریٰ فیجعله وقفاً علی شرائط الأولیٰ (بحر ،مکتبه ماجدیه کوئٹه، ص۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف) شامی زکریا ص۵۸۸ ج۶ مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع کتاب الوقف، مطبوعه دیوبند، فتح القدیر ص۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

تم الجزء الحادی والعشرون

من الفتاویٰ المحمودیة

بحمد اللّٰہ و احسانہ تعالیٰ

ویلیہ الجزء الثانی والعشرون

اولہ بقیۃ ابواب المساجد

انشاء اللّٰہ تعالیٰ

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ

سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد

واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیماً

کثیراً کثیرا ابداً دائما

برحمتک یا ارحم الراحمین

آمین یا رب العالمین

العبد محمد فاروق عفا اللّٰہ عنہ

جامعہ محمودیہ میرٹھ

فصل یازدھم :- مسجد میں مدرسہ قائم کرنا

مسجد کو مدرسہ بنانا

سوال:۔ ہمارے شہر میں آج سے بارہ سال پہلے تمام مسلمان محلوں میں اعلان کرا کر حیدر علیؒ ٹیپو سلطان، جامع مسجد کے نام سے ایک مسجد کا آغاز کیا گیا، اس وقت سے مسجد میں برابر پنج وقتہ نماز اور خطبۂ جمعہ بھی جاری ہے، اب مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کے سامنے یہ تجویز آئی ہے کہ چوں کہ مسجد کی جانب مسجد کے سامنے سے گزرنے والی سڑک کے اس پار غیر مسلموں نے ایک چھوٹا سا مندر بنالیا ہے، اس لئے اس مسجد کو ایک مدرسہ میں تبدیل کر دیا جائے، اور اس سے دو تین قدم ہٹ کر جنوبی جانب اسی نام سے ایک نئی مسجد بنادی جائے، کیا از روئے شرع شریف مذکورہ تجویز پر عمل کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ اور مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ براہِ کرم دلائل شرعیہ اور حوالہ جات کتب فقہ سے جواب بالصواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ شرعی مسجد بن گئی اور وہاں اذان وجماعت ہو رہی ہے تو اب مصالح مذکورہ کی وجہ سے اس کو مدرسہ بنانا اور وہاں سے مسجد ہٹا کر اس کے نام سے دوسری جگہ منتقل کر دینا ہرگز جائز نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسجد ہے[1]، اذان جماعت کے ساتھ اس کو آباد رکھا جائے مندر یا کوئی بھی عمارت پاس قریب ہونے سے نماز میں خلل نہیں آئے گا، "**واذا تم ولزم لایملک ولایملک** اھ[2] درمختار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند.....الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجد اعند الامام والثانى ابداً الىٰ قيام الساعة فلايعود ميراثاً ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اٰخر(شامى كراچى، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره)، بحر كوئٹه ص۲۵۱ج۵ فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، طبع دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے دالان میں مدرسہ

سوال:۔ (۱) دوسرا مکتب موتی مسجد میں کئی سالوں سے قائم ہے، جس میں قرآن پاک ناظرہ اور دینی تعلیم اردو، ہندی میں ہوتی ہے، اس میں صرف لڑکے پڑھتے ہیں اور مرد جو اکثر علماء ہیں پڑھاتے ہیں، یہ شمال اور جنوبی دالانوں میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی شاخ کے نام سے قائم ہے، اسکو شاہی اوقاف بھوپال والے ناپسند کرتے ہیں، اور ہٹانا چاہتے ہیں، کیا یہ علم شرعاً صحیح ہے؟

مسجد کے دالانوں کو دفتر انجمن بنانا

سوال:۔ (۲) کچھ دنوں سے جنوبی دالان کے مغربی حصہ پر جس میں مکتب قائم تھا، اس میں ایک محفوظ کوٹھری بمنظوری سکریٹری صاحب اوقاف شاہی بنائی گئی، اور اس میں تجوری اور صندوقیں رکھی گئیں اور بنام انجمن اصلاح المسلمین جو بھوپال میں ایک زمانہ سے قائم ہے، اس کا دفتر پہلے ایک مکان تھا وہاں سے ہٹا کر مسجد کے دالان میں وہ دفتر قائم کیا گیا جس میں مسلمانان بھوپال اپنی رقومات بطور امانت رکھتے ہیں، اور غریب مسلمان وہاں سے قرض لیتے ہیں، اس قرضہ اور امانت کی دفتری کارروائی ہوتی ہے، جس میں لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے، اس میں اکثر عورتیں بھی آتی ہیں، ان کو وظیفہ وغیرہ دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ضرورت کی وجہ سے عورتیں ہر حالت میں آئیں گی، کیا شرعاً عورتوں کا ہر حالت میں مسجد میں آنا اور لوگوں کا اپنی دنیوی ضروریات کے لئے مسجد میں آنا جانا اور راستہ بنانا اور اس میں روپیہ بطور امانت رکھنا اور قرض لینا، اور دفتر قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توا جروا۔

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/کتاب الوقف ،قبیل مطلب فی شرط الواقف الکتب ان لاتعار)، بحر کوئٹہ ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ واقف کے منشاء اور رضامندی سے ہے تو اس کو ہرگز نہ ہٹایا جائے[۱]، ورنہ کرایہ کا معاملہ کرلیا جائے[۲]۔

(۲) جو دالان مسجد کے مصالح کیلئے وقف ہے اس کے کسی حصہ کو کسی دوسرے کام میں لانا درست نہیں[۳]، اگر ضرورت مذکورہ کیلئے استعمال کرنا ہے، تو کرایہ پر لے لیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

مسجد کی زمین میں اسکول قائم کرنا

سوال:۔ (۱) مدرسہ ومسجد کی موقوفہ زمین وعمارت میں ایک اُردو سرکاری اسکول قائم ہے،

---

[۱] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، بحر کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[۲] لو سکن بلا إذن أو اسکنه المتولی بلا أجر کان علی الساکن أجر المثل ودخل ما لو کان الوقف مسجدا أو مدرسة سکن فیه فتجب فیه أجرة المثل، شامی کراچی ص۴۰۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب سکن المشتری دار الوقف هندیه کوئٹه ص۴۲۰ج۲ کتاب الوقف، الباب الخامس، مطلب إذا اسکن متولی الوقف رجلا بغیر اجرة مجمع الأنهر ص ۶۰۱ ج۲ کتاب الوقف فصل إذا بنی مسجداً، طبع بیروت.

[۳] اتحدالواقف والجهة جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخرعلیه وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجد ین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیهما اوقافاً لایجوز له ذٰلک ای الصرف المذکور ،مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہٖ)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف.

[۴] ملاحظہ ہو حاشیہ:۲/

جس کی وجہ سے مدرسہ ومسجد کی آمدنی میں خسارہ ہوتا ہے، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ جو عمارت تعلیم دین کیلئے بنائی گئی تھی، اس میں چند لوگوں نے اُردو سرکاری اسکول قائم کرادیا، یہ لوگ نہ عمارت چھوڑتے ہیں نہ سرکاری اسکول ہی چھوڑتے ہیں، اس کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟

(۲) بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ سرکاری اسکول قومی چیز ہے اور مسجد کی زمین بھی قومی چندے سے خریدی گئی تھی، اس لئے اسکول استعمال کرسکتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں ایسے لوگوں سے اس عمارت کو خالی کرانا اور گذشتہ کرایہ وصول کرنا اور وہ صورت اختیار کرنا جس سے مسجد ومدرسہ کو خسارہ نہ ہو لازم ہے اور جس نیک مقصد کیلئے وہ زمین خریدی گئی ہے، اسکی تکمیل ضروری ہے، اس زمین پر اسکول قائم کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) جو زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی اس کو یہ تصور کرتے ہوئے کہ قومی چیز ہے، لہٰذا اسکول میں استعمال کرلیا جائے ہرگز ہرگز جائز نہیں، اس طرح مسجد کی موقوفہ زمین پر قبضہ کرنا غصب کروانا ہے، جو کہ جائز نہیں فوراً اس غاصبانہ قبضہ کو ختم کرکے مسجد کی موقوفہ زمین کو واگذار کرانا ضروری ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۶ھ

نیچے مدرسہ اوپر مسجد

سوال:۔ ایک مسجد ہے جو اوپر کی منزل پر واقع ہے اور اس کے نیچے مدرسہ کی عمارت ہے،

---

[۱] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ج۴/ص۴۳۳/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کی سیڑھی تعمیر کے سلسلہ میں توڑ دی گئی تو سیڑھی ٹوٹنے کی حالت میں مسجد کے اوپر چڑھنا دشوار ہے البتہ لکڑی کی سیڑھی لگا کر بہ آسانی چڑھا جاسکتا ہے، لیکن ضعیف قسم کے لوگ نہیں چڑھ سکتے، تو ایسی صورت کے اندر مسجد کو خالی چھوڑ کر نیچے کی عمارت میں جو کہ مدرسہ ہے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ضعیف لوگوں کے اس عذر کی بنا پر نیچے مدرسہ میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی مسجد کی شان یہ ہوتی ہے کہ نیچے کی منزل اور اوپر کی منزل مسجد رہے یہ صورت کہ نیچے کی منزل مدرسہ قرار دیا جائے، اور اوپر کی منزل مسجد رہے، اور لکڑی کی سیڑھی لگا کر اوپر جا کر نماز ادا کی جائے، شرعاً درست نہیں، شامی[1] اور بحر[2] میں یہ مسئلہ صاف صاف موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۱۴۰۱ھ

مسجد کی جگہ پر نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد

سوال:۔ ایک جگہ مسجد کے لئے زمیندار کاشتکار سے حاصل کر کے مسجد کی تعمیر کے لئے ٹاؤن ایریا کمیٹی زید پور سے منظوری لے کر بنیاد و مع پیش لحاق ڈالی گئی، اور مسجد کی بنیادیں قد آدم سے زیادہ اونچی ہوگئی، اور اس میں مٹی کی بھرائی و پٹائی بھی ہوگئی، اس کے بعد چند لوگوں نے یہ تجویز کیا کہ قریب پانچ فٹ اندر سے مٹی نکال کر اور دیواروں کو قریب پانچ فٹ اونچی کر کے نیچے کی عمارت میں ابتدائی دینی تعلیم بچوں کو دی جائے، اور بالائی حصے پر مسجد بن جائے، قریب پانچ فٹ

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)

[2] بحر کوئٹہ، ص ۲۵۱/ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد)، فتح القدیر ص ۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، دار الفکر بیروت.

پٹائی کی مٹی مسجد کے اندر سے محمد اکبر نے نکلوا کر اور مسجد کی دیواریں کٹوا کر دروازہ پر لگوا دیا، اس کے علاوہ مسجد کے چندہ کی دس ہزار اینٹ مبلغ تین سو روپے نقد اور قریب ایک ٹرک مورنگ جو مسجد کی تعمیر کے لئے رکھا ہوا تھا، اس کو بھی اس میں لگا کر نیچے کی عمارت تیار کر لی اور بچوں کو تعلیم دینے لگے اور مسجد اب تک بالائی حصہ پر مکمل نہیں ہوئی، پھر مزید مسجد کا چندہ لگا کر بالائی حصہ پر تھوڑی بنیاد مع پیش لحاق مسجد کی پڑی ہے، اور مسجد پر چڑھنے کے لئے زینہ بھی نہیں ہے، اور مسجد کے صحن کی جگہ میں باورچی خانہ قائم کئے ہوئے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس مسجد کی عمارت کو مدرسہ جامعہ نور العلوم قرار دے کر محمد اکبر گورنمنٹ سے الحاق کر کے مدرسہ جامعہ نور العلوم کے نام منظوری لے رہے ہیں، ایسی حالت میں یہ عمارت مسجد کی ہے یا مدرسہ کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ جگہ زمیندار کا شتکار سے مسجد کے واسطے لی گئی اور ٹاؤن ایریا کمیٹی سے مسجد کی تعمیر کی منظوری لے کر اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی تو اس جگہ مدرسہ کی تعمیر جائز نہیں[1]، مسجد کے چندہ کی اینٹ وغیرہ مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں[2]، مسجد اوپر نیچے سب مسجد ہی ہوتی ہے، یہ درست نہیں کہ چھت کے اوپر تو مسجد ہو اور نیچے مدرسہ ہو، وہاں مسجد ہی بنائی جائے، اب یہ ہوسکتا ہے کہ مسجد دومنزلہ بنادی جائے، اگر اس کی ضرورت نہ ہو یا وسعت نہ ہو تو صرف موجودہ جگہ ہی کو مسجد بنادیا جائے، اور وہاں اذان، جماعت شروع کردی جائے، مدرسہ کے لئے کسی اور جگہ کا انتظام

---

[1] امالوتمت المسجد یة ثم اراد البناء منع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[2] شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، کنص الشارع)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۶۰۸ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کیا جائے، اس جگہ سے باورچی خانہ، میز، کرسی اور تعلیم کا سب نظم ختم کر دیا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۵/۱۰ھ

مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے کی صورت

سوال:۔ مسجد کی زمین پر مدرسہ بنانا کیسا ہے؟ اور کسی مسجد کو توسیع کی ضرورت ہو تو کیسے کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد کے لئے وقف ہو اور وہاں مدرسہ بنانے کی ضرورت ہو تو مسجد کے پیسے سے تعمیر کرلیں، اور اس کو مدرسہ کے واسطے کرایہ پر لے لیں، مدرسہ کی جانب سے مسجد کو کرایہ ادا کر دیا کریں، یا وہ زمین کرایہ پر لے کر مدرسہ تعمیر کرلیا جائے، کہ زمین مسجد کو جس کا کرایہ مدرسہ کی طرف سے ادا کر دیا جایا کرے اور عمارت مدرسہ کی ہو[2] مسجد کی توسیع کے لئے آس پاس کی زمین خرید لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۱/۶/۷ھ

مسجد کے ایک حصہ میں بچوں کی تعلیم

سوال:۔ ایک مسجد ہے جس کے تحتانی حصہ میں نماز ہوتی ہے، اور فوقانی حصہ میں بچے

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً (شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص ۳۲۹، ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] مستفاد : حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبه ان يستاجر الارض باجر المثل ان العمارة لو رفعت تستاجر باكثر مما استاجره امر برفع العمارة وتوجر لغيره والا تترک فی يده بذلک الاجر الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۳۹۲ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی وقف الكردار والكدک.

پڑھتے ہیں، مگر مسجد بناتے وقت اس کا کوئی خیال نہیں تھا کہ اس میں بچے پڑھیں گے، بلکہ اس کا شمار مسجد ہی میں تھا، اب کیا ایسی صورت میں جماعت فوقانی حصہ میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس حصہ میں بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مسجد جس طرح سے اس کے نیچے کا حصہ مسجد ہے اسی طرح اوپر کا حصہ بھی مسجد ہے[۱]، جماعت ثانیہ اوپر نہ کی جائے، بچوں کی تعلیم کے لئے کسی دوسری جگہ کا انتظام کیا جائے، اگر کوئی دوسری جگہ نہ ہو تو مجبوراً بچوں کو دینی تعلیم مسجد میں دینا درست ہے[۲] مگر اتنے چھوٹے بچے نہ ہوں جن کو پاکی ناپاکی کی تمیز نہ ہو، مثلاً گندے پیر مسجد میں رکھیں، یا پیشاب کردیں[۳] اور یہ بھی ضروری ہے کہ احترام مسجد کے خلاف وہاں کوئی کام نہ کیا جائے، مثلاً بچوں کو سخت الفاظ اور کڑک آواز سے ڈانٹنا، مارنا، سزا دینا[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

---

[۱] وکره تحریما الوطء فوقه لانه مسجدالی عنان السماء وکذا الی تحت الثریٰ (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۶۵۶/ج۱) مکروهات الصلوة، مطلب فی احکام المسجد، سکب الأنهر ص۱۹۰ ج۱ کتاب الصلوة، فصل فی بیان ما یکره فیها، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۱ کتاب الصلوت، طبع بیروت.

[۲] أما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر إذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر أو غیره لا یکره، هندیه کوئٹه ص۱۱۰ ج۱ کتاب الصلاة، قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر، فتح القدیر ص۴۲۲ ج۱ قبیل باب صلوة الوتر، دار الفکر بیروت، محیط برهانی ص۸ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی المسجد، مجلس علمی گجرات.

[۳] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۶۵۶/ج۱ ، مکروهات الصلوٰة ،مطلب فی احکام المسجد)، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، طبع لاهور، بحر کوئٹه ص۳۴ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة، اشباه ص۲۰۲ الفن الثالث، القول فی احکام المسجد دار الاشاعة دهلی. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صحن مسجد کو مدرسہ کے لئے لینا

سوال:۔ ایک اراضی بہت مدت سے پڑی ہوئی ہے مدرسہ عربی بنانے کے لئے منتظم مدرسہ نے حاصل کی تھی، منتظم مدرسہ نے مدرسہ نہیں بنایا بلکہ اراضی کو کرایہ پر دیدیا ہے، صحن، صدر دروازہ جامع مسجد پر قبضہ کر کے مدرسہ تعمیر کیا، یہ تصرف اور نماز جنازہ بھی وہاں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ صحن مسجد کے لئے وقف ہے تو اس پر قبضہ کر کے وہاں مدرسہ تعمیر کرنا اور اس کو ملک مدرسہ قرار دینا جائز نہیں[1]، بلکہ یہ غصب اور ظلم ہے، ہاں اگر مدرسہ کے لئے ضرورت ہو اور مسجد کی مصالح اجازت دیں تو اس کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لیا جاسکتا ہے، تاکہ اس کا کرایہ مدرسہ مسجد کو دیتا رہے، تعمیر مدرسہ کی رہے، اور زمین مسجد کی رہے[2] اگر وہ صحن مسجد کے لئے وقف نہیں ہے تو اہل محلّہ کو اعتراض کا حق نہیں ہاں جو شخص اس کا مالک ہو اس کو اعتراض کا حق ہے اور اہل مدرسہ اس سے معاملہ بیع یا وقف کا کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] فماكان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولاتلويث لايكره والاكره (حلبی كبير ص ۶۱۱/ مطبوعه لاهور، فصل فی احكام المسجد)

(صفحہ ہذا) [1] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز لهٗ ذلک ای الصرف المذكور (درمختار مع الشامی كراچی، ۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[2] رجل استأجر ارضا موقوفة وبنى فيها حانوتا وسكنها، (إلى قوله) فبعد ذلک رفع البنائن كان لا يضر بالوقف فللبانی رفعه وإن كان يضر ليس له رفعه، هنديه كوئٹه ص۴۲۲ ج۲ كتاب الوقف الباب الخامس، بحر كوئٹه ص۲۳۷ ج۵ كتاب الوقف، محيط برهانی ص۳۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع فی تصرف القيم فی الاوقاف، طبع مجلس علمی گجرات.

مسجد سے متصل خالی جگہ پر مدرسہ قائم کرنا

سوال:۔(۱) شاہان مشرقیہ کی تعمیر کردہ جامع مسجد جونپور کے حدود مسجد کے تعین کے بعد پکے فرش سے اس کا تعین کر کے اس سے ملحق نمازیوں کے وضو کیلئے دہ دردہ حوض بنایا گیا تھا، جس پر علماء ومشائخ عمل درآمد کرتے چلے آرہے ہیں۔

(۲) حدود مسجد کے علاوہ حوض سے مشرقی دروازے تک مع شمال وجنوب کچی زمین افتادہ ہے، اس افتادہ کچی زمین میں کنواں، پودا، نشانِ قبر ہے، کنواں سے وقت ضرورت پر بیل کے ذریعہ پانی حوض میں بھی بھرا جاتا تھا، لیکن مولانا ظفر صاحب نے پودا اور نشان قبر خفیہ برابر کروادیا اسی افتادہ زمین پر لوگ اور خود مولانا موصوف بھی جوتا پہن کر چلتے اور اتارتے ہیں، اور اسی زمین پر نماز جنازہ ہوتی چلی آرہی ہے، اور خود مولانا موصوف بھی پڑھایا کرتے ہیں۔

(۳) یہ متحقق نہیں کہ حوض کنواں پودا خود بانی نے بنوائے ہیں، یا بعد میں بنائے گئے ہیں، پھر وہی عرصہ دراز سے موجود ہیں۔

(۴) یہ مسجد ۱۴۷۰ء میں مکمل ہوئی اور سلطنت مشرقیہ کے زوال کے بعد ایک مدت تک یہ مسجد ویران رہتی رہی، نماز اذان کے علاوہ تعزیہ داری وغیرہ رسومات اور مختلف جرائم کی آماجگاہ تھی اس لئے ۱۸۳۰ء میں مسجد کے تحفظ آباد کار وتبلیغ اور علم دین کی اشاعت کی غرض سے حضرت مولانا سخاوت علی صاحب مہاجر مکیؒ نے حضرت مولانا کرامت علیؒ کی اعانت سے مدرسہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ اور اس کے کچھ سالوں کے بعد حافظ صدیق صاحب نے مدرسہ دینیہ کی بنیاد ڈالی جو حدود مسجد سے باہر افتادہ کچی زمین میں جانب اتر رکھی، دالانوں اور کوٹھریوں میں قائم رہ کر علم کی شمع روشن کئے چلا آرہا ہے، اور انہی دالانوں اور کوٹھریوں میں اساتذہ طلباء کی رہائش رہتی چلی آرہی ہے، طلباء واساتذہ کی بود وباش کے ساتھ مطبخ اور پانی کی ٹنکی بھی اسی کچی زمین پر ایک عرصۂ دراز سے چلی آرہی ہے۔

(۵) باوجود اس کے مسجد کا صحن جو حدود مسجد کا تعین کرتا ہے، بہت وسیع ہے، اور آج تک جمعۃ الوداع عیدین یا نماز جمعہ میں کبھی بھی نمازیوں سے نہیں بھرا اور نہ کسی قسم کی نمازیوں کو تکلیف ہوئی، حضرت مولانا کا کہنا ہے کہ حدود مسجد صرف اس کا فرش ہی نہیں ہے، بلکہ یہ افتادہ کچی زمین بھی ہے، اس لئے اس مسجد میں طے شدہ حدود مسجد کے باہر مدرسہ کو قائم نہ رہنے دونگا۔

(۶) حضرت مولانا مسجد مذکورہ میں مذہبی وتبلیغی اجتماعات کو بھی روکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ بھی اس مسجد میں نہیں کرنے دیا جائیگا، اس سے مسلمانوں میں نااتفاقی اور تصادم کی صورت پیدا ہوگی۔

(۷) مذکورہ بالا سوالات کی روشنی میں از روئے شرع شریف آپ فیصلہ فرمائیں کہ طے شدہ حدود مسجد جس پر ایک عرصۂ دراز سے عمل درآمد ہوتا، چلا آیا ہے، اور علماء ومشائخ کا اجماع ہو چکا ہے، کیا حضرت مولانا ظفر صاحب شرعی طور پر مذہبی اجتماعات اور دینی مدرسہ کے قیام پر پابندی لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے آس پاس عموماً اور بڑی مسجد کے پاس خصوصاً فرش مسجد سے متصل شمالاً وجنوباً شرقاً اور گاہے غرباً خالی جگہ باقی رکھنے کا عام معمول تھا تاکہ وقت ضرورت وہاں دینی مکاتب ومدارس قائم کئے جاسکیں، تاکہ تعلیم کا سلسلہ چلے نیز خانقاہ وحجرات بنائے جاسکیں، تاکہ ذاکرین کے ذریعہ ذکر وشغل کا سلسلہ چلے پس ایسی جگہ تعلیم گاہ بنانا اور دینی اجتماعات کرنا مواعظ کی مجالس کرنا بلاشبہ شرعاً درست ہے، یہ سب جگہ متصل مسجد ہونے کی وجہ سے فناء مسجد بھی ہوگی اس حیثیت سے کہ اس کا احترام مسجد کی طرح لازم نہیں ہوگا،[1] یہاں کھانا پینا، سونا بلاغسل آنا مکروہ نہیں ہوگا، قبر جب اتنی

[1] فناء المسجد له حكم المسجد لو افتدى بالإمام منه يصح اقتداؤه وإن لم تتصل الصفوف ولا المسجد ملان وينبغي أن يختص بهذا الحكم دون حرمة مرور الجنب ونحوه، حلبي كبير ص۶۱۴ فصل في احكام المسجد، طبع سهيل اكيڈمي لاهور، شامي كراچي ص۶۵۷ ج۱ مكروهات الصلوة، مطلب في احكام المسجد.

پرانی ہوجائے کہ میت باقی نہ رہے، بلکہ مٹی بن جائے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے، قبر کی طرح اس کا احترام لازم نہیں رہتا وہاں نماز پڑھنا، کھیتی کرنا، باغ لگانا، مکان بنانا سب درست ہوجاتا ہے، ”ولو بلی المیت صار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذافی التبیین اھ عالمگیری، ص ۱۶۴ ر ج ۱ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/۱۴۰۱ھ

مسجد سے متصل اسکول بنانا

آج کل مسلمانوں میں اردو تعلیم کی شدید ضرورت کی بناء پر اسکولے کھول جارہے ہیں ان میں معلموں اور معلمات کا تقرر ہوتا ہے مگر معلم کم اور معلمات زیادہ ہوتی ہیں، ان میں کافی بے تکلفی ہوجاتی ہے، پردہ کا لحاظ بھی ختم ہوجاتا ہے، تعلیم دینے اور گانے بجانے کی وجہ سے آواز کا پردہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے اسکول عام طور پر مسجد سے متصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ گورنمنٹ ان اسکولوں کے لئے جگہ نہیں دیتی۔ اس لئے ان عورتوں کی آواز نمازیوں کے کانوں میں بکری کی طرح گونجتی ہے اور نماز میں گڑبڑ ہوجاتی ہے۔ کچھ لوگ مسجد چھوڑنے پر مجبور ہورہے ہیں، مگر زید مخالفت کرتا ہے۔ زید کے حق میں کیا حکم ہے؟ کیا اردو کی تعلیم کے لئے عورتوں کو بے پردگی اور بلند آواز کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سوال:۔ اردو کی پاسداری وقت کی اہم ضرورت ہے مگر احکام شرع کی پابندی حسب نصوص خداوندی دائمی وابدی ہے۔ نماز کا احترام ہمیشہ لازم ہے۔ ترک پردہ اور نامحرم کے ساتھ اختلاط

---

[1] عالمگیری، بلوچستان کوئٹہ، ص ۱۶۷ ر ج ۱ ر الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الیٰ اٰخر)، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۳۸ ج ۲ باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت زیلعی ص ۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، قبیل باب الشہید، طبع امدادیہ ملتان.

کے مفاسد اظہر من الشمس ہیں[1] وقف کو شرط واقف کے خلاف استعمال کرنے کا حق نہیں[2] مسجد کے قریب ایسا شور وشغب خواہ بچوں کے سبق یاد کرنے کا ہی ہو جس سے نماز میں خلل پیدا ہو درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴/۶/۹۵ھ

مسجد کی جگہ کو مدرسہ کے لئے استعمال کرنا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی زمین کے کچھ حصہ پر مسجد بنانے کی نیت سے احاطہ کر کے اس میں نماز پڑھنی شروع کر دی لیکن اس کا دروازہ علیحدہ نہیں کیا تو اگر اس جگہ کو مدرسہ کے لئے استعمال کریں اور دوسری جگہ مسجد بنالیں تو درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب وہاں مدرسہ بنانا اور اس جگہ کو دوسری جگہ میں تبدیل کرنا درست نہیں[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرام، الدر مع الشامی کراچی ص۳۶۸ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ الفن الثانی، کتاب الحظر والاباحة، طبع دار الاشاعة دهلی، سکب الأنهر مع المجمع ص۲۰۳ ج۴ کتاب الحظر والاباحة، طبع دار الکتب العلمية بيروت.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، سکب الأنهر ص۶۰۸ ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، دار الکتب العلمية بيروت.

[3] ولوخرب ماحوله واستغنی عنه يبقیٰ مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قيام الساعة وبه يفتی فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر سواء کان يصلون فيه اولا، (در مختار مع الشامی کراچی،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد)، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

مسجد کے پیچھے مدرسہ بنانا

سوال:۔ دینی مدرسہ بنانا کیسا ہے؟ جبکہ جگہ مسجد کے پیچھے ہے اس میں مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر بستی میں دینی مدرسہ ہونا بہت ضروری ہے، مسجد کے پیچھے مالک کی اجازت سے مدرسہ بنانا بالکل جائز ہے، اس سے نہ نماز میں خرابی آتی ہے، نہ مدرسہ میں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۲۸ھ

مسجد میں تعلیم کی حدود

سوال:۔ ایک صاحب جو دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، حفظ کا مدرسہ معہ دارالاقامہ چلا رہے ہیں، مدرسہ اور دارالاقامہ کے لئے ایک مسجد کے اوپر (کمپونڈ میں) گاؤں والوں کی طرف سے دیا گیا ہے، لیکن طلباء کی تعداد کثیر ہونے کی وجہ سے وہ ناکافی ہے، چونکہ مدرسہ میں داخلہ کی کوئی حد مقرر نہیں، بایں وجہ مجبوراً مدرسہ کی عمارت سے زائد مسجد کا استعمال بڑھ گیا ہے، طلباء کی تعلیم بھی مسجد میں ہورہی ہے، اٹھنے بیٹھنے سونے کے لئے مسجد استعمال ہورہی ہے، کپڑے، دھان، مرچ وغیرہ مسجد میں سکھاتے ہیں، طلباء رات میں سوکر پیشاب سے ناپاک کردیتے ہیں، مولانا (ناظم مدرسہ) اس طرف توجہ نہیں دیتے توجہ دلانے پر ہمیں جاہل قرار دیتے

---

[1] (مااجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ) والعدول عن المساجد إلی بیوت اللّٰہ لیشمل کل ما یبنیٰ تقربا إلی اللّٰہ تعالیٰ من المساجد والمدارس والربط، یتلون کتاب اللّٰہ ویتدارسونہ بینھم، یمکن ان یکون المراد بالتدارس المدارسۃ المتعارفۃ والاظھر أنہ شامل لجمیع ما یناط بالقرآن من التعلیم والتعلم، إلا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ، مرقاۃ ص۲۲۲ ج۱ کتاب العلم، الفصل الاول، طبع بمبئی.

ہیں، مسجد کو مدرسہ کے طور پر استعمال کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مصلیوں کو عبادت میں تکلیف ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قرآن کریم اور دینی تعلیم کے لئے جگہ نہیں تو مسجد میں تعلیم کی گنجائش ہے لیکن مسجد کا احترام لازم ہے، نہ وہاں کوئی کام خلاف احترامِ مسجد کیا جائے[1] نماز کے اوقات متعین ہیں وہ اوقات تعلیم کے لئے نہیں جس وقت اوقاتِ متعینہ میں لوگ نماز پڑھتے ہوں تعلیم کی ایسی صورت اختیار نہیں کرنا چاہئے، جس سے نماز میں خلل آئے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنخواہ لیکر مسجد میں تعلیم دینا

سوال:۔ مولانا تھانوی مدظلہٗ کے وعظ میں دیکھا کہ اہل پیشہ کو مسجد میں پیشہ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ جو شخص قرآن شریف کو تنخواہ پر پڑھاتا ہو اس کو بھی تعلیم قرآن مسجد میں جائز نہیں اس مسئلہ

---

[1] ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب ان کان لاجر لاوحسبة لابأس به ومنهم من فصل هذا ان کان لضرورة الحروغیره لایکره والافیکره(الی قوله) وعلیٰ هذافاذاکان حسبة ولاضرورة یکره لان نفس التعلیم ومراجعة الاطفال لاتخلواعمایکره فی المسجد(فتح القدیر،مطبوعه دارالفکر،ص ۴۲۲/ج ۱/ کتاب الصلوٰة قبیل باب الوتر)، هندیه کوئٹه ص ۱۱۰/۱، کتاب الصلاة، قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر محیط برهانی ص۸ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی المسجد، طبع مجلس علمی ڈابهیل گجرات.

[2] مستفاد: اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکرالجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقارئ (شامی کراچی، ص ۶۶۰/ج ۱/مکروهات الصلوٰة مطلب فی رفع الصوت بالذکر)، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۵۸ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض سباحة الفکر ص ۵۲ مجموعه رسائل الکنوی طبع احمدی لکهنؤ.

سے یہ سمجھا کہ تعلیم دین کی تنخواہ یا کسب پر دینا مسجد میں ناجائز ہے، مگر اب سوال یہ ہے کہ سہارنپور اور دیوبند کے مدرسہ میں مدرسین کو دیکھا کہ وہ عربی تعلیم مسجد میں دیتے ہیں، اور تنخواہ بھی لیتے ہیں، تو کیا اس میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے جواز کی گنجائش ہو یا کچھ اور بات ہے، میں جس بچہ کو قرآن شریف پڑھاتا ہوں بوجہ جگہ نہ ہونے کے مسجد میں پڑھاتا ہوں تو یہ تعلیم دینا مسجد میں صحیح ہے یا نہیں، اور اگر مجبوری ہو اور کوئی جگہ بیٹھنے کی نہ ہو تو کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مصالح مسجد کے لئے مثلاً حفاظت مسجد کے لئے یا دوسری جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے اس کو جائز ہے اور محض پیشہ بنا کر مسجد میں بیٹھنا اور تعلیم دینا ناجائز ہے[1]، اور احترام مسجد کے خلاف ہے، سہارنپور یا دیوبند میں کسی کو دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ کسی ایسے شخص کو ایسا کرتے ہوئے مسجد میں دیکھا ہو کہ وہ اس کے لئے ملازم نہیں اور اس کا معاوضہ نہیں لیتا مثلاً کوئی ملازم ہے دفتر کے لئے اور سبق مسجد میں پڑھاتا ہے، یا کوئی اور بات ہو، اور اس زمانہ میں کسی کا عمل حجت ہے بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ربیع الثانی

الجواب صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور.....الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

مسجد میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک مسجد میں میرے ماموں امام ہیں، امامت کی انہیں مسجد کی

---

[1] ومعلم الصبيان القرآن كالكاتب ان كان لاجر لاوحسبة لابأس به ومنهم من فضل هذا ان كان لضرورة الحروغيره لايكره والا فيكره(فتح القدير،دارالفكر ص ۴۲۲/ج ۱/ كتاب الصلوٰة قبيل باب صلوٰة الوتر)، البحر الرائق ص ۳۵ ج ۲ كتاب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها تحت فصل، مطبوعه الماجديه كوئٹه عالمگيرى ص ۱۱۰ ج ۱ الباب السابع فيما يفسد الصلوة الخ، تحت فصل وكره غلق باب المسجد الخ مطبوعه كوئٹه.

جانب سے تنخواہ ملتی ہے، اس کے علاوہ وہ کچھ لڑکوں اور لڑکیوں کو ماہانہ تنخواہ لے کر مسجد میں جہاں کہ عبادت ہوتی ہے، عربی تعلیم دیتے ہیں، اور مسجد کی ایک الماری ہے، جس میں مسجد کی وقف شدہ کتابیں اور قرآن شریف، پارے اور دیگر ضروری اسباب رہتا ہے، اس الماری میں مدرس صاحب ان بچوں کی پرائیویٹ کتابیں رکھواتے ہیں مگر ہمارے یہاں پر چند عالم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ معاوضہ لے کر عبادت گاہ میں تعلیم دینا ناجائز ہے، چونکہ نابالغ بچوں اور بچیوں میں آداب مسجد اور پاکیزگی کا خیال نہیں ہوتا۔

(۲) اور مسجد کی مخصوص الماری میں عام بچوں کی کتابیں رکھوانا یہ بھی ناجائز ہے، چونکہ الماری کو قفل نہیں ہوتا، امام صاحب کو تعلیم دینی ہی ہے تو وہ مسجد کے بازو والے کمرہ میں یا مسجد کے صحن میں تعلیم دے سکتے ہیں، اور دیگر کمرے میں یا دیگر الماری میں کتابیں رکھوا سکتے ہیں، مسجد کی الماری میں نہیں، اور چند عالم یہ کہتے ہیں کہ وہ بچوں سے تنخواہ لیکر مسجد میں تعلیم بھی دے سکتے ہیں، اور مسجد کی مخصوص الماری میں کتابیں بھی رکھوا سکتے ہیں، اور یہ دونوں امر جائز ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد میں مستقلاً تنخواہ لے کر تعلیم دینا مکروہ ہے[۱] خاص کر ایسی حالت میں جبکہ مسجد کے قریب کمرہ بھی ہے، جس میں تعلیم دی جاسکتی ہے، چھوٹے بچے جو پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں رکھتے بلکہ ان سے اندیشہ ہو کہ مسجد کو ناپاک کردیں گے ایسے بچوں کو مسجد میں لانا ہی منع ہے[۲] صحن مسجد جہاں نماز و جماعت ہوتی ہے، وہ بھی مسجد ہی ہے، اگر فرشِ مسجد کے علاوہ کوئی

---

[۱] ومعلم الصبيان القرآن كالكاتب ان كان لاجر لا وحسبة لا بأس به الخ البحر الرائق ص۳۵ ج۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها تحت فصل الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه فتح القدير ص۴۲۲ ج۱ مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى ص۱۱۰ ج۱ الباب السابع فيما يفسد الصلوة الخ تحت فصل وكره غلق باب المسجد الخ مطبوعه كوئٹه.

[۲] ويحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۶/ج۱/ كتاب الصلوٰة مكروهات الصلوٰة مطلب فى احكام المسجد)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خالی جگہ ہو جہاں نماز و جماعت نہیں ہوتی وہاں بھی تعلیم دینا درست ہے۔

(۲) مسجد کی الماری کو اس لئے استعمال کیا جاتا ہے، کہ تعلیم مسجد میں ہوتی ہے، جب تعلیم مسجد میں نہیں ہوگی تو اس کی الماری کے استعمال کا سوال خود بخود ختم ہو جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۵ھ

مخلوط تعلیم، مسجد میں دنیوی تعلیم، غیر شرعی لباس کے ساتھ مسجد میں تعلیم

سوال:۔ مسجد میں قیام مدرسہ میں ۱۲/۱۴ برس کی لڑکیوں کا داخلہ ہے، ایسی صورت میں جبکہ حاجت ضروریہ کے لئے لڑکیوں کا کوئی الگ انتظام نہیں ہے، بلکہ اسی مدرسہ کے عام پاخانہ، پیشاب خانہ میں وہ بھی جاتی ہیں باہر آدمی کھڑا رہتا ہے، جب وہ نکلتی ہے تو مرد جاتا ہے، اور عام آدمی بھی، دیگر یہ کہ اس مسجد کے مدرسہ میں ایک ماسٹر جو بچوں کو انگریزی تعلیم وغیرہ کے لئے آتے ہیں، اور کوٹ پتلون یعنی مغربی لباس میں ہوتے ہیں، کیا ماسٹر صاحب کا ایسے لباس میں آکر مسجد کے ایک دینی ادارہ میں درس دینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکورہ صورت میں ان لڑکیوں کا ایسے ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں، جہاں عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط ہو، اس لئے کہ اس میں وقوع فتنہ کا قوی اندیشہ ہے نیز مسجد کے اندر علوم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، عالمگیری ص ۳۲۱ ج۵ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

دینیہ کے ماسوا دیگر علوم مثلاً انگریزی وغیرہ کی تعلیم درست نہیں "کما صرح به فی شرح الحموی[1] ۱/۵۶ لان المسجد مابنی الالصلوٰة اواعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقراء ة القرآن الخ "نیز شرٹ پتلون پہن کر مسجد میں آکر تعلیم دینے کی اجازت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا

سوال:۔ (۱) کیا مسجد اور مسجد کی چھت کو مدرسہ کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں جس میں مقامی چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں دینیات، یسرنا القرآن اور ناظرہ، قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، آیا یہ طریقہ تعلیم فی المسجد درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد کا احترام لازم ہے، اکثر بچے اور بچیاں صغیر السن ہوں کہ ناپاکی کی تمیز نہ رکھتے ہوں یا شور وشغب کرتے ہوں، یا استاذ مار پیٹ کر کے احترام مسجد کو ختم کر دیتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو وہاں تعلیم دینے کی اجازت نہیں، سوال سے یہی صورت ظاہر ہوتی ہے "الاشباہ[2] والنظائر" اور اسکی شرح حموی میں احکام المساجد کے عنوان سے ایسے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے، مسجد کی

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص۶۳ ج۴ مطبوعه ادارة القرآن کراچی، الفن الثالث، البحر الرائق ص۳۴ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها تحت فصل الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، حلبی کبیر ص ۶۱۱ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ولا یجوز تعلیم الصبیان القرآن فی المسجد للمروی جنبوا مجانینکم وصبیانکم مساجدکم شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص۵۶ ج۴ فی احکام المسجد، ادارة القرآن کراچی، بحر کوئٹه ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، در مختار مع الشامی کراچی ص۶۵۶ ج۱ مکروهات الصلوة مطلب فی احکام المسجد.

چھت پر چڑھنے کو مکروہ لکھا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا

سوال:۔ مسجد میں بچوں کو پڑھانا اس طرح پر کہ بچوں کے لئے کوئی دوسری جگہ ہو پڑھنے کے لئے اور وہ بچے وہاں پر مستقلاً پڑھتے بھی ہوں اس کے باوجود محض اس جگہ کو کرایہ پر اٹھانے کے لئے بچوں کی تعلیم کا انتظام مسجد میں کیا جائے، پھر اس کے بعد جب کرایہ دار چلے جائیں، تو پھر بچوں کو اسی جگہ بھیج دیا جائے، اور عذر یہ کیا جائے کہ انجمن مقروض ہے، اس لئے ایسا کیا جارہا ہے اور یہ تعلیم بچوں کی مع اجرت کے ہے، اور بچوں سے کچھ نہیں لیا جاتا ہے، تو اس حالت میں بچوں کو مسجد میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز کس شکل میں ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً

دوسری جگہ نہ ہو تو مسجد میں بھی تنخواہ دار مدرس کی تعلیم دین دینا درست ہے، جبکہ بچے ہوشیار ہوں پاکی ناپاکی کی تمیز رکھتے ہوں، مسجد کا احترام کرتے ہوں، دوسری جگہ مناسب موجود ہو تو پھر دوسری جگہ ہی تعلیم مناسب ہے، ضرورت کی بنا پر دوسری جگہ کو کرائے پر دے دیا ہو تب بھی مسجد میں تعلیم کی اجازت ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ (عالمگیری ،کوئٹہ ،ص ۳۲۲/ج۵/ کتاب الکراھیة، الباب الخامس، شامی زکریا ص۴۲۸ ج۲ باب مایفسد الصلوة وما یکرہ فیھا، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص۱۱۸ کتاب الحظر والإباحة ما یتعلق بالمساجد، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] ولوجلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسہ فلابأس بہ لانہ قربة وان کان بالاجرة یکرہ الاان یقع لھما الضرورة (ھندیہ ، کوئٹہ ،ص ۳۲۱/ج۵/ کتا ب الکراھیة ،الباب الخامس فی اٰداب المسجد)، فتح القدیر ص ۴۲۲ ج ۱ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں تعلیم صبیان

سوال:۔ مسجد کے اندر لڑکوں کو قرآن اور دینیات پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد پنجم وششم، ص ۲۹۸ رفتویٰ ۱۲۸۹/۸۷۹ رجس کی بعینہ نقل منسلک ہے صاف ہے کہ اگر مسجد کے نجس کرنے کا گمان غالب ہے تو حرام ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

چونکہ صورت مسئولہ میں مسجد کے نجس کرنے کا گمان غالب نہیں ہے بلکہ یقین اور تجربہ ومشاہدہ عینی ہے، لہٰذا تفصیلی سوال قائم کر کے مفتی صاحب شہر جے پور راجستھان مقامی سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو ممدوح نے ضرورت کی حد تک مسجد میں پڑھانے کی اجازت فرمائی، نیز اس کے علاوہ دیگر معترضین کا یہ بھی کہنا کہ جب دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ حرام کا ہے، اس دارالعلوم دیوبند کی مسجد چھتہ والی میں تو مدرسہ تھا، وہاں حرام کیوں نہ ہوا، چنانچہ مسجد چھتہ والی کے متعلق جو نوٹ آئینہ دارالعلوم دیوبند میں درج ہے۔

کیا مفتی جے پور کے فتوے پر عمل کیا جائے؟

(۲) معترض کا جو اعتراض ہے تو کیا مسجد چھتہ والی دیوبند کی نوعیت یہ ہے یا جداگانہ جبکہ اس میں صحن اور انار کے درخت کے نیچے لکھا ہے یہ موقعہ اندرون مسجد تھا یا بیرون مسجد؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں دینی تعلیم دینے کی اجازت ہے جبکہ مسجد کا احترام برقرار رہے شور وشغب نہ ہو بچے ایسے چھوٹے نہ ہوں جو مسجد کو ناپاک کر دیں انکو مار پیٹ ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔

تعلیم کی وجہ سے نمازیوں کو نماز میں خلل نہ آئے[1] اگر ان مور کی رعایت نہ ہو سکتی ہو تو تعلیم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۳۵ ج ۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل لما فرغ من بيان الكراهة فى الصلوة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا انتظام مسجد سے علیحدہ کیا جائے، مسجد کو مستقلاً مدرسہ بنانے کی اجازت نہیں، چھتہ والی مسجد دیوبند میں ایک استاد نے ایک شاگرد کو انار کے درخت (پیڑ) کے نیچے پڑھانے کی ابتداء کی اس میں مسجد کا احترام پورا محفوظ رہا، عالمگیری[1]، بزازیہ[2] شرح اشباہ[3] میں مسجد سے متعلق جزئیات تفصیل سے مذکور ہیں ان میں تعلیم کا مسئلہ بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۸/۹۶ھ

مسجد میں غیر دینی تعلیم دینا

سوال: ۔ مسجد میں اردو، ہندی، انگریزی اخبار یا سرکاری اسکولوں کے کورس کی کتابیں پڑھی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] والذی یکتب ان کان باجر یکره وان کان بغیراجر لایکره قال فی فتح القدیر هذا اذاکتب القرآن والعلم لانه فی عبادة اماهولاء المکتبون الذین یجتمع عندهم الصبیان واللغط فلا ولولم یکن لغط لانهم فی صناعة لاعبادة (الیٰ قوله)ومعلم الصبیان القرآن کالکاتب ان کان لاجرلا وحسبة لابأس به (بحر کوئٹه، ص۳۵/ج۲/ کتاب الصلوٰة ،باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها) فتح القدیر ص ۴۲۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها فصل، ویکره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۱ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجد، ویحرم ادخال الصبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم وإلا فیکره قوله ویحرم لما أخرجه المنذری مرفوعا، جنّبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشرائکم ورفع اصواتکم الخ، شامی زکریا ص ۴۲۹ ج۲ کتاب الصلوة مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها تحت فصل.

[1] واما المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر اوغیره لایکره (عالمگیری کوئٹه ،ص ۱۱۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰة قبیل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر)

[2] وتعلیم الصبیان فیه بلا أجر والأجر یجوز، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۳۵۷ ج۶ کتاب الکراهیة نوع فی المسجد.

[3] شرح الاشباه والنظائر للحموی کراچی ص ۵۶ ج۴ القول فی احکام المسجد.

جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر دینی تعلیم دینے کا بھی وہاں حق نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۹ھ

---

[1] فالحاصل ان المساجد بنيت لاعمال الاخرة ولم تبن لاعمال الدنيا (الىٰ قوله)فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولاتلويث لايكره والاكره (حلبى كبير، سهيل اكيڈ مى لاهور پاكستان، ص ۶۱۱/ فصل فى احكام المساجد)، لأن المسجد ما بنى إلّا لصلوٰة أو ذكر شرعى وتعليم وعلم وتعلمه وقرأة القرآن، غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر كراچى ص۶۳/۴، القول فى احكام المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص۳۴ج۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها تحت فصل.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوازدھم: مسجد میں مال حرام صرف کرنا

مال حرام مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔(۱) حیدرآباد سے ایک پرچہ بنام ''اطلاع'' نکلتا ہے جس میں ''پوچھئے اور سنئے'' کی سرخی کے تحت ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جس میں پوری طاقت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حرام بطور چندہ کے مسجد و مدرسہ میں لے سکتے ہیں، اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں، وہ مضمون دوقسط بنا کر آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا، پہلی قسط اب روانہ کیا ہوں اور مختصر اقتباس بنا کر ارسال کیا ہوں، امید ہے کہ حضرت والا اپنی مصروفیتوں میں تھوڑا وقت ضرور بالضرور فارغ فرما کر جواب روانہ فرمائیں، تو عین کرم ہوگا، کیونکہ دکن کا اکثر حصہ مشائخ پرست اور بدعات کے تابع ہیں اور خود ایڈیٹر صاحب مستقل حیدرآباد کے مشہور واعظ حسام الدین صاحب جن کا مشائخ میں شمار بھی ہے ان کے صاحبزادے کے بیٹے ہیں یعنی پوتے ہیں ان کے قلم سے نکلنے کے بعد خصوصاً جب کہ آیات واحادیث سے مشید کیا گیا ہے، تو کافی لوگ مغالطہ میں پڑ گئے ہیں، اس میں فاسد عقیدہ وعمل سے نجات دلانے کے لئے آنجناب مبرہن ومدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں، اور اس کو چھاپ کر شائع کر دیا جائے، تاکہ

عوام الناس غلط فہمی کے شکار نہ رہیں؟

سوال:۔ (۲) جس کی آمدنی کا کل حصہ یا کل کی کل آمدنی حرام ہو جیسے سود خور ہو یا سکرات کی آمدنی رکھتا ہو اس کے پاس دعوت میں جانا یا اس سے کسی کار خیر میں چندہ لینا یا ایسے سے مسجد کیلئے روپیہ حاصل کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اکثر علماء ناجائز بتاتے ہیں، براہ کرم آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب دیجئے؟

جواب:۔ شرع محمدی میں جس قدر معقولیت ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں اور جو اصول مقرر ہیں ان سے کسی مسئلہ میں ٹکراؤ نہیں پایا جاتا ہے، روپیہ استعمال صرف دو ہی طریقوں سے ہوا کرتا ہے (۱) آمدنی کے لحاظ سے (۲) خرچ کے لحاظ سے چنانچہ اسلام میں بھی ان ہی دو طریقوں سے امر و نہی فرمائی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ روپیہ کمانا ہو تو ان ذرائع سے کمایا جائے جسے حلال کہا گیا ہے جیسے تجارت، زراعت یا ملازمت وغیرہ یعنی اس سلسلہ میں وہ طریقے نہ رہیں جو حرام کئے گئے ہیں، جیسے سود، جھوٹ، رشوت، چوری وغیرہ ایسا ہی خرچ کرنے کے جو مدات ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو حرام جیسے شراب اور دیگر سکرات خریدنا، سود دینا، یا ناجائز کام پر خرچ کرنا، مطلب یہ ہے کہ برائی کی مدد کے لئے روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے چاہے وہ وجہ حلال سے کمایا ہوا روپیہ کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "**ولاتعاونو اعلی الاثم والعدوان الآیة**" اس لحاظ سے غیر مسلموں کو چندہ دینا بھی قرآن مجید کے حکم سے ممنوع ہے۔ الخ

جب غیر مسلموں سے چندہ لیں گے تو ان کو بھی چندہ دینا پڑے گا اس لئے غیر مسلموں سے چندہ نہ لیا جائے۔

دعویٰ:۔ جائز کام کے لئے خرچ کرنے کے واسطے ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔

دلیل اوّل:۔ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے اوصاف میں فرمایا ہے

کہ ''وانفقو امما رزقناھم سرا وعلانیة یرجون تجارة لن تبور الایة'' اس میں وجہ حلال کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ فرمایا گیا ہے ''جو کچھ بھی ہم نے ان کو دیا ہے'' تو وجہ حرام کی کمائی بھی جب کہ غیر اللہ سے ملی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ حقیقی دینے والا ہر چیز کا وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے ،تو حرام کمائی بھی خرچ ہوسکتی ہے، اور وہ اس طرح پر خرچ کیجا سکتی ہے جس کا اجر ملے چونکہ اس آیت میں مندرجہ بالا آیت کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے ''لیوفیھم اجورھم ویزیدھم من فضلہ انہ غفور شکور'' اس آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جو اچھے کاموں پر خرچ کرے گا وہ اگر روپیہ کو ناجائز طریقہ سے کمایا ہو تو اس کا اس طرح پر خرچ کرنا بخشے جانے کا موجب ہوگا۔

دلیل دوم:۔اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں اچھی کمائی کی تخصیص نہیں فرمائی ہے، مگر کمائی کا جہاں ذکر ہے یا اپنے استعمال میں لانیکا جہاں ذکر ہے، وہاں پاک طریقہ اور اچھی چیزوں کو مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے ''یٰایھاالذین اٰمنو کلوا من طیّبٰت مارقنکم الایة'' تو کھانا چونکہ اسی کا ہوتا ہے جسے کمایا جاتا ہے، اس لئے اچھے طریقہ سے کمانے کا حکم سمجھا جانا چاہئے اور ہے ہی یہی لہٰذا کمانے کے لئے وجہ حلال کی صراحت کی گئی ہے، مگر خرچ کرنے کیلئے خواہ وہ نیک کام ہی کیوں نہ ہو حلال وحرام کی صراحت نہیں کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ اچھے کام پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، خواہ آمدنی کیسی ہو، چنانچہ۔.....

دلیل سوم:۔حج کے لئے استطاعت کو مشروط فرمایا گیا ہے، مگر روپیہ کے لئے تخصیص نہیں کی گئی ہے ، کہ حلال کمائی ہی کی ہو اور اس حلال کمائی کی وجہ سے حج کو جانے کی استطاعت ہونی چاہئے تو پھر جب حج جو اسلام کا ایک رکن ہے حرام روپیہ سے کیا جاسکتا ہے تو حرام کمائی والے کے پاس سے جائز دعوت میں کھانا کیسے حرام ہوسکتا ہے، اور اس سے نیک کام میں چندہ لینا کیسے نادرست ہوسکتا ہے۔

دلیل چہام:۔ یہ معلوم رہے کہ ناجائز کمائی اس کمانے والے کی حد تک ناجائز ہے نہ کہ حلال نوعیت روپیہ اس لئے لینا بھی دوسرے کیلئے ناجائز ہوا گر ایسا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ کو اپنے لئے نذرانہ وغیرہ لینے کا حکم دیتا جن کی حلال کمائی ہو بلکہ فرمایا گیا ''**خذ من اموالهم صدقة تطهر هم وتزكيهم بها وصل عليهم الاية**'' تو جب حضرت رسول ﷺ کو نذرانہ لیتے وقت اسے معلوم کرنے کی تاکید نہیں ہے کہ یہ تمہارا روپیہ حلال طریقہ سے کمایا ہوا ہے یا حرام؟ تو پھر کسی کو اسی طرح دعوت کے موقعہ پر یا دیگر موقعوں پر یہ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ روپیہ دینے والے کی کمائی حرام ہے یا حلال۔

دلیل پنجم:۔ علاوہ ازیں جب زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف اس کمائی کا اڑھائی فی صد زکوٰۃ میں دیں جسے حلال طور پر کمایا ہے بلکہ حلال وحرام سب کے مجموعہ پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، تو اسلام کے ایک رکن زکوٰۃ میں جو خرچ کے مدات سے ہے حرام روپیہ بھی خرچ ہوسکتا ہے، اور اسے زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب بھی ملتا ہے تو حرام کمائی میں سے حرام کمانیوالا اگر نیک کام پر روپیہ دے تو اس لینے سے انکار کرنا کسی مسئلہ شرعی کی بناء پر درست نہیں ہوسکتا، ورنہ حرام روپیہ کمانیوالے حج وزکوٰۃ وغیرہ سے مستثنیٰ ہوجائیں گے، جو غلط ہے یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے، کہ کسی حرام کمائی کرنے والے سے نیک کام میں روپیہ لینے کو جائز کہنے کا یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ مثلاً مسجد کے لئے لاٹری ڈالی جائے، کیونکہ اس صورت میں مسجد کی طرف سے حرام روپیہ فراہم کرنا پایا جائیگا، جو ویسا ہی حرام جیسا کہ کوئی شخص خود لاٹری ڈالے، ہاں لاٹری جو کھلم کھلا جوا ہے کوئی مسلمان روپیہ حاصل کرکے اس میں سے مسجد کو چندہ دے تو وہ رقم چندہ کی قرار پائی ہے، جو جائز ہے، جوے سے مسجد کے لئے روپیہ فراہم کرنا نہیں رہا، اس لئے جوئے میں روپیہ کمانے والے سے چندہ لینے اور مسجد کے لئے فنڈ کو جمع کرنے کے لئے لاٹری ڈالے اس فرق کو تمیز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ حلال وحرام میں فرق معلوم ہوسکے، جو علماء اس کے خلاف کہتے ہیں ان کو میرے پیش کردہ

دلائل پر غور کرنا چاہئے اور نظر ثانی کے بعد اپنے قول سے رجوع فرمالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حرام مال مسجد میں لگانا درست نہیں، بلکہ مکروہ تحریمی (بمنزلہ حرام) ہے "لابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب بماله الحلال اھ" درمختار "قال تاج الشريعة امالوانفق فی ذٰلک مالاً خبيثا اومالا سببه الخبيث والطيب فكره لان اللّٰه تعالیٰ لايقبل الاالطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله اھ شرنبلاليه رد المحتار، ص ۴۴۲/ج ۱ [1] حرام اور حرام مال نہ اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے نہ اپنے اہل وعیال پر اپنے پاس رکھنا بھی درست نہیں، بہ نیت ثواب صدقہ کرنا بھی جائز نہیں، ایسے مال میں ثواب کی نیت کرنا بہت خطرناک ہے جس مال پر ملک ہی حاصل نہ ہو اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں "ولوخلط السلطان المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوٰة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم يمكن تمييزه عند ابی حنيفةؒ وقوله ارفق اذقلما يخلو مال عن غصب وهذااذاكان لهٗ مال غيرمااستهلكه بالخلط منفصل عنه يوفی دينه والا فلا زكوٰة كما لوكان الكل خبيثاً كمافی النهرعن الحواشی السعديه وفی شرح الوهبانيه عن البزازية انمايكفراذا تصدق بالحرام القعطیاھ درمختار [2] فی القنية

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد. طحطاوی علی الدرالمختار ص۶۷۸/۱، باب مايفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص۲۸۶/۳، كتاب البيوع، باب الكسب الخ، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ص۲۹۰-۲۹۲/ج۲/ كتاب الزكوٰة، مطلب لوصادرالسلطان جائزاً فنوی بذلک الخ، النهر الفائق ص۴۱۳/۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۱۵۴/۲، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالفكر بيروت، بزازيه علی الهندية ص۸۸/۴، الثانی فی المصرف، مطبوعه كوئٹه.

لو کان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکوٰة لان الکل واجب التصدق علیه اھ ماوجب التصدق بکله لایفید التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابه اوورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق به[1] اھ رجل دفع الیٰ فقیر من المال الحرام شیئاً یرجوبه الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذلک فدعاله وامن المعطی کفرا جمیعاً ینبغی ان یکون کذالک لو کان المؤمن اجنبیاً غیر المعطی والقابض وکثیر من الناس عنه غافلون ومن الجهال فیه واقعون ، قلت الدفع الی الفقیر غیر قیدبل مثله فیما یظهر لوبنی من الحرام بعینه مسجداً اونحو ه مما یرجوبه التقرب لان العلة رجاء الثواب فیما فیه العقاب ولایکون ذلک الاباعتقاد حله ، ای مع رجاء الثواب الناشی عن استحلاله کما مرفافهم الخ رد المحتار ،ص۲۵-۲۹/ج۲/[2]

حج میں مال حرام کا خرچ کرنا حرام ہے اس سے حج قبول نہیں ہوتا"وقد یتصف (الحج)بالحرمة کالحج بمال حرام ،درمختار ،وانما یحرم من حیث الانفاق وکانه اطلق علیه الحرمة لان للمال دخلاً فیه قال فی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لایقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث اھ درمختار ص۱۴/ج۲/[3]"

---

[1] بزازیه علی الهندیة کوئٹه س۴/۸۶، کتاب الزکوة، الثانی فی المصرف، مجمع الانهر ص۱/۲۸۵، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، رد المحتار کراچی ص ۲/۲۹۱، کتاب الزکوة، باب زکاة الغنم، مطلب لو صادر السلطان جائزا الخ.

[2] شامی کراچی ص ۲۹۱-۲۹۲/ج۲/ کتاب الزکوٰة، مطلب لوصادر السلطان جائزاً، فنوی بذلک اداء الزکوٰة. شرح فقه اکبر ص۲۳۳، قبیل من قال حسنت لما هو قبیح شرعا، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[3] درمختار مع رد المحتار کراچی ص۴۵۶/ج۲/ کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام. عالمگیری ص۱/۲۲۰، کتاب المناسک، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، غنیة الناسک ص۸، مطبوعه خیریه میرٹھ، بحر کوئٹه ص ۲/۳۰۹، کتاب الحج،

اگر کسی وارث کو معلوم ہو کہ مورث کے پاس فلاں مال حرام ہے تو اسکو وراثۃً لینا وارث کیلئے جائز نہیں بلکہ اصل مالک معلوم ہو تو اسے واپس کردے ورنہ صدقہ کردے، "**لا یحل اذاعلم عین الغصب مثلاً وان لم یعلم مالکه فی البزازیة اخذ مورثه رشوتً او ظلماً ان علم ذٰلک بعینه لایحل له اخذ ه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه**اھ ردالمحتار[1]ص۱۸۰/ج۱/ فقہا کے بیان کردہ مسائل، کتاب، سنت، اجماع، قیاس سے ثابت ہیں، ایک صحابی کو ایک شخص نے کمان ہدیۃً دی تھی، جس میں عدم مشروعیت کی شان تھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آگ کی کمان ہے[2]، کسی نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی اور مالک کی اجازت کے بغیر بکری ذبح کرلی (کہ قیمت پھر دیدیں گے) حضرت رسول مقبول ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا، اور تناول فرمانے سے انکار فرمادیا[3]"**خذ من اموالهم صدقة**"، میں نبی اکرم ﷺ کو نذرانہ

---

[1] شامی کراچی ص ۹۹/ج۵/ کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراماً. عالمگیری ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، بذل المجهود ص۱/۳۷، کتاب الطهارة، فصل فی فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، الحرالرائق ص ۸/۲۰۱، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] عن عبادة بن الصامت قال علمت ناسا من اهل الصفة القرآن والکتاب فاهدی الی رجل منهم قوسا فقلت لیست بمال وارمی عنها فی سبیل الله لآتین رسول الله ﷺ فلاسالنه فاتیسته فقلت یارسول الله رجل اهدی الیَّ قوسا ممن کنت اعلمه الکتاب والقرآن ولیست بمال وارمی عنها فی سبیل الله تعالیٰ قال ان کنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلها، ابوداؤد شریف ص۴۸۵، کتاب البیوع، ابواب التجارة، باب فی کسب المعلم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[3] فی حدیث عاصم بن کلیب ..... فلما رجع استقبله داعی امرأته فاجاب ونحن معه فجئی بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی رسول الله ﷺ یلوک لقمة فی فیه ثم قال اجد لحم شاةٍ اخذت بغیر اذن اهلها الخ، مشکوة شریف ص۵۴۴، باب فی المعجزات، کتاب الفتن، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

وصول کرنے کا حکم نہیں بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ صراحۃً اس کو صدقہ ہی فرمایا گیا ہے، صدقہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حرام تھا، بلکہ آپ کے اہل بیت کیلئے بھی حرام تھا، آپ ﷺ کے نواسہ نے بہت ہی بچپن میں ایک کھجور منہ میں دے لی تھی، اور وہ زکوٰۃ کی تھی تو آپ ﷺ نے فوراً اس کے منہ میں انگلی دے کر وہ کھجور نکال لی، اور بچے کو اس سے روک کر اس کی زبان میں سمجھایا کہ صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں[1]، کتب حدیث وفقہ میں بہت صاف صاف اس کو بیان کیا گیا ہے، پس اس صدقہ کو نذرانہ قرار دینا علم وفہم کے افلاس کی بناء پر ہے، جس طرح "کلو امن طیبات الخ" میں اکل طیب کا حکم ہے جس کا مال یہ ہے کہ اکل حرام کی ممانعت ہے اسی طرح دوسری آیت میں انفاق کے لئے بھی طیب کو ضروری قرار دیا ہے، "یایھا الذین اٰمنو اانفقوا من طیبات ما کسبتم[2] الخ" جب کہ کسب خبیث، خبیث ہے اسکی اجازت نہیں تو کسب طیب لازم ہے اور اسی سے انفاق کا حکم ہے پھر کسب خبیث سے انفاق کیسے موجب قربت ہوگا، اسکی صراحت بھی آگے فرمادی گئی ہے "ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون[3] الخ" حافظ ابن کثیر کی تفسیر[4] ص ۴۰/ج ۲/ میں لکھتے ہیں "ای لا تعدلوا عن المال الحلال وتقصدوا الی الحرام فتجعلوا نفقتکم منہ اھ تفسیر میں دیگر اقوال بھی

---

[1] عن ابی ھریرۃؓ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کخ کخ لیطرحھا ثم قال اما شعرت انالانأکل الصدقۃ ، مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۱/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسن بن علیؓ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کرنے اور کھجور پھینک دینے کیلئے بطور تنبیہ کے کخ کخ کہا اور پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ (بنو ہاشم) صدقہ وزکوٰۃ نہیں کھاتے۔

[2] سورہ بقرہ پارہ ۳/ آیت ۲۶۷/ اے ایمان والوں خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی سے (بیان القرآن)

[3] سورہ بقرہ، پارہ ۳/ آیت ۲۶۷/ اور ردی چیز کیطرف نیت مت لیجایا کرو کہ اس میں سے خرچ کردو (بیان القرآن)

[4] تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ ص ۴۷۸/ج ۱)

مذکور ہیں مگر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں اچھی کمائی کی تخصیص نہیں فرمائی قرآن کریم سے عدم واقفیت پر مبنی ہے ورنہ علم کے باوجود کوئی مسلمان انکار نص قرآنی کی جرأت نہیں کرسکتا، ایک عجیب بات فاضل مجیب نے لکھی ہے کہ وجہ حرام کی کمائی بھی جبکہ غیر اللہ سے ملی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ حقیقی دینے والا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس بناء پر حرام کمائی خدا کی راہ میں خرچ کرنا درست بلکہ موجب اجر ہے تو اسکے ذریعہ حرام کمانے والوں کے واسطے بہت بڑا باب کھولدیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب حرام کا بھی دینے والا خدا ہی ہے اور اسکے خرچ کرنے پر بھی اجر وفضل ومغفرت ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ اس راہ سے کما کر خدا کے راستہ میں خرچ کیا جائے، کچھ گناہ اگر حرمت کی وجہ سے ہوگا بھی تو وہ خرچ کرنے سے اجر وثواب بلکہ حصول جنت کا ذریعہ بن جائیگا، مقام غور ہیکہ یہ کس قدر فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے، قرآن کریم، حدیث، فقہ کو باقاعدہ اساتذہ سے حاصل کئے بغیر آیات، روایات، احکام کو تختہ مشق نہ بنایا جائے، اور جولانی قلم کے لئے کوئی دوسرا میدان تجویز کیا جائے، جس میں آخرت کی بازپرس کا اندیشہ نہ ہو ورنہ ''**لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللّٰہ الکذب ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون**[1] اور **ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً**[2] اور ''**من قال فی القرآن برائیہ**[3]'' اور ''**من**

---

[1] سورۃ النحل آیت ۱۱۶/

(**ترجمہ**) اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہدیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا، کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگادو گے، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاوینگے۔ (از بیان القرآن)

[2] سورۂ ھود پارہ ۱۲/ آیت ۱۸/

ترجمہ:- اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (بیان القرآن)

[3] (جمع الفوائد ص ۱۱۱/ ج ۲/ کتاب التفسیر، مطبوعہ المکتبۃ الجامعیۃ مکۃ مکرمۃ.

ترجمہ:- جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

کذب علی متعمداً فلیتبوأ[1]" کی سخت وعیدیں سامنے اور ایسے مضامین کی وجہ سے جو مخلوق گمراہ ہوئی اس کا وبال مستقل ہے۔"**ولیحملن اثقالھم واثقالاً مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون**[2]"۔فقط واللہ الہادی الی صراط المستقیم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مال حرام سے مسجد وکنواں اور مکان کی تعمیر

سوال:۔ زید افریقہ میں دوکان کرتا ہے ،اور دوکان پر ناجائز چیزیں شراب خنزیر وغیرہ رکھتا ہے، اس نے کاروبار سے رقم جمع کر کے اپنے وطن کے قبرستان میں کنواں تعمیر کرایا ایک مسجد افریقہ میں تعمیر کرائی ،ایک مکان تعمیر کرا کے اپنی قوم پنچایت کے نام کر دیا ہے، ان سب کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی دوکان میں کوئی چیز جائز بھی ہے یا تمام اشیاء خمر وخنزیر کی طرح حرام ہی ہیں اگر کوئی جائز چیز بھی ہے تب تو اس کی آمدنی حرام وحلال سے مرکب ہوئی ،اور حرام حلال کے خلط سے آدمی تمام کا مالک ہو جاتا ہے، اگر چہ حرام کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا مسجد کنواں، مکان تینوں اشیاء کا استعمال شرعاً درست ہے اور جس قدر مال حرام طریقہ پر خمر وخنزیر وغیرہ حرام اشیاء سے حاصل کیا ہے، اس کا ضمان واجب ہے"**لما خلطھا (ای اموالاً غیر**

---

[1] (مسلم شریف ص۷/ ج ۱/ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، طبع رشیدیہ دھلی) **ترجمہ**:-جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے،

[2] سورۂ عنکبوت، پارہ ۲۰/ آیت ۱۳/

ترجمہ:-اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہونگے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ گناہ اور، اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت کے دن ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔(بیان القرآن)

طیبة) ملکها وصار مثلها دینا فی ذمته لاعینها، رد المحتار ص ۳۸/ ج ۲/۔[1]

اور اگر اس کی دکان میں جائز چیز تجارت کیلئے کوئی نہیں بلکہ تمام مال حرام ہے، اور تمام آمدنی حرام طریقہ سے حاصل کرتا ہے، تب یہ حکم ہے کہ اگر وہ حرام مال اولاً بائع کو دیدیا اور اس کے بعد اس کے عوض میں زمین خریدی ہے، پھر اس سے تعمیر کی ہے، یا حرام مال کو متعین کر کے مخصوص طور پر اس کے عوض میں زمین خرید کر تعمیر کی ہے، تو شرعاً وہ مسجد مسجد نہیں اس میں نماز پڑھنا منع ہے، اس طرح اس مکان کا استعمال بھی ناجائز ہے، لیکن کنویں کے پانی میں کوئی خرابی نہیں، کیونکہ حرام مال سے پانی پیدا نہیں ہوا، صرف حرام مال سے تعمیر کردہ کنویں کی دیواروں سے متصل ہے اس اتصال سے پانی میں حرمت نہ ہوگی، اور اگر حرام مال کے عوض میں زمین خریدی ہے، مگر قیمت ادا کی ہے، کسی حلال مال سے مثلاً قرض لے کر یا اور کسی طرح یا مال کے عوض میں خریدی پھر دیا، حرام مال یا زمین خریدی ہے، بلا تعین حرام وحلال اور قیمت ادا کی حرام سے تو ان سب صورتوں میں اس مکان کا استعمال درست ہے نیز مسجد مذکورہ میں نماز بھی جائز ہے اور کنویں کے پانی میں تو کوئی اشکال ہی نہیں "فی ردالمحتار "رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتریٰ فهذاعلی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدارهم الیٰ البائع اولا ثم اشتریٰ منه بها او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها او اشتریٰ قبل الدفع بهاودفع غیرها او اشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدارهم او اشتریٰ بدرهم اٰخر ودفع تلک الدراهم قال ابونصر یطیب له ولایجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الاول وقال ابوبکر لایطیب فی الکل لکن الفتویٰ الان علیٰ قول الکرخی"[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱/۵۵ھ

الجواب صحیح عبداللطیف

صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/محرم ۵۵ھ

[1] شامی کراچی ص ۲۹۱/ ج ۲/ کتاب الزکوٰۃ، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مال غیر طیب سے تعمیر مسجد

سوال:۔ایک شخص زمیندار جس آمدنی کی چار صورتیں ہیں (۱) کاشت زمین (۲) سوداگری (۳) رشوت (۴) سود آمدنی زیادہ سود کی ہے اس منجملہ آمدنی سے اس نے ایک مسجد بنوائی جس کی تعمیر کو آج چالیس سال ہو چکے ہیں بعض اشخاص اس میں نماز پڑھتے ہیں، بعض نہیں پڑھتے، آیا اس میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن حضرات کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے وہ کفار سے سود لینے کو جائز فرماتے ہیں، پس اگر سود کفار سے حاصل کیا ہوا ہے تو وہ ان علماء کے نزدیک درست ہے، اور اس سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز شرعاً جائز، صحیح ہے اگر وہ سود محض مسلمان سے حاصل کیا ہے اور دوسری تمام آمدنی سے غالب ہے یا کفار و مسلمین ہر دو سے حاصل کیا ہے اور مسلمانوں سے حاصل کیا ہوا زیادہ ہے غرض غلبہ ناجائز آمدنی کو ہے، اور جائز آمدنی بھی اس میں شامل ہے تب بھی سب کو مخلوط کرنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ملکیت متحقق ہوگئی (اگرچہ جن لوگوں سے ناجائز طریقہ سے مال لیا اسکا اصل مالک کو واپس کرنا یا گلوخلاصی کیلئے صدقہ کرنا واجب ہے) لہٰذا اس مسجد میں نماز ادا کرنا درست ہے،"من ملک اموالا غیر طیبة اوغصب اموالا وخلطها

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....قبیل مطلب فی التصدق من المال الحرام. النهر الفائق ص ۱/۴۱۳، اول کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۲/۱۵۴، اول کتاب الزکوة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

۲ شامی زکریا ص ۴۹۰/ج۷/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب اذا کتسب حراماً ثم اشتریٰ علی خمسة اوجه. البحر الرائق ص ۸/۱۱۴، کتاب الغصب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۵/۲۲۶، کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان.

ملکھا بالخلط ویصیر ضامناً[1]، (شامی) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۱۴۰۵ھ

مال حرام سے بنائی ہوئی مسجد

سوال:۔ عرصہ ۳۵/سال کا گزرا ایک زانیہ عورت (رنڈی) جو زنا کا پیشہ کرتی تھی، ایک ہندو کے پاس رہتی تھی، اس کے پاس اس کمائی ناجائز سے دس پندرہ ہزار روپیہ تھا اس نے خیال کیا کہ اگر اس روپیہ سے ایک جامع مسجد قصبہ متھرا کے اندر تعمیر کرادی جائے تو بہت ثواب ملے گا، اس خیال سے اس نے قصبہ کے اندر ایک جامع مسجد بڑی شاندار بنوادی مسجد تیار ہوگئی، مسلمانوں سے نماز پڑھنے کیلئے کہا گیا تو مسلمانوں نے اور مولویوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ مسجد رنڈی کے سرمایہ سے بنی ہے، لہٰذا ہماری نماز اس میں نہیں ہوگی، اور سب مسلمانوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے انکار کردیا، اس کے بعد اس رنڈی نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم لوگ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھوگے، تو میں اس مسجد میں ٹھاکر جی کا بت رکھوادونگی، اور اس کو مندر بنوادونگی، اس حکم کے سننے کے ساتھ ہی چند پیر صاحبان اور مولوی صاحبان نے فوراً یہ فتویٰ دیا کہ بت خانہ سے مسجد ہزار درجہ بہتر ہے، اور سب مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے، جب سے اب تک ۳۰/۳۵/سال کا زمانہ گزرا ہوگا، برابر اس مسجد میں عیدین و جمعہ پنجوقتہ نمازیں پڑھی جارہی ہیں، لیکن اتنا عرصہ نکل جانے کے بعد اب کچھ مولوی صاحبان اس مسجد میں نماز پڑھنے کو ناجائز بتلاتے ہیں، تو اب ہم مسلمانانِ قصبہ متھرا آپ سے

---

[1] شامی کراچی ص ۲۹۱/ج۲/ کتاب الزکاۃ، مطلب فیما لو صادر السلطان جائر افنوی بذلک اداء الزکوٰۃ الیہ بزازیہ علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۴/۸۸، الثانی فی المصرف، فتح القدیر ص ۱/۱۵۴، اول کتاب الزکاۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، النھر الفائق ص ۱/۴۱۳، کتاب الزکوۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد میں ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جب ہم لوگ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں گے تو مسجد بغیر اذان و چراغ بتی کے ویران ہو جائے گی، تو اس حالت میں ہم گنہگار ہوں گے، یا نہیں؟ یا اب اس عالیشان مسجد کو تالا لگا کر بند کر دیا جائے، یا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام روپیہ سے کوئی شئی خریدنے میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں بیع بالکل ناجائز ہے، اور اس شئی میں حرمت آجاتی ہے، اور بعض صورتوں میں اس شئی میں حرمت نہیں آتی، اور بیع درست ہوتی ہے اگر حرام روپیہ کو پہلے متعین کر کے اور اسکی جانب اشارہ کر کے اس کے عوض زمین وغیرہ خریدی اور مسجد وغیرہ بنوائی ہے تب تو وہ زمین اس کی ملک میں نہیں آئی، اور وہ مسجد مسجد ہی نہیں ہوئی، اور اگر بلا تعین واشارہ کے زمین خریدی ہے اور پھر وہ حرام روپیہ قیمت میں ادا کر دیا یا کسی دوسرے حلال روپیہ کو متعین کر کے زمین وغیرہ خریدی لیکن قیمت میں حرام روپیہ ادا کیا یا حرام روپیہ متعین کر کے خریدی لیکن پھر قیمت میں کوئی حلال روپیہ دے دیا، تو ان سب صورتوں میں بیع درست ہوگی، اور پھر باقاعدہ اس کو وقف کر دیا ہے تو وہ مسجد ہوگئی اس میں نماز درست ہے۔ **هكذا يفهم ممافي ردالمحتار ص ۱۳۳ / ج ۵ /**[1]۔

---

[1] "رجل اكتسب مالامن حرام ثم اشترىٰ فهذا على خمسةاوجه اما ان دفع تلك الدارهم الى البائع اولاً ثم اشترىٰ منه بها اواشترى قبل الدفع بها ودفعها اواشترىٰ قبل الدفع بها ودفع غيرها، اواشترى مطلقا ودفع تلك الدارهم اواشترىٰ بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم قال الكرخي في الوجه الاول والثاني لايطيب وفي الثلاث الاخيرة يطيب الفتوىٰ الان على قول الكرخي" (شامي ملخصا زكريا ص ۴۹۰ / ج ۷ / كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب اذا كتسب حراماً ثم اشترى الخ، البحرالرائق ص ۱۱۴ / ۸، كتاب الغصب، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعي ص ۲۲۶ / ۵، كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان)

اور پہلی صورت میں جب کہ بیع درست نہیں ہوئی تب بھی اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہے جائز نہیں، البتہ وہاں نماز مکروہ ہے اور تاوقتیکہ پوری تحقیق نہ ہو اس کو مسجد ہی کہا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۵۶ھ

شراب کی آمدنی سے مسجد میں چندہ

سوال:۔ ہمیں برطانیہ کے ایک شہر ریڈمبرا میں ایک عمارت خریدنا ہے تاکہ ہماری مذہبی ضروریات (مسجد، بچوں کی تعلیم کے لئے کمرے، مسجد کمیٹی کا دفتر اور چند کمرے جو مسجد کا خرچہ پورا کرنے کے لئے کرایہ پر دیئے جائیں گے) اس بلڈنگ سے پوری کی جائیں، اس کے حصول کے لئے چند مسائل درپیش ہیں، جواب سے نوازیں؟

(الف) زید شراب کا کاروبار کرتا ہے، اور اس عمارت کے لئے چندہ بھی دیتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

جائز آمدنی سے چندہ

سوال:۔ **(ب)** زید شراب کا کاروبار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کاروبار سے پہلے کے میرے دو تین مکانات ہیں، ان کا حساب الگ رکھا ہوا ہے، ان مکانوں کی آمدنی کرایہ سے رقم مسجد میں دینا چاہتا ہے؟

مخلوط آمدنی سے مسجد میں چندہ

سوال:۔ **(ج)** زید کی ایک دوکان ہے جس میں کچھ حلال اشیاء ہیں، اور کچھ ٹین

کے ڈبو میں بند عیسائیوں اور یہودیوں کا ذبح شدہ (بغیر تکبیر کے) گوشت ہے کیا ایسی آمدنی سے لے سکتے ہیں؟

ایضاً

سوال:۔ (د) زید کی دوکان میں چند حلال چیزیں ہیں اور کھلا ہوا سور کا گوشت بھی ہے، اور بند ڈبوں میں بھی۔

چوری کے مال سے چندہ

سوال:۔ (ہ) زید کی سبزی کی دوکان ہے، اور دوسری کپڑے کی مگر کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چوری شدہ مال سستا خرید کر فروخت کرتا ہے، کیا اس سے چندہ لینا جائز ہے؟

شراب کی آمدنی سے چندہ

سوال:۔ (و) زید کی اشیاء خوردنی کی ایک دوکان ہے، مگر ایک طرف سے اس میں شراب بھی فروخت کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) شراب کی آمدنی سے مسجد کے لئے چندہ قبول نہ کیا جائے[1]، اگر جائز آمدنی

---

[1] قال تاج الشریعة :اما لوانفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالاسببه الخبیث والطیب فیکره، لان اللّٰه لایقبل الا الطیب (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره الخ، مرقاة ص۲۸۶/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلاة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

سے مثلاً قرض لے کر دے تو درست ہے[1]۔

(ب) یہ درست ہے[2]۔

(ج) حلال چیزوں کی آمدنی سے دیدے تو درست ہے، اگر مخلوط آمدنی سے دے اور حلال غلالب ہو تب بھی درست ہے[3]۔ (د) جواب (ج) سے اسکا جواب ظاہر ہے

(ہ) اگر زید کو اس کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے، تو چوری سے خریدے ہوئے مال کی آمدنی سے چندہ نہ لیا جائے اور بغیر ثبوت کے شبہ نہ کیا جائے۔

(و) جواب (الف، و، ج) سے اس کا جواب معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۴ھ

---

[1] اکل الرباء وکاسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۳، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خانیه علی الهندیه ص ۴۰۰/۳، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱۸۷/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه بیروت.

[2] ملاحظه هو حواله بالا،

[3] یستفاد ممافی الهندیة: اهدیٰ الیٰ رجل شیاً او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان یعلم بانه حرام (عالمگیری ص: ۳۴۲/ ج:۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، خانیه علی الهندیة ص: ۴۰۰، ج:۳، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص: ۱۸۶، ج:۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

مخلوط آمدنی والے کا چندہ مسجد میں

سوال:۔ایک صاحب ہیں جن کی آمدنی جائز نہیں مگر آمدنی کے ذرائع ان کے پاس ایسے بھی ہیں جو بالکل حلال ہیں کیا ان سے چندہ کا روپیہ مدرسہ میں لیا جاسکتا ہے، بالخصوص جب کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اپنی پاک کمائی سے یہ چندہ دے رہا ہوں میں یہ پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ حرام آمدنی کو کارِ خیر میں، لگانا بہت بڑا گناہ ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں اس کا چندہ لیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کا چندہ لینا درست ہے[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلال وحرام روپے سے بنی ہوئی مسجد میں نماز

سوال:۔حلال وحرام مال سے مسجد بنائی جائے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

حلال وحرام روپے سے خریدنے کے بعد پھر حلال مال سے خریدنے کا مسئلہ

سوال:۔اگر وہی مسجد حلال مال سے خریدی جائے، اس میں نماز پڑھنا درست ہے یا

---

[1] مستفاد:- اکل الرباء وکاسب الحرام اهدیٰ الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولا یأکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه (عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، خانیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۰۰، کتاب الحظر والاباحة، مجمع الانهر ص ۴/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

نہیں؟ پھر مشتری کو اس وقت اگر لوگ واپس کردیں تو وہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مال حرام مسجد میں لگانا ناجائز ہے[۱]، اگر حرام مال سے خرید کر زمین پر مسجد بنائی جائے تو اس میں نماز مکروہ ہے۔

(۲) اگر حرام مال سے خرید کر بیع فسخ کر کے پھر حلال مال سے خرید کر مسجد بنائی جائے، تو اس میں نماز درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مال حرام سے دینی خدمت

سوال: ۔بعض لوگوں کی کمائی سینما یا سٹہ یا جوا، یا شراب کی ہوتی ہے، اور وہ یہ چاہتے

---

[۱] قال تاج الشریعة: امالو انفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالاسببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الاالطیب (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، احکام المساجد. مرقاة ص۳/۲۸۶، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱/۲۷۸، باب مایفسد الصلاة، الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

[۲] مستفاد: .اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه (۱) ماان دفع تلک الدراهم الی البائع اولاثم اشتری منه بها اواشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها اواشتریٰ قبل الدفع بها ودفع غیرها اواشتریٰ مطلقا ودفع تلک الدراهم اواشتریٰ بدراهم اخر ودفع تلک الدراهم (الی قوله)قال الکرخی ،فی الوجه الا ول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب (شامی زکریا ص۴۹۰/ج۷/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتریٰ علی خمسة اوجه، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۱۱۴، کتاب الغصب، زیلعی ص۵/۲۲۶، کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان)

ہیں، کہ ہم دینی مدرسہ یا مسجد میں دیں تو کیا طریقہ اختیار کریں؟ بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کسی شخص سے روپیہ بطور قرض لے کر دینی مدرسہ یا تعمیر مسجد میں دیدیں اور اپنی اس کمائی کی رقم سے اس قرض کو ادا کریں تو کیا یہ طریقہ جائز ہے، اس طریقہ سے وہ رقم دینی مدرسہ یا مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں، سارے جواب حدیث وفقہ کی روشنی میں دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کے پاس ناجائز کمائی کا روپیہ ہے وہ اگر کسی سے جائز روپیہ قرض لے کر مدرسہ یا مسجد کیلئے دیں تو یہ درست ہے، ناجائز دیں تو مدرسہ یا مسجد کی تعمیر کے واسطے نہ لیا جائے "ولابأس بنقشه خلیٰ محرابه بجص وماء ذهب لوبما له الحلال اھ درمختار قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله اھ شرنبلالیه۔ شامی[1] ص۴۲۲/ج۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۱ھ

قوالی اور اس کی آمدنی مسجد میں دینا

سوال:۔ میرا ذریعہ معاش فن قوالی ہے اور خدا کے فضل وکرم سے آمدنی بہت اچھی ہے، اس آمدنی سے مساجد وغیرہ اور قرآن خوانی کرا کے قرآن کریم پڑھنے والوں کے ساتھ

---

[1] درمختار مع ردالمحتار کراچی ص۶۵۸/ج۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره الخ. مرقاة شرح مشکوة ص۳/۲۸۶، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱/۲۷۸، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

مالی تعاون کروں تو جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پیسہ مسجد کے لئے ناجائز ہے، اور نہ ہی اس سے کوئی ثواب حاصل ہو سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پیشہ شرعاً ممنوع ہے اس کی آمدنی بھی ممنوع ہے[۱]، اللہ کے گھر میں ایسی آمدنی نہ لگائی جائے[۲]، اسلئے اگر آپ مسجد کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو کسی سے جائز آمدنی کا روپیہ قرض لیکر مسجد میں دیدیں، اور کہدیں کہ یہ میں قرض لے کر دے رہا ہوں، تاکہ کسی کو اشتباہ نہ رہے[۳]، اور کوئی دوسرا جائز آمدنی کا ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کریں، حق تعالیٰ سے دعا بھی کریں، اللہ پاک جائز اور پاک آمدنی عطا فرمائے، قرآن خوانی کے سلسلہ میں تو کسی آمدنی

---

۱ لاتصح الاجارة لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی الخ. درمختار مع الشامی زکریا ص۹/۷۵، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، مجمع الانهر ص۳/۵۳۳، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ۴/۴۴۹، کتاب الاجارة، الباب السادس عشر الخ، مطلب الاجارة علی المعاصی، بحر کوئٹه ص۸/۲۰، باب الاجارة الفاسدة)

۲ قال تاج الشریعة اما لوانفق فی ذٰلک (المسجد) مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الاالطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله الخ، (شامی زکریا ج۲/ ص ۴۳۱/ کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المساجد. مرقاة شرح مشکوة ص۳/۲۸۶، کتاب البیوع، باب الکسب،الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱/۲۷۸، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

۳ کما یستفاد: آکل الربا وکاسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل ولا یأکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه الخ، (عالمگیری ص۳۴۳، ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خانیه ص۴۰۰، ج۳، کتاب الحظر والاباحة، مجمع الانهر ص۴/۱۸۷، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیلة بیروت)

سے بھی تعاون درست نہیں، کہ یہ اُجرت کے مشابہ ہے اور اُجرت پر جو قرآن پڑھا جائے اس کا ثواب نہیں ہوتا، ایسی اجرت لینے والا بھی گنہگار ہوتا ہے، اور دینے والا بھی[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۱ھ

قوالی کیلئے جمع کیا گیا روپیہ مسجد میں دینا

سوال:۔ کچھ حضرات نے چندہ جمع کیا ایک مزار پر قوالی وغیرہ کرانے کیلئے اس میں ہندوؤں کا بھی چندہ شامل ہے، تاریخ مقررہ پر جب قوالی کا وقت آیا تو موجودہ متولی وقف بورڈ نے بذریعہ پولیس رکاوٹ کی اور کہا کہ میں یہ کام نہیں ہونے دونگا، چندہ جو جمع کیا گیا تھا اس میں سے کچھ روپیہ ہندوؤں کے مندر میں دیدیا گیا، اور کچھ روپیہ جامع مسجد میں دیدیا گیا، سب حضرات کی رضامندی سے یہ روپیہ مسجد میں دیدیا گیا، یہ روپیہ جامع مسجد میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چندہ والوں کی رضامندی واجازت سے جامع مسجد میں یہ روپیہ دیا گیا ہے، تو جامع مسجد کی ہر ضرورت میں حسب صوابدید اسکو صرف کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد وغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۶ھ

---

[1] ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان الخ، شامی زکریا ص۷۷/۹، باب الاجارة الفاسدة، مطلب مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص۱۷۵، الرسالة السابعة شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] متی صح الوقف بأن قال جعلت ارضی ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں دینا

سوال:۔خراسان سے آنے والے جناب سید ابوالقاسم خراسانی نقشبندی طریقہ کے ایک ولی کامل تھے،.....پچھتر سال سے ان کے مزارِ مبارک کی لوگ زیارت کرتے ہیں، ان کے صاحبزادے اور صاحبزادی اور نواسے وغیرہ اسی مزار کی خدمت، جھاڑو دینا وغیرہ خاندانی طور پر پچھتر سال سے کرتے آرہے ہیں، زائرین حضرات پیسہ بھی عطیہ کرتے ہیں، فی الحال مذکور سید صاحب مرحوم کے نواسے بحیثیت خدام مزار مذکور کا پیسہ مزار کے کام میں خرچ کرتے ہیں، اور پیسہ فاضل رہنے سے اپنے کھانے پینے میں صرف کرتے ہیں، فی الحال ایک گروہ مذکور مزار کے پیسہ کو مدرسہ کے کام میں خرچ کرنا چاہتا ہے، اور اس کا مدعی بھی ہے یعنی مدرسہ میں بھی خرچ کرنا پڑے گا، حتی کہ زبردستی اس روپیہ پیسہ کو لینے کے لئے کوشاں ہیں جس سے مسلمانوں میں ایک بھاری پریشانی کا باعث بنا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ خراسانی سید صاحب مرحوم کے عطیہ کا زبردستی دوسرے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خراسانی سید صاحب مرحوم کے نواسے کا مزار کی خدمت کرکے اپنا وقت صرف کرنے کی وجہ سے مذکورہ عطیہ کا پیسہ اگر فاضل رہ جائے تو اپنے کھانے پینے میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟ دلائل اور معتبر کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....هذه صدقة موقوفة مؤبدة او اوصيت بها بعد موتىٰ فانه يصح (عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۲/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الاول، رجل اعطى دراهم فى عمارة المسجد او مصالح المسجد، او نفقة المسجد قيل بانه يصح ويتم بالقبض، خانية على هامش الهندية كوئٹه ص ۳/۲۹۱، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا الخ، عالمگیری ص ۲/۴۶۰، كتاب الوقف، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد)

الجواب حامداً ومصلیاً

زائرین جو پیسہ خادم مزار کو بسلسلہ خدمت وتعلق صاحب مزار دیتے ہیں، وہ خدام مزار کا ہے، اس کو جبراً مدرسہ کے واسطے لینے کا کسی کو حق نہیں، حدیث پاک میں ہے "**لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منہ**[1]ھ" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۲ھ

ناجائز مال مسجد ومدرسہ میں دینا

سوال:۔ شراب کی تجارت کی آمدنی سے جو کچھ روپے اس کے پاس ہیں ان کو کسی مسجد یا کسی مدرسہ یا کسی دوسرے کار خیر میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ارباب اموال یا ان کے ورثاء معلوم ہوں تو مال کی واپسی لازم ہے، اگر معلوم نہ ہوں تو غرباء ومساکین پر صرف کرے، خواہ وہ مدارس کے طلبہ ہوں خواہ کوئی اور مسجد کے اخراجات یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کنز العمال مطبوعہ بیروت ص ۹۲/ج ۱/ حدیث نمبر ۳۹۷/ الکتاب الاول، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت، مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[2] المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق به (شامی کراچی ص ۲۹۱/ج ۲/ کتاب الزکوٰة، قبیل مطلب فی التصدق من المال الحرام، بذل المجهود ص ۳۷/۱، کتاب الطهارة، باب فرض الوضو، مطبوعہ یحیوی سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب)

ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں

سوال: ۔شرابی اور تاش والے کا پیسہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی کاروبار کرنے والی سوسائٹی کا دیا ہوا روپیہ مسجد وامام وغیرہ کے لئے

سوال: ۔(۱) چند مسلم حضرات نے مل کر ایک سوسائٹی بنائی ہے، اور اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا کر رجسٹرڈ بھی کرالیا ہے، اس سوسائٹی کا کام پبلک کو روپیہ تقسیم کرنا اور قسط کی صورت میں مع سود وصول کرنا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان صاحبان کی کمائی محض سود کی ہے، کیا یہ سوسائٹی یا کوئی منفرد بطور چندہ کے مسجد، عربی مدرسہ اور رمضان شریف کی شب قدر وغیرہ میں کچھ رقم دینا چاہیں تو اس کو قبول کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر دے بھی دی ہے تو کیا متولی اس رقم کو مندرجہ بالا تینوں قسم کی مد میں استعمال کر سکتا ہے؟ اور شب قدر کے موقع پر حافظ جی یا امام مسجد

---

[1] قال تاج الشريعة :اما لو انفق فی ذلک مالا خبيثاً اومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالیٰ لايقبل الا الطيب (شامی زکریا ص ۴۳۱/ج۲/ مكروهات الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد، مرقاة شرح مشكوة ص ۲۸۶/۳، كتاب البيوع، باب الكسب، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، حاشية الطحطاوی علی الدر المختار ص ۲۷۸/۱، باب مايفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت)

اس کو لے لے تو اس پر کیا اثر پڑے گا؟

(۲) کیا یہ سوسائٹی اپنے دوست احباب مسلمانوں کو جو اس سوسائٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں ان کو کسی کھانے پینے کی دعوت پر مدعو کر سکتے ہیں؟ اور ان کے یہاں کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اگر اس سوسائٹی کی شاخ کسی دوسرے شہر یا قریہ میں کام کر رہی ہو اور اس شاخ کے کام چلانے والے بجائے سوسائٹی کے ممبر کے ملازم کی حیثیت سے کام کرتے ہوں اور یہ ملازمین پڑوسی اور دیگر احباب کی دعوت کریں یا ان کے گھروں پر کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں تو کیا اس کو قبول کرنا چاہئے؟

(۴) اگر یہی ملازمین نمبر ۱ کی طرح مسجد، عربی مدرسہ اور شب قدر وغیرہ کا چندہ دینا چاہیں تو کیا اس کو قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟ یہاں پر کچھ صاحبان کا یہ خیال ہے کہ چونکہ سوسائٹی کے ممبران اپنا پیسہ بقدر حصہ لگا کر ایک فنڈ قائم کرتے ہیں، اور اس پیسے سے سودی کاروبار کرتے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت اور ملازمین کی حیثیت میں فرق ہے، کیونکہ ملازمین کا پیسہ فنڈ میں شامل نہیں ہے، البتہ ان کی تنخواہ سود کے پیسہ سے ہی دی جاتی ہے، ان تمام حضرات کی بظاہر کوئی دوسری آمدنی کی صورت نہیں ہے؟

(۵) ہمارے اس شہر میں ایسی ہی ایک شاخ ہے جس میں کہ ملازمین بھی کام کرتے ہیں اور غالباً کبھی سوسائٹی کے ایک دو ممبران بھی آ کر یہی کام کرنے لگتے ہیں، گذشتہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ۲۷ رویں شب قدر کے ختم قرآن کے موقع پر ان ملازمین نے کچھ چندہ دیا جس کو متولی نے قبول کیا اور حافظ جی کو ایک رقم دی، حافظ جی نے اس رقم میں سے وہ رقم واپس کر دی جو کہ ملازمین نے چندہ کی صورت میں دی تھی، کیا حافظ جی کو ایسا کرنا چاہئے تھا، متولیان یہ پیسہ کہیں سے لائے ہوں ان کی ذمہ داری ہے، حافظ جی کا بذات خود براہِ راست اس پیسہ سے کوئی واسطہ نہیں تھا، کیونکہ ان کو بذریعہ متولی ملا تھا، وضاحت فرمائیے گا؟

(۶) اس شاخ نے چند مسلم احباب کی دعوت بھی کی اور کچھ نے کھایا اور کچھ نے نہیں کھایا، اور کہا ان کے یہاں کھانا جائز تھا، نہ کھانے والے کہتے ہیں کہ یہ سود خور لوگ ہیں اور کھانے والے حضرات کہتے ہیں کہ یہ دعوت وغیرہ ملازمین نے اپنی تنخواہ سے کی ہے، حالانکہ ان کی تنخواہ سود ہی کی رقم سے دی جاتی ہے، وضاحت فرمائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سود کا روپیہ مسجد، شب قدر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں، اگر اصل مالک کو واپس نہ کیا جاسکے تو غرباء پر صدقہ کر دیا جائے، غریب طلباء پر بھی صرف کیا جاسکتا ہے، یعنی ان کے کھانے کپڑے کے لئے دیا جائے، عربی مدرسہ وغیرہ کی تعمیر یا تنخواہ میں دینا درست نہیں[۱]۔

(۲) جس دعوت میں سود کا کھانا کھلایا جائے اس کو ہرگز قبول نہ کرے، ایسا کھانا غریبوں کو بطور صدقہ دیدیا جائے۔

(۳) جو شخص سود کے لینے دینے کی ملازمت کرے اور اس کو تنخواہ سود میں سے ملے اسی میں سے وہ کھلائے تو اس کا کھانا درست نہیں وہ غریبوں کا حق ہے[۲]۔

(۴) ملازم ہو یا غیر ملازم ہو جس کے پاس بھی سود کا پیسہ ہو سب کا ایک ہی حکم ہے

---

[۱] والسبیل فی المعاصی ردها وذلک ههنا برد الماخوذ ان تمکن من رده بأن عرف صاحبه وبالتصدق به ان لم یعرفه لیصل الیه نفع ماله. (عالمگیری ص ۳۴۹/ ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی کراچی ص ۵/۹۹، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما، بذل المجهود ص۱/۳۷، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور (انڈیا)

[۲] اکل الربا وکاسب الحرام أهدایٰ الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل (الهندیة کوئٹه ص۳۴۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی فی الهدایا والضیافات. خانیه علی الهندیه ص۳/۴۰۰، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۴/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(۵) جب حافظ صاحب کو معلوم ہو کہ متولی صاحب نے ان کو امامت کے تحت ناجائز روپیہ دیا ہے، تو ان کو واپس ہی کر دینا چاہئے یہ توجیہ کافی نہیں کہ متولی کے ہاتھ سے ملا ہے، اس نے جہاں سے بھی لا کر دیا ہو، اس توجیہ سے وہ روپیہ حلال نہیں ہوگا۔

(۶) سودی روپیہ خواہ تنخواہ میں ملا ہو یا خود سود میں ہو سب کا حکم ایک ہی ہے کہ نہ خود کھانا نہ دوست واحباب کو دعوت میں کھلانا کسی طرح درست نہیں وہ واپس کیا جائے یا غریبوں کو دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

وصیت اور خواب کہ سود کا پیسہ مسجد میں دیا جائے

سوال:۔ جو مسجد بالکل ویران بے امام و بے مؤذن کے ہے، ایک حاجی صاحب جن کے پاس بیاج کے پیسے تھے انہوں نے ایک صاحب سے وعدہ کیا کہ میں مسجد کے جملہ تعمیری اخراجات کو پورا کر دوں گا، مگر چند دن کے بعد حاجی صاحب کا انتقال ہو گیا، اب وہ خواب میں اس شخص کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کئی دن سے سخت عذاب میں مبتلا ہیں، لہٰذا میرے سود بیاج کے تمام کے تمام روپے میری بیوی سے لے کر مسجد میں لگا دو تا کہ میں اس دردناک عذاب سے چھٹکارا پالوں، اب وہ شخص حاجی صاحب کے ورثاء اور ان کی بیوی کے پاس گیا، انہوں نے کہا کہ اگر سود کا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہو تو ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ سود کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں[۱]، مرنے والا اگر خواب میں آکر بتائے تب بھی جائز

---

[۱] قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلک مالا خبیثا او مالا سببه الخبیث ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں، جو وعدہ زندگی میں کیا تھا مرنے کے بعد ورثاء کے ذمہ اس کا پورا کرنا واجب نہیں[1]، نہ ان کے ترکہ سے کسی کو زبردستی لینے کا حق ہے[2]، ہاں میت کیلئے دعائے مغفرت کی جائے، قرآن پاک تلاوت کر کے نفل نماز پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۰ھ

سود کا پیسہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں لگانا

سوال:۔(۱) تقریباً پندرہ سال ہوتے ہیں ہماری مسجد میں سودخوروں کے پیسہ سے بجلی کی فٹنگ و پنکھا لگا ہوا ہے، شرعاً یہ حرام ہے یا نہیں؟ اس بجلی کی روشنی اور پنکھے کے نیچے نماز

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... والطیب فیکرہ لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب (شامی کراچی ص۶۵۸/ ج ۱/ مکروھات الصلوٰۃ، مطلب فی احکام المسجد، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳/۲۸۶، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی، حاشیۃ الطحطاوی ص۱/۲۷۸، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قولہ اما دین اللہ تعالیٰ الخ محترز قولہ من جھۃ العباد وذلک کالزکاۃ والکفارات ونحوھا قال الزیلعی فانھا تسقط بالموت فلا یلزم الورثۃ اداوھا الا اذا اوصی بھا او تبرعوا بھا من عندھم، شامی کراچی ص ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، زیلعی ص ۶/۲۳۰، کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۸/۴۸۸، کتاب الفرائض،

[2] کمایستفاد:- الموت مزیل للملک (بدائع کراچی ص ۳۳۰/ ج۷/ کتاب الوصایا، فی حدیث الی حرۃ الرقاشیؓ الا لا یحل مال امرئٍ الا بطیب نفس منہ، مشکوۃ شریف ص۲۵۵، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[3] الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما (قولہ بعبادۃ ما:) ای سواء کانت صلاۃ او صوما او صدقۃ او قرئۃ او ذکرا او طوافا اوحجاً او عمرۃً لہ جعل ثوابھا لغیرہ (درمختار مع الشامی کراچی ص۵۹۶/ ج۲/ کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فی اھداء ثواب الاعمال للغیر، تبیین الحقائق ص ۲/۸۳، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ امدادیہ ملتان، ھدایہ ص۱/۲۹۶، باب الحج عن الغیر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ہوگی یا نہیں؟

(۲) آج تک جو نمازیں پڑھی گئی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں[۱]، اگر بجلی کی فٹنگ اور پنکھے میں ناجائز پیسہ لگایا گیا ہے، تو جس نے لگایا ہے وہ پنکھا یہاں سے لے جائے، اور حلال کمائی سے لگایا جائے، بجلی کی فٹنگ میں مٹیریل اور تار بلب جو کچھ بھی وہاں موجود ہے اس کو نکال کر جائز آمدنی سے لگایا جائے، اگر ایسا کرنے میں فتنہ ہو تو مجبوراً یہ صورت کر لی جائے، کہ جتنا پیسہ اس میں خرچ ہوا ہے وہ پیسہ سود کا تھا تو اتنا پیسہ اصل مالک کو (جس سے سود لیا تھا) اسی کو واپس کر دیا جائے، اور اگر اصل مالک معلوم نہ ہو تو اتنا پیسہ غریبوں کو صدقہ کر دیا جائے[۲]، لیکن پہلے اس کی تحقیق بھی کر لی جائے، کہ اسمیں سودی رقم بھی صرف کی گئی ہے، جو نمازیں اس روشنی وہوا میں پڑھی گئی ہیں وہ درست ہوگئیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۰ھ

---

[۱] قال تاج الشريعة :اما لو انفق فی ذلک مالا خبيثا اومالاسببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالىٰ لايقبل الا الطيب (شامی کراچی ۶۵۸/ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد، مرقاة شرح مشكوة ص ۲۸۶/۳، كتاب البيوع، باب الكسب، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، حاشية الطحطاوی ص ۲۷۸/۱، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت)

[۲] المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده عليهم والا وجب التصدق به، (شامی كراچی ص ۲۹۱/ج۲/ كتاب الزكوٰة، قبيل مطلب فی التصدق من المال الحرام، بذل المجهود، ص۳۷/۱، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوی سهارنپور، عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب)

سودی قرض پر لیا روپیہ مسجد کے ضمان میں دینا

سوال:۔ ایک آدمی کے پاس مسجد کی امانت کا روپیہ جمع تھا انہوں نے اس کو خرچ کر ڈالا، اس امین صاحب نے ایک دوسرے آدمی سے سودی قرض لیکر مسجد کی امانت کے روپے کو واپس کر دیا، کیا اس روپے کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود پر قرض لیا گیا ہے وہ قرض کا روپیہ حرام نہیں، اس کو مسجد کے روپیہ کے ضمان میں دینا درست ہے[۱]، البتہ قرض کے ساتھ جو روپیہ سود کا دیا جائے گا، اس کا دینا ناجائز ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۶ھ

سودی قرضہ کا روپیہ مسجد میں

سوال:۔ سودی رقم قرض پر لیکر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

---

[۱] واما القرض المشروط بالفضل والمنفعة فلم يقل احد انه من باب الارفاق بل اتفقوا على كونه مثل البيع ثم اختلفوا (الى ان قال) وقال الحنفية يبطل الشرط لكونه منافيا للعقد ويبقى القرض صحيحا الى قوله ومرادهم بكون القرض صحيحا والشرط باطلا ان المستقرض اذا قبض الدراهم استقرضها بالشرط يصير دينا عليه ولا تكون امانة غير مضمونة، اعلاء السنن ص۵۳۳، ۱۴/۵۳۴، رسالة كشف الدجى عن وجه الربا، مطبوعه امداديه مكه مكرمه.

[۲] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوا سورۂ بقره آیت:۲۷۵، كل قرض جر نفعا حرام، الدرالمختار على الشامى زكريا ص۷/۳۹۵، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعا حرام، كنز العمال ص۶/۲۳۸، فصل فى لو احق كتاب الدين، رقم الحديث (۱۵۵۱۶) مطبوعه مؤسسة الرسالة،

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقم سود پر قرض لی گئی ہے، وہ رقم حرام نہیں، اس کا مسجد کی تعمیر میں لگانا بھی درست ہے لیکن سود پر رقم دینا گناہ ہے اس سے باز آنا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

مسجد تعمیر کے لئے سود پر قرض لینا

سوال:۔ مسجد کی تعمیر کے لئے سود پر روپیہ قرض لے کر خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود پر روپیہ لینا حرام ہے خاص کر مسجد کی تعمیر کے لئے حرام فعل کا ارتکاب ہرگز نہ کیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے لئے سودی قرض

سوال:۔ علاقہ گنگوہ کے ایک قریہ بہادر نگر میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے اسکی تعمیر کے صرفہ کی صورت یہ ہے کہ اہل قریہ نے تعمیر مسجد کے لئے فی الحال کچھ غلہ معین کر کے بطور چندہ غلہ فراہم کیا تھا کہ اس کو بیچ کر مسجد کی تعمیر کرینگے کچھ دنوں غلہ جمع رہا جب کے بعض لوگوں کو خورد

---

[1] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوا (سورۂ بقرہ پارہ ۳/ آیت ۲۷۵/

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (بیان القرآن)

[2] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوا (سورۂ بقرہ پارہ ۳/ آیت ۲۷۵/

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ (بیان القرآن)

ونوش کی تنگی ہوئی اور بھوکے مرنے لگے تو ان کو وہ غلہ ادھار دیدیا، وعدہ پر کہ موجودہ فصل میں ادا کردینا چونکہ مسجد کیلئے اینٹیں خریدی ہوئی موجود تھیں گاؤں والوں نے تعمیر شروع کرادی جب معمار اور مزدوروں نے مزدوری مانگی تو لوگوں نے کہا کہ مسجد کا پیسہ نہیں ہے، فصل کٹ نے کے بعد لوگوں سے وصول کرکے دیں گے، معمار اور مزدروں نے نہ مانا پس گاؤں والوں نے جہالت کے سبب سودی قرضہ لیکر معماروں کو بھی دیدیا، اور چونہ لکڑی وغیرہ بھی خرید کر تعمیر مسجد میں لگا رہے ہیں، اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ سودی قرضہ سے مسجد میں صرف کرنا یا مزدوری میں دینا کچھ نقصان شرعاً ہوتا ہے، یا نہیں؟ اگر نقصان ہے تو اس مسجد میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سودی قرض تو شرعاً ناجائز ہے[1]، لیکن اسطرح قرض لے کر جو معماروں اور مزدروں کی اجرت ادا کی گئی ہے، اور اس قرضہ سے مسجد کیلئے چونہ وغیرہ خریدا گیا اس سے اس مسجد کی نماز ممنوع نہ ہوگی، بلکہ نماز اس میں درست ہے، سودی قرض لینے سے آئندہ اجتناب کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۵/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم ۱۵/۳/۵۹ھ

---

[1] کل قرض جرنفعا حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۶۶ / ج۵/ کتاب البیوع، قبیل باب الربا، احل اللہ البیع وحرم الربوا، سورۂ بقرہ آیت: ۲۷۵، تکملة فتح الملهم ص ۵۶۸/ ۱، کتاب البیوع، باب الربوا، مطبوعہ کراچی، قواعد الفقه ص ۱۰۲، رقم القاعده ص ۲۳۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

تعمیر مکان کے لئے مسجد کمیٹی کا سود پر رقم لینا

سوال:۔ سابقہ مسجد کمیٹی نے مکان تعمیر بابت بدرجہ مجبوری کچھ رقم ریزرویشن کر کے باقاعدہ قانونی لکھا پڑھی کر کے ایک ساہوکار سے بیاج پر اٹھالی تھی، اور نہ وہ رقم اور نہ ہی وہ سود ادا کر پائی تھی، کہ نیا الیکشن ہوا، اور کمیٹی بدل گئی، اور برسرِ اقتدار کمیٹی میں دوسرے لوگ آ گئے، تو ساہوکار اب اپنی رقم مع سود موجودہ کمیٹی سے طلب کر رہا ہے، تو کیا مع سود وہ رقم موجودہ کمیٹی ادا کرے جبکہ شرعی حکم ہے کہ سودی لین دین دونوں ناجائز ہیں، تو اب اگر ہم ساہوکار کی رقم مع سود ادا کر دیں تو خدا کی گرفت میں آئیں گے یا بچ سکیں گے؟ اس بارے میں ہمارے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی ذمہ داری سابقہ کمیٹی پر ہے، جس نے سود پر مسجد کے لئے رقم لی ہے، اگر یہ صورت کسی طرح ممکن ہو کہ مسجد کی طرف سے اصل رقم موجودہ کمیٹی دیدے اور سود سابقہ کمیٹی اپنے پاس سے دیدے یا معاف کرالے تو آپ لوگ بالکل بچ جائیں گے، یہ نہ ہو سکے تو موجودہ کمیٹی مجبور ہے[1]۔ پھر اعلیٰ بات یہ ہے کہ سود مسجد کی طرف سے نہ دیا جائے بلکہ کمیٹی آپس میں چندہ کر کے اس مصیبت کو برداشت کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۵ھ

---

[1] الضرورات تبیح المحضورات (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۰/ الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال. قواعد الفقہ ص ۸۹، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

[2] کمایستفاد! ولا بأس بنقشہ خلامحرابہ بجص وماء ذھب لوبمالہ الحلال لامن مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لوفعل النقش اوالبیاض (درمختار مع الشامی کراچی ۱/۶۵۸، مکروھات الصلوٰۃ، مطلب فی احکام المسجد، البحر کوئٹہ ص ۳۶، ۲/۳۷، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، حلبی کبیر ص ۶۰۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

سودخور کو ترکہ میں ملی رقم مسجد میں لگانا

سوال:۔ایک سودخور کو اپنے والدین سے جو ترکہ ملا ہے وہ اس سے خاص کر کے مسجد کے کاموں میں لگانا چاہتے ہیں، کیا اس کے روپے کو مسجد میں لگایا جا سکتا ہے؟

واضح رہے کہ اس سودخور کے روپے کا حساب نہیں ہے، کہ اصل کتنا ہے، اور سود کتنا ہے، اور وہ اس روپے سے کھیتی باڑی کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والدین کے ترکہ سے جو حلال روپیہ ملا ہے اگر وہ روپیہ مسجد میں دے تو اس کا مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمت شراب سے بنی ہوئی مسجد میں نماز

سوال:۔زید مسلمان شراب کی بیع کرتا ہے، اور بہت دولتمند ہو گیا ہے، پنجگانہ نماز پڑھتا ہے، مگر فی الحال زید خود نہیں کرتا، نوکر واقرباء کرتے ہیں، مگر زید ہی کے حکم سے کرتے

---

[1] اهدى الى رجل شيئا او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلا بأس الا ان يعلم انه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغى ان لايقبل الهدية ولاياكل الطعام الا ان يخبره بانه حلال ورثته او استقرضته من رجل، (عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، المحيط البرهانى ص ۸/۷۳، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه ڈابهيل، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى الهدية والضيافات) ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ج ۱/ مكروهاة الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة)

ہیں، کیا اس کی مسجد میں ہم مسلمانوں کی نماز ہوگی اور مسجد میں جو روپیہ صرف ہوا ہے، وہ شراب کا روپیہ ہے، ہمارے یہاں کے علماء فرماتے ہیں کہ اس کی عبادت قبول بھی نہیں ہوگی، اس کی مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز بھی نہیں ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مسجد شراب کی آمدنی سے بنائی گئی ہے، تو اسمیں نماز پڑھنا مکروہ ہے[1]، جو نمازیں وہاں پڑھی گئیں ہیں وہ بکراہت ادا ہوگئیں، آئندہ احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شراب کا روپیہ مسجد میں لگ جائے تو کیا کیا جائے؟

سوال: کسی مسجد میں اگر شراب کا روپیہ کچھ غلطی سے لگ گیا اسکو کیسے پاک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا صورت پیش آئی اور اگر فرش لگوالیا گیا ہے، اس کو بدلوادیا جائے، یا اس پر سمنٹ کرادیا جائے، تاکہ ایسے پیسے کی اینٹوں پر نہ کھڑے ہوں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۹ھ

---

[1] (۱) کیونکہ اس میں نماز پڑھنے سے مال حرام کا استعمال لازم آتا ہے، (امداد الفتاویٰ ص ۲/۶۹۲، احکام المساجد، طبع زکریا دیوبند)

(۲) المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع به، (بدائع کراچی ص ۵/۱۴۴، کتاب البیوع)

[2] اما لو انفق فی ذلک مالا خبیثا او مالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لایقبله (شامی کراچی ص ۶۵۸/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان الباس الشدة، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص ۱/۲۷۸، باب مایفسد الصلاة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مرقاة ص ۳/۲۸۶، کتاب البیوع، باب الکسب الخ، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی)

خنزیر کے بالوں سے برش بنانیکی اجرت کا پیسہ مسجد میں لگانا

سوال:۔ (۱) سور کے بالوں کے برش بنانے والوں کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اوران کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

(۲) جولوگ برشوں کے کارخانے میں ملازم ہیں اور برش بناتے ہیں، ان کا پیسہ مسجد میں لگانا اوران کا کھانا بھی جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱)، (۲) محض برش بنانے کی اجرت اس طرح کہ اتنی دیر کام کرواسکا معاوضہ یہ ہوگا درست ہے حرام نہیں[۱]، اس کا پیسہ مسجد میں بھی لگایا جاسکتا ہے، مگر فی نفسہ یہ معاملہ نہیں چاہئے کہ سور کے بال سے انتفاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یستفاد: من استاجر حمالایحمل لهٗ الخمر فله الاجر فی قول ابی حنیفة (الیٰ قوله) ولا بی حنیفة ان نفس الحمل لیس بمعصیة (بدائع زکریا ص ۴۱/ ج۴/ کتاب الاجارة، باب الاستیجار علی العمل، البحر کوئٹه ص۸/۲۰۳، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مجمع الانهر ص۴/۱۸۸، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] ولایجوز بیع شعرالخنزیر لان الخنزیرعینه نجس بجمیع اجزائه منع الشرع عن الانتفاع به الاأنه رخص للحزاز لانتفاع به من حیث الحززلاجل الضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع (محیط برهانی ج۹/ص۳۳۴/ کتاب البیوع، الفصل السادس مایجوز بیعه ومالا یجوز. مطبوعه ادارة القرآن المجلس العلمی، البحر کوئٹه ص۶/۸۰، باب بیع الفاسد، کتاب البیوع، النهرالفائق ص۳/۴۲۷، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

خنزیر کے بالوں کے برش کی اجرت کا پیسہ مسجد میں دیا ہوا کیا واپس کیا جائے گا؟

سوال:۔ (۳) جو روپیہ ہم نے سور کے بالوں کے برش والا مسجد میں لگایا ہے وہ واپس کرنا چاہئے یا نہیں؟

جس مسجد میں خنزیر کے بالوں کی اجرت کا روپیہ لگا ہو اس میں نماز

سوال:۔ (۴) کیا اس اس مسجد میں نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے یا نہیں؟ دو عالم یہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں عبادت قابل قبول نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۳) اس کا جواب نمبر:۱،۲/ سے ظاہر ہے۔

(۴) جب وہ نماز حسب قواعد شرعیہ ادا کی جائے گی تو فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، اور اخلاص ہوگا تو قبول بھی ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لان صحة العبادة تكون بوجود شرائطها وأركانها والثواب عليها بوجود العزيمة وهو الاخلاص (حموی مع الاشباه ص۳۷/ الفن الاول، القاعدة الاولیٰ، طبع دیوبند، شامی زکریا ص ۲/۹۰، باب شروط الصلاة، بحث النية)

ساہوکار کا روپیہ مسجد میں

سوال:۔ ایک مسجد بہت شکستہ ہے اس کو نئے سرے سے بنوانے کیلئے ایک صاحب جنکا پیشہ ساہوکاری کا ہے وہ پانچ ہزار روپے مسجد کو دینا چاہتے ہیں، بلکہ انہوں نے ایک صاحب کو اسکا مالک بنادیا ہے کہ وہ اسکو مسجد میں خرچ کردیں، تو اسکو خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ رقم سود کی نہیں ہے تو مسجد کی تعمیر میں اس کا صرف کرنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا بیمہ

سوال:۔ مسجد کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟ یہاں کی مسجد گذشتہ فساد میں جلادی گئی تھی، مسجد کا سامان، چٹائیاں مصلے وغیرہ سب جلادیئے گئے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں تو مجبوراً بیمہ کرانا درست ہے[2]، مگر اس سے حاصل

---

[1] مستفاد: امالو انفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالا سببه الخبیث والطیب فیکره (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، مرقاة شرح مشکوة ص۲۸۶/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، حاشیة الطحطاوی ص۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

[2] الضرورات تبیح الحضورات، الاشباه والنظائر ص۱۴۰، الفن الاول، القاعدة الخامسة الضرر یزال، مطبوعه دیوبند، قواعد الفقه ص ۸۹، مطبوعه اشرفی دیوبند.

ہونے والی سودی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نقصان شدہ شئی کا ضمان مسجد میں دینا

سوال:۔ دیہات میں غیر اقوام کے بچوں نے ایک غیر قوم کے جنگل میں اس کا چارہ (جو کہ جانور وغیرہ کھاتے ہیں) جلا دیئے ہیں، اس آدمی نے ان کے والدین سے یعنی لڑکوں کے بطور جرمانہ یا معاوضہ کچھ روپئے طلب کئے اور انہوں نے اس کو روپیہ بھی دیدیئے، وہ آدمی جس نے روپئے لئے تھے، وہ یہ کہتا ہے کہ اس روپیہ سے کچھ روشنی کیلئے خرید کر مسجد میں دینا چاہئے، تو کیا اس کی یہ چیز مسجد میں لگانا اور اس کا اس طریقہ سے لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا نقصان کیا ہے اس کی قیمت وصول کرنے کا حق ہے[۲]، پھر اس قیمت کو اپنے کام میں لائے یا مسجد کی روشنی کے لئے دیدے درست ہے، یہ اس وقت ہے کہ اس کی مملوکہ شئی کا نقصان کیا ہو[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۸ھ

---

[۱] قال تاج الشریعة :اما لو انفق فی ذلک مالا خبیثا اومالاسببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الا الطیب (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، حاشیة الطحطاوی علی الدر ص۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مرقاة شرح مشکوة ص۲۸۶/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی)

[۲] اذا قتل دابة انسان اواحرق ثوبه اوقطع شجرة انسان اواراق عصیره اوهدم بنائه ضمن (بدائع زکریا ص۱۶۵/ج۶/ کتاب الغصب، مسائل الاتلاف)

[۳] (۱) اماشرائط وجوب هذا الضمان (الی قوله) ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مالی جرمانہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ ایک برادری میں چند قوانین مقرر ہیں اور وہ ان کی خلاف ورزی سے سیاستہً بطور جرمانہ کچھ رقم وصول کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقم مذکورہ کو مصارف مسجد میں صرف کرنا جائز یا نہیں جواب سوال تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذہب معتمد علیہ یہ ہے کہ ایسا جرمانہ ناجائز ہے اگر کچھ رقم بطور جرمانہ وصول کر لی ہے، تو اس کی واپسی ضروری ہے، مسجد وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں "قال فی الفتح وعن ابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الائمة لایجوز ومثله فی المعراج وظاهره ان ذلک روایة ضعیفة عن ابی یوسف قال فی الشرنبلالیة ولایفتی بهذالمافیه من تسلیط الظلمة علی اخذ مال الناس فیأکلونه اھ ومثله فی شرح الوهبانیة عن ابن وهبان وافادفی البزازیة ان معنی التعزیر بأخذ المال علی القول به امساک شئی من ماله عنه مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لاان یأخذه الحاکم بنفسه اولبیت المال کما یتوهمه الظلمة اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی المجتبیٰ لم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یأخذها فیمسکها فان أیسَ من توبته یصرفها الی مایری وفی شرح الاٰثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل ان المذهب عدم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....ومنها ان یکون مملوکا فلا یجب الضمان باتلاف المباحات التی لایملکها احد (بدائع زکریا ص ۱۷۰/ج۶/ کتاب الغصب، (۲) المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء الخ، بیضاوی ص۷/۱، سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی)

التعزیر باخذ المال اھ ردالمحتار[1] ص ۳۷۵ ر ج ۳ ر۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ ر ۶ ر ۶۰ھ

صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۴ ر ج ۲ ر ۶۰ھ

بلیک مارکٹنگ کرنے والے کا روپیہ مسجد میں

سوال:۔ جو تاجر بلیک مارکٹنگ کا کام کرتے ہیں وہ اگر مسجد کے لئے چندہ دیں تو ان کے روپے کو مسجد میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملکیت تو اس صورت میں بھی حاصل ہو جاتی ہے[2]، اور اس کو مسجد میں صرف کرنا بھی درست ہے، مگر خود یہ طریقہ ایسا ہے جس میں عزت کا بھی خطرہ ہے مال کا بھی خطرہ ہے، جان کا بھی خطرہ ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ص ۶۱ ر ج ۴ ر کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر باخذ المال. بحر کوئٹہ ص ۱۴۱/۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص ۱۶۵/۳، فصل فی التعزیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وکره تحریما مع الصحة البیع عند الاذان الاول (درمختار) وذالک دونه (الفاسد) من حیث صحته وعدم فساد لان النهی باعتبار معنی مجاور للبیع لا فی صلبه ولا فی شرائط صحته ومثل هذا النهی لا یوجب الفساد بل الکراهیة کما فی الدرر وفیها ایضا انه لایجب فسخه ویملک المبیع قبل القبض ویجب الثمن لا القیمة (شامی کراچی ص ۱۰۱/۵، باب البیع الفاسد، مطلب فی احکام نقصان المبیع فاسدا، فتح القدیر ص ۴۷۸/۶، باب البیع الفاسد، فصل فیما یکره، مطبوعه دارالفکر بیروت. (حاشیہ: ۳/ اگلے صفحہ پر)

جائیداد مغصوبہ کو مسجد وغیرہ میں صرف کرنا

سوال:۔ایک فقیر کی میراث یعنی ایک جائیداد کسی دھوکہ سے یا جبراً لی گئی اب وہ جائیداد جس نے جبراً لی ہے اس کے بیٹے کو یا کسی اپنی قوم یا رشتہ دار کو یا مسجد میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب وہ بلاحق شرعی لی گئی ہے، تو اسکو اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے بغیر مالک کی اجازت کے خود خرچ کرنا یا کسی رشتہ دار کو دینا یا مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، ''**لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی هندیه[1] جلد ۲، ص ۷۷۸/**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ۹/ذی قعدہ ۵۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالوا وکیف یذل نفسه قال یتعرض من البلاء لمالایطیق (ترمذی شریف ص ۵۱/ج۲/ ابواب الفتن، باب بعد باب ماجاء فی النهی عن سب الریاح، مکتبه بلال دیوبند)

ترجمہ:-رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے شایان شان نہیں ہے یہ بات کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی مصیبت کے درپے ہوجائے جو کہ اس کی طاقت سے باہر ہو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] هندیه کوئٹه ص۱۶۷/ج۲/ کتاب الحدود، الباب السابع فی حدالقذف والتعذیر، فصل فی التعزیر. بحر کوئٹه ص ۵/۴۱، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص ۳/۱۶۵، باب حد القذف، فصل فی التعزیر

سینما کی آمدنی مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:۔ (۲) نیز مسجد یا مدرسہ میں سینما کی آمدنی خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سینما ہاؤس مسجد یا مدرسہ کو ہبہ کرنا چاہے تو اسکو کرایہ پر دینا یا فروخت کر کے اسکی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور حرام اور سود سے کمائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سینما یا کوئی بھی ناجائز آمدنی کا مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں، ایسی آمدنی کا تصدق ضروری ہے[۱]، غریب مسکین طلبہ ہی اس کے مصرف ہیں، تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں[۲]، اگر سینما ہاؤس جو کہ جائز آمدنی سے بنایا گیا تھا اس کو مسجد یا مدرسہ میں دے تو اس کو خالی کرا کے جائز محل میں صرف کیا جائے (کرایہ پر دیا جائے یا فروخت کیا جائے) جس رقم (حرام کی ملک) پر ملک ثابت نہیں اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کو واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے، کسی کام میں لانا بھی درست نہیں[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والا فان علم عين الحرام لايحل له ويتصدبه بنية صاحبه (شامی کراچی ص ۹۹/ج۵/ کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالاحراماً، مجمع الانهر ص ۲۸۵/۱، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/۵، کتاب الکراهية، الباب الخامس عشر فی الکسب)

[۲] ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لايصرف الى بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴/ج۲/ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۸/۱، کتاب الزکوة، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، النهرالفائق ص ۴۶۲/۱، کتاب الزکوة، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

[۳] لوكان الخبيث نصاباً لايلزمه الزكاة لان ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

واہب کی اولاد کا موہوب لہٗ کی اولاد سے شئی موہوب کو واپس لے کر مسجد میں دینا

سوال: ۔زید، عمر، بکر نے کچھ جگہ و درخت جو کہ اس جگہ میں اس وقت ایستادہ تھے اور اب بھی ہیں خالد و عمر کو بطور بخشش کے دیئے تھے، اور اس جگہ میں خالد وغیرہ کے قبرستان بھی ہیں، اب زید عمر بکر وغیرہ کی اولاد خالد وغیرہ کی اولاد سے جبراً درخت لے کر اور اس کو فروخت کر کے وہ رقم مسجد کے اخراجات میں لگانا چاہتے ہیں، آیا یہ رقم مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین اور درخت باقاعدہ ہبہ کر کے موہوب لہٗ کا قبضہ کرادیا تو شرعاً یہ ہبہ تام ہوگیا، اب واہب اور موہب لہٗ کے انتقال کے بعد اس سے رجوع کرنے کا اولاد کو شرعاً حق حاصل نہیں، نہ ایسی رقم کا شرعاً صرف کرنا درست ہے "**هبة المشاع فيما يحتمل القسمة من رجلين او من جماعة صحيحة عندهما وفاسدة عند الامام وليست بباطلة حتى تفيد الملك بالقبض كذافي جواهر الاخلاطي هندية**[1]، ص ۳۷۸/ ج ۴/ **ويمنع منه**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الكل واجب التصدق عليه (شامی کراچی ص ۲۹۱/ ج ۲/ کتاب الزكاة، مطلب فيما لو صادر السلطان جائرا فنوىٰ بذالك اداء الزكاة اليه، مجمع الانهر ص ۲۸۵/ ۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۸۶/ ۴، كتاب الزكوة، الثانى فى المصرف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] هنديه كوئٹه ص ۳۷۸/ ۴، كتاب الهبة، الباب الثانى فيما يجوز من الهبة ومالايجوز. بحر كوئٹه ص ۲۸۶/ ۷، كتاب الهبة، درمختار على الشامى زكريا ص ۴۹۵/ ۸، كتاب الهبة،

ای من الرجوع فی فصل الهبة یاصاحبی حروف دمع خزقة ای قوله والمیم موت احدالعاقدین اھ مجمع الانہر[1]ص ۳۶۰/ج ۲/اگر با قاعدہ ہبہ نہیں کیا یا موہوب لہٗ کا قبضہ نہیں کرایا، یااس ارض موہوبہ اوراشجار موہوبہ کو تقسیم نہیں کرایا، نہ زید،عمر،بکر وغیرہ کے حصص بتلائے کہ کس کا کتنا حصہ ہے، نہ خالد وغیرہ کو یہ بتایا گیا کہ کس کو کتنا حصہ ملا ہے، بلکہ وہ ارض واشجار واہبین کے درمیان بھی مشاع ہیں،اور موہوب لہٗ کے درمیان بھی مشاع ہی رہے تو یہ ہبہ صحیح نہیں بلکہ زید،عمر،بکر کی ملک بدستور باقی رہی،ان کے ورثہ میں حسب حصص شرعی میراث جاری ہوگی"**لایثبت الملک للموهوب له الا بالقبض هو المختار هکذا فی الفصول العمادیة والشیوع من الطرفین فیما یحتمل القسمة مانع من جواز الهبة بالاجماع اھ** عالمگیری[2]ص ۳۷۸/ج ۴/اس صورت میں بعد تقسیم میراث ہر وارث کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ خواہ مسجد میں صرف کرے خواہ اور کسی جگہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طوائف کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز

سوال:۔اگر کوئی طوائف یا زنخہ وغیرہ کوئی مسجد تعمیر کرائے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں مسافر کو؟ نیز اگر اس محلّہ میں کوئی دوسری مسجد نہ ہو تو اہل محلّہ بھی اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

---

[1] مجمع الانهر ص ۳/۴۹۹، کتاب الهبة، دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۹۲، ۷/۲۹۱، باب الرجوع فی الهبة، زیعلی ص ۳/۹۸، باب الرجوع فی الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان

[2] عالم گیری کوئٹه ص ۳۷۸/ج ۴/ کتاب الهبة، الباب الثانی فیمایجوز من الهبة ومالایجوز. بحر کوئٹه ۲۸۶، ۷/۲۸۵، کتاب الهبة، زیلعی ص ۵/۹۱، کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رنڈی کا مسجد میں ٹین ڈلوانا

سوال:۔ ایک زمین ایک بزرگ کے مزار کے نام وقف تھی چونکہ وہ زمین لب سڑک ہے اور کنواں بھی اس کے اندر موجود ہے، ایک شخص نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے نمازیوں کے لئے اس زمین میں ایک چبوترہ اور ایک دیوار برابر قد آدم اور اس میں محراب بنوادیا، اس شخص کے اندر زیادہ گنجائش نہیں تھی کہ اس کے سایہ کا بھی انتظام کرتا، دھوپ اور بارش کے موقع پر نماز پڑھنے میں دقت ہوتی تھی، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، ایک رنڈی پیشہ گر عورت نے ایک شخص کو کہا کہ تمہیں میں روپیہ دیتی ہوں، چونکہ میرا روپیہ تو خراب ہے، لہٰذا تم اپنے روپیہ سے مسجد میں ٹین ڈلوادو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس شخص نے ٹین ڈلوادیا، تو اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] کیونکہ مال حرام کا استعمال لازم آتا ہے، (امداد الفتاویٰ ص ۶۹۲/ ج ۲/ احکام المساجد، طبع زکریا) جیسا کہ ارض مغصوبہ میں بنائی ہوئی مسجد میں مکروہ ہے "وفی الواقعات بنی مسجداً علی سور المدینة لاینبغی ان یصلی فیه کالمبنی فی ارض مغصوبة (شامی زکریا مختصراً ص ۴۵/ ج ۲/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الصلوٰة فی الارض المغصوبة، فتح القدیر ص ۴۱۸/ ۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، فصل ویکره للمصلی الخ، قبیل فصل ویکره استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء، مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹/ ۱، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة ومالایکره)

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے نماز ممنوع نہ ہوئی خصوصاً جبکہ ٹین دوسرے شخص نے جائز روپیہ سے ڈلوایا ہے، اور پھر روپیہ رنڈی سے لے لیا ہے[1]، اگر چہ اس شخص کو رنڈی سے روپیہ لینا جبکہ قطعی طور پر اس روپیہ کا حرام ہونا اس کو معلوم ہے ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۱/۵۹ھ

فاحشہ کی دی ہوئی چیز کا مسجد میں استعمال

سوال:۔ (۱) ایک بازاری طوائف عورت کا گذر اوقات وخورد ونوش حرام کی کمائی پر ہے، اور وہ عورت سوت کات کر یا چھالیاں کتر کر اس پیسہ سے مسجد میں صفیں یا لوٹے دیتی ہے، اور کمائی کھاتی ہے حرام کی اس کی صفیں لوٹے مسجد میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک بازاری طوائف اپنی حرام کی کمائی سے مکان بنواتی ہے اس کے مرنے پر

---

[1] ان الشیخ ابا القاسم الحکیم کان یأخذ جائزة السلطان وکان یستقرض لجمیع حوائجه وما یأخذ من الجائزة یقضی بها دیونه، هندیه کوئٹه ص ۵/۳۴۲، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خلاصة الفتاوی ص ۴/۳۴۹، کتاب الکرهیة، الفص الرابع فی المال من الاهداء والمیراث، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص۴/۱۸۷، کتاب الکراهیة، باب فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیرت.

[2] اکل الربوا وکاسب الحرام أهدیٰ الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل (الهندیة کوئٹه ص۳۴۳/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، مجمع الانهر ص۴/۱۸۷، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) عن محمد رحمه الله تعالیٰ فی کسب المغنیة ان قضی به دین لم یکن لصاحب الدین ان یأخذه، (عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹، الباب الخامس عشر فی الکسب، کتاب الکراهیة)

اس کا بھائی اس مکان کو فروخت کرتا ہے، اور کچھ روپیہ ایک ہندو سے قرض حسنہ لے کر صحن مسجد پر سائبان ڈالتا ہے، اور ہندو کو روپیہ ادا کرتا ہے، اس حرام کمائی کے مکان کو فروخت کر کے تو اسکا سائبان مسجد میں ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اسی طرح سے اگر بازاری عورت مسجد میں بجلی لگوادے اور اس کا کرایہ ہندوؤں سے لیکر ادا کیا کرے اور اس ہندو کو اپنی ناجائز کمائی سے ادا کرے تو کیسا ہے؟

نوٹ:۔لوٹے اور صفیں مسجد میں علیحدہ رکھی ہوئی ہیں جواب جلد عنایت ہوتا کہ اس پر عمل کیا جائے!

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایسے لوٹوں اور صفوں کا استعمال مسجد میں درست ہے کیونکہ یہ عین حرام کی کمائی سے خرید کر نہیں دیئے[۱]

(۲) اس سائبان میں بھی کوئی حرج نہیں[۲]۔

---

[۱] آکل الربا وکاسب الحرام اهدى اليه الى قوله ولايأكل مالم يخبره ان ذالک المال اصله حلال ورثه اوستقرضه، عالمگیری ص ۳۴۳، ج۵، کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱۸۷، ج۴، کتاب الکراهية، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، خانيه على الهندية ص ۳/۴۰۰، کتاب الحظر والاباحة. مطبوعه کوئٹه.

[۲] مستفاد:- ان الشيخ أباالقاسم الحكيم كان يأخذ جائزة السلطان وكان يستقرض بجميع حوائجه ومايا خذ من الجائزة يقضى بها ديونه (الهنديه ص ۳۴۲/ ج۵/ کتاب الکراهية، الباب الثانی عشرفی الهدايا والضيافات، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱۸۷، ج۴، کتاب الکراهية، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، خلاصة الفتاوى ص ۳۴۹، ج۴، کتاب الکراهية، الفصل الرابع فی المال من الاهداء والميراث، مطبوعه رشيديه کوئٹه)

(۳) یہ بھی نمبر ۱/۲/ کی طرح درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۶/۴/۵۸ھ

فلم ایکٹر کی آمدنی مسجد و مدرسہ میں

سوال:۔ (۱) فلمی ایکٹر جو کہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، بخوشی کار خیر میں چندہ دیتا ہے، مسجد اور مدرسہ کے لئے اس سے چندہ لینا کیسا ہے؟

ایضاً

(۲) ایسے شخص کے پاس اراکین مدرسہ کو چندہ کے لئے جانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز آمدنی کا پیسہ نہ مسجد کے لئے قبول کیا جائے اور نہ مدرسہ کے لئے اس کا غرباء پر صدقہ کرنا ضروری ہے، جو غریب بالغ لڑکے یا غریب آدمی کے نابالغ لڑکے مدرسہ

---

[1] مستفاد:- ان الشیخ أباالقاسم الحکیم کان یأخذ جائزة السلطان وکان یستقرض بجمیع حوائجه ومایا خذ من الجائزة یقضی بها دیونه (الهندیه ص ۳۴۲/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص۱۸۷، ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، خلاصة الفتاوی ص ۳۴۹، ج۴، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی المال من الاهداء والمیراث، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

میں پڑھتے ہیں وہ اس کا مصرف ہیں۔[۱]

(۲) بالکل نہ جائیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دیوبند

چوری کا سیمنٹ مسجد میں لگانا

سوال:۔ سرکاری کام کرنے والے ٹھیکیدار جو سرکاری چوری سے سیمنٹ فروخت کرتے ہیں، اس کو مسجد کے غسل خانوں یا نالی وغیرہ یا مسجد کی ذاتی عمارت میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ شکل اس کی یہ ہوتی ہے کہ سرکاری انجینئر بل منظور کرتے ہیں کہ اس عمارت میں مثلاً دو سو کٹہ سیمنٹ کے لگ جائیں گے، اسی حساب سے ٹھیکیدار کا لائسنس منظور کرتے ہیں، مگر اس کام کو ٹھیکیدار پورا کر کے سیمنٹ بچا لیتے ہیں، اور اس سیمنٹ کو ٹھیکیدار سرکاری چوری سے فروخت کرتے ہیں، اس شکل میں یہ سیمنٹ کیا ہم خرید کر مسجد کے غسل خانوں یا مدرسہ کی

---

[۱] قال تاج الشريعة :اما لو انفق فی ذلک مالا خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالىٰ لايقبل الا الطيب (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد. مرقاة شرح المشكوة ص۲۸۶/۳، كتاب البيوع، باب الكسب، مطبوعه بمبئی، المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده عليهم والا وجب التصدق به، شامی كراچی ص ۲۹۱/۲، كتاب الزكوة، قبيل مطلب فی التصدق من المال الحرام، بذل المجهود ص۳۷/۱، كتاب الطهارة، باب الوضوء، مطبوعه يحيوی سهارنپور، عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

[۲] آكل الربا وكاسب الحرام اهدی اليه او اضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولايأكل، هنديه كوئٹه ص۳۴۳/۵، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، مجمع الانهر ص۱۸۷/۴، كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، بيروت، خانية علی الهندية ص ۴۰۰/۳، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه كوئٹه.

عمارت میں لگوا سکتے ہیں یا نہیں؟ مع حوالہ کتب احادیث تحریر فرما کر خادم کو ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ یہ سیمنٹ چوری کا ہے تو اس کا خریدنا اور مسجد کی عمارت یا اس کے غسل خانہ وغیرہ میں لگانا جائز نہیں، چور کی اس پر ملکیت بھی حاصل نہیں، پھر اس سے خریدنا ہی بے محل ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر میں پاک مال لگایا جائے، وہ پاک ہی کو قبول کرتا ہے، ناپاک (حرام) مال نہ لگایا جائے۔ کمافی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۲ھ

بلیک سے خریدے ہوئے سیمنٹ کا مسجد کے لئے استعمال

سوال:۔ زید ایک مسجد کی تعمیر کرانا چاہتا ہے، سیمنٹ کی بوریاں بلیک اس کو بکفایت مل رہی ہیں، یعنی ٹھیکہ دار کو حکومت کی طرف سے حسب ضرورت کافی مقدار میں سیمنٹ ملتی ہے، اور اس کو تاکید ہے کہ چار ایک کے حساب سے بالو اور سیمنٹ کی آمیزش کی جائے، مگر ٹھیکہ دار مثلاً ایک بوری سیمنٹ اور ساٹھ بوری بالو ملاتا ہے، اس طرح سیمنٹ بہت بچا لیتا ہے، اور سستے نرخ سے بیچ لیتا ہے، وہ سیمنٹ خرید کر مسجد وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] قال تاج الشریعة: اما لو انفق فی ذلک مالاخبیثاً اومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الاالطیب (شامی کراچی ص۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، طحطاوی علی الدر ص۲۷۸/۱، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مرقات ص۲۸۶/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی)

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیکہ دار مالک نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے وکیل واجیر ہے، فروخت کرنے کے لئے وہ فریب وخیانت کر کے سیمنٹ بچاتا ہے، وہ مالک نہیں ہوجاتا، ایسا سیمنٹ مسجد میں نہ لگایا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض لیکر تعمیر مسجد میں رقم دی، وہ حلال ہے؟

سوال:۔ زید نے ایک مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بکر سے سو روپے قرض لے کر دیئے بعد میں جوئے یا سٹے، غرض حرام کمائی سے اپنا قرض ادا کیا، تو موجودہ صورت میں وہ رقم مسجد کے لئے حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روپیہ قرض لیکر دیا ہے، وہ روپیہ تو سٹے یا جوئے کا نہیں تھا، اسمیں یہ حرام مؤثر نہیں ہوگا[2]۔

---

[1] قال تاج الشريعة اما لو انفق فی ذلک مالا خبيثا او مالاً سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالىٰ لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله (شامی کراچی ص۶۵۸/۱م کتاب الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان الباس الشدة، حاشية الطحطاوی على الدرالمختار ص۲۷۸/۱، باب مايفسد الصلاة، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، مرقاة ص۲۸۶/۳، كتاب البيوع، باب الكسب الخ، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی)

[2] ان الشيخ ابا القاسم الحكيم كان ياخذ جائزة السلطان وكان يستقرض لجميع حوائجه ومايأخذ من الجائزة يقضی بها ديونه والحيلة فی هذه المسائل ان يشتری نسيئة ثم ينقد ثمنه من ای مال شاء، عالمگيری كوئٹه ص۳۴۲/۵، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، خلاصة الفتاوی ص۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الفصل الرابع من مال الاهداء، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

اس کی حرمت مستقل علیحدہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۶ھ

زمیندارہ ختم ہوکر اس کا معاوضہ مسجد میں خرچ کرنا

سوال:۔ خاتمہ زمیندارہ کی طرح اوقاف کی زمیندارہ بھی ختم ہوگیا تھا، حکومت نے معمولی معاوضہ اتوٹی کے نام سے دے رہے ہیں، اور کچھ پونڈ و کے نام سے جو چالیس سال میں روپیہ ملے گا، پوچھنا یہ ہے کہ آئندہ معمولی روپیہ ملے گا، اس کا سود لے لئے یا منافع یا منافع وہ ہر سال دیتی ہے، یہ سود مسجد کے ہر کام میں لگا سکتے ہیں کل ملا کر بھی زمین کی نصف قیمت پوری نہیں ہوسکتی اور کیا صورت ہو نہ معلوم؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب معاوضہ زمین شمار ہوکر مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۸۵ھ

---

[1] انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون، سورۂ مائدہ آیت: ۹۰، ان العلماء اجمعوا على ان القمار كله حرام، زد المسير فى علم التفسير ص ۲۰۳/۱، الجزء الاول، سورة البقرة تحت آيت: ۲۱۹، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، تفسير مظهير ص ۲۶۹/۱، مطبوعه ندوة المصنفين دهلى، تفسير المنار ص ۳۲۵/۲، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] لو استولى على الوقف غاصب وعجز المتولى عن استرداده واراد الغاصب ان يدفع قيمتها كان للمتولى اخذ القيمة او الصلح على شى ثم يشترى بالمأخوذ من الغاصب ارضا اخرى فيجعله على شرائط الاولىٰ، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۲/۵، كتاب الوقف، شامى زكريا ص ۵۸۸/۶، كتاب الوقف، مطلب لايستبدل العامر الا فى اربع، فتح القدير ص ۲۲۸/۶، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

مہر کی رقم مسجد میں دیکر شوہر کے حصہ کی واپسی

سوال:۔زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ہندہ زید کے یہاں متعدد بار آ گئی مگر اولاد نہیں ہوئی، اور انتقال کر گئی زید نے ہندہ کے باپ (اپنے خسر کو ان کے مانگنے پر پورا مہر دے دیا اور خسر زید (ہندہ کے باپ) نے کل روپیہ فوراً مسجد کو دیدیا، اور اب پتہ چل رہا ہے کہ شوہر کا بھی حق ہوتا ہے، پس زید یہ سنکر اپنے حصے کا روپیہ واپس مانگ رہا ہے، تو آیا شوہر کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو جو مہر کا روپیہ زید نے ہندہ کے باپ کو دیا تھا اس نے کل مسجد کو دیدیا تھا تو زید کو روپیہ اب کون دے گا، آیا خسر (ہندہ کے باپ) دے گا؟ یا مسجد سے زید کے حصے کی مقدار واپس کر لیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہندہ کے مہر سے نصف کا زید مستحق ہے، زید کے خسر کو لازم تھا کہ نصف زید کے پاس رہنے دیتا، اب جبکہ پورا روپیہ مسجد میں دے چکا ہے تو یہ بھی حق ہے، کہ نصف واپس لیلے وہ اس طرح کہ خسر اہل مسجد سے نصف واپس لیکر زید کو دیدے، اگر زید نہ لے بلکہ وہ اپنی طرف سے محسوب کر لے تو وہ بھی مستحسن ہے اجر ہوگا، ہندہ کا جو سامان جہیز وغیرہ تھا اس میں بھی زید نصف کا مستحق ہے[1]، اگر اپنے خسر سے اس طرح معاملہ کر لے کہ جس قدر زید کا حصہ (نصف مہر) مسجد کو دیدیا ہے، اسی کے عوض بقیہ سامان میں سے زید کو دیدیا جائے، تب بھی درست ہے،

---

[1] والربع للزوج مع احدهما اى الولدأ وولد الابن والنصف له عند عدمهما (درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۷۰/ج۶/ کتاب الفرائض، قبیل فصل فی العصبات، شامی زکریا ص ۱۰/۵۱۲، المصدرالسابق، عالمگیری کوئٹہ ص ۶/۴۵۰، الباب الثانی، ذوی الفروض، الفروض المقدرة فی کتاب الله تعالیٰ ستة، مجمع الانهر ص ۴/۵۰۰، کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

یعنی نصف سامان تو حق وراثت زید کو ملجائے، اور نصف مہر کے بقدر خسر اپنی میراث پدری سے زید کو دیدے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۹۱ھ

قاضی صاحب کا مقدمہ کے فریقین سے جو شخص جیت جائے اس سے روپیہ لینا اور پھر مسجد میں دینا

سوال:۔ یہاں قاضی صاحب چندہ وصول کر کے جامع مسجد تعمیر کرا رہے ہیں، ان کی قضیات میں اگر کوئی مقدمہ آتا ہے، شرعی مقدمہ یا غیر شرعی، قاضی صاحب اس شرط پر مقدمہ لیتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے کوئی بھی مقدمہ جیت گیا تو مسجد کی تعمیر میں اتنا روپیہ دینا ہوگا، پھر آگے رشوت وغیرہ سے دلا کر مقدمہ کا فیصلہ کرا دیتے ہیں اور فریق سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں تو ایسا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیسہ لینا رشوت میں شمار ہوا اس لئے مسجد میں نہیں لگانا چاہئے، کوئی کہتا ہے کہ جائز ہے لگانا چاہئے، اس لئے شریعت کی رو سے ایسا روپیہ مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی صاحب کا یہ شرط لگانا غلط اور ناجائز ہے، پھر رشوت لیکر کسی کے حق میں مقدمہ

---

[1] مستفاد من هذه العبارة، ولو كان لرجل على رجل دراهم لايعرفان وزنها فصالحه منها على ثوب او غيره فهو جائز لان جهالة المصالح عنه لاتمنع من صحة الصلح، شامی زکریا ص ۸/۴۲۱، كتاب الصلح، فصل فی دعوی الدين.

فیصلہ کرنا سخت وبال کا باعث ہے[۱]۔ یہ جہنم کا راستہ ہے[۲]، ایسا روپیہ تعمیر مسجد میں ہرگز صرف نہ کیا جائے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیعانہ مسجد میں لگانا

سوال:۔ ایک شخص نے ایک مسجد کے متولی سے ایک مکان کا سودا کیا جو کہ مسجد کی ملکیت ہے اور کچھ روپیہ پیشگی بطور بیعانہ متولی کو دیا، ازاں بعد اس شخص کے پاس روپیہ کا انتظام نہ ہوسکا اور متولی مسجد نے وہ مکان دوسرے کو فروخت کردیا، اب متولی مسجد اس شخص

---

[۱] ثم الرشوة علیٰ اربعة اقسام منها ماهو حرام علی الأخذو المعطی وهو الرشوة علی تقلید القضاء والا مارة الثانی ارتشاء القاضی لیحکم وهو کذالک ولو القضاء بحق لانه واجب علیه (الی قوله) الرشوة یجب ردها لاتملک (شامی کوئٹه ص۳۳۸/ج۴/ کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، شامی زکریا ص۸/۳۴، عالمگیری کوئٹه ص ۳/۳۳۲، کتاب ادب القاضی، الباب التاسع فی رزق القاضی وهدیته ودعوته ومایتصل بذالک، البحر کوئٹه ص ۲۶۱-۲۶۲/۶، کتاب القضاء)

[۲] الراشی والمرتشی فی النار (کنز العمال بیروت ص۱۱۳/ج۶/ الباب الثانی فی القضاء، الفصل الثالث فی الهدیة والرشوة، حدیث،۱۵۰۷۷، فیض القدیر ص۴/۴۳، رقم الحدیث (۴۴۹۰) مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ:- رشوت دینے والا اور لینے والا جہنم میں ہونگے۔

[۳] اما لو انفق فی ذٰلک مالا خبیثاً اومالاسببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ طیب لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله (شامی کوئٹه ص۴۸۷/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لأن الباس الشدة، شامی زکریا ص ۴۳۱، ج۲، المصدرالسابق، طحطاوی علی الدرالمختار ص۱/۲۷۸، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مرقاة شرح مشکوة ص ۲۸۶، ج۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول)

کی وعدہ خلافی کے باعث وہ روپیہ اس کو نہیں دیتا تو وہ کیا روپیہ مسجد کے مصرف میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وعدہ خلافی خریدار کے باعث مشترین بیعانہ واپس نہیں دیتے تو کیا ان کو رکھنا جائز ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ روپیہ مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں تو اس روپیہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی وجہ سے بیع کا معاملہ بائع اور مشتری پورا نہ کرسکیں تو بیعانہ کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اسکا رکھ لینا ہرگز جائز نہیں ہے، لہٰذا متولی کے ذمہ لازم ہے کہ وہ روپیہ اس شخص کو واپس کردے ایسے روپیہ کو مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح بندہ سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۵۷ھ

لقطہ کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال:۔ پایا ہوا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ لقطہ ہے، مالک کو تلاش کرکے اس کو دیا جائے، اس کا پتہ نہ چلے تو مایوس ہونے کے

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالاتفاق (بذل مطبوعہ سہارنپور ص۲۸۷/ ج۴/ کتاب البیوع، باب فی العربان، عون المعبود ص ۳/۳۰۲، کتاب البیوع، باب فی العربان، مطبوعہ نشر السنة ملتان، حجة الله البالحة ص ۲/۱۰۰، البیوع المنهی عنها، مطبوعہ مصری)

بعد غریب کو صدقہ کر دیا جائے[1]، مسجد میں نہ دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلود یوبند ۲۰/۱۰/۹۱ھ

توسیع مسجد کیلئے حکومت سے امداد

سوال:۔ ایک مقامی مسجد (پاکستانی مسجد) کی تعمیر جدید مسلمانوں کے عوامی چندہ سے مکمل ہوئی تھی، مگر اب نمازیوں کی کثرت اور روز افزوں زیادتی کی وجہ سے مسجد کی موجودہ عمارت بالکل ناکافی ہے اور مسجد کی تنگی نمازیوں کے لئے سخت تکلیف کا باعث بنی ہوئی ہے اس لئے مسجد مذکورہ کی مجلس انتظامیہ نے یہ طے کیا کہ مسجد کو وسیع کیا جائے، کیونکہ مسجد ہر چار طرف سے عوامی شاہراہوں اور شہری عمارتوں میں گھری ہوئی ہے، اس لئے کسی طرف سے بھی وسیع کرنے کی گنجائش نہیں ہے، بنابریں یہ طے ہوا کہ پختہ چھت ڈال کر اوپر کی طرف ایک اور منزل تعمیر کی جائے، چنانچہ یہ مسئلہ سابق وزیراعظم کے سامنے رکھا گیا، موصوف نے مسجد کی وسعت کی متعلق پورا اتفاق کیا اور وعدہ کیا کہ تعمیر جدید کے لئے نصف خرچ حکومت وقت سے دلاویں گے، چنانچہ درخواست دی گئی اور موصوف کی سفارش سے موجودہ حکومت نے نصف خرچ دینا منظور کرلیا ہے، باقی نصف خرچ عوامی چندہ سے پورا کیا جائیگا، ملیشیا کے سربراہِ مملکت مسلمان وزیراعظم اور ان کی رکنیت کے وزراء نیز ممبران پارلیمنٹ کی عظیم اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے، یہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہے، مگر طرز حکومت اور دستور مملکت جمہوری اور غیر اسلامی ہے، پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ حکومت مذکورہ کے خزانہ سے دی ہوئی رقم (جو کہ لاٹری بورڈ کے ٹیکس اور دوسری ہر قسم کی حلال وحرام اور جائز وناجائز اشیاء کے ٹیکسوں پر مشتمل

---

[1] یعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدةیغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلبها بعدذٰلک ثم بعد تعریف المدةالمذکورة الملتقط مخیر بین ان یحفظها حسبة وبین ان یتصدق بها (عالم گیری کوئٹه ص ۲۸۹/ ج۲/ کتاب اللقطة)

ہو) مساجد کی تعمیر و توسیع یا مرمت کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ پورے ملک میں مذکورہ رقم سے بے شمار مساجد اور دینی مدارس تعمیر ہو چکے ہیں، اور یہاں کے قابل ذکر اور متدین علماء نے اسے جائز اور حلال بتایا ہے، اس سلسلہ میں مخدومی جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ صدر مفتی پاکستان سے بھی رائے لی گئی ہے، اور موصوف نے بھی اس مخلوط سرکاری رقم کو مساجد کی تعمیر و توسیع کے لئے جائز قرار دیا ہے، پس مسئلہ مذکورہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے، گذارش ہے کہ حضرت والا مسئلہ مذکورہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں، اور حضرت والا کا فیصلہ ہی قول فیصل تصور کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سرکار نے جب جائز اور ناجائز آمدنی کو مخلوط کر دیا اور اس مخلوط آمدنی سے مسجد کے لئے رقم دی تو اس کو حرام نہیں کہا جائیگا، اس کو لینا اور مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

چونکہ خلط استہلاک ہے، جب حکومت نے جائز و ناجائز کو مخلوط کر دیا، اور اس پر قبضہ کر لیا تو حکومت اسکی مالک ہوگئی، اور حکومت نے جن سے غلط طریقہ پر لیا ہے، ان کو ضمان دینا لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه لان الخلط استهلاک (درمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص ۲۹۰/ج۲/ کتاب الزکاة، مطلب لو صادر السلطان جائر افنوی بذلک اداء الزکاة الیه) من ملک اموالاغیر طیبة اوغصب اموالا وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامنا (شامی کراچی ص ۲۹۱/ج۲/ الصدرالسابق، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۴/۸۸، الثانی فی المصرف، کتاب الزکوة، النهرالفائق ص ۱/۴۱۳، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سیزھم: مسجد میں کافر کا مال صرف کرنا

غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں

(اور مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ الآیۃ کا مطلب)

سوال:۔معروض اینکہ مسئلہ مذکورہ ذیل میں مجھے اختلاف آراء کی بناء پر شک واقع ہوگیا ہے، اس لئے مہربانی فرما کر فریقین کے مدلل اقوال نقل فرما کر طریق تطبیق کو فرماتے ہوئے قولِ راجح سے مطلع فرمائیں، اور حوالجات ضرور نقل فرماویں، تحریر مفصل ہوتا کہ اشکال زائل ہوجائے؟

مسئلہ:۔کیا مساجد کی تعمیر جدید یا مرمت میں ہنود کا اور غیر مسلم اقوام کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں، نیز اگر غیر مسلم کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں جائز ہے تو آیت شریفہ ''ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر الآیۃ'' کا کیا مطلب ہے؟ باوجود یہ کہ صاحب تفسیر احمدی نے تصریح کی ہے اور کہا ہے '' فالمقصود فیہ ان اللّٰہ تعالیٰ منع المشرکین عن تعمیر المساجد حال کونھم علیٰ الشرک الخ ''اور بعد میں جا کر لکھتے ہیں ''فعلم منہ ان البناء الجدید

ممنوع لهم الخ'' میں ممانعت پر تصریح ہے، اور غیر مسلم اقوام کو مساجد کی تعمیر ناجائز ہے تو فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ نے اجازت کیوں دی، بلکہ آپ نے تصریح فرمائی اور فتویٰ دیا، فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم، ص ۹۴ / کتاب الوقف۔

سوال:۔شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہودی مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جواب میں فرماتے ہیں:۔

الجواب حامداً ومصلیاً:- اس میں کچھ مضائقہ نہیں، مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے، اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے، ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تو بھی درست ہے، اس فتویٰ اور ملاجیون کی تفسیر آیت ''ماکان للمشرکین'' کے جو مخالف معلوم ہوتا ہے، اس کو واضح فرما کر جواب شافی مفصل مدلل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کفار کے وقف اور وصایا کا بیان کتب فقہ، ہدایہ[1]، درمختار[2]، فتاویٰ عالمگیری[3]، وغیرہ میں

---

[1] ثم الحاصل أن وصايا الذمي على اربعة اقسام (الىٰ قوله) ومنها اذا اوصى بمايكون قربة في حقنا ولايكون قربة في معتقدهم هذه الوصية باطلة الا اذاكان لقوم باعيانهم..... ومنها اذا اوصى بمايكون قربة في حقنا وفي حقهم كمااذا اوصىٰ بان يسرج في بيت المقدس وهذاجائز سواء كان القوم باعيانهم أوبغير اعيانهم (هدايه ج۴/ص ۶۸۹/ كتاب الوصايا، باب وصية الذمي)

[2] درمختار مع ردالمحتار كراچي ج۶/ص ۶۹۶تا۶۹۹/ كتاب الوصايا، فصل في وصايا الذمي وغيره. شرط وقف الذمي يكون قربة عندنا وعندهم الخ، شامي كراچي ص ۴/۳۴۱، كتاب الوقف، مطلب قد ثبت والوقف بالضرورة.

[3] عالمگيري كوئٹه ج۶/ص ۱۳۱/ كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي. بحر كوئٹه ص ۵/۱۸۹، كتاب الوقف.

مستقل موجود ہے، کہ کس صورت میں معتبر ہے کس میں نہیں، حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ اسی پر مبنی ہے، اسی واسطے قید لگائی کہ اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے، ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں، تو بھی درست ہے، پس کفار کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے بشرطیکہ یہ ان کے نزدیک ثواب ہو، نیز اور کوئی مانع موجود نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ کل کو اپنی ملکیت اور شرکت کا دعویٰ مسجد پر نہ کریں، یا مسلمانوں پر احسان رکھیں، اور ان کو عار دلائیں، کہ ہم نے تمہاری مسجد بنوائی اور اس میں چندہ دیا، بیت المقدس میں چراغ روشن کرنے کیلئے تیل دینے کی اباحت شامی وغیرہ میں موجود ہے[1]، یہ اصل مسئلہ ہے اور یہی صحیح ہے، باقی ملا جیونؒ کا تفسیر احمدی میں اس کے خلاف فرمانا وہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں، کشاف کے بیان کردہ جزئیہ پر نظر کرتے ہوئے ان کا اپنا ذاتی استنباط ہے، کسی نقل مذہب کے ساتھ مؤید نہیں، اس وجہ سے بہت کمزور اور دبے ہوئے الفاظ میں اس کو لکھا ہے، اور کوئی نقل نہیں پیش کی بلکہ نقل کی نفی کی ہے، اور یہ استنباط بھی من حیث المنطوق نہیں بلکہ من حیث المفہوم ہے، چنانچہ اولاً ایک عبارت کشاف کی نقل کی، پھر اس پر متفرع کرتے ہوئے "**فعلم منه ان البناء الجديد ممنوع لهم بطريق الاولىٰ ،فان اراد كافر ان يبنىٰ مساجد اويعمر ها يمنع منه وهو المفهوم من النص وان لم يدل عليه رواية**[2]اھ" صاحب کشاف معتزلی ہیں[3]، انکی تفسیر معتبر نہیں، البتہ صنائع اور بدائع کے نکات جو کچھ وہ بیان کریں معتبر ہیں، لہٰذا

---

[1] كما اذا اوصى بان يرج فى بيت المقدس، درمختار مع ردالمحتار كراچى ج۶/ ص۶۹۶ تا ۶۹۹/ كتاب الوصايا، فصل فى وصايا الذمى وغيره. شرط وقف الذمى يكون قربة عندنا وعندهم الخ، شامى كراچى ص ۴/۳۴۱، كتاب الوقف، مطلب قد ثبت والوقف بالضرورة.

[2] تفسيرات احمديه ص۲۹۸/ تحت قوله تعالىٰ "ماكان للمشركين" الخ مكتبه رحيميه ديوبند،

[3] وفى بغية الوعاة كان كثيرا الفضل غاية فى الذكاء وجودة القريحة متقنافى كل علم معتزلياً قوياً فى مذهبه الخ (الفوائد البهية ص۱۶۸/ تحت حرف الميم.

اس کی جو کچھ حیثیت مذہب میں ہوگی وہ معلوم ہے بخلاف فتویٰ حضرت گنگوہیؒ کے وہ کتب مذہب متون شروح وفتاویٰ سب میں موجود ہے " **کما لا یخفیٰ علیٰ من له ممارسة بالفقه**" علاوہ ازیں کتنی ہی ہندو ریاستیں ہیں، جہاں ان راجاؤں نے مسلمان رعایا کے لئے مسجدیں بنوا رکھی ہیں، جن میں بغیر نکیر صدیوں سے نماز ہوتی ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خانہ کعبہ خود کفار کا تعمیر کیا ہوا[1] تھا، جس میں حضور اقدس ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور زمانہ فتوحات میں آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے اس کی تعمیر کو تعمیر کفار ہونیکی وجہ سے بدلوانے کی ضرورت نہیں سمجھی، اب رہی یہ بات کہ آیت کا مطلب کیا ہے؟ سو مطلب یہ ہے "**خص الله سبحانه عمارة المسجد بالمؤمنين فانهم الجامعون هذه الكمالات العلمية والعملية والمراد بعمارة المسجد اوامر منه العبادة والذكر فيه ودرس العلم والقرآن عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم اذا رأيتم الرجل يعتاد المسجد وفى رواية يتعاهد المسجد فاشهد واله بالايمان فان الله تعالىٰ قال انما يعمر مساجد الله من اٰمن بالله واليوم الاٰ خر رواه الترمذى وابن ماجه والدارمى**،اھ[2]" (تفسیر مظہری[3] ص۱۰/سورہ توبہ)

---

[1] **وذكر الازرقى انه طاف مع الخليل بالبيت وقد كانت على بناء الخليل مدة طويلة ثم بعد ذٰلک بنتها قريش، البداية والنهاية ج ۱/ص ۱۷۰/ باب بناء البيت العتيق، المكتبة التجارية مكه مكرمه مصطفى الباز،**

[2] **ترجمہ**:-اللہ پاک نے مسجد کی تعمیر کو مومنوں کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، اسلئے کہ وہی ان کے کمالات علمیہ وعملیہ کے جمع کرنے والے ہیں، اور مسجد کی عمارت اور اسکی مرمت سے مراد اسمیں عبادت وذکر اور علم وقرآن کا درس دینا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے، مسجد میں پڑا رہتا ہے، تو اسکے ایمان کی گواہی دو، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**انما يعمر مساجد الله الآية**" اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ (بیان القرآن، ص۱۰) (حاشیہ:۳/اگلے صفحہ پر)

اگر تفسیر بیان القرآن[1] آپ کے پاس موجود ہو تو اس کو دیکھئے اس میں اس مسئلہ سے تعرض کیا ہے، اور اصولی بحث احکام القرآن میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۸/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور //

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں

سوال: کسی غیر مسلم کا روپیہ مسجد کی عمارت میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی غیر مسلم مسجد میں روپیہ وغیرہ دے اور بہ نیت حصول ثواب یعنی اس کو عبادت سمجھ کر تو شرعاً اسکا مسجد میں لینا درست ہے[3] اور اگر کوئی اور مانع ہو مثلاً اس روپیہ کی وجہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] تفسیر مظہری ص۱۴۷/۴، سورۂ توبہ تحت قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجداللّٰہ الخ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] بیان القرآن ص ۱۰۲/۱، تحت آیت ماکان للمشرکین الخ سورۂ توبہ، مکتبۃ الحق.

[2] احکام القرآن للجصاص ج۳/ص۸۷/ تحت آیت ماکان للمشرکین أن یعمر وا الخ سورۂ توبہ، مطبوعہ بیروت.

[3] مستفاد: وصیۃ الذمی ان کانت من جنس المعاملات فھی صحیحۃ بالاجماع وان لم تکن من جنس المعاملات فھی اربعۃ انواع احدھا مایکون قربۃ عندنا وعندھم وھذہ الوصیۃ صحیحۃ سواء کانت لقوم معینین اوغیر معینین(الی قولہ)ولو اوصیٰ بثلث مالہ بان یحج عنہ قوم من المسلمین اویبنی بہ مسجد للمسلمین ان کان ذلک لقوم باعیانھم صحت الوصیۃ (عالمگیری کوئٹہ ص ۱۳۲/ج۶/ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی فتنہ کا اندیشہ ہو یا اہل اسلام اور اہل مسجد پر احسان سمجھ کر دے یا احسان کا اظہار کرے وغیرہ وغیرہ تو امر آخر ہے، اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ وہ روپیہ کسی مسلم کو دیدے اور پھر وہ مقروض یا دیگر مسلم اس روپیہ کو مسجد میں دیدے اور اس روپیہ کو تعمیر مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۶/مارچ ۵۵ھ

غیر مسلم کا پیسہ تعمیر مسجد میں

سوال:۔ ہمارے پاس کچھ رقم مشاعرہ فنڈ میں سے باقی ہے، اس میں اہل ہنود کی رقم بھی شامل ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رقم دینے والوں کی اجازت سے مسجد میں بھی لگائی جاسکتی ہے[1] لیکن اہل ہنود صاحبان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیة الذمی والحربی، هدایه ص ۴/۶۸۹، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم الخ، شامی کراچی ص ۴/۳۴۱، کتاب الوقف، مطلب قد ثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹه ص ۵/۱۸۹، کتاب الوقف)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] اس لئے کہ چندہ معطیین کی ملک ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۹۳/ج ۲/ کتاب الوقف) اور حدیث میں ہے "لایحل مال امرأ الا یطیب نفس منه (مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ باب الغضب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

کی رقم بہتر یہ ہے کہ انکو واپس کردی جائے، اور از خود مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کی اجازت نہ لی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۹ھ

غیر مسلم کا مسجد کی تعمیر کے لئے روپیہ دینا

سوال:۔ایک دیہات میں مسلمانوں کے پچاس مکان ہیں، لیکن سب غریب اور تنگدست ہیں بفضل خدا ایک مسجد بھی یہاں پر ہے، مسجد کے صحن میں جگہ خالی ہے، مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے، اور نہ کوئی جگہ ہے کہ وہاں یہ تعلیم حاصل کرسکیں، اور قرآن مجید کی تعلیم سیکھیں اور اس دیہات میں ایک ہندو پارسی رہتا ہے، وہ مسلمانوں سے جمعہ کے روز کہتا ہے کہ اگر تم لوگ مجھے اجازت دو تو میں اس مسجد والی جگہ کو اپنے پورے خرچ سے تعمیر کردیتا ہوں خواہ اس کے بنانے میں مجھے دو ہزار روپیہ بھی خرچ آئیں، تو میں آسانی سے خرچ کرسکتا ہوں، تاکہ تمہارے بچوں کی تعلیم کا انتظام ہوسکے، اور تمہاری اولاد خدا اور رسول ﷺ کی تعلیم کو حاصل کرسکیں، چند لوگ اس بات پر راضی ہوئے، اور چند لوگوں نے انکار کیا، اب اس پارسی نے چند لوگوں کی رضامندی پر کچھ اینٹیں اور لکڑیاں خریدیں اور اس سامان کو اس نے مسلمانوں کے حوالہ کیا وہ سامان تعمیر مسلمانوں کے نزدیک موجود ہے، تو شریعت اس پارسی کے روپیہ سے تعمیر کی اجازت کیلئے مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم کا کمرہ بنوانے کیلئے اجازت دیتی ہے یا نہیں، جبکہ مسلمانوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ تعمیر کرسکیں، اور یہ ظاہر ہے کہ اگر تعلیم کا نظم نہ رہا تو دہریت پھیلنے کا خطرہ ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہنود کی تعلیم گاہ سے گمراہ ہوجائیں گے، وہ سامان جو اس پارسی نے مسلمانوں کے

حوالے کیا ہے اس کو کیا کرنا چاہئے؟ دو ہزار روپیہ دینے کا اس نے وعدہ کیا ہے، تو کیا دو ہزار روپے اور سامان تعمیر میں لگایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پارسی وہ سامان اور روپیہ کسی مسلمان کو دیدے اور مالک بنادے پھر وہ مسلمان اس سے تعلیم کا کمرہ اور مسجد کے منار بنادے[1] مسجد کے صحن میں جو جگہ خالی ہے یعنی وہ جگہ نماز کے لئے نہیں ہے اگر وہ مسجد کی ملک ہے تو اس جگہ کا کرایہ مسجد کے لئے تجویز کردیا جائے، اس طرح کہ جگہ مسجد کی رہے اور اس پر کمرہ مدرسہ کا رہے[2] اگر وہ مسجد کی ملک نہیں تو کرایہ تجویز کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۸۹ھ

غیر مسلم کے مسجد تعمیر کرنے کا حکم

سوال: ۔کوئی غیر مسلم مسجد کی تعمیر میں اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرکے اس پر چھت ڈالدے

---

[1] مستفاد: .وکذالک من علیه الزکاة لوأراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لایجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذالک (عالم گیری کوئٹه ص ۴۷۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، البا ب الثانی عشر، شامی زکریا ص ۱۹۱/۳، اول کتاب الزکوة، وصف ۲۹۳/۳، باب المصرف، الاشباه والنظائر ص ۲۱۹، الفن الخامس وهو فن الحیل، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی)

[2] ومابناه مستاجراً وغرسه فله مالم ینوه للوقف(درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۵۵/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المستأجر فی الوقف بلا اذن، ان المسجد المحتاج الی النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ماینفق علیه، تقریرات الرافعی علی الشامی زکریا ص ۶/۸۰، کتاب الوقف)

اوراس کے فرش کو پختہ کرادے، چاروں طرف اس کے دیواریں بنوادے، شرعاً ایسی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے، بینو اتوجروا.

الجواب حامداًومصلیاً

غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرانا، وصیت للمسجد کے حکم میں ہے، پس اگر وہ اپنے عقیدہ میں اس کو قربت اور ثواب سمجھتا ہے تو یہ جائز ہے اور مسجد میں اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی، اس میں نماز پڑھنا درست ہے، اور اگر وہ اس کو اپنے عقیدہ میں قربت اور ثواب کا کام نہیں سمجھتا تو یہ اس کیلئے جائز نہیں، مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم اس قسم کے کام قربت ہی سمجھ کر کرتے ہیں، ان کی کوئی اور غرض اس سے نہیں ہوتی، لہٰذا صورت مسئولہ میں اس مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

”ولو ان ذميا اوصى بان يشترى بثلث مالهٗ رقابا وتعتق عنه باعيانهم اوبغير اعيانهم اواوصىٰ بان يتصدق بثلث ماله على الفقراء والمساكين او ان يسرج به فى بيت المقدس اويبنىٰ فيه اويغزى به الترک اوالديلم والموصىٰ من النصارىٰ فالوصية صحيحة الىٰ ان قال ولواوصىٰ بثلث ماله بان يحج عنه قوم من المسلمين اويبنىٰ به مسجد للمسلمين ان كانت ذلک لقوم باعيانهم صحت الوصية وتعتبر تمليكا لهم وكانوابالخياران شاؤ ااحجوا به وبنو االمسجد وان شاؤ الاوان كان ذٰلک لقوم غير معينين فالوصية باطلة فتاوىٰ عالمگيرىٰ[1] ص ۵۳۷/ ج ۴/ وجملة الكلام فى وصاياهل الذمة انها لاتخلوا اما ان كان الموصىٰ به امراً هو قربة عندناوعندهم اوكان أمراً هوقربة عندنا لاعندهم واما أن كان امراًهوقربة عندهم لاعند نا فان

[1] عالمگيرى كوئٹه ص ۱۳۲/ ج ۶/ كتاب الوصايا، الباب الثامن فى وصية الذمى. هدايه ص ۶۸۹/۴، كتاب الوصايا، باب وصية الذمى، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بدائع كراچى ص ۳۴۱/۷، كتاب الوصايا.

کان الموصیٰ به شیئاً هو قربة عندنا وعندهم بان اوصیٰ بثلث ماله ان یتصدق به علیٰ الفقراء المسلمین اوعلیٰ فقراء اهل الذمة اویعتق الرقاب اوبعمارة المسجد الاقصیٰ ونحو ذٰلک جاز فی قولهم جیمعاً لان هذا ممایقرب به المسلمون واهل الذمة الخ، (بدائع الصنائع[1] فی ترتیب الشرائع ص ۳۴۱/ ج۷. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۱۲/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف، ۶/ ذی الحجہ ۵۳ھ

غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرنا

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ چھتر پور مدھیہ پردیش میں ایک مشہور تاریخی مقام کھجوراہے، جہاں پر کہ ہندو دھرم کی تہذیب وتمدن کی کچھ نادرونایاب یادگاریں محفوظ ہیں، ان کو دیکھنے کے لئے تمام دنیا کے تمام ممالک سے بکثرت سیاح روزانہ آتے ہیں، جن میں مسلم وغیر مسلم سب ہی لوگ آتے ہیں، اس تاریخی مقام میں ایک مسجد نہیں ہے، والی ریاست چھر پور کا ارادہ ہے کہ ڈاکٹر شاکر حسین صاحب مرحوم کی یادگار کے طور پر کھجورا کے مقام پر ایک مسجد تعمیر کرادیں، اب فرمائیں کہ کیا غیر مسلم کے روپیہ سے مسجد بنانا اوراس کو نماز کے لئے استعمال کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو والی ریاست کی خواہش کی تکمیل کے لئے کیا جائز صورت ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ والی ریاست کسی قابل اعتماد کو روپیہ دیدے وہ اپنے انتظام سے مسجد

---

[1] بدائع الصنائع ص ۳۴۱/ ج۷/ کتاب الوصایا، مطوعه کراچی. هدایه ص ۴/۶۸۹، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شامی کراچی ص ۶/۶۹۶، کتاب الوصایا، فصل فی وصایا الذمی وغیره.

بنوادے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۹ھ

ہندو مسلم کا مخلوط پیسہ تعمیر مسجد میں صرف کرنا

سوال: تعمیر مسجد کے واسطے ہم لوگوں نے ایک بکس مسجد کے کنارے عام راستہ پر لٹکا دیا، اس بکس میں مسلمان، ہندو، عیسائی وغیرہ سب ہی لوگ پیسہ ڈالتے ہیں، کیا یہ مشترکہ پیسہ مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے؟

اگر غیر مسلموں کے اس صندوق میں پیسہ ڈالنے سے پیسہ مشتبہ ہوجائے تو اس پیسہ کو کس جگہ لگایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تعمیر مسجد کے لئے راستہ کے کنارے کوئی صندوق لٹکا دیا گیا، اور راہ گذر اس میں پیسے ڈالتے ہیں، تو وہ پیسہ اس تعمیر میں لگانا درست ہے، خواہ ڈالنے والے مسلم ہوں یا غیر مسلم سب کا پیسہ اس صورت میں لگا سکتے ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۶ھ

---

[1] فصح وقف الذمی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم (بحر مکتبه ماجدیه کوئٹه ص ۱۸۹/ ج۵، اول کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۴/۳۴۱، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، بدائع الصنائع، ص ۷/۳۴۱، کتاب الوصایا، مطبوعه کراچی)

[2] ولو ان ذمیا اوصی بأن یشتری بثلث ماله رقاباً وتعتق عنه باعیانهم اوبغیر اعیانهم اواوصی بان یتصدق بثلث ماله علی الفقراء والمساکین اوان یسرج به فی بیت المقدس اویبنی فیه فیه اویغزی به الترک اوالدیلم والموصی .... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں اہل ہنود کا روپیہ

سوال: ۔عمارت مسجد میں اہل ہنود یا اہل تشیع کا روپیہ خرچ کر سکتے ہیں یا کہ نہیں، اگر خرچ کرنا جائز ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا "وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر الآیة" اگر یہ ناجائز ہے تو بیت اللہ شریف کی عمارت کی کیا توجیہہ ہوگی، جو زر مشرکین سے بنی تھی، اور عہد نبوی کے بعد تک قائم رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے نزدیک مسجد بنانا عبادت وثواب ہے اور کوئی دوسرا مانع بھی نہیں تو ان کا روپیہ تعمیر مسجد میں لگانا شرعاً درست ہے[1] آیت میں عمارت سے مراد مسجد کی آبادی، تولیت،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....من النصاریٰ فالوصیة صحیحة (الیٰ قوله) ولواوصی بثلث ماله بان یحج عنه قوم من المسلمین اویبنی به مسجد للمسلمین ان کان ذٰلک لقوم باعیانهم صحت الوصیة (عالمگیری، بلوچستان، کوئٹه، ص ۱۳۲/ج۶/ کتاب الوصایا الباب الثامن فی وصیة الذمی والحربی، ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس، شامی زکریا ص ۶/۵۲۴، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر کوئٹه ص ۵/۱۸۹، کتاب الوقف، منحة الخالق علی هامش البحر ص ۵/۱۸۹، کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] وجملة الکلام فی وصایا اهل الذمة انها لاتخلواما ان کان الموصی به امراً هو قربة عندنا وعندهم اوکان امراهو قربة عندنا لاعند هم فان کان الموصی به شیاً هوقربة عندنا وعندهم بان اوصی بثلث ماله ان یتصدق به علیٰ فقراء المسلمین اوعلیٰ فقراء اهل الذمة اوبعتق الرقاب اوبعمارة المسجد الاقصیٰ ونحو ذلک جاز فی قولهم جمیعاً.(بدائع، کراچی، ج۷/ ص ۳۴۱/ کتاب الوصایا، شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم الخ، شامی کراچی ص ۴/۳۴۱، کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹه ص ۵/۱۸۹، کتاب الوقف)

انتظام ہے، جیسے کہ پہلے سے بیت اللہ پر مشرکین کا تسلط وقبضہ تھا جس کا ظہور خاص طور پر ایام حج میں ہوتا تھا، کعبہ شریف کی چابی بھی انہیں لوگوں کے پاس رہتی تھی، جس کو چاہتے داخل ہونے دیتے جس کو چاہتے روک دیتے، چنانچہ قبل ہجرت رسول اکرم ﷺ کو روکا اور حدیبیہ کے موقعہ پر مستقل ہنگامہ برپا کیا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کفار کا روپیہ مسجد وعیدگاہ میں صرف کرنا

سوال:۔ کفار کا روپیہ وغیرہ مسجد یا عیدگاہ میں لگ سکتا ہے یا نہیں تیل جلانے کے واسطے مسجد میں دیں تو مسلمانوں کو لینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے نزدیک یہ روپیہ تیل وغیرہ مسجد میں دینا ثواب کا کام ہے تو درست ہے ورنہ نہیں، پہلی صورت میں اگر کوئی خارجی امر مانع ہو مثلاً کسی فتنہ کا اندیشہ ہو یا وہ لوگ بعد میں ملکیت کا دعویٰ کریں یا مسلمانوں پر احسان رکھیں یا دباؤ ڈالیں تو پھر براہ راست روپیہ وغیرہ ان سے نہ لیا جائے[2]، اگر وہ دینا چاہیں تو کسی مسلمان کی ملک کردیں، اور پھر وہ مسلمان مسجد میں

---

[1] (ماکان للمشرکین ان یعمر وامساجد اللّٰہ) عمارة المسجد تکون بمعنیین احدھما زیارته والکون فیه والاٰخر ببنائه وتجدید مااسترم منه (الیٰ قوله) فاقتضت الایة منع الکفار من دخول المساجد ومن بنائھا وتولی مصالحھا والقیام بھا (احکام القرآن للجصاص ص۳/۸۷، بیروت سورہ برأة)

ترجمہ:۔مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔(بیان القرآن)

تفسیر مسظھری ص۴/۱۴۶، سورۂ توبة آیت:۱۷، مطبوعہ رشیه کوئٹه، المحرر الوجیز ص۳/۱۵، سورۂ توبه آیت:۱۷، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] وللمسلمین ان یقبلوا من الکافر مسجدا بناه کافر او اوصی ببنائه او ترمیمه اذا لم یکن فی ذلک ضرر دینی ولا سیاسی الخ، تفسیر المراغی ص۴/۷۴، الجزء العاشر، مکتبه تجاریه،

دیدے۔"هكذا يفهم من وقف الذمي ووصيته"[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

کافر بے دین کا روپیہ جدید مسجد میں

سوال:۔ کافر بے دین کا روپیہ مدد لے کر نئی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بے دین مشرک کا روپیہ امداد لے کر مدرسہ میں لگانا یا مدرسہ تیار کرنا اور طلباء کے کھانے کے خرچ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بے دین (کافر ومشرک) سے مسجد یا دینی مدرسہ کے لئے مدد طلب کرنا بے محل ہے ہرگز طلب نہ کریں[2]، اگر وہ خود مدد کرے اور اس مدد سے کسی غلط اثر کا اندیشہ نہ ہو تو قبول کر لینا درست ہے[3]، غلط اثر یہ کہ مثلاً وہ ملکیت کا دعویٰ کرے یا احسان جتائے یا اپنے مندر وغیرہ کیلئے

---

[1] شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء اوعلىٰ مسجد القدس (شامي كراچي ص ۳۴۱/ج۴/ كتاب الوقف، مطلب قديثبت الوقف بالضرورة، بدائع الصنائع كراچي ص ۳۴۱/۷، كتاب الوصايا، هدايه ص ۶۸۹/۴، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

[2] ياايهاالذين آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم لايالونكم خبالا، سورۂ آل عمران آيت:۱۱۸، فنهى الله تعالىٰ المومنين ان يتخذوا اهل الكفر بطانة من دون المومنين وان يستعينوا بهم فى خواص امورهم واخبر عن ضمائر هؤلاء الكفار للمومنين فقال (لايلونكم خبالا) يعنى لا يقصدون فيما يجدون السبيل اليه من افساد امور كم، لان الخبال هو الفساد، احكام القرآن للجصاص ص۲/۵۵، باب الاستعانة باهل الذمة، مطبوعه قديمى كتب خانه كراچى.

[3] ان شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء، او على مسجد القدس، شامى زكريا ص۶/۵۲۴، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، البحر كوئٹه ص۵/۱۸۹، كتاب الوقف، منحة الخالق على هامش البحر كوئٹه ص۵/۱۸۹، كتاب الوقف،

چندہ طلب کرے یا ووٹ وغیرہ کا مطالبہ کرے ایسی حالت میں مدد قبول نہ کی جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۶ھ

شیعہ اور پھرائیوں اور غیر مسلم کا روپیہ مسجد میں

سوال:۔سائل کا بیان ہے کہ مسجد کی تعمیر میں شیعہ حضرات کا اوران پھرائیوں کا جن کے گھر کے آدمی مانگنے والے ایک دو ہوں اور محنت مزدوری کرنے والے زیادہ ہوں پیسہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اوراہل ہنود کا روپیہ بھی مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اوپر لکھے گئے لوگوں کے گھروں کے پیسے مسجد کی لکڑیوں میں جو پانی گرم کرنے کیلئے فراہم کی جاتی ہیں، اوررمضان المبارک میں جوختم قرآن کے نام سے وصول کئے جاتے ہیں، جن سے مؤذن اورامام مسجد کی خدمت کی جاتی ہے، لئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوشخص بھی مسلم شیعہ یا سنی روپیہ مسجد کی تعمیر یا دیگر ضروریات سوختہ وختم قرآن شریف وتنخواہِ امام یا مؤذن کیلئے بخوشی دے اوراس کوثواب سمجھتا ہواس کا روپیہ لینا درست ہے[2]۔

---

[1] وللمسلمین ان یقبلو امن الکافر مسجداً بناہ کافر او اوصیٰ ببنائہ اوترمیمہ اذا لم یکن فی ذٰلک ضرردینی ولاسیاسی کما لو عرض الیھود الاٰن علی المسلمین ان یعمر والمسجد الاقصیٰ بترمیم ماکان قد تداعیٰ من بنائہ اوبذلوا لذٰلک مالاً لم یقبل منھم لانھم یطمعون فی الاستیلاء علی ھذاالمسجد فربما جعلوا ذٰلک ذریعۃ لادعاء حق لھم فیہ (تفسیر مراغی مکتبہ تجاریۃ دارالفکر ص ۷۴/ج ۴/) تحت الایۃ ماکان للمشرکین ان یعبروامساجد اللّٰہ الایۃ سورہ توبہ آیت ۱۷/ (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

بشرطیکہ حلال روپیہ دے یا غالب روپیہ اس کا حلال ہو اس میں سے دے[1]، اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ یہ بعد میں احسان جتائے گا، یا ملکیت کا دعویٰ کرے گا، یا یہ کہے گا کہ ہم نے تمہاری مسجد میں چندہ دیا تھا ہمارے مندر یا امام باڑہ میں چندہ دو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

مسجد کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا

سوال:۔ ہم ایسی جگہ پر رہتے ہیں جہاں پر مسلمان پورے شہر میں ۱۲/ ہیں، یہاں پر ۴۷ء سے پہلے سے مسجد ہے اور وہ ویران ہے یعنی گری پڑی ہے، جس کی مرمت بہت ضروری

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ مستفاد: احداهامایکون قربة عندنا وعند هم (الذمی والحربی) وهذه الوصية صحيحة (الی قوله) ولو اوصیٰ بثلث ماله بان يحج عنه قوم من المسلمين اويبنی به مسجد للمسلمين ان كانت ذلک لقوم باعيانهم صحت الوصية (الهندية مكتبه رحيميه ديوبند ص ۲۴۵/ ج ۴/ كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، بدائع كراچی ص ۳۴۱/۷، كتاب الوصايا، هدايه ص ۶۸۹/۴، كتاب الوصايا، باب وصية الذمی، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ قال تاج الشريعة اما لوأ نفق فی ذلک مالا خبيثاً او مالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالیٰ لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله (شامی كوئٹه ص ۴۸۷/ ج ۱/ ومطبوعه كراچی ص ۶۵۸/۱، ومطبوعه زكريا ص ۴۳۱/۲، كتاب الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد، حاشية الطحطاوی علی الدر المختار ص ۲۷۸، ج ۱، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلاة، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، مرقاة ص ۲۷۶، كتاب البيوع، باب الكسب، مطبوعه بمبئی)

۲ وللمسلمين ان يقبلوامن الكافر مسجداًبناه كافر او اوصیٰ ببنائه اوترميمه اذالم يكن فی ذلک ضرر دينی ولا سياسی (الی قوله) اوبذلوا لذلک مالا لم يقبل منهم لانهم يطعمون فی الاستيلاء علی هذاالمسجد فربما جعلوا ذريعةً ذلک لادعاء حق لهم فيه. (تفسير مراغی مكتبه تجاريه ص ۷۴/ ج ۴/ الجزء العاشر، سورۂ توبة تحت آيت: ۱۷)

ہے، اور ہم لوگوں میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس میں خاص رقم لگا کر مرمت کریں، تو ہم شہر میں ہندوؤں سے چندہ لے سکتے ہیں، اور زکوٰۃ فطرہ کی رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی مسجد تعمیر کرنے کیلئے ہندوؤں سے چندہ نہ مانگیں کہ بڑی بے غیرتی ہے، زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کا پیسہ بھی مسجد کی تعمیر میں صرف نہ کریں، کہ وہ غریبوں کا حق ہے[1]، بہت معمولی سی مسجد چھپر ڈال کر ذاتی پیسہ سے بنالیں، اللہ تعالیٰ اس کے پختہ کر دینے کا بھی انتظام فرمادے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کا چندہ

سوال:۔ ایک غیر مسلم عمارت کے لئے چندہ دے تو کیا قبول کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ ثواب سمجھ کر دے اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اس کے نتیجے میں کوئی غلط مقصد حاصل کریگا تو لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مصرف الزكاة والعشر هو فقير (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۳۳۹، باب المصرف) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لاابا حة لايصرف الى بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۳۴۴/ کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، النهر الفائق ص ۱/۴۶۲، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۱/۳۲۷، کتاب الزکوۃ، باب فی بيان احكام المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[2] وجملة الكلام فی وصايا اهل الذمة انها ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مسلم کا مسجد کے لئے وقف کرنا

سوال:۔ (الف) کسی غیر مسلم نے اپنی زمین کے قطعات مکانوں کے لئے کی بیچنا چاہی، مسلمانوں نے اپنی حسب حیثیت ایک قطعہ خرید لیا اور کہا کہ اس نئی آبادی میں مسجد نہیں ہے، ایک قطعہ زمین مسجد کے لئے دیا جائے، تو ہم کو سہولت ہوتی ہے، اور اس کو صاحب زمین نے مان لیا، اور مطلوبہ قطعہ بلا قیمت دیدیا یعنی رجسٹری کردی، اب سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کی وقف کردہ زمین پر مسجد بنانا یا غیر مسلموں کے چندہ سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات ناجائز کہتے ہیں اور بعض جائز اور بعض مسجد کے حصار یا بیرونی کام میں خرچ کرنے کے قائل ہیں۔

(ب) کسی غیر مسلم نے مسجد کے تحت یعنی مؤذن، پیش امام یا مسجد کے خرچوں کے لئے زمین دیدی یعنی رجسٹری کردی کیا اس آمدنی سے مسجد کے خرچ وغیرہ پورے کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ صحیح طریقہ سے مطلع فرمائیں، اس بارے میں مستند اقوال زیب رقم فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس غیر مسلم کے نزدیک مسجد بنانا نیک کام ہے اس لئے اس نے چندہ دیا زمین مسجد

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لاتخلوا ماان کان الموصی به امراً هو قربة عندنا وعندهم أو کان امراً هوقربة عندنالاعندهم واما أن کان امراً هوقربة عندهم لاعند نافان کان الموصی به شیئاً هوقربة عندنا وعند هم بان اوصی بثلث ماله ان یتصدق به علی فقراء المسلمین اوعلی فقرا اهل الذمة اوبعتق الرقاب اوبعمارة المسجد الاقصیٰ ونحو ذلک جازفی قولهم جمیعاً (بدائع کراچی ص ۳۴۱/ج۷/ کتاب الوصایا، عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۲/۶، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیة الذمی والحربی، هدایه ۶۸۹/۴، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

کیلئے وقف کی ہے تو درست ہے، وہاں مسجد بنائی جائے، اور وہ پیسہ بھی مسجد میں لگا دیا جائے شامی میں وقف غیر مسلم کی بحث موجود ہے، جس کا حاصل وہی ہے، جو یہاں لکھا گیا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۹ھ

غیر مسلم کی زمین سے مٹی لیکر مسجد میں لگانا

سوال:۔ایک غیر مسلم کی زمین ہے اس کے بغل میں مسجد تعمیر ہوئی ہے، جو غیر مسلم کی زمین ہے اس کی ایک مسلم دیکھ ریکھ کرتے ہیں، لیکن محلّہ کے لوگ اس غیر مسلم کی زمین سے مٹی کاٹ کر مسجد میں لگاتے ہیں اور جس شخص کی نگرانی میں وہ زمین ہے اس کے منع کرنے پر اس کا بائیکاٹ کر دیا ہے، تو ایسا کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مسلم کی زمین سے بغیر مالک کی اجازت کے مٹی لینا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے،[2] ایسا کرنے سے یہ لوگ ظالم اور گنہگار ہیں، اللہ پاک کے گھر میں پاک مال لگایا جاوے، حرام مال اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے، ان لوگوں کو اپنی اس حرکت سے باز آنا چاہئے، اور جس قدر

---

[1] شرط وقف الذمی ان یکون قربة عند نا وعندهم کالو قف علی الفقرأ وعلی مسجد القدس (شامی کراچی ص ۳۴۱/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب قدیثبت الوقف بالضرورة. البحرالرائق ص ۱۸۹/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، بدائع کراچی ص ۳۴۱/۷، کتاب الوصایا)

[2] لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منه (مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة .

ترجمہ:۔کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

مٹی لی ہے، وہ واپس کردیں یا پھر اصل مالک سے اس کو خرید لیں، اور قیمت ادا کردیں تب مسجد میں لگائیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۰ھ

ہندو کا مسجد میں لوٹے دینا

سوال:۔ ایک ہندو کمہار مسجد میں وضوء کیلئے لوٹے بنا کر مفت دینا چاہتا ہے مسجد کے لئے اس سے لوٹے بلا قیمت دیئے لیکر مسجد میں وضو کے لئے رکھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

ہندو کا مسجد میں افطاری دینا

سوال:۔ ایک ہندو ماہ رمضان کا روزہ افطار کرانے کی غرض سے کچھ مٹھائی یا پھل مسجد میں لے آئے تو اس سے روزہ افطار کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً

(۱) اگر وہ کمہار کسی ثواب کی نیت سے دیتا ہے، اور مصلحت کے خلاف بھی نہیں تو وضو کے لئے ان کا لینا درست ہے ''شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا وعندهم

---

۲ قال تاج الشریعة امالو انفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان اللّٰه تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لایقبله (شامی کراچی ص ۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوة، مطلب لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان البأس الشدة، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلوة الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مرقاة ص ۲۸۶/۳، کتاب البیوع، باب الکسب الخ، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی)

کالوقف علیٰ الفقراء اوعلیٰ مسجد القدس،شامی ص ۵۵۶/ج۳/ [1]

(۲) یہ بھی اگر ثواب کی نیت سے دے تو لینا درست ہے بشرطیکہ کسی دوسری مصلحت کے خلاف نہ ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ج/۱/۵۵ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۴۱/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورۃ. بحر کوئٹہ ص ۵/۱۸۹، کتاب الوقف، مطبوعہ سعید کراچی، فتح القدیر ص ۶/۲۰۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۳۵۲، کتاب الوقف، الباب الاول.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چھاردھم

مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال کرنا

ایک مسجد کی آمدنی دیگر مساجد پر صرف کرنا

سوال:۔ ہمارے شہر میں ایک مسجد شاہی وقت کی ہے، اور عرصہ سے ایک رجسٹرڈ انتظامیہ کمیٹی کے زیر نگرانی ہے، اور شہر کی چھ مسجدیں اور ایک مسجد دیہات کی بھی اسی کمیٹی کے زیر انتظام ہے، ان مساجد کی آمدنی میں تین قسم کی جائیداد ہیں (۱) مسجد سے ملحق کوٹھریاں اور دوکانیں، (۲) موقوفہ مکانات (۳) مسجد کی آمدنی سے خرید کردہ مکانات انتظامی عملہ کی تنخواہ جامع مسجد سے دی جاتی ہے، اس کے علاوہ دیگر اخراجات وآمدنی کا حساب ہر مسجد کا الگ الگ رہتا ہے، اور حتی الوسع یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر مسجد کا آمد وخرچ متوازن ہو مگر سب ہی مسجدوں میں مستقل آمدنی سے زائد خرچ ہو جاتا ہے، جو کہ جامع مسجد کی آمدنی سے پورا کیا جاتا ہے، مندرجہ بالا حالات میں ایک مسجد کی ضرورت کے تحت دوسری مسجد کی آمدنی صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کی اجازت نہیں ''اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض

الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهماجاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر علیه لانها حینئذ کشیء واحد وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجدا ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لایجوز لهٗ ذٰلک (درمختار[1]، ص ۳/۳۷۲) ہاں اگر بالکل فاضل ہو، حفاظت دشوار ہو، ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتو اس کی اجازت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا

سوال:۔ ایک کثیر الاوقاف جامع مسجد ہواور واقف سے کچھ شرائط منقول نہوں آمد مصارف سے بہت زیادہ ہواور شکست وریخت مسجد کے لئے روپیہ جمع وموجود ہواور زیادہ روپیہ جمع رہتے ہیں تو کیا ان اوقاف مسجد کی زائد آمدنی کو تعلیم دین اور تبلیغ اسلام اور تدریس

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہٖ، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۱۶، ۵/۲۱۷، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ومثله حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وکذاالرباط والبئرا اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی اقرب مسجد اورباط اوبئرا وحوض الیه، (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۹/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره، المحیط البرهانی ص ۹/۱۵۰، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل، النهرالفائق ص ۳/۳۳۰، کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) قلت وهذه الروایة وان کانت منقولة فی صورة خراب المسجد وغیره لکن لما کان مبنی الحکم الاستغناء کان الحکم عاماًوان لم یخرب وهذاظاهر عندی (امدادالفتاویٰ جدید، مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند، ص ۶۱۵/ ج۲/ کتاب الوقف)

علوم شرعیہ پر صرف کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر مسجد کی آمدنی کا روپیہ زیادہ صرف کم اور اتنا روپیہ ہر وقت موجود رہتا ہے کہ ضرورت شکست وریخت وغیرہ بسہولت پوری ہو سکے، اور روپیہ جمع رہنے میں خیانت کا قوی اندیشہ ہو تو اس روپے سے مسجد کیلئے جائیداد دوکانیں زمین وغیرہ خرید لی جائیں، اگر اس میں دشواری ہو یا روپیہ جائیداد خریدنے کے بعد بھی زائد بچ رہے تو پھر اسی مسجد میں دینی مدرسہ قائم کرلیا جائے، تاکہ مسجد کی آبادی میں ترقی ہو کیونکہ آبادی کو ترقی دینا مسجد کی بڑی مصلحت ہے "**الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الىٰ الفقراء قيل لايصرف وانه صحيح ولٰكن يشترى به مستغل للمسجد. كذافى المحيط عالم گيرى ص ۱۰۳۶ / ج ۲ /[1] الذى يبدء من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف ام لاثم الىٰ ماهو اقرب الىٰ العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة** عالمگیری، ص ۵۶۷ / ج ۲ /[2]

اگر یہ بھی دشوار ہو تو اقرب مسجد میں صرف کیا جا سکتا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی ۲۶/۴/۵۳ھ

صحیح عبد اللطیف ۲۹/ربیع ۲/۵۳ھ

---

[1] عالمگیری مصری ص ۴۶۵ / ج ۲ / كتاب الوقف، الفصل الثانى من الباب الحادى عشر فى المسجد. محيط برهانى ص ۱۳۸ / ۹، كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

[2] عالمگیری مصر ص ۳۶۸ / ج ۲ / مطبوعه مصر، كتاب الوقف الباب الثانى فى المصارف. الدر مع الشامى كراچى ص ۳۶۶ / ۴، كتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته، بحر كوئٹه ص ۲۱۱ / ۵، كتاب الوقف. (حاشیہ نمبر:۳/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا

سوال: ۔مسجدوں میں اسپیکر رکھے جاتے ہیں، تو اس کی بیٹری بھرواتے ہیں، اس میں جو صرفہ ہوتا ہے، کیا اس کو مسجد کے جمع شدہ روپیہ سے ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کی ضرورت کیلئے یہ صرفہ ہے تو مسجد کے لئے جمع شدہ روپیہ سے ان کو پورا کرنا درست ہے، ورنہ اس کا انتظام علیحدہ سے کیا جائے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۳] ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فيصرف وقف المسجد الى اقرب مسجد اليه (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۹، کتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، الدرالمنتقى مع المجمع ص ۲/۵۷۹، کتاب الوقف، مطبوعه بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱] مسجدله مستغلات واوقاف ارادالمتولى ان يشترى من غلة الوقف للمسجد دهنا اوحصيراً اوحشيشاً اوآجرا اوجصا لفرش المسجد اوحصى قالوا ان وسع الواقف ذلك للقيم وقال تفعل ماترى من مصلحة المسجد كان له ان يشترى للمسجد ماشاء (هنديه كوئٹه ص ۲/۴۶۱/ کتاب الوقف، الباب الحادى عشرفى المسجد، المحيط البرهانى ص ۹/۱۳۶، کتاب الوقف، نوع آخر فى المسائل التى تعود الى قيم المسجد، مطبوعه المسجلس العلمى ڈابهيل، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً)

مسجد کے لئے چندہ کر کے مدرسہ بنانا

سوال: ۔عمر مسجد بنوانے کی فکر میں تھا، برابر اس کیلئے جدوجہد بھی کرتا رہا، کچھ حصہ مسجد کا تعمیر بھی ہوگیا، لیکن ابھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچی تھی، کہ اس نے اسی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اور الحمد للہ ۳۶ رطلبہ بھی داخل ہوگئے جس میں کچھ مستطیع اور غیر مستطیع طلبہ بھی شامل ہیں، یعنی کچھ تعلیم کی فیس ادا کر سکتے کچھ نہیں، اور اس رمضان المبارک میں عمر نے مدرسہ کے لئے چندہ بھی کیا جس میں زکوٰۃ، صدقات، اعانت کی رقم شامل ہے، لیکن مدزکوٰۃ کی رقم زیادہ ہے تو خیال یہ ہے کہ مسجد پوری تعمیر ہو جائے اور اس میں فی الحال مدرسہ قائم رہے، اور اس کے بعد انشاء اللہ مسجد کے سامنے ایک پلاٹ ہے اس کی تعمیر ہو جانے کے بعد مدرسہ اس میں منتقل ہو جائے گا، آیا مسجد کی تعمیر میں مدزکوٰۃ، صدقات، اعانت وغیرہ کی رقم تملیک کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر تملیک کر کے لگائی جاسکتی ہے، تو تملیک کی کہاں ضرورت ہے، اگر نہیں لگ سکتی تو اس کا مصرف واضح فرمائیں، مدرسہ کی تعمیر کے لئے اس رقم کو کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ کیا مدزکوٰۃ، صدقات، چرم قربانی سے غیر مستطیع طلبہ کی تعلیم فیس ادا کی جاسکتی ہے، ایک صاحب بینک اور بیمہ کا سود اسکول اور طلبہ کیلئے دینا چاہتے ہیں کیا لیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے لئے جو چندہ کیا جائے، اس کو مدرسہ میں صرف کرنا جائز نہیں، مدرسہ کیلئے جو چندہ کیا جائے، اس کو مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں[1]، جو جگہ نماز کیلئے مقرر ہو جائے وہاں مدرسہ

---

[1] وان اختلف احدهما بان نبی رجلان مسجدين اورجل مسجدا او مدرسة ووقف عليهما اوقافا لايجوز له ذالک ای الصرف المذكور الى قوله ومن اختلاف الجهة مااذاكان الوقف منزلين احدهما للسكنى والاخر للاستغلال فلا يصرف احدهما للآخر وهى واقعة الفتوى (شامی زکریا ص ۶/۵۵۱، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۶، ۵/۲۱۷، كتاب الوقف، منحة الخالق على البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۵۵۱، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

بنانا اور تعلیمی کام کیلئے اس جگہ کو متعین کر دینا جائز نہیں[1]، اس جگہ ایسے چھوٹوں کو بھی تعلیم نہ دی جائے، جو مسجد کا احترام باقی نہ رکھ سکیں[2]، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی کو مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دینا جائز نہیں، وہ صرف غریبوں کا حق ہے جو نادار مستحق زکوٰۃ طلبہ تعلیم پاتے ہوان کے کھانے کپڑے پر یہ رقوم خرچ کی جاسکتی ہے، ان رقوم سے ان کو نقد وظیفہ بھی دینا درست ہے[3]، پھر وہ چاہیں تو ان رقوم سے مدرسہ کی فیس بھی ادا کر دیں، قربانی کرنے والے حضرات اگر چرم قربانی مدرسہ کے مہتمم ومتولی کو بطور ہبہ (گوشت قربانی کی طرح) دیدیں اور وہ اس کو فروخت کر کے تعمیر یا تنخواہ میں حسب صوابدید لگا دیں، تو یہ درست ہے[4] سود کا لینا بھی حرام ہے

---

[1] شروط الوقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶/۶۴۹، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهرالفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] ویجب ان تصان عن ادخال المجانین والصبیان لغیر الصلوة ونحوها الی قوله عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ قال جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم الخ، حلبی کبیر ص ۶۱۰، ۶۱۱، فصل فی احکام السمجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد.

[3] مصرف الزکاة هو فقیرومسکین (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۳۳۹ ج ۲/ کتاب الزکوٰة باب المصرف) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة لایصرف الی بناء نحومسجد. (در مختارمع الشامی کراچی، ص ۳۴۴/ ج ۲)

[4] ویستحب ان یأکل من اضحیته ویطعم منها غیره ویطعم الغنی ولفقیر جمیعا کذا فی البدائع ویهب فیها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۰۰، کتاب الاضحیة، قبیل الباب السادس فی بیان مایستحب فی الاضحیة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۷۳، ۹/۴۷۴، کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۴/۱۷۳، کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح فلا یبیعه بما لا ینتفع به الابعد الاستهلاک، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۱۷۸، کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۰۱، کتاب الاضحیة، الباب السادس فی بیان مایستحب فی الاضحیة، مجمع الانهر ص ۴/۱۷۴، کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت.

اور دینا بھی حرام ہے[1] خواہ بینک کا ہو یا بیمہ کا، ایسا پیسہ جو کچھ ملے اس کو غریبوں، محتاجوں کو بلانیت ثواب صدقہ کردیں[2] پھر وہ لوگ مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد بغیر کسی دباؤ کے دیں تو تعمیر وغیرہ میں لگانا بھی درست ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۱۹ھ

آمدنیٔ مسجد سے مکتب قائم کرنا

سوال:۔ شیرز کی خریداری کے بعد مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہوجائے گا، تو کیا اس رقم سے ایک مکتب جاری کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ تاکہ مسجد کی حفاظت ہوتی رہے، اگر مکتب جاری

---

[1] لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الرباء وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴/ کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعہ اصح المطابع دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۲۹/۱، ابواب البیوع، باب ماجاء فی اکل الرباء، مطبوعہ بلال دیوبند، مسلم شریف ص ۲۷/۲، کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے پر اس کے مؤکل پر سود لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر نیز فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔

[2] والحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ (شامی کراچی ص ۹۹/ج۵/ کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹/۵، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب، بذل المجھود ص ۳۷/۱، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء)

[3] وکذالک من علیہ الزکوٰۃ لوارادصرفھا الی بناء المسجد اولقنطرۃ لایجوز فان اراد الحیلۃ فالحیلۃ ان یتصدق بہ المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونہ الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک (ھندیہ کوئٹہ ص ۴۷۳/ ج۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشرفی الرباطات الخ، المحیط البرھانی ص ۱۴۶/۹، کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات والمقابر، مطبوعہ ڈابھیل، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۳/۳، کتاب الزکوۃ، باب المصرف)

نہ کیا گیا تو فاضل رقم کے مصارف کیا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی آمدنی سے مستقل مکتب جاری کرنے کی اجازت نہیں[1] البتہ اگر بغیر مکتب کے مسجد کی نگرانی وحفاظت نہ ہوسکے، تو امام ومؤذن ہی ایسے رکھے جائیں جو تعلیمی خدمت بھی انجام دیں اوران کے وظیفہ ومشاہرہ میں اضافہ کردیا جائے[2] آمدنی پھر بھی زیادہ رہے کہ مسجد کو اس کی نہ اب ضرورت ہے نہ آئندہ متوقع ہے نہ آمدنی کی حفاظت ہوسکتی تو پھر دوسری ضرورتمند مسجد میں بمشورہ صرف کریں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهرالفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت)

[2] مستفاد:. یبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو اقرب بعمارته کا مام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الیٰ اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۸/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹہ ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، الدرالمنتقی مع المجمع ص۲/۵۸۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] ومثله حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فیصرف وقف المسجد الی اقرب مسجد(درمختار مع الشامی کراچی ، مختصراً ،ص ۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجداوغیره، بحر کوئٹہ ص۵/۲۵۳، فصل فی احکام المساجد، سکب الانهر ص ۲/۵۷۹، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت) قلت وهذه الروایة وان کانت منقولة فی صورة خراب المسجد وغیره لکن لما کان مبنی الحکم الاستغناء کان الحکم عاما وان لم یخرب وهذاظاهر عندی، امدادالفتاویٰ مبوب، مطبوعه دیوبند ص ۶۱۵/ج۲/کتاب الوقف)

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا

سوال:۔ ہندوستان کی تمام مساجد کے وقف کا روپیہ گورنمنٹ لیجاتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس روپیہ کو قومی کاموں مثلاً کالج کھولنا، ہسپتال کھولنے میں خرچ کیا جائے، سوال یہ ہے کہ ایک مسجد کا روپیہ دوسری مساجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز کو جس کام کیلئے وقف کیا گیا ہو اس کو وہیں صرف کرنا ضروری ہے شرط الواقف کنص الشارع،[1] کتب فقہ میں صراحۃً موجود ہے، واقف کے منشاء کے خلاف صرف کرنا درست نہیں، البتہ اگر کسی مسجد میں روپیہ زیادہ ہو جسکے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور وہاں ضرورت نہ ہو تو ارباب حل وعقد کے مشورہ سے دوسری مسجد میں اس کو صرف کرنا درست ہے، دوسرے قومی کاموں میں اسکول وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۵ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

[2] ومثله حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فیصرف وقف المسجد الی اقرب المسجد (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرهٗ، سکب الانهر ص ۲/۵۷۹، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۵/۲۵۳، فصل فی احکام المساجد) قلت وهذه الروایة وان کانت منقولة فی صورة خراب المسجد وغیره لکن لما کان مبنی الحکم الاستغناء کان الحکم عاما وان لم یخرب وهذاظاهر عندی (امدادالفتاویٰ مبوب ص ۵۹۳/ج۲/ کتاب الوقف، مطبوعه زکریا دیوبند)

مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد میں بطور ہدیہ دینا

سوال:۔ (۱) ایک مسجد میں قرآن پاک زیادہ ہیں تو دوسری مسجد میں ہدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اسی طرح ایک مسجد کی چیز بوقت ضرورت بطور ہدیہ یا استعمال دوسری مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے وہ قرآن شریف اس مسجد میں دئے ہیں، ان کی اجازت سے صورت مسئولہ میں دوسری مسجد میں دینا درست ہے[۱]۔

(۲) اگر وہ چیز اس مسجد کے پیسہ سے مسجد کیلئے خریدی گئی ہے، تو دوسری مسجد میں دینا درست نہیں نہ بطور ہدیہ کے نہ استعمال کے لئے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعالم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

---

[۱] وقف مصحفا علیٰ اهل مسجد للقرأة ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیه ولایکون محصوراً علیٰ هذا المسجد (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۶۵/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب متی ذکر للوقف مصرفا لا بدان یکون فیهم تنصیص علی الحاجة، النهر الفائق ص۳/۳۱۸، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت، فتح القدیر ص۶/۲۱۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] وان اختلف احدهما بأن بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیها اوقافاً لایجوز له ذلک ای الصرف المذکور (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، مجمع الانهر ص۲/۵۹۶، کتاب الوقف، فصل اذا بنی مسجداً، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص۵/۲۱۶، کتاب الوقف)

ایک مسجد کے لئے چندہ کر کے دوسری میں خرچ کرنا

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ یہاں محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، اندرونی حصہ نمازیوں کیلئے ناکافی صحن میں گرمی کے باعث نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اگرچہ اب شامیانہ کا انتظام ہوگیا ہے، قبل اس کے محلے کے چند حضرات نے ملکر کچھ روپیہ جمع کیا کہ باہر سائبان بنوالیا جائے، لیکن متولی صاحب جو کہ چندہ جمع کرتے وقت باہر ملازمت پر تھے وہ ریٹائرڈ ہوکر واپس آگئے وہ سائبان بنوانے کی اجازت نہیں دیتے، اینٹ ریت اور بجری وغیرہ سامان بھی آگیا اور کچھ نقد بھی موجود ہے، مسجد چونکہ نامکمل ہے مینار اور گنبد بھی نہیں ہے، متولی صاحب مینار اور گنبد وغیرہ بنانے کی تو اجازت دیتے ہیں، لیکن سائبان کیلئے یہ عذر کرتے ہیں کہ صحن چھوٹا ہوجائے گا، دریافت طلب یہ ہے کہ اس موجودہ سامان کو اسی مسجد میں دوسرے حصوں میں لگایا جائے یا دوسری مسجد کو دیدیا جائے، جیسا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اینٹیں اور سب کچھ دوسری مسجد کو دیدیا جائے اور نقد کنویں کی مرمت کرا کر نل لگوایا جائے، یا مع نقد کے دوسری مسجد کو دیدیا جائے، جیسا کہ حکم شرع ہو اس سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سائبان بنانے کی مصلحت نہیں ہے تو جن لوگوں نے سائبان بنانے کیلئے چندہ دیا ہے ان کی اجازت ومرضی سے اس روپیہ کو کنویں کی مرمت نل وغیرہ میں صرف کردیا جائے، یا دوسری مسجد میں دیدیا جائے، اسی طرح اینٹ بالو وغیرہ سامان کا حکم ہے، کہ ان کی اجازت کے موافق صرف کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

---

[1] اس لئے کہ چندہ یا اسی طرح جو چیز وقتاً فوقتاً..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ میں چندہ دینا

سوال:۔ یہاں ایک مسجد کی عمارت میں اس محلّہ کا ایک مدرسہ قائم ہے جسکے اخراجات اہل محلّہ اور منتظمین مدرسہ ہر سال ڈیڑھ ہزار دو ہزار روپیہ کا چندہ کر کے پورا کرتے ہیں، محلّہ کی مذکورہ مسجد کی آمدنی تقریباً نو دس ہزار روپئے بینک میں جمع ہیں جو مسجد کے حالیہ اور مستقبل کے متوقع ضروریات سے فاضل ہے، اس لئے مسجد کے منتظمین اس مسجد کی عمارت میں جاری محلّہ کے مذکورہ مدرسہ میں امداد کے طور پر سالانہ تین سو روپیہ کی رقم اس مسجد کی آمدنی سے دیتے ہیں، اگر یہ تین سو روپیہ کی رقم بند کر دی جائے، تو ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ چندہ نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے، اور مدرسہ کا نظم لازمی طور پر متأثر ہوگا، لہٰذا ایسی صورت پر مسجد کی فاضل رقم سے مدرسہ کی امداد کی شرعاً اجازت وگنجائش ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اوقاف مسجد میں مدرسہ چلانے کیلئے کوئی مد مقرر نہیں کیا بلکہ محض مسجد کے مصالح کے لئے وہ اوقاف ہیں تو اس کی آمدنی سے مدرسہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، ''لان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....مسجدوں میں دی جاتی ہیں وہ معطیین کی ملک ہوتا ہے، وقف کے احکام اسپر جاری نہیں ہونگے، لہٰذا معطیین اگر راضی ہوں تو دوسری جگہوں میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۹۳/ ج ۲/ کتاب الوقف) بحر میں اسی طرح کا ایک جزئیہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی چیزیں معطی کی ملک سے خارج نہیں ہوتی ''بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجدفاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یاخذ بغیراذن الدافع (بحر کوئٹه ص ۲۵۰/ ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد)

شرط الواقف کنص الشارع[1]، کذافی کتب الفقه"فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // // //

مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:۔ زید ایک زمین کا مالک تھا وہ زمین مسجد کے نام وقف تھی اس کا کرایہ ایک مدت تک مسجد کو ملتا رہا ہے، لیکن موقع پر آ کر کرایہ دار سے وہ مکان خالی کرایا گیا ہے، کارکنانِ مسجد جو اس مکان کا کرایہ وصول کر کے مصارف مسجد میں صرف کیا کرتے تھے، انہوں نے زید سے خالی کرا کے زمین مدرسہ تعمیر کرنے کے لئے کارکنان مسجد کو بلا کسی معاوضہ کے دیدی، اب کارکنانِ مسجد نے اس زمین پر کچھ چندہ وصول کر کے اور زیادہ تر مسجد کی دیگر آمدنی سے مدرسہ تعمیر کیا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید نے جو زمین مدرسہ کے لئے وقف کی ہے اس پر مسجد کی دیگر آمدنی کا پیسہ مدرسہ کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں، اور مسجد کی تعمیر کا پیسہ مدرسہ کی تعمیر میں صرف کر دیا ہو تو کارکنانِ مسجد سے وہ پیسہ مسجد کے دیگر مصارف کیلئے طلب کیا جائے، یا کہ نہیں، کارکنانِ مسجد کا کہنا ہے کہ یہ مدرسہ بھی تو مسجد ہی کا ہے، آیا ایسا کوئی مدرسہ ہے جس کی تعمیر یا مصارف میں کسی مسجد کی وقف شدہ زمین کا پیسہ صرف کیا جا رہا ہو، بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی آمدنی کا پیسہ مسجد ہی میں خرچ کرنا لازم ہے، مدرسہ وغیرہ کی تعمیر یا دیگر ضروریات

---

[1] درمختار مع ردالمحتار کراچی ص ۴۳۳/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جنہوں نے وہ پیسہ مدرسہ میں خرچ کیا ہے، وہ ذمہ دار ہیں مسجد بھی خدا کی ہے، اور مدرسہ بھی خدا کا ہے، مگر ایک کی آمدنی دوسرے کی آمدنی میں خرچ کرنا جائز نہیں، جس طرح ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں اور ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے ، ورنہ سب نظام گڑبڑ ہوجائیگا ''اتحدالواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لانها حينئذ كشئى واحد وان اختلف احد هما بان بنى رجلان مسجدين اورجلا مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذٰلک، درمختار[1]، لیکن اگر مدرسہ اصل ہو اور اس کے ہی لئے مسجد بنائی جائے تو مسجد کے اخراجات مدرسہ سے پورے کئے جائینگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۰ھ

مسجد کی تعمیر سے بچی ہوئی رقم دینی مدرسہ میں

سوال: ۔مسجد کی تعمیر کیلئے جو رقم وصول کی جاتی ہے، اس میں بچی ہوئی رقم دینی مدارس کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا جماعت کی آمدنی کیلئے کوئی بلڈنگ تعمیر کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں ضرورت نہیں ہے نہ اب نہ آئندہ تو جن لوگوں نے رقم دی ہے، ان کی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف)

اجازت کے موافق دینی مدرسہ میں دے دیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

مسجد کی چیز پتھر وغیرہ مدرسہ میں لگانا

سوال:۔ مسجد کی چیز پتھر وغیرہ مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، مفت ہوں یا قیمتاً کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پتھر وغیرہ کوئی چیز مسجد کیلئے خریدی گئی پھر اس کی ضرورت نہیں رہی تو مدرسہ یا کسی مسجد میں قیمتاً اس کو لگانا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۸۵ھ

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہیں، ایک امیر ہے، دوسری غریب، امیر مسجد میں برسوں تک کوئی ضروری کام تعمیر بھی نہیں، اس کے برعکس دوسری غریب مسجد کا پلاسٹر بھی

---

[1] اس لئے کہ چندہ معطیین کی ملک ہوتا ہے، (امدادالفتاویٰ ص ۵۹۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، مطبوعہ زکریا دیوبند، وادارہ تالیفات اولیا دیوبند، لہٰذا کسی اور جگہ خرچ کرنے کے لئے ان کی رضامندی ضروری ہے۔

[2] اما اذا اشتراہ المتولی من مستغلات الوقف فانہ یجوز بیعہ بلا ھذا الشرط لان فی صیرورتہ وقفا خلافا والمختار انہ لا یکون وقفا فللقیم ان یبیعہ متی شاء لمصلحۃ عرضتہ (شامی کراچی ص۳۷۷/۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارتہ، فتح القدیر ص۲۲۴/۶، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ہونا باقی ہے، فرش بھی نامکمل ہے، تو کیا امیر مسجد کا روپیہ دوسری غریب مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ روپیہ چندہ کا ہے تو چندہ دینے والوں کی رائے واجازت سے غریب مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۴ھ

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ ایک گاؤں میں جامع مسجد ہے اور اس کی آمدنی مسجد کے خرچ کے علاوہ ہے اس کو کونسی کونسی جگہ خرچ کر سکتے ہیں، اور اس مسجد کے کئی لاکھ روپے بینک میں فضول پڑے ہوئے ہیں، عرض یہ ہے کہ اس روپیہ میں سے کسی غریب کی مدد کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا دوسری مسجد کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا صرف اسی مسجد میں صرف کرے یا اور کارِ خیر میں صرف کر سکتے ہیں، کتاب کے حوالہ کے ساتھ مہربانی کر کے مسئلہ کا جواب عنایت فرماویں، یا اگر مسلمان بچوں کو اس مسجد کی آمدنی میں دنیوی یا دینی تعلیم، اور دنیاوی تعلیم میں انگریزی، گجراتی، اردو کی تعلیم میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقف کی آمدنی ہے اس کا وقف نامہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ واقف نے کس کس کام میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے، ایک مسجد کیلئے مخصوص طور پر جو وقف ہوا سکی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں، لیکن مسجد کی آبادی کیلئے مسجد سے متعلق مدرسہ دینی قائم کرنا شرعاً درست ہے کہ یہ بھی مصالح مسجد میں سے ہے، **هكذا يفهم ممافي بحر الرائق**

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۲/۵۷۲، کتاب الوقف، تحقیق وقف بودن یا نبودن، مکتبہ زکریا دیوبند، نیز ملاحظہ ہو حاشیہ: ۱/ تحت عنوان ''ایک مسجد کے لئے چندہ کر کے دوسری مسجد میں خرچ کرنا''

ص ۲۱۵ ر ج ۵ ر[1] دنیوی تعلیم مصالح مسجد میں سے نہیں اس میں خرچ کرنا درست نہیں، دینی تعلیم خواہ قرآن کریم کی تعلیم ہو خواہ مسائل شرعیہ کی تعلیم ہو اور پھر چاہے عربی زبان میں ہو چاہے اردو میں چاہے گجراتی زبان میں ہو سب کا حکم ایک ہے۔

تنبیہ:۔ چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ درست نہیں، بلکہ ظہر کی نماز فرض ہے جو گاؤں بڑا ہو اور اپنی آبادی اور دیگر ضروریات روزمرہ کے اعتبار سے قصبہ کے مثل ہو جس میں تین چار ہزار آدمی رہتے ہوں، وہاں جمعہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹ ر ۷ ر ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹ ر رجب ۶۴ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

مسجد و مدرسہ کی زائد آمدنی دوسری مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:۔ ایک مسجد اور اس سے متعلق مدرسہ کیلئے بہت سی جائیداد وقف ہے جن سے بہت کافی آمدنی ہوتی ہے، وہ آمدنی ان کے اخراجات سے بہت زیادہ ہے، تو کیا اس آمدنی کو کسی اور مصرف خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

---

[1] ان الشعائر التی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطیب والمدرس والوقادوالفراش الخ (بحر کوئٹہ ص ۲۱۵ ر ج ۵ ر کتاب الوقف)

[2] تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة فیها اسواق وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب(شامی مختصراً کراچی ص ۱۳۸ ر ج ۲ ر کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، حلبی کبیر ص ۵۴۹، فصل فی صلوة الجمعة، مطبوعه لاهور، مجمع الانهر ص ۱/۲۴۵، باب الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، اختلفوا فی مایتعلق به المصریة فقیل مافیه امیر یقیم الحدود ..... وقیل مافیه اربعة الاف اجال الی غیر ذلک ولیس هذا کله تحدیدا بل اشارة الی تعیینه وتقریب له الی الا ذهان وحاصله ادارة الامر علی رأی اهل کل زمان فی عدهم المعمورة مصرا فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فیه وما لیس بمصر لم یجز الخ، الکوکب الدری ص ۱/۱۹۹، ابواب الجمعة، باب فی ترک الجمعة من غیر عذر، بحث الجمعة فی دیارنا، مکتبه یحیوی سهارنپور)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آمدنی زائد ہے جس کی نہ فی الحال ضرورت ہے نہ مستقبل میں ضرورت کا اندازہ ہے اور تحفظ کی کوئی قابل اطمینان صورت نہیں، تو دوسری مسجد اور دوسرے دینی مدرسہ میں حسب ضرورت ووسعت سے صرف کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۹ھ

مسجد قدیم کی آمدنی مسجد جدید پر خرچ کرنا

سوال: ۔پہلی مسجد کی آمدنی منقولہ مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی مسجد جب غیر آباد ہوگئی تو اس جگہ کی حفاظت کردی جائے اور اس کی آمدنی کو دوسری منقولہ مسجد میں صرف کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الى اقرب مسجد اورباط اوبئر اليه (درمختار كراچی ص ۴/۳۵۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد اوغيره، سكب الانهر ص ۲/۵۷۹، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۵/۲۵۳، كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد) قلت وهذه الرواية وان كانت منقولة فی صورة خراب المسجد وغيره لكن ماكان مبنى الحكم الاستغناء كان الحكم عاما وان لم يخرب وهذا ظاهر عندی (امدادالفتاویٰ جديد ص ۵۹۳/ج ۲/ كتا ب الوقف، مطبوعه زكريا ديوبند)

[2] فيصرف وقف المسجد الى اقرب مسجد (درمختار مع ردالمحتار كراچی، ص ۳۵۹/ج ۴/ كتاب الوقف مطلب فيما لوخرب السمجد اوغيره، الدرالمنتقی ص ۲/۵۷۹، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

مسجد قدیم کی آمدنی کا مصرف

سوال:۔(۱) اور پہلی مسجد کے علاوہ مسجد کی زمین موقوفہ ہے موضع کے معتبر لوگوں کی رائے یا بغیر رائے کے موقوفہ جگہ میں کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) موقوفہ زمین کی آمدنی کہاں خرچ کی جائے اور کیسے خرچ کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاف غرض واقف اس کا استعمال ناجائز ہے، بلکہ اس کی شرطوں کے موافق استعمال کرنا چاہئے[۱]، اگر وہ مسجد کے منافع کے لئے وقف ہے تو اس کو کرایہ پر دیکر اس کا کرایہ مصالح مسجد پر صرف کیا جائے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی آمدنی سے امام صاحب کا حجرہ وغیرہ بنانا

سوال:۔(۱) مسجد کیلئے ہمارے گاؤں کی کچھ زمین مسجد بن جانے کے بعد متفرق

---

[۱] شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (الدرالمختار مع ردالمحتار کراچی ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲] مسجد له مستغلات واوقاف اراد المتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا او حصیرا او حشیشا او آجرا او جصا لفرش المسجد او حصی قالوا ان وسع الوقف ذالک للقیم وقال تفعل ماتری من مصلحة المسجد کان له ان یشتری للمسجد ماشاء الخ، (هندیه کوئٹه ص۲/۴۶۱، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا! الخ)

کاموں کے لئے وقف ہے، کسی میں مسجد بنانے کا ذکر ہے کسی میں مرمت کرانے کا ذکر ہے، کسی میں مسجد کی روزمرہ کی ضروریات کا ذکر ہے، کسی میں مسجد کی زیبائش وآرائش کا ذکر ہے، اب ان زمینوں کی مخلوط آمدنی سے نمازیوں کی سہولت کیلئے غسل خانہ، بیت الخلاء امام صاحب کی قیام گاہ وغیرہ وغیرہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد سے متعلق زمینوں کی آمدنی سے مذکورہ ضروریات بنانا اوران میں حسب مصالح وہ روپیہ خرچ کرنا شرعاً درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی دوکانوں کو کرایہ پر اور شادی کی آمدنی سے امام کی تنخواہ

سوال:۔ مسجد کا پیسہ جو دوکانوں کے کرایہ اور شادی کے موقعہ پر حاصل ہوتا ہے، اس سے امام کی تنخواہ دے سکتے ہیں، یا نہیں؟ نیز غسل خانہ وغیرہ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے روپیہ کو تنخواہ میں دینا، اور مسجد کے حمام اور غسل خانہ میں صرف کرنا شرعاً

---

[۱] مسجد له اوقاف مختلفة لابأس للقيم ان يخلط غلتها كلها (شامی کراچی ص ۳۶۱/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۹، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد) ويبدأ من غلته بعمارته ثم ماهواقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة ثم السراج والبساط كذلك الىٰ اٰخر المصالح (الدرمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۶، ج۴، کتاب الوقف، مطلب يبداء من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۱۳، کتاب الوقف، سکب الانهر ص ۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی آمدنی سے تنخواہ وضع کرنے کا قانون

سوال:۔ مسجد کا ملازم جو اذان دینے کی وجہ سے مؤذن کہلاتا ہے، مسجد کی صفائی بھی کرتا ہے، اور پانی کا انتظام بھی کرتا ہے، نیز دوسرے کام مسجد کے کرتا ہے، جن کی تنخواہ ماہوار پاتا ہے، اس کے پاس قابل کاشت تھوڑی سی زمین بھی ہے، غریب ہونے کے باعث وہ کچھ دیگر بیوپار بھی کرتا ہے، اگر وہ مسجد کے کام سے غیر حاضر رہ کر مذکورہ بالا کاموں کے علاوہ اور دوسری محنت ضروری یا ذریعہ معاش اختیار کرے تو ان غیر حاضر ایام یا اوقات کی تنخواہ مسجد کے سرمایہ سے لینے کا اسے حق ہے کہ نہیں، یا مسجد کی مجلس منتظمہ کو ایسے غیر حاضر ایام کی تنخواہ دینے کا اختیار ہے کہ نہیں، جبکہ اول الذکر ذرائع معاش کفایت کرتے ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منتظمہ کمیٹی کو لازم ہے کہ اس کے لئے چھٹی کا ضابطہ تجویز کردے، کہ مثلاً ایک ماہ میں ایک روز یا دو روز یا سال بھر میں پندرہ روز یا ایک ماہ (جیسا حالات کے مناسب ہو) تم رخصت لے سکتے ہو، اس کے علاوہ غیر حاضر رہے تو تنخواہ وضع ہوگی، مسجد کا روپیہ بے محل خرچ کرنے کا اختیار نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۲ھ

---

[1] مستفاد:. فیقدم اولا العمارة الضرورية ثم الاهم فالاهم من المصالح والشعائر بقدر مايقوم به الحال (شامی کراچی ۳۶۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بماهو اقرب اليها، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۰۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت) (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

لائبریری مسجد میں اور مسجد کی آمدنی سے لائبریری چلانا

سوال:۔ یہاں پر مسجد کے ایک کمرہ میں ایک لائبریری قائم ہے جس میں کچھ مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ہے اور کچھ سیاسی اخبار تجلی اور نشیمن وغیرہ بھی پڑھے جاتے ہیں، اور ایک ملازم مقرر ہے، استفتاء یہ ہے کہ مسجد کے روپیہ سے اخباروں کی قیمت ادا کی جاتی ہے، اور مسجد ہی کے روپے سے ملازم کو تنخواہ دی جاتی ہے، یہ لائبریری کے اخراجات مسجد کے روپیہ سے دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین جائیداد دوکان مسجد کے لئے وقف ہو یا جو چندہ مسجد کے نام پر وصول کیا گیا ہو اس سے کوئی لائبریری قائم کرنا، رسائل واخبار منگانا اور لائبریری کے ملازم کو تنخواہ دینا شرعاً درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] المتولی اذا امر المؤذن ان یخدم المسجد وسمیٰ له اجراً معلوما لکل سنة قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمه اللّٰه تعالیٰ تصح الاجارة لانه یملک الاستیجار لخدمة المسجد ثم ینظر ان کان ذلک اجر عمله اوزیادة یتغابن فیه الناس کانت الاجارة للمسجد فاذانقد الا جرمن مال المسجد حل للمؤذن اخذه وان کان فی الاجر زیادة علی مایتغابن فیه الناس کانت الاجارة للمتولی لانه لایملک الاستیجار للمسجد بغبن فاحش فاذا ادی الاجرمن مال المسجد کان ضامنا وان علم المؤذن بذلک لایحل له ان یاخذ من مال المسجد (بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۲، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۶۱، کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد، فتح القدیر ص ۶/۲۴۰، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، دارالفکر بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳/ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، الدرالمنتقی مع المجمع ص ۲/۶۰۸، کتاب الوقف، فصل اذا بنی مسجدا، دارالکتب العلمیة بیروت)

مسجد کا روپیہ سود پر قرض دینا

سوال:۔ اگر مسجد، یتیم خانہ، مدرسہ عربی کا چندہ یا دوکان و جائیداد کی آمدنی امام مہتمم و مدرس کی تنخواہ دینے کے بعد رقم تحویل میں بچی رہتی ہے، اگر کوئی دیانتدار ہزار روپیہ یکمشت اس آمدنی سے لے بغرض تجارت اور طے شدہ رقم سالانہ مثلاً دوسو روپیہ دیتا رہے خواہ اس کو نفع ہو یا نقصان، اور جس وقت رقم طلب کی جاوے گی یکمشت ادا بھی کردے گا، تو ایسی چندہ و آمدنی والی رقم دینا شرعاً درست ہے یا نہیں، جس کی آمدنی مدرسہ وغیرہ میں صرف ہو جس میں ترقی زیادہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسو روپے سالانہ کی جو رقم بطور ترقی و آمدنی حاصل ہوگی یہ سود ہے، سود کا معاملہ حرام ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عیدگاہ اور مسجد کا روپیہ قرض دینا

سوال:۔ عیدگاہ یا مسجد کے لئے لوگوں نے چندہ کیا اس روپیہ سے قرض دینا اور لینا کیسا ہے؟

---

[1] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰ (سورہ بقرہ، پارہ ۳/ آیت: ۲۷۵/
ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں وہ امانت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۹/۶۶ھ

مسجد کا دھان اُدھار دینا

سوال:۔ مسجد کا کچھ دھان اس کی زمین میں کھیتی کرنے والوں کو اُدھار دیدیا اور پیدا وار کے موسم میں ادھار کیا تھا تو اس وقت بھاؤ سستا ہوا ہے، اور جس وقت دھان دیا تھا، اس وقت مہنگا ہوتا ہے، اس طرح دو تین سو روپیہ مسجد کا نقصان ہوتا ہے، لہٰذا اس طریقہ پر مسجد کا دھان قرض دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ درست نہیں، مسجد کا جس قدر نقصان ہو رہا ہے اس کا ضمان لازم ہے[2]، جتنا دھان دیا تھا اگر اتنا ہی وزن کر کے واپس مل گیا تو ضمان لازم نہیں، اگرچہ قیمت میں فرق ہو[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین // //

---

[1] لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الاممن فی عیاله ولااقراضه فلو اقرضه ضمن وکذا المستقرض (بحر کوئٹه ص ۲۳۹ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول الخ، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] لیس للمتولی ایداع مال الوقف ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مسجد کا روپیہ تجارت کے لئے دینا

سوال: ۔مسجد کی جو رقم جمع تھی اس رقم کو متولی صاحب نے اپنے ایک رشتہ دار کو بیوپار کرنے کے لئے دیدی، اس شخص نے مسجد کا کوئی حصہ طے نہیں کیا، اس تجارت میں کافی نفع ہوا، اس نے مسجد کی رقم واپس کرتے ہوئے مبلغ ۲۲۵/روپیہ زائد دیدئے، یہ زائد رقم جو اس نے دی ہے یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور آئندہ یہ رقم مسجد کا متولی کسی صورت سے اپنے رشتہ دار کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی رقم متولی کے پاس امانت ہے، کسی کو بیوپار کیلئے دینے کا اس کو حق نہیں، ہرگز کسی کو نہ دی جائے[1] جو رقم دی تھی، وہ بطور قرض تھی، قرض میں یہ شرط کرنا کہ واپسی کے وقت

(حواشی صفحہ گذشتہ).....والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن الخ، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۳۹، کتاب الوقف، عالمگیری ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، بحر کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیة.

[3] وکذا کل مایکال ویوزن لمامرأنه مضمون بمثله فلاعبرة بغلائه ورخصه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۶۲/ج۵/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، عالمگیری ص ۳/۱۱۷، کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الربا واحکامه، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۳/۱۲۰، باب الربا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

الدیون تقضیٰ بامثالها الخ (شامی کراچی ص ۳/۸۳۸، کتاب الایمان، باب الیمین، فی الضرب الخ، مطلب الدیون تقضی بامثالها الخ.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن (بحر کوئٹه ص ۲۳۹/ج۵/ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، البحرالرائق کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

اتنی رقم زائد لی جائے گی جائز نہیں، کہ یہ سود ہے[1]، لیکن اگر بغیر شرط کے قرض لینے والا یہ کہہ کر قرض واپس کردے کہ اتنی رقم تو قرض تھی یہ واجب الادا ہے، اور اتنی رقم میں بلا کسی التزام کے اپنی طرف سے زائد دیتا ہوں، تو یہ شرعاً درست ہے، اور حدیث پاک سے ثابت ہے، اس کا استعمال کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

مسجد کا پیسہ تجارت کے لئے

سوال:۔ مسجد کے پیسہ سے مسجد کیلئے تجارت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا پیسہ متولی کے پاس امانت ہوتا ہے، اس میں اور کسی قسم کا تصرف کرنا روزگار وغیرہ میں لگانا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کل قرض جرنفعا حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۶۶/ج۵/ کتاب البیوع، قبیل باب الرباء، قواعد الفقه ص ۱۰۲، رقم القاعدة: ۲۳۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، تکملة فتح الملهم ص ۵۶۸/۱، کتاب البیوع، باب الربوٰ، مطبوعه کراچی، اعلاء السنن ص ۴۹۸/۴، کتاب الحوالة، باب کل مرض جرمنفعة فهو ربا، مطبوعه کراچی)

[2] عن جابرؓ قال کان لی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم دین فقضالی وزاد لی (مشکوٰة شریف ص ۲۵۳/ کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، الفصل الثالث)

[3] ولایجوز للقیم شراء شئی من مال المسجد لنفسه ولا البیع له وان کان فیه منفعة ظاهرة للمسجد (بحر کوئٹه ص ۲۳۹/ج۵/ کتاب الوقف، البحرالرائق ص ۲۷۵/۷، کتاب الودیعة، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۸/۴، کتاب الودیعة، الباب الاول)

مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا

سوال:۔ رواجاً مسجد میں جو سریر اور چارپائی مردوں کے نہلانے اور قبرستان لے جانے کے واسطے مہیا کی جاتی ہے وہ مساجد کی موقوفہ جائیداد کی آمدنی میں سے بنانا جائز ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ وقف مساجد کے مصارف کے لئے ہوتا ہے، اور یہ چیزیں اہل محلّہ اور عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے ہوتی ہیں، تو مسجدوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا، لہٰذا دلائل کے ساتھ مسئلہ کی شرعی صورت تحریر فرمائیں، کہ ان امور میں وقف کی آمدنی کا صرف کرنا جائز ہوگا یا ناجائز؟ وقف ناموں میں بالعموم جزئیات نہیں ہوتیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، "**ليس لقيم المسجد ان يشترى جنازة وان ذكر الواقف ان يشترى جنازة كذافى السراجيه**" فتاویٰ عالمگیری، ص۴۶۲/ج۲/[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

مسجد و مدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا

سوال:۔ ضرورت ہو تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطور قرض لے

---

[1] **عالمگيرى كتاب الوقف الفصل الثانى من الباب الحادى عشر فى المسجد، مطبوعه مصر كوئٹه. خانيه على الهندية كوئٹه ص۲۹۷/۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داراه مسجدا، بزازيه على الهندية كوئٹه ص۲۶۹/۶، كتاب الوقف، الرابع فى المسجد ومايتصل به.**

کر استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قرض وصول ہونے پر اعتماد ہو ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کمیٹی کے مشورہ سے درست ہے۔ ”للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی اھ، شامی ص ۴۰۳/ج ۴.[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ورکنگ کمیٹی کا مسجد کے فنڈ سے قرض لیکر مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:۔ مذکورۂ بالا ادارہ کی ورکنگ کمیٹی میں ایک ایسی جامع مسجد ہے جو مدرسے کا انتظام کرتی ہے، جو مدرسہ سے متصل ہے، اور اس مسجد کی آمدنی کچھ وقف سے ہے، اور کچھ مسجد کی دوکانیں کے کرایہ سے، تو کیا یہ کمیٹی مجاز ہے کہ اگر مدرسہ کے فنڈ میں روپیہ نہ ہو تو مسجد سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرے نیز جو رقم قرض کے نام سے مسجد سے لی جائے، وہ واجب الادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے روپے سے قرض لے کر مدرسہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، مسجد کا روپیہ امانت ہے اس میں تصرف کا حق نہیں، جو رقم اس طرح لی گئی ہو اس کو جلد از جلد واپس کیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ص ۴۱۷/ج ۵/ کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم ونحوہٖ، بحر کوئٹہ ص ۵/۳۳۹، کتاب الوقف) (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا روپیہ رویت ہلال کمیٹی میں خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں

سوال:۔ گھورکھپور شہر میں جامع مسجد کمیٹی کی طرف سے ایک رویت ہلال کمیٹی قائم ہوئی، اس سلسلے میں کچھ روپے خرچ ہوئے، اور روپے مذکورہ بالا جامع مسجد کے پیسے سے خرچ ہوئے، سوال صرف یہ ہے کہ مسجد کا پیسہ رویت ہلال کے سلسلہ میں از روئے شریعت خرچ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ جبکہ وقف نامہ میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ اس موقوفہ یا نذر کی آمدنی مصلیوں کے مفاد میں خرچ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیا

رویت ہلال کا تعلق اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، لہٰذا اس مسجد کے وقف کا پیسہ اس سلسلہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں " لان شرط الواقف کنص الشارع"[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے روپیہ سے قبرستان کی زمین خریدنا

سوال:۔ ایک پڑی ہوئی زمین جس کا مالک ایک ہندو تھا اس زمین کے کچھ کچھ حصہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلواقرضه ضمن وکذاالمستقرض (البحر کوئٹه ص ۲۳۹/ج۵/ کتاب الوقف، الودیعة لا تودع ولا تعار ولاتواجر لاترهن وان فعل شیئا منها ضمن (هندیة کوئٹه س ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، الاشباه والنظائر ص ۱۵۰، الفن الثانی، کتاب الامانات والودیعة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

میں تقریباً سو سال سے مسلمانوں نے قبرستان بنا رکھا ہے اب وہ زمین اس ہندو سے ایک مسلمان نے خرید لی، لیکن قبرستان اسی طرح برقرار رکھا، پھر اس زمین کو مسجد کے قریب ہونے کی وجہ سے مسجد کے متولی صاحب نے گاؤں کے دو چار آدمی کے مشورہ سے مسجد کے روپے سے مسجد کے نام پر خرید لیا، اس نیت سے کہ قبرستان رہے گا، اب سوال یہ ہے کہ جس حصے میں قبرستان ہے وہ حصہ قبرستان رکھا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ مسجد کی کمیٹی (قبرستان رکھا جائے یا نہ رکھا جائے) اس بارے میں کچھ فیصلہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا قبرستان رکھنے کیلئے اور کوئی صورت ہے؟ اگر قبرستان کو باقی نہ رکھا جائے تو فتنہ ضرور ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس زمین کو خریدنے میں جتنا روپیہ مسجد کا خرچ ہوا ہے وہ روپیہ سب مسلمان چندہ کر کے مسجد کو دیدیں اور اس زمین کو قبرستان ہی رکھیں، مسجد کے روپے سے قبرستان کیلئے زمین خریدنے کا حق نہیں ہے، لہٰذا مسجد کا روپیہ وصول ہونا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۸۹ھ

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لئے قرض دینا

سوال:۔ ہمارے گاؤں کی مساجد کی ٹرسٹ الگ الگ ہیں، ایک مسجد میں بالکل پیسہ نہیں ہے، تو دوسری مسجد کے وقف سے اس کا خرچ چلا سکتے ہیں، یا قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار کراچی ص ۴۳۳/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف الخ، بحر کوئٹہ س ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

متولی باہمی مشورہ سے ایک وقف سے دوسرے وقف کو بطور قرض حسب ضرورت رقم دے سکتے ہیں پھر اس کی واپسی ضروری ہے "یجب علیه ان یجعل لکل نوع منها بیتاً یخصه ولایخلط بعضه ببعض وانه اذااحتاج الیٰ مصرف خزانة ولیس فیها مایفی به یستقرض من خزانة غیرهاثم اذاحصل للتی استقرض بها مال یردالی المستقرض رد المحتار"[1]، ص۵۷/ج۲/

یہ اس وقت ہے جبکہ متولی مشترک ہو یا کوئی منتظمہ کمیٹی مشترک ہو کہ وہ سب اوقاف کا انتظام کرتی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تحفظ مسجد کیلئے لڑے جانے والے مقدمہ کے مصارف مسجد کی رقم سے

سوال:۔ ایک مسجد ہے اس کے اردگرد کی زمین مسجد ہذا کے نام وقف ہے، جس کا اندراج سنی سینٹرل وقف بورڈ لکھنؤ میں ہے، وقف بورڈ کی طرف سے، مسجد ہذا کے ایک رجسٹرڈ متولی ہیں، متعلقہ مسجد کے کچھ لوگ مسجد کے اردگرد کی زمین میں مدرسہ بنانا چاہتے تھے متولی نے اس میں رکاوٹ کی، کیونکہ اس زمین کی گھاس پھونس کی آمدنی میں مدرسہ بننے سے وقف مسجد کو کافی مالی نقصان پہنچا تھا، اور شرعی اعتبار سے بھی مسجد کی وقف جائیداد میں مدرسہ تعمیر کرنا

[1] شامی کراچی ص۳۳۷/ج۲/ کتاب الزکاة، مطلب فی بیان بیوت المال ومصارفها. البحرالرائق کوئٹه ص۵/۱۱۹، قبیل باب احکام المرتدین، مجمع الانهر ص۲/۴۸۶، قبیل باب المرتد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

جائز نہیں، ایسی شکل میں آپس میں جھگڑا ہوگیا، اور خلاف لوگوں نے متولی کے خلاف دوسری پارٹی بنالی اور اپنا نام نہاد متولی بھی بنالیا، اور یہ لوگ اسی کے پاس متعلقہ مسجد کا پیسہ جمع کرنے لگے، ان لوگوں نے متولی کو الگ کرانے کے لئے وقف بورڈ کو متولی کے خلاف شکایتی درخواستیں بھی بھیجی جوانکوائری پر جھوٹی ثابت ہوئی، اور متولی الگ نہ ہوسکے، اس خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، ان لوگوں نے فوجداری جھگڑا کیا، جس پر مقدمہ چالو ہوگیا، ایسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیچے لکھے جوابات درکار ہیں۔

(۱) اس مقدمہ میں رجسٹرڈ متولی مسجد کا پیسہ خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) نام نہاد متولی مسجد کا پیسہ اس مقدمہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ایسی شکل میں خلاف پارٹی کے لوگوں کو الگ پیسہ جمع کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی وقف شدہ زمین میں زبردستی مدرسہ بنانے کا حق نہیں[۱]، اگرچہ دینی مدرسہ بنانا اور دینی تعلیم کو عام کرنا بہت بڑے اجر وثواب کی چیز ہے[۲]، مگر ناحق طریقہ کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے، اور اس کے لئے متولی سے جھگڑا کرنا اور اس کو تولیت سے الگ کرانا اور مقدمہ لڑانا

---

[۱] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، کنص الشارع، شامی زکریا ص ۶/۶۴۹، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، وفیه ص ۶/۵۷۱، مطلب من له الاستغلال لایملک السکنیٰ، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

[۲] قال رسول اللّٰه ﷺ من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله اوعامله (الترغیب والترهیب مطبوعه دارالفکر ص ۱۲۰/ ج ۱/ کتاب العلم، الترغیب فی نشر العلم والدلالة علی الخیر)

ترجمہ:- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی خیر پر رہنمائی کرے اس کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔

بہت مذموم اور گناہ ہے[1]۔

(۱) اگر اس مقدمہ کی کامیابی میں مسجد کا تحفظ ہے اور اسکی جائیداد کا تحفظ ہے تو رجسٹرڈ متولی کو اس میں مسجد کا روپیہ خرچ کرنا درست ہے کہ یہ درحقیقت مسجد ہی کیلئے ہے[2]۔

(۲) سوال میں تحریر کردہ حالات کے تحت اسکو مسجد کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں[3]۔

(۳) نہ جھگڑالو آدمی کا ساتھ دیا جائے نہ اس کے لئے چندہ کیا جائے[4]، بلکہ جھگڑا ختم

---

[1] قد منا انه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخانیة ظاهرة ببینة (شامی کراچی ص ۳۸۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، مطلب یعزل المتولی بمجرد الطعن)

[2] مستفاد: ویبدا من غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذالک الی اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۶۸/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب یبداء بعد العمارة بما هواقرب الیها، شامی زکریا ص ۵۶۱، ۶/۵۵۹، المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ص ۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۳۶۸، کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف، لو استولی علیه ظالم ولم یمکنه دفعه عنه الا بصرف مالاه فصرف لایضمن، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۰، کتاب الوقف.

[3] مستفاد:- ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف (قال الشامی) واما من مال الوقف فلاشک انه لایجوز للمتولی فعله مطلقاً لعدم الفائدة فیه (در مختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۸/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان الباس الشدة. عالمگیری کوئٹه ص ۱/۱۰۹، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، فصل کره غلق باب المسجد.

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جس کام میں مسجد کا فائدہ نہیں اس میں مسجد کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں تو ایسی جگہ جہاں مسجد کا نقصان ہے مسجد کا روپیہ خرچ کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

[4] ولاتعاونو اعلی الاثم والعدوان. سورۂ مائدہ پارہ ۶/ آیت ۲/

ترجمہ:- گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

کرا کے صلح کی کوشش کی جائے، اسی میں خیر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۱۴۰۱ھ

مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا

سوال: ۔مسجد کی آمدنی سے قرآن شریف کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مدرسہ اس مسجد کے تابع ہے یعنی بانی نے مسجد بنائی اور اس کے تابع ہی مدرسہ بنایا اور ہدایت کی کہ یہ مدرسہ مسجد کے تابع رہے گا، اور مسجد کی آمدنی سے مدرسہ چلایا جائے گا، تو شرعاً یہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے پیسے سے غسلخانہ کے لئے بالٹی خریدنا

سوال: ۔مسجد کے وقف مال میں سے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کے واسطے بالٹی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کوئی شخص بالٹی خرید کر مسجد کو وقف کرتا ہے تو کیا اس بالٹی کو عوام الناس

---

[1] واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللّٰہ مع الصابرین. سورۂ انفال پارہ ۱۰/ آیت ۴۶/

ترجمہ:-اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اُکھڑ جاوے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (بیان القرآن)

[2] شرائط الواقف معتبرۃ اذالم تخالف الشرع (شامی کراچی ص ۳۴۳/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرۃ، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النھر الفائق ج ۳، ص ۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعہ بیروت)

کے غسل کے واسطے غسل خانہ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مصالح مسجد کیلئے جو وقف ہو اس کی آمدنی سے غسل کیلئے بالٹی خریدنا اور غسل خانہ مسجد میں رکھ دینا تاکہ نمازی وقت ضرورت اس سے غسل کرلیا کریں جائز ہے، اسی طرح کوئی شخص بالٹی ہی خرید کر اس مقصد کیلئے وہاں رکھ دے تب بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۱ھ

مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسلخانہ بنانا لہو ولعب کی تقریب میں شرکت

سوال:۔ مسجد کے پیسہ سے مسجد کے امام کیلئے پائخانہ بنانا جائز یا نہیں؟ اور نمازیوں کے لئے پانی کے انتظام کے بابت خرچ کرنا کیسا ہے؟ اور شادی وغیرہ میں اگر محلّہ کی چند عورتیں جمع ہو کر گیت گاتی ہیں، تو اس شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ یعنی کھانا وغیرہ خصوصاً علماء کے لئے کیا حکم ہے؟ شادی وغیرہ میں ہم اپنے رشتہ داروں کی دعوت وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی زمین پر ٹھیکہ دینا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں اس شرط پر ہوتا ہے، کہ تمہاری زمین سال بھر تک رہے گی تم ہمیں اتنے من اناج دینا؟

---

[1] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهوا قرب بعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة ثم السراج البساط کذالک الی اخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۶/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب یبدا من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹه ص ۵/۲۱۱، کتاب الوقف، هندیه کوئٹه ص ۲/۳۶۸، کتاب الوقف، الباب الثانی فی المصارف)

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح غسلخانہ، وضوخانہ مسجد کے پیسہ سے بنایا جاتا ہے، اسی طرح مؤذن وامام کیلئے پاخانہ بنانے کی ضرورت ہوتو وہ بھی درست ہے، وضواستنجا، غسل کیلئے پانی کا انتظام بھی مسجد کے پیسہ سے درست ہے[1]، گانا باجہ بجانا جائز نہیں[2]، جس محفل میں گانا، بجانا ہو اس میں شرکت اور کھانا درست نہیں، خاص کر علماء وصلحاء کیلئے[3]، مسجد کی ضروریات ومصالح کیلئے جو زمین وقف ہو اس کی آمدنی اسمیں خرچ کی جائے اسکو ٹھیکہ پر دینا درست ہے، سال بھر کا کرایہ نقد روپیہ تجویز کیا جائے، یا غلہ مثلاً اتنی مقدار فلاں قسم کا اناج ہم کو ایک سال میں دینا اور جو

---

[1] والذی یبداء به من ارتفاع الوقف ای من غلته عمارته ثم ماهواقرب الیٰ العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الی قدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الیٰ اخر المصالح (شامی کراچی ص۳۶۷/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب یقرب بعد العمارة بما هو اقرب الیها، البحرالرائق ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر)

[2] استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام (درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ ص۳۴۹/ کتاب الحظر والاباحة، بزازیه علی الهندیه ص۶/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الفصل الثالث فی مایتعلق بالمناهی، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۴/۲۱۸، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3] دعی الی ولیمة وثمة لعب اوغناء قعد وأکل فان قدرعلی المنع فعل والا صبر ان لم یکن ممن یقتدی به فان کان المقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد وان علم اولا لایحضر اصلاً (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۸/ ج۶/ کتاب الحظر والاباحة، سکب الانهر ص۴/۲۱۸، ۲۱۷، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۸/۱۸۸، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس)

تمہارا دل چاہے زمین میں کاشت کرنا سب طرح درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۷/۱۲/۸۹ھ

مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسلخانہ بنانا

سوال:۔ مسجد کے پیسہ سے مسجد کے امام کے لئے پائخانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نمازیوں کے لئے پانی کے انتظام کی بابت خرچ کرنا کیسا ہے؟ اور شادی وغیرہ میں اگر محلّہ کی چند عورتیں جمع ہوکر گیت گاتی ہیں، تو اس شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ یعنی کھانا وغیرہ خصوصاً علماء کے لئے کیا حکم ہے؟ شادی وغیرہ میں ہم اپنے رشتہ داروں کو دعوت وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی زمین پر ٹھیکہ دینا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں اس شرط پر ہوتا ہے کہ تمہاری زمین سال بھر تک رہے گی تم ہمیں اتنے من اناج دینا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح غسلخانہ، وضوخانہ مسجد کے پیسہ سے بنایا جاتا ہے، اسی طرح مؤذن وامام کیلئے پاخانہ بنانے کی ضرورت ہو تو وہ بھی درست ہے، وضو، استنجاء، غسل کیلئے پانی کا انتظام بھی مسجد کے پیسہ سے درست ہے[2]، گانا باجہ بجانا.....

---

[1] قال بعض المشائخ انما یجوز فی الوقف ماتعا رفه الناس ثمنا واجرة من العروض فی البیاعات والاجارات مثل الحنظة والشعیر الخ، عالگیری ص ۲/۴۲۱، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، تاتارخانیه کراچی ص ۵/۷۵۴، کتاب الوقف، تصر القیم فی الاوقاف،

[2] ویبداء من غلاتها بمافیه عمارة الوقف واجر االقوام علیها واداء مؤنها فما فضل من ذٰلک یصرف الیٰ عمارة المسجد ودهنه وحصیره ومافیه مصلحة المسجد (خانیة علی الهندیة ج۳/ص ۲۸۸/ کتاب الوقف) مکتبه کوئٹه. شامی کراچی ص ۴/۳۶۷، کتاب الوقف، مطلب یعزب بعد العمارة بما هو اقرب الیها، بحر کوئٹه. ص ۵/۲۱۳، کتاب الوقف،

..... جائز نہیں[1]، جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں شرکت اور کھانا درست نہیں، خاص کر علماء وصلحاء کیلئے[2]، مسجد کی ضروریات ومصالح کیلئے جو زمین وقف ہو اسکی آمدنی اسمیں خرچ کی جائے، اس کو ٹھیکہ پر دینا درست ہے، سال بھر کا کرایہ نقد روپیہ تجویز کیا جائے، یا غلہ مثلاً اتنی مقدار فلاں قسم کا اناج ہم کو ایک سال میں دینا اور جو تمہارا دل چاہے زمین میں کاشت کرنا سب طرح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۸۹ھ

مسجد کی آمدنی سے امام مسجد کا حجرہ واستنجاء خانہ بنوانا

سوال: ۔مسجد کی دوکان کے روپئے سے امام کے لئے حجرہ بنانا یا استنجاء خانہ بنانا کیسا ہے؟ اور امام کے لئے حجرہ بنانا کیا متولی مسجد کے ذمہ ضروری ہے؟ اور نہ بنانے کی صورت میں امام مسجد میں ظہر سے عشاء تک رہے اور ریح وغیرہ اس میں خارج ہو تو کیسا ہے؟ کیونکہ ریح تو اپنے قابو میں نہیں، اور جس شخص کو ابتلاء زیادہ ہو تو کیا کرے؟ مسجد میں ریح خارج کرنا کیسا

---

[1] أن الملاهي كلها حرام استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام الخ، الدرالمختار على ردالمحتار ج۶/ص ۳۴۹/ كتاب الخطر والاباحة، مكتبه كراچی. البحرالرائق كوئٹه ص۸/۱۸۸، كتاب الكراهية، قبيل فصل فی اللبس، مجمع الانهر ص۴/۲۱۸، كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فان كان مقتدى ولم يقدرعلى المنع خرج ولم يقعد لأن فيه شين الدين ..... وان علم اولا باللعب لايحضر اصلا سواء كان ممن يقتدى به اولا، (الدرالمختار كراچی ج۶/ص ۳۴۸/ كتاب الحظر والاباحة، عالمگيری كوئٹه ص۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، مجمع الانهر ص۲۱۷، ۴/۲۱۸، كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

ہے؟ نیز متولی امام کے لئے پنکھا وبجلی لگوا سکتا ہے یا نہیں اگر چہ وقف ہی کا پیسہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حجرۂ امام اور استنجاء خانہ مسجد کی دوکانوں کے کرائے سے بنانا درست ہے، وقف کے روپے سے بھی بنانا درست ہے[1]، حجرہ نہ ہو اور امام شب وروز مسجد میں رہائش اختیار کرے اس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

غسل خانہ وغیرہ میں روشنی کا انتظام

سوال:۔ زید کے چھوٹے بھائی نے اپنے صرفہ سے مسجد میں بجلی لگوائی اور وہی بل ادا کرتا ہے، صرف دو بلب اندر باہر لگے ہوئے ہیں، غسلخانہ میں کوئی روشنی نہیں، زید جب خود فارغ ہو جاتا ہے، تو بجلی بند کر دیتا ہے، حالانکہ اور نمازی مشغول رہتے ہیں، اگر کہا جاتا ہے تو

---

[1] ویبدامن غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته کا مام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذالک الیٰ اخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب یبدا من غلة الوقف بعمارته، البحر الرائق کوئٹه ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] ولایجوز اخذالاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلاً ولاسکنی (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۵/۲۵۱، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مجمع الانهر ص۲/۵۹۸، کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) والنوم فیه ای فی المسجد لغیر المعتکف مکروه، (حلبی کبیر ص۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد)

کہتا ہے کہ ہم ہی نے تو بجلی لگوائی ہے بل زیادہ آئیگا، اگر کہا جاتا ہے کہ تم صرفہ لے لو تو انکار کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بجلی کافی نہیں ہے تو جہاں جہاں ضرورت ہو مسجد والے وہاں روشنی کا انتظام کرلیں خواہ چراغ سے ہو یا بجلی سے، ان صورتوں میں جس قدر زائد خرچ ہو وہ مسجد والے دیدیا کریں[1]، جس نے ثواب کیلئے بجلی لگوائی ہے اس کو ضرور ثواب ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام یا مؤذن کو تنخواہ میں زمین دینا

سوال:۔ مسجد کی زمین امام صاحب یا مؤذن صاحب کو تنخواہ میں دینا کیسا ہے؟ مثلاً پانچ بیگہ زمین امام یا مؤذن کو دیدیا اور کہدیا کہ آپ کو مسجد کی خدمت کے معاوضہ میں پانچ بیگہ زمین دیا، آپ اپنی ضرورت کو اس سے پوری کریں خواہ اس زمین سے امام یا مؤذن کو کافی ہو یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ہندوستانی زمین عشری ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں امارتِ شرعیہ والے ہندوستان کی زمین کو عشری کہتے ہیں جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا، اگر عشری نہیں ہے تو کوئی شخص سمجھ کر دیدے تو کیا اس کو بدعت کہیں گے؟

---

[1] اراد ان یشتری للمسجد دهنا او حصیرا، فان کان المسجد مستغنیا عن الدهن محتاجا الی الحصیر فالحصیر افضل، وان کان علی العکس فشرا الدهن افضل، (عالمگیری کوئٹه ج۲، ص۴۸۲، کتاب الوقف، الباب الرابع عشر فی المتفرقات، المحیط البرهانی ص۹/۱۳۲، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی المساجد فی المسائل التی تعود الی بانی المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈهابیل، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس معاملہ پر امام یا مؤذن رضامند ہوجائے اور مسجد کو نقصان نہ ہو تو یہ بھی درست ہے[1]، جو زمین حکومت ہند کی ملک قرار پا گئی پھر اسکی طرف سے جس کو بھی دی گئی وہ عشری نہیں رہی، ان پر عشر کو واجب کہنا غلط ہے، البتہ بغیر وجوب کے ہی پیداوار میں سے بطور صدقہ حسب حیثیت دیدیا کریں تو موجب ثواب اور باعث خیر وبرکت ہے، عشری زمین وہ ہے جس کو امام المسلمین نے بذریعہ حرب فتح کر کے غازیوں میں تقسیم کر دیا ہو، اور پھر اس پر برابر ملک مسلم چلی آرہی ہو غیر مسلم کا اس پر کبھی مالکانہ قبضہ نہ ہوا ہوا۔ کذا فی ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا

سوال:۔ جو روپیہ مسجد میں جمع ہو اس سے پانی گرم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ مسجد کی مصالح کیلئے جمع ہو اس روپیہ سے نمازیوں کے لئے سردی کے زمانہ

---

[1] وکل ماصلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرة، فدخل فیه الاعیان فانها صلح بدلا فی المقایضة فتصلح اجرة (درمختار مع الشامی کراچی ص۶/۴، اول کتاب الاجارة، هندیه کوئٹه ص۴/۴۱۲، کتاب الاجارة، الباب الاول، مجمع الانهر ص۳/۵۱۳، کتاب الاجارة، مطبوعه بیروت.

[2] ارض العرب وما اسلم اهله طوعاً اوفتح عنوة وقسم بین جیشنا عشریة (درمختار مع الشامی کراچی ص۱۷۶/ج۴/ کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیه، بحر کوئٹه ص۵/۱۰۴، باب العشر والخراج والجزیة، هندیة کوئٹه ص۲/۲۳۷، کتاب السیر، الباب السابع فی العشر والخراج والجزیة)

میں پانی گرم کرنا درست ہے تاکہ وہ بآسانی وضو کرلیا کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا

سوال:۔ کیا مساجد کا روپیہ حکومت کو ہنگامی حالات میں دینا جائز ہے؟ نیز مساجد کا روپیہ کہاں کہاں خرچ کرنے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مساجد کا روپیہ، وقف کا روپیہ جو کہ امانت ہے، متولی کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ بھی خرچ کرنے کی اجازت نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۰/۹۱ھ

---

[1] مسجد لہ مستغلات واوقاف ارادالمتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا اوحصیراً اوحشیشا اوآجرا اوجصا لفرش المسجد اوحصی قالو اان وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ماتری من مصلحة المسجد کان له ان یشتری للمسجد ماشاء (هندیه کوئٹه ص ۴۶۱/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، المحیط البرهانی ص۹/۱۳۶، کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل)

[2] شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶/۶۴۹، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهرالفائق ص۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

متعلقین مسجد کو انعام

سوال:۔ زید ایک مسجد میں قرآن کا ترجمہ بیان کرتا ہے، اور مقررہ امام کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے، اہل مسجد رمضان المبارک میں جب کہ قاری اور سامع کو بعد ختم قرآن انعام دیتے ہیں، اس موقع پر زید کو بھی کچھ رقم دیتے ہیں تو زید کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں، اگر وہ رقم بطور چندہ کے لوگ اپنے پاس جمع کر کے دیں تو کیسا ہے، یا انعام کے نام سے جمع کریں اور اگر مسجد کے فنڈ میں سے دیں، جس مسجد میں دوکان کی آمد اور بیاہ برات موقع پر ہونے والی آمد جمع ہو تو اس میں سے زید کو دینا اور اس کو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متعلقین مسجد جو کہ سال بھی خدمت کرتے ہیں ان کو تنخواہ کے علاوہ رمضان المبارک میں اہل مسجد زیادہ دیتے ہیں اس میں مضائقہ نہیں درست ہے، چاہے وقف مسجد کی آمدنی سے دیں، یا چندہ کر کے[1] جب کہ چندہ کرنے میں جبر نہ ہو[2]، تقریبات کے موقع پر جو کچھ آمدنی

---

[1] یجوز صرف شئی من وجوہ مصالح المسجد الی الامام اذاکان یتعطل لولم یصرف الیہ یجوز صرف الفاضل عن المصالح الی الامام الفقیر باذن القاضی (الیٰ قولہ) قال الامام للقاضی ان مرسومی المعین لایفی بنفقتی ونفقۃ عیالی فزاد القاضی فی مرسومہ من اوقاف المسجد بغیر رضاء اھل المحلۃ الامام مستغن وغیرہ یوم بالمرسوم المعھود تطیب لہٗ الزیادۃ اذاکان عالما تقیا، ج۵/ص۲۴۷/ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، (بحر زکریا دیوبند ج۵/ ص۴۱۴/ کتاب الوقف، قبیل فصل فی احکام المساجد) قال أبو نصر للقیم ان یفعل مافی ترکہ خراب المسجد (ھندیہ رحیمیہ دیوبند،ص ۳۴۹/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر فی المسجد)

[2] لایحل مال امرأ لابطیب نفس منہ الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیھقی ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن والثلاثون باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ)

ترجمہ:۔کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

ہوتی ہے اس آمدنی سے بھی دینا درست ہے، محض قرآن کریم سنانے کی اجرت دینا درست نہیں انعام کے نام سے دی جائے یا کسی اور نام سے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی آمدنی سے افطار کرنا

سوال:۔ جامع مسجد اور دیگر مساجد متعلقہ میں رمضان شریف میں اسی آمدنی (مسجد کی ملحقہ دوکانوں اور موقوفہ مکانات) سے نمازیوں کو افطار کرایا جاتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس پر جو دوکان وقف ہے اور واقف نے افطار کی اجازت دی ہے، اسکی آمدنی سے اسی مسجد میں افطار کیلئے صرف کرنے کی اجازت ہے، واقف کی اجازت نہ ہو تو درست نہیں، ہاں اگر واقف کے زمانہ سے دستور برابر چلا آرہا ہو تو بھی درست رہے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب وقال العينى ويمنع القارى للدنيا والأخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننامن قرأة الاجزاء بالأجرة لايجوز (شامى كراچى ج٦/ ص٥٦/ كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ، شامى زكريا ص٧٧/٩، المصدر السابق، مجمع الانهر ص٥٣٣/٣، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجموعه رسائل ابن عابدين ص ١٧١/١، رساله شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل، مطبوعه ثاقب بكڈپو ديوبند)

[2] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى كراچى ص٤٣٣/ ج٤/ كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، مسجد له مستغلات واوقاف الى قوله واراد (المتولى) ان يصرف شيئا من ذلك ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی آمدنی سے حافظ تراویح کو انعام دینا

سوال:۔ختم تراویح اور شبینہ کے موقع پر اسی آمدنی سے حفاظ کو انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں، حالانکہ وقف کنندگان میں سے کسی کی تحریر میں ان مدات میں خرچ کا کوئی اشارہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح میں قرآن کریم سنانے والوں کو روپیہ دینا درست نہیں[۱]، ہاں اگر وہ ہمیشہ کا امام بھی ہو اور اس کو رمضان المبارک میں اصل تنخواہ سے زائد کچھ دیا جائے، تو اسی مسجد کے اوقاف سے دینے کی اجازت ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الی امام المسجد او الی موذن المسجد فلیس له ذلک الا اذا کان الواقف شرط ذلک، المحیط البرهانی ص۹/۱۳۷، کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۶۳، کتاب الوقف، مطلب الوقف علی عمارته ومصالحه، خلاصة الفتاوی ص۴/۴۲۶، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ قال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والا خذ والمعطی اثمان فالحاصل ان ماشاع فی رماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز (شامی کراچی ص۶/۵۶، کتاب الاجارة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل ونحوه ممالا ضرورة الیه. شفاء العلیل وبل الغلیل در رسائل ابن عابدین ص۱/۱۸۰، سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۳/۵۳۳، باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ تجوز الزیادة من القاضی علی معلوم الامام اذاکان لایکفیه وکان عالماً تقیاً، (منحة الخالق علی البحرالرائق کوئٹه ص۲۴۷/ ج۵/ کتاب الوقف، الاشباه والنظائر ص۱۰۴، الفن الثانی، کتاب الوقف، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی)

عیدین و جمعہ کے موقعہ پر مسجد کی آمدنی سے عام شاہراہ پر فرش بچھوانا

سوال:۔ جمعۃ الوداع اور عیدین کے موقعہ پر اندر صحن اور کوٹھے کی جگہ بھر جاتی ہے، اور مسجد کے باہر پورب، اتر، دکھن، پختہ سرکاری سڑک ہے، اس پر لوگ صف قائم کر کے نماز ادا کرتے ہیں، اس سلسلہ میں جامع مسجد کی آمدنی سے کرایہ پر شامیانے اور دریاں بچھوائی جاتی ہیں، جس پر سالانہ پانچ سو روپے خرچہ آتا ہے، کیا حدود مسجد کے باہر مسجد کی انتظامی کمیٹی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ شامیانہ اور دریوں کا انتظام مسجد کی آمدنی سے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ انتظام بھی اسی مسجد کے نمازیوں کیلئے ہے، اسلئے حرج نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۲ھ

رقم مسجد تراویح کے حافظ پر خرچ کرنا

سوال:۔ آیا مسجد کی رقم سے تراویح سنانے والے حافظ کا خرچ طعام دیا جاسکتا ہے، صرف دو وقت کھانا یا اس کی قیمت دینا ہے؟

---

[1] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهوا قرب لعمارته کا مام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذالک الیٰ اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ج۴/ ص۳۶۶، ۳۶۸/ کتاب الوقف، مطلب یبداء بعد العمارة بما هو اقرب الیها، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف)

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں دینا چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

مسجد کی فاضل رقم کا مصرف

سوال:۔ مساجد کی لاکھوں روپیہ کی غیر سودی رقم جو بینک میں جمع ہے جس پر خوامخواہ سود چڑھتا رہتا ہے، اور حکومت اس میں سے لون لیا کرتی ہے، تو کیا ان مساجد کی وہ غیر سودی رقم جبکہ ان مساجد کی حالیہ ضروریات نیز مستقبل کی متوقع ضروریات سے بھی فاضل ہے، تو اس رقم کو مالی اعتبار سے نہایت کمزور، ضرورت مند مساجد کی تعمیر اور مرمت میں اس رقم کا کچھ حصہ استعمال کرنا یا مؤذن اور اماموں کی تنخواہوں میں دینا یا مکاتب و مدارس دینیہ کی امداد یا جدید مکاتب دینیہ قائم کرنا یا غریب بچوں کو وظیفہ دینا، یہ روپیہ ان مذکورہ مدوں میں صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر مسجد کی رقم اصالۃً اسی مسجد میں صرف کی جائے، اگر اس مسجد میں ضرورت نہ ہو اور آئندہ بھی ضرورت متوقع نہ ہو یا رقم کی حفاظت دشوار ہو اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر قریب کی مسجد میں اس کے بعد بعید کی مسجد میں حسب ضرورت و مصالح مسجد کی تعمیر، صرفہ پانی،

---

[1] متولی المسجد اذا اشتریٰ بالغلة التی اجتمعت عنده (الیٰ قوله واذا ارادان یصرف شیئاً من ذٰلک الی امام المسجد فلیس له ذٰلک (فتاویٰ عالمگیری ،مصری،ص۴۶۳/ج ۲/ کتاب الوقف الفصل الثانی من الباب الحادی عشر فی المسجد، محیط برهانی ص۱۳۷/۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد الخ، مطبوعه مجلس علمی گجرات)

روشنی، تنخواہ امام ومؤذن میں صرف کرنا درست ہے، جب تک یہ مصارف موجود ہوں تو مسجد کے علاوہ دیگر مواقع مثلاً مدارس مکاتب کی تعمیر یا وہاں کے ملازمین کی تنخواہوں یا تعلیم پانے والے طلبہ کے وظیفوں میں ہرگز صرف نہ کریں[1]

اگر مساجد میں صرف کرنے کی دور نزدیک کی کوئی صورت نہ رہے تو پھر دینی مدراس ومکاتب کے مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۷ھ

اوقاف مساجد کے مصارف

سوال:۔ اوقاف مساجد کے مصارف کیا کیا ہیں، وقف واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، منذور علی اللہ کی دو صورتیں ہیں، ایک مشروط اور ایک غیر مشروط مثلاً واقف نے دس روپے نقد جائے نماز کی خرید کو دیئے ایسا وقف جائے نماز خرید کر ہی ہوسکتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دس روپے غیر مشروط مسجد کو دیئے اس وقف کو کارکنان مسجد متعلقات مسجد میں کہیں بھی خرچ کر سکتے ہیں، یا نہیں نیز کیا ایسے نقد کو امام وغیرہ کی تنخواہ میں دینا جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ یہ اجرت ادائے گی فرض میں شامل ہے؟

---

[1] ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فيصرف وقف المسجد الى اقرب مسجد اليه مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره، الدرالمتقی مع المجمع ص ۲/۵۷۹، کتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيرت، عالگمیری کوئٹه ص ۲/۴۷۸، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی يستغنی عنها الخ)

قلت:– وهذه الرواية وان كان منقولة فی صورة الخراب وغيره لكن ماكان مبنی الحكم الاستغناء كان الحكم عاما وان لم يخرب وهذاظاهر عندی (امدادالفتاویٰ ص ۵۹۳/ج۲/ جديد كتاب الوقف، مطبوعه زكريا ديوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی نے مصالح مسجد کے لئے وقف کیا ہے تو امام خطیب، قیم، روشنی، چٹائی وغیرہ یہ اس کے مصارف ہیں "لو وقف علی المصالح للامام والخطیب والقیم وشراء الدهن والحصیر اھ الاشباہ والنظائر مع الحموی[1] ص ۲۷۱/" "وقف" امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ملک واقف میں رہتا ہے، مگر اس کی منفعت کا تصدق لازم ہوتا ہے، اور صاحبین کے نزدیک ملک واقف سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملک میں ہوجاتا ہے، اور اسکی منفعت کو صرف کیا جاتا ہے، جیسا کہ جواب نمبر ۱ کی عبارت[2] منقولہ میں مذکور ہے جو نقد معطی نے یہ کہہ کر دیا کہ یہ فلاں چیز مسجد کے لئے خریدی جائے تو اس کے خلاف کرنے کا حق نہیں، جو نقد بلا تعیین کے مصالح مسجد کیلئے دیتا ہے، اس کی تنخواہ امامت وقیم وغیرہ میں بھی صرف کرنا درست ہے، جیسا کہ عبارت اشباہ سے مستفید ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اراد المتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا او حصیرا او حشیشا او آجرا او حصا لفرش المسجد او حصی قالوا ان وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ماتری من مصلحة المسجد کان له ان یشتری للمسجد ماشاء ..... ولو قال علی مصالحه یجوز فی دهنه وبواریه ایضا (هندیه کوئٹه ص ۲/۴۶۱، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، محیط برهانی ص ۹/۱۳۶، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه مجلس علمی گجرات، بحر کوئٹه ص ۵/۲۱۱، کتاب الوقف)

[2] الوقف هو لغة الحبس وشرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق لمنفعة عنده وعندهما هو حبسها علیٰ حکم ملک الله تعالیٰ وصرف منفعتها علی من احب ولوغنیا فیلزم فلایجوز له ابطاله ولایورث عنه وعلیه الفتویٰ (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۳۷/ ج۴/ اوّل کتاب الوقف، محیط برهانی ص ۸/۴۹۰، کتاب الوقف، الفصل الثانی، مطبوعه مجلس علمی گجرات، هندیة کوئٹه ص ۲/۳۵۲، کتاب الوقف، الباب الاول)

مسجد اور مدرسہ کی دوکان ومکان کے کرایہ کا مصرف

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد اور مدرسہ کی دوکانات اور مکانات ہیں، ان کی آمدنی کس طرح خرچ کریں، کیا مدرسہ کی آمدنی مسجد میں اور مسجد کی مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں، یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً

جو دوکان یا مکان مسجد کی ملک ہو، اس کی آمدنی مسجد کی ضروریات لائٹ اور امام مسجد کی تنخواہ میں دینا اور خرچ کرنا شرعاً درست ہے[1]، جو دوکان یا مکان مدرسہ کی ملک ہو اس کا روپیہ دوسری جگہ خرچ نہ کیا جائے، مدرسہ کا روپیہ مسجد میں نہ خرچ کریں اسی طرح مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ نہ کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۸ھ

---

[1] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو اقرب بعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذٰلک الی اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ج۴/ ص۳۶۶/ کتاب الوقف، مطلب یبداء من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹه ص ۵/۲۱۱، کتاب الوقف، الدرالمنتقی ص۲/۵۸۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] اتحدالواقف والجهة جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر علیه وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیها اوفاقا لایجوز له ذٰلک ای الصرف المذکور(درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۶۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، مجمع الانهر ص۲/۵۹۶، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص۵/۲۱۶، کتاب الوقف)

مسجد کی آمدنی سے تنخواہ میں تقلیل اور اسکول میں خرچ

سوال:۔ مساجد کے اماموں کی تنخواہ ۵۰/۶۰/۷۰/روپے ماہانہ دیجاتی ہے، جو بہت ہی قلیل ہے، حالانکہ آمدنی بہت کافی ہے، لیکن اس آمدنی کو مسجد کے لئے اور اماموں کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کے بجائے اسکول میں دنیوی تعلیم کیلئے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے، اور دنیوی تعلیم بھی بہت ناقص ہے، تو مساجد کی اسّی فیصد آمدنی اسکول میں دنیوی تعلیم پر خرچ کرنا جائز ہے، دینی تعلیم نہیں دی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں[۱]، تو پھر مسجد کی آمدنی اسکول میں خرچ کرنا کیسے جائز ہوگا، جو لوگ خرچ کرتے ہیں، وہ گنہگار ہیں، ان کے ذمہ ضمان لازم ہے، ایسے لوگوں کو اوقاف کا منتظم بنانا بھی درست نہیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۹۲ھ

---

[۱] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما لايجوز له ذلك (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۶۰/ج۴/ بحذفٍ، کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہٖ، بحر کوئٹہ ص ۲۱۶/۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۵۹۶/۲، کتاب الوقف، مطبوعه بيروت)

[۲] فاستفيد منه انه اذاتصرف بمالايجوز كان خائنا يستحق العزل (بحر کوئٹہ ج۵/ ص ۲۳۴، کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۳۸۰/۴، کتاب الوقف، مطلب ياثم بتولية الخائن، مجمع الانهر ص ۶۰۲/۲، کتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

مسجد کا چندہ عمومی کام میں خرچ کرنا

سوال:۔ چند حضرات نے مسجد کے لئے روپیہ جمع کیا تھا لیکن وہ روپیہ عمومی کام میں صرف کرنا چاہتے ہیں، اگرچہ باقاعدہ حساب مع رسیدوں کے موجود ہے، لیکن سب چندہ دہندگان کا موجود ہونا ان کے گھروں پر جا کر دریافت کرنا ایک امر مشکل ہے، ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح چندہ جمع کیا گیا ہے (ان کو جمع کر کے یا گھروں پر جا کر) اس طرح ان سے اجازت لے لی جائے، یا ان کا چندہ واپس کر دیا جائے، جب رسیدیں بھی موجود ہیں تو اس میں کیا مشکل ہے، یا اعلان کر دیا جائے، کہ اس چندے کو فلاں کام میں خرچ کیا جائے گا، جس کو نامنظور ہو وہ اپنا چندہ واپس لے لے، اور یہ اعلان اس طرح کیا جائے، کہ چندہ دہندگان تک بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے، مثلاً ایک اشتہار چھاپ کر تقسیم کر دیا جائے، یا محلوں اور مساجد میں کہہ دیا جائے، غرض اپنی وسعت کے مطابق اعلان کر دیں یا واپس کر دیں، اس سے زائد کی ذمہ داری نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۸۹ھ

---

[1] سئل عن وقف انهدم ولم يكن له شي يعمر منه ولا امكن اجارته ولاتعميره هل تباع انقاضه من حجر وطوب وخشب؟ اجاب اذا كان الامر كذلك صح بيعه بامر الحاكم ويشترى بثمنه وقف مكانه فاذا لم يمكن رده الى ورثة الوقف ان وجدوا ولايصرف للفقراء، (شامی کراچی ص ۳۷۶/۴، كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته)

مسجد کے روپیہ سے کسی غریب کی حالت کو سدھارنا

سوال:۔جن مساجد کے پاس کافی روپیہ جمع ہے وہ غرباء کو قرض دیکر ان کی حالت سدھار سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی اجازت نہیں[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۲۱/۱/۹۵ھ

کمرۂ مسجد میں مدرسہ ہے اس کا کرایہ مسجد کو

سوال:۔(۱) ہمارے محلّہ کی مسجد میں ایک کمرہ ایسا ہے جس میں عرصۂ دراز سے پیش امام رہتا تھا، اوراس میں بچوں کو دینی تعلیم دیتا تھا، ایک موقع پر جب کوئی پیش امام نہیں تھا، زید نے مسجد مذکور کے متولی عمر کے کہنے سے کسی تنخواہ کا معاملہ کئے بغیر امامت شروع کردی، اوراس کمرہ میں خود رہنے کے بجائے ایک مولوی صاحب کو بچوں کی تعلیم کیلئے مقرر کردیا، بچوں سے کوئی فیس نہیں رکھی گئی، مولوی صاحب کی تنخواہ آٹے کی چٹکی اور چندہ سے اہل محلّہ کی طرف سے دی جاتی رہی، متولی عمر نے اس کمرہ کا راستہ بیرون مسجد کردیا، اور کہا کہ اب اس کمرہ کو کرایہ پر دے گا، زید نے کہا کہ آپ اس کمرہ کا کرایہ نہ لگائیے، ہم نماز تو پڑھایا ہی کرتے ہیں، اس کمرہ کا کرایہ ہماری تنخواہ سمجھ لینا، مدرسہ کرایہ دینے سے مجبور ہے

---

[1] ان القیم لیس له اقراض مال المسجد (بحر کوئٹه ص ۲۳۹/ج۵/ کتاب الوقف)

لیکن عمر اپنی بات پر جم گیا، اکثر واقفین مسجد متولی عمر کی اس رائے کے خلاف ہیں، سب کا خیال یہی ہے کہ جب تک امام کے لئے دوسرا کمرہ نہ بن جائے، اس وقت تک اس کمرہ کا کرایہ لگانا مناسب نہیں، متولی عمر نے یہ وعدہ کیا کہ کچھ عرصہ کرایہ دیدو تا کہ مسجد اس پیسہ سے دوسری طرف کھپریل ڈال دے اور پھر اس طرف مدرسہ منتقل کر دینا، اس معاہدہ کے تحت مدرسہ نے چودہ ماہ تک مبلغ ۲۱۰/ روپیہ مسجد کو کرایہ دیا، اور مدرسہ کے ذمہ دار زید برابر نماز پڑھاتے رہے، اس درمیان میں متولی عمر سے کرایہ کی پریشانی برابر کہی جاتی رہی، لیکن متولی عمر نے دوسری طرف کھپریل کا انتظام نہیں کیا، حتی کہ وہ وقت بھی آ گیا، جبکہ مدرسہ کرایہ دینے سے بالکل مجبور ہو گیا، اور تا ہنوز مجبور ہے، کچھ عرصہ کے بعد متولی عمر نے مسجد کے دوسرے حصے کی طرف چھت بنوائی ہے، لیکن ایک دوسرے پیش امام کو مقرر کر دیا، اور وہ نئی جگہ ان کے حوالہ کر دی اور مدرسہ کے معزز سیکریٹری کے نام عدالت میں کرایہ داری اور تخلیہ کا مقدمہ دائر کر دیا، زید اور دیگر واقفین مسجد کے لئے یہ صورت حال بہت پریشان کن ہے، خود عمر کو بھی اس مقدمہ سے تشویش ہے، اور اس تنازعہ کا کوئی مناسب حل شریعت کی روشنی میں چاہتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ چونکہ ہم نے متولی عمر کے کہنے سے امامت کی ہے، اس لئے ہمیں تنخواہ کے مطالبہ کا حق ہے، متولی عمر ہمیں امامت کا معاوضہ سابقہ پیش امام حضرات کی تنخواہ کی مناسبت سے دیدیں، وہی روپیہ ہم مدرسہ کی طرف سے بطور کرایہ ادا کریں گے، دریافت طلب یہ امور ہیں، کہ زید کو اب صورتِ مسئولہ میں اپنی تنخواہ کے مطالبہ کا حق حاصل ہے؟

(۲) کیا عمر مسجد کی طرف سے زید کو گذشتہ مہینوں کی تنخواہ دینے اور مدرسہ سے کرایہ لینے کی اس صورت میں معاملہ کرنے کا مجاز ہے؟

(۳) اور مسجد کا متنازعہ مدرسہ کرایہ پر دیا جائے یا بلا کرایہ پر دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تنخواہ کا معاملہ نہیں ہوا تھا، لہٰذا زید کو تنخواہ کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں[1] خاص کر جبکہ وہاں تنخواہ دار امام کے بغیر ہی نماز و جماعت ہو رہی تھی۔

(۲) عمر کو مسجد سے زید کی گذشتہ امامت کی تنخواہ دینے کا اختیار نہیں[2]، وہ کمرہ اگر امام کے رہنے اور تعلیم دینے کے لئے بنایا گیا تھا، تو اس کو کرایہ پر دینا اور اس کا کرایہ وصول کرنا درست نہیں[3]، اگر کرایہ کیلئے بنایا گیا تھا، تو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا درست ہے[4]۔

(۳) کا جواب نمبر ۲/ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۵ھ

---

[1] ولااجرة لعمل بلاشرط الاجرة الخ اعانة الطالبين، ج۳/ص ۱۲۱/ مطبوعه بيروت، كتاب الاجارة.

[2] حوالۂ بالا

[3] ولا تصح اجارة من له السكنى الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۶/۵۶۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو آجر من له السكنى.

[4] ان الواقف اذا اطلق او عين الاستغلال كان للاشتغلال وان قيد بالسكنى تقيد بها الخ شامى زكريا ص ۶/۵۷۱، كتاب الوقف، مطلب من له الاشتغلال لا يملك السكنى.

فصل پانزدھم:- اشیاء مسجد کا استعمال

مسجد کی چیزوں کا ذاتی کام میں استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد کا سامان مسجد کے علاوہ تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مسجد کا سامان مثلاً ڈول، لوٹا، لالٹین، موم بتی وغیرہ، اسی طرح مسجد کی اینٹ، قرضاً لیکر باہر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح مسجد کے صحن میں اگر خشک کرنے کی غرض سے کپڑا پھیلائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جملہ امور ممنوع ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

مسجد کے لوٹے ذاتی کام میں استعمال کرنا

سوال:۔ جتنے مسجد میں لوٹے رکھے ہیں نمازی اور بے نمازی ان کو تمام کاموں میں استعمال کرتے ہیں، ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے لوٹے تمام کاموں میں استعمال کرنا درست نہیں، صرف وضو، استنجاء، غسل میں استعمال کریں، پانی پینے یا کہیں کوئی معمولی کپڑا نماز کیلئے دھونے کی بھی گنجائش ہے مسجد سے باہر

---

[1] مستفاد :. لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (عالمگیری ،کوئٹه ،ص ۱۱۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰة قبیل الباب الثامن ولایشغل المسجد بالمتاع (الاشباه والنظائر،ص ۲۰۳/مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی ، الفن الثالث ، القول فی احکام المسجد)، خانیة علی هامش الهندیة ص۲۹۴ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل، یجعل داره مسجداً.

اپنے مکان وغیرہ میں لیجانا اور استعمال کرنا منع ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا فرش یا روپیہ اپنے کام میں لانا

سوال: ۔مسجد کی کوئی چیز مثلاً فرش دری بچھائی جائے یا روپیہ بلا کسی عذر امام صاحب خود اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں کہ نہیں یا بستی کا کوئی آدمی کسی شادی وغیرہ میں کرایہ پر لیجا سکتا ہے یا نہیں، طالب علم مسجد کا تیل اپنے کام میں بلا کسی عذر کے استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا فرش دری وغیرہ امام یا کسی اور کو اپنے ذاتی استعمال میں لانے کا حق نہیں نہ کرایہ پر دینا درست ہے، مسجد کا روپیہ بھی کسی اور کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں[۲] مسجد کے لئے تیل جس شخص نے دیا ہے، اگر امام یا کوئی طالب علم اپنے کام میں لانا چاہے تو دینے والے کی اجازت سے لا سکتا ہے بلا اجازت نہیں[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۸ھ

---

[۱] کمایستفاد ممافی الهندیه ،ولایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته، (عالمگیری ص ۱۱۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، الباب السابع فیما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۲۷۰ ج۶، کتاب الوقف الرابع فی المسجد وما یتصل به، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] مستفاد :.بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یأخذ بغیر اذن الدافع (بحرکوئٹه ،ص ۲۵۰/ج۵/کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد)، شامی زکریا ص ۵۷۴ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارته.

مسجد کے کسی حصہ کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے مخصوص کر لینا

سوال:۔ مسجد کے کسی حصہ سے اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اس کے صحن یا اسکی چھت وغیرہ پر پودے وغیرہ لگا کر اس کا پھل استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے کسی حصہ کو اپنے ذاتی فائدہ کے لئے مخصوص کر لینا جائز نہیں ہے، حتی کہ نماز کے لئے بھی اپنی جگہ مخصوص کرنے کا حق نہیں کہ وہاں کسی کو کھڑا ہونے اور نماز پڑھنے سے روکے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۲ھ

مسجد کا لوٹا اور جگہ مخصوص کرنا

سوال:۔ اگر کوئی نمازی مسجد میں اپنی وضو کے لئے ایک لوٹا مخصوص کر لے اور اپنی نماز کیلئے جگہ مخصوص کر لے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے ہر لوٹے سے ہر نمازی کو وضو کرنے کا حق ہے، اسی طرح مسجد کے ہر حصہ میں ہر نمازی کو نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے، اس لئے کوئی شخص کسی خاص لوٹے کے استعمال سے یا کسی خاص حصہ میں نماز پڑھنے سے اپنی خصوصیت کی بناء پر کسی نمازی کو منع نہیں کر سکتا، البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ خود کسی خاص لوٹے سے اس کے اچھا یا بڑا یا کسی اور وصف کی بناء پر وضو کیا کرے کسی

---

[1] ولایتعین مکان مخصوص لاحد حتی لو کان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیه فسبقه غیره الیه لیس له ازعاجه واقامته منه (البحر، کوئٹه، ص ۳۴/ ج ۲/ کتاب الصلوٰة فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلوٰة)، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۶ ج ۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

اور لوٹے سے نہ کرے، بلا وجہ شرعی مسجد کے کسی خاص حصہ کو نماز کے لئے متعین کرنا منع ہے کہ یہ تخصیص بلا مخصص شرعی ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۳/رجب ۵۸ھ

مسجد کا کوئی لوٹا اپنے لئے خاص کرنا

سوال:۔زید مسجد کا ایک لوٹا اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے، دوسرا کوئی استعمال کرتا ہے تو ناراض ہوتا ہے، اور اس کو ناپاک سمجھتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ طریقہ غلط ہے، اگر اس کو وہم ہے کہ دوسرے کے استعمال سے لوٹا ناپاک ہو جاتا ہے تو اس وہم کو چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑ سکے تو اپنا لوٹا خرید کر علیحدہ رکھے، اور نماز کے وقت لے آیا کرے تاکہ دوسرے کو اسکے استعمال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] و(یکرہ) تخصیص مکان لنفسه قال فی القنیة له فی المسجد موضع معین یواظب علیه وقد شغله غیره قال الاوزاعی ،له ان یزعجه ،ولیس له ذلک عندنا اھ ای لان المسجد لیس ملکالاحد بحر عن النهایة (شامی کراچی ،ص ۶۶۲/ج ۱/کتاب الصلوٰة ،باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها مطلب فیمن سبقت یده الی مباح)، البحر الرائق کوئٹه ص۳۴ج۲ کتاب الصلوة، فصل لما فرغ من بیان الکراهة، فی الصلوة، الاشباه والنظائر ص۲۰۲ القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام، دهلی.

[2] متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد، الی بیته وله أن یحمله من البیت الی المسجد، خانیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۴/۳ کتاب الوقف، باب الرجل، یجعل داره مسجداً، فتاوی البزازیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۷۰ج۶ کتاب الوقف، الرابع فی المسجد وما یتصل به عالمگیری کوئٹه ص۴۶۲ج۲ الفصل الثانی من الباب الحادی عشر.

مساجد کے لوٹے وغیرہ عیدگاہ میں لیجانا

سوال:۔ زمانۂ قدیم سے نظام حیدرآباد کے ذمہ سے یہاں معمول یہ ہے کہ عیدین کے موقعہ پر متولیان عیدگاہ و منتظمین ان مساجد سے جہاں نماز عید نہیں ہوتی ہے، وہاں کے متولیوں کی اجازت سے جاء نماز اور وضو کے برتن وغیرہ مصلیان کے لئے لے جاتے ہیں، اور بعد نماز عید وہاں پہنچادیتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ عمل از روئے شرع درست ہے یا نہیں، بعض لوگ معمول قدیم کو لیتے ہوئے تعامل ثابت کرتے ہیں، اور جواز کا قول فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ چونکہ دور آصفیہ میں محکمۂ اوقاف کے عملے اور تھے اور حکومت وقف کی اجازت سے ایسا کیا گیا، اور مساجد کے ہر قسم کے انتظامات وہی لوگ کرتے تھے، تو جبکہ وہ عملہ عرصے سے چلا آرہا ہے، تو تعامل سے ثابت ہے جس مسئلہ میں نص موجود نہیں اس میں تعامل حجت ہے، مگر اس وقت غور طلب بات یہ ہے کہ فی زمانہ اگرچہ محکمۂ اوقاف ہے، اور مساجد کو کچھ اس سے فائدہ پہنچتا ہے، مگر کلیۃً دعویٰ نہیں کیا جاسکتا بلکہ مساجد کی بہتیری ضرورتوں کو عوام پورا کرتے ہیں، اس میں سے مساجد کی صفیں اور دیگر سامان ہے

نیز واقفین کے شرائط ہوسکتے ہیں اس طرح عیدگاہ کیلئے بسہولت دوسرے طریقے پر انتظام ممکن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے اگر کوئی وقف اس تصریح کے ساتھ کیا ہو، کہ عیدگاہ میں بھی اس کی آمدنی سے خرید کردہ سامان صف اور ظروف وضو وغیرہ لے جائیں، تو لیجانا درست ہے، "**لان شرط الواقف کنص الشارع**"[1] لیکن آج جب کہ صف اور ظروف وضوء کا نظم عوام کے چندہ سے تو اس کو وقف

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

سابق پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے جو چیز جس مسجد کیلئے دی جائے اس کو اسی مسجد میں استعمال کیا جائے، عیدگاہ میں نہ لے جائیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۶ھ

ایک مسجد کا لوٹا، صف وغیرہ واپسی کے وعدہ پر دوسری مسجد کے لئے لینا

سوال: کسی مسجد سے دوسری مسجد کے لئے لوٹے، صف وغیرہ واپسی کے وعدہ پر لئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ براہ کرم مندرجہ بالا امور کے بارے میں شرعی احکام سے آگاہ فرما کر محلّہ اور مسجد سے متعلق لوگوں کے تنازعہ کو ختم کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان اشیاء کو واپسی کے وعدہ پر بھی نہ لیا جائے[2] ہاں اگر وہاں ضرورت سے زائد ہو تو خرید لیا جائے[3] فروخت کرنے پر اعتراض ہو تو نہ خریدا جائے، دوسری جگہ سے انتظام کرلیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بأن بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلک ای الصرف المذكور درمختار على الشامی كوئٹه ص۳/۴۰۸، ومطبوعه زكريا ص ۶/۵۵۱، كتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين ورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز لهٗ ذلک ای الصرف المذكور (درمختار مع الشامی كراچی، مختصراً ، ص۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا سامان ذاتی مصرف میں لانا

سوال:۔ جب آدمی مکان تعمیر کرارہا تھا، اول سے آخر تک مسجد کے حوض کے اندر سے پانی استعمال کیا مسجد کا سامان بھی استعمال کیا مثلاً ڈیگ فاوڈا، لکڑے وغیرہ تو کیا اس طریقہ سے ہر آدمی مسجد کے سامان کو استعمال کرسکتا ہے؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے سامان کو اسطرح استعمال کرنا درست نہیں ناحق ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۹۲ھ

مسجد کی الماری میں اپنا تجارتی سامان رکھنا

سوال:۔ ایک مولوی صاحب مسجد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اوران کے پاس اپنا مکان بھی ہے، باوجود مکان ہونے کے مسجد کی الماری جوعین عبادت گاہ میں ہے، تجارتی کتابیں رکھتے ہیں جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں الماری اس لئے بنائی جاتی ہے کہ اس میں مسجد کی چیزیں مثلاً قرآن پاک، پنکھا،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] مستفاد :.حشیش المسجد اذاکانت له قیمة فلاهل المسجد ان یبیعواه (هندیه ،کوئٹه ، ص ۴۵۹/ج۲/ کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر فی المسجد)، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، محیط برهانی ص ۱۳۱ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون، مجلس علمی گجرات.

(صفحه هذا) [۱] مستفاد :. لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (عالمگیر ی،بلوچستان کوئٹه، ص ۱۱۰/ج۱/ قبیل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۹۴ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

مصلیٰ وغیرہ رکھا جائے[1] کسی کو اپنا سامان تجارت کے لئے رکھنا مستقل طور پر اس کا حق نہیں الماری خالی کر دی جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں دینی کتابیں وغیرہ رکھنا

سوال:۔اپنی ساری دینی کتابیں اور کچھ غیر دینی مثلاً جنتری وغیرہ مسجد کی الماری میں رکھتا ہوں بوجہ حفاظت، کیونکہ گھر میں ان کے رکھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، اور کبھی کبھی ایک جوڑا کپڑا استعمال کیلئے اور ناشتہ کی چیز مثلاً گڑ، میٹھائی، دوا، صابن، تیل، سرمیں لگانے کا کنگھا (میں امام ہوں) جواب دہی فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں اپنا گھریلو سامان، صابن، گڑ، میٹھائی، کپڑے وغیرہ نہ رکھیں[3] کہ یہ اعتراض کی چیز ہے، اگر مسجد میں حجرہ سہہ دری، وضوخانہ وغیرہ ہو تو وہاں رکھیں جہاں مستقل رات کو سوتے ہوں، ایسی کتابیں جن سے نمازی بھی فائدہ اٹھائیں مسجد میں رکھ لیں، تو حرج نہیں[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولابأس بان يتخذ فى المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادة من غير نكير (حلبى كبيرى مطبوعه رحيميه ديوبند ص۵۶۸/فصل فى احكام المسجد) هنديه كوئٹه ص۱۱۰ ج۱ كتاب الصلاة، قبيل الباب الثامن فى صلاة الوتر، فتح القدير ص۴۲۲ ج۱ قبيل باب صلاة الوتر، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ولايشغل المسجد بالمتاع (الاشباه والنظائر ،مطبوعه اشاعة الاسلام ، دهلى ، ص۲۰۲/الفن الثالث القول فى احكام المسجد)، مجمع الأنهر ص۳۷۹ ج۱ باب الاعتكاف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۴۴۰ ج۳ باب الاعتكاف.

[3] ولايشغل المسجد بالمتاع الا للخوف فى الفتنة العامة (الاشباه والنظائر، ۲۰۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے چراغ میں اپنا وظیفہ پڑھنا

سوال: ۔تیل وغیرہ اور روشنی جو مسجد میں ہو اس سے فقط جس وقت عشاء کی نماز ختم ہونے کا وقت ہو نماز ہی کے کام میں لا سکتے ہیں، یا نمازی وامام مسجد یا کوئی دوسرا آدمی اس روشنی سے قرآن مجید یا وظیفہ وظائف کے پڑھنے کے وقت کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز کیلئے جب تک روشنی رہنے کا معمول ہو اس وقت تک اس روشنی میں قرآن شریف اور وظیفہ وغیرہ پڑھنا بلاشبہ درست ہے، اور اس کے بعد یعنی جب روشنی چراغ گل کر دیا جاتا ہو اس وقت تیل دینے والے کی اجازت سے روشنی کرنا اور اس میں قرآن شریف وغیرہ پڑھنا درست ہے، بلا اجازت نہیں چاہئے، اور اگر تیل وقف کی آمدنی سے خریدا گیا ہے، مگر واقف نے یہ شرط نہیں کی کہ تمام رات مسجد میں چراغ روشن رہے تب بھی قرآن شریف وغیرہ پڑھنے کے لئے علاوہ وقت نماز کے چراغ کو روشن کرنا درست نہیں[1] کذا فی الہندیہ، ص ۱۰۳۳/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۵/۵۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی،الفن الثالث ،القول فی احکام المسجد)، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۴۰ ج ۳ باب الاعتکاف، مجمع الأنهر ص ۳۷۹ ج ۱ باب الاعتکاف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] لا یکره احضاره کدراهم یسیرة او کتاب ونحوه البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۴ ج ۲ باب الاعتکاف، شامی زکریا ص ۴۴۰ ج ۳ باب الاعتکاف، النهر الفائق ص ۴۷ ج ۲ باب الاعتکاف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) [1] ولووقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین ولایجوز ان یترک فیه کل اللیل الافی موضع جرت العادة فیه بذلک کمسجد بیت المقدس ومسجدبیت النبی صلی الله علیه وسلم والمسجد الحرام اوشرط الواقف ترکه فیه کل اللیل کماجرت العادة به فی زماننا (الهندیه مصری ،ص ۴۵۹/ ج ۲/ کتاب الوقف، الفصل الاول من الباب الحادی عشرفی المسجد)، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج ۵ کتاب الوقف فصل احکام المسجد، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۲۹۹ ج ۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجدا.

مسجد کا ہیٹر اپنی ضرورت یا تلاوت کے لئے استعمال کرنا

سوال:۔ بجلی کا ہیٹر نمازی یا منتظم مسجد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا تلاوت کے وقت استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منتظمین یا عام نمازی جس وقت عام ضرورت کے وقت استعمال کریں تو درست ہے، خاص کر آدمی اپنی تلاوت کے لئے استعمال نہ کرے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۵ھ

مسجد کی کتاب کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرنا

سوال:۔ ایک امام مسجد نے ایسے محلّہ میں امامت کرنا شروع کی کہ جس محلّہ کے مسلمان امور غیر شرعی میں زیادہ مبتلا تھے امام کا دل غیر شرعی امور میں مسلمانوں کو دیکھ کر کڑھتا مگر مجبور تھا کہ ان کی اصلاح کیسے کی جائے، جب ان کو مسئلہ بتاتا تو لوگ ثبوت طلب کرتے، مگر امام صاحب کے پاس کوئی ایسی کتاب مستند نہیں تھی جو ان کو دکھا سکتے، امام صاحب نے چندہ جمع کر کے ایک قرآن مترجم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا خرید لیا اور تفسیر حقانی بھی خریدی، امام صاحب مذکورہ کتابیں مکان میں رکھ کر مطالعہ کر کے لوگوں کو سناتے ہیں، ثبوت کیلئے ان کو کتابیں دکھاتے ہیں، جس سے مسلمانوں کی کافی اصلاح ہوتی جارہی ہے، کیا یہ کتابیں امام مکان میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس شکل

---

[1] مستفاد:. ان ارادانسان ان یدرس الکتاب بسراج المسجد ان کان سراج المسجد موضوعاً فی المسجد للصلوٰۃ قیل لابأس به وان کان موضوعاً فی المسجد لاللصلوٰۃ بان فرغ القوم من صلاتهم وذهبوا الی بیوتهم وبقی السراج فی المسجد قالو الابأس بأن یدرس به الی ثلث اللیل وفیما زادعلیٰ الثلث لایکون له حق التدریس (هندیه ،کوئٹه ،ص ۴۵۹/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر فی المسجد)، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، المحیط البرهانی ص۱۳۲ ج۹ کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی بانی المسجد، مطبوعه ڈابهیل.

میں کوئی گناہ تو نہیں ہوتا؟

الجواب حامداومصلیاً

چندہ دینے والوں کو اطلاع کردے کہ میں نے آپ کے دیئے ہوئے پیسوں سے کتابیں خریدی ہیں، ان کو مکان پر رکھ مطالعہ کرتا ہوں، ان کو اعتراض نہ ہو تو بس کافی ہے[1]، اگر ان لوگوں نے امام کو پیسے کا مالک بنادیا تھا تو پھر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۲ھ

مسجد کا تیل یا ڈھیلا اپنے گھر لیجانا

سوال:۔ بہت سے آدمی مسجد کے چراغ میں سے ہاتھ پیروں میں تیل لگاتے ہیں، اور بہت سے آدمی مسجد کے اندر سے ڈھیلے لے جاکر گھر پر رکھ لیتے ہیں، وہیں پر استنجاء میں استعمال کرتے ہیں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ان دونوں باتوں کی اجازت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مستفاد :بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولا للمؤذن ان یأخذ بغیر اذن الدافع (بحر،کوئٹه،ص ۲۵۰/ ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد)، شامی زکریا ص ۵۷۴ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارته.

[2] لان حقهم فی المنافع لاالعین (قوله لاالعین)لانهاحق المالک اوحق اللّٰه تعالیٰ علیٰ الخلاف ومنه یوخذ عدم جواز قسمة حصر المسجد العتیقة بین المستحقین وکذا مابقی من شمع رمضان وزیته للإمام (شامی کراچی ،ص۳۷۷/ ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی الوقف اذاخرب ولم یمکن عمارته، متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته وله أن یحمل من البیت إلی المسجد، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۴ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۲ ج۲ الفصل الثانی من الباب الحادی عشر، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۲۷۰ ج۶ کتاب الوقف الرابع فی المسجد وما یتصل به.

مسجد کی سیڑھی وغیرہ اپنے گھر میں لیجا کر استعمال کرنا

سوال:۔ متولیٔ مسجد کی اجازت سے کوئی شخص مسجد کی سیڑھی تپائی گھر لیجا کر استعمال کرے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز مسجد کے پیسہ سے خریدی گئی، اور دوسرے لوگ اپنی ضرورت کیلئے مسجد سے مانگتے ہیں تو ان کو عام طور پر وہ چیز نہ دی جائے[1] ہاں اگر مسجد کے مصالح کا تقاضا ہے تو دے سکتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۱ھ

مسجد کا گرم پانی گھر لیجانا

سوال:۔ ایک شخص اہل محلّہ سے کچھ چندہ لیکر اور اپنا زرِ کثیر خرچ کر کے ایک مسجد تعمیر کرے اور پھر مسجد کی مخصوص ضروریات کیلئے یعنی فقط بوریئے تیل لوٹے اور مرمت مسجد کے لئے مکان اور دوکان وقف کردی ہے اس کی آمدنی ہمیشہ مذکورہ ضروریات مسجد پر خرچ ہوتی ہے اہل محلّہ تقاضہ کرتے ہیں کہ اس کی آمدنی کو گرم پانی کے مصارف پر خرچ کیا جائے، اور صاحب وقف کہتا ہے کہ مذکورہ مخصوص ضروریات کے لئے وقف کیا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

علاوہ ازیں یہ بھی دریافت طلب چیز ہے کہ رواج ٹھیر گیا ہے کہ اہل محلّہ مسجد میں پانی گرم کرتے ہیں نمازیوں کیلئے ہر بے نمازی اس سے غسل کرتا ہے، اور گھروں میں لیجاتے ہیں، بے نمازی کا غسل کرنا اور گھر عورتوں اور مردوں کا نمازی ہو یا غیر نمازی ہو گھروں میں لیجانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مستفاد :.لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (عالمگیری کوئٹه ،ص ۱۱۰/ج۱/ کتاب الصلوٰةقبیل الباب الثامن)، فتاوی الزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۷۰ ج۶ کتاب الوقف الرابع فی المسجد وما یتصل به، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب واقف گرم پانی کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صراحۃً منع کرتا ہے، تو شرط الواقف کنص الشارع[1] کے ماتحت پانی گرم کرنے میں آمدنی کو خرچ کرنا درست نہیں، ہاں اگر واقف اجازت دیدے تو جائز ہے جو لوگ اپنے دام خرچ کر کے نمازیوں کے لئے پانی گرم کرتے ہیں، ان کو اختیار ہے کہ وہ کسی بے نمازی کو استعمال نہ کرنے دیں، نیز کسی کو اپنے گھر نہ لیجانے دیں، جو شخص بلا ان کی اجازت اپنے گھر لیجائے گا گنہگار ہوگا کیونکہ یہ پانی مسجد کے روپے سے گرم نہیں ہوتا، بلکہ اہل محلّہ خود گرم کرتے ہیں، اور دار و مدار اہل محلّہ کی اجازت پر ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ذی قعدہ ۵۴ھ

مسجد کا کنواں، نل، ڈول، رسّی استعمال کرنا

سوال:۔ اگر مسجد میں کنواں یا نل لگا ہوا ہو تو اس کنویں سے پانی فقط وضو برائے نماز نمازی ہی کام میں لا سکتے ہیں، یا دیگر آدمی محلّہ کے باشندے خرچہ ضروری میں کام لا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے کنویں کا پانی علاوہ نماز کے دوسرے کام میں بھی لانا درست ہے[3] لیکن احتیاط ضروری

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، شامی ص۶۴۹ ج۶ مطبع زکریا دیوبند، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

[2] فان شرائط الواقف معتبرة اذالم تخالف الشرع وهو مالک فله ان یجعل ماله حیث شاء مالم یکن معصیة وله ان یخص صنفا من الفقراء ولوکان الوضع فی کلهم قربة (شامی کراچی ص۳۴۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة، شامی زکریا ص۵۲۷ ج۶، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے یعنی وہ کنواں اگر مسجد کے فرش پر ہے تو اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ مسجد کا فرش نجاست سے ملوث نہ ہو[1]، نیز مسجد کے ڈول، رسی کا استعمال درست نہیں، ہاں اگر ڈول، رسی، دینے والے نے عام اجازت دی ہو تو درست ہے، اور مسجد کے نل کو اتنا زیادہ اور زور سے استعمال نہ کیا جائے کہ جلد خراب ہو جائے اور اگر مسجد کی آمدنی سے لگایا ہے تو ضروریات نماز کے علاوہ استعمال نہ کیا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے نل سے اہل محلّہ کا پانی لینا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد میں جو نل لگا ہوا ہے محلّہ کے چھ مکانات کے لوگ اس نل سے اپنی ضروریات کے لئے پانی استعمال کرتے ہیں، اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نل سے اہل محلّہ کو پانی لینا درست ہے مگر احتیاط سے استعمال کریں، اگر خراب ہو جائے تو اس کی اصلاح بھی کرادیا کریں، یہ بات نہ ہو کہ پانی تو اہل محلّہ بھریں اور مرمت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] **نوٹ**:۔ بشرط یہ کہ قریب میں کوئی دوسرا ایسا کنواں نہ ہو جس سے دوسرے آدمی اپنی ضرورت پوری کرسکیں (امدادالفتاویٰ جدید، ص۷۱۵/ج۲/) ولا بأس أن يشرب من الحوض والبئر ويسقى دابته ويتوضأ منه، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۵ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۵ ج۲ الباب الثانى عشر فى الرباطات والمقابر والخانات والحياض.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] لان تنظيف المسجد واجب (بدائع كراچى ص۲/۱۱۵/ كتاب الاعتكاف، حلبى كبير ص۶۱۲، فصل فى احكام المسجد، طبع لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص۲/۳۰۳ باب الاعتكاف.

[2] بعث شمعا فى شهر رمضان الى مسجد فاحترق وبقى منه ثلثه اودونه ليس للامام ولاللمؤذن ان يأخذ بغير اذن الدافع، ولو كان العرف فى ذلك الموضع أن الامام والمؤذن يأخذه من غير صريح الاذن فى ذلك فله ذلك، (بحر، كوئٹه، ص ۲۵۰/ج۵/ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد)، شامى زكريا ص۵۷۴ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف، اذا خرب ولم يمكن عمارته.

مسجد کے ذمہ رہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۹۰ھ

مسجد کے ٹانکہ سے محلّہ والوں کا پانی لے جانا

سوال:۔ مسجد میں ٹانکہ ہے اس میں نل لگے ہیں، شہر سے بذریعہ نل پانی ٹانکہ میں آتا ہے، پانی کا ٹیکس مسجد کمیٹی ادا کرتی ہے محلّہ کے لوگ آکر اپنی ضروریات کا پانی لے جاتے ہیں، وضو کرنے کی جگہ مسجد کے اندر ہے، اس جگہ پر باوضو مصلی حضرات پیر رکھ کر مسجد میں آتے ہیں، باہر کے بچے مسجد کے اندر نل سے پانی لے جاتے ہیں، باہر کی خراب مٹی مسجد میں بھرتی ہے، سوال یہ ہے کہ مسجد کے ٹانکے سے محلّہ کے لوگ اپنی ضروریات کے لئے پانی لے جاسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پانی کنویں کے پانی کی طرح نہیں ہے، کہ ہر شخص کو لینے کا اختیار ہو بلکہ یہ گھڑے میں رکھے ہوئے پانی کی طرح ہے کہ مالک نے اپنی ضرورت کیلئے گھڑے میں بھر رکھا ہے وہ اس پانی کا مالک ہوگیا، کسی شخص کو بغیر اس کی اجازت کے لینے کا حق نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۱۳۹۹ھ

---

[1] **نوٹ**:۔ اہل محلّہ کے لئے مسجد کے نل سے پانی لینا اسی صورت میں درست ہے جبکہ ان لوگوں کی طرف سے اجازت ہو جن کے چندہ سے وہ لگایا گیا ہے، اور اگر وہ خاص مسجد ہی کیلئے لگایا گیا ہے، تو پانی لینا درست نہیں۔

مستفاد: ولووقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین ویجوز ان یترک فیه کل اللیل الا فی موضع جرت العادة فیه بذالک او شرط الواف ترکه فیه کل الیل، الهندیه ص ۲/۴۵۹، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص ۹/۱۳۱، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر فی المسائل اللتی تعود الی بانی المسجد، مطبوعه ڈابهیل، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی اشیاء کا امام ومؤذن کیلئے استعمال

سوال: ۔مسجد کا متفرق سامان امام یا مؤذن حسب ضرورت استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں دو قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، قسم اول اہل محلّہ دیتے ہیں، وہ اگر امام صاحب کو اپنے حجرہ میں استعمال کی اجازت دیں تو درست ہے[1] قسم دوم منتظمین مسجد کیلئے خریدتے ہیں، اگر وہ اجازت دیں تو ان کی اجازت سے درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باجازت متولی مسجد کا تیل امام ومؤذن کیلئے

سوال: ۔مسجد میں جو عموماً عام لوگ تیل ڈال جاتے ہیں، آیا اس تیل کو امام ومؤذن مسجد

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] والمحرزفی کوزوحب لاینتفع به الا باذن صاحبه لملکه باحرازه (درمختار مع رد المحتار کراچی، ص ۴۳۹/ج۶/ کتاب احیاء الموات ،فصل فی الشرب)، مجمع الأنهر ص۲۳۷ ج۴ کتاب احیاء الموات، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۸۰ ج۱۰ کتاب احیاء الموات، فصل فی مسائل الشرب، فصل فی المیاه، طبع دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مسجد له مسغلات واوقاف الی قوله واذا اراد ان یصرف شیئاً من ذلک الی امام المسجد او الی موؤذن المسجد، فلیس له ذلک الا اذا کان الواقف شرط ذلک فی الوقف، المحیط البرهانی ص۱۳۷/۹ کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۳/۲ کتاب الوقف، مطلب الوقف علی عمارته ومصالحه، خلاصة الفتاوی ص۴۲۶/۴ کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافه، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

[2] الواقف ومحل الجهة ان اتحدث بان کانا وقفا علی المسجد احدهما الی العمارة والآخر الی امامه او مؤذنه والامام والمؤذن لا یستقر لقلة المرسوم للحاکم الدین ان یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة الی الامام والمؤذن باستصواب اهل المحلة البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۵۱ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۲۶۱ ج۶ کتاب الوقف، قبیل نوع فی الفاظ جاریة فی الوقف.

ہذا میں اپنے حجرہ میں باذن متولی جلاسکتا ہے یا نہیں اور اس کا یہ اذن از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تیل دینے والوں کی بھی اجازت ورضامندی ہے تو جائز ہے[1] اور متولی کا اذن بھی معتبر ہے ورنہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا تیل امام کیلئے

سوال:۔ امام کو کوئی شئی مسجد کی اپنے تصرف میں لانا مثل تیل وغیرہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقف نے اس کے متعلق امام کو اجازت دی ہے اور اس کی مقدار متعین کردی ہے، اور امام غریب ہے تو امام کو بقدرِ تعینِ واقف اس کا صرف کرنا درست ہے، اور اگر واقف نے تو اجازت نہیں دی لیکن امام کی تنخواہ کا جز قرار دیا ہے، مثلاً ہر ماہ اتنے روپیہ اور اتنا تیل تنخواہ مقرر کی گئی ہے، تب بھی امام کو اس تعین کے ماتحت اس میں تصرف کرنا درست ہے، اگر کوئی معاملہ واقف سے یا ملازم رکھنے والے سے نہیں کیا گیا تو امام کو مسجد کے چراغ سے مسجد میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا

---

[1] بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثت أو دونه لیس للإمام ولا للمؤذن أن یأخذ بغیر اذن الدافع ولو کان العرف فی ذلک الموضع ان الامام والمؤذن یأخذه من غیر صریح الإذن فی ذلک فله ذلک، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، شامی کراچی ص۳۷۷ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف، اذا خرب فلم یمکن عمارته،

[2] واذا ارادان یصرف شیئاً من ذلک الیٰ امام المسجد اوالی مؤذن المسجد فلیس له ذلک الا أن کان الواقف شرط ذلک فی الوقف، (عالمگیری مصری ص۴۶۳/ج۲/ کتاب الوقف، الفصل الثانی من الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۳۷ ج۹ کتاب الوقف الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، خلاصة الفتاوی کراچی ص۴۲۶ ج۴ کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد وأوقافه ومسائله.

جن اوقات میں مسجد کی ضرورت کے لئے چراغ روشن کیا جاتا ہے، دیگر سب نمازیوں کی طرح درست ہے، تیل کو فروخت کرنا اپنے گھر لیجا کر جلانا وغیرہ درست نہیں۔

"واذا اراد ان یصرف شیئاً من ذٰلک الیٰ امام المسجد او الیٰ موذن المسجد فلیس له ذلک الا ان کان الواقف شرط ذٰلک فی الوقف کذافی الذخیرة ولو شرط الواقف فی الوقف الصرف الیٰ امام المسجد وبین قدره یصرف الیه ان کان فقیراً وان کان غنیا لایحل وکذا الوقف علیٰ الفقهاء الموذنین کذافی الخلاصة[1]، ان ارادانسان ان یدرس الکتاب بسراج المسجد ان کان سراج المسجد موضوعاً فی المسجد للصلوٰة قیل لابأس به وان کان موضوعاً فی المسجد لاللصلوٰة بان فرغ القوم من صلاتهم وذهبو االیٰ بیوتهم وبقی السراج فی المسجد قالوالابأس بان یدرس به الیٰ ثلث اللیل وفیما زاد علیٰ الثلث لایکون له حق التدریس کذافی فتاویٰ قاضی خان اھ عالمگیری[2]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف غفرلہ ۸/صفر ۵۶ھ

---

[1] الهندیه مطبوعه مصر ص۴۶۳/ج۲/ کتاب الوقف، الفصل الثانی من الباب الحادی عشر فی المسجد، خلاصة الفتاوی کراچی ص۴۲۶ج۴ کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد وأوقافه ومسائله المحیط البرهانی ص۱۳۷ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] الهندیه ،مصری، ص۴۵۹/ج۲/ کتاب الوقف، الفصل الاول من الباب الحادی عشر، البحرالرائق کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص۱۳۲ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود إلی بانی المسجد، مطبوعه مجلس علی ڈابهیل، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۹ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

مسجد کا تیل وغیرہ امام کو استعمال کرنا

سوال:۔ (۱) پیش امام اور مؤذن وغیرہ کو تنخواہ میں جو کہ چار پانچ روپیہ کی ہوتی ہے، یا علاوہ تنخواہ کے ضرورت سمجھ کر ویسے ہی مذکورہ اشیاء یا ان کے دام متولی ان کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اور یہاں اکثر مسجدوں میں پیش امام وغیرہ کی تنخواہ نہیں ہے، اور اکثر پیش امام مذکورہ چیزیں اپنا حق سمجھ کر اپنے گھر میں خرچ کرتے ہیں، اور ان پر اکثر مقتدی ومتولی کچھ بھی اعتراض نہیں کرتے، بلکہ اکثر کہہ بھی دیتے ہیں کہ یہ آپ کا حق ہے، آپ لیجایا کریں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر مسجد میں دینے والوں کی طرف سے اس کی اجازت ہے تو درست ہے۔

(۲) اگر مسجد میں دینے والے یہ کہہ دیتے ہیں، کہ یہ اشیاء ہم نے آپ کو دی ہیں، آپ اپنے گھر میں لیجا کر استعمال کرلیں تو امام کو ایسا کرنا درست ہے[۱] اور دینے والے کے علاوہ اگر دوسرے مقتدی اجازت دیتے ہیں تو انکی اجازت غیر معتبر ہے، اگر دینے والے دیتے ہیں مسجد میں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد کی اشیاء میں امام کو شرعاً اس قسم کا حق حاصل ہوتا ہے، تو ان کا یہ خیال غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ یکم رجب ۵۹ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم

---

[۱] وفی البحر لیس للامام ولا للمؤذن ان یأخذہ بغیر اذن الدافع، البحرالرائق ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، واذا ارادان یصرف شیئاً من ذٰلک الی امام المسجد اوالیٰ مؤذن المسجد فلیس لہ ذٰلک الا ان کان الواقف شرط ذلک فی الوقف (الھندیہ مصری ص ۴۶۳/ج ۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر، خلاصۃ الفتاوی کراچی ص ۴/۴۲۶، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافہ ومسائلہ)

حمام کے کوئلہ سے امام کا چائے بنانا

سوال:۔ جس جگہ لکڑی بافراغت ملتی ہے، تو حمام کیلئے جو کوئلہ وغیرہ دیا جاتا ہے، تو امام اس سے چائے وغیرہ پکا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے لکڑی دی ہے اگر وہ اجازت دیدیں کہ امام اپنے استعمال میں بھی لائے تو امام کیلئے اجازت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // // //

بچی ہوئی موم بتی بیچ کر امام کی تنخواہ وغیرہ میں لگانا

سوال:۔ موم بتی وغیرہ جو ضروریات مسجد سے زیادہ ہو جائے اس کو فروخت کر کے دوسرا کام جیسے مسجد کے امام کی تنخواہ، مؤذن کی تنخواہ، مسجد کی چٹائی وغیرہ میں لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ یہ کام خلاف مقصود واقف ہیں، کیونکہ واقف نے صرف جلنے کے لئے دیا ہے، دیگر یہ کہ کوئی شخص کچھ زمین مسجد کے خرچ کے لئے وقف کیا اور اس کا کوئی مصرف ذکر نہیں کیا تو اس زمین کی آمدنی سے کون کون سے کام کرنے جائز ہوں گے، صرف بناء مسجد کے متعلق خرچ کرنا ہوگا، یا تنخواہ امام ومؤذن اور مسجد کی چٹائی، بتی وغیرہ میں بھی خرچ کرنا جائز ہوگا؟

---

[1] بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یاخذ بغیر اذن الدافع (البحر، ص ۲۵۰/ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد کوئٹه، شامی زکریا ص ۵۷۴ ج ۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف، إذا خرب ولم یمکن عمارته،

الجواب حامداًومصلیاً

جوشخص موم بتی مسجد کیلئے دے اس سے دریافت کرلیا جائے کہ اگر مسجد کی ضرورت سے زائد ہوتو اسے فروخت کرکے مسجد کی دیگر ضروریات میں صرف کرنے کی اجازت ہے وہ جب اجازت دیدے تو پھر کوئی اشکال نہیں[1]، مسجد کی مصالح کیلئے اگر کسی نے زمین وقف کردی ہے، تو اسکی آمدنی کو امام کی تنخواہ، مؤذن کی تنخواہ، چٹائی، موم بتی وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا چراغ گل کرنا اور ضرورت سے زائد چراغ جلانا

سوال:۔ان مثالوں کے متعلق کیا رائے ہے، ان میں کونسی مثال صحیح ہے کون غلط ہے، چراغ بڑھانا، چراغ گل کرنا، چراغ کو پھونک سے زائل کیا جائے، چراغ گل کرتے وقت بتی کو تیل میں ڈبو دینا چاہئے، تیل کے افراط ہونے پر تین مرتبہ مسجد میں چراغ جلانا چاہئے، نماز پڑھنے کی حالت میں جیب سے رومال نکال کر ناک پوچھنے کی عادت کیسی ہے؟

---

[1] کمایستفاد: بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یاخذبغیر اذن الدافع (بحر کوئٹه ، ص۲۵۰/ ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا ص۵۷۴ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارته،

[2] مسجد له مستغلات واوقاف ارادالمتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا اوحصیراً اوحشیشا اواجرا اوجصا لفرش المسجد اوحصی قالو اان وسع الواقف ذٰلک للقیم وقال تفعل ماتریٰ من مصلحة المسجد کان له ان یشتری للمسجد ماشاء (الهندیه ص ۲/۴۶۱، کتاب الوقف ،الفصل الثانی من الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۹/۱۳۶ کتاب الوقف الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی القیم، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل گجرات، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳/۲۹۷ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

الجواب حامداًومصلیاً

چراغ بڑھانا، گل کرنا، بجھانا، تینوں طرح درست ہے، وقت ضرورت پھونک سے بھی گل کرنا درست ہے، بتی ڈبوکر گل کرنا بھی درست ہے، بلاضرورت زیادہ جگہ چراغ جلانا درست نہیں ہے[1]، نماز پڑھنے کی حالت میں جیب سے رومال نکال کر اگر عمل کثیر کی حد تک پہنچ جائے تو مفسد نماز ہے[2]، ورنہ مکروہ ہے اس کی عادت کرلینا بہرحال مذموم وقبیح ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۹ھ

مسجد میں چراغ کب تک جلے

سوال:۔ ایک مسجد میں چراغ تیل سے بھر کر مغرب کی نماز سے پہلے جلادیا جائے اور پھر عشاء کی نماز ختم ہونے پر جب کہ نمازیوں کے آنے کی امید نہ رہے تو کیا چراغ بجھا دینا بہتر ہے یا نہیں یا صبح تک اس کا بجھانا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب آدمیوں کے آنے کی توقع نہ رہے، تو چراغ بجھا دینا چاہئے[3]۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ج ۱/۵۵ھ

---

[1] الاستفسار اسراج السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البرأة اوليلة القدر فى الاسواق والمساجد كماتعارف فى امصارنا هل يجوز الاستبشار هو بدعة نفع المفتى والسائل ص ۱۲۷/(مكتبه رحيميه ديوبند)، تنقيح الفتاوى الحامدية، ص۳۵۹ج۲ مسائل من الحظر والاباحة، مطلب من البدع المنكر ايقاد القناديل الكثيرة، مطبوعه مصر، غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر كراچى، ص۱۹۲ ج۳ القول فى احكام المسجد.

[2] ويفسد ها كل عمل كثير ليس من اعمالها الخ درمختار على الشامى زكريا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا چراغ کب تک جلے اور فرش کب تک بچھے

سوال: ۔مسجد میں تیل جو جمع رہتا ہے، اس کا کسی چراغ میں جلانے کا کیا حکم ہے، اور کتنی دیر تک حکم ہے یا کہ حجرہ اور پیر صاحب کے راستہ میں آنے جانے کی سہولت کے لئے، چراغ جلانے درست ہیں اور تمام رات جلتے رہتے ہیں، اور مسجد کے فرش وفروش عام لوگوں کی مجلس جمانے کیلئے بچھانے درست ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک عامۃً لوگ نماز پڑھتے ہوں مسجد میں چراغ جلایا جائے، وضوخانہ اور غسل خانہ وغیرہ اور راستہ میں بھی حسب ضرورت چراغ جلایا جاسکتا ہے، مسجد کے فرش نماز وجماعت کے لئے بچھانا درست ہے، اگر فرش ہر وقت بچھا رہتا ہو اور پیر صاحب اور ان کے مریدین مجلس جما کر اس پر بیٹھ جائیں تو مضائقہ نہیں، اگر نماز کے بعد فرش کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے تو پھر ایسے وقت میں مجلس جما کر بیٹھنے کیلئے مستقلاً فرش مسجد کو استعمال نہ کیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ج۲/ص ۳۸۴/ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۱ ج۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، حلبی کبیر ص۴۱۸ فصل فیما یفسد الصلوۃ، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

۳ ولووقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین(عالمگیری، مصری،ص ۴۵۹/ج۲/ کتاب الوقف،الفصل الاول من الباب الحادی عشر)

(صفحہ ہذا) ۱ ولو وقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ولایجوز ان یترک فیہ کل اللیل الافی موضع جرت العادۃفیہ بذلک (الھندیہ ،کوئٹہ ، ص ۴۵۹/ج۲/کتاب الوقف ،الباب الحادی عشرفی المسجد)، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، المحیط البرھانی ص۱۳۲، ۱۳۱ ج۹ الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی بانی المسجد، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

مسجد کی بجلی دوسرے کو دینا

سوال:۔ کیا مسجد سے دوسرے شخص کو بجلی اور روشنی دی جاسکتی ہے جبکہ کوئی نقصان نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں تک ہوسکے مسجد کی بجلی کا تعلق دوسرے سے نہ ہونا چاہئے اگر چہ اس سے مسجد کی بجلی میں کوئی فرق نہ آوے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے پنکھے کا استعمال

سوال:۔ (۱) ہماری مسجد کے امام صاحب دس بجے شب میں اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، اور مسجد میں سوجاتے ہیں، اور مسجد کے پنکھے استعمال کرتے ہیں، اور امام صاحب دو بجے شب میں اعتکاف ختم کردیتے ہیں، پنکھوں کا چلانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چند روزہ دار حضرات مسجد کا پنکھا استعمال کرتے ہیں اور مسجد میں سوجاتے ہیں، ویسے تو روزہ خود عبادت ہے فرض ہے، تو ان لوگوں کو پنکھے کا استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) مسجد کا پنکھا چلا کر کلام پاک دور کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور مسجد میں سونا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس نے مسجد کے لئے پنکھا دیا ہے، اگر پنجگانہ نماز کے لئے دیا ہے تو دیگر اوقات

---

[1] یستفاد مما یلی : لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (عالمگیری، ص ۱۱۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ قبیل الباب الثامن، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۲۹۴ ج ۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج ۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

میں اس پنکھے کو استعمال نہ کیا جائے، امام اور دوسرے لوگ اس میں سب برابر ہیں[1]

(۲) اسکا جواب بھی نمبر ا: سے ظاہر ہے۔ (۳) اس کا حال بھی یہی ہے۔

تنبیہ:۔ بہتر یہ ہے کہ یہ پنکھا استعمال کرنے والے حضرات مسجد کو پنکھا استعمال کرنے کی وجہ سے جس قدر مصارف زیادہ ہوں دیدیں[2] اور جس نے مسجد کو پنکھا دیا ہے، وہ بھی دوسرے اوقات میں استعمال کرنے کی اجازت دیدے، غرض نہ مسجد پر مصارف زیادہ پڑیں نہ پنکھا دینے والے کے منشاء کے خلاف ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۱۳۹۹ھ

بجلی کا پنکھا غیر اوقات نماز میں چالو کرنا

سوال:۔ مسجدوں میں بجلی اور پنکھے وغیرہ لگے ہوئے ہیں، نماز کے علاوہ دوسری ضروریات کے واسطے ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ جیسے تلاوت کلام پاک، مطالعۂ کتب، تبلیغی تعلیم وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پنکھے چونکہ نماز کے وقت استعمال کرنے کے لئے لگائے گئے ہیں، ان کو دیگر اوقات میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں،[3] اوقات نماز میں جب نماز کے لئے کھولے جائیں تو مطالعہ کی بھی

---

[1] مستفاد: ولووقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین (الیٰ قوله) الا فی موضع جرت العادة فیه بذلک اوشرط الواقف ترکه فیه کل اللیل (الهندیه، کوئٹه، ص ۴۵۹/ج۲/کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد)، بحر کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

[2] لا بأس بالجلوس فی المسجد لغیر الصلاة لکن لو تلف به شیء یضمن، هندیه کوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۱/۶۶، کتاب الطهارة، باب التیمم، فصل فی المسجد. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

اجازت ہے ''شرط الواقف کنص الشارع''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۲ھ

مسجد کے بیت الخلاء کا استعمال

سوال:۔ (۱) عمر کی مسجد کے قرب وجوار میں شیعہ رافضی لوگوں کی دوکانیں ہیں، پیشا پاخانہ کے لئے مسجد میں آتے ہیں اور حوض مسجد میں وضو بھی کرتے ہیں، نماز مسجد ہذا میں پڑھتے ہیں، ان کے مسجد میں آنے سے کوئی حرج تو نہیں ہے ان کو مسجد میں آنے سے روکنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) مسجد کے بیت الخلاء میں رفع حاجت کے لئے بہت سے غیر نمازی لوگ بھی آتے ہیں، مصلیان مسجد کا کہنا ہے کہ بیت الخلاء کو تالا لگا دو اگر تالا لگایا جاتا ہے تو نمازی اور غیر نمازی دونوں کو تکلیف ہوتی ہے، جبکہ مسجد کا کوئی نقصان یا تکلیف نہیں ہے اس کے بارے میں شرعی حکم سے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد اصالۃً نماز کے لئے ہے[2]، نماز کے خاطر طہارت وضو وغیرہ کی بھی وہاں اجازت ہے لیکن نماز نہ پڑھنا اور مسجد کے بیت الخلاء حوض کو استعمال کرنا بڑی بے غیرتی کی بات ہے، ان کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] حوالۂ بالا تحت عنوان ''مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا'' رقم الحاشیۃ ۱۔

(صفحہ ھذا) [1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع)، النھر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

[2] لان المسجد مابنی الا لھا من صلوٰۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمہ وقرأۃ قرآن (بحر زکریا دیوبند ص۶۰/ج۲/ کتا ب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا)، البحر الرائق کوئٹہ ص۳۴ج۲ المصدر السابق، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کراچی، ص۶۳ القول فی احکام المسجد، حلبی کبیر ص۵۶۷ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، ص ۶۱۱.

اس سے روکدیا جائے، اگر قدرت ہو[1]

(۲) مسجد کے بیت الخلاء پر تالا لگادیا جائے، اور صرف اوقات نماز میں کھولدیا جائے، تاکہ جولوگ نماز کے لئے مسجد میں آئیں وہ اپنی ضرورت پوری کرسکیں، مسجد پر سب کی ذمہ داری نہیں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درخت مسجد کے پھل کا استعمال

سوال:۔ایک مسجد ہے اور اس مسجد کے اندر درخت ہے، اور اس درخت میں پھل لگا ہے، اور پھل پک چکا ہے، تو کیا یہ پھل کسی شخص کے لئے کھانا جائز ہے؟ اور اگر اس مسجد میں کوئی تبلیغی جماعت پہنچ جائے تو یہ پھل اس جماعت والوں کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر ہے کہ وہ درخت مسجد کا ہے پھل کی قیمت مسجد میں دیدی جائے پھر جس کو دل چاہے کھلا دیا جائے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ فإن لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان،مشکوٰۃ شریف ص۲۳۶ ج۲ کتاب الاداب باب الامر بالمعروف مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۵۱ ج ۱ کتاب الایمان باب بیان کون النھی من الایمان مطبوع سعد بکڈپو دیوبند.

[2] مستفاد، ولو وقف علی دھن السراج للمسجد لا یجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۹ کتاب الوقف، الفصل الاول من الباب الحادی عشر فی المسجد، خانیۃ علی ھامش الھندیۃ کوئٹہ ص ۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً بحر کوئٹہ ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد. (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

مسجد کی چھت سے گری ہوئی لکڑی کو پانی گرم کرنے کے لئے استعمال کرنا

سوال: ۔مسجد کی چھت سے اتری ہوئی لکڑی وغیرہ سے مسجد کے نمازیوں کے لئے پانی گرم کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ سامان بیکار ہے لکڑی وغیرہ تو مسجد کی ضرورت کے لئے ہے، اس سے پانی گرم کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۱ھ

مسجد کا گرم پانی بے نمازیوں کو استعمال کرنا

سوال: ۔مسجد کا گرم پانی جو وضو کے لئے ہوتا ہے، اس سے بے نمازی کا غسل کرنا، ہاتھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] لوغرس شجرة للمسجد فثمرتها للمسجد، شامی زکریا ص۲/۴۳۵، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، فی فتاویٰ اهل سمر قند مسجد فیه شجرة تفاح یباح للقوم ان یفطروا بهذا التفاح قال الصدرالشهیدرحمه اللّٰه تعالیٰ المختارانه لایباح کذافی الذخیرة (هندیه ، بلوچستان کوئٹه، ص۴۷۷/ج۲/ کتاب الوقف،الباب الثانی عشرفی الرباطات والمقابر الخ)، خانیة علیٰ هامش الهندیه کوئٹه ص ۳۱۱،۳۱۰ کتاب الوقف فصل فی الاشجار، المحیط البرهانی ص۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل گجرات.

(صفحہ ہذا) [۱] یستفاد ،حصیر المسجد اذاصار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان کان الطارح حیا فهوله وان کان میتاً ولم یدع له وارثاً ارجوان لابأس بأن یدفع اهل المسجد الی فقیر وینتفعوا به فی شراء حصیر اٰخر للمسجد (الهندیه ،کوئٹه ،ص ۴۵۸/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۳/۲۹۳، کتاب الوقف، باب الرجل، یجعل داره مسجدا، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۵۲، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد)

منہ دھونا، کپڑا دھونا کیسا ہے؟ جبکہ عشاء کے بعد اگر اس کو استعمال نہ کیا تو فجر میں وہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو پانی مسجد میں نمازیوں کے لئے گرم کیا جائے بے نمازیوں کا اس کو منہ دھونے یا کپڑے دھونے کیلئے استعمال کرنا درست نہیں[1]، بہت بے غیرتی ہے، مکان پر بھی نہ لے جائیں[2]، احاطہ مسجد ہی میں وضو کریں، عشاء کے بعد بچا ہوا گرم پانی بھی کسی دوسرے کام میں استعمال نہ کریں، اگر چہ وہ صبح تک ٹھنڈا ہو جائے گا، پھر گرم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، گرم پانی تحصیل طہارت کے لئے ہے خواہ جسم کی طہارت ہو یا کپڑے کی، پس اگر کپڑے پر نجاست لگ گئی تو غسل کے ساتھ اس کو بھی دھونے کی اجازت ہے، مستقلاً کپڑے اس پانی سے صاف نہ کریں، اعلیٰ بات یہ ہے کہ اپنے گھر سے وضو کر کے آئیں[3]، لیکن ہر ایک کیلئے اس کا انتظام آسان نہیں، نیز مسجد میں پانی گرم اور وضو وغسل

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)

[2] ولا یجوز الوضوء من الحیاض المعدة للشرب فی الصحیح ویمنع من الوضوء منه وفیه وحمله لاهله ان ماذونا جاز والا لا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۶۱۱،۶۱۲ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۱۴۱ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی الرباطات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۰ ج ۱ قبیل الباب الثامن فی صلاة الوتر.

[3] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم (الیٰ قوله)انه اذاتوضا فاحسن الوضوء ثم خرج الیٰ المسجد لایُخرِجُه الا الصلوٰة لم یخط خطوة الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطیئة (مشکوٰة شریف، مطبوعه یاسرندیم دیوبند ،ص۶۸/کتاب الصلوٰة باب المساجد)، ترمذی شریف ص۱۳۲ ج ۱ ابواب السفر، باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسند احمد ص ۲۵۲ ج ۲ مسند ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عن، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ترجمہ:. حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی وضو کرتا ہے، اور اچھی طرح کرتا ہے، تو پھر مسجد کی جانب نماز ہی کیلئے نکلتا ہے، تو وہ نہیں چلتا ہے کوئی قدم مگر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے، اور اس کی ایک خطا معاف ہو جاتی ہے۔

کے نظم کا عرف عام ہو چکا ہے، اس لئے مسجد کی طرف سے انتظام کرنا بھی غلط نہیں ہے، بلکہ نمازیوں کے لئے سہولت کا ذریعہ ہے جس سے ان کی نماز و جماعت کی پابندی ہوتی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسافر کے لئے مسجد کی چٹائی کا استعمال

سوال:۔ مسافر اگر مسجد کی چٹائی لیٹنے کے لئے استعمال کرے تو کیا یہ فتویٰ کی رو سے درست ہے اور تقویٰ کی رو سے ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتویٰ کی رو سے درست ہے اور تقویٰ کی رو سے احتیاط اولیٰ ہے، حرام نہیں۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں

سوال:۔ یہاں پر عام دستور ہے کہ مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں ڈال دیتے ہیں، اور

---

[1] للقیم ان یفعل ما فی ترکه خراب المسجد (عالمگیری، کوئٹه، ص۴۶۲ ج۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲۹۲ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

[2] ولابأس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذهب والا حسن ان یتورع فلاینام (الهندیه، کوئٹه ،ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس، فی آداب المسجد الخ، حلبی کبیر ص۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها مطلب فی الغرس فی المسجد،

پھر اس کے عوض میں نئی چٹائی خرید کر رکھ جاتے ہیں، کیا یہ دستور جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانا مکروہ ہے۔ کذا فی الطحطاوی[1] مسجد میں اگر کسی شخص نے چٹائی لا کر بچھا دی اور اب وہ بوسیدہ ہوگئی اور مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہی تو بچھانے والے اصل مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ[2]، اگر یہ مسجد کے پیسہ سے خریدی گئی تو اس کو مسجد کے کسی کام میں لائیں یا فروخت کر کے پیسہ مسجد میں خرچ کر دیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۹ھ

مسجد کا لوٹا مصلّٰی باہر لے جا کر استعمال کرنا

سوال: ۔مسجد کا لوٹا، مصلّٰی وغیرہ مسجد کے باہر لے جا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا لوٹا مسجد کے باہر نہ لے جائیں، جبکہ احاطہ مسجد میں ضرورت پوری ہونے کا انتظام

---

[1] ویکرہ القاء الحصیر فی القبر (مراقی مع الطحطاوی ،مطبوعہ ، مصر ، ص ۵۰۳/ احکام الجنائز ،فصل فی حملها ودفنها)، البحرالرائق کوئٹہ ص۱۹۳ ج۲ کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاته، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۳۹/۳، باب صلاة الجنازة مطلب فی دفن المیت،

[2] رجل بسط من ماله حصیرا فی المسجد فخرب المسجد ووقع الاستغناء عنه فان ذٰلک یکون له (الهندیه، کوئٹہ ،ص ۴۵۸/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشرفی المسجد، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹہ ص۲۹۳ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

[3] حصیر المسجد اذا صار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه الی قوله أرجو أن لا بأس بأن یدفع الی فقیر أو ینتفعوا به شراء حصیر آخر للمسجد، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۸ ج۲ کتاب الوقف الفصل الاول من الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹہ ص۲۹۳ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

ہے، مسجد کا مصلّی بھی خارج مسجد استعمال نہ کریں، خاص کر بیٹھ کر باتیں کرنے کے لئے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی جائے نماز وغیرہ کا محافظ مؤذن ہے تقریبات میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں

سوال: ۔مسجد کا مصلّیٰ ودیگر جائے نمازاں جو کہ چندے کا ہے، وہ امام کی ذمہ داری میں رہنا چاہئے یا کسی اور کی، یہاں پر لوگ اپنے مکان میں رکھتے ہیں مسجد میں نہیں لاتے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اور کہتے ہیں کہ ہم نوکر تھوڑا ہی ہیں، جولاد کر لاویں اور لے جاویں، مسجد کے جائے نماز شادی کی تقریبات، بستر وغیرہ کے بچھانے کے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی حفاظت کے لئے ملازم رکھا جائے[2] مثلاً مؤذن اذان بھی کہے اور مسجد کی صفائی اور حفاظت بھی کرے، اس کی تحویل ونگرانی میں سامان جائے نماز وغیرہ بھی رہے کہ مسجد کی چیز صحیح جگہ پر خرچ ہو اور نمازیوں کو بھی تکلیف نہ ہو[3] مسجد کی جائے نماز شادی کی تقریبات وغیرہ میں

---

[1] مستفاد: لایحمل الرجل سراج المسجد الیٰ بیته (عالمگیری، کوئٹه، ص۱۱۰/ج۱/ کتاب الصلوٰة قبیل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲۹۴ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

[2] وللمتولی أن یستاجر من یخدم المسجد بکنسه ونحو ذلک بأجرة مثله، فتح القدیر ص۲۴۰ج۶ کتاب الوقف الفصل الاول فی المتولی مطبوعه دار الفکر، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۱ج۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی من الباب الحادی عشر فی المسجد.

[3] المتولی اذا امر المؤذن ان یخدم المسجد وسمی له اجر امعلومالکل سنة قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضلؒ تصح الاجارة.البحر،ج۵/ص۲۴۲/کتاب الوقف، خانیه علی هامش الهندیة ص۲۹۴،۲۹۳ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً،

استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغی جماعت کے لئے اشیاءِ مسجد کا استعمال

سوال:۔ (۱) یہاں جامع مسجد شہر علی گڈھ میں تبلیغی جماعتیں آتی رہتی ہیں، اور اپنا قیام مسجد میں کرتی ہیں اور اپنا اجتماع مسجد میں کرتی ہیں، نماز ظہر کی جماعت اور سنت ونفل سے فراغت کے بعد وہ اپنی کتاب پڑھنا، دین کی باتیں کرنا شروع کرتی ہیں، اسی درمیان میں وہ مسجد کا پنکھا بھی چلاتی ہیں، بجلی خرچ کرتی ہیں اور مسجد کا پنکھا استعمال کرتی ہیں، اس کا خرچ بھی مسجد کے وقف پر پڑتا ہے، جب کہ مسجد کے وقف کی انتظامیہ کمیٹی کی جانب سے صرف اوقات جماعت میں پنکھا استعمال کرنے کی اجازت ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان جماعتوں کو اپنے اوقات میں مسجد کا پنکھا بجلی وغیرہ استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مسجد کے وقف کی انتظامیہ کمیٹی کو شرعاً یہ جائز ہے کہ وہ اس قسم کے اخراجات مسجد کی وقف آمدنی پر ڈالیں۔

(۳) کیا مسجد کی وقف انتظامیہ کمیٹی کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بھی فرد یا جماعت کو غیر اوقات فرض نماز یا جماعت میں مسجد کی املاک استعمال کرنے کی اجازت دے۔

(۴) کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ کوئی فرد یا جماعت کوئی کتاب پڑھتے وقت بجلی کا پنکھا استعمال کرے اور بجلی کا خرچ اپنی جیب سے ادا کرے یا اپنے ٹھہرنے اور سونے کے لئے بجلی کا پنکھا استعمال کرے۔

(۵) کیا مسجد کی املاک کو غیر نماز کے مقصد میں استعمال کرنا جائز ہے؟

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ،۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف مسجد کا پیسہ مسجد کی اور وقف کے تحت وقف کی انتظامیہ کمیٹی کی نگرانی وتجویز سے صرف کیا جاتا ہے، منشاء واقف کے خلاف خرچ کرنے کی اجازت نہیں[۱] بلکہ کمیٹی کو بھی حق نہیں کہ وہ اجازت دے۔

(۱) اجازت نہیں[۲] (۲) اجازت نہیں[۳] (۳) صرف اوقات جماعت تک محدود نہ رکھے، بلکہ جماعت سے قبل اور بعد کی سنتوں ونفلوں نیز مسبوق کی نماز پوری ہونے تک کی گنجائش دیدی جائے[۴]، معمولی تاخیر ہوجائے تو وہ قابل تسامح ہے۔

(۴) یہ جماعتیں دینی کام نماز وغیرہ ہی کیلئے نکلتی ہیں اور مساجد میں قیام کرتی ہیں، اوران کے اس کام سے بہت بڑا نفع ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، ان جماعتوں کو مسجد میں رہنے ٹھہرنے اپنی کتاب سنانے کی اجازت دیدی جائے، اوران کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے[۵]، جماعتیں اوقات جماعت ونماز کے علاوہ بجلی کو استعمال کریں اوراس کا صرفہ دیدیں یہ صرفہ مسجد پر نہ ڈالیں،

---

[۱] ویجوز الدرس فی المسجد وإن کان فیه استعمال اللبود والبواری المسبلة لاجل المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ ج۴/ کتا ب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

[۳] وتعاونو اعلیٰ البر والتقویٰ پاره ،۶/ سورۂ مائده آیت ۲/.

ترجمه:. اور نیکی اور تقوے میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو۔(بیان القرآن)

[۴] ولو وقف علی دهن السراج للمسجد لا یجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین ویجوز الٰی ثلث اللیل أو نصفه إذا احتیج الیه للصلاة فیه ..... وإن کان موضوعا فی المسجد لا لصلاة بأن فرغ القوم من صلاتهم وذهبوا الٰی بیوتهم وبقی السراج فی المسجد قالوا لا بأس بأن یدرس فه إلی ثلث اللیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ کتاب الوقف الفصل الاول من الباب الحادی عشر فی المسجد، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انتظامیہ کمیٹی کو وہ صرفہ ان جماعتوں سے قبول کر لینا چاہئے۔

(۵) ان جماعتوں کا قیام نماز کے لئے ہے، مقصد نماز کے خلاف کسی غلط یا غیر مقصود کیلئے نہیں، اس لئے اگر یہ مسجد کا لوٹا، چٹائی، نل، ڈول، رسّی استعمال کریں تو اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے[۱] البتہ جو مصارف زیادہ ہوں بجلی کیلئے وہ ان سے وصول کر لئے جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۰ھ

حجرۂ مسجد میں کتابت

سوال:۔ اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لئے مسجد کے حجرے میں رہتا ہے اور وہاں کتابت بھی کرتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مقصد حفاظت مسجد ہے تو درست ہے[۲] فتاویٰ عالمگیری، ص ۷۰/ج ۴/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد سے متعلق جگہ پر کھانا پکانا

سوال:۔ مسجد کا حصہ جہاں شرعی احکامات لاگو نہیں ہوتے، جہاں ناپاکی کی حالت میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵ الخیاط اذاکان یخیط فی المسجد یکرہ الا اذاجلس لدفح الصبیان وصیانۃ المسجد فحینئذ لابأس بہ وکذا الکاتب اذاکان یکتب باجریکرہ وبغیر اجر لا(عالمگیری ،کوئٹہ، ص ۱۱۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ الباب الثامن، حلبی کبیر ص ۶۱۱ فضل فی احکام المسجد، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور، البحر الرائق ص ۳۵ ج ۲ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا، فصل لما فرغ من بیان الکراھۃ الخ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ، شامی زکریا ص ۶/۶۶۵، کتاب الوقف، مطلب مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ والعرف یصلح مخصصاً، النھر الفائق ص ۳/۳۲۵، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

۲ ملاحظہ ھو حاشیہ نمبر: ۵/

نہیں جاسکتے ہیں وہاں دیگ میں کھانا پکایا جاتا ہے، اور وہیں بیٹھ کر کھاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یہ ایک رسم بنتی جارہی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد کی ہے تو اس کو اس طرح اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا درست نہیں اس سے پرہیز کرنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۰ھ

مسجد کا سامان مانگنا

سوال: ۔مسجد کا سامان مثلاً سیمنٹ، قلعی، روغن وغیرہ اگر چھٹانک دو چھٹانک مانگ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی چیز بلا اجرت اور بلا قیمت لینے کا حق نہیں، نہ اجازت سے نہ بلا اجازت، جو چیز اجرت پر دینے کے لئے ہو اس کو اجرت پر لینا درست ہے[2] اور جو چیز فروخت کرنے کے لئے ہو اس

---

[1] ویکره کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد (هندیه ،کوئٹه ،ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۱ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق ص۳۶ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها تحت فصل، قبیل باب الوتر والنوافل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ولا تجوز اجازة الوقف إلّا باجر المثل ..... ولا تجوز اعارة الوقف والاسکان فیه، متولی الوقف إذا أسکن رجلا بغیر أجرة ذکر هلال رحمه اللّٰه لا شیء علی الساکن وعامة المتأخرین من المشایخ رحمهم اللّٰه أن علیه اجر المثل ..... وعلیه الفتویٰ عالمگیری کوئٹه ص۴۲۰،۴۱۹ج۲ الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ مطلب فی وجوب اجرة المثل، ومطلب اذا اسکن المتولی الخ، شامی زکریا ص۵۴۰ج۶ کتاب الوقف مطلب سکن داراً ثم ظهر انها وقف یلزمه أجرة ما سکن، مطبع دیوبند، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳۳۳ج۲ کتاب الوقف فصل فی اجارة الاوقاف ومزارعتها.

کی قیمت دیکر لینا درست ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دیوبند

مسجد کا سامان اور مکان جو استعمال کرے وہ کرایہ دے

سوال:۔ مسجد کے مکانات اس کے در و دیوار کے استعمال کا حق کس کو حاصل ہے؟ امام مسجد مؤذن اور متولی میں سے زیادہ حق کس کو ہے، مثلاً سیڑھی اور دوسری اشیاء کے متعلق؟ امام مؤذن اور متولی کا کیا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے مکانات کے استعمال کی کسی کو بھی اجازت نہیں، جو استعمال کرے معاوضہ دے،[۲] امام یا مؤذن کو اگر کوئی مکان یا کمرہ دیا جائے، تو وہ حق الخدمت میں دیا جائے یعنی اس

---

[۱] وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز إن لم يكن له قيمة فإن كان له ادنىٰ قيمة لا ياخذه إلا بعد الشراء من المتولى أو القاضى أو أهل المسجد أو الامام وكذا الجنائز العتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى أحكام المسجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به خانيه على هامش الهندية كوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً.

[۲] ولاتجوز اعارة الوقف والا سكان فيه ،متولى الوقف اذااسكن رجلابغير اجرة (الىٰ قوله) وعامة المتأخرين من المشائخ رحمهم الله تعالىٰ ان عليه اجرالمثل سواء كانت الدار معدة للاستغلال اولم تكن صيانة للوقف وعليه الفتوىٰ(عالم گيرى ،كوئٹه ،ص ۴۲۰/ج۲/ كتاب الوقف الباب الخامس، مطلب إذا اسكن متولى الوقف رجلا بغير أجرة، شامى كراچى ص۴۰۸ ج۴ كتاب الوقف، مطلب سكن المشترى دار الوقف، مجمع الأنهر ص ۶۰۱ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً دار الكتب العلمية بيروت.

کے ساتھ معاملہ کیا جائے کہ آپ کو اتنی تنخواہ ملے گی اور رہنے کے لئے کمرہ ملے گا[1] متولی اگر استعمال کریں تو وہ بھی کرایہ ادا کریں، سیڑھی اور دیگر اشیاء مسجد کو بھی بلا معاوضہ کسی کو استعمال کرنے کا حق نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۱۳۹۵ھ

---

[1] ولو أذن قيم مؤذنا ليخدم مسجداً وقطع له الاجروجعل ذٰلک اجرة المنزل وهو اجر المثل جاز (بحر ،کوئٹه ، ص ۲۴۱/ج۵/ کتاب الوقف)

[2] واذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فان كان لهٗ ادنى قيمة لاياخذه الا بعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام وكذا الجنائز العتق اوالحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة (بحر،کوئٹه ،ص ۲۵۱/ج۵/ کتاب الوقف ، فصل فى احكام المساجد)، هنديه كوئٹه ص۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، محيط برهانى ص ۱۳۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، طبع مجلس علمى گجرات.

فصل شانزدھم: مسجد کی چیزیں کرائے پر دینا

مسجد کی دوکان کرایہ پر ہے، کرایہ کا اضافہ نہ کرایا جائے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ (۱) ایک دوکان زیر مسجد بغرض مصارف مسجد ۱۹۵۳ء میں مسجد کے ساتھ ہی ساتھ تعمیر کردی گئی یہ دوکان ایک مسلمان کو ۴۰/ ماہواری کرایہ پر دی گئی اس سال کی تعمیرات پر اور اس سال کے بعد بھی سال رواں ۶۶ء کی تعمیرات پر بھارت کا قانون کنٹرول لاگو نہیں ہے، یعنی کرایہ میں اضافہ ہوسکتا ہے اور اگر اضافہ پر کرایہ دار راضی نہ ہو تو بے دخل ہوسکتا ہے، مگر ابھی تک کمیٹی انتظامیہ مسجد نے کوئی کارروائی اضافہ کرایہ یا بیدخلی کی نہیں کی، صرف زبانی کرایہ دار سے بار بار اضافہ کیلئے کہا گیا انہوں نے ہر مرتبہ صاف انکار کردیا، اب اخبارات سے معلوم ہوتا ہیکہ کوئی ترمیم قانون میں پیش ہونے والی ہے، جس سے کنٹرول کا قانون ۵۳ء کی بنی ہوئی عمارات پر لاگو ہوگا، اگر قانوناً اضافہ کرایہ یا بیدخلی عمل میں آسکتی ہو اور انتظامیہ کمیٹی نے کوئی باضابطہ کارروائی نہیں کی تو آیا شرعاً ممبران کمیٹی قابل مواخذہ ہیں یا اگر قانون مانع اضافہ کرایہ و بیدخلی منظور ہوگئی تو ممبران اس سے قابل برئیت ہیں یا نہیں؟ قبل کے بارے میں ممبران کی برئیت اور مواخذہ کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۲) ایک مسلمان کو مسجد کی دوکان پر باجود اصرار انتظامیہ کمیٹی دربارہ اضافہ کرنے کرایہ یا تخلیہ وانکار کرایہ دریں امور شرعی حق دوکان مسجد پر قبضہ رکھنے کا ہے اور کنٹرول کے قانون کی پناہ لینے اور اس سے مستفید ہونے کا حق شرعاً ہے یا شرعاً کرایہ دار کو لازم ہے، کہ دوکان کے کرایہ میں اضافہ کرے حسب مرضی انتظامیہ کمیٹی ورنہ خالی کردے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جبکہ دوکان کی حیثیت ایسی ہے کہ اس کو کرایہ دار زیادہ کرایہ پر لینے کے لئے آمادہ ہیں

جس میں یقیناً مسجد اور وقف کا نفع ہے، اور قانوناً کوئی روکاوٹ بھی نہیں اور موجودہ کرایہ پر دینے اور موجودہ کرایہ دار سے خالی کرانے میں کوئی مضرت ومفسدہ بھی نہیں تو اس سے خالی نہ کرانا اور زیادہ کرایہ پر نہ دینا حق تلفی ہے، ذمہ داران ممبران ومتولی سے مواخذہ ہوگا اگر آئندہ کوئی ایسا قانون بن گیا کہ کرایہ میں نہ اضافہ کرایا جائے نہ خالی کرایا جائے تو مسجد کا یہ مستقل نقصان اور خسارہ ہوگا، جو کہ ذمہ داران کی سستی اور بے توجہی کی وجہ سے ہوگا، اور اس کی مکافات دشوار ہو جائے گی، ضابطہ میں ان خسارہ کا معاوضہ وصول کرنے کا مسجد کا حق نہیں البتہ وہ مواخذہ دار ضرور ہیں[1]

(۲) شرعاً ایسے کرایہ دار کو قبضہ رکھنا اور کرایہ مناسب دوکان میں اضافہ نہ کرنا شرعاً درست نہیں ،اگر وہ حسب مرضی انتظامیہ کمیٹی کرایہ میں اضافہ نہیں کرتا تو اس سے دوکان خالی کرانا لازم ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۶ھ

مسجد کی کرسی اونچی کر کے نیچے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا

سوال: ۔غیر مسلموں کے محلّہ میں ایک مسجد ہے، مسلمانوں کے اب چار پانچ مکان ہیں

---

[1] والموقوف اذا اٰجره المتولی بدون اجرالمثل لزم المستاجر لاالمتولی لکن قال فی البحروینبغی ان یکون ذلک خیانة من المتولی لوعا لمابذلک (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۰۷/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب اذا اٰجر المتولی بغبن فاحش کان خیانة، شامی زکریا ص۶۱۳،۶۱۴ج۶ المصدر السابق، مجمع الأنهر ص۶۰۰ ج۲ کتاب الوقف تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ویؤجر باجرالمثل فلایجوز بالأقل (الیٰ قوله) ولوزادا جره علی اجرمثله قیل یعقد ثانیابه علی الاصح والمستاجر الاول اولیٰ من غیره فان قبلها فهو الاحق والا اٰجر هامن الثانی (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً۴۰۴/ج۴/کتاب الوقف مطلب فیما زاد اجرا لمثل بعد العقد، شامی زکریا ص۶۱۰،۶۰۸ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۲۳۵،۲۳۶ ج۵، کتاب الوقف.

جو کہ مسجد کے صرفہ کی کفالت نہیں کر سکتے ،اس مسجد کی حالت شکستہ ہے، گرنے کے قریب ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کو از سرِ نو بنایا جائے، مسجد کی کرسی بہت اونچی ہے اس کا فرش تقریباً ۳/فٹ اوراونچا کر کے نیچے دوکانیں نکلوا کر اس پر از سرِ نو مسجد کی تعمیر کرائی جائے، تاکہ اخراجات مسجد کی کفالت مسجد ہی کر سکے۔

نوٹ:۔ مسجد کا ملبہ سب مسجد ہی میں لگا دیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو از سرِ نو تعمیر کر لی جائے[1]، جو جگہ نماز کے لئے متعین ہے وہ شرعی مسجد ہے، اب کرسی کو اونچا کر کے اس کے نیچے دوکان بنا کر کرایہ پر دینا درست نہیں، احترام مسجد کے خلاف ہے، کرایہ دار دوکان میں اپنے کام کرے گا، جن کی مسجد میں اجازت نہیں[2]، اور مسجد کو کرایہ پر دینا درست نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۵ھ

---

[1] مسجد مبنی آرا درجل ان ینقضه ویبنیه أحکم لیس له ذلک الا ان یخاف ان ینهدم (شامی کراچی، ص ۳۵۷/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۲۹ج۳ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[2] قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمته وهذالایجوز (عالم گیری، کوئٹه ، ص ۴۶۲/ج۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر، فتاویٰ قاضیخاں ص۲۹۳ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۳۶ ج۶، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] لایجوز اخذ الاجرة منه ولاان یجعل شیئاً منه مستغلا (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، سکب الأنهر ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کی زمین میں کرائے دار کے لئے دوکان بنانا

سوال: ۔ایک جگہ مسجد کی ہے اس میں کوئی دوسرا شخص دوکان بنالے اور مسجد کو سالانہ کچھ مقرر کر کے دینا چاہے بعد وصولیٔ رقم دوکان مسجد کی ہو جائے گئی یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی صورت اس طرح کرلی جائے کہ مسجد کی زمین اس شخص کو کرایہ پر دیدی جائے، اور کرایہ پیشگی لے کر اس سے دوکان بنوادی جائے، جب دوکان مکمل ہو جائے تو وہ کرایہ دار کے حوالہ کردی جائے، اس طرح وہ دوکان مسجد کی ہوگی، اور کرایہ دار کو اتنی مدت استعمال کا حق ہوگا، جس کا کرایہ وہ پیشگی ادا کر چکا ہے، یہ بھی درست ہے، کہ خالی زمین دیدی جائے، جس کا کرایہ وہ مسجد کو ادا کرتا رہے اور کرایہ دار خود اس میں تعمیر کرلے، پھر جب مدت کرایہ داری ختم ہو جائے تو اپنی تعمیر ہٹالے، خالی زمین مسجد کو دیدے، یا بعینہ تعمیر ہی مسجد کو دیدے[1]، خالی زمین کرایہ پر دیتے وقت یہ شرط نہ کی جائے کہ اس زمین کا کرایہ یہ ہے کہ اس پر دوکان تعمیر کر کے اتنی مدت بعد وہ تعمیر مسجد کو دیدے گا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۸۹ھ

---

[1] ولو استاجر ارضا موقوفة وبنى فيها حانوتا وسكنها (الىٰ قوله)ثم ينظر ان كان رفع البناء لايضر بالوقف رفعه لانه ملكه وإن كان يضربه فليس له رفعه وإن كان ملكه فليس له أن يضر بالوقف ثم إن رضى المستأجر أن يتملكه القيم للوقف بالقيمة مبنيا أو منزوعا أيهما ما كان اخف يتملكه القيم الخ، (البحر كوئٹه ص ۲۳۷/ج۵/ كتاب الوقف، محيط برهانى ص۳۵ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع فى تصرف القيم فى الاوقاف، طبع مجلس علمى گجرات، هنديه كوئٹه ص۴۲۲ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف.

حوض کی جگہ کرایہ کیلئے دوکان بنانا

سوال:۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جس میں وضو کے لئے حوض بھی ہے، اس مسجد کی آمدنی کچھ نہیں ہے، متولی صاحب کل مصارف اپنی جیب سے بردارشت کرتے ہیں اب ان کا خیال ہے کہ حوض کی جگہ ٹونٹی لگوائیں اور حوض کو ختم کر کے ایک عمارت بنوادیں تاکہ متولی صاحب کے بعد بھی اس کے کرایہ سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں، اور کوئی دشواری پیش نہ آئے، کیا شرعاً اس کا حق متولی کو حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نمازیوں کو وضو کی تنگی نہ ہو اور جو کام حوض سے لیا جاتا ہے وہ سہولت سے ٹونٹی سے حاصل ہو، نیز عمارت بنانے سے مسجد کی ہوا اور روشنی میں رکاوٹ نہ ہو تو مسجد کے مفاد کے پیش نظر وہاں کے سمجھدار آدمیوں کے مشورہ سے ایسا کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۰/۸۵ھ

مسجد پر بورڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا

سوال:۔ اس سوال کے ہمراہ مسجد کا فوٹو مرسل ہے یہ مسجد عام شاہراہ پر ہے، اس مسجد کے اوپر دو بورڈ بغرض اشتہار ریڈیو لگائے گئے ہیں، جس سے مسجد کی کچھ آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے، حالانکہ مسجد کا متولی ہے، اور مسجد ایک کاروباری علاقہ میں واقع ہے، مسلم تاجران کافی رقم دینے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

---

[1] أن المسجد المحتاج إلى النفقة توجر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه، تقريرات الرافعي على الشامي زكريا ص ۸۰ ج ۶ كتاب الوقف، شامي كراچي ص ۳۷۶ ج ۴ كتاب الوقف، مطلب الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته.

(۲) مسجد کی کھلی چھت پر اس قسم کا پہلا اشتہار ہے، آئندہ متولی نہ معلوم کس کس قسم کا بورڈ آویزاں کرا کر مسجد کی بے حرمتی کریں گے، کل کو لکھا جائے گا گنیش اسٹور، لکشمی کمپنی کیا اس لادینی حکومت میں اس اشتہار بازی کو متولی روک سکتا ہے، ضرورت ہے کہ اس کا فوری سدباب کیا جائے، ان حالات کے پیش نظر یہ مساجد پر اشتہار بازی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دوکانیں تو بنائی جاسکتی ہیں، لیکن خود مسجد کو کرایہ پر چلانا اور اس سے روپیہ کمانا جائز نہیں[1]، جو کچھ وجوہِ اعتراض وہاں کے مسلمانوں نے پیش کی ہیں، وہ بھی اہم ہیں، ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس لئے مسجد کے منتظم صاحب کو چاہئے کہ وہ ہرگز ایسا معاملہ نہ کریں، اگر بورڈ بغرض اشتہار لگا دیا ہے، تو اس کو اتار کر معاملہ ختم کردیں، خاص کر ایسی حالت میں جبکہ مسجد کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہاں کے اہل ہمت آمادہ اور خواستگار ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کسی حصہ مسجد کو ذریعۂ آمدنی بنانا

سوال:۔ جو لوگ مسجد کے اوپر نہاتے ہیں اور نیچے کرایہ کی دوکانیں ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ولایجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص ۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد بالائی منزل کو قرار دینا اور تحتانی حصہ میں دکانیں بنالینا کہ اوپر نماز ہوتی رہے نیچے خرید وفروخت بازاری کام ہوتا رہے، احترام مسجد کے خلاف ہے اوپر نیچے سب جگہ مسجد ہی ہونی چاہئے[1] کسی حصۂ مسجد کو آمدنی کا ذریعہ بنالینا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۴ھ

مسجد کی وقف زمین کو کرایہ پر دینا

سوال:۔ موقوفہ جگہ کرایہ پر دینا کسی کام کے لئے چاہے مکان یا زراعت کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں، اور مالک دینے کا کون ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرایہ پر دینا اور اس میں زراعت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ واقف کی غرض کے خلاف نہ ہو[3] اور اس کے کرایہ پر دینے کا حق واقف کو یا متولی کو ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، بحر ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ولا يجوز اخذ الأجرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلاً، در مختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد مطبوعه ماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مراعاة غرض الواقفين واجبة(شامی کراچی،ص ۴۴۵/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبه، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی جگہ سینما کے لئے کرایہ پر دینا

سوال:۔ ہماری مسجد کی مسجد سے الگ ایک خالی جگہ پڑی ہے، اس کو سینما والے کرایہ پر لینا چاہتے ہیں، وہ اس جگہ پر اپنی فلم کا بورڈ لگائیں گے اور تیس روپیہ ماہانہ دیں گے تو وہ کرایہ پر دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو اس کا مصرف کیا ہوگا؟ کیا کرایہ کا روپیہ بھنگیوں کو بطور تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(فلم) سینما معصیت ہے، اس کے لئے یا اس کے بورڈ کے لئے مسجد کی جگہ کرایہ پر دینا اعانت معصیت ہے، اس سے پرہیز کیا جائے، اگر کسی قول پر گنجائش نکلتی بھی ہے تب بھی مسجد کا معاملہ ہونے کی وجہ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی کاروبار کے لئے مسجد کی دوکانیں کرایہ پر دینا

سوال:۔ مسجد کی ملکیت میں ایک مکان ہے جس کو ایک صاحب کرایہ پر لینا چاہتے ہیں، کرایہ معقول ملے گا، مگر ان کا کاروبار خالص سود کے لین دین کا ہے، ان کو کرایہ پر مکان دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ صاحب سودی کاروبار ہی کے لئے کہہ کر لیتے ہیں تو مسجد کا مکان ان کو کرایہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] لان التصرف فی مال الوقف مفوض الی المتولی الخ شامی کراچی، ج۴/ص۴۵۸/کتاب الوقف مطلب لیس للمشرف التصرف، البحر ص۲۴۳ ج۵ کتاب الوقف، مطبوعہ سعید کراچی، فتح القدیر ص۲۲۴ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، سورۂ مائدہ، پ۶/آیت۲/

ترجمہ: اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو. (بیان القرآن)

پر نہ دیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے برتنوں کو کرایہ پر دینا

سوال: ۔مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے اخراجات کے مکمل کرنے کے لئے مسجد کی آمدنی سے کچھ برتن خریدے جو شادی اور دوسری تقاریب کے لئے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں، اور اس کا جو بھی کرایہ وصول ہوتا ہے، اس سے اخراجات مکمل کئے جارہے ہیں، کیا برتنوں کا اس طرح پر کرایہ وصول کرنا اور مدرسہ ومسجد کے انتظامات میں لانا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں، وہ کرایہ مذکورہ ضروریات میں صرف کرنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۹ھ

مسجد کی اشیاء کو عاریت پر دینا

سوال: ۔مسجد کی مٹکیاں، لوٹے، گلاس، پنکھے، سائبان مسلمانوں کو عاریۃً بیاہ شادی یا غمی میں دینا یا لیجانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، ان سب کو مسجد میں معطی کی شرائط کے موافق استعمال کرنا چاہئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۲/۵۲ھ

---

[1] (ایضاً) حوالہ بالا

[2] مستفاد: المتولی اذا اشتریٰ من غلة المسجد حانوتا او دراً او مستغلا اٰخر جاز (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ناجائز فعل کیلئے کرایہ پر برتن دے کر مسجد میں خرچ کرنا

سوال: ۔مسجد کے متولی نے دیگیں، شامیانے، بچھونے، کپ رکابی وغیرہ کرایہ پر دینے کے لئے خرید رکھی ہیں، اور لوگ ان کو جائز و ناجائز تقریبات مثلاً قوالی، رنڈی وغیرہ کی تقریب میں لے جاتے ہیں، اس سے جو کرایہ وصول ہوتا ہے، اس کو مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ اور متولی کا کرایہ پر دینا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز آمدنی سے جو کرایہ آئے وہ مسجد میں خرچ نہ کیا جائے[1] نیز ناجائز تقاریب میں یہ چیزیں کرایہ پر نہ دیجائیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۵ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لان هذا من مصالح المسجد (بحر کوئٹہ ۲۰۷/ج۵/ کتاب الوقف، عالمگیری ص۴۶۲ ج۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد الخ، مطبوعہ کوئٹہ.

۳ شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، الاشباہ والنظائر ص۱۰۴ الفن الثانی کتاب الوقف، مطبوعہ اشاعة الاسلام دهلی، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

(**صفحہ هذا**) ۱ امالو انفق فی ذلک مالا خبیثاً اومالاسببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالایقبله (شامی کراچی، ص۶۵۸/ج۱/ مکروهاة الصلوٰة مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان الباس الشدة، حاشیة الطحطاوی علی الدر ص۲۷۸ ج۱ باب ما یفسد الصلاة، مطبوعہ دار المعرفة بیروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۸۶ ج۳ باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی.

۲ وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة الابغیرها علی الاصح لیتخذ بیت نارأوکنیسة اوبیعة اویباع فیه الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة(درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً، ص۳۹۲/ج۶/ کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع)، (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

بلا مجبوری کے کرایہ دار کو تکلیف دینا

سوال:۔ کرایہ دار کو جو انہوں نے تکلیف دی ہے وہ جائز ہے یا ناجائز اگر وہاں مکان بنے تو پہلا حق پرانے کرایہ دار کو (جو تقریباً بیس سال سے رہ رہا تھا) ہے یا کسی اور کو غور فرما کر ضروری تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا وجہ شرعی کرایہ دار کو کیا کسی کو بھی تکلیف دینا جائز نہیں[1] اگر مصالح مسجد سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کو جبراً نکالا ہے تو یہ ظلم ہے اس کی تلافی لازم ہے۔[2] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زمین کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لینا

سوال:۔ یہاں ایک عجیب رسم ہے کہ شادی بیاہ میں لوگ مسجد میں تو روپیہ دیتے ہیں، مگر مدرسہ کا نام لو تو زیادہ سے زیادہ ۲/روپیہ تو اس وقت ہمارے پاس مسجد کا روپیہ ۳۰۰/موجود ہے، اور مسجد میں کوئی ضرورت بھی نہیں ہے تو میں یہ سوچ رہا ہوں کہ حضرت والا سے دریافت کروں کہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۰۲ ج۸ کتاب الکراهية، فصل فی البيع، تبيين الحقائق ص ۲۹ ج۶ کتاب الکراهية، فصل فی البيع، مطبوعه امداديه ملتان.

(صفحه هذا) [1] ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قا ل، لاضررولا ضرار (موطأ امام لک ،ص ۳۱۱/ کتاب الاقضيه القضاء فی المرفق دار الکتاب ديوبند)

ترجمہ:. رسول اللہ نے فرمایا کہ کوئی انسان اپنے بھائی کو نہ تو اولاً نقصان پہنچائے اور نہ بدلہ کے طور پر۔

[2] فعل العبد أن يتوب قبل الموت من كل معصية توبة نصوحاً ويتدارک ما فرط من تقصيره فی فرائض اللّٰه ويرد المظالم إلى اهلها حبة حبة ويستحل كل من تعرض له بلسانه شتما أو قذفاً أو استهزاء أو غيبة ويده ضربا وسوء ظنه بقلبه ويطيب قلوبهم، تفسير روح البيان ص ۲۸۰ ج۵ سورۂ نساء آيت، ۱۰۹ مطبوعه دار الفكر.

مسجد ہی کے صحن کے کنارے تھوڑی سی زمین ہے وہ بھی مسجد ہی کی چہار دیواری کے اندر ہے، مگر صحن سے خارج ہے مثلاً نقشہ یہ ہے:۔

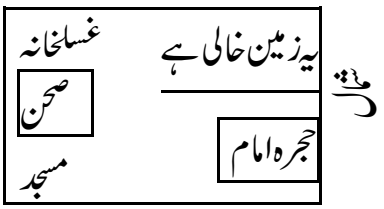

تو کیا خالی زمین کیلئے اینٹ منگوا کر مسجد کے روپیہ سے ایک مکتب کی شکل میں قائم کردوں جس سے بچے سکون سے تعلیم حاصل کرسکیں، لہٰذا اگر کوئی گنجائش نکلتی ہو تو بہت ہی جلد جواب مرحمت فرمادیں، یا دوسری صورت یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کا روپیہ ہے ان سے مشورہ لوں کہ تم اپنے روپئے مدرسہ کی نیت سے دیدو تا کہ مکتب بن جائے، بچے بارش سے اور دھوپ سے بچ جائیں، جو بھی صورت جواز کی ہو مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ روپیہ مسجد کی مصالح کے لئے دیا گیا ہے، تو روپیہ دینے والے اور نمازیوں سے مشورہ کرکے اس خالی جگہ میں درسگاہ بنوادیں جو کہ مسجد کی ملک ہوگی، اور پھر اس کو مدرسہ کیلئے کرایہ پر لے لیں مدرسہ کرایہ مسجد کو ادا کرتا رہے، جس سے مسجد کا بھی فائدہ ہو اور بچوں کو تعلیم کی بھی سہولت ہوجائے[1] بچوں پر مختصر فیس مقرر کردیں، جو بچے مستحق زکوٰۃ ہوں ان کو مدزکوٰۃ سے وظیفہ دیدیا کریں تا کہ وہ فیس ادا کریں، اور اس فیس سے اپنی ضروریات اور مدرسہ کی ضروریات کرایہ مکان وغیرہ پوری کرلیا کریں، اول اول دشواری ہوگی، پھر حق تعالیٰ شانہٗ نصرت فرمائیں گے، اور آپ باہر کے بچوں کو مدرسہ میں رکھ سکیں گے، اور ان کیلئے دوسری ضروریات کا انتظام کرسکیں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استيجار بيوتها ..... كان للقيم أن يبنى فيها بيوتا فيواجرها، هنديه كوئٹه ص۴۱۴ كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم الخ، خانيه على الهنديه كوئٹه ص۳۰۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

صحن مسجد سے درخت کاٹ کر برآمدہ برائے کرایہ بنانا

سوال: ۔مسجد کی پورب کی جانب درخت لگے تھے، انہیں صاف کر کے صحن مسجد میں شامل کر دیا گیا، اس پر میری اور میرے بھائی کی رائے ہے کہ برآمدہ مسجد کے اندر بنا کر اوپر ایک کمرہ بنایا جائے، دوکان مسجد پر پاخانہ اور صدر دروازے کے آگے حال میں بنوائی جائے، اور ایک کرایہ دار نمازی بچے دار آباد کیا جائے، آبادی ہندوؤں کی ہے، نمازی آدمی رکھا جائے تاکہ مسجد میں نماز وغیرہ پابندی سے ہوا کرے، اسکی بابت علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ درخت تھے اگر وہ خارج مسجد تھی تو محض درختوں کو کٹوا کر چبوترہ مسجد کے برابر بنوا دینے سے وہ جگہ مسجد نہیں بنی[۱] اگر اس پر چھت ڈال کر وہاں کوئی مکان اور بیت الخلاء وغیرہ اس طرح بنوا دیا جائے کہ اس کا راستہ دروازہ باہر کو رہے اور بدبو وغیرہ مسجد میں نہ آئے تو شرعاً اس کی اجازت ہے[۲] پھر اس مکان کو کرایہ پر بھی دیا جا سکتا ہے، جو حصہ نماز کیلئے مخصوص ہے اس کے اوپر مکان بنانا اور کرایہ پر دینا درست نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[۱] التسليم فى المسجد ان تصلى فيه الجماعة باذنه وعن ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ فيه روايتان فى رواية الحسن عنه يشترط اداء الصلوٰة فيه بالجماعةباذنه اثنان فصاعداً كماقال محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ والصحيح رواية الحسن (هنديه ،كوئٹه ،ص ۴۵۵/۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشرفى المسجد، قاضى خان على الهندية كوئٹه ص ۲۹۰ ج ۲ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۵۹۴ ج ۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] قيم يبيح فناء المسجد ليتجر فيه القوم او يضع فيه سررا أجره ليتجر فيه الناس فلا بأس إذا كان لصلاح المسجد ويعذر شاء اللّٰه إذا لم يكن ممر العامة، البحر البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۹ ج ۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۲۰ ج ۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

جتنی زمین خریدی اس سے زائد پر مکان بنالیا

سوال:۔ (۱) ایس نے مسجد کی زمین مکان بنانے کیلئے کرایہ پر لی اور حرکت یہ کی کہ جتنی زمین لی تھی اس سے زیادہ زمین پر مکان بنالیا، یہ حرکت ایس کی جائز تھی یا نہیں؟

(۲) ایس یہ مکان انجمن اسلامیہ والوں کو بیچ کر پاکستان چلا گیا انجمن اسلامیہ انٹر کالج والے یہ کہہ رہے ہیں کہ جو اس مکان کے باہر (مسجد کی) زمین ہے وہ بھی ہماری ہے اس سلسلہ میں دو باتیں معلوم کرنی ہیں، (الف) مکاں کے اندر جو زائد زمین ہے انجمن اسلامیہ والوں کو اس زائد زمین کو مسجد کو دینا چاہئے یا نہیں؟ (ب) مکان کے باہر والی مسجد کی زمین پر انجمن اسلامیہ والے قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں، ان کو ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) انجمن اسلامیہ والے ایسی حرکتیں کرنے کے سبب فاسق قرار پائینگے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز تھی[۱]

(۲) اگر واقعہ اسی طرح ہے تو (الف) وہ زائد زمین مسجد کو دے دیں[۲]، یا اس کا بھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] لا يجوز لقيم المسجد ان يبنى حوانيت فى المسجد او فنائه البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۹ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۲۹۳ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۲ ج۲ كتاب الوقف، مطلب الوقف على عمارته ومصالحه.

(صفحہ ہذا) [۱] لايجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولاولايته (درمختار مع الشامى كراچى، ص۲۰۰/ج۶/ كتاب الغصب ،مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه إشاعت الإسلام دهلى، قواعد الفقه ص۱۱۰ رقم القاعدة: ۲۷۰، الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۲] يجب ردعين المغصوب (درمختار على الشامى كوئٹه ،ص ۱۲۸/ج۵/كتاب الغصب مطلب فى رد المغصوب، مجمع الأنهر ص۸۷ج۴ كتاب الغصب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ص۱۱۹ ج۵ كتاب الغصب، الباب الأول.

کرایہ تجویز کرلیں جیسے کہ یُس نے مسجد سے کرایہ پر لی ہے (ب) اس پر قبضہ کا کوئی حق نہیں یہ غصب ہوگا،[1] جو کبیرہ گناہ ہے اور اس کا واگزار کرانا ضروری ہوگا۔[2]

(۳) مسجد کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے بلاشبہ فاسق اور سخت گنہگار ہیں۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو اسی جواب کا حاشیہ نمبر ۱۔

[2] وحكمه الاثم لمن علم انه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة (درمختار مع الشامی کوئٹہ، ص ۱۲۶ / ج۵ / اول کتاب الغصب)

[3] من غصب رجلاً أرضاً ظلماً، لقى الله وهو عليه غضبان الزواجر ص۵۰۴ ج۲ باب الغصب، الكبيرة السابعة والعشرون بعد المأتين، مطبوعه مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، المعجم الكبير للطبرانى ص۱۸ ج۲۲ رقم الحديث (۲۵) مطبوعه دار إحياء التراث العربى، بيروت.

فصل هفدهم: مسجد کے لئے چندہ کرنا

چندۂ مسجد کا حکم

سوال:۔ زید نے کچھ روپیہ اپنے پاس سے اور کچھ چندہ سے جمع کیا مسجد کے حصہ کو بڑھانے کے واسطے مگر وہ روپیہ ابھی تک کسی خرچ میں نہیں آیا تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا، اب وہ حصہ داران اس شخص سے جس کے قبضہ میں وہ روپیہ ہے لیکر مہتمم مسجد کو ادا کردیں تاکہ وہ مسجد میں لگادیں ،اگر وہ روپیہ دینے سے انکار کرے تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی شخص کو وہ روپیہ خود رکھنا جائز نہیں ، اگر زید نے اس کے خرچ کرنے کے متعلق اس شخص کو وصیت کی ہے تب تو مہتمم اور اہل محلّہ کے مشورہ کے موافق مسجد میں صرف کردے، ورنہ مہتمم مسجد کو دیدے یا جن سے زید نے بطور چندہ وصول کیا ہے (انکو دیدے) خود رکھنے اور اپنے خرچ میں لانے سے یہ شخص خائن اور غاصب ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد کا خرچ ذاتی پیسے سے ہو یا چندہ سے

سوال:۔ (۱) میں ضلع بلند شہر میں رہتا ہوں اس کے ایک محلّہ میں مسجد شیشہ والی موجود

---

[1] ویتعلق بکونها أمانة احکام منها وجوب الرد عندطلب المالک لقوله تعالیٰ ان اللّٰه یأمرکم ان تودو االا مانات الیٰ اهلها حتی لو حبسها بعد الطلب فضاعت ضمن (بدائع کراچی ص ۲۱۰/۶، کتاب الودیعة، عالمگیری ص ۳۳۸/۴ کتاب الودیعة الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، رجل جمع مالاً من الناس ینفقه فی بناء المسجد وانفق من تلک الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لا یسعه أن یفعل ذلک وإذا فعل ان کان یعرف صاحب المال رد الضمان علیه أو یساله لیأذن له بانفاق الضمان فی المسجد، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۹۹/۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ.

ہے، جس کی تعمیر اپنی معرفت شیخ خیراتی صاحب نے اپنے آباء واجداد والی زمین میں اپنے ذاتی پیسہ سے کرائی تھی، اور تاحیات برابر مسجد مذکورہ کا کل اہتمام، انتظام مرمت وغیرہ اپنے ہی ذاتی پیسہ سے کرتے رہے، اس مسجد میں کبھی کسی کا چندہ کا پیسہ نہ شیخ خیراتی صاحب نے لگایا، ان کی وفات پر ان کی تجہیز وتکفین بھی اسی مسجد کے ایک حصہ میں ہوئی، جہاں ان کی تولیت تک ان کا قیام رہا تھا، بعد وفات شیخ خیراتی صاحب مرحوم ان کی اولاد در اولاد مسجد کی نگہداشت، مرمت وغیرہ کا کام خود انجام دیتی رہی، اور اب تک وہی انجام دے رہے ہیں، اور کسی کا کوئی چندہ کا پیسہ اس مسجد میں نہیں لگایا گیا ہے، اور اپنے ذاتی پیسہ سے ہی کل کام انجام دیتے ہیں، اس مسجد میں کتبہ بھی ہمارے مورثِ اعلیٰ شیخ مرحوم صاحب کا لگا ہوا ہے، اب محمد ولی شیخ املی وغیرہ اس قصبہ کے لوگ ہم کا رکنان کے کام میں رخنہ انداز ہیں، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس مسجد میں عام مسلمانوں کا ہی چندہ کا پیسہ لگایا جائے، صرف شیخ خیراتی کی اولاد در اولاد کا کوئی حق نہ رکھا جائے۔

قبلہ مولانا صاحب ان لوگوں کے اس خیال سے چندہ کی رقم مسجد میں لگانے سے ہم اور ہمارے دیگر برادران خاندان کو سخت اعتراض ہے، جبکہ ہم لوگ اپنے ذاتی پیسہ سے لگا کر کام انجام دے رہے ہیں، اور آئندہ لگانے پر تیار ہیں، کسی شخص سے کوئی حاجت چندہ مانگ کر پیسہ لگانے کی نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد مذکورہ کا کل اہتمام، انتظام اولاد در اولاد شیخ مرحوم پر لازم ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کچھ اشخاص بغیر ہماری مرضی واجازت اپنی کوشش سے چندہ کریں تو ان لوگوں کا یہ فعل یعنی چندہ کر کے مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں، مہربانی فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ بانیٔ مسجد کی اولاد اپنے ذاتی پیسہ سے مسجد کی ضروریات پوری کرتی اور انتظام درست رکھتی ہے، اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے، تو دوسرے لوگوں کو دخل دینے اور انتظام سنبھالنے اور چندہ کر کے تعمیر وغیرہ وہاں بنانے کا حق نہیں، ان لوگوں کا یہ اقدام غلط ہے، نہ کسی اور تصرف کا حق ہے، اگر کوئی انتظامی شکایت ہو تو متولی ومنتظم سے کہہ کے اسکا انتظام کرالیں، ہاں ان کے

پاس پیسہ نہ ہوتو پھر ضروریاتِ مسجد کے لئے چندہ کرلیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین // //

مسجد و مدرسہ کے نام سے مشترکہ چندہ کرنا

سوال:۔ ایک بستی والے مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کا چندہ ایک جگہ کرنا چاہتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر چندہ یکجا کرلیا جائے اور چندہ دہندہ سے کہہ دیا جائے کہ ہم مسجد و مدرسہ دونوں تعمیر کرنا چاہتے ہیں، اور چندہ دینے والا یہ کہہ دے کہ دونوں میں سے کسی میں استعمال کرلو تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ یا دونوں کا علیحدہ علیحدہ چندہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد اور مدرسہ دونوں کے لئے مشترکہ چندہ کرنا درست ہے اور جب یہ اعلان کردیا کہ دونوں کی تعمیر ہوگی اور دونوں کیلئے لوگ چندہ دے رہے ہیں تو پھر کیا تردد ہے، علیحدہ علیحدہ کرنا چاہے، تو اس کی بھی اجازت ہے، پھر جو چندہ جس کے لئے وصول کیا ہے، اس کو اسی میں صرف کرنا چاہئے، ایک کا چندہ دوسرے مصرف میں صرف نہ کرے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۲ھ

---

[1] لایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجد فی ولد ا لواقف واهل بیته من یصلح لذلک (الی قوله) ومفادهٗ،تقدیم اولاد الواقف ،(شامی کراچی، ص۴۲۴/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف) عالمگیری ص۴۱۲ج۲ کتاب الوقف الباب الخامس فی ولایة الوقف، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۳۲ج۵ کتاب الوقف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] مستفاد: اتحدالواقف والجهة جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر علیه وان اختلف احدهما بأن بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً ومدرسة ووقف علیها اوفاقاً **(بقیه اگلے صفحه پر)**

مسجد و مدرسہ کے لئے مشترک چندہ سے مسجد کی توسیع اور مدرسہ کے لئے دوکان بنانا

سوال:۔ مسجد سے ملحق ایک جگہ نئے مدرسہ کی تعمیر کے لئے چندہ کر کے مشترک پیسہ سے خریدی گئی، اور ضرورت کے مطابق مسجد میں اضافہ کر دیا گیا، اور چار دوکانیں بنوائی گئیں، دوکانوں کے کرایہ کی آمدنی سے لاگت وصول ہو کر مسجد کے حساب میں قریب قریب پوری جمع ہو چکی ہے، مدرسہ کی تعمیر کا سلسلہ آیا تو چاروں دوکانیں مدرسہ کی ملکیت مان کر اوپر مدرسہ کی تعمیر کرادی گئی جو کہ دوکانیں اور مدرسہ کی عمارت مسجد کے ایک سائڈ میں واقع ہے، مسجد اور مدرسہ ایک ہی بنایا گیا ہے، ایک مسجد کے خرچہ سے فاضل آمدنی مدرسہ میں لگائی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ کیا خریدی ہوئی زمین کی تقسیم مدرسہ اور مسجد میں کر دینی درست ہے، یا نہیں؟ کیا یہ تقسیم جائز ہوئی یا نہیں؟ جبکہ دونوں ادارے قومی ہیں، اس تقسیم کی کارروائی باضابطہ تحریر میں ہے، جس میں ہے کہ یہ دوکانیں مدرسہ کی ملکیت ہیں اور رہیں گی، مسجد کی ملکیت کاغذات سرکاری میں غلط درج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ تعمیر مدرسہ اور توسیع مسجد کے لئے مشترک چندہ کیا گیا اور اس مشترک رقم سے زمین خریدی گئی، اور حسب ضرورت مسجد میں اضافہ کر لیا گیا، اور ایک جانب میں دوکانیں بنوائی گئیں، تو جس طرح مسجد میں جس قدر اضافہ کیا گیا، وہ زمین مخصوص طور پر مسجد کی ہوگئی، بلکہ مسجد بن گئی، اس میں کوئی دوسرا کام مستقل کرنا مثلاً مدرسہ بنانا صحیح اور درست نہیں ہے[1]، اسی طرح اگر ارباب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لایجوز ذلک ای الصرف المذکور(درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً، ص ۳۶۰ ج ۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۶،۲۱۷ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۹۶ ج ۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] کمایستفاد :لو تمت المسجدیة ثم ارادالبناء منع فیجب هدمه ولو علیٰ جدار المسجد مع انه لم یاخذ من هواء المسجد شیئاً ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد **(بقیه اگلے صفحه پر)**

مدرسہ کے نزدیک مناسب ہو کہ دوکانیں مدرسہ کیلئے مخصوص کردی جائیں اوران کے کرایہ کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہو اوران کے اوپر مدرسہ تعمیر کرلیا جائے، تو یہ بھی درست ہے، ان کا جو کرایہ مسجد میں جمع کردیا گیا ہے اس کو مسجد سے واپس نہ لیا جائے، کیونکہ اس وقت مدرسہ کی تعمیر کا سلسلہ نہ تھا، اوران میں صرف شدہ رقم مشترک تھی، جس کا حاصل یہ تھا کہ حسب ضرورت مسجد و مدرسہ میں صرف کیا جائے گا، کاغذی اندراجات صحیح کرائے جائیں تاکہ آئندہ نزاع نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۵ھ

چندۂ مسجد وانجمن سے مٹھائی وغیرہ

سوال:۔ ایک جگہ نہر کے محکمہ میں مسلمان ملازموں نے ایک مسجد عام چندہ سے بنائی اوراس میں امام مقرر کیا جس کو چندہ اکھٹا کرکے تنخواہ بھی دیتے ہیں، ایک انجمن بھی آبادیٔ مسجد کے لئے بنائی گئی ہے، اس کے اکثر ممبر یہی اہل کار ہیں، اپنی اپنی تنخواہوں میں سے حسب حیثیت آٹھ آنہ، روپیہ، دوروپیہ، پانچ دس روپیہ دیتے ہیں، وہ سب روپیہ جمع کرکے خزانچی کے پاس جمع کردیا جاتا ہے، اس انجمن کے چند ممبر مخصوص عہدوں پر بعد انتخاب ممتاز کئے گئے ہیں، مثلاً صدر ناظم، خزانچی، سفیر، یہ ممتاز اصحاب مسجد کی خدمت بلا معاوضہ کرتے ہیں، چونکہ ان کی رہائش اس جگہ دائمی نہیں ہوتی، بلکہ تبدیل بھی ہوجاتی ہے اس تبدیلی کے موقعہ پر اس ممتاز مخصوص صاحب کو اس خدمت کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے ٹی پارٹی کی جاتی ہے، احباب جمع ہوتے ہیں، جن میں چندہ نہ دینے والے بھی شامل ہوتے ہیں، اس موقع پر کچھ رقم اس جمع شدہ چندہ سے خرچ کیجاتی ہے، مثلاً

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وا ن کان من اوقافه ولایجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولاسکنی (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً، ص۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه سعید کراچی، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۲۸۵ ج۶ کتاب الوقف الثامن فی المتفرقات.

مٹھائی وغیرہ خرید کر حاضرین کو تقسیم کی جاتی ہے، اب دریافت طلب یہ امور ہیں:۔

(۱) یہ جمع شدہ چندہ مال وقف ہے یا نہیں؟

(۲) اس ممتاز مخصوص صاحب کی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی ٹی پارٹی پر جمع شدہ چندہ سے مٹھائی وغیرہ خرید کر تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اس مٹھائی کو چندہ نہ دینے والے احباب کھا سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۴) چندہ دینے والے اصحاب جو اس وقت شریک نہیں ہوئے انکا حق باقی ہے یا نہیں

(۵) اس طرح کرنے کے لئے سب چندہ دینے والوں کی اجازت ضروری ہے یا صرف ان ممتاز اصحاب کا فیصلہ کافی ہے۔

(۶) اس جمع شدہ رقم میں مدعمارت، تیل مسجد، عطیہ غیر مسلم وغیرہ بھی شامل ہو اور ان کے خرچ کا الگ الگ حساب بھی کوئی نہیں، سب رقم ایک جگہ جمع ہے اس کا کیا حکم ہے، ان سب امور کا شرعی فیصلہ ارشاد فرمایا جائے تاکہ اس کے موافق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ جمع شدہ مال وقف نہیں۔

(۲) اگر چندہ دینے والوں کی اجازت ہے اور اس چندہ کا مصرف یہ بھی ہے تو یہ مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً درست ہے ورنہ نہیں[۱]

(۳) اگر چندہ دینے والوں کی طرف سے اس مٹھائی کو کھانے کے لئے چندہ دہندہ ہونا شرط نہیں کیا گیا، بلکہ ان کی طرف سے نہ چندہ دینے والوں کو بھی اجازت ہے، تو ان کو کھانا بھی جائز ہے[۲]

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ(درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ ۲۰۰/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[۲] حوالہ بالا۔

(۴) اگران کی طرف سے تاکید ہے کہ ہمارا حق باقی رکھا جائے، تب تو حق باقی رکھا جائے، اگران کی طرف سے اجازت ہے کہ ہمارا حق باقی رکھنے کی ضرورت نہیں تو باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) اگر چندہ دہندہ گان نے ممتاز ارکان کو فیصلہ کا اختیار دیا ہے، تب تو ان ممتاز ارکان کا فیصلہ کافی ہے، اگر اختیار نہیں دیا تو کافی نہیں بلکہ سب کی رائے اور اجازت ضروری ہے

(۶) بہتر یہ ہیکہ مسجد کا مد اور انجمن کا مد علیحدہ علیحدہ رکھا جائے، تاکہ ہر ایک کا چندہ صحیح مصرف پر صرف ہو، غیر مسلم اگر مسجد میں دے اور اس کے مذہب کے اعتبار سے مسجد میں دینا ثواب ہو تب تو اس کو مسجد میں صرف کیا جائے[1]، ورنہ انجمن میں، اور اب تک چونکہ سب رقم ایک جگہ جمع ہے ،لہٰذا جو کچھ خرچ ہوا وہ سب مشترک خرچ ہوا اگر چندہ دہندگان کی اجازت ہو تو خرچ شدہ رقم کو انجمن کے حساب میں لگا کر مسجد کی رقم کو برقرار اور موجود تصور کیا جائے، اور حساب علیحدہ علیحدہ کرلیا جائے، اگر اجازت نہ ہو تو دونوں کے حساب میں شمار کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

جو چندہ برآمدۂ مسجد کے لئے کیا گیا ہے اس سے کرایہ کی دوکانیں بنانا

سوال:۔ میرے چچا مولانا منظور احمد خاںؒ نے محلّہ کی مسجد جس کے وہ متولی بھی تھے، مسجد کے برآمدے کی ضرورت محسوس کی، اکثر رمضان میں نمازیوں کی زیادتی کی وجہ سے صحن مسجد

[1] شرط وقف الذمی أن یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء اؤعلی مسجد القدس (شامی کراچی، ج۴/ص ۳۴۱/ کتاب الوقف ،مطلب قدیثبت الوقف بالضرورة، بحر ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف مطبوعه ماجدیه کوئٹه، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۴۱ ج۷ کتاب الوصایا.

تک نمازی آجاتے تھے، اور موسم برسات وسرما میں بڑی دقت محسوس ہوتی تھی، جس کو اکثر عارضی شامیانہ سے رفع کیا جاتا تھا، انہوں نے اس تکلیف کو دور کرنے کیلئے اپنے ایک شاگرد کو افریقہ لکھا کہ ہمارے محلّہ کی مسجد میں برآمدے کی سخت ضرورت ہے، اور اہل محلّہ اتنے مخیّر نہیں آپ وہاں سے کچھ چندہ اس مد میں فراہم کر کے بھجوادو، چنانچہ وہاں سے جواب میں یہ آیا کہ حضرت اس برآمدے کا نقشہ بنوا کر بھیجدیں تو پھر میں کوشش کر کے اس مد میں چندہ بھجوا سکوں گا، وہاں سے آٹھ، نو سو رقم آگئی، اور جواب آیا یہاں سے اور مجھ سے اتنی ہی رقم وصول ہوئی ہے، جو ارسال ہے، چنانچہ یہ رقم مدرسہ مظاہر علوم میں امانت جمع کردی گئی، اب کچھ اہل محلّہ یہ چاہتے ہیں کہ اس رقم سے مسجد میں دوکانیں بنوادی جائیں، تاکہ مسجد خود کفیل ہوسکے اپنے خرچ کی، یہ مسجد بہت قدیم ہے اور ہمیشہ اس کا خرچ اہل محلّہ کی اعانت سے ہی چلتا رہا ہے، اور دو دوکان اور ایک مکان اس کے لئے وقف ہے، حضرت مولانا کی بھی برآمدے کی خواہش تھی، اور جن صاحب نے روپیہ اور چندہ دیا ہے، وہ بھی برآمدہ کے لئے دیا ہے، ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقصد کے لئے چندہ لیا گیا اور دینے والوں نے دیا ہے، اسی مقصد میں وہ روپیہ خرچ کیا جاوے، دوسرے مقصد میں اس کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں، لہٰذا اس روپیہ سے برآمدہ ہی بنوایا جائے، اور دوکان یا کسی اور کام میں یہ روپیہ خرچ کرنا درست نہیں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر ص ۲۴۵ ج ۵ کتاب الوقف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اذان خانہ کے لئے چندہ کیا گیا اس سے مسافر خانہ بنانا

سوال:۔ ہمارے گاؤں کے دو آدمیوں نے مسجد میں اذان خانہ بنوایا ہے، اس غرض سے باہر دیہات میں جا کر رقم چندہ جمع کیا ہے، اور اس رقم کو اہل کار اور پنچ لوگوں نے قبضہ میں لیکر مسجد کا اذان خانہ تو درکنار مسجد کے کسی بھی کام میں نہ لاتے ہوئے، مسافر خانہ وغیرہ کی درستی میں صرف کر دیا، جسکی وجہ سے جن صاحبوں نے چندہ جمع کیا ہے وہ بہت ناراض ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں اہل کار پنچوں سے کہ ہماری رقم جو خرچ کر دی واپس کر دو، ہم ایک وضو خانہ بنانا چاہتے ہیں ،مگر پنچ کہتے ہیں کہ مسجد اور مسافر خانہ ایک ہی ہے، مسجد میں خرچ نہیں ہوا تو کیا ہوا، اپنی جماعت کا مکان تو درست ہو گیا، اب از روئے شرع کیا کریں، کیا مسجد کی رقم دوسرے کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اذان خانہ بنوانے کے لئے چندہ جمع کیا گیا ہے، اور چندہ دینے والوں نے یہ کہہ کر چندہ دیا تو پنچ لوگوں کے لئے اس کا کسی دوسرے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، ان کے ذمہ ضمان واجب ہے، جو لوگ اپنا چندہ واپس مانگ رہے ہیں ان کو واپس مانگنے کا حق ہے، اور پنچ لوگوں کے ذمہ اسکا واپس کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۰ھ

مسجد کے لئے چندہ ایک مٹھی چاول ہر روز

سوال:۔ مسجد کے چندہ کیلئے محلّہ کے گھر میں ایک برتن رکھا ہوا ہے تا کہ ہر روز ایک مٹھی

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

چاول اس میں ڈال دیا کریں ایک ماہ میں تقریباً ۵۶ر مٹھی چاول ہر گھر سے آتا ہے، اس کو فروخت کر کے مسجد کا کام بخوبی چلتا رہتا ہے، یہاں پر لوگ مسجد کے چندہ کے عادی نہیں ہیں، اور بھی مسجدوں میں یہی صورت ہے تو یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ لوگ خوشی سے اسکا چندہ دیتے ہیں تو اس سے مسجد کا کام چلانا درست ہے،[1] یہ طریقہ بہت اچھا ہے اللہ برکت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۹ھ

جبراً چندہ لینا

سوال: ۔محرر تھانہ کہتا ہے کہ میں مسجد شریف کے لئے زمینداروں سے چندہ کرونگا کیونکہ لوگ ایسے نیک کام میں امداد بالکل نہیں دیتے، اس لئے میں ان سے کہونگا کہ مسجد کے لئے ضرور چندہ دو، بہر حال وصول کرونگا، کار خیر کے لئے میرا ذاتی نہیں ہے، اس پر محرر صاحب سے کہا گیا کہ جو شخص چندہ خوشی سے دے ان سے بہ سہولت لیا جائے، اس پر انہوں نے فرمایا جس طرح دیں مسجد کے لئے ہے، ضرور کچھ نہ کچھ لونگا، اس کے متعلق کیا حکم ہے، اسکے متعلق وہی قرضہ والی صورت مسطورۂ بالا لیجائے تو درست ہے یا نہیں جواب سے جلدی مطلع فرماویں، مسجد شریف کا کام شروع ہونے والا ہے، تاکہ اس جواب کے آنے سے پہلے شروع نہ ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبراً چندہ وصول کرنا ناجائز ہے جو اپنی خوشی سے دے اس سے لے لیا جائے جو نہ دے اس

---

[1] لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه (مشکوة شریف، اصح المطابع دیوبند، ص۲۵۵ باب الغصب والعاریة، شعب الإیمان للبیهقی ص ۷۶۹ ج۲ الباب الثامن والثلاثون، باب فی قبض الید عن الأموال المحرمة، مکتبه نزار مصطفی الباز.

ترجمه: نہیں حلال ہے، کسی آدمی کا مال مگر اس کی رضامندی سے۔

پر جبر کرنا گنہ ہے اور ایسے مال کا مسجد میں لگانا بھی ناجائز ہے "لان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالایقبلہ اھ شرنبلالیہ اھ شامی[1]، ص ۶۸۸/ج ۱/" جبراً تولینا جائز ہی نہیں[2] قرض لیکر دے یا کسی اور طرح جس سے جس قدر روپیہ لیا ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ.....صحیح عبداللطیف ۱۰/جون ۱۹۵۷ھ

مسجد کے لئے جبراً چندہ لینا

سوال:۔ جبراً کسی شخص کو دباؤ دے کر ناجائز چندہ وصول کرنا مسجد کے واسطے کیسا ہے ،مہربانی فرما کر حامل پرچہ ہذا کو جواب دے کر مشکور فرمائیں ، اور جواب علیحدہ علیحدہ تحریر فرمانا اور صاف صاف یعنی مفصل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں اگر ایسا کیا ہے تو اس چندہ کی واپسی لازم ہے، اس کو مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا منع ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۷ھ

---

[1] شامی کراچی ،ص ۶۵۸/ج ۱/ مکروھات الصلوٰۃ ،مطلب فی احکام المسجد، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۸۶ ج ۳ کتاب البیوع باب الکسب الفصل الاول مطبوعہ ممبئی، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۸ ج ۱ کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

[2] عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا لا تظلموا، الا لا یحل مال امرائ الا بطیب نفس منہ الخ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ باب الغصب والعاریۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[3] لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالا یقبلہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی تعمیر کیلئے زبردستی چندہ لینا

سوال:۔ ایک گاؤں ہے، جس کے باشندے نہایت ہی گمراہی میں مبتلا ہیں، زنا کاری، سودخوری، شراب نوشی عام ہے، اس گاؤں میں ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے، جس کا چندہ زبردستی وصول کیا تھا، آیا اس صورت میں مسجد کی تعمیر درست ہے یانہیں؟ نیز اس مسجد میں نماز درست ہے، یانہیں؟ جبکہ گاؤں کے لوگ نہایت ہی غربت میں مبتلا ہیں، نیز کسی غیر مسلم کے چندے سے مسجد کی تعمیر درست ہے یانہیں؟ اس مسجد میں نماز درست ہوگی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اعمال بھی غضب خداوندی کے موجب ہیں، اور زبردستی چندہ وصول کرنا بھی منع ہے[1]، جن لوگوں سے زبردستی چندہ لیا گیا وہ اب معاف کردیں، اور خدا کے نام پر دیئے ہوئے پیسہ کو قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اس مسجد میں سب ہی آکر گناہوں سے توبہ کریں، اعمال قبیحہ سے باز آجائیں، نماز اس مسجد میں درست ہوگی، غیر مسلم سے تعمیر مسجد کیلئے چندہ مانگنا بڑی بے غیرتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند // //

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (شامی کراچی، ص ۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة مطلب فی احکام المسجد، مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۸۷ ج۳ کتاب البیوع باب الکسب الفصل الاول مطبوعه ممبئی، طحطاوی علی الدر ص۲۷۸ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة الخ مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لایحل مال امرإ الا بطیب نفس منه (مشکوٰة شریف، مطبوعه اصح المطابع دیوبند، ص۲۵۵/ کتاب البیوع، باب الغصب، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹ ج ۲ الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، کنز العمال ص ۹۲ ج ۱ الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

ترجمہ:۔ نہیں حلال ہے کسی شخص کا مال اس کی رضامندی کے بغیر۔

مسجد کیلئے چندہ دیکر واپس لینا

سوال:۔ (۱) مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے چندہ دیا تھا، اور امداد کی تھی، مسجد کی تعمیر کی اجازت ہر محلّہ جات کے سربرآوردہ اصحاب سے لی گئی، تو فرمایا کہ بسم اللہ کرو اور کام شروع کرو، پھر کچھ اختلاف ہوگیا، جس سے وہ لوگ اپنا چندہ جو اسی مسجد کیلئے دیا تھا، اور مسجد کی تعمیر کے بہت سے سامان بھی خرید لئے گئے تھے، ایسی صورت میں شرعاً وہ لوگ کیا اپنی امداد اور زر چندہ واپس لے سکتے ہیں یا نہیں، اور متولی مسجد پر کیا یہ ذمہ داری عائد ہوسکتی ہے کہ وہ ان کا چندہ واپس کردے اور متولی کو شرعاً اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

(۲) اس مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں جن اصحاب نے امداد کی تھی اس میں بہت سے حضرات نے اپنے دادا، دادی، نانا، نانی ودیگر خویش واقارب مرحومین ونیز اپنی نابالغ اولاد اور آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین، مہدیینؓ کی جانب سے کی تھی، کیا ان رقوم کو بھی وہ حضرات واپس لے سکتے ہیں؟

اور متولی ان رقوم کو ان اصحاب کو شرعاً واپس دے سکنے کا اختیار رکھتے ہیں، اب اس میں بعض حضرات مسجد ٹیڑھی ہونے کے پردہ میں عوام کو ورغلاتے ہیں کہ اس میں تو نماز ہی صحیح وجائز نہ ہوگی، اور دوسری مسجد تعمیر کرا کر جمعہ الگ پڑھا جائیگا، اس پر عرض ہے کہ تفریق بین المسلمین وتفریق جماعت کا کتنا بڑا ثواب یا عذاب ہے، اور دوسری مسجد بنوا کر یا دوسری جگہ جامع مسجد ہذا کو چھوڑ کر جمعہ ادا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جبکہ وہ چندہ سب کا مخلوط ہے اور اس کا سامان بھی خرید لیا گیا ہے تو اب واپس لینے کا حق نہیں رہا، نہ متولی کو واپس دینے کا حق ہے[۱]

---

[۱] الصدقة كالهبة لا تصح الا بالقبض ولا رجوع فى الصدقة لان المقصود هو الثواب وقد حصل، هداية ص ۲۹۳ ج ۳ كتاب الهبة فصل فى الصدقة، مطبوعه تهانوى ديوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اس چندہ کا حکم بھی مثل نمبر۲ر کے ہے، ایسی مسجد کے قبلہ میں اتنے معمولی فرق سے نماز میں نقصان نہیں آتا اتنی اتنی باتوں پر تفریق کرنا اور مسجد کو چھوڑنا شرعاً سخت مذموم وممنوع ہے ، ویسے ہی جگہ جگہ مسلمان مختلف صورتوں سے تباہ ہورہے ہیں، لہٰذا ایسی باتوں سے حد درجہ احتیاط واجتناب لازم ہے، اور دوسری مسجد بنوانے سے اگر رضاء خداوندی مقصود نہ ہو بلکہ اپنی بات کی ضد یا تفریق بین المسلمین یا کوئی اور نام ونمود مقصود ہو تو ایسی مسجد بنانے سے ثواب نہیں ہوتا، بلکہ بہت سے علماء نے اس کو مسجد ضرار کے حکم میں تحریر فرمایا ہے، اگرچہ شرعی مسجد بن جانے کے بعد نماز درست ہوگی"وقیل کل مسجد بنی مباهاة اورياءً وسمعة اولغرض سوی ابتغاء وجهه اوبمال غيرطيب فهو لا حق بمسجد الضرار اھ مدارک،قال صاحب الکشاف وعن عطاء لما فتح اللّٰه الامصار علیٰ يد عمرؓ امرالمسلمين ان يبنوا المساجد وان لايتخذوفی مدينة مسجدين يضاراحد هما صاحبه هذا لفظه فالعجب من المشائخين المتعصبين فی زماننا يبنون فی كل ناحية مساجد طلبا للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بآبائهم ولم يتاملوامافی هذه الاٰية والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم اھ تفسيرات احمديه وقال فی المنهية ونهی الصلوٰة فی مسجد الضرار مخصوص به فلايتعدیٰ الیٰ ملحقاته الاكليل[1] ص ۲۸۴ / ج ۴.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری ص ۴۰۶ ج ۴ کتاب الهبة الباب الثانی عشر فی الصدقة، مطبوعه كوئٹه، سكب الأنهر ص ۵۰۹ ج ۳ كتاب الهبة فی المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحه هذا) [1] الاكليل ص ۲۸۴ ج ۴ سوره توبه آيت ۱۰۷، مدارک التنزيل، ص ۲۶۶ ج ۲ سوره توبه آيت ۱۰۷ مطبوعه مصر، تفسيرات احمديه ص ۱۴۵ ج ۲ سوره توبه آيت ۱۰۷، مطبوعه ممبئی.

چندہ حوض کیلئے جمع کیا گیا پھر اسکو دوسرے کام میں خرچ کرنا

سوال:۔(۱) مال یا جائیداد وقف کر دینے کے بعد واقف کا کوئی حق رہتا ہے یا نہیں

(۲) اگر واقف اس صراحت کے ساتھ کوئی رقم وقف کرے کہ فلاں کام میں صرف کیا جائے، اس کے علاوہ مال کسی دوسرے کام میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) علاوہ متولیان اوقاف کے کوئی شخص جس کے پاس رقم موجود ہو امانت ہو اپنی مرضی سے اس کام کے علاوہ جس کام کے لئے وہ وقف کی گئی ہے، صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

تشریح سوال:۔ نمبر ۱ سے ۳ تک:۔ حوض جامع مسجد بھرنے کے لئے بستی کے تمام مسلمانان نے چندہ جمع کیا تھا کہ اس رقم سے کوئی موٹر کوئیں میں لگوائیں تا کہ حوض بھرائی میں آسانی ہو، چندہ میں رقم قلیل جمع ہوئی جس سے موٹر فٹ نہ ہو سکا، ایک ہاؤس پاور کی موٹر لگوائی تھی، اس نے کام نہیں کیا، وہ واپس کر دیا گیا اور اس کی رقم واپس لے لی گئی، صرف کنوئیں میں بجلی فٹنگ کو اس لئے باقی رکھا گیا کہ آئندہ مزید چندہ جمع ہونے پر بڑی موٹر لگوائی جا سکے، بجلی کا سامان مسجد کے کنوئیں میں فٹ موجود ہے، بستی کے مسلمانوں نے پھر چندہ جمع نہیں کیا اور جمع شدہ رقم سے کنوئیں میں مسلمانوں کے مشورہ سے ہینڈ پائپ لگا دیا گیا جس سے ایک بار حوض بھی بھرا گیا اور چند روز بعد وہ ہینڈ پائپ خراب ہو گیا، چونکہ اس بستی میں کوئی مستری نہیں ہے، بار بار باہر سے مستری بلوانے اور درست کرانے کی وجہ سے پمپ نکلوا کر مسجد کے حجرہ میں رکھوا دیا گیا، اس زمانہ میں جبکہ موٹر کی فٹنگ کا کام چالو تھا حوض کے خالی ہو جانے اور مسلمانوں کی تکلیف کے باعث جمعہ کے بعد مسلمانوں اور متولیوں کے مشورہ سے اس جمع شدہ رقم سے حوض بھرائی میں پیسہ دیدیا گیا، اور متولی مسجد نے حوض بھرائی میں اوقاف سے کوئی پیسہ نہیں دیا، پھر اسی جامع مسجد کی چند دوکانات کو تعمیر کرنے کے سلسلہ میں مزید چندہ مسلمانوں کی جانب سے جمع کیا گیا، اور تعمیری کام کو شروع کر دیا گیا، چندہ ہوتا رہا، اور کام کا سلسلہ جاری رہا، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لوگوں نے چندہ جمع کرنا

بند کر دیا اور دینے والے بھی سست پڑ گئے، اور لینے والے بھی سست ہو گئے، اور مزدوروں کی مزدوری دینے کا فکر تھا اور رقم زیر تحویل بالکل موجود نہ تھی، تو جمعہ کے دن تمام مسلمانوں کے سامنے اپیل کی گئی کہ موٹر کے نام سے جو رقم جمع کی گئی تھی جس میں سے کچھ تو ہینڈ پائپ پر صرف ہوگئی، کچھ زیر تحویل ہے، سب کی طرف سے اجازت ہو تو اس میں سے کچھ رقم مزدوری دیدی جائے، اس پر بعض لوگوں نے اجازت دیدی اور بعض ساکت رہے، لیکن سب کے علم میں یہ بات آ چکی تھی، اس پر وہ بقایا رقم جو کہ موٹر کے لئے جمع کی گئی مزدوری میں ادا کر دی گئی، لیکن واقف تو ایک شخص ہے نہیں اور واقف نے کوئی مال یا جائیداد واقف نہیں کی ہے، صرف پیسہ چندہ سے جمع کیا ہے، اور تمام بستی کے مسلمان اس کے واقف ہیں، انہیں کے مشورہ سے موٹر کی جگہ ہینڈ پمپ لگا تھا، اور پھر بقیہ رقم انہیں کے علم ومشورہ سے اسی جامع مسجد کے تعمیری کام میں صرف ہوئی، اب متولی صاحب کا اعتراض ہے کہ یہ رقم وقف شدہ ہے، متولی کو اس کے صرفہ کا حق ہوتا ہے کسی دیگر شخص کا حق نہیں، یہ رقم واپس کی جائے، تو سامان بجائے موٹر کے ہینڈ پمپ وغیرہ کا ہے، وہ بھی متولی لینے کے لئے تیار نہیں، جو لوگ اس میں کارکن تھے متولی ان سے جھگڑا کرنے کو تیار ہیں، اور اس میں متولی کا جھگڑا کرنا اس وجہ سے ہے کہ کمشنری اوقاف صدر جمہوریہ کی طرف سے متولی کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ آمدنی سے ایک آنہ فی روپیہ اوقاف میں جمع کریں، اس طرح سولہ سو کچھ روپیہ کا مطالبہ ہے، جس میں سے کچھ رقم جائداد وقف سے متولی ادا کر چکے ہیں، اور گیارہ سو روپیہ کا اور مطالبہ ہے جس میں ادا نہ کرنے کی صورت میں متولی کی جائیداد سے وصول کرنے کے نوٹس آ رہے ہیں، اور مقامی عدالت کے ذریعہ وصولی ہوگی، بذریعہ جائداد قرقی، اس پر متولی کی جانب سے اس ہینڈ پمپ کی رقم کا مطالبہ اپنی جائیداد کی حفاظت کے سلسلہ میں مطالبہ رقم خرچ شدہ کا کہاں تک درست ہے اور پھر اس رقم کو لے کر کمشنری اوقاف میں بھیجنا کہاں تک درست ہے؟

(۲) اگر واقف اس صراحت کے ساتھ رقم وقف کرے کہ فلاں چیز میں صرف کی جائے، تو کیا اس کے علاوہ دیگر کام میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ تو کیا رقم ہینڈ پمپ اور موٹر کی جو تمام

مسلمانوں کی جانب سے جمع شدہ ہے اور لوگ اچھی طرح واقف ہیں اور سبھی کے مشورہ سے تیسرا شخص خرچ کررہا ہے، تو کیا متولی کو یہ حق ہے کہ وہ اس موٹر کی رقم کو بطور تاوان جھگڑا کر کے وصول کر کے اپنی جائیداد کا تحفظ کرے۔

(۳) علاوہ متولی کے کوئی اور شخص وقف شدہ رقم امانت کو اپنی مرضی سے اس کام کے علاوہ جس کام کے لئے وہ وقف کی گئی ہے، صرف کرسکتا ہے، یا نہیں؟ متولی کے علاوہ شخص موٹر کی فٹنگ میں کوشاں رہے، انہوں نے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کیا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے علم ومشورہ سے یہ کام کرتے رہے ہیں، ان تشریحات کے ملاحظہ کے بعد جواب دیں، تاکہ تنازعہ دور ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/ حوض بھرنے کیلئے موٹر لگانے کے لئے جو چندہ کیا گیا ہے، وہ وقف نہیں، چندہ دینے والے چاہیں خود اس کو خرچ کریں، یا متولی کے سپرد کردیں یا کسی اور کے سپرد کریں، سب طرح درست ہے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں، پھر جب ہینڈ پمپ سب کی مرضی سے لگا دیا تو یہ بھی درست ہوا، تعمیرات کے سلسلہ میں جو مزدوری باقی رہ گئی وہ چندہ دہندگان کی اجازت سے دیدی گئی یہ ٹھیک ہوا، خواہ صراحۃً اجازت دی گئی ہو یا اعلان پر سکوت کرنے سے، اور اس رقم کا ضمان لینے کا حق نہیں[۱]، وہ سرکاری مطالبہ کی جواب دہی اس طرح کریں کہ چندہ کی رقم وقف نہیں تھی، چندہ دینے والوں نے جہاں چاہا اپنی مرضی سے اس کو خرچ کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۱ھ

---

[۱] کمایستفاد: ولو ان قوماً بنوا مسجداًوفضل من خشبهم شئی قالو ایصرف الفاضل فی بنائه ولایصرف الی الدهن والحصیرهذا اذاسلموه الی المتولی لیبنی به المسجد والا یکون الفاضل لهم یصنعون به ماشاء وا(عالم گیری ،کوئٹه ،ص۴۶۴/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشرفی المسجد، بحر ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف، قبیل فصل فی وقف المشاع الخ.

چندہ کے ضمان کی ایک صورت چندہ وقف نہیں ہوتا

سوال:۔ پبلک نے مسجد بنانے کے واسطے روپیہ چندہ کرکے جمع کیا، اس میں سے کچھ روپیہ مسجد کا سامان خریدنے کے لئے زید کو دیا، زید عمر کے پاس سے وہ چیز خرید کر لایا، لیکن وہ چیز پبلک کو ناپسند آئی، زید اس چیز کو واپس کرنے کے لئے عمر کے پاس گیا، عمر نے کہا کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے، دوسرے وقت آکر روپیہ لے لینا، اس وقت زید نے عمر سے کہا تم یہ روپیہ بکر کے ہاتھ دیدو، عمر نے وہ روپیہ بکر کو دیدیا، روپیہ نہ پہنچنے پر دوبارہ زید عمر کے پاس آیا، عمر نے کہا کہ میں نے روپیہ بکر کو دیدیا اب زید نے جب بکر سے روپیہ طلب کیا تو بکر نے ٹال مٹول کرکے دھوکہ دیا اب وہ روپیہ بکر دیتا ہی نہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ روپیہ جائیداد موقوفہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ اگر جائیداد موقوفہ میں شامل ہو تو اس روپیہ کا ذمہ دار زید ہوگا یا بکر؟ اور کس سے روپیہ وصول کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وہ روپیہ زید کے ذمہ واجب الادا ہے، یعنی پبلک زید سے وصول کرسکتی ہے، اور زید بکر سے[1] چندہ کا روپیہ وقف نہیں ہوتا، اس لئے اس کو جائیداد موقوفہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر اس روپیہ سے کوئی شئی قابل وقف خرید کر مسجد میں وقف کردی جائے تو وہ شئی وقف ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم ۶۰ھ

---

[1] ویتعلق بکونها أمانة احکام منها وجوب الرد عند طلب المالک لقوله تعالیٰ ان اللّٰه یأمرکم ان تودوا الامانات إلی اهلها حتی لو حبسها بعد الطلب فضاعت ضمن، بدائع کراچی ص ۲۱۰ ج ۶ کتاب الودیعة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۸ ج ۴ کتاب الودیعة الباب الاول، سکب الأنهر ص ۴۶۷ ج ۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

افطار کیلئے دیا ہوا روپیہ مسجد کے دوسرے کام میں صرف کرنا

سوال:۔ ہمارے قصبہ میں دو تین مسجدیں ہیں، رمضان شریف میں افریقہ سے ہمارے یہاں کے اشخاص افطار کے واسطے چندہ روپے روانہ کرتے ہیں، اور یہاں مسجد کے متولی صاحب ان روپوں میں سے بعض روپے افطار میں خرچ کرتے ہیں، اور اکثر روپے مسجد کے اور کام میں خرچ کرتے ہیں، اور کبھی ان روپوں میں سے اکثر افطار کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور بعض مسجد کے اور کام کے لئے خرچ کرتے ہیں، دونوں طرف مساوی خرچ ہوتا ہے، ان تینوں صورتوں میں کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ جو روپئے صرف افطار کے لئے وصول ہوں اس میں سے مسجد کے لئے بھی خرچ کئے جائیں، صحیح جواب مع حوالہ کتب کے عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دینے والے محض افطار کے لئے دیتے ہیں، تو بغیر انکی اجازت کے دوسرے کام میں صرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ متولی ایسی حالت میں معطی کا وکیل ہے، اور وکیل کو مؤکل کے امر کے خلاف صرف کرنا درست نہیں، ہکذا فی کتب الفقہ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

مسجد میں پمپ کے لئے چندہ کیا گیا کچھ باقی بچا خرچ نہیں ہوا اس کو کیا کیا جائے

سوال:۔ مسجد ہذا میں ایک کنواں ہے جس پر الیکٹرک (بجلی) کا پمپ نصب ہے، نل کا پانی

---

[1] وجملة الامر ان كل ماقيد به المؤكل ان مفيداً من كل وجه يلزم، رعايته اكده بالنفى اولا وان مفيداً من وجه يجب مراعاته ان اكده بالنفى (شامی کراچی، مختصراً، ص۵۲۳/ج۵/کتاب الوکالة فصل لايعقد وكيل البيع والشراء، بحر كوئٹه ص۱۶۸ ج۷ كتاب الوكالة، فصل الوكيل بالبيع والشراع لا يعقد الخ.

کافی نہ ہوتو کنویں پر بجلی کے پمپ سے پانی بھرلیا جاتا ہے، آج کل پانی اور بجلی کی شدید قلت ہوگئی ہے، الیکٹرک کے صرفہ پر تحدید کردی گئی ہے، مسجد کے حوض میں الیکٹرک کے پمپ سے پانی بھرنے پر اس کو ہر ایک شخص (مسلم وغیر مسلم) بھر کر لیجانے لگا مسجد کے اصحاب رائے کی رائے ہوئی کہ مسجد کے کنویں پر اور ایک ہاتھ کا پمپ لگا دیا جائے تا کہ جس کو ضرورت ہو وہ لیجا سکے اس کے لئے مسلم احباب میں چندہ کیا گیا اور ہاتھ کا پمپ لگا دیا گیا پمپ لگانے کے بعد کچھ چندہ کے پیسے بچ گئے ان پیسوں کے مصرف میں اختلاف ہو رہا ہے، اس مسجد میں ایک مدرسہ شعبۂ حفظ کا قائم کیا گیا اس مدرسہ کی تنخواہ چندہ سے دی جاتی رہی لیکن ماہ صیام کی تنخواہ مدرس صاحب کی باقی ہے، کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ مدرس صاحب کو یہ دیجائے کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بجلی برابر نہیں آرہی ہے، اس لئے خارج از مسجد قندیل لگا کر اس میں گیس جلایا جائے، کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ وہ چندہ کے پیسے محفوظ رکھے جائیں، جب پمپ خراب ہوجائے تب اس کو استعمال کیا جائے، سب آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلان کردیا جائے کہ اتنے پیسے بچ گئے ہیں، آپ لوگوں کی اجازت ہو تو مدرس کی تنخواہ میں دیدیں اگر رائے ہو تو قندیل کا انتظام کردیا جائے، جس کی وہ لوگ اجازت دیں وہاں خرچ کردیں، یا خود سوچ لیں کہ کہاں زیادہ ضرورت ہے پھر اعلان کردیں کہ بچے ہوئے پیسے فلاں ضرورت میں خرچ کرنے کی تجویز ہے، کسی صاحب کو اعتراض وانکار تو نہیں پھر کوئی اعتراض نہ ہو تو خرچ کردیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۳ھ

---

[1] کیونکہ چندہ معطیین کی ملک ہوتا ہے لہٰذا ان کی رضامندی سے خرچ کرنا درست ہے۔

(امدادالفتاویٰ، ص ۵۹۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، طبع ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

دروازۂ مزار پر صندوق کے چندہ سے مؤذن وامام کی تنخواہ

سوال:۔ کچھار ضلع میں موضع قولرقل میں ایک مزار ہے، جولنگر شاہ کے مشہور مقام میں ہے ،اس احاطہ میں ایک مسجد بھی ہے، لوگ آتے جاتے مقام کے سامنے جو صندوق رکھا ہوا ہے، اس میں روپے ڈالتے ہیں، ہندو مسلمان وغیرہ ہر قوم کے لوگ ڈالتے ہیں، کس کی کیا نیت ہے معلوم نہیں کیا مسجد کے مؤذن اور امام کی تنخواہ اس صندوق کے روپے سے دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہ ہو تو ان روپے کو کیا کیا جائے؟ یہ آمدنی کبھی بند نہ ہوگی، مقامی کمیٹی کے لوگ کہتے ہیں کہ ہر سال میں بیس سے تیس ہزار روپے وصول ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ظاہر تو یہ ہے کہ یہ روپیہ مسجد ومزار کے تحفظ وضروریات کیلئے اس میں ڈالتے ہیں پس یہ روپئے دونوں ہی ضروریات میں صرف کرنا درست ہیں، اگر وہاں ایک مکتب قائم کر دیا جائے، تو زیادہ مناسب ہے تاکہ مسجد بھی آباد رہے اور صاحب مزار کو بھی ثواب ملتا رہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۱۳۹۹ھ

مسجد میں بدعتی کا چندہ

سوال:۔ کوئی بدعتی مسجد میں چندہ دے تو اسکے روپے کو مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] انمایحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیراً (شامی کراچی، ص۴۵۴/ج۴/کتا ب الوقف مطلب انمایحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیراً)، والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا ثم ما هو اقرب إلی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة (إلی قوله) کذالک إلی آخر المصالح، بحر کوئٹه ص۲۱۳ج۵ کتاب الوقف، الدر مع الشامی کراچی ص۳۶۶ج۴ کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، الدر المنتقی مع المجمع ص۵۸۷ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

خرچ کیا جاسکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بریلوی، دیوبندی کی مسجد میں امداد کرنا

سوال:۔ یہاں دوعقائد کے لوگ ہیں ایک دوسرے کی مسجد میں امداد دے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مسجد میں دیوبندی مسلک کا امام ہو اور ایسے ہی نمازی ہوں اس مسجد کی امداد کے متعلق بریلوی سے دریافت کرلیں وہ اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ علمائے دیوبند کا فتویٰ ان کے نزدیک کیسے معتبر ہوگا، یہ بھی ان سی دریافت کرلیں کہ دیوبندی آدمی ان کی مسجد میں امداد کرے تو اس کا قبول کرنا کیسا ہے؟ ہمارے نزدیک ہر مسجد کی امداد کرنا حسب ضرورت درست ہے، کیونکہ مسجد خانۂ خدا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۶ھ

گولک کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں لگانا

سوال:۔ جماعت کی آمدنی کے لئے ایک ڈبہ بنا کر اس کو مؤذن یا اور کوئی شخص دوکانوں

---

[1] مستفاد:. فصح وقف الذمی بشرط کونه قربة عندنا وعندهم (بحر،مکتبه ماجدیه،کوئٹه، ص ۱۸۹/ج ۵/ اول کتاب الوقف، عالمگیری ص ۳۵۲،۳۵۳ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفه، شامی زکریا ص ۵۲۴ ج ۶ کتاب الوقف.

[2] فیه ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لانه لما یجری للانسان اجره بعد موته، عمدة القاری ص ۲۰۹ ج ۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

اور مکانوں کو لیجا کر جو رقم وصول ہوتی ہے، جس میں ہم قوم اور غیر قوم دونوں طبقہ کے آدمی پیسہ ڈالتے ہوں تو اس مبلغ کو مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لگا سکتے ہیں[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

لاوارث میت کے کفن کیلئے چندہ کیا، کچھ بچ گیا اس کو مسجد میں خرچ کرنا

سوال:۔ایک لاوارث شخص مرگیا جس کے کفن کے لئے چندہ کیا گیا، بعد کفن دفن کچھ چندہ بچ گیا تو اس کو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے چندہ دیا ہے، ان کی اجازت سے مسجد میں بھی خرچ کر سکتے ہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین // //

---

[1] مستفاد :. ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته(درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۶۶/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، ان شرط وقف الذی ان یکون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس، شامی زکریا ص۵۲۴ ج۶ کتاب الوقف، مطلب، قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف، منحة الخالق علی هامش البحر ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف طبع کوئٹه.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لاوارث کا مال مسجد میں

سوال :۔ نظام الدین نامی ایک شخص تھا وہ انتقال کر چکا اور کچھ سامان اور روپیہ چھوڑ گیا ہے، اور کوئی اس کا وارث بھی نہیں ہے، کہ جس پر تقسیم کیا جائے، اور نہ اس نے کوئی وصیت کی ہے، اب محلّہ والوں کی خواہش ہے کہ اس کا مال مسجد میں صرف کر دیا جائے، تو کیا یہ صرف کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟ نیز اگر مسجد میں صرف نہ کیا جا سکے تو اس کی شکل کیا ہوگی؟ اور کس پر صرف کیا جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص کا دور نزدیک کوئی وارث نہیں تو موجودہ حالت میں اس کے ترکہ کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کیا جائے، کذافی درمختار، ص۷۴۹/ج۵/[1] **ثم یوضع فی بیت المال لا إرثابل فیئاً للمسلمین کذافی الشامی**[2] **ص ۸۹/ج۲/ ورابعها الضوائع مثل مالایکون له اناس وارثون قوله ورابعها فمصرفه جهات الخ موافق ممانقله ابن الضیاء فی شرح الغزنویة عن البزدوی من انه یصرف الی المرضی والزمنی واللقیط وعمارة**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) (در مختار مع الشامی کراچی ، ص۲۰۰/ج ۶/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح)، مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهناً أو حصیراً أو حشیشاً أو آجراً أو جصاً لفرش المسجد أو حصی قالوا ان وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ما شاء، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱ ج۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی الوقف الفصل الثانی، خانیه علی الهندیه ص۲۹۷ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ مطبوعه کوئٹه.

(**صفحہ ہذا**) [1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۷۶۶/ج۶/ کتاب الفرائض، مجمع الأنهر ص۴۹۷ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر ص۲۹۷ ج۴ کتاب الفرائض مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شامی کراچی ،ص ۳۳۸/ج۲/ کتاب الزکوٰة ،قبیل بال المصرف.

القناطير والرباطات والثغور والمساجد وماشبه ذالک فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھیک مانگا ہوا روپیہ مسجد میں دینا

سوال:۔ ہمارے ایک قریب کے گاؤں میں ایک مؤذن بانگی نے اپنے قرب وجوار میں مدزکوۃ، فطرہ، چرم قربانی، چالیسواں، دسواں کا پیسہ اور غلہ وغیرہ بھیک مانگ کر چندہ کر کے جمع کیا، حج کرنے کیلئے جملہ رقم سات سو اکھٹا ہوئی تھی، تو اس گاؤں میں جس مسجد میں بانگی تھے اس مسجد کی تعمیر کیلئے گاؤں والے اس میں چندہ اکھٹا کر رہے تھے، تو بانگی نے جذبہ میں آکر سب روپیہ مسجد کی تعمیر میں دیدیا تو بتائیے اس روپئے کو مسجد میں لگانا درست ہے یہ بھی ہے کہ مسجد غریب بھی نہیں ہے، اس لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسے روپیہ کو ایسی مسجد میں لگانا درست نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس کو اس طرح بھیک مانگنے کی اجازت نہیں تھی، لیکن جو روپیہ اس کی ملک ہو چکا اور اس نے مسجد میں دیدیا وہ مسجد کے لئے درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رجب کے کونڈے کی قیمت مسجد میں

سوال:۔ رجب کے کونڈے جس میں پوریاں، شیرینی، کھیر وغیرہ بھرتے ہیں، ان کو تبرک ہو جانے کے خیال سے گھروں میں استعمال نہیں کرتے، اور مسجد میں لے جاتے ہیں، کیا ان کونڈوں

---

[1] إذا تصدق على المحتاج بشيء ملكه صار له كسائر ما يملكه ويستكسبه فله أن يهدى به غيره كماله أن يهدى بسائر امواله بلا فرق، طيبى شرح مشكوٰة ص۵۷ ج۴ كتاب الزكاة باب من لا تحل له الصدقة، مطبوعه زكريا ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص۴۴۷ ج۲ كتا ب الزكاة باب من لا تحل له الصدقة فصل اول مطبوعه ممبئى.

کوفروخت کر کے ان کی قیمت مسجد کے کسی کام میں صرف کر سکتے ہیں، جیسے مرمت، صفائی، تیل، فرش وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کونڈوں کی اصل شرعاً کچھ نہیں[1] اگر بہ نیت ثواب دیں تو حسب نیت معطی ان کا استعمال مسجد میں درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/شعبان ۶۱ھ

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال:۔ زید عمر سے قرض لیتا ہے، اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر پاتا اب عمر مرجاتا ہے، اور کچھ دن بعد خود زید بھی مرجاتا ہے، اب زید کے ورثاء اس قرض کو ادا کرنا چاہتے ہیں، یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا، کیا اس قرض کو مدرسہ مسجد یا مسجد کے کسی مکان میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی بیوہ یتیم محتاج کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے قرض لیا تھا اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدار قرض مرحوم کے ترکہ سے اس

---

[1] کان ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ إذا رأی الناس وما یعدون لرجب کرہ ذلک، مصنف ابن ابی شیبة ص ۱۰۲ ج ۲ مکتبة الدار السلفیة بمبئی.

[2] المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاوی شریف ص۷ ج ۱ سورة الفاتحة، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

شخص کے ورثاء کو دیں جس سے قرض لیا تھا، کسی اور بیوہ یتیم، محتاج، مدرسہ، مسجد کو دینا کافی نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۵ھ

مقروض کا قرض خواہ کی طرف سے قرض مسجد میں دینا

سوال:۔ایک شخص کے ذمہ کچھ قرض ہے جس کا قرض ہے اس شخص نے یہ کہا کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ واجب ہے وہ مسجد میں دیدو، قرضدار نے بقدر اس کے قرض کے مسجد میں روپیہ اپنی جانب سے دیا، لیکن یہ بات معلوم ہونے پر کہ تم کو پہلے قرض ادا کرنا چاہئے تھا مسجد میں روپیہ والا جو مقروض ہے یہ کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ مسجد میں دیا ہے، وہ میں بخوشی قرضہ والے کی جانب سے اسکے حق میں ادا کرتا ہوں اور اس کا ثواب بھی، بخوشی کہتا ہوں کہ جس کا قرضہ میرے ذمہ ہے اسکو حق تعالیٰ دیں، یہ لفظ جس کا روپیہ ہے اس کے روبرو کہے تو یہ مسجد میں دیا ہوا روپیہ اس کے قرض میں مجرا ہو جائیگا اور وہ ثواب کا مستحق ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس طرح قرض ادا ہو جائے گا[2] اور اس کا ثواب بھی ملے گا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] علیه دیون ومظالم جهل اربابها یشمل ورثتهم فلو علمهم لزمه الدفع الیهم (درمختار مع الشامی زکریا ،ص ۴۴۳/ج۶/کتاب اللقطة،مطلب فیمن علیه دیون ومظالم جهل اربابها، سکب الأنهر ص ۵۳۱ ج۲ کتاب اللقطة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح فقه اکبر ص ۱۹۴ ، بیان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] ولو امره أی أمر رجل مدیونه بالتصدق بما علیه، صح أمره بجعله المال للّٰه تعالیٰ وهو معلوم، شامی کراچی ص ۵۱۹ ج۵، کتاب الوکالة، باب الوکالة بالبیع والشراء، مجمع الأنهر ص ۳۱۶ ج۳ کتاب الوکالة، باب الوکالة بالبیع والشراء مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۶۷ ج۴ باب الوکالة بالبیع والشراء مطبوعه امدادیه ملتان.

مانگا ہوا پیسہ مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک ضعیف العمر بڑھیا رہتی ہے، جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، وہ مانگنے کا پیشہ کرتی ہے، محلّہ والے اس کی مدد کرتے ہیں، لہٰذا مانگا ہوا پیسہ کچھ اس کے پاس جمع ہوگیا تو اس نے مسجد کے واسطے ایک جائے نماز اور ایک قرآن شریف اور ایک تسبیح منگوادی ہے لوگوں کو اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ نہ اس پر نماز جائز ہے، اور نہ بڑھیا کو کوئی ثواب ملے گا، بڑھیا ابھی زندہ ہے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت مانگنا گناہ ہے لیکن جب اس نے پیسہ مانگا اور اہل محلّہ نے بخوشی اس کو دیا تو وہ بڑھیا مالک ہوگئی، اور اس نے جو کچھ مسجد میں دیا ہے، وہ دینا صحیح ہے، اس مصلے پر نماز بلاشبہ جائز ہے، بڑھیا کو سمجھا دیا جائے کہ اب تم کو مانگنا درست نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا تصدق علی المحتاج بشیء ملکه صار له کسائر مایملکه ویستکسبه، فله ان یهدی به غیره کما له ان یهدی بسائر امواله بلا فرق، طیبی شرح مشکوة ص۴/۵۷، کتاب الزکوة، باب من لاتحل له الصدقة، مطبعه زکریا بکڈپو دیوبند، مرقاة شرح مشکوة ص۲/۴۴۷، کتاب الزکوة، باب من تحل له الصدقة، فصل اول، مطبوعه ممبئی،

[2] قال النووی فی شرحه اتفق العلماء علی النهی عن السوال بغیر ضرورة واختلف اصحابنا فی مسئلة القادر علی الکسب علی وجهین اصحهما انها حرام ظاهر الاحادیث والثانی حلال مع الکراهة بثلاثة شروط ان لایذل نفسه ولایلح فی السوال ولایکلف بالمسئول (مرقاة شرح مشکوٰة ،مطبوعه بمبئی، ص ۴۵۲/ج ۲/ باب من لاتحل له المسئلة ومن تحل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل هیژدهم:- متفرقات مسجد

ایک مسجد کے متعلق اختلاف کہ وہ سنیوں کی ہے یا شیعوں کی؟

سوال:۔ایک مسجد جواب سے تقریباً ڈیڑھ سوسال قبل مختلف اقوام کے افراد نے بنوائی تھی جس میں حضرات سادات اہل سنت والجماعت بھی شریک تھے زمین کے متعلق زیادہ قرینہ یہ ہے کہ حضرات سادات کی ہی تھی جو مذہباً اہل سنت والجماعت تھے، مسجد عالم وجود میں آئی اس وقت سے تاوقت تحریر استفتاء ہذا اہل سنت والجماعت کے عمل دخل میں چلی آرہی ہے، شیعہ صاحبان میں سے ایک آدھ آدمی نماز پڑھتے رہتے ہیں تقریباً ۵۰/۶۰ رسال قبل یہ مسجد دوبارہ تعمیر ہوئی اس مرتبہ مسجد مذکور کی تعمیر ایک ہندوعورت جو کہ شیعہ ہوگئی تھی، اس نے کچھ رقم دی تھی اور کچھ رقم ایک سنی صاحب نے دی، باقی اہل محلّہ کے تمام افراد نے مل کردی، مسجد تعمیر ہوئی تب سے آج تک اہل سنت والجماعت کی نگرانی میں رہی، تمام اخراجات امام مؤذن دیگر ضروریات کے کفیل اہل سنت والجماعت ہیں، ان حالات کے ہوتے ہوئے

شیعہ صاحبان نے خفیہ طور سے مسجد مذکور کو شیعہ وقف بورڈ لکھنؤ میں وقف کر دیا جسکا علم اہل سنت والجماعت کو بالکل نہیں اس مسجد کے برابر میں شیعہ صاحبان کا امام باڑہ ہے اسی نسبت پر دونوں کو ایک جگہ بتلا کر وقف کر دیا پھر مسلم سنی وقف بورڈ کی جانب سے امام مسجد کے نام نوٹس آیا کہ آپ اس مسجد کو وقف کرادو، چنانچہ جب ہم لوگوں نے قدم اٹھایا تو شیعہ صاحبان نے شیعہ وقف بورڈ کا وقف نامہ پیش کر کے ہمارا وقف بند کرادیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ مسجد ہمارے بڑوں نے بنائی ہے، لہٰذا یہ مسجد ہماری ہے، معاملہ عدالت میں پہنچ گیا

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً اس مسجد کا حق دار کون ہیں، (نوٹ) ۱۹۶۷ء کے بندوبست میں مسجد مذکور کے رقبہ میں مسجد وقبرستان لکھا ہوا ہے، امام باڑہ کا کوئی نام نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں تحریر کردہ حالات کے پیش نظر وہ مسجد اہل سنت والجماعت کی مسجد ہے[1]، مسجد کے لئے زمین وقف ہونے کے بعد اگر کسی دفعہ تعمیر میں غیر مسلم بھی چندہ دیدے تو اسکو دعویٰ ملکیت کا حق نہیں ہو جاتا[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] الحکم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف علی الحقیقة، مبسوط (دارالفکر) ص ۱۳۰/ ج ۱۷/ باب الحمیل والمملوک والکافر)

[2] اذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه، (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، شامی زکریا ص ۶/۵۴۵، المصدر السابق، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

مسجد کا غلہ فروخت کرنیوالا ضامن بنا تو اس سے قیمت وصول کی جاسکتی ہے؟

سوال:۔ مسجد کا غلہ کسی ایک آدمی نے فروخت کردیا، اور پیسوں کا ذمہ دار فروخت کرنے والا ہوگیا کہ پیسے آجائیں گے، لیکن خریدار نے پیسے نہیں دیئے تو فروخت کرنے والے سے پیسے وصول کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فروخت کرنیوالا مسجد کو قیمت دے اور خریدار سے وصول کرے یا معاف کرے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۱۴۰۱ھ

برمے کی مشین بدل دی تو کیا اب بھی اول برما لگانیوالے کو ثواب ملے گا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد میں کنویں کے اندر پانی نکالنے کا برما ہے جس کو ہینڈ پمپ کہتے ہیں، لگا ہوا ہے، یہ چونکہ دس گیارہ سال سے لگا ہوا تھا، اس لئے بوجہ پرانا ہونے کے اکثر خراب رہتا تھا، جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی، اور اس کی مرمت بھی

---

[1] وحکمها (ای الکفالة) لزوم المطالبة علی الکفیل بما هو علی الاصیل نفسا او مالاً (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۸۴/ج۵/ کتاب الکفالة، مطلب فی کفالة نفقة الزوجة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۵۶/۷، مطبوعه دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۰۶/۶، کتاب الکفالة، بدائع زکریا ص ۶۱۱/۴، بیان حکم الکفالة)

ہمیشہ ہوتی رہتی تھی، اس برمے سے اہل محلّہ اور بازار کے لوگ فیضیاب ہوتے تھے، اس برمے کی مکمل مرمت کرانے میں خرچ کافی آرہا تھا، اس لئے بعض لوگوں نے بغیر اطلاع منتظمہ کمیٹی مسجد مذکورہ برمے کی مشین بدل کر دوسری مشین لگادی، لیکن پہلے برمے کا کچھ سامان (ہینڈ پمپ) اس نئے برمے میں بھی بطریق سابق لگا رہا۔

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ پہلے برمے لگوانے والے کو ثواب اب بھی ملے گا، یا ختم ہوگیا؟ جب کہ اس کا کچھ مذکورہ سامان اس نئے برمے میں بھی موجود ہے۔

اگر برمے میں سے مذکورہ سامان (ہینڈ پمپ) نکال دیئے جائیں تو بھی اس کو بدستور ثواب ملتا رہے گا، یا ختم ہوجائے گا؟ جبکہ یہ سابقون اولون میں ہے، بعد میں لوگوں نے اس کی سنت میں عمل کیا ہے، اور یہ صرف الداعی علی الخیر نہیں بلکہ خود فاعل بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک پہلا کچھ بھی سامان موجود ہے اس کو ثواب پہنچتا رہے گا، اگر سب سامان بدل دیا گیا تب بھی برمے کو فٹ کرنے کیلئے جو راستہ پانی تک پہلے شخص کا بنوایا ہوا ہے، وہ باقی ہے اس کا ثواب پہنچتا ہی رہے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۷/۹۶ھ

---

[1] من سن سنة حسنة فعمل بها كان له اجرها ومثل اجرمن عمل بها (ابن ماجه رشيديه دهلى ص ۱۸ / باب من سن سنة حسنة أوسيئة، مشكوة شريف ص ۳۳/ ۱، كتاب العلم، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۳۴۱/ ۲، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة الخ، مطبوعه مكته سعد ديوبند، ان التعاون فى بنيان المسجد من افضل الاعمال لانه مما يجرى للانسان اجره بعد موته ومثل ذلك حفر الآبار، عمد القارى ص ۲۰۹/ ۲، الجزء الرابع، كتاب الصلاة، باب التعاون فى بنيان المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت)

ترجمہ:- جس شخص نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اور اس پر عمل کیا تو اس کے لئے اس عمل کا اجر ہے، اور ان لوگوں کے اجر کے برابر ہے، جنہوں نے اس پر عمل کیا۔

غیر مسلم کا مسجد کے لئے نذر ماننا اور پھر اس میں نماز پڑھنا

سوال:۔ ایک بزرگ کے مزار پر جہاں سالانہ عرس ہوتا ہے، ایک بزرگ عبدالرحیم شاہ صاحب (مدفون در بنارس) نے ایک مسجد بنائی تھی، جو شہید ہوگئی، ایک ہندو تیلی نے منت مانی کہ اگر مراد پوری ہوگی تو مسجد بنواؤنگا، اور کنواں کھدواؤنگا، مراد پوری ہوگئی اس نے یہ دونوں کام کردیئے، اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ اس نے ثواب کی نیت سے خدا کو راضی کرنے کیلئے وہ مسجد بنوائی ہے، تو وہاں نماز درست ہے، اور اس کنویں کا پانی استعمال کرنا بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پھینکے ہوئے سیمنٹ کو درست کر کے فروخت کیا گیا اور اس سے مسجد کا فرش بنایا گیا

سوال:۔ او، این، جی، سی کمپنی کا بورڈنگ کنڈکٹر نے اعلیٰ افسر کے آرڈر سے کمپنی کے

---

[1] احدھامایکون قربة عندنا وعند هم وهذه الوصية صحيحة (الیٰ قوله) ولو اوصیٰ بثلث ماله بأن يحج عنه قوم من المسلمين اويبنى به مسجد للمسلمين ان كانت ذلك لقوم بأعيانهم صحت الوصية (هنديه رحيميه ديوبند ص ۲۴۵/ ج۴/ كتاب الوصايا، الباب الثامن فى وصية الذمى والحربى، ان شرط وقف الذمى ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء او على مسجد القدس، شامى زكريا ص ۶/۵۲۴، كتاب الوقف، مطلب قد ثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۱۸۹، كتاب الوقف، منحة الخالق على هامش البحر ص ۵/۱۸۹، كتاب الوقف، مطبوعه كوئٹه)

گودام میں رکھا ہوا سیمنٹ گودام سے خارج کر کے پھینک دیا ہے، لیکن کمپنی کے ایریئے میں چھوڑ رکھا تھا، پھر اس کو مزدور نے ریفائن کر کے بستہ بندی کی اور فی بوریہ ۲۵٪ روپے قیمت دیکر خریدا گیا ہے، حسب مناسب رات کو ۹ ربجے ٹھیلہ کر کے وہ سیمنٹ مناسب مقام پر رکھ کر اس سے مسجد کا فلور سطح سفلی تیار کیا گیا ہے، تقریباً ۹ ربجے بورے صرف کر کے یہ کام انجام دیا گیا ہے، پھر تقریباً مہینہ بھر نماز پڑھی جاتی رہی، بعد میں مقامی معتبر حضرات کو شبہ ہوا کہ اس میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ آپ سے شرعی رائے طلب کرتے ہیں، برتقدیر عدم جواز مستقبل میں یہ فلور توڑ کر پھینکی جائے یا کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کو بیکار قرار دیکر پھینک دیا گیا تھا، کہ جس کا دل چاہے اٹھالے تو اب نماز میں کوئی شبہ نہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۴۰۱ھ

آپسی نااتفاقی کی بناء پر ایک مسجد کو ویران کرنا

سوال:۔ آپس کی نااتفاقی کی بناء پر کسی نے یہ کہا کہ یہ مسجد ہماری ہے، تو دوسرے فریقان نے الگ مسجد تیار کر لی، اور وہ مسجد ایسی جگہ میں تیار کر لی ہے کہ اس زمین کا مقدمہ چل رہا ہے، جس کے قبضہ میں وہ زمین ہے اس نے مسجد بنالی اس خیال سے کہ پہلی مسجد ویران ہو

---

[1] رجل القی شاة میتة علی الطریق فجاء اٰخر واخذ صوفها کان لهٗ ان ینتفع به (الهندیه بلوچستان کوئٹه ص ۲۹۳ ر ج ۲ ر کتاب اللقطة، البحر کوئٹه ص ۵/۱۵۳، کتاب اللقطة، القی شیئا وقال من اخذه فهو له، فلمن سمعه او بلغه ذلک القول ان یأخذه الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۶/۴۴۵، کتاب اللقطة، مطلب القی شیئا وقال من اخذه فهو له)

جائے، اوراس میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی نہ جائے، اوراب پہلی مسجد میں نمازی نہیں ہیں کم ہیں ایک یا دو آدمی نماز پڑھ لیتے ہیں، تو اس مقدمہ والی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ پہلے یہ قبرستان تھا، مگراب اس میں کوئی قبر نہیں ہے، لیکن کسی سے یہ بھی معلوم ہوا ہے، کہ اس میں کچھ قبریں اب بھی ہیں، پرانی اور ایک پختہ مزار اب بھی موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بہت غلط کام کیا کہ پہلی مسجد کو آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے ویران کردیا اس کا وبال بہت سخت ہے[1]، اگر دوسری جگہ مسجد بنالی گئی اور سامنے کوئی قبر نہیں[2]، اور وہ جگہ مالک نے مسجد کے واسطے دیدی ہے[3]، یا پہلے سے قبرستان کے لئے وقف ہے، مگراب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے بلکہ دفن کے لئے دوسری جگہ موجود ہے، تو اس مسجد میں بھی نماز درست ہے[4]، اب دونوں مسجدوں کو آباد کیا جائے، اور آپس کی لڑائی کو ختم کیا جائے[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۴۰۱ھ

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا (سورہ بقرہ پارہ، ۱/ آیت ۱۱۴/

ترجمہ:- اوراس شخص سے زیادہ اورکون ظالم ہوگا جوخدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اوران کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن)

[2] قال محمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج والحمام والقبر (الیٰ قولہ) ھذا کلہ اذالم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط اوسترۃ اما اذا کان لایکرہ ویصیر الحائط فاصلا (عالمگیری بلوچستان کوئٹہ ص ۳۱۹، ۳۲۰/ ج۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی المسجد، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۵۱، کتاب الوقف، فصل فی احکام الساجد، حلبی کبیر ص ۳۶۶، باب کراھیۃ الصلاۃ، فروع من الخلاصۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور پاکستان) (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)

مخصوص مسجد کو جان کے اندیشہ سے چھوڑنا

سوال:۔جس مسجد پر فساق کا غلبہ ہو، جس مسجد پر فسق وفجور کے خلاف کسی دینی حکم کو شائع نہ کیا جاسکتا ہو، اور جس مسجد میں ادائیگی نماز کے لئے جاتے ہوئے نمازیوں پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا ہو جبکہ وہ لوگ کسی فساد میں بھی شریک ہوتے ہوں، اور جس مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے موضع کے تین چوتھائی مسلمان اپنی آبرو کا خطرہ محسوس کرتے ہوں کیا وہ مسجد پورے موضع کی جامع مسجد رہنے کے قابل ہے؟ کیا اس صورت میں اس جدید تعمیر شدہ مسجد میں عام نمازیں اور بشمول نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳ من بنی مسجداً لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقهٖ ویأذن بالصلوٰة فیه (عالمگیری بلوچستان کوئٹه ص ۴۵۴/ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۸، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، شامی زکریا ص ۶/۵۴۵، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)

۴ لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم اربذٰلک بأسا وذٰلک لا ن المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیهاجاز صرفها الی المسجد (عمدة القاری دارالفکر ص ۱۷۹/ج ۲/ الجزء الرابع، کتاب الصلوٰة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، شامی زکریا ص ۳/۱۳۹، کتا بالصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۶۹، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر والخانات)

۵ واطیعوا للّٰه ورسوله ولاتنازعوافتشلواوتذهب ریحکم واصبروا ان اللّٰه مع الصابرین سورۂ انفال، پارہ ۱۰/ آیت ۴۶/

ترجمہ:-اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوگے اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کو ایک مسجد میں جانے سے جان کا یا عزت کا خطرہ ہو وہ دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کرلے، حسب ضرورت ومصلحت ایک سے زائد مساجد میں بھی جمعہ درست ہے[1]، جھگڑے اور فساد سے پورا پورا پرہیز کیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۱۴۰۱ھ

مسجد کی چھت سے بجلی کے تار گزروانا

سوال:۔ مسجد کے عقب میں کوئی راستہ نہیں ہے کچھ اشخاص کی آراضی بلاتعمیر پڑی ہوئی ہے، اگر کوئی شخص یا چند اشخاص مسجد کے شمال کی جانب بجلی محکمۂ بجلی سے لینا چاہیں اور وہ آراضی کے مالکان اجازت نہ دیں تو کیا مسجد کی چھت پر سے بجلی کے تار گزروا دیئے جائیں؟

اس کے کچھ اشخاص مخالف ہیں کہ بجلی تار گزروانے سے بجلی لینے والوں کو قانونی حق ہوجائیگا، مسجد کو دوبارہ ازسرِ نو تعمیر کرانا ہے؟

---

[1] فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر (شامی کراچی ص۱۴۵/ج۲/ کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، مطلب فی جواز استنابة الخطیب، عالمگیری کوئٹه ص۱۴۵/۱، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، البحر کوئٹه ص۱۴۲/۲، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[2] واطیعوا اللّٰه ورسوله ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان اللّٰه مع الصابرین. سورۂ انفال پارہ ۱۰/ آیت ۴۶/

ترجمہ:- اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

افتادہ آراضی کے مالکان اجازت نہیں دیتے، قانونی حق سے تحفظ کے لئے تو یہ خطرہ مسجد کو بھی ہوگا، پھر جبکہ مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرانا بھی تجویز ہے، تو اس کا لحاظ بھی رکھا جائے کہ تعمیر کے وقت پریشانی لاحق نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۱ھ

مسجد کی بجلی کا تار کسی کے مکان پر

سوال:۔ اگر مسجد میں بجلی لگانے سے تار کسی دوسرے شخص کے مکان کے اوپر کو آجائے اور صاحب مکان موجود نہ ہو آنے پر وہ ناراض ہو تو بجلی لگوانے والے خود اس کو الٹا برا سخت بات کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے مکان پر تار آنے سے نقصان ہے تو اس کو وہاں سے ہٹا کر ایسا طریقہ اختیار کیا جائے، کہ اس کو نقصان نہ پہنچے ورنہ وہیں رہنے دیا جائے[1]، ذرا ذرا سی بات پر نزاع کرنا اور اشتعال کی بات کہنا برا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۷ھ

---

[1] ان رسول اللہ ﷺ قال لاضرر ولاضرار (موطا امام مالک ص ۳۱۱/ کتاب الاقضیة، القضاء فی المرفق، (لاضرر ولاضرار) ای لا یضر الرجل اخاہ فینقصہ شیئا من حقہ، فیض القدیر ص ۶/۴۳۱، رقم الحدیث ص ۹۸۹۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی انسان اپنے بھائی کو نہ تو اولاً نقصان پہنچائے اور نہ بدلے کے طور پر۔

مسجد سے ملا کر اپنی تعمیر کرنا

سوال: ۔مسجد سے آگے کی سمت (مغرب کی جانب) یا بازو میں کسی طرف مسجد سے متصل ایک شخص کی زمین ہے، اور وہ شخص اپنی اس زمین میں عمارت بنوا رہا ہے جو کہ مسجد کی عمارت سے (یعنی دیوار سے) ہی شروع کرتا ہے، اگر چہ وہ زمین اسی کی ملکیت میں ہے لیکن قانون گورنمنٹ کے اعتبار سے اس کو کم از کم تین فٹ جگہ چھوڑ کر عمارت بنانا چاہئے، لیکن وہ شخص اس کے لئے رضامند نہیں ہے، قانون کے لحاظ سے تو اس کو نوٹس دیکر روکا جا سکتا ہے تحفظ مسجد کے لئے کیونکہ اگر یہ شخص دیوار سے دیوار ملا کر شروع کرتا ہے تو اس کی وجہ سے مسجد کو نقصان پہنچے گا، اس مسجد کا پرنالہ اور اس کے روشن دان وغیرہ بند ہو جائیں گے، جس سے مسجد کو نقصان کا اندیشہ ہے، تو کیا ایسی حالت میں قانون کے ہوتے ہوئے بمطابق شرع بھی اس کی مملوکہ زمین سے مسجد کے تحفظ کے مدنظر بلا رضاء رب الارض نوٹس دے کر روکا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی چھت کا پانی گرنے کیلئے جگہ کا چھوڑنا حق مسجد ہے[1]، لہٰذا تحفظ مسجد کے لئے بھی اس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۱ھ

---

[1] یستفاد: مما یلی: بیعت دار کبیرة میزابها علی منهرة من جماعة فاتخذ کل واحد منهم حصته داراً علی حدة ووضع میزابها علی تلک المنهرة فکثرت المیازیب علیها فهل للجیران منعهم منها؟ فا جاب بعض المفتین فی زماننا لیس للجیران منعهم (الهندیه کوئٹه ص ۳۷۱/ ج۵/ کتاب الکرهیة، الباب التاسع والعشرون)

کفن کا مصلی مسجد میں

سوال:۔ مردوں کو کفنانے کے لئے جو کپڑا خریدا جاتا اس میں سے بعض حضرات ایک مصلّے کی صورت میں تھوڑا سا کپڑا بچا کر مسجد میں دیتے ہیں، آیا اس مصلے کا استعمال اہل مسجد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی اس کو مصلّے کے طور پر استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کپڑا جزو کفن نہیں ورثاء کی ملک ہے، اس کا رواج ختم کیا جائے، ورثاء اگر بالغ ہوں اور میت کو ثواب پہنچانے کیلئے کوئی چیز مصلی وغیرہ مسجد میں دیں تو اس کا استعمال کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

مسجد میں رومال یا مصلّی رکھ دینا

سوال:۔ مسجد میں یا کسی حلقہ وغیرہ میں کوئی شخص جائے اور جا کر وہاں کوئی کپڑا وغیرہ اپنی نشست کیلئے رکھدے تو آیا کوئی دوسرا شخص اس جگہ آ کر بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی بیٹھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ،رقم القاعدۃ: ۲۷۰، مطبوعہ اشرفی دیوبند، المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف یشاء، بیضاوی شریف ص۷، سورۃ الفاتحۃ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دھلی)

جائے تو پہلے شخص کو اس دوسرے شخص سے جھگڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص آ کر کسی جگہ بیٹھ گیا پھر کوئی فوری ضرورت پیش آئی جس کو پورا کرتے ہی لوٹ کر آئیگا مثلاً تھوکنا ناک صاف کرنا، وضو کرنا وغیرہ اور جاتے وقت اپنی جگہ کپڑا رکھ کر چلا گیا تو اس میں مضائقہ نہیں، اور دسرے شخص کو اسکی جگہ بیٹھنا بھی نامناسب ہے، اور اگر کوئی شروع ہی سے کپڑا رکھدے اور اپنے کاروبار میں مشغول رہے اور نماز کے وقت آ کر اپنی جگہ پر قبضہ جمائے یہ غیر مستحسن ہے ایسی حالت میں دوسرے شخص کو اگر تنگی کی وجہ سے جگہ میسر نہ آئے تو اس کے کپڑے کو ہٹا کر بیٹھنا درست ہے، مگر ہاتھ سے نہ ہٹائے، ورنہ اس کی ضمان میں داخل ہو جائیگا، اگر تنگی نہ ہو بلکہ وسعت ہو تو دوسری جگہ بیٹھ جائے "ولو فرش لہٗ نحو سجادة ففیه وجهان فقیل یجوز لغیره تنحیتها والجلوس فی موضعها لان السبق بالاجسام لابما یفرش ولا یجوز الجلوس علیها بغیر رضاه نعم لایرفعها بیده اوغیرها لان لا تدخل فی ضمانه وقیل لایجوز تنحیتها لانه ربما یفضی الیٰ الخصومة ولانه سبق الیه بالحجر فصار کحجر الموت، طحطاوی مع المراقی ص ۳۰۴[1] وهذا کمن بسط بساطاً اومصلی ای سجادة فی المسجد اوالمجلس فان کان المکان واسعاً لایصلی ولایجلس علیه غیره وان کان المکان ضیقاً جاز لغیره ان یرفع البساط ویصلی فی ذٰلک المکان ویجلس اھ مراقی[2] ص ۳۵۹/ والمسئلة مذکورة فی شرح الهدایة[3] وردالمحتا رایضاً[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۸/ ۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] طحطاوی مع المراقی مصر ص ۴۳۸/ کتاب الصلوٰة، باب الجمعة. (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

ٹاؤن ایریا کمیٹی سے سستی قیمت پر ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں استعمال کرنا

سوال:۔ قصبہ میں ٹاؤن ایریا کمیٹی ہے اس میں چار مسلمان ممبر اور چھ دیگر ہیں، چیرمین نے پرانی ٹین کی استعمال شدہ چادریں ہندوؤں کو بطور دان دینی چاہیں ان کی تعداد ۳۱/ ہے، اور قیمت تقریباً بارہ سو روپے ہے، ان چادروں کو ایک مسلم سوسائٹی دان میں نہ لیکر صرف ایک سو روپے میں خرید کر ڈالنا چاہتے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ٹاؤن ایریا کمیٹی بااختیار ہے وہ مفت بھی دینے کی مجاز ہے، تو اس سے خرید کر بھی ان چادروں کا مسجد میں استعمال کرنا درست ہے اگر چہ قیمت کم لگائی گئی ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حواشی صفحہ گذشتہ)

۲ مراقی الفلاح مصری ص ۹۸/ کتاب الصلوٰۃ، باب احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

۳ فتح القدیر طبع دارالفکر ص ۲۴۰/ ج ۶/ کتاب الوقف، قبیل الفصل الاول فی المتولی)

۴ شامی کراچی ص ۶۶۲/ ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیها، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱ المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک (بیضاوی شریف مطبوعه دارالفکر ص ۵۶/ ج ۱، سورۂ فاتحه، تحت آیت: ۳، شرح المجلة ص ۶۵۴/ ۱، الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان والجیران، المادة: ۱۱۹۲، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

مسجد کے نام پر دینی درسگاہ بنانا

سوال:۔ یہاں کے مسلمانوں کا ارادہ ہے کہ اس شہر میں اسلامی مسجد بچوں کیلئے دینی درسگاہ قائم کی جائے جس کے لئے مسجد تعمیر کمیٹی نے کام شروع کیا ہے، لیکن تعمیر کمیٹی میں سے چند افراد کا ارادہ ہے کہ اگر یہاں کی حکومت کو یہ بتلایا جائے کہ مسلمانوں کی جماعت یہاں پر ایک مشرقی وضع قطع پر یوتھ سینٹر تعمیر کرنا چاہتی ہے، اس طرح جمع شدہ رقم پر حکومت اور لوکل کارپوریشن سے ۷۵/ فی صد گرانٹ ملنے کا کافی امکان ہے، لیکن اس کے برعکس اگر یہ بتلایا جائے کہ ہم لوگ مسجد بنانے والے ہیں، تو حکومت مذہب کے نام سے کچھ بھی مدد دینے کے لئے تیار نہیں، لیکن یوتھ سینٹر کے نام سے گرانٹ مل سکتی ہے، جو وضع قطع میں مینارہ، گنبد نما، بلڈنگ ہوگا، اس میں ایک کمرہ عبادت کے لئے مخصوص کر دیا جائے، اس طریقہ پر ایک پنتھ دو کاج والا معاملہ ہوتا ہے، گرانٹ بھی مل جائے گی، لیکن اس کے برعکس تمام مسلمانوں سے یہی مطالبہ کیا جائے گا، کہ وہ بچوں کے لئے مسجد و دینی درسگاہ بنا رہے ہیں، تو کیا اس طریقہ پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد وہ جگہ ہے جس کو نماز کیلئے وقف کر دیا جائے، اس پر کسی کو مالکانہ تصرف کا حق نہ رہے، اس کا راستہ بھی الگ ہو ایسا نہ ہو کہ راستہ کسی کے مکان کے اندر ہو اور وہ جب چاہے اپنا مکان بند کر دے اور مسجد میں آنیوالے نہ آسکیں، وہاں اذان و جماعت کی اجازت ہو، پھر وہ جگہ مستقل کسی دوسرے کام (تعلیم وغیرہ) کیلئے مخصوص نہیں ہوسکتی، اور نماز پڑھنے سے وہاں منع نہیں کیا جاسکتا[1] اگر اسی طرح وہاں کے قانون کے مطابق مسجد بنانے کی گنجائش نہیں بلکہ

---

[1] من بنی مسجداً لم یزل ملکه عنه حتی ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کچھ مدت بعد مسجد کو توڑ کر مستقلاً دوسرے کام میں استعمال کرنے کا خطرہ ہے تو بہتر یہی ہے کہ وہاں دینی درسگاہ کے نام سے تعمیر کی جائے، اور اسکے کسی ہال میں نماز و جماعت کا بھی انتظام رہے اور چندہ بھی یہی بتا کر لیا جائے، کہ دینی درسگاہ بنائی جائے گی، جس میں نماز و جماعت کا بھی انتظام ہوگا، حکومت سے حاصل شدہ رقم بھی اس میں صرف ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

مسجد نما اور درمیان میں قبر بنانے کا حکم

سوال:۔ ایک شخص تعلیم یافتہ نہیں ہے، ہاں نماز پڑھانے کے لئے چند سورتیں یاد ہیں اس کو بھی صحیح طریقہ پر نہیں پڑھتا، اگر کوئی کہتا ہے تو غیر مسلموں کا سہارا لے کر مسلمانوں کی مخالفت اس درجہ میں کرتا ہے کہ ان کو موقع پا کر گرفتار بھی کرا دیتا ہے، اس بناء پر اہل مسجد نے انکے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، اور جب وہ نہیں گیا تو وہاں کے مسلمین نے اس کا بائیکاٹ کر دیا، اب مسلمانوں میں سے کوئی اس کا ہم نوا نہیں رہا، لیکن چونکہ غیر مسلم کے اس کے ہمدرد ہیں اس بناء پر غیر مسلموں کے روپے سے ایک مزار کے اوپر مسجد کا نمونہ بنا کر بیٹھا ہے، اور مزار کا چڑھاوا وغیرہ کھاتا ہے، اور جو کچھ ذہن میں آتا ہے تقریر بھی کرتا ہے، مسجد کے باہر کے حصہ میں پہلی صف میں جو مزار ہے وہ بیچ دروازہ کے بالکل لگتا ہے، مسجد مذکورہ کے بننے سے اور اس شخص

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....یفرزہ عن ملکہ بطریقة ویأذن بالصلوٰة فیه اما الا فراز فلانه لایخلص لله تعالیٰ الا به ویشترط مع ذٰلک ان تکون الصلوٰة باذان واقامة، بحذف (عالمگیری مصری ص ۴۵۴-۴۵۵/۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، زیلعی ص ۳۲۹، ۳/۳۳۰، کتاب الوقف، فصل من بنی مسجدا، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۸، فصل فی احکام المساجد)

کے رہنے سے مسلمانوں کی عزت، آبرو، جان مال کا خطرہ ہے، لہٰذا اس مسجد میں اور اس شخص کے پیچھے نماز کا پڑھنا کیسا ہے؟ مسجد ضد بازی سے بنائی گئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کے لئے نہیں دی گئی بلکہ مالک کی اجازت ومنشاء کے خلاف ایک شخص نے مسجد نما بنالی ہے اور قبر درمیان میں ہے کہ فرش پر جب نماز پڑھنے والے سجدہ کرتے ہیں تو قبر کی طرف سجدہ ہوتا ہے تو وہاں نماز نہ پڑھی جائے[1] اور اس شخص کو امام نہ بنایا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

مسجد میں روپیہ دینے کا وعدہ کرکے روپیہ نہ دینا

سوال: مسمیٰ ابوالحسن نے اپنے والد کی طرف سے محلّہ کی مسجد میں تین سو روپیہ متولی مسجد کو دینے کا وعدہ کرلیا اور ایک تحریر مہاجن کو جس سے ابوالحسن کا لین دین تھا، دیدی

---

[1] تکرہ فی ارض الغیر لومزروعة اومکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة اورأی صاحبها لایکرهه فلابأس (شامی کراچی ص ۳۸۱/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الصلوٰة فی الارض المغصوبة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۹۱، فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر، فتح القدیر ص ۴۱۸/۱، ویکره للمصلی الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت)

وکذاتکره فی مقبرة ولابأس بالصلوٰة فیها اذاکان فیها موضع اعد للصلوٰة ولیس فیه قبر ولانجاسة ولاقبلته الی قبر مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۸۰/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی اعراب کائنا ماکان)

[2] لوقد موافاسقا یأ ثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (حلبی کبیری ص ۵۱۳/ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فصل الاولی بالامامة)

کہ تین سو روپیہ متولی مسجد کو برائے محلّہ کی مسجد دیدینا، مگر اب ۶/۵ ماہ بعد ابوالحسن روپیہ دینے سے اعراض کررہا ہے، تو کیا روپیہ لکھ دینے کے بعد اب بھی ابوالحسن کو ترمیم وتنسیخ کا حق حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وقف کی صورت نہیں کہ معاملہ واقف کے قابو سے باہر ہوجائے، اور واقف بے بس ہوجائے بلکہ یہ چندہ ہے اور آئندہ کیلئے وعدہ ہے، جب تک ہوسکے وعدہ کو پورا کرنا چاہئے محض مال کی محبت یا معمولی تنگی کی وجہ سے وعدہ خلافی نہ کی جائے کہ یہ شرعاً مذموم ہے[1]۔ بایں ہمہ اگر ابوالحسن رقم موعودہ نہ دے تو اس سے جبراً وصول کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۸ھ

ایک مسجد میں روپیہ لگانے کا ارادہ کرنے کے بعد دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ کسی نے روپیہ کسی مسجد میں لگانے کا ارادہ کیا پھر وہ دوسری مسجد میں اس روپیہ کو لگانیکا ارادہ کرتا ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری مسجد میں زیادہ احتیاج ہے تو لگا سکتا ہے، اگر دوسری مسجد میں زیادہ احتیاج

---

[1] قال العلماء يستحب الوفاء بالوعدبالهبة وغيرها استحبابا موكد اويكره اخلافه كراهة تنزيه لاتحريم (عمدة القارى مطبوعه دارالفكر ص ۲۲۱/ج ۱/ الجزء الاول، كتاب الايمان، باب علامة المنافق، مطبوعه دارالفكر بيروت)

نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلی ہی مسجد میں لگائے گو جائز دوسری میں لگانا بھی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی آمدنی کو ختم کردینے کا کسی کو بھی حق نہیں

سوال:۔ جامع مسجد دہلی کے چاروں طرف جو دوکانیں بنی ہوئی ہیں، وہ جامع مسجد کی زمین پر بنی ہوئی ہیں، اور جامع مسجد ہی کی ملکیت ہیں، مسجد کو ان دوکانوں سے تقریباً ۷۲/ ہزار روپے سالانہ کی آمدنی ہے، گورنمنٹ کا محکمہ ڈی ڈی، اے ان تمام دوکانوں کو ہٹا کر باغیچہ وغیرہ بنانا چاہتے ہیں، اگر ایسا ہوگا تو مسجد کی آمدنی، ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گی، انہیں حالات کے پیش نظر مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) کیا گورنمنٹ کو حق ہے کہ وہ زبردستی مسجد کی آمدنی کو ختم کردے؟

(۲) کیا مسجد کے منتظمین کو حق ہے کہ وہ مسجد کی ملکیت اور آمدنی کو اس کام کے لئے ختم کردیں؟

(۳) اگر گورنمنٹ کی اس خواہش کو پورا کیا جائے، تو کن صورتوں میں اس خواہش کو پورا کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد سے متعلق وقف کی آمدنی کو ختم کرنے کا کسی کو حق نہیں، ایسی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۹۲ھ

---

[1] اس لئے کہ محض ارادہ کرنے سے لازم نہیں ہوا۔ (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

اپنے مکانات فروخت کرنا جس سے کہ مسجد ویران ہوجائے

سوال:۔(۱) ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس میں تقریباً دوسوسال سے مختلف قوم کے لوگ رہتے ہیں، اس میں سوڈیڑھ سوگھر مسلمانوں کے بھی ہیں، اس گلی میں ایک مسجد بھی ہے، کئی سال محلّہ اور مسجد آباد رہی، اب کسی وجہ سے مسلمان ایک ایک کرکے اپنے گھروں کو غیر قوم یعنی کفار کے ہاتھ فروخت کرکے جارہے ہیں، یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا، تو مسجد ویران ہوجائے گی، تو مسجد کا خیال نہ کرتے ہوئے اس طرح مکانات فروخت کرنا کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اہل ثروت حضرات اس ویران ہونے والی مسجد کا خیال رکھ کر آباد کرنا چاہتے ہیں، تو آباد کرسکتے ہیں؟ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ کے روپے جمع کرکے اس سے فروخت شدہ مکانات واپس لیکر کرایہ پر ان کو رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی مالدار مسجد کا خیال رکھتے ہوئے اسی محلّہ میں نیا گھر تعمیر کرے یا تعمیر کرنے والوں کی امداد کرے تو کیسا ہے؟

(۴) اہل ثروت حضرات کو بار بار اس مسجد کی ویرانی کے اسباب سنائے جاتے ہیں، مگر کوئی ایک بھی اس سے متأثر نہیں ہوتا، اس سلسلے میں خدائی فرمان کیا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۲ قالوااذاشرط الواقف ،ان لایکون للقاضی اوالسلطان کلام فی الوقف انه شرط باطل وللقاضی الکلام لان نظره اعلیٰ وهذا شرط فیه تفویت المصلحة للموقوف علیهم وتعطیل للوقف فیکون شرطاً لافائدة فیه للوقف ولامصلحة فلایقبل (شامی کراچی ص ۳۸۶/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۲۳، کتاب الوقف، شرح منظومه ابن وهبان ص ۱/۲۶۰، کتاب الوقف، الثانیة جواز التغیر للقاضی بدون الشرط، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند)

(۵) ایک حدیث سنی گئی ہے، جو حج سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ ویران ہونے والی مسجد کو آباد کیا جائے، یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جہاں تک جواز بیع کا تعلق ہے وہ تو ظاہر ہے کہ مالک کو اپنی ملک فروخت کرنے کا حق حاصل ہے[۱]، اور بطریق شرعی ایجاب وقبول سے بیع صحیح ہوجائے گی[۲]، لیکن حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کو اس کا لحاظ چاہئے کہ بغیر مجبوری کے ایسا نہ کریں، مجبوری کی حالت میں تو ہجرت بھی ثابت ہے[۳]۔

(۲) اگر وہ اپنے فروخت کردہ مکانات کو پھر خرید کر مسلمانوں کو کرایہ پر دیدیں، جس سے مسجد آباد ہوجائے، تو یقیناً بہت بڑا اقدام ہوگا مگر اس کی ترغیب ہی دی جاسکتی ہے، مجبور نہیں کیا جاسکتا، اور زکوٰۃ کا روپیہ اس میں خرچ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ غرباء کا حق ہے[۴]۔

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص۱/۷، سورۂ فاتحه تحت آیت:۳، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۲] البیع ینعقد بالا یجاب والقبول (هدایه ص۱۸/ج۳/ کتاب البیوع. مجمع الانهر ص۳/۵، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص۵/۲۶۲، کتاب البیوع.

[۳] لما قدم اصحاب النبی ﷺ مکة من الهجرة الاولیٰ اشتد علیهم قومهم وسطت بهم عشائرهم ولقوامنهم اذی شدیدا فاذن لهم رسول الله ﷺ فی الخروج الی ارض الحبشة مرة ثانیة الی قوله وکان عدة من خرج فی هذه الهجرة من الرجال ثلاثة وثمانین رجلا فاقام المهاجرون بارض الحبشة عند النجاشی باحسن جوار طبقات ابن سعد ص۱/۲۰۷، ذکر الهجرة الثانیة الی ارض الحبشة، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر مظهری کوئٹه ص۲۰۸، ج۲، سورۂ نساء آیت:۹۷.

[۴] مصرف الزکاة هو فقیر ومسکین(الیٰ قوله) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لایصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ج۲/ص ۳۳۹/تا۳۴۴/ باب المصرف، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۷، ۱/۱۸۸، الباب السابع فی المصارف، مجمع الانهر ص۳۲۵، ۱/۳۲۸، باب فی بیان احکام المصرف،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) انشاء اللہ اپنی نیت کے پیش نظر اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا۔[۱]

(۴) ان کے لئے از خود کوئی وعید تجویز نہیں کی جاسکتی، ترغیب دی جاسکتی ہے۔

(۵) مجھے یہ روایت محفوظ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

مکان اور مسجد کے درمیان کتنا راستہ چھوڑا جائے

سوال:۔ ہمارے یہاں جامع مسجد کے پورب جانب ایک صاحب کی جگہ ہے وہ مکان بناتے مسجد کے قریب تک آ گئے، اب گاؤں والے روکتے ہیں، کم از کم بارہ فٹ چھوڑ کر بنانا چاہئے، وہ کہتا ہے کہ اگر میں چھوڑ کر بناتا ہوں تو میرے ایک کمرہ کا نقصان ہوتا ہے اب اس میں فیصلہ شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عام راستہ کیلئے اتنی جگہ چھوڑ دی جائے جسمیں آدمی اور وہاں کے مطابق بیل گاڑی، چھکڑا وغیرہ بسہولت گزر جائے، اس سے زیادہ چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۹۵ھ

---

[۱] انماالاعمال بالنیات (بخاری شریف ج ۱/ص ۲/ حدیث نمبر ۱/ مسند احمد ص ۲۵/۱، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، مشکوۃ ص ۱۱، قبیل کتاب الایمان، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

ترجمہ:۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

[۲] اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضها قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۲۶۳، کتاب القسمة، مطلب فی الرجوع عن القرعة، زیلعی ص ۵/۲۷۲، کتاب القسمة، امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۸/۱۵۳، کتاب القسمة.

بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال: ۔صحن مسجد میں حوض ہے جس کی اونچائی فرش مسجد سے تقریباً ڈھائی فٹ ہے حوض محراب تک کا سامنا پڑتا ہے، مسجد میں لوگ تلاوت کرتے رہتے ہیں، اور حوض پر کچھ لوگ وضو بناتے رہتے ہیں، جس سے قرآن پاک کی بیحرمتی کا خیال پیدا ہوتا ہے، کیا حوض کی نوعیت کو باقی رکھتے ہوئے، اس بے حرمتی سے بچنے کی کوئی شکل ہے، نیز قرب وبعد کی بھی کچھ حدیں متعین ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صحن مسجد ختم ہونے پر حوض ہے، اور وہ سطح صحن سے بلند ہے اور مسجد کے اندر یا صحن میں لوگ حوض کی طرف پشت کر کے قبلہ رو ہو کر تلاوت کرتے ہیں، اور حوض پر لوگ وضو کرتے ہیں، تو شرعاً یہ صورت درست ہے[1]، تلاوت کرنے والوں کا جسم حائل ہے قرآن پاک اور وضو کرنیوالوں کے درمیان۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۸۹ھ

حفاظت سامان کیلئے مسجد میں تالا ڈالنا

سوال: ۔مسجد میں بوجہ چوری وبغرض حفاظت اگر تالا ڈال دیا جائے تو کیا حکم ہے، جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مد الرجلين الى جانب المصحب ان لم يكن بحذائه لايكره (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۲، ج۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة والمصحب الخ، فتح القدير ص ۴۲۰/۱، كتاب الصلاة، فصل فى استقبال القبلة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ سامان مسجد محفوظ نہیں تو اس کی حفاظت کے لئے تالا ڈالنا درست بلکہ ضروری ہے۔ کذافی البحر[1] الرائق، ص۳۳/ج۲/مگر ہر نماز کے وقت وہاں سب کے آنے اور نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکنا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں دو پارٹی ہیں، جس کی اکثریت ہے وہ حنفی کہلاتی ہے، جو اقلیت میں ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، ابھی حال میں حنفی پارٹی نے مدرسہ کا چندہ نہ دینے کا الزام لگا کر وہابی پارٹی کا بائیکاٹ کر دیا ہے، اقلیت والی پارٹی میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اکثریت والی پارٹی شریک جنازہ نہیں ہوئی، جب دوسرے موضع کے لوگ کفن دفن کے لئے آئے تو ان کے لئے مسجد کے دروازہ پر تالا لگا دیا تا کہ صحن مسجد میں نماز جنازہ نہ ہو، نماز جنازہ قبرستان میں ادا کی گئی، سوال یہ ہے مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا، اور نماز جنازہ ادا نہ کرنے دینا،

---

[1] والاغلاق یشبہ المنع (من الصلوٰۃ) فیکرہ قال فی الھدایۃ ولابأس بہ اذا خیف علی متاع المسجد وھو احسن من التقیید بزماننا فالمدار خشیۃ الضرر علی المسجد فان ثبت فی زماننا فی جمیع الاوقات کذلک الافی اوقات الصلوٰۃ (البحر کوئٹہ ص۳۳/۲/ باب مایفسدالصلوٰۃ ومایکرہ، فصل لما فرغ من بیان الکراھۃ، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۶/۱، مکروھات الصلاۃ، مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری کوئٹہ ص۱۰۹، ج۱، کتاب الصلاۃ، الباب السابع، فیما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، فصل کرہ غلق باب المسجد)

ایسا کرنے والے مسلمان گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں نماز پڑھنا ہر مسلمان کا حق ہے، مدرسہ میں چندہ نہ دینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مسجد پر تالا ڈال کر نماز سے روک دینا یا مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا بہت بڑا ظلم ہے "**ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ الایۃ**"[1] مشرکین مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے، ان کیلئے یہ سخت وعید کلام پاک میں آئی ہے، ان کو اپنی حرکت سے توبہ کرنا ضروری ہے[2]۔

جو حصہ نماز کے لئے متعین ہے جیسے اندرونی حصہ اور فرش مسجد جہاں گرمی کے وقت نماز پڑھی جاتی ہے، نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اس فرش سے علیحدہ اگر احاطہ اور چہار دیواری میں زائد جگہ ہو تو وہاں مکروہ نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ: ۱/ آیت: ۱۱۴/

ترجمہ:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

[2] اتفقوا علی ان التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ (نووی علی مسلم ص ۲/۳۵۴، اول کتاب التوبۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، مفہم شرح تلخیص مسلم ص ۷/۲۷، کتاب الاذکار والدعوات، باب تجدید الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت.

[3] وکرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھوای المیت فیہ وحدہ اومع القوم (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۲۴/۱/ باب صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی کراھۃ صلوٰۃ الجنائز فی المسجد، مجمع الانھر ص ۱/۲۷۲، باب صلاۃ الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، مراقی مع الطحطاوی ص ۴۹۰، باب احکام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاتہ، مطبوعہ مصری)

کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے

سوال:۔شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے،خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں،اور یہ مشہور ہے کر رکھا ہے کہ ۴/ سال یا ۷/سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے، کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے ؟اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضۂ حج ادا ہو جائیگا یا نہیں؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جا سکتا ہے؟

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد وزن وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں، اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے، تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ بے اصل ہے اسکی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے **"لاتشدوا الرحال الا الیٰ ثلاثة مساجد "الحدیث**[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۶/ ۱۴۰ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۶۸/ کتاب الصلوٰۃ، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کیلئے پتھر خریدے اور ایک پتھر بطور یادگار دے دیا

سوال:۔ایک بستی کے اندر اہل بستی نے تین آدمیوں کو مسجد کے لئے پتھر کی فرشی لینے کے لئے ایک دوسرے شہر میں بھیجا، یہ لوگ وہاں گئے اور انہوں نے مسجد کے لئے مذکورہ چیزیں خرید لیں، پیسہ وغیرہ دینے کے بعد اور سامان کو لادتے وقت ان میں سے ایک شخص نے دکاندار سے کہا کہ ایک پتھر مجھے بھی دیدیجئے، دوکاندار نے کہا کہ کیا اپنی ذاتی ضرورت کے لئے لے رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں، اس پر دوکاندار نے کہا کہ آپ کو جو پتھر دیا جائیگا وہ مسجد کے بھاؤ میں نہیں، اس لئے کہ میں نے مسجد کی وجہ سے بھاؤ میں رعایت کی ہے، تو مذکورہ شخص نے کہا کہ پھر میں نہیں لے سکتا، بلکہ میں تو مسجد کے بھاؤ سے بھی کم پر چاہتا ہوں، اس کے بعد دوکاندار نے کہا کہ آپ اس پتھر کو کس مقصد کے لئے لے رہے ہیں، مذکورہ شخص نے کہا کہ محض یادگار کے لئے لے رہا ہوں، اس لئے کہ اس اطراف میں یہ پتھر نہیں ملتا، اس بات کو سنکر دوکاندار نے کہا کہ میں آپ کو ایک پتھر یادگار کے لئے مفت دیتا ہوں، اور اس نے ایک پتھر نوکروں سے نکلوا کر مسجد کے پتھروں میں رکھوا دیا اور اس شخص کے دونوں ساتھیوں سے کہدیا کہ یہ پتھر میں اس کو دے رہا ہوں، اس کا مسجد کے پتھروں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ پتھر اس کی ذاتی ملکیت ہوگا یا مسجد کی ملکیت مانا جائے گا؟ ایک شخص اس کے مسجد کی ملکیت ہونے پر ''**ھدایا العمال**'' اور ابن شیبہ کی حدیث سے استدلال

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ. مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، بخاری شریف ص ۳۹۴، کتاب الصوم، باب صوم یوم النحر، رقم الحدیث (۱۹۹۳)، رقم الباب ص ۶۷، مطبوعہ دارالسلام ریاض، مسلم شریف ص ۴۴۷/۱، کتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثۃ، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند)

ترجمہ:- کجاوے نہ کسو مگر تین مسجدوں کے لئے۔

فرماتے ہیں، ''ھذا مالکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی الخ '' یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ تینوں حضرات مسجد کے اخراجات پر یہ مذکورہ چیزیں خریدنے گئے تھے، جواب باصواب سے مشکور فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس تفصیل کے تحت یہ پتھر ھدایا العمال میں داخل نہیں، اس لئے کہ اول تو انہوں نے یہ پتھر صدقہ وچندہ میں وصول نہیں کئے، بلکہ خریدے ہیں، بخلاف ابن لبید کے کہ یہاں خریداری کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ صدقات واجبہ کی وصولیابی تھی بیت المال کے لئے جس میں بے جا رعایت اور فروگذاشت کا مظنہ تھا، یہاں خریداری ہے، بائع نے خود تصریح کردی ہے، کہ مسجد کی خاطر کم قیمت لی ہے، نہ کہ ایک پتھر دیکر زیادہ قیمت لی ہے، دوسرے اصالۃ اس پتھر کا معاملہ بیع کا کیا جارہا تھا، ہدیہ کا نہیں تھا، البتہ قیمت میں رعایت چاہتے تھے، جس کا بائع نے صاف انکار کردیا[1]، پھر جب کہ یادگار کے طور پر رکھنے کی بات سنی تو اس نے بلا قیمت ہی دیدیا کہ یہ میری طرف سے یادگار ہے، البتہ وہاں سے لانے میں اس پر جو صرفہ ہوگا وہ مسجد کے ذمہ نہیں ہوگا[2]۔

---

[1] عن ابی حمید الساعدی قال استعمل النبی ﷺ ابن التبیۃ رجلا من الازد علی الصدقۃ فجاء بالمال فدفع الی النبی ﷺ فقال ھذا مالکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی فقال لہ النبی ﷺ افلا قعدت فی بیت ابیک و امک فتنظر ایھدی لک ام لا ثم قام النبی ﷺ خطیبا الخ، مسلم شریف ص ۱۲۳/۲، کتاب الامارۃ، باب تحریم ھدایا العمال، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، مشکوۃ شریف ص ۱۵۶/۱، کتاب الزکوۃ، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] مستفاد ولو جمع مالا لینفقہ فی بناء المسجد فانفق بعضہ فی حاجتہ ثم رد بدلہ فی نفقۃ المسجد لایسعہ ان یفعل ذالک الخ، البحر کوئٹہ ص ۲۵۱/۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

تنبیہ:۔ چونکہ یہ پتھر مسجد کی غرض اور مسجد کے صرفہ سفر کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، اس لئے اپنی جانب سے مسجد کو دیدیں تو یہ اعلیٰ بات ہے، مگر مسجد کو مطالبہ کا حق نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۲ھ

مسجد میں جو چیز دی جائے وہ کس کا حق ہے

سوال:۔ جو چڑھاوا مسجد میں آتا ہے، وہ کس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں کھانے پینے کی جو چیزیں دی جاتی ہیں، وہ امام اور مؤذن کیلئے دی جاتی ہیں، ان کا ہی حق ہے، اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے مثلاً صف، لوٹا، جائے نماز وغیرہ تو وہ مسجد کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

مسجد میں گلگلے اور شیرنی آئے اس کا مستحق کون ہے؟

سوال:۔ مسجد میں گلگلے یا شیرینی تقسیم ہونے کو آتی ہے، لہٰذا اس کو کون کون سے لوگ کھا سکتے ہیں؟

---

[1] لیس لاحد ان یاخذ مال غیرہ بلا سبب شرعی، شرح المجلة ص ۱/۶۲، رقم المادة: ۹۷، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالة الثالة رقم القاعدة ص ۲۶۹، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صدقہ بتا کر یہ چیزیں دی جائیں تو انکے مستحق غرباء ہیں[1] اور اگر مؤذن وغیرہ کے لئے دی جائیں، تو مؤذن وغیرہ مستحق ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۵/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مساجد کے شہید کرنے پر فوراً سزا کیوں نہیں دی جاتی

سوال:۔ غیر قوم کو اللہ تعالیٰ ولی اللہ کی درگاہوں کو شہید کرنے پر فوراً سزا دیتا ہے، لیکن اسکے گھروں کو یعنی مساجد کو شہید کرنے پر ان لوگوں کو فوراً سزا کیوں نہیں دیتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن وحدیث سے کہاں ثابت ہے کہ ولی اللہ کی درگاہ کو شہید کرنے پر فوراً سزا دیتا ہے، ۱۹۴۷ء سے اب تک مشرقی پنجاب میں کتنے اولیاء کی درگاہیں شہید کردی گئیں اور بھی جگہ جگہ ایسا ہوا ہے، مگر فوراً سزا نہیں دی گئی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، اور جہاں فوراً سزا دی گئی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، مساجد کے شہید کرنے پر فوراً سزا نہیں دی گئی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۹۱ھ

---

[1] مصرف الزكاة هوفقير ومسكين وهو مصرف ايضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة (درمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص ۳۳۹/ ج ۲/ کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۴/ ۱، کتاب الزکوۃ، باب فی بیان احکام المصرف، مراقی مع الطحطاوی ص ۵۹۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعه مصر)

[2] ان الله كان عليما حكيما، سورۂ نساء آیت: ۱۱/

ترجمہ:- بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔ (بیان القرآن)

محض ضد کی وجہ سے مسجد چھوڑنا

سوال:۔صرف چند اشخاص جو اس کے ساتھ ہیں باقی تمام گاؤں کے مسلمان اس کے ساتھ شامل نہیں ہیں، اور وہ اشخاص جو کہ دائمی نمازی ہیں ان کو مطلقاً مسجد کے بنانے میں شامل نہ کیا بلکہ وہ اشخاص اب باہر در بدر نمازیں پڑھتے ہیں، آیا اس حال میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ضد کی وجہ سے کہ ہمیں شامل نہیں کیا ہم سے مشورہ نہیں لیا، مسجد چھوڑنا اور در بدر نماز پڑھنا منع ہے، نماز مسجد ہی میں پڑھنی چاہئے[1]، اور مسجد بنانے والوں کو بھی بغیر نمازیوں کے مشورہ کے مسجد میں تغیر کرنا یا گرانا بری بات ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ضد کی وجہ سے پہلی مسجد کو گرانا

سوال:۔(۱) اگر مسجد کو امام، متولی سابقہ کے بغیر بنوالیں تو عندالشرع اس میں نماز جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) گاؤں کے سابقہ نمازی اس مسجد میں نماز بالکل نہیں پڑھیں گے، کیونکہ ان کی رضامندی کے بغیر بنائی جارہی ہے، ان کی کوئی صلاح وغیرہ نہیں لی گئی، کیونکہ نمازیوں نے

---

[1] عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ ﷺ صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلوتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوۃ وصلوتہ فی المسجد الزی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلوۃ، مشکوۃ شریف ص ۷۲، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

پچھلے سال ہی اس مسجد کی چھت دوبارہ ڈالوائی تھی، انہوں نے مسجد کو جبراً گرادیا آیا اس مسجد کی تعمیر جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اگر مسجد میں نماز پڑھنی ناجائز ہوتو کیا اور مسجد بنائی جائے، اور اس میں نماز پڑھی جائے تو جائز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ضد اور لڑائی کی وجہ سے مسجد کو گرانا اور ازسرِ نو بنانا گناہ ہے[1]، تاہم اس میں نماز جائز ہے۔

(۲) بلاوجہ شرعی مسجد کو محض ضد کی بنا پر گرادینا حرام ہے، اور نمازیوں کو اس ناراضگی کی وجہ سے کہ ہم سے صلاح نہیں لی گئی، مسجد کو چھوڑ دینا بھی گناہ ہے، جب مسجد کسی نے جہالت اور حماقت سے گرادی ہے، تو اس کا تمام صرفہ اس گرانے والے کے ذمہ واجب ہے اس کے ذمہ اس کی تعمیر ضروری ہے۔

(۳) اور مسجد کے بنانے کی ضرورت نہیں، مسلمانوں کو جہالت اور ضد کو چھوڑ کر آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہئے، آپس کی ضد کا خمار خدا کے گھر پر نکالنا بہت بڑی تباہی اور بربادی کا سبب ہے، امام اور متولی اور گرانے والے اور نمازی سب کو توبہ کرنا، لڑائی مٹا کر اتحاد واتفاق سے خدا کے گھر کا احترام اور اس کو آباد کرنا فرض ہے، ورنہ اسکا وبال سب

---

[1] لایجوز نقض المسجد ولابیعه ولاتعطیله وان خربت المحلة ولایمنع بناء المساجد الا ان یقصدوا الشقاق والخلاف بان یبنوا مسجدا الی جنب مسجد او قربه یریدون بذلک تفریق اهل المسجد الاول وخرابه، احکام القرآن للقرطبی ص۷۵، تفسیر آیت:۱۱۴، سورۂ بقره، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر کشاف ص:۲۱۴، ج:۲، سورۂ توبه آیت:۱۰۷، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح المعانی ص:۲۱، ج:۱۱، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند.

پر آئے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/صفر ۵۷ھ۔

غیر آباد مسجد میں میت دفن کرنا

سوال:۔ایک مسجد میں چند سال اہل محلّہ نماز پڑھتے رہے، اور اصل مسجد جو پہلے سے بنائی گئی تھی، وہ اسکے سواء دوسری ہے یہ نئی مسجد صرف چند ایک امکنہ کے مالکوں نے گاہ گاہ نماز ادا کرنے کیلئے بنائی تھی، دراصل ان کی مسجد قدیمی بھی وہی ہے جو اصل مسجد پہلے بنائی تھی، اب چند سال کے بعد یہ نئی مسجد چونکہ اہل مسجد کے مرکھپ جانے سے ویران ہوگئی تھی، اس وجہ سے اگر اس میں کسی میت کو دفن کر دیا گیا ہو بعد میں بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ میت کو قبر سے نکالدیا جائے اور بعض کا یہ فتویٰ ہے کہ اب میت کو بناء بر عبارت درمختار وشامی "**ولا یخرج منہ الالحق آدمی ،درالخ ، قولہ الالحق آدمی احترز عن حق اللّٰہ تعالیٰ الخ شامی باب الجنائز**" (نہ نکالا جائے حالانکہ مسجد پھر ویران ہوچکی ہے، اس میں کیا حکم ہے؟)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد فی الحال ویران ہے یعنی اس میں نماز نہیں ہوتی تاہم اس سے اس کی مسجدیت

---

[1] **ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ أن یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا (سورۂ بقرہ آیت: ۱۱۴/ قال العلامۃ الآلوسی، وظاھر الآیۃ العموم فی کل مسجد وخصوص السبب لایمنعہ (وسعی فی خرابھا) ای ھدمھا و تعطیلھا اولئک الظالمون المانعون فی خرابھا، روح المعانی ص ۵۷۲، ۱/۵۷۳، سورۂ بقرہ آیت: ۱۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت.**

ترجمہ:-اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اسکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور اس کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن)

میں فرق نہیں آتا، اس کی مسجدیت ہمیشہ برقرار رہے گی[1]، اس لئے اس میں مردوں کو دفن کرنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ غرض بانی وواقف واحترام مسجد کے خلاف ہے[2]، لیکن اگر عدم واقفیت کی بناء پر کسی کو دفن کر دیا گیا ہے تو اس کو قبر کھود کر نکالنے کی ضرورت نہیں کہ اس سے میت کی توہین ہوتی ہے، اور نبش قبر بلاحق آدمی کے ناجائز ہے جیسا کہ عام متون میں مذکور ہے[3]، اور یہاں کسی کا حق فوت نہیں ہوتا، واقف کا اس لئے نہیں کہ اس کی ملکیت نہیں رہی، عام مسلمین کا اس لئے نہیں کہ وہ اس میں نماز نہیں پڑھتے مسجد غیر آباد ہے، لہٰذا آئندہ کے لئے مسجد کی حفاظت کر دی جائے کہ کوئی اور میت مدفون نہ ہو، اور دفن شدہ میت کو نہ نکالا جائے، کہ چند روز میں قبر خود زمین کے برابر ہو جائے گی، اور میت کے پرانا ہونے پر قبر کو زمین کے ہموار کرنا، اور اس پر چلنا اور نماز پڑھنا درست ہو جائیگا۔[4]

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثانى ابدا الى قيام الساعة وبه يفتى، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۶/۵۴۸، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد او غيره، النهر الفائق ص ۳/۳۳۰، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۵، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] شرط الواقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۶/۶۴۹، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۱۴۵، كتاب الوقف، النهرالفائق ص ۳/۳۲۵، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[3] ولايخرج منه بعد اهالة التراب الالحق آدمى (درمختار مع الشامى كراچى ج ۲/ ص ۲۳۸/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فى دفن الميت، البحر ص ۲/۱۹۵، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه ماجديه كوئٹه، النهرالفائق ص ۱/۴۰۳، فصل فى الصلاة على الميت، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[4] اذابلى الميت وصار تراباً يجوز ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگراس سے پہلے وہ مسجد آباد ہوجائے تو قبر پر کھڑے ہوکر یا اس کی جانب رخ کر کے نماز نہ پڑھیں[1]، اگر گنجائش نہ ہو اور جگہ کی تنگی ہو تو پھر قبر کو ہموار کر دیا جائے، کہ اس صورت میں نمازیوں کا جن کے لئے وقف ہے، حق فوت ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۲/۵۷ھ

مسجد کی آبادی

سوال:۔ (۱) ایک مسجد کے محلّہ میں چار پانچ اقوام آباد ہیں ایک قوم کے تقریباً پندرہ سولہ گھر ہیں اور دیگر اقوام کے دو دو ایک ایک گھر ہیں، قوم کثیرین میں سے صرف دو تین آدمی نماز پڑھتے ہیں، باقی اسی قوم کثیر کے آدمی نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ کسی کے سمجھانے کو مانتے ہیں، اور نہ یہ قوم کثیر معہ نمازیوں کے وقت معینہ بجز ایک دو اشخاص کے پیش امام کی خدمت کرتے ہیں، اس لئے مسجد مذکورہ میں جو کہ قوم کثیر کے نام سے منسوب اور جتھ میں ہے کوئی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....زرعه والبناء عليه ومقتضاه جواز المشي فوقه (شامی کراچی، ص ۲۴۵/ج ۲/ باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی اهداء ثواب القرأة للنبی ﷺ، البحر الرائق ص ۱۹۵، ج ۲، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، مطبوعه ماجدیه کوئٹه زیلعی ص ۲۴۶، ج ۱، باب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، قبیل باب الشهید، مطبوعه امدادیه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] وكذا تكره في اماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة (قوله ومقبرة) ولابأس بالصلوٰة فيها اذاكان فيها موضع اعد للصلوٰة وليس فيه قبر ولا نجاسة ولاقبلته الى قبر (شامی کراچی مختصراً ص ۳۸۰/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی اعراب کائناماکان، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۰، کتاب الکراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۹۰، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات)

امام نہیں ٹھہرتا اور اگر دیگر اقوام کے آدمی جن میں آٹھ نو نمازی ہیں یہ قوم کثیر کے ایک دو آدمی سے رائے لیکر کوئی امام رکھ لیتے ہیں تو جب پیش امام کی وقت معینہ پر خدمت کرنے کا موقع آتا ہے تو قوم کثیر انواع واقسام کے عذرات پیش کرتی ہے، کوئی کہتا ہے کہ کیا امام مسجد ہم سے پوچھ کر رکھا تھا کوئی کہتا ہے کہ یہ امام جو تم نے مقرر آمدنی پر رکھا ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے غرض نہ دینے کی وجہ سے اکثر ناجائز عذر پیش کرتے ہیں، اس لئے مسجد مذکور اکثر امام سے خالی رہتی ہے، اور اقوام قلیلہ تنہا اس مسجد کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی۔

(۲) اور اگر دوسری مسجد میں جانیکا حکم نہیں ہے تو اگر مسجد مذکور سابق کی غیر آبادی کے باعث کوئی غضب الٰہی نازل ہونے لگے تو اقوام قلیلہ کے نمازی غضب الٰہی سے محفوظ رہیں گے، یا قوم کثیر کے ہمراہ مغضوب ہوجائیں گے، مدلل جواب فرمائیں؟

(۳) اگر اقوام قلیلہ کے نمازی قوم کثیر کے ہمراہ رہیں گے تو ایسی حالت میں قوم کثیر اور اس کی مسجد سے کنارہ کرسکتے ہیں، اور غضب الٰہی سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جماعت اصح قول پر واجب ہے اور بعض کے نزدیک فرض عین ہے بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہے بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے تارک جماعت بلا عذر پر تعزیر ہے، اگر سب ترک جماعت کی عادت کرلیں، تو امام کو ان سے قتال کرنا چاہئے۔

"قال الحلبی فی الکبیری، ص ۴۷۴/قیل انها فرض عین الامن عذر وهو قول احمد وداؤد وعطاؤ ابی ثوروقیل فرض کفایة وقال محمد فی الاصل اعلم ان الجماعة سنة موکدة لایرخص الترک فیها الابعذرمرض اوغیره واول هذا الکلام یفید السنیة واٰخره یفید الوجوب وهو الظاهر ففی الغایة قال عامة مشائخنا انهاواجبة وفی المفید انها واجبة وتسمیتها سنةلوجوبها بالسنة الی ان قال تارکها من غیرعذریعزر وتردشهادته ویأثم الجیران بالسکوت عنه هذا کلها

احکام الواجب[1] الخ۔

مگر ساتھ ہی محلّہ کی مسجد کو آباد رکھنا بھی ضروری ہے، اگر تمام نمازی دوسری مسجد میں نماز کیلئے جائیں گے، یہ مسجد ویران ہوجائیگی[2] اس لئے جہاں تک ہوسکے مصالحت اور نرمی سے مسجد کو آباد رکھنا چاہئے اگر غرباء امام کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتے اور بلا اجرت، امام میسر نہیں آتا، تو امراہی کی رائے سے کسی صالح کو امام مقرر کرلیا جائے۔

(۲-۳) جب دوسری مسجد میں تمام نمازیوں کے جانے اور پہلی مسجد کو چھوڑنے کا حکم نہیں ہے تو مسجد مذکور سابق غیر آباد کیوں ہوگی، اگر اقوام کثیر زبردستی مسجد سے نکالدیں اور نماز نہ پڑھنے دیں اور اقوام قلیل اس فتنہ کیوجہ سے کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ انکو اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کیوجہ سے گنہ نہ ہوگا، کیونکہ فتنہ اور فساد سے بچنا ضروری ہے، تاہم فتنہ پر آمادہ ہونا اور مسجد کو چھوڑنا ہرگز ہرگز مسلمانوں کی شان سے نہیں مصالحت سے کسی صالح امام کو مقرر کرلینا چاہئے، تاکہ مسجد بھی آباد رہے اور غضب الٰہی بھی کسی پر نازل نہ ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۳ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۳ھ

---

[1] حلبی کبیری ص ۵۰۸-۹/ فصل فی الامامة. مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، درمختار علی الشامی کراچی ص ۵۵۲/۱، باب الامامة، قبیل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، البحر مع منحة الخالق ص ۳۴۴/۱، باب الامامة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] وان لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویؤذن فیه ویصلی وان کان واحدا لان لمسجد منزله حقا علیه فیؤدی حقه مؤذن مسجد لا بحضر مسجده احد قالوا هو یؤذن ویقیم ویصلی وحده وذالک احب من ان یصلی فی مسجد آخر، شامی کراچی ص ۵۵۵/۱، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۶۷/۱، فصل فی المسجد،

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسهم وسعی فی خرابها، (سورۂ بقرة آیت: ۱۱۴)

مسجد کا خادم جب بوڑھا اور ضعیف ہو جائے تو کیا کریں

سوال:۔ایک مسجد کا ایک قدیم ملازم ہے جو کام کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا ہے، تھوڑا تھوڑا کام کرتا رہتا ہے، تو اس کو پوری تنخواہ مسجد سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی طاقت کے موافق کام بھی تجویز کر دیا جائے، اتنی مراعات کی گنجائش ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خادم مسجد کو وراثت کا حق نہیں

سوال:۔(۱) قصبہ کی جامع مسجد میں زید کے دادا و والد بحیثیت مؤذن و امام مقرر تھے، دادا اور والد کے انتقال کے بعد زید اس کی جگہ نہ سنبھال سکا، لہٰذا مؤذن و امام دوسرے حضرات مقرر ہوئے، البتہ زید کے لئے وہی مراعات جو زید کے دادا و والد کے لئے اس وقت قصبہ کی طرف سے تھی بحال رہی، لیکن اب ساکنان قصبہ زید کی کچھ نازیبا حرکتوں مثلاً مسجد کے انتظامی امور میں بیجا مداخلت وغیرہ کی بناء پر زید سے متنفر ہیں، اور تمام مراعات ختم کر رہے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

---

[1] وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد یکنسه ونحوه ذلک باجر مثله او زیادة یتغابن فیها الخ، عالمگیری ص ۲/۴۶۱، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی الخ، مطبوعه کوئٹه، بزازیة علی الهندیة ص ۶/۲۷۲، کتاب الوتر، الرابع فی المسجد ومایتصل به، مطبوعه کوئٹه، خانیه ص ۳/۲۹۲، کتاب الوقف، باب الرجل، یجعل داره مسجدا، مطبوعه کوئٹه.

(۲) زید کے دادا و والد کے لئے جو حجرہ مسجد کی طرف سے تھا اس میں زید کی اب بھی رہائش ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۳) زید کا کہنا ہے کہ حجرہ کی توسیع وتعمیر میں میرے والدین کی رقم خرچ ہوئی، لہٰذا اس میں رہائش میرا حق ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) زید مسجد کی ہر چیز پر پورے طور پر قابض ہے یہاں تک کہ مسجد کی زمین پر لکڑی کی دوکان کرلی ہے، اور مسجد کے درختوں کو اپنی ملکیت بتاتا ہے، درختوں کے لئے یہ دلیل پیش کرتا ہے، کہ ہمارے باپ دادا کے لگائے ہوئے ہیں، اور اس بنا پر درختوں پر زید کا پورا تصرف ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۵) حجرہ مسجد کے احاطہ میں ہے، اور دوکان مذکور مسجد کی زمین میں ہے، کیا یہ سب مسجد ہی کے حکم میں ہیں؟ نیز مسجد کی حدود شرعی کا تعین فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد کے کسی خادم (مؤذن، امام) کی اگر خدمت مسجد کی وجہ سے مراعات کی جاتی ہے، تو وہ اسی خادم کی ذات بلکہ خدمت تک محدود رہتی ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کہ خادم کے انتقال کے بعد ورثہ بھی استحقاق کی بنا پر مراعات کا مطالبہ کریں[1]، مراعات نہ کرنے کی وجہ سے ان کو بیجا مداخلت کا کوئی حق نہیں۔

(۲) یہ ''رہائش'' بھی دادا اور والد کو خدمت مسجد کی وجہ سے دی گئی تھی، اب جبکہ خدمت ختم ہوگئی بلکہ خدمت کرنے والے بھی ختم ہوگئے، تو موجودہ اولاد کو بحیثیت وراثت اس کا حق نہیں پہنچے گا[2]۔

---

[1] ان الحقوق المجردة لاتورث (شامی کراچی ص: ۵۸۱، ج۴/ کتاب البیوع، باب خیار الشرط، مطلب فی الفرق بین القیمة والثمن)

[2] حوالۂ بالا.

(۳) والدین نے جو رقم دی تھی وہ ثواب کیلئے دی تھی جو آخرت میں ملے گا، دنیا میں اپنا اور اپنی اولاد کا حق قائم کرنے کے لئے نہیں دی تھی، ورنہ اپنی مملوکہ زمین میں اپنے روپئے سے تعمیر بناتے جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے، مسجد کی زمین میں مسجد کا حجرہ وسیع کرنے کے لئے روپیہ نہ دیتے، اگر اس طرح روپیہ دینے کی وجہ سے حق رہائش کو قائم کیا جانے لگے تو جتنے لوگوں نے مسجد میں روپیہ دیا ہے، وہ بھی اپنا حق قائم کرنے لگیں گے، پھر وہ مسجد بجائے خانۂ خدا ہونے کے خانۂ چندہ دہندگان بن جائے گی۔

(۴) مسجد کی زمین پر دوکان لگانے کا اس کو حق نہیں یہ قبضہ غاصبانہ ہے یا زمین خالی کرے یا کرایہ مناسب مقرر کیا جائے، جتنی مدت زمین پر اب تک قبضہ رہا اس کا بھی کرایہ ادا کرے[۱]، اس زمین پر درخت اگر مسجد کے لئے لگائے تھے تو وہ مسجد کی ملک ہے، زید کو ان میں حق تصرف نہیں[۲]۔

(۵) مسجد تو وہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں تو نہ رہائش درست ہے نہ دوکان درست ہے[۳]، مسجد کی ملک اس کے علاوہ بھی ہوتی ہے، مثلاً مسجد کا حجرہ غسلخانہ وضوخانہ مسجد کی

---

[۱] متولی الوقف اذااسکن رجلا بغیر اً جرۃ (الی قوله) ان علیه اجر المثل سواء کانت الدارمعدة للاستغلال اولم تکن صیانة للوقف (عالمگیری کوئٹه ص: ۴۲۰/ ج: ۲/ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف. شامی کراچی ص۴/۴۰۸، کتاب الوقف، مطلب سکن المشتری دارالوقف)

[۲] متولی وقف بنی فی عرصة الوقف فهو للوقف ان بناه من مال الوقف اومن مال نفسه ونواه للوقف اولم ینو شیأ وان بنی لنفسه واشهد علیه کان له والاجنبی اذا بنی ولم ینو فله ذلک وکذا الغرس کذافی القنیه (الهندیه کوئٹه ص۴۱۶/ ج۲/ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، خانیة ص۳/۳۱۰، کتاب الوقف، فصل فی الاشجار، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوة الخ، مطلب فی الغرس فی المسجد)

[۳] ولایجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولاسکنی (درمختار الشامی کراچی ص۴/۳۵۸، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، خانیة کوئٹه ص۳/۲۹۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، بحر کوئٹه ص۵/۲۴۹، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد)

زمین، جائیداد، باغ، دوکان، مکان جو چیز بھی مسجد کی ملک ہو، خواہ کسی نے وقف کی ہو یا مسجد کیلئے خریدی گئی ہو، اس پر بھی کسی کا غاصبانہ قبضہ جائز نہیں، اس کا واگزار کرانا ضروری ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سرکاری ٹنکی سے مسجد میں پانی لینا

سوال:۔ مسجد کے پاس باہر پانی کی ایک ٹنکی لگی ہوئی ہے جو میونسپلٹی کی طرف سے رفاہ عام کے لئے ہے، اگر مسجد کیلئے استعمال کرنا چاہیں کہ اس نل کے ذریعہ پائپ یا بالٹی یا کسی بھی صورت سے مسجد میں ذخیرہ کرلیں، تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایسا کرنا خلاف قانون نہ ہو، بلکہ میونسپلٹی کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار الا برھن) وکذا یستفاد: واعلم ان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انه لیس بمملوک اصلاً (درمختامع الشامی کراچی ج۶/ ص ۱۷۹/ کتاب الغصب، سکب الانھر ص ۲/۵۸۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، ھدایه مع فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] ولابأس بان یشرب من البئر والحوض ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مخصوص خاندان کا اپنی بنائی ہوئی مسجد کو اپنی ملک کی طرح سمجھنا

سوال:۔ایک مسجد کسی ایک مخصوص خاندان یا مخصوص انسان یا مخصوص قوم نے بغیر کسی قوم کے تعاون کے تعمیر کرائی اور پھر وقف فی سبیل اللہ کردی، بعدہٗ جو کام ہوا عوام کے تعاون سے ہوا لیکن پھر بھی اس قوم یا خاندان یا انسان سے کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس سے عوام پر غلط اثر پڑتا ہو، یا اس کی حرکت سے مصلیان مسجد حیران ہوں اور اس کی حرکات وسکنات سے محسوس ہوتا ہو کہ یہ مسجد کو اپنی ملکیت سمجھ کر اس قسم کی ناجائز حرکات کرتا ہے تو ایسی صورت میں ایسی مسجد کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایسی قوم، ایسے انسان، ایسے خاندان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد وقف کردی گئی خواہ عوام کے پیسے سے اس کی تعمیر ہوئی ہو یا کسی خاندان کے پیسے سے یا کسی شخص خاص کے پیسے سے، بہرصورت وقف ہوجانے کے بعد اس پر کسی کا دعویٰ ملک کرنا صحیح نہیں، ''الوقف اذاتم ولزم لایملک ولایملک ومختار[1]) قال اللّٰہ تعالیٰ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ویسقی دابتہ وبعیرہ ویتوضأ منہ کذا فی الظھیریة، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۶۵، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، البحرالرائق ص ۵/۲۵۵، کتاب الوقف، قبیل کتاب البیع، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ، مجمع الانھر ص ۲/۵۷۳، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب مھم فرق ابویوسف بین قولہ موقوفة وقولہ فموقوفة علی فلان. بحر کوئٹہ ص ۵/۲۰۵، کتاب الوقف، مجمع الانھر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

ان المساجد للّٰہ"[1] جو شخص یا جو جماعت مسجد کو اپنی ملک سمجھے اس کا سمجھنا غلط ہے، لوگ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا ترک نہ کریں، فتنہ وفساد سے پورا اجتناب رکھیں، اگر وہ شخص یا خاندان دوسرے آدمیوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے روکے تو ایسا شخص ایسا خاندان بڑا ظالم ہے، "من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ"[2] (الایۃ) مگر ان کی اس حرکت پر بھی لڑائی جھگڑے نہ کیا جائے، کہ سر پھٹول ہو، مقدمہ بازی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے حجرہ پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے کو نکالنا

سوال:۔ ایک شخص مسجد کے حجرے پر غاصبانہ قابض ہے اور مسجد کا کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا، بلکہ بارش میں چار صفیں باہر پڑی رہ گئی تھیں، اس وقت یہ شخص موجود تھا وہ بھیگ کر خراب ہوگئیں، لیکن اس نے ان کو اٹھایا تک نہیں، اور مسجد میں اگر کوئی آدمی تیل وغیرہ دینے کو کہتا ہے کہ اگر برتن وغیرہ ہو تو دیدو تیل لاکر مسجد میں ڈالوں گا تو یہ شخص اس سے پیسہ لے کر ہضم کر جاتا ہے، تیل وغیرہ نہیں لاتا، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک دولہا مسجد میں سلام کرنے آیا اور اس نے امام صاحب کو سوا روپیہ دیا تو اس کو لیکر خرچ کرلیا، لوگوں کو معلوم ہوا تو شور کیا اور بار بار کہنے پر بڑی مشکل سے اس نے وہ سوا روپے واپس دیئے ورنہ تو وہ ہضم ہوگیا تھا، یہ واقعہ تو معلوم ہوگیا لیکن نہ جانے کتنے واقعات ایسے ہوئے ہیں اپنا خرچ اسی طرح چلاتا ہے، اور کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا، اور لوگوں نے سات آٹھ بار حجرے سے نکال دیا، مگر دس

---

[1] سورۂ جن آیت: ۱۸/ **ترجمہ**:- جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کے حق ہیں۔ (بیان القرآن)

[2] سورہ بقرہ آیت: ۱۱۴/ پارہ: ۱/

ترجمہ:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

پندرہ روز کے بعد پھر آ جاتا ہے، حالانکہ اس کا اپنا گھر موجود ہے وہاں اس لئے نہیں رہتا کہ وہ کام کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کو مسجد میں رہنے اور سونے سے بالکل روک دیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۹۲ھ

پیسہ روپیہ کی تصویر پر قیاس اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کے مطالعہ کا حکم

سوال: ۔کوئی کتاب جس میں عکسی تصاویر ہوتی ہے، مثلاً ہدیٰ ڈائجسٹ جو دہلی سے شائع ہوتی ہے اس قسم کی کتابوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں جبکہ پیسہ روپیہ دیا سلائی پر تصویر ہوتی ہے، اور یہ جیب میں رہتی ہے، روپے پیسے مسجد میں بطور چندہ جیب سے نکال کر دیئے جاتے ہیں، فوٹو یا تصاویر کسی شخص کے ہوں مسجد میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیسہ روپیہ، دیا سلائی پر جو تصاویر ہوتی ہیں، عموماً وہ بہت چھوٹی ہوتی ہے، بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی اور پھول وغیرہ ہے ایسی چھوٹی تصاویر کی چیز

---

[1] لیس للقیم ان لیسکن فیھا احد غیر اجر لانه اتلاف منافع الوقف بغیر عوض (محیط برھانی ص ۹/۲۹، کتاب الوقف، الفصل السابع فی تصرف القیم فی الاوقف، مطبوعه مجلس علمی گجرات، ھندیه کوئٹه ص ۲/۴۱۸، کتاب والوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، تاتارخانیه کراچی ص ۵/۷۴۹، الفصل السابع فی تصرف القیم فی الاوقاف)

کے حکم میں تخفیف ہے[1]، نیز پیسہ روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارۂ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے[2]، نیز اس سے بچنا دشوار ہے، کیونکہ بغیر تصویر پیسہ روپیہ یہاں نایاب ہے نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں، کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں، پس ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے، مسجد کو ایسی چیزوں سے بچانا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۹/۱۶ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد کو شہید کرنے سے ضمان

سوال:۔ میاں جی نور بخش ومشیت اللہ ومحمد احمد، عبدالرحمٰن، ورحیم الدین صاحب پسران، بعض مستریان موضع دھنورہ ٹیکری ضلع میرٹھ نے اپنے حصۂ ارض پر ایک کچی مسجد بنائی، مسجد بنا کر اذان ونماز باجماعت ادا کرنے لگے، عرصۂ دراز کے بعد جب مستری میاں جی نور بخش صاحب کا انتقال ہوگیا اور عبدالرحمٰن نے موضع برکٹہ سکونت اختیار کرلی تو مسجد میں اذان وجماعت کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مسجد ویران نظر آنے لگی تو رحیم الدین کو بطور

---

[1] ولو كانت الصورة صغيرة كالتي على الدراهم او كانت في اليدأو مستترة اومهانة مع أن الصلاة بذلك لاتحرم بل ولا تكره (شامی کراچی ص۶۴۷/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، مکروہات الصلوٰۃ، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولىٰ، مراقی الفلاح على الطحطاوی ص ۲۹۵، ۲۹۴، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، مطبوعه مصری بحر کوئٹہ ص ۲/۲۸، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها)

[2] الضرورات تبيح المحظورات (الاشباه والنظائر ص ۱۴۰/ الفن الاول، القاعدة الخامسة الضرريزال، طبع دارالعلوم ديوبند، قواعد الفقه ص ۸۹، مطبوعه اشرفی ديوبند.

امانت دے کر گیا تھا، جس کا کوئی معاوضہ استعمال پر نہ تھا، عبدالرحمٰن نے آکر اپنا مکان رحیم الدین سے واپس لے لیا، اور مسجد کو پختہ بنانے میں اپنے ہمراہ دیگر اہل اسلام کو بھی شامل کرلیا، اور چند مخلصین حضرات کو لے کر تعمیری سلسلہ شروع کردیا، اور تقریباً ایک گز تعمیر ہوگئی، عبدالرحیم ورحیم الدین نے چند اہل ہنود کو بہکا کر مسجد کی تعمیر بند کرادی، حافظ عبدالمجید جو کہ میوات میں مقیم تھے، واپس آئے، انہوں نے جملہ مسلمانوں سے معلومات کی کہ جب آپ حضرات نے مسجد کی تعمیر شروع کی تھی، پھر کیوں رکوائی؟ معلوم ہوا کہ ان کا چچا عبدالرحیم نے بند کرائی ہے، تو اس پر عبدالمجید نے ہندو ذی فہم لوگوں سے مل کر مسجد کو مکمل کردیا، لیکن عبدالرحمٰن اندرونی طور پر مخالفت پر رہا، اور عبدالرحیم نے پس پشت جبکہ وہ کسی جلسہ میں گئے تھے، موقعہ پاکر اہل ہنود کو اُکسایا کہ مسجد کو شہید کردیا جائے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ پہل تم کرو پھر ختم ہم کردیں گے، چنانچہ عبدالرحیم نے پہل کرکے ہندوؤں سے مسجد شہید کرادی، اس پر قانونی کارگزاری کی گئی، تحقیقات ہوئی اور تصفیہ ہوگیا، جملہ مسلمانوں نے طے کیا کہ اگر تم نے مسجد نہ بنائی تو تم سے ترک معاملات کیا جائے گا، اور کوئی بھی اہل اسلام تم سے نہ مل سکے گا، پھر عبدالرحیم نے بذریعہ چند ساتھیوں کے مسجد تعمیر کرائی مگر جو جگہ مسجد کی تھی وہ اہل ہنود کو دی، اور دوسری جگہ مسجد مع محراب کے بنائی، اب سوال یہ ہے کہ اس سے جو اس شخص نے مسجد کا نقصان کیا ہے، اور تمام تر رقم برباد کی، اس کا معاوضہ اس کے ذمہ ہے یا نہیں؟ اور جس مکان کا ذکر اوپر ہوا اس پر اب بھی بالجبر قبضہ کئے ہوئے ہے، فرمائیے یہ حق العباد ہے یا نہیں؟ اور شروع میں جب مسجد گرادی اور اہل ہنود نے جب ظلم شروع کردیا تو چند مسلم حضرات ہجرت کرگئے تھے، فرمائیے یہ ان کی ہجرت حق بجانب ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس نے مسجد کا جس قدر روپیہ اس کو گرا کر ضائع کیا اس کا ضمان لازم ہے، اس

سے وصول کرلیا جائے[1]، یا اس کے عوض تعمیر کرالی جائے، دوسرے کے مکان پر بغیر مالک کی رضامندی واجازت کے جبراً قبضہ وتصرف کرنا ظلم اور غصب ہے، ہرگز جائز نہیں[2]، جس کو ایک مقام پر ظالموں سے امن نہ ملے اور وہ مجبوراً وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوجائے، تو شرعاً درست ہے[3]۔

(۲) اصل تو یہی ہے کہ آپس میں فیصلہ کرلیا جائے، جب اس کی کوئی صورت نہ ہو تو عدالت کی طرف رجوع کیا جائے "وان جنحوا للسلم فاجنح لها" الآیۃ[4]۔ ایسی حالت میں جبکہ ثبوت فراہم کرنا دشوار ہو اور لوگ شہادت کے لئے آمادہ نہ ہوں اور بغیر شہادت کے انصاف کی صورت نہ ہو تو فیصلہ ہی مناسب ہے، جو جگہ ایک دفعہ مسجد قرار دیدی جائے، اور اس

---

[1] هدم حائط مسجد يومر بتسويته واصلاحه كذا فى القنية، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۲۹/۵، كتاب الغصب، الباب الثالث فيما لايجب الضمان باستهلاكه، خانيه على الهندية ص ۴۳۱، ج۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى التسوية الخ، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

[2] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولا ولايته (درمختار مع الشامى كراچى ص ۲۰۰/ ج۶/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

[3] ان الهجرة التى هى مفارقة الوطن التى كانت مطلوبة على الاعيان الى المدينة انقطعت الا ان المفارقة بسبب الجهاد باقية وكذا المفارقة بسبب نية صالحة كالفرار من دارالكفر والخروج فى طلب العلم والفرار بالدين من الفتن والنية فى جميع ذلك، بذل المجهود ص ۴۰۱، ۳/۴۰۲، كتاب الجهاد، باب فى الهجرة هل انقطعت، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

[4] سورۂ انفال، پارہ: ۱۰/ آیت: ۶۱/

ترجمہ:- اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جائیے (بیان القرآن)

میں اذان و جماعت بلا روک ٹوک ہونے لگے اس کو کسی اور کام میں صرف کرنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ //

تین مسجدیں دہلی میں شہید کردی گئیں اب ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے

سوال:۔ دہلی کی تین مسجدیں جس ڈھٹائی کے ساتھ دہلی کارپوریشن کی طرف سے شہید کردی گئیں اور ہندوستان کے کسی بھی مقام پر کسی وقت بھی غنڈوں یا میونسپلٹیوں کی طرف سے اس طرح شہید کرنے کا خطرہ لگا ہوا ہے، ایسی صورت میں ہندوستان یا دہلی دارالامن قرار پاتا ہے، یا دارالحرب؟ شہید کی ہوئی مسجدوں کے متعلق اب مسلمانان دہلی ہندوستان و دنیا کو کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مساجد کا شہید کرنا خلاف قانون ہے، قانونی چارہ جوئی کی جائے، اگر کوئی حرکت کسی شہر یا ملک میں خلاف قانون سرزد ہو اور اس پر حق حاصل ہوتے ہوئے بھی قانونی چارہ جوئی

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة (قوله عند الامام والثانى) فلا يعود ميراثا ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اخر سواء كانوا يصلون فيه اولا (درمختار مع الشامى كراچى ص ۳۵۸/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيرهٗ، البحرالرائق ص ۵/۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۶/۲۳۶، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت)

نہ کی جائے تو اس سے اس شہر یا ملک کا حکم نہیں بدلے گا، اس کو اپنی کمزوری اور کوتاہی قرار دیا جائیگا۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

کسی مسجد کا گنبد روضہ اقدس کے گنبد کی طرح بنانا

سوال: ۔مسجد میں روضہ اقدس کے ڈیزائن کا گنبد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی شکل کا گنبد اگر تلبیس وفریب کیلئے بنائے کہ اس مسجد کو لوگ مسجد نبویؐ سمجھیں اور اسکے ساتھ وہی عقیدت رکھیں تو ناجائز ہے،[۲] جیسا کہ بعض اہل باطل نے یہی حرکت کی اپنی مسجد کا نام مسجد نبویؐ رکھا اپنے قبرستان کا نام جنت البقیع رکھا اور اپنے لئے منصب نبوت تجویز کیا،[۳] اگر تلبیس مقصود نہیں تبرک کے طور پر یا تشویق کیلئے ہیکہ اسکو دیکھ کر زیارت روضۂ اقدس کا شوق پیدا ہو تو درست ہے۔[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مستفاد: اما ان یغلب اهل الحرب علی دارمن دورنا اوارتد اهل مصر وغلبوا واجر وا احکام الکفر اونقض اهل الذمة العهد وتغلبوا علی دارهم ففی کل من هذه الصور لاتصیر دار حرب (عالمگیری بلوچستان کوئٹه ص ۲/۲۳۲، کتاب السیر، قبیل الباب السادس فی المستأ من)

[۲] من غشنا فلیس منا (مسلم شریف ص ۱/۷۰، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، سعد بکڈپو دیوبند.

[۳] براهین احمدیه در روحانی خزائن ص ۱/۶۶۷، جلد چهارم، باب اول ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں، مطبوعه ربوا پاکستان. قادیانی مذهب ص ۲۸ تا ۳۱/ مصنفه مولانا الیاس برنی، بحواله براهین احمدیه.

[۴] الامور بمقاصدها (اشباه ص ۵۳، الفن الاول، القاعدة الثانیة، مکتبه دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم: آداب مسجد

فصل اول: مسجد میں مستحب اور مکروہ کام

آداب مسجد

سوال:۔ (۱) عنداللہ وعندالرسول مسلمانوں کیلئے مسجد کا احترام اوراس کے آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ضروری ہے" اعلم ان مبنیٰ الشرائع علیٰ تعظیم شعائر اللّٰہ تعالیٰ والتقرب بھا الیہ تعالیٰ الیٰ قولہ ومعظم شعائر اللّٰہ تعالیٰ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبیؐ والصلوٰۃ الی قولہ واما الکعبۃ فکان الناس فی زمن ابراھیم علیہ السلام توغلوافی بناء المعابدوالکنائس باسم روحانیۃ الشمس وغیرھا من الکواکب وصارعندھم التوجہ الیٰ المجردغیر المحسوس بدون ھیکل یبنی باسمہ یکون الحلول فیہ والتلبس بہ تقرباً منہ امراً محالاً تدفعہ عقولھم بادی الرأی فاستوجب اھل ذٰلک الزمان ان تظھر رحمۃ اللّٰہ بھم فی صورۃ بیت یطوفون بہ ویتقربون بہ الیٰ اللّٰہ فدعوا الیٰ البیت وتعظیمہ ثم نشأ قرن بعد قرن علیٰ علم ان تعظیمہ مساوق لتعظیم

اللّٰہ والتفریط فی حقہ مساوق للتفریط فی حق اللّٰہ فعند ذٰلک وجب حجہ وامروابتعظیمہ" (حجۃ اللہ البالغہ،ص۶۹)۔[1]

"فضل بناء المسجد وملازمتہ وانتظار الصلوٰۃ فیہ ترجع الیٰ انہ من شعائر الاسلام وھو قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا رأیتم مسجداً اوسمعتم مؤذنا فلا تقتلوا احداً وانہ محل الصلوٰۃ ومعتکف العابدین ومطرح الرحمۃ ویشبہ الکعبۃ من وجہ وھو قولہ علیہ السلام من خرج من بیتہ متطھرا الیٰ صلوٰۃ مکتوبۃ فأجرہ کأجرالحاج المحرم ومن خرج الیٰ تسبیح الضحیٰ لاینصبہ الا إیاہ فأجرہ کأجر المعتمر وقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعواقیل وماریاض الجنۃ قال المساجد الیٰ قولہ واٰداب المسجد ترجع الیٰ معان منھا تعظیم المسجد ومنھا تنظیفہ مما یستقذرو یتنفر منہ ومنھا الا حتراز عن تشویش العباد وھیشات الاسواق الخ حجۃ اللّٰہ البالغۃ[2] مختصراً،ص ۱۹۷-۱۹۸"۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/صفر ۵۶ھ

دخول مسجد کی دعا کہاں پڑھی جائے

سوال:۔ایک شاہی مسجد ہے اس کا بیرونی احاطہ بہت وسیع ہونے کی وجہ سے اصل مسجد کے حدود علیحدہ ہیں، ایسی صورت میں مسجد میں داخل ہونے کی دعا کون سے دروازہ سے

[1] حجۃ اللّٰہ البالغہ ،مصری ،ص ۶۹/باب تعظیم شعائر اللّٰہ ..

[2] حجۃ اللہ البالغۃ مطبوعہ مصر ص ۱۹۰-۱۹۱/ج ۱/ من ابواب الصلوٰۃ، المساجد.

داخل ہوتے وقت پڑھی جائے، جبکہ بیرونی یعنی احاطہ کے دروازہ سے داخل ہونے کے وقت یا اندرونی دروازہ سے داخل ہوتے وقت جہاں کہ نماز پڑھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز کیلئے متعین اور وقف ہے کہ وہاں ناپاکی کی حالت میں جانا جائز نہیں[1]، خواہ مسقّف ہو یا غیر مسقّف ہو وہاں پیر رکھتے وقت دعا پڑھی جائے[2]، جو جگہ مسجد کے مسقّف یا غیر مسقّف حصہ سے متصل ہے اور وہ نماز کیلئے متعین نہیں اور ناپاکی کی حالت میں وہاں جانا منع نہیں وہ شرعی مسجد نہیں[3] اگرچہ احاطہ میں داخل ہو، وہاں داخل ہوتے وقت دعا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۶ھ

صحن مسجد کا احترام

سوال: ۔مسجد کے صحن کا کچھ حصہ جو حدود مسجد میں ہے بغیر مرمت و پلاستر وغیرہ کے

---

[1] یمنع الحیض دخول المسجد وکذا الجنابة (البحر الرائق کوئٹہ ص ۱/۱۹۵، باب الحیض، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۱۷، باب الحیض والنفاس، حلبی کبیر ص ۶۰، قبیل فصل فی التیمم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن ابی اسید قال قال رسول اللہ صلی علیه وسلم اذا دخل احدکم المسجد فلیقل اللهم افتح لی ابو اب رحمتک الحدیث، (مسلم شریف ص ۱/۲۴۸، کتاب صلاة المسافرین، باب مایقول اذا دخل المسجد، مطبوعہ رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ص ۱/۶۷، کتاب الصلوة، باب مایقول الرجل عند دخوله المسجد، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، نسائی شریف ص ۱/۸۴، کتاب المساجد، القول عند دخول المسجد، مطبوعہ فیصل دیوبند،

[3] وفناء المسجد له حکم المسجد حتی لواقتدی بالامام منه یصح اقتداء ہ وینبغی ان یختص بهذا الحکم دون حرمة مرور الجنب ونحوہ وفناؤہ هو المکان المتصل لیس بینه وبینه طریق، حلبی کبیر ص ۶۱۴، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ لاهور، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۳۰، قبیل مطلب لابأس دلیل علی المستحب.

ہے اس جگہ اینٹ روڑا وغیرہ پڑا ہوا ہے ناہموار ہونے کی وجہ سے یہاں باقاعدہ نماز نہیں پڑھی جاتی، کیا اس کا احترام صحن مسجد کی طرح ضروری ہے، یہاں جوتا وغیرہ لے جانا یا غسل وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس زمین کو مسجد قرار دیدیا گیا ہے، وہ مرمت نہ ہونے کے باوجود قابل احترام ہے اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو آداب مسجد کے خلاف ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

صحن مسجد میں نماز

سوال:۔ صحن مسجد کو اگر حکم مسجد میں داخل نہ مانا جائے تو کیا اس میں فرائض، تراویح باجماعت ادا کی جائے گی، نیز یہاں ادا کرنے میں ثواب میں تو کمی نہ ہوگی اور افضلیت کس میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں مسجد کا ثواب نہ ملے گا، اور مسجد کو معطل کرنے کا وبال مستقل ہوگا[2]۔

---

[1] لان تنظیف المسجد واجب (بدائع کراچی ص ۱۱۵/ ج ۲/ کتاب الاعتکاف، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، البحرالرائق ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ)

[2] ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا، سورۂ بقرہ آیت: ۱۱۴/

ترجمہ:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن)

جماعت کا ادا کرنا مسجد میں بالیقین افضل ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی چھت پر تیز گرمی میں نماز

سوال:۔(۱) باندہ میں ایک پرانی مسجد کی از سرے نو تعمیر کی گئی ہے، مگر نیچے کے حصہ میں ہوا کا گزر کم ہوتا ہے، اس لئے مسجد کی چھت پر جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں، کیا اس کے لئے کچھ شرائط ہیں؟

(۲) کیا ہر مسجد کا منبر بنوانا ضروری ہے؟ (۳) دومنزلہ مسجد کا بنوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) گرمی کی شدت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، الا یہ

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الرجل فی بیتہ بصلوٰۃ وصلوتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجد الاقصیٰ بخمسین الف صلوٰۃ وصلوتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوٰۃ وصلوتہ فی المسجدالحرام بمائۃ الف صلوٰۃ (مشکوٰۃ شریف، ص ۷۲/ کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

ترجمہ:-اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کے برابر ثواب ہوگا، آدمی کا محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ثواب ہوگا، اور آدمی کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ثواب ہوگا، اور آدمی کا بیت المقدس میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ہوگا، اور آدمی کا میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ہوگا، اور آدمی کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔

لوصلی جماعۃ فی البیت علی ھئیۃ الجماعۃ فی المسجد نالوافضیلۃ الجماعۃ لکن لم ینالوا فضیلۃ الجماعۃ الکائنۃ فی المسجد (حلبی کبیر مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور ص ۴۰۲/ فروع بعد الفصل فی النوافل. شامی زکریا ص ۲/۲۹۰، باب الامامۃ،

کہ مسجد دو منزلہ ہو اور دونوں جگہ نماز کا انتظام کیا جائے[1]۔

(۲) ضروری نہیں۔

(۳) درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۸۶ھ

جوتا پہن کر مسجد میں جانا، نماز پڑھنا

سوال: ۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو وہ لوگ کس امام کی پیروی کرتے ہیں جو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوتے پہن کر نماز پڑھنا حضرت نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے[2]، اب ہماری مساجد کی وہ حالت نہیں جو اس زمانے میں تھی اب فقہاء نے لکھا ہے کہ جوتا پہن کر

---

[1] الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ أن یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا اضاق المسجد فحینئذٍ لایکرہ الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب، (عالمگیری رحیمیہ دیوبند ص ۹۴/ ج ۴/ کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی اداب المسجد، عالگیری کوئٹہ ص ۵/۳۲۲، المصدر السابق، شامی زکریا ص ۲/۴۲۸، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة، ومایکرہ فیھا مطلب فی احکام المسجد، تاتارخانیہ ص ۱/۵۶۹، کتاب الصلوة، باب مایکرہ للمصلی ومالایکرہ، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی)

[2] عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول اللہ ﷺ یصلی باصحابه اذ خلع نعلیه فوضعھما عن یسارہ فلما رأی القوم ذالک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ ﷺ صلاته قال ماحملکم علی القائکم نعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا الخ، سنن ابی داؤد ص ۱/۹۵، کتاب الصلوة، باب الصلوة، فی النعل، مکتبه السعد، دیوبند، عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال رأیت رسول اللہ ﷺ یصلی حافیا متنعلا، سنن ابی داؤد ص ۱/۹۲، حوالۂ بالا.

مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ کذافی عالمگیری[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے متصل فرش پر جوتا پہن کر جانا

سوال:۔ایک جامع مسجد جس کا نقشہ درج ذیل ہے:۔

یہ مسجد ڈیڑھ سو برس سے زیادہ کی ہے، جب کہ موضع میں اتنی آبادی نہ تھی جتنی اب ہے یہ سرخ نقطہ والی جگہ یہ کسی زمانہ میں پختہ تھی مگر ٹوٹ گئی تھی، اس پر عیدین کی صفیں آتی تھیں، چونکہ اس میں گڈھے تھے، اور بیرونی حصہ پر لوگ وضو کرتے تھے، جس کی وجہ سے تھوک وغیرہ اس پر رہتا تھا، کئی سال کا عرصہ ہوا ایک آدمی نے اس جگہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو پھر پختہ کر دیا، اور توسیع کر دی جس پر عیدین کی بھی صفیں آجاتی ہیں، اور گرمیوں میں اکثر لوگ سنتیں پڑھتے ہیں اور وضو کر کے ننگے پیر اندرون مسجد تک چلے جاتے ہیں، اس آبادی میں صرف دو شخص ایسے تھے، جو ضداً نقشہ والی مسجد پر جوتے پہنکر جاتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں

---

[1] ودخول المسجد متنعلا مکروها (الهندیه کوئٹه ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس، فی آداب المسجد والقبلة، واما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصاء فی زمنه ﷺ بخلافه فی زماننا ولعل ذالک محمل ما فی عمدة المفتی من "ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب" شامی زکریا ص ۲/۴۲۹، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد" البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۴، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة، الخ، فصل لما فرغ من بیان الکراهیة فی الصلوة)

کہ یہ نقطہ والے فرش پر عیدین کی صفیں آتی ہیں، لوگ وضو کر کے ننگے پیر اندر مسجد میں جاتے ہیں، نیز جوتہ پہنکر چلنے سے پھر ٹوٹ کر حالت سابقہ پر آجائے گی، اس پر جوتے پہن کر جانا جائز ہے یا نہیں، ایسے ہی کنویں کی جگہ پر اور جہاں پر وضوء کا لوٹا رکھا رہتا ہے، عام مسلمان جب وضو کے لئے جاتے ہیں تو دروازہ پر جوتہ اتارتے ہیں، اور اگر کسی شخص کو استنجاء کے لئے جانا ہوتا ہے، یا پشت مسجد سے گھوم کر آتا ہے یا جوتے ہاتھ میں لے کر پیشاب خانے کے دروازے تک جاتا ہے، اور وہاں سے جوتہ پہن کر پیشاب خانے میں جاتا ہے، نیز یہ بھی بتلائے اس طرح جوتہ پہن کر جانے سے توہین مسجد لازم آتی ہے یا نہیں، بینوا وتوجروا. عند الله العظیم؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ نقطوں والا حصہ مسجد کا جزء نہیں، لہٰذا اس کے اوپر مسجد کے احکام جاری نہیں ہونگے[1]، جس طرح جوتہ پہن کر مسجد میں جانا ممنوع ہے اسی طرح اس حصہ میں بھی ممنوع ہو اور نہ اس سے مسجد کو توہین ہوگی، لیکن جب کہ یہ حصہ مسجد کے ساتھ بالکل متصل ہے اور نمازی اس جگہ سنتیں بھی پڑھتے ہیں تو اس جگہ جوتہ پہن کر نہیں جانا چاہئے، بلکہ اس جگہ کو بھی پاک صاف رکھنا چاہئے، جیسے کہ کوئی شخص اپنے مکان میں نماز کے لئے کوئی جگہ یا چبوترہ مخصوص کر لے اور اس کو بھی پاک وصاف رکھتا ہے، حالانکہ وہ جگہ

---

[1] فحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق فهو كالمتخذ لصلاة جنازة وعيد فبما ذكر من جواز الاقتداء وحل دخوله لجنب ونحوه، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۳۰، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها مطلب فی احکام المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۴، فصل فی احکام السمجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۱۰۹، کتاب الصلوة، فصل کره غلق باب المسجد)

اور چبوترہ بھی مسجد نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم
صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲ر محرم ۵۹ھ

جوتے پہن کر مسجد میں جانا تعمیر کے وقت

سوال:۔ مساجد کی تعمیر کے وقت کام کرنے اور کرانے والے جوتے پہنے ہوئے اندر بھی جاتے ہیں، مسجد اور چھت کے ڈالتے وقت جوتے لیکر مسجد کی چھت پر بھی جاتے ہیں مسجد کے اندر جانے کی صورت میں کبھی ان اینٹوں اور پتھروں اور لکڑیوں پر جوتے لیکر جاتے ہیں، جن اشیاء کو تکمیل تعمیر پر مسجد کے اندر سے نکال کر باہر پھنک دیا جاتا ہے، اور کبھی جوتے اندر جانے کی صورت میں یہ بن واسطہ مسجد کی چھت پر جوتے لگتے ہیں، اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، چھت پر جوتے لیجانے کی صورت میں اگرچہ بعض اوقات مسجد کی چھت پر بھی جوتے بالواسطہ مسجد کی چھت پر پڑتے ہیں، نیز کام کرانے اور کرنے والے کبھی مجبور ہوتے ہیں جوتہ پہننے پر جیسے شدید گرمی اور شدید سردی کے وقت اور جب خار دار تاریں چھت پر بچھا دی جائیں، اور کبھی کام کرنے اور کرانے والے جوتہ پہننے پر مجبور نہیں ہوتے ہیں، مذکورہ بالا جملہ صورتوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

---

[1] عن عائشة قالت امر رسول الله ﷺ ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب، مشکوة شریف ص: ۶۹، ج: ۱، باب المساجد ومواضع الصلوة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تنزیه المسجد من القذر واجب، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، شامی زکریا ص: ۴۳۵، ج: ۳، باب الاعتکاف، البحر الرائق کوئٹه ص: ۳۰۳، ج: ۲، باب الاعتکاف.

الجواب حامداً ومصلیاً

جوتہ اگر پاک ہو اس میں نجاست نہ لگی ہو اور مسجد میں تعمیر ہو رہی ہو سامان تعمیر پڑا ہو، گارہ وغیرہ ہو سردی گرمی کی وجہ سے تعمیری کام کیلئے جانے کے وقت جوتہ پہننے کی ضرورت ہو یا چھت پر ہو اگر یہ بات نہ ہو، تو مسجد میں نماز کیلئے جب جائے اس وقت جوتہ پہن کر جانا مسجد کے کسی حصہ میں ہو مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۳ھ

خام صحن مسجد میں جوتا پہن کر جانا

سوال:۔ ہمارے علاقہ کا عام رواج یہ ہے کہ جب مسجد کی تعمیر ہوتی ہے تو اگرچہ مسجد کے حدود دالان اور صحن وغیرہ مقرر ہو جاتے ہیں، حواشی اربعہ کی چاروں دیواریں بمشکل احاطہ بنادی جاتی ہیں یا نہیں بنائی جاتی ہیں، بہرحال جب تک صحن کی زمین خام غیر مفروش رہتی ہے، اس زمین میں جوتے پہن کر چلنا پھرنا عرف عام میں بے ادبی نہیں سمجھا جاتا، اسی عرف پر مسجد مدرسہ ہذا کے صحن میں عمل درآمد تھا، بہ تقریب جلسہ سالانہ علماء کا ورود مدرسہ میں ہوا تو ایک جید عالم عارف باللہ بزرگ نے فرمایا ایسا ہرگز نہ چاہئے بے ادبی اور ناجائز ہے، جہاں تک صحن بنانا بانی کی نیت میں ہے کسی حصہ میں جوتا پہن کر داخل نہیں ہونا چاہئے، اور ایک مقامی عالم کا

---

[1] اذاخشی تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة (الیٰ قوله) ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب (شامی کراچی ص۶۵۷/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص ۲/۴۲۹، کتاب الصلوة باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس، مطبوعه ماجدیه کوئٹه البحرالرائق ص ۲/۳۴، کتاب الصلوة، باب مایفسد الصلوة الخ، مطبوعه ماجدیه کوئٹه)

خیال ہے کہ صحن بایں معنیٰ یقیناً مسجد ہے کہ حائضہ نفساء کا داخلہ ممنوع ہے، معتکف کا صحن میں آنا جائز ہے، خواہ فرش پختہ ہو یا خام، مگر جوتے پہن کر داخلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر فرش پختہ ہے تو بے ادبی ہونے کے سبب ناجائز ہے، اہل عرف اس کو بے ادبی سمجھتے ہیں، اور ادب کا مدار عرف پر ہے، اور کوئی نص اس کے معارض نہیں، بلکہ "**مارأه المسلمون حسنافهو عندالله حسن**" کا مفہوم اس کا مؤید ہے لیکن صحن کا فرش خام ہو تو تلویث مسجد ہے اور نہ عرف اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کا عمل تعامل پر تھا کہ جوتے پہن کر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے، چونکہ اس کا فرش حصا کا تھا، فقہائے حنفیہ نے متنعلاً نماز پڑھنا افضل لکھا ہے، جو علامہ شامیؒ کے نزدیک فرش خام پر محمول ہے، اور حنابلہ رحمہم اللہ تو سنت پر ہونے کے قائل ہیں، پھر گناہ اور بے ادبی ہونا چہ معنیٰ؟ اور اس کی تصریح ہے کہ وہی جوتے چپل پہن کر مسجد میں تشریف لاتے تھے، جس کو پہن کر بازار اور گلی کوچوں میں ٹہلا پھرا کرتے تھے، ان دلائل کا تقاضا بلا کراہت جواز کا ہے، شامی مطبوعہ مصری، ص ۶۱۵ ر ج ۱ ر پر پوری تفصیل موجود ہے، مذکورہ اختلاف کی بناء پر اب ہم لوگ متحیر ہیں کہ کس بات پر عمل کریں، لہٰذا گزارش ہے کہ آپ حضرات فیصلہ فرمائیں، کہ دونوں قولوں میں سے کونسا قول صحیح اور واجب العمل ہے، اور اگر تیسرا قول ہو تو اسکی تصریح فرمائی جائے، ہر قول مدلل مع حوالہ کتب ہو۔ **جزاکم اللہ خیراً.**

الجواب حامداً ومصلیاً

محض واقف کی نیت کرنے اور صحن ودالان کی جگہ متعین کر لینے سے مسجد کے احکام جاری نہیں ہو جاتے کیونکہ صرف اتنی بات سے مسجدیت تام نہیں ہو جاتی بلکہ جب مسجد میں اذان وجماعت ہونے لگے تب مسجدیت تام ہو کر اس پر پورے احکام جاری ہوتے ہیں[1]، پس دوران

---

[1] التسليم فى المسجد ان تصلى فيه الجماعة باذنه (الىٰ قوله) ويشترط مع ذٰلک ان تكون الصلوٰة بأذان واقامة جهراً لاسرا حتى لوصلى جماعة بغير اذان واقامة سراً لاجهراً لايصير مسجداً عند هما ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تعمیر جب وہاں مسجد کا ملبہ، اینٹ، گارہ وغیرہ پڑا ہو، تعمیر ہو رہی ہو، معمار مزدور آ جا رہے ہوں تو اس کا حکم اور ہے اور جب وہاں نماز و جماعت ہو رہی ہو اس کا حکم اور ہے، جتنا حصہ نماز و جماعت کیلئے متعین کر دیا گیا ہے، اور وہاں نماز و جماعت ہونے لگی ہے، اس پر پورے احکام مسجد کے جاری ہوں گے، وہاں جوتا پہن کر جانا بھی احترام کے خلاف ہوگا، دور اول میں جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا خلاف احترام نہیں تھا، مگر اب وہ عرف نہیں رہا" **دخول المسجد متنعلا مکروہ کذافی السراجیة اھ عالمگیری**[1] ص ۹۳/ ج ۴/ عرف کو دیکھ لیا جائے اگر جوتے پہن کر مسجد کے خلاف احترام ہو تو اس سے پرہیز کیا جائے، مسجد مفروش ہو یا غیر مفروش علامہ شامیؒ کی تحریر بحوالہ سوال نے پختہ غیر پختہ (مفروش غیر مفروش) کا فرق بھی بر بناء عرف کیا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....(عالمگیری بلوچستان کوئٹہ ص ۴۵۵/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، المحیط البرهانی ص ۱۲۴/ ۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۹۳، ۲/ ۵۹۴، کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عالمگیری، بلوچستان کوئٹہ ص ۳۲۱/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی المسجد، البحر الرائق س ۲/ ۳۴، باب مایفسد الصلوة، فصل لمافرغ من بیان الکراهیة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] وینبغی لداخله تعاهد نعله وخفه وصلوته فیهما افضل قلت، لکن اذا خشی تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة واماالمسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصا فی زمنه صلی اللّٰه علیه وسلم بخلافه فی زماننا (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۷/ ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مکروهاة الصلوٰة مطلب فی احکام المسجد)

ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا

سوال: ۔مسجد میں ناپاک کپڑا رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں ’’وادخال نجاسة فيه عبارة الاشباه، وادخال نجاسة فيه منه التلويث ومفاده الجواز لو جافة لكن فى الفتاوىٰ الهنديه لايدخل المسجد من علىٰ بدنه نجاسة. شامی[1] ص ۶۸۶/ج ۱/ قلت قال الطحطاوى وان لم تصب المسجد ابو السعود‘‘[2] ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نجس کپڑا مسجد میں نہ رکھے اگر اس وقت کسی کی معرفت باہر بھیجنا یا خود رکھنا دشوار ہو تو مجبوراً مسجد میں اس طرح رکھنا تلویث نہ ہو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح عبداللطیف // ۲/رجب ۵۷ھ

مسجد میں ناپاک کپڑوں کو دھونا

سوال: ۔دوبارہ پھر یہی حرکت کی اور کپڑے بھی مسجد میں دھوئے اور وہیں سکھائے

---

[1] شامی کراچی ص ۶۵۶/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، مطلب فى احكام المسجد. الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث، القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، البحر الرائق ص ۲/۳۴، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، تحت فصل الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

[2] طحطاوى على الدر ص ۱/۲۷۷، باب مايفسد ومايكره الخ، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

کیا مسجد ایسے کام کیلئے ہے ایسی حالت میں دل نے کراہت کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فرش مسجد پر ناپاک کپڑوں کا دھونا جائز نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین معین مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۳ھ

فرش مسجد کے متصل کپڑے دھونا

سوال:۔ مسجد میں نماز کے پڑھنے کا اندرونی حصہ اور بیرونی فرش کے علاوہ جو جگہ ہوتی ہے، مثلاً سہ دری حجرہ وغیرہ کیا یہ بھی مسجد کے حکم میں شامل ہے اگر کوئی شخص جس جگہ کنواں، نل وغیرہ لگا ہوا ہو وضو کی جگہ کپڑے دھوئے تو یہ جائز ہے یا نہیں اور مسجد میں رہنے والوں کو مثلاً طالب علم وغیرہ مسجد کے ملاؤں کو اجازت ہے کہ وہاں کپڑے دھولیں اور کوئی نمازی دیندار ہو دھوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد نہیں یعنی اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی وہاں اس طرح کپڑے دھونا کہ دوسروں کو اذیت نہ ہو اور مسجد کے فرش پر مستعمل پانی یا اس کی چھینٹ نہ جائے، درست ہے، اور اس میں ملا وغیر ملا سب برابر ہیں، مگر جو شخص مسجد ہی میں رہتا ہے، اسکو دوسری جگہ کپڑے

---

[1] و(کرہ تحریما) ادخال نجاسة فيه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۶/۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۴، باب مایفسد الصلوة ومایکره فيها فصل لما فرغ من بيان الكراهية، حلبی کبير ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهيل اکيڈمی لاهور)

دھونے کیلئے جانے میں دقت ہے اسلئے اسکے حق میں توسع ہے اور زائد توسع ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے وہ بسہولت دوسری جگہ جاسکتے ہیں یا اپنے گھر میں دھوسکتے ہیں انکے کسی دوسری جگہ جانے میں مسجد کی نگرانی یا کسی اہم کام میں خلل نہیں آتا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۶/ذی قعدہ ۵۵ھ

تالاب کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا

سوال:۔ایک تالاب کا پانی ناپاک ہے،اس کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تالاب دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہے تو وہ ناپاک نہیں،اس سے مسجد کو بھی لیپا

---

[1] یستفاد مما فی الشرح الکبیر فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الاخرة ممالیس فیه توهم اهانتها وتلویثها مما ینبغی التنظیف منه ولم تبن لاعمال الدنیا ولولم یکن فیه توهم تلویث واهانة علی مااشار الیه قوله علیه الصلوٰة والسلام فان المساجد لم تبن لهذا فماکان فیه نوع عبادة لیس فیه اهانة ولاتلویث لایکره والاکره وعلیٰ هذه الاصل یتفرع ماذکروه فی کتب الفتاویٰ مماتقدم ومن انه یکره التوضؤ فی المسجد وکذالخیاطة فیه تکره الااذا کان لضرورة حفظه عن الصبیان (حلبی کبیر، بحذف، مطبوعه رحیمیه دیوبند، ص۵۶۷/ احکام المسجد، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۵، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها فصل لمافرغ من بیان الکراهیة، عالمگیری کوئٹه ص۱/۱۱۰، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها فصل کره غلق باب المسجد)

جاسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۴ھ

صبیان ومجانین کو مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں اور پاگلوں کو داخل کرنا حرام ہے جن کی نجاست کا گمان غالب ہو، اور گمانِ غالب نہ ہو تو مکروہ ہے (آداب المساجد) مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچے صاف ستھرے رہیں تو مکروہ تحریمی نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں قربانی کرنا

سوال:۔ مسجد کے اندر قربانی کرنا یعنی مسجد کے صحن میں قربانی کرنا جبکہ مسجد کی دیوار میں خون کی چھینٹیں پڑتی ہیں اس کا کیا حکم ہے اور اگر چھینٹیں نہ پڑیں تو کیا حکم ہے؟

---

[1] الحوض اذاکان عشرافی عشر فھو کبیر لایتنجس بوقوع النجاسة (حلبی کبیر مطبوعه لاھور ص۹۷-۹۸/ فصل فی احکام الحیاض، عالمگیری ص۱۸/۱، کتاب الطھارة، الباب الثالث فی المیاہ، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی، طبع دارالاشاعة دھلی)

[2] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکره (درمختار) فقوله والا فیکره ای تنزیھا (الشامی کراچی ص۶۵۶/ج۱/ مکروھات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد. الاشباہ والنظائر ص۲۰۲، الفن الثالث، القول فی احکام المسجد، ص۲۱، کتاب الطھارة، مطبوعه مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ مسجد ہے یعنی نماز کے لئے وقف ہے، وہاں نماز پڑھتے ہیں اس جگہ ذبح کرنا حرام ہے کہ ناپاک خون سے مسجد گندی ہو جائیگی[1] احاطۂ مسجد میں جہاں جوتے رکھتے ہیں وہاں بھی ذبح کرنے کی ممانعت ہے، وہ جگہ اسلئے وقف نہیں دوسری جگہ ذبح کیا جائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

مسجد کی صفائی برش سے

سوال: ۔مسجد میں بجائے جھاڑو کے بالوں کا بنا ہوا برش استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خنزیر کے بالوں سے بنا ہے تو وہ ناپاک ہے اور نجاست کو مسجد میں داخل کرنا منع ہے اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی دوسرے جانور کے بالوں سے بنا ہے، تو وہ ناپاک نہیں، اس کو مسجد میں داخل کرنا ناجائز نہیں تاہم اگر اس میں اشتباہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے، ''**وشعر الميتة غير الخنزير طاهر درمختار مختصراً قال الشامی قوله علىٰ المذهب ای علىٰ قول ابی یوسف الذی هو ظاهر الرواية ان شعره نجس وصححه فی البدائع**

---

[1] لان تنزيه المسجد من القذر واجب (حلبی كبير مطبوعه لاهور ص ۶۱۲/ فصل فی احكام المسجد. بدائع كراچی ص ۲/۱۱۵، كتاب الاعتكاف، البحر الرائق ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف، مطبوعه الماجدی كوئٹه)

[2] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامی كراچی ص ۴۳۳/ ج ۴/ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

ورجحه لاختيار شامی[1]، ص ۱۱۲/ج ۱/ وادخال نجاسة فيه (ای فی المسجد) قال الشامی ص ۶۸۶/ج ۱/ فی الفتاویٰ الهنديه لايدخل المسجد من علیٰ بدنه نجاسة[2]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

فرش مسجد پر وضو

سوال: ۔مسجد کے فرش پر وضو کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے فرش پر جو کہ نماز کے لئے مقرر ہے وضو کرنا جائز نہیں ہے، اگر نالی وضو کے لئے موجود ہو تو وہاں وضو کریں، ورنہ فرش مسجد سے علیحدہ جا کر وضو کریں، غرض وضو کا مستعمل پانی مسجد کے فرش پر ڈالنا منع ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۶۰ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۶/ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب فی احکام الدباغة. مجمع الانهر ص ۱/۵۱، کتاب الطهارة، تحت الفصل الثالث، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، عالمگيری کوئٹه ۱/۲۴، کتاب الطهارة، الباب الثاث فی المياه الفصل الثانی فيما يجوز به التوضؤ ومما يتصل بذلک مسائل.

[2] شامی کراچی ص ۶۵۶/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد. البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۴، باب مايفسد الصلوة، ومايکره فيها، تحت فصل، حلبی کبير

[3] وان غسل رأسه فی المسجد فی انا ء لاباس به اذالم يلوث المسجد بالماء المستعمل فان کان بحيث يتلوث المسجد يمنع منه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی دیوار پر بیٹھ کر وضو کرنا

سوال: ۔محلّہ کی مسجد کے صحن کی دیوار ماہی پشت تھی، جنوب کی دیوار کو محلّہ کی انجمن کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب جو کہ حافظ قاری عالم ہیں، اوپر کے حصے کو توڑ کر چوکور بنواتے ہیں اور اس دیوار پر بیٹھ کر وضو خود بناتے ہیں اور دیگر لوگ بھی وضو اس پر بیٹھ کر بناتے ہیں کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی نفسہ وضو وہاں درست ہے جبکہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرتا ہو[1]، لیکن ہیڈ مدرس صاحب کو مسجد کی دیوار میں از خود متولی اور مصلیوں سے مشورہ کئے بغیر اس تصرف کا حق نہیں تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لان تنظیف المسجد واجب ولوتوضأ فی المسجد فی اناء فهو علی هذه التفصیل (بدائع کراچی ص ۱۱۵، ج ۲، کتاب الاعتکاف، شامی زکریا ص ۴۳۵، ج ۳، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، البحرالرائق ص ۳۰۳، ج ۲، باب الاعتکاف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] وان غسل رأسه فی المسجد فی اناء لابأس به اذالم یلوث المسجد بالماء المستعمل فان کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منه لان تنظیف المسجد واجب ولوتوضأ فی المسجد فی اناء فهو علی هذا التفصیل (بدائع کراچی ص ۱۱۵/ج ۲/ کتاب الاعتکاف، شامی زکریا ص ۳/۴۳۵، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، البحرالرائق کوئٹه ص ۳۰۳، ج ۲، باب الاعتکاف)

وضو کی نالی صحنِ مسجد کے نیچے سے گزرتی ہو تو اس کا حکم

سوال: ۔مسجد کے برآمدہ کے متصل دائیں جانب وضو کرنے کی نالی ہے، اور وہ نالی باہر کے مسجد کے صحن کے نیچے کو نکالی گئی اور باہر والی وضو کی نالی پر آکر مل جاتی ہے، مقصد یہ ہے کہ وضو کا پانی مسجد کے صحن کے نیچے کو گزر جاتا ہے، اس کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ احترام مسجد کے خلاف ہے، آیا نماز میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد بناتے وقت نالی کی یہی صورت رکھی گئی ہے، تو شرعاً درست ہے[1]، اس سے نماز میں فرق نہیں آتا، لیکن اگر اس نالی کا رخ کسی دوسری طرف بدلا جا سکتا ہے تو وہ انسب ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] مستفاد: واذا جعل تحته سرداباًلمصالح المسجد جاز (درمختار مع الشامی کراچی ج۴/ ص۳۵۷/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)

اما لوتمت المسجد یة ثم ارادالبناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق، (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸/ ج۴/ درمختار مع الشامی زکریا ص۵۴۷، و۵۴۸ ، ج:۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۵۱، ج:۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مجمع الانهر ص:۵۹۴، ج:۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیرت)

[2] مستفاد تکره المضمضة والوضوء فیه (ای فی المسجد) الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلک لا یصلی فیه، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، القول فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبه اشاعة الاسلام، دهلی، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۴، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها فصل لمافرغ من بیان الکراهة.

ناک صاف کر کے مسجد سے ہاتھ پونچھنا

سوال:۔ناک چھینک کر مسجد کی دیوار سے انگلی پونچھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلاف تہذیب ہے اور دوسروں کیلئے باعث اذیت اور مسجد سے بے اعتنائی ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں لوٹا رکھ کر اس میں تھوکنا

سوال:۔اگر کسی شخص کو بلغم کھانسی کا عارضہ ہو اور اس کو سردی سے تکلیف ہوتی ہو تو اس کو مسجد میں تھوکنے کے لئے لوٹا رکھنا کیسا ہے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی شخص معذور ہو اور کھانسی کی وجہ سے باہر آکر سردی میں تھوکنا مشکل ہو تو اس کیلئے مسجد میں لوٹا رکھ کر اس میں تھوکنا درست ہے[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولكون المسجد يصان عن القاذورات ولو كانت طاهرة يكره البصاق فيه للحدث المعروف أن المسجد لينزوى من النخامة كماينزوى الجلد من النار (بحر كوئٹه ص ۳۵/ ج ۲/ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، فصل لمافرغ من بيان الكراهة، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، حلبى كبير ص ۶۱۲، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور)

(حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسجد میں کنگھی کرنا

سوال: ۔مسجد کے اندر کنگھی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے جب کہ بال مسجد میں نہ گریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے غسل خانہ میں پاخانہ کرنا

سوال: ۔بغیر اجازت متولی مسجد کے غسل خانہ میں محمد آفاق پاخانہ کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ یہ غسل خانہ صرف استنجاء پاک کرنے کیلئے ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] مستفاد:- یکره البصاق فیه ولایلقی لافوق البواری ولاتحتها (الیٰ قوله) فان اضطرا الی ذٰلک کان البصاق فوق البواری خیرا من البصاق تحتها لان البواری لیست من المسجد حقیقة ولها حکم المسجد (بحر مکتبه ماجدیه کوئٹه ص ۳۵/ ج ۲/ کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، ویکره ..... والوضوء لان ماء ه مستقذر طبعا فیجب تنزیه المسجد عنه کمایجب تنزیهه عن المخاط والبلغم ..... الا فیما اعد لذلک، شامی زکریا ص ۴۳۴/۲، باب مایفسد الصلوة، وما یکره فیها، مطلب فی رفع الصوت بالذکر،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] لان تنظیف المسجد واجب (بدائع کراچی ص ۱۱۵/ ج ۲/ کتاب الاعتکاف، بحر کوئٹه ص ۳۰۳، ج ۲، باب الاعتکاف، ولان تنزیه المسجد من القذ واجب الخ، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص ۴۳۴، ج ۲، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، باب مایفسد الصلوة الخ)

الجواب حامداً ومصلیاً

غسل خانہ میں پاخانہ کرنا منع ہے، متولی کو اس کی اجازت دینا بھی منع ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وضوخانہ کے پاس پیشاب کرنا

سوال: ۔مسجد میں وضوخانہ کے پاس پیشاب خانہ بنانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نمازیوں کی ضرورت کیلئے ہے، اگر کچھ دور ہو تو ٹھیک ہے، تاکہ مسجد میں بدبو نہ آئے، اور وضو کرنے والوں کو اذیت نہ ہو اور ضرورت بھی پوری ہوتی رہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۱۴۰۱ھ

---

[1] و(کذایکرہ) ان یبول قائماً اومضطجعاً اومجرداً من ثوبہ بلاعذر اویبول فی موضع یتوضأ ھو اویغتسل فیہ(درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۴۴/ج ۱/ کتاب الطھارۃ ،فصل الاستنجاء مطلب القول المرجح علی الفعل) عن عبد اللہ ابن مغفلؓ ان النبیﷺ نھی ان یبول الرجل فی مستحمہ وقال ان عامۃ الوسواس منہ (ترمذی شریف ص ۱۲/۱، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ البول فی المغتسل، مطبوعہ بلال دیوبند، مشکوۃ شریف ص۴۳، باب آداب الخلاء الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۴۲، فصل فی الاشتنجاء)

[2] الاول فیما تصان عنہ المساجد یجب ان تصان عن ادخال الرائحۃ الکریھۃ (حلبی کبیر سھیل اکیڈمی لاھور ص ۶۱۰/ فصل فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۲/۴۳۵، کتاب الصلوۃ، مطلب فی الغرس فی المسجد، عمدۃ القاری ص ۳/۱۴۶، الجزء السادس، کتاب الاذان، بیان کراھۃ اکل الثوم وغیرہ من کل مالہ رائحۃ کریھۃ، مطبوعہ بیروت)

مسجد میں چھپکلی مارنا

سوال: ۔مسجد کے اندر چھپکلی مارنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں مارنا چاہئے، اس کو وہاں سے باہر نکال کر مارا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۸/۹۲ھ

مسجد کی چھت پر چڑیا کا شکار

سوال: ۔مسجد کی چھت پر بیٹھ کر بندوق سے چڑیا مارنا یا کسی ایسے درخت سے جس سے گر کر مسجد میں آوے ایسا شکار کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی چھت پر شکار کے لئے چڑھنا منع ہے[2]، اور اسی طرح شکار کھیلنا کہ جانور مسجد

---

[1] متفرع علی مافی الشرح الکبیر فماکان فیه نوع عبادة ولیس فیه اهانة ولاتلویث لایکره والاکره الی ماقال لان تنزیه المسجد من القذ واجب، (حلبی کبیر مطبوعه رحیمیه دیوبند ص۵۶۷/ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ص ۶۱۱/۶۱۲، شامی کراچی ص۲/۴۴۵، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، البحرالرائق ص۲/۳۰۳، باب الاعتکاف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا شتد الحریکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکره الصعودعلی سطحه للضرورة (الهندیه کوئٹه ج۵/ ص۳۲۲/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی زکریا ص۲/۴۲۸، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها الخ، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص۱۱۸، کتاب الحظر والاباحة ومایتعلق بالمساجد، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

میں گرے اور مسجد ملوث ہو یہ بھی منع ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں کبوتر پکڑنا

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ اپنے گاؤں کی مسجد سے کبوتر بغرض شکار پکڑنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفس شکار کرنا کبوتر کا جائز ہے مگر مسجد کا احترام بھی لازم ہے[2]، لہٰذا اس طرح نہ پکڑیں کہ جس سے مسجد کی بے حرمتی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولاتلويث لاتكره والا كره (حلبی كبير رحيميه ص۵۶۷/ فصل فی احكام المسجد، ولان تنزيه المسجد من القذر واجب الخ، حلبی كبير ص ۶۱۲، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ص ۴۴۵، ج۲، باب الاعتكاف، بحر كوئٹه ص ۲/۳۰۳، باب الاعتكاف)

[2] فی بيوت اذن اللّٰه ان ترفع، پاره ۱۸/ سورۂ النور آيت: ۳۶/.

عن واثلة بن الاسقع ان النبی ﷺ قال جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع اصواتكم واقامة حدودكم وسل سيوفكم وتخذوا على ابوابها المطاهر وجمروها فی الجمع، ابن ماجه ص ۵۴، باب مايكره فی المساجد، ابواب المساجد والجماعات، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:- وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے۔ (بیان القرآن)

پرندوں کا گھونسلہ مسجد سے دور کرنا

سوال:۔ پرندوں کا گھونسلہ مسجد یا مکان میں ہوتو اس کو نکال کر پھینک دینا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد میں پرندوں کا گھونسلہ ہواور وہ بیٹ کر کے مسجد کوخراب کرتے ہوں،تو گھونسلہ وہاں سے باہر پھینک دینا درست ہے،مکان سے بھی پھینکنے کی گنجائش ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا مسجد میں جانا

سوال:۔عورتوں کا پردہ کے ساتھ باجازت شوہر کے مسجد میں نماز کیلئے جانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

فتنہ وفساد کی زیادتی کی وجہ سے ممنوع ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ عورتوں کی یہ حالت اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں جانے

---

[1] ولو كان فى المسجد عش خطاف او خفاش يقذر المسجد لابأس برميه بمافيه من الفراخ (هنديه كوئٹه ص ۳۲۱/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى اداب المسجد، بحر كوئٹه ص ۲/۳۵، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، تحت فصل، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۴۳۷، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب فيمن سبقت يده الى مباح)

سے منع فرمادیتے[1]۔ بعض اکابر صحابہ نے تدبیروں سے اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعلیم دینے کے لئے عورتوں کا مسجد میں کو آنا جانا

سوال:۔ بھوپال کی ایک مسجد بنام موتی مسجد مشہور ہے، تقریباً جامع مسجد دہلی کا نقشہ ہے، اس کے تینوں طرف دالان ہے، مشرقی دالان میں چند سالوں سے ایک مدرسہ چل رہا ہے، جس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے، اور تعلیم حاصل کرنے والی نابالغ لڑکیاں ہیں، اوران کو پڑھانے والی بھی تقریباً جوان عورتیں ہیں، جن کا داخلہ مسجد میں آنا جانا ہر حالت میں ہوتا ہے، کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناپاکی کی حالت میں مسجد سے ہوکر گزرنا درست نہیں "ولاتدخل المسجد وکذا الجنب لقوله علیه الصلوٰة والسلام فانی لااحل المسجد لحائض ولاجنب" الخ

---

[1] عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنه قالت لوادرک رسول الله ﷺ مااحدث النساء لمنعهن المسجد (بخاری شریف ص ۱۲۰ / ج ۱ / کتاب الأذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس. تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک ص ۲۰۹، کتاب القبلة، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، مطبوعه عباس احمد الباز مکة المکرمة.

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو پاتے جس کو عورتوں نے ایجاد کرلیا ہے تو ان عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمادیتے۔

[2] ثم شرطت ذلک علی الزبیر فتحیل علیها بان کمن لها لما خرجته الصلوة العشاء فلما مرت به ضرب علی عجیزتها فلما رجعت قالت انا لله فسد الناس فلم تخرج بعد، اوجز المسالک ص ۲/۳۴۳، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

ہدایہ اولین، ص[1]:۶۳/ اس لئے ضروری ہے کہ مسجد سے الگ جانے آنے کیلئے راستہ بنایا جائے تاکہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا مسجد کو گذرگاہ بنانا

سوال:۔ کیا مسجد کے اندر سے مسلم اور غیر مسلم عورتوں کا آنا جانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کو گذرگاہ نہ بنایا جائے، نہ مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے[2] عورتوں کو تو نماز کے لئے بھی مسجد میں آنے سے روک دیا جائے[3] غیر مسلم عورتوں کا وہاں کیا کام ہے، وہ کیوں آئیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۸ھ

---

[1] هدايه ص ۶۳/۱، كتاب الطهارات، باب الحيض والاستحاضه. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، البحرالرائق ص ۱۹۵، باب الحيض، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] لايتخذ طريقافى المسجد بأن يكون له بابان فيدخل من هذاويخرج من ذٰلک (عالمگيرى كوئٹه ص ۳۲۱/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۴۲۸، باب مايفسد الصلوة، مطلب فى احكام المسجد، النهرالفائق ص ۱/۲۸۹، قبيل باب الوتر والنوافل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3] ولايحضرن الجماعات لقوله تعالىٰ وقرن فى بيوتكن وقال صلى الله عليه وسلم صلاتها فى قعر بيتها أفضل من صلاتها فى صحن دارها وصلاتها فى صحن دارها افضل من صلوتها فى مسجدها (بحر كوئٹه ص ۳۵۸/ج ۱/ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عورتوں کا طاق بھرنے کے لئے مسجد میں جانا

سوال:۔ عورتوں کو مسجد کے اندر چراغ جلانے اور خوشبو میں گلگلے لاکر طاق بھرنے یا اور دیگر کاموں کو پورا کرنے کے لئے مسجد کے اندر جانا اور نمازیوں کو وہ گلگلے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد نماز، ذکر وغیرہ عبادت کے لئے ہے، عورتوں کو چراغ جلانے اور خوشی میں گلگلوں سے طاق بھرنے کے لئے وہاں جانے سے روک دیا جائے، جو کچھ صدقہ دینا ہو غرباء کے پاس بھیج دے، چراغ کیلئے تیل وغیرہ دینا ہو تو وہ بھی کسی کی معرفت بھیج دیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ) عن عائشۃ زوج النبی ﷺ تقول لو ان رسول اللہ ﷺ رأی مااحدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل، (مسلم شریف ص ۱۸۳/۱، کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، بخاری شریف ص ۱۲۰/۱، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۸۴/۱، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ذلک، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الأخرۃ ممالیس فیہ توھم اھانتھا وتلویثھا مماینبغی التنظیف منہ ولم تبن لاعمال الدنیا ولو لم یکن فیہ توھم تلویث اھانۃ (حلبی کبیر سھیل اکیڈمی لاھور ص ۶۱۱/ فصل فی احکام المسجد، لان المساجد مابنی الا لھا (ای العبادۃ) من صلوۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمہ وقرأۃ قرآن، البحر کوئٹہ ص ۳۴/۲، کتاب الصلوۃ، فصل لما فرغ من بیان الکراھۃ فی الصلوۃ، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر ص ۶۳/۴، القول فی احکام المسجد، مطبوعہ کراچی)

بازار میں واقع مسجد میں لوگوں کی آمد ورفت کی وجہ سے بے حرمتی کا اندیشہ

سوال:۔ایک مسجد جو کہ بازار میں واقع ہے اور بازار کے لوگ مسجد کے نل سے پانی بھرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ نیز لوگ مسجد کے غسل خانوں میں آکر گندگی بھی کر جاتے ہیں، نیز دیہاتی عورتیں مسجد میں آکر بیٹھتی ہیں، اور کھانا وغیرہ کھاتی ہیں، جس سے مسجد میں چھپکلی اور دوسرے کیڑے مکوڑے آتے ہیں، اور بھی بہت سی بے حرمتی ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ یہ بھی دیکھا گیا کہ غسل خانہ میں لوگ بھنگ بھی پیتے ہیں، تو اس صورت میں مسجد غیر اوقات نماز میں بند کر دی جائے یا بند نہ کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چہ اوقات نماز کے علاوہ مسجد کو بند کر دینا بھی درست ہے[1] مگر مناسب نہیں کہ لوگوں کو پانی کی تکلیف ہوگی جو کام مسجد میں غلط کئے جائیں، ان سے روکنے کے لئے مسجد کے مؤذن کو تنبیہ کر دے یا اعلان لکھ کر لگا دیا جائے،[2] جب بار بار ان کو منع کیا جائے گا تو توقع ہے کہ مان لیں گے، نیز اوقات نماز میں جب وہ مسجد میں آئیں تو ان سے درخواست کی جائے کہ وہ نماز ادا کریں محض بطور مسافر خانہ مسجد کو استعمال نہ کریں،[3] اگر وہاں تبلیغی جماعت کا طریقہ اختیار کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ نفع کی امید ہے، اس سے مسجد کا احترام بھی قلوب میں پیدا ہوگا، جس سے غلط کاموں سے حفاظت رہے گی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۳۹۶ھ

---

[1] و(کرہ) غلق باب المسجد لانه يشبه المنع من الصلوٰة (الیٰ قوله) وقيل لابأس به اذا خيف على متاع المسجد اھ ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مدرسہ کا راستہ مسجد میں

سوال:۔ایک مدرسہ مسجد سے ملحق ہے،اس کا راستہ مسجد کے اندر سے ہے یعنی مسجد ہی کے دروازے سے تو یہ مدرسہ کا راستہ مسجد سے الگ ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مدرسہ مسجد سے ہی متعلق ہے ،اوراس کا دروازہ دوسری جانب نہیں کیا جاسکتا تو مجبوراً مسجد میں آنے جانے کی اجازت ہوگی ،ایسی حالت میں مسجد میں کومرور کی شامی نے

(حواشی صفحہ گذشتہ).....وھو احسن من التقیید بزماننا کمافی عبارة بعضھم فالمدار خشیة الضرر علی المسجد فان ثبت فی زماننا فی جمیع الاوقات ثبت کذلک الافی اوقات الصلوٰة اولا فلا اوفی بعضھا ففی بعضھا (بحر مکتبه ماجدیه کوئٹه ص۳۳/ ج۲/ کتاب الصلوٰة، فصل لما فرغ من بیان الکراھیة فی الصلوٰة، فتح القدیر ص ۱/۴۲۱، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیھا، فصل کره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه دارالفکر بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲/۴۲۸، کتاب الصلوة، مطلب فی احکام المسجد)

۲ فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الأخرة مما لیس فیه توھم اھانتھا وتلویثھا مماینبغی التنظیف منه ولم تبن لاعمال الدنیا، (الی قوله) فماکان فیه نوع عبادة ولیس فیه اھانة ولا تلویث لایکره والا کره (حلبی کبیر سھیل اکیڈ می لاھور ص ۶۱۱/ فصل فی احکام المسجد، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۴، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیھا، تحت فصل)

۳ لان المسجد مابنی الالھا (ای العبادة) من صلوٰة واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقرأة قرآن، (بحر کوئٹه ص۲/۳۴، کتاب الصلوٰة، فصل لمافرغ من بیان الکراھة فی الصلوٰة، حلبی کبیر ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سھیل اکیڈمی لاھور، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کراچی ص۴/۶۳، القول فی احکام المسجد ویکره فیھا، ..... اکل ونوم الا لمعتکف وغریب، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۳۵، ج۲، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد)

گنجائش دی ہے[1]، اگر دوسری جانب کو راستہ بن سکتا ہے، تو دوسری جانب راستہ بنا دیا جائے، یہی احوط ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں چہل قدمی

سوال:۔ وظیفہ پڑھنے والے بعد نماز فجر وعصر اندرون مسجد میں ٹہل ٹہل کر اپنا وظیفہ پڑھتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟ بعض عالم بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اکثر بعد نماز عصر چہل قدمی فرمایا کرتے تھے، اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب کا اس زمین پر چہل قدمی کرنا پسند نہ فرمایا اس لئے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری عطا فرمائی کہ اس پر میرا محبوب چلے جیسا کہ صحاح ستہ میں ہے کہ مسجد ومنبر کے درمیان جو حصہ ہے، وہ اصلی جنت کی کیاریوں میں سے ایک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ٹہلنا وظیفہ کا جز نہیں، افضل وبہتر یہ ہے کہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھ کر یکسوئی سے وظیفہ

---

[1] و(کرہ) اتخاذہ طریقاً بغیر عذر (قولہ بغیر عذر) فلو بعذر جاز (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۶/ ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص ۲/۴۲۸، کتاب الصلوۃ، مطلب فی احکام المسجد، البحر کوئٹہ ص ۲/۳۵، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا تحت فصل)

[2] ان اراد اھل المحلۃ ان یدخوا شیئا من الطریق فی دورھم وذلک لا یضر بالطریق لایکون لھم ذلک ولاھل المحلۃ تحویل باب المسجد من موضع الی موضع آخر، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۵۶، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، قبیل کتاب البیع، فتح القدیر ص ۶/۲۳۶، ۲۳۵، کتاب الوقف، واذا بنی مسجدا، مطبوعہ دارالفکر بیروت، خلاصۃ الفتاوی کراچی ص ۴/۴۲۱، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافہ.

پڑھا جائے، اگر جماعت کا وقت قریب ہو اور نیند کا اثر ہو جس سے یہ خیال ہو کہ ایک جگہ بیٹھ کر انتظار کرنے سے نیند آجائیگی، یا اسی قسم کی کوئی اور ضرورت ہو تو مسجد میں ٹہلنے میں مضائقہ نہیں، لیکن مستقلاً ٹہلنے کیلئے مسجد کو تجویز کرنا بعد فجر یا بعد عصر یا کسی اور وقت مسجد کی غایت اور وضع کے خلاف ہے[1]، مسجد و منبر کے درمیان روضۃ الجنۃ ہونا حدیث سے ثابت ہے[2]، بعد عصر کے علاوہ دیگر اوقات میں اللہ پاک نے اس زمین پر اپنے حبیب ﷺ کا چلنا کیسے پسند کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں ٹہلتے ہوئے تسبیح پڑھنا

سوال:۔ کیا مسجد میں ٹہل کر تسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تسبیح چلتے پھرتے ٹہلتے ہر طرح پڑھنا درست ہے۔

---

[1] لان المسجد مابنی الا لها (لعبادة) من صلوٰة واعتكاف وذكر شرعی وتعليم علم وتعلمه وقرأة قرآن (البحر كوئٹه ص ۳۴/ ج ۲/ كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، حلبی كبير ص ۶۱۱، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شرح الطيبی ص ۲/۲۷۶، باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الاول، تحت حديث من سمع رجلا ينشد ضالة الخ، مطبوعه زكريا ديوبند)

[2] عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما بين بيتی ومنبری روضة من رياض الجنة، مشكوة شريف ص ۶۸، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخاری شريف ص ۱/۲۵۳، كتاب فضائل المدينة، باب كراهية النبی ﷺ ان تعری المدينة، باب، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۱/۴۴۶، كتاب الحج، باب فضل مابين قبره ﷺ ومنبر الخ، مطبوعه رشيديه دهلی.

"اما الذکر فی قوله تعالیٰ فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللّٰه قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم[1] هوا لصلوٰة ولکنه علیٰ احد وجهین اماالذکر بالقلب وهوالفکر فی عظمة اللّٰه تعالیٰ وجلاله وقدرته وفیما فی خلقه وصنعه من الدلائل علیه وعلی حکمه وجمیل صنعه والذکر الثانی الذکر باللسان بالتعظیم والتسبیح والتقدیس وروی عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال لم یعذر احدفی ترک الذکرالامغلوبا علی عقله اھ احکام القرآن[2]، ص ۳۲۳/ج ۲/ قال ابوسعود فی قوله تعالیٰ فاذکروا اللّٰه قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم ای فداوموا علی ذکر اللّٰه تعالیٰ وحافظوا علیٰ مراقبته ومناجاته ودعائه فی جمیع الاحوال حتی فی حال المسابقة والقتال کمافی قوله تعالیٰ اذالقیتم فئة فاثبتو اواذکروا اللّٰه کثیراً لعلکم تفلحون اھ تفسیر ابی السعود ص ۹/[3]، لیکن بلاضرورت مسجد میں ٹہلنا نہیں چاہئے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شاہی مسجد کو تفریح گاہ بنانا

سوال:۔ شہر برہان پور میں شاہی زمانہ کی بنی ہوئی مسجد ہے جو فن تعمیر میں نرالی ہے مگر

---

[1] پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (بیان القرآن)

[2] احکام القرآن للجصاص رازی ص ۲۶۵/ج ۲/ ذکر اختلاف الفقهاء فی الصلوٰة فی حال القتال. مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت،

[3] تفسیر ابی السعود مطبوعه بیروت ج ۲/ص ۲۲۸/ سورۂ نساء آیت: ۱۰۳، تفسیر مظهری ص ۲۲۴، ۲/۲۲۵، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی، روح المعانی ص ۱۳۷/۵، مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

[4] ملاحظه هو حوالۂ بالا.

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد وزن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں، اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے، تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وزن کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت حال مسجد کے منشاء واحترام کے سخت خلاف ہے **فان المساجد لم تبن لھٰذا**، مشکوٰۃ شریف ص ۶۸[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۶ ۱۴۰ھ

مسجد کی زمین اور قبرستان میں فٹ بال کھیلنا

سوال:۔ مسجد کی زمین یا قبرستان میں فٹ بال کھیلنا، ہاکی، اور والی بال، کرکٹ اور بیڈمنٹن کھیلنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد یا قبرستان کے لئے وقف شدہ زمین کا حکم بحیثیت احترام مسجد کا حکم نہیں ہے، ہر جائز کام وہاں درست ہے اور ہر ناجائز کام وہاں ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۱ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۶۸، کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۲۱۰/۱، کتاب المساجد، باب النھی عن نشد الضالۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابوداؤد شریف ص: ۶۸، ج: ۱، کتاب الصلوۃ، باب فی کراھیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند

ترجمہ:- کیونکہ مسجدیں اس کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا

سوال: ۔مسجد کے اندر دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے؟ خزانۃ المفتیین میں جو یہ تحریر ہے کہ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چالیس روز کا عمل برباد کرتا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز کے لئے متعین کی گئی ہے، جہاں بلا غسل جانا ممنوع ہے وہ مسجد ہے،[1] وہاں نماز تلاوت ذکر کے لئے جانا چاہئے،[2] دنیا کی باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھنے پر وعید ہے، جو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ المختار للفتوی فی المسجد الذی اتخذ لصلاۃ الجنازۃ والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا للناس وفیما عدا ذلک لیس لہ حکم المسجد وظاھر ما فی النھایۃ انہ یجوز الوطء والبول والتخلی فی مصلی الجنائز والعید، البحر کوئٹہ ص ۲/۳۶، قبیل باب الوتر والنوافل، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۳۰، باب مایفسد الصلوۃ، قبیل مطلب لابأس دلیل علی المستحب، مجمع الانھر ص ۱/۱۹۱، قبیل باب الوتر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ والمسجد موضع الصلوۃ اعتبارا بالسجود المفردات فی غریب القرآن ص ۲۲۳، السین مع الجیم، مطبوعہ مصر، معجم الصطلحات والالفاظ الفقھیۃ ص ۳/۲۷۸، المسجد، مطبوعہ دارالفضیلۃ القاھرۃ، قواعد الفقہ ص ۴۸۳، التعریفات الفقھیۃ، المیم، دارالکتاب دیوبند) حرم علی الجنب دخول المسجد (بحر کوئٹہ ص ۱/۱۹۵، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، عالمگیری کوئٹہ ص ۱/۳۸، الفصل الرابع فی احکام الحیض، حلبی کبیر ص ۶۰، قبیل فصل فی التیمم، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

۲ ولکنہ یلازم قراءۃ القرآن والذکر والحدیث والعلم ودراستہ وسیر النبی ﷺ وقصص الانبیاء علیھم السلام وحکایۃ الصالحین وکتابۃ امور الدین، (مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۱، باب الاعتکاف، بحر کوئٹہ ص ۲/۳۴، ج ۲۰/ مکروھات الصلوٰۃ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۴۴۲، باب الاعتکاف)

وعید آپ نے نقل کی ہے، وہ محل کلام ہے، اگر جانا ہو تو نماز کے لئے اور تبعاً کچھ مباح بات بھی کرلی اس پر وعید نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

اذان کے وقت مسجد میں بات کرنا

سوال:۔ دو حدیثوں کا مفہوم کہ اذان کے وقت بات کرنے سے ایمان سے جاتے رہنے کا خوف ہے، اور مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ۴۰/ برس کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اکثر بازاروں میں یا نماز کیلئے آتے وقت یا بوقت اذان لین دین یا باتیں کرتے ہیں، اگر کوئی شخص خاموش رہے تو شدید تکلیف ہوگی، ایسے مواقع پر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذان کے وقت باتیں کرنے سے ایمان جاتے رہنے کا خوف کس حدیث میں ہے، مجھے وہ حدیث محفوظ نہیں، آپ لکھیں تو اس کو دیکھا جائے، مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کیلئے بیٹھنا منع ہے[2]، اگر نماز کے لئے مسجد میں جائے اور وہاں کوئی اتفاقیہ تجارت وملازمت وغیرہ کی

---

[1] وصرح فی الظهيرية بكراهة الحديث، ای كلام الناس فی المسجد لكن قيده بأن يجلس لاجله وفی فتح القدير الكلام المباح فيه مكروه يأكل الحسنات وينبغی تقييده بمافی الظهيرية اما ان جلس للعبادة ثم بعدها تكلم فلا (بحر كوئٹه ص ۳۶/ ج ۲/ مكروهات الصلوٰة، الدرالمختار مع الشامی زكريا ص ۳/۴۴۲، باب الاعتكاف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۱، باب الاعتكاف)

[2] الجلوس فی المساجد لتكلم احاديث الدنيا يحرم بالاتفاق وماسواه قيل يجوز الكلام المباح من الدنيا (نفع المفتی والسائل ص ۱۱۶، مطبوعه رحيميه ديوبند، كتاب الحظر والاباحة، مايتعلق بالمساجد، شامی زكريا ص ۲/۴۳۶، كتاب الصلوة، مطلب الغرس فی المسجد، عالمگيری كوئٹه ص ۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة)

باتیں بھی کسی سے کرلے تو یہ اس حکم میں نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں دنیا کی بات

سوال:۔ (۱) مسجد کے اندر بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنا (۲) مسجد میں اخبارات کا پڑھنا کیونکہ بعض اوقات اذان کے بعد سنت پڑھتے ہیں، ایسی حالت میں جب کہ دیگر نمازی سنتیں ادا کررہے ہوں تو اخبارات کا آواز کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱و۲) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا ناجائز ہے، البتہ اگر نماز وغیرہ عبادات کیلئے مسجد میں آنے کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو مباح کلام کرنا ایسے طریقہ پر کہ دوسرے عبادت کرنے والوں کو اذیت نہ ہو درست ہے، اور غیر مباح کلام جیسے فحش گفتگو اور جھوٹے قصے کسی طرح درست نہیں اور ایسی حالت میں اخبار کا بلند آواز سے پڑھنا کہ نمازیوں کو اذیت ہو درست نہیں۔ کذا فی نفع المفتی والسائل[2] ۱۲۹/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ج ۲/ ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۹ ج ۲/ ۵۴ھ

---

[1] وصرح فی الظهيرية بكراهة الحديث اى كلام الناس فى المسجد لكن قيده بان يجلس لاجله ..... وينبغى تقييده بما فى الظهيرية اما ان جلس للعبادة ثم بعدها تكلم فلا، بحر كوئٹه ص ۲/۳۶، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، تحت فصل، شامى زكريا ص ۲/۴۳۶، كتاب الصلاة، مطلب فى الغرس فى المسجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد.

(حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں سیاسی اقتصادی باتیں کرنا

سوال: ۔مسجد میں دینی باتوں کے علاوہ سماجی سیاسی اقتصادی باتیں کی جاسکتی ہیں، یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیا

مسجد اللہ کا گھر ہے جوکہ اس کی عبادت کیلئے ہے اس میں دنیا کی باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا اسکے ادب واحترام کے خلاف ہے اس سے نیکیاں اسی طرح برباد ہوجاتی ہیں جس طرح آگ سے لکڑی جل جاتی ہے[۱]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۲] الجلوس فی المساجد لتکلم احادیث الدنیا یحرم بالاتفاق وماسواہ قیل یجوز الکلام المباح من الدنیا ولایجوز الکلام المنکر کالقصص وحکایات الدنیا الکاذبة (نفع المفتی والسائل، ص ۱۱۶/کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق بالمساجد، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شامی زکریا ص ۲/۴۳۶، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] والکلام المباح ..... انه یاکل الحسنات کما تأکل النار الحطب (الاشباہ والنظائر ص ۲۰۲، القول فی احکام المسجد، مطبوعہ مکتبہ اشاعة الاسلام دهلی) والکلام المباح فیه مکروہ یاکل الحسنات (فتح القدیر دارالفکر ص ۴۲۲/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، قبیل باب صلوٰة الوتر) والکلام المباح وقیدہ فی الظهیریة بان یجلس لاجله فانه حینئذ لایباح بالاتفاق لان المسجد مابنی لامور الدنیا (الیٰ قوله) کما جاء "الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کماتاکل البهیمة الحشیش" (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۶۲/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سهیل اکیڈمی لاهور)

مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا

سوال:۔عرض یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر کچھ آدمی مسجد کی بابت مشورہ کر سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بلاشور وشغب کے اس طرح بیٹھ کر مشورہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کا ادب ملحوظ رہے اور کسی کی نماز میں خلل نہ آئے[1] مسجد کی ضروریات مثلاً تقررِامام وتعین اوقات نماز وغیرہ کے متعلق مشورہ کرنا دنیا کی بات نہیں ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں الیکشن کا مشورہ کرنا

سوال:۔اگر کوئی شخص الیکشن کے سلسلہ میں کوئی سیاسی میٹنگ مسجد میں کر کے مسجد کو انتخابی اور سیاسی پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرے تو کیا از روئے شریعت یہ درست ہے،اور ایسے آدمیوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجدیں دنیاوی الیکشنوں کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں،ایسے کام مسجد میں نہ کئے جائیں،جو

---

[1] حرمة المسجد خمسة عشر السادس ان لايرفع فيه الصوت من غير ذكر الله الكلام المباح من حديث الدنيا يجوز فى المساجد، (الهنديه ص ۳۲۱/ ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى اٰداب المساجد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، حلبى كبير ص ۶۱۰، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، شامى زكريا ص ۲/۴۳۶، كتاب الصلوة، مطلب فى الغرس فى المسجد)

ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

مسجد کے دروازہ پر لغویات کی مجلس

سوال:۔ حدود مسجد کے دروازہ پر نماز کے وقت یا غیر وقت نماز میں چند حضرات جمع ہوتے ہیں، جن میں اہل دین کی سمجھ رکھنے والے اور کچھ کم سمجھ رکھنے والے دونوں قسم کے افراد ہوتے ہیں، اور وہاں بیٹھ کر لایعنی باتیں کرتے رہتے ہیں، کبھی فلمی کہانی وہاں بیٹھ کر ہوتی ہیں، اور کبھی کوئی گانا بھی گالیتا ہے اور کبھی باتوں میں گالی بھی ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں، اور دوسری بھی ناجائز باتیں اور غیبت وغیرہ بھی ہوجاتی ہے تو کیا ایسے حضرات کو حدود مسجد کے دروزاہ پر بیٹھنے سے روکا جائے یا نہیں ان کو روکنے کا کس کو حق ہے، اگر متولی صاحب یا مسجد کے اہل جماعت میں سے کسی نے ان کو بیٹھنے سے منع کیا اس کے باوجود وہ نہ مانے اور دروازہ پر بیٹھنا جاری رکھیں تو اس کا کیا گناہ ہوگا اور اور کوئی دوسرا شخص کچھ دیر کے لئے ان کے ساتھ ایسے ہی تفریحاً بیٹھ جائے تو کیا وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی مجالس کرنا خاص کر حدود مسجد میں شرعاً قبیح و مذموم ہے[2]، ان لوگوں کو متولی اور

---

[1] فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الاخرۃ ممالیس فیه توهم اهانتها وتلویثها مما ینبغی التنظیف منه ولم تبن لاعمال الدنیا ولولم یکن فیه تلویث واهانة الخ، (حلبی کبیر ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر ص ۲/۳۴، فصل کره استقبال القبلة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری دارالکتاب ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ)

(حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

دوسرے بااثر لوگ فہمائش کریں کہ شرعاً غیبت کرنا گالی دینا وغیرہ جائز نہیں گناہ ہے[۱]، ایسی چیزوں سے باز آنا اور توبہ کرنا ضروری ہے[۲]، سب کو اپنے اپنے جائز کام میں مشغول رہنا چاہئے، وقت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کی جائے، لغویات میں اس کو ضائع کرنا بڑی دولت کو برباد کرنا ہے[۳]، ایسے آدمیوں سے لڑائی نہ کی جائے کہ اس کے نتائج نہایت خراب ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/۹۳ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ الجلوس فی المساجد لتکلم احادیث الدنیا یحرم بالاتفاق وماسواہ قیل یجوز الکلام المباح من الدنیا ولایجوز الکلام المنکر کالقصص وحکایات الدنیا الکاذبة، (نفع المفتی والسائل ص ۱۱۶، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق بالمساجد، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شامی زکریا ص ۲/۴۳۶، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ سباب المسلم فسوق (الحدیث مشکوٰة شریف ص ۴۱۱، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- مسلمان کو گالی دینا فسق ہے،

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیبة اشد من الزنا (مشکوٰة شریف ص ۴۱۵/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔

۲ ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة، تفسیر روح المعانی ص ۱۵/۲۳۶، سورۃ التحریم تحت آیت: ۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شرح للنووی علی الصحیح المسلم ص ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، مکتبہ رشیدیہ دهلی، المفهم شرح المسلم للقرطبی ص ۷/۲۷، کتاب الاذکار، باب تجدید الاستغفار والتوبة، دارابن کثیر بیروت.

۳ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ "نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ، (بخاری شریف ص ۲/۹۴۹، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں جلسہ وتقریر

موجودہ زمانہ میں جب کہ مساجد میں جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، جو اپنے اندر بہت سی پیچیدگیوں کے حامل ہوتے ہیں، جن میں علاوہ تقاریر کے شوروغل ہاتھا پائی اور گالی گلوچ تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے، اور ایک دوسرے پر آوازے کسے جاتے ہیں، اور طعن وتشنیع سے کام لیا جاتا ہے، بعض اوقات تو اکثر سامعین اور بعض مقررین حضرات ایسی پستی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، جس کا ثبوت قہوہ خانوں میں بھی محال ہے، ایسے افعال کے مرتکب مساجد کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احکام شرعیہ بیان کرنے کیلئے مسجد میں جلسہ کرنا درست ہے[1]، مقرر اور واعظ کو چاہئے کہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حاضرین کو سنائے اور سمجھائے، اور سامعین کو بھی چاہئے کہ نہایت ادب اور احترام سے اس کو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لاعیش الا عیش الآخرة، مطبوعه اشرفی دیوبند، وقال الطیبیؒ: ضرب النبی ﷺ للمکلف مثلا بالتاجر الذی له رأس مال فهو یبتغی الربح مع سلامة رأس المال ..... فالصحة والفراغ رأس المال وینبغی له ان یعامل الله بالایمان ومجاهدة النفس ..... وعلیه ان یجتنب مطاوعة النفس ومعاملة الشیطان لئلا یضیع رأس ماله مع الربح، (فتح الباری ص۵، ج۱۳، کتاب الرقاق باب ماجاء فی الرقاق، وان لاعیش الا عیش الآخرة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح الطیبی ص۳۲۵/۹، اول کتاب الرقاق، مطبوعه زکریا دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] حرمة المسجد خمسة عشر والسادس: ان لایرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰه تعالیٰ (عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۱/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی اداب المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۰، ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد)

سنیں اور عمل کریں، جو صورت سوال میں درج ہے اس طریقہ پر جلسہ کرنا اور ایسی حرکات کا ارتکاب احترام مسجد کے قطعاً خلاف اور ناجائز ہے، فقہاء نے ''احکام مسجد'' میں ایسے شور وغل اور لڑائی کو بالکل ممنوع تحریر کیا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/صفر ۵۶ھ

مسجد میں سیاسی جلسہ وغیرہ

سوال:۔ شہر جل گاؤں میں ایک جامع مسجد ہے اس کی ایک کمیٹی ہے کمیٹی کے صدر محمد موسیٰ مالی اعتبار سے ذی حیثیت ہیں مگر کردار کے لحاظ سے شرابی ہیں، زانی ہیں، شراب کا باقاعدہ پرمٹ حکومت سے حاصل کر رکھا ہے، اور ہر ماہ سینکڑوں روپیہ کی شراب آتی ہے، اب چیرمین بھی منتخب کر لئے گئے، جامع مسجد میں آپ کا استقبال کیا گیا مسجد کے اندر آپ کی شان میں قصائد بھی پڑھے گئے واہ واہ کے نعرے اور تالیاں بھی بجائی گئیں سوال یہ ہے کہ سیاسی جلسہ مسجد میں کرنا کیسا ہے، اور موصوف کا استقبال مسجد کے اندر کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدر کمیٹی مسجد متقی آدمی ہونا چاہئے[2]، مسجد کو اس قسم کی محفلوں سے پاک صاف رکھا

---

[1] راجع عنوان ''مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے حدیث پاک''

[2] ولایولی الا امین قادر بنفسه (الیٰ قوله) الناظر اذافسق استحق العزل (شامی کراچی ص ۳۸۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، شامی زکریا ص ۵۷۹، ۵۷۸، ج۶، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم الخ، البحر کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

جائے، تالیاں بجانا اور اس قسم کا شور وشغب احترام مسجد کے خلاف ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۸۶ھ

مسجدیں سیاسی جلسوں کے لئے نہیں

سوال:۔(۱) کیا یہ مسجدیں جلسوں کیلئے ہیں، جھوٹا پروپیگنڈا کر کے غلط باتیں بیان کر کے، فریب وچالاکی سے چندہ جمع کرنا جائز ہے، کیا یہ مسجدیں دینی وعظ کیلئے نہیں ہیں؟

(۲) جو شخص مسجد میں وعظ وذکر سے روکے وہ کیسا ہے، اور جو سیاسی جلسوں کی اجازت دے اور کرائے وہ کیسا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجدیں، نماز، تلاوت، ذکر دینی، وعظ وتبلیغ کیلئے ہیں[2]، سیاسی جلسوں کے لئے کوئی اور میدان تجویز کیا جائے، کیوں کہ آج کل عامۃً سیاسی جلسے حدود شرع میں نہیں ہوتے، جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا شور وشغب بھی بہت اور حدود سے متجاوز ہوتا ہے۔

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال جنبوا مساجد کم صبیا نکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم الخ (الترغیب والترھیب للمنذری مطبوعہ دارالفکر ص ۱۹۹/ ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ، الترغیب فی تنظیف المساجد وتطھیر وماجاء فی تجمیرھا)

ترجمہ:- بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو محفوظ رکھو بچوں سے پاگلوں سے بیع وشرا سے مقدمات سے اور آواز بلند کرنے سے۔

[2] لان المساجد مابنی الا لھا من صلوٰۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمہ وقراۃ قرآن (بحر کوئٹہ ص ۳۴/ ج ۲/ کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کراچی ص ۶۳/۴، القول فی احکام المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوسھیل اکیڈمی لاھور)

(۲) اگر وعظ وذکر سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آتا ہو اور وعظ بھی صحیح صحیح ہو تو اس کو روکنا ظلم ہے بلکہ بڑا ظلم ہے۔ ''لقوله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه'' (الایة)[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا

سوال:۔ جبکہ مسجد کے اندر ممبر ہے، اور وہ پیوست ہے باہر نہیں آسکتا، تو اس شکل میں اگر کوئی دینی وعظ ونصیحت کرنے والا مسجد کے برآمدہ میں یا فرش پر جہاں منبر نہیں ہے، وہاں کرسی یا موڑھا، بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت لوگوں کو سنائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منبر نہ ہو تو کرسی یا موڑھا بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ وتقریر درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴/

ترجمہ:- اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

[2] قال ابو رفاعة انتهیت الی النبی صلی الله علیه وسلم وهو یخطب قال فقلت یارسول الله صلی الله علیه وسلم رجل غریب جاء یسئل عن دینه لایدری مادینه قال فاقبل علیّ رسول الله صلی الله علیه وسلم وترک خطبته حتی انتهی الی فاتی بکرسی حسبت قوائمه حدیدا قال فقعد علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم وجعل یعلمنی مماعلّمه الله ثم اتی خطبته فاتم اٰخرها ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں کرسی پر وعظ کہنا

سوال:۔اکثر علماء مسجد کے اندر کرسی کے پائے دھلوا کر اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا ناجائز ہے، لہٰذا ان لوگوں کو شریعت کی روشنی میں مطلع فرمائیے کہ کرسی پر بیٹھ کر مسجد کے اندر علماؤں کا وعظ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم شریف ص:[1]۲۸۷/ج ۱/میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں کرسی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....(مسلم شریف، مکتبہ رشیدیہ دھلی ،ص۲۸۷/ج ۱/ کتاب الجمعة، فصل فی اجابة الخطیب لمن سأله عن شئی من الدین اوغیره، نسائی شریف ص۲۵۷/۲، کتاب الزینة، باب الجلوس علی الکراسی، مطبوعه مکتبه فیصل دیوبند)

ترجمہ:-حضرت ابورفاعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جبکہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، راویؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! پردیسی آدمی ہے اپنے دین کے متعلق پوچھنے آیا ہے، اسے معلوم نہیں کہ اس کا دین کیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب متوجہ ہوئے اور خطبہ ترک فرمادیا، یہاں تک کہ میرے پاس تشریف لے آئے، اس کے بعد کرسی لائی گئی میرے خیال میں اس کے پائے لوہے کے تھے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کرسی پر بیٹھ گئے اور مجھے تعلیم دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تعلیم فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے خطبہ شروع فرمادیا اور اس کے پایہ تکمیل تک پہنچادیا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال ابورفاعة انتهیت الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهو یخطب قال فقلت یارسول اللّٰه رجل غریب جاء یسئل من دینه لایدری مادینه قال فاقبل علیّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وترک خطبته حتی انتهی الیٰ فاتی بکرسی حسبت قوائمه حدیداً قال فقعد علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وجعل یعلمنی مماعلمه اللّٰه ثم اتی خطبته فاتم اٰخرها (مسلم شریف ص۲۸۷/۱، کتاب الجمعة، فصل فی اجابة الخطیب لمن سأله عن شیء من الدین او غیره، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند)

ترجمہ:-حضرت ابورفاعہؓ کہتے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا..... **(باقی حاشیہ اگے صفحہ پر)**

پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے، کرسی کے پائے لوہے کے معلوم ہوتے تھے، الادب المفرد[1]، ص ۲۱۰ ر میں بھی امام بخاریؒ نے اس کو ذکر فرمایا ہے جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں پڑھنے کے لئے آنیوالے بچوں سے تقریر کرانا

سوال: ۔مسجد میں جو بچے پڑھنے آتے ہیں ان سے صبح کے وقت نظمیں نعت اور تقریر وغیرہ کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں جو بچے پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کی تعلیم کے لئے ان کو تقریر کی مشق کرانا اور نعت پڑھوانا بھی درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، راویؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ پردیسی آدمی اپنا دین معلوم کرنے کیلئے آیا ہے، نہیں جانتا کہ اسکا دین کیا ہے، روایؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب متوجہ ہوئے اور خطبہ چھوڑ کر میرے پاس تشریف لے آئے اسکے بعد ایک کرسی لائی گئی میرے خیال میں اسکے پائے لوہے کے تھے، راویؓ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ نے خطبہ شروع کر دیا، اور اسکو پایہ تکمیل تک پہنچایا، اور سکھانے لگے مجھے وہ باتیں جو اللہ نے آپکو تعلیم فرمائی تھیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الادب المفرد، ص ۱۷۱ ر باب الجلوس علی السریر. نسائی شریف ص ۲/۲۵۷، اواخر کتاب الزینة، باب الجلوس علی الکراسی، مطبوعه فیصل دیوبند.

[2] فلا یجوز لاحد مطلقا ان یمنع مومنا من عبادة یأتی بها فی المسجد لان المسجد مابنی الا لها من صلاة واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقراءة قرآن، البحر کوئٹه ص ۲/۳۴، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهیة فی الصلاة، شامی کراچی ص ۶/۴۲۸، کتاب الحظر والاباحة، فسل فی البیع،

مسجد میں نعت پڑھنا

سوال: ۔مسجد میں بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پڑھ سکتا ہے، جبکہ مضمون صحیح ہو اور کوئی خارجی مفسدہ بھی نہ ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۲ھ

تصویر دار اخبار مسجد میں پڑھنا

سوال: ۔مسجد میں اخبار لیجانا جس میں تصویریں ہوں، نیز مسجد میں اخبار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تصویریں جاندار کی رکھنا اپنے مکان میں بھی منع ہے[2]، چہ جائیکہ مسجد میں اس لئے مسجد

---

[1] وقد اخرج الامام الطحاوی فی شرح مجمع الاثار انه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی ان تنشد الاشعار فی المسجد الخ ثم وفق بینه وبین ماوردانه صلی الله علیه وسلم وضع لحسّان منبراً ینشد علیه الشعر ،بحمل الاول علی ماکانت قریش تهجوه به ونحوه مما فیه ضرر اوعلی مایغلب علی المسجد حتی یکون اکثر من فیه متشاغلابه (شامی کراچی ، ص ۶۶۰/۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی انشاد الشعر، فتح الباری ص ۲/۱۲۱، کتاب الصلوة، باب الشعر فی المسجد، رقم الحدیث (۴۵۳) مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه)

[2] تکره کراهة جعل الصورة فی البیت للحدیث (شامی کراچی ص ۶۴۹/۱/ کتاب الصلوة، مکروهاة الصلوٰة، مطلب اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة اولی، النهر الفائق ص ۲۸۴/۱، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲/۲۷، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

میں نہ لیجائیں، اخبار میں عامۃً سچی جھوٹی، جائز نہ جائز سب قسم کی باتیں ہوتی ہیں، اس لئے احتیاط یہ ہے کہ اس کو مسجد میں نہ پڑھا جائے، کوئی خاص ضروری وقتی چیز ہو تو اتفاقاً مسجد میں بھی گنجائش ہے ورنہ اخبار کی جگہ مسجد کو تجویز نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۹ھ

مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے وعظ سننا

سوال:۔(۱) ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ مسجد میں رکھ کر تلاوت قرآن یا کسی مقرر کی تقریر سنی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) زید جامع مسجد میں اعلان کرتا ہے کہ آج بعد نمازِ عشاء اس مسجد میں فلاں شخص کی تقریر ہوگی، آپ حضرات تشریف لائیں بچوں کو بھی لاویں، عورتوں کے بیٹھنے کا معقول انتظام ہے، لیکن بعد نمازِ عشاء بذریعۂ ٹیپ ریکارڈ تقریر سنوائی جاتی ہے، تو زید کے اس بیان یا اعلان پر کیا حکم ہے؟

(۳) یہ کہ جملہ مسلمان اس جلسے میں شریک ہوکر بذریعہ ٹیپ ریکارڈ مسجد میں تقریر سنیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ از روئے شرع جواب مرحمت فرمائیں؟

---

[1] یکره کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد (هندیه، بلوچستان کوئٹه، ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس فی آداب المسجد، الجلوس فی المساجد لتکلم احادیث الدنیا یحرم بالاتفاق وماسواه قیل یجوز المباح من الدنیا ولایجوز الکلام المنکر کالقصص وحکایات الدنیا الکاذبة، نفع المفتی والسائل ص ۱۱۶، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق بالمساجد، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، شامی زکریا ص ۲/۴۳۶، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد)

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۳) فی نفسہ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے اگر تلاوت کلام پاک یا وعظ کی آواز آئے تو اسکا سننا مسجد اور غیر مسجد سب جگہ درست ہے، لیکن اگر مسجد میں یہ طریقہ شروع کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ ہر قسم کی چیزوں کیلئے مکانات کی طرح مسجد میں بھی ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کا استعمال ہونے لگے گا، اور جائز اور ناجائز کی کوئی تمیز باقی نہ رہیگی، اسلئے مسجد میں ایسی چیزوں سے احتراز کیا جائے[1]، تقریر کا اعلان کر کے ٹیپ ریکاڈ سے تقریر سنوانے میں ایک قسم کا فریب ہے، لوگ یہی سمجھیں گے کہ واقعۃً تقریر ہوگی، حالانکہ وہ تقریر کی نقل ہے، جب ان جلسوں اور تقریروں کا حال معلوم ہوگیا تو انکے سننے کا بھی حال خود بخود واضح ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۴ھ

مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے قرآن سننا

سوال:۔ ہمارے یہاں جامع مسجد کے امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آجکل باہر سے جو ٹیپ ریکارڈ آرہے ہیں، اس میں دینی تقاریر کے علاوہ نماز اور اذان وغیرہ بھی بھرے ہوئے ہوتے ہیں، تو امام صاحب نے رمضان شریف میں آخیر عشرہ کی طاق راتوں میں مسجد میں رکھ کر عوام کو سنایا بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ مسجد کے باہر رکھ کر سنایئے، امام

---

[1] ان المساجد بنیب لاعمال الآخرة ممالیس فیه توهم اهانتها وتلویثها مما ینبغی التظیف منه ولم تبن لاعمال الدنیا ولو لم یکن فیه توهم تلویث واهانة علی مااشار الیه قوله علیه الصلوة والسلام فان الساجد لم تبن لهذا فما کان فیه نوع عبادة ولیس فیه اهانة ولاتلویث لایکره والا کره ولهذا نثر علیه الاسلام مالا اتاه من البحرین وقسمه فیه لکونه نوع عبادة ولیس فیه امتهان بخلاف اقامة الحدود ونحوها لان فیه امتهانا، حلبی کبیر ص۵۶۷، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند، ایضا ص ۶۱۱، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

صاحب نے کہا کہ مسجد میں رکھ کر سنا سکتے ہیں، ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں ایک قوی اندیشہ تو یہ ہے کہ لوگ صرف ٹیپ ریکارڈ کو سننے پر کفایت کریں گے، اور اسی سے شوق پورا کرلیا کریں گے، خود تلاوت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے، اور پھر یہ بھی احتمال ہے کہ دوسرے لوگ غلط قسم کی چیزیں سنانے لگیں اور اس سے استدلال کرینگے، لہٰذا اس طریقہ کو بند کردیا جائے، کیونکہ یہ چیزیں بڑھتے بڑھتے دور تک پہنچ جاتی ہیں، بعض جگہ یہ بھی ہے کہ نماز کا وقت آیا اور اذان کا ریکارڈ بجالیا اور سمجھ لیا کہ اذان ہوگئی پھر امامت کا ریکارڈ بجادیا، اور اس کا بھی اقتداء کرلیا حالانکہ اس طرح اذان ہوئی نہ امامت ہوئی نہ اقتداء صحیح ہوا نہ نماز ادا ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

مسجد میں چندہ کرنا

سوال:۔ مسجد کے اندر مدرسہ کا چندہ اس طرح سے مرحبا اور سبحان اللہ بول کر وصول کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دینی ضرورت کے لئے مسجد میں چندہ کرنا مرحبا اور سبحان اللہ کہہ کر درست ہے، مگر نمازیوں کی نماز میں خلل وتشویش نہ ہونے پائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

---

[1] یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذالم یتخط ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں چندہ کا اعلان کرنا

سوال:۔ آج کل ہر جگہ چندہ کنندگان مسجد، مدرسوں، انجمنوں، عیدگاہوں، یتیم خانوں، بورڈنگوں، اسکولوں، مقبروں، گورکنوں کے اعلان مسجد میں کرتے ہیں، حتی کہ کسی چیز کے گم ہونے کا اعلان کرتے ہیں، اور ملی ہوئی چیز کا بھی اظہار مسجد میں کیا جاتا ہے، علاوہ ازیں پیر کے بیٹے بیٹیوں کی شادی، مؤذن وامام کی امداد کی بار بار پکار مسجدوں میں کررہے ہیں، حالانکہ امام ومؤذن کو تنخواہ بھی ملتی ہے، تو یہ کام مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب کام مسجد سے باہر مناسب ہیں کیونکہ بسا اوقات ان چیزوں میں بات حد پر قائم نہیں رہتی بلکہ شوروشغب تک نوبت آجاتی ہے، اور گم شدہ چیز کو تلاش کرنے کی تو مسجد میں ممانعت بھی ہے[1]، اسی طرح ملی ہوئی چیز کا اعلان بھی مسجد سے باہر کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....رقاب الناس (قولہ الا اذا لم یتخط) ای ولم یمر بین یدی المصلین فالکراھة للتخطی الذی یلزمه غالباً الایذا واذا کانت هناک فرجة یمر منها لا تخطی فلاکراھة کمایؤخذ من مفهومه(شامی کراچی ،ص ۴۱۷/ج۶/ کتاب الحظر والا باحة ،فصل فی البیع، النهرالفائق ص ۳۶۵/۱، باب صلاة الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۷۶/۴، کتاب الصلوة، الثالث والعشرون فی الجمعة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رایتم من یبیع او یبتاع فی المسجد نقول لا اربح اللہ تجارتک واذا رایتم من ینشد فیه ضالة فقولوا لا رد اللہ علیک رواه الترمزی والدارمی، (مشکوة ص ۷۰، باب المساجد، الفصل الثانی، یاسر ندیم دیوبند)ویکره الاعطاء وانشاد ضالة بحذف (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۶۰/۱، کتاب الصلوٰة، مطلب فی انشا دالشعر، حلبی کبیر ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور)

مسجد میں مسجد کے لئے چندہ

سوال: ۔مسجد کے اندر دنیا کی باتیں کرنا منع ہے دنیاوی باتوں کی وضاحت کیلئے مسجد کے اندر ختم شریف کے سلسلہ میں جو چندہ ہوتا ہے وہ چندہ نام بنام لکھا جاتا تھا، تو ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ دنیا کی خرافات نہ ہونی چاہئے دوسرے شخص نے کہا کہ تمام مسجدوں میں امام صاحب کیلئے چندہ ہوتا ہے، اور دیا جاتا ہے، تو مذکورہ بالا حضرت بولے کہ مسجد کے اندر لینا دینا دونوں حرام ہیں، حرام کی وضاحت نہیں کی، تو آیا یہ سچ ہے کہ لینا دینا دونوں حرام ہیں، اور باتیں کس قسم کی ہونا چاہئے مسجد میں تعمیری وانتظامی کام سب ہی ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دنیا کی باتیں جیسے خرید وفروخت کی باتیں مقدمات کی باتیں کھیت اور باغ کی باتیں، یہ سب دنیاوی باتیں ہیں، مسجد کی تعمیر یا امام کی تنخواہ کیلئے چندہ مسجد میں کرنا منع نہیں[1]، بشرطیکہ شور وشغب نہ ہو جیسا کہ عامۃً آج کل ہوتا ہے، کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، غیرت دلاتے ہیں کہ کم چندہ دینے پر جھگڑتے ہیں، غرض کہ احترام ملحوظ نہیں رکھتے، یہ طریقہ منع ہے[2]،

---

[1] یکرہ اعطاء سائل المسجد الااذا لم یتخط رقاب الناس، لان علیا تصدق بخاتمه فی الصلوٰۃ فمدحه اللّٰه بقوله ویؤتون الزکاۃ وهم راکعون (درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ ص۴۱۷/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع، النهر الفائق ص۳۶۵/۱، باب صلاۃ الجمعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بزازیه علی الهندیة ص۴۷۶/۴، کتاب الصلوۃ، الثالث والعشرون فی الجمعة، مطبوعه کوئٹه)

[2] حرمة المسجد خمسة عشر،السادس ان لایرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰه والخامس عشر ان یکثر فیه ذکر اللّٰه تعالیٰ ملخصا (الهندیه مصری ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

ختم شریف کیلئے جو چندہ کیا جاتا ہے، وہ اکثر زور دے کر لیا جاتا ہے، اور اس میں زیادہ تر دکھاوا اور مقابلہ مدنظر ہوتا ہے یہ بھی منع ہے[1] مسجد میں تلاوت، تسبیح، درود شریف، استغفار میں مشغول رہنا چاہئے، ایسے طریقہ پر کہ نمازیوں کو تشویش نہ ہو، اگر مسائل کی تعلیم دی جائے تو یہ بھی مسجد میں درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا

سوال:۔ ایک صاحب کا اعتراض ہے کہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان حدیث کی رو سے درست نہیں ہے، اس سلسلے میں حدیثوں کا مطالعہ کیا تو ہر جگہ ضالۃً کا لفظ ملا مثلاً "**عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم من سمع رجلاً ينشد ضالة فى المسجد فليقل لاردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهٰذا رواه مسلم**" (مشکوٰۃ) لغات میں ضالۃً گم شدہ اونٹ یا جانور کو کہتے ہیں، لہٰذا مطلب کو مخصوص ہی معنی میں لیا جا سکتا ہے، کہ کسی گم شدہ اونٹ یا جانور کا اعلان مساجد میں نہ کرنا چاہئے "**فان المساجد لم تبن لهٰذا**" سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ مساجد کی ساخت اس کیلئے نہیں ہے، اور نہ اس کا محل ہے،

---

[1] عن جندب قال قال رسول الله ﷺ من سَمَّعَ سَمَّعَ الله به ومن يرائى يرائى الله به متفق عليه، (مشكوة شريف ص ۲/۴۵۴، كتاب الادب، باب الرياء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] فالاسرار افضل حيث خيف الرياء اوتأذى المصلين اوالنيام والجهر افضل حيث خلاممما ذكر (شامى كراچى ص ۳۹۸/ ج ۶/ كتاب الحظروالا باحاحة، فصل فى البيع، لان المسجد مابنى الا لها من صلاة او اعتكاف وذكر شرعى وتعليم علم وتعلمه وقراءة قرآن الخ، البحر الرائق ص ۲/۳۴، باب مايفسد الصلاة الخ، تحت فصل، مطبوعه الماجديه كوئٹه، غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر للحموى ص ۴/۶۳، الفن الثالث، القول فى احكام المسجد، مطبوعه كراچى)

عین الہدایہ میں بھی فوائد کے ذیل میں مرقوم ہے کہ منجملہ مکروہات کے گم شدہ جانور کا پتہ ڈھونڈنا، میرا خیال ہے کہ مساجد کی حدود میں گم ہونے والی چیزوں کا اعلان یا دریافت اس ذیل میں نہیں آتا، لیکن شارحین حدیث اور فقہاء نے مطلقاً کسی چیز کے گم ہونے کے اعلان کو ناجائز یا مکروہ لکھا ہو تو سمعنا واطعنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قولہ وانشاد ضالة هی الشی الضائع وانشاد ها السوال عنها فی الحدیث اذا رأیتم من ینشد ضالة فی المسجد فقولوا لارد هاالله علیک شامی[1]، ج ۱/ ص ۴۷۳/ قال ابن الاثیر وهی الضائعة من کل شئی من الحیوان وغیرہ نهایة[2] ج ۲/ ص ۲۶/ واما انشاد الضالة فالمنهی عنه رفع الصوت بذٰلک اذفیه الاضرار دون غیرہ وفیه سوء تادیب نسبة الیٰ المسجد الکوکب الدری[3]، ص ۱۵۴/ ج ۱/ واما انشاد الضالة فله صورتان احداهما ان ضل شئی فی خارج المسجد وینشد ہ فی المسجد لاجتماع الناس فهوا قبح واشنع وامالو ضل فی المسجد فیجوز الانشاد بلا شغب العرف الشذی[4] ص ۸۰/ هکذا فی معارف السنن ج ۳/ ص ۳۱۳/ عبارات منقولہ سے مسئلہ کی حیثیت واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ص: ۶۶۰/ ج: ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی انشاد الشعر. حلبی کبیر ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] النهایة فی غریب الحدیث ص ۳/۹۸، باب الضاد مع اللام، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکه مکرمه، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۲/۴۰۴، حرف الضاد، مطبوعه دارالفضیلة مصر، مجمع بحار الانوار ص ۳/۴۱۶، باب الضاد مع اللام، ضلل، مطبوعه دارالایمان مدینه منوره. (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مسجد کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے مسجد میں اعلان آویزاں کرنا

سوال:۔ مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے نظم ونسق باقی رکھنے کے لئے مسجد میں ہر وقت کے شور اور ہنگامہ کو بچانے کے لئے مندرجہ ذیل اعلان آویزاں کیا ہے؟

(۱) بجلی کے پنکھے اذان کے وقت کھولے جائیں گے، اور بعد فراغت نماز بند کر دیئے جائیں گے۔

(۲) پانچوں وقت کی اذان نماز مسجد کی گھڑی سے ہوگی۔

(۳) امام مسجد کے علاوہ مسجد میں کسی دوسرے کو بغیر اجازت تقریر کرنا منع ہے۔

(۴) مقرر کو ضروری ہوگا کہ آداب مسجد کا خیال کرتے ہوئے تقریر فرمائیں، اور کسی قسم کے اختلافی مسائل کو بیان نہ کریں، نہ ہی کوئی اشتعال انگیز تقریر فرمائیں۔

(۵) مسجد کا کوئی سامان بغیر اجازت استعمال کرنا منع ہے۔

(۶) مسجد کی دیواروں پر اشتہارات چسپاں کرنا منع ہے۔

(۷) مسجد کے نل سے بغیر اجازت پانی بھرنا منع ہے۔

(۸) مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔

(۹) امام یا مؤذن کے متعلق کوئی شکایت ہو تو اس کو لکھ کر مسجد کمیٹی کو دیں۔

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۳ الکوکب الدری ج ۱/ص ۱۵۴/ ابواب الصلاۃ، باب کراھیة البیع والشراء وانشادالضالة فی المسجد. مطبوعه یحیوی سهارنپور.

۴ العرف الشذی علی الترمذی ص ۸۰/ مطبوعه رحیمیه دیوبند، ص ۱۶۲/ باب کراهیة البیع والشراء وانشادالضالة فی المسجد. معارف السنن ص ۳۱۳/۳، باب ماجاء فی کراهیة البیع الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(۱۰) مسجد میں نماز اور نمازیوں کا خیال رکھتے ہوئے سلام آہستہ کریں تاکہ نماز میں خلل واقع نہ ہو۔ اس طرح کا اعلان مسجد میں لگانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انتظام صحیح رکھنے اور خلفشار سے بچانے کے لئے یہ اعلان مناسب ہے، لیکن اگر پانی لینے کا کوئی دوسرا کنواں یا نل قریب میں نہ ہو تو مسجد کے نل سے پانی بھرنے میں کچھ سہولت دینے کی ضرورت ہے[۱]، البتہ اگر مشین سے مسجد کی ٹنکی یا حوض میں پانی جمع کرلیا گیا ہے تو اس کو بھر کر اپنے گھر نہ لے جائیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

مسجد میں کلنڈر اور اشتہارِ کتب لٹکانا

سوال: ۔ مسجد میں کلنڈر یا کتابوں کے فروخت کرنے کا اشتہار یا مدرسہ کے جلسہ کے اشتہارات لگانا کیسا ہے؟

---

[۱] امدادالفتاویٰ جدید ص ۷۱۵/ ج ۲/ احکام المساجد. مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند، ولابأس ان یشرب من الحوض والبئر ویسقی دابته ویتوضأ منه، البحر کوئٹه ص ۵/۲۵۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۶۵، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر والخانات والحیاض.

[۲] یستفاد ممافی الهندیة، لایحمل الرجل سراج المسجد الی بیته. (عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۰/ ج ۱، فتاوی البزازیه علی هامش الهندیة ص ۶/۲۷۰، کتاب الوقف، الرابع فی المسجد، ومایتصل به، البحر الرائق ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا نہ کریں، جدار قبلہ میں نقش ونگار کو بھی ردالمختار میں مکروہ قرار دیا ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۷ھ

مسجد کے صحن میں کاروباری اشتہار

سوال: ۔مسجد کے صحن کے اندر یا مسجد کے کسی حصہ میں کاروباری اشتہار لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد (جہاں نماز پڑھی جاتی ہے) کے صحن یا کسی بھی حصہ کو تجارت گاہ نہ بنایا جائے، کاروباری اشیاء وہاں نہ رکھی جائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھاخصوصاً فی جدار القبلة (درمختار مع ردالمحتار کراچی ص۶۵۸/۱، مکروھات الصلوٰة، مطلب کلمة لاباس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدة، مجمع الانھر ص ۱۹۱، ج ۱، کتاب الصلوة، قبیل باب الوتر والنوافل، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، حلبی کبیر ص ۶۱۶، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

[2] وکرہ احضار المبیع فیه لان المسجد محرز عن حقوق العباد فلا یجعله کالدکان، (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، مجمع الانھر ص ۳۷۹/۱، باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص۴۷/۲، باب الاعتکاف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت) حرمة المسجد خمسة عشر (الیٰ قولہ) الثالث ان لایشتری ولایبیع (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۱/۵، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۱، ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ لاھور)

نقشہ افطار وسحر میں اشتہار

سوال:۔ایک شخص رمضان المبارک کے افطار سحر کے نقشہ میں نیچے کے حصہ میں اپنی دوکان کی مشتہری کے لئے اشتہار لکھوائے اور اس نقشہ کو مسجد کے صحن یا مسجد کے کسی حصہ میں لگائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا نقشہ مسجد کے بیرونی دروازے اور دیوار پر لگا دیا جائے تو مضائقہ نہیں، تاکہ افطار وسحر کا علم بھی اس سے ہو سکے، اور دوکان کی مشتہری بھی ہو جائے[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں افطاری اور سحری

سوال:۔مسجد میں روزہ افطار کرنا ایسے ہی سحری کھانا کیسا ہے اگر مکان پر افطار کرتا ہے تو جماعت فوت ہو جاتی ہے لہٰذا کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں اعتکاف کی نیت کر لے[2]مسجد میں افطار کرنا یا سحری

---

[1] لقطہ کے اعلان کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اور مسجد کے دروازہ پر اس کی اجازت دی ہے اور نقشہ کا اہم مقصود اشتہار ہوتا ہے اور اشتہار بھی ایک طرح کا اعلان ہوتا ہے اس لئے یہ بھی مسجد کے باہر ہونا چاہئے مسجد کے اندر نہیں۔ ونادی علیها حیث وجدها وفی المجامع الا انه ینادی علی ابواب المساجد لا فیها حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۲/۵۰۱، کتاب اللقطة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۶/۴۳۶، کتاب اللقطة، البحر کوئٹه ص ۵/۱۵۲، کتاب اللقطة، (ابوالقاسم ادروی)

(حاشیہ نمبر:۲/۱ اگلے صفحہ پر)

کھانا درست ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو مسجد کو ملوث نہ کیا جائے[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

یا جو جگہ قریب مسجد ہو وہاں کھایا پیا جاوے، تو بہتر ہے۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۲۶/ربیع الاول ۵۳ھ

صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۷/۳/۵۳ھ

مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا

سوال: مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سحری کے لئے مکان کی چھت پر نقارہ بجانے کی اجازت ہے، مسجد میں یا مسجد کی چھت پر نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ویکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف واذا اراد ان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیہ (الھندیہ، کوئٹہ ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد، الدر المختار مع الشامی ص ۲/۴۳۵، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الغرس فی المسجد، مطبوعہ زکریا دیوبند، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ اکیڈمی لاھور)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] لان تنظیف المسجد واجب (بدائع کراچی ص ۱۱۵/ج۲/ کتاب الاعتکاف، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۳۰۳، باب الاعتکاف)

(حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

مسجد کے سامنے باجہ وغیرہ

سوال: ۔مسجدوں کے سامنے خواہ جماعت کا وقت ہو یا جماعت ہو رہی ہو باجہ، ڈھول، تاشہ، انگریزی باجہ، شہنائی وغیرہ کے بجانے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں اور باجہ بجانے والوں کو روکنا چاہئے یا نہیں، جب کہ وہ شارع عام راستے سے باجہ بجاتے چلے جارہے ہوں، شادی وجلوس وغیرہ میں بعض وقت روکنے سے باجہ والوں کو فساد کا خوف بھی ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شاہراہ عام پر ہر شخص کو گزرنے کا حق حاصل ہے، لیکن ایسی حرکت کرنا جس سے آس پاس والوں یا اہل مسجد کو خصوصاً اوقات صلوٰۃ میں اذیت پہنچے منع ہے[1] حسن تدبیر سے اگر فہمائش کردی جائے یا کسی ذی اثر آدمی کے ذریعہ کہلوادیا جائے تو بہتر ہے[2]۔ ورنہ فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ هكذا يفهم فالحاصل ان المساجد بنيت لاعمال الاخرة ممالیس فيه توهم اهانتها وتلويثها مما ينبغى التنظيف منه ولم تبن لاعمال الدنيا ولولم يكن فيه توهم تلويث واهانة (حلبى كبيرى، مطبوعه لاهور، ص ۶۱۱/فصل فى احكام المسجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۲۱، ج۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ماكان صلوتهم عندالبيت الامكاءً وتصديه پاره ۹/ سورۂ انفال آيت: ۳۵/

ترجمہ:-اوران کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں اور تالیاں بجانا (بیان القرآن)

"وعلىٰ التفسير ين ففيه رد على الجهال من الصوفية الذين يرقصون ويصفقون ويصعقون وذٰلک كله منكر يتنزه عن مثله العقلاء ويتشبه فاعله بالمشركين فيما كانوا يفعلونه عند البيت يريدون ان يشغلوا بذلک محمداً صلى الله عليه وسلم عن الصلوٰة" (قرطبى دارالفكر بيروت ص ۳۵۹/ج۴، تفسير القاسمى ص ۵/۵۱، الجزء الثامن، دارالفكر بيروت)

۲ ادع الى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن، سورۂ تحل: ۱۲۵،

آواز دار گھڑی مسجد میں

سوال:۔ وہ بڑی گھڑی جو اکثر دیوار پر لگائی جاتی ہے، اور ہر آدھ گھنٹہ پر گونجتی ہوئی آواز میں ٹھوکے دیتے ہوئے بجتی ہے، خصوصاً مسجد میں لگانے کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس گھڑی کا مقصد اصلی بھی وقت ہی معلوم کرنا ہے، اور ستار باجہ کی طرح آواز سننا مقصد نہیں، لیکن گانا بجانا عام ہوجانے کی وجہ سے اس کی آواز میں اس طرح کا لحاظ کرلیا گیا ہے، کہ اگر کوئی باجہ کی آواز نہ سننا چاہے بلکہ اس سے نفرت کرتا ہو تو وہ بھی بے اختیار اس کو سنے اس کو ستار وغیرہ کی طرح بالکل ناجائز تو نہیں کہا جائیگا، ہاں ضرور کسی قدر تشبہ پیدا ہوجائیگا، اسلئے ایسی گھڑی کے مقابلے میں وہ گھڑی قابل ترجیح ہوگی، جس میں آواز نہ ہو[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

دیوار مسجد میں تختہ لگا کر قرآن ودینی کتب رکھنا

سوال:۔ مسجد میں جہاں امام کھڑا رہتا ہے، اس دیوار ہی میں آس پاس جو محرابیں ہوتی ہیں ان میں فرش یا کچھ اور چیز لگا کر قرآن شریف ودیگر کتب رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] دلت المسئلة على أن الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب (بحر كوئٹه ص۱۸۸/ ج۸/ كتاب الكراهية قبيل فصل في اللبس، درمختار مع الشامي زكريا ص۹/۵۰۲، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل في اللبس، مجمع الانهر ص۴/۲۱۸، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

تعمیر مسجد کو اس سے نقصان نہ پہنچے (دیوار کمزور نہ ہوجائے) تو قرآن پاک اور دینی کتب کا مطالعہ کے لئے وہاں رکھنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۴ھ

مسجد میں تولیہ اور آئینہ اور منبر پر غلاف

سوال: ۔مسجد میں تولیہ رکھنا اور آئینہ رکھنا کیسا ہے؟ نیز ممبر پر غلاف یعنی منبر پر کپڑا ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب تکلفات ہیں جو لوگ اپنے مکانات پر تکلف کے ساتھ رہتے ہیں اپنے انتظام سے مسجد میں بھی یہ چیزیں رکھتے ہیں، فی نفسہ یہ چیزیں نہ ضروری ہیں کہ مسجد کی طرف سے ان کا انتظام کیا جائے، نہ ممنوع ہیں، کہ ان کو حرام کہا جائے اصل تو یہ ہے کہ اپنے مکان سے وضو

---

[1] فقہاء نے متاعِ مسجد کی حفاظت کے لئے حجرہ بنانے کی اجازت دی ہے لہذا اگر کسی ضرورت کے تحت مسجد کی دیوار میں پتھر وغیرہ لگا کر قرآن پاک و دینی کتب رکھنے کی جگہ بنادی جائے تو اس کی گنجائش ہوگی، (ولا بأس بان یتخذ فی المسجد بیت یوضع فیه الحصیر ومتاع المسجد به جرت العادة من غیر نکیر حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فتح القدیر ص ۱/۴۲۲، کتاب الصلوة، فصل ویکره استقبال القبلة بالفرج، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۱۱۰، کتاب الصلوة، فصل کره غلق باب المسجد) اور فقہاء نے مساجد میں طاق بنانے کو جو مکروہ قرار دیا ہے اس کو مذکورہ جزئیہ کے پیش نظر عدم ضرورت پر محمول کیا جائے گا۔ (وکرهوا احداث الطاقات فی المساجد، البحر الرائق ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

کر کے آدمی مسجد جائے،[1] اگر مسجد ہی میں وضو کرنا ہو تو اپنا تولیہ ساتھ لے جائے، وضو کے بعد آئینہ دیکھنا نہ کوئی شرعی چیز ہے نہ عرفی اس عادت کو چھوڑ دینا بہتر ہے، منبر پر غلاف بھی ایک تکلف ہے، در و دیوار کو کپڑے پہنانے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے،[2] ہاں اگر گرمی سردی سے تحفظ مقصود ہو تو مضائقہ بھی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۱۳۹۹ھ

مسجد میں آئینہ اور پنجتن کا طغرہ لٹکانا مکروہ ہے

سوال: ۔مسجد کے سامنے دیوار پر آئینہ لٹکانا کیسا ہے؟

---

[1] عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسو ل الله صلی الله عليه وسلم (الیٰ ان قال) انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الیٰ المسجد لايخرجه الا الصلوٰة لم يخط خطوة الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة (مشكوٰة شريف ص ۶۸/ كتاب الصلوٰة باب المساجد، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے پھر وہ مسجد کی طرف نکلتا ہے، نہیں نکالتی ہے اس کو مگر نماز نہیں چلتا ہے وہ کوئی قدم مگر اس پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، اور ایک خطاء معاف کر دی جاتی ہے۔

[2] عن عائشة ان النبی ﷺ خرج فی غزاة فاخذت نمطا فسترته علی الباب فلما قدم فرای النمط فجذبه حتی هتكه ثم قال ان الله لم يامر نا ان نكسو الحجارة والطين (مشكوٰة شريف ص ۳۸۵/ كتاب اللباس، باب التصاوير، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں نکلے تو میں نے ایک کپڑا لیا اور اسکو دروازے کا پردہ بنا دیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ ﷺ نے پردہ دیکھا تو آپ ﷺ نے اسکو کھینچا یہاں تک کہ اس کو پھاڑ ڈالا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم نہیں دیا ہے کہ ہم پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے سامنے والی دیوار میں کوئی بھی ایسا کام (آئینہ، طغرہ، نقش ونگار) جس سے مصلی کی توجہ اس طرف ہو مکروہ ہے[1]

اگر اس کے ذریعہ آرائش اور زینت مقصود ہے تو مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۱۳۹۹ھ

مسجد میں تعزیہ رکھنا

سوال:۔(۱) مسجد میں تعزیہ بنانا یا رکھنا نماز اور جماعت کے وقت کھٹ کھٹ اور شور غل کرنا اور مسجد کی بجلی وغیرہ خرچ کرنا کیسا ہے؟

(۲) مسجد کے چبوترہ پر رکھنا اور ڈھول وتاشہ بجانے والوں کے لئے اور مسجد کے پاس نماز بلکہ جماعت کے وقت شور وغل مچانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز ہے[3]۔

---

[1] ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فى جدار القبلة، (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، مجمع الانهر ص ۱۹۱/۱، كتاب الصلوة، قبيل باب الوتر، مطبوعه بيروت، حلبى كبير ص ۶۱۶، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه لاهور)

[3] (۱) تعزيه دارى در عشره محرم وساختن ضرايح وصورت وغيره درست نيست الخ، فتاوى عزيزى ص۷۵/۱، رساله بيع كنيزان، مطبوعه رحيميه ديوبند.

(۲) فالحاصل ان المساجد بنيت لاعمال الاخرة مماليس فيه توهم اهانتها وتلويثها مماينبغى التنظيف منه ولم تبن لاعمال الدنيا ولو لم يكن فيه توهم تلويث ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ لوگ گنہگار ہیں ان کو توبہ ضروری ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا پھول توڑنا

سوال: ۔مسجد میں اگر خوشبودار پھول کا پیڑ لگا دیا جائے تو اس کا پھول توڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پھول کا درخت مسجد میں لگایا ہے تاکہ نمازیوں کی اس سے راحت پہنچے تو اس کا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....واهانة فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولاتلويث لايكره والا كره (حلبی كبير مطبوعه لاهور ص ۶۱۱/ فصل فی احكام المسجد، عالمگيری كوئٹه ص ۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ، شامی زكريا ص ۲/۴۳۶، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها مطلب فی احكام المسجد)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱] (۱) وفی حاشية الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذكر الجماعة فی المساجد وغيرها الاان يشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقارئ. (شامی كراچی ص ۶۶۰/ج ۱/ مكرهات الصلوٰة ،مطلب فی رفع الصوت بالذكر)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب پکار کر ذکر کرنا باوجودیکہ فی نفسہ مستحب ہے جس وقت اس سے کسی نماز پڑھنے والے یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش ہو وہ ناجائز ہو جاتا ہے، تو باجہ جو کہ فی نفسہ بھی ناجائز ہے جب اس سے ایسی تشویش پیدا ہو ضرور اس سے روکا جائیگا۔ (امداد الفتاویٰ.....ص ۶۸۳/ج ۲/احکام المسجد)

(۲) ان التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور الخ، تفسير روح المعانی ص ۱۵/۲۳۶، سورۂ تحريم آيت: ۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، نووی علی المسلم ص ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، مكتبه رشيديه دهلی، المفهم شرح مسلم للقرطبی ص ۷/۲۷، باب تجديد الاستغفار والتوبة، مطبوعه دارابن كثير بيروت.

پھول توڑ کر باہر نہ لیجائیں وہیں لگا رہنے دیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

مسجد میں پھول کے گملے

سوال:۔ نیز مسجد میں خوشبو کیلئے پھول وغیرہ لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر احاطہ مسجد میں کوئی کیاری ہو تو وہاں پھول لگانا یا گملے میں رکھنا خوشبو کے لئے درست ہے مگر جو جگہ نماز کے لئے متعین ہے اس کو پھول کے پودوں سے مشغول نہ کریں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کمایستفاد ممافی الهندية ولايحمل الرجل سراج المسجد الیٰ بيته (عالمگیری ص ۱۱۰/۱، کتاب الصلوٰة، قبيل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر، ولو غرس شجرة فی المسجد فثمرتها للمسجد، شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، ولوغرس فی المسجد يكون للمسجد لانه لايغرس لنفسه فی المسجد، خانيه علی هامش الهندية كوئٹه ص ۳/۳۱۰، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، عالمگیری كوئٹه ص ۲/۴۷۴، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ، وفی المسائل التی تعود الی الاشجار)

[2] وقد رأيت رسالة للعلامة ابن امير الحاج بخطه متعلقة بغراس المسجد الا قصی ردفيها علی من افتیٰ بجوازه فيه اخذاً من قولهم لوغرس شجرة للمسجد فثمر تها للمسجد فرد عليه بانه يلزم من ذلک حل الغرس الا للعذر المذكورلان فيه شغل مااعد للصلوٰة ونحوهاوان كان المسجد واسعاً (شامی كراچی ص ۶۶۱/ج ۱/كتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زكريا ص ۲/۴۳۵، المصدر السابق، البحر كوئٹه ص ۲/۳۵، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، تحت فصل، عالمگیری كوئٹه ص ۱۱۰/۱، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة ومالايكره، فصل كره غلق باب المسجد)

مسجد میں درخت

سوال:۔ درخت بوہڑ یعنی بڑ یا پیپل (جن کی اہل ہنود پوجا اور تعظیم کرتے ہیں اور ان کی شاخیں اور پتے کسی کو توڑنے نہیں دیتے) احاطہ مسجد یعنی فنائے مسجد میں لگانا یا درخت بڑ خراب شدہ کے اردگرد کچھ زمین بشکل چبوترہ گول چھوڑ کر پانچ یا چھ فٹ گہری کھال کھود کر بوہڑ خراب شدہ کی آب پاشی کرنا تاکہ اس کی شاخیں تروتازہ ہوکر بڑھیں جائز ہے یا نہیں، اور باوجود اسکے کہ مصلی فنائے مسجد میں کھڑا ہوکر اقتداء بھی نہیں کرسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں اگر مسجد کو یا نمازیوں کو کوئی منفعت ہو تو درست ہے اگر کوئی منفعت نہ ہو یا کفار کیساتھ تشبہ ہو تو ناجائز ہے **هكذا يستفاد مما في ردالمحتار**[1] ص ۴۶۲/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں بجلی کا پنکھا

سوال:۔ (۱) مسجد میں بجلی کی روشنی وبجلی کا پنکھا نماز باجماعت کی حالت میں یا

---

[1] غرس الاشجار فی المسجد لابأس به اذاکان فیه نفع للمسجد وبدون هذا لایجوز وفی الهندیة ،ان کان لنفع الناس بظله ولایضیق علی الناس ولایفرق الصفوف لابأس به وان کان لنفع نفسه بورقه اوثمره اویفرق الصفوف اوکان فی موضع تقع به المشابهة بین البیعة والمسجد یکره (شامی کراچی ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، المصدرالسابق، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۵، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، تحت فصل، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۱۱۰، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة ومالایکره، فصل کره غلق باب المسجد)

اوقات نماز میں پنکھے کا چلنا کیسا ہے، جب کہ نمازیوں ہی نے اپنے پاس سے بجلی وبجلی کا پنکھا مسجد میں لگوایا ہے ،اوراس کا ماہواری خرچ بھی نمازی ہی اپنے پاس سے ادا کرتے ہیں،اورمتولی یامسجد کی آمدنی سے ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی ، اورمسجد اورمتولی کی آمدنی سے کچھ خرچ نہیں کیا جاتا ہے، ایسی حالت میں پنکھے کا چلنا ناجائز ہے یامکروہ تحریمی یامکروہ تنزیہی یانماز میں اس سے کچھ فساد آتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

گرمی کے وقت نمازیوں کی راحت واطمینان کے لئے بجلی کا پنکھا مسجد میں چلنے کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل نہیں آئیگا، بلاتردد نماز درست ہوگی ،اورایسی منفعت وراحت کا انتظام کرنا شرعاً ممنوع نہیں ،بجلی کی روشنی سے بھی نماز میں خرابی نہیں آتی ، زمانہ سلف میں یہ دونوں چیزیں موجود نہیں تھیں،مگر چراغ کی روشنی کا عام دستور تھا حتی کہ زیادہ تاریکی میں کہ سمت قبلہ کا صحیح پتہ نہ چل سکے فقہانے نماز کومکروہ لکھا ہے،دستی پنکھے بھی مساجد میں موجود رہتے تھے فرشی پنکھے مجموعہ فتاوی میں مولانا عبدالحئی نے مباح لکھا ہے[1]،کوکب الدری میں ہے،ص ۹۹ ر ج ۱ ر " **قولہ بالقنو والقنوین فیعلقہ فیہ دلالۃ علیٰ تعلیق المراوح فی المساجد لماانھا لیست باقل نصفا من القنومع مافی القنو من الشغل والتلویث مالیس فی المروحۃ** اھ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ
الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ

---

[1] مسجد میں فی نفسہ فرشی پنکھالگانا مباح ہے،کوئی ممانعت شرعیہ اس میں نہیں ہے،مجموعۃ الفتاویٰ لعبدالحیؒ کراچی ص ۱۷۷/۱،

[2] الکوکب الدری ص ۱۹۹ ر ج ۲ ر ابواب التفسیر، سورۂ بقرہ، القنویعلق فی المسجد.

سلور جوبلی میں چراغاں

سوال:۔ (۱) سور جوبلی کے سلسلے میں مسجد میں روشنی یا زینت کرنا جائز ہے یا نہیں، سلور جوبلی بادشاہ جارج پنجم کی ۲۵ رسالہ حکومت کی سال گرہ کی خوشی منانا ہے۔

(۲) مسجد کی آمدنی اس سلور جوبلی کی خوشی کے سلسلے میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جواوقات شرعاً باتفاق امت قابل احترام اورمواقع مسرت ہیں، ان میں زینت وروشنی مساجد کے متعلق فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ حسب ذیل تصریح فرماتے ہیں، ”ومن البدع المنکرة مایفعل فی کثیر من البلدان من ایقاد القنادیل الکثیرة فی لیالی معروفة فی السنة کلیلة النصف من شعبان خصوصاً من بیت المقدس فیحصل بذالک مفاسد کثیرة منها مضاهاة المجوس فی الاعتبار بالنار والاکثار منها ومنها مایترتب علی ذلک فی کثیر من المساجد اجتماع الصبیان واهل البطالة ورفع اصواتهم وامتهانهم بالمساجد وانتهاک حرمتها وحصول اوساخ فیها وغیرذلک من المفاسد یحب صیانة المسجد عنهاومن المساجد مایجعل فی الجوامع من ایقاد القنادیل وترکها الیٰ ان تطلع الشمس وترفع وهومن فعل الیهود فی کنائسهم واکثر مایفعل ذٰلک فی العید وهوحرام الیٰ ان قال ممایشبه ذٰلک وقود الشموع الکثیرة لیلة عرفة“ حموی شرح اشباہ[1]، ص ۵۶۱/

(۱) سلور جوبلی کو اسلام اور شعائر اسلام سے جس نوع کا تضاد ہے وہ کسی ذی احساس

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۴۳۰، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها مطلب فی احکام المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور، بحر کوئٹه ص ۳۶-۳۷/۲، باب مایفسد الصلاة الخ، تحت فصل.

اور معمولی سے معمولی مسلم پر بھی مخفی نہیں پھر اس کی خوشی منانا اس میں روشنی یا زینت مساجد وغیرہ کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے مسلمانوں کو اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے۔

(۲) فقہاء کی مذکورہ بالا تصریح مطلق ہے، لہٰذا وقف اور مسجد کی آمدنی کو اس میں خرچ کرنا اور بھی زیادہ ممنوع اور گناہ ہوگا اور متولی اس کا ضامن ہوگا "ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لوفعل النقش او البياض اھ درمختار، مختصراً، ص[۱] ۶۸۸ رفقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ (صدر مدرس)

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح فقیر زکریا قدوسی، المجیب عبدالشکور

یہ جواب صحیح ہے اسعد اللہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح نور بقلم خود محمد، صدیق احمد، ظہور الحسن مظاہر علوم

جواب صحیح ہے جمیل احمد مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ٹوپ پہنکر مسجد میں جانا

سوال:۔ اگر میں ٹوپ پہنکر مسجد میں بغرض ادا نماز حاضر ہوں تو درست ہے یا نہیں؟

---

[۱] شرح غمز عيون البصائر على الاشباه والنظائر ص ۶۲/۴، الفن الثالث القول فى احكام المسجد، مطبوعه كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد دربار خداوندی ہے اور نماز عبادت ہے عبادت کے لئے دربار میں ایسا لباس پہنکر حاضر ہونا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ کو پسند ہو اور وہ لباس مسنون ہے یعنی خدا کے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور آپ کے متبعین کا لباس ایسا لباس پہنکر حاضر نہیں ہونا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں، یعنی جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور ہمارے یہاں وہ خدا کے نافرمانوں یعنی کفار اور فساق کا لباس ہے انگریزی ٹوپ وغیرہ بھی اس میں داخل ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۸/ذیقعدہ ۵۶ھ

مسجد میں کسی کے لئے جگہ روکنا

سوال: ۔مسجد یا عیدگاہ میں صف اول میں امراء اور رؤساء کے لئے جگہ روکنا؟

---

[1] عن عبداللہ ابن عمر وبن العاص قال رأی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ من ثیاب الکفار فلاتلبسھما (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴/ کتاب اللباس، قبیل الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) قال القاری ای من تشبہ نفسہ بالکفار مثلا فی اللباس وغیرہ او بالفساق او الفجار او باھل التصوف الصلحاء الابرار فھو منھم ای فی الاثم او الخیر عند اللہ تعالیٰ، (بذل المجھود ص ۵/۴۱، کتاب اللباس، باب لبس الشھرۃ، مطبوعہ مکتبہ الرشید سھارنپور.

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر دو کپڑے دیکھے جو عصفر کے رنگ سے رنگے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کفار کے کپڑے ہیں ان کو مت پہنو!

الجواب حامداً ومصلیاً

اُمراء یا کسی اور کیلئے عیدگاہ یا مسجد کی صف اول میں جگہ روکنے کا حق نہیں جو پہلے آکر جہاں بیٹھ جائے وہ اسی کی جگہ ہوگی، اسکو وہاں سے اٹھانے کا بھی حق نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

مسجد میں خط لکھنا

سوال:۔ مسجد میں دینی کتابیں پڑھنے اور دین کی معلومات حاصل کرنے کیلئے خط لکھنے میں کیا حکم ہے؟ (میں حضرت مولانا علی میاں سے بیعت ہوں)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں دینی کتابیں پڑھنا، دینی معلومات کے لئے خط لکھنا درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایتعین مکان مخصوص لاحدحتی لوکان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیه فسبقه غیره الیه لیس له ازعاجه واقامته منه (بحر، کوئٹه، ص ۳۴/ ج ۲/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، فصل لما فرغ من بیان الکراهة، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث القول فی احکام المسجد، مکتبه اشاعة الاسلام دهلی، درمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۴۳۶، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد)

[2] لان المسجد مابنی الا لها من صلوٰة واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه (بحر کوئٹه ص ۳۴/ ج ۲/ کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر ص ۴/۶۳، القول فی احکام المسجد، مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

مسجد کا پانی راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہونا چاہئے

سوال:۔ ہمارا گاؤں تقریباً ۱۶/۱۷ سال سے آباد ہے ہم نے شروع میں کچی مسجد بنائی تھی، اب پکی خوشنما مسجد بن گئی ہے، مسجد کی چہار دیواری کھڑے آدمی کے سر کے برابر ہے اور اندر تھوڑی زمین اس لئے رکھ لی ہے کہ گاؤں کی بڑھتی آبادی کے ساتھ ساتھ عمارت بھی بڑھتی رہے گی، اس زمین میں اس وقت ارنڈ وغیرہ کے پیڑ لگائے ہوئے ہیں، اندر ہی دو غسلخانے ہیں، جن کا گندا پانی شروع ہی سے باہر جاتا تھا، اب ایک شخص نے غسلخانے کا پانی دیوار توڑ کر مسجد کی زمین میں ڈالدیا ہے جو مندرجہ بالا لکھی ہوئی ہے اور اس پانی کو مسجد کی زمین میں ڈالنے پر جو لاگت آئی ہے یہ روپیہ اس شخص نے مسجد کے خزانے سے نکالا ہے، کیونکہ وہ شخص خود متولی مسجد ہے اس نے یہ پانی اس وجہ سے مسجد کی زمین پر ڈالا ہے کہ سڑک پر کیچڑ رہتا تھا، براہِ کرم اس بارے میں فتویٰ عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے غلسخانوں کا پانی اس طرح نکالنا کہ وہاں کیچڑ ہوجائے اور چلنے والوں کو تکلیف ہو نہیں چاہئے[1] اگر اندرون مسجد احاطہ پانی کی جگہ ہے جس کے ذریعہ راستہ محفوظ رہ سکے تو راستہ کو بچانا چاہئے، مسجد کے متولی صاحب نے ٹھیک کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هكذا يستفاد :مسجد بابه على مهب الريح فيصيب المطرباب المسجد فيفسد الباب ويشق على الناس الدخول فى المسجد كان للقيم ان يتخذ ظلة على باب المسجد من غلة الوقف اذالم يكن فى ذٰلک ضرر لاهل الطريق (الهنديه كوئٹه ص ۴۶۱/ج ۲/ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد وتصرف القيم، خانيه على هامش الهندية كوئٹه ص ۲۹۲/۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً)

فصل دوم: مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

غفلت کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر حدیث سنانا

سوال:۔ (۱) صبح کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں کوئی حدیث پڑھی جائے درانحالیکہ مسجد میں کوئی شخص نہیں ہوتا، اور گھروں میں مرد عورتیں دھیان وتوجہ سے نہیں سنتے ایسی صورت میں پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جبکہ مسجد میں کوئی آدمی موجود نہیں اور اپنے اپنے مکانوں میں مرد وعورت اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں کوئی متوجہ نہیں تو ایسی حالت میں لاؤ داسپیکر پر حدیث شریف سنانا بے محل ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے حدیث پاک

سوال:۔ حدیث پاک صبح کو لاؤڈ اسپیکر سے بیان کرنا کہ دین کی باتیں معلوم ہوں اور نماز، روزہ کا شوق بڑھے، خصوصاً عورتوں کو کہ وہ گھر میں رہتی ہیں کہ انہیں یہ مسائل معلوم ہو جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں یہ فائدہ بھی ہے، اور بہت سے آدمی اپنے مشاغل میں لگے رہتے ہیں، اس طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے، نیز خود طلب اور شوق سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں، کہ گھر بیٹھے آواز آتی ہے، حدیث پاک اور دینی مسائل سے یہ بے توجہی کہ آواز آنے کے باوجود اپنے مشاغل میں لگے رہیں، اور توجہ نہ کریں، بڑی ناقدری ہے، اگر سننے ہی کے لئے جمع ہوں، اور آواز نہ پہنچنے کی وجہ

سے لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جائے، تو دوسری بات ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۵ھ

گھروں کی تبلیغ کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے

سوال:۔ (۳) محلّہ کے گھروں میں جو تبلیغ ہوتی ہے، اس کا اعلان اور گم شدہ بچے کا اعلان کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۳) محلّہ کے گھروں میں جو تبلیغ ہوتی ہے اس کا اعلان درست ہے، گم شدہ بچے کا اعلان خارج مسجد کیا جاسکتا ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۹۵ھ

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے علاوہ حمد ونعت بھی پڑھنا

سوال:۔ محلّہ حسنو کٹرہ فیض آباد میں ایک مسجد ہے جس میں محلّہ کے تمام لوگ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان ہوتی ہے، بعد نماز اکثر لوگ حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی پڑھ لیا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد کے پڑوس میں بسے ہوئے ایک مسلمان کو بظاہر لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، جس کے خلاف وہ برابر زبانی تحریری شکایتوں کو حاکموں تک پہنچایا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اہل محلّہ کو پولیس نے مارا بھی ہے، اس واقعہ کے

---

[۲] لأن المسجد ما بنی إلا لها من صلوٰة وإعتكاف وذكر شرعی، وتعليم علم، وتعلمه، وقراء ة قرآن، البحر الرائق زكريا ص ۲/۶۰ كتاب الصلوٰة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها، مطبوعه كوئٹه ص ۲/۳۴ غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر ص ۴/۶۳ القول فی احكام المسجد، مطبوعه كراچی.

[۱] وفی صحيح مسلم قال عليه الصلوٰة والسلام من سمع رجلاً ينشد فی المسجد ضالة فليقل لا رد الله عليک فإن المساجد لم تبن لهذا، حلبی كبيری ص ۶۱۱ فصل فی احكام المسجد مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مسلم شريف ص ۱/۲۱۰ كتاب المساجد، باب النهی عن نشد الضالة وما يقوله من سمع الناشد، مطبوعه سعد بک ڈپو ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۱/۴۶۸ باب المساجد، ومواضع الصلوٰة الفصل الثانی مطبوعه ممبئی.

بعد اہل محلّہ کو اندازہ ہوا کہ شاید یہ بات بڑھ جائے، اسلئے خاموش ہوگئے، خازن مسجد نے ان کے پاس کہلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے خلاف آپ نے حاکموں تک شکایت کی ہے تو انہوں نے جوش میں آکر کہا کہ اگر یہ بات میرے اوپر ثابت ہوجائے تو مجھے پچاس جوتے ماریں ورنہ نہ ثابت کرنے والے کو سو جوتے مارونگا، دوبارہ خازن نے کہلا بھیجا کہ میں سو جوتے کھانے کو تیار ہوں، اس شرط پر کہ وہ مسجد میں آکر قسم کھالیں کہ ہم نے کوئی شکایت نہ کی ہے اور نہ کرائی ہے، بہر حال پڑوسی موصوف نے قسم کھانے سے انکار کردیا، اور کہا کہ میں مسلمان ہوں حلف نہیں اٹھاؤنگا، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جملہ مسلمانان شہران کیساتھ کیا رویہ برتیں؟ بول چال کھانا پینا اور رسم وراہ رکھیں یا نہیں؟ ساتھ یہ بھی واضح فرمائیں، کہ آیا مسجد میں مائک پر حمد ونعت واذان دیجائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان پڑوسی سے کہا جائے کہ ہم کو ایسی ہی خبر ملی تھی، اگر یہ خبر غلط ہے، نہ آپ نے شکایت کی اور نہ کسی سے شکایت کرائی تو اس بات میں ہمارا دل آپ کی طرف سے صاف ہے، اب یہ معاملہ ختم کردیا جائے، نہ ان سے قسم لیں، نہ سلام وکلام ترک کریں، بلکہ اخلاق ومحبت سے پیش آئیں، لاؤڈ اسپیکر پر صرف پانچ وقت کی اذان کہیں جس سے مقصود لوگوں کو نماز کیلئے بلانا ہو بقیہ دوسری چیزوں کیلئے لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کریں، ہاں کوئی جلسہ کرنا ہو تو اس وقت حمد ونعت اور تقریر ووعظ کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرلیں، پڑوسی کا خیال رکھنا بھی شرعاً لازم ہے[1] بلاوجہ ایسا نہ کیا جائے، جس سے اذیت پہنچے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۶ھ

---

[1] كما يستفاد أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها إلا أن يشوّش جهرهم على نائم أو مصل أو قارىء، شامى كراچى ص٦٦٠ ج١ كتاب الصلوة باب الاستخلاف، مطلب فى رفع الصوت بالذكر، الاشباه والنظائر ص ٦١ ج٤ القول فى أحكام المسجد رقم القاعدة ٢٩ مطبوعه كراچى. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر نعت وغزل پڑھنا

سوال:۔ یہاں مقامی مسجد میں اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا، لیکن عشاء کے بعد روزانہ تین چار گھنٹے لوگ نعت، قصیدہ، غزل پڑھتے ہیں، اوراس کو نیک فعل بتلاتے ہیں، اس وجہ سے نماز پڑھنے والوں کو کافی دقت ہوتی ہے، کیا ان کو ایسا کرنا چاہئے، ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ صحیح نہیں، اس کو بند کیا جائے، اس میں مسجد کی بھی حق تلفی ہے، اور نمازیوں کی بھی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا

سوال:۔ مسجد میں اذان اور کسی عالم کی تقریر کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا، اب اگر اس پر قرآن کریم، نعت یا نظم یا تبلیغی نصاب یا کوئی تعلیمی کتاب پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں جبکہ اس وقت کچھ لوگ نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۲] لایدخل الجنة من لایأمن جاره بوائقه الحدیث(مشکوٰۃ،ص ۴۲۲/باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شرور سے محفوظ نہ ہو۔

(**صفحہ ہذا**) [۱] اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی إستحباب ذکر اللّٰه تعالٰی جماعة فی المساجد إلا أن یشوش جهرهم علی نائم أو مصل أو قارئ قرآن طحطاوی مع المراقی ص۲۵۸ فصل فی صفة الأذکار الواردة، مطبوعه مصر، شرح الأشباه والنظائر ص ۶۱ ج۴، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، شامی کراچی ص ۶۶۰ ج ۱، مکروهاة الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر،

الجواب حامداً ومصلیاً

تبلیغی نصاب ان لوگوں کو سنانا مقصود ہوتا ہے، جو وہاں موجود ہوں، بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آواز ان کو پہنچ جاتی ہے، پھر کیوں لاؤڈ اسپیکر پر ان کو سنایا جاتا ہے، اس لئے اس مقصد کیلئے لاؤ اسپیکر استعمال نہ کریں، خاص کر جبکہ نمازیوں کو اس سے پریشانی ہوتی ہے، زور زور سے نعت بھی لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنے کی ضرورت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماہِ مبارک میں رات کو مسجد کے مائک پر نظم وغیرہ پڑھنا

سوال: ۔گاؤں میں کئی سال سے رمضان شریف کی رات میں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر گانا شروع کر دیتے ہیں، کبھی تقریر کرتے ہیں، کبھی نظم پڑھتے ہیں ٹائم کا اعلان کرتے ہیں، اس وقت گھر میں بہت سے لوگ تہجد اور قرآن شریف پڑھتے ہیں، ان کی نماز اور قرآن میں کافی خلل پڑتا ہے، شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلان کرنے سے نماز وتلاوت پر تشویش ہوتی ہے[1] مگر اعلان کرنے والے بھی اپنے اعلان کو تہجد اور تلاوت سے کم نہیں سمجھتے بلکہ زیادہ ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا تہجد تنہا تنہا

---

[1] مستفاد :اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکرالجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علیٰ نائم اومصل اوقارئ (شامی کراچی ،ص ۶۶۰/ج ۱/مکرهات الصلوٰة مطلب فی رفع الصوت بالذکر، طحطاوی علی المراقی ص۲۵۸ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، طبع مصر سباحة الفکر ص ۵۲ مجموعه رسائل الکنوی طبع احمدی لکهنؤ.

[2] اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهرهم علی هائم أو مصل أو قارئ، شامی کراچی ص۶۶۰ج ۱ مکروهات الصلوة مطلب فی رفع الصلوت بالذکر، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۵۸ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلاة الفرض، سباحة الفکر ص ۵۲ مجموعه رسائل الکنوی، طبع دبدبۂ احمدی لکهنؤ.

کا تہجد ہے اور ہمارے اعلان کی بدولت سب بستی والے بیدار ہوتے ہیں، بہت سے تہجد وغیرہ پڑھتے ہیں اور سحری کی اطلاع سب کو ہوجاتی ہے جس سے سب کے روزے سنت کے مطابق اور آسان ہوجاتے ہیں، اعلان کرنیوالے حضرات مانتے نہیں اپنا کام برابر کئے جاتے ہیں، ان کو سمجھایا جاسکتا ہے لڑائی ہرگز نہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا

سوال:۔ لاؤڈ اسپیکر مسجد میں رکھ کر اس میں وعظ ونصیحت اس نیت سے کرنا کہ جو لوگ مسجد میں نہیں آتے ان کے کانوں میں بھی دین کی باتیں پہنچ جائیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی جائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۶ھ

چندہ دینے والوں کے ناموں کا اعلان مسجد کے مائک سے

سوال:۔ ایک شخص نے مسجد میں مائک وقف کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ اس سے مسجد کی

---

[1] واطیعو اللّٰہ ورسولہ ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللّٰہ مع الصابرین، سورۂ انفال، پارہ ۱۰/ آیت ۴۶/

ترجمہ:۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں (بیان القرآن)

[2] لأن المساجد ما بنی الا لھا من صلوۃ واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمہ وقرأۃ قرآن البحر الرائق کوئٹہ ص۳۴ ج۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا تحت فصل، غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کراچی ص۶۳ ج۴ القول فی احکام المسجد، ان المساجد بنیت لاعمال الاخرۃ مما لیس فیہ توھم اھانتھا وتلویثھا مما ینبغی التنظیف منہ ..... فما کان فیہ نوع عبادۃ ولیس فیہ اھانۃ ولا تلویث لا یکرہ والّا کرہ حلبی کبیر ص۵۶۸ فصل فی احکام المسحد مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند.

ضروریات پوری کی جائیں، اب مسجد کے اندر ایک بڑا کام شروع کیا جارہا ہے، مثلاً فرش بنوانا بوسیدہ دیوار کا صحیح کرانا، ظاہر ہے کہ ایسے کاموں کے لئے کافی رقم کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا ہم کارکنان کے مشورہ سے یہ اسکیم جاری کی ہے، کہ مائک سے اعلان کردیا جائے، اور جس کی جتنی ہمت ہو وہ آکر دیتا رہے، اس میں بچے اور عورتیں اور بڑے آدمی سبھی دیتے ہیں، اور دینے والوں کے نام مائک سے بول دیئے جاتے ہیں، فقط اس نیت سے کہ دوسروں کو رغبت پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینے کی توفیق ہو، مثلاً اس طرح بول دیتے ہیں کہ زید نے پانچ روپئے یا عمر نے دس روپے دیئے، یا فاطمہ نے اپنے والد ماجد کی طرف سے ۲۰/روپئے دیئے یا کسی نے اپنے مرحوم والد کی طرف سے ۱۰/روپئے دیئے، اس طریقہ پر نام بولنا اور اعلان کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اعلان کرنے میں ترغیب بھی ہے، اور مفسدہ بھی ہے، ترغیب تو ظاہر ہے، مفسدہ دو طرح ہے، ایک اس طرح کہ اس نام بنام اعلان کی وجہ سے لوگ تعریف کریں گے، اس تعریف کی وجہ سے بعض آدمی چندہ دیں گے، تاکہ ہمارا نام بھی بولا جائے، اور لوگ سنکر ہماری بھی تعریف کریں، سو یہ نیت اخلاص کے خلاف ہے جس سے ثواب ضائع ہوجاتا ہے[1] دوسرے اس طرح مفسدہ ہے کہ جس نے چندہ کم دیا ہے، اس کو شرمندگی ہوگی اور لوگ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے، عار دلائیں گے، یہ ناجائز ہے، اس لئے اعلان کی یہ صورت قابل احتراز ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۶ھ

---

[1] یعنی لا تنفقوا الا ابتغاء وجه الله وهٰذا يقتضى تحريم الانفاق اذا لم يكن فيه ابتغاء وجه الله فانه اضاعة المال وذلک حرام تفسير مظهری ص ۳۹۰ ج ۱ سورۂ بقره تحت آیت ۲۷۲، مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير المنار ص ۸۳ ج ۳ مطبوعه دار الفكر بيروت، تفسير القاسمی ص ۳۴۸، ۳۴۹ الجزء الثالث، مطبوعه دار الفكر بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

فیس دیکر مسجد کے مائک سے اپنا اعلان کرانا

سوال:۔ گاؤں کے لوگ اگر اپنی کسی چیز کی بابت مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرائیں جبکہ مسجد کی کمیٹی اعلان کرانے کی فیس لیتی ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے۔

تنبیہ:۔ اس کا خیال رہے کہ مسجد کو کمائی کی جگہ اور کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، مسجد سے علیحدہ اس کا انتظام کرلیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۵ھ

مسجد کے مائک سے دوسرے اعلان

سوال:۔ (۱) مسجد کے حجرے میں حدود مسجد سے باہر بغرض اذان مائک ہے، بعض اشخاص آکر یہ اعلان کراتے ہیں کہ ہمارا بچہ گم ہوگیا ہے، اس کا اعلان کرو، کیا یہ جائز ہے؟ اوران

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] عن ابی مسعود قال امرنا بالصدقة قال كنا نحامل قال فتصدق ابو عقيل بنصف صاع قال وجاء انسان بشيء اكثر منه فقال المنقاقون الله لغنى عن صدقة هٰذا وما فعل هٰذا الآخر الا رياء فنزلت الذين يلمزون المُطّوّعين من المؤمنين فى الصدقات والذين لا يجدون الاجهدهم مسلم شريف ص۳۲۷ج۱ كتاب الزكاة، باب الحمل باجرة يتصدق بها والنهى التشديد عن تنقيص المتصدق بقليل، روح المعانى ص۱۴۶ سورۂ توبه تحت آيت ۷۹، مطبوعه مصطفائيه ديوبند، تفسير ابن كثير ص۵۸۳ ج۲ مطبوعه مصطفى احمد الباز مكه مكرمه.

(صفحہ ہذا) [1] ولايجوز اخذ الاجرة منه والاان يجعل شيأ منه مستغلا(درمختار مع الشامى كراچى، ص۳۵۸/ ج۴/ كتاب الوقف،مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، مجمع الأنهر ص۵۹۵ ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

سے کچھ معاوضہ لے کر مسجد میں جمع کر دیا جائے؟

(۲) یا یہ اعلان کیا جائے کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے، فلاں جگہ اور فلاں وقت نماز جنازہ ہوگی، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱) جو مائک اذان کیلئے ہے اس میں دوسرے اعلانات نہ کئے جائیں، نہ معاوضہ لیکر نہ بلا معاوضہ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

ایک مسجد کے مائک کی آواز پورے گاؤں میں جاتی ہے پھر بھی دوسری مسجد کیلئے مائک لانا

سوال:۔ایک گاؤں میں کئی مسجدیں ہیں جن میں سے صرف ایک مسجد میں لاؤڈ اسپیکر (مائک) ہے، جب مائک میں اذان ہوتی ہے تو آواز تقریباً پورے ہی گاؤں میں پہنچ جاتی ہے، پھر بھی دوسرے محلّہ کی مسجد والے مائک لانا چاہتے ہیں، یہ اسراف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایک مسجد کے مائک سے سب گاؤں میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے اور نمازوں کے اوقات قریب ہی قریب ہیں تو دوسری مسجد میں مائک لگانا بے ضرورت ہے، اس کے لئے مسجد کا

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، شامی زکریا ص۲۴۹ ج۶، والنهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

پیسہ صرف نہ کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

مسجد کے مائک پر اعلان جبکہ اس کے پھول مسجد کے مناروں پر لگے ہوں

سوال: ۔مسجد کا مائک لوگوں کے چندہ سے خریدا گیا ہے، اور خریدنے والوں کی نیت یہ تھی کہ اعلان کیا کریں گے، مائک مسجد کے حجرے میں رکھا ہوا ہے، اور اس کے لاؤڈ اسپیکر کے پھول مسجد کے میناروں پر ہیں، تو کیا اعلان کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اذان کے علاوہ کوئی اور اعلان کرنا چاہتے ہیں تو اس جگہ اعلان نہ کریں، مثلاً کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا ہو یا کسی اور بات کی خبر دینی ہو جس کا تعلق نماز اور مسجد سے نہ ہو تو خارج مسجد یہ کام کریں، مینارہ پر مائک کے پھول اس کے لئے استعمال نہ کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

---

[1] مستفاد: ویجوز ان یبنی منارة من غلة وقف المسجد ان احتاج الیها لیکون اسمع للجیران وان کانوا یسمعون الا ذان بدون المنارة فلا (عالمگیری ،کوئٹه،ص۴۶۲/ ج۲/ کتاب الوقف،الباب الحادی عشرفی المسجد، المحیط البرهانی ص۱۳۵ ج۹ کتاب الوقف، نوع آخر فی المسائل التی تعود الی الوقف علی المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۹۱ ج۱۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

[2] ویکره الاعطاء مطلقاً وقیل ان تخطی وانشادضالة هی الشئی الضائع وانشاد ها السوال عنها وفی الحدیث اذا رائیتم من ینشد ضالة فی المسجد فقولوا لارادها الله علیک (درمختار مع الشامی کراچی، ص۶۶۰/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،قبیل مطلب فی انشاد الشعر ، مشکوٰة شریف، ص۶۸/کتاب الصلوٰة ،باب المساجد ،مطبوعه اصح المطابع دیوبند، حلبی کبیر ص۶۱۰،۶۱۱ فصل فی احکام المساجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ونادی علیها حیث وجدها وفی المجامع الا انه ینادی علی ابواب المساجد لا فیها حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۵۰۱ ج۲، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں پیسہ دینے والے کا اعلان مسجد کے مائک سے

سوال:۔ مسجد میں چندہ دینے والوں کا نام اگر لاؤڈ اسپیکر پر لیا جائے تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہو اور مسجد کو پیسہ کی سخت ضرورت بھی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل مسجد کو اس پر معاوضہ لینا درست ہے، دینے والا رضا مندی سے معاوضہ دیتا ہے تو نفس استعمال لاؤڈ اسپیکر کے معاوضہ میں مضائقہ نہیں[1] لیکن اعلان کرانے والے کا اگر مقصد یہ ہے کہ میرا نام سب کو معلوم ہو جائے کہ اس نے اتنا پیسہ دیا ہے تو یہ مقصد غلط ہے، شہرت اور ناموری کی نیت سے مسجد میں پیسہ دینا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روپیہ لیکر مسجد کے مائک پر اعلان کرنا

سوال:۔ مسجد کے مائک پر جو اعلان کیا جاتا ہے، اس کے لئے جو ایک روپیہ لیا جاتا ہے، وہ اعلان کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب اللقطة مطبوعه دار المعرفة بيروت. الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۶ ج ۶ کتاب اللقطة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۵۲ ج ۵ کتاب اللقطة.

(صفحہ ہذا) [1] لا يحل مال إمرإ إلا بطيب نفس منه، مشكوٰة ص ۲۵۵، كتاب الغصب، طبع دار الكتاب ديوبند، كنز العمال ص ۹۲ ج ۱ رقم الحديث ۳۹۷ الكتاب الاول، الفرع الثانی فی احكام الايمان المتفرقة، طبع مؤسسة الرسالة بيروت.

[2] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع سمع الله به ومن يرائی يرائی الله به (مشكوٰة شريف، ص ۴۵۴/ كتاب الأداب ،باب الرياء والسمعة دار الكتاب ديوبند)

ترجمہ:۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی عمل سنانے کیلئے کرے اور شہرت دینے کے لئے کرے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو مشہور کرے گا اور جو شخص کوئی عمل دکھانے کے لئے کرے گا، خدا اس کو ریاکاروں کی سزا دکھائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں مائک پر اعلان کرنے کا روپیہ لینا درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۹۹ھ

found.

[1] ولایجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیأ منه مستغلاً ولاسکنی (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مجمع الأنهر ص۵۹۵ ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، طبع بیروت.

فصل سوم: مسجد میں رہائش

مسجد کی چھت پر امام کی رہائش گاہ بنانا کیسا ہے

سوال:۔ ایک مسجد سہ منزلہ ہے اس میں امام اور مؤذن کے رہنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، نیز مسجد کے احاطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں امام اور مؤذن کے لئے کمرے برائے رہائش بنائے جاسکیں، ایسی صورت میں مسجد کے کم حصہ یا پوری چھت پر کمرہ یا کمرے برائے دینی مدرسہ ورہائش طلباء بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجازت نہیں۔ کذا فی البحر الرائق[1] ص ۲۵۱/ج ۵/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس کوٹھری کی چھت کو مسجد بنادیا گیا اس میں رہائش

سوال:۔ مسجد جس کا فرش تقریباً پانچ گز اونچا ہے، اور مسجد کے بائیں جانب کو ایک حجرہ تھا، بالکل مسجد کی دیوار سے ملا ہوا اور اس حجرہ کے نیچے دو کوٹھری ہیں، اس کوٹھری کو واضع نے امام کی رہائش کے لئے بنائی تھی، تاکہ مع اہل وعیال کے رہے، اب چند سال بعد حجرہ کی دیوار توڑ کر کوٹھری کی چھت اور مسجد کے صحن کو ایک کرلیا گیا ہے، اور مسجد کا حکم متولی مسجد نے لگایا ہے تاکہ صف لمبی

---

[1] لوجعل مسجدا ثم ارادان یبنی فوقه بیتا للامام اوغیره هل له ذٰلک قلت قال فی التاتارخانیة اذا بنی مسجداً وبنی غرفة وهوفی یده فله ذلک وان کان حین بناه خلیٰ بینه وبین الناس ثم جاء بعدذٰلک یبنی لایترکه اذاقال عنیت ذٰلک فانه لایصدق(بحر،مکتبه ماجدیه، کوئٹه، ص ۲۵۱/ ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد)، الدر المختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہو سکے، اور اوپر سارا صحن مسجد کے حکم میں اور نیچے رہائش کی کوٹھری، آیا اب امام صاحب کا اسی کوٹھری میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی جواز کی شکل ہو تو ضرور ارشاد فرمائیں، اور اگر نہیں ہے تو اپنے تصرف میں کسی طریقہ سے لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جواب تک امام بغیر تحقیق کے کوٹھری کے اندر رہا ہے، گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد قرار دیدی جائے وہ اوپر نیچے سب ہی مسجد ہے، اب امام صاحب کو ان کوٹھریوں میں رہائش کی اجازت نہیں، جن کی چھت کو صحن مسجد بنا دیا گیا ان میں مسجد کا سامان، صف وغیرہ رکھ سکتے ہیں، ناواقفیت سے جو کچھ کیا اس سے استغفار کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام سابق ضعیف العمر کا تعاون اور مکان مسجد میں ان کی رہائش

سوال: ۔ضلع میرٹھ میں ایک قصبہ انچولی ہے اسمیں ایک مسجد ہے جسمیں چالیس سال سے ایک امام صاحب متعین تھے، انہوں نے فرائض امامت بہت خوبی سے انجام دیئے، اب ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے وہ معذور ہیں، ان کی جگہ دوسرے امام متعین ہو چکے ہیں، دو سال تک تمام مقتدیوں نے انکی اسطرح خدمت کی جس طرح امام ہونے کی صورت میں کرتے ہیں، مسجد کا ایک مکان ہے جس میں وہ رہتے ہیں، اب تنازع مابین المقتدیین یہ واقع ہو گیا کہ امام اول کی اعانت

---

[1] وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلى عنان السماماء وكذا إلى تحت الثرى كما فى البيرى، الدر المختار على الشامى كراچى ص ٦٥٦ ج ١ كتاب الصلوة، باب ما يفسدالصلاة الخ، مطلب فى احكام المسجد، سكب الأنهر ص ١٩٠ ج ١ كتاب الصلوة فصل فى المكروهات، طبع بيروت، فتح القدير ص ٤٢٠ ج ١ باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

کیجائے، یا نہ کی جائے، مقتدی تین قسم کے ہوگئے ہیں امام اوّل مکان میں اسی طرح مقیم رہے جس طرح سے رہتے چلے آئے ہیں، اور انکا تعاون حسب حیثیت کیا جائے، اور وہ لوگ تعاون کر رہے ہیں، امام صاحب کو فوراً مکان سے علیحدہ کر دیا جائے، اور اس قسم کا تعاون ان سے روانہ رکھا جائے، مذبذب میں محلّہ کے مقتدی اعلان کرتے ہیں کہ امام کو کھلانا پلانا بالکل حرام ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام اول کو مسجد کے مکان میں رہنا اور انکی اعانت کرنا شرعاً کیسا ہے آیا جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس امام نے مدت دراز تک خدمت انجام دی اور اب وہ ضعیف العمر ہوا سکا لحاظ خدمات دینیہ اور ضعف کی وجہ سے ضروری ہے، اہل محلّہ کو چاہئے کہ باہمی مشورہ کر کے ان کے مکان میں رہنے کا انتظام کریں[1] اگر مکان کو خالی کرانا ہو اور مسجد کو ضرورت ہو تو ان کے لئے دوسرا مکان تجویز کر دیں، ورنہ مسجد ہی کے مکان میں رہنے دیں، البتہ مکان کا کرایہ چندہ کر کے دیدیا کریں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

آمدنی کیلئے مسجد کی چھت پر فیس لے کر مسافروں کو ٹھہرانا

سوال:۔ اگر مسجد مذکور کی کوئی ایسی آمدنی نہ ہو جو مسجد کے اخراجات کے لئے کافی ہو تو کیا ایسی صورت میں اگر بالائی چھت پر مسافروں کے واسطے کمرے بنا دیئے جائیں اور آمدنی بڑھانے کے لئے ان مسافروں سے کرایہ وصول کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] حامل القرآن حامل راية الاسلام من اكرمه فقد اكرم الله ومن اهانه فعليه لعنة الله فيض القدير ص۳۶۸ ج۳ رقم الحديث ۳۶۶۰ حرف الحاء مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لاتجوز اعارة الوقف والا سكان فيه (عالم گيرى ،كوئٹه ،ص۴۲۰/ج۲/ كتاب الوقف الباب الخامس، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۵۳۹ ج۶ كتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب ان لا تعار إلا برهن مجمع الأنهر ص ۵۸۲ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکی بھی اجازت نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۹۶ھ

مسجد کی کوٹھری میں عورت کو رکھنا

سوال:۔ میں نے بڑی مشکل سے ایک مسجد کی کوٹھری جس میں ایک پلنگ کی جگہ ہے کرایہ پر لی ہے، اس کوٹھری کو لینے کی میری غرض صرف اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں کسی غریب بیوہ شریف دیندار سے عقد کروں، چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں کوشش بھی شروع کر رکھی ہیں لیکن محلّہ کے کچھ لوگ اس کوٹھری میں زنانہ رکھنے کو ناجائز اور خلاف شرع کہتے ہیں، اس لئے میرا عقد کرنے اور کرانے سے کتراتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پہلے گھر کا انتظام کرلو پھر نکاح کا انتظام کرنا، مسجد کا نقشہ اس طرح پر ہے کہ جو کوٹھری میں نے لے رکھی ہے، اس کا دروازہ باہر کی طرف سڑک پر نالی سے ذرا اوپر ہے اور مسجد کا دروازہ اس کوٹھری کے دروازے سے دوگز چار گرہ کے فاصلہ پر ہے، اس دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی دوگز چار گرہ پر میری کوٹھری کا روشن دان نما جنگلہ ہے اور یہیں پر نمازی جوتے اتارتے ہیں، اور جہاں پر نمازی جوتا اتارتے ہیں ہیں یہیں پر کوٹھری کی پشت ہے، براہ کرم مطلع فرمادیں کہ شرعاً عورت کو اس کوٹھری میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کوٹھری میں جانے کا دروازہ مسجد سے علیحدہ باہر سڑک کی طرف ہے تو اس میں زنانہ

---

[۱] ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئا منه مستغلا، در مختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مجمع الأنهر ص۵۹۸ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیساتھ رہنا منع نہیں[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۹۰ھ

امام کا اہل وعیال اور مویشی کو مسجد میں رکھنا

سوال:۔ کیا کسی ایسے شخص کو جو کسی دوسرے مقام پر امامت کرتا ہو وہ کسی بھی دوسری مسجد کو اپنے اہل وعیال، مویشی اور دیگر ضروریات خانگی کے لئے استعمال کرسکتا ہے، بالفرض اس نے مسجد میں روشنی وغیرہ پر خرچ کیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں اہل وعیال کو رکھنا اور مویشی وہاں باندھنا جائز نہیں[2]، مسجد نماز اور ذکر اللہ کیلئے ہے ان کاموں کے لئے نہیں[3]، ظالموں اور کافروں کی طرح خانہ خدا پر قبضہ کرنا اور ان کو دلیلیں پیش کرنا

---

[1] فقہاء نے امام کے لئے مسجد کے اوپر کے حصے میں حجرہ بنانے کو درست قرار دیا ہے اور اس کو مصالح مسجد میں شمار کیا ہے تو مسجد سے خارجی حصہ میں بنے ہوئے حجرہ میں امام کا اہل خانہ کے ساتھ رہنا بھی درست ہے، **يستفاد مما يلي، لو بنى فوقه بيتاً للامام لا يضرّ لانه من المصالح، الدر المختار مع الشامي زكريا ص۵۴۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب في احكام المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل في احكام المسجد.** نیز حجرہ کا دروازہ باہر سڑک کی طرف ہونے کی وجہ سے نہ بے پردگی ہوگی اور نہ ہی حیض وجنابت کی حالت میں مسجد سے گذرنا پایا جائے گا جس کی ممانعت ہے **يستفاد مما يلي.** "**قوله دخول مسجد اى يمنع الحيض دخول المسجد وكذا الجنابة ..... المنع من دخولهما المسجد بان لا يكون عن ضرورة فقال وحرم على الجنب دخول المسجد ولو للعبور إلّا لضرورة كأن يكون باب بيته الى المسجد وهو حسن وان خالف اطلاق المشايخ وينبغي ان يقيد بكونه لا يمكنه تحويل بابه الى غير المسجد وليس قادرا على السكنىٰ في غيره كما لايخفىٰ، البحر الرائق كوئٹه ص۱۹۵ ج۱ باب الحيض.**

[2] **ولاان يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى (درمختار مع الشامي كراچي ،ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف مطلب في احكام المسجد)، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۲ كتاب الوقف فصل في احكام المسجد، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر ص۵۹۴ ج۲ كتاب الوقف، تحت فصل مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.** (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

خطرناک صورت ہے، کہیں وہی انجام نہ ہو جو ان ظالموں کیلئے تجویز ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بقیہ صفحہ گذشتہ ۳ لان المسجد مابنی الا لها من صلاة واعتكاف وذكر شرعي وتعليم علم وتعلمه وقرأة قرآن (بحر كوئٹه ،ص ۳۴/ج ۲/ كتاب الصلوٰة ،باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها ،فصل لمافرغ الخ)، حلبی كبير ص ۶۱۱ فصل فی احكام المسجد مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر كراچی ص۶۳ ج۴ القول فی احكام المسجد.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم: مسجد میں سونا اور ٹھہرنا

مسجد میں سونا

سوال:۔ ایک شخص ایسا ہے جس کے مکان بھی ہے، اہل وعیال بھی ہیں، وہ ہمیشہ بجائے گھر کے مسجد میں سوتا ہے، مسجد کو گویا اس نے اپنا مکان سمجھ رکھا ہے، حالانکہ وہ اپنا سامان نہیں رکھتا علاوہ بستر کے تو کیسا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً مسجد کو مکان بنانا اور وہاں رہائش اختیار کرنا نہیں چاہئے، یہ مکروہ اور احترام مسجد کے خلاف ہے[1]، لیکن اگر کسی پر نیند کا غلبہ ہو اور اسکی جماعت ترک ہوتی یا نماز قضا ہو جاتی ہے، اور مسجد میں سونے سے نماز باجماعت کی پابندی نصیب ہوتی ہے، یا تہجد کی توفیق ہوتی ہے، یا مسجد کی حفاظت مقصود ہے، یا کوئی اور دینی ضرورت ہے جو بغیر مسجد میں سوئے حاصل نہیں

---

[1] ویکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف (الھندیہ، کوئٹہ، ص ۳۲۱/ ج۵/ کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوة ومایکرہ فیھا، مطلب فی الغرس فی المسجد، مطبوعہ دیوبند، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

ہوتی تو اس کیلئے اجازت بھی ہے، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دینی ضرورت کیلئے مسجد میں سوتے تھے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

مسجد میں سونا

سوال: ۔مسجد میں امام ہو یا محلّہ کا کوئی شخص ہو چارپائی بچھا کر روزمرہ سونا کیسا ہے حالانکہ حجرہ اور سونے کی جگہ موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دوسری جگہ موجود ہے تو پھر مسجد میں سونا اور وہ بھی روزمرہ سونا مکروہ ہے اس سے بچنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۶/۵۷ھ

---

[1] نافع قال اخبرنی عبد اللہ بن عمر انه کان ینام وهو شاب اعزب لا اهل له فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بخاری شریف ص ۱/۶۳، کتاب الصلوة، باب نوم الرجال فی المسجد، اشرفی بکڈپو دیوبند، وفی عمدة القاری، ذکر ما یستنبط منه وهو جواز النوم فی المسجد لغیر الغریب واختلف العلماء فمن رخص فی فیه ابن عمر وقال کنا نبیت فیه ونقیل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن سعید بن المسیب والحسن البصری الی قوله فروی عن ابن عباس قال لایتخذوا المسجد مرقدا وروی عنه انه قال ان کنت تنام فیه لصلاة فلا بأس عن الحسن قال رأیت عثمان بن عفان ناما فیه لیس حوله احد وهو امیر المؤمنین قال وقد نام فی المسجد جماعة من السلف بغیر محذور الخ، عمدة القاری ص ۲/۱۹۸، الجزء الرابع، باب نوم الرجال فی المسجد، دارالفکر بیروت.

[2] ویکره النوم والاکل فیه لغیر المعتکف (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس، فی آداب المسجد والقبلة، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد، مطبوعه دیوبند)

مسجد میں سونا

سوال: ۔مسجد میں سونا عوام کو یا خواص کو چار پائی یا بغیر چار پائی کے بوڑھا ہو یا جوان درست ہے یا نہیں مع حوالہ کتب مع تشریح لکھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معتکف کو اور ایسے مسافر کو جس کا کہیں ٹھکانہ نہ ہو درست ہے چار پائی پر ہو یا بغیر چار پائی کے جوان ہو یا بوڑھا ہو اوروں کو احتیاط چاہئے کہ مسجد کے اندر سونا مکروہ ہے "**ویکرہ النوم والاکل فیه ای المسجد لغیر المعتکف واذا ارادان یفعل ذٰلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیه ویذکر اللّٰه تعالیٰ بقدر مانویٰ ولابأس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذهب والاحسن ان یتورع فلاینام اھ عالمگیری اھ**، ص ۳۲۱/ج۵/[1] بعض صحابہ کرامؓ سے بعض اوقات مسجد میں سونا ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے، "**انه کان ینام وهوشاب اعزب لااهل له فی مسجد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم**"[2] ہمارے علماء نے اس کو ضرورت پر محمول کیا ہے۔ کذا فی فیض الباری[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] هندیه کوئٹه ص ۳۲۱/۵، کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی اٰداب المسجد.

[2] بخاری شریف ص۶۳/ج۱/ کتاب الصلوٰة، باب نوم الرجال، فی المسجد. مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند. **ترجمه**:-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جس وقت نوجوان تھے اور آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی، مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سویا کرتے تھے۔

[3] وهوشاب اعزب ،قلت ،ولاتمسک فیه لان ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه کان احوج الناس وافقر من الغرباء لم یکن له بیت ولاشئی فاذا جاز للغریب ان ینام فی المسجد فکیف به (فیض الباری شرح البخاری ص ۴۹/۲، کتاب الصلوٰة، باب نوم الرجال، خضرراه دیوبند)

مسجد میں سونا، آرام کرنا، اعتکاف کرنا

سوال:۔(۱) مسجد میں داخلہ کے وقت اعتکاف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مسجد میں بستی کا کوئی شخص یا مسافر آرام کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا جماعتیں اکثر آیا کرتی ہیں، یہ آرام کر سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد نماز کی جگہ ہے، سونے اور آرام کرنے کی جگہ نہیں ہے جو مسافر پردیسی ہو یا کوئی معتکف ہو اس کے لئے گنجائش ہے، جماعتیں عموماً پردیسی ہوتی ہیں، یا پھر وہ مسجد میں رات کو رہ کر تسبیح ونوافل میں بیشتر مشغول رہتی ہیں، کچھ دیر آرام بھی کر لیتی ہیں، اس طرح اگر ان کے ساتھ مقامی آدمی بھی شب گزاری کریں تو نیت اعتکاف کر لیا کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۸۹ھ

فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا

سوال:۔ میں کبھی کبھی کھانا کھا کر اور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہے تو بوجہ کمزوری لیٹ جاتا ہوں، مسجد میں اعتکاف کی نیت سے؟

---

[1] ویکرہ النوم والا کل فیہ لغیر المعتکف واذا اراد ان یفعل ذٰلک ینبغی ان ینوی الا عتکاف فیدخل فیہ ویذکر اللّٰہ تعالیٰ بقدرمانوی ویصلی ثم یفعل ماشاء ولابأس للغریب ولصاحب الدار ان ینام فی المسجد فی الصحیح من المذھب والا حسن ان یتورع فلا ینام (الھندیہ مصری، ص ۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی اداب المسجد، شامی زکریا ص۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوۃ، ومایکرہ فیھا مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعت کے انتظار میں سنت پڑھ کر یا پہلے مسجد میں جبکہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشوار ہو کچھ دیر کے لئے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں خاص کر اعتکاف کی نیت کر کے مگر اس طرح ہو کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں نفلی اعتکاف

سوال:- رمضان المبارک کے مہینہ کے علاوہ دوسرے ایام میں نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نفلی اعتکاف بغیر رمضان کے بھی ہوسکتا ہے، اور ایسے معتکف کو بھی مسجد میں قیام کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویکره النوم والاکل فیه لغیر المعتکف واذا ارادان یفعل ذلک ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیه (عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۱/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس، فی آداب المسجد والقبلة، حلبی کبیر ص ۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد)

[2] هو لبث ذکر فی مسجد جماعة (الی قوله) وهو ثلاثة اقسام واجب بالنذر وسنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان ومستحب فی غیره من الازمنة (درمختار مع الشامی نعمانیه ص ۲/۱۲۹، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، زیلعی ص ۱/۳۴۸، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان، اذا دخل المسجد بنیة الاعتکاف فهو معتکف ما اقام تارک له اذا خرج، البحر الرائق ص ۲/۳۰۰، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، تحت فصل، ماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۷، باب الاعتکاف، دارالکتب العلمیة بیروت)

مسجد میں قیام وغیرہ

سوال:۔ مسجد میں کپڑے، دھان وغیرہ سوکھانا، رات میں آرام کے طور پر استعمال کر کے اس کو اور جائے نماز کو پیشاب سے ناپاک کرنا کیسا ہے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دھان وغیرہ سکھانے کیلئے خود مدرسہ موجود ہے مسجد میں یہ کام نہ کریں[1]، ایسے بچوں کو نہ لیٹنے اور بیٹھنے دیں جو پیشاب کر کے مسجد اور جائے نماز کو ناپاک کر دیں، ان کیلئے مسجد کے خارج میں انتظام کیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام کا مسجد میں چارپائی بچھا کر لیٹنا

سوال:۔ جس مسجد میں امام کے رہنے کے لئے کمرہ نہ ہو تو وہاں امام سردی گرمی وبرسات میں چارپائی بچھا کر مسجد میں لیٹ سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] فماکان فیه نوع عبادة ولیس فیه اهانة ولاتلویث لایکره والا کره (حلبی کبیری ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، یکره کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد، (هندیة کوئٹه ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد)

[2] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۶، ج ۱/ مکروهاة الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، اشباه ص ۲۰۲، الفن الثالث، القول فی احکام المسجد، مطبوعه دارالاشاعت دهلی، حلبی کبیر ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے احترام کے خلاف اور دوسروں کیلئے موجب توحش ہے آج کل مسجد میں چارپائی بچھانے کو مسجد کی بے ادبی تصور کیا جاتا ہے[1]، ایسے مسائل میں عرف کا لحاظ چاہئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد میں کون لوگ قیام کر سکتے ہیں اسی طرح مسجد کے اندر رات بھر پنکھا چلا کر بجلی کا استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح مسجد کے اندر بجلی اور پنکھے رات کے کون سے حصہ تک چلانا، استعمال کرنا مسئلہ سے ثابت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص معتکف ہو یا مسافر ہو اور اسکا کہیں ٹھکانہ نہ ہو اسکو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت ہے[2]، اور جو شخص نماز تہجد و فجر کے اہتمام کی خاطر مسجد میں رہے اس کیلئے بھی اجازت ہے، لیکن اپنے لئے مسجد کو آرام گاہ نہ بنایا جائے، مسجد کا پنکھا اور مسجد کی روشنی اصالۃً نماز کے لئے ہے،

---

[1] مستفاد :فما كان فيه نوع عبادة وليس فيه اهانة ولاتلويث لايكره والا كره (حلبی كبيری سهيل اكيڈمی لاهور ص ۶۱۱/ فصل فی احكام المسجد)

[2] ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف ولابأس للغريب ولصاحب الدار ان ينام فی المسجد بحذف (الهنديه كوئٹه ص ۳۲۱/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فی اداب المسجد، حلبی كبير ص ۶۱۲، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، الدارالمختار مع الشامی ص ۴۵۳/۲، مطبوعه زكريا ديوبند)

جب تک نمازی عامۃً نماز پڑھتے ہیں اس وقت تک استعمال کریں، اگر علاوہ نماز کے دیگر مقاصد کیلئے استعمال کریں تو اس کے معاوضہ میں مسجد کی خدمت بھی کر دیا کریں، فتاویٰ عالمگیری میں چراغ مسجد کے متعلق مسئلہ مذکور ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

not found.

[1] ولو وقف علی دهن السراج للمسجد لایجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین (عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۹/ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۵۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹہ س ۳/۲۹۹، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم: مسجد میں خرید وفروخت

مسجد میں خرید وفروخت

سوال:۔ مسجد میں خرید وفروخت جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت میں اور کس وقت، کیونکہ یہاں پر مدارس کے علاقہ میں علماء ہوں یا غیر علماء ان کو اگر کوئی کتاب فروخت کرنی ہوتی ہے تو وہ مسجد میں آکر تقریر کریں گے، اور اس کتاب کے فضائل بیان کریں گے، اور آخر میں اس کی قیمت بتا کر مسجد میں خرید وفروخت شروع کر دیں گے، اور ایسے ہی ایک صاحب نے ایک نقش تیار کر کے ممبر کے اوپر رکھ دیا اور اس کو فریم کرایا اور اس کے فضائل اپنی تقریر میں بیان کئے، کہ اس میں باری تعالیٰ کے اسماء ہیں اور اس کو اخیر میں انہوں نے تین تین روپے میں فروخت کر دیا، مسجد کے اندر یہ عمل کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد میں خرید وفروخت اس طرح بھی ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۹/۹۲ھ

---

[1] نهى رسول الله ﷺ نهى عن تناشد الاشعار فى المسجد وعن البيع..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں تجارت کرنا

سوال: ۔اندرون مسجد کاروبار یا دوکان بنا کر تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوجگہ نماز کیلئے وقف کی گئی ہے اس جگہ کو کاروبار تجارت وغیرہ کے لئے متعین کرنا اور وہاں تجارت کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں[1]، جوجگہ نماز کیلئے نہیں اور مسجد کی مصالح کیلئے وقف ہے، اوراس جگہ کو دوکان وغیرہ بنانے میں مسجد کے احترام اوراس کی تعمیر وغیرہ میں فرق نہ آئے، تواسکو مسجد کی آمدنی وآبادی کے لئے کرایہ پر دینا درست ہے[2]، مسجد کا اندرونی حصہ یا صحن (بیرونی حصہ) ہوسب کا ایک ہی حکم ہے، کسی جگہ بھی وہاں تجارت کرنا یا کرایہ پر دینا شرعاً

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....والاشتراء (مشکوة شریف ص ۷۰، باب المساجد، ومواضع الصلاة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. حرمة المسجد خمسة عشر الثالث ان لایشتری ولایبیع (عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۱/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی اٰداب المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۰، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص ۲/۴۳۴، باب مایفسد الصلوة، قبیل مطلب فی رفع الصوت بالذکر،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] نهی رسول الله ﷺ نهی عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البیع والاشتراء (مشکوة شریف ص ۷۰، باب المساجد، ومواضع الصلاة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۱/۱۵۴، کتاب الصلوة، باب التحلق یوم الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند) وکره لغیرالمعتکف البیع مطلقا (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، النهرالفائق ص ۲/۴۷، باب الاعتکاف، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱/۳۵۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] قیم یبیح فناء المسجد لیتجر فیه القوم او یضع فیه سررا آجره لیتجر فیها الناس فلا بأس اذا کان لصلاح المسجد ویعذر المستاجر ان شاء الله تعالیٰ اذا لم یکن مرالعامة، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۹، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

مسجد میں خرید وفروخت

سوال: ۔کسی شخص کا مسجد میں خرید وفروخت کرنا کیسا ہے اگر جائز ہے تو کن کن چیزوں کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں خرید وفروخت منع ہے[2]، صرف معتکف کو اتنی اجازت ہے کہ ضروری چیز کا معاملہ اس شخص سے کرلے جو مسجد میں آیا ہو، اس طرح کہ سامان ساتھ نہ ہو مسجد میں سامان رکھ کر

---

[1] قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حدالمسجد اوفی فنائه لان المسجد اذاجعل حانوتاومسکنا تسقط حرمته وهذ الایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد (الهندیه ،کوئٹه،ص ۴۶۲/ج۲/ کتاب الوقف ،الفصل الثانی من الباب الحادی عشر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳/۲۹۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داراه مسجدا، البحرالرائق، کوئٹه ص ۵/۲۴۹، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص۹/۱۳۷، کتاب الوقف، نوع آخر فی مسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه ڈابهیل)

[2] نهی رسول الله ﷺ نهی عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البیع والاشتراء (مشکوة شریف ص ۷۰، باب المساجد، ومواضع الصلاة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۱/۱۵۴، کتاب الصلوة، باب الخلق یوم الجمعة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند) وکره لغیرالمعتکف البیع مطلقا (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، النهرالفائق ص۲/۴۷، باب الاعتکاف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱/۳۵۱، باب الاعتکاف، مطبوعه امدادیه ملتان.

اسکو خریدنا یا فروخت کرنا معتکف کیلئے بھی درست نہیں بلکہ مکروہ ہے، ردالمحتار[1]، ص ۱۳۴/ج ۲/

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غسل خانہ یا جوتہ اتارنے کی جگہ بیع وشراء

سوال:۔ مسجد کی وہ جگہ جہاں جوتا اتارا جاتا ہے یا غسل خانہ اور وہ حجرہ یا مکان جو مصالح مسجد یا اس کی ضروری بات کے لئے تعمیر کرایا گیا ہو وہاں غیر معتکف کیلئے بیع وشراء عام اس سے کہ شئی مبیع وہاں موجود ہو یا نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں بیع وشراء احترام مسجد کے منافی ہے[2]، اور حصہ مذکورہ فی السوال شرعاً مسجد نہیں اور اس کا احترام ضروری نہیں لہٰذا وہاں بیع وشراء شرعاً درست ہے، بشرط یہ کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور صحیح عبداللطیف سہارنپور ۶/ج ۱/۵۵ھ

---

[1] وخص المعتكف بأكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه كبيع وكره احضار مبيع فيه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۴۸-۴۴۹/ج ۲/کتاب الصوم، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتكاف)

[2] حرمة المسجد خمسة عشر والثالث ان لايشترى ولايبيع (عالمگيری كوئٹه ص ۳۲۱/ج ۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد، حلبی كبير ص ۶۱۰، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ص ۲/۴۳۴، باب مايفسد الصلوة، قبيل مطلب فی رفع الصوت بالذكر)

مسجد کے درخت کی بیع مسجد میں

سوال:۔ایک شیشم کا درخت مسجد ہی کا ہے اس کی خرید وفروخت جہاں نماز ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چونکہ مسجد نماز وجماعت کے لئے متعین کی گئی ہیں، اسلئے وہاں خرید وفروخت کرنا درست نہیں[1] الگ ہٹ کر کی جائے، اگر چہ وہ درخت مسجد ہی کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

امام کا مسجد میں تجارت کرنا

سوال:۔اگر کوئی امام مسجد میں کپڑا وغیرہ رکھ کر تجارت کرتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، وہاں کپڑا وغیرہ رکھ کر تجارت کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]

---

[1] حرمة المسجد خمسة عشر والثالث ان لايشترى ولا يبيع (عالمگيری كوئٹه ص ۳۲۱/ ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس، حلبی كبير ص ۶۱۰، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شامی زكريا ص ۲/۴۳۴، باب مايفسد الصلوة، قبيل مطلب فی رفع الصوت بالذكر)

[2] وكره أی تحريما احضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقا(قوله مطلقاً) أی سواء احتاج اليه لنفسه عياله اوكان للتجارة احضره (درمختار مع الشامی كراچی مختصراً ج۲/ ص ۴۴۹/ باب الاعتكاف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتكاف، مجمع الانهر ص ۱/۳۷۹، باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

اگر امام اس سے باز نہ آئے تو وہ علیحدگی کا مستحق ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۲ھ

تراویح میں سنانے کی اجرت لیکر مسجد میں ہی فروخت کرنا

سوال:۔ایک حافظ قرآن نے ختم القرآن کے دن ایسا کیا کہ جو ہار پھولوں کا مقتدیوں کی طرف سے ملا تھا انہوں نے وہیں نیلام کر دیا اس کا نیلام ۳۷۵/روپیہ میں ہوا وہ پیسہ انہوں نے آدھا روپیہ مسجد کی تعمیر میں فنڈ کو دیدیا اور آدھا روپیہ مدرسہ کی تعمیری فنڈ میں دیدیا اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں ہی نیلام کیا تو برا کیا مسجد میں بیع شرا کی اجازت نہیں اگر خارج مسجد میں نیلام کیا تو درست ہے، یہ حکم تو نفس نیلام کا ہے[2] قرآن پاک تراویح میں سنانے کا معاوضہ خواہ بصورت نقد ہو یا کوئی اور چیز ہو نیز پہلے سے طے کر لی ہو یا بغیر طے کئے صرف ذہن میں ہو درست نہیں ہے، خاص کر جبکہ حافظ صاحب کو دینے کا رواج بھی ہو حافظ صاحب نے اس کو

---

[1] ان للامة خلع الامام وعزله بسبب يوجبه مثل ان يوجد منه ما يوج اخلال احوال المسلمين وانتكا امور الدين كما كان لهم نصبه واقامته لانتظامها واعلائها الخ، شامی زکریا ص ۴۱۵، ج۶، باب البغاة، مطلب فيما يستحق به الخليفة العزل)

[2] وكذا (يكره) كل مؤذ ولوبلسانه وكل عقد الا لمعتكف بشرطه (درمختار مع الشامی كراچی ص ۶۶۲/ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زكريا ص ۴۳۶، المصدر السابق، حلبی كبير ص ۶۱۱، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۲/۳۴، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، تحت فصل)

اپنے پاس نہیں رکھا بلکہ مدرسہ ومسجد میں دیدیا اچھا کیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

[1] قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالأ جرة لايستحق الثواب وقال العينی ، ويمنع القاری للدنيا،والأخذ والمعطی آثمان ،فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز (شامی کراچی مختصراً ص ۵۶/۶/کتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستيجار علی التلاوة والتهليل ونحوه الخ، شامی زکریا ص۷۷/۹، المصدر السابق، مجمع الانهر ص۵۳۳/۳، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، مجموعه رسائل ابن عابدين ص ۱۷۱/۱، رساله شفاء العليل وبل الغليل فی حکم الوصية بالختمات والتهاليل، مطبوعه ثاقب بکڈپو ديوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

مسجد میں جنبی حائضہ اور غیر مسلم کا داخل ہونا

مسجد کے حجرہ سے بحالت جنابت مسجد سے گزرنا

سوال: ۔مسجد کے متصل ایک حجرۂ امام بھی ہے امام صاحب وہاں آرام کرتے ہیں، لیکن چندلوگوں کے کہنے پرامام صاحب اپنے اہل وعیال کواپنے ہمراہ لاکراس حجرہ میں رکھتے ہیں،اورمباشرت ضرورہوتی ہوگی، کیونکہ جوان آدمی ہیں، حجرہ سے مسجد کے اندرراستہ ہے اورناپاک حالت میں مسجد سے نکل کرتالاب میں جاتے ہیں، دوسرااورکوئی راستہ نہیں کیا یہ رواہے جوکہ داخل مسجد میں اہل وعیال کولیکررہےاورناپاک حالت میں باہراسی راستہ سے نکلے ایسی حرکت ہوئی توصدرصاحب نے بلاکرکہا کیا یہ ٹھیک ہےتوانہوں نے جواب دیا کہ ہم ٹھیک کرتے ہیں۔

اب ایسا امام جو جماعت میں پھوٹ ڈالتا اورفساد پھیلاتا ہوایسا شخص امام ہوسکتا ہے یانہیں،اوراس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں کوآئیں اوراہلیہ کومسجد کے حجرہ میں رکھ کراس

سے مباشرت کرے جبکہ حجرہ کا راستہ مسجد ہی میں کو ہے، دوسرا راستہ نہیں شرعاً جائز نہیں[1] اور جس امام کو امامت سے الگ کر دیا گیا ہو اس کا مسجد کے حجرہ میں رہنا بھی درست نہیں بلکہ ظلم اور غصب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۱ھ

مسجد بیت میں حائضہ کا داخل ہونا

سوال:۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ گھر کی مسجد بالکل مسجد کے حکم میں نہ ہوگی، تو کیا گھر کی مذکورہ مسجد میں حیض ونفاس والی عورتیں اور ناپاک مرد وعورت داخل ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داخل ہو سکتے ہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد ولوللعبور (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۷۱/ ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب یوم عرفة افضل من یوم الجمعة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۸/ ۱، کتاب الطهارة، الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۹۵/ ۱، کتاب الطهارة، باب الحیض)

[2] مندوب لکل مسلم أن یعد فی بیته مکانا یصلی فیه الا ان هذا المکان لایأخذ حکم المسجد علی الاطلاق لانه باق علی حکم ملکه له ان یبیعه (الهندیه کوئٹه ،ص ۳۲۰/ کتاب الکراهیة الباب الخامس، لایکره ماذکر فوق بیت جعل فیه مسجد بل ولافیه لانه لیس بمسجد شرعا الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۴۲۹، باب مایفسد الصلوة الخ، مطلب فی احکام المسجد، البحرالرائق ص ۲/۳۶، باب مایفسد الصلاة الخ، مطبوعه الماجدیة کوئٹه، زیلعی ص ۱۶۸/ ۱، مطبوعه امدادیه ملتان) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حالت حیض و جنابت میں اور بغیر استنجا کئے مسجد میں آنا

سوال:۔ مسجد کے باہر پیشاب خانہ ہے، کوئی اس میں پاخانہ کردے اور کچے ڈھیلے سے صاف کر کے بغیر آبدست لئے ہوئے اندرونِ مسجد آسکتا ہے یا نہیں، بغرض پانی لینے کے یا بغیر آبدست لئے قطعی نہ آنا چاہئے، اسی طرح جنبی، حائضہ کا مسجد میں آنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنب، حائضہ کا فرش مسجد، اندرونِ مسجد داخل ہونا جائز نہیں[1] اور بغیر آبدست لئے ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد آنا جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا

سوال:۔ حضور اقدس ﷺ کے واسطے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ ﷺ کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے برابر حکم ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....دارفیها مسجد لایمنعون الناس من الصلوٰة فیها ان کانت الدار لوأغلقت کان له جماعة ممن فیها فهو مسجد جماعة تثبت له احکام المسجد من حرمة البیع والدخول والافلا (شامی کراچی ص ۱۷۱/ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب یوم عرفة افضل من یوم جمعة،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] فمنها تحریم دخوله علی الجنب والحائض والنفساء (الاشباه والنظائر، ص ۲۰۲/الفن الثالث القول فی احکام المسجد، هدایه ص ۶۳/۱، باب الحیض، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحرالرائق ص ۱۹۵/۱، باب الحیض، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا، لہٰذا بحالت جنابت آنحضرت ﷺ کو مرور کی اجازت تھی ہر ایک کو ہر مسجد میں بحالت جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ تھا، اور اب بھی کسی کے لئے جائز نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۶/رجب ۵۶ھ

غسل خانہ میں جانے کا راستہ مسجد میں کو ہو کر

سوال: ۔مسجد کے فرش پر چل کر غسل خانہ میں جانا پڑتا ہے، اور یہ دستور قدیم سے کر رکھا ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غسل خانہ تک جانے کا راستہ بجز مسجد میں کو گزرنے کے کوئی نہیں تو ناپاک آدمی تیمّم

---

[1] وقدعلم ان دخله صلى الله عليه وسلم المسجد جنبا ومكثه فيه من خواصه (شامی کراچی ص ۱۷۱/ ج ۱/ کتاب الطهارة، مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة. بحر ص ۱۹۶/۱، باب الحيض، مطبوعه الماجديه كوئٹه)

نعم من خصائصه عليه الصلوٰة والسلام انه يحل له المكث فى المسجد جنباعلى ماقاله التلخيص (مرقاة شرح مشكوٰة ص ۳۳۴/ ج ۱/ كتاب الطهارة باب مخالطة الجنب ومايباح له) فمنها تحريم دخوله على الجنب والحائض والنفساء (الاشباه والنظائر ص ۲۰۲/ الفن الثالث القول فى احكام المسجد، عالمگیری کوئٹه ص ۳۸/۱، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فى احكام الحيض الخ، هدايه ص ۶۳/۱، باب الحيض، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

کر کے وہاں کو جائے، اور کوشش کر کے راستہ کسی اور طرف کو بنایا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۹۲ھ

مشرک کو مسجد میں آنے سے روکنا

سوال:۔ ایک مشرک ہماری مسجد میں آیا کرتا ہے، اور کبھی کبھی نماز میں بھی شریک ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایک دن خواب میں دیکھا کوئی اذان دے رہا ہے، کیا ایسے شخص کو مسجد میں آنے اور نماز میں شریک ہونے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ کسی عالم بزرگ کا پتہ اس کو بتلا دیا جائے یا وہاں پہنچا دیا جائے، تاکہ بات پوری طرح سمجھ لے، اس کو اسلام کی اصل خوبی نظر آ جائے اور جب تک اس کا موقع نہ آئے مسجد میں آنے سے اس کو نہ روکیں[2]، اللہ پاک سے دعا کرتے رہیں کہ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے دوسروں کو نفس اسلام سے نفرت نہ پیدا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] مسافر مر بمسجد فیه عین ماء وهو جنب ولا یجدغیره فانه یتیمم لدخول المسجد عندنا (شامی کراچی ص ۲۹۲/ج ۱/ کتاب الطهارة، باب الحیض، مطلب لوافتی مفت بشئی من هذه الاقوال الخ، حاشیة الشلبی ص ۵۶/۱، باب الحیض، مطبوعه امدایه ملتان، النهر الفائق ص ۱۳۱/۱، باب الحیض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2] قال الجصاص تحت قوله تعالیٰ "فلایقربواالمسجد الحرام" وقال اصحابنا یجوز للذمی دخول سائر المساجد (احکام القرآن بیروت ص۸۸/ج۳/ سوره برأة، مطلب هل یجوز دخول المشرک المسجد. البحرالرائق کوئٹه، ص ۲۵۱/۵، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، شامی زکریا ۵۷۵/۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقا،

غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا

سوال:۔ اگر غیر مسلم مرد یا عورت مسجد میں داخل ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ناپاک ہیں یا پاک ہیں، تو داخلہ جائز ہے یا نہیں، اور اہل مسجد پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک ناپاک ہونے کا علم نہ ہو اور دوسری بھی کوئی چیز مضرت ومفسدہ نہ ہو تو اجازت ہے، اہل مسجد پر گناہ نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

نکاح میں شرکت کے لئے غیر مسلم کو مسجد میں بلانا

سوال:۔ (۱) مسجد میں نکاح ہونے پر غیر قوم کو بھی شرکت کی دعوت دینا مسجد کے اندر ہی لاکر بٹھانا کیسا ہے؟

غیر مسلموں کا مسجد کے حوض سے ہاتھ پیر دھونا

سوال:۔ (۲) حوض کے پانی سے غیر قوم کو ہاتھ پیر دھونے کا حق ہے یا نہیں؟

---

[1] قال اصحابنا یجوز للذمی دخول سائر المساجد (احکام القرآن للجصاص ص۸۸/ج۳/ تحت قوله تعالیٰ انما المشرکون نجس سورۂ برأة، البحرالرائق ص ۵/۲۵۱، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۶/۵۷۵، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقا)

مجلس نکاح کیلئے زیبائش

سوال:۔ (۳) مسجد کے اندر اور باہر نکاح کے وقت ہندو مسلمان مل کر بیٹھتے ہوں اس نکاح کی زیبائش کے لئے مسجد کے صحن میں پنڈال ڈالنا، کپڑوں سے نقش ونگار کر کے اس کو سجانا کیسا ہے؟

نکاح رجسٹر میں درج کرانا

سوال:۔ (۴) مسجد میں نکاح نہ ہونے پر گھر میں نکاح کرنے والوں کو نکاح کا رجسٹر نہ دینا، مسجد میں نکاح کرنے والوں کو ہی نکاح کا رجسٹر دینا، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

(۱) نہیں چاہئے[۱]

(۲) نہیں[۲]

---

[۱] وادخال نجاسة فيه ويحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم (قوله وادخال نجاسة فيه) لكن في الفتاوى الهندية ،لايدخل المسجد من على بدنه نجاسة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۶۵۶/۱، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مطلب في احكام المسجد، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث، القول في احكام المسجد، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلي، عالمگيري كوئٹه ص ۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کے ابدان یا بواطن کے نجس وغیرہ ہونے کی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، جب مسلمان بچوں کا جبکہ غالب احوال میں انکا بدن نجس ہوتا ہے، مسجد میں داخل کرنا حرام ہے تو بالغین کفار جہاں علاوہ نجاست غالبہ کے دوسرے موانع بھی ادخال مسجد کے مجتمع ہیں ان کو مسجد میں داخل ہونے کی کیسے اجازت دی جائیگی۔(امدادالفتاویٰ ص ۷۴۵/ج ۲/ احکام المسجد)

[۲] مستفاد:- شرط الواقف كنص الشارع (درمختار الشامي كراچي ص ۴/۴۳۳، كتاب الوقف. البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، دارالكتب العلمية بيروت،

(۳) نہیں چاہئے[۱] البتہ سادہ طریقہ پر مسجد میں نکاح کرنا درست ہے[۲]۔

(۴) نکاح کو درج رجسٹر کرنا شرعاً لازم نہیں، اگر ضرورت ہو تو مسجد میں سادہ طور پر نکاح کرادیا جائے، اور پھر درج کرادیا جائے، یا مکان پر نکاح کر کے رجسٹر میں لکھوادیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۸ھ

found.

---

[۱] ان المساجد بنیت لاعمال الاخرة ممالیس فیه توهم اهانتها وتلویثها مما ینبغی التنظیف منه ولم تبن لاعمال الدنیا (حلبی کبیر ص ۶۱۱/ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری ص ۵/۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ، مطبوعه کوئٹه،

[۲] ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة (درمختار مع الشامی کراچی، ص۸/ ج۳/ کتاب النکاح، مطلب کثیرا مایتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة، فتح القدیر ص ۳/۱۸۹، کتاب النکاح، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحر الرائق ص ۳/۸۰، کتاب النکاح، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

فصل ہفتم: مسجد میں بدبودار چیزوں کا داخل کرنا

مٹی کا تیل مسجد میں لے جانا

سوال:۔ اگر کوئی رات کو کلام مجید کی تلاوت کرنا چاہے اور کڑوا تیل نہ ہو تو مٹی کے تیل کی بتی جلا کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے مگر بدبودار تیل وغیرہ مسجد میں لے جانا جائز نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/۱۰/۵۱ھ

مٹی کا تیل مسجد میں جلانا

سوال:۔ اگر کسی علاقہ میں پہلے سے ہی مسجدوں میں مٹی کا تیل جلتا آ رہا ہو اور بیک وقت اس کا اٹھانا بھی مشکل ہو تو مٹی کا تیل جلانا اس مجبوری کے بعد کیسا ہے اور مٹی کے تیل سے نماز میں کوئی خلل پڑتا ہے یا نہیں اگر مٹی کا تیل جلانے میں گناہ ہوتا ہے، تو اس بستی میں کس پر گناہ ہوگا، اگر امام مٹی کا تیل جلانے سے نالاں ہو لیکن بستی والوں کو سمجھانے کے باوجود وہ لوگ نہ مانتے ہوں تو اس امام کو گناہ ہوگا یا نہیں اگر کسی علاقہ میں اس بات کو اٹھانے پر جھگڑا ہونے کا خطرہ ہو تو اس بات کو جانتے ہوئے بھی اٹھانا کیسا ہے؟

---

[۱] واکل نحو ثوم قال الامام ا العینی فی شرحه علی صحیح البخاری علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولاً اوغیره(شامی کراچی ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد، عمدة القاری مطبوعه دارالفکر ص ۱۴۶/ج۳/ الجزء السادس کتاب الاذان بیان کراهة اکل الثوم النیئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة)، حلبی کبیر ص ۵۶۶ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبۂ رحیمیه دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

بدبودار تیل مٹی کا تیل مسجد میں جلانا مکروہ تحریمی ہے اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے، اگر روشنی کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکے تو مٹی کا تیل ایسی طرح جلایا جائے کہ مسجد کے اندر نہ ہو بلکہ باہر ہو اور روشنی مسجد میں آتی رہے اگر صحیح مسئلہ بتاتا ہے، اور لوگ نہیں مانتے بلکہ ضد کرتے ہیں، تو لوگوں کی پکڑ ہوگی اگر ایک آدمی یا چند آدمی مٹی کے علاوہ سرسوں وغیرہ کا تیل کا انتظام کرلیں یا موم بتی کا انتظام کرلیں تو انشاء اللہ تعالیٰ نزاع نہیں ہوگا۔

عامۃً نزاع اس وقت ہوتا ہے جب کوئی فریق یہ سمجھتا ہے کہ ہماری مخالفت مقصود ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۷ھ

مٹی کا تیل مسجد میں جلانا

سوال:۔ یہاں پر تمام مسجدوں میں گیس کے ہنڈے جلتے ہیں، سنا گیا ہے کہ ان میں تیل جو جلتا ہے، شراب سے کھنچتا ہے تو اس کو مسجد میں جلانا کوئی شرع کے لحاظ سے ممانعت تو نہیں ہے، اگر منع ہے تو تحریر سے اطلاع دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تیل میں شراب کے اجزاء ہیں تو اس کا استعمال ناجائز ہے[2]، اور اگر شراب کے اجزا نہیں

---

[1] واکل نحو ثوم ویمنع منه قال الامام العینی قلت علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا اوغیره، شامی زکریا ص ۴۳۵ ج ۲ کتاب الصلوة، مطلب فی الغرس فی المسجد، مطبوعه دیوبند، عمدة القاری ص ۱۴۶ ج ۳ الجزء السادس کتاب الاذان بیان کراهة اکل النوم الشیء وغیره ماله رائحة کریهة مطبوعه دار الفکر بیروت، حلبی کبیر ص ۵۶۶ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند.

[2] وکره تحریما ادخال نجاسة فیه وعلیه فلایجوز الا ستصباح بدهن نجس فیه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بلکہ صرف مٹی کا تیل ہے تو اس کو مسجد میں جلانا منع ہے، ہاں اگر کوئی اور تیل ہے جس میں بدبو نہیں یا مٹی ہی کے تیل کو کسی طرح ایسا صاف کرلیا ہے، کہ بدبو نہیں رہی تو مسجد میں جلانا بھی درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/رمضان ۵۵ھ

مٹی کا تیل مسجد میں جلانا

سوال: ۔مٹی کے تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی کے تیل میں بدبو ہوتی ہے جس سے مسجد میں آنیوالے ملائکہ اور نمازیوں کو اذیت ہوتی ہے اس لئے اس کو مسجد میں جلانا منع ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۸/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۸/۵۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) (درمختار مع الشامی کراچی ،بحذف ،ص ۶۵۶/ج ۱/کتاب الصلوٰۃ ،مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص ۴۲۹، ۴۲۱ ج ۲ المصدر السابق مطبوعہ دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۴ ج ۲ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا تحت فصل.

(صفحہ ہذا) [1] واکل نحو ثوم ای کبصل ونحوہ مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد قا ل الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة مأکولا اوغیره (شامی کراچی، بحذف ،ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ ،مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زکریا ص ۴۳۵ ج ۲، حوالۂ بالا مطبوعہ دیوبند، حلبی کبیر ص ۵۶۶ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، عمدۃ القاری ص ۱۴۶ ج ۳ الجزء السادس کتاب الاذان بیان کراهة اکل الثوم النئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة مطبوعه دار الفکر بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مٹی کا تیل مسجد میں جلانا

سوال:۔(۱) یہاں کے مسلمانوں کی حالت بہت خستہ ہے وہ مسجد میں میٹھا تیل نہیں جلا سکتے اس لئے مٹی کا تیل مسجد میں جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) خارج مسجد جہاں پر وضو وغیرہ کرتے ہیں اس جگہ مٹی کا تیل جلا سکتے ہیں یا نہیں خواہ اس کی روشنی صحن مسجد میں بھی آتی رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ بدبو سے ملائکہ کو بہت اذیت ہوتی ہے اور انسانوں کو بھی اس لئے بدبودار چیز مسجد میں لانا منع ہے[۱]، اگر مٹی کا تیل مسجد سے باہر رکھا جائے، اس طرح کہ بدبو مسجد میں نہ آئے تو درست ہے اس کی روشنی کا مسجد میں آنا منع نہیں ہے بلکہ بدبو کا آنا منع ہے، چاہے وضو کی جگہ رکھیں چاہے بیرونی دروازہ کی دیوار وغیرہ پر جہاں مناسب سمجھیں رکھ کر جلا سکتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ واکل نحو ثوم قال الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولاً اوغیره (شامی کراچی ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد، عمدة القاری مطبوعه دارالفکر، ص۱۴۶/ج۳/الجزء السادس، کتاب الاذان بیان کراهة اکل الثوم النیئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة، حلبی کبیر ص۵۶۶ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ واکل نحو ثوم ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد قا ل الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة مأکولا اوغیره (شامی کراچی، بحذف ،ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد، عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر ص۱۴۶/ج۳/ الجزء السادس کتاب الاذان ،بیان کراهة اکل الثوم النئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة)

مسجد میں بدبودار رنگ کرنا

سوال:۔ مسجد میں ایسا رنگ روغن کرنا جس میں تارپین اور دیگر قسم کے اجزائے روغنی ڈال کر جس میں بدبو ہو رنگ پکا کرنے کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ بدبو کافی دنوں تک رہتی ہے، پھر ختم ہو جاتی ہے، ایسے رنگ مسجد میں کرنا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تحریمی ہے، مسجد کو ہر بدبودار چیز سے محفوظ رکھنا چاہئے حتی کہ کچی پیاز ولہسن کھا کر بغیر منہ صاف کئے بدبودار منہ لیکر مسجد میں آنے کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے[1]، فقہاء نے بھی مکروہ لکھا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اخبرنی عطاء قال سمعت جابر بن عبداللّٰہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ یرید الثوم فلایغشا نا فی مسجد نا قلت مایعنی بہ قال مااراہ یعنی الانیئہ (بخاری شریف، ص۱۱۸/ج۱/ کتاب الاذان ، باب ماجاء فی الثوم النئی والبصل والکرات، مطبوعہ مکتبہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس درخت یعنی لہسن سے کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے ، میں نے (حضرت عطاؒ نے حضرت جابرؓ سے) کہا کہ آپ ﷺ کی مراد اس سے کیا ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا میرے خیال میں آپ ﷺ کی مراد صرف کچا لہسن ہے۔

[2] ویکرہ الاعطاء واکل نحوہ ثوم ای کبصل ونحو مماله رائحة کریهة (شامی کراچی ، ص۶۶۱/ج۱/ کتاب الصلوٰۃ ،مطلب فی الغرس فی المسجد)، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سهیل اکیڈمی لاهور، شامی زکریا ص۴۳۵ المصدر السابق مطبوعہ دیوبند، عمدۃ القاری ص۱۴۶ ج۳ الجزء السادس کتاب الاذان بیان کراهة اکل الثوم النئی وغیرہ من کل ماله رائحة کرایهة، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

مسجد کی پتائی میں بدبودار رنگ کا استعمال

سوال:۔ مسجد کی پتائی ورنگائی کے لئے ان رنگوں کا استعمال کرنا جس میں اسپریٹ مٹی کا تیل استعمال کیا جاتا ہے، جب کہ اس کی پتائی بغیر ان اشیاء کے ملائے ہونا ممکن ہے، مگر چوں کہ تزئین مقصود ہے اس لئے ان اشیاء کی ملاوٹ کی جاتی ہے، اس حکم کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیاز کھا کر جانے کو منع فرمایا ہے، تاکہ ملائکہ کو اذیت نہ ہو کیا اس سے ملائکہ کو تکلیف نہیں ہوتی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدبودار چیز کا مسجد میں لانا مکروہ ہے ایسے رنگ سے بھی اجتناب چاہئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا اور حقہ پینا

سوال:۔ مسجد کے اندر تعمیر کے دوران معماروں کو حقہ پینا اور گھٹنے کھلے رکھنا کیسا ہے متولی پر ان کو روکنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھٹنے کھلے رکھنا کسی کے سامنے خارج مسجد بھی منع ہے چہ جائیکہ مسجد میں متولی کو چاہئے کہ

---

[1] و(یکرہ) اکل نحو ثوم أی کبصل ونحو ہٖ(الی قولہ) ویلحق بمانص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ مأکولا اوغیرہ (درمختار مع الشامی کراچی ، ص ۶۶۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زکریا ص ۴۳۵ ج ۲ حلبی کبیر ص ۶۱۰ فصل فی احکام المسجد مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، عمدۃ القاری ص ۱۴۶ ج ۳ الجزء السادس کتاب الاذان، بیان کراھۃ اکل النوم النیء وغیرہ من کل مالہ رائحۃ کریھۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

ایسے معماروں اور مزدوروں کو ہدایت کرے کہ وہ ایسا نہ کریں[1] مسجد میں حقہ پینے سے بھی ان کو روکا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

کوڑھی کا مسجد میں جانا

سوال:۔ زید کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہے، دیکھنے میں تندرست معلوم ہوتا ہے، مگر زیر علاج ہے، بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں کجی آگئی، ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس وقت تمہارے خون میں کوئی خرابی نہیں، ایسی حالت میں زید مسجد میں جا کر نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے، لہٰذا زید کو مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوڑھ کا اثر خون میں نہیں بدن سے رطوبت نہیں نکلتی، بدبو نہیں آتی، تو مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت میں شریک ہونا درست ہے، محض دو انگلیوں میں کجی آجانے کی وجہ سے مسجد کی

---

[1] والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولوفی الخلوة علی الصحیح وهی للرجل ماتحت سرته الیٰ ماتحت رکبته (درمختا رمع الشامی کراچی ص۴۰۴/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی سترالعورة، البحر الرائق ص۲۶۹ ج۱ باب شروط الصلاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۵۸ ج۱ الباب الثالث فی شروط الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[2] و(یکره)اکل نحو نوم للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجدویلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة مأکولا اوغیره(درمختار مع الشامی کراچی،مختصراً، ص۶۶۱/ج۱/ مکروهات الصلوٰة مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیری ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الاشباه والنظائر ص۳۰۲، الفن الثالث، القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

جماعت سے اس شخص کو محروم نہ کیا جائے، مرض متعدی کے عقیدہ کو شریعت نے غلط قرار دیا ہے، کوئی بھی مرض ذاتی طور پر متعدی نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر نمازیوں میں وحشت پیدا ہو اور اس کی وجہ سے لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہو یا اس کے جانے کی وجہ سے نزاع کا اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو خود ہی اس کا لحاظ رکھتے ہوئے مکان پر نماز ادا کر لینی چاہئے[1] مشکوٰۃ شریف میں کوڑھی سے الگ رہنے کی بھی تاکید ہے اور اس کے ساتھ کھانا کھانے کی بھی تصریح ہے، دونوں کا محمل یہی ہے کہ ذاتی طور پر ہر مرض کو متعدی سمجھنا غلط ہے۔

اور احتیاط کے درجہ میں پرہیز کرنا درست ہے، مگر جب معالج کے ماتحت مرض موجود نہیں پھر اس سے یہ پرہیز بھی نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] وأكل نحو ثوم (قوله واكل نحو ثوم) الىٰ قوله)قال الامام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين والحق بعضهم بذلك من بفيه بخر اوبه جرح له رائحة وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والا برص اولىٰ بالالحاق (شامى كراچى مختصر اً ،ص ۶۶۱/ ج ۱/ مكروهات الصلوٰة ،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص ۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[2] لا عدوىٰ ولا طيرة ولا هامة ولا صفر فرمن المجذوم كما تفرمن الاسد(مشكوٰة شريف، ص ۳۹۱/ كتاب الطب والرقى باب الفال والطيرة، طبع ياسرنديم ديوبند، عن جابران رسول الله ﷺ اخذ بيد مجذوم فوضعها معه فى القصعة وقال كل ثقة بالله وتوكلاعليه (مشكوٰة شريف، ص ۳۹۲/ كتاب الطب والرقى ،باب الفال الطيرة، طبع ياسرنديم ديوبند)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے پیالے میں شریک کر لیا، اور فرمایا تو کھا میں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں۔

خارش جذام والے کا مسجد میں آنا

سوال:۔ ایک انسان ایسے مرض میں مبتلا ہے جو متعدی ہے یعنی خارش اور جذام ہے اور عوام اس سے نفرت بھی کرتے ہوں اور مسجد کی جائے نماز وغیرہ اس کے استعمال کرنے سے لوگ متنفر ہوں تو ایسے آدمی کے لئے مسجد کی اشیاء استعمال کرنے اور مسجد میں آنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بھی مرض کو فی نفسہ متعدی سمجھنا غلط ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے[1] لیکن جو شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں اور ان کے عقیدے غلط ہو جانے یا غلط عقیدوں کے پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اس شخص کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، وہ اپنے مکان سے وضو کر کے جائے، اگر مسجد جانے سے بھی لوگوں میں نفرت پیدا ہو یا اس کے جسم سے بدبو آتی ہو یا رطوبت ٹپکتی ہو تو اس کو اپنے مکان پر ہی نماز پڑھنی چاہئے مسجد میں نہ جائے، جماعت اس سے ساقط ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاعدوی ولاطیرۃ الخ (مشکوٰۃ شریف ،مطبوعہ اصح المطابع دیوبند ،ص ۳۹۱/کتاب الطب والرقی ،باب الفال والطیرۃ)

ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے بیماری کا لگنا اور نہ شگون بد)

[2] و(یکرہ) اکل نحو ثوم للحدیث الصحیح وفی النھی عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرح علی صحیح البخاری قلت، علۃ النھی أذی الملائکۃ واذی المسلمین وکذالک الحق بعضھم بذلک من بفیہ بخراو بہ جرح لہ رائحۃ وکذٰلک القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولٰی بالالحاق، شامی کراچی، مختصراً، ص۶۶۱ ج۱، کتاب الصلوٰۃ مکروھات الصلوٰۃ، مطلب فی الغرس فی المسجد، عمدۃ القاری ص۱۴۶ الجزء السادس، کتاب الأذان، بیان کراھۃ اکل الثوم النیء وغیرہ الخ دار الفکر بیروت.

مسجد میں ریح خارج کرنا

سوال:۔ جولوگ مسجد میں مسافر طالب علم وغیرہ نمازی وغیرہ بیٹھے رہتے ہیں، یا سوجاتے ہیں، ان کی وہاں ریح قصداً یا بلاقصد خارج ہوجاتی ہے، تو کیا یہ ادب مسجد کے خلاف ہے، یہ جو مشہور ہے کہ اگر کسی کی مسجد میں ریح خارج ہوجاتی ہے تو اس کو فرشتے اپنے منہ میں لے کر باہر پھینکتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

احتیاط اور ادب یہ ہے کہ مسجد میں قصداً ریح خارج نہ کرے بلکہ مسجد سے باہر جاکر خارج کرے اگر سوتے یا جاگتے میں بلاقصد خارج ہوجائے تو معذوری ہے، ایسے شخص کو جس کیلئے دوسری جگہ سونے کی موجود ہو بلاشدید ضرورت کے مسجد میں سونا مکروہ ہے[1] "**لایخرج فیه الریح من الدبر کمافی الاشباه واختلف فیه السلف فقیل لابأس وقیل یخرج اذا احتاج الیه وهو الاصح حموی عن الشرح الجامع الصغیر اھ**" درمختار، ص[2] ۶۸۷/ج۱/فرشتوں کا ایسی بدبودار چیز سے اذیت پانا تو حدیث پاک سے ثابت ہے لیکن اس کا منہ میں لے کر باہر پھینکنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ویکره النوم والأکل فیه ای فی المسجد لغیر المعتکف الخ عالمگیری ص ۳۲۱ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۳۶ج۲ باب ما یفسد الصلوة الخ، تحت فصل مطبوعه کوئٹه، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲، الفن الثالث القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] شامی کراچی ص۶۵۶/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری ص ۳۲۱ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، مطبوعه کوئٹه، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں خروج ریح

سوال:۔ ایک شخص کو خروج ریح کی بیماری ہے تاہم معذور کے حکم میں نہیں کئی سال سے اعتکاف کا متمنی ہے ایسے شخص کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں اخراج ریح کو فقہاء نے منع لکھا ہے ایسی حالت میں ایسے شخص کو بار بار مسجد سے نکلنا ہوگا، یا کراہت کا ارتکاب کثرت سے کرنا ہوگا،

لہٰذا احوط یہی ہے کہ ایسا شخص اعتکاف نہ کرے، بلکہ اللہ پاک سے دعا کرتا رہے اور اس کو آرزو اور تمنا کا اجر ملے گا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عن جابر قال قال رسو ل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجد نا فان الملائکۃ تتأذی مماتتأذی منہ الا نس(مشکوٰۃ شریف ص ۶۹/ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ انسانوں کو جن چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے، فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] واختلف فی الذی یفسوفی المسجد فلم یربعضھم بأ ساوبعضھم قالوا لایفسو ویخرج اذا احتاج الیہ وھو الا صح (عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۲۱/ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس، شامی کراچی ص ۶۵۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطلب فی احکام المسجد، الاشباہ والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث القول فی احکام المسجد، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

صحن مسجد میں شرب الدخان

سوال :۔صحن مسجد میں اورمجلس قرآن خوانی میں یا جلسہ ٔامام المسلمین میں بیڑی وسگریٹ کا استعمال کرنا کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں بعض علماء جواز کے قائل ہیں، اور علامہ شامی کے قول کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، اور حضرت مولانا عبدالحی کے فتاویٰ میں جواز کے قائل ہیں اس کو سن قلیل پر حمل کرتے ہیں یعنی مولانا عبدالحیؒ صاحب علامہ شامی کے اعتبار سے کم عمر ہیں، اور کم عمری میں انتقال ہوگیا، اس مسئلہ کے بابت ہمارے یہاں بہت سخت اختلاف ہورہا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ہردو اختلاف کرنے والوں کے دلائل وعبارات معہ حوالہ کتاب وجلد واضح نقل کریں، پھر راجح مرجوح اور قوی وضعیف کے متعلق کچھ لکھا جائے گا، جس سے اختلاف کے ختم یا نرم ہونے کی صورت پیدا ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم: عیدگاہ کے احکام

عیدگاہ اور مسجد میں فرق

سوال: ۔مسجد اور عیدگاہ کا حکم ایک ہے یا علیحدہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صحت اقتداء میں دونوں کا حکم ایک ہے، (کذافی الدر مختار[1] ص ۲۶۹/ج ۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واماالمتخذ لصلاة جنازة اوعيد فهو مسجد فی حق جواز الاقتداء (الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۷/۱، کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد، مطبوعه زکریا دیوبند ص ۲/۴۳۰، خانیه علی هامش الهندیة ص ۳/۲۹۱، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۵۶، کتاب الوقف، الفصل الاول، الباب الحادی عشر فی المسجد ومایتلعق به)

عیدگاہ اور مسجد میں فرق

عیدگاہ میں اسکول، مدرسہ، راستہ بنانا اور کھیل کھیلنا

سوال: ۔عیدگاہ کا حکم شرعاً بعینہ مسجد کا حکم ہے اگر مابین کچھ فرق ہے تو وہ فرق کیا ہے، بہرحال عیدگاہ کے حدود کے اندر اسکول یا دینی مدرسہ قائم کرنا کیسا ہے اور عیدگاہ کے حدود کے اندر سے انسان اور مویشیوں کا عام راستہ چلنا، بچوں کا کھیل کود کرنا جائز ہے یا نہیں نیز اگر عیدگاہ کے بالمقابل بلا حائل قبرستان ہو ایسی عیدگاہ میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جواز اقتداء میں عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے، بقیہ احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں بلکہ فناء مسجد اور مدرسہ وغیرہ کے حکم میں ہے جو چیزیں فناء مسجد و مدرسہ وغیرہ میں جائز ہیں، وہ عیدگاہ میں بھی جائز ہیں، اور جو وہاں ناجائز یہاں بھی ناجائز ہیں ظاہر ہے کہ مدارس اور فناء مسجد مویشیوں یا عوام کے راستہ کے لئے نہیں ہوتے پس عیدگاہ کی اس سے حفاظت چاہئے بچوں کا کھیل کھیلنا گنجائش رکھتا ہے، لیکن مستقل کھیل کے لئے عیدگاہ کو مقرر کرنا یا اس کو فیلڈ بنانا نہیں چاہئے، ''**اما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ اوعید فھو مسجد فی جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافی حق غیرہ به یفتیٰ نهایه فحل دخوله لجنب اوحائض کفناء مسجد ورباط ومدرسة**۔ درمختار، ص ۶۸۷/۱/[1]

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۷/ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ مطلب فی احکام المسجد. شامی زکریا ص ۲/۴۳۰، البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۶، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، فصل لما فرغ من بیان الکراھیة فی الصلوۃ، حاشیة الشلبی علی الزیلعی، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، فصل کرہ استقبال القبلة بالفرج.

اگر قبریں بالکل متصل ہیں اور سجدہ کے سامنے ہیں تو وہاں نماز مکروہ تحریمی ہے اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں تو اس ترتیب سے کراہت میں کمی ہے، اگر فاصلہ زیادہ ہے تو کراہت نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عیدگاہ کے لئے وقف زمین کو مسجد کے نام کرنا

سوال:- ایک کھیت قدیم زمانہ سے تھا جو عیدگاہ کے نام سے چلا آرہا تھا، مگر کچھ لوگوں نے مشورہ کر کے اسکو جامع مسجد کے نام لکھوالیا اور پٹواری سے جامع مسجد کے نام سے اندراج کرالیا، اور دوسری مسجد کو آمدنی نہیں ہے، اور اس کھیت کی آمدنی صرف کرنے لگے اور آج تک ان لوگوں نے گاؤں والوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا، اس جگہ ایک دینی مدرسہ چل رہا تھا، اس میں کچھ لوگوں نے چندہ دینے سے انکار کردیا، جب سے جامع مسجد بنی ہے، تب سے کورانہ کے مدرسہ کا طالب علم امام مقرر ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہی امام مقرر رہے مگر دوسرا فریق چاہتا ہے کہ باہر سے امام آنا چاہئے، تو اس کھیت کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

---

[1] وكذا تكره في اماكن كفوق كعبة وفي طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة (قوله ومقبرة) ولابأس بالصلوٰة فيها اذا كافيها موضع اعد للصلوٰة وليس قبر ولانجاسة كمافي الخانية ،ولا قبلة الى قبر (شامي كراچي ص ۳۷۹-۳۸۰/ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب في اعراب كائناماكان، وفي الشامي ايضاً لاتكره الصلوة في جهة قبر الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه، شامي كراچي ص ۶۵۴/ ۱، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه، طحطاوي على المراقي ص ۲۹۰، كتاب الصلوة، فصل في المكروهات، مطبوعه مصري، عالگيري كوئٹه ص ۳۲۰، ۵/۳۱۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس، في آداب المسجد والقبلة)

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال سے ظاہر ہوتا ہیکہ وہ کھیت عیدگاہ کیلئے وقف ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اسکی آمدنی کسی مسجد کیلئے صرف نہ کی جائے بلکہ عیدگاہ میں صرف کی جائے اور کوشش کر کے پٹواری کے ذریعہ کاغذات کی تصحیح کرالی جائے[1] اگر عیدگاہ میں خرچ کی ضرورت نہ ہو اور روپیہ محفوظ رکھنا بھی مشکل ہو تو گاؤں والوں کے مشورہ سے جس مسجد میں ضرورت ہو زائد آمدنی وہاں صرف کی جائے، اگر دونوں مسجدوں میں ضرورت ہو تو دونوں میں صرف کریں[2] اگر مسائل نماز وطہارت سے واقف طالب علم کو امام رکھا جائے، تو یہ بہتر ہے کہ اسمیں امام کے ساتھ ساتھ طالب علم کی خدمت اور دینی مدرسہ کی اعانت ہے اہلِ علم سے رابطہ قائم رکھنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

مسجد کے لئے زمین دی اور بعد میں عیدگاہ بنانے کو بھی کہا

سوال: کسی شخص نے مسجد کو تھوڑی سی زمین وقف کی یوں کہہ کر کہ بعد میں اس زمین

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به . (الدرعلى الرد كراچى ۴/۴۳۳، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز)

[2] يستفاد مما فى الهنديه "سئل شمس الائمة عن مسجد أو حوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضى أو يصرف أو قافه الى مسجد اٰخر أو حوض قال: نعم.(هنديه مصرى ۲/۴۷۸، لباب الثالث عشر من كتاب الوقف، المحيط البرهانى ص ۹/۱۵۱، الفصل الرابع والعشرون فى الاوقاف، مطبوعه ادارة القرآن المجلس العلمى، البحر كوئٹه ص ۵/۱۰۷، كتاب الوقف)

میں عیدگاہ بنالینا، تو اس طریقہ سے وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس طرح زمین وقف کی ہے کہ مثلاً اس وقت اسمیں کھیتی ہے اسکی آمدنی فلاں مسجد میں دی جائے، پھر کھیتی کٹنے پر یہاں عیدگاہ بنائی جائے، تو درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ کو مسقّف بنانا غیر آباد عیدگاہ میں ہسپتال وغیرہ کی تعمیر

سوال:۔ ایک وکیل صاحب نے ۶/صفحات پر مشتمل ایک تمہید اور اس کے بعد یہ سوالات قائم کئے جو تحریر ہیں:۔

(۱) کیا عیدگاہ مسجد ہے؟

(۲) کیا عیدگاہ صرف اس مخصوص وقت کے لئے مسجد کے حکم میں آتی ہے، جب عیدین کا اجتماع یہاں منعقد ہو؟

(۳) عیدین کے اجتماع کے علاوہ عیدگاہ کا مقام کیا ہے، اور ایسے وقت کیا یہ جنگل کی تعریف میں آتی ہے، جہاں پر کام کیا جاسکتا ہے؟

---

[1] مستفاد:- والحيلة في ذٰلک ان يكتب في صک الوقف وقفت هذا المنزل على كل مؤذن يؤذن فقير يكون في هذاالمسجد أو المحلة فاذا خرب المسجد وخوى عن اهله تصرف الغلة بعد ذلک الى فقراء المسلمين ومعاويجهم فيجوز (عالمگیری بلوچستان کوئٹه ص ۳۷۱/ ج۲/ كتاب الوقف، الباب الثالث، في المصارف) فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية وله ان يخص صنفا من الفقراء، (شامی زکریا ص۵۲۷/۶، مطلب في شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، كتاب الوقف، مطبوعه ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص۲۴۵/۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۵/۳، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) مذکورہ بالا حالات کے تحت عیدگاہ کو اونچی دیواروں سے گھیر لئے جانے اور اس کی شاہی زمانہ کی وجدید تعمیر کردہ مغربی دیواروں میں محرابوں کے نشانات اور میناروں ومنبروں کے جود سے کیا ان کی حیثیت میں فرق آ گیا اور کیا ان نشانات کی موجودگی سے وہ مسجد کی تعریف میں آ گئی؟

(۵) کیا عیدین کے علاوہ عید کی نماز کیلئے مخصوص کی گئی جگہ کو ان کاموں کیلئے اور ان شرائط کے ساتھ جو پارہ ۱۲/ میں مذکور ہیں استعمال کیا جاسکتا ہے یا کسی مزید شرط کے ساتھ (جس کی نشاندہی فرمادی جائے) ان کاموں کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

(۶) کیا عیدگاہ کو حالات مذکورہ بالا کے تحت اور اس فقہی اصول کے تحت کہ "الضرورات تبیح المحذورات" مسقّف کیا جاسکتا ہے، اور ایک منزل کے بعد دوسری تیسری مزید منزلیں بڑھائی جاسکتی ہیں؟

چونکہ ان سوالات کا تعلق صرف میرٹھ کی عیدگاہ سے نہیں ہے، بلکہ میرٹھ کے اس تجربہ کے بعد اس کو نمونہ بنا کر ہزاروں لاپرواہی کا شکار عیدگاہ ہیں، ایسے ہی خیر کے اجتماعی کاموں کیلئے استعمال کی جاسکیں گی، اسلئے جناب سے پوری توقع ہے کہ جناب والا ان سوالات کے جوابات پورے غور وفکر کے ساتھ اور حتی المقدور کم از کم وقت میں مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/تا۶/) نماز عیدین آبادی سے باہر جاکر کھلے (غیر مسقّف) میدان میں ادا کرنا مسنون ومستحب ہے[۱]، اس میں شوکت اسلام کا اظہار زیادہ ہے[۲]، دھوپ تیز ہونے سے پہلے ادا

---

[۱] والخروج الیها ای الجبانة لصلوة العید سنة (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۶۹/ ج۲/ کتاب الصلوٰة، باب العیدین، مطلب یطلق المستحب علی السنة وبالعکس، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۵۹/۲، باب العیدین، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۴۳۵، باب احکام العیدین)

[۲] ان کل ملة لابدلها من عرضة یجتمع فیها اهلها لتظهر شوکتهم وتعلم کثرتهم ولذٰلک استحب خروج الجمیع (حجة الله البالغة، خاتم المطبعة المصریة السنیة ص ۲۹/ ج۲/ باب العیدین)

کرلی جائے،[1] شدید بارش کے وقت جامع مسجد میں ادا کی جائے، ایسی حالت میں عیدالفطر ۲/تاریخ کو اور عیدالاضحیٰ ۱۱/یا ۱۲/تاریخ کو بھی درست ہے،[2] عیدگاہ کا مسقّف کرنا زمانۂ سلف میں نہیں تھا، اور اب بھی عموماً نہیں ہے، عیدگاہ کا میدان ادب واحترام کے لحاظ سے مسجد کے حکم میں نہیں ہے، اس لئے وہاں نماز جنازہ مکروہ نہیں،[3] جو جگہ نماز عید کے لئے وقف کردی گئی اس کو دوسرے کاموں میں استعمال کرنے کا حق نہیں[4] رہا، جو جگہ مصارف عیدگاہ کیلئے وقف کردی گئی اب اس کے مصارف تبدیل کرنے کا حق نہیں[5] رہا، علاوہ ازیں دیگر اقوام پر اس کے غلط

---

[1] ووقتها من الارتفاع قدر رمح الیٰ الزوال (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱۷۱/ج۲/ کتاب الصلوٰة، باب العیدین، مطلب قد یطلق المستحب علی السنةوبالعکس، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ۴۳۶، باب احکام العیدین، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۱۶۰، باب العیدین)

[2] وتؤخر بعذر کمطرالیٰ الزوال من الغدفقط واحکامها احکام الاضحی لکن هنا یجوزتاخیرها الیٰ اخر ثالث ایام النحر (درمختار مع الشامی کراچی ص۱۷۶/ج۲/ کتاب الصلوٰة، باب العیدین، مطلب امرالخلیفة لایبقیٰ بعد موته، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۲، ۲/۱۶۳، باب العیدین، عالمگیری کوئٹه ص ۱۵۱، ۱/۱۵۲، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

[3] وتکره الصلاة علیه فی مسجد الجماعة وقید بمسجد الجماعة لانها لاتکره فی مسجد اعد لها وکذا فی مدرسة ومصلی عید لانه لیس لها حکم المسجد فی الاصح الا فی جواز الاقتداء، (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۴۹۰، ۴۹۱، باب احکام الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته، البحرالرائق کوئٹه ص ۲/۳۶، قبیل باب الوتر، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۲۹۱، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا)

[4] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

[5] واختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لو یجوز ذلک ای الصرف المذکور، (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۶/۵۵۱، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۱۶، کتاب الوقف، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۶/۲۶۱، کتاب الوقف، قبیل نوع فی الفاظ جاریة فی الوقف)

اثرات بھی پڑ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنی عبادت گاہ کو رہائش گاہ یا دفتر یا ہسپتال یا بینک یا زچہ خانہ وغیرہ بنالیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذاہب میں وقت ضرورت اس قسم کا تصرف درست ہے، پھر غیر آباد مساجد میں اس کی اجازت کیوں نہ ہوگی، اب تک گورنمنٹ کو بھی یہی معلوم ہے کہ عبادت خانہ کسی دوسرے کام میں نہیں آ سکتا، اس پر بیشمار مقدمات فیصل کئے گئے ہیں، اگر میرٹھ میں مسئولہ تصرفات کئے گئے تو یہ تمام ملک میں نظیر بنیں گے، اور فتنوں کا نیا باب کھل جائے گا، اور گورنمنٹ بھی سماج کی ضرورت کے پیش نظر قبضہ کرنا شروع کردے گی، اور اسکو خلاف مذہب تصور نہیں کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

ناموری کے لئے عیدگاہ بنانا

سوال: -متولّی صاحب کہتے ہیں عیدگاہ میں اپنے ہی پیسہ سے بنواؤں گا مگر میرا نام عیدگاہ پر درج کرادینا، گذارش یہ ہے کہ عیدگاہ پر تعمیر کرانے والے کا نام درج کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدگاہ اللہ پاک کو راضی کرنے کیلئے بنانا بہت ثواب کا کام ہے[1]، اسپر بنانیوالے کا اپنا نام درج کرنا یا اسکی پابندی لگانا شہرت اور ناموری کیلئے اسکے ثواب کو برباد کردے گا، متولّی پاشا

---

[1] من بنی مسجدا قال حسبت انه قال ینبغی وجه الله بنی الله له مثله فی الجنة (بخاری شریف ص۶۴/۱، والمراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه الله فی العمل هو الاخلاص وهو ان تکون نیته فی ذلک طلب مرضاة الله تعالیٰ من دون ریاء وسمعة حتی قال ابن الجوزی من کتب اسمه علی المسجد والذی یبنیه کان بعیدا من الاخلاص (عمدة القاری ص۲۱۳/۲، الجزء الرابع، کتاب الصلوة، باب من بنی مسجدا، مطبوعه دارالفکر بیروت)

صاحب کو چاہئے کہ ایسا نہ کریں اور ایسے ارادہ سے توبہ واستغفار کر کے اللہ تعالیٰ سے اخلاص کی دعا کریں، جس کام میں اخلاص نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۰ھ

عیدگاہ کی دیواریں توڑ کر وہاں شاہراہ بنانا

سوال:- قصبہ سوپور کشمیر میں ایک سیکڑوں سالہ قدیم عیدگاہ ہے جو طول وعرض کے اعتبار سے کافی وسیع ہے اور چہار طرف سے چھ فٹ بلند پختہ دیوار سے حصر بھی کی گئی ہے لیکن آبادی کی کثرت کے باعث عیدین کی نماز کے لئے یہ جگہ تنگ ہے جس کے باعث اب دوسال سے نئی عیدگاہ منتخب کی گئی ہے، اور دوسال سے شہر سے باہر جدید عیدگاہ میں نماز ادا کی جاتی ہے، ساتھ ہی اس عیدگاہ قدیم میں ایک تالاب بھی تعمیر کیا گیا تھا، چونکہ یہ عیدگاہ شہر کے وسط میں ہونے کی وجہ سے گاہے گاہے پنج گانہ نمازیں بھی انفرادی طور پر لوگ ادا کرتے رہتے ہیں، اب چونکہ چند افراد یہ چاہتے ہیں کہ اس عیدگاہِ قدیم کی چہار دیواری کو مسمار کر کے دوکانیں تعمیر کی جائیں اور بیچ میں عیدگاہ سے لمبی عوامی شاہراہ بھی تعمیر کی جائے، یادرہے کہ ان دوکانوں کو سودی کاروبار اور ناجائز کاروبار کے لئے بھی کرایہ پر دیا جائیگا، اب سوال یہ ہے کہ اس قدیم عیدگاہ کی پختہ دیواروں کی مسمار کر کے دوکانیں تعمیر کرنا اور عیدگاہ کے بیچ سے جنرل

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ من سمّع سمّع اللّٰہ به ومن یرائی یرائی اللّٰہ به. (مشکوٰۃ شریف ص: ۴۵۴، باب الریاء والسمعة. الفصل الاول، کنز العمال ص ۳/۴۷۲، رقم الحدیث: ۷۴۸۲ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، المعجم الکبیر ص ۲/۱۷۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۲، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:- حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دوسروں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سنا دیتا ہے، اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو دوسروں کو دکھا دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہوتا۔

روڈ یعنی عوامی شاہراہ نکلنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو عیدگاہ کیلئے وقف کی گئی ہو، اسمیں اس تصرف کی اجازت نہیں: **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] البتہ پنجگانہ نماز و جمعہ اسمیں ادا کرلیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ کو دومنزلہ بنانا قدیم عیدگاہ کا مصرف

سوال:- مظفر نگر کی عیدگاہ آبادی میں آگئی اور نمازیوں کے لئے ناکافی ہوتی ہے آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنانا اولیٰ ہے یا اسی کو دوسری منزل کردیا جائے شقِ اول پر قدیم عیدگاہ کو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دومنزلہ بناسکتے ہوں تو دومنزلہ بنالیں[2]۔ اگر آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں تو موجودہ عیدگاہ کو مسجد قرار دے لیں[3]۔ یہ بھی کرسکتے ہیں کہ موجودہ عیدگاہ کو عیدگاہ ہی رکھیں اور

---

[1] در مختار مع رد المحتار کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[2] واذا کان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو کانا وقفا علیه صار مسجداً. (شامی کراچی ۴/۳۵۷، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۴، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲/۲۵۱، کتاب الوقف)

[3] قال ابن القاسم لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذٰلک باساً وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتا هم فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس میں معذورین نمازِ عید ادا کیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۴ھ

عیدگاہ کا تبادلہ

سوال:- ایک قطعۂ آراضی جس میں چھوٹی سی ناکافی عیدگاہ ہے چاروں طرف زرعی زمین سے گھری ہوئی ہے اور دیوارِ عیدگاہ بھی مرمت طلب ہے، نمازیوں کی رائے اسکے بنانے کی ہے، اس پرانی عیدگاہ والی آراضی سے کچھ فاصلہ پر دوسری مزروعہ آراضی جو رقبہ میں تقریباً سہ چند ہے، اور نہر سے ملحق لبِ سڑک ہے، بدلے میں مفت ہی مل رہی ہے، مالکانِ آراضی قدیم وجدید ایک ہی ہیں، اگر اس جدید آراضی میں عیدگاہ دوبارہ ازسرِ نو بنالی جاتی ہے، تو نسبتاً ہر طرح سے آسائش اور سہولت رہے، درمیان آراضی قدیم وجدید کے چند کھیت اور کچی سڑک ہے، دریافت طلب امر تبادلۂ آراضی قدیم وجدید کی تصحیح ہے از رُوئے شریعت امورِ بالا کی بناء پر علماءِ دینِ متین حکم صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سابق عیدگاہ وقف ہے، تو اس کے تبادلہ کی اجازت نہیں[1]۔ اگر نمازِ عید ادا کرنے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وقف من أو قاف المسلمين فمعناهما على هذا واحد. (عمدة القاری، بحذف، ۲/۱۷۹، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، خانيه على الهندية ص ۳/۳۱۳، كتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباط، مطبوعه كوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] والثالث ان لايشرطه ايضا ولكن فيه نفع فی الجملة وبدله خير منه ربحا ونفعا وهذا لايجوز استبداله على الاصح المختار، شامی زكريا ص ۶/۵۸۴، كتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه (النهر الفائق ص ۳/۳۲۰، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص ۶/۲۲۸، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیلئے دوسری وسیع جگہ عیدگاہ بنالی جائے تو یہ سابق عیدگاہ بھی وقف رہے گی، اس میں باغ لگا کر اس کی آمدنی جدید عیدگاہ کی ضرورت میں صرف کی جائے، جب مالکانِ آراضی کو اللہ نے وسعت دی ہے، اور ہمت دی ہے تو جدید آراضی کو بھی دیدیں، ان کی طرف سے صدقہ جاریہ رہے گا اور ضروریاتِ عیدگاہ کے لئے آمدنی بھی انتظام ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

آپس کی رنجش کی وجہ سے دوسری عیدگاہ بنائی گئی اب رنجش رفع ہوگئی تو اس کو کیا کیا جائے؟

سوال:- ایک بستی کے اندر پانچ محلے ہیں تین محلے الگ ہوگئے، آپس میں رنجش ہوگئی اور انہوں نے عیدگاہ کے لئے ایک زمین خریدی اور نمازِ عید بھی پڑھی، اب پھر باہم متفق ہوگئے اور سابقہ عیدگاہ میں ہی نماز پڑھنے لگے تو جو زمین عیدگاہ کے نام سے خریدی تھی اور اس میں نماز بھی پڑھ لی ہے تو وہ زمین عیدگاہ ہی رہے گی، یا اس میں دیگر کام کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چندہ کی رقم سے زمین خریدی گئی اور وہاں عید کی نماز ادا کی گئی ہے اور اس زمین کو نمازِ عیدین کے لئے وقف کردیا گیا ہے تو اب اس کو فروخت کرنا جائز نہیں: **لانَّ الوقف اذا**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک أی لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک أی لا یقبل التملیک بالبیع ونحوہٖ. (شامی کراچی ۳۵۱، ۴/۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، هدایه ص ۲/۶۳۷، کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند)

تمَّ ولزم لایملک ولا یملک ولایعار ولایرهن اھ ای لا یکون مملوکاً لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لا ستحالة تملیک الخارج عن ملکه اھ (شامی[1] نعمانیه ۳/۳۶۷، کتاب الوقف)

اب مذکورہ خرید کردہ زمین میں نمازِ عیدین ہی ادا کی جائے وقف کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرنیکی ضرورت تھی، اگر اسکو وقف نہیں کیا گیا، بلکہ وقف کرنے کا ارادہ تھا اور محض عارضی طور پر وہاں نماز ادا کر لی گئی تو پھر چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہاں مکان دوکان باغ لگانا، کاشت کرنا سب کچھ درست ہے، بلکہ فروخت کرنا بھی درست ہے[2]، اسکی قیمت یا آمدنی کو بہتر یہ ہے سابقہ عیدگاہ یا دیگر مساجد اور دینی کاموں میں حسبِ مشورہ صرف کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

عیدگاہ کے درخت کٹوا کر مسجد میں صرف کرنا

سوال:- مسلمانوں کی آبادی میں ایک مسجد ہے اور ایک عیدگاہ بھی ہے، عیدگاہ کا ایک باغ ہے اور مسجد کا بھی ایک باغ ہے، اب تمام بستی والے اس بات پر راضی ہیں کہ

---

[1] شامی کراچی ۳۵۱، ۴/۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر مصر، هدایه ص ۲/۶۳۷، کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

[2] رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة الی قوله واما ان وقت الامر بالیوم او الشهر او السنة ففی هذا الوجه لا تصیر الساحة مسجدا لومات یورث عنه (عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۵۵، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۸، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۹۰، ۲/۲۹۱، کتاب الوقف، باب الرجل، یجعل داراه مسجدا.

عیدگاہ کے باغ کے کچھ درخت کٹوا کر مسجد کی تعمیر و مرمت میں صرف کرادیں تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو باغ عیدگاہ کیلئے وقف ہے، اسکے درخت نہ کٹوائے جائیں، البتہ جو درخت خشک ہوگئے اور ان سے کوئی نفع نہیں، ان کو کٹوا کر عیدگاہ کیلئے عمارت میں صرف کردیا جائے، اگر عیدگاہ میں ضرورت نہ ہو نہ آئندہ ضرورت کی اُمید ہو تو پھر وہاں کی مسجد کی تعمیر میں صرف کی اجازت ہے[1]۔ اور جس قدر ضرورت ہو وہ چندہ سے پوری کرلی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۹۰ھ

عالمگیر عیدگاہ کو گرا کر اسکول بنانا

سوال:- شولا پور میں ضلع عدالت کے قریب عالمگیر عیدگاہ ہے، جو حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں بنائی گئی تھی، عیدگاہ کے نزدیک کئی جگہ جہاں بالکل انگریزی اردو ہائی اسکول کی عمارت ہے، اسکول کے متولین عالمگیر عیدگاہ کو شہید کرکے اس جگہ اسکول کی عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں منتظمینِ اسکول مسلمان ہیں، مقامی مسلمان اس حرکت سے بے چین ہیں۔

---

[1] یستفاد مما فی الهندیة "سئل نجم الدین فی مقبرة فیها أشجار هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قال: نعم ان لم تکن وقفا علی وجه اٰخر" عالمگیری مصری ۲/۴۷۶، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ولو وقف شجرة باصلها علی مسجد فیبست أو یبس بعضها یقطع الیابس، (الهندیه مصری ۲/۴۷۵، المحیط البرهانی ص ۹/۱۴۹، کتاب الوقف، الفصل فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ادارة القرآن المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، البحر کوئٹه ص ۵/۱۰۷، کتاب الوقف)

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدگاہ کو توڑ کر اس کی جگہ اسکول کی عمارت بنانا ہرگز جائز نہیں، یہ غرضِ واقف کے خلاف ہے، شرط الواقف کنصّ الشارع .(درمختار)[1] منتظمین کو مسئلہ بتا کر روکا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۰ھ

عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا

سوال:- موضع سلطان پور میں عیدگاہ کی زمین دو تین بیگہ پڑی ہے جس میں لوگ گوبر وغیرہ ڈالتے ہیں، اس زمین میں دینی مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ زمین عیدگاہ کی ہے اور عیدگاہ میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو وہاں دینی مدسہ بنادیں مگر زمین کا کرایہ عیدگاہ کے لئے تجویز کردیں۔ زمین عیدگاہ کی رہے گی جس کا کرایہ مدرسہ دیتا رہے گا۔ اور عمارت مدرسہ کی رہے گی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰-۱-۹ھ

---

[1] الدرعلی الرد کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف الخ، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[2]..... مستفاد: للمستأجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم يضربا لأرض وليس له الحفر الا باذن ويأذن لو خيرا والا لا وما بناه مستاجر أو غرسه فله ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز ادا کرنا

سوال:- ایک قصبہ ہے چاروں طرف مسلم آبادی ہے ہر محلّہ میں مسجد ہے، قصبہ کے درمیان عیدگاہ ہے، یہاں رمضان کے مہینے میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے، کہ قصبہ کے بہت سے لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر پنجوقتہ نماز اور تراویح اسی عیدگاہ میں پڑھتے ہیں، حالانکہ اس کے قرب وجوار میں چار چھ مسجدیں موجود ہیں، اور مسجدوں کی اذان انہیں اچھی طرح سنائی دیتی ہے، پھر بھی وہ لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر کھلی عیدگاہ میں ہی پورے رمضان نماز پڑھتے ہیں، اگر بارش ہو تو مسجدوں کو چھوڑ کر بازو کے اسکول میں نماز ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں پورے رمضان نماز ادا کرنا غلط طریقہ ہے، یہ مسجدوں کو ویران وغیر آباد کرنا ہے ایسا نہ کریں[1]، سب اپنے اپنے محلّہ کی مسجدوں کو رمضان المبارک میں پنجگانہ اذان وجماعت سے آباد رکھیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... مالم ینوہ للوقف (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۵۵ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المستاجر فی الوقف بلااذن، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۰۴، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۴/۵۹۹، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه اسعی فی خرابها (سورة البقرة آیت: ۱۱۴، وسعی فی خرابها بهدمها او تعطیل شعائر الدین فیها) نفسیر المراغی ص ۱/۱۹۸، مطبوعه مکتبه تجاریه، تفسیر بیضاوی شریف ص ۱/۳۸۶، مطبوعه دارالفکر بیروت، قرطبی ص ۱/۷۴، الجزء الثانی، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] ومسجد حیه افضل من الجامع ای الذی جماعته اکثر من مسجد الحی بل فی الخانیة لو لم یکن لمسجد منزله مؤذن بانه یذهب الیه..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

فروخت شدہ زمین پر عیدگاہ بنانا

سوال:- اگر کسی نے وقت متعینہ کے لئے ایک زمین فروخت کی پھر جب وقت متعینہ واپسی کا آیا تو مشتری نے اسپر عیدگاہ بنادی اور بائع بار بار تقاضا کرتا ہے کہ عیدگاہ توڑ دی جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے جس سے انتفاع ناجائز ہے، اسکا وقف کرنا اور عیدگاہ وغیرہ بنادینا بھی درست نہیں بلکہ مالک کو واپس کردینا ضروری ہے: **ومن شرائطه الملک وقت الوقف حتّی لوغصب ارضًا فوقفها ثم ملکها لا یکون وقفًا**(مجمع الانہر[1] ۱/۷۳۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

ندی درمیان میں ہونیکی وجہ سے عیدگاہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:- ہماری عیدگاہ اور قصبہ کے درمیان ایک ندی پڑتی ہے جسکی بناء پر عیدگاہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... ویؤذن فیه ویصلی ولو کان وحده لان له حقا علیه فیؤدیه (الدرالمختار مع الرد المحتار زکریا ص۲/۴۳۳، مکروهات صلوة، مطلب فی افضل المساجد، حلبی کبیری ص۶۱۳، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، حلبی کبیر ص۵۶۹، المصدرالسابق، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مجمع الانهر ۵۶۷، ۲/۵۶۸، (بیروت) اول کتاب الوقف. البحر کوئٹه ص۵/۱۸۸، کتاب الوقف، فتاوی عالمگیری کوئٹه ص۲/۳۵۳، الباب الاول،

جاتے ہوئے بہت سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حتی کہ بہت سے لوگ بغیر نماز کے رہ جاتے ہیں، اس صورت میں تمام اہلِ قصبہ نے رائے کر لی ہے کہ عیدگاہ کو کسی اور جگہ منتقل کیا جائے تو سابقہ عیدگاہ کا کیا ہوگا اور اس کو کس کام میں لایا جائے آپ کا جواب بھی شریعت کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ عیدگاہ وقف ہے اور ندی حائل ہونیکی وجہ سے وہاں جا کر نماز پڑھنا دشوار ہے اور ندی کا پل بھی نہیں بنایا جا سکتا تو اس جگہ باغ لگا دیا جائے[1]۔ اور دوسری جگہ عیدگاہ بنا کر باغ کی آمدنی اس میں صرف کی جائے تا کہ اصل وقف بھی باقی رہے اور اسکی آمدنی بھی عیدگاہ پر صرف ہو[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ کی زمین ندی میں بہہ کر پھر مل گئی

سوال:۔ زید کی زمینداری کے وقت زید کے مورث اعلیٰ نے جو تقریباً پچاس سال سے زائد ہی ہوئے کہ ایک عیدگاہ بنوائی تھی، موجودہ حکومت نے زمینداری لے لی اور حال سروے جو لگ بھگ تیس سال ہوئے کہ عیدگاہ والا قطعہ بہار سرکار کے کھاتے اندراج پایا، ان

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ والنظائر، ص: ۱۴۰، الفن الاول، القاعدة الخامسة، مطبوعه ادارة نشرواشاعت دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقه ص ۸۹، مطبوعه دالکتب العلمیة بیروت)

[2] مراعاة غرض الواقفین واجبة. (شامی کراچی ۴۴۵، ج۴، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، تبیین الحقائق ص ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان)

زمینوں میں سے جس قطعہ پر عیدگاہ واقع تھی وہ ندی میں بہہ گیا، ایک طویل مدت تک وہ ندی کی شکل میں رہا، اب وہ زمین ندی سے باہر نکل چکی ہے، لیکن عیدگاہ کی کوئی علامت اور نشانی باقی نہیں ہے، زید نے مذکور فی السوال بہار سرکار سے اور زمینوں کے ساتھ ایک قطعہ کو جس پر کبھی عیدگاہ تھی اپنی ناواقفیت اور کوئی نشاندہی نہیں رہنے کی وجہ سے سرکار سے نذرانہ اور سلامی دیکر بندوبست کرالی ہے اور سالانہ مالگزاری بھی دینا ہوتا ہے، گاؤں والوں نے دوسری مناسب جگہ اپنی عیدگاہ بنالی ہے، مذکورہ صورت میں زید کا عیدگاہ والا قطعہ جو فی الوقت ندی سے باہر ہے اس میں عیدگاہ کا بندوبست کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا مصرف کیا ہوگا؟ کیا زید کی آبادی کے بعد زید کے لئے بٹائی لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ ثابت ہوجائے کہ جو قطعہ زمین زید نے سلامی دیکر حاصل کی ہے، یہ وہی قطعہ ہے جس پر عیدگاہ تھی یعنی وقف ہے تو زید کا اسکو اپنے لئے آباد کرنا اسکی آمدنی حاصل کرنا درست نہیں[1]، بلکہ اس کی آمدنی جو حاصل کر چکا ہے اس عیدگاہ کو دیدے جو دوسری جگہ بنائی جاچکی ہے[2]، اور اس حاصل شدہ قطعہ پر اہل بستی کے مشورہ سے دوبارہ پھر عیدگاہ بنائی جائے تاکہ واقف

---

[1] فااذاتم ولزم لایملک ولایملک (قوله یملک) ای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع رد المختار کراچی، ص ۳۵۲/ج ۱/ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قولهٔ موقوفة وقوله فموقوفة علیٰ فلان، النهر الفائق ص ۳/۳۱۹، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] اذا کان فی ارض الوقف نخیل واشجار استغلها الغاصب سنین یعنی الاشجار والنخیل ثم اراد رد الارض والنخیل والاشجار رد الغلة معها ان کانت قائمة بعینها وان کانت مستهلکة ضمن مثلها (عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۴۹، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، شامی کراچی ص ۶/۱۹۵، کتاب الغصب، مطلب زرع فی ارض الغیر یعتبر عرف القریة)

کی نیت پوری ہو[1]، اور اگر متعین طور پر یہ معلوم نہیں کہ یہ حاصل کردہ قطعہ زمین وہی ہے جس پر عیدگاہ تھی تو پھر زید کو اسکی آمدنی حاصل کرنا اور استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم
الجزء الثانی والعشرون
بحمد اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء
الثالث والعشرون مطلعہ کتاب احکام المدارس
انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وعلی الٰہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین
(آمین)
محمد فاروق غفرلہ
جامعہ ھٰذا

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، النھر الفائق ص۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحرالرائق کوئٹہ ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم: مدارس کے احکام

فصل اول: مدارس کا اہتمام وانتظام

مہتمم یا امام مجلس شوریٰ کے مشوروں کا پابند ہے یا نہیں

سوال:- ہمارے یہاں کئی سال ہوئے چند اہل خیر حضرات نے مسلم بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا۔اس پر متفق ہوکر کام شروع کردیا گیا۔ زمین حاصل کی گئی چندہ جمع کیا گیا۔نقشہ میونسپلٹی سے منظور کرا کے تعمیر شروع کردی گئی۔اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی مدرسہ بن گیا۔اس کی ضروریات (دارالاقامہ مطبخ وغیرہ بھی) فی الجملہ تیار ہوگئیں۔ یہ سب کام مجلس انتظامیہ کے تحت ہوا اور یہ طے پایا کہ مدرسہ کے لئے اساتذہ اور دیگر ملازمین کا تقرر وعزل ونصب اوران کی تنخواہوں کا اور عہدوں کا تعین وغیرہ تمام چیزیں مجلس انتظامیہ کیا کرے گی۔مجلس انتظامیہ میں اکثر اہل علم ہیں بعض غیر عالم تعمیر وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے ہیں مگر سب اہل فہم واہل تدین ہیں۔اساتذہ وملازمین کا تقرر ہوگیا طلبہ داخل ہوئے اور تعلیم شروع ہوگئی۔مدرسہ سے متعلق ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔مسجد کے لئے ایک امام صاحب کو رکھا گیا۔ایک صاحب کو مدرسہ کا مہتمم تجویز کیا گیا۔مہتمم صاحب کو تمام حسابات آمد وخرچ درست رکھنے کا ذمہ دار بنایا گیا مجلس انتظامیہ گاہے گاہے (عامۃً تین ماہ گذرنے پر) حسابات کی جانچ کرتی رہی۔اور مدرسہ کے لئے جائداد خرید کر اور وقف کی ترغیب دے کر

آمدنی کی صورتیں بڑھاتی رہی مہتمم صاحب کی کوتاہیوں پر حسن ادب کے ساتھ توجہ دلاتی رہی مگر مہتمم صاحب نے کوتاہیوں کی اصلاح نہیں فرمائی جس سے نظام متاثر ہوا۔ بار بار توجہ دلانے پر مہتمم صاحب نے اپنا رخ بدلا اور فرمایا کہ میں مختار کل ہوں آپ لوگوں کی حیثیت تو صرف مشیر کی ہے میرا دل چاہے کسی بات میں مشورہ کروں نہ دل چاہے تو مشورہ نہ کروں۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کروں۔ اب بحث یہ شروع ہوگئی کہ صاحب اختیار مہتمم صاحب ہیں کہ جس کو چاہیں ملازم رکھیں جس کو چاہیں الگ کردیں یا مجلس انتظامیہ جس کو مشیر یا مجلس شوریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

ادہر مسجد کے امام صاحب نے بھی فرمایا کہ امام پر نکتہ چینی کرنے کا کسی کو حق نہیں نماز پڑھانے والا صرف ایک شخص ہوتا ہے جو کہ مصلّے پر کھڑا ہوتا ہے وہی امام ہے بقیہ سب لوگ ارکان شوریٰ وغیرہ مقتدی ہیں سب امام کی حرکت وسکون کے تابع ہیں کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے اگر امام نماز میں غلطی بھی کرتا ہے تو اس میں بھی امام کا اتباع لازم ہے۔ اگر امام میں کوتاہی ہو تو اس کو بھی برداشت کرنا ضروری ہے۔

مہتمم صاحب اور امام صاحب نے مل کر مقالہ تیار کیا جس میں اپنا اپنا اقتدار اعلیٰ ثابت کیا ہے۔ اور سب کو اپنا کلیۃً ماتحت اور تابع قرار دیا مقالہ طویل ہے۔ اس میں غیر دینی سیکولر عہدہ داروں کا تذکرہ بطور مثال ودلیل کیا ہے مثلاً کلکٹر ایک ہوتا ہے اور تمام حکام ضلع اس کے ماتحت اور تابع ہوتے ہیں، گورنر ایک ہوتا ہے، کمشنر ایک ہوتا ہے، وزیر اعظم ایک ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان مثالوں کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ ان کے متعلق تو ہمیں کچھ نہیں پوچھنا کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ مثالیں شرعی مسائل کی بنیادیں نہیں۔ نہ حکومت نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہماری حکومت شرعی حکومت ہے بلکہ وہ تو بار بار اعلان کرچکی ہے کہ یہ لادینی حکومت ہے۔ جو شخص

لا دینی نظام پر دینی نظام کو قیاس کرنا چاہے ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ لغویت کیا ہوگی اس کے جواب کی تو ضرورت نہیں کیونکہ کوئی سمجھ دار آدمی اس مغالطہ میں نہیں آئے البتہ مقالہ کے بعض مندرجہ امور سے شبہ ہوتا ہے ان کے متعلق دریافت کرنا ہے۔

(۱) گھر کا امیر باپ ہوتا ہے اور اولاد سب تابع ہوتی ہے اولاد کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوتا کہ ہم کماتے ہیں آپ ہمارے نوکر کی حیثیت سے رہیے گھر کی خدمت انجام دیجئے اور جو کچھ ہم اس کے معاوضہ میں دیں لے کر کھالیا کیجئے۔

(۲) حضور اکرم ﷺ نے اہم امور میں حسب ارشاد باری تعالیٰ صحابہؓ سے مشورہ کیا پھر جو کچھ شرح صدر ہوا اس پر عمل کیا صحابہؓ کی رائے یا ان کی کثرت رائے کے پابند نہیں ہوئے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مشورہ کیا، آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے سلسلہ میں مگر ملائکہ کی رائے کے خلاف عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امیر مجلس شوریٰ کا پابند نہیں۔

(۴) کیا امیر کی اطاعت ہر کام میں لازم ہے جبکہ وہ معصیت نہ ہو؟

(۵) کیا امیر کی کسی غلطی پر توجہ دلانا شرعاً حرام اور بغاوت ہے؟

(۶) کیا امیر پر اعتراض کرنے والا اور اس کی رائے سے اختلاف کرنے والا واجب القتل یا مستحق قتل ہے؟ اسلاف میں اس کے کچھ نظائر ہوں تو پیش فرماویں۔

(۷) مہتمم صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مہتمم کی حیثیت سلطان وقت کی ہے اس کو پورے اختیارات حاصل ہیں البتہ اس کے پاس فوج پولیس خزانہ نہیں ہے اس لئے وہ شرعی سزائیں نہیں دے سکتا اس حد تک وہ سلطان معذور ہے

(۸) کیا امام نماز بھی ایسا ہی صاحب اقتدار ہے کہ مقتدی اس کی تمام غلطیوں میں اتباع کرنے پر مجبور ہیں؟

(۹) اگر مقتدی امام صاحب کی غلطیوں کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے ناخوش

ہوں تو ایسی حالت میں امام صاحب کا جبراً نماز پڑھانا اور کہنا کہ مجھے کوئی الگ نہیں کرسکتا کہاں تک درست ہے؟

(۱۰) کیا کثرت رائے کسی حالت میں بھی معتبر نہیں اور کیا یہ غیر دینی طریقہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے گناہ ہوگا؟

(۱۱) امام صاحب، مہتمم صاحب، ملازم صاحب کو کسی حالت میں برطرف بھی کیا جاسکتا ہے یا وہ ہر حالت میں اپنے عہدوں پر تاحیات برقرار وتنخواہ دار رہیں گے؟

نوٹ:- سوالات طویل ہوگئے ہیں مگر امید ہے ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے مفصل، مدلل جوابات تحریر فرمائیں گے۔ ان اطراف میں مہتمم صاحب کے اس مقالہ سے بہت خلفشار ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب:-واللہ الھادی الی الصواب!

محترمی.....وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۱) باپ سے متعلق یہ خیال اور قول صحیح ہے کہ باپ کا درجہ بلند ہے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرماتے ہوئے والدین کے ساتھ احسان کا بھی حکم فرمایا ہے **وَقَضٰی رَبُّکَ اَن لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا**[1] نیز حدیث شریف میں ہے۔ **انت ومَا لُکَ لِوالدک**[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۱۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص

---

[1].....اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اسکے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو الخ۔ بیان القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: آیت: ۲۳

[2].....عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ: ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال ان لی مالا وان والدی یحتاج الی مالی قال انت ومالک لوالدک الحدیث، رواہ ابو داؤد وابن ماجہ، مشکوۃ ص ۲۹۱/۱، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:- تو اور تیرا مال، تیرے والد کے لئے ہے۔

نے ایک دوکان شروع کی پھر اس کا بیٹا بھی اس میں کام کرنے لگا جس سے ترقی ہوئی پھر باپ بوڑھا ہوگیا کام کے قابل نہیں رہا تو بیٹا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دوکان کا مالک ہوں یا اس میں شریک وحصہ دار ہوں کیونکہ میری محنت سے ترقی ہوئی ہے بلکہ وہ دوکان باپ کی ملکیت ہوگی اور بیٹا معاون شمار ہوگا[1]۔ نیز بیان کیا ہے کہ بیٹے کے لئے جائز نہیں کہ باپ سے ملازم کی طرح خدمت لے کہ یہ احترام والد کے خلاف ہے[2] لیکن اس سے مسئلہ مہتمم پر استدلال کرنا غلط اور مغالطہ ہے کیونکہ باپ تو اصل ہوتا ہے اور اولاد اس کے ذریعہ وجود میں آتی ہے۔ وہ اولاد کی پرورش کرتا ہے تعلیم دیتا اور تربیت کرتا ہے۔

مدرسہ میں شوریٰ کا وجود منصب، پہلے ہے اس نے اہتمام کا منصب تجویز کیا اور مہتمم صاحب کو لاکر بٹھایا اور ان کے لئے تنخواہ تجویز کی پس مہتمم مدرسہ اور شوریٰ کا حال باپ اور اولاد کے حال سے بالکل برعکس ہے۔

(۲) حضرت رسول مقبول ﷺ نے رسول اور مؤید بالوحی ہونے کے باوجود حکم خداوندی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[3] کے تحت اہم امور میں صحابہؓ سے مشورہ بھی فرمایا اور فَإِذَا

---

[1]..... أب وإبن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الإبن فى عيال الأب لكونه معيناله(عالمگیری ، بلوچستان کوئٹه ص ۳۲۹ ج ۲ كتاب الشركة، الباب الرابع، شامی کراچی ص ۳۲۵/۴، فصل فى الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا فى دار واحدة الخ، الفتاوى الكاملية ص ۵۱، كتاب الشركة، مطبوعه پشاور)

[2]..... ولو استأجر أبويه لم يجز حرين كانا أوعبدين لغيره أوكافرين (عالمگیری کوئٹه ص ۴۳۵ ج ۴ كتاب الاجارة، الباب الحادى عشر، فى الاستئجار للخدمة، البحر الرائق كوئٹه ص: ۸/۳۳، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، بدائع الصنائع ص: ۶ ، ج: ۵، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[3]..... سورة آل عمران ، آيت: ۱۵۹ ،

ترجمه:- اوران سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے (بیان القرآن)

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ[1] کے تحت شرح صدر پر عمل بھی فرمایا اور بعض مواقع میں اپنی رائے عالی کو صحابہؓ کی دل جوئی کے پیش نظر ترک بھی فرمایا۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی رائے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے کی نہیں تھی مگر شہادت کے شوقین صحابہؓ کی رائے کو اختیار فرمایا[2]۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ کی رائے مصالحت کی تھی مگر انصار کے دو قبیلوں کے سرداروں کی رائے نہیں ہوئی[3]۔ آپ نے ان کی رائے کو قبول فرمالیا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے لئے جنت کی خوشخبری سنانے کے واسطے حضرت ابو ہریرہؓ کو نعلین شریفین دے کر بھیجا لیکن حضرت عمرؓ کی رائے نہیں ہوئی آپؐ نے اپنی رائے عالی کو ترک فرمادیا[4]۔ یہ سب واقعات

---

[1]..... سورة آل عمران ، آیت: ۱۵۹ ،

ترجمہ:- پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے (بیان القرآن)

[2]..... فكان راى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا يخرج من المدينة لهذه الرويا وكان ذٰلك راى الاكابر من المهاجرين والانصار فقال رسول الله ﷺ امكثوا فى المدينة الى قوله فقال فتيان احداث لم يشهد وابدراً فطلبوا من رسول الله ﷺ الخروج الى عدوهم ورغبوا فى الشهادة وقالوا اخرج بنا الى عدونا فغلب على الامرالذى يريدون الخروج فصلى رسول الله ﷺ الجمعة بالناس الى قوله وامرهم بالتهيؤ لعدوهم ففرح الناس بالشخوص الى قوله فخرج رسول ﷺ قد لبس لامته واظهر الدرعے الى قوله فقدموا جمعياً على ماصنعوا وقالوا ماكان لنا ان نخالفك فا صنع ما بدالك فقال رسول الله ﷺ لا ينبغى لبنى اذا لبس لا مته ان يضعها حتى يحكم الله بينه وبين اعدائه. طبقات ابن سعد ص۳۸ ج۲ غزوه رسول الله ﷺ احداً مطبوعه دارالفكر بيروت.

[3]..... فاراد رسول الله ﷺ ان يصالح غطفان على ان يعطيهم ثلث الثمرة، ويخذلوا بين الناس وينصرفوا عنه، فابت ذلك الانصار فترك ماكان اراد من ذلك الخ، طبقات ابن سعد ص ۶۹ ، ج۲، غزوۂ رسول الله ﷺ، الخندق وهى غزوة الاحزاب، مطبوعه دارالفكر بيروت. السيرة النبوية لابن هشام ص ۲۲۳/۳، غزوة الخندق، هم الرسول بعقد الصلح الخ، مطبوعه مصطفى البابى الحلبى بمصر.

[4]..... مسلم شريف ص۴۵ ج ۱ كتاب الايمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة. مطبوعه رشيديه دهلى.

کتب احادیث صحاح میں صاف صاف مذکور ہیں۔ظاہر یہ ہے کہ ان مواقع پر صحابہؓ کی رائے پر شرح صدر اور عزم ہوگیا نبی کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہاں غلط چیز پر شرح صدر نہیں ہوسکتا کیونکہ وحی الٰہی عاصم ومحافظ ہے۔

لیکن مجلس شوریٰ اور مہتمم کو اس پر قیاس کرنا غلط در غلط ہے۔صحابہ کرامؓ کو رفیع مقامات آنحضرت ﷺ کی تعلیم وتزکیہ اور فیض صحبت کی بدولت حاصل ہوئے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ[1] صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کو منصبِ رسالت نہیں دیا بلکہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[2] پھر مہتمم کے منصب اہتمام کو جو کہ شوریٰ کا دیا ہوا ہے حضور ﷺ کے منصب رسالت پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔استغفر اللہ العظیم۔

(۳) جماعت ملائکہ کے لئے مجلس شوریٰ کا لقب بڑا عجیب لقب ہے اور آیت قرآنی وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[3] کا مطلب مشورہ طلب کرنا عجیب در عجیب ہے نہ یہاں شوریٰ ہے نہ مشورہ ہے لہٰذا یہ نتیجہ نکالنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ملائکہ کی شوریٰ کے پابند نہیں اسی طرح مہتمم بھی مدرسہ کی شوریٰ کا پابند نہیں بالکل بے محل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بھیجنے کے لئے ملائکہؑ سے اپنا ارادہ

---

[1].....سورہ آل عمران، آیت: ۱۶۴.

ترجمہ:-وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔

[2].....سورہ انعام، آیت: ۱۲۴،

ترجمہ:-اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجا ہے۔(بیان القران)

[3]..... سورہ بقرہ، آیت: ۳۰،

ترجمہ:-اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (بیان القرآن)

ظاہر فرمایا[1]، کہ جس طرح دیگر کائنات سے متعلقہ خدمات ملائکہ کے سپرد ہیں اس طرح خلیفہ سے متعلقہ خدمات بھی ان کے سپرد کی جائیں گی ملائکہ کو تخلیق آدمؑ کی حکمت کا علم نہیں تھا اس لئے انہوں نے اپنے منصب سے بڑھ کر بات کی جس پر ان کو جواب دیا گیا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[2] پھر انہوں نے اعتراف قصور کیا[3]۔

حق تعالیٰ خالق ہیں ملائکہ مخلوق ہیں۔ خالق کو مخلوق سے مشورہ لینے کا کیا محل ہے اللہ پاک کا علم ذاتی ہے ملائکہ کا علم حصولی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔ پھر وہاں مشورہ کی کیا گنجائش ہے ملائکہ کو ملائکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ملائکہ نے نہیں بنایا۔ کیا مدرسہ کے مہتمم اور شوریٰ کا بھی یہی حال ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

(۴) امرا میر (سلطان) کی اطاعت واجب ہے جبکہ موافق شرع ہو معصیت نہ ہو

امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا. اشباہ[4]. من القاعدة الخامسة وفوائد شتیٰ: فلو امر قضاته بتحلیف الشهود وجب علی العلماء ان ینصحوه ویقولوا له لا تکلف قضاتک الیٰ امر یلزم منه سخطک او سخط الخالق اه (درمختار) وفی "ط" عن الحموی ان صاحب البحر ذکرنا قِلاًعن ائمتنا ان طاعة

---

[1]..... قال ابن جریر حدثنی القاسم بن الحسن الی قوله عن الحسن وقتادہ قالوا قال اللہ للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة، قال لهم انی فاعل هذا ومعناه انه اخبرهم بذلک ..... وعبارة الحسن وقتادة فی روایة ابن جریر احسن، تفسیر ابن کثیر ص۱۰۷/۱، سورۂ بقرہ تحت آیت: ۳۰، مطبوعه مکتبه التجاریة مصطفی احمد الباز.

[2]..... سورہ بقرہ، آیت: ۳۰،

ترجمہ:- میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے (بیان القرآن)

[3] قالوا سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم، سرۂ بقرہ آیت: ۳۲.

[4]..... الاشباہ مع حموی ص ۱۸۹ الفن الاول، القاعدة الخامسة تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

الامام فی غیر معصیته واجبة فلوامر بصوم یوم وجب[1] اھ۔ شامی[2] ج۴ نعمانیه.

لیکن اگر اکثر کے نزدیک امام کی رائے میں ضرر ہوتو اکثر کی رائے کا اتباع کیا جائے گا۔ **قال فی الملتقیٰ وینبغی للامام ان یعرض الجیش عنددخول دارالحرب لیعلم الفارس من الراجل قال فی شرحه: وان یکتب اسماء هم وان یؤمر علیهم من کان بصیراً بامور دارالحرب وتدبیرها ولومن الموالی وعلیهم طاعةلان مخالفة الامیر حرام الا اذا اتفق الاکثر انه ضرر فیتبع[3] اھ شامی[4]** ص۲۳۴ ج۳ نعمانیہ

(۵) نہ بغاوت ہے نہ حرام ہے بلکہ ضرر سے بچانے کے لئے خواہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی

---

[1].....امر سلطان نافذ ہوگا جب شرع کے موافق ہو ورنہ نہیں۔ (اشباہ من القاعدة الخامسة وفوائد شتیٰ) پس اگر امیر نے اپنے قاضیوں کو گواہوں کو قسم دینے کا حکم کیا علماء پر اس کو نصیحت کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں کو ایسے امر کی تکلیف نہ دے جس سے تیری اور خالق تعالیٰ کی ناراضگی لازم آئے۔ اھ درمختار فی طاعن الحموی۔ صاحب بحر نے ذکر کیا ہمارے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے کہ غیر معصیت میں امام کی اطاعت لازم ہے پس اگر وہ کسی دن کے روزہ کا حکم کرے تو وہ واجب ہوگا۔

[2]..... **درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۲۲ ج۵ کتاب القضاء، مطلب طاعة الامام واجبة، شرح الحموی علی هامش الاشباه والنظائر ص ۱/۴۱۲، الفن الاول، النوع الثانی، القاعدة: تصرف الاعام علی الرعیة الخ، مطبوعه مکتبه فقیه الامت دیوبند.**

[3]..... ملتقی میں بیان فرمایا ہے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ دارالحرب میں داخلہ کے وقت لشکر کو ملاحظہ کرے تاکہ گھوڑے سوار اور پیدل کا علم ہو جائے اس کی شرح میں لکھا ہے (کہ یہ بھی ضروری ہے) کہ ان (لشکریوں) کے نام بھی لکھے اور ان پر ایسے شخص کو امیر بنائے جو امور حرب اور ان کی تدابیر کی بصیرت رکھتا ہو اگرچہ موالی میں سے ہی ہو اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہے اس لئے کہ امیر کی مخالفت حرام ہے مگر جبکہ اکثر اس پر متفق ہوں کہ وہ ضرر ہے تو اس (رائے اکثر) کا اتباع کیا جائے گا۔ شامی

[4]..... **شامی کراچی ص ۴/۱۴۵، کتاب الجهاد، مطلب مخالفة الامیر حرام. الدر المنتقی ص ۲/۴۳۳/۴۳۲، کتاب السیر والجهاد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.**

امیر کو نصیحت کرنا علماء کے ذمہ واجب ہے جیسا کہ (۴) میں گذرا وجب علی العلماء ان ینصحوہ اھ[۱]۔

(۶)و(۷) عن حذیفةؓ قال: قلت یا رسول اللّٰہ أیکون بعدھذا الخیر شر کما کان قبله شر قال نعم: قال فما العصمة: قال السیف: قلت: وھل بعد السیف بقیة قال: نعم تکون امارة علی اقذاء وھدنة علی دخن قلت: ثم ماذا قال: ثم ینشأ دعاة الضلال فان کان للّٰہ فی الارض خلیفة جلد ظھرک واخذ مالک فاطعه والافمت وانت عاضٌّ علی جذل شجرة[۲] الحدیث[۳] اھ اس کی شرح مرقاۃ ص ۱۴۳ ج ۵ میں ہے ایک ہی شخص کو ایک وقت دفع شر کے لئے سیف (قتال) کا حکم دیا اور دوسرے وقت میں جسمانی ومالی اذیت وظلم کو برداشت کرتے ہوئے اطاعت امیر (خلیفہ) کا حکم دیا[۴]۔ نیز کلمة حق عندسلطان جاز کو افضل الجہاد قرار دیا۔ کذافی شرح[۵] الجامع الصغیر ص ۸۱.

چند واقعات واقوال اُمراء (خلفاء) کے نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ امیر

---

[۱]..... درمختار علی الشامی کراچی ص ۵/۴۲۲، کتاب القضاء، مطلب طاعة الامام واجبة.

[۲]..... حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا جیسا اس سے پہلے تھا۔ ارشاد فرمایا، ہاں۔ عرض کیا اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہے۔ ارشاد فرمایا تلوار۔ میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد بھی اس کا بقیہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا، ہاں۔ امارت ہوگی دلوں میں کچھ صفائی نہیں ہوگی دلوں میں کینہ کے ساتھ صلح ہوگی۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا پھر گمراہی کے داعی پیدا ہوں گے پس اگر زمین میں کوئی خلیفہ برحق ہو جو تمہاری پشت پر کوڑے لگائے اور تمہارا مال لیلے تب بھی اس کی اطاعت کرنا اور یا درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے مرجانا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرنا)

[۳]..... مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ کتاب الفتن، الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۴]..... قال السیف أی تحصل العصمة باستعمال السیف (الی قوله) جلد ظھرک أی ضربک بالباطل واخذ مالک أی بالغصب فاطعه أی ولا تخالفه (مرقاة، اصح المطابع بمبئی ص ۱۴۳ ج ۵، کتاب الفتن، الفصل الثانی)

[۵]..... السراج المنیر شرح جامع صغیر ص ۲۶۰ ج ۱ دارالفکر. فیض القدیر، دارالفکر ص ۳۰ ج ۲ حدیث: ۱۲۴۶

کی رائے سے اختلاف اوراس پر اعتراض کی ان کے یہاں کیا سزا اور کیا قدر تھی۔

سب سے اول اور سب سے افضل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جب وہ خلیفہ ہوئے تو خطبہ دیا اور فرمایا۔ **ثم تکلم ابوبکر فحمد اللّٰہ واثنیٰ علیہ ثم قال امابعد ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی اھ تاریخ الخلفاء ص ۵۸**[1]. **فاذا رائیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رئیتمونی زغت فقومونی**[2] اھ تاریخ[3] الخلفاء ۶۰ یعنی اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میرا اتباع کرو اور میری اعانت کرو۔ اگر میں ٹیڑھا پن اختیار کروں تو اس میں میرا اتباع مت کرو بلکہ مجھے ہی سیدھا کرو۔

اسی ارشاد سے امام مالکؒ نے نتیجہ نکالا **قال مالک لا یکون احد اماماً ابداً الا علیٰ ھذا الشرط**[4] اھ تاریخ الخلفاء ص ۶۰[5]۔

کوئی شخص کبھی بھی امام نہیں بن سکتا مگر اسی شرط کے ساتھ (جو خلیفہ اول نے بیان فرمائی) خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ **لا تزید وافی مھور النساء علی اربعین اوقیۃ فمن زادالقیت الزیادۃ فی بیت المال فقالت امرء ۃ ما ذاک الیک؟ قال ولم؟ قالت لان اللّٰہ یقول: واٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَاراً فقال عمرؓ: امرأۃ اصابت**

---

[1]..... **تاریخ الخلفاء مطبع مجتبائی ص ۵۱ فصل فی مبایعۃ ابی بکر**

[2]..... پھر حضرت ابوبکرؓ نے کلام فرمایا (خطبہ دیا) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا امابعد۔ لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور تم میں بہتر وافضل نہیں ہوں اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا طریقہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھے رستہ پر ہوں میرا اتباع کرنا اور جب مجھے دیکھو کہ صحیح راستہ سے ہٹ گیا تو مجھے سیدھا کر دینا۔ (تاریخ الخلفاء)

[3]..... **تاریخ الخلفاء مطبع مجتبائی ص ۵۳ فصل فی مبایعۃ أبی بکر**

[4]..... حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کوئی کبھی بھی امام نہیں بنے گا مگر اسی شرط کے مطابق۔

[5]..... **تاریخ الخلفاء، ص ۵۳ فصل فی مبایعۃ أبی بکر. مطبوعہ مجتبائی دھلی،**

ورجل اخطأ[1] اھ مرقاۃ المفاتیح[2] ص ۴۴۷ ج ۳ ایک عورت نے امیر المؤمنین کی رائے سے اختلاف کیا۔ اس کی قدر فرمائی عتاب نہیں فرمایا۔

۳۔عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الکرسی فی الکعبة فقال لقد جلس ھذا المجلس عمر فقال لقد ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الاقسمته قلت ان صاحبیک لم یفعلا قال ھما امر آن اقتدی بھما[3]۔ بخاری شریف[4]۔ باب کسوۃ الکعبۃ ص ۲۱۶ ج ۱۔ یہاں بھی کوئی عتاب نہیں فرمایا بلکہ اپنی رائے کو ترک فرمایا۔

۴۔وعن ثور الکندی ان عمر بن الخطاب کان یعس بالمدینة من اللیل فسمع صوت الرجل فی بیت یتغنی فتسور فوجد عنده امرأة وعدنه خمر فقال یا عدو الله اظننت ان الله یسترک وانت علی معصیة فقال وانت یا امیر المؤمنین لا تعجل علی ان اکن عصیت الله واحدة فقد عصیت الله فی ثلاث قال الله تعالی "ولا تجسسوا" وقد تجسست. قال "وأتو البیوت من اَبْوَابِھَا"

---

[1].....عورتوں کے مہر میں چالیس اوقیہ پر زیادتی مت کرو جو شخص زیادتی کرے گا تو اس زیادتی کو میں بیت المال میں داخل کردوں گا۔ ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا اختیار نہیں۔ ارشاد فرمایا، کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاٰتَیتم احدٰ ہن قنطارا (جس سے عورتوں کو مہر میں کثیر مال دینا ثابت ہوتا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا، عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی۔ (مرقاۃ)

[2]..... **مرقاۃ اصح المطابع ص ۴۴۷ ج ۳ باب الصداق، الفصل الثانی.**

[3].....حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں حضرت شیبہؓ کے ساتھ کرسی پر خانہ کعبہ میں بیٹھا انہوں نے فرمایا۔ اسی جگہ حضرت عمرؓ نے بیٹھ کر فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں کوئی زرد وسفید (سونا چاندی) نہیں چھوڑونگا مگر اس کو تقسیم کردونگا۔ میں نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں (حضرت نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ) نے ایسا نہیں کیا۔ فرمایا وہ دونوں ایسے حضرات ہیں کہ میں انہیں کی اقتداء کروں گا۔

[4]..... **بخاری شریف ص ۲۱۷ ج ۱ کتاب المناسک، باب کسوۃ الکعبة. اشرفی بک ڈپو دیوبند،**

وقد تسورت علی. ودخلت علی بغیر اذن وقال اللّٰہ تعالیٰ ''لا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھَا''. قال عمر فھل عندکم من خیران عفوت عنک؟ قال نعم فعفا عنہ وخرج وترکہ[1] اھ ازالۃ الخفاء[2] ص۴۳ ج۲۔

دیکھئے یہاں نہ صرف اختلاف کیا بلکہ کتنی سخت گرفت کی۔لیکن حضرت عمرؓ نے سزا نہیں دی۔ خلیفہ ہونے کے بعد خطبہ دیا۔اسی خطبہ میں فرمایا۔

وروی انہ قال یوماً علی المنبر یا معاشر المسلمین ماذاتفعلون لو ملت براسی الی الدنیا کذاومیَّل راسہ فقال الیہ رجل فاستل سیفہ وقال رجل کنا نفعل بالسیف کذا واشار الی قطعہ فقال ایای تعنی بقولک قال نعم ایاک اعنی بقولی فنھرہ عمر ثلاثا وھو ینھرہ عمر فقال عمر رحمک اللّٰہ الحمدللّٰہ

---

[1].....ثور کندیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا کرامۃ) میں رات کے وقت پہرہ دیتے تھے۔ایک گھر میں ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ گانا گا رہا ہے۔حضرت عمرؓ دیوار پر کو چڑھے تو اس کے پاس ایک عورت کو پایا اور اس کے پاس شراب بھی تھی۔فرمایا: اللہ کے دشمن کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چھپالے گا حالانکہ تو اس کی معصیت میں مشغول ہے۔اس نے کہا۔امیر المؤمنین! آپ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔میں نے اگر اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے بے شک آپ نے تین نافرمانیاں کی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَلَا تَجَسَّسُوْا'' جاسوسی مت کرو اور آپ نے جاسوسی کی (۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا'' گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور آپ پیچھے سے دیوار پھلاند کر اندر گھسے۔(۳) اور آپ بلا اجازت داخل ہوئے حالانکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے، لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ الخ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت اور بلا سلام داخل مت ہوا کرو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے پاس خیر ہے (یعنی توبہ کرو کہ آئندہ ایسا نہیں کروگے) اگر میں تم کو معاف کردوں۔ عرض کیا ہاں آپ نے اس کو معاف کردیا اور اس کو چھوڑ کر تشریف لے آئے۔

[2]..... ازالۃ الخفاء ص ۲۴۰ مقصد اول، فصل ششم، مطبوعہ صدیقی بریلی، ازالۃ الخفاء عربی مترجم ص ۲/۶۶۸، فصل ششم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی.

الذی جعل فی رعیتی من اذا تعوجتُ قومنی[۳] **ازالة الخفاء**[۴] **ص ۵۶/۴.**

قال عمرؓ فی مجلس فیه المهاجرون والانصار ارئیتم لوترخصت فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین فسکتنا فقال ذلک مرتین اوثلٰثا لوترخصت لکم فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین. قال بشربن سعد لوفعلت ذلک لقوّمناک تقویم القدح فقال عمرؓ انتم اذاً انتم. ازالة الخفاص ۱۲۲/۴.

خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہو سر دربار مجھے ٹوک دیا جائے۔آپ کی طرف سے اعلان دیا گیا کہ **احب الناس الی من رفع الی عیوبی** یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیوب پر مجھے اطلاع دے۔اسکے بعد ادنیٰ ادنیٰ لوگوں نے سر دربار آپ پر نکتہ چینی شروع کی اگر چہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی۔مگر آپ اس پر خوش ہوتے تھے اور بڑی توجہ سے سنتے تھے اور اسکا جواب دیتے تھے۔اھ سیرت فاروق اعظمؓ ص ۱۵۔

آپ خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسیؓ نے ٹوکا

اتت برود من الیمن الی عمر بن الخطابؓ فقسمها بین اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ برداً برداً ثم صعد المنبر یوم جمعة فخطب الناس فی حلة منها والحلة عند العرب ثوبان من جنس واحد وکان ذلک من احسن زیّهم فقال الا اسمعوا ثم

۳..... حضرت عمرؓ نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہو! تم کیا کرو گے اگر میں اپنا سر دنیا کی طرف جھکا دوں، اس طرح اور اپنے سر کو جھکایا۔ایک شخص کھڑا ہوا اور تلوار کھینچ کر بولا کہ ہاں پھر ہم اپنی تلوار سے اس طرح کریں گے۔اور گردن کاٹنے کا اشارہ کیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا (امتحاناً) کیا تو اپنے قول سے مجھے ہی مراد لے رہا ہے۔اس نے کہا ہاں میں اپنے قول سے آپ کو ہی مراد لے رہا ہوں۔حضرت عمرؓ نے اسکو تین مرتبہ جھڑکا وہ حضرت عمرؓ کو جھڑکتا رہا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے۔اللہ کا شکر ہے جس نے میری رعیت میں ایسے شخص کو رکھا کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دے۔

۴ **ازالة الخفاء مترجم ص ۵۵/۴، فصل ثانی، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.**

وعظ الناس فقام سلمان فقال واللّٰہ مانسمع واللّٰہ مانسمع قال وما ذلک قال انک اعطیتنا ثوباً ثوباً ورحت فی حلة فقد تفضلت علینا بالدنیا فتبسم ثم قال عجلت یا ابا عبداللّٰہ رحمک اللّٰہ انی کنت غسلت ثوبی الخلق فاستعرت برد عبداللّٰہ بن عمر فلبسته مع بردی فقال سلمان الآن نسمع[۲] ازالة الخفاء[۴] ص ۱۲۱.

قال ابن عون کان الرجل یقول لمعاویة واللّٰہ لتستقیمن بنا یا معاویة اولنقومنک. فیقول بماذا فیقول بالخشب فیقول اذاً نستقیم[۵] اھ تاریخ الخلفاء[۶] ص ۱۴۹.

۱..... **ازالة الخفاء مترجم ص ۱۲۲/۴، فصل پنجم، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.**

۲..... **الفاروق ص ۲/۳۸۲، مطبوعه کراچی، سیرت خلفائے راشدین ص ۶۰، مطبوعه مکتبه اعزازیه دیوبند.**

۳..... یمن سے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس کچھ چادریں آئیں انہوں نے ان کو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر تقسیم فرمادیا ایک ایک چادر۔ پھر آپ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے ان میں کا ایک حلہ (جوڑا) پہن کر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور حلہ عرب کے نزدیک ایک جنس کے دو کپڑوں کو کہتے ہیں اور یہ ان کے بہت اچھے لباس میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے خطبہ شروع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ خبردار سنو! پھر لوگوں کو وعظ کہنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت سلمانؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا واللہ نہیں سنیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا آپ نے ہم کو ایک ایک کپڑا دیا اور خود ایک حلّہ (جوڑا) پہنے ہوئے ہو تو دنیاداری میں تم ہم سے بڑھے ہوئے (دنیاداری میں جو خود بڑھا ہوا ہو اس کو دوسروں کو نصیحت کرنے کا کیا حق ہے) حضرت عمرؓ نے یہ سن کر مسکرا کر فرمایا ابوعبداللہ تم نے جلدی کی (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) میں نے اپنے پرانے کپڑے دھوئے تھے تو عبداللہ بن عمرؓ سے ان کی چادر مانگ کر اپنی چادر کے ساتھ شامل کرلی۔ حضرت سلمانؓ نے کہا۔ ''اب سنیں گے''۔

۴..... **ازالة الخفاء مترجم ص ۱۲۱/۴، فصل پنجم، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی.**

۵..... ابن عونؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ سے کہہ رہا تھا قسم بخدا اے معاویہؓ! ہمارے ساتھ سیدھے سیدھے رہنا ورنہ ہم سیدھا کردیں گے۔ فرمانے لگے، کس چیز سے؟ اس نے جواب دیا لکڑی (لاٹھی) سے حضرت معاویہ فرمانے لگے۔ پھر ہم سیدھے رہیں گے۔

۶..... **تاریخ الخلفاء ،مطبوعه مجتبائی ص ۱۳۶ احوال معاویة ابن ابی سفیان**

دیکھئے حضرت معاویہؓ کو کتنا سخت کلمہ کہا مگر انہوں نے کیا معاملہ کیا۔

یزید کو جب ولی عہد بنانے کا قصہ پیش آیا حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن عمر سے گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کا نمبر آیا۔ ثم ارسل الی ابن الزبیر فقال یا ابن الزبیر انما انت ثعلب رواغ کلما خرج من جحر دخل فی اٰخر. وانک عمدت الٰی هذین الرجلین فنفخت فی مناخر هما وجعلتهما علی غیر رائیهما فقال ابن الزبیر ان کنت قد مللت الامارة فاعتزلها وهلم ابنک فلنبایعه ارأیت اذا بایعت ابنک معک لایکما نسمع ونطیع لا تجتمع البیعة لکما ابدا[1] تاریخ الخلفاء[2] ص ۱۵۰، وص ۱۵۵.

غور کیجئے اور جاریہ بن قدامہ کا مکالمہ حضرت معاویہ سے کتنا سخت ہے اس کو بھی دیکھئے۔

فیها ان قوائم السیوف التی لقیناک بها بصفین فی ایدینا قال (معاویہؓ) انک لتهددنی قال انک لم تملکنا قوة ولم تفتحنا عنوة ولکن اعطیتنا عهوداً ومواثیق فان وفیت لنا وفینا وان ترغب الی غیر ذلک فقد ترکنا ورائنا رجالا مداداً وادرعا شدادا والسنة حدادا فان بسطت الینا فترامن غدر دلفنا الیک بباع من ختر قال

---

[1]..... پھر ابن زبیرؓ کو بلوایا اور فرمایا ابن زبیر! تو اس حیلہ باز لومڑی کے مثل ہے کہ ایک سوراخ سے نکلتی ہے دوسرے سوراخ میں داخل ہو جاتی ہے اور تو نے ہی ان دونوں شخصوں کا ارادہ کیا اور ان کی ناک میں پھونک ماردی اور ان دونوں کو ان کی رائے کے خلاف پر آمادہ کیا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے جواباً فرمایا اگر آپ امارت سے اکتا گئے ہیں تو اس کو چھوڑ دیجئے (استعفیٰ دیدیجئے) اور اپنے بیٹے کو لائیے ہم اس سے بیعت کرلیں بتائیے جب ہم آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سے بیعت کرلیں تو تم دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں گے۔ بیعت تم دونوں کے لئے کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتی۔ (تاریخ الخلفاء)

[2]..... تاریخ الخلفاء، مطبوعه مجتبائی ص ۱۳۷ احوال معاویة ابن ابی سفیان

معاویة لا اکثر اللّٰہ فی الناس امثالکم[1] تاریخ الخلفاء[2] ص ۱۵۳ ۔

یزید الناقص ابوخالد بن الولید نے جو خطبہ دیا اس میں صاف صاف اعلان کیا

فان اردتم بیعتی علی الذی بذلت لکم فانالکم وان ملت فلا بیعة لی علیکم وان رأیتم احداً اقوی منی علیها فانااول من یبایعه ویدخل فی طاعته واستغفر اللّٰہ لی ولکم[3] اه تاریخ الخلفاء[4] ص ۱۹۴ .

دیکھئے ان اکابر اسلاف کے پاس فوج اور پولیس بھی تھی بیت المال کا خزانہ بھی تھا مگر اپنے سے اختلاف کرنے والوں اور اعتراض کرنے والوں کو قتل نہیں کیا نہ قید کیا بلکہ غایت تحمل سے کام لیا اور تاکیدی اعلانات کئے کہ ہم سے جو کوتاہی ہو جائے۔ وہ بلاخوف ہمارے سامنے پیش کر دو تاکہ ہم اس کی اصلاح کریں۔ اگر اختلاف کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہوتا تو یہ حضرات قدرت کے باوجود ترک واجب کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

---

[1].....اسی میں یہ بھی ہے کہ ان تلواروں کے قبضے جن کے ساتھ ہم نے صفین میں آپ سے ملاقات کی تھی ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ تو مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ اس نے کہا آپ ہمارے زبردستی مالک نہیں بنے نہ ہم کو قوت کے ساتھ فتح کیا۔ آپ ہم سے کچھ عہد کئے ہیں پس اگر آپ ان کو پورا کریں گے ہم بھی پورا کریں گے۔ اور اگر آپ اس کے علاوہ دوسری چیز کی طرف مائل ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے قوت والے مرد، مضبوط زرہیں، تیز دھار دار نیزے چھوڑے ہیں۔ پس اگر آپ نے ہماری طرف بالشت بھر عہد شکنی کی تو ہم آپ کی طرف چل پڑیں گے ایک باع (پانچ ہاتھ) حضرت معاویہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ جیسے زیادہ نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

[2]..... **تاریخ الخلفاء ص ۱۳۹ احوال معاویة ابن ابی سفیان، مطبوعه مجتبائی،**

[3].....پس اگر تم میری بیعت کا ارادہ کرو اس چیز پر جس کو میں نے تمہارے لئے خرچ کیا تو میں تمہارے لئے ہوں اور اگر میں اس سے ہٹ جاؤں تو پھر میری بیعت تم پر لازم نہیں اور اگر تم کسی کو اس امر خلافت پر مجھ سے زیادہ قوی پاؤ تو میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس سے بیعت کرے گا اور اس کی اطاعت میں داخل ہوگا۔ واستغفر اللہ لی ولکم اھ (تاریخ الخلفاء)

[4]..... **تاریخ الخلفاء ص ۱۷۶، مطبوعه مجتبائی،**

(۸) امام کا مقام بہت بلند ہے اس کو حق جل شانہ کی بارگاہ میں اپنا نمائندہ بنا کر نماز ادا کی جاتی ہے وہ اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہئے احکام نماز کا وہ سب سے زیادہ عالم ہو قرآن کریم تجوید کے ساتھ صحیح پڑھتا ہو سب سے زیادہ متقی ہو وغیرہ وغیرہ۔ **الاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوٰة بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقرأة ثم الاورع اى الاكثر اتقاء للشبهات** اھ درمختار[1] ص ۳۷۴ ج ۱۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام نے بھول کر غلطی کی تو مقتدی کو اس غلطی میں بھی اتباع لازم ہوتا ہے تا کہ امام کی مخالفت فعلاً لازم نہ آئے مثلاً قنوت، تکبیرات العید، قعدہ اور سجدۂ سہو، سجدہ تلاوت اگر امام ترک کردے تو مقتدی بھی اتباع امام میں ترک کردے امام کی مخالفت نہ کرے **تجب متابعة الامام فى الواجبات فعلاً وكذاتركاً ان لزم من فعله مخالفته الامام فى الفعل كتركه القنوت اوتكبيرات العيد او القعدة الاولىٰ اوسجودالسهووالتلاوة فيتركه الموتم**[2] **ايضاً** اھ شامی[3] ص ۳۱۶ ج ۱۔ لیکن ہر غلطی کا یہ حکم نہیں۔

جو امور بدعت ہوں یا منسوخ ہوں یا نماز سے ان کا تعلق نہ ہو ان میں امام کا اتباع نہیں

---

[1]..... درمختار مع ردالمحتار كراچى ص ۵۵۷ ج ۱ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۲۴۳، فصل فى بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱۶۱/۱، كتاب الصلوة، فصل فى الجماعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۳۴۷/۱، باب الامامة.

[2]..... شامى كراچى ص ۴۷۰ ج ۱ كتاب الصلوٰة، مطلب فى تحقيق متابعة الامام، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۱۳۴/۱، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، حلبى كبيرى ص ۵۲۸، فصل فى الامامة، الثامن، فيما يتابع المقتدى فيه الامام ومالا يتابعه فيه، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

[3]..... ملاحظه هو حوالۂ بالاحاشيه نمبر ۲/

کیا جائے گا۔ مثلاً ایک سجدہ زائد کرے یا تکبیرات عید میں اقوال صحابہ پر زیادتی کرے یا نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیر کہے یا پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو ان صورتوں میں امام کا اتباع نہیں کیا جائے گا۔ **وانه ليس له ان يتابعه في البدعة والمنسوخ ومالا تعلق له بالصلوٰة في تكبيرات العيدين اوعلى اربع في تكبير الجنازة اوقام الى الخامسة ساهيا** اھ شامی[1] ص ۳۱۶ ج ۱۔

سنن میں فعلاً امام کا اتباع واجب نہیں مثلاً امام تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین نہ کرے یا ثناء نہ پڑھے یا رکوع وسجود کے لئے تکبیر نہ کہے یا سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ نہ پڑھے یا سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے تو ان امور میں امام کا اتباع واجب نہیں۔

وانه لا تجب المتابعة في السنن فعلاً وكذاتركا فلايتابعه في ترك رفع اليدين في التحريمة والثناء وتكبيرا الركوع والسجود والتسبيح فيهما والتسميع اه شامی[2] ص ۳۱۶ ج ۱.

اگر امام کسی واجب قولی کو ترک کردے جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت لازم آتی ہو مثلاً تشہد، سلام، تکبیر تشریق کو ترک کردے تو اس میں امام کا اتباع نہیں کیا جائے گا **وكذالا يتابعه في ترك الواجب القولي الذي لا يلزم من فعله المخالفة في واجب فعلي كالتشهد والسلام وتكبير التشريق** اھ شامی[3] ص ۳۱۶ ج ۱۔

ہر فرض میں اتباع امام کو کلیتاً فرض کہنا بھی صحیح نہیں **وكون المتابعة فرضاً في الفرض**

---

[1]..... شامی کراچی ص ۴۷۰ ج ۱ کتاب الصلوٰة، مطلب في تحقيق متابعة الامام، حلبی کبیر ص ۵۲۸، فصل في الامامة، الثامن، فيما يتابع المقتدى فيه الامام الخ، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

[2]..... ملاحظه هو حوالۂ بالا.

[3]..... ملاحظه هو حوالۂ بالا.

لا یصح علی اطلاقه لما صرحوا به من ان المسبوق لو قام قبل قعود امامه قدر التشهد فی آخر الصلوٰة تصح صلوته ان قرأماتجوزبه الصلوٰة بعد قعود الامام قدر التشهد والالا مع انه لم یتابع فی القعدة الاخیرة فلو کانت المتابعة فرضا فی الفرض مطلقا لبطلت صلوتهاھ شامی[1] ص۳۱۶ ج۱۔

(۹) جس شخص کی امامت کوقوم ناپسند کرے اس لئے کہ اس میں خرابی ہے یا اس سے زائد لائق امامت دوسرے آدمی موجود ہیں پھر وہ شخص جبراً امام بن کر نماز پڑھائے تو اس کیلئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کی نماز مقبول نہیں **ولوام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللّٰه صلوة من تقدم قوماً وهم له کارهون**[2] اھ درمختار[3] ص۳۷۶ ج۱۔

قدر سنت سے قرأت واذکار کوطویل کرنا جوکہ قوم پر بار ہو مکروہ تحریمی ہے۔ **ویکره تحریما تطویل الصلوٰة علی القوم زائد علی قدر السنة فی قراء ة واذکار**اھ ص۳۷۹[4] ج۱۔

حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں قرأت طویل کی ایک مقتدی نے نماز توڑ دی معاملہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو امام صاحب ہی کو تنبیہ فرمائی **فاقبل رسول اللّٰه** ﷺ

---

[1]..... شامی کراچی ص ۴۷۱ ج ۱ کتاب الصلوٰة، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام

[2]..... اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو قوم سے آگے بڑھ کر انکی امامت کرے اور وہ (قوم) اس سے ناخوش ہوں۔

[3]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹ ج ۱ باب الامامة ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، البحرالرائق ص ۳۴۸/ ۱، باب الامامة، کتب الصلوة، مطبوعه کوئٹه.

[4]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۶۴/ ۱، باب الامامة، مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الافضل الصلاة مع الشافعی ام لا، البحرالرائق کراچی، ص ۳۵۱/ ۱، باب الامامة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۶، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر.

علی معاذ قال یا معاذ افتان انت. اقرأ والشمس وضحاها. والضحیٰ. واللیل اذا یغشیٰ. سبح اسم ربک الاعلیٰ[1] (متفق علیہ الخ) مشکوٰۃ شریف[2] ص ۷۹۔ یہاں سے قرأت مسنونہ کا انداز ہوا۔

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر شکایت کی کہ فلاں شخص صبح کی نماز طویل پڑھاتا ہے جس کی وجہ سے میں شریک نماز نہیں ہوتا۔ یہ شکایت سن کر امام پر بہت شدید عتاب فرمایا۔

عن قیس بن حازم قال اخبرنی ابو مسعودؓ ان رجلا قال واللّٰہ یا رسول اللّٰہ انی لا تاخر عن صلوٰۃ الغداۃ من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت رسول اللّٰہ ﷺ فی موعظۃ اشد غضباً منہ یومئذ ثم قال ان منکم منفرین فایکم من صلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر وذالحاجۃ[3] متفق علیہ الخ۔ (مشکوٰۃ[4] شریف ص ۱۰۱ ج ۱)

تمام عالی صفات کے باوجود اگر امام سے نماز میں غلطی ہو جائے خواہ سہواً ہی ہو اس سے کلیۃً صرف نظر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو متنبہ کیا جائے گا اگر قرأت میں غلطی ہو جائے تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے لقمہ دیا جائے گا غلطی فاحش ہو جانے کی صورت میں اعادۂ نماز کا حکم

---

[1].....رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا معاذؓ! کیا تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ والشمس وضحها. والضحیٰ. واللیل اذایغشی. سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا کرو. (مشکوٰۃ)

[2]..... مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ، الفصل الاول، یاسر ندیم دیوبند.

[3].....ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ میں نماز فجر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں فلاں کی وجہ سے ان کے ہمارے ساتھ نماز کو طویل کرنے کی وجہ سے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصہ ہونے والا نہیں دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا تم میں بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ تم میں جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور، بوڑھے، ضرورت مند ہوتے ہیں۔

[4]..... مشکوۃ شریف ص ۱۰۱، باب ما علی الامام الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم.

ہوگا۔ اگر صلوٰۃ رباعی میں تیسری رکعت پڑھ کر بیٹھنے لگے تو اس کو یاد دلایا جائے گا کہ کھڑا ہو جائے۔ اگر چوتھی پڑھ کر کھڑا ہونے لگے تو اس کو بٹھایا جائے گا اگر وہ نہ بیٹھے تو اس کا اتباع نہیں کیا جائے گا۔ اگر امام سے سہواً کوئی واجب ترک ہو جائے تو سجدۂ سہو سے مکافات کی جائے گی اگر نماز میں واجب کا ترک ہونا یاد ہی نہ آیا۔ یا قصداً سجدہ سہو نہ کیا یا عمداً واجب کو ترک کیا تو اعادۂ نماز کا حکم ہوگا۔

غرض اصلاح نماز کی کوشش میں امام کے بلند درجات حائل و مانع نہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ سے بھول ہوگئی تو مطلع ہونے پر مکافات فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا:۔ **انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی**[1] متفق علیہ الخ مشکوٰۃ[2] ص۹۲۔

یہ بھی حکم فرمایا کہ میرے قریب اہل عقل وفہم کھڑے ہوا کریں (تاکہ اگر کوئی بات پیش آجائے تو نماز کو فساد سے بچانے میں سہولت رہے۔ **لیلینی منکم اولوا الاحلام و النھی**[3] الخ شامی[4] ص۳۸۴ ج۱۔

مسلمانوں میں دینی انحطاط بڑھتا جارہا ہے امامت کے اوصاف بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔ ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ کو لکھنا پڑا **الجھل فی القراء غالب**[5] الخ شامی[6] ص۴۰۳ ج۱۔

---

[1]..... میں تم ہی جیسا بشر ہوں تمھاری طرح میں بھی بھولتا ہوں پس جب میں بھولوں تو مجھ کو یاد دلایا کرو۔

[2]..... مشکوۃ شریف ص ۹۲/۱، باب السھو، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[3]..... بالغ اور عقل والے تم میں سے میرے قریب ہوا کریں۔

[4]..... شامی کراچی ص ۵۷۱ باب الامامۃ، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، البحر الرائق کراچی ص۳۵۳/۱، باب الامامۃ، مراقی علی الطحطاوی مصری ص۲۴۸، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، وترتیب الصفوف، مشکوۃ شریف ص۹۸/۱، باب تسویۃ الصفوف، یاسر ندیم دیوبند.

[5]..... قراء میں جہل غالب ہے۔

[6]..... شامی کراچی ص ۵۹۹ ج ۱، قبیل باب الاستخلاف،

امامت کو بہت سے حضرات نے پیشہ معاش بنا لیا ہے۔ متولی صاحبان بھی ان سے تاجروں کی طرح معاملہ کرتے ہیں جو امام کم نرخ کا ملتا ہے اس کو رکھتے ہیں۔ مختلف علاقوں میں اماموں کی ذمہ داریاں بھی عجیب عجیب دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کی آمدنی کے شعبے بھی عجیب عجیب ہیں۔ ایک امام صاحب سے ملاقات کے لئے جانا ہوا ان کے حجرے میں پانی کے متعدد گھڑے رکھے ہوئے تھے دریافت کرنے پر بتایا کہ محلّہ کی مستورات جب ایام ماہواری سے فارغ ہوتی ہیں تو وہ پانی کا گھڑا امام صاحب کے پاس بھیجتی ہیں امام صاحب چند مخصوص آیتیں اور سورتیں پڑھ کر اس پر دم کرتے ہیں۔ اس پانی سے مستورات غسل کرتی ہیں تب پاک ہوتی ہیں۔ ہر گھڑے پر دم کرنے کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ اگر امام صاحب سفر میں گئے ہوں تو جب تک وہ واپس آ کر پانی پر دم نہ کریں تو وہ پانی غسل کے لئے کارآمد نہ ہوگا وہ ماءِ طہور نہ بنے گا۔ امام صاحب کے دم کرنے سے اس میں طہوریت کی صفت آئے گی۔ اس دم کرنے میں امام صاحب کسی کو اپنا نائب بھی نہیں بناتے اس لئے مستورات کئی کئی روز بلا غسل اور بلا نماز رہتی ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

اہل محلّہ کی میت کو غسل دینا اس کی نماز پڑھانا اس کو قبر میں رکھنا پھر سوئم و چہلم وغیرہ یہ سب چیزیں امام صاحب ہی کے متعلق رہتی ہیں۔ اور ان میں ہر کام کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ مرغی، بکری وغیرہ ذبح کی جائے تو وہ بھی امام صاحب ہی ذبح کریں گے۔ اور اس کا معاوضہ لیں گے۔ عید الاضحیٰ میں چرم قربانی اور عید الفطر میں صدقۃ الفطر میں امام صاحب کا حق سمجھا جاتا ہے۔

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے **واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یھتم بامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانته شرعاً ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن علیه ان**

یصلی بھم بغیر طھارۃ فھو کا لمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا قال ولذالم تجز الصلوٰۃ خلفہ اصلا. عند مالک وروایۃ عن احمد اھ شامی[1] ص ۳۷۶ ج ۱.

اگر کوئی غیر متقی، بے عمل، فاسق امام مسلط ہو جس کو الگ کرنے پر قدرت نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے تا کہ جماعت ترک نہ ہو۔ **فی حدیث ابی ھریرۃؓ والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان اوفاجراً وان عمل الکبائر[2] اھ** مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰۔

بعض صحابہ کرامؓ نے حجاج کے پیچھے ایسی ہی مجبوری میں نماز پڑھی ہے[3]۔

(۱۰) اگر مجلس شوریٰ میں امام اور مہتمم کے انتخابات یا عزل کا مسئلہ پیش ہو اور اس میں اختلاف رائے ہو تو شرعی دلائل سے ترجیح دی جائے۔ اگر دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی

---

[1]..... شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام، باب الامامۃ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، حلبی کبیری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، الرابع فی الاولی بالامامۃ، طبع سھیل اکیڈمی لاھور.

[2]..... مشکوۃ شریف ص ۱۰۰/۱، باب الامامۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نکوکار ہو یا وہ بدکار اگر چہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔

[3]..... لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعۃ لکن لا یحرز ثواب المصلی خلف تقی، کیف وقد صلی الصحابۃ والتابعون خلف الحجاج وفسقہ مالایخفی، حلبی کبیری ص ۵۱۴، باب الامامۃ، الرابع فی الاولی بالامامۃ الخ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، تقریرات رافعی ص ۶۸/۱، باب الامامۃ، قولہ: ولایجب الخروج علیہ، مطبوعہ سعید کراچی، البحرالرائق کراچی ص ۳۴۸/۱، باب الامامۃ، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۹۳/۲، باب الامامۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی.

کرلی جائے یا اہل علم کی کثرت رائے کو ترجیح دی جائے۔ بے علم اور بے عمل عوام کی کثرت رائے معتبر نہیں فان استووا یقرع بین المستویین اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم لو قدموا غیر الاولیٰ اساؤا بلا اثم[1] درمختار ص ۳۷۵ ج ۱ فان اختلفوا فالعبرۃ بما اختارہ الاکثر اھ قال فی شرح المشکوٰۃ لعلہ محمول علی الاکثر من العلماء اذا وجدوا والافلاعبرۃ لکثرۃ الجاھلین قال اللّٰہ تعالیٰ ولکن اکثرھم لا یعلمون اھ طحطاوی[2] ص ۲۰۳۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خلافت کے لئے چند حضرات میں سے حضرت عثمانؓ کو اکثریت کی رائے کے پیش نظر انتخاب کیا جس سے پھر سب ہی نے اتفاق کرلیا شروح بخاری، فتح الباری[3]، عمدۃ القاری وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے

نیز سوال (۴) کے جواب میں امام (سلطان) کی رائے کے خلاف کرنے کی ممانعت کے ذیل میں شامی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ الااذا اتفق الاکثر انہ ضرر فیتبع اھ[4]۔

---

[1]..... درمختار علی الشامی کراچی ص ۵۵۹/۱، باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۲۴۴، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ مصر، البحرالرائق کراچی ص ۳۴۸/۱، باب الامامۃ.

[2]..... طحطاوی مع المراقی، مطبوعہ مصر ص ۲۴۴ باب الامامۃ، فصل فی بیان الا حق بالامامۃ، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۹۲/۲، باب الامامۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی.

[3]..... فتح الباری ص ۴۲۰-۴۲۱/۷، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصۃ البیعۃ، والاتفاق علی عثمانؓ بن عفان الخ، رقم الحدیث (۳۷۰۰)، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز، عمدۃ القاری ص ۲۱۲-۲۱۳/۷، الجزء السادس عشر کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصۃ البیعۃ الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[4]..... شامی کراچی ص ۱۴۶/۴، کتاب الجھاد، باب المغنم وقسمتہ، مطلب مخالفۃ الامیر حرام، الدر المنتقی علی ھامش المجمع ص ۴۳۳/۲، کتاب السیر والجھاد، باب الغنائم وقسمتھا، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

کثرت رائے کو اگر چہ وہ اہل علم اور اہل تدین کی ہو بالکل نا قابل اعتبار قرار دینا اور یہ کہنا کہ یہ غیر دینی طریقہ ہے غلط ہے۔ ایک مسئلہ میں اگر فقہاء کرام کا اختلاف ہو تو دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ وعلیہ الاکثر. علامہ شامی[1] نے ردالمحتار تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ شرح عقود رسم المفتی[1] میں اس کی تصریح کی ہے حدود کے اندر رہتے ہوئے اس پر عمل کرنا گناہ نہیں۔ اور للاکثر حکم الکل تو ایسا مشہور ہے کہ فقہاء نے جگہ جگہ اس سے استدلال کیا ہے۔

(۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ صوبہ کوفہ کے گورنر تھے عشرہ مبشرہ میں سے تھے بہت قدیم الاسلام تھے مستجاب الدعوات تھے جنہوں نے نماز براہ راست حضرت رسول اکرم ﷺ سے سیکھی تھی جنہوں نے کسریٰ کو شکست دی ملک فارس کو فتح کیا ان کی شکایت کی گئی جس میں تھا کہ یہ نماز ٹھیک نہیں پڑھاتے۔ انہ لا یحسن یصلی[2]۔ حضرت عمرؓ نے خود ان سے نماز کی کیفیت کو دریافت کیا اور سن کر فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم اس طرح پڑھاتے ہوگے (یعنی شکایت غلط ہے) پھر آدمی کوفہ بھیج کر تحقیق کی تو سب نے ان کی تعریف کی مگر ایک شخص نے شکایت کی۔ حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ یا اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ایسا ہو۔ چنانچہ اس کا بہت برا حال ہوا۔

حضرت عمرؓ نے شکایت غلط ہونے پر بھی حضرت سعدؓ کو معزول فرمادیا اور ان کی جگہ

---

[1]..... فان اختلوا یؤخذ بقول الاکثرین الخ، شامی کراچی ص ۱/۷۱، مطلب اذا تعارض التصحیح، متی اختلف فی المسألة، فالعبرة بماقاله الاکثر، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱/۳، المقدمة، فوائد تتعلق بآداب المفتی، مطبوعه مکتبه میمنیة مصر، فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین فیما اعتمد علیه الکبار المعروفین، شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، اذا لم یوجد فی المسألة روایة، مطبوعه زکریا دیوبند.

[2]..... بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب فضائل اصحاب النبی باب مناقب سعد ابن ابی وقاصؓ.

حضرت عمارؓ کو متعین فرمادیا۔ بخاری شریف ص۱۰۴[1]، میں یہ واقعہ مذکور ہے اور بھی متعدد مقامات پر اپنی عادت کے موافق امام بخاری نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس نے جو عہدہ دیا تھا اس نے واپس لے لیا۔ حضرت سعدؓ نے نہ حضرت عمرؓ کو بددعا دی نہ ان سے ناراض ہوئے نہ کوئی احتجاج کیا کہ مجھے بلاقصور علیحدہ کردیا نہ نظام میں کوئی فرق آیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کی برأت بھی فرمادی کہ ان کا قصور نہیں تھا بلکہ مصلحۃً وانتظاماً علیحدہ کیا ہے ازالۃ الخفاء ص۳۲۵[2]، میں یہ صاف صاف مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علیحدہ کرنے کے لئے قصور وار ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ مصلحتاً وانتظاماً بھی علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول فرمایا جس کی تفصیل ازالۃ الخفاء ص۲۳۴[3]، میں ہے۔ حضرت خالدؓ نے عہدۂ سپہ سالاری

---

[1]..... عن جابر بن سمرةؓ قال شكى اهل الكوفة سعداً الى عمرؓ فعزله واستعمل عليهم عمارا، فشكوا حتى ذكروا انه لايحسن يصلى فارسل اليه، فقال يا ابا اسحٰق ان هؤلاء يزعمون انک لا تحسن تصلى قال اما والله فانى كنت اصلى بهم صلوة رسول الله ﷺ مااخرم عنها، اصلى صلوة العشاء فاركدوا فى الاولين واخف فى الآخرين قال ذاک الظن بک يا اباسحٰق، فارسل معه رجلا او رجالا الى الكوفة، يسأل عنه اهل الكوفة ولم يدع مسجدا الا سأل عنه ويثنون عليه معروفا حتى دخل مسجدا لبنى عبس، فقام رجل منهم يقال له اسامة بن قتادة يكنى ابا سعدة، فقال اما اذ نشدتنا، فان سعدا كان لايسير بالسرية ولا يقسم بالسوية ولا يعدل فى القضية قال سعد اما والله لا دعون بثلٰث، اللّٰهم ان كان عبدک هذا كاذبا قام رياء وسمعة، فأطل عمره، واطل فقره، وعرضه بالفتن، وكان بعد اذا سئل يقول شيخ كبير مفتون اصابتنى دعوة سعد قال عبد الملک فانا رأيته بعد قد سقط حاجباه على عينيه من الكبر وانه ليتعرض للجوارى فى الطرق يغمزهن، بخارى شريف ص۱۰۴/۱، كتاب الاذان، باب وجوب القرأة للامام والمأموم فى الصلوة كلها الخ، رقم الحديث (۷۴۶)، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

[2]..... ازالة الخفاء ص۲/۶۶، حكايات سياست فاروق اعظم، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، ازالة الخفاء مترجم ص۲۳۵ ج۳ مقصد دوم، مناقب جميله فاروق اعظمؓ، مطبوعه قديمى كتب خانه آرام باغ كراچى. (حاشیہ ۳/۱ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سے علیحدہ ہوکر بھی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ فرمادیا کہ میرا مقصود عہدہ نہیں بلکہ خدمتِ اسلام ہے۔ اب سپاہی ہوکر خدمت کروں گا الجواہر المضیئہ میں متعدد فقہاء وقضاۃ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو فلاں عہدہ دیا گیا پھر معزول کیا گیا پھر عہدہ دیا گیا[۱]۔

جب کہ باہم طے کیا گیا کہ عزل ونصب مجلس انتظامیہ کے اختیار میں ہے تو جس طرح مجلس انتظامیہ نے امام صاحب، مہتمم صاحب، مدرس صاحب، ملازم صاحب کو عہدہ دیا ان کیلئے تنخواہ مقرر کی کام سپرد کیا اسی طرح مجلس انتظامیہ کو عہدہ واپس لینے اور معزول کردینے کا بھی حق ہے مگر اس میں نفسانیت نہ ہو للّٰہیت ہو ان کی خدمات اور وقار کا لحاظ رکھا جائے تذلیل وتحقیر ہرگز نہ کی جائے امام صاحب ومہتمم صاحب وغیرہ کو خود بھی علیحدہ ہوجانے کا اختیار ہے۔ وہ بھی مجلس انتظامیہ کی تذلیل وتحقیر سے پورا پرہیز کریں۔ اجارہ کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہوتا ہے۔ ابتداء بھی بقاء بھی[۲] گر ماہانہ پر معاملہ ہوا ہے تو جو اس معاملہ کو ختم کرنا چاہے وہ ایک ماہ قبل اطلاع کردے تاکہ طرف ثانی اپنا دوسرا انتظام کرلے۔ معاملہ ملازمت ختم ہوجانے پر بھی تعلقات میں ناگواری اور کشیدگی نہ ہونے پائے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳..... ازالة الخفاء ص ۲/۶۵، حکایات سیاست فاروق اعظم، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، ازالة الخفاء مترجم ص ۲۳۴ ج۳ مقصد دوم، مناقب جمیله فاروق اعظمؓ، مطبوعه قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... محمد بن ابراهیم بن داؤد ابن حازم الاسدی ..... رجع الی دمشق ودرس بالشبلیة سنة، ثم تولی القضاء بدمشق ..... عوضا عن ابن الحریری سنة کاملة، ثم توجه الی دیار المصریة وهو معزول، الجواهر المضیة ص ۲/۲، مطبوعه قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی.

۲..... یشترط فی صحة الاجارة قیاما وبقاء اربعة اشیاء (الاولی) العاقدین ..... یشترط فی صحة الاجارة رضی العقدین، شرح المجلة لرستم الباز ص ۲۵۳-۲۵۴/۱، رقم المادة (۴۴۷، ۴۴۸) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

اگر آپ پورا رسالہ ارسال کر دیتے تو ممکن ہے معلومات میں اضافہ ہوتا اور جواب کے لئے مزید بصیرت حاصل ہوتی۔

ایقاظ:۔ جو شخص امارت کی حرص یا طلب کرے وہ اس کا مستحق نہیں۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النی صلی اللّٰه عليه وسلم قال انكم ستحرصون على الامارة وستكون ندامة يوم القيامة فنعم المرضعة وبئست الفاطمة. الیٰ اٰخرہٖ.

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰه عنه قال دخلت على النبی صلی اللّٰه عليه وسلم انا ورجلين من قومی فقال احد الرجلين اَمِّرنا يارسول اللّٰه وقال الاٰخر مثله فقال انا لا نولی هذا من سأله ولا من حرص عليه[1] الخ بخاری شريف[2] ص ۱۰۵۸

امارت کی حرص وطلب کو ناپسند فرمایا گیا اور اس کا انجام قیامت میں خراب بتایا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار فرمادیا اس کی سزا میں دس کوڑے روزانہ لگتے تھے اور جیل میں ڈال کر زہر دے کر ان کو ختم کر دیا گیا مگر وہ اپنے

---

[1]..... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک تم امارت پر حرص کرو گے اور یہ قیامت میں (تمہارے لئے) باعث ندامت ہوگی۔ پس کیا ہی اچھی ہے مرضعہ دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔ (اگر یہاں چندروزعیش کی زندگی گزاری امیر بن کر مگر نتائج تو اس کے خراب ہیں) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں فرمایا کہ میں اور میری قوم کے دو مرد حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں میں سے ایک نے کہا ہمیں امیر بنا دیجئے یارسول اللہ ﷺ دوسرے نے بھی اسی کے مثل کہا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم اس (امارت) کے والی اس کے طالب اور اس کے حریص کو نہیں بناتے۔ (بخاری شریف)

[2]..... **بخاری شريف ص ۱۰۵۸ ج ۲ كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص على الامارة، رقم الاحاديث (۶۸۶۵، ۶۸۶۶)، مطبوعه اشرفی ديوبند.**

استقلال پر قائم رہے عہدۂ قضا قبول نہیں کیا[1] رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجتہ آمین۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ:۔مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی جو کیفیت سوال میں بیان کی گئی ہے اس کے متعلق جواب تحریر کیا گیا ہے۔اگر کسی مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی کیفیت اس سے مختلف ہوتو اس کا حکم بھی مختلف ہوسکتا ہے۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۰/جمادی الثانیہ ۱۳۷۵ھ

کثرت رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں

سوال:۔دینی مدارس میں اہم امور مثلاً ملازمین کا عزل ونصب،عہدوں کا تقرر،ترقی وتنزل،تعمیرات،آمدنی کے ذرائع،خرید جائداد وغلہ وغیرہ اور ہنگامی حوادث پر غور وخوض اور ان کی انجام دہی کے لئے مجلسِ شوریٰ کے نام سے چند افراد پر مشتمل ایک کمیٹی ہوتی ہے اس میں فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔

زید کا کہنا ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کرنا غیر دینی اور مغربی طریقہ ہے۔یہ ہمارے

---

[1]..... حدثنا عبید اللہ بن عمرو الرقی قال کلم ابن ھبیرۃ ابا حنیفۃ ان یلی لہ القضاء فابی علیہ فضربہ مائۃ سوط وعشرۃ اسواط فی کل یوم وھو علی الامتناع الی قولہ جاء کتاب المنصور الی عیسی بن موسی ان احمل ابا حنیفۃ، قال فغدوت الیہ ووجھہ کانہ مسح، قال فحملہ الی بغداد فعاش خمسۃ عشر یوما ثم سقاہ فمات، تاریخ بغداد للخطیب ص ۳۲۶، تا ۱۳/۳۳۰، النعمان بن ثابت الامام ابو حنیفۃ صاحب المذھب، ذکر ارادۃ بن ھبیرۃ ابا حنیفۃ علی ولایۃ القضاء الخ، ذکر قدوم ابی حنیفۃ بغداد وموتہ بھا، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تذکرۃ النعمان ترجمہ اردو عقود الجمان ص ۳۲۶-۳۲۷، چوبیسواں باب،امام صاحب کی وفات،مطبوعہ حسینیہ تاؤلی مظفرنگر۔

دینی اداروں میں انگریزوں سے آیا ہے۔اس کو خارج کرنا لازم ہے۔جو شخص مجلس کا صدر ہو فیصلہ اس کی رائے پر ہونا چاہئے، کثرت رائے کی قرآن کریم میں بہت جگہ مخالفت کی گئی ہے۔**اکثرھم لا یعلمون، اکثرھم لا یعقلون، اکثرھم فاسقون**[1] وغیرہ وغیرہ ہر دائرہ اور ہر طبقہ کا یہی حال ہے کہ فاسق ونافرمان اکثر ہوتے ہیں۔اس سلسلہ میں زید نے متعدد آیات پیش کی ہیں۔دریافت طلب امر یہ بات ہے کہ زید کا قول کہاں تک صحیح ہے؟ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اوران کے مسلک پر چلنے والے دیگر مدارس کے ذمہ دار حضرات کے یہاں کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے اور یہ انگریزوں کا طریقہ ان حضرات نے کیوں اختیار فرمایا۔شرعی دلائل سے جواب دیا جائے۔اکابر دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون کی کوئی سند مل جائے تو زیادہ باعثِ اطمینان ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی مدارس کی مجلس شوریٰ میں جو مسائل پیش ہوتے ہیں ان میں تفصیل ہے۔

(۱) ایسے مسائل جن میں نص موجود ہو وہاں عمل کے لئے نص متعین ہے[2]۔

(۲) ایسے مسائل جن میں نص موجود نہیں اور ان میں دو پہلو ہیں جلب منفعت، دفعِ مضرت۔وہاں دفعِ مضرت کی رعایت غالب رہتی ہے[3]۔

(۳) ایسے مسائل جن میں نص موجود نہیں اور دفعِ مضرت کا ضابطہ بھی رہنما وکارفرما

---

[1].....(۱) انمیں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔انمیں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔انمیں اکثر ایمان سے خارج ہیں۔

[2]..... **لا مساغ للاجتهاد فی مورد النص ..... ومعنی هذه المادة انه لا یسوغ الاجتهاد بقضیة شرعیة ورد علیها النص صراحة لان الاجتهاد انما یکون فیما لانص علیه الخ، شرح المجلة ص۲۵-۲۶/۱، رقم المادة (۱۴) المغالة الثانیة فی بیان القواعد الفقهیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند قواعد الفقه ص۱۰۸، رقم المادة (۲۶۰) الرسالة، القواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند. (حاشیه ۳/ اگلے صفحه پر ملاحظه هو)**

نہیں۔ جیسے دو شخصوں میں کس کو مہتمم بنایا جائے یا کس کو صدر مدرس تجویز کیا جائے۔ یا مطبخ کے لئے سامان کس دوکان سے خریدا جائے یا طلبہ کتنی تعداد میں داخل کئے جائیں یا امتحان کن تاریخوں میں لیا جائے وغیرہ وغیرہ اور ارکانِ شوریٰ کی رائے میں اختلاف ہو لیکن سب ارکان اس بات پر متفق ہو جائیں کہ معاملہ صدر محترم کی صوابدید اور شرح صدر کے سپرد کر دیا جائے[۲] تو یہ بھی درست ہے۔ اگر صدر صاحب کا شرح صدر نہ ہو تو کثرت رائے پر عمل کر لیا جائے۔ یہ بھی درست ہے[۲]۔

(۴) جس رائے پر متفق ہو کر ارکان شوریٰ اجماع کر لیں اور صدر محترم کی رائے ان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... درء لمفاسد اولی من جلب المصالح، فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا الخ، الاشباه والنظائر ص۴۵، الفن الاول، القاعدة الخامسة، مطبوعه دارالاشاعت دهلی، قواعد الفقة ص ۸۱، رقم المادة (۱۳۳) الرسالة الثالثة، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شرح المجلة ص۲۳/۱، المقالة الثانية فی القواعد الفقهية، رقم المادة (۳۰) مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ان اقل مالابد منه فی المشاورة التی يكون الغرض منها تمهيد مصلحة وثلاثة، حتی يكون الاثنان كالمتنازعين فی النفی والاثبات والثالث كالمتوسط الحاكم بينهما، فحينئذ تكمل تلك المشورة ويتم ذلك الغرض، وهكذ فی كل جمع اجتمعوا للمشاورة فلا بد فيهم من واحد يكون حكما مقبول القول فلهذ السبب لا بد وان تكون ارباب المشاورة عددهم فردا، نذكر سبحانه الفردين الاولين، واكتفی بذكرهما تنبيها علی الباقی، تفسير كبير ص۸/۱۱۴، سورة المجادلة، آيت:۸، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲]..... عن انس بن مالكؓ يقول: سمعت رسول اللهﷺ يقول ان امتی لاتجتمع علی ضلالة فاذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الاعظم، ابن ماجه شريف ص۲/۳۸۳، ابواب الفتن، باب سواد الاعظم، مطبوعه اشرفی ديوبند، قال السندهی فی شرح هذا الحديث ای بالجماعة الكثيرة، فان اتفاقهم اقرب الی الاجماع الخ، سنن المصطفی، حاشيه ابن ماجه ص۲/۴۶۴، بحواله شوری كی شرعی حيثيت ص۲۶۸، مطبوعه شيخ الهند اكيڈمی دارالعلوم ديوبند.

سب کی متفقہ رائے کے خلاف ہوتو صدر محترم اپنی رائے پر اصرار نہ کریں[۱]۔

زید کا یہ خیال کہ ''کثرت رائے پر فیصلہ کرنا کلیۃً مغربیت ہے، غیر دینی طریقہ ہے، انگریزوں کی تقلید و پیروی ہے کسی حال میں درست نہیں، اس کو دینی اداروں سے خارج کر دیا جائے'' صحیح نہیں۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب ولی عہد بنانے کا مسئلہ آیا اور چند حضرات کے نام پیش کئے گئے جن کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ ان کی کمزوریوں سے بھی واقف تھے (ہر شخص میں کچھ صلاحیت ہوتی ہے کچھ کمزوری بھی ہوتی ہیں) تو آپ نے کسی کو متعین نہیں فرمایا بلکہ مجلس شوریٰ بنادی کہ وہ انتخاب کرلے۔ اور اختلاف کی صورت میں کثرت رائے پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمادی۔

عن عمرو بن میمون الاودی قال: قال عمر حین طعن لصهیب: صل بالناس ثلاثاً ولیدخل علی عثمان وعلی وطلحة والزبیر وسعد وعبدالرحمن بن عوف، ولیدخل ابن عمر فی جانب البیت، ولیس لهٗ من الامر شئ، فقم یا صهیب! علی رؤسهم بالسیف وان بایع خمسة ونکص واحد فاجلد رأسه بالسیف وان بایع اربعة ونکص رجلان فاجلدوه سهماً حتی یستو ثقوا علی رجل اه الاعتصام للشاطبی[۲] ص ۲۶۵ ج ۲.

---

[۱]..... خلاف الواحد قادح فی الاجماع ..... وجب علیه الرجوع الی رأی الجمهور عن رأیه، احکام القرآن للتهانوی ص ۲/۷۱، سورۂ آل عمران، قوله تعالیٰ وشاورهم فی الامر الآیة، خلاف الواحد قادح فی الاجماع، مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[۲]..... الاعتصام للشاطبی ص ۲/۵۲۰، باب فالسبب الذی لاجله افترقت المبتدعة عن جماعة المسلمین، مطبوعه دارالمعرفة بیروت. **ترجمہ**:- عمرو ابن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب دشمن نے نیزہ مار دیا تو آپ نے حضرت شعیبؓ سے تین مرتبہ فرمایا کہ میرے پاس عثمانؓ، علیؓ، طلحہ، زبیرؓ، سعدؓ، عبدالرحمٰن آئیں اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی آئیں لیکن ان کو خلیفہ نہیں بنایا جائے گا۔ اے صہیبؓ تم ان کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ بیعت کرلیں اور ایک انکار کردے تو اس کے سر کو تلوار سے اڑا دے۔ اور اگر چار بیعت کرلیں اور دو انکار کردیں تو ان کو کوڑوں سے مارو۔ حتی کہ وہ سب ایک ہاتھ پر بیعت کرلیں۔

الطريقة الثالثة ان عمرؓ لما ضرب واحسن بالموت خاف ان يترك المسلمين بدون خليفة لئلا يختلفوا، ولم يكن امام نظره من لواستخلفهٗ يكون مطمئن النفس من قبله فلم يشأ ان يتحمل امر المسلمين حياً وميتاً فاختار ستة من كبار الصحابة وممن يرى انه لا يتطلع لا مر الخلافة غيرهم، ووضع لهم نظاماً ينتخبون به الخليفة من بينهم، فامران يجتمعوا بعد وفاته فى حجرة عائشة ويختار والخليفة فى مدة لا تزيد علىٰ ثلاثة ايام، وجعل للاغلبية الرئ القبول، فيجب على الاقلية الرضوخ لحكمها، والااعتبر خارجاً يستحق القتل،، تاريخ الامم الاسلامية[1] ص ۶۴۴.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حسن تدبیر سے کثرت رائے کے ذریعہ حضرت عثمانؓ، منتخب ہوگئے پھر سب نے ہی بیعت کی اور اتفاق کرلیا اور یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے خود حضرت عمرؓ نے منتخب ومتعین فرمادیا ہو۔

پھر خلیفۂ ثالث کی شہادت کے بعد ارباب حل وعقد کی کثرت رائے سے حضرت علیؓ

---

[1]..... تاريخ الامم الاسلامية ص ۲۰ تا ۲/۲۴، باب مقتل عمر وعثمان رضى الله عنهما، وكيف انتخب، مطبوعه المكتبة التجارية الكبرىٰ، مطبوعه مصر،

ترجمہ:- تیسرا طریقہ۔حضرت عمرؓ جب زخمی ہوگئے اور قریب المرگ ہوگئے تو آپ نے مسلمانوں کو بغیر خلیفہ بنائے چھوڑنا مناسب نہ سمجھا کبھی لوگ آپس میں بعد میں اختلاف کریں۔اور آپ کے سامنے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کو خلیفہ بنا کر اس پر اعتماد کیا جاسکے۔اسلئے آپ نے یہ نہیں چاہا کہ مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کے معاملہ کو اپنے سر پر رکھیں۔چنانچہ آپ نے چھ بڑے صحابہ کی کمیٹی بنائی اور وہ ایسے صحابہ تھے جن کے بارے میں آپ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے علاوہ اور کوئی خلافت کا اہل نہیں ہے اور ان کے لئے ایک طریقہ کار متعین فرمایا کہ وہ سب حضرت عائشہؓ کے گھر جمع ہوں اور تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کرلیں اور اکثریت کا غلبہ کا مدار قرار دیا۔ پس اقلیت پر اکثریت کے حکم کو ماننا ضروری ہے ورنہ تو حکم عدولی کرنے والا شمار ہوگا اور مستحق قتل قرار پائے گا۔

خلیفہ ہوئے۔ ہر دو کی تفصیل تاریخ الخلفاء میں ہے[1]۔ یہ حضرات انگریزوں کی پیروی کرنے والے نہیں تھے۔

کثرت رائے کو کلیۃً نظر انداز کر دینا غلط ہے۔ علامہ شامیؒ اصول افتاء تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **واختلف الذین قد تاخروا . یرجح الذی علیه الاکثر واذا لم یوجد فی الحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر، وتکلم فیه المشائخ المتأخرون قولا واحدا یوخذ به، فان اختلفوا یوخده بقول الاکثرین الخ.** (شرح عقود رسم المفتی[2] ص۳۳)

السادس ما اذا کان احد القولین المصححین قال به جل المشائخ العظام فی المسئلة فالعبرة بما قاله الاکثر انتهی وقد مناه نحوه عن الحاوی القدسی اھ

---

[1]..... **بویع (أی عثمان) بالخلافة بعد دفن عمر بثلث لیال، فروی ان الناس کانوا یجتمعون فی تلک الایام الی عبد الرحمن بن عوفؓ یشاورونه ویناجونه، فلا یخلوا به رجل ذو رأی فیعد بعثمان احدا، ولما جلس عبد الرحمن للمبایعة حمد الله وأثنی علیه، وقال فی کلامه انی رأیت الناس یأبون إلا عثمانؓ (الی قوله) وفی روایة اما بعد یا علی فانی قد نظرت فی الناس فلم ارهم یعدلون بعثمان، فلا تجعلن علی نفسک سبیلا، ثم اخذ بید عثمان، فقال: نبایعک علی سنة الله وسنة رسوله وسنة الخلیفتین وبعده، فبایعه عبد الرحمن وبایعه لمهاجرون والانصار رضی الله تعالیٰ عنهم، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۹، عثمان بن عفانؓ، فصل فی خلافته، قال ابن سعد بویع علی رضی الله تعالیٰ عنه بالخلافة الغد من قتل عثمان بالمدینة فبایعه جمیع من کان بها من الصحابة، تاریخ الخلفاء ص۱۳۳، ذکر علی بن ابی طالبؓ، فصل فی مبایعته، مطبوعه نور محمد کتب خانه کراچی.**

[2]..... **شرح عقود رسم المفتی ص ۱۴۲، اذا لم یوجد فی المسألة روایة، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.**

ترجمہ :-اور مسئلہ میں متاخرین کا اختلاف ہو تو اس قول کو اختیار کیا جائے گا جس کے اکثر فقہاء قائل ہیں۔ پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں متقدمین سے کوئی ظاہر حکم منقول نہ ہو۔ اور متأخرین نے متفقہ طور سے اس کا ایک حکم بیان کیا ہے تو اسی کو اختیار کیا جائے گا۔

ص[1]۴۰ یعنی مشائخ فقہاء کی طرف سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اختلاف کے وقت کثرت رائے ہی معتبر ہوگی۔ اگر انتخاب امام میں اختلاف ہو اور دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی کر لی جاے ءیا اہل علم کی کثرت رائے سے ترجیح دی جائے۔ **فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم** اھ درمختار[2] ص ۳۷۵ ج ا۔

قال فی شرح المشکوٰۃ، لعلہ محمول علی الاکثر من العلماء اذا وجد والا فلاعبرۃ لکثرۃ الجاھلین قال اللّٰہ تعالیٰ ولکن اکثرھم لا یعلمون اھ طحطاوی[3] ص ۲۰۳۔

کیا صاحب درمختار اور شامی اور شارح مشکوۃ اور طحطاوی انگریزوں کی تقلید میں کثرت رائے کو ترجیح دینے کی تلقین کر رہے ہیں۔

۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس سے چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور قائم ہوا۔ ان دونوں درسگاہوں کے قائم کرنے والے پھر ان کو چلانے والے، ان کی نگرانی کرنے والے، ان کی شوریٰ کے ارکان اور سرپرست اور صدر مدرس اپنے اپنے وقت کے اعلیٰ درجہ کے بے مثال فقیہ، محدث، مفسر، متکلم، مناظر، عارف، روشن ضمیر، مجاہد، اولیاء اللہ ہوئے جن

---

[1]..... **شرح عقود رسم المفتی ص ۱۶۴، اسباب المرجحات، مطبوعہ زکریا دیوبند.**

ترجمہ:- اور اگر متأخرین کا اس میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کو لیا جائے گا چھٹا اصل یہ ہے کہ دو صحیح قولوں میں سے جس کے قائل اکثر فقہاء ہیں اسی کا اعتبار ہوگا۔

[2]..... **درمختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۸ ج ا باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد.**

[3]..... **طحطاوی مع المراقی ص ۲۴۴ باب الامامۃ، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ. مطبوعہ مصر، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲/۹۲، باب الامامۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ بمبئی.**

ترجمہ:- اگر سب برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے یا قوم کو اختیار دیا جائے۔ اگر لوگوں میں اختلاف ہوگا تو اس بات پر فیصلہ ہوگا جس کو اکثر لوگوں نے اختیار کیا مشکوٰۃ کی شرح میں ہے۔ یہ محمول ہے اکثر علماء پر جبکہ وہ پائے جائیں ورنہ جاہلوں کی کثرت کا اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکن ان میں اکثر لوگ ناواقف ہیں۔

کے دینی کارنامے آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ میدان شاملی کے ذرات، مالٹا کے خاردار حوالات، کراچی کی تنگ وتاریک کوٹھریاں گواہ ہیں کہ یہ حضرات ہرگز ہرگز انگریز کی پیروی کرنے والے نہیں تھے۔

اصلاح انقلاب اُمَّت، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور، حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر وغیرہ کو پڑھنے والا ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ ان حضرات نے کثرت رائے پر فیصلہ کرنا انگریزوں سے لیا اور سیکھا۔ جو حضرات ذرا ذرا سی جزئیات میں خلاف سنت کا ادنیٰ شائبہ برداشت نہ کرسکتے ہوں وہ دینی اداروں کے فیصلہ کا مدار انگریزوں کی تقلید پر رکھ دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ چند اکابر کے نام یہ ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند دیوبندی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مراقدہم۔

اب تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور تینوں جگہ کے اکابر کی تحریرات بھی نقل کی جاتی ہیں۔

تحریر تھانہ بھون:

ایک مرتبہ حضرت مرشدی (حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ) نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جب اہل دیوبند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمایا تو اس پر بہت شور تھا اور فتنہ کا اندیشہ تھا تو میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ حضرت

دفعِ شورش کے لئے کیا حرج ہے اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جائے آخر تو تعداد ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو جواباً مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ: نااہل کا ممبر بنانا معصیت ہے جو سبب ہے ناراضیٔ خدا ورسول کا۔ اس لئے ہم نااہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ ہم کو رضائے الٰہی مقصود ہے مدرسہ مقصود نہیں۔ جامع ص ۱۴۰۔ جدید ملفوظات مجموعہ سہ رسائل[1] (۱) اشرف التنبیہ ملقب بہ محفوظات (۲) ملفوظات (۳) محظوظات۔ من ابتدائے صفر ۱۳۴۸ھ

ضبط کردہ: -مولانا محمد نبیل صاحب واصل ٹانڈوی۔

شائع کردہ: -مولانا ظہور الحسن صاحب از تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں لکھا ہے، اس میں صراحت کیساتھ تحریر فرمایا کہ فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، اگر یہ طریقہ غلط تھا تو جس طرح بحیثیت سرپرست حضرت تھانویؒ کی درخواست (مشورہ) کو رد فرمادیا اور اس کی وجہ بھی بیان کردی جو کہ قابل قبول ہے اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ اسی طرح کثر رائے کی تردید فرمادیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کثرت رائے پر فیصلہ اُس وقت سے بلانکیر جاری ہے۔

تحریر دیوبند:

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے ایک اجلاس کا حال لکھتے ہیں۔

''ممبروں کی پوری جماعت نہیں آتی تھی مگر آراء آتی تھیں۔ حاضرین کی پارٹیاں اگرچہ

---

[1]..... مجموعہ سہ رسائل، اشرف التنبیہ، محفوظات، محظوظات، جمع کردہ: مولانا محمد نبیل صاحب واصل ٹانڈوی ص ۴۸، مطبوعہ پریس دھلی۔

ایک ہی خیال نہ رکھتی تھی مگر آخر میں سب اس پر متفق ہوگئیں کہ ہم مولانا تھانوی کے ان ہی اختیارات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں جو ۴۵ھ میں مولانا نے تحریر فرمائے تھے اور جنہیں ۴۹ھ میں مولانا نے ترمیم بھی کی تھی الغرض وہ اختیارات مع ترمیم کے تسلیم کرتے ہیں۔ بشرطیکہ مولانا خود جلسہ میں شرکت فرمایا کریں۔ مگر ''شرط'' کے لفظ کو حامیین نے صراحۃً کہنا پسند نہیں کیا۔ اس لئے یہ لکھا گیا تھا کہ ہم فلاں فلاں دفعہ کو مع ترمیم قبول کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مولانا خود شرکت جلسہ فرمایا کریں۔ مولانا نے خوشی سے اس کو قبول فرمالیا۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ سرپرست کو متفق علیہ تجویز میں کوئی اختیار مداخلت نہیں۔ مختلف فیہ میں اختیار مداخلت ہے جس جانب کو چاہیں ترجیح دیدیں خواہ اکثریت کو یا اقلیت کو۔ بشرطیکہ ان کو کسی جانب میں شرح صدر ہو جائے ورنہ اکثریت ہی کو ترجیح ہوگی اھ۔

مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۱۶۳ مکتوب[1] ص ۶۶

حضرت حکیم الامتؒ نے بخوشی قبول فرمایا کہ سرپرست کو متفق علیہ میں اختیار مداخلت نہیں۔ مختلف فیہ میں بشرط شرح صدر ہے، جس کو چاہیں ترجیح دیں اور بوقت عدم شرح صدر کثرت رائے کو ترجیح ہوگی۔ کیا یہ انگریز کی پیروی میں قبول فرمایا گیا۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

محترما! میں نے جو کچھ لکھا تھا کہ ''ہم تینوں کا اشتراکِ عمل مدرسہ کے بہبود اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔'' اس کا مطلب یہی تھا کہ اپنی انفرادی زندگی کے لئے تو ہر ایک ایسے سامان رکھتا ہے کہ جن کی بنا پر کسی کو کسی کی حاجت نہیں۔ مستقل طور پر گذر بسر کرتا اور کرسکتا ہے مگر دارالعلوم کی بہبود اور ترقی کے لئے ہر تینوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی حاجت ہے۔ آپس میں سر جوڑ کر ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ تمام امور مہمہ میں مشورہ کریں اور یکجہتی سے

[1]..... مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۵۱/۱، (مکتوب نمبر: ۶۵) مکتبہ دینیہ دیوبند.

کام کریں۔ صاف دل کے ساتھ دوسرے کے مشورہ کو قبول کریں۔ کبھی اپنی رائے پر ہٹ نہ کریں، جو مفید اور حق بات ہو قبول کریں خواہ اپنی رائے اس کے خلاف ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ ہونی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کی ہدایت ہے۔ منفرد ہو کر یا آمر وڈکٹیٹر بن کر کام نہ چلائیں۔ میں نے اپنے آپ کو امور بالخصوص انتظامات میں اسی درجہ کا سمجھا ہے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ممبروں نے بھی ہم تینوں کو یہی درجہ دیا ہے۔ بحیثیت اہتمام اگرچہ قوت عاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور تھی مگر یہ قید کہ تینوں کی رائے کا اعتبار ہو۔ اور اختلاف کی صورت میں کثرت رائے کا اعتبار ہو، اسی لئے تھی۔ اھ

مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۹۲ حصہ دوم مکتوب[1]: ۶۲

تحریر سہارنپور:

ہر دو سوال پیش کر کے شرعی فتویٰ چاہتا ہوں۔

سوال:-(۱) ہمارے دونوں مدرسوں سہارنپور و دیوبند میں ایک مجلس شوریٰ ہے اور دوسرے ایک صاحب مہتمم یا ناظم کے نام سے ہیں جو کارمدارس کے ذمہ دار کہلائے جاتے ہیں آپ کے نزدیک ان میں سے امیر کون ہے؟ آیا مجلس شوریٰ یا مہتمم یا ناظم؟ اور ''اذا عزمت فتوکل علی اللہ'' کا حکم کس کو ہے؟

(۲) امور جو بھی ہوں اس کے اختیارات کیا ہیں اور فرائض شرعاً کیا ہیں؟ یہ سوال اس لئے ہے کہ میں اپنی نسبت دیکھ سکوں کہ میں وہ فرائض ادا کر سکتا ہوں یا نہیں والسلام۔ احقر شبیر علی عفی عنہ، ۹/ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

الجواب :-(۱) مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل میں سرپرستان اور مہتمم وناظم کے اختیارات وفرائض بیان کئے گئے ہیں، ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اختیارات سرپرستان کو

[1]..... مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲/۲۳۵، (مکتوب نمبر: ۶۲) مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند.

ہیں اور ناظم و مہتمم اس کے ماتحت ہے۔ کام کی نگرانی کا ذمہ دار ہے۔ اس دستور میں اختلاف آراء کی صورت میں فیصلہ کی تصریح نہیں ہے لیکن قدیم سے معمول یہ ہے کہ فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دستور کثرت رائے پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کسی کو امیر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ ناظم یا مہتمم سرپرستان کی اکثریت کے تابع ہو کر عمل کرتا ہے۔ اب یہ بحث علیحدہ ہے کہ شرعاً کثرت رائے پر عمل کرنے کا کیا درجہ ہے۔ دیوبند کا دستور العمل میرے پاس نہیں ہے۔ سنا یہ ہے کہ وہاں بھی کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم کے دستور میں سرپرستان کے یہ اختیارات مذکور ہیں:

دفعہ (۱):- سرپرستان مدرسہ کو تمام امور مدرسہ ترقی، تنزل، عزل، نصب ملازمان، تغیر و تبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اور ان کی تجویز جملہ امور مدرسہ میں قطعی ہوگی۔

دفعہ (۲):- مہتمم کو مہتم بالشان امور میں تمام سرپرستان سے استفسار اور رائے لینا ضروری ہوگا۔ معائنہ جات ص ۳۶

اختیارات فرائض ناظم و مہتمم۔

دفعہ (۱):- مہتمم جملہ ملازمین مدرسہ کے ہر کام کی نگرانی اور درستیٔ حساب کا ذمہ دار ہے۔

دفعہ (۲):- امور انتظامیہ اور مصارف روزمرہ معمولی میں مہتمم مجاز ہے۔ حسبِ صوابدید خود عمل کرے اور جزئی اور معمولی خرچ بھی کر سکتا ہے مگر کثیر اخراجات غیر معمولی اور خاص انتظامات بلا استصواب سرپرستان نہ ہوں گے۔

ان دفعات سے سرپرستان اور ناظم کے فرائض اختیارات ظاہر ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ کلی اختیارات اس دستوری سرپرستان کے ہیں اور ہر کام کی نگرانی اور جزئی اختیارات ناظم کے ہیں، شرعاً بھی کسی ادارہ کے کارکنان پر وہی فرائض اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جو

اس ادارہ کے دستور میں تسلیم کی گئی بشرطیکہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ربیع الثانی ۶۴ھ

(منقول از فتاویٰ مظہریہ[1] جلد:۲۳، ص ۲۷۰)

دنیا کا حال

اہل علم اقل ہیں اہل جہل اکثر، مومن اقل ہیں کافر اکثر، موحد اقل ہیں مشرک اکثر، مخلص اقل ہیں منافق اکثر، مطیع اقل ہیں فاسق اکثر، مصلح اقل ہیں مفسد اکثر کامل العقل اقل ہیں ناقص العقل اکثر۔ ایسی اکثریت قابلِ تقلید وترجیح نہیں۔ ﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضروک عن سبیل اللّٰہ[2]﴾ غالباً زید کا ذہن کثرت رائے کے لفظ سے ایسی ہی اکثریت کی طرف متوجہ ہوگیا جس کا مشاہدہ آج کل کے الیکشنوں میں ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کا ممبر ایسی ہی اکثریت سے منتخب ہوتا ہے اور اکثریت کی رائے بھی کہیں روپیہ وغیرہ کے لالچ سے کہیں قسم قسم کے دباؤ سے حاصل کی جاتی ہے، کہیں ووٹ بھی جعلی ڈالے جاتے ہیں۔ مگر ایسی اکثریت کے سامنے دینی مدارس کے مسائل پیش نہیں کئے جاتے، ایسی کثرتِ رائے پر ارکانِ شوریٰ کی کثرت رائے کو قیاس کرنا بدیہہ البطلان اور روز روشن کو شبِ تاریک بنانا ہے۔ دینی مدارس میں جو ارکان شوریٰ ہیں جن کے چند اسمائے گرامی اوپر تحریر کئے گئے ہیں وہ اس اکثریت کے افراد نہیں جن کے ذمائم، قبائح، رذائل زید نے بیان کئے ہیں بلکہ اس کے مقابل وبرعکس مدائح، محاسن، فضائل کے حامل ہیں۔

جیسے پہاڑوں میں لاکھوں من کے پتھر ہیں اور ان میں خال خال کوئی ہیرا ہوتا ہے۔ ہیرا

---

[1]..... فتاوی مظهريه ص ۲۷۰/۲۳، مطبوعه مدينه پبلشنگ كمپنى كراچى.

[2]..... سوره انعام آيت: ۱۱۶، **ترجمه**:- اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ بیان القرآن

روشن ہوتا ہے۔ اگر ایک جگہ دو ہیرے ہوں اور دوسری جگہ دس ہیرے ہوں تو یہ کثرت مذموم وقبیح نہیں بلکہ ممدوح وقابلِ تحسین ہے۔ ایک کارخانہ کی ایک سائز کی موم بتی میں جتنی روشنی ہوتی ہے دو میں اس سے زائد، تین میں اس سے زائد، چار میں اس سے زائد ہوگی۔ کوئی اہل عقل اس کثرت کو موجبِ ظلمت اور قبیح نہیں کہے گا۔ ایک پھول میں جتنی خوشبو ہے متعدد پھولوں میں خوشبو زائد ہی ہوگی۔ پھولوں کی کثرت سے سارا چمن بلکہ اس کا ماحول بھی مہک جائے گا۔

ایسا ہی حال ان اکابر اہل اللہ کا اور ان کی کثرت کا ہے کہ ان کی آراء کی کثرت سے قلوب واذہان منور ومعطر ہوجائیں گے۔

زید کا یہ کہنا کہ ہر دائرہ اور ہر طبقہ کی اکثریت کا یہی حال ہے کہ وہ فاسق ونافرمان ہوتے ہیں۔ زید کو لازم ہے کہ وہ اس پر نظر ثانی کرے اور غور سے سوچے کہ طبقۂ محدثین کی اکثریت ایک حدیث کو صحیح قرار دے تو کیا اس کثرت رائے پر وہ سارے ذمائم، قبائح، رذائل چسپاں کردے گا۔ **استغفر الله العظيم**

اسی طرح طبقۂ مجتہدین فقہاء اور دوسرے اہل علم واہل حق کے طبقات پر غور کرے۔ دینی مدارس میں جس قدر اساتذۂ کرام درس حدیث دیتے ہیں۔ خانقاہ میں زید کے کسی بزرگ مرشد کے تحت تزکیۂ باطن میں مشغول ہیں ان کی اکثریت کے متعلق وہ کیا الفاظ اختیار کرے گا۔

فاسق کے معنیٰ طاعت سے خارج ہونے والا۔ ابلیس کے متعلق ارشاد ہے **کان من الجن ففسق عن امر ربه**[1]۔ اہل کتاب نے انبیاء کو دیکھا ان کے معجزات کا مشاہدہ کیا ان پر

---

[1]..... سورہ کھف آیت: ۵۰،

ترجمہ:- وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا (بیان القرآن)

نازل شدہ کتابوں کو پڑھا۔ پھر بھی اکثر ایمان نہیں لائے، ان کے اکثر کو فاسق کہا گیا۔ لعنت وغیرہ کے الفاظ ان کیلئے استعمال کئے گئے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم الیٰ قوله ولکن کثیراً منهم فاسقون[1]. یا اهل الکتاب هل تنقمون منا الی قوله وان اکثرکم فاسقون[2]. ولو اٰمن اهل الکتاب لکان خیراً لهم منهم المومنون واکثرهم فاسقون[3]. یہاں اکثرهم الفاسقون کو منهم المومنون کے مقابلہ میں لا گیا افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً لا یستؤون[4]. جس طرح الذین یعلمون اور الذین لا یعلمون میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے۔ اور اعمیٰ وبصیر میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے اسی طرح مومن اور فاسق میں مساوات نہیں بلکہ صریح تقابل ہے۔ پھر دونوں کے انجام کو الگ الگ بتایا گیا ہے۔ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُو الصَّالحات فلهم جنات المأوی نزلاً بما کانوا یعملون. وامَّا الَّذِیْن فسقوا

---

[1]..... سورہ مائدہ آیت ۷۷ تا ۸۱.

ترجمہ:- بنی اسرائیل میں جو کافر تھے ان پر لعنت بھیجی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے (الی قولہ) لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ (بیان القرآن)

[2]..... سورۂ مائدہ آیت ۵۹.

ترجمہ:- آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کون سی بات معیوب پاتے ہو بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے بھی بھیجی جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ (بیان القرآن)

[3]..... سورۂ آل عمران آی: ۱۱۰.

ترجمہ:- اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہوتا ان میں سے بعض تو مومن ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔ (بیان القرآن)

[4]..... سورۂ سجدہ آیت ۱۸.

ترجمہ:- تو جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ (بیان القرآن)

فماواهم النار كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها الخ[۱]۔

منافقین کے متعلق ارشاد ہے **ان المنافقين هم الفاسقون الخ**[۲]۔

امید ہے کہ غور کرنے سے سمجھ میں آجائے گا کہ قرآن کریم میں **اكثر هم فاسقون** کی ضمیر کا مرجع دینی مدارس کے ارکانِ شوریٰ نہیں، محدثین وفقہاء، مجتہدین نہیں۔ غرض کوئی بھی اصحابِ تقویٰ خشیت اس کا مرجع نہیں۔

جو آیات مشرکین، کافرین، منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خوارج ان کو مومنین پر چسپاں کیا کرتے تھے کمافی الصحیح البخاری[۳]۔ یہ ان کا زیغ وضلال تھا اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال سے محفوظ رکھے۔ زید کو چاہئے کہ اس سے پورا پرہیز وگریز کرے۔ الحاصل دینی مدارس سے متعلق جزئیات غیر منصوص میں اختلاف آراء کے وقت مصالح مدرسہ کے پیش نظر ارکان شوریٰ کی اکثر رائے کو ترجیح دے کر عمل کرنا انگریزوں کی پیروی نہیں، شرک نہیں، کفر نہیں بلکہ شرعاً درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ ۲۵/۳/۱۴۱۰ھ

---

[۱]..... سورہ سجدہ آیت: ۱۹، ۲۰.

ترجمہ:- جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کے سوان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ جنتیں ہیں جو انکے اعمال کے بدلہ میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں اور جولوگ بے حکم تھے سوان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں ڈھکیل دیئے جائیں گے۔ بیان القرآن۔

[۲]..... سورہ توبہ آیت: ۶۷،

ترجمہ:- بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی ترکش ہیں۔ (بیان القرآن)

[۳]..... **وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله، وقال: انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار، فجعلوها على المؤمنين، بخارى شريف ص ۱۰۲۴/۲، كتاب استتابه المعاندين وقتالهم، باب قتال الخوارج والملحدين،**

مدارس کا نظام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال:۔ مدرسہ اسلامیہ کا شرعی نظم وضبط کیسا ہو؟ اس کا دستور العمل کیسا ہونا چاہئے؟ نیز امام مسجد کو چھٹی مع تنخواہ وبلا تنخواہ کس قدر رہنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دارالعلوم کا نظام چھپا ہوا ہے اس کو منگا کر دیکھ لیں۔ اس کے علاوہ ارباب مدرسہ حدود شرع میں جو معاملہ طے کرلیں درست ہے۔ امام سے بھی معاہدہ ہو جائے حسب صوابدید و مصالح درست ہے۔ اس کا لحاظ کرلیا جائے کہ نہ امام کو تنگی ہو نہ نمازیوں کو نہ مسجد غیر آباد ہو[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ اور مسجد کیلئے کمیٹی بنانا اور اس کیلئے فیس مقرر کرنا وغیرہ

سوال:۔ یہاں عموماً ہر مسجد ومدرسہ چلانے کا یہ طریقہ ہے کہ بستی کے مسلمان جمع ہو کر ایک سوسائٹی بناتے ہیں اور اس جماعت کا نام بھی رکھا جاتا ہے، بعض بستی میں دو دو تین تین جماعتیں الگ الگ نام سے ہوتی ہیں، اور ہر جماعت کے ذمہ دار الگ الگ ہوتے ہیں، یہ جماعت صدر ناظم اعلیٰ، نائب ناظم اور خزانچی اور اراکین پر مشتمل ہوتی ہے اور بقیہ حضرات جو فیس ادا کرتے ہیں وہ ممبر کہلائیں گے، ان ممبروں کو بدلنے کا حق ہوتا ہے، اور جو فیس ادا نہیں کرتے ان کو بدلنے کا حق حاصل نہیں (یہ حالت وہاں ہوتی ہے، جہاں متعدد جماعتیں ہوتی

---

[1] المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما (ترمذی شریف ص ۲۵۱، ج ۱، ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، طبع بلال دیوبند،

ہیں) ممبران اراکین کمیٹی جن کا انتخاب کرتے ہیں ان کی ایک میعاد مقرر ہوتی ہے، اس میعاد کے اختتام پر دوسرے اراکین کا انتخاب ہوتا ہے، اور پہلی کمیٹی معزول ہوجائیگی، اور ممبران کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے انہیں ممبران کو پھر کمیٹی میں لاویں یا اوروں کا انتخاب کریں، بعض جگہوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ ایک شخص صدر یا ناظم دو دفع یا تین دفع بحیثیت صدر یا ناظم آسکتا ہے، اس کے بعد نہیں، یعنی اگر ہر سال انتخاب ہوتا ہو تو دو سال یا تین سال تک آسکتا ہے، اس کے بعد نہیں، البتہ انقطاع تسلسل کے بعد پھر آسکتا ہے، یہ انتخاب اکثریت کی رائے پر ہوتا ہے کہ جس کی طرف اکثریت کی رائے ہوگی وہی نامزد کیا جائے گا۔

چونکہ مسجد مدرسہ کفن دفن اور دینی ضروریات کے لئے مال کی ضرورت ہے اس لئے جنرل مٹنگ میں تمام مسلمان یا حاضرین مسلمان (جس کے متعلق دستور میں طے ہوتا ہے کہ اتنے ممبران کی موجودگی میں مٹنگ کی کارروائی چلائی جائیگی) تبادلۂ خیالات کے بعد فی کس ایک رقم طے کرتے ہیں، جو ہر اس شخص کو ادا کرنا لازم ہے جو اس جماعت سے وابستہ ہے، نیز بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ فی کس کے اعتبار سے سالانہ فیس ہوتی ہے، اور بچہ جو مدرسہ میں تعلیم لیتا ہے اس کے ولی سے فی بچہ کے حساب سے الگ فیس لی جاتی ہے، اس فیس کی رقم بھی اسی مٹنگ میں طے ہوجاتی ہے، مذکورہ رقم سے امام ومدرسین کی تنخواہ، بجلی، گیس وغیرہ کے اخراجات ادا کئے جاتے ہیں۔

(۱) اب سوال طلب امور یہ ہیں کہ کیا اس طرح ہر سال یا دو تین سال کے بعد نیا انتخاب شرعاً درست ہے؟

(۲) مذکورہ طریق سے فیس طے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی فیس ادا کرنے سے انکار کرے تو کیا جبراً اس سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جبراً وصول نہ کیا تو ایک کے دیکھا دیکھی کہ فلاں نہیں دے رہا ہے، تو میں کیوں

دوں، دینے سے انکار کرینگے، اوراس طرح سے مسجد ومدرسہ کے کام میں حرج لاحق ہوگا۔

(۴) مرقومہ صورت میں اگرکوئی بات قابل اصلاح ہوتواس کی طرف نشاندہی ضرور فرمائیں؟

(۵) جولوگ فیس دیتے ہیں ان کو بولنے کا حق دینا اور جونہیں دیتے ہیں ان کو نہ دینا یہ شرعاً کیسا ہے، یہ بات واضح رہے کہ مذکور فی السوال میں طریق انتخاب اور مالیت کے انتظام کا جوطریقہ لکھا ہے، نیز بقیہ امور یہ عموم پکڑ چکا ہے، تقریباً کوئی بستی اس نظام سے خالی نہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد ومدرسہ وغیرہ دینی امور کی مشترکہ انجام دہی کیلئے اس قسم کا انتظام کرنا اور کمیٹی بنانا شرعاً درست ہے، جن لوگوں نے رضامندی سے ان امور کو منظور کیا ان کو پابندی لازم ہے[1]

(۱) انتخاب کے لئے باہم رضامندی سے مدت متعین کرنا بھی درست ہے۔

(۲) یہ فیس جن امور کی انجام دہی کیلئے ہے رضامندی سے طے کرلینا درست ہے

(۳) جب فیس دینے کا وعدہ کرچکا ہے، تو ضرور دینا چاہئے اس کو ضرور وصول کرنا چاہئے[2] اگرکوئی نادار اورغریب ہواس وجہ سے فیس دینے سے قاصر ہوتو دوسرے حضرات اس کی امداد کریں۔

---

[1] وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ الحديث (ترمذی، ج ۱/ص ۲۵۱) باب ما ذكر عن النبی صلّی اللّٰه عليه وسلّم فی الصلح بين الناس، ابواب الاحكام، مكتبه اشرفيه ديوبند،

[2] قال النووی اجمعوا علی ان من وعد انساناً ليس بمنهی عنه فينبغی ان يفی بوعده وهل ذٰلک واجب اومستحب فيه خلاف ذهب الشافعی وابوحنيفة والجمهور الی انه مستحب فلو تركه فاته الفضل وارتكب المكروه كراهة شديدة (مرقاة، ج۴/ص۶۵۳) آخر باب المزاح مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

(۴) کمیٹی میں بولنے کا مدار فیس کو قرار دینا مناسب نہیں بلکہ جس شخص کے اندر دیانت ہو فہم ہو تجربہ ہو اس کی رائے کو اہمیت ہونی چاہئے[1]

(۵) ضابطہ میں تو یہ بھی درست ہے مگر مناسب وہ ہے جو نمبر ۴ رمیں مذکور ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بے دین لوگوں کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنانا

سوال:۔ کسی ادارہ کی ورکنگ کمیٹی میں ایسے افراد کا رکھنا جو علماء پر تنقید کرتے ہوں کیسا ہے؟ ایسے افراد جن کی وضع قطع خلاف شرع ہو، صلوٰۃ وصوم کے پابند نہ ہوں، ان کو مجلسِ شوریٰ میں رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی ادارہ کا ذمہ دار ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو خود بھی دیندار ہوں اور دین کا جذبہ رکھتے ہوں باسلیقہ ہوں[2] ورنہ نظام صحیح نہیں رہے گا۔ اور اہل علم کی جو تحقیر ہوگی اس کا سبب بڑی حد تک وہی لوگ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وصفة المستشار فی امور الدنیا ان یکون عاقلاً مجرباً وادّافی المستشیر الجامع لاحکام القرآن المعروف بالقرطبی، ج۲/ص ۲۳۶/ الجزء الرابع، (سورۂ آل عمران تفسیر الآیات ۱۵۷-۱۵۹، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] ال یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه (هندیه کوئٹه ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، بحر کوئٹه ص۵/۲۲۶، کتاب الوقف،

مدرسہ میں پیسہ بلا احتیاط خرچ ہوتا ہو تو ایک کمیٹی بنالی جائے

سوال:۔ مدرسہ میں کسی قسم کا کوئی قانون نہیں ہے اور نہ کوئی دستور بنا ہوا ہے۔ ناظم جس وقت جو کچھ زبان سے نکال دے وہی دستور ہے۔ جب چاہتا ہے بلا اطلاع تنخواہ کاٹ لیتا ہے۔ بلا عذر مدرسوں کو ملازمت سے الگ کر دیتا ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ارباب خیر واہل صلاح کی ایک کمیٹی بنالی جائے اور کسی باوجاہت اہل علم، اہل تقویٰ، تجربہ کار کو سرپرست تجویز کرلیا جائے تاکہ حساب وکتاب درست ہو۔ ہر مد کا پیسہ اسی مد میں خرچ ہو، اور کسی بڑے مدرسہ کا دستور سامنے رکھ کر (مثلاً دارالعلوم دیوبند کا) اس مدرسہ کے مناسب دستور بنالیا جائے تاکہ بے راہ روی نہ ہونے پائے اور لوگوں کو یہ اعتراض وبدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔ مسجد کا روپیہ مدرسہ میں اور مدرسہ کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں[1]۔ ایسا کرنے سے ضمان لازم ہوگا۔ زکوٰۃ کا پیسہ بے محل صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور ضمان لازم ہوگا[2]۔ مدرسہ ومسجد کا پیسہ امانت ہے اس کو تاجروں کو دینا کہ وہ اپنے کام میں خرچ

---

[1]..... وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لايجوز له ذلك اى لصرف المذكور، درمختار على الشامى كراچى ص ۴/۳۶، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف، بزازيه عى هامش الهندية ص ۶/۲۶۱، نوع فى وقف المنقول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

[2]..... رجل دفع الى رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فأنفقها الوكيل ثم تصدق عن الأمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا للعشرة (عالم گيرى، كوئٹه ص ۶۴۴ ج ۳ كتاب الوكالة الباب العاشر فى المتفرقات)

کرلیں پھر وقت پر دیدیں۔ درست نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

ادارہ کو مخالف گروپ کی تباہی سے بچانے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟

سوال:۔ ایک شخص ایک ادارہ کا سربراہ ہے عالم بھی ہے، کچھ روز سے اس میں انانیت آگئی ہے، نوجوان لڑکیوں کو بے پردہ تعلیم دلاتا ہے۔ چونکہ کمیٹی میں اس کی اکثریت ہے، اس لئے اس کو الگ کرنا بھی دشوار ہے۔ اس ادارہ کے استاذ بھی تنگ آکر چلے گئے ہیں اور نئے استاذ آگئے۔ دو پارٹیاں ہیں، دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ اس شخص نے مخالف پارٹی کو پریشان کرنے کے لئے پولیس میں رپورٹ اور مقدمہ بازی شروع کردی ہے۔ اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرکے لوگوں کو دباتا ہے۔ بعض کی آبرریزی کرتا ہے۔ پولیس اور غنڈوں کو روپیہ کھلاتا ہے اور خود بھی ایک ہزار روپیہ ماہانہ ہڑپ کررہا ہے۔ لوگوں کو اس کے ظلم سے بچانے کے لئے کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس پر بھی مقدمہ چلایا جائے، خواہ جھوٹا ہی ہو اور خواہ جھوٹی گواہی دینی پڑے۔ عوام کو ضرر سے بچانے کے لئے اور اس کی فلاح کے لئے ہمارا یہ فعل از روئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو چیز حرام اور معصیت ہے وہ سربراہ کے حق میں بھی حرام ومعصیت ہے۔ کارکنوں،

---

[1]..... ليس للمتولي ايداع مال الوقف والمسجد الا ممن في عياله ولا اقراضه (بحر كوئٹه ص ۲۳۹ ج۵ كتاب الوقف، شامي كراچي ص ۴/۴۵۸، كتاب الوقف، مطلب ليس للمشرف التصرف، عالمگيري كوئٹه ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة والامانة، الباب الاول)

ممبروں، عوام کے حق میں بھی حرام ہے[1]۔ ادارے کو تباہی سے بچانا سب کی ذمہ داری ہے۔ مگر اس کے لئے غلط طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ تنازع اور تقابل کے وقت ہر فریق اپنے کو حق پر سمجھتا ہے۔ مخلص و ہمدرد اسلام اور ادارے کا خیر خواہ قرار دیتا ہے۔ دوسرے فریق کو ناحق، غیر مخلص، اسلام سے بے تعلق، خودغرض قرار دیتا ہے۔ اس لئے دونوں فریق مل کر کسی کو ثالث تجویز کرلیں اور اس کے فیصلہ پر آمادہ ہو جائیں۔ پھر وہ سب کے بیان لے کر حالات کی تحقیق کر کے جو کچھ فیصلہ کردے اس کو قبول کرلیں، خواہ سربراہ کے موافق ہو یا مخالف۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ نزاع ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

وقت ضرورت خرچ نہ کرنا بھی خیانت ہے

سوال:۔ مدرسہ اسلامیہ کی رقم مبلغ ۴۰۰ روپے ہیں۔ اور یہ روپے مدرسہ کے صدر پر ہیں۔ وہ مدرسہ کا روپیہ نہ تو مدرسہ میں لگاتے ہیں اور نہ طلب کرنے پر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس کے گروپ کے ہیں۔ اس کو صدر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو صدر رکھا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مدرسہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے، اسکے باوجود یہ رقم وہ مدرسہ میں نہیں دیتا، نہ خود ضرورت پوری کرتا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسکا روپیہ اپنے کام میں صرف کرلیا، تو

---

[1] عبدالرحمن بن ابی بکرة عن ابیه قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلاثا الاشراک بالله وعقوق الوالدین وشهادة الزور او قول الزور وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم متکئا فجلس فمازال یکررها حتی قلنا لیته سکت (مسلم شریف ص ۶۴/۱، باب الکبائر واکبرها، طبع بکته بلال دیوبند،

مدرسہ کے ممبر و با اثر لوگ مطالبہ کریں۔ اگر خدانخواستہ خیانت ثابت ہو جائے تو اسکو صدارت سے الگ کر دیں[1] اور رقم وصول کر کے کسی دیانتدار کو ذمہ دار بنائیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

غبن کے اتہام پر حساب دینا

سوال:۔ ایک مذہبی ادارہ کے صدر و سیکریٹری پر عام معاونین ادارہ و دیگر مسلمانوں کو غبن کا شبہ ہوا۔ لوگوں نے آمد و خرچ کی رپورٹ طلب کی۔ صدر حساب دینے سے کترا رہے ہیں اور کہتے ہیں ادارہ کی تشکیل میں میری ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے مجھ سے کوئی حساب نہیں لے سکتا جس سے لوگوں کو غبن کا یقین ہو گیا۔ کیا ایسے ادارہ سے تعلقات ختم کر لینا موجبِ گناہ ہے؟ اور صدر مذکور کا جواب اطمینان بخش و صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صدر، سکریٹری کا دعویٰ مذکور صحیح نہیں ہے، وہ محض وکیل ہیں مالک نہیں[3]۔ انہیں حساب

---

[1]..... اذا كان ناظرا على أوقاف متعددة وظهرت خيانته فى بعضها أفتى المفتى أبو السعود بأنه يعزل من الكل (شامى كراچى ص ۳۸۰ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر)

[2]..... ولا يولى الا أمين قادر بنفسه أو بنائبه (شامى كراچى ص ۳۸۰ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۰۸، ج۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف، البحر كوئٹه ص ۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

[3]..... الوقف اذا تم ولزم لا يملك (الدر مع الشامى كراچى ص ۴/۳۵۱، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب ان لاتعارف الخ، بحر كوئٹه ص ۵/۲۰۵، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت،

دینے سے گریز نہیں کرنا چاہئے خاص کر جبکہ کہ ان پر غبن کا شبہ کیا جارہا ہے[۱]۔ ان کو لازم کہ ہے ذمہ داران وممبران وغیرہ کو حساب دکھلا کر مطمئن کردیں اور بدگمانیوں اور تہمتوں کو دور کر کے اپنی پوزیشن صاف کرلیں[۲]۔ اگر کوئی رقم بے احتیاطی یا غلط فہمی سے بے موقع خرچ ہوگئی ہے تو اس کا انتظام کریں[۳]۔ اگر بدگمانی عام ہوگئی ہے تو حساب لکھ کر شائع کردیں کہ مسلمانوں کی زبانیں طعن وتشنیع سے محفوظ رہیں۔ اوراس مقصد کے لئے حسن تدابیر وفہمائش سے کام لے کر ان پر اخلاقی زور بھی ڈالا جائے اور ادارہ سے تعلقات ختم نہ کئے جائیں۔

تنبیہ: بلا دلیل شرعی کسی کو متہم کرنا بھی معصیت ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۸ھ

۱..... ینبیغی للقاضی ان یحاسب امناء ہ فیما ایدیھم وکذا القوام علی الاوقاف (الی قولہ) وان اتھمہ القاضی یحلفہ وان کان امینا ..... ولایجبرہ علی التفسیر شیئا فشیأ وان کان متھما یجبرہ القاضی علی التفسیر ولایحسبہ ولکن یحضرہ یومین او ثلاثۃ او یخوفہ ویھدرہ ان لم یفسرہ الخ، (بحر کوئٹہ ص۵/۲۴۳، کتاب الوقف، الدر مع الشامی کراچی ص۴/۴۴۸، کتاب الوقف، مطلب فی محاسبۃ المتولی وتحلیفہ،

۲..... اتقوا مواضع التھم، الحدیث (کشف الخفاء ص۱/۴۴ حدیث نمبر:۸۸، طبع بیروت،

ترجمہ: تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔

۳..... ومنھا (أی اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بأن خالفہ فی الودیعۃ (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعۃ)

۴..... ان کان فیہ ماتقول فقد غبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ (قال الذی) قلت فیہ البھتان وھو الباطل والغیبۃ (الی قولہ) وھما حرامان (مسلم مع نووی، بیروت ص۱۱۷ ج۸ جزء:۱۶ حدیث: ۲۵۸۹ کتاب البر والصلۃ والأداب، باب تحریم الغیبۃ، الزواجر ص۳/۵۷۶، الکبیرۃ الرابعۃ والخمسون بعد المأتین: البھت، طبع نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ)

منتظمین کا تعلیم کے بجائے عمارت، بیل وغیرہ پر دھیان دینا

سوال:۔ایک ادارہ میں مالی وسعت کافی ہے وہ ادارہ علمی اعتبار سے مرکزیت حاصل کرسکتا ہے مگر افسوس کہ منتظمین کی کج اندیشی، خودغرضی اور مفاد پرستی پر کہ وہ ادارہ کو ترقی دینا نہیں چاہتے اور جتنی تعلیم اس وقت ہے اس کی جائیداد موجودہ تعلیم وطلباء و مدرسین پر خرچ کرنے کے لئے کافی ہے۔ نیز اس جائیداد کا غلط مصرف ہے زمین کا خریدنا، مقصد اصلی تعلیم سے ہٹ کر بیلوں اور کاشت و عالیشان عمارت پر خرچ کرنا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرع یہ سب باتیں درست ہیں یا نہیں؟ نیز اس کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب ادارہ کے پاس مالی وسعت اتنی ہے کہ بغیر چندہ اور بغیر زکوٰۃ لئے ہوئے اس کے مصارف پورے ہوسکتے ہیں تو اس کو چندہ نہ مانگنا چاہئے، نہ زکوٰۃ معطی حضرات بھی ایسے ادارہ کو نہ دیں بلکہ جو مدرسہ غریب اور مستحق ہو اور دینی تعلیم وتربیت اخلاق میں زیادہ کوشاں ہو وہاں دے[1]۔ علم دین کے ادارہ کا اصلی مقصد دینی تعلیم وتربیت ہے۔ کھیت، زمین، بیل وغیرہ کی فراہمی اس مقصد کے استحکام وترقی کے لئے ہے، مقصد اصلی سے صرف نظر کرکے محض مالی وسعت وترقی ہی میں منہمک رہنا تو تجارتی مقصد ہے جس سے ''آلہ'' اصل مقصد

---

[1]..... مستفاد: وكره نقلها الى بلد آخر الا الى قريبه او احوج من اهل بلده لدفع شدة الحاجة هذا اذا لم يكن فقراء غير البلدة اورع او انفع بتعليم الشرائع وتعلمها والا فلايكره ولايسأل من له قوت يومه (مجمع الانهر ص۳۳۳/۱، كتاب الزكوة، باب فى بيان احكام المصرف، طبع بيروت، سكب الانهر مع المجمع ص۳۳۳/۱، كتاب الزكوة، بحر كوئٹه ص۲۵۰/۲، كتاب الزكوة، قبيل باب صدقة الفطر،

کی جگہ لے لیتا ہے اور ''مقصد'' تابع بن جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۹۱ھ

مہتمم مدرسہ اور ملازمین کو بلا وجہ معزول کرنا

سوال:۔ ایک پرانے مدرسہ میں نئی کمیٹی کے برسر اقتدار آتے ہی پہلی میٹنگ میں مدرسہ میں تقریباً تیس برس پرانے انتہائی صادق امانت دار دیانت دار مہتمم کو کسی خامی و غلطی بتائے وثابت کئے بغیر معزول کر دیا گیا نئی کمیٹی کی ماتحتی میں پرانے مدرسین حسب سابق کام کرتے رہے۔ معمول کے مطابق ششماہی سالانہ امتحانات ہوئے امتحانات کے بعد حسب معمول مدرسہ میں تعطیل ہوگئی کہ اچانک ۴/۵/رمضان المبارک کو مدرسہ کے لئے نئے مہتمم کی طرف سے پرانے تمام مدرسین کو جن کی تعداد نو ہے مدرسہ سے معطل کا نوٹس مل جاتا ہے معطل کا نوٹس ملتے وقت رمضان سمیت مدرسین کی چار چار ماہ کی تنخواہ مدرسہ کے ذمہ باقی تھیں رمضان میں تین ماہ کی تنخواہیں مدرسین کو مل گئیں مگر رمضان کی تنخواہ دینے سے صاف انکار کر دیا گیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح بلا قصور تیس سالہ ناظم کو معزول کر دینا از روئے شرع کیسا ہے مذکورہ بالا حالات میں مدرسین رمضان کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں اور نئے ناظم کا مدرسین کی تنخواہیں رمضان کی روک لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ ناظم اور مدرسین صحیح طریقہ پر حسب ضوابط مدرسہ پابندی سے کام کر رہے ہوں تو بلا وجہ ان کو معزول یا معطل کرنے کا حق نہیں نہ تنخواہ روکنے کا حق ہے۔ **ھکذا یفھم ممافی**

ردالمحتار[۲] ص ۳۸۶ تحت مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة پوری بات جب معلوم ہو کہ فریق ثانی کا بیان بھی سامنے آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۹۵ھ

[۲]..... واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم اهلیة (شامی کراچی ص ۴/۳۸۲، کتاب الوقف، مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفة بلاحجة او عدم اولیة، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۲۷، کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۴۲، کتاب الوقف، الفصل الاول، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ناظم مدرسہ کا ماتحت مدرسین سے باز پرس کرنا

سوال:۔ مدرسہ کے ناظم صاحب کا اپنے ماتحت مدرسین کے لئے حکم یہ ہے وہ سیاست میں حصہ نہ لیں۔ تو اگر کوئی مدرس یا صدر مدرس اس کے خلاف کرے اور سیاست میں حصہ لے تو ناظم صاحب کو باز پرس کا حق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی صورت میں ناظم صاحب کو باز پرس کرنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے خلاف عہد کیوں کیا[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[۱]..... اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا (سورۂ اسراء آیت: ۳۴) لاایمان لمن لا امانة له ولادین لمن لا عهد له (مشکوة شکریف ص ۱۵، کتاب الایمان، مطبوعه دارالکتاب دیوبند) المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف، ص ۲۵۲ ج ۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس، مطبوعه بلال دیوبند) مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

دینی مکاتب کی مخالفت کرنا

سوال:- اس زمانہ میں یہ چھوٹے چھوٹے مکاتب ہیں ایک ایسا سرمایہ دین کا نظر آتے ہے کہ جن میں بچوں کو مذہبی باتوں سے روشناس کرایا جاتا ہے مگر بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ خود مسلمان اس کو چلنے نہیں دیتے اور آپسی اختلاف کے باعث ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں یہاں شاہجہاں پور میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد قائم کی گئی کچھ لوگوں کی مساعی سے یہ کام چلتا رہا مگر چند لوگ ایسے ہیں جن کی فتنہ پردازی سے اس کی بنیاد بھی تزلزل میں ہوگئی اور اس سلسلہ کے ختم پر ہی آمادہ ہوگئے دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسے لوگوں کے سلسلہ میں شریعت کیا کہتی ہے حضور پاک ﷺ سے اگر کوئی وعید حدیث میں منقول ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپس کا جو اختلاف ونزاع نفسانیت (جاہ پسندی وغیرہ) کی بناء پر ہو وہ سخت مذموم وقبیح ہے احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے اور اس قسم کی نزاعات سے دینی مکتب ومدرسہ بھی تباہ ہوتا ہو تو اس کا وبال بہت سخت ہے" وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً. الاٰية.[1] (پ۴، سورہ آل عمران، آیت:۱۰۳)

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّم اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَانَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثُ، مسند احمد

---

[1]..... **ترجمہ:-** اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے (بیان القرآن)

ص۲۴۵ ج۲[1]. وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْ عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَاناً،، وفی روایة وَلَا تَنَافَسُوْا. (متفق علیه مشکوٰة شریف[2] ص۴۲۷). فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

ایک مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ

سوال:- مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں دو مدرس رکھے تھے جو کہ اسی مدرسہ کے شاگرد بھی ہیں۔ بہت عرصہ تک وہ مدرس رہے۔ لیکن صحیح کام نہ کیا۔ جس وقت میں نے کام شروع کیا دو اڑھائی سو طلباء کو اکیلا تعلیم دیتا رہا۔ ہر سال دو چار حافظ ہو کر تراویح میں قرآن پاک سناتے رہے اس کے بعد ان لوگوں کو رکھا گیا تو تعداد طلباء سو (۱۰۰) رہ گئی۔ امتحان علماء کو بلا کر دیا تو نتیجہ ان طلباء کا ناقص رہا مجبوراً میں نے ان میں سے دو مدرسوں کو علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد ان مدرسوں نے مخالفت شروع کی اور چند بچے لے کر مسجد میں بیٹھ گئے۔ مدرسہ قدیم کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو آپ لکھیں یہ مدرسہ ضرار ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن پاک میں مسجد ضرار کا تذکرہ ہے جس کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اسی موقعہ پر تفسیر مظہری

---

[1]..... مسند احمد ص ۲۴۵ ج۲ مطبوعه بیروت، مسند عبداللّٰه بن عمر،

ترجمہ:- بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

[2]..... مشکوة شریف ص۴۲۷ کتاب الأداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات. **ترجمہ:-** اور نہ معلوم کرو خبر اور نہ جاسوسی کرو اور نہ اظہار کرو سودا خریدنے کا جبکہ لینے کا ارادہ نہ ہو اور آپس میں حسد نہ کرو، نہ آپس میں بغض رکھو، نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی اور ایک روایت میں ہے کہ حرص نہ کرو۔

مدارک واکلیل وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو مسجد با قاعدہ مسجد بنادی جائے یعنی اس کو وقف کر کے نماز اذان جماعت اس میں شروع کردی جائے تو وہ شرعاً مسجد ہو جائے گی۔ بنانے والے کی نیت اگر خراب ہو اور دوسری مسجد کو نقصان پہونچانے کی نیت سے مخالفت کی بنا پر بنائی ہو تب بھی اس کو مسجد ضرار قرار دے کر مسمار نہیں کیا جائے گا بنانے والا اپنی نیت کا پھل آپ ہی کھائے گا اچھا ہو یا برا مگر نماز اس مسجد میں بھی درست ہوگی[1]۔ اس لئے اگر ایک مدرسہ کی مخالفت میں کوئی مدرسہ قائم کرے گا اور دینی تعلیم دے گا تو اس کو مدرسہ ضرار قرار دے کر ختم کرنے کا حکم نہیں۔ بلا وجہ مخالفت کرنے والا اپنی خراب نیت کا نتیجہ خود بھگتیگا۔ دیکھنے والے خود دیکھ کر سمجھ کر جہاں واقعی دینی تعلیم صحیح طریق پر ہوتی ہے اس کی اعانت کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

عربی مدرسہ کی مخالفت کرنا اور خیانت کرنا

سوال:- جناب مفتی صاحب ہماری پونڈا کے مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جو کہ مسجد کا انتظام کرتی ہے اور قوم کی مذہبی ضروریات کی نگرانی کرتی ہے۔ یہ ادارہ پچھلے تیس سال سے

---

[1]..... **لم اجد هذه العبارة فی کتاب من کتب التفاسیر المذکورة،** البتہ اس موقع پر حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں ارقام فرماتے ہیں: **مسئلہ:**- اس قصہ سے جو بعض علماء نے مستنبط کیا ہے کہ جو مسجد تفاخر وریاء کے لئے بنائی جاوے وہ مسجد نہیں مجھ کو اس میں کلام ہے کیوں کہ مقیس علیہ میں تو درحقیقت مسجد بنانے ہی کی نیت نہ تھی کیونکہ ان کے اعتقاد میں مسجد بنانا موجب تقرب نہ تھا بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ مسجد بتانے کو موجب تقرب سمجھتا ہے گو اس میں نیت فاسد ہو تو فساد نیت کو فساد عقیدہ پر قیاس کرنا مع الفارق ہے اور مجتہد مذہب سے یہ جزئی کہیں منقول نہیں دیکھی گئی اس لئے احکام ظاہری میں وہ مسجد ہے گو عند اللہ مقبول نہ ہو مسجدیت اور مقبولیت میں تلازم نہیں نہ ایک جانب سے نہ دونوں جانب سے۔ (**بیان القرآن ص ۱۴۳/۱، پارہ: ۱۱، سورۂ توبہ آیت: ۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ الحق بمبئی**)

قاضی محمد مصطفیٰ کی نگرانی میں کام کررہا تھا۔ مولانا ہونے کی وجہ سے ان پر پورا اعتماد تھا اوران کا عہدہ بغیر جھگڑے کے رہا۔ انہوں نے جماعت کی کبھی میٹنگ طلب نہیں کی اور نہ ہی کبھی حساب داخل کیا۔ بعض اوقات اہم انتظامی معاملات میں کچھ حضرات سے مشورہ کیا ہے انہوں نے کبھی قوم کو کوئی مذہبی منفعت پہونچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کا رجحان گورنمنٹ کی ملازمت کی طرف ہوگیا۔ اور مسلم قوم کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے شعبۂ تعلیم میں ایک جگہ مل گئی۔ یہ بہت اچھی تنخواہ کی جگہ ہے۔ وہ قوم کی خدمت کی طرف کی توجہ کم دیتے ہیں۔ اس سے تنگ آکر جماعت کے نوجوان اور باعزت ممبران نے ایک عربی مدرسہ شروع کیا۔ کیونکہ ہمارے بچوں کے لئے ایسی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ مذکورہ مولانا نے اس مدرسہ کی مخالفت کی کیونکہ ان کے خیال میں اگر دوسروں نے عربی پڑھ لی تو ان کی اہمیت کم ہوجائے گی دعوت نامہ کے باوجود انہوں نے افتتاحیہ میٹنگ میں شرکت نہیں کی اور نہ کوئی پیغام بھیجا بلکہ اس مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا۔ اب یہ مدرسہ گذشتہ ۴ر ماہ سے چل رہا ہے اور اس وقت ۱۲۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اس نیک کام کو برداشت نہ کرتے ہوئے مولانا صاحب نے ایک عربی مدرسہ کے لئے چندہ شروع کردیا۔ جب جماعت کے نوٹس میں یہ بات آئی تو ان سے معلوم کیا گیا کہ آپ کس حق سے یہ چندہ جمع کررہے ہیں؟ کیا جماعت نے آپ کو مقابلہ پر مدرسہ قائم کرنے کے لئے کوئی اختیار دیا ہے؟ جواب دینے کے بجائے انہوں نے ڈرانا دھمکانا شروع کردیا۔ باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہزارہا روپیہ مسلم قوم سے بغیر جماعت کے اختیار دیئے ہوئے جمع کیا ہے۔ پہلے انہوں نے چندہ جمع کرنے سے انکار کیا، لیکن جب ان کے سامنے رسیدات پیش کیں تو انہوں نے کہا کہ چند سال قبل جماعت نے چندہ جمع کرنے کے لئے اختیار دیا تھا۔ اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے انہوں نے ایک میٹنگ بلائی اور اپنے ہم خیال ۶ رممبران کے دستخط کرائے جبکہ کمیٹی کے ممبر ۲۰۰ ہیں۔ جب ان سے درخواست کی گئی کہ وہ جماعت کی میٹنگ میں تشریف لائیں اور بیان

دیں۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ اب جماعت نے بالاتفاق ان کو صدارت سے علیحدہ کردیا۔ اس کے ردِّعمل میں انہوں نے نئے منتخب صدر کو ایک نوٹس بھیجا ہے کہ ان کو ان کے عہدہ سے کوئی علیحدہ نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ ان کا تعلق ایک معزز خاندان سے ہے جو دوسرے مسلمانوں پر فوقیت رکھتا ہے جو کہ غریب اور جاہل ہے۔ اپنے زمانۂ صدارت میں ایک پیش امام کے خاندان کو مسجد کے احاطہ میں رہنے کی اجازت دیدی تھی، اس کے خاندان کی عورتیں مسجد کی تمام چیزوں کو استعمال کرتی ہیں۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں عالم ہوں اور تم سے بہتر جانتا ہوں۔ مذکورہ بالا مولانا صاحب کہتے ہیں کہ مسجد اور اس کی متعلقہ جائداد ان کی اور ان کے خاندان کی ہے جس وقت سے ان کے خسر نے وقف کی۔ لیکن مسجد کی تعمیر قوم کے ممبران کے عطیہ سے تیار ہوئی اور ان کے خسر کو کچھ رقم ادا کی گئی ہے۔ حالانکہ دستاویز پر دستخط بحیثیت وقف کئے گئے ہیں۔ مولانا نے چندہ اکٹھا کرکے مسجد میں کچھ ترمیمات کی ہیں مگر اس کا کوئی حساب نہیں دیا ہے۔ جب شہادت لی گئی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے رقم کا ناجائز استعمال کیا ہے۔ مولانا کو دمہ اور مختلف امراض ہیں وہ کسی کو بحیثیت نمائندہ امام بنادیتے ہیں۔ ان مولانا صاحب کا ایک بھائی شہر کا ایک بدمعاش ہے اس نے بہت سے یتیم بچوں کا مال ہضم کرلیا اور جیل میں بھی گیا ہے۔ لیکن ہمارے مولانا صاحب اس کے ساتھ قیام کرتے ہیں اور بھائی کے گندے کام میں شریک ہیں۔ تمام لوگوں میں یہ صرف ایک مولانا ہیں جنہوں نے پرتگالی حکومت کے دور میں درخواست دی کہ آغا خاں کے حقوق ان کو دیدیئے جائیں تاکہ پورے مسلم قوم کے کام انجام دے سکیں۔ اس طرح سے وہ پیغمبری کا دعویٰ مسلمانوں میں کرنا چاہتے تھے جو کہ شرک ہے۔ تمام مسلمانوں نے اس کی مخالفت پوری مستعدی سے کی۔ ہماری جماعت کے ممبر اس بات پر غور کررہے ہیں کہ مندرجہ بالا کاموں کی وجہ سے ان کے خلاف قانونی کارروائی کریں اور ذمہ داران کی معرفت ان سے کہلایا گیا کہ حسابات وغیرہ دیدیں اور باعزت طریقہ سے اس عہدہ سے سبکدوش ہوجائیں ہم ممبر نہیں

چاہتے کہ مولانا کو مصیبت میں گرفتار کرائیں لیکن اگر وہ سخت رہے تو قوم کے مفاد کو نظر انداز کر کے ایک شخص کی عزت نہیں بچائی جاسکتی۔ اسلئے آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں بتایا جائے کہ اگر ہم ان کی امامت برداشت کریں تو کیا ان کی امامت جائز ہے اور ہمیں ان کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے یا نہیں؟ برائے مہربانی ہمارے اس مسئلہ کو بذریعہ فتویٰ حل کر دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقف کا انتظام وحساب رکھنا ضروری ہے۔ دیانت دار اور منتظم آدمی وقف کا متولی ہوسکتا ہے اور رہ سکتا ہے[1] جس متولی کے متعلق خیانت ثابت ہو جائے وہ اس قابل ہے کہ اس کو عہدہ تولیت سے الگ کر دیا جائے۔ دینی تعلیم کے لئے مدرسہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کی مخالفت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مولانا صاحب اپنی روش پر نظر ثانی کریں اور جو شکایات ان سے ہیں ان کی اصلاح کرلیں۔ مسجد و مدرسہ کا شریعت کے مطابق انتظام اور حساب صاف رکھیں۔ ایسی چیزوں سے پرہیز کریں جن سے ان کی حیثیت شرعاً مجروح ہوتی ہے۔ تو ان کو برقرار رکھا جائے ورنہ پھر لامحالہ کام صحیح رخ پر چلانے کے لئے دوسرے لائق آدمی کا انتظام ناگزیر ہوگا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ولا يولى الا امين قادر بنفسه أو بنائبه (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[2]..... لا يعزله (المتولی) القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخيانة ظاهرة ببينة وأنه اذا اخرجه وتاب وأناب اعاده (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ مطلب يأثم بتولية الخائن، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف)

ایک مدرسہ کے متعلق نزاع

سوال:-ایک واقف نے حسب ذیل شرائط کے ساتھ اپنا مکان مدرسہ کیلئے میمن جماعت کو وقف کر کے سپرد کیا تھا۔ شرائط یہ تھیں :۔ (۱) مدرسہ میں اہل سنت والجماعت بچوں کو تعلیم دیجائے (۲) تعلیم کی کوئی فیس نہ لی جائے (۳) مدرسہ میں انگریزی تعلیم نہ دیجائے۔ ان شرطوں کے ساتھ یہ مدرسہ تقریباً ساٹھ برس سے چلتا رہا۔ فی الحال میمن جماعت نے مدرسہ کیلئے نیا مکان بنوایا ہے۔ اور اس مدرسہ کو متولی کو واپس کر دیا ہے۔ اب یہ مدرسہ چھ ماہ سے بند پڑا ہے۔ مدرسہ قدیم کی کوئی آمدنی نہیں ہے کہ جس سے مدرسہ کو چلایا جا سکے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ مدرسہ کو کسی بھی اہل سنت والجماعت کی جماعت برادری کو دیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو حضرات بھی قرآن کریم اور دینی تعلیم کا انتظام کر سکیں ان کے حوالہ کر دیا جائے تا کہ واقف کو ثواب پہونچتا رہے اور مدرسہ کو چالو کر دیا جائے[۱]۔

(۲) اگر آمدنی کی کوئی صورت نہیں تو بالائی حصے میں تعلیم کا انتظام کر دیا جائے اور تحتانی (نیچے) کا حصہ کرایہ پر دیدیا جائے تا کہ اسکی آمدنی سے مدرسہ کی ضروریات پوری ہو سکیں[۲]۔

---

[۱]..... مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ص ۴۴۵ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبةِ تبيين الحقائق ص ۳/۳۲۹، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۵، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۲]..... مستفاد: ان الخان لواحتاج الى المرمة اجربيتا أو بيتين وأنفق عليه وفى رواية يؤذن للناس بالنزول سنة ويؤجر سنة ويرم من أجرته قال الناطفى القياس فى المسجد ان يجوز اجارة سطحه طرمته، (شامی کراچی ص ۴/۳۷۶ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، الدرالمنتقى ص ۲/۵۸۶، كتاب الوقف، بيروت، محيط برهانى ص ۹/۱۴۲، كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون، مجلس علمى گجرات)

(۳) اعلیٰ بات یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے چندہ کر کے مدرسہ چلایا جائے اور دونوں منزلوں میں مدرسہ ہی رہے۔ کرایہ پر دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱/۱۴ھ

منیجر نے دینی مدرسہ بند کر دیا اس کا حکم

سوال:- ایک قصبہ میں عرصہ سے ایک مدرسہ اسلامیہ چل رہا ہے جس کا انتظام چند ممبرانِ کمیٹی اور ایک منیجر کے سپرد ہے، جملہ مسلمان مدرسہ میں چندہ دے کر مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے پیسہ سے مدرسہ کا کام چلتا ہے۔ سبھی مسلمانوں کے بچے مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اب عرصہ ایک ماہ ہوا کہ بغیر کسی وجہ اور میٹنگ اور بغیر کسی مشورہ کے منیجر مذکور نے مدرسہ کو تالا لگا دیا۔ بچوں کی دینی تعلیم بند ہوگئی۔ اب جملہ مسلمان پریشان ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ منیجر کو بدل دیں۔ اگر از روئے شرع کوئی جرم ثابت ہو تو تحریر فرمائیں، جبکہ علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔ اس کا بند کرنے والا کس جرم کا مرتکب ہوا۔ اور اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ دینی مدرسہ کو بند کرنا اور تالا ڈالنا درست نہیں۔ منیجر کوئی وجہ معقول پیش نہ کرے تو علیحدہ گی کا مستحق ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[۱]..... مستفاد: ان للقاضی عزل المتولی الخائن (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، الباب الخامس)

دینی مکتب و مدرسہ کو ذاتی ملک سمجھنا

سوال:- ایک دینی مکتب و مدرسہ جو عوام کے تعاون سے چلتا ہو، جس میں مقامی مسلمانوں کا کم اور بیرونی مسلمانوں کا تعاون زیادہ ہو، کیا ایسے مکتب یا مدرسہ کو کوئی مخصوص قوم یا کوئی مخصوص خاندان یا کوئی مخصوص انسان اپنی ملکیت یا جاگیر سمجھے یا اپنی ملکیت بنانے کی سعی کرے تو ایسے صورت میں ایسی ملکیت اور مدرسہ کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایسی قوم، ایسے خاندان، ایسے انسان کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا مدرسہ کسی شخص یا کسی خاندان کی ذاتی ملک نہیں، نہ اس پر دعویٰ ملکیت صحیح و قابلِ تسلیم ہے[1]۔ جو چیز اپنی ملک نہ ہو اس کو اپنی ملکیت سمجھنا یا قرار دینا غلط ہے۔ کسی ایسے غلط عمل کی وجہ سے دینی مدرسہ سے تعلق منقطع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ تعاون کرتے رہنا چاہئے۔ جو لوگ غلط طور پر اس کو اپنی ملک سمجھتے ہیں ان کو فہمائش کی جائے اور یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آتی کہ ایسے مدرسہ کو وہ لوگ اپنی ذاتی ملک کیسے سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۸/۱۶ھ

دینی مدارس کی مثال صحابہ اور تابعین کے دور میں

سوال:- فی زماننا ہمارے ملک میں بہتیرے دینی مدارس قائم ہیں جن میں تعلیم کے ساتھ

---

[1]..... اذا تم ولزم لا يملک ولايملک (الدر مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، قبيل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار ولا ترهن، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، بحر کوئته ص ۵/۲۰۵، کتاب الوقف)

طلبہ کے طعام وقیام کا بھی بندوبست ہے۔ آمدنی کے تمام ذرائع عام طور پر عوام کے چندے زکوٰۃ وصدقات ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ کیا اس کی مثال صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ملتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر جواز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دورِ حاضر کے دینی مدارس اور موجودہ زمانہ کی درسگاہوں کی مثال پر عہد نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اصحاب صفہ کی زندگی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ تعلیم الدین میں دنیوی تعلیم کا غلبہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضرت مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا اور انہوں نے اس مدرسہ کا نام تجویز کر کے مدرسہ تعلیم الدین رکھا اور سنگ بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دیگر اکابر علماء حق کی موجودگی میں رکھا مدرسہ کی بنیاد محض دینی و مذہبی تعلیم وتربیت کے

---

[1]..... **اهل الصفة** :- مفلس ونادار اور متوکل ومجرد مہاجر مسلمان، جن کے رہنے کے لئے کوئی گھر بھی نہ تھا وہ مسجد نبوی کے سائبان میں رہتے ان حضرات کی تعداد ستر تھی، لغات الحدیث ص ۶۸، الصاد مع الفاء والصفة كانت موضعا مظلا فی مسجد النبی ﷺ كان الفقراء المهاجرون الذين ليس لهم منزل: سكنونها وقيل سموا باصحاب الصفة لانهم كانوا يصفون على باب المسجد لانهم غربا ء لامأوىٰ لهم، عمدة القاری ص ۱۹۸/۲، باب نوم الرجال فی المسجد، مطبوعه دارالفكر بيروت. اصحاب الصفة كان شغلهم تفهم الكتاب وتعلمه (الى قوله) عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال اتى علينا رسول الله ﷺ ونحن اناس من ضعفة المسلمين ورجل يقرأ علينا القرآن ويدعولنا، حلية الاوليا، ص ۳۴۲/۱، ذكر اهل الصفة، مطبوعه دارالفكر القاهرة،

پیش نظر رکھی گئی تھی اور اب تک جتنی عمارتیں مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہیں سب تعلیم الدین ہی کے نام پر بنی ہوئی ہیں اور ذریعۂ آمدنی چرم قربانی زکوٰۃ فطرہ کے پیسہ ہیں لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ آہستہ آہستہ دینی تعلیم کو مختصر کر دیا گیا۔ اور دنیوی تعلیم کو ترقی دیدی گئی اس وقت کل اساتذہ دس ہیں جن میں تین دینی تعلیم کے لئے ہیں اور سات دنیوی تعلیم کے لئے ہیں مدرسہ کو اب جونیر ہائی اسکول کر دیا گیا ہے اور مدرسہ کا نام بدل کر جونیر ہائی اسکول تعلیم الدین رکھدیا گیا اور ذریعۂ آمدنی وہی پہلے والی یعنی چرم قربانی مدزکوٰۃ فطرہ ہے دریافت طلب یہ ہے کہ چرم قربانی کے پیسہ اس مدرسہ میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

(۲) دو برس سے اس کا خزانچی ایک جاہل آدمی ہے جو بغیر حیلۂ شرعی تمام رقم خرچ کرتا ہے آیا اس طرح زکوٰۃ فطرہ۔ چرم قربانی خرچ کریں تو ادا ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عمارت دینی تعلیم کے لئے بنائی گئی اور وقف کی گئی ہے اس کو دنیوی تعلیم کے لئے استعمال کرنا شرعاً درست نہیں۔ **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] اس کا نام بدلنا بھی درست نہیں۔ زکوٰۃ فطرہ قیمت چرم قربانی کا مصرف غرباء وفقراء ہیں کسی مالدار کو دینا یا تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں براہ راست خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارعِ بحر کوئٹہ ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، الدر المنتقی مع المجمع ص۲/۶۰۸، کتاب الوقف، فصل اذا بنی مسجدا، مطبوعه بیروت.

[2]..... مصرف الزکاة هو فقیر ومسکین (الی قوله) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۳۹ تا ۴۴ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۴، تا ۱/۳۲۸، کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر، مع المجمع حوالا سابق)

(۲) اس طرح کسی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی نہ فطرہ ادا ہوتا ہے جس نے خرچ کیا ہے اس کے ذمہ ضمان لازم ہے[۱] زکوٰۃ دینے والے خوب سمجھ لیں کہ ان کی زکوٰۃ ذمہ میں باقی رہتی ہے اور جو کچھ ایسی جگہ دیتے ہیں وہ ادا نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہتمم طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا

سوال: - مہتمم مدرسہ غرباء کا وکیل ہوتا ہے یا ارباب اموال کا؟ ارباب اموال اور غرباء کے وکیل کی کیا تعریف ہے اور کیا حد ہے؟ ان دونوں کا وکیل کوئی کس طرح بنتا ہے دونوں میں امتیازی فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہتمم مدرسہ کو ارباب اموال نے صراحۃً وکیل بنایا ہے کہ ہمارا مال حسب صوابدید مصارف میں صرف کردیں۔ غرباء کا بھی وکیل ہے اس طرح کہ طلبہ نے جب اس کے اہتمام کو تسلیم کرلیا تو گویا یہ کہہ دیا کہ آپ ہمارے واسطے ارباب اموال سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کرکے ہماری ضروریات (کھانا کپڑا وغیرہ) میں صرف کردیں[۲] امداد الفتاویٰ جلد ۴ کے اخیر

---

[۱]..... مستفاد: رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل ثم تصدق عن الأمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا للعشرة. (عالمگیری کوئٹہ ص ۶۴۴ ج ۴ کتاب الوكالة، الباب العاشر فی المتفرقات، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۲۴۸، کتاب الزكاة، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة)

[۲]..... امداد الفتاویٰ ترتیب جدید ص ۲۶۲-۶/۲۶۶، کتاب العقائد والكلام، مكاتيب: از حضرت مولانا خليل احمد صاحب نور الله مرقده، مطبوعه زكريا ديوبند.

میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کے متعلق سوال کیا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے جواب دیا ہے نہایت مفید علمی سوال ہے اور ایسا ہی جواب ہے جس سے شبہ مرتفع ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہتمم مدرسہ طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا؟

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ کے غریب فنڈ میں داخل کردینے سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ:

یہ روپیہ طلبا میں بتدریج تقسیم ہوگا اور مدت تک فنڈ میں جمع رہے گا معطی زکوٰۃ کے ذمہ سے بعد ادخال فی المدرسہ زکوٰۃ ساقط ہوگی یا بعد التقسیم بین الطلبہ؟ اگر ثانی صورت ہے تو قبل التقسیم اگر وہ بوجہ آفت یا چوری نقصان ہوجائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ تاخیر کیونکر ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ارباب مدرسہ کو طلبہ کا وکیل تسلیم کرلیا جائے تو یہ شبہ ہی وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس کا قبضہ طلباء کا قبضہ ہے[1] اگر اصحاب اموال کا وکیل مانا جائے تو نفس الامر میں زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب کہ طلبہ پر تقسیم ہوجائے گی لیکن اگر خدانخواستہ قبل تقسیم اضطراراً ضائع ہوگیا تو ارباب مدرسہ پر ضمان لازم نہیں جیسا کہ ساعی پر لازم نہیں[2] اور اصحاب اموال سے زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی[3]۔ امداد الفتاویٰ[4] میں متعدد مقامات پر اس کی بحث ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

---

[1]..... الوکیل متصرف بطریق النیابة عن المؤکل ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟ اور مدرسہ کا چندہ کیا وقف ہے؟

سوال:- (۱) بعض حضرات رقوم اداروں کے مہتمم صاحبان یا ان کے نمائندوں کو اد کر دیتے ہیں اور کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے، سفر وغیرہ کی مجبوری سے وہ رقم ادارے کو بہت دیر میں پہونچتی ہے۔ اس دوران میں دینے والے کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان اداروں کے نمائندگان اور مہتمم ومنتظم حضرات کے ذمہ اس رقم کی واپسی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) نیز اگر مہتمم ومنتظم، سفیر وغیرہ کے قبضہ میں بعینہ رقم موجود ہے، یا مدرسہ کے خزانے میں یا بنک میں جمع ہے مگر ابھی تک غرباء ومساکین پر خرچ نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی تملیک کرائی گئی تھی کہ دینے والے کا انتقال ہوگیا تو اس رقم کی واپسی اس کے ورثاء کو واجب ہے یا نہیں؟

(۳) نیز جن اداروں کو زکوٰۃ کی رقم دی جا چکی ہے، اور وہ اس کو خرچ بھی کر چکے ہیں،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... وتصرف النائب تصرف المنوب عنه(بدائع کراچی ص۳۳ج۶ کتاب الوکالة، مجمع الانهر ص۳/۳۰۶، کتاب الوکالة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری دارالکتاب ص۳/۵۶۰، کتاب الوکالة، الباب الاول)

۲..... مستفاد: أن المقبوض فی یدالوکیل..... امانة بمنزلة الودیعة (الی قوله) فیضمن بما یضمن فی الودائع ویبرأ بما یبرأ فیها (بدائع کراچی ص۳۴ج۶ کتاب الوکالة، عالمگیری دارالکتاب ص۳/۶۷، کتاب الوکالة، الباب الاول، واما صفتها) اذا اضاعت (الامانة) فی یدالمودع بغیر صنعه لا یضمن (بدائع کراچی ص۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، مجمع الانهر، سکب الانهر ص۳/۴۶۸، کتاب الودیعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

۳..... ولما حصل فی ید الامام حصلت الصدقة موءداة حتی لو هلک المال فی یده تسقط الزکاة عن صاحبها (بدائع، کراچی ص۴۴ج۲ کتاب الزکاة، فصل اما الذی یرجع المؤدیٰ الیه)

۴..... امداد الفتاویٰ ص۳/۳۱۵، کتاب الوکالة، مهتمم مدرسه معطیین چنده کی طرف سے وکیل هے الخ، مطبوعه زکریا دیوبند.

مگر انہوں نے شرعی طریقہ پر تملیک نہیں کرائی بغیر تملیک کرائے اس کو خرچ کر چکے ہیں تو ان دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(۴) سفیر اور مہتمم صاحبان کے نمائندگان امداد دینے والوں کے وکیل ہیں یا غرباء و مساکین و مصارف صدقات وزکوٰۃ کے وکیل ہیں۔ جبکہ ان اداروں میں مصارفِ زکوٰۃ موجود ہیں اور ان کے اخراجات کی کفالت وہ ادارہ کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس مسئلہ سے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ سے سوال کیا تھا وہ اور اس کا جواب مع حذف مکرر امداد[1] الفتاویٰ ص۲۷۲ ج ۲ تا ص ۲۷۷ ج ۲ میں منقول ہے جو کہ درج ذیل ہے:

(س) مدرسہ میں جو روپیہ آتا ہے اگر یہ وقف ہے تو بقاء عین کے ساتھ انتفاع کہاں ہے اور اگر یہ ملک معطی کا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد واپسی ورثہ کی طرف واجب ہے؟

(ج) عاجز کے نزدیک مدارس کا روپیہ وقف نہیں مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطین وآخذین کی طرف سے وکلاء ہیں۔ لہٰذا نہ اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ معطین واپس لے سکتے ہیں۔

(س) عمال بیت المال منصوب من السلطان ہیں اور سلطان کی ولایت عامہ ہے۔ اس لئے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں اس لئے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا؟ کیونکہ نہ تو کیل صریح ہے نہ دلالۃً، اور مقیس علیہ میں دلالت ہے کہ جب وہ اس کے زیرِ اطاعت ہیں۔ تو وہ واجب الاطاعت ہے۔

---

[1]..... امداد الفتاویٰ ترتیب جدید ص ۲۶۲، تا ۶/۲۶۶، کتاب العقائد والکلام، مکاتیب: از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ، مطبوعہ زکریا دیوبند.

(ج) بندہ کے خیال میں سلطان میں دو وصف ہیں۔ایک حکومت جس کا ثمرہ ہے تنفیذ حدود وقصاص۔دوسرا انتظام حقوق عامہ ہے۔امر اول میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ امر ثانی میں اہل حل وعقد بوقت ضرورت قائم مقام ہو سکتے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ نصب سلطان وابستہ ہے جو باب انتظام سے ہے۔لہٰذا مالی انتظام مدارس جو برضاء ملاک وطلبہ بقائے دین کے لئے کیا گیا ہے بالاولیٰ معتبر ہوگا۔ ذرا غور فرماویں انتظام جمعہ کے لئے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں شاید اس کی نظیر ہو سکے۔

ایک تحریر تذکرۃ[1] الرشید ص ۱۶۴ ج ا میں زیرِ عنوان ''**شبهات فقهيه ومسائل مختلف فيها**'' موجود ہے، اس کو بھی نقل کرتا ہوں:

(س) مدرسہ میں چندہ وغیرہ کا جو روپیہ آتا ہے وہ وقف ہے یا مملوک؟ اگر وقف ہے تو بقاء عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز۔اگر مملوک ہے اور مہتمم صرف وکیل ہے تو معطی چندہ اگر مرجائے تو غرباء اور ورثاء کا حق ہے۔اسکی تفتیش وکیل کو واجب ہے۔زمانۂ شارع علیہ السلام وخلفاءؓ میں جو بیت المال تھا اسمیں بھی یہ اشکال جاری ہے۔بہت سوچا مگر قواعد شرعیہ سے حل نہ ہوا۔اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہو جانا چاہئے۔اور مستہلک ملک مستہلِک ہو کر جو صرف کیا جائے اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا۔اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ یا امین انجمن کو سخت دقّت ہے۔امید کہ جواب باصواب سے تشفی فرماویں گے۔

(ج) مہتمم مدرسہ کا قیم ونائب جملہ طلباء کا ہوتا ہے جیسا کہ امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے پس جو شئے کسی نے مہتمم مدرسہ کو دی، مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے۔اس کے قبضہ سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہوگیا۔اگر چہ وہ مجہول الکمیۃ والذوات ہوں، مگر نائب معین

---

[1]..... تذكرة الرشيد ص ۱۶۴ / ۱، عنوان: شبهات فقهيه ومسائل مختلف فيها، مطبوعه كتب خانه اشاعت العلوم محله مفتى سهارنپور.

ہے۔ پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی کی اس میں نہیں ہوسکتی۔ اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہوسکتا ہے بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک۔ واللہ اعلم۔

اس تحریر میں شبہ مولانا صادق الیقینؒ کا ہے اور جواب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مسئلہ ان تحریرات سے حل ہو جائے گا۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۹/۳/۸۸ھ

ملازم نے مہتمم سے سفر برائے چندہ کی اجازت لی اور ٹکٹ بنوالیا پھر مہتمم نے اجازت کو روک لیا

سوال:- زید مدرس مدرسہ دینیہ بیمار تھا۔ آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے بسلسلۂ چندہ مدرسہ سے یعنی منجانب مدرسہ باغونوالی سفر کرنا چاہتا تھا۔ مہتمم مدرسہ سے ذکر کرنے پر زبانی اجازت دیدی۔ اور زید نے مہتمم مدرسہ سے ذکر کر کے ٹکٹ روانگی بنوالیا۔ ٹکٹ بن جانے پر مہتمم مدرسہ نے سفر سے بسلسلہ چندہ انکار کر دیا اور رُخصت دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ زید نے سفر کے روز سے تقریباً ایک ہفتہ قبل رخصت کی درخواست دیدی۔ مہتمم مدرسہ نے سفر کے روز عین وقت پر رخصت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر ایسی صورت میں زید نے اپنے ذاتی صرفہ سے سفر کرلیا تو زید شرعاً مجرم ثابت ہوگا یا نہیں؟ نیز مہتمم صاحب کا بعد وعدہ کے عین وقت پر انکار کرنا جرم ہے یا نہیں؟ نیز صورت بالا میں زید کو برخاست کرنا صحیح ہے یا غلط ہے؟

ضابطہ مدرسہ

(۱) طلباء ہوں یا مدرس، تحریری رخصت لینا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنے پر

تدارک کیا جائے گا۔

(۲) باستثناء رخصت اتفاقیہ ایک ماہ بیشتر درخواست دینا ضروری ہے۔قانون غیر معمول بہا ہے۔زید بلکہ جملہ ملازمین حتی کہ محرر مدرسہ قانون سے وقت سفر تک ناواقف ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرس کو ملازمت کا معاملہ کرتے وقت مدرسہ کے کم از کم ان ضوابط کا معلوم کرنا ضروری ہے جن کی پابندی اس کے ذمہ لازم ہے، یا جن کے تحت اس کو مراعاۃ دی جاسکتی ہے۔ضوابطِ مدرسہ سے ناواقف رہنا بڑی کوتاہی ہے۔ذمہ داران مدرسہ (مہتمم وغیرہ) کو بھی لازم ہے کہ مدرس ملازم کو ضوابط سے آگاہ کردیا کریں۔تاکہ نظم میں خلل پیدا نہ ہو۔بعض مدارس میں زبانی اجازت لینا بھی کافی ہوتا ہے، پھر رجسٹر میں اندراج ہوجاتا ہے اور زبانی انکار بھی کافی ہوتا ہے، اگر وہاں معمول یہی ہے تو یہ اجازت بھی کافی تھی[۱]، اور اگر مصالحِ مدرسہ کے پیشِ نظر سفر سے مہتمم صاحب نے منع کردیا تو یہ منع بھی صحیح ہے البتہ ٹکٹ کی واپسی میں جو پیسہ خرچ ہوں وہ مہتمم صاحب دیدیں۔پھر حسبِ وعدہ سفر کی رخصت دینا مہتمم صاحب کے ذمہ تھا۔لیکن اگر عین وقت پر مانعِ قوی پیش آنے کی وجہ سے رخصت نہیں دی تو وہ وعدہ خلافی کے مجرم نہیں[۲]،

---

[۱]..... ومالم ینص علیه حمل علی العرف، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵/۱۷۶، باب الربا، مطلب فی ان النص اقوی من العرف، الاشباه والنظائر ص ۱۵۱، القاعدة السادة العادة، محکمة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقه ص ۹۲، رقم القاعدة: ۱۸۵، القواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[۲]..... عن زید بن ارقمؓ عن النبیﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجئ للمیعاد فلا اثم علیه (ابو داؤد ص ۲/۶۸۲، کتاب الادب، باب فی العدة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، والبسط فی بذل المجهود ص ۱۳/۳۹۵، مطبوعه دارالبشائر الاسلامیة بیروت، مرقاة المفاتیح ص ۴/۶۴۸، باب الوعد، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

اوراس سفر کے کام کا معاوضہ پانے کا بھی حق نہیں، لیکن اگر اپنی ذاتی ضرورت سے رخصت لے کر سفر کرے اور مدرسہ کے لئے چندہ بھی لا کر دے اور اس کا معاوضہ طلب نہ کرے تو یہ مدرسہ کے ساتھ خیر خواہی ہے جو کہ موجبِ اجر ہے۔ ہاں اس میں بھی کوئی مفسدہ ہو تو بچنا لازم ہے۔ مدرسہ کے خیر خواہ کا معمولی بے عنوانی کی وجہ سے الگ کر دینا غلط ہے۔ پھر اچھا آدمی میسر نہیں ہوتا۔ لیکن جس کی ذات سے فتنہ پیدا ہوتا ہو بعد تحقیق اس کو الگ کر دینا لازم ہے[1]۔ ذاتی تعلقات کی بنا پر ایسے آدمی کو مدرسہ میں رکھنا خیانت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۰ھ

مدرسہ سے متعلق ایک وصیت نامہ

سوال:- ذیل کی لکھی ہوئی وصیت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حبیب اللہ تم میرے انتقال کے بعد جامع مسجد میں تمام نمازیوں سے چند باتیں بتلا دینا۔ کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں چل رہی ہے۔

(۱) میں نے جو تحریر مدرسہ اور مسجد کے بارے میں لکھی ہے ان پر عمل کیا جائے۔ وہ لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا۔

(۲) تمام لوگ مل کر ایک مجلس انتظامیہ بنالیں اس میں ہر طرف کے آدمی ہونے چاہئیں۔ اگر مجلس ٹھیک کام نہیں کرتی تو اس کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ اور دوسری مجلس انتظامیہ

---

[1]..... وینزع وجوبا لو غیر مامون او عاجل او ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه قوله وینزع وجوبا مقتضاه اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۶/۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیة الخائن النهر الفائق ص۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

بنائی جاسکتی ہے۔

(۳) جو بھی رقم مسجد یا مدرسہ کے لئے وصول کی جائے اس کی رسید باقاعدہ لوگوں کو دی جائے۔ بغیر رسید کے کسی کی رقم نہ لینی چاہئے اور جو رقم وصول کی جائے اسے فوراً ڈاکخانے میں جمع کر دیا جائے۔ کیونکہ آج کل زمانہ بہت نازک ہے۔

(۴) میری تحویل بمد زکوٰۃ وصدقات کو تم ڈاکخانے میں جمع کر دینا۔ مدرسہ کے نام جو منتظمہ کمیٹی بنائی جائے اس کو ڈاکخانے کی کتاب دیدینا۔

(۵) کسی عالم ہم خیال وعقیدہ حنفی دیوبندی کو تعلیم کے واسطے مدرسہ میں ضرور مقرر کرنا۔ میرے بعد تعلیم سے غافل نہ ہونا ورنہ مجھے بڑا دکھ ہوگا۔ دیکھو آئندہ اپنے فعل کے تم سب ذمہ دار ہوگے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب باتیں شرعاً درست اور مفید ہیں۔ ڈاکخانہ میں ایسی صورت بھی ہے جس میں سود کا معاملہ نہیں۔ اسی صورت میں جمع کریں اور جو رقوم واجب التملیک ہوں ان کو مستحقین تک پہنچانے کا مناسب انتظام کریں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۹۴ھ

درسگاہ میں گھنٹہ بجنے سے پہلے نشانی رکھ دینا

سوال:- طلباء دارالعلوم دیوبند عام طور پر ایسا کرتے ہیں کہ اسباق میں بیٹھنے کے لئے گھنٹہ بجنے سے پہلے ہی درسگاہوں میں اپنی نشانی رکھ دیتے ہیں اس طور پر نشانی رکھنے سے اس

---

[۱]..... ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا (سورۂ نساء آیت: ۵۸.

جگہ پر ان کے بیٹھنے کا استحقاق ہو جاتا ہے یا نہیں؟ براہِ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلے ہی سے محض اس نشانی رکھ دینے کی وجہ سے ان کا حق لازم ومستقر نہیں ہو جاتا کوئی دوسرا طالب علم آکر وہاں بیٹھ جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔ البتہ دوسری جگہ موجود ہو تو نشانی والے کو وحشت میں ڈالنے سے اخلاقاً احتراز مناسب ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص پہلے سے آکر بیٹھ چکا تھا پھر کسی عارض کی وجہ سے مثلاً تجدید وضو وغیرہ کی وجہ سے اٹھ کر گیا اور نشانی رکھ گیا تاکہ ضرورت سے فارغ ہو کر بلا تشویش آکر بیٹھ جائے تو اس کی جگہ دوسرے کو بیٹھنے کا حق نہیں۔ شامی[۱] وعالمگیری[۲]، شرح اشباہ[۳]، شرح بخاری شریف[۴] میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد قال فی القنیة له فی المسجد موضع معین یواظب علیه وقد شغله غیره قال الاوزاعی له أن یزعجه ولیس له ذلک عند ناقلت وینبغی تقییده بما اذا لم یقم عنه علی نیة العود بلا مهلة کما لو قام للوضوء مثلا ولا سیما اذا وضع فیه ثوبه لتحقق سبق یده تأمل وکذا کل مایکون المسلمومن فیه سواء کالنزول فی الرباطات والجلوس فی المساجد للصلوة (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۶۲ ج ۱ کتاب الصلاة مکروهاة الصلاة، مطلب فی الغرس فی المسجد)

[۲]..... عالم گیری کوئٹه ص ۴۷۲ ج ۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشرفی الرباطات،

[۳]..... شرح اشباه ص ۳۲۱/۱، الفن الاول، القاعدة الثالثة، مطبوعه کراچی.

[۴]..... عمدة القاری، دارالفکر ص ۲۱۰ ج ۳ جزء: ۶ کتاب الجمعة، باب لا یقیم الرجل اخاه یوم الجمعة ویقعد فی مکانه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم: مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا

مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا

سوال:- عام مسلمانوں نے مدرسہ بنانے کے لئے چندہ کر کے ایک زمین خریدی اور اس زمین پر مدرسہ کی عمارت بھی بنائی گئی، اور اس میں تعلیم بھی عرصہ ۱۵/سال سے جاری ہے، مدرسہ کا نام ''مدرسہ اسلامیہ'' ہے اور اوقاف بورڈ میں ہے، مدرسہ کے نام سے اب تک چندہ بھی مسلمانوں سے کیا جاتا ہے، اب شہر رامپور کے کچھ مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ کی عمارت جس میں دینی تعلیم ہوتی ہے، جو موقوفہ ہے اور بنام مدرسہ ہے مدرسہ کی عمارت توڑ کر اس پر مسجد بنائیں گے، شرعاً مسجد مدرسہ کی موقوفہ زمین پر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو جو مسلمان اس کے لئے از حد سعی کر رہے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟ حالانکہ اس مدرسہ کے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک بڑی عالیشان مسجد موجود ہے، مدرسہ کی زمین کے علاوہ دوسری جگہ بھی زمین مل سکتی ہے، مگر وہ چند مسلمان صرف ضد میں ہیں کہ ہم لوگ مدرسہ کو ہی مسجد بنائیں گے، اور یہ کہتے ہیں کہ مدرسہ کی موقوفہ زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔

(۲) اگر اراکین مدرسہ موجودہ عمارت مدرسہ کو مسجد بنانے کے لئے فروخت کر دیں تو اراکین مدرسہ کو مسجد کے لئے مدرسہ کی موقوفہ زمین کو فروخت کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ چندہ مدرسہ کے لئے کیا گیا اور اسی نیت سے دینے والوں نے دیا ہے، اور اس پیسے

سے زمین خرید کر مدرسہ کے لئے اس کو وقف کر دیا گیا، اور پھر مدرسہ تعمیر کر دیا گیا، اور اس میں دینی تعلیم جاری ہے، تو اب اس کو گرا کر مسجد کو تعمیر کرنا یا مسجد کے لئے اس کو خریدنا ہرگز جائز نہیں ہے، حتی کہ مدرسہ کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں، "فاذا تم (الوقف) ولزم لا يملك ولا يملك ولا يرهن درمختار، قوله لا يملك اى لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك اى لا يقبل التمليك لغيره ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه اهـ شامی نعمانیہ[1] ص ۳/۳۶۷، اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لا يجوز ذلك (درمختار[2]) لہذا یہ خرید وفروخت بالکل ناجائز ہوگی، ہرگز ایسا نہ کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۸۸ھ

زمین مدرسہ میں مسجد بنانا

سوال:- ایک شخص مدرسہ کے لئے ایک جائداد وقف کیا اور اس جائداد کے بعض حصہ میں تو مدرسہ کا گھر بنایا گیا ہے اور بعض قطعۂ زمین اس لئے رکھا کہ اس کو اجارہ پر دے کر منافع

---

[1] شامی کراچی ص ۴/۳۵۲/۳۵۱، کتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط الواقف الكتب، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكت العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳/۳۱۹، كتاب الوقف، مطبوعه بيروت،

[2] شامی کراچی ص ۴/۳۶۰، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا، مطبوعه بيروت، بحر كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف.

سے کل جائداد کا خراج ادا کیا جائے اور خراج کا بندوبست متولی کرے گا یہ بھی واضح رہے کہ مدرسہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت تو ہے مگر شرعی مسجد نہیں ہے اب متولی جائداد چاہتا ہے مدرسہ کے گھر کے علاوہ جو قطعہ زمین کا ہے اس میں ایک شرعی مسجد بنا کر جماعت سے نماز پڑھ کر ثواب وافر سے بہرہ مند ہو اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مدرسہ میں مسجد شرعی بنانا ضروریات مدرسہ میں شامل ہو کر مسجد شرعی ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر قریب کوئی دوسری مسجد نہیں جس میں اہل مدرسہ نماز ادا کر سکیں یا مسجد تو موجود ہے مگر تنگ ہے کہ سب اس میں سما نہیں سکتے یا وہاں نماز پڑھنے کے لئے جانے سے مدرسہ کی مصالح فوت ہوتی ہیں مثلاً وقت کا زیادہ حرج ہوتا ہے یا مدرسہ کی حفاظت نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ تو مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا ضروریات مدرسہ میں داخل ہے۔ ایسی حالت میں وہ مسجد مسجد شرعی ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/شوال ۱۳۵۵ھ

---

[1] ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة "الدرالمختار" شرط الواقف اولا، ثم ما هو اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة، وكذلك الى آخر المصالح، رد المحتار ص ۴/۳۶۶، كتاب الوقف، مطبوعه سعيد بكڈپو، عالمگيرى ص ۲/۴۶۲، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، مطبوعه رشيديه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۲، كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

زمین مدرسہ کو دینے کے بعد واپس لینے کا حق نہیں

سوال:- ایک قطعہ زمین کو مالکانِ زمین نے مدرسہ بدر الاسلام کو منتقل کیا اور دستاویز مستقل رجسٹری کرایا۔ دستاویز کی اصل عبارت یہ ہے:۔

قبل از اصل دستاویز

ہم کو شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد صاحب مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ انگلی ڈاکٹر شاہ گنج جون پور جو کہ ہم مقر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ انگلی کے مالک مستقل ہیں جن پر ہم بنفاد جمیع حقوق مالکانہ قابض دخیل ہیں علاوہ ہم مقر کے کوئی دوسرا شریک وسہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے۔ اور ہم مقر حصر طور پر اس کے کریں گے۔ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسوم مدرسہ بدرالاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے جس کے لئے عمارت ودرسگاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم مقر کی اپنی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ ہم مقر جائداد متصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیں۔ لہٰذا ہم مقر بحال صحت وبدرستیٔ ہوش وحواس بلا جبر واکراہ برضاء ورغبت اپنے بلاتحریک ترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ پابند شرائط ذیل کے ہوتے ہیں۔ اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

الف:- ہم مقر نے زمین احاطہ متصلہ ذیل مبلغ ایک سو روپیہ مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدر الاسلام کے لئے دیدیا ہے۔ کارکنان ومنتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطہ ذیل میں درسگاہ یا دارالاقامہ تیار کرادیں یا مدرسہ کے واسطے بطریقِ مناسب استعمال کریں۔

ب:- تا قیام مدرسہ مذکورہ جائداد مذکورہ صرفہ ذیل مکتب مدرسہ میں رہے گی اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکورہ مصرحہ ذیل ہم مقر خواہ

ورثاء ہم مقر کی طرف عود کر جائے گی اور ہم مقر زندہ رہے تو ہم مقر ورنہ ورثاء کا حق ہو جائیگا۔

ج:- تا قیامِ مدرسہ ہم مقر خواہ ہم مقر کے ورثاء کو احاطۂ مذکورہ کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہم مقر نے تملیک نامہ لکھدیا تا کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

مدرسہ بدرالاسلام نے زمین ملنے کے بعد اس پر قبضہ کیا اور کچھ تعمیری سلسلہ میں بھی کام ہوا۔ مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے تعمیر کی تکمیل نہ ہوسکی اور دعرصہ سے تعمیری کام رکا رہا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ مدرسہ بدرالاسلام کو دی ہوئی یہ زمین مدرسہ بدرالاسلام کے مہتمم و ناظم کی مرضی کے بغیر جبکہ مدرسہ بدرالاسلام پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے بلکہ ترقی پذیر ہے زمین کو دینے والے لوگ واپس لے کر کوئی مدرسہ یا مکتب جس کا مدرسہ بدرالاسلام سے کوئی تعلق نہ ہو تعمیر کرنا چاہیں تو کیا از روئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ احاطہ دوام کے لئے مدرسہ بدرالاسلام کو دیا گیا ہے جیسا کہ (الف نمبر) میں تصریح ہے اس پر تا قیام مدرسہ مدرسہ کی ملکیت رہے گی جیسا کہ (الف نمبر) میں مذکور ہے۔ اس کے واپس لینے کا نہ معطی کو حق ہے نہ معطی کے ورثہ کو حق ہے جیسا کہ (ج) میں مذکور ہے مدرسہ بدر الاسلام حسب مصالح اس پر تعمیر کا حق رکھتا ہے اور کسی کو مدرسہ بدرالاسلام کے علاوہ کوئی مکتب و مدرسہ وہاں قائم کرنے کا حق نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۰۶، کتاب القضاء باب فی الصلح، مطبوعه دارالکتب دیوبند، بخاری شریف ص ۱/۳۰۳، کتاب الاجارة، باب المسرة، مکتبه بلال دیوبند) **ترجمه**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

دینی وقف مدرسہ کو اسلامی اسکول کے لئے دینا

سوال:- مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلّہ بندوقچیان جس جگہ پر قائم ہے وہ موقوفہ ہے۔ اور واقف کی شرط ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف کی جاتی ہے، اس میں تعلیمی درسگاہیں، مکان رہائش طلبہ واساتذہ کرام یا باغیچہ صرف مدرسہ اسلامیہ کے لئے بنائے جاسکتے ہیں۔ اس وقت مدرسہ کی تعلیمی حالت یہ ہے کہ درجہ حفظ وناظرہ قرآن، اردو میں دینی تعلیم کا رسالہ اور تعلیم الاسلام وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں اور درجہ پانچ تک بیسک ریڈر کی تعلیم ہوتی ہے۔ اب کچھ ترقی پسند لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں مسلم ہائی اسکول قائم کیا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس موقوفہ جائیداد میں جو درسگاہیں تعمیر ہیں ان کو مسلم ہائی اسکول کے لئے مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی اجازت دے سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اس موقوفہ جائیداد میں مسلم ہائی اسکول قائم ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب واقف نے اس شرط کی تصریح کردی ہے کہ یہ جگہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے لئے وقف ہے تو پھر مسلم ہائی اسکول کے لئے منتظمہ کمیٹی کو دینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ **لان شرط الواقف کنص الشارع**[1] (شامی)۔

(۲) بالکل نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، مکتبه عباس احمد الباز.

دینی مدرسہ کیلئے وقف شدہ زمین کی پیداوار اسکول میں دینا

سوال:- والد مرحوم نے اپنی حیات میں ایک دینی مدرسہ کی خدمت کے واسطے مدرسہ میں زمین وقف کی تھی، پہلے دینی تعلیم اور اسی کورس کی تعلیم ہوتی تھی، چند سال بعد ممبرانِ مدرسہ نے اسے بدل کر انگریزی ہندی شامل کر کے پورا ہائر سکنڈری کورس کے مطابق چلایا، اس وقت وہ کالج ہے، طلبہ کی وضع قطع بالکل بدل گئی، گورنمنٹ کی طرف سے روپیہ مدرسہ کو ملتا ہے، سرکاری امتحانات ہوتے ہیں سرکاری مشورہ سے نصاب میں ترمیم وتنسیخ بھی ہوتی ہے، والد صاحب اس وقت مخالف ہوئے اور ممبری سے استعفاء دیدیا اور وقف زمین کی پیداوار غلہ دھان وغیرہ بجائے اس مدرسہ میں دینے کے دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدارس کو جہاں دینی تعلیم ہو دینے لگے، اب والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، ہم چار بھائی ہیں ہم سب کا بھی وہی خیال ہے جو والد صاحب کا تھا، کمیٹی والے ہم کو زور دے رہے ہیں کہ تم بھی دو، کیونکہ تمہارے والد صاحب نے مدرسہ میں زمین وقف کی تھی، ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ رجسٹرڈ نہیں ہے، کہ آپ کا مدرسہ جس حال میں بھی ہو قیامت تک اس کا غلہ دیا جائے، بہرحال زمین رجسٹرڈ نہیں ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں اس کا غلہ اس مدرسہ میں دیا جائے یا دوسرے مدارسِ اسلامیہ کو جہاں دینی تعلیم ہوتی ہے، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس دینی خدمت کیلئے آپ کے والدِ مرحوم نے وہ زمین مدرسہ کو دی تھی جب وہ خدمت وہاں نہیں رہی بلکہ اسکے خلاف کا سلسلہ قائم ہوگیا، اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس جگہ اس زمین کا غلہ دینا بند کردیا تو آپ سب بھی وہاں غلہ نہ دیں بلکہ دینی تعلیم پر خرچ کریں

غرضِ واقف کی رعایت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ بحر[1]، تبیین[2]، ردالمحتار[3] وغیرہ میں موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۹۴ھ

مدرسہ میں زمین دینے کے بعد اس سے انکار کرنا

سوال:- ایک شخص نے کچھ زمین مدرسہ میں دی اور اعلان کیا کہ زمین دے چکا، مگر اب وہ انکار کر رہا ہے ایسے شخص کا اعتبار کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زمین مدرسہ میں دینے اور وقف کرنے کے گواہ موجود ہیں تو اس کے انکار کا اعتبار نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۲ھ

مدرسہ کے زیر تولیت مسجد کی توسیع مدرسہ کی زمین سے

سوال:- مسجد چھتہ جو دارالعلوم دیوبند کے زیر تولیت ہے اور از اول تا آخر اس کا انتظام وانصرام دارالعلوم سے متعلق ہے۔ دارالعلوم کی جانب سے ہی اس کے امام اور مؤذن کا تقرر

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف.

[2] تبیین الحقائق ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[3] مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (شامی کراچی ۴/۴۴۵) کتاب الوقف، مطلب مراعاۃ غرض الخ.

[4] اذا جعل ارضا وقفا علی المسجد وسلم، جاز ولایکون له ان یرجع، خانیة علی الهندیة ص ۳/۲۹۱، باب الرجل یجعل داره مسجدا، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۲/۶۴۵، کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

عمل میں آتا ہے اور دارالعلوم ہی کی جانب سے اس کی صفائی اور فرش وشامیانہ کا انتظام ہوتا ہے اس کی طرف سے اس کی مرمت وغیرہ پر مصارف کئے جاتے ہیں۔ کیا مسجد کے تنگ ہو جانے کی وجہ سے اس کی توسیع کے لئے مدرسہ کی زمین لے کر اس کی توسیع کی جاسکتی ہے؟ آیا حضرت مہتمم صاحب یا مجلس شوریٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مدرسہ کی ضرورت سے مسجد کی توسیع کی خاطر مدرسہ کی زمین لے کر اس کی توسیع کی جاسکتی ہے؟ آیا حضرت مہتمم صاحب یا مجلس شوریٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مدرسہ کی ضرورت سے مسجد کی توسیع کی خاطر مدرسہ کی زمین کو مسجد میں شامل کردیں؟ اس مسجد کی توسیع جانب مغرب ہی ممکن ہے جہاں مدرسہ کی زمین واقع ہے، بقیہ جوانب توسیع کرنے میں دشواری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو زمین مصالحِ مدرسہ کے لئے ہو اور اہل مدرسہ کے نزدیک مسجد کی توسیع کی ضرورت ہے تو اس زمین کو داخل مسجد کر کے توسیع کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۹۷ھ

مدرسہ کیلئے وقف شدہ زمین پر دخل کرنے میں فساد کا اندیشہ ہو

سوال:- زید، بکر، عمر نے کچھ زمین مدرسہ شاہ پور میں وقف کیا۔ مدرسہ کے ممبران اس

---

[1]..... ولو ضاق المسجد و بجنبه أرض وقف عليه أو حانوت جاز أن يوخذ ويدخل فيه وتقييده بقوله وقف عليه أى على المسجد يفيد أنها لو كانت وقفا على غيره لم يجز لكن جواز أخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالأولى (شامى كراچى ص ۳۷۹ ج ۴ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شئ من المسجد طريقا، بحر كوئٹه ص ۵/۲۵۶، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، فتح القدير ص ۶/۲۳۲۵، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت)

پر دخل نہیں کر سکے۔ اگر دخل کرتے ہیں تو بڑا فساد ہوگا۔ خون کا بے حد خطرہ ہے۔ اس زمین کے خریدار ہیں تو کیا اس کا بیچنا جائز ہے۔ اسے بیچ کر دوسری زمین مدرسہ شاہ پور کے لئے دینا جائز ہوگا اور جن لوگوں نے مدرسہ کو وقف کیا اس کو واپس دینا فرماتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو زمین مدرسہ شاہ پور میں دی گئی ہے اگر اس پر قبضہ کرنے میں فساد اور خون ہو جائے گا تو مجبوراً اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری مناسب زمین خرید کر اسی مدرسہ میں دے دینا درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

غاصبانہ قبضہ کر کے اسلامیہ اسکول بنانا

سوال:۔ متصل مسجد ایک بلڈنگ تعمیر ہے ۱۸/مئی ۱۸۸۳ء میں جو سرکاری تقسیم ہوئی تھی اس کے اندر یہ بلڈنگ امام باڑہ مربع ہے جب سے لے کر آج تک امام باڑہ کی حیثیت سے ہوتا چلا آرہا ہے ۱۸۸۴ء سے لے کر آج تک شیعہ فرقہ اس کا زمیندار ہے۔ اب ہم فریقین اہل سنت والجماعت کے دو گروہ ہیں ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس امام باڑہ پر غاصبانہ قبضہ

---

[1] لو استولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمه او الصلح علی شئ ثم یشتری بالماخوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله وقفا علی شرائط الاولی لانه حینئذ صار بمنزلة المستهلک (بحر کوئٹه ص ۵/۲۴۲، کتاب الوقف، هندیه کوئٹه ص ۲/۴۴۹، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۳۱۲، کتاب الوقف، فصل فی وقف المنقول)

کر کے اسلامیہ اسکول قائم کرلیا جائے اور ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بغیر زمیندار صاحبان کی اجازت کے اسکول قائم کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا آپ سے استدعاء ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل فرمادیجئے گا اس کے حل ہونے سے آپس کا تنازع ختم ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غاصبانہ قبضہ میں بڑے مفاسد ہیں شرعاً بھی اس میں قباحت ہے[1] اور قانوناً بھی جرم ہے سر پھوٹنے کا بھی اندیشہ ہے مقدمہ بازی کا بھی سخت خطرہ ہے۔ زمیندار سے مل کر سمجھوتہ کرلینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۱۳۹۹ھ

ایک زمین ایک مدرسہ کو دینے کا ارادہ کرنے سے ملکیت ختم نہیں ہوتی

سوال:- ایک صاحب درس نظامی کے مدرسہ میں کچھ زمین دینے کا پختہ ارادہ کرچکے تھے۔ بعد میں اس مدرسہ کا تعلق حکومت سے کیا گیا۔ یہ مدرسہ خالص مذہبی مدرسہ نہیں رہا تو یہ زمین کسی دوسرے مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض وعدہ وارادہ کرلینے سے وہ زمین اس کی ملک سے خارج نہیں ہوئی۔ جس دینی

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ: ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعۃ دھلی)

مدرسہ میں اب دینا چاہے تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۹۱ھ

اپنی کتاب مدرسہ کے لئے وقف کرنا

سوال:- کسی نے کتاب وغیرہ مدرسہ میں وقف کر دیا۔ یہ لکھ دیا کہ میرے بعد مدرسہ بیت العلوم سرائے میر پر یہ کتابیں وقف ہیں، تو کیا مدرسہ مذکور کو ہی دینا ضروری ہے یا دوسرے مدرسہ کو دے سکتا ہے؟ اگر دوسرے غریب کو دیدے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟ دوسرے یہ کہ صاحب نصاب کو کوئی چیز وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟ میں نے ایک کتاب پر لکھ دیا تھا کہ مدرسہ بیت العلوم پر یہ کتاب وقف ہے۔ بعد کو مدرسہ کا نام کاٹ دیا۔ اپنی زندگی میں ان چیزوں کو باوجود ورثاء کے بیچ ڈالے یا کسی کو دیدے تو کوئی گناہ تو نہیں۔ مولانا اصغر حسین صاحب نے مفید الوارثین میں لکھا ہے کہ قبل مرض الموت کے اپنی چیز جس کو چاہے دے سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنے (مرنے کے) بعد مدرسہ میں کتاب وقف کرنے کے لئے کہنا یا لکھ دینا وصیت ہے، ایک تہائی مال کے اندر اندر اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں اگر وصیت سے رجوع کرنا چاہے تو اس کو حق ہے۔ **شرطه شرط سائر التبرعات وان یکون**

---

[1]..... والملک یزول عن المرقوف بأربعة بافراز مسجد کما سیجیئ وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أوبقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، البحرالرائق ص ۵/۱۹۱، تا ۵/۱۹۶، کتاب الوقف، مکتبه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۲/۵۷۰، تا ۲/۵۷۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

منجزاً لا معلقاً الا بکائن ولا مضافا اه (درمختار) قولهٗ ولا مضافاً یعنی الی ما بعد الموت..... الی قوله سیاتی فی الشرح انه یکون وصیة لا زمة من الثلث بالموت لا قبله اه شامی[1] ص ۲۶۰ ج۳ وله ای للموصی الرجوع عنها (درمختار[2] ص ۴۲۱ ج۵). پس جس مدرسہ کے لئے چاہے وصیت کردے، بشرط الانتفاع سے مقید کرنا بھی درست ہے۔ کیونکہ یہ درحقیقت وصیت ہے جس کا نفاذ موت موصی کے بعد ہوگا۔ مالک کو اپنی چیز کے متعلق پورا اختیار ہے، مرض الوفات سے پہلے جس کو چاہے دے البتہ ہونے والے ورثاء کو محروم کرنے کی نیت نہ ہو ورنہ ظلم ہوگا۔ محض کتاب پر وقف لکھنے سے وقف تام نہیں ہوتا جب تک وہ مدرسہ میں نہ دیدیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۳ھ

کیا مدرسہ میں گھڑی دینے کی نیت سے اسکا وقف صحیح ہوجائیگا

سوال:- کسی شخص نے یہ نیت کی تھی کہ میں مدرسہ میں ایک گھڑی وقف کروں گا۔ ابھی

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۰ و ۳۴۱ ج۴ کتاب الوقف، مطلب قدیثبت الوقف، بالضرورة، البحر کوئٹه ص ۱۹۳/۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۵۷۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۶۵۸ ج۶ کتاب الوصایا. البحر کوئٹه ص ۱۹۳/۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۲۷۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3]..... (فاذا تم ولزم) لزومه علی قول الامام بأحد الامور الاربعة المارة و عندهما بمجرد القول ولکنه عند محمد لا یتم الا بالقبض والافراز والتاید لفظ (شامی کراچی ص ۳۵۱ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ، مجمع الانهر ص ۲/۷۲/۵۷۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۳۹۱ تا ۹۶/۵، کتاب الوقف)

تک گھڑی لایا نہیں اور مسجد میں گھڑی کی سخت ضرورت ہے تو اس نے کہا کہ مسجد میں رکھ دو، تو ایک حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ مدرسہ کی نیت کو بدل کر اب مسجد کی نیت نہیں کر سکتے لہٰذا اس مسئلہ کو واضح کر دیں کہ وہ گھڑی کہاں رکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محض نیت وارادہ کرنے سے گھڑی کا مدرسہ میں وقف کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اس کو یہ بھی حق ہے کہ بالکل گھڑی کہیں بھی نہ دے۔ یہ بھی حق ہے کہ کسی دوسرے مدرسہ میں دیدے۔ یہ بھی حق ہے کہ مسجد میں دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

زمین دینی مدرسہ کے لئے وقف کی اب اس میں انگریزی اور بنگلہ بھی

سوال:- زید نے کسی مدرسہ میں پچاس سال پہلے زمین وقف کی تھی آج تک مدرسہ کو اس کا فائدہ ملتا رہا پہلے نصاب میں صرف نحو، فارسی، فقہ، منطق تھا اور اب قرآن وحدیث تفسیر تک ترقی ہو چکی ہے، ضرورت کی بناء پر بنگلہ اور انگریزی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، اب واقفوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس میں انگریزی اور بنگلہ آ گئی ہے، اس لئے ہمارے نئے مدرسہ میں اس کو دیدیا جائے۔

---

[1].....والملک یزول عن الموقوف بأربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أو بقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً (درمختار مع الشامی کراچی مختصراً ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف مطلب شرائط الواقف معتبره اذا لم تخالف الشرع، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۱ تا ۱۹۶/۵، کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۵۷۱ تا ۵۷۲/۲، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کرتے وقت مدرسہ غالباً ابتدائی حالت میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ترقی دی اور حدیث وتفسیر کی تعلیم بھی شروع ہوگئی، یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے اوراس میں واقف کا اخلاص بھی کارفرما ہے، جس طرح منطق اورادب مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ معین اور مددگار کی حیثیت سے بقدرِضرورت تبعاً پڑھاتے ہیں، اسی طرح اگر کچھ بنگلہ اورانگریزی بھی بقدرِضرورت تبعاً پڑھائی جائے تواس کی وجہ سے واقف کو وقف کے واپس لینے کا حق نہیں، مگراس کالحاظ ضروری ہے کہ خدانخواستہ یہ بنگلہ اورانگریزی آہستہ آہستہ مقصود بن کر غالب نہ آجائے، جیسا کہ بہت سے مدارس جو کہ اصالۃً دینی مدارس تھے اور کچھ مدت کے بعد ختم ہوگئے اور دینی تعلیم ختم ہوگئی وہ اسکول اور کالج بن گئے اس لئے اس کا انتظام پہلے کرلیا جائے اگر انتظام نہ ہوسکا، تو پھر وہاں بنگلہ اورانگریزی کو ہرگز داخل نہ کیا جائے، وقف کے ورثاء کواس میں جدوجہد کا پورا حق ہوگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:- اگر مدرسہ دوسری جگہ منتقل ہوا یا درمیان میں نام بدل دیا گیا پھراس کا نام وہی رکھا گیا تو کیا مہتمم مدرسہ کسی شرعی قباحت میں ماخوذ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلاضرورت مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا غرضِ واقف کے خلاف ہے اور منشاء واقف کو حتی

---

[1] فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، (شامی کراچی ۴/۳۴۳، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فتح القدیر ص ۶/۲۰۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

الوسع پورا کرنا لازم اور اس کی مخالفت ممنوع ہے[۱]۔ البتہ اگر پہلی جگہ غیر آباد ہو جائے تو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام بدلنا سب کچھ درست ہے کہ اس میں اضاعت سے حفاظت ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کی زمین سے راستہ

سوال:- نقشہ میں جو قدیمی راستہ دکھایا گیا ہے جو مدرسہ کے آخری سرے پر واقع ہے اس کو اہل مدرسہ اب بند کر رہے ہیں۔ چونکہ اہل مدرسہ نے راستہ سے بالکل ملی ہوئی زمین اندازاً دوسو روپیہ میں خرید لی ہے اب اہل محلّہ کو مسجد میں جانے اور سڑک دہرہ دون پر جانے میں بہت تکلیفیں ہوں گی۔ اس لئے اہل محلّہ چاہتے ہیں کہ جو زمین نئی مدرسہ نے خریدی ہے۔ اس میں سے ہمیں چار پانچ فٹ کا ایک راستہ دیدیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ مدرسہ کی زمین میں سے یہ راستہ دینا جائز ہے یا نہیں جبکہ ہم اپنے قدیمی راستہ کو دے رہے ہیں؟

---

[۱]..... انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الوقفين واجبة الخ شامی زکریا ص ۶۶۵ ج ۶ کتاب الوقف مطلب مرعاة غرض الواقفين واجبة الخ. البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، تبيين الحقائق ص ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲]..... مستفاد: والذی ينبغی متابعة المشائخ المذكورين فی جواز النقل بلا فرق بين مسجد أو حوض (الی قوله) ولا سيما فی زماننا فان السمجد أو غيره من رباط أو حوض اذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد (شامی کراچی ص ۳۶۰ ج ۴ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عام راستہ قدیم زمانے سے ہے جس پر بے روک ٹوک سب ہی چلتے اور گذرتے رہے ہیں۔ اس کو بند کرنے کا حق نہیں۔ اہل محلّہ اگر کچھ راستہ مانگتے ہیں تو ان کو راستہ بنا دینا چاہئے۔ مدرسہ کی دیوار متصل بنانے پر جب راستہ بند ہو جائے اور اہل محلّہ اس کے لئے آمادہ ہیں کہ مدرسہ کی خرید کردہ زمین سے دیوار کے برابر راستہ دیدیا جائے اور جو راستہ صحن میں کوتھا اس کو مدرسہ کی حدود میں لے لیا جائے تو شرعاً اس میں مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۵ھ

لاوارث زمین میں مدرسہ بنانا

سوال:- ایک مدرسہ ہم لوگوں نے ایسی جگہ قائم کیا ہے جو زمین تکیہ دار کے نام سے مشہور تھی پھر وہاں امام باڑہ بنایا گیا تو اس نام سے مشہور ہوگئی اس زمین میں آٹھ دس قبریں تھیں۔ قبریں مسمار ہونے پر لوگ رہنے لگے۔ امام باڑہ کی تعمیر کا نشان ابھی تک باقی ہے۔ ہم نے اس میں دینی تعلیم کا مدرسہ قائم کرلیا ہے۔ کچھ دیوار بھی بنالی ہیں تو اس جگہ پر دینی مدرسہ رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ قبروں کے لئے تھی اور مدت دراز سے وہاں کسی

---

[1]..... مستفاد: جعل شئ أی جعل البانی شیأ من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لأنهما للمسلمین (قوله لضیقه ولم یضر بالمارین) أفاد أن الجواز مقید بهذین الشرطین (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۷۷ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئ من المسجد طریقا، النهر الفائق ص ۳/۳۳۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص ۵/۲۵۵، کتاب الوقف، فصل فی المساجد)

کو دفن نہیں کیا گیا۔ پرانی قبریں ختم ہو جانے پر لوگ وہاں رہنے لگے پھر وہاں امام باڑہ بنالیا گیا۔ گویا کہ وہ جگہ لاوارث اور وقف ہے یعنی اس کا کوئی مالک ہی نہیں۔ جو چاہتا ہے قبضہ کر لیتا ہے ایسی جگہ پر اگر دینی تعلیم کا مدرسہ بنالیا جائے تو درست ہے۔ مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کریں کہ فساد برپا ہو بلکہ حسن تدبیر سے کام کیا جائے[۱]۔ نیز ایسی جگہ کوئی اپنا ذاتی مکان نہ بنائے[۲] یا غلط کام کے لئے اس کو استعمال نہ کریں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

طلبہ کو مدرسہ کی رقم سے انعام دینا

سوال:- (۱) کیا مہتمم مدرسہ چندہ کی رقم سے طلباء کو ان کی محنت پر انعام دے سکتا ہے؟
(۲) حضرت والا ایک مدرس درکار ہے۔ ایسا ہو کہ کتب متوسط تلخیص، اصول الشاشی،

---

[۱]..... ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (سوره نحل آیت: ۱۲۵، روح المعانی ص ۱۴/۲۵۴، الطباعة المصطفائیه دیوبند، تفسیر مظهری ص ۵/۳۹۰، مطبوعه دهلی،

ترجمہ :- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے بحث کیجئے۔ (بیان القرآن)

[۲]..... فاذا تم (الوقف) ولزم لا یملک ولا یملک. درمختار علیٰ الشامی کراچی ص ۴/۳۵۲ کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ. فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، النهر الفائق ص ۳/۳۱۹، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

[۳]..... شرط الواقف کنص الشارع درمختار علی الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

شرح تہذیب وغیرہ پڑھا سکے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مدرس درجہ قراءۃ کے لئے ہو تو مطلع فرمائیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب بہرائچی کا خط جو احقر کے پاس آیا ہے وہ حضرت والا کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ اگر آنجناب مناسب خیال فرمائیں تو ان ہی کو رکھ لیا جائے۔ وہ اس سے پیشتر بھی کام کر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جس طرح طلبہ کو وظیفہ دے سکتے ہیں اسی طرح چندہ کی رقم سے طلباء کو ان کی محنت اور امتحان میں کامیابی پر ان کو انعام بھی دے سکتے ہیں[۱]۔

(۲) الحمد للہ سب خیریت ہے۔ استفتاء کا جواب تحریر کر دیا مولانا محمد یوسف صاحب پہلے وہاں رہ چکے ہیں، وہاں کے آدمی انہیں جانتے ہیں۔ آپ نے بھی ان کو نزدیک سے دیکھا ہے۔ مجھ سے زیادہ آپ ان سے واقف ہیں۔ ایسی حالت میں آپ کی رائے انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہوگی۔ استخارہ مسنونہ کر لیں تو زیادہ اچھا ہے۔ اگر ان کا معاملہ ہو جائے تو پھر شاید آپ کو مدرس کی ضرورت نہ رہے۔ معاملہ نہ ہو یا پھر ضرورت باقی رہے تو مطلع کریں اور مشاہرہ بھی لکھ دیں۔ قاری ابھی موجود نہیں۔ آخر سال میں امید ہے مل جائیں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۵ھ

---

[۱] ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة "الدرالمختار" شرط الواقف اولا، ثم ما اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة، وكذلك الى آخر المصالح، شامی کراچی ص۴/۳۶۷، کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف الخ، البحر کوئٹہ ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر.

مدرسہ میں قرآن کریم وقف ہونے کے بعد اسکو فروخت کرنا

سوال:۔مردہ کے ایصال ثواب کے لئے بعض لوگ مدرسہ میں قرآن شریف وقف کرتے ہیں، مدرسہ والے اس کو فروخت کر کے قیمت کو مدرسہ کے کام میں لگاتے ہیں، تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقف ہونے کے بعد اس کو فروخت کرنا جائز نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اساتذہ کا امتحانی کاپیوں کو فروخت کرنا

سوال:۔مکاتب کے امتحان سہ ماہی وسالانہ وغیرہ طلبہ سے کاپیاں بنوائی جاتی ہیں طلبہ امتحان کے بعد وہ کاپیاں اساتذہ کے پاس جمع کر دیتے ہیں بلکہ اساتذہ جمع کر لیتے ہیں، پھر ان کو حسب موقع فروخت کر کے قیمت خود استعمال کر لیتے ہیں۔کیا شرعاً یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر استاد کی خدمت میں وہ ہدیۃً پیش کر دیتے ہیں تو حسب قاعدہ شرعیہ ہبہ تام ہونے پر

---

[1] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ویعار ولایرهن الخ درمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ ص ۳۵۱/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار ولاترهن، البحرالرائق، ج۵/ص ۲۰۵/ کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ج۲/ ص ۵۸۰/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

موہوب لہٗ کو ان کاپیوں کے اوراق کی قیمت کا اپنے کام میں لانا شرعاً درست ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذمہ دار کو مدرسہ کے لئے روپیہ دیا اس نے کھالیا

سوال:- زید نے مسجد یا مدرسہ میں یا کسی بھی نیک کام میں روپئے دیئے اور امانت داروں نے وہ روپئے کھالئے اور حساب نہیں لگایا۔ تو کیا دینے والے کو ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو ثواب ملیگا، درمیان میں کھانے والوں کی پکڑ ہوگی، انکے ذمہ ضمان لازم ہوگا[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۴ھ

مدرسہ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا بطورِ قرض

سوال:- مدرسہ کے روپے پیشگی چھ سو سات روپے اپنے کام میں خرچ کر دینا جائز

---

[۱]..... وأما حكمها (الهبة) فثبوت الملك للموهوب له (عالم گیری کوئٹہ ص ۳۷۴ ج ۴، اول كتاب الهبة، الدر مع الشامی کراچی ص ۵/۶۸۸، كتاب الهبة، بحر کوئٹہ ص ۷/۲۸۴، اول كتاب الهبة)

[۲]..... ومنها الا تلاف حقيقة أومعنى لان اتلاف ما ل الغير بغير اذنه سبب لوجوب الضمان (الى قوله) ولو أنفق المودع بعض الوديعة ضمن قدر ما أنفق (بدائع کراچی ص ۲۱۳ ج ۶ كتاب الوديعة، مجمع الانهر ص ۷۲، ۳/۴۷۳، كتاب الوديعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شرح المجلة ص ۱/۴۲۶، الباب الاول فی احكام عمومية تتعلق بالامانات، رقم المادة (۷۶۸) الكتاب السادس فی الامانات، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

ہوگا۔ مدرسہ کے کام کے وقت نہ دے سکے اور ہر مہینہ کی تنخواہ میں کاٹ دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کے پاس مدرسہ کا روپیہ امانت رکھا ہو اس کو وہ روپے اپنے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں[۱] یہ خیانت ہے جو کہ بروئے حدیث منافق کی علامت ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مسجد و مدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا

سوال:-ضرورت ہو تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطور قرض لے کر استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر قرض وصول ہونے پر اعتماد ہو ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کے مشورہ سے

---

[۱]..... والاتلاف حقيقة أو معنى (الى قوله) ولو انفق المودع بعض الوديعة ضمن قدر ما انفق (بدائع كراچى ص۲۱۳ ج۶ كتاب الوديعة، عالمگيرى كوئٹه ص۴/۳۴۸، الباب الرابع فيما يكون تضييعا للوديعة الخ، مجمع الانهر ص۳/۴۷۳، كتاب الوديعة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۲]..... قال رسول الله ﷺ آية المنافق ثلث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان (مشكوٰة شريف، ص۱۷ باب الكبائر وعلامات المنافق، بخارى شريف ص۱/۱۰، علامة المنافق، المكتبة الاشرفية ديوبند، مسلم شريف ص۱/۵۶، باب خصال المنافق، مكتبه بلال ديوبند)

ترجمہ:-رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

درست ہے۔للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی اھ شامی ج۴ص۴۰۳[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کا روپیہ قرض دینا

سوال:- ایک مکتب ہے جس کی زیادہ تر آمدنی چرم قربانی، صدقۂ فطر غلہ کا چالیسواں حصہ ہے۔ مہتمم مدرسہ نے ایک مدرس کو بطور قرض کے کچھ روپیہ دیا تھا اتفاق سے ان کی موت ہوگئی اب اس قرض کی واپسی کی کوئی شکل نہیں ہے اور نہ مہتمم صاحب ہی موجود ہیں۔ کہ وہ خود قرض کو اپنی طرف سے ادا کردیں۔ اس بار قرض کو ختم کرنے کے لئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فطرہ کی آمدنی میں سے کسی غریب کے حوالہ کردیا جائے اور اس غریب سے ماسٹر صاحب کے قرض کی ادائیگی میں روپیہ مدرسہ میں جمع کرایا جائے۔ اگر یہ صورت شرعاً جائز ہو تو دونوں صاحبان قرض کے بار سے سبکدوش ہوجائیں گے اور کیا مدرسہ کی اس طرح کی آمدنی سے کسی ضرورت مند کو قرض دیا جاسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح قرض ادا کردینا مناسب ہے جب کہ اور کوئی صورت نہ ہو[2]۔ مدرسہ کا روپیہ

---

[1]..... شامی کراچی ص۴۱۷ ج۵ کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم ونحوہ. مجمع الانهر ص ۳/۲۴۰، کتاب القضاء، مکتبه عباس احمد الباز، البحر الرائق ص ۵/۲۳۹، کتاب القضاء، مکتبه کوئٹه.

[2]..... لا یصرف الی بناء نحو مسجد وکفن میت وقضاء دینه (الی قوله) وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الا شیاء (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۵ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، هندیه ص۲/۴۷۳، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، مکتبه کوئٹه، الاشباه والنظائر ص۲۱۸، الفن الخامس، مکتبه اشاعة الاسلام دهلی)

قرض دینے کی اجازت نہیں۔ مہتمم امین ہے اور امانت میں ایسا تصرف کرنے کا حق نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کی رقم قرض لینا

سوال:- اراکین مدرسہ حسینیہ تجوید القرآن منصور پور مدرسہ کی تحویل میں سے کچھ رقم قرض حسنہ شرعیہ کسی مدرسہ کو دینا چاہتے ہیں ایسی رقم قرض حسنہ کے طور پر دینا درست ہے یا نہیں؟ بحکم جناب مہتمم صاحب مدرسہ ہٰذا یہ امر استفسار طلب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اراکین مدرسہ امین ہیں۔ مدرسہ کی تحویل امانت ہے۔ امین کو امانت سے قرض دینا جائز نہیں[۲]۔ ہاں اگر چندہ کی رقم ہو اور چندہ دینے والوں کی طرف سے اجازت ہو تو گنجائش ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

---

[۱]..... واما حکمها فوجوب الحفظ علی المودع وصیرورة المال امانة فی یده ووجوب ادائه عند طلب مالکه کذا فی الشمنی والودیعة لا تودع ولاتعار ولا تؤاجر ولا ترهن وان فعل شیئا منها ضمن، هندیه ص۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، مکتبه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق ص۷/۲۷۵، کتاب الودیعة، مکتبه کوئٹه، مجمع الانهر ص۳/۴۶۷، کتاب الودیعة، مکتبه عباس احمد الباز، ان القیم لیس له اقراض ما ل المسجد (بحر کراچی ص ۲۳۹ ج۵ کتاب الوقف)

[۲] ان القیم لیس له اقراض مال المسجد، البحرالرائق ص ۵/۲۳۹، کتاب الوقف، مکتبه کراچی، هندیه ص۴/۳۳۸، کتاب الودیعة الباب الاول، مجمع الانهر ص۳/۴۶۷، کتاب الودیعة، مکتبه عباس احمد الباز. (حاشیہ ۳/۱ اگلے صفحہ پر)

مدرسہ کے روپیہ سے تجارت

سوال:- درسِ نظامی کورس کے مطابق ایک خالص دینی مدرسہ ہے اس مدرسہ میں مختلف عطایا بطور امداد کے لوگ دیتے ہیں مثلاً زکوٰۃ، صدقۂ فطر، چرمِ قربانی اور اس کی قیمت، منت وغیرہ کی اور وہ روپیہ مدرسہ کے لڑکوں کے کھانے وغیرہ میں خرچ ہوتا ہے۔ لیکن مدرسہ کے سکریٹری صاحب نے مدرسہ کے مفاد کے لئے تجارت کی نیت سے کئی ہزار روپیہ مدرسہ کے فنڈ سے لے کر گول آلو خرید کر برف گھر میں رکھ دیئے۔ کئی مہینہ کے بعد جب بیچنے کا ارادہ کیا اس وقت آلو کا دام بازار میں گر گیا تھا جس سے سولہ سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا طریقہ سے جمع شدہ روپئے کو لے کر اس طریقہ سے آلو یا اور کوئی چیز تجارت کی نیت سے خریدنا سکریٹری صاحب کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو روپیہ نقصان ہوا اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور اگر نفع ہوتا تو نفع کے روپیہ کا مالک کون ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے تجارت کرنا جائز نہیں، جتنا نقصان ہوا اس کا ضمان سکریٹری پر لازم ہوگا[1]۔ اگر وہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] شرط الواقف کنص الشارع، شامی ص ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، مکتبہ کراچی، البحر ص ۲/۲۴۵، کتاب الوقف، مکتبہ کوئٹہ، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ومقتضیٰ ما قاله ابو سعود انه یقبل قوله فی حق براء ة نفسه لا فی حق صاحب الوظیفة لانه امین فیما فی یده فیلزم الضمان فی الوقف لانه عامل له وفیه ضرر بالوقف، شامی کراچی ص ۴/۴۴۹، مطلب اذا کان الناظر مفسدا لا یقبل قوله، کتاب الوقف، ولا یجوز للقیم شراء شئ من مال المسجد لنفسه ولا البیع له وان کان فیه منفعة ظاهرة للمسجد (الی قوله) لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلواقرضه ضمن (بحر، کراچی ص ۲۳۹ ج۵ کتاب الوقف)

روپیہ زکوٰۃ کا تھا تو اتنی مقدار زکوٰۃ دینے والوں کو واپس کرے[1]۔ اگر وہ لوگ پھر دیدیں کہ اس کو طلباء پر خرچ کردو تو مستحق طلباء کے لئے اس روپیہ سے کھانے کپڑے کا انتظام کردے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۹۲ھ

مدرسہ کی رقم سے تجارت اور عمارت مدرسہ پر مسجد

سوال:- (۱) ایک مدرسہ میں مدرسہ کی تحویل سے تحویل دار غلہ وغیرہ خرید لیتے ہیں، اگر نفع ہوتا ہے تو مدرسہ کو دیتے ہیں، نقصان کو وہ اپنی جیب سے پورا کرتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

(۲) ایک شخص نے مدرسہ کی عمارت میں اوپر کی منزل پر مسجد بنوائی ہے، یوں کہتے ہیں، کہ محلّہ کی مسجد میں لوگ طلباء پر اعتراض کرتے ہیں کہ بدھنی توڑتے ہیں، شور کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، کیا یہ شرعاً مسجد کے حکم میں ہے؟ اور اگر محلّہ کا کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تحویلدار امین ہے اس کو امانت کے روپیہ میں اس طرح تصرف کرنے کا حق نہیں، آئندہ احتیاط رکھے[2]۔

---

[1]..... رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بهافانفقها الوكيل ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا العشرة (الهنديه، كوئٹه ص ۶۴۴ ج ۳ كتاب الوكالة، الباب العاشرفی المتفرقات، شامی كراچی ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، خانيه على الهندية ص ۳/۲۹۹، باب الرجل يجعل داره مسجدا، مطبوعه كوئٹه)

[2] وليس للمودع حق التصرف والا ستر باح فی الوديعه (مبسوط ،ص ۱۲۲/ج ۱۱/ كتاب الوديعة، عالمگيری ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة، الباب الاول الخ، مطبوعه كوئٹه، الاشباه والنظائر ص ۱۵۰، الفن الثانی كتاب الامانات والوديعة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی)

(۲) یہ شرعی مسجد نہیں جبکہ تحتانی منزل مدرسہ کی ہے، یہاں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ہوگا، مگر نماز ادا ہو جائے گی[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین // // //

امتحان کی کامیابی پر مٹھائی فنڈ سے

سوال:- دینیات کے امتحان میں بچوں اور حاضرین کو شیرینی تقسیم کرنے میں اسکول کے فنڈ سے خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فنڈ میں جمع کرنے والے اگر اس تصرف سے راضی ہیں تو جائز ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] وحاصله ان شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳/۳۳۰، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۵/۲۵۱، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۶/۲۳۴، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[۲]..... اس لئے کہ یہ امانت ہے جس کو معطی کی رضامندی کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں۔ ومنها (أی من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

زکوٰۃ کی رقم سے خرید کردہ غلہ نرخ کم ہونے کے بعد فروخت کیا گیا

سوال:- ایک دینی مدرسہ کے صدر نے مدرسہ کے مطبخ کے خرچ کے لئے فصل کے موقع پر گندم اس خیال سے خرید لیا کہ سال گذشتہ غلہ کا نرخ بہت گراں ہوگیا تھا۔ اس سال نرخ گر گیا کہ ۳۱/ پیسہ فی کلو کا فرق ہوگیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدر مدرس نے ایک روپیہ ۳۱/ پیسہ کے حساب سے گندم دس کوئنٹل خرید لیا۔ اب یہاں کا بھاؤ ایک روپیہ ۵/ پیسہ ہے۔ اب طلباء کے نہ ہونے سے مطبخ بھی بند ہوگیا۔ اب اس کے فروخت کرنے میں مدرسہ کا خسارہ ہے۔ گندم بھی زکوٰۃ کی رقم سے خریدا گیا ہے تو اب یہ خسارہ کون دے گا اور زکوٰۃ کی رقم سے گندم کی خریداری درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوٰۃ کی رقم سے طلباء کے لئے غلہ خریدا اس وقت طلباء کے واسطے مطبخ موجود تھا پھر طلباء موجود نہ رہے، مطبخ بند کر دیا گیا۔ غلہ طلباء ہی کے لئے لیا گیا تھا اور زکوٰۃ طلباء کے کھانے کے واسطے ہی دی گئی تھی۔ لہٰذا مطبخ بند ہو جانے پر وہ غلہ معطین کو واپس کر دینا چاہئے تھا یا ان کی اجازت سے دیگر مستحقین کو دینا چاہئے تھا[1] مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ غلہ فروخت کر کے روپیہ بنا لیا گیا جس میں خسارہ ہوا۔ مدرسہ کے ذمہ دار پر اس خسارہ کا ضمان لازم نہیں[2] ہوگا۔ البتہ اس کو

---

[1] الوكيل يتصرف بولاية مستفادة من قبل المؤكل فيلى من التصرف قدر ما ولاه (بدائع زكريا ص ۵/۲۶، كتاب الوكالة، بيان حكم التوكيل، شامى كراچى ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكاة، قبيل باب السائمة.

[2]..... اذا ضاعت (الوديعة) فى يد المودع بغير صنعه لا يضمن (بدائع كراچى ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، مجمع الانهر ص ۳/۴۶۸، كتاب الوديعة، سكب الانهر ص ۳/۴۶۸، دارالكتب العلمية بيروت)

چاہئے کہ معطین کو پوری صورتِ حال کی اطلاع دے کر قیمت کے متعلق استصواب رائے کریں۔ وہ اگر اپنی قیمت واپس لینا چاہیں اور خود مستحقین پر صرف کرنا چاہیں تو ان کو واپس دیدے۔ اگر وہ بعد تملیک تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنے کی اجازت دیں تو اس کے موافق عمل کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۹۵ھ

مدرسہ کی ملک میں بلا اجازت تصرف کا کفارہ

سوال:- ایک شخص زمانہ طالب علمی میں زائد خوراکیں لاتا رہا مطبخ کے کوئلے بھی لاتا رہا اب اس گناہ پر شرمندہ ہے اور اس گناہ پر کفارہ دینا چاہتا ہے کیا صورت کرے اور اگر دارالعلوم میں کچھ بھیجے تو کس مد میں خرچ کردے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کل رقم کا تخمینہ کرکے واجب التملیک (صدقہ الفطر قیمت چرم قربانی زکوۃ نذر وغیرہ کے) مد میں مدرسہ دارالعلوم کو بھیجتا رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص ۲۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعت دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدۃ: ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

[2]..... من ملک أموالاغیر طیبۃ أوغصب أموالا وخلطھا ملکھا بالخلط ویصیر ضامنا (شامی کراچی ص ۲/۲۹۱ کتاب الزکاۃ، مطلب فیما صادر السلطان جائرافنوی بذٰلک الخ، تاتارخانیہ کراچی ص ۲/۲۸۹، کتاب الزکاۃ، الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکاۃ، منحۃ الخالق علی ھامش البحر کوئٹہ ص ۲/۲۰۵، کتاب الزکاۃ)

مدرسہ امدادیہ مرآد باد کی چھت پر مسجد شاہی کا پرنالہ

سوال:- (۱) مسجد شاہی مرادآباد کے شمالی جانب چھت کا کچھ حصہ مسجد کی وسطی چھت سے نیچا ہے اس حصہ کا پرنالہ شمال کی جانب مدرسہ امدادیہ میں جاری تھا، اب مدرسہ امدادیہ والوں نے یہ پرنالہ بند کردیا ہے، اوراس پرنالہ کے پانی کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے مسجد کی چھت کے اس حصہ پر برساتی پانی رک کر مسجد کی دیوار کونقصان پہنچا رہا ہے، اوردیوار کے گرنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔

(۲) نیز مدرسہ امدادیہ والوں نے مسجد کی شمالی جانب کی دیوار پر اپنے کمرہ کا لینٹر لگایا اوراس کے اوپر چندفٹ مزید چنائی بھی کردی لہٰذا (الف) مدرسہ امدادیہ والوں کے لئے یہ دونوں فعل شرعاً کیا حیثیت رکھتے ہیں، اب اس دور پرفتن میں مسجد کے حق کو حاصل کرنے کے لئے مقدمہ بازی نہ کرنا کیا منتظمین مسجد کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

(۱) اگر یہ پرنالہ زمانہ قدیم سے ہے اب نیا نہیں بنایا گیا تو اس کو بدستو جاری رکھا جائے مفتیٰ بہ قول کے موافق اس کو روکنے اور بند کرنے کا حق نہیں۔

"لو كان مسيل سطوحه الى دار رجل وله فيها ميزاب قديم فليس له منعه وهذا استحسان جرت به العادة اما اصحابنا فقد اخذ وابالقياس وقالوا ليس له ذلك الا ان يقيم البينة ان له حق المسيل والفتوى على ماذكره ابو الليث وفى البزازية وبه ناخذ اھ وهوموافق للقاعدة الاٰتية ان القديم يترك علىٰ قدمه تامل اھ

شامی[1] ص۲۸۵/ج۵/۔

---

[1] شامی کوئٹہ ص۳۱۵/ج ۳/ کتاب احیاء الموات، فصل فی الشرب. شامی زکریا ص۲۰/۱۰، المصدر السابق، مطبوعہ دیوبند، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹہ ص۱۱۷/۶، کتاب الشرب، الفصل الثانی فی مسیل الماء ومسایل السطح.

(۲) مسجد کی دیوار پر گاٹر لینٹر کڑی وغیرہ رکھ کر مسجد سے متعلق کوئی تعمیر کرنا بھی درست نہیں چہ جائیکہ مدرسہ کی تعمیر کی جائے، اس کا وہاں سے ہٹانا ضروری ہے "لو بنی فوقه بيتاً للامام لايضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجد ية ثم ارادالبناء منع ولو قال عينت ذالک لم يصدق فاذا كان هذا فی الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولوعلیٰ جدار المسجد (درمختار)مع انه لم ياخذ من هواء المسجد شيئا ونقل فی البحر قبله ولايوضع الجذع علی جدار المسجد وان كان من اوقافه اھ شامی[1]ص ۳۷۱/ج ۳/متولی وجماعت منتظمہ کے ذمہ استخلاص ضروری ہے بغیر مقدمہ کے ہوجائے تو بہتر ہے، مقدمہ میں دردسر ہے، خرچ زیادہ وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے، حدود شرع کی رعایت نہیں ہوتی ہے، کبھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے، کبھی رشوت دینے کی نوبت آتی ہے، قلوب میں شحناء وبغض کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، دوسروں کو عیب جوئی اور غیبت کا موقع ملتا ہے، منتظمین اوقاف کی طرف سے عوام کو بے اعتمادی ہوتی ہے، کہ یہ لوگ اوقاف کا روپیہ مقدمہ بازی میں خرچ کرتے ہیں علماء کی طرف سے بدظنی پیدا ہوتی ہے کہ یہ لوگ ارباب علم وصلاح ہونے کے باوجود معمولی باتوں کو بھی باہم مصالحت کر کے نہیں نمٹا سکتے اور قرآن وحدیث کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتے بلکہ خدا اور رسول کے دشمنوں کے پاس اپنے مذہبی معاملات کا مقدمہ لیجاتے ہیں اور غیرت ایمانی کے بھی خلاف ہے کہ اہل علم ہوکر فیصلوں کیلئے ایسوں ویسوں کے پاس جائیں بہتر یہ ہے کہ کسی ذی علم کو دونوں فریق ثالث مقرر کر کے اس کے فیصلہ پر راضی ہوجائیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۸۷ھ

---

[1] درمختار علی الشامی كوئٹه ، ص ۴۰۶/ج۳/ كتاب الوقف ،مطلب فی احكام المسجد. شامی زكريا ص ۶/۵۴۸ ، المصدرالسابق، مطبوعه ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص ۲۵۱، ۵/۲۵۰، كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد.

پولیس کا قیام مدرسہ کے کمرہ میں

سوال:- گورنمنٹ کہتی ہے کہ چھٹی کے موقعہ پر آپ کے مدرسہ میں پولیس کے قیام و طعام کا انتظام رہے گا۔ بند خالی کمروں میں پولیس کا رہنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے وقف ہے۔ غیر متعلق لوگوں کا وہاں قیام و طعام غرض واقف کے خلاف ہے۔ اس لئے اجازت نہیں۔ اس کا انتظام دوسری جگہ کیا جائے۔ ہاں اگر مدرسہ ہی کے مصالح کے لئے ہوتو اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۸/۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کا مکان کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال:- ایک مسلمان حجام نے اپنا مکان کرایہ پر دوسرے کو دیدیا ہے۔ اس پر کرایہ دار نے چکی لگادی۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک مکان نے خالی کرانے کی کوشش کی۔ کرایہ دار نے خالی نہیں کیا۔ مالک مکان نے نصف مکان مدرسہ اسلامیہ میں دیدیا ہے اور بقیہ نصف مکان عیدگاہ کی مرمت کے لئے وقف کردیا ہے۔ جس نصف مکان کو مدرسہ میں دیا تھا اس میں تین کمرے تیار ہوئے ہیں جن میں سے دو کمروں میں مدرسہ کا کام ہورہا ہے اور ایک کمرہ سابق کرایہ دار کے قبضہ میں ہے دو روپیہ ماہوار کرایہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ اس

---

[1]..... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحرالرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز المکة المکرمة)

کمرے کے ۲۰ روپیہ ماہوار کرایہ دیتے ہیں لیکن کرایہ دار خالی نہیں کرتا ہے اور جو نصف مکان مالک مکان نے عیدگاہ کے لئے دیا تھا وہ بھی اسی کرایہ دار نے اپنے قبضہ میں کرلیا ہے جس کا دوروپیہ ماہوار کرایہ دیتا ہے۔ مالک مکان نے محفل میلاد شریف قائم کرکے تمام مسلمانوں کے درمیان یہ کہا تھا کہ یہ نصف مکان بیچ کر عیدگاہ کی مرمت کرادی جائے۔ مالک مکان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب تمام مسلمانوں کی خواہش ہے کہ اس مکان کو نیلام کرکے عیدگاہ کی مرمت کرادی جائے لیکن کرایہ دار خالی نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت مسئولہ میں مسئلہ شرعی کیا ہے اور مسلمان کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ کا کمرہ اس چکی والے سے خالی کرا کے دوسرے شخص کو آباد کرادیا جائے۔ اس کیلئے قانونی چارہ جوئی کیجائے۔ اگر اہل مدرسہ مناسب سمجھیں تو موجودہ کرایہ دار کو خالی کرانے کا نوٹس دیدیں کہ مدرسہ کیلئے ضرورت ہے اور قانوناً ایسی صورت میں وہ خالی کرنے پر مجبور ہوگا۔ پھر اس جگہ بھی مدرسہ کیلئے کمرہ بنادیا جائے یا سمجھوتہ کرکے کرایہ میں اضافہ کرالیا جائے اور کہدیا جائے کہ اگر اضافہ نہ کیا تو مقدمہ کرکے خالی کرایا جائے گا۔[1] نصف مکان جو عیدگاہ کیلئے دیا ہے اگر فروخت کرکے مرمت کیلئے دیا ہے تو اس کو فروخت کردیا جائے پھر خریدار اگر مضبوط ہوگا تو وہ خالی کرائے گا یا کرایہ میں اضافہ کریگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۹۰ھ

---

[1] حانوت وقف وعمارته ملک لرجل ابی صاحب العمارة ان یستاجر باجر مثله ینظر ان کانت العمارة لو رفعت یستاجر باکثر مما یستاجر صاحب العمارة کلف رفع العمارة، ویؤجر من غیره لان النقصان عن اجر المثل، وفیه وکذا اذا آجرها الواقف سنین کثیرة ممن یخاف ان تتلف فی یده قال یبطل القاضی الاجارة ویخرجها من ید المستاجر، البحر کوئٹه ص۵/۲۳۷، کتاب الوقف، التاتارخانیة ص ۵/۷۵۲، کتاب الوقف، الفصل السابع، خانیه علی الهندیة، ص ۳/۳۳۴، کتاب الوقف، فصل فی اجارة الاوقاف.

ملازم مدرسہ کی اولاد کا مدرسہ کے مکان میں رہنا

سوال:- ہندوستان سے پانچ سال کی مدت کیلئے ایک استاذ مدرسہ میں پڑھانے کی غرض سے بلائے گئے، یہاں انکو تنخواہ کے علاوہ مدرسہ کیلئے وقف شدہ مکان بلا کرایہ دیا گیا جس میں ہر ماہ پانی اور بجلی کا خرچ بھی مدرسہ کے ذمہ رہا، پانچ سال پورے ہونے پر ملازمت کی تجدید نہیں کی گئی۔ مگر موصوف نے پڑھانے کا کام جاری رکھا۔ اور اس اوقاف کے مکان میں موصوف کے دونوں صاحبزادوں کا قیام ہے۔ ان میں ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ ہے، شادی شدہ لڑکے کی دوکان ہے اور غیر شادی شدہ لڑکے کی آمدنی اپنے باپ کی آمدنی سے زیادہ ہے، یہ دونوں صاحبزادے اسی اوقاف کے مکان میں اپنے باپ کے ساتھ رہتے ہیں، لڑکے کی شادی ہو جانے کی وجہ سے مکان تنگ ہو رہا ہے۔ اور ساتھ ہی پانی اور بجلی کے خرچ میں اضافہ ہو رہا ہے، تو کیا اب بھی مدرسہ استاذ اور ان کے لڑکوں کی رہائش کا ذمہ دار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب معاملہ ملازمت کا پانچ سال کے لئے تھا تو مدت پوری ہونے پر ملازمت ختم ہوگئی۔ نہ مدرسہ کے مکان میں قیام کا حق رہا نہ تنخواہ کا استحقاق باقی رہا۔ لیکن پانچ سال گذرنے کے بعد اہل مدرسہ نے ان کو بدستور کام پر رکھا۔ وہ کام کرتے رہے، تنخواہ ملتی رہی، مدرسہ کے مکان میں قیام رہا۔ تو یہ عملی طور پر گویا معاملۂ ملازمت بشرط سابق تجدید ہوگئی[1]۔ جب تک کہ

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس) ومن استأجر دارا او ارضا کل شهر بکذا بلا بیان المدة صح العقد فی شهر فقط ..... قلکل فسخها ..... وظاهر الروایة بقاء ه ای الخیار لکل منهما فی اللیلة الاولی من الشهر الداخل ویومها وبه یفتی للعرف، مجمع الانهر ۳/۵۳۱، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

ترجمہ:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مدرسہ والے ان کو الگ نہ کرے وہ ملازم ہے۔ ان کے جولڑکے بالغ اور کمانے والے ہیں اور ان کا نفقہ خود ان کی کمائی سے پورا ہوتا ہے والد کے ذمہ واجب نہیں[1]، ان کو مستقلاً مدرسہ کے مکان موقوفہ میں رہنے کا حق نہیں ہے خاص کر جب کہ ان کی وجہ سے بجلی و پانی کے مصارف مدرسہ پر زیادہ پڑتے ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۲ھ

مکان مدرسہ میں ملازم کا بلا کرایہ رہنا

سوال:- ایک شخص مدرسہ میں ملازمت کرتا ہے اور مدرسہ کے مکان میں بلا کرایہ ادا کئے رہتا ہے اور اپنی ضرورت کے سب ہی کام اس میں کرتا ہے۔ تو اس کے لئے مکان جائز ہونے کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بے خطر صورت تو یہ ہے کہ مدرسہ کو کرایہ ادا کرے لیکن اگر مدرسہ اپنے ملازم کو مکان بھی دیتا ہے اور کرایہ نہیں لیتا اور یہ مکان کا بلا کرایہ دینا بمنزل جزو تنخواہ ہے کہ اگر مکان نہ دے تو ملازم زیادہ تنخواہ کا مطالبہ کرتا ہے اور مدرسہ کا مفاد اسی میں ہے کہ کم تنخواہ کا ملازم رکھا جائے اور

---

[1]..... ولا یجب علی الاب نفقة الذکور الکبار (عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۳ ج ۱ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، شامی کراچی ص ۳/۶۱۵، مطلب الکلام علی نفقة الاقارب)

[2]..... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۲/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

مکان بھی اس کو بلا کرایہ دیا جائے۔ تو اس میں بھی گنجائش ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرسہ کے کمرہ میں ملازم کے بچوں کو رکھنا

سوال:- امام صاحب کے بچے، اہلیہ مدرسہ کے کمرہ میں رہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام بتلا کر عوام کو بہکاتے ہیں۔ آیا مدرسہ اسلامیہ میں اہلیہ کو رکھنا حرام ہے یا حلال؟ جو حرام بتلاتے ہیں شریعت کے نزدیک وہ کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص امام یا کوئی بھی مدرس ہو اور اس کی ملازمت کیلئے مدرسہ کی طرف سے مکان کا بھی معاملہ ہے تو اسکو اپنے بچوں اور اہلیہ کو مدرسہ کے مکان میں رکھنا شرعاً درست ہے۔ جو شخص اسکو ناجائز کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، پردہ کا لحاظ بہر حال ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... مستفاد: ولو أذن قيم مؤذناً ليخدم مسجداً وقطع له الا جرو جعل ذٰلک اجرة المنزل وأجر المثل جاز (بحر، کوئٹہ ص ۲۴۱ ج۵ کتاب الوقف، ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم ما هو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الخ، الدرالمختار على الشامی ص۴/۳۶۶، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب، مطبوعه كراچی، البحر كوئٹه ص۵/۲۱۳، كتاب الوقف، عالمگیری كوئٹه ص ۲/۴۶۲، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر.

[۲]..... المسلمون على شروطهم (ترمذی شريف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن النبی ﷺ فی الصلح بين الناس، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۰۶، كتاب القضاء، باب فی الصلح، مطبوعه درالكتاب ديوبند، بخاری شريف ص ۱/۳۰۳، كتاب الاجارة، باب السمسرة، مطبوعه اشرفی ديوبند) **ترجمہ:-** مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مدرسہ موقوفہ کی جگہ بارات کے لئے کرایہ پر دینا

سوال:- ہمارے گاؤں کھیڑی کی آبادی ۱۹۴۷ء سے پہلے تقریباً چھ سو مسلمان گھروں پر مشتمل تھی۔ اس دوران یہاں ایک چھوٹا مدرسہ قائم کیا گیا، جب اس کے اندر طلبا نہ آسکے تو پھر ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا گیا تھا۔ مگر خدا کی شان کی بات ہے۔ گڑ بڑ ہو جانے کی وجہ سے تمام مسلمان چلے گئے۔ صرف پچاس ساٹھ گھر مسلمانوں کے رہ گئے۔ اب جو چھوٹا مدرسہ ہے اس کے اندر ہم لوگ یہاں شادی میں آنے جانے والے آدمیوں کے اتارنے کا سلسلہ چل رہا ہے اور بڑے مدرسہ کے اندر دس پندرہ بچے پڑھنے والے ہیں۔ وہ وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ اب ہمارے یہاں کے لوگوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے قربانی، فطرہ اور خیرات کی رقم اس چھوٹے مدرسہ پر مسافر خانہ کے لحاظ سے لگانا چاہتے ہیں، یہ جائز ہے ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چھوٹا اور پرانا مدرسہ جو خالی پڑا ہے اس میں جو لوگ بیاہ شادی میں مہمانوں کو ٹھہراتے ہیں ان سے کچھ کرایہ لیا جائے اور وہ کرایہ کی رقم نئے مدرسہ میں جو بڑا ہے اور آباد ہے اس میں خرچ کیا جائے[1]۔ فطرہ اور قیمت چرم قربانی مسافر خانہ کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... مستفاد: ومثله حشيش المسجد وحصيره مع الاستغناء عنهما وكذا الرباط والبئر اذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر اليه (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۹ کتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، مجمع الانهر ص ۲/۵۶۶، كتاب الوقف، دارالكتب العلمية بيروت، هندية ص ۲/۴۷۸، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

تعلیم گاہ کو کرایہ پر دینا

سوال:- دینی تعلیم کے لئے ایک عمارت برادری کے پیسے سے بنائی گئی لیکن شہر کے جو مدرسہ کے ذمہ دار اور امین ومتولی ہیں ان لوگوں نے عام لوگوں کی رائے کے بغیر اس عمارت کو تعلیم کا کام بند کر کے سرکار کو تین سو روپے ماہوار میں کرایہ پر دیدیا۔ اب بچے تعلیم کے لئے پریشان ہیں۔ کیا امین اور متولی کا ایسا فعل شرعاً جائز ہے؟ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے جن کو بچوں کی تعلیم سے زیادہ دنیوی روپے پیسے محبوب ہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ دینی تعلیم بھی ضروری ہے اور یہ قوم کی امانت ہے۔ تو جواب دیا کہ پڑھاؤ یا نہ پڑھاؤ ہم نے دیدیا۔ اب ان لوگوں کو کس لفظ سے یاد کرنا چاہئے اور کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عمارت دینی تعلیم کے لئے عام مسلمانوں کے چندہ سے بنائی گئی اور وہاں دینی تعلیم ہوتی ہے تو ایسی عمارت کو روپے حاصل کرنے کے لئے کرایہ پر دیدینا اور دینی تعلیم کو بند کر دینا متولی کے لئے شرعاً درست نہیں[1]۔ ایسے شخص کو متولی نہ بنایا جائے[2]۔ اگر صورت حال کچھ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2]..... ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۲ کتاب الزکاة، اول باب المصرف، هندیة ص ۱۸۸/۱، کتاب الزکوة، الباب السابع فی المصارف، البحر کوئٹه ص ۲/۲۴۳، کتاب الزکوة، باب المصرف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

[2]..... القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی (شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

ہے تو اس کو تفصیل سے لکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۱۴۰۶ھ

تعلیم کے لئے موقوفہ عمارت میں مہتمم کا قیام یا اس سے کرایہ وصول کرنا

سوال:- مدرسہ کے لئے وقف شدہ عمارت کو صحیح اس وقت سمجھا جائے گا جبکہ اس میں تعلیم ہو یا منتظمین مدرسہ اگر کسی کو کرایہ پر دیدیں اور اس کا کرایہ مدرسہ کو ملے یا مہتمم مدرسہ قیام کریں اور اس سلسلہ میں ان کی تنخواہ سے بچت ہو۔ ان دونوں صورتوں میں بھی عمارت کو مدرسہ کے لئے وقف صحیح سمجھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ واقف کی غرض اصلی تعلیم ہے تو اصالۃً اس عمارت کو تعلیم ہی کے کام میں استعمال کرنا چاہئے۔ تعلیم کے کام کو بند کر کے رہائش میں استعمال کرنا منشأ واقف کے خلاف اور وقف کے ساتھ خیانت ہے۔ البتہ اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ رہائش کے کام میں بھی تبعاً وضرورۃً اربابِ حل وعقد کے مشورہ سے استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے۔ مثلاً مہتمم مدرسہ کے پاس کوئی رہنے کا مکان نہیں اور کرایہ پر لینے کی وسعت نہیں اور مدرسہ کا کام کرنے کی وجہ سے مدرسہ میں قیام ضروری ہے تو گنجائش ہے۔ اسی طرح اگر عمارت مدرسہ کے مختلف حصے ہیں، اکثر حصے تعلیمی کام میں مشغول ہیں اور کوئی حصہ خالی اور بیکار ہے جو کرایہ پر چل سکتا ہے تو اس کو کرایہ پر دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۲۶۲، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

مدرسہ کے مصارف اوراس کو بدلنا

مصرف بدلنا

سوال:- زید نے ایک جوڑی بیل مدرسہ کو دیدیا مدرسہ نے اس کو فروخت کردیا۔اب زید کہتا ہے کہ بیلوں کی قیمت بجائے مدرسہ کے مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائے۔کیا زید کا یہ کہنا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جب وہ بیل مسجد کونہیں دیئے بلکہ مدرسہ کو دیئے ہیں اور مدرسہ نے ان کو فروخت کردیا تو اب زید کا یہ کہنا کہ قیمت مسجد میں خرچ کی جائے بے محل ہے، قابل اتباع نہیں۔ وہ قیمت مدرسہ ہی میں صرف کی جائے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

---

[1]..... فاذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولايرهن (الدر المختار) قوله لا يملك، اى لا يكون مملوكا لصاحبه (ولا يملك) اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملك، شامی کراچی ص ۴/۳۵۱، كتاب الوقف، فتح القدير ص ۶/۲۲۰، كتاب الوقف.

ایک مدرسہ کی رقم دوسرے مدرسہ کے آدمی کو دینا درست نہیں

سوال:- مدرسہ کے نام پر وصول کی ہوئی رقم کسی ایسے محتاج طالب علم کو دینا جو اس مدرسہ میں داخل نہ ہو، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو رقم ایک مدرسہ کے لئے وصول ہوئی ہو، وہ کسی غیر متعلق آدمی کو دینا درست نہیں۔ اگر چہ وہ کسی دوسرے مدرسہ کا طالب علم ہی ہو[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۹۲ھ

ایک مدرسہ کیلئے جمع شدہ روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- ایک جماعت نے مدرسہ اسلامیہ قائم کر کے اس کے نام رسید وغیرہ بھی جاری کر کے چندہ وصول کیا اور چند ماہ تک مدرسہ کو اسکے چندہ سے چلاتے رہے۔ بعد میں کافی رقم ہونے پر چند اشخاص نے دوسری جگہ مدرسہ اسلامیہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اب وہ روپیہ جو مدرسہ موجودہ کے لئے جمع کیا گیا تھا دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں حالانکہ پہلے مدرسہ میں روپیہ کی سخت ضرورت ہے اور مدرسہ روپیہ کا سخت محتاج ہے صاف ومدلل جواب

---

[1]..... ومنها (أی اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

جس مدرسہ کے لئے متعین طور پر چندہ وصول کیا ہے جب تک وہ مدرسہ آباد ہواوراس میں وہ روپیہ خرچ ہوسکتا ہوتو دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ جماعت چندہ وصول کنندہ امین ہے جس مدرسہ کے لئے وصول کیا ہے اس میں خرچ کرنا ضروری ہے اور دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا امانت اور دیانت کے خلاف ہے۔اور جوخیانت کرے وہ متولی و مہتمم بننے کا مستحق نہیں۔**وفی الاسعاف لا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه اھ** عالمگیری[1] ص ۴۰۸ ج ۲۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اگر پہلا مدرسہ غیر آباد ہوجائے تب دوسرے مدرسہ میں صرف کرنا درست ہے، بشرطیکہ چندہ دہندگان منع نہ کریں۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک مدرسہ کا روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- بارات کے سمدھی (معطی) نے بعد تحقیق وتفتیش یہ واضح طور پر بتلایا کہ میں نے کھیڑے والی مسجد اور مدرسہ میں پچاس روپے لوجہ اللہ دیئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان

[1]..... عالمگیری کوئٹہ ص ۴۰۸ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی.

روپیوں کوکسی دوسرے مدرسہ کے متولی نے عیاری سے لے لیا۔ استفتاء یہ ہے کہ ان روپیوں کا کھیڑے والی مسجد اور مدرسہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ معطی بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ میری یہ خیرات کھیڑے والے مدرسہ اور مسجد کے لئے ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ خرچ کرنے کے لئے وہ روپیہ دیا ہے اسی جگہ خرچ کرنا لازم ہے۔ اگر دوسری جگہ خرچ کردیا تو ضمان لازم ہوگا۔ اس لئے کہ متولی امین اور وکیل ہے معطی کی تصریح کے خلاف خرچ کرنے کا اس کا حق نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۰ھ

مدرسہ کے لئے دی ہوئی رقم اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا

سوال:- (۱) میں کمیٹی کی طرف سے بنایا ہوا ایک مدرسہ کا مہتمم ہوں۔ زید مدرسہ کے نیچے کی منزل کا کرایہ دار ہے۔ مدرسہ کو کرایہ دیتا چلا آیا ہے۔ میری زید سے مخالفت ہوگئی۔ تو زید نے یہ عمل کیا کہ مدرسہ کے ایک کمرہ میں ایک مدرس کو اپنی ذمہ داری پر تعلیم کے لئے بٹھا دیا میں نے بوجہ فتنہ کوئی مخالفت نہیں کی۔ زید کے اوپر دو سال کا کرایہ مدرسہ کا واجب ہوگیا۔ اس سے کرایہ کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے رکھے ہوئے مدرس کو تنخواہ دیتا

---

[1]..... ومنها (ای من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، لان الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدرما فوض الیه، بدائع کراچی ص ۶/۲۵، کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکوة، شرح المجلة ص ۲/۷۷۴، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

ہوں آپ کونہیں دوں گا۔اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ میں اس کے اس عمل سے متفق نہیں ہوں،تو مدرسہ کا دوسال کا کرایہ اس پر واجب ہے، یا شرعاً ادا ہوگیا؟

(۲) شادی وغیرہ کے موقع پر بعض لوگ مدرسہ کو رقم دیتے ہیں۔ مذکورہ شخص وہ رقم لے کر مدرسہ میں دینے کے بجائے اپنے مدرس کو تنخواہ میں دیتا ہے۔اس کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ اور یہ سب کچھ میری مخالفت کی وجہ سے کررہا ہے۔اور وہ شادی وغیرہ کی رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حسب معاہدہ زید کے ذمہ کرایہ کا ادا کرنا واجب ہے۔اپنی ذمہ داری پر کسی مدرس کو تنخواہ دینے سے کرایہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اگر بطور چندہ مدرسہ میں وہ روپیہ یا سامان دے یا طلباء کو کھانا دے اس سے بھی کرایہ ساقط نہیں ہوگا[۱]۔

(۲) جو چیز رقم وغیرہ کسی نے اس کو مدرسہ میں دینے کے لئے دی ہے وہ چیز امانت ہے۔ اس کے ذمہ لازم ہے کہ مدرسہ کے ذمہ دار کے حوالہ کرے،خود اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا درست نہیں۔اس طرح سے حق امانت ادا نہیں ہوتا[۲]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۲ھ

---

[۱]..... مستفاد: واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه به بل بتعجيله أو شرطه فى الاجارة أو الاستيفاء للمنفعة (درمختار مع الشامى كراچى ص ۱۰ ج۶ كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هنديه ص۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثانى فى بيان انه متى تجب الاجرة)

[۲]..... ان الله يأمركم ان تؤدو الأمانات الى اهلها ،الآية (سورة نساء آيت:۵۸)

ترجمہ:-بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہونچادیا کرو۔(بیان القرآن)

مجلس شوریٰ نے جس کیلئے جو چیز تجویز کردی ہووہ اسی کیلئے ہے

سوال:- مدرسین کا اس مال سے تنخواہ لینا کیسا ہے جو زکوٰۃ، صدقہ، امداد میں مخلوط ہو، اور بلاتملیک ہو۔ اگر شوریٰ نے کوئی شئ کسی ایک کے لئے عملہ میں سے منتخب کردی تو کیا دوسرا آدمی اسی عملہ کا اس سے چیزیں لے سکتا ہے ضرورت کے پیش نظر۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوٰۃ وصدقہ سے تنخواہ لینا درست نہیں ہے[1]۔ شوریٰ نے جس کیلئے جو شئ تجویز کردی بغیر شوریٰ کی اجازت کے کسی دوسرے کو اس کے لینے کا حق نہیں۔ ضرورت ہو تو شوریٰ سے کہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کی آمدنی سے امارت شرعیہ کی امداد

سوال:- ایک مدرسہ کی آمدنی کی رقم سے دوسرے مدارس یا امارت شرعیہ وغیرہ کا تعاون جائز ہے یا نہیں؟

مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضرورت میں خرچ کرنا بطور قرض

سوال:- مدرسہ کی آمدنی سیکریٹری یا اراکین مدرسہ اپنی نجی ضرورتوں میں صرف کرلیتے

---

[1]..... مستفاد: هی (الزکاة) شرعا تملیک جزء مال عینه الشارع. مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۵۸ ج۲ اول کتاب الزکاة، هندیة ص۱۷۰/۱، کتاب الزکوة، الباب الاول، البحر کوئٹه ص ۲۰۱/۱، کتاب الزکوة)

ہیں مگر جب ضرورت پڑتی ہے تو دے دیتے ہیں اور مدرسہ کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایک مدرسہ کی وقف کی آمدنی دوسرے مدارس یا امارت شرعیہ کے تعاون میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ **اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الوقف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه لانها حينئذ كشئ واحد وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجد اومدرسة ووقف عليها اوقافاً لا يجوز له ذٰلك**[1] **(ردمختار على هامش الشاميه ص ۵۱۵. فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع.** شامی ص ۴۹۹[2] ج ۳۔

(۲) جو روپیہ مسلمانوں نے چندہ میں دیا ہے یہ روپیہ امانت ہے اپنے ذاتی مصارف میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۶۰ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، بزازية على هامش الهنديه ص ۶/۲۶۱، كتاب الوقف، نوع فی وقف المنقول، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۶، كتاب الوقف.

[2]..... شامی کراچی ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف.

[3]..... مستفاد:. ولو جمع ما لاليننفقه فی بناء المسجد فانفق بعضه فی حاجته ثم رد بد له فی نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلک (بحر كوئٹه ص ۵/۲۵۱ كتاب الوقف، فصل فی احكام المساجد، تاتارخانيه كراچی ص ۵/۸۷۹، كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی يشتغنی عنها، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳/۲۹۹، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا)

موقوفہ کتب کوایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا

سوال:- ایک قدیم مدرسہ ہے جسمیں بہت سی کتب ہیں اس وقت وہ بند ہے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ دیمک کی زندگی کی نذر ہورہی ہیں۔تو کیا شرعی رو سے اگر کوئی شخص جو کسی دوسرے مدرسہ میں پڑھ رہا ہوان سے استفادہ کرسکتا ہے؟ یا ایک مدرسہ جو جاری ہے البتہ وہ کتب جن کی ضرورت ہے اس وقت رکھی ہوئی ہیں،کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے فی الحال مدرسہ کوضرورت ہے،تو کیا کسی کوبطور استفادہ دے سکتے ہیں؟ واپسی ہر حالت میں ضروری ہے بعد استفادہ کے جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

واقف ومہتمم مدرسہ اور دیگر اصحاب رائے باہمی مشورہ کرکے ان کتب کوایسے مدرسہ میں منتقل کرسکتے ہیں جہاں ان سے استفادہ کیا جاسکے اور دیمک سے بھی حفاظت ہو جائے، واقف کا مقصد بھی فی الجملہ ہو۔جیسا کہ درمختار[1] کی جزئیات سے مستفاد ہوتا ہے۔دوسرے مدرسہ میں پڑھنے والا قابلِ اطمینان ہو کہ کتابیں واپس کردے گا تو اس کو استفادہ کے لئے دینا بھی درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1]..... وقف مصحفا على أهل مسجد للقراءة يحصون جاز وان وقف على المسجد جاز و يقرأفيه ولا يكون محصورا على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للانتفاع بها والفقهاء بذلك مبتلون فان وقفها على مستحقي وقفه لم يجز نقلها وان على طلبة العلم وجعل مقرها في حزانته التي في مكان كذافي جواز النقل تردد (درمختار مع الشامي كراچی ص۳۶۶ ج۴ كتاب الوقف، مطلب في حكم الوقف على طلبة العلم، البحر كوئٹه ص۵/۲۰۳، كتاب الوقف، عالمگیری كوئٹه ص ۲/۳۶۱، الباب الثاني فيما يجوز وقفه ومالا يجوز)

تبدیل نیت کا وکیل کو حق نہیں

سوال:- ایک شخص کے بھائی نے مدرسہ کے واسطے روپیہ بھیجا۔اسی کا بھائی اب کہتا ہے کہ مدرسہ کے منتظمین صحیح استعمال نہیں کرتے۔اس لئے اس روپیہ کی کوئی چیز خرید کر جس کی مدرسہ میں ضرورت ہو مدرسہ میں دیدے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس نے مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجا ہے اگر اس کی طرف سے اجازت ہو تو چاہے روپیہ دیدے یا چاہے کوئی چیز مدرسہ کی ضرورت کی خرید کر دیدی جائے تب تو یہ حق ہے کہ روپیہ نہ دے بلکہ حسب صواب دید کوئی چیز خرید کر دیدے۔ اگر اجازت نہ ہو تو پھر روپیہ ہی دینا چاہئے۔اگر مدرسہ کے انتظام پر اعتماد نہیں تو بھائی کو مشورہ دے کر اجازت حاصل کرلے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خرچ شدہ رقم سے زائد مدرسہ سے وصول کرنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک مدرسہ ہے۔ مدرسہ کا کوئی کام کیا اور دس روپئے خرچ ہوئے اور مدرسہ میں ساڑھے بارہ روپئے لکھواتے ہیں تو کیا اس طرح پر مدرسہ کے روپئے لینا جائز ہے؟

---

[1]..... لان الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدر مافوض الیه (بدائع کراچی ص ۲۵ ج ۶ کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکاة، شرح المجلة ص ۲/۷۷۴، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، اتحاد بکڈیو دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ جھوٹ اور فریب ہے جس کا ناجائز ہونا بالکل واضح ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۹ھ

سفر بکارِ مدرسہ میں اپنا ذاتی سامان ضائع ہوجائے تو اسکا بدل

سوال:- مدرسہ کے کام سے کہیں گئے اور اپنا ذاتی سامان کھو گیا تو کیا مدرسہ سے مطالبہ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

---

[۱]..... عین الکذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، والمعنی لا یأکل بعضکم مال بعض بغیر حق فیدخل فی هذا القمار والخداع والغصوب وجحد الحقوق مالا تطیب به نفس ملکه، تحت الآیة ولا تأکل اموالکم بینکم، تفسیر قرطبی ص۳۱۵/۱، سورة البقرة آیت:۱۸۸، مکتبه دارالفکر بیروت، تفسیر مظهری ص۲۰۹/۱، مکتبه دارالمصنفین)

[۲]..... الاصل ان الضمانات لا تجب فی الذمة الاباحد الامرین اما باخذ او بشرط فاذا عد ما لم تجب والشرط هو العقد الخ، قواعد الفقة ص۱۵، الراسالة الاولی، رقم المادة (۱۶) مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح المجلة ص۵۴/۱، رقم المادة (۸۲) الماقالة الثانیة فی بیان القواعد الفقهیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

مسجد مدرسہ کے لئے وقف کی گئی زمین پر تعمیر مسجد سے قبل واقف کا مدرسہ بنانے کی اجازت دینا

سوال:- ایک صاحب خیر نے تقریباً ایک بیگہ زمین وقف کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میری زمین میں مسجد مدرسہ دونوں ہونے چاہئے، ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اہل مدرسہ نے تھوڑی سی زمین میں مسجد کی بنیاد بھی رکھدی، حالانکہ مدرسہ کے حالات کے پیش نظر اس جگہ مسجد کی بنیاد مناسب نہیں تھی، مدرسہ کی کی تنگی کو دیکھتے ہوئے واقف صاحب نے مسجد کی بنیاد کی جگہ جو کہ ابھی صرف بنیاد کی حد تک ہے، اس پر کسی قسم کی کوئی تعمیر نہیں ہوئی ہے، اور نہ ایسا کوئی کام کیا گیا ہے، جو مسجد ہونے پر دال ہو یہاں تک کہ آج تک کسی نے بھی اس میں نماز نہیں پڑھی مدرسہ کی تعمیر کی اجازت دیدی ہے، اب اس وقت اہل مدرسہ، مدرسہ کی تنگی کی وجہ سے نہایت پریشان ہیں، لہٰذا شرعاً جواز کی جو صورت ہو تو تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اذا بنیٰ مسجداً لایزول ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوٰة فیه ویصلی فیه واحد وفی روایة شرط صلوٰة بجماعة جهراً باذان واقامة حتی لو کان سراً بان کان بلااذان ولااقامة لایصیر مسجداً اتفاقاً لان اداء الصلوٰة علی الوجه المذکور بالجماعة وهذه الروایة صحیحة کما فی الکافی وغیره (مجمع[1] الانہر، ص ۵۵۷/ج ۱/) عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ وہ جگہ ابھی

---

[1]..... مجمع الانهر مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، ص ۵۹۳-۵۹۴/ج ۲/ کتاب الوقف. فصل، النهر الفائق ص ۳۲۸، ۳/۳۲۹، کتاب الوقف، فصل، دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۴/۴۵۵/۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

مسجد نہیں بنی، واقف کو حق ہے کہ اگر وہاں مسجد بنانا مناسب نہیں، تو اس کی جگہ مدرسہ بنانے کی اجازت دیدے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

اراضی ومکان کا وقف کرنا مدینہ منورہ کے مدرسہ کیلئے

سوال:- (۱) میرے والد نے ایک تحفہ قطعۂ آراضی مزروع اور ایک قطعہ مکان مدرسہ شرعیہ واقع مدینہ منورہ کے لئے وقف کیا تھا، اور ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کو نگراں مقرر کیا تھا کہ سال بہ سال آمدنی آراضی ومکان کا مدینہ منورہ بھیجتے رہیں لیکن حکومت سعودیہ نے اس قسم کی آمدنی قبول کرنے سے انکار کردیا لہٰذا ناظم ندوۃ بہ حسب صوابدید خود رقم مذکورہ ندوہ میں خرچ کرتے ہیں (وقف نامہ ہمراہ نوشتہ ہے) مہربانی فرما کر روشنی ڈالیں کہ یہ وقف ہے یا وصیت کیونکہ واقف نے وقف میں بعد موت کی قید لگادی ہے۔

(۲) موقوف علیہم جب بے نیاز ہوجائے اور مال موقوف ان تک نہ پہنچ سکے اور وارث واقف خود سخت حاجت مند ہو تو اس مال موقوف سے مستفید ہوسکتا ہے کہ نہیں جبکہ واقف نے کوئی متروکہ بجز اس مال مذکورہ کے نہیں چھوڑا کہ وارث اس سے فائدہ اٹھائیں۔

نوٹ:- طویل وقف نامہ سوال کے ساتھ منسلک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نقل تحریر منسلکہ دیکھی وہ وصیت نامہ نہیں بلکہ وقف نامہ ہے واقف نے جائداد موقوفہ کی آمدنی کا تصرف اپنی حیات تک اپنے لئے محفوظ رکھا ہے، پھر متولی کو متعین کردیا ہے اور مصرف وقف تجویز کرکے اس کو پابند کررکھا ہے اب اگر تصریح وقف دفعہ ۲/ کے تحت مدرسہ شرعیہ مدینہ

منورہ (زادہا اللہ شرفاً وعظمۃً) میں آمدنی وقف کو صرف کرنا متعذر ہوگیا تو وقف کی دفعہ ۵/ کے تحت وہاں کے دوسرے کسی دینی مدرسہ وادارہ میں صرف کرنا واجب ہے تصریح واقف کے خلاف کسی جگہ بھی متولی کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں "لان شرط الواقف کنص الشارح کذافی رد المحتار[1]، متولی اگر ایسی جگہ صرف کریگا جہاں واقف نے اجازت نہیں دی تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور وہ تولیت سے معزول کرنے کے قابل ہوگا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد سید احمد علی سعید غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلبہ کی انجمن کا روپیہ دارالعلوم میں دینا

سوال:- افریقی طلباء کی ایک انجمن ہے جس کا نام "افریقاً مسلم اسٹوڈینس یونین" ہے۔ یہ وقتی طور پر معطل قرار دی گئی ہے۔ اس کا چندہ اکثر جنوبی افریقہ سے آتا تھا۔ ہم نے وہاں کے ایک رسالہ کے ذریعہ انجمن کے معطل ہونے کا عام اعلان کیا ہے۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ انجمن کا معمولی سامان ڈابھیل کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں امانت رہے گا اور رقم دارالعلوم دیوبند میں بطور عطیہ دی جارہی ہے۔ کیا اس صورت میں اس رقم کو دارالعلوم میں داخل کرسکتے ہیں۔

---

[1]..... درمختار علی ردالمحتار کراچی، ج۴/ص ۴۳۳/ کتاب الوقف. مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، الدرالمنتقی مع المجمع ص ۲/۶۰۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... اذاتصرف بمالا یجوز کان خائنا یستحق العزل(البحرالرائق، کوئٹہ، ج۵/ص ۲۳۴/ کتاب الوقف. شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

چندہ دینے والوں کو اگر یہ منظور ہے اوراس پر کوئی اعتراض نہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۵/۸/۱۵ھ

مدرسہ کا کھانا تبلیغی جماعت کو کھلانا

سوال:- ایک مدرسہ میں مہتمم صاحب نے تبلیغی مرکز قائم کر رکھا ہے۔ ہر جمعرات کو جماعتیں آتی ہیں تو انہیں مدرسہ کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مدرسہ کے روپے سے تبلیغی جماعت کو کھانا کھلانا درست ہے یا نہیں؟ جماعت میں غریب امیر سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان مہتمم صاحب کا یہ طریقہ غلط ہے۔اس کی اصلاح ضروری ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... مستفاد: بعث شمعا فی شهر رمضان الی مسجد ما احترق وبقی منه ثلثه أو دونه لیس للامام ولا لمؤذن أن یأخذ بغیر اذن الدافع (بحر کراچی ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا س ۶/۵۷۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب الخ)

[2]..... ومنها ترک الحفظ للمالک بأن خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۳۸، کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر کوئٹه ص ۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا

سوال:- (۱) مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا جائز ہے یانہیں؟

(۲) مدرسہ کے نام سے جو کچھ وصول ہوتا ہے روپے دھان چاول پاٹ آلو پیاز وغیرہ ان سب چیزوں سے تبلیغ کے مہمانوں اور مبلغین اور سامعین کو کھلانا کیسا ہے؟ جائز ہے یانہیں؟

(۳) مدرسہ کے روپے سے کسی آدمی یا مبلغ کو خرچہ دے کر کلکتہ دہلی وغیرہ کسی مرکز یا اجتماع میں بھیجنا جائز ہے یانہیں؟

(۴) روزانہ جو مٹھی کھانا پکنے کے وقت نکالی جاتی ہے (مدرسہ کے نام) وہ چاول یا آٹا تبلیغ میں خرچ کرنا اور تبلیغ والوں کو کھلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جو روپیہ مدرسہ میں طلباء کے کھانے کپڑے کیلئے دیا گیا ہے اس کو تبلیغ میں باہر بھیج کر خرچ نہ کیا جائے۔

(۲) یہ چیزیں بھی طلباء پر خرچ کرنے کیلئے دی گئی ہوں تو انکو مواقع مسئولہ پر خرچ نہ کریں۔

(۳) اس کا جواب (۱) سے ظاہر ہے۔

(۴) اس کا جواب (۲) میں آگیا غلہ وغیرہ دینے والوں کو اگر بتادیا جائے کہ اس کو تبلیغ وغیرہ میں بھی خرچ کیا جائے اور وہ اس کی اجازت دیدیں تو درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]..... مستفاد: ومنها (أی من اسباب وجوب الضمان) ترک الحفظ للمالک بان خالفه فی الودیعة (بدائع کراچی ص ۲۱۱ ج۶ کتاب الودیعة، اذا فعل ان کان یعرف صاحب المال رد الضمان علیه او یسأله لیاذن له بانفاق الضمان، خانیه علی الهندیة ص ۳/۷۹۹، کتاب الوقف، کوئٹه، تاتارخانیه س ۵/۸۷۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع، مطبوعه اداراة القرآن کراچی)

طلبہ کا غلہ تبلیغی جماعت کو کھلانا

سوال:- کسی مدرسہ میں بچے تعلیم پاتے ہیں اور تبلیغی جماعت بھی آتی ہے۔ چندہ مدرسہ خیر السلام اور دارالمسافرین کے نام سے ہوتا ہے۔ پھر لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جس مدرسہ میں ہم غلہ دیتے ہیں اس میں تبلیغی جماعت کے آدمی کھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو غلہ مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کیلئے دیا گیا ہے اسمیں سے تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کھلانا درست نہیں جب تک دینے والوں کی طرف سے اجازت نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۱ھ

مدرسہ کے ڈھیلوں کا سفر میں استعمال

سوال:- اپنے مدرسہ کے استنجے کے ڈھیلے ہر طالب علم سفر میں استعمال کر سکتے ہیں اگر متولی اجازت دے تو وہ شرعاً اجازت سمجھی جاوئے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ ڈھیلے مدرسہ میں استعمال کرنے کے لئے ہیں سفر میں لے جانے کے لئے نہیں، متولی

---

[1]..... وأما بيان ما يغير حال المعقود عليه من الامانة الى الضمان فانواع (الى قوله) ومنها ترك الحفظ للمالك بان خالفه فى الوديعة (بدائع كراچى ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، واما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة فى يده ..... لاتودع ولا تعار ولا تؤاجر ولاترهن وان فعل شيئا منها ضمن، عالمگيرى كوئٹه ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص ۷/۲۷۵، كتاب الوديعة)

کی اجازت کے متعلق اول تحقیق کیجئے خود متولی کو اجازت دینے کی بھی اجازت ہے یا نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شیخ کے مہمانوں کا مدرسہ کے کلوخ استعمال کرنا

سوال:- جولوگ سہارنپور میں حضرت شیخ کے مہمان بنتے ہیں وہ رمضان میں قبلہٗ یا بعدہٗ مدرسہ کے کلوخ بیت الخلاء وغیرہ استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

رمضان المبارک کے سلسلہ میں جو مہمان حضرت شیخ کی وجہ سے سہارنپور آتے ہیں وہ خود بھی براہِ راست مدرسہ کی خدمت واعانت بڑی مقدار میں کرتے ہیں اور کھانے بجلی وغیرہ کا وہاں کا پورا خرچ حضرت شیخ ادا کرتے ہیں جس میں ڈھیلے بھی داخل ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۵ھ

---

[1]..... مستفاد: بعث شمعافی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه أو دونه لیس للامام ولاللمؤذن أن یأخذ بغیر اذن الدافع (بحر کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا س ۶/۵۷۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب الخ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

مدرسہ میں مالِ حرام اور مالِ کافر صرف کرنا

تاجر شراب سے مدرسہ کیلئے چندہ

سوال:- شراب کے پیسہ میں الجھن یہ ہے کہ بعض علماء شراب کو حرام کہہ کر لین دین سے منع کرتے ہیں مگر مدرسہ میں چندہ لیتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں اور شراب کے کاروبار کرنے والے کے یہاں کھڑے ہوتے ہیں اور ان ہی پیسہ کو یہ کہہ کر بھی لیتے ہیں کہ اس پیسہ سے حدیث وتفسیر منگوا کر مدرسہ میں لڑکوں کو دیدیں گے، وہ پڑھیں گے تو ثواب ملے گا اور ان ہی کے یہاں کھاتے پیتے ہیں نیز ہندوستان دارالحرب ہے وغیرہ اور سمجھاتے ہیں کہ ہر طرح یہ پیسہ حرام ہے یہ کسی طرح مسلمان کیلئے جائز نہیں اس پر ایسے پیسے والے مطعون کرتے ہیں فلاں فلاں حضرات اس کو لیتے ہیں میرے یہاں قیام بھی کرتے ہیں اب آپ فرمائیے کہ آیا اس کو مدرسہ کے کسی مد میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں کوئی حیلہ شرعی بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شراب بیچنے اور خریدنے والے پر حدیث میں لعنت آئی ہے[1] اس کی بیع مسلم کے حق میں

---

[1]..... عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ لعن الله الخمر شاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها الحديث مشكوة شريف ص ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثانی (مطبوعه دار الكتاب ديوبند،

بیع باطل ہے[1] اس کی قیمت پر ملک ثابت نہیں ہوتی یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کے پاس روپیہ خالص حرام کا ہے وہ روپیہ لینا اور کھانا ہرگز جائز نہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ شخص قرض وغیرہ کے ذریعہ سے حلال روپیہ دے رہا ہے اور کھلا رہا ہے[2] ایسا روپیہ واجب التصدق ہے یا اس کا مالک کو واپس کرنا ضروری ہے اگر مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو غریب پر صدقہ کر دیا جائے[3] غریب محتاج طلبہ بھی اس کے مستحق ہیں لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں اس کو خرچ نہیں کیا جا سکتا ہے[4] اگر کسی کا عمل خلاف شرع ہو تو حسن ظن کی بناء پر اسکی

---

[1]..... والحاصل ان بیع الخمر باطل مطلقا الخ شامی زکریا ص ۲۴۲ ج۷ کتاب البیوع باب البیع الفاسد. مجمع الانهر ص۳/۷۸، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۶/۷۱، باب البیع الفاسد)

[2]..... آکل الربوا و کاسب الحرام اهدی الیه او اضافه و غالب ماله حرام لا یقبل ولا یأکل مالم یخبره ان ذالک اصله حلال ورثه او استقرضه الخ عالم گیری ص ۳۴۳ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص۸/۳۷، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه مجلس علمی گجرات، مجمع الانهر ص۴/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[3]..... علیه دیون ومظالم جهل اربابها ولیس من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴۴۳ ج۶ کتاب اللقطة. هندیه کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، محیط برهانی ص۸/۶۳، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

[4]..... مصرف الزکاة، هو فقیر ومسکین الخ، (درمختار) وهو مصرف ایضا لصدقة الفطر ولکفارة والنذر وغیر ذالک من الصدقات الواجبة (شامی زکریا ص۳/۲۸۳، باب المصرف) لا یصرف (الزکاة) الی بناء نحو المسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینه الخ در المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ کتاب الزکاة باب المصرف. مجمع الانهر ص۳۲۴، تا ۳۲۸، ج ۱، کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر مع المجمع ص۳۲۴، تا ۳۲۸/۱، کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

تاویل کی جائے گی یا اس کو رد کر دیا جائے گا اس کی وجہ سے مسئلہ شرعیہ نہیں بدلا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۹ھ

مدرسہ کے کرایہ داروں کا پیشہ باجہ بنانا ہے تو اس آمدنی سے اخراجات مدرسہ

سوال:- مدرسہ کی جائیداد کے کرایہ دار اکثر ایسے ہیں جن کا کام باجہ بنانے یا بنوانے یا باجہ فروخت کرنے کا ہے۔ دو یا تین کرایہ دار ایسے بھی ہیں جن کی تجارت دوسری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جائیداد کا جو کرایہ آتا ہے اس سے مدرسے کے اخراجات، تنخواہ مدرسین و تعمیرات وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باجہ بنانا، فروخت کرنا مکروہ ہے۔ اس کی آمدنی حرام کے درجہ میں نہیں مکروہ کے درجہ میں ہے[1]۔ مجموعی کرایہ کی آمدنی کو ضروریات مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۹۵ھ

مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- خراسان سے آنے والے جناب سید ابوالقاسم خراسانی نقشبندی طریقہ کے

---

[1]..... ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما والا فتنزيها (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع، الدرالمنتقی علی المجمع ص ۲۱۲/۴، کتاب الکراهية، فصل فی البیع، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

ایک ولی کامل تھے۔ پچھتر سال سے ان کے مزارِ مبارک کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادہ اور صاحبزادی اور نواسے وغیرہ اسی مزار کی خدمت، جھاڑو دینا وغیرہ خاندانی طور پر پچھتر سال سے کرتے آرہے ہیں۔ زائرین حضرات پیسہ بھی عطیہ کرتے ہیں۔ فی الحال مذکور سید صاحب مرحوم کے نواسے بحیثیت خدام مزار مذکور کا پیسہ مزار کے کام میں خرچ کرتے ہیں اور پیسہ فاضل رہنے سے اپنے کھانے پینے میں صرف کرتے ہیں۔ فی الحال ایک گروہ مذکور مزار کے پیسہ کو مدرسہ کے کام میں خرچ کرنا چاہتا ہے اور اس کا مدعی بھی ہے یعنی مدرسہ میں بھی خرچ کرنا پڑے گا۔ حتی کہ زبردستی اس روپیہ پیسہ کو لینے کے لئے کوشاں ہے، جس سے مسلمانوں میں ایک بھاری پریشانی کا باعث بنا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ خراسانی سید صاحب مرحوم کے عطیہ کا زبردستی دوسرے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خراسانی سید صاحب مرحوم کے نواسے کا مزار کی خدمت کرکے اپنا وقت صرف کرنیکی وجہ سے مذکورہ عطیہ کا پیسہ اگر فاضل رہ جائے تو اپنے کھانے پینے میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ ازروئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟ دلائل اور معتبر کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زائرین جو پیسہ خادمِ مزار کو بسلسلۂ خدمت وتعلق صاحب مزار دیتے ہیں وہ خدام مزار کا ہے۔ اس کو جبراً مدرسہ کے واسطے لینے کا کسی کو حق نہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔ **لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ**[1] اھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۲ھ

---

[1]..... کنز العمال، بیروت ص ۹۲ ج ۱، الفرع الثانی فی احکام الایمان، حدیث: ۳۹۷، مشکوۃ شریف ص ۲۵۵، باب الغصب، الفصل الثانی، شعب الایمان ص ۲/۷۶۹، الثامن والثلاثون، مکتبہ نظام مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

کبڈی کا مقابلہ شرط کے ساتھ اور اس کا انعام مدرسہ میں

سوال:- اس شہر میں کبڈی کھیلنے کا بہت شوق ہے، ہر محلّہ میں کبڈی کی ٹیمیں ہیں جو آپس میں مقابلہ کرتی ہیں، جس میں ہر ٹیم فیس ادا کرتی ہے اور پھر وہ روپیہ کسی دینی مدرسہ میں دے دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ کبڈی کے کھیل میں ہار جیت بھی ہوتی ہے، تو اس قسم کی رقم مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے؟ کبڈی میں لوگ ستر کھول کر کھیلتے ہیں، تو کیا از روئے شریعت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہار جیت کی رقم کا معاملہ اگر دونوں طرف سے ہے تو ناجائز ہے، ایسی رقم کی واپسی ضروری ہے، جس سے لی ہے اسی کو واپس کر دیں، کسی مدرسہ وغیرہ میں نہ دیں۔ اگر ہار جیت کی رقم کا معاملہ ایک طرف سے مثلاً اس طرح کہ اگر فلاں ٹیم جیت گئی تو دوسری ٹیم اس کو اتنی رقم دے گی، اگر ہار گئی تو کچھ نہیں، یا کوئی تیسرا شخص انعام کا وعدہ کر کے جو ٹیم جیت جائے گی اسکو انعام دیا جائیگا، یہ جائز ہے، ایسی رقم مدرسہ کو دیجائے تو وہاں صرف کرنا بھی جائز ہے یہ حکم تو رقم کا ہے۔

کبڈی اگر ورزش اور جہاد کی مشق کیلئے ہو اسمیں ستر نہ کھلے تو نیز اسکی وجہ سے نماز میں تاخیر نہ ہو اور بھی کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو تو درست ہے، ورنہ جیسی جیسی چیز اسمیں خلاف شرع ہوگی اسکی نسبت سے ممانعت ہوگی، **حل الجعل ان شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین الا اذا ادخلا ثالثاً بینهما**[1]۔ درمختار ص ۲۵۸ ج ۵، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۰۲ ج ۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. تبیین الحقائق ص ۶/۳۲، کتاب الکراهیة، فصل فی المسابقة، امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۴/۲۱۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۴، کتاب الکراهیة، الباب السادس فی المسابقة.

مدرسہ چلانے کے لئے سنیما اور عرس

سوال:- اردو اسکول کی مالی حالت کمزور ہے۔ اس لئے خیرات کے نام پر سنیما کا شو چلانا اور قوالی کرنا اور اس سے جو آمدنی ہو اس کو اردو اسکول یا مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ چلانے کے لئے سنیما یا اس قسم کی کوئی چیز کرنا اور اس سے رقم حاصل کرنا جائز نہیں ہرگز ہرگز ایسا نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۱۹/۷/۸۸ھ

اہل ہنود اور بازاری عورت کی امداد مدرسہ میں

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں۔

(۱) پاکستان کے باشندے اہل ہنود اپنی حلال کمائی سے بطیب خاطر بلا جبر واکراہ مقامی ایک اسلامی مدرسہ میں جس میں علاوہ دینیات کے بنگلہ، انگریزی وحساب وغیرہ کی تعلیم بھی

---

[1]..... مستفاد: امرأة نائحة أو صاحب طبل أومزمارا اكتسب مالا قال ان كان على شرط رده على اصحابه ان عرفهم يريد بقوله على شرط أن شرطوا لها فى اوله مالا بازاء النياحة أوبازاء الغناء وهذا الانه اذا كان الاخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الاخذ معصية (عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشرفى الكسب، البحر كوئٹه ص ۵/۲۰۱، فصل فى البيع، كتاب الكراهية، شامى كراچى ص ۶/۵۵، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)

ہوتی ہے کچھ امداد کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مدرسے میں مختلف قسم کے کام بھی ہو رہے ہیں جیسے بیت الخلاء کا پختہ کرنا تالاب کے گھاٹ و درسگاہ اور اس کے صحن وغیرہ پختہ کرنا گھروں کا بندوبست کرنا اب دریافت طلب یہ ہے کہ اہل ہنود کی امداد کو مدرسہ کے ان کاموں میں لگانا درست ہے یا نہیں۔

(۲) مدرسہ میں غرباء کی تحویل بھی ہے جس میں سے غریب طلباء کی کپڑے و کتابیں و دیگر ضروریات میں امداد کی جاتی ہے کیا اس میں بھی شرعاً اہل ہنود سے امداد لینا جائز ہوگا یا نہیں۔

(۳) ایک مسجد بھی ہے اسی مدرسہ کی آیا تعمیری کاموں میں ان اہل ہنود کی امداد لینا درست ہے یا نہیں۔

(۴) ایک کتب خانہ بھی ہے جس کی کتابیں طلبہ کو پڑھنے کے واسطے دی جاتی ہیں مثلاً کتب حدیث و کتب تفسیر اور دیگر فنون کی کتابیں ان اہل ہنود کی امداد سے خریدنا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) پیشہ کار یعنی بازاری عورت کا مال حلال ہے یا نہیں اگر حرام ہے تو اس کے حلال کرنے کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جب وہ ثواب سمجھ کر بلا جبر واکراہ اپنی رغبت سے دیں اور کوئی مفسدہ بھی نہ ہو لینا شرعاً درست ہے۔ فقہاء نے وصایا ذمی کے متعلق ایسا ہی لکھا ہے خاص کر جب کہ مدرسہ ومسجد کے مہتمم ومتولی کو دیدے تو اس کو ان تمام مواقع میں صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

(۲) اس کا جواب بھی مثل جواب (۱) کے ہے۔

(۳) اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) یہ بھی اسی کی نظیر ہے۔ اعلم ان وصایا الذمی ثلثة اقسام الاول جائز بالاتفاق وهو ماذا اوصیٰ بما هو قربة عندنا وعندهم كما اذا اوصیٰ بان يسرج فی بيت المقدس الیٰ قوله سواء كان لقوم معينين اولا والثانی باطل بالاتفاق وهو ما اذا اوصیٰ بما ليس قربة عندنا وعندهم كما اذا اوصیٰ للمغنيات والنائحات او بما هو قربة عندنا فقط كالحج وبناء المسجد للمسلمين الا ان يكون لقوم باعيانهم فيصح تمليكا والثالث مختلف فيه وهو ما اذا اوصى بما هو قربة عندهم كبناء الكنيسة لغير معينين فيجوز عنده لا عندهما وان لمعنيين جاز اجماعاً وحاصله ان وصيته لمعنيين تجوز فی الكل علیٰ انه تمليک لهم وما ذكره من الجهة من اسراج المساجد ونحوه خرج علیٰ طريق المشورة لا الالزام فيفعلون به ماشاؤ لانه ملكهم والوصية انما صحت باعتبار التمليک. زيلعی ملخصاً الخ شامی[1] ج۵ ص ۴۴۵.

(۵) جو مال بازاری عورت کو حرام کاری کے عوض میں ملا ہے وہ حلال نہیں اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں اس کے ذمہ واجب ہے کہ واپس کردے اگر معطی مرگیا تو اس کے ورثہ کو دیدے اگر ورثہ بھی موجود نہ ہوں تو صدقہ کردے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے مجھ کو بچالے اور اس صدقہ سے ثواب کی نیت نہ کرے۔ وفی المنتقیٰ امرأة نائحة اوصاحبة طبل اوزمر اكتسبت مالا ردت علیٰ اربابه ان علم والاتتصدق به وان من غير شرط فهو لها قال الامام الاستاذ لا يطيب والمعروف كا لمشروط اهـقلت وهٰذا مما يتعين الاخذ به فی زماننا لعلمهم

[1]..... شامی كراچی ص ۶۹۶ ج۶ كتاب الوصايا، فصل فی وصايا الذمی وغيره، تبيين الحقائق ص ۶/۲۰۴، باب وصية الذمی، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۴/۴۵۱، باب وصية الذمی، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

انهم لا يذهبون الا بأجر البتة اه شامی[1] ج۵ ص ۳۴ نعمانیه. مات رجل ويعلم الوارث ان اباه كان يكسب من خبيث لا يحل ولكن لا يعلم الطالب بعينهٖ ليرد عليه حل له الارث والافضل ان يتورع ويتصدق بنية خصماء ابيه اه وكذالا يحل اذاعلم عين الغصب مثلاً وان لم يعلم مالكه لما فی البزازية اخذ مورثه رشوة اوظلماً ان علم ذٰلک بعينه لا يحل له اخذه والافله اخذه حكما اما فی الديانة فيتصدق به بنية ارضاء الخصماء اهـشامی[2] ج۴ ص ۱۳۰.

فقط والله تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

طوائف کے بنائے ہوئے مکان کو مدرسہ کیلئے کرایہ پر لینا

سوال:- ایک طوائف نے اپنی کسی حرام آمدنی سے ایک مکان تعمیر کیا آیا اس مکان کو بغرض مدرسہ اسلامیہ کہ جس میں قرآن شریف وحدیث وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے کرایہ پر لینا جائز ہے یا نہیں نیز مکان مذکورہ میں نماز جماعۃً اور منفرداً ادا کرنا کیسا ہے۔

---

[1]..... شامی کراچی ص ۵۵ ج ۶ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستيجار علی المعاصی. البحر كوئٹه ص ۵/۲۰۱، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، عالمگيری كوئٹه ص ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

[2]..... شامی كراچی ص ۹۹ ج۵ كتاب البيوع، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، البحر كوئٹه ص ۵/۲۰۱، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، عالمگيری كوئٹه ص ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب،

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ امر ظاہر ہے کہ زنا کی اجرت حرام ہے رنڈی اس کی مالک نہیں ہوتی۔ اصل مالک کو اور اس کی عدم موجودگی کے وقت اس کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا علم نہ ہو تو تصدق بہ نیت گلوخلاصی واجب ہے اگر رنڈی کے پاس حلال مال بھی تھا اور حرام بھی اور ان دونوں کے مجموعہ سے مکان کو تعمیر کیا ہے تو حرام کو حلال کے ساتھ خلط کر دینے سے ملک متحقق ہوگئی (اگرچہ حرام کا ضمان بطریق مذکور واجب ہے) **وفی الفصل العاشر من التاتارخانیة عن فتاویٰ الحجة من ملک اموالا غیر طیبة او غصب اموالا وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً ردالمحتار**[1] **ص ۳۴ ج ۲ والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لا یحل له ویتصدق به بنیة صاحبه الی قوله لو اختلط بحیث لا یتمیز یملکه ملکا خبیثا لکن لا یحل له التصرف فیه مالم یودبدله ردالمحتار**[2] **ص ۱۸۱ ج ۴** لہٰذا اس مکان کو کرایہ پر لینا اور اس میں دینی تعلیم دینا اور نماز پڑھنا منفرداً و جماعۃ درست ہے اگر رنڈی کے پاس حلال مال بالکل نہ تھا بلکہ محض حرام مال سے زمین خریدی اور مکان تعمیر کرایا تھا تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر قیمت پہلے دیدی اور حرام مال سے دی ہے اور پھر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے تب تو اس کا کرایہ پر لینا ناجائز ہے اور اگر قیمت پہلے تو نہیں دی لیکن اس حرام مال متعین کر کے مخصوص طور پر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے اور وہی متعین کردہ حرام مال قیمت میں دیدیا تب بھی اس کا کرایہ پر لینا ناجائز ہے۔

---

[1]..... شامی کراچی ص ۲۹۱ ج ۲ کتاب الزکاة، مطلب فیما لو صادر السلطان جائراً فنوی بذلک اداء الزکاة، تاتارخانیه ص ۲/۲۸۹، کتاب الزکوة، الفصل العاشر، مطبوعه کراچی،

[2]..... شامی کراچی ص ۹۹ ج ۵ کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، عالمگیری ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر، البحر کوئٹه ص ۸/۲۰۸، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

اوران دونوں صورتوں میں اس میں نماز پڑھنا بھی صلوٰۃ فی الارض المغصوبہ کے حکم میں ہے اوراگر زمین خریدی ہے حرام کو متعین کر کے اور قیمت ادا کردی غیر حرام سے یا زمین خریدی بلاتعیین حرام وحلال اور قیمت ادا کی حرام سے تو ان تینوں صورتوں میں اس کا کرایہ پر لینا اور اس نماز پڑھنا جائز ہے توضیح المسئلہ کمافی التاتارخانیہ حیث قال رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فهٰذا علیٰ خمسة اوجه ان دفع تلک الدراهم الیٰ البائع اولا ثم اشتریٰ منه بها اواشتریٰ قبل الدفع بها ودفع اواشتریٰ قبل الدفع بها ودفع غیرها اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراهم اواشتریٰ بدراهم اٰخر ودفع تلک الدراهم قال ابونصر یطیب له ولا یجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الاول والیه ذهب الفقیه ابواللیث لٰکن هٰذا خلاف ظاهر الروایة فانه نص فی الجامع الصغیر اذا غصب الفافاشتریٰ بها جاریة وباعها بالفین تصدق بالربح قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاثة الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الاٰن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس اه وفی الولوالجیة وقال بعضهم لا یطیب فی الوجوه کلها وهو المختار لکن الفتویٰ الیوم علی قول الکرخی دفعاً للحرج لکثرة الحرام اه ردالمحتار[1] ج۴ص ۳۰۴.

تاہم ایسے مکان کو کرایہ پر لینے سے خصوصاً تعلیم دین کے لئے اوراس میں نماز پڑھنے سے احتیاط اوراجتناب بہرحال انسب وافضل ہے ترجیحاً للمختار ولا سیمافی زماننا

---

[1]..... شامی زکریا ص ۴۹۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتریٰ علی خمسة أوجه. هدایه ص ۴/۳۷۲، کتاب الغصب، مکتبه تهانوی، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۱۰۹، کتاب الغصب.

دفعاً لطعن العوام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱۲/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ذی الحجہ ۵۴ھ

مدارس اسلامیہ کے لئے عیسائیوں سے امداد لینا

سوال:- ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے جس کی نہ کوئی ذاتی عمارت ہے اور نہ ہی حکومت سے کوئی امداد ملتی ہے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں کے سامنے اس وقت مسائل درپیش ہیں۔ امید ہے کہ جناب والا شرعی حیثیت سے اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ مدرسہ کی بدحالی کو دیکھ کر بعض غیر ملکی عیسائیوں نے تمام اخراجات برداشت کرنے کا ذمہ لیا اور ایک مدت سے وقفہ وقفہ سے کچھ رقم برابر ادا کرتے رہے جس سے مدرسہ کی عمارت، اساتذہ کی تنخواہ اور طلباء کی کفالت وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے۔ کیا فقہی نقطۂ نظر سے عیسائیوں کی اس رقم کو ایک دینی واسلامی مدرسہ کے لئے خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی بھی غیر مذہب کا آدمی اہل اسلام کے دینی کام کے لئے کارِ ثواب سمجھ کر روپیہ دے تو فی نفسہٖ اس کا لینا اور وہاں صرف کرنا شرعاً درست ہے جبکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ عیسائی لوگ جو رقم دین اسلام کے مدرسہ کے لئے دیتے رہتے ہیں اس سے ان کی کچھ غرض ہوتی ہے۔ وہ اہل اسلام کو زیر احسان رکھتے ہیں، اپنے اخلاق کا اثر ڈالتے ہیں۔ بچوں کے اخراجات دے کر ان کو اپنے سے قریب کرتے ہیں، اپنے اسکولوں میں ان کو داخل کرنے کی

ترغیب دیتے ہیں، اپنے نظریات کو دماغوں میں اتارتے ہیں، اپنے بچوں کو دینی مدرسہ میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی کتابوں وہاں پڑھانے کے لئے کہتے ہیں، اپنا مدرس وہاں رکھنے کی تدبیر کرتے ہیں۔ یہ سب کام بہت آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقہ پر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کم ہوکر عیسائی تعلیم وتربیت اس کی جگہ فروغ پاتی ہے۔ پھر وہ اول مخلوط مدرسہ یا اسکول بنتا ہے پھر کالج بن جاتا ہے۔ اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے ہمارے اکابر نے انگریز سے امداد قبول نہیں کی اور بھی مفسدہ ہے۔ ناواقف لوگوں نے امداد قبول کی، ان کے مدرسہ کا بگڑتا ہوا حال ہم نے خود دیکھا۔ جہاں پہلے حدیث شریف کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس امداد کی نحوست سے اب دینی تعلیم کچھ نہیں رہی، اس کی جگہ انگریزی اور دوسری تعلیم نے لے لی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۱۴۰۱ھ

غیر مسلم کی امداد دینی مدرسہ میں

سوال:- ایک کافر دین کے مدرسہ میں کچھ کپڑے اناج یا روپیہ کی امداد کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ امداد غریب طلبہ ومسکینوں پر خرچ کردی جائے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ثواب سمجھ کر دیتا ہے اور غالب خیال یہ ہے کہ اہل مدرسہ طلبہ وغیرہ یا دیگر اہل اسلام

---

[1]..... مستفاد: وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه أوترميمه اذا لم يكن فى ذٰلک ضرر دينى ولا سياسى، كما لوعرض اليهود الان على المسلمين أن يعمروا المسجد الأقصى بترميم ماكان قد تداعىٰ من بنائه أو بذلوالذٰلک مالاً لم يقبل منهم لا نهم يطعمون فى الاستيلاء على هذا المسجد، فربما جعلوا ذلک ذريعة لا دعاء حق لهم فيه، تفسير مراغى، دارالفكر ص ۷۴ ج ۴،

پر اپنے احسان کا اظہار نہیں کرے گا نہ کسی اور مضرت کا اندیشہ ہے تو لینا جائز ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/رمضان ۵۶ھ

سرکار سے ملحق مدرسہ کا محض دفتری خانہ پری کر کے امداد حاصل کرنا گرانی الاؤنس سے زائد دکھلا کر وصول کرنا

سوال:- ایک مدرسہ میں چند مدرسین درسِ نظامی کی تعلیم پر مامور ہیں اور اس کی انھیں تنخواہ ملتی ہے اور ۳۰/روپیہ ماہانہ گرانی الاؤنس بھی ملتا ہے۔ ان اخراجات کی آمدنی کے لئے کوئی مستقل ذریعہ نہیں ہے بلکہ اہتمام کی طرف سے مختلف ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان ہی میں سے ذریعہ کے طور پر بعض دیگر ادارتی مصلحتوں کی بنا پر سرکار سے الحاق کر لیا گیا ہے مگر سرکاری نصاب کی تعلیم نہیں ہوتی، صرف دفتری خانہ پری کے ذریعہ تعلیم دکھلا دی جاتی ہے سرکار مختلف ناموں سے امداد دیتی رہتی ہے۔ لائبریری کے نام سے، کبھی تنخواہوں کے نام سے اور دیگر تعلیمی اخراجات کے نام سے اور مہتمم ان رقوم کو ادارتی مصلحتوں میں خرچ کرتا رہتا ہے اور مدرسین کو ان دفتری خانہ پری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب گورنمنٹ نے ۳۰ روپیہ ماہانہ گرانی الاؤنس دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس طریقہ سے گورنمنٹ سے رقم لینا اور اپنی حسبِ

---

[1]..... مستفاد: .وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر مسجدا بناه كافر أو أوصى ببنائه أوترميمه اذا لم يكن فى ذٰلک ضرر دينى ولا سياسى (تفسير مراغى ص ۷۴ ج ۴، سورۂ براء ة تحت آيت (۱۷) الايضاح، مطبوعه دارالفكر بيروت، معارف القرآن، ص ۳۳۱/۴، سورۂ توبه، تحت آيت: ۱۷، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، للمفتى محمد شفيع صاحب رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً)

صوابدید ادارہ پر خرچ کرنا شرعاً درست یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر الحاق کی شرائط موجود نہیں، غلط بیانی کر کے شرائط الحاق موجودہ ظاہر کر کے الحاق کیا گیا ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا، صرف دفتری خانہ پری کر کے بتلا دیا جاتا ہے کہ تقاضوں کو پورا کر دیا گیا اور اس طور پر امداد حاصل کی جاتی ہے تو یہ زور وخداع ہے[1] اس کا لینا دانشمندی کے بھی خلاف ہے۔ پھر اس کی تقسیم کا سوال بے محل ہے۔ کیا مدرسین حضرات ایسی رقم لینے کیلئے آمادہ ہو جائیں گے۔ امید تو یہ ہے کہ اگر ان کو دی جائے تب بھی وہ قبول نہیں کریں گے۔ ان کی دیانت اس کی اجازت نہیں دے گی بلکہ اس کو برداشت نہیں کریں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۲/۹۰ھ

---

[1]..... واجتنبوا قول الزور (سورة حج، پاره ۱۷ آیت: ۳۰)

ترجمه:- اور جھوٹی بات سے کنارہ کش ہو۔ (بیان القرآن)

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من غش فليس منا ترمذی شريف ص ۱/۲۴۵، كتاب البيوع، باب ماجاء فی كرهية الغش فی البيوع، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، مسلم شريف ص ۱/۷۰، كتاب الايمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا، مطبوعه رشيديه دهلی.

فصل پنجم: مدرسین کی تنخواہوں کا بیان

تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق

سوال:- زید ایک ادارے کا مہتمم ہے۔ بے جا غلط فہمی کی بناء پر انہوں نے بکر مدرس سے ۱۵ر شوال کو مستعفی ہونے کو کہا۔ بکر نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ تو کیا اس صورت میں بکر تعطیل کلاں کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے؟ جبکہ مطالبۂ استعفیٰ معزول کر دینے کے ہم معنیٰ ہے۔ اور بصورت معزولی ادارہ مذکور کے دستور کے مطابق مزید ایک ماہ کی تنخواہ کا مستحق ہوتا ہے۔ غرضیکہ بکر مدرس تنخواہ تعطیل کلاں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ استعفیٰ مہتمم کے مطالبہ پر دیا گیا ہے۔ اور مہتمم مدرسہ برعکس اس کے تعطیل کلاں کی کچھ حاصل کی ہوئی تنخواہ کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور بکر کا سامان جو اس کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے واپس نہیں کرتا، مہتمم مذکور کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر کو تعطیل کلاں کی تنخواہ ملنی چاہئے یا نہیں؟ اور جو کچھ بسلسلۂ تنخواہ لے چکا ہے اس کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر تعطیل، استعفاء، معزولی کے متعلق مستقلاً کوئی معاملہ نہیں ہوا تھا تو عام دینی مدارس کے عرف کو حکم تجویز کیا جائے گا[1]۔ صورت مسئولہ میں جبکہ مدرس نے استعفیٰ نہیں دیا۔ شوال میں

---

[1] المعروف بالعرف كالمشروط شرطا، قواعد الفقة، ص ۱۲۵، رقم القاعدة: ۳۳۴، الرسالة الثالثة فی القواعد الفقهية، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۱/۳۷، رقم المادة: (۴۳) المقالة الثانية فی بيان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، الاشباه والنظائر ص ۱۵۲، الفن الاول، القاعدة السادسة، مطبوعه اشرفی ديوبند.

حاضر ہوکر کام کرنا چاہتا تھا۔ تو وہ تعطیل کلاں کی تنخواہ کا حقدار ہے۔ پندرہ شوال (تاریخ مطالبۂ استعفاء) تک کی تنخواہ اس کو دی جائے[1]، اور جو سامان اس کا محبوس کرلیا وہ واپس دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۵ھ

ایام تعطیل کی تنخواہ

سوال: - مدرسین مدرسہ رمضان شریف کے موقعہ پر مدرسہ کا کام کرتے ہیں جبکہ وہ ان کی رخصت کا وقت ہوتا ہے۔ اب ان کو اجرت کس حساب سے دی جائے کیا فیصد مقرر کر کے دی جائے یا بلاتعین دی جائے؟

(۲) جو مدرسین تعلیم کے اوقات میں مدرسہ کا کام کرتے ہیں، ان کو اجرت دینے کی کیا شرح ہونی چاہئے؟

(۳) دارالعلوم دیوبند میں مدرسین یا سفیر مدرسہ کو رخصت اور عدمِ رخصت میں مدرسہ کا کام کرنے پر جو دیا جاتا ہے اس کی کیا شرح ہے؟ کیا آپ بغیر تنخواہ کام کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر اس کے لئے مدرسہ کی طرف سے کوئی ضابطہ نہیں ہے تو طرفین باہمی مشورہ سے معاملہ طے کرلیں۔ مثلاً اس طرح کہ مستقل ملازم اگر ایام تعطیل میں فراہمیٔ چندہ کی خدمت حسب تجویز ارکانِ مدرسہ انجام دے گا تو اس کو اتنے ایام کی تنخواہ دو چند دی جائے گی۔ یا اس سے کچھ زیادہ یا کم، جو کچھ طے ہوجائے، تاکہ جہالت باقی نہ رہے۔ فی صد مقرر نہ کریں کہ اس میں جہالت ہے۔ کیونکہ یہی متعین نہیں کہ کس قدر وصول ہوگا؟ بلاتعین دیئے جانے پر قناعت

[1] راجع عنوان "چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون" رقم الهامش: ۳.

دشوار ہے۔ جہالت کی وجہ سے نزاع کا بھی مظنہ ہے[۱]۔ وھٰذا ظاھر

(۲) اوقات تعلیم کی تو تنخواہ ملتی ہی ہے۔ اگر تعلیم کے علاوہ کوئی دوسرا کام ان اوقات میں ان سے لینا ہے تو کام کی اور مدرسین کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاملہ کرلیا جائے۔ برضاءِ طرفین حسبِ مصالح مدرسہ جو کچھ بھی طے ہو جائے[۲]، اگر وہ اپنی اصلی تنخواہ تدریس پر ہی دوسرا کام انجام دینے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو یہ بھی درست ہے، جبکہ مفادِ مدرسہ بھی اس میں ہو۔

(۳) اس کو دفترِ اہتمام سے دریافت کیا جائے۔ مجھے اس کی شرح معلوم نہیں۔ میں نے خود کبھی دینی خدمات بلا معاوضہ انجام نہیں دی، بلکہ میری تنخواہ مقرر رہتی ہے۔ جس پر معاوضہ کا مسئلہ سامنے آیا ہو، کارِ مفوضہ کا جو کچھ مشاہرہ مجھے ملتا ہے وہ بھی میری قابلیت وحیثیت سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کبھی کوئی کام لیتا ہے تو اس کے معاوضہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۵ھ

جواب صحیح ہے۔ (۳) کا جزو آخر حضرت مفتی صاحب کی تواضع اور انکسار ہے۔

العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۵ھ

---

[۱]..... فكل ما افسد البيع يفسدها كجهالة مأجور او أجرة (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۶ ج ۶ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسد، شرح المجلة ص ۲۵۴ ، ج ۱ ، رقم المادة (۴۵۱) الباب الثانی فی مسائل الاجارة الخ، الفصل الثالث فی شرائط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، هدایه ص ۳/۲۹۳، كتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۲]..... ومنها شرائط الصحة: فمنها رضى المتعاقدين، ومنها ان يكون المعقود عليه وهو المنفعة، معلوما علما يمنع المنازعة، عالمگیری دارالکتاب ص ۴/۱۱۴، كتاب الاجارة، شرح المجلة ص ۱/۲۵۴ ، رقم المادة: (۴۴۸/۴۵۰/۴۵۱) الباب الثانی، الفصل الثالث فی شروط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق

سوال:- ایک دینی ادارہ جس میں چند مدرسین چند سالوں سے کام کررہے ہیں۔ اتفاق سے گذشتہ درمیان سال میں مہتمم صاحب سے کچھ مدرسین کو شکایت ہوئی جس کی وجہ سے حسبِ قانونِ مدرسہ مدرسین نے استعفا دیدیا یعنی ایک ماہ سے پیشتر۔ مگر مہتمم صاحب اور دوسرے اراکین نے باصرارِ تمام اس معاہدہ پر کہ آئندہ رمضان کی ۳۰ ؍تاریخ تک آپ لوگ استعفاء مؤخر کردیں۔ اور ۳۰ ؍رمضان تک کی تنخواہ آپ لوگوں کو دی جائے گی۔ گویا کہ آپ لوگ باوجود چھٹیوں کے اور اس کے بعد مدرسہ میں نہ آنے کی صورت میں ۳۰ ؍رمضان تک مدرسہ میں ملازم ہوں گے۔ چھٹیوں کے استعمال کا حق آپ لوگوں کو ہوگا۔ اس تصریح کے ساتھ ان مدرسین کو روک لیا۔ اب حسب سابق ان مدرسین نے مدرسہ میں آخر سال یعنی ۱۸ ؍شعبان تک کام کیا۔ اس کے بعد یا اس سے پہلے ایک دوروز کی رخصت لے کر چلے آئے۔ آنے سے قبل صرف فنڈ کا روپیہ وصول کرلیا۔ اور شعبان ورمضان کی تنخواہ اس وجہ سے کہ پہلے سے یہ تنخواہیں آتے وقت نہیں دیتے تھے، شعبان کی تنخواہ گھر بھیج دیتے تھے اور رمضان کی واپسی پر چھوڑ کر چلے آئے مطالبہ اور سرکاری رقم جو آئندہ آنے والی ہے مدرسہ کے ذمہ باقی ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اس معاہدہ کے بعد ان مدرسین کو ۱۸ ؍شعبان کے بعد ۳۰ ؍رمضان تک کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں اور مہتمم صاحب کو ان تک پہونچانا واجب ہے یا نہیں؟ اور ادا نہ کرنے کی صورت میں مہتمم مدرسہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عموماً دینی مدارس کا ہمارے اطراف میں تعامل معروف یہ ہے کہ ختم سال ماہ شعبان کی

جس تاریخ کو بھی فراغت ہو اس تاریخ کو تنخواہ تو بوجہ کارکردگی لازم ہوتی ہے اس کے بعد تعطیل کلاں ہوتی ہے۔ اس تعطیل کلاں (بقیہ شعبان، کامل رمضان، ابتداء شوال) کی تنخواہ کا استحقاق اس شرط پر ہوتا ہے کہ ملازم بعد التعطیل حاضر ہو کر کام میں مشغول ہو جائے۔ اگر ملازم حاضر نہ ہو بلکہ ملازمت ختم کر دے تو استحقاق نہیں[1] ہوتا۔ لیکن صورت مسئولہ میں جبکہ مہتمم صاحب اور دیگر اراکین مدرسہ نے وعدہ کرلیا ہے تو اس مدت کی تنخواہ لینے کا مدرسین کو حق حاصل ہے۔ وعدہ صریح کی بناء پر تعامل معروف کو ترک کر دیا جائے گا۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: **الخلف فی الوعد حرام**[2] اھ۔ اگر مہتمم صاحب اور اراکین کے نزدیک اس وعدہ میں مدرسہ کی خیر خواہی مضمر تھی تو ان کو وعدہ کرنے کا حق تھا اور اس کو پورا کرنا لازم ہے ورنہ مواخذہ اخرویہ باقی رہے گا۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۰ھ

---

[1]..... راجع عنوان "چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون" رقم الهامش: ۳.

[2]..... الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ الفن الثانی، کتاب الحظر والاباحة، مکتبه اشاعت الاسلام دهلی،

[3]..... اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفئی بوعده ..... ذهب الشافعی وابو حنیفة والجمهور الی انه مستحب وذهب جماعة الی انه واجب (الی قوله) ثم اذا فهم مع ذلک الجزم فی الوعد فلا بد من الوفاء الا ان یتعذر فان کان عند الوعد عازما علی انه لا یفئی به فهذا هو النفاق، وهذا کله یؤید الوجوب اذا کان الوعد مطلقا غیر مقید بعسی او بالمشیة ونحوهما مما یدل علی انه جازم فی وعده الخ، مرقاة شرح مشکوة ص ۶۵۳/۴، باب المزاح، کتاب الآداب، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکاة ص ۱۵۷/۹، قبیل باب المفاخرة والعصبیة، کتاب الآداب، مطبوعه زکریا دیوبند.

مدرسہ کی تعطیل کلاں کی تنخواہ

جبکہ تعطیل کے ختم پر دوسری جگہ چلا گیا

سوال:- (۱) زید بحیثیت عربی مدرس ایک ادارہ میں ملازم تھا اور مستقل تھا۔ جمادی الاولیٰ میں ساز باز کر کے دوسری جگہ ملازمت کی بات کی اور رمضان شریف میں تقرر کرالیا۔ شعبان میں رخصت پر گیا اور بعد رمضان نئی جگہ پر چلا گیا۔ اور شعبان اور رمضان کی تنخواہ دھوکہ سے لے لی۔ جبکہ اس ادارہ کا قانون ہے کہ کم از کم ایک ماہ قبل استعفیٰ دے اور اس ماہ کام بھی کرے تاکہ ادارہ دوسرے معلم کا انتظام کرلے۔ لیکن زید نے اس کے خلاف کیا۔ پورے شوال غیر حاضر رہ کر ذی قعدہ میں اپنے نہ آنے کو مطلع کیا۔ نصف شعبان اور رمضان کی تنخواہ زید کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کر کے پہلے مدرسہ کو ویران کرنا

سوال:- (۲) زید ایک مستند عالم ہے اور ایک مذہبی بین الاقوامی ادارہ میں کام کرتا ہے۔ چار سال کام کیا۔ اس کے ساتھ بڑے احسانات کئے گئے۔ مگر اس سے ایسی کوتاہیاں ہوئیں کہ اگر مہتمم وصدر مدرس نہ سنبھالتے تو یہ کہیں کا نہ رہتا۔ مگر زید نے اس ادارہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش کی۔ طلباء میں پارٹی بندی کرادی اور طلباء سے کہہ دیا کہ میں شوال میں نہیں آؤں گا، تم بھی نہ آنا۔ اور چندہ دہندگان کو سمجھایا کہ فلاں ادارے میں نہ کوئی طالب علم ہے نہ استاد ہے، وہاں نہ لڑکوں کو بھیجنا نہ چندہ دینا۔ اس طرح قدیم ادارہ کو توڑنا اور جدید جگہ پر طلباء کو لے جانا یا ادھر ادھر منتشر کر کے ادارے کو بند کرانے کی سعی کرنا زید کے لئے جائز ہے

یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر وقت ملازمت تعطیل کے متعلق کوئی معاملہ طے نہیں ہوا تو دیگر مدارس میں جو کچھ تعامل ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔[۱] وہ یہ ہے کہ ماہ شعبان میں سالانہ امتحان سے فراغت پر تعطیل ہو جاتی ہے۔ رمضان المبارک کا پورا مہینہ تعطیل میں گذر جاتا ہے۔ پھر شوال کا بھی کچھ وقت تعطیل میں محسوب ہوتا ہے، مگر اس سے مستفید ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ بعد تعطیل مدرسہ کھلنے پر ملازم حاضر ہو کر مدرسہ کے کام میں مشغول ہو جائے ورنہ اس کو ان ایام کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ پس جو شخص شوال میں حاضر نہیں ہوا نہ رخصت لی۔ (رخصت استحقاقی بھی حاضری کے حکم میں ہے) بلکہ اس نے دوسری جگہ ملازمت کر لی۔ اس تعطیل کی مدت کی تنخواہ کا مستحق نہیں[۲]۔ اگر تنخواہ لے چکا ہے تو واپس کر دے۔

(۲) یہ حرکت سخت مذموم قابل نفرت، قابل ملامت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

عارضی مدرس کے لئے تعطیل کلاں کی تنخواہ

سوال:- نذیر احمد کو مدرسہ مظہر العلوم شموگہ کے ذمہ داروں نے ماہ ذی الحجہ ۹۴ھ سے آخر سال تعلیم شعبان تک کے لئے عارضی مدرس رکھا۔ اب کیا مسمّٰی مذکور ایام تعطیل کلاں از

---

[۱]..... راجع عنوان "تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق" رقم الهامش: ۱.

[۲]..... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، قواعد الفقه ص ۹۰، رقم القاعدة (۱۷۶) مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۱/۳۴، رقم المادة: ۳۶، المقالة الثانية فى بيان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،

پندرہ شعبان تا پندرہ شوال پوری دو ماہ کی تنخواہ کا شرعاً حقدار ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر مدرس کو علیٰ حالہ پوری تنخواہ دی جارہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ عارضی ملازمت ہی شعبان تک تھی تو پھر تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق نہیں، مستقل مدرسین پر قیاس نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۵ھ

تعطیل کلاں کے بعد استعفیٰ پر تنخواہ کا استحقاق

سوال:- پورے سال بھر پڑھانے کے بعد اگر کوئی شخص رمضان کی تعطیل میں استعفیٰ دینا چاہتا ہے تو وہ شرعاً رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو کیا استحقاق کی کوئی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں قانون یہ ہے کہ رمضان کی تنخواہ کا استحقاق (تعطیل ہونے کی صورت میں) اس وقت ہے جبکہ شوال میں مدرسہ کھلنے پر حاضر ہوکر کام کرے ورنہ استحقاق نہیں وہاں قانون بھی

---

[1]..... اذا عقدت الاجارة فی اول الشهر علی شهر واحد او اکثر من شهر انعقدت مشاهرة ..... لو عقدت الاجارة فی اول الشهر لسنة، تعتبر اثنی عشر شهرا، شرح المجلة ص ۲۷۲، ۱/۲۷۳، رقم المواد (۴۸۸/۴۹۲) الباب الرابع فی المسائل التی تتعلق بمدة الاجارة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، عالمگیری دارالکتاب ص ۴۱۶/۴، الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیها الاجارة،

یہ ہوتو حکم بھی یہی ہوگا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بلانوٹس استعفیٰ سے استحقاق تنخواہ

سوال:- زید نے ایک مدرسہ میں قوانین مدرسہ کے اقرار پابندی کے ساتھ قریب دو سال تک مدرسی کی۔ایک روز افراد کمیٹی نے تعلیمی انحطاط کو دیکھ کر زید کی عزت ووقار سے تعرض کئے بغیر سنجیدگی کے ساتھ بوجہ انحطاط تعلیم کے توجہ الی الطلبہ کی یاددہانی کرائی۔زید کو ناگوار گذری۔اس بنا پر مدرسی سے استعفا دیدیا اور اب قوانین مدرسہ کا انکار کرتا ہے۔استعفیٰ والے مہینے میں زید نے بیس یوم تعلیمی کام کیا اور دس دن باقی رہ گئے ہیں۔وہ قوانین یہ ہے (۱) کہ کسی مدرس کو نوٹس دینے یا کسی مدرس کو از خود نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم ایک ماہ قبل اطلاع دی جائے (۲) اگر اطلاع کئے بغیر کسی مدرس کو فوری طور پر نکالا گیا تو افراد کمیٹی مدرس کو ایک ماہ کا مشاہرہ دے کر نکال سکتے ہیں (۳) اسی طرح سے فوری طور پر نکلنے والے مدرس پر بس ایک ماہ کی تنخواہ عائد ہوتی ہے۔

تو اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ از روئے شرع مدرس کے انکار مع الاقرار کی بنا پر مدرس کی بیس دن کی تنخواہ افراد کمیٹی کے ذمہ واجب الادا سمجھی جائے یا مجرم قانون شکن مدرس پر بقیہ دس دن کا مشاہرہ عائد کیا جائے؟

---

[1]..... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، مطبوعه اشرفی دیوبند، قواعد الفقه ص ۹۰، رقم المادة (۱۷۶) الرسالة الثالثة فی القواعد الفقهية، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۳۴/۱، رقم المادة (۳۶) المقالة الثانية فی بيان القواعد الفقهية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعلیمی انحطاط دیکھ کر توجہ دلانا مدرسہ سے علیحدہ کرنا نہیں، اس سے متأثر ہو کر مدرس نے استعفیٰ دیا ہے تو ایک ماہ قبل استعفیٰ دینا لازم ہے[۱]۔ استعفیٰ دیکر ایک ماہ کام کرے تو اس ماہ کی تنخواہ کا مستحق ہوگا[۲]۔ اب ان بیس یوم کی تنخواہ کا مستحق نہیں اگر استعفیٰ دے کر فوراً کام ترک کر دیا ہو[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۹۰ھ

فساد کے اندیشہ سے کچھ مدت گھر بھیجے گئے مدرس کو اس زمانہ کی تنخواہ

سوال: -طلباء میں باہمی نزاع کی بناء پر ارباب مدرسہ نے ایک مدرس کو گھر بھیج دیا۔

---

[۱]..... المسلمون علی شروطهم الاشرطا حرم حلالاً أو احل حراماً (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس)

ترجمہ: -مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔

[۲]..... الاجرة لا تجب بالعقدة وتستحق باحدی معانی ثلثة، اما بشرط التعجیل او بالتعجیل علیه، هدایه ص ۳/۲۹۴، باب الآجر متی یستحق، مطبوعه یاسر ندیم، عالمگیری دارالکتاب ص ۴/۴۱۳، کتاب الاجارة، الباب الثانی، شامی کراچی ص ۶/۱۰، کتاب الاجارة.

[۳]..... الاجیر الخاص یستحق الاجرة اذا کان فی مدة الاجارة حاضرا للعمل، ولایشترط عمله بالفعل ..... لکن لیس له ان یمتنع عن العمل، واذا امتنع لا یستحق الجرة، شرح المجلة ص ۱/۲۳۹، رقم المادة (۴۲۵) الکتاب الثانی فی الاجارة، الباب الاول فی الضوابط العمومیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۶۹، کتاب الاجارة، مبحث الاجیر الخاص، الدرالمنتقی علی هامش المجمع ص ۳/۵۴۷، فصل فی ضمان الاجیر، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

پندرہ روز بعد یہ مدرس مدرسہ میں آ گئے تو اس ۱۵/دن کی تنخواہ دینا اور ان کو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فساد کے اندیشہ سے مدرسہ کے مصالح کی خاطر مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی نے جب ایک مدرس کو ۱۵/دن کیلئے اس کے وطن بھیج دیا پھر فساد کا اندیشہ دفع ہونے پر باہمی مصالحت کے بعد مدرس کو بلا لیا تو ۱۵/دن کی تنخواہ مدرس کو دی جا سکتی ہے اور اس کو لینے میں مضائقہ نہیں[1]۔ اگر مدرس نے استعفاء دیدیا ہوتا یا اس کو اہل مدرسہ نے الگ کر دیا ہوتا یعنی اس کی ملازمت ختم کر دی جاتی اور تقرر جدید کر کے بلایا جاتا تو اس مدت کی تنخواہ کا لینا اور دینا درست نہ ہوتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رخصت بیماری میں روحانی بیماری کا توریہ

سوال:- بعض احباب اپنے اخلاقی و معاشرتی و روحانی امراض کی بنا پر اپنی چھٹی بڑھاتے ہیں۔ ضابطہ میں جتنی چھٹی ہوتی ہے اس سے زیادہ مثلاً ایک ماہ کی چھٹی بیماری کے نام سے تار یا خط لکھ کر بڑھوائی۔ وہ بڑھ گئی اسے اپنی روحانی بیماری کے علاج میں گذار کر واپس ہوئے۔ وہاں جا کر پھر ملازمت شروع کر دی۔ اس بیماری کی چھٹی کی تنخواہ بھی مل گئی تو اس تنخواہ کا لینا کیسا ہے؟ کیونکہ اس دفتر میں بیماری سے مراد معروف بیماری جسمانی ہوتی ہے۔ اس مہینہ میں دفتر کا کوئی کام نہیں کیا۔ اور جسمانی بیماری جو معروف ہے وہ بھی نہ تھی روحانی بیماری کا توریہ کیا تھا تو اس تنخواہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہو اور واپس کرنے کا حکم ہو اور واپس کرنا

---

[1]..... مستفاد: وفی الفتاویٰ الحانوتی یستحق المعلوم عند قیام المانع من العمل ولم یکن بتقصیرہ سواء کان ناظرا أو غیرہ کا لجابی (شامی کراچی ص ۳۷۲ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی من لم یدرس لعدم وجود الطلبة)

بھی مشکل ہوتو پھر اس رقم کا کیا مصرف ہوگا؟ آیا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کو دے سکتا ہے یا غرباء فقراء پر تقسیم کردے یا کیا کرے اور اس ملازمت میں دولت مسلم یا غیر مسلم ہونے میں تنخواہ کے جواز یا عدمِ جواز میں کیا فرق ہوگا؟ چونکہ ابھی ایک صاحب نے یہ ہم سے پوچھا ہے اور وہ دور ملک کے رہنے والے ہیں، ان کو جلدی جواب دینا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مبتلیٰ بہ خود جانتا ہے کہ کون سی بیماری زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے جس کے لئے چھٹی کی ضرورت ہے۔ صورت مسئولہ میں توریہ درست ہے[1] اور یہ تنخواہ بھی درست ہے[2]۔ دولت مسلم اور غیر مسلم سے اس میں فرق نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۳ھ

بغیر پڑھائے کمرہ کی حاضری پر تنخواہ لینے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال:- زید کسی عارضی بیماری کی وجہ سے ایک دن مدرسہ کے درس میں حاضر نہیں ہوا اور نہ سبق پڑھایا بلکہ مدرسہ کے احاطہ میں اپنے کمرہ میں رہا۔ تو اس کو اس مذکورہ دن کی تنخواہ لینا

---

[1]..... التورية ان يظهر خلاف ما اضمر فى قلبه اتقانى قال فى العناية فجاز ان يراد بها هنا اطمينان القلب وان يراد الانسان بلفظ يحتمل معنيين، رد المحتار كراچى ص ۶/۱۳۴، كتاب الاكراه، مطلب بيع المكروه فاسد وزوائده مضمونه بالتعدى، فتح القدير ص ۹/۲۴۱، كتاب الاكراه، مطبوعه مصر.

[2]..... الاجير الخاص من يعمل لواحد ويسمى اجير واحد ويستحق الاجر بتسليم نفسه مدته سواء عمل او لم يعمل مع التمكن بالاجماع مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، هندية ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثانى فى بيان انه متى تجب الاجرة.

جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مدرسہ کا قانون یہ ہے کہ لڑکے جب غلہ وغیرہ کی وصولی کے لئے جاتے ہیں تو مدرس کے ذمہ اگرچہ کوئی کام نہیں رہتا لیکن اس کو مدرسہ کے احاطہ میں رہنا ضروری ہوتا ہے، چاہے درسگاہ میں رہے یا اپنے حجرہ میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تنخواہ اس دن کے لینے کا حق نہیں۔ یہاں سبق نہ پڑھانا اپنی ذاتی ضرورت سے ہے۔ غلہ کی وصولی کے لئے لڑکے چلے جاتے ہے اور اس وقت سبق نہیں پڑھایا جاتا تو یہ مدرسہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے قیاس صحیح نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون

سوال:- کوئی دینی ادارہ، کوئی دینی محکمہ، اپنے ملازم کو اپنے دستور اور قانون سے اطلاع کئے بغیر کسی قانون کے زد میں لے کر نقصان پہونچا دے۔ مثلاً بڑی تعطیل کی تنخواہ ضبط کر دینا آیا یہ شرعی قانون ہے یا دنیوی، اگر دنیوی ہے اس کا دینی اداروں میں نفاذ کہاں تک صحیح ہے اور اگر شرعی ہے تو اس کی اصل کیا ہے محقق اور مفصل تحریر فرمادیں کہ دینی اداروں میں دنیوی قانون کا

---

[1]..... الاجیر الخاص یستحق الجرة اذا کن فی مدة الاجارة حاضرا للعمل ..... غیر انه یشترط ان یتمکن عن العمل فلو سلم نفسه، ولم یتمکن منه لعذر کالمطر والمرض فلا اجر له، شرح المجلة ص ۲۳۹/۱، رقم المادة (۴۲۵) الکتاب الثانی فی الاجارة، الباب الاول فی الضوابط العمومیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۳/۵۴۷، کتاب الاجارة، فصل فی ضمان الاجیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۹، باب ضمان الاجیر.

ٹھوکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی خدمت تعلیم تدریس تبلیغ میں اصل یہ ہے کہ کوئی معاوضہ کسی سے نہ لینا چاہئے بلکہ کہہ دینا چاہئے کہ **لا اسئلکم علیہ مالاً ان اجری الا علی اللّٰہ**[1]۔ لیکن اگر کسی کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں تو اجرت لینے کی فقہائے متاخرین نے اجازت دی ہے[2]۔ باقاعدہ معاملہ کرلیا جائے کہ اتنے گھنٹے اور دن کام کرے گا اور اس کا معاوضہ اتنا یا ماہانہ یا سالانہ لیگا پھر اس معاملہ کا تقاضہ اصالۃً یہ ہے کہ جب کام نہ کرے اس کا معاوضہ نہ لے خواہ جمعہ کی چھٹی ہو خواہ عید بقرعید وغیرہ کی خواہ تعطیل کلاں ہو لیکن شریعت نے طرفین کو اختیار دیا ہے کہ اپنے معاملہ میں جس قدر ایام کی چھٹی بلا تنخواہ اور جس قدر مع تنخواہ چاہیں رضامندی سے طے کرلیں کسی خاص بات پر مجبور نہیں کیا اگر کسی جگہ اس طرح معاملہ کیا گیا ہے کہ بڑی تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی تو یہ بھی درست ہے[3]۔ اور یہ درحقیقت ایام تعطیل کی تنخواہ ضبط کرنا

---

[1]..... سورۃ ھود، آیت: ۲۹، **ترجمہ**:- میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ (بیان القرآن)

[2]..... ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان (درمختار مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، مجمع الانھر ص۳/۵۳۴، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ھدایہ ص۳/۳۰۳، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ، الفاسدۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

[3]..... ومنھا البطالۃ فی المدارس کایام الاعیا ویوم عاشوراء وشھر رمضان فی درس الفقہ لم ارھا صریحۃ فی کلامھم والمسئلۃ علیہ وجھین، فان کانت مشروطۃ لم یسقط عن المعلوم شیئا، والا فینبغی ان یلحق ببطالۃ القاضی الخ، الاشباہ والنظائر ص۴۷، الفن الاول، القاعدۃ السادسۃ، العادۃ محکمۃ، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص۲/۵۸۹، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، شامی کراچی ص۴/۳۷۲، کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الخ.

نہیں ہے بلکہ ایام تعطیل کی تنخواہ دینا ہے۔ کیونکہ تنخواہ کام کی ہوتی ہے۔ جب کام نہیں کیا تو پھر تنخواہ کا کیا سوال ہے[۱]؟ صاحب معاملہ تبرع کرتا ہے اور اس کے لئے شرط لگا دیتا ہے شرط کے فوت ہونے پر وہ تبرع نہیں کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے[۲]۔ یہ دنیوی قانون کو دینی اداروں میں ٹھوسنا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رخصت اور تعطیل کلاں سے متعلق تنخواہ کا قانون

سوال:- ایک شخص شروع محرم سے ایک ادارہ پر کام کر رہا ہے جس کا قانون یہ ہے کہ مدت ملازمت سے تین ماہ پورے ہونے سے قبل کسی رخصت کا استحقاق نہیں ہوتا ہے چنانچہ تین ماہ کے بعد حسب استحقاق انہوں نے رخصت لی۔

اتفاق اور بیماری کی وجہ سے اب مدرسہ کی مالی مجبوریوں کی وجہ سے حسب تجویز ناظم ادارہ اخیر میں دوسری جگہ منتقل ہو گئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مدت ملازمت کے اندر وہ شخص کل استحقاق رخصت کو استعمال کرنے کا مجاز ہے یا ان تمام حقوق کو سال یا تمام مدت تعلیم پر تقسیم کرنے کے بعد اسی لحاظ سے استحقاق کو استعمال کر سکتا ہے۔

جو تعطیل بین الرخصتین واقع ہوتی ہے کیا وہ رخصت اتفاقیہ شمار ہوں گی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً!

حسب قانون ادارہ تین ماہ ملازمت پورے ہونے پر اتفاقیہ اور بیماری کی رخصت حاصل

---

[۱]..... راجع تحت عنوان ''مهتمم صاحب کی تنخواہ ماہ رمضان میں دوگنی اور کار مفوضہ انجام نہ دینا'' رقم الهامش: ۲.

[۲]..... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس) **ترجمہ**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

کرنے کا حق ہے اور سال پورا ہونے پر جس قدر کا حقدار ہوگا اس کو حاصل کر سکتا ہے لیکن سال پورا ہونے سے پہلے۔ ملازمت کا تعلق ختم ہو جائے تو جس قدر رخصتیں بلا وضع تنخواہ حاصل کر چکا ہے اب اہل ادارہ ان کی تنخواہ وضع کریں گے اور جس قدر رخصتیں باقی ہیں ان کے عوض تنخواہ کا استحقاق نہیں ہوگا بلکہ وہ باقی رخصتیں سوخت ہو جائے گی حتی کہ اگر سال پورا ہو گیا اور ایک دن کی رخصت بھی نہیں لی تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پندرہ دن رخصت اتفاقیہ کا حق تھا جو میں نے وصول نہیں کیا لہٰذا اتنے یوم کی مزید تنخواہ دی جائے[1] جو تعطیل بین الرخصتین واقع ہو وہ بھی رخصت میں شمار ہوگی پنجشنبہ اور ہفتہ کی رخصت لی تو جمعہ کا دن بھی رخصت میں محسوب ہوگا تعطیل میں نہیں اس طرح اگر تعطیل کلاں سے قبل اگر رخصت لی پھر ختم تعطیل پر حاضری کے بجائے رخصت لے لی تو یہ تعطیل کلاں بھی رخصت میں شمار ہوگی۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مدرس کو مہتمم نے الگ کیا پھر سرپرست نے رکھ لیا مدتِ علیحدگی کی تنخواہ کس کو دینی ہے؟

سوال:- مدرسہ اسلامی کے ایک مدرس کو ایک شکایت کے مسموع ہونے پر اپنے طور پر تحقیق کرنے کے بعد جو ان کے نزدیک درست تھی مہتمم مدرسہ نے بمشورہ چند اراکین مدرسہ

---

[1] و [2]..... المسلمون علی شروطهم الحديث ترمذی شريف ص ۲۵۱ ج ۱ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) ابواب الاحكام باب ماذكر عن النبی ﷺ فی الصلح بين الناس. قلت هذا ظاهر فيما اذا قدر (الی قوله) فحيث كانت البطالة معروفة فی يوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعيدين يحل الأخذ (شامی كراچی ص ۳۷۲/۴، كتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظيفة فی يوم البطالة)

مدرس مذکور کو ملازمت مدرسہ سے برخاست کردیا۔ بعد برخاستگی مدرس مذکور اپنے وطن چلے گئے۔ سرپرست مدرسہ کو جب برخاستگی کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے شکایت مسموع کا شرعی ثبوت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یہ برخاستگی کالعدم قرار دیدی، مدرس مذکور کو ملازمت پر بحال کردیا، چنانچہ ان کو وطن سے بلاکر کار متعلقہ ان کے سپرد کردیئے گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرس مذکور برخاستگی کی تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر مستحق ہیں تو پھر یہ تنخواہ اور جو مالی نقصان ان کو ہوا ہے کس کے ذمہ واجب ہے، آیا ان کو منجانب مدرسہ تنخواہ دی جائے یا مہتمم مدرسہ اور وہ اراکین جنکے مشورہ سے یہ برخاستگی عمل میں آئی تھی اپنے طور سے ادا کریں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہتمم کو اختیار تھا برخاست کرنے کا اور اپنے گمان کی حد تک ثبوت کے بعد برخاست کیا ہے تو ان ایام کی تنخواہ مہتمم پر نہیں ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سرپرست اپنے پاس سے دیدے۔ اگر مہتمم کو بغیر سرپرست کی اجازت کے اختیار نہیں تھا تو مہتمم صاحب پر ذمہ داری ہے[1]، بہتر یہ ہے کہ اس کو قانونی شکل نہ دی جائے بلکہ مہتمم صاحب وغیرہ خارجی طور پر بہ حیثیت اعانت ان کی خدمت کردیں تاکہ ان کے نقصان کی بھی تلافی ہوجائے اور بلا کام کئے تنخواہ کا بار مدرسہ پر بھی نہ پڑے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

---

[1]..... قال فی الخانیة وقف له متول ومشرف لیس للمشرف ان یتصرف فی مال الوقف لان ذاک مفوض الی متولی والمشرف مأمورا بالحفظ لا غیر، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۳، کتاب الوقف، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا، شامی زکریا ص ۶/۶۸۲، کتاب الوقف، مطلب لیس للمشرف التصرف.

عرصہ تک ملازمت کرنے کے بعد معذور ہوا تو کیا وہ تنخواہ لینے کا حق دار ہے

سوال:- زید نے عرصۂ دراز تک بعوض تنخواہ ایک مدرسہ میں رہ کر درس کلام پاک کی تعلیم انجام دی، اب بوجہ مسلسل بیمار و بزمانۂ پیرسالی مدرسۂ مذکور کی کسی بھی قسم کی خدمت انجام نہیں دے سکتے، اب فرمایئے کہ اس صورت میں مدرسہ سے تنخواہ پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) زید مذکور اپنی عادتِ بد کی وجہ سے مدرسہ کے نظم میں خلل اندازی بھی کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کے طلباء کی تعلیم و تربیت میں حرج لاحق ہوتا ہے۔ زید مدرسہ میں ہی رہتے ہیں، ان کے عزیز و اقارب گھر لے جانا چاہتے ہیں اور یہ جاتے نہیں ہیں جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مدرسہ کے کارکن حضرات زید مذکورہ کے تلامذہ میں سے ہیں اس لئے زید مذکور کو مدرسہ سے الگ کرنے پر قادر نہیں ہیں اور مدرسہ کی بدنظمی جوان کی وجہ سے ہو رہی ہے اس کا کارکن حضرات کو بھی سخت احساس ہے۔ اب تحریر فرمائیں کہ کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) تنخواہ تو کام کا معاوضہ ہے، جب مدرسہ کا کوئی کام نہیں کرتے تو پھر تنخواہ کس بات کی۔[۱]

---

[۱]..... اذا استأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر سوی المکتوبة (الی قوله) لا یمنع من اتیان الجمعة ویسقط من الاجر بقد ر اشتغاله ان کان بعید وان قریبا لم یحط شئ فان کان بعید او اشتغل قدر ربع النهار یحط عنه ربع الأجرة (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، والاجیر الخاص یستحق الاجر بتسلیم نفسه مدته فلو امتنع ولو حکما کمطر ومرض فلا اجر (سکب الانهر مع المجمع ص ۳/۵۴۷، کتاب الاجارة، فصل فی الاجیر المشترک وغیره، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۸/۲۹، کتاب الاجارة، باب ضمان الاجیر)

(۲) اس حالت میں ان کو چاہئے کہ وہ مدرسہ کا قیام ترک کردیں[۱]، کارکنان مدرسہ جوان کے تلامذہ ہیں وہ ادب واحترام کے ساتھ ان کو رخصت کردیں اور ان کی جانی ومالی خدمت حسب استطاعت بحق شاگردی کرتے رہیں۔ ہاں اگر مدرسہ میں ان کے قیام سے مدرسہ کا نفع ہو، مثلاً ان کے اثر سے مدرسہ کا نظم وضبط قائم رہتا ہو اور ان کی تجربہ کارانہ رائے سے کارکنوں کو روشنی ملتی ہو اور ان کی صحبت سے اصلاح وتربیت ہو تو پھر مدرسہ میں قیام بھی درست ہے اور تنخواہ کی بھی گنجائش ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۹۱ھ

تنخواہ میں اضافہ کا وعدہ

سوال:- ایک مدرسہ کے عملہ ملازمین نے بسلسلۂ اضافۂ تنخواہ مدرسہ کے مہتمم کو درخواست دی۔ مہتمم نے سرپرست مدرسہ کی خدمت میں اس درخواست کو پیش کردیا۔ سرپرست مدرسہ اپنی مشغولیات کی وجہ سے چند ماہ غور نہ فرماسکے۔ ملازمین مدرسہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد درخواست دیتے رہے۔ مہتمم مدرسہ نے ملازمینِ مدرسہ سے وعدہ کرلیا

---

[۱]..... ليس للمقيم ان يسكن فيها احدا بغير اجر لانه اتلاف منافع الوقف بغير عوض (محيط برهاني ص ۹/۲۹، الفصل السابع في تصرف القيم في الاوقاف، مطبوعه مجلس علمي گجرات، هندية كوئٹه ص ۲/۴۱۸، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، تاتارخانية كراچي ص ۵/۷۴۹، الفصل السابع في تصرف القيم في الاوقاف.

[۲]..... والذي يبتدئ به من ارتفاع الوقف عمارته ثم ماهو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف اليهم الى قدر كفايتهم ثم السراج والبساط كذالك الى آخر المصالح، بحر كوئٹه ص ۵/۲۱۳، كتاب الوقف، الدرالمختار مع الشامي زكريا ص ۶/۵۵۹، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو اقرب اليها، سكب الانهر ص ۲/۵۸۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کہ جو بھی اضافہ ہوگا وہ گذشتہ ماہ محرم الحرام سے ہوگا۔ سرپرست مدرسہ نے موجودہ ماہ سے اضافہ فرمایا اور تحریر فرمایا کہ اسی ماہ سے اضافہ ہوگا۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اضافہ گذشتہ ماہ محرم الحرام سے دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر سرپرست مدرسہ ہی نے یکم محرم سے تنخواہ کے اضافہ کا وعدہ کیا تھا لیکن ان کو یاد نہیں رہا، وعدہ پورا کرنے کا موقع نہیں ملا۔ نیز مصلحت مدرسہ کا تقاضا ہے کہ یکم محرم سے اضافہ کردیا جائے ورنہ بدزبانی و بدگمانی کا دروازہ کھلے گا اور بھی کوئی نامناسب صورت پیش آسکتی ہے مثلاً خدانخواستہ مدرسین بغاوت کردیں، اپنا کام چھوڑ دیں یا طلباء کے اندر غلط قسم کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کریں وغیرہ وغیرہ تو یکم محرم سے اضافہ کرسکتے ہیں[1]۔ اگر سرپرست نے وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ مہتمم نے وعدہ کیا تھا اور مہتمم کو اس کا اختیار نہیں۔ تو مہتمم کو یکم محرم سے اضافہ کرنے کا حق نہیں[2]۔ بصورت دیگر مدرسین کے لئے زیبا یہ ہے کہ گذشتہ ایام کے مطالبہ کا ارادہ نہ کریں بلکہ جس روز سے باضابطہ اضافہ تجویز کیا جائے اسی روز سے اس اضافہ کو قبول کریں۔ یہ ان کے مقام بلند کے لئے بہت لائق اور بہتر ہے۔ ان کا حال اونچا ہونا چاہئے کہ نظر دینی

---

[1]..... ثم ما هو اقرب الى العمارة، واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة، يصرف اليهم الى قدر كفايتهم، شامى مع الدر المختار كراچى ص۴/۳۶۷، كتاب الوقف، مطلب يبدأ العمارة بما هو اقرب اليها، البحرالرائق كوئٹه ص۵/۲۱۳، كتاب الوقف، منحة الخالق على البحر الرائق ص۵/۲۱۳، مطبوعه كوئٹه.

[2]..... قال فى الخانية: وقف له متول ومشرف ليس للمشرف ان يتصرف فى مال الوقف لان ذاك مفوض الى المتولى، والمشرف مأمور بالحفظ، البحر الرائق كوئٹه ص۵/۲۴۳، كتاب الوقف، شامى مع الدرالمختار ص۴/۴۵۸، كتاب الوقف، مطلب ليس للمشرف التصرف، مطبوعه كراچى، قاضيخان على الهندية ص۳/۲۹۷، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجد او خانا الخ، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

تعلیم خدمت اور افادۂ طلباء اور ترقی مدرسہ اور خشیت پر ہو۔ روپیہ کمانے کی نیت ہرگز نہ ہو کہ یہ تو فیکٹریوں کے ملازمین اور مزدوروں کا حال ہوتا ہے کہ ان کے سامنے بس اپنا روپیہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قناعت وتوکل کی دولت سے نوازے۔ اور **من یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہٗ**[1] پر پورا اعتماد عطا ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۴۰۶ھ

مدرسی کی تنخواہ کا ناغہ کاٹنا

سوال:- ایک شخص امامت ومدرسی پر ملازم ہے تنخواہ الگ الگ متعین نہیں۔ اس حالت میں مدرسہ کے ناغہ پر کیا کچھ کاٹنا ضروری ہے، یا منتظمین کی مرضی سے جائے تو کچھ نہ کٹے گا چاہے وہ تبلیغ میں جائے یا نجی ضرورت سے جائے۔ منتظمین اجازت دیدیں اور کچھ تنخواہ نہ کاٹیں تو گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مستقل معاملہ طرفین کی رضامندی سے طے کرلیا جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1]..... سورۃ طلاق، پارہ ۲۸، آیت: ۳، **ترجمہ**:- اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ بیان القرآن

[2]..... راجع عنوان ''مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہ رمضان میں دوگنی اور کار مفوضہ انجام دینا'' رقم الھامش: ۱.

مہتمم مدرسہ کی تنخواہ بغیر طے کئے

سوال:- مہتمم مدرسہ تمام سال اہتمام بلاتنخواہ کرتے ہیں کچھ اپنا نجی کام بھی کرتے ہیں مگر جن ایام میں تحصیل چندہ کا کام ہوتا ہے اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اپنا نجی کاروبار نہیں کر سکتے تو ان مہینوں کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورتِ مسئولہ میں مہتمم صاحب کو چاہئے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے اس چیز کو پیش کردے کہ سال بھر میں مثلاً دو ماہ چندہ کرتا ہوں اپنا نجی کام نہیں کرتا اس لئے ان دو ماہ کے لئے میری تنخواہ تجویز کردی جائے۔ بقیہ دس ماہ حسبۃً للہ خدمت مدرسہ انجام دوں گا کوئی معاوضہ نہیں لوں گا اگر مہتمم صاحب نے اس طرح باقاعدہ معاملہ نہ کیا تو تہمت اور اعتراض کا مظنہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہِ رمضان میں دوگنی اور کارِ مفوضہ انجام نہ دینا

سوال:- ایک دینی مدرسہ کے ذمہ دار (ناظم اور مہتمم) نے اپنی تنخواہیں صدر مدرس اور

---

[1]..... اتقوا مواضع التهم كشف الخفاء ص ۴۴ ج ۱ حديث: ۸۸، مطبوعه دار احياء التراث العربي بيروت. **ترجمه**:- تہمتوں کی جگہوں سے بچو۔

شیخ الحدیث سے بھی زیادہ کر رکھی ہے۔ اور مفوضہ خدمات یعنی فراہمی مالیات کے لئے صرف ماہ رمضان شریف میں تشریف لے جاتے ہیں۔ رجسٹر حاضری کے دستخط سے بھی وہ حضرات مبرا ہیں۔ مدرسہ کا پورا عملہ تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے پریشان رہتا ہے۔ چھ چھ، سات سات ماہ کی تنخواہیں چڑھ جاتی ہیں۔ رمضان شریف میں گیارہ ماہ آرام کے بعد اور اپنے نجی دھندے کر کے چندہ کو جاتے ہیں تو نام نہاد شوریٰ کے ممبروں کو حلوے انڈے کھلا کر وہ بھی مدرسہ ہی کے۔ ان سے کہا کہ دیکھئے صاحب ہماری ایک مہینہ کی چھٹی ہوتی ہے اور اسی میں ہم باہر رہتے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ کی ہماری دوگنی تنخواہ ملنی چاہئے اب یہ ناظم اور مہتمم صاحب بجائے بارہ ماہ کے سال میں ساڑھے تیرہ ماہ کی تنخواہ پاتے ہیں۔ آیا یہ ساڑھے تیرہ ماہ کی تنخواہ ایک سال کے لئے درست ہے یا نہیں؟ جبکہ بیچارے مدرسین گیارہ ماہ پوری تندہی، دیانت ومحنت کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں اور اس ماہ مبارک میں چندہ کر کے اپنی تنخواہوں کا خود ہی بندوبست کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر معاملہ اسطرح ہو کہ فلاں ماہ میں اتنی تنخواہ ملے گی تو اسکی گنجائش ہے[1] لیکن جو کام سپرد ہوا ہو اسکو پورا کرنا ضروری ہے۔ کار مفوضہ انجام نہ دینا اور تنخواہ لینا جائز نہیں ارکان شوریٰ اگر علم کے باوجود اجازت دیں تو اس سے وہ تنخواہ حلال نہیں ہو جاتی۔ البتہ جرم میں وہ بھی شریک ہو جاتے[2]

---

[1]..... يشترط فى صحة الاجارة ضى العاقدين ..... يشترط ان تكون الاجرة معلومة، شرح المجلة ص ۱/۲۵۴، رقم المواد (۴۴۸/۴۵۰) الباب الثانى فى الاجارة، الفصل الثالث فى شروط صحة الاجارة، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، عالمگيرى ص ۴/۴۱۱، كتاب الاجارة، الباب الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، هدايه ص ۳/۲۹۳، كتاب الاجارات، مطبوعه ياسر نديم.

[2]..... الاجير الخاص يستحق الاجرة اذا كان فى مدة الاجارة حاضرا للعمل ..... لكن ليس له ان يمتنع عن العمل واذا امتنع لا يستحق الاجرة، شرح المجلة ص ۱/۲۳۹، رقم المادة (۴۲۵) الكتاب الثانى فى الاجارة، الباب الاول فى الضوابط العمومية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، هدايه ص ۳/۲۹۴، باب الاجر متى يستحق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی باز پرس نہ کر سکے تو قیامت میں بہر حال حساب دینا ہے۔ کوئی بھی نہ ناظم و مہتمم کو بچا سکے گا نہ مدرسین کو، نہ ارکانِ شوریٰ کو[1]، مدرسین کی تنخواہ نہ ملے اور ناظم و مہتمم استحقاق سے بھی زائد وصول کریں یہ صریح ظلم ہے جس کا وبال دنیا و آخرت میں سخت ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرس کو علیحدہ کرنے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا

سوال:- زید عربی مدرسہ میں دو سال سے ملازم تھا۔ بوقت تعطیل کلاں رمضان المبارک میں اس نے مہتمم صاحب سے کہا کہ میں چندہ کرنے سے قاصر ہوں۔ میرے بارے میں جو فیصلہ ہو آپ ظاہر کر دیجئے۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ تم کو رمضان المبارک کے کچھ دن یہاں مدرسہ میں رہنا ہے۔ تمہارے بجائے میں جاؤں گا۔ لہٰذا زید مکان مذکور سے واپس آیا اور مہتمم صاحب کی واپسی تک مدرسہ میں رہا اور مہتمم صاحب کی اجازت سے مکان چلا گیا۔ راستہ میں مہتمم صاحب کے کہنے پر جو کام بتلایا تھا وہ بھی انجام دیا۔ مہتمم صاحب نے شوال کے دوسرے ہفتہ میں اطلاع دی کہ تمہاری ملازمت ختم ہوگئی۔ زید کہتا ہے کہ اس کو شوال کی تنخواہ ملنی چاہئے۔ از روئے شرع وہ کتنی تنخواہ کا حقدار ہے؟

---

[1]..... قال تعالیٰ واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئا، ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة، ولاهم ینصرون، سورة البقرة، آیت: ۱۲۳.

[2]..... عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال قال اللہ تعالیٰ ثلثة انا خصمهم یوم القیامة ..... (وفیه) ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منه ولم یعطه اجره، بخاری شریف ص ۱/۳۰۲، کتاب الاجارة، باب اثم من منع اجر الاجیر، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوة شریف ص ۱/۲۵۸، باب الاجارة، الفصلا لاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہتمم صاحب نے جس وقت اطلاع کی ہے اس وقت تک کی تنخواہ بلا شبہ لازم ہے۔ پورے ماہ شوال کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ اگر مدرسہ کا کوئی ضابطہ مقررہ ہے یا زید سے اس کے متعلق کوئی معاہدہ ہوا ہے (مثلاً جب دل چاہے زید ملازمت ترک کردے اور جب دل چاہے مہتمم صاحب علیحدہ کردیں تو اس وقت معاملہ ختم ہوجائے گا اور آئندہ کا کوئی حساب یعنی بلا کام کئے تنخواہ دینے کا حق باقی نہ رہے گا۔ اس طرح گذشتہ کام کی تنخواہ ضبط کرنے کا بھی حق نہیں رہے گا) تب تو اس کے موافق عملدرآمد ہوگا[1]۔ ورنہ عمومی مدارس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مہتمم علیحدہ کرنا چاہیں تو ایک ماہ پیشتر اطلاع کردیں کہ یکم ذی قعدہ سے آپ سبکدوش ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا بلکہ فوری طور پر علیحدہ کیا تو ایک ماہ کی تنخواہ مزید دے کر علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مدرس کا حال ہے کہ وہ اپنی علیحدگی کے لئے ایک ماہ پہلے اطلاع کردے ورنہ ایک ماہ کی تنخواہ سے دست بردار ہوجائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۹ھ

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرم حلالاً أواحل حراماً (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، مطبوعه اشرفی دیوبند، والمعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۷۵/۴، رقم الحدیث ص ۴۴۰۴، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمه:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے مگر وہ شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

[2]..... الثابت بالعرف کا لثابت بالنص (شرح عقود رسم المفتی، مطبوعه مکتبه سعیدیه سهارنپور ص ۹۵، قواعد الفقه ص ۷۴، رقم القاعدة: ۱۰۱، الرسالة الثالثة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

سال بھر پورا ہونے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا اور ہر چھٹی پر تنخواہ وضع کرنا

سوال:- زید ایک ایسے مدرسہ میں ملازم ہے جہاں کا قانون یہ ہے کہ پورے سال میں رخصت علالت واتفاقیہ ایک دن بھی نہیں ہے۔ بلکہ رخصت کے بجائے ایک مہینہ زائد کی تنخواہ دی جاتی ہے۔اور حسب ضرورت ناغہ ہونے پر ایک گھنٹہ تک کی بھی تنخواہ وضع کر لی جاتی ہے۔اب اگر زید نے ناظم یا ممبران مدرسہ کے یہاں کسی ضرورت کی بناء پر یہ درخواست پیش کی کہ مجھے بلا معاوضہ رخصت عطا کی جائے۔اور ممبران مدرسہ نے اسکو منظور کر لیا تو از روئے شرع زید کی یہ درخواست پیش کرنا اور ممبران حضرات کا اس کو منظور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ قوم نے ناظم یا ممبران کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا ہے۔درصورتِ عدمِ جواز وجہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو اپنی ضرورت کے تحت درخواست دینے میں تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ وہ یہ بھی درخواست دے سکتا ہے کہ میرے ساتھ مزید اور بھی خصوصیات برتی جائیں۔مگر ہر درخواست لائق قبول نہیں۔ناظم اور ممبران کو ایسی درخواستوں کے قبول کرنے میں بہت دشواری ہوگی وجہ خصوصیت بتلانا بھی مشکل ہوگا، دوسرے ملازم درخواست دیں تو اس کو رد کرنا بھی مشکل ہوگا، قسم قسم کے الزامات عائد ہوں گے۔اور قوم نے بھی ان کو نمائندہ اس لئے نہیں بنایا ہے کہ زید کے لئے خصوصی رعایت کریں، بلکہ قانون عام ہوتا ہے[1]، البتہ اگر ناظم وممبران مل کر قانون میں

---

[1].....قانون عام ہوتا ہے اگر اس میں کسی کی تخصیص کی جائے تو تہمت کا اندیشہ ہے اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق مرفوعا بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا يلو من من اساء الظن به كشف الخفاء ص ۴۴/ ۱، الهمزة مع التاء، داراحياء التراث العربی بيروت.

ہی مدرسہ کی بہتری کے لئے کوئی اس قسم کی تبدیلی وترمیم کریں جس سے سب نفع اٹھاسکیں اور مدرسہ کا بھی نقصان نہ ہوتو اس کا حق ہوگا۔ پھراس تبدیلی وترمیم میں قوم کو بھی آگاہ کردیں تو بہتر ہوگا تاکہ قوم مطمئن رہے کہ ہمارے نمائندے مدرسہ کا مال صحیح طور پر صرف کررہے ہیں۔ اپنے ذاتی تعلق والوں پر بے ضابطہ روپیہ خرچ نہیں کرتے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بلاتنخواہ مدرسہ کی خدمت کرنا اور تعمیرِ مدرسہ میں قیام کرنا

سوال:- نیز مہتمم مدرسہ جو بلا مقررہ تنخواہ لئے ہوئے صرف عمارت میں قیام کو اپنی خدمات کا صلہ سمجھتا تھا وہ شرعی نقطۂ نظر سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟ امید کہ جواب جلد عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں گنجائش ہے مگر مہتمم کو چاہئے کہ مدرسہ کی خدمات حسبۃً للہ انجام دے اور اس قیام کو خدمات کا صلہ تصور نہ کرے بلکہ خدمات مدرسہ کے لئے مدرسہ کی ضرورت سے مدرسہ میں قیام تجویز کردیا جائے تاکہ ہر وقت پوری نگرانی اور حفاظت میں سہولت رہے جیسا کہ بعض مساجد میں امام یا مؤذن کا قیام مسجد کے حجرہ میں تجویز ہوتا ہے کہ وہ خدمت کے صلہ میں نہیں ہوتا بلکہ خدمت کا معاوضہ مستقل ہوتا ہے۔ یا خدمت محض ثواب کی نیت سے کرتا ہے۔ اور قیام ضرورت کے لئے ایسا ہی معاملہ مدرسین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی مدرسہ کی عمارت میں

---

[1]..... نعم يتصرف القيم فى الوقف بما فيه من النفع للوقف، تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۲۰۹/۱، كتاب الوقف.

قیام کرتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۸/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الاول ۶۷ھ

تنخواہ مشاہرہ میں دنوں کا اعتبار ہوگا

سوال:- زید نے اکتوبر میں کسی مدرسہ میں مدرسی اختیار کی درمیان ماہ میں، تو اس کو کتنے دن کی کتنے وقت کی کفایت ملے گی جبکہ مہینہ ۳۱ کا ہے۔ درانحالیکہ ۱۲/ سے اس نے درس دینا شروع کیا ہے۔ اکتیسواں ماہ کا بیس دن بنا ہے جبکہ ۲۹ اور ۳۱/ دونوں کے ماہ سے پورے ماہ کی تنخواہ ۳۰/ دن کی ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مہینہ جتنے دن کا ہوتا ہے اتنے ہی دن کی تنخواہ کا حق ہوگا اس میں کچھ الجھاؤ کی بات نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف اولا ثم ما هو اقرب الى العمارة واعم للمصلحة كالامام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف الى قدر كفايتهم، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۱۳، كتاب الوقف، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۴۶۲، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، شامى كراچى ص ۴/۳۶۶، كتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف.

[2]..... فاذا امات المدرس فى اثناء السنة قبل مجئى الغلة، وقبل ظهورها من الارض وقد باشر مدة ثم مات او عزل ينبغى ان ينظر وقت قسمة الغلة الى مدة مباشرته والى مباشرة من جاء بعده ويبسط المعلوم على المدرسين وينظر كم يكون منه للمدرس المنفصل والمتصل فيعطى بحسابه مدته، (البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۲۸، كتاب الوقف، (شامى زكريا ص ۶/۵۶۷، كتاب الوقف، مطلب فيمن لم يدرس لعدم وجود الطلبة)

زمانۂ بیماری کی تنخواہ

سوال:- زید کو مدرسہ اشرف العلوم برما کی طرف سے چندہ کے لئے مشرقی پاکستان بھیجا گیا۔ مگر بنگلہ دیش بننے کی وجہ سے وہ وہاں پر مقید ہوگیا اور دوسال تک مقید رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دوسالوں کی زید کو مقررہ تنخواہ ملے گی یا نہیں؟

(الف) اشرف العلوم کی طرف سے زید کے گھر فی ماہ اسّی روپے گذراوقات کے واسطے دیا جاتا تھا، حسب شرع یہ اسّی روپیہ قرض ہوگا یا اس کی تنخواہ میں شمار ہوگا؟

(ب) زید نے پہلے سال چار مہینے تحصیل کا کام کیا دوسرے سال وہ بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تحصیل بھی نہ کرسکا، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ آیا پورے دوسال کی تنخواہ ملے گی یا صرف ایام تحصیل کی تنخواہ ملے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر زید کو مدرسہ نے ملازمت سے برطرف کرکے اطلاع نہیں کی اور زید نے بھی استعفاء نہیں دیا، نہ وہاں کوئی دوسری جگہ ملازمت وغیرہ کا شغل اختیار کیا بلکہ مدرسہ اشرف العلوم ہی کا ملازم اپنے کو تصور کرکے حتی الوسع کوشش میں لگا رہا تو ان ایام کی اس کو تنخواہ ملے گی[1]۔

(الف) اگر زید کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ میرے مکان پر اسّی روپیہ یا اہلِ خانہ کی طلب ظاہر کرنے پر جس قدر وہ روپیہ طلب کریں۔ یا اپنی صوابدید کے موافق مناسب مقدار گھر میں دیدیا کریں، تو اس روپیہ کو تنخواہ میں محسوب کیا جائے گا۔

---

[1]..... واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه بل بتعجيله أو شرطه في الاجارة أو الاستيفاء للمنفعة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۱۱ ج۶ كتاب الاجارة، هندية ص۴۱۳/۴، كتاب الاجارة، الباب الثاني في بيان متى تجب الاجرة، مجمع الانهر ص۵۴۷/۳، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

(ب) اس کے لئے مدرسہ کی طرف سے کوئی ضابطہ ہے تو اس پر عمل کیا جائے۔ یعنی ایسے ملازم کو بیماری کی وجہ سے سال بھر میں جتنی رخصت مل سکتی ہو وہ مع تنخواہ ملے گی، اس سے زائد پر تنخواہ وضع ہوگی۔ اگر کوئی ضابطہ نہ ہو تو پھر دیگر مدارس میں جو ضابطہ ہو اس کے موافق عمل کیا جائے گا[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ //

تنخواہ کے لئے حیلۂ تملیک کی صورتیں

سوال:- یہاں اس شہر میں ایک مدرسہ ہے جس میں شہر کے بچوں کو ناظرہ قرآن اور نماز وغیرہ کے ضروری مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اب مندرجہ ذیل امور قابل التفات ہیں۔

(۱) بچے سب اسی شہر کے ہیں اور صبح کو ایک گھنٹہ اور شام کو ایک گھنٹہ یہاں تعلیم پاتے ہیں، اور پورے دن سرکاری پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں۔

(۲) رمضان شریف میں اس مدرسہ کے لئے شہر سے زکوٰۃ کا روپیہ وصول کیا جاتا ہے اور اخراجات میں سوائے تنخواہ مدرسین کے کوئی دوسری مد نہیں ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۳) کیا حیلۂ تملیک کے بعد مدرس کو تنخواہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بیرونی بچے اس مدرسہ میں نہیں سب مقامی ہیں اور غریب و نادار ہیں تو ان کو بطور

---

[1]..... العادة محكمة (الاشباه والنظائر ص ۱۵۰ الفن الاول، القاعدة السادسة، شامی کراچی ص ۱۳۰/۳، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب مسئلة الدراهم، شرح المجلة ص ۳۷/۱، المقالة الثانيه فی بيان قواعد الفقهية، مطبوعه كوئٹه)

وظیفہ زکوٰۃ کا پیسہ دیدیا جائے جس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ پھر ان کے اولیاء سے کہا جائے کہ وہ اس بچے کی فیس مدرسہ میں داخل کر دیں۔ اور وہ پیسہ بچوں سے لے کر فیس دیدیں۔ اس فیس سے تنخواہ وغیرہ کا کام چل سکتا ہے۔ بچے اگر بالغ ہوں تو خود ان سے بھی فیس میں وہ پیسہ لینا درست ہے۔ اولیاء کا واسطہ واجازت بھی ضروری نہیں۔ جو بچے نادار نہیں ان کو زکوٰۃ کا پیسہ وظیفہ میں دینا درست نہیں۔ اگر کسی غریب مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دے کر مالک بنا دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کو بھی تعلیم میں خرچ کرنا درست ہے۔ خواہ تنخواہ میں دیا جائے یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ **والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء اه درمختار علی هامش رد المحتار**[1] ص۶۳ ج۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۹۱ھ

مدرس کو جو کھانا دیا جائے وہ اباحت ہے یا تملیک؟

سوال:- یہاں مدرسہ میں تنخواہ کے ساتھ کھانے ناشتہ کا بھی نظم ہے۔ گاؤں والے کھانا باری سے دیتے ہیں۔ کم ہو جائے تو مطالبہ نہیں، زیادہ ہو تو واپس نہیں ہوتا۔ یہی معمول ہے۔ اگر کوئی مسافر ہو تو ساتھ میں کھا لیتا ہے، کسی کو اعتراض نہیں ہوتا ہے۔ کھانا گاؤں کے کسی فرد کو کھلائیں تو اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن لوگ کھل کر کچھ نہیں کہتے۔ ان سے پہلے مدرس تھے وہ کھانا اپنے گھر لے جا کر کھاتے تھے، اس پر لوگوں کا خیال تھا کہ مدرسہ ہی میں کھائیں تو بہتر ہے کہ دو تین کھانوں میں ایک آدمی اگر زائد آجائے تو وہ بھی شریک ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۵ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف. سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ۱/۳۲۹، کتاب الزکاة، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۲۴۳، کتاب الزکاة، باب المصرف.

کھانا دینا مدرسہ میں اباحت ہے یا تملیک؟ جبکہ دینے والوں کی طرف سے اس کی کوئی تصریح نہیں ہوتی۔ اور دوسروں کو کھانے میں خواہ وہ گھر کے ہی کیوں نہ ہوں شریک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کھانا مدرس کے پاس بھیج دیا اور اسکو یہ بھی اختیار ہیکہ جس مہمان یا جس مسافر کو چاہے اپنے ساتھ شریک کرلے اور جو کھانا بچ جائے اسکی واپسی نہیں ہوتی۔ نیز تنخواہ کے ساتھ کھانے کا بھی معاملہ ہے تو یہ سب علامات ہیں کہ یہ کھانا ان کو تملیکاً دیا جاتا ہے اباحۃً نہیں[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۹۳ھ

کیا دینی معلم کی تنخواہ پرائمری کے معلم سے کم ہونا باعث اہانت ہے؟

سوال:- عربی فارسی کی تعلیم دورۂ حدیث تک ہوتی ہے، نیز اردو ہندی حساب کی تعلیم درجہ پنجم تک۔ تو حدیث وتفسیر کے اساتذہ کی تنخواہ خشک اور پرائمری درجات کے معلمین کی تنخواہ مع خوراک و ناشتہ کے، اس تناسب سے کہ حدیث تفسیر کا درس دینے والے اساتذہ باعتبار پرائمری درجات کے معلمین کے کم تنخواہ پائیں کہ یہ علماء اور علم دین کی اہانت نہیں۔ اور کیا واقعۃً پرائمری درجات کے معلم ہی فوقیت کے مستحق ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل علم حضرات کو علوم دین کی خدمت محض اللہ کیلئے کرنی چاہئے تنخواہ کیلئے نہیں۔ جو کچھ

---

[1]..... والتحقيق ان المنفعة ملک لا مال لان الملک مامن شأنه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص، شامی زکریا ص ۱۰/۷، کتاب البيوع، مطلب فی تعريف المال والملک والمتقوم.

ملے اس کو مالک حقیقی کا عطیہ تصور کرنا چاہئے، خدمت دین کا معاوضہ نہیں[۱]، انشاء اللہ اجر و ثواب بھی پورا ملے گا۔ حق تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوگی اور دنیا میں بھی عزت حاصل ہوگی۔ اگر روپیہ اور تنخواہ کے لئے کام کریں تو پھر رخ دوسرا ہوگا۔ تنخواہ زیادہ لینے کی ہوس پیدا ہوگی اور تنخواہ کی زیادتی ہی کو عزت تصور کریں گے کہ تنخواہ پر ذلت واہانت ذہن میں قائم ہوگی۔ اور اس طرح قلب میں انتشار ہوگا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اصل عزت اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہونا ہے[۲]، جس کا مدار اخلاص پر ہے[۳]۔ اہانت وذلت اس کی بارگاہ سے مردود ہونا ہے۔ دنیا والوں کی عزت کرنا یا ذلیل سمجھنا حقیقی عزت وذلت نہیں۔ جو حضرات مدرسہ کے ارباب حل وعقد ہیں ان کے ذمہ بھی لازم ہے کہ وہ اہل علم کے سامنے ہرگز ایسا معاملہ نہ کریں جس سے اہل علم کو تحقیر واہانت ہوتی ہو، ورنہ وہ سخت مجرم ہوں گے اور ان سے باز پرس ہوگی[۴]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]..... ومن اراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئک كان سعيهم مشكورا، كلا نمد هؤلآء وهؤلاء من عطاء ربک وماكان عطاء ربک محظورا، سورة الاسراء، آيت: ۱۹، ۲۰، (قوله ومن ارادالآخرة) اى اراد الدار الآخرة وما فيها من النعيم والسرور ..... (وهو مؤمن) اى قلبه مؤمن اى مصدق بالثواب والجزاء (فأولئک كان سعيهم مشكورا، تفسير ابن كثير ص۵۵-۵۶/۳، تحت آيت: ۱۹، من سورة الاسراء، مطبوعه المكتبة التجارية مكة المكرمة.

[۲]..... انما لاعمال بالنيات (بخارى شريف، ص ۱ ج ۱ باب كيف كان بدء الوحى، مطبوعه اشرفى ديوبند)

ترجمه:- اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

[۳]..... قال تعالى ان اكرمكم عند الله اتقاكم، سورۂ حجرات، آيت: ۱۳،

[۴]..... عن ابى امامةؓ حامل القرآن حامل رأية الاسلام، من اكرمه فقد اكرم الله ومن اهانه فعليه لعنة الله، فيض القدير ص۳۶۸/۳، رقم الحديث ص ۳۶۶۰، مطبوعه دارالفكر بيروت.

انجمن کا پیسہ معلم کی تنخواہ میں

سوال:- یہاں پر ایک انجمن اصلاح المسلمین قائم ہے جس کا مقصد مکتب کو فروغ دینا ہے۔ انجمن کی کچھ رقم جمع ہے، تو کیا اس رقم کو مکتب کے معلم کی تنخواہ میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب انجمن اصلاح المسلمین کے مقاصد میں سے مکتب کو فروغ دینا بھی ہے تو اس کا پیسہ مکتب کے معلم کی تنخواہ میں دینا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۹ھ

قرض میں تنخواہ کو محسوب کرنا

سوال:- ایک شخص مدرسہ چلاتا تھا، اس نے اپنے کام کے لئے مجبوراً مدرسہ کا روپیہ قرض لیا اور نیت کی کہ ضرور ادا کردوں گا۔ مگر کسی مجبوری کو نہیں بتلایا۔ اس کے بعد بلا تنخواہ چند ماہ کام کیا اور گھر میں ظاہر کیا کہ ہم تو بلا تنخواہ کے کام کر رہے ہیں (گویا کہ قرض میں وضع کردیں گے) لیکن کسی مجبوری کو نہیں بتلایا۔ تو تنخواہ نہ لینے کا روپیہ قرض میں محسوب سمجھا جائے گا یا نہیں جبکہ مقروض کا انتقال ہو چکا ہے اور مدرسہ بھی ختم ہو چکا؟

---

[1]..... مستفاد: یبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته كامام مسجد و مدرس مدرسة ثم السراج والبساط كذلك الى اٰخر المصالح (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۶۸ج کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته، البحر کوئٹہ ص۵/۲۱۳، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۲/۴۶۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر)

الجواب حامداً ومصلیاً!

پڑھانے کا معاملہ نہیں کیا گیا تنخواہ مقرر نہیں کی گئی۔ اسلئے اس قرض کو محسوب کرنے کا حق نہیں[1]۔ یہ مدرسہ میں بلا تنخواہ کام کرنا تبرع اور احسان ہے اس کا اجر ملے گا۔ جتنا روپیہ چندہ کا اپنے کام میں خرچ کیا ہے وہ قرض ہے۔ ورثہ اگر ادا کرنا چاہتے ہیں تو پورا روپیہ ادا کر دیں[2]، اور دینی مدرسہ میں جہاں مناسب ہو دیدیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تبلیغ کے لئے مدرسہ سے تنخواہ

سوال:- کیا کوئی شخص تبلیغ کا کام کر کے مدرسہ سے تنخواہ کا پیسہ لے سکتا ہے۔ مثلاً زید نے یہ طے کیا کہ اگر مجھے تبلیغ کے کام سے دو چار روز چھٹی ملی تو پڑھادوں گا ورنہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہل مدرسہ تعلیم کیلئے بھی ملازم رکھتے ہیں تبلیغ کیلئے بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر معاملہ تعلیم

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم (ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۰۶، کتاب القضاء، باب فی الصلح، مطبوعه سعد دیوبند، بخاری شریف ص ۱/۳۰۳، کتاب الاجارة، باب السمسرة، مطبوعه اشرفی دیوبند) **ترجمه**:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

[2]..... رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد وانفق من تلک الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لا یسعه ان یفعل ذلک ..... وفی القجاء یکون ضامنا فیکون ذالک دینا علیه لصاحب المال، خانیة علی الهندیة ص ۳/۲۹۹، کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیة ص ۵/۸۷۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، مطبوعه ادارة القرآن، خلاصة الفتاوی ص ۴/۴۲۳، کتاب الوقف، الفسل الرابع، مطبوعه کراچی.

کے لئے کیا گیا ہوتو مدرس کواس کی پابندی لازم ہوگی۔اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ چار دن چھ دن موقع مل گیا تو پڑھادوں گا، ورنہ تبلیغ کروں گا۔اس سے تعلیم کا حرج ہوگا[1] اور زکوٰۃ سے تنخواہ دینا براہ راست کسی کو بھی جائز نہیں ہے۔نہ معلم کو نہ مبلغ کو[2]۔مدرسہ کے ذمہ دار حضرات صرف معطیین کے ہی وکیل نہیں بلکہ وہ تعلیم کے بھی ذمہ دار ہیں،اسی بناء پر معطیین نے ان کو وکیل بنایا ہے۔اس لئے ان کو ایسی صورت اختیار کرنا جائز نہیں جس سے تعلیم کا حرج ہو۔ہاں اگر سب لوگ تبلیغ کو اصل قرار دے کر تعلیم کو تابع قرار دیدیں تو پھر دوسری بات ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۱ھ

مدرس کو ڈیڑھ سو روپیہ دے کر دوسو پر دستخط لینا

سوال:- ایک دینی مدرسہ گورنمنٹ سے ملحق ہے اور گورنمنٹ کے اسکیل کے مطابق مدرسین کی تنخواہیں متعین ہیں جس میں گورنمنٹ مدرسین کی آدھی تنخواہ ومہنگائی وغیرہ بذریعہ منیجر مدرسہ مدرسین کو دیتی ہے لیکن منیجر اور مجلس منتظمہ اس رقم کا ۱/۴ (چوتھائی) حصہ مدرسین سے جبراً

---

[1]..... وليس للخاص أن يعمل لغيره بل ولا أن يصلي النافلة واذا استأجر رجلا يو مايعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ اٰخر سوى المكتوبة (درمختار مع الشامي كراچي ص ۷۰ ج ۶ كتاب الاجارة، مطلب ليس للاجير الخاص أن يصلي النافلة، عالمگيري كوئٹه ص ۵۰۰/۴، كتاب الاجارة، الباب الثامن والعشرون، الفصل الاول، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹/۸، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير)

[2]..... هي تمليك جزء مال عينه الشارع مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (درمختار مع الشامي كراچي، مختصراً ص ۲۵۶ تا ۵۸ ج ۲ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص ۴۱۱، ۴۱۲/۱، كتاب الزكوٰة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص ۲۸۴/۱، كتاب الزكاة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

لیتی ہے اور اگر کوئی مدرس دینے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اخراج کی دھمکی دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔ پھر اپنی مرضی کے مطابق مدرسین کو مثلاً کسی کی تنخواہ دوسو روپیہ ہے تو ڈیڑھ سو روپیہ دے کر دوسو پر دستخط لیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسا کرنا مجلس منتظمہ کے لئے درست ہے یا نہیں۔ نیز ایسے پیسے کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسین کو اس کٹوتی پر ثواب ملے گا یا نہیں؟ بصورت دیگر مدرسین کی خاموشی گناہ کا سبب بنے گی یا نہیں؟ ایسے ماحول میں مدرسین کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

منتظمہ کا یہ طرزِ عمل جھوٹ ہے، خیانت ہے بددیانتی ہے، ظلم ہے، مدرسین مظلوم ہیں۔ جتنا صبر کریں گے ان کو اجر ملے گا۔ یہ کاٹا ہوا روپیہ منتظمہ کے لئے نہ خود رکھنا درست ہے[1]، نہ مدرسہ کے کسی کام میں خرچ کرنے کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عربی مدرسہ کے مدرس کو پنشن دینا

سوال: - مدارس عربیہ میں چندہ کے روپیہ سے پنشن دینی جائز ہے یا نہیں؟ حضرت

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولا یتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فی عدم جواز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولا یتہٖ، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی)

[2]..... عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہٗ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منہ سنن کبری للبیھقی ص ۱۰۰/۶، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا فادخلہ فی سفینۃ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، مشکوۃ شریف ص ۲۵۵/۱، باب الغصب، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیھقی ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن و الثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، مطبوعہ نزار مصطفی احمد الباز،

اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے ایک مرتبہ یہ تجویز پیش ہوئی تھی۔تو حضرت نے شرعی اشکال یہ پیش فرمایا تھا کہ جو پنشن دیجائے گی یہ کس چیز کا معاوضہ ہوگا؟ اسلئے غور کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

چندہ دینے والے دینی تعلیم کے لئے چندہ دیتے ہیں۔اس کو طلبہ کی ضرورت طعام لباس وغیرہ اور مدرسین وملازمین کی تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے وہ لوگ یہی سمجھ کر چندہ دیتے ہیں کہ ان مواقع میں صرف کیا جاتا ہے۔نہ پنشن کا ان کے ذہن میں تصور ہے۔نہ اس لئے دیتے ہیں۔لہٰذا بغیر ان کی اجازت کے اس روپیہ سے پنشن دینا جائز نہیں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ سے استفتاء کیا گیا تھا وہ سوال وجواب درج ذیل ہے۔

سوال: ۵۰۹/۱۲۰۳ اگر کسی دیرینہ ملازم وقف کو علیحدہ کر کے اس کی حسن خدمات کی وجہ سے اس کو پنشن دینا چاہیں تو شرعاً متولیان وقف میں سے اس کو پنشن دے سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب:۔مال وقف سے پنشن دینا بدون شرط واقف کے درست نہیں[1]۔

فتاویٰ دارالعلوم وعزیز الفتاویٰ ص ۲۴۳ ج ۵۔۶

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: جمیل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، تبیین الحقائق ص ۳۲۹/۳، کتاب الوقف، امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۳۲۵/۳، کتاب الوقف، مطبوعه بیروت)

ملازم کے لئے پنشن کا حکم

سوال:- پنشن ریٹائر ہونے کے بعد گورنمنٹ سے ملتی ہے وہ ملازم کے لئے جائز ہے یا نہیں اس کا کھانا کیسا ہے؟

(۲) جو پنشن دینی اداروں میں ملازمان کو دیجاتی ہے تو کیا وہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ پنشن درست ہے اس کا کھانا بھی درست ہے۔

(۲) یہ پنشن بھی درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ میں جعلی رجسٹر کی کارروائی

سوال:- بہار میں اکثر مدارس بہار ایگزامینیشن بورڈ سے ملحق ہیں۔ مدرسین کو مدرسہ کے علاوہ بورڈ بھی کچھ رقم دیتا ہے۔ لیکن اگر گرانی کے باعث منجانب مدرسہ تنخواہ میں اضافہ ہوتا ہے تو معلوم ہو جانے کی صورت میں بورڈ اضافہ شدہ رقم کے مطابق تنخواہ کم کر دیتا ہے۔ اب مدرسین حضرات اس کٹوتی کے ڈر سے کم ہی تنخواہ کا بل بورڈ کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ تنخواہ میں کٹوتی نہ ہو۔ حالانکہ تنخواہ زیادہ ہوتی ہے۔

(ب) ملحق مدرسہ کی کل کارروائی حکومت کے سامنے بوقت طلبی پیش کی جاتی ہے۔ جس میں اصل میٹنگ کی بات نہیں دی جاتی ہے، بلکہ جو عوامی فیصلہ ہوتا ہے وہ پرائیویٹ رجسٹر میں درج ہو کر الگ رہتا ہے۔ اور مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر حکومت کو فرضی میٹنگ اور کارروائی

حقیقت کی شکل میں بنا کر پیش کی جاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جتنی تنخواہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ بطور حصر کے نہیں ہے۔ اس کو اصل تنخواہ قرار دے لیا جائے اور جو اضافہ ہے اس کو خدمتِ زائدہ مثلاً طلبہ کی نگرانی، مسجد کی امامت وغیرہ کا معاوضہ تجویز کرلیا جائے تو بات صحیح رہے گی۔

(ب) جو کارروائی میٹنگ میں ہوئی وہ پیش کی جاتی ہے تو وہ کذب نہیں۔ اگرچہ مدرسہ میں اس پر عمل نہ ہوا ہو۔ وہاں تو بتایا جاتا ہے کہ میٹنگ نے یہ پاس کیا اور یہ صحیح ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۳ھ

پراویڈنٹ فنڈ دینی مدرسہ میں

سوال:- آج کل دنیوی فیکٹریوں اور کالجوں کے علاوہ بھی بعض مدرسہ دینیہ میں جو حضرات کہ مدرس یا ملازم ہیں ان لوگوں کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم روک لی جاتی ہے (اور یہ روکنا ان کی مرضی سے ہوتا ہے) مثلاً ہر ماہ دس روپیہ روک لیا جاتا ہے تو منجانب مدرسہ بھی اتنی ہی رقم ملا کر فنڈ میں جمع کر دیتے ہیں اور اس فنڈ کو پراویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے۔ اب جب اس ملازم یا مدرس کا انتقال ہو جائے یا بعذر معقول وہاں سے منتقل ہونے لگے تو اس کی جمع شدہ رقم کے ساتھ ساتھ وہ رقوم جو بمقدار جمع منجانب مدرسہ ملایا گیا ہے تمام ان کے ورثاء یا ان کو دیا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں علمائے دین سے سوال ہے کہ اس طرح کچھ رقم تنخواہ سے

---

[1]..... فالكذب هو عدم مطابقة الخبر للواقع (قواعد الفقه، ص ۴۴۰ الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهيه، المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۱۴۱/۳، مكتبه دارالفضيلة، مختصر المعانى ص ۴۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

لے کر اسی مقدار میں منجانب مدرسہ ملا کر جمع کر دینا اور بروقت ان کو یا ان کے ورثاء کو دیا جانا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو وہ مزید رقم (جسے منجانب مدرسہ ملایا گیا ہے) کس حکم میں داخل کیا جائے گا؟ کیا مدرس یا ملازم کی تنخواہ میں شمار کریں گے یا کوئی اور وجہ جواز نکل سکتی ہے؟ مفصل مدلل جواب مرحمت فرما کر احسان عظیم فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرس یا ملازم کی رضامندی سے جزءِ تنخواہ جمع کرنا پھر اختتام ملازمت پر جمع شدہ مع اضافہ دینا درست ہے۔ یہ اضافہ حسن خدمات کی وجہ سے انعام ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟

اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال

سوال:- بعض مدارس میں ایک قسم کا فنڈ مدرسین وملازمین کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ جس میں تنخواہ میں سے مہینہ پورا ہونے پر کچھ حصہ کاٹ کر مدرسہ میں جمع رکھا جاتا ہے اور مدرسہ اپنی طرف سے کچھ اس میں اضافہ کرتا ہے اس طرح ان کے لئے رقم جمع کی جاتی ہے جو ملازمت کے ختم ہونے پر ان کو دی جائے گی، تاکہ اس کو اپنے موقع پر پریشانی نہ ہو۔ اب اس

---

[1]..... مستفاد: امداد الفتاویٰ، جدید ص ۱۴۹ ج ۳ کتاب الربوا. عنوان ''محکمۂ ریل میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی جزو جو کٹ جاتا ہے الخ، مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند، یعتبرو یراعی کل ما اشترط العاقد ان فی تعجیل الاجرة وتأجیلها، شرح المجلة ص ۲۶۴/۱، رقم المادة (۴۷۳) الباب الثالث فی المسائل التی تتعلق بالاجرة، الفصل الثانی، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

میں سوال یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی تشریح کے مطابق استیفاء منافع پر اجیر اجرت کا مالک ہوتا ہے۔ نیز تنخواہ کے رجسٹر میں اس پر ملازم کے دستخط بھی ہو جاتے ہیں۔ اور عرفاً وہ بقایا ملازمین اپنا ہی تصور کرتے ہیں، تو یہ مزید جو ادارہ دیتا ہے، جبکہ اس میں ملازمین کے کٹے ہوئے پیسہ کا ہونا شرط ہے، تو کیا یہ سود کی نوعیت نہیں ہوگی؟ اگر یہ نوعیت نہیں تو بے غبار حلال ہے، یا کسی قسم کے شائبہ سود سے قابل التفات ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہدایہ میں ثبوت ملک سے مراد حقیقت ملک نہیں بلکہ استحقاق ملک مراد ہے، جیسا کہ عنوان باب سے ظاہر ہے۔ باب الاجر متیٰ یستحق اور متن میں ہے، **قال الاجرة لا تجب بالعقد وتستحق باحدی معانی ثلاثة**[1] محشی نے بھی اسی کی تشریح کی ہے[2]۔ امداد الفتاویٰ میں خوب تفصیل سے اس پر بحث موجود ہے[3]۔ امید ہے کہ اب اس تقریر پر اشکال نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۲ھ

---

[1]..... هدایه ص ۲۹۴ ج ۳، کتاب الاجارات، باب الاجر متی یستحق. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری دارالکتاب ص ۴/۴۱۳، کتاب الاجارة، الباب الثانی، شامی مع الدرالمختار ص ۶/۱۰، کتاب الاجارة، مطبوعه کراچی.

[2]..... (قوله الاجرة لا تجب) المراد نفس الوجوب لا وجوب الاداء فانه عقد معاوضة، فیعتبر فیه المساواة، ولم یوجد فی جانب المعقود علیه لانفس الوجوب ولا وجوب الاداء فکذالک فی جانب العوض، هامش الهدایة ص ۳/۲۹۴، رقم (۱۰) باب الاجر متی یستحق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3]..... امداد الفتاویٰ جدید ص ۱۴۹ ج ۳ کتاب الربوا، عنوان ''محکمہ ریل میں ملازمین کی تنخواہ کا کوئی جزو جو کٹ جاتا ہے الخ''، مطبوعه زکریا دیوبند.

فصل ششم: مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکا

کمیشن پر سفیر رکھنا

سوال:- ایک دینی عربی مدرسہ ہے جس میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی درس نظامی کے تحت تعلیم ہوتی ہے، طلبہ مستطیع وغیر مستطیع دونوں قسم کے پڑھتے ہیں۔ غریب طلبہ کو کھانا، نقد وظیفہ، کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہے۔ مدرسہ سے متعلق کچھ وقف جائداد بھی ہے۔ زیادہ تر ضروریات چندہ سے پوری ہوتی ہیں جس کے لئے تنخواہدار سفیر مقرر ہیں، مگر سفیر پوری محنت نہیں کرتے جس کی وجہ سے آمدنی کم ہوتی ہے ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ چندہ وصول کرنے کے لئے کمیشن کا معاملہ کرلیا جائے یعنی جتنا روپیہ جو سفیر وصول کرکے لائے اس کا نصف اس کو اجرت میں دیا جائے یہی اس کی تنخواہ ہو۔ اس سے آمدنی زیادہ ہوگی۔ متعینہ تنخواہ کا معاملہ نہ کیا جائے۔

اب گذارش ہے کہ اس طرح معاملہ کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ امید کہ جواب مرحمت فرمائیں گے فقہی عبارات میں سے بھی حوالہ نقل فرماویں تو عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مسئلہ کتاب الاجارۃ کا ہے۔ اجارہ کی تعریف یہ ہے **ھی تملیک نفع مقصود من العین بعوض** اھ درمختار[1] ص۲ ج۵۔

---

[1]..... درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۴، اول کتاب الاجارۃ، سکب الانہر علی ھامش مجمع الانہر ص ۳/۵۱۱، اول کتاب الاجارۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ھدایۃ ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

یہ ایک حیثیت سے بیع بھی ہے اسمیں منفعت بمنزلہ مبیع کے ہے اور اجرت بمنزلہ ثمن کے ہے۔ جس چیز کا بیع میں ثمن قرار دینا درست ہے اسکا اجارہ میں اجرت قرار دینا درست ہے۔

کل ما صلح ثمناً ای بدلا فی البیع صلح اجرة لانها ثمن المنفعة ولا ینعکس کلیا فلا یقال مالا یجوز ثمنا لا یجوز اجرة لجواز اجارة المنفعة بالمنفعة اذا اختلف اه درمختار[1] ص ۳ ج ۵.

جس طرح بیع وثمن کا معلوم ہونا ضروری ہے اسی طرح اجارہ میں منفعت واجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین لان جها لتهما تفضی الی المنازعة اه درمختار. الکلام فیهما وفی صفتهما کا لکلام فیهما فی البیع اه شامی[2] ص ۳ ج ۵.

منفعت معلوم ہونے کی صورت مثلاً یہ کہ قلی سے کہا جائے کہ یہ سامان فلاں جگہ پہونچادو یا مثلاً معمار سے کہا جائے کہ اتنے گز طویل وعریض دیوار تعمیر کردو یا مثلاً سقے سے کہا جائے کہ مشک میں پانی لے کر مسجد کے حمام میں بھردو یا مثلاً یہ مکان ایک ماہ سکونت کے لئے دیدو وغیرہ وغیرہ۔

ویعلم النفع ببیان المدة کا لسکنی والزراعة مدة کذاوالعمل کا لصیاغة والصبغ والخیاطة ویعلم ایضاً بالاشارة کنقل هذا الطعام الی کذا اه درمختار[3] ص ۴ ج ۵.

---

[1]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۴ ج ۶ اول کتاب الاجارة، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۳/۵۱۱، اول کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند

[2]..... درمختار مع الشامی کراچی ص ۵ ج ۶ اول کتاب الاجارة، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم، زیلعی شرح کنز ص ۵/۱۰۵، کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3]..... درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً ص ۶ تا ۱۰ ج ۶ اول کتاب الاجارة، ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص ۱۳-۳/۵۱۵، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه س ۹۳-۳/۲۹۴، کتاب الاجارة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

جو شرط اقتضائے عقد کے خلاف ہو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے مبیع یا ثمن کے مجہول ہونے سے اسی طرح اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اجرت یا ماجور کے مجہول ہونے سے۔

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع يفسدها كجهالة ماجور اؤ اجرة اه درمختار[1] ص ۲۹ ج۵.

بیع ایسی چیز کی درست نہیں جس کو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو جیسے ہوا میں اڑنے والا پرندہ یا جنگل میں چرنے والا ہرن یا دریا میں مچھلی الا یہ کہ ان کو پکڑ کر قابو میں کرے۔ اسی طرح ایسی چیز کو ثمن قرار دینا ہی درست نہیں جس کے تسلیم پر قدرت نہ ہو۔

یہی حال اجارہ کا ہے ایسی منفعت کا اجارہ درست نہیں جس پر اجیر کو قدرت نہ ہو اور ایسی چیز کو اجرت قرار دینا درست نہیں جس پر مستاجر کو قدرت نہ ہو۔

نیز جو چیز اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی اس کو اجرت قرار دینا بھی درست نہیں۔

استاجر بغلا يحمل طعامه اوثورا يطحن بره ببعض دقيقه فسدفى الكل اه درمختار. لانه استاجره بجزء من عمله اى ببعض ما يخرج من عمله والقدرة على التسليم شرط وهو لا يقدر بنفسه. زيلعى اهـ شامى[2] ص ۳۶ ج۵.

سفیر کا کام اگر روپیہ وصول کر کے لانا تجویز کیا جائے تو یہ اجارہ درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ

---

[1]..... درمختار مع الشامى كراچى ص ۴۶ ج۶ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶/۸، باب الاجارة الفاسدة، هدايه ص ۳۰۱/۳، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2]..... درمختار مع الشامى كراچى ص ۵۶ ج۶ كتاب الاجارة مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة، زيلعى شرح كنز ص ۱۳۰/۵، باب الاجارة، الفاسدة، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۵۳۱/۳، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،،

کام اس کے اختیار اور قابو سے باہر ہے اس کو قدرت نہیں کہ وہ لوگوں کی جیب سے روپیہ نکال کر لے آئے۔

لا یحل مال امرئٍ مسلم الا بطیب نفس منه الحدیث[1]

اس کو روپیہ ملنا ارباب اموال کے دینے پر موقوف ہے۔ تو یہاں اجارہ ایسے عمل پر ہے جو اجیر کے اختیار سے خارج ہے۔ اس کے اختیار میں لوگوں کے پاس جانا اور مدرسہ کی ضروریات بتا کر چندہ کی ترغیب دینا ہے مگر اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کتنے گھنٹے روزانہ لوگوں کے پاس جانا ہے۔ لہٰذا یہ منفعت بھی مجہول ہے۔ اور اجرت ایسی چیز کو قرار دیا جائے گا جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی۔ وقت معاملہ وہ معدوم ہے۔ مستاجر کے پاس نہیں۔ اس کے تسلیم کرنے پر مستاجر کو قدرت نہیں۔ یہ بھی معلوم و متعین نہیں کہ کتنا چندہ سفیر کی ترغیب و محنت سے حاصل ہوگا۔ اس لئے اس کا نصف بھی معلوم و متعین نہیں۔ پس اجرت و ماجور دونوں مجہول ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ روپیہ وصول ہو جائے۔ اور سفیر زیادہ رقم کا مستحق قرار پائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زیادہ وقت اور محنت میں بھی تھوڑا روپیہ ملے یا بالکل نہ ملے اور سفیر تھوڑی رقم کا مستحق قرار پائے یا بالکل ہی محروم رہے اس کا نتیجہ بھی معلوم۔

جن صاحب نے کمیشن کا مشورہ دیا ہے ان کو یہ تحریر دکھا کر مکرر مشورہ کر کے مجھے بھی مطلع

---

[1]..... سنن کبریٰ للبیهقی، ص ۱۰۰ ج ۶، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا فادخله فی سفینة او بنی علیه جدارا، شعب الایمان للبیهقی ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن والثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، مشکوة شریف ص ۱/۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم.

ترجمه:- کسی مسلمان شخص کا مال اسکی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

کردیں تاکہ مجھے مکرر غور کرنے کا موقع ملے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے۔ فقط والسلام

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

جنوبی افریقہ ۶/۵/۱۴۱۰ھ

کمیشن پر مدرسہ کے لئے سفیر مقرر کرنا

سوال:- ایک مدرسہ کا چندہ وصول کرنے کے لئے ایک محصل رکھا ہے شرط یہ ہے کہ جو کچھ وہ وصول کرے گا اس کا نصف یا ثلث اس کو دیا جائے گا۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے۔ **ومنها (ای من شروط صحة العقد) ان تكون الاجرة معلومة عالمگیری**[1] ج۳ ص۱۰۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/ربیع الاول ۵۵ھ

کمیشن پر چندہ

سوال:- ہمارے یہاں مدرسہ کا چندہ ہوتا ہے اس میں سفراء کمیشن بھی لیتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے اور جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]..... عالم گیری کوئٹہ ص ۴۱۱ ج۴ اول کتاب الاجارة، الباب الاول، هدایه ص ۳/۲۹۳، کتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۳/۳۱۵، کتاب الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح معاملہ کرنا جس قدر چندہ لاؤ گے اس میں نصف یا ثلث وغیرہ تم کو ملے گا شرعاً درست نہیں۔ اس میں اجرت مجہول ہے۔ نیز اجرت ایسی چیز کو قرار دیا گیا ہے جو عمل اجیر سے حاصل ہونے والی ہے کہ یہ دونوں چیزیں شرعاً مفسد اجارہ ہیں **وتفسد الاجارة بجهالة المسمى كله أو بعضه[1] ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه بنصفه او استاجر بغلا ليحمله طعامه ببعضه الخ درمختار[2]۔**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمیشن پر چندہ کرنا

سوال:- ایک دینی مدرسہ میں سفیر مقامی اور بیرونی مقرر ہیں، ان کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بہت سی صورتیں پیش آرہی ہیں جس میں اب تک یہ کیا جارہا ہے کہ سفیر کی تنخواہ ماہانہ مقرر کی جاتی ہے اور بیرونی سفیر کو ایام سفر میں یومیہ ۴ یا ۵ روپے سلسلہ خورا کی علاوہ تنخواہ مقرر کردیا جاتا ہے اب چونکہ دوسری صورت میں یہ کہا جارہا ہے کہ بجائے خورا کی بحصۂ تنخواہ مقرر کرنے کے یہ مقرر کیا جائے کہ مدرسہ کے چندے کے سلسلہ میں زکوٰۃ، فطرہ، چرمِ قربانی،

---

[1]..... درمختار على الشامي كراچي ص ۶/۴۸، كتاب الاجارة، مطلب فى اجارة البناء، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۰، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۲۳، باب الاجارة الفاسدة.

[2]..... درمختار مع الشامي كراچي ص ۵۶ ج ۶ كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة. مجمع الانهر ص ۳/۵۳۹، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارلكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۱۶، باب الاجارة الفاسدة.

نذر، ایصالِ ثواب وغیرہ کی رقم کو بعینہ مدرسہ میں داخل کردی جائے اور ان کے علاوہ وصول شدہ رقم مثلاً عطیہ، چندہ مٹھی فنڈ، گولک فنڈ میں سفر خرچ جیسے سواری ریل، بس، رکشہ، سائیکل وغیرہ (جو مدرسہ کے ذمہ رہے گا) کے علاوہ جو رقم بھی چندہ کی رہے اس میں سفیر کا حصہ تہائی یا نصف یا جو بھی مقرر کیا جائے اس طرح سے سفیر مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفیر کے لئے اس طرح مقرر کرنا کہ زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ، نذر، ایصالِ ثواب کی رقموں کے علاوہ جو کچھ وصول ہو اس میں سے ریل بس وغیرہ کے خرچ سے جو کچھ بچے اس کا نصف یا تہائی وغیرہ بطورِ تنخواہ دیا جائے گا غلط اور خلافِ شرع ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۹۲ھ

کمیشن پر چندہ وصول کرنا

سفیر کا زکوٰۃ اور دیگر صدقات کو مخلوط کرنا

سوال:- دورِ حاضر میں مدارس کی جانب سے سفراء تحصیل چندہ کے لئے بھیجے جاتے ہیں جو خیرات، صدقات، زکوٰۃ وصول کر کے مخلوط رقم جمع کر لیتے ہیں۔ تنخواہ یا کمیشن دے کر حساب میں جمع کر لی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے حضرات تو حیلہ شرعی کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔

---

[1]..... وتفسد الاجارة بجهالة المسمّٰى كله او بعضه، درمختار على الشامى كراچى ص ۶/۴۸، كتاب الاجارة، مطلب فى اجارة البناء، مجمع الانهر ص ۳/۵۳۰، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر زکوٰۃ بالکلیہ بے محل ہضم کر لی گئی ہے یا بے محل تعمیر وتنخواہ وغیرہ میں بلا تملیک صرف کر دی گئی ہے وہ ادا نہیں ہوئی[۱] مختلف لوگوں کی زکوٰۃ وصدقات کو معطی کی اجازت سے مخلوط کرنا درست ہے۔ پھر جب مقدار واجبہ مستحقین کو دیدی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی[۲]۔ سفیر مدرسہ سے کمیشن پر کام لینا جائز نہیں[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

سُفراءِ مدارس کا خرچہ کہاں سے دیا جائے؟

کمیشن پر چندہ

سوال: - مدارس اسلامیہ کے مدرسین وسفراء جو برائے وصول صدقات وزکوٰۃ وغیرہ

---

[۱]..... ویشرط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة، لایصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن المیت ..... ولا الی ثمن ما ای قن یعتق لعدم التملیک هو الرکن (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۴-۳۴۵/۲، کتاب الزکاة، باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۳/۲، باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۸/۱، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲]..... ولو خلط زکاة مؤکلیه ضمن وکان متبرعا لانه ملکه بالخلط وصارمؤدیا مال نفسه قال فی التتارخانیة: الااذاوجد الاذن أو اجازالمالکان (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۶۹ ج ۲ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، تاتارخانیه ص ۲۸۶/۲، کتاب الزکوة، الفصل التاسع فی مسائل المتعلقة بمعطی الزکوة، مطبوعه کراچی)

[۳]..... ومنها (أی من شرط صحة العقد) أن تکون الأجرة معلومة (الهندیة، کوئٹه ص ۴۱۱ ج ۴ اول کتاب الاجارة، الباب الاول، هدایه ص ۲۹۳/۳، کتاب الاجارات، مطبوعه یاسر ندیم)

دیگر مقامات کا سفر کیا کرتے ہیں اور مدارس کے لئے رقمیں وصول کرتے ہیں ان کا سفر خرچ وغیرہ کس مد سے دیا جائے، آیا ان کی حیثیت عاملین صدقات کی سی ہے یا نہیں؟

نیز جو لوگ کمیشن پر چندہ وصول کرتے ہیں یا ان سے اسی طرز سے وصول کرایا جاتا ہے اور فیصد متعین کر کے کمیشن دیا جاتا ہے، یہ عمل عند الشریعت کیسا ہے؟ جبکہ عوام الناس اس کو بالکل معیوب اور ناپسند سمجھتے ہیں۔ بعض مدارس اس کا شکار ہیں جس سے عوام بے حد بدظن رہا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفراء کا خرچ زادراہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے نہ دیا جائے بلکہ عطایا سے دیا جائے[1]۔ ان لوگوں کا حال عاملین کا حال نہیں ہے۔ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بیت المال کے عاملین کو دینا لازم ہوتا ہے اور وہ اس کے وصول کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ارباب اموال اگر ان کو زکوٰۃ نہ دیں تو مجرم اور سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں[2]۔ مدارس کے سفراء کی یہ حیثیت نہیں۔

کمیشن پر سفیر کو رکھنا کہ جتنا چندہ لاؤ گے اتنا فیصد اس میں سے تم کو تملیکاً دیا جائے گا

---

[1]..... هی (الزکوة) تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ (الدر مع الشامی زکریا ص ۳/۱۷۰، اول کتاب الزکوة، مجمع الانهر ص ۱/۲۸۴، کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۲/۲۰۱، کتاب الزکوة)

[2]..... ومن امتنع عن اداء الزکوة فالساعی لایأخذ عنه الزکوة کرها ولو اخذ لا یقع عن الزکوة لکونها بلا اختیار ولکن یجبره بلاحبس لیؤدی بنفسه (اشباه) وظاهره ان هذا اعنی التعزیر والحبس فی زکوة الاموال الظاهرة لا الباطنة اذ الدفع فیها الی الفقراء مفوض الی اربابها فلا مطالبة للامام فیها، حموی مع الاشباه ص ۸۵، القاعدة الاولیٰ من الفن الاول، لا ثواب الا بالنیة، حکم النیة فی الزکوة، مطبوعه فقیه الامت دیوبند، الدر مع الشامی زکریا ص ۳/۲۱۷، باب زکوة الغنم، مطلب فیما لو صادر السلطان رجلا الخ، بحر کوئٹه ص ۲/۲۱۱، کتاب الزکوة، قبیل باب صدقة السوائم،

شرعاً غلط اور ممنوع ہے، یہ اجارہ درست نہیں، یہ قفیز طحان کے تحت داخل ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۳۹۹ھ

مدرسہ کے سفیر کا دھوکہ دینا

سوال:- اگر زید کسی بڑے ادارہ میں اس شرط پر سفیر ہے کہ رمضان میں کبھی اس ادارہ کے کام کو نہیں چھوڑے گا اور دستور کا پابند رہے گا۔ لیکن زید دھوکہ دے کر بغیر استعفیٰ دیئے چلا گیا اور مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ کہیں مدرسہ کے نام پر چندہ کیا اور ڈبہ توڑ کر رقم نکال لی۔ تو کیا ایسا شخص قابلِ لعن وطعن نہیں ہے؟ کیا اس پر مقدمہ دائر کیا جائے؟ اور اس سے تنخواہ واپس لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو وہ شخص بہت ہی قابل ملامت ہے۔ جس مدرسہ کا مال لیا ہے اس سے واپس لیا جائے۔ غیر حاضر رہ کر جو تنخواہ لی ہے وہ بھی واپس لے جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

---

[1]..... ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه أى بنصف الغزل أو استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقة فسدت فى الكل لانه استأجره بجزء من عمله (درمختار مع الشامى كراچى ص ٥٦ ج ٦ كتاب الاجارة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الا ستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه الخ، هندية كوئٹه ص ٤/٤٤٤، كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الثالث فى قفيز الطحان الخ، مجمع الانهر ص ٣/٥٣٩، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سفیر کا خود تملیک کرنا

سوال:- ایک سفیر نے چندہ کیا۔ کیا اس کی تملیک خود کرسکتا ہے؟ جبکہ وہ خود بھی کچھ جائداد کا مالک ہے لیکن نقد اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

لوگوں نے سفیر کو اس لئے چندہ نہیں دیا کہ وہ خود مالک بن بیٹھے بلکہ اس لئے دیا ہے کہ طلبہ پر کھانے کپڑے میں خرچ کیا جائے اس لئے اس کا خود مالک بننا درست نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مدرس کا قبل التملیک خرچ کرنا

سوال:- ایسے ہی اگر مدرسہ کے مدرس نے چندہ کیا اور خرچ کرلیا اور اپنی تنخواہ میں سے جو خرچ کیا ہے حساب کردیا تو کیا مدرس کے لئے تملیک سے قبل اپنے لئے خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ اس روپیہ کی تملیک یقیناً ہوئی ہے جو اس نے تنخواہ میں کٹوایا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2]..... وليس للخاص أن يعمل لغيره بل ولا أن يصلي النافلة اذا استأجر رجلا يوما يعمل كذافعليه أن يعمل ذلك العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ اٰخر سوى المكتوبة (الى قوله) لا يمنع في المصر من اتيان الجمعة ويسقط من الأجر بقدر استغاله ان كان بعيداً (شامي كراچي ص ۷۰ ج ۶ كتاب الاجارة، مطلب ليس للاجير الخاص أن يصلي النافلة، مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الهندية ص ۴/۴۱۳، كتاب الاجارة، الباب الثاني في بيان انه متى تجب الاجرة)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر ما فوض اليه (بدائع كراچي ص ۲۵ ج ۶ كتاب الوكالة، شامي كراچي ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكوة، قبيل باب السائمة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کو بھی حق نہیں وہ امین ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۹۵ھ

سفیر کی غلطی پر جرمانہ

سوال:- زید وبکر مدرسہ کا چندہ کرنے کے لئے ایک طویل سفر اس لئے کرتے ہیں کہ دو ہزار روپیہ ضرور ہو جائیں گے۔ مگر ۱۷/دن کی دوڑ دھوپ کے بعد کل چندہ چھ سو پچاس روپیہ کے قریب ہوتا ہے اور خرچہ تقریباً دوسو روپیہ ہوتا ہے جس میں ایک روپیہ بھی ناجائز خرچ نہیں کیا۔ اب سفیر چندہ کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے خرچ میں کمی اس صورت سے کرتے ہیں کہ عمر نے پچاس روپئے دیئے اس کو رسید ہی میں پانچ بنا دیا اور خرچ کا پرچہ بجائے دوسو روپیہ کے ایک سو پچاس بنا کر مہتمم کو پیش کر دیا۔ اس نیت سے یہ کام کیا کہ ہم پر تو مدرسہ کا کوئی پیسہ نہیں رہا۔ اب کسی وجہ سے مہتمم کو معلوم ہو گیا کہ رسید میں پچاس روپے کو پانچ روپیہ بنایا گیا ہے۔ معلوم کرنے پر زید اور بکر نے بتا دیا کہ ہم نے یہ غلطی محض اس لئے کی تھی کہ چندہ بہت کم ہوا اور خرچ بہت ہو گیا، نہ تو ہم پر مدرسہ کا کچھ رہتا ہے اور نہ مدرسہ پر ہمارا رہتا ہے صرف لکھنے کا پھیر ہے۔ مہتمم کہتا ہے کہ ۴۵/روپے تو کم ہیں دینے ہوں گے کیا وہ دینا شرعاً جائز ہے جبکہ سفیر غلطی کی معافی طلب کر رہے ہیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ کیا زید، بکر کو شرعاً دینا

---

[1]..... مستفاد: والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تواجر ولا ترهن (عالم گیری کوئٹہ ص ۳۳۸ ج ۴ اول كتاب الوديعة، شامی کراچی ص ۵/۶۷۹، كتاب العارية، بحر کوئٹہ ص ۷/۲۷۵، كتاب الوديعة)

واجب ہے۔ اگر نہ دیں تو کیا وہ گنہگار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفیر نے غلطی کی اگر چہ نیک نیتی سے کی۔ اب اس کی تصحیح کر دیں۔ جرمانہ سفیر سے وصول نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

سفیر کو سبکدوش کر دینا

سوال:- ہمارے یہاں ایک سفیر صاحب عرصہ آٹھ ماہ سے تھے ان کو ایام کارکردگی کی تنخواہ پیشگی بھی دی جاتی رہی۔ حسبِ ضرورت ان کو قرض بھی دیا جاتا رہا، جس کا صاحب موصوف کو احساس بھی معلوم ہوتا ہے۔ آج کل حالات اور گرانی کی وجہ سے مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہو کر پیشگی رقم ایام کارکردگی دینے میں تاخیر ہوتی رہی جس کو موصوف تکلیف پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جن حالات سے وہ دوچار ہو رہے تھے احقر بھی پانچ بچے والا ہے۔ مگر موصوف ان ناگزیر حالات میں تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے مدرسہ کے کام چلانے میں مدد کرنے کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ مالی حالت کمزور ہے اس لئے میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ تو احقر نے زبانی جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ پھر ان کی اس احساس کمتری پر غصہ آیا کہ انہوں نے ان حالات میں ایسا کیوں کہا، حالانکہ ماہانہ سو روپے ان کو دیئے جاتے ہیں۔ غرض ان کو سمجھانے کے بجائے غصہ میں آکر پرچہ لکھ دیا کہ فلاں تاریخ تک آپ اپنی خواہش کے مطابق سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ ان تمام حالات کے پیش نظر جو غصہ کیا گیا برمحل ہے یا ان کی عاجزی منت کر کے سمجھانا مناسب تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قوت برداشت سب کی یکساں نہیں ہوتی۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی حیثیت کے موافق معاملہ کرنا چاہئے۔ نرمی سے سمجھا دینا قرین مصلحت تھا۔ مدرسہ کا بھی فائدہ تھا۔ کیونکہ دوسرا معاون آپ کے پاس موجود نہیں۔ اپنے احسان اور حسن کارکردگی کی بناء پر غصہ ہو کر ایسی کارروائی کرنا اپنے احسان کو ختم کر دینا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۹۳ھ

سفیر اور منتظم کے درمیان اختلاف ہو تو ایک کو حَکَم بنالیا جائے

سوال:- ایک صاحب کو مدرسہ میں ملازم رکھا گیا جن سے مندرجہ ذیل باتیں طے پائیں۔

(۱) سفارت (۲) مدرسہ میں مقیم ہونے پر تعلیم و تدریس کا کام۔ معاوضہ اسی روپے۔ ترقی پانچ روپے ماہوار، سو روپے پر ترقی بند۔ سال میں ایک ماہ کی رخصت آنے جانے کا خرچہ۔ لیکن انہوں نے حسب ذیل خلاف ورزیاں کیں۔ (۱) ایک بار بغیر اجازت صرف اطلاع دے کر مدرسہ میں تالا ڈال کر چلے گئے۔ (۲) گھر سے واپسی پر تاخیر سے پہونچے (۳) سفارت کا پروگرام بنا کر چلے گئے۔ راستہ سے لکھا کہ ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کام نہیں کروں گا اور فلاں مقام پر کام نہیں کروں گا۔ (۴) سفر میں اپنی تنخواہ کی رقم پیشگی نکال لی جبکہ معاملہ یہ طے نہیں ہوا تھا۔ (۵) گوشوارہ نامکمل بنا کے دیا اور کہا یہ میری ذمہ داری نہیں۔ (۶) ہم نے

---

[1]..... ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة (سورة نحل پارہ ۱۴، آیت: ۱۲۵، روح المعانی ص ۱۴/۲۵۴، طبع مصطفائیه دیوبند، تفسیر مظهری ص ۵/۳۹۰، مطبوعه دهلی.

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے (بیان القرآن)

لکھا کہ آپ رقم نجیب آباد میں میرے آدمی کے پاس رکھ دیں۔ انہوں نے لکھا کہ میں رقم ان کو نہیں دوں گا واپس آ کر دوں گا۔ (۷) ایک بار پروگرام بنا کر نہیں دیا تھا تو صرف چار جگہ کام کیا۔ ایک ماہ پورا لگایا۔ (۸) اس مرتبہ بے ترتیب کام کیا جس سے مدرسہ کے اخراجات بھی زیادہ ہوئے اور دن بھی زیادہ لگے۔ (۹) مدرسہ میں ۲۰/ یوم تاخیر سے پہونچے۔ (۱۰) تعویذ گنڈوں کی اجرت اتنی بڑھادی جس کو دیکھ کر دل کانپتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر بلا کسی مہلت کے سفیر صاحب کو مدرسہ سے خارج کر دیا۔ انہوں نے دو ماہ رہنے کی اجازت چاہی۔ ہم نے ان کو لکھا کہ اگر آپ آئندہ کو اصلاح کی کوشش کریں تو دیگر اراکین مدرسہ سے گفتگو کریں۔ جس کا جواب حسب ذیل ملا:۔

یہ کام میرے بس کا نہیں، آپ مہلت دیں یا نہ دیں۔ جو رقم ان کی طرف نکل رہی تھی اس کے لئے پندرہ اگست تک کا وعدہ فرمایا۔ آٹھ ماہ بعد جب تقاضا کیا گیا تو لکھا کہ آپ نے اچانک مجھ کو علیحدہ کیا ہے۔ اس لئے ایک ماہ کی تنخواہ آپ ہی مجھے دیں۔ ۱۵/ یوم پڑھانے کی تنخواہ۔ ۱۸/ جولائی کو مجھے علیحدہ کیا ہے۔ اسلئے ماہ جولائی کی ۱۸/ یوم کی تنخواہ مزید آپ مجھے دیدیں۔ شرائط میں یہ باتیں طے نہیں ہوئی تھیں کہ ایک ماہ کی تنخواہ دی جائے گی اگر اچانک علیحدہ کریں گے۔ ۱۸/ یوم کی تنخواہ کے لئے ہم ان کو لکھ چکے تھے کہ آپ اپنی تنخواہ کاٹ لیں۔ اب آپ از روئے شرع بتائیں کہ اراکینِ مدرسہ غلطی پر ہیں یا سفیر صاحب؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ نزاعی شکل ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ سفیر صاحب اپنا بیان تحریر کر دیں اور دونوں فریق باہم مشورہ کر کے کسی کو ثالث (حَکَم) مان لیں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں[۱]۔ ورنہ یک

---

[۱]..... لو حكم الخصمان من يصلح قاضيا ليحكم بينهما صح الحكم لانهما التزما ورضيا به لولايتهما على انفسهما (مجمع الانهر ص ۳/۲۴۱، كتاب القضاء، فصل فى التحكيم، مطبوعه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳/۳۹۷، كتاب ادب القضاء، الباب الرابع والعشرون فى التحكيم، بحر كوئٹه ص ۷/۲۶،۲۵، باب التحكيم.

طرفہ بیان پر حکم تحریر کرنے سے نزاع ختم نہیں ہوگا۔ دوسرا فریق سائل کی تغلیط کردے گا۔ متفقہ بیان پر حَکَم کا فیصلہ دونوں کے لئے قابلِ تسلیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۳/۹۵ھ

مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے؟

سوال:- میری والدہ پر حج فرض نہیں تھا اور وہ اس کی بہت زیادہ خواہشمند تھیں مگر ان کا انتقال ہوگیا میں ان کو ثواب پہونچانے کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ تو حج بدل کرانے میں زیادہ ثواب ملے گا یا ایک سسکتے ہوئے مکتب کی مدد کرنے میں؟ جس مکتب کے بند ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ میت کے ذمہ حج فرض نہیں تھا اور ان کو ثواب پہونچانا مقصود ہے تو جس مکتب میں بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ مکتب ضرورت مند بھی ہے تو وہاں روپیہ دے کر مکتب کو سنبھالنے اور ترقی دینے میں ثواب زیادہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1]..... کیونکہ اس میں حق جوار کی بھی رعایت ہے۔ مستفاد: وكره نقلها (الزكاة) أى من بلد الى بلد اٰخر لان فيه رعاية حق الجوار فكان أولى زيلعى والمتبادر منه أن الكراهية تنزيهية فلو نقلها جاز لان المصرف مطلق الفقراء (درمختار مع الشامى كراچى ص۳۵۳ ج۲ كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية، البحر الرائق كوئٹه ۲/۲۵۰، كتاب الزكوة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۳۳/۱، كتاب الزكوة، باب المصرف، دارالكتب العلمية بيروت)

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال:- ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آیا۔ وہ آدمی نابینا تھا اور پیروں سے معذور تھا۔ موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطور امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے۔ صرف مرحوم کا ایک بھانجہ حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقت نزع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانچہ کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھانجہ بھی ایک قسم کا وارث ہے اگر اس سے قریب تر کوئی مستحق وارث نہیں تو بھانچہ کو دیدے۔ مدرسہ میں دینے کا حق نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۹۲ھ

بیوی کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کا انتقال ہوگیا شوہر کیا کرے؟

سوال:- زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا وہ اپنے کڑے چلنامی کے مدرسہ میں دینا چاہتی

---

[1]..... هو (أی ذو رحم) كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبة فياخذ المنفرد جميع المال ويحجب اقربهم الابعد وحينئذ يقدم أولاد البنات (الى قوله) ثم أولاد الأخوات لأبوين (درمختار مع الشامی زكريا، مختصراً ص ۵۴۵ تا ۵۰ ج ۱۰ كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، عالمگيری كوئٹه ص ۶/۴۵۸، الباب العاشر فی ذوی الارحام، مجمع الانهر ص ۴/۵۲۲، فصل فی ذوی الارحام)

تھی۔تو جس مدرسہ میں کلام پاک، اردو کی تعلیم ہو لیکن بیرونی بچے قیام وطعام والے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے۔تعمیر وتنخواہ میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے[1]، ہاں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں نابالغ کا حصہ نہ ہو[2] اور جس بالغ کا حصہ ہو وہ بھی بخوشی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۹۲/۶/۴ھ

---

[1]..... مستفاد: هی تملیک جزء مال عینه الشارع (الی قوله) وهذا معنی قول الکنز تملیک المال أی المعهود اخراجه شرعاً (قوله أی المعهود) اشارة الی ما اجاب به فی النهر عن اعتراض الدر علی الکنز بأن قوله تملیک المال یتناول الصدقة النافلة فزاد قوله عینه الشارع کما فعل المصنف لاخراجها وحاصل الجواب أن أل فی المال للعهد وهو ما عینه الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۵۸ ج۲ کتاب الزکاة، مطلب فی احکام المعتوه، مجمع الانهر ص۲۸۵/۱، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲۰۱/۲، کتاب الزکوة)

[2]..... وتصرف الصبی المعتوه (الی قوله) وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان أذن به ولیها (درمختار مع الشامی کراچی ص۱۷۳ ج۶ کتاب المأذون، مبحث فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه وترتیبها، بدائع ص۳۲۸/۵، کتاب الوقف والصدقة، مکتبه زکریا. مجمع الانهر ص۵۶۷/۲، کتاب الوقف، مطبوعه دالکتب العلمیة بیروت.

[3]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہٖ بلا اذنه ولا ولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، شرح المجلة ص۶۲/۱، رقم المادة:۹۷، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی)

مدرسہ قدیم کی امداد بند کر کے مدرسہ جدید کی امداد کرنا

سوال:- زید ایک مدرسہ اسلامیہ میں جو بہت قدیم درسگاہ ہے اور اس کے آباء واجداد نے قائم کیا تھا امداد برابر کرتا رہتا تھا مگر اب کسی وجہ سے کہتا ہے کہ اس مدرسہ میں امداد نہ دوں گا دوسری جگہ دوں گا تو اس قدیم مدرسہ کی امداد بند کر دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر دوسرے مدرسہ کو کوئی شرعی وجہ ترجیح حاصل ہے تب تو مضائقہ نہیں ورنہ ترجیح المرجوح لازم آتی ہے اور خیر العمل ما دیم علیہ کے بھی خلاف ہے اگر دونوں مدرسہ تمام امور میں مساوی ہوں تب بھی قدیم افضل ہے **ونظیرہ وان استویٰ المسجد ان فاقد مهما افضل۔ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح** ص۱۵۶۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ہائی اسکول میں چندہ دینا

سوال:- میرے علاقہ میں ہندو اور مسلمان دونوں مل کر ایک ہائی اسکول کھول رہے ہیں، جس میں دونوں چندہ دے رہے ہیں، مجھے بھی پانچ سو روپئے دینے کو کہتے ہیں، تو مجھ کو اس میں ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ اپنے بچے بھی اس میں تعلیم حاصل کریں گے، تو کچھ ثواب ضرور ہوگا، اگرچہ خالص

---

[1]..... طحطاوی علی المراقی مطبوعه مصر ص ۲۳۲ کتاب الصلوة، اول باب الامامة، حلبی کبیر ص ۶۱۳، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه لاهور.

اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے مگر اس کا خیال رہے کہ وہاں بد دینی کی تعلیم نہ ہو جس سے عقائد و اخلاق تباہ ہو جائیں، ورنہ سخت وبال ہوگا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

عورتوں کا بلا اجازت شوہر مدرسے کے جلسہ میں چندہ دینا

سوال:- زید اور بکر چند آدمیوں نے مل کر مدرسہ کا جلسہ کرانا چاہا باجازت مہتمم مدرسہ گاؤں میں عورتوں وغیرہ سے بلا اجازت ان کے شوہروں کے چندہ میں غلہ لیا گیا جو کہ عورتوں نے بخوشی دیا تو اس آمدنی سے جلسہ ہوا یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ صحیح ہے کہ عورت کو بغیر شوہر کے اجازت کے شوہر کے مال میں تصرف درست نہیں۔ لیکن جب شوہر اس تصرف پر رضامند ہیں تو یہ چندہ میں وصول کیا ہوا غلہ شرعاً سب درست ہے اب اس پر اعتراض بے محل ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۶ھ

---

[1]..... تعاونوا اعلی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایة، سورة المائده آیت ۲/.

ترجمہ :- نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ زیادتی مین ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2]..... ولیس لها (الزوجة) أن تعطی شیا من بیته بغیر اذنه (خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۴۴۳ ج ۱ باب النفقة، فصل فی حقوق الزوجیة) فتح الباری، دارالفکر ص ۶ ج ۵ ۱ کتاب الاحکام، الباب الاول.

نابالغ کا مدرسہ کے چندہ میں پیسے دینا

سوال:- مدرسہ کے نابالغ بچے جو اپنے ناشتہ کے لئے پیسے اپنے گھر سے لاتے ہیں، اگر وہ مدرسہ میں بطور چندہ دیدیں تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ان کے ولی نے مدرسہ میں دینے کے لئے پیسے دیئے ہیں تو جائز ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صغیر وکبیر کے مخلوط مال سے چندہ

سوال:- زید اور بکر دو بھائی ہیں اپنے باپ کے مرنے کی وجہ سے دونوں مال متروکہ کے وارث ہوئے۔ بکر نابالغ یتیم ہے اور مال مشترک ہے اور زید بالغ ہے اور روزی کر کے مالِ متروکہ کو بڑھاتا ہے جتنی جائداد ہے اس کی حفاظت وغیرہ بھی کرتا ہے۔ زید اس مالِ مشترک سے قربانی ادا کرتا ہے صدقات دیتا ہے نیز لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے مدرسہ وغیرہ دینی کاموں میں چندہ بھی دیتا ہے۔ زید کو مذکورہ کارِ خیر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یا یہ بھی مالِ مشترک شمار کیا جائے گا حالانکہ بکر کچھ روزی نہیں کماتا۔

(۲) ہمارے دیار میں اکثر لوگوں کا مال یتیموں کے مال کے ساتھ مختلط ہوتا ہے۔ مدارسِ دینیہ کے چندہ وصول کنندہ جب چندہ کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں تو چندہ دیتے ہیں لیکن

---

[1]..... یجوز ارسال الهدية على يدصبى ويجوز للمهدى له قبولها (اعلاء السنن، ص ۱۴۱ ج ۱۶ کراچی، کتاب الهبة، يجوز ارسال الهدية على يدصبى، هدايه ص ۴/۴۵۴، کتاب الكراهية، مكتبه تهانوى ديوبند، شامى كراچى ص ۶/۳۴۵، كتاب الحظر والاباحة)

قوی اندیشہ ہے کہ مال مختلط سے دیتے لیکن چندہ وصول کنندہ اس کی تفتیس کئے بغیر چندہ لیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کا چندہ مشتبہات میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اگر مشتبہات میں شمار ہوتو دینی مدارس کے لئے اس میں شرعاً کچھ وسعت وگنجائش ہے یا نہیں۔ اگر گنجائش نہ ہووے تو مدارسِ دینیہ قائم رکھنا دنیا میں دشوار ومحال ہو جائے گا، حالانکہ دنیا بھر کے اکثر مدارسِ دینیہ قومیہ دیوبند، سہارنپور، بنگال، آسام، ہندوستان کے اکثر شہروں کے مدارس چندہ ہی پر موقوف ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مال مشترک سے ایسے مواقع میں خرچ کرنا درست نہیں کیونکہ ہر دو بھائی ایک دوسرے کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتے بلکہ بمنزلہ اجنبی کے ہیں **کذافی العالمگیری**[۱]. البتہ جو روزی وہ علیحدہ کماتا ہے اسمیں تصرف کرسکتا ہے، مواقع مذکورہ میں بھی صرف کرسکتا ہے[۲]۔

(۲) جہاں ظنِ غالب ہو کہ یہ یتیموں کے مخلوط مال سے چندہ دیتا ہے وہاں تفتیش کرلی جاوے۔ اگر یہ ظن صحیح ثابت ہوتو چندہ لینے سے انکار کردے اور جہاں ظن غالب نہ ہو یا اس کے خلاف کا ظن ہو وہاں تفتیش کی ضرورت نہیں۔ جب اہل مدارس دیانت کے ساتھ حلال روپے سے مدرسہ چلانے کا پختہ عزم کریں گے اور حرام روپے سے اجتناب کریں تو اللہ تعالیٰ

---

[۱]..... ولایجوز لا حدهما ان یتصرف فی نصیب الاخر الابامره وکل واحد منهما کالا جنبی فی نصیب صاحبه الخ عالمگیری کوئٹه ۳۰۱ ج۲ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة. البحر کوئٹه ص۱۶۷/۵، کتاب الشرکة، الدرالمختار کراچی ص۳۰۰/۴، کتاب الشرکة.

[۲]..... الا اذا کان لها کسب علی حدة فهو لها، شامی کراچی ص۳۲۵/۴، فصل فی الشرکة الفاسدة، بیضاوی شریف ص۷، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴/۱، کتاب الشرکة، الباب الثالث، مطبوعه کوئٹه.

کی امداد بالیقین شامل حال رہے گی لقولہ تعالیٰ ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ[1] الآیہ۔ اللہ پاک کا وعدہ بالکل سچا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد[2]۔ دیگر دنیا دارالامتحان ہے۔ اسمیں حسب حیثیت ہر ایک کی آزمائش ضرور ہوتی ہے اس میں استقامت از حد ضروری ہے کہ یہ بہت بڑا کمال ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ اللّٰھم ارزقنا منہ حظاً وافراً۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہٗ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ادائے حقوق ملازمین میں کوتاہی کرنے والے رئیس کی دینی ادارہ میں امداد

سوال:- ایک رئیس جو کہ مسلمان ہیں اور نماز روزہ کے پابند ہیں، ساتھ ہی تبلیغی جماعت میں بغرض تبلیغ دور دور تک بڑے بڑے عالموں کے ساتھ جاتے رہتے ہیں، ان کے یہاں گورنمنٹ کے پراجکٹ کا کام ہوتا ہے اور وہ اپنے ملازمین کو پندرہ یوم پر تنخواہ دیتے تھے لیکن اب سات سال سے وہ وقت مقررہ پر ملازمین کو تنخواہ نہیں دیتے ہیں اور ملازمین پریشان

---

[1].....سورہ طلاق آیت: ۳، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکالدیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے (بیان القرآن)

[2].....سورہ آل عمران، آیت: ۹، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے (بیان القرآن)

ہوکر نا امید ہوکر چلے جاتے ہیں۔ اور وہ رئیس ہر سال ہندوستان کے ایک بہت بڑے دینی تعلیمی ادارہ کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس دینی ادارہ کے ناظم بھی بہت بڑے عالم ہیں۔ ساتھ ہی وہ رئیس ان کے مرید بھی ہیں۔

نیز ان رئیس صاحب کے یہاں جو ماہانہ تنخواہ پر نوکر ہیں ان کو بھی کبھی پوری تنخواہ ہر ماہ نہیں دی بلکہ جس نوکر کی تنخواہ چار سو روپے ہے اس کو دو سو روپے دے کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگلے ماہ حساب کروں گا لیکن وہ وقت کبھی نہیں آتا ہے کہ نوکر کو پورا حساب ملے۔ اس طرح کسی نوکر کی ۱۷ ماہ کی تنخواہ روک لی اور کسی کی ایک سال کی۔ جب کہا گیا تو جواب ملا کہ کیا مجھ پر احسان کرتا ہے، جب ہوگی تب مل جائے گی۔ آخر کار نوکر عاجز ہوکر چھوڑ کر اپنے وطن چلے گئے اور آج تک ان کی مزدوری باقی ہے۔

کیا ایسے رئیس کی زکوٰۃ یا کسی قسم کا روپیہ لینا اس ناظم اعلیٰ کو جائز ہے؟ اور دینی تعلیمی ادارہ میں لگانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو ان رئیس صاحب کی بڑی کوتاہی ہے جو ظلم کی حد میں داخل ہے[۱]۔ حقوق العباد کو ادا نہ کرنا اور مزدوروں کی تنخواہ کو ان کے پورے کام کے باوجود ضبط کر لینا جس سے وہ پریشان ہوکر چلے جائیں معمولی چیز نہیں نہایت سخت چیز ہے[۲]۔ دو پیسے (پرانے) اگر کسی کے رکھ لئے اور نہیں دیئے تو قیامت کے دن سات سو فرض مقبول نمازیں اس کے عوض

---

[۱]..... لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (سورۂ بقرہ آیت: ۱۸۸)

[۲]..... عن النبی ﷺ قال قال اللہ تعالی ثلاثة ان خصمهم یوم القیامة ..... ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منه ولم یعطه اجره (بخاری شریف ص ۳۰۲/۱، کتاب الاجارة، باب اثم من منع آجر الاجیر، مطبوعه اشرفی دیوبند.

میں دلائی جائیں گی[1]۔ جبکہ وہ صاحب تبلیغ میں بھی باہر جاتے ہیں تو ان کو سوچنا چاہئے کہ تبلیغ کا پہلا اور اعلیٰ مقصد اپنی اصلاح ہے، اس سے بے توجہی نہایت غلط طریقہ ہے۔ اس سب کے باوجود وہ جو کچھ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ ادا ہو جاتی ہے اور جس کو بھی زکوٰۃ دیتے ہیں، اس کو ان کے حالات معلوم ہونے کے باوجود زکوٰۃ کا لینا اور صحیح مصرف میں خرچ کرنا درست ہے[2]۔ لیکن اہل علم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے مریدین اور متعلقین کی اصلاح و تربیت کا خاص فکر و اہتمام رکھیں ہر مناسب موقع پر ان کو غلطیوں سے بچنے کے لئے نصیحت کرتے رہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کے طلباء وطالبات کی امداد اور ان کو محبوب وغیرہ الفاظ بولنا

سوال:- زید ایک ہمدرد قوم ہے۔ بہت سے طلباء وطالبات کی خود بھی امداد کرتا ہے۔ اور دوسروں سے بھی کراتا ہے۔ کیا زید کا یہ عمل قابلِ طعن ہے؟ کیا ان لڑکے اور لڑکیوں کو زید کا غلام، لونڈی، بیوی، معشوق اور محبوب بولنا صحیح ہے؟ یہ الزام اور بہتان ہے یا نہیں؟

---

[1]..... جاء فی بعض الکتب انه یوخذ لدانق ثواب سبع مأة صلاة بالجماعة. الا شباه والنظائر ص ۷۴ القاعدة الثانية الامور بمقاصد ها. مطبوعه دارالعلوم دیوبند.

[2]..... هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ (تنویر الابصار مع الدر المختار زکریا ص ۱۷۰ تا ۱۷۳/۳، اول کتاب الزکوة، مجمع الانهر ص ۲۸۴/۱، اول کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۰۲/۲، کتاب الزکوة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے علم دین حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کی اعانت کرتا ہے۔ ذاتی ونفسانی خواہش ومفاد پیش نظر نہیں، تو اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ بہت بلند ہے[1]۔ اور بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہے۔ اس کے لئے طعن وملامت کا لفظ بولنا جائز نہیں[2]۔ بے بنیاد الزام اور تہمت لگانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

مدرسہ کے نام پر چندہ کرنا اور مدرسہ میں نہ دینا

سوال:- ایک مدرس نے جن کو مدرسہ سے علیحدہ کر دیا ہے اس مدرسہ کے نام سے چندہ وصول کرتے پھرتے ہیں۔ عیدالفطر کے موقعہ پر کرنال کی عیدگاہ میں اعلان کیا کہ مدرسہ عربیہ محمدیہ دریا برد ہو گیا ہے۔ اس کی امداد کرو تو ان لوگوں نے مدرسہ کے نام پر کافی روپیہ ان مدرس

---

[1]..... أغد عالما أو متعلما أو مستمعا أو محبا ولا تكن الخامسة فتهلك (كشف الخفاء ص ۱۴۸ ج ۱ بيروت، حديث: ۴۳۷، **ترجمه**:- عالم بنو یا متعلم بنو یا سننے والا بنو یا (ان سے) محبت کرنے والا بنو اور پانچواں نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

[2]..... لا يجوز لعن شخص بخصوصه الا أن علم موته على الكفر (اتحاف، دارالفكر ص ۴۸۶ ج ۸ كتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة اللعن)

[3]..... أن رسول اللّٰه ﷺ قال أتدرون ما الغيبة قالوا اللّٰه ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل: (افرأيت ان كان فى اخى ماأقول قال ان كان فيه ماتقول فقد غبته وان لم يكن فيه فقد بهته (قال النوويؒ) يقال بهته بفتح الها مخففة قلت فيه البهتان وهو الباطل والغيبة (الى قوله) وهما حرامان (مسلم مع نووى، بيروت ص ۱۱۷ ج ۸ جزء: ۱۶ حديث: ۲۵۸۹ كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الغيبة، الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۳/۵۷۶، الكبيرة الربعة والخمسون بعد المأتين البهت، مكتبه نزار مصطفى الباز المكة المكرمة)

کو دیا وہ اس روپیہ کو کھا گئے عید کے موقع پر جو لوگ مدرسہ کی امداد کرتے تھے ان کو بہکا کر جبراً صدقۂ فطر، زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں اس روپیہ کو جانے نہیں دیا۔ جس سے مدرسہ کو کافی نقصان پہونچایا بلکہ اور شخص فقیر کو مدرسہ کی ضد پر یہ روپیہ وغیرہ دلایا۔ آیا جن حضرات نے یہ روپیہ دیا۔ ان کی اس فریضہ سے ادائیگی ہوئی یا نہیں؟ اور جن لوگوں نے یہ دلوایا ان کو گناہ ہوا یا ثواب؟ ایک فقیر کو کتنی شرعی مقدار دینے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ حرکت شرعاً معصیت ہے۔ جھوٹ ہے دھوکہ ہے[1]۔ اگر زکوٰۃ فطرہ کو صحیح مصرف میں صرف نہیں کیا تو ان مدرسین پر ضمان واجب ہے[2] ان کے اس جھوٹ کو لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے کہ ان مدرس نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے چندہ وصول کیا اور مدرسہ محمدیہ کو نہیں دیا تو شرعاً اس کی اجازت ہے تاکہ آئندہ وہ احتیاط رکھیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۱۱/۴ھ

---

[1]..... عین الکذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، الدرالمنتقی مع المجمع ص ۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[2]..... رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وامره أن یتصدق بها فانفقها الوکیل ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا یجوز ویکون ضامنا للعشرة (عالم گیری کوئٹه ص۶۴۴ ج۳ اٰخر کتاب الوکالة، الباب العاشرفی المتفرقات، تاتارخانیه کراچی ص۲/۲۴۸، کتاب الزکاة، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکوة.)

[3]..... واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیده ولسانه فذکره بمافیه لیس بغیبة أی لیحذره الناس ولا یغتروا بصومه وصلوته (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۰۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، هندیه کوئٹه ص ۵/۳۶۲، کتاب الکراهیة، الباب الثالث والعشرون فی الغیبة والحسد والنمیمة والمدح، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۲۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم والصلوة علی النبی ﷺ.)

چندہ کا روپیہ جلسۂ انعامی میں خرچ کرنا

سوال:- یہاں مدرسہ اسلامیہ کے لئے قصبہ سے سالانہ چندہ کیا جاتا ہے جس میں زیادہ تعداد صدقات واجبہ، زکوٰۃ، چرم قربانی کی ہوتی ہے اور مصارف مدرسہ تنخواہ مدرسین اور خرچ یتیم خانہ دو بڑی مدیں ہیں۔ اس کے علاوہ روزمرہ کے کچھ متفرق خرچ ہوجاتا ہے۔ چندہ دہندگان کے ذہن میں اخراجات مدرسہ کی تفصیل نہیں ہوتی اور نہ ہر ہر وقت ان سے ہر ہر خرچ کی اجازت لی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دو تین سال میں جلسہ انعامی بھی ہوتا ہے، جس میں طلباء کو کتابیں انعام میں اور علماء کا خرچ آمد و رفت دیا جاتا ہے۔ آیا یہ خرچ جلسہ بھی مدرسہ کے چندہ کی رقم میں سے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر بلا اجازت نہیں کیا جاسکتا تو اجازت زکوٰۃ دہندگان سے لی جایا کرے یا تملیک کرنے والے جو زکوٰۃ کی رقم اپنی ملک میں لے کر مدرسہ میں داخل کردیتا ہے یا قرض لے کر مدرسہ میں دیدیتا ہے ان کو صدقات کی رقم اپنا قرض ادا کرنے کے لئے دیدی جاتی ہے۔ امید ہے کہ جواب سے مشرف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کردی ہے تو اسی مصرف پر چندہ صرف کیا جائے گا اس کے خلاف نہ کیا جائے۔ اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دیدیا ہے تو پھر ہر مصلحت میں صرف کرنا درست ہے[1]۔ جن رقوم میں تملیک واجب ہے ان کو بغیر تملیک کے غیر محل یعنی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ جب انعامی جلسہ ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ چندہ دہندگان بھی کثیر مقدار میں جمع ہوتے ہوں گے۔ ان

[1]..... لان الوكيل يتصرف بتفويض الموكل فيملك قدر ما فوض اليه(بدائع كراچى ص ۲۵ ج ۶ كتاب الوكالة، شامى كراچى ص ۲/۲۶۹، كتاب الزكوة، شرح المجلة ص ۲/۴۷۷، الباب الثانى فى بيان شروط الوكالة، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند)

کے سامنے مدرسہ کا پورا آمد وصرف کا حساب مدوار پیش کیا جاتا ہوگا۔ یہ ان کے لئے ذریعہ علم ہے پھر ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ ہر ہر مد بتلا کر مصرف (یعنی جو رقم زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ یکمشت مدرسہ میں آتی ہے اس کے لئے تفصیل کی ضرورت نہیں، اجمالی علم ان مدات کا ان کو ہوتا ہی ہے وہ کافی ہے) کا دریافت کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ صاحب اپنا روپیہ فلاں مد میں صرف کرنا پسند نہ کریں گے تو ان کا روپیہ اس مد میں بلا اجازت صرف نہیں کرنا چاہئے۔

اگر اب تک چندہ دہندگان کے سامنے جملہ مدات کو پیش نہیں کیا گیا تو بہتر یہ ہے کہ ان کو ضرور پیش کر دیا جائے تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا روپیہ کہاں کہاں صرف ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو اسطرح چندہ دینے سے گریز ہو تو وہ اس میں خرچ کرنے سے منع کر دے۔ جلسہ انعامی بھی مصالح مدرسہ میں ہے۔ رقم واجبُ التملیک میں مستحقین کو انعام دینا درست ہے اور غیر مستحقین کو بلا تملیک درست نہیں۔ جب رقم واجبُ التملیک کی تملیک ہوگئی تو اصل دہندہ کی زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوگئی۔ اب اگر کسی مد میں صرف کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہو تو جو شخص مالک بننے کے بعد از خود مدرسہ میں دے گا اس سے اجازت لی جائے سابق دہندہ سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

صحیح: عبداللطیف

چندۂ مدرسہ سے دوکانیں بنانا

سوال: - ایک مدرسہ کی تعمیر چندہ کے روپیہ سے کی گئی ہے۔ اب مہتمم صاحب کی یہ

رائے ہے کہ اس مدرسہ کی چار دکانیں نکال دی جائیں اور اسی کے اوپر اس کے بجائے مدرسہ تعمیر کرالیا جائے تاکہ مدرسہ میں کرایہ کی آمدنی آتی رہے اور یہ سلسلہ چلتا رہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اہل محلّہ اور چندہ دہندگان کو اس پر اعتراض نہ ہو تو یہ درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

اگر مدرسہ بن چکا ہے تو اب اس میں دوکان بنانا جائز نہیں، اگر ابھی بنا نہیں اور چندہ دینے والے راضی ہیں تو جائز ہے[2]۔

سعید احمد غفرلہٗ ۲۳ رشوال ۶۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ کے کاغذات، مہریں، رسیدیں لیکر چندہ کیا اس کا حکم

سوال:- مدرسہ اسلامیہ حنفیہ سعادت گنج بارہ بنکی کے ناظم وصدر صاحب کچھ عرصہ تک بخوبی اپنے فرائض انجام دیتے رہے ہیں، انہوں نے حنفیہ پارٹی بنالی اور ایک دن موقع پاکر مدرسہ مذکورہ کا تمام ضروری سامان، کاغذات، رقم، رسیدیں، مہریں وغیرہ اٹھا کر چلے گئے اور

---

[1]..... کیونکہ چندہ معطیین کا مملوک ہوتا ہے۔(امداد الفتاویٰ، ترتیب جدید ص ۲/۵۹۳ کتاب الوقف)

[2]..... مستفاد: لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح أما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۵۸ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳/۳۳۰، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز المکة المکرمة، البحر کوئٹه ص ۵/۲۵۱، کتاب الوقف)

پھر کسی طرح کارکنوں سے مصالحت نہ ہوسکی۔ سوالات یہ ہیں کہ

(۱) مدرسہ مذکورہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) مدرسہ کا سامان، مہریں وغیرہ واپس کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) مدرسہ مذکورہ کی رسیدوں سے وصول کی ہوئی رقم مدرسہ ہی کی ہے یا نہیں؟

(۴) مدرسہ کی رسیدوں سے کچھ چندہ وصول کر کے انہوں نے علیحدگی کے بعد ایک نیا مدرسہ کھولا تھا، ان رسیدوں کی وصول شدہ رقم اپنے مدرسہ میں لگائی۔ کیا وہ رقم اس جدید مدرسہ میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مدرسہ کی رقم ذاتی مصارف میں خرچ کرنا جائز نہیں، اس کی واپسی ضروری ہے۔

(۲) اس سب کی بھی واپسی ضروری ہے۔

(۳) وہ رقم بھی مدرسہ کی ہے۔

(۴) سابق مدرسہ کے نام پر اس کی رسیدوں سے چندہ وصول کر کے اپنے لئے قائم کردہ مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں، جبکہ سابق مدرسہ موجود ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۳/۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ //

---

[۱]..... مستفاد: رجل دفع الی رجل عشرة دراهم وأمره أن يتصدق بها فانفقها الوكيل ثم تصدق عن الامر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامنا (عالمگیری کوئٹه ص ۶۴۴ ج ۳ کتاب الوکالة، الباب العاشر فی المتفرقات، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکوة، شرح المجلة ص ۲/۴۷۷، کتاب الوکالة، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، مطبوعه کوئٹه)

مستحق طلباء کی آمد کی امید پر چندہ لینا

سوال:- ایک مولوی صاحب نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے جس میں خالص عربی فارسی کی تعلیم ہوتی ہے اور یہ علاقہ از روئے دینی تعلیم نابلد ہے، ہر قسم کا چندہ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ رقوم جمع ہو جائے تو یہاں پر کھانے کا انتظام کیا جائے گا۔ کیا اس امید پر ہر قسم کا چندہ لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر فی الحال غریب مستحق طلبہ کے لئے رقم ناکافی ہونے کی وجہ سے کھانے کا انتظام نہیں اور وہ اس کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اس کا انتظام کریں اور اس کی غالب توقع ہے تو وہ ایسی رقم بھی لے سکتے ہیں مگر اس کا خیال رہے کہ جو رقم جس مد کے لئے لی جائے اسی مد میں اس کا خرچ کرنا ضروری ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین ۳۰/۶/۸۸ھ

خیراتی مدرسہ میں مالدار کے بچوں کی تعلیم

سوال:- جو مدرسے زکوٰۃ، چرم قربانی، فطرہ، اور امداد کی رقم سے چلتے ہیں تو ایسے مدارس

---

[1]..... لان الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدرما فوض الیه (بدائع کراچی ص ۶/۲۵ کتاب الوکالة، شامی کراچی ص ۲/۲۶۹، کتاب الزکوة، شرح المجلة ص ۲/۴۷۷، رقم المادة: ۱۴۵۷، کتاب الوکالة، الباب الثانی فی بیان شروط الوکالة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند)

میں صاحب نصاب کے بچے تعلیم پا سکتے ہیں یا صاحب نصاب کو کچھ فیس یا امداد ماہوار کچھ دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صاحب نصاب کے بچے ایسے مدارس میں تعلم تو پا سکتے ہیں مگر ان بچوں کو مدرسہ سے سیپارہ، کھانا، کپڑا وغیرہ دوسری چیزیں لینا جائز نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چندہ سے خوشحال بچوں کی تعلیم

سوال:- کسی مدرسہ میں باہر کے دو چار بچے داخل کر کے پورے علاقہ سے چندہ جمع کرتے ہیں اور ان غریب بچوں کی آڑ میں خوشحال آدمیوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں اور سال بھر میں زیادہ سے زیادہ دو چار روپیہ دیتے ہیں خوشحال بچے والے اور مدرس کی تنخواہ پچاس روپیہ ہے۔ اور ایک دو سفیر بھی رہتے ہیں تو سال بھر کا ان اشخاص کی تنخواہ اٹھارہ سو روپیہ ہوتی ہے جس میں پچاس ساٹھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

نوٹ:- چندہ ایک بھیک ہے جسکو خیرات کہتے ہیں، اس سے خوشحال بچوں کی تعلیم ہوتی ہے، ملازمین اس سے تنخواہ حاصل کرتے ہیں، یہ کہاں تک جائز ہے، خوشحال بچوں کو اس پیسے سے پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]..... لا یصرف الی بناء نحو مسجد (الی قوله) ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۷ ج۲ کتاب الزکاة، باب المصرف، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، کتاب الزکوة، باب المصرف، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص۳۲۸/۱، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی اولاد کے لئے دینی تعلیم کا انتظام لازم ہے[1]۔ لیکن جب مسلمانوں کو اس کا احساس نہ رہے یا وہ مجبور ومعذور ہوں تو لامحالہ چندہ سے انتظام کیا جائے گا، جو حضرات تعلیم دیتے ہیں وہ اپنے اور متعلقین کے نفقات واجبہ ادا کرنے کے لئے چندہ کے پیسے سے تنخواہ لیں گے اور یہ تنخواہ انکی درست ہے۔ پھر ان کے ذریعہ غریبوں اور مالداروں کے جو بچے تعلیم حاصل کریں گے وہ بھی درست ہے۔ مگر مالداروں کے لئے غیر تمندی کے ساتھ خود غور کرنے کی بات ہے۔ ان کو چاہئے کہ اپنی حیثیت کے موافق زیادہ سے زیادہ مدرسہ میں چندہ دیں بلکہ اہل وسعت ایک دو مدرس کی تنخواہ اپنے پاس سے دیدیں کہ چندہ کی ضرورت نہ رہے اور صرف اس کی دی ہوئی تنخواہ سے مدرس سب بچوں کو تعلیم دے تو یہ اس کی وسعت مالی اور عزت ایمانی کا تقاضا اور صدقہ جاریہ ہے۔

تنبیہ:- زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا پیسہ تنخواہ میں دینا درست نہیں[2]۔ دینی خدمت کے لئے جو چندہ کیا جائے اس کو بھیک سمجھنا اور حقیر سمجھ کر دینا دین کی بڑی ناقدری اور دین سے بے تعلقی کی نشانی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... قال رسول اللہ ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه (مشكوٰة شريف ص ۲۷۱ كتاب النكاح، باب الولى فى النكاح)

ترجمہ:- رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس شخص کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو ادب سکھائے۔

[2]..... هى (أى الزكاة) تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (درمختار مع الشامى كراچى ص۲۵۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، مجمع الانهر ص۲۸۵/۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ۲۰۱/۲، كتاب الزكوة)

جعلی رسید سے جمع کردہ چندہ کا مصرف

سوال:- ایک شخص نے جعلی رسید لے کر مدرسہ کا چندہ کیا۔ حالانکہ مدرسہ بھی نہیں ہے۔ وہ شخص شبہ کی وجہ سے پکڑا گیا اور اس سے مدرسہ کی تصدیق طلب کی گئی جس کی وجہ سے وہ رات ہی میں فرار ہوگیا اور مبلغ ایک سو چالیس روپیہ و رسید چھوڑ کر بھاگا۔ اب اس رقم کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دوسرے کسی دینی مدرسہ میں ایسی رقم کا خرچ کرنا درست ہے[1]۔ اگر وہ مدرسہ موجود ہے جس کے نام پر چندہ کیا گیا ہے تو اسی میں دیدیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۹ھ

چندہ کر کے مدرسہ تعمیر کرنا اور اس کو اپنا مکان کہنا

بہشتی زیور کے بعض مسائل کو صحیح نہ جاننا

سوال:- ایک مولوی صاحب کے پانچ بھائی موجود ہیں، انہوں نے اپنے باپ سے ۱½ بیگہ زمین مدرسہ کے نام سے اپنے نام بیع نامہ کرالیا۔ چکبندی کے محکمہ نے اس بیع نامہ کو مان لیا۔ باپ نے وہ زمین وقف للمدرسہ نہیں کی۔ اب چکبندی میں اس کا چک علیحدہ کٹے گا۔

---

[1]..... حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنهما وکذا الرباط والبئر، واذا لم ینتفع بهما، فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر الی اقرب مسجد (وفی الشامی) یصرف وقفها لاقرب مجانس لها، شامی کراچی ص ۴/۳۵۹، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیرہ، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۷۸، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر.

مولوی صاحب موصوف سے لوگ وقف کرنے کے لئے کہتے ہیں تو وہ اسے وقف نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر میں وقف کردوں تو مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ مدرسہ کے لئے چندہ خود ہی کرتے ہیں۔ کہنے پر بھی حساب نہیں دکھاتے۔ چندہ میں امداد، زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ ہر قسم کا مال آتا ہے۔ اس قسم سے ایک مکان بصورت مدرسہ تعمیر ہورہا ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ جب تک بچے یہاں پڑھیں گے پڑھاؤں گا ورنہ مکان میرا ہے۔ حال یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو وہ مدرسہ میں نہیں رکھتے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مدرسہ میں گاؤں کے ہی بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بیرونی نہیں کہ جن کا مدرسہ کفیل ہو۔ موصوف کہتے ہیں کہ اس سے میرے باپ کو ثواب ملے گا ایسے شخص کے بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں نیز اسکے باپ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اکثر بیشتر غلط مسئلے بتاتے ہیں۔ بہشتی زیور کے تمام مسئلوں کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کو نہ تعمیر مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے[1]۔ نہ تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے[2]۔ بلکہ وہ تو نادار غریبوں کو دینا واجب ہے[3]۔ چندہ کرکے مدرسہ تعمیر کرنا اور یہ کہنا

---

[1]..... ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف الی بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۴۴ج۲ کتاب الزکاۃ باب المصرف، مجمع الانھر ص۳۲۸/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر کوئٹہ ص۲۴۳/۲، کتاب الزکوۃ، باب المصرف)

[2]..... ھی تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۵۸ ج۲ اول کتاب الزکاۃ، مجمع الانھر ص۳۲۵/۱، کتاب الزکوۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر کوئٹہ ص ۲۰۱/۲، کتاب الزکوۃ)

[3]..... مصرف الزکاۃ ھو فقیر ومسکین من لا شئ لہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۳۹ج۲ کتاب الزکاۃ اول باب المصرف، تبیین الحقائق ص۲۹۶/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الانھر ص۳۲۴/۱، باب المصرف، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

کہ یہ تو مکان میرا ہے غلط طریقہ ہے ان کو ان سب کی اصلاح لازم ہے۔ مسائل کیا غلط بتاتے ہیں بغیر تفصیل سامنے آئے کیا کہا جائے۔ مولوی صاحب اگر اپنے حالات ٹھیک نہ کریں تو ان کو امام بنانا مکروہ ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۴ھ

گورنمنٹ کی امداد کا روپیہ تنخواہ مدرسین میں

سوال:- مدرسہ عربیہ کو گورنمنٹ سے کچھ روپیہ ملتا ہے، لیکن ان کا صحیح پتہ نہیں چل سکا کہ استاذ کے ہیں یا مدرسہ کے۔ بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کے ہیں استاذوں کے نہیں۔ تو کیا ان کو استاذوں کی تنخواہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گورنمنٹ کی طرف سے جو روپیہ بطورِ امداد مدرسہ میں ملتا ہے اس کو مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۸۹ھ

---

[1]..... لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه (حلبی كبيری، مطبوعه رحيميه ديوبند، ص ۴۷۹ فصل فی الامامة، عالمگيری كوئٹه ص ۱/۸۵، كتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، شامی كراچی ص ۱/۵۶۰، كتاب الصلوة، باب الامامة)

[2]..... ومصرف الجزية، والخراج ومال التغلبی وهديتهم للامام، مصالحنا كسر ثغور وبناء قنطرة وجسر، وكفاية العلماء الخ (قوله كفاية العلماء) هم اصحاب التفسير والحديث والظاهر ان المراد بهم من يعلم العلوم الشرعية فيشمل الصرف، والنحو، وغيرهما، شامی كراچی ص ۴/۲۱۷، كتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بيت المال، البحر كوئٹه ص ۵/۱۱۷، كتاب السير، فصل فی الجزية، تبيين الحقائق ص ۳/۳۸۳، كتاب السير، فصل فی الجزية، مطبوعه امداديه ملتان،

دینی مدرسہ میں سرکاری امداد کے اثرات

سوال:- قصبہ مگھر میں مدارس مذہبی تعلیم ۱۹۱۴ء سے جاری ہے جس کو ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد ماہواری ملتی ہے جس میں روزانہ پہلی پہر میں ڈیڑھ گھنٹہ کو قرآن پاک کی تعلیم ہوتی ہے اور مابقیہ ایام (دوشنبہ پنج شنبہ) کو کلمہ دعاء قنوت آیت الکرسی دعاء جنازہ۔ باقی اوقات میں اردو پڑھائی جاتی ہے دوسرا مدرسہ عربیہ ہے۔ جو شاہی جامع مسجد میں چل رہا ہے اس کا مدرسہ عربیہ نام ہی ہے اس میں عربی فارسی اردو ہندی سبھی کی تعلیم ہوتی ہے۔ مگر مدرسہ کسی قسم کی امداد بورڈ سے نہیں لیتا اور نہ کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی ہے، (اصحاب خیر) کی امداد سے چلتا ہے تیسرا مدرسہ مؤید الاسلام ہے۔ غالباً کسی سے کوئی امداد نہیں پاتا ایسی صورت میں دریافت طلب یہ ہے کہ مکتب جو ۱۹۱۴ء سے جاری ہے اسے دینی مدرسہ کہا جاسکتا ہے یا یہ کہ بورڈ سے امداد لینے کی وجہ سے دنیاوی مدرسہ کہا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکتب میں پہلے صرف قرآن پاک اور مسائل دینیہ کی تعلیم ہوا کرتی تھی وہ خالص دینی مدرسہ ہوتا تھا۔ پھر وہاں سے فارغ بچے عربی فارسی پڑھنے کے لئے مدرسہ میں جایا کرتے تھے وہاں حساب بھی کچھ بقدرِ ضرورت سکھا دیا جاتا تھا۔ وہ بھی خالص دینی مدرسہ ہوتا تھا۔ پھر بورڈ سے امداد کا لالچ دیا گیا۔ مسلمانوں نے غربت سادہ پن سے امداد لینا شروع کردی جس پر نگرانی اور امتحانات کا سلسلہ شروع ہوا پھر امداد دینے والوں نے آہستہ آہستہ اپنا کورس پڑھانے کے لئے کہا۔ امداد بند ہونے کے ڈر سے اس کی پابندی کی گئی اب جیسے جیسے ان کا کورس آتا گیا دینی تعلیم میں کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ دینی تعلیم برائے نام معمولی رہ گئی اور یہ قید بھی لگائی گئی کہ ان کا کورس پڑھانے کے لئے ان کا ہی سند یافتہ ہونا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ تربیت اور عملی حالت بھی کمزور ہوگئی دینی تعلیم کا مقصد بہت کم رہ گیا اس کی جگہ کورس نے لے لی ایسی حالت میں اس کو دینی مکتب یا دینی مدرسہ کہنا یا تو اس کی ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے یا محض برائے نام دینی تعلیم کا کوئی حصہ باقی رہ جانے کے اعتبار سے ہے حقیقی اور اصلی معنیٰ کے اعتبار سے نہیں اور جس مدرسہ میں اصلی تعلیم تو دین ہی کی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دین ہی کی خدمت اور اعانت کے لئے ہے وہ حقیقۃً دینی مدرسہ ہے۔ اس معیار پر آپ دیکھ لیں کہ مکتب کی کیا حالت ہے اور امداد اور اس کے اثرات کورس وغیرہ سے کس قدر متأثر ہے اور وہ اثرات کس رفتار سے پیدا ہو رہے ہیں پھر دینی عربی مدارس کے مقابلہ میں اس کو کیسے دینی مکتب کہا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱/۲۵

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱/۲۶

رسمی رقموں کی وصولی اور خرچ

سوال:- میں ایک سرکاری مکتب کا معلم ہوں۔ اس لئے سرکاری تنخواہ کے علاوہ مکتب کے طلباء وعوام سے تعلق رکھتے ہوئے چند آدمیوں کا جو قدیم رواج مدت سے ہے اور ابھی تک چلتا آرہا ہے علماء دین سے فیصلہ لینا چاہتا ہوں کہ مندرجہ ذیل آمدنی میرے حق میں کیسی ہوگی؟

(۱) کسی تقریب کا جیسے ۱۵ اگست، ۲۶ جنوری ٹیچرس ڈے ششماہی وسالانہ امتحانات کے موقع پر بچوں سے تقریب کے خرچ کے تخمینہ سے زیادہ رقم وصول کرنا اور خرچ سے بچی ہوئی رقم کو اپنے مصرف میں صرف کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہوگا؟

(۲) بچوں سے داخلہ کے وقت ایک روپیہ یا دو روپیہ کر کے وصول کرنا سند دیتے وقت

فی لڑکا پانچ یا دو روپے جبراً رسم بنا کر وصول کرنا جبکہ سرکار کا کوئی قانون نہیں۔ ہفتہ وار، جمعراتی، عیدی، بقرعیدی شروع کرائی رسم بنا کر وصول کرنا اس میں بھی جبکہ سرکار کا کوئی قانون نہیں تو ان رقموں کو اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرنا شرعی اعتبار سے کیسا ہوگا؟ رسم نہیں اگر نذرانہ کے طور پر دینے والا دے تو کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) رقوم دینے والوں کو اگر علم ہو کہ خرچ سے زائد حصہ آپ رکھتے ہیں اور وہ اس پر رضامند ہوں تو جائز ہے۔

(۲) جبر جائز نہیں۔ زبردستی کی ہوئی رقم کا واپس کرنا ضروری ہے۔ **لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه**[1] (الحدیث) بخوشی دی ہوئی رقم کا استعمال کرنا درست ہے کہ یہ ہدیہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

مدرسین کی پنشن کا علم چندہ دہندگان کو ہونا چاہئے

سوال: - مدرسہ عربیہ کے ضعیف معذور مدرسین کو پنشن دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا چندہ دینے والوں کو اس کا علم ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اربابِ مدرسہ نے قانون بنا کر شائع کر دیا اور چندہ دینے والوں کو علم ہو گیا کہ

---

[1]..... کنز العمال، بیروت ص ۹۲ ج ۱ حدیث: ۳۹۷ الکتاب الاول، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقه. مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، طبع دار الکتاب دیوبند، **ترجمه**:- کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

ہمارے دیئے ہوئے روپیہ سے معذور اور ضعیف العمر مدرسین کو پنشن بھی دی جاتی ہے انہوں نے اس کو منظور کرلیا اس پر اعتراض نہیں کیا تو پنشن دینا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۷ھ

چندہ کے لئے معطی پر اصرار، تدریس کے ساتھ تجارت

سوال:- کسی نیک کام کا چندہ وصول کرنے کیلئے چندہ دینے والوں کو پریشان کرنا مثلاً چندہ دینے والا پانچ دس روپیہ دیتا ہے اور وصول کرنے والے خوشامد کرکے یا خفگی کا اظہار کرکے اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ اور زیادہ دو تو مجبوراً زیادہ دیتا ہے۔ تو کیا اس طرح چندہ کرنا جائز ہے؟ اور ایسے چندہ کو کارِ خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر بعض عالم اس قسم کے چندہ کو بالکل ناجائز اور حرام بتاتے ہیں۔ حالانکہ فتویٰ دارالعلوم میں ایسے چندہ کو کارِ خیر میں لگانا جائز لکھا ہے۔ یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ مواعظ اشرفیہ میں ایسے چندہ کو حرام لکھا ہے۔ اسکی تحقیق مقصود ہے۔

(۲) ایک مولانا صاحب تجارت کرتے ہیں، بازار میں دوکانیں ہیں اور دینی خدمت مثلاً بچوں کو تعلیم، کتابوں کی تصنیف اور فتاویٰ کے جوابات دیتے ہیں۔ یہ سب کام بلا اجرت کے جائز ہے یا نہیں؟ یہ عالم قابل تعریف ہیں یا قابل مذمت؟

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعت دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) چندہ کا یہ طریقہ غلط اور ممنوع ہے[۱]، جیسا کہ امداد الفتاویٰ[۲] جلد رابع میں حضرت تھانویؒ نے ممنوع لکھا ہے۔ اور فتاویٰ[۳] دارالعلوم میں بھی یہی ہے۔ لیکن اس قسم کے چندہ کا طریقہ ناجائز ہونے کے باوجود کارِ خیر میں لگانا جس طرح حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے آپ نے نقل کیا ہے کہ درست ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ نے جس جگہ ناجائز لکھا ہو اس کو بھی نقل کردیں تو غور کرلیا جائے۔

(۲) حقوقِ واجبہ ادا کرنے کے لئے اور حلال روزی کے لئے تجارت کرنا شرعاً مذموم نہیں بلکہ پوری اجازت ہے۔ حتیٰ کہ بعض حالات میں واجب ہے[۴]۔ اس کے ساتھ دینی علمی خدمت میں لگے رہنا بڑی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ اگر حق تعالیٰ کسی کو یہ توفیق دے تو بڑی نعمت ہے۔ مگر تجارت کے ساتھ دوکان پر بھی تدریس افتاء کی خدمت انجام دینے میں اقرب یہ ہے کہ تدریس افتاء کا پورا احترام نہیں ہوسکے گا نہ اس طرف پوری توجہ ہوگی۔ جس کی وجہ

---

[۱]..... لایحل مال امرإ الا بطیب نفس منه (مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[۲]..... امداد الفتاویٰ، ترتیب جدید ص ۵۵ ج ۲ کتاب الزکاة والصدقات. بعنوان "عدم جواز جبر بر چنده از مال زکوة" مطبوعه زکریا دیوبند، ایضاً ص ۴/۵۰۲، مسائل شتی بعنوان "حرمت جبر بر چنده"

[۳]..... فتاوی دارالعلوم (عزیز الفتاوی) ص ۵۸۵، کتاب الوقف، بعنوان "جو چنده زبر دستی وصول کیا هو اس کا مصرف" مطبوعه دارالاشاعت کراچی.

[۴]..... فرض وهو الکسب بقدر الکفایة لنفسه وعیاله وقضاء دیونه ونفقة من یجب علیه نفقته ومستحب وهو الزیادة علی ذلک لیو اسی به فقیرا ومباح وهو الزیادة للزیادة (الی قوله) وأفضل اسباب الکسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة (عالم گیری کوئٹه مختصراً ص ۳۴۹ ج ۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، محیط برهانی ص ۸/۶۲، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه مجلس علمی گجرات)

سے غلطی کا بھی امکان ہے[1]۔ اس لئے اگر اوقات تقسیم کر دیئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ کچھ وقت تدریس افتاء کے لئے بھی مخصوص کرلیا جائے۔ کچھ وقت دوکان چلانے کے لئے کچھ معمولی تدریس دوکان کے ساتھ بھی جاری رہے۔ جس میں زیادہ توجہ کی ضرورت نہ ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ یہ بھی بعض سلف سے منقول ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

مدرسہ کی رسید پر زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھالیں وصول کرنا

سوال:- عام طور سے مدارسِ عربیہ کے اراکین اور اساتذہ کرام زکوٰۃ، صدقات، قربانی کی کھالیں مدرسہ کی رسید دے کر غریب بچوں کے نام پر وصول کرلیا کرتے ہیں۔ آپ ہمیں صرف یہ بتلا دیں کہ سب سے پہلے کس شخص نے کس سن میں کس مدرسہ کی رسید پر زکوٰۃ یا فطرہ یا قربانی کی کھالیں وصول کی تھیں؟ یہ طریقہ کس کا ایجاد کردہ ہے؟

---

[1]..... الرابعة ان لا يفتي في حال تغير خلقه وتشغل قلبه ويمنعه التامل كغضب وجوع وعطش وحزن وفرح غالب ونعاس او ملل او حرمز عج او مرض مؤلم ومدافعة حدث وكل حال يشتغل فيه قلبه ويخرج عن حد الاعتدال فان اتى في بعض هذه الاموال وهو يرى انه لم يخرج عن الصواب جاز وان كان مخطرا بها (مقدمه رسم المفتي ص ۱۰، فصل في احكام المفتيين، مطبوعه سعيديه سهارنپور، شرح المهذب ص ۱/۷۶، باب آداب الفتوى، فصل في احكام المفتيين، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2]..... قد تواتر عنه (ابي حنيفة) رحمة الله عليه انه كان يتجر في الخز مسعودا ماهرا فيه وله دكان في الكوفة وشركاء يسافرون له في شراء ذلك ويبيعه مستغنيا بنفسه (الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان ص ۱۳۰، الفصل الخامس والعشرون في اكله من كسبه ورده للجوائز، مطبوعه مصر، افنى (ابن المبارك) عمره في الاسفار حاجا ومجاهدا وتاجرا (ابوحنيفة واصحابه المحدثون ص ۹۷، ترجمة عبدالله ابن المبارك، مطبوعه ادارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللہ پاک کا ارشاد ہے واتوا الزکوٰۃ [۱]۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا خذ من اموالھم صدقۃ [۲]۔ الآیۃ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے عاملین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا [۳]، وہ لے کر آئے پھر اس کو مستحقین پر خرچ فرمایا۔ آپؐ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اپنے عاملین کے ذریعہ زکوٰۃ وصول کیا اور بیت المال میں جمع کر کے مستحقین کو دی۔ پھر جب بیت المال کا حال بعد کے لوگوں نے صحیح نہیں رکھا تو اربابِ اموال خود زکوٰۃ ادا کرنے لگے۔ اور دین کی اشاعت کے لئے جب مدارس قائم کئے گئے تو اول اول سلاطین نے ان کے اخراجات برداشت کئے، پھر اربابِ مدارس نے خود انتظام کیا اور زکوٰۃ، صدقات وصول کر کے طالب علم دین پر خرچ کرنے کا انتظام کیا۔ یہ سلسلہ بحمد للہ بہت مفید ہے اور اسلاف سے منقول ہے۔ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال:- امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام

---

[۱]..... سورۂ بقرہ آیت: ۴۳،

[۲]..... سورہ توبہ، پارہ ۱۱، آیت: ۱۰۳، **ترجمہ:** آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے (بیان القرآن)

[۳]..... استعمل النبی ﷺ رجلا من الازد یقال له ابن اللتبیة علی الصدقة الخ الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۶ اول کتاب الزکاۃ. مسلم شریف ص ۳۳۵/۱، باب کراهة الحرص علی الدنیا، مکتبه بلال دیوبند، شرح السنة ص ۱۳/۴، باب صدقة البقر السائمة، المکتبة التجاریة.

ترجمہ:- نبی ﷺ نے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو جن کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا۔

طور پر عورتیں عریاں نظر آتی ہیں۔ نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں، اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازار ہی میں گذر ہوتا ہے، شہر کے بازار، محلے، گلیوں میں پھرتے رہنا، زہد وتقویٰ کا مجروح ہونا یقینی ہے۔ کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے۔ محض تفریح یا برہنہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... "وانما لكل امرى مانوى" اخبارا عن حكم الشرع وهو ان حظ العامل من عمله نيته فان كانت صالحة فعمله صالح فله اجره وان كانت فاسدة فعمله فاسد فعليه وزره الخ، جامع العلوم والحكم ص ۹، مكتبه تجاريه مصطفى احمد الباز.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہفتم

مسائل متفرقات مدارس

نئی مسجد میں جمعہ اور جمعہ کی تعطیل کو اتوار سے بدلنا

سوال:- ایک شہر میں مدت کے بعد ایک مسجد احاطہ مدرسہ میں تعمیر ہوئی ہے جس کی وجہ سے تعطیل جمعہ کو اتوار سے بدل دیا گیا ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کون سے دن تعطیل اختیار کی جائے کہ شہر میں اتفاق ہو سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتوار کے دن تعطیل کرنے میں تشبہ ہے غیروں کے ساتھ دینی مدرسہ میں اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے[1]۔ نئی مسجد میں مستقل جمعہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شرعاً یہ طریقہ

---

[1]..... قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ادارة الرشید دیوبند)

ترجمہ:- رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

ناپسند ہے کہ ہر مسجد میں جمعہ کیا جائے[1]، اس سے شوکتِ اسلام کا زیادہ ظہور ہے، اگر چہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری مسجد میں بھی لیکن وہ شان باقی نہیں رہتی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

یوم عاشوراء کی تعطیل مدارس میں

سوال:- ۹/۱۰ محرم کو اس اطراف کے مدارس میں اکثر بہتیرے چھوٹے لڑکے پڑھنے نہیں آتے اور بڑے لڑکے عربی خواں طلبہ میں سے بھی بعض طلبہ پڑھنے سے گریز کرتے ہیں اور بعض طوعاً وکرہاً شریک درس ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں ان تاریخوں میں تعطیل کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ان دنوں میں روزہ مسنون ومستحب ہے۔ پس ان دنوں میں روزہ رکھا جائے

---

[1]..... فقد ذكر الكرخي أنه لا بأس بأن يجمعوا في موضعين أو ثلاثة عند محمد (الى أن قال) وروىٰ محمدعن أبي حنيفة أنه يجوز الجمع في موضعين أوثلاثة أو اكثر من ذلك . فهذا يدل على أن الجمعة تجوز في موضعين في ظاهر الرواية وعليه الاعتماد أنه تجوز في موضعين ولا تجوز في اكثر من ذلك (الى قوله) ولا ن الحرج يندفع عند كثرة الزحام بموضعين غالبا فلا يجوز اكثر من ذلك وماروى عن محمد من الا طلاق في ثلاث مواضع محمول على موضع الحاجة والضرورة (بدائع كراچي مختصراً ص ۲۶۰، ۶۱ ج ۱ كتاب الصلاة، فصل في صلاة الجمعة، البحر كوئٹه ص ۱۴۲/۲، باب الجمعة، شامي كراچي ص ۱۴۵/۲، باب الجمعة، مطلب في جواز استنابة الخطيب)

[2]..... فمراداللّٰه من نصب هذه الامة أن تكون كلمة اللّٰه هي العليا وأن لا يكون في الارض دين علىٰ من الاسلام ولا يتصور ذلك الا بأن يكون سنتهم أن يجتمع خاصتهم وعامتهم وحاضرهم وباديهم وصغيرهم وكبيرهم لما هواعظم شعائره واشهر طاعاته فلهذه المعاني انصرفت العناية التشريعية الى شرع الجمعة والجماعات (حجة اللّٰه البالغة ص ۲۳ ج ۲ الجماعة، مطبوعه مصرى)

اوراسی کے ضمن میں تعطیل کردی جائے جیسا کہ رمضان میں تعطیل ہوتی ہے۔اور عمر کہتا ہے کہ درست نہیں، تعطیل میں اہل تشیع واہل بدعت کا تشبہ لازم آتا ہے کہ وہ ان دنوں میں کاروبار چھوڑ کر ماتم، مرثیہ وغیرہ میں مشغول ہوجاتے ہیں۔اور کاروبار کو معیوب سمجھتے ہیں، ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بہرکیف شریعت کی روشنی میں جو حکم ہو صاف صاف مدلل بیان فرمایا جاوئے۔ نیز قطعِ نظر لڑکوں کے آنے نہ آنے اور قطعِ نظر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے تعطیل کرنا کیسا ہے؟ جواب مدلل مع حوالہ عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دس محرم کو روزہ کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے[1] اور بھی متعدد خصوصیات اس دن کی وارد ہوئی ہیں[2] لیکن اس دن میں تعطیل کرنا اور کاروبار یا مدارس کو بند رکھنا روافض کا شعار ہے جس سے اجتناب لازم ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[3] اور من کثر سواد قوم فهو منهم[4] الحدیث۔

---

[1]..... قال رسول اللّٰہ ﷺ أفضل الصيام بعد رمضان شهر اللّٰه المحرم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸ باب صيام التطوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2]..... عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشورا فقال لهم رسول اللّٰہ ﷺ ما هذا اليوم الذى تصومونه فقالوا هذا يوم عظيم أنجى اللّٰه فيه موسىٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسىٰ شكراً فنحن نصومه فقال رسول اللّٰہ ﷺ فنحن احق وأولى بموسى منكم فصامه رسول اللّٰہ ﷺ وامر بصيامه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰ باب صيام التطوع، مسلم شريف ص ۱/۳۵۹، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، مطبوعه بلال ديوبند)

[3]..... مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵ كتاب اللباس، الفصل الثانى، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۵۹، كتاب اللباس، مطكتبه سعد ديوبند، **ترجمہ**:-جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی اس کا شمار انہیں میں سے ہوگا۔

[4]..... كنز لعمال، بيروت ص ۲۲ ج ۹ رقم حديث: ۲۴۷۳۵، **ترجمہ**:-جس شخص نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا وہ انہیں میں سے ہوگا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ میں اس تاریخ کی خصوصیات اور بدعات کو جمع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ فلاں بات اصل ہے اور فلاں بات بے اصل ہے۔ جیسے کہ فی نفسہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شہادت کا ذکر مباح ہے ممنوع نہیں۔ لیکن یومِ عاشورہ میں خصوصیت سے ذکر کرنا تشبہ روافض کی وجہ سے ممنوع ہے **سئل عن ذکر مقتل الحسینؓ فی یوم عاشوراء یجوز ام لا قال لا، لان ذٰلک من شعار الروافض** عامۃً اسلامی اداروں میں جمعہ کے روز تعطیل ہوتی ہے، اتوار کی تعطیل سے اسی لئے منع کیا جاتا ہے کہ اس روز غیر مسلم تعطیل کرتے ہیں۔

رہا ۹/۱۰ کا روزہ رکھ کر تعطیل کرنا اور جسکا سبب روزہ کو قرار دینا محض حیلہ ہے ذی الحجہ کے نو دن میں بھی روزہ کا ثبوت ہے[۱]، ۱۵ شعبان میں بھی روزہ کا ثبوت ہے[۲]، شوال میں چھ روزوں کا ثبوت ہے[۳]، ہر ماہ میں ایام بیض کے روزوں کا ثبوت ہے پیر اور جمعرات کے روزوں کا ثبوت[۴]

---

[۱]..... **عن هنيدة بن خالد عن امرأته عن بعض ازواج النبیﷺ قالت كان رسول الله يصوم تسع ذى الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة ايام من كل شهر اول اثنين من الشهر والخميس، ابوداؤد شريف ص ۳۳۱/۱، كتاب الصيام، باب صوم العشر، سعد بكڈپو ديوبند.**

[۲]..... **عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم حتى نقول لا يفطر ويفطر حتى نقول لا يصوم ومارأيت رسول اللهﷺ استكمل صيام شهر الا رمضان وما رايته اكثر صياما منه فى شعبان، بخارى شريف ص ۲۶۴/۱، كتاب الصوم، باب صوم شعبان، مطبوعه اشرفى ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۳۳۱/۱، باب كيف كان يصوم النبیﷺ، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.**

[۳]..... **عن ابى ايوب صاحب النبیﷺ قال من صام صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فكانما صام الدهر، ابوداؤد شريف ص ۳۳۰/۱، كتاب الصيام، باب فى صوم بستة ايام من شوال، سعد بكڈپو ديوبند.**

[۴]..... **عن ملحان القيسى عن ابيه قال كان رسول اللهﷺ يامرنا أن نصوم البيض ثلث عشرة واربعة عشرة وخمس عشرة، قال وقال هن كهيأة الدهر، ابوداؤد شريف ص ۳۳۲/۱، باب فى صوم الثلث من كل شهر، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.**

ہے، کہاں تک رمضان کی حرص کر کے تعطیل کی جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع ۲ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/ربیع ۲ ۶۷ھ

یوم عاشورہ کی تعطیل

سوال:- یوم عاشوراء کی تعطیل اسلامی مدارس میں کرنی چاہئے کہ نہیں؟ دارالعلوم دیوبند میں چھٹی عشرہ محرم کی چھٹی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عاشوراء محرم کی تعطیل دارالعلوم دیوبند میں نہیں ہوتی۔ اسلامی مدارس ومکاتب میں اس کی تعطیل نہ کی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۴ھ

خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل

سوال:- فیض عام انٹر کالج میرٹھ میں حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت

---

[1]..... کیونکہ اس میں تشبہ بالروافض ہے من تشبہ بقوم فھو منھم (مشکوٰۃ شریف ۳۷۵ کتاب اللباس الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، مطبوعہ ادارۃ الرشید دیوبند)

ترجمہ:- جس کسی نے قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہوگا۔

کی تعطیل ہونا طے پائی ہے۔ لہٰذا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت عربی مہینوں کی تاریخ اور عیسوی مہینوں کی تاریخ تحریر فرمادیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علیؓ

الجواب حامداً ومصلیاً!

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت کی عربی تاریخیں جو کہ عیسوی تاریخوں کے ساتھ متعین وموافق ہو مجھے نہیں ملیں۔ ان ایام میں تعطیل کرنا بھی کوئی شرعی حکم یا مصلحت نہیں، ورنہ اس امت کے اکابر کی تواریخ ولادت کا اگر تتبع کیا جائے اور ان ایام میں تعطیل کی جائے تو پھر سارا سال تعطیل ہی تعطیل میں گذرے گا، تعلیم کا کوئی دن بھی نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۴ھ

مدرسہ میں اذان و جماعت

سوال:- ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا نام سراج العلوم ہے ککرولی میں۔ اہل سنت والجماعت کی تین مسجد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان و جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے۔ طلباء و مدرس نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں کہ مساجد شہر سے کچھ فاصلہ پر ہیں۔ آپ سے استفتاء یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان و جماعت ہوسکتی ہے یا کہ نہیں۔ یہاں آکر اہل محلّہ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اذان و جماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے۔ مسجد کے علاوہ جنگل میں، مکان میں،

اسٹیشن میں، مدرسہ میں سب جگہ میں درست ہے[1]۔ لیکن مسجد کی فضیلت مسجد ہی میں پڑھنے سے حاصل ہوگی۔ مسجدوں کو بالکلیہ چھوڑ کر مستقلاً مدرسہ میں اذان و جماعت کرنا مناسب نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ آدمی مسجد میں چلے جائیں کچھ مدرسہ میں پڑھیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

مدرسین کیلئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ

سوال:- مدرسہ کی مجلس باڈی نے یہ فیصلہ کیا کہ مدرسین نماز ظہر علیحدہ جماعت سے پہلے پڑھ لیں اور پھر تعلیم شروع کردیں حالانکہ مدرسین وقفہ میں جماعت سے پہلے نماز پڑھتے تھے وقفہ ایک بجے سے دو بجے تک رہتا تھا۔ اب ساڑھے بارہ بجے سوا بجے تک کردیا، ایسے حضرات کے لئے کیا حکم ہے؟ اسکول میں جہاں سنت مؤکدہ حکماً ترک کردی جائے چرم قربانی زکوٰۃ وغیرہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسجد کی جماعت میں مدرسین کو شرکت کی اجازت دی جائے، جتنا وقت اس میں صرف

---

[1]..... جعلت لی الارض مسجدا وردبان المراد بالمسجد فیه ماتجوز فیه الصلاة احتراز امن بقیة الا نام فانهم کانوا لا تجوز لهم الصلاة الا فی بیعهم وکنائسهم (مرقاة ص ۱۴۴/۱، اول باب المساجد و مواضع الصلاة،مطبوعه اصح المطابع بمبئی)

[2]..... قال رسول اللّٰه ﷺ وصلوة الرجل فی بیته بصلوٰة وصلوته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوة (مشکوة شریف ص ۷۲ باب المساجد ومواضع الصلاة، قبیل باب الستر، ابن ماجه شریف ص۵۷/۱، باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا، مطبوعه ادارة الرشید دیوبند) **ترجمه**:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر ہے اور قبیلہ یا محلّہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

ہواس کی تلافی شروع یا آخر میں ہوسکتی ہے۔ترک جماعت کا جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ قابل تنفیذ نہیں، اس کو واپس لیا جائے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۳/۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۰/۳/۵ھ

سفیر مدرسہ کے ورثاء کو بطور امداد کچھ رقم دینا

سوال:- زید ایک دینی درسگاہ میں سفیر کی حیثیت سے تھے۔موصوف نہایت ہی مستعدی کے ساتھ کارسفارت (چندہ وغیرہ) انجام دیتے تھے۔لیکن بقضائے الٰہی کچھ دنوں بیمار رہ کر اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔اراکین مدرسہ نے زید موصوف کے ورثہ کو ایام علالت کی تنخواہ کے علاوہ اس بات کا فیصلہ کیا کہ منجانب مدرسہ کچھ رقم ورثاء زید کو دیدی جائے۔تاکہ ان لوگوں کو فی الوقت پریشانی سے دوچار ہونا نہ پڑے۔اب دریں مسئلہ علمائے دین سے سوال یہ ہے کہ آیا زید کے ایام مرض کی تنخواہ کے علاوہ جو ان کے ورثاء کو اراکین مدرسہ نے دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

(الف) اگر فیصلہ شدہ رقم ورثاء زید کو دینا جائز ہے تو اسے تنخواہ میں شمار کیا جائے گا یا علیٰ سبیل الامداد ہوگا؟

---

[1]..... مستفاد: واذا استأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر بسوی المکتوبة (الی قوله) لا یمنع فی المصر من اتیان الجمعة ویسقط من الأجر بقدر اشتغاله ان کان بعیداً و ان قریبا لم یحط شئ (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ کتاب الاجارة مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، مجمع الانهر ص ۳/۵۴۷، کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الهندیة ص ۴/۴۱۳، کتاب الاجارة، الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة)

(ب) اور کیا اراکین مدرسہ یا مہتمم کو اس بات کا حق ہے کہ متعلقین مدرسہ کی وفات کے بعد ان کے ورثاء کو علاوہ ان کی تنخواہ کے کچھ امداد کے طور پر دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مدرسہ کی رقم ملازم مدرسہ کی ملازمت ختم ہونے پر اس کے ورثاء کو بطور امداد دینے کا حق نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مہتمم اگر زکوٰۃ صحیح مصرف میں خرچ نہ کرے تو کیا ملازم اپنے طور پر صرف کرسکتا ہے؟

سوال:- زید اور بکر دونوں دیوبند کے فارغ ہیں۔ زید ایک عربی مدرسہ کا ناظم ہے۔ اس مدرسہ میں بظاہر صدر مہتمم ممبران سب کچھ ہیں۔ لیکن مدرسہ کا سارا کام لوگوں نے زید کے سپرد کردیا ہے اور وہی سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ مدرسہ میں زکوٰۃ، صدقات، امداد نیز مسجد کے نام پر بھی مدرسہ کی مسجد میں رقم آتی ہے۔ زید ان تمام رقومات کو مدرسہ کے صدر اور مہتمم اور بعض ممبران کے پاس رکھ دیتا ہے۔ یہ سب لوگ تاجر ہیں، مدرسہ کی رقم کو تجارت میں لگادیتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق زید ان لوگوں سے رقم لے کر مدرسہ میں صرف کرتا ہے۔

---

[1]..... مستفاد: وأما بيان ما يغير حال المعقود عليه من الامانة الى الضمان فانواع (الى قوله) ومنها ترك الحفظ للمالك بان خالفه للوديعة (بدائع كراچی ص ۲۱۱ ج۶ كتاب الوديعة، عالمگيری كوئٹه ص ۴/۳۳۸، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص ۷/۲۷۵، كتاب الوديعة)

زید اس بات کا بالکل خیال نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی حساب رکھتا ہے کہ مسجد کی رقم مسجد میں استعمال ہو، زکوٰۃ کی رقم مدزکوٰۃ میں استعمال ہو بلکہ جس میں جتنی رقم درکار ہوئی لیکر صرف کر دیا اور شعبان میں قرض روئیداد چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتا ہے۔ بکر عرصہ تین سال سے مدرسہ کے صدر مہتمم، ناظم، ممبران سے کوشش کرتا ہے کہ کسی صورت سے مدرسہ کی آمدنی جائز طور پر استعمال ہو۔ لیکن اس کی کوشش بیکار جاتی ہے۔ بکر نے عاجز آ کر یہ کہدیا کہ میرے ذریعہ سے جو آمدنی مدرسہ کو ہوگی اس کو میں خود خرچ کروں گا کسی کو نہیں دوں گا۔ بکر کے ذمہ مدرسہ میں مطبخ کا کام سپرد ہے چنانچہ اس سال بکر نے تقریباً چار ہزار روپے وصول کئے اور اپنی مرضی سے خرچ کر رہا ہے۔ اب بھی اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ حساب و کتاب درست ہو جائے۔ زید نے حساب و کتاب یہاں تک گڑبڑ کر رکھا ہے کہ رسیدات تک کا حساب نہیں کہ کتنی چھپکر آئیں اور کتنی ختم ہوئیں اور کتنی باقی ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ بکر کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکر ملازم ہے جتنا اختیار اس کو دیا گیا ہے اس سے زائد تصرف کرنے کا حق نہیں[1] رکھتا، خواہ کتنا ہی نیک نیت ہو۔ بکر کی طرح اگر ہر ملازم اس طرح کرنے لگے تو کسی کو کیسے روکا جائے گا اور ہر شخص پر کیسے اعتماد کیا جائے گا۔ اس لئے بکر کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ زید کی روش میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

---

[1]..... لیس للمشرف التصرف بل له الحفظ لان التصرف فی مال الوقف مفوض الی متولی، شامی زکریا ص ۶/۶۸۳، کتاب الوقف، مطلب لیس للمشرف التصرف، فتح القدیر ص ۶/۲۴۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۲۹۷، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً.

علماء دین سے میل ملازم کی طرح کام لینا

سوال:- خطہ گجرات میں جب کسی عالم کی ضرورت ہوتی ہے کچھ شرائط لگا کر طلب کرتے ہیں۔ دو یا پانچ سال بعد حیلہ کر کے اسے نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ شرائط قبول کرنے کے بعد تا وقت کے لئے آتا ہے مگر اس پر طرح طرح کا کام ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً فتویٰ دینے کے لئے اگر کسی کو رکھا ہے تو اگر اتفاق سے کبھی نہیں آیا تو مدرسہ کی دوسری ذمہ داری ڈال دیتے ہیں۔ تو اگر وہ عالم انکار کر دے تو کیا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو معاملہ صاف صاف طے کیا جائے اس کی پابندی کے باوجود ملازم کو علاحدہ کرنے کے لئے حیلہ بہانا کرنا اور اس پر زیادہ بار ڈالنا جائز نہیں۔ اور جبکہ اس سے ایک سال کا معاہدہ ہے تو بلا وجہ اس کو الگ بھی نہیں کرنا چاہئے[1]۔ اس سے ملازم بھی بددل ہوتا ہے اور آئندہ کو کام کا آدمی بھی سہولت سے نہیں ملتا۔ ادارہ بھی بدنام ہوتا ہے۔ ادارہ میں ہمیشہ نئے نئے آدمی آنے سے خیر و برکت بھی نہیں ہوتی۔ ملازمین کو ادارہ کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا تعلق بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جس کو فتویٰ کے لئے ملازم رکھا جائے اور اس کے پاس فتویٰ کا کام کم ہوں وقت فاضل بچتا ہو اور مدرسہ کو ضرورت ہو تو اسباق پڑھانے سے انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اصل

---

[1]..... المسلمون علی شروطهم الحديث (ترمذی شريف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن النبی ﷺ فی الصلح بين الناس، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۰۶، كتاب القضاء، باب فی الصلح، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، بخاری شريف ص ۱/۳۰۳، كتاب الاجارة، باب السمسرة، مطبوعه اشرفی ديوبند)

ترجمه:- مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

مقصد خدمت دین ہے خواہ تدریس کی شکل میں ہو یا فتوے کی شکل میں میل ملازم کی طرح علماء کو کام نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۱ھ

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال:- ایک معلم صاحب جو کہ پیش امام بھی ہیں، کیا وہ اپنے کسی شاگرد نابالغ سے وضو کے لئے پانی منگا کر طہارت کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہیں، اور اسی وضو سے نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۲) بہت سے لوگ جو کہ دستکار ہیں وہ اپنے چھوٹے چھوٹے شاگردوں سے جو کہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر پی سکتے ہیں۔ وہ خود آرام کرتے ہیں اور شاگرد بے چارے پنکھا جھلتے رہتے ہیں، کیا ان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ان کی تربیت کے لئے اور سلیقہ سکھانے کے لئے پانی منگانا اور اس پانی سے وضو کرنا اور اس وضو سے نماز پڑھنا پڑھانا سب درست ہے۔ حضرت انسؓ سے وقتاً فوقتاً نبی اکرم ﷺ کام لیتے اور وہ اس وقت نابالغ تھے[۱]۔ حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کے لئے

---

[۱]..... عن أنس قال خدمت رسول اللهﷺ وأنا ابن ثمان سنين خدمته عشر سنين الخ (مشكوٰة شريف ص ۵۱۹ باب فی اخلاقه وشمائلهﷺ، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا جبکہ میری عمر ۸/سال تھی اور میں نے آپؐ کی دس سال خدمت کی۔

پانی لاکر دیا جب کہ وہ نابالغ تھے[1]۔

(۲) اس کا حکم بھی (۱) سے معلوم ہوگیا۔ لیکن بچوں پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہئے جس سے وہ اکتا کر پریشان ہوجائیں۔ خاص کر یہ صورت کہ وہ پنکھا جھلتے رہیں اور استاذ آرام سے سوتے رہیں۔ اس سے غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکتا جاتے ہوں گے۔ اگر استاذ ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہئے جس سے وہ خوش ہوجائیں۔ اور انکی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو ہنر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۹۰ھ

چھوٹے بچوں سے خدمت لینا

سوال:- مصنف بہار شریعت نے لکھا ہے کہ معلمین کو نابالغ لڑکوں سے پانی بھروا کر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن چھوٹے بچوں کو استاذ کے سپرد کیا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہوجائے اور

---

[1]..... عن ابن عباس أن النبی ﷺ دخل الخلاء فوضعت له وضوءاً قال من وضع هذا؟ فاخبر فقال اللهم فقهه فی الدین (بخاری شریف ص ۲۶ ج ۱ کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:- ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے گئے تو میں نے آپؐ کے لئے وضوء کا پانی رکھ دیا آپؐ نے فرمایا یہ کس نے رکھا؟ آپؐ کو اطلاع دی گئی (کہ ابن عباس نے رکھا ہے) تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے درست ہے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ سے بھی خدمت لینا ثابت ہے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمت اقدس میں لاکر پیش کردیا تھا۔ یہ خدمت کیا کرتے تھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۸ھ

شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا

سوال:- اگر کوئی استاذ اپنے شاگردوں سے احتلام کے کپڑے دھلواتا ہے تو وہ کپڑے شاگردوں کے لئے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ عام لوگوں نے اس کو چند بار تنبیہ کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ نامناسب ہے، شرم وحیا کے بھی خلاف ہے، بچوں پر بھی اسکے برے اثرات پڑیں گے۔ جو حصہ نجس ہو اسکو خود دھولے، ایسی خدمت لینے سے بہت احتیاط چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... عن أنس قال: أخذت أم سليم بيدى مقدم النبی ﷺ فأتت بی رسول اللّٰہ ﷺ (طبقات ابن سعد، دارالفکر ص ۱۹ ج۷)

ترجمہ:- حضرت انسؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کے جس وقت نبی ﷺ تشریف لائے ام سلیمؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔

أنس بن مالک يقول: قدم رسول اللّٰہ ﷺ وأنا ابن عشر سنين (طبقات ابن سعد، (ذكر) انس بن مالک بن النضير بن ضمضم، دارالفکر ص ۲۰ ج۷،

ترجمہ:- رسول خدا ﷺ تشریف لائے جبکہ میری عمر دس سال تھی۔

خدمتِ دین کا طریقہ

سوال:- حضرت والا سلام مسنون! مجھے دارالعلوم کا اجازت نامہ بھیجا جائے تاکہ میں یہاں دین کی خدمت کرسکوں۔ اور تحریر کریں کہ کون کون سے کام خادمِ دین کے سپرد ہوتے ہیں۔ تاکہ میں لوگوں کو دین بتلاسکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ، اصول، کلام اور افتاء کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہے جس میں کئی سال صرف ہوتے ہیں۔ سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات لئے جاتے ہیں۔ تب سند دی جاتی ہے اور ہر شخص خدائے پاک کی توفیق سے اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق تدریس، تالیف، تذکیر وغیرہ دینی علمی خدمات انجام دیتا ہے۔ محض کسی کی درخواست پر اس کو کوئی سند نہیں دی جاتی۔ آپ کو خدمت کا شوق وجذبہ ہے تو تبلیغ کیجئے مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی سے جماعت بلوالیجئے وہ جماعت گشت کرکے لوگوں کو مسجد میں نماز کے لئے جمع کرتی ہے، کلمہ سنتی ہے، نماز سنتی ہے، تعلیم حلقہ قائم کرتی ہے اور اس کا پورا نظام سمجھ لیجئے، بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے آپ خود دہلی نظام الدین جایئے وہاں سب کام دیکھئے پھر اپنے مقام پر بھی کام شروع کردیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور آپ سے اپنے دین کی خدمت لے اور ہدایت پھیلائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ادارہ میں ملازمت کے لئے جھوٹی سند دینا

سوال:- میں جس ادارہ میں ہوں وہاں کچھ حضرات ایسے آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے یہاں کے ادارہ میں ماسٹر رکھا دو اور تصدیقی سند لکھ دو تا کہ ہم پرائیویٹ طور پر امتحان دے سکیں، حالانکہ یہ تحریر بالکل جھوٹی ہوگی، جبکہ جھوٹ حرام ہے۔ اس لئے میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص آپ کے ادارہ میں ملازم نہیں، اس کو ملازم کہنا اور سند دینا جھوٹ ہے۔ مکر ہے، شرعاً اس کی اجازت نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۷ھ

عربی پڑھ کر سرکاری مدرسہ میں ملازمت

سوال:- دارالعلوم اور مظاہر علوم کے فارغین امتحان فاضل دے کر سرکاری مدرسہ اسلامیہ میں داخل ہو رہے ہیں، پبلک مدرسہ چھوڑ کر تنخواہ کم ہونے کی وجہ سے، اس بارے میں حضرت والا کی رائے مبارک کیا ہے، جبکہ تنخواہ اتنی کم ہے جس سے گذارہ نہیں ہوتا حقوق ادا کرنا مشکل ہو رہے ہیں۔

---

[1]..... عین الکذب حرام (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الانهر ص ۴/۲۲۱، فصل فی البیع، کتاب الکراهیة)

الجواب حامداً ومصلیاً!

علم دین تو دین درست کرنے، دین کی خدمت کرنے اور خدا کو راضی کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی تحصیل کے بعد اگر فاضل وغیرہ کا امتحان دے کر سرکاری اسکول میں ملازمت کریں اور تنخواہ زیادہ کمائیں تو اصل مقصد تو حاصل نہ ہوگا، جس کے لئے مدرسہ میں قیام کیا، وظیفہ لیا، پڑھا۔ لیکن اس تنخواہ کو ناجائز نہیں کہا جائے گا جبکہ تعلیم میں خلافِ شرع چیزیں نہ ہوں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

جماعت چھوٹنے پر طلباء پر طعن کرنا

سوال:- مدرسہ میں مدرسین طلباء اور کچھ چھوٹے بچے جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے۔ اگر کبھی کسی وجہ سے نماز باجماعت سے رہ جائیں تو ان کی جماعت چھوٹ جانے پر ان کو طعن کرنا ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ نائب رسول ہیں، یہ مہمان رسول ہیں، یہی مہمان رسول ہیں۔ ایسے جملے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طعن وطنز نہ کیا جائے نہ مدرسین پر نہ طلباء پر نہ کسی اور پر، یہ بہت بری بات ہے[2]، اس کا

---

[1]..... ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان (الدر مع الشامی کراچی ص۶/۵۵، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، مجمع الانهر ص۳/۵۳۳، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر مع المجمع ص۳/۵۳۴.

[2]..... لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی (مشکوٰه شریف ص۴۱۳ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم)

ترجمہ:- نہیں ہوتا ہے کامل مومن طعن کرنے والا نہ لعن کرنے والا نہ فحش بکنے والا اور نہ زبان درازی کرنے والا۔

ثمرہ بھگتنا پڑتا ہے[1]، البتہ نصیحت وخیر خواہی کے طور پر ترغیب دی جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

طلباء کا بازاروں میں پھرنا

سوال:- طلباء مدارس عربیہ کو بلاوجہ بازاروں میں پھرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بے ضرورت سب کیلئے برا ہے اور عربی طلباء کیلئے زیادہ برا ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا

سوال:- کیا کسی دینی مکتب ومدرسہ کے مدرس کو مزدور یا نوکر یا ملازم کہہ سکتے ہیں اور اگر

---

[1]..... قال رسول اللہ ﷺ من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ، رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۴۱۴، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

[2]..... ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ (سورہ نحل، آیت: ۱۲۵)

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے (بیان القرآن)

[3]..... احب البلاد الی اللّٰہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللّٰہ اسواقھا (مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ باب المساجد، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسند جگہ بازار ہیں۔

کوئی کہتا ہے تو وہ کیسا ہے اور کیا یہ مثال دے سکتے ہیں۔ مزدور خوش کن کند کار پیش وہ مثال دینے والا کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دینی معلم ومدرس کا منصب بہت باعزت اور اعلیٰ منصب ہے ایسے شخص کو مزدور یا نوکر کہنا اس کی توہین وتحقیر ہے[1]، معلم ومدرس کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے منصب کے لحاظ سے باوقار اور مستغنی ہوکر رہے کہ اس کا مقصد خدمت دین ہے نہ کہ تحصیل زر اور نوکری[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

مدرسہ کا قرض ادا کرنے پر جنت میں جانے کا وعدہ

سوال:- مدرسہ آستانہ تقریباً آٹھ سو روپیہ کا مقروض تھا سالانہ جلسہ میں بیان کے بعد واعظ نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو جنت خریدے یعنی مدرسہ مذکورہ کا قرض ادا کر کے آٹھ سو

---

[1]..... المعلم متصرف فی قلوب البشر (الی قوله) فتعلیم العلم من وجه عبادة اللّٰه تعالیٰ ومن وجه خلافة اللّٰه تعالیٰ وهو من أجل خلافة اللّٰه فان اللّٰه تعالیٰ قد فتح علی قلب العالم العلم الذی هو اخص صفاته فهو کا لخازن لأنفس خزائنه ثم هو مأذون له فی الانفاق منه علی کل محتاج الیه فأیّ رتبة أجل من کون العبد واسطة بین ربه سبحانه وبین خلقه فی تقریبهم الی اللّٰه زلفیٰ وسیاقتهم الی جنة المأوی (احیاء العلوم مطبوعه عثمانیه مصریه ص۱۳ ج ۱ کتاب العلم، قبیل الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم)

[2]..... وأن الفائزین المقربین هم علماء الأٰخرة ولهم علامات فمنها أن لا یطلب الدنیا بعلمه فان أقل درجات العالم أن یدرک حقارة الدنیا وخستها وکدورتها وانصرامها وعظم الأٰخرة ودوامها وصفاء نعیمها وجلالة ملکها (احیاء العلوم مطبوعه عثمانیه مصریه ص۵۳ ج ۱ کتاب العلم، الباب السادس فی اٰفات العلم وبیان علامات علماء الأٰخرة والعلماء السوء)

روپیہ میں جنت خرید لے لہٰذا ایک سکھ کھڑا ہوا اور پورا قرض ادا کر دیا اب آپ تحریر فرمائیں کہ واعظ اس وعدہ کو کس طرح پورا کریں گے اور اس طرح روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں اور اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہیں چڑھی ہوئی دنیا جائز ہے یا نہیں اور اس روپیہ کو مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان لائے کوئی سکھ وغیرہ آٹھ سو روپیہ دے کر جنت میں نہیں جا سکتا واعظ کا مقصود بھی یہی تھا کہ مسلمان روپیہ دیدے تو جنت کا مستحق ہوگا کوشش کی جائے کہ وہ سکھ اسلام قبول کرے ورنہ اس کو بتلا دیا جائے کہ جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے اس شرط کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے بغیر اس کے نہیں اگر وہ اس کو منظور نہ کرے تو اس کا روپیہ واپس کر دیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۸۹ھ

مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ

سوال:- مدرسہ کے اوقات میں چائے وغیرہ بنانا اور اور ناشتہ پانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سبق پڑھا کر طلبہ کا پورا حق ادا کر دینے کے بعد اگر وقت مل جائے تو گنجائش ہے کہ

---

[1]..... فان من لیس بمؤمن لا یدخل الجنة وفاقا (مرقاة، مطبوعه بمبئی ص ۸۶ ج ۱ کتاب الایمان الفصل الاول)

اتفاقیہ کبھی چائے بنالی جائے یا ناشتہ کرلیا جائے۔ طلبہ کو سبق نہ پڑھا کر ان کا پورا حق ادا نہ کر کے وقت بچانا اور اس میں اپنا کام کرنا (چائے ناشتہ وغیرہ) جائز نہیں[1]، یہ خیانت ہے۔ مدارس کا معاملہ بہت سخت ہے، ان میں قوم کا پیسہ آتا ہے اگر وہ برمحل خرچ نہ ہو تو سب کے حقوق ذمہ میں باقی رہتے ہیں، سب سے معافی کرانا بھی دشوار ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

پانی کے نل کی درستگی کے لئے دوسروں سے پیسہ لینا

سوال:- ہمارے یہاں اسکول میں ایک نل ہے اس کا پانی پینے کے لئے عالم صاحب نے اپنے ہاتھ سے نل کھولا، بعد اس کے ٹھیک نہیں کرسکا اور مستری لاکر اس کو ٹھیک کیا اور مستری کو پیسہ دینے کے لئے ہر طالب علم سے دس پیسہ زبردستی لیا، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس نے نل خراب کیا درست کرانا بھی اسی کے ذمہ ہے دوسروں سے جبراً پیسہ لینا درست نہیں۔ ہاں اگر دوسرے لوگ اس کو درست کرانے کی اجرت خوشی سے دیدیں تو دوسری

---

[1]..... اذا استأجر رجلا یوماً یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر سوی المکتوبة (شامی کراچی ص ۷۰ ج ۶ کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة، زیلعی شرح کنز ص ۱۳۳/۵، باب ضمان الاجیر، کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۷/۸، باب ضمان الاجیر)

بات ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۹ھ

مدرسہ ہے یا چوپال

سوال:- ایک چوپال موضع شورم پٹی میر بخش میں مسجد سے ملحق ہے جس میں ہمیشہ سے دینی تعلیم ہوتی چلی آرہی ہے۔ اس کی مرمت مسجد کے پیسوں سے ہوتی ہے جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی بارات آتی ہے، تو بچوں کی چھٹی ایک دوروز کی کردی جاتی ہے۔

(۳) تمام مسلمان ہمیشہ خوش رہے ہیں اور امداد دیتے ہیں، کسی نے سر نہیں اٹھایا۔

(۴) اس پٹی میں تقریباً ۵/ ہزار مسلمان جو مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس مدرسہ کا نام بدرالعلوم ہے چند پارٹی اور شرپسند جن کی تعداد ۱۰/۱۵ ہوگی اقتدار کی خواہش میں مدرسہ میں دخل انداز ہوگئے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ چوپال سانگ تماشے کیلئے ہوتی ہے اس میں مدرسہ کا کیا کام ہے۔ فی الحال اس مدرسہ میں دوسو سے زیادہ بچے اور چار مدرس ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ عمارت کی دیواریں جن پر مدرسہ کا نام لکھا ہوا ہے اس کو مٹادیں۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ عدالتی کارروائی کریں۔ انہوں نے درخواست دی ہے اور پولیس تحقیقات کے لئے آئی۔ اور پولیس افسر نے تمام محلے والوں سے تصدیق کی ہے۔ سب مسلمانوں نے کہا کہ اس میں ہمیشہ سے تعلیم ہوتی چلی آئی ہے۔ وہ بھی یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اس میں سے مدرسہ نہیں

---

[1]..... لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولا یتہٖ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فیھما یجوز من التصرف بمال بدون اذن صریح، شرح المجلة ص ۶۲/۱، رقم المادة: ۹۷، مکتبہ اتحاد دیوبند یوپی، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب)

ہٹایا جائے گا بلکہ ہمیشہ ہمیش مدرسہ رہے گا، تو اس جگہ کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟ مدرسہ رہے یا چوپال؟ مفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقت حال تو خدا ہی کو معلوم ہے لیکن ظاہر صورت اور طرز عمل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ مدرسہ ہے اس میں دینی تعلیم ہوتی ہے اور مسجد کے پیسے سے اس کی مرمت کی جاتی ہے۔ کسی تقریب کے موقع پر اس کو مدرسہ سے عاریت پر لے کر مہمان کو ٹھہرایا جاتا ہے اور تعلیم کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔ یہ تعلقات کی رواداری کی بات ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ یہ چوپال ہے مدرسہ نہیں بظاہر درست نہیں۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ مسجد سے متعلق مدرسہ ہے۔ اس وجہ سے مسجد کے پیسے سے مرمت کی جاتی ہے۔ دینی تعلیم کو وہاں سے ختم نہ کیا جائے گا اور مدرسہ کا نام جو دیوار پر لکھا ہوا ہے اس کو نہ مٹایا جائے گا۔ اور شر کو حسنِ تدبیر سے ختم کیا جائے گا۔ آپسی نزاع کے اندر بہت خرابی ہے، اس کے نتائج بھی نہایت خراب ہوتے ہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورتِ مکالمہ

سوال:- لوگوں کے سدھار کے لئے مکالمے پیش کر کے اسے عملی شکل دی جائے تا کہ ذہنوں پر زیادہ اثر انداز ہو، تو کیا یہ جائز ہے۔ ایک مکالمہ نماز میں امامت کا پیش کیا۔ ایک

---

[1]..... ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين (سورة انفال، آيت: ۴۶، پاره ۱۰،

ترجمه :- اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (بیان القرآن)

شخص امامت کے لئے آگے بڑھا، نماز شروع کی، وہ تحریمہ چھوڑ گیا، پچھلے نے کہا چل کیا نماز پڑھاتا ہے میں پڑھاتا ہوں۔ پھر دوسرا صاحب بھی قراءت میں صریح غلطی کر گیا جس کو عوام بھی سمجھتے ہیں۔ تیسرے نے اس کو پیچھے کھینچ کر کہا تمہارے باپ نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ یہ امام صاحب مسجد میں اتنی دیر پڑے رہے کہ لوگ سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ایک نے دھکے دے کر کہا ارے اٹھ تو ہمیں سکھلائے گا۔ پھر تنہا تنہا پڑھ کر چلے گئے۔ اس میں زیادتی یہ کی گئی کہ چوتھے امام نے آکر نماز درست پڑھائی۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کہاں تعلیم پائی۔ اس نے بتایا پھر اس نے تعلیم دی اور اسے سب نے قبول کیا۔ اسی طرح مسجد چلانے کا مکالمہ یا جنازہ کی نماز کے لئے سوائے چند حضرات کے بقیہ لوگوں کے بت کی طرح کھڑے رہنے پر۔

(۲) بے پردگی کی انتہائی، اس بناء پر ذمہ دار حضرات نے اس کو مکالمے پر توجہ دلائی۔ کیونکہ عورتیں بالترتیب آگے پیچھے بس، ٹرک، بیل گاڑی وغیرہ چلنے والی سڑک پر ایک دوسرے کے (جوں) (کپڑے، سروں میں ہوتی ہیں) نکالتی رہتی ہیں۔ اس حالت میں کبھی چھاتی کبھی ران بے حیائی کی نذر ہوتی ہے۔ یہ مسلم قوم کی مفلسی ہے کہ ایک جنگلی اور ان میں فرق نہیں۔ حالانکہ غیر قوم کی عورتیں بازاروں میں جس طرح ہوں مگر گھروں پر ان کی طرح اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتی ہیں۔ تو کیا ان کی حالت پر ان کے سامنے عملی طور پر ان کی برائی مکالمے کے طور پر لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بوڑھے سے لے کر بچوں تک کو گالیاں بکنے پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح مکالمہ اور عملی طور پر اختیار کرنا نماز کی توہین، استخفاف ہے اس کی اجازت نہیں۔ صحیح صحیح مسائل جیسے تعلیم الاسلام میں چھپے ہوئے ہیں ان کا مکالمہ بصورتِ سوال وجواب

کرایا جائے جس سے مسائل پختہ ہو جائیں تو درست ہے[1]۔

(۲) اس کی بھی عملی نقل نہ کی جائے کہ یہ تماشا بن جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۹/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ //

چک بندی میں قبرستان اور مدرسہ کیلئے زمین رشوت دیکر چھڑانا

سوال:- ہمارے موضع میں چک بندی ہو رہی تھی حکومت کی طرف سے قبرستان و مدرسہ کے لئے کچھ زمین چھوڑنے کا حکم تھا۔ مگر اہلکار نہیں چھوڑ رہے تھے۔ بہت کوشش کی مگر معلوم ہوا کہ کچھ رشوت لینا چاہتے ہیں۔ تو بمجبوری مدرسہ اور قبرستان کی زمین کے لئے سو روپیہ اہل کار کو دیا گیا جس میں پچاس روپیہ مدرسہ کا تھا اور پچاس روپیہ قبرستان کا تھا تو قبرستان اور مدرسہ کے لئے زمین دی گئی اور عمل درآمد بھی ہو گیا اور زمین مدرسہ کے لئے حاصل کر لی گئی آیا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ مدرسہ وقبرستان کے لئے زمین چھوڑنا قانونی حق تھا اور بغیر روپیہ کے اس حق کو حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا تو مجبوراً روپیہ دینے والے گنہگار نہیں ہوئے۔ وہ زمین مدرسہ و

---

[1]..... اذا انکر اٰیة من القراٰن أو استخف بالقراٰن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع أو عاب شیئا من القراٰن أو خطئ أو سخر بایٰة منه کفر (مجمع الأنهر، بیروت، ص۵۰۷ ج۲ کتاب السیر و الجهاد، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، فتاوی عالمگیری ص۲/۲۶۶، مطلب موجبات الکفر انواع، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین)

قبرستان دونوں کی ہوگئی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۷/۱۱/۹۰ھ

مدرسہ کے پڑوسی کی دیوار میں نزاع

سوال:- ایک اسلامی مدرسہ کی تعمیر ہورہی ہے اس وقت ذمہ دارانِ مدرسہ نے برابر کے مکان والے سے کہا کہ تم اپنی کچی دیوار کو پختہ بنالو، کیونکہ ہم کو اس طرف غسلخانہ وغیرہ بنانے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دیوار وغیرہ کو نقصان پہنچ جائے۔ اس نے جواب دیا کہ میں دیوار کو تو پختہ نہیں بناتا۔ مگر دیوار کی جگہ آپ کو دے سکتا ہوں۔ آپ اس کو پختہ بنالیں۔ مدرسہ کے ذمہ دار اس پر راضی ہوگئے۔ مگر انہوں نے کہا اس دیوار سے تم کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرف تمہارا مکان ہے۔ اس دیوار کی نصف اینٹوں کا خرچہ تم کو دینا ہوگا مگر صاحب مکان نے انکار کردیا۔ پھر ذمہ داران مدرسہ نے کہا کہ اچھا مزدوری میں جو پچاس روپیہ خرچ ہوگا اس کا نصف ۲۵/روپیہ تو آپ کو ضرور دینا ہوگا۔ اس پر صاحب مکان راضی ہوگیا۔ پھر مکان کی جگہ میں دیوار فریقین کے اتفاق سے تیار ہوگئی۔ مزدوری کا نصف نصف روپیہ بھی لینا دینا ہوگیا اور معاملہ صاف ہوگیا۔ تعمیر کے وقت دیوار میں صاحب مکان کی جانب انگیٹھی الماریاں بھی فریقین کی رضامندی اور موجودگی میں تیار کرادی گئیں۔ اس کے بعد فریقین میں کسی بات پر

---

[1]..... الرابع ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الأخذ (شامی کراچی ص ۳۶۲ ج۵ کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدية، شامی کراچی ص ۶/۴۲۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴/۴۰۳، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات)

تنازع ہوگیا اور ایک دوسرے کی مخالفت شروع ہوگئی۔ چونکہ مدرسہ کے اراکین میں بھی تبدیلی ہوگئی، یہ بھی تنازع کا سبب بن گیا اب مدرسہ کے ذمہ دار کہتے ہیں کہ دیوار مدرسہ کی ہے۔ آپ کا اس میں کوئی حق نہیں لیکن صاحب مکان نے دیوار میں سابقہ معاملہ اور معاہدہ کی بنا پر اپنا حق سمجھتے ہوئے دیوار سے متصل اپنا کوٹھا بنالیا ہے اور اس کے اوپر اپنے مکان کے لینٹر کی اینٹیں رکھدیں اور الماری وانگیٹھی سے فائدہ اٹھانا شروع کردیا تقریباً چار سال سے تنازعہ ہورہا ہے۔ جس وقت سے کہ مدرسہ کا عملہ بدلا ہے دریافت کرنا یہ ہے کہ آیا صاحب مکان کے لئے مدرسہ کی دیوار پر لینٹر کی اینٹیں رکھنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس کے تصفیہ کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوٹھے کو گرادیا جائے یا ہٹا دیا جائے تو اس میں صاحب مکان کا بے حد نقصان ہے۔ تصفیہ کی شرعی شکل سے مطلع فرمائیں تاکہ فریقین کے لئے باعث اطمینان ہو۔ اور عمل درآمد ہوسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب مکان والے نے دیوار کے لئے مدرسہ کو جگہ دیدی تو وہ جگہ مدرسہ کی ہوگئی[1]۔ پھر اہل مدرسہ کا اس سے اینٹوں کی قیمت یا مزدوری کا مطالبہ کرنا غلط تھا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دیوار کو مشترک قرار دینا چاہتے تھے جو ہمیشہ کے لئے نزاع کی جڑ ہے۔ اب بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر مزدوری اس سے لی تھی یعنی روپیہ وہ اس کو واپس کردیں اور اپنی دیوار بنا کر یا پائے اٹھا کر لینٹر اس پر رکھ دیں۔ تاکہ مدرسہ اگر وہاں سے اپنی دیوار کسی وقت ہٹانا چاہے تو

---

[1]..... یزول (الملک عن الوقف) بالقول عندأبی یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اکثر اهل العلم (عالم گیری کوئٹه ص ۳۵۱ ج ۲ اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۰۸، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی زکریا ص ۶/۵۳۹، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ)

اسکے لینٹر اور تعمیر کو نقصان نہ پہونچے۔ اور مدرسہ کی دیوار پر اسکا کوئی حق وتصرف نہ رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

جو طالب علم اپنا سامان چھوڑ کر مدرسہ سے چلا جائے اس سامان پر اہل مدرسہ کا قبضہ

سوال:- کوئی طالب علم کسی وجہ سے مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں چلا جائے اور اپنا سامان وغیرہ پہلے مدرسہ میں چھوڑ گیا ہو تو اس سامان کو مدرسہ کے مہتمم ضبط کر لیتے ہیں اور اس کے وارث بن جاتے ہیں۔

آیا مدرسہ والوں کی یہ حرکت شرعاً جائز ہے یا ناجائز یہ سامان ضبط کرنے میں مدرسہ والے حق بجانب ہیں، یا ظالم، یہ سامان ان کے لئے حلال ہے یا حرام جبکہ حضرت تھانویؒ نے دستور زندگی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کے تین پیسے رکھ لے تو اس کے عوض میں سات سو نمازیں دی جائیں گی تو اس لحاظ سے مدرسہ والے اللہ تعالیٰ کے یہاں ماخوذ ہوں گے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کو اس سامان کو ضبط کرنے کا کوئی حق نہیں ایسا کرنا غصب اور ظلم ہے[1] اگر اس چلے

---

[1]..... لا یحل مال امر مسلم الا بطیب نفس منه (کنز العمال ص ۹۲ ج ۱ حدیث: ۳۹۷ الکتاب الاول، الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مؤسسة الرسالة بیروت، مشکوة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:- کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

جانے والے کے ذمہ مدرسہ کا کوئی مطالبہ صحیح ہوتو اس کے وصول کرنے کا حق ہے[1]، حضرت تھانوی نے جوتحریر فرمایا ہے۔ وہ صحیح ہے حدیث وفقہ سے ثابت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۸۶ھ

امام ومدرس کی بدچلنی کا علم ہوتے ہوئے لوگوں کو واقف نہ کرنا

سوال:- ایک آدمی کسی مسجد کے امام اور مدرسہ کے مدرس کے متعلق بدچلنی جانتا ہے، اس کی چال چلن کے بارے میں موضع والوں کو آگاہ نہ کرے، جبکہ تمام آدمی اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں اور موضع کے لڑکے لڑکیاں مدرسہ میں پڑھنے جاتے ہیں جبکہ وہ آدمی اس امام کو بدچلن جانتا ہے، ایسے آدمی پر کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ امام کا عیب ظاہر نہ ہو اور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل نہ ہو بلکہ تنہائی میں اس کو نصیحت کردے اور امام بدچلنی سے باز آجائے توبہ کرے تو اس شخص کا یہ

---

[1]..... ليس لذى الحق ان ياخذ غير جنس حقه وجوزه الشافعي وهو الاوسع (درمختار) اما اليوم فالفتوى على الجواز (قوله والاوسع) لتعينه طرقا لاستيفاء حقه فينتقل حقه من الصورة الى المالية (شامی کراچی ص ۶/۴۲۲، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، زيلعى ص ۵/۱۹۹، كتاب الحجر، مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۸۳، كتاب الحجر.

[2]..... جاء فى بعض الكتب انه يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة (الاشباه والنظائر ص ۷۴، الفن الاول، القاعدة الثانية، الخامس فى بيان الاخلاص، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

طریقہ درست اور بہتر ہے[1]، اور اگر کوئی دوسرا مقصد ہے تو اس کو ظاہر کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۴ھ

جو شخص علماء حق کو برا کہے اس کو معلم بنانا

سوال:- زید لوگوں کو بھی ورغلاتا ہے، جس سے مسلمانوں کے درمیان فساد ہو چکا ہے اور اس کی طرف سے اب بھی فساد ہونے کا اندیشہ ہے۔ زید اس سے پہلے اسی جامع مسجد کا امام بھی رہا ہے۔ مدرسہ دارالعلوم کے متعلقین کو اپنی تقریروں میں وہابی اور کافر کہتا ہے۔ بڑا جوش و اشتعال پھیلا چکا ہے۔ جس کی وجہ سے مسجد سے علیحدہ کیا گیا تھا۔ صرف مدرسہ میں برائے تعلیم بعض لوگوں کی گٹ (ضد) پر اس کو اپنے لوگوں نے مدرسہ میں رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے اس کو موقعہ ورغلانے کا ملتا رہتا ہے۔ نیز بعض لوگ بھی عمداً اس کو یہ موقع دیتے رہتے ہیں جس سے ہر وقت فساد کا خطرہ رہتا ہے۔ ایسے اشخاص کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور زید مفسد کا کیا حکم ہے؟ ایسے آدمی سے تعلیم دلانا، اسکے پیچھے اقتدا کرنا یا امام بنانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابن سیرین رحمہ اللہ کی حدیث ابوداؤد شریف میں ہے کہ یہ علم دین ہے، دیکھ لو غور کر لو کس سے اپنا

---

[1]..... من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة (مسلم شريف ص ۳۲۰ ج ۲ كتاب البر، باب تحريم الظلم، مكتبه بلال ديوبند)

ترجمہ:- جو شخص کسی مسلمان (کے عیوب) کی پردہ پوشی کرے گا (دنیا میں) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

من وعظ اخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد نضحه وشانه (مرقاة ص ۵/۴، باب الامر بالمعروف، مطبوعه بمبئی)

دین حاصل کرتے ہو جیسا علم دین کی تعلیم دینے والا ہوگا ویسا ہی پڑھنے والوں پر اثر پڑے گا۔ کیونکہ بچے اپنے استاذ کے اثر کو قبول کرتے اور اس کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ لہٰذا غلط آدمی جو جماعت کا تارک ہو، جمعہ کا تارک ہو، علماء حق کو برا کہتا ہو وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو استاذ اور معلم بنا کر بچوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۹۳ھ

پاس ہونے پر طلبہ کا مدرس کو رقم دینا

سوال:- ایک شخص اپنے کو قاضیٔ شہر سمجھتا ہے ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد اور عیدین کی امامت بھی کرتا ہے اور سرکاری مدرس بھی ہے۔ یہ شخص طالب علموں سے پاس کرانے کا معاوضہ لیتا ہے اور دوسرے ماسٹروں کو بھی اسی مقصد کے پیشِ نظر طالب علموں سے روپیہ لے کر دیتا ہے۔ کیا اس کا یہ عمل رشوت لینے اور دینے کی تعریف میں آتا ہے؟ ایسا شخص شریعت کی رو سے مذکورہ بالا عہدوں پر فائز رہ سکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ روپیہ لیکر نااہل اور غیر مستحق طلباء کو پاس کرا دیتا ہے کہ روپیہ دیں تو پاس ہو جائیں ورنہ فیل۔ یہ صورت تو رشوت اور حرام ہے[2]۔ ایسا شخص مستحقِ امامت

---

[1]..... عن محمد بن سیرین قال ان هذا العلم دین فانظروا عن من تأخذون دینکم (مقدمۂ مسلم ص ۱۱ باب بیان أن الاسناد من الدین، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، مشکوة شریف ص۳۷، کتاب العلم، الفصل الثالث، دارالکتاب دیوبند)

[2]..... منها ما هو حرام علی الأخذ وهو الرشوة علی تقلید القضاء والامارة، الثانی ارتشاء القاضی لیحکم وهو کذالک ولو القضاء بحق لانه واجب علیه (شامی کراچی ص ۳۶۲ ج۵ کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، بحر کوئٹه ص ۶/۲۶۲، کتاب القضاء، فتح القدیر ص ۷/۲۵۴، کتاب ادب القاضی، مطبوعه دارالفکر بیروت)

نہیں[1]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی محنت اور قابلیت سے امتحان دے کر طلبہ پاس ہو جائیں اور وہ بطور شکرانہ اور اظہارِ مسرت مدرس کو روپیہ دیں تو یہ رشوت اور حرام نہیں بلکہ جائز ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۱ھ

مہتمم کا اساتذہ وطلباء کے خطوط بلا اجازت پڑھنا

سوال:- اگر کوئی مہتمم مدرسہ اساتذہ وطلباء کے آمدہ خطوط پڑھتا ہے۔ بغیر اجازت، اور کہتا ہے کہ یہ انتظام مدرسہ کے لئے ضروری ہے۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مہتمم اور ذمہ دار کو انتظام برقرار رکھنے کیلئے اس کی ضرورت ہے تو بطور ضابطہ وقانون اس کو شائع کر دے خواہ فارم داخلہ میں درج کر دے تاکہ سب اس پر مطلع ہو جائیں۔ جس کا دل چاہے اس کو تسلیم کر کے داخلہ لے، نہ دل چاہے داخلہ نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۴ھ

کیا دستار بندی ضروری ہے؟

سوال:- ادارہ شریعت کے اندر مولوی اور مولانا اور عہدۂ قضا مسند افتاء پر مفتی باضابطہ

---

[1]..... لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (كبيرى ص ۴۷۹ باب الامامة، مطبوعه لاهور، طحطاوى على المراقى ص ۲۴۴، فصل فى بيان الاحق بالامامة، مطبوعه مصر، شامى كراچى ص ۱/۵۶۰، باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

[2]..... ولو قضٰى حاجته بلا شرط ولا طمع فأهدى اليه بعد ذٰلک فهو حلال لا بأس به (شامى كراچى ص ۳۶۲ ج۵ كتاب القضاء، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية)

ادارہ تعلیمات اسلامیہ سے ہونا ضروری ہے یا خود ساختہ بن سکتا ہے۔ مروجہ دستار بندی فضیلت ان امورِ شرعیہ میں ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہلیت وصلاحیت ضروری ہے۔ مروجہ دستار بندی ضروری نہیں۔ نااہل کو عہدہ سپرد کرنا اس منصب کو ذلیل و برباد کرنا ہے جو کہ بروئے حدیث شریف قیامت کی علامت ہے[1]۔ جو شخص خود عہدہ کا طالب وساعی ہو وہ مستحق عہدہ نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۵ھ

مدرسین کے لئے خاص کھانا

سوال:۔ مجلس منتظمہ کی اجازت سے اگر مدرسہ کے روپے سے مدرسہ کے طلباء کے لئے عام اور مدرسین کے لئے خاص کھانا پکے تو یہ خاص کھانا مدرسین کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) عام اور خاص کا برتاؤ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

---

[1]..... اذا وسد الأمر الی غیر أهله فانتظر الساعة (بخاری شریف ص ۱۴/۱، کتاب العلم، باب من سئل علماء هو مشتغل فی حدیثه، مکتبه اشرفی دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۴۶۹ باب اشراط الساعة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ:۔ جب معاملہ نااہل کے سپرد کردیا جائے تو تو قیامت کا انتظار کر۔

[2]..... طالب التولیة لا یولیٰ کمن طلب القضاء لا یقلد فتح (درمختار مع الشامی کراچی ص ۴۲۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب طالب التولیة لا یولی، بحر کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۶/۲۴۰، کتاب الوقف، الفصل الاول، فی المتولی، مطبوعه دارالفکر بیروت)

(۳) کیا اسلام میں اس کی کوئی نظیر یا دلیل موجود ہے؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں۔

(۴) کیا ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر بعض لوگ عام اور بعض لوگ خاص کھانا کھا سکتے ہیں؟ کیا حدیث شریف میں عام وخاص کا کوئی ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث پاک میں ہے انزلوا النّاسَ منازلهم جیسا کہ مسلم اور ابوداؤد کی روایت سے جامع[۱] صغیر ص ۱۰۸ ج ۱ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر تخصیص وتعمیم کے بے شمار واقعات ظاہر ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک سائل آیا تو اس کو معمولی چیز دے کر چلتا کر دیا۔ ایک مہمان آیا تو اس کو بیٹھا کر اہتمام سے کھانا کھلایا[۲]۔ نماز میں بڑے آدمیوں کا صف اول میں کھڑا ہونا اور بچوں کا پیچھے ہونا کتب فقہ میں مذکور ہے[۳]۔ امام کے

---

[۱]..... جامع صغیر، دارالکتب العلمیه ص ۱۰۹ ج ۱، حرف الهمزة، مقدمۂ مسلم شریف ص ۱/۴، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمه:- لوگوں کے ساتھ ان کے رتبہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

[۲]..... عن میمون بن ابی شبیب ان عائشة مربها سائل فاعطته کسرة ومربها رجل علیه ثیاب وهیأة فاقعدته فاکل فقیل لها فی ذالک فقالت قال رسول الله ﷺ انزلوا الناس منازلهم (ابوداؤد شریف ص ۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند)

[۳]..... یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثیٰ ثم النساء الخ (الدر مع الشامی زکریا ص ۲/۳۱۳، باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۸۹، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والماموم، مجمع الانهر ص ۱/۱۶۵، کتاب الصلوة، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

قریب اہل علم، اہل عقل کا کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ **لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی**[1]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دعوت میں عوام خواص کا فرق کیا کرتے تھے۔ نشست میں بھی نوع طعام میں بھی اور چیزوں میں کافی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً مدرس کی تنخواہ زیادہ ہوتی ہے، طالب علم کا وظیفہ کم ہوتا ہے۔ مدرس اچھے کپڑے پہنتا ہے اور طالب علم گھٹیا۔ مدرس کے بیٹھنے کی جگہ نمایاں ہوتی ہے کبھی دری ہوتی ہے کبھی گدا کبھی تکیہ بھی۔ اور طلباء کے واسطے یہ چیزیں نہیں ہوتیں مدرس کا کمرہ مخصوص ہوتا ہے عامۃً وہ تنہا رہتا ہے۔ طلباء ایک کمرے میں کئی کئی رکھے جاتے ہیں۔ غرض تمام ہی چیزوں میں فرق ہوتا ہے اور ان پر اشکال نہیں کیا جاتا، تو کھانے میں ہی اشکال کی کیا وجہ ہے۔ اگر مدرسہ کی طرف سے مدرسین کو کھانا کچھ مخصوص دیا جائے جو کہ جزو تنخواہ ہے اور طلباء کو عام کھانا دیا جائے جو کہ کسی تنخواہ کا جزو نہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۱۳۹۹ھ

اسکولوں میں بچوں کیلئے جو دودھ ملتا ہے اس کا پینا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔

(۱) خشک دودھ جو امریکہ سے عطیہ کے طور پر ہندوستان کے بچوں کے لئے بھیجا گیا ہے وہ ہر ریاست میں تقسیم ہو رہا ہے اور ہر ڈبہ کے اوپر سور کا نام اس کا فوٹو ہے تو کیا وہ دودھ مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

---

[1]..... مشکوٰۃ شریف، ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

ترجمہ:- تم میں سے عقلمند لوگ میرے قریب رہنے چاہئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں کہ کیا ہے اگر سور کا فوٹو ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ سور کا دودھ ہے تو وہ بالکل حرام اور نجس ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا

سوال:۔تعلیم کی غرض سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو صبح کے وقت نعت حضور پرنور پڑھوایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو شوق ہو اور دوسرے بچے تعلیم کے لئے آئیں یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام مستقل قربت وسعادت ہے[2]۔ بچے اور بڑے سب ہی پڑھا کریں۔مگر ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک جداگانہ تنہائی میں بیٹھ کر پڑھے۔

---

[1]..... لانه نجس العين بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حيا وميتا (شامی کراچی ص۲۰۴ ج ۱ کتاب الطهارة، مطلب فی احکام الدباغة، مجمع الانهر ص ۱/۵۱، کتاب الطهارة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، هندية كوئٹه ص ۱/۲۴، کتاب الطهارة، الباب الثانی فی المياه، الفصل الثانی فيما لا يجوز به التوضوء)

[2]..... عن انس قال قال رسول ﷺ من صلى على الصلوة واحدة صلى الله عشر صلوات وحطت عنه عشر خطيات ورفعت له عشر درجات، وفی رواية عن ابن مسعودؓ قال رسول الله ﷺ اولى الناس بی يوم القيامة اكثرهم على الصلواة، مشكوة شريف ص ۱/۸۶، کتاب الصلوة، باب الصلوة على النبی ﷺ الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم، قال فی المرقاة (قوله اولى الناس) الى اقربهم (بی) او احقهم بشفاعتی ص ۲/۵، باب الصلوة، على النبی ﷺ، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

آواز ملا کر جس میں گانے اور قوالی کا طرز پیدا ہو جائے نہ پڑھیں۔ نعت کا بھی یہی حال ہے۔ ترانے کے طور پڑھنے سے اس میں لہو ولعب کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے پوری احتیاط چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دیوبند وجلال آباد کے علماء کا مسلک

سوال:- دیوبند وجلال آباد میں مسلک کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ یہ دونوں ایک ہی ہیں، یا جداگانہ جیسے بریلوی وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء جلال آباد اور علماء دیوبند کے عقائد ومسلک میں کوئی فرق نہیں، یہ سب امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ایک دوسرے کے مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں، یہاں کے طلبہء وہاں، اور وہاں کے طلباء

---

[1]..... قاض عنده جمع عظيم يرفعون أصواتهم بالتسبيح والتهليل جملة لا بأس به والا خفاء أفضل (الى أن قال) وكذا الصلوٰة على النبيﷺ (عالمگیری کوئٹه ص ۳۱۵ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الرابع، تقدم توقير السلف رضى الله عنهم للمساجد، كيف لايكون ذلك وقد كانوا يكرهون رفع الصوت فيه ذكرا كان او غيره، وقد نهى النبيﷺ عن رفع الصوات بالقراء ة (الى قوله) سئل الامام ابو بكر الطرطوشى، ما يقول فى مذهب الصوفية ..... انه اجتمع جماعة من الرجال يكثرون من ذكر الله وذكر محمد ﷺ ثم انهم يوقعون اشعارا مع الطقطقة بالقضيب على شئ من الاديم ..... فاجاب بقوله مذهب هؤلاء بطالة وجهالة وضلالة الخ، المدخل لابن الحاج ص ۹۸-۱۰۰/۳، فصل فى السماع وكيفيته الخ، مطبوعه مكتبه تجاريه مصر)

یہاں بکثرت پڑھنے کیلئے آتے جاتے رہتے ہیں، بریلوی علماء کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۳ھ

باب نہم : احکام مقابر

پرانے قبرستان کو مسجد بنانا

سوال:۔ایک جگہ سالم قبروں کو توڑ کر اس جگہ پر مسجد بنائی جاوے کیا قبروں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں اور مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں ان قبروں کی جگہ پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان مملوکہ زمین ہے اور اس میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت ان میں بالکل مٹی بن گئی تو ان قبروں کو توڑ کر اور زمین ہموار کر دینا اور وہاں مسجد مدرسہ دوکان سب کچھ بنانا درست ہے۔

میت کے مٹی بن جانے کے بعد قبر کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر میت مٹی نہیں بنی تو وہاں مسجد وغیرہ بنانا اور قبر کو توڑنا ناجائز ہے ایسی حالت میں قبر کا احترام ضروری ہے، قبر کو سامنے کر کے نماز پڑھنا ناجائز ہے بلکہ اس کے قریب بھی پڑھنے سے احتیاط چاہئے کہ بعض صورتوں میں کراہت زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم[1] "**ولوبلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ** اھ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ص[2] ۲۴۶/ج۱)

اگر قبرستان پرانا اور وقف ہے اور اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے دوسرا قبرستان

---

[1] وتکرہ الصلاۃ علیہ وإلیہ لورود النھی، شامی کراچی ص۲۴۵ ج۲ باب صلوۃ الجنائز، مطلب فی اھداء ثواب القراء ۃ للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، تاتارخانیہ کراچی ص۱۸۲ ج۲ الجنائز، التعزیۃ والماتم، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراھیۃ الصلوۃ، فروع فی الخلاصۃ، مطبوعہ لاھور.

[2] تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل باب الشھید، مطبوعہ ملتان، ھندیہ کوئٹہ ص۱۶۷ ج۱ کتاب الصلوۃ، الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۸ ج۲ باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

موجود ہے اوراس قبرستان کے بیکار پڑے رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر دوسرے لوگ غلط قبضہ کرلیں گے، اوروہاں مسجد بنانا مناسب ہے تو مسلمانوں کے باہم مشورہ سے مسجد بنانا درست ہے۔ کذافی العینی شرح البخاری[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ایک گاؤں میں جہاں دوسری قومیں آباد ہیں، مسلمانوں کے چند گھر ہیں، اور گاؤں میں مسجد بنانے کیلئے مسلمانوں کے پاس زمین نہیں ایک مقبرہ ہے جسکی زمین کاغذات میں قبرستان کیلئے درج ہے، اس قبرستان میں ایک اونچی بلند جگہ پر جہاں چند پختہ قبریں پرانی موجود ہیں جوشہیدوارے کے نام سے موجود ہیں، اس کے اردگرد تحقیق سے ثابت ہے کہ کوئی قبرنہیں ہے، قبرستان کی زمین وسیع ہے، جہاں تک حکومت کے کاغذات میں درج ہے، وہاں کے مسلمان متفقہ طور پر چاہتے ہیں کہ قبرستان کی اس جگہ میں جہاں قبریں نہیں ہیں مسجد کا سنگ بنیاد رکھدیا جائے، اور وہ زمین اس خطرے سے بھی محفوظ ہوجائے کہ غیرقومیں اس پر قابض ہوجائیں، جس کا اندیشہ ہے، تو سوال یہ ہے کیا اس مذکورہ قبرستان کی زمین میں مسجد بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں وہاں مسجد بنانا درست ہے بشرط یہ کہ دفن موتیٰ کے لئے اس جگہ کی حاجت نہ ہو اس کا لحاظ بھی ضروری ہے، قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں، بلکہ درمیان میں دیوار

---

[1] قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساوذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكهافاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعنا هماعلى هذا واحد (عينى ص ۱۷۹ / ج ۲، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفكر، كتاب الصلوٰة ،بيان حكم نبش قبورالمشركين)

حائل کردی جائے[1]"لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلک بأسا وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحدان يملكها فاذا درست واستغنىٰ عن الدفن فيها جاز صرفها الىٰ المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعنا هماعلىٰ هذا واحداه عينى "[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پرانے قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ (۱) ایسے مقبروں میں جہاں قبروں کے نشانات نہ معلوم ہوتے ہوں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل بحوالہ کتب تحریر فرماویں؟

(۲) ایک زمین ہے جہاں نہ قبروں کے نشانات ہیں اور نہ موجودہ لوگوں میں سے کسی کو معلوم ہے کہ یہ کسی زمانہ میں مقبرہ تھا لیکن مشتبہ ضرور ہے کہ شاید مقبرہ رہا ہو کیونکہ اس کے کچھ فاصلہ پر مقبرہ یقیناً تھا لیکن وہاں بھی اب مقبروں کے نشانات معلوم نہیں ہوتے تو کیا اس زمین مذکورہ میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبروں میں میت باقی نہیں بلکہ مٹی بن چکی ہے تو اب احکام بدل گئے وہاں زراعت

---

[1] لا تكره الصلوة إلى جهة القبر إلا إذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلوة الخاشعين وقع بصره عليه، طحطاوى على المراقى ص۲۹۰، فصل فى المكروهات، طبع مصر، شامى كراچى ص۲۴۵ ج۲ باب صلوة الجنائز مطلب فى اهداء ثواب القراء ة للنبى صلى الله عليه وسلم، حلبى كبير ص۳۶۶ كراهية الصلاة، فروع فى الخلاصة، طبع لاهور.

[2] عمدة القارى للعينى،مطبوعه دارالفكر، ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، كتاب الصلوٰة، بيان حكم بنش قبور المشركين.

کرنا تعمیر کرنا سب کچھ درست ہے "جاز زرعه (ای القبر) والبناء علیه اذابلی وصارالمیت تراباً اھ زیلعی[1] جب قبرستان غیرآباد ہوجائے اور وہاں دفن ہونا موقوف ہوجائے تو مسجد بنانا شرعاً درست ہے،" قال ابن قاسمؒ لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنیٰ قوم علیها مسجداً لم اربذٰلک بأساً وذٰلک لان المقابروقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هذا واحداھ عینی،"[2]

(۲) اگر قرائن ظاہرہ سے اس کا مقبرۂ قدیمہ ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس میں مسجد بنانا شرعاً درست ہے کما مر فی الجواب الاول جب تک اسکے خلاف دلیل قائم نہ ہو "والحکم بالظاهر واجب عندتعذر الوقوف علی الحقیقة اھ مبسوط "[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عیدگاہ کو قبرستان بنانا

سوال:- میری بستی میں ایک عیدگاہ قبرستان کے درمیان بنی ہوئی ہے، پہلے آبادی کم تھی اس لئے تمام لوگ اس میں آجاتے تھے، لیکن اب اس میں گنجائش بالکل نہیں ضرورت ہے کہ عیدگاہ

---

[1] تبیین الحقائق مطبوعه ملتان ،ص ۲۴۶/ج ۱/ باب الجنائز، قبیل باب الشهید، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۸ ج ۲ باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

[2] عمدة القاری، ص ۱۷۹ ج ۲، الجزء الرابع مطبوعه دارالفکر ،کتاب الصلوٰة ،بیان حکم بنش قبور المشرکین.

[3] مبسوط ،دارالفکر، ص ۱۳۰ ج ۱۷ کتاب الدعویٰ ،باب الحمیل والمملوک والکافر.

کو وسیع کیا جائے، لیکن مشکل یہ ہے کہ عیدگاہ کے چاروں طرف قبر ہیں، اس لئے اہلِ بستی چاہتے ہیں کہ اس عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عیدگاہ بنالی جائے، سوال یہ ہے کہ اس عیدگاہ کا ملبہ دوسری عیدگاہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اب اس عیدگاہ کا موجودہ مصرف کیا ہوگا؟ کیا اس عیدگاہ کو بھی قبرستان ہی بنالیا جائے، اس میں میت کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ وقف ہے، اور نمازِ عید کے لئے وقف ہے، تو اس کو توڑ کر وہاں میت دفن کرنا درست نہیں بلکہ اس کو عیدگاہ ہی رکھا جائے[1] اس کے پاس جو قبرستان ہے، وہ اگر پرانا ہوگیا اور اب وہاں میت دفن نہیں کی جاتی، بلکہ دوسری جگہ دفن کی جاتی ہے، تو عیدگاہ کی توسیع کے لئے اس قبرستان سے جگہ لی جاسکتی ہے، جب کہ قبروں میں میت مٹی بن چکی ہو[2] ورنہ تو یہ بھی درست ہے کہ نمازِ عید کا دوسری جگہ انتظام کرلیا جائے اور دو جگہ نمازِ عید ہوا کرے یا پھر دوسری جگہ عیدگاہ بنائی جائے اور موجودہ عیدگاہ میں نماز پنجگانہ ادا کی جائے۔ الحاصل موجودہ عیدگاہ کو توڑ کر نماز کے علاوہ دوسرے کام میں نہ لا جائے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/ ۹۰ھ

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف الخ، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] اذا بلی المیت وصار تراباً یجوز زرعه والبناء علیه. شامی کراچی ص:۲۴۵، ج:۲، باب صلوة الجنائز. مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی ﷺ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۰۵ احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷/۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، عمدة القاری ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، بیان حکم نبش القبور، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)

قبرستان میں عیدگاہ بنانا

سوال:- یہاں پر ایک قبرستان ہے، قبرستان جاری ہے، قبرستان کی زمین بہت بڑی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ایک حصہ میں عیدگاہ بنالی جائے، عیدگاہ کے لئے وہ حصہ مختص کیا گیا ہے، جہاں پر ان قبروں کے آثار بہت کم ہیں، کیا اس قبرستان میں عیدگاہ بنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین قبرستان کے لئے وقف کی گئی ہو، اس میں عیدگاہ بنانے کی اجازت نہیں، خاص کر جب کہ وہ جاری ہو اور وہاں مردے دفن ہوتے ہیں، اس لئے عیدگاہ دوسری جگہ بنائی جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عید قبرستان میں

سوال:- عیدگاہ کے متصل قبرستان واقع ہے، جب عیدگاہ نمازیوں سے بھر جاتی ہے، تو لوگ قبرستان میں بھی عید کی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، تو ایسی صورت کی وجہ سے قبرستان میں نماز کا کیا حکم ہے؟

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سئل هو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی ولا العظم ولا غیره هل تجوز زراعتها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة، المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۱۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر.

الجواب حامداً ومصلیاً

نمازی کے آگے قبریں ہوتو نماز مکروہ تحریمی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا

سوال:- موقوفہ قبرستان کو اگر عیدگاہ میں شامل کرلیا جائے، تو ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں جب کہ اس کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دفن کے لئے دوسرا قبرستان موجود ہے، جو قبرستان عیدگاہ کے متصل ہے وہاں دفن کا سلسلہ بند کر کے اس کو عیدگاہ میں شامل کرنے کے لئے وہاں کے لوگ متفق ہوں اور اس میں کوئی فتنہ نہ ہوتو عیدگاہ میں شامل کرلینا درست ہے[2] قبریں جب اتنی پرانی ہوجائیں، کہ ان میں میت موجود

---

[1] وتكره الصلاة فى المقبرة، وفى القهستانى عن جنائز المضمرات لا تكره الصلاة الى جهة القبر الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه، مراقى الفلاح مع الطحطاوى، ۲۹۰/ فصل فى المكروهات، مطبوعه مصرى، حلبى كبيرى، ص۳۶۳/ فصل فى مكروهات الصلاة تحت فروع، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، شامى زكريا ج۲ص۴۲، اوقات الصلاة، قبيل مطلب تكره الصلاة فى الكنسية، تاتارخانيه ج۲ ص۱۸۲، الجنائز، قبيل فصل فى التعزية، مطبوعه كراچى، البحرص۳۳ج۲، باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فينبغى ان تقيد الكراهة بما اذا حاذى الميت، الخ عمدة القارى ص۱۷۳ ج۲، جزء۴، كتاب الصلاة، باب تنبش قبور مشركى الجاهلية، الخ مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم ار بذلك باسا وذٰلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنٰى من الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نہ رہے بلکہ مٹی بن جائے تو حکم بدل جاتا ہے، ایسی صورت میں قبروں کو ہموار کر کے وہاں نماز پڑھنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۸ھ

قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا اور پختہ قبروں کو ہموار کرنا

سوال:- عیدگاہ کے متصل جو زمین ہے وہ کسی زمانہ میں قبرستان تھا اور وہ قبرستان کے نام سے کاغذات میں درج ہے، لیکن عرصہ سے وہاں مردے دفن نہیں ہوتے، البتہ چند پختہ قبریں موجود ہیں، وہ زمین پر پڑی ہوئی ہے، تو اس کو عیدگاہ میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں اور یہ پکی قبریں ہموار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اگر مردے دفن کرنے کے لئے اس زمین کی ضرورت نہیں وہ بیکار پڑی ہے اور عیدگاہ میں داخل کرنے کی ضرورت ہے، قبر جب اتنی پرانی ہو جائے کہ اس میں میت باقی نہ رہے بلکہ مٹی بن چکی ہو تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے، نہ اس کا احترام باقی رہتا ہے، نہ وہاں نماز ممنوع ہوتی ہے، نہ تعمیر اور کھیتی منع رہتی ہے[2]، بلکہ حسب ضرورت ان سب چیزوں کی اجازت ہو جاتی ہے، پختہ قبر بنانا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد الىٰ قوله أن القبر اذا لم يبق فيه بقية من الميت ومن ترابه المختلط بالصديد جازت الصلاة فيه، عمدة القارى، ج۲ ص۱۷۹ جز۴، باب هل تنبش قبور الخ قبيل باب الصلاة فى مرابض الغنم، رقم الحديث ۸۹ مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] لو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فى قبره وزرعه والبناء عليه، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل باب الشهيد، طبع امداديه ملتان، هنديه كوئٹه ص۱۶۷ ج۱ كتاب الصلوة، الباب الحادى عشر فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر والدفن، الدر مع الشامى كراچى ص۲۳۸ ج۲ باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت.

[2] لوبلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فى قبره وزرعه والبناء عليه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تو شرعاً درست ہی نہیں[1] اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو پختہ قبروں کو برابر کیا جائے اور زمین کو عیدگاہ میں شامل کرلیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۸۸ھ

قبرستان میں خانقاہ

سوال: - قصبہ شوروم ضلع مظفرنگر میں ایک تکیہ ہے، اس تکیہ میں ایک مزار ہے اور مزار کے چاروں طرف قبرستان ہے، اس قبرستان کے چاروں طرف کوٹ گھرا ہوا ہے، اور اس کے اندر چار دروازے تھے اور کوٹ کی چہار دیواری ٹوٹ گئی ہے، اس وجہ سے بجائے چار دروازے کے اس وقت بہت راستے بن گئے ہیں، ایک فقیر نے اس میں ایک مقبرہ بنالیا تھا اور اس مقبرہ میں بیٹھ کر لوگوں کو سٹہ بتانے لگا اور مقبرے میں سٹّہ کے پیسے کو لگانے لگا، وہ فقیر انتقال کر گیا ہے، اب اس

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، امدادیہ ملتان، هندیه کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۳۸، ج ۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ولا یربع ولا یجصص ویحرم البناء علیه للزینة ویکره البناء علیه للاحکام بعد الدفن ظاهر اطلاق الکراهة أنها تحریمیة، مراقی مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۴ باب احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، شامی زکریا ص ۱۴۴ ج ۳ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، بحر کوئٹه ص ۱۹۴ ج ۲ کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلاته.

[2] لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذٰلک بأسا وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لأحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لأحد فمعناهما علی هذا واحد الیٰ قوله أن القبر اذا لم یبق فیه بقیة من المیت ومن ترابه المختلط بالصدید جازت الصلاة فی مرابض الغنم، عمدة القاری ص ۱۷۹ ج ۲ الجزء الرابع، باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة، قبیل باب الصلاة فی مرابض الغنم، مطبوعه دارالفکر بیروت،

مقبرے میں گاؤں کے بچے تعلیم پا رہے ہیں، کچھ لوگوں نے زبردستی اس کا تالا توڑ کر اندرونِ مقبرہ دو قبریں منہدم کر کے برابر کر دیا ہے اور اس مقبرہ میں بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا ہے، اس خانقاہ کے نزدیک اس کی دو عمارت بنی ہوئی ہیں، لیکن عمارت پر اس وقت کڑیاں نہیں ہیں، پہلے جو اس مقبرہ کا نگراں تھا، اس نے ان عمارتوں کی کڑیاں اُتار کر جلا لی تھی، اس خانقاہ کے چاروں طرف کچھ درخت بھی موجود ہیں، جوگ یہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ مقبرہ کے درختوں کو کاٹ کر ان عمارتوں پر کڑیاں اور کواڑ وغیرہ لگا دیئے جائیں، یا یہ کہ درخت کی لکڑیوں کو فروخت کر کے اس کا روپیہ خانقاہ کے کمزور حصوں پر صَرف کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک طرف سے کوٹ کے ٹوٹ جانے سے کچھ حصہ قریب کے تالاب میں پہنچ گیا ہے ایسا کرنے کے لئے حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ تکیہ قبرستان کے لئے وقف ہے اور وہ خانقاہ بھی اس سے متعلق ہے تو درختوں کو کاٹ کر قیمت کا روپیہ اس عمارت کی مرمت میں صرف کرنا درست ہے[1] وہاں کسی فقیر کا سٹہ کی خبر بتانا یا کسی اور غلط کام میں اس جگہ کا استعمال کرنا درست نہیں[2] اگر اس کے ویران ہونے یا تالاب میں چلے

---

[1] اذا نبتت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة وانه على وجهين ايضا ان علم لها غارس فهى للغارس لانها ملكه وان لم يعلم لها غارس فالحكم فى ذلك الى القاضى ان رأى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك لأنه اذا لم يكن يعلم لها غارس كانت فى حكم الوقف، المحيط البرهانى ص۱۴۷ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فى المسائل التى تعود الى الاشجار الخ، عالمگيرى كوئٹه ص۴۷۳، ۲/۴۷۴ كتاب الوقف، مطلب الكلام على الاشجار فى المقبرة، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۱۱ ج۳ كتاب الوقف، فصل فى الاشجار.

[2] شرط الواقف كنص الشارع. (در مختار مع الشامى كراچى، ص:۴۳۳، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب شرط الواقف كنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مقبرة قديمة لمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لاهل المحلة الانتفاع بها قال اوبو نصر رحمه الله تعالىٰ لا يباح، قاضى خان على الهندية كوئٹه ص۳۱۴ ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات.

جانے کا اندیشہ ہے اور بچوں کی تعلیم کے ذریعہ تحفظ ہوسکتا ہے، تو بہتر ہے، کہ وہاں بچوں کی تعلیم دی جائے[1] مگر قبروں کی بے حرمتی نہ کریں اس کا خیال رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

بہت قدیم قبرستان کی جگہ مدرسہ اور اس کے نباہ کے لئے دکانیں بنانا

سوال: - بیچ گاؤں میں ایک قبرستان ہے، اس کا استعمال ڈیڑھ سو سال پہلے ہوتا تھا ڈیڑھ سو سال کے بعد سے اب تک اس میں مردوں کو دفنانا چھوڑ دیا۔ اب اس جگہ میں سور اور مرے ہوئے جانور اور زنا کاری اور لوگوں کا بیت الخلاء جانا یہ تمام افعال بد ہو رہے ہیں اسلئے وقف بورڈ ضلع کمیٹی مذکورہ قبرستان کی جگہ میں دینی مدرسہ بنانا چاہتی ہے اور اس مدرسہ کے بعد جو جگہ رہیگی اس میں دکانیں بنا کر کرائے پر دینا چاہتی ہے، تاکہ مدرسہ کے مدرسین کو اس کرائے سے تنخواہ وغیرہ

---

[1] لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأسا وذلک لأن المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناهما على هٰذا واحد عمدة القارى ص۱۷۹ ج۲ الجزء الرابع، كتاب الصلاة، بيان حكم نبش قبور المشركين، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ.

[2] ان أباحنفية كره وطء القبر والقعود أو النوم أوقضاء الحاجة. (شامى كراچى، ص:۲۴۵، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فى اهداء ثواب القراء ة للنبى ﷺ، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل فصل فى تعزية اهل الميت، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۶ ج۱ الفصل السادس فى القبر والدفن.

دے سکیں، اس مذکورہ قبرستان کی غیر آباد ہونے کی وجہ سے مدرسہ ودکانوں کا بنانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ قبرستان ڈیڑھ سو سال سے غیر آباد ہے، وہاں مردے دفن نہیں ہوتے اور اس کا استعمال غلط ہو رہا ہے، تو باہمی مشورہ سے وہاں دینی مدرسہ بنالینا شرعاً درست ہے جو جگہ زائد بچ جائے وہاں دکانیں بنا کر ان کو مدرسہ کے لئے وقف کر دیا جائے تا کہ مدرسہ کے اخراجات سہولت سے پورے ہو سکیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۱۴۰۰ھ

پرانے قبرستان میں مکان وبیت الخلاء وغیرہ

سوال:- ایک مکان قبرستان میں بنایا گیا ہے اور قبریں بالکل برابر ہو گئیں ان کا کوئی نشان نہیں رہا ہے، لیکن یہ معلوم ہے کہ یہاں پر قبریں تھیں، تو اس مکان میں بیت الخلاء بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ مملوک ہے اور قبریں اتنی پرانی ہیں کہ میت بالکل مٹی ہو چکی

---

[1] كما يستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً وذلك لان المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد أن يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد، عينى شرح بخارى، مطبوعه دارالفكر، ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، كتاب الصلاة، باب بيان حكم نبش قبور المشركين، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۶۹ ج ۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ، المحيط البرهانى ص ۱۴۴ ج ۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل.

ہوگی، تو اس کے احکام قبرستان کے نہیں رہے، وہاں مالک کو اور مالک کی اجازت سے دوسروں کو مکان بنانا شرعاً درست ہے اور بیت الخلاء بنانا بھی جائز ہے، جو حکم اور زمین کا ہے وہی حکم اس جگہ کا ہے، احترام میت کا تھا، جب وہ نہیں تو اس جگہ کا کوئی خاص احترام بھی نہیں: **جاز زرعه والبناء عليه اذا صَار ترابًا** (زیلعی اھ درمختار[1] اگر وہ قبرستان وقف ہے تو وہاں اپنا مکان بنانا درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

قبرستان کی زمین کا تبادلہ

سوال:- ایک نمبر باغ کا تھا، جس میں ہمارے قدیم قبرستان چلے آرہے ہیں، جس کے ہم مالک ہیں، ان نمبروں میں پرانی قبروں کے نام ونشان نہیں کچھ عرصہ سے باغ کٹوا کر اس نمبر کو کاشتکاری میں لے لیا گیا اور اب بھی عرصہ میں ہمارے زیر کاشت ہے، جہاں پر ہماری تازہ قبریں ہیں، صرف وہ جگہ چھوڑ رکھی ہے، اب ہم اس نمبر کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، (جس میں اب قبریں ہیں، وہ جگہ اب بھی باقی رہے گی) ایسی صورت میں ہم اس جگہ کا تبادلہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی، ص:۲۳۸، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مقبرة قدیمة لمحلة لم یبق فیها آثار المقبرة هل یباح لاهل المحلة الانتفاع بها قال ابو نصر رحمه الله تعالی لا یباح، قاضی خان علی الهندیة کوئٹہ ص۳۱۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ وقف نہیں بلکہ آپ کی ملک ہے، تو شرعاً آپ کے لئے اس کا طریقہ مذکورہ پر تبادلہ درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

قبرستان کی زمین کا تبادلہ

سوال:- اگر قبرستان کی جگہ کسی دیگر جگہ میں تجویز کی جائے تو درست ہے یا نہیں، یا پیش امام کے لئے دوسری اراضی تجویز ہو، یہ قبرستان ہی رکھا جائے؟ جو اس میں مناسب وبہتر ہو اُسے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ زمین مردے دفن کرنے کے لئے واقف نے وقف کی ہے، تو امام کو دوسری زمین کاشت کے لئے دی جائے، اگر وہ واقف نے ضروریات مسجد کے لئے وقف کی ہے، تو مردے دفن کرنے کے لئے دوسری زمین تجویز کی جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۳/۵/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۶۱ھ

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (تفسیر بیضاوی مطبوعه دارالفکر ص: ۵۶، ج: ۱)سورة الفاتحة تحت آیت ۳.

[2] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

قبرستان کی آمدنی مسجد میں

سوال:۔ موضع شاہ پور گاؤں میں ہمیشہ سے مسجد کے متعلق ایک ڈھائی بیگہ پختہ رقبہ جس میں سے دس بسوہ خام رقبہ میں مسجد ہے باقی میں کاشت ہوتی ہے، جس کی آمدنی پیش امام کے پاس جاتی ہے، اور ہمیشہ سے تمام موضع کے مردے بھی اسی میں دفن ہوتے ہیں، اور قبریں چھوڑ کر کاشت کرتے ہیں، لہٰذا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ زمین ضرورویات مسجد کے لئے وقف ہے، یا مردے دفن ہونے کے لئے وقف ہے، اول صورت میں ثانی عمل ناجائز ہے، اور ثانی صورت میں اول عمل ناجائز ہے، جس کام کے لئے واقف نے وقف کیا ہے اس میں وہی کام کرنا چاہئے" **لان نص الواقف کنص الشارع**"[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی آمدنی سے مساجد کی مرمت

سوال:۔ ہمارے قصبہ میں قبرستان پرانے بہت ہیں اور حکومت نے بھی ان سے ملحقہ قبرستان کے لئے مزید اراضی دیدی ہے، اگر اس میں کاشت کرا کر اس کی پیداوار بوسیدہ جامع مسجد یا دیگر امور خیر میں خرچ کردیں تو درست ہے یا نہیں؟ اگر مساجد وغیرہ کی مرمت نہ کی گئی تو ان کے گرنے اور خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اکثریت مسلمانوں کی یہاں سے چلی گئی، بہت

---

[۲] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج۴/ کتا ب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

معمولی تعداد میں باقی رہ گئے ہیں جو اس کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو کیا قبرستان کی پیداوار سے مرمت ہوسکتی ہے اور مساجد محفوظ ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کے لئے وقف شدہ زمین قبرستان ہی کے کام میں استعمال کی جائے[1] اگر وہاں کے قبرستان میں ضرورت نہیں اور ان کی ضرورت کے لئے کافی جگہ موجود ہے اور اس زمین کے خالی رہنے سے اندیشہ ہے کہ دوسرے لوگ اس پر غاصبانہ قبضہ کرلیں گے اور اس قبضہ کو ختم کرانا دشوار ہوجائے گا، جس سے اصل وقف ہی ضائع ہوجائے گا، تو مجبوراً اس میں کاشت کر کے اس کی آمدنی سے مساجد کی مرمت کرنا درست ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۷ھ

قبرستان کے باغ کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک قبرستان ہے اور اس کے اندر باغ ہے اور وہ مصرف خیر میں چلا آرہا ہے، اور پٹاؤ کے کام میں آتا ہے، اور وہ دو آدمیوں کا ہے، تو ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، اور دوسرے نے اس باغ کی قیمت لی ہے، اور گاؤں والوں نے ادا کی ہے، اور اب گاؤں

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هکذا یفهم مما فی العینی "قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجد الم اربذٰلک بأساوذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتا هم لایجوز لاحد یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیهاجاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علیٰ هذا واحد (عینی شرح البخاری ص۱۷۹ ج۲، الجزء الرابع، کتاب الصلوٰة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، مطبوعه دارالفکر)

والوں نے اس باغ کو کٹوا کر اور دوسرا نیا باغ لگایا ہے، تو وہ بڑے ہوگئے ہیں، اور کچھ درخت پرانے بھی موجود ہیں، جو پٹاؤ سے لکڑیاں بچتی ہیں تو وہ سوختہ پہلے ہی مسجد میں گرم پانی کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، آیا یہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو کچھ بھی روپیہ باغ لگانے میں لگا ہے، تو وہ گاؤں والوں نے لگایا ہے، نہ کہ قبرستان کا پیسہ لگا ہے، اب اس کی پیداوار جو ہوگی تو اس کا پیسہ آیا مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح سے گھاس بکتی ہے، تو اس کو کہاں خرچ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی حالت میں وہ سوختہ اس باغ کی آمدنی پھل ہو یا گھاس وغیرہ کی حسب سابق مسجد میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۲ھ

قدیم قبرستان میں بنی ہوئی مسجد بھی شرعی مسجد ہے

سوال:۔ ایک مسجد احاطۂ قبرستان میں عرصہ گیارہ سال سے بنی ہوئی ہے، اور اس مسجد میں برابر نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ ہوتی ہے، تمام اہل محلّہ اس میں نماز پڑھتے رہتے ہیں، بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ مسجد قبروں پر بنی ہوئی ہے، اور لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس احاطہ میں قبروں کے نشانات موجود تھے، اور دیکھنے والوں کو بخوبی یاد ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ نشانات کہاں کہاں تھے، تمام نشانات عرصہ دراز سے موجود تھے، مگر اب عرصہ گیارہ سال سے یہ نشانات مسجد میں شامل ہو چکے ہیں، اس لئے بعض افراد کو نماز کے بارے میں

[1] سئل نجم الدین فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قا ل نعم ان لم تکن وقفاعلی وجه اخر (عالم گیری کوئٹه ،ص ۴۷۶/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، محیط برهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات.

شک گزرتا ہے، کہ یہاں نماز ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا کیسا ہے؟ اگر اس مسجد میں نماز ناجائز قرار دی جائے تو ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جنہوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور جن لوگوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حمایت کی یا مسجد تعمیر کرنے والے شخص پر زور دیا اور تمام اخراجات برداشت کئے آیا وہ شخص مسجد کے مخالفین سے اخراجات کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ان کی نماز کے خراب ہونے کا کون شخص ذمہ دار ہے؟ بہرصورت اب یہ سوال ہے کہ اس مسجد کو آباد کیا جائے، یا چھوڑ دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مردے دفن کرنے کے لئے وقف کی جائے، وہاں مسجد بنانا منشاء واقف کے خلاف ہے،[1] اس لئے منع ہے، ایسی جگہ نماز پڑھنا منع ہے جہاں سامنے قبریں ہوں،[2] لیکن اگر قبرستان پرانا ہوجائے کہ اب وہاں مردے دفن نہیں ہوتے اور پرانی قبریں وہاں موجود ہیں، مگر زمانۂ دراز گزرنے کی وجہ سے اب ان میں میت موجود نہیں، بلکہ مٹی بن چکی ہے، تو حسب ضرورت وہاں مسجد بنانا شرعاً درست ہے، قبر میں جب میت مٹی بنجائے تو اسکا حکم بھی بدل جاتا ہے، اسی وجہ سے وہاں دوسرا مردہ بھی دفن کرنا درست ہوتا ہے، اگر ذاتی زمین ہو تو وہاں کھیتی کرنا اور مکان بنانا بھی درست

---

[1] شرط الوقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به الدر المختار علی الشامی زکریا ص۶۴۹ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وعن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها مشکوٰة شریف ص۱۴۸ باب دفن المیت، الفصل الاول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص۳۱۲ ج۱ کتاب الجنائز، فصل فی النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیها، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسند احمد ص۱۳۵ ج۴ حدیث ابی مرثد الغنوی، مطبوعه دار الفکر بیروت، حلبی کبیر ص۳۶۶ کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، مطبوعه لاهور، المحیط البرهانی ص۴،۵ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی المسجد، مطبوعه ڈابهیل، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۹۰ فصل فی المکروهات.

ہے، غرض قبر کا حکم باقی نہیں رہتا، ایسی مسجد کو شرعی مسجد کہا جاتا ہے، وہاں نماز پڑھنا درست ہوتا ہے، اس کو مسجد ضرار نہیں کہا جاتا اس میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ لازم نہیں ہوتا۔

"فان قلت هل يجوز ان تبنى المسجد على قبور المسلمين قلت قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذا در ست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعناهما علىٰ هذاواحداھ عمدة القاری،[1] شرح البخاری، ص ۳۵۹/ج ۲/ كماجاز زرعه والبناء عليه اذا صارترابا وكذا يجوز دفن غيره عليه اھ درمختار،[2] ردالمحتار ص ۶۰۲/ج ۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی آمدنی مدرسہ وعیدگاہ میں خرچ کرنا

سوال: -قبرستان کی رقم مدرسہ میں لگائی جاسکتی ہے، یانہیں؟ اور اگر لگائی جاسکتی ہے تو کون

---

[1] عمدة القاری شرح البخاری، مطبوعه دارالفكر ص ۱۷۹/ج ۲/ كتاب الصلوٰة، بيان حكم نبش قبور المشركين، المحيط البرهانی ص ۱۴۴ ج ۹ كتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری كوئٹه ص ۴۶۹ ج ۲ كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر.

[2] درمختار مع ردالمحتار كراچی، ص ۲۳۸/ج ۲/ باب الجنائز، مطلب فی دفن الميت، عالمگيری كوئٹه ص ۱۶۷ ج ۱ كتاب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۵ ج ۲ كتاب الجنائز، قبيل باب الشهيد.

کون سے کام میں؟ خصوصاً مدرسہ کے مکان یا مدرسین کی تنخواہوں میں لگایا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

۲- کیا قبرستان کی آمدنی سے عیدگاہ بنا سکتے ہیں؟ نیز قبرستان کی آمدنی کس مصرف میں آسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱،۲- موقوفہ قبرستان کی آمدنی کو کسی اور کام (مدرسہ وعیدگاہ) میں صرف کرنا درست نہیں: لِاَنَّ شرطَ الواقف کنصِّ الشارع. (کذا فی رد المحتار[1]) ہاں اگر قبرستان میں کوئی ضرورت نہ ہو مثلاً حفاظت کے لئے چہار دیواری کی ضرورت نہ ہو، آدمی رکھنے کی ضرورت نہ ہو، وغیرہ وغیرہ تو پھر باہمی مشورہ سے مدرسہ وعیدگاہ میں جہاں ضرورت ہو تعمیر، تنخواہ، وظیفہ، خرید کتب وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں[2] تاکہ آمدنی کی رقم ضائع نہ ہو اور اس پر کسی کی ملک نہ ہو اور غاصبانہ قبضہ نہ ہو جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

قبرستان میں مدرسہ بنانا

سوال:- ایک گاؤں کڑکنڈلہ ہے، اس کی مسلم آبادی دوسو ہے، دو قبرستان ہیں، جو تقریباً پچاس سال کی مدت کے لئے کافی ہو سکتے ہیں، اس گاؤں کے قبرستان میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے، جس میں چالیس سال سے نماز پڑھی جارہی ہے، مسجد کے متصل دوسو پچاس

[1] الدرعلی الرد کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

[2] سئل نحم الدین فی مقبرة فیها اشجارهل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قال: نعم ان لم تکن وقفاً علی وجه اخر، الهندیه کوئٹه ۴/۴۷۶، الباب الثانی عشر من کتاب الوقف، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل.

مربع گز زمین خالی ہے، اب اس زمین پر پختہ عمارت مدرسہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ جگہ آبادی کی تمام مسلمانوں کے مکانات سے قریب تر ہے، تو اس جگہ مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے دینی مدرسہ کی تعلیم درست ہے[1] اگر قبرستان وقف ہے، تو منشاءِ واقف ہی میں اس کو استعمال کیا جائے[2] لیکن اگر وقف ہونے کے باوجود وہ جگہ ضرورت سے زائد ہے اور بیکار رہنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی اس پر غلط تصرف کرے جس سے وقف ہی ضائع ہو جائے تو دینی مدرسہ کی تعمیر کرنا بھی درست ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص۷/۱، سورۂ فاتحه آیت:۳، مطبوعه رشیدیه دهلی،

[2] شرط الواقف کنص الشارع. (درمختار مع الشامی کراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] مستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین، عفت فبنی قوم علیها مسجدا لم أر بذلک بأساً وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لاحد أن یملکها فاذا درست واستغنیٰ عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضا وقف من أو قاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هذا واحد. (عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر ص:۱۷۹، ج:۲، الجزء الرابع کتاب الصلاة، بیان حکم نبش قبور المشرکین، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات.

قبرستان میں مدرسہ بنانا

سوال:- ہم نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا ہے، جس کے اندر قرآن کریم، نماز، مسائل، دینی تعلیم وغیرہ دی جاتی ہیں، اس جگہ میں پہلے آٹھ دس قبریں بھی تھیں، قبریں مسمار ہونے پر لوگ رہنے لگے، اسکے بعد اس جگہ میں تعزیوں کا امام باڑہ بنالیا، جس میں ابھی ایک قبر کا نشان باقی ہے، ہم نے اس میں دینی تعلیم کا مدرسہ قائم کرلیا ہے، کچھ دیواریں بھی بنالی ہیں، اسکے قبل تکیہ دار بھی مویشی بکری وغیرہ رکھتا تھا، آپ فرمائیں کہ اس جگہ پر دینی مدرسہ رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ جو جگہ تکیہ کے نام سے کبھی مشہور تھی، آج امام باڑہ کے نام سے مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہیکہ وہ جگہ قبروں کے لئے تھی، اور مدت دراز سے وہاں کسی کو دفن نہیں کیا گیا، پرانی قبریں ختم ہوجانے پر لوگ وہاں رہنے سگے، پھر وہاں امام باڑہ تعزیوں کیلئے بنالیا گیا، کیونکہ وہ جگہ لاوارث اور وقف ہے یعنی اس کا کوئی مالک ہی نہیں، جو چاہتا ہے قبضہ کرلیتا ہے، ایسی جگہ اگر دینی تعلیم کیلئے مدرسہ بنالیا جائے تو درست ہے، مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کریں کہ فساد برپا ہو، بلکہ حسن تدبیر سے کام کیا جائے ایسی جگہ دینی کام کیلئے ہونا درست ہے، بجائے اس سے کہ وہاں اپنا کوئی ذاتی مکان بنائے یا غلط کام کیلئے اس کو استعمال کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

---

[1] مستفاد : لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان میں دینی مدرسہ بنانا

سوال:- شہر کے درمیان مسجد ہے اس کے احاطہ میں قبرستان ہے، لوگ اس میں دینی مدرسہ کیلئے عمارت بنانا چاہتے ہیں، کتنی مدت گذر جانے کے بعد عمارت بنائی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان اس لئے وقف ہوتا ہے کہ اس میں مردے دفن کئے جائیں، اس کے علاہو کسی اور کام میں اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں[۲] البتہ یہ قبرستان اتنا پرانا ہوگیا کہ اب میت مٹی بن چکی ہوگی، اور جدید مردے دفن نہیں کئے جاتے، اس کے لئے دوسرا قبرستان موجود ہے، اس کے خالی رہنے سے اندیشہ ہے کہ اس پر لوگ غاصبانہ قبضہ کرلیں گے، تو ایسی حالت میں وہاں دینی مدرسہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... علیها مسجداً لم أر بذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی السجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لاحد فمعنا هما علی هٰذا واحد، عینی شرح بخاری، مطبوعه دارالفکر، ص:۱۷۹، ج:۲، کتاب الصلوٰة ، بیان حکم نبش قبور المشرکین ، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۲ شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ج:۴، ص:۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سئل هو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی ولا العظم ولا غیره هل تجوز زراعتها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات، قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

تعمیر کرلیا جائے[1]، یا کوئی اور عمارت بنا کر اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے، اور کرایہ دوسرے قبرستان کی ضروریات میں صرف کیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی زمین میں مدرسہ

سوال:- قدیم قبرستان جہاں قبروں کے نشانات چند جگہ پر موجود ہیں اور ایک حصہ میں تدفین بھی جاری ہے، لیکن اہل ہنود اس قبرستان میں شراب وغیرہ کی دوکانیں ودیگر قسم کی شئ کے ذریعہ قابض ہوتے چلے جارہے ہیں، جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جگہ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قبضہ بھی ہٹ جائے گا، مدرسہ کی تعمیر کروائی جائے، جس میں بچہ بچیاں دینی ماحول سے آشنا ہوتے رہیں، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ نیچے دوکانیں اور اوپر مدرسہ تاکہ مدرسہ اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہوجائے، ان مسلمانوں کی تمنا کے بارے میں شرعی حکم مطلوب ہے، نیز یہ قبرستان حدود میونسپلٹی میں واقع ہے، اور جہاں تدفین جاری ہے، اس جگہ کے متعلق بھی کوئی حکم شرعی صورت ہے، کہ مدرسہ قائم ہوسکے مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

---

[1] مستفاد لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم أر بذٰلک بأساً، عينى شرح بخارى شريف، ج:۲ ص:۱۷۹، الجزء الرابع، مطبوعه دارالفكر ، كتاب الصلوٰة ، بيان حكم نبش قبور المشركين، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ فصل فى المقابر والرباطات، عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۹ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات.

[2] ولو كانت الارض متصلة بيوت المصر يرغب الناس فى استئجار بيوتها ويكون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا ويؤاجرها قاضى خان على الهندية كوئٹه ص۳۰۰ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهانى ص۲۴ ج۹ الفصل السابع فى تصرف القيم فى الاوقاف، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص۴۱۴ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ قبرستان حدود میونسپلٹی میں ہے، تو اس میں دفن کرنا قانوناً بھی ممنوع ہوگا، اور جو قبریں وہاں ہیں، وہ اتنی پرانی ہیں، کہ ان میں اب میت باقی نہیں مٹی بن چکی ہے، ایسی حالت میں وہاں دینی مدرسہ باہمی مشورہ سے قائم کرلینا درست ہے، اور مدرسہ کے مصارف کے لئے اگر نیچے دوکانیں بنادی جائیں اوپر مدرسہ ہے تو بھی درست ہے، نہ یہ زمین کسی کی ملک ہوگی نہ دوکانیں اور مدرسہ کسی کی ملک نہ ہوگا، بلکہ مسلمانوں کے نفع کے لئے وقف کی یہ صورت ہوگی[1] جس حصہ میں زمین میں تدفین کی اجازت ہے، اس میں حسب ضرورت تدفین کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور قبضۂ اغیار سے تحفظ کیلئے اس کا احاطہ بنادیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۱۴۰۰ھ

قبرستان میں دکانیں بنانا

سوال:- بابوگڈھ چھاؤنی کا قبرستان ہے، اس میں کتے پھرتے رہتے ہیں، اس میں

---

[1] يستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأساً وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد أن يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد أيضا وقف من أوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناهما على هذا واحد، عمدة القارى، مطبوعه دارالفكر ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، كتاب الصلاة، بيان حكم نبش قبور المشركين، المحيط البرهانى ص۱۴۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات.

[2] شرط الواقف كنص الشارع. در مختار مع الشامى كراچى ص: ۴۳۳، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف، كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

دکانیں بنانا کیسا ہے؟ چمار لوگ گندے پھرتے رہتے ہیں اور ناپاکی ڈال دیتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے تو واقف نے مردے دفن کرنے کے لئے وقف کیا ہے، دکانیں بنا کر آمدنی حاصل کرنے کے لئے وقف نہیں کیا اس لئے اس کی اجازت نہیں[1]۔ اس کی چہار دیواری بنادی جائے اور ایک دروازہ آنے جانے کے لئے بنادیا جائے تاکہ اس میں غلط کام نہ کئے جاسکیں کسی نگراں کو وہاں رکھ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۶/ ۹۴ھ

پرانے قبرستان میں دوکانیں بنوانا

سوال:- آراضی منسلکہ گورستان ایسی واقع ہے کہ جس میں غالباً کبھی قبر وغیرہ نہیں ملی اور وہ قطعی اور عام راستہ پر واقع ہے اگر اس آراضی میں دوکانیں بنوا کر کرایہ پر دیدی جائیں تو کوئی شرعی نقص واقع نہیں ہوگا اس سے قبل اسی ذیل دوکانیں بنی ہوئی بھی ہیں۔ اس کی آمدنی بھی گورستان کے صرفہ میں اسی طرح آئے گی جیسا کہ پہلی دوکانوں کی آرہی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان میں وسعت کافی ہے اور یہ قطعہ منسلکہ مصالح قبرستان کے لئے وقف ہے اور اس

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

میں دوکانیں بنوانے سے تدفین میں کوئی تنگی نہیں ہوگی تو دوکانیں بنوانا درست ہے[1] پھر ان دوکانوں کی آمدنی قبرستان ہی کی مصالح میں صرف کی جائے[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/ ۴۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/ ۸۹ھ

پرانے قبرستان میں کرایہ کے لئے دوکانیں بنانا

سوال:۔ ایک مسجد کے روبرو قبرستان ہے جس کے دونوں جانب شاہراہ ہے، اہل مسجد یہ چاہتے ہیں کہ اس شاہراہ کے دونوں جانب کمرے تعمیر کرا کر اجارے پر دیدیا جائے، جس کا کرایہ مسجد کی ضروریات، تنخواہ امام مؤذن، بجلی وغیرہ یا تعمیر مسجد پر خرچ ہوتا رہے، اس تعمیر کے اندر چند بوسیدہ قبریں بھی آجائیں گی، یہ تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کرایہ مندرجہ بالا ضرورت پر خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] مستفاد: أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها ثم ان واحداً من أهل القرية بنىٰ فيها بناء لوضع اللبن والات القبر وأجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضاء أهل القرية أورضا بعضهم بذلک قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلک المكان فلا بأس به. (عالم گیری، کوئٹہ ص:۴۶۷، ج:۲، كتاب الوقف الباب الثانى عشر، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات، المحيط البرهانى ص۱۴۳ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات الخ، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

[2] اعلم أن البناء فى أرض الوقف تفصيل فان كان البانى المتولى عليه فان كان بمال الوقف فهو وقف سواء بناه للوقف أولنفسه أواطلق وان من ماله للوقف أو اطلق فهو وقف (الى قوله) وان لم يكن متوليا فان بنى باذن المتولى ليرجع فهو وقف والا فان بنى للوقف فوقف (شامى كراچى ص: ۴۵۵، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المتولى وغيره فى الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص۴۱۵ ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد کی ہے، اور قبریں اتنی پرانی ہیں کہ میت ان میں باقی نہیں بلکہ مٹی بن چکی ہے، تو باہمی مشورہ سے وہاں دوکانیں تعمیر کرا کر کرایہ پر دینا اور وہ کرایہ ضروریاتِ مسجد، تعمیر، تنخواہ امام مؤذن میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1] جب قبر پرانی ہو جائے، اور میت مٹی بن جائے، تو قبر کا حکم باقی نہیں رہتا "لان المیت اذابلی وصار تراباً جاز زرعه والبناء علیه کذافی الدر المختار[2] والزیلعی[3]"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں مکان بنا کر رہنا اور نماز پڑھنا

سوال: - زید احاطۂ قبرستان میں گھر بنا کر مستقل طور پر رات دن وہیں پر رہنا چاہتا ہے، تو قبرستان کے احاطہ میں مکان بنا کر مستقل طور پر رہنا جائز ہے، یا نہیں؟ گھر میں مستقل رہنے پر فرض نماز یا سنت نوافل وغیرہ نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں جب کہ جہاں پر گھر بنانے کا خیال ہے، وہاں قبر نہیں ہے؟

---

[1] والذی یبدأ به من ارتفاع عمارته شرط الواقف اولا ثم ما هو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الی قدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۳ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۳۶۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۶۶،۳۶۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۲۳۸/ج۲/ باب صلوٰة الجنائز ،مطلب فی دفن المیت .

[3] زیلعی ،مطبوعه مکتبه امدادیه ملتان ، ص۲۴۶/ج۲/ باب الجنائز، قبیل باب الشهید، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۵ ج۲ قبیل باب الشهید، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ کتاب الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان کی حفاظت مقصود ہو تو سب کے مشورہ سے وہاں معمولی مکان بنا کر آدمی کو رکھا جاسکتا ہے، اور وہ مکان قبرستان ہی کا رہے گا[1] اس مکان میں نماز پڑھنا درست ہوگا جبکہ وہاں قبریں موجود نہیں، قبر سامنے ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ کبیری[2] میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/ ۹۶ھ

قبرستان میں میت لے جانے کیلئے راستہ بنانا

سوال:- (۱) قبرستان کی زمین جہاں مکرر سہ مکرر قبر ہو چکی ہیں اس وقت اگرچہ اکثر قبر بظاہر صورت نظر نہیں آتیں، البتہ جابجا خلا نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے خصوصاً بارش کے زمانہ میں میت لے جانے والے کو سخت تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، ان باتوں کے مدِّ نظر زید کا خیال ہے کہ احتیاطی صورت اختیار کرتے ہوئے قبرستان کے درمیان خام راستہ بنادیا جائے تاکہ میت کے لے جانے میں سہولت ہو جائے۔

---

[1] أرض لأهل قرية جعلوها مقبرة وأقبروا فيها ثم ان واحداً من أهل القرية بنىٰ فيها بناء لوضع اللبن والات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضاء اهل القرية أورضا بعضهم بذلک قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لا يحتاج الى ذلک المكان فلا بأس به. (الهنديه بلوچستان، كوئٹه ص: ۴۶۷، ج:۲، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، فصل فى المقابر والرباطات، المحيط البرهانى ص۱۴۳ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الثانى والعشرون فى المسائل التى تعود الى الرباطات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] وتكره الصلاة أيضا فى معاطن الابل وفى المزبلة وفى الحمام وفى المقبرة الى قوله ويكره ان تكون قبلة المسجد الى المخرج او الى الحمام او الى قبر وفى الخلاصة هذا اذا لم يكن بين يدى المصلى وبين هذه المواضع حائل كالحائط وان كان حائط لايكره، (حلبى كبير مطبوعه سيهل اكيڈمى پاكستان ص۳۶۳، ۳۶۶ كتاب الصلاة، كراهية الصلاة، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۹۰ فصل فى المكروهات، تاتارخانيه كراچى ص۵۷۰/۱ الفصل الرابع فى بيان ما يكره للمصلى ومما يتصل بهٰذا الفصل.

(۲) قبرستان کی زمین کا وہ حصہ جس کے متعلق شہادت سے علم ہو کہ یہاں کافی عرصہ قبل میت دفن کی جا چکی ہیں، اب وہ حصہ ندی قریب ہونے کے باعث اور بارش وغیرہ کی وجہ سے نہایت خستہ صورت اختیار کر گیا۔ حتی کہ قد آدم کے برابر خلا پیدا ہو گیا ایسی شکل میں قبر کا کسی طرح کا نشان کیوں کر باقی رہ سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ حصہ کو درست اور ہموار کر کے اس زمین میں کاشت کرنا اور اس کی آمدنی کو قبرستان کے مصارف میں لانا کیسا ہے؟

(۳) قبرستان کی زمین کا کچھ حصہ مدتوں سے ٹیلہ کے مانند اونچا ہے زمین کی قلت کے باعث اس جگہ میت دفن ہوتی رہی ہے، زید کا خیال ہے کہ مذکورہ ٹیلہ کی مٹی لے کر نشیب والی زمین ہموار کر دی جائے تا کہ زمین کی وسعت ہو اور سہولت حاصل ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر قبرستان کے اندر میت کو لے جانے کا کوئی راستہ نہیں سب طرف قبریں ہیں یا غار ہیں، تو جہاں ظن غالب ہو کہ اس جگہ زمین کے نیچے قبر میں میت باقی نہیں رہی بلکہ مٹی بن چکی ہے تو وہاں کو خام راستہ بنا دیا جائے تا کہ میت کو لے جانے اور دفن کرنے میں سہولت ہو سکے پھر جب وہاں دفن کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہاں دفن کرنا شروع کر دیں اور دوسری جانب راستہ بنا دیں[1]

(۲) اگر اس جگہ اب میت دفن کرنا دشوار ہو گیا وہاں قبر نہیں بن سکتی، وہاں کاشت کر کے قبرستان کے کام میں اس کی آمدنی کو خرچ کرنا درست ہے، جب میت مٹی بن جائے تو قبر کے احکام بدل جاتے ہیں (کذا فی درالمختار[2]) یہ اجازت اس وقت ہے کہ قبرستان پر کسی کے غاصبانہ

---

[1] قلت: وتقدم أنه اذا بلی المیت وصار ترابا یجوز زرعه والبناء علیه ومقتضاه جواز المشی فوقه. (شامی کراچی ص: ۲۴۵، ج:۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی ﷺ، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا. **(بقیه اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

قبضہ کا ظن غالب ہو ورنہ نہیں۔

(۳) اگر وہاں قبروں میں میت موجود نہیں تو وہاں کی مٹی لے کر قبروں کی سہولت کے لئے زمین ہموار کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۸۶ھ

قبرستان میں دینی مدرسہ قائم کرنا قبور پرانے ہونے سے حکم بدل جاتا ہے

سوال: - قصبہ پلکھوہ میں ایک قبرستان ہے، جو بالکل آبادی میں واقع ہے، ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک اس قبرستان میں مقامی میونسپل بورڈ کی مزاحمت کرنے کی بنا پر مردوں کا دفن ہونا بند ہو گیا تھا، اس وقت کا چیرمین ان قبرستان کے وسط میں کو سڑک نکال کر قبرستان سے متصل مل میونسپل بورڈ کے خرچے سے لے جانا چاہتا تھا، مسلمانوں نے اس سڑک کو بذریعہ عدالت روکا جو کہ سڑک مذکور آج تک نہیں بن سکی بعد میں میونسپل بورڈ میں دوسرا چیرمین منتخب ہوا، اس نے ان قبرستان میں دوبارہ دفن کرنے کی اجازت دیدی آج تک اس قبرستان میں مردے دفن ہو رہے ہیں، چند غیر مسلموں نے اس قبرستان پر راستے کے نام سے عدالت غازی آباد میں دعویٰ دائر کر رکھا ہے، چونکہ یہ قبرستان مسلمانوں کے خریدے ہوئے نہیں ہیں، اس وقت قصبہ کے زمیندار۔ ایس ایم جیکشن نے جو انگریز تھا، اس سرزمین میں مسلمانوں کو مردے دفن کرنے کی اجازت دیدی تھی، مگر کسی سرکاری کاغذات میں قبرستان اندراج نہیں ہوا، اب خدشہ یہ ہے کہ کہیں یہ تمام قبرستان مسلمانوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۳۸، ج:۲) باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۵ احکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

(صفحہ ہذا) [1] حوالۂ بالا۔

کے ہاتھ سے نہ نکل جائے، اور غیر مسلم ان قبرستانوں پر قابض نہ ہوجائیں، حالانکہ مقامی مسلمان جو غریب مزدور ہیں بہت روک تھام کررہے ہیں، اور مسلمانوں نے دوڑ دھوپ کرکے کاغذات پٹوریان میں ۱۹۶۴ء میں اس جگہ پر قبرستان ہونا درج کرایا ہے، اب کہا جاتا ہے، کہ قبرستان آبادی میں آنے کی بنا پر حکومت اس قبرستان میں قانوناً مردے دفن ہونے نہیں دے گی۔

۱- کیا ان قبرستان میں عربی کا مدرسہ قائم ہوسکتا ہے، جس میں قرآن شریف حافظہ ناظرہ تفسیر علم فقہ نحو وصرف وغیرہ کے لئے تعلیم گاہ کا اہتمام ہو کیونکہ پوری تحصیل غازی آباد میں عربی کا مدرسہ نہیں ہے۔

۲- کیا اس قبرستان کی چہار دیواری میں اور مدرسہ عربی کی تعمیر میں قیمت چرم قربانی فطرہ صدقات زکوٰۃ کا پیسہ لگ سکتا ہے، یا نہیں؟

۳- اس قبرستان میں مدرسہ عربی قائم ہونے کے بعد قیمت چرم قربانی سے دوسرا قبرستان خرید سکتے ہیں، یا نہیں کیونکہ مقامی مسلمانوں کی مالی حالت کمزور ہے۔

۴- علاوہ ازیں اگر دینی مدرسہ نہیں ہوسکتا مقامی مسلمانوں کی اپنی غربت اور کمزوری کی بنا پر تو اس قبرستان کا کیا ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان موقوفہ کے ضائع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو اور کوئی صورت تحفظ کی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہاں دینی مدرسہ قائم کرنا درست ہے، جس میں قرآن کریم، ناظرہ، حفظ، فقہ حدیث تفسیر کی تعلیم دی جائے[1] مگر اس کا خیال رہے کہ قبور پر تعمیر نہ ہو نہ ان پر چلت پھرت ہو بلکہ وہ محفوظ

---

[1] کمایستفاد: لو أن مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم أر بذلک بأسا وذلک لان المقابر وقف من أوقاف المسلمین لدفن موتاهم لا یجوز لأحد أن یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد أیضا وقف من أوقاف المسلمین لا یجوز تملکه لأحد. (عمدة القاری، مطبوعه دارالفکر، ص: ۱۷۹، ج:۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، باب بیان حکم نبش قبور المشرکین، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹ ج ۲ کتاب الوقف، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

رہیں، ہاں جو قبور اتنی پرانی ہوگئی ہوں کہ ان میں میت مٹی بن چکی ہو ان کا حکم بدل کر عام زمین کا حکم ہوگا، وہاں تعمیر وغیرہ کی اجازت ہے[1]

۲- چرم قربانی اگر مہتمم اور متولی کو تملیکاً دیدیں وہ اپنی طرف سے فروخت کر کے قیمت تعمیر میں لگائے تو درست ہے، قیمت چرم صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے مستحق غریب کو دینا ضروری ہے، پھر وہ مالک وقابض ہو کر بغیر کسی دباؤ کے تعمیر کے لئے دیدے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہوگا[2]

۳- اس کا جواب نمبر۲ کے مطابق ہے، جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔

۴- مدرسہ دینی قائم کیا جا سکتا ہے[3] جیسا کہ نمبر۱ میں مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۲/۹۶ھ

جو زمین بچوں کی قبر کے لئے ہے اس کو فروخت کرنا

سوال:- اگر کسی بستی میں بڑوں کے لئے قبرستان علیحدہ ہوں اور بچوں کے لئے علیحدہ، مگر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ، المحیط البرهانی ص۱۴۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

(صفحہ ہذا) [1] ان أباحنیفةؒ کره وطء القبر والقعود أو النوم أوقضاء الحاجة علیه (الی قوله) اذا بلی المیت وصار ترابا یجوز زرعه والبناء علیه. (شامی، کوئٹه، ص: ۶۶۷، ج: ۱، باب صلاة الجنائز، مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبی ﷺ، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۶، ۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن.

[2] مصرف الزکاة هو فقیر ومسکین. در مختار علی الشامی کوئٹه، ص: ۶۴، ج:۲، ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لایصرف الی بناء مسجد. (در مختار علی الشامی کوئٹه ص: ۶۷، ج:۲، کتاب الزکاة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۴،۳۲۸ ج۱ باب فی بیان احکام المصارف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۷، ۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف.

[3] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ ۱۔

چونکہ بچوں کے قبرستان میں کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے اور لوگ وہاں مکان بنانا چاہتے ہیں، ان سے اگر اس قبرستان کی جگہ کی قیمت لے لی جائے تو وہ کس جگہ صرف کرنی چاہئے قبرستان میں عیدگاہ بھی ہے، کچھ ٹوٹ پھوٹ واقع ہورہی ہے، اگر جائز ہو تو کیا وہ روپیہ اس میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین قبرستان کے لئے وقف ہو خواہ بچوں کے دفن کے لئے یا بڑوں کے دفن کے لئے، وہاں ذاتی مکان بنانا شرعاً جائز نہیں[1] کوڑا کرکٹ بھی وہاں نہ ڈالا جائے، البتہ اگر وہ زمین وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو مالک کو اس کا فروخت کرنا شرعاً درست ہے، پھر قیمت اپنے کام میں لائے یا عیدگاہ وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے، اسے سب طرح اجازت ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱/ ۹۴ھ

قبرستان میں کھیتی کرنا

سوال:- یہاں کے زمین دار قبرستانوں کو بیل سے جتوا کر کاشت کاری کرتے ہیں، بعض قبرستان پر قبریں موجود ہیں، ان پر ہل چلاتے ہیں، کیا شرعاً یہ جائز ہے، جن کا قبرستان ہے وہ مانع

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة، المحیط البرهانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۱۴ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی، مطبوعه دارالفکر، ص: ۵۶، ج: ۱)سورة الفاتحه، آیت ۳.

ہوتے ہیں کہ ہمارا قدیم قبرستان ہے، زمیندار کہتے ہیں کہ ہمارے نام کی زمین ہے، مگر قبریں پرانی بنی ہوئی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ میت بالکل مٹی بن چکی ہے، تو اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا سب درست ہے: **ولما بلی ا لمیت وصَارترابا جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه اھ** (بحر[1] ص:۱۹۵، ج:۲) اگر زمینداروں کی ملک نہیں، بلکہ دوسروں کی ملک ہے، تو ایسی حالت میں زمیندار غاصب اور گنہ گار ہوں گے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف ۲/۹، ۵۷ھ

قبرستانِ موقوفہ میں کاشت

سوال:- ایک قبرستان بہت ہی وسیع ہے، اس کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے، جو عرصہ دراز سے یوں ہی پڑا ہوا ہے، فی الحال اس میں کوئی قبر نہیں ہے، اور نہ بالیقین کہا جا سکتا ہے، کہ کسی زمانہ میں اس حصہ میں مردے دفن کئے گئے یا نہیں؟ اس سال زبردست سیلاب آکر قبرستان کو کمر بھر اونچا کیچڑ سے کر دیا، جس کو ہماری اصطلاح میں اچانک پڑنا کہتے ہیں، قبر کا نام ونشان نہیں ہے، ایک شخص نے اس حصہ پر اپنی دیدہ ودانستہ دھان کی تخم ریزی کر دی، ہاں اگر غلطی سے دو چار قدم قبر والی زمین

---

[1] بحر، مکتبه ماجدیه، کوئٹه. ص: ۱۹۵، ج: ۱، کتاب الجنائز، قبیل باب الشهید، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج ۱ الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیر بلا اذنه ولا ولایته. (در مختار مع الشامی کراچی، ص:۲۰۰، ج:۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

میں بھی بیج پڑ گیا ہو تو نہیں کہا جا سکتا، دھان ماشاء اللہ بہت اچھا ہوا، اور اسی حصہ میں فصل ربیع بھی بلا جوتے لگا رکھا ہے، تو اب قابلِ سوال مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے، اور اس زمین سے پیداوار کو کس مصرف میں صرف کیا جائے اگر کسی مدرسہ میں دیدیا جائے یا از خود طلبہ پر خرچ کیا جائے تو کیا درست نہیں ہے؟ نیز قبرستان کیا قابلِ کاشت ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہو اس میں کاشت کرنا جائز نہیں، خواہ بالفعل اس میں قبریں موجود ہوں، یا نہ ہوں: **لِاَنَّ شرطَ الواقف کنصِّ الشارع. کذا فی رد المحتار**[1] اب جو دھان اس میں پیدا ہوا بہتر یہ ہے کہ اس کو غرباء، طلباء پر صدقہ کیا جائے، بیواؤں، یتیموں کو دیدیا جائے، خواہ مدرسہ کے مہتمم کو دیدے کہ وہ نادار طلبہ کے کپڑے کھانے پر صرف کردے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۹۲ھ

قبرستان کے درختوں کا مصرف

سوال:- ایک احاطہ قبرستان جس کے درمیان میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی گئی ہے، قبرستان بہت پرانا ہے، جس کے چاروں طرف انگریزوں کی ملکیت ہے، اس کا کوئی ایک مالک

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] پہلے مصالح قبرستان میں صرف کیا جائے اگر اس سے بچ جائے تو پھر سوال میں مذکور افراد پر صرف کیا جائے۔ و واذا استغنی هٰذا المسجد یصرف فقراء المسلمین فیجوز ذلک لان جنس هٰذه القربة مما لا ینقطع قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲۲۸ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی الفاظ الوقف، المحیط البرهانی ص۱۳۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه ڈابهیل.

ہے اور وہ بھی اپنی ملکیت کی زمین فروخت کر چکا ہے، اگر قبرستان کے درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لائے جائیں اور مسجد کے مصارف چندہ سے پورے ہوتے ہیں، تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اور کیا یہ درخت مسجد میں لگ سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے (جیسا کہ عرف ہے) تو کسی شخص کو درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں بلکہ مصارف وقف پر صرف کرنا واجب ہے اور سبز درخت کا کاٹنا قبرستان سے ناجائز ہے البتہ سوکھا درخت کاٹ کر مصارف وقف پر صرف کر دیا جائے[1] اگر واقف نے مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، تو وہاں بھی خرچ کرنا درست ہے، جو شخص اپنی ملکیت فروخت کر چکا ہے، اس کو کسی حال میں بھی کاٹنا اور اپنے کام میں لانا جائز نہیں، اس کے علاوہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ ملک ہے تو مالک کو سوکھا درخت کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز ہے۔[2] سُئل **نجم الدین فی مقبرة فیها اشجار هل یجوز صرفها الیٰ عمارة المسجد قال نعم ان لم یکن وقف علیٰ وجه اٰخر قیل له فان تداعت حیطان المقبرة الیٰ الخراب یصرف الیها او الیٰ**

---

[1] وکره قلع الحشیش الرطب وکذا الشجرة من المقبرة ولا بأس بقلع الیابس منهما ای الحشیش والشجر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۱۶ قبیل باب احکام الشهید، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۶ ج۲ قبیل باب الشهید، شامی زکریا ص۱۵۵ ج۳ باب صلاة الجنازة، حطب نبت فی المقبرة ثمنه یصرف فی مصالح المقبرة، تاتارخانیه کراچی ص۱۷۳ ج۲ نوع آخر فی القبر والدفن.

[2] مقبرة وفیها اشجار فهٰذه المسئلة علی وجهین احدهما ان تکون الاشجار ثابتة قبل اتخاذ الارض مقبرة وانه علی وجهین ان کانت الارض مملوکة لها مالک فالاشجار باصلها علی ملک رب الارض یصنع بالاشجار واصلها ما شاء والوجه الثانی اذا نبتت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة وانه علی وجهین ایضا ان علم لها غارس فهی للغارس لانها ملکه وان لم یعلم لها غارس فالحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة فله ذلک، المحیط البرهانی ص۱۴۷ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل.

المسجد قال الیٰ ماھی وقف علیه ان عرف وان لم یکن للمسجد متولی ولا للمقبر فلیس للعامة التصرف فیها بدون اذن القاضی[1] اھ (عالمیگری ، ص: ۲۴۴، ج ۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۵۷ھ

قبرستان کے پھل کا حکم

سوال:- قبرستان کے اندر پھل کے درخت ہیں مثلاً آم، امرود، پیپل، انار وغیرہ، ان کو ہم کھا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اُن کے پھل توڑ کر اس کا پیسہ ہم اپنے اوپر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبرستان وقف ہے، تو اس پھل کو فروخت کر کے قبرستان کی ضروریات میں قیمت صرف کریں، خود استعمال نہ کریں، نہ پھل نہ اس کی قیمت[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ عالمگیری کوئٹه، ص: ۴۷۶، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، مطلب الکلام علی الاشجار فی المقبرة، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] شرط الواقف کنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی، ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، مسجد فیه شجرة تفاح یباح للقوم ان یفطروا بهٰذا التفاح قال الصدر الشهید، والمختار انه لا یباح لانه صار للمسجد فلا یصرف الا الی المسجد، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۷ ج۲ کتاب الوقف، مطلب الکلام علی الاشجار فی المقبرة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۱۰ ج۳، کتاب الوقف، فصل فی الاشجار.

مشتبہ قبرستان کی زمین کو خریدنا اور اس پر مکان بنانا

سوال: -مسجد کے قریب ایک زمین ہے، جس کے متعلق تحریر نہیں، مگر شہرت اس طرح کی ہے کہ ایک مسلم خاندان کا گورستان تھا، جس میں مدت ہوئی مردوں کے دفن کرنے کی سرکاری حکم سے ممانعت کردی گئی، چند قبور پختہ اس میں اب بھی موجود ہیں اور بوڑھے مسلمان کہتے ہیں کہ یہ مسجد بھی بعد میں گورستان ہی کی زمین میں تعمیر ہوئی بلکہ صحن مسجد میں قبریں بنی ہوئی ۲۵-۳۰ برس ہوئے کہ اس وقت دیکھی ہیں جواب بے نشاں ہوگئیں، نہ معلوم ابتداء میں کیا صورت ہوئی زید مسلمان کا اس پر قبضہ ہوا اور اسی نے مسجد وکنواں وغسل خانہ اور مکتب کے لئے ایک کمرہ اس میں بنوایا زید مقروض ہوکر وفات پا گیا اور ہندو دائن نے ڈگری جاری کرا کے مجبور کیا کہ وہ نیلام ہو، ورثۂ زید نے اپنے طور پر سارا قطعہ جس میں یہ مشتبہ گورستان بھی شامل تھا، نیلام کردیا، اور ایک ہندو نے اس کو خرید کر قبضہ کرلیا اور نمودار قبروں کی وجہ سے ہندو اس پر تعمیر کرنے سے خائف رہا اور ایک مسلمان کے ہاتھ وہ سارا قطعہ بیچ دیا، جس میں قبریں تھیں، اس خریدار نے اس کے ٹکڑے کر کے دوسرے لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیئے، اور اس میں مکانات تعمیر ہوگئے، ایک مختصر قطعہ مسجد کے متصل باقی ہے، جس میں اندیشہ ہے کہ کسی ہندو نے خرید لیا تو فتنہ ہوا کرے گا، مسجد میں اتنی وسعت نہیں کہ خرید سکے پس آیا کوئی گنجائش ہے کہ کوئی مسلمان اس کو خرید کر مکان مسکونہ بنالے اور موجودہ پختہ قبر بحالہ محفوظ رکھے اور اس مسجد کا کیا حکم ہے، آیا اس میں نماز صحیح ومستحب ہوگی اور حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اور جن مسلمانوں نے اس کو خرید کر تعمیر کیا ہے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً

عادت عامہ کے موافق قبور زمین وقف ہی میں بنائی جاتی ہیں خواہ وہ وقف عام ہو جیسے گورغریباں یا وقف خاص ہو جیسے کوئی مخصوص خاندان اپنی قبور کے لئے کوئی قطعہ زمین وقف

کردے گو کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے لہٰذا اس قطعہ ارض کو وقف ہی کہا جائے۔ **لان الحکم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف علی الحقیقة اھ** (مبسوط[1] ص:۱۳۰، ج:۱۷) اور وہ مسجد بھی جب کہ ایک مسلمان کی بنائی ہوئی ہے بظاہر شرعی مسجد ہے، **لان حمل فعل المسلم علی الصحة والحل واجب ما امکن الا ان تقوم البینة** (مبسوط سرخسی ص[2]:۷۴ ج:۱۷) مگر دلیل قطعی نہ اس مسجد کے وقف ہونے پر ہے اور نہ مسجد کے شرعی مسجد ہونے پر کیونکہ نہ کوئی شہادت ہے، نہ وقف نامہ وغیرہ تاہم مسجد کا مسجد ہونا اقویٰ ہے کیونکہ اس کے خلاف کا احتمال بہت ہی مرجوح ہے اور اس زمین کا وقف ہونا اتنا قوی نہیں نیز مفاد مسجد کے خلاف فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے **من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما**[3] گنجائش ہے، کہ کوئی مسلمان اس قطعہ کو خرید کر مکان وغیرہ بنالے اور مفاد مسجد کے خلاف فتنہ سے امن ہو جائے خصوصاً جب کہ دوسرے قطعات میں تصرف بھی ہو چکا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۱/ ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/محرم الحرام ۵۴ھ

قدیم غیر مستعمل قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ ایک ایسی زمین ہے جس میں کافی قبریں ہیں، جس میں چند ایسی قبریں ہیں جو کہ بالکل ہموار ہوگئی ہیں، اور کچھ ایسی قبریں ہیں، جو کہ ابھی صحیح وسالم ہیں، تو ایسی جگہ پرانی قبروں کو ہموار کر کے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر مسجد بنالی تو اس میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] مبسوط ص۱۳۰ ج۹ الجزء السابع، مطبوعه دارالفکر، باب الحمیل والمملوک والکافر، کتاب الدعویٰ.

[2] مبسوط ص۶۲ ج۹ الجزء السابع عشر، دارالفکر بیروت. کتاب الدعوی، قبیل باب الدعوی فی النتاج.

[3] الاشباه والنظائر ص۱۴۵، تحت القاعدة الخامسة، الضرر یزال، مطبوعه مکتبه دارالعلوم دیوبند، القواعد الفقهیة المحمودة ص۷۳ اذا تعارض مفسدتان روعی الخ، مطبوعه مکتبه المظاهر سیلم، قواعد الفقه ص۵۶ القواعد الفقهیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قبرستان پرانا ہوجائے کہ میت مٹی بن چکی ہو اور اب وہاں دفن کرنا بند کردیا گیا ہو، اور قبرستان بند ہونے کی وجہ سے نیز خالی پڑا رہنے سے اندیشہ ہو کہ اس پر کوئی غاصبانہ قبضہ کرلے گا تو پرانی قبروں کو ہموار کرکے وہاں مسجد بنانے کی اجازت ہے، باہمی مشورہ سے کام کیا جائے تو انشاء اللہ فتنہ نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۵ھ

قبرستان کی خالی زمین جوت کر اس کی آمدنی مسجد میں

سوال:۔ چند آدمیوں نے مل کر کچھ زمین قبرستان کے نام دیدی، اب اس زمین کے کچھ حصہ میں تو قبریں ہیں، اور کچھ حصہ خالی ہے، تو جو حصہ خالی ہے اس کو جوت کر اس کی پیداوار مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ جنہوں نے زمین قبرستان کے نام دی ہے، اس پر راضی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کے لئے زمین دیتے وقت اگر یہ کہہ دیتے کہ اس کی خالی زمین کی پیداوار مسجد میں دی جائے تب تو اجازت ہوجاتی ہے، مگر اس وقت انہوں نے ایسا نہیں کیا، اب اجازت نہیں، بلکہ اس کی پیداوار قبرستان ہی پر صرف کی جائے[2] لیکن اگر وہاں ضرورت نہیں اور کوئی

---

[1] لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذٰلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد أن يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاًوقف من اوقاف المسلمين لايجوزتملكه لاحد فمعنا هما علىٰ هذا واحد، عمدة القارى ،مطبوعه دارالفكر،ص ۱۷۹ ج۲، الجزء الرابع كتاب الصلوٰة، بيان حكم نبش قبور المشركين، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۵ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۶۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات والمقابر.

[2] سئل نجم الدين فى مقبرة فيها اشجار هل يجوز صرفها الى عمارة المسجد، قال نعم ان لم تكن وقفا على وجه آخر قيل له فان تداعت حيطان المقبرة الى الخراب يصرف اليها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان بھی حاجتمند نہیں، اور آمدنی کے روپے کا تحفظ دشوار ہے تو پھر سب کے مشورہ سے آمدنی مسجد میں صرف کر سکتے ہیں[1]، اس کا بھی لحاظ رہے کہ اس خالی جگہ میں کھیتی کرنے سے کہیں دوسروں کے قبضہ میں آکر وقف ہی ختم نہ ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں ایک چبوترہ ہے اس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں مسجد تعمیر کرنا

سوال: - ایک آراضی جس کا رقبہ تقریباً ۱۲ر بیگہ کا ہے اس آراضی کے ایک حصہ میں مالکانہ قبضہ رہتے ہوئے اپنے مردے دفن کرتے چلے آرہے ہیں اور کافی معتد بہ حصہ آراضی مذکورہ کا نمبر اس نمبر مزروعہ آراضی میں مدت سے ایک مسجد بشکل چبوترہ بنی ہوئی ہے، مالکان نے کچھ اجازت دی جس میں مسلمان نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ جگہ وقف قبرستان نہیں ہے، اور اس میں چبوترہ نماز کے لئے موجود ہے، اور مالکان کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) او الی المسجد قال الی ما وقف علیه ان عرف المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود الی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۶ ج ۲ کتاب الوقف، المسائل التی تعود الی الاشجار التی فی المقبرة، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۲۶۱ ج ۶ کتاب الوقف، نوع فی وقف المنقول.

[1] مستفاد: سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف الی مسجد آخر او حوض آخر قال نعم عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۸ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج ۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۳ ج ۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

اجازت ہے تو اس کو مسجد کی شکل دے کر تعمیر کرنا شرعاً درست ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نماز عید اس محراب میں کہ کچھ قبریں سامنے ہوں

سوال:- ایک قبرستان ہے اس کے پورب جانب ایک پتلا راستہ ہے جس پر بمشکل بیل آ اور جا سکتی ہے اب اس سڑک سے متصل نماز پنجگانہ یا عیدین کی نمازیں اداء کی جا سکتی ہیں، یا نہیں واضح ہو کہ راستہ اس قدر تنگ ہے کہ حالت قیام اور خشوع میں قبریں نظر آتی ہیں، نیز قبرستان کا کچھ حصہ راستہ میں بھی پڑتا ہے، جس میں پرانی قبریں ہیں، ایسی صورت میں کیا یہ پتلی سڑک حد فاصل بن سکتی ہے، اور بلا کسی آڑ کے نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، اگر پردہ ضروری ہے تو کتنا ہونا چاہئے، اور کہاں تک ہونا چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ قبرستان کی دوسری سمت کافی اور وافی جگہ موجود ہے، جہاں نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں، اس جگہ بلا کراہت نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر راستہ میں کچھ حصہ قبرستان کا بھی آ گیا ہے، جس میں پرانی قبریں ہیں، جن کے اب نشانات بھی ظاہر نہیں اور وہ راستہ تنگ ہونے کے باوجود ایسا ہے، کہ اس میں کو بیل گاڑی آ اور جا سکتی ہیں، تو اس سڑک کے متصل نماز پنجگانہ وعیدین ادا کرنا اس طرح کہ نمازی اور قبرستان کے درمیان سڑک حائل رہے درست ہے[2] حالت خشوع یہ ہے کہ نظر سجدہ گاہ پر رہے، پھر راستہ میں

---

[1] فلو جعل وسط داره مسجدا وأذن للناس فی الدخول والصلاة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجداً فی قولهم. (عالم گیری، مطبوعه بلوچستان کوئٹه ص: ۴۵۴، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، سکب الانهر علی مجمع الأنهر ص۵۹۵ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۹ ج۵ کتاب الوقف، فصل. **(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)**

دوسری جانب کی قبریں کس طرح نظر آئیں گی، جب تک قصداً نظر سجدہ گاہ سے ہٹا کر قبور کی طرف نہ دیکھے اور یہ خلاف خشوع ہے[1]

اگر کسی دوسری سمت میں ایسی جگہ ہو کہ وہاں قبریں نہ ہوں نہ نظر آئیں، تو وہاں نماز پڑھنا زیادہ اطمینان وسکون سے ہوگا، اور کوئی تشویش نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱/۶/ ۹۴ھ

قبرستان کے باغ کی آمدنی سے امام ومدرس کی تنخواہ

سوال:- ایک شخص نے مدرسہ اور مسجد میں امامت کی، مسجد اور مدرسہ کے منتظمین نے تنخواہ ماہانہ قبرستان کے فنڈ سے دی۔ یہ باغ اس نیت سے لگایا گیا قبرستان میں کہ اس کی آمدنی سے مدرسہ اور مسجد کا خرچ چل سکے، ایک صاحب نے فتویٰ منگایا۔ فتویٰ میں جواب یہ آیا کہ قبرستان کی آمدنی قبرستان ہی میں صرف کی جائے گی اس کے علاوہ مدارس ومسجد میں صرف کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے اور وہ شخص جس نے فتویٰ منگایا تھا امامِ مسجد سے بتایا کہ ڈیڑھ ماہ سے جتنی نمازیں میں

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] قال محمد رحمه الله تعالىٰ أكره أن تكون قبلة المسجد الى المخرج والحمام والقبور (الى قوله) وهذا كله اذا لم يكن بين المصلى وبين هذه المواضع حائط أوسترة أما اذا كان لا يكره ويصير الحائط فاصلا (الهندية، مطبوعه بلوچستان كوئٹه، ص: ۳۲۰، ج:۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى اداب المسجد، حلبى كبير ص۳۶۶ كراهية الصلاة، فروع فى الخلاصة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، المحيط البرهانى ص۵ج۸ كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى المسجد والقبلة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل)

(صفحہ ہذا) [1] وآدابها (الصلاة) نظر الىٰ موضع سجوده حال القيام (عالمگيرى بلوچستان كوئٹه، ص: ۷۲، ج:۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۲۲۴ فصل فى آدابها، البحر الرائق كوئٹه ص۳۰۴ج۱ قبيل فصل واذا اراد الدخول فى الصلاة.

نے تمہارے پیچھے پڑھی ہیں، وہ بس میں نے لوٹائیں، اس کا کہنا ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور ان صفوں پر نماز بھی نہیں ہوتی جو کہ اس پیسے سے خریدی گئی ہوں، ان حالات میں امام مذکور نے امامت اور مدرسی سے علیحدگی اختیار کرلی، کچھ اشخاص نے یہ کہا کہ آپ اس پیسے کو کسی سے بدل لیں وہاں کے لوگوں کی اکثریت نیز منتظمین امام مذکور کو رکھنا چاہتے ہیں، مدلل ومفصل جواب درکار ہے، ایسی جگہ ملازمت درست ہے یا نہیں اور ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ کی وجہ سے مسجد یا مدرسہ سے علیحدگی کی کوئی ضرورت نہیں، تنخواہ کے متعلق معاملہ کرلیا جائے کہ اس فنڈ سے تنخواہ نہیں دیں گے،[1] جو نمازیں پڑھی جاچکی ہیں ان کے لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں، جو صفیں اس فنڈ سے خریدی گئی ہیں ان کی قیمت اس فنڈ میں جمع کردی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/ ۹۵ھ

مزار اور قبرستان کے لئے صندوق لگانا آمدنی کے واسطے

سوال:- (۱) قبرستان اور مزار شریف کے لئے جو روپے گرتے ہیں ان روپوں کو جمع کرنے کے لئے بکس لگانے کا حقدار ''انجمن خادم الاسلام'' ہوسکتا ہے، یا مرحوم موصوف کا ناتی؟

(۲) قرآن مجید سورۃ النساء کے آٹھویں رکوع میں: **"ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا"** سبب نزول میں جو کلیۃ عثمان بن ابی طلحہ کے بارے میں روایت میں وارد ہوا

---

[1] لایجوز صرف وقف مسجد خرِبَ الی حوض وعکسه. (شامی کراچی، ص: ۳۵۹، ج:۴، شامی نعمانیه ص: ۳۷۱، ج:۳، مطلب لوخرب المسجد، کتاب الوقف، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل.

ہے، اس کلیہ کے حکم پر بکس مذکور کی چابی کا حکم قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- مزار کیلئے خادم کو حق ہے، قبرستان کیلئے اس کو حق ہے، جو اس کی حفاظت ونگرانی کرے[۱]۔

۲- حکم اوپر مذکور ہے، قیاس کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فقیر نگراں کا قبرستان کی زمین فروخت کرنا

سوال:- ہمارے بزرگوں کا قدیم قبرستان ہے اور اس میں شبراتی فقیر کو بطور نگراں رکھ دیا تھا، اس نے اس کی زمین ایک دوسرے شخص کو فروخت کر دی ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ فقیر محض نگراں کی حیثیت سے رہتا تھا مالک نہیں تھا تو اس کا اس زمین کو مالک بن کر فروخت کرنا جائز نہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

---

[۱] ان ما يجعله الواقف للمتولى ليس له حد معين وانما هو على ما تعارفه الناس من الجعل عند عقدة الواقف ليقوم بمصالحه من عمارة واستغلال وبيع غلات وصرف ما اجتمع عنده فيما شرطه الواقف ولا يكلف من العمل بنفسه الا مثل يفعله امثاله ولا ينبغى ان يقصر عنه البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۳، ۲۴۴ ج ۵ كتاب الوقف.

[۲] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه و ولايته. (در مختار مع الشامى كراچى، ص: ۲۰۰، ج: ۶، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه اشاعت الاسلام دهلى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان کی حفاظت کرنے والوں کے لئے وہاں کی لکڑی کا استعمال

سوال: -قبرستان کی حفاظت کرنے والے شخص کا قبرستان کی زمین سے سبزی وغیرہ بوکر آمدنی اپنے صرف میں لانا کیسا ہے، جب کہ اس کی تنخواہ مقرر نہیں ہے، اور یہی طے پایا تھا کہ قبرستان کے درختوں کی پرورش کرو اور کچھ سبزی وغیرہ بوکر اپنی گذر اوقات کرلیا کرو۔ نیز قبرستان کے درختوں کی لکڑی قبر میں میت کے اوپر رکھنا کیسا ہے؟ اور وہ لکڑی حجرہ یا مسجد کے باہر غسل خانہ وغیرہ میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کی حفاظت کرنے والے کا اس طرح سبزی وغیرہ سے منتفع ہونا درست ہے، قبرستان کے درختوں کی لکڑی حسب ضرورت قبروں میں استعمال کرنا درست ہے[1] مسجد یا مسجد کے حجرہ وغسل خانہ میں بلا قیمت لگانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۸/ ۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قواعد الفقهية، مطبوعه اشرفی دیوبند، واذا صح الوقف خرج عن ملک الواقف لم يجز بيعه ولا تمليكه هو باجماع الفقهاء، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] كمايستفاد: ويبدأ من غلته بعمارته (الى قوله) كذالک الى اٰخر المصالح فيقدم أولاً العمارة الضرورية ثم الاهم فالاهم من المصالح والشعائر بقدر ما يقوم به الحال. (در مختار مع الشامی كراچی ص: ۳۶۶ تا۳۶۸/۴، كتاب الوقف، مطلب يبدأ من غلة الوقف بعمارته، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۳ ج۵ كتاب الوقف، عالمگيری كوئٹه ص۳۶۸ ج۲ كتاب الوقف، الفصل الاول فيما يكون مصرفا للوقف،

قبرستان کی لکڑی کا مصرف

سوال: -قبرستان کی لکڑی فروخت کر کے مدرسہ یا مسجد میں عمارت کے کام میں لگانا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان کی لکڑی بیچ کر اس کا روپیہ قبرستان کی حفاظت چہار دیواری وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اگر وہاں صرف کرنے کی جگہ نہ ہو نہ آئندہ ضرورت کا گمان غالب ہو اور وہ روپیہ محفوظ ہونے کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو باہم مشورہ کر کے مدرسہ دینیہ یا مسجد کے مصرف میں صرف کرنا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۸ھ

قبرستان کی گھاس

سوال: - ہمارے یہاں قبرستان میں گھاس اگتی ہے، اس میں جانور گائے، بیل، بھینس، چرنے کیلئے چھوڑنا اور اس سے آمدنی حاصل کرنا اور مسجد پر صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گھاس خودرو ہو اس کو بغیر کاٹے ہوئے فروخت کرنا مثلاً اس طرح کی گائے وغیرہ کو وہاں

---

[1] کما یستفاد وان غرس للمسجد لا یجوز صرفها الا الی المصالح المسجد الا هم فا لا هم کسائر الاوقاف الخ. (البحرالرائق ص:۲۰۵، ج:۲، مطبوعه ماجدیه کوئٹه. کتاب الوقف، سئل نجم الدین عن اشجار فی مقبرة هل یجوز صرفها الی عمارة المسجد قال نعم ان لم یکن علی وجه آخر، المحیط البرهانی ص ۱۴۹ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الثالث والعشرون فی الاشجار، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۶ ج ۲ کتاب الوقف، المسائل التی تعود الی الاشجار.

چھوڑ دیا جائے کہ وہ خود ہی چرلیں اور اس کا معاوضہ لے لیا جائے، یہ معاملہ شرعاً درست نہیں[۱]، احتراماً قبور کے بھی خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا

سوال:- قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا کیسا ہے؟ اگر بنا لیا گیا تو مسرفین اور مبذرین میں داخل ہوگا یا نہیں؟ بنانے والا بدعتی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جانوروں سے حفاظت مقصود ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ بغیر احاطہ کے اس کی زمین دوسروں کے قبضہ میں چلی جاوے گی، تو اس کی چہار دیواری بنالینا درست بلکہ بہتر ہے[۲]، یہ اسراف اور تبذیر پر نہیں ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وفسد بیع المراعی ای الکلأ واجارتها اما بطلان بیعها فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلأ والنار وأما بطلان اجار تها فلا نها علی استهلاک عین وهذا اذا نبت بنفسه الخ. (درمختار علی الشامی زکریا ص:۲۵۷، ج:۷، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فی العقود، البحر الرائق کوئٹه ص۷۷ج۶ باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۸۳ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ارض لاهل قریة جعلوها مقبرة واقبروها فیها ثم ان واحداً من اهل القریة بنی فیها بناء لوضع اللبن وآلات القبر واجلس فیها من یحفظ المتاع بغیر رضا اهل القریة او رضا بعضهم بذلک قالوا ان کان فی المقبرة سعة بحیث لا یحتاج الی ذلک المکان فلا بأس به، عالمگیری کوئٹه ص۴۶۷ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، فتاوی قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۱۳ج۳ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات، المحیط البرهانی ص۱۴۳ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات.

[۳] الاسراف: صرف الشئ فیما ینبغی زائداً علی ما ینبغی بخلاف التبذیر فانه صرف الشئ فیما لا ینبغی. (کتاب التعریفات، ص: ۲۰، باب الالف)

قبرستان کی چہار دیواری سنیما کی آمدنی سے

سوال:- یہاں پر قدیم قبرستان ہے جس کی چہار دیواری نہیں کی گئی، اب اس کی صورت یہی ہے کہ کسی طرح اس کی چہار دیواری کرائی جائے، چندہ کی تحریک کی جا چکی ہے، مگر مسلمانوں کی بدحالی کی وجہ سے چندہ اکٹھا نہیں ہو رہا ہے، اور خرچ کا تخمینہ بہت زیادہ ہے، ایسی صورت میں اگر دو چار شو سنیما کے کرا کر اس کی آمدنی سے چہار دیواری کرادی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر کوئی دوسری صورت ہو تو اس سے بھی آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مقصد کے لئے سنیما کرانے اور اس سے رقم حاصل کرنے کی اجازت نہیں، معصیت ہے[1] اگر قبرستان کے چہار طرف دوکانیں تعمیر کر کے ان کو کرایہ پر اٹھا دیا جائے اور کرایہ سے قبرستان کے مصارف پورے کئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، جب کہ ان تعمیرات سے قبرستان میں تنگی واقع نہ ہو[2] تعمیر کے لئے رقوم قرض میں لی جائیں، ایسے آدمی آج کل بسہولت مل جائیں گے جو پیشگی رقم دیدیں، اور دوکان اس کو

---

[1] امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال ان كان على شرط رده على أصحابه ان عرفهم . لانه اذا كان الأخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية والسبيل فى المعاصى ردها. (عالمگیری، طبوعه بلوچستان، کوئٹه، ص: ۳۴۹، ج:۵، کتاب الکراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب، بذل المجهود ص۳۷ج ۱ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، المحيط البرهانى ص۶۳ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى الكسب، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

[2] ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استئجار بيوتها ويكون غلة ذلك فوق غلة الزرع والنخل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا ويؤاجرها، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۳۰۰ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل دار مسجداً، عالمگیری کوئٹه ص۴۱۴ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم، المحيط البرهانى ص۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع فى تصرف القيم، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

دیدی جائے اور پیشگی دی ہوئی رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے، ایک کمیٹی بنالی جائے اور سب کام باہمی مشورہ واتفاق سے کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/ ۹۱ھ

جو قبریں راستہ میں ہوں ان کو وہاں سے ہٹانا

سوال:- یہاں کارپوریشن کے ذمہ دار حضرات کا کہنا ہے کہ راستے میں جتنے مزارات آتے ہیں اس کو ہم کرین سے اُٹھا کر دوسری جگہ دفن کردیں گے، پورے احترام کے ساتھ تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ بعض علماء مزارات توڑنا یا ہٹانا اپنے نزدیک مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں، جب کہ پونا کارپوریشن کے ذمہ داروں کا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی باعزت سمجھوتہ ہوجائے تو بہتر ہے۔ لھٰذا آپ سے گذارش ہے کہ فوراً جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ قبریں اگر وقف زمین میں ہیں تو اس زمین کو منشاءِ واقف کے خلاف دوسرے کام میں استعمال کرنا درست نہیں، لِاَنَّ شرط الواقف کنص الشارع[1] الخ اگر مملوک زمین میں ہیں اور اتنی پرانی ہیں کہ اب صرف قبور کے نشانات موجود ہیں لیکن میت مٹی بن چکی ہے، تو اب قبور کا حکم بدل چکا ہے، مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین کو کاشت، تعمیر وغیرہ جس کام میں چاہے استعمال کرے چاہے فروخت کردے، لیکن اگر وہاں کسی بزرگ کا مزار ہے، جس کی وجہ سے اس جگہ کاشت یا راستہ بنانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کا لحاظ ضروری ہے، وہاں سے اٹھا

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی. ص: ۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

کر دوسری جگہ دفن کرنا مفاسد سے خالی نہیں، اس لئے اس کی اجازت نہیں۔ جَازَ زَرْعُهٗ (ای القبر) والبناء علیه اذا بلٰی وصار ترابًا اھ (درمختار[1] ص: ۶۰۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

قبرستان کی مینڈھ باندھنے کے لئے وہاں کی مٹی لینا

سوال:- قبرستان کی مینڈھ باندھنا چاہتے ہیں مگر مینڈھ میں بعض جگہ مٹی قبر پر سے اُٹھانی پڑتی ہے۔ اگر مینڈھ چاروں طرف کی نہ باندھی گئی تو مویشی پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے قبرستان کی بے حُرمتی ہوتی ہے، اس حال میں مینڈھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرور مینڈھ باندھ کر حفاظت کر دیں[2] لیکن مٹی قبروں کے آس پاس سے یا کسی دوسری جگہ سے لے لیں، قبروں کی مٹی نہ اُتاریں۔ ایسا نہ ہو کہ قبریں کھل جائیں، ہاں اگر قبروں پر مقدارِ شرع سے زائد مٹی ہو تو اس کو اتار سکتے ہیں[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۸ھ

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی. ص۲۳۸، ج۲، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷/۱، الفصل السادس فی القبر والدفن، تبیین الحقائق ص۲۴۶/۱، باب الجنائز، قبیل فصل فی تعزیة اول المیت، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا بأس به، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۰۴، کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها.

[3] ویسنم القبر ندبا ویجعله مرتفعا عن الارض قدر شبر او اکثر بقلیل، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۰۴ کتاب الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مخصوص قبرستان میں بلا اجازت دفن کرنا

سوال:- ایک زمین قبرستان کے نام سے ایک خاندان کے لئے نامزد ہے زمین مذکورہ میں خاندان موصوفہ کی میتیں مدفون ہوں عوام الناس کو عام طریقہ پر اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کرتے ہیں اگر کوئی شخص غیر متعلق اپنا مردہ بلا اجازت اشخاص خاندان موصوفہ قبرستان مذکورہ میں دفن کردے تو یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اگر اجازت حاصل کرنی چاہئے تو جملہ خاندان کے اشخاص کی ضرورت ہے، یا صرف ایک دو شخص کی کافی ہے اگر صرف دو چار شخص اجازت دیدیں اور دیگر انکار کردیں تو اس اجازت پر عوض جائز ہے یا ناجائز ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین شرعی طریق پر وقف ہے تو واقف کی شرائط کے موافق عمل کرنا چاہئے۔ اگر واقف کی طرف سے اجازت ہے تو دفن کرنا درست ہے اگر غیر متعلق اشخاص کے دفن کرنے کی ممانعت ہے تو دفن کرنا ناجائز ہے: **شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان يجعل ماله حيث شاء مالم يكن معصية وله ان يخص صنفًا من الفقراء ولو كان الوضع فی كلهم قربة اهـ** (رد المحتار[1] ج: ۲، ص: ۵۸۵)

اگر وقف نامہ موجود نہیں نہ شرائط واقف کا علم ہے اور عمل پہلے سے یہ ہے کہ غیر متعلق اشخاص

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مجمع الأنهر ص۲۷۵ ج ۱ باب صلاة الجنائز، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، قبيل فصل فی تعزية اهل الميت، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک بالشت کی مقدار قبر کو بلند کرنا مستحب لہذا اگر قبر اس سے زیادہ بلند ہو تو اس زائد مٹی کو اتارنا صحیح ہے۔

(صفحه هذا) [1] شامی کراچی ص: ۲۴۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کواس میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے، تو اس میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے دفن کرنا چاہئے بلا اجازت مالک کی دفن کرنا ناجائز ہے[1] جو جو اس کے مالک ہیں مشترک اور مقسوم ہونے کی وجہ سے سب کی اجازت ضروری ہے اگر تمام نے کسی ایک دوکواس میں تصرفات اور اجازت وممانعت دفن کیلئے اپنا وکیل بنادیا ہے تو اس ایک دو کی اجازت کافی ہے، بلا اجازت دفن کی صورت میں مالک کو اختیار ہوگا کہ میت کو قبر سے باہر نکال دے یا قبر کو برابر کردے: **اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا (کذا فی التجنیس فتاوی عالمگیری[2] ص: ۱۶۴، ج: ۱)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۶/۸/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۴/۸/ ۵۴ھ

قبر کہنہ کا حکم

سوال[3]: -نمبر ۵ کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر قبریں اس قدر پرانی ہوں کہ میت بالکل گل چکی ہوگی، تو اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا سب کچھ درست ہے: ''ولو

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۰۷، ۵۰۸ فصل فی حملھا ودفنھا، تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ قبیل فصل فی تعزیۃ اھل المیت، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

[3] اصل نسخہ میں سوال ۵ اس سے پہلے نہیں آیا ہے شاید اس سے مراد وہ سوال ہو جس کا عنوان ''قبرستان میں کھیتی کرنا'' ہے۔

بلی المیت و صار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ"(بحر[1]ص:۱۹۵، ج:۲) آپ کا ارشاد ختم ہوا، مگر یہاں یہ واقع ہے کہ ہل چلانے میں ہڈیاں نکلتی ہیں تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے قبر میں اگر ہڈی سر وغیرہ کی نکلے تو کیا حکم ہے کیا دوسری میت دفن کردے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- ایسی حالت میں اس زمین میں ہل چلانا اور کاشت کرنا جائز نہیں[2] البتہ اگر مملوکہ زمین میں بلا مالک کی اجازت کے کوئی میت کو دفن کردے، تو مالک کو یہ اختیار رہتا ہے، کہ اپنی زمین سے میت کو قبر کھود کر نکال دے، یا اس کو زمین سے ہموار کردے اور کھیتی وغیرہ جو دل چاہے کرے اور چاہے اس قبر کو باقی رہنے دے: **ولا یخرج منہ بعدا ھالۃ التراب الالحق اٰدمی کأن تکون الارض مغصوبۃ اوأخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض ای لیرزع فوقہ مثلاً لان حقہ فی باطنھا وظاھرھا فان شاء ترک حقہ فی باطنھا وان شاء استوفٰی.** (فتح درمختار[3] وشامی، ص:۹۳۸، ج:۱) اگر پہلے سے علم ہے کہ اس جگہ قبر کھودنے سے ہڈیاں نکلیں گی تو وہاں نہ کھدوائے اگر پہلے سے علم نہ ہو اور قبر کھودتے وقت ایک دو ہڈی نکل آوے تو اسکو وہیں ایک طرف کو رکھ دیا جائے اور مٹی اس کے درمیان اور میت کے درمیان حائل کردی جائے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص۱۹۵ ج۲ قبیل باب الشھید.

[2] ولا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق لہ عظم فتح القدیر ص ۱۴۱ ج۲ باب الجنائز، فصل فی الدفن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، تاتارخانیہ کراچی ص۱۷۲ ج۲ نوع آخر فی القبر الدفن، شامی کراچی ص۲۳۳ ج۲ باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت.

[3] الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۴۵ ج۳ باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، فتح القدیر ص ۱۴۱ ج۲ قبیل باب الشھید، مطبوعہ دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۹۵ ج۲ قبیل باب الشھید. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

کنواں کھودتے ہوئے کھوپڑی نکل آئی

سوال:- ہم لوگ کنواں کھود رہے تھے کہ اس میں ایک کھوپڑی مردہ کی نکلی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قبرستان تھا، بعض کہتے ہیں کہ کبھی بھی قبرستان نہیں تھا، اس زمین پر دس سال قبل کھیتی ہوا کرتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ جگہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو یہاں کنواں کھودنا، کھیتی کرنا، باغ لگانا سب کچھ درست ہے اتنی مدتِ طویلہ گذرنے کے بعد جب میت قبر میں مٹی بن جائے تو قبر کا حکم باقی نہیں رہتا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۳ھ

بڑوں کی قبریں اور چھوٹوں کی قبریں الگ الگ

سوال:- ایک قبرستان ۶۰/۶۵ رسال سے عمل میں آرہا ہے، عرصہ ۴/۵ رسال سے ایک کمیٹی بنائی گئی اور سب کے مشورہ سے ایک شخص شمشوں خاں کو اس کا سیکریٹری مقرر کیا گیا، کمیٹی اور سیکریٹری صاحب کی رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ سیانی کی قبر ایک لائن میں کھودی جائے اور بچکانی کی قبر ایک لائن میں، یہ فیصلہ ٹھیک سے چلتا رہا، ۸/فروری ۷۴ء کو ایک لڑکی جس کی عمر ۷/سال کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] ولا یحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق له عظم الا ان لا یوجد فتضم عظام الاول ویجعل بینهما حاجزاً، شامی کراچی ص۲۳۳ ج۲ باب صلاة الجنازة، مطلب فی دفن المیت، فتح القدیر ص ۱۴۱ ج۲ قبیل باب الشهید، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحه هذا) [1] جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی. (درمختار مع الشامی کراچی ۲/۲۳۸، باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان آخر، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج۱ کتاب الجنائز، قبیل فصل تعزیة اهل المیت، مطبوعه امدادیه ملتان،

تھی فوت ہوگئی، قبر کھدوانے کے لئے ناپ لیا گیا، اس وقت کمیٹی کے ایک ممبر موجود تھے، انہوں نے فرمایا کہ ناپ سے معلوم ہوتا ہے کہ قد میں بڑی ہے، اس لئے سیانی لائن میں قبر کھودی جائے، چنانچہ قبر کھودی گئی، صفائی ہو رہی تھی، کہ سیکریٹری صاحب نے پہنچ کر قبر کی صفائی سے روک دیا اور کہا کہ کسی حالت میں اس میں دفن نہیں ہونے دیں گے، بچکانی لائن میں دوسری قبر کھودی جائے، اب میرے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا، گھر والوں کو خبر دیا وہ سیکریٹری صاحب کے پاس گئے اور عاجزی وانکساری سے کہا کہ جمعہ کا وقت ہوگیا، غسل کرا کر جنازہ کو مسجد لے جانا ہے، جو کچھ ہوا خواہ سہواً ہوا، ہم لوگ بہت پریشان ہیں، اب تو دفن ہونے دیجئے، اس پر سیکریٹری صاحب نے سخت الفاظ میں جواب دیا کہ میرا آرڈر رہے، قبر بند ہوکر رہے گی، بہر حال بعد نمازِ جمعہ جنازہ کی نماز ہوئی اور اسے قبرستان پہنچایا گیا، تو ایک شخص سیکریٹری صاحب کا حامی قبر میں جا کھڑا ہوا، اور کہا دفن نہیں ہونے دیں گے، تمام عوام اس پر ناراض ہوکر بضد ہوگئی کہ اس قبر میں دفن ہوکر رہے گا، اور اس شخص کو بدسلوکی کے ساتھ قبر سے نکالا، اس وقت سیکریٹری صاحب بھی جذبات میں آگئے اور دفن سے روکا تو چند سنجیدہ اشخاص نے سیکریٹری صاحب کو پکڑ کر قبرستان سے باہر کردیا، اب سیکریٹری صاحب سے بہت اندیشہ رہتا ہے، کہ کسی وقت کشت وخون نہ ہو، ان کا ہر وقت سوال رہتا ہے کہ میرا آرڈر رہے گا، میرا استعفیٰ قبول کیا جائے، ایسی صورت میں علمائے دین کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پابندی کہ سیانی قبریں الگ لائن میں ہوں اور بچکانی قبریں الگ لائن میں ہوں کوئی شرعی حکم نہیں، اس پر اتنا زور دینا ہی غلط ہے، اگر قبروں کی خوشنمائی کے لئے یہ لائن بندی کی تجویز کی گئی ہے، تب بھی جس کا قد طویل ہو اس کی قبر سیانی قبروں کے مناسب ہے گو عمر کم ہو، اس سب کے باوجود جب سیکریٹری صاحب سے معذرت کی گئی اور عاجزی کے ساتھ کہا گیا کہ جمعہ کا وقت ہوگیا اور یہ سہواً کیا ہے، اس وقت سب پریشان ہیں قبر تیار ہوگئی دفن ہونے دیجئے بات کو نہیں بڑھایئے،

آئندہ احتیاط کی جائے گی الخ تو سیکریٹری صاحب کو بھی بلند اخلاق سے پیش آنے اور درگذر کرنے کی ضرورت تھی موجودہ صورت میں ان کی ضد ہرگز مناسب نہیں، ان کو چاہئے کہ وہ بات ختم کردیں اور استعفیٰ نہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/ ۹۴ھ

ایرانی مردہ کو مسلم قبرستان میں دفن کرنا

سوال:- یہاں پر کچھ ایرانی لوگ رہتے ہیں، اور وہ ہمارے ساتھ عیدین کی نماز میں شرکت کرتے ہیں اور قربانی وغیرہ بھی کرتے ہیں، ایک صاحب ایرانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیعہ ہیں، شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے، آپ مطلع فرمائیں کہ ان کے مردوں کو ہمارے قبرستان میں دفنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ ایرانی لوگ آپ کے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، تو ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دینا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۸ھ

---

[1] قال رسول ﷺ من صلى صلوٰتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسوله. (مشكوٰة شريف، ص:۱۲، كتاب الايمان، الفصل الاول، بخارى شريف ص۵۶ ج۱ كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مجمع الأنهر ص۵۰۴ ج۲ باب المرتد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۶ ج۲ كتاب الصلاة، مطلب فيما يصير الكافر به مسلما.

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے۔

قبرستان میں قربانی

سوال:- رام نگر نینی تال کے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں قربانی کرنا جائز نہیں ہے اس کے باوجود مسلمانوں نے کوئی توجہ نہیں دی بورڈ دوسری جگہ دینے کو تیار ہے لیکن پھر بھی اکثر مسلمانوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اگر قربانی دوسری جگہ ہوگی تو فساد ہونے کا اندیشہ ہے، تو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے؟ اور مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے ہے، وہاں قربانی نہ کی جائے[1] جب کہ بورڈ قربانی کے لئے جگہ دینے کو تیار ہے تو جگہ حاصل کر کے اس کو محفوظ کر دیا جائے، اور اس میں ہی قربانی کی جائے بورڈ کی تجویز قانونی تجویز ہوگی، اس میں فساد کا اندیشہ کیوں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/ ۹۵ھ

قبرستان میں بیڑی پینا، قبرستان میں آگ جلا کر کھانا پکانا

سوال:- (۱) قبرستان میں بیڑی پینا کیسا ہے؟

(۲) قبرستان میں آگ جلا کر کھانا پکانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- وہ عبرت کی جگہ ہے[2] بیڑی وغیرہ سے احتراز چاہئے۔

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (در مختار مع الشامی کراچی ص:۴۳۳، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

قبر کے قریب پیشاب کرنا

سوال:- اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر سے گز دو گز کے فاصلے پر پیشاب واستنجاء کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عین قبر پر پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے، بزرگان دین کی قبر کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، قبر سے فاصلے پر ضرورت پوری کرنے کی گنجائش ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۷ھ

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا

سوال:- قبرستان میں جوتہ پہن کر جانا کیسا ہے، اگر قبریں بہت کثیر تعداد میں ہوں تو ادھر سے گذر سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبروں پر راستہ بنانا منع ہے، خواہ جوتا پہن کر ہو یا برہنہ پا ہو[2] اور قبروں سے بچ کر جوتا پہنے ہوئے

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] زوروا القبور فانها تذكر الموت الحديث(مشكوٰة شريف ص:۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۳۱۴ج۱ قبيل كتاب الزكاة، مطبوعه رشيديه دهلى، مسند احمد ص ۲۴۱ ج۲ مسند ابى هريرةؓ، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ:- قبروں کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ موت کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔

(**صفحہ ہذا**) [1] وكره تحريماً قضاء الحاجة اى البول والتغوط عليها بل و قريباً منها (مراقى مع الطحطاوى ص:۵۱۵، فصل فى زيارة القبور، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۶ ج۱ الفصل السادس فى القبر والدفن، تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

بھی چلنا درست ہے: والمشی فی المقابر بنعلین لا یکرہ عندنا (کذا فی السراج الوھّاج فتاوی عالمگیری[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان میں برہنہ پا ہونا

سوال:- بعض ممالک کا رواج ہے کہ قبرستان پر سے گذرتے ہوئے برہنہ پا ہوجانا چاہئے، چونکہ پاپوش کے ساتھ گذرنے کے اندر مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، مع حوالہ وصفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کے اوپر چلنا بے حرمتی ہے خواہ جوتہ پہن کر ہو یا برہنہ پا اور تمام قبرستان میں جوتہ پہن کر چلنا بے حرمتی نہیں ہے کرہ وطئھا بالاقدام اھ مراقی[2] ص: ۳۶۴.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/محرم ۵۹ھ صحیح: عبداللطیف ۹/محرم ۵۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبیل فصل فی تعزیة اھل المیت، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] وکرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۱۵ فصل فی زیارة القبور، حلبی کبیر ص۵۹۹ کتاب الجنائز، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، مجمع الانھر ص۲۷۶ ج۱ قبیل باب الشھید، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ھذا) [1] عالم گیری بلوچستان کوئٹہ ص: ۱۶۷، ج: ۱، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۱۲ فصل فی زیارة القبور.

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی مطبوعہ مصر ص۵۱۵، احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، المحیط البرھانی ص۹۴ ج۳ کتاب الجنائز، نوع آخر من ھذا الفصل فی القبر والدفن، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، حلبی کبیر ص۵۹۹ کتاب الجنائز، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

قبرستان میں کبڈی وغیرہ کھیلنا

سوال:- عام قبرستان جس کی کچی قبریں برابر ہوگئی ہوں ان میں کبڈی، گیند، کرکٹ وغیرہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہو اس میں یہ سب کام منع ہیں چاہے قبریں ظاہر ہوں یا برابر ہوگئی ہوں: **لانَّ شرط الواقف کنص الشارع.**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳، ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

لقطہ کے مسائل

لقطہ کی تفصیل

سوال:۔ضلع پنچ محال کا اجتماع گودھرا میں ۴/اپریل ۸۹ء کو مرکزی مسجد میں ہوا تھا، مسجد ابرار کی پہلی صف میں سے ۳/اپریل کو بوقت شب ایک بھروچ ضلع بھاری گاؤں کی جماعت میں سے بھائی یوسف کو ایک قیمتی رقم سونے کی ملی، اجتماع دو روز رہا، اجتماع میں دونوں روز برابر اعلان ہوتا رہا، یوسف صاحب نے امیر جماعت یعقوب جی بھائی کو وہ رقم دیدی، انہوں نے مولانا ابراہیم صاحب سے تذکرہ کیا، راندیر کے مفتی اور مولانا عبدالرحیم لاجپوری کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے شہر کی مسجد میں تحریری اعلان کرایا، اور زبانی اعلان ہر مسجد میں ہوا، ۳/۴/مئی کو گودھرا میں اجتماع رہا، تین آدمیوں کی جماعت گودھرا آئی اور لقطہ کا مطالبہ کیا، مشورہ میں طے ہوا کہ فتویٰ حسب ذیل باتوں کا پوچھا جائے۔

(۱) ایک سال دو ماہ کا عرصہ ہوگیا، تو لقطہ بھاری والے جماعتی کو دیدیا جائے، کیونکہ ان کا تقاضا بہت ہے۔

(۲) یہ رقم لقطہ گودھرا سے ملی ہے اور جس کو ملی ہے وہ سو میل کے فاصلے پر رہتا ہے، یہ لقطہ گودھرا کے فقراء پر صرف کیا جائے، یا جس کو ملی ہے، اس جگہ یعنی بھاری ضلع بھروچ پر صرف کیا جائے۔

(۳) اس مسئلہ کی صفائی کے وقت یعنی لقطہ دیتے وقت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب کا وجود ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے جس میں یہ امانت دی تھی۔

(۴) نظام الدین میں جماعتوں کی آمد ورفت بہت ہے اور وہاں خرچہ بہت ہے، وہاں

صرف کرنا کیسا ہے؟

(۵) بھاری والے صاحب کی تمنا یہ ہے کہ اس رقم سے بھاری کی مسجد کی صفیں لائی جائیں تو شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

(۶) شریعت کے مطابق وہ لقطہ خرچ کر دیا گیا، اور بعد میں صحیح مالک آ گیا تو اس مالک کو دینے کی ذمہ داری کس کی رہے گی؟

(۷) شرعی حکم کے مطابق بھاری والے کو دینا ہوا تو اس کے پاس تحریری اقرار نامہ لکھوانا ضروری ہے؟

(۸) مذکورہ مسئلہ میں اور بھی وضاحت ہو تو ضرور کر لیں، کیونکہ میں غریب بہت ہی پریشان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کو لقطہ ملا تھا اس کو دیدیا جائے۔[۱]

(۲) اس کی کوئی پابندی نہیں جس کو زیادہ حاجت مند پائے اس پر صدقہ کر دے۔[۲]

(۳) مولانا ابراہیم صاحب کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کی اجازت بھی کافی ہے۔

(۴) بظاہر جماعت کے ہی کسی آدمی کی رقم ہے، پس جماعت کے ہی ضرورت مند پر صدقہ کر دینا اقرب ہے، مرکز نظام الدین بھیج دینے پر بھی اغلب ہے کہ اصل مالک کا پتہ چل جائے،[۳] کیونکہ وہاں پر ہر طرف سے جماعتیں آتی رہتی ہیں، اس صورت میں وہ اصل مالک کے

---

[۱] أن الملتقط احق بامساكها من غيره الخ بحر كوئٹه ص ۱۵۰ ج۵ كتاب اللقطة، عالمگيری ص ۲۹۱ ج۲ كتاب اللقطة، مطبوعه كوئٹه.

[۲] والاتصدق بها ايصالاً للحق الیٰ المستحق الخ هدايه ،ص ۶۱۵/ج۲/ مطبع ياسرنديم كمپنی ديوبند ، كتاب اللقطة، بحر ص۱۵۳ ج۵ كتاب اللقطة، مطبوعه كوئٹه النهر الفائق ص۲۷۸ ج۳ كتاب اللقطة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] وينبغی ان يعرفها فی الموضع الذی اصابها وفی الجامع فان ذٰلک اقرب الیٰ الوصول الیٰ صاحبها الخ، هدايه ص۶۱۵/ج۲/كتاب اللقطة، بحر كوئته ص۱۵۲ ج۵ كتاب اللقطة، عالمگيری ص ۲۸۹ ج۲ كتاب اللقطة مطبوعه كوئٹه.

پاس پہنچ جائے تو زیادہ اچھا ہے، پھر صدقہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۵) اس کی اجازت نہیں۔[۱]

(۶) جس نے وہ لقطہ اٹھایا تھا، اس کی ذمہ داری رہے گی۔[۲]

(۷) امین اپنی برأت ذمہ کے لئے اگر تحریری اقرار نامہ لیلے کہ میں نے یہ رقم لقطہ فلاں شخص کو جس نے کہ وہ اٹھائی تھی اور میرے پاس امانتاً رکھی ہوئی تھی، اس کو دیدی تو زیادہ وثوق ہوجائے گا، اور بطور سند یہ تحریر اپنے پاس رہے گی، تاکہ بوقت ضرورت کام آئے،[۳] اگر کوئی گواہوں کے سامنے واپس ہوجائے خاص کر جن کے سامنے دی گئی تھی تو یہ بھی کافی ہے۔

(۸) جو توضیح مطلوب ہو اس کو لکھئے توضیح وتشریح کردی جائیگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۰ھ

لقطہ کا صدقہ اور بیع

سوال:۔(۱) زید کو ایک عرصہ سے چاندی، سونے کی چیز کھیت میں ملی کھیت راستہ کے قریب ہے، تو بلا تلاش مالک خیرات کردیا، اس لئے کہ وہ چیز بہت عرصہ پہلے کی معلوم ہورہی تھی،

---

[۱] لایصرف الیٰ بناء نحو مسجدالخ، الدرالمختار علی الشامی ،ص ۲۹۱/ج۳/ مطبع زکریا،مطبوعہ کراچی ،ص ۳۴۴/ج۲/کتاب الزکوٰۃ،باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ج۱ کتاب الزکاۃ، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، باب المصرف، مطبوعہ مصری.

[۲] فان جاء صاحبها فهوبالخیار ان شاء امضی الصدقة وله ثوابها وان شاء ضمن الملتقط. هدایه، ص ۶۱۵/ج۲/ مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،کتاب اللقطة، بحر ص۱۵۴ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعہ کوئٹہ، النهر الفائق ص۲۸۰ ج۳، کتاب اللقطة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] کمایستفاد ویأخذ منه کفیلاً اذاکان یدفعه الیه استیثاقا.هدایه ،ص ۵۱۷/ج۲/ کتاب اللقطة، وله اخذ کفیل الا مع البینة علی الاصح الخ، السکب الانهر ص۵۳۰ج۲ کتاب اللقطة دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۰۶ج۳ کتاب اللقطة، مطبوعہ امدادیه ملتان.

تو اب زید پر کوئی تلاش وغیرہ ضروری تو نہیں ہے؟

(۲) زید نے ایک شخص سے ملی ہوئی چیز خریدی اور اب تک استعمال نہیں کرتا ہے تو اس کا استعمال مناسب ہے یا نامناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تلاش کرنا پہلے لازم تھا[۱] اب جبکہ صدقہ کر چکا ہے، تلاش لازم نہیں، تاہم اگر مالک مل جائے اور وہ مطالبہ کرے تو ضمان لازم ہوگا۔[۲]

(۲) جس شخص کو کوئی چیز پڑی ہوئی ملی اور اس نے اٹھائی تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ مالک کو تلاش کرے جب پوری جستجو کے بعد مالک نہ ملے تو پھر صدقہ کر دے، اگر وہ خود غریب ومحتاج ہو تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے،[۳] اور اس سے دوسرا آدمی بھی خرید سکتا ہے، اس پر مواخذہ اخروی نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۵ھ

جواب درست ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۵ھ

---

[۱] وعرف ای اعلم بها وظاهره ان التعريف شرط الخ، النهر الفائق ص۲۷۸ ج۳ كتاب اللقطة، دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى زكريا ص۴۳۵ج۶ كتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص۵۲۵ ج۲، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ان جاء مالكها بعدتصدق الملتقط خير بين امضاء الصدقة والثواب له وبين تضمين الملتقط الخ، البحرالرائق ،ص ۱۵۴/ج۵، مطبوعه كوئٹه ،كتاب اللقطة، ملتقى الابحر ص۵۲۶ج۲ كتاب اللقطة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۶۱۵ ج۲ كتاب اللقطة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] وعرف الىٰ ان علم ان صاحبها لايطلبها فينتفع الرافع بها لوفقيراً والاتصدق بها علىٰ فقير، الدرالمختار على الشامى زكريا ،ص ۴۳۷/ج۶/ مطبوعه كراچى ،ص ۲۷۸/ج۴/ كتاب اللقطة، ملتقى الابحر ص۵۲۹ج۲ كتاب اللقطة، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص۲۹۱ج۲ كتاب اللقطة، مطبوعه كوئٹه.

لقطہ میں تصرف

سوال:۔ایک شخص نے اپنی اہلیہ کے ساتھ پاکستان کا سفر کیا، باؤڈر پر واپسی میں ایک تھیلا ملا جس میں کپڑا وغیرہ تھا، باؤڈر سے نکل کر شوہر کو معلوم ہوا، ابھی تک دوسرا باؤڈر پار نہیں ہوا تھا، اس کی تحقیق کی مگر مالک کا پتہ نہ چلا، باڈر پر کسٹم وغیرہ بھی اس پر لگا، پھر گھر آ کر اہلیہ نے کچھ کپڑے اس میں سے سلوائے، شوہر نے مسئلہ معلوم کیا تو کیا ایسی صورت میں اس لقطہ کو صدقہ کیا جائے، جبکہ سلائی وکسٹم وغیرہ خرچ ہوا یا کپڑے کی اصل قیمت صدقہ کر دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مالک کا پتہ نہ چلے اور پوری کوشش کے باوجود ناکامی ہی رہے تو وہ کپڑا بحیثیت لقطہ صدقہ کر دیا جائے، اور اس پر جو کچھ سلائی اور کسٹم میں خرچ ہوا ہے، اس کو اس میں سے وضع نہ کیا جائے، یہ خرچہ مالک کو تلاش کرنے یا کپڑے کی حفاظت کرنے میں نہیں ہوا، بلکہ اپنے مقصد کے لئے ہوا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

دھوکہ میں کسی کا سامان اٹھالینا

سوال:۔تین آدمی ایک ساتھ موٹر میں اپنے گاؤں آئے، جب بستی آئی تو موٹر میں صرف یہ تین آدمی اور تین ہی تھیلے تھے، بکر اپنا سامان اتارنے اوپر چڑھ گیا، اور زید نے یوں سمجھ

---

[1] وعرف الیٰ ان علم ان صاحبها لایطلبها فینتفع الرافع بها لوفقیراً والا تصدق بها علیٰ فقیر الی قوله وهو فی الانفاق علیٰ اللقیط واللقطة متبرع، الدر المختار علیٰ الشامی زکریا، ص۴۳۷-۴۴۰/ج۶/ مطبوعه کراچی، ص۲۷۸-۲۸۱/ج۴/ کتاب اللقطة، عالمگیری ص۲۹۱ ج۲ کتاب اللقطة مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص۵۲۹ ج۲، دار الکتب العلمیة بیروت.

کر کہ ہم تین ہی آدمی ہیں اور تین تھیلے ہیں، لہٰذا اس نے یہ تھیلہ اٹھالیا اور ایک تھیلہ عمر نے- زید چونکہ اپنا اور بکر کا تھیلا لیکر نیچے کھڑا تھا، بکر جب اپنے سامان سے فارغ ہوا تو زید نے یوں کہہ کر اسے تھیلا دیدیا کہ یہ تھیلا- بکر نے یوں سمجھا کہ کہیں ان پر وزن ہوگا، لاکر انہی کے گھر ان کا تھیلہ پہنچا، اور دونوں تھیلا لینے گھر پہنچے، اب زید کو پریشانی ہوئی، کہ یہ تھیلا کس کا ہے، کیا بکر یہ تمہارا نہیں، میں تو یہ تمہارا سمجھ کر یہاں تک لایا تھا، اس نے کہا کہ میں نے تمہارا سمجھ کر اُتارا تھا، لہٰذا اس معاملہ میں رہنمائی فرمائیں، اس تھیلے میں اور چیزوں کے ساتھ ایک کلو امرود بھی ہیں، ان کو کیسے محفوظ رکھیں جبکہ بچوں نے اس میں سے چند کھا بھی لئے، آیا اس سے کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید نے جب دوسرے کا تھیلہ مغالطہ میں اٹھایا تو وہ ان کا ضامن بن گیا۔

"**لانه اخذ مال غيره لغير اذنه وبغير اذن الشرع**"[1] لہٰذا اگر اس شخص کا پتہ چل جائے تو اس کو تھیلا اور جو کچھ اس میں سامان ہے واپس کرے اور جو خرچ کرلیا اس کی قیمت ادا کرے، یا اگر بازار میں موجود ہو تو خرید کر کے دے، اور اگر اتنے دن تک پتہ نہیں چلا کہ غالب گمان ہوگیا کہ اب مالک تلاش نہیں کرے گا، تو جو کچھ موجود ہے، اس کو صدقہ کردے، اور جو موجود نہیں بلکہ خرچ کرلیا، اس کی قیمت صدقہ کردے، لیکن اگر مالک نے آکر مطالبہ کیا تو دینا پڑے گا۔ "**كان يفتى صدر الشهيد يغلب علىٰ ظنه انه لايطالبها مالكها بعد ها الىٰ ان قال ثم اذا مضى وقت التعريف ولم يظهر صاحبه يتصدق به**" (شرح الیاس[2]، ص ۱۷۰/ج ۲/) اگر خود غریب ہے تو بطور صدقہ خود بھی رکھ سکتا ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

---

[1] البحرالرائق، ص ۱۵۱/ج۵/ مطبوعه كوئٹه كتاب اللقطة، زيلعى ص ۳۰۲ ج۳ مطبوعه امداديه ملتان، بدائع كراچى ص ۲۰۰ ج۶ كتاب اللقطة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرانے کپڑے سے سو روپیہ کا نوٹ ملا

سوال:۔ زید نے ایک عام گذرگاہ میں تین کپڑے پرانے پڑے ہوئے پائے، ان کپڑوں میں اسے ایک سو روپیہ کا نوٹ بھی ملا، زید نے راستہ سے گزرنے والے تمام لوگوں سے دریافت کیا، لیکن اس کے مالک کا پتہ نہیں چلا آج ہفتہ عشرہ سے زیادہ ہوگیا، فرمایئے اس رقم اور کپڑے کا کیا کیا جائے، مسجد میں لگا دیا جائے، یا کسی مدرسہ میں دے دیا جائے، یا فقیروں، حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دل یہ گواہی دے کہ اب مالک اپنے کھوئے ہوئے کپڑوں کو اور نوٹ کو تلاش نہیں کرے گا، تو کسی غریب کو دے دیں طالب علم ہو یا کوئی[1] اور مسجد میں خرچ کرنا یا مدرسہ کی تعمیر یا تنخواہ مدرس میں خرچ کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] شرح الیاس، ج۲/ص ۱۷۲/ کتاب اللقیط واللقطة والآبق، مطبوعه نول کشور، لکھنو، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۰-۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۹۱ ج۲ مطبوعه کوئٹه.

[3] ان کان الملتقط محتاجا فله ان یصرف اللقطة الیٰ نفسه بعد التعریف . عالمگیری، ص ۲۹۱/ ج۲/ مطبوعه کوئٹه کتاب اللقطة، در مختار مع الشامی زکریا ص ۳۱-۳۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، سکب الانهر ص۵۲۸ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وعرف الیٰ ان علم ان صاحبها لایطلبها فینتفع الرافع بها فقیراً والا تصدق بها علیٰ فقیر، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۳۸/ ج۶/ مطبوعه کراچی، ص ۲۷۸/ ج۴/ کتاب اللقطة، البحر الرائق ص۵۳-۱۵۲ ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۵-۳۰۲ ج۳ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لا یصرف الیٰ بناء نحومسجد الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۴۴ ج۲ کتاب الزکاة باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، باب المصرف، مطبوعه مصری.

لقطہ کا حکم

سوال:۔ زید نے سفر کے دوران ریل گاڑی میں سے ایک کیمرہ کافی قیمتی پایا، اس نے ریلوے حکام کو اس کی اطلاع دی کہ وہ مختلف جگہوں پر اس کی تشہیر کریں، اور جن صاحب کا کیمرہ ہو وہ مجھ سے لے لیں، ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا مگر اس کا کوئی دعویدار ظاہر نہ ہوا، اب اس کیمرہ کا کیا کیا جائے؟ اور کتنے عرصہ کے بعد اس کیمرہ پر حق مالکانہ ہو سکے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ لقطہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ خود استعمال نہ کرے حفاظت سے رکھے نقصان نہ ہونے دے مالک کو تلاش کرتا رہے، مناسب ہو تو اخبارات میں اعلان دے، پوری جدوجہد کے بعد جب تلاش کر کے تھک جائے، مثلاً سال بھر گذر جائے، اور مالک کا پتہ نہ لگے، اور دل یہ کہے کہ اب مالک بھی تلاش کر کے مایوس ہو گیا، تو اس کو کسی غریب کو بطور صدقہ دیدے اس نیت سے کہ اس کا وبال سر پر نہ رہے، اگر مالک مسلمان ہے تو اس صدقہ کا ثواب اس کو ملے، اس کے بعد اگر مالک آجائے، اور وہ صدقہ کرنے پر راضی نہ ہو بلکہ قیمت کا مطالبہ کرے تو قیمت کا دینا لازم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

لقطہ کا خود استعمال کرنا

سوال:۔ خدمت اقدس میں التماس یہ ہے کہ تعریف کر کے اصل مالکِ گھڑی کا تلاش

---

[1] ویعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلبها بعد ذٰلک ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیر بین ان یحفظها حسبة وبین ان یتصدق بها فان جاء صاحبها فامضیٰ الصدقة یکون له ثوابها وان لم یمضها ضمن الملتقط الخ، عالمگیری ،ص ۲۸۹/ج۲/ مطبوعه کویٹه .کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۰-۴۳۷ ج۶، کتاب اللقطة، البحر الرائق ص۵۳-۱۵۲ ج۵ مطبوعه کوئٹه.

کرنا بظاہر ناممکن ہے، کیونکہ عرصہ ۸/سال سے زائد ہو چکا ہے، اور گھڑی ریلوے لائن کے کنارہ پڑی ہوئی ملی تھی، جو کہ ایک عام راستہ ہے، نہ معلوم کس کی ہوگی، دوسرے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اب اس وقت اگر تعریف کر کے مالک کو تلاش کیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ پولیس وغیرہ کسی قسم کا شر وفساد کریں، اور چوری وغیرہ کا الزام لگاویں، لہٰذا اب شرعی حکم تحریر فرمایا جائے، اس گھڑی کی قیمت جو کہ فروخت ہو چکی ہے (اور خریدنے والے کے پاس بھی نہیں ہے) بلکہ پتہ یہ لگا ہے وہاں سے بھی غائب ہو چکی) کیا کیا جاوے اس کی قیمت کو خیرات کر کے اس کا ثواب اصل مالک کو بخش دیا جائے یا اگر پانے والا صاحب ضرورت ہو تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب غالب خیال یہ ہے کہ اصل مالک نے اب گھڑی تلاش کرنا ترک کر دیا تو اس کی قیمت کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، اگر خود فقیر ہو تو خود بھی قیمت رکھنا درست ہے، اصل مالک کو تلاش نہ کرنے کا گناہ ہوا اس کے لئے استغفار کیا جاوے، اور اصل مالک کو کچھ ثواب بھی پہنچا دیا جائے، اگرچہ وہ زندہ ہی ہو، ثواب زندہ کو بھی پہنچ جاتا ہے، اصل مالک جب بھی ملے اس کو اختیار ہوگا کہ وہ قیمت کا مطالبہ کرے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ربیع الثانی ۶۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ربیع الثانی ۶۳ھ

لقطہ سے تجارت کرنا

سوال: ۔کسی شخص نے راستہ میں ایک ہزار روپیہ پایا، اس وقت مالک کو دینے سے انکار

[1] ثم تصدق ای ان لم یجئی صاحبها فله ان یتصدق بها علیٰ الفقراء ایصالاً للحق الیٰ المستحق وهو واجب بقدر الامکان وذٰلک بایصال العوض وهو الثواب فان جاء ربها نفذه اوضمن الملتقط الخ، البحرالرائق ،ص ۲۵۴-۲۵۳/ج۵/ مطبوعه کوئٹه کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۹-۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۸۹ ج۲، کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه.

کردیا، اوراس روپیہ سے تجارت شروع کردی، جس سے بہت نفع ہوا، نیز اب مالک کا روپیہ واپس کرنے کا خیال ہے، تو اب مع نفع کے واپس کرنا ہوگا، یا صرف ایک ہزار ہی واپس کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو ایسا کرنا جائز نہیں یہ خیانت ہے اس روپیہ سے جتنا نفع کمایا ہے، اس کو غربا پر صدقہ کردے،[1] اوراصل روپیہ مالک کو واپس دیدے،[2] اوراپنی اس غلطی اور خیانت کی اس سے معافی بھی مانگے، توبہ واستغفار بھی کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ درالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

لقطۂ مسجد کا حکم

سوال:۔ ایک نابالغ لڑکی کو مسجد کے صحن میں ایک نائلون کی تھیلی میں لپٹے ہوئے مبلغ ۳۱/ روپیہ دستیاب ہوئے، اسی صحن میں ایک مولوی صاحب دینی تعلیم بچوں کو دے رہے تھے، اس لڑکی نے وہ تھیلی مولوی صاحب کے حوالہ کردی، مولوی صاحب نے مؤذن کو دیدی کہ ہر نماز کے بعد اعلان کریں، تقریباً چار پانچ ماہ سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے، ابھی تک اس تھیلی کا کوئی مالک نہیں آیا، لہٰذا اس رقم کو از روئے شریعت کیا کیا جائے، اگر خیرات کریں تو اس کا حقدار کون ہوگا؟

---

[1] ومن غصب الفاً فاشترىٰ بها جارية ًفباعها بالفين ثم اشترىٰ بالالفين جاريةً فباعها بثلثة الاف درهم فانه يتصدق بجميع الربح الخ هدايه ، ص۳۷۵/ج۳/ كتاب الغصب، بحر كوئٹه ص۱۱۳ ج۸ كتاب الغصب، مجمع الأنهر ص ۸۲ ج۴، كتاب الغصب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وعلىٰ الغاصب ردالعين المغصوبة مادام قائماً وقال عليه السلام لايحل لاحد ان يأخذ متاع اخيه لاعباً ولاجاداًفان اخذه فليرده عليه الخ، هدايه ص ۳۷۳/ج۳/ كتاب الغصب، بحر كوئٹه ص۱۰۹ ج۸، كتاب الغصب، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۴ كتاب الغصب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس قدر اعلان کردیا گیا ہے کہ اب مالک کے ملنے کی توقع نہیں رہی تو اس کو ایسے غریب کو دیدیں جو مستحق زکوٰۃ ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

بکری کا لقطہ

سوال:۔ ایک بکری کا بچہ لاوارث ملا ہے، اس کا کوئی مالک نہیں ملتا، اب اس کا کیا حکم ہے؟ اس کو کھانا یا کسی کو دینا درست ہے یا نہیں؟ کیا کوئی بکری پالنے والا یا مولوی صاحب جبراً اس سے لے سکتے ہیں؟ اس کا مسئلہ پوری طرح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بکری کا بچہ لقطہ ہے اس کا حکم یہ ہوگا کہ مالک کو تلاش کیا جائے، پوری تلاش کے بعد جب مالک کا پتہ نہ چلے تو کسی غریب کو بطور صدقہ دیدیا جائے، پھر وہ اس کو ذبح کرکے کل یا جزیا بغیر ذبح کئے ہی جس کو دیدے اس کو لینا اور کھانا درست ہے کسی کو اس غریب سے جبراً لینے کا حق نہیں، نہ بکری پرورش کرنے والے کو نہ مولوی صاحب کو اس سب کے بعد بھی اگر مالک مل جائے، اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت کا دینا لازم ہوگا، اور صدقہ کا ثواب اس دینے والے کو مل جائے گا، اس مسئلہ کی پوری تفصیل فتاویٰ عالمگیری کتاب اللقطہ[2] میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان لم یجئی صاحبها فله ان یتصدق بها علیٰ الفقراء الخ، البحر الرائق، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بھینس کا لقطہ

سوال:۔تقریباً عرصہ سوا سال ہوا ایک بھینس فرار شدہ آئی جسے زید نے اپنی نگرانی میں لے کر اسے اپنے یہاں روک دیا، اور یہ خیال کیا کہ اگر اس کا مالک آ جاوے گا تو ہم اس کو واپس کر دیں گے، اور آنے جانے والے لوگوں سے برابر اس کا تذکرہ کرتا رہا، مگر ابھی تک کوئی اس کا مالک نہیں آیا، اور نہ اس کو پتہ چل سکا، تو از روئے شرع اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لقطہ کے اعلان کا جو شرعی طریقہ ہے زید کو لازم ہے کہ اس کو اختیار کرے، ابھی اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ص ۱۵۳/ج۵/ مطبوعہ کوئٹہ،کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ج۶ کتاب اللقطة، عالمگیری ص ۲۸۹ ج ۱ کتاب اللقطة، مطبوعہ کوئٹہ.

[2] ویعرف الملتقط فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علیٰ ظنه أن صاحبها لایطلبها بعد ذٰلک ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیربین ان یحفظها حسبةً وبین ان یتصدق بها فان جاء صاحبها فامضی الصدقة یکون له ثوابها وان لم یمضها ضمن الملتقط الخ . عالمگیری،ص ۲۸۹/ج۲/ مطبوعہ کوئٹہ ، کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۹-۴۳۴ج۶ کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص۲۶-۵۲۵ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] ویعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لایطلب بعد ذٰلک هوالصحیح .عالمگیری ،ص ۲۸۹/ج۲/ مطبع کوئٹہ،کتاب اللقطة، ملتقی الابحر ص۵۲۵ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۷۸ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت.

چیل سے مرغی کا بچہ گرا اُس کو کیا کیا جائے؟

سوال:۔ بکر نے ایک مرغی کا بچہ چیل کے پنجہ سے چھڑا لیا یا چیل نے خود اس کے آنگن میں بچہ گرا دیا، بکر نے اس بچہ کی پرورش کی اور پال پوس کر اس کو بڑا بنایا، اس وقت اس کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تلاش کرنے کے بعد بھی اگر مالک کا پتہ نہ لگے تو کسی غریب کو دیدے، خود غریب ہو تو خود بھی رکھ سکتا ہے، مالک معلوم ہونے پر اس کو دیدے۔ کذا فی البحر الرائق۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال

سوال:۔ سیلاب میں بہت سی چیزیں مویشی وغیرہ بہہ کر آتی ہے، کیا اس کو استعمال کر سکتے ہیں، جبکہ پتہ نہ ہو کہ کس کی ہے اور کہاں کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں، لقطہ کی طرح مالک کو تلاش کر کے اس کے حوالہ کیا جائے،[2] ہاں اگر خود غریب مصرف صدقہ ہے، تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے،[3] لیکن اگر مالک

---

[1] وینتفع بها لوفقیراً والا تصدق علیٰ اجنبی ولابویه وزوجته وولده لوفقیراً الخ . البحرالرائق ،ص ۱۵۷/۵/ مطبع کوئٹه کتاب اللقطة، عالمگیری ص۱۹۲ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه، درمختار علی الشامی زکریا ص۳۸-۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة.

[2] والحطب فی الماء ان لم یکن له قیمة یاخذه وان له قیمة فهو لقطة، (بقیه اگلے صفحه پر)

آئے اور مطالبہ کرے تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا حکم ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خوف دشمن سے جو مال چھوڑ کر چلا جائے اس کا حکم

سوال:۔ وہ مال کہ کوئی شخص دشمن کے مقابلہ میں گیا بوجہ خوف دشمن مال چھوڑ کر چلا آیا اتفاقاً دشمن بہت دور ہے، اور وہاں پر کوئی نہیں فقط وہاں کے باشندے ہیں، مال مذکور کو وہاں کے باشندے تصرف کر سکتے ہیں، یا نہیں، لڑنے والے دونوں فرقے کافر ہیں، مال مذکور کا کیا حکم ہے، اس کو مال فئے کہیں گے، یا مال غنیمت یا مال زائد؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں کے باشندہ کو اس مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں، اور اس مال کو مال فئے اور غنیمت نہیں کہہ سکتے،[2] اگر اس کو مسلمان اٹھالیں گے، تو وہ ان کی ضمان میں آجائے گا، اور اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحرالرائق، ص۱۵۳/ج۵/ مطبع کوئٹہ، کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۴۴ ج۶ کتاب اللقطة.

[3] ان کان الملتقط محتاجاً فله ان یصرف اللقطة الیٰ نفسه بعد التعریف. عالمگیری کوئٹه ص۲۹۱/ج۲/ کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۶ کتاب اللقطة، النهر الفائق ص۲۸۳ ج۳ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وان لم یمضها ضمن الملتقط الخ عالمگیری، ص ۲۹۸/ج۲/ (مطبوعه کوئٹه کتاب اللقطة، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۹-۴۳۸ ج۶ کتاب اللقطة، النهر الفائق ص۲۸۰ ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الغنیمة مانیل من الکفار عنوةً والحرب قائمة والفئی مانیل منهم بعد .الدرالمختار علی الشامی، ص۲۲۳/ج۶/ مطبع زکریا، مطبوعه کراچی، ص۱۳۷/ج۴/ کتاب الجهاد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا اصل مالک کو پہنچانا ضروری ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی غیر مسلم کا قرض ہو جو لا پتہ ہو

سوال:۔ کسی غیر مسلم کا میرے ذمہ روپیہ واجب الاداء ہے اب اس کا پتہ نشان نہیں نہ اسکے خاندان کا پتہ ہے، میں روپیہ ادا کرکے بارقرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی غریب کو بہ نیت گلوخلاصی صدقہ کردیں۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص پاکستان چلا گیا اسکے سامان اور مکان کا حکم

سوال:۔ احمد کا کمرہ یہاں ہے یہ پاکستان گئے تھے، وہیں مقیم ہوگئے، ان کے کمرہ میں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الغنم وقسمته، عالمگیری ص۵-۲۰۴ ج۲ کتاب السیر الباب الرابع فی الغنائم الخ، مطبوعه کوئٹه، سکب الانهر ص ۴۲۱ ج۲ کتاب السیر والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وفی المحیط رفع شئی ضائع للحفظ علی الغیر لاللتملیک وهٰذایعم ماعلم مالکه الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۶/۴۳۳، مطبوعه کراچی ص۴/۲۷۶، کتاب اللقطة، البحرالرائق ص۱۴۹ ج۵ کتاب اللقطة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص۲۷۶ ج۳ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] علیه دیون ومظالم جهل اربابها وأیس من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا،ص ۴۴۳/ج۶/ مطبوعه کراچی،ص ۲۸۳/ج۴/ کتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص ۵۳۱ ج۲ وسکب الانهر ص ۵۳۱ ج۲ کتاب اللقطة، دار الکتب العلمیة بیروت.

کچھ سامان ہے، احمد صاحب کے پاس سامان کے لئے خط لکھا تو کوئی خاص جواب نہیں دیا، لیکن وہ حیات ہیں، اب ان کے سامان کے لئے کیا حکم ہے، زید جو احمد کے دوست ہیں، احمد کے کمرہ کا کرایہ دے رہے ہیں، اور انہوں نے اپنے ایک عزیز کو اس کمرہ میں رکھ بھی دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان وہاں موجود ہے اس کو محفوظ رکھا جائے، اور مالک سے دریافت کرلیا جائے، وہ اگر ہبہ، بیع، صدقہ کرنے کو لکھے تو اس پر عمل کیا جائے، اگر مالک کہے تو کمرہ مالک کو دیدیا جائے، یا اس سے معاملہ کرلیا جائے، تاکہ وہ اس مغالطہ میں نہ رہے کہ احمد نے زید کو دے رکھا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پاکستان منتقل ہونے والے کی جائیداد پر حکومت کا قبضہ

سوال: ۔محمد عبدالخالق از قانونِ حکومت ہندوستان کے باشندے ہیں، شخص مذکور اپنے والدین بہن اور ایک بھائی حافظ محمد عبدالحق، خویش اقرباء، کو چھوڑ کر بالاختیار حکومت میں درخواست دے کر پاکستان چلا گیا، جاتے وقت اپنے بھائی حافظ محمد عبدالحق سے کہا کہ میرے مال وزمین سے والدین کی خدمت کرنا، اور کُل جائیداد کے مالک تم ہو، محلّہ کی مسجد میں بھی اس قسم کے اختیارات بھائی کو دیا ہے، اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا ہندو لوگ میری داڑھی توڑنے کو کہتے ہیں، ہر اعتبار سے ستانے کی وجہ سے مجھ کو اس دیش سے نفرت ہوگئی ہے، بالآخر سب کو ناراض کر کے اپنی اولاد وازواج کو لے کر حکومت میں درخواست دے کر پاکستان چلا گیا، اب ۸/۹ رسال وہیں رہا،

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ.الدرالمختار علی الشامی زکریا ، ص ۲۹۱ ر ج۹ ر مطبوعہ کراچی ،ص ۲۰۰ ر ج۶ ر کتاب الغصب، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

اس دراز زمانہ میں والد کا انتقال ہوا، حافظ محمد عبدالحق نے مقروض ہوکر دوبیگھہ زمین کوفروخت کیا، اب وہ شخص پاکستان سے ہندوستان آیا، اورحکومت ہند میں مقدمہ دائر کیا کہ مجھ کوظلما بھیجا گیا، میں اس دیش کا باشندہ ہوں، تیس سال بعد حکومت ہند نے مقدمہ سے بری کردیا، اب وہ شخص دعویٰ کرتا ہے، بھائی کے مشتری سے کہ میری زمین مجھ کو واپس کرو، نہیں تو میں مقدمہ چلاؤں گا، وہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ فلاں بات ایسی اگر نہ ہوتو داڑھی کتروادوں گا، فلاں بات ایسی نہ ہوتو سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دونگا، اب دریافت طلب چند سوالات کے جواب تحریر فرمائیں:۔

(۱) آیا شرعاً وہ اپنی زمین لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟ بصورت جواز ثمن مشتری کا ضمان دینا پڑے گا یا نہیں؟

(۲) اس قسم کے صریح جھوٹ مقدمہ لڑانے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ عندالشرع شہادت اس کی کیسی ہے؟ اس کے پیچھے اقتداء کرنا وضمانت میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۳) فلاں بات اگر ایسی نہ ہوتو داڑھی کتروادونگا، سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دوں گا، کہنا کیسا ہے؟

(۴) مع الاختیار ہندوستان کو خیرآباد کرکے جانا پھر آنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، باغی حکومت کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جولوگ باقاعدہ حکومت کو اطلاع کرکے پاکستان گئے، ان کی جائیداد پر حکومت نے قبضہ کرلیا ہے، اوراستیلائے حکومت کی وجہ سے وہ جائیداد حکومت کی ہوگئی، بھائی یا کسی کو بھی یہ کہنا کہ میری جائیداد کے مالک تم ہو مفید نہیں،[۱] اگر حکومت نے مالکانہ قبضہ نہیں کیا اور جائیداد بھائی کو

---

[۱] واذا غلبوا علیٰ اموالنا والعیاذ باللّٰہ واحرزوھا بدارھم ملکوھا الخ ھدایہ، ص ۵۸۱/ ج۲/ (مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، عالمگیری ص۲۲۵ ج۲ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۶۷ ج۶ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار.

دیدی اور بھائی نے اس پر قبضہ کرلیا تو وہ جائیداد بھائی کی ہوگئی، شرعاً اس سے واپس لینے کا حق نہیں،[1] بھائی نے جوزمین فروخت کردی اس کی واپسی کا بھی حق نہیں، کذافی الشامی۔[2]

(۲) جھوٹ بولنا، اور جھوٹا مقدمہ لڑنا کبیرہ گناہ ہے، جو شخص ایسا کرے وہ امامت کے لائق نہیں۔ کذافی ردالمحتار۔[3]

(۳) جہالت ہے، منع ہے، دین سے بعد ہے۔

(۴) اس کے لئے کوئی کلی حکم سب کے لئے نہیں، مختلف حالات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صاحب حق کی طرف حق پہنچانے کی صورت نہ ہوتو

سوال:۔ میں ایک محلّہ میں رہتا تھا، وہاں ایک دودھ والا آیا کرتا تھا جو کہ گاؤں سے آتا تھا، وہ پورے محلّہ کو دودھ دیا کرتا تھا، اور یہ غیر مسلم تھا میں نے جب وہ محلّہ چھوڑا تو اس کے کچھ

---

[1] فلووهب لذی رحم محرم منه نسبا ولوذميا أومستا منا لايرجع،الدرالمختار على الشامی زكريا، ص ۵۱۲/ج۸/ مطبوعه كراچی،ص ۴۰۷/ج۸/ كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، البحر الرائق ص۲۹۴ج۷ كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ص۵۰۳ج۳ كتاب الهبة، باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] منع الرجوع من المواهب سبعة .وخروجها عن ملک موهوب لهٗ . شامی ،ص ۵۰۵/ج۸/ مطبع زكريا مطبوعه كراچی،ص ۶۹۹/ج۵/ باب الرجوع فی الهبة، مجمع الأنهر ص۵۰۲ج۳ كتاب الهبة باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۹۳ج۷، كتاب الهبة

[3] ويكره امامة عبدواعرابی وفاسق قال الشامی لعل المرادبه من يرتكب الكبائر ، الدرالمختار مع الشامی زكريا،ص۲۹۸/ج۲/ مطبوعه كراچی ، ص۵۶۰/ ج۱/ كتاب الصلوٰة،باب الامامة، حلبی كبيری ص۵۱۳، كتاب الصلاة فصل فی الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی على المراقی ص۲۴۴ باب الامامة، فصل فی بيان الاحق بالإمامة، مطبوعه مصری.

روپئے میری طرف نکلتے تھے، اس لئے میں نے ایک محلّہ کے زمین دار آدمی کو کہدیا کہ آپ اس سے ہمارا حساب کر لینا، اور جتنے روپئے بتائے مجھ سے لے لینا، جب وہ اس محلّہ میں آیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ اس نے جواب دیا کہ ان کا اور ہمارا حساب ہوگیا، ان پر ہمارکوئی پیسہ نہیں ہے، لیکن جب اس سے کہا گیا کہ وہ کہہ گئے ہیں، اور بتا رہے تھے اور اس کے روپئے تھے بھی تو اس نے کہا حساب دیکھ کر بتاؤں گا پھر کئی ہفتہ دودھ دینے ہی نہیں آیا، اس کے بعد آیا تو انہوں نے پھر اس سے کہا تو وہ پھر دو تین ہفتہ دودھ دینے نہیں آیا، اس کے بعد پھر آیا تو پھر انہوں نے کہا تو پھر آج تک واپس نہیں آیا، اور اس کے گاؤں اور نام کا پتہ نہیں کیا ہے، تلاش بھی کرایا، مگر کسی محلّہ والے کو پتہ نہیں ہے، اب بتایئے میں اس میں کیا کروں، اس پیسہ کو کس کو دوں؟ اس کا قرض دار ہوں، کل آخرت میں یہ مجھ سے مانگے گا اس لئے مجھے پریشانی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے نزدیک اس دودھ والے کے جتنے پیسے آپ کہ ذمہ ہوں وہ پیسے ان صاحب کو دیدیں، جن کے پاس وہ کبھی کبھی دودھ دینے آتا ہے، کہ جب بھی آئے، اس کو وہ دیدیں اس میں جتنی مدت بھی انتظا کرنا پڑے، جب اس کی زندگی کی ہی توقع نہ رہے اور سمجھیں کہ مرگیا ہوگا، تو اتنے پیسے کسی غریب کو صدقہ کردے کہ یا اللہ اس کے وبال سے مجھے بچانا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۶ھ

---

[1] علیه دیون ومظالم جهل أربابها وأیس من علیه ذٰلک من معرفتهم فعلیه التصدق بقدر ها من مالهٗ الخ ،درمختار علی الشامی ،ص۴۴۳/ج۶/ (مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص ۵۳۱ ج۲ وسکب الأنهر علی هامش المجمع ص ۵۳۱ ج۲ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب اللعلمیة بیروت.

کسی درخت سے گرا ہوا پھل اٹھانا

سوال:۔ زید کا ایک باغیچہ ہے اور درخت ہیں، کوّے نے بیٹھ کر پھل کو درخت سے نیچے گرادیا، وہ پھل اسی درخت کے نیچے ہے، اب اگر کوئی شخص اس پھل کو اٹھا کر کھالے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس گرانے کی وجہ سے وہ پھل زید کی ملک سے نہیں نکلا، بغیر مالک کی اجازت کے اس کا لینا اور کھانا درست نہیں ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

دوسرے کا کبوتر اپنے گھر آجائے تو کیا کرے

سوال:۔ ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا، اور مدت تک رہا، جس کو زید نے بھگایا، مگر اُڑ کر پھر اس کے بالاخانہ میں رہنے لگا، یہاں تک کہ زید بھگاتا رہا، اور وہ اڑتا پھر آجاتا، اب اس کے دو چار بچے ہو چکے ہیں، اور کبوتروں کا سلسلہ بڑھنے لگا ہے، زید کی عدم موجودگی میں بچوں نے چند کبوتر ذبح کر کے کھالئے، غالباً یہ کبوتر محلّہ کے کسی ہندو کا ہے، تو اب کیا

[1] اذامرالرجل بالثمار فی ایام الصیف وارادأن یتناول منها والثمار ساقطة تحت الاشجارفان کان ذالک فی المصر لایسعه التناول الا اذا علم أن صاحبها قد أباح إمانصاً أودلالة بالعادة الخ. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهیة الباب الحادی عشرفی الکراهة فی الأکل الخ، شامی مع الدرالمختار مطبوعه دار الفکر ص ۴/۲۸۴ کتاب اللقطة، مطلب فیمن وجد حطباً، فی نهی او وجد جوزا او کمثری، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲/۵۳۱، کتاب اللقطة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں بلکہ پلا ہوا ہے، اور معلوم ہے کہ فلاں شخص کا ہے، تو اس کو وہ واپس کردیں، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہونگے، جو بچے ذبح کرکے کھائے ہیں، ان کی قیمت اور جو بچے موجود ہیں وہ بھی مالک کو دیں، یا اس سے خرید لیں، اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو واپس کریں، اور اس کی وجہ سے جو بچے ہوئے، وہ اس کے نہیں نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ واپس کرنے کی۔ **کذافی الدرالمختار وردالمحتار**[1]، **کتاب اللقطة**، ج۳/ص ۳۲۳ **نعمانیہ**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سفر میں سامان بدل گیا تو ایک سال انتظار کرکے صدقہ کردیں

سوال:۔ چار آدمی دہلی میں سفر کررہے تھے، جب ہم نے سامان اُتارا تو ہماری اٹیچی بدل گئی، یہ جب معلوم ہوا، جب ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے، اب ہم اس کا کیا کریں، کیا اپنے سامان کے بدلے میں رکھ لیں، جو اٹیچی رہ گئی ہے، وہ ایک بے چارے غریب طالبعلم کی تھی، جو بہت ہی غریب ہے اس میں کچھ سامان زیادہ ہے؟

---

[1] محضنة ای برج حمام اختلط اهلی لغیره، المراد بالاهلی ماکان مملوکا لاینبغی ان یاخذه وان اخذه طلب صاحبه لیرده علیه لانه کاللقطة فان فرخ عنده فان کانت الام غریبة لایتعرض لفرخها لانه ملک الغیر لان ولد الحیوان یتبع امه وان الام لصاحب المحضنة والغریب ذکرفالفرخ لهٗ (درمختارمع الشامی کراچی، ج۴/ص۲۸۴/ کتاب اللقطة، مطلب فیمن وجد فی نهر اووجد جوزااوکمثری)، النهر الفائق ص۲۸۴ ج۳ کتاب اللقطة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۵۸ ج۵ کتاب اللقطة.

الجواب حامداً ومصلیاً

یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آپ کی اٹیچی اس شخص نے لی، جس کی اٹیچی آپ کے پاس آئی، یا کسی اور نے لی اور معلوم نہیں کہ آپ کی اٹیچی میں کیا سامان تھا، اب بہتر یہ ہے کہ کچھ مدت تک اس کو تلاش کی جائے، اور جب دل گواہی دینے لگا کہ اب اس کا پتہ نہیں چلے گا، تو پھر اس اٹیچی کو صدقہ کردیں، اور اس میں جو سامان ہے اس کو بھی صدقہ کردیں، اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وبا سے محفوظ رکھے، جس شخص کی اٹیچی وہاں رہ گئی تھی اگر وہ غریب مستحق صدقہ ہے تو اس کو خود بھی رکھنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۹ھ

مالک نے کہا کہ باغ کا جو پھل جو لیلے وہ اسی کا

سوال:۔ زید ایک پھل کے درخت کا مالک ہے، پھل آنے پر جو پھل پک کر تیار ہوگئے ہیں، وہ زید اُتار لیتا ہے، اور جو ابھی کچے ہیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ جو چاہے استعمال کرے، یعنی اپنی ملکیت سے خارج کردیتا ہے، کیا ایسے پھل ہر کس وناکس کو استعمال کرنا جائز ہے اور کیا یہ پھل وقف کئے جاسکتے ہیں؟

---

[1] فان اشهدعليه بانه اخذه ليرده على ربه وعرف اى نادى عليها الىٰ ان علم ان صاحبها لايطلبها اوانها تفسدان بقيت كالاطعمة الىٰ قوله فينتفع الرافع بها لوفقيرا والا تصدق بها علىٰ فقير، الدر المختار مع الشامى كراچى مختصراً ج۴/ص۲۷۸/ اول كتاب اللقطة، مجمع الأنهر ص۵۲۴ تا۵۲۶ ج۲ أول كتاب اللقطة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه، ص ۱۵۱، ۱۵۳، ج۵ كتاب اللقطة.

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک نے ان کچے پھلوں کو دوسروں کے لئے مباح کر دیا، لہٰذا دوسرے لوگ بھی لے سکتے ہیں،[1] لیکن اپنی ملکیت سے خارج نہیں کیا، نہ کسی کو مالک بنایا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ

---

[1] ولو كان الثمر على الشجر فالافضل أن لايؤخذ مالم يوذن له الخ .شامی زکریا ، ج۶/ص۴۴۵/ كتاب اللقطة. عالمگیری کوئٹہ ص۲/۱۹۰، كتاب اللقطة القى شيئا وقال من اخذه فهو له فلمن سمعه او بلغه ذلک القول ان يأخذه، رد المحتار على درالمختار ص۶/۴۴۵، كتاب اللقطة، مطلب القى شيئا وقال من اخذه فهو له، مطبوعه زكريا ديوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرکت اور مضاربت کے احکام

شرکت ومضاربت

سوال:۔ زید، عمر، بکر، خالد چاروں نے مل کر ایک کپڑے کی دوکان ڈالی، ان چاروں نے ایک پانچویں شخص محمود کو چلانے کے لئے دی اور یہ محمود اس دوکان میں شریک نہیں، صرف چلانے کے عوض میں اس کو نفع کا نصف حصہ ملے گا، اور باقی نصف شرکاء میں تقسیم ہو جائے گا، اب اس کے بعد محمود کو نفع کا نصف حصہ کم پڑتا ہے، اس لئے اس نے شرکاء سے کہا کہ ہر مہینہ تنخواہ مقرر کر دو نصف حصہ پر، تو شرکاء نے جواب دیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے، اس لئے محمود نے کہا ہر مہینہ مجھے بعنوان ہدیہ سو روپے دیا کرو تو اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ محمود کا یہ تاویل کر کے سو روپیہ لینا اور شرکاء کو بھی اس طرح دینا بھی جائز ہے کہ نہیں؟ کیا یہ صورت مضاربت کی ہے؟

(۲) اسی صورت مذکورہ میں محمود جو دوکان چلانے والا ہے، ان چاروں شرکاء کے ساتھ اگر وہ بھی شریک ہو جائے تو اب اس کو دوکان چلانے کے عوض میں نصف کا پانچواں حصہ ملتا ہے، اور رأس المال میں شریک ہونے کی وجہ سے نصف کا پانچواں حصہ بھی ملتا ہے، آیا یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟

(۳) اگر محمود راس المال میں بھی ان چاروں کے ساتھ شریک ہے اور دوکان چلانے کے لئے بعنوان ہدیہ، ہر مہینہ لیتا ہے، اور نفع کا ہر حصہ بھی چلانے کے عوض میں، مطلب یہ ہے کہ اس کو تین طریقہ سے آمدنی ہوتی ہے، ایک رأس المال میں شرکت کی وجہ

سے اور ایک دوکان چلانے کے عوض میں نفع کا نصف حصہ اور ہر مہینہ بعنوان ہدیہ سو روپے، تو یہ صورت عندالشرع جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ نقد مضارب کے حوالہ کیا جائے، خود مال خریدے، پس اگر ان چاروں شرکاء نے کپڑا خرید کر دوکان قائم کر لی اور پھر وہ دوکان محمود کو چلانے کے لئے دی تو یہ مضاربت صحیح نہیں ہوئی، محمود اس کے نفع میں شریک نہیں، بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے[۱]، اگر نقد روپیہ محمود کو دیا اور کپڑے کی دوکان کے لئے اس سے کہہ دیا اور محمود نے کپڑا خرید کر کام شروع کیا تو مضاربت صحیح ہے، لیکن وہ نفع میں شریک رہے گا، تنخواہ کا مستحق نہیں ہے، مزید سو روپے کا نام ہدیہ رکھنے سے ہدیہ نہیں ہوگا، ہدیہ کا اس طرح جبریہ مطالبہ نہیں ہوا کرتا ہے، لہٰذا یہ تنخواہ ہی ہے جو کہ ناجائز ہے، نفع ہونے کی صورت میں مضارب خود ہی شریک بن جاتا ہے، اور مضاربت خود اس کا بھی کام ہوتا ہے، اور اپنے (کل یا جز) کام کی تنخواہ لینے کے کوئی معنی نہیں[۲]۔

---

[۱] ومنها ان يكون المال مسلما الى المضارب لايدلرب المال فيه فان شرطا ان يعمل رب المال مع المضارب تفسد المضاربة الىٰ قوله والمضارب اذا عمل فى المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب اجرمثله فيما عمل (عالمگیری، ص ۲۸۶-۲۸۸/ ج۴/ كتاب المضاربة. مجمع الانهر ص۳/۴۴۵، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق ص۷/۲۶۴، كتاب المضاربة، هدايه ص۳/۲۵۸، كتاب المضاربة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] من شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لايستحق احدهما دراهم مسماة من الربح فان شرط زيادة عشرة فله اجرمثله لفساده (هدايه، ص۲۵۸/ ج۳/ كتاب المضاربة) مطبوعه ياسرنديم كمپنى ديوبند. مجمع الانهر ص۳/۴۴۶، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. منحة الخالق على بحرالرائق كوئٹه ۷/۲۶۳، كتاب المضاربة، هدايه ص۳/۲۵۸، كتاب المضاربة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند

(۲) اس صورت میں بھی تنخواہ لینا جائز نہیں۔

(۳) اس صورت میں بھی تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، کمامرّ. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

خیانت کر کے مضارب نے مکان خریدا اب وہ مکان کس کا ہوگا؟

سوال:۔ خالد اپنا روپیہ دے کر بکر سے بطور کمیشن کاروبار چمڑے وچربی کا کراتا ہے، حسب ضرورت کیف ما اتفق برابر روپئے دیئے جاتا ہے، پھر چالان روانگی مال خالد وبکر کا لین دین حساب بھی باہم سمجھ لیا کرتے ہیں، یہ کاروبار تقریباً تین چار سال سے جاری ہے، چار پانچ ماہ ہورہے ہیں، بکر نے جعلی خریداری کی رسید بنا کر خالد کو دکھلا کر معمول سے زائد رقم لے کر ایک مکان خرید کر والد کے نام رجسٹری کرادیا، جس کا کرایہ بھی چالیس روپیہ ماہوار مل رہا ہے، جب خالد کو بکر کی اس بات کا علم ہوا، تو خالد نے بکر کے والد کو لکھا جس پر انہوں نے بکر کو بیحد ملامت کی اور کہا کہ خالد باقاعدہ حساب کر کے لکھیں ان کا کس قدر کمیشن تھا، یار ہتا ہے، اور بکر سے بالکل کاروبار بند کردیجئے، موجودہ مال اپنے قبضہ میں لے لیجئے، یعنی رقم میں اپنی بساط کے مطابق ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا، خاطر جمع رکھیں لیکن خالد نے غالباً کسی مصالح کے پیش نظر بکر سے اپنا کاروبار جاری ہی رکھا ہے، اب خالد کا تقاضا ہورہا ہے، کہ مکان میرے نام منتقل کردیا جائے، میرے پیسہ سے خریدا گیا ہے، اور کرایہ کا بھی میں ہی حقدار ہوں، تا آنکہ جب تک میرا بقایا ہی وضع کرتے رہیں، اور والد بھی ماہ بماہ دے رہے ہیں، بتدریج انشاء اللہ جلد ہی ادا ہوجائے گا، بہر حال ادائے گی ہورہی ہے، اب کیا جانے کیوں تقاضا شدید بار بار ہورہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:۔

(۱) اپنے نام خالد وہ مکان شرعاً منتقل کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) خالد ہی کرایہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۳) چمڑے و چربی میں بعض بعض موقعوں پر بوقت ضرورت اسامیوں کو مال حاصل کرنے کے لئے پیشگی رقم بھی دی جاتی ہے، بعض بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ گاہے گاہے رقم تو دیتے ہیں، یہ خسارہ کون برداشت کرے گا، رب المال یا کمیشن دار؟

(۴) بعض وقت نقصان ہو جاتا ہے، تو نقصان کس طرف عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

خیانت اور بددیانتی معلوم ہونے کے باوجود خالد نے کاروبار بدستور جاری رکھا اور اس کو فسخ نہیں کیا، اور بکر کے والد کی بات پر اعتماد کر کے ماہی رقم کو ماہ بماہ (بساط کے موافق) لیتے رہنے پر رضامندی دیدی، اب مکان مذکور کو اپنے نام منتقل کرنے کا حق نہیں رہا[۱] ہاں اگر ماہ بماہ ادا کرنے کا وعدہ پورا نہ ہو تو پھر پوری رقم یک لخت وصول کرنے کا حق ہوگا، خواہ نقد کی شکل میں ہو خواہ مکان وغیرہ کی شکل میں، محض اس وجہ سے کہ بکر نے خیانت کر کے اور غلط جعلی خریداری دکھلا کر رقم بچائی، اور اس سے مکان اپنے والد کے نام خرید لیا وہ مکان خالد کی ملک نہیں ہوا۔

(۲) جب وہ مکان خالد کی ملک نہیں ہوا تو اس کے کرایہ کا مستحق بھی خالد نہیں[۲]، البتہ اپنی بقایا رقم کے عوض میں کرایہ کو محسوب کرنے کا معاملہ اگر ہو جائے تو یہ درست ہے۔

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۹۱/ج۹/) کتاب الغضب) مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ . الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفصل الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی.

[۲] ومنھا ای شرائط الاجارۃ الملک والولایۃ (عالمگیری، ص ۴۱۰/ج۴/ کتاب الاجارۃ. بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۹/۴، کتاب الاجارۃ، فصل: واما شرائط الرکز فانواع.

(۳) یہ مضاربت کی شکل ہے، مضاربت میں جس قدر نفع ہوا اس میں رب المال اور مضارب (کمیشن دار) دونوں شریک ہوتے ہیں، مثلاً ایک روپیہ نفع ہو تو چار آنے کمیشن دار کو ملیں گے، اور بارہ آنے رب المال کو یا کسی اور نسبت سے یہ شرکت تجویز ہو جائے[1]، اگر نقصان ہو تو وہ سب اولاً نفع میں سے لگایا جائے گا، اگر نفع نہ ہو یا نفع سے زائد نقصان ہو جائے تو یہ زیادتی رب المال کے ذمہ ہوتی ہے، کمیشن دار پر اس کا تاوان نہیں پڑتا[2]۔

(۴) اس کا جواب بھی وہی ہے، جو نمبر ۳ کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۹ھ

مضارب نفع میں شریک ہے نقصان میں نہیں

سوال:۔ زید اور بکر کی شرکت تجارت میں اس شرط کے ساتھ ہوئی ہے کہ زید کی رقم اور بکر کی محنت، معاہدہ یہ طے ہوا ہے کہ نفع ونقصان میں نصف نصف ہوگا، اگر بکر نے اصل رقم میں یعنی رأس المال کی زکوٰۃ مالک یعنی زید کی رقم میں سے اس کے سامنے نکالی مگر یہ صاف ظاہر نہیں کیا کہ یہ رقم نفع میں کی ہے، یا صرف اصل مالک کے نفع کے حصہ کی ہے، جو کہ مالک یعنی زید کا نفع بھی اس میں شامل ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

---

[1] لا تصح المضاربة حتى يكون الربح مشاعا بينهما، بان يكون اثلاثا او منصفا ونحوهما الخ، مجمع الانهر ص ۳/۴۴۶، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۷/۲۶۴، كتاب المضاربة، هدايه ص ۳/۲۵۸، كتاب المضاربة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] وما هلك من مال المضاربة صرف الى الربح اولا دون رأس المال ..... فان زاد الهالك على الربح لا يضمن المضارب لكونه امينا سواء كان من عمله اولا، مجمع الانهر ص ۳/۴۵۸، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۳/۲۶۶، باب المضارب يضارب، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۴/۲۶۸، باب المضارب يضارب.

اور اگر ادا نہیں ہوئی تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ معاملہ فاسد ہے مضاربت میں کام کرنے والا (مضارب) صرف نفع میں شریک رہتا ہے، نقصان میں شریک نہیں رہتا،[1] اب جو کچھ زکوٰۃ کے نام سے پیسے دیئے ہیں اس سے اصل مالک (رب المال) زید کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اگر زید نے اجازت دی ہو تو درست ہے،[2] بکر نفع میں شریک نہیں بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے، نفع سب زید کا ہے،[3] اور جو پیسے بلا اجازت خرچ کئے ہیں، اس کا ضمان لازم ہے۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۰ھ

---

[1] انما کانت الوضیعة علی رب المال (بدائع زکریا، ص ۱۱۶/ج۵/ کتاب المضاربة) مایرجع الی العاقدین. هدایه ص ۲۶۶/۳، باب المضارب یضارب، مطبوعه یاسر ندیم، ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۵۸/۳، باب المضارب یضارب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] لیس لاحد الشریکین ان یؤدی زکاة مال الآخر الا باذنه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۶/۲، کتاب الشرکة، الباب السادس فی المتفرقات، مجمع الانهر ص ۵۶۵/۲، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] المضارب اذاعمل فی المضاربة الفاسدة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب احد مثله الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۸/۴، کتاب المضاربة، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۴۴۴/۳، کتاب المضاربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۶۴/۷، کتاب المضاربة، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[4] لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیره بلا اذنه ..... وان فعل ضامناً، شرح المجلة ص ۶۱/۱، رقم المادة (۹۶) مطبوعه کوئٹه، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۷۸/۴، کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

شرکت کی ایک صورت

سوال:۔عمر اور بکر دو سگے بھائی ہیں، عمر بڑا اور بکر چھوٹا ہے، کچھ عرصہ پہلے عمر اور بکر میں زبانی یہ طے پایا کہ شرکت میں ایک دوکان کھولی جائے دریں اثناء عمر کی وساطت سے عمر کے برادر طریقت سے ایک دوکان ملی جو کہ مذکورہ برادر طریقت زید نے یہ کہہ کر آٹھ ہزار روپئے پگڑی پر دی کہ یہ صرف عمر کی وجہ سے دے رہا ہوں، دوکان کی رسید وغیرہ بدلوانے میں دو ہزار روپئے خرچ ہوئے، زید نے عمر اور بکر سے صرف دو ہزار روپئے نقد لیا، جو کہ بکر نے اپنی جیب خاص سے ادا کیا، زید نے باقی چھ ہزار روپئے بیرون ملک لینا چاہا عمر نے اپنے کسی دوست سے چھ ہزار روپئے اپنی شخصی ضمانت پر زید کی خواہش کے مطابق دلوایا اور بعد ازاں عمر نے ایک ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے ادا کرایا اور اب زید کے صرف ایک ہزار باقی تھے، دوکان چلانے کے لئے بھی روپیہ درکار تھا، عمر نے اپنے ایک اور برادر طریقت شعیب سے ایک ہزار روپیہ اپنی ضمانت پر لے کر دوکان میں لگا دیا، مذکورہ شعیب برادر ہونے کے علاوہ عمر اور بکر کی والدہ کے مکان میں کرایہ دار بھی ہے، جنہوں نے دو یا تین سال کے بعد یہ روپیہ مذکورہ لیا اپنے کرایہ میں منہا کرایا اور مکان کی آمدنی میں سے یہ روپیہ عمر اور بکر کی والدہ کو ادا کر دیا گیا، ایک ہزار روپیہ زید کا رہ گیا تھا، وہ زید نے دہلی آکر دوکان کی آمدنی سے وصول کر لیا جو کہ بخوشی دوکان کی آمدنی سے ہی دیا گیا، دو ہزار روپیہ جو کہ رسید کے بدلوانے پر صرف ہوا وہ بھی دوکان کی آمدنی سے دیا گیا مذکورہ بالا چھ ہزار روپئے تین سال کی مدت میں مذکورہ دوست کو آہستہ آہستہ دوکان کی ہی آمدنی سے دیا گیا، اب دوکان کسی کی قرضدار نہیں رہی، یہ بھی قابل ذکر ہے کہ دوکان کی رسید بدلوانے کے دوران بکر نے دونوں دوکان اپنے ہی نام رکھیں جب کہ عمر نے ایک دوکان اپنے اور دوسری بکر کے نام رکھنے کی ہدایت کی تھی مگر بکر نے ایسا نہیں کیا، جب باز پرس کی گئی تو یہ کہہ دیا گیا کہ بزرگوں

کا حکم ایسا ہی ہے عمر نے بات کو خراب نہ کرنے اور دنیا کی جگ ہنسائی سے بچنے کی خاطر کام کو اس امید پر جاری رکھا کہ کبھی تو بکر کو خیال ہوگا اور ہماری شرکت جاری رہیگی، اسی طرح سات سال بیت گئے، بکر نے بعد ازاں ایسا رویہ اختیار کرلیا جس کی وجہ سے عمر کو دوکان جوں کی توں چھوڑنی پڑی، اس سات سال کے دوران تمام تر آمدنی بکر کے پاس رہی اور بکر اپنی مرضی سے کچھ بھی کرتا رہا، اور عمر کے پاس کوئی پیسہ اس سلسلہ میں نہیں آیا، جو ایک ہزار روپیہ وہ مکان کی آمدنی سے کچھ وصول کرلیا تھا، دوکان میں مرمت اور ضروریات ضرور عمر کے مشورہ سے ہوتی رہی، دوکان مذکور کا کاروبار آٹھ سال تک دونوں مل کر چلاتے رہے، اور پھر علیحدہ ہوجانے کے بعد بکر نے وہی دوکان وغیرہ ۴۵/ ہزار روپئے میں ایک دوکان کی آمدنی سے خرید کرلیں، اور اب اس جائیداد کی قیمت قریب ایک لاکھ روپئے ہوگئی، از روئے شرع فرمائیں کہ عمر کی شرکت شرعی یا قانون اس میں ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ دوئم کہ اب چوں کہ جائیداد اسی مکان کی شرکت شدہ آمدنی سے نہیں ہے، کیا اس میں آدھا حصہ عمر کا ہوسکتا ہے، اگر عمر بالکل منحرف ہوجائے تو ایسے شخص کا شرع کی رو سے کیا مقام ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شرکت میں تو دوکان شروع ہی کی گئی ہے، اس میں کیا شبہ ہے جب تک معاملہ شرکت کو ختم نہیں کیا گیا، برابر شرکت باقی رہی اور حسب قرار داد عمر بھی آمدنی کا مستحق رہا، شرکت کا معاملہ کرکے کام شروع کرنے کے بعد (جب آمدنی زیادہ ہوجائے) شرکت سے منحرف ہوجانا اور حسب قرار داد آمدنی سے حصہ نہ دینا سخت گناہ اور غصب ہے، جس کا وبال بھی سخت ہے[1]، پھر بھائی کے ساتھ یہ روش تو اور بھی خطرناک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

---

[1] عن عبداللّٰہ بن السائب بن یزید عن ابیہ ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)**

تجارت، شرکت، معاہدہ

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ زید، عمر، بکر تین بھائی تھے، ان تینوں کے کاروبار مشترک تھے، ۱۹۵۰ء کے درمیان تنخواہ کی کمی وزیادتی اور دیگر شرائط کے سلسلہ میں ایک معاہدہ ہوا پھر ۱۹۵۲ء میں ایک بھائی یعنی زید کا انتقال ہوا بقیہ دو بھائیوں کے درمیان مختلف امور میں اختلاف تنازع ہوتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء میں ان کے والد صاحب نے دونوں بھائیوں کو اور مرحوم زید کے وارثوں کو جمع کر کے ایک حکم نامہ حصص کی تقسیم اور تنخواہ کی کمی وزیادتی کے اور کاروبار کے سلسلہ میں لکھوادیا جو کہ کئی دفعات پر مشتمل تھا، اس کی دفعہ نمبر ۵/ نمبر ۴/ ہے کہ موجودہ کاروبار تم تینوں مل کر تین سال تک نبھانا اور اس تین سال کے اندر جو بھی نئے کاروبار ہونگے، وہ تینوں کے مشترکہ ہوں گے، اور دفعہ ۲/ میں لکھا ہے کہ اس حکم نامہ سے ۱۹۵۰ء والا معاہدہ منسوخ قرار دینا، پھر آخر میں سب نے دستخط کئے اور منظور بھی کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اب پھر کچھ عرصہ سے دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف ہوگیا، شدید اختلاف کی وجہ سے عمر نے چھوٹے بھائی بکر کو اور زید کے ورثاء کو مطلع کردیا کہ اختلاف کی وجہ سے کاروبار بڑھانا مناسب نہیں ہے، اس لئے میں لکھتا ہوں کہ والد صاحب مرحوم نے جو حکم نامہ میں جن کا کاروبار کو سنبھالنے کے لئے حکم دیا تھا، اس کو ویسے ہی تین سال تک نبھاؤنگا، اور آج کے بعد سے جو بھی نیا کاروبار کروں گا، وہ میرا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ..... عن جده انه سمع النبی ﷺ یقول لایاخذن احدکم متاع اخیه لاعباً جاداً. (ابوداؤد شریف، ج۲/ص ۶۸۳/) کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح.

ترجمہ:۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال نہ مذاق میں لے اور نہ واقعۃً لے۔

وعن عمران بن حصین عن النبی ﷺ انه قال لا جلب ولاجنب ولا شغار فی الاسلام ومن انتهب نهبة فلیس منا، رواه الترمذی مشکوة شریف ص ۲۵۵/۱، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ذاتی ہوگا، اس میں کوئی شریک نہیں ہوگا، پھر عمر نے اپنی ذاتی رقم سے کچھ نئے کاروبار شروع کئے، اختلاف شدید بڑھ جانے کی بناء پر ایک ثالث کے سامنے معاملہ پیش ہوا اب تو ثالث نے بھائیوں کے درمیان معاہدات اوران کے والد صاحب کے حکم نامہ کی بنیاد پر فیصلہ دیا کہ عمر کے نئے کاروبار تینوں بھائی کے مشترک ہیں مطلع فرمادیں، کہ ثالث نے جس بناء پر عمر کے ذاتی کاروبار کو مشترکہ کاروبار قرار دیا کیا یہ بنیاد صحیح ہے؟

(۲) معاہدہ کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ والد صاحب کے حکم نامہ کی شرعاً کیا حقیقت ہے، اور کیا اتنا بڑا کاروبار والد صاحب کے حکم پر ہی منحصر رہے گا، اور اسی پر عمل ضروری ہوگا، اس کے بغیر کاروبار درست نہ ہوگا، جب کہ بھائیوں کے درمیان حالات خراب ہو چکے تھے، شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) والد صاحب کے انتقال کے بعد جب عمر نے اپنا کاروبار اپنے ذاتی روپیہ سے شروع کیا جس میں مشترکہ روپیہ نہیں لگایا، اور بکر کو نیز زید مرحوم کے ورثہ کو مطلع کر دیا، کہ یہ کاروبار تنہا میرا ہے، اس میں کوئی شریک نہیں، اپنے ذاتی روپیہ سے اس کو شروع کرتا ہوں اور انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا تو وہ تنہا کاروبار عمر کا ہے، اس میں کوئی شریک نہیں، ثالث کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ مشترکہ اختلاف معاہدے کا فیصلہ کردے، ذاتی انفرادی کاروبار میں نہ شرکت نہ اختلاف ہے، ثالث کا اس کے متعلق کوئی حکم لگانا اسکے حدود واختیار سے خارج ہے ہاں اگر شرکاء خود ہی اس پر راضی ہوجائیں تو دوسری بات ہے، "وهذا ظاهر لايخفى"

(۲) معاہدہ کرنا اور اس کے اندر مدت متعین کرنا شرعاً درست ہے[۱]، مدت ختم ہونے

---

[۱] الشركة بالاموال فهوان يشترك اثنان فى راس المال فيقولان اشتركنا فيه على ان تشترى اونبيع معاً الى قوله اوبيان الوقت اوقدر الثمن اوجنس المشترك فى الوكالة العامة..... فهو جائز (بدائع الصنائع ،ج۵/ص۳۷/ كتاب الشركة،مطبوعه زكريا ديوبند.

پر وہ معاہدہ خود بخود ختم ہو جائے گا، اگر ضرورت اور حالات کا تقاضہ ہو تو مدت متعینہ سے پہلے بھی شرکاء باہم اپنے معاہدہ کو ختم کر سکتے ہیں، والد صاحب نے جو حکم نامہ لکھا ہے، اسکا احترام کرنا اولاد کیلئے عین سعادت ہے، ان کا حکم نامہ اولاد کی خیر خواہی پر مبنی ہے، بلا وجہ اس کو ختم نہ کیا جائے، لیکن اگر اس کی پابندی میں مضرت ہو تو اس سے بچنے کیلئے اور آپس کے شدید تنازع کو ختم کرنے کیلئے پابندی نہ کرنے پر بھی امید ہے کہ گرفت نہ ہوگی، کیوں کہ والد صاحب مرحوم اگر زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ان کے حکم پر عمل کرنے سے اولاد کو مضرت ہے جس کا تحمل دشوار ہے، اور یہ حکم شدید نزاع کا باعث بنا ہوا ہے، تو وہ خود ہی اپنا حکم واپس لے لیتے، پس یہ محض صورتاً حکم کی خلاف ورزی ہے حقیقۃً خلاف ورزی نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ

ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا

سوال:۔ ایک ہوٹل میں زید، عمر بکر تینوں آدمی شریک تھے، زید کے ملنے والے آدمی ہوٹل آتے ہیں، اور چائے، کھانا وغیرہ بعض مرتبہ یا اکثر اوقات کھلانا پڑتا ہے، اور زید کے دل میں خیال آتا ہے کہ چونکہ ہوٹل میں کئی آدمی شریک ہیں ایسا نہ ہو کہ عمر و بکر اس بات کا خیال کریں کہ زید کے آدمی چائے وغیرہ پیتے ہیں، لہٰذا زید نے عمر و بکر سے یہ بات کہدی کہ اگر چہ آپ کو کھلانا پلانا برا نہ لگتا ہو مگر میرے دل میں یہ بات گوارا نہیں، لہٰذا ہم یہ فیصلہ آپس میں کرلیں کہ تین چار سال کا تخمینہ آمدنی دیکھیں کہ ہوٹل کی آمدنی ماہواری کیا ہے، چنانچہ حساب لگایا تو تین ہزار روپیہ کی ماہوار آمدنی ہوئی، لہٰذا زید چاہتا ہے، کہ عمر و بکر کو یعنی دونوں کو ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار ادا کردے، خواہ ہوٹل میں آئندہ چل کر اتنی ہی آمدنی ہو یا کم ہو، یا زیادہ ہو یا نہ ہو، دونوں کو ایک ایک ہزار روپیہ دیدیا کرے، آیا ایسا

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید کے ملنے والے آدمی چائے کھانا تینوں کا مشترک کھا پی لیتے ہیں، اور زید ان سے قیمت نہیں لیتا، عمر وبکر بھی زید کے تعلق کی بناء پر اس کو برداشت کر لیتے ہیں، یہ ان کا زید پر احسان ہے، زید اگر اس احسان کے عوض بے ضابطہ ان کو کچھ رقم دیدیا کرے (ایک ہزار یا کم وبیش حسب صوابدید تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۰ھ

مضارب کے لئے تنخواہ

سوال:۔زید نے عمر سے مضاربت کا معاملہ کیا یعنی رقم زید کی ہے، جس سے عمر تجارت کرتا ہے، گویا زید کا مال ہے، اور محنت عمر کی ہے، اور نفع میں دونوں نصف نصف ہیں، اب عمر کہتا ہے کہ نفع کے علاوہ بھی بطور تنخواہ کے دوکان سے کچھ رقم ملنی چاہئے، چنانچہ زید نے دوکان سے سو روپیہ ماہوار بطور تنخواہ بھی طے کر دیا، تو دریافت طلب یہ ہے کہ مضارب کو نفع کے حصہ کے علاوہ اس تجارت سے ماہانہ تنخواہ بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مضارب کے لئے تنخواہ تجویز ہونا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۸ھ

---

[1] أحسنوا ان الله يحب المحسنين. سوره بقره آيت ۱۹۵ / وقال تعالىٰ هل جزآء الا حسان الا الا حسان، سورة الرحمن آيت: ۶۰ . (حاشیه نمبر: ۲/۱ گلے صفحه پر)

شرکت وانعام

سوال:۔خالد اور بکر نے ایک ایک ہزار روپیہ ڈالکر دونوں نے دو ہزار سے تجارت شروع کی اور معاملہ طے ہوا کہ خالد تجارت میں کوئی کام نہیں کرے گا، بلکہ تمام کام صرف بکری ہی کرے گا، اس لئے بکر کہتا ہے کہ نفع کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ خالد اور دو حصے میرے، ایک نصف مال کی وجہ سے اور دوسرا میری محنت کی وجہ سے، جبکہ خالد کوئی کام نہیں کرتا، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ درست ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۸ھ

کارخانہ میں بیس فیصد نقصان کی شرط

سوال:۔ایک کارخانہ دار نے اپنے کارخانہ کیلئے ایک شخص سے روپیہ لیا ہے، جس نے آمدنی میں تقسیم کے حساب کے ساتھ ہی یہ بھی طے کرلیا کہ اگر نقصان ہو تو اپنے لگائے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ومن شروطها كون نصيب المضارب من الربح حتى لوشرط له من رأس المال اومنه ومن الربح فسدت (الدرالمختار على الشامي زكريا، ج۸/ص۴۳۳/ كتاب المضاربة. البحرالرائق كوئٹه ص۲۶۴/۷، كتاب المضاربة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] لوكان المال منهافي شركة العنان والعمل على احدهما ان شرطا الربح على قدررؤس اموالها جاز ويكون ربحه له ووضيعته عليه وان شرطا الربح للعامل اكثر من راس ماله جاز على الشرط (عالمگیری، ج۲/ص۳۲۰/) كتاب الشركة،الفصل الثانى فى شرط الربح والوضيعة. مجمع الانهر ص۳/۵۵۳، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. تبيين الحقائق ص۳/۳۱۸، كتاب الشركة، مطبوعه امداديه ملتان.

ہوئے روپیہ میں بیس فیصد سے زیادہ کو برداشت نہیں کرونگا، حالانکہ نقصان اصل مال کا مشترکہ قیمت کے حساب سے برداشت کرنا ضروری ہے، سوال یہ ہے کہ کارخانہ مذکور کی آمدنی اس غلط معاملہ کی وجہ سے حلال ہے یا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نقصان کی اس تحدید کی بناء پر کارخانہ کی کل آمدنی کو حرام نہیں کہا جائیگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مکان مشترک کے پرانے کواڑوں کو اپنے کام میں لانا

سوال:۔ مشترکہ مکان کا کوئی حصہ دار مکان کے پرانے اور شکستہ کواڑوں کو نکلوا کر اپنے پاس سے نئے کواڑ لگوادے، تو ان کواڑوں کو جو قیمت میں نئے سے کم ہیں، وہ دیگر حصہ دار سے کہے بغیر اپنے خرچ میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نئے کواڑ اپنے پاس سے لگا کر پرانے اور شکستہ کواڑوں کو اپنے کام میں لاتا ہے، تو درست ہے، جبکہ دیگر شرکاء کو اس پر اعتراض نہ ہو۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالربح علی ماشرطاوان خسرافالخسران علی قدر رأس مالهما (الهندية ج۲/ص ۳۲۰/ الباب الثالث عشر فی شركة العنان ،الفصل الثانی فی شرط الربح والوضيعة الخ. المحيط البرهانی ص۸/۳۸۷، كتاب الشركة، الفصل الرابع فی العنان، نوع منه فی شرط الربح والوضيعة الخ. مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل گجرات. تاتارخانيه ص۵/۶۵۵، كتاب الشركة، الفصل الرابع فی العنان، مطبوعه اداراة القرآن كراچی. **(حاشیہ۲/اگلے صفحہ پر)**

مشترک زمین پر کسی حصہ دار کا مکان تعمیر کرنا

سوال:۔ایک بنگلہ میں کچھ حصہ داران تھے ان میں سے ایک زید کے اوپر گورنمنٹ کا کچھ قرضہ باقی تھا، قرض ادا کرنے پر زید کا حصہ گورنمنٹ کی طرف سے نیلام کر دیا گیا، اس حصہ کو بکر نے خرید لیا، دوسرے حصہ داران کا حصہ بدستور قائم رہا، بکر نے کچھ حصہ داران کا حصہ بھی خرید لیا، دو حصہ داران نے اپنا حصہ فروخت کرنے سے انکار کر دیا، بنگلہ کا جب نیلام خریدا گیا، تو بلڈنگ بالکل منہدم تھی، بکر نے خود اس کو تعمیر کی، اس کے بعد اس کو گورنمنٹ نے کرایہ پر لے لیا، کچھ عرصہ کے بعد گورنمنٹ نے ۱۸/ ہزار روپے کی رقم دے کر بنگلہ خریدنا چاہا مگر بکر نے انکار کر دیا، بکر نے اپنی زوجہ کے مہر میں بنگلہ کو لکھدیا، کچھ عرصہ کے بعد بکر کا انتقال ہو گیا، زوجۂ بکر نے بھی ۱۸/ ہزار کی قیمت لینے سے انکار کر دیا، اور مقدمہ گورنمنٹ پر دائر کر دیا، ۲۰/ برس تک مقدمہ چلتا رہا، اس دوران میں خرچ مقدمہ سب بکر کی زوجہ نے ادا کیا اب ایک حصہ دار نے خفیہ عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ ہمارا بھی حصہ ہے، مگر عدالت نے یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ دعویٰ معینہ مدت کے بعد کیا گیا ہے، دوسرے حصہ دار حقیقی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا، ان کے اہل وعیال حیات ہیں، اب زوجۂ بکر مقدمہ جیت گئی اور گورنمنٹ نے ۱۸/ ہزار سے بڑھ کر ۵۳/ ہزار کی رقم بطور قیمت ادا کر دی، ایک تیسرے حصہ دار کو ان کا معاوضہ الگ ان کے ہاتھ میں دے دیا، اور کچھ کاشتکاروں کا حصہ ان کے ہاتھ میں دیا، پھر زوجۂ بکر کو ان کا حصہ دیا، سوال یہ ہے:۔

(۱) عدالت سے جن دو حصہ داروں کا حق باطل ہو گیا تھا، اپنے حصہ کی رقم میں سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ولایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الآخر الابامرہ وکل واحد منھما کالاجنبی فی نصیب صاحبہ الخ، عالمگیری کوئٹہ، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکۃ الباب الاول فی بیان انواع الشرکۃ. شرح المجلۃ ص ۱۰۱/۱، رقم المادۃ (۱۰۷۵) مطبوعہ اتحاد بکڈپو، مجمع الانھر ص ۵۴۳/۲، کتاب الشرکۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

معاوضہ دے۔ (۲) اگر ان کا حصہ دینا فرض ہے تو ۱۸/ ہزار میں سے دے یا جو مقدمہ لڑ کر ۵۳/ ہزار رقم لی ہے، اسی میں سے دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بکر نے جب از سرے نو بلڈنگ تعمیر کی اور وہاں دو حصہ داروں کا بھی حصہ تھا جنہوں نے فروخت نہیں کیا تھا، تو کیا بکر نے ان دونوں سے کہا تھا کہ میں تعمیر کر رہا ہوں، تم لوگ اس جگہ کو تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ کرلو، تا کہ اس میں میری تعمیر ہو، اور تم کو اختیار ہے کہ تم اپنی تعمیر جداگانہ کردو یا بلا تعمیر رہنے دو یا فروخت کردو یا ہبہ کردو، یا وقف کردو، اگر تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ نہیں کیا، تو میرے ہاتھ فروخت کردو تا کہ پوری زمین پر میری تعمیر رہے، اگر فروخت نہیں کرتے تو تعمیر میں جتنی رقم خرچ ہوگئی اپنے حصہ کی نسبت سے اس میں شریک رہو، یعنی اتنی رقم تمہارے ذمہ ہوگی تا کہ تم تعمیر میں بھی حصہ دار رہو، اگر رقم میں بھی شرکت نہیں کرتے، تو اپنے حصہ کی زمین مجھے کرایہ پر دیدو تا کہ تعمیر کل میری رہے، اور تمہارے حصہ کے بقدر زمین کا کرایہ میں تم کو ادا کرتا رہوں، اگر کرایہ پر بھی نہیں دیتے تو اپنے حصہ پر تعمیر کرنے کی مجھے اجازت دیدو، جب تم چاہو گے میں اپنی تعمیر ہٹا کر تمہارے حصہ کی زمین خالی کردوں گا، ان پانچ صورتوں میں سے اگر کوئی صورت پیش آئی ہو تو اس کے موافق معاملہ رہے گا، اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں بلکہ بکر نے خود ہی اس پر اپنی تعمیر کرلی تو اتنی مدت کا کرایہ انکے حصہ کی زمین کا لازم ہوگا[1]، مدت طویل ہونے کیوجہ سے انکا حصہ باطل اور ختم

---

[1] دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر مشترکہ زمین پر مکان بنایا تو وہ مکان بکر کا ہوگیا، لیکن یہ غصب ہوگیا، اور غصب میں منافع مضمون نہیں۔ لہذا دوسرے شرکاء گذشتہ مدت کی اجرت کے مستحق نہیں ہونگے، ہاں شرکاء کو مکان گرا کر زمین تقسیم کرنے کا حق حاصل ہے، اور اگر دوسرے شرکاء کی اجازت سے مکان بنایا ہے تو شرکاء گذشتہ مدت کے اجرت کے مستحق ہیں اور بکر تعمیر کے خرچہ کا۔

ولا یضمن منافع ما غصبه سواء سکنه او عطله الا فی الوقف ومال الیتیم والمعد للاستغلال، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴/۹۳، کتاب الغصب، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں ہوگا[1]، پھر جب گورنمنٹ نے اس کی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت محض زمین کی نہیں بلکہ بلڈنگ کی ہے، جس میں کسی دوسرے کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی، لہٰذا بلڈنگ تعمیر ہونے کے وقت سے لے کر اسکے فروخت ہونے کے وقت تک جتنا کرایہ ان دونوں کے حصہ کی زمین کا دو تجربہ کار متدین آدمی تجویز کریں وہ ادا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

شرکت میں نقصان ایک شریک پر ڈالنا

سوال:۔ زید نے عمر کو روپیہ دیا اور کہا کہ ہم دونوں شرکت کے ساتھ تجارت کریں گے، اور جو نفع ہوگا وہ دونوں کا آدھا آدھا ہوگا، کچھ دن گذرنے کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ میں نفع کا ایک حصہ لونگا، اور تم نفع کے تین حصہ لینا مگر شرط یہ ہے کہ تجارت میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ نقصان تمہارے ذمہ ہوگا، تو اس طرح معاملہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر روپیہ دونوں نے دیا ہے، تو یہ شرکت ہے، اس میں نقصان کو صرف ایک شریک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۲۰۶، کتاب الغصب، عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ویکون غاصبا للعرصة فیؤمر بالتفریغ بطلبها ذلک ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع، وفی الشامی: کل من بنی فی دار غیره بأمره فالبناء لآمره ولو لنفسه بلا امره فهو له وله رفعه، درمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۷۴۶، مسائل شتی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الحق لایسقط بتقادم الزمان (قواعد الفقه ص۷۷) مطبوعه دارالکتاب دیوبند. شرح المجلة ص ۱/۹۹۶، رقم المادة (۱۶۷۴) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

پر ڈالنا درست نہیں ہے[1]، اگر روپیہ زید کا ہے اور محنت عمر کرے گا تو یہ مضاربت ہے، نقصان مضارب پر ڈالنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ کو فروخت کرنا

سوال:۔ ایک ملکیت جس میں دو آدمیوں کا حق ہے، ایک کا حق ۱۲/آنے کا اور دوسرے کا حق چار آنے ہے اگر یہ ملکیت فروخت کی جائے، اور پہلا شخص ۱۲/آنے کا حصہ دار دوسرے شخص چار آنے کے حقدار کو بتلائے کہ ملکیت دس ہزار روپئے میں فروخت کی گئی، مگر وہ بیچی گئی ہو، ۸۰/ہزار روپئے میں اگر لینے والا شہادت دے پہلے شخص سے مل کر یہ سودا دس ہزار روپئے میں طے ہوا ہے، اس وقت دوسرے شخص کا جو حق مارا جاتا ہے، اس کے لئے پہلے شخص پر کتنی ذمہ داری ہے، نیز خریدنے والا جھوٹی شہادت دے اس پر کتنی ذمہ داری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

پہلا شخص (جس کا حق بارہ آنے کا حصہ ہے) کو صرف اپنا حصہ فروخت کرنے کا حق

---

[1] وتصح شركة العنان في نوع من التجارات او في عمومها وببعض مال كل منهما ومع التفاضل في رأس المال واربح ..... والوضيعة اى الخسران على قدر المال وان شرطا غير ذلك لقوله الربح على شرطا والوضيعة على قدر المالين من غير فصل بين التساوى والتفاضل، سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص۲/۵۵۳، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. النهر الفائق ص ۳۰۱، ۳/۳۰۰، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. هدايه ص ۲/۶۲۹، كتاب الشركة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] انما كانت الوضيعة على رب المال ،بدائع الصنائع زكريا ، ج۵/ص ۱۱۶/ كتاب المضاربة، مايرجع الى العاقدين. سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص۳/۴۴۷، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ہے، اگر اس نے اپنے دوسرے شریک کا حصہ بھی فروخت کر دیا تو یہ شریک کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دے گا تو یہ بیع نافذ ہوگی، ورنہ نہیں[1]، اگر صورت مذکورہ میں اس نے اجازت دے دی ہے اور اس کے بعد اس سے اصل قیمت کو چھپایا گیا ہے تو اس میں جتنی مقدار کو چھپایا گیا ہے، اس کے ایک چوتھائی کا وہ حقدار ہے، لازم ہے کہ اس کو ادا کر دے، ورنہ غاصب اور سخت گنہگار ہوگا[2]، اور یہ مال اس کے لئے حرام ہے، اور جو شخص جھوٹی گواہی دے کر اس کی مدد کرتا ہے، وہ بھی سخت گنہگار ہے[3]، اس کیلئے ضروری ہے کہ حقیقت حال کا اظہار کرے اور اپنی جھوٹی گواہی سے رجوع کر لے توبہ واستغفار کرے[4]، البتہ دوسرے شریک کے بقیہ حصہ دار کا ذمہ دار پہلا شریک ہی ہوگا، خریدار نہیں[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۸ھ

---

[1] ولایجوز لاحدهما ان یتصوف فی نصیب الآخر الابامره وکل واحد منهما کالاجنبی فی نصیب صاحبه الخ، عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة الخ. هدایه ص ۲/۶۲۴، کتاب الشرکة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. مجمع الانهر ص ۲/۵۴۳، کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وحکمه (ای الغصب) الاثم ای استحقاق النار ووجوب رد عنه والضمان لو هلک الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۷۸، کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. هدایه ص ۳/۳۷۲، کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۱۰۸، کتاب الغصب.

[3] عن عبداللّٰه بن عمر وقال قال رسول اللّٰه ﷺ الکبائر الاشراک باللّٰه وحقوق الوالدین الحدیث وفی روایة انس وشهادة الزور بدل یمین الغموس الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۱۷/ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] والتوبة علی حسب الجنایة فالسر بالسر والاعلان بالاعلان، هدایه ص ۳/۱۷۴، کتاب الرجوع عن الشهادات، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[5] لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیره بلا اذنه او وکالة منه او ولایة علیه وان فعل کان ضامنا، شرح المجلة ص ۱/۶۱، رقم المادة (۹۶) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی کراچی ص ۶/۲۰۰، کتاب الغصب.

باہمی معاہدہ کے مطابق مدات کی تقسیم نہ کرنا

سوال:۔(۱) زید، بکر نے شرکت میں وثیقہ نویسی کا کام شروع کیا جس میں حسب ذیل قسم کا کام اور آمدنی کی مدات ہیں تعمیرات کے فارم ونقشے داخل کرنے کا کام؟

(۲) عام قسم کی درخواستیں لکھنے کا کام؟

(۳) بیع ناموں کی نقول وغیرہ کا کام؟

(۴) پروچکشن کی تعمیر کے نقشے داخل کرنے کا کام؟

(۵) پیور خود فارم بھرنے کا کام؟

(۶) اقرار نامے لکھنے کا کام، یہ چھ طرح کے کام تھے، جو زید بکر چھ سال سے کرتے رہے ہیں، اور دن بھر کی آمدنی زید کے پاس جمع ہوتی رہتی ہے، جو روز کی روز آپس میں تقسیم ہو جایا کرتی ہیں، ابتدائی تین سال تک تو اوپر لکھی ہوئی چھوؤں مدوں میں زید نے بکر کو پیسے دن سے مقرر کیا ہوا حصہ اور خود بھی لیا، مگر آخری تین سالوں میں بکر ایک دو تین کو چھوڑ کر باقی چار و پانچ و چھ مدوں کی آمدنی ایک ایک کر کے بغیر وجہ بتلائے ہوئے، اپنے حق میں کر لی، زید کی کارروائی کیسی ہے، اس طرح زید کے پاس جو رقم پہنچے گی وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

باہمی معاہدوں کے خلاف کرنا اور مذکورہ مدات کی رقوم کو تقسیم نہ کرنا درست نہیں[۱]، زید کیلئے ان تینوں مدوں کی رقوم تنہا خود رکھ لینا جائز نہیں، اپنے حصہ سے زائد رقم اس کیلئے بھی ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۱ھ

---

[۱] المسلمون علیٰ شروطهم الحديث ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۶۱/..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

پریس میں شرکت اور اس کے علیحدگی اور نفع کی تقسیم

سوال:۔ دو آدمیوں نے مشترک ہوکر ایک پریس کھولا چھ ماہ تک پریس چلتا رہا، اور دونوں نصف نصف منافع لیتے رہے، اس کے بعد پریس مبلغ آٹھ ہزار روپیہ میں فروخت کردیا گیا، فریق اول چھ ہزار روپئے لے رہا ہے، اور فریق ثانی کو مبلغ دو ہزار روپیہ دے رہا ہے، اور کہتا ہے کہ دو ہزار منافع لے چکا ہے، حالانکہ فریق اول بھی دو ہزار منافع لے چکا ہے، تو اس صورت میں فریق ثانی دو ہزار کا حق دار ہوتا ہے، یا چار ہزار کا یہاں ایک عالم صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جب دونوں فریق نفع نقصان میں برابر کے شریک تھے تو پریس فروخت ہونے کے بعد بھی نصف نصف رقم کے مالک ہیں، از روئے شرع جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب روپیہ بھی دونوں کا تھا اور نفع نقصان میں شرکت بھی نصفا نصف کی تھی، تو جو نفع برابر لیا گیا وہ درست ہوا اور پریس فروخت ہونے پر بھی نفع ہو تو برابر ہوگا، البتہ اگر شرکت کرتے وقت اصلی روپیہ دونوں کا برابر نہ تھا بلکہ اس میں فرق تھا، تو پریس فروخت ہونے پر اصلی روپیہ دونوں کا جتنا جتنا تھا وہ دونوں کو دے دیا جائے گا، پھر جس قدر نفع ہو، دونوں میں برابر تقسیم ہوگا، مثلاً اگر شرکت کرتے وقت ایک کا روپیہ ایک ہزار تھا اور دوسرے کا دو ہزار تھا، مجموعی تین ہزار سے کام شروع کیا تھا، تو اب پریس آٹھ ہزار میں فروخت ہوا، تو اسکی قیمت

(حواشی صفحہ گذشتہ) (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس)

۲ اکتسب مالاً بغیر حق الیٰ ماقال اوبغیر عقد کالسرقة والغصب والخیانة ففی جمیع الاحوال المال الحاصل لهٗ حرام علیه الخ بذل المجهود، ج ۱/ص ۳۷/(مطبوعه رشیدیه سهارنپور باب فرض الوضوء)

سے ایک ہزار تو ایک ہزار والے کا ہوگا اور دو ہزار دو ہزار والے کا ہوگا، باقی پانچ ہزار دونوں کا نصفا نصف ہوگا، اگر شرکت کرتے وقت روپیہ دونوں کا برابر تھا تو اب پریس کی قیمت بھی دونوں کو برابر ملے گی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۹۱ھ

مشترکہ زمین میں تعمیر شدہ مکان کے مصارف دونوں فریق نے اٹھائے ہیں تو وہ بھی مشترک ہے

سوال:۔ دو فریق نے مل کر ایک قطعہ زمین خریدی، جو ہر حیثیت سے مشترک چلتی رہی، یعنی اس میں جو کچھ پیداوار ہوتی نصف نصف تقسیم ہو جاتی رہی، کچھ دن کے بعد فریق اول نے مشترک زمین کے ایک جزو پر بلا اجازت فریق ثانی کے ایک مکان تعمیر کر لیا اور اس میں اپنے ذاتی پاور لوم لگا کر آمدنی شروع کر دی، اور تعمیر مکان کا کل خرچہ لکھ کر فریق ثانی کو دیا کہ نصف دو، چنانچہ کچھ دن کے بعد فریق ثانی نے فریق اول کو نصف خرچہ دیدیا اور گاہے گاہے فریق اول سے کہتے رہے کہ جب آپ نے نصف خرچہ لے لیا تو ہمارے فائدہ کا خیال رکھئے، مگر فریق اول برابر حیلہ سے کام لیتے رہے، مگر ایک دن ان کو جبراً بلایا گیا کہ مکان کا کوئی حل نکالیں اس پر برجستہ فریق اول نے کہا کہ مکان میں تمہارا کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ تمہارا روپیہ تعمیر میں نہیں لگا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ مکان میں فریق ثانی کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

---

[1] فما كان من ربح فهو بينهما علىٰ قدر رؤس اموالهما وما كان من وضيعة اوتبعة فكذالك الىٰ ماقال واشتراط الربح متفاوتاً صحيح عندنا الخ، شامی کراچی، ج۴/ص۳۰۵/ کتاب الشركة، مطلب اشتراط الربح، عالمگیری ص ۳۱۹، الباب الثالث فی شركة العنان، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

(۲) اگر نہیں ہے تو فریق ثانی نے جو روپیہ دیا تھا اس کو فریق اول نے اپنے کاروبار میں لگا کر جو کمائی کی وہ کس کا حق ہے، فریق اول کا یا ثانی کا؟

(۳) اس معاملہ میں فریق اول نے فریق ثانی کو دھوکہ میں رکھا، یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب تعمیر میں خرچ شدہ رقم کا نصف حصہ فریق اول نے فریق ثانی سے وصول کرلیا تو جس طرح زمین میں دونوں برابر کے شریک ہیں اسی طرح مکان میں بھی دونوں شریک ہونگے[۱]، اب انکار کا حق نہیں دھوکہ دینا سخت گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۱ھ

بینک کی ایک اسکیم برائے پینشن

سوال:۔ ہمارے اسٹیٹ بینک نے ایک اسکیم نکالی ہے، کہ ماہانہ سو روپئے دس سال تک بینک میں جمع کرانے پر، دس سال بعد پنشن ماہانہ ۱۶۹/روپئے پچاس پیسے ملا کریں گے، اور آپ کی اصل رقم اور اس کا منافع جوں کا توں رہے گا، بینک اس رقم کو تجارت وغیرہ میں خرچ کرتا ہے، کیا ایسی اسکیم میں شرعاً شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ روپیہ بطور شرکت جمع کیا جائے تب بھی دس سال بعد بطور پنشن ۵۰-۱۶۹/

---

[۱] لودفع الفاً وقبل الاخر وأخذها وفعل انعقدت الشركة الخ، شامی کراچی ص ۴/۳۰۵، كتاب الشركة قبيل مطلب شركة العقد. البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۱۶۸، كتاب الشركة.

[۲] لان الغش حرام ،درمختار على الشامي زكريا ،ج۷/ص ۲۳۰/باب خيار العيب، مطلب في جملة مايسقط به الخيار. قال رسول الله ﷺ من غشنا فليس منا رواه البخاري، كتاب الكبائر ص ۵۶، الكبيرة السادسة عشرة الخ، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز.

ماہانہ ہمیشہ کے لئے مقرر کر دینا غلط ہے، جب کہ اصل رقم اور اس کا منافع جوں کا توں باقی رہے گا، ایسی شرکت شرعاً درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۱۴۰۱ھ

شرکت عنان کی ایک صورت

سوال:۔ چند آدمی ملکر اگر کوئی تجارت کریں، شرکت عنان کے طور پر، اور یہ بھی باہم رضامندی سے طے کرلیں کہ ہر شریک کے ذاتی اخراجات مثلاً کھانا کپڑا علاج وغیرہ اس مشترکہ تجارت کے نفع سے پورے کئے جائیں گے چاہے کسی کے ذاتی اخراجات زیادہ ہوں یا کم ہوں، اور ذاتی اخراجات کے بعد جو نفع بچے گا، وہ حسب حصص مقررہ شرکاء پر تقسیم ہوگا، تو کیا یہ صورت شرکت کی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ طریقہ غلط ہے، اس میں جہالت ہے جو مفضی الی النزاع ہوگی، اس لئے درست نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۶ھ

---

[1] وشرطها اى شركة العقد كون المعقود عليه قابلاً للوكالة وعدم مايقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لأحد هما الخ، درمختار على الشامى كراچى، ج۴/ص۳۰۵/ كتاب الشركة، قبيل مطلب شركة العقد. سكب الانهر على هامش مجمع النهر ص۲/۵۴۶، كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] كل شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين أو للمعقود عليه يفسده (الى قوله) أو لانه يقع بسببه المنازعة (هدايه، ج۳/ص۵۹/ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه تهانوى ديوبند) مجمع الانهر ص۳/۹۰، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. عالمگيرى دارالكتاب ص۳/۱۳۴، كتاب البيوع، الباب العاشر فى الشروط التى تفسد البيع.

مضاربت میں نقصان کس پر ہے

سوال:۔ ہم دوشخصوں نے شرکت میں کام شروع کیا ،ایک نے پیسے لگائے دوسرے نے اس مال کوفروخت کیا،اور چار ماہ بعد معلوم ہوا کہ اصل رقم میں ۵۰۰/روپیہ کی کمی رہ گئی تھی، مال فروخت کرنے والے نے ۵۰۰/روپیہ اپنے گھر میں بھی خرچ کئے ،آپس میں طے تھا کہ نفع آدھا آدھا ہوگا، اور کچھ پیسہ اُدھار میں اٹک گیا اور کچھ سامان خراب ہوگیا، مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ:۔

(۱) اصل رقم کا پورا کرنا ایک کے ذمہ ہے یا دونوں کے؟

(۲) جوخرچہ آمدنی میں سے دوسرے ساجھی نے کیا ہے اس نفع کا کیا ہوگا، دوسرے کوسارا ادا کرنا ہوگا یا آدھا؟

(۳) جواُدھار میں دب گیا اس کا کیا مسئلہ ہے؟

(۴) جوسامان دوسرے ساجھی کے گھر پڑا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) یہ مضاربت ہے[۱] اگر اصل رقم جس سے تجارت کرنا طے پایا تھا، اس میں سے پانچ سوروپیہ کم رہے مثلاً تین ہزار دینے کیلئے کہا تھا مگر ڈھائی ہزار دیئے اور اب معاملہ ختم کردیا گیا تو ان پانچ سوکا دینا لازم نہیں، اگر سوال کا مطلب کچھ اور ہے تو اسکو واضح کر کے لکھئے!

(۲) جوخرچہ دوسرے نے اپنے گھر کیا ہے، وہ اس کے ذمہ ہے اس کو حق نہیں

---

[۱] هی عقد شركة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۸/ص ۴۳۰/ کتاب المضاربة. مجمع الانهر ص ۳/۴۴۳، کتاب المضاربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.، البحر الرائق کوئٹه ص ۷/۲۶۳، کتاب المضاربة.

تھا[1]، پس اگر نفع ایک ہزار یا اس سے زائد ہوا تو یہ خرچ شدہ پانچ سو روپیہ اس حصہ والے کا قرار دیا جائیگا، یعنی اس نے اپنا حصہ نفع میں سے وصول کرلیا، اور روپیہ والے کا حصہ باقی رہ گیا، وہ اس کو دیدیا جاوے، اگر نفع کچھ نہیں ہوا تو خرچ شدہ روپیہ اس کے ذمہ واجب الاداء ہے وہ مالک کو ادا کردے۔

(۳) جو روپیہ ادھار میں رہ گیا اس کو وصول کرنا مال فروخت کرنے والے کے ذمہ ہے، وہ وصول کرکے مالک کو دے[2]، کوشش کے باوجود اگر وصول نہ ہوسکے تو تاوان اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔

(۴) جو سامان باقی ہے اس کو فروخت کردے، اگر مالک لینا چاہے تو مالک کو دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۱ھ

بغیر پیسے دیئے کمپنی میں شرکت

سوال:۔ ایک شخص دودھ کی کمپنی میں سوا گیارہ روپئے دیکر شریک ہوتا ہے، اور جب

---

[1] ولایجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الاخوالابامره وکل واحد منهما کالاجنبی فی نصیب صاحبه الخ، عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص ۳۰۱/ کتاب الشرکة،الباب الاول فی بیان انواع الشرکة. مجمع الانهر ص۲/۵۴۳، کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. هدایه ص۲/۶۲۴، کتاب الشرکة، مطبوعه یاسر ندیم.

[2] وحقوق عقد تولاه احدهما ترجع علی العاقد، عالمگیری دارالکتاب ص۲/۳۲۵، الفصل الثالث فی تصرف شریک العنان فی مال الشرکة الخ، شامی کراچی ص۴/۳۱۸، کتاب الشرکة، مطلب اشترکا علی ان ما اشتریا من تجارة فهو بیننا، المحیط البرهانی ص۸/۳۵۲، کتاب الشرکة، الفصل الاول فی بیان انواع الشرکات الخ، مطبوعه ڈابهیل.

تک اس کی شرکت ہے اس روپئے پر اس کو سو روپئے دیا جاتا ہے، اگر یہی شریک اپنے دودھ کو اس کمپنی کو بیچتا ہے تو کمپنی سال پورا ہونے پر جتنی رقم کا دودھ اس نے کمپنی کو فروخت کیا اس کے حساب سے نفع کے نام پر کچھ پیسے دیئے جاتے ہیں کمپنی کی طرف سے، حالانکہ شریک نے اپنے دودھ کی قیمت پہلے ہی سے کمپنی سے وصول کر لی تھی، لیکن یہ شخص کمپنی کا شریک ہے اور دودھ دیتا ہے، اس کے بالمقابل دوسرا شخص شریک کمپنی تو ہے لیکن دودھ نہیں دیتا، تو کمپنی کچھ نہیں دیتی، تو یہ نفع کے نام کی رقم بغیر پیسے کی شرکت کے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نفع کے نام کی یہ رقم بغیر پیسے کی شرکت کے لینا درست نہیں پیسے دے کر شرکت کی ہو تو حسب قرار داد حصہ اور نفع لینا درست ہے[1]، اگر کمپنی کا کام کرنے کی وجہ سے یہ پیسہ بطور انعام ملے وہ درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

قرض یا شرکت میں معاملہ کی پابندی

سوال:۔ میرے دیور کا ایک موٹروں کا کارخانہ ہے، جس میں چار لوگوں کا حصہ تھا، انہوں نے تین کو کچھ سالوں کے بعد برخواست کر دیا، اب مزید ان کو کام کرنے کیلئے پیسوں

---

[1] اما الشرکة بالمال فهی ان یشترک اثنان فی رأس المال فیقولا اشترکنا فیه علی ان نشتری ونبیع معاً اوشتی اواطلقا علی ان مارزق اللّٰه عزوجل من ربح فهو بیننا علی شرط کذا اویقول احدهما ذٰلک ویقول الآخر نعم الخ، عالمگیری کوئٹه ج ۲/ ص ۳۰۲/ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة الخ. البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۸/۵، کتاب الشرکة،

کی ضرورت تھی، انہوں نے آکر ہم لوگوں سے کہا کہ کچھ پیسہ ہوتو لگاؤ میں ماہانہ آپ کو تین سو روپیہ دونگا، ہمارے یہاں نقد پیسہ تو نہیں تھا ہم نے ایک مکان جو سولہ سترہ ہزار کا تھا چھ ہزار میں بیچ کر انہیں چھ ہزار روپیہ دئے تھے، اسلئے رسید وغیرہ نہ لی گئی، اور نہ ہی پیسہ کسی کے سامنے دیا گیا، اس کارخانہ کے پیچھے میرے دیور نے خوب محنت کی اور کارخانہ کی مالیت بڑھ کر پچاس ہزار تک ہوگئی، کارخانہ میں پیسہ لگانے کے بعد میرے شوہر بھی حصہ دار کی حیثیت سے کام کرتے تھے، طے یہ پایا تھا کہ آفس کا کام میرے شوہر کریں گے، اور ٹیکنیکل کام میرے دیور کریں گے، جس وقت آکر انہوں نے پیسہ لگانے کی پیش کش کی تھی تو مجھ سے بڑے وعدے وعید کئے تھے، جب کارخانہ خوب ترقی کر گیا، تو میرے شوہر اور میرے دیور کی نہ بننے لگی، بات بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک پہنچ گئی، اور میرے دیور کے سر میں چوٹ بھی آئی تھی، اس کے بعد میرے شوہر علاحدہ ہوگئے، مگر چونکہ بات اس قدر بڑھ چکی تھی، کہ میرے دیور نے ایک پیسہ بھی دینے سے انکار کردیا، اور کہا کہ بھائی نے کارخانہ میں پیسہ مار کے کھایا ہے، اسلئے اب میں ایک پیسہ بھی نہیں دونگا، اور سر کی چوٹ پر کہا کہ دراصل یہ میرے قتل کی سازش تھی، اب ہمارے لئے بڑی پریشانی کی بات تھی کیونکہ ذریعۂ آمدنی کچھ نہ تھا، اور افرادِ خانہ تیرہ ہیں، آخر میں نے جاکر ان کے ہاتھ پاؤں پکڑے اسکے بعد میں نے نوکری کرلی، جب وہ ہر طرح سے انکار کردیئے تو میں نے بہت عاجزی کرکے کہا کہ آپ میرے پڑھائی ختم ہونے تک قرض سمجھ کر ہی دیدیجئے، میں بعد میں ادا کردونگی، انہوں نے کہا خیر اب میں خود آپ لوگوں کا پیسہ رکھنا نہیں چاہتا، تھوڑا تھوڑا کرکے ایک ایک ماہ کے وقفہ سے ادا کردونگا، اس طرح انہوں نے ہمیں دو تین سال تک تین سو روپیہ برابر دئے، اس کے بعد کچھ خاندانی جھگڑے ہوئے، تو پیسے بند کردیئے، میں پھر گئی تو بولنے لگے کہ اب میں اتنے نہیں دے سکتا، میری بچی کی شادی ہوگی، صرف دوسو دونگا، ہم اس پر بھی راضی ہوگئے، مگر دو سال دینے کے بعد بولے کہ اب میں ایک سو دونگا، ہم نے اس پر بھی صبر کرلیا، چار ماہ

سو روپیہ دیکر کہہ رہے ہیں، کہ اب میں کچھ نہیں دونگا، میرے سے کچھ نہیں ہوسکتا، اصل رقم جو کارخانہ میں لگائی تھی، تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ سب اسی میں ادا ہوگئی، یہ میری مہربانی تھی جواب تک دیا، اسلامی نقطۂ نظر سے بتایئے کہ ان کا یہ فیصلہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جس تفصیل کے ساتھ معاملہ ہوا تھا اسی تفصیل کے ساتھ روپیہ دینا لازم ہے، جس قدر دے دیا ہے، اس کو حساب میں لگایا جاسکتا ہے، لیکن اس کو دیدینے کے بعد سب معاملہ ختم نہیں کیا جاسکتا، جب کہ معاملہ شرکت کا تھا یا قرض کا، اگر شرکت کا تھا تو اس کی پابندی لازم ہے، اگر قرض کا تھا تو اس کی بھی پابندی لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

مچھلی کے شکار میں شرکت

سوال:۔ چند کشتی والے مشترک ہوکر مچھلی کا شکار کرتے ہیں، اور ہر ایک کشتی میں دو آدمی ہوتے ہیں، اور کوئی کشتی والا مچھلی پاتا ہے، اور کوئی نہیں پاتا ہے، اور تقسیم کرتے وقت تمام کشتی چلانے والے مچھلی شکار کرنے والے اپنے وعدہ کے مطابق حصہ کرکے برابر لیتے ہیں، اس طرح سے شکار کرکے مچھلی تمام شرکاء کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس پر سب کا راضی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ شرکت درست نہیں، جس کشتی والے نے جو مچھلی شکار کی ہے، وہ اس کی ہے،

---

[1] المسلمون علی شروطهم الحديث، ترمذی شريف، ج ۱/ص ۱۶۱/ ابواب الاحكام، باب ماذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلح بين الناس، مطبوعه رشيديه دهلی. قواعد الفقه ص ۱۲۱، رقم القاعدة (۳۱۹) الرسالة الثالثه القوعد الفقهية، مطبوعه اشرفی ديوبند.

دوسرے کشتی والے اس میں حصہ دار نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

جانوروں کی مضاربت میں شرکت

سوال:۔(۱) مضاربت کے عقد میں رقم دینے والا اس شرط پر رقم دے کہ جانوروں کی تجارت کرو، خریدنا چرانا تمہارے ذمہ ہے، تو جانوروں کا چرانا اس پر صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل حوالہ سے جواب مطلوب ہے؟

(۲) مضاربت میں رقم دہندہ دو شخصوں سے کہے کہ ایک تم میں سے مال خریدے اور دوسرا مال چراوے بالتعیین یعنی خریدنے والے کی اور چرانے والے کی تعیین کر کے دوسری شرائط مضارب کی تصحیح کر کے کہے تو یہ اختیار مضارب کو ہے یا نہیں؟

(۳) جانور مثلاً ۱۰۰/ ہیں ایک شخص ان سب کی قیمت لگاوے، فی جانور ۵/ روپے کل قیمت پانچسو روپے ہوئی، اب دوسرے شخص کو بیچے کہ آدھے ڈھائی سو روپیہ کے معاوضہ میں آدھے جانور تمہارے اور آدھے میرے جاؤ تم چراؤ اس منافعہ کو جب حصہ تقسیم کرینگے مشترک ہے، تقسیم کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنے حصہ کے جانوروں کی چروائی دے تو اس وقت جائز ہے یا نہیں، اور عقد کے وقت جانورں کی تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟

---

[1] لاتصح الشركة فى الاحتطاب والاصطياد والاستقاء الى قوله وما اصطاد وكل واحد منهما او احتطبه او اصابه من التكدى فهو له دون صاحبه. (عالمگیری ص ۲/۳۳۳، الباب الخامس فى الشركة الفاسدة. هدايه ص ۲/۶۳۴، فصل فى الشركة الفاسدة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ۲/۵۶۳، فصل فى الشركة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جانور خرید کر ان کی تجارت کرو، اور ان کے فروخت ہونے تک جب انکو چرانے کی ضرورت پیش آئے تو خود چرا کر لاؤ تو یہ شرط مقتضائے عقد کے موافق ہے، اور صحیح ہے، اگر یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں کیلئے گھاس اپنی قیمت سے خریدو میں قیمت نہیں دونگا، اور وہ قیمت مال مضاربت میں محسوب نہ کرے، تو یہ شرط ناجائز ہے۔[۱]

(۲) اس طرح عمل کی تقسیم جائز ہے، لیکن خرچ جو کچھ ہوگا وہ رب المال کا ہی ہوگا، اس کو عامل کے ذمہ لگانا شرعاً جائز نہیں۔[۲]

(۳) بلا تقسیم بلا تعیین کے آدھے جانور فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں، کہ اس صورت میں بیع مجہول ہے، بعد تقسیم وتعیین درست ہے،[۳] پھر شرکت کس شئی میں کی اور منافع سے کیا

---

[۱] کل شرط یقتضیه العقد کشرط الملک للمشتری لایفسد العقد وکل شرط لایقتضیه القعد وفیه منفعة لاحد المتعاقدین اوللمعقود علیه هومن اهل الاستحقاق یفسده .(هدایه ص ۵۹/ج۳/) کتاب البیوع،باب بیع الفاسد. ملتقی الابحر علی هامش مجمع الانهر ص ۳/۹۰، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. عالمگیری دارالکتاب ص ۱۳۴، ۳/۱۳۳، الباب العاشر فی الشروط التی تفسد البیع.

[۲] واشار بالطعام وما بعده الی انه ینفق علی نفسه ..... فدخل فیه قبل ثیابه واحدة من یخدمه من الخبز والطبخ وعلف دابة الرکوب والحمل ونفقة غلمانه الذین یعملون معه والدهن فی موضع یحتاج الیه ..... وما اسرف فیه ضمنه لانتفاء الاذن الخ، البحرالرائق کوئٹه ص ۴/۲۶۹، فصل ولا تفسد المضاربة الخ، المحیط البرهانی ص ۱۸/۲۰۱، الفصل الخامس عشر فی نفقة المضارب، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۱۲، الباب الثانی عشر فی نفقة المضارب.

[۳] ومنها ان یکون المبیع معلوماً والثمن معلوماً علما یمنع من المنازعة فبیع المجهول جهالة تفضی الیها غیر صحیح (عالمگیری ص۳/ج۳/) کتاب البیوع. الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، هدایه ص ۳/۲۲، کتاب البیوع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، درمختار علی الشامی کراچی ص ۵/۶۶، باب البیع الفاسد.

مراد ہے، جانوروں کے دودھ اور بچے مراد ہیں، یا فروخت کر کے قیمت مراد ہے، اور تمام جانوروں کا چرانا ایک کے ذمہ کیوں ہے، اور اس کو کوئی اجرت ملے گی یا نہیں، اگر نہیں ملیگی تو کیوں! کیوں کہ یہ شرکت کی صورت نہیں، بلکہ ایک کا مال علیحدہ ہے اور عاقدین نے اس کو عقد مضاربت قرار دیا ہے، اگر ایسا ہے تو جائز ہے، عقد مضاربت میں نقد کا مضارب کے حوالہ کرنا ضروری ہوتا ہے[1]، نیز مضارب کی طرف سے صرف عمل ہوتا ہے، مال نہیں ہوتا، مال دوسری جانب سے ہوتا ہے[2]، اگر اپنے جانوروں کی چروائی خود دے تو اس طرح چروانا شرعاً درست ہے، اسلئے کہ اجارہ کی صورت ہے اور منافع میں شرکت نہیں، اگر اسکو شرکت عنان قرار دیا جائے، کہ نصف قیمت ایک دیدے اور نصف دوسرا، ہر جانور مشترک ہو جائے، اور پھر چرانا صرف ایک کے ذمہ ہو اور فروخت کر کے قیمت میں اور بچہ پیدا ہونے پر نفس مال میں بھی شرکت برقرار رہے، اور نفع بھی نصفا نصف ہو تو یہ شرکت کی صورت جائز ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۴/۶۴ھ

---

[1] ومنها ان يكون المال مسلما الى المضارب لايد لرب المال فيه (عالمگيرى، كوئٹه، ص ۲۸۷/ج۴/) كتاب المضاربة. ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۳/۴۴۶، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. البحرالرائق كوئٹه ص ۷/۲۶۴، كتاب المضاربة.

[2] فهى اى المضاربة عبارة عن عقد على الشركة فى الربح بمال من احد الجانبين والعمل من الجانب الآخر (عالمگيرى ص ۲۸۵/ج۴/) كتاب المضاربة. مجمع الانهر ص ۳/۴۴۳، كتاب المضاربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۷/۲۶۳، كتاب المضاربة

[3] ذكر محمد رحمه الله كيفية كتابتها اى العنان فقال هذا مااشترك عليه فلان وفلان اشتركا على تقوى الله واداء الامانة ثم يبين قدر ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

ٹیکسی کے پرمٹ کی بیع اور اس کی شرکت

سوال:۔ مسمّیٰ (الف) بمبئی میں ایک ٹیکسی کا پرمٹ رکھتا ہے، اس پرمٹ پر جو گاڑی پرانی ہوچکی تھی، اس کے عوض حکومت کی طرف سے نئی گاڑی حاصل کرنے کے لئے اجازت نامہ ملا ہے، یہ اجازت نامہ چونکہ محدود ہوتا ہے، اس لئے اس کی مدت ختم ہوجانے کی صورت میں دوبارہ ملنے کا امکان نہیں ہے، اس اجازت نامہ کی بدولت ایک نئی کار کمپنی سے خریدی جائے تو مبلغ اٹھارہ ہزار پانچ سو روپیہ ہوتی ہے، اس کار کو خریدنے کے لئے میں استطاعت نہیں رکھتا، اس لئے مسمّٰی (ب) سے میں حصہ داری کرنا چاہتا ہوں، جو کہ اس موٹر پر اپنی رقم مکمل خرچ کریگا، اور یہ رقم وصول ہوجانے کے بعد ہی حصہ داری شروع ہوگی، اور یہ حصہ داری ابھی طے نہیں ہوتی ہے، نصف، نصف یا کم وبیش ہوگی، حکومت پرمٹ اس صورت میں دیتی ہے کہ (الف) ہی ٹیکسی کا کاروبار کرے کسی حصہ داری کی اجازت نہیں ویسے بمبئی میں زیادہ تر ٹیکسی کا کاروبار حصہ داروں کی صورت میں ہوتا ہے، اور حکومت اس سے واقف بھی ہوتی ہے، آپ براہِ کرم مطلع فرمائیں کہ (الف) کو حصہ داری کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) حکومت کی طرف سے جو ٹیکسی کا پرمٹ ملتا ہے، اب سے پہلے اس کو لوگ ماہانہ کچھ رقم پر تین چار سال کیلئے لیتے تھے، مگر چونکہ اب پرمٹ عام طور سے دستیاب ہوتا ہے، اسکی مانگ نہیں رہی، مگر چونکہ مجھے نئی گاڑی کا اجازت نامہ ملا ہے، اور میں خود گاڑی رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، کچھ لوگ میرے پرمٹ کو ماہانہ ۴۵/روپے اور دو ہزار روپے سے الگ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... رأس مال كل منهما ويقول وذٰلک كله فی ايديهما يشتريان به ويبيعان جميعاً وشتى ويعمل كل واحد مهنما برايه ويبيع بالنقد والنسيئة ثم يقول فماكان من ربح فهو بينهما على قدر رؤس اموالهما وماكان من وضيعة اوتبعة فكذا لک (عالمگیری، ص ۳۱۹/ج ۲/) الباب الثالث فی شركة العنان. شامی كراچی ص ۴/۳۰۵، كتاب الشركة، مطلب اشتراط الربح متفاوتا صحيح الخ، الحبرالرائق كوئٹه ص ۵/۱۶۸، كتاب الشركة.

دیکرنئی گاڑی کی زندگی تک جو کہ ۶/۷/سال تک رہتی ہے، اس مدت کی رقم یکمشت دینا چاہتے ہیں، اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ بغیر ماہانہ کے صرف یکمشت ہی رقم دینا چاہتے ہیں، جو کہ مبلغ چار ہزار روپے سے زائد نہیں ہوتی تو کیا رقم لینا بھی (الف) کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) (ب) مجھ سے گاڑی میں حصہ داری کرنا چاہتے ہیں، اور وہ ایک شرط بھی رکھتے ہیں، کہ چونکہ ٹیکسی کے ڈرائیور عموماً کم دستیاب ہوتے ہیں، اس لئے یہ گاڑی تمام دن یا اس کے کچھ حصہ میں (الف) کو چلانی پڑے گی، بمبئی میں ٹیکسی ڈرائیور خواہ وہ ٹیکسی کا مالک ہو یا نہ ہو، ٹیکسی چلانے کے اُجرت بطور کمیشن ۲۰/فیصد طعام کے خرچ کے بعد لیتا ہے، تو اس طرح کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شرط یوں بھی ہوتی ہے کہ اجرت کے بجائے کچھ رقم طے کرلی جائے، جو کہ گذارہ کے لئے کام آسکے، تو یہ رقم لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ حصہ داری گاڑی کی قیمت وصول ہونے کے بعد ہی شروع ہوگی؟

(۵) ایک شرط یوں بھی ہوتی ہے، کہ دو چار گھنٹہ چلا کر اور اس وقت کی تمام آمدنی ''الف'' اپنے استعمال میں لے لے تو یہ رقم لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر (الف) حصہ داری نہ کرے تو لامحالہ دوسروں کی گاڑی چلانی پڑے گی، جو کمیشن کی صورت میں ہوگی، اور (الف) چونکہ بنسبت دوسرے ڈرائیوروں کے روزگار میں کمتر رہتا ہے، اس لئے عموماً دوسرے کی گاڑی کم ملتی ہے، اور ملتی بھی ہے تو اس صورت میں کہ ڈرائیور نہ ہونے کے باعث گاڑی پڑی ہو تو بادل نخواستہ اس کو دیں گے تو یہ کمیشن پر چلانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) ''الف'' اگر ''ب'' سے ۱۸۵۰۰/روپیہ قرض لیکر کمپنی سے گاڑی خرید لے پھر اسکی

آمدنی سے ادا کردے تو قرض ختم ہوجائیگا، پھر حصہ داری کرے، اسطرح کہ مثلاً نصف قیمت ''ب'' سے لے لے اور گاڑی دونوں کی مشترک ہوکر آمدنی بھی نصف نصف ''ب'' کی رہے[1]، اور اس سے حصہ داری ہوجائے، اور آمدنی نصف نصف ہوکر الف اپنے حصہ آمدنی میں سے ''ب'' کا قرض بھی ادا کرتا رہے، چونکہ کل قیمت ''ب'' نے دی ہے، جس میں سے نصف ''الف'' کے ذمہ بطور قرض ہے، تو یہ بھی درست ہے، قانون بھی غالباً اس طرح نہیں ہوگا۔

(۲) پرمٹ ایک حق ہے جس کے ذریعہ گاڑی خریدنے کا اختیار ہے اس کے عوض روپیہ لینا درست نہیں[2]۔

(۳-۴) جب تک اس گاڑی میں شریک کی حصہ داری نہیں اس وقت گاڑی چلانے کی اجرت مقررہ (۸ یا ۱۰) روزانہ یا ماہانہ لینا شرعاً درست ہے[3]۔

(۵) یہ صورت درست نہیں[4]۔

(۶) کمیشن پر اجرت لینا درست نہیں، روزانہ یا ماہانہ یا گھنٹوں کے اعتبار سے مقرر کی جائے[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۹ھ

---

[1] فما کان من ربح فهو بينهما على قدر رؤس اموالهما (شامی کراچی ص ۳۰۵/ ج ۴/) کتاب الشرکه) مطلب اشتراط الربح متفاوتا الخ، البحر الرائق کوئٹه ۱۶۸/۵، کتاب الشرکة، عالمگیری دارالکتاب ص ۳۱۹/۲، الباب الثالث فی شرکة العنان.

[2] الحقوق المجردة لايجوز الاعتياض عنها (قواعدالفقه ص۷۷) الناشر اشرفی بکڈپو دیوبند. درمختار علی الشامی کراچی ص۵۱۸/۴، کتاب البیوع، مطلب لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة.

[3] هكذا يستفاد من هذه العبارة: من استاجر بعيراً الى مكة فللجمال ان يطالبه باجرة كل مرحلة (هدایه ص ۲۹۵/ ج۳/) باب الاجر متٰی یستحق) کتاب الاجارة.

[4] فمايقطع هذه الشركة كان مفسداً للعقد (هدایه ،ص ۴۲۵/ ج ۴/) کتاب المزارعة.

[5] وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضى الى المنازعة (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ،زکریا ،ص ۷/ ج ۹/)اول کتاب الاجاره (هدایه ، ص ۲۹۳/ ج۳/) کتاب الاجارة. مجمع الانهر ص ۵۱۱/۳، اول کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

زمین کے بٹوارہ میں کمی وزیادتی

سوال:۔ایک باپ کے پانچ بیٹے ہیں، جب علیحدہ ہوئے تو زمین بھی آپس میں بحصہ برابر تقسیم کرلی گئی، پٹواری کاغذاتی کاروائی کے اعتبار سے تقسیم نہیں ہوئی، اور سرکاری کھاتہ سب کا ایک ہی رہا، جب چکبندی شروع ہوئی تو ان پانچوں اولاد نے درخواست لکھ کر پٹواری کو دی کہ سب کا کھاتہ علیحدہ کردیا جائے، ان پانچوں بھائیوں کی زمین کا ایک کھیت جو پانچ بیسوا ہے، گاؤں کے قریب ہے، ان میں سے بیسوا پلاٹوں میں دوسرے کے پاس چلے گئے، پٹواری نے تین بیسوا کی تقسیم اس طرح کی کہ ایک حصہ کو پانچ مرلہ دیا اور ایک حصہ کو چار مرلہ دیا، اور تین حصہ داروں کو تین مرلہ دیا، اب وہ تین حصہ دار یہ کہتے ہیں کہ ہم برابر کا حصہ لینگے، تو گاؤں کی پنچایت جمع ہوئی، اور یہ فیصلہ کیا کہ تم تینوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور یہ بھی کہا کہ تم آپس میں بھائی ہو اگر یہ دیدیں تو فیصلہ کرلو، مطلب یہ کہ حکومت نے سب کو برابر نہیں دیا، اب وہ تین بھائی پانچ مرلہ والے کو تنگ کرتے ہیں، کہ تقسیم دوبارہ کرو، اور چار مرلہ والے سے کچھ نہیں کہتے تو ان کا یہ سوال شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سب بھائی برابر کے حقدار ہیں لہٰذا ہر ایک کو برابر ملنا چاہئے "**لان مطلق الشرکة یقتضی التسویة**[1]"، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص ۳۲۹/ کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، قبیل مطلب اذا قال الشریک استقرضت الفاً الخ. البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۶۸/۵، کتاب الشرکة، عالمگیری دارالکتاب ص ۳۰۴/۲، کتاب الشرکة، الفصل الثانی الالفاظ التی تصح بها الشرکة الخ.

مضاربت وشرکت

سوال:۔زید وبکر وعمر نے مشورہ کیا کہ ٹیلرنگ کا کاروبار کرلیا جائے، اور زبانی گفتگو سے طے پایا کہ بکر کا پورا سرمایہ ہوگا، اور زید، عمر وبکر تین آدمی شرکت دار ہونگے، زید چار آنے کا عمر چھ آنے کا، اور بکر چھ آنے کا نفع کے حصہ دار ہوں گے، زید، عمر دوکان کی دیکھ بھال کرینگے، اور دوکان کے سلسلہ میں جو کچھ بھی کام ہوگا سب کرینگے، اور بکر نے نو ہزار روپئے عمر کے حوالہ کئے پھر تین ہزار روپئے مزید دیئے، کل ۱۲/ ہزار روپے عمر کو دیئے گئے، زید نے ایک دوکان لی اور اسمیں نام عمر کا ڈالدیا جو کہ زید کا حقیقی بھائی ہے، تو بکر نے اس بات پر اعتراض کیا کیونکہ سارا روپیہ بکر ہی کا تھا، زید نے بکر کو زبانی طور پر مطمئن کردیا اور دوکان کی پوری پوری آمدنی عمر اور زید لیتے رہے، اسطرح بکر کو اپنی رقم ڈوب جانے کا خدشہ ہوا تو بکر نے ایک مسودہ بنایا جسکو زید وعمر نے تسلیم نہیں کیا، بلکہ ان دونوں نے ایک ایک مسودہ تیار کیا جو بکر کیلئے قابل تسلیم نہیں تھا، چونکہ اس میں بکر کے روپیہ کا تذکرہ بھی نہیں تھا، بکر کے اصرار پر بادل نخواستہ اس لئے مانا کہ بکر کا روپیہ تحریر میں آجائے، تب بکر نے قطعی طور پر محسوس کرلیا کہ زید وعمر دونوں مل کر دھوکہ دے رہے ہیں، کیونکہ روپئے ملنے کی کوئی صورت نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب سارا سرمایہ بکر کا تھا اور زید عمر محنت کے ذمہ دار تھے، ان کا سرمایہ بالکل نہ تھا، بکر کے اصرار کے باوجود کاروبار ختم کرنے اور دوکان بند کرنے کو تیار نہیں ہیں، اور نہ ہی دوکان چھوڑنے کو تیار ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) بکر جسکا سرمایہ پورا کا پورا ہے، وہ زید وعمر کو دوکان سے الگ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلافی صورت میں جب رفع نزاع کیلئے مسئلہ دریافت کیا جائے، تو سوال پر فریقین

کے دستخط ہونا ضروری ہے، تب ہی رفع نزاع ہوسکتا ہے، ورنہ دوسرا فریق یہ کہدے گا کہ شرعی حکم سرآنکھوں پر مگر سوال صحیح نہیں کیا گیا، بلکہ واقعہ بدل کر کیا گیا ہے، تاہم جوصورت اس سوال میں درج ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معاملہ مضاربت سمجھ کر کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت، تجارت ونفع میں شرکت[1] مگر یہاں تجارت نہیں ہے، اس لئے اس کو مضاربت قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اس کی تشکیل یہ ہوگی کہ کل روپیہ کا مالک بکر ہے، اس نے زید وعمر کو روپیہ دیا جس سے انہوں نے جو سامان بھی خریدا وہ سب بکر کا ہے، مشین بھی، فرنیچر وغیرہ بھی، دوکان کا کرایہ دار بھی بکر ہے، اگرچہ رسید کرایہ داری عمر کے نام ہے، بعد میں مزید سامان جو کہ ہزار میں لیا گیا ہے، وہ بھی بکر کا ہے، زید عمر کی اس میں کوئی شرکت نہیں، وہ موجودہ سامان میں سے کسی چیز کے حقدار نہیں، اتنی مدت میں مشینوں کے ذریعہ جتنے بھی روپیہ کی کمائی ہوئی ہے، اس کے کسی جزء کے بھی معاملہ کی رو سے حقدار نہیں، وہ سب روپیہ بکر کا ہے وہ سب روپیہ بکر کو ادا کریں، اور اہل بصیرت مشورہ سے طے کریں کہ اتنی مدت میں جو زید وعمر نے کام کیا ہے، اگر ان کو اُجرت میں رکھا جاتا تو وہ کتنی اُجرت کے مستحق ہوتے، جتنی اجرت ان کی ہوتی اتنی اجرت کے وہ حقدار ہیں، بشرطیکہ معاملہ مذکورہ میں مقرر کردہ شرح ۶/۴ر سے زیادہ نہ ہو[2]، اگر اس سے زیادہ ہو تو وہ اسی چار چھ کی مقدار کے حقدار ہوں گے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ زید وعمر دونوں نے کام کیا ہو، ورنہ اگر

---

[1] فهی عبارة عن عقد علی الشرکة فی الربح بمال من احد الجانبین والعمل من الجانب الاخر (عالمگیری، ص ۲۸۵ر ج۴ر) کتاب المضاربة.

[2] والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اهله، شامی کراچی ص ۱۸۸/۵، باب الحقوق فی البیع، مطلب الاحکام تبتنی علی العرف (قوله فلو استاجر ارضا) ..... کان هذا فی عرفهم انه من ضیع التجارة، وفی عرفنا لیس هو من صنیعهم، فینبغی ان لا یملکه، تکملة ردالمحتار ص ۲۸۹/۸، کتاب المضاربة، مطلب حیلة جواز المضاربة فی العروض.

ایک کا نام معاہدہ میں فرضی ہو اور کام صرف ایک نے کیا ہے تو صرف کام کرنے والا حسب تشریح بالا اجرت کا مستحق ہوگا[1]، جس وقت سے بکر نے دوکان ختم کرنے کو کہہ دیا ہے، اس کے بعد دوکان چالو رکھنے اور کام کرنے کا حق زید کو نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم صفر ۸۹ھ

فیکٹری سے کام لینے میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک فرم (کمپنی) جس کا نام ''حاجی علی محمد اینڈ سنس'' ہے، اس میں دس شرکت دار ہیں، جو سب ایک ہی گھر کے ہیں، دو بھائی کے دو خاندان ہیں:۔

(۱) لال محمد، محمد شفیق، محمد حنیف، محمد اصغر، محمد سعید، محمد شفیق سب میں بڑے ہیں۔

(۲) حسین محمد، محمد رفیق، محمد خلیق، محمد عزیز، محمد جلیل، محمد رفیق سب سے بڑے ہیں

کئی سال سے لال محمد و محمد حسین کاروبار کرتے چلے آتے ہیں، دونوں پر قرض کا بوجھ بہت ہوگیا ہے، شفیق صاحب کا کافی بڑے لوگوں میں میل جول ہے، ایک بڑی فیکٹری سے بات

---

[1] المضارب اذاعمل فی المضاربة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب اجرمثله فیما عمل لایزادعلی السمی فی قول ابی یوسفؒ. عالمگیری کوئٹه، ج۴/ص۲۸۸/ کتاب المضاربة،الباب الاول فی تفسیرهاالخ. شرح المجلة ص۲/۷۵۶، رقم المادة (۱۴۲۶) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۷/۲۶۴، کتاب المضاربة.

[2] ولایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، زکریا،ص ۲۹۱/ج۹/) کتاب الاالغصب ،مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح. الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

کی تھی کہ ہمارے کاروبار کا حال ٹھیک نہیں تو اس نے کہا کہ ہمارے یہاں ٹرک چلانے کا کام ہے، ہمارا ڈھوئیے، شفیق نے رفیق سے کہا، تم بھی پریشان ہو، ہم لوگ بھی، اللہ نے کام دیا ہے، تم مشینری کا کام جانتے ہو ہمارا ٹرک دیکھ لیا کرو، اس پر رفیق احمد راضی ہو گئے، اور اپنے والد سے بھی کہا کہ اللہ نے ہماری مشکلات دور کرنے کا انتظام کر دیا ہے، ہمارا قرض دور ہو جائے گا، رفیق کو مالک فیکٹری کے پاس لے گئے، ہمارا بہت بڑا خاندان ہے سب کے سب کام کریں گے اور کام اچھا کریں گے، رفیق نے کہا ہم سب سنبھال لیں گے، اب شفیق اور رفیق نے یہ طے کیا کہ رفیق انجن وغیرہ کا کام جانتے ہیں، اور حساب کتاب تو یہ کریں، اور شفیق اوپر کی نگرانی وغیرہ دیکھ بھال، نقصان آدھا آدھا ہوگا، کام اللہ کے فضل سے شروع ہو گیا، رفیق قرض میں اُلجھے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے بھائی عزیز کو اپنی طرف سے ٹرک کی دیکھ بھال اور حساب کر دیا، خرچ رفیق نے اپنے پاس سے دیا، عزیز نے اچھا کام کیا تو شفیق نے رفیق سے کہا تم نے عزیز کو اپنی طرف سے کر دیا تو کام بے فکری سے ہونے لگا، خوشی ظاہر کی، اور جب لڑکوں میں بڑا کام ہوا تو رفیق نے اپنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے خود کرایا، کام ایک ماہ نہ چلنے پایا کہ جب شفیق نے دیکھا کہ کام اچھا ہے اور آمدنی اچھی ہے، مگر رفیق رہے گا تو سارا حال آمدنی کا معلوم ہوگا، تو من مانی آمدنی خرچ نہ کر سکونگا، نیت میں فرق آ گیا، تو ہر وقت رفیق سے کہتا، تم کچھ نہیں کرتے، رفیق نے کہا اپنی جگہ عزیز کو بھی لگا دیا، اور خود بھی دیکھ رہے ہیں، لیکن آپ پھر بھی ہمیشہ کہہ رہے ہیں، اس سے پہلے بھی اپنے باپ کے سامنے رفیق کو بہت ڈانٹا، اس پر غصہ میں رفیق نے کہہ دیا کہ میں آپ کے ساتھ کام نہیں کرتا، جب آپ اتنی تیزی کرتے ہیں، شفیق وہاں سے چلا گیا، شفیق کے والد نے کہا کہ رفیق تم کام کرو، یہ تو ایسے ہی غصہ ہوتے ہیں، رفیق نے کہا مجھے اپنی فکر نہیں ہے، سب گذر کسی طرح کر لوں گا، اور جو بھائی چاہیں جا کر دیکھ لیں، لیکن ان کے حکم کو سوچ کر دوسرے نہ کر سکیں گے، رفیق خود جا کر کام دیکھتا رہا، رمضان المبارک میں ایک ہفتہ کے

بعد شفیق نے کہا کہ کام کرو تم کچھ کام نہیں کرتے، دن رات روزہ کھولنے کے بعد بھی رفیق کام خود ہی کرتا رہا، اسے غصہ آ گیا، اور کہا کہ کیا بات ہے آپ ہر دم یہی کہتے ہیں تو اس پر شفیق نے کہا تمہاری شرکت ختم ہے، کوئی حصہ نہیں ہے، ہم چاہیں دیں گے یا نہ دینگے، چند گھنٹے کے بعد رفیق نے پوچھا ہمارا حصہ ہے یا نہیں؟ تو شفیق نے جواب دیا کہ کوئی حصہ نہیں آپ جا سکتے ہیں۔

(۱) کیا اس میں سارے شرکت داروں کا برابر حق ہے یا صرف رفیق شفیق کا یا صرف شفیق کا؟

(۲) شفیق ناحق پر ہے یا حق پر؟

(۳) رفیق اپنے حصہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۴) شفیق والد صاحب کی نافرمانی کر رہے ہیں یا ان کو خوش کر رہے ہیں؟

(۵) اگر رفیق اپنا حق مانگتے ہیں یعنی آدھا حصہ اور شفیق نہیں دے رہے ہیں تو کیا قانون کی رو سے مدد درکار ہو تو غلطی پر تو نہ ہوں گے؟

(۶) ایسا آدمی اسلام کی نظر میں کیسا ہے، کہ اپنے سارے کنبہ کا خیال نہ کرتے ہوئے، اور اپنے والد کا جو قرضہ سے بے حد پریشان حال ہیں، کوئی بات بھی نہ مانے اور اپنے پندرہ سو روپے خرچ کرے، لیکن مدد کرنے کو تیار نہ ہو اور اس کے والد کی یہ حالت ہو کہ سو روپے کے لئے پریشان ہو، اللہ ان سے خوش ہوں گے یا ناراض؟

(۷) والد اپنے لڑکے سے کہتے ہیں کہ تم جو کمائی کرتے ہو اپنے کھانے پینے کو لیلو باقی روپیہ ہمیں دو تو کیا لڑکا نہ لے تو نافرمان اور گنہگار ہوگا؟

(۸) جو شخص جماعت اور اپنے والدین کی بات نہ مانے اس کیلئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) ابتداء معاملہ کی گفتگو شفیق نے کی پھر رفیق کو شریک ٹھہرایا، اس کی پختگی کے لئے

فیکٹری کے مالک کے پاس بھی رفیق کو لے جا کر سامنے کرادیا اور اس نے بھی اس شرکت کو منظور کرلیا، لہٰذا رفیق باقاعدہ شرکت دار ہوگیا، اور سب خاندان کے کام میں لگنے کو بھی مالک پر ظاہر کرکے ریٹ میں اضافہ کرنے کو کہا، اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ خاندان کے لوگ اس کام میں ہم دونوں کی اعانت کریں گے، جس کی وجہ سے ان کو بھی کچھ دینا ہوگا، پس شرکت دار دو ہیں، شفیق اور رفیق باقی ان کے معاون ہیں۔

(۲) شفیق کا انکار غلط ہے۔

(۳) رفیق کو قرارداد کے موافق حصہ لینے کا حق ہے۔[۱]

(۴) یہ تو بغیر مسئلہ دریافت کئے بھی ہر شخص جان سکتا ہے، خود شفیق بھی اور والد صاحب بھی جانتے ہیں کہ کہنا نہ ماننا نافرمانی ہے۔

(۵) جب دوٹرک اپنے اپنے الگ نہیں تھے، کہ نفع ونقصان اپنا اپنا الگ الگ ہوتا بلکہ فیکٹری کی طرف سے دوٹرک کا انتظام ہوا تو نفع ونقصان برابر رہے گا، رفیق کو آدھے کا مطالبہ کا حق ہے، اور شفیق کو اس کا دینا ضروری ہے،[۲] رفیق کو قانونی مدد لینے کا بھی حق ہے، مگر بہتر اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں آپس ہی میں ملکر معاملہ صاف کرلیں تاکہ خاندانی محبت اور تعلق میں بھی فرق نہ آئے۔[۳]

---

[۱] ولو كان شريكين في العمل يجب الاجر كله ويكون بين الشريكين (عالمگیری ص ۳۶۳/ ج۴/) الباب الثامن عشر في الاجارة التي تجري بين الشريكين.

[۲] اشترط الصانعا ن على ان يتقبلا جميعاً الا عمال وان يضمنا الاعمال جميعاً على التساوى وان يتساويا في الربح والوضيعة الى قوله فهي مفاوضة (عالمگیری ،ص ۳۲۸/ج۲/) الباب الرابع في شركة الوجوه والاعمال، مطبوعه كوئٹه) انما سمى هذا العقد بها اى بالمفاوضة لاشتراط المساواة فيه من جميع الوجوه (مجمع الانهر ص ۵۴۶/ج۲/ كتاب الشركة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

[۳] عن ابى هريرة قال قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۶) والد کا بہت بڑا حق ہے، اپنے اوپر تنگی برداشت کر کے والد کی خدمت کرنا اور ان کو راحت پہنچانا عین سعادت ہے، اس کے برخلاف خود عیش وراحت میں رہنا اور والد کو تنگی میں پڑا رہنے دینا بڑی نالائقی کی بات ہے، نہ خدا کو پسند ہے، نہ رسول کو پسند، نہ عرفاً، نہ عقلاً، نہ اخلاقاً، غرض کسی طرح بھی پسند نہیں بلکہ بہت مذموم اور قبیح ہے۔[۱]

(۷) حدیث شریف میں ہے "انت ومالک لابیک"[۲] یعنی تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے، پس نفقہ واجبہ سے جو کچھ اپنے پاس ہو اس سے والد کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔

(۸) اس کو دلی ہمدردی اور خیر خواہی سے سمجھانا چاہئے، اور اس کے لئے دعا کیجئے، کہ حق تعالیٰ اس کے دل کو نرم فرماوے، اور کسی صاحب نسبت بزرگ سے اس کا تعلق کرایا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولاتحسسوا ولاتجسسوا ولاتناجشوا ولاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللّٰہ اخواناً. (مشکوٰۃ شریف، ص۴۲۷/)باب ماینھی عنه من التھاجر والتقاطع،الفصل الاول.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے اور کسی کا حال یا کوئی خبر معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو جاسوسی نہ کرو اور کسی کے سودے کو نہ بگاڑو آپس میں حسد نہ کرو آپس میں بغض نہ رکھو، آپس میں غیبت نہ کرو، خدا کے سارے بندے بھائی بنکر رہو۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رضی الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد (مشکوٰۃ شریف ص: ۴۱۹/ ج: ۲) باب البر والصلة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

[۲] (مسند احمد بن حنبل ص۲۰۴/ج۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، ابن ماجه شریف ص۱۶۵/۲، ابواب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ:۔تو اور تیرا مال تیرے باپ کیلئے ہے۔

جائے، ان کی برکت سے انشاء اللہ نفع ہوگا[1] قرض کے ادا ہونے کے لئے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اوّل آخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھنا بہت مفید اور مجرب ہے، حق تعالیٰ برکت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۰ھ

بلا اجازت شرکاء ایک شریک کا مشترکہ زمین میں کاشت کرنا

سوال:۔(۱) زید، عمر، بکر، خالد کا مشترکہ باغ ہے، جس کی تقسیم ان چاروں کے درمیان نہ قانونی ہوئی اور نہ باہمی رضامندی سے، اب اگر ایک شریک اس میں کاشت کرے اور دوسرے شرکاء کو کچھ نہ دے تو ایسی صورت میں دوسرے شرکاء کو منافع طلب کرنا یا حساب مانگنے کا حق پہنچتا ہے، یا نہیں؟ ایسے شخص کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ میں نے جو کچھ کاشت کی ہے وہ اپنے حصہ رسد کے اندر ہی کی ہے، اس لئے دوسرے شرکاء کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔

(۲) اس باغ کیلئے ایک انجن شرکاء نے خریدا تھا جو باغ میں لگا ہوا تھا، ایک شریک نے اس کو وہاں سے ہٹا کر اپنی زمین میں لگایا جس سے باغ کو نقصان پہنچا، کیا بقیہ شرکاء کو نقصان طلب کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بغیر دیگر شرکاء کی رضامندی کے اسکو کاشت نہیں کرنا چاہئے[2] تقسیم کرالے پھر اپنے

---

[1] خالطوهم لتكونوا مثلهم فكل قرين بالمقارن يقتدى (روح المعانى ص ۵۶/ ج ۱۱/ تحت قوله تعالىٰ وكونوا مع الصادقين) سورة توبه الاية، ۱۱۹/ مطبوعه مصطفائيه ديوبند.

[2] ليس للحاضران يزرع بقدر حصته (عالمگيرى، ص ۳۷۰/ ج۵/) الباب التاسع والعشرون فى الانتفاع بالاشياء المشتركة) كتاب الاالحظر والاباحة.

حصہ میں کاشت کرلے، لیکن موجودہ صورت میں جب اس نے اپنے حصہ ہی میں کاشت کی ہے اور دیگر شرکاء نے اجازت نہیں دی تو انکو پیداوار میں حصہ طلب کرنے کا بھی حق نہیں[1]۔

(۲) اس شریک کیلئے اس انجن کو باغ مشترک سے منتقل کرکے اپنی ذاتی انفرادی زمین میں لگانے کا حق نہیں تھا، اس نے غلطی کی، اس کی وجہ سے باغ کو جو نقصان پہنچا ہے، اس سے دیگر شرکاء کو وصول کرنا درست نہیں، جتنے روز اس نے اپنی زمین میں انجن استعمال کیا ہے، اس کا معاوضہ بھی اس سے وصول کرنے کا حق نہیں، اگرچہ اس کا استعمال کرنا غلط، حق تلفی اور ایک قسم کا غصب ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

مشترکہ آمدنی سے بچا کر روپیہ الگ رکھنا اور اس سے مکان خریدنا (ضعیف والدین کا نفقہ)

سوال:۔ عرض ہے کہ فدوی پانچ بھائی تھے، اور ہمارے ماں باپ بھی حیات ہیں، میں سب سے بڑا بھائی ہوں، اور سب میرے سے چھوٹے تھے، اور ہم سب اکھٹا رہا کرتے

---

[1] الارض والکرم اذاکانابین رجلین احدهما غائب او کانت الارض بین بالغ ویتیم یرفع الامر الی القاضی فان لم یرفع الحاضر وزرع الارض بحصته طاب له، (عالمگیری ص ۳۴۲/ ج ۲/ کتاب الشرکة، الباب السادس فی المتفرقات. مطبوعه کوئٹه، اذازرع احد الشرکا والاراضی المشترکة فلیس للآخر ان یطلب حصته من الحاصلات الخ، شرح المجلة ص ۶۰۳/ ۱، رقم المادة (۱۰۷۶) مطبوعه مکتبه اتحاد بکڈپو دیوبند،

[2] قلنا جمیعاً المنافع لاتضمن بالا تلاف (نورالانوار ص ۴۷/ مبحث الامر. مطبوعه رحیمیه دیوبند، درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۲۰۶، کتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب.

تھے، اور سب بھائیوں میں میں ہی کمانے کے قابل تھا کیونکہ اور بھائی چھوٹی عمر کے تھے، اوران سب کو کام سکھائے گئے، اب ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس وقت چار بھائی موجود ہیں، اور تین بہنیں موجود ہیں، ایک بھائی جو کہ میرے سے چھوٹا اور دو سے بڑا ہے، اس کو درزی کا کام سکھایا گیا ہے، پہلے وہ اس قابل نہیں تھا، کہ کچھ کما سکے سب اکھٹے اپنی گذر اوقات کرتے رہے، اوران کو کام سکھاتے رہے، جب وہ بھائی کمانے کے قابل ہوگیا، اس وقت سے وہ اپنی کمائی علیحدہ جمع کرتا رہا، حتی کہ اپنا خرچہ خوراک بھی ہم کو نہیں دیتا تھا، اور وہاں باپ اس کو ہر چیز سمجھاتے رہا کرتے تھے، کہ تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم اپنی کمائی الگ جمع کرتے رہو، کم از کم اپنا خرچ ان کو دیتے رہا کرو، مگر وہ کچھ خیال نہیں کرتا تھا، اس کی شادی بھی شاملات میں رہتے ہوئے کردی گئی، شادی ہونے پر اس نے کوئی خرچہ اپنا اور اپنی بیوی کا ہمیں نہیں دیا، عرصہ تک دونوں میاں بیوی بلا خرچہ دیئے ہمارے ہی میں شاملات کھاتے رہے، جب اس کو بہت کہا گیا تو کبھی کبھی پانچ چار روپیہ دیا کرتا اس کے بعد اپنا مکان علیحدہ خرید لیا، جس وقت وہ علیحدہ ہونے لگا اس وقت اس کو کہا گیا کہ جب تک اور بھائی بہنوں کی شادی نہ ہوجائے اور یہ بھائی کمانے کے قابل نہ ہوجائیں، اس وقت تک تم کو علیحدہ ہونا ٹھیک نہیں، مگر وہ نہ مانا اور مکان خرید کر علیحدہ ہوگیا، اور اسی رقم سے اس نے مکان خریدا جو اس نے کما کر اکھٹی کی تھی، ہمارے ذمہ کچھ قرض بھی ہوگیا، اس میں بھی اس نے کچھ نہیں دیا، اس نے جو مکان خریدا وہ قابل مرمت تھا، میں چونکہ معماری کا کام جانتا ہوں، بہت دن تک اپنی مزدوری اس میں خرچ کی اور خیال یہ تھا کہ اگر بھائی اس کے اندر رہے گا تو کچھ مزدوری نہیں لونگا، اور اگر فروخت کریگا تو مزدوری لونگا، جب سے یہ بدامنی ہوئی ہے، اس وقت سے وہ از حد کوشش کررہا ہے کہ مکان فروخت کرکے پاکستان چلا جائے، اس کو ہر چند کہا گیا کہ مکان فروخت نہ کرو مگر وہ نہیں مانتا مکان فروخت کرنے کی غرض سے ایک سال سے اپنے آپ کو پاگلوں اور دیوانوں کی حالت میں تبدیل کررکھا ہے، ہر چند یہ کوشش کررہا

ہے، کہ مکان فروخت کردے، حالانکہ اس وقت بھی اس کے پاس چھ سو روپیہ نقد اور اتنے کے زیورات موجود ہیں، اس کو کہا جاتا ہے کہ اس رقم اور زیورات میں سب کا حصہ ہے، ان کو بھی دینا چاہئے، مگر وہ نہیں مانتا حالانکہ ماں باپ بہت ضعیف ہیں، نماز بھی مشکل سے ادا کرتے ہیں، اور بھائی بھی ابھی اس قابل نہیں کہ اپنا گذارہ بخوبی کرسکیں، یہاں تک کہ ماں باپ کا بھی اعتبار نہیں کرتا اپنی جمع کردہ رقم دوسروں کے پاس رکھتا ہے کیا دوسروں کو وہ رقم رکھنی جائز ہے؟ جبکہ ان کو معلوم ہے کہ رقم مشترکہ سب کی ہے، اور شاملات میں رہتے ہوئے اکھٹی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم اس نے کسی سے چوری نہیں کی بلکہ خود کمائی ہے، تو یہ چوری کا مال نہیں، لہٰذا جس کے پاس یہ رقم رکھی ہے، اس کو رکھنا درست ہے، اگر ماں باپ اور بھائیوں کے مال کو چوری کرکے رقم جمع کی ہے، تو یہ چوری کا مال ہے، ایسی حالت میں اس شخص کو رقم کا رکھنا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

استفتاء متعلق سوال بالا

(۱) اس رقم کے اندر ماں، باپ، بھائی بہنوں کا حق ہے یا نہیں؟

(۲) جو مکان اس نے خریدا ہے اس کے اندر بھائیوں کا حق ہے یا نہیں؟

---

[1] قال الله تعالیٰ وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونو على الاثم والعدوان الآية، سورة المائدة آيت ۲، يأمره تعالىٰ عباده المومنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر والتقوىٰ وترك المنكرات وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم، تفسير ابن كثير ص ۲/۹، سورة المائدة، مطبوعه مكتبة التجابرية مصطفى احمد الباز،

(۳) اس کو اس طرح علیحدہ ہونا جائز تھا جبکہ اور بھائیوں کی شادیاں نہیں ہوئیں، اور برسر روزگار بھی نہیں؟

(۴) اس کو قرضہ دینا جائز تھا یا نہیں، جو کہ شاملات رہتے ہوئے ہوا؟

(۵) اگر وہ مکان فروخت کرے تو جو مزدوری میری خرچ ہوئی ہے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اگر وہ ہمیں رقم دے تو اس کو ماں باپ بھائی بہنوں میں کس طرح تقسیم کریں؟

(۷) اس شخص کے لئے کچھ سزا ہے یا نہیں، جو کہ سب بات کو جانتے ہوئے اس کی رقم کو رکھتا ہے، اور اگر ہے تو حشر کے روز اس کی کیا سزا ہے؟

(۸) اور میرے بھائی کی کیا سزا ہے، جس نے کہ اتنی پریشانیاں پیدا کیں اور اگر ہے تو حشر کے روز کیا سزا ہے، تاکہ اس کو سمجھا دیا جائے، اور وہ راہ راست پر آ سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) اگر ماں باپ بھائی بہنوں سے چوری کی ہے تب تو سب انہیں کی ہے[۱]، اگر خود کمائی ہے تو خود اس کمانے والے کی ہے، ماں باپ وغیرہ کا اسمیں حق نہیں، ہاں جو کچھ انہوں نے اس پر خرچ کیا ہے، اگر قرض کہہ کر خرچ کیا ہے وہ لے سکتے ہیں[۲]، اور بوقت حاجت والدین

---

[۱] صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالا بغير حق واما أن يكون كسبه بعقد فاسد.....أو بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففي جميع الاحوال المال الحاصل لهٗ حرام عليه (الى قولهٗ) ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه (بذل المجهود ج ۱/ ص ۳۷/ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

[۲] فلو كان للولد مال لكنه غائب فنفقته على الاب الى ان يحضر ماله (قول ان اشهد) اى على انه ينفق عليه ليرجع، شامى كراچى ص ۲ ۱ ۶/ ۳، باب النفقة، مطلب الصغير والمكتسب نفقة فى كسبه لا على ابيه، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱/ ۴، باب النفقة.

کا نفقہ اولاد کے ذمہ ہوتا ہے، جس میں دوسری اولاد کے ساتھ یہ بھی شریک ہے[۱]۔

(۲) اس میں بھائیوں کا حق نہیں۔

(۳) علیحدہ ہونا اس کو جائز ہے[۲]، لیکن ماں باپ اور بھائیوں کے ساتھ رہ کر کھانا، پہننا اور اپنی کمائی علیحدہ جمع کرنا بہت بڑی بے مروتی، اور انتہائی احسان فراموشی ہے جس کا نتیجہ بہت خراب ہے[۳]۔

(۴) جس طرح وہ کھانے پینے میں سب کے شریک رہا تو اس کو چاہئے کہ اس سلسلہ میں جو قرض ہوا اس کے ادا کرنے میں بھی سب کے ساتھ شریک رہے۔

(۵) اگر کوئی معاملہ طے کیا ہے تو اس معاملہ کے موافق مزدوری لینا درست ہے محض دل میں رکھنا اور نیت کر لینا کافی نہیں[۴]۔

---

[۱] ویجبر الولد علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین قدرا علی الکسب او لم یقدر الخ، عالمگیری دارالکتاب ص ۱/۵۶۴، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، هدایه ص ۲/۴۴۵، باب النفقة فصل فی من یجب النفقة ومن لا یجب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص ۳/۶۲۳، باب النفقة، مطلب فی نفقة الاصول.

[۲] تجب السکنی لها علیه فی بیت خال عن اهله واهلها، عالمگیری دارالکتاب ص ۱/۵۵۶، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة، هدایه ص ۲/۴۴۱، باب النفقة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۳] عن ابی بکرة قال قال رسول الله ﷺ کل الذنوب یغفر الله منها ما شاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیاة قبل الممات وفی روایة عنه ما من ذنب احری ان یعجل الله لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخرله فی الآخرة من البغی وقطیعة الرحم، مشکوة شریف ص ۲/۴۲۰، باب البر والصلة.

[۴] والاصل ان الضمانات فی الذمة لا تجب الامرین اما باخذ او بشرط فاذا عدما لم تجب والشرط قبول العقد کالشراء والاستیجار والکفالة ونحوها، قواعد الفقه ص ۱۵، اصول الکرخی، رقم القاعدة (۱۶) مطبوعه اشرفی دیوبند.

(۶) اس کی سعادت یہ ہے کہ والدین کی خدمت میں وہ رقم پیش کردے، پھر والدین سب کو برابر دیدیں۔

(۷) اس کا جواب سب پہلے نمبر میں آگیا۔

(۸) اس کو نصیحت کی جائے والدین کے حقوق بتائے جائیں، اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعاء خیر کی جائے، اور معاف کردیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں پر بہت بڑا اجر ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ر شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷ر شوال ۶۷ھ

نیلام در نیلام

سوال:۔ ایک جنگل کے نیلام کا اعلان ہوا، ایک جماعت اس کی خریداری کیلئے تیار ہوئی اور آپس میں معاہدہ کرلیا کہ اس کو متفقہ طور پر خرید لیا جاوے، کسی ایک کے نام، اور سب شریک رہیں، اس کے بعد آپس میں اس کی بولی بولی جاوے، جو شخص جتنے نفع پر اس کا خریدار ہو اس کا منافع وہیں ختم ہوجائے گا، اسی طرح سے اور باقی شرکاء کریں گے، مثلاً نیلام کو زید نے سو روپیہ میں لیا جس میں دس شریک ہیں، اب عمر نے اس جنگل کی قیمت ۵۰ر روپیئے تجویز کی کہ اتنے میں میں خریدار ہوں اس سے زیادہ میں نہیں، تیسرے شریک نے اس کی قیمت دوسو روپیہ تجویز کی کہ میں اتنے کا خریدار ہوں زیادہ کا نہیں، اسی طریقہ سے سلسلہ وار ہر شخص بولی بولیگا، یا انکار کرے گا، اس معاہدہ کے موافق کہ جو شخص جتنی قیمت تک خریدار ہوگا، وہ اسی نفع کا شریک ہوگا، جو اس وقت ہے اگر دوسرے شرکاء اس کے منافع میں اضافہ کریں تو یہ شخص اس زیادہ منافع میں شریک نہیں یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کے بعد ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ دس میں سے دو شخص شریک ہوکر پھر

متفقہ طور سے خریدار ہوتے ہیں، اور وہ بھی آپس میں یہی طے کرتے ہیں، کہ ہم پھر آپس میں معاملہ طے کریں گے، اب دونوں میں جو نفع ہوگا، اس میں تو ان آٹھ میں سے کوئی شریک اس میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب خریدنے میں برابر کے شریک ہیں تو نفع میں بھی برابر ہی کے شریک رہیں گے[1]، محض قیمت تجویز کرنے سے نفع کی زیادتی ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی شریک دوسرے شرکاء کے حصے بھی خرید لے تو ان کے حصوں کا نفع بھی یہی لیگا، جو حکم مجموعہ دس شرکاء کا ہے وہی دو شریکوں کا ہے، اور جس شریک کا حصہ جتنے میں خریدے گا اسی حساب سے نفع دے گا، اور خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ بیع قطعی ہو کر معاملہ طے ہو جائے صرف بولی بولنا کافی نہیں، اور مجموعہ میں تمام شریک ہیں، اس لئے جو خریدیگا وہ اپنے حصہ کے علاوہ دوسروں کے حصہ کو خریدے مجموعہ کو خریدنا جس میں اپنا حصہ بھی داخل ہے ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤس اموالهما، شامی کراچی، ص ۳۰۵/ج ۴/ کتاب الشركة، مطلب اشتراط الربح متفاوتاً. عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۳۰۱، کتاب الشركة، الباب الاول، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۱۶۸، کتاب الشركة.

[2] هو (اى البيع) مبادلة شئ مرغوب فيه بمثله على وجه مفيد مخصوص ..... وخرج بمفيد مالايفيد فلا يصح بيع درهم بدرهم استويا وزنا وصفة ولا مقايضة احد الشريكين حصة داره بحصة الآخر، والمتبادر من التعبير بالشريكين ان الدار مشاعة بينهما، درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۵۰۴، ۵۰۱، کتاب البيوع، النهر الفائق ص ۳/۳۳۴، کتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مشترکہ روپیہ سے تجارت اور نفع سے حج

سوال:۔ چند احباب کا ارادہ ہے کہ گیارہ آدمی فی نفر دوسو روپے ڈال کر مشترکہ تجارت کریں، اور جو کچھ نفع ملے اس کے ذریعہ دوسال کے بعد گیارہ آدمی مل کر حج کے لئے جائیں، کیا یہ معاملہ صحیح ہے، اور اس طرح حج کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح اور اس نیت سے تجارت تو درست ہے مگر حج کی شرط نہ لگائی جائے، ہر ایک کا نفع اسکو دیدیا جائے اسکا جو دل چاہے کرے حج پر مجبور نہ کیا جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

کاشت میں ایک بھائی کا نام درج ہے کام سب کا مشترک ہے

سوال:۔ (۱) ایک کھیت جو باپ دادا کے زمانہ سے چلا آتا ہے، اور لگان پر تھا، کاشت نہیں تھی، اور ہم لوگ مشترک تھے، تین بھائی تھے، اور اس زمانہ میں ایک بھائی کے نام سے کاشت لگ گئی، اور ہم لوگ برابر (کاشت) زراعت کرتے چلے آئے، اور علیحدہ ہوجانے کے بعد بھی کھیتی مشترک رہی، اب آپس میں ایک نام کی بناء پر اختلاف پڑا ہوا ہے تو شرعاً تینوں بھائیوں کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ تینوں بھائی جب ایک میں تھے تو زمیندار سے کھیت لگان پر لیا گیا، اور کھیتی کرنے لگے، تو ایک بھائی کے نام سے کاشت لگ گئی، مگر علیحدہ ہوجانے کے بعد بھی ہم

---

[1] کما یستفاد من هذا الحدیث نهی النبی ﷺ عن بیع وشرط. نصب الرایه ج۴/ص۱۷/ باب بیع الفاسد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔

لوگ مشترک طور پر برابر کھیتی کرتے رہے، نام کی بناء پر اختلاف ہے، تو شرعاً تینوں بھائیوں کا حق ہوتا ہے، یا نہیں جواب مدلل مع حوالہ کتب عنایت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جب زبانی معاملہ مشترک ہے، اور اس پر عمل درآمد ہے اور کاغذ میں صرف ایک بھائی کا نام درج ہونے کے باوجود تینوں بھائی مشترک کاشت کرتے چلے آئے، تو اب اختلاف اور تردد کی کوئی وجہ نہیں بلا تردد تینوں شریک ہیں، اور وہ کاغذی اندارج محض کاغذی ہے، کچھ مؤثر نہیں، جیسا کہ ہزل کی صورت میں طے شدہ معاملہ کا اعتبار ہوتا ہے، ایسا ہی یہاں پر بھی ہوگا، یہ اندراج ہزل سے زیادہ نہیں[۱]

(۲) تینوں بھائیوں کا حق ہے، صرف ایک کا نہیں ہزل کی بحث کتب اصول میں مفصل موجود ہے[۲] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذیقعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ذیقعدہ ۶۹ھ

زمین دوکان وگھوڑی میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔زید، عمر، بکر خالد حقیقی بھائی ہیں، سرکار نے دو مربع زمین عمر کو عطا کی جس کیلئے، ایک راس گھوڑی عمدہ رکھنی شرط ہے، برائے قانون انگریزی عمر کا خلف اکبر زمین کا

---

[۱] الهزل هوان لايراد باللفظ دلالته لاالمعنى الحقيقى ولا المجازى الخ ،الوصول الى قواعد الاصول ،ص ۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية ،مسئالة الهزل، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. نورالانوار ص ۳۰۶/ مبحث الاهلية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو نورالانوار، ص ۳۰۶/ مبحث الاهلية ،مطبوعه ياسر نديم ديوبند "الوصول الى قواعد الاصول، ص ۳۰۸/ باب الامور المعترضة على الاهلية .مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

مالک ہوگیا، تقدیر سے عمر فوت ہوگیا، عمر کے لڑکے کے نام زمین منتقل ہوگئی، کچھ مدت بعد عمر کا لڑکا بھی فوت ہوگیا، عمر لاولد ہوگیا، اب بروئے قانون انگریزی اسی خاندان میں جو عمر میں سب سے بڑا ہوگا، اس کے نام زمین داخل خارج ہوگی، قانوناً زید جو سب سے بڑا ہے، وارث تصور ہوا، لیکن زید وخالد نے منتظم صاحب کی عدالت میں درخواست دی کہ ہم (زید وخالد) راضی ہیں کہ ہر دو مربع مع گھوڑی بکر کے نام ہو، درخواست منظور ہوگئی، ہر دو مربع بکر کے نام داخل وخارج ہوگئی، بکر نے کئی جگہ تبادلہ بسبب ناقص ہونے زمین کے کرایا اور کئی جگہ بنجر شگافی کی، اب تیسری جگہ بکر آباد ہے، کہ عرصہ بعد خالد بھی فوت ہوگیا، بکر نے بڑی نیک نیتی سے کام کر کے بائیس ہزار کی زمین مربعات اس جگہ آمدنی سے خریدی جو زید اور بکر کے نام بحصہ نصف نصف کرائی گئی، اب زید بکر کو کہتا ہے کہ ایک مربع مجھ کو دو، کیا زید بکر سے ازروئے قانون اسلامی ایک مربع لے سکتا ہے یا نہیں، دیگر زید بکر نے دوکان پارچہ کھولی، جس میں ابتدائی میں دوکان کا سرمایہ دوسو روپیہ بکر نے دیا، اور تین سو روپیہ زید نے دیا، جس کو عرصۂ چار سال کا ہوگیا ہے، دوکان بفضلہٖ بڑی نفع میں ہے، دوکان کا کام زید کا لڑکا کرتا ہے، بکر نے روپیہ بنیت اشتراک دیا تھا، اب دوکان سے تو زید جواب دیتا ہے، یعنی کچھ نہیں دیتا، اور دو مربعات سے حصہ مانگتا ہے م بینوا وتوجروا، بالسنۃ والکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

آپ کے سوال میں چند امور دریافت طلب ہیں ان کا جواب تفصیل سے تحریر کیجئے، اس کے بعد جواب مکمل ہوگا۔

(۱) سرکار نے دو مربع زمین جو عمر کو عطا کی ہے، وہ بطور تملیک ہے، یا بطور عاریت، یعنی کیا عمر اس کو فروخت کرسکتا ہے یا دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ جو تصرفات مالک اپنی زمین میں کرسکتا ہے عمر کو ان تصرفات کی اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) گھوڑی بھی سرکار نے دی ہے، یا عمر نے خود خریدی ہے، اگر سرکار نے دی ہے، تو بطور تملیک یا بطور عاریت؟

(۳) عمر نے انتقال کے بعد کون کون وارث چھوڑے صلبی وغیر صلبی مذکر و مؤنث مفصل تحریر کیجئے؟

(۴) عمر کے لڑکے نے اپنے انتقال کے بعد کون کون وارث چھوڑے تفصیل سے تحریر کریں؟

(۵) زید و خالد نے جو بکر کے نام زمین کرائی تو ہبہ کی ہے یا محض اپنا کارکن بنایا ہے، یا دونوں نے بکر کو مالک بنایا ہے، اگر وہ اس زمین کو فروخت کر دے، تو بھی ان دونوں کو کچھ سروکار نہیں، یا مالک نہیں بنایا بلکہ مختار کام بنایا ہے؟

(۶) بکر نے کئی جگہ تبادلہ بسبب ناقص ہونے زمین کے کرایا اسکا کیا مطلب ہے؟

(۷) خالد نے کون کون وارث چھوڑے؟

(۸) بائیس ہزار کی زمین جو خریدی گئی ہے اور وہ زید و بکر کے نام نصفا نصف ہوئی تو کیا بکر نے وہ نصف زمین زید کو ہبہ کی اور اس پر زید کا قبضہ کرا دیا، یا ہبہ نہیں کی، بلکہ محض کاغذ میں نام درج کرایا ہے؟

(۹) ان تمام باتوں کا تفصیل سے جواب تحریر کیجئے، تب جواب مکمل ہوگا، دیگر اگر زید اور بکر میں معاملہ شرکت بھی ٹھہرا ہے تو شرط کے موافق دونوں نفع نقصان میں شریک ہوں گے۔ فقط والسلام

حررہ العبد محمود عفی عنہ گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۳/۵۲ھ

جوابات تنقیح

"اللّٰھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلاً"

(۱) عمر کو جو زمین سرکار نے عطا کی ہے، عمر اس کو بلا مخالفت شخصے فروخت کر سکتا ہے،

لیکن کوئی حصہ اس کا فروخت نہیں کرسکتا، بلکہ کل رقبہ مع گھوڑی ومکان مسکونہ بغیر مخالفت احدے فروخت کرسکتا ہے۔

(۲) گھوڑی عمر نے خود خریدی تھی، اب بکر اس کا قانوناً وارث ہے۔

(۳) عمر کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ زمین تقسیم نہیں کرسکتے، کیونکہ حکام وقت کے قانون میں فقط خلف اکبر ہی وارث ہوتا ہے۔

(۴) جواب نمبر ۳ر میں ہے۔

(۵) زید خالد نے بکر کو کارکن نہیں بنایا، بلکہ بکر کو موافق قانون حکام وقت مالک تسلیم کرلیا گیا ہے۔

(۶) بکر نے کئی جگہ تبادلہ جو کیا اس سے کسی کی حق تلفی مطلوب نہ تھی، بلکہ پہلی زمین ناقص تھی، اس کے عوض عمدہ زمین جو قانوناً جائز ہے لی۔

(۷) کا جواب نمبر ۳ر میں ہے۔

(۸) جو زمین خریدی گئی ہے، اس میں زید نصف حصہ کا قابض ومالک ہے، اور بکر نصف حصہ کا روپیہ بکر نے دیا، مگر زید چونکہ بکر کا بڑا بھائی ہے، اس لئے بکر زید کو نصف حصہ کا مالک تسلیم کرتا ہے، جواب (دیگر) زید کی بکر میں شرکت ہے، چونکہ زید کا لڑکا دوکان کا کام کرتا ہے، وہ اپنے کام کا معاوضہ لے سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعد بیانات مذکورہ بالا شرعاً مربع کا مالک بکر ہوا یا زید یا مشترک۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

عمر کے انتقال کے بعد اگر اس کا وارث صرف اس کا بیٹا تھا اور کوئی دوسرا وارث شرعی مستحق نہیں تھا، تو عمر کے کل ترکہ کا مالک اسکا بیٹا ہوگیا، اور اگر کوئی اور بھی وارث شرعی مستحق

تھا، تو موافق شرع اپنے حصہ کا مالک ہوا تھا[1]، پھر اگر اس کے انتقال کے بعد اس کا کوئی وارث شرعی نہ تھا، صلبی نہ غیر صلبی نہ دختری نہ پسری نہ مذکر نہ مونث، غرض بجز زید، بکر خالد کے کوئی وارث نہ تھا، تو یہ تینوں اس کے کل ترکہ کے برابر وارث ہوں گے[2]، قانون سرکاری کا اس میں کوئی اعتبار نہ ہوگا، پھر زید وخالد نے چونکہ بکر کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا ہے، یعنی بکر کو اپنے حصہ کا مالک بنا دیا ہے، کہ وہ بیع وغیرہ جو تصرفات چاہے کرے، زید وخالد کو کوئی سروکار نہیں، اور بکر کا اس پر پورا پورا قبضہ بھی کرا دیا، تو بکر کل زمین وگھوڑی کا مالک ہو گیا[3]، اور زید وخالد کا اس میں کوئی حصہ نہ رہا، اسکے بعد جب بکر نے ۲۲/ ہزار کی زمین خریدی تو اس میں چونکہ زید کو نصف کا شریک بنایا ہے، یعنی نصف حصہ زید کو ہبہ کر دیا، اور تقسیم کر کے اس پر زید کا قبضہ کرا دیا، تو زید اس نصف کا مالک ہو گیا[4]، لہٰذا زید اس بائیس ہزار کا نصف طلب کر سکتا ہے، اور کچھ نہیں طلب کر سکتا، اگر زید کو بکر اس نصف کا مالک نہ بناتا تو زید کو اس کے مطالبہ کا کوئی حق نہ تھا۔

---

[1] بیٹا عصبہ میں سے ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کا مستحق ہوتا ہے۔ العصبات، وهم كل من ليس له سهم مقدر ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض واذ انفرد اخذ جميع المال، عالمگيرى دارالكتاب ص ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، المحيط البرهانى ص ۲۳/۲۸۵، كتاب الفرائض، الفصل السابع فى بيان اصناف الورثة، مطبوعه ڈابهيل.

[2] واذا اجتمع جماعة من العصبة فى درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبار ابدانهم لا باعتبار اصولهم، عالمگيرى دارالكتاب ديوبند، ص ۶/۴۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، الاختيار لتعليل المختار ص ۲/۵۶۲، كتاب الفرائض، فصل فى العصبات، مطبوعه مكتبه حقانيه پشاور.

[3] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، عالمگيرى كوئٹه ج۴/ص ۳۷۴/ كتاب الهبة، الباب الاول فى تفسيره. شرح المجلة ص ۱/۴۷۳، كتاب العصبة، الباب الثالث فى احكام الهبة، رقم المادة (۸۶۱) مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،

[4] حوالہ بالا۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ شرعی قانون کے ذریعہ سے اگر بکر کل زمین کا مالک ہوگیا تھا تو زید ۲۲/ ہزار والی زمین میں نصف کا شریک ہے، کیونکہ بکر نے وہ نصف زید کو ہبہ کر کے قبضہ کرادیا ہے، لیکن اگر بکر کل زمین کا شرعاً مالک نہیں ہوا تو جتنی کا مالک ہوا ہے، اس میں نصف کا شریک ہے، بکر کے مالک ہونے نہ ہونے کی تفصیل اوپر بیان ہوچکی۔

دیگر جس قدر دیانت دار اور ہوشیار زید کا لڑکا ہے، اگر ایسا ہی کوئی دوسرا شخص دوکان پر ملازم رکھا جاتا اور وہ بھی اتنا ہی کام کرتا جتنا کہ زید کے لڑکے نے کیا ہے، تو اس کو جس قدر اجرت دیجاتی ہے اسی قدر اجرت زید کے لڑکے کو دیجائیگی، اور دوکان میں موافق شرط زید اور خالد دونوں شریک ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح ہے، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۲ھ

قبضہ کی جائداد میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے ایک کھیت پر ایسے وقت میں قبضہ کیا کہ عام طریقہ سے لوگ زمینوں پر قبضہ کررہے تھے، اس دور میں زید نے اس کھیت پر قبضہ کیا، مگر اس وقت زید کے تین بھائی تھے، لیکن ایک بھائی اس پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی الگ ہوگئے تھے، اور زید و بکر

---

[1] فان وقعت علی عمل معلوم فلا تجب الاجرة الا بتمام العمل، اذا کان العمل مما لا یصلح اوله الا بآخره، وان کان یصلح اوله دون آخره، فتجب الاجرة بمقدار ما عمل، النتف فی الفتاوی ص ۳۳۸، کتاب الاجارة، مطبوعه ایچ. ایم. سعید کراچی، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۷، باب ضمان الاجیر، درمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۶۹، کتاب الاجارة، مطلب ضمان الاجیر المشترک الخ.

دونوں ایک ساتھ رہتے تھے، مگر زید نے قبضہ کرنے کے بعد جب نام لکھوانے کا وقت آیا تو صرف اپنا نام لکھوایا، اور بکر کا نام نہیں لکھوایا، حالانکہ دونوں کا نام مشترک ہوا کرتا تھا، پھر زید کا انتقال ہوگیا، اس وقت زید کے دو بیٹے تھے، اور بکر کے دولڑکے اور دولڑکیاں تھیں، اور بکر کا انتقال زید سے قبل ہی ہوگیا تھا، زید نے ان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی شادی خود کی، بکر کے لڑکوں نے کچھ خرچ وغیرہ کے بارسے پھر معاملات کو دیکھ کر علیحدگی حاصل کرلی، علیحدہ ہوتے وقت زید کے لڑکوں کے اوپر یکجائی خرچ کا قرض رکھ دیا گیا، اور چالبازی سے ہر ایک جائیداد نصف نصف بانٹ لی گئی، زید کے مقبوضہ کھیت میں سے بھی آدھا لے لیا گیا، زید کے لڑکے قانونی کاروائی کرکے رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کسی دوسرے کے کھیت پر بلاوجہ شرعی قبضہ کرنا جائز نہیں، اور ایسا قبضہ کرنے سے قابض کی ملک بھی ثابت نہیں[1] ہوئی، پس اگر زید نے اس کھیت پر قبضہ کرکے ایسی صورت کرلی تھی، جس سے وہ شرعی مالک ہوگیا تھا، تو اسمیں بکر کا حق نہیں تھا، بکر نے اسمیں روپیہ خرچ بھی نہیں کیا تھا، زید نے ہی اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تھا[2]، پھر زید وبکر کے انتقال کے بعد

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق واما ان يكون كسبه بعقد فاسد ..... او بغير عقد كالسرقة والغصب ..... ففي جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ..... ولم يملكه الخ، بذل المجهود ص۳۷/۱، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، قواعد الفقة ص۹۴، رقم القاعدة (۱۹۶) مطبوعه اشرفی ديوبند.

[2] ولايجوز التصرف فی مال غيره بلااذنه ولاولايته الخ، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زكريا، ج۹/ص ۲۹۱/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ. الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی كتاب العصبة، مطبوعه مكتبه اشاعت الاسلام دهلی، ثم من احياه باذن الامام ملكه الخ، هدايه ج۴/ص۴۷۸/ كتاب احياء الموات مطبوعه تهانوی ديوبند. مجمع الانهر ص ۴/۲۲۹، كتاب احياء الموات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار علی الشامی كراچی ص۶/۲۳۴، كتاب احياء الموات.

اس کھیت کو مشترک مان کر دونوں کے ورثاء کے درمیان مشترک قرار دینا بھی صحیح نہیں، وہ صرف زید کے ورثا کا ہے[1]، مشترکہ خرچ کا قرضہ اگر زید کی اولاد پر معاہدہ کے ماتحت ڈالدیا گیا اور اس نے اسکو تسلیم کرلیا تو اس کے ذمہ ہی اسکا ادا کرنا ہے[2]، اگر زید نے اپنی زندگی میں بکر کو شریک مان لیا تھا تو وہ کھیت اب دونوں کے ورثاء کا ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۱/۱۰/۸۹ھ

دوکان میں شرکت کی ایک صورت

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ احمد ایک دوکاندار ہے، جس کی دوکان میں صرف ایک ہزار کا مال ہے، اس نے رفیق اور عمر سے یہ طے کیا کہ رفیق دس ہزار روپے، عمر پانچ ہزار روپے دینگے، اور احمد کی دوکان کا ایک ہزار کا مال بھی اس میں شامل ہوگا، کل ۱۶۰۰۰/روپئے ہوئے ان ۱۶۰۰۰/ ہزار روپے سے کاروبار کی ذمہ داری احمد پر ہوگی، احمد اس رقم سے مال خریدے گا، مشترکہ رقم سے مال خرید کر اپنی دوکان کیلئے مال کی قیمت پر دو فی صد منافعہ دیکر بطور قرض خرید لیگا، اور قسطوار قرض ادا کرتا رہے گا، مال کے

---

[1] ویستحق الارث باحد ثلاثة بالاستقراء بنسب ای قرابة رحم ونکاح صحیح ..... وولابنوعیه، ولامستحقون للترکة عشرة اصناف الخ، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴/۴۹۵، کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیت بیروت، عالمگیری دارالکتاب ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الاول.

[2] المسلمون علی شروطهم ،ترمذی شریف ،ج ۱/ص ۲۵۱/ کتاب الاحکام ،باب ماذکر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس.مطبوعه یاسرندیم دیوبند .

[3] راجع رقم الهامش: ۱/

لانے میں جو نقصان ہوگا، اور جو خرچ لگے گا، اس کو نفع میں سے اپنی اپنی لگائے ہوئے رقم کے تناسب سے رفیق دس حصے، عمر پانچ حصہ اور احمد کو ایک حصہ برداشت کرنے کے بعد جو نفع بچے گا ہر شخص اپنے حصہ کے تناسب سے نفع تقسیم کرلیں گے، یعنی رفیق نفع کا دس حصہ، عمر پانچ حصہ اور احمد ایک حصہ کے حقدار ہوں گے، کیا یہ صورت معاملہ کاروبار کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

احمد کی دوکان میں جس قدر مال اب موجود ہے اس کے سولہ حصہ بنا کر دس حصے رفیق خرید لے، پانچ حصے عمر خرید لے، ایک حصہ احمد کا رہ جائے گا، اب تینوں اس میں اسی نسبت سے شریک رہیں گے، احمد اس روپے سے مال خرید کر دوکان کو ترقی دے اور آپ کے لکھے ہوئے طریقے پر تینوں کی شرکت میں کام ہوتا رہے، شرعاً درست ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

باپ اور بیٹے نے یکجا محنت سے کمایا تو وہ باپ کی ملک ہے

سوال:۔ایک شخص کے دولڑکے ہیں، بڑا لڑکا برسرِ روزگار ہے، چھوٹا لڑکا جائیداد کی دیکھ بھال کرتا ہے، کبھی کبھی بڑے لڑکے نے بھی محنت کی ہے، اب یہ دونوں الگ الگ ہورہے ہیں، تو جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

---

[1] وان قل رأس مال احدهما وكثر راس مال الآخر واشترطا الربح بينهما على السواء اوعلى التفاضل فان الربح بينهما على الشرط والوضيعة على قدررؤس اموالهما (عالمگیری، ج۲/ص ۳۲۰/)الفصل الثانی فی شرط الربح والوضيعة. شامی کراچی ص ۳۱۳/۴، كتاب الشركة، مطلب فی تحقيق حكم التفاضل فی الربح.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

والد کی جس جائیداد پر ان دونوں بھائیوں نے محنت کی ہے وہ ان کی ملک نہیں ہوگی بلکہ ان کے والد ہی کی ہے، ان کو از خود تقسیم کر لینے کا حق نہیں ہے، "الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهماشئي فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله لكونه معيناً له الاترىٰ لو غرس شجرة تكون للاب ،انتهىٰ كلام الشامي،قلت فماكان المال للاب كان كلهٗ بالاولىٰ.شامي ، ج۳/ص ۴۸۳/ [۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چچا نے بھتیجہ کی پرورش کی کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجہ کا حصہ ہے

سوال:۔زید نے اپنے بھتیجہ کی (جسکا باپ اس کو دو ڈھائی سال کا چھوڑ کر مر گیا) پرورش کی وہ جوان ہو کر تھوڑا بہت کام کرنے لگا، اور ابھی اپنے چچا ہی کے پاس تھا کہ اس کے چچا زید نے ایک مکان خریدا، آیا زید خرید کردہ مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجہ بھی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر زید کا بھتیجہ کوئی مستقل علیحدہ کام کرتا ہے، تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی

---

[۱] ردالمحتار (زکریا) ص ۶/۵۰۲، كتاب الشركة ،فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دارواحدة واكتسباالخ. عالمگیری دارالکتاب ص ۲/۳۲۹، كتاب الشركة، الباب الرابع في شركة الوجوه الخ، مطلب اب وابن اكتسبا اموالا الخ.

نہیں، اور اگر وہ علیحدہ کام نہیں کرتا بلکہ زید کی معیت اور شرکت میں کام کرتا ہے، تو اس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے، اور یہ کہا جائے گا کہ اصل کاروبار کرنے والا زید ہی ہے اور بھتیجہ اس کا معین۔

جو مکان زید نے خریدا ہے، اس میں بھتیجہ کا حصہ نہیں، اگر روپیہ کچھ بھتیجہ کی ملک سے ادا کیا ہے، تو اس روپیہ کی بطور قرض واپسی ضروری ہے، ''اب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالکسب کله للاب اذاکان لابن فی عیال الاب لکونه معینا له الا تری انه لوغرس شجرة تکون للاب وکذاالحکم فی الزوجین اذالم یکن لهما شئی ثم اجتمع بسعیهما اموال کثیرة فهی للزوج وتکون المرأة معینة له الااذاکان لهاکسب علیحدة فهولها کذافی القنیة وماتغزله من قطن الزوج وینسجه هو کرابیس فهوللزوج عندهم جیمعاً کذافی الفتاویٰ الحمادیة اھ هندیه، ج۲/ص۳۰۸/[1]

''زوج امرأة وابنهما اجتمعا فی دار واحدة واخذکل منهما یکتسب علیحدة ویجمعان کسبهما ولایعلم التفاوت ولاالتساوی ولاالتمیز فاجاب بانه بینهما سویة وکذلک لواجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرأی اھ ردالمحتار، ج۳/ص۵۴۰/''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هندیه کوئٹه، ص۳۲۹/ کتاب الشرکة، مطلب اب وابن اکتسباموالاً فهی للاب الخ.

[2] شامی زکریا، ج۶/ص۵۰۲/مطبوعه نعمانیه، ج۲/ص۳۴۹/ کتاب الشرکة، مطلب اجتمعافی دار واحدة واکتسبا الخ.

شرکت اور پھر علیحدگی

سوال:۔ زید، خالد وعمرو یہ تینوں بکر کے حقیقی بیٹے ہیں، انمیں سے ہرایک کی باری باری شادی کردیتے ہیں، اور بکر نے تینوں بیٹوں کو الگ الگ کردیا، اور جائیداد کا کل حصہ برابر برابر تقسیم کردیا، کچھ دنوں کے بعد بکر نے چھوٹے بیٹے سے کہا کہ تم بڑے بھائی زید کے ساتھ جاؤ، اس لئے کہ تمہارے افراد کی کمی کی وجہ سے زید کی امداد ہوسکے گی، اور جب تم ضرورت سمجھنا اسی تقسیم پر الگ ہوجانا، عمرو چونکہ زیادہ تر بمبئی ہی میں رہنے والا اور مستقل ملازمت پیشہ ہے، اس لئے اس نے بمبئی میں ایک کمرہ رہنے کے لئے خرید لیا، اور قانونی اعتبار سے جو فنڈ کارخانہ میں تنخواہ سے کٹ جاتا ہے، وہ عورت کے نام ہوتا ہے، آج دس سال سے زائد عرصہ ہوگیا عمرو اپنی کمائی کا روپیہ اور کپڑا وغیرہ اخراجات برابر دیتا رہا، آج کسی بناء پر الگ ہوجانے کی صورت پیش آئی، تو زید نے کہا کہ فنڈ کے روپے میں اور کمرہ میں میرا آدھا حصہ ہوتا ہے، اس لئے مجھے ملنا چاہئے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعی اعتبار سے زید کو ان اشیاء میں جو صرف عمرو کی کوشش کا نتیجہ ہے حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زید کا یہ مطالبہ صحیح نہیں فنڈ کے روپیہ اور اس کمرہ میں زید کا کوئی حصہ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱/۸۶ھ

---

[1] وکذاالحکم فی الزوجین اذالم یکن لهما شئی ثم اجتمع بسعیهما اموال کثیرة فهی للزوج وتکون المرأة معینة له الااذاکان لهاکسب علیٰ حدة فهو لها الخ .عالمگیری، ج۲/ص ۳۲۹/کتاب الشرکة الباب الرابع الخ (مطبوعه کویٹه) شامی زکریا ص ۶/۵۰۲، فصل فی الشرکة الفاسدة، مطلب اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا الخ.

خرچہ، مقدمہ شریک سے وصول کرنا

سوال:۔ایک مقدمہ ۱۹/مارچ ۱۹۵۰ء کو جوڈیشل افسر ''اعظم گڈھ'' کے اجلاس میں شروع ہوا، ۱۶/جولائی ۱۹۵۳ء کو ختم ہوا، زید رشتہ میں بکر کا بھتیجہ ہے، زید ابتدائی مقدمہ دو تین بار علی الحساب خرچ دیا، مگر آئندہ روئداد مقدمہ سے اندازہ ہزیمت تصور کر کے اخراجات کا جب زید سے مطالبہ کیا تو زید خاموش رہا، اور کسی طرح کی دل چسپی نہیں لی، بکر مجبور ہوا، اور مکمل پیروی واخراجات کرتا رہا، بالآخر ۱۶/جولائی ۱۹۵۳ء کو مقدمہ نامکمل فیصل ہوا، بکر کو اس فیصلہ سے تسلی نہیں ہوئی، ۱۱/اگست ۱۹۵۳ء میں بکر نے بحیثیت مدعی دعویٰ ۱۱۴۰/۱۹۵۳ء بعدالت منصفی محمد آباد گوہنہ اعظم گڈھ میں داخل کیا، اور زید کو بھی مشورہ دیا کہ مقدمہ میں کافی نقص ہے، لہٰذا تم ساتھ دو تا کہ اس کو لڑ کر صاف کر لیا جائے، مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا، اور نہ خرچہ دیا، بکر نے پوری جانفشانی سے ہر جہ خرچہ کر کے مقدمہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، بفضلہٖ تعالیٰ مقدمہ بھی فیصل ہو گیا، فریق مخالف نے بخلاف فیصلہ اپیل بعدالت جج اعظم گڈھ داخل کر دیا، جس کی پیروی بکر نے تنہا ہر جہ خرچہ کیساتھ کی اپیل بھی مورخہ ۳۰/اپریل ۱۹۵۸ء کو بحق بکر فیصلہ ہوئی، اب آج زید جائیداد بقدر حصہ طلب کر رہا ہے، بکر کا مقدمات میں خرچ بتیس سو اکاون روپے نو آنہ ہو چکا ہے، علاوہ بریں ہر جہ اتنے دنوں کا کس حد سے تعین کیا جائے؟ نیز جائیداد کی حیثیت و مالیت ۱۹۵۱ء سے آج ۱۹۸۷ء تک چار گنا بڑھ گئی ہے، زید کا مطالبہ کس حد سے متعین ہو؟ واضح ہو یہ کاغذات کے اندراجات ومقدمات کے تکملہ میں ابتداء سے لے کر انتہا تک زید یا زید کے باپ کا وجود نہیں، اس لئے فیصلہ مقدمات میں ان کے حقوق کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت اس مسئلہ میں مندرجہ بالا وجوہ کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر یہ جائیداد بکر کی خود بذریعہ بیع وغیرہ حاصل کردہ نہیں، بلکہ بطور میراث والد سے ملی ہے، اور والد بکر کے انتقال کے وقت بکر کے بھائی (زید کے والد) بھی زندہ تھے، تو یہ دونوں بھائی (بکر اور والد زید) اس جائیداد میں برابر کے شریک ہیں[1]، اگر کوئی مقدمہ نہ ہو، اور اس میں چچا بھتیجہ نے کوئی معاملہ طے کیا کہ مقدمہ لڑ کر جائیداد حاصل کی جائے، اس میں جو کچھ خرچ ہوگا، وہ ہر شریک پر بقدر حصہ آئے گا، تب وہ خرچہ دونوں پر بقدر حصہ لازم ہوگا[2]، اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ابتداء میں تو دونوں نے خرچ کیا، اور بھتیجہ کو اندازہ ہوگیا کہ کامیابی نہیں ہوگی، اسلئے مایوس ہوکر خرچ نہیں دیا، مگر چچا نے اپنے پاس سے خرچ کیا تو ضابطہ میں چچا کو وہ زائد خرچہ بھتیجہ سے وصول کرنے کا حق نہیں[3]۔ لیکن جب بھتیجہ کو جائیداد بھی مل رہی ہے اور وہ بذریعہ مقدمہ روپیہ خرچ کر کے حاصل کی گئی ہے، تو اسکو خود خیال چاہئے کہ اگر چچا مقدمہ نہ لڑتے تو سب جائیداد ہاتھ سے نکل جاتی، اگر وہ صرف اپنے حصہ کے بقدر جائیداد کیلئے مقدمہ کرتے تو ان کا حصہ ان کو مل جاتا، اور بھتیجہ کا حصہ نہ ملتا اسلئے اسکو چاہئے کہ اپنے حصہ کے بقدر خرچ شدہ روپیہ میں شریک ہوکر یعنی اتنا روپیہ چچا کو دیدے اور چچا بھتیجہ کے حصہ کی جائیداد بھتیجہ کو دیدیں، اگر یہ جائیداد میراث میں نہیں ملی، بلکہ بکر نے خود حاصل کی ہے، اسمیں زید کا کچھ روپیہ خرچ نہیں ہوا، لیکن مقدمہ میں زید نے بطور چچا کی امداد کے روپیہ

---

[1] لو اجتمع اخوة يعملون فى تركة ابيهم ونماالمال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والراى، شامى زكريا ص ۶/۵۰۲، فصل فى الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا فى دار واحدة واكتسبا الخ.

[2] الاصل ان الضمانات فى الذمة لا تجب الا باحد الامرين، اما باخذ او بشرط ..... والشرط قبول العقد كالشراء والاستيجار والكفالة ونحوها، قواعد الفقة ص ۱۵، رقم القاعدة (۱۶) رسالة اصول السرخسى، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] لارجوع فيما تبرع عن الغير (قواعدالفقه، ص ۱۰۶/) رقم القاعدة، ص ۲۵۱)

دیا ہے، پھر بعد میں نہیں دیا تو ضابطہ میں اب چچا سے جائیداد کا حصہ مانگنے کا حق نہیں[1] لیکن بکر کو خود چاہئے کہ زید کے احسان واعانت کے عوض یا تو اسکو خرچ شدہ روپیہ دیدے یا کچھ جائیداد دیدے یہ بات محض اخلاق کے طور پر ہے قانون ضابطہ کے ماتحت نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۷ھ

شرکت وتقسیم

سوال:۔زید وعمر کے نام سے ایک فرم تھی، جس میں سنگی رسی کا کام ہوتا تھا، جس کے مالک اور کام پرداز زید، خالد، سلمان، صابر تھے، خورد ونوش یکجائی تھی، سلمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشگواری کی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کردیا، اس کے بعد زید، خالد وصابر مالک فرم رہے، اور خورد ونوش یکجائی رہی، اس کے بعد خالد کا انتقال ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد زید وصابر نے خالد کی اہلیہ کو حصہ شرعی کے مطابق سرمایہ ومکان دیکر مطمئن کردیا، وہ الگ رہنے لگی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، جس نے دولڑکے بالغ واقد اور ساجد اور دولڑکیاں بالغہ راشدہ ورابعہ اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے، اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی، فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی، اور مشترکہ فرم سے زید نے بحالتِ حیات کافی اراضی خریدی تھی، کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہوگئے، اور اس دوران سرمایہ ومکانات

---

[1] اس لئے کہ ملکیت کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا،

اسباب التملک المعاوضات المالیة والامهار والخلع والمیراث والهبات والصدقات والوصایا والوقف والغنیمة والاستیلاء علی المباح والاحیاء الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۹۰، الفن الثالث، القول فی الملک، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

اوراشیاءِ ضروریاتِ زندگی واراضی نصف نصف تقسیم کرلی گئی، اوردونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا، کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے، کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے، ایک فریق نے ضرور یہ چاہا کہ حساب فہمی، سرمایہ، وبٹوارہ مکانات واراضی واشیاء کا ہوجائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا، بدرجہ مجبوری جس کے پاس جتنا تھا، الگ اس سے کام کرنے لگے، اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے، اورجن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے بنائی ہے، یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہوگی یا مشترک جبکہ اب تک تمام جائیداد مشترک رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگران کے پاس قیمت ثبوت ہے کہ الگ سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترک سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے، توان کی بات تسلیم کی جائیگی، اوراس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ دار نہیں تصور کیا جائیگا جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ہر ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے، اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطالبہ کرلیں جائز ہے۔ **کذافی الفتاویٰ الهندیة[1] وتنقیح الفتاویٰ الحامدیة[2].** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] قال محمد رحمه الله تعالیٰ واذا اشترکا ..... **(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)**

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے نہ کہ چھوٹے بھائی کا

سوال:۔ ایک شخص اپنے پسِ پشت دولڑکوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، ان میں سے ایک بالغ تھا، اور ایک نابالغ، بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کر دیا، اور کچھ گورنمنٹ کی ملکیت ہوگئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بحمد اللہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار ہیں، اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے، اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹا بھائی خود مختار ہے، وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے، انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے، تو کیا حق طلبی دوم وہی شئی اول بار دے کر لی جاسکتی ہے؟ تیسری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے انہی سے کورٹ سے ثابت کر کے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں، اب مشتری بڑے بھائی سے لے یا نہ لے، کوئی سروکار نہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بڑے بھائی کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے، چھوٹے بھائی کا حصہ فروخت کرنے

(حواشی صفحہ گذشتہ)

..... شركة عنان باموالهما ووجوههما فاشترىٰ احدهما متاعاً فقال الشريک الذى لم يشتر المتاع من شركتنا وقال المشترى هولى ولنفسى فان كان المشترى يدعى الشراء لنفسه بعد الشركة فهو بينهما علىٰ الشركة اذاكان المتاع من جنس تجارتهما الخ عالمگيرى ،ج۲/ص۳۲۷/ (مطبوعه دارالكتاب ديوبند) كتاب الشركة، الباب الرابع فى شركة الوجوه الخ .

۲ تنقيح الفتاوى الحامديه، ج ۱ /ص ۸۹/ كتاب الشركة ،مطلب اشترى شيئاً وادعى انه اشتراه لنفسه مطبوعه مصر .

کا اختیار نہیں[1]، اس کے حصہ کی بیع نہیں ہوئی، وہ بالغ ہونے پر اپنے حصہ کے بقدر بیع کو ختم کر کے اپنا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے، خریدار اس کے حصہ کی قیمت بڑے بھائی سے وصول کرے، یہ بھی درست ہے کہ چھوٹا بھائی اپنا حصہ مستقلاً پہلے خریدار یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۲ھ

جائیداد میں شرکت

سوال: ۔محمد رضاء عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا، اور یہیں رہنے لگے، محمد رضاء عرف جمن صاحب کے دولڑکے تھے م بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھا، محمد رضاء صاحب سلائی کا کام کرتے تھے، اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپاؤنڈری سیکھی، اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے تھے، محمد رضا عرف جمن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے، اور روپیہ دونوں دیتے تھے، جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے، بعد میں محمد رضا نے کام بند کر دیا، جس کی وجہ سے وہ گھر کے لئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے، اور یہ سب مل کر آپس میں رہتے تھے، بعدہٗ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کر دیا، اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے، اور وہیں تجارت کرتے تھے، زوجۂ رحمت اللہ (دفاتن) کہا کرتی تھی، کہ محمد رحمت اللہ نے تین سو بیس روپے اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے، اور ان سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا، اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کر دیا، جس کا کوئی ثبوت

---

[1] اذ کانت الشرکة بسبب المیراث ..... یجوز بیع احدهما نصیبه من شریکه ومن الاجنبی بعد اذن شریکه (صوابه بغیر اذن شریکه) ولا یملک التصرف فی نصیب شریکه، عالمگیری دارالکتاب ص ۱۵۵/۳، کتاب البیوع، الباب الثانی عشر فی احکام البیع الموقوف وبیع احد الشریکین.

نہیں، بحرحال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے، اور وہ بارہ بنکی میں رہتے تھے، اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے، یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفاتن اور بچے اور ان کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑا وغیرہ یہاں بنارس میں بننے کا آرڈر وغیرہ کیا کرتے تھے، اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے، پارسل کردیا کرتے تھے، اور جو کام رحمت اللہ صاحب کہتے تھے، وہ یہاں کردیا کرتے تھے، محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا، اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہوگیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے، اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے، کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دو لڑکے محمد، حسین قاسمی اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ دفاتن اور زیور اور کچھ روپے چھوڑے، اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کاروبار دیکھنے لگے، اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے، تاکہ وہاں کا کاروبار دیکھیں، محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے، زیور جات وصول کرکے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہوگیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے آئے، یہاں آکر کچھ دنوں محمد شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے، اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، حکیم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی یا محمد رضاء عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو مکان محمد رضاء عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے[1]، ورثہ شرعی میں

[1] لان التركة ما تركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال، شامی کراچی ص ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴/۴۱۳، اول کتاب الفرائض، مطبوعه داراکتب العلمية بيروت.

حصوں کے موافق تقسیم ہوگا[1]، محمد رضاء اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشترک نہیں تھی) البتہ گھر کا خرچ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے[2]، پھر محمد رضا نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے، پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا، اور بقول زوجہ رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض لیا تھا، وہ واپس کر دیا، محمد رضاء کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی، اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے، محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مدد کی تو محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا، اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضاء کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں، محمد رضاء کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثہ کا حصہ ہوگا، محمد رحمت اللہ کے انتقال پر انکے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثہ ایک بیوی، دو لڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ ہوگا[3]، شمس الدین کا حصہ نہیں ہوگا[4]، محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوڑے

---

[1] ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب او السنة او الاجماع، درمختار على الشامي كراچي ص ۶۱/۷۶۱، كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴/۴۹۵، كتاب الفرائض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وكذا الحكم في الزوجين اذالم يكن لهما شئ ثم اجتمع بسعيهما اموالاً كثيرة فهي للزوج وتكون المرأة معينة له الااذاكان لهاكسب على حدة فهو لها، عالمگيرى كوئٹه، ج۲/ ص ۳۲۹/ كتاب الشركة مطلب اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة الخ. شامي كراچي ص ۴/۳۲۵، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا الخ.

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، اسکا انکو حق نہیں تھا، وہ انکے مالک نہیں، انکو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیدیں[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // //

روپیہ کی قیمت میں کمی زیادتی کا اثر

سوال:۔ چند بھائیوں کے پاس ان کے والد مرحوم کی مشترکہ جائیداد ہے، ان سب بھائیوں نے باہمی آپسی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا تھا، کہ اس مشترک جائیداد کی آمدنی سے ہر بھائی یکے بعد دیگرے ایک مرتبہ حج فرض ادا کرے، اتنی رقم کا ایک ساتھ جمع ہونا مشکل تھا، کہ سب ایک ساتھ حج کریں یہ معاہدہ ۱۹۶۳ء میں ہوا تھا، اس وقت جہاز کا تھرڈ کلاس کا کرایہ ساڑھے پانچ سو روپیہ تھا، اور ہر حاجی کو ایک ہزار روپیہ لے جانے کی اجازت تھی، ۱۹۶۴ء میں ایک بھائی نے حج بھی ادا کیا، جس میں سولہ یا سترہ سو کی رقم خرچ ہوئی،

(حواشی صفحہ گذشتہ) [۳] الاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله الخ .سراجی ،ص ۲۲/ باب العصبات مطبوعه یاسرندیم دیوبند. مجمع الانهر ص ۴/۵۰۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[۴] وبنو الاعیان: ای الاخوة والاخوات لاب وام وبنوالعلات ای الاخوة الخوات لاب کلهم یسقطون بالابن وابن الابن وان سفل، شریفیه ص ۲۸، مطبوعه سعید کراچی، مجمع الانهر ص ۴/۵۱۰، کتاب الفرائض، فصل فی الحجب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] وصرح الفقهاء بان من اکتسب مالا بغیر حق واما ان یکون کسبه بعقد فاسد ..... او بغیر عقد کالسرقة ..... والخیانة والغلول ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام ..... ولم یملک یجب علیه ان یرده علی مالکه، بذل المجهود ص ۱/۳۷، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

بقیہ بھائیوں کا حج ادا کرنا باقی ہے، اب ۱۹۶۷ء میں بحری جہاز کا کرایہ ۸۷۵/روپیہ اور حجاز مقدس ساتھ لیجانے کی رقم پندرہ سو روپیہ ہوگئی ہے، روپے کی قیمت میں تخفیف کے باعث اب بھی حاجی تقریباً دو ہزار ساڑھے چار سو روپیہ کی رقم خرچ ہوگئی، اب اس اضافہ کی شکل میں پہلے کی بہ نسبت نو سو یا ہزار روپیہ کا فرق ہو جائے گا، بقیہ بھائیوں کا کہنا ہے کہ مجھ سے اور مطالبہ ہے کہ ہم آج کے حساب سے اپنے حج کی پوری رقم ڈھائی ہزار روپیہ اس مشترک جائیداد کی آمدنی سے وصول کر کے حج ادا کریں گے، اور حج کئے ہوئے بھائی کا کہنا ہے کہ میرے سفر حج میں پندرہ یا سولہ سو روپیہ خرچ ہوئے تھے، اتنی رقم تم لے لو بقیہ اپنے آپ خرچ کرو، آنجناب حکم شرعی سے تحریر کریں کہ حق پر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نوٹ کی قیمت کا کم ہونا اندرون ملک کچھ زیادہ اثر انداز نہیں حج وغیرہ کے سلسلہ میں ضرور اثر انداز ہے، جو معاہدہ ہوا تھا، وہ اگرچہ صراحۃً رقم کی تعین کے ساتھ نہیں ہوا تھا، مگر سرکاری طور پر معین ہونے کی وجہ سے گویا کہ رقم متعین ہی نہیں تھی، لیکن یہ بھی ظاہر ہیکہ اس معاہدہ میں رقم مقصود اصلی نہیں ورنہ معاہدہ کی یہ شکل بھی ممکن تھی کہ ہر شریک ایک سال کے وقفہ سے اپنی اپنی رقم مشترک آمدنی سے لیلے، پھر جس مصرف میں چاہے خرچ کرے بلکہ مقصود یہ تھا کہ ہر شریک بہ سہولت حج ادا کر سکے اور ۱۹۶۴ء میں جتنی رقم میں حج ادا ہو جاتا تھا، اب اتنی رقم میں حج ادا نہیں ہو سکتا، یہ بھی مسلم ہے، لہٰذا اس مقصود کے پیش نظر موجودہ وقت میں جتنی رقم کافی ہو اتنی رقم لینے کا حق ہوگا، اس مسئلہ کا صریح جزئیہ نہیں ملا لیکن شامی کا رسالہ ''تنبیہ الرقود فی النقود''[1] بہت سی

---

[1] تنبیہ الرقود فی احکام النقود، ملحقة بـــ (مجموعة رسائل ابن عابدین ج ۲/ص ۶۳/ مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور)

جزئیات پر مشتمل ہے اس سے کچھ ایسا ہی مستفاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۷/۵/۸۶ھ

مشترک زمین میں امرود کے درخت کا مالک کون ہے

سوال:۔ ایک مکان موروثی دو سگے بھائیوں کے درمیان تقسیم ہوا، مثلاً زید اور بکر کے درمیان اس تقسیم سے پہلے زید نے مکان مذکور میں ایک درخت امرود کا اپنے شوق سے لگایا، اس کی پرورش کی وہ بڑا ہو کر پھل لایا، لیکن جب تقسیم ہوئی، تو وہ درخت بکر کے حصہ میں چلا گیا، اب وہ درخت مع جڑ کے بکر کی زمین میں ہے، اور درخت کی کچھ شاخیں دیوار اٹھنے کے باوجود زید کے حصہ میں لٹک رہی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ شرعاً وہ درخت کس کا ہے، اس کا کون مالک ہے، جو حصہ بکر کی طرف لٹک رہا ہے، کیا اس کے پھل کا بکر مالک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

باہمی مصالحت سے یا سرکاری تقسیم سے جب وہ امرود کا درخت دوسرے بھائی کے حصہ میں آ گیا، اور اس تقسیم پر دونوں رضامند ہو گئے، تو اب وہ اس کا ہے جس کے حصہ میں آ گیا اور اس کی ان شاخوں سے بھی امرود توڑنا درست نہیں، جو لگانے والے کے مکان کی طرف ہیں[1] الا یہ کہ وہ بھی رضامند ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۷ھ

---

[1] کمایستفاد، وقعت شجرة فی نصیب احدهما اغصانها مندلیة فی نصیب الآخر لیس له أن یجبره علیٰ قطعها به یفتی لانه استحق الشجرة، باغصانها الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص۳۸۸/ کتاب القسمة، عالمگیری ج۵/ص۲۳۲/ کتاب القسمة، الباب الثالث عشر فی المتفرقات.

سودی کمپنی کے حصص خریدنا

سوال:۔موجودہ دور میں محفوظ سرمایہ مثلاً زرعی جائداد ومکانات وغیرہ سب خطرہ میں ہے، کیونکہ جو قابض ہوجاتا ہے، وہ چھوڑتا نہیں، اس لئے محفوظ سرمایہ کے لئے کمپنی کے حصص خریدنا کیسا ہے، جبکہ آج کل علماء نے بیمہ کی حالت موجودہ میں اجازت دیدی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

یہ سب دشواریاں بڑے سرمایہ کے لئے ہیں، جس کے ذریعہ منڈی میں اپنی خاص اونچی حیثیت قائم کرنا اور نام پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے، اپنی گذر اوقات اور نفقات واجبہ ادا کرنے کے لئے نہ اتنے سرمایہ کی ضرورت ہے، نہ اس میں دشواریاں ہیں، لہٰذا غیر ضروری سرمایہ فراہم کرنے کیلئے ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب وبال ہی وبال ہے[1] خواہ سودی کمپنی کے حصص ہوں یا کوئی اور صورت۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹ رمحرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹ رمحرم الحرام ۶۳ھ

مشترکہ رقم سے تجارت

سوال:۔مختلف لوگوں کی روانہ کردہ رقم میری رقم ایک جگہ کرکے خرید وفروخت کرتی رہی ایسی مشترکہ رقم سے خریدی ہوئی چیز پر جو فروخت کی ہوں اس پر جو نفع آیا وہ جائز ہے؟ کیا بوجہ لاعلمی اس دفعہ استعمال کرکے آئندہ احتیاط کرنے کا ارادہ درست ہے؟ یا اب بھی جو

---

[1] عن جابر مرفوعاً لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴ ر ج ۱ ر باب الربوا، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

نفع آیا وہ بھی نہیں لینا؟ اس کے لئے کوئی جواز نکل سکتا ہے کیا؟ کیونکہ اس میں کس کی کتنی رقم تھی میری رقم کتنی تھی حساب کرنا مشکل ہے، گھر میں بھی خرچ ہوا، تجارتی مال کی خرید بھی کی بعد میں حساب کر کے علیحدہ حساب کر دیا گیا، احتیاطاً ان کو اطلاع بھی کرونگی آپ کی رقم ہمارے استعمال میں آ گئی تھی، یہ اجازت کافی ہے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دوسرے کی رقم جب اپنے کام میں خرچ کرے گی اگر اس نے اس کو معاف کر دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے، آئندہ احتیاط کریں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۱۴۰۰ھ

مشترکہ مکان کی مرمت ایک شریک کرایہ دے تو؟

سوال:۔ مشترکہ مکان کا کوئی وارث خطرۂ انہدام سے بچنے کے لئے اگر کسی شخص سے یہ معاملہ کرے کہ مکان کی مرمت کرادو، مکان کرایہ پر رہنے کے لئے دیدیا جاویگا، اور خرچ کردہ رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے گی، اگر دیگر ورثاء نہ خود مرمت کرائیں، نہ اس

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف الخ. الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی.

فان کانت المعصیۃ تتعلق بآدمی فلھا شرط رابع وھو رد الظلامۃ الی صاحبھا او تحصیل البراءۃ منہ، شرح نووی علی صحیح مسلم ص۲/۳۴۶، کتاب الذکر والدعاء، باب التوبۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، روح المعانی ص۱۵/۲۳۵، الجزء الثامن والعشرون، سورۂ تحریم، تحت آیت: ۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

معاملہ پر راضی ہوں اور خود وہ دوسرے مکان میں مقیم ہوں، کیا اس قسم کا معاملہ کسی ایک وارث کے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر مکان قابل قسمت نہیں تھا، یا بقیہ شرکاء کسی طرح تقسیم کے لئے راضی نہیں تھے، اور بذریعہ حکومت جب تک تقسیم کیا جاتا، اس کے منہدم ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو چکا تھا، تو یہ معاملہ کرلینا درست ہے[1]، اور معاملہ مذکورہ کرلینے کے بعد بھی بقیہ شرکاء کا حق اسی طرح باقی رہیگا، جس طرح پہلے تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح العبد بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

تم الجزء الثالث والعشرون بحمد اللہ تعالیٰ

ویلیہ الجزء الرابع والعشرون

مطلعہ کتاب البیوع انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

---

[1] وفی قسمة الاشباه، المشترک اذاانهدم فابیٰ احدهما العمارة فان احتمل القسمة لاجبر وقسم والا بنی ثم اجر لیرجع الخ . الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۶/ص۵۱۶/ کتاب الشرکة. الاشباه والنظائر ص۱۵۶، الفن الثانی، کتاب القسمة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

باب اول: بیع صحیح

حرام جانوروں کی بیع

سوال:۔ بندر، بلی، چوہا وغیرہ جیسے حرام جانوروں کی تجارت کر کے روزی کمانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان حرام جانوروں کی کھال، ہڈی وغیرہ کارآمد ہوں یا ان سے دوا بنائی جائے، تو ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے "**وصح بیع الکلب والفهد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بهاوبجلد هااھ درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات**[1] **ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر وهو المختار اھ عالمگیری**"۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کچھوے کی بیع

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ کچھوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے اور پھر بھی کسی نے فروخت کر دیا تو اس کا ثمن (قیمت) کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھوا غیر ماکول اللحم ہے، مگر خنزیر کی طرح کلیۃً محرم انتفاع نہیں پس اگر اس میں کوئی

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه، ص۲۱۴ ج۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات.

[2] عالمگیری ،ص۱۱۴ ج۳، الباب التاسع، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۳۹۲ ج۴ کتاب البیوع، الثالث فیما یجوز بیعه وما لا یجوز نوع فی المتفرقات.

منفعت ہے، تو اس کی بیع جائز ہے، جیسے کلب، فہد وغیرہ کی بیع جائز ہے، اور ثمن کا استعمال کرنا درست ہے۔'' قال الشامی، ص ۱۱۱/ج ۴/[1] نعمانیہ۔

بعد نقل العبارات ونقل السائحانی عن الهندية ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار قال الحصكفي والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، مجتبیٰ واعتمده المصنف۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۱ھ

لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع

سوال:۔ لومڑی مینڈک اور کھٹمل بال وغیرہ کا خرید وفروخت کرنا اور اس آمدنی سے اپنا گزران کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لومڑے کی کھال دباغت دیکر کام میں لائی جاتی ہے، اسکی تجارت جائز ہے،[2] مینڈک کی کوئی چیز جائز طور پر استعمال کی جاتی ہو تو اس کی تجارت بھی درست ہے۔[3]

---

[1] شامی ص ۲۶۰/ج ۷/(مطبع زکریا دیوبند) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز، هنديه كوئٹه ص ۱۱۴ ج ۳ كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز الفصل الرابع فی بيع الحيوانات، مجمع الأنهر ص ۱۵۱ ج ۳ كتاب البيوع، مسائل شتى دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والصحيح انه يجوز بيع كل شيء ينتفع به وكذالک بيع السنور وسباع الوحش والطير جائز عندنا .عالمگیری، ص ۱۱۴/ج ۳/ كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوزبيعه ومالا، يجوز الفصل الرابع فی بيع الحيوانات، الدر مع الشامی كراچی ص ۲۲۶ ج ۵ كتاب البيوع، باب المتفرقات.

[3] ولايجوز بيع مايكون فی البحر كالضفدع الیٰ قوله والصحيح انه يجوز بيع كل شئی ينتفع به الخ عالمگیری، ص ۱۱۴/ج ۳/ كتاب البيوع، الباب التاسع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہی حال کھٹمل کا ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ مردار مرے ہوئے) جانور کی بیع جائز نہیں بلکہ یہ بیع باطل ہے[1] جانوروں کے بال بھی کام میں آتے ہیں، ان کی تجارت بھی درست ہے، البتہ انسان کے بال بیچنا اور خریدنا بالکل جائز نہیں، یہ اسکے احترام کے خلاف ہے، خنزیر نجس العین ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۲ھ

کتے کی خرید وفروخت

سوال: ۔مسلمان کے لئے کتے کی بیع جائز ہے کہ نہیں؟ ایک شخص کتا پالتا ہے، یا کتے کے بچے کو بھی فروخت کرتا ہے، کتے کے بچے کے بدلے میں بکری کا بچہ لیتا ہے، اور پھر اس بکری کے بچے کو پال کر بیچتا ہے، یا اس بچے سے اس کی بکریوں کی نسلیں بڑھتی ہیں، اس میں سے بیچتا بھی ہے، اور قربانیاں بھی کرتا ہے، اور خیرات بھی دیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض جگہوں سے معلوم ہوا کہ کتے کی بیع وشراء حرام ہے، حرام کس کے نزدیک ہے، اور حرام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، شامی کراچی ص۲۲۷ ج۵ کتاب البیوع باب المتفرقات، بحر کوئٹہ ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات.

(صفحہ ہذا) [1] لم یجز بیع المیتة والدم لانعدام المالیة وهو من قسم الباطل، بحر کوئٹہ ص۷۰ ج۶، باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۵، باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] واما شعرالمیتة وعظمها وصوفها وقرنها فلاباس بالانتفاع بها وبیع ذٰلک کله جائز ولایجوز بیع شعر الخنزیر ولایجوز بیع شعور الانسان الخ عالمگیری، ص ۱۱۵ ج۳ کتاب البیوع، باب مایجوز بیعه ومالایجوز، مطلب بیع المحرمات، بدائع زکریا ص۳۳۳ ج۴ کتاب البیوع، حکم عظم الخنزیر والآدمی، عالمگیری کوئٹہ ص۱۱۵ ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید، وفی بیع المحرمات.

کی علت کیا ہے؟ اور اگر حلال ہے تو احناف کی دلیل تحریر فرمائیں، کیا عام طریقہ سے کتوں کی تجارت کا رواج پیدا کرنا جائز ہے؟ مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام شافعیؒ کے نزدیک کتا نجس العین ہے، خنزیر کی طرح اس کی بیع ناجائز ہے،[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے نجس العین ہونے کی کوئی دلیل نہیں، شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے،[2] کتے کے ذریعہ شکار کی اجازت قرآن کریم میں ہے "وماعلمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مماعلمکم اللّٰه فکلوامما امسکن علیکم الایة[3]) نیز کھیت اور جانوروں کی حفاظت کیلئے کتا پالنے کی اجازت حدیث شریف میں مذکور ہے،[4] جب کتا پالنا

---

[1] قال الرافعی : یعتبر فی المبیع لیصح بیعه شروط احدها : الطهارة فالشئ النجس ینقسم إلی ما هو نجس العین وإلی ما هو نجس بعارض فاما القسم الاول فلا یصح بیعه فمنه الکلب والخنزیر، شرح الوجیز المعروف بالشرح الکبیر ص۲۳ ج۴ کتاب البیع، النظر الاول، الباب الاول، فی ارکانه الرکن الثالث المعقود علیه، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تحفة المحتاج ص۸۹ ج۲ کتاب البیع طبع بیروت، المجموع شرح المهذب ص۲۱۶ ج۹ کتاب البیوع باب ما یجوز بیعه وما لا یجوز، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] سورة المائدة آیت۴/ **ترجمہ**:۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو، اور تم ان کو چھوڑو بھی، اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں، اسکو کھاؤ۔ (از بیان القرآن)

[3] والصحیح أنه لا یفسد ما لم یدخل فاه لانه (الکلب) لیس بنجس العین لجواز الانتفاع به حراسة واصطیاداً واجارة وبیعا، تبیین الحقائق ص۳۰/۱، کتاب الطهارة، طبع امدادیه ملتان، بدائع زکریا ص۲۰۱ ج۱ کتاب الطهارة احکام السور، هدایه ص۴۰ ج۱ کتاب الطهارة باب الماء الذی یجوز به الوضوء الخ دار الکتاب دیوبند.

[4] عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من اتخذ کلبا إلا کلب زرع أو غنم أو صید ینقص من اجره کل یوم قیراط، مسلم شریف ص۲۱ ج۲ کتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الکلاب الخ سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص۲۷۴ ج۱ ابواب الصید، باب ما جاء فی قتل الکلاب، مکتبه بلال دیوبند.

اوراس سے نفع اٹھانا اوراسکو تعلیم دینا اوراسکے ذریعہ حاصل شدہ شکار کھانا ،نصوص وقرآن وحدیث سے ثابت ہے،تو پھراسکی بیع کا مسئلہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے،اور کتب فقہ ردالمحتار[1] اور بحرالرائق[2] وغیرہ میں اس کی بیع کو درست لکھا ہے،بیع خواہ نقد کے عوض میں ہو یا کسی اور شئی بکری وغیرہ کے عوض میں ہواسکی قیمت (نقد) کو جس طرح کام میں لانا درست ہے،اسی طرح اسکو بکری کے عوض فروخت کیا ہوتو اس بکری کو اس کی نسل کو سب کو کام میں لانا درست ہے،جیسا زیلعی[3] میں تصریح ہے "عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن ثمن السنور والکلب الا کلب صیداھ نسائی شریف[4]، ج۲ ص ۲۳۰ جمع الفوائد[5]، ص ۶۳۸ ج ۱ ، الاعلام[6] باحادیث الاحکام ،ص ۳۱۴۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتے کی بیع

سوال:۔ کتے کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] وصح بیع کلب ولوعقوراً الخ، شامی زکریا ج۷/ ص۴۷۸/ کتاب البیوع باب المتفرقات، مجمع الأنھر ص ۱۵۱ ج۳ کتاب البیوع مسائل شتی، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] البحرالرائق ج۶/ص ۱۷۲/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطبوعه کوئٹه،

[3] إن الشرع اباح الانتفاع به حراسة واصطیاداً فکذا بیعا ولانه یجوز تملیکه بغیر عوض کالھبة والوصیة فکذا بعوض، تبیین الحقائق ص۱۲۵ ج۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات، طبع امدادیه ملتان.

[4] نسائی شریف ،ج۲/ص ۲۰۱/ کتاب البیوع ،باب بیع الکلب،مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[5] جمع الفوائد ص۷، ج۲، حدیث۴۵۵۸/ کتاب البیوع، الکسب والمعاش ومایتعلق بالتجارة،

[6] لم اجد ھذا الکتاب.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض شوق کے طور پر بلاضرورت حفاظت وشکار وغیرہ کے لئے کتا پالنا منع ہے، اور بضرورت جائز ہے[۱] اور کتے کی بیع بھی درست ہے[۲] " قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وهذا التحريم كان اذاامربقتل الكلاب وحرم الانتفاع بهافاذا استثنىٰ كلب الماشية والصيد وغيره جاز بيعه اھ الكوكب الدری[۳] ص۳۳۷/ج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۸/ج ۱/ ۶۰ھ

خچر کی بیع

سوال:۔ خچروں کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من اتخذ كلبا إلا كلب زرع أو غنم أو صيد ينقص من أجره كل يوم قيراط، مسلم ص ۲۱ ج۲ كتاب المساقاة، باب الامر بقتل الكلاب، سعد بكڈپو ديوبند، ترمذی شريف ص۲۷۴ ج ۱ ابواب الصيد، باب ما جاء فی قتل الكلاب، مكتبه بلال ديوبند.

[۲] صح بيع كلب ولو عقوراً، شامی زكريا ص۴۷۸ ج۷ كتاب البيوع، باب المتفرقات، بحر كوئٹه ص۱۷۲ ج۶ كتاب البيوع، باب المتفرقات، زيلعی ص۱۲۵ ج۴ كتاب البيوع، باب المتفرقات، طبع امداديه ملتان.

[۳] الكوكب الدری، ج ۱/ص۳۳۷/كتاب النكاح باب فی كراهية مهر البغی ،ص ۳۳۷ ج ۱، طبع مكتبه يحيوی سهارنپور. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، کیکڑہ وغیرہ کا کھانا، فروخت کرنا

سوال: ۔مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ یا کیکڑہ وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں دیگر ائمہ ومجتہدین کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں[1]، اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں یا گوہ کی کھال کارآمد ہو تو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے، دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہل فتاویٰ سے کی جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۴ ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر (وھوالمختار) کذا فی جواھر الاخلاطی (عالمگیری ص۱۱۴/۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، مجمع الانھر ص۱۵۱/۳، کتاب البیوع، مسائل شتی، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۲۲۶/۵، کتاب البیوع، باب المتفرقات)

(صفحہ ہذا) ۱ اما الذی یعیش فی البحر،فجمیع مافی البحرمن الحیوان یحرم اکله الا السمک خاصة فانه یحل اکله الاماطفامنه وکذلک مالیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ والضب والیربوع وابن عرس ونحوھا ولاخلاف فی حرمة ھذه الاشیاء الافی الضب فانه حلال عند الشافعیؒ، (الھندیة،ص ۲۸۹/ج۵/ الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان ومالایؤکل، کتاب الذبائح، ھدایه ص۴۴۰تا۴۴۲/۴، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، مطبوعه تھانوی دیوبند، مجمع الأنھر ص۱۶۰تا۱۶۳ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ ولایجوز بیع ھوام الارض کالحیة والعقرب والوزغ وماشبه ذلک ولایجوز بیع مایکون فی البحر کالضفدع والسرطان وغیره الا السمک والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به، (الھندیة ص۱۱۴/ ج۳، کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز الفصل الرابع فی بیع الحیوانات الدر مع الشامی کراچی ص۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی تالاب سے نکالکر ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ اگر مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردی جائے، تو کوئی شرعی قباحت ورکاوٹ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خود مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردینا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

تالاب سے مچھلی پکڑ کر فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے ایک تالاب گورنمنٹ سے دس سال کے لئے خریدا اور اس میں سے مچھلی پکڑ کر بازار میں فروخت کرتے ہیں تو کیا یہ شرعاً درست ہے؟ یعنی خاص مچھلی پکڑنے کے لئے تالاب خریدا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مچھلی خود پیدا ہو اس کو فروخت کرنا بغیر اس کو پکڑے ہوئے شرعاً درست نہیں، اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطلب فی بیع دودة القرمز، الدر المنتقی علی المجمع ص ۸۴ ج ۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت)

(صفحہ ہذا) [1] وفسد بیع سمک لم یصد اوصید ثم القی فی مکان لایؤخذ منه الا بحیلة وان اخذ بدونه صح وفی الشامی وانه (ای السمک) یملک بالقبض الدرمختار علی الشامی، ص ۲۴۸/ج۷/ مطبوعه زکریا دیوبند، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک بحر کوئٹه ص ۷۳ ج ۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت فتح القدیر ص ۴۰۹ ج ۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الفکر بیروت،

اس مقصد کے لئے تالاب کرایہ پر لینا بھی درست نہیں[1] لیکن مچھلی کا بیج اگر ڈال کر پرورش کی جائے تو اس پر پابندی عائد کردینا کہ کوئی اور شخص نہ پکڑنے پائے درست ہے، اسی طرح اگر تالاب کرایہ پر لیا اور اس میں بیج ڈالا مچھلی کی تربیت اور اس کی پرورش کی پھر پکڑ کر فروخت کیا تو اس کا یہ پکڑنا اور فروخت کرنا سب درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

مچھلیاں کس طرح پکڑیں

سوال:۔ تالاب خریدنے کے بعد مچھلیاں کس طرح پکڑیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلیاں پکڑنا ہر شخص کو درست ہے خواہ تالاب ٹھیکہ پر لیا ہو یا نہ لیا ہو ہاں اگر کسی نے اپنے ذاتی تالاب میں مچھلیاں لاکر ڈالی ہوں اس طرح پر کہ جب دل چاہے ان کو پکڑ لے کوئی دشواری پیش نہ آئے، جیسے اپنے مکان میں گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر کر اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں، تو ایسی مچھلیوں کو بغیر مالک کی اجازت کے پکڑنا درست نہیں ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

---

[1] لم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمك، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۱ ج۵، باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، بحر کوئٹہ ص۷۳ ج۶، باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[2] ولا يجوز بيع السمك قبل أن يصطاد لأنه باع ما لا يملكه ولا فی حظيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد لأنه غير مقدور التسليم ومعناه إذا اخذه ثم القاه فيها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لونڈی کے احکام بیع استیلاد وغیرہ

سوال:۔استفتاء از منثور احمد اعظمی ،سی سی سی ،صندوق البرید ۳۴/المطار الظہران سعودی عربیہ ۲۳/مارچ ۸۰ء

(۱) اسلام میں لونڈی رکھنے کی اجازت ہے،تو اسکی شرطیں کیا ہیں، یا وقتی اجازت تھی بعد میں منسوخ ہوگئی؟

(۲) کیا خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ مباشرت جائز ہے اگر جائز ہے تو کس صورت میں؟

(۳) کیا بچے پیدا ہونے پر وراثت میں حصہ پائیں گے؟

(۴) اگر منکوحہ بھی ہو تو کیا لونڈی کے ساتھ جماع جائز ہے؟

(۵) اگر کوئی آدمی پچاس ہزار روپے میں لونڈی خریدتا ہے ساری عمر کے لئے ،تو ایک طوائف جو پچاس روپیہ یومیہ لیتی ہے کیوں حلال نہیں ہے؟

(۶) کیا منکوحہ کے بچے اور لونڈی کے بچے وراثت میں برابر حصہ پائیں گے؟

(۷) بغیر نکاح کے لونڈی کیسے حلال ہوگئی ،اسے زناء کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ولو كان يؤخذ من غير حيلة جاز إلا إذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملك، هدايه مع فتح القدير ص ۴۰۹ ج۶ باب البيع الفاسد، طبع دار الفكر بيروت، الدر مع الشامی كراچی ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

۳ إذا دخل السمک فی حظيرة فأما أن يعدها لذالک أو لا ففی الاول يملكه وليس لأحد اخذه ..... وفی الثانی لا يملكه (إلی قوله) وإن لم يعدها لذالک لكنه اخذه وأرسله فيها ملكه الخ، شامی كراچی ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

(۸) جس طرح بیک وقت دو یا زائد بیوی رکھنے پر اسلام کہتا ہے کہ مباشرت برابر کی جائے تو کیا منکوحہ اور لونڈی دونوں رہنے پر بھی یکساں مباشرت کی قید ہے؟

(۹) لونڈی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہے، مباشرت حلال کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شرعی طریقہ پر جہاد کیا جائے، اور اس میں دشمن اسلام گرفتار کر کے قیدی بنائے جائیں، جن کو امیر المومنین غازیوں کے درمیان تقسیم کر دے، ایسے قیدی مرد ہوں تو غلام کہتے ہیں، عورت ہو تو لونڈی کہلاتی ہیں[۱] یہ حکم منسوخ نہیں وقتی نہیں جب بھی اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی شوکت عطا فرمائے کہ امیر المومنین شرعی طریقہ پر جہاد کرے، اور اس میں اعداء اسلام گرفتار ہو کر آئیں وہ غلام لونڈی بن جائیں گے۔[۲]

(۲) نمبر ۱ میں جس لونڈی کی تشریح کی گئی ہے، اس کی خرید وفروخت درست ہے اور جب تک اس کی شادی نہ کر دی ہو مالک اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔[۳]

---

[۱] كان العرب فى جاهليتهم يغزو بعضهم بعضاً ويستولون على النساء والرجال فيكون ارقاء وكان لهم اسواق يباع فيها الرقيق الىٰ ماقال جاء الاسلام والرقيق موجود بأيدى العرب فاقرهم عليه ولم يسد عليهم بابه وقد قسم رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم على المسلمين الخ هامش الشامى زكريا ،ج۵/ص۳۷۸/اول كتاب العتاق، تكملة فتح الملهم ص۲۶۴ ج ۱ كتاب العتق، الرق فى الاسلام، دار العلوم كراچى.

[۲] فالحق الواضح الصريح أن الاسترقاق مباح فى الاسلام باحكامه وحدوده التى سبقت لم ينسخه شئ والقول بنسخه مردود مخالف للاجماع لا حجة له فى الادلة الشرعية، تكملة فتح الملهم ص۲۷۲ ج ۱ كتاب العتق رد من زعم أن الاسترقاق منسوخ، دار العلو كراچى.

[۳] والمحصنٰت من النساء إلا ما ملكت ايمانكم فهٰذهٖ الاية تدل على ان المرأة اذا سبيت الى قوله يحل لمن ملكها وطيها بعد الاستبراء، تفسير مظهرى ص۲/۶۵، سورۂ نساء آيت:۲۴/ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح المعانى ص۴ج۵، سورۂ نساء آيت:۲۴، مطبوعه مصطفائى ديوبند، احكام القرآن للجصاص ص۲/۱۹۴، سورۂ نساء آيت:۲۴، باب تحريم نكاح ذوات الازواج، مطبوعه كراچى،

(۳) مالک نے جب شرعی لونڈی سے مباشرت کی اوراس سے بچے پیدا ہوئے وہ بچے مالک کے بیٹے ہونگے، مالک انکا باپ ہوگا، مگر وہ بیٹے آزاد ہونگے، انکو وارثت ملے گی[۱]

(۴) ایک شخص کے نکاح میں بیوی موجود ہے، وہ کسی لونڈی کا مالک ہوجاوے تو اس کو اس لونڈی سے مباشرت درست ہے،[۲] جب تک اس کا نکاح کسی سے نہ کردے[۳]

(۵) طوائف کسی کی ملک نہیں وہ اپنے عضو سے کسی شخص کو پچاس روپیہ میں نفع اٹھانے کی اجازت دے تو یہ اجارہ ہوا جو کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے،[۴] اپنے عضو کو اجارہ پر دینے کا حق نہیں ہے، لونڈی مملوک ہے، مالک کی، شریعت نے مالک کو اس سے انتفاع کی اجازت دی ہے، ہاں اگر مالک اس کا نکاح کسی سے کردے تو مالک کو اس سے انتفاع کا حق نہیں رہا۔[۵]

---

[۱] اذاولدت الامة من مولاها فقد صارت ام ولد له سواء كان الولد حيا اوميتاً اذا اقربه فهوبمنزلة الولد الحى الكامل .عالمگیری کوئٹه ،ج۲/ص۴۵/ كتاب العتاق الباب السابع فى الاستيلاد. وولد هامن سيدها اوابنه اوابيه حر، الدرالمختار على هامش رد المختار زكريا، ج۵/ص۴۰۵، كتاب العتق، مطلب يتصور هاشمى رقيق والداه هاشميان النهر الفائق ص۱۴ ج۳ كتاب العتق، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] قد يناقش فيه بالامة المملوكة بعد الحرة فانه يجوز وطؤها ملكاً، شامى زكريا ج۴/ ص۱۳۷/ باب المحرمات.

[۳] ومن زوج فليس عليه ان يبوّئها لكنها تخدم ويقال للزوج متىٰ ظفرت بها وطئتها وحاصله ان حق المولىٰ ثابت فى الرقبة والمنافع سوى منفعة البضع وحق الزوج انما فيه الخ عناية على هامش فتح القدير ،ج۳/ص۳۹۶/باب نكاح الرقيق ،مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۴] والمعنى مهر الزانية خبيث أى حرام اجماعا لأنها تأخذه عوضا عن الزنا المحرم ووسيلة الحرام حرام وسماه مهرا مجازا لأنه فى مقابلة البضع، مرقاة ص ۲۹۱ ج۳ باب الكسب، طبع بمبئى، بحر كوئٹه ص ۱۹ ج۸ كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

[۵] ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۔

(۶) بیٹا ہونے میں جب برابر ہیں کہ دونوں قسم کی اولاد ایک شخص سے شرعی طریقہ پر پیدا ہوئی ہے، تو ان دونوں قسم کی اولاد کا وہ باپ ہے، اس لئے وراثت بھی برابر ملے گی۔

(۷) اسلئے کہ قرآن کریم نے اس کو حلال قرار دیا ہے "او ماملکت ایمانکم"[۱] اور زنا کو حرام قرار دیا ہے "ولاتقربوا الزنا"[۲]

(۸) نہیں۔[۳]

(۹) مباشرت کے حلال ہونے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے، مالک کو اختیار ہے کہ صرف خدمت لے یا مباشرت بھی کرے، اس کا نکاح جب کسی سے کر دے گا تو مالک کو اس سے مباشرت درست نہ ہوگی۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا

سوال:۔ کانجی ہاؤس وغیرہ میں جب جانور زیادہ دنوں تک رہ جاتے ہیں تو سرکار کی جانب سے اس کو فروخت کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کو خریدتے ہیں کیا شرعاً ان کی ملک ہو جاتی ہے؟

---

[۱] سورۂ نسا آیت ۳/ **ترجمہ**:۔ یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہوں (از بیان القرآن)

[۲] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲/ **ترجمہ**:۔ اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ (از بیان القرآن)

[۳] ولاقسم للمملوکات بملک یمین ،عالمگیری کوئٹہ ،ج ۱/ص ۳۴۰/ الباب الحادی، عشر فی القسم، فتح القدیر ص ۴۳۳ ج ۳ کتاب النکاح، باب القسم، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۴۹ ج ۱ کتاب النکاح، باب القسم، طبع بیروت.

[۴] ومن زوج امته فلیس علیه أن یبوّئها لکنها تخدم..... وحاصله أن حق المولی ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع وحق الزوج إنما فیه، عنایة مع فتح القدیر ص ۳۹۶ ج ۳ کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جانور پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہو جاتی ہے، تو اب خریدنے والا مالک سے ہی خریدتا ہے، اور مالک سے خریدنے میں ثبوت ملک میں کوئی اشکال نہیں "وان غلبو (ای اهل الحرب) علیٰ اموالنا واحرزوها بدارهم ملكوها الخ درمختار"[1] نیز حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے امداد الفتاویٰ میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوشت کی تجارت

سوال:۔ کیا یہ تجارت شرعاً جائز ہے کہ ہر روز ایک دو یا دس پانچ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرے اس میں نفع زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے، "لانه متوارث من خير القرون شرعاً وعرفاً من غير نكير"[3]

فقط واللہ وسبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/شوال ۶۱ھ

صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۶۱ھ

---

[1] درمختار مع شامی نعمانیه، ص ۲۴۳/ج۳/ باب استيلاء الكفار، النهر الفائق ص ۲۲۴ ج۳ كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۹۵ ج۵ كتاب السير باب استيلاء الكفار.

[2] امداد الفتاوى ص ۵۴۱ ج۳ كتاب الذبائح والاضحية، کانجی ہاؤس سے نیلام خریدے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم، مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہڈی کی خرید وفروخت

سوال:۔ جو شخص ہڈیوں کی خرید وفروخت سوکھی اور گیلی دونوں کی کرتا ہے، ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہڈی کی خرید وفروخت جائز ہے گیلی ہو یا سوکھی اس کی آمدنی درست ہے، اس کا کھانا بھی درست ہے، لیکن خنزیر کی ہڈی نہ ہو کہ اس کی خرید وفروخت جائز نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

لفافہ کے ساتھ چینی تول کر دینا

سوال:۔ دوکاندار چینی لفافہ میں تول کر دیتا ہے، جب کہ لفافہ کی قیمت بھی ہے، اور اس کا کچھ وزن بھی ہے، اسی وزن کی چینی گاہک کو کم ملتی ہے، کیا یہ لینا دینا درست ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عن علیؓ انه التقط دینارا،فاشتری به دقیقا فعرفه صاحب الدقیق(بأنه ختن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابن عمه) فردعلیه الدینار فأخذه علی فقطع منه قیر اطین فاشتری به لحماً.ابوداؤد شریف مع البذل،ص۷۵/ج۳/کتاب اللقطة، مکتبه رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [۱] وفی العیون لا بأس ببیع عظام الفیل وغیره من المیتات إلّاعظم الآدمی والخنزیر، (عالمگیری ص۱۱۵/ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید وفی بیع المحرمات، النهر الفائق ص۴۲۹ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

لینے والا اور دینے والا راضی ہوں، تو درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۷ھ

جو مرغی پڑوسیوں کا نقصان کرے اس کے انڈے خریدنا

سوال:۔ایک شخص نے مرغی پالی ہے، وہ پڑوسیوں کا کافی نقصان کرتی ہے، وہ شخص اسکے انڈے فروخت کرتا ہے، اس سے انڈے خرید کر ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو ضروری ہے کہ اپنی مرغی کا انتظام کرے، جس سے پڑوسیوں کا وہ نقصان نہ کر سکے،[2] مگر اس کے انڈے خریدنا ناجائز نہیں، بلکہ وہ حلال ہیں۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس وھوالصحیح لتحقق المراضاۃ. (ھدایہ، ج۳ص ۱۹ کتاب البیوع، مطبوعہ دیوبند، مجمع الأنھر ص۷ج۳، کتاب البیوع، دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر ص ۲۶۹ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی،

[2] رجل لہ کلاب لایحتاج الیھا ولجیرانہ فیھا ضررفان امسکھا فی ملکہ فلیس لجیرانہ منعہ وان أرسلھا فی السکۃ فلھم منعہ وکذالک من امسک دجاجۃ اوجحشا اوعجولا فھوعلیٰ ھذاالوجھین، عالمگیری، ج۵/ص ۳۶۱/کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشرالخ.

[3] لان المعصیۃ لاتقوم بعینہ الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۶۰/۹/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۸ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، زیلعی ص۲۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ امدادیہ ملتان.

نابالغ سے خرید وفروخت کا معاملہ

سوال:۔ نابالغ بچہ سے خرید وفروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نابالغ بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہو اور اس کے ولی کی طرف سے اجازت ہو اس سے خرید وفروخت درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

نابالغ بچوں کا خرید وفروخت کرنا

سوال:۔ دیہاتوں میں جو دوکانیں ہیں، ان پر سب ہی قسم کے بچے لین دین کرتے ہیں، چھوٹے بڑے مسئلہ یہ ہے کہ بیع کے لئے بالغ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں جائز ہے یا ناجائز حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچے اگر اپنے ولی کی اجازت سے خرید وفروخت کرتے ہیں تو درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

---

[1] فصح بیع الصبی والمعتوہ اللذین یعقلان البیع الخ فتح القدیر، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعہ دارالفکر بیروت) اول کتاب البیوع، عالمگیری، ج۳/ص۲/ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب البیوع، الباب الاول الخ، شامی زکریا ص۱۴ ج۷ کتاب البیوع قبیل مطلب شرائط البیع.

[2] فصح بیع الصبی والمعتوہ اللذین یعقلان البیع الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ بھتیجہ کی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ایک غیر مسلم کا لڑکا نابالغ جس کا باپ مر چکا ہے، اس لڑکے کے حقیقی چچا موجود ہیں، چچا اپنی زمین اور اس لڑکے کے باپ کی زمین ولی بنکر فروخت کرنا چاہتے ہیں، ایک مسلمان شخص کے ہاتھ یہ بیع جائز ہے یا نہیں، مسلمان خرید سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان کے مذہب میں چچا کو حق ہے کہ بھتیجے کی زمین کو ولی ہونے کی حیثیت سے فروخت کردے، تو مسلمان کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۱۴/شوال ۵۶ھ

زمین کی بیع کے بعد اس میں کمی نکلنا

سوال:۔حمید نے ایک آراضی ۲۹۰۰/روپیہ بیگھہ کی شرح سے خریدی اور اسی وقت قیمت بھی ادا کردی، لیکن زید نے کہا کہ ابھی ہم اس پیسہ سے کچھ کمالیں اور چند دنوں کے بعد یہ آراضی آپ کے نام بیع نامہ لکھ دیں گے، حمید نے بھی اس بات کو تسلیم کرلیا، بعد میں معلوم

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فتح القدیر، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعہ دارالفکر بیروت) اول کتاب البیوع، عالمگیری، ج۳/ص۲/ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب البیوع، الباب الاول الخ.

(صفحہ ہذا) [1] لو قهر حربی بعض احرارهم ثم جاء بهم إلى المسلم المستأمن فباعهم منه ينظر إن كان الحكم عندهم أن من قهر منهم صاحبه فقد صار ملكه جاز الشراء لانه باع المملوك وإن لم يملكه لا يجوز لأنه باع الحر، بحر كوئٹه ص ۹۹ ج۵ كتاب السير، باب السير، النهر الفائق ص ۲۲۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب المستامن، دار الكتب العلمية بيروت.

ہوا کہ جس آراضی کیلئے زید کو پیسہ دیا گیا ہے وہ کم ہے اس پر حمید نے زید سے کہا کہ آراضی کم ہے آپ کی جتنی آراضی ہے اس کا پیسہ لیں یا نشان دہی کرا کے پوری آراضی دیں، تو زید نے کہا ہم بیوقوف نہیں کہ نشان دہی کرا کے دیں یا پیسہ کم لیں اگر آپ کو گراں ہو تو پیسہ لے لیجئے، اس پر حمید نے کہا کہ پیسہ ہی دید یجئے لیکن زید نے اس وقت کوئی رقم نہیں دی اور نہ ہی وعدہ کیا کہ ہم فلاں تاریخ تک رقم دیدیں گے، اب ایسی صورت میں بیع باقی رہی یا ٹوٹ گئی

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں تو کوئی شرط نہیں لگائی، جو کچھ بات چیت ہوئی بیع مکمل ہو جانے کے بعد ہوئی اس کا بیع پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۱۴۰۰ھ

زمین کی بیع ہونے اور قیمت ادا کرنے کے بعد رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے بیع کی واپسی کا حق نہیں رہا

سوال: ۔عبدالحمید خاں نے محمد عاشق سے ایک زمین کا ساڑھے چار روپیہ میں سودا کیا وہ زمین اس کی اہلیہ کی تھی، بحیثیت شوہر یہ معاملہ کیا محمد عاشق خاں کو مسجد میں نمازیوں کے سامنے روپیہ ادا کئے ہیں، اور زمین پر قبضہ کرلیا، اور باقاعدہ رجسٹری کے لئے اس کو عبدالحمید خاں کہتا رہا مگر اس نے کہا کہ کردیں گے، ہم تمہارے سے واپس نہیں لیتے کئی سال کے بعد

---

[1] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الا لعیب او روية الدرالمختار علی الشامی، ج۷/ ص۴۷/ مطبوعه زکریا مطبوعه کراچی ،ج۴/ص۵۲۸/ اول کتاب البیوع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه ص۲۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

اس نے زمین دوسرے کے ہاتھ فروخت کرڈالی، اور چک بندی کے دوران کچھ پر قبضہ کرلیا اور مشتری کو جواب دیتا ہے کہ تم نے بہت عرصہ اس سے فائدہ اٹھایا ہے، لہٰذا اس بائع کے متعلق کیا حکم ہے اس نے نہ روپیہ واپس کیا اور زمین بھی چھین لی آپ حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین کا معاملہ بیع کا مکمل ہوگیا اور قیمت بھی ادا کردی گئی، اور مشتری نے زمین پر قبضہ بھی کرلیا تو محض رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے معاملہ میں کوئی کمی نہیں رہی[1]

پھر بائع کو زمین واپس چھیننے کا کوئی حق نہیں رہا،[2] بائع اپنی اس حرکت کی وجہ سے غاصب اور ظالم ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ زمین مشتری کے حوالہ کردے،[3] یا اگر وہ رضامند ہو تو اس کی قیمت دیدے ورنہ اس کا وبال دنیا میں بھی بھگتے گا اور آخرت میں بھی[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد الخ هدایه ،ص ۲۰/ ج۳/ (اول کتاب البیوع) مطبوعه تهانوی، دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۱۰ ج۳ کتاب البیوع مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لایجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق، ج۵ ص ۴۱ (مکتبه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزیر، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[3] ویجب رد عین المغصوب الخ درمختارمع الشامی زکریا ،ج۹/ص۲۶۶/ کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب، زیلعی ص۲۲۲ ج۵ کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۰۹ ج۸ کتاب الغصب. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبر والی زمین کی بیع

سوال:۔ایک شخص نے ایک قطعۂ زمین خریدی اور خریدنے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمین میں بہت سی قبریں ہیں اب صاحب مذکور نے اس زمین میں تالاب کھدوایا ہے، کھودتے وقت مردار کے سر اور ہاتھ کی ہڈی اور لاشیں پائی گئیں، سب ہڈیاں دوسری جگہ زمین میں دفن کردیں، آیا اب قبر والی زمین کو تالاب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مالک سے کسی نے زمین خرید لی، تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین میں تالاب بنائے یا کچھ اور کام کرے، البتہ ان ہڈیوں کو توڑنا درست نہیں[1]، بلکہ احتیاط سے ان کو ایک جگہ دفن کردیا جائے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی بیع اور اس میں تالاب وغیرہ بنانا، ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إن اللّٰہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یُفْلِتْہُ ثمّ قرأ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمة الایة مشکوٰة شریف ص۴۳۴ باب الظلم الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۳۲۰، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، مطبوعہ بلال دیوبند، عن سعید ابن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانہ یطوقہ یوم القیامة من سبع ارضین مشکوٰة شریف ص۲۵۴ باب الغصب والعاریة مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۳۱ ج ۱ ابواب المظالم باب اثم من ظلم شیئاً من الارض، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] وذکرہ فی التبیین ان صاحب الارض مخیر ان شاء اخرجہ منھا وان شاء ساواہ مع الارض وانتفع بھا زراعة اوغیرھا (وقال بعد اسطر)وفی الواقعات عظام الیھود لھا حرمة اذاوجدت فی قبورھم کحرمة عظام المسلمین حتی لاتکسر الخ (البحرالرائق کراچی، ج۲/ص۱۹۵ /کتاب الجنائز)، تبیین الحقائق ص۲۴۶ ج ۱ کتاب الجنائز، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرے کے نام پر زمین وجائیداد خریدنا

سوال:۔ میرا بھانجہ محمد اکرام ڈھائی سال کا تھا ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور میری بہن لیکر میرے یہاں یعنی میکے چلی آئی اس کی پرورش وپرداخت میرے گھر پر ہوئی سارے اخراجات وغیرہ میرے ہی ذمہ رہے، شروع میں میرے بھانجے کے عادت واخلاق ہی گر چکے تھے، لیکن میں ان کے حق میں دعائیں کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھانجے کو راہ راست پر لگادے، اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی، چنانچہ میرا بھانجہ جب تقریباً ۲۰/سال کا ہوا تو میں ۴۸ء کو حج بیت اللہ گیا اور جانے سے پہلے سارا اثاثہ ان کے سپرد کردیا اور کچھ روپیہ نقدی اور موجودہ کاروبار بھی ان کے سپرد کردیئے، حج بیت اللہ کے واپسی کے بعد غلہ کی تجارت کی پھر اس کو بند کیا اور ساری رقم اپنے آبائی پیشہ بنکاری میں لگادی، اس کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے میرے بھانجے کو بڑی ترقی دی ۱۶/سال تک کاروبار میں لگا رہا، ان کے خاندان کی پرورش اور اخراجات میرے ذمہ تھے، خرچ واخراجات سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، میرے اور میرے بھانجے کے درمیان کسی طرح کا کوئی حصہ وغیرہ طے نہیں تھا، نہ زبانی نہ ہی تحریری بلکہ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ میری ہی جائیداد ہے لیکن ۵۷ء میں میرے بھانجے نے بعض کاروبار رجسٹرڈ کرایا اور اپنی ممانی کو نصف شریک بنایا، دوران کاروبار میرے بھانجے نے کچھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبیل باب الشهید، مکتبه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص۴۰۳ ج ۱ قبیل باب صلاة الشهید، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه،

۲ فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن .الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۴/ص ۳۵۱/مطبع زکریا ،ج۶/ص ۵۳۹/ کتاب الوقف ،عالمگیری زکریا ، ج۲/ص ۳۵۲/ کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۰۵، کتاب الوقف،

زمین اور جائیدادیں خریدیں وہ سب اپنے نام اور اپنی بیوی کے نام خریدیں گئیں، سب سے اخیر کی جائیداد میں مجھ کو شریک بنایا باقی جائداد جو خریدی گئی اس میں میرا نام تک نہیں، اسی درمیان میں میں نے اپنی بہن اور ان کے خاندان کی کثرت کی وجہ سے از راہ شفقت ومحبت ایک علیحدہ مکان بھی ان کے نام لکھ دیا جس پر اب بھی وہ لوگ قابض ہیں اور اس میں رہ رہے ہیں، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ جائداد میں میرے بھانجہ محمد اکرام کا کوئی حصہ ہوتا ہے کہ نہیں براہِ کرم جواب شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے بھانجے کو اپنا کاروبار سپرد کیا اور صاف لفظوں میں کہہ دیا یہ سب میرا ہے تو وہ سب کاروبار اس سے حاصل ہونے والا روپیہ اور اس سے خریدی ہوئی جائیداد خواہ کسی کے نام سے خریدی گئی ہو وہ سب آپ کی ملک ہے، نہ بھانجہ کی ملک ہے نہ اس کی بیوی کی ہے البتہ جو مکان آپ نے جس کے لئے لکھ دیا اور قبضہ کرا دیا وہ اس کا ہو گیا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

بیٹے کے نام پر مکان خریدنے سے وہ مالک نہیں ہوتا

سوال:۔ زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنے روپیہ سے تجارت کرائی اور ایک مکان بھی اس کے نام خریدا لیکن زید کی نیت اس کو مالک بنانے کی نہیں تھی، بلکہ اپنی مصلحت کی بناء پر ایسا

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ وحكمه ثبوت الملك للموهوب له الخ درمختار على الشامی ،ج۸/ص۴۹۰-۴۹۳/(مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب الهبة، عالمگيری كوئٹه ص۳۷۴ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیا تھا، اور بعد میں تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، اور بکر بطور ملازم کام کرتا رہا، باقاعدہ دستاویز تحریر کی گئی ہے، اب بکر کا انتقال ہو گیا اب اس کے ورثاء کو کوئی حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا رکن ایجاب وقبول ہے[1] اگر زید نے اپنے لئے مکان خریدا ہے اور بکر سے اس کا اظہار کر دیا کہ میں اپنے لئے مکان خریدتا ہوں اور کسی مصلحت سے تیرے نام سے خریدتا ہوں تو اس کا مالک زید ہے پس اگر اس کے بعد زید نے ہبہ وغیرہ نہیں کیا تو اس میں بکر کے ورثہ کا حق نہیں، کیونکہ محض بکر کے نام خریدنے سے زید کی جو کہ اصل مشتری ہے ملک زائل نہیں ہوئی،[2] علیٰ ہذا القیاس جب کہ بکر بطور ملازم تجارت میں کام کرتا تھا، اور اس کا ثبوت بھی زید کے پاس موجود ہے، نیز زید نے مالک ہونے کی حیثیت سے اس تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، تو اب بعد انتقال بکر کے ورثہ اس تجارت کے مالک نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۲/۵۶ھ

---

[1] ویکون أی البیع بقول أو فعل أما القول فالایجاب والقبول وهما رکنه، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۰۴ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع المکره والموقوف مجمع الأنهر ص ۵، ۶ ج ۳ اول کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۲ ج ۳ اول کتاب البیوع.

[2] وبیع التلجئة وهوان یظهرا عقداً وهما لایریدانه یلجاء الیه لخوف عد وهو لیس ببیع فی الحقیقة الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۵ ص ۲۷۳ ومطبع زکریا دیوبند، ج۷ ص ۵۴۲ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع التلجئة، هندیه کوئٹه ص ۲۰۹ ج ۳ الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع التلجئة.

بیع مشاع

سوال:۔ مسمیٰ بشیر علی نے اپنے حصہ مکانات کا بیعنامہ بحق مسجد معروف حسن والی کیا اور زرِ ثمن کو بحق مسجد ہبہ و بخشش کر دیا، من جانب مسجد بذریعۂ متولی دعویٰ تقسیم عدالت میں دائر کیا گیا، مدعیٰ علیہ بسم اللہ کی طرف سے جواب دہی ہوئی، کہ یہ دستاویز بیعنامہ نہیں بلکہ ہبہ نامہ ہے، اور ہبہ نامہ مشاع جائز نہیں ہے، اس لئے دعویٰ تقسیم صحیح نہیں ہے، نقل بیعنامہ[1] و نقل عرض[2]، دعویٰ و نقل جواب[3] دعویٰ و نقل سفینہ جات[4] ہم رشتۂ سوال ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً یہ بیعنامہ ہے یا ہبہ نامہ اور زرِ ثمن کا ہبہ یا اسقاط ہوا یا نہیں یا زرِ ثمن باقی ہے، جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ حسب عبارت بیعنامہ منسلکہ بیع ہے، ہبہ نہیں، کیونکہ صراحۃً بیع اور فروخت کا لفظ مذکور ہے، نیز بیع کی تعریف "[1]**هو مبادلة المال بالمال بالتراضي** بحر ج۵، ص[2] ۲۵۶، اس پر صادق آتی ہے، ہبہ اگرچہ مشاع جائز نہیں، لیکن بیع و شراء مشاع کی بالاتفاق جائز ہے۔"**لايفسد بيع عشق اسهم من مائة سهم اتفاقاً لشيوع السهم،** درمختار[3] ص ۸/ ج ۱/ **وان اشترىٰ عشرة اسهم من مأ ئة سهم جاز في**

---

[1] **ترجمہ** (وہ بدلہ کرنا ہے مال کا مال کے ساتھ رضامندی کے ساتھ)

[2] البحر، ص ۲۵۶/ ج۵/ (طبع كوئٹه) اول كتاب البيوع الدر مع الشامي كراچی ص۵۰۲ ج۴ كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم النهر الفائق ص۳۳۴ ج۳ اول كتاب البيوع، طبع بيروت.

[3] الدرالمختار مع الشامي نعمانيه ص: ۳۲، ج: ۴، كتاب البيوع، مطلب المعتبر ماوقع عليه العقد الخ،

قولهم جميعاً هدايه[1] ص۲۹/ج۳/لہٰذا یہ بیع شرعاً تام اور صحیح ہے، زرِ ثمن میں قبضہ سے پہلے ہبہ وغیرہ کا تصرف کرنا بھی شرعاً جائز ہے "والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز بالبيع والهبة والاجارة والوصية سواء كا ن ممايتعين اولا يتعين عندنا سوىٰ بدل الصرف والسلم لان الملک مطلق، فتح القدير[2] ص ۲۶۹/ج۵/۔

مکانات کا حصہ بیع کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا اور زرِ ثمن ہبہ کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۲ھ

صحیح عبدالرحمٰن غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صورت مذکورہ میں حسب تحریر بیعنامہ بیع ہے ہبہ نہیں اور ثمن کا ابراء ہے اور اگر ہبہ بھی مان لیا جائے تو ثمن کا ہبہ مشتری کو بلا اسکے کہ بائع قبضہ کرے درست ہے اور مشتری کے لئے ثمن پر قبضہ سابق تمامی ہبہ کیلئے کافی ہے، جدید قبضہ کی ضرورت نہیں، لہٰذا فریق ثانی کا یہ دعویٰ کہ یہ ہبہ مشاع ہے غلط ہے جائداد کا بائع نے ہبہ نہیں کیا تاکہ مشاع ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا جائے، بلکہ ہبہ زرِ ثمن کیا ہے، جو شرعاً قبل قبضۂ ثمن کے بھی درست ہے "وجاز التصرف فی الثمن بهبة اوبيع اوغيرهما لوعيناً اى مشاراليه ولودينا[3] كمكيل

---

[1] هدايه ،ص ۲۳/ج۳/. كتاب البيوع،مطبوعه ياسرنديم ديوبند، النهر الفائق ص۳۵۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فتح القدير ،ص ۵۱۸/ج۶/(مطبوعه دارالفكر) فصل من اشترى شيئاً مما ينقل ويحول قبيل باب الربوا، النهر الفائق ص۴۶۵ج۳ كتاب البيوع، باب التولية، طبع بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص۱۵۲ ج۵ كتاب البيوع، باب التولية والمرابحة، فصل فى التصرف فى المبيع والثمن، مطلب فى بيان الثمن والمبيع والدين.

[3] فالتصرف فيه تمليک ممن عليه الدين ولوبعوض ولايجوز من غيره قبل قبضه سواه تعين بالتعيين، (درمختار مع شامى كراچى،ج۵/ص۱۵۲/) باب المرابحة والتولية مطلب فى بيان الثمن والمبيع والدين.

أولا كنقود ومثال التمليک بغير عوض هبة ووصية له فااذا ابرأمنه الثمن ملكه بمجرد الهبة لعدم احتياجه الىٰ القبض وكذا الصدقة "درمختار طحطاوی[1]

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ

بائع مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف

سوال:۔ زید کے پاس قصاب کا لڑکا آیا اس نے گوشت کی قیمت چار روپیہ سیر بتلائی، زید نے کہا کہ تین روپیہ سیر دیں گے، لڑکا جانے لگا، مگر خاموش رہا، اور پھر آکر گوشت دیدیا، لڑکا کچھ بولا نہیں، تھوڑی دیر بعد پھر سری پائے دیدیا اور قیمت دو روپیہ بتلائے زید نے قیمت ۴/..... بتلائی اس سے زائد نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ زید نے گوشت کی قیمت ۳/ روپیہ کے حساب سے دیکر بات ختم کردی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سری پائے کی قیمت تو طے ہوگئی تھی، اس میں تو کوئی شبہ نہیں، گوشت کی قیمت زید نے اپنی طرف سے طے کر کے بتادی کہ تین روپیہ سیر جس پر لڑکا خاموش ہوکر گیا اور گوشت لے آیا، لہٰذا یہ بیع فاسد نہیں ہوئی، پھر چار روپیہ سیر کے حساب سے دیکر بات ختم کردی گئی، تو بہتر ہوا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۹ھ

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۱۰۱ ج۳ کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع، دار المعرفة بیروت.

[2] رجل ساوم رجلا بثوب فقال البائع ابيعه بخمسة عشر،وقال المشترى لااخذه الابعشرة فذهب به ولم يقل البائع شيئاً فهوبخمسة عشران كان المبيع فى يد المشترى حين ساومه ،وان كان فى يدالبائع فأخذه منه المشترى ولم يمنعه البائع فهو بعشرة .الهندية،ص۷/ج۳/كتاب البيوع الباب الثانى فيما يرجع الى انعقاد البيع، بحر كوئٹه ص۲۶۷ ج۵ كتاب البيوع، خانيه على الهندية كوئٹه ص ۱۲۹ ج۲ كتاب البيع.

کتاب کا مسودہ جس قیمت پر چاہے مصنف فروخت کرے پھر چھپنے کے بعد جو شخص خریدے اس کو اختیار ہے جتنی قیمت پر چاہے فروخت کرے

سوال: ۔عمرو زید سے کہتا ہے کہ کتاب متنازع فیہ کا حق طباعت مجھ کو دیا جائے، اس لئے کہ یہ کتاب میری وجہ سے چھپی ہے، اگر میں رقم نہ لگاتا تو کتاب طبع نہیں ہوتی زید اس کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے میں نے آپ کے ساتھ معاملہ صرف پہلی طباعت کیلئے کیا تھا، آئندہ کیلئے وعدہ نہیں تھا، یہ ذہن میں رہے کہ آئندہ کیلئے وعدہ کا ہونا عمرو کو مسلم ہے، لہٰذا میں آئندہ کیلئے آپ کو اپنی طباعت نہیں دے سکتا، آپ فیصلہ فرمائیں، کہ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسودہ کی قیمت جو بھی چاہے تجویز کردے کیونکہ وہ اس کی ملک ہے[1]، اور خریدار اسے جس قیمت پر معاملہ بنے خرید لے، لیکن کتاب طبع ہو کر جب بازار میں آگئی تو جو شخص بھی اس کا نسخہ خریدے وہ خرید کر اس کو طبع کر سکتا ہے، اصل مصنف کو یا کسی اور کو منع کرنے کا حق نہیں، حق طبع مال متقوم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالبیع ماشرع الابطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال. مبسوط للسرخسی، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکربیروت)کتاب البیوع، لو باع کاغذةً بالف یجوز ولا یکره الخ فتح القدیر ص۲۱۲ ج۷ کتاب الکفالة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] وبطل بیع مال غیر متقوم الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۷/ص۲۴۱/ باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہندو لاش کو جلانے کیلئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا

سوال: ۔ ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خرید لے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلاوے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ پر لی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا

سوال: ۔ زید نے ایک زمیندار سے زمین سالانہ کرایہ پر لے کر اس پر مکان تعمیر کیا جسکو ۳۰ ربرس کا عرصہ گزرا، اب زمیندار بوجہ ضروریات اپنی زمین کو فروخت کرنا چاہتا ہے، علاوہ ملبہ کے لہٰذا اس کا ملبہ چھوڑتے ہوئے بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حق حاصل ہے[2]، پھر خریدار اس کرایہ دار سے کہے

---

[1] وعلم من هذا انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصر والخشب ممن يتخذ منه المعازف شامی زکریا ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبع کراچی،ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البيع)، البحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ (بيضاوی شريف ، ج ۱/ص۷/ مطبع رشيد يه دهلی.تحت تفسير سورة الفاتحة، شرح المجلة ص۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ص ۱۱۹ ، اتحاد بكڈپو ديوبند.

کہ تم اپنا ملبہ یہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردو یا میرے ہاتھ فروخت کردو، بہتر یہ ہے کہ زمین فروخت کرنے سے پہلے کرایہ دار سے مالک خود ہی معاملہ کرلے، اسکے بعد فروخت کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا درست ہے

سوال:۔ بیوپار میں ایک روپیہ پر زیادہ سے زیادہ کتنے منافع لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت میں اس کے متعلق کوئی پابند نہیں[2] مگر اتنا نفع لینا جو عرفاً زیادہ شمار ہوتا ہو اور خاص کر غریب حاجت مند سے خلاف مروت[3] اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعها وسلمها فارغة الخ (الدر المختار على الشامي زكريا ،ج۹/ص۴۰-۴۱/ كتاب الاجارة هدايه ،ج۳/ص۲۹۸/ مطبع تهانوى ديوبند،كتاب الاجارة)، البحر كوئٹه ص ۱۱ ج۸ كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز الدر المنتقٰى على المجمع ص ۵۲۲ ج۴ كتاب الإجارة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لوباع كاغذة بألف يجوز ولايكره فتح القدير، ج۷/ص۲۱۲/ (مطبوعه دارالفكر) كتاب الكفالة، عالمگيرى كوئٹه ص۱۶۰ ج۳ الباب الرابع فى المرابحة، المبسوط للسرخسى ص ۹۱ ج۱۳ باب المرابحة دار الفكر.

[3] الرحمون يرحمهم الرحمٰن ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لا يرحم لا يرحم مشكوٰة شريف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

پوسٹ کارڈ وغیرہ زیادہ قیمت لے کر بیچنا

سوال:۔ پوسٹ کارڈ یا لفافہ کے ٹکٹ ایک تاجر ڈاک خانہ سے خرید کر اپنی دوکان پر رکھتا ہے اور ضرورت مندوں کو ہر لفافہ کارڈ پر پانچ پیسہ نفع چڑھا کر لیتا ہے، آیا وہ نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس علت سے وجہ اور علت ہی کے مقصد سے سوال مقصود ہے، کیونکہ ہم تو اس کو علی حالہ جائز ہی سمجھتے تھے، مگر بعض سے نقل عدم جواز کا کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کسی نے ٹکٹ یا کارڈ یا لفافہ خرید لیا تو وہ اس کا مالک ہوگیا، اس کو نفع کے ساتھ فروخت کرنے کا حق ہے[1]، مگر یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی تو نہیں، کبھی معلوم ہوجانے پر جرمانہ یا قید کی ذلت برداشت کرنی پڑے، اپنے آپ کو ذلت کے کام میں ملوث کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۱۴۰۰ھ

شرعاً کم یا زیادہ قیمت پر بیچنے کا اختیار ہے

سوال:۔ غریب لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے لئے گورنمنٹ نے نظام بنایا ہے کہ نان پاؤ بسکٹ پر پندرہ فی صد نفع لو اس سے زائد لینا جرم ہے، مگر تاجر حضرات کو ٹھیکہ بھی

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء (بیضاوی شریف ج ۱/ص۷/ سورة الفاتحة)، شرح المجلة ص۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ص۵۰/ ج۲ (مطبوعه رشید یه دهلی) کتاب الفتن.

ترجمه:۔ کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

اسی شرط کے ساتھ دیا گیا ہے، تو ان کا زیادہ قیمت پر لینا جائز ہے؟ شرط یا عدم شرط سے کوئی فرق ہوگا تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی مملوک شئی کم زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے[1] لیکن حکومت کے قانون کے خلاف کرنا عزت اور مال وجان کو خطرہ میں ڈالنا ہے، کیونکہ یہ حکومت کی چوری ہے جس پر سزا ہوسکتی ہے، خلاف قانون کرکے جان عزت مال کو خطرہ میں ڈالنا قرین دانشمندی نہیں ہے، لہٰذا اس سے پورا پرہیز کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۷۹ھ

نادار ضرورت مند سے تجارت میں زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے

سوال:۔ میں دوکانداری کا کام کرتا ہوں اور نفع لے کر سودا فروخت کرتا ہوں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ تم من مانی نفع لیتے ہو زیادہ نفع لینا حرام ہے، تو مجھے ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا چاہئے یا بغیر نفع چیز کو فروخت کردینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کی ہی جاتی ہے نفع کے لئے نفع لینا جائز ہے[3] لیکن نادار ضرورت مند سے

---

[1] المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷ ج۱ سورة الفاتحة شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ،ج۲/ص۵۰/ (مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الفتن. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

تجارت میں نفع کی حد

سوال:۔ مال تجارت پر منافع لینے کی کوئی تعداد اگر ہو تو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں[2] مگر زیادہ نفع لینا مروت کے خلاف ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۱۰/۹۰ھ

زیادہ بھاؤ پر خریدنا

سوال:۔ (۱) گیارہ آدمی ساڑھے اکتالیس من دھان خرید کر لے جارہے ہیں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [3] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال مبسوط. ج ۱۱/ ص ۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکر بیروت) کتاب البیوع.

(صفحہ ہذا) [1] الرحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء وفی روایة من لا یرحم لا یرحم مشکوٰة شریف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه دیوبند.

[2] المرابحة بیع بمثل الثمن الاول وزیادة ربح وان باعه بربح "ده یازده" لایجوز الا اذا علم الثمن فی المجلس فیجوز وله الخیار فاذا اختارالعقد یلزمه احدعشراستحسانا. عالمگیری، ج۳/ص۱۶۰/الباب الرابع عشرفی المرابحة وکذا فی مجمع الانهر، ج۳/ص۱۰۷/ مطبوعه الباز مکه، المبسوط للسرخسی ص۱۹ ج۱۳ باب المرابحة، دار الفکر بیروت.

جسکی قیمت گیارہ سو بارہ سو روپے ہوگی، جب وہ گیارہ آدمی ہمارے گاؤں پہنچے تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے انکے تمام دھان بیل کی پیٹھ سے اتار لیا اور کہا کہ بتاؤ تم لوگوں نے تیس روپے من دھان کیوں خریدا، حالانکہ بازار کا بھاؤ اٹھائیس روپے تھا، تم لوگوں نے دو روپیہ زیادہ کر دیا، آج چھوڑینگے نہیں، تمام لوٹ لینگے، سارا دن ان گیارہ آدمی کے اوپر ظلم کیا، کیا اس طرح پر شریعت نے جائز رکھا ہے، کہ دوسرے مسلمان بھائی کو اس طرح پریشان کیا جائے؟

(۲) جب لوگوں نے گیارہ آدمیوں کے دھان روک لئے تو مذکورہ عالم صاحب زور سے کہنے لگے کہ ان کے تمام دھان روک لو، کیونکہ انہوں نے بھاؤ زیادہ کر دیا، کیا شرعاً کوئی ایسا قانون ہے کہ لوگوں کے مال کو غصب کرنے کے لئے حکم دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ بھی سخت ظلم کیا گیا، ظالم کو مرنے سے پہلے دنیا میں بھی ظلم کا وبال بھگتنا پڑتا ہے، اس پر لعنت بھی آئی ہے، ''**عن ابی بکر الصدیقؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ملعون من ضار مومنا اومکر بہ**اھ **مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸**/[1]

(۲) عالم کا منصب یہ تھا کہ مسئلہ صحیح بتا کر ظالموں کو ظلم سے باز رکھتے، مگر انہوں نے ظالموں کی تائید کی، یہ بہت بڑا ظلم ہے،[2] **اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸ مکتبہ یاسر ندیم، باب ماینھیٰ عنہ من التھاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی.**

ترجمہ:. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے، یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

[2] **لا تعاونوا علی ارتکاب المنھیات ولا علی الظلم الخ، تفسیر قرطبی ص ۱۹ ج ۳ تحت الآیۃ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، سورۃ المائدۃ، آیت ۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، احکام القرآن للقرطبی ص ۱۸ ج ۳، دار الفکر.**

کم قیمت میں خرید کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے گڑ چالیس روپے ۳۶/من خریدا دو ماہ بعد گڑ کا بھاؤ چھتیس روپے فی من ہوگیا، ایک شخص عمر نے زید سے بطور قرض سو روپیہ مانگے زید نے اس کو سو روپیہ نقد تو نہ دیئے بلکہ وہی گڑ جو چالیس کے بھاؤ خریدا تھا، ۴۰/ کے بھاؤ سے ہی دیدیا جب کہ اب بھاؤ موجودہ چھتیس روپے ہے کیا زید نے یہ ٹھیک کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عمر نے زید سے روپیہ قرض مانگا اور زید نے روپیہ نہیں دیا بلکہ گڑ چالیس روپے من دیا، یعنی فروخت کر دیا اور عمر نے اس کو لے لیا یعنی خرید لیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[1] عمر کے ذمہ چالیس روپیہ من کے حساب سے خریدے ہوئے گڑ کی قیمت لازم ہوگی اگرچہ اس گڑ کی قیمت چھتیس روپے من بازار میں ہے اور زید نے چالیس روپیہ من خریدا تھا۔

(۲) نقد اُدھار کی قیمت میں فرق ہوتا ہی ہے، اور یہ شرعاً درست ہے[2] لیکن جو غریب اپنی ضرورت سے کوئی چیز خریدتا ہے اور قیمت اسکے پاس موجود نہیں تو وہ مستحق شفقت ہے مستحق رحم وکرم ہے، اس سے اتنی زیادہ قیمت لینا جس سے اس کو خسارہ ہو یہ بات خلاف مروت ہے[3] لیکن مجلس عقد میں بھی یہ طے ہو جائے کہ یہ معاملہ ادھار ہے اگر یہ بات طے نہیں

---

[1] البیع شرعاً مبادلة شئی مرغوب فیه بمثله علیٰ وجه مخصوص وحکمه ثبوت الملک فی البد لین لکل منهما فی بدل الخ درمختار مع الشامی، ج۷/ص ۱۱/مطبوعه زکریا دیوبند اول کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۴ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع ص۳۱۸ ج۴ کتاب البیوع، مکتبه زکریا دیوبند.

[2] الا یری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه، ج۳/ص ۷۴/(مطبوعه تهانوی دیوبند) باب المرابحة والتولیة، فتح القدیر ص۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئی بلکہ بات گول مول رہی کہ نقد ہے تو یہ قیمت ہے ادھار ہے تو یہ قیمت ہے اس طرح معاملہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان دینا

سوال:۔ اگر کوئی بائع کسی کو رعایۃً ایک روپیہ میں ۸/ کا مال دیدے تو مشتری آٹھ آنہ اگر اس بہانہ سے کہ مجھ پر قرض ہے، بائع کو دیدے جبکہ بائع کسی دوسری تدبیر سے لینے کو تیار نہ ہو تو یہ فریب جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بائع قصداً رعایت کر کے ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا مال دے رہا ہے تو یہ آٹھ آنہ اسکے قرض نہیں ان کو قرض کہنا غلط ہے، اور خلاف واقعہ ہے[2] اگر رعایۃً کا بدل کرنا ہی ہے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [3] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۳/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، مطبوعه دیوبند،

(صفحہ ہذا) [1] وکذا اذا قال بعتک هذا العبد بالف درهم الیٰ سنة وخمسمائة الیٰ سنتین لان الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جاز البیع الخ بدائع، ج۴/ص ۳۵۸/ (مطبوعه زکریا دیوبند کتاب البیوع، قبیل فی جهالة الثمن، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، مطبوعه دار الفکر، بذل المجهود ص۲۷۸ ج۴ باب من باع بیعتین فی بیعة، مکتبه یحیوی سهارنپور.

[2] صح الزیادة فی المبیع أو لزم البائع دفعها إن قبل المشتری ذالک لأنه تصرف فی حقه وملکه ویلتحق بالعقد فیصیر حصته من الثمن مجمع الأنهر ص۱۱۶ ج۳ کتاب البیوع، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۱۳۴ ج۱ رقم المادة ۲۵۸، اتحاد بکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص۵۰۶ ج۹ کتاب البیوع، الفصل الحادی عشر الحط والزیادة فی الثمن.

تو ہدیۃً کچھ اس کو دیدے[1] جس سے اس کا ذہن بھی منتقل نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

بیش قیمت چیز کم قیمت پر خریدنا

سوال:۔ ایک فرضی مسئلہ دریافت ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی مثال کا جواب مستنبط ہوجائے جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں، وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص زید عمرو کے پاس ایک قیمتی چیز (جسکی قیمت تقریباً سو دو سو تک ہوگی) لایا اور کہا کہ یہ میری چیز ہے میں کسی ضرورت کے بناء پر اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، تم خرید لو عمرو نے انکار کیا کہ میرے پاس اتنی رقم ہے میں نہ لونگا، اس پر زید نے کہا کہ جو کچھ تم اس کی قیمت دیدو میں اسے فروخت کردونگا، عمر نے کہا میں پانچ روپیہ میں لے سکتا ہوں زید نے فروخت کردیا، اور چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد عمرو کو شبہ ہوا کہ مال کہیں چوری کا نہ ہو لیکن اب معاملہ کو رد کرنے کی صورت نہیں ہے زید پتہ نہیں کہاں کا ہے، اور کہاں گیا اب سوال یہ ہے کہ یہ مشتریٰ عمرو کے لئے حلال اور درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اب عمرو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ظن غالب یہ ہے کہ یہ قیمتی چیز چوری کی ہے جو اس قدر ارزاں فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۰۹/ج ۲[2] میں اس کی تصریح ہے، اگر خرید لی

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تصافحوا یذ ھب الغل وتھادوا تحابوا وتذھب الشحناء (مؤطا امام مالک ۳۶۵/ (مطبع اعزازیہ دیوبند) ماجاء فی المھاجرۃ.

ترجمہ:۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، کینہ جاتا رہے گا، ہدیہ دیا کرو تو آپس میں محبت ہوگی اور بخل جاتا رہیگا۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

اور واپسی دشوار ہے اور مالک کا پتہ نہیں، تو صدقہ کردے[1] اگر ظن غالب یہ نہ ہو تو اسکا خریدنا شرعاً درست ہے، "الایریٰ ان اسواق المسلمین لاتخلوعن المحرم والمسروق والمغصوب ومع ذٰلک یحل التناول اعتماداً علی الغالب وهذا لان القلیل لایمکن الاحتراز عنه ولایستطاع الا متناع فسقط اعتباره دفعاً للحرج .مجمع الانهر، ص ۷۳۴/ج ۲/" [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/صفر المظفر ۷۱ھ

سود سے بچنے کے لئے بیع کی اصل قیمت پر زیادتی کا معاملہ کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں بازار کا عرف یہ ہے کہ ہر آڑت دار کے بارے میں مزدور اور کاریگر بھی بائع یہ جانتا ہے کہ قیمت اسکو نقد نہیں ملے گی، نیز ہر آڑت دار کا طریق جدا جدا ہے کوئی پندرہ، بیس دن کے بعد قیمت بصورت نقد چکا دیتا ہے، کوئی کچھ نقد دیتا ہے اور کچھ کے بدلے سوت دیتا ہے، کوئی کل کا سوت دیتا ہے، یہ تمام تفصیلات قریب قریب فی الجملہ تمام کاریگروں کو ہر آڑت دار کے بارے میں معلوم رہتی ہیں، مزدور چاہے طوعاً چاہے کرہاً

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] فتاویٰ رشیدیہ ملاحظه هو ،ص ۱۰۲/ج ۲/ مطبع رحیمیه دهلی کتاب الحظر والاباحة)

(صفحہ ہذا) [1] ویردونها علی اربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه شامی کراچی ص۳۸۵ج۶ کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع، الهندیة ص۳۴۹ج۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب، البحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[2] مجمع الانهر ،ص۴۷۵/ج۴/ مطبع دارالکتب العلمیه بیروت) مسائل شتی، عالمگیری زکریا۳۶۴/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس والعشرون فی البیع الخ)

مگر معاملہ اسی طریقہ سے رکھتے ہیں اور لین دین جاری رہتا ہے، لیکن جو لوگ نقد کے بجائے سوت دیتے ہیں، وہ کچھ اپنے من گھڑت اصول کے مطابق سوت کو اصل بازار سے دو تین روپیہ بڑھا کر دیتے ہیں، یعنی اگر بازار میں سوت کا بھاؤ ۵۵/روپیہ ہے تو وہ ۵۶/ یا ۵۷/ میں دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم جو سوت پر بڑھا کر لی گئی ہے، وہ کیسی ہے جب کہ کاریگر جانتے ہیں کہ اس آڑت دار کے یہاں اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا۔ بطور وضاحت مکرر عرض ہے کہ بازار میں یہ طرز معاملے کا جز بن گیا ہے، اور لوگ اسی طرح طوعاً وکرہاً معاملہ کرتے ہیں، مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ معروف ومروج طریق پر سوت پر ایک دو روپیہ زائد لینے والی رقم کا کیا حکم ہے، آیا وہ حلال ہے مکروہ ہے حرام ہے؟

دوسری بات یہ دریافت طلب ہے کہ دو آدمیوں نے اسی طرح کی آڑت کا شرکت میں کاروبار شروع کیا کچھ دنوں کے بعد ایک نے خلاف مروت سمجھ کر اس طریق عمل کی مخالفت شروع کی، مگر دوسرا اپنے طریقے پر بدستور کاربند رہا، پہلا اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ یکا یک شرکت سے جدا ہو جائے، اس لئے کہ ایسا بغیر نقصان عظیم کے ممکن بھی نہیں آخر اسی طرح کاروبار چلتا رہا، لیکن کچھ دنوں کے بعد جدائیگی تک نوبت پہنچی، تقسیم کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جتنی رقم خلاف مروت طریق پر لی گئی تھی قریب قریب اتنی ہی ڈوب بھی گئی گویا قدرتی نظام نے ٹوٹل برابر کر دیا، لیکن کھاتہ اعلان کرتا رہا ہے کہ ڈھائی ہزار سوت پر فائدہ ہوا چنانچہ اسی حساب سے وہ رقم ہر ایک کو ملی بھی اب یہ بتائیے یہ رقم فی نفسہٖ کیسی ہے اور شخص اول کے اعذار کو سامنے رکھ کر اس کے حق میں کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل قیمت ''نقد'' لازم مگر بجائے اس نقد کے سوت دیتا ہے اور سوت بازاری نرخ سے کچھ فرق کے ساتھ دیتا ہے، تو اس کا معاملہ اس فرق کے ساتھ طے کر لینا بھی درست ہے

ناجائز نہیں[1] بصورت شرکت اس قسم کی رقم ملے تو وہ بھی ناجائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۱ھ

جواب صحیح ہے اور توضیح یہ ہے کہ کپڑے کی نقد قیمت طے و متعین ہو کر بائع کو بھی معلوم ہو چکی ہو۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۱ھ

ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت منتقل کرنا

سوال:۔ ایسی تجارت کے تعلق سے کہ گورنمنٹ ضلع بندی کرتی ہے اور اپنی جگہ سے دوسری جگہ کو مال یعنی غلہ وغیرہ لیجانے کو مجرم قرار دیتی ہے، اسکے باوجود تاجر لوگ غیر قانونی حرکت کر کے نگراں کاروں کو رشوت دیکر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں غلہ وغیرہ منتقل کر کے تجارت کرتے ہیں تو ایسی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے کیا ایسا تاجر عنداللہ مجرم قرار دیا جائے گا یا نہیں اور جو ایسی تجارت سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کار خیر میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس میں سے زکوٰۃ صدقۂ فطر قربانی وغیرہ کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو مال موافق شرع خرید کر مالک ہو جائے اس کو اس کے ہر جگہ فروخت کرنے

---

[1] والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز الخ .هدایه ،ج۳/ص۷۵/کتاب البیوع ، باب المرابحة التولیة (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) وجاز التصرف فی الثمن قبل قبضه الٰی ما قال فلو باع إبلاً بدراهم او بکر بر جاز اخذ بدلها شیئاً آخر الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۳۷۷-۳۷۵ج۷ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة، مطلب فی بیان الثمن والمبیع الخ البحر الرائق ص۱۱۹ ج۶ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کا پورا حق حاصل ہے[۱]، اس فروخت کرنے سے جو روپیہ ملے وہ اس کا مالک ہو جائیگا[۲]، حسب ضابطہ اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی[۳] قربانی بھی واجب ہوگی، ایسے مال کو کار خیر میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، مگر اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ قانونی خلاف ورزی کر کے اپنے مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہرگز دانشمندی نہیں[۴] اور رشوت دینا تو قانونی جرم ہے، اور شرعی جرم بھی ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والمالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف ص۷/ ج۱/ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورة الفاتحة، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱، رقم المادة ۱۱۹۲ اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۲] وأما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳، اول کتاب البیوع، بحر کوئٹه ص۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[۳] وسببها أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلیة، در مختار مع الشامی زکریا ص۱۷۴ ج۳، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، طبع بیروت.

[۴] لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

[۵] لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف ، ج۱/ص۱۵۹/(مطبع رشیدیه دهلی)ابواب الاحکام ،باب ماجاء فی هدایا الامراء، شامی کراچی ص۳۶۲ ج۵ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، النهر الفائق ص۶۰۸ ج۳ کتاب القضاء، دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

بیع میں رنگا

سوال:۔ اگر کوئی شخص ایک سودا خریدے، اور خریدار بیچنے والے سے علاوہ خرید شدہ چیز کے اور کوئی چیز مانگے جس کو رنگا کہتے ہیں اور بیچنے والا خوشی سے دے بھی دے، تو کیا وہ رنگا مانگنا اور لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ رنگا جزو بیع ہے لہٰذا اگر اس شئی کے واپس کرنے کی نوبت آئے تو رنگا بھی واپس کرنا ہوگا، ایسی صورت میں رنگے کا رواج ترک کر دینا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۲/۶۸ھ

بھیک کے مال کی فروختگی

سوال:۔ جو لوگ سوال کرتے ہیں، یعنی بھیک مانگتے ہیں اور اس غلہ کو دوکانوں پر فروخت کرتے ہیں، تو وہ غلہ دوکاندار کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی نے بھیک مانگ کر جو غلہ جمع کیا ہے، وہ اس کا مالک ہوگیا، جب دوکان پر لے جا کر فروخت کرتا ہے تو دوکاندار کو اس کا خریدنا درست ہے[2]

---

[1] یجوز للمشتری ان یزیدفی الثمن ویجوز للبائع ان یحط من الثمن وان یزید فی المبیع ویلتحق بأصل العقد الخ (تبیین الحقائق مطبع امدایہ ملتان پاکستان ، ج۴/ص ۸۳/ کتاب البیوع، فصل قالؒ صح بیع العقار الخ)

[2] الغنی اذااکل مماتصدق به علی الفقیر ان اباح له الفقیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تنبیہ:۔جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہواس کو بھیک مانگنا جائز نہیں،اس لئے اس پیشہ کو ترک کرنا ضروری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تانبے پیتل وغیرہ کی بیع ادھار

سوال:۔تانبہ،پیتل،لوہے کا کاروبار ادھار خرید کر فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ففی حل التناول اختلاف بین المشائخ وان ملکه الفقیر الغنی لاباس به (الهندیة ،ص ۳۴۰/ج۵/ الباب الحادی عشرفی الکراهة فی الأکل ومایتصل به)

یکره ان یاکل الرجل من مال الفقیر یعنی من مالٍ أخذه من الصدقة لااذاملکها بجهة اخری عالمگیری ،ص ۳۴۳/ج۵/ باب فی الهدایا والضیافات، اما شرائط المعقود علیه ..... وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع، شامی کراچی ص۵۰۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] عن سهل بن الحنظلیة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من سأل وعنده مایغنیه فانما یستکثر من النار .قال النفیلی وهواحد رواته فی موضع آخر وماالغنی الذی لاینبغی معه المسئلة قال قدرما یغذیه ویعشیه وقال فی موضع آخر ان یکون له شبع یوم اولیلة ویوم رواه ابوداؤد کذافی المشکاة ،ج۱/ص۱۶۳/کتاب الزکوٰة، باب من لاتحل لهٗ المسئلة، دار الکتاب دیوبند، ابوداؤد شریف ص۲۳۰ ج۱ کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی طبع سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:۔سہل بن حنظلیہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سوال کیا اوراس کے پاس اس قدر مال ہے کہ اس کو غنی کردے،تو پھر وہ گویا مانگتا ہے،بہت سی آگ نفیلی جواس حدیث کے راوی ہیں،ایک دوسرے موقع پر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غنی کی کیا حد ہے اس کے بعد سوال کرنا جائز نہیں کہ آپؐ نے فرمایا جواس کے لیے صبح وشام کی غذا کا کام دے سکے اور ایک جگہ اور کہا ہے کہ ایک دن اور رات کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

تالاب کے پانی کی بیع

سوال:۔ یہاں تقریباً ہر ایک کے پاس تالاب ہوتے ہیں، اوران تالابوں کے قرب وجوار میں زمین بھی ہوتی ہے، ان زمینوں میں کھیتی باڑی کرنے کے لئے پانی کی ضرورت پڑتی ہے زمین والا تالاب کا پانی پورا جوکہ تالاب میں موجود ہے، تالاب والے سے خرید لیتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا کہ نہیں، بیع مجہول تو نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گڈھا کھودکر تالاب بنایا گیا اور پانی کو اس میں محفوظ رکھا گیا اس کی حفاظت اورنگرانی کی گئی تو جس قدر پانی تالاب میں سامنے موجود ہے، اس کی بیع درست ہے[2] اگرچہ

---

[1] واذا عدم الوصفان الجنس والمعنیٰ المضموم الیه حل التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة والاصل فیه الاباحة الخ، هدایه ص ۷۹/ج۳/ (مطبوعه تهانوی دیوبند) باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۷۲ج۳ باب الربوا، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۲۹ ج۶ باب الربوا.

[2] وکذا لک ماء المطر یملک بالحیازة واما بیع ماجمعه الانسان فی حوضه ذکر شیخ الاسلام المعروف بخواهر زاده فی شرح کتاب الشرب ان الحوض اذکان مجصصاً اوکان الحوض من نجاس او صفرجاز البیع علیٰ کل حال وکانه جعل صاحب الحوض محرز الماء بجعله فی حوضه الخ عالمگیری ،ص ۱۲۱/ ج۳/ (مکتبه کوئٹه)کتاب البیوع ،الفصل السابع فی بیع الماء تحت الباب التاسع، محیط برهانی ص ۳۴۹ج۹ کتاب البیوع، الفصل السادس فیما یجوز بیعه وما لا یجوز نوع آخر فی بیع الماء والجمد، طبع مجلس علمی گجرات.

اس کی مقدار معلوم نہ ہو مشارٌ الیہ جب سامنے ہو تو اس کی مقدار معلوم ہونا ضروری نہیں ہے[۱]، جب کہ اس کی کل کی بیع بصفقۃ واحدۃ کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا

سوال:۔ ان اطراف میں مسلمان تاجر اکثر زکوٰۃ نہیں دیتے اور ان کے معاملات صاف نہیں رہتے، ایسے تاجر سے کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ خریدنا بہتر ہے، یا ہندو سے خریدنا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان سے خریدنا بہتر ہے[۲] جب تک متعین طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام شے فروخت کر رہا ہے[۳] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والا عواض المشار اليها لايحتاج الىٰ معرفة مقدار ها فى جواز البيع الخ هدايه ، ص ۲۰ ج۳ (مكتبه ياسرنديم ديوبند)اول كتاب البيوع، شامى كراچى ص ۵۳۰ ج۴ كتاب البيوع، مطلب ما يبطل الايجاب سبعة بحر كوئٹه ص ۲۷۶ ج۵ اول كتاب البيوع.

[۲] أن لا يشترى المسلم الدقيق من طواحين أهل الكتاب ولا يطحن عندهم لوجوه احدها ما تقدم من أنه يعين أهل الكفر بذلک، الثانى أنه يترک اعانة اخوانه المسلمين الخ المدخل لابن امير الحاج ص ۱۶۴ ج۴ باب النهى عن معاملة الكفار، مطبوعه مصر، بدائع الصنائع زكريا ص ۶۵ ج۶ كتاب السير.

[۳] فكل عين قائمة يغلب على ظنه انهم أخذوها من الغير بالظلم وباعوها فى السوق فانه لاينبغى أن يشترى ذلک وإن تداولتها الايدى الى قوله (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گورنمنٹ کی زمین کا نیلام خریدنا

سوال:۔ ایک زمین ہے، جس کی مالک گورنمنٹ ہے، اب اگر اس زمین کی بولی بغیر گورنمنٹ کی اجازت کے بولی جائے، تو اس کو لینا درست ہوگا یا نہیں؟ اور جتنے میں نیلام ہو وہ روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمیندار کی ملک ختم کر کے گورنمنٹ مالک ہوگئی[1] تو اس کی اجازت سے اس کا نیلام درست ہوگا، پس اگر پردھان کو اجازت تھی، اور اس نے نیلام کیا تو خریدنے والے کو خریدنا درست ہے[2] اور اس کی قیمت کا روپیہ اگر بہ نیت ثواب مسجد کے لئے دیا جائے تو اس کا مسجد میں خرچ کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی هذاالزمان، فانک لا تجد شیئاً لا شبهة فیه، (عالمگیری زکریا دیوبند، ج۵/ص۳۶۴/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام الخ)، طحطاوی علی الدر المختار ص۱۹۲ ج۴ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوهم واخذوااموالهم ملکوها لان الاستیلاء قد تحقق الخ هدایه، ج۲/ص۵۸۰/ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص۲۲۳ ج۳ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار، طبع بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۱۵۹، ۱۶۰ ج۴ اول باب استیلاء الکفار.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته، الدر مع الشامی کراچی ص۲۰۰، ج۶ کتاب الغصب، مطلب لا یجوز التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰، طبع دار الکتاب دیوبند.

غیر مسلم کا ذبیحہ شرعی کو فروخت کرنا

سوال:۔ مذبح سے اگر کوئی غیر مسلم گوشت خرید کر یا مذبوحہ جانور خرید کر اپنی دوکان پر لا کر فروخت کرے تو اس مسلمان کو اس غیر مسلم کی دوکان سے گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی غیر مسلم مذبح سے ذبیحہ خرید کر اپنی دوکان پر لا کر فروخت کرے اور اس کی اسی طرح نگرانی کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے غیر مشروع گوشت کا احتمال وخطرہ نہ ہو سکے تو اس سے خریدنا درست ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مردار کا چمڑا اُتارنا اور فروخت کرنا

سوال:۔ مردار جانور کا چمڑا پہلے چمار نکالتے تھے، مگر اب نہیں نکالتے، تو کیا خود چمڑا نکال کر کارآمد یا فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گائے بھینس مردار کا چمڑا اسکے بدن سے چھڑانا شرعاً درست ہے، نیز اس کو دباغت

---

[1] ولا يقبل قول الكافر فى الديانات الا اذاكان قبول قول الكافر، فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة من ارسل اجيراً له مجوسياً اوخادمافاشترى لحما فقال اشتريته من يهودى اونصرانى اومسلم وسعه اكله الخ عالمگيرى ،ج۵/ص ۳۰۸/ مطبوعه كوئٹه ،كتاب الكراهية، الباب الاول، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۴ج۶ كتاب الحظر والاباحة، بحر كوئٹه ص۱۸۶ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب.

دے کرخواہ پکا کر یا نمک وغیرہ کے ذریعہ اصلاح کر کے فروخت کرنا درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

مردار کی کھال پر نمک لگا کر بیچنا

سوال:۔ مردہ مویشی کی کھال پر صرف نمک مل دینے سے بیچنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردہ مویشی کی کھال پر نمک لگانے سے اگر وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے تو اس کا خریدنا اور بیچنا درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

---

[1] کل اھاب دبغ وھو یحتملھا طھر درمع شامی کراچی، ص۲۰۴/ج۱/مطلب فی احکام الدباغۃ والصحیح انہ یجوز بیع کل شئی ینتفع بہ. کذافی التتارخانیۃ الھندیۃ، ص۱۱۴/ج۳/ الفصل الرابع، وھذابناء علی ان الجلود کلھا تطھر بالذکاۃ اوبالدباغ الاجلد الانسان والخنزیر. الھندیۃ،ص ۱۱۵/ج۳.

"وفی الدر ،وجلد میتہ قبل الدبغ وبعدہ یباع وینتفع بہ (قولہ وجلدمیتۃ، قیدبھا لانھا لوکانت مذبوحۃ فباع لحمھا اوجلد ھاجاز لانہ یطھر بالذکاۃ الاالخنزیر. شامی کراچی،ص۷۳/ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان، بحر کوئٹہ ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد، النھر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[2] لابیع جلود المیتۃ قبل الدباغ ویجوز بعدہ الخ ملتقی الابحر علی مجمع الانھر، ص۸۵/ج۳/ (مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، بحر کوئٹہ ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد، النھر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

مردار کی کھال فروخت کرنا

سوال:۔ حلال مردار جانور جیسے گائے، بھینس، بکری، مینڈک، گوہ پانی کا سانپ یا گیدڑ وغیرہ کی کھال اتار کر بیچنا درست ہے، یا نہیں؟ جواب اگر اثبات میں ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ جانور مر جائیں تو انکی کھال اتار کر دباغت دیکر فروخت کرنا درست ہے "**کل اهاب دبغ فقد طهر کذافی کتب الفقه من الهدایة**"[1] وغیرہ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۲ھ

اہاب کی خرید وفروخت

سوال:۔ مردار جانور یعنی شیر، چیتا وغیرہ کی گیلی کھال خرید کر پھر اس کو نمک وغیرہ لگا کر خشک کر کے فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار جانور کی تازہ کھال (بغیر دباغت دیئے) خریدنا جائز نہیں یہ بیع باطل ہے ہاں اس کی کھال کو نمک وغیرہ لگا کر ایسا بنالیا جائے کہ وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے، تو اس کو فروخت کرنا اور خریدنا سب جائز ہے سوائے خنزیر کے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهدایه، ص ۲۴/ج ۱/ کتاب الطهارة، دار الکتاب دیوبند.

[2] شامی کراچی مع الدر، ص ۲۰۳/ج ۱/مطلب کتاب الطهارة فی احکام الدباغة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جلد میتہ کی بیع

سوال: ۔میں بھینسوں کا بیوپار کرتا ہوں اور کئی پال بھینس مر بھی جاتی ہیں، تو ان مری ہوئی بھینسوں کے چمڑے کی قیمت لے سکتا ہوں یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ چمڑے کی قیمت نہیں لینی چاہئے، اگر قیمت نہ لوں تو میرا کافی نقصان ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مولوی صاحب نے صحیح کہا ہے کہ مردار چمڑے کی خرید وفروخت جائز نہیں[1]، البتہ اس کو اگر نمک وغیرہ لگا کر دباغت دے لیں تو گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے، تو پھر اس کو فروخت کرنا قیمت وصول کرنا شرعاً درست ہو جائے گا۔ ہکذا فی درالمختار[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳ و(بطل بيع) جلد ميتة قبل الذبح وبعده اى الذبح يباع الاجلد انسان وخنزير (درمختار مع الشامى كراچى ،ج۵/ص۷۳/ باب البيع الفاسد،مطلب فى التداوى بلبن البنت للرمد قولان)، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۶ باب الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ (بطل بيع) جلدميتة قبل الدبغ وبعده يباع وينتفع به قوله وجلد ميتة قيدبها لانها لوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه يطهر بالذكاة الاالخنزير .شامى كراچى،ص ۷۳/ج۵/باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

۲ كل اهاب دبغ يحتملها طهر.درمع شامى كراچى، ص۲۰۴/ ج ۱ ، كتاب الطهارة مطلب فى احكام الدباغة، هدايه ص۲۴ ج ۱ كتاب الطهارة، طبع دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة.

سانپ کی کھال کی بیع

سوال:۔ ہمارے یہاں سانپ کے چمڑے کی تجارت ہوتی ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ غیر مسلم قوم سانپ کو زندہ پکڑتی ہے اور سانپ کو بے ہوش کر کے اس کا چمڑا نکال لیتی ہے، اور مسلمان کچے چمڑے خریدتے ہیں اور دباغت کے بعد فروخت کرتے ہیں، تو یہ خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے قبل خریدنا بیچنا درست نہیں، دباغت کے بعد خریدا و بیچا جاوے، **"اذاکان احدالعوضین اوکلاهما محرمافالبیع فاسد کالبیع بالمیتة فنقول البیع بالمیتة والدم باطل، کذافی لهدایة[1] ص۳۳/ج۳/والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به کذا فی التاتارخانیه وکذا فی الفتاویٰ الهندیة، ص ۶۱ ج۳"**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

---

[1] الهدایة ،ص ۴۹/ج۳/ باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هندیه کوئٹه ص۱۱۴ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، الدر مع الشامی کراچی ص۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز الدر المنتقی علی المجمع ص۸۴ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

قربانی سے پہلے ہی کھال فروخت کر دینا

سوال:۔ یہاں پر مدرسہ اسلامیہ شیر کوٹ کے ممبران نے قربانی ہونے سے قبل ہی قربانی کے جانوروں کے چمڑوں کو بیچ ڈالا یہ بیع جائز ہے یا باطل، آیا قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً جائز ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح چرم قربانی کی بیع ناجائز ہے[1] قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً درست ہوگی، شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد جانور کی کھال بغیر دباغت کے ہی فروخت کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اگر جانور مر جائے تو اسکی کھال بغیر دباغت کے فروخت کرنا درست نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۷/۱۲/۸۵ھ

غبارے بیچنا

سوال:۔ ایسے ہی غبارے زید بیچتا ہے چولی کہ غبارہ ایک ایسا کھیل ہے جو بے فائدہ

---

[1] ذکرصاحب الدرفی صورالبیع الفاسد ،وکذاکل مااتصاله خلقی کجلد حیوان ونوی تمروبن وبطیخ لمامر انه معدوم عرفا.درمع شامی کراچی،ص۶۳/ج۵/باب البیع الفاسد،مطلب استثناء الحمل فی العقود الخ، بحر کوئٹه ص۷۵ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۲۱ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[2] "وجلد میتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به وقوله جلد میتة) قیدبها لانها لوکانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه یطهربالذکاة الا الخنزیر خانیه،شامی کراچی، ص۷۳/ج۵/ باب البیع الفاسد، بحر کوئٹه ص ۸۱ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

نظر آتا ہے تو کیا غبارے کا بیچنا اسراف اور بیجا شر نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسم میں مضائقہ نہیں بچوں کے حق میں اتنی وسعت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۷ھ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کنت العب بالبنات عندالنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وقال العینی وانهم اجازوابیع اللعب للبنات لتدربهم من صغر هن علی امربیوتهن واولادهن عمدة القاری ،ج۲۲/ص۱۷۰، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، مطبوعه دار الفکر بیروت، یجوز بیع اللعبة وأن یلعب بها الصبیان الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۷۸ج۷ کتاب البیوع باب المتفرقات،

باب دوم: بیع باطل وفاسد

خنزیر کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم شخص کو جنگل میں ایک زخمی سور مل گیا ہے وہ اس کو سو روپیہ میں فروخت کرتا ہے، کیا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خنزیر نجس العین اور قطعی حرام ہے[1] اس کو فروخت کرنا بیع باطل ہے ہرگز جائز نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خنزیر کا پالنا، چرانا، بیچنا سب غلط ہے

سوال:۔ (۱) ایک مسلمان شخص نے کسی اخبار میں یا کسی تاریخ کی کتاب میں یہ شائع کردیا کہ حضور ﷺ بکری اونٹ خنزیر پالتے تھے، اور چراتے تھے، (العیاذ باللہ) کیا اس بات کا کہیں کسی کتب تواریخ یا کتب فقہ وغیرہ میں ثبوت ملتا ہے، اگر نہیں ملتا ہے، تو اس بات پر مکمل تردید مع عبارت وحوالہ کتب وغیرہ ارسال فرمائیں؟

---

[1] وعند محمد کالخنزیر لأنه نجس العین، مجمع الانهر ص ۵۱ ج ۱ کتاب الطهارة، طبع بیروت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۳ کتا ب الطهارة، فصل فی بیان احکام السور، هدایه ص ۴۱ ج ۱ کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء، دار الکتاب دیوبند.

[2] وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیرمباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ کخمر وخنزیر، (درمختارمع شامی کراچی، ص۵۵/۵/ باب البیع الفاسد)، مجمع الانهر ص۷۸ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ۷۱ج۶ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد

(۲) کیا اس نجس العین (خنزیر) کا پالنا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے، یا اس کا خرید وفروخت کرنا یا اس خنزیر کو کرایہ پر چرانا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ دونوں سوالوں کا جواب مفصل ومدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بکری کا چرانا تو حدیث شریف سے ثابت ہے، بخاری شریف[۱] میں موجود ہے، خنزیر کا چرانا خود اس سے دریافت کریں، جس نے لکھا ہے، وہی حوالہ دے، تو اس کی تردید کی جائے، بلاحوالہ بات کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے، کہ یہ غلط ہے بلا دلیل ہے، نہ خنزیر پالنا ثابت ہے نہ چرانا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔

(۲) خنزیر کا پالنا اس کا چرانا اس کو خریدنا فروخت کرنا سب ناجائز ہے، یہ نجس العین ہے، اس سے انتفاع جائز نہیں، درمختار[۲]، بحر[۳]، فتح القدیر[۴]، زیلعی[۵]، وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اس کی بیع باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

---

[۱] عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال مابعث اللّٰه نبيا الا رعی الغنم، فقال اصحابه وانت فقال نعم كنت ارعاها علی قراريط لاهل مكة(بخاری شريف، ج ۱/ص ۳۰۱/ كتاب الاجارة، باب رعی الغنم علی قراريط، مطبوعه اشرفی بكڈپو ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، تو آپؐ کے اصحاب نے عرض کیا کہ آپؐ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی کچھ قیراطوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

[۲] وبطل بيع مال غيرمتقوم أی غيرمباح الانتفاع به كخمر وخنزير (الدرالمختار علی الرد ج۵/ص ۵۵/ باب البيع الفاسد، مطبوع كراچی.

[۳] البحرالرائق، ج۶/ص ۷۱/ باب البيع الفاسد ،مطبع كوئٹه.

[۴] فتح القدير، ج۶/ص ۴۰۲/باب البيع الفاسد،مطبع مصری.

[۵] زيلعی، ج۴/ص ۴۴/ باب البيع الفاسد مطبع ملتان.

خنزیر وغیرہ کی تجارت مسلم کے حق میں

سوال:۔ افریقہ وغیرہ میں تجارت عام طور پر مسلمان کرتے ہیں، اس میں گوشت بند ڈبوں میں بھی بیچتے ہیں، اوراس کوخریدنے والے سب غیر مسلم ہوتے ہیں، وہ گوشت عام طور پر ذبیحہ کانہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ خنزیر کا بھی ہوتا ہے، تو کیا مسلم تاجر کے لئے اس قسم کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کے گوشت کی خرید وفروخت مسلم کیلئے جائز نہیں یہ بیع باطل ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

خنزیر کے بالوں کے برش کی بیع لکڑی کے تابع ہوکر

سوال:۔ آج کل جوتا وغیرہ صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں، ان میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں، چونکہ ان برشوں میں علاوہ ان بالوں کے لکڑی وغیرہ بھی ہوتی ہے، اس بناء پر بیع وشراء کی کسی درجہ میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لکڑی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے اسکی خریداری اصالۃً مقصود نہیں ہوتی، وہ تابع ہوتی ہے، اسلئے لکڑی وغیرہ سے خنزیر کے بالوں کی بیع کی اجازت نہیں دیجائیگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۵ھ

---

[1] بطل بیع مال غیر متقوم أی غیر مباح الانتفاع به کخمر وخنزیر ومیتة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۴۱/ج۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سور کے دودھ کی بیع

سوال:۔امرتسر سے جو دودھ کشمیر میں برآمد ہوتا ہے اس میں غالب گمان ہے کہ اس کے ساتھ سور کا دودھ بھی شامل ہوتا ہے، کیونکہ وہاں کے لوگ سور کو پالتے ہیں، اور اس کا دودھ بھی استعمال کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ دودھ فروخت بھی کرتے ہوں گے اور وہاں وہ دودھ کشمیر میں بھی آتا ہے، اس لئے آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسا دودھ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق ہے کہ اس میں سور کا دودھ بھی ہوتا ہے تو اس کا خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ولایجوز بیع شعر الخنزیر ویجوز الانتفاع به للخراز ین ولایجوز بیع شعور الانسان ولایجوز الانتفاع به. وهوالصحیح. کذافی الجامع الصغیر، عالمگیری، ج۳ص۱۱۶/۱۱۵، الباب التاسع فیما یجوز بیعه الفصل الخامس فی بیع المحرم والصید وفی بیع المحرمات، وفی البیوع الفاسدة من الدرالمختار وشعر الخنزیرلنجاسة عینه، فیبطل بیعه وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز، حتی لولم یوجد بلاثمن جاز الشراء للضرورة وکره البیع فلایطیب ثمنه. شامی کراچی، ج۵/ص۷۲/ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت الخ، شامی زکریا ص۲۶۴ ج۷ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۸۰ ج۶، باب البیع الفاسد.

(صفحہ ہذا) [۱] واماالخنزیر فجمیع اجزائه نجسة الخ، عالمگیری کوئٹه ص۲۴/۱، کتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی فیمالایجوزبه التوضوء النهر الفائق ص۸۳/۱ کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ کتاب الطهارة، دار الکتب العلمیة بیروت وبطل بیع مال غیر متقوم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حرۃ کی بیع

سوال:۔عورت کے وارث کو روپیہ دے کر نکاح کرنا یعنی عورت کی خرید کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

حرہ عورت کی خرید وفروخت حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرہ کی بیع پر ایک قیاس

سوال:۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زرخرید عورت بغیر نکاح کے رکھنا درست ہے، اگر درست ہے تو پھر بازار کی طوائف عورت بھی درست ہونا چاہئے کیونکہ اسکو بھی انسان دس منٹ کے لئے خریدتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اسلامی طریقہ پر جب جہاد کیا جائے اس میں جو عورتیں گرفتار کر کے لائی جائیں، اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

ای غیر مباح الانتفاع به کخمر وخنزیرالخ، درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۴۱، ج:۷، باب البیع الفاسد، الدر المنتقی مع المجمع ص:۷۸، ج:۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا)

[1] بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر (شامی کراچی ص۵۲، ۴/۵۰، باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیة بیروت، بخاری مع شرح الکرمانی ص۱۰/۷۷، دالاحیاء التراث العربی بیروت، فتح الباری ص۵/۱۶۹، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، مطبوعه دارالفکر بیروت)

امیر المومنین ان کو غازیوں میں تقسیم کرے تو وہ شرعی باندی ہوتی ہیں[1] جس کی ملک میں شرعی طریقہ سے آجائیں اس کو بلا نکاح استعمال کرنے کا حق ہے[2] آج ایسی باندیاں موجود نہیں، نہ اسلامی طریقہ پر جہاد ہے، بازار سے کسی حرہ عورت کو خریدنا اور بلا نکاح اس کو استعمال کرنا حرام ہے، اور دس منٹ کے لئے خریدنا، خریدنا نہیں، بلکہ حرامکاری کر کے منہ کالا کرنا ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۹ھ

حرہ مال نہیں اس کو امۃ بنالینا درست نہیں

سوال:۔ زید اپنا نکاح سعیدہ بیگم سے کرنا چاہتا ہے پھر سعیدہ کی حقیقی بہن شریفہ

---

[1] ما فتح الامام عنوة قسمه بين المسلمين، قوله (بين المسلمين) فيه اشعار بأنه يسترق نساؤهم وذراريهم أو أقر أهله عليه (إلى قوله) وقتل الاسرى وفى القهستانى لا يقتل النساء والذرارى بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج۲، كتاب السير والجهاد باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج۲ حوالۂ بالا.

[2] والذين هم لفروجهم حفظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانه (سورۂ مومنون آيت:۵)

[3] عن ابى هريرة مرفوعاً قال اللّٰه ثلاثة اناخصمهم يوم القيمة.رجل باع حرا،فأكل ثمنه أى تصرف فيه وخص الأكل بالذكر لأنه اعظم مقصود البخارى شرح الكرمانى ،ص۷۷/ج۱۰ دار الاحياء التراث العربى، بيروت، (فتح البارى لابن حجر ،ص۱۶۹/ج۵/ كتاب البيوع دار الفكر، باب اثم من باع حرا) (ونحوه فى الهندية كوئٹه، ص۱۱۶/ج۳/ كتاب البيوع، الباب التاسع، الفصل الخامس)

بالغہ کو یا اس کے والدین کو کچھ رقم نقد دے کر باندی جیسی بنالے کہ باندی کی حیثیت سے بغیر نکاح کئے شریفہ سے ہمبستری حلال ہوتی ہے، زید سعیدہ اور اس کی بہن شریفہ سے نکاح یک دم ازدواجی وہمبستری کرنا جائز سمجھتا ہے، زید کا عمل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا شریفہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً حرام اور زنا ہے، اس کو فوراً الگ کرنا ضروری ہے، شریفہ حرہ ہے حرہ کی بیع باطل ہے، کچھ روپیہ دینے سے وہ شرعی باندی نہیں بنی، باندی کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی،[1] "**بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر (درمختار علی هامش الشامی، نعمانیه، ج۴/ص ۱۰۰/ باب البیع الفاسد**"[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ما فتح الإمام عنوة قسمه بين المسلمين (بين المسلمين) فيه اشعار بانه يسترق نساؤهم وذراريهم، أو اقرا اهله عليه (إلى قوله) وقتل الأسرى وفى القسهتانى لا يقتل النساء والذرارى بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج۲ حوالۂ بالا.

[2] در مختار على الشامى زكريا، ج۷ص ۲۳۵-۲۳۶ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، هنديه كوئٹه ص۱۱۶ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد وفى بيع المحرمات النهر الفائق ص۴۱۷ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کو بیچنا

سوال:۔ جو اپنی بیوی کو بیچتا ہو اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے اور بائع سے پھر روپیہ واپس لے لے، اب اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے، اور محلّہ دار جو زور دیکے اسے روپیہ دلواتے ہوں تو ان کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو بیچنا حرام ہے[۱] بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں گنہگار ہیں[۲] روپیہ واپس کرنا فرض ہے، خریدنے سے اس سے جماع حلال نہ ہوگا بلکہ وہ زناء ہوگا لہٰذا بیوی جس کی ہے اس کو واپس کردی جائے، اور روپیہ جس کا ہے واپس کردیا جائے[۳] محلّہ والوں کو حرام کام کی امداد کرنا حرام ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[۱] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال قال اللّٰه تعالیٰ ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه، بخاری شريف ص۲۹۷ ج۱ كتاب البيوع، باب اثم من باع حراً، طبع اشرفی ديوبند.

[۲] بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحردرمختار مع الشامی كراچی (ص۵۰-۵۲/) باب البيع الفاسد ،وكذافی الهندية ،ص۱۱۶/ج۳/ كتاب البيوع الباب التاسع الفصل الخامس فی بيع المحرم الصيد، النهر الفائق ص۴۱۷ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[۳] البيع نوعان باطل وفاسد فالباطل ما لم يكن محله مالا متقوما ..... فهو لا يفيد الملک، هنديه كوئٹه ص۱۴۶ ج۳ كتاب البيوع الباب الحادی عشر فی احكام البيع الغير الجائز، الدر مع الشامی كراچی ص۵۹ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب الآدمی مكرم شرعا ولو كافراً، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] قال اللّٰه تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان. (المائدة آيت ۲)

نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت

سوال:۔ افیون اوراسپرٹ اوراسی جیسی نشہ آور اشیاء مثلاً گانجہ وغیرہ کی تجارت کرنا جائز ہے یانہیں؟ اگران کودواء استعمال کیا جائے، خارجاً یاداخلاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

چارقسم کی شراب تو حرام ہے اوراسکی تجارت بھی حرام ہے[1] اوراس کے علاوہ جو چیزیں نشہ آور ہیں ان کا استعمال بطور دوا اتنی مقدار میں کہ نشہ نہ ہو بوقت ضرورت جائز ہے[2] اوران کی تجارت حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۹ھ

شراب وغیرہ کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم یاغیرمسلم کے ذریعہ شراب کی تجارت کرتا ہے اورشراب خود بناتا ہے، اورسلفہ ،افیون کی تجارت بھی کرتا ہے،اس کی شریعت مطہرہ میں جواز کی کیاصورت ہے؟

---

[1] الشراب مایسکر والمحرم منها اربعة وحرم الانتفاع بها ولایجوز بیعها درمختار مع شامی کراچی ،ص۴۴۸-۴۴۹/ج۷/کتاب الاشربة .

[2] الصواب ان مراد صاحب الهدایةاباحة قلیله للتداوی ونحوه یدل علیه مافی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی شامی کراچی ، ج۶/ص۴۵۷/ کتاب الاشربة، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۲۶ ج۶ کتاب الاشربة.

[3] وصح بیع غیرالخمری ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة.(شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

شراب کی بیع جائز نہیں، کتب فقہ، بحر وغیرہ میں تصریح ہے[۱]، سلفہ افیون وغیرہ کی تجارت بھی منع ومکروہ ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں استعمال کرنا

سوال:۔فوج میں رہنے والے حضرات کو شراب، چاول اور آٹا ملتا ہے، وہ اگر اس شراب کو فروخت کر کے اپنے لوگوں کے لئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ یا اگر اس رقم سے دعوت کریں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شراب پینا، فروخت کرنا، خریدنا، پلانا، سب ناجائز اور حرام ہے[۳] موجب لعنت ہے

---

[۱] السابع لایجوز بیعها لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم ان الذی حرم شربها حرم بیعها، البحرالرائق کوئٹه، ص۲۱۷/ج۸/کتاب الاشربة. مسلم شریف،ص ۲۲/ج۲/ کتاب المساقاة، باب بیع تحریم الخمر، مکتبه بلال دیوبند لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر، بحر کوئٹه ص ۷۱ج۶ باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فیما اذا اجتمعت الاشارة مع التسمیة، مجمع الأنهر ص۷۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة ،شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

[۳] اما الخمر فلها احکام ستة احدها أنه یحرم شرب قلیلها وکثیرها ویحرم الانتفاع بها للتداوی وغیره ..... والثالث انه یحرم تملیکها بالبیع والهبة وغیرهما، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو پلائے کچھ بھی جائز نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۸۹ھ

دارالاسلام میں ذمی کو حرام اشیاء فروخت کرنے کی اجازت جزیہ کے بدلے

سوال:۔ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم امان اللہ خاں سرحدی، ناشر ملک پبلشرز پرائیویٹ لمٹیڈ دیوبند ضلع سہارنپور، ص۲۶۳/ پر تحریر ہے کہ ذمی، یہودی، نصرانی، مجوسی، سوّر شراب وغیرہ جیسی حرام چیزیں فروخت کرنا چاہیں، تو ان کو اس کی اجازت دینی چاہئے، ہاں قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا مقرر کرلیا جائے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ چیزیں فروخت کرنے کی اجازت دیدو اور ان کی قیمت کا دسواں حصہ ان سے لے لو، گذارش یہ ہے کہ حکومت اسلامی میں رہنے والے غیر مسلموں سے جزیہ لیا جاتا ہے، اور اس کے بدلے ان کے جان ومال کی حفاظت کی جاتی ہے، تو کیا

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هنديه كوئٹه ص۴۱۰ ج۵ كتاب الاشربة، الباب الاول، بحر كوئٹه ص۲۱۷ ج۸ كتاب الاشربة، الدر مع الشامی كراچی ص۴۴۸، ۴۴۹ ج۶ كتاب الاشربة.

(صفحہ ہذا) [1] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ ﷺ فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشترى لها والمشتراة لهٗ (الترمذی ج۱/ص۲۴۱/ كتاب البيوع، باب ماجاء فی بيع الخمر والنهی عن ذٰلک) مطبوعه اشرفی ديوبند

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس شخص پر لعنت بھیجی ہے، دوسرے کے لئے شراب نچوڑنے والے پر، اپنے لئے شراب نچوڑنے والے پر اس کے پینے والے پر، اس کے اُٹھانے والے پر، جس کی طرف اُٹھا کر لیجائے اس پر، اس کے پلانے والے پر اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اسکے خریدنے والے پر، جس لئے خریدی جائے اس پر۔

جزیہ لینے کے بعد حرام چیزوں کی فروخت پر قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کفار ذمی بن کر دارالاسلام میں رہیں ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے، اور ان کے جان ومال کی حفاظت کی جاتی ہے[1]، اور شراب وخنزیر کی بیع ان کے مذہب میں جائز ہے اس پر پابندی عائد نہیں کی جاتی ہے، بلکہ ان کو فروخت کرنے کی اجازت ہے، یہ حنفیہ کا مسلک ہے، جو کتب فقہ میں مذکور ہے[2]، اور جزیہ یا خراج حسبِ اصول لیا جاتا ہے، دسواں حصہ متعین نہیں، غنیۃ الطالبین حنفی مسلک کی کتاب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۱۴۰۱ھ

چڑھاوے کے بکرے کی خرید وفروخت

سوال:۔ دریائے گنگ کو ہندو دیوتا مانتے ہیں، اور ہندو عورتیں اس سے اولاد کی مرادیں مانگتی ہیں، اولاد ہونے پر عورتیں بکری کا بچہ لے کر بال منڈوانے کی غرض سے گنگا کے کنارے جاتی ہیں، جہاں بچہ کا سر منڈاتی ہیں، اور بکری کے بچہ کو بطور چڑھاوے یا دان کے

---

[1] والجزية اسم لما يؤخذ من اهل الذمة وانما سميت بها لانهاتجزى عن الذمى اى تقضى وتكفى عن القتل فانه اذا قبلها سقط عنه القتل والجزية توضع بالتراضى والصلح فتتقدر بحسب مايقع عليه الاتفاق.فتح القدير مع هدايه ،ج٦/ص۴۴/ كتاب السير،باب الجزية مطبوعه دارالفكر بيروت، بحر ص۱۱۰ ج۵ كتاب السير فصل فى الجزية، قواعد الفقه ص۲۵۰ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[2] لان اهل الذمة مايمنعون من بيعها اى الخمر والخنزير فقال بعضهم يباح الانتفاع بهما لهم شرعاً كالخل والشاة فكان مالاً فى حقهم .البحرالرائق كوئٹه ،ج٦/ص۷۱/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۱۵۲ ج۳ كتاب البيوع مسائل شتىٰ، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۴۸۰ ج۷ كتاب البيوع، باب المتفرقات.

زندہ پانی میں ڈال دیتی ہیں، گھاٹ کے ٹھیکیدار بکری کو پانی سے نکال لیتے ہیں، اور فروخت کرتے ہیں، جسے ہندو مسلمان سب ہی خریدتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لئے اس کی خرید وفروخت اور ذبح کر کے کھانا جائز وحلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کردیا گیا اور چڑھاوے کے طور پر چڑھادیا گیا، وہ بالکل مردار اور میتہ کے حکم میں ہے، اس کا خریدنا اور فروخت کرنا اور ذبح کر کے کھانا سب حرام ہوگا[1] اس کی تفصیل اور دلیل اگر مطلوب ہو تو فتاویٰ عزیزیہ، ص۲۲ر ج ۱ر[2] دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جمادی الاولیٰ ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

چڑھاوے کی خرید وفروخت کرنا

سوال:۔ (۱) جو ہندو لوگ رام کے نام پر برہمنوں کو پن کرتے ہیں، اور خیرات کرتے ہیں، کپڑا یا جانور دیتے ہیں تو وہ جانور یا کپڑا مسلمانوں کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمان لوگ یا ہندو لوگ جو چڑھاوا چڑھاتے ہیں یعنی مسلمان پیر کے نام

---

[1] اعلم أن النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم باطل وحرام، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به، مع الشامی کراچی ص۴۳۹ ج۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات الخ، بحر کوئٹه ص۲۹۸ ج۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض.

[2] فتاوی عزیزی ص۳۵ ج۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو مطبوعه رحیمیه دیوبند، معارف القرین ص۳۶۴ ج۲ پاره ۵ تحت الآیة إلا ما ملکت أیمانکم.

پر کپڑا یا جانور چڑھاتے ہیں تو اس چیز کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو ہندو لوگ دیوی یا بت کے نام پر جانور یا کپڑا چڑھاتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جائز ہے[۱] (۲) وہ بکرا یا کپڑا وغیرہ اس چڑھانے والے کی ملک ہے کسی دوسرے کی ملک میں داخل نہیں ہوا[۲] پس اگر اصل مالک سے خریدے تو درست ہے، اور کسی دوسرے فقیر وغیرہ سے جو کہ چڑھوائے اسکا خریدنا درست نہیں[۳] اصل مالک اس کے متعلق نیت فاسد کر چکا ہے، اس سے توبہ ضروری ہے۔[۴]

(۳) جائز نہیں ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] يكره أن يأكل الرجل من مال الفقير يعنى من مالٍ أخذه من الصدقة لااذاملكها بجهة أخرى. عالمگیری، ص۳۴۳/ ج۵/ كتاب الكراهية .الباب الثانى عشرفى الهدايا والضيافات.

[۲] يستدل بالأية على نظر ذالک وهو ما يلقى فى الانهار والطريق وقرب الاشجار من طرح البيض والفراريج ونحو ذلک فلا يجوز فعله ولا يزول ملک المالک، تفسير قاسمى ص۴۰۴ ج۶ سورۂ مائده آيت ۱۰۳ دار الفكر، وفى الصيد أنه لا يملكه إذا لم يبعه وكذا فى الدابة إذا سيبها، شامى كراچى ص۴۷۷ ج۶ آخر كتاب الصيد.

[۳] وشرط المعقود عليه ستة ..... وكون الملک للبائع فيما يبيعه لنفسه، شامى كراچى ص۵۰۵ ج۴ كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع انواع اربعة، بحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع، هنديه كوئٹه ص۲ ج۳، كتاب البيوع، الباب الاول.

[۴] قال فى الدر: واعلم ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام ،ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقرباً اليهم باطل وحرام اه قال فى البحرلوجوه منها انه نذر لمخلوق ،ولايجوز لانه عبادة والعبادة لايكون لمخلوق ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملک .طحطاوى على المراقى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مردار کی گیلی کھال فروخت کرنا

سوال:۔مردہ جانور کی گیلی کھال بکرا یا بھیڑ کی جو چمار لوگ نکال کر لاتے ہیں، جو گیلی ہوتی ہے، وہ کھال مسلمان خرید کر اس پر نمک وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگاتے ہیں، ایسی صورت میں نمک لگانا اپنے ہاتھ سے کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار کی گیلی کھال بغیر دباغت دیئے ناپاک اور حرام ہے، اس کو خریدنا بھی حرام ہے، یہ بیع باطل ہے، دباغت کے بعد وہ پاک ہوجائیگی، اور خرید وفروخت بھی درست ہوگی، اولاً چمار وغیرہ سے نمک وغیرہ لگوا کر اسکو دباغت دے لیا جائے، پھر اسکو خریدا جائے، مردار کی گیلی کھال کو ہاتھ لگا کر دباغت دینا جائز ہے، ہاتھ ناپاک ہونے پر ہاتھ پاک کرلیا جائے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ص ۵۷۱/ کتاب الصوم باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم والصلوٰة وغیرها، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات بحر کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، تفصیل کے لئے ملاحظه هو امداد الفتاوی ص ۹۹، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کا حکم فتاویٰ عزیزی ص ۳۵ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، احسن الفتاوی ص ۵۰ ج ۱ کتاب الایمان والعقائد، سائبہ کی تحقیق، زکریا دیوبند۔

۵ حوالۂ بالا.

(صفحه هذا) ۲ وفی الدر وکل اهاب دبغ وهویحتملها طهر ،شامی کراچی، ص ۲۰۴/ ج ۱/ مطلب فی احکام الدباغة وجلدمیتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به . **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

کٹے ہوئے موئے انسان کی کھاد اور اس کی تجارت

سوال:۔موئے انسان جو نائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطور کھاد کے کھیتوں میں استعمال کرنا اور اس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۶ھ

خون کی بیع وشراء

سوال:۔ایک تندرست آدمی اپنا خون بینک میں جمع کرواسکتا ہے یا نہیں؟ یا اگر کسی کی جان خطرہ میں ہو تو اپنا خون دے سکتا ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (قوله وجلد ميتة) قيدبها لانهالوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لأنه يطهر بالذكاة الاالخنزير، (قوله ولو بالعرض) أى أن بيعه فاسد لو بيع بالعرض ..... مع أن الزيلعى علل عدم جواز بيعه بان نجاسته من الرطوبة المتصلة باصل الحلقة فصار حكم الميتة زاد فى الفتح فيكون نجس العين (إلى قوله) وهذا يفيد بطلان بيعه مطلقا. شامى كراچى ،باب البيع الفاسد ،ص ۷۳/ج۵/)، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۶ باب البيع الفاسد.

(صفحه هذا) [1] كمابطل بيع صبى لايعقل ومجنون شيئاً وبول ورجيع آدمى لم يغلب عليه التراب فلو مغلوبابه جاز كسرقين وبعر واكتفى فى البحر بمجرد خلطه التراب وشعرالانسان لكرامة الآدمى ولوكافراً. (شامى كراچى،ص ۵۸/ج۵/ مطلب الادمى مكرم شرعاً ولوكافراً،باب البيع الفاسد)، لم يجز بيع شعر الانسان ولا الانتفاع به لان الآدمى غير مبتذل الخ، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۱۱۵ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد وبيع المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

خون کی خرید وفروخت جائز نہیں[1] یہ بیع باطل ہے، اگر ایسی حالت ہو کہ جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو مجبوراً بقدر ضرورت خون کا ایثار کرنا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۵ھ

پتہ کی بیع وشراء

سوال:۔ ریچھ کا پتہ جو جگر کے اوپر ایک تھیلی ہوتی ہے اس پر زرد رنگ کا تلخ پانی ہوتا ہے، اور وہ عموماً ہر جانور کے اندر ہوتی ہے، اس کو خشک خرید کر کے بیچنا اور گیلا خرید کر گیلا ہی فروخت کر دینا درست ہے یا نہیں، یہ دوا کے کام آتا ہے اور باہر جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ریچھ کا پتہ بھی نجس اور مردار ہے[3] اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے گیلا ہو یا خشک ہو سب کا ایک حکم ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۷ھ

---

[1] بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة درمختار مع الشامی کراچی،ص۵۰-۵۱/ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر الخ، الاشباه ص۴۳ الفن الاول القاعدة الخامسة، دار الاشاعة دهلی، شرح المجلة ص۲۹ ج۱ رقم المادة ۱۲ طبع اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقه ص۸۹ قاعده ۱۷۰ الرسالة الثالثة، دارالکتاب دیوبند،

[3] اذا المرارة نجسة الخ تقریرات رافعی علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۳۰۵/ کتاب الحظر والاباحة. (حاشیہ [4] اگلے صفحہ پر)

شئی مسروق کی خریداری

سوال:۔ایک لڑکا مراہق بازار میں چلا جارہا تھا، اوراس کے پاس قیمتی شئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس کو بیچتا ہوں، قیمت بہت کم بتلائی اورانتہائی کم قیمت میں وہ شئی خریدی گئی اس سے معلوم کیا کہ چوری کی تو نہیں اس نے انکار کیا،لیکن قرائن سے اغلب یہی ہے کہ وہ چوری کی شئی تھی، اب اسے کیا کریں آیا صدقہ کریں یا کچھ اور کریں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس شئی کے متعلق قرائن سے غالب خیال یہ ہوکہ یہ چوری کی ہے اس کو خریدنا درست نہیں[1] اگرخرید چکا ہے تو واپس کردے، اگر مالک کا علم ہوجائے تو اسکے حوالہ کردے پھر چاہے تو اس سے معاملہ کرکے خریدلے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع میں شرط فاسد

سوال:۔قربانی کی کھالوں کوایک جگہ جمع کرکے اور پھران کوفروخت کرکے اس کے مصارف میں رقم صرف کی جاتی ہے،لیکن کھالوں کی بکری کے وقت خریدار سے یہ شرط کرلی جاتی ہے، کہ گیارہ بارہ ذی الحجہ کی جتنی کھالیں جمع ہوں گی، انہیں تمہیں اسی نرخ پرخریدنا ہوگا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [2] بیع ما لیس بمال والبیع به باطل کالدم والمیتة والحر، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، بحر کوئٹه ص ۷۱ ج۶ باب البیع الفاسد.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] کل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص۳۶۴ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علی سوم الغیر.

اسطرح بیع کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بیع کے لئے شرطیں لگانا مفسد عقد ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرط فاسد سے بیع

سوال:۔ایک شخص کی زمین ہے اس میں چونہ کا بھٹہ اور گدام ہے، وہ کرایہ پر دے رکھا ہے، دوسرا شخص اس زمین کا خریدار ہے لینا چاہتا ہے، اس زمین کا بھٹہ وغیرہ توڑ کر اپنا مکان بنائے گا، کمپنی کی طرف سے قانون ہوگیا ہے، کہ بھٹہ ایک سال میں اٹھادیئے جائیں، لہٰذا وہ خریدار اس بات کو کہتا ہے کہ جب تک کمپنی اجازت دے اس وقت تک کرایہ بھٹہ آپ لئے جائیں، خواہ ایک سال ہو یا دوسال ہو اس وقت تک کوئی مکان وغیرہ نہیں بناوے گا، اس صورت میں بائع کو کرایہ لینا جائز ہوگا یانہیں؟ اگر جائز بھی ہو اس میں کوئی میعاد کی جاوے یا بلا میعاد بھی جائز ہوسکتا ہے جو کہ شرع شریف کا حکم ہو اس سے مطلع کیا جاوے، تاکہ عنداللہ ماخوذ نہ ہوں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس وقت بیع کی جاوے گی، وہ زمین مشتری کی ملک میں آجائے گی، اور بائع کی

---

[1] ولابیع بشرط لایقتضیه العقد ولایلا ئمه وفیه نفع لاحد هما اولمبیع من اهل الاستحقاق ولم یجرالعرف به ولم یرد الشرع بجوازه .شامی کراچی، ص۸۵/ج۵/ ونعمانی، ص۱۲۰ ج۴ باب البیع الفاسد ،مطلب فی الشرط الفاسد اذاذکر بعد العقد اوقبله، مجمع الانهر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت، هدایه ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند.

ملک سے خارج ہوجائے گی، بائع کو اس سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں رہے گا، اور اس شرط سے فروخت کرنا کہ زمین مشتری کے قبضہ میں فی الحال نہ جائے، بلکہ بائع بدستور اس سے نفع حاصل کرتا رہے اور بھٹہ اٹھنے کے بعد زمین پر مشتری کا قبضہ ہو یہ ناجائز ہے[1] خواہ اس کی کچھ میعاد مقرر ہو یا نہ ہو، لہٰذا جواز کی صورت یہ ہے کہ ابھی مشتری کو جلدی بھی نہیں اس لئے ابھی فروخت نہ کی جاوے، جب بھٹہ اٹھ جاوے اور زمین فارغ ہوجائے، اس وقت بیع کرکے اس پر مشتری کا قبضہ کرادیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۵۹ھ

بیع واپسی کی شرط پر

سوال:۔ میں نے اپنی ایک شدید اور فوری ضرورت کیلئے اپنے ایک مخلص دوست مسمی زید سے ۷۰۰۰/ ہزار روپیہ قرض لئے اور اس رقم کے عوض دس مربعہ زمین زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی، بیع کے وقت مسجد میں امام مسجد کے روبرو زید نے میرے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ جب تمہارے پاس رقم مہیا ہوجائے گی، تو میں زمین تم کو واپس کردونگا، گویا دس مربعہ زمین سات ہزار روپے کے عوض اسی شرط اور معاہدے پر زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی یہ تمام سترہ مربعہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہی اور اس پر مختلف اوقات میں فصل کی کاشت کرتا رہا اور کبھی کبھی زید مذکور کو فصلانہ بھی دیا، اگرچہ کاشت کی بٹائی یا ٹھیکہ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا،

---

[1] ذکر صاحب الدرالمختار فی صور الشروط الفاسدة لا بیع بشرط لایقتضیه العقد ولا یلا ئمة وفیه نفع لاحد هما اولمبیع من اهل الاستحقاق ولم یجر العرف به ولم یرد الشرع بجوازه. شامی کراچی ،ص۸۵/ ج۵/ مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعدالعقد اوقبله، مجمع الانهر ص ۳/۹۰، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۳/۵۹، کتاب البیوع، باب البیع الفسد، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی، اب تقریباً سات سال کے بعد جب زید نے مجھ سے سترہ مربعہ زمین کا قبضہ مانگا تو میں نے کہا کہ آپ کا زمین کی واپسی کا معاہدہ ہے، اور میں یہ زمین واپس لینا چاہتا ہوں تو زید نے کہا کہ اب تم زمین کا قبضہ دے دو میں معاہدے سے منحرف نہیں ہوں، معاہدے کی بات قبضہ دینے کے بعد کرنا میں نے جواباً کہا کہ شریعت کو فیصل مان لو فتویٰ منگوالو جو شریعت کا حکم ہو ہم دونوں اس کی پابندی کریں گے، لیکن زید نے شریعت کا حکم ماننے اور فتویٰ منگوانے سے گریز کیا اور قبضہ لینے پر اصرار کیا چنانچہ میں نے قبضہ دے دیا، اور کہا کہ میں قبضہ دیتا ہوں، لیکن میرا مطالبہ باقی ہے، قبضہ دینے کے چند روز بعد میں نے پھر زید کو مسجد میں بلا کر معاہدہ یاد دلایا، تو زید نے کہا کہ میں معاہدہ پر قائم ہوں زمین کی قیمت اب دس ہزار روپیہ مربعہ ہے میں دو ہزار چھوڑتا ہوں آٹھ ہزار روپیہ فی مربعہ قیمت دے کر اپنی زمین واپس لے لو تو میں نے کہا کہ معاہدہ واپسی کا ہوا ہے، اور واپسی کا مفہوم سب سمجھتے ہیں کہ وہ پہلی ہی قیمت پر واپسی ہوتی ہے، نہ کہ نئی بیع زید نے اس کو تسلیم نہیں کیا میں نے پھر اس سے کہا کہ شریعت کا فتویٰ منگوالو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے فتویٰ منگوانے کی کیا ضرورت ہے؟

(۱) سوال یہ ہے کہ سترہ مربعہ زمین کی بیع جو کہ واپسی کی شرط پر ہوئی تھی یہ بیع صحیح ہے یا فاسد؟

(۲) زید اس معاہدہ کو تسلیم کرتا ہے، کہ واپسی کی شرط تسلیم کی گئی تھی، اگر چہ یہ بات اس وقت صاف نہیں کہی گئی تھی، کہ واپسی کس قیمت پر ہوگی، لیکن عرفاً اور شرعاً واپسی کا مطلب پہلی ہی رقم پر واپسی ہے یا نئی بیع؟

(۳) کیا اس معاہدے کے ہوتے ہوئے زید قیمت اول پر زمین کو واپس کرنے کا پابند ہے یا نہیں، اور کیا زید کے لئے بحالت موجودہ وہ زمین رکھنا حلال ہے؟

(۴) گذشتہ سال میں جو میں اس زمین پر کاشت کرتا رہا، کیا زید مذکور کو اس کی

بٹائی دینا میرے ذمہ واجب الاداء ہے جب کہ بٹائی کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی؟

(۵) شریعت کے حکم اور فتویٰ سے گریز کرنے پر ایمان میں خلل تو نہیں آتا

(۶) نیز یہ بھی تحریر فرمائیں اگر زید مذکور اس فتویٰ کو دیکھنے کے بعد متنازعہ زمین واپس نہ کرے تو؟

(الف) کیا اس کے لئے یہ زمین اپنے تصرف میں رکھنا حلال ہوگا؟

(ب) کیا یہ زمین ان کی ملکیت متصور ہوگی؟

(ج) کیا یہ ملکیت طیب اور پاکیزہ ہوگی؟

(۷) تحریر فرمائیں کہ زید کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ واپسی کی شرط کا مطلب نئی بیع ہے پہلی قیمت پر واپسی نہیں ہے؟

(۸) یہ زید وعدہ خلافی کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں اور وعدہ خلافی کا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں یہ ہوتا ہے کہ مبیع ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں چلی جاتی ہے، اور بائع کو اس میں تصرف کا حق نہیں رہتا، یہاں آپ بیع کے بعد بھی خود ہی کاشت کرتے رہے، اور مشتری سے بٹائی یا ٹھیکہ کی بات نہیں کی گئی بس اگر آپ نے یہ شرط کرلی تھی کہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہے گی اس میں تصرف کروں نگا، تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، اس کا فسخ کرنا اصلی قیمت پر لازم ہوگا، نیز مبیع میں واپسی کی شرط کرنے سے بھی بیع فاسد ہوجاتی ہے[1]، اگر مبیع تو بلا شرط

---

[1] وهو ان يقول منک علیٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذالبيع باطل الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۵/ج۷/ باب الصرف مطلب فی بيع الوفاء، هنديه كوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع الباب العشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة بحر كوئٹه ص۷ ج۶ باب خيار الشرط.

واپسی کے کی گئی ،مگر بعد میں ایک معاہدہ علیحدہ سے واپسی کا کرلیا گیا،تو یہ بیع صحیح ہوگئی ،[۱] مگر آپ کو کاشت کرنے اور پیداوار کھانے کا حق نہیں تھا، یہ آپ نے غلط کام کیا ہے ۔[۲] یہ سب خرابی حکم شرعی کی پابندی نہ کرنے سے پیدا ہوئی۔

(۲) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوگئی،جس کا فسخ کرنا واجب ہے ،[۳] نہ یہ بیع جدید ہے نہ اقالہ (واپسی) ہے۔

(۳) جو روپیہ آپ نے لیا آپ زید کو دے دیں،اور زید زمین آپ کو دیدے یہ فسخ بیع ہے۔[۴]

(۴) زمین فروخت کرنے کے بعد سات سال تک آپ اس میں کاشت کرتے اور کھاتے رہے، یہ آپ نے ناجائز کام کیا ناجائز کھایا روپیہ بھی آپ نے لیا، اور زمین بھی اپنے قبضہ میں رکھی۔

(۵) جو شخص فتویٰ دریافت کرنا ہی نہیں چاہتا اس کے متعلق ایسی بات جس سے

---

[۱] وإن ذكرا البيع بلا شرط ثم شرطاه على وجه المواعدة جاز البيع ولزم الوفاء، بحر كوئٹه ص۸ج۶ باب خيار الشرط، تبيين الحقائق ص۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان، الدر مع الشامی کراچی ص۲۷۷ ج۵ باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء.

[۲] لايجوز التصرف فی ملک غيره بلااذنه الخ درمختار مع الشامی زکریا،ص ۲۹۱/ج۹/ کتاب الغصب.مطلب فيما يجوز التصرف فی مال الغير قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰ مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلی الخ.

[۳] ولكل واحد من المتعاقدين فسخه الخ هدايه ،ص۶۴/ج۳/ (مكتبه تهانوی ديوبند) باب البيع الفاسد فصل فی احكامه، الدر مع الشامی کراچی ص۹۰ باب البيع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] حوالۂ بالا

ایمان میں خلل آئے ہرگز نہیں چاہئے، وہ آپ کے متعلق دریافت کرے گا، کہ آپ سات برس تک حرام آمدنی کھاتے رہے اور فتویٰ نہیں پوچھا تو سخت مشکل پیش آئے گی۔

(۶) الف، ب، ج، تحریر کردہ جوابات میں ان کا جواب آ گیا۔

(۷) بیع ہی واجب الفسخ ہے تو اب واپسی کی تشریح بے محل ہے۔

(۸) واپسی کی شرط کے ساتھ بیع کر کے دونوں گنہگار ہوئے، واپسی کی تشریح جو کچھ زید کرتا ہے، اسی کے لئے وہ اب بھی اس پر قائم ہے وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھنا کہ میں اس کو پورا نہیں کرونگا، کبیرہ گناہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

زمین وغیرہ کی بیع میں واپسی کی شرط

سوال:۔ کھیت زمین مکانات اور نسبی ملکیت پر جو بیع نامہ لکھواتے ہیں یہ کیسے ہیں جائز ہے یا ناجائز، اس کے علاوہ اس میں حد متعین بھی کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا حاصل یہ ہے کہ اپنی مملوکہ شئی بعوض قیمت اپنی ملک سے نکال کر ہمیشہ کے لئے دوسروں کو دیدی جائے[۲] خواہ زمین ہو یا مکان دوکان وغیرہ کچھ ہو پھر اس ملک کی بناء پر کوئی

---

[۱] فان کان عندالوعد عازماعلیٰ ان لایفی به فهذا هوالنفاق ،مرقات ،ص ۶۵۳/ج۴/ (مطبع اصح المطا بع بمبئی)باب المزاح ،قبیل باب المفاخرة والعصبیة، طیبی ص۱۵۷ ج۹ آخر باب المزاح، طبع زکریا دیوبند.

[۲] البیع شرعاً تملیک المال بمال الخ الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانهر ، ص۴/ج۳/ (مطبع دارالکتب العلمیة (اول کتاب البیوع)، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ج۴ اول کتاب البیوع، النهر الفائق ص۳۳۵ج۳ اول کتاب البیوع، طبع بیروت.

حق امتیاز باقی نہ رکھا جائے، پھر نہ اس میں واپسی کی شرط کی جائے، نہ کوئی حد مقرر کی جائے، اس کے علاوہ جو صورت ہو اس کو صاف صاف لکھ کر اس کا حکم دریافت کریں؟

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۲ھ

بیع بشرط اقالہ

سوال:۔ زید نے تقریباً پانچ بیگہ زمین آبادی کے متصل اس شرط پر خریدی کہ جب تک تم یہاں رہو اس وقت تک زمین میں جو چاہوں بناؤ، اور تم جب جانا چاہو تو اپنی قیمت واپس لے کر ہماری زمین واپس کردو، زید نے اس زمین میں رہنے کا مکان اور نماز پڑھنے کا چبوترہ بنایا جس پر وہ باضابطہ باجماعت نماز پڑھتا ہے، اب وہاں سے وہ جانا چاہتا ہے، تو کیا شرط کے مطابق قیمت واپس لیکر زمین واپس کرنا اور زمین دار کا چبوترہ توڑ کر رہائش کا مکان بنانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، اس سے بیع فاسد ہوئی، جس کا فسخ کرنا واجب ہے، قیمت واپس لیکر زمین بائع کے حوالے کردے پھر وہ اپنی زمین میں جو چاہے کرے، بیع فاسد کے ذریعہ زمین حاصل کرکے نماز کیلئے چبوترہ بنایا ہے وہ مسجد شرعی نہیں ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۸۹ھ

---

[1] ولابیع بشرط لایقتضیه العقدولایلائمه وفیه نفع لاحدهما شامی کراچی، ص۸۴-۸۵/ج۵/ کتاب الیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع قبل القبض

سوال:۔زید نے عمر کو بارہ آنہ کے حساب سے مختلف قسم کے صندوق بنانے کے لئے قیمت دی اور بتلایا کہ بیس دن میں بنا دینا، اب عمر صندوق بنا رہا ہے، بیس روز پورے نہیں ہوئے، زید نے عمر سے کہا کہ تم صندوق چودہ آنہ کے حساب سے بیچ کر چودہ آنہ کے حساب سے مجھ کو قیمت دینا، اب عمر نے رکھ لیا کہ میں ایک روپیہ کے حساب سے بیچ کر دو آنہ نفع حاصل کرونگا، یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے زید کو چاہئے کہ پہلے اپنے صندوق پر قبضہ کرے اس کے بعد اگر چاہے تو عمر کے حوالہ کردے کہ میں نے یہ صندوق ۱۴/آنہ میں تیرے ہاتھ فروخت کردیا، اور عمر اس کو خریدنے پر جس قیمت پر چاہے فروخت کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار الکتاب دیوبند وعلی کل واحد منهما فسخه قبل القبض اوبعده مادام فی یدالمشتری اعداماللفساد لانه معصیة،فیجب رفعها،شامی کراچی، ص۹۰-۹۱/ج۵/باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۹۴ ج۶ باب البیع الفاسد، فصل فی بیان احکام البیع الفاسد.

(صفحہ ہذا) [1] من شروط صحة البیع القبض فی بیع المشتری المنقول ،فلا یصح بیعه قبل القبض لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض.بدائع، ص۳۹۴/ج۴/ کتاب البیوعع النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولیة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فاسد کو صحیح کرنے کی صورت

سوال:۔ زید نے بکر سے سو کروے رس خریدا فی کروہ ۵۱/من کا ہوتا ہے، خریدتے وقت زید نے بکر سے یہ شرط طے کی کہ اگر آپ نے رس سو کرووں سے کم دیا تو میں فی کروہ پچیس روپیہ لونگا، سو کروؤں سے جتنے بھی کم ہوں گے، خواہ ایک کروہ کم ہو پچیس کے حساب سے وصول کرونگا، بکر نے شرط زید کی منظور کر لی لیکن بکر نے ۹۰/کروے رس دیا، شرط سو کرووں کی تھی، دس کروے کم آئے شرط کے مطابق فی کروہ کمی پر ۲۵/روپیہ کے حساب سے ڈھائی سو ہوئے زید کو بکر سے یہ قیمت لینا جائز ہے یا نہیں، از روئے شرح تحریر فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا منع ہے، اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے[1]، زید کو چاہئے کہ یہ ڈھائی سو روپیہ بکر سے نہ لے تا کہ شرط فاسد ختم ہو کر بیع صحیح ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹپکا کی بیع

سوال:۔ کسی چیز کا اس شرط پر خریدنا یا بیچنا جیسے گنے کا کھڑا کھیت یا آلو کا کھڑا کھیت

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

(صفحہ ھذا) [1] وکل شرط لایقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المتعاقدین اوللمعقود علیه وهومن اهل الاستحقاق یفسده الخ هدایه ،ص ۵۹/ج۳/(مکتبه تهانویؒ دیوبند)کتاب البیوع.باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۸۴-۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

جس کو ٹپکا کہا جاتا ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریدار کو اس چیز کا پورا علم ہے اور کوئی شرط اسمیں خلاف شرع نہیں تو اسطرح بیچنا اور خریدنا درست ہے، اپنی خریدی ہوئی چیز لے کر اپنا قبضہ کر لے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۱ھ

بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے روپیہ کچھ پیشگی اور کچھ بعد میں لئے جائیں، اور مچھلی نکلوا کر وزن کر کے دیدی جائے، تو جائز ہے، یا نہیں، جب کہ محنت مجرا ہوتی رہے، کیا یہ صورت ممکن ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کردی جائے اور ملاح جس طرح چاہے مچھلی نکالے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے کچھ پیشگی روپیہ بطور بیعانہ لینا بھی درست ہے پھر بقیہ روپیہ مچھلی نکلوا کر دینے پر وصول کر لیا جائے[2]

---

[1] وکذا بیع الثمر والذرع قبل ظهوره لانهما معدوم وان کان بعد الطلوع جاز اذالم یشترط الترک الخ بدائع،ص ۱۳۸/ج۵/(مکتبه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الیٰ المعقودعلیه، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۴،۵۵۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، النهر الفائق ص ۳۵۹ ج۳ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء الخ طبع بیروت.

[2] ولایصح ماروی عنه ﷺ من اجازته فان صح احتمل انه یحسب علیٰ البائع من الثمن ان تم البیع وهذا جائز عندالجمیع الخ عون المعبود شرح ابوداؤد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ قطعہ زمین جس میں بادلی ہے ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا بھی درست ہے پھر ملاح کو اختیار ہے وہ مالک ہے جب چاہے جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

جواب صحیح ہے اور یہ جو رواج ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں، پھر ملاح حسب منشاء مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرتا ہے، یہ درست نہیں، اس لئے کہ اس میں زمین تو فروخت نہیں ہوئی، صرف مچھلیاں فروخت ہوئی ہیں، اور مچھلیوں کا اس طرح فروخت کرنا درست نہیں، یہ بیع مالم یقبض ہوجاتی ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد نظام الدین

عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۸ھ

مچھلیاں خریدنا

سوال: بستی یا گاؤں کے تالاب کو مچھلیوں کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ص ۳۰۲/ج۳/(مطبع نشرالسنة ملتان) کتاب الاجارة باب فی العربان، بذل المجهود ص۲۸۷ ج۴ کتاب الاجارة، باب فی العربان، طبع رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف، ص۷/ج۱/ سوره الفاتحة تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[2] ولایجوز بیع السمک قبل ان یصطاد لانه باع مالا یملکه ولافی حظیرة اذاکان لایؤخذ الابصید لانه غیر مقدورالتسلیم، هدایه، ص ۵۱/ج۳/ (مکتبه تهانوی دیوبند) باب البیع الفاسد.

الجواب حامداًومصلیاً

مچھلیوں کے لئے تالاب کی خریداری کا جو بعض جگہ رواج ہے وہ درست نہیں ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

پوشیدہ اشیاء کی بیع

سوال:۔کسی چیز کو جب کہ وہ سامنے موجود نہ ہو، اندازہ لگا کر بغیر وزن کئے ہوئے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً جبکہ چیز نظر کے سامنے ہو نہ بلکہ چھپی ہوئی جیسا کہ کھیت میں ایک چیز تیار ہوگئی مگر مٹی سے چھپی ہوئی ہے، جیسے پیاز آلو وغیرہ تو ان صورتوں میں کون کونسی صورت ٹھیک ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو چیز نظر کے سامنے ہے، اسکو اس طرح خریدنا بھی درست ہے کہ یہ چیز اتنی قیمت کی ہے، اگر چہ اسکا وزن معلوم نہ ہو مثلاً ایک ٹوکری میں آلو موجود ہیں، وہ آٹھ آنے کے خرید لئے، اور یہ معلوم نہیں کہ وزن کیا ہے، تو یہ صورت درست ہے، اور جو چیز نظر سے غائب ہے مثلاً آلو زمین میں چھپے ہوئے ہیں، انکو کھود کر سامنے لاکر فروخت کیا جائے، وزن معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، غائب ہونے کی حالت میں اندیشہ ہے کہ خدا جانے کم ہیں یا زیادہ اور ہیں بھی

---

[1] ولم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمك الخ درمختار على الشامى ،ص ۲۴۹/ج۷/(مطبوعه زكريا ديوبند ،كتاب البيوع،باب البيع الفاسد، مطلب فى حكم ايجار البرك الخ، فتح القدير ص۴۰۹ج۶، باب البيع الفاسد، دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص۴۱۹ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۷۳ج۶ باب البيع الفاسد.

یانہیں، یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے، جومفسد بیع ہے، کمافی الہدایہ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۲ھ

بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال بیع مجہول سے متعلق

سوال:۔ بہشتی زیور اختری پانچواں حصہ، ص ۷/ مسئلہ نمبر۴/ پر ایک حاشیہ جناب کا ہے، ؎ نشان دے کر بظاہر آپ کے حاشیہ کا مطلب متن کی عبارت سے میل نہیں کھاتی، کیونکہ متن میں بیس سیر اور پندرہ سیر کے الفاظ صاف درج ہیں، اور آپ نے لکھا ہے کہ طے نہیں ہوا بات گول مول رہ گئی ذرا اس کو دیکھ لیجئے، اگر مسامحۃً ہو تو درست کر دیا جائے، ورنہ میری جسارت معاف فرما کر مجھے اس کی مختصر وضاحت لکھ بھیجی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبارت حاشیہ بالکل متن کے مطابق ہے، متن میں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین ہو جائے، دوسری عدم جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین نہ ہو کہ نقد لے گی یا ادھار اسی کے حاشیہ پر ہے کہ بات گول مول رہ گئی، نہ یہ طے ہوا کہ ادھار لے گی، نہ یہ طے ہوا کہ نقد لے گی، اور اس تعین نقد ونسیہ وعدم تعین نقد ونسیہ پر جواز وعدم جواز کا مدار ہے، اس تعین وعدم تعین سے نرخ کی تعیین وعدم تعیین مراد نہیں، کیونکہ

---

[1] والاعواض المشارالیها لایحتاج الی معرفة مقدارها فی جواز البیع لان بالاشارة کفایة فی التعریف وجهالة الوصف فیه لاتفضی الی المنازعة الی قوله وکل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز هذا هوالاصل (هدایه ، ج۳/ص۲۰-۲۱)کتاب البیوع، مکتبه تهانوی دیوبند، بحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۵ کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۳۰ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة.

نرخ دونوں صورتوں میں بیس سیر اور پندرہ سیر متعین ہے، اور عربی عبارت جو حاشیہ پر ہندیہ سے نقل کی ہے " **واما البطلان فیما اذاقال بعتک بالف حالاً** الخ" اس میں عدم جواز کی علت جہالت ثمن کو قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں الف اور الفین کے الفاظ صاف درج ہیں، لیکن چونکہ حالاً یا الیٰ سنۃ کی تعیین نہیں ہوئی، اس لئے ثمن کی بھی تعیین نہیں ہوئی، اسی طرح متن چونکہ نقد یا اُدھار کی تعیین نہیں ہوئی، بلکہ بات گول مول رہ گئی، اس لئے کہا جائے گا کہ بیس سیر یا پندرہ سیر کی بھی تعین نہیں ہوئی، کہ کس نرخ سے بیع ہوئی، لہٰذا اس طرح بیع ناجائز ہے، ہاں اگر یہ طے ہو جائے کہ نقد ہے یا اُدھار ہے تو بیع درست ہے، امید ہے کہ اشکال حل ہو کر انطباق حاشیہ علی المتن واضح ہو جائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/رجب ۶۶ھ

خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع

سوال:۔(۱) زید نے باہر سے مال برائے تجارت بذریعہ بینک منگایا، مال آجانے پر زید چھڑا نہیں سکا مال چھوٹا نہیں، جس قدر زید سے تاخیر ہوئی، اسی قدر اس پر محصول روز بروز بڑھتا جاتا ہے، زید نے بکر سے کہا میں نے اپنا مال جو منگایا ہے چھڑا نہیں سکتا ہوں، اس لئے اس مال کو بلا منافع تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، جو بلٹی بذریعہ بینک آئی ہے، تم اس کو خرید لو، بکر نے اس مال کا روپیہ اور جو کچھ اس پر محصول تھا، سب کچھ ادا کر کے مال کو اپنے قبضہ میں کر کے سنبھال لیا، اس کے بعد بکر نے زید کے ہاتھ پر وہی مال منافع سے فروخت کر دیا، منافع تمام اس رقم پر لگایا جو اس پر خرچ ہوا؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا دلی منشاء بھی یہی تھا کہ اول زید اپنے مال کو بلا منافع بکر

---

[1] بہشتی زیور مکمل ومدلل، ص ۸/حصہ ۵/ادھار لینے کا بیان، مسئلہ ۴ مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

کے ہاتھ فروخت کرے اور بکر اپنے روپئے سے اس مال کو چھڑا کر مقرر کردہ منافع پر زید ہی کو فروخت کردے۔

مقرر کردہ طریقہ پر آپس میں زید اور بکر مال کو خرید وفروخت کرتے ہیں؟

(۳) بکر نے زید سے یہ شرط بھی کہ جس وقت تک میرا کل مطالبہ تحریر نہ ہوجائے، اس وقت تک آپ کو روازنہ کی بکری مجھے دینی ہوگی، اوراس درمیان میں جو مال آپ منگایا کرینگے وہ مال، اسی طرح پر میرے ہاتھ مقررہ شرائط پر فروخت کرنا پڑیگا اوراسی طرح مال پر منافع لگا کر آپ کو فروخت کردیا کروں گا، زید نے شرط منظور کرکی۔ مندرجۂ بالا طریقہ عندالشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مندرجہ بالا طریقہ خلاف شرع وناجائز ہے جب تک زید اس مال پر اپنا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہیں کرسکتا[1] جواز کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سے قرض لے کر اول مال چھڑالے، پھر جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، روزانہ کی بکری کا مطالبہ بھی صورت مسئولہ میں ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۶۲ھ

---

[1] ومنها القبض فی بیع المشتری المنقول ،فلایصح بیعه قبل القبض لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض ،بدائع، زکریا ص۳۹۴/ج۴/ کتاب البیوع من شروط صحة البیع، النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] کل شرط لا یقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المعاقدین أو للمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق یفسده، هدایه ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

افیون وغیرہ کی بیع

سوال:۔گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی نے کرلیا تو صحیح ہوجائیگی

''وصح بیع الخمر ای عندہٗ خلافاً لهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع وعلیٰ قولهمافی الضمان ان قصد المتلف الحسبةوذٰلک یعرف بالقرائن والافعلیٰ قوله کمافی التاتارخانیة وغیرهاثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة شامی، ص۴۴۹/ج۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

افیون کی تجارت اوراس کی آمدنی کا حکم

سوال:۔ہمارے علاقے میں خاص طور سے ہمارے گاؤں میں لوگ افیون کا کاروبار کرتے ہیں، اسی کاروبار سے جورقم حاصل ہوئی، زمین، کھیت اور باغ خریدے اب ان میں کاشت بھی ہوتی ہے، اورافیون کا کاروبار بھی جاری ہے، کیا ایسے لوگوں کی آمدنی درست ہے، ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگرافیون کی کمائی سے مسجد، سرائے، یا دینی مدارس میں چندہ دیں تو کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب البیع الفاسد، مکتبه تهانوی دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص۸۴، ۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] شامی کراچی، ص۴۵۴/ج۶/کتاب الاشربة.

الجواب حامداًومصلیاً

افیون کی تجارت مکروہ ہے افیون کی آمدنی سے جوزمین خرید کراس میں کاشت کرتے ہیں اس کاشت کی آمدنی کوحرام نہیں کہا جائے گا، ایسی آمدنی سے چندہ لینا بھی درست ہے، اوران کے یہاں کھانا پینا بھی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

افیون کی بیع اور کاشت

سوال:۔افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے، نیز اس کی تجارت کے لئے کیا حکم ہے، اس کا حکم بحکم شراب ہے یا اس سے جدا ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

افیون کا کھانا حرام ہے، اگرچہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم درجہ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہوتو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے، اورافیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی، البتہ تعزیری سزادی جاتی ہے،"**ویحرم اکل البنج والا فیون والحشیشة لکن دون حرمة الخمر فان اکل شیئاً من ذٰلک لاحد علیه وان سکربل یعزربمادون الحد**(شامی، درمختار[2]) کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی تجارت بھی جائز ہے، البتہ اس سے افیون نکال کراس کی

---

[1] وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان، لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة ،شامی کراچی،ص۴۵۴/ج۶/ کتاب الاشربة.

[2] درمختار مع شامی کراچی ،ص ۴۵۸/ج۶/ کتاب الاشربة، الدر المنتقی مع المجمع ص ۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، دار الکتب العلمیة بیروت.

تجارت مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

بوڑی کی بیع

سوال:۔ بوڑی کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ بوڑی کی اصل یہ ہے کہ ایک درخت جس سے کہ افیم نکلتی ہے اس میں پھول آتا ہے، اس کو بوڑی بولتے ہیں، اس کے پینے سے معمولی نشہ آتا ہے، چائے کی طرح اس کو پیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بوڑی نشہ ہی کے لئے استعمال ہو دوسرا کوئی فائدہ اس سے نہ ہو تو اس کی بیع مکروہ ہے، اگرچہ نشہ اس سے تھوڑا ہی ہوتا ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۷۷ھ

---

[1] (وصح بيع غير الخمر)ثم ان البيع وان صح لكنه يكره، كمافى الغاية.(شامى كراچى، ص ۴۵۴/ ج ۶/) كتاب الاشربة.

[2] وصح بيع غير الخمراى عند ه خلافا لهما فى البيع والضمان ،لكن الفتوى على قوله فى البيع ثم ان البيع وان صح لكنه يكره كمافى الغاية، شامى كراچى ص ۴۵۴/ ج ۶/ كتاب الاشربة ما قامت المعصية بعينه يكره تحريماً وإلا فتنزيها، در مختار مع الشامى كراچى ص ۳۹۱ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، بحر كوئٹه ص ۱۴۳ ج ۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص ۲۱۲ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، طبع بيروت.

گوبر کی بیع

سوال: ۔گوبر کی کھاد بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گوبر جب مٹی بن جائے، تو اس کا خریدنا اور بیچنا جائز ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آبپاشی پانی کی بیع کی ایک صورت

سوال: ۔محکمۂ آب رسانی پانی کی قیمت وصول کرتا ہے مگر پانی کی مقدار کچھ متعین نہیں اس کا کوئی میٹر وغیرہ نہیں بلکہ فی پلاٹ سالانہ معاوضہ پانی کا متعین ہے، محکمہ کی طرف سے شرط یہ ہے کہ ایک پلاٹ کا پانی دوسرے پلاٹ میں بالعوض یا بلاعوض نہ دیا جائے، اس صورت میں محکمہ کی اس شرط کی پابندی شرعاً لازم ہے یا کہ دوسروں کو پانی دینے کی گنجائش ہے، اگر گنجائش رہے تو اپنی ٹنکی وغیرہ میں پانی کے اخراج سے قبل اس پانی کی بیع درست ہے

---

[1] کرہ بیع العذرة خالصة لاالسرقین ای الزبل وفی الشرنبلالیة هورجیع ماسوی الانسان شامی کراچی، ص۳۸۵/ج۶/ کتاب الکراهیة ،فصل فی البیع، محیط برهانی ص۳۳۴ج۹ کتاب البیوع، الفصل السادس، ما یجوز بیعه ومالا یجوز نوع آخر فی بیع المحرمات، مجلس علمی گجرات، هندیه کوئٹه ص۱۱۶ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید.

یانہیں، جوسرکاری لائن سے گھر کی لائن میں آرہا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

قبل القبض بیع کا ناجائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے[۱] لیکن اگراسکواجارہ قراردیا جائے، اورثمن کواجرت کہا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ فلاں پلاٹ میں مشین کے ذریعہ پانی پہنچانے کی اجرت یہ ہے مستاجرکواس کا حق ہے کہ دوسرے کومنفعت حاصل کرنے کا حق دیدے بالعوض ہو یابلاعوض جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح ہے، لیکن خلاف قانون کرنا جس سے عزت یامال کا خطرہ لاحق ہوقرین دانشمندی نہیں،[۲] "**وفیما لایختلف مافیه بطل تقییده به کما لو شرط سکنی واحدله ان یسکن غیره اھ درمختار کتاب الاجارة علی هامش ردالمحتار ص ۲۲/ج۵/ الشامی نعمانیه**[۳]." فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من شروط صحة البیع القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض، بدائع زکریا ص۳۹۴ج۴ کتاب البیوع، النهر الفائق ص۴۶۳ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[۲] لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی المعجم الکبیر ص۱۲/۳۱۲، رقم الحدیث:۱۳۵۰۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۱۲/۳۲۳، قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت.

[۳] شامی ص۴۸/ج۹/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها، مطلب فی الارض المحتکرة ومعنی الاستحکار، بحر کوئٹه ص۳۰۸ج۷ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیها، مجمع الانهر ص۵۲۴ج۳ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز دارالکتب العلمیة بیروت.

باغ کی بہار خریدتے وقت یہ شرط لگانا کہ اتنے بہار دینے ہونگے

سوال:۔ایک شخص نے آم یا کوئی دوسرا باغ بیچتے وقت باغ کی بہار لینے والے سے یہ کہا کہ میں مثلاً دو ہزار روپے لونگا، اور پانچ من آم لونگا، تو کیا ایسی بھی کوئی صورت ہے جس میں جنس لینا درست ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانچ من آم کی صفات ایسی طرح بیان کردی گئیں ہیں کہ کوئی خلجان نہیں رہا ہے اور یہ شرط نہ کی گئی کہ اس باغ کے یا فلاں درخت کے ہوں گے بلکہ خریدنے والے کو اختیار ہے کہ وہ بازار سے خرید کر دیدے تو یہ معاملہ اس طرح درست ہے یہ پانچ من آم مستثنیٰ نہیں بلکہ جزوِ ثمن ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۱۵ھ

بیع پختہ ہوجانے کے بعد بائع کا شرط لگانا

سوال:۔عمر نے زید کو زمین فروخت کی بغیر کسی شرط کے مگر روپیہ لینے کے بعد عمر

---

[1] والحيلة أن يغرز الأجر أولا أو يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطى قفيزا منه فيجوز وبه علم جواز مايفعل فى ديار نا من اخذ الاجرة من الحنطة والدراهم معاً ولاشک فى جوازه شامى زكريا، ص ۷۹/ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، قبيل مطلب يخص القياس والاثر بالعرف العام الخ، الدر المنتقى مع المجمع ص۵۳۹ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۴ ج۸ باب الاجارة الفاسدة.

زمین نہ دے کر اس میں شرط لگا رہا ہے عمر کا ایسا شرط لگانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا ایجاب وقبول پختہ ہو جانے کے بعد کوئی شرط لگانا درست نہیں اب کوئی حق نہیں رہا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۹۴ھ

غیر کی زمین کو فروخت کرنا

سوال: تیس سال قبل حامد نے خالد کو ایک قطعۂ زمین قبولیت لے کر مالک بنا دیا، خالد چند دن تک دخل لیکر اپنے نابالغ لڑکے رحیم کو چھوڑ کر مر گیا، لیکن رحیم مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ چلا گیا، مذکورہ حامد نے بارہ سال بعد دوبارہ اسی زمین پر دخل لے کر اپنے نام کرالیا اور بارہ سال بعد قاسم کے ہاتھ فروخت کر دیا، ایسی صورت میں قاسم کیلئے از روئے شریعت مذکورہ زمین پر قبضہ کرنا، نفع اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں، اور رحیم کی ملکیت زائل ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حامد نے وہ زمین خالد کے ہاتھ فروخت کر دی تھی، تو خالد اس کا مالک ہو گیا تھا[2]

---

[1] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الخ هدایه، ص ۲۰/ج۳ (مطبوعه تهانوی دیوبند) اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۲۸ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة النهر الفائق ص۳۳۷ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر خالد کے انتقال کے بعد وہ زمین بطور ترکہ ورثہ کی ہوگی، اگر اس کا وارث صرف ایک لڑکا ہے تو وہی وارث اور مالک ہے، اس کے کسی دوسری جگہ چلے جانے سے اس کی ملک ختم نہیں ہوئی، پھر حامد کا بغیر کسی وجہ شرعی کے اس زمین کو اپنے نام کرالینا غصب اور ظلم ہے[1]، اس سے وہ مالک نہیں ہوا پھر قاسم کے ہاتھ اس کو فروخت کر دینا بھی صحیح نہیں ہوا[2] اس لئے قاسم کو اس زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ وحکمه (البیع) ثبوت الملک، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۶ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، بحر کوئٹه ص۲۵۸ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق ،ص ۴۱/ج۵/ (مکتبه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

۲ أما شرائط المعقود علیه ..... وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع، شامی کراچی ص۵۰۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

۳ الحرام ینتقل ای ینتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الا ملاک الخ شامی زکریا، ص:۳۰۰/ ج:۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب له الخ، الحرمة تتعدی فی الاموال، الاشباه والنظائر ص:۱۵۹، کتاب الحظر والاباحة، دار الاشاعة دهلی.

ذبح سے پہلے جانور کا گوشت فروخت کرنا

سوال:۔زندہ جانور کی کھال گوشت ران وغیرہ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کردیتے ہیں،اورایک دوکاندار خرید کر گوشت وغیرہ بیچتا ہے، گاہک دوکان دار سے لیکر استعمال میں لاتے ہیں، یہ بیع درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا بیع فاسد ہے[1] بیچنے والے خریدنے والے کے ذمہ ایسی بیع کا فسخ کرنا واجب ہے[2] اگر فسخ نہیں کیا تو دونوں گنہگار ہوں گے،اور جس شخص نے اس سے اس گوشت کوخریدا ہے،اس کے حق میں اس خریدنے سے فساد نہیں آئے گا، بیع درست ہوجائے گی،خواہ اس کواصل بیع کا علم نہ ہو[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (فسد بیع) صوف علی ظهر غنم كذاكل مااتصاله خلقی كجلدالحيوان الخ درمختار علی الشامی ،ص ۲۵۲/ج۷/ (مطبع زكريا ديوبند)وكراچی،ص ۶۳/ج۵/ كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فی العقود علی ثلاث مراتب، بحر كوئٹه ص۷۵ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۲۱ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[2] ويجب علی كل واحد منهما فسخه أی فسخ البيع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی كراچی ص ۹۰ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذكر بعد العقد أو قبله بحر كوئٹه ص۹۴ ج۶ فصل فی البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۴۲ج۳ فصل فی احكام البيع البيع الفاسد، طبع بيروت،

[3] إذا قبض المشتری المبيع برضا بائعه فی البيع الفاسد ولم ينهه البائع عنه ملكه، بحر كوئٹه ص ۹۱ ج۶ فصل فی البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۴۰ج۳ فی احكام البيع الفاسد، طبع بيروت.

بڑے کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر فروخت کرنا

سوال:۔(۱) ایک شخص یا دو چار لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بڑے یعنی بیل، بھینس وغیرہ کا قیمہ بکرے کا کہہ کر فروخت کرتے ہیں، اور ایسا کرنے کے باوجود وہ لوگ مال زکوٰۃ یا قربانی یا حج وغیرہ کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) دو چار لوگ وہ قیمہ تیار کر کے اپنی دوکان پر رکھتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو بکرے کا کہہ کر فروخت کریں گے، مندرجہ بالا لوگوں کو واضح کرانے کے باوجود بھی کہ آپ ایسا کرتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے ان لوگوں کے بارے میں تحریر فرمائیے کہ ان کا حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا حرام ہے[۱]، اس روپے سے جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو فریضہ ادا ہو جاتا ہے[۲]، جھوٹ اور دھوکہ دینے سے توبہ لازم ہے۔

---

[۱] من غش فليس منا الحديث ترمذی، ج ۱/ص ۱۵۷/ (مطبع رشيديه دهلی) كتاب البيوع، باب ماجاء فی كراهية الغش، لان الغش حرام الخ در محتارعلى الشامی زكريا ص ۲۳۰ ج ٦ باب خيار العيب.

ترجمہ:۔ جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[۲] لايقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط به الفرض الخ عالمگيری، ج ۱/ص ۲۲۰/ مطبوعه كوئٹه كتاب الحج الباب الاول، شامی زكريا ص ۴۵۳ ج ۳ كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام، سكب الانهر ص ۳۸۵ ج ۱ كتاب الحج دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] ولاتزروازرة وزر اخری سوره بنی اسرائيل آيت ۱۵.

(۲) اگر وہ خود دھوکہ نہیں دیتے تو ان سے خرید کر دھوکہ دینے والوں کی ذمہ داری ان پر نہیں اگر چہ وہ جانتے ہوں کہ یہ دھوکہ دیں گے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۲ھ

بلا اذن مالک پتوں کی بیع

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اسکے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال:۔ مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں، اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں ان جانوروں کا دودھ پینے اور انکی قربانی اور عقیقہ کا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے،[۲] ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے، (اجازت کیلئے اتنا بھی کافی ہے، کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے[۳]) لیکن جس جانور کو یہ پتے کھلائے اس کا دودھ گوشت، حرام نہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولاتزروازرة وزر اخرى سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵.

[۲] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا إذنه ولا ولايته، شامی کراچی ص۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، الاشباه ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، دار الاشاعة دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰ دار الكتاب ديوبند.

[۳] ان الثمار إذا كانت ساقطة تحت الاشجار فلو فى المصر لا يأخذ شيئا منها ما لم يعلم أن صاحبها اباح ذلک نصا أو دلالة ..... وإن كان فى البستان فلو الثمار مما يبقى ولا يفسد لا يأخذ ما لم يعلم الاذن ولو مما لا يبقى فقيل كذلک والمعتمد انه لا بأس به إذا لم يعلم النهى صريحا أو دلالة أو عادةً، شامی کراچی ص۲۸۴ ج۴ کتاب اللقطة، مطلب فيمن وجد حطبا فى نهر الخ.

خودرو بانس کی بیع بلا اجازت مالک

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک زمیندار کی تقریباً ہزار بیگہ زمین ہوگی اس میں چائے کی کاشت ہوتی ہے، لیکن اس زمین میں بانس وغیرہ کے درخت اُگ آتے ہیں، جن کو کھیت کے سپاہی اور مزدور مالک کی چوری سے فروخت کردیتے ہیں، تو کیا ان کا خریدنا اور فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ ابتلائے عام ہے ہماری طرف تو کچھ تخفیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر مالک کی اجازت کے چوری سے خریدنا اور فروخت کرنا درست نہیں، وہ گھاس کے حکم میں نہیں [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [4] الجدی اذاکان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلابأس عالمگیری ص ۵/۲۹۰، کتاب الذبائح الباب الثانی فی بیان مایؤکل لحمه، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۴۱، ج۶، کتاب الحظر والاباحة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۳/۳۵۹، کتاب الصید والذبائح، "وفی الدرالمختار ولوسقی مایؤکل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اکله ویکره وقال الشامی نقلا عن ابی السعود ،الزروع السقیة بالنجاساة لاتحرم ولاتکره عند اکثر الفقهاء . شامی کراچی، ص ۳۳۱/ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة"

(صفحه هذا) [1] ومنه لوخندق حول ارضه وهیأها للانبات حتی نبت القصب صار ملکا له وعلیه الاکثر کذافی البحر الهند یة ،ص ۱۰۹/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار،الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالایجوز،فتح القدیر ،ص۴۱۸/ج۶/ باب البیع الفاسد، دار الفکر بیروت، لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته،شامی کراچی ص ۲۰۰، ج۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباه ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، طبع دارالاشاعت دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰، قاعده: ۲۷۰، دارالکتاب دیوبند،

دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا

سوال:۔ (۱) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ لوگ دودھ خریدتے ہیں اوراس کا دام اس طرح کرتے ہیں کہ دودھ کا جائزہ لینے کی جو شیشی آتی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیا دودھ خراب ہے یا اچھا ہے، اگر تغیر نہیں ہوا تو سترہ روپے بیس کلو کے ہوتے ہیں، اوراگر ڈھائی نمبر نکلا تو سولہ روپے اوراگر دودو نمبر نکلا تو پندرہ روپے، اوراس کو روزانہ نہیں ناپتے بلکہ مہینہ میں دوتین مرتبہ ناپ لیتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیوں؟

(۲) بعض دودھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ناپو یا نہ ناپو ایک ہی سیر کے نکلتے ہیں، تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟ اوراس کے علاوہ اکثر دودھ ایسے ہیں کہ کبھی اچھے ہوتے ہیں، کبھی پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں، دوتین مرتبہ ناپ کر پورے مہینہ کا اسی طرح شمار کر کے پیسے متعین کئے جاتے ہیں، تحریر فرماویں، کہ اس طرح خریداری جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/عقد بیع کرتے وقت قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہے، قیمت مجہول ہونے سے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے، صورتِ مسئولہ میں وقت عقد قیمت معلوم ومتعین نہیں بلکہ متردد ہے، اس لئے یہ بیع صحیح نہیں[1] خریدتے وقت روزانہ ہی ناپ لیا جائے، اوراسی وقت قیمت تجویز ہوجائے یا پھر ایک دفعہ ناپ کر کہہ دیا جاوے، کہ مہینہ بھر تک اسی قیمت سے لیں گے، تب بھی درست ہے،" **ویمکن ان یشم رائحة الا ستدلال لعدم الجواز ممافی الهندیة، ص ۷۲/ج۳/ عن الخلاصة رجل باع علیٰ انه بالنقد هکذاوبالنسیة هکذا**

---

[1] وشرط لصحته معرفة قدر مبیع وثمن ووصف ثمن، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۲۹ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة، النهر الفائق ص ۳۴۲ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۷۳ ج۵ کتاب البیوع.

اوالیٰ شهر كذا والیٰ شهر ين هكذافلا يجوز الخ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جو تیل بچ گیا ہے وہ تیلی سے خریدنا

سوال:۔ تیلی سے تیل خریدنا جو خلط ملط تیل نکالنے والوں سے بچا کھچا اکٹھا کرتا ہے، یا کٹ فٹ کر لیتا ہو اس کے ساتھ جائز تیل بھی ملا ہوا ہوگا وہ فروخت کرتا ہے اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ سرقہ کر کے دوسروں کا تیل فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں[2] اگر اپنا ذاتی بھی اس میں مخلوط ہوتا ہے تو خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے لیکن قبل اداء ضمان تیلی کو اس میں بیع وغیرہ کا تصرف ناجائز ہوتا ہے،[3] تاہم اگر کوئی خریدیگا تو وہ مالک ہو جائے گا، بایں

---

[1] الهندية،ص ۱۳۶/ج۳/ الباب العاشرفی الشروط اللتی تفسد البيع، فتح القدير ص ۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، طبع دار الفكر بيروت.

[2] لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً، شرح المجلة لرستم الباز ص ۶۱ ج ۱، رقم المادة (۹۶) المقالة الثانية فی القواعد الكلية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ كتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه مكتبه اشاعت الإسلام دهلی. قواعد الفقه ص۱۱۰ رقم القاعدة (۲۷۰) الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] وفی حظرالاشباه : الحرمة تتعددمع العلم الافی حق الوارث وقال فی موضع لاتاخذ بهذه الرواية وهوحرام مطلقا علی الورثة .....وينبغی تقييد بما اذا كان عين الحرام ليوافق مانقلناه اذلواختلط بحيث لايتميز يملكه ملكا خبيثاً لكن لايحل التصرف فيه مالم يؤدبد له .شامی كراچی ،ج۵/ص ۹۹/ باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالاً حراماً،

ہمہ خریدنے سے اجتناب احوط ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع

سوال: ۔کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے اسکی پیداوار کوفروخت کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۹ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار

سوال: ۔ہمارے شہر میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ اکثر وبیشتر آم وامرود وبیر وغیرہ کی بیع

---

[1] الحرام ينتقل فلو دخل بأمان وأخذ مال حربى بلا رضاه وأخرجه الينا ملكه وصح بيعه، لكن لا يطيب له ولا للمشترى منه فيكون بشرائه منه مسيئاً لأنه ملكه بكسب خبيث، در مختار مع الشامى كراچى ص۹۸ ج۵ باب البيع الفاسد، قبيل مطلب، البيع الفاسد لا يطيب له ويطيب للمشترى منه، وعن الحسن بن على قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم : دع ما يريبک إلى ما لا يريبک، الحديث مشكوٰة شريف ص۲۴۲ ج۱ كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] منها ان يكون موجوداً فلاينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم كبيع نتاج النتائج وكذا بيع الثمر والزرع قبل ظهوره لانهما معدوم (بدائع زكريا، ص۳۲۶/ ج۴/ كتاب البيوع فصل مايرجع الى المعقود عليه، عالمگيرى كوئٹه ص۲ ج۳ اول كتاب البيوع، بحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول كتاب البيوع)

پھول اور پھل آنے سے قبل کردی جاتی ہے، اس قسم کا پھل کھانا حرام یا مکروہ ہے، حضرت تھانویؒ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس قسم کے پھل نہیں کھاتے تھے، مگر دور حاضر کے علماء وصلحا واتقیاء کی اکثریت اس قسم کے کھانے سے قطعاً احتراز نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کو بلاتکلف کھاتے ہیں، اور ناجائز بھی نہیں سمجھتے ہیں، تو کیا اس کی وجہ سے کچھ گنجائش نکل آئی ہے، اور حرمت میں کچھ تخفیف ہوگئی ہے، نیز رمضان المبارک میں اس قسم کے پھلوں سے افطار کرنا کیسا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ "**رب صائم لیس لہٗ من صیامہ الاالجوع**" کے تحت فضائل رمضان المبارک میں رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد مال حرام سے افطار کرنا ہے، کیا ثمرات مذکورہ سے روزہ افطار کرنا تو اس میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع باطل ہے[1]، جس پھل کے متعلق پختہ معلوم ہو کہ اس کی بیع باطل ہوئی ہے، اسکا کھانا جائز نہیں نہ افطار میں نہ بغیر رمضان کے[2] حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق یقین ہے کہ وہ ایسا پھل نوش نہیں فرماتے تھے، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ پھل بالکل ہی نوش نہیں فرماتے تھے، اگر کاشت کی زمین کو سال دو سال کیلئے اجارہ پر لے لیا جائے، تو اس کی پیداوار درست ہے[3] بہت سے لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں، اس لئے پھل کو کلیتاً ناجائز نہیں کہا جائیگا[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۹۰ھ

---

[1] بیع الثمارقبل الظهور ،لایصح اتفاقاً .عالمگیری ،ص۱۰۶/ج۳/ کتاب البیوع الباب التاسع ،الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۵ ج۴، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[2] البیع الباطل لا یفید الملک وإن اتصل به القبض، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۳ ج۲ کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پھل آنے سے پہلے ان کی بیع

سوال:۔ جن درختوں پر پھل نہ آیا ہو خرید سے پہلے ٹھیکہ لینا جائز نہیں یا پھل آنے پر ٹھیکا لینا چاہئے، ایسے پھلوں کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب پھل نہیں آیا تو پھل کا خریدنا ناجائز ہے،[1] البتہ اگر زمین ٹھیکے پر لے لے اور اس کے بعد پھل آئے تو وہ پھل بھی درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب البیع الفاسد، فصل، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعا الخ.

۳ ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز، کذلک لواشتری الرطبة بأصلها لیقلعها ثم استاجر الارض لیبقیها جاز ولواستعار الارض فی ذٰلک کله جاز . عالمگیری ،ص ۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجاره ،الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص۳۴۲ج۱۱ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذا کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

۴ الأصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره.قواعد الفقه، ص۱۲ قاعده ۶، الرسالة الاولی اصول الکرخی مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(صفحه هذا) ۱ بیع الثمار قبل الظهور لایصح اتفاقاً .هندیه ،ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار.

۲ ولواشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز الهندیة، ص۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص۳۴۲ج۱۱ کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذ المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات.

پھل کی بیع پکنے اور بڑے ہونے سے پہلے

سوال:۔ ہمارے دیار میں یہ رواج ہے کہ آم درخت پر جب چھوٹے چھوٹے ہی رہتے ہیں تو مالکان اسے فروخت کردیتے ہیں، اور پک جانے کے بعد مشتری (خریدار) اپنے کام میں لاتا ہے، تو کیا اس طرح بیع وشراء (خرید وفروخت) جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح باغ کو خریدنا درست ہے، لیکن مشتری (خریدار) کے ذمہ واجب ہے کہ فوراً آم توڑ لے اور اور بائع (بیچنے والا) کے درخت سے اپنی ملک علیحدہ کرلے، اگر خریدتے وقت شرط کرلی ہے، کہ آم پکنے تک درخت پر لگے رہیں گے اور پکنے کے بعد توڑوں گا تو یہ شرط فاسد ہے، اور مفسد بیع ہے، ہاں اگر بیع میں شرط کا کوئی ذکر نہ ہو اور بیع کے بعد بائع سے اجازت لے لی جائے تو جائز ہے، "**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بداجازاه** ہدایہ"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درختوں پر پھلوں کی بیع

سوال:۔ آج کل عموماً پھلوں کی بیع قبل صلاحیت خوردگی ہوتی ہے، کیا جو پھل

---

[1] ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بداجاز البيع ،وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغا وان شرط تركها على النخيل فسدالبيع ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طاب له الفضل.هدايه ،ص۲۶، ۲۷/ج۳/. كتاب البيوع،فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، الدر مع الشامى كراچى ص۵۵۵،۵۵۶ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر كوئٹه ص۳۰۲ج۵ كتاب البيوع.

فروخت ہوتے ہیں، ان کا استعمال کیسا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی کافر باغ خرید کر پھلوں کو بیچتا ہے، اور مسلمان خرید لے تو جائز ہے اور اس قول کو حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ چند سال پیشگی باغات کی فروختگی ہو جاتی ہے، یہ مبیع معدوم ہونے کی وجہ سے بیع باطل معلوم ہوتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں کافر سے پھل خرید سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچے پھلوں کی بیع جائز ہے اور وقوع بیع کے بعد اگر مالک درخت کی اجازت سے پھل درخت پر رکھے جائیں تو بھی درست ہے، البتہ اگر درمیان عقد پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی، اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ مشتری مبیع کے قبضہ کے بعد مالک ہو جاتا ہے، البتہ اس کا استعمال کرنا مشتری کو درست نہیں ہے، فسخ بیع لازم ہے، تاہم اگر مشتری نے کسی اور کے ہاتھ اس مبیع کو فروخت کر دیا تو مشتری ثانی کو اس کا استعمال ہر طرح درست ہے، ”**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بدا جاز البيع لانه مال متقوم الخ وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغاً لملك البائع وهذا اذاشتراها مطلقاً اوبشرط القطع وان اشترط تركها على الشجر فسد البيع لانه شرط لايقتضيه العقد ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طالب له الفضل كذافى الهداية**، ص ۱۰/ ج۳/[1]

اور مذکورہ تاویل صحیح نہیں، جس طرح بیع فاسد سے مسلم کے حق میں مبیع میں خبث ہوتا ہے، اسی طرح کافر کے حق میں بھی بیع فاسد اور بیع باطل کے احکام کے سلسلہ میں کافر اور مسلم

[1] **الهداية**، ص ۲۶-۲۷/ ج۳/، **كتاب البيوع، فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الثانى فى بيع الثمار الخ، الدر مع الشامى كراچى ص۵۵۶ ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً،**

دونوں برابر ہیں "واما اسلام المتبایعین فلیس بشرط لجریان الربوٰ فیجری الربوا بین اهل الذمة وبین المسلم والذمی لأن حرمة الربوا ثابتة فی حقهم کذافی البدائع ،ص ۱۹۳ / ج ۳ /[1] حضرت تھانویؒ کا یہ قول تتمہ امداد الفتاویٰ[2] میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۸۸ھ

مول پر آم کی بیع

سوال:۔آج کل جو آم اور دیگر پھل خریدے جاتے ہیں ان کی عموماً بیع ناجائز ہوتی ہے، کیونکہ اکثر اس طریقہ سے خریدے جاتے ہیں کہ آم چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، اسی وقت خرید لیتے ہیں، اور بعضے مول آتے آتے خرید لیتے ہیں، جب بیع ناجائز ہو چکی تو پکنے کے بعد جو خرید کر کھائے جاتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیا وجہ؟

جب بیع اول باطل ہو چکی، اگر ناجائز ہے تو کیا وجہ اس کے اندر اکثر علماء بھی شرکت فرماتے ہیں، کیا کوئی وجہ جواز کی اس میں نکلتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مول پر آم کی بیع باطل ہے،[3] ایسی بیع کے خریدے ہوئے آم کھانا اور خریدنا منع ہے

---

[1] البدائع زکریا ،ص ۴۱۸ / ج ۴ / شرائط جریان الربا، شامی کراچی ص ۱۸۶ ج ۵ باب الربا.

[2] امدادالفتاویٰ ،ج ۳ / ص ۹۶ / پھلوں اور پھولوں کی بیع ،مطبوعہ زکریا دیوبند.

[3] بیع الثمار قبل الظهور لا یصح اتفاقا، هندیه کوئٹه ص ۱۰۶ ج ۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹه ص ۲۵۹ ج ۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۵ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

،جس کو بھی معلوم ہو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اس کا خریدنا ناجائز ہے[۱] ہاں اگر درخت پر آم آچکے ہیں اور ان کی کچھ قیمت مل سکتی ہے تو ان کی بیع درست ہے، لیکن اسی وقت ان کا توڑنا لازم ہے[۲] اگر بائع کی مرضی کے خلاف ان کو نہ توڑا تو جس قدر زیادتی آموں میں ہوگی، وہ مشتری کی ملک میں نہ ہوگی، بلکہ بائع کی ہوگی[۳] اور اگر آم بالکل بڑے ہونے کے بعد بیع کی اور نفس عقد کے وقت بائع سے مشتری نے اجازت لے لی خواہ بذریعہ اعارہ خواہ بطریق اجارہ یا بطریق شرط یہ بھی ناجائز ہے، لیکن اس صورت میں بیع فاسد ہوگی[۴] جس کا فسخ کرنا واجب

---

[۱] البیع الباطل لا یفید الملک وإن اتصل به القبض، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۳ ج۲ کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل، طبع بیروت الدر مع الشامی کراچی ص۵۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعا ولو کافراً.

[۲] بیع الثمار قبل الظهور لایصح اتفاقاً فان باعها بعد ان تصیر منتفعا بها یصح وعلی المشتری قطعها فی الحال هذااذا باع مطلقاً اوبشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البیع الخ .الهندیة ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار ،والهدایة ،ص ۲۶/ج۳/کتاب البیوع،فصل، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

[۳] ولو اشتراها مطلقا وترکها باذن البائع طاب له الفضل وإن ترکها بلا إذنه وزاد او ذاتا تصدق بما زاد فی ذاته، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار، هدایه ص۲۷ ج۳ کتاب البیوع فصل، دار الکتاب دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن الخ.

[۴] وإن شرط ترکها علی الاشجار فسد البیع وقیل لایفسد إذا تناهت الثمرة للتعارف فکان شرطا یقتضیه العقد وبه یفتی لکن فی القهستانی أنه علی قولهما الفتوی فتنبه اشاربه إلی اختلاف التصحیح وتخییر المفتی فی الافتاء بأیهما شاء، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع الخ هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار الخ النهر الفائق ص۳۶۰ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے[1] تاہم مفید ملک ہوگی یعنی اگر مشتری سے کسی اور نے وہ آم خریدے تو وہ بیع صحیح ہوگی، تاہم ایسی چیز خریدنے سے بھی علم کے بعد احتیاط چاہئے،[2] اور اگر نفس عقد ختم ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے اجازت لے لی[3] یا زمین ہی کرایہ پر لے لی ہے،[4] یا کسی دوسرے طریق سے معلوم ہوگیا، کہ بائع رضامند ہے تو اسکو اسی وقت آموں کا توڑنا لازم نہیں اور نیز بیع در بیع سب درست ہے، عالم اور جاہل کو ان آموں کا خریدنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۶ھ

---

[1] ویجب علی کل واحد منهما فسخ أی فسخ البیع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی کراچی ص۹۰ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذکر بعد او قبله، النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع الفاسد، طبع بیروت.

[2] بخلاف البیع الفاسد فانه لایطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده وفی حظر الاشباه، الحرمة تتعد دمع العلم بها الا فی حق الوارث. درمختار مع شامی کراچی، ج۵/ص۹۸/باب البیع الفاسد مطلب البیع الفاسد لایطیب ویطیب للمشتری منه، النهر الفائق ص۴۴۰ ج۳ باب البیع الفاسد، فصل فی احکام البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۱۴۷ ج۳ الباب الحادی عشر فی احکام البیع الغیر الجائز، اشباه ص۱۵۹ الفن الثانی، حظر واباحت دهلی.

[3] ولواشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل .هدایه،ص۲۷/ج۳/کتاب البیوع، فصل، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص۳۰۳ ج۵ کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[4] ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استاجر الأرض لیبقیها جاز ..... ولو استعار فی ذالک کله جاز، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ ج۴ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة الفصل الرابع، محیط برهانی ص۳۴۲ ج۱۱ کتاب الاجارة الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة نوع آخر فی فساد الاجارة إذ کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

اندرونِ زمین آلو وغیرہ کی بیع

سوال:۔زمین کے اندر جو چیزیں جیسے آلو، پیاز تو وہ اندازے سے خریدنا درست ہے یا نہیں؟ اگر دونوں رضامند ہوں تو حکم عدم جواز کا رہے گا یا جواز کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آلو وغیرہ بغیر اکھاڑے خریدنے میں بسا اوقات دھوکہ ہوتا ہے، جس سے خریدار یا مالک کو نقصان ہوتا ہے، اور نزاع بھی ہوتا ہے، اس لئے اس طرح فروخت نہ کیا جائے، نہ خریدا جائے،[1] ہاں اگر دھوکہ نہ ہو اور نزاع نہ ہو تو درست ہے، مثلاً خرید کر جب ہی سامنے اکھاڑ لیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

باغ کے درخت کی بیع مکرر

سوال:۔زید نے ایک درخت بکر سے خریدا طے شدہ رقم بھی بکر کو دیدی یا بوجہ تنگدستی

---

[1] وكذا لا يجوز بيع اللؤلؤ فى الصدف فانه فاسد للغرر وهو مجهول لا يعلم وجوده ولا قدره، مجمع الأنهر ص ۸۱ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص۶۳ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فى العقود على ثلاث مراتب.

[2] ذكرصاحب الدر المختار فى صورالبيع الفاسد ومنه بيع مااصله غائب قال الشامى اى ماينبت فى باطن الارض وهذا اذا كان لم ينبت اوينبت ولم يعلم وجوده وقت البيع والاجاز بيعه شامى كراچى/۵۲/ج۵/ مطلب فى بيع المغيب فى الارض.باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۵۵ ج۳ كتاب البيوع، باب الخيارات، فصل من اشترى ما لم يره، طبع بيروت، هنديه كوئٹه ص۶۴ ج۳ كتاب البيوع، الباب السابع فى خيار الرؤية، الفصل الثانى فيما تكون رؤية بعضه كرؤية الكل.

زید اسے جلدی نہ کٹوا سکا، چند دنوں بعد عمر وغیرہ نے بکر کو کچھ الٹا سیدھا پڑھا کر کچھ قیمت بڑھا کر مذکورہ درخت کو دوبارہ خرید کرا سے لکھوالیا اور درخت کٹوانا شروع کر دیا، زید کو اطلاع ملی تو اس نے عمر وغیرہ کو روکا اور کہا کہ یہ درخت میں خرید چکا ہوں تم کو کٹوانے کا حق نہیں ہے مگر چونکہ عمر وغیرہ صاحب اثر شخص ہیں زید کی فریاد کو ٹھکرا دیا اور درخت کٹوا لے گئے، بلکہ زید کا روپیہ ابھی تک بکر کے ذمہ باقی ہے، بتلائیے کہ ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، جو کہ ناحق وناجائز کاموں سے پرہیز نہ کریں، کیا ایسے آدمیوں کے یہاں کھانا یا ان کی امامت درست ہے جو کہ حق وناحق کا پرہیز نہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بکر سے زید نے درخت خرید لیا اور طے شدہ رقم (قیمت) بھی دیدی تو پھر بکر کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا حق نہیں رہا[1] بکر نے جس کے ہاتھ فروخت کیا وہ بیع زید کی رضامندی واجازت پر موقوف ہے[2] اب بہتر یہ ہے کہ زید اجازت دیدے اور بکر سے قیمت لیلے بکر نے دوجگہ سے قیمت وصول کی ہے، یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے، اگر وہ زید کو قیمت نہیں دے گا تو خائن وغاصب ہوگا[3] اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا[4] دوسرے خریدار

---

[1] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الخ .درمختار علی الشامی ص۴۷/ ج۷/ کتاب البیوع، مطبع زکریا دیوبند، بحر کوئٹہ ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۵۷ ج۶ کتاب البیوع، طبع دار الفکر بیروت.

[2] وکل تصرف صدرمنه (الفضولی) کبیع ولهٗ مجیز حال وقوعه انعقد موقوفاً الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ص ۳۱۱/ج۷/ باب البیع الفاسد، فصل فی الفضولی، مجمع الأنهر ص۱۳۴ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، طبع بیروت.

[3] لا یجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی، بحر کوئٹه ص۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نے اگر یہ معلوم ہونے پر خریدا ہے کہ زید اس کو خرید کر قیمت دے چکا ہے تو وہ بھی گنہگار ہے[۱]، اگر اس کو خریدنا ہی تھا تو زید سے خریدتا اور اسی کو قیمت دیتا اس کے ذمہ بھی توبہ کرنا اور زید سے معافی مانگنا اور زید کو قیمت پوری دینا ضروری ہے، مسئلہ سمجھا دیا ہے تاکہ معاملہ کو اب صحیح کرلیں جس کی صورت اوپر درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۵ھ

زندہ درخت کی بیع اور اس سے اگنے والی شاخوں کا حکم

سوال:۔ زندہ درخت بغیر زمین کے زید نے بکر کو فروخت کیا بکر عرصۂ دراز سے اس پر قابض ہے اس درخت سے لکڑیاں وغیرہ زید ہی لیتا رہا ہے، مذکورہ صورت میں دریافت کرنا ہے کہ زندہ درخت کا بغیر زمین کے بیچنا اور اس کو بائع کی زمین پر اس طرح عرصہ تک رکھ کر لکڑیاں حاصل کرنا کہ نئی نئی شاخ اور اصل درخت کا بڑھنا جو عندالبیع مجہول تھا اس کا حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

[۴] مشی فی شرح المنیة علیٰ ان کراهة تقدیمه (الفاسق) کراهة تحریم الخ شامی زکریا، ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص۵۱۳ فصل فی الامامة، طبع سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، طبع مصر.

(صفحہ ہذا) [۱] وکره النجش والسوم علی سوم غیره وکذا البیع علی بیع غیره ففی الصحیحین نهی رسول الله علیه وسلم عن تلقی الرکبان إلی أن قال وأن یستام الرجل علی سوم اخیه وفی الصحیحین أیضا لا یبع الرجل علی بیع أخیه الخ، شامی کراچی ص۱۰۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب احکام نقصان المبیع فاسداً، مجمع الأنهر ص۱۰۰ ج۳ باب البیع الفاسد، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۴۷ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر کاٹنے کے لئے فروخت کیا گیا اور مشتری کا مقصود بھی کاٹنا ہی ہے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ اپنا درخت کاٹ کر بائع کی زمین کو خالی کردے اگر برقرار رہنے کے لئے بیع ہوئی ہے، یا کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا ہے، کہ یہ بیع قطع کے لئے ہے یا برقرار رکھنے کے تو ان دونوں صورتوں میں درخت کا جو حصہ زمین کے اندر ہے وہ بھی ملک مشتری ہوگا، اور اس کی جڑ سے متصل زمین کا حصہ بھی ملک مشتری ہوگا، اگر درخت کا بالائی حصہ کاٹ لیا، لیکن جڑ سے نہیں کاٹا، پھر اور اگ آیا تو وہ نیا اگا ہوا حصہ مشتری کی ملک ہوگا۔

"اشتری شجرة للقلع يؤمر بقلعها بعروقها وليس له حفر الارض الى انتهاء العروق بل يقلعها على العادة الا ان شرط البائع القطع على وجه الارض فان قطعها اوقلعها فنبت مكانها اخرى فالنا بت للبائع الااذا قطع من اعلاهافهو للمشترى (سراج)ولواشترىٰ نخلة ولم يبين انها للقلع اوللقرار قال ابويوسفؒ لايملك ارضها وادخل محمد ماتحتها وهوالمختار وان اشتراها للقطع لاتدخل الارض اتفاقاً وان للقرار تدخل اتفاقاً اھ ردالمحتار نعمانيه ،ص ۳۸/ ج ۴/"[1]

صورت مسئولہ میں جب درخت زندہ فروخت کیا گیا اور یہ شرط نہیں کی گئی اس کو کاٹ لیا جائے نہ مشتری نے کہا کہ میں کاٹنے کے لئے خریدتا ہوں تو اس پر جس قدر اور جو شاخیں پیدا ہوں تو وہ سب مشتری کی ملک ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ردالمحتار ،ص ۸۴/ ج۷/ (مطبع زكريا ديوبند) كتاب البيوع،مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً) بحر كوئٹه ص۲۹۴ ج۵ كتاب البيوع، النهر الفائق ص۳۵۶ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

پھل کی فصل کی بیع یا ٹھیکہ

سوال:۔ (۱) انجمن اسلامیہ کے متعلق وسیع قبرستان میں امرود کا باغ جدید نصب کردیا گیا ہے، اور کچھ قدیم آم بیل وغیرہ کے بھی درخت ہیں عرصہ سے امرود کی دو فصلیں اور آم وباغ کی ایک فصل مع گھاس اراضی قبرستان کے ایک ساتھ بذریعۂ نیلام فروخت کی جاتی ہے، نگرانی تحفظ آبپاشی کی بھی کرلی جاتی ہے، مشتری ایک سال تک باغ پر قابض رہتے ہیں، اور تدریجاً قیمت ادا کرتے ہیں اس فصل کی بیع شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر درست نہ ہو تو کیا ایک سال کے لئے اراضی قبرستان کا ٹھیکہ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے، کہ باستثناء محاصل گورکنی دیگر جملہ پیداوار اراضی قبرستان سے بائع نفع اٹھائے اور جو اراضی ابھی قبرستان سے خالی ہیں، اگر بائع چاہے اس پر مناسب کاشت کرائے اور ٹھیکہ کی معینہ مدت پوری ہونے کے بعد اراضی سے اپنا قبضہ اٹھائے۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ انجمن ملازم رکھ کر فصل کا تحفظ کرائے جو صورت مشروع اقرب الی النفع فی حق الوقف ہے اس کو شرح فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت درست نہیں[۱]، دوسری صورت تاویل کرکے درست ہوسکتی ہے[۲]، تیسری

---

[۱] لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر ولافی عدم جوازه بعد الظهور قبل بدوالصلاح بشرط الترک الی قوله ان استاجرالشجر الیٰ وقت الادراک بطلت الاجارة الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ص۸۵-۸۷/ج۸/ اول کتاب البیوع،مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار.

[۲] وتصح اجارة أرض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص۴۰/ ج۹/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صورت بے غبار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کی ضرورت

سوال:۔ آج کل جو آم بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے، آیا زمانۂ کوہر میں خریدا ہے، ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق اور ظن غالب ہو کہ اس بائع نے بیع باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے، اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے، "**وحمل فعل المسلم علیٰ الصحة والحل واجب ماامکن الا ان تقوم البینة اھ مبسوط سرخسی، ص ۷۲۵/ج ۱۷/**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ج۴ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، محیط برهانی ص۳۴۲ج۱۱ کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، نوع آخر فی فساد الاجارة إذا کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات.

(صفحہ ہذا) [1] مبسوط سرخسی، ج۸جز۱۷ ص ۶۲/کتاب الدعوی، باب اختلاف الاوقات فی الدعوی الخ مطبوعه دارالفکر بیروت، ونحوه فی قواعد الفقه، الاصل ان امورالمسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره، ص۱۲ قاعده۶ الرسالة الاولی اصول الکرخی، طبع دار الکتاب دیوبند،

کچا پھل خرید کر اس کو بائع کے درخت سے توڑنے کی شرط

سوال:۔ یہ جو شرط ہے کہ جب آم کچے بالکل تیار ہو جائیں تو اس کو مشتری درخت سے علیحدہ کر لے اور اسکا درخت خالی کر دے اور اس کو درخت پر نہ پکاوے اور اگر اس نے درخت پر پکالیا جیسا کہ یہاں دستور ہے تو اس پھل کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرط صحیح ہے، معاملہ صحیحہ کے بعد اگر بائع نے اپنے درخت پر لگے رہنے کی اجازت دیدی ہے تو درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باغ فروخت کر کے کچھ آم مستثنیٰ کرنا

سوال:۔ زید ایک باغ نیلام کرتا ہے، اور نیلام کے لئے کچھ شرائط مقرر کرتا ہے، مثلاً (۱) اس کی قیمت کے علاوہ چار من آم کچے اور دو من پکے لئے جائیں گے، ان آموں کا دارومدار قیمت پر ہوتا ہے، اگر دام کم ہوں گے تو آم زیادہ لئے جائیں گے، اگر دام زیادہ ہوں گے تو آم کم لئے جائیں گے، (۲) نصف قیمت ایک ہفتہ میں اور نصف قیمت آم پکنے کے بعد

---

[1] وان شرط ترکها علی النخیل فسد البیع ولواشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل الهدایة ،ص۲۶-۲۷/ج۳/کتاب البیوع، دار الکتاب دیوبند، شامی کراچی مع درمختار ،ص ۵۵۶/ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع مقصوداً، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع فیما یجوز من البیع ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار الخ.

لی جائے گی وغیرہ وغیرہ تو یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرط ہے کہ آم اسی باغ پر لئے جائیں گے تو درست نہیں، کہ یہ استثناء باطل ہے جس کو قدوری[1]، ہدایہ[2] وغیرہ جملہ کتب فقہ میں منع لکھا ہے، اگر اس باغ کے آم ہونا شرط نہیں اور قسم آم کی متعین کر لی جائے، کہ جہالت مفضی الی النزاع مرتفع ہو جائے تو ان کو جزو ثمن قرار دیا جائے گا، اور بقیہ مذکورہ شرائط طرفین کی اجازت سے طے شدہ سب جائز ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

پھل کی جنس

سوال: جنس کی شئے کسی کو تحفہ دینا اس حال میں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ شے جو مجھ کو دیتا ہے جنس کی ہے تو اس کے لئے کھانا درست ہے، یا نہیں، اور جنس کو فروخت کرنا جبکہ خریدار کو علم ہے، کہ یہ جنس کی ہے تو اس کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنس میں اگر درخت کی تعیین تھی تو ایسی جنس کرنا اور اس کو فروخت کرنا منع ہے، ورنہ درست ہے، بشرطیکہ طرفین کی رضامندی کے ساتھ ہو کوئی اور امر مفضی الی النزاع یا کوئی اور

---

[1] قدوری، ص ۷۴، کتاب البیوع قبیل باب خیار الشرط، طبع دار الکتاب دیوبند.

[2] ولایجوز ان یبیع ثمرة ویستثنی منها ارطالاً معلومة لان الباقی بعد الاستثناء مجهول هدایه کتاب البیوع، فصل، طبع دار الکتاب دیوبند، ص ۲۷/ ج۳/ شامی کراچی، ص ۵۵۹/ ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن الخ.

امر خلاف شرع نہ ہو، اگر درخت کی تعیین نہیں کی مثلاً یہ کہا کہ اس باغ کی قیمت میں سو روپیہ لونگا، اور سو آم لونگا، خواہ کسی درخت یا باغ کے دے یا یہ کہا کہ کل باغ میں جس قدر آم ہیں اس میں سے ایک چوتھائی مثلاً لوں گا، تو یہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

فصل پر جو غلہ کا نرخ ہو اس حساب سے خریدنا

سوال:۔ ہمارے اطراف میں غریب کو غلہ اس شرط پر دیتے ہیں کہ آج سے دو ماہ کے بعد جو غلہ کا بھاؤ ہوتا ہے، اسی حساب سے اس غلہ کی قیمت لوں گا، یا اس قیمت کا جو غلہ ہوگا وہ لوں گا، اسی طرح مکئی اس شرط پر دیتے ہیں کہ دو تین ماہ کے بعد اس کے عوض میں اتنا ہی چاول لونگا۔

---

[1] (قوله وأرطال معلومة) افادأن محل الاختلاف الاتی مااذا استثنی معیناً فان استثنی جزعاً کربع وثلث ،فانه صحیح اتفاقاً کمافی البحر عن البدائع.

قلت وجهه أن مایقدر بالرطل شئی معین بخلاف الربع مثلاً فانه غیرمعین بل هو جزء شائع کما قلنا انفا.شامی کراچی،ص ۵۵۹/ج۴/کتاب البیوع، قبیل مطلب فی حبس المبیع لقبض الثمن، فالحاصل أن کل جهالة تقضی إلی المنازعة مبطلة فلیس یلزم أن ما لا یفضی إلیها یصح معها بل لا بد مع عدم الافضاء إلیها فی الصحة من کون المبیع علی حدود الشرع ألا تری أن المتبایعین قد یتراضیا علی شرط لا یقتضیه العقد ..... لا یعتبر ذالک مصححا الخ، بحر کوئٹه ص۳۰۳،۳۰۴ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء والمفاتیح فی بیع الدار، مجمع الأنهر ص۳۰ج۳ کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعا، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس طرح قیمت لینا تجویز ہوتو وہ بوقت عقد مجہول ہے، اور جہالت ثمن مفسد بیع ہے،اگر قیمت میں غلہ لینا قرار پائے جس کا نرخ بھی وقت عقد معلوم نہیں،تو اس میں جہالت ثمن کے ساتھ قیمت غلہ قرار دینے کی وجہ سے غلہ کی بیع غلہ سے ہوئی جو کہ نہ یداً بیدٍ ہے،اور نہ مثلاً بمثل،اگر مکئی کے عوض چاول لینا طے ہواس میں یداً بید نہیں کہ ربوٰ نسیۃ ہے،" **وعلته اى علة تحريم الزيادة القدرمع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنسا فلم يجز بيع قفيز بر بقفيز منه متساوياً واحدها نسأوان وجد احدهما اى القدر وحده اوالجنس حل الفضل وحرم النسأ فحرم بيع كيلى ووزنى بجنسه متفاضلاً وحل متماثلاً**(درمختار[1]) **وشرط لصحته معرفة قدرمبيع وثمن اھ وخرج ايضاً ما لو كان الثمن مجهولا كالبيع بقيمته أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشتراه فلان فإن علم المشترى بالقدر فى المجلس جاز ومنه أيضا مالوباعه بمثل ما يبيع الناس الا ان يكون شيئاً لايتفاوت . (رد المحتار كتاب البيوع)**[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع پر بیع

سوال:۔حضرت مفتی صاحب سلام مسنون !عرض ہے کہ عمر نے بکر سے ایک زمین

---

[1] درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۷۱-۱۷۴/ج۵/باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۶۹ تا ۴۷۱ باب الرباء، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۲۶ تا ۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

[2] شامی کراچی ص ۵۲۹/ج۴/ کتاب البيوع مطلب مايبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص ۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۱۳۹ ج۲ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد.

ومکان پچھتر ۷۵/ ہزار روپے میں خرید لیا اوراس کی قیمت ادا کرنے کے لئے ایک مدت متعینہ طے کردی کہ اس مدت میں کامل رقم تم کو ادا کردیں گے، اوراس وقت تحریری خریدی دستاویز سرکاری طور پر بھی رجسٹرڈ کرلیا جائیگا، اورفی الحال خرید وفروخت کا معاملہ طے ہونے کے بعد ۵۰۰۰/ ہزار روپے عمر نے بکر کو دیدیئے اوردس روز کے بعد مزید دس ہزار کی رقم مکان کی قیمت کے ماتحت عمر نے بکر کو دی گویا کل پندرہ ہزار کی رقم مکان کے ضمن میں عمر نے بکر کو دیئے اس کی اطلاع زید کو ہوئی تو بکر کے پاس گیا اور عمر کی مقررشدہ رقم سے مزید رقم مذکورہ زمین ومکان کی قیمت میں بکر کو دینے کو کہا اور عمر کی قوم کے چند بااثر افراد کے ذریعہ بکر کو زید کے ہاتھ مذکورہ مکان (جوکہ پہلے عمر کو فروخت کردیا ہے) پھراس فروخت کرنے پر مجبور کرایا لہٰذا بکر نے عمر کی بیع کے چند روز بعد زید کو پچاس ہزار کی رقم کا خرید دستاویز کرا کر رجسٹرڈ کرادیا بکر نے اس دوسری بیع کی عمر کو نہ اطلاع دی نہ پندرہ ہزار کی رقم جو مذکورہ زمین مکان کی قیمت کے تحت اس کو عمر نے دی تھی، وہ واپس کی اب سوال یہ ہے کہ عمر کو زمین ومکان فروخت کرنے کے بعد زید کو چند روزہ بعد وہ زمین ومکان فروخت کرنے کا بکر کے لئے شرعاً حق ہے یا نہیں اور یہ بیع ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایجاب وقبول سے بیع منعقد ہوجاتی ہے[1] تحریری بیع نامہ قانونی رعایت کے پیش نظر ہوتا ہے، جب کہ بیع ہوگئی اور قیمت کا بھی ایک حصہ دے دیا گیا، تو پھر بائع کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں[2]، رہا بیع ثانی غلط ہوئی مشتری ثانی کو لازم ہے کہ اس بیع کو واپس

---

[1] البیع ینعقد بالایجاب والقبول الیٰ قوله واذاحصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحدٍ الخ .هدایه ،ج۳/ص۱۸/ ۲۰ اول کتاب البیوع ، مطبوعه مکتبۂ تهانوی دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۱۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کردے، پندرہ ہزار کی رقم بیع اول کی قیمت کا جز ہے، اسکو بلاوجہ رکھنے کا کوئی حق نہیں[1]، اگراول مرتبہ محض وعدہ بیع تھا کہ جملہ قیمت وصول ہونے پر بیع کردی جائے تو اس بیع نہیں ہوئی، مگر وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[2]، اور پندرہ ہزار روپے کی واپسی لازم ہے اس کو نہ دینا غصب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۱ھ

دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا

سوال:۔ زید وعمر دو اشخاص کا ایک مشترک باغ تھا جس کے سرکاری وذاتی کاغذات تھے، باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا، اور تقسیم کے بعد دونوں کے حصے کاغذات میں درج ہوگئے، مگر ۳۵/درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ رویہ رہا کہ ہر فصل یہ کہہ کر فروخت کر لیتے ہیں کہ یہ میرا حصہ ہے، اور زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے، اس درمیان ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپیہ ہے، عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] لایجوز التصرف فی مال غیربلااذنه الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ ص ۲۹۱/کتاب الغصب، لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیره بلا اذنه أو وکالته أو ولایته علیه، شرح المجلة ص ۶۱ ج ۱ رقم المادة ۹۶ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

(صفحہ ہذا) [1] لایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ (مکتبه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود،فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزیر عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[2] اٰیة المنافق ثلٰثة وفیه اذاوعده اخلف الحدیث.مشکوٰة شریف،ص۱۷/باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، أن من وعد ولیس من نیته أن یفی فعلیه الاثم، مرقاة شرح مشکوٰة ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد، مطبوعه بمبئی،

کرلے، لہٰذا از روئے شرع اس رقم کو وصول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں، تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں، اور عمر نے اسکو اجازت نہیں دی کہ وہ اسکے درختوں کو فروخت کرکے اسکی قیمت خود رکھے، تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ قیمت عمر کو دیدے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۶ھ

فون پر بیع

سوال:۔ یہاں دوکانیں کافی دور ہیں، فون پر سودا لکھا دیا جب تیار ہوکر بوری بندھ گئی، تو ملازم جاکر لاتا ہے، حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر خریدار بوقت وزن مبیع موجود نہ ہو تو اس کا ظرف ہونا چاہئے اور فرمایا کہ یہ امر تصدی ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب نے فرمایا اگر مشتری کے نزدیک بائع قابل اعتماد ہو تو خود موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور ظرف بائع کی طرف سے ہونے کی قید نہیں لگائی، اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ بیع بشرط الکیل والوزن نہ ہو بلکہ یہ کہدیا جائے کہ اتنے روپے کی فلاں چیز دیدو ہمارا آدمی آکر لے جائیگا یا آپ اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجدیں یہ

---

[1] وفی الدابة بین رجلین استعملها احدهما فی الرکوب اوحمل المتاع بغیر اذن الشریک ضمن نصیب شریکه (عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص۳۷۰/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة)، المحیط البرهانی ص ۱۲۱ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الحادی والثلاثون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

بحث ہی نہ ہو کہ کس نرخ کا ہے، پھر بوری یا تھیلا کسی کا بھی ہو سب طرح درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۹/۸۹ھ

ریلوے کی چوری

سوال: ۔ایک شخص ریلوے ویگن توڑ کر چوری کیا اور اس مال کو دوسرے شخص نے اس سے خرید کر اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا اسی طرح برابر سلسلہ جاری رہا، کہ ایک شخص ریلوے سے چوری کرتا تھا اور دوسرا اس سے خرید کر فروخت کرتا تھا، جب خرید نے والے کے پاس کچھ پیسے ہو گئے تو اس نے چوری کا مال خریدنا ترک کر دیا اور ایک ٹرک (گاڑی)

---

[1] جواز بیع سے متعلق احسن الفتاویٰ میں یہ توجیہ مذکور ہے جو سوال وجواب کی صورت میں مختصراً درج کی جاتی ہے۔

سوال: آج کل کثرت مشاغل کی بناء پر شہری لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ دکاندار کو فون پر کہہ دیا کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں تول کر رکھ دو پھر کسی ذریعہ سے وہ تلی ہوئی اشیاء منگاتے ہیں یا دوکاندار خود پہنچا دیتا ہے اور مشتری دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب: ان دونوں صورتوں میں بیع بالتعاطی ہے اس لیے خریدار پر دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں ان اشیاء کی قیمت اگرچہ بعد میں مہینہ گزرنے پر ادا کرتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے بالمشافہہ خرید وفروخت بھی عموماً بالتعاطی ہی ہوتی ہے قال فی التنویر: **اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم بیعه واکله حتی یکیله ومثله الموزون والمعدود غیر الدراهم والدنانیر وفی الشرح: لجواز التصرف فیهما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لا یحتاج فی الموزونات إلی وزن المشتری ثانیا لأنه صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیة وعلیه الفتوی خلاصة، الدر مع رد المحتار ص۲۸۴ ج۴ واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم. ۱۲/صفر ۱۳۹۸ھ**

احسن الفتاوی مختصراً ص۴۹۷، ۴۹۸ ج۶ کتاب البیوع، مروجه بیوع میں مشتری پر اعادۂ وزن کی تحقیق، زکریا بکڈپو یدبوند، الدر مع الشامی کراچی ص۱۴۹، ۱۵۰ ج۵ فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، مطلب فی تصرف البائع فی المبیع قبل القبض، بحر کوئٹه ص۲۷۰، ۲۷۱ ج۵ کتاب البیوع.

خرید کر اس کو کرایہ پر لگا دیا ہے، اب میری تحریر کا مقصد یہ ہے کہ ریلوے کی چوری جائز ہے؟ یا جس نے خرید کر اپنی تجارت کی وہ جائز ہے؟ پھر اس تجارت کو ترک کر کے ٹرک خرید کر کرایہ پر لگا رکھا ہے، تو کیا اس ٹرک کی آمدنی جو بھاڑے کی صورت میں آتی ہے، جائز ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو کیا اس تجارت کے جواز کی کوئی صورت از روئے شرع ہے؟ ریلوے چوری کا مال خریدنیوالا شخص چاہتا ہے کہ ہمارا مال پاک ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری ریلوے کی بھی ناجائز ہے، ایسے مال کو بھی چوری کر کے تجارت کرنا ناجائز ہے، ایسی ناجائز تجارت کر کے مال جمع کرنا اور اس سے ٹرک خریدنا بھی ناجائز ہے، اب یہ صورت ہے کہ جس قدر مال چوری کا خریدا ہے اس کی قیمت مالک کو پہنچائے اگر وہ معلوم نہ ہو تو اتنا مال غریبوں کو بلا نیت ثواب صدقہ کر دے ٹرک کی آمدنی جائز ہو جائے گی[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۹۲ھ

---

[1] اذا کان عندرجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد اوحصل له بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه یرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء الخ.بذل المجهود ،ج ۱/ص۳۷(مطبوعه یحیوی سهارنپور) باب فی فرض الوضو، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب.

باب سوم: بیع مکروہ

شعار کفار کی خرید وفروخت

سوال:۔ ہمارے ملک برما میں ہندو مسلم کی مشترکہ آبادی ہے، اور ہندوؤں کے یہاں ایک رسم رائج ہے وہ یہ کہ جب ان میں کی کوئی اولاد حد بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے سر منڈوا دیتے ہیں، اور ایک کپڑا بطور کفنی کے بمقدار تیرہ ہاتھ لمبائی کے ہلدی سے رنگ کر اس لڑکے کو پہنا دیتے ہیں، پہنانے کے بعد کسی مندر کے سادھو کو دیتے ہیں، اس قسم کے کپڑے کو برہمی زبان میں پھونگچی تنگا (سادھو کا لباس) کہتے ہیں پھونگچی بمعنی "سادھو" چاؤں بمعنی "مندر" اور یہ لباس مذکور سوائے سادھوؤں کے کوئی استعمال نہیں کرتا، اس قسم کا کپڑا مسلمانوں کو خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں جو کہ خاص سادھوں کے شعار میں سے ہے بینوا بالدلیل والتفصیل وتوجروا باجر جزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑے کی خرید وفروخت مسلمان کے لئے شرعاً درست ہے، پھر کفار اس کو خرید کر اور رنگ کر جس طرح اور جس کام کیلئے چاہیں استعمال کریں مسلمان پر اسکی کوئی ذمہ داری نہیں[1] اور مخصوص طور پر ایسا کپڑا بھی فروخت کرنا درست ہے جو کہ مخصوص ہے اور سادھوؤں کا شعار ہے شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ کفار کا شعار کچھ اعزاز کی چیز نہیں بلکہ وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے، "وفی المحیط لایکرہ بیع الزنا نیر من النصرانی

---

[1] وکذا لایکرہ بیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامة الطیارة لأنه لیس عینها منکراً وإنما المنکر فی استعمالها المحظور، شامی کراچی ص۲۶۸/۴، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی کراهة بیع ما تقوم المعصیة بعینه، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، ومابا ب البغاة، زیلعی شرح کنز ص۲۹۷ ج۳ کتاب السیر، باب البغاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والقلنسوة من المجوسی لان ذٰلک اذلال لهم ردالمحتار[1]، ج۵/ ص ۳۴۵/
تاہم ایسی تجارت سے اجتناب واحتیاط بہتر ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک عطار طبقہ ہے وہ تمام ناجائز طریقہ سے روزی کماتا ہے، جیسا کہ کافور، سندور، گنیش کی مورتی، نرسودھا، ہندو دیوتاؤں سے جو روزی کمائی جاتی ہے، وہ جائز ہے یا نہیں، براہ کرم آپ جلد سے جلد جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عطار طبقہ اگر ایسی چیزیں فروخت کرتا ہے، کہ وہ غیر مسلم کے پوجا میں بھی کام آتی ہیں، اور خود وہ چیزیں نجس یا حرام نہیں، جیسے کافور تو ایسی چیزوں کی قیمت جائز ہے، اور ان کا مسجد میں دینا درست ہے، اگر مورتی کی تجارت کرتا ہے، تو وہ منع ہے[2] ان سے کہہ دیا جائے کہ جائز چیزوں کی قیمت سے روپیہ حاصل کر کے دیں، تو مسجد میں لیا جائیگا، ورنہ نہیں اللہ

---

[1] شامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۲/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] إن اللّٰه ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام، بخاری شریف ص۲۹۸ ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه اشرفی دیوبند، الاجماع قائم علی أنه لا یجوز بیع المیتة والاصنام، عمدة القاری ص۵۵ ج۶ الجزء الثانی عشر باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه دار الفکر بیروت، فتح الباری ص:۱۷۸، ج:۵، باب بیع المیتة والاصنام، رقم الحدیث: ۲۲۳۶، مطبوعه درالفکر بیروت،

پاک مال کو قبول فرماتے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۴ھ

پلاسٹک کی گڑیاں اور تصویریں بیچنا

سوال:۔ زید نماز اور زکوٰۃ کا پابند ہے زید حج بیت اللہ میں تھا اس کے بعض ذمہ داروں نے دوکان پر کچھ تصویر، ہولی کی پچکاریاں، چڑیاں، گڑیاں، پلاسٹک وغیرہ کی منگوالیں اور دوسرے سامان کے ساتھ اس کو بھی منگوالی اور فروخت کرنے لگا زید کہتا ہے کہ ان کو فروخت کرنے سے پرہیز لازم ہے، البتہ مہر بند سامان پر اس قدر شدت نہیں برتی جاسکتی کہ وہ عموم بلویٰ میں شامل ہے، اب زید کو اپنا کاروبار کس طرح جاری رکھنا چاہئے تاکہ وہ کھلی ہوئی قباحت سے بچے اور سبب معاش کا طریقہ حلال اور طیب ہوسکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ خیال بہت مبارک ہے اس کو اپنے سابق طور پر رہنا ہی چاہئے نامناسب چیزوں کی تجارت سے پرہیز کرے خواہ وہ مکروہ کے درجہ میں ہوں، یا حرام ہوں، مہر بند سامان پر کسی چیز کی تصویر ہو تو اس تصویر کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی وہ تو محض مارک ہے

---

[1] لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالایقبلہ (شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۵۸/ مکروھاۃ صلوٰۃ، مطلب کلمۃ لابأس دلیل علی أن المستحب غیرہ لأن البأس الشدۃ)، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، مرقاۃ ص ۲۸۷/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعہ ممبئی،

بخلاف گڑیاں اور جاندار کی تصویر کے کھلونے کہ وہ مقصود ہوتی ہے[1]، فرق ظاہر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۲ھ

مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان اور غیر مسلم دونوں مل کر مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں تاکہ کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور مسلمان اپنے جلسوں میں کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور غیر مسلم ناٹک شادی وغیرہ میں چلا کر وصول کریں، اور خود لے لیں، یہ دونوں صورتوں کی کمائی کو تقسیم کرلیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر مالک صرف مسلمان ہوں اور یہ اشیاء ہندو کو کرایہ پر دیدیں تو یہ کیسا ہے؟ مدلل مفصل تسلی بخش جواب دے کر ممنون فرماویں، احسان عظیم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح مل کر یہ دونوں چیزیں مشترک خریدنا درست نہیں[2]، اگر صلح کرکے گراموفون غیر مسلم کو دے کر لاؤڈ اسپیکر خود مسلمان رکھ لے اگرچہ کچھ نقد بھی دینا پڑے تو بہتر ہے، پھر لاؤڈ اسپیکر جائز جلسوں اور تقریروں میں لے جا کر اس کا کرایہ وصول کرلیا کرے، تو یہ آمدنی

---

[1] اشتریٰ ثوراً اوفرساً من خزف لاجل استئناس الصبی لایصح ولا قیمة له، درمختار علی الشامی، ص۴۷۸/ج۷/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب البیوع، باب المتفرقات، المنتقی مع المجمع ص۷۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات، (حاشیہ نمبر:۲/۱ اگلے صفحہ پر)

درست ہوگی، اگر دونوں چیزیں مشترک دیں، اور مسلمان صرف جائز جلسوں میں اسپیکر کی آمدنی لیا کرے، تب بھی درست ہے، اگر آمدنی مشترک ہی رہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر زائد آمدنی جائز مقامات پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ہو اور کم آمدنی ناجائز ہو تو بھی مسلمان کے لئے نصف آمدنی بہ حصہ رسد اس آمدنی کا لینا درست ہے[1] گراموفون کی آمدنی درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنٹرول نرخ کے خلاف بیع صدقہ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے

سوال:۔ کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] اس لیے کہ ان کے استعمال کی بعض صورتیں استیجار علی المعصیت کے قبیل سے ہیں مثلاً غیر مسلم وغیرہ میں کرایہ پر چلانا اور یہ ناجائز ہے ولا (تصح الاجارة) لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، مجمع الأنهر ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر مع المجمع ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرا م مالم یخبرانه حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین عنده انه حرام الخ، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر، الاشباه والنظائر ص۱۷۵ الفن الاول، القاعدة الثانیة اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام الثامنة، اذا کان غلب مال المهدی الخ، مطبوعه ادارة النشر والاشاعة دار العلوم دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ کتاب الکراهیة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والافتنزیهاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع ، الدر المنتقی مع المجمع ص۲۱۲، ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳، ج۵، کتاب السیر، باب البغاة.

مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کردے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کرلایا ہے صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کتنی شرائط جبریہ مقرر کردی ہے، نہ کہ مالک نے) اور کنٹرول ریٹ کے دام سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو[1] (جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے، اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے[2] اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اس نرخ سے ادا کرنا درست ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

---

[1] ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ فی کفارة الیمین من اوسط ماتطعمون اهلیکم الایة (سوره مائده آیت ۸۹)

[2] قال رسول اللّٰه ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث .ترمذی شریف ، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن، باب ما جاء فی النهی عن سب الریاح، باب، مطبوعه رشیدیه دهلی، المعجم الکبیر ص۳۱۲ج۱۲ مجاهد عن ابن عمر، حدیث ۱۳۵۰۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳ج۱۲ قبیل وصیة عائشة لمعاویة رضی اللہ عنہ، حدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[3] وظاهره انه لو باعه باکثر یحل وینفذ البیع ولا ینافی ما ذکره الزیلعی وغیره من انه لو تعدی رجل وباع باکثر اجازه القاضی لان المراد ان القاضی یمضیه ولا یفسخه شامی زکریا ص۵۸۴ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۲ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، هدایه علی فتح القدیر ص۵۹، ج۱۰، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الفکر بیروت،

کنٹرول کے نرخ سے کمی زیادتی پر بیع

سوال:۔ساجھہ کے غلہ پر کنٹرول کی دوکان ہے اس کے یہاں غلہ آیا اور حکومت کی جانب سے تاریخ متعین ہوگئی فلاں تاریخ تک غلہ تقسیم ہوگا، کچھ افراد تاریخ موقت پر نہ پہنچے اب متعین تاریخ کے بعد کیا صاحب دوکان کو یہ جائز ہے کہ وہ حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کر کے دوسروں کے ہاتھ فروخت کردے، یا ان افراد کا انتظار کرے جس کے حق میں غلہ آیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلہ کنٹرول کی دوکانیں دوطرح کی ہوتی ہیں، (۱) دوکاندار خود غلہ گورنمنٹ سے نہیں خریدتا ہے، بلکہ غلہ گورنمنٹ کا ہی ہوتا ہے، دوکاندار کو بکری کے فیصلے کے حساب سے کمیشن ملتا ہے، اگر ایسی صورت ہے تو دوکاندار کا حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کر کے فروخت کرنا کسی دوسرے کے ہاتھ درست نہیں[۲]۔

(۲) دوکاندار جو غلہ دوکان میں لاتا ہے، اس کی قیمت اپنے پاس سے حکومت میں جمع کر کے خود غلہ خرید لیتا ہے، اور پھر حکومت کے مقرر کردہ میں بیچتا ہے، اس صورت میں دوکاندار چوں کہ خود غلہ خرید لیتا ہے، اور خرید لینے کی وجہ سے غلہ کا مالک ہوگیا، اور محض قانون وقت کی پابندی کی وجہ سے حکومت کے مقرر کردہ نرخ پر فروخت کرتا ہے، مگر مالک ومشتری ہے عندالشرع اس لئے حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زائد پر یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ

---

[۱] الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر ما فوض إليه، بدائع زكريا ص۲۴ ج۵، كتاب الوكالة، بيان حكم التوكيل.

میں شرعاً فروخت کرسکتا ہے[1]، باقی حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے بے آبرو کا بھی خطرہ ہوتو ایسا نہ کرنا ہوگا اس سے پورا پرہیز ہونا چاہئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۳ھ

کنٹرول کا مال زیادہ قیمت پر فروخت کرنا اور نفع کمانا

سوال:۔زید ایک تاجر آدمی ہے، اس کے پاس غلہ کی دوکان ہے، نیز آج کل غلہ کنٹرول سے بک رہا ہے، لیکن ہر ایک فرد کو نہیں ملتا اور زید اگر دوسری جگہ سے غلہ خرید کر منگاتا ہے، تو گرفتاری کا خطرہ ہے، چونکہ گورنمنٹ کا یہ اعلان ہے کہ بیس کلو سے زائد کوئی نہیں لاسکتا، اس صورت میں اگر وہ غلہ کنٹرول دوکان سے لینے کے لئے تیار ہے، اور وہ واقعی سستا بھی ہے، جو بازار میں عام ریٹ پر فروخت کرسکتا ہے، آیا شریعت کی رو سے اس کا خریدنا اور اس کا بیچنا کیسا ہے، جب کہ حکومت نے عمر کو گورنمنٹ کا غلہ فروخت کرنے کا امین بنایا ہے، اور آج کل یہ خیانت عام ہے، نیز مٹی کا تیل بھی سرکاری دوکانوں میں نہیں ملتا، اور وہ زائد قیمت لے کر دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں، بظاہر یہ چوری کا مال ہوا اور جان بوجھ کر چوری کا مال خریدنا کیسا ہے، نیز اس میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ زید

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷/ج۱/ سورة الفاتحة تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک المتقوم.

[2] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

عمر سے غلہ لے کر فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید غلہ کنٹرول دوکان سے خرید کر عام ریٹ پر فروخت کرے تو شرعاً جائز ہے، ہاں اگر مقدار معین سے زائد کسی کو دینے کی اجازت نہ ہو تو پھر زائد دینا قانونی جرم ہے، درحقیقت عمر اس غلہ کا مالک نہیں، مالک حکومت ہے، عمر فروخت کرنے کا امین ہے، اس کے لئے قانون کے خلاف کرنا جرم ہے[1]، پھر اگر وہ قیمت حکومت ہی کو دیتا ہے تو زید کا خریدا ہوا وہ غلہ چوری کا مال نہیں اس لئے زید اس کا مالک ہو جائے گا، یہی حال تیل وغیرہ کا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گورنمنٹ سے راشن لیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنا

سوال:۔ میں گورنمنٹ راشن دوکان سے اناج خرید کر فروخت کرتا ہوں، جس پر مجھے پچاس فی صد سے لے کر ۸۰/ فیصد تک منافع حاصل ہوتا ہے، یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کی اپنی دوکان ہے آپ مالک ہیں تو آپ کو اپنے مال پر نفع لینے کا اختیار ہے[2]، مگر اتنا زائد نفع نہ لیں، جو خلاف مروت ہو اگر آپ حکومت یا سوسائٹی کی طرف سے اناج

---

[1] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ،ترمذی شریف، ص ۵۰/ ج ۲/ ابواب الفتن (مطبوعه رشیدیه دهلی) (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

فروخت کرتے ہیں اوراس پر آپ کو کمیشن ملتا ہے، تو وہ کمیشن آپ کے لیے درست ہے، مگر جو نرخ تجویز کردیا گیا اسی نرخ پر فروخت کریں زیادہ پر نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۳ھ

راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔ آج کل راشن میں شکر اور ڈالڈا اور دیگر اشیاء جو راشن کارڈ میں ملتی ہیں، اپنے کارڈ سے حاصل کرکے اس کو بلیک دام میں جو عموماً زیادہ ہوتے ہیں، لوگ فروخت کرلیتے ہیں، اس سے ان کو فائدہ ہوجاتا ہے یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

راشن کارڈ کے ذریعہ سے خرید کر آدمی مالک ہوجاتا ہے[۲]، مالک کو اپنی چیز فروخت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء. بیضاوی شریف، ص ۷/ج ۱/ تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین الایة، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص ۱۰ ج ۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اس لیے کہ اس کے خلاف فروخت کرنے میں عزت وجان کا خطرہ ہے لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص ۵۰ ج ۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

[۲] اما حکمه فهو ثبوت الملک للمشتری فی المبیع وللبائع فی الثمن للحال بدائع الصنائع کراچی ص ۲۳۳ ج ۵ کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۳، ج ۳، کتاب البیوع، شامی کراچی ص ۵۰۶ ج ۴ کتاب البیوع،

کرنے کا حق ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے[1] لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے تو پھر عزت اور مال کا خطرہ ہے، نفع کی خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

غیر قانونی مال خرید کر دوسرے ملک میں فروخت کرنا

سوال:۔ بنگلہ دیش کا سامان لاکر انڈیا میں فروخت کرتے ہیں، جو انڈیا کی سرکار کے خلاف ہے، تو انڈیا کے لوگوں کو وہ سامان خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو سامان خریدے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے،[2] اسکو اپنے سامان کا حق ہو جاتا ہے کہ خود استعمال کرے یا کسی کو ہبہ کردے یا فروخت کرے،[3] اور پھر اس سے خریدنے

(صفحہ ہذا) [1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، بیضاوی س۷/ ج ۱، تحت تفسیر سوره فاتحه، شرح المجلة ص ۶۵۴/۱ مادة ۱۱۹۲ الکتاب العاشر فی انواع الشرکة، الفصل الاول فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱ ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة.

[2] وأما حکامه فالاصلی له الملک فی البدلین لکل منهما فی بدل، بحر کوئٹه ص ۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳ اول کتاب البیوع.

[3] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف، ص۷ ج ۱ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورۂ الفاتحة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

والے کو اس کا استعمال جائز ہوتا ہے، کیونکہ وہ مالک ہوگیا، لیکن آدمی جب کسی حکومت کے ماتحت رہتا ہے، تو اسکے قانون کی پابندی قانوناً لازم ہوتی ہے، اس کے خلاف کرنا قانونی چوری ہے، جس سے عزت و مال دونوں کا خطرہ ہوتا ہے، اپنی عزت و مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

بلیک کرنے کا حکم

سوال:۔ کیا بلیک کرنا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ مالک کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اپنی ملکیت جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، لیکن مالک اگر مال کو زیادہ قیمت پر فروخت کریں، اور عام مخلوق قیمت کی زیادتی کی وجہ سے سخت پریشان ہو اور اس کا حل بجز نرخ متعین کرنے (کنٹرول) کے کچھ نہ ہو تو حکومت کیلئے درست ہے کہ اہل الرائے کے مشورے سے قیمت متعین (کنٹرول) کردے جس میں مالک کا نقصان بھی نہ ہو اور عام مخلوق کو پریشانی سے نجات مل جائے،[2] پھر بلیک کرنا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷، کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

(صفحہ ہذا) [1] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ۵۰/ ج۲/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[2] لایسعر حاکم لقوله علیه الصلاة والسلام لا تسعروا فان اللّٰه هو المسعر القابض الباسط الرزاق الا اذا تعدی الارباب عن القیمة تعدیا فاحشاً فیسعر بمشورة اهل الرائ الخ (الدر المختار علی الشامی کراچی، ج۶/ ص۴۰۰/مطبوعه زکریا، ج۹/ص ۵۷۳/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، هندیه کوئٹه ص۲۱۴ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی متعینہ نرخ سے زائد نرخ پر فروخت کرنا قانون شکنی ہے جس کے نتیجہ میں خطرہ ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلیک مارکیٹ

سوال:۔ بغیر سیل ٹیکس ادا کئے پوشیدہ طور پر مال کی فروختگی کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے مال کی تجارت کی خاطر خواہ طریقہ پر جائز ہونے کے باوجود سیل ٹیکس انسپکٹر سے چھپانا اور چوری سے فروخت کرنا، اپنی عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے، جو کہ قرین دانشمندی کی نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تمباکو کی کاشت، تجارت اور استعمال

سوال:۔ ہمارے یہاں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے پھر اس کی تجارت ہوتی ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب العشرون فی البیاعات المکروهة فصل فی الاحتکار، مجمع الأنهر ص۲۱۵ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت)

(صفحہ ہذا) [1] عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ (مطبوعه رشیدیه دهلی ابواب الفتن.

ترجمہ:۔ کسی مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔

اس میں سب مبتلا ہیں، یعنی مسلم اور غیر مسلم کاشت کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں، اور استعمال کے بارے میں کچھ لوگ حرام بتاتے ہیں، کچھ لوگ مکروہ کہتے ہیں، تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کاشت اور تجارت اسی طرح استعمال کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے، استعمال بھی جائز ہے، الا یہ کہ وہ نشہ آور ہو تب منع کیا جائے گا۔ مسجد میں جانے کیلئے منہ صاف کر کے اسکی بدبو کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

افیم کی بلیک

سوال: ۔افیم کی بلیک کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فیفهم منه حکم النباتات الذی شاع فی زماننا بالتتن فتنبه وقد کرهه شیخنا العمادی فی هدیته الحاقا بالثوم والبصل بالأولی، (در مختار) قوله حکم النبات وهو الاباحة علی المختار، وفیه اشارة إلی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره وإضراره وإلا لم یصح ادخاله تحت القاعدة، (قوله وقد کرهه الخ) اقول ظاهر کلام العمادی أنه مکروه تحریما ویفسق متعاطیه ..... ورد علیه سیدنا عبد الغنی فقول الشارح الحاقا له بالثوم والبصل فیه نظر إذ لا یناسب کلام العمادی نعم الحاقه بما ذکر هو الانصاف قال ابوالسعود فتکون الکراهة تنزیهیة والمکروه تنزیها یجامع الاباحة وقال ط : ویوخذ منه کراهة التحریم فی المسجد (شامی کراچی ص۴۶۰ج۶ کتاب الاشربة قبیل کتاب الصید، الاشباه مع حموی ص۱۱۵،۱۱۶ الفن الاول، القاعدة الثالثة، الاصل فی الاشیاء الاباحة، طبع مکتبه دار العلوم دیوبند، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۴۸ باب ما یفسد به الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلیک قانونی جرم ہے، منفعت کی خاطر جان، مال، عزت، کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع غلہ سے

سوال: ۔مہوا (موہا) سے کوئی اناج برابر وزن یا کم وبیش بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدل سکتے ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع

سوال: ۔مہوا کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں جبکہ لینے والا اس سے شراب کشید کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مہوا خود نجس یا نشہ آور نہیں، اس کی بیع جائز ہے پھر خریدار اپنے عمل سے خود اس سے

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[2] علة تحریم الزیادة القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنساء وإن عدما حلا، الدر مع الشامی کراچی ص۱۷۲ ج۵ باب الرباء، مطلب فی الابراء عن الرباء، النهر الفائق ص۴۷۲ ج۳ کتاب البیوع، باب الرباء، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

شراب بناتا ہے، تو یہ اسکا عمل ہے، مہوا فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں،[1] خود یہ نیت نہ کرے کہ شراب بنانے کے لئے فروخت کررہا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۹ھ

غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا

سوال:۔ تاجروں کی عادت ہے جب کسی سے مال خریدتے ہیں چونکہ عام طور پر غلہ میں مٹی ہوتی ہے، اس لئے اس کے عوض میں ہر ایک من غلہ کے اوپر مثلاً ایک کلو غلہ دوسرے کو فروخت کرتے ہیں، تو مٹی کے عوض کچھ بھی نہیں دیتے بلکہ مشتری اگر مانگتا ہے تو تاجر کہتا ہے کہ یہ تو تاجروں کی عادت ہے، اس لئے مٹی کے عوض میں کچھ بھی نہیں ملے گا، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا تاجروں کا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ناانصافی ہے تاہم اگر طرفین اس پر رضامند ہوجائیں تو بیع درست ہوجائے گی لعدم المفسد۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

---

[1] وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه خمرا، لان المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة، در مختار مع شامی کراچی، ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بحر کوئٹه ص۲۰۳ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] إن بیع العصیر ممن یتخذه خمرا إن قصد به التجارة فلا یحرم وإن قصد به لاجل التخمیر حرم، الاشباه والنظائر ص۵۳ الفن الاول، القاعدة الثانیة الامور بمقاصدها، طبع مکتبه دارالعلوم دیوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بینڈ باجوں میں استعمال ہونے والے چمڑے کی بیع

سوال:۔ زید بینڈ باجوں میں لگنے والے چمڑے (کھال) مختلف سائز کے ان کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، شرعی اعتبار سے یہ روزگار اوراس سے ہونے والی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ چمڑے صرف اسی کام میں آتے ہیں تو یہ کاروبار مکروہ ہے[1] اگرچہ حاصل شدہ قیمت اس کی وجہ سے ناجائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] رجل اشترى حنطة فوجد فيها ترابا قال الشيخ الامام هذا رحمه الله تعالىٰ اذاكان التراب مثل مايكون فى الحنطة ولايعد عيباً عند الناس ليس له ان يرد وان كان يعد عيباً عند الناس الاانه ليس بفاحش كان له ان يرد وان كان التراب فاحشا كان الخيار للمشترى ان شاء اخذ الحنطة بقسطها من الثمن وان شاء ردالحنطة وياخذكل الثمن خانيه على هامش عالمگيرى، كوئٹه ص۱۹۹/ج۲/ فصل فى العيوب، شامى كراچى،ص۲۶/ج۵/ باب خيار العيب، مطلب وجد فى الحنطة ترابا، عالمگيرى ،ص۷۴/ج۳/، الباب الثامن فى خيار العيب، الفصل الثانى فى معرفة عيوب الدواب وغيرها.

(صفحہ ہذا) [۱] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً. درمختار على الشامى ،ص ۵۶۱/ج۹/ (مطبع زكريا ديوبند)كتاب الخطر والاباحة،فصل فى البيع، الدر المنتقى على المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة.

اگربتی مزار پر جلانے کے لئے خریدنا

سوال:۔ ایک شخص اگربتی لوبان خوشبو کی تجارت کرتا ہے، لوگ اس سے خرید کر دیوی دیوتا کے پاس جلاتے ہیں، اور جاہل مسلمان مزارات پر جلاتے ہیں، ایسی حالت میں یہ شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگربتی اور لوبان کا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے، جو لوگ اس کو خرید کر غلط طرح استعمال کریں گے وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آتش بازی کی تجارت

سوال:۔ ہم آتش بازی کا کاروبار کرتے ہیں جس کو مسلم غیر مسلم سب ہی خرید کر استعمال کرتے ہیں، یہ کاروبار اور اس کی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

---

[1] وعلم من هذاانه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامی زكريا ، ص ۵۶۱/ج۹/كتاب الخطر والاباحة، فصل فی البيع، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، طبع بيروت.

[2] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختارعلى الشامی زكريا ج۹/ص ۵۶۱/ كتاب الحظر والاباحة،فصل فی البيع، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، طبع بيروت.

تصاویر کی تجارت

سوال:۔ اکثر مسلم تاجر آتش بازی، تاش اور تصاویر جس میں فلمی فوٹو ااور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر ہوتی ہیں، فروخت کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تصاویر اور تاش و آتش بازی کی تجارت بھی منع ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تصاویر کی تجارت کرنا

سوال:۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ فریم کرنے والا اپنے پاس تصویر رکھتا ہے، اس میں جاندار اور غیر جاندار سب ہی کی تصویریں ہوتی ہیں، اب اس میں اپنی پسند کی تصویر لے کر فریم کا آرڈر دے دیتا ہے، اس میں بھی دریافت طلب یہ ہے کہ جاندار چیز کی تصویر دوکان میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی تصویر کا فروخت کرنے کے لئے دوکان میں رکھنا اور اس کی تجارت کرنا بھی اس کو فریم کرنے سے زیادہ مکروہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۴ھ

---

[1] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختارعلى الشامى كراچى، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة،فصل فى البيع، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية فصل فى البيع، دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت

سوال:۔(۱) پتنگ کی ڈور کا کاروبار یعنی اس کی کمائی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) آتش بازی کا کاروبار اور کمائی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے اور کسی کام میں نہیں آتی اس کا کاروبار مکروہ ہے[۱] (۲) یہی حکم آتش بازی کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۸۹ھ

آتش بازی بنانا اور تجارت کرنا

سوال:۔آتش بازی بنانیوالے کی آمدنی کیسی ہے کیا آتش بازی بنانا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں گناہ ہے مگر اسکی تجارت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيهاً الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۵۶۱ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص ۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۳ ج۵ قبيل كتاب اللقيط.

(صفحہ ہذا) [۱] ان ماقامت المعصيةبعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها .شامى كراچى، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة .فصل فى البيع، أحكام القرآن للمفتى محمد شفيعؒ ص ۷۶ ج۳ الكلام فى الإعانة على المعصية الخ، (بقيه اگلے صفحه پر)

جاسوسی فلمی کتابوں کی تجارت

سوال:۔ زید کی تجارت رومانی جاسوسی فلمی کتب ناول تلنگی کی ہے، اوپر اچھی بری تصویر رہتی ہیں، تجارت بالکل غیر مسلم بستی میں ہے تقریباً ۹۹ رفیصد غیر مسلم ان کتابوں کی خریداری کرتے ہیں، اس پر اچھا کمیشن ملتا ہے، دس سال سے یہ تجارت کر رہے ہیں، ابھی تک زید کی زندگی اور زید کے خاندان کی زندگی غیر اسلامی چل رہی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تبلیغی جماعت میں جڑ کر کام کر رہے ہیں، اس تجارت سے جملہ تین خاندان کا گزر اچھی طرح ہوتا ہے، پہلے تین بھائی مل کر یہ تجارت کرتے تھے، اب دو بھائی مستقل دینی کام میں لگ گئے ہیں، اور ایک بھائی ہی یہ تجارت کرتا ہے، اور اب بھی تینوں بھائی کا گذر اس بھائی کی تجارت سے ہوتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے، کہ آیا یہ تجارت زید کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کیا جاری رکھا جائے یا تجارت کی لائن بدل دی جائے، جب کہ تجارت کی لائن بدلنے میں دقت ہے، اور آمدنی بھی بہت کم ہو جائے گی، اور نہ بدلی جائے تو کیا تقویٰ اور شریعت کے خلاف اور دینی کام کرتے ہوئے اس تجارت پر گذارہ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه إدارة القرآن كراچی، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ باب البغاة، كتاب السير.

۲ ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها (شامی كراچی ،ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة،فصل فی البيع، أحكام القرآن للمفتی محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ص۷۶ ج۳ الكلام فی الإعانة على المعصية الخ، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۱۸ ج۲ كتاب السير والجهاد، آخر باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کو بدلنے میں دقت تو ضرور ہوگی، اسکو برداشت کرنا چاہئے، دیگر جائز کتب کا بھی میل شروع کردیں، آہستہ آہستہ ناجائز کتب کم کرتے رہیں، جائز کتب کی تجارت کو ترقی دیتے رہیں، یہاں تک کہ موجودہ صورت بالکل بدل جائے، یا کوئی اور تجارت شروع کردیں جب اس پر قابو ہوجائے تو موجودہ کو ترک کردیں حق تعالیٰ مدد فرمائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۴ھ

نیپال سے کپڑا لاکر فروخت کرنا

سوال:۔ کوئی شخص نیپال سے پارچہ لاکر ہندوستان میں اس کپڑے کے نفع کے ساتھ خرید وفروخت کرے باوجود اس کے کہ حکومت کی چوری ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل خلاف قانون اور موجب سزا ہونے کی وجہ سے قابل پرہیز ہے، کیونکہ اس میں عزت کا بھی خطرہ ہے، مال کا بھی خطرہ ہے، ایسا خطرہ مول لینا خلاف دانشمندی ہے۔[2] اگرچہ اس خرید وفروخت کے ذریعہ حاصل شدہ مال حرام نہ ہو۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من ابتلی ببلیتین یختاراھونھما الخ الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۵/(مکتبہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدۃ الخامسۃ.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ الحدیث ترمذی شریف،ص۵۰/ ج۲/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الفتن، المعجم الکبیر للطبرانی ص۳۱۲ج۱۲رقم الحدیث ص۱۳۵۰۷ مجاھد عن ابن عمر، طبع دار احیاء التراث بیروت، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

کاسبِ حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ رنڈی اور ڈوم اور بھانڈ کے ہاتھ سودا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس حرام کا پیسہ ہو اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کر کے مالِ حرام سے روپیہ لینا ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام کے پیسہ کے عوض بیع کرنا

سوال:۔ دوکانداروں کے پاس خریدار سود، رشوت، قمار، سرقہ سبھی قسم کا پیسہ دے کر چیز خریدتے ہیں، یہ پیسہ جو مبیع کے بدل میں بائع کو حاصل ہو رہا ہے حلال ہے یا نہیں، اور اس سے مفر بھی آج کا مشکل ہے۔ بینوا توجروا؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) جامع الاصول ص۳۲۳ج۱۲ قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[3] وکره تحریما مع الصحة البیع عند الاذان الاول (در مختار) اشار إلی وجه تاخیر المکروه عن الفاسد وذلک أنه دونه من حیث صحته وعدم فساد لأن النهی باعتبار معنی مجاور للبیع لا فی صلبه ولا فی شرائط صحته ..... وفیها أیضا أنه لا یجب فسخه ویملک المبیع قبل القبض ویجب الثمن لا القیمة، شامی کراچی ص۱۰۱ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع المکروه، فتح القدیر ص۴۷۸ج۶ باب البیع الفاسد، فصل فیما یکره، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] سألت عنه الشهاب بن الشلبی فقال: من رأی المکاس یاخذ من احدشیئاً من المکس ثم یعطیه آخرثم یأخذه من ذٰلک الاخر فهو حرام، شامی کراچی ج۶/ص۳۸۵/ کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، وایضا ص۵/۷۸، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

الجواب حامداً ومصلیاً

جس پیسہ کے متعلق قطعی طور پر علم ہو کہ یہ حرام ہے اس کے عوض کوئی شئی فروخت کرنا اور وہ پیسہ حاصل کرنا درست نہیں، جہاں علم نہ ہو وہاں گنجائش ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۶۷ھ

خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کرے

سوال:۔ جو حرام چیز مول لی جائے، بعد میں معلوم ہو جائے، کیونکہ جس شخص کے پاس سے مول لیا ہے وہ نہ لے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شراب وغیرہ ہے تو کسی کافر کے ذریعہ سے فروخت کرادے، اگر وہ چڑھاوا وغیرہ ہے تو اصل مالک کو دے دے، یا اس سے کہہ دے کہ یہ شئی تمہاری ملک ہے، پر تم نے فلاں قبر پر چڑھائی ہے، اور یہ تمہاری ملک سے خارج نہیں ہوئی، میں نے غلطی سے خرید لی ہے، میرے لئے اس کا استعمال ناجائز ہے، میرے دام ضائع ہو گئے، اب تم یہ اپنی چیز لے لو اور چڑھانے کی نیت جو کی تھی اس سے توبہ کرو، پھر اگر وہ خدا کے لئے ثواب سمجھ کر دیدے، یا فروخت کر دے تو پھر لینا اور استعمال کرنا درست ہوگا، اگر مالک کا علم نہ ہو تو کسی غریب کو وہ شئی صدقہ کر دے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس حرام شئی کے وبال

---

[۱] قال الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتاب المنن ومانقل عن بعض الحنفیة من ان الحرام لایتعدی الی ذمتین سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال هومحمول علی مااذا لم یعلم بذٰلک اما من رأی المکاس یأخذ من احد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ ه من ذٰلک الاخر فهو حرام .شامی کراچی ،ج۶/ ص۳۸۵/ کتاب الحظروالاباحة ،فصل فی البیع، وایضا ص۵/۷۸، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

سے مجھے چھٹکارہ دے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

تعلیمی تاش کی بیع

سوال: ۔تعلیمی تاش اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی کا خریدنا، فروخت کرنا اور کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی نفسہ یہ مال متقوم ہے، خرید وفروخت درست ہے، لیکن یہ تاش اور اس کا کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ اور ذریعہ ہوتا ہے، قمار کا کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت سے اور کھیل سے احتراز چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

---

[1] واما اذا کان عندرجل مال خبیث فاما ملکه بعقد فاسد اوحصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویریدان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء (بذل المجهود ج ۱/ص۳۷/ کتاب الطهارة، باب فرض الوضو، مطبوعه سهارنپور)

[2] ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة وافاد کلامهم ان ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعة تحریماً والافتنزیها وفی الشامی ،کذا لایکره بیع الجاریة المغنیة لانه لیس عینها منکرا وانما المنکر فی استعمالها المحظور.شامی کراچی،ج۴/ ص۲۶۸/ مطلب فی کراهة بیع ماتقوم المعصیة بعینه ،باب البغاة، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ باب البغاة، وما کان سببا لمحظور شامی زکریا ص۵۰۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللباس.

آلات لہو کی بیع

سوال:۔ زید ایک دوکان کھولنا چاہتا ہے جس میں اس قسم کا سامان لگائے گا اور فروخت کرے گا کہ جس سے طبل ومزامیر تیار ہوتے ہیں، مثلاً چادر پیتل کی کہ جس سے باجے بنتے ہیں، اس قسم کا دیگر سامان جس سے باجے تیار ہوتے ہیں، اور ایسے موقع اور مقام پر کھولنا چاہتا ہے کہ جہاں پر باجے بہت بنتے ہیں، اور بازار بھی باجوں کا ہے تو اس قسم کے سامان کی دوکان ایسے موقع پر کھولنا جائز ہے اور مکروہ تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

"ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة وبیع مایتخذ منه کالحدید ونحوه درمختار قوله لانه اعانة علیٰ المعصیة لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الابصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذة هی منه[1]" اس سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ ایسی تجارت کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ اس کو بالکل ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہارمونیم کی تجارت

سوال:۔ میں ہارمونیم بنا کر سب عیب بتلا کر بیچتا ہوں گا تا بجا تا نہیں، خود دستکار ہوں، یہ کیسا ہے؟

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاة، مطلب کراهة بیع ماتقوم المعصیة بعینه.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے اسکی تجارت مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۸۹ھ

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال:۔ زید ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے، کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے، سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جاسکتا ہے، اور کس صورت میں نہیں رکھا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیا

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالاتِ حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے، اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر میں رکھنا بھی جائز ہے، ریڈیو پر گانا، بجانا ہوتا ہے، فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلاوجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے، اور بدنام کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا اور اس مقصد کیلئے رکھنا درست نہیں،[2] ریڈیو کی بیع ومرمت درست ہے، پھر اگر خریدنے والا اسکو غلط استعمال

---

[1] ویکره تحریما بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة قال الشامی قوله لانه اعانة علی المعصیة لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الابصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذةهی منه شامی کراچی ،ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاة، مطلب فی کراهة بیع ماتقوم المعصیة بعینه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب الجهاد، باب البغاة.

[2] ثم السبب إن کان سبباً محرکا وداعیاً إلی المعصیة فالتسبب فیه حرام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے، فروخت کرنے والے پر اسکی ذمہ داری نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

بینڈ باجہ فروخت کرنا اور حلال روزی کا عمل

سوال: ۔میری تمام گذر بسر اس بات پر ہے کہ میں بینڈ باجہ فروخت کرتا ہوں، مگر گھر میں ہمیشہ بربادی رہتی ہے، ہر وقت جیب خالی پیٹ خالی ہاتھ دوسروں کے سامنے پھیلا رہتا ہے، اسکے علاوہ کوئی اور کام جانتا نہیں، یہ میرا مشغلہ ہے، میرے لئے کیا مشورہ ہے کہ میں اس بربادی سے چھٹکارا پا جاؤں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بینڈ باجہ بجانا ناجائز ہے، اس کا سننا ناجائز [۲]، اس کا فروخت کرنا ناجائز [۳]، اس نحوست

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وإن لم يكن محركا وداعياً بل موصلاً محضاً، وهو مع ذالک سبب قريب بحيث لا يحتاج فی إقامة المعصية به إلى احداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة، وبيع العصير ممن يتخذه خمرا ..... فكله مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع ..... فإن لم يعلم كان معذوراً، جواهر الفقه ص۴۴۷ ج۲ تفصيل الكلام فی مسئلة الإعانة على الحرام، بيان معنى التسبب وأقسامه الخ تنقيح الضابطة، مطبوعه مكتبه تفسير القرآن جامع مسجد ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] ونظيره وكراهة بيع المعازف لان المعصية تقام بها عينها ولايكره بيع الخشب المتخذة هی منه وعلى هذابيع الخمر لايصح ويصح بيع العنب وكذا لايكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديک المقاتل والحمامة الطيارة لأنه ليس عينها منكرا وانماالمنكرفی استعمالها المحظور .شامی كراچی ،۴/ص۲۶۸/باب البغاة مطلب فی كراهة بيع ماتقدم المصعية بعينه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة.

[۲] قال ابن مسعودؓ صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا یہ اثر ہے کہ آمدنی زیادہ ہونے کے باوجود کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی، اللہ کے سامنے روکر توبہ کرلیں، اور حلال روزی مانگیں خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، معمولی مزدوری کرلیں، اگرچہ اپنی شان کے خلاف ہو، فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اوّل آخر درود شریف ۱۱/ بار نماز فجر کے بعد سورہ اذا جاء نصر اللہ ۲۱/ بار ظہر کے بعد ۲۲/ بار عصر کے بعد ۲۳/ بار مغرب کے بعد ۲۴/ بار، عشاء کے بعد ۲۵/ بار پڑھا کریں، نیز کوئی ایک وقت مقرر کے باوضو قبلہ رو بیٹھ کر درود شریف ۵۰۰/ بار پڑھا کریں، انشاء اللہ روزی فراغت کی ملے گی، اور پریشانی دور ہوگی، خدائے پاک اپنا فضل فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

شراب کے لئے بوتل فروخت کرنا

سوال:۔ ایک شخص کباڑی کا کام کرتا ہے، جیسے پرانا لوہا اور پلاسٹک اور خالی شدہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کماینبت الماء النبات وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفرای بالنعمة .درمختار مع شامی کراچی ،ج۶/ ص۳۴۹/کتاب الحظر والاباحة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸ ج۸ کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۲۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳ ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة قال الشامی لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الا بصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذة هی منه. شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/باب البغاة، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة.

بوتلیں خریدنے اور بیچنے کا کام کرتا ہے، اس میں شراب کی بھی خالی شدہ بوتلیں آجاتی ہیں، وہ بوتلیں شراب بنانے والے کو فروخت کرتا ہے، جس میں شراب ساز دوبارہ شراب بھی فروخت کرتا ہے کیا مذکورہ بالا کام کرنے کیلئے شراب کی بوتلیں بیچنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ بوتلیں صرف شراب ہی کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور کسی کام میں استعمال نہیں ہوتیں تو ان کو فروخت کرنا ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت ہے[1] اور حدیث پاک میں شراب بیچنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، خریدنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، اگر چہ وہ اس کو پیتا نہ ہو[2] اس لئے اس سے پرہیز کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال:۔ شراب کی خالی بوتلوں کو لاکر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بوتلیں شراب کی کمپنی

---

[1] والثالث بيع أشياء ليس لها مصرف إلا فى المعصية فيتمحض بيعها واجارتها وإن لم يصرح بها ففى جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هٰذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد سواء يستعمل بعد ذلک فى المعصية أم لا الخ جواهر الفقه ص ۴۴۲ ج ۲ تفصيل الكلام فى مسئلة الإعانة على الحرام، مطبوعه مكتبه تفسير القرآن جامع مسجد ديوبند، أحكام القرآن للمفتى محمد شفيعؒ ص ۷۷ ج ۳ الإعانة على المعصية لا يتحقق إلا بالنية، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

[2] عن انس قال لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشترى لها والمشترى لهٗ رواه الترمذى وابن ماجه كذا فى المشكوٰة. ص ۲۴۲/ كتاب البيوع. باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

میں جاتی ہیں اوران میں شراب بھری جاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بوتل مالِ متقوم ہے اس کا خریدنا اورفروخت کرنا فی نفسہ درست ہے، جوشخص اس میں شراب بھرتا ہے، وہ اپنے فعل کا خود مہ دار ہے، بعض ائمہ نے اس کو بھی منع فرمایا ہے، کہ اس میں بھی ایک قسم کی اعانت علی المعصیۃ ہے "وھو الا حوط.[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

گھڑی کی چڑیا کی بیع

سوال: مستفتی نے جواب سابق ۱۹۷/ کا حوالہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا، اور اسی پر مزید سوالات مرتب کر کے ان کی وضاحت طلب کی ہے۔

(۱) ایسی گھڑی کا بنانا اورفروخت کرنا اوراستعمال کرنا سب کا ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے؟

(۲) اگر سب کا ایک ہی حکم ہے تو قبیح و مذموم کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے، یہ مکروہ کا درجہ رکھتا ہے، یا قطعی حرام کا؟ برائے مہربانی ذرا صاف تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جواب سابق میں جاندار کی تصویر ہونے کی بناء پر تصویر بنانے کو ناجائز لکھا ہے جس

---

[1] وجاز بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا لأن المعصیة لاتقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة .درمختار مع الشامی کراچی ، ج۶/ص ۳۹۱/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر علی مع سکب الأنهر ص۲۱۴ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۰۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

کے معنیٰ حرام کے ہیں[۱]، استعمال کرنے کو قبیح ومذموم لکھا ہے، جس کے معنی مکروہ کے ہیں[۲]، استعمال خواہ فروخت کرنے کی صورت میں ہو یا پاس رکھنے کی صورت میں مالِ متقوم ہونے کی وجہ سے بیع کو باطل نہیں کہا جائے گا[۳] بلکہ بیع درست ہوگی، یعنی بدلین پر متعاقدین کی ملک حاصل ہوجائے گی[۴] تصویر ذی روح ہونے کی بناء پر اس کا روبار کو قبیح ومذموم یعنی مکروہ کہا جائے گا[۵] امید ہے کہ اب سمجھ میں آجائیگا، تاہم اگر ذہن پھر کوئی اغلاق پیدا کردے

---

[۱] عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول ان اشد الناس عذاباً عند اللّٰہ المصورون. بخاری شریف ج۲/ص ۸۸۰/باب عذاب المصورین یوم القیمة)رشید یه دهلی)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں میں سب سے سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہوں گے۔

[۲] المکروہ : (وفی الموجز فی أصول الفقه) هو الفعل الذی طلب الشارع المکلف الکف عنه طلباً غیر جازم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة ص۳۴۳ج۳ حرف المیم، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة مصر.

[۳] واعلم أن البیوع علی انواع : صحیح وهو المشروع بأصل ووصفه وباطل وهو ضده، ولایفید الملک بوجه، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی شرح کنز ص۴۴ج۴ باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] البیع لغة تملیک شیء بشیء، وشرعاً مبادلة مال بمال أی تملیک المال، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۴ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی ص۵۰۲ج۴ کتاب البیوع، حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص۲ج۴ کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۵] ان ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والا فتنزیهاً(درمختارعلی الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۱/ومطبع زکریا ، ج۹/ ص ۵۶۱/ کتاب الکراهیة فصل فی البیع) بحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ج۵، کتاب السیر، باب البغاة، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۵۱۸ج۲ کتاب السیر والجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

تو پھر بھی دریافت کر سکتے ہیں، کیونکہ اغلاق پہلے جواب میں بھی نہیں تھا بلکہ ذہن نے پیدا کیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۴ھ

بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہو جائے

سوال:۔ ایک غیر مسلم نے اپنی مملوکہ زمین ایک مسلم کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا، خریدار نے اس زمین کی قیمت ساڑھے آٹھ سو روپے لگائی، یہی گفتگو ایک دوسرا مسلمان سن رہا تھا، اس نے کہا کہ میں نے اس بات میں کوئی دخل نہیں دیا، مگر غیر مسلم مالک نے خریدار سے یہ کہا کہ میں سوچ کر تم کو اس کا جواب دوں گا، خرید وفروخت کی کوئی پختہ بات نہیں ہوئی تھی، کہ مجلس برخواست ہوگئی، ازاں بعد دوسرے مسلمان نے غیر مسلم مالک زمین سے زمین کو ۹۶۰/روپیہ میں خرید لیا پس اب دریافت امر یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے استحقاق خریدار زمین پہلے شخص کو ہے جس نے ۸۵۰/روپیہ زمین کی قیمت لگائی تھی، یا دوسرے شخص کو ہے جس نے ۹۶۰/روپیہ میں وہ زمین خریدی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے آٹھ سو پچاس روپیہ قیمت لگائی تھی، مالک نے زمین اسکے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ یہ وعدہ کیا کہ میں تیرے ہاتھ اس قیمت پر فروخت کردوں گا، بلکہ یہ کہا کہ سوچ کر جواب دوں گا، وہ مجلس بھی ختم ہوگئی، اس کے بعد دوسری مجلس میں دوسرے شخص نے ۹۶۰/روپیہ میں قطعی طور پر خرید لی، تو وہ اس کی ملک میں آگئی، پہلے شخص کا اس میں قضاءً کوئی حق نہیں رہا، البتہ دوسرے شخص کے لئے افضل یہ تھا کہ جب پہلے شخص کو اسکی تجویز کردہ قیمت پر فروخت کرنے سے مالک انکار کردیتا تب اس سے معاملہ کرکے خریدتا، تاہم پہلا شخص اب

دوسرے شخص سے لینے کا حقدار نہیں" ولا بأس ببيع من يزيد والا ستيام علىٰ سوم الغير مكروه والفرق بين المزايدة والاستيام علىٰ سوم الغير ان صاحب المال اذاكان ينادى علىٰ سلعة فطلبها انسان بثمن فكف عن النداء وركن الىٰ ماطلب منه ذٰلک الرجل فليس للغير ان يزيد فى ذٰلک وهذا استيام علىٰ سوم الغير وان لم يكف عن النداء فلابأس لغيره ان يزيد ويكون هذابيع المزايدة ولايكون استياماً علىٰ سوم الغير وان كان الدلال هوالذى ينادى على السلعة وطلبها انسان بثمن فقال الدلال حتى اسأل المالک فلابأس للغيره ان يزيد بعد ذٰلک فى هذه الحالة فان اخبر الدلال المالک فقال بعه بذلک واقبض الثمن فليس لاحد ان يزيد بعد ذٰلک وهذا استيام علىٰ سوم الغير كذافى المحيط فتاوىٰ عالمگيرى ص ۲۱۰/ ج ۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پیشگی قیمت دے کر تھوڑا تھوڑا مبیع کو وصول کرنا

سوال:۔ ہماری طرف جن کی گائے، بھینس دودھ دیتی ہیں وہ دودھ باندھ دیتے ہیں، اور ماہ بماہ قیمت کا حساب کر لیتے ہیں، بعض غریب وضرورت مند کچھ رقم پیشگی لے لیتے ہیں، اور دودھ میں حساب وضع ہوتا رہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

---

[1] عالمگيرى كوئٹه، ص ۲۱۰-۲۱۱/ ج۳/. الباب العشرون فى البياعات المكروهة الخ، محيط برهانى ص۳۷۰ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فى البياعات المكروهة، طبع مجلس علمى گجرات، الدر مع الشامى كراچى ص ۱۰۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فى البيع المكروه.

الجواب حامداً ومصلیاً

دودھ دے کر ماہ بماہ قیمت لیتے رہنا تو درست ہے، مگر پیشگی روپیہ دے کر دودھ لینے دینے میں کراہت ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

اسپرٹ کی تجارت

سوال:۔ اسپرٹ کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟ اس کو بعض لوگ پینے کے لئے بھی لے جاتے ہیں، ان کیلئے کیا حکم ہے؟ ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تجارت حرام نہیں، جو لوگ آپ کے علم میں پینے کے لئے خریدتے ہیں، اور اس سے نشہ ہوتا ہے، ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۸ھ

---

[1] وکره اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیره دراهم اوبراً لخوف هلکه لوبقی بیده یشترط لیاخذ متفرقاً منه بذالک ماشاء الخ (الدرالمختارعلی الشامی کراچی، ج۶/ص۳۹۴/ مطبوعه زکریا، ج۹/ص۵۶۵/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)، البحر کوئٹه ص۲۰۳ ج۸ فصل فی البیع کتاب الکراهیة، الدر المنتقٰی علی المجمع ص۲۲۵ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیهاً الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ قبیل کتاب اللقیط، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ قبیل کتاب اللقیط، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، والظاهر ان معظم الکوحل لا تصنع من عنب ولا تمر فینبغی ان یجوز بیعها لاغراض مشروعة فی قول علماء الحنفیة جمیعا، تکلمة فتح الملهم ص ۵۵۱ ج ۱ کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر.

انسانی بول وبراز کھاد کے طور پر بیچنا

سوال:۔ انسان کا بول وبراز جو کھاد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں مٹی ملا کر کھاد بنا دیتے ہیں تو اس کی بیع جائز ہے، خالص بول وبراز کی بیع مکروہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کره بيع العذرة رجيع الادمى خالصة قال الشامى وصح بيعها مخلوط بتراب او رماد غلب عليها فى الصحيح، در مختار مع الشامى زكريا، ص ۵۵۲ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ۱۹۹ ج ۸ كتاب الكراهية، فصل فى البيع.

باب چہارم: خیارعیب

دوسال بعد خیارعیب نہیں

سوال:۔ میں نے مہاجن سے ایک مشین خریدی خریدتے وقت اس کی یہ شرط تھی کہ اگر سال بھر تک یہ مشین خراب ہوگئی تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں اس کے کچھ ماہ بعد چلنا بند کردیا ،ہم نے اس کی اطلاع کی وہ آکر ٹھیک کرکے اپنی سمجھ سے چلا گیا، مگر پھر بھی نہ چل سکی ، اسی طرح دوسال تک بگڑتی رہی پھر میں دوسال بعد مشین کولاکر کانپور مہاجن کو واپس کرنے لے گیا، جب واپس کرنے کو کہا تو اس نے کہا کہ ہم ٹھیک کردیں گے، میں نے کہا ہم اس کو لینا نہیں چاہتے اس کو وہ واپس نہیں لیتا براہ کرم تحریر فرمائیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ چار پانچ ماہ بعد میں خراب ہوجانے پر آپ نے اسکو واپس نہیں کیا، نہ قیمت کا کوئی حصہ اور خسارہ واپس لیا اب دوسال کے بعد وصول کرنیکا حق نہیں [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۳ھ

دودھ میں پانی ملاکر بیع کرنا

سوال:۔ میں ایک دوکاندار ہوں اور دودھ کے بیچنے کا کام کرتا ہوں اور اس دودھ

---

[1] المسلمون علیٰ شروطهم الحديث، ترمذی ج۱/ص۲۵۱/ مكتبه ياسرنديم ديوبند، ابواب الاحكام باب ماذكر عن النبی ﷺ فی الصلح بين الناس. كنزالعمال ص۳۶۳ج۴ رقم الحديث ۱۰۹۱۷، الباب الثالث فی احكام الجهاد، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، المعجم الكبير للطبرانی، ص۲۲ج۱۷ رقم الحديث ۳۰، مطبوعه دار احياء التراث العربی، **ترجمه**:. مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

میں پانی ملا کر بیچتا ہوں، جب کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ اس میں پانی ملائے ہو یا نہیں، تو میں اس سے فوراً کہہ دیتا ہوں کہ ہاں میں پانی ملا کر بیچتا ہوں، مگر میں کسی کو مقدار نہیں بتاتا ہوں، تو آپ یہ بتائیے کہ دودھ میں پانی ملانا جائز ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو آدمی دودھ خریدتے ہیں وہ دودھ کی قیمت دیتے ہیں، اور دودھ کہہ کر خریدتے ہیں، اگرچہ آپ سے یہ دریافت نہ کریں کہ آپ پانی ملاتے ہیں، یا نہیں، مگر معاملہ دودھ ہی کا کرتے ہیں اس لئے آپ اس میں پانی نہ ملائیں اگر ملانا ہو تو خریداروں پر ظاہر کر دیں[1] کہ اس میں اتنا پانی ہے پھر جس کا دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

پانی ملا کر ظاہر کر کے دودھ بیچنا

سوال:۔ ایک شخص دودھ بیچتا ہے اور کہتا ہے میں نے پانی ملا رکھا ہے لیکن مقدار نہیں بتلاتا کیا ایسا فعل جائز ہے جب کہ ہندو دوکاندار پانی ملا کر ہی بیچتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب وہ پانی ملانا ظاہر کر دیتا ہے تو وہ دھوکہ نہیں دیتا ہے[2] خریدنے والے کو اختیار ہے

---

[1] اذاباع سلعة معيبة عليه البيان الخ، شامی زکریا ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، باب خیارالعیب، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ اول باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ اول باب خیار العیب، دار الکتب العلمیة بیروت،

[2] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی اذاباع سلعة معيبة عليه البيان درمختار مع الشامی زکریا ، ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خریدے یا نہ خریدے، لیکن بغیر پانی پلائے فروخت کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے جس سے پانی ملانے والے محروم ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۴ھ

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

سوال:۔ آج کل جو لوگ دودھ کی تجارت کرتے ہیں دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں، کچھ بھینسوں والے پانی ملا کر دوکانداروں کو دیتے ہیں، پھر دوکاندار اس میں اور پانی ملا کر بیچتے ہیں اس لئے دودھ میں مزا بھی نہیں رہتا ہے، اگر دوکانداروں کو کہتے ہیں کہ بھائی جب ۵/اور ۶/سیر کے دام لیتے ہیں، تو دودھ میں پانی ملا کر نہ دو اس پر یہ جواب ملتا ہے کہ ہم پانی ملا کر ہی دیں گے، تمہارا جی چاہے لو یا نہ لو اس پر انہوں نے جواز کا فتویٰ گھڑ رکھا ہے، کہ ہم تو کہہ کر دیتے ہیں چونکہ ضرورت مند جیسا ملتا ہے، بہ مجبوری لیکر کھا پی لیتے ہیں لیکن دل بہت دکھتا ہے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ دھوکہ نہیں دیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں پانی ملا رکھا ہے، تو شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب خیار العیب، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ اول باب خیار العیب، طبع بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذا باع سلعة معیبة علیه البیان (شامی مطبع کراچی ج۵/ ص۴۷/ مطبع زکریا ج۷/ ص ۲۳۰/ مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، باب الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج ۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان.

تمباکو میں رہی ملا کر فروخت کرنا

سوال:۔ زید مدت سے تمباکو کی تجارت کرتا ہے پہلے ہر جنس کا نرخ ارزاں تھا اس لئے تمباکو میں صرف شیرہ ملا کر فروخت کرتے تھے، اس وقت تمباکو دوسیر فروخت کر کے بھی مزدوری ہاتھ آجاتی تھی، لیکن جب سے ہر چیز کی گرانی ہوئی ہے، ہر طرح کی دشواری ہوگئی ہے، تمباکو پر سرکاری ٹیکس اور تاوان اور زیادہ ہوگیا ہے، اس لئے زید بہ مجبوری تمباکو میں رہی ملا کر ۴ رسیر کے نرخ سے فروخت کر رہا ہے، اس کے سوا خالص تمباکو بھی بناتا ہے، چونکہ اس کا نرخ مہنگا ہے، اس لئے اس کی بکری بہت کم ہوتی ہے، اکثر خریداروں کو رہی کا ملانا بھی معلوم ہوگیا ہے، تاہم اسی کو زیادہ خریدتے ہیں پس یہ تجارت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریداروں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ اس میں رہی بھی ہے یہ خالص نہیں تو درست ہے اور اگر اس کو خالص کہہ کر فروخت کرتا ہے، تو یہ دھوکہ ہے جو ناجائز اور گناہ ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دھان میں پانی ملا کر فروخت کرنا

سوال:۔ فی الحال گاؤں میں چالیس روپے کا ایک بورہ دھان فروخت ہوتا ہے، بیوپاری لوگ مالک سے دو روپیہ زیادہ دے کر خریدتے ہیں یعنی نقد بیالیس روپیہ سے

---

[1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذاباع سلعة معیبة علیه البیان (شامی کراچی ج۵/ ص۴۷/ شامی زکریا ج۷/ص۲۳۰/ مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، باب الخیار، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۳۵ ج۶ باب خیار العیب.

خریدتے ہیں، پھر بیوپاری لوگ اس دھان میں پانی ملاکر آڑھت والے کوفروخت کرتے ہیں، اب لوگ کہتے ہیں کہ مالک جانتا ہے کہ بیوپاری اس دھان میں پانی ملاکر فروخت کرے گا، تواس مالک کی بیع ناجائز ہے کیونکہ وہ جاننے کے باوجود بیوپاری کو دیتا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب نقد روپے سے بیع ہورہی ہے تو ناجائز نہیں ہے، اب کہنا یہ ہے کہ مالک کے جاننے کے باوجود بیوپاری کو وہ مال فروخت کرلے یہ جائز ہے یانہیں؟ مع حوالہ کتب اورنام حوالہ فرماکر دین کی بڑی خدمت انجام دیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس علم کے باوجود مالک کے لئے بیوپاری کے ہاتھ اصل دھان کافروخت کرنا درست ہے، بیوپاری اگراس میں پانی ملاکر دھوکہ دے کرفروخت کرے گا، تو وہ خود گنہگار ہوگا ''من غشنا فليس منا''[1] الحدیث، اصل مالک قدیم پراسکا گناہ نہیں ہوگا ''ولا تزر وازرة وزراخرى''[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/۵۹ھ

---

[1] مسلم شريف ص ۷۰/۱، كتاب الايمان، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، طبع مكتبه بلال ديوبند، سنن ابن ماجه ص ۱۶۱ ج ۱ ابواب التجارات، باب النهى عن الغش، مطبوعه اشرفى ديوبند. ''ترمذى شريف ،ج ۱/ص ۱۵۷/باب ماجاء فى كراهية الغش فى البيوع، طبع رشيديه دهلى'' **ترجمه**:- جوہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ لايحل كتمان العيب فى مبيع أو ثمن لان الغش حرام، شامى كراچى ص ۴۷ ج ۵ باب الخيار، مطلب فى جملة ما يسقط به الخيار، بحر كوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خيار العيب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ باب خيار العيب، طبع بيروت.

[2] سورة فاطر آيت ۱۸/ **ترجمه** :. اورکوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاویگا۔(از بیان القرآن)

چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا

سوال:۔ چھوٹا گز رکھنا اوراس سے کپڑا ناپ کر دینا کیسا ہے؟ اس طرح کمائی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

عرفاً جس قدر طویل گز لوگوں میں مشہور ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں، اس سے چھوٹا گز رکھنا اوراس سے ناپ کر کپڑا بیچنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے[1]، خریدار نے بڑے گز کی قیمت دی ہے حالانکہ اس کو کپڑا چھوٹے گز سے دیا گیا ہے، تو جس قدر قیمت زائد وصول کی ہے وہ اس کے لئے ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من غشن فليس منا الحديث (ترمذی شريف، ج ۱/ص ۱۵۷/ ابواب البيوع، مطبع رشيديه دهلی، باب ماء جاء فی كراهية الغش فی البيوع) **ترجمه**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[2] ولو قال بعت منک هذا الثوب علی انها عشرة اذرع كل ذراع بدرهم فوجد عشرة لزمته بعشرة دراهم وإن وجدها خمسة عشر ذراعا فهو بالخيار إن شاء اخذ الجميع كل ذراع بدرهم وإن شاء تركها وإن وجدها تسعة اذرع أو اقل اخذها بحصتها إن شاء، هنديه كوئٹه ص ۱۲۴ ج ۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه، الفصل الثامن فی جهالة المبيع والثمن، الدر مع الشامی كراچی ص ۵۵۵ ج ۴ كتاب البيوع، مطلب المعتبر ما وقع عليه العقد وإن ظن البائع الخ، النهر الفائق ص ۳۵۴ ج ۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت،

باب پنجم: نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام

قیمت بڑھا کر قسط وار اُدھار بیچنا درست ہے

سوال:۔ کاشت کرنے والوں کیلئے ٹریکٹر بے انتہا ضرورت کی چیز بن گیا ہے، اور یہ چیزیں بازاروں میں نہیں ملتیں ہے بلکہ عالمی بنک سے ٹریکٹر ملتا ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ عالمی بینک خریداری کی سہولت کیلئے ٹریکٹر کی رقم کے کئی ہفتہ متعین کر دیتی ہے، جس میں خریدار کو متعینہ ہفتہ میں لون کیساتھ رقم دینی پڑتی ہے، تو اس سوال میں قابل طلب دو چیزیں ہیں۔

(۱) عالمی بینک سے ٹریکٹر مذکورہ شکل کے ساتھ خرید سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) لون سود ہے یا سود کی کوئی قسم ہے یا سود نہیں ہے، جو حقیقت ہو بیان فرمادیں

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خرید سکتے ہیں، (۲) نقد کے اعتبار سے ادھار کی قیمت عامۃً کچھ زیادہ ہوتی ہے[۱]، اسطرح قیمت تجویز کر لیجائے، کہ اتنی قسطوں میں پوری قیمت ادا کی جائیگی، اور ہر قسط کی رقم اتنی ہوگی جو کہ نقد سے کچھ زیادہ ہے[۲] اس زیادتی کا نام لون ہے، یہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے سود نہیں عالمی بینک جو نام چاہے تجویز کرے احکام شرعی اسکے تابع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الایری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه، ج۳/ص ۷۴/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب المرابحة والتولیة، فتح القدیر ص ۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر مصر، مجمع الأنهر ص ۱۳ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] البیع مع تأجیل الثمن وتقسیطه صحیح ..... یلزم ان تکون المدة معلومة فی البیع بالتأجیل والتقسیط، شرح المجلة ص ۱۲۴ ج ۱ رقم المادة ۲۴۵، اتحاد بکڈپو دیوبند، مجمع الأنهر ص ۱۳ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

قسطوں پر کوئی شئی خریدنا

سوال:۔ ایک موٹر سائیکل ہے، جو نقد لینے سے پانچ ہزار روپیہ میں ملتی ہے، اور قسطوار لینے سے پانچ ہزار پانچ سو روپیہ میں ملتی ہے، تو کیا قسطوار لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر قسطیں متعین ہو جائیں[1]، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقت متعین پر وصول نہ ہونے سے مزید اضافہ قیمت میں کیا جائے، وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہو جائے، اور موٹر سائیکل بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود اور جوا ہوگا ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

قسط پر خریدنا

سوال:۔ کچھ دوکاندار، سائیکل، سلائی مشین انجن وغیرہ قسطوں پر فروخت کرتے

---

[1] وفی الخانیة والتجنیس رجل قال لأخر بعت منک هذا الثوب بعشرة علی ان تعطینی کل یوم درهما وکل یوم درهمین ،البحر الرائق ،ص۲۸۰/ج۵/ کتاب البیوع تحت قول الکنز صح بثمن حال وبأجل معلوم.

[2] احل اللّٰه البیع وحرم الربوا، سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵ یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفة، آل عمران آیت ۱۳۰، یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس، سوره بقره آیت، ۲۱۹، انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه، مائده آیت ۹۰، لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء، مشکوٰة شریف ص ۲۴۴.

ہیں، اوراس کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ اکثر سو روپیہ کی قسط ہوتی ہے اور دو سال تک دس روپیہ ماہانہ حساب سے وصول کرتے ہیں، تو اس طریقہ سے وہ ایک سال میں ایک سو بیس روپیہ ہوجاتے ہیں نقد اگر خریدا جائے تو ایک سو روپیہ میں اور قسط وار میں ایک سو بیس روپے دینا پڑتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور ادھار کی قیمت میں عموماً فرق ہوتا ہی ہے، اس میں مضائقہ نہیں[1]، مگر ایسا نہ ہو کہ کسی قسط کے وقت پر ادا نہ ہونے کی صورت میں اس کی چیز سائیکل مشین وغیرہ کی واپسی ہوجائے اور ادا شدہ رقم بھی ضبط ہوجائے کہ یہ ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۵ھ

زیادہ نفع پر بیع

سوال:۔ زیادہ نفع کی حرص میں کوئی چیز اضعافاً مضاعفۃً قیمت میں ادھار فروخت

---

[1] الایریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه ،ج۳/ص۷۴/ (مطبوعه یاسرندیم ، باب المرابحة والتولیة)فقه السنة ،ج۳/ص۷۳/ کتاب البیوع، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۴ ج۶ باب المرابحة والتولیة،

[2] مجلّہ "بیع بالتقسیط"، ترتیب قاضی مجاہد الاسلام ص۱۲،۱۹،۲۰ عنوان "فیصلے" اقساط پر بیع وشراء، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی الہند، عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أنه قال : نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع العربان، قال مالک : وذلک فیما نریٰ واللّٰه علم أن یشتری الرجل العبد أو یتکاری الدابة ثم یقول أعطیتک دیناراً علی أنی إن ترکت السلعة الکراء فیما أعطیتک لک، وما وقع فی تفسیر العربان فی المؤطا هو أوضح مما وقع فی أبی داؤد الخ ابوداؤد مع بذل المجهود ص۲۸۶و۲۸۷ ج۴ کتاب البیوع، باب فی العربان، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے مگر خلاف مروت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اُدھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا

سوال:۔ (۱) اگر کوئی شخص بوجہ مجبوری روپیہ ادھار لیتا ہے اور پھر کوئی چیز اس کی ادائیگی میں دیتا ہے تو روپیہ دینے والا شخص بازاری قیمت سے کافی کم قیمت لگاتا ہے، جیسے دھان کی قیمت ۱۶۰/ مگر بھاؤ طے کرتا ہے ۱۰۰/ روپیہ یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) نقد بیل یا بھینس کی قیمت ۲/ ہزار ہے تو ادھار میں کچھ دینے کے بعد بھی دوگنی سے ڈھائی گنی لی جاتی ہے، اس میں لینے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خرید وفروخت میں اگر قیمت نقد دیجائے تو عموماً وہ کم ہوتی ہے، ادھار کا معاملہ ہو تو قیمت زیادہ ہوتی ہے، شرعاً یہ درست ہے، لیکن زیادہ فرق بے مروتی ہے خاص کر جب کہ خریدار حاجت مند ہو کہ اس کے پاس گزارہ کرنے کے لئے غلہ نہیں ہے، یا کھیتی کا وقت ہے بیل نہیں ہے، نقد ادا کرنے کے لئے روپیہ بھی نہیں ہے، مجبوراً اُدھار لیتا ہے تو وہ مستحق رحم وشفقت ہے، اسکو مجبور اور بے بس پاتے ہوئے زیادہ قیمت لینا خلاف مروت ہے[2]، حدیث

---

[1] ومن اشتریٰ شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذلک جاز وقال ابو یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ إذا زاد زیادة لا یتغابن الناس فیها فانی لا احب أن یبیعه مرابحة حتی یبین، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ کتاب البیوع، الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

[2] ولو اشتری شیئاً نسیئة لم یبعه مرابحة حتی یبین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا، اور جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں ہوتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی

سوال:۔ زید نے ایک رکشا چار سو روپے کا خریدا اور زید نے اس رکشے کو ساڑھے چھ سو روپیہ میں دیا اور اس وقت بکر سے زید نے پچاس روپے لیا اور بقایا چھ سو روپیہ ساڑھے بارہ روپے کے ہفتہ کے حساب سے دیتا رہے، جب تک رقم وصول نہ ہوجائے، یہ قسط دیتا رہے گا اور رقم پوری ہوجانے کے بعد رکشا بکر کے نام کردے گا اس مدت میں رکشا بکر ہی استعمال میں لائے گا، اور توڑ پھوڑ کا ذمہ دار بکر ہی ہوگا، تو اس طرح سودا کرنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ ادھار کی آسانی کی وجہ سے ۴۰۰/ کی قیمت ۶۰۰/ ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیا

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا شرعاً وعرفاً درست ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لأن للاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعاً حقيقة لانه مرغوب فيه الاترى ان الثمن قد يزاد لمكان الاجل بدائع ،ص ۴۶۶/ج۴/ بيان مايجب بيانه فى المرابحة، فتح القدير ص۲۶۲ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، الدر المختار مع الشامى ص۱۴۲ج۵ كتاب البيوع، باب المرابحة، المبسوط للسرخسى ص۸ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] الراحمون يرحمهم الرحمن ،ارحموامن فى الارض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لايرحم لايرحم مشكوٰة شريف ،ج۲/ص۴۲۱-۴۲۳/، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

ترجمہ:۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا، اور ایک روایت میں ہے جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

میں تصریح ہے "الا تریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل اھ"[1] لیکن اتنی زیادتی نہ کی جائے جو کہ عرفاً قابل برداشت نہ ہو کہ یہ خلاف مروت ہے، فقہاء نے بیع مرابحہ کا مستقل عنوان قائم کیا ہے، اس میں اس کے شواہد موجود ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

نقد واُدھار کی قیمت میں فرق

سوال: ۔زید مثلاً سینے کی مشین یا ریڈیو وغیرہ کی تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ رواج ہے کہ نقد فروخت کرنے کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے، اور قسطوار قیمت ادا کرنے میں قیمت نقد سے زیادہ لی جاتی ہے، تو اس طرح تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیا صورت جواز کی ہوسکتی ہے، کہ زید اپنی دوکان کے دو حصے کرلے ایک میں نقد کا بھاؤ رکھے ایک میں اُدھار کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مجلس عقد میں ہی نقد یا ادھار کا معاملہ صاف ہوجائے، کہ خریداری نقد ہے، یا ادھار تو اس طرح تجارت درست ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهداية، ج۳/ص۷۴/باب بيع المرابحة والتولية، شامی کراچی ص۱۴۲ ج۵ کتاب البيوع، باب المرابحة والتولية فتح القدير، ص۲۶۲ ج۶ کتاب البيوع، دار الفكر بيروت.

[2] قال فی البدائع، ج۴/ص۴۶۶/ ولواشترىٰ شيئاً نسيئة لم يبعه مرابحة حتى يبين لأن للاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعا حقيقة الا ترى ان الثمن قديزاد لمكان الاجل اھ. بيان مايجب بيانه فی المرابحة، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۱۱۲ ج۳ باب المرابحة والتولية، دارالكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ

سوال:۔ (۱) عبداللہ نے عبدالغفار سے ماہ جمادی الثانی میں دوکان خریدی، عبدالغفار نے کہا اگر تم آج ہی قیمت دیتے ہو تو کوئی بات ہی نہیں ہے، بازاری قیمت لے لونگا، اور اگر ماہ رجب میں دیتے ہو تو قیمت زیادہ لوں گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دھان اُدھار لئے گئے جس کی وجہ سے قیمت زیادہ بازار سے لی جارہی ہے۔

(۳) دھان اُدھار لئے گئے اور ادائیگی قیمت کیلئے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا بازاری نرخ کا علم نہیں، لیکن عبدالغفار نے کہا ۲۵/روپیہ من لونگا۔

(۴) خود عبدالغفار دھان دے رہا ہے اور قیمت رجب میں وصول کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، اور قیمت کی بھی تعین کردی بازاری نرخ کا علم نہیں ہے، ۳/۴/ میں تعین وقت اور عدم تعین وقت کا فرق۔

(۵) دھان اُدھار دیئے جارہے ہیں، اور قیمت کی ادائیگی ماہِ رجب میں بازاری قیمت سے ہوگی، ان صورتوں میں سے کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ ویصح البیع بثمن حال مؤجل لاطلاق قوله تعالیٰ واحل الله البیع وحرم الربوا، مجمع الانهر، ج۳/ ص ۱۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

وکذا اذا قال بعتک هذا العبد بألف درهم الی سنة اوبالف وخمسة الی سنتین لأن الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جاز البیع لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد وقد زالت فی المجلس وله حکم حالة العقد فصارکانه معلوم عندالعقد وان لم یعلم به حتی اذا افترقا لقدر الفساد (بدائع ج۴/ ص۳۵۸/ فی جهالة الثمن مکتبه زکریا دیوبند، بذل المجهود، ج۴/ ص۲۷۶/ باب فیمن باع بیعتین فی بیعة، مطبوعه سهارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح گول مول طریقہ پر بیع درست نہیں ہے، پہلے خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ تم قیمت اب دوگے یا رجب میں دوگے، اگر اس نے کہا کہ اب دونگا تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۰/روپے قیمت لونگا اگر اس نے کہا کہ رجب میں دونگا، تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۵/روپئے قیمت لونگا، غرض ایک بات متعین ہوجائے[۱]

(۲) اُدھار کی وجہ سے معمولی زیادہ قیمت طے کرلینا درست ہے[۲]

(۳) دام دینے کا وقت اس طرح مقرر کرلے کہ نزاع نہ ہو تو بیع درست ہوگی ورنہ فاسد ہوگی[۳] (۴) یہ درست ہے[۴]

(۵) یہ بیع فاسد ہے اس میں قیمت نہیں ہے[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۷ھ

---

[۱] اذاقال بعتک هذا العبد بألف درهم الیٰ سنة اوبألف وخمس مائة الی سنتین لأن الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جازالبیع .بدائع ،ج۴/ص۳۵۸/فی جهالة الثمن، مکتبه زکریا دیوبند، بذل المجهود ج۴/ص۲۷۸/ باب من باع بیعتین فی بیعة، مکتبه یحیوی سهارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر.

[۲] ولامساواة بین النقد والنسیئة لان العین خیرمن الدین والمعجل اکثر قیمة من المؤجل. بدائع ،ج۴/ ص۴۰۷/ ربا النسیئة، مکتبه زکریا دیوبند.

[۳،۴] وصح بثمن حال ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع،الدرالمختار علی الشامی،کراچی،ج۴/ص۵۳۱/کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۱۳ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۱۲۵ ج۱ رقم المادة ۲۴۶، اتحاد بکڈپو دیوبند.

ولواشتریٰ شیئاً نسئیة لم یبعه مرابحة حتی یبین لأن لاجل شبهة المبیع وان لم یکن مبیعاً حقیقة لأنه مرغوب فیه ان تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل .بدائع ،ج۴/ص۴۶۶/ بیان مایجب بیانه فی المرابحة، مکتبه زکریا دیوبند. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق

سوال:۔ نقد خریدی کے وقت ایک قیمت اور ادھار کے وقت دوسری قیمت ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا ی ربوٰ میں شامل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ربوٰ نہیں ہے، شامی[1] میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اتنا اضافہ کرنا کہ غریب خریدار پر بار زیادہ پڑ جائے خلاف مروت ہے[2] کہ اپنی غربت کی وجہ سے مستحق احسان ومواسات ہے، نیز مجلس عقد بیع میں ہی یہ طے ہو جائے کہ یہ ادھار خرید رہا ہے، فلاں قیمت دے گا یہ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں کے مالداروں نے غریبوں کو ستانے کے لئے یہ طریقہ بنالیا ہے کہ جب گرانی میں فاقہ کشی کا وقت آتا ہے اور کوئی غریب کسی مالدار سے چاول وغیرہ

---

[1] ولو قال بعت هذا العبد بقيمته فالبيع فاسد لانه جعل ثمنه قيمته وانها تختلف باختلاف تقويم المقومين فكان الثمن مجهولا. بدائع، ج۴/ص۳۵۸/ فی جهالة الثمن، كتاب البيوع، مكتبه زكريا ديوبند، شرح المجلة ص۱۲۲ ج۱ رقم المادة ۲۳۸، اتحاد بكڈپو ديوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الاترىٰ انه يزاد فی الثمن لأجله الخ شامی زكريا، ج۷/ص۳۶۲/ مطبوعه نعمانيه ديوبند، ج۴/ص۱۵۸/باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض يرحمكم من فی السماء مشكوٰة شريف ص۴۲۳، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

قرض مانگتا ہے تو وہ نہیں دیتا اوران بیچاروں کے پاس اتنے روپے موجود نہیں ہوتے ہیں، کہ جن سے فی الحال اس چیز کو خرید سکیں ،تو وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو فی الحال مثلاً ایک کونٹل گیہوں کی قیمت چالیس روپئے ہے،تو یہ تم کو وہی ایک کونٹل گیہوں دیں گے،مگر قیمت بجائے عام بھاؤ چالیس روپے کے ساٹھ روپے لیں گے،اوراس روپے کی ادائیگی، کے لئے تم کو دو ماہ کی مہلت بھی دیں گے، چنانچہ دونوں کے درمیان اس طرح بیع ہوجاتی ہے،تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے غریبوں کو ستانا کیسا ہے؟ اور پھر یہ بیع صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً ناجائز نہیں، تجارت میں یہ فرق شرعاً ورواجاً درست ہے،[1] لیکن غریب فاقہ کشی سے عاجز آکر ادھار غلہ لیتا ہے تاکہ اپنے بھوکے بچوں کو کھلا سکے وہ بہت زیادہ قابل رحم ہے، مالدار کی مالداری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غریب فاقہ کش کی امداد کرے اگر اتنا حوصلہ نہیں تو عام نرخ کے اعتبار سے فروخت کردے، یہ بھی نہیں کرسکتا تو معمولی نفع لے لے زیادہ نفع لینا مروت وہمدردی کے خلاف ہے۔[2] گو بیع پر ناجائز ہونے کا حکم نہ لگایا جائیگا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذاکان الثمن مؤجلاً وزادالبائع فیه من اجل التاجیل جاز والیٰ هذا ذهب الاحناف الخ فقه السنة ،ص ۷۳/ج۳/ کتاب البیع، زیادة الثمن نظیر زیادة الاجل، طبع دار الکتاب العربی.

[2] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموامن فی الارض یرحمکم من فی السماء فی روایة لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس، مشکوٰة شریف،ص ۴۲۱-۴۲۳، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، طبع دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ:. رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے،تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] من اشتری شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذالک جاز، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

باب ششم: بیعانہ کے احکام

بیعانہ کا حکم

سوال:۔ادھر دستور ہے کہ جب کوئی شئی خرید وفروخت کی بات چیت ہوتی ہے، تو بات کو پختہ ومستحکم بنانے کے لئے چیز والا خریدار سے کچھ رقم یا نقد روپیہ لیتا ہے، اس کو (بیعانہ) کہتے ہیں اگر خریدار نے بات چیت کے مطابق وہ چیز لی تو ٹھیک ہے، اور اگر نہ لی تو بیعانہ سوخت ہوجاتا ہے، خریدار کو واپس نہیں ملتا، ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیعانہ جزو قیمت ہے جس کو پیشگی وصول کیا جاتا ہے، پھر بقیہ قیمت معاملہ پختہ ہونے پر وصول کرلیجاتی ہے، اگر معاملۂ بیع طے نہ ہو بلکہ ختم ہوجائے، تو یہ بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے، اس کا روکنا اور سوخت کردینا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیعانہ لینے سے بیع

سوال:۔عمر نے زید کو مکان کا ایک چوتھائی حصہ چار سو روپیہ میں فروخت کردیا، اور

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھیٰ عن بیع العربان قال ابو عبداللّٰہ العربان ان یشتری الرجل دابۃ بمائۃ دینار فیعطیہ دینار ین عربوناً فیقول ان لم اشترا الدابۃ فالد ینار ان لک وقیل یعنی واللّٰہ اعلم ان یشتری الرجل الشئی فیدفع الی البائع درھماً اواقل اواکثر ویقول ان اخذتہ والا فالدرھم لک (ابن ماجہ شریف ،ص ۱۵۹ .ابواب التجارات،باب بیع العربان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی اعلاء السنن ص ۱۶۶ ج ۱۴ کتاب البیوع، باب النھی عن بیع العربان مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجھود ص ۲۸۷ ج ۴ کتاب الاجارۃ باب العربان، رشیدیہ سھارنپور.

مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ لیکر یہ تحریر لکھدی کہ میں مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ اب لیتا ہوں، اور مبلغ تین سوروپئے رجسٹری کے وقت لونگا، زید نے جب عمر بائع سے رجسٹری کا تقاضا کیا تو عمر بائع رجسٹری کو ٹالتا رہا اور کچھ عرصہ بعد مکان پر جبراً اپنا قبضہ کرلیا، اور جو مبلغ سوروپے بطور بیعانہ لیا تھا، اسکے واپس دینے سے بھی انکار کردیا، اب یہ باتیں دریافت طلب ہیں؟

(۱) یہ بیع صحیح ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر صحیح ہوگئی تو بائع کو مکان پر جبراً بلا رضامندی زید (مشتری) قبضہ کرلینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کیا بائع عمر کو جبراً بیع کے فسخ کا اختیار ہے؟

(۴) اگر صحیح نہیں ہوئی یا بائع کو جبراً فسخ بیع کا اختیار ہو تو مبلغ سوروپیہ بائع کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) مشتری کو اپنے اس روپیہ کے واپس لینے کا حق ہے یا نہیں جو اس نے بطور بیعانہ بائع کو دیئے تھے، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صحیح ہوگئی[۱] (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) بیع تھی اب اگر بائع اس کو فسخ کرنا

---

[۱] (وصح بثمن حال)وهو الاصل (مؤجل الى معلوم)لئلا يفضى الى النزاع درمع شامى كراچى، ص ۵۳۱/ج۴/كتاب البيوع، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر مع المجمع ص۱۳ ج۳، كتاب البيوع.

[۲] ويسقط (حق حبس المبيع) بتاجيل الثمن بعد البيع وبتسليم البائع المبيع قبل قبض الثمن فليس له بعده رده اليه بخلاف ما اذا قبضه المشترى بلااذنه (شامى كراچى ص ۵۶۱/ ج۴/ كتاب البيوع، مطلب فى حبس المبيع لقبض الثمن، كذا فى الهنديه ص۱۵/ ج۳/ كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الاول فى حبس المبيع بالثمن، مجمع الأنهر ص۳۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] واذا وجد الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد منهما الامن عيب اوعدم روية وفيه اشارة الى ان البيع يتم بهما ولايحتاج الى القبض كمافى المحيط (بقيه اگلے صفحه پر)

چاہے تو مشتری کی رضامندی سے مبلغ سو روپے واپس دے کر فسخ کر سکتا ہے[1]

(۵) اگر بائع مکان نہیں دیتا اور جھگڑا کرتا ہے تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ اپنا روپیہ واپس لے لے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

بیعانہ کی واپسی

سوال:۔ واضح ہو کہ انجمن کا مدرسہ کا باغ اور کچھ زمین جس میں پتاور یعنی بوس پیدا ہوتا ہے، چونکہ کچھ حصہ باغ میں شامل ہے اور طریقہ پہلے سے یہ ہے کہ اکٹھا باغ اور پتاور والی زمین کو نیلام کیا جاتا ہے، اور باقی روپیہ تقریباً ۱۵/ یوم میں لیا جاتا ہے، وہ اسلئے ۱/۴ حصہ لگایا جاتا ہے، اگر کوئی شخص بغیر نیلام فصل باغ یا پتاور کا نیلام چھوڑ دے تو ۱/۴ حصہ روپیہ کا جمع ہونے سے دوبارہ نیلام ہونے پر جو رقم ملے نیلام سے کم ہوگی اس جمع ہوئے روپیہ سے لیکر باقی واپس کر دیا جائیگا، ابھی تک کوئی موقع ایسا نہیں ہے جو روپیہ کی ادائیگی میں روکاوٹ ہوگئی ہو، لیکن اس مرتبہ ایسا ہوا کہ نیلام باغ و پتاور مبلغ ۱۹/ روپیہ کی ہوئی اور مبلغ ۱۰۰/ روپیہ فوراً دیا باقی ایک چوتھائی حصہ شام کو دینے کا وعدہ کیا، لیکن اس شخص نے ۱۵/ یوم تک روپیہ نہیں دیا اور میں نے تحریر سے بھی اس شخص کو مطلع کیا کہ اگر ایک ماہ تک آپ کل روپیہ جمع نہیں کرتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المنتقی مع مجمع الانهر ص ۱۰/ ج۳/ کتاب البیوع، مطبوعه مکتبه الباز، مکة المکرمه، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] ومن شرائط فسخ العقد علم صاحبه بالفسخ بلاخلاف بین اصحابنا،وان کان (الفسخ) بعد القبض یشترط له القضاء او الرضا،بدائع زکریا، ص ۵۶۳/ ج۴/ بیان مایفسخ به العقد.

[2] ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجهود ص۲۸۷ ج۴ کتاب الاجارة، باب العربان، طبع رشیدیه سهارنپور.

ہیں، تو باغ و پتا ور دوبارہ نیلام کر کے جو رقم کم ہوگئی وہ تم سے وصول کی جائے گی لہٰذا بعد میعاد دوبارہ نیلام کر دیا چونکہ مبلغ پونے سترہ سو کی نیلام ہوئی اس صورت میں مبلغ سو روپیہ جو ہمارے پاس ہیں وہ روپیہ واپس کر دیا جائے یا لے لیا جائے، جیسا کہ حکم شرعی ہو مفصل تحریر کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ پیشگی جمع شدہ سو روپیہ واپس کر دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۸ھ

بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ ضبط

سوال:۔ میں اپنا ایک مکان بیع کرنا چاہتا تھا اس کے کئی خریدار تھے، بالآخر ایک صاحب نے معاملہ بیع مجھے پچیس ہزار روپئے پانچ سو میں طے کیا اور مبلغ چار ہزار پانچ سو روپیہ بطور زر بیعانہ ادا کیا اور بقیہ زر ثمن فراہم کرنے کے لئے چھ ماہ موقع مانگا میں نے اس شرط پر چھ ماہ کا موقع دیدیا کہ اگر وہ بیعنامہ نہیں کرائینگے تو چار ہزار پانچ سو روپئے زر بیعنامہ ضبط ہو جائیگا، اور خریدار اس روپیہ کے واپس پانے کا مستحق نہ ہوگا، خریدار بخوشی اس پر رضامند ہو گئے، اور معاہدہ مکمل ہو گیا، اب وہ بیعنامہ لکھانے سے بالکل منکر ہیں اور اپنا روپیہ واپس مانگتے ہیں، اور ان سے معاملہ طے ہونے کی وجہ سے اور خریدار بھی ہٹ گئے، ان حالات میں

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالاتفاق بذل المجهود، ج۴/ص۲۸۷/ کتاب البیوع، باب فی العربان، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عون المعبود ص۳۰۲ ج۳ کتاب البیوع باب العربان، مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة الله البالغة ص۱۰۰ ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

اگر روپیہ واپس نہ کریں تو کیا شرعاً گرفت ہوگی، اور ہم گنہگار ہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روپیہ کی واپسی واجب ہے[1]، جو معاہدہ پہلے کرلیا گیا تھا کہ بیعنامہ نہ کرانے کی صورت میں یہ رقم ضبط ہوجائے گی، یہ معاہدہ خلاف شرع ہے، اس کی پابندی لازم نہیں اس کو توڑنا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۸ھ

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علیٰ کل حال بالاتفاق (بذل المجهود ج۴/ ص۲۸۷/ مطبع رشیدیه سهارنپور، کتاب البیوع، باب فی العربان، عون المعبود ص۳۰۲ج۳، کتاب البیوع باب فی العربان مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة اللّٰه البالغة ص۱۰۰ ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

[2] وفی حدیث الترمذی قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرّم حلالاً أو احل حراماً، ترمذی شریف ص ۲۵۱ ج ۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس مطبوعه اشرفی دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص۲۲ ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰ مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

باب ہفتم

حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع

گڈول کی شرعی حیثیت

سوال:۔ایک کتابوں کی دوکان ہے جسکا نام رحمانیہ لائبریری ہے، دور دراز کے مقامات سے کتابوں کے آرڈر آتے ہیں، اس دوکان رحمانیہ لائبریری کے دو بھائی مالک ہیں، یہ رحمانیہ لائبریری دونوں بھائیوں کے باپ نے قائم کی تھی، اب یہ دوکان آپس میں تقسیم کرنی ہے، مال یعنی کتابیں شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق تقسیم کر لیجائیں گی، لیکن نام کا مسئلہ باقی رہ جاتا ہے، اسلئے جناب والا سے دریافت یہ ہیکہ شریعت اسلامیہ میں گڈول یعنی نام کی کیا حیثیت ہے؟ دنیاوی قانون کے اعتبار سے نام بھی جائیداد کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسکی قیمت مثل جائیداد کے ہوتی ہے، لہٰذا مطلع فرمایا جائے کہ نام ''رحمانیہ لائبریری'' کی قیمت بھی شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گڈول یعنی نام درحقیقت مال نہیں بلکہ بمنزلہ حیثیت عرفیہ کے ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں[1]، قانون نے اس کو جو کچھ حیثیت دی ہے، وہ شریعت کی رو سے فتویٰ لیکر نہیں دی ہے، اس لئے یہ باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر لیا جائے، جو بھائی حکم شرع کی قدر کرتے ہوئے عمل کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ نقصان میں نہیں رہے گا، ایثار سے کام لینا دنیا وآخرت میں بہت زیادہ عزت ومنفعت کا ذریعہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] وبطل بيع ماليس بمال والمال مايميل اليه الطبع ويجرى فيه البذل والمنع الخ درمختار على الشامي زكريا ،ج۷/ص ۲۳۵/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقي مع المجمع ص۷۷ ج۳ باب البيع الفاسد.

کتابوں کا حق طباعت

سوال:۔ بعض لوگ کتابوں کی رائٹی وصول کرتے ہیں، کہ میری کتاب اگر ایک ہزار کی تعداد میں چھپی ہو تو مجھے مبلغ ایک سو روپیہ اور دو ہزار کی تعداد میں اگر چھپی ہو تو دو سو روپیہ دو، یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرا شخص اگر کتاب چھاپے تو اس سے یہ روپیہ لینا جائز نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

حقوق طبع تصانیف کی بیع

سوال:۔ بہت سے مصنفین ومؤلفین خود اپنی تصنیف کو یا پھر وہ کسی ادارہ کو اپنی تصنیف فروخت کر دیتے ہیں، تو وہ ادارہ حکومت سے قانونی طور پر اس کے جملہ حقوق اپنے لئے محفوظ کرالیتا ہے، تاکہ دوسرے شخص کے لئے اس کی طباعت کی قانونی طور پر گنجائش نہ رہے، اور رجسٹری کرانے کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے، کہ اس کی آمدنی سے منتفع ہوتے رہیں، چنانچہ شیخ الہندؒ کا ترجمہ کلام پاک، تعلیم الاسلام از حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ، دینی تعلیم کے رسالے از الجمعیۃ بکڈپو وغیرہ کئی مثالیں ایسی ہیں کہ جن کے حقوقِ طبع محفوظ ہیں، اور جن کی طباعت

---

[1] وفی الا شباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ قال فی البدائع ،الحقوق المفردۃ لاتحتمل التملیک ولایجوز الصلح عنھا.شامی کراچی،ص ۵۱۸/ج۴/کتاب البیوع ، مطلب لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ، الاشباہ والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، کتاب البیوع، اشاعت الاسلام دھلی،

بلا اجازت قانونی جرم ہے، سرکاری قانون سے قطع نظر شرعی نقطۂ نظر سے اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس طرح بذریعۂ رجسٹری کسی کتاب کے حقوق اپنے لئے محفوظ کرالینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی تصنیف کہ جس کے حقوق طبع محفوظ ہیں، اور جس نے محفوظ کر رکھے ہیں، اس کے پاس سے مناسب قیمت پر جس وقت جس قدر بھی مطلوب ہو دستیاب ہوسکتی ہے، ایسی صورت میں دوسرے کے لئے بلا استصواب واستفسار کے یا استصواب واستفسار پر انکار اور منع کر دینے کی شکل میں طبع کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اپنی رجسٹری شدہ یا غیر رجسٹری شدہ کسی تصنیف کے حقوق طبع کسی فرد یا ادارہ کے ہاتھ فروخت کر دینا یا اس کے معاوضہ میں رقم وصول کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۴) مذکورہ بالا امور کے سلسلہ میں مفتیٔ اعظم مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی کیا رائے تھی؟ اگر آنمحترم کے علم میں ہو تو براہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ رشیدیہ[۱] کامل مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۷ر میں ہے۔

(سوال) حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) حق تصنیف کوئی مال نہیں، جس کا ہبہ یا بیع ہوسکے، لہٰذا یہ باطل ہے، "ولایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة اشباه لهٰذا(۱) یہ بے اثر ہے، (۲) اجازت ہے، (۳) درست نہیں[۲]، (۴) مجھے علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۹۸ر بیع فاسد کا بیان، مطبوعہ ادارہ الرشید دیوبند۔

[۲] وفی الاشباه لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا

سوال:۔ اپنی کسی تالیف وتصنیف کا حق واشاعت محفوظ کرانا اور دوسروں کو اس کی اشاعت سے روکنا کیسا ہے؟ حق محفوظ کرانے سے جہاں مالی مفاد ملحوظ ہوتا ہے، وہاں یہ بات بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ کتاب کی طباعت واشاعت میں صحت وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے، اور بعض لوگ تو کتر بیونت کر کے اصل کتاب ہی کو ناقص شکل میں چھاپتے ہیں نیز بعض حضرات حق اشاعت کے محفوظ کرنے کے سلسلہ میں یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ہم نے تو اس حبس وقت کی قیمت کے طور پر یہ حق محفوظ کرایا ہے، جو اس تصنیف کی صورت میں ہوا ہے، یہ توجیہ قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مصنف کوئی تصنیف کرتا ہے تو وہ اسکا مالک ہے، جس قدر اسمیں محنت کی، درد سری، ودلسوزی وعرق ریزی سے جو مسودہ بنایا ہے، اسکو پورا حق ہے، کہ جس قدر قیمت میں معاملہ ہوسکتا ہے اس قیمت پر فروخت کردے، چند اوراق کی قیمت ہزاروں یا لاکھوں روپے قیمت ہوسکتی ہے، بغیر قیمت کے کسی کو نہ دے، نہ نقل کی اجازت دے، لیکن جب اسکی کتاب چھپ کر بازار میں آگئی، اور کسی شخص نے قیمت دیکر خریدی تو اس خریدی ہوئی کتاب سے نفع حاصل کرنے کا مشتری کو پورا اختیار ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے، اور وہ اپنی ملک کو محفوظ کر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال فی البدائع ،الحقوق المفردة لاتحتمل التملیک ولایجوز الصلح عنها. "اقول :فکذا لاتضمن بالاتلاف قال فی شرح الزیادات للسرخسی واتلاف مجرد الحق لایوجب الضمان لان الاعتیاض عن المجرد الحق باطل الااذافوت حقا موکدا، شامی کراچی،ص ۵۱۸/ج۴/کتاب البیوع، مطلب لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة، الاشباه والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، کتاب البیوع، اشاعت الاسلام دهلی.

کے بھی رکھ سکتا ہے، فروخت بھی کرسکتا ہے، مستعار بھی دے سکتا ہے، نقلیں بھی کرا سکتا ہے، چھپوا بھی سکتا ہے، پھر چھپوا کر قیمت پر فروخت بھی کرسکتا ہے، بلکہ مفت تقسیم کرا سکتا ہے، اور اس میں مصنف کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے تو زیادہ بہتر ہے، مصنف کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ مشتری جو کہ مالک ہے اسکو اسکی مملوک شئی میں ان تصرفات سے روکے، البتہ اصل کتاب میں کتر بیونت کرنا جس سے اصل مضمون خبط ہو جائے، یا مقصود مصنف کے خلاف ہو جائے، یہ کتاب کیساتھ خیانت ہے اور اس ترمیم شدہ چیز کو اصل مصنف کی طرف منسوب کرنا افتراء وخداع ہے اسکی اجازت نہیں، یہ شرعاً بھی ناجائز ہے اور اخلاقاً وعرفاً بھی مذموم وشنیع ہے، **هذا عندی**، دل چاہے تو دیگر علماء سے بھی تحقیق فرمالیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

---

[1] حقوق طبع کو محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے میں حضرات اکابر کی دو مختلف رائے ہیں:

(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ عدم جواز کے قائل ہیں، فتاوی رشیدیہ ص۴۸۴ بیع فاسد کا بیان، مطبوعہ محمودیہ دیوبند، جواہر الفقہ ص۳۲۹ ج۲ حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت، مطبوعہ مکتبہ سیرت النبی دیوبند، امداد المفتین ص۸۳۴ ج۲ کتاب البیوع، حق تصنیف وغیرہ رجسٹرڈ کرنا، دارالاشاعت کراچی۔

(۲) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حقوق طبع محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے کے جواز کے قائل ہیں، نظام الفتاوی ص۱۳۰ ج۱ حق تصنیف سے متعلق سوال وجواب، مطبوعہ اصلاحی کتب خانہ دیوبند، فتاوی رحیمیہ ص۲۴۲ ج۳ کتاب المتفرقات، حق تصنیف اور حقوق طبع سے متعلق سوالات اور ان کے جوابات، فقہی مقالات ص۲۲۵ ج۱ حق ایجاد اور حق اشاعت، مطبوعہ زمزم بکڈپو دیوبند۔

(۱) مانعین جواز کے چند دلائل ملاحظہ ہوں : (۱) **نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع الولاء وعن هبته، مشكوٰة ص ۲۴۹، باب بعد باب المنهى عنها من البيوع، طبع دار الكتاب ديوبند، (۲) عن ابى هريرةؓ أنه قال لمروان احللت بيع الربا فقال مروان ما فعلت فقال أبو هريرةؓ احللت بيع الصكاك وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يستوفى** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع اسٹامپ

سوال:۔ (۱) فری اسٹامپ جو تمسک وبیعنامہ وہبہ نامہ وکرایہ نامہ رہن نامہ ضمانت نامہ مختار نامہ عام، مختار نامۂ خاص وغیرہ؟

(۲) کورٹ فیس جسکے ذریعہ نالش دائر کی جاتی ہے، ان سب اسٹامپ کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۲/۱) جائز ہے جیسا کہ تتمہ امداد الفتاویٰ میں (حوادث فتاویٰ میں) ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فخطب مروان الناس فنهى عن بيعها، مسلم شريف ص۵ ج۲ كتاب البيوع، باب بطلان المبيع قبل القبض، مطبوعه بلال ديوبند، والمراد بالصكاك الورقة التى تخرج من ولى الامر بالرزق لمستحقه بأن يكتب فيها للانسان كذا وكذا من طعام وغيره (نووى على مسلم ص۵ ج۲ حوالۂ بالا) (۳) لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة(الاشباه ص۱۱۳ الفن الثانى كتاب البيوع، دار الاشاعة دهلى، شامى كراچى ص۵۱۸ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق الخ) (۲) قائلين جواز كے دلائل (۱) عن اسمر بن مضرس قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال من سبق إلى ماء لم يسبق اليه مسلم فهو له (ابو داؤد ص۴۳۷ ج۲ كتاب الخراج، قبيل باب احياء الموات، سعد بكڈپو ديوبند.

(۲) عن عائشةؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال من عمر أرضا ليست لأحد فهو احق (جامع الاصول ص۲۴۹ ج۱، الكتاب السادس فى احياء الموات، دار الاحياء التراث العربى بيروت.

(صفحه هذا) [1] امدادالفتاویٰ، ص۱۲۳/ج۳/ حوادث الفتاویٰ، كتاب البيوع، خرچۂ عدالت وصول کرنا اور حکومت کے نیلام کی صحت، ۱۱۲/ج۳/اسٹامپ کی بیع، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

پینشن کی بیع

سوال:۔زید مسلم ومحکوم، بکر غیر مسلم حاکم حکومت موجودہ ہے، (۱) زید بکر کا ایک مدت (طے شدہ) تک ملازم رہا بعد ختم مدت معینہ بکر نے زید کو بصلۂ حق الخدمت ایک رقم ماہانہ تازیست مقرر کے خدمت متعلقہ سے سبکدوش کر دیا۔

(۲) یہ رقم ماہانہ مقرر شدہ تازیست زید، زید بکر دونوں کے علم میں ہے اور بکر کے قبضہ میں ہے۔

(۳) زید اپنی ماہانہ مقرر شدہ رقم کا ایک جز بکر کو تازیست دے کر اس سے ایک معقول رقم یکمشت لینا چاہتا ہے، بکر رضامند ہے، زید اپنے پاس اسقاط کا مختار اور بکر اپنے عطیۂ احسان کی صورت کو تبدیل کرنے کا مجاز ہے۔

(۴) زید اور بکر کا لین دین ہے تو تمام زندگی کیلئے لیکن میعاد زندگی علم خداوندی میں ہے، اس لئے بکر زید کی زندگی کا ایک تخمینہ واندازہ بذریعۂ اپنے مبصرین کے تعین کراتا ہے اور اس فرضی اندازے کی کل رقم ایک مشت زید کو دیدیتا ہے، نہ اس میں کسی قسم کا سود ہے اور نہ طرفین میں سے کسی کو دھوکہ، اندازۂ عمر زید ایک فرضی قیاس ہے نہ کہ قطعی کیا شارع علیہ السلام وائمہ عظام کے نزدیک بھی لین دین جائز ہے اور اس رقم سے کوئی کار خیر مثلاً حج وغیرہ ہوسکتا ہے، جواز وعدم جواز دونوں صورتوں میں بحوالہ کتب شرعیہ ارقام فرمانے کی زحمت فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس معاملہ میں بظاہر ایک خرابی تو یہ ہے کہ جو چیز ابھی تک ملازم کے قبضہ میں نہیں آئی وہ اس کی بیع کر رہا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، لکونہ غیر مقدور التسلیم، دوسری یہ ہے کہ جس شئ پر ابھی تک ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی تھی، اس کی بیع کر رہا ہے، یہ بھی ناجائز ہے، "للنھی عن بیع مالایملک" تیسری خرابی یہ ہے کہ عمر کا تخمینہ خود ایک فرضی چیز ہے جس

میں زیادتی کمی کا امکان غالب ہے اس لئے ایک صورت میں ملازم کے پاس رقم زیادہ آنے کا امکان ہے، اور دوسری صورت میں کم کا احتمال ہے، یہ ممنوع ہے،" **لکونه قماراً**" چوتھی خرابی یہ ہے کہ اگر معاملہ ثمنین کا ہے تو اس میں یداً بید ومثلاً بمثل ہونا ضروری ہے وہ یہاں موجود نہیں، لہٰذا ناجائز ہے "**لکونه ربوا**".

لیکن ملازمت سے سبکدوشی پر تا زیست ملازم کو رقم ماہانہ متعین کر کے بنام حق الخدمت دینا واجب نہیں، بلکہ تبرع ہے، جس پر جبر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا دل چاہے دے نہ دل چاہے نہ دے، جس طرح ماہانہ رقم دینا تبرع ہے، جبر نہیں اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ اندازہ کر کے مجموعی رقم یکمشت دیدے، یہ درحقیقت احسان ہی کی ایک صورت ہے اس میں اس لئے اصالۃً نہ بیع مالا یملک ہے نہ بیع مالیس عندہ ہے نہ قمار ہے، نہ ربوا لہٰذا یہ لین دین شرعاً درست ہے "**ونظیره بیع العرایا قال فی العنایة فی شرح الهدایة،ص ۶۹۵/ هامش فتح القدیر وتاویلها ان یهب الرجل ثمرة نخلة من بستانه لرجل ثم یشق علیٰ المعری دخول المعریٰ له الخ**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وظیفہ (پنشن) کی بیع

سوال:۔احقر وظیفہ خور مدرس ہے اصل وظیفہ ساڑھے پانچ روپیہ اور ساڑھے چھ روپیہ اور گرانی الاؤنس جملہ اکسٹھ روپیہ پچاس روپے ماہانہ وظیفہ حکومت ہند سے ہے اور تھوڑی سے جائیداد اور صرف کاشت کی زمین ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ملنے والے وظیفہ کا تھوڑا حصہ سرکار میں فروخت کر کے حج کرلوں براہِ کرم مطلع فرمائیں، کہ ایسا حج جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] عنایة علی فتح القدیر،ص ۴۱۵/ج۶/ باب البیع الفاسد،مطبوعه دارالفکر بیروت، تکمله فتح الملهم ص۴۰۸ ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع العرایا، طبع ادارة القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فروختگی ناجائز ہے[1]، ناجائز مال سے حج کرنے سے حج مقبول نہیں ہوتا، اگرچہ فریضہ ادا ہوجاتا ہے[2]، لیکن اگر سرکار ہی وظیفہ دیتی ہے، اور سرکار ہی خریدے تو یہ محض صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نہیں بلکہ جو وظیفہ وہ ماہانہ دیتی ہے اس کے عوض اپنے تخمینہ سے برضا مندی وظیفہ خوار کو یکمشت دے دیتی ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

کمپنی کے حصص خریدنا

سوال:۔ مائننگ کمپنیوں ٹریم ٹرانسپورٹ ریلوے کمپنیوں کے حصص (شیئر) خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تحقیق کرنے کی خاص ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارے نوے فیصدی مسلمان اس میں مبتلا ہیں اور ایسی کمپنیوں کے شیئر خرید وفرخت کرتے ہیں، لیکن کفایت المفتی جلد ہشتم، ص۱۲۲/ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ قدس اللہ سرہٗ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ان کمپنیوں کے شیئر خریدنا جائز نہیں، حضرت حکیم الامت مولانا

---

[1] وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة وفی الشامی وھوان یکون لرجل جامکیة فی بیت المال ویحتاج الیٰ دراھم معجلة قبل ان تخرج الجامکیة فیقول له رجل بعتنی جامکیتک الیٰ قدرھا کذا بکذا انقص من حقه فی الجامکیة الخ، درمختار مع الشامی کراچی ص۵۱۷/۴، مطبوعه زکریا ص۳۳/۷، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الجامکیة، واعلاء السنن ص۲۴۴/ ج۱۴/ کتاب البیوع، بیع الصک والبراء ة والجامکیة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی الخ،

[2] لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معھا الخ عالمگیری ،ص۲۲۰/ج۱/ مطبع کوئٹه، کتاب الحج الباب الاول، شامی زکریا ص۴۵۳ ج۳، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، بحر کوئٹه ص ۳۰۹ ج۲ کتاب الحج.

تھانوی قدس سرہٗ نے فتاویٰ امدادیہ جلد ثالث، ص ۱۵۵/ میں کپڑے اور روٹی بنانے کے ملوں کے شیئر یعنی حصص خریدنے کے لئے درست تحریر فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مال خریدنے اور اسکو بیچنے یا مال تیار کرنے کیلئے جو کمپنیاں ہیں اسکے حصص خریدنا درست ہے، معاملہ صاف ہوجانا چاہئے، بعض کمپنیاں ایسی ہیں کہ وہ مال نہیں خریدتی ہیں، نہ تیار کرتی ہیں بلکہ روپیہ قرض پر چلاتی ہیں، انکے حصوں کو خریدنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ

شیئر خریدنا

سوال:۔ ہم ایک فیکٹری میں تیرہ سو کا شیئر ڈال کر اس کا نفع حساب سے جو بھی آوے لے سکتے ہیں یا نہیں؟؟ فیکٹری میں ہم نقصان کے بھی حقدار ہیں، فیکٹری میں نقصان صرف آگ لگ جانے یا حادثہ سے ہی آسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس فیکٹری میں جائز تجارت ہوتی ہے اور سودی کاروبار نہیں ہوتا تو تیرہ سو کا حصہ خرید کر نفع اور نقصان میں شریک ہونا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو شئیرز اور کمپنی ص ۴۴۷، اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز کے شئیرز، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی،

[2] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

باب ہشتم: بیع مرابحہ

بیع مرابحہ

سوال:۔ میں دوکانداروں کواُدھار مال فروخت کرتا ہوں، وہ مجھے پہلے آڈر دیتے ہیں، یہ بھی طے کرلیا کہ کانپور والا مال جس کی خریداری ایک روپیہ کی ہوگی، وہ ۱۷/آنے میں فروخت ہوگا، اور دہلی کا ایک روپیہ کا مال ۲۵/۱/میں فروخت ہوگا، بشرطیکہ مال صحیح سالم ہواور تاجر کی مرضی کے موافق ہوتو اس طرح نفع لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ ایک شخص نے اپنا مال خود کرایہ پر دے کر اس کے ہاتھ منگوایا، اگر لانے والے سے روپیہ تلف ہوجاتا یا مال ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں تھی، بہرحال وہ مال لے آیا اور اس نے میرے قبضہ میں دیدیا، اس کے بعد میں نے وہ مال نفع لگا کر اس کے ہاتھ فروخت کردیا، تو یہ نفع جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] واما شرائط بیع المرابحة فمنها ماذکرناه وهوان یکون الثمن الاول معلوماً للمشتری الثانی لان المرابحة بیع بالثمن الاول مع زیادة ربح ،والعلم بالثمن الاول شرط صحة البیاعات کلها لما ذکر نا فیماتقدم .بدائع زکریا، ص ۴۶۱/ج۴/کتاب البیوع، شروط بیع المرابحة، هندیه کوئٹه ص۱۶۰ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة والتولیة، محیط برهانی ص۱۸۳ ج۱۰ الفصل الخامس عشر فی بیع المرابحة والتولیة والوضیعة، طبع مجلس علمی گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑا خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال: ۔تجارت میں بھاؤ کر کے دھندا کرنا مثلاً کپڑا اگر ۲۰/روپیہ کا ملا ہے، گاہک کو ۳۵/روپیہ بتایا بعد میں بھاؤ کم کر کے ۲۵/روپیہ میں دے دیا، اس میں جو پانچ روپیہ منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑا جس قیمت میں خریدا ہے، ضروری نہیں کہ اس قیمت پر فروخت کیا جائے، بلکہ اس پر نفع لینا درست ہے، جس کپڑے کی قیمت پچیس روپئے ہے، بیوپاری کو یہ نہ کہا جائے کہ میں نے تیس ۳۰/روپئے میں خریدا ہے، کہ یہ جھوٹ ہے، جو کہ ناجائز ہے[2] بلکہ یہ کہا جائے کہ میں ۳۵/روپئے میں فروخت کرتا ہوں، پھر وہ قیمت کم کر دے، تو یہ طرفین کی رضامندی پر ہے، جتنے پر بھی معاملہ ہو جائیگا، بیع درست ہوگی، نفع بھی درست[3] ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] المرابحة بيع ماملكه بماقام عليه وبفضل ،درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۳۲/ج۵/ باب المرابحة والتولية، مجمع الأنهر ص ۱۰۶ ج۳ باب المراحبة والتولية، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۵۵ ج۳ باب التولية دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عين الكذب حرام، الدر المنتقىٰ مع المجمع ص ۲۲۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایضاً

سوال:۔ بیوپاروں سے دھندا مثلاً ۳۰/روپیہ کا کپڑا اگر کسی بیوپاری کو بیچنے کیلئے ۳۵/روپیہ میں دیا، اس نے جھوٹ سچ بول کر غلط ڈھنگ سے بیچ کر ۳۵/روپیہ دیدیئے اس میں جو ۵/روپئے منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوپاری کو یہ کہہ کر دیا ہے، کہ یہ کپڑا میں نے ۳۵/روپئے میں خریدا ہے، تم اس کو ۳۵/ہی میں فروخت کرنا تو یہ جھوٹ ہے منع ہے، کیونکہ خریدا ہوا، ۳۰/کا ہے، اگر یہ کہہ کر دیا ہے کہ یہ کپڑا جس قیمت میں چاہے فروخت کرو مجھے ۳۵/روپئے دیدینا، پھر اس نے چاہے ۳۵/میں فروخت کیا یا زائد میں تو یہ شرعاً درست ہے، نفع بھی درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ج۶ کتاب الکراهية، فصل فی البیع، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۳۵۹ج۶ کتاب الکراهية الفصل الثالث فی ما یتعلق بالمناهی.

[3] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال، (مبسوط للسرخی ص۱۱۹/ ج۱۲/ مطبوعه بیروت، کتاب البیوع) هو (البیع) مبادلة المال بالمال بالتراضی (بحر کوئٹه ص۲۵۷، ج۵، کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۷ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم

(صفحہ ہذا) [1] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی بقابله العوض حلال. (مبسوط للسرخی ،ص ۱۱۹/ج۱۲/ بیروت) کتاب البیوع.

بیع مرابحہ کی ایک صورت

سوال:۔ ایک آدمی نے ایک شخص سے کہا کہ ہم تمہارا مال ایک کونٹل سو روپیہ میں فروخت کردیں گے اور پھر اس نے اس مال کو ایک کونٹل ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کیا اور جس نے سو روپیہ میں مال فروخت کرنے کو کہا تھا اس کو ۱۰۰/روپیہ دیدیئے اور ۲۵/روپیہ خود رکھ لئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے[۱]، یوں کہدے کہ مجھے سو روپیہ دیدو پھر خرید کر جس قیمت میں چاہے فروخت کردے، یا صاحب مال کہدے کہ یہ مال جتنے میں چاہے فروخت کرو، مجھے سو روپیہ دیدو، یا یہ کہے میں تمہارا یہ مال ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کرونگا، ۲۵/روپیہ مجھے دیدینا[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۱۴۰۱ھ

---

[۱] اس لئے کہ وکیل امین ہوتا ہے اور امین کے لئے اس طرح کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ "ولیس للمودع حق التصرف والاسترباح فی الودیعة الخ، مبسوط للسرخسی ج۱۱/ ص۱۲۲/ مطبوعه دارالفکر، کتاب الودیعة، عنایه مع الفتح ص۴۹۰ ج۸ کتاب الودیعة، طبع دار الفکر بیروت.

[۲] اس لئے کہ یہ اجرت ہے جو متعین اور معلوم ہے۔"وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۷/اول کتاب الاجارة، هدایه ص۲۹۳ ج۳ کتاب الاجارات، دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص۵۱۲ ج۳ کتاب الاجارة، دار الکتب العلمیة بیروت.

ایضاً

سوال:۔ والد، بہن، بھائی اور دوسرے رشتہ دار اگر روپیہ دیکر کوئی چیز خریدنے کو کہتے ہیں، تو میں دوکان سے خرید کر اس پر اپنا نفع رکھ کر دے سکتی ہوں، کیا ایسی تجارت درست ہے، جبکہ میری کوئی علیحدہ دوکان نہیں ہے، والدہ سے ایسی تجارت کی جاسکتی ہے، کیا اور رشتہ کے لئے گنجائش ہے، ایسے تجارتی مال پر زکوٰۃ کس باب اور کس طرح نکالنی چاہئے، جبکہ یہ تجارت وقتی طور پر کرتی ہوں، ان کی رقم سے مال خریدنا یا اپنی رقم سے خرید کر اس پر نفع رکھنا کونسا طریقہ بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ کو کسی نے وکیل بنایا کہ میرے لئے اتنے روپئے کی فلاں چیز خرید دیں اور آپ انکے روپئے سے ان کے لئے خریدیں تو اس پر آپ کے لئے نفع لینا جائز نہیں[1]، والدین، بھائی، بہن، اغیار سب کیلئے یہی مسئلہ ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے روپیہ سے اپنے لئے سامان خریدیں پھر جب کوئی آپ سے اس سامان کی خریداری کیلئے کہے تو آپ کہدیں یہ سامان میرے پاس بھی موجود ہے مجھ سے خرید لیا جائے، اس پر آپ کو حسب صوابدید نفع کا حق ہے[2]، زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ جب سے مقدار نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا) یا اس کی قیمت کا مال زکوٰۃ آپ کی ملکیت میں آئے اور آپ کی حاجت اصلیہ

---

[1] لانه يؤدى الىٰ تغرير الآمر حيث اعتمد عليه الخ مجمع الانهر ج۳/ص ۳۱۹/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، باب الوكالة بالبيع والشراء)

[2] فالبيع ماشرع الا لطلب الربح والفضل فالفضل الذى يقابله العوض حلال الخ، مبسوط للسرخسى ج۱۲/ص ۱۱۹/ دارالفكر بيروت، كتاب البيوع،

قرض وغیرہ سے زائد ہوتو ایسے مال پر جب سال بھر گذر جائے تو کل مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہے، اگر ذمہ میں قرض بھی ہوتو قرض کی مقدار کو کل مال سے منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ لازم ہوگی، جبکہ وہ مقدار نصاب ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۱۴۰۰ھ

---

[۳] وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلية الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۳/ص ۱۷۴، النهر الفائق ص۴۱۳تا۴۱۵ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص۲۸۵ج۱ کتاب الزکاة، طبع بيروت، نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مأتادرهم الخ درمختار علی الشامی زکریا ، ج۳/ص ۲۲۴/ باب زکاة المال، النهر الفائق ص۴۳۶ج۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال، طبع بيروت، مجمع الأنهر ص۳۰۳ج۱ باب زکاة الذهب والفضة والعروض، دار الکتب العلمية بيروت.

باب نہم : بیع سلم

بیع سلم میں ثمن مجہول ہو

سوال:۔ایک شخص قرض روپے چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو ماہ کے بعد روپیہ کے بعد گندم کو اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دوں گا، اور اصلی معروف دونگا، تو اس طریقہ سے قرض لینا اور دینا اور پھر اسی طریقہ سے ادا کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں یہ شرط کرنا کہ اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دونگا، مفسد بیع ہے کیوں کہ یہ بیع سلم ہے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسی وقت یعنی روپیہ دیتے وقت نرخ متعین کرلیا جاوے، اور صورت مسئولہ میں نرخ مجہول ہے، لہٰذا یہ معاملہ ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/محرم ۵۷ھ

بیع سلم

سوال:۔احمد صاحب اناج کا بیوپار کرتے ہیں اور دوسرے بیوپار بھی کرتے ہیں، برسات میں ہم کو روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو ہم لوگ پہلے ہی بھاؤ کر کے مال کا روپیہ لے جاتے ہیں، اور اسی بھاؤ سے فصل پر اناج دیدیتے ہیں، خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ سود تو نہیں اس کا خلاصہ صاف صاف لکھدیں؟

---

[1] والرابع ان یکون معلوم القدر بالکیل اوالوزن اوالعدد اوالذرع کذافی البدائع عالمگیری ص ۱۷۹/ج۳/ الباب الثامن عشر فی السلم، هداية ص ۹۵ ج۳ باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر روپیہ قرض دیا جائے تو پھر اس روپیہ کی واپسی لازم ہے، اس میں زیادتی کی شرط کرنا سود ہے[1]، البتہ اگر واپسی کے وقت روپیہ موجود نہ ہو اور روپیہ کے عوض غلہ وغیرہ دینا چاہے تو دیتے وقت جو معاملہ کرلیا جائے وہ درست ہے، مثلاً جس وقت روپیہ قرض لیا اس وقت غلہ کا نرخ تیرہ روپیہ کا تھا اور جب روپیہ واپس کرنیکا وقت آیا تو غلہ کا نرخ دس روپیہ کا ہوگیا اور دس کے حساب سے بجائے روپیہ دینے کے غلہ دیدیا تو یہ سود نہیں بلکہ درست ہے۔

اگر روپیہ قرض نہیں دیا بلکہ غلہ خریدا اسطرح کہ روپیہ اب دیدیا اور غلہ لینے کا وقت فصل کا موقع تجویز کرلیا اور غلہ کا نرخ ابھی تجویز کرلیا کہ اسکے حساب سے غلہ لیں گے اور فلاں قسم کا غلہ ہو فلاں جگہ پہنچانا ہوگا، تب بھی درست ہے اگر روپیہ دیتے وقت غلہ کا نرخ تیرہ کا ہو جو روپیہ دیا گیا ہے، وہ اس صورت میں پیشگی قیمت ہے، قرض نہیں یہ بھی سود نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بدائع ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل وأما الذی یرجع الی المسلم فیہ، مطبوعہ سعید کراچی؛

(صفحہ ہذا) [1] الدیون تقضی بامثالھا، الاشباہ ص۱۴۳ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، وجہ ظاھرالروایۃ ان الاقراض فی الحقیقۃ مبادلۃ الشئی بمثلہ فان الواجب علی المتسقرض مثل مااستقرض دینافی ذمتہ لاعینہ فکان محتملا للاستبدان کسائر الدیون. (بدائع ص۴۸۴/ج۴/ حکم التصرف)، الدیون تقضٰی بامثالھا الخ شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین بالضرب الخ، مطلب الدیون تقضٰی بامثالھا، کل قرض جر نفعاً حرام الخ شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] ولا یصح السلم عند ابی حنیفۃ الا بسبع شرائط جنس معلوم ونوع معلومۃ وصفۃ معلوم ومقدار معلوم واجل معلوم ومعرفۃ مقدار رأس المال وتسمیۃ المکان الذی یوفیہ الخ ھدایۃ ص۹۵ ج۳ باب السلم، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص۶۲-۴۶۱ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷/۵، کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیہ الخ،

بیع سلم

سوال:۔کوئی شخص بالکل غریب ہے،کھانے کو کچھ نہیں اس کو دس روپیہ اس شرط پر دیئے کہ جو بھی غلہ مثلاً گندم یا مکئی ہوگی وہ کٹنے پر دوسیر یا تین سیر کے لونگا،مثلاً بازار میں بھاؤ ۱½ سیر کا نکلا تو اب اس کو حسب وعدہ تین سیر کے غلہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ طے شدہ معاملہ ہے یا سود ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے جو غلہ دینا طے پائے اس کی حفاظت اور نرخ وغیرہ اس طرح مقرر کرلیا جائے کہ نزاع کا اندیشہ نہ رہے، پھر وقت پر بازاری نرخ کچھ بھی ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ جو نرخ طے کیا گیا ہے، اسی نرخ سے دینا ہوگا۔کذافی الشامی[1] مگر اتنا نرخ مقرر کرنا جس سے غلہ دینے والے کو زیادہ نقصان ہو اور وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے اسے منظور کرلیتا ہو یہ ہمدردی اور مروت کے خلاف ہے کہ وہ بیچارہ مستحق امداد ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

---

[1] وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقد اره فی مکیل وموزون وعددی غیرمتفاوة واکتفیا بالاشارة کمافی مذروع وحیوان قلنا، ربما لایقدرعلی تحصیل المسلم فیه فیحتاج الی ردرأس المال درمختار ،قال الشامی: قوله: فیحتاج الیٰ ردرأس المال ای فاذاکان غیر معلوم القدر ادی الی المنازعة.شامی کراچی،ص ۲۱۵/ج۵/ باب بیع السلم، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۹ ج۳ الباب الثامن عشر فی السلم، هدایة ص ۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

بیع سلم میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ

سوال:۔(۱) موجودہ وقت میں جیٹھ کے ماہ میں دھان پچیس روپیہ من بازار میں فروخت ہوتا ہے، زید نے کہا کہ اگر کاتک کے مہینے میں دھان کی قیمت دوگے تو ۳۵/روپے لونگا، تو ایک من دھان کے بدلہ میں ۳۵/روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نقد اور اُدھار کی وجہ سے قیمت میں کمی وبیشی ہوتی ہے، یہ شرعاً سود نہیں ہے، جس قیمت پر دھان فروخت کیا ہے، وقت مقررہ پر وہی قیمت لینا درست ہے، لیکن جو شخص غریب اور قیمت ادا نہیں کرسکتا اس کے ساتھ احسان کرنا چاہئے، قیمت میں زیادہ اضافہ کرنا خلاف مروت ہے۔[۱]

(۲) بیع سلم یہ ہے کہ روپیہ پہلے دیا جائے اور گندم وغیرہ بعد میں وصول کیا جائے،[۲] اور بیع کے لئے جنس، نوع، صفت، وقت، وصولیابی کی جگہ وغیرہ کی ایسی طرح تفصیل کردی جائے، کہ نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

---

[۱] الا تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل، بدائع الصنائع ص۴۶۶/ج۴/ فصل مایجب بیانه فی المرابحة، هدایة ص۷۴ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عنایة علیٰ فتح القدیر ص۵۰۷ج۶ مطبوعه دار الفکر بیروت، لامساواة بین النقد والنسیئة لان العین خیرمن الدین والمعجل اکثر قیمة من المؤجل (بدائع، ص۴۰۷/ج۴/ ربالنسیئة)

[۲] قال علی القاری فی المرقاة ص۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم والرهن، السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأ نک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته الیه کذافی النهایة، شامی زکریا ص۴۵۴ج۷ باب السلم، بحر ص۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه کوئٹه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

بیع سلم

سوال:۔الف نامی کسان ہے ب نامی ساہوکار ہے، بارش میں کسان اپنی کھیتی میں ہر قسم کا بیج بوتا ہے، جب پودے پک جاتے ہیں تو اس کے دیگر کام پولائی مزائی وغیرہ کے لئے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے، کسان کے پاس پیسہ نہیں رہتا، لہٰذا وہ ساہوکار کے پاس جاتا ہے اور پیسہ طلب کرتا ہے، ساہوکار پیسہ دینا چاہتا ہے، مگر اس شرط پر کہ کپاس کا بھاؤ ۴۰/ یا ۴۵/ روپے من پر (۴۰/کلو کا من) اور جوار ۱۰/ یا ۱۲/ روپے من اس حساب سے دوں گا، جتنے من کا پیسہ درکار ہو لے لو کسان قبول کر کے ضرورت کے مطابق روپیہ لے لیتا ہے، اس کے بعد فصل پر وعدہ کے مطابق دیتا ہے، اسی بھاؤ سے جس وقت کسان پیسہ لے رہا ہے، اس وقت ہر چیز کا بھاؤ دوگنا ہے، مگر ضرورت کی وجہ سے کم نرخ قبول کر کے لے رہا ہے، اس کو مہاراشٹر میں جلپ کہتے ہیں یہ لین دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ بیع سلم کا ہو گیا[1] اگر ہر جنس کی قسم، وزن، نرخ، وصولیابی کی جگہ اور وقت اسی طرح متعین کر لیں کہ اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو تو درست ہے[2] جو روپیہ پیشگی لیا گیا ہے، وہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] وشرطه أی شروط صحته التی تذکر فی العقد سبعة، بیان، جنس، ونوع وصفة وقدر وأجل وأقله شهر ..... وقدر رأس المال فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت والسابع بیان مکان الإیفاء للمسلم فیه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۱-۴۶۲ ج۷ کتاب البیوع باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه ص ۹۵ ج۳، باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(صفحہ ہذا) [1] السلم شرعاً بیع آجل وهو المسلم فیه بعاجل وهورأس المال الخ درمختار علیٰ الشامی زکریا ،ص ۴۵۴/ ج۷/ باب السلم ، البحر الرائق ص ۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۷۰ ج۷ باب السلم مطبوعه دار الفکر بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس جنس کی قیمت ہے قرض نہیں، لیکن غریب ضرورت مند مستحق رحم ہوتا ہے، اس سے نرخ میں اتنی کمی کرنا مروت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع سلم کی جائز صورت

سوال:۔ یہاں پر بعض تجار لوگ زمین داروں کو ایک من مکئی وعدہ پر دیتے ہیں، کہ فلانے مہینے میں اس کی جگہ ایک من گیہوں لیں گے، زمین دار لوگ لے لیتے ہیں، اور وعدہ کئے ہوئے پر دیتے ہیں، اور اس میں ملا لوگ بھی مختلف ہیں، بعض حرام اور بعض جائز کہتے ہیں، کہ وعدہ معلوم ہونے پر جائز ہے، اور مجہول ہونے پر ناجائز ہے، بعض کیل ووزن کی بات نکالتے ہیں، لہٰذا جو صحیح ہو تحریر فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ ناجائز ہے اگر جائز طریق پر کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ فی الحال مکئی فروخت کردی جائے، اور اس کی قیمت وصول کرکے کاشتکار کو یا جس سے خریدنا چاہیں اس کو دے دیں، کہ اس روپیہ کے عوض ہم فلاں مہینے میں اس قسم کے اس نرخ پر گیہوں لیں گے، اور وہ اس کو منظور کرلے، پس یہ صورت شرعاً درست ہے، "**اذا بیع قفیز حنطة بقفیزی شعیر یدابیدحل الفضل فان احد جزئی العلة وهو الکیل موجود هنا دون الجزء الأخر وهو الجنسیة .....فلا یصح سلم هروی فی هروی لوجود**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ وشرطه بیان جنس وبیان نوع وصفة وقدر وأجل وبیان قدر رأس المال وبیان مکان الایفاء الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص ۴۶۱، ۴۶۳/ ج۷/ باب السلم، هدایة ص۹۵ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجنس والنسا فی المسلم فیه ولاسلم برفی شعیر لوجود القدر مع النسااھ مجمع الانهر ،ص ۸۵/ج ۲/اھ"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۱/ج ۱/۵۸ھ

سلم کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے ملک میں یہ پیشہ اور رواج ہے مثلاً ماہ اپریل کو ایک سو روپیہ قرض دار کو دیدیا اور اسے ملاپ کر کے یعنی زبانی اقرار کرلیا ماہ نومبر یا دسمبر کو مکئی لوں گا وہ کہتا ہے کہ سو روپیہ میں دس من دونگا، یہ طریقہ چلتا ہے، قرض دار جس وقت سو روپیہ لیتا ہے، اس وقت مکئی کا نرخ ڈیڑھ روپیہ فی سیر ہوتا ہے، اور جس وقت مکئی قرض پر دیتا ہے، تو اس وقت عام نرخ دو سیر فی روپیہ ہوتا ہے، اور لینے والا اپنا کیا ہوا دس روپیہ من لیتا ہے، کیا یہ سود ہے؟ اور یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص قرض پر روپیہ لیتا ہے قرض دار کو دینے والا روپیہ دیتا ہے، اس بیع میں فائدہ سمجھ کر بھائی تم کو روپیہ دوں گا، عام نرخ سے فی سیر دو روپیہ کم لونگا، مثلاً دس روپیہ فی سیر عام نرخ ہے، لیکن میں تجھے فی سیر آٹھ روپیہ یا سات روپیہ فی سیر دونگا، یہ سود ہے یا نہیں؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سو روپیہ دینا اور طے کر لینا کہ اتنے روز بعد فلاں مہینہ میں اس روپیہ کی مکئی فلاں نرخ سے لونگا، اور فلاں جگہ لونگا اور سب باتیں اس طرح کر لی جائیں کہ پھر نزاع نہ ہو، تو پھر شرعاً یہ

---

[1] مجمع الانهر ،ص ۱۲۱/ج۳/ باب الربا،مطبوعه مکتبه الباز مکة المکرمة، فتح القدیر ص ۱۱ ج۷ باب الربا، مطبوعه دار الفکر بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۴ ج۷ باب الربا.

معاملہ درست ہے، اگر چہ عام نرخ جو کچھ بھی ہوں[1]

لیکن اگر سو روپیہ قرض دیدیا پھر کسی وقت اس سے مل کر کسی کا معاملہ کیا تو یہ صحیح نہیں[2]

(۲) جب روپیہ قرض دیا ہے، تو اس وقت یہ طے کرنا کہ اس کے عوض فلاں چیز لونگا، غلط اور منع ہے، البتہ جب قرض واپسی کرنے کا وقت آئے اور بجائے روپیہ واپس کرنے کے کوئی اور چیز اس کے عوض دینا چاہے تو اس وقت دونوں رضامندی سے معاملہ کرلیں، اور نرخ طے کرلیں لیکن اسکا خیال کرلیں کہ نرخ طے کرنے میں قرض کی وجہ سے نرخ پر فرق نہ کیا جائے، بلکہ جو عام نرخ ہو وہی طے کرلیا جائے، ورنہ سود ہو جائیں گے، سود کو اللہ ورسول نے حرام قرار دیا ہے، ''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰ الاية''[3] **لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اكل الربوٰا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء (رواه مسلم مشكوٰة، ص ۲۴۴/)**[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۰ھ

---

[1] ولايصح السلم عندابى حنيفة الا بسبع شرائط جنس معلوم نوع معلوم وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ونسبة المكان الذى يوفيه الخ هدايه مختصراً، ص ۹۵/ج۳/ باب السلم، شامى زكريا ص ۴۶۱، ۴۶۲ ج۷، باب السلم، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم،

[2] كل قرض جرنفعاً حرام درمختار على الشامى زكريا، ص ۳۹۵/ج۷/ فصل فى القرض، كتاب البيوع، مطلب كل قرض جرنفعا حرام، اعلاء السنن ص ۴۹۸ ج۱۴ كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، مطبوعه كراچى، قواعد الفقه ص ۱۰۲ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[4] مشكوٰة شريف ص ۲۴۴/ كتاب البيوع، باب الربوٰا، الفصل الاول، طبع ياسر نديم،

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کے لکھنے والے اور اسکے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ گناہ میں سب برابر ہیں۔ (از مترجم مشکوٰۃ شریف)

متعینہ وقت پر مسلم فیہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اس شرط پر کہ وہ زید کو فصل خریف کے موقع پر فی روپیہ چار کلو کے حساب سے دھان دیگا، اتفاق سے عمر کے پاس اتنا دھان نہیں ہوا کہ وہ زید کو دے سکے، اب زید نے عمر سے کہا میرا وہ روپیہ جو پہلے دے چکا ہوں اور آج کے حساب سے جو قیمت بچتی ہے ان سب کا آئندہ فصل کے موقع پر دھان لونگا، تو کیا متعاقدین کی مذکورہ صورت کے ساتھ بیع وشراء کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اب معاملہ جائز نہیں، روپیہ دیتے وقت جو معاملہ کیا تھا اس کی پابندی لازم ہے یا جس قدر روپیہ دیا تھا، معاملہ فسخ کر کے وہ روپیہ واپس کر دیا جائے۔ کذا فی الدر المختار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۲ھ

بیع سلم میں روپے کے عوض دھان لینے کی شرط

سوال:۔ ایک شخص آج ایک روپیہ کا چاول مثلاً ۸/سیر ہے اور اس خریدنے والے سے یہ کہے کہ میں دو مہینے کے بعد تم سے اس روپیہ کے عوض ۳۲/سیر دھان لونگا، اور جو شخص

---

[1] ولو انقطع بعد الاستحقاق خیرب السلم بین انتظار وجود ہ والفسخ واخذ رأس ماله الخ، الدرالمختار علی الشامی ص ۴۵۹/ج۷/ مطبع زکریا دیوبند، باب بیع السلم، هل اللحم قیمی او مثلی، هدایه ص۹۳ ج۳، باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص۱۵۸ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

اس شرط پر وہ چاول لے جاتا ہے اسی کو دیا جاتا ہے، اور دوسرے کو اس بھاؤ پر نہیں مل سکتا، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع ناجائز ہے جواز کی صورت یہ ہے کہ چاول کا معاملہ بلاشرط مذکور کیا جائے، پھر اس کی قیمت میں جو ایک روپیہ واجب ہوگا، بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ ادا کردے، اگر اپنے پاس نہ ہو تو اس بائع سے یا کسی دوسرے شخص سے قرض لے کر دیدے اس کے بعد بائع وہ روپیہ مشتری کو دے اور معاملہ سلم باقاعدہ طے کرے کہ اتنے روز بعد اس حساب سے اس روپیہ کے عوض اس قسم کے دھان مجھے دیدینا غرض سلم کی پوری شرائط کی رعایت کرے کہ وصولیابی کے وقت کسی چیز کے ذکر نہ کرنے یا مبہم رہ جانے کی وجہ سے نزاع پیدا نہ ہو، اگر چاول خریدتے وقت روپیہ ادا کرنے کی نوبت نہ آئے تو یہ بھی جائز ہے، کہ چاول کی بیع پوری ہونے کے بعد اس طرح معاملہ کرے کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ چاول کی قیمت کا واجب ہے، اس کے عوض اتنی مدت بعد اس نرخ سے اتنے دھان دیدینا[1]

صورت مسئولہ کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر چاول کی قیمت روپیہ کو قرار دیا جائے تب تو یہ شرط کہ اس روپے کے عوض دھان لونگا، (روپیہ نہیں لونگا) شرط فاسد ہے نیز صفقة

---

[1] قال علی القاری فی المرقاة ،ص ۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم، والرهن: السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأنک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته الیه اھ وقال النووی اجمعواعلی اشتراط وصفه بمایضبط به، شرح النووی مع مسلم ص ۲/۳۱، طبع رشیدیه دهلی، ولا یصح السلم عند ابی حنیفة إلا بسبع شرائط جنس معلوم، ونوع معلوم، وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمیة المکان الذی یوفیه الخ، هدایه ص ۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص ۶۲-۶۱ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیه.

فی صفقة ہے اور یہ دونوں چیزیں مفسد بیع ہیں، کماھو مصرح فی کتب الفقه مثل الهدایه[1] والدر المختار[2] وغیرهما، اور اگر چاول کی قیمت دھان کی قرار دیا جائے، یہ ربوٰ ہے "ومنعه اظهر من ان یذکر"[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۵۸ھ

بیع سلم کی بعض صورتیں

سوال:۔(۱) ایک دوکاندار سے دوسرے شخص نے دومن غلہ گندم مثلاً لیا، اور تحریر کردیا کہ دوماہ بعد یعنی فصل گندم کٹنے کے بعد اس کے عوض سوا دومن دونگا، اس کو اس جگہ بہتوی کہتے ہیں، یہ لین دین جس میں تفاضل بھی ہے، اور مہلت بھی نہ یداً بیداً اور نہ سواء بسواءٍ ہے، یہ صورت بیع سلم کے اندر شرائط سلیمہ کے ملحوظ رکھنے کے بعد داخل ہے، یا نہیں، جبکہ دونوں طرف سے جنس ہے، نقد نہیں، داخل ہوکر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک من غلہ جس کی قیمت مثلاً دوروپیہ ہے دوکاندار نے کہا کہ یہ ایک من غلہ جس کی قیمت اس وقت بازاری نرخ کے لحاظ سے دوروپیہ ہوتے ہیں، گویا تم کو دوروپیہ دے

---

[1] الهداية، ج۳/ص ۶۰-۵۹/باب البیع الفاسد، قد نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع وشرط الی قوله: وقد نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن صفقتین فی صفقةٍ اھ

[2] الدرالمختار: لابیع بشرط لایقتضیه العقد ولایلائمه درمع شامی کراچی، ص ۱۸۵/ج۵/ البیع بشرط فاسدٍ، ومجمع الانهر ص۹۰-۹۱/۳، مکتبه الباز مکه مکرمه، النهر الفائق ص۴۳۴/۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت،

[3] قال تعالیٰ: احل اللّٰه البیع وحرم الربوا. (البقره، پاره۳/)، وعلته القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفصل والنساء الیٰ ان قال وإن وجد احدهما حل الفصل وحرم النساء الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴-۴۰۳ج۷ باب الربا، النهر الفائق ص۷۱-۴۷۰ج۳ باب الربا، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۲۸ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

رہا ہوں، گیہوں کی فصل کٹنے کے بعد ان دو روپیوں کا گندم سوا من لونگا، اس صورت میں وہی گندم دیتا ہے، اور گندم تفاضل کے ساتھ لیا ہے، نقد پھر بھی نہیں دیا، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں گندم قیمت کر کے نہیں دی تھی، اس میں قیمت پائی گئی، اس صورت میں بھی لینا دینا جنس کا ہے، فقط ربوا سے بچنے کیلئے بطور حیلہ کے یہ سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تیسری صورت قرض کی ہے کہ ایک قیمت کے دوسرے کو دو من گندم قرض دے دو ماہ کے بعد پھر وہی دو من لے گا، اس میں تفاضل وزیادتی تو نہیں البتہ نسیئہ ہے، یداً بیدٍ نہیں ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے "العاشر (من شروط السلم) ان لایشمل البدلین احد وصفی علة الربا الفضل وهو القدر والجنس اھ فتاوی عالمگیری"[1]

(۲) اس صورت میں دو معاملہ ہوئے، ایک تو یہ کہ ایک من غلہ دو روپیہ میں فروخت کیا، دوسرا یہ کہ ان دو روپیوں کے عوض فلاں وقت سوا دو من غلہ لوں گا، پہلا بیع اجل کا ہے، اور دوسرا بیع سلم کا ہے، پس اگر معاملہ پختہ اور ختم ہونے کے بعد مستقل طور پر دوسرا معاملہ کیا ہے، اس طرح کہ اولاً ایک من غلہ فروخت کیا اور اس میں کوئی شرط خلاف مقتضائے عقد نہیں لگائی، البتہ قیمت مؤجل رہی جس کی اجل متعین کر دی، پھر اس کے بعد دوسرا معاملہ کیا کہ تمہارے ذمہ دو روپیہ واجب الادا ہے، ان کے عوض اس نرخ سے فلاں وقت گیہوں دیدینا اس نے منظور کر لیا، تو یہ معاملہ درست ہو گیا، اگر پہلے معاملہ کے لئے دوسرے معاملہ کو شرط قرار دیا ہے، مثلاً اس طرح معاملہ کیا کہ ایک من غلہ دو روپیہ کا اس شرط پر تمہارے ہاتھ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، ص ۱۸۰-۱۸۱/ج۳/باب السلم، بدائع ص ۳۱۴ ج۵ کتاب البیوع واما الذی یرجع الی البدلین جمیعاً، مطبوعه سعید کراچی، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۶ ج۷ باب السلم.

فروخت کیا کہ فلاں ماہ میں اس دو روپیہ کے عوض تم سے سوا دو من غلہ لونگا، تو یہ ناجائز ہے، اس سے بیع اجل ہوئی نہ بیع سلم[1]

(۳) یہ جائز ہے قرض ہے، الاقراض تقضیٰ بامثالھا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱/۵۹ھ

بیع سلم کی تین صورتیں

سوال:۔(۱) ہمارے یہاں مروج ہے کہ زمیندار لوگ ساہوکاروں کو کپاس لکھ دیتے ہیں یعنی فصل سے پہلے تحریر کر دیتے ہیں، کہ میں دس من کپاس مثلاً بحساب فی من ۲۰ دونگا اور تحریر دینے کے وقت رقم یا تو بالکل نہیں دیتے اور ۲۰ فی من کے حساب سے اسی وقت لے لیتے ہیں، باقی ادائیگی کپاس کے بعد وصول کرتے ہیں، یا ساری رقم اسی وقت لے لیتے

---

[1] وکذلک لوباع عبداعلیٰ ان یستخدمه البائع وقد نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن صفقتین فی صفقةٍ، هدایه ص۶۰/ ج۳/ باب البیع الفاسد، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۱۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] کذافی فی الاشباه ،ص۱۴۳/ کتاب المداینات وفیه ان الدیون تقضی بأمثالها، الفن الثانی مطبوعه، اشاعة الاسلام دهلی.

"ویؤیده مافی الهندیة عن القاضی الامام فخر الدینؒ..... لواستقرض من آخر حنطة فأعطی مثلها بعد ماتغیرسعرها فانه یجبر المقرض علی القبول کذافی مختار الفتاویٰ، عالمگیری، ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع عشر فی القرض، شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل الخ، مطلب الدیون تقضٰی بامثالها.

ہیں، تو مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے کس صورت میں بیع جائز ہے، اور کس میں نہیں؟

(۲) اگر تحریر کرتے وقت مروج بھاؤ سے کم نرخ پر بیع کریں، مثلاً متعاقدین کی رضا سے بیس کے بجائے ۱۶ نرخ سے طے ہوا اور زمیندار نے تمام رقم اسی وقت وصول کر لی تو اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے اگر دیگر شروط سلم بھی موجود ہو تو تیسری صورت میں بیع درست ہے، پہلی دو صورتوں میں درست نہیں[1]

(۲) درست ہے "والسادس ان یکون (رأس المال)مقبوضاً فی مجلس السلم الیٰ قوله: وفی النوازل رجل اسلم عشرة دراهم فی عشرة اقفزة حنطة ولم تکن الدراهم عنده فدخل بیته لیخرج الدراهم ان دخل حیث یراه المسلم الیه لایبطل السلم وا ن توارىٰ عنه بطل کذافی الخلاصة اھ عالمگیری ،ص ۱۷۹ ر ج۳ر.[2] ولاباس بالسلم فی

---

[1] بظاہر دوسری صورت میں بھی اگر دیگر شروط سلم موجود ہوں، تو جتنا رأس المال نقد ادا کیا گیا اس کے مقابل بیع سلم درست ہوگی، اور فقط دین کے عوض باطل ہوگی، جیسا کہ مجمع الانہر کی یہ عبارت شاہد ہے، "وقبض رأس المال قبل التفرق شرط بقائه فلو اسلم مائة نقدًا ومائة دینا علی السلم الیه فی کربطل حصة الدین فقط. (قوله شرط بقائه) ای بقاء العقد علی الصحة لاشرط انعقاده فینعقد صحیحا بدونه ثم یفسد بالافتراق بلاقبض، مجمع الانهر ص۱۴۵/۳، باب السلم، مکتبه الباز مکه مکرمه، شامی کراچی ص۱۷-۲۱۶ ج۵، باب السلم، هدایه ص۹۶،۹۷ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] الهندیه ،ص ۱۷۹-۱۸۰ ر ج۳ر مطبوعه کوئٹه.الباب الثامن عشرفی السلم ،الفصل الاول فی تفسیره ورکنه الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۶۵-۴۶۴ ج۷ باب السلم، بحر ص۶۳، ۱۶۲ ج۶، باب السلم،

القطن والکتان والا بریسم اھ عالمگیری[1] ص ۱۸۵/ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۶۶ھ

بیع سلم بلا شرائط

سوال:۔ بیع سلم جائز تو ہے لیکن اگر مع شرائط نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں، اور عدم شرائط کے ساتھ اس بیع کے کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مع شرائط نہ ہو تو جائز نہیں، ناجائز بیع کرنے والا گنہگار ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳/۱۸۵، الفصل الثانی فی بیان مایجوز السلم فیه الخ، بدائع کراچی ص ۹-۵/۲۰۸، کتاب البیوع، فصل واما الزی لرجع الی المسلم فیه، بحر کوئٹہ ص ۶/۱۵۷، باب السلم،

[2] عن ابن عباسؓ قال قدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنة والسنتین فقال من سلف فی تمر فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم . مسلم شریف، ص ۳۱/ج ۲/باب السلم مطبوعه سعد دیوبند، فتح القدیر، ص ۷۳/ج ۶/ باب السلم ،قال النووی: واجمعوا علی اشتراط وصفه بمایضبط به، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس حال میں کہ اہل مدینہ کھجوروں میں ایک سال اور دو سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے، پس فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ جو شخص بیع سلم کرے کھجوروں میں تو چاہئے کہ وہ متعین پیمانے کے ذریعہ اور متعین وزن کے ذریعہ مدت متعین تک بیع سلم کرے۔

"ولوقال بعت منک قفیز حنظة بهذاالدرهم ولم یذکر شرائط السلم لایجوز (بدائع ص ۴۸۵/ج ۴/ حکم التصرف)، شامی زکریا ص ۴۶۱ ج ۷ باب السلم، هدایه ص ۹۵ ج ۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

سلم

سوال: ۔مثلاً آج کل منجی کا بھاؤ ۲۵/روپیہ من ہے، ہم سے زید روپیہ قرض مانگتا ہے ،اور کہتا ہے کہ میں فصل پر تم کو آٹھ روپیہ من منجی دیدونگا، تو اس طریقہ سے روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً

قرض کا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں "لان الاقراض تقضی بامثالها"[1] البتہ بیع سلم کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ قیمت پیشگی دی جائے، اور منجی بعد (فصل) وصول کی جائے، اس کے لئے نرخ قسم وصول کی جگہ وصولی کا وقت، غرض سب چیزیں اس طرح صاف صاف طے کرلی جائیں کہ بعد میں نزاع نہ ہو، فصل پر عامۃً جو نرخ ہو اس کی پابندی لازم نہیں، بلکہ وقت عقد جو نرخ تجویز کرلیا جائے، اس کی پابندی لازم ہوگی،[2] مگر اس کا خیال رہے کہ اس بیع سلم کو قرض لینے اور نرخ سے زیادہ منجی دینے کا حیلہ نہ بنایا جائے، جس سے سود کے ساتھ مشابہت ہوجائے، اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

---

[1] کذافی الاشباہ ،کتاب المداینات ،ص ۱۴۳/وفیه ان الدیون تقضی بامثالها. ویؤیده مافی الهندیة،لواستقرض من آخر حنطة فأعطی مثلها بعدما تغیر سعرها فانه یجبر المقرض علی القبول،ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع والعشرون فی القرض، شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل.

[2] فالسلم عقد یثبت به الملک فی الثمن عاجلافی الثمن آجلا، الهندیة کوئٹه ص۱۷۸/ج۳/ وفی ملتقی الابحر: "ویصح فیما أمکن ضبط صفته ومعرفة قدره لافی غیره (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مبیع نہ دینے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے تجارت کے لئے پچاس روپیہ بایں طریق ایک دوسرے شخص سے لئے کہ لینے کے دن سے چار ماہ بعد متعین تاریخ کو ان پچاس روپیوں کے بالعوض دومن گھی ادا کرے گا، اگر گھی نہ ہوسکا تو جتنی رقم بدن مروجہ کے طریق کے مطابق ہوگی، اس کو تاریخ متعین پر ادا کردے گا، اور آج کل کی بدن مروجہ کی صورت بنیوں کے یہاں یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی بدن پر روپیہ لینے والا شخص جنس مقرر کو وقت پر ادا نہیں کرتا، تو ایام جنس معہودہ کے ادا کرنے کے مقرر ہوتے ہیں، ان سے جو دن ایسا ہو کہ سبھی جنس معہودہ گراں فروخت ہو تو اس نرخ کے حساب سے دام کاٹتے ہیں، مثلاً مقررہ مدت چار ماہ ہے، اور جنس مقررہ ادا نہ ہوسکی اور جنس معہودہ کے دام ادا کرتے ہیں تو ان چار ماہ میں اگر گھی آدھ سیر کا کسی روز فروخت ہوگیا تو دومن گھی کے دام ایک ۱۶۰/روپے لیں گے، اب اگر یہ رقم مذکورہ مقروض سے تاریخ مقرر شدہ پر نہ ادا کی تو ایک ۱۶۰/روپیوں پر سود چالو ہوجاوے گا، مالک جب چاہے تین سال کے اندر اندر بذریعہ ڈگری اپنی رقم بمع سود وصول کرسکتا ہے، اور اگر ایسا ہوجائے کہ گھی سیر کا فروخت ہوتا تھا، اور اس وقت ڈیڑھ سیر کے نرخ پر بدنی ہوئی تھی، اور بدنی ہوتے ہی مثلاً گھی دوسیر کا ہوگیا، تو بنیا دومن گھی کے دام سیر کے نرخ کے حساب سے کاٹتے ہیں، دوسیر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال فی المجمع: ویصح السلم فیما امکن ضبط صفته ای جودته وردائته ونحو ذلک ومعرفة قدره أی مقداره اعم من الکیل والوزن والذرع لانه لایفضی الی المنازعة، مجمع الانهر، ص ۱۳۸/ج۳/ باب السلم"، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۱-۴۶۲ باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰-۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۳ ومنها الخلومن شبهة الربوا، لان الشبهة ملحقة بالحقیقة، فی باب الحرمات احتیاطاً والاصل الحلال بین والحرام بین وبینهما امور مشتبهات فدع مایریبک الیٰ مالایریبک، بدائع، ص ۴۲۶/ج۴/.

کے نرخ سے دومن گھی کے چالیس روپیہ نہ کاٹیں گے، یعنی مطلب یہ کہ پورے پچاس روپیہ یا پچاس سے کم روپیہ کبھی نہیں لیتے۔

اس مسئلہ میں دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر یہ روپیہ لینے والا شخص کسی سے بدنی مذکورہ پچاس روپیہ لیتا تو مشکل سے روپیہ ملتے اوران پر روپیہ لیتے ہی سود چالو ہوجاتا، تو اس سے بہتر تو یہی ہے کہ بایں طور روپیہ لیلے اوراس بدنی کی صورت میں چونکہ مقروض کو اپنے مال حقیقت کو دیکھتے ہوئے، یہ یقین ہے کہ بہر صورت اس دومن گھی کو وقت پر ادا کردونگا تو اس صورت میں تاہم ایک بگڑی صورت بیع سلم کی جب بھی ہے اس یقین مذکور کی بناء پر ایک ایسا معاملہ کرلیا جائے، تو شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ نیز دوسری صورت یہ ہے کہ پچاس روپیہ لیتا تو ہے بدنی پر لیکن لینے والے کی نیت روپیہ لیتے ہی یہ ہوتی ہے کہ وقت پر وہ دام ادا کردوں گا، جو دومن گھی کے مالک دام کاٹے گا تو اس صورت کا حکم بھی بیان فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے اس روپیہ کے عوض اس نرخ سے فلاں تاریخ کو گھی دیدونگا، تو درست ہے، لیکن گھی نہ دینے کی صورت میں بدنی مروجہ کے طریق پر رقم کی ادائیگی کو شرط قرار دینا مفسد ہے، اور بیع ان عقود میں سے ہے جو کہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے، گھی کے ادا نہ کرسکنے کی صورت میں اصلی رقم کی واپسی بلا کمی بیشی لازم ہے، کمی بیشی ناجائز ہے، اوراس پر سود بالکل ہی حرام ہے "**ولایجوز لرب السلم شراء شئی من المسلم الیه براس المال.....قبل قبضه لقوله علیه السلام لاتاخذالا سلمک اوراس مالک ای لاتاخذ الا مااسلمت فیه حال قیام العقد اورأس مالک بعد الانفساخ۔اھ** مجمع الانہر[1] ص۱۰۳/ج۱/"۔

---

[1] مجمع الانهر ،ص۱۴۵/ج۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محض مال حیثیت کے اعتماد پر کسی عقد میں شرط فاسد کا لگانا درست نہیں ہے[1] اس صورت میں اصل راس مال دینا تو درست ہے اور زیادہ دینا ناجائز ہے[2] البتہ اس میں ایک دھوکہ ہے وہ یہ ہے کہ دوسرا اس خیال میں ہے کہ مجھے وقت متعین پر گھی ملے گا، اور یہ شروع سے ہی رأس المال ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے یہ نیت بھی ممنوع ہے[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۹ھ

بیع سلم فی الفلوس

سوال:۔ زید ایک عالم شخص ہے روپیہ کی ترقی کے لئے اس صورت سے ایک معاملہ کرتا ہے، زید نے عمر کو ۶/ ماہ کے وعدہ پر ۲۰۰/ روپیہ قرض دیا اور قرض دیتے وقت عمر سے اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب السلم، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۶۶ ج۶ باب السلم، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۶۸ ج۷ باب السلم، مطلب هل اللحم قیمی او مثلی.

(صفحہ ہذا) [1] ولیس کل شرط یفسد البیع بل لا بد ان لا یقتضیه العقد ولا یلائمه ولا یتعارف وکان فیه منفعة لاحد المتعاقدین وللمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق ولم یرد الشرع بجوازه، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۹۰، ۹۱ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۸۵ ج۶ باب البیع الفاسد.

[2] لانه ربوا، وقال تعالیٰ "احل اللّٰه البیع وحرم الربوا" (البقره، پاره۳/) آیت ۲۷۵.

[3] باب مایکره من الحذاع فی البیع کانه اشار الی ان الحذاع فی البیع مکروه، حواشی البخاری، ص ۲۸۴/ ج ۱/، کتاب البیوع، مطبوعه اشرفی دیوبند، فتح الباری ص۶۶ ج۵ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

مضمون کی ایک دستاویز لکھوالی کہ میں نے مبلغ ۲۰۰/روپیہ ۶/ماہ کے وعدہ پر بطور سلم عمر کو دیا ، میعاد کے ختم ہونے پر فی روپیہ نو دونی (بڑی چوگوشہ والی) کے حساب سے وصول کرلونگا عمر نے اس کو قبول کرلیا میعاد گذرنے پر عمر نے حسب قرارداد دوسو روپیہ کی دونیان نو دونی کے حساب سے ۱۸۰۰/دونیان زید کے حوالہ کردیں ، پھر ان دونیوں کو بازار میں لیجا کر روپیہ ونوٹ سے تبادلہ کرلیا عوام کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی ، تو سودخوری کی تہمت لگائی اس پر زید نے کہا کہ میرا یہ معاملہ بیع سلم ہے اور شیخینؒ کے نزدیک علاوہ سونے چاندی کے سکوں کے اور تمام سکوں میں بیع سلم درست ہے م تمام کتب فقہ درمختار شامی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے ، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ معاملہ بیع سلم ہے ، یا سود کا حیلہ ہے اگر سود کا حیلہ ہے تو بیع سلم فی الفلوس کی کونسی صورت ہے جو درست ہے ، مثال سے واضح فرمایا جاوے ، نیز دستاویز والے معاملہ میں سود لینے کا کیا قرینہ ہے ، اور اس کی کیا علامت ہے ، اور اگر یہ معاملہ بیع سلم ہے اور عندالشیخین جائز ہے ، تو ایسی حالت میں جب کہ عوام اس صورت کے مرتکب کو سودخواری کی تہمت لگائیں ، اور زید مذہبی مقتدا بھی ہو تو اس کو ایسے معاملات سے اجتناب ضروری ہے یا نہیں ، اگر نظر اقدس میں کوئی عبارت کتب فقہ حنفی کی ایسی ہو کہ بیع سلم فی الفلوس میں اگر نیت سود لینے کی ہو تو حرام ہے ورنہ درست تو اسکے نشان سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ بیع سلم فی الفلوس شیخینؒ کے نزدیک جائز ہے بلکہ ظاہر الروایت امام محمدؒ سے بھی جواز کی منقول "وظاهر الرواية عن الكل الجواز، بحرالرائق ، ص[1] ۱۵۶/ج۶/فتح القدیر[2] ، ص ۳۲۷/ج۵/شامی ، ص ۳۱۸/ج ۵/[3] اور دیگر

---

[1] البحر الرائق ، ص ۱۵۶/ج۶/ فی اوائل باب السلم، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[2] فتح القدير ، ص ۷۵/ج۶/ باب السلم، مطبوعه دار الفكر.

[3] شامی کراچی، ص ۲۱۰/ج۵، باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتب میں بھی ظاہر الروایۃ ائمہ ثلاثہ سے جواز کی موجود ہے، اصل یہ ہے کہ اثمان یعنی سونا، چاندی میں بیع سلم جائز نہیں، اور سلور، تانبا، کانسی وغیرہ کو اگر سکہ بنالیا جائے، تو اسکو اصطلاحاً ثمن کہا جاوے گا، حقیقت میں وہ ثمن نہیں جس وقت اس اصطلاح کو توڑ دیا جائیگا، تو ثمنیت باطل ہوجائے گی، جب دو مسلمان کسی ایسے سکہ میں بیع سلم کرلیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، کہ ثمن میں بیع سلم جائز نہیں تو لامحالہ کہا جائے گا، کہ انہوں نے اصطلاحی ثمنیت کو باطل کردیا، تو اب نہ وہ شرعاً ثمن ہے، نہ اصطلاحاً بلکہ مثل دوسری غیر متفاوت اشیاء کے ہے، جیسے ان اشیاء میں بیع سلم عدداً جائز ہے، اسی طرح اس سکہ میں بھی جائز ہوگئی، "واما السلم فی الفلوس عدداً فجائز عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمدؒ لایجوز بناءً علیٰ ان الفلوس اثمان عنده فلایجوز السلم فیها کمالا یجوز السلم فی الدراهم والدنانیر وعندهما ثمنیتها لیست بلازمة بل تحتمل الزوال لانها ثبتت بالاصطلاح فتزول بالاصطلاح واقدام العاقدین علیٰ عقد السلم فیها مع علمهما انه لاصحة للسلم فی الاثمان اتفاق منهما علیٰ اخراجها عن صفة الثمنیة فتبطل ثمنیتها فی حق العاقدین سابقاً علیٰ العقد وتصیر سلعاً عددیة فیصح السلم فیها کمافی سائر السلع العددیة بدائع، ص۲۰۸/ج۵/[1]

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے مگر جب فقہاء نے جائز لکھا ہے تو عوام کے حرام کہنے سے حرام نہیں ہوسکتا، البتہ اس قسم کے حیلہ سے بچنا اولیٰ وافضل ہے[2] خصوصاً جب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] البدائع زکریا، ص۴۴۲/ج۵/ مایرجع الی المسلم فیه، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص۲۸۷ ج۱۰، نوع آخر فی بیان ما یجوز السلم فیه ومالا یجوز، مطبوعه ڈابهیل. (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کہ اس حیلہ کی وجہ سے علما کو سود خواری کی تہمت لگائیں، اور برا سمجھیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ج ۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ج ۲/۵۲ھ

اشکال بر جواب مذکورہ

سوال:۔ (۱) مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے، مگر جب کہ فقہاء نے الخ تو عرض یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک یہ حیلہ یقینی سود کا ہے پھر فقہاء جائز کیسے لکھ سکتے ہیں، کیا ہمارے فقہاء حیلہ سے سود لینے کی تعلیم دیتے ہیں، مجھ کو وقت درس حضور نے سمجھایا تھا کہ شبہ ربا بھی حرام ہے، فقہاء نے اس سے بچنے کی تاکید شدید فرمائی ہے۔

(۲) حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ نے فتاویٰ امدادیہ تتمہ اولیٰ جلد ثالث، ص ۱۶۷/ اور تتمہ ثالثہ، ص ۲۳/ میں بیع سلم فی الفلوس کے جواب میں بیع سلم کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اس حیلہ سے مقصود سود لینا ہے، لہٰذا ناجائز ہوگا۔

(۳) سائل کو بیع سلم فی الفلوس کی صحت اور اتفاق جواز میں کلام نہیں، مقصود یہ ہے کہ واقعہ مندرجہ سوال بیع سلم میں داخل ہے، یا حیلہ سے سود لینا، حضور نے فرمایا حیلہ سے سود لینا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ مالا یعرف له اصل فی تحلیل ولا تحریم فالورع ترکه، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۲۸۸ ج ۳ باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح السنة ص ۱۰ ج ۵ کتاب البیوع، باب الاتقاء عن الشبهات، مطبوعه مصطفی احمد الباز، عمدة القاری ص ۱۶۶ ج ۶ الجزء الحادی عشر، کتاب البیوع، باب: الحلال بین والحرام بین، مطبوعه دار الفکر بیروت.

اب میں پوچھتا ہوں کہ اس کی علامت کیا ہے، جس سے ہم سمجھ لیں کہ یہاں سے سود لینا مقصود ہے، سائل کا خیال ہے کہ زید کا فوراً بازار میں جا کر دونیوں کے نوٹ اور روپیہ سے تبادلہ کرنا اس کی علامت ہے کہ مقصود سلم کی آڑ میں سود ہے، یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) بیع سلم فی الفلوس کی وہ کونسی صورت ہے جس میں مقصود بیع ہو سود نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے فقہائے حنفیہؒ حیلہ سے سود لینے کی تعلیم نہیں دیتے، بلکہ سود سے بچنے کا طریق اور مخرج بتلاتے ہیں جس حیلہ سے سود لینا یا کسی شئی حرام کا ارتکاب یا ابطال حق غیر مقصود ہو اس سے ہمارے فقہاء نے منع فرمایا ہے اور جس حیلہ سے تخلص عن الحرام یا توصل الیٰ الحلال مقصود ہو اس کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کو مستحسن کہا ہے، "من مذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال به الرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه اولتمويه باطل فهى مكروهة وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بهاعن حرام اوليتوصل بها الىٰ حلال فهى حسنة والاصل فى جواز هذا النوع الحيل من قول اللّٰه تعالىٰ وخذبيدك ضغثاً فاضرب به ولاتحنث وهذا تعليم المخرج لايوب النبى وعلىٰ نبينا وعليه الصلوٰة والسلام عن يمينه التى حلف ليضربن امرأته مأئة عود وعامة المشائخ علىٰ ان حكمها ليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب كذافى الذخيرة. عالمگيرى، ص ۸۲۸/ ج۴/ اول كتاب الحيل.

ایک شخص کسی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے والا ہے، اگر وہ اس حرام سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرے تو شرعاً کچھ مذموم نہیں، "الحيل جمع حيلة وهى الحذق فى تدبير الامور وهى تقليب الفكر حتى يهتدى الىٰ المقصود فن خامس فى الحيل فى

---

[1] عالمگيرى ،مطبوعه كوئٹه ،ص ۳۹۰/ج۶، الفصل الاول فى بيان جواز الحيل وعدم جوازها.

الاشباہ ،ص ۴۱۷/[1]

بہت سے فقہاء نے کتاب الحیل کو کتاب المخارج سے تعبیر کیا ہے "قال ابوسلیمان کذبوا علیٰ محمد رحمه الله تعالیٰ لیس له کتاب الحیل وانما هوالهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً الخ وذکر فی الخبران رجلاً اشتریٰ صاعاً من تمربصا عین فقال صلی الله علیه وسلم اربیت هلا بعت تمرک بالسلعة ثم ابتعت بسلعتک تمراً وهذا کله اذالم یؤدالیٰ الضرر بأحدٍ انتهی اشبلہ[2]

اگر نیت فاسد ہوتو حیلہ ناجائز ہے لیکن نیت پر اطلاع ہونا مشکل ہے، اسلئے حکم قطعی کسی کی نیت کے متعلق نہیں لگایا جاسکتا۔

(۲) حضرت حکیم الامت ادام اللہ فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا خود جناب قائل ہیں کہ انہوں نے بیع سلم کی صحت کو تسلیم کرلیا ہے، اور فساد نیت کی وجہ سے اس قسم کے معاملات کو ناجائز کہا ہے، سو حضرت کی تحریر یہاں کے جواب کے خلاف نہیں۔

(۳) سائل کا خیال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ اول زید کو دونیوں کی ضرورت تھی پھر رائے بدل گئی اس لئے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ زید کا مقصود حیلہ سے سود لینا ہی ہے۔

(۴) کسی شخص کو کسی کام کے لئے ایسے سلور کی ضرورت ہے جس میں دوسری دھاتیں اس نسبت سے پڑی ہوں جس نسبت سے سلور کی چوگوشہ دونیوں میں ہوتی ہیں، اور کہیں ایسا سلور بغیر سکہ کے ملتا نہیں تو ایسی صورت میں کہا جائیگا، کہ بیع سلم مقصود ہے سود نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

---

[1] الاشباہ والنظائر ،ص ۲۱۸/ الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی .

[2] الاشباہ والنظائر ص ۲۱۸/ الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.

جب عاقل بالغ کے کلام میں دو محمل ہوں ایک صحیح ایک فاسد تو شریعت کی تعلیم ہے کہ اس کا کلام صحیح محمل پر حمل کیا جائے گا[1]

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۵۲ھ

قسط پر سامان مجہول قیمت پر بیچنا درست نہیں

سوال:۔ ہم نے اقساط پر گھڑیوں کی دوکان کھولی ہے، جس میں سو افراد طے کئے ہیں، اور ہر فرد روز مرہ دو روپیہ داخل کرے اور اس گھڑی کی قیمت ۱۸۰/روپے ہے خواہ وہ اقساط سے خریدے یا ایک وقت قیمت دے کر خریدے اور ہم نے اس کی مدت تین ماہ مقرر کر رکھی ہے، جس میں ہم روز ضرور اسے دو روپیہ وصول کرتے ہیں، اور پندرہویں دن کے بعد قرع اندازی کرتے ہیں اور جس کا بھی نام نکلے گا اس کو وہ گھڑی دی جاتی ہے، اور اس شخص کے پیسے پھر نہیں لئے جاتے، اسی طرح پورے تین ماہ کے عرصہ میں پانچ قرع اندازی کی جاتی ہے، پہلے قرع میں جو گھڑی ملے گی وہ تیس روپے میں اور اخیر میں جو گھڑی نکلے گی وہ ڈیڑھ سو روپے میں پڑتی ہے، اور چھٹی مرتبہ جو قرع ہوگا اس میں باقی افراد کو ایک سو اسی میں دی جاتی ہے، اس کے بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت ایک قسم کا قمار (جوا) ہے[2] اور گھڑی کی قیمت مجہول ہے نہیں معلوم کسی کی

---

[1] وحمل فعل المسلم علی الصحة والحل واجب ما امکن الا ان تقوم البینة، مبسوط سرخسی ص ۶۲ ج ۹ الجزء السابع عشر، کتاب الدعوی، قبیل باب الدعوی فی التناج، مطبوعه دار الفکر بیروت، قواعد الفقه ص ۱۲ اصول الامام المجتهد ابی الحسن الکرخیؒ، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] یایهاالذین اٰمنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبواه الایة سورة المائدة آیت ۹۰/. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کی قیمت کتنی ہوگی، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۱۳۹۹ھ

قیمت متعینہ میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی

سوال:۔زید نے بکر کو ایک من دھان دیا اور زید نے بکر کے ساتھ شرط کیا کہ پوس مہینہ میں تم سے ڈیڑھ روپیہ لونگا، مگر بکر غریب اس وقت روپیہ ادا نہ کرسکا دھان دینا آسان ہے، اگر زید اسی نرخ معینہ کا اس وقت کے بازار کے حساب سے دھان لے تو یہ دھان لینا اس نرخ کا بیع سلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا اور کسی طرح شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم نہیں، کیونکہ بیع سلم کیلئے تو ضروری ہے کہ مشتری روپیہ پہلے دے اور مسلم فیہ کی صفات متعین کرکے وقت معینہ پر مسلم فیہ وصول کرلے،[2] اور یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک من

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:۔اے ایمان والوں بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] ولابد من معرفة قدر ووصف ثمن غير مشار لا مشار اى لا يصح البيع الا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۷۳ ج۵ كتاب البيوع، الدر المختار على الشامى كراچى ص۵۲۹ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص۱۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وشرطه بيان جنس ونوع وصفة وقدر وأجل وقدر رأس المال فى مكيل وموزون وعددى غير متفاوت مكان الإيفاء ..... وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فينعقد صحيحاً ثم يبطل بالإفتراق بلا قبض، الدرالمختار على الشامى ص۲۱۴، ۲۱۷، ج۵، باب السلم، المحيط البرهانى ص۲۷۷، ج۱۰، الفصل الثانى والعشرون فى السلم، مطبوعه ادارة القرآن،

دھان کی ڈیڑھ روپیہ کے عوض بیع کی اور ڈیڑھ روپیہ کی ادائیگی کا وقت معین کر دیا ہے، اب اصل تو یہ ہے کہ بکر سے اپنا ڈیڑھ روپیہ زید وصول کر لے، اگر بکر کے پاس ڈیڑھ روپیہ موجود نہیں تو وہ دھان فروخت کر کے کسی جگہ سے ڈیڑھ روپیہ لا کر زید کو دیدے اور یہ بھی درست ہے کہ زید اس ڈیڑھ روپیہ کے عوض بکر سے اس وقت کے نرخ سے دھان لے لے اس میں سود نہ ہوگا، اگر زید اولاً دھان ڈیڑھ روپیہ کے عوض فروخت نہ کرتا بلکہ یہ کہتا کہ ایک من دھان اس وقت لے لو اور پھر فلاں ماہ میں اس ایک من کے عوض مثلاً ڈیڑھ من مجھے دینا، یا اس طرح معاملہ کرتا کہ اس وقت ایک روپیہ کے دھان میں لیلوں گا، تو ناجائز ہوتا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذیقعدہ ۵۸ھ

قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا

سوال:۔ یہاں پر سائیکل کے ایک تاجر نے چند ماہ سے یہ طریقہ شروع کیا ہے، کہ سائیکل کے خریداروں کو بیس ماہ کے لئے ممبر خریداری بناتا ہے ہر خریدار کو ایک خریداری نمبر دیتا ہے، ہر خریدار ہر ماہ مبلغ ۱۲/روپیہ بیس ماہ تک جمع کرتا رہتا ہے، جب کہ کل رقم مبلغ ۲۴۰/

---

[1] فی درالمختار: وعلته ای علة تحریم الزیادة القدر مع الجنس فان وجداحرم الفضل ای الزیادة والنسا بالمدالتاخیر وان عد ماحلاالخ،الدرالمختار علی الشامی نعمانیه،ص۱۷۸/ ج۴/ مطبوعه زکریا، ص۴۰۳/ ج۷/باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰ ج۳ کتاب البیوع، باب الربا، تبیین الحقائق ص۸۷ ج۴ باب الربا، مکتبه امدادیه ملتان.

روپیہ ہوجاتی ہے، تو سائیکل خریدار کو دیدی جاتی ہے، نیز دوکاندار اپنے خریداروں سے ہی لیکر ہر ماہ ایک سائیکل بطور انعام دیتا ہے، اپنے ممبران میں سے جس کا نمبر خریداری مقرر کردہ نمبر کے مطابق ہوتا ہے، انعام پانے والے خریدار کو اختیار ہوتا ہے چاہے اب قسطیں بند کردے اور یہ سائیکل لیلے، یا دوسری سائیکل قسطوں کے اختتام پر حاصل کرلے، تو مذکورہ شکل کو بیع سلم مانا جائے گا یا نہیں؟ اور اس شکل میں بیع فاسد ہے یا باطل؟ یا بیع صحیح ہے، اور یہ انعام لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع سلم کے لئے مجلس عقد میں (راس المال) ثمن پر مسلم الیہ کا قبضہ ضروری ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اگر ثمن کا کچھ حصہ دیدیا جائے، اور کچھ حصہ مسلم الیہ کی طرف بطور دین کے ذمہ میں پہلے سے تھا تو مقدار دین میں بیع سلم باطل ہوجائے گی، اور صرف مقدار مخصوص میں صحیح رہے گی۔

" فان اسلم مائتی درهم فی کربر مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه ومائة نقداً نقد ها رب السلم وافترقا علیٰ ذٰلک فالسلم فی حصة الدین باطل اھ درمختار[1]"

اور صورت مسئولہ میں تو بائع کے ذمہ مقدار بائع کو دی جائے اور پھر اس قرض کے عوض سائیکل خریدی جائے، تو یہ بیع مداینہ کے قبیل سے ہوجائے گی، ہر ماہ ایک سائیکل انعام میں دینا، یہ لالچ دے کر خریداروں کو بڑھانا ہے، کہ خریدار بلاضرورت مبلغ ۱۲/روپئے ماہانہ جمع کرادیا کریں، پھر ایک سائیکل تو بہرحال ملے ہی گی، ممکن ہے کہ انعام بھی نکل آوے، اگر

---

[1] الدرالمختارعلی الشامی نعمانیه، ص،۲۰۹/ج۴/مطبوعه زکریا دیوبند ، ص۴۶۶/ج۷/ مطبوعه کراچی ، ص۲۱۸/ج۵/ (باب السلم)، البحر الرائق ص۱۶۴ ج۶ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۵۰۶ ج۳ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اس انعام کی صورت میں خریدار کا روپیہ ضائع ہونے کی کوئی صورت نہیں، جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہوتا ہے، اور قیمت بھی پوری دیتا ہے، یہ نہیں کہ قیمت پوری ہونے سے پہلے (خواہ ایک ہی خط پر سہی) اگر نام نکل آئے تو سائیکل مل جائے، اور بقیہ قیمت ساقط ہو جائے، تب تو ظاہر یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو جوئے کی شکل میں ہو کر ناجائز ہو جائیگی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۹ھ

---

[1] انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه الاية سورة مائدة آيت نمبر ۹۰.

باب دہم: بیع صرف

بیع صرف کی ایک صورت

سوال:۔ایک آدمی دس تولہ چاندی لاکر کہتا ہے کہ اس کا زیور چاہئے، زیور سنار کے پاس تیار ہے اور وہ سنار ٹانکا کاٹ کر برابر بدل دیتا ہے، یا دونوں کی قیمت لگا کر بدل دیتا ہے، اس میں کونسی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی ہی کے زیور کے بدلہ میں ہوتو برابر ہونا ضروری ہے، کمی بیشی درست نہیں[1] لیکن اگر ایک جانب میں چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو مثلاً کچھ پیسے یا کوئی اور سکہ چونی اٹھنّی وغیرہ کا ہوتو دوسری جانب میں زیادتی درست ہے، مثلاً ایک طرف دس تولہ چاندی اور آٹھ آنہ پیسے ہوں اور دوسری طرف بارہ تولہ چاندی ہوتو درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان باع فضة بفضة اوذهباً بذهب لايجوز الا مثلاً بمثل الخ، هدايه ص۱۰۴/ج۳/ مكتبه ياسر اينڈ كمپنى ديوبند، اول باب الصرف، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولوتبايعا فضة بفضة اوذهباً بذهب احد هما اقل ومع اقلهما شئى آخر يبلغ قيمته باقى الفضة جاز البيع من غير كراهة وان لم تبلغ فمع الكراهة، هدايه ص۱۰۸/ج۳/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، باب الصرف، ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمين غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة كذا فى الهداية فتاوى عالمگيرى ص۲۱۹ ج۳ كتاب الصرف الباب الثانى فى أحكام العقد الخ الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص۱۳۹ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

ایک نوٹ کی بیع دو نوٹ کے بدلے

سوال:۔ایک نوٹ دیکر دو نوٹ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ آج کل اپنے رواج کے اعتبار سے مستقل مال کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ اموال ربویہ میں سے نہیں، جس میں مثلاً بمثل لازم ہو تفاضل کی گنجائش ہے جیسا کہ بیع فلوس میں بعض ائمہ نے بیان فرمایا ہے۔[1]

مگر اس کا انتظام کرلیں کہ خلاف قانون ہو کر جرم نہ بنجائے اور پھر سزا بھگتنی پڑے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

روپیہ، نوٹ، ریزگاری کی بیع متفاضلاً

سوال:۔(۱) فی الحال جو روپیہ رائج ہیں جس میں چاندی کم اور غش غالب ہو ان کو یا نوٹ کو پہلے کے روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا جس میں چاندی غالب اور کھوٹ کم ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) روپیہ نوٹ کی بیع ریزگاری یا پیسوں سے تفاضلاً جائز ہے یا نہیں، نیز ہر ریزگاری

---

[1] ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ، هدایه ص ۸۱/ ج۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبنه کتاب البیوع، باب الربوا البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ کتاب البیوع باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰، ج۴، کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لاینبغی للمومن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ص ۵۰/ ج۲/ کتاب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی (کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے)

کا ایک حکم ہے یا مثل گلٹ کی ریز گاری کا دوسرا حکم ہے؟

(۳) آج کل کا روپیہ اور پہلے کا روپیہ دونوں مساوی الحکم ہیں یا پہلا روپیہ نقد کے حکم میں ہے، اور فی الحال جو رائج ہے عروض کے حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳ رسکوں کا ایک حکم ہے، کھوٹ کے کم وبیش کی وجہ سے قیمت کم وبیش نہیں ہوتی، اس لئے صحیح یہ ہے کہ اس کی بیع تفاضلاً جائز نہیں۔ واللہ اعلم

عبدالرؤف قادری داناپوری

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) موجودہ روپیہ کو سابقہ روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا شرعاً درست ہے، کیونکہ موجودہ روپیہ میں چاندی مغلوب بلکہ معدوم ہونے کی وجہ سے چاندی کے حکم میں نہیں، کہ تفاضلاً بیع کی صورت میں ربوٰ لازم آئے اور تساوی واجب ہو بلکہ اس میں ہر طرح کی کمی بیشی درست ہے، نوٹ حوالہ ہے، اس میں کمی بیشی جائز نہیں، ''لان الاقراض تقضیٰ بامثالها''[1] اور کمی بیشی کی صورت میں ربوٰ لازم آئے گا، اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ موجودہ روپیہ میں بھی کچھ چاندی موجود ہے تو پھر اتنی شرط ضرور ہوگی کہ سابقہ روپیہ میں جس قدر چاندی ہے وہ اس چاندی سے زائد رہے جو کہ موجودہ روپیہ میں ہے، اس کے خلاف نہ ہو یعنی دونوں کی چاندی مساوی نہ ہو، اور موجودہ روپیہ کی چاندی زائد نہ ہو، نیز تقابض ضروری ہوگا اور اس وقت موجودہ روپیہ کی چاندی کو اتنی چاندی کے مقابلہ میں قرار

---

[1] کذافی الاشباہ، ص۱۴۳ ر کتاب المداینات، وفیه ان الدیون تقضی بأمثالها، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شامی کراچی ص۸۴۸ ج۳ کتاب الأیمان باب الیمین بالقتل والضرب، هکذا عالمگیری کوئٹه ص۳۶ ج۵ کتاب الکراهیة الباب السابع والعشرون فی القرض والدین.

دیا جائے گا، اور کھوٹ کو زائد چاندی کے مقابلہ میں، ودلیلہ ماسیاتی۔

(۲) نوٹ کے عوض ناجائز ہے روپیہ کے عوض جائز ہے، ہر ریزگاری کا ایک ہی حکم ہے اتحاد جنس کے وقت تساوی وتقابض ضروری ہے۔ کما سیاتی۔

(۳) موجودہ روپیہ ستوقہ چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ فلوس نافقہ یا عروض کے حکم میں ہے، اور گذشتہ روپیہ چاندی غالب ہونے کی وجہ سے فضہ کے حکم میں ہے "وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الا متساوياً وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدارهم والدنانير لان العبرة للغالب فى الشرع فصح بيعها بجنسها متفاضلاً اى بالمغشوش مثلها عدداً ووزناً لان الغش من كل واحدٍ منهما مقابل بالفضة اوالذهب الذى فى الآخرفلا يضر التفاضل فيهما لاختلاف الجنس ويشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة والذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضرر وكذااذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابد ان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش اھ زيلعى شرح كنز ،قوله فى المتن وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم الىٰ آخره اعلم ان الكرخىؒ يسمى هذاالنوع الستوق فقال الستوق عندهم ماكان الصفر اوالنحاس هوالغالب فاذا كان الصفر اوالنحاس هوالغالب كانت فى حكم الصفرا والنحاس حتى لاتباع بالصفر اوالنحاس الا مثلاً بمثل يداً بيدولكن اذابيعت هذه الدراهم بجنسها متفاضلاً جاز ويصرف الجنس الىٰ خلاف الجنس تجويزاً للعقد ويشترط القبض لكونه صرفاً لانه بيع فضة بفضة فلما اشترط القبض فى الفضة اشترط فى الصفر اوالنحاس ايضاً لان فى تميزه مضرة انتهىٰ شلبى حاشيه زيلعى ص ۱۴۱/

ج۴/[1] وایضاً فیه لما کان الغالب فیها الغش صارت کالفلوس[2] وماغلب علیه الغش منها فهو حکم العروض لافی حکم الدراهم والدنانیراذالحکم للغالب فی الشرع اھ مجمع الانهر[3] ص ۱۲/ج۲/ وفیه علیٰ صفحة ،ص ۸۶/ج۲[4]/ وجاز بیع فلس معین بفلسین معینین عندالشیخین خلافاً لحمداھ ایضاً فیه علیٰ صفحة ، ص ۱۱۹/ج۲/[5] وصح بیع درهم صحیح ودرهمین غلة بدرهمین صحیحین ودرهم غلة اھ والبسط فی البحر[6] ورد المحتار[7] ومرأة المجلة وغیرها من کتب الفقه والمتون " عبارات مذکورہ سے گذشتہ روپیہ موجودہ روپیہ وریزگاری سب کا حکم معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رمضان المبارک ۶۴ھ

نوٹ روپیہ کی بیع ریزگاری کے ساتھ

سوال:۔ ریزگاری روپیہ چاندی سکہ سابق یا روپیہ کانسی سکّہ جدید یا نوٹ سے کمی بیشی یعنی نوٹ یا روپیہ دے کر چودہ یا اٹھارہ آنے سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] تبیین الحقائق مع حاشیه شبلی شرح الکنز ص ۱۴۰، ۱۴۱/۴، کتاب الصرف، امدادیه ملتان،

[2] تبیین الحقائق،شرح الکنز،ص ۱۴۱/ج۴/ کتاب الصرف.

[3] مجمع الانهر،ص ۱۶۷/ج۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (کتاب الصرف)

[4] مجمع الانهر ۱۲۳/ج۳/ باب الرباء، (کتاب الصرف)

[5] مجمع الانهر ۱۲۳/ج۳/ باب الرباء، (کتاب الصرف)

[6] البحر الرائق ص ۲۰۰ ج۶ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[7] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۳۱ ج۷ باب الصرف.

الجواب حامداًومصلیاً

جوروپیہ خالص چاندی کا روپیہ ہویااس میں چاندی غالب ہواس کی بیع ایسی ریزگاری کے عوض جوخالص چاندی کی ہو یااس میں چاندی غالب ہوکمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہےاس میں برابری ضروری ہے،اورایسی ریزگاری کےعوض جونہ خالص چاندی کی ہو اورنہ اس میں چاندی غالب ہوکمی بیشی کے ساتھ بھی درست ہے، اس میں برابری ضروری نہیں،اور جوروپیہ نہ خالص چاندی کا ہواورنہ اس میں چاندی غالب ہواس کی بیع ایسی ہی قسم کی ریزگاری کےعوض کمی بیشی کے ساتھ شرعاً درست ہے،اس میں برابری ضروری نہیں، البتہ خالص وغالب چاندی کی ریزگاری کےعوض اس وقت درست ہوگی جب کہ اس کی چاندی روپیہ کی چاندی سے زائد ہوخواہ کسی قسم کی ہوکم زیادہ لینا درست نہیں،اسی طرح نوٹ کے عوض روپیہ کم زیادہ لینادرست نہیں ہے،" **وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامتساوياً وزناً ولايصح الاستقراض بها الا وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعها بجنسها متفاضلاً اھ كنز اى وزناوعدداً لان الحكم للغالب فلايضرالتفاضل لجعل الغش مقابلاً بالفضة اوالذهب الذى فى الأخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجودالفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الابضررو كذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت اھ**[1] بحر،ص ۲۱۷/ج ۶/۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] البحرالرائق ص ۲۰۰/ج۶/ باب الصرف مطبوعه ماجديه پاكستان، زيلعى ص ۱۴۰ ج۴ كتاب الصرف مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص ۵۳۱ ج۷ باب الصرف.

ایضاً

سوال:۔ ریز گاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنہ یا چودہ آنہ دینا یا لینا سودی لین دین میں شامل ہے یا نہیں، جبکہ قانوناً ہر دو یعنی نوٹ اور روپیہ کے سولہ آنہ قیمت مقرر ہو کیا حکم شرعی ہے کہ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے[1] اور ریز گاری اور روپیہ میں خالص بیع صرف نہیں البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی ہو یا غالب چاندی ہو، اور دوسری طرف بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے، ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلہ میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع ہو جائیگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سونے چاندی کی بیع کی ایک صورت

سوال:۔ (۱) ایک شخص کو سونے چاندی تیار کرانا تھا، اس نے کہا پانچ تولہ سونا تیار کرانا ہے، تم کو سونا اپنے پاس سے لگانا ہے، بھاؤ طے کرلو ہم نے بھاؤ طے کرلیا اس نے پانچ سو روپیہ ہم کو بنانے میں دیا، اس طرح بھاؤ طے کرنا اور بنا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ هدایه ص ۸۱ ج۳ کتاب البیوع باب الربوٰ مطبوعه یاسر ندیم، بحر ص ۱۳۱ ج۶ کتا ب البیوع، باب الربوٰ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰ ج۴ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البحر الرائق ،ص ۲۰۰ / ج۶ / باب الصرف مطبوعه مکتبه ماجدیه پاکستان.

(۲) ایک آدمی کو ۲۰/تولہ چاندی اور ۲/تولہ سونے کا زیور بنا کر دیا حساب کرنے پر ہمارے ایک ہزار کے نوٹ گاہک کے ذمہ باقی رہے، اس نے کہا میں یہ روپیہ دو ماہ بعد دونگا، تو یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک آدمی ۲۰/تولہ چاندی اور چار تولہ سونا زیور بنوانے کے لئے لایا ہم نے زیور تیار کیا اس زیور بنانے میں ہماری دو تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا زیادہ پڑا اس کی قیمت لگانے پر گاہک کی طرف ہمارے پانچ سو روپے کے نوٹ باقی رہے یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پانچ سو روپیہ کو زیور بنانے کی اجرت قرار دیدیا جائے تب بھی درست ہے، آج کل روپیہ (نوٹ) یا سکہ رائج الوقت سے چاندی سونا اگر خریدا جائے، تو یہ بیع صرف نہیں، جس میں برابری اور تقابل فی المجلس (ہاتھ در ہاتھ) ہونا ضروری ہو[1] (۲) جائز ہے[1] (۳) جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

چاندی سونے کی بیع، نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ

سوال:۔ کاغذ کے روپیہ کی بیع کاغذ کے روپیہ کے عوض میں یا گلٹ کے روپے کے عوض میں کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وبيع الفلوس بالدراهم ليس بصرف مبسوط للسرخسي، ص ۲۴/ج ۱۴/، كتاب الصرف باب البيع بالفلوس (مكتبه دارالفكر) وصح أيضاً بيع الفلس بالفلسين بأعيانهما، النهر الفائق ص ۴۷۵ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۸۱ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربوٰ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر ص ۱۳۱ ج ۶ باب الربا مطبوعه ماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کی بیع چاندی کے عوض ہوتو برابر اور تقابض شرط ہے یہی حال سونے کا ہے[1] اور غالب چاندی چاندی کے حکم میں ہے، اور غالب سونا سونے کے حکم میں ہے اور جب جنسیں بدل جائیں، تو برابری شرط نہیں چاندی اگر مغلوب ہو اور غش غالب ہوتو وہ غش کے حکم میں ہے یہی حال سونے کا ہے، روپیہ میں آج کل چاندی بالکل نہیں ہے، اور اگر ہے تو بہت مغلوب اور کالعدم ہے یہی حال ریزگاری کا ہے۔

"غالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامساويا وزنا ولايصح الاستقراض بها الا وزنا وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعهامن جنسها متفاضلا، الخ كنز، واى وزناً وعددالان الحكم للغالب فلا يضر التفاضل لجعل الغش مقابلا بالفضة اوالذهب الذى فى الآخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضررو كذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثر من الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت ۔بحر،ص۲۰۰/ج۶/[2] (کتاب الصرف)

---

[1] فإن باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا يجوز إلا مثلاً بمثل ..... ولا بد من قبض العوضين قبل الافتراق، هدايه مختصراً، ص۱۰۴ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، النهر الفائق ص۵۳۰ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] البحرالرائق، ج۲/ص۲۰۰/ (مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الصرف، زيلعى ص۱۴۰ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص ۵۳۱ ج۷ باب الصرف.

نوٹ اصالۃ مال نہیں بلکہ اس مال کا حوالہ ہے جو اس میں درج ہے نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ اپنی اصل کے اعتبار سے درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں " **تملیک الدین ممن لیس علیه الدین** "لازم آتا ہے، جس کو فقہاء نے ممنوع لکھا ہے[1]

لیکن جس زمانہ میں یہاں نوٹ کی ابتداء ہوئی اس وقت روپیہ چاندی کا چالو تھا، اور پورا ایک تولہ ہوتا تھا، اس چاندی کے روپیہ کا یہ نوٹ حوالہ تھا، تو نوٹ کی بیع وشراء درحقیقت اس کاغذ کی بیع وشراء نہیں تھی، بلکہ اس کاغذ میں لکھے ہوئے چاندی کے روپے کی بیع وشراء تھی، جس میں کمی زیادتی جائز نہیں تھی، مگر پھر روپیہ میں تغیر ہوگیا، اس میں چاندی کی تعداد بھی کم ہوگئی، دوسری دھات ملائی گئی اور وزن بھی کم ہوگیا، تو پورا ایک تولہ نہیں رہا، پھر یہاں تک ہوا کہ روپیہ سے چاندی ختم ہوگئی، یہی حال ریزگاری کا ہے اور جھوٹ نوٹ سے حوالہ اور ذمہ داری کی عبارت بھی ختم کردی گئی، اور نوٹ کا چلن اتنا ہوا کہ اس کے مقابلہ میں روپیہ بہت قلیل کالمعدوم ہوگیا، اور نوٹ کا اب یہ حال ہے، کہ بالکل اسی طرح چلتا ہے، جس طرح روپیہ کسی شخص کو نوٹ لینے اور دینے سے بازاری معاملات میں انکار کی گنجائش نہیں، بینک اور ڈاک خانہ سے آدمی جب اپنا روپیہ وصول کرتا ہے تو وہاں سے نوٹ ہی ملتا ہے، اور بڑی بڑی جائدادوں کے جو بیع نامہ ہوتے ہیں، ان میں نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، بڑے بڑے عہدہ داروں کو جو تنخواہ ہیں ملتی ہیں، انہیں بھی نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، اور اتنی تعداد کے روپیہ بائع ومشتری کے پاس ہوتے ہی نہیں، بلکہ ڈاکخانہ اور بینک میں بھی نہیں اس چلن کے اعتبار سے یہ نوٹ ہی بمنزلہ سکہ کے ہوگیا، اور سکہ چاندی کا نہیں ہے، جیسے فلوس نقفہ کہ وہ چاندی کے نہیں ہوتے ہیں، تو جس طرح کہ ایک روپیہ کی ریزگاری کا کمی زیادتی

---

[1] تملیک الدین ممن لیس علیه الدین باطل الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۸/ص۵۱۸/ کتاب الهبة،باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل المتفرقة ..... الاشباه والنظائر ص۱۴۳ الفن الثانی، کتاب الهبة، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی، سکب الأنهر ص۵۱۰ ج۴ کتاب الهبة فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کیساتھ لینا دینا درست ہے، اسی طرح ایک روپیہ کے نوٹ کی ریزگاری کمی زیادتی کیساتھ درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۱۴۰۷ھ

نوٹ کی بیع ادھار

سوال:۔ زید نے عمر کو ایک روپیہ کا نوٹ توڑانے کے لئے دیا اور عمر نے فی الفور پچھتر پیسے واپس کئے اور پچیس ادھار لے لئے تو کیا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ اس اصل کے اعتبار سے مال نہیں بلکہ مال کا حوالہ ہے، لیکن آج کل روپیہ کمیاب ہے اس وجہ سے یہ نوٹ ہی روپیہ کے درجہ میں ہے، اس سے لین دین سب روپیہ کی طرح ہے، حتی کہ روپیہ میں اس کو مختلف وجہوں سے ترجیح ہے اس لئے اس میں بیع الکالی بالکالی نہیں، روپیہ چاندی نہ ہونے کی وجہ سے بیع صرف کے احکام جاری نہ ہوں گے، پس ادھار کمی زیادتی سب درست ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۲ھ

---

[1] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیا نهما الخ هدایه ،ص ۸۱/ ج۳/ کتاب البیوع،باب الربا، النهر الفائق ص۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶، باب الربوٰ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

نوٹ:. موجوده زمانه میں موجوده نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ راجح قول کے مطابق جائز نهیں هے، ورنه اس سے سود کا ایک بڑا دروازه کھل جائیگا، تفصیل کیلئے ملاحظه فرمائیں ،جواہر الفقه ،ص ۳۴۳/ج۴/ کاغذی نوٹ اور کرنسی کے احکام، مطبوعه سیرة النبی دیوبند، فقهی مقالات ص۳۵ ج ۱ کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم مطبوعه زم زم دیوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے

سوال:۔موجودہ دور میں بیع صحیح کی شرعی پابندی کس طرح کی جائے، جبکہ خریداری نوٹوں سے کی جاتی ہے، جس سے چاندی، سونا بھی خریدا جاتا ہے، ایک وقت میں ایک مقام پر خریداری نہیں ہوتی قیمت میں دین بذریعہ چیک دیا جاتا ہے، یا وی پی سے بھی کیا جاتا ہے، اس حالت میں بیع شرعی کے شرائط پورے نہیں ہوتے، ورنہ کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اب جبکہ روپیہ کا وجود بہت کم ہوگیا ہے گویا کہ نایاب ہوگیا ہے، تو نوٹ کو ہی بمنزلہ روپے کے قرار دیدیا گیا کہ سارا کاروبار اب نوٹ ہی سے ہوتا ہے، اگر نوٹ کی وہی اصل حیثیت (حوالہ) رہے تو عام مخلوق حرج عظیم میں مبتلا ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

بٹہ پر نوٹ فروخت کرنا

سوال:۔گلٹ یا چاندی کا روپیہ ۲۰/آنہ میں بیچنا کیسا ہے، نیز پھٹے پرانے نوٹ کو

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانها اعز الاموال فی دیارنا فلو ابیح التفاضل فیها ینفتح باب الربا،فتح القدیر، ص۱۵۳/ج۷/ مطبع دارالفکر بیروت، باب بیع الصرف، البحر الرائق ص۲۰۰ج۶ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۵۳۲ج۷، باب الصرف، زیلعی ص۱۴۱ ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحه هذا) [1] فالذی اراه حقا وادین اللّٰه علیه ان حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوٰة سواء بسواء لانه یتعامل به کالنقدین تماماً،ولان مالکه یمکنه صرفه وقضاء مصالحه به فی ای وقت شاء فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عنده حولا کاملاوجب علیه زکوته الفتح الربانی شرح مسند احمد ، ۲۵۱/ج۸/آخر باب زکوٰة الذ هب والفضة، تکملة فتح الملهم ص۵۲۰ ج۱ باب تحریم مطل الغنی مطبوعه کراچی.

بٹے پر لینا دینا کیسا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی یا گلٹ کا روپیہ ۲۰/آنہ یا ڈیڑھ روپے میں بیچنا شرعاً درست[1] ہے، کم زیادہ پر پھٹا پرانا نوٹ درست نہیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

نوٹ کی بیع کمی بیشی سے

سوال:۔ بٹہ داری جائز ہے کہ نہیں یعنی کے روپیہ کے دام کسی سے لیتا ہو تو وہ روپیہ لیتا ہے، اور اس کو ساڑھے پندرہ آنے واپس کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ روپیہ اس کو لینا جائز ہے یا سود لینا ہوگا، یا نوٹ دیکر پندرہ آنے لیتا ہے، تو یہ ایک آنہ رکھ لیتا ہے، لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی کے عوض کی جائے تو اس میں کمی زیادتی ناجائز ہے[3] اگر چاندی کی بیع چاندی کے علاوہ کسی دوسری شئی کیساتھ کی جائے، خواہ وہ سونا ہو خواہ سلور، پیتل

---

[1] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیانهما الخ هدایه، ج۳/ص ۸۱/کتاب البیوع، باب الربوا، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ باب الربوٰ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه النهر الفائق ص ۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فان باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا یجوز إلا مثلاً بمثل الخ هدایه ص ۱۰۴ ج۳ کتاب البیوع اول باب الصرف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۱۳۵ ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج۳ کتاب الصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] حوالۂ بالا.

تانبا وغیرہ کچھ ہوتو اسمیں برابری شرط نہیں، بلکہ کمی زیادتی جائز ہے[1] اور پیسہ اصل خلقت کے اعتبار سے ثمن نہیں بلکہ متعاقدین نے اصطلاحاً اس کو ثمن قرار دیا ہے، اور اسکا رواج ہوگیا ہے، لہٰذا شرعاً اس کی بھی گنجائش ہے کہ زید وعمر جب فلوس کی بیع کریں تو مروجہ ثمنیت کا اعتبار ساقط کر کے اپنی بیع میں علیحدہ یعنی رواج کے علاوہ فلوس کی قیمت متعین کرلیں، "واعلم ان الفلوس لیست ثمن فی الاصل وانما ضربت لتقام مقام الکسورمن الفضة لحاجة الناس الیٰ ذٰلک فی شراء المحضرات اھ درمنتقی جلد۴/ص۲۳ ا[2] وکذا فی الفلوس ای یصح السلم فیها عددا لان الثمنیة فیها لیست خلقیة وانما الجواز فیها بالاصطلاح فللعاقدین ابطالها خلافا لمحمد لانها اثمان وفی البحر وظاهر الروایة عن الکل الجواز اھ مجمع الانهر ،ص ۹۸/ج۲/[3]

ایک روپیہ کا نوٹ دیکر ۱۵/آنہ لینا درست نہیں کیونکہ نوٹ کی خود قیمت ایک روپیہ یا ۱۵/آنہ نہیں بلکہ یہ ایک حوالہ اور رسید ہے، جتنے کی یہ رسید ہے اتنا ہی لیا دیا جاسکتا ہے، اسمیں کمی زیادتی جائز نہیں ورنہ بدل قرض میں زیادتی کمی لازم آئیگی جو کہ ربوٰ ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۶۱ھ

---

[1] ولو تبایعا فضة بفضة او ذهباً بذهب احدهما اقل ومع اقلهما شیء آخر یبلغ قیمته باقی الفضة جاز البیع من غیر کراهة وإن لم تبلغ فمع الکراهة، هدایة ص۱۰۸ ج۳ کتاب الصرف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ویجوز بیع درهم صحیح ودرهمین غلة بدرهمین صحیحین ودرهم غلة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۱۹ ج۳ کتاب الصرف الباب الثانی فی أحکام العقد، فصل اول، زیلعی ص ۱۳۹ ج۴ کتاب الصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ،ص ۱۷۱/ج۳/ فی آخر بیع الصرف، وفیه فی شراء الدراهم بدل فی شراء المحضرات،(مطبوعه مکتبه الباز مکة المکرمه، هکذا فی البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ کتاب البیوع، باب الربا مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] مجمع الانهر،ص ۱۳۹/ج۳/ باب السلم مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[4] اِنَّمَا اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورة البقرة آیت ۲۷۵)

سنار کی راکھ کی بیع

سوال:۔ کچھ لوگ سناروں سے خاک خرید کر اس سے سونا چاندی نکالتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حل کی بیع

سوال:۔ حل (یعنی سونے کا سیال پانی تیزابی اشیاء ڈال کر سونے کو محلول کر کے بنایا جاتا ہے، اور اسے چوڑی پر پوتا جاتا ہے، جس سے چوڑی سنہری خوشنما معلوم ہوتی ہے) یہاں بالعموم اس کی فروخت ادھار ہوتی ہے، لیکن اس زمانہ میں جب کہ ذریعہ خرید چاندی نہیں بلکہ نوٹ ہے، تو حل کی ادھار خرید وفروخت سود میں تو داخل نہیں، کیا عموم بلویٰ کی وجہ سے درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں، اس کی خرید وفروخت ادھار بھی درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بخلاف تراب الصاغة لانه انما لايجوز بيعه لاحتمال الربوٰحتى لوباعه بخلاف جنسه جاز هدايه ، ص ۲۸ / ج ۳ / اول كتاب البيوع قبيل باب خيار الشرط، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈالر کی بیع کمی زیادتی سے

سوال:۔زید سعودیہ عربیہ میں ملازمت کے دوران ڈالر (کرنسی) خریدتا ہے اور ہندوستان میں جہاں بھی اس کو ڈالر کا بھاؤ اچھا ملتا ہے، اسے فروخت کر دیتا ہے، ایسا کرنے پر اس کو بینکوں کے سرکاری بھاؤ سے کہیں زیادہ فائدہ ڈالر میں مل جاتا ہے، کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ڈالر کی حیثیت وہ ہے جو کہ انڈیا میں نوٹ کی ہے، کہ اصالۃً وہ رسید اور حوالہ تھا، اس رقم کا جو اس میں درج ہے کہ اس کے ذریعہ رقم وصول کی جاسکتی ہے، لیکن رفتہ رفتہ اب رقم تقریباً معدوم ہو چکی اور سب جگہ نوٹ ہی رقم کی طرح مستعمل ہے، پس یہ نوٹ بھی اب مبیع بن چکا ہے، اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے تو ڈالر کی بیع بھی کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے[1]، مگر اس کا خیال رہے کہ یہ قانونی جرم نہ ہو جس سے عزت اور مال

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، فتح القدیر ص ۲۹۴ ج ۶ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عنایۃ مع الفتح، ص ۲۹۴، ج ۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

۲ تتمہ:.قال فی کافی الحاکم ،واذا اشتریٰ لجاماً مموھا بفضۃ بدراھم اقل مما فیہ اواکثر فھو جائز، لان التمویہ لایخلص الاتری انہ اذا اشتریٰ الدار المموھۃ بالذھب بثمن مؤجل یجوز ذلک، شامی کراچی ص ۲۶۲/۵/ باب الصرف، مطلب فی بیع المموہ، شامی زکریا ص ۵۲۷ ج ۷.

(صفحہ ہذا) ۱ ان الاوراق النقدیۃ ثمن عرفی لیست ثمناً حقیقیاً والربا تجری فی الثمن الخلقی الذاتی اذفی الاوراق النقدیۃ من مختلف الدولۃ ینفی القدر والجنس اما الجنس فظاھر لاختلاف الدولۃ واما القدر لانھا لیست من جنس الاثمان الخلقیۃ بل عرفیۃ فیجوز التفاضل الخ (التبیان فی زکوٰۃ الاثمان بحوالہ مجلہ فقہ اکیڈمی ،ج ۴/ص ۵۹/)، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی الھند تکملۃ فتح الملھم ص ۵۹۰ ج ۱ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا، حکم الأوراق النقدیۃ، مطبوعہ دار العلوم کراچی.

دونوں خطرہ میں پڑ جائیں[1] اگر ڈالر کی حیثیت وہ نہیں جو ہندوستان میں نوٹ کی ہے تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال: ۔ملیشیا میں ایک سو ڈالر کی قانونی قیمت ۲۴۵/روپیہ ہندوستانی ہے، مگر بلیک مارکیٹ میں ۱۰۰/ڈالر کی قیمت ۳۵۰/روپیہ ہے، کبھی زیادتی بھی ہوتی ہے، تو یہ زائد قیمت لے کر ڈالر دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کا روپیہ اور ملیشیا کا روپیہ برابر نہیں ہے، جو نرخ گورنمنٹ نے مقرر کر رکھا ہے، وہ ایک قانونی چیز ہے، اس سے کم زیادہ فروخت کرنے میں جو روپیہ حاصل ہوگا، وہ روپیہ شرعاً جائز ہوگا، مگر قانون کی رعایت بھی رعایا کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے روپیہ وعزت دونوں کا خطرہ ہے، عزت کی حفاظت بھی شرعاً ضروری ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۸ھ

---

[1] ولكن يمنع من ذلك، لكونه مخالفة لأولى الأمر إذا كانت الحكومة اسلامية، ولكونه عرضا للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير اسلامية، تكملة فتح الملهم، ص ۵۹۰، ج ۱، المصدر السابق، بحوث فى قضايا فقهية معاصرة ص ۱۶۶، مطبوعه كراچى.

[2] ثم ان العملات المختلفة لها قيمة معهودة فى البنوك والدوائر الحكومية، فهل تجوز المبادلة بأكثر أو أقل من هذه القيمة المعهودة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر ملکی پونڈ وغیرہ کی بیع

سوال:۔ممالک غیر سے پاؤنڈ کی شکل میں لندن بینک کا ڈرافٹ ہندوستان آتا ہے ،اس ڈرافٹ کا گورنمنٹ آف انڈیا نے جو بھاؤ متعین کیا ہے، اس بھاؤ سے انڈیا کے بینک میں ڈرافٹ کو نہ توڑواتے ہوئے خانگی تاجروں کے یہاں گورنمنٹ کے معینہ بھاؤ سے زیادہ رقم ملنے کی وجہ سے ڈرافٹ توڑوانا جائز ہے یا نہیں؟ اس فعل کا مرتکب کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر ایسا کرنے پر قانونی گرفت نہیں تو اسکی گنجائش ہے،[1] بشرطیکہ مسلم کو خسارہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كما يفعل ذلك في السوق السوداء؟ والجواب أننا لما إعتبرنا العملة الأجنبية جنساً آخر، فالأصل أن التفاضل في مثله جائز شرعاً بالغاً ما بلغ، فلا تكون المبادلة على خلاف سعرها الحكومي رباً، ولكن يمنع من ذلك لكونه مخالفة لأولي الأمر إذا كانت الحكومة اسلامية، ولكونه عرضاً للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير اسلامية، تكملة فتح الملهم ص ۵۹۰ ج ۱ كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا حكم الأوراق النقدية، مطبوعه دار العلوم كراچی.

(صفحہ ہذا) [1] ملاحظہ عنوان ''ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا''۔

باب یازدھم: بیع بالوفاء

زمین کی رجسٹری کرنے کے بعد دوبارہ لینے کا دل میں خیال رکھنا

سوال:۔ زید اپنی مجبوری کی بناء پر بکر سے ایک بیگہ زمین کو مناسب قیمت پر لے کر رجسٹرڈ آفیس جا کر بکر کو رجسٹری کردی اور بکر اس کا مالک بن کر زمین کو آباد کرتا ہے، دوبارہ زمین واپس لینے کی شرط بھی نہیں رہتی ہے، مگر دل میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ معاملہ معاہدہ کا ہو جس میں واپسی کی شرط نہیں تھی، تو یہ بیع صحیح ہوگئی، پھر زبانی وعدہ خارج سے ہوا[1] اس کی تکمیل اخلاقاً کردی جائے، "لان الخلف فی الوعد حرام" (الاشباہ والنظائر[2]) لیکن بیع کو زبردستی واپس لینے کا حق نہیں، اگر وعدہ نفس بیع میں داخل ہے تو یہ بیع بالوفاء ہے جس کے متعلق شامی نے متعدد اقوال نکل کئے ہیں، راجح یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر معنی رہن ہے[3] شئی مرہون سے انتفاع مرتہن کو جائز نہیں[4] لہٰذا اتنی مدت میں جو کچھ

---

[1] وان ذکرا البیع بلا شرط ثم ذکرا الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد، شامی زکریا ص ۲۸۱ ج۷ کتاب البیوع مطلب فی البیع بشرط فاسد، ولو بعده علی وجه المیعاد جاز مقتضاه انه بیع صحیح ولزم الوفاء به لأن المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج۶ باب خیار الشرط، زیلعی ص۱۸۴ ج۵ کتاب الاکراه، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ / کتاب الخطر والاباحة، الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،

[3] وکذافی الدرالمختار ،لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس، وفی الشامی: وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مال بطور نفع حاصل کیا ہے، اس کو واپس کردے یا اس کی قیمت میں جو کہ درحقیقت قرض ہے محسوب کرلے، مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر جس کا نام (الفلک المشحون) اس میں مفصل طور سے دلائل مذکور ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۸۹ھ

زمین کم قیمت میں واپس کرنے کا وعدہ کرکے بعد میں انکار کرنا

سوال:۔ زید نے دس پندرہ آدمیوں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں تمہاری زمین دو ہزار کم میں واپس کردوں گا، کیونکہ اس نے کچھ روپیہ کے بدلہ میں عمر کی زمین لے رکھی تھی، اور مدت کوئی متعین نہیں تھی، یہ اقرار تھا کہ جب تو چاہے واپس لے سکتا ہے، اب عمر کے پاس پیسہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی زمین کو واپس لے، اب زید انکار کرتا ہے، زمین واپس نہیں کرتا ہے، تو زید کا یہ قبضہ کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) متی جئت بالثمن فهذالبيع باطل وهورهن ،وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح .درمختار مع الشامی،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بيع الوفاء، قبيل كتاب الكفالة، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بيع الوفاء، المحيط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[4] وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۸۲ ج۱۰ كتاب الرهن.

(صفحہ ہذا) [1] الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرهون، مطبوعه مطبع يوسفی لكهنؤ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے وہ زمین رہن رکھی تھی تو اس کو اس زمین سے نفع حاصل کرنا اور اس کی پیداوار لینا جائز نہیں تھا[1] نیز دو ہزار کم کی شرط بھی بیکار اور غیر معتبر تھی، اس کو حق تھا کہ اپنا پورا قرض وصول کر کے زمین واپس کر دیتا، اور اب لازم ہے کہ زمین واپس کر دے[2] لیکن اگر زمین خریدی تھی، اور اس میں یہ شرط تھی کہ دو ہزار کم میں واپس کرے گا، یہ بیع فاسد تھی، اس کا فسخ کرنا لازم ہے[3] اگر بیع میں تو شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہونے کے بعد علیحدہ اقرار کیا تھا تو یہ وعدہ تھا جس کو پورا کرنا اخلاقاً زید کے ذمہ ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

---

[1] وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن باستخدام، ولا بسكنىٰ ولا بلبس، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۸۲،۸۳ ج۱۰ كتاب الرهن.

[2] البيع الذى تعارفه اهل زماننا احتيالا للربا وسموه بيع الوفاء هورهن فى الحقيقة لايملكه ولاينتفع به الاباذن مالكه وللبائع استرداده اذاقضى دينه لافرق عندنا بينه وبين الرهن فى حكم من الاحكام، شامى كراچى،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فى بيع الوفاء،قبيل كتاب الكفالة، المحيط البرهانى ص۳۶۹ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فى البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، فتاوى البزازية على هامش الهندية كوئٹه ص۴۰۵ ج۴ كتاب البيوع فيما يتصل بالبيع الفاسد.

[3] لابيع بشرط لايقتضيه العقد ولايلائمه وفيه نفع لاحدهما، درمختار مع الشامى كراچى ص۸۴/ ج۵/ مطلب فى البيع بشرط فاسدٍ، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۲۸۱،۲۸۲ ج۷ وفيه: ويجب على واحد منهما فسخه قبل القبض أو بعده مادام المبيع بحاله فى يد المشترى اعداماً للفساد لانه معصية فيجب رفعها، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۲۹۱،۲۹۰ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۹۴، ۹۱ ج۶ فصل فى البيع الفاسد.

[4] ثم ان ذكرا الفسخ فيه اوقبله اوزعماه غيرلازم كا ن بيعاً فاسداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء کی ایک صورت

سوال:۔زید نے بکر سے کہا کہ بعوض سترہ سو روپیہ رقبہ دو بیگہ زمین گروی لے لو، بکر نے جواباً کہا کہ میں اس طرح خلاف شرع گروی کی زمین اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا، اگر تمہاری مرضی ہو پچھتر سال کے واسطے بطور معاملہ پندرہ سو روپیہ مجھ سے لیکر اپنی دو بیگہ زمین میرے قبضہ میں دیدو اور سالانہ بیس روپیہ کے حساب سے دو بیگہ کا معاملہ ادا شدہ رقم سے منہا کرتے جاؤ، اگر اس عرصہ میں کسی وقت تم کو ضرورت لاحق ہو تو منہا شدہ رقم کے علاوہ باقی زر مجھے واپس کر کے اپنی زمین لے سکتے ہو، ہمارا اس پر کسی طرح کا حق دنیاوی وشرعی نہ ہوگا، مثلاً دس سال تک تم دوصد روپیہ معاملہ کا منہا کر چکے ہو، اب تیرہ سو روپیہ باقی ہے، اس موقع پر تمہاری رائے واپسی کی ہو تو وہ تیرہ سو روپیہ کی رقم دے کر اپنی زمین چھوڑا سکتے ہو، اس عرصہ تک کاشتکاری اور اس کا نفع ہمارا مال ہوگا؟

زید نے اس موجودہ صورت پر معاملہ طے کیا اور رقم بکر سے لے لی اور زمین بکر کے حوالہ کر دی، مگر کاغذات پٹواری میں اس کا اندراج بلفظ رہن ہوا ہے، اور عاقدین کا منشاء رہن کا نہیں ہے، اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ موجودہ صورت مذکورہ بالا ٹھیکہ ہے یا رہن جواب سے مشرف فرمادیں؟

اس صورت میں بعض اس کو ٹھیکہ شمار کرتے ہیں، اور بعض دیگر رہن پس واضح فرمایا جائے، نیز ٹھیکہ اور رہن کا فرق یا مابہ الامتیاز کیا ہے؟ جس سے ہم لوگوں کو آئندہ دونوں کا فرق معلوم ہو جائے، نیز امام احمدؒ انتفاع بالمرہون کے کس بنا پر قائل ہوئے ہیں، جبکہ تصریحات

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولوبعده على الميعاد جاز ولزم الوفاء به لأن المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس. درمختار مع شامی کراچی، ص۲۷۷/ج۵/قبيل كتاب الكفالة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ باب الصرف، كتاب البيوع، زيلعی ص۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۸ ج۶ باب خيار الشر.

علماء ثلثہ اس کے خلاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عقد کا حاصل یہ ہے کہ مالک زمین زید نے اپنی زمین بکر کو کرایہ پر دی ہے، اور رقم مذکور بطور کرایہ طے کر کے پیشگی وصول کر لی، مجموعی رقم کے ساتھ ہر سال کا کرایہ بھی ظاہر کر دیا، اور بکر نے زید کو یہ بھی اختیار دیدیا کہ اگر مدت مذکورہ سے قبل اس معاملہ کو فسخ کرنا چاہو اختیار ہے، بقیہ رقم پیشگی وصول شدہ سے واپس کر دی جائے گی۔

یہ معاملہ شرعاً کرایہ اور ٹھیکہ ہے، رہن نہیں[1] مگر حیلہ کی صورت ہے اس لئے بوقت ضرورت ایسی صورت پر عمل کرنا شرعاً درست ہے[2] رہن میں شئی مرہون کو محض وثوق کیلئے مرتہن کے پاس رکھا جاتا ہے[3] اور ٹھیکہ کا حاصل ہے، "**تملیک المنفعة بالعوض**" جو کہ رہن میں قطعاً مفقود ہے۔

امام احمدؒ کا استدلال اس حدیث سے ہے "**عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم لبن الدر يحلب بنفقة اذاكان مرهونا والظهر يركب بنفقته اذاكان مرهونا وعلى الذی يحلب ويركب النفقة اھ**" ابوداؤد نے اس کی تخریج وتصحیح کی ہے،[4]

---

[1] هی بيع منفعة معلومة بعوض معلوم دين او عين وما صلح ثمنا صلح أجرة، ملتقى الابحر ص ۵۱۱ ج۳ كتاب الاجارة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی زكريا ص۴-۵ ج۹، كتاب الاجارة،

[2] وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام او ليتوصل بها الى حلال فهی حسنة، عالمگيری كوئٹه ص ۳۹۰ ج۶ كتاب الحيل، الفصل الاول فی بيان جواز الحيل وعدم جوازها.

[3] فهو فک عسرة الطلب عن الراهن ووثوق قلب المرتهن بما يحصل ماله، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۲ ج۸ كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص ۲۶۹ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية، حاشية الشلبی على الزيلعی ص ۶۲ ج۶ كتاب الرهن، مطبوعه امداديه ملتان.

[4] ابو داؤد شريف ص ۴۹۷ ج۲ كتاب البيوع، تفريع ابواب الاجارة، باب فی الرهن، مطبوعه سعد بک ڈپو ديوبند.

اور بذل المجہود[1]، ص ۲۹۴ / ج ۴ / میں بڑی تفصیل سے اس حدیث پر کلام کر کے اس کا محل بیان کیا ہے، جو کہ ائمہ ثلاثہ کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ / ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ / ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ / ربیع الثانی ۶۴ھ

دس سال کی مدت تک مکان فروخت کرنا

سوال:۔ میں نے اپنی جائداد سکنائی قیمتی مبلغ دو ہزار روپیہ بوجہ ضرورت خرچ خانگی مبلغ نوسو روپے میں ایک شخص کو اس شرط پر بیع کر دی کہ مبلغ نوسو روپیہ مذکورہ بالا دس سال کے اندر ادا کر دوں تو مشتری مذکور بیع واپس کر دے گا، اور میرے حق میں بیعنامہ تحریر کر دیگا، بدیں وجہ مشتری مذکور نے ایک اقرار نامہ بھی تحریر کر کے رجسٹری کرا دیا کہ وہ دس سال کے اندر اپنا روپیہ لے کر بیع واپس کر دے گا، اور مشتری مذکور دس سال تک فائدہ آمدنی کرایہ وغیرہ سے اٹھاتا رہے گا، لہٰذا یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ بیع مذکور جو کہ میعادی ہے جائز ہے یا ناجائز ہے؟ دیگر یہ کہ مشتری جو کہ ہر ماہ میں آمدنی کرایہ وغیرہ وصول کر کے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ بھی جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] قال ابن عبدالبر: هذاالحديث عندجهمورالفقهاء ترده اصول مجمع عليها وآثار ثابتة لايختلف فى صحتها ويدل على نسخه حديث ابن عمر عندالبخارى وغيره بلفظه لاتحلب ماشية امرئ بغيراذنه قال الحافظ فى الفتح واجاب الطحاوى عن الحديث بانه محمول علىٰ انه كان قبل تحريم الربواولما حرم الربوا حرم اشكالهٗ من بيع اللبن فى الضرع وقرض كل منفعة تجر ربوا قال فارتفع بتحريم الربوا ماابيح فى هذالمرتهن بذل المجهود ،ص ۲۹۵ / ج ۴ / باب فى الرهن ،كتاب الاجارة، مطبوعه رشيديه سهارنپور،

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے اور مشتری کو جو کہ درحقیقت مرتہن ہے اس جائداد سے میعاد مذکور میں نفع حاصل کرنا جائز نہیں، جس قدر آمدنی ہوگی، وہ اصل مالک یعنی بائع کی ہوگی، جو کہ درحقیقت راہن ہے اور وہ آمدنی بھی جائداد مذکور کے ساتھ رہن رہے گی، اصل مالک جبکہ مبلغ نوسو روپیہ جو کہ صورت مسئولہ میں زر رہن ہے، واپس کردے گا، اس وقت اس جائداد اور اس کی آمدنی کے واپس لینے کا حق دار ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۶/۵۹ھ

مکان فروخت کرکے دوبارہ خریدنے کا معاہدہ

سوال:۔ زید مجبوری کی وجہ سے بکر کے نام اپنا مکان فروخت کرتا ہے، اور رجسٹری بھی کراتا ہے، اس طریقہ پر کہ اگر مجھے سہولت ہوگی تو ایک سال بعد رقم ادا کرکے حاصل

---

[1] قلت وبه صدرفی جامع الفصولین فقال رامزاً لفتاویٰ النسفی البیع الذی تعارفه اهل زماننا احتیالا للربا وسموه بیع الوفاء هورهن فی الحقیقة لایملکه ولاینتفع به الاباذن مالکه وهوضامن لما أکل من ثمره وأتلف من شجره ویسقط الدین بهلاکه لوبقی ولایضمن الزیادة وللبائع استرداده اذاقضی دینه لافرق عند نا بینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام اھ شامی کراچی،ص ۶۲۶/ج۵، شامی زکریا ص۵۴۶ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری ص۲۰۸-۲۰۹ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

کرلونگا، اور یہ مکان بکر کا ہوگا، کیا یہ طریقہ جائز ہے، اور بکر کا اس مکان کو اپنے تصرف میں لانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کے ساتھ فروخت کرنا بیع فاسد ہے، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اس کو بیع الوفا کہتے ہیں، وہ مکان رہن ہوگا، اس سے نفع اٹھانا مرتہن کو درست نہیں ہوگا، لیکن اگر بیع تو بلاشرط کے کرلی جائے اس کے بعد دوسری مجلس میں پھر واپسی کا معاہدہ کرلیا جائے، تو بیع درست ہوجائے گی، اور مدت معینہ میں رقم ادا کرنے پر حسب معاہدہ وہ مکان واپس کرنا اخلاقاً لازم ہوگا، شامی میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۷ھ

بیع قطعی کرنے کے بعد معینہ مدت میں واپس کرنے کی درخواست کرنا

سوال:۔ زید اپنی جائداد بکر کے حق میں بیع قطعی کرتا ہے، اور زید بکر سے یہ

---

[1] وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن ،وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح. شامی کراچی، ص ۲۷۶/ج۵/.

" ثم ان ذکر االفسخ فیه اوقبله اوزعماه غیرلازم کان بیعاً فاسداً ولوبعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس، درمختار مع شامی کراچی ۲۷۷/ ج۵، شامی زکریا ص۵۴۷،۵۴۵ ج۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درخواست کرتا ہے کہ بکر زید کو یہ رعایت دیدے کہ وہ عرصہ معینہ میں فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تو بکر زید کو جائداد واپس کردے آیا یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیعنامہ میں یا مجلس عقد میں بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا کوئی ذکر نہیں آیا بلکہ جس طرح اور لوگ شب وروز بیع وشراء کرتے ہیں، اسی طرح زید وبکر نے بھی بیع وشراء کرلی پھر کسی دوسری مجلس میں دوسرے وقت زید نے بکر سے اس رعایت کی درخواست کرلی اور بکر نے اس کو منظور کرلیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[1] اب زید کو قانوناً مطالبہ واپسی کا کوئی حق باقی نہیں رہا، وہ کسی طرح بکر کو واپسی پر مجبور نہیں کرسکتا، بکر کو اس جائداد میں مالکانہ تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اگر چاہے تو دوسرے شخص کو ہبہ یا بیع یا رہن سب کچھ کرسکتا ہے، زید کو ان تصرفات سے روکنے کا حق حاصل نہیں اور عرصہ معینہ فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تب بھی بکر کو اختیار ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے اور اس کی مصالح کے خلاف نہ ہو اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو واپس کردے، اور اگر مصالح کے خلاف ہو اور نقصان ہوتا ہو تو اس کو واپسی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ زید کا روپیہ لینے سے انکار کردے، غرض قضاءً اس پر کوئی حق باقی نہیں رہا، البتہ دیانۃً اس وعدہ کا پورا کرنا بہتر ہے، تاہم اگر وعدہ کرتے وقت تو پوار کرنے کی نیت تھی،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴۰۶،۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[1] وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع ویلزمه الوفاء بالوعد لان المواعد قد تکون لازمة، فتجعل لازمة لحاجة الناس، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱۶۵ ج۲، کتاب البیوع، فصل فی الشروط المفسدة، شامی زکریا ص۵۴۷-۵۴۵ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطلب فی بیع الوفاء.

لیکن بعد میں کسی مصلحت وذاتی ضرورت یا احتمال نقصان کی بناء پر پورا نہیں کرتا، تو شرعاً اس پر گناہ نہیں[1]، اگر بیعنامہ میں یا اس سے پہلے بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا ذکر آچکا ہے تو یہ بیع رہن کے حکم میں ہے، کل جائداد جس کی بیع ہوئی ہے، رہن رہے گی، بکر کو اس سے انتفاع ناجائز ہے، نہ اس کی آمدنی لے سکتا ہے، نہ اس کو بیع کر سکتا ہے، نہ اجارہ، نہ رہن، نہ ہبہ بلکہ اس جائداد کا محض محافظ ہے امین رہے گا، اور اس کی جس قدر آمدنی ہوگی، وہ بھی تمام رہن رہے گی، روپیہ وصول ہونے پر اس جائداد کے ساتھ اس آمدنی کی بھی واپسی ضروری ہوگی، جس طرح بکر کو اس جائداد سے اس عرصہ میں نفع حاصل کرنا ناجائز ہے، اسی طرح زید کو بھی نفع حاصل کرنے کا حق نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

---

[1] عن زيد بن ارقم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفيء له فلم يف (أى بعذر) ولم يجيء للميعاد (أى لمانع) فلا إثم عليه، مرقاة مع المشكوة ص۶۴۷، ج۴، باب الوعد، الفصل الثانى، مطبع اصح المطابع بمبئى، بذل المجهود ص۲۷۷ ج۵ كتاب الادب، باب فى العدة، مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، فيض القدير ص۴۵۳ ج۱ رقم الحديث ۸۹۴، مطبوعه دار الفكر بيروت، الاشباه والنظائر ص۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

[2] وبيع الوفاء ذكرته هناتبعاً للدرر وصورته ان يبيعه العين بألف على انه اذا ردعليه الثمن ردعليه العين، درمختار، "وفى حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوىٰ هوان يقول بعت منك علىٰ ان تبيعه منى متى جئت بالثمن فهذاالبيع باطل وهورهن وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح.شامى كراچى،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فى بيع الوفاء،قبيل كتاب الكفالة "، شامى زكريا ص۵۴۷،۵۴۵ كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب فى بيع الوفاء، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع کرنے کے بعد دس سال کے اندر اندر واپس لینے کا اقرار نامہ لکھوانا

سوال:۔ زید نے اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دستاویز بیع قطعی کی رجسٹری کرادی، اور دستاویز کے ساتھ ہی ایک اقرار نامہ عمر سے تحریر کرالیا کہ جو روپیہ زید نے عمر سے وصول کیا ہے، اگر وہ دس سال کے بعد زید عمر کو واپس کر دے تو عمر زید کو مکان واپس کر دے گا ،اور بعد گذر جانے دس سال کے زید کو عمر سے مکان واپس لینے کا کوئی حق نہ ہوگا، مرمت شکست وریخت دس سال تک عمر کے ذمہ رہے گی، ایسی صورت میں عمر کو اس مکان کا کرایہ لینا جائز ہے یا ناجائز، بیع ہونے سے پہلے اقرار نامہ کی شرائط طے کر لی جاتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرطیں ایجاب وقبول بیع سے پہلے کی گئی ہیں، یا بیع کے ساتھ کی گئی ہیں تو ان دونوں کا ایک حکم ہے[1] اگر بیع قطعی کی گئی اور پھر شرطیں لگادی گئیں، تب بھی امام اعظم کے نزدیک ان شرطوں کا ایسا ہی حال ہے، جیسا کہ نفس بیع میں لگا لینے سے ہوتا ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بیع قطعی ہوگئی، اور یہ اقرار نامہ علیحدہ ہے، اس کا پورا کرنا دیانۃً

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[1] یقول البائع للمشتری بعت منک هذا العین بمالک علی من الدین علی انی متیٰ قضیته فهو لی وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاوی هو أن یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸،۷ ج۶ باب خیار الشرط، زیلعی ص۱۸۴، ۱۸۳ ج۵ کتاب الاکراه، مطبوعه امدادیه ملتان.

ضروری ہے، اگر پورا نہیں کرے گا، تو وعدہ خلاف کہلائے گا، اس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا[1]

علامہ شامیؒ نے صاحبین کے قول کو راجح بتایا ہے، "لوذکرالشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفة اھ درمختار" "فیصیر بیع الوفاء کانه شرط فی العقد ذکرالشرط وقد منافی البیع الفاسد ترجیح قولهما لعدم التحاق الشرط المتأخر عن العقد به اھ شامی، ص ۳۷۵/ ج ۴/"[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال ۶۰ھ

کٹ قبالہ کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں کٹ قبالہ کا عام رواج ہوگیا ہے، اس کی حقیقت وہی ہے،

---

[1] وعندهما هذا البيع عبارة عن بيع غير لازم فكذلک وان ذكرا البيع من غير شرط ثم ذكرا الشرط على الوجه المعتاد جاز البيع ويلزمه الوفاء بالميعاد لان المواعيد قد تكون لازمة قال عليه الصلاة والسلام: العدة دين فيجعل هذا الميعاد لازما لحاجة الناس، زيلعى ص۱۸۴ ج۵ مطبوعه امداديه ملتان، اذ الشرط اللاحق يلتحق باصل العقد عند ابى حنيفة ثم رمز أنه يلتحق عنده لا عندهما وأن الصحيح أنه لا يشترط لالتحاقه مجلس العقد وبه أفتى فى الخيرية، الىٰ قوله: لو ذكرا البيع بلا شرط ثم ذكرا الشرط على وجه العدة، جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد، شامى زكريا ص ۲۸۱ ج۷ مطلب فى البيع بشرط فاسدة.

[2] شامى كراچى ص۲۷۷، ۲۷۸/ ج۵/ مطلب فى بيع الوفاء، قبيل كتاب الكفالة، شامى زكريا ص۵۴۸،۵۴۷ ج۷ كتاب البيوع، باب الصرف، فتاوى البزازية علىٰ هامش الهندية كوئٹه ص۴۰۷ ج۴ كتاب البيوع، نوع فيما يتصل با البيع الفاسد، شامى زكريا ص ۲۸۱ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد قبيل مطلب فى الشرط الفاسد، اذا ذكر بعد العقد أو قبله.

جو بیع الوفاء کی ہے، یعنی لوگ بمجبوری روپیہ اپنی مملوکہ آراضی کا کل یا بعض کو اس شرط پر کہ مثلاً دس، گیارہ برس کی مدت میں جب واپس کردیئے جائیں گے تو زمین واپس کردی جائے (فروخت کرتے ہیں) اور اس وقت تک زمین سے برابر مشتری نفع اٹھاتا رہتا ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین کی بیع واپسی کی شرط پر کی جاتی ہے تو شرعاً یہ بیع نہیں بلکہ یہ رہن ہے، اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے، واپسی کی مدت تک جو آمدنی مشتری نے حاصل کی ہے وہ درست نہیں، بلکہ سود ہے "صورته ان يبيعه العين بالف علىٰ انه اذا رد عليه الثمن ردعليه العين" (درمختار) وفی حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوىٰ هوان يقول بعت منک علىٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذا البيع باطل وهورهن وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح "شامی ص ۲۴۱/ج۴/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۸ھ

مکان خریدنے کے بعد مشتری سے واپسی کا اقرار نامہ لکھوانا

سوال:۔ایک مکان زید نے پانچ سو روپیہ کا خریدا اور بیعنامہ تحریری لکھے جانے کے

---

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء ،قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۵ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹،۲۰۸ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص۳۶۸ج۱۰ الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص۷ج۶ باب خیار الشرط.

بعد بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ تم ایک اقرار نامہ علیحدہ اس امر کا لکھدو کہ دس سال تک اگر بائع یا اس کے ورثہ اس کو واپس لینا چاہیں گے تو میں اسی دام پر واپس کردوں گا، تاکہ ہم دونوں کا اطمینان ہوجائے، چنانچہ فریقین رضامند ہوگئے، بیعنامہ کے علاوہ ایک اقرار نامہ مضمون بالا کا لکھوایا گیا، اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا مشتری کو اس مکان خریدشدہ سے منافع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاً بیع تام اور پختہ ہوچکی بعد میں ایک اقرار نامہ بائع اور مشتری کے درمیان بطور وعدہ تحریر کیا گیا ہے، جس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا مشتری مکان کا مالک ہے، اور اس مکان سے نفع حاصل کرنا مشتری کو جائز ہے، ''وفی الخیریة: فیما لواطلق البیع ولم یذکر الوفاء الاانه عهدالیٰ البائع انه اوفی مثل الثمن یفسخ البیع معه اجاب هذه المسئلة اختلف فیها مشائخنا علیٰ اقوال ونص فی الحاوی الزاهدی ان الفتویٰ فی ذٰلک ان البیع اذا اطلق ولم یذکرفیه الوفاء الا ان المشتری عهد الیٰ البائع انه ان اوفی مثل ثمنه فانه یفسخ معه البیع یکون باتاحیث کان الثمن ثمن المثل اوبغبن یسیر الخ [1] درمختار، ص۲۷۵/ج۵/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۱۲/۵۳ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۷ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

بیع بالوفاء کی حقیقت

سوال:۔زید اپنا ذاتی مکان اپنے بھانجے بکر کو بیچنا چاہتا ہے، فی الوقت رقم فراہم نہ ہونے کے باعث بکر اپنا ایک مکان عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے کسی کو دے کر رقم لینا چاہتا ہے، تاکہ ماموں کو مکان کی رقم دے سکے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ رقم بھی حاصل ہو جائے، اور مکان بھی مستقل طور پر نہ جا سکے، اور مکان دینے اور لینے والا بھی گنہگار نہ ہوئے بعض حضرات سے معلوم ہوا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر علماء نے بیع بالوفاء کی اجازت دی ہے، آپ مطلع فرمادیں کہ بیع بالوفاء سے کیا مراد ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟ اور کیا بیع بالوفاء میں مکان وغیرہ مدت متعینہ کے ختم پر بائع کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ کوئی بھی اپنے فائدے کے بغیر کوئی مکان وغیرہ لینے کو تیار نہیں، اگر رہن رکھا جائے تو مرتہن دھوکہ سے شئی مرہونہ سے نفع حاصل کر سکتا ہے، جس کو سود بتایا جاتا ہے، اس لئے آپ مطلع فرمادیں کہ ایسی صورت بھی ہے کہ مکان مستقل طور پر نہ جائے اور اس سے حصول رقم کی جائز شکل نکل آئے، بکر مکان فروخت کرنا نہیں چاہتا ہے، اجراء کار کے لئے کسی کو دے کر رقم سے استعارہ چاہتا ہے، اور بعد فراہمی رقم متعلقہ شخص کو رقم دے کر پھر اپنے قبضے میں لے لے از روئے شرع وضاحت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع بالوفاء کا نام اگرچہ بیع ہے، مگر وہ درحقیقت رہن ہی ہے،[1] مرتہن کو شئی مرہون سے

---

[1] وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۵/ج۷/کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷،۴۰۶ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل،

انتفاع ناجائز ہے[1]، بیع بالوفاء کوسود کا حیلہ نہ بنایا جائے، مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے مستقل ایک رسالہ "الفلک المشحون" تحریر فرمایا ہے، جس میں انتفاع بالمرہون کی صورتیں لکھی ہیں، ضرورت پر بیع قطعی کردی جائے، پھر جب اللہ تعالیٰ پیسہ دیں تو دوبارہ خرید لیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۸۸ھ

بیع الوفاء

سوال:۔ ایک مسلمان اپنی جائداد یا مکان کسی دوسرے مسلم کو فروخت کردیتا ہے، کہ اتنے عرصہ بعد رقم ادا کرکے مذکورہ جائداد واپس خرید لوں گا، اور اگر تاریخ معینہ تک نہ خرید سکا تو اس کے بعد حق خریداری ختم اور جائداد تمہاری خریدار مذکورہ فروخت کرنے والوں کو اس کا مقررہ کرایہ وصول کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ تو رہن میں اور اس میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ شرعاً بیع قطعی نہیں ہے، بلکہ بیع بالوفا ہے جو کہ رہن کے حکم میں ہے[2]، اس صورت

---

[1] لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن الخ شامی، ص۸۳/ج۱۰/ (مطبع زکریا دیوبند) کتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هو(ای بیع الوفاء)ان یقول بعت منک ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح الخ شامی زکریا،ص ۵۴۵/ج۷/ کتاب البیوع، باب الصرف،مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ باب الصرف الباب العشرون فی البیاعات الخ، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج۶ باب خیار الشرط.

میں کرایہ وصول کرنا درست نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۸ھ

بیع الوفاء حقیقۃً رہن ہے

سوال:۔(۱) زید نے اپنی کسی ضرورت کی بنا پر اپنی کاشت کی آراضی عمر کو اس شرط پر بیع کردی کہ تین سال کی مدت معینہ کے اندر اندر جس وقت بھی میرے پاس رقم ہو جاوے، اور میں لینا چاہوں تو عمر کو یہ آراضی اسی ثمن مذکور میں واپس دینا ہوگی، اور ثمن میں کمی بیشی نہ ہوگی، اگر مدت معینہ میں زید کے پاس روپیہ فراہم نہ ہوسکا اور مدت ختم ہوگئی، تو پھر یہ آراضی عمر ہی کیلئے مستقل بیع سمجھی جائے گی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عرف میں اس کو آڑی بیع کہتے ہیں، آیا یہ صورت مسئولہ خیار شرط میں داخل ہے جو عندالصاحبین جائز ہے یا اس سے خارج ہے؟ حوالہ کے ساتھ بیان فرمادیں۔

(۲) دوسری صورت اسی آڑی بیع کی اور ہے وہ یہ ہے کہ زید نے جو بیع نامہ کے لئے کیا ہے، اس میں تین سال واپس نہ لینے کی شرط ہوتی ہے، کہ تین سال تک بائع بیع کو واپس نہیں لے سکتا، تین سال کے بعد اگر چاہے اس ثمن سابق میں بیع کو لوٹا سکتا ہے، اس کی بھی میعاد ہوتی ہے، مثلاً تین سال کے بعد دو سال تک واپس لینے کی میعاد ہوتی ہے، اور دو سال پر مشتری سے نہیں لے سکتا، اور یہ بیع مستقل مشتری کی ملکیت ہو جاوے گی۔

(۳) اگر دونوں صورتیں ہی ناجائز قرار دی جائیں تو پھر کوئی تیسری شکل

---

[1] وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بيروت، الدر المختار مع الشامي زكريا ص۸۳،۸۲ ج۱۰ كتاب الرهن.

تحریر فرمائیں، جو شرعاً جائز ہے، اور ایک غریب ضرورت مند اپنے کام میں لا سکے اور زمین سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے کرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیع بالوفاء ہے ردالمحتار[۱] میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے، قول المختار یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر حکماً رہن ہے، لہٰذا اس سے انتفاع درست نہیں ہے "**کل قرض جر نفعاً حرام اھ درمختار**"[۲]

(۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا ہے[۳]

(۳) رہن یا بیع کا معاملہ ختم کر کے اجارہ کا معاملہ کر لیا جاوے، مثلاً ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہے تو اپنی زمین متعین تین سال کے لئے اجارہ پر دیدی جاوے، اور ایک ہزار روپیہ پیشگی کرایہ وصول کر لیا جائے، تین سال تک کاشت کر کے آمدنی کرے پھر واپس کر دے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] هوان يقول بعت منک علیٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذا البيع باطل، وهو رهن وحكمه: حكم الرهن: وهوالصحيح .شامی ،ص ۵۴۵/ج۷/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب البيوع ،باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء، المحيط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، عالمگيری ص۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فی البياعات المكروهة، مطلب فی بيع الوفاء.

[۲] شامی صفحه ۳۹۵/ج۷/ (مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية فصل فی القرض، مطلب كل قرض جر نفعاً حرام ، البحر الرائق كوئٹه ص۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولية، فصل فی بيان التصرف، تتمة فی مسائل القرض.

[۳] ملاحظه هو حواله مذكوره بالا. (حوالہ ۴ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء اصل قیمت سے زیادہ پر

سوال:۔ اپنی مملوکہ زمین اس شرط پر فروخت کرتے ہیں، کہ چند سال کی مدت میں جب روپیہ واپس کردیئے جائیں گے، تو زمین واپس لے لی جائے گی، اس کو عرف میں کٹ تبادلہ کہتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متذکرہ بالا صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

واپسی کی شرط پر فروخت کرنا بیع فاسد ہے جائز نہیں، اس کو بیع بالوفاء کہتے ہیں جو کہ رہن کے حکم میں ہے ایسی زمین سے مشتری کو نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے (کذافی ردالمحتار)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] تصح اجارةارض للزارعة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹/ ج۹/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۰۴ ج۷ باب ما یجوز من الاجارة، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج۳ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) [۱] هوان یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا لبیع باطل هو رهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الی قوله البیع الذی تعارفه أهل رماننا احتیالاً للربا وسحوه بیع الوفاء وهو رهن فی الحقیقة لا یملکه ولا ینتفع به الخ، شامی زکریا ص ۵۴۶، ۵۴۵، ج۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۰۵ ج۴ نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص ۳۶۹ ج۱۰ کتاب البیوع، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

میعادی بیع اوراس کا نفع

سوال:۔ (۱) کریم بخش نے ایک مہاجن سے چارسوروپئے سود پرقرض لئے، اور اصل وسود کل پانچ سوروپئے ہوگئے، کریم بخش نے مہاجن سے دوسو پچاس روپئے میں اپنا حساب بیباق کرنا طے کرلیا، اورمہاجن کودوسو پچاس روپئے دینے کے لئے اپنا مکان عمر کوتین سوروپئے میں کردیا، اورعمر سے ایک اقرار نامہ لکھوالیا کہ وہ اس کے تین سوروپئے واپس کرنے پرمکان اس کوواپس کردے گا، اور چھروپے ماہوار کرائے کا ایک ٹھیکہ نامہ لکھ کرعمر کو دے دیا، سوال یہ ہے کہ بیعنامہ میعادی جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) یہ کہ چھروپئے ماہوار کریم بخش سے عمر کوکرایۂ مکان لینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، جس کا فسخ کرنا واجب ہوتا ہے، یہ درحقیقت رہن ہے، رہن سے نفع حاصل کرنا جائزنہیں بلکہ یہ سود ہے لہٰذا یہ میعادی بیع ناجائز ہے[۱]، (۲) یہ چھروپیہ لینا ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

---

[۱] وفی حاشیة الفصولین عن جواهرالفتاویٰ هوأن یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متیٰ جئت بالثمن فهذاالبیع باطل وهورهن حکمه حکم الرهن وهو الصحیح فعلم لافرق بین قولهٔ علی أن ترده علی اوعلیٰ ان تبیعه منی، شامی کراچی ص۲۷۶/۵، مطبوعه زکریا ص۵۴۵/۵، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق ص۷ج۶ باب خیار الشرط، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة، مطلب بیع الوفاء، مطبوعه کوئٹه،

[۲] "لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع

سوال:۔زید اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس کی فروختگی کے شرائط یہ ہیں

(۱) جو رقم میں نے اس وقت یعنی فروخت کرنے کے وقت عمر سے لی ہے اس رقم کو اگر دس سال میں واپس دیدوں تو زید کو عمر مکان لازمی واپس دے گا، اگر زید دس سال کے اندر رقم عمر کو ادا نہ کرسکا تو بعد گذر جانے دس سال کے بیع قطعی سمجھا جاوے گا، یعنی پھر زید اپنا مکان عمر سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۲) اس دس سال کا کرایہ اس زید کے مکان سے عمر وصول کرے گا، اور عمر اپنے تصرف میں لائے گا، اور جو کچھ مرمت شکست وریخت مکان مذکور میں دس سال کے اندر ہونگے وہ عمر مرمت کرادے گا، ایسی شکل میں زید کے اس مکان کا کرایہ جو میعادی بیع ہے، عمر کو اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر کرایہ ناجائز ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے اور شئی مرہون سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، لہٰذا مکان کی شکست وریخت کی مرمت اصل مالک یعنی زید کے ذمہ ہے اور اس دس سال کے کرایہ کا مالک بھی زید ہی ہے عمر کو یہ کرایہ تصرف میں لانا درست نہیں "**وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهٰذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح اھ**[1] شامی، ج۴ص ۲۷۴

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه اذن فی الربا الخ، شامی کراچی ،ج۶/ص ۴۸۲/مطبوعه زکریا ،ج۱۰/ ص۸۳/"(کتاب الرهن)، زیلعی ص۶۷ ج۶ کتاب الرهن، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۲۳۸ ج۸ کتاب الرهن، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] شامی زکریا ج۷/ص ۵۴۵/مطبوعه نعمانیه دیوبند، ج۴/ص ۲۴۶/ مطبوعه کراچی ج۵ص ۲۷۶ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ونفقة الرهن والخراج والعشرعلى الراهن والاصل ان كل مايحتاج اليه لمصلحة الرهن بنفسه ونفقته فعلى الراهن لانه ملكه وكل ماكان لحفظه فعلى المرتهن لان حبسه له اھ[1] درمختار ، ج۵/ص ۳۴۶/ لايحل له ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن اھ[2] شامی ، ج۵/ص ۳۴۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/شوال ۶۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فى البياعات المكروهة الخ، مطلب بيع الوفاء، بحر ص۷ ج۶ باب خيار الشرط، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار على الشامى ،ج۵/ص ۲۱۳-۲۱۴/ مطبوعه نعمانيه، شامى زكريا ج۱۰/ ص۹۳/ مطبوعه كراچى ،ج۶/ص۴۸۷/ كتاب الرهن، البحر الرائق ص ۲۳۹ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۷۷ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] شامى نعمانيه ص۵/۳۱۰، مطبوعه زكريا ج۱۰/ص۸۳/ مطبوعه كراچى ج۶/ ص۴۸۲/ كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۶۷ ج۶، مطبوعه امداديه ملتان،

باب دوازدھم: ذخیرہ اندوزی کے احکام

احتکار

سوال:- ایک شخص کی آمدنی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ پیاز، لہسن، آلو، گیہوں، وغیرہ خرید کر جمع کر لیتا ہے، اور جب یہ چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں، تب بیچتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بستی میں یہ اشیاء بکثرت موجود ہیں، اور اس شخص کے خریدنے سے کوئی تنگی پیش نہیں آتی، اور دیر بعد جب موسم نہ رہے، ان کو گراں فروخت کرتا ہے، اور گراں بھی اس قدر جو کہ قابل برداشت ہے تو اس میں گناہ نہیں اس کی آمدنی درست ہے، اگر اسکے خریدنے سے تنگی اور پریشانی ہوتی ہے، اور نا قابل برداشت گراں فروخت کرتا ہے، تو یہ سخت گنہ گار ہے[1] اور یہ طریقہ موجب لعنت ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاحتکار مکروہ وذٰلک ان یشتری طعاماً فی مصر ویمتنع من بیعه وذٰلک یضر بالناس ولمن اشتری فی ذٰلک المصر وحبسه ولایضر باهل المصر لابأس به ،الهندیة،ص ۲۱۳/ج۳/کتاب البیوع،الباب العشرون فی البیاعات المکروه، فصل فی الاحتکار ،وکذافی الشامی ،کتاب الکراهیة ،فصل فی البیع ص ۳۹۸/ج ۶/مطبوعه کراچی،هدایه ص ۴۷۰/ج۴/کتاب الکراهیة فصل فی البیع،طبع دارالکتاب دیوبند.

[2] عن عمربن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الجالب مرزوق والمحتکر ملعون،سنن ابن ماجه ص ۱۵۶/ج ۱/ابواب التجارات،باب الحکرة والجلب،طبع رشیدیه دهلی.

آلو، پیاز وغیرہ کا اسٹاک کرنا

سوال:- عمر وفصل کے موقعہ پر ازقسم سبزی مثلاً آلو، اروی، پیاز وغیرہ خریدتا ہے، اور جب فصل نکل جاتی ہے تو فروخت کرتا ہے، جب کہ گراں ہوجاتی ہیں اشیاء مذکورہ، تو کیا صورت مذکورہ احتکار میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے خریدنے سے بستی والوں کو ضرر ہوتا ہے، وہ چیز نایاب ہوجاتی ہے، یا گراں ہوجاتی ہے، تو یہ احتکار میں داخل ہوکر ممنوع ہے، اگر ضرر نہیں ہوتا تو ممنوع نہیں ہوتا، **"وکره احتكار قوت البشر كتين وعنب ولوزوالبهائم كتبن وقت فى بلد يضر باهله لحديث الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فان لم يضرلم يكره اھ درمختاروالتقييد بقوت البشرقول ابى حنيفة ومحمد وعليه الفتوىٰ وكذافى الكافى وعن ابى يوسفؒ كل مااضربا لعامة حبسه فهواحتكار،قولهٗ كتين وعنب ولوزاى ممايقوم به بدنهم من الرزق ولو دخنا لاعسلاً وسمناً قولهٗ وقت بالقاف والتاء المثناة من فوق الفصفصة بكسر الفائين وهى الرطبة من علف الدواب اھ وفى المغرب القت اليابس من الاسفست اھ ومثله فى القاموس وقال فى الفصفصة بالكسر هو نبات فارسيته اسفست تامل قوله فى بلد اومافى حكمه كالرستاق والقرية قوله يضرباهله بان كان البلدصغيراً اھ شامى"**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامى كراچى ج٦/ص٣٩٨/كتاب الكراهية ،فصل فى البيع،هدايه ص٤٧٠/ج٤/كتاب الكراهية،فصل فى البيع،دارالكتاب ديوبند،الدرالمنتقى مع المجمع ص٢١٣/ج٤/كتاب الكراهية،فصل فى البيع،دارالكتب العلمية بيروت.

غلہ کی ذخیرہ اندوزی

سوال:- (۱) میں اگر فصل آنے پر ہزار پانچ سو روپئے کا غلہ خرید لوں اور اس کو انتظار میں گھر میں بھرا ہوا رہنے دوں کہ بے فصل مہنگا فروخت کروں گا، تو غلہ گراں فروخت ہوگا، تو اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

ایضاً:- (۲) بہت سے لوگ غلہ خرید کر جس بھاؤ کا ہوتا ہے، اس بھاؤ کا لوگوں کو دیتے ہیں، اور فصل کے آنے پر جس بھاؤ کا ہوتا ہے اس سے لے لیتے ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اتنی مہنگائی کا انتظار کرنا جس سے مخلوق کو پریشانی لاحق ہو، جائز نہیں، حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے[۱]۔

(۲) گاؤں والوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا اس وقت کے بھاؤ کے موافق درست ہے ان سے قیمت لے لیجائے، پھر جب فصل آئے تو اس وقت کے بھاؤ کے موافق جس طرح ہر شخص کو خریدنا درست ہے، اس کو بھی خریدنا درست ہے، جس نے انکے ہاتھ فروخت کیا تھا، لیکن غلہ انکے ہاتھ فروخت کرنا اس طرح کہ مثلاً دوسو روپئے کا غلہ فروخت کیا پھر فصل آنے پر اس غلہ کے عوض اس سے زیادہ وزن لینا درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

---

[۱] عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الجالب مرزوق والمحتکر ملعون ابن ماجه شریف ص ۱۵۶ / ج ۱ / (مکتبه تهانوی دیوبند) ابواب التجارات، باب الحکرة والجلب.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلہ لانے والے کو رزق عطا کیا جاتا ہے، اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی جاتی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تجارت میں ذخیرہ اندوزی

سوال:- تجارت میں ذخیرہ اندوزی کیسی ہے؟ ذخیرہ اندوزی کب تک جائز یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذخیرہ اندوزی سے اگر یہ مراد ہے کہ اپنی بستی کا غلہ خرید کر اپنے پاس محفوظ کرلیا جائے، اور باوجود ضرورت کے فروخت نہ کیا جائے، کہ جب زیادہ گراں ہوجائے گا، تب فروخت کرے گا، تو یہ صورت شرعاً ناجائز[1] اور موجب لعنت ہے۔ "المحتکر ملعون" (الحدیث[2]) اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف لکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] کل قرض جر نفعاً حرام، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹۵/ ج۷/ کتاب البیوع فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی کتاب المداینات، دارالاشاعۃ دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۰۲/ قاعدۃ ۲۳۰/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ویکرہ الاحتکار فی قوت الآدمیین والبھائم اذا کان ذٰلک فی بلد یضر الاحتکار باھلہ وکذالک التلقی فاما اذا کان لایضر فلابأس بہ، لانہ تعلق بہ حق العامۃ وفی الامتناع عن البیع ابطال حقھم وتضییق الامر علیھم، ھدایہ ص ۴۷۰/۴، کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع، دار الکتاب دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۳۹۸/۶/ کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع، ھندیہ کوئٹہ ص ۲۱۳/ ج۳/ الباب العشرون فی البیاعات المکروۃ، فصل فی الاحتکار.

[2] ابن ماجہ شریف ص ۱۵۶/ ج۱/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابواب التجارات، باب الحکرۃ والجلب.

ترجمہ: اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

باب سیزدھم: بیع کے متفرق مسائل

بنجر کھیت ایک نے پٹواری سے خریدا دوسرے نے نائب پردھان سے وہ کھیت کس کا ہے؟

سوال:۔ایک سرکاری کھیت بنجر کو ایک خاندان نے پٹواری سے خریدلیا، دوسرے خاندان والوں نے بوجہ دشمنی کے پردھان کے نائب سے خریدلیا، کیوں کہ اصل پردھان حج کو گئے تھے، جب اصل پردھان واپس آ گئے، تو انہوں نے بیع خاندان کو درست مانا اور کہا کہ کھیت انہیں کا ہے، جنہوں نے پہلے پٹواری سے خریدلیا، اب اس میں جھگڑا ہے، پہلا کہتا ہے کہ میرا ہے، اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے، اسکے اندر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کھیت ملک سرکاری تھا اور پٹواری کو بغیر اجازت پردھان اس کو فروخت کرنے کا سرکار کی طرف سے اختیار تھا تو جس نے پٹوری سے خریدا ہے اس کا ہو گیا، پھر جس نے پردھان کے نائب سے خریدا ہے اس کا خریدنا صحیح نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹۱ھ

سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم

سوال:۔افریقہ میں کچھ بہی خواہ حضرات نے ایک تعلیمی ویلفر سوسائٹی قائم کی ہے،

---

[1] وبطل بیع مالیس فی ملکه لبطلان المعدوم لانه علیه الصلوٰة والسلام نهیٰ عن بیع مالیس عندالانسان قال الشامی تحته اذمن شرط المعقودعلیه ان یکون موجوداً مالاً متقوماً مملوکاً فی نفسه الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۷/ص۲۴۶/کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، عالمگیری ص ۲-۳ج۳ کتاب البیوع الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کا اہم کام یہ ہے کہ وہ لوگوں سے ماہانہ کچھ رقم وصول کر کے سوسائٹی فنڈ میں اس کے نام سے جمع کر لیتے ہیں، اور آڑے وقت میں یہ رقم جمع کرنے والے کو دے دیتے ہیں، سوسائٹی کے قانون کے رو سے اگر رقم جمع کرنے والا مر جائے تو جمع شدہ رقم سے اس کی اولاد کی تعلیم دلائی جاتی ہے، اور اگر وہ کسی وقت اپنی کل رقم واپس لینا چاہے تو ایک مقررہ مدت کے بعد اس کی رقم واپس کی جاتی ہے، اصل رقم سے کچھ زائد رقم بھی اسے دیتے ہیں، سوسائٹی مختلف کاروبار کر کے جمع شدہ رقم میں اضافہ کرتی ہے، شرعاً یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور رقم سوسائٹی فنڈ میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سوسائٹی ان رقوم سے تجارت کرتی ہے اور اسکا نفع شرکاء کو ان کے رقوم کے موافق دیتی ہے، تو وہاں رقوم کا جمع کرنا اور نفع لینا درست ہے[1]، بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو اور کوئی دوسری چیز بھی اس میں خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۰ھ

جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا

سوال:۔ سرائے مسافراں محلّہ کے ایک گوشہ میں چاہ پختہ واقع ہے اور کچھ چاہ پختہ کے متعلق زمین ہے، وہ چاہ پختہ بھر دیا گیا ہے، اب اس جگہ میں اچھا خاصا مکان تعمیر ہو سکتا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سکب الأنهر ص۵ ج۳ كتاب البيوع، مطبوع دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] وشرطها اى المضاربة كون الربح بينهما شائعاً فلوعين قدراً فسدت وكون نصيب كل منهما معلوماً عند العقد الخ الدرالمختارمع الشامى زكريا، ج۸/ص۴۳۳/ اول كتاب المضاربة، هداية ص۲۵۸ ج۳ كتاب المضاربة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۴۶ ج۳ كتاب المضاربة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۶۴ ج۷ كتاب المضاربة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

ہے، اس چاہ پختہ کے جنوب میں راستہ عام ہے، اس کے بعد گھسیٹوں صاحب کا مکان ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اس جگہ کی قیمت مسجد یا مدرسہ اچھے مصرف میں دے کر اپنا مکان یا اپنی کوئی عمارت بنالیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک پنچایت عام ہوئی، اور اس میں یہ تحقیقات کی گئی کہ یہ جگہ کس کی اور کون اس کا مالک ہے، ثابت ہوا کہ یہ بھٹیاروں کی ہے اور ان بھٹیاروں نے یہ جگہ روبرو پنچایت کے مسجد کو دیدی جو مسجد اسی محلّہ مسافران میں واقع ہے، اب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گھسیٹوں سے قیمت لے کر یہ جگہ دیدی جائے، اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کا مکان تعمیر کردیا جائے تاکہ مسجد کیلئے ہمیشہ کے لئے ایک آمدنی بنجائے، اور کنواں بنانے اور یہ جگہ رفاہِ عام کے لئے چھوڑنے والے کو ہمیشہ ایصال ثواب ہوتا رہے، اس پنچایت سے قریب ایک سال ان بھٹیاروں میں سے صرف ایک شخص نے گھسیٹوں سے معاہدہ بیع کرلیا تھا، اور کاغذ پر انگوٹھا لگا کر ایک سو روپیہ بطور بیعانہ لے لیا تھا، جو اس پنچایت میں سے اس نے وہ روپیہ واپس کردیا اور کہا میں بیع نہیں کرتا میں نے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا تو یہ بیع تھی یا نہیں، اسکو ایسا معاہدہ کرنے کا حق تھا اس متنازعہ مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مشترکہ زمین کے متعلق جزوی حصہ دار کو پوری زمین کی بیع کرنے یا اس کے لئے بیعانہ کرلینے کی اجازت نہیں، جب تک سب حصہ دار اس پر رضامند نہ ہوں[1]، اب جب کہ بیعانہ واپس کردیا تو بات ہی ختم ہوگئی، دوسرے حصہ داروں کی طرح بیعانہ لے کر واپس کرنے

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، کل واحد من الشریکین أو الشرکاء شرکة ملک أجنبی فی نصیب الآخر حتی لایجوز له التصرف فیه إلا بإذن الآخر کغیر الشریک لعدم تضمنها الوکالة، مجمع الأنهر ص۵۴۳ ج۲ کتاب الشرکة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۱۳ ج۳ کتاب الشرکة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا اب تو وہ جگہ مسجد کی ہوگئی، اب اس کو فروخت نہ کیا جائے، اس پر مکان تعمیر کردیا جائے، پھر اس مکان کو خواہ گھسیٹوں صاحب کو ہی کرایہ پر دیدیا جائے، اگر مکان تعمیر کرنے کیلئے سرمایہ موجود نہ ہو اور فراہم بھی نہ ہوسکتا ہو تو زمین ہی گھسیٹوں صاحب کو کرایہ پر دیدی جائے، وہ مکان تعمیر کرلیں اس صورت میں وہ زمین کا کرایہ مسجد کو دیدیا کریں تعمیر ان کی رہے گی اور زمین مسجد کی رہے گی[1] جس وقت منتظمین اس زمین کو خالی کرنا چاہیں گے تو گھسیٹوں صاحب کو لازم ہوگا کہ وہ خالی کردیں خواہ اس طرح کہ اس وقت تعمیر کے ملبہ کی قیمت مسجد کی طرف سے ان کو دیدی جائے نہ کہ تعمیر کی پھر وہ مکان بھی مسجد کا ہوجائے گا، خواہ تعمیر وہاں سے ہٹا کر اس کا سامان وہ خود ہی لے جائیں، اور صرف زمین خالی مسجد کے حوالہ کردیں، باہمی مشورہ کرکے جو صورت مسجد کیلئے مفید ہو وہ اختیار کرلی جائے، کسی قانون دان سے بھی مشورہ کرلیا جائے، تو بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۹۴ھ

بیع میں دھوکہ دینا

سوال:۔ نائلون میں بیل چنٹ دار ہے وہ ہمیں ۹ رمیٹر پر ملتی ہے اور ہم اس کو کھینچ کر گیارہ میٹر بڑھا دیتے ہیں، اور ہم اس کو ناپ کر فروخت کرتے ہیں، اور اگر گاہک کہتا ہے کہ یہ کھینچی ہوئی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کھینچ رکھی ہے، گاہک کی مرضی ہے کہ لے یا نہ لے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[1] آجر بعوض معين صح وخصاه بالنقود إلى قوله وما بناه مستأجراً وغرسه وفى الشامى إذابناه من ماله بلا إذن الناظر ثم إذا لم يضر رفعه بالبناء القديم رفعه، فله ما لم ينوه للوقف، الدر المختار مع الشامى زكريا ص٦٧٧تا٦٧٨ ج٦ كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المستأجر فى الوقف بلا إذن.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ بتلا دیتے ہیں کہ ہاں یہ کھینچ رکھی ہے، اور دھوکہ نہیں دیتے تو خریدار کی مرضی ہے دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے، دھوکہ دیں تو ناجائز اور گناہ ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۹۱ھ

خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے

سوال:۔ زید وعمر دو بھائیوں کی ملکیت میں ایک لوہے کی تجوری تھی جس کو دونوں بھائیوں نے متفقہ طور پر خالد کے ہاتھ تجوری خالی کرنے کے بعد فروخت کردی، خالد نے تجوری کو زید وعمر کے پاس رکھوادیا کہ کوئی ٹھیلہ وغیرہ لے آؤں تو اس کو لادیجاؤں گا، کئی دن گزر گئے اس درمیان میں کسی شخص نے خالد کو بتایا کہ اس تجوری میں جو قفل لگا ہوا تھا جس کو دونوں بھائیوں نے تجوری بیچنے کے وقت علیحدہ کرلیا تھا، اس قفل کی بھی بائع سے مانگ کرتا کہ تجوری مکمل ہوجائے، خالد جس دن تجوری اُٹھانے آیا تو اس نے بائع سے قفل بھی مانگا، جس پر زید نے انکار کردیا اور دونوں طرف سے اصرار اور انکار کئی دفعہ رہا، چنانچہ آخر میں خالد نے کہا کہ قفل دیدو، اگر تجوری کھولنے کے بعد کچھ نکلے گا تو میں آپ کو دیدونگا، مگر اس پر بھی زید نے انکار کیا اور اعتمادی لہجہ سے کہا کہ اگر اس میں اکنی کیا ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں

---

[1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام وقال الشامی اذا باع سلعة معیبةً علیه البیان الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۷/ص۲۳۰/ کتاب البیوع ،باب خیار العیب مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، البحر الرائق ص۳۵ج۶ کتاب البیوع باب خیار العیب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع فصل فی خیار العیب، دار الکتب العلمیة بیروت.

نے آپ کو سب کچھ دیدیا خالد کو قفل نہ ملا وہ تجوری لے کر اپنے گھر آ گیا، اور چوں کہ تجوری کا بین جس سے تجوری کا دروازہ کھلنا بند ہوتا ہے، وہ بیع کے بعد تجوری کو پلٹنے اور چڑھانے میں ٹوٹ گیا تھا، لہٰذا خالد نے گھر لے جا کر کسی اوزار سے اس کو کھولا تجوری کھولنے پر کچھ رقم اس کے کسی خانہ میں خالد کو ملی جس کی صحیح تعداد مجھ کو معلوم نہیں ہوئی، اب مشتری خالد اس کو اپنی ملک بتاتا ہے، اور زید کا بھائی عمرو کہتا ہے کہ وہ میرا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ تجوری فروخت کرنے کے بعد اور زید کے اس جملہ کے بعد کہ جو کچھ نکلے وہ تمہارا ہے تو وہ نکلی ہوئی رقم کس کی مانی جاوے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع تجوری کی ہوئی ہے اور جو چیز اس کے ساتھ ایسی لگی ہوئی ہو کہ جدا نہ کی جاتی ہو جیسے ہضمی قفل ہو نیز اس کی چابی کہ بغیر چابی کے قفل بیکار ہے[1] بائع کو اس رقم کا علم ہی نہیں تھا، جو اس کے کسی خانہ میں رکھی ہوئی تھی، بلکہ وہ اس کو اپنے نزدیک خالی کر چکا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ اب اس میں کچھ نہیں اسی لئے اس نے بطور ترقی کہا کہ اگر ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں نے سب کچھ آپ کو دیدیا ظاہر ہے کہ تجوری کی بیع میں تجوری کے ساتھ ایک لاکھ روپیہ دینے کے لئے وہ ہرگز آمادہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اس نے علیٰ سبیل الفرض کہا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس میں روپیہ موجود نہیں، البتہ بائع کے اس قول کو ہبہ قرار دیا جاسکتا ہے، اگر وہ ہبہ کی نیت رکھتا ہو اس لئے ہبہ ہو کر مشتری کی ملک ہو جائے گی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۹۵ھ

---

[1] الاصل أن كل مايتناوله اسم المبيع عرفاً وكان متصلاً به اتصال قرار وهو ماوضع لالأن يفصله البشر يدخل وما لا فلا الخ الدرالمنتقىٰ علىٰ مجمع الانهر، ج۳/ص۲۲/ مطبع دارالكتب العلمية، كتاب البيوع، فصل قبيل باب الخيارات، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال:۔ وراثت علی نے اپنے روپیہ سے گرام سماج کے گڑھے میں سبھا پتی (پردھان یا صدر مجلس) کی رائے سے اوران کے بار بار اصرار اور کہنے پر چھ ہزار مچھلی چار روپیہ فی ہزار کی درسے سبھا پتی کے ذریعہ خرید کر جلایا تھا، پتی نے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک لگان پر گرام سماج کے سرکاری کاغذات میں اس گڑھے کی مچھلی وراثت علی کے نام درج کر دیا جائیگا، مچھلی جلانے کیلئے اور پہلے ہی سے وراثت علی اس گڑھے کی جل کھمبی اور پانی کے روک تھام کا بندوبست کرلیا تھا، اور مچھلی چھوڑنے کے بعد بھی اس گڑھے کی جل کھمبی نکالنا اور دیکھ ریکھ برابر کرتا چلا آیا، کچھ دنوں کے بعد سبھا پتی رائے علی سے ناراض ہوگئے، اور گڑھے کا ٹھیکہ پٹہ یا لگان گرام سماج کے کاغذات میں وراثت علی کے نام درج کرنے سے انکار کر دیا تب بھی گڑھے کی مچھلی کی دیکھ ریکھ وراثت علی کرتا رہا، ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ سبھاریت نے دوسال کی ڈالی ہوئی مچھلیوں کو گاؤں والوں کو اُبھار کر اور خود کھڑے ہوکر تمام مچھلیوں کو پکڑ والیا، اور ڈھائی روپیہ فی کلو کے حساب سے فروخت کر کے تمام روپئے گرام سماج میں جمع کرالیا، یہ روپیہ گرام سماج میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ وراثت علی کو پانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مچھلی وراثت علی نے خرید کر گڑھے میں ڈالی اور اس کی حفاظت کی وہ اس کی ہی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) در مختار علی الشامی زکریا ص ۷۴ ج ۷ کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً الخ بحر ص ۲۹۳ ج ۵ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ هی تملیک العین بلا عوض الی قوله وحکمها ثبوت الملک للموهوب له من غیر أن یکون لازماً، زیلعی ص ۹۱ ج ۵ کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ص ۴۹۳ ج ۸ کتاب الهبة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۴ ج ۴ کتاب الهبة الباب الاول.

ملک ہے، دوسرے کی ملک نہیں، اس کی قیمت کا حقدار بھی وراثت علی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۸۹ھ

ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت

سوال:۔ آج کل لوگ ہرے بھرے درختوں کی جو جاندار ہیں کٹوا کر لکڑی کی تجارت کرتے ہیں اور اس سے آئے دن مستفید ہو رہے ہیں، اس طرح کی تجارت کیسی ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

جو درخت پھل دے رہے ہوں، یا ان کے سایہ سے مخلوق کو نفع پہنچتا ہو ان کو کٹوانا مناسب نہیں تاہم ان کو کٹوا کر تجارت کرنے سے جو آمدنی ہوگی اس کو حرام نہیں کہا جائیگا۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۴ھ

---

[1] والحاصل كمافى الفتح انه اذا دخل السمک فی حظيرة فاما ان يعدها لذالک اولا ففی الاول يملكه وليس لاحد اخذه الیٰ قوله وان لم يعدها لذالک لكنه أخذه وارسله فيها ملكه الخ شامی زكريا ،ج۷/ص ۲۴۹/ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ،قبيل مطلب فی حكم ايجار البرک، البحر الرائق ص۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۸۰ ج۳ كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامی زكريا،ج۹/ص ۵۶۱/مطبوعه كراچی، ج۶/ص ۳۹۱/كتاب الحظر والاباحة،فصل فی البيع، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۸ كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعی ص۲۸ ج۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، مطبوعه امداديه ملتان.

حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت

سوال:۔ یہاں کے دوکاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیوپاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کو ننگی کر کے دودھ دیتی ہیں، بیوپاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں، مسلم بیوپاری کو وہاں جا کر مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال خریدنا تو درست ہے لیکن نامحرم پر نظر نہ کیجائے جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر و بازو کھولے ہوئے رہتی ہیں، انکی طرف نظر ممنوع ہے[1] اور نفس بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماہانہ پرچوں کی بیع

سوال:۔ فی زماننا جو رسالوں اور پرچوں کی خریداری کا دستور ہے، کہ خریدار ابتداء سال میں پیشگی قیمت روانہ کر دیتا ہے، اور سال بھر تک رسالے اور پرچے ہفتہ وار و ماہوار

---

[1] فان خاف الشهوة اوشک امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم وامافی زماننا فمنع من الشابة .(الدرالمختارعلی الشامی کراچی ، ج۶/ص۳۷۰/ مطبوعه زکریا ،ج۹/ص۵۳۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۲۰۲ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس.

وغیرہ تیار کرا کے مالک کی جانب سے خریدار کے پاس روانہ کئے جاتے ہیں، آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ درست نہیں لانہ بیع معدوم اور بکر کہتا ہے کہ درست ہے للضرورۃ اس میں کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ درست ہے، مجموعۂ قیمت کو سال بھر کے پرچوں پر تقسیم کر کے ہر ہر پرچہ کی وصولیابی کے وقت اس کی بیع کو درست کہا جائے گا گویا یہ ایک بیع نہیں بلکہ بیوع متعددہ ہیں، ہر ہر پرچہ کی بیع اس وقت ہوتی ہے جب وہ مشتری کے پاس پہنچتا ہے، اور اس وقت وہ موجود ہے معدوم نہیں۔ ہکذا فی امداد الفتاویٰ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا

سوال:۔ اگر کسی نے کوئی چیز زید کو فروخت کردی اور اگر زید ایک مہینہ یا پندرہ روز کے بعد اسے واپس کرے اگر فروخت کنندہ اس کو واپس لیتے ہوئے اس سے کچھ پیسے بوجہ واپس لینے کے لے تو کیا پیسہ اس طرح لینا ٹھیک ہے؟

---

[1] امدادالفتاویٰ، ص ۱۳۲/ج۳/ کتاب البیوع، بعنوان قیمت پیشگی اداکرنا، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند.

"کلما اخذ شئیاً انعقد بیعاً بثمنه المعلوم قال فی الوالجیة دفع دراهم الی خباز(إلی قوله) ولو اعطاه دراهم وجعل یاخذ منه کل یوم خمسة ولم یقل فی الابتداء اشتریت منک یجوز وهذا حلال وإن کانت نیته وقت الدفع الشراء لانه بمجرد النیة لاینعقد البیع ،وانما ینعقد البیع الأن بالتعاطی والأن المبیع معلوم فینعقد البیع صحیحاً . شامی،ص ۵۱۶/ج۴/ قبیل مطلب فی بیع الاستجرار، کتاب البیوع.

الجواب حامداً ومصلیاً

واپس میں تو ایسا کرنا درست نہیں، البتہ مستقلاً بیع کا معاملہ کرلیا جاوے، تو قیمت میں کمی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

مسلمانوں کو سوّر کا گوشت دھوکہ سے بیچنا

سوال:۔ یہاں پر ایک واقعہ نہایت دردناک رونما ہوا، واقعہ یوں ہوا کہ ایک محلّہ دیپا سرائے ہے جس کی آبادی مکمل مسلم ہے، وہاں پر دیگر محلّہ کے مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا اچانک ۳۱/جولائی کو یہ راز فاش ہوگیا، اوراس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کی سزا کے بارے میں تحریر کریں، اور جن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ان کے بارے میں کیا طریقہ کفارہ ہے، تحریر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مسلمانوں نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا، اور بات واقعۃً صحیح ثابت ہے، تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہو تو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی

---

[1] وتصح (الاقالة) بمثل الثمن الاول وشرط الاكثر او الاقل بلاتعيب لغو ولزمه الثمن الاول لان الفسخ يرد على عين مايرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل الخ، البحرالرائق كوئٹه ص۱۰۴، ج۶، كتاب البيوع، باب الاقالة، مجمع الأنهر ص۱۰۵ ج۳ باب الاقالة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت زيلعى ص ۷۱ ج۴ باب الاقالة مطبوعه امداديه ملتان.

ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے وہ استغفار کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۴ھ

اخبارات کی ایجنسی اور اس کی تقسیم کا کام

سوال:۔ اردو، ہندی اخبارات ورسائل جن میں ہر قسم کی فحش وغیر فحش تصاویر سینماؤں کے اشتہارات بعض مخرب اخلاق مضامین، رومانی واقعات وغیرہ خلاف شرع امور ہوا کرتے ہیں، اور تقریباً کوئی اخبار ان خلاف شرع امور سے خالی نہیں ہوتا ایسے اخبار کی ایجنسی مسلمانوں کو لینا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مسلمان لڑکے یہاں یہ کاروبار کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اخبارات رسائل میں کارآمد ومفید مضامین بھی ہوتے ہیں اس لئے سب کی خرید وفروخت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا،[2] جو مضامین لکھنے والے ہیں خدائے پاک ان کو ہدایت دے کہ وہ مفید مضامین لکھا کریں اور دیکھنے والوں کو ہدایت دے کہ مخرب اخلاق مضامین سے پرہیز رکھیں اور برے اثرات قبول نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۵ھ

---

[1] ومن یعمل سوأً اویظلم نفسه ثم یستغفر اللّٰه یجد اللّٰه غفورا رحیما. سوره نساء آیت ۱۱۰/.
ترجمه:. اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا پائے گا۔ (بیان القرآن)

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماوالافتنزیها(درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)، سکب الأنهر ص۲۱۲ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت.

چمڑے کے وزن کا طریقہ

سوال:۔ایک شخص نے ۶۰/روپئے فی من کے حساب سے چمڑا خریدا دستور یہ ہے کہ چمڑے میں کان اور دم اور گوشت جو کہ چمڑے میں رہ جاتا ہے، وہ صاف کر کے جب تولا جاتا ہے لیکن فروخت کرنے والے نے بغیر صاف کئے ہی تولنا شروع کر دیا، خریدنے والے نے کہا بھی کہ صاف کرا کر تولو تو یہ جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں دوکلو فی من اوپر تول دینگے، حالانکہ ایک چمڑے میں سے آلائش اور دم کان وغیرہ سب چار کلو کے قریب نکلتے ہیں، اس اعتبار سے ایک من پر تقریباً ۱۲/کلو آلائش ہوئے، کیونکہ ایک من میں تین چمڑے چڑھتے ہیں، حالانکہ وہ بیچنے والا صرف دوکلو زائد تولتا ہے، خریدنے والا اس کاروبار سے ناواقف تھا، سوال یہ ہے کہ اس خسارہ کی ذمہ داری خریدنے والے پر آتی ہے، یا فروخت کرنیوالے پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نقصان بیچنے اور تولنے والے سے وصول کیا جائے، کہ اس نے نقصان پہنچایا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۸۶ھ

قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں

سوال:۔ ہمارے قریہ میں مسلمانوں کی ایک انجمن ہے جس کے زیر نگرانی قبرستان

---

[1] كما يستفاد وان باع صبرة علىٰ انها مأة قفيز بمائة درهم وهى اقل اواكثر أخذ المشترى الاقل بحصته ان شاء قال الشامى تحته وذكر له فى البحر قيد ين : الاول عدم قبضه كل المبيع اوبعضه فان قبض الكل لايخير يعنى بل يرجع فى النقصان الخ الدرالمختار مع الشامى زكريا، ج۷/ص۶۸/ اول كتاب البيوع.

کی دیکھ بھال بھی ہے، قبرستان میں چند پھل دار اور چند غیر پھلدار درخت بھی ہیں، جن سے ایک خاصی رقم حاصل ہوتی ہے، منجملہ تمام درختوں کے کچھ درخت تاڑ کے بھی ہیں ذمہ داران انجمن مذکورہ تاڑ کے درختوں کو پاسی (اہل ہنود کی ایک قوم) کے ہاتھ نیلام کردیتے ہیں، پاسی ان تاڑ کے درختوں سے تاڑی کشید کرتے ہیں جو آفتاب بعد سے دن بھر فروخت ہوتی رہتی ہے، اور لوگ قبرستان میں اور باہر بھی لیتے رہتے ہیں، جو رقم سالانہ ٹھیکہ پر حاصل ہوتی ہے، ارکان انجمن رقم کو قبرستان کے تعمیری کاموں میں صرف کردیتے ہیں، مندرجہ بالا استفسار میں چند باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) تاڑ کے درختوں کو پاسیوں کو ٹھیکہ پر دینا جب کہ معلوم ہے کہ لوگ محض تاڑی کشید کرنے کے لئے ہی لیتے ہیں، کیا یہ ٹھیکہ کا عمل عندالشرع حرام ہے یا نہیں؟

(۲) جو رقم اس ٹھیکہ سے حاصل ہوئی اس کو تعمیر نیز حفاظتی کاموں میں یا ایصال وثواب کے لئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ٹھیکہ کا معاملہ شرعاً جائز نہیں اس لئے کہ ٹھیکہ یعنی اجارہ نام ہے تملیک منافع بالعوض کا اور یہاں منافع نہیں بلکہ وہ لوگ تحصیل عین کرتے ہیں، اور یہ بیع بھی نہیں اس لئے کہ بیع صورت مسئولہ میں نہ متعین ہے نہ مقدار ہے۔[۱]

(۱) یہ رقم مواقع مذکورہ میں خرچ نہ کی جائے۔[۲]

---

[۱] هی ای الاجارة شرعاً تملیک نفع بعوض الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا، ج۹/ص۴/ اول کتاب الاجارة، زیلعی ص۱۰۵ ج۵ اول کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۵۱۱ ج۳ کتاب الاجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] من اکتسب مالاً بغیرحق فاما ان یکون کسبه بعقد فاسد اویغیرعقد ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام علیه یجب علیه ان یرده علی مالکه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) مسکر (نشہ آور) ہوتو بیچنا بھی ناجائز اور پینا بھی "لقوله عليه السلام كل مسكر حرام[1] وقال صلى الله عليه وسلّم ان الذى حرم شربها حرم بيعها"[2] خواہ قبرستان میں ہو یا کسی اور جگہ قبرستان تو ویسے بھی عبرت کی جگہ ہے، ناؤنوشی کی جگہ نہیں وہاں مباح چیزوں کی بھی بیع وشراء وغیرہ سے بچنا چاہئے، اس کو بازار نہ بنایا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۹۱ھ

کاشت کیلئے زمین مقدار غلہ طے کر کے دینا درست ہے

سوال:۔ ہمارے یہاں زمین فول کو دی جاتی ہے، یعنی کاشتکار سے اقرار نامہ لکھوا کر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان وجدالمالک والافقی جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلک الاموال على الفقراء الخ بذل المجهود ج ۱/ص۳۷/ كتاب الطهارة باب فرض الوضوء (مكتبه رشيديه سهارنپور)، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فی الكسب.

(صفحہ ہذا) [1] مشكوٰة شريف، ص۳۱۷/(مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب بيان الخمر ووعيد شاربها. الفصل الاول.

ترجمہ:۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

[2] نسائی شريف ج۲/ص ۲۳۰/ كتاب البيوع باب بيع الخمر، مطبوعه ديوبند،

ترجمہ:۔ جس ذات نے شراب کے پینے کو حرام قرار دیا ہے، اس نے اسکے بیچنے کو بھی حرام قرار دیا۔ وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الانتفاع به كخمر وخنزير وميتة الدر المختار على الشامی زكريا ص ۲۴۱، ۲۴۲ ج۷ كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۸ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت البحر الرائق ص ۷۱ ج۶ باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

اپنی زمین پر اس کو کاشت کرنے کی اجازت دیجاتی ہے، اقرار نامہ کے ذیل میں درج کی گئی کئی صورتیں ہوتی ہیں:۔

(۱) نقد روپیہ لے کر زمین پر کاشت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) فصل سے پہلے ہی یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ جو بھی فصل ہوگی اس میں معینہ مقدار مثلاً دس من غلہ زمین دار کو دیا جائے گا چاہے پیداوار اچھی ہو یا خراب ہو دونوں صورتوں میں معینہ مقدار فول دار زمین دار کو دیتا ہے، یہ صورتیں جائز ہیں اگر نہیں تو کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت جائز ہے[۱]

(۲) یہ صورت جائز نہیں ہاں اگر اس طرح معاملہ کیا جائے کہ یہ زمین تم کو دی جاتی ہے، اس میں جو دل چاہے کاشت کرو ہم کو اس کے معاوضہ میں دس من فلاں غلہ دے دو تو جائز ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۱ھ

---

[۱] وما صح ثمناً صح أجرةً، زیلعی ص۱۰۶ ج۵ کتاب الاجارة مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۱۱ ج۳ کتاب الاجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۲۵۴ ج۱ الاجارة، الفصل الثالث فی شروط صحة الإجارة رقم المادة ۴۵۰ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[۲] قال محمدؒ لابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک ممایخرج منها الخ الروضة الندیة ،ص۱۹۷/ج۲/(مطبوعه قطر) کتاب الاجارة، وتصح إجارة أرض للزراعة مع بیان ما یزرع فیها أو قال علی أن أزرع فیها ما أشاء، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۹ ج۹ کتاب الاجارة باب ما یجوز من الاجارة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج۳ باب ما یجوز من الإجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت

سوال:۔زید ایک تاجر ہے، اپنی تجارت بڑھانے کیلئے چند کوپن پر انعام رکھتا ہے، مثلاً صابن خریدا تو ساتھ میں ایک کوپن دیتا ہے، جس پر نمبر ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر پچاس نمبرات یا ایک سو چالیس تک کے نمبرات کے کوپن جمع آپ کے پاس ہوگئے تو آپ کو ایک سائیکل یا ریڈیو انعام میں ملے گا، کیا یہ انعام لینا جائز ہے اور ان نمبرات کو جمع کرنے کی سعی جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خریدار کو انعام دینا اور اس کو انعام لینا اگرچہ درست ہے، لیکن ایسے اعلانات شائع ہونے پر بسا اوقات اصل شئی کی خریداری مقصود نہیں رہتی بلکہ نمبرات کے جمع کرنے کی فکر ہوجاتی ہے، تو گویا کہ نمبرات ہی کو خریدنا ہوتا ہے، اور خریداری کی یہ صورت شرعاً غلط ہے، ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۲ھ

حق المحنت کی ایک صورت

سوال:۔زید نے کسی فنڈ میں سے اپنے نام مال منگوایا مگر کسی مالی مجبوری کی بناء پر وہ اس مال کو چھڑانے سے قاصر ہے، مال کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا ہے، چونکہ یہ تجارتی

---

[1] یایھاالذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایۃ . سورۃ المائدۃ آیت ۹۰/.

ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

اوراخلاقی ضابطہ کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا، اسلئے ایک دوسرے شخص سے مال کو چھڑانے کے لئے کہا شخص مذکور نے مال چھڑانے کے لئے آڑت لینے کی شرط لگادی مثلاً پانچ روپیہ سینکڑہ آڑت یا کمیشن اگر دینا منظور ہو تو یہ آڑتی یا کمیشن ایجنٹ اپنی نقدی سے مال مذکور کو چھڑالیگا، اس صورت میں یہ آڑت یا کمیشن لینا کیسا ہے؟ اور عمومی طور پر یہ آڑت یا کمیشن کا کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال منگوانے والا اگر کسی مجبوری سے مال نہ چھڑا سکے اور کبھی دوسرے شخص کو کہدے وہ چھڑالے اور اس چھڑانے اور لاکر حفاظت سے رکھنے کا معاوضہ مقرر کرلیا جائے، تو درست ہے خواہ اس کو آڑت کہا جائے یا کمیشن مگر یہ حقیقت میں حق المحنت ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۰ھ

غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا

سوال: ۔مسماۃ محفوظ النساء نے اپنا مکان اپنے پوتے اور پوتی کو حصہ مساوی ۱۹۳۵ء میں ہبہ کردیا، ہبہ نامہ رجسٹری شدہ موجود ہے، لیکن ۱۹۵۱ء میں پوتا پاکستان چلا گیا، جس کی وجہ سے نصف حصہ کسٹوڈین کو ملا کسٹوڈین نے نصف حصہ کے مالک ہونے کا حکم ۱۹۵۴ء میں نافذ کردیا لیکن ۱۹۵۹ء میں کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کردیا، دلی میں اپیل کی حاکم نے نیلام منسوخ کردیا اور ناجائز قرار دیا کسٹوڈین میرٹھ نے نصف حصہ مکان ۱۹۶۱ء میں پوتی کے نام بیع کردی، رجسٹری کرائی گئی بیع نامہ موجود ہے، ایسی صورت میں خریدار مکان منشی اعجاز حسین

[1] وفی شرح التمر تاشی عن النصاب یجب(ای الأجر) بقدر العناء والتعب الخ تکملہ شامی زکریا ،ج ۱۱/ص ۷۶/کتاب الھبۃ،مطلب یجب الاجر بقدر العناء والتعب.

اس مکان کا مالک رہے گا، یا شرعاً بے حق ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کر دیا اس وقت اگر منشی اعجاز حسین نے اس نیلام کو خریدا تھا پھر اپیل کرنے پر نیلام منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ پورے مکان کو نیلام کرنا غلط تھا، ملک غیر کو بغیر اجازت مالک بیع کرنے سے بیع فضولی ہو کر اجازت مالک پر یہ بیع موقوف رہتی ہے[1]، تو اب منشی اعجاز حسین اس مکان کا نیلام خریدنے سے مالک نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نیلام کی ایک صورت

سوال:۔ میری لکڑی کی آڑت کی دوکان ہے جس پر باہر سے لانے والوں کا مال نیلام کرتا ہوں اور جس کا مال نیلام کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن کاٹتا ہوں، اور فوراً پیمنٹ کر دیتا ہوں، اور جس سے مال فروخت کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن لیتا ہوں اور دونوں جانب سے برابر کمیشن لیتا ہوں، اور اگر اندر میعاد مال لینے والا رقم واپس کرتا ہے، تو اس سے کمیشن نہیں لیتا اور اپنی جانب سے جو کمیشن مال والے سے لیا ہے اس میں سے ایک پیشہ فی روپیہ واپس کر دیتا ہوں، یعنی خریدار کو اتنا دیتا ہوں یہ سب طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ومن باع ملک غیرہ بغیر امرہ فالمالک بالخیار ان شاء اجاز وان شاء فسخ .ھدایہ، ج۳/ص۸۸/ کتاب البیوع ،فصل فی بیع الفضولی، باب الاستحقاق مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۱۲/۳۱۱ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل فی الفضول، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۷ ج۶ فصل فی البیع الفضولی.

الجواب حامداً ومصلیاً

نیلام کرنے والے کو کمیشن (اجرت نیلام) لینا درست ہے[1] مال والے سے بھی خریدار سے بھی لیکن سود سے بچنا لازم ہے، لہٰذا اگر کوئی میعاد مقررہ پر رقم نہ دے تو اس سے سود نہ لیا جاوے[2] اندر میعاد رقم ادا کرنے کے بعد ایک پیسہ واپس کرنا یہ قیمت میں کم کرنا ہے جس کا مالک کو اختیار ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کر لینا

سوال:۔ چند ساتھی جو نیلام کا کاروبار کرتے ہیں وہ آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ

---

[1] اجا رة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالایقدر فیه الوقت ولاالعمل تجوز لماکان للناس به حاجة ویطیب الاجر الماخوذ الخ شامی ،ج۹/ص۶۴/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، قبیل مطلب فی اجارة البناء، شامی زکریا ص۸۷ج۹، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ج۴ کتاب الاجارة، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه، ص۴۰ج۵ کتاب الاجارات نوع فی المتفرقات وفیه الاجارة علی المعاصی.

[2] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو.سورة البقره آیت ۲۷۵/..

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔

[3] ویجوز للبائع ان یزید للمشتری فی المبیع ویجوز ان یحط عن الثمن الخ، هدایه ج۳/ ص۷۵/، مطبوعه تهانویه دیوبند، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۰/ ۱۱۹، ج۶، باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع، مجمع الأنهر ص۱۱۶، ۱۱۵ ج۳ باب المرابحة والتولیة، تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اس مال کو جو کہ مثلاً دس ہزار روپے کی مالیت کا ہے، جمع سات ہزار روپے میں خرید لیں اس طرح کہ کوئی شخص جمع یا سات ہزار روپے سے زائد کی بولی نہیں بولے گا، اس طرح مالک سمجھ کر یہ مال اتنی ہی مالیت کا ہے، بولی ختم کر دیتا ہے۔

(ب) بعدہٗ سب شریک آپس میں بولی بولتے ہیں، اور انہی میں سے ایک آدمی اس مال کو زائد رقم میں خرید لیتا ہے، اس طرح پہلی بولی سے خریدے ہوئے مال میں جو منافع ہوتا ہے وہ سب آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ مشق الف میں سے طے کر لینا اور مشق (ب) میں اس زائد منافع کا لینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

(۲) چند آدمی جو نیلام کا مال خرید لیتے ہیں اصلی مالک کے کارندوں سے مل جاتے ہیں، اور مال کو کم بولی پر خرید لیتے ہیں، مالک اپنے کارندوں پر اعتماد کرتا ہے، کہ جب کارندے مال خریدنے والے پر پارٹی سے ثبوت لیکر مال کو اس کی قیمت میں کم میں فروخت کر دیتے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کا کاروبار از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جمع یا سات ہزار روپے سے بولی زائد نہ بولنا اور زائد پر نہ خریدنا تو درست ہے، لیکن دھوکہ دینے کی نیت سے یہ سازش کرنا درست نہیں[1]، خریدنے کے بعد طریقۂ مذکورہ پر بولی بولنا یا زائد قیمت پر کسی ایک کا خرید لینا جب کہ وہ خریدنے والا اور دیگر شرکاء سب ہی اس میں شریک تھے درست نہیں، کہ اس صورت میں خود ہی بائع ہے خود ہی مشتری، البتہ جس

---

[1] من غش فليس مناالحديث ترمذى شريف ،ص ۱۵۷/ج ۱/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب البيوع، باب ما جاء فى كراهية الغش، فيض القدير ص ۱۸۵ ج ٦ رقم الحديث ۸۸۷۹، مطبوعه دار الفكر بيروت، مسلم شريف ص ۷۰ ج ۱ باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمه: . جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

کوخریدنا ہے وہ اپنا حصہ برقرار رکھنے کے بعد بقیہ شرکاء کے حصوں کوخریدے جس قیمت پر معاملات ہوجاوے، اوپر کا شریک آزادانہ اپنا حصہ فروخت کردے، تو درست ہے[1]

(۲) یہ دھوکہ اور رشوت سب ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۸۷ھ

ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق

سوال:۔ہم لوگوں کا کام کمیشن ایجنسی کا ہے کارخانہ کا مالک بی این الیاس کمپنی ہے ایجنسی کا مطلب یہ ہے کہ جو کمپنی کا ریٹ ہوگا وہ ریٹ کمپنی کے بیوپاریوں کو دے کر مال لانا ہوتا ہے، اس مال کے اوپر ہم لوگوں کو دس روپیہ فی ٹن علاوہ ریٹ کے کمیشن ملتا ہے، کاروبار ہڈی کا ہے پورے ہندوستان سے ریگنوں میں مال کلکتہ آتا ہے، اب تک تو کمپنی دام طے کرتی تھی، اسی ریٹ میں ہم لوگوں کو مال لاکر دینا ہوتا تھا، اگر کمپنی نے مال میں زیادہ کٹوتی کرلی

---

[1] وأن يكون (العاقد)متعدداً فلايصلح الواحد عاقداً من الجانبين الخ عالمگيرى، ج۳/ص۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب البيوع ،الباب الاول) بدائع الصنائع زكريا ص۳۲۲ج۴ كتاب البيوع، شروط انعقاد البيع.

[2] من غش فليس منا الحديث ترمذى شريف، ج۱/ص۱۵۷/ كتاب البيوع،مطبوعه رشيديه دهلى، نيز ملاحظه هو حوالۂ بالا رقم الحاشية۱، لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشى والمرتشى، ترمذى شريف ص۱۵۹ ج۱ كتاب الاحكام، باب ما جاء فى الراشى والمرتشى فى الحكم، مطبوعه رشيديه دهلى، ابوداؤد شريف ص۵۰۴ ج۲ كتاب القضاء باب فى كراهية الرشوة ع مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، الغش حرام، الاشباه والنظائر ص۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، الرشوة اربعة اقسام منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى الخ، شامى زكريا ص۳۴ج۸ كتاب القضاء مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية.

یا بیوپاریوں کو ریٹ کے علاوہ دوسرے مل کے کمیشن میں کچھ ریٹ سے زیادہ دینا پڑا تو کمپنی کچھ نہ دیتی تھی، ہمیں اپنے کمیشن سے دینا پڑتا تھا، گویا اپنے کمیشن سے دینا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا چونکہ ہندوستان میں اب ہڈی کے کافی کارخانہ ہوگئے ہیں، اس لئے اس میں کمیشن بہت زیادہ ہوگیا ہے، کمپنی ایک دام مجھے کہتی ہے کہ اس دام میں مال لاؤ تو اس وقت تک دوسری کمپنی کا ریٹ زیادہ ہوگیا، اور جب ہم نے کمپنی کو اطلاع کی کہ ریٹ زیادہ ہوگیا ہے، اور ریٹ کمپنی نے بڑھائے، تو اس اطلاع کرنے کے وقفہ میں مال نکل گیا، جس سے دوسرے کارخانے والے مال زیادہ اٹھانے لگے، تو اس سال کمپنی نے یہ طریقہ اختیار کیا اس نے کہا کہ ہم آپ کے ایمان پر چھوڑ دیتے ہیں کہ بیوپاریوں کو دوسرے کارخانے کے مقابلہ میں آپ جو ریٹ دیں ہم سے لے لیں، اس لئے کہ ریٹ کے سلسلہ میں مجھے اطلاع کرنے میں اور پھر بیوپاریوں تک اطلاع ہونے کے وقفہ میں مال نکل جاتا ہے، اس لئے کمپنی نے ایسا راستہ اختیار کیا اس ریٹ کے علاوہ ہمارا جو کمیشن مقرر ہے وہ ملے گا کمپنی کے سامنے ہم نے یہ عذر پیش کیا کہ جو آپ کٹوتی کرتے ہیں، وہ زیادہ ہوتا ہے، اور ہمیں اپنے کمیشن سے دینا ہوتا ہے، لہٰذا آپ کٹوتی کا الاؤس دیں اس لئے کہ دوسرے کارخانہ والے کٹوتی کرتے ہیں تو کمپنی سے یہ بات طے پائی کہ کٹوتی کے ریٹ میں اندازاً کچھ اضافہ کرکے لے لیا کریں اس لئے کہ ریٹ میں دیتے وقت کمپنی کو لکھ کر دینا ہوتا ہے، اور مال بعد میں ریگن سے کارخانہ میں آتا ہے، لہٰذا جب ریگن پہنچتا ہے، تو مجھے کسی ریگن میں کٹوتی کا نہیں دینا پڑتا ہے، کسی ریگن میں کم کسی میں زیادہ دینا پڑتا ہے، کمپنی نے تو مجھے اندازاً فی بولی ریٹ میں زیادہ کٹوتی کا زیادہ رکھ لینے کو اجازت دے دی ہے، اس لئے کمپنی نے پہلے ہی کہہ دیا کہ اندازاً لکھ دیا کرو سال تمام پر ہم کچھ نہ دینگے، اس صورت میں سال تمام پر اگر ہم نے بیوپاریوں کو زیادہ دیدیا تو کمپنی سے اور مزید مجھے کچھ نہ ملے گا اور اگر اس رقم سے بھی کٹوتی والی رقم سے جو ریٹ میں کمپنی کو زیادہ لکھ کر دیتے ہیں بیوپاریوں کو دینے کے بعد سال تمام پر کچھ رقم

بچ جائے تو یہ رقم اپنے منافع میں لکھ سکتے ہیں یا نہیں اس رقم کا حقدار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ کمپنی کے غلہ میں ہے اور اس نے آپ کو رکھنے کی اجازت دیدی ہے، تو آپ کے لئے اس کا رکھنا درست ہے[1] ورنہ یہ رقم کمپنی کی ہے اس کو دی جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

آتش بازی کا سامان رکھنے کے کارڈ بکس کی قیمت حلال ہے

سوال:۔ انعام الحق اور ان کے بڑے بھائی ایک کارڈ بکس کے کارخانہ کے مالک ہیں انعام الحق دین دار ہے، مگر وہ بڑے بھائی کے تابع اور مرعوب ہے، اس کارخانہ میں قلیل مقدار میں آتش بازی کا سامان رکھنے کے بکس بھی بنائے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا ان کا پیشہ حرام ہے یا مشتبہ ہے؟

---

[1] لا يحل مال امرءٍ الا بطيب نفس منه الحديث مشكوٰة شريف ص۲۵۵ باب الغصب والعارية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شعب الايمان للبيهقى ص۷۶۹ج۲ الباب الثامن والثلاثون فى قبض اليد عن الاموال المعرفة، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة.

[2] ان أخذ من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه الخ .بذل المجهود ، ج ۱/ص۳۷/ (مكتبه رشيد يه سهارنپور)كتاب الطهارة،باب فرض الوضوء، ويجب رد عينه فى مكان غصبه لقوله عليه الصلاة، والسلام على اليد ما اخذت حتى ترد ولقوله صلى الله عليه وسلم لا يحل لاحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبا ولا جاداً وإن اخذه فليرده عليه الخ، زيلعى ص۲۲۲ج۵ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص۳۷۳ج۳ كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ کی آمدنی حرام نہیں بلکہ حلال ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۷ھ

دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا

سوال:۔ (۱) ایک صاحب ہیں جن کا نام تھا رسول احمد ان کے چار لڑکے تھے، اصغر حسین، سکندر حسین، روشن حسین اور امجد حسین، رسول احمد کی جملہ جائیداد ان چاروں بھائیوں میں تقسیم ہوئی، اور اب تک چلی آرہی ہے، نیز اب بھی جملہ وارثین قابض ہیں لیکن ۴۷ء کے بعد سکندر حسین کے صاحبزادے نے دس گنا لگان ادا کر کے ایک مشترک زمین کو کسی طرح پوشیدہ طور پر اپنے نام کرالیا، جب ظاہر ہوا تو ان کے شرکت داروں نے لوگوں کو جمع کیا لوگوں نے کافی لعنت کی اور معاملہ طے ہوا کہ ہم ان کے نام بیع نامہ کرادیں گے، چنانچہ بیع نامہ کرادیا لیکن داخل خارج نہیں کروایا، برابر ٹال مٹول کرتے رہے بالآخر بقیہ لوگوں نے داخل خارج کا مقدمہ دائر کردیا تب انہوں نے چند لوگوں کے سامنے وعدہ کیا یہ لوگ مقدمہ لوٹالیں اور پیروی نہ کریں ہم ان کو ہر طرح سے دیں گے، لیکن ان کی منشاء نہیں تھی اور میعاد بھی اپیل کی خارج ہوگئی، اب یہ لوگ بھی جنہوں نے اپنے نام کرالیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ تمہارے والد امجد حسین نے کہا تھا کہ تم دس گنے ادا کرو ہمیں زمین کی ضرورت نہیں بہر کیف دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح کی حرکت پر شریعت کی رو سے ان صاحبان پر کیا عائد ہوگا؟

---

[1] وعلم من هذه انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامی ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب الجهاد باب البغاة.

(۲) رسول احمد کے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکا روشن تھا ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام کلو تھا، ان کی شادی ہوگئی ،لیکن کچھ دنوں بعد ان کا انتقال ہوگیا، اوران کی بیوی کلّو ابن روشن کی زمین آگئی کلو کی بیوی نے چند دن بعد دوسری جگہ نکاح کرلیا اورزمین برابر ان کے نام چلی آئی کچھ دنوں بعد حاجی صاحب نے کچھ روپیہ دیکر زمین اپنے نام کرالی ،لہٰذا اس طرح کرنا ان کو مناسب ہے یانہیں؟ اور جب کلو ابن روشن کا انتقال ہوگیا تو ان کے وارث بقیہ تین لڑکے جو رسول احمد کے ہیں یعنی امجد حسین ، اصغر حسین ،سکندر حسین ،لہٰذا ان تینوں کا ان کا حق ملنا چاہئے یانہیں، یاصرف سکندر حسین کو ملنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حکومت نے زمین دارہ ختم کرکے جب تمام زمینوں کو اپنی ملک قرار دے لیا تو زمین سب سرکاری ہوگئی، زمیندار مالک نہیں ہے ، پھر حسین نے دس گنا داخل کرکے جو زمین اپنے نام کرالی حسب قانون وہ اس کی ہوگئی[1] البتہ اگر خفیہ طور طریقہ پر دوسرے کی مقبوضہ زمین کو اپنے نام کرایا تو یہ غلط اور گناہ ہوا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا بھی شرعاً مذموم ہے، جب بیع نامہ کردیا پھر داخل خارج نہ کرانا بھی غلط حرکت ہے حدیث پاک میں دھوکہ دینے اوروعدہ خلافی کرنے سے منع فرمایا گیا، اوراس پر سخت دھمکی دی گئی ہے ہر مسلمان کو اس

---

[1] واذا غلب الترک علی الروم فسبوهم واخذوا اموالهم ملکوها لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وهو السبب الی قوله ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سببا للملک دفعا لحاجة المکلف، هدایة ص ۵۸۱/۵۸۰ ج ۲ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، فتح القدیر ص۵۱۳ ج۶ کتاب السیر باب استیلاء الکفار، الدر المختارمع الشامی زکریا ص۲۶۶،۲۶۸ ج۶ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار، امداد الفتاوی ص ۶۱ ج ۲ فصل فی العشر والخراج، ہندوستانی زمین میں عشر وخراج کی تحقیق، مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند، جواہر الفقہ ص۲۶۲ ج ۲، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند۔

سے بچنا ضروری ہے[1]

(۲) دھوکہ دینے اور وعدہ خلافی کرنے کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے مقدمہ میں جو خرچہ ہوا اسکی ذمہ داری دھوکہ دینے والے پر ہے[2] قانون کی رو سے اگر زمین روشن کی بیوی کے نام ہوگئی اور اس کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے،[3] تو جس کا دل چاہے خریدے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من غش فليس منا الحديث ترمذ ی شريف ج ۱/ص۱۵۷/ كتاب البيوع، مطبوعه رشيديه دهلی، مسلم شريف ص۷۰ج ۱ باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان مطبوعه سعد بكڈپو ديوبن، فيض القدير ص۱۸۵ ج۶ رقم الحديث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفكر بيروت، اٰية المنافق ثلاثة وفيه اذا وعد اخلف الحديث .مشكوٰة شريف، ص۱۷/ باب الكبائر وعلامات النفاق،الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۵۶ ج ۱ كتاب الايمان، باب خصال المنافق، مكتبه سعد ديوبند.

[2] نظيره مافی البحر رجل ادعیٰ علی رجل سرقة وقد مه الی السلطان وطلب من السلطان أن يضربه الی قوله فخاف المجوس من الضرب والتعذ يب فصعد السطح ليفر فسقط ومات وقد لحقه غرا مة فی هذه الحادثة وقد ظهرت السرقة علی يدی رجل آخر كان للوارثة ان ياخذ صاحب السرقة بدية أبيهم و بالغرامة التی اداها لان الكل حصل بتسبيبه وهو متعد فی هذا التسبيب الخ البحر الرائق ،ج۵/ص۶۹-۷۰ كتاب السرقة، باب قطاع الطريق قبيل كتاب السير.

[3] المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی شريف،ج ۱/ص۷/ سورة الفاتحة، مطبوعه رشيديه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

دوسرے کی زمین میں پودے لگانا

سوال:۔زید کی زمین پر بکر نے کوکو کے پودے لگانے کا خیال ظاہر کیا زید کو منظور نہیں تھا،اس لئے انکار کرتا رہا مگر بکر برابر اصرار کرتا رہا اور زید کی مرضی کے بغیر کوکو کے پودے لگا دیئے ہم وطن اور تعلقات کی وجہ سے زید خاموش ہوگیا،بکر کی مالی حالت کمزور تھی اس خیال سے کہ اگر میں مدد نہیں کرتا تو میری زمین خراب ہوجائے گی،بکر کو گھاس مارنے کے لئے زہر اور کھاد وغیرہ اور مزدوروں کی مزدوری دیتا رہا دو سال کے بعد پودوں نے پھل دینا شروع کیا،جن سے بکر مستفیض ہوتا رہا،دس سال کے قریب ہورہا ہے،بکر کا یہاں پر انتقال ہوگیا ہے،اب حل طلب بات یہ ہے کہ بکر نے جو پودے زید کی زمین پر لگائے ہیں،کیا بکر کی ملکیت مانی جائے گی،یہاں بکر کا کوئی وارث نہیں ہے،سب ہندوستان میں ہیں جو دارالحرب ہے،اور یہاں اسلامی مملکت ہے زید خود پودوں کی نگہداشت نہیں کرسکتا،اور نہ ہی کسی دوسرے کو نگرانی میں دینا چاہتا ہے،کوکو کے پودے ناریل کے درختوں کے نیچے لگائے جاتے ہیں،کیونکہ ان کو سایہ کی ضرورت ہوتی ہے،کوکو کے پودے کی عمر کم وبیش تیس سے چالیس سال کی ہوتی ہے،اب تک دس سال گزر چکے ہیں،زمین اور ناریل زید کے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

”ومن بنیٰ اوغرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امربالقلع والرد وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء اوشجر امربقلعہ ان نقصت الارض بہ الخ تنویر الابصار“۔

قولہ ان نقصت الارض بہٰ (ای نقصانا فاحشاً بحیث یفسد ھا اما لونقصھا قلیل فیأخذ ارضہ ویقلع الاشجار وسائحانی عن المقدسی اھ

الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ردالمحتار ،۵/ ۱۲۴ /[1] (کتاب الغصب)

اگران پودوں کو اکھاڑنے اور کاٹنے سے زمین میں نقصان زیادہ ہوتو ان پودوں کی قیمت جن کے کاٹ ڈالنے کا حکم ہے ،پودا لگانے والے کے ورثاء کو دیدی جائے ، پھروہ پودے مالک زمین کے ہوجائیں گے،اس مرحوم کے ترکہ کی وارثت بھی توکسی ہندوستان میں رہنے والے وارث کوملی ہوگی ،اسی طرح یہ قیمت بھی دیدی جائے اختلاف دارین حق مسلم میں مانع عن الارث نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/ ۶/ ۱۴۰۶ھ

رقم پہلے دیکر سامان آہستہ آہستہ خریدنا

سوال:۔ایک شخص نے ایک شخص کو ۵۰۰/روپے دیئے اس شرط پر کہ وہ اسے ایک روپیہ فی کلو کے حساب سے دودھ دیتا رہے گا جب تک کہ رقم ادا نہ ہوجائے یہ معاملہ شرعاً جائز ہے، یا ناجائز اور بیع سلم کے اندر یہ شکل آتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع سلم کے شرائط تو اس میں موجود نہیں فقہاء نے اس صورت کو مکروہ لکھا ہے[3] جو رقم

---

[1] شامی زکریا ج۹/ ص۲۸۳، ۲۸۴، کتاب الغصب.مطلب زرع فی ارض الغیر الخ، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۸۶/۸۷ کتاب الغصب الفصل الثانی مطبوعه، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ۱۱۷ ج۸ کتاب الغصب.

[2] واختلاف الدارین یمنع الارث ولکن هذا الحکم فی حق أهل الکفر لا فی حق المسلمین، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴ ج۶ کتاب الفرائض الفصل الخامس فی الموانع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۴۹۸ ج۴ کتاب الفرائض مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار زکریا ص۵۰۹ ج۱۰ ، کتاب الفرائض،

[3] وکره اقراض ای اعطاء بقال دراهم لیأخذ منه ماشاء لانه قرض جرنفعاً. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشگی دی گئی ہے وہ قرض ہے رفتہ رفتہ اس کے اجزاء کے عوض دودھ کی بیع ہوتی رہتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۲ھ

عمومی مفاد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا

سوال:۔طویل مدت سے ہمارے گاؤں والوں کوایک ہندوزمین دار نے ایک ٹکڑا زمین قبرستان کے لئے اورقبرستان کے پرچہ کے شامل ایک ٹکڑازمین بیگاڑ کے لئے (بیگاڑ بمعنی مردہ جانوردفن کرنے کی جگہ)استوارکرنے کاحکم دیا تھا،مذکورہ قبرستان کی زمین تقریباً چار پانچ بیگہہ ہوگی،قبرستان کے ایک کنارے پرایک ٹکڑا زمین تقریباً ایک کٹھہ ہوگا،اس ٹکڑے میں کبھی کسی میت کودفن نہیں کیا گیا،اوراس ٹکڑے زمین کواس کے برابروالے مکان والوں نے ایک کٹھہ زمین کو میدان کی طرح اپنے استعمال میں لانا شروع کردیا،نیز جانوروں کو باندھنے میں فائدہ عوام کی وجہ سے گاؤں والے اس ٹکڑے کاایک کٹھہ زمین برابروالے مکان والوں کوبیچ سکتے ہیں یانہیں؟ بیچ کراس روپیہ سے کوئی کارخیر مثلاً مدرسہ،مکتب یااسکول وغیرہ بناسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ وہ زمین مسلمانوں کے عمومی مفاد کے لئے اس شخص نے دیدی ہے،اوراب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۶۵/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۲۵ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۰۳ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، زیلعی ص۳۰/۲۹ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع مطبوعه امدادیه ملتان.

اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہورہا ہے، توسب کے مشورہ سے اس زمین کو ایسے کام میں لانا درست ہے جس میں عمومی نفع ہو[1]

مثلاً وہاں مکتب یا مدرسہ بنادیا جائے جس میں سب دینی تعلیم حاصل کریں جہاں تک ہوسکے اس کو فروخت نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ

آڑھت دار کی کٹوتی

سوال:۔ مبارک پور کے آڑھت کے یہاں کوئی باہر کے خریدار آتے ہیں، تو ان کی موجودگی میں بنکروں سے ساڑیاں خریدتے ہیں آڑھت داروں اور خریداروں کے درمیان ایک مقرر کمیشن طے رہتا ہے، آڑھت دار جب قیمت پر ساڑیاں خریدتا ہے، خریدار اسی حساب سے ساڑھیوں کی قیمت آڑھت داروں کو مع کمیشن کے دیتا ہے، مگر خریداروں سے قیمت پانے کے بعد بنکروں کو جب وہ قیمت دیتا ہے تو پوری قیمت نہیں دیتا ہے، بلکہ دو روپیہ سے لے کر پانچ دس روپئے تک کم کردیتا ہے جس کو کٹوتی کہتا ہے، بنکروں ساڑیاں بیچنے والوں کا کہنا ہے کہ اس طرح سے جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ بالکل حرام وناجائز ہے، مگر آڑھت

---

[1] مراعات غرض الواقفين واجبة الخ ،شامی زکریا، ج۶/ ۶۶۵/ کتاب الوقف، مطلب مراعات غرض الواقفين الخ، النهر الفائق ص۳۲۶/۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

[2] فاذا تم لزم لايملک ولايملک ولايعار قوله لا يملک أى لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملک أى لايقبل التمليک لغير بالبيع ونحوه الخ ..درمختار على الشامى ،ج۶/ ۵۳۹/ (مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو يوسف بين قوله موقوفة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

دار کہتا ہے کہ یہ کٹوتی حرام نہیں کیونکہ ہمارے یہاں جو شخص بھی ساڑھی فروخت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم کٹوتی کاٹتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا خریداروں سے اصل قیمت پانے کے بعد آڑھت داروں کا کٹوتی کاٹنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بنکر اپنا مال آڑھت دار کے یہاں لاتے ہیں، کہ تم ہمارا مال فروخت کردو، خریدار آکر آڑھت سے خریدتے ہیں آڑھتی داران سے قیمت لے کر بنکروں کو دیتا ہے، اور کچھ اپنی دلالی لیتا ہے، اس دلال کا معاملہ بنکروں اور آڑھت داروں کی رضا مندی پر موقوف ہے جو مقدار طے کرلیں اس مقدار کا لینا درست ہے، شامی[1] میں اجرت سمسار کو تعامل وتعارف کی بناء پر درست لکھا ہے، بنکر اگر یہ اجرت نہیں دینا چاہتے تو اپنا مال براہِ راست خریداروں کے ہاتھ فروخت کردیں، مگر ظاہر ہے کہ اس میں ان کو دشواری ہے اس دشواری سے بچنے کے لئے وہ آڑھت دار کے پاس مال لاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۹ھ

چماریوں سے ساگ خریدنا

سوال:۔ چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں، یہ اکثر چوری کا ہوتا ہے، خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وفی الحاوی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقا ل أر جوا نه لابأس به وان کان فی الاصل فاسداً لکثرة التعامل الخ شامی زکریا ،ص۸۷/ج۹/ کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ج۴ کتاب الاجارة، مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة، مبسوط سرخسی ص۱۱۵ ج۸ الجزء الخامس عشر، کتاب الاجارات باب السمسار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس ساگ وغیرہ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کر لائی ہے اس کا خریدنا ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۱۹۵۷ھ

کسٹوڈین کا قبضہ موجبِ ملک ہے

سوال:۔ والد کی جائیداد کسٹوڈین میں چلی گئی، بعض کا کرایہ دار کسٹوڈین نے مجھے بنادیا اور بعض کا بہنوئی کو ایک مکان جس میں اوپر بہنوئی رہتے ہیں، نیچے میری دوکان ہے، میں نے کوشش کر کے مکان دوکان، بہنوئی کو خریدوادیا اور بہنوئی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں تم سے دوکان (تحتانی حصہ) خالی نہیں کراؤنگا، مگر اب ان کے خیالات بدل گئے ہیں، اور مجھ پر مقدمہ کردیا ہے، سوال یہ ہے کہ بہنوئی مجھ سے دوکان خالی کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت جب قہراً جبراً قبضہ کرلے تو یہ استیلا موجب ملک ہے، اس قاعدے کے ماتحت جن مکانات پر ۴۷ء کے وقت حکومت نے مالکانہ قبضہ کرلیا ان پر حکومت کی ملک ثابت

---

[۱] کل عین قائمة یغلب علیٰ ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذالک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص ۳۶۴/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علیٰ سوم الغیر)، السراج المنیر ص ۳۳۱ ج۳ مطبوعه دار الفکر بیروت، فیض القدیر ص ۶۴ ج۶ حدیث ۸۴۴۳، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہوگئی، پھران مکانات کو نیلام کردیا تو جس نے خریدا وہ مالک ہوگیا، جن قطعات کو آپ کے بہنوئی صاحب نے خریدا ہے وہ ان کے مالک ہوگئے [1] آپ نے خریدوانے میں ان کی جواعانت کی اس کا آپ کو اجر ملے گا، بہنوئی صاحب نے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ تحتانی حصہ آپ سے خالی نہیں کرائیں گے، اسی بناء پر آپ بحیثیت کرایہ دار اسمیں مقیم ہیں، بہنوئی صاحب کو چاہئے کہ اخلاقاً وعدہ پورا کریں، آپ کو نہ نکالیں لیکن اگر ان کو ضرورت ہے جس کی وجہ سے خالی کرانا چاہتے ہیں تو وہ گنہگار بھی نہیں [2] اور آپ کو لازم ہے کہ خالی کردیں، وعدۂ سابقہ کی بنا پر آپ کو زبردستی اس میں قیام کرنا اور خالی نہ کرنا درست نہیں [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۹ھ

کسٹوڈین سے زمین خریدنا

سوال: ۔ بکر کے دادا زید نے عمرو کو جو کہ مسلم کا دادا ہوتا ہے، مستعار زمین برائے

---

[1] الحرام ينتقل فلودخل بأمان واخذ مال حربى بلارضاه وآخر جه الينا ملكه وصح بيعه . درمختار مع شامى كراچى ،ج۵/ص۹۸/ باب البيع الفاسد، قبيل مطلب البيع الفاسد لا يطيب له ويطيب للمشترى منه، شامى زكريا ص۳۰۰ج۷ المصدر السابق، فتح القدير ص۴ج۶ كتاب السير باب استيلاء الكفار، مطبوعه دارالفكر مصر،

[2] الخلف فى الوعدحرام،كذافى اضحية الذخيرة، وفى القنية وعده أن يأتيه فلم ياته لا يأثم ولا يلزم الوعد ولتوفيق بينه وبين الاول مجمل الاول على ما اذا وعد وفى نيته الخلف فيحرم والثانى على ما اذا نوى الوفاء وعرض مانع، الاشباه والنظائر مع حاشية الرافعى ص۱۵۹ الفن الثانى كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، مرقاة المفاتيح ص۶۴۷ج۴ باب الوعد الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئى، الطيبى ص۱۵۱ج۹ المصدر السابق، مطبع زكريا ديوبند.

[3] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولاولايته، شامى زكريا ص۲۹۱ج۹ كتاب الغصب، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانى كتاب الغصب مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، شرح المجلة ص۶۱ج۱ رقم اعادة ۹۶، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

رہائش دیدی تھی، اور یہ طے ہوگیا تھا کہ وقت ضرورت واپس لے لی جائیگی، لہٰذا عمرو کی اولاد اس رقبہ میں ۱۹۴۷ء تک زندہ رہی پھر ہنگامی حالات سے اثر انداز ہوکر پاکستان ہجرت کر گئے، لہٰذا عمرو کی اولاد میں سے صرف ایک آدمی مسمیٰ مسلم یہاں پر رہ گیا جو کہ اس رقبہ میں سے اپنے حصہ پر قابض ہے، گورنمنٹ نے مسلم کے حصہ کے علاوہ باقی حصہ کو متروکہ قرار دیدیا معیر یعنی زید کا پوتا مع پورے گھرانے کے یہیں پر موجود ہے اگرچہ رقبہ مستعار تھا، مگر گورنمنٹ نے موقع پر خالی کرا کے کسٹوڈینٹ میں داخل کردیا اور پھر اس کو ۱۹۴۷ء میں نیلام کیا بوقت نیلامی فریقین حاضر تھے، یعنی مسلم و بکر نے خوب حوصلہ کے ساتھ بولی لگائی مگر بکر نے مسلم سے زیادہ پیسے چڑھا کر اس رقبہ کو خرید لیا اب مسلم یہ کہتا ہے کہ اب تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں، چونکہ میرے باپ دادا اس رقبہ میں رہتے چلے آئے ہیں، بکر کہتا ہے کہ تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں یہ رقبہ میرا مورثی ہے، لہٰذا میں حق پر ہوں مسلم چونکہ پہلے ہی سے کچھ رقبہ پر قابض تھا اس نے قبضہ کو بدستور رکھتے ہوئے مقدمہ دائر کردیا لیکن بکر نے عدالت میں مسلم کی مراد یہ اور بکر نے کاغذی کارروائی کے اعتبار سے اس کا دخل اور قبضہ بھی سرکار سے وصول کرلیا مگر پھر بھی یہی کہتا ہے کہ بکر کا اس رقبہ پر قبضہ کرنا اور خریدنا مطلقاً جائز نہیں، آپ شریعت کی روشنی میں فیصلہ فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گورنمنٹ نے اس پر استیلاء کرکے مالکانہ قبضہ کرلیا پھر اسکو نیلام کردیا تو جس نے اس کو خریدا وہ مالک ہوگا، پہلی ملک اور قبضہ کا اب اعتبار نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۹ھ

---

[1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوھم واخذوا اموالھم ملکوھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ایک صاحب کا ہوٹل ایسی جگہ واقع ہے جس کے اطراف طوائف رہتی ہیں، طوائف ان کے ہوٹل سے اشیاء خریدتی ہیں، کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے، اوران کے ذریعہ ہوٹل والے کو جوآمدنی ہووہ اس کے لئے حلال ہے؟ ہوٹل والے کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگروہ حرام مال سے خریدے تو اسکے ہاتھ فروخت کرنا اوراس حرام مال کالینا شرعاً جائزنہیں[1] اگرحلال مال سے خریدے تو درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۱۰/ربیع الاول ۷۸ھ

۵/کلوشکر کے لئے ۲۵/کلوکی درخواست دینا

سوال:۔چینی کی اگر ۵/کلوکی ضرورت ہوتو درخواست ۲۵/کلوکی دینی پڑتی ہے تب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وھوالسبب الی قوله ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سببا للملک دفعا لحاجة المکلف الخ هدایه، ج۲/ص۵۸۰، ۵۸۱ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)، فتح القدیر ص۳/۵ج۶ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۶۶، ۲۶۸ ج۶ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار.

(صفحہ ہذا) [1] قال ابن الشهاب الشلبی من رأی المکاس یأخذ من احد شیًا من المکس ثم یعطیه آخر ثم یاخذه من ذالک الاخرفهوحرام (شامی کراچی ،ج۶/ص۳۸۵/(شامی زکریا، ج۹/ص۵۵۳) کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، شامی زکریا ص ۳۰۱ج۷ باب البیع الفاسد، الحرمة تتعدد.

کہیں ۵/کلو ملی پاتی ہے، اگر ۵/کلو کی درخواست دیں تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی، جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی، تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اس صورت میں ۵/کلو کا عنوان ۲۵/کلو ہے اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون ۵/کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۳ھ

بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا

سوال:۔ اگر کوئی شخص بازار سے ہمدرد کی دوائیں خرید کر مریضوں کو اس نام سے دے کہ گویا یہ دوا میں اپنی دے رہا ہوں، اور اصل محنت سے کئی گنا منافع حاصل کریں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمدرد کا اگر وہ ایجنٹ نہیں بلکہ اپنے پیسہ سے خرید کر مالک ہو کر دوائیں فروخت کرتا ہے اور نفع لیتا ہے تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال،مبسوط ، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکر بیروت) کتاب البیوع، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۵ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الفقه الحنفی وادلته ص۱۷،۱۸ ج۲ کتاب البیوع، مطبوعه دار الفیحاء بیروت.

قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت

سوال:۔ زید کی اراضی بکر نے قیمت متعینہ میں خریدی لیکن بکر نے وقت متعینہ پر پوری رقم ادا نہیں کی لیکن کھیت بکر کے قبضہ میں دیدیا گیا اور بکر پر ابھی چوتھائی رقم باقی ہے، تو اب صورت یہ کی گئی کہ اس فروخت شدہ اراضی سے ڈھائی ایکڑ اراضی علیحدہ تصور کر کے آٹھ سو روپیہ لگان سے اسی کو دیدیتے ہیں، اب بکر سیزن پر باقی ماندہ رقم کے علاوہ اور آٹھ سو روپیہ لگان کے دے گا، تو یہ آٹھ سو روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع کل اراضی کی ایک معاملہ سے ہوئی اور سب مبیع قرار دی گئی ہے، پھر کچھ مخصوص قطع کو غیر مبیع اور ملک بائع قرار دے کر تجویز کر کے مشتری کو جو سب زمین کا بذریعہ بیع مالک ہو چکا ہے، لگان پر دیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ اب مشتری اپنی ہی ملک کا لگان بائع کو دے گا، اب بائع باقی ماندہ چوتھائی قیمت سے زائد لینے کا حقدار نہیں[1]، مشتری کو لازم ہے کہ وہ باقی ماندہ قیمت جلد از جلد ادا کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۹ھ

مبیع مقدار معین سے کم یا زائد نکلے

سوال:۔ مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ایک کپڑا بیس گز ایک روپے چار آنہ کا فروخت کیا وہ

---

[1] **نوٹ:**۔ زید کا آٹھ سو روپے لگان کا لینا عوض سے خالی ہونے کی وجہ سے سود ہے جو کہ قطعاً ناجائز ہے، ''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا'' سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

کپڑا پونے بیس گز ہوا خریدار نے ایک روپیہ چار آنہ نہیں دیا بلکہ چار گرہ کے دام کاٹ کر دیتا ہے، ۳ چوتھائی آنہ دیتا ہے مسمی عبدالرحمٰن خریدار کو کہتا ہے کہ چار گرہ دام نہ کاٹ مگر خریدار نے ضرور کاٹ لئے اسکے بعد مسمیٰ عبدالرحمٰن ایک کپڑا بیس گز اور فروخت کرنے گیا اس کی قیمت بھی ۴ عہ آنے قرار پائی، مگر جس وقت ناپا تو سوا بیس گز ہوا اب خریدار کہتا ہے کہ میں تو پورے بیس گز کے دام دونگا، مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ہر چند کہا مگر اس نے پورے بیس گز کے دام ۴ عہ دیئے چارہ گرہ کے نہیں دیئے، اب غور طلب یہ ہے کہ کپڑے میں ایک پیسہ کاٹ لیا، اور دوسرے کپڑے میں جو سوا بیس گز تھا ان کا پورا ایک روپیہ چار آنے بھی دیا کیا اس خریدار کو وہ پیسہ جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیس گز کپڑا فروخت کیا اور مجموعہ کی قیمت ۴ عہ بتائی اور فی گز کے حساب سے کوئی قیمت نہیں بتائی اور معاملہ ایجاب وقبول سے پختہ کر دیا اور ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بیس گز سے کچھ کم مثلاً پونے بیس گز ہے تو خریدار کو قیمت کاٹنے کا اختیار نہیں بلکہ چاہے پوری قیمت دے کر خریدے اور چاہے واپس کر دے، واپس کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ بیس گز سے کچھ زائد مثلاً سوا بیس گز ہے تو وہ سب کا سب ۴ عہ میں خریدار کا ہوگیا، فروخت کرنے والے کو زیادہ قیمت طلب کرنے یا واپس لینے کا اختیار نہیں، "**ومن اشتریٰ ثوباً علیٰ انه عشرة اذرع بعشرة اوارضاً علیٰ انها مأئة ذراع بمائة فوجد ها اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذ بجملة الثمن وان شاء ترک وان وجد ها اکثرمن الذراع الذی کان فهوللمشتری ولاخیار للبائع هدایه، ج۳/ص۲۸/**"[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۷/۵۳ھ

---

[1] هدایه، ج۳/ص۲۳/ مطبع تهانوی دیوبند، کتاب البیوع)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میں سامان زیادہ ہو تو کیا کرے

سوال:۔زید سائیکل مرمت کا کام کرتا ہے، اور سامان دوسرے بڑے دوکاندار سے خرید کر لاتا ہے، ایک مرتبہ سامان لینے گیا تو اس بڑے دوکاندار کے نوکر نے کچھ سامان مالک کی چوری سے زیادہ دیدیا، وہاں تو زید نے کچھ خیال نہیں کیا، لیکن گھر آکر بیجک ملایا تو سامان زیادہ نکلا، اب زید پس وپیش میں ہے کہ اگر مالک پر راز افشاء کرتا ہے، تو ملازم کی ملازمت جاتی ہے، اور نہیں کہتا تو مالک دوکان کی چوری ہوتی ہے، لہٰذا اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے، سامان کی قیمت ملازم کو دے یا کہ نہ دے؟ جواب تمام باتوں کا قرآن وحدیث کی رو سے عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہہ کر بڑے دوکاندار کو دے سکتا ہے، کہ حساب میں اتنے روپئے آپ کا میری طرف ہے وہ یہ ہے لے لیجئے، تو یہ صورت بہتر ہے، اگر ایسا نہیں کرسکتا تو ہدیہ کے طور پر دیدے، ملازم کے خیانت کرنے سے وہ سامان زید کے لئے حلال نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۹۰ ج۵ کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۱۸ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] وان ملکه بالقبض الخلط عندالامام فانه لایحل له التصرف فیه قبل اداء ضمانه (شامی کراچی، ج۶/ص۳۸۶/ شامی زکریا، ج۹/۵۵۴/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۴ ج۸ کتاب الغصب، تبیین الحقائق ص۲۲۶ ج۵ کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان.

کھوٹے روپیہ کا حکم

سوال:۔تجارت میں اگر پیسہ روپیہ کھوٹا آئے تو اس کو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر معلوم ہے کہ کس کے پاس سے آیا ہے، تب تو اسی کو دیدے جس طرح بھی ممکن ہو خواہ بتا کر خواہ دھوکے سے[1] اگر معلوم نہ ہو تو دھوکہ دینا جائز نہیں[2] بتا کر دیدیا جائے اگرچہ لینے والا کم قیمت پر لے یا اگر کسی جگہ اس سے کچھ ظلماً لیا جائے، تو وہاں بلا بتائے بھی دینا درست ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

اناج کی بیع فصل کی قیمت پر

سوال:۔اس وقت نرخ گندم پانچ سیر ہے اور ایک غریب آدمی جس کے یہاں اناج نہیں ہم سے اناج لینا چاہتا ہے، تو اس کو بجائے ۵/سیر کے چار سیر دیتے ہیں، اور اس

---

[1] لو قبض زيفا بدل جيد كان له على آخر جاهلا به فلو علم وانفقه كان قضاء اتفاقاً ونفق أو أنفقه فلو قائما رده اتفاقا، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۳ ج۵ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب فيما ينصرف إليه اسم الدراهم، بحر کوئٹہ ص۱۷۷ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۳، کتاب البیوع، مسائل شتی، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من غشنافليس منا الحديث، مسلم شريف ص۷۰ ج۱ کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من غشنا فليس منا، مكتبه بلال ديوبند، ابن ماجه ص۱۶۱ ج۱ ابواب التجارات، باب النهی عن الغش، طبع اشرفی ديوبند (ترمذی شريف ،ص ۱۵۷/ج۱/ مطبع رشيديه دهلی باب ماجاء فی كراهية الغش فی البيوع) **ترجمہ**:-جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

سے وعدہ کرالیتے ہیں کہ فصل ربیع یعنی اساڑھی میں اناج اسی بھاؤ کا جو بھاؤ فصل ربیع میں ہوگا لیا جائے گا، آپ تحریر فرماویں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس صورت میں بھاؤ کی کیا شرط ہے، اناج بطور قرض دیجئے جتنے سیر یا من اناج دیں اتنے سیر یا من اپنا اناج اساڑھی میں واپس لے لیں، خواہ کچھ ہی بھاؤ ہو قیمت سے کچھ تعلق نہیں[1]، اگر فروخت کرنا ہے تو فروخت کر دیجئے، اور اساڑھی میں قیمت لے لیں، جس وقت پر آپ نے فروخت کیا ہے اس وقت کی قیمت لیجائے خواہ اساڑھی میں کچھ بھی بھاؤ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اساڑھی میں اس کے پاس قیمت نہ ہو اور بجائے قیمت کے اناج دینا چاہیں تو اسی وقت نرخ طے کر لیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع

سوال:۔ (۱) اگر کسی چیز کی خریداری میں کم قیمت ادا کی جائے اور فروخت کنندہ سے زیادہ قیمت بوجہ مجبوری یا بیماری یا ضعیف العمری یا ناامیدزیست کی بناء پر ایک دو یوم

---

[1] لواستقرض من آخر حنطة فأعطى مثلها بعد ماتغير سعرها فانه يجبر المقرض على القبول، عالمگیری، ج۳/ص۲۰۲/ الباب التاسع عشر/فی القرض والاستقراض، إن الواجب على المستقرض رد مثل ما قبض، محيط برهانی ص۳۵۴ج۱۰ الفصل الثالث والعشرون فی القروض، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

[2] قال فی المجمع ويصح البيع بثمن حال ومؤجل لاطلاق قوله تعالىٰ واحل الله البيع وحرم الربوٰ، مجمع الانهر ج۳/ص۱۳/ كتاب البيوع، مطبوعه درالكتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی كراچی ص ۵۳۱ ج۴، كتاب البيوع، مطلب فی الفرق بين الاثمان والمبيعات، النهر الفائق ص۳۴۴ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

مرنے سے قبل فروخت کنندہ سے دیگر اشخاص کے بلامشورہ خفیہ طور پر کہ جو بااعلان نہ ہوا ایسا بیعنامہ کرایا جاوے تو اس بات میں علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

(۲) جب کہ خریدار مذکور خود رقم قرض کے اندراج کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قیمت باقی ماندہ کو ادا نہیں کرتا، اور جو شئے بیعنامہ فروخت کنندہ سے حاصل کی گئی ہے اس کے جز کی واپسی بھی عدم ادائیگی قیمت کے لحاظ سے نہیں کرتا، جس سے رقم ادا شدہ اور شئے حاصل شدہ مساوی حالت میں ہو جاویں۔

(۳) اگر فروخت کنندہ فوت ہو چکا ہے، اور خریدار مذکور قیمت قرض کو مانتا ہے، تو یہ قیمت باقی ماندہ خریدار اگر ادا کر دیں تو وارثان فروخت کنندہ مذکور اس قیمت کے پانے کے مستحق ہوں گے۔

(۴) اگر کسی جائداد یا مکان مقبوضہ خود کی بابت یہ علم ہو جاوے کہ اس کی قیمت یا معاوضہ اصل مالک کو ادا نہیں ہوا اور صرف قانونی قبضہ ایک عرصہ دراز سے مطابق قانون دنیوی چل رہا ہے، لہٰذا ایسا قبضہ بدستور باقی رکھنا جائز ہے یا بعد ادائیگی قیمت معاوضہ مالکان کو قبضہ کرنا جائز ہوگا،؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ بیعنامہ ایسے شخص کے حق میں ہوا ہے کہ جو شرعاً بائع کا وارث بھی ہے تو یہ بیع بقیہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت دینگے، تو نافذ ہو جائے گی، ورنہ نہیں، اگر یہ بیعنامہ کسی اجنبی کے حق میں ہوا ہے (یعنی جو شرعاً وارث نہیں) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیانت داری اور تجربہ کار آدمی اس چیز کی قیمت تجویز کریں، اور پھر دیکھیں کہ مشتری نے اس سے کس قدر کم ادا کی ہے، اگر وہ کمی بائع کے ایک ثلث ترکہ کی برابر یا اس سے کم ہو تب تو بیع صحیح ہوگی ورنہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں تو مشتری سے کہا جاوے گا کہ اس کی

قیمت پوری ادا کرو، ورنہ بیع کو فسخ کر دیا جائے گا،[1] کیونکہ کہ یہ کمی وصیت کے حکم میں ہے۔

هكذا فى مرأة المجتبى ، ج ۱ / ص ۱۹۱ /.[2]

(۲) بیع کی صحت وعدم صحت کا حکم جواب نمبر ۱ / میں آ چکا ہے، اگر خریدار بیع کو برقرار اور اس شئے کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً اس کی وہی صورت ہے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے اور معصیت ہے۔

(۳) اس کا جواب بھی نمبر ۱ / سے ظاہر ہے۔

(۴) ایسا قبضہ ناجائز ہے یا مالکان کو قیمت ادا کر دے یا ہبہ کرا لے، اگر وہ بیع یا ہبہ پر رضامند نہ ہوں بلکہ اپنا مکان وغیرہ خالی کرانا چاہیں تو اپنا قبضہ اٹھانا اور مکان کو خالی کرنا واجب ہے، بلکہ پہلے اپنا قبضہ اٹھا کر مالک کے قبضہ میں دیدیا جاوے،[3] اس کے بعد بیع یا ہبہ کی گفتگو کی جاوے تاکہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ / محرم الحرام ۵۷ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ / محرم ۵۷ھ

---

[1] إذا باع المريض فى مرض موته شيئا من ماله لاحد ورثته صار ذلک موقوفا على اجازة سائر الورثة فان اجازوا بعد موت المريض نفذ البيع وإلا فلا إذا باع المريض فى مرض موته شيئا من اجنبى بثمن المثل صح بيعه وإن باعه بدون ثمن المثل وسلم المبيع كان بيعه بيع محاباة يعتبر من ثلث ماله فان كان الثلث وافيا بها صح وإن كان الثلث لا يفى بها لزم المشترى اكمال ما نقص من ثمن المثل واعطاؤه للورثة فان فعل لزم البيع وإلا كان للورثة فسخه، شرح المجلة ص ۲۱۱، ۲۲۲ ج ۱ رقم المادة ۳۹۳، ۳۹۴ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

[2] لم اجده.

[3] ويجب ردعين المغصوب لقوله عليه السلام على اليدماأخذ ت حتى ترد ولقوله عليه السلام لايحل لاحدكم ان ياخذ مال اخيه لاعباولاجاداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فضولی

سوال:۔ بکر کا کتب خانہ ہے اور خالد جو کہ بکر کے نزدیک معتبر مراہق قریب البلوغ لڑکا ہے، اس کو بٹھا کر بکر کسی کام کو گیا، زید کتب خانہ کے اندر آیا خریداری کی حیثیت سے بکر کی عدم موجودگی میں خالد نے کچھ کتابیں انتہائی کم قیمت کر کے دیدیں اور یہ کہا کہ میری کتابیں ہیں، اور زید قیمت خالد کو دے کر چلا آیا، اب بکر تو موجود ہے، لیکن خالد نہیں، آیا وہ کتاب زید کو خریدنا درست نہیں، جبکہ صاف صریح دلالت اس بات پر ہے کہ یہ کتابیں بکر کی ہیں، اور وہ جھوٹ بول کر اپنا کام لینا چاہ رہا ہے، اب زید کیا کرے، آیا بکر وہ کتابیں دکھانے کے بعد قیمت طے کرائے یا صدقہ کر دے یا اپنے پاس رکھے مالک کی حیثیت سے

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے خالد کو اپنی کتابوں کے فروخت کرنے کا وکیل نہیں بنایا تو یہ بیع، بیع فضولی ہوئی ہے، جو کہ بکر کی اجازت پر موقوف ہے براہِ راست بکر سے معاملہ کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۸/۶۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وان اخذه فليرده عليه زيلعي وظاهره ان رد العين هوالواجب الاصلي وهوالصحيح .شامي كراچي ،ج٦/ص ١٨٢/مطبع زكريا ديوبند ،ج٩/ص،٢٦٦/ كتاب الغصب، مطلب في رد المغصوب الخ، تبيين الحقائق ص ٢٢٢ ج٥ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان بحر كوئٹه ص ١٠٩ ج٨ كتاب الغصب.

(صفحه هذا) [1] هومن يتصرف في حق غيره بغير اذن شرعي وله مجيز حال وقوعه انعقد موقوفاً درمختار مع الشامي كراچي ١٠٦-١٠٧/ج٥/باب البيع الفاسد،فصل في الفضولي، مجمع الأنهر ص١٣٤ ج٣ كتاب البيوع، فصل في بيع الفضولي، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ٤٩٠ ج٣ كتاب البيوع، فصل في بيع الفضولي، طبع بيروت.

ٹیکس دینے سے نقصان ہو تو کیا کرے

سوال:۔ میں تجارت کرتا ہوں اسی تجارت کو دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں میں پورا ٹیکس ادا کرتا ہوں دوسرے لوگ ٹیکس کو پورا ادا نہیں کرتے مجھ کو نقصان ہوتا ہے، غیر کو فائدہ مجھے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے رہیں، کسی کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رہنے دیں جسکا حق آپ کے ذمہ ہو اس کو پورا پورا ادا کر دیں[1] اور جو نقصان ہو تقدیر پر صابر وشاکر رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا

سوال:۔ ہماری دوکان کے دو حساب رہتے ہیں، ایک صحیح ایک غلط پہلا اپنے پاس رکھا جاتا ہے، اور دوسرا سرکار کو دیا جاتا ہے، تو کیا جائز ہے کہ جب یہ سب غیر شرعی ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو سرکار کی طرف سے عائد ہوتے ہیں مثلاً عام طور پر دوکاندار اس طرح حساب رکھتے ہیں اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ حرام ہے ظلم سے تحفظ کے لئے جائز تدبیر کرنا درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹ھ

---

[1] قال تعالیٰ ان اللّٰہ یأمرکم ان تؤدو الامٰنٰت الی اھلھا، (النساء پارہ ۵/ آیت ۵۸) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ٹیکس سے بچنے کیلئے خریداری کی ایک صورت

سوال:۔ چونکہ مال خریدنے پر حکومت ٹیکس لیتی ہے زید اس ٹیکس سے بچنے کے لئے حکومت کو اطلاع کئے بغیر مال خریدتا ہے، بیچتا ہے، کیا اس طرح مال لاکر بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی ملک بیچنا اور جہاں سے دل چاہے خرید کرنا سب درست ہے[۱] مگر قانون کے خلاف کر کے عزت کو خطرہ میں ڈالنا خلاف دانشمندی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا

سوال:۔ ۱۹۳۸ء میں ہندہ نے اپنا مکان ہبہ زید کے نام کردیا، رجسٹری کرا کر اس

(بقیہ اگلے صفحہ پر) **ترجمہ:۔** بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو انکے حقوق پہنچا دیا کرو (بیان القرآن)

[۲] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لأن عین الکذب حرام. درمختار علی الشامی، ج۹/ص۶۱۲/(مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۲۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء. بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/ تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین سورة الفاتحة، مطبوعه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲)، الکتاب العاشر فی انواع الشرکة، الباب الثالث، الفصل الأول فی أحکام الأملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند

کے حوالہ کردی چنانچہ زید اس مکان میں رہنے لگا، پھر بیس سال کے بعد یعنی ۱۹۵۸ء میں ہندہ نے زید سے ناراض ہوکر موہوبہ مکان کو ہبہ نامہ رد کرا کر مسجد کے نام رجسٹری کرادی، زید نے ۱۹۶۴ء میں آ کر مکان کو حارث کے نام پر ایک ہزار روپیہ میں فروخت کردیا، اس فروخت کی کیفیت سن کر مسجد کے متولی نے زید سے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار روپیہ دیتا ہوں، تو اپنے اس مکان کو خالی کر کے میرے حوالہ کردے، چنانچہ زید نے متولی کے اس قول کو تسلیم کرلیا، متولی نے قیس سے ایک ہزار روپیہ لے کر زید کو دیدیا، زید نے مکان خالی کر کے متولی کے حوالہ کردیا، اور متولی نے قیس کو کرایہ پر اس مکان کو دیدیا، قیس کرایہ برابر دیتا رہا، حارث نے منصف کورٹ کے ذریعہ قیس پر دعویٰ کردیا، متولی اور قیس دونوں نے مل کر منصف کورٹ میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان مسجد ہی کی ملک پر ہے، کورٹ کے منصف نے قیس کو حکم دیا کہ گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا جائے، کیونکہ مذکورہ مکان مسجد کی ملک نہیں ہے، بلکہ زید کا ہے، زید نے جب حارث کو دیدیا، تو اب حارث اسکا مالک ہوگیا، پھر قیس اور متولی دونوں نے دعویٰ جج کورٹ میں کیا کہ مکان مسجد ہی کا ہے زید کا نہیں ہے، پھر جج کورٹ نے بھی یہی فیصلہ کردیا، کہ مکان زید کا ہے مسجد کا نہیں ہے، قیس نے مکان خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا

عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے تک قیس کرایہ نامہ کی تحریر کے مطابق ماہانہ کرایہ ادا کرتا رہا، اور قیس ہی نے دونوں کورٹ کے تمام اخراجات برداشت کئے، جبکہ کورٹ نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کرنے کے لئے فیصلہ کردیا، تو اسکے مطابق قیس نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا، اس کے بعد سے حارث کے پاس ہے، اس کے بعد حارث کے پاس سے قیس کی بیوی نے اس مکان کو خرید لیا، اور بذریعہ کورٹ اس مکان کو قیس کی بیوی کے حوالہ کردیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مکان مذکورہ زید کی ملکیت ثابت ہونے سے پہلے قیس نے جو کرایہ نامہ لکھ کردیا تھا، اس کے متعلق متولی زبردستی کرایہ وصول کرنا چاہتے ہیں، مسجد والوں

کاقیس سے کرایہ کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس کے شرعی احکام کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ نے جب مکان اپنے بیٹے زید کو ہبہ کردیا اور رجسٹری کرکے اس کے حوالہ کردیا یعنی اپنا قبضہ ختم کرکے بیٹے کا قبضہ کرادیا، تو وہ ہبہ بالکل مکمل ہوگیا اور مکان زید کی ملکیت میں آگیا، پھر ہندہ نے ناراض ہوکر اس کو مسجد کے نام کردیا، تو یہ مسجد میں دینا صحیح نہیں ہوا، بلکہ بدستور زید ہی کی ملکیت میں رہا،[1] پھر جب زید نے اس مکان کو حارث کے نام فروخت کردیا تو وہ مکان حارث کا ہوگیا،[2] اس کے بعد جب متولی نے زید سے ایک ہزار روپیہ میں لیا تو زید کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں تھا،[3] لیکن اگر حارث نے اپنا معاملہ ختم کرکے زید کو اجازت دیدی اور زید نے وہ مکان متولی کے حوالہ کردیا اور حارث نے اپنا قبضہ ختم کردیا، تو پھر یہ بیع درست ہوگئی، اور متولی کا قیس کو کرایہ پر دینا بھی صحیح ہوگیا، اگر حارث نے

---

[1] من وهب لاصوله وفروعه او لاخيه او اخته او لاولادهما او لعمه او لعمته او لخاله او لخالته شيئاً فليس له الرجوع شرح المجلة ص۴۷۶ ج۱ المادة ۸۶۶ الباب الثالث فی احكام الهبة، هدايه ص۲۹۰ ج۳ باب ما يصلح رجوعه وما لايصح، مكتبه تهانوی ديوبند، اتحاد بكڈپو ديوبند، ولايتم حكم الهبة الا مقبوضة (عالمگيری، كوئٹه ،ص۳۷۷/ ج۴/ كتاب الهبة، الباب الثانی) واما حكمها فثبوت الملک للموهوب له (عالمگيری، كوئٹه، ص۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول)

[2] واما حكمه فثبوت الملک فی المبيع للمشتری (الهنديه، كوئٹه ، ص۳/ ج۳/ كتاب البيوع ،الباب الاول، شامی كراچی ص۵۰۶ ج۴ كتاب البيوع، البحر كوئٹه ص۲۵۸ ج۵ كتاب البيوع.

[3] ومنها (ای شرائط الانعقاد) فی المبيع وهو ان يكون موجوداً وان يكون مملوكا فی نفسه وان يكون ملک البائع فيما يبيعه لنفسه (هنديه ،كوئٹه،ص،۲/ ج۳/ كتاب البيوع ،الباب الاول، الدر المنتقٰی ص۵ ج۴ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع)

اپنا معاملہ ختم نہیں کیا اور زید نے بغیر اسکی اجازت کے متولی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، حارث بدستور مالک ہے، پھر حارث سے قیس کی بیوی نے خرید لیا تو وہ مالک ہوگئی، مسجد والوں نے جو روپیہ غلط طریقہ پر جمع کیا ہے، اس کے وہ ذمہ دار ہیں، جب وہ مکان مسجد کا نہیں تھا تو قیس سے کرایہ بحق مسجد وصول کرنا درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] ومنها الملک والولاية فلاتنفذ اجارة الفضولی لعدم الملک والولاية (هنديه، كوئٹه، ص ۴۱۰/ج۴/ كتاب الاجارة، الباب الاول).

باب اول: مسائل سود

سود کسے کہتے ہیں

سوال:۔ کیسا نفع سود کہلاتا ہے، اور سود کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے[1]، جیسے ایک من گندم دے کر ایک من ایک سیر گندم لینا، دس تولہ چاندی دے کر گیارہ تولہ چاندی لینا، پانچ تولہ سونا دیکر ساڑھے پانچ تولہ سونا لینا، سو روپئے دے کر ایک سو پانچ روپیہ لینا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۸ھ

بینک کے سود کا مصرف

سوال:۔ بینک یا ڈاکخانہ میں پبلک اپنی آمدنی کی پس انداز رقم رکھتے ہیں، اس جمع رقم پر جو فاضل رقم (جس کو سود کہتے ہیں) دیجاتی ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اسے چھوڑ دیا جائے، یا لیکر صدقہ کر دیا جائے، جواب بالدلیل مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن حضرات علماء کے نزدیک دارالحرب میں حربی سے سود لینا درست ہے انکے نزدیک اس فاضل رقم کو خود استعمال کرنا بھی درست ہے، اور جنکے نزدیک درست نہیں، انکے نزدیک

---

[1] وشرعاً فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لاحدالمتعاقدين في المعاوضة. الدرالمختار على الشامي ص۱۶۸/ج۵/ مطبع كراچي، مطبوعه زكريا ص۳۹۸/ج۷/ ونعمانيه ص۱۷۶/ج۴/ باب الربا، كتاب البيوع، بحر ص۱۲۴ ج۶، باب الربا، مطبوعه كوئٹه، ملتقى الابحر ص ۱۱۹ ج۳ باب الربا، دار الكتب العلمية بيروت.

خود استعمال کرنا بھی درست نہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ میں کوئی رقم جمع ہی نہ کی جائے، اگر جمع کردی ہے تو فاضل رقم وہاں سے وصول کر کے غرباء کو دیدی جائے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اسکے وبال سے محفوظ رکھے، یہی احوط ہے، اگر سرکاری محکمہ سے سود کی رقم حاصل ہوئی تو اس کو غیر واجبی ٹیکس میں ادا کرنا بھی درست ہے۔[1] بلکہ صدقہ سے مقدم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ بینک کا سود اگر کوئی شخص لینے کو تیار نہ ہو تو بھی حکومت زبردستی دیتی ہے، تو اس کو لینا حکومت کے قوانین کے مطابق ضروری ہے یا نہیں، دریں صورت کیا کرنا چاہئے اس کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سرکاری بینک سے حاصل شدہ سود کی رقم غیر واجبی ٹیکس میں سرکار ہی کو دیدیجائے،[2] یا پھر محتاج غرباء کو دیدے ثواب کی نیت نہ کرے[3] (کذافی رد المحتار کتاب الزکوٰۃ و کتاب

---

[1] صرح القهاء بان من اكتسب مالاً بغير عقد فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة الى قوله ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غيرعقدلم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه ان وجد المالک والا ففى جميع الصور يجب عليه ان يتصدق الخ، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/ باب فرض الوضو، مطبوعه يحيوى سهارنپور، شامى كراچى ص ۹۹/ج۵/ مطبوعه زكريا ديوبند ص ۳۰۱/ج۷/ باب البيع الفاسد، مطلب فى من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم الخ شامى كراچى ،ص ۹۹/ج۵/ مطبع زكريا ديوبند ،ص ۳۰۱/ج۷/ باب بيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيئاً يرجوبه الثواب يكفر الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

البیوع و کتاب الغصب، و کتاب الحظر والاباحة) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومت کے سودی قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم

سوال:۔حکوت کے ترقیاتی منصوبوں میں ہندوستانی عوام کی خوش حالی اور فلاح وبہبود کے لئے بہت سے شعبے قائم کئے گئے ہیں، جس کے ذریعہ حسب ضرورت ومصلحت طویل المیعاد قرضے دیئے جاتے ہیں، اور برائے نام سود لیا جاتا ہے۔

چھوٹی انڈسٹریوں سے لیکر بڑی بڑی فیکٹریوں پلانوں تک میں حکومت قرض دیتی ہے، اس سے غیر مسلم حضرات خاطر خواہ فائدہ اٹھارہے ہیں، اور دن بدن اقتصادی میدان میں ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، مسلمانوں کو اس قرضے کے لینے میں دشواری یہ ہے کہ اس میں سود دینا پڑتا ہے، نیز آج کل لین دین اور تجارتی معاملات بڑی حد تک سودی طور پر چل رہے ہیں، کیونکہ آج کل تجارت کا انحصار بڑی حد تک بینکوں پر ہے، جو تمام کے تمام سودی کاروبار پر مبنی ہیں، اگر مسلمان حکومت سے قرض لیکر اقتصادی میدان میں آگے بڑھنے کی سعی کرتے ہیں تو قرآن کی آیات حرمت سود ان کا دامن روکتی ہیں، اور اگر اس سے بچنے کی سعی کرتے ہیں، تو اقتصادی میدان میں وہ بچھڑے جاتے ہیں، وقت کا اہم سوال یہ ہے کہ انہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ڈربن سے مسٹر احمد صاحب نے اسی قسم کا ایک سوال مرتب کرکے بطور استفسار ہندوستان کے علماء کی خدمت میں روانہ کیا ہے، حضرت اقدس مفتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی، ص ۲۹۱/ج۲/ مطبع زکریا ،ص ۲۱۹/ج۳/ نعمانیه، ص ۲۶/ج۲/ باب زکوٰة الغنم مطلب فی التصدق من المال الحرام)بذل المجهود ،ص ۳۷/ج۱/ کتاب الطهارة فصل فی فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور وشامی زکریا، ص ۵۵۴/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، شامی کراچی ص ۹۹ ج۵ باب البیع الفاسد مطلب فی من ورث مالاًحراماً وشامی کراچی ص ۱۸۹ ج۶ کتاب الغصب.

صاحبؒ نے اس کا جواب بڑی تفصیل سے دیا ہے، ہم اس جواب کو من وعن شائع کر رہے ہیں، انشاء اللہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس جواب سے بڑی روشنی حاصل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت فروعی اور استنباطی نہیں، بلکہ منصوص اور قطعی ہے، "وحرم الربوٰ"[1] اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

تحریم ربوٰ نازل ہونے پر بقایا سود کے وصول کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی، بلکہ اس کو بمنزلہ شرط ایمان قرار دیا گیا۔

وذروا مابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین۔[2]	سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (بیان القرآن)

جو لوگ سود لینے سے باز نہ آئیں ان کے لئے اعلان جنگ ہے:۔

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ۔[3]	اگر تم نے ایسا نہ کیا (سود کا بقایا نہ چھوڑا) تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے

سود خور کے حشر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

الذین یاکلون الربوٰ لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔[4]	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے روز اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔

سود خور کے لئے سخط وعید ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ،نمبر ۲۷۵/.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸/ پارہ ۳/

[3] سورہ بقرہ آیت ۲۷۹/ پارہ ۳/

[4] سورہ ٔبقرہ آیت ۲۷۵.

یاایھاالذین اٰمنوالاتاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعکم تفلحون. واتقوالنار التی اعدت للکافرین.[1]

اے ایمان والوں سوددرسود کرکے نہ کھاؤاور اللہ سے ڈرو،شایدتم فلاح پاؤ، اوراس آگ سے ڈروجوکافروں کے لئے تیارکی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں سب سے زیادہ خوفناک یہ آیت ہے، ”کان ابوحنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ یقول هی اخوف آیة فی القرآن حیث اوعد اللّٰہ المومنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوه فی اجتناب محارمه اھ تفسیر مدارک التنزیل “۔[2]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ خوفناک آیت آیت مذکورہ بالا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منومنین کودوزخ کی آگ کی دھمکی دی ہے، جودر حقیقت کافروں کے لئے ہے،اگرمومنین خداسے نہ ڈرے،اس کی حرام کردہ چیز (سود) سے پرہیز کرنے میں۔

انسان کے بدن میں جوگوشت حرام مال سے پیداہووہ نارجہنم ہی کے لائق ہے،سودکا ایک درہم جان بوجھ کرلینا چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید ہے۔

عن عبداللّٰہ بن حنظلة رضی اللّٰہ عنه غسیل الملائکة قا ل قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم درهم ربوٰ یاکله الرجل وهویعلم اشدمن ستة

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ دیدہ ودانستہ سودکاایک درہم (چار آنہ بھر) کھاناچھتیس مرتبہ زنا کرنے سے

---

[1] سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۲۹-۱۳۰/پارہ ۴/

[2] تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۸۲/ج ۱/ مطبوعه بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹.

وثلاثین زنیة رواہ احمد والدارقطنی وروی البیھقی فی شعب الایمان عن بن عباسؓ وزاد وقال من نبت لحمه من السحت فالنار اولیٰ به۔[1]

زیادہ سخت ہے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کا گوشت حرام غذا سے پرورش پایا ہے، وہ جہنم کے ہی زیادہ لائق ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶)

سود لینے والے سود دینے والے، سود کا رقعہ لکھنے والے، سود کی گواہی دینے والے سب پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور سب کو نفس گناہ میں برابر قرار دیا ہے۔

عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاھدیه وقال ھم سواء رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴ ر[2]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، سود کھانیوالے سود دینے والے، اور سود کا رقعہ لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب کے سب گناہ میں برابر ہیں۔

سود کے ستر اجزاء ہیں سب سے ہلکا جزو ماں سے بدفعلی کرنے کے برابر ہے، سود سے مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے گا، مگر اس کا انجام قلت ہے۔

عن ابرھریرۃؓ قا ل قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الربوٰسبعون جزءً ایسر ھاان ینکح الرجل امه وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

حضرت ابر ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے ہلکا درجہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنے کے برابر ہے، اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶ ر مطبوع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب الربا، الفصل الثالث،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ ر باب الربا، الفصل الاول،

ان الربوٰوان کثرفان عاقبته تصیر الیٰ قل رواهما ابن ماجةوالبیهقی فی شعب الایمان وروی احمد الاخیراھ۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶[1]

ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سود سے اگرچہ مال بڑھتا مگر اس کا انجام قلت ہے۔

حرمت ربوٰ کی آیت محکم ہے منسوخ نہیں، شبہ ربوٰ سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

عن عمرؓ ابن الخطاب ان اٰخر ما نزلت اٰیة الربوٰ وان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبض ولم یفسرها لنا فدعوالربوٰ الریبة رواه ابن ماجة والدارمی ، اھ مشکوٰۃ،ص۲۴۶[2]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے (معاملات سے متعلق) سب سے آخری سود کی آیت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ سود کی (ہر ہر جزئیات کی تفصیل) نہیں بیان کی اسلئے سود کے ساتھ ساتھ جس میں سود کا شبہ بھی ہو اسے بھی چھوڑ دو، عمر رضی اللہ عنہ کے قول آخر مانزلت کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت ثابت غیر منسوخ ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے تمام جزئیات کو بطور احاطہ بیان نہیں فرمایا، اس لئے تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم سود اور سود کے مشابہ تمام چیزیں تورع اور احتیاط کی وجہ سے چھوڑ دو ظاہر عبارت سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے، طیبی نے کہا کہ یہ

قولهٗ آخرمانزلت اٰیة الربوٰ یعنی هی ثابتة غیرمنسوخة لکن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبض ولم یفسر بحیث یحیط بجمیع جزئیاتها وموادها فینبغی لکم ان تدعواالربوٰ ومایشتبه الامرفیه تورعاً واحتیاطاً هذا مایفهم من ظاهر سوق العبارة وقال الطیبی یعنی ان هذه الاٰیة ثابتة غیر منسوخة غیر مشتبهة فلذٰلک

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/ باب الربوٰ الفصل الثالث مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف،ص۲۴۶/مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند باب الربوٰ الفصل الثالث.

لم یفسر ھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاجروھا علیٰ ماھی علیہ ولاترتابوا فیھا واترکواالحیلۃ فی حل الربوا لمعات ومرقات.ھامش مشکوٰۃ شریف،ص ۲۴۶/.[1]

آیت ثابت غیر منسوخ غیر مشتبہ ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کی تشریح نہیں فرمائی اس لئے تم لوگ اس کو اسکے ظاہری مفہوم پر جاری رکھو اور اس میں کچھ شک نہ کرو اور سود کے حلت کے سلسلہ میں حیلہ ترک کردو۔

مقروض اگر قرض کے دباؤ میں کوئی ہدیہ پیش کرے تو وہ ہدیہ بھی ربوٰ ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی!

عن ابی بردۃ بن ابی موسیٰؓ قال قدمت المدینۃ فلقیت عبداللّٰہ بن سلام فقال انک بارض فیھا الربوٰ فاش فاذاکان لک علی رجل حق فاھدیٰ الیک حمل تبن اوحمل شعیر اوحبل قت فلاتاخذہ فانہ ربوٰ رواہ البخاری اھ۔

مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۶/.[2]

حضرت ابو بردہؓ سے مروی ہے کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عبداللہ ابن سلامؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن سلامؓ نے فرمایا کہ تم ایسے علاقہ میں رہتے ہو جس میں سود کا رواج بہت زیادہ ہے، پس اگر تمہارا کسی پر حق ہو اور وہ تمہیں ہدیہ میں بھوسہ یا جو کا گٹھر یا گھانس دے تو وہ بھی نہ لو کیونکہ وہ بھی سود ہے۔

ہدیہ مالی کے علاوہ بھی کسی اور منفعت کے قبول کرنے کی اجازت نہیں۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم اذااقرض احدکم قرضاً

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی کسی کو قرض دے

---

[1] ھامش مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/(مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

[2] مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۴۶/ باب الربوٰ ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

فاهدى اليه اوحمله على الدابة فلا يركبها ولايقبلهاالاان يكون جرىٰ بينه وبينه قبل ذٰلک راوه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/[1]

پس اس قرضخواہ کو اگر قرضدار کچھ ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو نہ سوار ہو اور نہ اس ہدیہ کو قبول کرے، مگر یہ قرض سے پہلے ہدیہ وغیرہ کا لین دین جاری ہو۔

مسلمانان افریقہ کے جو حالات سوال میں درج ہیں ان کے مقابلہ میں ان مسلمانوں کے حالات زیادہ دردانگیز تھے، جن کو خطاب کر کے سود کو حرام قرار دیا گیا، اور سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

وہ حضرات کفار کے قرضہ میں دبے ہوئے تھے، کفار ان کا خون چوس رہے تھے، حتی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ غلام بنانے کی دھمکی دی گئی تھی، جس سے پریشان ہو کر انہوں نے مدینہ پاک سے مخفی طور پر قرض کی ادائیگی کا انتظام ہونے تک کے لئے باہر چلے جانے کا ارادہ کرلیا تھا،[2] وہ حضرات پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے تھے، بھوک کی وجہ سے غش کھا کر گر جاتے تھے،[3] دو دو تین تین مہینے تک گھر میں آگ نہیں سلگتی

---

[1] مشكوٰةشريف، ص ۲۴۶/(باب الربوٰ (مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند)

[2] فاذا المشرک فى عصابة من التجار فلما رآنى قال يا حبشى قلت، يالبيه فتجهمنى وقال قولا عظيماً او غليظاً ..... قال انما بينک وبينه اربع ليال فاٰخذک بالذى لى عليک فانى لم اعطک الذى اعطيتک من كرامتک ولا من كرامة صاحبک وإنما اعطيتک لتصير لى عبداً الخ حياة الصحابة ص۱۹۴ ج۲ كيف كان نفقة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، مطبوعه حضرت نظام الدين دهلى، ابودادؤ شريف ص۴۳۳ج۲ كتاب الخراج والفىء، باب فى المام يقبل هدايا لمشركين، مطبوعه سعد ديوبند،

[3] اخرج احمد عن مجاهد أن ابا هريرة رضى اللّٰه عنه كان يقول واللّٰه ان كنت لأعتمد بكبدى على الأرض من الجوع وان كنت لأشد الحجر على بطنى من الجوع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھی[۱] کپڑا بھی پوری تن پوشی کے لئے موجود نہیں تھا، چادر ہے تو تہبند نہیں، تہبند ہے تو کرتا نہیں،[۲] نکاح کی خاطر مہر میں دینے کو لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، صرف ایک لنگی بدن پر تھی، اسی میں سے آدھی لنگی مہر دینے پر آمادہ ہوئے[۳] بچوں کو بھوکا روتا ہوا دیکھ کر تین چار دانے کھجور حاصل کرنے کے لئے یہود کی مزدوری کرنا پڑی[۴] خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کے نفقہ کے لئے اپنی جہاد میں کام آنے والی زرہ یہودی کے پاس رہن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الی قوله وأخرج ابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال اتت علی ثلاثة أیام لم اطعم، فجئت ارید الصفة فجعلت اسقط، فجعل الصبیان یقولون جنّ ابو هریرةؓ الخ حیاة الصحابة ص۲۹۷،۲۹۸ ج۱ جوع ابی هریرةؓ، مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی، ترمذی شریف ص۶۲ ج۲ ابواب الزهد باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، مطبوعه بلال دیوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها انها کانت تقول یا ابن اختی ان کنا لننظر الیٰ الهلال، ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة فی شهرین وما اوقد فی ابیاتِ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نار الخ حیاة الصحابة ص۲۸۸ ج۱ تحمل الجوع فی الدعوة الی اللّٰه الخ تحمل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الجوع، مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی، بخاری شریف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، کتاب الرقاق مطبوعه اشرفی دیوبند.

۲ عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال لقد رأیت سبعین من اصحاب الصفة ما منهم رجل علیه رداء اما ازار واما کساء قد ربطوا فی اعناقهم فمنها ما یبلغ نصف الساقین ومنها ما یبلغ الکعبین فیجمعه بیده کراهیة ان تری عورته، مشکوٰة شریف ص۴۴۷ باب فضل الفقر وما کان من عیش النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۳ عن سهل بن سعدان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جائته امرأةٌ فقالت یا رسول اللّٰه انی وهبت نفسی لک فقامت طویلاً فقام رجل فقال یا رسول اللّٰه زوّجنیها ان لم تکن لک فیها حاجة فقال هل عندک من شیء تُصْدِقُها، قال ما عندی الا ازاری الحدیث مشکوٰة شریف ص۲۷۷، کتاب النکاح، باب الصداق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

۴ وأخرج الطبرانی باسناد حسن، عن فاطمة رضی اللّٰه عنها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رکھنے کی نوبت آئی،[1] اسی حال میں آپ کا وصال ہوا،[2] ان حالات کے باوجود ان حضرات کو کفار کے مال ودولت کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کو بھی منع فرمادیا گیا۔

ولاتمدن عینیک الیٰ مامتعنا به ازواجاً منهم زهرة الحیوٰة الدنیا لنفتنهم فیه ورزق ربک خیروابقیٰ. الایة.[3]

اور ہرگز آنکھیں اٹھا کر بھی آپ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جن سے ہم نے ان (دنیاوالوں) کے مختلف گروہونکوان کی آزمائش کے لئے متمتع کررکھا ہے، وہ سب کچھ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بدرجہاں بہتر اور پائیدار ہے۔

نیز ارشاد ہوا:۔

ولولاان یکون الناس امة واحدة لجعلنالمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفاً من فضة ومعارج

اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہوجاویں گے، تو جوخدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے لئے بھی ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اتاها یوماً فقال این ابنای، یعنی حسنا وحسینا رضی اللّٰہ عنهما قالت اصبحنا ولیس فی بیتنا شیء یذوقه ذائق فقال علی رضی اللّٰہ عنه اذهب بهما فانی اتخوف ان یبکیا علیک ولیس عندک شیء فذهب الی فلان الیهودی، فتوجه الیه النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فوجدهما یلعبان فی شربة بین ایدیهما فضل من تمر الخ حیاة الصحابة ص۲۹۳ ج ۱ جوعه صلی اللّٰہ علیه وسلم جوع اهل بیته وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنهما، مطبوعه دهلی.

(صفحه هذا) [1] عن عائشةؓ قالت اشتری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم طعاماً من یهودی الیٰ اجل ورهنه درعا له من حدید مشکوٰة شریف ص ۲۵۰، باب السلم والرهن، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عن عائشةؓ قالت ما شبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، مشکوٰة شریف ص ۴۴۶ باب فضل الفقر الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] سورۂ طٰہٰ پارہ ۱۶/آیت ۱۳۱/.

علیها یظهرون. ولیبوتهم ابواباً وسرداً علیها یتکئون وذخرفاً وان کل ذٰلک لمتاع الحیوٰة الدنیا، والاٰخرة عند ربک للمتقین۔[1]

کردیتے، اورزینے بھی جن پر چڑھا کرتے اوران کے گھروں کے کواڑ بھی اورتخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں،اورسونے کے بھی اور یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی اورآخرت آپ کے پروردگار کے ہاں خداترسوں کے لئے ہے۔

مال میں کفار کی حرص کوقرآن پاک نے منع فرمایاہے،مگراسی کوآج مسلمان بار بار للچائی ہوئی نظریں اٹھا کردیکھتاہے، اوران ہی کی روش پر چلنا یاچلنے کے لئے،راستہ تلاش کرتاہے،جس کانتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی اسی منزل پر پہنچے گا،جس منزل پروہ پہنچے۔

سودی کاروبار کے ذریعہ سے نہ مسلمان کامال ترقی کرسکتاہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

ان الربوٰ وان کثر فان عاقبته تصیر الیٰ قل اھ[2]

سودخواہ کتناہی زیادہ ہواس کاانجام کارقلت ہے۔

نہ مال محفوظ رہ سکتاہے جیسا کہ ارشاد ہے "یمحق اللّٰه الربوٰا[3]"، اللہ تعالیٰ سودکو گھٹاتے ہیں۔

لہٰذا سودی کاربارکومال مسلم کی حفاظت یاترقی کاذریعہ تجویز کرنا نصوص قرآن وحدیث کامقابلہ کرنا ہے،مسلمان کی کامیابی اورترقی حرام وحلال کی تمیز کے بغیر مال جمع کرنے اورتجارت کوفروغ دینے میں ہرگزنہیں، بلکہ اس کی ترقی اورکامیابی احکام شریعت کی پابندی

[1] سورۂ زخرف پارہ ۲۵/آیت ۳۳/۔

[2] مشکوٰة شریف ،ص ۲۴۶/باب الربا، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

[3] سورہ بقرہ آیت ۲۷۶/۔

میں ہے، حرام اور لعنت کے کاموں سے پوری طرح پرہیز کرنے میں ہے۔

دینی اور مذہبی اداروں کو اگر حرام مال سے چلایا جائے گا تو ان سے ایسے لوگ تیار ہوکر نکلیں گے جو خود بھی حرام وحلال کی تمیز سے بے بہرہ ہوں گے، اور قوم کو حرام سے روکنے کا جذبہ بھی ان میں نہیں ہوگا، اسی طرح ایسے لوگوں کو تیار کرنا ظاہر ہے کہ کوئی دینی خدمت نہیں، جس سے رضاء خداوندی میسر آسکے، جو کہ مسلمان کی خلقت کا اصل مقصد ہے۔

جب عام معاشرہ بگڑ چکا ہو غیر قومیں حرام مال سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں، تو علماء کا یہ کام نہیں کہ مسلمانوں کے لئے بھی جواز کی راہ نکال کر ان غیر قوموں کے اتباع کا فتویٰ دیدیں بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ رضاء خداوندی اور ابدی انعامات کا پورا نقشہ قوم کے سامنے اخلاص وقوت کے ساتھ پیش کریں، متعین طور پر بلا کسی تذبذب کے حکم خداوندی سناویں۔

اگر کوئی شخص مستأمن وغیرہ مخصوص حالات میں کسی بلا میں گرفتار ہوجائے اور اس کے لئے شرعی اسباب کے پیش نظر کسی قول پر کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کو عام ضابطہ بنا کر منہی عنہ کو ختم کردیا جائے۔

هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل. (الایة)[1]	یہ میرا سیدھا راستہ ہے، پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔
ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن[2]	شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

اگر بگڑے ہوئے معاشرے اور دیگر اقوام کی ترقیات سے متأثر ہوکر مسلمان کے لئے حرام کی راہیں کھول دیں تو اس کا انجام بہت خطرناک ہے۔

علماء بنی اسرائیل نے اول قوم کو معاصی سے روکا وہ نہیں رکی تو روکنا چھوڑ دیا، اور

---

[1] سورۂ انعام پارہ ۸/ آیت ۱۵۴/۔

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۸.

معاشرہ میں قوم کے ساتھ شریک ہوگئے، تو سب پر لعنت کی گئی۔

عن عبداللّٰہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ لما وقعت بنواسرائیل فی المعاصی فنھتھم علمائھم فلم ینتھوافجالسوھم فی مجالسھم واٰکلوھم وشاربوھم فضرب اللّٰہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذٰلک بماعصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان متکأً فقال لاوالذی نفسی بیدہ حتیٰ تاطر وھم اطرا. رواہ الترمذی وابوداؤد وفی روایۃ قال کلا واللّٰہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن المنکرولتأخذن علیٰ یدی الظالم ولتاطرنہ علیٰ الحق اطراً ولتقصرنہ قصرا او لیضربن اللّٰہ بعضکم علیٰ بعض ثم لیلعنکم کما لعنھم اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۸[1]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے، تو علماء نے پہلے تو ان کو روکا، لیکن وہ نہیں رُکے، مگر اس حال میں بھی ان کی مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے، اوران کے ساتھ کھاتے پیتے رہے، پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملادیا اورعیسیٰ ابن مریم اورداؤد علیہما السلام کے ذریعہ ان پر لعنت بھیجی، اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حضور (ﷺ) ٹیک لگائے تھے، اٹھ کے بیٹھ گئے، اورفرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم ان کو حق کی طرف مائل کرو۔

حرام کا دروازہ کھولدینے پر کیا کیا لعنت نازل ہوگی، اگر طبقہ وارانہ کشاکش اور

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۸/ (مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الامر بالمعروف.

تباغض وتحاسد پیدا ہوتو اس سے بچانے کی یہ صورت نہیں کہ حرام کا دروازہ کھولدیا جائے، بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی، کہ نصوص قرآنی اوراحادیث نبوی کی زیادہ سے زیادہ تلقین کی جائے۔

ولاتتمنوامافضل اللّٰہ به بعضکم علیٰ بعض.[1]

اللہ نے بعض کوبعضوں پر جوفضیلت دی ہے، اس کی تمنا نہ کرواورآپس میں حسد، بغض، اور

ولاتحاسدواولاتباغضواولا تدابروا وکونواعباداللّٰہ اخوانا وفی روایة ولاتنافسوامتفق علیه اھ. (مشکوٰة شریف، ص ۴۲۷)[2]

ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، اورسب لوگ بھائی بھائی بنکر رہواورایک روایت میں ہے کہ (دنیامیں) ایک دوسرے پر بڑھنے کی حرص مت کرو۔

سرمایہ دارطبقہ کوایثاروہمدری سکھائی جائے۔

عن ابن مسعودؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لیس المؤمن الذی یشبع وجاره جائع الیٰ جنبه اھ. مشکوٰة شریف، ص ۴۲۴/[3]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن کامل ہی نہیں، جوخودتو پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

عن جریربن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لایرحم اللّٰہ من لایرحم الناس. متفق علیه. مشکوٰةشریف، ص۴۲۱[4]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جولوگوں پررحم نہ کرے اللہ اس پررحم نہیں فرماتا

---

[1] سورۂ نساء آیت ۳۲.

[2] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷/(مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب ماینھیٰ عنه من التھاجر الخ

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۴/(باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

[4] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۱ (مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الشفقة والرحمة علی الخلق.

غریب طبقہ کو صبر وقناعت کا سبق دیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمومی حالات زندگی سنائے جائیں۔

عن عائشة رضی اللّٰہ عنه قالت ماشبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتیٰ قبض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. متفق علیه اھ مشکوٰۃ شریف۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی۔

عن عمرؓ قا ل دخلت علیٰ رسول اللّٰہ صلی ا للّٰہ علیه وسلم فاذا ھومضطجع علیٰ رمال حصیر لیس بینه وبینه فراش قداثر الرمال بجنبه متکأ علیٰ وسادة من ادم حشوھا لیف قلت یارسول اللّٰہ ادع اللّٰہ فلیوسع علیٰ ا متک فان فارس والروم قد وسع علیھم وھم لایعبدون اللّٰہ فقال اوفی ھذا انت یابن الخطاب اولآئک قوم عجلت لھم طیبا تھم فی الحیق الدنیا وفی روایة اماترضیٰ ان یکون لھم الدنیا ولنا الاٰخرة. متفق علیه۔[2]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا، جس سے آپ کے پہلو شریف میں چٹائی کے نشان بن گئے (جیسا کہ عموماً چٹائی وغیرہ پر بیٹھنے یا لیٹنے سے ہوتا ہے) اور چمڑہ کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اس پر آپ ﷺ تکیہ لگائے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ آپکی امت (مسلمانوں) پر وسعت فرمادے۔ روم اور فارس جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر دنیا کس قدر کشادہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تم بھی اس خیال میں ہو، ان کیلئے دنیا کی زندگی ہی میں مرغوبات دیدی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں، کہ ان کے لئے دنیا ہے، اور ہمارے لئے آخرت۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶، باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبیؐ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابی هريرةؓ قال لقد رأيت سبعين من اصحاب الصفة مامنهم رجل عليه رداء اما ازار واما كساء قد ربطوافی اعناقهم فمنها مايبلغ نصف الساقين ومنها مايبلغ الكعبين فيجمعه بيده كراهة ان ترىٰ عورته. رواه البخاری، اھ۔
(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۷)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو دیکھا ان کے پاس کوئی چادر نہیں تھی، اگر ازار یا کملیاں تھی تو اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اس کو گلے میں باندھ لیتے تو کسی صحابی کا کپڑا نصف پنڈلی تک ہوتا اور کسی کا ٹخنہ تک وہ عامۃً اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے کہ کہیں کشف عورت نہ ہوجائے۔

عن قتادة ابن النعمان رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه عليه وسلم قال اذااحب اللّٰه عبداً حماه الدنيا كما يظل احدكم يحمیٰ سقيمه الماء رواه الترمذی واحمد اھ۔
(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۸/)[2]

حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسے تم اپنے بیمار کو پانی سے۔

عن علیؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من رضی من اللّٰه باليسير من الرزق رضی اللّٰه عنه بالقليل من العمل۔[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تھوڑے رزق پر اللہ سے راضی رہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی رہیں گے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۷/باب فضل الفقراء الخ.

(صفحہ ہذا) [1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۷/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند باب فضل الفقراء الخ. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابن عباسؓ قال قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من جاع اواحتاج فکتمہ الناس کان حقا علیٰ اللّٰہ ان یرزقہ رزق سنۃ من حلال رواھما البیھقی فی شعب الایمان [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا ہو یا کوئی حاجت مند ہو اور وہ لوگوں پر ظاہر نہ کرے، تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ ایک سال کا حلال رزق اس کے لئے مقدر فرمادیں (حاجت ظاہر نہ کرنے کی برکت سے)

عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یحب عبدہ المؤمن الفقیر المتعفف بالعیال. رواہ ابن ماجہ اھ مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۹/[2]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتے ہیں جو فقیر ہو، عفیف اور بال بچوں والا ہو۔

اسی طرح تعلیمات نبویہ عام ہوسکتی ہے، اور امت مسلمہ کا طغرائے امتیاز باقی رہ سکتا ہے، جس کے باقی رکھنے کی زیادہ ذمہ داری علماء کے سر ہے، اگر دور حاضر کے سیل رواں میں بہنا شرع کردیا تو یہ امت اپنا تاج افتخار مغربی اقوام کے قدموں پر نثار کرکے ان ہی اقوام میں منضم ہوجائے گی، اور سخت قسم کا خسارہ اٹھائے گی، اور اس طرز عمل سے ملت اسلامیہ کو بڑا دھکا لگے گا، جس سے قہار کا قہر جوش میں آجائے گا، اور گوناں گوں عذاب سے دوچار ہونا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۸/(باب فضل الفقراء)

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹/(باب فضل الفقراء)

(صفحہ ہذا) [1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹/(باب فضل الفقراء)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۹، باب فضل الفقراء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

پڑے گا، جس کے کچھ نمونے پیش آ بھی رہے ہیں، جب نافرمانی عام ہوجائے اوراس پر روک ٹوک نہ کی جائے، تو عذاب عام کی وعید حدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔

عن ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ ما من قوم یعمل فیھم المعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیرواثم لایغیرون الایوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقاب۔[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶/)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جس قوم میں خدا کی نافرمانی ہورہی ہواور کچھ لوگ نافرمانی کوروکنے پرقادر ہوں پھر بھی وہ نہ روکیں توضرور اللہ پاک ان پرایک عمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

عن جریر بن عبداللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیرواعلیہ ولایغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا رواہ ابوداؤد وابن ماجہ اھ[2] ص ۴۳۷/

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی قوم میں کوئی شخص معصیت میں مبتلا ہواوراہل قوم اس کو روکنے پرقادر ہوں پھر وہ نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے قبل پوری قوم پرعمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

ایسی حالت میں دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی، اورخداوندتعالیٰ کی طرف سے نصرت وحمایت بھی نہیں ہوگی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷، باب الامربالمعروف، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

عن حذیفةؓ ان النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر او لیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذاباً من عنده لتد عنه ولایستجاب لکم، رواه الترمذی اھ

(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶)[1]

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب اپنا عذاب تم پر نازل کرے گا، پھر تم دعاء کروگے، لیکن دعا قبول نہ کی جائے گی۔

تو پھر کیا ان تعمیرات اور تجارت میں عذاب الٰہی کو روکنے کی قوت ہے، نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ تو عذاب الٰہی کا سبب ہے، اگر ان کو حرام طریق (سودی کاروبار) سے تیار نہ کیا جاتا تو عذاب کیوں آتا۔

اور جہاں جہاں عذاب کا نمونہ آیا ہے کیا وہاں ان تجارات وتعمیرات نے کوئی حفاظت کی۔

اگر موسم خراب ہو اور امرود سے ہیضہ پھیلنے کا اندیشہ ہو تو حفظان صحت کے ماہرین حدود میونسپلٹی میں بھی امرود کا داخل ہونا بند کرادیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ بندر اور گدھے امرود کھارہے ہیں، اور ان کو کس وجہ سے ہیضہ نہیں ہوتا، کہ ان کی حرص میں انسانوں کو بھی اجازت دیدی جائے۔ فقط واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضی

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

حفاظت کے لئے بینک میں روپیہ رکھنا

سوال:۔ایک شخص متولی اس خیال سے کہ شریعت اسلام میں اس چیز کی ممانعت ہے کہ کسی بینک میں روپیہ جمع کیا جائے، روپیہ اپنے پاس رکھتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ لوگوں سے بینک میں رکھنا بہتر ہے، اس میں کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر اور کوئی صورت نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری بینک میں روپیہ داخل کرنا جائز ہے[1] بشرطیکہ وہاں روپیہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بینک سے سودی قرض

سوال:۔ یہاں ملیشیا میں تجارت پیشہ مسلمان آباد ہیں، وہ لوگ بینک سے تجارت کے لئے روپیہ لیتے ہیں، بینک ان سے ایک فیصد زائد وصول کرتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ ملازمت پیشہ ہیں، وہ گورنمنٹ سے قرض لیتے ہیں، تو ان کو نصف فیصد یعنی سو روپے میں نصف روپیہ زائد دینا پڑتا ہے، یہ سود ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے، سود لینے اور سود دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات ،الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۰/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند (تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرریزال)، قواعد الفقہ ص ۸۹ رقم القاعدۃ ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

دونوں کو گناہ میں برابر فرمایا گیا ہے، ''عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سوآء رواہ مسلم اھ مشکوۃ شریف، ص۲۴۴۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم سے سود

سوال:۔ زمین دار کا شتکار پر دعویٰ دائر کرتا ہے، لگان داخل نہ کرنے کا اور حکومت فیصلہ کے بعد زمیندار کو کاشت کار سے جمع مع سود کے دلواتی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اس کو حکومت کی مالگذاری میں دے سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں دے سکتے تو کس مصرف میں صرف کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاشت کار مسلمان ہے تو اس سے سود لینا درست نہیں،[2] اگر حکومت نے دلوادیا تو اُسے واپس کردے، اگر کاشتکار غیر مسلم ہے، تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تقدیر پر طرفین کے قول کی بناء پر سود لینا درست ہے، پھر اس کو اپنے کام میں لانا اور مالگذاری میں دینا بھی درست ہے، ''لاربوابین ومسلم وحربی ثم لان مالہ ثمۃ مباح درمختار قولہ ثم ای فی دارالحرب،[3] ردالمحتار، ص۲۰۹ ج۴ مگر امام ابو یوسفؒ کا قول احوط ہے کہ ان کے نزدیک سود کی بالکل اجازت نہیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/(مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الربا. ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔

[2] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۂ بقرۃ ۲۷۵، (حاشیہ نمبر:۳/۴/۱ اگلے صفحہ پر)

مسلم بینک کا قیام اور اس کی آمدنی

سوال:۔(۱) یہاں پر مسلم تاجر حضرات صرف مسلمانوں ہی سے لین دین کی غرض سے اپنا خاص مسلم بینک قائم کرنا چاہتے ہیں، اور جس طرح مسلم فنڈ کے اندر دیوبند وغیرہ میں ہر ایک سو روپیہ پر ایک فارم کی قیمت مقرر ہے، کہ روپیہ لینے والے کو پہلے فارم قیمتاً خریدنا پڑتا ہے، تو اس طرح پر یہاں مسلم بینک میں اگر فارم کی قیمت متعین کی جائے، تو یہ کیسا ہے؟ مسلم بینک میں صرف ضمانت پر بلا سود روپیہ دیا جائیگا۔

(۲) مسلم بینک کے حصہ دار اس کی آمدنی کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا اس کی آمدنی کو صرف دین اور مذہبی کاموں میں خرچ کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ضمانت کے بغیر بھی بلا سود قرض لینا درست ہے[۱] ایک روپیہ کا فارم خریدنا سود میں داخل نہیں[۲]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [۳] درمختار مع ردالمحتا رکراچی ،ص ۱۸۶/ج۵/ ومطبع زکریا دیوبند ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ص۱۸۸/ج۴، باب الربا، کتاب البیوع، زیلعی ص۹۷ ج۵، کتاب البیوع، باب الربا قبیل الحقوق مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۱۳۵ ج۶ باب الربوٰ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۴] ولوسلمنا جواز الربا بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاتط والتوقی عنه اولٰی واحریٰ الخ اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابواب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب الخ، قبیل باب النهی عن بیع الحیوان بالحیوان بالنسئة، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] لابأس بان یستدین الرجل اذاکانت له حاجة لابد منها الخ عالمگیری، ص۳۶۶/ج۵/ مطبوعه کوئٹه پاکستان کتاب الکراهیة ، الباب السابع والعشرون فی القرض الخ.

[۲] لوباع کاغذة بالف یجوز ولایکره فتح القدیر ،ص۲۱۲/ج۷/ مطبوعه دار الفکر بیروت (کتاب الکفالة)

(۲) آمدنی کی کیا صورت ہے؟ جبکہ وہاں سود نہیں لیا جاتا، جتنا روپیہ وہاں سے کسی نے قرض لیا ہے، اتنا ہی واپس کریگا، اور ایک روپیہ کا فارم ملتا ہے، بلکہ مزید کچھ خرچ کرنا ہوگا، پھر آمدنی کی کیا صورت ہے جس کے استعمال کرنے کا سوال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۲ھ

رشوت دیکر روپیہ کمانا

سوال:۔ رشوت دیکر روپیہ کمایا ہوا اور شراب فروخت کرکے روپیہ کمایا جائے کیا دونوں برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رشوت دے کر مثلاً پرمٹ حاصل کیا اور پھر حلال مال کی جائز طریقہ پر تجارت کی تو وہ روپیہ حرام نہیں البتہ رشوت دینے کا گناہ ہوگا، مجبوری کی حالت میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا بھی گناہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۸۸ھ

---

[1] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى فى حق الدافع .شامى زكريا،ص ۶۰۷/ج۹/ كتاب الحظروالاباحة،فصل فى البيع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۶ كتاب القضاء، مطبوع الماجديه كوئٹه، عالمگيرى ص۳۰۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى المتفرقات، مطبوعه كوئٹه مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۳ كتاب القضاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہندوستان میں سود کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب ہیں جو دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں، کہتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے، لہٰذا یہاں مسلمان ہندوؤں سے سودی لین دین کرسکتا ہے، یعنی سود لے سکتا ہے کیا یہ صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے تو یہ معلوم ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ ایک مجلس میں موجود تھے، یہ مسئلہ وہاں زیر گفتگو آیا، دیگر اہل علم حضرات اس پر گفتگو فرمارہے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا گیا کہ آپ فرمائیں تو یہ جواب دیا تھا۔

''جس کو جہنم میں جانا ہو راستہ سیدھا ہے، مگر ہماری گردنوں کو پل بنا کر مت جاؤ''

قرآن کریم میں صاف صاف مذکور ہے ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ''[1] حرمت ربوٰ سے قبل جو لوگ اہل حرب سے معاملات کرتے تھے، ان کو ہی گذشتہ بقیہ سود لینے سے منع فرمایا دیا گیا،'' یاایھاالذین اٰمنو ااتقو اللّٰہ وذروا مابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین الایۃ''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالاسلام اور دارالحرب کی تحقیق

سوال:۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں، اور برتقدیر دارالحرب بینک سے سود

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ** : اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا ہے (از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت نمبر ۲۷۸/ **ترجمہ** :۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (از بیان القرآن)

جائز ہے کہ نہیں؟ علماء دیوبند اس امر میں مختلف ہیں جناب کیا فرماتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ سے بعض جواز بیان کرتے ہیں، مولانا سہول صاحب مفتی مدرسہ دیوبند بڑے زور سے نہ صرف بینک بلکہ عام کفار سے جائز فرماتے ہیں اور بھی بعض علماء مگر حضرت تھانویؒ قائل حرمت ہیں مفصل جواب معہ ادلہ مرحمت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء اس کو دارالحرب فرماتے ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف فتاویٰ موجود ہیں، بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالحرب ہونے کو ترجیح فرماتے ہیں، بعض اس کی عدم تحقیق کا اظہار فرماتے ہیں[1] مولانا عبدالحئی صاحبؒ اپنے فتاویٰ، ۲۲۶/ج ۲/[2] میں تحریر فرماتے ہیں بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں، ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنے ایک طویل فتویٰ میں فرماتے ہیں

"ودرکافی می نویسدان المراد بدارالاسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین ویکون تحت قهره وبدارالحرب بلاد یجری فیها امرعظیمها وتکون تحت قهره انتهی"

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست وحکم رؤسا نصاری بے دغدغہ جاری است ومراد از اجراء احکام کفر این ست کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج

---

[1] فتاویٰ رشیدیه ص۷/ ج ۱/ ص ۲۲/ ج۲/ مطبوعه رحیمیه دهلی، کتاب العقائد، تالیفات رشیدیه ص ۴۱۲، عنوان ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں، سود کے مسائل، مطبوعه اداره اسلامیات لاهور.

[2] مجموعة الفتاویٰ، ج ۱/ص ۲۱۴/ کتاب النکاح، مطبوعه لکھنؤ، فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب اردو ص ۴۷۸ مسائل متفرقه، مطبوعه دیوبند.

وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشد لیکن اصل الاصول این چیز ہانیز دایشان ہبادا ہدراست زیرا کہ مساجد رابے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان وذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر ودرنواح آں نمی تواند آمد برائے منفعت خود واردین ومسافرین وتجار مخالف نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد وازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے درچپ وراست مثل حیدآباد لکھنؤ ورام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکان آن ملک فتاویٰ عزیزی[1]، ص ۱۷-۱۱۵ ر[2] پر تحریر فرماتے ہیں۔ واصح آنست کہ دارالاسلام دارالحرب می شود آرے دریں اختلاف است کہ کے می شود، طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان وختان دارالحرب می گردد وطائفہ دیگر می گویند مدار صیرورت دارالاسلام دارالحرب برمحو شعائر اسلام نیست بلکہ ہرگاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج گیرد دارالحرب می شود گو شعائر اسلام ہم برقرار باشند وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند وگفتہ اند کہ حد دارالحرب آنست کہ " **لایبقیٰ فی مسلم وذمی امنا بالامان الاول سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا**"، وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند، وبریں تقدیر معمولۂ انگریز واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است الخ"۔

---

[1] فتاویٰ عزیزی، ص ۳۰ ر ج ۱ ر (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) دارالاسلام دارالحرب میشود یانہ۔

[2] فتاویٰ عزیزی، ج ۱ ر ص ۱۱۰-۱۱۱ ر سوال: بعضے از علماء امامیہ پورب بجواز اخذ ربوا الخ۔

ترجمہ فارسی عبارت:۔ دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے کہ جس میں مسلمانوں کے امام کا حکم جاری ہو اور وہ اس کے تسلط میں ہو اور دارالحرب سے وہ ملک مراد ہے، جس میں اس کے بڑے کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں مسلمانوں کے امام کا حکم بالکل جاری نہیں، اور روسا نصاریٰ کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، احکام کفر کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری اور رعایات کے بندوبست کے مقدمہ ٹیکس (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

اسی طرح اور بھی متعدد تحریرات میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر فرمایا ہے ''اذا ثبت الشیئی ثبت بلوازمه'' یعنی جب ہندوستان کا دارالحرب ہونا ثابت ہوگیا تو یہاں حسب شرائط سود لینا بھی درست ہے، جس شدت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر اخذ ربوا کی اجازت دیتے ہیں، اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے مولانا عبدالحیؒ دارالحرب ہونے کا انکار کر کے سود کو منع فرماتے ہیں، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے، بلکہ دارالاسلام ہے، چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتا ہے (ان عبارات کا اقتباس یہ ہے)

وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالسلام لایصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت به دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلته فمابقی شیئی من

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) اور مال تجارت سے عشر وصول کرنے چور اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں اگر چہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان اور گائے کے ذبح کے ساتھ تعرض نہ کرتے ہوں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیز ان کے نزدیک ہدر کے درجہ میں ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کراتے ہیں، اور کوئی مسلمان اور ذمی بغیر ان سے امن لئے اس شہر میں اور اس کے گردونواح میں نہیں آسکتا، اپنے فائدہ کی خاطر آنے والوں سے مسافروں سے اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان کے حکم کے اس شہر میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں، مثلاً حیدرآباد لکھنؤ اور رام پور میں اپنی مصلحت اور اس طرف کے مالکوں کے فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اپنے احکام انہوں نے جاری نہیں کئے ہیں، فتاویٰ عزیزیہ، ص ۱۱۵-۱۱۷/ پر تحریر فرماتے ہیں، اور اصح بات یہ ہے کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ شعائر اسلام سے اگر ایک چیز بھی روکدی جائے، مثلاً اذان اور ختنہ تو وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دارالاسلام دارالحرب بن جانیکا مدار شعائر اسلام مٹ جانے پر نہیں بلکہ جس جگہ شعائر کفر بے کھٹکے اعلان کے ساتھ موجود ہوں وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اگر چہ شعائر اسلام برقرار رہیں، تیسری جماعت اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتی ہے کہ دارالحرب کی تعریف یہ ہے ''کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان کیساتھ مامون نہ رہے چاہے بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں، یا نہیں، اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوں یا نہوں'' اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے اور اس تقدیر پر انگریز اور ان جیسوں کی آبادی بلاشبہ دارالحرب ہے۔ الخ ۱۲۔

العلة يبقى بتمامه وفى المنثور دارالاسلام باجراء احكام الاسلام فمابقى علقة من علائق الاسلام يترجح بجانب الاسلام ۔

اور بزازیہ میں یہ ہے "والبلاد التى فى ايد ى الكفرة اليوم لاشک انها بلاد الاسلام بعد ايصالها ببلاد الحرب ولم يظهروافيها احكام الكفر بل القضاة المسلمون واما البلاد التى عليها وال من جهتهم فيجوز فيهااقامة الجمعة والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامىٰ واما البلاد التى عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضاً اقامة الجمعة والا عياد والقاضى قاضى بتراضى المسلمين وقد تقرران ببقاء شيئى من العلة يبقى الحكم وقد حكمنا بان هذه الديار قبل استيلاء التتاركان من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الجمعة والجماعات والحكم بمقتضىٰ والحكم بمقتضىٰ الشرع والفتوىٰ والتدريس شائع بلا نكيرمن ملوكهم فالحكم بانها من دارالحرب لاجهة له نظراً الىٰ الدراسة والدراية واعلان بيع الخمور واخذ النوائب والمكوس والحكم من النقض برسم التتار كاعلان بنى قريظة بطلب الطاغوت ومع ذٰلک كانت بلدة اسلام بلاريب وذكر الحلوانى انه انما يصير دارالحرب باجراء احكام الكفر ان لايحكم فيها بحكم من احكام الاسلام وان يتصل بدارالحرب وان لا يبقىٰ فيها مسلم ولاذمى اٰمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط كلها صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقىٰ ماكان على ما كان اويترجح جانب الاسلام احتياطاً وظاهره انه اذا جرت احكام المسلمين واحكام اهل الشرک لاتكون دارالحرب الخ[1]

---

[1] فتاویٰ عبدالحئی کامل ،ص ۴۷۹/ مطبع پبلیشر زدیوبند(مسائل شتیٰ)، فتاوى بزازية على الهندية ص ۳۱۱ ج۶ كتاب السير فصل فى الحظر والاباحة مطبوعه كوئٹه.

ان عبارت کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالحرب کی شرائط کا ہندوستان میں انکار کیا ہے، اور آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ (پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہوں گے، نہ بمذہب امام ونہ بمذہب صاحبین، ص ۱۷۰/ج ۲/۔[1]

ترجمہ عربی عبارت :۔''سیر الاصل لابی الیسر'' میں ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بنتا، جب تک وہ تمام چیزیں جن سے وہ دارالاسلام بنا ہے باطل نہ ہوجائیں، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے، تو جب تک اس علت میں سے کچھ بھی باقی رہے وہ حکم بتمامہ باقی رہتا ہے، اور منثور میں ہے کہ دارالاسلام کا مدار احکام اسلام کے جاری ہونے پر ہے، پس جب تک کوئی علاقہ علائق اسلام میں سے باقی رہے گا، اس وقت تک جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی، اور بزازیہ میں ہے اور وہ شہر جو آج کفار کے بلاشبہ وہ بلاد اسلام ہیں، اس کے بعد کہ انہوں نے اس میں احکام کفر ظاہر نہیں کئے، بلکہ قضاۃ (فیصلہ کرنے والے) مسلمان ہیں، لیکن وہ شہر جن پر کوئی حاکم ان کی طرف سے مقرر ہے، تو اس کی وجہ سے بھی جمعہ واعیاد کا مقرر کرنا، خراج لینا، قاضیوں کی تقلید بیواؤں کی شادی کرنا جائز ہے لیکن وہ شہر جن پر تمام حکام ہی کافر مقرر ہیں، ان میں بھی جمعہ واعیاد کا قائم کرنا جائز ہے، اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جس کو قاضی مقرر کرلیا جائے، وہ قاضی ہوگا اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے، کہ کچھ بھی علت باقی رہنے سے حکم باقی رہے گا، اور تاتاریوں کے استیلاء سے قبل ہم نے ان دیار کے دیارِ اسلام میں سے ہونے کا حکم کیا تھا، اور ان کے استیلاء کے بعد جمعہ وجماعات کا اعلان اور مقتضیٰ شریعت کے مطابق حکم کرنا فتویٰ دینا درس دینا، ان کے بادشاہوں کی طرف سے نکیر کے بغیر شائع ہے، پس اس کے دارالحرب میں سے ہونے کے حکم کرنے کی راستہ ودرایۃ کی طرف نظر کرتے ہوئے کوئی وجہ نہیں، اور شرابوں کے بیچنے کا اعلان اور نوائب وٹیکس کا لینا اور نقض عہد کا حکم رسم تتار کے مطابق بنوقریظہ کے طاغوت کو طلب کرنے کے بعد اعلان کے مثل ہے اور وہ (بنوقریظہ) اس کے باوجود بلاشبہ اسلامی شہر تھا، اور حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ دارالحرب صرف احکامِ کفر جاری ہونے سے ہوتا ہے کہ اس میں احکام اسلام میں سے کسی حکم کے مطابق حکم نہ کیا جاتا ہو اور اس چیز سے کہ وہ دارالحرب سے مل جائے، اور اس چیز سے کہ اس میں کوئی مسلمان وذمی امانِ سابق سے امن والا نہ رہے، پس جب یہ تمام شرطیں پائی جائیں تو وہ دارالحرب ہوجائے گا، اور دلائل وشرائط کے تعارض کے وقت جو تھا وہی باقی رہے گا۔

یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے احکام اور اہل شرک کے احکام دونوں جاری نہوں تو وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

[1] فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب (اردو) ص ۴۸۰ مسائل شتی، مطبوعہ دیوبند.

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحریر سے بعض ائمہ کے نزدیک ہندوستان سے دارالحرب ہونے کی نفی معلوم ہوتی تھی، اور بعض سے اثبات معلوم ہوتا تھا، اور مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے نزدیک بھی دارالحرب نہیں، اگر ہندوستان دارالحرب نہیں تب تو کسی کے نزدیک بھی کسی کو کسی سے سود لینا درست نہیں، اگر دارالحرب ہے تو امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مسلم مستأمن (جو کہ دارالاسلام کا رہنے والا ہو اور امن لے کر کسی ضرورت سے کچھ مدت کے لئے دارالحرب میں گیا ہو) کو حربی سے ہندوستان میں سود لینا درست ہے، ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر بھی جائز نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مطبوعہ فتاویٰ میں عدم جواز ہی مذکور ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بڑی شدت کے ساتھ انکار فرمایا ہے، چنانچہ " **رافع الضنک من منافع البنک**"میں اس کے عدم جواز کو بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں لہٰذا سود لینے میں بھی گنجائش ہے، اختلاف کیوجہ سے نہ لینا احوط ہے[1] بہتر ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر داخل کیا جائے تو وہاں کا سودی روپیہ ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے، بلکہ وہاں سے وصول ضرور کر لینا چاہئے، اور اس کے بعد مقتضیٰ تقویٰ یہ ہے کہ اس کے مصارف خیر غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے[2] "**ولا (ربوٰ) بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد کقمار ثمه لان ماله ثمه مباح مستحل برضاه مطلقاً بلاغدر خلافا للثانی**

---

[1] ولو سلمنا جواز الربا بين المسلم والحربي في الهند، فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقي عنه اولٰى واخرىٰ الخ اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابواب الربوٰ، تحقيق كون الهند دار الحرب، قبيل باب النهي عن بيع الحيوان بالحيوان بالنسئة، مطبوع كراچي.

[2] ان للمسلم أن يأخذ الربا من اصحاب البنک اهل الحرب في دارهم ثم يتصدق به على الفقراء ولا يصرفه علىٰ حوائج نفسه الخ اعلاء السنن ص۱۴/۳۵۹، ابواب الربا دليل فتوى بعض الاكابر الخ مطبوعه كراچي.

والثلاثة درمختار والبسط فی رد المحتار،[۳] اورسود کے جواز کے شرائط رافع الضنک[۴] میں مذکور ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہانپور ۱۸/ربیع الثانی ۵۶ھ

دارالحرب کی تعریف

سوال:۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے ؟ دارالحرب کے کیا شرائط ہیں؟ پھر دارالحرب کے اندر سود لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دارالحرب وہ مقام ہے جس کا اقتدار اعلیٰ مسلم کے قبضہ میں نہ ہو،[۳] اس اعتبار سے ہندوستان دارالحرب ہے، سود لینا حرام ہے، نص قطعی میں اس کی حرمت موجود ہے" وحرم الربوا".[۴] اس میں کسی مقام کی تخصیص نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۹ھ

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی ص۱۸۶/ج۵/ مطبع کراچی، مطبوعہ زکریا دیوبند ص۴۲۳/ ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زیلعی ص۹۷، ج۵، کتاب البیوع، باب الربا، قبیل باب الحقوق، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر ص۱۳۵، ج۶، باب الربوٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

[۲] ملاحظہ امداد الفتاویٰ ص۱۵۵ ج۳ کتاب الربا، رسالہ رافع الضنک عن منافع البنک، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۳] والمراد بدار الحرب بلاد یحری فیھا أمر عظیمھا وتکون تحت قھرہ الخ فتاویٰ عزیزی ص۳۰ ج۱ دار الاسلام دار الحرب میشود الخ مطبوعہ رحیمیہ دھلی.

[۴] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**: (اورحرام کیا ربوا یعنی سود کو)(از بیان القرآن)۔

دارالحرب کی تفصیلی بحث اور حلت سود کا حکم

سوال:۔ ایک شخص سود کو حلال سمجھتا ہے، اور لوگوں کو ترغیب دیتا ہے تو کیا سود لینا جائز ہے، جواز میں شخصی ومکانی خصوصیت کا اعتبار کیا گیا ہے یا نہیں، کاروبار کیسا ہے کیا یہ مطلقاً ہر لحاظ سے دارالحرب ہے اگر ہے تو کیوں اور اگر نہیں تو مستحل سود کا کیا حکم ہے، پھر یہ اعتقاد حلت کے بعد ترغیب کرنے والا اور عام طور سے ترویج دینے والا کیسا ہے، بالفرض ہندوستان میں سود حلال بھی ہو تو کیا عوام قوم کے عقائد وخیالات کی خرابی وتباہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی وہی حکم رہے گا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے "احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا"[1]

(۱) جو شخص سود سے احتراز نہ کرے اس کے متعلق ارشاد ہے "فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ"[2]

(۲) ابوالبرکات نسفی نے آیت "لاتأکلو الربوا" کی تفسیر میں لکھا ہے "کان ابو حنیفة رضی اللّٰہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعداللّٰہ المؤمنین بالنار المعدة للکٰفرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ اھ مدارک التنزیل، ص ۱۴۱/ج ۱/[3]

حدیث میں سود کھانے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے، "عن جابر بن عبداللّٰہؓ قال

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/.

[2] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۹/

[3] مدارک التنزیل، ص ۲۸۲/ج ۱/ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۹، مطبع بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، مطبوعہ بمبئی.

لعن رسو ل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربواوموکلہ"اھ(۴)(مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴/)[1]

سودکھانے والوں کا حشراس طرح ہوگا، "ثم ذکر عقوبۃ اٰکل الربوا فقال الذین یأکلون الربوا استحلالاً لایقومون من قبورھم یوم القیامۃ الاکما یقوم فی الدنیا الذی یتخبلہ الشیطٰن من المس من الجنون ،ذٰلک التخبط علامۃ اٰکل الربوا فی الاٰخرۃ بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا"(۵) تفسیرابن عباسؓ،ص۳۸/[2]

اسلئے علی الاطلاق تو کوئی اہل علم بھی جواز سود کا قائل نہیں ہوسکتا،البتہ دارالحرب میں مسلم مستامن کوکافرحربی سے طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق سود لینے والے کے لئے گنجائش ہے،امام ابویوسف اورائمہ ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی ناجائز ہے،" ولا(ربوا)بین المسلم والحربی فی دارالحرب خلافاً لابی یوسف والائمۃ الثلثۃ اھ درالمنتقی،ج۲/ص۹۹۰/[3]

سودی کاروبار کامفہوم عام ہے جوسود لینے اوردینے ہردوکوشامل ہے،اس لئے اس کے جواز کافتویٰ دینا مطلقاً کسی کےقول پربھی درست نہیں، کیونکہ سود دینا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں،"فالظاھران الاباحۃ بقید نیل المسلم الزیادۃ وقد الزم اصحاب فی الدرس ان مراد ھم من حل الربواوالقمار مااذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظراً الی العلۃ وان کان اطلاق الجواب خلافہ" منحۃ الخالق ،ص ۱۳۶/ج۶/[4]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴/باب الربوا، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

[2] تفسیرابن عباسؓ ،ص ۳۸/(مطبع مصر)

[3] الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانھر،ص ۱۲۷/ج۳/(مطبع بیروت)باب الربا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۲۳ج۷ باب الربوٰ، زیلعی ص۹۷ج۵ کتاب البیوع، باب الربوٰ، مطبوعہ امدادیہ ملتان. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

(۶) ہندوستان کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں، دونوں اہل تحقیق ہیں، ہر جانب دلائل موجود ہیں، بندہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، گنجائش ہر جانب میں ہے اختلاف کی وجہ سے اجتناب بالیقین احوط ہے[۱]

(۷) جن حضرات کے نزدیک ہے وہ دارالحرب کی تعریف اسطرح فرماتے ہیں۔

" دارالحرب ماخافوافیه من الکافرین جامع[۲] رموز–اذااجروا فیها احکام الشرک فانهاتصیر دارالحرب سواء کانت متصلة بدارالحرب اولم تکن یبقی فیها مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول اولم یبق اھ المفتیین، المراد بدارالحرب بلاد یجری فیها امرعظیمها وتکون تحت قهره اھ خزانة کافی،ان لایبقی فیه مسلم ولاذمی اٰمناً بالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا سواء اعلن شعائر الکفراولا اھ اذا اجریٰ اهل الحرب فی بلدة من بلاد اهل الاسلام احکام اهل الحرب،تصیر دارالحرب کیف ماکان اھ(۸) فتاویٰ قاضی خان برهامش هندیه ،ص ۵۸۴/ج۳/[۳]

(۸) جن حضرات کے نزدیک نہیں وہ دارالحرب کی اس طرح تعریف کرتے ہیں،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] منحة الخالق علی البحرالرائق ،ص ۱۳۶/ج۶/(مطبوعه کوئٹه پاکستان، باب الربا)، فتح القدیر ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفکر بیروت، شامی کراچی ص۱۸۶ ج۵ باب الربا.

(صفحہ ہذا) [۱] ولو سلمنا جواز الربوٰ بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاط والتوقی عنه اولٰی واحری الخ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابوب الربوٰ تحقیق کون الهند دار الحرب، قبیل باب النهی عن بیع الحیوان بالحیوان بالنسئة مطبوعه کراچی.

[۲] جامع الرموز ص۵۵۶ ج۴ باب الجهاد، مطبوعه بیروت.

[۳] فتاویٰ قاضی خان علی الهندیة ،ص ۵۸۴/ج۳/ (مطبع کوئٹه پاکستان) کتاب السیر،فصل فیمایبطله الارتداد.

”ودارالاسلام لاتصیردارالحرب الاباجراء احکام الشرک فیھا وان تکون متصلة بدارالحرب لایکون بینھا وبین دارالحرب مصر اٰخر للمسلمین ولاییقیٰ فیھا مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول فمالم توجد ھذہ الشرائط لاتصیر دارالحرب ومعنی قولنا ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا علیٰ نفسه الابامان المشرکین اھ خزانة المفتیین وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالاسلام لاتصیردارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت به دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلة فمابقی من العلة شئی یبقی ببقائه وفی المنثوردارالاسلام باجراء احکام الاسلام فمابقی علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام اھ ذکر الحلوانی انه انما یصیر دارالحرب باجراء احکام الکفروان لایحکم فیھا بحکم من احکام الاسلام وان یتصل بدارالحرب وان لایبقی فیھامسلم ولاذمی اٰمنا بالامان الاول فاذاوجدت الشرائط کلھا صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقی علی ماکان اویترجح جانب الاسلام“ احتیاطاً[1] فریقین کے دلائل سامنے ہیں، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی لکھنؤ ،مولانا عبدالحئ لکھنوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ہندوستان کو دارالحرب نہیں لکھا ہے، بلکہ دارالاسلام مانا ہے، چنانچہ مجموعہ الفتاویٰ میں ہے، ص ۲۴۶/ج ۱/[2] لیکن بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہے، دارالحرب نہیں ہے، ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے، صفحہ ۷۰/ج ۲/میں ہے ہندوستان دارالحرب نہیں ہے بلکہ دارالاسلام ہے ،چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتا ہے ، الیٰ قولہ پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہونگے ،نہ

---

[1] فتاویٰ بزا زیه ،علیٰ هامش الهندیه ص ۳۱۲/ج۶/(مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب السیر،الفصل الثالث فی الحظر والاباحة.

[2] مجموعه الفتاویٰ ،ص ۲۱۴/ج ۱/ کتاب النکاح (مطبع یوسفی لکھنؤ)

بمذہب امام اور نہ بمذہب صاحبین[1]، اور صفحہ ۲۴۵/ج ۲/میں ہے" **والصحیح انه (ای ملک الانجریز)الاسلام ولم یصر دارالحرب الیٰ الان.** (۱۰)

مولانا عبدالباری صاحبؒ اپنی تائید میں نواب صدیق حسن صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں" ہندوستان عموماً وریاستِ اسلامیہ خصوصاً نزد امام اعظمؒ دارالحرب نیست الیٰ قولہ فی الحال درمختار وفتویٰ مشاہیر فقہاء حنفیہ ہند مثل علماء دہلی ورامپور وبھوپال، وجہ آں ہمین است کہ مملکت ہند خصوصاً ریاساتِ اسلامیہ آں دارالاسلام است نہ دارالحرب بعض معاصرین نوشتہ اند "**الاحتیاط ان نجعل هذه البلاد دار الاسلام وان کانت السلاطین فی الظاهر هولاء الشیاطین**"(۱۱) واللہ اعلم (مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤ ص[2]۳۳) اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ نے ۱۲۳۳ھ میں ہندوستان کے اکثر حصہ کو دارالحرب قرار دیا ہے، چنانچہ صراط مستقیم میں ۱۰۵/ پر فرماتے ہیں:۔

" بلکہ حال ہندوستان رادریں زماں کہ سنہ یک ہزار وصدوسی سوم است کہ اکثرش دریں ایام دارالحرب گردیدہ الخ۔(۱۲)

نیز ان کے استاذ اور چچا اور مرشد کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں،" درکافی می نویسند" **ان المراد بدارالاسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین وتکون تحت قهره ،وبدارالحرب بلاد یجری فیها امر عظیمها وتکون تحت قهره** ،انتهی، دریں شہر حکم امام المسلمین قطعا جاری نیست وحکم رؤساء نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ومراد از اجراء احکام کفر این است کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا

---

[1] تمام عربی عبارات 'فتاویٰ عبدالحی کامل' میں موجود ہیں ملاحظہ ہو ص ۴۷۸/مسائل شتی ،ومجموع الفتاویٰ، ص ۲۳۵/ج ۲/(مطبوعہ یوسفی لکھنؤ)۔

[2] مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤ ص ۳۳۔

[3] صراط مستقیم (فارسی) ص ۹۵، فصل چہارم دربیان طریق ادائے طاعت، مطبوعه مجتبائی دهلی.

واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعض احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند لیکن اصل الاصول ایں چیز ہا نزد ایشاں ہبا وہدراست زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان یا باذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر ودر نواح آں نمی تواند آں برائے منفعت خود از واردین ومسافرین وتجار مخالفت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد وازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے در چپ وراست مثل حیدرآباد لکھنؤ ورامپور احکام خود جاری نہ کردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکانِ آن ملک واز روئے احادیث وتتبع سیرت صحابہ کرام وخلفاء عظام ہمیں مفہوم می شود زیرا کہ درعہد حضرت صدیق اکبرؓ ملک بنی یربوع راحکم دارالحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان ہم دراں بلاد موجود بودند وعلی ہذا القیاس درعہد خلفاء کرام ہمیں طریق مسلوک بود بلکہ عہد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک وخیبر راحکم دارالحرب فرمودند حالانکہ تجار اہل اسلام بلکہ بعضے سکنہ آنجا نیز دراں مکانات در وادی القریٰ مشرف باسلام بودند وفدک وخیبر را کمال اتصال بود بامدینہ منورہ اھ (۱۳) فتاویٰ عزیزی[1]، ص ۱۷/ج ۱/۔

حضرت شاہ صاحب موصوف نے ایک دوسرے مقام پر دارالحرب کی تعریف میں تین قول نقل فرما کر تیسرے قول کو ترجیح دی ہے، اوراسی بناء پر ہندوستان وغیرہ انگریز کی عملداری کو دارالحرب قرار دیا ہے، وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند کہ حد دارالحرب آنست " **ان لایبقی فیه مسلم ولاذمی اٰمنابالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا** " وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند وبریں تقدیر معمولہ انگریزاں واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است (۱۴) فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۶/ج ۱/[2])

---

[1] فتاویٰ عزیزی، ج ۱/ص ۳۰/ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، سوال دارالاسلام دارالحرب میشود یانہ۔

[2] فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۱/ مطبع رحیمیہ دیوبند) بعضے ازعلماء امامیہ پورب بجواز اخذ ربوا الخ۔

(۹) دارالحرب میں حربی کفار سے سود لینے کو جو شخص حلال اعتقاد کرے امام ابوحنیفہؒ وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس کا اعتقاد صحیح ہے، جس سود کی حرمت پر اجماع ہے، اوراس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اس کے متعلق ملاعلی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر[۱] میں، ص۲۱۲/ پر لکھا ہے:۔

"وفی جواهر الفقه من جحد فرضاً مجمعا علیه کالصلوٰة والصوم والزکوٰة والغسل من الجنابة کفر قلت وفی معناه من انکر حرمة محرم مجمع علیه کشرب الخمر والزنا وقتل النفس واکل مال الیتیم والربوا"(۱۵) صفحہ۲۳۱[۲]/ پر لکھا ہے :

"من انکر حرمة الحرام المجمع علی حرمته اوشک فیها ای یستوی الامرفیها کالخمر والزنا واللواطة والربوا اوزعم ان الصغائر والکبائر حلال کفر۔(۱۶)

لیکن دوسرے مقام پر استحلال حرام کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"وعلی هذه الاصول یبتنی الفروع التی ذکرفی الفتاویٰ من انه اذااعتقد الحرام حلالا فان کان حرمته لعینه وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والافلا بان یکون حرمته لغیره اوثبت بدلیل ظنی وبعضهم لم یفرق بین الحرام والحلال لعینه ولغیره فقال من استحل حراما وقد علم فی دین النبی صلی الله علیه وسلم تحریمه کنکاح ذوی المحارم اوشرب الخمر اواکل میتة اودم مسفوح اولحم خنزیر من غیر ضرورة فکافراھ"(۱۷) شرح فقہ اکبر، ص۱۸۶/[۳]

اسی طرح مجمع الانہر[۴]، ص۷۰۵/ ج۱/ اور فتاویٰ عالمگیری[۵]، ص۲۷۲/ ج۲/ میں اس

---

[۱] شرح فقه اکبر، ص ۲۱۲/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۲] شرح فقه اکبر، ص ۲۳۱/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۳] شرح فقه اکبر، ص ۱۸۶/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۴] مجمع الانهر، ج۲/ص ۵۱۱/باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ کو مقید کر کے بیان کیا ہے، علامہ ابن نجیم نے ایک اور بھی تفصیل کی ہے (یکفر) بقوله الحرام احب الیّ جواباً لقول القائل له کل من الحلال لابقوله انی احتاج الی کثرة المال والحلال والحرام عندی سواء لابقوله لحرام هذا حلال من غیر ان یعتقده فلایکفر السوقی بقولهٖ هذا حلال للحرام ترویجاً لشرائه والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراماً لغیره کما مال الغیر لایکفر وان کان لعینه فان کان دلیله قطعیا کفر والا فلا وقیل التفصیل فی العالم اما الجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ماکان قطعیاً کفربه والا فلا اھ بحر[1]، ص ۱۲۲/ج۵/(۱۸).

نیز مسئلہ تکفیر میں سخت ترین احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کف اللسان من التکفیر لازم ہے، ہمیں اس اعتقاد کے باطل اور خلاف نصوص ہونے میں کوئی تامل نہیں۔

"وفی الفتاویٰ الصغریٰ الکفرشی عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر" اھ(۱۹) بحرالرائق، ص۱۲۴/ج۵/[2]

تاہم اگر مستحل منکر نصوص ہے تو بلاشبہ کافر ہے۔

"اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم . زادفی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلاینفعه التاویل حینئذٍ وفی التاتارخانیة لایکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص۲۷۲/ باب احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالحلال والحرام الخ.

[1] البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص۱۲۲/باب احکام المرتدین.

[2] البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص۱۲۴/باب احکام المرتدین.

الجناية ومع الاحتمال لانهاية اھ (۲۰) بحرالرائق ،ص ۱۲۵ / ج۵ /[1]

(۱۰) حرام شئی کورواج دینا حرام ہے "تعاونوا على البر والتقوىٰ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان "[2] (۲۱)

(۱۱) حلال پراعتقاد حلت اورحرام پراعتقاد حرمت حکم شرعی اور مامور بہ ہے،اس میں اعتقادات اورخیالات عوام قوم کی خرابی وتباہی کیا ہے، ہاں عکس میں ضرور تباہی ہے، اسی طرح مباح کودرجہ وجوب دینے میں بھی تباہی ہے، اگربصورت حلت "اخذ ربىٰ من الكافر الحربى يہ مفضى هواخذ ربى من المسلم "تک تو بھی سداً للذرائع ممانعت کاحکم ہوگا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

جواب مذکورہ میں ذکرشدہ عربی، فارسی عبارات کا ترجمہ نمبروار درج ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے بیع کوحلال فرمایا اورسود کوحرام کردیا ہے (بیان القرآن پ۲)

---

[1] البحرالرائق ص ۱۲۵ / مطبع کراچی باب احکام المرتدين .

[2] سورة مائدة آيت ۲ /.

[3] وما كان سبباً لمحظور فهو محظور الخ شامی زکریا ص ۵۰۴ ج ۹ كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللبس، وكل ما ادى الىٰ مالا يجوز لا يجوز، در مختار على الشامى زكريا ص ۵۱۹ ج ۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى اللبس.

(۲) پھر اگر تم اس پر (عمل) نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) (بیان القرآن پ۳)

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہ قرآن میں یہ آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس آگ کی دھمکی دی ہے، جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، اگر حرام چیزوں سے بچنے میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے۔

(۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(۵) پھر سود کھانے والے کی سزا ذکر فرمائی کہ جو لوگ سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں، وہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپیٹ کر خبطی بنادے، (یعنی حیران ومدہوش) یہ حیران ومدہوش ہونا آخرت میں سودخور کی علامت ہے، اس لئے کہ انہوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرتے ہوئے) کہا تھا کہ بیع بھی مثل سود کے ہے۔

(۶) مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربوا نہیں، امام ابویوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں بھی ربوا حرام ہے)۔

(۷) پس ظاہر ہے کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حاصل ہونے کی قید کے ساتھ ہے اور اصحاب درس نے اس کو لازم کیا ہے، کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حلال ہونے سے وہ صورت ہے، جبکہ مسلم کو زیادتی حاصل ہو، علت کی جانب نظر کرتے ہوئے، اگرچہ جواب کے اطلاق کا تقاضہ اس کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

(۸) دارالحرب وہ ہے جس میں کفار سے خوف ہو (جامع رموز) جب کہ اس میں احکام شرک نافذ کردیئے جائیں۔

(۹) تو وہ دارالحرب بن جائیگا، چاہے دارالحرب سے متصل ہو یا نہ ہو مسلم اور ذمی پہلے امان سے مامون رہے یا نہ رہے الخ۔

دارالحرب سے مراد وہ ملک ہے جس میں اس کے بڑے کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے قبضہ میں ہو (کافی) یہ کہ نہ رہے اس میں کوئی مسلم اور نہ کوئی ذمی، پہلے امان سے مامون چاہے، بعض شعائر اسلام ترک کردیئے گئے ہوں، یا نہ اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، الخ اگر اہل حرب اہل اسلام کے شہروں میں سے کسی شہر میں اپنے احکام جاری کردیں تو وہ شہر دارالحرب بن جائیگا، جس طرح بھی ہو۔

(۹) دارالاسلام دارالحرب نہیں بنتا مگر جب کہ احکام شرک اس میں نافذ کردیئے جائیں اور یہ کہ وہ دارالحرب سے متصل ہوجائے، کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو اور نہ اس میں کوئی مسلم یا کوئی ذمی امان سابق کے ساتھ مامون رہے، پس جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، وہ دارالحرب نہیں بنے گا، اور ہمارے اس قول کا مطلب کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان کے ساتھ مامون نہ رہے، یہ ہے کہ مسلم یا ذمی بغیر مشرکین کے امان دئے مامون نہ ہوا ہو۔ الخ۔

ابوالیسر کی سیر الاصل میں ہے کہ دارالاسلام دارالحرب اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کہ وہ تمام باتیں ختم نہ ہوجائیں جن سے دارالاسلام بنا ہے، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہوگیا، تو علت کا جب تک کچھ بھی حصہ باقی ہے تو حکم باقی رہے گا، اور منثور میں ہے ''دارالاسلام احکام اسلام کے نفاذ کی وجہ سے ہے لہٰذا جب تک علائق اسلام میں سے کچھ بھی باقی ہے جانب اسلام کو ترجیح دی جائیگی، حلوانی نے ذکر کیا کہ دارالحرب احکام کفر جاری کرنے سے بنتا ہے، اور یہ کہ احکام اسلام میں سے اس میں کوئی حکم نہ چلتا ہو اور دارالحرب متصل ہوجائے، اور کوئی مسلم اور ذمی امان اول سے مامون نہ رہے۔ پس یہ سب شرطیں جب پائی جائیں گی، اس وقت دارالحرب بنے گا، اور دلائل وشرائط کے تعارض کے

وقت جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، یا احتیاطی طور پر جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

(۱۰) صحیح یہ ہے کہ (ہندوستان) ملک انگریز) دارالاسلام ہے ابھی تک دارالحرب نہیں بنا۔

(۱۱) ہندوستان عموماً اور اسلامی ریاستیں خصوصاً امام اعظم کے نزدیک دارالحرب نہیں ہند کے مشہور رفقہاء حنفیہ مثلاً علماء دہلی اور رامپور و بھوپال کا فتویٰ اور مختار یہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ مملکت ہند خصوصاً اس کی اسلامی ریاستیں دارالاسلام ہیں نہ کہ دارالحرب محض حاضرین نے لکھا ہے، احتیاط یہی ہے کہ ہم ان شہروں کو دارالاسلام قرار دیں اگر چہ بظاہر سلاطین یہ شیاطین ہیں۔

(۱۲) بلکہ ہندوستان کا حال اس وقت ۱۲۲۳ء میں یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب ہوگیا ہے۔

(۱۳) کافی میں لکھتے ہیں کہ دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور وہ ملک اس کے قبضہ میں ہو اور دارالحرب سے مراد وہ ہے جس میں اس کے بڑے حاکم کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں، بلکہ روساء نصاریٰ کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، اور احکام کفر کے اجراء سے مراد یہ ہے کہ مقدمہ ملک داری اور رعایا کے بندوبست اور مال تجارت سے ٹیکس وعشر کے یعنی اور چورڈکیتوں کے انتظام اور لڑائی جھگڑے کے فیصلے اور جرائم کی سزا کے معاملہ میں کفار اپنے طور پر حاکم ہوں، ہاں اگر بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ وعیدین واذان اور ذبح گائے پر روک ٹوک نہ کریں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک ہدر ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بلا تکلف منہدم کر دیتے ہیں، اور کوئی مسلمان یا ذمی ان کے امان دئے بغیر اس ملک اور اس کے اردگرد میں نہیں رہ سکتا، اپنے نفع کی خاطر آنے والوں سے مسافروں اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے لوگ مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان

کے حکم کے ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے، اوراس شہر کلکتہ تک نصاری کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً حیدرآباد لکھنؤ ورامپور میں اپنے احکام جاری نہیں کئے ہیں، ان شہروں کے مالکوں نوابوں کی فرمانبرداری اور مصالحت کی وجہ سے اورازروئے، احادیث اور صحابہ کرام وخلفاء عظام کی سیرت میں تتبع وتلاش سے یہی سمجھ میں آتا ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ملک بنی یربوع کو مسلمانوں کے اس میں ہونے کے باوجود دارالحرب کا حکم دیا ہے، اسی طرح خلفاء کرام کے عہد میں بھی یہی طریقہ رائج تھا، بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فدک وخیبر کو دارالحرب کا حکم دیا، حالانکہ مسلمان تاجر بلکہ بعض وہاں کے رہنے والے اور وادی القریٰ میں رہنے والے مشرف باسلام تھے، اور فدک وخیبر مدینہ منورہ سے مکمل طور پر ملے ہوئے تھے۔

(۱۴) تیسرے فرقہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر دارالحرب کی یہ تعریف کی ہے، کہ اس میں کوئی مسلم یا ذمی امان سابق کے ساتھ مامون نہ رہے، بعض شعائر اسلام ترک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہو اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے، اس تقریر کی بنیاد پر انگریز اور ان جیسے لوگوں کی عملداری والا ملک بلاشبہ دارالحرب ہے۔

(۱۵) اس فرض کا انکار کرنا جس پر امت کا اتفاق ہے کفر ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور جنابت کے غسل کرنا، اسی طرح جس نے ایسے حرام کام کی حرمت کا انکار کیا جس پر اتفاق ہے جیسے شراب کا پینا، زنا، قتل نفس یتیم کا مال اور سود کھانا۔

(۱۶) جس نے ایسے حرام کی حرمت کا انکار کیا جس کی حرمت پر اتفاق ہے، یا حرمت میں شک کیا یا شک وانکار دونوں برابر رہے، جیسے شراب، زنا، لواطت، سود، یا گمان کیا صغائر وکبائر جائز ہیں یہ کفر ہے۔

(۱۷) ان اصول پر چند فروع مبنی ہیں جو فتاویٰ میں مذکور ہیں، یعنی اگر حرام کو حلال

جانا پس اگراس کی حرمت لعینہ ہے (کسی دوسری چیز کی وجہ سے نہیں) اوردلیل قطعی سے ثابت ہے اس کی تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں بایں طور کہ اس کی حرمت کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو یا دلیل ظنی سے اس کی حرمت کا ثبوت ہو، بعض نے حرام وحلال میں لعینہٖ ولغیرہٖ کا فرق نہیں کیا، چنانچہ کہا کہ جس نے حرام کو حلال جانا، جب کہ وہ جانتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں حرام ہے، جیسے ذوی المحارم سے نکاح، شراب پینا، مردار کھانا، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت بغیر کسی (ایسی) ضرورت کے جس کی بنا پر حرام چیز حلال ہوجاتی ہے) حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے۔

(۱۸) اس بات کے کہنے سے کافر ہوجائے گا، کہ حرام مجھے زیادہ پسند ہے، اس کے جواب میں جو اس سے کہے کہ کھا تو حلال ہے، اوراس طرح کہنے سے کافر نہیں ہوگا، کہ مجھے زیادہ مال کی ضرورت ہے حلال وحرام میرے نزدیک برابر ہے، اور نہ حرام کو حلال کہنے سے اس کے حلال ہونے کا اعتقاد کئے بغیر، پس بازاری آدمی (تاجر) کی اپنی خرید وفروخت کی ترویج کے لئے حرام کو حلال کہنے سے تکفیر نہیں کی جائے گی''۔

اوراصل بات یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے، پس اگر وہ حرام لغیرہٖ ہے (یعنی حرمت خود اس کی ذات میں نہیں) جیسے دوسرے کا مال تو وہ کافر نہیں ہوگا، اوراگر وہ حرام لیعنہٖ ہے پس اگراس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے تو کافر ہوجائے گا، ورنہ نہیں ہوگا، اوراگر کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل عالم کے بارے میں ہے، لیکن جاہل حلال وحرام لعینہٖ اورلغیرہٖ میں فرق نہیں کرسکتا، اس کے حق میں تو صرف یہ فرق ہے کہ اگر وہ قطعی ہے تو تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں (یعنی جس حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کیا ہے، اگراس کی حرمت، حلت کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے تو تکفیر کی جائیگی ورنہ نہیں۔

(۱۹) فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بڑی وخطرناک چیز ہے، میں کسی مؤمن کو کافر نہیں کہونگا، جب تک اس کو کافر کہنے کی کوئی راوایت موجود ہے۔

(۲۰) اگر مسئلہ میں چند وجوہ تکفیر کی ہوں اور صرف ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو تو مفتی کو چاہئے مومن کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کو ترجیح دے، جو عدم تکفیر کی ہے، بزازیہ میں یہ زیادتی ہے کہ، مگر جب کہ ارادۂ کفر کی وضاحت ہو جائے تو اس وقت تاویل فائدہ نہیں دے گی۔

اور ''تارتارخانیہ'' میں ہے کہ احتمال کے ساتھ تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ کفر سزا میں انتہاء ہے تو جرم بھی انتہاء ہونا چاہئے اور احتمال کے ساتھ انتہا نہیں ہو سکتی۔

(۲۱) اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن، پ ۶/)

دارالحرب ودارالاسلام

سوال:۔ قبیل رمضان المبارک دارالاسلام ودارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندے نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا، لیکن بندے نے غلطی سے ''**والحکم من البعض برسم التتار**'' کے علاوہ بنی قریظہ بالیہودیۃ پر نمبر نہیں دیا تھا، اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا، لہٰذا ثانیاً حضور کو تکلیف دیتا ہوں، امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

(۲) دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیقات الفاظ سے ملک ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے، لیکن چونکہ حضور والا نے معنی اجراء احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے، یعنی مراد اجراء احکام کفر ایں کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا وحد وخراج وباج وعشر اموال تجارت وسیاست وقطاع الطریق وسراق وفصل خصومات سزائے جنایات، کفار بطور خود حاکم باشند، سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا، کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں

کرتا ہے، بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کو لیکر حکم کرتا ہے، پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ جو اراضی عشری ہے، اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے، اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے، لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے، اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے، اسی مقدار روپے یا اس مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دیدیں، ورنہ گنہگار ہونگے، اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے، یہ بعوض حفظ جان و مال کے ہے، جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا، اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے، تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوسکی، اور اس بناء پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا، واپس کر دیا تھا، پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے، یہ حفظ جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے، البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے، کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے، اور خراج کے مستحق لشکر ہیں، پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

(۴) فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصر فی زماننا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے، عشر، یا خراج نہیں، اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اس پر عشر واجب ہوگا، یا سوائے کرایہ کچھ دینا ضروری نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے، مگر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے، اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاء عدم

فہم یہی کتابت کی غلطی ہے،عبارت اس طرح ہے اور ''اعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من البعض برسم التتار کاعلان بنی قریظة بالتهود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عهده بالمدینة ومع ذٰلک کانت بلدة الاسلام بلاریب الخ بزازیه ،ص ۳۱۴/ ج۲/۔[1]

جن بلاد پراس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا،مگر تدریس افتاء جمعہ وعیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا،ان کا حکم بیان کررہے ہیں،کہ وہ دارالحرب نہیں، بلکہ دارالاسلام ہے، کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں، اس پر اشکال وارد ہوتا تھا، کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں، جیسے بیع الخمور وغیرہ نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں، اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے ، پھران بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی، اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اعلان بیع الخمور وغیرہ اور'' **حکم من البعض برسم الکفار**'' یہ لفظ من بعض ہے من البعض نہیں ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بنوقریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے، اخفاء نہیں کرتے تھے، اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے،اور پھر بھی اس کو دارالحرب نہیں کہا گیا، بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

(۲) مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے، اورعبارات بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے،لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں،اوراجراء احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جواس سے قبل نقل کی گئی تھی، اورآپ نے بھی اس کوسوال میں نقل کیا ہے،حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پرآپ کا یہ اشکال

---

[1] بزازیة علی الهندیة ،ص ۳۱۲/ ج۶/ مطبوعه مصر. کتاب السیر،الثالث فی الحظر والاباحة.

کہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا، بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لیکر حکم کرتا ہے، حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے، اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے، وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں، ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے، تو درحقیقت یہ اجرا، حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے، اس میں کسی کی شرکت نہیں، اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو، ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے، اور مولانا عبدالحئی صاحبؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں، اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے، جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے، غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کر سکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص ۵۵[1] میں مذکور ہے دیکھ لیجئے:۔

(۴) فتح سے کیا مراد ہے، فتح القدیر، یا فتح الباری، یا فتح المعین، یا فتح الملہم، یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت سے حوالۂ کتاب وجلد وباب وصفحہ نقل کیجئے، تاکہ اس عبارت پر غور کیا جا سکے، صرف اتنا لکھ دینا کہ فتح میں مرقوم ہے کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

سود سے متعلق ایک نہایت اہم تفصیلی بحث وتحقیق

سوال:۔ ہندوستان میں موجودہ حالات میں مختلف کاروبار کے لئے حکومت سے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ج۳/ص ۵۵/ کتاب الزکوٰۃ، مطبوعہ رحیمیہ دھلی.

مسلمانوں کوسود پر روپیہ لینا یا دینا کیسا ہے؟

(الف) نیز سود پر روپیہ لینے میں ضرورت منداور غیر ضرورت مند دونوں کا ایک حکم ہے، یا فرق ہے اگر فرق ہوتو براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں ،کہ کس قدر ضرورت اوراضطرار عذر بن سکتا ہے؟

(ب) سود کی حرمت مؤبد ومطلق ہے یا موقت ومقید ہے نیز سود کی حرمت جن حالات میں نازل ہوئی وہ کیسے تھے،مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشرتی حالات کیا اس وقت موجودہ مسلمانوں سے زیادہ بہتر تھی۔

(ج) ''**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**'' (الاشباہ والنظائر فن اول ، ص۱۱۵) کا مصداق کیا ہے؟

(د) فتاویٰ عزیزی جلد اول ،ص ۷/ پر ہے''ودادن سود بحربیان بایں وجہ حلال است کہ خوار یندن حرام بمسلمانان درست نیست وآنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریق سود دادہ شد بیش ازیں نیست کہ حرام خواہد خوارد'' اس عبارت کی اور مبسوط کی متعدد عبارتیں **ولاربوٰ بین حربی ومسلم مستأمن**'' درمختار،ص۴۳/ج۲/)وغیرہ سے کیا ہندوستان میں موجودہ حالات میں مسلمانوں کوسود پر روپیہ لینے پر استدلال صحیح ہے؟

(ہ) ''**لاربوٰ بین حربی ومسلم**'' جوامام اعظمؒ کا قول ہے یہ کس حدیث سے مستنبط ہے، نیز امام صاحب کے اس قول کی ان آیات قرآنیہ صریحہ دربارۂ حرمت ربوٰ کے ساتھ جن میں اطلاق سود کی حرمت وارد ہے، تطبیق کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

(و) مستأمن کے لئے دارالحرب میں بعض حالات میں اگر سود لینے یا دینے کی گنجائش نکلے تو کیا شرعاً صرف دارالحرب کے اس حکم ہی پر معاملہ ختم ہوجائے گا، یا دارالحرب کے دوسرے احکام کا اطلاق بھی مستأمن پر ہوگا، براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں ،جیسا کہ وجوب ہجرت وغیرہ؟

(ز) ہمارے اکابر دیوبند کا اس بارے میں کیا مسلک رہا ہے، امید کہ موجودہ حالات کے پیش نظر جو ابتلاء اس بارے میں ہو رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) سود کی حرمت لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے بلکہ سود کا رقعہ لکھنے والے اور گواہی دینے والیکو بھی لعنت میں شریک کیا گیا ہے

"عن جابرؓ قال لعن رسو ل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم اھ" (مشکوٰۃ شریف[1]، ص ۲۴۴/)

جو شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہے وہ اپنی مجبوری اور اس مذکورہ لعنت دونوں کو وزن کرلے پھر اگر ضرورت کا وزن زیادہ ہو تو وہ اپنی مجبوری کی حد تک مجبور ہوگا۔

(ب) سود کی حرمت قطعی ہے، مطلق ہے، مؤبد ہے **"اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰ الایۃ.**[2]

"عن عمر بن الخطابؓ ان اٰخر مانزلت اٰیۃ الربوٰوان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبض ولم یفسر ھا لنا فدعواالربوٰ والریبۃ"(رواہ ابن ماجہ والدارمی اھ مشکوٰۃ شریف[3]، ص ۲۴۶)

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/ باب الربوا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] سورہ بقرہ پارہ ۳/ آیت ۲۷۵/ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/ الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آخری چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ربوا کی آیت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور اس آیت کی تفسیر نہیں فرمائی، پس چھوڑ دو تم سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہو۔

قوله اٰخرمانزلت ای اٰیة تعلقت بالمعاملات اٰیة الربوٰ ثابتة غیر منسوخة لکن رسول اللّٰہ ﷺ قبض ولم یفسرها بحیث یحیط بجمیع جزئیاتها وموادها فینبغی لکم ان تدعوا الربوٰ الصریح ومایشبه الامرفیه تورعاً واحتیاطاً هذا مایفهم من ظاهر سوق العبارة وقال الطیبی یعنی ان هذهٖ الاٰیة ثابتة غیر منسوخة غیر مشبتهة فذٰلک لم یفسرها النبی ﷺ فاجروها علیٰ ماهی علیه ولاترتابوافیها واترکواالحیلة فی حل الربوٰ / لمعات اھ هامش مشکوٰة شریف[1]

جب سود کی حرمت نازل ہوئی معاشی حالت عامۃً بہت کمزور تھی ہفتوں بلکہ مہینوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی،[2] پیٹ پر پتھر باندھتے تھے،[3] مہر میں دینے کے لئے لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، تن پوشی کو کپڑا تک نہیں تھا، لنگی ہے، تو کرتا نہیں، کرتا ہے، تو لنگی نہیں، صرف ایک لنگی بدن پر ہے، اس میں سے نصف مہر میں دینے کو آمادہ ہو گئے[4]

---

[1] لمعات علیٰ هامش مشکوٰة ص ۲۴۶ الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کان یاتی علینا الشهر مانوقد فیه ناراً انما هو التمر والماء إلا ان نُوتیٰ باللُّحیم، بخاری شریف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، کتاب الرقاق، مطبوعه اشرفیه دیوبند حیاة الصحابة ص۲۸۸ ج ۱، تحمل الجوع فی الدعوة الی اللّٰہ الخ تحمل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الجوع مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی.

[3] وعن ابی طلحةؓ قال شکونا إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الجوع فرفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن بطنه عن حجرین رواه الترمذی، مشکوٰة شریف ص۴۴۸ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، نیز ملاحظه هو حیاة الصحابة ص۲۹۷ ج ۱ جوع ابی هریرةؓ مطبوعه دهلی، ترمذی شریف ص ۶۲ ج۲ ابواب الزهد، باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مطبوعه بلال دیوبند.

[4] عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم جأ ته امراة فقالت یارسول اللّٰہ انی وقد هبت نفسی لک فقامت قیاماً طویلاً فقام رجل فقال یارسول اللّٰہ ﷺ

یہود کے قرض میں دبے ہونے کی وجہ سے حضرت بلال کو دھمکی دی گئی[1] جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر روپوش ہونے کا ارادکرلیا، گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، اندھیرہ رہتا تھا وغیرہ وغیرہ، احادث وسیر میں بڑی حدتک یہ حالات مذکو ہیں، آج کل کا یہاں کا مسلمان عموماً ان حالات سے نا آشنا ہے۔

(ج) قاعدہ تو یہ بیان کیا ہے، **الحاجة تنز ل منزلة الضرورة** اھ[2] اس ذیل میں اس استقراض بالربح کے جواز کو لکھا ہے، حاجت کی کوئی تفصیل وتشریح شرح میں بیان نہیں کی، بظاہر مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس درجہ محتاج ہو کہ کما نہیں سکتا، اور بغیر قرض کے گزارہ کی کوئی صورت نہیں، اور قرض بغیر ربوٰ کے نہیں ملتا، وہ اپنی مجبوری کی حدتک معذور ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) زوجنیها ان لم تکن لک بهاحاجة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل عندک من شئی تصدقها ایاه فقال ماعندی الاازاری هذا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انک ان اعطیتها ازارک جلست لاازارلک فالتمس شئیاً قال لااجد شیئاً قال فالتمس ولوخاتماً من حدید فالتمس فلم یجد شیئاً، ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۲۸۷/کتا ب النکا ح باب فی التزوج علی العمل یعمل. مطبوعه ادارة الرشید دیوبند.

ترجمہ:۔ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اپنی ذات کو آپ کے لئے ہبہ کردیا یہ کہہ کر وہ دیر تک کھڑی جواب کا انتظار کرتی رہی، ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ کو ضرورت نہ ہو تو اس عورت کا نکاح مجھ سے کرادیجئے، آپؐ نے پوچھا کیا مہر میں دینے کیلئے کوئی چیز تیرے پاس ہے اس نے عرض کیا اس تہبند کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنی تہبند دیدو تو تم بغیر تہبند کے بیٹھ رہو گے کوئی چیز تلاش کرو! اس نے کوئی چیز تلاش کی مگر نہ ملی، آپؐ نے فرمایا کوئی چیز ڈھونڈ لا اگر چہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پھر اس نے تلاش کی مگر نہیں ملی۔

(صفحہ ہذا) [1] ابوداؤد شریف ص ۴۳۳/ج ۲/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الخراج والفئی والامارة باب فی الامام یقبل هدایاالمشرکین.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۴۹ تحت القاعدة الخامسة مطبوعه دار العلوم دیوبند.

(د) مطبوعہ فتاویٰ عزیزی میں رطب ویابس کو شامل کردیا گیا ہے، جس میں مبتدعین وروافض کی تدلیس بھی ہے، موضوع روایات بھی ہیں، غلط مسائل بھی ہیں، بغیر سوال وجواب کے بھی بعض عبارات ہیں، اس لئے جب تک کتب معتمدہ سے تائید نہ ہوجائے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، تقریباً پچاس مقامات کے متعلق تو میری یاداشت میں کلام ونظر ہے، بعض مسائل تو بالیقین روافض کی تائید میں ہیں، جس نے حضرت شاہ صاحبؒ کی ''تحفۂ اثناعشریہ'' کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کا مزاج ومذہب کیا تھا، اسلئے اس مجموعہ کو یہ کہنا کہ حضرت شاہ صاحب ہی کا ہے، صحیح نہیں ہے، ''**لاربوٰبین حربی ومسلم مستامن ولوبعقدفاسد اوقمارثم لان ماله ثم مباح فیحل برضاه مطلقاً بلاعذر خلافاللثانی والثلثة**اھ درمختار[1] اس میں بظاہر ربوا کا عموم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ربوٰ اور عقد فاسد وقمار میں زیادتی کا حصول دونوں طرف محتمل ہے، لیکن تقاضائے حلت یہ ہے کہ جواز اسی صورت تک محدود ہے جب تک زیادتی مسلمان کو ہو '' **لان ماله ثم مباح** ''اس لئے کہ فتح القدیر سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے، '' **فالظاهر ان الاباحة بقید نیل المسلم الزیادة**اھ **ردالمحتار** ،۱۸۸/ج۴/[2] پھر اس کی تائید میں شرح السیر الکبیر سے نقل کیا ہے ''**قلت ویدل علیٰ ذٰلک مافی السیر الکبیر وشرحه حیث قال واذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلابأس ان یأخذ منهم اموالهم بطیب انفسهم بای وجه**

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص۴۲۲/ ج۷/ مطبع کراچی ص۱۸۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زیلعی ص۹۷، ج۵، کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان، الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ص۱۲۷، ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت،

[2] شامی مطبع زکریا ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه کراچی ،ص ۱۸۶/ج۵/مطبوعه نعمانیه، ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، فتح القدیر ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفکر بیروت، منحة الخالق ص۱۳۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

كان لانه انمااخذ المباح علىٰ وجه عرى عن العذر فيكون ذٰلک طيباً والاسير والمستأمن سواء حتى لوباعهم درهمابدرهمين اوباعهم ميتة بدراهم اواخذ مالاً منهم بطريق القمار فذٰلک كله طيب لهٗ الخ ملخصاً، فانظر كيف جعل موضوع المسئلة الاخذ من اموالهم برضاه فعلم ان المراد من الربوٰ والقمار فى كلامهم ماكان علىٰ هذه الوجه وان كان اللفظ عاماً لان الحكم يدور مع علته غالباً اھ ردالمحتار،ص ۱۸۸/ج۴/.[1]

اس تفصیل کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف نسبت کردہ فتویٰ میں جو علت بیان کی گئی ہے اس پر کچھ کلام کرنے کی حاجت نہیں رہی، خود اس قول لاربوٰ الخ کی حیثیت اور المبسوط کی روایات کا جواب آگے آرہا ہے۔

(ہ) نصب الرایہ، ص۴۴/ج۴/[2] میں **"الحديث الثامن قال عليه السلام لاربوٰ بين المسلم والحربى فى دارالحرب ،قلت غريب واسند البيهقى فى المعرفة فى كتاب السير عن الشافعىؒ قا ل قال ابويوسفؒ انما قال ابوحنيفةؒ هذا لان بعض المشيخة حدثنا عن مكحول رحمه اللّٰه تعالىٰ عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انه لاربوٰبين اهل الحرب اظنه قال واهل الاسلام قال الشافعىؒ وهذاليس بثابت ولاحجة فيه انتهىٰ كلامه"۔**

یہ حدیث منقطع ہے، مکحول، صحابی نہیں، واسطہ غیر معلوم ہے، جس کا صحابی ہونا بھی متعین نہیں کہ انقطاع کو غیر مضر کہا جائے، غریب" **ليس بثابت ،لاحجة فيه**"کی بھی تصریح ہے، اصحاب صحاح نے اسکو اپنی کتاب میں نہیں لیا، اگر مرفوع، صریح ثابت، بلاعلت قادحہ

---

[1] شامی زکریا ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه كراچى، ص۱۸۶/ج۵/ مطبوعه نعمانيه، ص۱۸۸/ج۴/باب الربا.

[2] نصب الرايه ،ج۴/ص ۴۴/(مطبوعه ڈابهيل سورت) كتاب البيوع باب الربا)

بھی روایت ملجائے ، تب بھی نص قرآنی کے لئے وہ مقید یا مخصص نہیں بن سکتی ، **کماھو المذکور فی کتب الاصول**. اس روایت کی بناء پر امام اعظمؒ نے فرمایا ہو یا کسی دوسری روایت پر ان کے قول کی بنا ہو اس قول کی تشریح میں شراح وفقہاء نے کلام کیا ہے، ایک تشریح یہ ہے کہ یہ لا ربوٰ ہی ہے، یعنی ربوٰ اس موقعہ پر بھی جائز نہیں۔ کذا فی العنایۃ [1]

شبہ ہوتا ہے تھا کہ حربی مباح الاموال ہے، اس لئے جس طرح بھی لیا جاسکے جائز ہونا چاہئے، اس کو قطع فرمایا کہ نص قطعی سے حرمت جیسا ثابت ہے تو اس کا ارتکاب جائز نہیں کہ تاویل کی حاجت ہو۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لیکر جو مسلم داخل ہوں عقود فاسد ربویہ کے ذریعہ جو مال حاصل کر کے لے آئے، وہ اسی کی ملک ہے، اس کو مال غنیمت تصور کر کے اس میں سے خمس وصول کرنے کا حق بیت المال کو نہیں، بخلاف اس کے اگر ایک جماعت حملہ کے لئے جائے، اور وہ وہاں سے لائے اس جماعت کی حفاظت ومدد کی ذمہ داری امام المسلمین نے لی ہے، لہٰذا اس میں خمس لینے کا حق ہے، اس تشریح کی صورت میں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف منتقل ہونے پر ملک تام حاصل ہوگی۔

تیسری تشریح یہ ہے کہ مسلم مستأمن جو مال عقود فاسدہ ربویہ کے ذریعہ دارالحرب میں حربی سے حاصل کرتا ہے، اس پر ربوٰ کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح سے مال مباح حطب وحشیش وغیرہ پر استیلاء سے ملک حاصل ہوجاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے، فرق یہ ہے کہ یہاں قابض کی رضامندی ضروری ہے، وہ بصورت عقد حاصل ہے تو "**موجب ملک**" عقد نہیں، بلکہ موجب ملک استیلاء ہے اور عقد صرف تحصیل رضائے قابض کیلئے

---

[1] ویحتمل ان المراد بقوله لا ربا النهی عن الرباء الخ. عناية على فتح القدير، ج۷/ص ۳۹/ باب الربا، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ہے، " ان مال الحربی لیس بمعصوم بل هومباح فی نفسه الاان المسلم المستامن منع عن تملکه من غیر رضاه ولمافیه من الغدر والخیانة فاذا بدله باختیاره ورضاه فقد زال هذا المعنی فکان الاخذاستیلاء علیٰ مال مباح غیر مملوک وانه مشروع مفید للملک کالاستیلاء علیٰ الحطب والحشیش وبه تبین ان العقد ههنا لیس بتملک بل هوتحصیل شرط التملک وهوالرضا لان ملک الحربی لایزول بد ونه ومالم یزل ملکه لایقع الاخذ تملکاً لکنه اذا زال فالملک للمسلم یثبت بالاخذ والاستیلاء لابالعقد فلا یتحقق الربالان الرباسم لفضل یستفاد بالعقداھ (بدائع الصنائع ص ۱۹۲ / ج۵ /[1])

''المبسوط''[2] کی روایت "کل ربوٰ فی الجاهلیة فهو موضوع تحت قدمی" سے قبل کی ہیں، بعد میں تو یہ حکم نازل ہوا تھا، "یاایهاالذین اٰمنوااتقوا اللّٰه وذروا مابقی من الربوٰان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله الآیة "[3]

یہ ربوٰ اہل حرب ہی کے ذمہ تھا جس کو وصول کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، اس مضمون کی روایات بھی مبسوط، ص ۵۷ / ج ۱۲ /[4] میں مذکور ہیں۔

(و) ۱۸۵۷ء میں شاملی کا معرکہ پیش آیا، پھر ریشمی خط کی تحریک چلی، کراچی نینی جیل وغیرہ اسارت مالٹا کا واقعہ پیش ہوا، (۱) ہمارا شاندار ماضی، (۲) مسلمانوں کا روشن مستقبل

---

[1] بدائع الصنائع ،ص۱۹۲ / ج۵ / مطبع کراچی پاکستان، ومبطع زکریا دیوبند، ص ۴۱۶ / ج۴ / کتاب البیوع باب الربا)فصل واما شرائط جریان الربا.

[2] وتاویل مارووامن الآثار أنه کان قبل نزول آیة الربا المبسوط للسرخسی، ص ۱۲ / ج ۱۲ / (مطبوعه بیروت) کتاب البیوع)

[3] سوره بقره آیت ۷۹-۲۷۸ /.

[4] المبسوط للسرخسی ص۵۷ ج ۱۴ باب الصرف فی دار الحرب، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(۳) سفرنامہ، اسیر مالٹا، (۴) نقش حیات وغیرہ میں تفصیلات مذکور ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منافعۂ قرض

سوال:۔ زید نے بکر کو مبلغ چار ہزار روپے تجارت کے لئے دیا اور کہا کہ اس روپے میں خواہ تم کو نفع ہو یا خسارہ ہو، بحرحال تم مجھے چالیس روپے ماہوار بطور نفع کے دیتے رہو باقی جتنا بھی نفع ہو وہ سب تمہارا اور میری رقم باقی رہے گی، نقصان جو ہو وہ سب تم کو برداشت کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، کیا اس شرط کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ کرنا شرعاً جائز نہیں، یہ سود ہے، اور سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، "احل اللّٰہ البیع وحرم الربو"[1] الآیۃ) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی قرض سے تجارت کر کے منافع کمانا

سوال:۔ خالد جو بفضلہٖ تعالیٰ عالم دین ہے، اور خدمت دین (تدریس) کے سلسلہ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/ (**ترجمہ**) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (از بیان القرآن)، کل قرض جر نفعاً حرام، شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحۃ، مطلب کل قرض جر نفعاً فھو حرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند۔

میں ایک ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں کی مسلم اکثریت تجارت پیشہ ہے، ان میں اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہے، حتی کہ بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ انہوں نے قرض ہی سے تجارت کی ابتداء کی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ابتداء تو حلال پیسوں سے کی لیکن سرمایہ میں کمی کے وقت سودی قرض لیتے ہیں ، اور بہت ہی کم صحیح طریقہ سے تجارت کررہے ہیں، ان جیسے (مذکورہ) اشخاص کے چندہ سے جمع کردہ رقم سے خالد کی تنخواہ دی جاتی ہے، کیا خالد کے لئے یہ بغیر کراہت درست ہے (جب کہ مقامی دوعالم بھی اس عظیم شہر میں نہیں) اور ایسے مذکورہ حضرات کی جانب سے کھانے وغیرہ کی چیزوں کو ہدیہ قبول کرنا اور ان کی دعوتوں میں خالد کو جانا کیا مباح ہے؟ عدم اباحت کی صورت میں ان ہدایات کے لینے کا انکار کردیا جائے، یا لیکر انہیں غریب مسلمانوں یا کافر کو دیدیا جائے، نیز خیانت کی صورت میں کیا انکار ہی کردیا جائے (اگرچہ مذکورہ ہر صورت یہاں کے عوام کے لئے ناپسند فطرۃً ہوگی) ان ہی میں سے بعض حضرات یعنی اس وقت سونے وغیرہ کے تاجر اور عظیم ترین مالدار ہیں، اس سے لے لے ، یہاں کے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان کی ابتدائی دولت (سونا) ان کے اور ان کے متعلقین کے حیدرآباد (نظام حیدرآباد) سے لوٹ مار کے ذریعہ حاصل ہوئی، اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کچھ بذریعہ شیاطین حاصل کی گئی، لیکن فی الحال ان کے والد وغیرہ کے انتقال کے بعد اب وہ سونے کی تجارت بظاہر جائز طریقہ سے کررہے ہیں، البتہ بینک کے سود (لون) سے نہیں بچتے ہونگے، کیونکہ وہ گاہے (رمضان وغیرہ میں) نماز پڑھتے ہیں اور اپنی رقم بینک میں ضرور جمع کراتے ہونگے، جس پر بینک سود دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ کہ وہ صاحب ہر رمضان میں مساجد کے مصلیوں کی دعوت کرتے ہیں، کیا اس دعوت میں شریک ہوسکتے ہیں خالد مذکور بھی رمضان میں دعوت سے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے قرآن پاک پڑھنے کے لئے بلایا گیا، جب رمضان وغیرہ کے سلسلہ کے حفاظ وعلماء کو بلایا گیا اور افطار اور نماز مغرب کے بعد دیگر مصلیان ان کو بھی طعام کے لئے مدعو کیا گیا تھا، خالد مذکور نے دوسری مشغولی ظاہر

کر کے کھانے سے انکار کیا اس پر انہوں نے ایسے کچھ روپیہ اصراراً دیدیئے، جس کی خالد مذکور کو قطعی توقع نہ تھی، لیکن قرآن پڑھنے کے بعد دیئے، جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، کیا خالد کے لئے وہ رقم درست ہے اور اگر نہیں تو اس کا مصرف بتایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ بطریق سود حاصل کیا گیا ہو اس کا استعمال کرنا خالد وغیرہ کسی کو بھی درست نہیں بلکہ جس سے وہ سود لیا گیا ہے اس کو واپسی کیا جائے، یا بلانیت ثواب غرباء کو صدقہ کر دیا جائے، اگر کسی نے کچھ روپیہ سود پر قرض لیا تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار ہوا لیکن اس پیسہ سے جو تجارت کی ہے وہ درست ہے اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو شرعی قواعد میں رہ کر وہ بھی درست ہے، ایسی آمدنی سے خالد کو ہدیہ دیا جائے یا کسی اور کو وہ سب درست ہے جس نے جائز روپیہ سے تجارت شروع کی پھر کچھ سود قرض بھی لیا تو وہ سودی قرض کی وجہ سے گنہگار ہوا، مگر اس کی وجہ سے نہ وہ تجارت ناجائز ہوگی نہ اس کی آمدنی ناجائز ہوگی، جس نے اپنی جائز تجارت میں بطریقہ سود آیا ہوا روپیہ یعنی سرکاری بینک میں داخل کردہ روپیہ پر جو سود ملا تھا اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کر لیا اس نے برا کیا، تاہم اس کی وجہ وہ سب تجارت اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہوگی، البتہ جتنی مقدار سود کی اس میں شامل کر لی ہے اتنی مقدار یا تو ٹیکس میں سرکار کو دیدے یا پھر بلانیت ثواب غرباء پر صدقہ کریں[1]، محض قرآن کی تلاوت پر کھانے یا نقد

---

[1] من ملک اموالاً غیر طیبة اوغصب اموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً (الی قوله) ان علمت اصحابه اوورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق (شامی کراچی، ج۲/ص۲۹۱/ کتاب الزکوٰة،مطلب فی التصدق من المال الحرام) بذل المجهود ص۳۷ج۱ کتاب الطهارة فصل فی فرض الوضوء مطبوعه یحیوی سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتری فهذاعلی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراهم الی البائع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی شکل میں ہدیہ دینا اور لینا درست نہیں، یہ صورت اجرت ہے اس سے خالد کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور ہدیہ دینے والے کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو بھی، علامہ شامی نے ردالمحتار[1] اور شفاء العلیل[2] میں طویل بحث کی ہے اور متعدد کتب کی عبارات نقل کی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

قرض پر منافع سود ہے

سوال:۔ زید نے بکر سے ایک ہزار روپیہ لیا اور کہا کہ میں چالیس روپیہ ماہوار منافع سمجھ کر دیتا رہوں گا، جب تک کہ اصل رقم نہ ادا کردوں، زید حسب وعدہ چالیس روپیہ ماہوار منافع کا دیتا رہا، ایک سال گزرنے کے بعد سوئے اتفاق سے زید کا کاروبار میں ہزاروں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اولا ثم اشتری منه بها اواشتری قبل الدفع بها ودفعها اواشتری مطلقاً ودفع تلک الدراهم اواشتری بدراهم اخرودفع تلک الدراهم قال الکرخی فی ا لوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لایطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علیٰ قول الکرخی شامی زکریا،ج۷/ص۴۹۰/ کتاب البیوع ، باب المتفرقات،مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتری الخ، مجمع الأنهر ص۸۳-۸۲ج۴ کتاب الغصب، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۴ ج۸ کتاب الغصب.

(صفحہ ہذا) [1] قال تاج الشریعة ،ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت والاللقاری وقال العینی فی شرح الهدایة،یمنع القاری للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز، شامی کراچی ص۶/۵۶، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات)

[2] ولایصح الاستیجار علی القراء ة واهدائهاالی المیت لانه لم ینقل عن احد من الائمة الاذن فی ذٰلک وقد قال العلماء ان القاری اذا قراء لاجل المال فلا ثواب لهٗ فای شئی یهدیه الی المیت، شفاء العلیل فی رسائل ابن عابدین ج ۱/ص۱۷۵/ ثاقب بکڈپو دیوبند.

روپیہ کا گھاٹا ہوگیا، ذاتی رقم اور بکر کا ایک ہزار روپیہ سب خسارے میں چلا گیا، اسی پر بس نہیں بلکہ ہزاروں کا مقروض بھی ہوگیا، پھر بھی زید کسی نہ کسی طرح وعدے کے مطابق بکر کو چالیس روپیہ ماہوار دیتا رہا، اور کبھی کبھی یکمشت سود وسو روپیہ بھی دیئے:۔

(۱) اس قسم کا معاہدہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) منافع سمجھ کر زید جو دے رہا ہے، اس کا دینا اور بکر کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے معاہدہ کرتے وقت صراحتاً کہا تھا کہ تم کو میں بطور منافع کے چالیس روپیہ ماہوار دونگا، اور منافع ہی سمجھ کر دیتا رہا، کیا اس کے باوجود بھی سود ہوگا۔

(۴) زید نے بطور منافع کے جو رقم بکر کو دی ہے، کیا قسط وار اصل رقم ایک ہزار کی ادائیگی قرار دی جاسکتی ہے۔

(۵) اس نقصان کے باوجود کیا منافع کا چالیس روپیہ ماہوار دینا اب بھی لازم ہے اور کیا اصل رقم بھی دینا ضروری ہے، اگر ضروری ہے تو موجودہ حالات میں مزید کس طرح وہ رقم ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/ قرض پر اس طرح رقم دینے کا معاہدہ کرنا اور رقم دینا جائز نہیں، یہ یقیناً سود ہے، اس کا نام منافع رکھنے سے بھی یہ سود ہی ہے، کتب فقہ میں ہے " **کل قرضٍ جر نفعاً حرام** "، درمختار[1] یعنی جس قرض سے نفع ملے وہ حرام ہے۔

(۴) اس کو اصل قرض کی ادائیگی میں محسوب کرلیا جائے، تو سود سے چھٹکارہ ہوجائے گا۔

---

[1] شامی کراچی، ص ۱۶۶/ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند ۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴/ج۴/ باب المرابحة، مطلب کل قرض جرنفعاً فهوحرام، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقة ص۱۰۲ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(۵) اصل قرض کی واپسی لازم ہے، جتنی رقم منافع کے نام پر دی جا چکی ہے، اس رقم کو ادا تصور کیا جائے، بقیہ رقم یکمشت یا قسطوار ادا کی جائے، یا معاف کرالی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۰ھ

غلہ قرض دیکر زیادہ وصول کرنا

سوال:۔ اکثر کاشت کے وقت بیج دیتے ہیں، اور ایک من کے بجائے، سوا من کھیت کاٹنے کے بعد لیتے ہیں، یہ سود ہے یا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض ہندو سے دودھ لینا

سوال:۔ ہندوؤں سے دودھ خریدنا جائز ہے یا نہیں، جب ہندو مقروض ہو اور زیادہ بھی دیتا ہے، اور روپیہ بھی وصول ہو جائے؟

---

[1] کل قرض جرنفعاً فهوحرام قا ل الشامی ای اذاکان مشروطاً الدرالمختارمع الشامی ص۲۹۵/ ج۷/ مطبوعه زکریا، مطبوعه کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ص۱۷۴/ ج۴/ کتاب البیوع، باب المرابحة الخ، فصل فی القرض، الاشباه والنظائر ص۱۴۴، الفن الثانی کتاب المداینات، اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص۱۰۲ دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں دو چیزیں ہیں ایک بائع کا ہندو ہونا دوسرے بائع کا مقروض ہونا، اوراس وجہ سے اس کا زیادہ دینا، پہلی چیز کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اس کی ناپاکی کا علم نہ ہوتو اس کا خریدنا جائز ہے، اورناپاکی معلوم ہونے کے بعد ناجائز۔[1]

دوسری چیز کے متعلق یہ ہے کہ یہ زیادتی سود کے حکم میں ہے، جن حضرات کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے ان کے نزدیک کفار سے سود لینا درست ہے،[2] اور جن کے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں ان کے نزدیک یہاں سود لینا درست نہیں، دونوں طرف گنجائش ہے، اختلاف کی وجہ سے نہ لینا احوط ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ذی الحجہ ۵۳ھ

مسلم فنڈ سے متعلق تحقیق

سوال: ۔حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کل جابجا مسلم فنڈ

---

[1] کما یستفاد من هذه العبارة هذا اذ لم یعلم بنجاسة الاوانی فاما اذا علم فانه لایجوز ان یشرب ویأکل منها الخ، عالمگیری ص۵/۳۴۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشرفی اهل الذمة الخ، عالمگیری کوئٹه ص۱/۲۵، کتاب الطهارة، الفصل الثانی فیمالایجوز به التوضو، شامی زکریا، ص ۳۵۹/ج ۱/ باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة)

[2] ولاربابین حربی ومسلم الخ الدرالمختار مع الشامی، ص۴۲۲/ج۷/ مطبوعه زکریا، مطبوعه کراچی ،ص۱۸۶/ج۵/ باب الربا ،کتاب البیوع، زیلعی ص۹۷ج۵ باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۲۷ ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ولوسلمنا جواز الربا بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاط والتوقی عنه اولیٰ واحریٰ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابواب الربوٰ، تحقیق کون الهند دار الحرب، مطبوعه کراچی.

کا قیام ہوتا جارہا ہے، جمعیۃ العلماء کے پروگراموں میں اس کو بھی شامل کیا گیا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کا قیام حضرت مولانا اسعد صاحب کی سرپرستی میں، اور لکھنؤ، رائے بریلی میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کی سرپرستی میں ہے، اور جابجا اسی طرح ہوتا جارہا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کے کسی پروگرام کے موقع پر آپ کے اردگرد مدرسہ کے بہت سے مدرسین وعلماء جمع ہوگئے تھے، اس وقت آنجناب نے یہ فرمایا تھا کہ ایک فتویٰ میں نے لکھا ہے، اس کو دیکھ لو؟ پھر سوال کرو، میں جواب دونگا، اس وقت سارے لوگوں کے سوال کا جواب دینا مشکل ہے، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری بار بار آپ کے پاس جاکر سوال کئے جس کو انہوں نے آکر بتلایا اور اخیر میں کہا کہ اب مجھ کو اطمینان ہوگیا۔

یہاں بھی مسلم فنڈ قائم ہے، آپ حضرات کے اس پروگرام کی ہمت افزائی کی وجہ سے ہم لوگوں کو شرح صدر رہا کہ جائز ہے، لیکن اسی دوران کچھ لوگوں نے بہار امارت شرعیہ اور دارالعلوم دیوبند مفتی احمد علی سعید صاحب سے فتاویٰ منگائے، جس میں ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا گیا، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ کا لکھا ہوا فتویٰ جس پر حضرت والا کے دستخط ہیں، اس میں جائز کہا گیا ہے، تینوں فتاویٰ منسلک ہیں، مسلمانوں کے اس ملی کام کے لئے دفتر کا قیام، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر مصارف ضروری ہیں، اگر فارم یا معاہدہ نامہ کی قیمت دفتری ضرورت کے موافق نہ رکھی جائے، بلکہ کم رکھی جائے، تو کام چلنا مشکل ہے، اس لئے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے، فتویٰ صادر فرمایا جائے، سوالات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) قرض کے فارم، معاہدہ نامہ کی قیمت، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر دفتری مصارف کے لحاظ سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر فارم قرض، معاہدہ نامہ کی تجدید اور اسی کی ازسر نو قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟

ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے، کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا۔

(۴) فارم ،قرض ومعاہدہ نامہ کی قیمت قرض دیتے وقت وضع کر لی جائے، یا وہ اپنے پاس سے ادا کرے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ اور ضروریات مصارف سے بچ جائے ، اس کا مصرف کیا ہے ،صرف فقراء پر اس کا صدقہ ضروری ہے یا مسلمانوں کے دیگر ملی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے؟

(۶) قرض حاصل کرنے والے کی جو رقم مسلم فنڈ میں کسی دوسری قسط امانت وغیرہ میں جمع ہے اگر مستقرض یہ چاہتا ہے کہ میرا قرض اس مد سے وضع کر لیا جائے، اور میری مرہونہ شئی مجھے واپس کر دی جائے ،فروخت نہ کی جائے ،تو ایسی صورت میں شئی مرہونہ کی فروختگی جمع شدہ رقم سے وضع کئے بغیر جائز ہے کہ نہیں؟

(۷) شئی مرہونہ پر قرض کی میعاد گذرنے کے بعد کرایہ کے طور پر مزید کوئی رقم قرض گیرندہ سے وصول کرنا کیسا ہے؟ شئی مرہونہ کی حفاظت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے، مسلم فنڈ پر یا مستقرض پر؟

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے سودی لین دین سے مسلمانوں کو بچانے کی نیت رکھیں یا اس سے حاصل شدہ آمدنی سے مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت رکھیں دونوں نیتوں میں سے کس کو اصل بنائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح ربا کی حرمت منصوص ہے، بیع مطلق کی حلت بھی منصوص ہے ''اَحَلَ اللّٰہُ

الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰ[1] الایۃ) معاملہ سود کرنے کے سلسلہ میں متعدد اشخاص پر لعنت آئی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

"قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم "یہ روایت بحوالہ مسلم[2] مشکوٰۃ شریف، ص۲۴۴/ میں موجود ہے۔

دوسری روایت میں سود کے ایک درہم کو چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر فرمایا ہے،[3] ایک روایت میں اپنی ماں سے بدفعلی کرنے کے برابر بتایا گیا ہے،[4] اس لئے مسلمانوں کو سودی کاروبار، لین دین کرنے کے پاس بھی نہیں جانا چاہئے، سود حاصل کرنے کی نیت سے حیلہ اختیار کرنا بھی ممنوع ہے، لیکن سود سے بچنے کی نیت سے جائز تدبیر اختیار کرنا بھی درست ہے،[5] جو شخص صرف خوف خدا کے پیش نظر حرام سے بچنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکے لئے مخرج

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ۳/ آیت ۲۷۵/

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:. رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے سود کھانیوالے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اسکے لکھنے والے پر اور اسکے گواہوں پر اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (ومسلم شریف ص۲۷/۲، باب الربا، مطبوعہ سعد دیوبند)

[3] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم درھم ربوٰ یأکلہ الرجل وھویعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ الحدیث مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/باب الربا.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جس کو انسان جان کر کھائے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

[4] عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، الربا سبعون جزأً أیسرھا أن ینکح الرجل امہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۶ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[5] ان کل حیلۃ یحتال بھا الرجل لابطال حق الغیر اولاد خال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام اولیتوصل بھا الی حلال فھی حسنۃ. عالمگیری ص۳۹۰/ ج۶/ کوئٹہ پاکستان، کتاب الحیل، مبسوط للسرخسی ص۲۱۰ ج۳۰ کتاب الحیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، المحیط البرھانی ص۶۷، ج۲۱، کتاب الحیل، الفصل الاول، مطبوعہ ڈابھیل.

بنادیتے ہیں، ”ومن یتق اللّٰہ یجعل لہٗ مخرجاً“[1]

عقود مالیہ میں احدالعاقدین کو کچھ زیادتی حاصل ہوجائے، اگرچہ مثلیات ہی میں ہواس میں بھی دوصورتیں ہیں کبھی وہ زیادتی حرام ہوتی ہے، اور کبھی حلال۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعلیٰ قسم کی کھجوریں لائی گئیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہاں کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں، عرض کیا گیا نہیں، دوصاع یہ معمولی کھجوریں دیکر ایک صاع اعلیٰ کھجوریں لیجاتی ہیں، ارشاد فرمایا ارے یہ تو سود ہے[2]

حدیث مشہور میں چھ چیزوں کو فرمایا گیا” مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوٰ“[3] ان میں کھجوریں بھی ہیں، پھر اس کی ترکیب بیان فرمائی کہ اعلیٰ کھجور روپے کے عوض میں خرید لو، مثلاً ایک روپیہ کی ایک صاع اور پھر بائع اس روپے کے عوض تم سے دوصاع معمولی کھجور

---

[1] سورہ طلاق پارہ ۲۸/ آیت ۲/

[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استعمل رجلاً علی خیبر فجاء بتمر جنیب فقال لہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم أکل تمرخیبر ھکذا قال لاواللّٰہ یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انأ لنأخذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلٰث فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلا تفعل بع الجمع بالداراھم ثم ابتع بالدراھم جنیباً.(مسلم شریف، ص۲۶/ج۲/کتاب المساقاۃ والمزارعۃ،باب الربا، مطبوعہ سعد دیوبند، بخاری شریف، ص۲۹۳/ج۱/ کتاب البیوع باب اذا ارادابیع تمربتمر خیرمنہ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا، وہ کچھ عمدہ چھوارے آپؐ کے پاس لایا تو رسول خدا ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا خیبر کے سب چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ نہیں، واللہ اے رسول خدا ﷺ ہم ان چھوہاروں کا ایک صاع دوسرے چھوہاروں کے دوصاع کے عوض ہیں، اور پھر ان چھوہاروں کے دوصاع دوسرے چھوہاروں کے تین صاع کے عوض ہیں، خریدتے ہیں ،تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو، تم ان چھواروں کو درہم کے عوض فروخت کرو۔

[3] مسلم شریف، ص۲۵/ج۲/(باب الربا)، مطبوعہ سعد دیوبند.

لے لے، حال تو یہی رہا کہ ادھر ایک صاع ادھر دو صاع جس کی ممانعت ہے، لیکن ایک صاع دو صاع کا براہ راست معاملہ نہیں کیا گیا، بلکہ دونوں طرف کھجوریں روپے سے خریدی گئیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے ''کتاب الحیل'' میں قال بعض الناس فرما کر متعدد اعتراضات کئے ہیں، انہوں نے صرف مال کو دیکھا لیکن یہ غور نہیں فرمایا کہ درمیان میں کوئی حائل بھی ہے، بیع کی قیمت عاقدین کی رضامندی پر ہے، جو کچھ طے ہو جائے، ایک چادر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً ستائیس اونٹوں میں خرید تھی[1]

اگر کوئی فرد یا جماعت سود سے بچنے کی نیت کرے اور اس کا اظہار بھی کر دے تو اس کے اظہار رائے کے خلاف رائے قائم کرنے کا کسی کو کیا حق ہے، ''**هلا شققت قلبه**''[2]

حدیث پاک میں ہے ''**لكل امرئ مانوىٰ**''[3] فقہ میں ہے ''**الامور بمقاصدها**''[4] اس لئے سود حاصل کرنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر اختیار کرنا ممنوع ہے، اور سود سے بچنے کے لئے تدبیر اختیار کرنا درست ہے، نماز جیسی عبادت، بلکہ ام العبادات بھی نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے منہ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، اور اسکا ثمرہ ویل ملتا ہے، ''**فويل للمصلين الاية**''[5] ہجرت بھی قابل قبول نہیں ہوتی، جو شخص سود سے بچنا چاہتا ہے، وہ ماجور ہے جب دو معاملے ہوں ایک قرض کا جس کا تعلق روپے ورہن سے ہے، دوسرا بیع کا جس کا تعلق کاغذ

---

[1] ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشترى حلةً ببضعة وعشرين قلوصاً الحديث. ابوداؤدشريف، ص ۵۵۹/ج۲/ (كتاب اللباس) مطبوعه سعد ديوبند.

[2] مسلم شريف ص۶۸/۱، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لااله الا الله، كتاب الايمان، مطبوعه سعد ديوبند، ابن ماجه شريف ص ۱۸۱، ابواب الفتن، مطبوعه رشيديه ديوبند،

[2] مشكوٰة شريف ،۱۱/(عن عمربن الخطاب)كتاب الايمان، مطبوعه ياسر نديم دوبند، بخارى شريف ص ۲ ج ۱ باب كيف كان بدؤا الوحى الخ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] الاشباه والنظائر،ص۵۳/القاعدة الثانية، مطبوعه دار العلوم ديوبند، قواعد الفقه ص ۶۲ رقم القاعدة ۵۱، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، سهارنپور.

[4] سورۂ ماعون پارہ ۳۰/آیت ۴/.)

وفارم سے ہے، اور دونوں شرعاً درست ہوں تو مجموعہ کو بھی درست کہنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ نے حوادث[1] الفتاویٰ میں حصہ ثانیہ ص ۵۵/ پر ایک اشکال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:۔

الجواب، منی آرڈر، مرکب ہے، دو معاملہ سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرا اجارہ جو فارم پر لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے لیجاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

اگر "صفقة فی صفقة" کا اشکال ہو تو منی آرڈر میں بھی ہے، پس فنڈ سے روپیہ لینے میں دو معاملے ہیں، ایک رہن بالقرض یا قرض بالرہن اس کا تعلق روپے سے ہے، اور شئی مرہون زیور وغیرہ سے ہے، دوسرا معاملہ بیع ہے، اس کا تعلق کاغذ فارم، معاہدہ نامہ دونوں معاملے الگ الگ درست ہیں پس مجموعہ بھی درست ہے۔

رہی یہ بات کہ فارم کی قیمت زیادہ ہے، سو بعض کی اپنی اصلی مالیت کے اعتبار سے گو کم قیمت ہو مگر کسی صفت خاصہ کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے، سرکاری اسٹامپ مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں، خود اتنی مالیت کے نہیں مگر ان کے ذریعہ عدالتی کاروائی کی جاتی ہے، اسلئے ان کی قیمت زیادہ ہے، ایسے ہی یہ فارم چاہے کتنا ہی کم قیمت سہی مگر اس کے ذریعہ قرض ورہن کا معاملہ سہل وآسان ہو جاتا ہے، اسلئے اگر زیادہ قیمت ہو تو کوئی اشکال نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے منی آرڈر کے جواز کی دوسری وجہ ابتلاء عام بھی بیان فرمائی ہے، مگر اول تو وہ پہلی علت کی وجہ سے جائز فرما چکے ہیں، یعنی دو معاملے الگ الگ، دوسرے یہ کہ ابتلاء عام حرام کو حلال کرنے میں مؤثر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ابتلاء عام درجۂ علت میں نہیں، بلکہ موقعہ مصلحت میں ہے، اصل علت وہی ہے کہ دو معاملے الگ الگ ہیں:

---

[1] امدادالفتاویٰ، ص ۱۴۶/ ج۳/ (مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

اب نمبروار آپ کے سوالات کے جوابات درج ہیں:۔

(۱) فارم کی قیمت متعین کر لینا درست ہے، خاص کر جب کہ سود سے بچنے کیلئے دفتری طور پر یہ کام کیا جائے، کہ کسی کو نفع اندوزی مقصود نہیں، فتح القدیر[۱] میں جزئیہ موجود ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ بڑی قیمت (ایک ہزار) پر فروخت کرنا درست ہے، یہاں تو یہ کاغذ صرف پرزہ بھی نہیں، بلکہ ایک درجہ میں میں چیک کی حیثیت رکھتا ہے، چیک کی بیع کے متعلق ردالمحتار شرح درالمختار[۲] میں بحث موجود ہے۔

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر معاملہ ختم کر دیا جائے، مستقرض سے کہا جائے کہ اپنا رہن واپس لیلو[۳] قرض ادا کر دو اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لئے نہ ہوں تو وہ کہیں سے قرض لیکر دیدے، پھر فنڈ سے مستقل معاملہ کر لے، لیکن پہلا معاملہ ختم کئے بغیر فارم تو وہی رہے، فارم قرض کی قیمت از سرے نو لیجائے یہ درست نہیں۔

(۳) جب معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائے گا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے[۴]، وکیل کو فروخت

---

[۱] لوباع كاغذة بالف جاز الخ فتح القدير، ج۷/ص ۲۱۲/ كتاب الكفالة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲] ردالمحتار، ص ۳۳/ج۷/ مطبوعه زكريا ديوبند مطبوع كراچى ،ص ۵۱۷/ ج۴/ كتاب البيوع) (مطلب فى بيع الجامكية)

[۳] وللمرتهن ان يطالب الراهن بدينه هدايه،ص ۵۲۰/ج۴/ مطبوعه تهانوى ديوبند) كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۳۷ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۴] اذاوكل الراهن المرتهن بيع الرهن فالوكالة جائز .هدايه ،ص ۵۳۸/ ج۴/ (مطبوعه تهانوى ديوبند) كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يد العادل، البحر الرائق ص۲۵۶ ج۸ كتاب الرهن باب الرهن، يوضع على يد عدل مطبوعه، كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۸۹ ج۴ دار الكتب العلمية بيروت.

کرنے کا اختیار ہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد راہن کو واپس کر دے[1]

(۴) فارم قرض معاہدہ نامہ قیمت دے کر مستقل خریدا جائے، تاکہ وہ معاملہ مستقل رہے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ وضروری مصارف سے بچ جائے، اس کو فنڈ کی توسیع میں خرچ کیا جا سکتا ہے[2]، اور بہتر تو یہ ہے کہ جیسے جیسے رقم زائد بچتی جائے، فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت میں تخفیف کر دی جائے۔

(۶) جب کہ راہن کی کوئی رقم کسی دوسری مد میں فنڈ میں جمع ہے اور وہ کہتا ہے کہ مقدار قرض اس رقم سے وصول کر لیں، اور میرا زیور واپس کر دیں، تو پھر شئی مرہونہ کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ مؤکل نے وکیل کو بیع مرہون سے معزول کر دیا[3] اب اس کو بیع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) شئی مرہونہ واپس کرتے وقت قرض گیرندہ سے کوئی مزید رقم بنام کرایہ حفاظت وصول کرنے کا حق نہیں[4]

---

[1] وان كان قيمة الرهن اكثر فالفضل امانة هدايه ص ۵۱۹/ج۴/مطبوعه تهانوى ديوبند، كتاب الرهن، بحر كوئٹه ص۲۳۳ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۷۲/۴، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شئى يبدأ بما هواقرب .شامى زكريا،ص ۵۶۰/ج۶/ كتاب الوقف (مطلب يبدأ بعد العمارة بماهواقرب)

[3] وللمؤكل ان يعزل الوكيل الخ هدايه ،ص ۱۹۹/ج۳/ مطبوعه تهانوى ديوبند.(كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، مجمع الأنهر ص۳۳۸ج۴، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۸۷ ج۷ باب عزل الوكيل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[4] لوشرط الراهن للمرتهن اجرة على حفظ الرهن لايستحق شيأ شامى زكريا، ص۹۴/ج۱۰، وشامى كراچى ص۴۸۷/ ج۶/ كتاب الرهن، سكب الأنهر ص۲۷۶ ج۴ كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۳۹ ج۸ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے مسلمانوں کوسودی لین دین سے بچانے کی نیت رکھیں، مسلمانوں کے رفاہی کاموں کوزیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت ہرگز نہ رکھیں، بلکہ اگر فنڈ اس حیثیت میں ہوجائے کہ اس کوقرض کے فارم ومعاہدے نامہ کی قیمت کی ضرورت نہ رہے تو فارم ومعاہدہ نامے بلا قیمت ہی دیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور ۸/۹/۱۴۰۲ھ

جواب مذکور پر اشکال

سوال:۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ استفتاء کا جواب مل گیا ،لیکن طالب علمانہ دوخلجان ہیں، پہلا یہ کہ مسلم فنڈ قرض اسی وقت دیتا ہے، جب فارم خرید کرلایا جاوے، یہ بات لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اسی پر تعامل ہے، یہ قرض بشرط بیع معلوم ہوتا ہے، اور "لایحل سلف وبیع "کی ممانعت کے تحت داخل معلوم ہوتا ہے، دوسرا خلجان یہ ہے کہ دومعاملے جب الگ الگ درست ہوں تو مجموعہ بھی درست ہو، یہ قاعدہ سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ بیع اوراعتاق یا بیع اوراجارہ یا بیع اوراعارہ وغیرہ دونوں الگ الگ صحیح ہوں، اوران سب کوبیع کیلئے شرط بنادیا جاوے، اور مجموعہ صحیح ہوجائے، ایسا نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگنے کی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اس لئے قرض الگ صحیح ہواور فارم کی بیع الگ صحیح ہو، اور بیع قرض کے لئے شرط بن رہی ہو، پھر بھی مجموعہ صحیح ہو محل اشکال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا معاملہ ایک شخص سے ہے کہ اس سے فارم خریدیں، پھر اس کو کوئی مطلب نہیں

کہ خریدار اس کو استعمال کرتا ہے، یا نہیں یہ بلاشرط ہے، درست ہے اگرچہ بائع وکیل ہو، مقرض کا مگر حقوق عقد بیع (خیار او بالعیب تسلیم بیع قبض ثمن وغیرہم) وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں، جب اصیل عاقد نہ ہو بلکہ وکیل عاقد ہوتی کہ اگر ملک مسلم میں کسی طرح کوئی ممنوع العقد چیز، خمر، خنزیر، مثلاً آ جائے، وہ خود اس کو فروخت نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کے حق میں وہ مال متقوم نہیں، البتہ کسی ذمی کی توکیل کے ذریعہ بیع ہوسکتی ہے[1] قرض ودین کا معاملہ مقرض سے ہے، اس کی طرف سے اتنی شرط ہے کہ مخصوص فارم پر کر کے دو، ایک طرح اس کا ثبوت نص میں بھی ہے، "**یاایھاالذین اٰمنوا اذاتداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ**" **الایۃ**[2] اگر کوئی کاتب اجرت کتابت لے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ قرض شرط نہیں جس کی بناء پر معاملہ قرض ناجائز ہوجائے، کاتب وکیل مقرض ہو یا غیر سب کا حکم ایک ہے۔

شخص واحد سے دو معاملے ہوں اور ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، پھر بھی مجموعہ درست ہو اس پر جو خلجان ہے اس کا تعلق حضرت تھانویؒ کی منقولہ عبارت سے ہے ،اس کا جواب جس طرح آپ میرے ذمہ سمجھ رہے ہیں، آپ کے ذمہ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ دو معاملوں میں سے ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، تب ناجائز ہے جیسے پھلوں کی بیع درختوں پر اور پھل پکنے تک درختوں کو اجارہ پر لیا جائے، یا اعارہ پر لیا جائے، یہ شرط کر لی جائے۔

میں نے تو مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی

---

[1] ان المسلم لا یملک بیع الخمر ویملک توکیل الذمی به الخ شامی کراچی ص ۵۱۱ ج۵ کتاب الوکالۃ.

[2] سورہ بقرہ پ۳/آیت ۲۸۲/

ترجمہ:. اے ایمان والوں جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

کو علیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائیں اگر کوئی مقرض کتابت کو شرط قرار دے تو یہ درست ہے، اس کی مہذب اور سہل صورت یہ ہے کہ یہ فارم اور اس کی قیمت بمنزلہ اجرت کتابت ہے اور فارم بھی متقوم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۹/۱۴۰۲ھ

اشکال باقی ہے

حضرت والا کی دعاء سے بخیریت پہنچ گیا تھا، مدرسہ کی قریب والی مسجد میں اعتکاف اخیر عشرہ کا کیا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، حضرت مولانا منور حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، مسلم فنڈ کے فتویٰ دینے کے بعد حضرت والا نے فرمایا تھا، کہ مزید سوال کرنا چاہو تو بھیجو اجازت ہے، اس لئے چند سوالات کرتا ہوں؟

تیسرا سوال یہ تھا کہ قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس دینے کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے، یا نہیں؟ ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے وکیل کو فروخت کرنے کا اختیار ہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد کو واپس کر دے۔

مدرسہ کے مفتی حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک اشکال کیا تھا، وہ اشکال مجھے بھی ہوا تھا، تو حضرت والاؒ نے جواب دیا تھا کہ دو صورت ہیں، ایک صورت یہ ہے زبان سے فروخت کرنے کو روک دے، تو اس صورت میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ موکل نے وکیل کو معزول کر دیا۔

دوسری صورت یہ کہ زبان سے منع نہ کرے، بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ فروخت نہ کرے، تو ایسی صورت میں فروخت کرنا جائز ہے، جواب اسی صورت پر محمول ہے، سوال یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کرتا، اور زبان سے شئی مرہون کی فروختگی کو روکتا ہے، تو ایسی صورت میں قرض کی ادائیگی کیسے ہو مستقرضین کا حال یہ ہے کہ ادائیگی میں بڑی ٹال مٹول کرتے ہیں، تو ادائیگی قرض کی کیا شکل ہو؟

(۲) مسلم فنڈ کے ذمہ دار تنخواہ ملازمین سے کام کراتے ہیں، ایک ملازم صرف فارم فروخت کرتے ہیں، دوسرا ملازم قرض دیتا ہے، کاغذات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اور ہر ملازم اپنا متعلقہ کام اسی کاغذ کے آنے پر کرتا ہے، نہ ایجاب ہوتا ہے نہ قبول سارا نفع فنڈ کو ملتا ہے، حضرت والاؒ نے میرے خلجان دوسرے کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی کو علیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائیں، مسلم فنڈ نے اگر اپنا ایک ملازم فارم فروخت کرنے پر مقرر کر دیا حالانکہ وہ دفتر ہی کا آدمی ہے، اور فائدہ مسلم فنڈ ہی کو ملتا ہے، تو کیا یہ صورت آپ کی مقرر کردہ صورت میں داخل ہے یا نہیں، یعنی اس صورت سے جو نفع مسلم فنڈ کو حاصل ہوا وہ درست ہوگا یا نہیں، اگر اجنبی آدمی فارم فروخت کرے اور نفع خود لے تو ایسی صورت میں مسلم فنڈ کے اخراجات کیسے پورے ہوں فارم کی قیمت تو فروخت کرنے والا لے گا، مسلم فنڈ کے ہاتھ کیا آئیگا، کہ وہ ہر ضروریات پوری کرے خط کشیدہ صورت کا نفع اگر مسلم فنڈ کو جائز ہو جاتا ہے، تو کل قرض جر بہ نفعا فہو ربوٰ سے اس کا اخراج کس طرح ہوگا، اگر ایک آدمی قرض اس صورت پر دے کہ فلاں سامان میرے وکیل بالبیع سے خریدو اور وہ سامان بہت گراں فروخت کرتا ہے، اور مستقرض مجبوراً اس کو خریدتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے، درانحالیکہ نفع مقرض ہی کو ملے گا

الجواب حامداًومصلیاً

”قال فی الدرالمختار فان شرطت الوکالة فی عقد الرهن لم ینعزل بعزل ولابموت الراهن ولاالمرتهن للزومها بلزوم العقد الخ وقال قبله فان وکل الراهن المرتهن اووکل العدل اوغیر هما ببیعه عندحلول الا جل صح توکیله الخ قال الشامی تحت قوله للزومها بلزوم العقد لانها لماشرطت فی ضمن عقد الرهن صارت وصفا من اوصافه وحقا من حقوقه الا تری ان عقد الوکالة لزیادة الوثیقة فیلزم بلزوم اصله وتمامه فی الهدایة. رد المحتار، ص ۳۳۴/ج۵/[1]

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ جب اصل قرضہ ورہن میں بطور معاہدہ یہ شرط درج ہے کہ میعاد مقررہ پر اگر قرض واپس نہ کیا تو ہم اسکو یعنی شئی مرہون کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لینگے، تو پھر مقرض کو حق ہے کہ حلول اجل پر مرہون کو بحیثیت وکیل راہن فروخت کردے، اگر راہن اجازت بیع نہ دے اور دین بھی واپس نہ کرے تو اس صورت میں وکیل معزول نہیں ہوگا وکالت مقررہ سے، یہ صورت وکالت جو کہ ضمن رہن میں ہے مستثنیٰ ہے رہن بھی توثیق کیلئے ہے، کہ اصل دین ضائع نہ ہوجائے، اور توکیل زیادہ توثیق کے لئے ہے۔

سوال نمبر۶/ کے جواب میں جو کچھ عزل وکیل کے متعلق لکھا گیا ہے، وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ مستقرض کی رقم پہلے سے دوسرے مد میں جمع ہے، وہ اس سے دین وصول کرنے کی اجازت دیتا ہے، اور شئی مرہون کو واپس مانگتا ہے، تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ

---

[1] درمختار مع الشامی، ص ۵۰۳/ج۶/ مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا دیوبند، ص ۱۱۹/ج۱۰/ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، هدایة ص۵۳۸ ج۴ کتاب الرهن، باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص۲۵۶ ج۸ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

دین واپس کر کے مرہون کو واپس لیتا ہے، جب کہ مقرض کو جنس دین بغیر کسی خلجان کے وصول ہو رہا ہے، تو مقصد دین (توثیق) اور مقصد وکالت (زیادہ توثیق) حاصل ہے، اور وکالت اسی لئے تھی کہ وصول دین ہو جائے، اور اب وکالت بیع مرہون سے معزول کرتا ہے تو انعزال ہو جائے گا، نیز وکیل اگر بیع مرہون کرے اور پھر اس کی قیمت سے دین وصول کرے تو یہ طول عمل بلا فائدہ ہے اور اس میں مستقرض کا ضرر بھی ہے۔

(دوم) جب حقوق عقد عاقد کی طرف عائد ہیں اور عاقد وکیل اصیل ہے تو کیا خلجان ہے، مقرض اور ہے اور بائع اور ہے، اگر چہ بائع وکیل مقرض ہے، نیز بیع فارم بلا شرط ہے، البتہ مشتری اس سے فائدہ قرض کا حاصل کرتا ہے، تو یہی بیع پر قرض مرتب ہوتا ہے، نہ کہ قرض پر بیع اور بیع میں نفع درست ہے، قرض میں درست نہیں، یہ نہیں فرمایا گیا کہ "**کل بیع جر نفعاً فھو ربو**" حتی کہ بیع کی ایک مستقل قسم کا نام ہی بیع مرابحہ ہے اس میں نفع صراحۃً ہوتا ہے[1] بیع کے لئے صریح ایجاب وقبول کے بجائے، اگر تعاطی ہو جائے، تب بھی درست ہے، جیسے ایک شخص کارڈ فروخت کرتا ہے، اس طرح کہ مشتری پیسے رکھ دیتا ہے، کارڈ اُٹھا لیتا ہے، زبانی ایجاب وقبول کچھ نہیں ہوتا[2] "**شراء شئی یسیر بثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکرہ الخ درالمختار وقال الشامی بعد نقل صورالاختلاف وقال شمس الائمة الحلوانی یفتیٰ بقول الخصاف وابن سلمة ویقول ھذا لیس بقرض**

---

[1] قال المرابحة نقل ما ملکه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زیادة ربح، هدایة ص۷۰ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه تهانوی دیوبند، سکب الأنهر ص۱۰۶ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۳۴۹ ج۷ باب المرابحة والتولیة.

[2] إن حقیقة التعاطی وضع الثمن وأخذ المثمن عن تراض منهما من غیر لفظ، شامی زکریا ص۲۷ ج۷ کتاب البیوع، قبیل مطلب البیع بالتعاطی، بحر ص۲۷۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، قواعد الفقه ص۲۳۰، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

جر منفعة بل هذا بيع جر منفعة وهي القرض الخ ردالمحتار ،ص ۱۷۵ / ج۴/"[1]
شائع شدہ تعمیری پروگرام کی روشنی میں اور مسلم فنڈ دیوبند کے طرز پر ایک مسلم فنڈ قائم کیا ہے،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلم فنڈ کی رقوم کو بینک یا ڈاکخانہ میں رکھنا

سوال:۔علاقہ بنجھار پور ضلع کٹک کے چند نوجوانوں نے جمعیۃ علماء ہند کے اس میں داخل شدہ تمام رقوم امانت کی حفاظت کافی الحال کوئی ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے اراکین مسلم فنڈ نے مشورہ کر کے ڈاکخانہ میں یہ رقوم جمع کر کے پاس بک کھلوالیا ہے، آئندہ ارادہ ہے، کہ جب فنڈ کی آمدنی معتد بہ ہوگی تو اس کی حفاظت کا انتظام بھی اپنے طور پر کرلیا جائے گا، اس پر بعض ممبران کو اعتراض ہے کہ رقوم امانت کا ڈاکخانہ یا بینک وغیرہ میں جمع کرنا جائز نہیں، چونکہ گورنمنٹ ان رقوم کے اندر تصرف کرتی ہے، اور امانت کے اندر تصرف جائز نہیں، یہ ہے مبنیٰ اعتراض کا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقوم امانت بغرض حفاظت اگر ڈاکخانہ یا کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں جمع کیا جائے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ نیز واضح رہے کہ یہ مسلم فنڈ شائع شدہ دستور العمل کے، ص۳ / پہلی سطر بعنوان ''سرمایہ'' یہ عبارت مرقوم ہے ''مسلم فنڈ دیوبند کا سرمایہ خزانہ دارالعلوم اور کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہیگا'' اس معاملہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] الدرالمختارمع ردالمحتار ،ص۱۷۵ / ج۴/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ،مطبوعه زكريا ديوبند ۳۹۶ / ج۷/ مطبوعه كراچی پاكستان ،ص ۱۶۷ / ج۵/ كتاب البيوع، فصل فی القرض، البحر الرائق ص۱۲۴ ج۶ باب المرابحة والتولية، تتمه فی مسائل القرض، مطبوعه الماجدية كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

امانت عامۃً دو قسم کی رکھی جاتی ہے، ایک نوٹ کی شکل میں دوسری سونے، چاندی یا زیور کی شکل میں، دوسری قسم کو تو بعینہٖ محفوظ رکھا جاتا ہے، اس میں تصرف نہیں کیا جاتا، پہلی قسم میں تصرف کیا جاسکتا ہے، آپ مسلم فنڈ سے براہِ راست تحقیق کرلیں کہ اس کا کونسا سرمایہ خزانہ دارالعلوم یا رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہتا ہے، یہ ظاہر بات ہے کہ امانت کو بعینہٖ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں تصرف جائز نہیں[1] ہاں اگر اصل مالک اجازت دیدے تو تصرف درست ہے، پھر یہ امانت نہیں رہے گی، بلکہ اس کو قرض کہا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ

سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنا

سوال:۔ دیوبند اور سہارنپور میں جو سوسائٹی قائم ہے، جس میں مسلمان پیسہ جمع کرتے ہیں، کیا اس میں پیسہ جمع کرنا جائز ہے جب کہ وہ پیسہ کے مطابق ماہانہ خرچ بھی وصول کرتے ہیں، اس طرح کہ اگر کوئی شخص زیور رکھ کر پیسہ لیتا ہے تو فی صد پر ایک روپیہ بھی اس کو دینا پڑتا ہے، تو کیا یہ ایک روپیہ لینا جائز ہے جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفاظت کیلئے پیسہ وغیرہ جمع کرنا جائز ہے، حساب اور حفاظتی انتظام کیلئے کاپی وغیرہ

---

[1] ولیس للمودع حق التصرف والا ستربا ح فی الودیعة، عنایة علی فتح القدیر، ص۴۹۰/ج۸/ مطبوعه بیروت، کتاب الودیعة، دار الفکر بیروت، مبسوط سرخسی ص۱۲۲ ج۱۱ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۳۳۸ج۴ کتاب الودیعة، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

میں لکھتے ہیں اوراس کی قیمت وصول کرتے ہیں یہ درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پراویڈنٹ فنڈ پر زائد رقم

سوال:۔ پراویڈنٹ فنڈ جو ملازمت سے کٹتا ہے، اس پر سود بھی ملتا ہے، اور سود اصل مال میں جڑتا رہتا ہے، کیا یہ سود لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوباع كاغذة بألف يجوز ولايكره الخ فتح القدير ،ص ۲۱۲/ ج۷/(مطبوعه دارالفكر بيروت) كتاب الكفالة.

تنبیہ:۔ سوسائٹی والوں کا زیور وغیرہ رہن رکھ کر اس کی حفاظت کے لئے فی صد ایک روپیہ بطور اجرت مرہون وصول کرنا جائز ہے۔ "عن ابی یوسف ان كراء الماوىٰ على الراهن بمنزلة النفقة الخ هدايه ص ۵۲۳/ ج۴/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) كتاب الرهن، ايضاح النوادر، ص ۱۷۲/.

[2] اس لئے کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ ملازم کی ملکیت میں نہیں ہے، اس اعتبار سے اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، "وهوفى الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض فى معاوضة مال بمال . عالمگیری ،ص ۱۱۷/ ج۳/ مطبوعه كوئٹه الفصل السادس فى تفسير الربا ،كتاب البيوع)، ملتقى الابحر ص۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۲۴ ج۶ باب الربا، تفصيل ملاحظه هو امدادالفتاوىٰ ،ص ۱۴۵/ ج۳/ نظام الفتاوىٰ، ص۲۱۳/ ج۱/ ايضاح النوادر، ص ۱۴۹ ج۱.

ایضاً

سوال:۔ جنوری ۱۹۶۳ء کے نظام باب الاستفسار میں ایک استفتاء پراویڈنٹ فنڈ کے متعلق نظر سے گذرا جس میں تحریر ہے کہ یہ فاضل رقم جوفنڈ کے طور پر ملازت سے علیحدگی کے بعد ملتی ہے، وہ سود میں داخل نہیں، اس مسئلہ کی ذرا وضاحت فرمادیجئے، فرض کیجئے، فنڈ میں تنخواہ سے مبلغ پانچ سوروپے کٹا اور سات یا آٹھ سور پیہ بعد میں ملا تو پانچسو سے جو فاضل رقم ہے، تو اگر سود نہیں تو اور کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزو تنخواہ ملازم نے خود نہیں جمع کیا بلکہ یہ سلسلہ حکومت نے اپنے قانون کے پیش نظر جاری کیا ہے، جس سے ملازم کی خیر خواہی مقصود ہے، جب تک اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہو یہ ملازم کی ملکیت نہیں، لہٰذا اس پر جو کچھ اضافہ ملتا ہے، یہ بھی سود نہ ہوگا[1] بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض محکموں میں ملازمت ختم ہونے پر حسن کارکردگی کے صلہ میں پینشن ملتی ہے، اس کو بھی سود نہیں کہا جاتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی کام میں شرکت

سوال:۔ کفار کے اشتراک میں کوئی کام تجارت کھانا، وغیرہ جائز ہے جبکہ وہ سود خور ہیں؟

---

[1] ملاحظہ ہو امدادالفتاویٰ ص ۱۴۵/ ج۳/ نظام الفتاویٰ، ص ۲۱۳/ ج ۱/ ایضاح النوادر، ص ۱۴۹/ ج ۱.

الجواب حامداً ومصلیاً

سودی کام میں اشتراک درست نہیں، سودی کھانا بھی درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی معاملہ کی اعانت

سوال:۔ میں نے ایک شخص کو ادھار بیاج پر تین ہزار روپیہ تین ماہ کے لئے دلوایا تھا، مگر روپیہ دینے والے نے بیاج کا معاملہ پہلے ہی کاٹ لیا اور میں نے اس کو تین ہزار روپے اپنے پاس سے ملا کر پورا کر دیا کیونکہ اس کو اتنے روپے کی ضرورت تھی، اب وہ روپیہ مع بیاج کے واپس دے گا، ایسی صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنا روپیہ لے سکتے ہیں مگر اس سودی معاملہ کی اعانت کے گناہ میں آپ کی بھی شرکت ہوگئی، توبہ استغفار ضروری ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلال زمین میں سودی رقم سے کرایہ کی دوکان بنوائی

سوال:۔ زید کے پاس اپنی حلال کمائی کی جگہ میں سود کی رقم سے کرائے کی دوکانیں تعمیر کیں، اور اس کی آمدنی سے زندگی گزارتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ سود کی رقم ادا کرنے کی

---

[1] اَحَلَ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰالایة سورہ بقرہ پ ۳/ آیت نمبر ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

[2] تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورہ مائدہ آیت، ۲/.

صورت میں اس کی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو جائز کرنے کی کیا صورت ہے کوئی دلیل پیش کریں تو عین نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر سود لیا ہے، اتنی مقدار ان لوگوں کو واپس کردے جن سے سود لیا ہے، یا واپسی دشوار ہو تو ان کے لوگوں کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار غرباء پر صدقہ کردے[1] پچھلے جس حلال کمائی کی زمین میں سودی روپیہ سے تعمیر کی ہے، وہ سب اور اس کی آمدنی اس کے حق میں درست ہوجائے گی، خلط کو فقہاء نے استہلاک لکھا ہے، جو کہ موجب ملک ہے، یعنی غیر کا روپیہ جو کہ ناجائز تھا، اس کو اپنے جائز روپیہ میں مخلوط کرلینے سے اس ناجائز پیسے پر ملکیت حاصل ہوجائے گی[2] البتہ اتنی مقدار کو واپس کرنا یا تصدق لازم ہوگا، شامی کتاب الحج میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے، نیز جلد رابع کتاب البیوع[3] اور جلد خامس[4] میں بھی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۹ھ

---

[1] يجب عليه ان يرده ان وجد المالک والا ففی جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلک الاموال علی الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ ج۱/ مطبوعه رشيديه سهارنپور، کتاب طهارة، باب فرض الوضو، شامی زکريا ص ۳۰۱ج۷ باب البيع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[2] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه لان الخلط استهلاک الخ .الدر المختار علی الشامی زکريا، ص۲۱۷/ج۳/ کتاب الزکوٰة، باب الغنم، النهر الفائق ص۴۱۳ج۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۱۵۴ ج۶ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بيروت.

[3] شامی زکریا،ص۳۰۱/ج۷/ کتاب البيوع ،باب البيع الفاسد.مطلب فيمن ورث مالاً حراماً.

[4] شامی زکريا ،ص۵۵۴/ج۹/ کتاب الخطر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البيع .

سود کا روپیہ آ گیا اس کو کہاں استعمال کیا جاوے

سوال:۔ (۱) سود کا پیسہ گھر کے پاخانہ یا عام پاخانہ یا مسجد کے پاخانہ میں استعمال کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سود کا پیسہ غریب کافر کو دیدے، تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سود کا پیسہ غریب کو بغیر ثواب کی نیت کے دیدے تو صحیح ہے کہ نہیں؟

(۴) سود کے پیسے سے راستہ بنائے یا غریب کا گھر بنائے یا راستہ میں لائٹ لگائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) غریب کافر یا غریب مسلمان کو سود کے پیسہ سے کپڑا لے دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) سود کا پیسہ کرکٹ یا فٹ بال اور کسی کھیل میں دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) سود کا پیسہ اسکول کے باغ کے واسطے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۸) سود کے پیسہ سے کنواں بنانے یا عام شئی بنانے یا چکی بنانے کے لئے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سود لینا دینا حرام ہے[۱]، اول تو جس سے لیا ہے اسی کو واپس کر دیا جائے، اگر کسی طرح بینک وغیرہ سے سودی پیسہ آ گیا ہے تو اس کو بغیر نیت ثواب غریبوں میں دیدے[۲]، مسجد

---

[۱] "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" سورہ بقرہ آیت ۲۷۵/ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرمادیا. (ازبیان القرآن) "اٰکل الربوٰ والعمل به من الکبائر "تفسیر قرطبی ،ص ۳۳۱/ج ۲/ (دارالفکر) تحت قوله تعالیٰ احل اللّٰه بیع الایة"

[۲] من ملک بملک خبیث ولم یمکنه الرد الیٰ المالک فسبیله التصدق علیٰ الفقراء الخ معارف السنن ،ص ۳۴/ج ۱/ (مطبوعه اشرفیه دیوبند) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یا پاخانہ وغیرہ میں نہ لگے۔

(۲) مسلم غریب کو دیدے۔

(۳) بغیر نیت ثواب دے[1]

(۴) غریب کو دیدے پھر وہ چاہے اس کو مکان بنانے میں خرچ کرے یا لائٹ وغیرہ لگانے میں یا راستہ بنانے میں[2]

(۵) اس کو پیسہ ہی دیدے وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کپڑا وغیرہ خریدے اور مسلم غریب کو دے۔

(۶) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔

(۷) وہاں خرچ نہ کرے۔

(۸) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الطهارة،باب ماجاء لاتقبل صلاة بغير طهور، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد مطلب فی من ورث مالاً حراماً، نیز ص۵۵۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء مطبوعه يحيوی سهارنپور.

(صفحہ ہذا) [1] رجل دفع الیٰ فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر الخ شامی زکریا ص۲۱۹ ج۳ باب زكاة الغنم، مطلب فی التصدق من المال الحرام، ولكن لا يريد بذالک الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه الخ بذل المجهود ص۳۷ ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوی سهارنپور.

[2] لايصرف الیٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات الیٰ قوله والحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ص ۲۹۳/ج۳/ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۱/۳۲۸، کتاب الزکوة، باب المصرف، دارالکتب العلمية بيروت، مرقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۹۳، باب المصرف،

زندگی کا بیمہ لکھنؤ میں

سوال:۔زندگی کے بیمہ کے سلسلہ میں ۱۱/دسمبر اور ۱۴/دسمبر ۶۵ء کو قومی آواز میں یہ نکلا تھا کہ ملک بھر کے مولانا مولوی صاحبان کے غور وفکر کے بعد یہ مان لیا گیا ہے کہ زندگی کا بیمہ جائز ہے اور مسلمانوں کو اس میں بڑھ کر حصہ لینا چاہئے، کیا اس سلسلہ میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں، جس سے کہ میں دوسروں کو کچھ بتا سکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قومی آواز میں ایسا شائع ہوا ہے تو وہ غلط ہے، آپ لکھنؤ مدرسہ ندوۃ العلماء سے وہ تجویز منگا کر دیکھیں جس میں ان علماء کے نام لکھے ہیں، جنہوں نے اس کو بالکل ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اور ان کے بھی نام لکھے ہیں جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے، اور اجازت کے لئے جو شرطیں لکھی ہیں ان کو بھی دیکھیں، تو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی، تجویز چھپی ہوئی ہے، بلا قیمت مل جائے گی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۶ھ

بیمہ کے ذریعہ ملنے والی رقم کی وصیت

سوال:۔فروری کے الفرقان لکھنؤ میں خصوصی حالات اور شرائط کے ساتھ بیمہ زندگی کے اباحت کی تائید کی برائے کرم تحریر فرمائیے، کہ مروج ذیل شرائط کے تحت زندگی کا بیمہ کروانا چاہئے یا نہیں؟ میری تنخواہ کافی ہے، مگر کچھ نہیں بچتا میری ملازمت اس پر کہ پنشن نہیں ملے گی، بلکہ کچھ فنڈ ملے گا میں چاہتا ہوں کچھ رقم پس پشت رہے تاکہ ملازمت کے خاتمہ پر وہ رقم میرے کام آئے میں بیمہ کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا، مثلاً سود ملے یا میرے انتقال کے

وقت پر بیمہ کو مقرر کردہ رقم جو اصل اقساط کو ادا کردہ رقم سے زائد ہوتی ہے، اس لئے میں وصیت بھی اپنے پس ماندگان کو کر جاؤں گا، کہ اقساط کی صورت میں جو رقم میری ہے، وہی لیں ،اور زائد رقم خیرات کردے، میرا مقصود بیمہ سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ صرف کچھ رقم پس انداز کرنا ہے، جو میں خود اپنے ہاتھوں نہیں کرسکتا تو میں بیمہ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر چہ آپ کا مقصود سود حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا نہیں ہے، محض اپنے بعد کچھ پس انداز کرنا ہے، اور بشکل سود حاصل ہونے والی رقم کے صرفہ کرنے کی وصیت کرنے کا ارادہ ہے، لیکن آپ کی جمع کردہ رقم کو واپس سودی تجارت میں صرف کرے گی، یہ اس کی اعانت ہے، اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، نیز وصیت کا پورا کرنا ورثہ کے اختیار میں ہے، اور وہ ایک ثلث ترکہ میں وصیت کے نافذ کرنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں اس سے زیادہ نہیں[1] اور جب رقم ملے گی، اس میں سودی رقم کی مقدار ایک ثلث سے کم ہوگی، یا زیادہ اس کا حال معلوم نہیں ہے اسلئے یہ اطمینان بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، سودی رقم پوری کی پوری صدقہ ہی کردی جائے گی، غرض بیمہ میں سود حاصل کرنے،[2] یا سود کی اعانت کرنے،[3] یا سود سے فائدہ اٹھانے اور قمار[4] سے نجات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا تصح بما زاد علی الثلث ..... وتصح بالثلث وإن لم یجیزوا الخ ملتقی الابحر ص۴۱۸ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۱۸۲ ج۶ کتاب الوصایا، مطبوعه امدادیه ملتان بحر ص۴۰۴ ج۸ کتاب الوصایا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] احل اللّٰه البیع وحرم الربوٰ الایة سورة البقره آیت ۲۷۵/ اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کردیا ہے، اور ربوٰ کو حرام فرمادیا ہے، (از بیان القرآن) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قسط وقت پر ادا نہ کرنے کا جرمانہ بھی سود ہے

سوال:۔ ایک فرم شرکت میں جاری تھی، لیکن کسی وجہ سے شرکاء نے فرم سے علیحدگی اختیار کرلی، ایک شریک جس کے ذمہ اس کا لینا دینا آیا، اور قسطوار دیگر شرکاء کی ادائیگی آئی، اگر روپیہ قسطوار ادا نہیں ہوا تو ایک روپیہ فی صد ماہوار خرچ حلال کرنے کا اختیار ہوگا، لہٰذا جواب عنایت فرمائیے کہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود کے ضمن میں تو نہیں آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود ہے، اسکا لینا دینا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

ایک روپیہ قرض دیکر ۱۸/آنہ واپس لینا

سوال:۔ زید بکر کو ایک روپیہ انتفاع کیلئے بمیعاد ایک سال قرضاً دیا ہے، لیکن بکر سے روپیہ مقروضہ وصول کرنے کے وقت بجائے ایک روپیہ کے اٹھارہ آنہ پیسے لیتا ہے، اب مطلوب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان الایة سورة المائدة آیت ۲/.

ترجمہ:۔ گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

[4] انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان الایة سورة المائدة آیت ۹۰/

ترجمہ:۔ بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

(صفحہ ہٰذا) [1] واما بالنسیئة فهو الامر الذی کان مشهوراً متعارفاً فی الجاهلیة وذٰلک انهم کانوا یدفعون المال علیٰ ان یأخذ کل شهر قدراً معینا ویکون رأس المال باقیاثم اذاحل الدین طالبواالمدیون برأس المال فان تعذرعلیه الاداء زادوا فی الحق والا جل فهٰذا هوالربا الذی کانوافی الجاهلیة یتعاملون به.تفسیر کبیر،ص ۳۵۱/ج۲/تحت آیت اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا، دار الفکر بیروت.

یہ امر ہیکہ صورت مرقومہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب مع دلائل ارقام فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا حرام ہے " اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"[1] الاية كل قرض جر نفعاً حرام[2] اھ" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ ۱۰/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سود پر قرض لیکر اس سے کاروبار کرنا

سوال:۔ گورنمنٹ کی طرف سے کاشتکاروں کو بونے کے لئے سود پر غلہ اونکھ فصل پر دی جاتی ہے، فصل کٹنے پر جتنا دیا جاتا ہے، اس سے زیادہ مقررہ تعداد میں لے لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سود ہے، آج شاید ہی میری طرف کوئی ایسا کاشتکار ہو جو اس سے بچا ہو ایسی صورت میں کیا اپنے کسی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کاشتکار کو جو ملا ہے وہ قرض ہے، سود نہیں، پھر اس سے جو مقدار زائد واپس لی گئی ہے،

---

[1] سورہ بقرہ پ ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور ربوٰ کو حرام کر دیا۔ (از بیان القرآن)

[2] الدرالمختار علی الشامی ،ص ۱۶۶/ج۵/ مطبع کراچی پاکستان مطبوعہ زکریا دیوبند ص۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، باب المرابحة الخ فصل فی القرض، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی، کتاب المدایتات، مطبوعہ اشاعة الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۰۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

وہ سود ہے،[1] کاشتکار کے گھر کا کھانا سود نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سود پر قرض لینا

سوال:۔ زید کو روپیہ کی اشد ضرورت پیش آئی، اور اس نے بہ مجبوری اپنی جائیداد رہن رکھ کر سود پر روپیہ قرض لے لیا، ایسی حالت میں جب کہ سخت مجبوری کی حالت میں سود پر روپیہ لیا جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے، اور کیا زید بحالت مجبوری اس فعل سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا حرام ہے،[3] ایسے شخص پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے،[4] حرام کا

---

[1] کل قرض جر نفعا فهو ربوا الخ نصب الراية ص ۶۰ ج ۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۷ باب المرابحة والتولية، فصل فی القرض مطلب كل قرض جر نفعا الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانی، كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] اهدى الىٰ رجل شيئاً اواضافه ا ن كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان يعلم بأنه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغی ان لايقبل الهدايا ولايأكل الطعام الا ان يخبره بانه حلال الخ عالمگيری ،ص ۴۴۲/ج۵/ كتاب الكراهية ،الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۱۸۶ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بزازية ص ۳۶۰ ج ۶ كتاب الكراهية، الفصل الرابع فی الهداية الخ مطبوعه كوئٹه.

[3] احل الله البيع وحرم الربوا، سوره بقرة آيت ۲۷۵.

[4] عن جابرؓ لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اٰكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه. (الحديث مشكوٰة شريف، ص ۲۴۴/باب الربا. (ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے)

ارتکاب اضطرار کی حالت میں معاف ہے پس اگر جان کا قوی خطرہ ہے یا عزت کا قوی خطرہ ہے۔

نیز اور کوئی صورت اس سے بچنے کی نہیں مثلاً نہ جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، نہ روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، تو ایسی حالت میں زید شرعاً معذور ہے[1]، اور اگر ایسی ضرورت نہیں، بلکہ کسی اور دنیوی کاروبار کے لئے ضرورت ہے، یا روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، یا جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، تو پھر سود پر قرض لینا جائز نہیں، کبیرہ گناہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/شوال ۵۶ھ

سرکاری قرضہ

سوال:۔ مرکزی وصوبائی حکومتیں کاروبار کارخانہ جات اور دوسری صنعتوں وغیرہ کی ترقی وترویج کے واسطے روپیہ اور دوسری چیزیں بطور قرض معمولی سود پر دیتی ہیں، آپ بخوبی واقف ہیں کہ حکومت کے پاس جو روپیہ ہوتا ہے، وہ سب پبلک سے ہی حصول کیا ہوا ہوتا

---

[1] ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، الاشبا والنظائر ص۱۴۹/ فی القاعدة الخامسة، مطبوعه دار العلوم دیوبند، البحر الرائق ص۱۲۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللّٰه وماهن قال الشرک باللّٰه والسحر وقتل النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق وأکل الربا، الحدیث مشکوٰة شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. أن أکل الربا وموکله وکاتبه وشاهده والساعی فیه والمعین علیه کلهم فسقة وأن کل ماله دخل فیه کبیرة الخ الزواجر ص۴۴۴ج۲ الکبیرة التاسعة والسبعون، أکل الربا الخ، مطبوعه مکة المکرمة.

ہے، یا وہ رقم ہوتی ہے، جو ہماری حکومت دوسری حکومتوں سے قرض کی شکل میں یا امداد کی شکل میں حاصل کرتی ہے۔

(الف) کیا حکومت سے سود پر انفرادی کاروبار یا کارخانہ جات کیلئے روپیہ قرض لیا جاسکتا ہے؟

(ب) کیا حکومت سے سود پر قرض مندرجہ بالا کاروبار کے واسطے جبکہ اجتماعی منافع کے لئے امداد باہمی کی بنا پر چلایا جائے، لیا جاسکتا ہے؟

(ج) کیا اس تصور پر قرض لیکر کیا گیا کاروبار سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے جو روپیہ دوسری حکومتوں سے قرض لیا ہے، وہ اس کی مالک ہوگئی، اور واپسی کی ذمہ داری ہے، جو روپیہ پبلک سے قانونی حد میں یا قاہرانہ قوت سے لیا ہے، وہ بھی استیلاء کی وجہ سے اس کی ملک میں آگیا[1]

(الف) سودی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے[2] سود قلیل ہو یا کثیر اگر پبلک اس روپے کو اپنے ملک تصور کرکے قرض کے نام پر لے اور سود دے تو یہ مزید خسارہ ہے کہ اپنا ہی روپیہ لیا ہے، پھر اس کو واپس کرتا ہے، اور سود دیتا ہے۔

(ب) اس کی بھی اجازت نہیں[3]

---

[1] اخذوا اموالهم ملكوها لان الاستيلاء قد تحقق فى مال مباح وهو السبب .هدايه ، ص ۲۸۱/ج۲/ باب استيلاء الكفار، زيلعى ص ۲۶۰ ج۳ كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۴۴۲ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب استيلاء الكفار، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.سوره بقره آيت ۲۷۵/پاره۳/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا) (از بیان القرآن) **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

(ج) سود پر قرض لینا تو ناجائز ہوگا، مگر ایسے کاروبار سے جو آمدنی حاصل ہوگی، اس کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

سرکاری سودی قرضہ

سوال:۔(۱) زید کاشتکار ہے اور اپنے ہل بیل سے کاشت کرواتا ہے، اچانک اس کے بیل مرجاتے ہیں، اور وہ اپنے پاس سے بیل خرید سکنے کی گنجائش نہیں پاتا، لہٰذا اس کو بیلوں کے لئے سودی قرض لینا کیسا ہے؟

(۲) زید کاشتکار کے بوجہ خشک سالی کئی سالوں سے پیداوار بہت ہی کم ہورہی ہے، حتی کہ گھریلو اخراجات کے لئے اس کو قرض لینے کی نوبت آگئی، حالانکہ وہ اتنی زمین رکھتا ہے، کہ اگر آبپاشی وغیرہ کا معقول انتظام ہوسکے تو خاصی پیداوار ہوسکتی ہے، چونکہ آبپاشی انتظام نہیں ہے، بریں بناء زمین افتادہ رہ جاتی ہے، اور پوری زمین نہیں بوسکتے ہیں، زمین کے علاوہ زید کوئی ذریعہ آمدنی نہیں رکھتا جس سے اسکا کام چل سکے، ایسی مجبوری میں آبپاشی کے انتظام کے غرض سے سرکار سے قرض لینا کیسا ہے، جب کہ اس میں سود بھی دینا ہوگا، اور کبھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] کل قرض جر نفعاً فهو ربا، نصب الراية ص ۶۰ ج ۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زکریا ص ۳۹۵ ج ۷ باب المرابحة والتولية فصل فی القرض مطلب كل قرض جر نفعاً الخ الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانی كتاب المداينات مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

(صفحہ ہذا) [۱] من استقر ض من آخر ألفاً علىٰ ان يعطى المقرض كل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فيها طاب له الربح عالمگيری، ۳/۲۱۱/ مطبوعه كراچی) الباب العشرون فی البيعات المكروهة الخ كتاب البيوع)

کبھی اصل قرض سے کم وبیش چھوٹ بھی مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے سود کا اضافہ اور چھوٹ کی کمی مل کر اوسط ادائیگی قرض اصل قرض کے برابر ہوجاتا ہے، لیکن یہ مشکل ہمیشہ نہیں ہوتی؟

(۳) سوسائٹی کے بینک (جس میں فیس ممبری جمع کر کے حصہ دار بننا پڑتا ہے، اور اس میں صرف حصہ دار ہی کو قرض دیا جاتا ہے) قرض لینا اور پیداوار کی ترقی کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے، حصہ دار بننے کی کوئی صورت نہیں، بلکہ سرکار سے براہِ راست اور کوئی شخص خاص سے سودی قرض لینا کیسا ہے، تینوں شکلیں یکساں ہیں، یا کوئی فرق ہے، جب کہ معاملہ سود ہر ایک میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱) پہلی دونوں صورتوں میں سودی قرض لینے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اگر انسان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہے، اور بے حد درجے کی پریشانی ہو اور بلا سود قرض نہ ملتا ہو تو بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے، ہر حالت میں خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اسی پر بھروسہ ہونا چاہئے، " **یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح کذافی الاشباہ والنظائر ،ص ۱۱۵/**"[1]

(۳) ایسی سوسائٹی بینک (جس سے قرض لینے کے لئے ممبری فیس دینا ضروری ہو) سے قرض لینا درست نہیں، "**کل قرض جر نفعاً فھو حرام**"[2] اور سودی لین دین ممنوع ومذموم ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

---

[1] الاشباہ والنظائر، ص ۱۴۹/مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال)، بحر ص ۱۲۶ ج ۶ باب الربوٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] شامی زکریا دیوبند ،ص ۳۹۵/ج ۷/ مبطوعہ کراچی ص ۱۶۶/ج ۵، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سرکاری سودی قرض

سوال نمبر۱: ۔حکومت ہند بطور قرضہ کے کچھ روپیہ ورقم تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں قرضخواہ کو دیتی ہے، پھر حکومت اس روپیہ کی واپسی کے لئے قسط مقرر کر لیتی ہے، اور اصل روپیہ سے کچھ زائد لیتی ہے، پس ایسی صورت میں ہم مسلمانوں کو لینا چاہئے یا نہیں؟ اور حکومت سے لین دین روپیہ کا اس صورت میں کیسا ہے؟

(۲) ہم چند نوجوانوں نے ایک فنڈ آپس میں جمع کر کے کھول رکھا ہے، چنانچہ اس فنڈ کے ماتحت بہت سے سامان خریدے جاتے ہیں، مگر اس کے فروخت کی نوعیت نقد کے لئے تو خیر جو ہے وہ ٹھیک ہے، مگر اُدھا کا سلسلہ یوں ہے کہ جو سامان لیتا ہے، اس سے ایک ماہ کی، دو ماہ کی مدت متعین کر لی جاتی ہے، اب اگر وہ شخص اس متعینہ مدت میں روپیہ نہیں دیتا ہے تو ذمہ دارانِ فنڈ اس متعینہ مدت کی رقم میں اضافہ کر کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں جائز ہے؟

(۳) ہم کپڑے سازی کا کاروبار کرتے ہیں اور مہاجنوں کے یہاں سے سوت ادھار لاتے ہیں، اور اُدھار ونقد میں بڑا فرق ہوتا ہے، مثلاً نقد ۴۵/روپیہ کا ملے گا اور اگر اُدھار لینا ہے، تو وہی سوت ۵۰/روپیہ کا ملتا ہے، بہرحال جو حضرات نقد لاتے ہیں، وہ گھر لا کر پھر گاہکوں کو اُدھار کا دام رکھ کر فروخت کرتے ہیں، یا نقد لے کر گھر کے کسی آدمی کے نام بھی اُدھار فروخت کر دیتے ہیں، اور گاہکوں کو ایک اصول کے مطابق نفع رکھ کر دیتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ نعمانیہ دیوبند، ص ۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع (فصل فی القرض)، نصب الرایة ص ۶۰ ج۴ کتاب الحوالة مطبوعہ ڈابھیل، الاشباہ ص ۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات مطبوعہ دھلی.

۳ احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورة بقرة ص ۲۷۵.

ہیں، ایسی صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) نیز بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بنانے والا سوت اور کچھ روپیہ لیکر کے دیتا ہے، اور تیار ہونے والے مال کو اپنی دوکان پر لانے کی پابندی عائد کرتا ہے، اور دوسری قسم کی پابندی میں بھی کوئی کسر باقی نہیں رکھتا مثلاً سوت کے رنگ بھرانا یا کسی دوسرے کے یہاں مال نہ بھرا جائے، لہٰذا سوت کی جب بکری کر کے دیتا ہے تو اس طرح کی پابندی کہاں تک صحیح ہے، بہر کیف سوت رنگاتے رنگاتے روپیہ بڑھ جاتا ہے، چونکہ اُدھار ہماری طرف زیادہ ہوتا ہے، تو اس میں کمیشن ملتا ہے، بعد میں اس کمیشن کو وہی سوت فروخت کرنے والا لیتا ہے، نیز ساڑیاں تیار کر کے جب مزدور لاتا ہے، اور وہی سوت بیچنے والا دلال اس کو بھی بازار میں فروخت کرتا ہے، جس میں پلاسٹک کی تھیلی لگتی ہے، اس کی قیمت بازار میں پانچ پیسہ ہے مگر وہ دس پیسہ رکھتا ہے، پس یہ صورت کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ سود ہے اور سود کا لینا بھی حرام ہے، دینا بھی حرام ہے[1]، جس کا گذارا بغیر اس قرض کے ہوسکتا ہے، وہ ہرگز قرض نہ لے۔

(۲) سامان کی دو قیمتیں تجویز کر لی جاویں، ایک نقد کی، دوسری اُدھار کی پھر خریدار سے دریافت کیا جائے، کہ آپ کس طرح خریدیں گے، نقد یا اُدھار پھر جو صورت وہ

---

[1] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۃ بقرۃ ص ۲۷۵، عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقا ل ھم سواء.(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/باب الربا.)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، سود کھانے والے پر اس کے کھلانے والے پر اس کے لکھنے والے پر اس کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

بتائے اس کے موافق اس کو قیمت بتادی جائے[1] اور اُدھار کی صورت میں مدت متعین کرلی جائے، اگر خریدار اس مدت میں قیمت نہ دے تو اس پر اضافہ نہ کیا جائے، اس طرح درست ہے ورنہ سود[2] ہوکر معاملہ ناجائز ہوجائے گا۔

(۳) نمبر۲ر سے اس کا جواب واضح ہے اُدھار کی مدت کے اعتبار سے قیمتوں میں تفاوت جائز ہے، مگر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ کتنی مدت میں قیمت دے گا، اس کے اعتبار سے قیمت بتادی جائے، اس میں اگر تاخیر ہو تو قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے۔[3]

(۴) جب سوت فروخت کیا اور روپیہ قرض دیا ہے، تو ان پابندیوں کا حق نہیں ہے

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۰ھ

سود پر قرض لیکر اس سے آمدنی

سوال:۔ ایک شخص نے کچھ روپیہ زیور رکھ کر سود پر لے کر تجارت میں لگایا اس کی ادائیگی کے بعد اس شخص نے دل سے توبہ کرلی کہ آئندہ نہ سود دونگا نہ لوں گا، کیا اس کے بعد کسی متقی کو اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] قال البائع ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسئية بعشرين فقال المشترى اشتريته بعشرة ثم نقد عشرة دراهم فقد صح هذا البيع تحفة الاحوذى ،ص ۴۲۷/ج۴/ مطبوعه بيروت كتاب البيوع ،باب ماجاء فى النهى عن بيعتين فى بيعة ،بذل المجهود. ص۲۷۶/ج۴/ كتاب البيوع، باب فيمن باع بيعتين فى بيعة.

[2] ثم اذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال فان تعذرعليه زادوافى الحق والا جل الخ تفسير كبير ص ۲/۳۵۱، طبع دارالفكر بيروت، تحت آيت:۲۷۵، سورة البقرة،

[3] حوالہ بالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زیور رہن رکھ کر روپیہ قرض لینا اوراس پر سود دینا گناہ ہے[1] لیکن اس قرض والے روپیہ سے جو تجارت کی گئی ہے تو اس کی آمدنی ناجائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۷ھ

سودی قرض سے بنائے ہوئے کپڑے استعمال کرنا

سوال:۔احقر کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، اور ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں، اور احقر چھوٹا ہے، جائداد مورثہ پر بھائی صاحب ہی کی نگرانی ہے اور ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی احقر مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم حیدرآباد میں ملازم ہے۔

گو بھائی صاحب زراعت پیشہ ہیں، لیکن حال ہی میں انہوں نے احقر کو کپڑے بنائے ہیں، ان سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سودی قرض لے کر کپڑے بنائے ہیں، احقر کا مقصد تھا کہ اپنا حق جائداد یعنی آمدنی سے اپنا حصہ حاصل کروں، لیکن انہوں نے بغیر حساب آمدنی بتلائے کپڑے بنوادئے، اور نقد ۷۵٪ روپیہ دیئے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ سودی

---

[1] کل قرض جر نفعاً حرام الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ،ص ۳۹۵/ ج۷/ باب المرابحة والتولية،فصل فی القرض، مطلب کل قرض جرنفعاً حرام، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات مطبوعه دهلی، قواعد الفقه ص۱۰۲ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] ومن استقرض من آخر ألفاً علی ان یعطی المقرض کل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فیها طاب له الربح، عالمگیری کوئٹه ص۲۱۱ ج۳ الباب العشرون فی البیعات المکروهة، کتاب البیوع.

قرض لاکر دیا ہوں، اب احقر کو اشکال ہو رہا ہے کہ ان کپڑوں اور روپیوں کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود لینا اور دینا کبیرہ گناہ ہے[1] لیکن جو روپیہ نقد آپ کو قرض لے کر دیا ہے، وہ سود نہیں ہے، اس طرح قرض لے جو کپڑا بنا کر دیا ہے، وہ بھی سود نہیں آپ کے لئے جائز ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۱ھ

سودی قرض لینا

سوال:۔ میں پرائمری اسکول کا ماسٹر ہوں، پانچ بچے ہیں، والدہ ہیں، گھر کی ضروریات کیلئے سودی قرض لیتا ہوں، ہر وقت دل پریشان رہتا ہے، حتیٰ کہ دین کے کاموں کو بھی اچھی طرح سے نہیں ادا کر پاتا، ایسی حالت میں اپنا ذریعۂ معاش ٹھیک کرنے کے لئے سرکار سے صنعتی قرضہ لے سکتا ہوں یا نہیں، جس میں کچھ سود بھی قسطوں کے ساتھ ادا کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں میرے لئے گنجائش ہے یا نہیں؟

---

[1] اکل الربوا والعمل به من الکبائر الخ تفسیر قرطبی ص ۳۳۱/ج۲/ مطبوعه دارالفکر بیروت، تحت قوله تعالیٰ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. الأیة سورة البقره آیت ۲۷۵، الزواجر ص۴۴۴ ج۲ الکبیرة التاسعة والسبعون، أکل الربا الخ مطبوعه مکة المکرة، مشکوٰة شریف ص۱۷، باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وأما القرض المشروط، بالفضل والمنفعة فلم یقل احد انه من باب الإرفاق بل اتفقوا علی کونه مثل البیع ثم اختلفوا الی قوله وقال الحنفیة یبطل الشرط لکونه منافیاً للعقد ویبقی القرض صحیحاً اعلاء السنن ص۵۳۳،۵۳۴ ج۱۴، کتاب الحوالة معنی کون الزیادة علی النص نسخاً عند الحنفیة مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سود لینا اور سود دینا حرام ہے[۱] اگر گذارہ کی کوئی صورت نہ ہو تو محتاج کے لئے بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

مستاجر سے قرض لینا

سوال:۔ میرے مکان میں کرایہ دار ہیں، میں ان سے قرض لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو اس شرط پر قرض دوں گا، کہ جب تک قرض واپس نہیں کریں گے، میں کرایہ مکان نہیں دونگا، شرط درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے[۳] آپ یا تو ان کے پاس قرض کی ضمانت کے طور پر کوئی چیز زیور وغیرہ رہن[۴] رکھدیں کہ جب آپ ان کا قرض واپس کردیں گے، اپنا رہن ان سے

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربا الاٰیة سورة بقرة آیت ۲۷۵.

[۲] یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح .الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۹/مطبع دارالعلوم دیوبند، القاعدة الخامسة الضرریزال، البحرالرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] القرض بالشرط حرام .الدرالمختار علی الشامی ،ص۱۶۶/ج۵/ مطبوعه کراچی، مطبوعه زکریا دیوبند ص۳۹۴/۷، کتاب البیوع، فصل فی القرض، بحر ص۱۲۳ ج۶ کتاب البیوع فصل فی بیان التصرف فی المبیع والثمن قبل قبضه الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۱۸ ج۳ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] قال فی ایضاح الاصلاح، هوجعل الشئی محبوساً بحق شامی زکریا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

واپس لے لیں گے، یا ان سے کرایہ پیشگی لے لیں اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرلیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا سودی قرض کی گنجائش ہے

سوال:۔ وہ کونسی ضرورت ہے جس میں سودی قرض لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ناقابل برداشت مجبوری کے وقت سود لینے سے گناہ نہ ہونے کی توقع ہے[1] **ھٰکذا حکم سائر المحرمات**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمپنی کے فارم فروخت کرنا

سوال:۔ ایک ایجنسی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنا چھپا ہوا فارم تقریباً، ۱۰/ کو فروخت کرتی ہے، کمپنی مذکور کو اس ڈیڑھ آنہ میں فارم کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک فارم خریدا، اس فارم پر کمپنی کی جانب سے پانچ خانہ ہیں، اور ہر خانہ میں ایک شخص کا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ص۶۸/ ج۱۰/ مطبوعہ کراچی ص۴۷۷/ ج۶/ کتاب الرھن، الدر المنتقی علی مجمع الأنھر ص۲۶۹ ج۴ کتاب الرھن، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۳۲ ج۸ کتاب الرھن مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

(صفحہ ہٰذا) [1] یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح الاشباہ والنظائر، ص ۱۴۹/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، القاعدة الخامسة الضرر یزال، البحر الرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

نام معہ پتہ کے درج ہے، غرض ایک فارم پر پانچ اشخاص کے نام معہ پتے کے اندراج ہیں۔

کمپنی مذکور کا یہ اصول ہے کہ جو شخص (زید) فارم خریدے وہ مبلغ ۱/ بذریعہ منی آرڈر اس شخص کے پاس روانہ کردے، جس کا نام خانہ نمبر ۱/ پر تحریر ہے، اس کے بعد کمپنی مذکور زید (جس شخص نے فارم خرید کر اور ۱/ روپیہ روانہ کیا) کو چار فارم اور روانہ کردے گی، کہ وہ ان فارموں کو اپنے دوستوں کو تقسیم کردے، ان چار فارموں پر زید کا نام نمبر ۵/ پر ہوگا، غرض جس شخص کے پاس روپیہ گیا ہے اس کا نام ان فارموں میں نہیں ہوگا، زید ان چار فارموں کو الف، ب، ج، د، میں تقسیم کردے گا، اور، الف، ب، ۱۶/ اشخاص اسی ترکیب سے عمل کریں گے تو (۶۴×۴) ۶۴/ اشخاص کے پاس زید کا نام نمبر ۳/ پر ہوگا، اور یہ ۶۴/ اشخاص اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) اشخاص زید کا نام نمبر ۲/ پر پائیں گے اور یہ ۲۵۶/ اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) ۱۰۲۴/ اشخاص سے زید کو ۱۰۲۴/ روپیہ ملے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

سوال زید کا یہ فعل کیسا ہے، حکم شرعی کیا ہے، اس روپیہ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ:۔ اس میں ہر شخص کو جو کہ کمپنی مذکور کے اصول پر عمل کرے گا، اس کو مبلغ ۱۰۲۴/ روپیہ ملے گا، یہ لاٹری والا حساب نہیں ہے کہ اگر سو آدمی شریک ہوں تو صرف ایک کو ملے گا، باقی محروم رہیں، اس میں ہر شخص کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کمپنی نے زید کے ہاتھ ۱۰/ میں فارم فروخت کیا، یہ ۱۰/ تو فارم کی قیمت ہوگی، اب زید اس شخص کے نام جس کا نام خانہ نمبر ۱: پر ہے، مبلغ ۱/ کیوں روانہ کرتا ہے، اور یہ ایک روپیہ کس شئی کا عوض ہے، اور اخیر میں ۱۰۲۴/ جو زید کو ملے ہیں یہ کیوں ملے ہیں، کس چیز کے عوض میں ملے ہیں، اگر یہ اس ایک ۱/ روپیہ کا معاوضہ ہے تو تمام عوض اسے نہیں ملا کہ جس نے وہ ہی

ایک روپیہ روانہ کیا تھا، نیز ایک روپیہ کا معاوضہ ۱۰۲۴/شرعاً جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے، ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربو'' الایۃ،[1] یہی حال ہر شخص کی آمدنی کا ہے، پس صورت مسئولہ کسی عقد شرعی میں داخل نہیں اور سود وقمار پر مشتمل ہے، کہ ہر شخص کی آمدنی کا سلسلہ موقوف ہے، دوسرے شخص کے ان فارموں کو تقسیم کرنے اور ۱/روانہ کرنے پر اور یہ معلوم نہیں کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں، کیونکہ شرعاً ۱۰/ میں فارم خریدنے پر اس کا معاملہ ختم ہو چکا، ۱/روانہ کرنے اور فارم تقسیم کرنے کا وہ مکلّف نہیں، پس یہ معاملہ اور یہ آمدنی شرعاً ناجائز ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/۵۵ھ

سود در سود حرام در حرام

سوال:۔ زید کا باپ سود در سود کھانے کا عادی ہے، مادری ترکہ میں زید بھی ایک دستاویز میں حصہ دار ہے، اور سود خوار باپ کے حکم پر دستاویز کی نالش کر کے سود در سود کی ڈگری حاصل کرتا ہے، اور وصولیابی کے لئے زید اپنے باپ کے ذریعہ وکیل کر کے کاروائی وصولیابی کر رہا ہے، باوجود یہ کہ زید بالغ ہو گیا ہے، اور ذریعہ تحصیل علم دینی احکام خداوندی سے واقف بھی ہے، ایسی صورت میں زید کو خدا کے روبرو جواب دہی کرنی ہوگی یا نہیں؟

---

[1] سورہ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، (از بیان القرآن)

[2] ''انماالخمر والمیسر والانصاب والازلام رجسٌ من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ الایۃ . (سورۂ مائدہ، پ۷/آیت ۹۰/)

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم سے سود لینا حرام ہے، اور سود در سود حرام در حرام ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ" **یاایھاالذین اٰمنو الاتاکلوا الربوٰ اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون واتقوا النارالتی اعدت للکافرین**"۔[1]

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام قرآن شریف میں سب سے زیادہ خوفناک ہے اس میں اہل ایمان کو اس آگ سے ڈرایا گیا ہے، جو کہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، "**کان ابوحنیفةؒ یقول ھی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعدالمؤمنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمه**" تفسیر مدارک، ص ۱۴۱-ج ۱/[2]

جس طرح مسلم سے سود لینا حرام ہے اسی طرح اس کی گواہی دینا نیز اس کی کتابت کرنا وغیرہ بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے سود کی گواہی دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے، "**لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاھدیه. رواہ مسلم**"۔[3]

لہٰذا زید اگر مسلم سے سود لیگا یا کسی طرح مسلم سے سود وصول کرنے میں اپنے باپ کی امداد کرے گا تو وہ بھی باپ کی طرح گناہ کی مرتکب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد

---

[1] سورۂ آل عمران پ۴/ آیت نمبر ۱۲۹-۱۳۰/ **ترجمہ**:۔اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔(از بیان القرآن)

[2] تفسیر مدارک، ج ۱/ص ۲۸۲/، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱ سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹-۱۳۰، مطبوعه بمبئی.

[3] مسلم شریف ،ص ۲۷/ج ۲/(کتاب البیوع ، باب الربا) مطبوعه سعد دیوبند.

ترجمہ:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

بنے گا اور آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

توبہ کے بعد سودی مال کا حکم

سوال:۔ کسی کے یہاں سود کا کام ہوتا رہا ہے، اب اسکا کہنا ہے کہ میں نے سود لینا ترک کردیا ہے، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسکا جمع ہوا مال پاک ہوجائیگا، یا نہیں؟ اور اس کے یہاں دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار سود کی لی ہے، اس کو واپس کردے، بقیہ سے کھانا اور کھلانا سب درست ہے۔ کذا فی ردالمختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیسہ اپنے پاس سے دیکر سود کا پیسہ رکھنا

سوال:۔ میرا معمول یہ ہے کہ جب بھی پاس بک میں سودی پیسے کا اندراج ہوتا ہے تو میں سودی رقم الگ کردیتا ہوں، پاس بک میں اصل رقم باقی رہ جاتی ہے، مگر مجھے اس مسئلہ

---

[1] والحاصل أنه ان علم أرباب الاموال وجب رده عليهم الخ شامی زکریا، ج۷ص ۳۰۱ باب البيع الفاسد،مطلب فيمن ورث مالا حراماً، بذل المجهود ص۳۷ج۱ كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوى سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

میں شرح صدر نہیں ہے، شبہ ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ بیع وشراء میں جنس تو متعین ہوتی ہے، ثمن یعنی رقم متعین نہیں ہوتی، غالباً اسی طرح پڑھا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کو زکوٰۃ کے روپے بذریعہ منی آڈر روانہ کئے جاتے ہیں وہ روپیہ تو مقامی ڈاکخانہ میں ہی رہ گیا، صرف منی آڈر فارم چلا گیا، جس سے وہاں کے ڈاکخانہ نے اپنے یہاں سے رقم کی ادائیگی کرادی ، وہ زکوٰۃ کی رقم تو نہیں پہنچی۔

دوسری نظیر ایک شخص اپنی سودی رقم نکالنے کے لئے ڈاکخانہ گیا وہاں کچھ رقم نہیں تھی، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے صاحب منی آڈر کرنے اور چلے گئے، اب ڈاکخانہ والوں نے اس رقم میں سے سود کی ادائیگی کردی، ظاہر ہے کہ یہ رقم سود والے کی نہیں ہے، اگر یہ معاملات صحیح قرار دیئے جاتے ہیں، تو پھر یہ طریقہ کیوں صحیح نہیں کہ مثلاً ایک ہزار روپے کے سو شامل ہوکر گیارہ سو ہوگئے، اب یہ شخص اپنے پاس سے سو روپیہ سود کی نیت سے نکالتا ہے، اور بینک میں جو سود کا اضافہ ہوا ہے، اصل میں شامل کر کے گیارہ سو روپے کی اصل رقم قرار دیتا ہے، تو اس میں کیا قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نظائر آپ نے پیش کئے ہیں، انکا حاصل بھی وہی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، لیکن جس مال کو سود کہہ کر دیا جائے، خواہ وہ مال دینے والے کی ملک ہو یا نہ ہو بظاہر تو سود کا اطلاق اس پر آئے گا، جس پر لعنت کی وعید ہے، اب حاصل یہ ہوگا، کہ مال حلال کا صدقہ کیا اپنے پاس سے اور جو مال سود کے نام پر ڈاکخانہ یا بینک سے ملا جو شریعت کی نظر میں حرام اور موجب لعنت ہے، اسکو خود کھائے اس سے قلب سلیم اجتناب کرتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] دعوا الربا والربیة الحدیث ابن ماجه شریف، ص ۱۶۵ / ج ۲ / مطبوعه مجتبائی دهلی) باب التجارات باب التغلیظ فی الربا)

بیمہ کرانا

سوال:۔موجودہ زمانہ میں بیمہ کرانا اپنا یا دوکان اور موٹر وغیرہ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بیمہ میں سود بھی ہے، اور جوا بھی ، یہ دونو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں[1]، بیمہ بھی ممنوع ہے،لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہوسکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندگی کا بیمہ

سوال:۔حکومت انگلینڈ کا قانون ہے کہ کوئی بھی شخص کسی فیکٹری یا دوکان میں کام

---

[1] ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ'' الایة سورۂ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

''وانما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایة، سورہ مائدہ پ۷/ آیت ۹۰''، احکام القرآن للجصاص الرازی ص۴۶۵ ج۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع.

ترجمہ:۔بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

[2] الضرورات تبیح المحظورات الاشباہ والنظائر، ص۱۴۰/ تحت القائدة الخامسة الضرریزال، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص۸۹، رقم القاعدة۱۷۰ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

کرے یا خود کاروبار کرے تو بغیر انشورینش کارڈ کے کام نہیں کرسکتا، پھر انشورینش سے بنے ہوئے قانون کے مطابق اس کی انگلی وغیرہ کٹ جانے سے اس کو معاوضہ ملتا ہے، اور اس کو یہ انشورینش والے ''لائف انشورینش'' بولتے ہیں (زندگی کا بیمہ) یہ پیسہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ بغیر بیمہ کاروبار یا فیکٹری یا دوکان کے گذارہ دشوار ہے، اور اس پر یہ قانونی پابندی ہے تو مجبوراً اس بیمہ زندگی میں آدمی کو معذور قرار دیا جائیگا[1] تاہم جو رقم پاؤنڈ وغیرہ اس کے داخل کردہ یا تنخواہ سے وضع کردہ رقم سے زائد ہے، اس کو غرباء پر صدقہ کردے اپنے کام میں نہ لائے[2] اگر اس قسم کی معذوری اور مجبوری نہ ہو تو ایسے بیمہ کی شرعاً اجازت نہیں، اگر مقصود یہ ہے کہ مالک کو اعتماد حاصل ہو اور کام کرنے والے کے نقصان کے وقت ضرورت سے تلافی کی جائے، تو یہ بیمہ کے حکم میں نہیں، اگرچہ اس کا نام بھی بیمہ ہے، انگلی وغیرہ کٹ جانے سے جو رقم ملے اس کا لینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] الضرورات تبیح المخطورات الاشباہ والنظائر ص۱۴۰/ تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرریزال، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص۸۹ رقم القاعدۃ ۱۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[2] للمسلم ان یاخذ الربا اصحاب البنک اھل الحرب فی دارھم ثم یتصدق بہ علی الفقراء ولایصرفہ الیٰ حوائج نفسہ، اعلاء السنن ص۱۴/۳۵۹، مطبوعہ کراچی پاکستان، کتاب البیوع باب الربا، بذل المجھود ص۳۷، ج۱، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، مطبوعہ یحیوی سھارنپور، شامی زکریا ص۷/۳۰۱، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً،

جان کا بیمہ

سوال:۔ زندگی کا بیمہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، آج کل ہندوستان میں بیمہ زندگی کی بہت کمپنیاں قائم ہوگئیں، جس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمہ کرائے، تو اسے خاص وقت تک کرانا پڑتا ہے، اور ششماہی ایک مقرر رقم کمپنی کو دینی پڑتی ہے، مثلاً میں نے ۲۵/سال کی عمر میں ۲۵/برس کے واسطے اکیس روپیہ ۷/رقم ششماہی پر بیمہ زندگی کرایا اب مجھے ہر ششماہی میں ۲۳/کمپنی کو دینے پڑتے ہیں، اگر وقت کے ایک مہینہ بعد تک نہ دے تو کمپنی مجبور کرتی ہے، اگر ادا نہ کروں تو رقم سے ناامیدی ہوتی ہے، اور اگر کوئی شخص بیمہ کرانے کے بعد چاہے ابھی ایک ہی قسط ادا کی ہو مر جاوے تو کمپنی اس کے وارثوں کو جن کا وہ خود نام زندگی میں کمپنی کو دے چکا ہے، مبلغ ایک ہزار روپیہ فوراً ادا کرتی ہے، اور اگر ۲۵/برس زندہ رہے اور چندہ وقت پر دیتے رہے تو ۲۵/برس کے بعد کمپنی ایک ہزار روپیہ مع منافع تقریباً تین چار سو روپیہ کے اس شخص کو ادا کر دیتی ہے، منافع ہر پانچ سال کے بعد لگایا جاتا ہے، اس سال فی ہزار فی سال اٹھارہ روپیہ لگایا گیا ہے، جواب شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عقد فاسد اور ناجائز ہے کیونکہ بیمہ کرانے والے نے جس قدر روپیہ کمپنی کو دیا ہے کمپنی اس سے زائد ادا کر دیتی ہے، تو وہ زیادتی یا بیمہ کرانے والے کی جان کے مقابلہ میں ہے، یا مال کے مقابلہ میں اول صورت میں وہ زیادتی ناجائز ہے، کیونکہ شرعاً جان متقوم نہیں[1] دوسری صورت میں بھی ناجاز ہے، کیونکہ یہ سود ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

---

[1] وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ

سوال:۔ کیا کسی مسلمان ڈاکٹر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بیمہ زندگی کارپوریشن کی جانب سے مقرر ہوکر ان لوگوں کی صحت کا معائنہ کرے جن کا بیمہ ہونا ہے، ڈاکٹر کو ہر معائنہ کے عوض فیس کارپوریشن کی جانب سے دی جاتی ہے، معائنہ کرنے سے پہلے یا بعد میں ڈاکٹر کو کوئی مطلب نہیں رہتا، وہ صرف ان باتوں کی تصدیق یا تشخیص کرتا ہے، جس کا اعلان بیمہ کرانیوالا اپنی درخواست میں اپنی صحت کے بارے میں کرتا ہے، ہندوستان میں بیمہ کارپوریشن حکومت کی جانب سے چلائے جانے والا ایک ادارہ ہے اور ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے، متذکرہ بالا طور پر ہوئی آمدنی کو ڈاکٹر اپنے کام میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس مصرف میں صرف کرنا چاہئے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۴۱/ج۷/ مطبوعہ کراچی ص۵۵/ ج۵/ باب البیع الفاسد،

" والآدمی مکرم شرعاً وان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال لهٗ ای وهو غیرجائز، شامی زکریا ص۲۴۵/ ج۷/ شامی کراچی ص۵۸/ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاً الخ، تبیین الحقائق ص۴۴ج۴، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ وهو فی الشرع عبارة عن فضل مال لایقابله عوض فی معاوضة مال بمال وهو محرم الخ، عالمگیری ص ۱۱۷/ج۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع الفصل السادس، فی تفسیر الربا واحکامه، شامی زکریا ص ۳۹۹ج۷، کتاب البیوع، باب الربوٰ، الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ص۱۱۹/۳، باب الربوٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. سوره بقره پ۳/آیت ۲۷۵/"

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

زندگی کا بیمہ ناجائز ہے ڈاکٹر معائنہ کرنے کی فیس لیتا ہے، وہ جائز ہے، اس کو اپنے ہر کام میں خرچ کرسکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۶ھ

مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار

سوال:۔ کسی نے مکا، یا شکرقندی اس نیت سے کسی کو دیدی کہ فصل پر گیہوں لے لونگا، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکا یا شکرقندی فروخت کرنا اس شرط پر کہ اس کے عوض فصل پر گیہوں لے گا، یعنی گیہوں کو قیمت قرار دینا اور اس کو فصل پر وصول کرنا درست نہیں ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کمایستفاد من هذهٖ العبارة وجاز تعمیر کنیسة قال فی الخانیة ولواٰجر نفسه لیعمل فی الکنیسة ویعمرها لابأس به لانه لامعصیة فی عین العمل الخ شامی کراچی،ص ۳۱۹/ج۶/ مطبوعه زکریا دیوبند ص۵۶۲/ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۳، ج۸، کتاب الکراهیة فصل فی البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنسأ وان وجداحدهما وعدم الآخر حل الفضل وحرم النسأ، عالمگیری ص۱۱۷/ج۳/ مطبع کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع، فصل فی تفیسر الرباواحکامه، زیلعی ص۸۷ج۴، کتاب البیوع، باب الربا مطبوعه امدادیه ملتان، در مختار مع الشامی زکریا ص۴۰۳ج۷، کتاب البیوع باب الربا،

قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے

سوال:۔ زید نے عمر سے ایک ہزار روپیہ نقد اس شرط پر حاصل کیا کہ وہ اس روپیہ کو تجارت میں لگا کر عمر کو دس روپیہ ماہوار بطور منافعہ دیتا رہے گا چنانچہ زید نے چالیس ماہ تک متواتر دس روپیہ ماہوار عمر کو ادا کئے اور زید بقضاء الٰہی فوت ہو گیا، کوئی باقاعدہ حساب تجارت کا جس سے نفع ونقصان ظاہر ہو یا جن لوگوں کا لینا یا دینا بذمہ زید پایا جاتا ہو نہیں چھوڑا بلکہ ایک کافی رقم قرضہ کی کئی ہزار روپیہ کی زید کے ذمہ بعد اس کے فوت ہونے کے ثابت ہوئی، ورثاء زید نے اپنے متوفی عزیز کو بار قرض سے سبکدوش کرنے کے لئے قرض خواہاں سے ان کی اصل رقومات معلوم کر کے ان کی واجب رقومات ادا بھی کر دی ہے، اور عمر کا روپیہ بھی ادا کر دینا چاہتے ہیں، چنانچہ بعد انتقال زید کے قریب چار سو روپیہ بالاقساط عمر کو دے بھی چکے ہیں، لیکن ورثاء زید کہتے ہیں کہ زید نے جو چالیس ماہ تک رقم ادا کی ہے، وہ شرعی نقطۂ نگاہ سے منافعہ نہیں ہے، بلکہ سود ہے، کیونکہ کوئی معاہدہ وشرائط تجارت کے نقصان میں بھی عمر کے شریک رہنے کی نہیں پائی جاتی، لہٰذا اگر وہ رقم سے پوری کر دی جائے، تو باقی رقم ورثاء زید ادا کرنے کو تیار ہیں، اور عمر کا بیان ہے کہ جو دس روپیہ ماہوار زید نے ادا کئے وہ بطور منافعہ کے دیئے ہیں، لہٰذا پوری رقم ورثاء کو ادا کرنی چاہئے، البتہ وہ رقم جو بعد فوت ہونے زید کے، زید کے ورثاء سے عمر کو حاصل ہو چکی ہے، اس کو اصل رقم سے وہ ضرور منہا کرنے پر وہ رضا مند ہے، جو کچھ شرعی حکم ہو، بالتشریح عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر زید نے جو عمر سے ایک ہزار روپے شرط مذکور پر حاصل کیا ہے، یہ قرض ہے اس صورت میں دس روپے کا منافعہ بالیقین سود ہے، جس کا وصول کرنا عمر کو حرام ہے، لہٰذا اس رقم

کو بھی اصل رقم میں شمار کرنا واجب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے محلّہ میں چند ممبران روپیہ رکھا کرتے ہیں، مثلاً ہر ممبر سو روپیہ ۲۰/ممبران کے دو ہزار ہوگئے، اب اس رقم پر بولی بولی جاتی ہے، جو زیادہ دیتا ہے، اس کو دیدیتے ہیں، تو اس پر بولی بولنا کیسا ہے؟ یہ سود تو نہیں ہے؟ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ وہ روپیہ جمع کر چکا ہے، یعنی ۱۰۰/روپیہ، تو پھر بولی بولنا کیا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے

(۲) ایک شکل یہ بھی ہے کہ چند ممبران چندہ جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں، مثلاً تین سال تک فی ممبر ۱۰۰/روپیہ ماہانہ دے گا، اگر وہ رقم لینا چاہے تو قلیل سود مثلاً ۳/پیسہ فی روپیہ کے حساب سے اس میں لے کر کاروبار چلا سکتا ہے، اور بعد میں وہ مع سود کے ادا کرے یا مع منافع کے ادا کر دے خواہ نام سود دیا جائے یا منافع؟ تو اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح پیشگی جمع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے[2]

---

[1] کل قرض جر نفعاً فھو حرام الخ درمختار علی الشامی کراچی، ص۱۶۶/ج۵/ زکریا دیوبند ص ۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ،ص۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، اعلاء السنن ص۴۹۹ ج۱۴ کتاب الحوالۃ، باب کل قرض جر منفعۃ فھو ربا، مطبوعہ کراچی.

[2] فضل ما لا یقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال وھو محرم فی کل مکیل وموزون بیع مع جنسہ المکیل کالبر والشعیر والتمر والملح أو الموزون کالذھب والفضۃ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ صورت بھی ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

ربوٰ اور قمار کی ایک صورت

سوال:۔ (۱) ایک آدمی نے دس نمبر رکھے ہیں، ایک روپیہ لگاتے ہیں جس کا نام نکلتا ہے، اس کو ۵۰/روپیہ دیتے ہیں جس کا نہیں نکلتا ہے اس کو ساقط کر دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مسئلہ میں یوں حیلہ کرتے ہیں کہ میں نے ہبہ کر دیا، تو کیا اس طرح ہبہ کر کے دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ معاملہ قمار بھی ہے اور ربوٰ بھی، قمار تو اس لئے ہے کہ اگر نمبر نہ نکلا تو جو روپیہ دیا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری ص۱۱۷/ج۳/ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الرباواحکامہ البحر الرائق کوئٹہ ص۱۲۷/۱۲۴ ج۶، باب الربا، مجمع الأنہر ص۱۲۰/۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، "واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰا سورہ بقرہ ،پ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا۔(از بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] وکل قرض جرنفعاً فھوحرام، شامی کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند ص۳۹۵/ ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، کل قرض جر نفعاً فھو ربا حرام، قواعد الفقہ ص۱۰۲ رقم القاعدۃ ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

تھا، وہ ضبط ہوجائے گا، اور ربوٰ اس لئے ہے کہ ایک روپیہ کے عوض نمبر نکلنے پر ۵۰/روپیہ ملتے ہیں، اور قمار بھی حرام ہے، اور ربوٰ بھی حرام ہے، "لقوله تعالیٰ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه" الایۃ[1] "ولقوله تعالیٰ احل الله البيع وحرم الربوا. الاية"[2]

(۲) نام بدل نے سے اصل حقیقت نہیں بدلتی، اس کا نام ہبہ رکھ دینے سے یہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ "عن ابی بردة بن ابی موسیٰ قال قد مت المدينة فلقيت عبدالله بن سلام فقال انک بارض فيها الربوٰا فاش فاذا كان لک علیٰ رجل حق فاهدى اليک حمل تبن اوحمل شعيراو حبل قت فلاتاخذه فانه ربوٰ. رواه البخاری ومشكوٰة شريف، ص ۲۴۶[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۸۹ھ

---

[1] سورۃ مائدۃ پ ۷/آیت ۹۰/ **ترجمہ**:۔ بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو تم اس سے بالکل الگ رہو۔ از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پ ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[3] مشكوٰة شريف، ص ۲۴۶/ باب الربا الفصل الثالث، كتاب البيوع، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخاری شريف ص ۵۳۸ ج ۱ كتاب المناقب، باب مناقب عبد الله بن سلام، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابو بردۃ ابن ابی موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں مدینہ میں آیا، تو میری ملاقات عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی زمین میں ہوں جس میں سود عام ہے، پس اگر تمہارا کسی ایسے شخص پر حق ہو اور وہ تم کو ہدیہ میں کوئی گھاس کا گٹھر دے یا کچھ مقدار جو کی دے تو مت لینا اس لئے کہ وہ سود ہے۔

سود کی ایک صورت

سوال:۔ایک قصاب نے زید سے چندروپے گوشت کی تجارت کے لئے لئے اور یہ شرط کی کہ جب میں دوسرے یا تیسرے روز اپنی گائے ذبح کرونگا تو تمہیں ایک سیر گوشت دیدونگا، پھر ڈیڑھ دوماہ بعد سب روپے ادا کردوں گا تو کیا اس گوشت کا جو روپے سے زائد قصاب کی طرف سے مل رہا ہے،اس کا کھانا جائز ہے،اور کیا یہ صورت مضاربۃ میں داخل ہوسکتی ہے، اوراگر زید نے اس کو کھالیا ہے، اوروہ ناجائز ہے تو اس سے اس کے سبکدوش ہونے کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا ناجائز" **کل قرض جرنفعاً حرام درمختار قال الشامی ای اذاکان مشروطاًاھ** شامی،ص۲۴۲/ج۲/"[1] اس سے سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس گوشت کی قیمت ادا کردے یااس روپیہ میں سے منہا کردے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۱/ربیع الاول ۵۵ھ

---

[1] شامی کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند ۳۹۵/۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴/ ج۴/ (باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جرنفعاً فهوحرام، نصب الراية ص۶۰ج۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة۲۳۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] من اكتسب مالاً بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة الى قوله ففی جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه، بذل المجهود ص۳۷ج۱، كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کی ایک صورت

سوال:۔ ایک شخص چھالی اور چاول جمع کر کے رکھتا ہے، اور جب لوگ مصیبت یا تنگدستی میں پڑتے ہیں تو اس کے پاس جا کر چھالی یا چاول اُدھار لیتے ہیں، وہ دو تین گنا بازار کے نرخ سے اضافہ سے بیچتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کے دو فریق ہیں، اول فریق جواز کا قائل ہے، فریق ثانی اس کو سود کہتا ہے، اور استدلال میں پیش کرتا ہے، " **کل قرض جر نفعافھواحد وجه من وجوه الربوٰ** "اور شامی میں ہے "**المعلوم کالمعروف**" اب آپ سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ ربوٰ النسیئہ میں شامل ہے یا نہیں؟ "**المعلوم کالمعروف** " کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اُدھار بیچنا شرعاً سود نہیں، بلکہ اس طرح بیع درست ہے، البتہ مروت کے خلاف ہے زمانہ گرانی میں غرباء کے ساتھ احسان ومروت کی ضرورت ہے یہ بھی مکارم اخلاق کے لائق ہے۔ درمختار "**با ب المرابحة والتولية** "میں ہے۔" **اشتراه بالف نسيئة وباع بربح مائة بلابيان خير المشترى فان تلف المبيع بتعيب اوتعيب فعلم بالاجل لزمه كل الثمن حالاً** "اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "**قوله خيرالمشترى اى بين ردهٗ واخذه بالف ومأة حالة لان للا جل شبهابالمبيع الاترىٰ انه يزاد فى الثمن لاجله والشبهة ملحقة بالحقيقة فصاركانه اشترىٰ شيئين بالالف وباع احدهما بها علىٰ وجه المرابحة هذا خيانة فيمااذا كان مبيعا حقيقة واذا كان**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب، شامى زكريا ص ۳۰۱ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً.

احدالشیئین یشبه المبیع یکون هذا، شبهة الخیانة (فتح) قوله لزمه کل الثمن حالا لان الاجل فی نفسه لیس بمال فلایقابله شئی حقیقة اذالم یشترط زیادة الثمن بمقابلته قصداً ویزاد فی الثمن لاجله اذاذکر الاجل بمقابلة زیادة الثمن قصداً اعتبرمالا فی المرابحة " الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ص ۱۵۸ ج۴/"[1] یہ مسئلہ اسی طرح کتب فتاویٰ وفقہاء میں مذکور ہے، فتاویٰ رشیدیہ[2] امدادالفتاویٰ[3] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی اسی طرح کی تصریح ہے، شرح[4] کنز فتح القدیر[5] عینی[6] شرح ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۶ھ

تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا

سوال:۔ زید نے پچاس روپئے ماہ اپنے کسی نیک کام کے لئے کٹوانا شروع کیا، مقررہ مدت کے بعد زید کو اس رقم پر ۳۵۰/روپیہ زائد ملے، تو یہ روپے زید کے حق میں کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب اصل تنخواہ میں سے ماہانہ کٹواتا ہے، اور اس کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے کی نیت ہے، تو یہ زائد رقم ہی اپنے کام میں کیوں لاتا ہے، اس کو بھی غرباء پر صدقہ کردے[7]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۴ھ

---

[1] الدرالمختارمع الشامی ص، ۳۶۲/ ج۷/(مطبع زکریا دیوبند)باب المرابحة والتولیة .

[2] فتاویٰ رشیدیه ص، ۸۰/ ج۲/ مبوب (مکتبه رحیمیه دیوبند)

[3] امدادالفتاویٰ ص ۲۰/ ج۳/(مکتبه افغانی دیوبند)

[4] البحرالرائق ،ص۱۱۴/ ج۶/(مکتبه کوئٹه) باب المرابحة والتولیة.

[5] فتح القدیر، ص۵۰۷/ ج۶/ (مکتبه دارالفکر)باب المرابحة والتولیة.

[6] البنایة فی شرح الهدیة المعروف عینی شرح هدایة ص۱۳۵، ۱۳۶ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گذارہ کرنا

سوال: ۔زید ایک مولوی صاحب ہیں، بہت مفلس آدمی ہیں، ان کے ساتھ والدین بیوی، بچے ہیں، کوئی ذریعۂ معاش نہیں، فاقہ پر فاقہ ہے، بہت مجبوری ہے، لہٰذا سودی روپیہ اور سودی غلہ کے مقروض بھی ہوگئے، ایسے نازک حالات میں بکر نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا یہ پانچ روپیہ لیجئے، اس سے فلاں کی سند (سارٹیفیکٹ) عالم یا فاضل کا کر کے فلاں حاکم کو پانچ روپیہ رشوت دے کر دکھلا دیجئے، آپ کو گورنمنٹ کی نوکری مل جائیگی، لہٰذا مولانا نے مجبور ہوکر ایسا ہی کیا دریافت یہ ہے کہ ایسی مجبوری میں جبکہ فاقہ کی نوبت آجائے، سودی قرض لینا اور رشوت دیکر دوسرے سے سند لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا[1]، رشوت دینا[2]، دوسرے کی سند خرید کر اپنی سند بتا کر دھوکہ دینا یہ سب باتیں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطبوعه مکتبه امدادیه مکة المکرمة.

[2] واماذاکان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد اوحصل لهٗ بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمة عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الیٰ الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، باب فرض الوضو، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹، ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱ج۷ کتاب البیوع، باب الیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أکل الربا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء، مشکوٰة شریف ص۲۴۴ باب الربا، مطبوعه یاسر ندیم، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ باب الربا، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

[2] لعن رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف، ص ۱۵۹/ج۱/ مطبع رشید یه دهلی (کتاب الاحکام باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم) (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

ناجائز اور حرام ہیں[1] حرام طریقہ اختیار کرنے سے عامۃً حلال آمدنی حاصل نہیں ہوتی، گو بظاہر آمدنی کا راستہ کھل جاوے مگر اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی ہے،[2] اپنے مصارف میں احتیاط اور کفایت لازم ہے، تنگی، ترشی برداشت کر کے مصارف کو مختصر کیا جاوے،[3] جو کچھ ہو گیا اس پر ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے،[4] اللہ تعالیٰ فاقہ اور تنگی سے بچائے اور حرام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الراشی والمترشی فی النار، اَنّ الراشی یقصد بها التوصل الی ابطال حق أو تحقیق باطل وهو الملعون فی الخبر، فیض القدیر ص۴۳ج۴، رقم الحدیث ۳۴۹۰ حرف الراء فصل فی المحلی بأل من هذا الحرف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] "من غش فلیس منا" ترمذی شریف، ج ۱/ص۱۵۷/ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الغش، مطبوعه رشیدیه دهلی، فیض القدیر ص۱۸۵ ج۶ رقم الحدیث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفکر بیروت، الغش حرام الاشباه والنظائر ص۱۵۹ کتاب الحظر والاباحة الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن الربا وإن کثر فان عاقبته تصیر الی قَلٍّ، القل والقلة کالذل والذلة، یعنی انه ممحوق البرکة، طیبی شرح مشکوٰة ص۵۸ ج۶ کتاب البیوع باب الربا مطبوعه مکتبۂ زکریا دیوبند، مرقاة شرح مشکوٰة ص۳۱۳ج۳ المصدر السابق، مطبع اصح المطابع بمبئی.

[3] عن عبد اللّٰه سرجس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال السمت الحسن والتؤدة والاقتصاد جزء من اربع وعشرین جزء من النبوة، هذا الذی فی الحدیث الاقتصاد المحمود علی الاطلاق والاقتصاد فی المعیشة منه قوله تعالیٰ والذین اذا اُنفقوا لم یُسرِفوا ولم یقتروا الایة ومنه حدیث الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة وحدیث ما عال من اقتصد، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۷۳۱، ج۴، باب الحذر والتأنی فی الامور الفصل الثانی، مطبع اصح المطابع بمبئی.

[4] ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة، تفسیر قرطبی ص۲۳۶، ج۱۵، سورة التحریم، تحت الایة الرقم ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، شرح نووی علی مسلم شریف ص۳۵۴ج۲، کتاب التوبة مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، التوبة النصوح الندم علی الذنب، حین یفرط مِنک فتستغفر اللّٰه تعالیٰ ثم لاَ تعود الیه ابداً، فیض القدیر ص۲۸۵ ج۳ رقم الحدیث ۳۴۱۳ مطبوعه دار الفکر بیروت.

آمدنی سے بھی بچائے، اور در در بھیک مانگنے سے بھی بچائے، اب اس ملازمت کو از خود ترک نہ کریں، اور در بدر بھیک مانگنے کا بھی ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۰ھ

برما میں ناجائز عقود کا جواز

سوال:۔ برما میں بعض عالم کافروں کے ساتھ سودی معاملات کرنا جائز اور سود کھانا حلال اور مردار کا گوشت وغیرہ فروخت کرنا حلال اور سور کے گوشت کی سپلائی کرنا حلال کہتے ہیں، ایسے علماء کی شریعت کی نظر میں کیا سزا ہونی چاہئے، اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے، ان کی باتوں کو سنکر جو لوگ مذکورہ کاموں کو کرتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان عالموں سے اسکے جواز کی دلیل دریافت کر کے لکھئے تاکہ اس میں غور کیا جائے، ان چیزوں کا ناجائز اور حرام ہونا تو قرآن کریم[1] حدیث[2] اور فقہ[3] سے واضح ہے۔ پھر وہ کس بنیاد پر

---

[1] احل اللّٰہ البیع وحرم الربا سورۂ بقرہ، پ۳/ آیت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا۔ (از بیان القرآن)

[2] عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ. الحدیث. مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/ باب الربوا.

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

[3] وھو فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لایقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال وھو محرم الخ، عالمگیری کویٹہ ص۱۱۷/ج۳/ کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الربا واحکامہ، البحرالرائق کوئٹہ ص۱۲۷، ۱۲۴ ج۶ باب الربا، مجمع الأنھر ص۱۲۰، ۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

جائز کہتے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۴ھ

فسادزدہ مسلمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا

سوال:۔احمد آباد بڑودہ وغیرہ کے حالیہ فسادات میں شرپسندوں نے اس حد پر تباہی مچائی جس جگہ مسلم اقلیت میں اور اکا دُکا آباد تھے، اور جس جگہ جتھہ کی صورت میں محلّہ کی آبادی مسلم ہوں وہاں شرپسند آتے ڈرتے ہیں یا آتے نہیں بہر حال اس نقصان کے پیش نظر یہ صورت قائم ہوتی ہے کہ وہ اِکا دُکا بسنے والے مسلمان مسلم جتھوں اور محلوں میں آکر آباد ہوجائیں، یہاں پر ایک صاحب کے پاس بہت بڑی زمین ہے جس پر تیس پینتیس مکانات تعمیر ہوکر اتنے ہی خاندان آباد ہوسکتے ہیں، اور مسلمانوں کا ایک اجتماعی جتھا تیار ہوسکتا ہے، مگر آج کل شہروں میں ۱۵/۲۰/۲۵/روپے فٹ زمین ملتی ہے، اور مسلم لوگ اتنی قیمت پر خریدنے سے معذور ہیں کہ مذکورہ بالا قیمت سے آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ کرکے مکان تعمیر کرسکیں اس کی ایک شکل عام طور پر لوگ اختیار کرتے ہیں، وہ یہ کہ رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے لئے حکومت قرض (لون) سودی قرض کی شکل میں دیتی ہے، جس کو تعمیر مکان کے بعد کئی سالوں میں بالاقساط ادا کرنا ہوتا ہے، یعنی اگر چار چار ہزار جمع کریں تو حکومت چھ ہزار اپنے پاس سے قرض دے گی اب سوال یہ ہے کہ یہ حضرات ہاؤسنگ کمیٹی قائم کرکے اس کو باقاعدہ رجسٹر کراکے رہائش کے سلسلہ میں حکومت سے سود پر قرض لے سکتے ہیں یا نہیں، حکومت سے قرض لئے بغیر مذکورہ بالا زمین پر یہ لوگ آباد نہیں ہوسکتے اس کے لئے

واحد صورت یہی ہے تو کیا ایسی شکل میں یہ قرض لیا جاسکتا ہے، اور شرعاً گنجائش ہے کہ نہیں؟ ہاؤسنگ کمیٹی قائم کر کے مکان آٹھ دس ہزار میں تعمیر ہو جاتا ہے، ورنہ چالیس پچاس ہزار سے کم میں اس دور میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سودی معاملہ کا حرام ہونا منصوص ہے[۱] مضطر کے لئے حرام شئی کی حرمت مرتفع ہو جاتی ہے، جان بچانے کے لئے حرام شئے کا کھانا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے سوا چارہ کار نہ رہے مگر اتنی ہی مقدار کی اجازت ہوتی ہے، جس کے ذریعہ جان بچ سکے اس سے زیادہ کی نہیں[۲] تجربہ اور مشاہدہ سے جب یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ ایسے مسلمانوں کے تحفظ کی بظاہر اسباب یہی صورت ہے کہ ان کے لئے مکانات ایسی محفوظ جگہ بنادئے جائیں اور مکانات کی شکل وصورت مذکورہ کے علاوہ کوئی نہیں تو بدرجہ مجبوری معذوری ہے، لیکن ایسا کرنے سے بات درجہ معذوری تک نہیں رہتی بلکہ بڑھتی اور پھیلتی ہے، اور پھر بغیر مجبوری کے بھی ایسے معاملات کر لئے جاتے ہیں، اور ذہنوں میں بس ایک پہلو رہ جاتا ہے، کہ مسلمان پسماندہ رہ جائیگا، اور دوسروں کی نظر میں حقیر رہے گا، اور اس سے ذہن فارغ ہو جاتے ہیں، کہ وہ زمرہ صلحاء مقبولین میں پسماندہ رہ جائے گا، اور اللہ ورسول کی نظروں میں حقیر رہے گا، عزت وذلت کا معیار ان کے نزدیک نظر اغیار ہے نہ کہ نظر حبیب پروردگار اور ''ایبتغون

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ الایۃ سورہ بقرہ آیت ۲۷۵/۔

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرمادیا ہے۔(از بیان القرآن)

[۲] لایأکل المضطر من المیتۃ الامقدار مایمسک بہ رمقہ الخ احکام القرآن للجصاص ج ۱/ ص ۱۳۰/ مطبوع دارالکتاب العربی بیروت، باب فی مقدار مایأکل المضطر، تفسیر القرطبی ص ۲۱۹ ج ۱ الجزء الثانی سورۃ البقرۃ تحت الایۃ الرقم ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۳۷ ج ۵ کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھۃ فی اکل وما یتصل بہ.

عندهم العزة فان العزة لله جميعاً الاية[1]،، کو فراموش کردیتے ہیں، اورسورۂ منافقون کاواقعہ ''لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الا عزمنها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين الاية[2] ،، کی طرف گاہے التفات نہیں ہوتا، پھرمعاملہ مذکورہ کی حرمت وقباحت ہراذہان سے ختم ہوجاتی ہے،حرام چیز کی قباحت کا قلوب سے نکل جانا اتنابڑا نقصان ہے کہ جس کی مکافات دشوار ہے،''كلّا بل ران علىٰ قلوبهم ماكانوا يكسبون[3] الاية'' علاوہ ازیں ایسا بھی سننے اور دیکھنے میں آیا ہے، کہ قرض کی مقررہ قسطیں کسی غفلت یا حادثہ کی وجہ وقت پرادانہیں کی گئیں تو بنی ہوئی سب عمارت ہی ضبط کرلی گئی ،اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری

سوال:۔آج کے معاشرہ میں بہت سی ایسی چیزیں ضروریات میں شامل ہیں کہ جن کوشرعاً ضروریات میں شامل کرنا تامل ہوتا ہے،مگر رواج میں ضروریات میں داخل ہیں،مثلاً لباس کے مسئلہ میں شرعاً ستر پوشی کی حدتک ضرورت ہے،اس میں لباس کی وضع قطع وغیرہ کوکوئی

---

[1] سورة النساء آیت ۱۳۹/.

ترجمہ:. کیاان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہوسواعزازتو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

[2] سورة المنافقون آیت ۸/.

ترجمہ:۔(اورمنافقین یوں کہتے ہیں) کہ اگرہم اب مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکالدیگا،اوراللہ ہی کی ہے عزت اوراس کے رسول کی اور مسلمانوں کی الخ (از بیان القرآن)

[3] سورة المطففين آیت ۱۴/.

ترجمہ:. ہرگز ایسانہیں بلکہ انکے دلوں پرانکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔از بیان القرآن)

دخل نہیں مگر رواج میں اپنے وقار کے مطابق کپڑا پہننا پڑتا ہے، اسی طرح طعام وغیرہ اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کہ اس کے ملحوظ رکھنے پر انسان مجبور ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ کرے تو ذلیل اور حقیر کہلائے قرون اولیٰ کے لوگوں کی معاشرت اگر عقلاً محال نہیں تو عملاً ناممکن ضرور ہے، دیندار لوگوں میں بھی یہ چیز ضروری ہے، اور روزمرہ کے شواہد ثبوت ہیں، علاوہ ازیں لباس طعام وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن کو آج کل قویٰ برداشت نہیں کر سکتے، جدید معاشرت اور تعلیم سے دور رہتے ہیں، مسلمان اچھوت ہو کر رہ جائیں گے، اور آج کل جدید تعلیم کے لئے روپئے کی ضرورت کو بھی ضرورت میں شامل کرنا ضروری ہے، اور اس پر ایک بچے پر ہزاروں روپئے آتے ہیں، اب اضطرار میں قرون اولیٰ کا اعتبار ہوگا کہ اس دور کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاشرہ اگر عوام وخواص کا بگڑ جائے تو اس کی اصلاح ضروری ہے نہ یہ کہ اس کی خاطر نصوص میں ترمیم کی جائے، ورنہ جو حال علمائے بنی اسرائیل کا ہوا، اس کے برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہے انہوں نے اولاً عوام کو معاصی سے روکا وہ باز نہیں آئے، تو انہیں کے اکیل شریب جلیس بن گئے، روکنا چھوڑ دیا تو سب پر لعنت اتری جیسا کہ احادیث[1] میں صاف صاف

---

[1] قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اول مادخل النقص علیٰ بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللّٰہ ودع ماتصنع فانہ لایحل لک ثم یلقاہ من الغد فلایمنعہ ذٰلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلو ذٰلک ضرب اللّٰہ قلوب بعضھم علیٰ بعض ثم قال لعن الذین کفرمن بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤدالحدیث ابوداؤد شریف ص۵۹۶/ج۲/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، تفسیر در منثور ص۱۲۵ ج۳ الجزء السادس سورۃ المائدۃ تحت الایۃ، رقم الایۃ ۷۸،۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۴۳۸ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی کمی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکور ہے، الحاصل معاشرہ کے لحاظ سے عمومی محرمات کے ارتکاب کی گنجائش نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

شبہ ربا سے احتراز

سوال:۔ زید نے ایک غیر مسلم کو دس ہزار روپے بطور پیشگی دودھ کے دیئے اور پیشگی دینے سے قبل یہ طے کیا، غیر مسلم نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو چالیس کلو دودھ روزانہ دیا کرونگا دودھ کا نرخ ۱۵۰/ کے حساب سے دینا طے کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر میں دودھ نہ دوں تو زید مذکور کو جو نفع دودھ بیچ کر ہوا کرے گا، اتنی رقوم میں ادا کرتا رہوں گا، اب خالد چالیس کلو دودھ ۱۸/ کلو میٹر دو لے کر جا کر ایک شہر میں فروخت کرتا ہے، اس کو دس روپیہ روزانہ بچتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیر مسلموں میں دودھ کو لے جاتا ہے، اور بیچ کر دس روپیہ زید کو لاکر دیتا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ غیر مسلم دودھ ۴۰/ کلو کے بجائے ۲۰/ کلو دودھ دیتا ہے، زید ۲۰/ کلو دودھ بیچ کر ۵/ روپئے کماتا ہے، اور پانچ وہ غیر مسلم جو ۲۰/ کلو دودھ نہیں دیتا اس کے نفع کے دیتا ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سود ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ بیوپار ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملتا، تو کہتا اے شخص اللہ سے ڈر اور جس کو تو کر رہا ہے اس سے باز آجا، کیونکہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے، پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات ہوتی تو یہ بات اسکو اسکے ساتھ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے سے نہیں روکتی، پس جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل کو بعض کے موافق کر دیا، پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں پر لعنت کئی گئی، جنہوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا داؤد علیہ السلام کی زبانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، شبہ ربوا ہے اس کی اجازت نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۶ھ

سود لینے کی صورتیں

سوال:۔حکومت ہند اور صوبہ جاتی حکومتیں اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر عوام سے معینہ میعاد کے لئے قرضہ حاصل کرتی ہیں، ان قرضہ جات کی رقوم پر سالانہ ایک معینہ شرح سے سود دیا جاتا ہے، علاوہ ازیں حکومت بوقت وصول قرض کم رقم وصول کر کے زیادہ رقم کی دستاویز قرض دینے والے کے حوالہ کرتی ہے، قرض کی میعاد ختم ہونے پر قرض دینے والے کو سالانہ سود کے علاوہ پوری رقم نقد ملتی ہے، جو دستاویز میں درج ہے، مثلاً ایک شخص نے چار سو روپئے نقد پانچ فی صد سالانہ سود پر بطور قرض حکومت کو ادا کئے اور واپسی کی میعاد دس سال مقرر ہوئی، جس کو اس شخص کو چار سو روپئے کی دستاویز حوالہ کر دی گئی، اس شخص کو پانچ فی صد یعنی بیس (۲۰) روپئے سالانہ سود دس (۱۰) سال تک گورنمنٹ دیتی رہے گی، اور اختتام میعاد پر چار سو روپئے نقد واپس کر دے گی، گویا اس شخص کو حکومت چار سو (۴۰۰) کے مقابلہ ۶۰۰ رسو نقد ادا کر دے گی، یعنی حکومت بیس (۲۰) فی صد اس کو زیادہ ادا کر دے گی، اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

---

[1] دعوالربا والريبة الحديث ابن ماجه شريف ،ص ۱۶۵ /ج۲/ (مطبوعه رشيديه دهلى) ابواب التجارات، باب التغليظ فى الربا، مشكوٰة شريف ص۲۴۶ باب الربا الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: تم چھوڑ دو سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیا

اس میں سود بھی ہے جھوٹ بھی ہے، یہ دونوں چیزیں شرعاً ناجائز ہیں[1] سود حاصل کرنے کے لئے یہ معاملہ ہرگز نہ کیا جاوے، ایسا معاملہ طرفین کی رضامندی سے بھی درست نہیں، اگر قانونی گرفت کی بنا پر کوئی شخص مجبور ہو تو وہ معذور ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی

سوال:۔ جناب مفتی صاحب کاروباری لوگوں کو وقت ضرورت ایک مشت رقم فراہم کرنے کے لئے دوستوں کی قرعہ اندازی کے طور پر ایک کمپنی کی تشکیل کی گئی ہے، جس کے لوگوں سے وصول کر کے لانے اور پھر انھیں مساوی طور پر تقسیم کرنے کی صورت کی تفصیل مختصراً یہ ہے مثلاً پچیس ممبروں کی ایک ٹولی ہوتی ہے، جس میں ہر شخص ۲/روپیہ یومیہ پندرہ دن تک دیتا ہے، اس طرح ۲۵/آدمیوں سے، اس لئے ۲۵/آدمیوں کی پندرہ یوم کی وصول کی ہوئی رقم ۶۰۰/روپئے ہوئے ہے، چھ سو روپیہ کو کسی ایک شخص کو دینے کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اس رقم

---

[1] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورة البقره، آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

"عين الكذب حرام الخ ،درمختار على الشامى زكريا، ج ۹/ص ۶۱۲/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع، الدر المنتقٰى مع مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الضرورات تبيح المحظورات الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۴۰/ مطبوعه دارالعلوم ديوبند، القاعدة الخامسة، قواعد الفقه ص ۸۹ الرسالة الثالثة، رقم القاعدة ۱۷۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۲۹ ج ۱ رقم المادة ۲۱، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

کو نیلام کیا جاتا ہے، جس کی بولی کمپنی کے کمیشن ۳۵/روپیہ شروع ہوتی ہے، اور سب سے زیادہ بولی دینے والے کو رقم دینے کی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کی دی ہوئی بولی کی ۲/رقم کاٹ کر باقی روپیہ اس کو دیدیا جاتا ہے، اور کاٹ کر رکھی ہوئی رقم جسے بونس کہا جاتا ہے، کمپنی کا کمیشن نکال کر بقیہ رقم بیس ممبروں کے درمیان مساویانہ طور پر تقسیم کردی جاتی ہے، مثلاً سب سے زیادہ بولی ۱۳۵/روپیہ کی ہوئی، تو اس میں سے کمپنی کا کمیشن ۳۵/روپیہ نکال کر باقی رقم کو جسے بونس کہا جاتا ہے بیس ممبروں کو ۵/روپیہ کے حساب سے تقسیم کردیا جاتا ہے جو شخص ایک دفعہ روپیہ لے لیتا ہے، وہ دوسری دفعہ نیلام میں حصہ نہیں لے سکتا ہے، مگر نیلام سے حاصل کی ہوئی رقم بونس کو پانے کا حقدار ہوتا ہے، اس طرح بیس دفعہ نیلام کرایا جاتا ہے، آخر میں جو شخص ہوتا ہے اسے یہ نیلام پکارنے کی مراعت کے ساتھ ہوتی ہے، وہ صرف کمپنی کا کمیشن دیکر اپنا جمع کیا ہوا روپیہ سے بونس کے لئے لیتا ہے، نیلام کی مدت پہلے سے ۳/ ماہ منٹ مقرر ہوتی ہے۔

جس سے وہ آنس گھر کا کرالے روپیہ وصول کر کے لانے والوں اور حساب رکھنے والے کی تنخواہ میں خرچ کرتی ہے، جو وہاں ملازم ہیں، اس طرح کی ٹولی کئی ہوتی ہیں، مثلاً ۲/ روپیہ ۵/روپیہ ۱۰/روپیہ یومیہ دینے والوں کی ٹولیاں ہوتی ہیں، اس طرح دو روپیہ یومیہ کے ۳۰/روپیہ ۵/روپیہ کے لئے ۴۵/روپیہ اور دس روپئے یومیہ کے ۷۵/روپیہ ہے، ایک آدمی کئی ٹولیوں میں شریک ہوسکتا ہے، یہ کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی شخص روپیہ لیکر فرار ہوگیا ہے، یا مرگیا ہے، تو اس کا روپیہ کمپنی کو دینا ہوگا حالانکہ روپیہ لینے سے پہلے ہر ممبر کو کمپنی کے پرٹوٹ پر دستخط کرنا ہوتا ہے، جس میں دو آدمیوں کی ضمانت بھی لی جاتی ہے، جس کی بدولت قانونی کارروائی کی جاسکے، اگر اس پر بھی کمپنی روپیہ وصول کرنے میں ناکام رہی تو اس کا خسارہ سہنا پڑتا ہے، اگر کوئی ممبر کچھ دنوں تک روپیہ دیکر بند کردے تو کمپنی اس کی جمع کی ہوئی رقم سے جرمانہ وصول کر کے وہ رقم اس کو واپس کردیتی ہے، اور اس کی جگہ پر دوسرے ممبر کو لے

لیتے ہیں، امور ذیل دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس کمپنی کی تشکیل شرعاً جائز ہوگئی یا کہ نہیں؟

(۲) اس طرح وصول کی ہوئی رقم جس کا نام کمپنی نے بونس رکھا ہے، جو شرکاء میں مساویانہ تقسیم کی جاتی ہے، اس کا لینا شرکاء کے لئے کیسا ہے؟

(۳) شرکاء سے رقم کی وصولی کے لئے یا کمپنی کے حساب وکتاب کے لئے ملازمت کے طور پر کمپنی کی مدد کرنی اور اس سے اپنا حق محنت مقرر تنخواہ کی صورت میں وصول کرنا درست ہوگا یا کہ نہیں؟

(۴) ایک ایسا شخص جو سرکاری ملازم تھا لیکن اب وہ سفید کیا ہوا ہے، یعنی نہ اُسے کام کرنے کی اجازت ہے نہ اُسے برخواست کیا گیا ہے، لیکن اس کو کسی قسم کا اولس بھی نہیں مل رہی ہے، کہ وہ کوئی کاروبار یا ملازمت کرے اگر ایسا شخص عارضی طور پر ملازمت کرے اور اس کو کامیاب طریقہ پر سرکاری نظر سے چھپائے رکھے تو اسے اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے یہ ملازمت جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نہیں[۱]، (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) یہ سرکاری چوری ہے ظاہر ہونے پر جان ومال وعزت وہر چیز کا خطرہ ہے[۴]، اس سے حفاظت کا انتظام پہلے کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية سورة بقره آيت ،۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] عن جابرؓ قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اٰكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء مشكوٰة شريف ص ۴۴ص باب الربوا، الفصل الاول، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کا مصرف مدرسہ میں

سوال:۔(۱) ڈاکخانہ سے جو سود ملتا ہے اس سے مدرسہ کی ٹاٹ خریدی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا اس رقم سے نادار طلبہ کے کپڑے بنوائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کو وظیفہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اس رقم سے مدرسہ کے خاک روب کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کو مستحقین پر صدقہ کرنا چاہئے، ٹاٹ میں یا پردے میں خرچ نہ کیا جائے[۱]

(۲) درست ہے[۲] (۳) نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ باب الربا مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند.

[۴] "لَایَنبَغِیْ لِلْمُؤمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوْا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ یَتَعَرَّضَ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ، الحدیث ،ترمذی شریف، ج۲/ص ۵۰/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابواب الفتن.

(صفحہ ہذا) [۱] اما اذا کان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسدٍ او حصل لهٗ بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء، بذل المجهود ج۱/ ص۳۷/ باب فرض الوضوء، مطبوعہ رشیدیہ سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً.

[۲] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

[۳] ایضاً

سود کی ایک صورت

سوال:۔ گورنمنٹ نے عوام کے اوپر کھیت پر ٹیکس لگایا کہ ایک سال میں ایک بیگھہ زمین پر اتنا غلہ دینا پڑے گا، چنانچہ قانون کے مطابق غلہ لوگوں نے دیدیا اب تین سال کے بعد گورنمنٹ اس کا سود جوڑ کر جو غلہ وصول کیا تھا، اس کا سود دے رہی ہے، تو آیا اس سود کو لیا جائے یا نہیں، اگر لیا جائے تو کہاں صرف کیا جائے، اگر چھوڑ دیتے ہیں تو گورنمنٹ کے آدمی اسے کھا جائیں گے، تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عوام نے گورنمنٹ کو از خود غلہ نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے جبریہ قانون کے تحت وصول کیا، یہ لوگ غلہ دینے پر مجبور تھے، پھر گورنمنٹ اپنے قانون کے موافق کچھ زائد سود کے نام سے دے رہی ہے، تو یہ حرام سود کی حد میں داخل نہیں، اس کو لیکر اپنے کام میں لانا درست ہے[1]، طبیعت گوارا نہ کرے تو اس کو لیکر غرباء کو دیدیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۱ھ

---

[1] مستفاد امدادالفتاویٰ ج۳/ص۱۴۸/۱۴۹/ کتاب الربوا، "حکم رقمے که بنام سود ملازمان را از سرکار بدست می آید" مطبوعه زکریا دیوبند، منتخباتِ نظام الفتاوی ص۲۰۶، ۲۰۸ ج ۱، کتاب الربوا، پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت، مطبوعه اسلامک فقه اکیڈمی دهلی.

باب دوم: جوئے کے مسائل

معمہ حل کرنے کی اجرت

سوال:۔ ہمارے ایک دوست کی اور میری ایک مسئلہ میں بحث ہوگئی ہے، ہم دونوں کی رضامندی سے فیصلہ آپ پر چھوڑ رہے ہیں، مسئلہ حسب ذیل ہے:۔

اکثر رسالہ میں آنجناب نے علمی معمہ دیکھا ہوگا، اس کی صحیح خانہ پوری کرنے پر انعام دیا جاتا ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا قمار ہے، کیونکہ ایک روپیہ کے بدلے میں زیادہ روپے ملتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ قمار نہیں ہے، بلکہ ایک روپیہ فیس داخلہ ہے، اور انعام اس ایک روپیہ پر نہیں ملتا، ورنہ ہر داخلہ لینے والا انعام کا مستحق ہوتا، بلکہ عمل (صحیح خانہ پوری) ہی باعث انعام ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کا جتنے درجہ عمل صحیح ہوگا وہ ویسے ہی انعام کا مستحق گردانا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپکے دوست نے اسکے ناجائز ہونے کی ایک وجہ (قمار) تجویز کی ہے، آپ نے اسکے جائز ہونے کی ایک وجہ نکالی جو کہ درحقیقت اسکے ناجائز ہونے کیلئے مؤکد ومؤید ہے، یعنی ربوا، پس اس کے ناجائز ہونے کی دو وجہ آپ دونوں کے مجموعی کلام سے حاصل ہوگئیں!

(۱) ایک قمار کیونکہ انعام نہ ملنے کی صورت میں یہ روپیہ ضائع ہوگیا۔

(۲) دوسری وجہ ربوا، کیونکہ روپیہ دے کر زیادہ روپے حاصل ہوئے، ربوٰ اور قمار دونوں نصاً ممنوع ہیں[1]

---

[1] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية سوره بقره آيت ۲۷۵/ پاره۳/.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن) **(بقیہ اگلے ص پر)**

یہ توجیہہ کہ ایک روپیہ تو فیس داخلہ ہے اور انعام معاوضہ واجرت ہے خانہ پوری کی) فقہی نظر میں توجیہہ نہیں بلکہ توجیہہ محض ہے، اس کی اتنی حیثیت نہیں جتنی فیس داخلہ ایک روپیہ کی، اس پر انعام نہیں ملے گا، یہ عمل صحیح نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ محض داخلہ مقصود نہیں، کہ اس کے لئے فیس برداشت کیجائے، بلکہ تحصیل رقم مقصود ہے، جس کا نام انعام رکھا ہے، اور وہ درحقیقت اجرت ہے، خانہ پوری کی ،مگر خانہ پوری بھی مطلقاً نہیں، بلکہ حسب منشاء مستاجر جس کا کسی کو علم نہیں، ایسا اجارہ ہی جائز نہیں، جو اجیر کے علم میں نہ ہو اور اس کے قابو سے باہر ہو۔

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ انعام دینے والے کا مقصود بھی محض خانہ پوری نہیں نہ اس سے کوئی خاص غرض وابستہ ہے، بلکہ انعام کثیر کا لالچ دے کر روپیہ جمع کرنا مقصود ہے، کہ ایک ایک روپیہ کر کے بے شمار روپیہ جمع ہو جائے، پھر اس میں سے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت کچھ روپے فیس والوں کو بھی دیدیا جائے، دوسرے لوگ دیکھیں گے، کہ فلاں شخص کو ایک روپیہ داخل کر کے اتنا انعام ملا ہے، اس سے ان کی طبیعت میں بھی لالچ پیدا ہوگا، وہلم جرا یہ تو درحقیقت روپیہ غلط طریقہ پر کمانے کی تنظیم ہے، ''**الاجارة هی تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لواستاجر ثیاباً اواوانی لیتجمل بها اودابة لیجنبها بین یدیه اوداراً لایسکنها اوعبداً اودراهم اوغیر ذالک لایستعمله بل لیظن الناس انه لهٗ فالاجارةً فاسدةفی الکل ولااجرلهٗ لانها منفعة غیر مقصودة فی العین اھ درمختار اول کتاب الاجارة وقوله مقصود ة من العین) ای فی الشرع ونظر العقلا ء وبخلاف ماسیذکره فانه وان کان مقصوداً للمستاجر لکنه لانفع فیه**

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) ''اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ (الایة سوره مائده پاره ۶/آیت ۹۰/''

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سوان سب سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

ولیس من المقاصد الشرعیۃاھ شامی ج۵/ص۳/[1] رجل ضل له شئی فقال من دلنی علی کذافله کذا فهو علیٰ وجهین ان قال ذٰلک علیٰ سبیل العموم بان قال من دلنی فالاجارة باطلة لان الدلالة والاشارة لیست بعمل یستحق به الاجراھ شامی ، ج۵/ص ۷۹/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

اخباری معمہ حل کرنا

سوال: ۔کسی اخبار کا انعامی معمہ بھر کر انعام حاصل کر کے کسی مسجد یا مدرسہ دینیات یا کسی اور جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی پوری کیفیت تحریر کیجئے اگر یہ صورت ہو کہ اخبار میں شائع ہوا کہ جو شخص فلاں چیز کا مطلب بیان کر دے، یا فلاں مسئلہ کو حل کر دے تو اس کو اتنا انعام دیا جائے گا پھر کسی نے اس کو حل کر دیا، اور انعام ملا تو یہ انعام اس کی ملک ہے،[3] اس کو اختیار ہے کہ اپنے کام میں

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۵/ص۳/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ومطبوعه زکریا ج۹/ص۵/ ومطبوعه کراچی ج۶/ص۴/ کتاب الاجارة، البحر الرائق ص۳ج۸ کتاب الإجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص ۵۱۱ ج۳، کتاب الإجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[2] شا می زکریا ج۹/ ص۱۳۰/ ومطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ ص۵۸/ ومطبوعه کراچی ج۶/ ص۹۵/ مطلب ضل له شی الخ، فی مسائل شتی، کتاب الاجارة، الاشباه والنظائر ص۱۴۸، الفن الثانی، کتاب الإجارة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، بزازیة ص۴۸، ج۵، کتاب الإجارات فی الاعمال التی لا تصح الاجارة بها الخ، مطبوعه کوئٹه،

[3] ولو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان اوالاثنین فمن سبق فله کذا من مال نفسه اوقال للرماة من اصاب الهدف فله کذا جاز لانه من باب التنفیل، تبیین الحقائق، ج۶/ص۲۲۸/ کتاب الخنثی، فی مسائل شتی، مطبوعه ملتان پاکستان، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لائے یا مسجد وغیرہ میں صرف کردے، اس میں کوئی اشکال نہیں[1] کیونکہ یک طرفہ چیز ہے، اگر حل کرنے والے سے بھی کچھ وصول کیا جاتا ہے، تو اس کی تفصیل معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شمع معمہ حل کرنے پر انعام

سوال:۔ (۱) آج کل شمع معمہ دہلی سے نکلتا ہے، اس میں شرائط یہ ہیں کہ اس میں ایک خاکہ ایک روپیہ کے حساب سے جتنا چاہو دیدو، اور اس میں شمع معمہ کا ٹوکن ہونا لازمی ہے، اب تمہاری قسمت اگر پہلا انعام یا کوئی انعام ملا آیا یہ روپیہ لینا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(الف) اگر جائز ہے تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں۔

(ب) مثلاً جب روپیہ نام میں اٹھا جتنا بھی ہو اس کو لے کر کسی غیر مسلم کو دیدیں وہ اس کی ملک ہوگئی، اس کے بعد وہ ہم کو جتنا روپیہ واپس کردے اس کو اختیار ہے یہ حیلہ کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) یا روپیہ ہمارے نام میں اٹھا ہم اسکو نہیں لیکر کسی غیر مسلم کو دیدیں، اور وہ اسکول جہاں مسلم وغیر مسلم دونوں طلبا پڑھتے ہوں، اور قوم کا فائدہ ہوجائے یا اپنے نام سے اسکول کھلوالیں کیا اس میں بھی گناہ ہوگا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحرالرائق ج۸/ ص۴۸۶/ مطبوعہ کوئٹہ، فی مسائل شتیٰ، شامی زکریا ص۵۷۷، ج۹ کتاب الحظر الاباحۃ، فصل فی البیع،

(صفحہ ہذا) [1] والمالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء، بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/ سورۃ الفاتحۃ، آیت:۳، مطبوعہ مجتبائی دھلی،

(د) ایک شخص مقروض ہے حالانکہ اس کی آمدنی ایک سو روپیہ ہے لیکن خرچ زیادہ ہے، کیونکہ اہل وعیال زیادہ ہیں اور موجودہ وقت میں ہر چیز گراں ہے، اسی وجہ سے مقروض ہوگیا، اب ادائیگی کی کوئی صورت نکلتی ہی نہیں، اگر سود لیتا ہے تو اور مصیبت جان پھر بلائے جان، کوئی صورت نہیں اب ایسی حالت میں وہ شمع معمہ لگا کر روپیہ لیکر صرف قرض ادا کرے اور کوئی مقصد نہیں ہے، نہ تجارت ہے نہ اپنے مصرف میں لانا، کیا اس صورت میں گنجائش نہیں ہے، جب کہ شریعت میں مجبوری کے وقت حرام کھانا جائز ہوگیا ہے، ایک شخص بھوکا ہے، اب مرنے پر پہنچ رہا ہے، حرام چیز سامنے ہے اگر نہیں کھائیگا اور مرگیا تو گنہ گار مرے گا، بہرحال مجبوری کی حالت میں نماز وغیرہ معاف ہوجاتی ہے، آیا وہ شمع معمہ کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) موجودہ حالت سے تمام دنیا واقف ہے، اس وقت ہندوستان دارالحرب ہے، یا دارالامن، دارالاسلام تو کسی صورت میں ہو نہیں سکتا، کیا اس صورت میں یہاں پر سود لے سکتا ہے، یا نہیں، اور یہاں پر ریس، دوڑ، جوا وغیرہ سے پیسہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ قمار (جوا[1]) ہے، اس کا لینا جائز نہیں، اس سے ملک ثابت نہیں ہوگی، اس میں کوئی تصرف جائز نہیں[2] کسی کو دینے کا بھی حق نہیں، جس کو دیا جائے اس کی ملک بھی ثابت

---

[1] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية سوره مائده، آیت ۹۰/

ترجمہ: بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

[2] لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا إذنه ولا ولايته شامى زكريا ص ۲۹۱ ج۵ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰ مطبوعه اشرفى ديوبند.

نہیں ہوگی، پھر اس کے تصرفات بھی درست نہیں ہوں گے، جو شخص اس قدر مجبور ہو کہ جان بچانے کے لئے اس کو مردار کھانے کی اجازت ہو اس کا حکم دوسرا ہے، وہ بقدر ضرورت استعمال کرنے کیلئے مستثنیٰ ہے[1]

(۲) سود اور جوا ہر وقت اور ہر جگہ مسلم کے لئے حرام ہے، اس کی حرمت نص قطعی[2] سے ثابت ہے، لہٰذا سود کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے، بعض ائمہ کا مسلک اس کے متعلق جو کتب میں مذکور ہے اس کا محل اور مقصد کچھ اور ہے، اس سے گنجائش نکال کر حرام چیز کو حلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حل معمّہ

سوال:۔ یہاں کے بیشتر انگریزی اور گجراتی اخبارات میں آئے دن حل معمہ کی ترویج پڑھی جاتی ہے، حل معمہ کی تفصیل حضور والا کو معلوم ہوگی کہ ایک کوپن کی کچھ الفاظ کے ذریعہ خانہ پوری کی جاتی ہے، اور اس کو مع فیس داخلہ کے دفتر میں بھیج دیا جاتا ہے، اور اس معمہ کا حل یا تو پہلے ہی سے محفوظ ہوتا ہے یا بعد میں مقررہ اراکین کے ذریعہ محفوظ کرلیا جاتا ہے، جس شخص کا حل اس حل شدہ اور محفوظ شدہ معمہ کے حل کے مطابق صحیح ہوتا ہے اس کو مقررہ انعام دیا جاتا ہے، اور اگر اس میں ایک دو غلطی بھی ہوتی ہے تو حسب اعلان انہیں بھی

---

[1] أكل الميتة حالة المخمصة قدر ما يدفع به الهلاك لا بأس به الخ عالمگیری ص۳۳۷ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ۱۸۰ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى الأكل، دار الكتب العلمية بيروت، احكام القرآن للجصاص الرازى ص۱۷۹ ج۱ سوره بقره، باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة، مطبوعه قديمى كراچى

[2] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورۂ بقره پاره ۳/آیت ۲۷۵/.

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (از بیان القرآن)

انعام دیا جاتا ہے، خانہ پوری میں نہایت ہی سخت دماغ پاشی ہوتی ہے، پھر صحیح حل تو بہت ہی کم نکلتا ہے، شاذ و نادر ہی کوئی قسمت والا صحیح حل نکال لیتا ہے، بعض تو پچاس، پچاس، سو، سو کوپن کی خانہ پوری کر کے بھیجتے ہیں پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی اور اگر کامیابی ہوتی ہے تو یہ انعام نتیجہ ہوتا ہے، انتہائی سمع خراشی اور دماغ پاشی کا نہ کہ فیس داخلہ کا، چنانچہ عرض یہ ہے کہ حل معمہ کی اس دماغ پاشی میں اور اس کے انعام میں بظاہر کوئی شرعی قباحت اور قمار بازی کی صورت تو نہیں، چونکہ کوپن کے ہمراہ مرسلہ رقوم بصورت ناکامی واپس نہیں دی جاتی اس وجہ سے بظاہر قمار کا شائبہ دل میں کھٹکتا ہے، مگر چونکہ یہ رقوم فیس داخلہ کہہ کر دی جاتی ہے، اس وجہ سے یہ شبہ بھی اُٹھ جاتا ہے، اور دراصل حل معمہ کی صورت ایک قسم کی تجارت اور جلب منفعت کی ایک صورت ہے، جس میں اس معمہ نکالنے والی کمپنی کو بہت زیادہ نفع ہوتا ہے، مگر سرکار ایسی کمپنیوں سے انعام کی مقدار کی رقوم پہلے ہی سے امانۃً اپنے پاس رکھ لیتی ہے، تب اجازت دیتی ہے تاکہ پبلک کو دھوکہ نہ ہو، لہٰذا حضور والا کے نزدیک اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار ہے، فیس داخلہ کے نام سے جو مقدار جمع ہو جاتی ہے وہ مقدار انعام سے بہت زیادہ ہوتی ہے، فیس داخلہ کنندہ کو تو قلیل فیس کے عوض میں انعام کثیر مل جاتا ہے، بشرطیکہ اس کی قسمت اچھی ہو، اور انعام دہندہ کو رقوم کثیرہ کے عوض میں انعام قلیل دینا ہوتا ہے، اس پر کوئی بار نہیں، یہی مستقل تجارت ہے، البتہ اگر فیس داخلہ نہ ہو پھر انعام دیا جائے تو شرعاً اس کا لینا درست ہے، اور اب تو طرفین سے رقم کی شرط ہوگئی، ایک کا نام فیس رکھدیا دوسری کا نام انعام تجویز کر دیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

[1] یَاایُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسَر وَالْاَزْلَامُ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی

سوال:۔ایک طریقۂ تجارت باقاعدہ اسکیم کے تحت تقریباً پوری دنیا میں چل رہا ہے ، ہمارا ہندوستان بھی اس میں ملوث ہے ،اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تاجر یا کوئی کمپنی یا کوئی پارٹی ممبر سازی کرتی ہے ،مثلاً کوئی سائیکل اسکیم چلاتی ہے ،اس سائیکل کی اصل قیمت ۵۰۰/ روپئے ہے ،اس صورت میں ۵۰/روپے ماہانہ کے بیس ممبر بنائے جاتے ہیں ،اور ایک ماہ میں ایک مرتبہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے ، اس قرعہ میں جس ممبر کا نام نکل جاتا ہے ، اس کو صرف ۵۰/روپے میں سائیکل مل جاتی ہے ،اس طرح ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو سائیکل ملتی رہے گی ، یہ صورت ہر مہینہ چلے گی ،اور دسویں مہینہ میں جتنے باقی رہیں گے سب کو سائیکل دیدی جائے گی ،اس میں اسکیم چلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پہلے ماہ میں ایک ہزار روپے ملیں گے ،جس میں وہ پانچ سو روپے کی چیز دے گا اور مابقی رقم اپنی تجارت میں لگائے گا ،اسی طرح نو ماہ تک کچھ نہ کچھ رقم بچتی رہے گی ،اور پانچ سو روپے کی چیز جاتی رہے گی ، دسویں ماہ میں مابقی ممبروں کو وہ چیز پوری پوری دیدی جائے گی ،البتہ پہلے اور دوسرے تیسرے اور دیگر قرعہ اندازی کے اندر نکلنے والے ناموں کو یہ چیز کم قیمت میں ملتی ہے ، یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے طے ہوتا ہے ، آیا یہ اسکیم سود وقمار میں داخل ہے یا نہیں؟ سود اور قمار اگر ہے تو کیسے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشہ) رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن. سورہ مائدہ آیت ۹۰.

ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ،سو اس سے بالکل الگ رہے تا کہ تم فلاح ہو۔(بیان القرآن) وإن شرط من الجانبين يحرم لانه يصير قماراً والقمار حرام الخ مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، وقت عقد ثمن مبیع متعین ہونا چاہئے،[1] وہ یہاں متعین نہیں بلکہ مجہول ہے کمی زیادتی ظاہر ہے کہ جتنی رقم دی ہے اس پر زیادتی کونسے عقد کی بناء پر ہے، اس کو قمار بھی کہا جاسکتا ہے،[2] اور ربوٰ بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لاٹری کا حکم

سوال:۔ (۱) آج کل ہندوستان میں مختلف صوبائی حکومتوں نے مختلف انعامات کے ساتھ لاٹری شروع کر رکھی ہے، اور ان کو انتہائی دیانتداری کے ساتھ نکال کر ان کی تقسیم بھی کرتی ہے، اگر کسی مسلمان کو یہ انعام نکل جائے تو تعمیر پر صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) نیز یہ پیسہ کسی اسلامی مدرسہ یا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) نیز اس پیسے کو اپنی ذات خاص پر صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انعامی لاٹری کا یہ سلسلہ خلافِ شرع ہے،[1] ہرگز اس میں حصہ نہ لیا جائے، اگر غلطی سے

---

[1] وشرط لصحته معرفة قد رمبيع وثمن الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ، ج۷/ص۴۸/ ومطبوعه كراچى ،ج۴/ص ۵۲۹/ (اول كتاب البيوع)، عالمگيرى ص۳ج۳ كتاب البيوع الباب الاول، مطبوعه كوئٹه بحر ص ۲۶۰ ج۵ كتاب البيوع، مطبوعه كوئٹه.

[2] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية سوره مائده ،پاره۶/آیت ۹۰/

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورہ بقرہ پارہ ۳آیت ۲۷۵.

[3] يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ الاية، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حصہ لے لیا ہے اور روپے مل گئے ہیں ،تو اس کو بلانیت ثواب غریبوں محتاجوں کو صدقہ کر دیا جائے[1]، جن میں نادار طلبہ بھی داخل ہیں، مسجد یا مدرسہ یا اپنے ذاتی کام میں صرف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۹ھ

دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں

سوال:۔ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے فرمایا کہ اگر میری بات سچی نکلی تو تم مجھے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا اور اگر تمہاری بات سچی نکلی تو میں پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گا، اس طرح یہ شرط دونوں کے درمیان لگی، اتفاق سے ایک کی بات صحیح نکلی تو کیا دوسرے طالب علم پر پیٹ بھر مٹھائی کھلانا ضروری ہے۔

نوٹ:۔جس طالب علم کی بات صحیح نکلی ہے، اس طالب علم کو پکا یقین تھا، کہ میری بات صحیح نکلے گی، کیوں کہ وہ ایک مرتبہ دیکھ چکا تھا، تو ایسی صورت میں ان صاحب پر مٹھائی واجب ہوگی یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سورہ بقرہ پارہ ۲/آیت ۲۱۹/

ترجمہ:۔ تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوے کا، کہدے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔(از ترجمہ شیخ الہند)

مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والإباحة فصل فى البيع.

(صفحہ ہذا) [1] واما اذاكان عند رجل مال خبيث الىٰ قوله ولايمكنه ان يرده الىٰ مالكه ويريدان يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة الا ان يدفعه الى الفقراء الخ .بذل المجهود ، ج۱/ص ۳۷/ مطبوعه سهارنپور،فصل فى فرائض الوضو) شامى زكريا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، باب الكسب.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کا معاملہ شرعاً درست نہیں، اور اس صورت میں مٹھائی کھلانا واجب نہیں کمافی ردالمحتار[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوے کی ایک صورت

سوال:۔ خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، بکر کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، دونوں میں سو، سو روپے کی شرط ہوگئی، اور ثالث کے پاس دوسو روپے رکھدیئے کہ جسکی بات صحیح ہوگی وہ دوسو روپے لے لیگا، سوال یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جوا ہے جو کہ ناجائز ہے[2]۔ روپے مالک کو واپس پہنچانا ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۸۵ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۸۵ھ

---

[1] وحرم شرط الجعل من الجانبين بان يقول ان سبق فرسک فلک علی کذا وان سبق فرسی فلی علیک کذاالدرالمختار مع الشامی زکریا ج۱۰/ص۴۸۲/کتاب الخنثیٰ،مسائل شتی. الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۷۷/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ کتاب الکراهية، فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۲۷ ج۶ مسائل شتی، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اما لوقال من ظهرمعه الصواب منافله علیٰ صاحبه کذا فلايصح لانه شرط من الجانبين وهو قمار. شامی زکریا، ج۹/ص۵۷۸/ومطبوعه کراچی، ج۶/ص۴۰۴/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لاٹری کا ٹکٹ

سوال:۔حکومت ملایا کی جانب سے ایک لاٹری نکلتی ہے،جس کا مقصد یتیموں کی امداد کرنا ہے،اس میں ہار جیت بھی ہوتی ہے،اس لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا

سوال:۔بعض ادارے رقم جمع کرنے کے لئے کپڑا سینے کی مشین،سائیکل،سیکڑوں کی تعداد میں روپیہ اور دیگر قیمتی اشیاء رکھ کر ایک روپیہ کا ٹکٹ عوام میں تقسیم کرتے ہیں،اور ایک معین تاریخ تک پھر ایک جلسہ کر کے مذکورہ اشیاء جن کے نام پر نکلتی ہے،اس کو دیدیتے ہیں،کیا یہ شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ صورت سود بھی ہے،جوا بھی ہے،اس لئے جائز نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۲۷، ج۶، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی، مطبوعه امدادیه ملتان،

(صفحہ ہذا) [1] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ الایة سوره مائده ،پاره۶/آیت ۹۰/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کے لئے کمیٹی

سوال:۔ ہمارے محلّہ کے چندلوگوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ شراب وجوا ودیگر خرافات سے سب کو روکیں گے، مگر کمیٹی کے بعض ممبران حضرات خود ان قبیح برائیوں میں مبتلا ہیں، امام محلّہ اس کمیٹی کے صدر ہیں، اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اہل محلّہ نے اس مقصد کیلئے یہ ممبران مقرر کئے ہیں، کہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی جائے، تو شراب پینا بھی تو خرابی حالات سے ہے، اس کی بھی انشاء اللہ اصلاح کی جائے گی، اور شراب وجوا سے ان حضرات کو بھی روکا جائیگا، جب یہ ممبر دوسروں کو ناجائز باتوں سے روکیں گے، تو کیا ان کو خود احساس نہیں ہوگا، یا ان کے سامنے خود ان کا معاملہ پیش نہیں کیا جائے گا، کہ ان کی بھی اصلاح ضروری ہے، اس مقصد کے پیش نظر اگر امام صاحب کو صدر تجویز کردیا گیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:۔ بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

۲ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایة، سورۂ مائدہ آیت: ۹۰، احکام القرآن للجصاص ص۴۶۵ ج۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع،

ترجمہ:۔ بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی

سوال:۔ایک کھیل بچوں میں چل رہا ہے، کہ ایک تختہ بازار سے لاتے ہیں، بچہ ۱۰/۵/ پیسہ لے کر پرچی پھاڑتا ہے، جو نمبر نکلتا ہے اسی کے مطابق پیسہ بچہ کو مل جاتا ہے، اور اگر نہ نکلے تو بچے کو کچھ نہیں ملتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کھیل میں جوا بھی ہے اور سود بھی، بچوں کو ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے[1] اس مقصد کے لئے ان کو پیسے نہ دیئے جائیں، ان کی اخلاقی تربیت بڑوں کے ذمہ ہے، اس سے غفلت برتنا حق تلفی اور بچوں پر ظلم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

اخبار کے لائف ممبر بنانا

سوال:۔آج کل اخباروں میں زندگی کے اراکین بنانے کا دستور ہے آج ہی ایک

---

[1] اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ الاية. سورة المائدة آيت ۹۰/.

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔الخ (از بیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ، سورہ ٔ بقرہ پارہ۳ آیت۲۷۵.

[2] عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن يودب الرجل ولده خير له من ان يتصدق، مشكوٰة شريف ص۴۲۳ باب الشفقة والرحمة على الخلق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

سو روپیہ دینے والا مر جائے، اور وہ اخبار ۲۵ رسال تک جاری رہے یا پیسے دینے والا حیات رہے اور اخبار ختم ہو جائے، ایسی صورت میں لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار کی شکل ہے جو کہ ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء الرابع والعشرون

بحمد اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء الخامس والعشرون

مطلعہ کتاب الدین انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی

خیر خلقہ محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ ھٰذا

---

[1] یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمروالمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (سورہ مائدہ آیت ۹۰) عن عبد اللّٰہ بن عمرو أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء، مشکوٰۃ شریف ص۳۱۸ باب بیان الخمر ووعید شاربھا، دار الکتاب دیوبند، القمار من القمر الذی یزداد تارۃ وینقص أخری وسمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذھب مالہ إلی صاحبہ ویجوز أن یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ھدایہ ص۴۷۵ ج۴ کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقۃ، دار الکتاب دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقروض کے تین حالات

سوال:۔ زید نے تین شخصوں کا بیان کیا جو قرضدار مرجاتے ہیں، ان کا قرض اللہ کے ذمہ ہے۔

(۱) کسی شخص کے کفن کے لئے کسی شخص سے دینے کی نیت سے قرض لیا اور وہ بوجہ غربت یا اتفاق سے مرجانے کی وجہ سے ادا نہ کرسکا۔

(۲) کسی شخص کو شادی کی خواہش ہے اگر شادی نہیں کرتا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، چونکہ وہ مفلوک الحال ہے اس لئے قرض لیا اور دے نہ سکا۔

(۳) کوئی شخص جہاد میں کمزور و بیمار ہوکر واپس آیا اور اس نے کسی سے قرض لیا، اس خیال سے کہ خوب تندرست وطاقت ور ہوکر جہاد میں جاکر دشمنوں سے لڑونگا، یعنی کفار ومشرکین سے اور اتفاق سے وطن ہی میں یا جہاد میں جاکر شہید ہوجائے، یا انتقال کرجائے۔

کیا ان تینوں اشخاص کا قرضہ جو اس طرح مرجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یا حق العباد میں سے ہے، اور ان قرضوں کی بابت باز پرس ہوگی، یا بالکل نہیں، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اس مسئلہ میں بڑی تنگی کردی فتاویٰ عالمگیری[1] میں تو یہ قید نہیں بلکہ اس میں

---

[1] رجل مات وعليه قرض ذكر الناطفي نرجو ان لايكون مواخذة في دارالاخرة اذاكان في نيته قضاء الدين الخ ،عالمگیری، کوئٹہ ص ۳۶۶/ ج۵/ کتاب الکراهية ،الباب السابع والعشرون في القرض، ولو غير قادر علىٰ وفائه ويرجى أن لا يؤاخذه الله بذلك أى لوناوياً وفاء إذا قدر كما قيده في الظهيرية، الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۴۵۵ ج۳ كتاب الحج.

تو مطلقاً لکھا ہے کہ جو شخص کسی ضرورت و پریشانی سے مجبور ہو کر قرض لے اور نیت یہ ہو کہ اس کو ادا کر دوں گا، پھر باوجود کوشش کے ادا کرنے کی قدرت و وسعت نہ ہوئی، اور اسی حال میں انتقال ہو گیا، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت میں مواخذہ نہ فرمائینگے ایسا ہی مضمون اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے، جو کہ مشکوٰۃ، ص۲۵۲[1] باب الافلاس والانظار فصل اول میں بحوالہ بخاری منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال من اخذ اموال الناس يريد ادائها ادی اللّٰه عنه ومن اخذيريد اتلافها اتلفه اللّٰه عليه"، رواہ البخاری، اور اس مسئلہ کو تصریح کے ساتھ فتح الباری[2]، ص۴۲/ج۵/ میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض کا نفلی چندہ دینا

سوال:۔ ایک شخص پانچ سو روپیہ سے تجارت کر رہا ہے، اور چھ سو روپیہ کا مقروض ہے، کیا اس قرضہ کی صورت میں کسی مدرسہ یا مسجد وغیرہ کی کچھ امداد کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، یا نہیں، یا مقدم قرض کی ادائیگی ہے، اور امداد کی صورت میں ثواب کا مستحق ہے کہ نہیں؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص۲۵۲/(مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب الافلاس والانظار الفصل الاول، بخاری شريف ص ۳۲۱ ج ۱ كتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس يريداها، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لوگوں کا مال قرض لیا اور اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ادا کرا دیگا، اور جس نے لوگوں کا مال تلف کرنے کی نیت سے لیا، اللہ تعالیٰ اس کو تلف کر دیگا۔

[2] فتح الباری، ص۴۰-۴۱/ج۵/ (مطبوعه مصری) كتاب الاستقراض واداء الديون الخ باب من اخذ اموال الناس ليريد ادائها الخ .

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ نفل کے درجہ میں ہے اور قرض ادا کرنا فرض ہے، اگر فرض ذمہ میں باقی رہتے ہوئے کوئی شخص نفل پڑھتا ہے، تو اسکو ثواب بھی ملتا ہے، اور قرض کی تاخیر پر باز پرس بھی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ثواب نہیں ملیگا صحیح نہیں! البتہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام چاہئے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر جنس سے اپنا دین وصول کرنا

سوال:۔ ایک صاحب کے ذمہ میرے ٹرک کا کرایہ ۹۵/روپے باقی تھے، میرے ٹرک ڈرائیور نے ان کی سائیکل چھین لی، اب وہ سائیکل ۱۰/ماہ سے میرے پاس رکھی ہے، باجود تلاش کے نہ وہ ملے اور نہ خود آئے، سائیکل میں نے استعمال بالکل نہیں کی، کیونکہ وہ بہت خراب حالت میں ہے، اور مشکل سے اس کی قیمت پچاس روپے ہوگی، کیا میں یہ سائیکل نیو کرنے کے بعد اپنے استعمال میں لاسکتا ہوں، یا فروخت کرکے قیمت اپنے کام میں لاسکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سائیکل جتنی قیمت کی بازار میں ہے اتنی مقدار گویا کہ آپ نے اپنا روپیہ وصول کرلیا، آپ کو اختیار ہے کہ اس کو ٹھیک کرا کے استعمال میں لائیں یا فروخت کرکے قیمت استعمال میں لائیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۰ھ

---

[1] الفرض افضل من النفل بسبعین درجة الخ مرقاة شرح مشکوٰة، ص ۳۳۵/ج ۳/ (مطبوعه ممبئی) باب الافلاس والانظار. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرض اس کی جنس سے ہی ادا کیا جائے

سوال:۔زید نے عمر سے تنگ دستی کی وجہ سے ایک من جو قرض لئے تھے، اس وقت بھاؤ بھی ۲۰/روپیہ تھا اب اسکو دو سال کا عرصہ ہو گیا، عمر اپنے غلہ کا تقاضہ کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے تو چالیس روپے کے بھاؤ لگا لیا ہے، تو عمر کو یہ لینا اس طرح سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک من جو قرض لئے ہیں، ایک من جو ہی کی واپسی لازم ہے، اس کی قیمت کا واپس کرنا لازم نہیں، خواہ کچھ ہی نرخ ہو پس چالیس روپے قیمت لگا کر وصول کرنے کا حق نہیں، **الاقراض تقضیٰ بامثالها** [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

قرض کی ادائیگی کی صورت

سوال:۔احقر کی ایک ہمشیرہ کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں آپریشن کے ذریعہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقه قال الشامی ان عدم الجواز کان فی زمانهم اما الیوم فالفتویٰ علی الجواز الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص۶۰۶/ج۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص۲۲۱ج۹ کتاب الحجر، ایضاً ص۱۵۸ ج۶ کتاب السرقة مطلب یعذر بالعمل بمذهب الغیر عند الضرورة، طحطاوی علی الدر المختار ص۸۶ج۴ کتاب الحجر، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] شامی زکریا، ج۵/ص۶۷۵/ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب القتل، مطلب الدیون تقضی بامثالها، الاشباه والنظائر مع حاشیة الرافعی ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

ایک بچی ریحانہ تولد ہوکر انتقال ہوا تھا، ان ہمشیرہ کی شادی میں والد صاحب نے ایک مکان جہیز میں دیا تھا، بچی ریحانہ کی پرورش والدہ ہی نے کی ہے، اور اب بالغ ہوچکی ہے، جہیز میں دیئے ہوئے مکان کو والد صاحب نے اپنی زندگی میں ضرورتاً پندرہ سو روپیوں میں فروخت کرکے، اس رقم کو خرچ کرلیا تھا، بعدازاں والد نے ایک اور مکان فروخت کرکے ریحانہ کی رقم پندرہ سو کے بجائے پچیس سو روپے علیحدہ کرکے محفوظ کردیئے تھے، لیکن بعد میں ان روپیوں سے ایک انجن اور پمپ خرید کر زراعت کے لئے بورنگ پر نصب کرادیئے اور زبانی وتحریری یہ ہدایت کئے ہیں، کہ پچیس سو روپیہ ریحانہ کی شادی کے وقت ادا کریں، علاوہ ازیں کچھ سرکاری رقم تقریباً پانچ سو روپے بضمن شادی وغیرہ ادا کرتے ہیں، اب ہم بھائیوں نے یہ طے کیا کہ ایک زمین جو آٹھ ایکڑ ہے قرض کی ادائیگی کے لئے علیحدہ کردیں، یعنی لڑکی کی شادی کے وقت ۲½ روپئے اس کو دیدیں گے، اس کو چھوڑ کر باقی زمین کو سات حصوں میں منقسم سمجھا گیا یعنی ہم پانچ بھائیوں کے پانچ حصے اور والدہ کا ایک حصہ اور باقی، ایک حصہ میں دو بہنوں کا آدھا آدھا حصہ لیکن عملاً اس پوری زمین کے ٹکڑے نہیں کئے گئے، اور فی الحال زمین کی آمدنی کے لئے چھوڑ کر ان ہی کو اس کے انتظام ونگرانی کا ذمہ دار قرار دیا، لیکن والدہ چاہتی تھیں کہ آمدنی انہیں دی جائے، اور خرچ سب مل کر تقسیم کرلیں، لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا، احقر کی رائے ہے کہ اس سالم زمین کو فروخت کرکے اس کی رقم سے حیدرآباد میں ایک مکان خرید لیں، اور اس کے کرایہ کی آمدنی سے اپنا خرچ پورا کریں، اب حضرت والا سے حسب ذیل امور میں رہبری چاہتا ہوں:۔

(۱) حضرت والد صاحب مرحوم کے قرض کی ادائیگی کے لئے صرف زمین کا فی الحال علیحدہ کردینا کافی ہے، یا اس کو فروخت کرکے فی الفور نقد رقم سے قرض ادا کردینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کا قرض ہے اس سے معاملہ کرلیا جائے، وہ اگر رضامند ہو کہ زمین لے

لے تو زمین دے دی جائے، اگر وہ نقد کا طالب ہو تو زمین فروخت کر کے اس کی قیمت دیکر قرض ادا کر دیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیداوار کی قلت کی وجہ سے قرض لیکر کھایا اور زمین کی پیداوار کی دیکھ بھال کی اس لئے قرض ڈالنا کیسا ہے؟

سوال:۔ والدین کے انتقال کے بعد ہم دونوں بھائیوں نے ساری جائیداد کو نصف نصف تقسیم کر لیا ہے، ہم دونوں بھائیوں کی صرف ایک بہن ہے، تقسیم جائیداد کے وقت ہمشیرہ کو جائیداد سے محروم رکھا گیا، اس لئے کہ بڑے بھائی صاحب ہمشیرہ کو حصہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے، اب احقر نے موجودہ نصف حصہ میں سے ہمشیرہ صاحبہ کو پانچواں حصہ دینے کا پختہ عزم کر لیا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جائیداد کی تقسیم کے وقت تقریباً پندرہ سو روپے احقر کے ذمہ بڑے بھائی صاحب نے قرض ڈالے ہیں، احقر نے بڑے بھائی سے دریافت کیا کہ یہ قرض کیسے ہوا، مجھ کو اس سے کیا تعلق ہے؟ تو بھائی صاحب نے جواب دیا کہ تقریباً تین سال پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے میں نے قرض کر کے کھایا، اور زمین کی دیکھ بھال کی اس لئے آپ کے ذمہ قرض ڈال رہا ہوں، جس کو احقر نے مجبوراً قبول کر لیا، اس طرح کا قرض احقر اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے ذمہ بھی کچھ ڈال سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ احقر ہمشیرہ کو پانچواں حصہ دے رہا ہے، اگر قرض ڈالنا ہے، تو کس طرح ڈالا جائے؟

---

[1] عن ابی یوسف لیس له اعطاء غیره الابرضاه (شامی کراچی، ج۵/ص ۱۶۱/ اول فصل فی القرض، کتاب البیوع، شامی زکریا ص۳۸۸ج۷ باب المرابحة والتولیة فصل فی القرض البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف تتمة فی مسائل القرض.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کو اس صورت میں ہمشیرہ پر یہ قرض ڈالنے کا حق نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۲ھ

قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا

سوال:۔ مالا بدمنہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی سے قرض لیا کرتے تھے، تو کچھ زیادہ دیا کرتے تھے، تو یہ زیادہ دینا بخوشی کیسا ہے، لینے والے کے لئے تو سود نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس سے قرض لیا جاوے، واپس کرتے وقت کچھ زیادہ دینا یہ کہہ کر کہ اتنا آپ کا اصل مطالبہ ہے اتنا میری طرف سے زائد ہے، یہ حدیث[2] پاک سے ثابت ہے، لیکن قرض دینے والے کو پہلے سے اس کا لالچ اور خیال نہ ہونا چاہئے کہ زیادہ ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

---

[1] کمایستفاد مات عن ابنین صغیر وکبیر والف درهم فانفق علیٰ الصغیر خمسائة نفقة مثله فهو متطوع الخ شامی زکریا، ج۱۰/ص۴۳۳/ کتاب الوصایا فصل فی شهادة الاوصیاء، فلا رجوع فیما وهب لذی رحم محرم، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۵۰۳ ج۳ کتاب الهبة باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۱۳ ج۸ باب الرجوع فی الهبة، لا رجوع فیما تبرع عن الغیر، قواعد الفقة ص۱۰۶ رقم القاعدة ۲۵۱، الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] عن جابر قال کان لی علی النبی ﷺ دین فقضا لی وزادنی ،مشکوٰة شریف، ص۲۵۳/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)باب الافلاس والانظار، الفصل الثالث، بخاری شریف ص۳۲۲ ج۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب حسن القضاء. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مطل الغنی ظلم

سوال:۔(۱) بعض مالدار لوگ جن کے پاس عالی شان بلڈنگ ہے، باغات ہیں اراضی ہیں، اس کے باوجود وہ قرضخواہوں کا قرضہ ادا نہیں کرتے ہیں، بلکہ چھڑوانے کے درپے رہتے ہیں، کیا وہ ''**مطل الغنی ظلم**'' کے تحت ظالم نہیں؟

(۲) اس طرح کے اقدامات سے معاملات کے اندر نادہندگی کا ایک بہت غلط راستہ کھل رہا ہے، جو پوری مارکیٹ کے لئے مہلک ہے، تو کیا ایسے اغنیاء ''**من سن سنة سيئة فله وزرها ووزر من عمل بها**'' کے مصداق نہیں ہیں؟

(۳) ایسے اغنیاء کا جملہ کا مطالبہ میں کچھ دینا اس شرط پر کہ جملہ مطالبات کی رسیدات بھرپائی لکھدو، تو ان کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ اور قرضخواہوں کا محض اغنیاء کے اعزاز میں رسیدات کی بھرپائی غلط گوئی کے ساتھ صراحۃً جھوٹ ہے، یا نہیں؟ اور قرض خواہوں کا جھوٹ لکھنا معصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''**مطل الغنی ظلم الحدیث**[۱]'' اور دوسری روایت میں ہے کہ ''**لی الواجد یحل عرضه، وعقوبته**[۲]'' اس لئے قرض خواہوں کا قرض جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے، اپنے

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) **ترجمہ**:۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر میرا قرض تھا، تو آپ نے میرا قرض ادا فرمایا اور زائد عطا فرمایا۔

(**صفحہ ہذا**) [۱] مشکوٰۃ شریف، ۲۵۱/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، بخاری شریف ص۳۲۳ ج۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب مطل الغنی ظلم، مطبوعه اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص۲۴۴ ج۱ ابواب البیوع باب ما جاء فی مطل الغنی ظلم مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (**حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر**)

گذارہ میں تنگی وترشی برداشت کرکے ادا کرنا چاہئے ،ایک صحابیؓ کے ذمہ قرض ہوگیا تھا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تمام مال فروخت کردیا، تاکہ قرض ادا کردیا جائے، حتی کہ وہ صحابیؓ خالی رہ گئے، ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔[1]

(۲) اگر کوئی شخص صاحب وسعت ہوکر بھی قرض ادا نہ کرے اور معاف کرانے کی تدابیر اختیار کرے تو وہ یقیناً نادہندہ ہے، اور اس کو دیکھ کر جو لوگ اس کی روش اختیار کریں گے، اس کا حصہ بھی ان کی کمائی میں ہوگا، موت کا حال معلوم نہیں کہ کب آجائے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "**صاحب الدین ماسور بدینه یشکوا الیٰ ربه الوحدة یوم القیامة" الحدیث**۔[2]

جب ایک شخص اپنی زندگی میں وسعت کے باوجود قرض ادا نہیں کرتا تو ورثہ سے بھی یقین نہیں کہ وہ ادا کردیں گے۔

(۳) بعض اغنیاء کا یہ طریقہ یقیناً ظلم ہے، قرض خواہ اگر اس مجبوری سے یہ رسید لکھدے کہ ایسی رسید نہ لکھنے کی صورت میں کچھ بھی وصول نہ ہوگا، سب ہی مارا جائے گا، تو وہ ایک حد تک معذور ہے[3] بلا مجبوری کے لکھنے سے وہ معصیت کذب میں معاقب ہوگا،"

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۳/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی. **ترجمہ**:. غنی شخص کا ٹال مٹول کرنا اس کی بے آبروئی اور اس کی سزا کو حلال کرتا ہے۔ بخاری شریف ص ۳۲۳ ج ۱ کتاب الاستقراض واداء الدیون باب مطل الغنی ظلم، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

(**صفحہ ہذا**) [1] وروی ان مُعاذاً کان یدّان فاتیٰ غرماء ہ الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فباع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ماله کلّه فی دینه حتی قام معاذ بغیر شیء، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۲ باب الافلاس، والانظار الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی.

ترجمہ:. مقروض اپنے قرض میں قید کردیا جائیگا، اپنے رب سے قیامت کے دن تنہائی کی شکایت کریگا۔

[3] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه وفی الشامی (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۹ھ

حق واجب نہ ادا کرنا

سوال:۔ایک آدمی نے کہا کہ تم کچھ پیسے دیدو میں دغا نہیں کرونگا، اس پر حلف اٹھایا قسم کھائی پھر اس نے کہا کہ اچھا تو قسم اتار دے، اس نے کہا کہ اتار دی، تو اس نے کہا کہ اب کچھ نہیں دیتا، ایسے آدمی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص کسی کا حق واجب ادا کرنے پر قادر ہو کر بھی ادا نہ کرے وہ ظالم اور غاصب ہے،[2] سخت گنہگار ہے، قسم نہ کھاتا تب بھی ادا کرنا لازم تھا، قسم اتارنے سے بھی وہ بری نہیں ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابط فیه ..... أن کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیه حرام وإن امکن التوصل الیه بالکذب وحده فمباح إن ابیح تحصیل ذالک المقصود وواجب إن وجب تحصیله، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۶۱۲ ج۹ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیره، الزواجر عن اقتراف الکبائر ص۸۹۲ ج۴ الکبیرة الاربعون بعد الاربع مائة الکذب الذی فیه حدٌّ او ضرر مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز اتحاف السادة بشرح إحیاء ص۵۲۲ ج۷ کتاب آفات اللسان بیان ما یرخص فیه من الکذب مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] سورة المائده آیت ۲/ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] مطل الغنی ظلم الحدیث مشکوٰة شریف، ص ۲۵۱/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، ترمذی شریف ص۲۴۴ ج۱ ابواب البیوع باب ما جاء فی مطل الغنی ظلم مطبوعه اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. مالدار شخص کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

دھان کا قرض

سوال:۔دھان کے بدلے دھان لینا یا دینا بطور قرض کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دھان بطور قرض لئے پھر اسی قدر دھان واپس کر دیئے کمی زیادتی نہیں کی تو یہ شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ابراء دین معلق

سوال:۔زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا بہت دن تک زید کے متعلقین اور ہندہ کے متعلقین کے درمیان تعلقات استوار رہے پھر بعض وجوہ سے دونوں کے متعلقین کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی، اس اثناء میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اب اگر ہندہ اپنے میکہ میں گئی تو میکہ والے اس کو پھر رخصت نہ کریں گے، اس بات کے معلوم ہونے کے بعد بار بار ہندہ کے میکہ والے آتے رہے مگر زید کے متعلقین ہندہ کو رخصت کرنے پر تیار نہ ہوئے، بالآخر ہندہ کے میکے والوں کی طرف سے ایک آدمی نمائندہ بن کر آئے اور انہوں نے کہا کہ میں اس کے

---

[1] کل مایکال ویوزن فالقرض فیه جائز الخ شامی زکریا ،ص ۳۹۰/ج۷/ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة،فصل فی القرض، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف تتمة فی مسائل القرض الدیون تقضٰی بامثالها، شامی زکریا کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل مطلب الدیون تقضٰی بامثالها الاشباه والنظائر حاشیة الرافعی ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام، دهلی.

رخصت کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں آپ لوگ اس کو جانے دیجئے زید کی طرف کے نمائندہ نے کہا کہ آپ ضمانت دیں تو میں رخصت کرادوں اور وہ ضمانت یہ ہے کہ آپ کا (نمائندہ ہندہ کا) سلسلہ کاروبار میرے (نمائندہ زید) کے ذمہ باقی ہے اس کو ضمانت میں دیجئے یعنی آپ جا کر پھر رخصت نہ کرائیں گے تو میں آپ کو روپیہ نہ دونگا، انہوں نے اس ضمانت کو منظور کرلیا اور رخصت کرا کر لوالے گئے، مگر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا کہ پھر رخصت نہ کرا سکے اور اب طلاق کا مطالبہ کررہے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو روپیہ انہوں نے ضمانت دینا منظور کیا تھا اس کا روک لینا یعنی ان کو نہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر تو یہ ضمانت ہے لیکن یہ حقیقۃً ابراء عن الدین ہے جس کو معلق بالشرط کیا گیا ہے، ابراء کو معلق بالشرط کرنا صحیح نہیں" **کمالایصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقوله لمدیونه اذا جاء غدا وان مت بفتح التاء فانت برئ من الدین اوان مت من مرضک هذا اوان مت من مرضی هذا فانت فی حل من مهری فهو باطل لانه مخاطرة وتعلیق اھ درمختار**"[1] جو روپیہ بطور دین پہلے سے واجب الاداء ہے رخصت نہ کرانے کی وجہ سے اس کو روکنا جائز نہیں ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۵ھ

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ،زکریا ،ص۵۱۶/ ج۸/کتاب الهبة،فصل فی مسائل متفرقة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶ ج۷ کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة فصل بمنزلة مسائل شتی، مجمع الأنهر ص۵۰۸،۵۰۷ ج۳ باب الرجوع فی الهبة تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمة بیروت.

[2] عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مطل الغنی ظلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دین قرض کا مطالبہ

سوال:۔ایک عورت نے اپنے بھتیجہ کو کچھ رقم بابت اُدھار دی، لیکن اس عورت کے لڑکے اور اس عورت کے بھتیجے مشترک کاروبار میں شامل تھے، اس کاروبار میں جو منافع یا مزدوری ہوئی، اس عورت کے لڑکے نے حساب پورا نہیں دیا، جب حساب چیک ہوا تو اس عورت نے جو رقم اپنے بھتیجہ کو دی تھی اس سے زیادہ حساب اس آمدنی میں سے انکی طرف نکلا انہوں نے ادا نہیں کیا، اس عورت کے لڑکے نے ادا نہیں کیا، اور وہ عورت اپنی رقم اپنے بھتیجے سے طلب کرتی ہے، جبکہ اس کے نوٹس میں یہ بات ہے کہ میرے بیٹے کی طرف میرے بھتیجہ کی رقم واجب ہے، پھر بھی اس عورت کا بھتیجے پر تقاضہ بدستور باقی ہے، لہٰذا اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت نے اگر اپنی مملوکہ رقم اپنے بھتیجے کو ادھار دی تھی، تو وہ اس کی واپسی کا مطالبہ کرسکتی ہے[1] اور بھتیجہ کے ذمہ اس کا واپس کرنا لازم ہے، جو کاروبار مشترک ہے یا جو حساب اس عورت کے لڑکے سے متعلق ہے، اس میں وہ ادھار کی رقم محسوب کرنے کا حق نہیں ہے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) أی تاخیره أداء الدین من وقت الی وقت (ظلم) فان المطل منع أداء ما استحق أداء ه وهو حرام من المتمکن، مرقاة شرح مشکوٰة شریف، ص۳۳۷ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحه هذا) [1] عن ابی هریرة ان رجلاً تقاضٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاغلظ، فی القول (له فهم اصحابه فقال دعوه) (فان صاحب الحق مقالاً) قال ابن الملک المراد بالحق هنا الدین أی من کان له علی غریمه حق فما طله فله أن یشکوه ویرافعه الی الحاکم ویعاتب علیه (واشتروا له بعیراً فاعطوه ایاه)، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۳۳۶ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی.

جب تک وہ عورت اور اس کا لڑکا رضامند نہ ہوں، اور شرکاء اجازت نہ دیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

قرض لیکر واپس نہ کرنا

سوال:۔ زید اور بکر کا دوستانہ اور برادرانہ تعلق تھا، جب بکر پریشان ہوا تو زید نے ازراہِ ہمدردی قرض کے طور پر آٹھ سو پچاس روپئے دیا، مگر اب بکر نے اس روپیہ کی واپسی سے صاف جواب دیدیا ہے، زید اس روپیہ کی جبکہ وہ بکر کے پاس تھا زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہا۔

(۱) کیا بکر اور اس کے باپ کی نماز یا عبادت قبول ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر روپیہ ادا کئے بغیر بکر کا انتقال ہوگیا تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) جو آدمی اس مشورہ میں شریک ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) شرعاً بکر کا بائیکاٹ ہونا چاہئے یا نہیں؟

(۵) زید کو کیا اجر ملے گا، جیسا کہ زید کا ارادہ اس روپیہ سے حج کرنے کا تھا، اور یہ روپیہ ضبط کرلیا، تو زید کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر ضرورت اور مصیبت سے مجبور ہوکر قرض لیا اور ادا کرنے کی نیت بھی تھی، تو شرعاً یہ کوئی عیب اور معصیت نہیں ہے، لیکن پھر قرض کی واپسی سے انکار کردینا

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۲۹۱/ج۹/ کتاب الغصب ،مطلب فیما یجوز من التصرف الخ، شرح المجلة ص ۶۱ ج ۱ رقم المادة ۹۶ مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقة ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

درست نہیں[1]، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر اب واپس کرنے کے لئے موجود نہیں تو مہلت لے لی جائے، لیکن دوسرے کے روپے بالکل مار لینا سخت گناہ ہے[2]، اگر باوجود قدرت کے نہیں دے گا، تو اس کی عبادت مردود نہیں ہوگی، بلکہ مقبول ہوکر قرض خواہ کو ملے گی[3]، ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے[4]۔

(۲) اس کی تجہیز وتکفین مسنون طریقہ پر کی جائے، اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے، بلا نماز جنازہ دفن نہ کیا جائے[5]۔

---

[1] لابأس بان يستدين الرجل اذاكانت له حاجة لابدمنه وهويريد قضاء ها ولواستدان وقصدان لايقضيه فهو اٰكل السحت الخ .عالمگیری ،ص۳۶۶/ج۵/ كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين (مطبوعه كوئٹه) مرقاة.

[2] عن ابى هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال مطل الغنى ظلم، اى تأخير اداء الدين من وقت الى وقت (ظلم) فان المطل منع اداء، ما استحق اداء ه وهو حرام من المتمكن ولو كان غنيا ولكنه ليس متمكناً جاز له التأخير الى الامكان، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۳۳۷ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئى.

[3] عن ابى هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رحمه اللّٰه عبداً كانت لاخيه مظلمته فى عرض أو مال فجاء ه فاستحله قبل أن يؤخذ وليس ثم دينار ولا درهم فان كانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تكن له حسنات حملوا عليه من سيّاٰتهم، ترمذى شريف ص۶۷ ج۲ ابواب صفة يوم القيامة باب ما جاء فى شان الحساب والقصاص، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، فتح البارى ص ۳۹۱ج۵ كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل مطبوعه دار الفكر بيروت، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۷۶۰ ج۴ باب الظلم الفصل الاول، مطبوع اصح المطابع بمبئى.

[4] ولاتعاونوا علىٰ الاثم والعدوان الاية سورة المائده آيت ۲ .

ترجمہ:۔اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(بیان القرآن)

[5] ويصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغير اً كان اوكبيراً ذكراً كان اوانثى حراً كان اوعبداً الا البغاة وقطاع الطريق ،عالمگیری کوئٹہ ،ج۱/ص۱۶۳/ الفصل الخامس فى الصلاة على الميت، الدرالمختار على الشامى زكريا ،ج۳/ص۱۰۷/ باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى.

(۳) برا مشورہ دینا برا ہے[۱]

(۴) اگر اس کے پاس روپیہ موجود ہے، اور وہ قرض واپس نہیں کرتا بلکہ ہضم کرنا چاہتا ہے، اور بائیکاٹ سے توقع ہے کہ وہ قرض واپس کردے گا، تو بائیکاٹ مناسب ہے[۲]، اگر اسکے پاس روپیہ موجود نہیں، وہ تنگدست اور مفلوک الحال ہے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے، نہ بائیکاٹ کیا جائے، اگر قوم اس کی اعانت کرکے قرض ادا کرے گی تو بہت بڑا اجر ملے گا، اگر زید معاف کردے گا، تو وہ بھی مستحق اجر ہوگا[۳]

(۵) اگر حج فرض ہو تو ادا کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے[۴]، کسی غریب مصیبت زدہ کی امداد سے نہیں ہوتا، اگرچہ کسی مصیبت زدہ کی امداد سے بہت بڑا اجر ملتا ہے[۵]، لہٰذا زید یقیناً ثواب کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸۵ھ

---

[۱] من استشاره اخوه فاشار عليه بغير رشدفقد خانه ،كنزالعمال، ج۳/ص ۴۱۱/رقم الحديث ۷۱۹۳ المشورة، الاكمال، مطبوعه مؤسسة الرسالة، بيروت.

[۲] قوله نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة وهودليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه إلا أن يقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح المسلم ،ص ۹۸/ج۷/ كتاب الرقاق/باب يهجرمن ظهرت معصيته حتى تتحقق توبته، (مطبوعه دارابن كثير بيروت)، مرقاة المفاتيح ص۷۱۶ ج۴ باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الفصل الاول، مطبوع اصح المطابع بمبئى.

[۳] من انظر معسراً اووضع عنه انجاه الله من كرب يوم القيامة الحديث ،مشكوٰة شريف،ص ۲۵۱/ باب الافلاس والانظار، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

ترجمہ:۔ جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اسکو معاف کردے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سختیوں سے نجات بخشے گا

[۴] النوع الثانى شروط الاداء وهى التى إن وجدت بتمامها مع شروط الوجوب وجب اداؤه بنفسه، شامى زكريا ص۴۵۵ ج۳ كتاب الحج مطلب فيمن حج بمال حرام. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابراء کے بعد پھر مطالبہ

سوال:۔ میں نے زید سے راب کی تجارت کی، اس میں کل رقم ساڑھے تین ہزار کی تھی جو میرے حصہ کی تھی، مگر وہ بے ایمان ہوگئے، اور انہوں نے میری رقم دبالی، جب وہ حج کو جانے لگے تب میں نے کہا کہ تم صاحب ثروت ہو میری رقم دیدو؟ مگر انہوں نے حیلہ حوالہ کیا، بعدہٗ میں نے یہ سوچ کر معاف کردی کہ یہ اگر حج سے واپس آ گئے تو دیکھا جائیگا، واقعہ یہ ہوا تھا، کہ جب دوران گفتگو کہنے لگے کہ مجھے تم معاف کردو گے، میں نے ایک دم ان سے کہدیا کہ میں نے معاف کیا، اور نیت یہ تھی کہ واپس آکر خود شرمندہ ہوکر ادا کردینگے، اب واپسی پر میں نے مطالبہ کیا تو اب بھی انہوں نے سنی ان سنی کردی، اب سوال یہ ہے کہ زید کیلئے کیا حکم ہے؟ کیا زید مجھ سے روپیہ معاف کرا کر اللہ کے سامنے جواب دہ نہ ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب رقم معاف کردی ہے تو وہ معاف ہوگئی، اب مطالبہ کا حق نہیں رہا، اگرچہ بلاوجہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۵ عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ افضل الصدقة ان تشبع كبداً جائعاً. مشكوٰة شريف، ص ۱۷۲/باب افضل الصدقة، الفصل الثالث، عن ابن عمر أن رجلاً جاء الى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال يا رسول اللّٰه اى الناس احب الى اللّٰه ؟ واى الاعمال أحب الى اللّٰه فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم احب الناس الى اللّٰه تعالىٰ انفعهم للناس واحب الاعمال الى اللّٰه تعالى سرور تُدخله على مسلم أو تكشف عنه كربة أو تقضى عنه ديناً أو تطرد عنه جوعاً ولأن أمشى مع اخٍ فى حاجة أحب الىّ أن اعتكف فى هذا المسجد" يعنى مسجد المدينة" شهراً الى قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ومن مشى مع اخيه فى حاجة حتى يتهيأ له أثبت اللّٰه قدمه يوم تزول الاقدام، معجم الكبير للطبرانى ص۳۴۷ج۱۲ رقم الحديث ۱۳۶۴۶ مطبوعه دار احياء التراث العربى.

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو بھوکے جگر کا پیٹ بھردے

شرعی کسی کی رقم دبالینا اور باوجود وسعت کے مطالبہ پر بھی واپس نہ کرنا حرام اور ظلم ہے[1] لیکن آپ کو معاف کردینے کے بعد اب مطالبہ نہیں کرنا چاہئے " **الساقط لایعود**[2] **(اشباہ)** **لایحل مال امرأ مسلم الابطیب نفس منه الحدیث**[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

قرض خوشدلی سے معاف کرنے کی علامت

سوال:۔ اگر کوئی شخص سرکاری نوکری کرتا ہے، اس کے یہاں ٹھیکہ وغیرہ کا کام چلتا ہے، اس کا ٹھیکہ دار ہوتا ہے، اس سے وہ ملازم پیسہ قرض کی شکل میں لے لے اور بعد میں ادا نہ کرسکے، اور وہ ٹھیکہ دار معاف کردے کہ کوئی بات نہیں تو اس پر مواخذہ تو نہیں ہوگا، ٹھیکہ دار کے معاف کرنے کے بارے میں اس کی قلبی کیفیت کا پتہ کیسے چلے؟

---

[1] عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مطل الغنی ظلم، فان المطل منع اداء ما ستحق اداء ه وهو حرام من المتمکن، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۳۳۷ ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی.

[2] قواعدالفقه، ص۸۳/(مطبوعه اشرفی دیوبند) الاشباه والنظائر مکمل ،ص ۱۷۵/(الفن الثالث هوفن الجمع والفرق بیان ان الساقط لا یعود (مطبوعه دهلی)، اذا أبرأ واحد آخر من حق سقط ذالک الحق ولا یبقی له ان یدعی به هذا اذا کان الحق مما یسقط بالاسقاط کالدین، شرح المجلة ص۸۴۸، ۸۴۹ ج۲ رقم المادة ۱۵۶۲ وفیه الساقط لا یعود کما ان المعدود لا یعود ومنها لو ابرأ الدائن مدیونه من الدین سقط الدین ولا تسمع الدعوی به ص۴۰ ج۱ رقم المادة ۵۱ شرح المجلة مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[3] شعب الایمان للبیهقی ص۷۶۹ ج۲ الباب الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ مطبوعه مکتبة نزار مصطفی الباز مشکوٰة ص۲۵۵ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

ترجمہ:۔ مسلمان آدمی کا مال حلال نہیں ہے، مگر اس کی خوشی سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا روپیہ ہو وہ معاف کرسکتا ہے[1]، اگر یہ اطمینان نہ ہو تو اس کا امتحان اس طرح کرلیا جائے کہ مقدارِ قرض روپیہ کسی سے لے کر قرض خواہ کو دیدیا جائے ، وہ پھر لے کر دیدے کہ میں نے یہ آپ کو ہی دیا تو معلوم ہو جائیگا کہ اس نے خوشدلی سے معاف کیا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض لینے کے بعد چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا

سوال:۔ (۱) یوسف کا قرض بشیر پر ہے، غالبًا اب سے چودہ پندرہ سال ہوئے اب تک قرض ادا نہ کرسکا، اب دیتا ہے، یوسف کہتا ہے کہ جس سال میں نے قرض دیا تھا، اس وقت چاندی کا بھاؤ دو یا ڈھائی روپیہ تولہ تھا، اب تو میں اتنی چاندی کے نوٹ لونگا، کم نہیں لے سکتا، یہ خیال محمد یوسف کا درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید کا قرض بکر پر اس زمانے کا آتا ہے، جس زمانے میں چاندی کا روپیہ چلتا تھا، یا اس کا نوٹ تھا، اب بکر ادا کرنا چاہتا ہے، لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے تو چاندی کے روپئے دیئے تھے، لاؤ چاندی کے یا اتنی چاندی کے نوٹ لاؤ، ورنہ میں نہیں لیتا، زید کا یہ خیال کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص اپنا قرض لینا نہیں چاہتا ہے، قرضدار چاہتا ہے کہ دنیا ہی میں دیدے تاکہ قیامت کے دن دینا نہ پڑے، رسوائی نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ کیسے ادا کرے؟

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف، ص ۷/ سورة الفاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم، ص۲۳۵ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد مطلب فی تعریف المال.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اب سے ۱۴/۱۵/ برس پہلے قرض جتنے نوٹ لئے تھے، اتنے ہی نوٹ واپس کرنیکا حکم ہے،[۱] چاندی کا بھاؤ تیز ہوجانے کیوجہ سے قرض کے نوٹ زیادہ لینا درست نہیں[۲]۔

(۲) اگر چاندی کے روپیہ قرض دیئے تھے تو اتنی چاندی یا اسکی قیمت واپس کیجائے۔[۳]

(۳) جس سے جو قرض لیا تھا اب وہ واپس لینا نہیں چاہتا تو وہ معاف کردے، اگر نہ واپس لیتا ہے، اور نہ معاف کرتا ہے، تو مقدار قرض اس کے سامنے رکھدی جائے، پھر اس کا جو دل چاہے کرے، یہ بری ہوجائے گا۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۲ھ

---

[۱] الدیون تقضٰی بامثالها، الاشباه والنظائر ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل مطلب الدیون تقضٰی بامثالها.

[۲] ان استقرض دانق فلوس ونصف درهم ثم رخصت اوغلت لم یکن علیه الامثل عدد الذی اخذه، شامی کراچی ،ج۵/ص۱۶۲/ شامی زکریا ،ج۷/ص۳۹۰/کتاب البیوع، فصل فی القرض، رجل استقرض من آخر من الدراهم وتصرف بها ثم غلا سعرها فهل علیه کراچی ص۲۹۴ ج۱ باب القرض، ''تنبیه الرقود علی مسائل النقود'' من مجموعة رسائل ابن عابدین ص۶۲، ۶۴ ج۲، مطبوعه ثاقب بکڈپو دیوبند.

[۳] واذا استقرض عشرة افلس ثم کسدت لم یکن علیه الامثلها فی قول ابی حنیفة وقالا علیه قیمتها من الفضة یستحسن ذٰلک، شامی کراچی،ج۵/ص۱۶۲/ مطبوعه زکریا ، ج۷/ص۳۹۰/ کتاب البیوع ،فصل فی القرض، المحیط البرهانی ص۳۵۴ج۱۰ کتاب البیوع الفصل الثالث والعشرون فی القروض نوع آخر منه، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، بدائع الصنائع زکریا، ص۵۱۸ج۶ کتاب القرض ورکنه، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۴ج۳ کتاب البیوع الباب التاسع عشر فی القرض.

[۴] وضع المغصوب بین یدی مالکه ،برئی وان لم یوجد حقیقة القبض وکذاالمودع، شامی کراچی، ج۶/ص۱۸۲/ مطبوعه زکریا، ج۹/ص۲۶۶/ کتاب الغصب، مطلب فی ردالمغصوب الخ.

نوٹ قرض لیا پھر سونا گراں ہوگیا

سوال:۔نوٹ بنانے والے (گورنمنٹ) دھوکہ کرتی ہے، وہ اس طرح کہ اتنا سونا پاس نہیں ہوتا جتنا کہ وہ نوٹ چھاپ کر ملک میں پھیلاتے ہیں، اشیاء کی گرانی بھی بہت ہے، تو اگر ۳۸ھ میں کسی نے سو روپیہ قرض لیا جبکہ سونا سو روپیہ تولہ تھا، تو اب قرض میں سو روپیہ اگر مقروض ادا کرے گا تو سونا ڈھائی سو روپیہ کا ایک تولہ آئے گا، تو مقروض کس طرح ذمہ سے سبکدوش ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ بنانے والوں نے جو بھی دھوکہ بازی کی ہو اسکے ذمہ دار وہ ہیں[1]، جن سے نوٹ قرض لیا ہے، اس سے نوٹ ہی واپس لینے کا حق ہے، اگر سو کا نوٹ لیا تھا، تو سو کا نوٹ واپس کردے، بری الذمہ ہوجائیگا، اسکی گرانی سے اس پر اثر نہیں ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۲/۹۲ھ

چاندی کا روپیہ قرض لیا اور اس کو اب ادا کرنا چاہیں تو کونسا روپیہ ادا کریں

سوال:۔عمر کا زید سے لین دین تھا، مثلاً زید کے ذمہ عمر کے ۹۳۶/روپے اصل تھے،

---

[1] ولاتزروازرة وزراخری. سورۂ اسراء آیت ۱۵/.

[2] ان استقرض دانق فلوس ونصف درهم ثم رخصت اوغلت لم یکن علیه الامثل عدد الذی اخذه، شامی کراچی، ج۵/ص ۱۶۲/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، بدائع الصنائع کراچی ص ۲۴۲ ج۵ کتاب البیوع، فصل وأما حکم البیع "تنبیه الرقود علی مسائل النقود" مجموعه رسائل ابن عابدین ص ۶۴، ۶۲ ج ۲ مطبوعه ثاقب بکڈپو دیوبند.

اور باقی سود تھا، اس صورت میں عمر نے زید کے اوپر نالش کردی، اور اس پر بڑا بھاری مقدمہ لڑا، دونوں فریق کا کافی روپیہ خرچ ہوا، عمر مقدمہ ہار گیا، زید نے عمر کا روپیہ طلب کرنے پر نہیں دیا، لیکن اقرار کرتا رہا، زید نے جو روپیہ لیا تھا، وہ چاندی کا تھا، اور اس وقت وہی سکہ رائج تھا، نوٹ نہیں تھا، اب زید کے وارث عمر کے وارثوں کو وہ اصل روپیہ ۹۳۶/روپئے نوٹ کی شکل میں ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر عمر کے وارث یہ کہتے ہیں کہ ہمارے چاندی کے روپیہ تھے، ہم تو چاندی ہی کے لیں گے، اور جو مقدمہ میں خرچ ہوا ہے، اور جو مقدمہ کے ہارنے پر ہم سے ڈگری وصول ہوئی ہے، وہ سب لیں گے، کیونکہ روپیہ ہمارے طلب کرنے پر نہیں دیا تھا، اب اگر عمر کے وارث اصل رقم نہ لیں جیسا کہ وہ مطالبہ کررہے ہیں، سود وغیرہ کا اور زید کے وارث سود دینے سے انکار کررہے ہیں، تو اس شکل میں کیا ہوگا؟ زید کو قرض سے نجات کیسے ملے؟ آیا اس روپیہ ۹۳۶/کو خیرات کردیں یا کیا کریں؟

نوٹ:۔عمر کے وارث مطالبہ خود نہیں کررہے بلکہ زید کے وارث دینا چاہتے ہیں، اس پر عمر کے وارث سود کا مطالبہ وغیرہ کرتے ہیں، اس پر شرعی حکم جو وارد ہوتا ہو اس کو بتلایا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کا لینا بھی حرام ہے، اور دینا بھی حرام ہے، سود لینے اور دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے[1]، اس لئے سود کا مطالبہ ہرگز نہ کیا جاوے، نہ سود ادا کیا جائے، لہٰذا سود تو بالکل ختم ہے۔

---

[1] عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ. مشکوٰۃ شریف، ص۲۴۴/ باب الربوا، الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

جب زید کو اقرار تھا تو مقدمہ کیوں ہار گیا، سمجھ میں نہیں آیا، نیز اقرار کے باوجود مقدمہ کی ضرورت کیوں پیش آئی، اگر زید کے پاس ادا کرنے کی گنجائش نہیں تھی، تو اس کو مہلت دی جاتی، ایسی صورت میں مہلت دینے کا حکم ہے " وان کان ذوعسرة فنظرة الیٰ میسرة (الایة[1]) غالب گمان یہ ہے کہ عدالت میں اقرار نہیں کیا ہوگا، اور تحریری ثبوت موجود نہیں ہوگا، تاہم جو ہوا ہو، اب اگر مرحوم مقروض کے ورثاء دینا چاہتے ہیں تو ۹۳۶/روپئے چاندی کا دیں، اگر یہ دشوار ہو تو اس نوسو چھتیس روپئے کی جو اس وقت قیمت ہو وہ دیں[2]، اور جو روپیہ مقدمہ ہارنے پر ڈگری کے تحت وصول کیا گیا ہے، وہ دیں[3]، اور یہ سب مقروض کے ترکے سے ادا کریں، اپنے پاس سے ادا کرنا واجب نہیں ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۱ھ

اپنا قرض بڑوں اور دوستوں سے مانگنا

سوال:۔ زید کا قرض کسی ایسے شخص کے ذمہ ہے کہ جس سے وہ اپنا قرض مانگ نہیں

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۸۰/ **ترجمہ**: اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے، آسودگی تک (از بیان القرآن)

[2] وحاصله ان الصاحبين اتفقا على وجوب رد القيمة دون المثل لانه لمابطل وصف الثمنية بالكساد تعذ رردعينها كماقبضها فيجب رد قيمتهاوظاهر الهداية اختيار قوله الخ شامی زکریا ،ج۷/ص ۳۹۰/ باب المرابحة والتولية ،فصل فی القرض، بدائع الصنائع زکریا ص۵۱۸ ج۶ کتاب القرض وشرائطه المحيط البرهانی ص۳۵۴ ج۱۰ کتاب البيوع، الفصل الثالث والعشرون فی القرض مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل.

[3] واشار بالتبرع الى ان ذٰلک ليس بواجب على الولی،شامی زکریا ،ج۲/ص ۵۳۴/ باب قضاء الفوائت ،فی اسقاط الصلاة عن الميت.

[4] وللورثة ان ياخذ وا الیٰ قوله وبالغرامة اللتی اداها الى السلطان لان الكل حصل بتسبيبه وهو متعدفی هذا التسبيب البحرالرائق كويٹه ،ج۵/ص ۷۰/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سکتا، اس کی عظمت مانع ہے، یا زیادتی تعلق مانع ہے، عظمت مانع ہونے کی یہ صورت ہے، کہ زید کا قرض کسی اپنے استاذ یا پیر یا کسی بڑے کے ذمہ ہے، زیادتی تعلق کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص زید کا دوست ہے، اس سے قرض مانگتے ہوئے شرم آتی ہے، لہٰذا زید ان سے مطالبہ تو نہیں کرسکتا، اب اگر زید اپنے قرض کے بقدر بلا اجازت چپکے سے اپنے مقروض کے مال میں سے لے لے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ مطالبہ کرے اور پھر وہ مقروض اگر انکار کرے تو زید اپنے قرض کے بقدر لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے مطالبہ کرے، اگر مقروض دینے سے انکار کردے تو پھر دوسرے طریقہ سے وصول کرے[1]، معاملات میں عظمت اور دوستی مانع نہیں ہونی چاہئے، ورنہ تو پھر قرض معاف کرکے ان کو بری الذمہ کردے، اس میں عظمت کی بھی رعایت ہے، اور دوستی کی بھی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب قطع الطریق قبیل کتاب السیر، عالمگیری کوئٹہ ص۳۶۷ ج۵ کتاب البیوع الباب التاسع والعشرون فی القرض والدین.

(صفحہ ہذا) [1] الی قولہ والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتھم الحقوق، شامی زکریا ص ۲۲۱ ج۹ کتاب الحجر ان یأخذ بیدہ اذا ظفر بجنس حقہ بغیر رضاء المدیون للدائن. شامی نعمانیہ ،ص ۹۵/ج۵/ کتاب الحجر، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ص۸۶ ج۴ کتاب الحجر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۳ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع عشر فی القرض والاستقراض.

جو شخص اپنا قرض قبول نہ کرے اس کی ترکیب

سوال:۔ ہمارے والد صاحب نے پنڈت کو جبکہ چک بندی ہورہی تھی، سو روپیہ دیا، اس غرض سے کہ وہ اے سی او کو یہ روپیہ دیکر میرا چک اچھی جگہ کرادے، میں نے جب اے سی او، سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں آپ کا چک بلا رشوت لئے ہی اچھی جگہ پر دیدونگا، تو میں جا کر پنڈت سے روپیہ لے آیا، اسکے بعد پھر پنڈت آیا، اور کہا اے سی او صاحب روپیہ مانگ رہے ہیں تو ہم نے اسے ۵۵/روپیہ دیدیا اور اس کا ذکر اے سی او صاحب سے کیا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے روپیہ نہیں ملے، اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں، آپ روپے اس سے لے لیجئے، ہمارے ذمہ اس کا سو روپے پہلے ہی سے تھا، اور اسی درمیان میں ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد ہم نے ۵۵/روپے کاٹ کر اس کا بقیہ ۴۵/روپے دینے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے پورے سو روپیہ ملنے چاہئیں، میں نے آپ کا روپیہ اے سی او، کو دیدیا تھا، اور اے سی او، اس سے انکار کرتا ہے، اور پنڈت کہہ رہا کہ مجھے سو روپیہ دو، اور اگر پورے سو نہیں دیتے تو بقیہ روپیہ بھی لے جاؤ میں نہیں لونگا، اب ہم لوگ کیا کریں، پورے روپیہ دیں یا اپنا روپیہ کاٹ کر؟ اور بقیہ روپیہ لینے پر وہ راضی نہیں، تو بقیہ روپے دینے کے لئے کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۵۵/روپیہ کاٹ کر بقیہ ۴۵/روپیہ لفافہ میں رکھ کر اسکے سامنے رکھدیں کہ اسکو دیکھ لو[1] اور پڑھ لو، اور ایک پرچہ بھی اس میں رکھدیں کہ تمہارے سو روپیہ ہماری طرف تھے، ۵۵/روپے

---

[1] والتمکن من القبض کالقبض، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۹۲/ج۸/ اول کتاب الھبة، وضع المغصوب بین یدی مالکه برئی وان لم یوجد حقیقة القبض وکذا المودع، شامی زکریا ص ۲۶۶ ج۹ کتاب الغصب، مطلب فی رَدّ المغصوب وفیما لو أبی المالک قبوله.

پہلے دیئے تھے، اور بقیہ ۴۵/روپیہ یہ ہیں، جب وہ لفافہ اٹھائے گا، تو اس کا قبضہ ہو جائے گا، اور آپ بری ہو جائینگے، اگر فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو تو مصیبت ٹلانے کیلئے پورے سو ہی دیدیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۳ھ

مال مشترک میں قرض

سوال:۔ایک تجارت میں چھ شرکت دار ہیں، ہر شریک کی رقم اس شرکت میں شامل ہے، اور کام کرنے والے صرف دو شریک ہیں، نفع اور خسارے کی شرائط اس طرح طے تھے، چالیس فی صد کام کرنے والے شریک کو اور بیس فی صد کل رقم پر، پھر کام کرنے والے ایک شریک نے شدید ضرورتوں کے تحت اپنے طور پر دوکان سے قرضہ لیا، رمضان المبارک میں حساب کرنے کے بعد معلوم ہوا، کام کرنے والے اسی شریک کے اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے وہ شریک دوکان کا مقروض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ تجارت قدیمی شرائط پر چلے گی یا کوئی جدید تبدیلی ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شرائط پہلے طے کر چکے ہیں، ان میں ترمیم کی ضرورت نہیں[2] قرض کا معاملہ صاف کر لیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[1] عن حذيفة قال قال رسول الله عليه صلى الله عليه وسلم لا ينبغى للمؤمن ان يذل نفسه قالوا وكيف يذل نفسه قال يتعرض من البلاء لما لا يطيق، ترمذى شريف ص ۵۰ ج ۲ ابواب الفتن باب بلا ترجمة، مطبوعه رشيديه دهلى. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دین ادا کرنے میں ٹال مٹول

سوال:۔ جلال پور فیض آباد میں اکثر عموماً مالی حیثیت سے پسماندہ بنکر (پارچہ باف) لوگ بستے ہیں مال فروخت کرنے میں ان کو دشواری یہ ہوتی ہے کہ یہاں کوئی ایسی آڑت نہیں کہ جس کے ہاتھ نقد مال فروخت کرسکیں، اس لئے وہ مجبوراً کسی آڑت پر ادھار مال فروخت کرتے ہیں، دوسری پریشانی یہ ہوتی ہے کہ انہیں نقد دام اگر نہیں ملتے تو مال کی قیمت ازسکہ رائج الوقت ملنا چاہئے، مگر مال کی جگہ سوت دیتے ہیں، بلکہ سوت ہی لینے پر مجبور کرتے ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ حسب مرضی ایک گٹھر دو گٹھر بازار کی قیمت سے بڑھا کر دیتے ہیں، چوتھی یہ کہ معاملہ کے وقت مدت کا تعین نہیں ہوتا، خریدار کو اختیار ہوتا ہے، اور اختیار اس کا خود وضعی ہوتا ہے، آڑت والوں کا کہنا ہے کہ آمدنی کی کمی کی وجہ سے اپنے دو روپیہ سوت بڑھا کر دیتے ہیں، ٹال مٹول سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کاریگروں ہی کے روپیہ سے پھیر پھار کر کے گویا کمائی کرتا ہے، کاریگر بھی مذکورہ حالات کے پیش نظر ایک دو آنہ عام طور سے تیز دیتا ہے، لیکن یہ تیز وسستا دینا تو معاملہ کے وقت ہی کی بات ہے، دونوں کے اعذار میں سے کس کا عذر کہاں تک قابل قبول ہے نیز مذکورہ صورت کے پیش نظر آڑت والوں کی کمائی مشتبہ تو نہیں اور ایسی صورت میں کیا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کا دین واجب الاداء ہو اور ادا کرنے کے لئے پاس موجود ہو پھر ٹال مٹول کرنا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ المسلمون علی شروطهم الحديث ،ترمذی شریف، ص ۲۵۱/ج ۱/ مکتبه یاسر ندیم دیوبند) ابواب الاحکام ،باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس معجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲ ج ۱۷ رقم الحدیث ۳۰، مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

اور نہ دینا ظلم ہے، نیز نقد کے بجائے سوت لینے پر مجبور کرنا بھی ظلم ہے، "لی الواجد یحل عرضه (الحدیث[1]) او کماقال علیه الصلوٰة والسلام اس کے باوجود صاحب حق مجبور ہوکر ہی سہی اپنا حق بصورت سوت لینا منظور کر لیتا ہے، اور لے لیتا ہے، تو مدیون بری ہوجاتا ہے[2] اور اس کی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، حق تلفی یا ٹال مٹول کا مواخذہ ہوگا۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۸۹ھ

---

[1] بخاری شریف، ص۳۲۳/ج۱/ کتاب الاستقراض، باب مطل الغنی ظلم، مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند، ابوداؤد شریف، ص۵۱۱/ج۲/مکتبه رشید یه دهلی کتاب القضاء، باب فی الدین هل یحبس۔ دوسری روایت میں مطل الغنی ظلم الخ بخاری شریف، ۳۲۲/ج باب مطل الغنی ظلم رقم الحدیث، ص ۲۳۳۸۔

ترجمہ:۔ آدمی کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔

[2] فلو باع ابلا بدراهم أو بكرّ برّ جاز أخذ بدلهما شيئاً آخر وكذا الحكم فی كل دين، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۳۷۷ج۷ كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية مطلب فی تعريف الكر.

[3] عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال مطل الغنی ظلم، أی تأخير اداء الدين من وقت الی وقت (ظلم) فان المطل منع اداء ما استحق اداء ه وهو حرام من المتمكن، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۳۳۷ج۳ باب الافلاس والانظار الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی، عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم رحم الله عبداً كانت لاخيه عنده مظلمته فی عرض أو مال فجاء ه فاستحله قبل أن يُؤخذ وليس ثم دينار ولا درهم فان كانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تكن له حسنات حملوا عليه من سيّاٰتهم، ترمذی شريف ص۶۷ ج۲ ابواب صفة يوم القيامة باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، فتح الباری ص۳۹۱ج۵ كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل مطبوعه دار الفكر بيروت.

ثبوت دین کے لئے حلف

سوال:۔ ایک تاجر کے ۴۵/روپے دوسرے تاجر کے سرمایہ میں جس سے کہ اس کا لین دین تھا، خرد برد ہوگیا، دویم اس کا روپے کی تعین کے بارے میں تاجروں سے ہی اٹھوانا یا قسم لینا چاہتا ہے، تاجروں کا اس کے علاوہ بھی کچھ روپیہ تاجر دویم کے ذمہ ہے، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسی صورت میں تاجروں کو اس جھگڑے والے روپے کے لئے قسم کھانا یا نامہ تحریر کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر تاجر دویم مدعی ہے، اور تاجروں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے، اور تاجر اس سے کہتا ہے کہ روپیہ ضائع ہوگیا، تاجر دویم اس کا یقین نہیں کرتا بلکہ حلف لینا چاہتا ہے، اور تاجر اپنے قول میں صادق ہے، اس کو قسم کھانا خواہ زبانی ہو، خواہ تحریری ہو شرعاً درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۵ھ

قرض لیکر اس کی واپسی کیلئے اقساط مقرر کرنا

سوال:۔ (۱) زید، بکر کو ۳۰/ ہزار روپے میں اپنا مکان قسط پر فروخت کرتا ہے، اور ہر ہفتہ دو ہزار روپے ادا کرتا ہے، بعدہ ہر سال ایک ایک ہزار روپیہ ادا کرنے کا متعین کرتا ہے، تو یہ طریقہ شرعی درست ہے؟

---

[1] البينة على المدعى واليمين على المدعىٰ عليه الحديث ترمذى شريف، ص ۱۶۰ ج ۱/ (مكتبه رشيديه دهلى)ابواب الاحكام)، باب ما جاء فى ان البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه، قواعد الفقه ص ۶۶ رقم القاعدة ۶۶، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

(۲) میں یہ مخصوص شرط عائد کرنی ہوتی ہے کہ زید کی مماتی کے بعد زید کا کفن دفن اور قرضہ وغیرہ ان قسطوں میں سے ادا کر کے بقایا رقم میرے ورثاء یعنی زید کے وارث داروں کو از روئے شریعت تقسیم کر دی جائے، اور زید کے ورثاء لوگ پاکستان رہتے ہیں، اور وہاں پیسے حصہ دار کو پہنچانے کا یہاں کی گورنمنٹ کا قانون نہیں ہے، تو یہ نظام جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مکان کی مجموعی قیمت طرفین کی رضا مندی سے مقرر ہوگئی اور اس کی ادائے گی کے لئے قسطیں طرفین نے منظور کر لی اور ان قسطوں میں کچھ تفاوت بھی رکھا کہ پہلی قسط اتنے روپے کی ہوگی، دوسری اتنے کی تو شرعاً یہ طریقہ درست ہے اس میں کوئی خرابی نہیں[۱] یہ شرط عائد کرنا بھی درست ہے کہ انتقال بائع کے بعد بقیہ قسطوں میں تجہیز و تکفین کر کے ورثاء پر تقسیم کر دیں[۲] پھر جو ورثاء دیگر ممالک میں ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے، کہ آپ کے روپے کو کیا کیا جائے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۷ھ

---

[۱] رجل قال بعت منک هذا الثوب بعشرة علیٰ ان تعطینی کل یوم درهماً وکل یوم درهمین الخ البحرالرائق ۲۸۰/ج۵/ کتاب البیوع تحت قول الکنز صح بثمن حال وبأجل معلوم خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۶۹ ج۲ کتاب البیوع، باب الصرف فصل فی الاجل، منحة الخالق علی هامش البحر ص۲۸۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه کوئٹه.

[۲] عن عمر بن عوف المزنی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال الصلح جائز بین المسلمین الی قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والمسلمون علی شروطهم الا شرطاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً، مشکوٰة شریف ص۲۵۳ باب الافلاس والانظار الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص۲۵۱ ج۱ ابواب الاحکام باب ما ذکر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس، مطبوعه مکتبۂ بلال دیوبند.

قرض لیکر مکان کرایہ پر دینا

سوال:۔ایک شخص نے اپنے کرایہ دار سے کہا کہ تو مجھے پانچ ہزار روپیہ دیدے جب تک تیرا روپیہ ادا کر نہ کردوں اس وقت تک تجھ سے مکان کا کرایہ نہیں لونگا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانچ ہزار روپیہ اس شرط پر قرض لینا کہ واپسی تک دوکان یا مکان کا کرایہ نہ لے گا، یہ سود ہے جو کہ ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۷ھ

حج کیلئے پرائیویٹ فنڈ سے قرضہ

سوال:۔زید کسی فرم کا ملازم ہے وہ عازم تبلیغ اور عازم حج بیت اللہ ہو کر ایک سال کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرنا چاہتا ہے، زادسفر کے لئے اُسے اپنے پرویٹ فنڈ سے قرضہ لینا ہوگا، پرائیویڈنٹ فنڈ یا دیگر فنڈ سے قرض لینے کی شرط یہ ہے کہ وہ قرض یا تو مکان بنانے کے لئے یا لڑکی یا بہن کی شادی وغیرہ ہی کے نام پر مل سکتا ہے، اس کے بعد اس کی تنخواہ سے بینک کے سود کے ساتھ ہر ماہ رقم وضع ہوتی رہے گی اب مسئلہ یہ ہے کہ :

---

[1] فی الاشباہ کل قرض جرنفعاً حرام الخ الدرالمختار علی الشامی،زکریا ،ص ۳۹۵/ج۷/ باب المرابحة والتولية فصل فی القرض، مطلب کل قرض جرنفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، کل قرض جر نفعا فهو ربا حرام، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة ۲۳۰، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(الف) پرائیویڈنٹ والے قرض سے زید کے مذکورہ بالا ہر وہ مقاصد کی تکمیل میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں۔

(ب) کیا شرط کے مطابق شادی یا مکان کا جھوٹا بہانہ بنا کر پرائیویڈنٹ فنڈ سے لیا ہوا قرضہ کا مذکورہ بالا مقاصد پر خرچ کیا جانا جائز ہے یا نہیں فی الحال دوسرے سے قرض لیکر زید نے ٹکٹ بنالیا اور پرائیویڈنٹ فنڈ والی رقم ہی سے اس قرضہ کی ادائیگی کا خواہاں ہے براہ کرم مذکورہ بالا احوال کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیکر اپنی مدلل رائے عنایت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اس سال بھر کی جدوجہد کے ذریعہ جنت میں مکان بنانا چاہتا ہے جس کی ضرورت کا اس کو یہاں کے مکان کی ضرورت سے زیادہ احساس ہے اس مقصد کے لئے اس کو روپیہ لینے کی زیادہ ضرورت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

حقہ پینا اور قرض لیکر دوسروں کی خدمت کرنا

سوال:۔ زید مفلس ہوگیا، لیکن غیر مسلم فاسق سادھو اور دیندار کی خدمت قرضہ سے

---

[1] عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اَحبَّ دنیاہ اَضرّ باٰخرتہ ومن اَحبّ اخرتہ اَضرّ بدنیاہ فاٰثروا ما یبقٰی علی ما یفنٰی، مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۱ کتاب الرقاق، الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، وإن أمکن التوصل إلیہ بالکذب وحدہ فمباح إن أبیح تحصیل ذٰلک المقصود، وواجب إن وجب تحصیلہ رد المحتار وفی در المختار الکذب مباح لاحیاء حقہ الی قولہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام، شامی زکریا ص ۶۱۲ ج ۹ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع، اتحاف السادۃ شرح احیاء ص ۵۲۳ ج ۷ کتاب آفات اللسان بیان ما یرخص فیہ من الکذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

کرتا رہتا ہے، لیکن ادھار ادا کرنے کا نام نہیں لیتا، اور حقہ نوشی کا اس قدر زور ہے کہ منہ سے بدبو نکلتی ہے، کسی کام نام لے کر جھوٹی تاویلات پیش کر کے بچاؤ کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی ضمان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرض حقوق العباد میں سے ہے، حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا نماز کیلئے دریافت فرمایا کہ اس نے کوئی قرض چھوڑا ہے، عرض کیا گیا ہے کہ جی ہاں پھر دریافت فرمایا کہ ادا کرنے کیلئے بھی چھوڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ نہیں چھوڑا، تو حضور ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے انکار کر دیا تھا[1] احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو پیسے (قلیل مقدار) کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں قیامت کو دلائی جائیں گیں[2] بدبو سے ملائکہ اور انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، جس کے منہ سے پیاز وغیرہ کی بدبو آتی ہے اس کو بغیر منہ صاف کئے مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا تھا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اتی النی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ لیصلی علیھا فتقدم لیصلی فالتفت الینا فقال ھل علی صاحبکم دین قالوا نعم قال ھل ترک من وفاء قالوا لاقال صلوا علی صاحبکم (کتاب الترغیب والترھیب للاصبھانی، ج۲/ص ۵۵۱/ باب الدال، مکتبۃ النھضۃ الحدیثیۃ بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۲۵۳ باب الافلاس، والانظار الفصل الثانی مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] جاء فی بعض الکتب انہ یوخذ لدانق ثواب سبع مائۃ صلوۃ بالجماعۃ (الاشباہ والنظائر، ص۷۴/ القاعدۃ الثانیہ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

قرض خواہ کا مقروض کو رسوا کرنا

سوال:۔ زید نے اپنے لڑکے کی شادی میں بکر سے کچھ قرضہ اور غلہ وغیرہ قرض لیا، شادی کے بعد زید کسی مجبوری کیوجہ سے قرضہ غلہ ادا نہ کرسکا بکر نے ادھر اُدھر رسوا کرنا شروع کردیا، برادری اور غیر برادری ہر جگہ پر رسوا کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ تقریب اور شادی میں بھی بدنام کیا اور بے ایمان اور خدا جانے کیا کیا کہا زید بہت شرمندہ ہوا اور پریشان ہوا کہ اب وہ قرضہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہیں دیتا اور کہتا ہے ہماری عزت گئی اور رسوائی ہوئی اور بے ایمان ہیں تو کچھ نہیں دیں گے، عزت بھی کوئی چیز ہے، ہماری بدنامی و بے عزتی ہوئی عزت گئی اور قرضہ گیا اس میں حضرت کا کیا حکم ہے کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ کے یہاں ضرور معاملہ ہوگا بکر کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا حق تھا اور ہے[1]، زید کے ذمہ لازم ہے قرضہ ادا کرے یا معاف کرائے ورنہ سخت پکڑ ہوگی[2] اور دنیا میں بھی اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] یکره.....اکل نحوثوم ویمنع منه وکذا کل موذٍ .(الدرالمختار) نحو ثوم ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین (شامی کراچی ،ج ۱/ص ۶۶۱/ کتاب الصلوٰة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها احکام المسجد مطلب فی الغرس فی المسجد، شامی زکریا ص۴۳۵ج۲ عمدة القاری للعینی ص۱۴۶ ج۳ الجزء السادس، کتاب الاذان، باب ما جاء فی اکل الثوم بیان اکل الثوم النئی وغیره من کل ماله رائحة کریهة، حلبی کبیر ص۵۶۶، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه مکتبۂ رحیمیه دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الحق لایسقط بتقادم الزمان،قواعد الفقه، ص ۷۷/ رقم القاعدة ۱۱۶ (مطبوعه اشرفی دیوبند) (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کے ترکہ سے وصول کرنے کا حق ہوگا[1] مگر نے اگر اپنا قرضہ وصول کرنے میں حدود شرع سے تجاوز کیا ہے یعنی ذلیل کیا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا[2] مگر اس کی وجہ سے قرضہ معاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۹ھ

ادائے قرض کے لئے میعاد مقرر کرنا

سوال:۔ اس مسئلہ میں وضاحت فرمادیجئے کہ قرضہ کی میعاد مقرر کرنا وصول یابی کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله عبداً كانت لاخيه عنده مظلمته فى عرض أو مال فجاء ه فاستحله قبل أن يؤخذ وليس ثم دينار ولا درهم فان كانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تكن له حسنات حملوا عليه من سيّاٰتهم ترمذى شريف ص۶۷ ج۲ ابواب صفة يوم القيامة باب ما جاء فى شأن الحساب والقصاص، مطبوعه مكتبۂ بلال ديوبند، فتح البارى ص ۳۹۱ ج۵ كتاب المظالم باب من كانت له مظلمة عند الرجل، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحه هذا) [1] رجل مات وعليه دين ..... وان علم الوارث بدين المورث كان عليه أن يقضى دينه من تركة المورث، عالمگيرى كوئٹه ص۳۶۷ ج۵ كتاب البيوع، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۴۹۵ ج۱۰ كتاب الفرائض.

[2] عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم اخوالمسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره الىٰ قوله كل المسلم على المسلم حرام دمه ومالهٗ وعرضه الحديث ، مشكوٰة شريف ،ص ۴۲۲/ باب الشفقة والرحمة على الخلق(مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی کوئی مسلمان کسی مسلمان پر نہ تو ظلم کرے نہ اس کو رسوا ہونے دے، اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، مسلمان کی ساری چیزیں مسلمان پر حرام ہیں یعنی مسلمان کا خون مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو۔

ناجائز ہے؟ کیا قرضہ کا اور اُدھار شئی کا وصول کرنا دونوں برابر ہیں، مجہول وغیرہ تو جائز ہیں؟ جیسے کہ ہفتہ عشرہ میں دے دونگا، ذرا تفصیل سے بیان کردیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرضہ کی میعاد وصول کے لئے مقرر کرنے سے وہ میعاد لازم نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس سے پہلے بھی مطالبہ کرنے کا حق رہتا ہے[1]، شرعاً قرضہ تو یہ ہے کہ مثلاً دس روپیہ لئے اور وعدہ کیا کہ پندرہ روز میں واپس کردونگا، اگر کوئی چیز خریدی اور شرط یہ کرلی کہ اسکی قیمت پندرہ روز میں دیگا تو میعاد سے پہلے قیمت دینے پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں یہ قیمت شرعاً دین ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۸۵ھ

امام کے ذمہ مسجد کا قرض ہے اسکی وصولی کی صورت

سوال:۔ ایک جگہ مسجد میں امام رہتا تھا اور امام صاحب کا فصلانہ تھا جس سے امام صاحب کے اخراجات پورے ہوتے تھے، جس وقت فصل کا وقت آیا یعنی فصل کٹنی شروع

---

[1] القرض فلایلزم تاجیله ای انه یصح تاجیله مع کونه غیرلازم فللمقرض الرجوع عنه (درمختار مع الشامی زکریا ،ص۳۸۴/ج۷/ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة مطلب فی تاجیل الدین) الدار المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۱۱۷ ج۳ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۱ ج۶ باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] ولزم تاجیل کل دین،ماوجب فی الذمة بعقد اواستهلاک، إن قبل المدیون، (در مختار مع الشامی زکریا ،ج۷/ص۳۸۳/ . حواله بالا البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۲ ج۶ باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع، النهر الفائق ص۴۶۷ ج۳ کتاب البیوع، باب التولیة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوئی تو امام صاحب کے اوپر الزام اٹھایا گیا، یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ الزام سچ ہے یا جھوٹ بہرحال اس الزام کی گرفتاری میں امام صاحب تشریف لے گئے، تمام فصلانہ چھوڑ کر، اب امام کا ایک آدمی رہ گیا فصلانہ لینے کی غرض سے، چند آدمیوں نے فصلانہ باقی نہیں دیا اور کسی مجبوری کی وجہ سے امام نے مسجد کے پیسے سے کچھ قرض لیا تھا، تو جس وقت امام وہاں سے چلے کوئی پیسہ اپنے پاس نہیں تھا، اب مسجد والوں نے امام صاحب سے پیسوں کا تقاضہ کیا، تو امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا فصلانہ ابھی باقی ہے، دس بارہ بچوں کا انعام بھی رہ گیا ہے، جن کو ہم نے قرآن پڑھایا ہے، آپ ان بچوں سے انعام لے کر اور فصلانہ وصول کر کے مسجد کا جو قرضہ مجھ پر ہے پہلے وہ وصول کرلو، پھر باقی روپے مجھے دیدو، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام صاحب کا جواب صحیح ہے اس کے موافق عمل کیا جاوے مسجد کا پیسہ چھوڑنے کا کوئی حق نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

مسجد کا روپیہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا

سوال:۔ مسجد کے متولی، امام یا مسجد کے کسی خدمتی مؤذن وغیرہ کو مسجد کی بقایا رقم

---

[1] أكار تناول من مال الوقف فصالحه المتولى على شيء ان وجد المتولى بينة على ما ادّعى أو كان الاكار مقرراً لا يملك المتولى أن يحط شيئاً منه ان كان الاكار غنياً، عالمگیری کوئٹہ ص۴۲۵ ج۲ كتاب الوقف الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم الخ، محيط برهانى ص۴۰ ج۹ كتاب الوقف، الفصل السابع تصرف القيم فى الأوقاف، مطبوعه ڈابهيل، خانية ص۲۹۸ ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً الخ مطبوعه كوئٹه.

جبکہ مجبوری ہو ادا نہ کرسکتا ہو، معاف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو معاف کرنے کا حق کسی نہیں، جو لوگ معاف کرنا چاہتے ہیں وہ چندہ کرکے اس کی طرف سے ادا کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مال کافر کی ادائیگی

سوال:۔ اگر کسی مسلمان کے ذمہ کسی کافر کا قرض ہو اور اس کی ادائیگی ناممکن ہوگئی ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے کیا صورت ہوسکتی ہے مع کتب وصفحہ تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاف کرالے اگر ادا کرنے کی وسعت نہ ہو ورنہ مواخذہ ہوگا، ”**وفی فتاویٰ قاضی خان رجل لہٗ حق علی خصم فمات ولا وارث لہٗ تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله علیه لیکون ودیعة عندالله تعالیٰ یوصلها الی خصمائه یوم القیامة واذا غصب مسلم من ذمی مالا اوسرق منه فانه یعاقب به یوم القیامة لان الذمی لایرجی منه العفو فکانت خصومة الذمی اشداھ،شرح فقه اکبر ص۱۹۴[1]/ ولاوجه لاعطائه ثواب طاعة المسلم لانه لیس من اهل الثواب ولالوضع وبال الکفر علی المسلم فتبقی خصومته افاده ابوالسعود وقد یقال لامانع من وضع**

---

[1] وانه لایباع ولایوهب (شامی کراچی ،ص ۳۳۹/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب لووقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجز)

[1] شرح فقه اکبر ،ص ۱۹۴/(مطبوعه مجتبائی دهلی) بحث التوبة.

وبال غير الكفرمن السيئات على المسلم فيعذب بها عنه روى من ظلم ذميا كنت حجيجه يوم القيامة وحمله بعض العارفين على معنى ان النبى صلى الله عليه وسلم يحاجج عن المسلم لان الذمى يقول لاارضى بخصومتى الا ان يكون خصمه معه فى حمل استقرار ١٥ھ طحطاوی[1] على الدرالمختار باب استيلاد" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۵۹ھ

---

[1] طحطاوی على الدرالمختار ص۳۱۹، ج۲، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، شامی كراچی ص۳/۶۹۴، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطلب خصومة الذمى اشد من خصومة المسلم، النهر الفائق ص۳/۴۴، كتاب العتق، باب الاستيلاد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وکیل کی آمدنی اوراس کا ہدیہ

سوال:۔ (۱) وکلائے عدالت کی وکالت کی آمدنی حلال ہے، یا حرام جب کہ وکالت کرنے میں حق وناحق ہرطرح کے مقدمے کی وکالت کرتے ہیں؟

(۲) ایسے وکیل کی آمدنی سے ہدیہ کا قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۳) مسلم وغیر مسلم کی وکالت کی آمدنی سے ہدیہ کے قبول کرنے میں کچھ فرق تو نہیں؟

(۴) اگر وکیل کی آمدنی کا ذریعہ علاوہ وکالت کے اور بھی کوئی ہو مثلاً تجارت تو ایسی حالت میں ہدیہ کے قبول اوراس کے استعمال میں کیا حکم ہے، جب کہ یہ امر مخفی ہے، کہ یہ ہدیہ وکالت کی آمدنی کا ہے، یا اور کسی آمدنی کا ناجائز ہونے کی صورت میں یہ امر قابل دریافت ہے کہ کسی حیلۂ شرعی سے اس ہدیہ کو جائز بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

امور بالا کا جواب برائے صدکرم مدلل تحریر فرما کر ممنون وشاکر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وکالت ایک عقد اجارہ ہے اگر اجارہ میں عمل یا وقت اور اجر کی تعیین ہوجائے نیز وہ عمل معصیت نہ ہو اوران طاعات میں سے بھی نہ ہو کہ جن پر اجر لینا ناجائز ہے، تو اجارہ درست ہے، اس طرح اگر وکالت میں امور مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے، تو وکالت کی آمدنی حلال ہوگی، اور جس وکالت میں معصیت پر اجر لیا جائے، یعنی جھوٹے اور ناحق مقدمہ کی پیروی کی جائے، اور ظالم کی اعانت کی جاوے، ایسی وکالت اوراس کی آمدنی ناجائز ہے، **"لایجوزاخذ الاجرة علیٰ المعاصی کالغناء والنوح والملاهی لان المعصیة لایتصور استحقا قها بالعقد فلایجب علیه الاجروان اعطاه الاجر وقبضه لایحل**

له ويجب عليه رده اھ مجمع الانهر، ص ۳۸۴/"[1]

(۲) اختلاط کی صورت میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر غالب آمدنی حلال ہے تو ہدیہ کا لینا بھی درست ہے، اور اگر غالب آمدنی حرام ہے تو ہدیہ کا لینا بھی حرام وناجائز ہے ہاں اگر اس ہدیہ کے متعلق حلت وحرمت کا علم ہوجائے، تو پھر اس کا اعتبار ہوگا" اذا اهدى الرجل الىٰ انسان اواضافه ان كان غالب مال المهدى من الحرام ينبغى له ان لايقبل الهدية ولايأكل من طعامه مالم يخبر انه حلال اوانه استقرض من غيره وان كان غالب مال المهدى من الحلال لابأس بان يقبل الهدية ويأكل مالم يتبين عنده انه حرام لان اموال الناس لاتخلوعن قليل حرام فيعتبر الغالب "فتاویٰ قاضی خاں، ص ۷۷۸/ ج ۴/ ۲[2] مقتدا کو اجتناب احوط ہے۔

(۳) جو معاملات مسلمانوں کے لئے ممنوع ہیں وہ کفار کے لئے بھی ممنوع ہیں، قبول ہدیہ کے لئے وکالت مسلم پر وکالت کافر کو قیاس کرلیا جاوے۔ "اما المعاملات فهى دائرة بيننا وبينهم اى الكفار فينبغى ان نتعامل معهم حسب ماتعاملنا بيننا فى البيع والشراء والاجارة وغيرها سوى الخمر والخنزير فانهما مباحات لهم لالنااھ نورالانوار، ص ۲۹/[3] وغايت التحقيق[4]، كشف المبهم، ص ۲۳۹/[5]

---

[1] مجمع الانهر ص ۵۳۳/ ج ۳/ (مطبع دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، در مختار مع الشامى زكريا ص ۷۵ ج ۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فى الاستئجار على المعاصى، البحر الرائق ص ۲۰ ج ۸ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] فتاویٰ قاضى خان على الهندية، ص ۴۰۰/ ج ۳/ اول كتاب الحظر والاباحة، عالمگيرى ص ۳۴۲ ج ۵ كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۱۸۶ ج ۴ كتاب الكراهية فصل فى الكسب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] نورالانوار ص ۶۳/ مطبع ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند، مبحث الامر،

[4] غايت التحقيق ص ۲۸۷/ باب القياس، فصل فى بيان الاهلية، مطبوعه كراچى.

[5] كشف المبهم، ص ۲۲۹/ مسئلة الكافر مكلف بالفروع، مطبوعه كانپور.

(۴) اس میں بھی غلبہ کا اعتبار ہوگا، برتقدیر عدم جواز حیلۂ شرعی یہ ہے "وفی شرح حیل الخصاف شمس الائمة ان الشیخ اباالقاسم کان یأخذ جائزة السلطان وکان یستقرض لجمیع حوائجه وما یأخذ من الجائزة یقضی به دیونه والحیلة فی هذه المسائل ان یشتری نسیئة ثم ینقد ثمنه من ای مال شاء وقال ابویوسفؒ سألت ابا حنیفةؒ عن الحیلة فی مثل هذا فاجابنی بماذکرنا کذا فی الخلاصة اھ. فتاویٰ عالمگیری، ص ۲۲۶ / ج ۴ /[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۵ھ

الجواب صحیح بندہ عبداللطیف

صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۵ھ

وکالت کا پیشہ

سوال: ۔ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا کسی مسلمان کو کیسا ہے، جبکہ شریعت حقہ کے خلاف اکثر قوانین ہوتے رہتے ہیں، اس سے جو رقم ملے وہ کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سچے مقدمات لیتا ہو، اور کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب اس میں نہ کرنا پڑتا ہو تو پیشہ وکالت جائز ہے، اور جو آمدنی خلاف شرع طریقہ پر کی جائیگی وہ حرام ہوگی[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۲ / ج ۵ / (مطبع کوئٹہ) کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۴ کتاب الکراهیة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشۂ وکالت

سوال: ۔ وکالت کرنا کیسا ہے، اور جو اس سے روپیہ کمایا جاوے وہ کیسا ہے، اور ان کے گھر کا کھانا کھانا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سچے مقدمہ میں باقاعدہ کام اور اجرت معین کر کے وکالت کی جائے اور بھی کوئی کام خلاف شرع اس میں نہ کیا جاوے[1] تو نفس وکالت اور اس کی اجرت کا روپیہ اور اس کا کھانا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

الجواب صحیح: ۔ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی الکسب، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، بزازیه علی الهندیة ص ۳۶۰ ج۶ کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی الهدیة والمیراث، مطبوعہ کوئٹہ.

۲ لایجوز اخذ الاجرة علیٰ المعاصی کالغناء والنوح والملاهی الخ مجمع الانهر، ص ۵۳۳/ ج۳/ (مطبع دارالکتب العلمیة ،کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)، البحر الرائق ص ۲۰ ج۸ کتاب الإجارة باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، در مختار مع الشامی زکریا ص ۷۵ ج۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی.

(صفحہ ہذا) ۱ لایجوز اخذ الاجرة علی المعاصی الخ مجمع الانهر ،ص ۵۳۳/(دارالکتب العلمیة) کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة ، درمحتار مع الشامی زکریا ص ۷۵ ج۷ باب الإجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، بحر ص ۲۰ ج۸ باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ امدادالفتاویٰ ص ۳۲۰/ ج۳/ مطبع ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند، کتاب الوکالة، قال الاستاذ الدکتور وهبة الزحیلی تصح الوکالة بأجر وبغیر أجر الا ما قال لأن الوکالة عقد جائز لا یجب علی الوکیل القیام فیجوز أخذ الأجرة فیها بخلاف الشهادة الخ الفقه الاسلامی وادلته ص ۴۰۵۸ ج۵ تعریف الوکالة، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، فتاوی کاملیة ص ۱۳۶ کتاب الوکالة، مطبوعه پشاور.

ایک شخص کیا متعدد معاملات میں وکیل بن سکتا ہے

سوال:۔اگر کوئی شخص کسی کا ایک مرتبہ کسی مقدمہ میں وکیل بن جائے، تو پھر تمام عمر وہ کسی کا بھی مقدمہ میں وکیل نہیں بن سکتا، الا وکیلِ نکاح کے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مقدمہ میں جب ایک آدمی کسی طرف سے وکیل بن چکا ہے، تو اس مقدمہ میں دوسرے فریق کی طرف سے وکیل نہیں بن سکتا[۱] جب تک فریق اول کی وکالت سے علیحدہ نہ ہوجائے، اس کے علاوہ یہ بات کہ وہ کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا، تمام عمر بیکار ہی رہے گا، اس سے وکالت کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے گی، الا وکیلِ نکاح کے تو یہ بات غلط ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۸۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۸۱ھ

وکیل بالشراء کو قیمت میں تصرف کرنا

سوال:۔اگر کسی شخص نے ایک آدمی کو کوئی شئی خریدنے کو کہا اور پیسے اپنے پاس سے دیئے تو وکیل کو یہ جائز ہے کہ یہ پیسہ بوجہ ضرورت اپنے تصرف میں لائے، اور مؤکل کو اپنے پیسے سے چیز کو خرید کر دیدے اور خریدنے کے بعد وکیل موکل کے لئے وہ شے لا رہا تھا، کہ

---

[۱] کمایستفاد: البیع لایصح ان یکون الواحدفیه وکیلاً من جهة البائع والمشتری فانه فیه مباشر ترجع الحقوق الیه الخ، فتح القدیر ص۳۰۷/ج۳/ مکتبه دارالفکر، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح، بدائع زکریا ص۴۸۹ج۲ کتاب النکاح فی بیان ان النکاح هل ینعقد لعاقد واحد الخ.

راستہ میں وکیل سے ایک شخص نے کہا کہ یہ شئی مجھ کو دیدو اور تم اور بازار سے خرید کر مؤکل کو دے دو، تو وکیل کو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وکیل امین ہوتا ہے، امانت میں اس قسم کا تصرف ناجائز ہے[1]، اگر تصرف کرلیا ہے تو وہ ضامن ہوگا[2]، امین نہیں رہا، مؤکل کے داموں سے جو چیز خریدی ہے اسکو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں، یہ فضولی کی بیع ہوئی، جو اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۴/۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۴/۵۹ھ

وکالت کی آمدنی

سوال:۔ موجودہ وقت کے پیش نظر وکالت سے جو رقم زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جاتی

---

[1] ولیس للمودع حق التصرف والا ستربا ح فی الودیعة الخ المبسوط للسرخسی ،ص ۱۲۲/ج۱۱/ (مطبع دارالفکر)کتاب الودیعة، عنایة علی فتح القدیر ص۴۹۰ج۸ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] والودیعة لاتودع الی قوله ان فعل شیاً منها ضمن الخ عالمگیری ،ص ۳۳۸/ج۴/(مطبوعه کوئٹه)کتاب الودیعة، الباب الاول، البحر الرائق ص۲۷۵ج۷ کتاب الودیعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] والحاصل ان بیعه ای الفضولی موقوف ،الدرالمختار علی الشامی ،ص ۳۱۵/ج۷/ (مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب البیوع،باب البیع الفاسد، فصل فی الفضولی، زیلعی ص۱۰۳ ج۴ کتاب البیوع، باب الاستحقاق، بیع الفضولی، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۳۴ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں، اور اس رقم سے حج واجب ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حوادث الفتاویٰ حصۂ ثانیہ، ص ۱۵۳/ میں کچھ توجیہات کی ہیں، جن سے پیشہ وکالت کا جواز بعض قیود کے ساتھ مستفاد ہوتا ہے، لیکن وہ قیود عامۃً ملحوظ نہیں ہوتی، اس لئے فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول[1] میں لکھا ہے کہ ''اس زمانہ کی وکالت اور مختتانہ حلال نہیں ان کا کھانا بھی اچھا نہیں، مگر بتاویل'' پس اگر محض ناجائز وکالت کی آمدنی ہے تو اس پر نہ زکوٰۃ ہے نہ حج بلکہ واجب الرد ہے، ارباب اموال کو واپس کرے، وہ مر گئے ہوں تو انکے ورثہ کو دیا جائے، اگر ارباب اموال کا علم نہ ہو تو غرباء پر صدقہ کر دی جائے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس کے وبال سے نجات دے، ''**والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والا فان علم عين الحرام لايحل ويتصدق به بنية صاحبه، ردالمحتار**[2]

اگر مخلوط ہو کچھ حرام ہو اور کچھ حلال تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے مال پر زکوٰۃ بھی فرض اور حج بھی بشرطیکہ مقدار حلال بقدر نصاب ہو مقدار حرام کا ضمان ادا کرنا لازم ہے، ''**لوان سلطاناً غصب مالا وخلطه صارملكاً له حتى وجبت عليه الزكوٰة الخ فتح القدير، ج ا''**/[3]

---

[1] فتاویٰ رشیدیه، ص ۵۱/ ج ۱/ كتاب الحظر والاباحة..

[2] شامی زکریا، ص ۳۰۱/ ج۷/ مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، باب البيع الفاسد، عالمگیری ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب، مطبوعه كوئٹه شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

[3] فتح القدير، ص ۱۵۴/ ج۲/ كتاب الزكوٰة، مطبوعه دارالفكر، النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى زكريا ص ۲۱۷ ج۳ باب زكاة الغنم.

اگر مال حرام سے حج کیا تو فریضہ ساقط ہوجائے گا، مگر حج قبول نہیں ہوگا، ”ویجتهد من تحصيل نفقة حلال فانه لايقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط الفرض معها وان كانت مغصوبة ولا تتنا فى بين سقوطه وعدم قبوله فلايثاب لعدم القبول ولايعاقب فى الأخرة عقاب تارک الحج فتح القدير، ج۲/ص ۲۱۹[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۴/۷۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۴/۷۰ھ

وکیل کو خرید میں نفع لینا

سوال:۔ میری والدہ کی بیوہ پڑوسن نے کراچی سے روپیہ روانہ کئے، یہاں سے جڑاؤ زیور خرید کر روانہ کرنے میں مختلف جگہ سے ایک ایک چیز خرید کر اس پر اپنا نفع رکھ کر ان کو روانہ کئے ہوں، تو کیا یہ نفع لینا جائز ہے، وہ عورت تو بیوہ ہے، لیکن ان کا لڑکا اچھا ملازم ہے، سسرال والے مدد بھی کرتے ہیں، میرا روپیہ، وقت خرچ ہوا، محنت کر کے محنت کا نفع لیا جاسکتا ہے، میری کوئی دوکان نہیں ہے، دوکان سے سامان خرید کر اس پر اپنا نفع رکھتی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے اس بیوہ کے بھیجے ہوئے روپیہ سے اسکے لئے سامان خریدا اس پر آپ کو نفع لینا جائز نہیں[2] البتہ بازار جانے دوکان سے خریدنے میں جو آپ کا وقت خرچ ہوا حق المحنت کی

---

[1] فتح القدير، ص۴۰۷/ج۲/كتاب الحج .مطبوعه دارالفكر بيروت، عالمگيری ص۲۲۰ ج۱ كتاب المناسک، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، شامی زكريا ص۴۵۳ ج۳ كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام.

[2] لانه يؤدی الیٰ تغرير الآمر حيث اعتمد عليه مجمع الانهر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حیثیت سے آپ ان سے مطالبہ کرسکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ص ۳۱۹ ج۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، باب الوکالة بالبیع والشرا، البحر الرائق ص ۱۵۸ ج۷ کتاب الوکالة، باب الوکالة، بالبیع والشراء، مطبوعہ کوئٹہ شامی زکریا ص ۲۵۲ ج۵ کتاب الوکالة، باب الوکالة بالبیع والشراء.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل مطالبہ سے زائد کا دعویٰ کرنا

سوال:- میں نے مقروض ہوکر سودی لئے ہوئے قرض سے ایک انجن خریدا تھا، جو حالات ناسازگار ہونے کی بناء پر مجھے ۲۹۰۰/ میں بیچنا پڑا ۲۱۰۰/ وصول کر لئے ۸۰۰/ روپئے چالو ہونے پر وعدہ کیا گیا ہے، مگر اب وہ روپیہ دیتا نہیں، عدالت سے فیصلہ ہوگا، وکیل کہتے ہیں کہ ۲۹۰۰/ ہی کا دعویٰ کرو، جب کامیابی کی کچھ امید ہے ایسی صورت میں ۲۹۰۰/ سو کا دعویٰ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ۲۱۰۰/ روپئے کے وصول پانے کی آپ نے ان کو رسید دیدی ہے تو آپ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں، کہ ۲۱۰۰/ روپئے وصول کر چکا ہوں ۸۰۰/ باقی ہیں، بیعنامہ مکمل ہوجانے اور انجن فٹ ہوکر چالو ہوجانے کے بعد محض بقیہ ۸۰۰/ واجب الادا کے مطالبہ پر تو شاید بیع کو عدالت فسخ نہ کرے، بلکہ آپ کا روپیہ دلوادے، اگر آپ نے ۲۱۰۰/ کی رسید نہیں دی اور آپ ۸۰۰/ کا مطالبہ کریں اور عدالت اس کی کل قیمت ۸۰۰ ہی تجویز کردے بیع نامہ تحریری موجود نہ ہو تب بھی آپ کو ۸۰۰/ روپیہ مل جائے تو مطالبہ پورا ہوجائے گا، اگر بیع فسخ کردے اور انجن آپ کو واپس ملے تو آپ کو ضابطہ میں ۸۰۰/ دینا پڑے گا، اس صورت میں قانوناً آپ نفع میں رہیں گے، ۱۳۰۰/ آپ کو بچے گا (مگر شرعاً اس کا رکھنا درست نہیں ہوگا) تاہم اگر قانوناً پیچیدگیوں کی وجہ سے (جن کو میں نہیں جانتا) ۲۹۰۰/ ہی کا دعویٰ کرنا ضروری ہے تو فیصلہ اور ڈگری ہونے پر آپ کو صرف اپنا مطالبہ ۸۰۰/ ہی رکھنے کا حق ہوگا، جو رقم زائد ملے اس کو واپس

کرنا ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۵ھ

خرچہ مقدمہ مدعیٰ علیہ سے وصول کرنا

سوال:- ایک قطعہ زمین کو زید، بکر، خالد وغیرہ نے مشترکہ خرید کی خرید کردہ زمین کا کچھ حصہ باقی بچ رہا تھا زید نے عمر (جو کہ ان شرکاء مذکورہ میں سے ہے) سے کہا کہ اس بقیہ جز کو تم لے لو تاکہ پورا قطعہ ہم لوگوں کی خریداری میں آجائے، عمر نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں ہے، اور نہ میرے پاس روپیہ ہے، زید نے کہا کہ روپیہ میں دونگا تم اپنے نام لکھوالو۔

عمر نے کہا کہ اگر اس وقت میں لکھوالوں تو گھر پہنچ کر پھر تمہیں روپیہ کہاں سے دونگا، اس لئے کہ گھر پر بھی میرے روپیہ نہیں موجود ہے، اور نہ کوئی صورت فراہم کرنے کی ہے، زید نے کہا لکھوالو جب ہوگا اور جس طرح ہوگا دیتے رہو گے، عمر نے کہا بہت اچھا جب یہ بات ہے تو روپیہ دے دو اگر روپیہ میں دے سکا تو میری ورنہ تمہاری، چنانچہ بیع کی رجسٹری ہوگئی، داخل خارج ہوگیا ہے، مکان پر آکر عمر نے کچھ روپیہ فراہم کرکے زید کو دیدیا چونکہ آراضی مذکورہ مشترکہ چند شرکاء کی تھی اس لئے شرکاء نے پٹواری کو بلوا کر پیمائش کراکے باہمی تقسیم کراکے قرعہ ڈالا، بموجب قرعہ سب نے منظور کیا زید نے عمر سے کہا کہ تم قرعہ کے موافق زمین آباد کرو، عمر نے کہا کہ میں اس وقت روپیہ نہیں دے سکتا ہوں، تمہارا روپیہ ہے تم ہی

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالاً بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات اوبغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففي جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه الخ، بذل المجهود ج ۱/ ص۳۷/ باب فرض الوضو، مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامي زكريا ص ۳۰۱/ ج۷/ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاحراما عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹/ ج۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشرفي الكسب،

زمین آباد کرو پس کچھ دنوں تک زید نے اس زمین کو آباد کیا بعدہٗ زید وعمر کے باہمی کچھ گفت و شنید ہوئی، اب عمر کہتا ہے کہ آراضی مذکورہ کا میں مستحق ہوں، اور تم روپیہ کے مستحق ہو تم اپنا روپیہ قسطوار مجھ سے لے لیا کرو اور قبضہ آراضی پر اب میں کرونگا، چنانچہ عمر نے قبضہ کرلیا اور اب تک قبضہ باقی ہے، زید کہتا ہے کہ تم میرے نام بیع کرلو، عمر کہتا ہے، کہ بیع کرنے کی کیا ضرورت ہے تم برائے مہربانی اپنا روپیہ ہم سے قسط وار لیتے رہو، قسط وار تو لازمی طور پر ادا کرتا رہوں گا، نیز ہوسکا تو قسط سے بھی زائد دیتا رہوں گا، مگر وہ نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ جب تک تم میرا روپیہ کل ادا نہیں کروگے تو زمین پر میں قابض رہوں گا، اور زید، فساد، فوجداری، مقدمہ بازی پر تلا ہوا ہے، عمر نے کہا تمہاری تعدی سے اگر مجبوراً عدالت میں جانے کی ضرورت ہوئی تو اس کے اخراجات وضع کرکے بقیہ رقم تم کو دونگا، آپ ارشاد فرمائیے کہ مقدمہ میں صرف شدہ رقم قرض میں محسوب ہوگی یا نہیں، نیز اگر زید زمین پر قبضہ کرلے تو اس سے نفع حاصل کرنے کا کیا حکم ہوگا، عمر نے زید کا کچھ روپیہ ادا کیا ہے، زیادہ حصہ باقی ہے اس صورت میں زمین مذکورہ عمر کی ملکیت ہے یا زید کی باقی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے عمر کو جو روپیہ دیا ہے، وہ روپیہ قرض ہے اور زمین عمر نے خریدی ہے، (اگرچہ روپیہ زید سے قرض لے کر دیا ہے) لہٰذا عمر زمین کا مالک ہے، اور جس قدر روپیہ عمر نے قرض لیا ہے، وہ واجب الاداء ہے اور اگر عمر کے پاس فی الحال ادائیگی کے لئے روپیہ موجود نہیں تو زید کو چاہئے کہ عمر کو مہلت دے "لقوله تعالیٰ وان كان ذو عسرة فنظرة الیٰ میسرة"[1]، تاہم زید کو مطالبہ کا حق ہر وقت حاصل ہے، اگر عمر کے پاس روپیہ موجود نہیں ہے، تو عمر کو چاہئے کہ وہ زمین وغیرہ کو فروخت کرکے روپیہ ادا کرے اگر باوجود قدرت کے ادا نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہوگا[2]

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۲۸۰۔

[2] عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور عدالت کا خرچہ تین قسم کا ہے۔

اوّل:- وہ جو کہ ہر صورت میں مدعی کے ذمہ رہتا ہے جیسے مدعی کے وکیل کا محنتانہ وہ تو مدعی کو مدعیٰ علیہ سے وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔

دوم:- وہ جو کہ سرکار نے ظلماً مقرر کیا ہے، جیسے کہ درخواستوں کے ٹکٹ اور کورٹ فیس وغیرہ وہ بھی مدعی کو مدعیٰ علیہ سے وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔

سوم:- وہ جو کہ مدعی علیہ کو طلب کرانے میں خرچ ہو، پس اگر مدعی علیہ حاضر نہیں ہوتا تھا، اور کچھ خرچ کر کے جبراً حاضر کرایا ہے، نیز بلا طلب کرائے باوجود قدرت کے ادا نہیں کرتا تھا، تو اس قسم کا خرچہ وصول کرنے کا حق ہے، کیونکہ وہ مدعیٰ علیہ اپنے خرچ کا خود سبب بنتا ہے اگر قرض ادا کر دے تو اس خرچ کی نوبت ہی نہ آتی وفی البزازیه"ویستعین باعوان الولی علیٰ الاحضار واجرة الاشخاص فی بیت المال وقیل علیٰ المتمرد فی المصرمن نصف درهم الیٰ درهم وفی خارجه لکل فرسخ ثلاثة دراهم اواربعة الیٰ قوله ،والحاصل ان الصحیح ان اجرة المشخص بمعنی الملازم علیٰ المدعی وبمعنیٰ الرسول المحضر علیٰ المدعیٰ علیه لوتمرد بمعنی امتنع عن الحضور والافعلی المدعی شامی ج۴/ص ۴۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۷/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/رجب ۵۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) قال مطل الغنی ظلم واذا اتبع احدکم علی ملئی فلیتبع مسلم شریف ص۱۸/ج۲/کتاب البیوع، باب تحریم مطل الغنی، مطبوعه رشیدیه دهلی، ابوداؤد شریف ص۴۷۵/ج۲/کتاب البیوع، باب فی المطل، مطبوعه سعدبکڈپو دیوبند، مشکوة ص ۲۵۱/ باب الافلاس والانظار، مطل الغنی ای تاخیره اداء الدین من وقت الی وقت ظلم فان المطل منع اداء ما استحق اداء ه وهو حرام من المتمکن مرقاة شرح مشکوة ص۳۳۷/ج۳/مطبوعه بمبئی، شرح الطیبی ص۱۱۷/ج۶/ مطبوعه زکریادیوبند. (نمبر۱/حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

فریق مخالف پر عدالت کے خرچہ کا دعویٰ کرنا

سوال:- زید نے عمر پر فوجداری کا دعویٰ کر کے بلاقصور پھنسا دیا اور ہائیکورٹ تک عمر بری رہا، مگر پیروی میں اس کے اخراجات کثیر ہوئے، اور بدنامی اور زیر باری و بے آبروئی اور اپنے کاروبار کا نقصان عظیم ہوا ابتدائی عدالت سے ہائی کورٹ تک مقدمہ چلا اور زید آگے بڑھتا رہا، عمر ہر عدالت سے بری ہوتا گیا، چونکہ عمر نہایت درجہ زیر بار اور بے آبرو ہوا اور مالی نقصان اٹھایا اور روحانی وجسمانی اذیت پائی تو اگر عمر اپنی ہتک عزت وروحانی وجسمانی اذیت اور نقصانات کا دعویٰ کسی رقم کا جو مناسب حال ہو دائر کرے تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر دعویٰ کرسکتا ہے تو کس قدر رقم تک دعویٰ کرسکتا ہے، جو عنداللہ گنہگار نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلط دعویٰ کی جوابدہی میں جس قدر خرچ ہو وہ سب وصول کرنا درست ہے[1] جسمانی و روحانی اذیت اور بے آبروئی کا کوئی مالی ضمان نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [1] شامی نعمانیہ ج۴/ ۳۱۰/شامی کراچی ج۵/ص ۳۷۲/ شامی زکریا ج۸/ ص۴۸/ کتاب القاضی، مطلب فی اجرة المحضر، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۱۴۲/ ج۵/ کتاب ادب القاضی، الثانی فی ادبه، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۷۹/ ج۶/ کتاب القضاء، فصل فی التقلید.

[1] وكذا يضمن لو سعىٰ بغير حق عند محمدؒ زجراً له اى للساعى وبه يفتى، (الدر المختار كراچی، ج۶/ص ۲۱۳/ زكريا ج۹/ص ۳۰۵/ كتاب الغصب، مطلب فی ضمان الساعی، مجمع الانهر ص ۹۹/ ج۴/ كتاب الغصب، فصل ثالث، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۹۸/ ج۴/ كتاب الغصب، فصل ثالث، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والحاصل ان المذاهب عدم التعزير باخذ المال شامی زكرياص ۱۰۶/ ج۶/ كتاب الحدود، فصل فی التعزير، مطلب فی التعزير باخذ المال، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۱/ ج۵/ كتاب الحدود، فصل فی التعزير.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں دوفتوؤں میں رفع تضاد

سوال:- میں نے ایک فتویٰ بھیجا تھا، سوال یہ تھا کہ ایک شخص نمازی ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، دین کے تمام کام کرتا ہے، لیکن داڑھی منڈواتا ہے، ایسا آدمی شریعت کے اندر معتبر ہے یانہیں؟ یعنی رمضان کے چاند کی یا عید کے چاند کی ایسے آدمی کی گواہی معتبر ہے یانہیں؟ شریعت میں معتبرہ آدمی کس کو مراد لیتے ہیں، اس کا جواب مفتی احمد علی صاحب نے ۲۷/۹/ ۹۵ھ کو نمبر ۱۲۶/ پر یہ دیا ہے، کہ وہ ذی اقتدار اور لوگوں میں قابل اعتبار ہے، تو اس کی شہادت مان لی جائے گی۔

اور سہارنپور سے اس کا یہ جواب آیا ہے: ''وہ آدمی فاسق ہے، اس کی شہادت قبول نہیں اور متبع شریعت کو ہی معتبر کہا جاتا ہے۔''

اس سے قبل دیوبند سے فتویٰ منگایا، اس میں یہ لکھا تھا، کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے، تو اس کی شہادت چاند کی، اور نکاح کی گواہی معتبر ہے یانہیں؟ اس کا جواب یہ آیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاند کی شہادت قبول نہیں نکاح کی گواہی بھی رد کی جاسکتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ذی اقتدار انسان کو تمام گناہ جائز ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گواہ اگر عادل ہو تو اس کی گواہی کا قبول کرنا اور اس کے موافق حکم کرنا واجب ہے[1]

---

[1] وحکمها وجوب الحکم علی القاضی بموجبها (الیٰ قوله) فلو امتنع بعد وجود شرائطها اَثِم لترکه الفرض واستحقق العزل، درمختار علی الشامی کراچی ج۵/ (باقی حاشیہ اگے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اگر عادل نہ ہو، بلکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے فاسق ہوتو اس کی گواہی قبول کرنا واجب نہیں[۱]، لیکن اگر حاکم کو قرائن سے معلوم ہو کہ فلاں شخص باوجود فاسق ہونے کے یہ بات صحیح کہتا ہے، کیونکہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے[۲]، اور حاکم ایسے آدمی کی گواہی کو قبول کرے تو اس کو قبول کرنے کا بھی حق ہے[۳]، امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد تضادمرتفع ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گواہ سے قسم لینا

سوال:- ایک مسئلہ میں بہت تذبذب پیدا ہوگیا ہے، کتب فقہ کی عبارات سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں سے قسم نہیں لی جاسکتی جیسا کہ "فلو امر قضائه بتحليف الشهود وجب على العلماء ان ينصحوه الخ رد المحتار ج۴/ص ۳۵۸/کتاب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۴۶۳/اول کتاب الشهادة، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵۷/ج۷/کتاب الشهادات، مجمع الانهر ص ۲۵۷/ج۳/کتاب الشهادات مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۱] ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته، الدرالمختار على الشامي كراچي ص ۴۷۳/ج۵/كتاب الشهادة باب القبول وعدمه، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۹/ج۷/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل، سكب الانهر على هامش المجمع ص ۲۷۶، ۲۷۷/ج۳/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] وفي المثل ان الكذوب قد يصدق، طيبي شرح مشكوٰة ج۴/ص ۲۳۰/كتاب فضائل القرآن الفصل الاول، تحت حديث ابي هريرةؓ (جاء فيه) فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم مافعل اسيرك؟ قال: اما انه صدقك وهو كذوبٌ الخ، المصدر السابق، مطبوعه ادارة القرآن كراچي.

[۳] وقيد اى قيد قبول شهادة الفاسق في القاعدية، بما اذا غلب على ظنه صدقه فليحفظ، درمختار مع الشامي ج۵/ص ۳۵۶/كتاب القضاء قبيل مطلب في قضاء العدو على عدوه، مجمع الانهر مع سكب الانهر ص ۲۱۲/ج۳/كتاب القضاء، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

القضاء، وكذا لوعلم الشاهد ان القاضي يحلفه ويعمل بالمنسوخ لهٗ امتناع عن اداء الشهادة لانه لايلزمه،رد المحتار ج۴/ص ۴۴۲/(كتاب الدعوىٰ) وغیرہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے اب خلجان یہ ہے کہ اکثر لوگ طلاق وغیرہ کے فتویٰ لے کر آتے اور اپنی حسب منشاء جواب لکھوانا چاہتے ہیں، ان سے گواہیاں طلب کی جاتی ہیں، گواہیاں اکثر جھوٹی دی جاتی ہیں بلکہ قسمیں بھی بعض اوقات جھوٹی کھالیتے ہیں، اگر بلاقسم لئے اور اطمینان کئے فتاویٰ صادر کئے جائیں تو بڑے فتنے پیدا ہونگے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

المضارع موضوع للاخبارفي الحال فاذا قال اشهدفقد اخبرفي الحال وعليه قوله تعالىٰ قالوا نشهد انک لرسول الله اى نحن الاٰن شاهدون بذالک وايضا فقد استعمل اشهد في القسم نحو اشهد بالله لقد كان كذا اى اقسم فتضمن لفظ اشهد معنى المشاهدة والقسم والاخبار في الحال فكان الشاهدقال اقسم بالله لقد اطلعت علىٰ ذٰلک وانا الاٰن اخبربه[1](البحرالرائق،اول كتاب الشهادة ج۷/ص ۹۴/ مطبوعه زكريادیوبند)

اگر شاہد کو یہ چیز مستحضر کرادی جائے کہ شہادت قسم کو متضمن ہے تو شاید کچھ موثر ہو اور آپ کے لئے مفید ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱/۱۰/۸۷ھ

جواب صحیح ہے۔ اور جھوٹی شہادت وبیان پر جو وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں، ان کو موثر انداز میں بتلایا اور مستحضر کرادیا جائے، جب بھی بہت موثر ہوگا۔

بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۸۷ھ

---

[1] البحرالرائق ج۷/ص ۵۵/ مطبوعه كراچي اول كتاب الشهادة،درمختارمع الشامي مطبوعه كراچي ص ۴۶۲/ج۵/كتاب الشهادات.

شہادت کی ایک صورت اور قاتل کی مدد

سوال:- زید وعمر دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمر بالغ، عمر نے اپنے باپ خالد کا قرضہ مشترکہ زمین سے اداء کیا زمین کو فروخت کر کے لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی اور زید کے حصہ میں نہیں آئی، اس لئے کہ دستخط نہیں ہے، عمر کا دعویٰ یہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو زید نے انکار کی جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے، یہاں تک کہ زید کے قتل کی ترکیب کی، پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلا کر قتل کر دیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا، کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوگئی، کہ نہیں اور عمر کی قید سے خلاصی کے لئے مدد کی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں[1] اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لی، اور اس پر اعتماد ہو تو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۸۷ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دنیوی عداوت کی تشریح

سوال:- دنیوی دشمنی جس سے شریعت میں شہادت قبول نہیں ہوتی وہ کس کو کہتے ہیں؟

---

[1] والمقتول ظلماً اذاوجب بقتله مال الخ شامی کراچی ج۲/ص ۲۵۲/باب الشهيد مطلب فی تعداد الشهداء.

الجواب حامداً ومصلیاً

درمختار میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے "والعدو لاتقبل شهادتهٗ علیٰ عدوه اذا كانت دنيوية[1]، وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لابمخاصمة نعم هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصي وشريك اھ[2](قال الشامي قال ابن وهبان)وقد يتوهم بعض المتفقهة من الشهود ان من خاصم شخصا في حق اوادعىٰ عليه يصير عدوه فيشهدون بينهما بالعداوة وليس كذالک وانما تثبت بنحو الخ قلت لكن قد علمت ان مختار ابن وهبان ان العداوة لاتمنع قبول الشهادة الا اذا فسق بها فعلم انها قد تكون مفسقة وقد لاتكون فقوله وانما تثبت الخ يريد به العداوة المانعة وهي المفسقة ولايخفىٰ ان هذه تمنع القبول على العدووعلىٰ غيره اھ ردالمحتار[3] ج۴/ ص ۳۰۱/ كتاب القضاء والمسئلة مذكورة في كتاب الشهادة ايضاً ص ۳۸۱/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۲ھ

---

[1] درمختار علی الشامی کراچی ج۵/ص ۳۵۶/ کتاب القضاء مطلب فی قضاء العدوعلی عدوه مجمع الانهر ص ۲۷۴/ ج۳/ کتاب الشهادات باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۵/ ج۷/ کتاب الشهادات،بامن تقبل شهادته ومن لاتقبل.

[2] شامی کراچی ج۵/ص ۳۵۸/ کتاب القضاء مطلب فی قضاء العدوعلی عدوه، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۵/ ج۷/باب من تقبل شهادته من لاتقبل،شرح منظومة،ابن وهبان ص ۳۱۹/ ج ۱/ فصل من کتاب الشهادات،عدم جوازالشهادة الرجل علی الرجل بینهماعداوة،مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند.

[3] درمختارالشامی کراچی ج۵/ص ۳۵۸/ کتاب القضاء مطلب فی قضاء العدوعلی عدوه، البحرالرائق کوئٹه ص ۸۵،۸۶/ ج۷/باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل،شرح منظومة ابن وهبان ص ۳۱۹/ ج ۱/فصل من کتاب الشهادات عدم جوازالشهادة الرجل علی الرجل بینهما عداوة الخ، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند.

جھوٹی گواہی پر اعتماد

سوال:- ایک قاضی جو سرکاری مدرس بھی ہیں، چند آدمیوں کی موجودگی میں چند مشہور ذمہ دار حضرات پر اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقت صفائی ان ہی آدمیوں کی موجودگی میں جن سے اس نے یہ بات کہی تھی، حلف کی رو سے انکار کر دیتا ہے، اور دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں، کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں بات ایسے کہی ہے ایسی صورت میں شرعی نقطہ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلا تحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کی صفائی اور تحقیق لازم ہے، جس کا متعلق غلط بات کہی ہو اس کی صفائی کر لی جائے، فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی اس لئے معذرت خواہ ہوں، جھوٹ بولنا اور جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۰/۹۱ھ

اداء شہادت جبکہ صحیح فیصلہ کی توقع نہ ہو

سوال:- پنجاب میں وارثت کی تقسیم کی نسبت اسلامی قانون کے بجائے برادریہ

---

[1] قال تعالی: فاجتنبوا الرجس من الاوثان وفاجتنبوا قول الزور ای اجتنبوا الرجس الذی هو الاوثان وقرن الشرک بالله بقول الزور ومنه الشهادة الزور (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۱/ ج۳/ سورة الحج) آیت ۳۰/ مطبوعه المکتبة التجاریة مصطفی احمد الباز.

رواج کے مطابق تقسیم ہوتی ہے، لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا بیوگان کو بجائے شرعی قانون کے ان کا حق دینے سے محض گذارہ دینا چاہتے ہیں، اگر وہ عدالت میں دعویٰ کرتی ہے، تو تمام جائیداد پر وہ قابض ہوجاتی ہے، اور دوسرے وارث محروم ہوجاتے ہیں، اگر وراثت کے متعلق کوئی مقدمہ موجودہ عدالت میں پیش ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ عدالت میں شریعت مقدسہ کے خلاف فیصلہ صادر ہوگا تو ایسی حالت میں اگر کوئی شخص عدالت میں شہادت نہ دے تو وہ گنہگار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس بات کا یقین ہے کہ عدالت فیصلہ شریعت کے مطابق نہیں کرے گی، بلکہ خلاف کرے گی اور سچی شہادت پر ثمرہ مرتب نہیں ہوگا، تو ایسی حالت میں شاہد کے ذمہ شہادت واجب نہیں اور جب ظن غالب ہو کہ عدالت شہادت کو قبول کر کے موافق شرع فیصلہ کرے گی، اور بغیر شہادت ادا کئے مسلم کا حق ضائع ہوجائے گا، تو ایسی حالت میں مسلم کے ذمہ اداء شہادت (بغیر مشقتِ کبریٰ) واجب ہے۔ ''الثانی: ان یعلم ان القاضی یقبل شهادته فان علم انه لایقبلها لایلزمه، الیٰ قوله: الخامس ان یکون القاضی الذی طلب الشاهد للاداء عنده عدلاً اھ بحر ج ۷/ ص ۵۸''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ ج ۲/ ۶۰ھ

---

[1] البحر الرائق ج ۷/ ص ۵۸/ مکتبه الماجدیه کوئٹه، کتاب الشهادة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہدۂ قضا

سوال: ۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین فرمائے، خداوند کریم آپ کو نیک توفیق عطا فرمائے، کیا عہدۂ قضا بھی کوئی چیز ہے، اگر ہے تو کیا اس کا اصلی وارث (یعنی جو متقی پرہیز گار ہے) اپنے حق کا وارث اور مالک ہوسکتا ہے، جب کہ اس پر کوئی شرائط وقف وغیرہ کے لازم نہ آتے ہوں اور موجود نہ ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اسلامی حکومت میں رعایا کے مقدمات فیصل کرنے اور لاوارثوں کے حقوق کی نگرانی وغیرہ کے لئے قاضی کا مقرر کرنا مشروع ہے، اس کی شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں[1] بعض جگہ غیر مسلم بادشاہوں نے بھی مسلمانوں کے لئے قاضی مقرر کئے ہیں، بعض جگہ رعایا نے اپنے معاملات خاصہ نکاح وغیرہ کے لئے خود بھی قاضی کو مقرر کیا ہے، پس اگر کسی جگہ قاضی کے لئے کچھ شرائط ہوں اور کسی نے اس کے لئے وقف کیا ہو تو وہ قاضی اس وقف کا مستحق ہوگا، اور اس

---

[1] ولاتصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة من الاسلام والتكليف والحرية الخ، عالمگیری ج۳/ ص۳۰۷/ مطبوعه الماجديه كوئٹه، كتاب آداب القضاء في الباب الاول،

کے انتقال کے بعد حسب شرائط واقف جو اہل ہو وہ قاضی اور مستحق وقف ہوگا، یعنی اگر واقف نے کسی مخصوص خاندان کے لئے کوئی وقف کیا ہے تو اس خاندان کے افراد مستحق ہونگے، اور اگر کچھ شرائط مقرر کی ہیں، مثلاً یہ کہ جو شخص اس خاندان کا متقی اور فلاں فلاں صفت کے ساتھ موصوف ہو وہ مستحق ہے تو ان شروط کی رعایت لازم ہے، اور جو شخص ان صفات سے خالی ہوگا وہ مستحق نہ ہوگا، اسی طرح اگر خاندان کی تخصیص نہیں کی بلکہ کام کی تخصیص کی ہے تو محض خاندانی ہونے کی وجہ سے استحقاق نہیں ہوگا، بلکہ اس کام کیوجہ سے استحقاق ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

وقف میں تو جو شرط واقف نے لگائی ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن عہدہ قضا میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس میں جو اہل ہو اور جس کو وقت ارباب حل وعقد قاضی بنائیں وہ قاضی ہوسکتا ہے، آج کل ہندوستان میں حکومت اسلامی نہیں، صرف وہ لوگ قاضی کہلاتے ہیں جو نکاح خوانی وغیرہ کراتے ہیں، یا کسی قاضی کی اولاد میں ہیں، محض نکاح خوانی یا کسی قاضی کی اولاد میں ہونے سے قاضی نہیں بن جاتا، ایسے لوگوں کو اہل شہر جب چاہیں بدل سکتے ہیں نہ وہ سرکاری قاضی ہیں اور نہ ان کے احکام قضاۃ کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد سعید احمد غفرلہٗ

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه، شامی زکریا ج۶/ ص۷۳۵/ مطبوعه کراچی ج۴/ ص۴۹۵/ کتاب الوقف مطلب ماخلف شرط الواقف فهو مخالف للنص.

مراعاة غرض العاقفین واجبة، شامی زکریا ج۶/ ص۶۶۵/ مطبوعه کراچی ج۴/ ص۴۴۵/ کتاب الوقف مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة،

مفتی اور قاضی میں فرق

سوال:- مفتی اور قاضی میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مفتی اور قاضی کے احکام میں متعدد طرق سے فرق ہے۔ نفس منصب کے اعتبار سے ایک اہم فرق یہ ہے کہ مفتی مخبر ہے اور قاضی ملزم ہے۔

لافرق بین المفتی والقاضی الاان المفتی مخبرعن الحکم والقاضی ملزم اه در مختار قال الشامی قولهٗ لافرق الخ ای من حیث ان کلامنهما لایجوز لهٗ العمل بالتشهی بل علیه اتباع مار جحوه فی کل واقعةٍ وان کان المفتی مخبراً والقاضی ملزماً ولیس المراد حصر عدم الفرق بینهما من کل جهةٍ فافهم اه رد المحتار[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ج ۱/۶۷ھ

اگر قاضی کو دوسرے فریق پر اختیار حاصل نہ ہو

سوال:- کسی ایسے قضیہ میں کہ جس کے دو فریق ہونے کی وجہ سے ایک پر قاضی عدالت کو اپنے فیصلۂ منفذہ کے لئے اختیار نفاذ حاصل ہوا اور دوسرے فریق پر اختیار نفاذ حاصل نہ ہو، قاضی عدالت قضیہ مندرجہ بالا میں فیصلہ صادر فرمانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

---

[1] شامی نعانیه ص ۵۱/ج ۱/مقدمه مطلب اذاتعارض التصحیح، رسم المفتی ص۴۷، الفرق بین المفتی والقاضی، مطبوعه زکریا دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی اگر شرعی قاضی ہے، تو ایک فریق پر حکم نافذ ہونے کی قدرت ہونا اور دوسرے فریق پر قدرت نہ ہونا یہ کیسے ہوگا، اس کو واضح کریں یا قاضی شرعی نہیں، جس کے پاس قوت منفذہ ہو بلکہ ایک فریق نے اس کو قاضی بنایا ہے، دوسرے نے نہیں بنایا، تو وہ شرعی قاضی کہاں ہوا اس کو حکم کی صورت دی جاسکتی ہے، وہ بھی جب کہ فریقین متفق ہوں ورنہ اس کی حیثیت حکم کی بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالقضاء کا قیام ایک قاضی ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر

سوال:- خدا تعالیٰ نے آیت کریمہ "**فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول**" میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے خصومات کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کرائیں، مگر بعض مخصوص مسائل مثلاً خیار بلوغ، حرمت مصاہرت وغیرہ ایسے ہیں جن کا فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق قاضی شریعت سے کرانا شرط ہے، اس لئے ان مخصوص خصومات کا فیصلہ قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا کرے گا تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہوگا، ہم مانتے ہیں کہ قاضی سے مراد مسلم جج ہے، لیکن ہندوستان میں حکومت کی قائم کردہ عدالتوں میں اولاً مسلم جج خال خال ہی ہوتا ہے، یا کم از کم ہر زمانہ میں مسلمان عموماً نہیں ملتے، اس لحاظ سے پبلک طور پر قاضی اور دارالقضاء قائم کرنا نہ صرف یہ کہ ایک دینی خدمت ہے بلکہ بسا اوقات ضروری بھی ہے، اس بنیاد پر سوال یہ ہے کہ دارالقضاء کا قیام اور قاضی کا تقرر کیسے عمل میں آئیگا، شرعاً کیا طریقہ ہوگا؟

مغلیہ دور میں مغل بادشاہوں کی طرف سے ہر قسم کے فیصل خصومات کے لئے قاضی

شریعت مقرر ہوتے تھے، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد محکمہ قضاء توڑ دیا گیا، پھر بھی مسلم جج عدالتوں میں ہوا کرتے ہیں آہستہ آہستہ عدالتوں میں مسلم جج کم ہوتے گئے بالآخر آج سے پچاس سال قبل اس وقت کے چوٹی کے علماء کرام نے بالخصوص ان مقدمات کے فیصلہ کے لئے جن کا فیصلہ شرعاً معتبر ہونے کے لئے قضاء قاضی شرط ہے، قیام دارالقضاء کی ضرورت شدت سے محسوس کی مگر حالات کی مجبوری کے تحت پورے ہندوستان میں قاضی شریعت اور محکمۂ قضاء قائم نہ کر سکے تاہم اولاً صوبہ بہار میں محکمہ قضاء قائم کرنا تجویز پایا اس کے لئے اس وقت اصحاب الرائے ملت اور علماء کرام نے متفقہ طور پر امارت شرعیہ بہار کی بنیاد رکھی ضروری صفات کے ساتھ متصف ایک شخص کو اپنا امیر شریعت منتخب کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس پر امیر شریعت کو ادارہ امارت شرعیہ کا سربراہ تسلیم کیا پھر منتخب امیر شریعت نے اولاً امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ دارالقضاء اور اس کے سربراہ کو قاضی شریعت نامزد کیا تو کیا قاضی کے تقرر میں پہلے رائے عامہ میں سے کسی ایک کو امیر یا والی منتخب کرنا شرعاً ضروری تھا، پھر والی یا امیر شخصی طور پر کسی کو قاضی مقرر کرے گا، آج سے ۱۵، ۲۰ رسال قبل موجودہ امیر شریعت رابع نے دارالقضاء کی توسیع فرمائی چنانچہ اس وقت ماشاء اللہ بہار کے مختلف اضلاع میں ۱۵ ردارالقضاء موجود ہیں، موجودہ امیر شریعت نے ذیلی دارالقضاء کے لئے حسب ذیل چند باتیں ضروری قرار دیں۔

(۱) ہونے والے قاضی کے لئے ٹریننگ۔

(۲) قیام دارالقضاء کے موقع پر اطراف وجوار کے متعدد علماء ومعززین کا اجتماع،

(۳) اسی اجتماع میں سند قضاء دے کر قاضی کا اعلان کرنا۔

(۴) تمام ذیلی دارالقضاء کے لئے مرکزی دارالقضاء کے تحت رہنا تاکہ بوقت ضرورت فریقین میں سے کوئی بھی مرافعہ کر سکے۔

(۵) ہر ایک قاضی کے لئے حدود دارالقضاء مقرر کرنا تاکہ کسی امیر کا کوئی مدعی مدعا علیہ

دوسرے امیر کے پاس مدعی بن کر دعویٰ پیش نہ کر سکے۔

(۶) ان تمام پابندیوں اور سند قضا دینے کے باوجود اکثر وبیشتر قاضی کے لئے ضروری قرار دیا گیا، کہ وہ مقدمات اور خصومات کی ضروری کاروائی مکمل کر کے اپنی رپورٹ کے ساتھ مرکزی دارالقضاء کو بھیج دے، اس کا فیصلہ صرف مرکز کرے گا، ان تمام پابندیوں کے ساتھ اسی کٹیہار میں ایک دارالقضاء امارت شرعیہ بہار دس سال سے قائم ہے، تو کیا کسی بھی قیام دارالقضاء کے لئے علاوہ امیر یا والی ہونے کی یہ مذکورہ پابندیاں بھی شرعی لازم ہیں کٹیہار بہار کا ایک ضلع ہے، یہاں سے بنگال کی سرحد ۲۰/۲۵/میل پر واقع ہے، اسی کٹیہار میں ایک مدرسہ ۴۰/سال سے دارالعلوم لطیفی ہے، اب تک اس مدرسہ میں دوسرے مدارس کی طرح صرف تعلیم اور افتاء کا کام ہوتا آیا ہے، باوجود ۸، ۱۰/سال سے یہاں دارالقضاء امارت شرعیہ بہار کی جملہ پابندیوں کے ساتھ قائم ہے، دارالعلوم لطیفی کے ناظم صاحب نے دارالقضاء امارت شرعیہ کے مقابل دوسرا دارالقضاء محکمہ شرعیہ کے نام سے قائم کیا ہے، اور ایک مدرس کو محکمہ شرعیہ کا ذمہ دار قاضی نامزد کیا ہے، قاضی انہیں مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں، جن میں قضاء قاضی شرط ہے، ناظم صاحب نے ان کے لئے حدود اختیار کچھ مقرر نہیں کیا، اس لئے یہ بہار بنگال دونوں کے مقدمات لیتے ہیں، ناظم صاحب مدرسہ کے ناظم ہیں، اور رائے عامہ کے ذریعہ منتخب امیر نہ والی اندریں صورت۔

تیسرا سوال:- (۱) منتخب امیر یا والی کے بجائے کسی ناظم مدرسہ کا قائم کردہ محکمہ شرعیہ شرعاً جائز ہے؟

(۲) منتخب امیر یا والی کے قائم کردہ دارالقضاء کے مقابل میں دوسرا محکمہ شرعاً جائز ہوا یا نہیں؟

(۳) ایسے قاضی محکمہ شرعیہ کا نکاح فسخ کردہ لڑکی نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) کسی ایک مقام میں بیک وقت دو دار القضاء شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

(۵) اگر محکمہ شرعیہ بنگال کے لئے قائم کیا جائے اس کا دفتر کٹیہار بہار میں قائم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۶) نیز بہار کے مقدمے محکمہ شرعیہ کے قائم کردہ برائے بنگال میں لے جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قاضی کیلئے سلطان کی طرف سے منتخب ہونا ضروری ہے[1] سلطان کا منشور اس کے لئے ہدایت نامہ ہوگا، اور اسی وجہ سے اس کو قوۃ منفذہ حاصل ہوگی، تاکہ وہ قاضی کے فیصلہ سے انحراف نہ کر سکے، انحراف کرنے پر مستحق تعزیر قرار دیا جائے[2] یہ صورت اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے یہاں نہ اب موجود ہے، نہ پچاس یا ساٹھ سال پہلے تھی، زعماء ملت نے انگریز کے شر اقتدار سے نکالنے کے لئے امارات شرعیہ قائم کی تھی، کہ اہل اسلام اپنے مقدمات انگریز کی عدالت میں نہ لے جائیں، اور فسخ نکاح کے مقدمات امارات شرعیہ میں لائیں اور شرعی فیصلہ حاصل کریں، توقع تھی کہ اس ادارہ کو آئندہ چل کر استحکام ہوگا، اور صوبے وار ایسے ادارے قائم کر کے ان کا ایک مرکز بنالیا جائیگا، اور انگریز کا کلیۃً مقاطعہ کر دیا جائے گا، جس سے اس کا اقتدار ختم ہو کر مرکز کو اقتدار ہو جائے گا، پھر وہ مرکز قوۃ قاہرہ حاصل کر لے گا، اور مستقلاً اسلامی حکومت کی صورت پیدا ہو جائے گی، تو یہ ایک ابتدائی تشکیل تھی، اس کو فی الجملہ ترقی تو ضرور

---

[1] ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ای الظالم وهذا ظاهر فی اختصاص تولیة القضاء بالسلطان شامی نعمانیه ص ۳۰۸/ ج۴/ مطلب ابوحنیفة دعی الی القضاء ثلاث مرات ، کتاب القضاء.

[2] المفتی مخبر بالحکم والقاضی ملزم به (رسم المفتی ،ص۲۷/ مطبوعه سهارنپور، شامی نعمانیه ص ۵۱/ ۱ ، مقدمه مطلب اذا تعارض التصحیح الخ،

ہوئی، مگر خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، مجبوراً ایسے مسائل میں کہ جن میں قضاء قاضی ضروری ہے مالکیہ کا مسلک اختیار کرنا پڑا تاکہ معاصی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو حتی الوسع روکا جائے، کیوں کہ معاصی اپنے حد سے تجاوز ہوکر الحاد اور ارتداد تک پہنچ رہے تھے، مالکیہ کے یہاں شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین (پنچایت یا شرعی کمیٹی) فسخ نکاح وغیرہ میں قاضی کا کام دے سکتی ہے[1] کہیں کہیں ایسی ہی پنچایت ہیں کسی ایک کو قاضی تجویز کرلیا جاتا ہے، جب کہ مقدمہ کی پوری کارروائی میں شرعی کمیٹی میں جملہ ارکان کا حاضر ہونا دشوار ہو، ایسے قاضی کے لئے نہ کسی مرکز کی حاجت ہے، نہ تمام مسلمین کا اتفاق ضروری ہے، بلکہ ارکان کمیٹی کا قاضی تجویز کرلینا کافی ہے، جو لوگ اپنا مقدمہ فیصلہ کرانا چاہیں ان کو اختیار ہے اس قاضی کے لئے کچھ حدود کی تعیین بھی لازم نہیں، جہاں کے آدمی بھی اپنا مقدمہ لیکر آئیں، شرعی قانون کے تحت اس کو فیصلہ کرنے کا حق ہے، ایک شہر میں اگر ایسا قاضی موجود ہے، اور اس کے فیصلے شرعی طور پر قابل اطمینان ہیں، تو محض مقابلہ کے لئے دوسرا دارالقضاء قائم کرنا نہیں چاہئے، کہ اس سے خلفشار بڑھتا ہے، اور نزاعات رفع ہونے کے بجائے ترقی کرتے ہیں، کہ ایک قاضی کے فیصلے سے ناخوشی ہوئی تو دوسرے قاضی کے پاس اپیل کردیا، جب فیصلہ شرعی قانون کے موافق ہوا تو اس کو ماننا لازم ہے، اگر تفریق کی گئی ہے، تو وہ بھی شرعاً معتبر ہوگی، اور حسب قواعد شرع نکاح ثانی کا اختیار ہوگا، امید ہے کہ تحریر بالا میں جملہ امور کا جواب واضح ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۱۳۹۹ھ

فاسق کو قاضی بنانا

سوال: ۔زید علم دینیات سے ناواقف اور سارق سزا یافتہ ہے، سرقہ داڑھی منڈاتا اور

---

[1] راجع الحیلة الناجزة ص ۲۸ / مطبوعه دارالاشاعت دیوبند،

تارک الصلوٰۃ ہے اوراس کے اور بھی اعمال خلاف شرع ہیں تو ایسی صورت میں زید شرعی عہدہ قضاء کے لائق وموزوں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں افعال مذکورہ کی وجہ سے زید فاسق ہے، لہٰذا عہدۂ قضاء کے لئے شرعاً موزوں نہیں عادل اور امین اور صالح کو قضاء کا عہدہ سپرد کرنا مناسب اور موزوں ہے، البتہ اگر قاضی بنادیا گیا تو قاضی بنجائے گا، اوراس کی قضاء نافذ ہوگی، جبکہ اس میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو"فی الکنز والفاسق اهل للقضاء کماهو اهل للشهادة الاانه لاینبغی ان یقلد وفی البحر لاینبغی تقلیدهٗ لان القضاء من باب الامانة والفاسق لایؤتمن فی امر الدین لقلة مبالاته به ،بحر، ج۶/ص ۲۶۰/[1] وفی الهندیة، ج۳/ص ۳۱۰/[2]

"فیجوز تقلید الفاسق وتنفذ قضایاه اذالم یجاوز فیها حدالشرع ولکن لاینبغی ان یقلد الفاسق کذافی البدائع" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۱۰/۵۲ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/شوال ۵۲ھ

عورت کو قاضی بنانا

سوال:۔مقدمات فیصلہ کرنے کیلئے عورت کو قاضی بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تو وہ قابل اعتبار ہوگا یا نہیں؟

---

[1] (مطبع الماجدیة کوئٹه) کتاب القضاء.

[2] کتاب آداب القاضی فی الباب الاول ،ج۳/ص۳۰۷/ (مطبع کوئٹه پاکستان)

الجواب حامداً ومصلیاً

جن امور میں عورت کی شہادت معتبر ہے ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا، جبکہ وہ شریعت کے مطابق ہو، لیکن اس کو قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا، جن امور میں اس کی شہادت معتبر نہیں ان امور میں اس کا فیصلہ بھی معتبر نہیں، جیسے حدود وقصاص" **والمرأة تقضی فی غیر حدوقود وان اثم المولی لها قوله فی غیر حدالخ لانها لاتصلح شاهدة فیهما فلاتصلح حاکمة**،شامی ، ج۴/ص ۳۵۶/[1] مطبوعہ نعمانیہ۔

جیسے کوئی شخص ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھے یا ثوب حریر میں پڑھے یا ازار ٹخنوں سے نیچے ہو ان سب صورتوں میں فریضۂ نماز ادا ہو جائے تو حج بھی ہو جائیگا، اور گناہ بھی ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا

سوال:۔صحیح طریقہ پر لعنت کا نہ جاننے والا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لیکر فیصلہ دیں تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

---

[1] وشامی زکریا ج۸/ص ۱۴۲/ مطبوعه کراچی ج۵/ص ۴۴۰/ کتاب القضاضی، باب کتاب القاضی، قبیل مطلب فی جعل المرأة شاهدة الوقف، فتح القد ج۷/ص۲۹۷/ کتاب القاضی الیٰ القاضی، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،

[2] وکذاتکره فی اماکن الیٰ قوله وأرض مغصوبة، درمختار علی الشامی کراچی ج ۱/ ص ۳۸۱/

[3] ولوحجت بلامحرم جاز مع الکراهیة ،الخ شامی کراچی، ج۲/ص ۴۶۵/.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص شریعت سے واقف نہیں اس کو لازم ہے کہ واقف شریعت سے علم شریعت حاصل کرے اور اس کی نگرانی میں کام کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ایضاً

سوال:۔ اگر جماعت کا صدر انگریزی داں وکیل ہے، اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو، اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لیکر فیصلہ دیں تو کیا جماعت اور صدر جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

اس مشورہ دینے میں توہین نہیں البتہ ناواقف شریعت کو شرعی جماعت کا صدر بنانے میں جبکہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو، جماعت کی توہین ہے[2]، کیا ذمہ داری

---

[1] مستشیر لاهل العلم فی المسائل فلاینتقل برأیه وان مجتهداً لان الصواب لابتقید به الخ، حاشیه الدسوفی ج۶/ص۷/ دارالکتب العلمیة بیروت، باب فی القضاء واجب علی الولاة مشاوره العلماء فیما لایعلمون الخ، تفسیر قرطبی ج۲/ص۲۳۵/ مطبع دارالفکر بیروت، تحت الایة وشاورهم فی الامر الایة، سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/

[2] اذاوسد الا مر الیٰ غیراهله فانتظر الساعة،مشکوٰة شریف، ص ۴۶۹/ (مطبوعه دیوبند) کتاب الفتن با اشراط الساعة ،بخاری شریف، ج ۱/ص ۱۴/ کتاب العلم.

ترجمہ:۔ جب عہدہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

"واجب علیٰ الولاة مشاورة العلماء فیما لایعلمون الخ تفسیر قرطبی ص ۲/۲۳۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، تحت آیة وشاورهم فی الامر الایة، سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/"

ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہونگے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۴ھ

تحکیم کا طریقہ

سوال:۔ ہمارے یہاں قصبہ میں ایک عالم ہیں جو کہ سیاست سے بھی شغل رکھتے ہیں، ان کو ہم نے اپنے اور پڑوسی کے درمیان ایک نزاع میں کچھ لوگوں کے اصرار سے فیصلہ کرنے کی درخواست اس طرح کی تھی جو بعینہٖ نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اپنے جناب رعایت اللہ صاحب کے معاملات مقدمات وغیرہ میں آپ کو بحیثیت قاضئ شرعی مقرر کرتا ہوں آپ جو شرعی طور سے فیصلہ ہم لوگوں کے دعوے جات پر کریں گے، ہمیں منظور ہوگا جس وقت آپ حکم دیں گے ہم اپنے دعوے آپ کے سامنے علیحدہ علیحدہ پیش کردیں گے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس پر عالم صاحب نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریر سے ایک عالم صاحب کی توہین ہوتی ہے، اگر آپ اس طرح کی تحریر دیں تو میں فیصلہ کروں گا میرے اور جناب رعایت اللہ صاحب کے درمیان جو اختلاف ہے اور جس پر مقدمات چل رہے ہیں، اس پر فیصلہ کرنے کے لئے میں عالم صاحب کو حکم مقرر کرتا ہوں، مجھے ان کا فیصلہ منظور ہوگا، اور فریق ثانی سوائے ان عالم صاحب کے کسی دوسرے عالم سے فیصلہ کرانے کو تیار نہیں ہے، اور ان مقدمات سے قبل اور اب بھی کچھ ایسی باتیں ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے، کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میری تحریر میں کوئی شرعی نقص ہے، جو عالم لفظ

شرعی فیصلہ بڑھا دینے سے فیصلہ کرنے سے گریز کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

کیا میں اس کا مجاز ہوں کہ اب بدرجہ مجبوری اپنا شرعی حق حاصل کرنے کے لئے عدالت مجاز سے چارہ جوئی کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عالم صاحب کو جب فیصلہ نزاع کے لئے تجویز کیا جاتا ہے، تو اس عتماد پر تجویز کیا جاتا ہے، کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، خواہ لفظ شرعی درخواست ہو یا نہ ہو اس سوءظن سے احتراز کیا جائے، کہ وہ شرعی فیصلہ نہیں کریں گے، اس خیال کو بھی نکال دیا جائے کہ وہ فریق ثانی کے طرف دار ہونے کی وجہ سے غیر شرعی فیصلہ کردیں گے، ان عالم صاحب سے ہی توہین کا پہلو دریافت کرلیتے تو بہتر ہوتا، میرا خیال تو یہ ہے کہ لفظ شرعی فیصلہ میں توہین نہیں بلکہ ان کو قاضی مقرر کرنے سے ان کا ذہن اس طرف گیا ہوگا کہ قاضی مقرر کرنا سلطان وقت کا کام ہے[1] آپ نے ان کو قاضی مقرر کیا تو آپ بمنزلہ سلطان کے ہوگئے اور وہ آپ کے ماتحت ہوگئے اور حکم مقرر کرنا فریقین کا کام ہے[2] کہ خود ماتحت ومحکوم ہوکر حکم کے حکم کو اپنے اوپر نافذ کرتے ہیں، اگر ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر درخواست کرنے سے وہ فیصلہ کردیں تو آپ کو انکار نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر خدانخواستہ فریقین میں سے کسی ایک کو ان پر اعتماد نہ ہو کہ وہ شرعی فیصلہ کریں گے، تو پھر مجبوراً اپنا حق واجب دوسری طرح بھی حاصل کرسکتے ہیں، شرعی فیصلہ کو تسلیم

---

[1] والقاضی الذی تعین ونصب من جهة السلطان لاجل فصل (کتاب التعریفات الفقهیه، ص ۲۵۸/ المسمی بقواعدالفقه،

[2] التحکیم هو عبارة عن اتخاذ الخصمین حاکماً برضاها بفصل خصوما تهما ویقال لهٗ الحکم والمحکم، کتاب التعریفات الفقهیه ص ۲۲۲، قواعد الفقه،

نہ کرنا بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے جس کا انجام دنیا وآخرت میں مہلک بھی ہوسکتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کیا حکم کے فیصلہ کو رد کرنے کا حق ہے؟

سوال:۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو حکم بنانے کے بعد حَکم کے فیصلہ دینے سے قبل کسی فریق کے اس حُکم کو منسوخ اور رد کردینے کی وجہ سے وہ شرعاً رد اور منسوخ ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ جبکہ حکم پر کچھ بے اعتمادی ہوجائے، یعنی معقول وجہ سے حکم کے حکم کو منسوخ کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیا

اعتماد رہے یا نہ رہے دونوں صورتوں میں جو فریق بھی چاہے اس تحکیم کو فسخ کرسکتا ہے ،اور یہ فسخ کرنے کا حق فیصلہ سنانے سے پہلے حاصل ہے " **ولکل واحد من المحکمین ان یرجع قبل حکمہ اھ کنز لانہ تقلد من جھتھما فکان لکل منھا عزلہ وھو من الامور الجائزۃ فینفرد احدھما بنقضہ کالمضاربۃ والشرکۃ والوکالۃ فان حکم لزمھما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ فلایبطل حکمہ بعزلھما، البحر** ج۷/ص[2] ۲۶/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۱ھ

---

[1] رجل عرض علیہ خصمہ فتویٰ الائمۃ فردھا وقال چہ بارنامہ فتویٰ آوردۂ قیل یکفر لانہ ردحکم الشرع، عالمگیری ج۲/ص ۲۷۲، باب مایتعلق بالعلم والعلماء،

[2] البحرالرائق ص ۳۶/۷، مطبوعہ المکتبۃ الماجدیہ کوئٹہ، کتاب القضاء باب الحکم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجارہ کی تعریف

سوال:- اجارہ کا مفہوم شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک المنفعۃ بالعوض[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجارہ اور تجارت کے احکام

سوال:- میں تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں جماعت میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر کام کرنے سے پہلے اس کا طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جس ڈھنگ سے کرنے کو بتلاتی ہے، اس کو علماء حضرات سے معلوم کر کے پھر اس کام کو کرو تا کہ وہ دین اور ثواب دلوانے والا بن سکے؟

(۱) لہٰذا میں ملازمت کرتا ہوں مجھے صاف صاف اس بات سے آگاہ کریں کہ ملازمت میں کون کون سا حکم ٹوٹے گا تو قیامت کے دن خون کے آنسو رونے پڑیں گے، تا کہ جان کر ان ٹوٹنے والے حکم کی نگہداشت کی جا سکے، مفتی صاحب اس بات سے آگاہ کر دیں کہ

---

[1] البحر الرائق ج۷/ص۲۹۷/مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ، شامی کراچی ص۴/ج۶/ کتاب الاجارۃ، فتح القدیر ص۵۸/ج۹/کتاب الاجارۃ، دارالفکر مصر، عالمگیری کوئٹہ ص۴۰۹/ج۴/کتاب الاجارۃ.

ملازمت کے یہ کام خداوندی ہیں، جن کی رعایت کرنے سے ملازمت دین رضاء الٰہی اور جنت دلوانے والی بنے گی، لہٰذا گزارش ہے کہ دونوں طرح کے احکام سے کھول کھول کر مجھے آگاہ فرمادیں، احکام ادا کرنے سے جنت کی طرف جانا پڑے گا۔

(۲) کوئی بھی چیز خریدنے اور فروخت کرنے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، کہ اس معاملہ میں کیا کیا احکام شریعت خرید اور فروخت کے بارے میں بتلاتی ہے، جن پر عمل کر کے دین بنایا جاسکے، اور کن کن طریقہ پر اگر کوئی چیز فروخت کی گئی یا خریدی گئی، اور خدا کا حکم ٹوٹتا گیا، تو پھر قیامت کے روز سوائے افسوس کرنے کے کوئی حاصل نہ ہوگا، لہٰذا مجھے آپ خریدنے اور فروخت کرنے کے دونوں طرح کے احکام سے آگاہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ملازمت سے پہلے نیت صحیح ہو[۱] کہ حلال روزی کے ذریعہ اپنی اور اپنے متعلقین کی حوائج ضروریہ کو پورا کرنا ہے، تاکہ چوری غصب بھیک وغیرہ سے اللہ پاک محفوظ رکھے، اور دین کی خدمت اور مخلوق کی اعانت مقصود ہو، خود شغل ملازمت ناجائز نہ ہو، عین ملازمت کی حالت میں ناجائز امور کا ارتکاب نہ ہو، مثلاً جھوٹ دھوکہ خیانت وغیرہ ملازمت کی وجہ سے کوئی حکم شرعی نہ ٹوٹے مثلاً اس کی مشغولیت سے نماز نہ چھوٹے وغیرہ وغیرہ اگر ملاقات کر کے زبانی دریافت کرلیں تو جس جس کے متعلق تردد ہو، اس کی پوری تفصیل سامنے آئے گی۔

---

[۱] انما الاعمال بالنیات الحدیث، بخاری شریف ج ۱/ص ۲/(مطبوعہ اشرفیہ دیوبند) رقم الحدیث ۱/مشکوۃ ص ۱۱/قبیل کتاب الایمان، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۱۴۰/ج ۲/کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۲) یہ بھی طویل بحث ہے اس کے مسائل عام فہم الفاظ میں بہشتی زیور[۱] میں ہیں ان کی رعایت کی جائے، ان کے علاوہ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو دریافت کرلیا جاوے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۵ھ

تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہے یا اجیر مشترک؟

سوال:- تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہوتا ہے یا اجیر مشترک؟ اور انقطاع کے لئے مدرسہ نے جو جو چیزیں اس کے حوالہ کی ہیں مثلاً پنکھا وغیرہ ان چیزوں کا وہ مدرس امین ہوتا ہے یا شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مدرس کے لئے اوقات متعین کردیئے گئے تو ان اوقات میں وہ اجیر خاص ہے ان اوقات میں اس کو دوسرا کام اجارہ پر کرنا جائز نہیں[۲] بغیر اجارہ کے معمولی مختصر سا کام جس پر عرفاً چشم پوشی کی جاسکتی ہے کہ اس سے مدرسہ کے کام میں کوئی معتد بہ حرج نہ ہو یا وہ ضروریات میں سے ہو اس کی اجازت ہے۔ جیسے مثلاً کوئی معمولی خط لکھ دیا یا پیشاب پاخانہ کی

---

[۱] بہشتی زیور ج۵/ص۲/ بیچنے اور مول لینے کا بیان۔ (مطبوعہ تھانوی دیوبند)

[۲] ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ بل ولا أن یصلی النافلة واذا استأجر رجلا یوماً یعمل کذا فعلیه أن یعمل ذٰلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ اٰخر سوی المکتوبة(درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۰/ج۶/کتاب الاجارة، مطلب لیس للاجیر الخاص أن یصلی النافلة) البحر الرائق کوئٹه ص ۲۹/ج۸/باب ضمان الاجیر،سکب الانهرعلی هامش المجمع ص۵۴۷/ج۳/فصل فی ضمان الاجیره،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ضرورت پیش آ گئی[1] جو چیزیں اوقات درس میں استعمال کرنے کے لئے دی جائیں مثلاً بچھانے کے لئے دری یا گدا یا پنکھا یا قلم وغیرہ، مدرس کو مدرسہ کے کام میں ان چیزوں کے استعمال کا حق ہوتا ہے مگر امانت و دیانت کے ساتھ احتیاط سے استعمال کرے کہ خراب یا ضائع نہ ہو جائیں[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

ملازم کے سرکاری حقوق

سوال:- زید جوتے کی تھوک فروش دوکان میں عرصہ ۲۵/سال تک ملازمت خریداری حساب نویسی نہایت باضابطگی اور دیانتداری سے انجام دیتا رہا، اور اب صحت کی خرابی کی بناء پر سبکدوشی حاصل کی اور اپنی متعینہ مابین تنخواہ ماہ بماہ لیتا رہا، سرکار نے ملازمین کے لئے خواہ سرکاری ہو یا پرائیویٹ دوکانوں کے کچھ حقوق علاوہ مشاہرہ کے قانوناً دوکان مالکان پر عائد کئے ہیں، ان حقوق میں سے ایک حبّہ بھی زید کو فرم مذکورہ نے نہیں دیا، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا شرعاً عنداللہ فرم مذکور پر اس سرکاری حق ملازمت کی ادائیگی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

---

[1] اذاغاب عن المدرسة فاما ان يخرج من المصر اولا الى قوله وان لم يخرج من المصر، فان اشتغل بكتابة علم شرعى فهو عفوٌ،امام يترك الامامة لمصيبة او لاستراحة لابأس به ومثله عفوفى العادة والشرع، شامى كراچى ص۴۱۸، ۴۱۹/ج۴/كتاب الوقف، مطلب فيما اذاقبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة،الاشباه والنظائر ص۴۸/الفن الاول،القاعدة السادسة العادة محكمة فائدة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى،

[2] وأما بيان حال المستعار فحاله أنه أمانة فى يد المستعير فى حال الاستعمال بالاجماع (بدائع كراچى ص۲۷/ج۶/كتاب العارية)شرح المجلة ص۴۵۰/ج۱/رقم المادة ۸۱۳/ الباب الثالث فى العارية،الفصل الثانى فى احكام العارية،مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،اذاحصل من المستعيرتعداوتقصيربحق العارية ثم هلكت او نقصت قيمتها ضمن المستعيرالخ،شرح المجلة ص۴۵۱/ج۱/رقم المادة ص۸۱۴/مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

عند اللہ تو جو معاملہ مالک وملازم کے درمیان طے ہوا اس کی ہی ذمہ داری ہے[1]، سرکاری قانون جو کچھ ہو اس کی ذمہ داری صرف قانونی ذمہ داری ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المسلمون علی شروطهم الحدیث ترمذی شریف ج ۱/ ص ۱۶۱/ مطبوعه رشیدیه دهلی ،ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه فی الصلح بین الناس،مشکوة ص۲۵۳/باب الافلاس والانظار،الفصل الثانی،مطبوعه دارالکتاب دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲/ج۱۷/عمروبن عوف بن ملحة المزنی، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے۔

باب اول: اجارۂ صحیحہ

لگان پر زمین دینا

سوال:- زید نے اپنی چار بیگھہ زمین بعوض ایک ہزار روپیہ دوسال کاشت کیلئے دو شرطوں پر دیتا ہے، اول یہ کہ دوسو روپیہ سالانہ لگان دوں گا (کرایہ ہوگا) دوسرے یہ کہ دو سال کے بعد خالی ہونے پر واپس لے لیگا، اور باقی رقم یعنی سولہ سو روپے واپس کرونگا، دوسال کا لگان کاٹ کر، آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین کا لگان دوسو روپیہ ہی ہے تو پیشگی لگان لے کر زمین کرایہ پر لینا درست ہے[1] لیکن معاملہ صرف دوسال کے لئے نہ کیا جائے بلکہ پانچ سال کے لئے معاملہ کرلیا جاوے، پھر دوسال گزرنے پر فریقین چاہیں تو بقیہ مدت کے اجارہ کو فسخ کردیں[2] اور سولہ سو روپے واپس کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۴ھ

زراعت کی اجرت پیشگی لے لینا

سوال:- اس طرح زمین کسی کو کرایہ پر دینا کہ چار سو روپیہ دیدو، اور اس سال تم

---

[1] یعتبر ویراعی کلٌ اشترط العاقد ان فی تعجیل الاجرۃ وتاجیلھا، شرح المجلۃ ص ۲۶۴/ ج ۱/ المادۃ ص ۴۷۳/ الفصل الثانی فی المسائل المتعلقۃ بلزوم الاجرۃ، مطبوعہ اتحادبکڈپو دیوبند.

[2] وتفسخ (ای الاجارۃ) بالقضاء اوالرضاء الخ، درمختارعلی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۱۰۴/ کتاب الاجارۃ، باب فسخ الاجارۃ، البحرالرائق کوئٹہ ص ۳۵/ ج ۸/ باب فسخ الاجارۃ، المحیط البرھانی ص ۳۷۱/ ج ۱۱/ کتاب الاجارۃ، الفصل الثامن عشرفی فسخ الاجارۃ بالعذر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

زمین میں ہل وغیرہ چلا کے جو کچھ پیدا کرو وہ تمہارا ہے، سو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کرایہ پر دینا کہ سب پیداوار تمہاری ہوگی، اور مجھے اتنا روپیہ پیشگی کرایہ دیدو، درست ہے، پھر جس مدت کے لئے زمین دی گئی ہے، اس کے ختم ہونے پر زمین واپس کردی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۷ھ

غیر مسلم سے گھر کا کام کم قیمت پر

سوال:- غیر مسلم عورت یا مرد سے جب کہ کوئی مسلم عورت یا مرد کم قیمت پر پانی بھرنے اور گھر کے برتن وغیرہ دھونے کے لئے نہیں ملتے تو ان سے کام لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۷ھ

---

[1] تصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الخ، درمختار على الشامی زکریا ج۹/ص۴۰/کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۱/ ج۸/باب مایجوز من الاجارة،مجمع الانهرص ۵۲۲/ج۳/باب مایجوزمن الاجارة،مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،یعتبر ویراعی کل ما اشترط العاقدان فی تعجیل الاجرة وتاجیلها، شرح المجلة ص۲۶۴/ ج۲/ المادة ۴۷۳/ کتاب الاجارة،الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، مطبوعه اتحادبکڈپودیوبند.

[2] واسلامه لیس بشرط اصلافتجوز الاجارة والاستئجار من المسلم والذمی والحربی والمستامن الخ، عالمگیری ج۴/ص۴۱۰/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة،الباب الاول، بدائع الصنائع کراچی ص۱۷۶/کتاب الاجارة،فصل واماشرائط الرکن فانواع.

زمین کا اجارہ کئی سال کے لئے

سوال:- (۱) ایک شخص نے اپنی تین بیگھہ خام آراضی اپنی ضرورت کیلئے ایک شخص کو مبلغ ایک ہزار روپئے میں رکھی ہے، اوراس زمین تین بیگھہ پر پچاس روپئے سالانہ کٹتے ہیں، جوکہ بیس سال میں ایک ہزار روپئے ختم ہوجائیگا، یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز؟

سود کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال:- (۲) ایک شخص ضرورتمند سے آٹھ سو روپیہ میں چھ بیگھہ خام آراضی گروی رکھی ہے، جس کے سو روپئے سالانہ کٹتے ہیں، یہ زمین سو بیگھہ سالانہ لگان پر اُٹھ سکتی ہے، یہ بھی طریقہ جائز ہے یا ناجائز، یہ سود ہے یا نہیں؟

شراب کی کمائی کا پیسہ، رشوت کا پیسہ، سود کا پیسہ، پھر دوبارہ تحریر کیجئے گا، ایک مرتبہ آپ نے حرام فرمایا ہے، اور وہ پیسہ مسجد میں نہیں لگا سکتے ہیں، وہ تین بیگھہ آراضی ایک سو پچاس روپئے میں سالانہ لگان پر اُٹھ سکتی ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

(۱،۲) تین بیگھہ یا چھ بیگھہ زمین کا جو لگان سالانہ عام طور پر ہوتا ہے، اتنی ہی مقدار سالانہ پیشگی دیتے ہوئے روپئے سے کئے تو یہ اجارہ کا معاملہ ہوکر درست ہوگا، اس کو قرض نہیں کہا جائیگا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ایک ہزار روپئے پیشگی لگان دیدیا گیا ہے[۱] جس میں سے سالانہ

---

[۱] تلزم الاجرة بشرط التعجيل يعنى لوشرط ان تكون الاجرة معجلة لزم المستاجر تسليمها سواء كان وارداً على الاعيان اوالعمل، شرح المجلة ص ۲۶۱/ ج ۱/ المادة ص ۴۶۸/ الفصل الثانى فى المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة،مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۳/ ج ۴/ الباب الثانى فى بيان انه متى تجت الاجرة،البحرالرائق كوئٹه ص ۴/ ج ۸/ كتاب الاجارة.

اتنی مقدار کٹتی رہتی ہے، اگر اس میں سے سالانہ مقدار روپئے دینے، دباؤ کی وجہ سے کم تجویز کیجائے تو یہ ناجائز ہے، جو کہ سود کے حکم میں ہے، شراب کی کمائی کا پیسہ، رشوت کا پیسہ، سود کا پیسہ حرام ہے[1]، مسجد میں لگانا منع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۶ھ

سرکاری اسکول میں استاذ بن کر ملازمت

سوال:- سرکاری اسکولوں میں بحیثیت استاذ کام کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز تنخواہ حلال ہے یا مشتبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں غلط عقائد، غلط اخلاق، غلط اعمال کی تعلیم نہیں دی جاتی، بلکہ کوئی غلط بات آجاتی ہو تو اس کی تردید کردی جاتی ہے، تو وہاں ملازمت کرنا اجرت وتنخواہ لینا درست ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] احل اللّٰہ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الایة سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کردیا اور سود کو حرام فرمادیا۔ (از بیان القرآن)

[2] امالو انفق فی ذٰلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالا یقبله الخ، شامی زکریا ج۲/ص ۴۳۱/باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها قبیل مطلب فی افضل المساجد.

[3] والاجارة جائزة علی تعلیم القرآن وتعلیم العلم مشاهرة وجملةً الخ، اعلاء السنن ج۱۶/ ص۱۷۴/ مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، کتاب الاجارة باب الرد علی ابن حزم فی تفریقه بین الاذان والصلوٰة الخ، البحرالرائق کوئٹه ص۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسد، مجمع الانهر ص۵۳۲/ج۳/باب الاجارة الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ٹھیکیداری کا پیشہ

سوال:- زید ٹھیکیدار ہے اور ضمنیہ ٹھیکہ میں کام کرتا ہے، اور منجانب حکومت ٹھیکیدار کی کوئی تنخواہ متعین نہیں ہے، اس لئے وہ کام انجام دیکر اس سے کچھ روپیہ بچا کر اپنا پیٹ پالتا ہے، تو کیا زید کا اس سے روپیہ بچا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ ٹھیکہ نہیں لے گا، تو حکومت دوسرے کو دیدے گی، اور دوسرا ٹھیکیدار زید کی طرح کام بھی نہیں کرتا، بلکہ اس سے زیادہ مال ہڑپ کر لیتا ہے، تو کیا زید ٹھیکیداری چھوڑ دے، یا اگر زید ایسا کرے کہ جو مال بچاتا ہے، وہ غریب مسلمانوں میں تقسیم کردے تاکہ مسلمان کی مالی حالت سدھر جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے جس کام کا ٹھیکہ دیا اور زید نے اس کو منظور کرلیا کہ اتنے روپئے لونگا، اور کام کردوں گا، تو یہ درست ہے، پھر روپیہ اس میں برابر خرچ ہو یا کم زیادہ خرچ ہو سب درست ہے، جیسے ایک شخص کتابوں کی جلد بندی کرتا ہے، اور روپیہ طے کر لیتا ہے، اس میں سامان زیادہ روپیہ کا لگے یا کم کا سب طرح درست ہے، کوئی مکان تعمیر کرانا ہو یا سڑک بنوانا ہو سب کا یہی حال ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

---

[1] الصلح جائز بين المسلمين الاصلحا حرم حلالاً اواحل حراماً والمسلمون على شروطهم الا شرطاحرم حلالاً اواحل حراماً ترمذی شریف ج ۱/ص ۲۵۱/ ابواب الاحکام باب ماذکر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الصلح بين الناس، مشکوة ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، المعجم الکبیر ص ۲۲/ج ۱۷/عمروبن عوف بن ملحة المزنی، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، وکذالک لواستاجر رجلا لیخبزله عشرين منا من الخبر بدرهم يجوزوان لم يذكرالاجل لان العمل معلوم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سال بھر کی تنخواہ یکمشت لینا

سوال:- ایک شخص جو جامع مسجد کا امام ہے، ماہانہ تنخواہ نہیں لیتا، روپے سال میں ایک مرتبہ رمضان المبارک شب قدر میں ایک مشت دوسو پچیس سالانہ اس خدمت کا عوض نذرانہ کے نام پر وصول کرتا ہے، اگر لوگ اس کی منشاء سے کچھ کم دینا چاہیں تو نہیں لیتا، اب جب اضافہ کر کے دیتے ہیں، اس وقت ان کو قبول کر لیتا ہے، لیکن مشہور کرتا ہے کہ وہ بلا معاوضہ خدمت انجام دیتا ہے، اس شخص کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح ماہانہ تنخواہ کا معاملہ درست ہے، اس طرح سال بھر میں یک مشت مقدار معین پر بھی معاملہ درست ہے[1]، خواہ اسکا نام نذرانہ ہی رکھا جائے، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا، لیکن یہ سمجھنا اور مشہور کرنا غلط ہے، کہ یہ خدمت امامت بلا ومعاوضہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وفی الاصل استاجره ليبنى له حائطا بالآجر والجص وسمى كذا كذا اجرة من هٰذا الاجارات وكذا كذا كرامن الجص ولم يسم الطول والعرض كانت الاجارة فاسدة قياسا صحيحة استحسانا، المحيط البرهانى ص ۳۵۳/ ج ۱۱/ كتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، نوع مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۱/ كتاب الاجارة، مطلب الاستئجار على الافعال المباحة.

[1] ان استاجرها سنة صح وان لم يسم كل شهر يعنى بعد ماسمّٰى الاجرة جملة الخ، تبين الحقائق ج۵/ص ۱۲۳/ (مطبوعه امدايه ملتان) باب الاجارة الفاسدة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۱/ ج۲/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

جلد ساز اجرت کا مستحق کب ہوگا

سوال:- جلد سازی کی اجرت ابھی باقی ہے، اور جلد ساز بکر اپنی اجرت کا زید سے مطالبہ کر رہا ہے، اب ایسی صورت میں جب کہ جلد ساز کی تحویل میں ہوتے ہوئے کتابیں فساد میں تلف ہوگئی، تو جلد ساز از روئے شریعت اجرت پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو صرف زید سے یا عمرو بھی اجرت دینے کا ذمہ دار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جلد ساز اپنی اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جب کہ کتابیں جلد کر کے واپس کر دیتا، لہٰذا جو کتب تجلید کے بعد ضائع ہوگئیں، واپس نہیں کی گئی، ان کی جلد سازی کی اجرت واجب نہیں، اس کو مطالبہ کا حق نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۱ھ

شریک تجارت کو اجرتِ کار

سوال:- چار آدمیوں نے مل کر ایک دوکان رکھ لی ان میں سے ایک دو آدمی اس دوکان میں کام کرتے ہیں، اور تنخواہ لیتے ہیں، ان لوگوں کو تنخواہ لینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ شریک ہیں تو کار شرکت کی اجرت لینا درست نہیں، یہ اجارہ نفعہ ہو جائیگا،

---

[1] ولو هلكت العين في يدالاجيرمن غير صنعه ومن غيرأن يحبسها بالاجرفان كان لعمله أثرفي العين كمافي الخياط والسباغ سقط الاجرالخ، عالمگیری ج۴/ ص۴۱۵/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الاجارة الباب الثاني،في بيان انه متى تجب الاجر،المحيط البرهاني ص ۲۲۹/ج ۱۱/كتاب الاجارة،الفصل الثاني،ومما يتصل بهٰذاالفصل،مطبوعه ڈابهيل،مجمع الانهرص ۵۱۹/ج۳/ كتاب الاجارة،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

البتہ کام کرنے کی وجہ سے اگر نفع میں کچھ زیادہ حصہ ان کے لئے سب شرکاء مل کر تجویز کرلیں تو درست ہے،"وتصح شركة العنان مع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه وهذا مقيد بان يشترط الا كثر للعامل منهمااو لا كثرهماعملا، شامی کراچی ج۴/ص ۳۱۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

مزدور کے ذریعہ جنگلات کی لکڑیاں کٹوا کر لانا

سوال:- سرکاری جنگلات سے مزدور کی مزدوری دیکر لکڑی کٹوا کر لایا ہوں اور یہ لکڑی کسی کو فروخت کررہا ہوں، یہ لکڑی کا کاروبار کس حد تک شرعی لحاظ سے درست ہے، یا نہیں؟ اور اس کاروبار میں میں نے کسی قسم کی رشوت نہ لی ہے، نہ دی ہے، یہ کاروبار کس حد تک صحیح ہے، اسلامی اصول کے تحت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ مزدور سے اس طرح معاملہ کریں کہ ایک دن میں مثلاً آٹھ گھنٹے تم سے یہ کام لینا ہے، اور آٹھ گھنٹے کام کی مزدوری مثلاً چار روپے دوں گا، اور مزدور اس کو منظور کرلے تو شرعاً یہ معاملہ درست ہے[2]، اور وہ لکڑی آپ کی ملک ہوگی، آپ جس طرح چاہیں فروخت

---

[1] شامی زکریا ج۶/ص ۴۸۳، ۴۸۴/کتاب الشركة، مطلب فى شركة العنان، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۴/ج۵/كتاب الشركة، مجمع الانهر ص ۵۵۳/ج۲/كتاب الشركة.

[2] وشرطهاای الاجارة كون الاجرة والمنفعة معلومتين الخ، الدرالمختارعلى الشامى ج۹/ص۷/ مطبوعه زكريا اول كتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۱۲/ج۳/كتاب الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۰۵/ج۵/كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان.

کریں[1] اگر وہاں سے لکڑی کاٹنا خلاف قانون اور جرم ہو تو اس سے پوری احتیاط کی جاوے، مال وعزت کا خطرہ مول لینا دانشمندی کے بھی خلاف ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

اُجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال

سوال:- بعض مدارس میں ایک قسم کا فنڈ مدرسین وملازمین کے لئے جاری کیا گیا ہے، جس میں تنخواہ میں سے مہینہ پورا ہونے پر کچھ حصہ کاٹ کر مدرسہ میں جمع رکھا جاتا ہے، اور مدرسہ اپنی طرف سے کچھ اس میں اضافہ کرتا ہے، اس طرح ان کے لئے رقم جمع کی جاتی ہے، جو ملازمت کے ختم ہونے پر ان کو دی جائے گی، تاکہ اس کو اپنے موقع پر پریشانی نہ ہو، اب اس

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاه من الملک، بیضاوی ص۸/ ج۱/ سورۂ فاتحه تحت آیت ۲/مطبوعه مصطفائی دیوبند،معجم المضلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱/ج۳/حرف المیم،الملک التام،مطبوعه دارالفضیلة القاهرة،شرح المجلة ص۶۵۴/ج۱/المادة ص ۱۱۹۲/ الکتاب العاشر الشرکة،الفصل الاول فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند.

[2] عن حذیفة قال قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ج۲/ص ۵۰/کتاب الفتن،باب ماجاء فی النهی عن سبب الریاح، باب (مطبوعه رشیدیه دهلی)المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۲/ج۱۲/حدیث ص۱۳۵۰۷/مجاهد عن ابن عمر،مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت،جامع الاصول ص۳۲۳/ج۱۲/قبیل وصیة عائشة لمعاویة حدیث ص ۹۳۱۱/مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: مسلمان کے لئے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرنا مناسب نہیں ہے الخ۔

میں سوال یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی تشریح کے مطابق استیفاء منافع پر اجیر اُجرت کا مالک ہوتا ہے، نیز تنخواہ کے رجسٹر میں اس پر ملازم کے دستخط بھی ہوجاتے ہیں، اور عرفاً وہ بقایا ملازمین اپنا ہی تصور کرتے ہیں، تو یہ مزید جو ادارہ دیتا ہے، جبکہ اس میں ملازمین کے کٹے ہوئے پیسہ کا ہونا شرط ہے، تو کیا یہ سود کی نوعیت نہیں ہوگی؟ اگر یہ نوعیت نہیں تو بے غبار حلال ہے، یا کسی قسم کے شائبۂ سود سے قابل التفات ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہدایہ میں ثبوت ملک سے مراد حقیت ملک نہیں بلکہ استحقاق ملک مراد ہے، جیسا کہ عنوان باب سے ظاہر ہے "باب الاجر متی یستحق" اور متن میں ہے "قال الاجرة لاتجب بالعقد وتستحق باحدی معانی ثلاثة"[1] محشی[2] نے بھی اسی کی تشریح کی ہے، امداد الفتاویٰ[3] میں خوب تفصیل سے اس پر بحث موجود ہے، امید ہے کہ اب اس تقدیر پر اشکال نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۲ھ

حَکم کے لئے حقِ محنت اور فریقین کے یہاں کھانا

سوال:- زید اور عمر دونوں میں نزاع ہوا، بکر کو دونوں نے فیصل مان لیا، بکر نے کہا

---

[1] هدایه ج۳/ص ۲۹۴/مطبع یاسر ندیم دیوبند کتاب الاجارة باب الاجر متیٰ یستحق، عالمگیری کوئٹه ص ۴۱۲، ۴۱۳/ج۴/کتاب الاجارة، الباب الثانی، فی بیان انه متی تجب الاجر، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۱۳/ج۹/کتاب الاجارة.

[2] قوله الاجرة لاتجب الخ المرادنفس الوجوب لاوجوب الاداء فانه عقدمعاوضة فیعتبر فیه المساواة ولم یوجد فی المعقودعلیه لانفس الوجوب ولانفس الاداء فکذالک فی جانب العوض، حاشیة علی الهدایة ص ۲۹۴/ج۳/باب الاجر متی یستحق، مطبوعه تهانوی دیوبند، فتح القدیر ص ۶۶/ج۹/ مطبوعه دار الفکر بیروت، عنایة علی فتح القدیر ص ۶۶/ج۹/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] امدادالفتاویٰ ج۳/ص ۱۵۰، ۱۵۱/مطبوعه ادارۂ تالیفات دیوبند کتاب الربوا.

کہ میری ایک شرط ہے، اگر تم دونوں راضی ہو تو فیصلہ کرنے پر تمہیں اس نزاع میں مجھ کو دس روپیہ دینا ہوگا، دونوں راضی ہوگئے، لیکن شرط میں کھانے پینے کی کوئی بات نہ تھی، مگر بکر نے دونوں کے گھر میں کھایا یا ایک کے گھر میں کھایا، تو بکر کے لئے یہ سب جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روپیہ بطور خدمت ومحنت لینا درست ہے[1]، کھانا ایک فریق کے یہاں ٹھیک نہیں، اس میں رشوت کا شائبہ ہے[2]، اگر دونوں فریق کا کھانا کھایا تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

کرایہ داری منتقل کرنا

سوال:- زید جامع مسجد کھتولی کی ایک دوکان کا کرایہ دار عرصہ دراز سے چلا آتا تھا، آٹھ سال قبل اپنے بھائی محمد اسلم اور ایک دیگر شخص محمد الیاس کو کاروبار مشترک کرنے کی غرض سے مکان مذکور دے دیا تھا، اور کرایہ داری بعد تک جاری رکھی، لیکن کرایہ محمد اسلم، محمد الیاس کی کاروباری مشترکہ ہونے کی وجہ سے مشترکہ کاروبار سے اداء کیا جاتا رہا، اب سے تقریباً ایک سال قبل زید نے اس مسجد کی دوکان جس کا وہ کرایہ لیتا تھا، مجلس منتظمہ کا ممبر بننے کے لئے بتقاضائے قانون دوکان مذکور کی کرایہ داری سے استعفاء دیکر دوکان مذکور کی کرایہ داری مجلس

---

[1] وفی الصیر فیة، حکم وطلب اجرة لیکتب شهادته جاز قال الشامی تحت قول لیکتب شهادته لعل المرادبهاخطه الذی یکتب علی الوثیقة الخ، الدرالمختارعلی الشامی زکریاج ۹/ص ۱۲۷/کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، مطلب فی اجرة صک القاضی والمفتی.

[2] ولا یجب دعوة خصم الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریاج۸/ص ۵۱۷/کتاب القضاء مطلب فی حکم الهدیة للمفتی، مجمع الانهرص ۲۲۱/ج۳/کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۸۱/ج۶/کتاب القضاء، فصل فی التقلید.

منتظمہ کے علم میں لائے بغیر اپنے بھائی محمد اسلم کے نام کردی اور کرایہ کی رسید اپنے بھائی کے نام کرادی جس وقت یہ رسید محمد اسلم کے نام کی گئی، اس وقت دونوں فریق کی طرف سے دوکان مذکور میں مشترکہ کاروبار تھا، محمد الیاس کے علم میں جب یہ واقعہ آیا تو اس نے اعتراض کیا اور کرایہ داری میں شرکت کا مطالبہ کیا اور دوکان مذکور کی کرایہ داری کی رسید میں اپنا نام شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس دوکان مذکور میں محمد الیاس ومحمد اسلم کی گذشتہ چند ماہ نقصان ہوگیا، جس کی بنا پر محمد اسلم اپنے شریک محمد الیاس کو کاروبار سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے، محمد اسلم کا کہنا ہے کہ میں دوکان کا کرایہ دار جائز طور پر ہوں، اور کاروبار محمد اسلم اور محمد الیاس کے مشترکہ سرمایہ سے جاری تھا، اور طے پایا تھا کہ دونوں فریق دوکان کاروبار میں نفع ونقصان کا برابری کا ذمہ دار ہونگے، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے:

(۱) یہ کہ زید کا کرایہ داری دوکان مذکور سے بالاطور پر مستعفی ہونے کے بعد کرایہ داری لے کر فریق محمد اسلم کا نام کرانا درست ہے کہ نہیں۔

(۲) یہ کہ محمد الیاس کا مطالبہ کہ محمد زید کے مستعفی ہونے پر محمد اسلم کے ہمراہ دوکان کا کرایہ داری میں شرکت کا مستحق ہوں، جب کہ برابر گذشتہ آٹھ سال سے کاروبار میں بھی برابر کا ذمہ دار ہوں درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب کہ محمد زید نے وہ دوکان محمد اسلم ومحمد الیاس دونوں کو مشترکہ کاروبار کے لئے کرایہ پر دی اور دونوں سے معاملہ کیا تو دونوں ہی کرایہ دار ہوں گے، اگرچہ ضابطہ اور تحریر میں اولاً صرف زید کرایہ دار تھا، اور پھر کرایہ داری سے دست بردار ہوگیا، ایسی حالت میں اس کے ذمہ لازم تھا کہ مجلس منتظمہ کو مطلع کردیتا کہ اب میں کرایہ دار نہیں[1] میں نے کرایہ دار اب ان

[1] چونکہ زید کرایہ دار تھا اور کرایہ داری کے فسخ کے لئے ضروری ہے کہ کرایہ دار اصل (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

دونوں کو تجویز کر دیا ہے، مجلس ان دونوں سے کرایہ وصول کرے اور دونوں مجلس کو کرایہ ادا کریں مگر معاملہ صاف صاف طے کرنے کے باوجود اس نے کرایہ داری میں صرف محمد اسلم کا نام لکھوایا حالانکہ دوکان اور کاروبار میں محمد اسلم اور محمد الیاس دونوں شریک ہیں یہ طریقہ نادرست ہوا[۱]

(۲) معاملہ کی رو سے اس کا یہ مطالبہ درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۷ھ

کرایہ دار سے قرض اور مکان خالی نہ کرنے کی شرط

سوال:- خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ایک مکان کچھ رقم بطور قرض مکان کو کرایہ پر لینے والے سے لینا چاہتے ہیں، تو کرایہ دار یہ شرط کرلے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں، ہم سے خالی نہ کرانا اور نہ کرایہ بڑھانا، یہ شرط کیسی ہے؟ دراصل مالک مکان سابق کرایہ دار کے قرضدار ہیں، وہ کرایہ دار مکان خالی کرتے وقت اپنا قرض طلب کررہے ہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مالک کو فسخ کرایہ داری کی اطلاع کرے۔ ولا یفسخ ای الاجارة الا بمحضر صاحبه بالاتفاق، مجمع الانهر ص ۵۳۰/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۵۳۱/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۶۹/ ج۹/باب الاجارة الفاسدة.

[۱] عنایة علی فتح القدیر ص ۱۹۰/ ج۶/کتاب الشرکة، مطبوعه دار الفکر بیروت، وکل دین لزما احدهما بما تصح فیه الشرکة کبیع وشراء واستیجار سواء کان استأجره لنفسه او لحاجة التجارة لزم الآخر، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۵۴۸/ ج۲/کتاب الشرکة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] حوالہ بالا ملاحظہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح قرض لے کر سابق کرایہ دار کا معاملہ صاف کر دینا درست ہے، مگر یہ شرط نہ کی جائے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں مکان خالی نہ کریں گے۔[1]

دوسری صورت ادائے قرض کی یہ بھی ہے کہ نئے کرایہ دار سے ایک رقم پیشگی کرایہ کے طور پر لے کر قرض ادا کر دیں، پھر وہ رقم کرایہ میں محسوب ہوتی رہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

مکان کی پگڑی

سوال:- جو پگڑی پر دوکانیں دی جاتی ہیں، یا لی جاتی ہیں، کیا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے، تو صورتِ جواز کیا ہوسکتی ہے، اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ سے ناجائز ہے، نیز ایک آدمی کے قبضہ میں دوکان عرصہ طویل سے تھی، اب وہ شخص بیمار ہوکر تقریباً چار پانچ سال سے گھر پڑا ہوا ہے، اور دوکان بند پڑی ہے، اور وہ شخص اس دوکان کا کرایہ ادا کرنا مفت کا سمجھتا ہے، چونکہ وہ بیمار پڑا ہے گھر پر، تو کیا وہ شخص اس دوکان کو پگڑی پر دیکر کرایہ وصول کرسکتا ہے

---

[1] والاجارة تفسد ها الشروط التی لایقتضیها العقد، عالمگیری ج۴/ص ۴۴۲/ کتاب الاجارة، الباب الخامس تحت الفصل الثانی، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۴/ ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، البحرالرائق ص ۱۶، ۱۷/۸/ باب الاجارة الفاسدة.

[2] لزم الاجرة بشرط التعجیل یعنی لوشرط ان تکون الاجرة معجلة لزم المستاجر تسلیمها، شرح المجلة ص ۲۶۱/ ج ۱/ الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة، ماده ۴۶۸/ مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص ۲۲۵/ ج ۱۱/ الفصل الثانی فی بیان انه متی یجب الاجر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۵۱۵/ ج۳/ کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتاب الاجارة بیروت.

یانہیں؟ اور پگڑی کا یہ طریقہ کثرت سے رائج ہے عوام میں، کسی کی تو پانچ سو ہوتی ہے، اور کسی کی چارسو، اور کسی کی چار ہزار ہوتی ہے، کسی کی پانچ ہزار، گو موقع محل کے اعتبار سے ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک دوکان اپنی دوکان کسی کو کرایہ پر اس طرح دے کہ مثلاً یہ دوکان ایک سال کیلئے کرایہ پر دیتا ہوں، بیس روپیہ ماہوار کرایہ ہوگا، اور چارسو روپیہ پگڑی کے اور ایک ماہ کا کرایہ پیشگی لوں گا، تو یہ صورت درست ہے، اور یہ کہا جائے کہ عموماً سال میں سے پہلے مہینے کا کرایہ چارسو بیس روپیہ ہیں، جو پیشگی ہے، باقی گیارہ مہینہ کا کرایہ بیس روپے ماہانہ ہے[1] کرایہ دار کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ جتنے کرایہ پر خود دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر کسی کو دے، اور پگڑی لے یا مالک اگر خالی کرائے تو اس سے پگڑی لے، البتہ اگر کرایہ دار نے دوکان کی حیثیت کو بڑھا دیا مثلاً اس میں الماریاں لگوادیں، اور کوئی ایسا تصرف کیا جس سے دوکان کی شان بلند ہوگئی، تو اس کے موافق پگڑی کے نام یا اضافہ کرایہ کے نام سے لینا درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۸/۹/۹۰ھ

---

[1] نعم جرت العادة أن صاحب الخلوحين يستاجر الدكان بالاجرة اليسيرة يدفع للناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة اجرة المثل اودونها وكذا اذامات صاحب الخلواونزل عن خلوه لغيره ياخذالناظر من الوارث اوالمنزول له دراهم تسمى تصديقاً فهذه تحسب من الاجرة ايضاً،شامی زکریاج۷/ص ۴۱/ مطبوعه کراچی ج۴/ص۵۲۳/کتاب البیوع،مطلب فی الکدک.

[2] واذا استاجر داراً وقبضهاثم اجرها فانه يجوز ان آجرها بمثل مااستاجر اواقل الى قوله ولو زاد في الدارزيادة طابت له الزيادة،عالمگیری ج۴/ص۴۲۵/مطبوعه کوئٹه،کتاب الاجارة، الباب السابع في اجارة المستاجر،المحيط البرهانی ص ۲۶۹/ج ۱۱/کتاب الاجارة،الفصل السابع في اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابھیل،الدرالمختارمع الشامی زکریاص۳۸/ج۹/ باب مایجوزمن الاجارة.

مکان کرایہ پر دینے کے لئے پگڑی

سوال:- آج کل مالک مکان یا دوکان کرایہ پر جائیداد دیتے وقت ۲۵-۳۰/ ہزار پگڑی بھی لیتے ہیں، اور بعدہٗ طے شدہ کرایہ ماہ بماہ یا سال ادا کرتے ہیں، تو یہ پیشگی رقم تو خالی عن العوض ہے، یہ پگڑی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجرت کی دو قسمیں قرار دے لی جائیں، ایک معجّل جس کی یکمشت مقدار متعین ہو، دوسری قسط وار ہر ماہ یا ہر سال ہے[1] اول کو عرف میں پگڑی کہتے ہیں، ثانی کو کرایہ داری کہتے ہیں، اس طرح اگر مالک مکان یا دوکان کسی کو کرایہ پر دے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۷ھ

---

[1] ویعتبر ویراعی کل ما اشترط العاقدان فی تاجیل الاجرة وتاجیلها الی قوله واذاکانت الاجرة موقتة بوقت معین کالشهریة اوالسنویة بلزم ایفاء هاعند انقضاء ذالک الوقت فلو کانت مشاهرة فتؤدی عندنهایة الشهروان کانت سانهة ففی ختام السنة، شرح المجلة ص۲۶۴، ۲۶۵/الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة بلزوم الاجرة،مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند،المحیط البرهانی ص۲۲۵/ج۱۱/الفصل الثانی فی بیان انه متی یجب الاجر،مطبوعه ڈابهیل،مجمع الانهر ص۵۱۵/ج۳/کتاب الاجارة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] مالک مکان ودوکان کیلئے جائز ہے کہ وہ کرایہ دار سے خاص مقدار میں یک مشت رقم لے لے، جسے متعینہ مدت کا پیشگی کرایہ قرار دیا جائے، یہ یکمشت رقم سالانہ یا ماہانہ کرایہ کے علاوہ ہوگی۔ (فقہی مقالات ج۱/ص ۲۱۷/از مولانا تقی عثمانی)

مکان کی پگڑی

سوال:- (۱) مکان کی پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بمبئی جیسے شہر میں مکان ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

(۲) مکان مالک کرایہ دار کے تبدیل ہوتے وقت ایک کرایہ دار کے نام سے دوسرے کرایہ دار کے نام پر کرایہ کا بل تبدیل کرنے کا معاوضہ طلب کرتے ہیں، ساتھ ہی کرایہ میں کچھ مخصوص تناسب کے لحاظ سے بڑھا دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مالکِ مکان اگر کرایہ پر دیتے وقت کہے کہ اتنی رقم یکمشت پیشگی لوں گا، اور پھر اتنی ماہانہ اور پھر اتنی سالانہ لونگا، تو اس کی گنجائش ہے[۱] لیکن کرایہ دار مکان خالی کرنے کے لئے یا دوسرے کرایہ دار کو اپنی طرف سے دینے کے لئے پگڑی لے تو اس کی اجازت نہیں[۲]۔

(۲) مالکِ مکان کو اس کا بھی حق ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] نعم جرت العادة ان صاحب الخلو حين يستاجر الدكان بالاجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة اجرة المثل او دونها وكذااذامات صاحب الخلواونزل عن خلوه لغيره ياخذالناظرمن الورارث اوالمنزول له دراهم تسمى تصديقاً فهذه تحسب من الاجرة ايضاً،شامی زکریا ج۷/ص ۴۱/مطبوعه کراچی، ج۴/ص ۵۲۳/کتاب البیوع،مطلب فی الکدک.

[۲] مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضررعن المسلم واجب ولايجوز اخذالمال ليفعل الواجب، شامی زکریاص ۳۵/ج۸/کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدية ،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۶۲/ج۶/کتاب القضاء،النهرالفائق ص ۵۹۹/ج۳/کتاب القضاء مطبوعه دارالکتاب العلمية بيروت.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ، بيضاوی شريف ج ۱/ص۷/ تحت سورة الفاتحة.شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

پگڑی

سوال:- ممبئی میں عام طور سے لوگ دوسروں کی بلڈنگوں میں کرایہ پر رہتے ہیں، جن کو مالک مکان بھی قانوناً نکال نہیں سکتا ہے، اسے صرف کرایہ وصول کرنے کا حق ہے، اور بوقت ضرورت کرایہ دار اپنے ان مکانوں کو جوان کی ملکیت نہیں آپس میں بڑی بڑی رقم پر خرید وفروخت کرتے ہیں، یہاں اس رقم کو ''پگڑی'' کہتے ہیں، اس معاملہ میں اصل مالک کو دخل نہیں ہوتا، حالانکہ اس طرح کا معاملہ قانوناً بھی جرم ہے، مگر اس کے باوجود اس کا عام رواج ہے، اور سب جانتے ہیں کہ اس کے لئے مستقل دلال ہوتے ہیں، جو درمیان میں پڑ کر معاملہ طے کراتے ہیں، کسی کو مکان نہیں مل سکتا، موجودہ حالات میں پگڑی کی رقم بھاری مقدار میں پہنچ گئی ہے، اگر کسی وجہ سے کسی کو مکان تبدیل کرنا ہے، تو اس صورت حال کے بغیر چارہ نہیں ہے اب اسے عموم بلویٰ کہا جائے، یا عرف عام؟ بہر حال یہاں اس کے بغیر مفر نہیں ہے، شرعاً کرایہ داروں کا یہ صفقہ بیع وشراء صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرایہ دار کو اس کا حق ہے کہ جس کرایہ پر اس نے مکان لیا ہے، اسی کرایہ پر دوسرے کو وہ مکان دیدے، لیکن جتنا کرایہ اس نے مالک مکان کو دیا ہے، اس سے زیادہ کرایہ کسی سے وصول کرنے کا حق نہیں، البتہ اگر مکان میں الماری وغیرہ لگا کر اس کو شاندار بنا دیا ہے، تو جس قدر اس نے خرچ کیا ہے اس کو وصول کرنے کا حق ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الکتاب العاشر الشرکة، الفصل الثانی فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۳۵۱ ج ۳/ حرف الميم، الملک التام، دار الفضيلة القاهرة.

[1] ولهٗ السکنیٰ بنفسه واسکان غیره باجارة وغیرها ولو أجر باکثر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

پگڑی میں مالکان مکان کا حصہ

سوال:- اس طرح معاملہ ہوجانے کے بعد بائع ومشتری دونوں مالک مکان کے پاس جاتے ہیں، اور طے شدہ رقم کا ایک حصہ مثلاً چوتھائی اسے دیتے ہیں، اس کے بعد وہ مکان کے کرایہ کا بل (رسید) نئے کرایہ دار کے نام کردیتا ہے، تاکہ اس کی طرف سے اور قانون کی طرف نئے سے کرایہ دار کو حق رہائش حاصل ہوجائے، مالک مکان کرایہ تو وصول کرتا ہی ہے، اس کے علاوہ اس صورت میں مزید رقم وصول کرتا ہے، عام طور سے یہ رقم پرانے کرایہ دار نئے کرایہ دار یا مشتری سے یوں وصول کرتا ہے، کہ اگر پندرہ ہزار میں معاملہ طے ہوا ہے، تو اس سے مالک مکان کے حصہ کا مزید پانچ ہزار روپے وصول کرکے اسے دیتا ہے، مالک مکان کو یہ رقم لینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مالک مکان کو حق ہے، کہ جس کرایہ پر چاہے مکان دے، اور دوسرے کرایہ دار کو دینا چاہئے تو اس سے بھی جو معاملہ چاہے طے کرلے، نیز اس کو حق ہے کہ جس قدر چاہے پیشگی طے کرلے[1] لیکن ایک کرایہ دار کو حق نہیں کہ وہ اس کرایہ سے زیادہ کسی کرایہ دار سے وصول

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) تصدق بالفضل الافی مسئلتین اذا أجرها بخلاف الجنس او اصلح فیهاشیئاً بأن جصصها اوفعل فیها مسناة الخ، درمختارمع الشامی زکریا ص ۹/۳۸/ کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة الخ،عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۵/ج۴/الباب السابع فی اجارة المستاجر، المحیط البرهانی ص ۲۶۹/ج ۱۱/ کتاب الاجارة،الفصل السابع فی اجارة المستاجر.

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ، بیضاوی شریف ج ۱/ ص۷/ سوره فاتحه،معجم المصتلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱/ج۳/حرف المیم،الملک التام، مطبوعه دارالفضیلة القاهرة،شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/الکتاب العاشرالشرکة،الفصل الاول فی احکام الاملاک،مطبوعه اتحادبکڈپودیوبند.

کرے، جوخود ادا کرتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

سفیر کی خوراک جزوِ تنخواہ پر

سوال:- مدرسہ کا چندہ کرنے کیلئے جو مدرس یا سفیر باہر جاتے ہیں، ان کی تنخواہوں کے ساتھ ان کا کھانا بھی منجانب مدرسہ طے ہوتا ہے، چنانچہ کہیں سستا کہیں مہنگا، جیسا بھی ملتا ہے، مدرسہ کا خرچ ہوتا ہے، اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، اگر یہ غیر معین ہونے کے باوجود اس لئے درست ہو کہ مستاجر کے ذمہ اجیر کا کھانا بھی سفر کی حالت میں ہوگا، تو فبہا، ورنہ کیا یہ صورت جواز کی ہوسکتی ہے، کہ جن اوقات میں اہل خیر حضرات اس سفیر کو کھانا کھلائیں، جیسا کہ عام دستور ہے کہ مدرسہ کی اعانت سمجھ کر سفیر کو کھانا کھلا دیتے ہیں، ان اوقات کے علاوہ کو وہ سفیر درج کرلے اور وقت یا دن کے حساب سے مثلاً فی یوم ایک روپیہ تنخواہ پر مزید اضافہ کیا جائے، یا مطلقاً جتنے دن سفر کرے اتنے دن کے ایک روپیہ کے حساب سے مثلاً مقرر کردیا جائے، خواہ وہ خرید کر کھائے یا کوئی اس کو کھلائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی ذیل میں یہ کھانا داخل کرلیا جائے، جس کو آپ نے "فبھا" لکھا ہے[2]، اگر تنخواہ کا جزء قرار دے کر ایک روپیہ یومیہ مثلاً مزید تجویز ہوجائے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، خواہ یہ

---

[1] ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل الخ، الدرالمختار على الشامي زكريا ج ۹/ص ۳۸/ كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجارة الخ، المحيط البرهاني ص ۲۶۹/ج ۱۱/الفصل السابع في اجارة المستاجر، مطبوعه ڈابهيل، مجمع الانهر ص ۵۶۲/ج ۳/كتاب الاجارة، مسائل منثوره مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] امافي زماننا فالعبد ياكل من مال المستاجر عادةً، عالمگيري ج ۴/ص ۴۴۲/كتاب الاجارة، الفصل الثاني فيما يفسد العقدفيه الخ، شامي زكرياص ۶۴/ج ۹/باب الاجارة الفاسدة.

مزید کل یا جزء خرچ ہو جائے، یا بچ جائے، اور بالکل مزید ہی بن جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۲ھ

روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تنخواہ نہیں ملی، اب روپیہ ہونے کی صورت میں ان کو وصول کرنا

سوال:- زید نے ایک امدادی مدرسہ میں تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے مبلغ چھ روپیہ ماہانہ طے پا کر تعلیم کا کام شروع کیا، اور تقریباً تین سال تک برابر اپنے فرض منصبی کو انجام دیتا رہا، اس درمیان میں تنخواہ بھی وصول ہوتی رہی، روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر کئی کئی ماہ کی تنخواہ ایک دم ضرور ملی لیکن حساب صاف ہوتا رہا، زید بھی اپنے کام میں مشغول رہا، اس تین سال کی زندگی کے بعد ایک شخص کہتا ہے میں آپ کی تنخواہ کا ذمہ دار نہیں، گاؤں والے دیں یا نہ دیں، زید نے اس ایک شخص کے کہنے پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور یہ خیال کیا کہ یہ وصولیابی کی پریشانیوں کی وجہ سے کہتا ہے، زید کو یہ وہم بھی نہ نہ گزرا کہ معاملہ ختم ہی ہو جائیگا، بہر حال تمام گاؤں والے ذمہ دار تھے، تو ایک شخص کا کہنا کیا معنی رکھتا ہے، اور رہی تنخواہ سو ایسی ہی تاخیر ہوتی رہتی تھی، غرض کہ ایک سال یوں ہی گزر گیا، تنخواہ کا مطالبہ کیا تو مہتمم صاحب مدرسہ فرماتے ہیں، کہ روپے ہی نہیں کہاں سے دیا جاوے، یہ واقعہ ہے اس مجبوری پر علیحدگی اختیار کرنی

---

[1] الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر تصح والزیادۃ من جانب الموجر فتجوز مطلقا الخ، الدر المختار مع الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۹/ مطبوعہ کراچی ج۶/ ص ۲۱/ کتاب الاجارۃ، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۳۹/ ج۴/ الباب الرابع عشر فی تجدید الاجارۃ بعد صحتھا الزیادۃ فیھا، المحیط البرھانی ص ۳۲۰/ ج ۱۱/ الفصل الرابع عشر فی تجدید الاجارۃ.

پڑی، اب مدرسہ ہذا میں کافی روپیہ موجود ہے، اگر زید اپنی اس ایک سال ماضیہ کی تنخواہ کا مطالبہ کرے، کیا وہ حق بجانب ہے، درصورت اس بات گاؤں والے مدرسہ کے لالچ کی وجہ سے اگر انکار کریں تو عندالشرع وہ کس درجہ کے مجرم ہیں، اور کس سزا کے مستحق ہیں۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ زید نے تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے ملازمت اختیار کی ہے، تو صرف ایک غیر ذمہ دار شخص کے اس کہنے کی وجہ سے کہ میں آپ کی تنخواہ کا ذمہ دار نہیں، گاؤں والے دیں یا نہ دیں؟ ملازمت ختم نہیں ہوئی، لیکن اگر وہ شخص ذمہ دار تھا اور تمام گاؤں والوں نے جن سے ملازمت کا معاملہ طے ہوا تھا، اس کو اپنا نائب یا وکیل یا مختار کل بنا دیا تھا، تو ملازمت کا معاملہ ختم ہو چکا تھا، اس آخری صورت میں مطالبہ بے ضابطہ ہے، اور پہلی صورت میں اگر مہتمم صاحب سے علیحدگی کے وقت ایک سال کی تنخواہ کا مدرسہ کے ذمہ قرض دینا قرار پایا ہے، تب تو مطالبہ کا حق حاصل ہے[1]، اگر مدرسہ کے ذمہ قرض دینا نہیں پایا، بلکہ زید ابراء کر چکا تھا، تو اب مطالبہ کا حق نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/رجب ۵۹ھ

---

[1] هوای القرض عقدمخصوص ای بلفظ القرض ونحوه یردعلی رفع مال مثلی لآخرلیردمثله، الدر المختارعلی الشامی زکریاص ۳۸۸/ج۷/باب المرابحة والتولیة،فصل فی القرض،البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۲/فصل فی بیان التصرف فی المبیع.الحق لایسقط بتقادم الزمان قواعد الفقه ص۷۷/مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند.

[2] اذاابرأواحد آخرمن حق سقط ذالک الحق ولایبقی له ان یدعی به هذااذاکان الحق مما یسقط بالاسقاط کالدین وحق المرور، شرح المجلة ص ۸۴۸/ج۲/ الفصل الثانی فی المسائل المتعلقة باحکام الابراء، المادة ۱۵۶۲/ مطبوعه اتحادبکڈپودیوبند،الاشباه والنظائر ص ۱۷۴/ الفن الثانی،مایقبل الاسقاط من الحقوق،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت

سوال:- (۱) عموماً یونیورسٹیاں اور مدارس ممتحنین سے سوالات بنواتے ہیں، جن میں ان صاحبوں کا وقت صرف ہوتا ہے؟

(۲) اور پھر جوابات امتحان بھی ان حضرات کو دیکھنے پڑتے ہیں، جس میں وقت کا کثیر حصہ صرف میں آتا ہے، نیز ان کی روانگی وغیرہ بھی انہیں کے ذمہ ہوتی ہے؟

(۳) تو کیا اس محنت کا معاوضہ ان حضرات کو تبرعاً دیا جاتا ہے، اور اس صرف شدہ وقت کی بابت حق الخدمت جو عام طور سے یونیورسٹی کی جانب سے دیا جاتا ہے، لینا درست ہے یا نہیں، اور یہ شرعی معاملہ کی کونسی نوع میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں دو عمل ہیں، ایک سوالات امتحان بنانا، دوسرا جوابات امتحان کو دیکھنا، اور اوّل پر معاوضہ لینا شرعاً درست ہے، اگر پہلے متعین کرلیا جائے، عمل کو بھی اور معاوضہ کو بھی اس طرح کہ مثلاً اتنے بڑے کاغذ پر اتنی سطروں کا سوال لکھنا ہوگا، اور اس کا یہ معاوضہ ہوگا، تاکہ جہالت عمل مفضی الی النزاع نہ رہے تو اجر مسمّیٰ واجب ہوگا، ''لو استاجر رجلاً لیکتب لها غناء بالفارسية او بالعربية يطيب لهٗ الاجر ولو استاجرته امراة ليكتب لها كتاباً الى حبيبها يجب الاجر ويطيب لهٗ هذا اذابين الشرائط وبين اعدادالخط وقدره الكل فى التجريد وفى الاصل استاجر رجلا ليكتب لهٗ مصحفاً اوفقهاً اولوحاً اوغناءً اوهو معلوم جائز اھ خلاصہ[1] ج ۲/ص ۱۱۶/۔

---

[1] خلاصة الفتاوى ص ۱۱۶/ج ۳/الفصل الثانى فى صحة الاجارة وفسادها، جنس فى المتفرقات، مطبوعه لاهور، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۴۹، ۴۵۰/ج ۴/كتاب الاجارة، الباب السادس عشر فى مسائل الشيوخ فى الاجارة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰/ج ۸/باب الاجارة الفاسدة.

اگر پہلے معاوضہ متعین نہیں کیا گیا، تو اجر مثل ہوگا "سئلت فیمن کتب لآخر صکا ولم یقاوله علی اجر معین فهل یجب له اجر مثله فالجواب نعم یجب لهٗ اجر مثله ففی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة نصه وانما یجب للصکاک اجر مثله بقدر عمله فی صنعته کما یستاجر الثقاب والحکاک باجر کثیر علی مشقة قلیلة اھ فتاویٰ[1] کاملیة ۱۸۹."

عمل ثانی کے جواز کی کوئی دلیل کتب فقہ میں نہیں ملی، "اذا استاجر قاریا لیقرأ علیه شئی لایجوز سواء کان شعراً اوفقها اوغیره اھ خلاصة[2] ج ۲/ص ۱۱۵/.

لیکن شمس الائمہ سرخسیؒ نے بطلان استئجار قاری علی القرأۃ کی جو علت بیان کی ہے، اس سے بطور مفہوم مخالفت کے جزئیہ مسئولہ کا جواز نکلتا ہے، "کذا لک الاستیجار علی الحداء وکذا لک الاستیجار لقرأة الشعر لان هذا لیس من اجارة الناس والمعتبر فی الاجارة عرف الناس ولان ماهو المقصود انما یحصل بمضی فی المستاجر وهو السماع والتامل والتفهم فلایکون ذٰلک موجباً للاجر علیه اھ مبسوط[3] ج ۱۶/ص ۳۸/۔ اگر وقت کی تعیین کی جائے، اور پھر اس وقت کا معاوضہ لیا جائے، تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فتاوی کاملیه ص ۱۸۹/کتاب الاجارة، مطبوعه حقانیه پشاور، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱۳۲/ ج ۲/کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[2] خلاصة الفتاوی ص ۱۱۵/ج ۳/کتاب الاجارة، جنس فی تعلیم القرآن والحرف، مطبوعه لاهور المحیط البرهانی ص ۳۴۹/ج ۱۱/کتاب الاجارة، نوع آخر فی الاستئجار علی المعاصی، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[3] مبسوط سرخسی ص ۳۸/ج ۸/الجزء السادس عشر باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[4] اذا وقعت ای الاجارة علی وقت معلوم فتجب الاجرة بمضی الوقت ان هو استعمله اولم یستعمله وبمقدار مامضی من الوقت تجب الاجرة، النتف فی الفتاوی ص ۳۳۸/کتاب الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اگر عمل معلوم ہو اور متعین ہو خواہ تعیین سے خواہ عرفاً ہو الغرض ایسی جہالت باقی نہ رہے، جو مودی الی النزاع ہو، تو جواز میں تردد نہیں[1]۔ فقط

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قلی کو متعینہ مزدوری سے زیادہ لینا

سوال:- میرے ایک دوست قلی نے یہ سوال کیا کہ ہم گورنمنٹ کے ملازم نہیں، بلکہ ہم سالانہ روپیہ اسٹیشن میں آنے جانے کیلئے جمع کراتے ہیں، اور ہم کو اس سے اسٹیشن پر کام کرنے کا اجازت نامہ مل جاتا ہے، گورنمنٹ نے ۳/آنہ فی بستر مع بکس ریٹ مقرر کیا ہے، مقرر کیا ہے، لیکن ہم اکثر مسافروں سے زائد لیتے ہیں، جو ہمارے اور مسافروں کے درمیان طے ہو جائے، یہ زائد مزدوری لینا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پتہ چلنے پر گورنمنٹ مقدمہ نہ چلائے اور ذلیل نہ کرے تو جائز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان وقعت علی عمل معلوم فلاتجب الاجرة الابا تمام العمل اذاکان العمل مما لایصلح اوله الابآخره وان کان یصلح اوله دون آخره فتجب الاجرة بمقدارماعمل،النتف فی الفتاوی ص۳۳۸/کتاب الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/مطبوعه رشیدیه دهلی کتاب الفتن.

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

کوئی شئی آدھ گھنٹہ کیلئے کرایہ پر لیکر ۵/منٹ میں واپس کر دینا

سوال:- سائیکلیں جو کرایہ پر دی جاتی ہیں اس میں شرط ہوتی ہے کہ کم از کم آدھ گھنٹہ کا پیسہ لیا جائے گا چاہے، ۵/منٹ میں ہی واپس کر دے، اور عوام کا اتفاق اس پر ہے، لہٰذا یہ ۲۵/منٹ کا فاضل کرایہ لیا جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاملہ آدھ گھنٹہ کا کیا ہے، کرایہ دینے والا اپنی ضرورت ۵/منٹ میں پوری کر کے اپنی خوشی سے سائیکل واپس کر گیا، اور کرایہ آدھ گھنٹہ کا دے گیا، تو یہ درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۹۰ھ

حرام آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال:- میں اپنے بھائی صاحب کی دوکان میں ملازم کی حیثیت سے دوسو روپیہ ماہانہ تنخواہ پر کام کر رہا ہوں، ابتدائی ہی سے بھائی صاحب کے مکان میں رہائش وخورد ونوش ہے، اور وہی کفیل رہے ہیں، بھائی صاحب کی آمدنی تمام تر حرام ہے، اور دوکان سامانِ تقاریب کی ہے، جو کہ کرایہ پر دیئے جاتے ہیں، اور یہ سامان بھی اسی حرام مال سے خریدا گیا ہے، یہ عاجز اپنے لئے حلال کی فکر میں ہے، اس لئے باوجود کوشش اور پیشکش کے بجائے

---

[1] وان ترک المستاجر الانتفاع من نفسه فعليه الاجرة كاملةً، منهاج المسلم ص ۴۹۹/ مطبوعه مطبع المدينة المنورة، المادة الرابعة فى الاجارة تحت الفصل الرابع، الهندية ص ۴۱۳/ ج ۴/ الباب الثانى، كتاب الاجارة، مطبوعه كوئٹه، شرح المجلة ص ۲۶۳/ ج ۱/ رقم المادة ۴۷/ الفصل الثانى كتاب الاجارة، اتحاد بكڈپو ديوبند.

شریک بننے کے ملازم بن کر رہنا گوارا کرلیا، اگر میں ملازمت چھوڑ دوں تو فی زمانہ دوسری ملازمت ملنا بہت دشوار ہے، بچپن سے بھائی صاحب کے مکان میں زندگی گزاری ہے، اور میں ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں، اس لئے علیحدہ رہنا بھی بظاہر دشوار ہے، ان حالات میں ان کے گھر کا پکا کھانا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر میں ماہانہ کچھ رقم بطور خوراک دیدوں تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ حال ہی میں بھائی صاحب نے ماہانہ تنخواہ میں پچاس روپیہ زائد دینے کی پیش کش کی جسے اس وقت قبول نہیں کیا تھا، اگر میں ان سے یہ کہدوں کہ میری ماہانہ تنخواہ میں بجائے پچاس روپے کے اضافہ کے میری خوراک کے معاوضہ میں داخل کرلی جائے، تو آیا اس صورت میں اس گھر کا کھانا میرے لئے جائز ہوگا؟ موجودہ صورت میں جناب عالیٰ شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرما کر اس عاجز کو آخرت کے بگاڑ سے بچالیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تحریر میں سامانِ تقاریب مجمل ومبہم لفظ ہے، میں اسکا مطلب سمجھتا ہوں شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش وغیرہ ان اشیاء کو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے، اگرچہ کرایہ پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں مگر اس کی وجہ سے وہ کرایہ کی آمدنی حرام نہیں، ایسی آمدنی سے کھانا اور تنخواہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے، دونوں طرح درست ہے، اگر آمدنی حرام ہونے کی کوئی اور صورت ہے تو صاف لکھئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۹/۹۰ھ

---

[1] وعلم من هذاانه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ، شامی زکریا ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه کراچی ج۶/ ۳۹۱/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۴/ الفصل الرابع فی فسادالاجارة،المبسوط للسرخسی ص ۳۹/ج۱۶/باب الاجارةالفاسدة دار الفکر.

کھیت کا کرایہ غلّہ کی صورت میں

سوال:- بکر نے عمر کو اپنا کھیت دیدیا اور اس سے کہا کہ ہر سال یا ہر ششماہی میں چھ من گندم دے دیا کرنا، تم میرے کھیت میں جونسا غلہ چاہو بویا کرو، اسکا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح نقد اجرت مقرر کرنا درست ہے، اسی طرح غلہ مقرر کر لینا بھی درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

زمین کی اجرت دھان قرار دینا

سوال:- زید عمر کو ایک بیگہ زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ تمہیں ۵۰/من دھان دینا ہے پیدا ہو یا نہ ہو، عمر بھی اس پر راضی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مزارعت نہیں ہے، بلکہ زمین کرایہ پر دینا ہے، اور ۵۰/من دھان اجرت ہے، خواہ دھان کی کاشت کرے یا کسی اور چیز کی یا بالکل ہی کاشت نہ کرے، یہ معاملہ شرعاً درست ہے،

---

[1] وکل ماصلح ثمنا ای بدلاً فی البیع صلح اجرۃً الخ، الدرالمختار علی الشامی ج۹/ص۵/ مطبع زکریا مطبوعہ کراچی ج۶/ص۴/کتاب الاجارۃ، البحر کوئٹہ ص۳/ج۸/کتاب الاجارۃ تبیین الحقائق ص۱۰۶/ج۴/کتاب الاجارۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

قال محمد لابأس بکراء الارض بالذھب والورق وبالحنطۃ کیلامعلوماً وضربا معلوماً مالم یشترط ذالک ممایخرج منھا الخ الروضۃ الندیۃ ج۲/ص۱۹۷/مطبوعہ قطر، کتاب الاجارۃ.

جیسا کہ ۵۰/روپیہ کو اجرت قرار دینا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

جانور ذبح کرنے کی اجرت

سوال:- قصاب لوگ کسی وجہ سے خود تو مویشی کو ذبح نہیں کرتے، بلکہ زید سے اجرت مقررہ دے کر ذبح کراتے ہیں، آیا زید کو حلال کرنے کی اجرت لینا جائز و درست ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوگ زید سے یوں کہتے ہیں کہ حلال کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے، اور حلال کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی، یہ پیسہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[2] میں صراحۃً مذکور ہے، کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت شرعاً جائز ہے، اس لئے کوئی فکر نہ کریں، اور یہ بات کہ ذبح کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی یہ شرعاً بے اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

---

[1] وتصح اجارة أرض للبناء والغرس الیٰ قوله حتی تلزم الاجرة بالتسلیم امکن زراعتها ام لا، الدر المختار علی الشامی ج۹/ص ۴۰/مطبوعه زکریادیوبند،مطبوعه کراچی ج۶/ ص ۳۰/ کتاب الاجارة،باب مایجوز من الاجارة الخ،البحر کوئٹه ص ۱۱/ج۸/کتاب الاجارة، باب مایجوزمن الاجارة ومالایجوز، الدرالمنتقی علی المجمع ص ۵۲۲/ج۴/کتاب الاجارة، دار الکتب العلمیه بیروت.

قال محمد لابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلامعلوماً الخ الروضة الندیة، ج۲/ص۱۹۷/ مطبوعه قطر ،کتاب الاجارة.

[2] ویجوز الاستئجار علی الذکوٰة الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۴/مطبوعه کوئٹه کتاب الاجارة، فصل فی المتفرقات.

غیر حاضری کی تنخواہ ملازم کے لئے

سوال:- ملازم وقف دودن کی رخصت لیکر گیا اور چھ روز میں آیا دریافت یہ ہے کہ ملازم کو اس چار دن کی تنخواہ لینی کیسی ہے، اور متولی کو دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کے شرائط میں یہ ہے کہ بلاتحصیل رخصت غیر حاضری پر تنخواہ وضع ہوگی، تو صورتِ مسئولہ میں تنخواہ وضع کیجائے گی، اگر شرائط میں کچھ مدت بلاتحصیل رخصت چھٹی پر رہنے اور حاضر نہ ہونے کی بھی موجود ہے تو اس مدت کی تنخواہ وضع نہ ہوگی، زائد کی وضع ہوگی، غرض حسب شرائط عمل کیا جائے، جب کہ وہ موافق شرع ہوں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ملازم کی غیر حاضری پر تنخواہ وضع کرنا

سوال:- کسی شخص نے ایک نوکر ایک سال کے لئے رکھا نوکری پر پھر وہ دو ماہ یا چار ماہ کے بعد چلا گیا، اور پھر آ گیا مالک نے نوکر کے دو روپیہ یومیہ کاٹ لئے جب نوکر کو ایک سال کی تنخواہ دی، تو ڈیڑھ سو روپیہ بیٹھتا ہے، تو یہ پیسہ کاٹنا درست ہے یا نہیں۔؟

---

[1] ومنها البطالة في المدارس والمسئلة علىٰ وجهين فان كانت مشروطة لم يسقط من المعلوم شئى والا فينبغى ان يلحق ببطالة القاضى فقال فى المحيط انه يأخذ فى يوم البطالة الخ،الاشباه والنظائر ص ۱۵۳/ تحت القاعدة السادسة الفن الاول، طبع اشاعت الاسلام دهلى، واما لوشرط شرطاً تبع كحضور الدرس اياماً معلومةً فى كل جمعة فلايستحق المعلوم الا من باشر خصوصاً اذاقال من غاب عن الدرس قطع معلومه فيجب اتباعه الخ .شامى زكريا ج۶/ص ۶۳/ كتاب الوقف مطلب فى الغيبة التى يستحق بها العزل عن الوظيفة الخ،البحر كوئٹه ص ۲۲۴/ ج۵/ كتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر کی تنخواہ کو ایام پر تقسیم کر کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ وضع کر لینا درست ہے، جیسے مکان سال بھر کے لئے کرایہ پر لیا، تو اس کرایہ کو ایام پر تقسیم کرنا درست ہے، یا مراحل پر کرایہ کو تقسیم کرنا درست ہے!

درمختار کتاب الاجارہ میں ہے "وللمؤجر طلب الاجر كل يوم وللدابة كل مرحلة قال الشامی المراد كل ماتقع الاجارة فيه على المنفعة اوعلىٰ قطع المسافة او على العمل[1] درمختار مع الشامی نعمانیه ج۵/ص ۹/اذا آجرها سنة بكذا صح وان لم يسم أجر كل شهر وتقسم سوية اى على الشهور وفائدته تظهر فى الفسخ اثناء المدة، شامی ج۵/ص۳۲/ نعمانیہ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قبرستان کی حفاظت کے لئے شیعہ کو ملازم رکھنا

سوال:- ایک شخص کو قبرستان میں ملازم رکھا ہے، حفاظت کیلئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شیعہ ہے، مگر معاملات بہت صاف ہیں، حفاظت خوب کرتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے آدمی کو رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں تو اس کو ملازم رکھنا درست ہے[3]، اگر کسی قسم

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص ۱۹/اول كتاب الاجارة.

[2] شامی زکریا ج۹/ص ۷۰/كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص۱۸/ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص۱۲۳/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مكتبه امداديه ملتان.

[3] لاباس بان يكون بين المسلم والذمى معاملة اذاكان ممالابدمنه، فتاوى عالمگيرى ص۳۴۸/ ج۵/الباب الرابع عشر فى اهل الذمة والاحكام التى تعودالیهم ،مطبوعه كوئٹه.

کے نقصان کا اندیشہ ہے یا احتمال ہے کہ سنیوں کی قبروں کا احترام نہیں کرے گا، بلکہ بے حرمتی کرے گا تو اس کو ملازم رکھنا درست نہیں[1] تاہم اس سے بہتر اچھے عقائد کا آدمی اگر مل جائے تو اس کو رکھنا زیادہ اچھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/شوال المکرّم ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا، ۳/شوال ۵۹ھ

کرایہ کے مکان کا ایندھن کس کا ہے

سوال:- بموجب حکم سرکاری کرایہ دارانِ دوکانات کو دوکانوں کے تختے جو کٹوانا پڑے ایندھن ان کا مالکان کی ملک ہے، احقر کی دوکان کے مالک لکھنؤ میں رہتے ہیں، کارندہ یہاں رہتا ہے، جو کرایہ وغیرہ وصول کرتا ہے، ایندھن کا مطالبہ مالک کی طرف سے تو ہے نہیں، اگر کارندہ کو دیا جائے تو غالباً اس کے کارآمد ہوگا، تاہم اپنی برأت کے لئے کارندہ ہی سے معاملہ کیا جائے، تو تین صورتیں ہیں:

(۱) ایندھن کارندہ کو دیدیا جائے۔

(۲) کارندہ سے اس کو خرید لیا جائے، بازاری نرخ سے۔

(۳) کارندہ ویسے ہی ہمیں کارآمد کرنے کی اجازت دیدے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کارندہ کو اگر اصل مالک کی طرف سے تینوں باتوں کا اختیار ہے، تو تینوں باتیں

---

[1] نهى الله عزوجل المؤمنين بهذه الآية ان يتخذوا من الكفار واليهود واهل الاهواء دخلاء ولجاء يفاوضون نهم فى الآراء ويسندون اليهم امورهم، احكام القرآن للقرطبى ص ۱۶۹/ج ۲/تحت الآيت يا ايها الذين آمنوا لاتتخذوا بطانةً من دونكم ص ۱۱۸/مطبوعه دار الفكر بيروت، احكام القرآن للجصا ص ۳۶/باب الاستعانة باهل الذمة دار الكتب العلمية.

درست ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوکان کرایہ پر دینا اس شرط پر کہ جب چاہیں خالی کرالیں

سوال:- ہماری برادری میں مندرجہ ذیل مقدمہ درپیش ہے، جس میں مدعی مدعیٰ علیہ کی یہ رائے ہے۔

شمس الدین نے اپنی دوکان محمد یٰسین کو کرایہ پر دی، اور شرط کرلی کہ جس وقت مجھے خود کی ضرورت ہوگی، دوکان خالی کرنا پڑے گی، اس شرط کو محمد یٰسین نے منظور کرلیا، اس کے بعد ضرورت ہونے پر محمد یسین نے انکار کردیا، شمس الدین نے محمد یٰسین سے دوکان کا مطالبہ کیا تو یاسین نے انکا کردیا، اور ٹلا دیا کہ کچھ دیر بعد اس شرط پر خالی کردی کہ ازسرِ نو تعمیر ہونے پر اسی سے ایک دوکان مجھے دینا یا اور کوئی دوکان دلوادینا، چنانچہ دوکان خالی ہوگئی، اور تعمیر کے بعد محمد یٰسین کو وہ نہیں دی گئی، بلکہ دوسری دلوادی گئی، اور شرط پوری ہوگئی، اور ایک رقعہ بھی اس دباؤ کے لئے لکھوایا گیا ہے کہ دوکان مل جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شمس الدین نے دوکان محمد یٰسین کو کرایہ پر دی اور یہ شرط کرلی کہ جس وقت مجھے خود کی ضرورت ہوگی، دوکان خالی کرنی پڑے گی، اس شرط کو محمد یٰسین نے منظور کرلی، اس کے بعد شمس الدین نے محمد یٰسین سے مطالبہ کیا تو محمد یٰسین نے انکار کردیا، اور ٹلایا کچھ دیر بعد اس شرط

---

[1] کمایستفادلایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ، الدرالمختارعلی الشامی زکریاج۹/ص ۲۹۱/کتاب الغصب. مطلب فیما یجوزمن التصرف الخ،قواعدالفقہ ص ۱۱۰/ دارالکتاب دیوبند،الاشباہ والنظائرص۱۵۷/الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، شرح المجلۃ ص ۶۱/ ج ۱/ رقم المادۃ ۹۶/ اتحادبکڈپودیوبند.

پر خالی کی کہ از سرِ نو تعمیر پر ایک دوکان مجھے دینا یا اور کوئی دوکان دلوا دینا، چنانچہ دوکان تعمیر ہوگئی، تعمیر کے بعد محمد یٰسین کو دوکان نہیں دی گئی، بلکہ دوسری دوکان دلوادی گئی، اور شرط پوری ہوگئی، رقعہ بھی لکھوالیا گیا، کہ دوکان مل گئی، قانون شرع کے مطابق محمد یٰسین سے دوکان خالی کرنے کا شمس الدین کو حق ہے[1] اگر چہ کرایہ پر دیتے وقت خالی کرنے کی شرط نہ کی ہو، از سرِ نو تعمیر کے لئے جب محمد یٰسین نے دوکان خالی کردی، تو اس کو رقعہ لکھوانے کا کوئی حق نہیں تھا، تو اب محمد یٰسین اس دوکان میں کام کرے جو کرایہ پر لی ہے، یا اور جگہ کام کرے، شمس الدین کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، کہ وہ اس تعمیر شدہ دوکان کو محمد یٰسین کو دے، اس جعلی رقعہ کے ذریعہ روپیہ بھی وصول کرنیکا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر کے لئے بیوی کی ملازمت

سوال:- ہندہ کا ایک کارخانہ ہے، جس میں بہت سے ملازم ہیں، شوہر غریب ہے ہندہ حفاظت کیلئے شوہر کو ملازم رکھنا چاہتی ہے، بلاتنخواہ وہ کام لینا نہیں چاہتی ہے، نہ وہ کام کرنا چاہتا ہے، تو اس کو نوکری کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر چاہئے تو کیا قلب موضوع لازم نہ آئے گا، اور اگر نہیں تو دلیل شرعی وعقلی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کو بیوی کی ایسی نوکری جائز نہیں، کہ جس سے شوہر کی تذلیل واہانت ہوتی ہو،

---

[1] فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الخ، درمختار علی الشامی ص ۴۱/ ج ۹/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۱۱/۸/ باب مایجوز من الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۲۲/ ج ۳/ باب مایجوز ومالایجوز، دارالکتب العلمیه بیروت.

کیونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے[1]، نیز ایسے کام کی نوکری بھی جائز نہیں کہ وہ کام شوہر کے ذمہ بغیر نوکری ضروری تھا، اور صورتِ مسئولہ میں دونوں باتیں نہیں، لہٰذا یہ نوکری جائز ہے، "کمافی البدائع ج ۲/ص ۲۷۱/وج ۴/ص ۱۹۲/[2] وقاضی خاں ج ۳/ص ۳۶/[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/رجب المرجب ۵۲ھ

بینک کے لئے مکان کرایہ پر دینا

سوال:- گذارش خدمت یہ ہے کہ از روئے شرع بینک کے لئے عمارت کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کرایہ حلال ہوگا یا نہیں؟ اطلاعاً عرض ہے کہ بینک دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جس میں اکثر حصہ سودی لین دین کا ہوتا ہے، اور کچھ دوسرے کاروبار بھی ہوتے ہیں مگر کم، دوسرے وہ بینک جس میں اکثر کاروباری معاملات چلتے ہیں اور کچھ سودی لین دین بھی

---

[1] وان تزوج حرٌ امرأة علی خدمته ایاهاسنة اوعلی تعلیم القرآن فلهامهر مثلها لان خدمة الزوج الحر لایجوز استحقاقهابعقدالنکاح لمافیه من قلب الموضوع، هدایه ص ۳۲۷/ج ۲/کتاب النکاح،باب المهر،فتح القدیر ص ۳۴۰/ج ۳/کتاب النکاح،باب المهر،دارالفکر.

[2] فی البدائع ولواستاجرت المرأة زوجها لیخدمها فی البیت باجر مسمّٰی فهوجائز لان خدمة البیت غیرواجبة علی الزوج فکان هذا استیجار علی امرغیر واجب علی الاجیر وکذا لو استاجرته لرعی غنمها لان رعی الغنم لایجب علی الزوج الخ، ج ۴/ص ۱۹۲/مطبوعه ایچ ایم سعیدکمپنی کراچی کتاب الاجارة مطلب فیما یرجع الیٰ المعقودعلیه.

[3] فتاویٰ قاضیخان علی الهندیة ج ۲/ص ۳۱۸/مطبوعه مصر کتاب الاجارة فصل فیما یجب الاجرعلی المستاجر ومالایجب،عالمگیری کوئٹه ص ۴۳۵/ج ۴/الباب الحادی عشرفی الاستیجارللخدمة، کتاب الاجارة،المبسوط للسرخسی ص ۵۵/ج ۱۶/باب اجارة الرقیق فی الخدمة وغیرها.

ہوتا ہے، براہِ کرم کرایہ کے سلسلہ میں دونوں قسم کے بینکوں کا حکم تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظمؒ کے نزدیک عمارت کرایہ پر دینا درست ہے، مستاجر جس کام میں بھی استعمال کرے، وہ اس کا فعل ہے صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز کام کے لئے کرایہ پر دینا مکروہ و ممنوع ہے، کام مخلوط ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا، پس دوسرے قسم کے بینک کے لئے بالاتفاق درست ہے، اور پہلی قسم کے بینک کے لئے عمارت کرایہ پر دینے میں امام صاحبؒ کے نزدیک گنجائش ہے، "وھو الاوسع" اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ وممنوع ہے "وھو الاورع"[1]، حلال یا غالب حلال مخلوط روپیہ کرایہ میں لینا درست ہے، حرام یا غالب حرام مخلوط روپیہ لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومت دوسرے شخص کو کرایہ دار بنادے درست ہے

سوال:- ہمارے شہر میں یہ قانون نافذ ہے، کہ کسی کرایہ دار نے فلاں سال اور تاریخ سے پہلے کسی کو اپنے کرایہ کی دوکان دیکر ماتحت کرایہ دار بنا رکھا ہے، اور ماتحت کرایہ دار سے غیر واجب کرایہ وصول کرتا ہے، یہ ماتحت کرایہ دار عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرے تو عدالت

---

[1] وجاز اجارة بيت ليتخذ بيت نار او كنسية او بيعة او يباع فيه الخمر وقالا لاينبغي ذٰلک الخ. در مختار على الشامي زكريا ج۹/ص۵۶۳/مطبوعه نعمانيه ج۵/ص۲۵۱/كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع، المبسوط للسرخسي ص۳۸/ج۱۶/باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص۲۰۲/ج۸/فصل في البيع كتاب الحظر والاباحة.

[2] مستفاد اٰكل الربا وكاسب الحرام اهدى اليه او اضافه لايقبل ولايأكل وان كان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هديته الخ. عالمگيري ج۵/ص۳۴۳/كتاب الكراهية الباب الثاني، خانيه على الهندية ص۴۰۰/ج۳/كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه كوئٹه.

ثبوت مہیا کرنے کے بعد مالک مکان کو آرڈر دیتی ہے کہ اس ماتحت کرایہ دار کو اصل کرایہ دار بنا لیا جائے، سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان حکومت کے اس قانون سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک شخص کا کرایہ کا معاملہ حکومت ختم کر کے دوسرے شخص کو کرایہ کا حق دیدے تو اس شخص کو کرایہ دار بنانا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۹ھ

نشہ آور دوا بیچنے کا کرایہ

سوال:- میں ایک پختہ دوکان کا مالک ہوں جس کو میں نے ایک شخص کو کرایہ پر دے رکھا ہے، جس نے اس میں میڈیکل اسٹور (انگریزی ادویات) کھولا تھا، جنجر بھی ایک دوا ہے، لیکن چونکہ اس میں نشہ ہوتا ہے، اس لئے وہ شراب کی جگہ لوگ استعمال کرتے ہیں، اور وہاں کافی مجمع رہتا ہے، میں نے دوکاندار سے متعدد بار اس سلسلہ میں باز پرس کی اور دوکان خالی کرنے کے لئے کہا، لیکن وہ کوئی توجہ نہیں دیتا، اور چونکہ وہ برابر ماہ بماہ کرایہ ادا کرتا ہے، اس لئے اس کو قانونی حیثیت سے بھی خالی نہیں کرایا جا سکتا، اگر میں دست بدست کرایہ نہ لوں تو وہ منی آرڈر وغیرہ سے بھیجنا شروع کر دے گا، میرے لئے عجیب پریشانی اور کلفت ہے یہاں لوگوں کا کہنا ہے کہ کرایہ شرعاً جائز نہیں، آپ ہی بتلائیے اس میں میرا کیا قصور ہے، میری نیت تو خیر ہے، آپ تحریر فرمائیں، آیا اس دوکان کا کرایہ حالاتِ بالا کے پیشِ نظر لینا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] تفسخ الاجارة بالقضاء او الرضاء الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۱۰۴/باب فسخ الاجارة، البحر کوئٹہ ص ۳۵/ج۸/باب فسخ الاجارة، الدر المنتقی ص ۵۵۶/ج۳/باب فسخ الاجارة، دار الکتب العلمیہ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی دوکان میں پاک اور جائز دوائیں بھی تو ہوں گی، ان کی وجہ سے کل آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، نہ اس سے حاصل شدہ کرایہ کو ناجائز کہا جائیگا، اس لئے آپ پریشان نہ ہوں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۸ھ

جس فیکٹری میں کبھی شراب کا ایڈوٹائز ہوتا ہو اس میں ملازمت کا حکم

سوال:- کیا ہم ایسی فیکٹری میں کام کر سکتے ہیں جہاں شراب وغیرہ جو حرام چیزوں کی ایڈوٹائز بنتی ہو، اس کو ہمیں بنانا ہوتا ہے، کیا یہ کمائی ہمارے لئے جائز ہے؟

نوٹ:- ہر وقت شراب وغیرہ کی ایڈوٹائز نہیں بنتی کبھی کبھی آتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اصل کام شراب کے اعلان واشتہار کا نہیں ہے، بلکہ جائز چیز کا ہے تو ملازمت جائز ہے، شراب سے متعلق جہاں تک ہو سکے بچنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] وجاز اجارة بيت الخ لان الا جارة علىٰ منفعة البيت ولهذايجب الاجربمجرد التسليم ولا معصية فيه وانما المعصية بفعل المستاجروهو مختار فينقطع نسبته عنه الخ، شامی زکریا ج۹/ ص۵۶۲/مطبوعه کراچی ج۶/ص۳۹۲/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع،المبسوط للسرخسی ص ۳۹/ج۱۶/باب الاجارةالفاسدة،دارالفکربیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ ج۴/فصل فی الاجرة علی المعاصی. (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا فوج کی ملازمت درست ہے؟

سوال:- اپنے ملک میں ہندوستان میں فوج میں مسلمانوں کو ملازمت کرنا کیسا ہے نیز جو مسلمان شخص فوج میں بھرتی ہے اور جب کہ اپنے ملک ہندوستان کا کسی بھی مسلم یا غیر مسلم ملک سے مقابلہ ہو جائے اور جنگ شروع ہو جائے اور یہ مسلم فوجی شخص اپنے ملک ہندوستان کی طرف سے جنگ میں ختم ہو جائے، تو اس مسلم مرحوم فوجی کو درجۂ شہادت کا مستحق سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ نیز اس کو شہید کہنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ظالموں سے ملک کی حفاظت کے لئے فوج میں ملازمت کرنا درست ہے، اگر کسی ظالم نے چڑھائی کی اور یہ دفاع کرتا ہوا قتل ہو گیا، تو انشاء اللہ قتل شہید ہوگا، "من قتل دون ماله من قتل دون دمه من قتل دون عرضه" ان سب کو شہید فرمایا گیا ہے[1]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَاوَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ. مشكوٰة شريف ص ۲۴۲/ كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، طبع ياسر نديم ديوبند، ترمذى شريف ص ۲۴۲/۱، ابواب البيوع، باب ماجاء فى بيع الخمر والنهى عن ذالك مطبوعه رشيديه دهلى،

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی شراب پر، اور اس کے پینے والے، اور اس کے پلانے والے پر، اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کو خریدنے والے پر، اور اس کے نچوڑنے والے پر، اور اس کے نچڑوانے والے پر، اور اس کے اٹھانے والے پر، اور اس شخص پر جن کے لئے اٹھا کر لے جائی گئی۔

---

[1] عن سعيد بن زيد ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم قال منْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَشَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَشَهِيْدٌ رَوَاهُ الترمذى وابوداؤد والنسائى، (مشكوٰة شريف، ص ۳۰۶/ باب مالايضمن من الجنايات، كتاب القصاص ورواه النسائى والضياء عن سيعد بن مقرن بلفظ جامع وَهُوَ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

غلط کام کیلئے ملازمت کرنا اور لڑنا جائز نہیں[1]، اسپر شہادت کی امید رکھنا بھی غلط ہے، شہادت تو کیا ملتی، بعض صورتوں میں ایمان کا سلامت رہنا بھی دشوار ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رشوت دیکر حاصل کی گئی ملازمت

سوال:- علیم الدین نے بہت رشوت دیکر سرکاری ملازمت حاصل کی، اب اس ملازمت سے جو روپیہ کمایا وہ جائز ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَظْلَمَتِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ (مرقاۃ ج۴/ص ۴۲/کتاب القصاص، ترمذی شریف ص ۲۶۱/ج ۱/ابواب الدیات، باب ماجاء من قتل دون ماله فهو شهيد، مطبوعه اصح المطابع ممبئی،

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت کی خاطر قتل کیا جائے، وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے خون کی حفاظت کی خاطر قتل کیا جائے، وہ شہید ہے، جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

---

[1] ولاتصح الاجارة لاجل المعاصی (الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ باب الاجارة الفاسد، کتاب الاجارة، المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/الاجارة الفاسدة، دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص۵۳۳/ج۳/کتاب الاجارة، الاجارة الفاسدة دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر متفق علیه، مشکوٰة ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، طبع یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص۸۹۳/۲، باب ماینهی عن السباب، اشرفی بکڈپو دیوبند، مسلم شریف ص۵۸/۱، کتاب الایمان، باب سباب المسلم فسوق، طبع سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے، اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

"وقیل ارادبقوله کفرای قد یؤول هذا الفعل بشؤمه ای الکفر (فتح الباری ج۱/ص۱۵۵/کتاب الایمان" باب خوف المؤمن من ان یحبط عمله. مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کا کام جائز ہے تو اس ملازمت کی آمدنی تنخواہ بھی جائز ہے[1]، ابتداً اگر ملازمت حاصل کرنے کیلئے رشوت دی تو اس کی وجہ سے ملازمت کی آمدنی جو کہ درحقیقت خدمت ومحنت کا معاوضہ ہے ناجائز نہیں، رشوت کا گناہ اس کی آمدنی تک نہیں پہنچتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گیسٹ ہاؤس کی آمدنی

سوال:- ہم بمبئی میں ایک گیسٹ ہاؤس بنانا چاہتے ہیں، اس گیسٹ ہاؤس میں باہر سے آنیوالے بھی کچھ افراد ٹھہرتے ہیں، اور اکثر وبیشتر بمبئی کے ہی عیاش لوگ آکر روم بُک کرواتے ہیں، اور اپنے ساتھ کوئی بھی لڑکی (عورت) لے کر دو یا تین گھنٹہ رہتے ہیں، اور کمرہ کا بھاڑا ۲۴/گھنٹہ کا چالیس یا پچاس روپیہ ادا کردیتے ہیں، اور بُک کرنیوالے یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور ان کے ساتھ زیادہ تر سامان بھی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں گیسٹ ہاؤس کا بزنس (کاروبار) کرنا جائز ہے، اور اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسافر خانہ بنانا اور اس میں ٹھہرنے کا کرایہ لینا درست ہے اس کوشش کے باوجود کہ وہاں برائی نہ ہونے پاوے، پھر بھی اگر آنے والے برائی کریں تو مسافر خانہ والوں پر اس کا

---

[1] مستفاد: ومنها ان یکون مقدور الاستیفاء حقیقة اوشرعاً فلایجوز استئجار الآبق ولا الاستئجار علی المعاصی لانه استئجارعلی منفعة غیرمقدورة الاستئجار شرعاً، عالمگیری ج۴/ص ۴۱/ کتاب الاجاره، الباب الاول) مطبوعه کوئٹه،

گناہ نہیں ہوگا، اور کرایہ کی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۶ھ

زمین اور باغ کا اجارہ

سوال:- اگر کوئی آم کے باغ کا مالک دو چار سال کے لئے زمین اور درخت کسی کو دیدے تاکہ وہ زمین اور درختوں سے نفع اٹھائے پھل وغیرہ حاصل کرے، اور مالک باغ بدلے میں دو چار ہزار روپئے لے لے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اجارہ میں شئی مستاجرہ سے نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، نہ کہ استہلاک اعیان، زمین میں کاشت کرنا اور اس سے غلہ حاصل کرنا تو اجارہ میں داخل ہے[۲]، لیکن مالکِ زمین کے درختوں سے پھل حاصل کرنا یہ اجارہ میں داخل نہیں[۳]، بلکہ یہ تو بیع ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

---

[۱] تصح اجارة حانوت ودار بلابيان مايعمل فيها وبلابيان من يسكنها الخ، الدرالمختار على الشامي زكريا ج ۹/ص ۳۷/ كتاب الاجارة باب مايجوز من الاجارة ومايكون خلافاً الخ، ولاباس بان يواجر المسلم دارامن الذمي ليسكنهافان شرب فيهاالخمراوعبدفيهاالصليب اودخل فيها الخنازيرلم يلحق المسلم اثم في شي من ذالك لانه لم يواجرهالذالك والمعصية في فعل المستأجروفعله دون قصدرب الدارفلااثم على رب الدار، المحيط البرهاني ص ۳۹/ج ۱۶/ الاجارة الفاسدة، دارالفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ج ۴/فصل في الاجرة على المعاصي، شامي كراچي ص ۳۹۲/ج ۶/فصل في البيع، كتاب الحظروالاباحة.

[۲] تصح اجارة ارض للنباء والغرس وسائر الانتفاعات الخ درمختار على الشامي زكريا ج ۹/ ص ۴۰/مطبوعه كراچي ج ۶/ص ۳۰/كتاب الاجاره باب مايجوزمن الاجارة الخ، سكب الانهر ص ۵۲۲/ج ۳/باب مايجوزمن الاجارة، دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق ص ۱۱/ج ۸/ باب مايجوزمن الاجارة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

باغ کو کرایہ پر دینا

سوال:- اگر کوئی شخص ایسے باغ کو کہ جس کے اندر اس کی زمین کو کاشت کیا جا سکتا ہے، اس زمین کو پھل کے آنے سے پہلے دس بیگہ زمین کو سو روپیہ فی بیگہ کے حساب سے ایک سال کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک ایسے باغ کو جس کے اندر کاشت نہیں ہو سکتی اور اس باغ کو پھل آنے سے پہلے قاعدہ مذکورہ کے مطابق دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کو پھل آنے سے پہلے دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایک باغ کو دے سکتا ہے یا کون سے کو دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کو مقررہ کرایہ پر لینا دینا مدت مقررہ ایک سال کے لئے شرعاً درست ہے، خواہ وہ کاشت کے قابل ہو یا نہ ہو[1]، باغ (درختوں) کو کرایہ پر لینا دینا درست نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [3] لان الشجر لایجوز استئجاره الخ، هدایه ص ۴۳۳/ ج۴/(مطبع یاسر ندیم دیوبند) کتاب المساقات، بدائع کراچی ص ۱۷۵/ ج۴/ کتاب الاجارة، فصل فی رکن الاجارة، سئلت فیمن استاجر بستانا لیاکل ثمرة اشجاره من نخل وزیتون ولیمون هل یجوز ذالک فاجبت بانه لایجوز وسند ذالک مافیشرح الطحاویؒ الاجارة علی استهلاک الاعیان باطلة الخ الفتاوی الکاملیة ص ۱۹۱/ کتاب الاجارة.

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات حتی تلزم الاجرة بالتسلیم امکن زراعتها ام لا، الدرالمختار علی الشامی ج۹/ص ۴۰/مطبع زکریا دیوبند، کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة الخ، سکب الانهر ص ۵۲۲/ ج۳/باب مایجوز من الاجارة، دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق ص ۱۱/ ج۸/باب مایجوز من الاجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] لان الشجرة لایجوز استئجاره، هدایه ج۴/ص ۴۳۳/(مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) کتاب المساقات، الخ زیلعی ص ۲۸۶/ ج۵/ کتاب المسافات، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۶۵/ ج۸/ کتاب المساقاة، بدائع کراچی ص ۱۷۵/۴، کتاب الاجارة، فصل فی رکن الاجارة،

دوکان کا ٹھیکہ

سوال:- موٹر کے سامان کی ایک دوکان ہے، جس میں پچاس ہزار کا سامان ہے اس میں چند آدمی شریک ہیں، شرکاء نے باہم مل کر ایک شریک کو دیدی، کہ پانچ سال تک دوکان چلا سکتے ہو ہر سال پندرہ ہزار ہمیں دینے ہوں گے، دوکان لینے والا شریک اگر چاہے تو دو سال کے بعد واپس کر سکتا ہے، پانچ سال کی مدت ختم ہونے پر دوکان مع سامان واپس لے لیجائے گی، جو شرکاء کی مشترک ہو جائے گی تو کیا یہ معاملہ قمار میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر یہ صورت ناجائز ہے تو جواز کے پہلو سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت غلط ہے، ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ جو شخص کام کرتا ہے اس کا حصہ منافع میں فیصد کے اعتبار سے کچھ زیادہ تجویز کر دیا جائے، بقیہ منافع سب شرکاء باہم حصہ رسد تقسیم کر لیں، پندرہ ہزار سالانہ متعین نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے کہ سال بھر میں کس قدر نفع ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۳/۳/۱۳۹۵ھ

زمین دار کی زمین میں مکان تعمیر کرانا

سوال:- زید کے پاس ایسی زمین ہے کہ جس کو وہ خود بیچ نہیں سکتا کیونکہ زمیندار کو

---

[1] اذاشرط لاحدهما من الربح مايقطع الشركة نحوان يجعل له دراهم مسماة مائة اواقل او اكثر فسدت المضاربة الخ، خانيه ص ۱۶۱/ج۳/كتاب المضاربة ،مطبوعه كوئٹه ،عالمگيرى ص۲۸۷/ج۴/كتاب المضاربة،الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، هداية ص۲۵۸/ج۳/كتاب المضاربة،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

کچھ روپیہ نذرانہ دے کر مکان بنانے کی اجازت سے لیا تھا، ایک احاطہ کی شکل میں بنوالیا تھا، جب احاطۂ مذکورہ پست ہوگیا اور معمولی نشان باقی تھے تو عمر نے اپنے ذاتی مراسم وتعلقات کی بناء پر زید سے کہا کہ مجھے مکان کی تکلیف ہے، کہیں زمین ہوتی تو مکان بنوالیتا اس پر زید نے وہ زمین عمر کو دیا کہ مکان بنوالو، چنانچہ عمر نے اس زمین پر مکان بنوالیا اور تقریباً ۹/۱۰ سال سے اس مکان پر قابض ہے، اور سالانہ پر جوٹ برابر زمیندار کو ادا کرتا رہتا ہے، اب زید نے عمر پر دعویٰ کیا ہے کہ مجھ کو مکان ملنا چاہئے اور کہتا ہے کہ میں نے مکان بنانے کی اجازت اس شرط پر دیا تھا کہ جب میں اتنی رقم ادا کروں گا کہ جتنا مکان بنانے میں صرفہ ہوا ہے، تو مکان واپس لے لونگا، اور عمر کہتا ہے کہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور زید وعمر میں سے کوئی اپنی بات پر شہادت نہیں پیش کرسکتا، البتہ زید سے عمر کہتا ہے کہ آپ زمانۂ حال کے مطابق قیمت دیکر مکان وزمین لے سکتے ہیں، مگر زید مصر ہے کہ اتنا ہی روپیہ دونگا، جتنا تمہارے بنوانے میں لگا ہے، پس اس صورت میں مکان اور زمین کا کیا حکم ہے؟ زمین کس کی ملک ہے، زمیندار یا زید کی، تصفیہ کس طرح کیا جائے، مکان اگر زید کو دلایا جائے تو رقم کتنی اس سے لی جاوے، جواب مدلل مع حوالہ عبارت کتب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اصل زمین زمیندار کی ملک ہے، زید نے اس میں مکان بنانے کی اجازت لی تھی، اور اس اجازت کے لئے کچھ نذرانہ پیش کیا تھا، زید زمین کا مالک نہیں تھا، غالباً اسی لئے وہ بیچ نہیں سکتا تھا، پھر ذاتی تعلقات کی بناء پر اس زمین کو عمر کے حوالہ کردیا اور سالانہ پر جوٹ بجائے زید کے عمر نے دینا شروع کیا، اور زمیندار اس معاملہ میں راضی رہا تو زید کا تعلق درمیان سے ختم ہوگیا، اب زمیندار اور عمر کا تعلق باقی رہ گیا، اگر عمر پر جوٹ زید کو دیتا اور زید زمیندار کو ادا کرتا تو زید کا تعلق باقی رہتا، اب کوئی تعلق نہیں رہا، لہٰذا زید کا دعویٰ بے اصل ہے، جب تک کوئی شرعی شہادت پیش نہ کرے، اب زمین زمیندار کی ہے، اور مکان

عمر کا، اگر عمر اپنا مکان فروخت کرنا چاہے تو مستقل معاملہ کیا جائے جس پر طرفین رضا مند ہوجائیں، زید کو جبراً عمر سے مکان لینے کا حق نہیں، اگر کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تو زمیندار کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے اپنی زمین لے لے اور عمر سے کہہ دے کہ میری زمین خالی کردو اور اپنی عمارت اٹھالو، پھر عمر یا اپنی عمارت اٹھائے یا اگر طرفین رضا مند ہوجائیں تو عمارت مقلوعہ کی قیمت زمیندار ادا کردے، اور اس عمارت کا مالک بھی زمیندار ہوجائے، ''وتصح اجارة ارضٍ للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الا ان يغرم له الموجر قيمته مقلوعاً ويتملكه اويرضىٰ بتركه فيكون البناء والغرس لهٰذا والارض لهٰذا اھ درمختار ج۵/ص ۲۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۶۶ھ

اس اجمال کا جواب درست ہے، لیکن ترجیح کے لئے اول یہ امر صاف ہونا ضروری ہے کہ زید اور زمیندار معاملہ عاریۃً تھا یا اجارہ اور پھر زید نے جو عمر سے معاملہ کیا ہے وہ بطور عاریت فی العاریۃ تھا یا اجارہ در اجارہ، تو براہِ راست زمیندار سے یا زید سے اس کے بعد کچھ حکم لگایا جائے گا۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۲/۶۶ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۲/۶۶ھ

پرانے ملازم کو تنخواہ دینا جب کہ وہ کام کرنے سے معذور ہے

سوال:- زید عرصہ ۴۵/سال سے مدرسہ میں ملازم ہے، وہ ہر سال سال میں دو ماہ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ج۵/ص ۳۱/ کتاب الاجارہ، قبیل مطلب فی الارض المحتکرة ومعنی الاستحکار، مجمع الانہر ص ۲۲، ۵۲۳/ج۳/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، وما لایجوز، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۱/ج۸/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة.

چندہ بھی لاتے رہے، اب بہت کمزور ہوگئے ہیں، کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، اب جو مدرس چندہ لاتے ہیں، ان کی اس ماہ کی ڈیوٹی کی بھی تنخواہ دی جاتی ہے، تو قدیم مدرس کو ۲۰ رسال کی ڈیوٹی کی تنخواہ دینا کیسا ہے، جب کہ وہ بیمار ہے، اور ذریعہ معاش سے بالکل مجبور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیوں کہ پہلے سے ان کے متعلق اس کام کی ڈیوٹی تنخواہ کا کوئی معاہدہ اور تذکرہ نہیں تھا، اب گذشتہ ۲۰ رسال کی اسطرح تنخواہ دینے کا حق نہیں[1] آئندہ اگر کچھ طے کردے، تو اس کے موافق عمل درست ہوگا، اگر وہ منتظم کا کام کرسکتے ہیں اور اس میں ان کو سہولت ہے تو منتظم بنا کر رکھنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

کاروبار کی ترقی میں ملازم کا حصہ

سوال:- اسی دوران فرم مذکورہ کے مالکان نے اپنے بچوں کے نام سے ایک نیا فرم دیگر دوکان پر پی، وی، سی (ربڑ کی قسم) کے جوتوں کا تھوک فروش کاروبار شروع کیا، اس کے شرکاء الگ سرمایہ الگ جگہ کاروبار الگ اور سابقہ فرم کے کاروبار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، بلکہ سال بسال بڑھتا ہی رہا، نئے فرم کا کاروبار بھی نہایت تیزی سے دیگر دوکان پر چلتا رہا، اس کے ملازم کارکرد اور محرر (حساب لکھنے والا) بھی علیحدہ رکھے گئے، تقریباً سات سال کا عرصہ ہوا نئے فرم کا کاروبار پرانی دوکان پر بجائے پی، وی، سی، جوتوں کے چمڑے کے جوتوں کا تھوک فروش بیوپار شروع کردیا گیا، نئی فرم کے ملازم بھی برطرف کردیئے گئے، اور پرانی

---

[1] ولا اجرة لعمل بلا شرط الاجرة، اعانة الطالبين ص ۱۲۱ ر ج ۳ ر كتاب الاجارة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

دوکان کے ہی ملازمین سے نئے فرم کا کام لیا جانے لگا، زید کے ذمہ جو کام تحریر (حساب نویسی) کا پرانی دوکان کا تھا وہی نئی فرم کا بھی لیا جانے لگا، اور تنخواہ وہی پرانی ملتی رہی، کام دو گنا ہو گیا، اور بڑھتا ہی رہا، اس دوران سات سال میں نئی فرم میں بھی لاکھوں روپیوں کا منافع ہوا، کیونکہ کھاتہ انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس میں (دکھائے جاتے ہیں، اس وجہ سے کھاتوں میں ملازموں کے فرضی نام لکھ کر اس کا روپیہ مالکان خود اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، اور دونوں فرم (پرانی ونئی) کا کام برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے، اور جو ملازم (یعنی پرانی فرم کے ملازم) نئی فرم کا کام کرتے ہیں، انہیں ایک پیسہ نہیں دیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شرعاً مالکان فرم نے زید کی اجرت یا کام کے معاوضہ سے حق تلفی کی یا نہیں؟ اور کیا شرعاً سات سال کا معاوضہ فرم پر زید کا واجب ہوتا ہے یا نہیں، اور فرم مذکورہ کی طرف سے عدم ادائیگی معاوضہ کی شکل میں زید قیامت کے دن شرعاً مذہباً اپنا یہ حق فرم مذکورہ سے لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کام زیادہ ہو جائے، تو ملازم معاملہ کر لے کہ آئندہ میری تنخواہ میں اتنا اضافہ ہو جائے، تب میں کام کرونگا، ورنہ میرا استعفاء ہے، دوکان میں ترقی کی وجہ سے ملازم کی تنخواہ میں اتنا اضافہ کر دینا بحیثیت معاملہ واجب نہیں[1] البتہ بطور شکرانہ اور حق خدمات کے صلہ میں اخلاقاً اضافہ کر دینا چاہئے، کیوں کہ اس ترقی میں ملازم کی محنت و دیانت کو زیادہ دخل ہے، لہٰذا وہ بھی مستحق اضافہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المسلمون علی شروطهم ترمذی شریف ص ۱۶۱/ج ۱/ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوة شریف ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظائر، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۲/ ج ۱۷/ عمرو بن عوف بن ملحة المزنی، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

اس مکان کی حیثیت جس کو جزءِ تنخواہ تجویز کیا گیا؟

سوال:- رہنے کے مکان کی شرعاً کیا حیثیت ہے، اگر کسی شخص سے یہ طے ہو کہ تم کو ہم تنخواہ کے ساتھ مکان دیں گے، تو اس مکان میں ضروری چیزیں مثلاً پاخانہ، حمام، یا کنواں ہونا چاہیے یا نہیں؟ نیز بلانے والے مکان تو جس میں کنواں ہو، دے رہے ہیں، لیکن اس میں پردہ کی دیواریں ٹھیک نہیں، تو کیا جس میں موٹی موٹی ضروریات کے سلسلے میں تکلیف ہو تو کیا ذمہ داروں کا یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسکا مدار بلانے کی اور جس کو بلایا گیا ہے، اس کی ہر دو حیثیت پر ہے، سب کے لئے یکساں حکم نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۸۷ھ

کافر کا جانور ذبح کرنا اور اجرت لینا

سوال:- اگر کوئی کافر کسی مسلم سے بکری یا گائے وغیرہ ذبح کرائے تو کرنا چاہئے کہ نہیں؟ اور اگر ذبح کرے تو سنت طریقہ سے کرے، یا ایسے ہی ذبح کردے، بغیر بسم اللہ کے

---

[1] اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے ویعتبر فی فرض النفقة حالهما ای الزوجین فی الیسار والاعسار وهو اختیار الخصاف وعلیه الفتوی ففی الموسرین من الزوجین یعتبر حال الیسار والمعسرین یعتبر حال الاعسار ای الافتقار وفی المختلفین بان یکون الزوج مؤسر اوالزوجة معسرة اوبالعکس یعتبر بین ذالک ای نفقة الوسط وقیل یعتبر حاله، مجمع الانهر ص ۱۷۶/ج ۲/باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۵۷۴/ج ۳/باب النفقة عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۷، ۵۴۸/ج ۱/الفصل الاول فی نفقة الزوجة.

اور کافر یا مسلمان ذبح کرنے کے بدلے ذبیحہ کا گوشت یا کچھ پیسے دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنت طریقہ پر ذبح کردے، ذبح کرنے کی اجرت میں پیسہ دینا اور لینا درست ہے[1]، اجرت میں اس ذبیحہ کا گوشت تجویز کرنا درست نہیں، کذا فی ردالمحتار[2] والہندیہ[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۹۲ھ

انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس لکھنے کی ملازمت

سوال:- کھاتے کا کام جس میں سیل ٹیکس، انکم ٹیکس لکھا جاتا ہے اور گورمنٹ کو دکھانے کے لئے اُلٹا سیدھا بلکہ برائے نام انکم اور سیل دکھا کر خانہ پوری کی جاتی ہے؟

(۱) سوال یہ ہے کہ یہ کام کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کھاتے کا کام کرکے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) گورمنٹ کو دھوکہ دیکر انکم ٹیکس بچانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ویجوز الاستئجار علیٰ الذکوٰۃ الخ عالمگیری ج۴/ص۴۵۴/مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارہ، فصل فی المتفرقات.

[2] الدرمختار مع الشامی ج۹/ص۷۸/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ.

[3] اوشاۃ لیذبحھا علیٰ ان یکون بعض اللحم لہ لایجوز، عالمگیری ج ۴/ ص۴۴۵/ کتاب الاجارۃ،الفصل الثالث فی قفیز الطحان الخ،خانیہ علی الھندیۃ ص ۳۳۲/ج۲/باب الاجارۃ الفاسدۃ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳ رکھاتے میں کچھ کام صحیح ہوا کچھ کام غلط ہوا، اس کی وجہ سے پورے کام کو اور اس کی اجرت کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، جائز کام کی اجرت جائز ناجائز کام کی اُجرت ناجائز[۱]، گورمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے غلط اندراج کرلینا تو آسان ہے، لیکن یہ درحقیقت قانونی چوری ہے، پکڑی بھی جاسکتی ہے، اور پکڑی جانے پر بطور جرمانہ مالی سزا بھی ہوسکتی ہے مالک کا اعتماد بھی ختم ہوسکتا ہے، مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا کوئی دانش مندی نہیں، عزت کا تحفظ لازم ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازمت کے وقت میں دوسرا کام

سوال:- ملازم پیشہ جس نے اپنا پورا وقت ماہانہ ملنے والی تنخواہ کے عوض لگا رکھا ہے، اگر وہ بوقت فرصت یا ڈیوٹی خالی ہونے کے وقت کچھ کام کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟

---

[۱] لایجوز اخذ الاجرة علی المعاصی (مجمع) فلو علی امر مباح جازت اتفاقا، مجمع الانهر سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۵۳۳/ ج ۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص ۳۴۶/ ج ۱۱/ کتاب الاجارة، نوع آخر فی لاستئجار علی المعاصی، مطبوعه ڈابهیل، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۷۵/ ج ۹/ کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی.

[۲] عن حذیفة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاینبغی للمومن ان یذل نفسه الحدیث، ترمذی شریف ج ۲/ ص ۵۰/ ابواب الفتن باب ماجاء النهی عن سب الریاح باب (مطبوعه رشیدیه دهلی) المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۲/ ج ۱۲/ حدیث ص ۱۳۵۰۷/ مجاهد عن ابن عمر، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص ۳۲۳/ ج ۱۲/ حدیث ص ۹۳۱۴/ قبیل وصیة عائشة لمعاویة، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازمت کام کی ہے کہ اتنا کام کرنا ہوگا تب تو خالی وقت میں اپنا کام کرنا درست ہے، اگر ملازمت وقت کی ہے تو درست نہیں، الا یہ کہ اجازت ہو[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۴/۶/۸۷ھ

---

[1] والثانی وهو الأجير الخاص وهو من يعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصيص الى ماقال وليس للخاص أن يعمل لغيره قال الشامی تحت قوله عملاً مؤقتاً خرج من يعمل لواحد من غير توقيت الخ، درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص۹۴، ۹۵/کتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۹/ج۸/باب ضمان الاجير، تبيين الحقائق ص۱۳۳/ج۵/باب ضمان الاجير، مطبوعه امداديه ملتان.

باب دوم: اجارۂ فاسدہ

اجارہ بالشرط

سوال:- زید نے اپنا مکان اور نقد روپیہ قرض عمر کو اس شرط پر دیا کہ تم اس روپیہ کو اپنی تجارت میں لگاؤ اور مکان کو بطور گودام استعمال کرو، لیکن شرط یہ ہے کہ تم کو ہمہ وقت بقدر رقوت از مفروضہ ضمانت کے طور پر مال گودام میں رہنے دینا ہوگا، ہم تم سے صرف گوداموں کا کرایہ وصول کریں گے، روپیہ کا معاوضہ کچھ بھی نہیں لیں گے، بعد میں تم ہمارا روپیہ طلب کرنے پر صرف ہمارا روپیہ ادا کرنا، کرایہ گودام کے علاوہ ہم اور کوئی معاوضہ لینے کے حقدار نہیں ہوں گے، سوال یہ ہے کہ یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں، یا اس میں بھی سود اور عدم جواز کا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان کرائے پر دینا مستقل معاملہ ہے، اور روپیہ قرض دینا مستقل ہے، جو روپیہ قرض دیا ہے، اس کے لئے بطور ضمانت یہ شرط لگائی جائے، کہ بقدر قرض مال گودام میں موجود رہنا چاہئے جیسے کہ رہن کو بطور ضمانت رکھا جاتا ہے، کہ اپنا قرض وصول کرنے میں کچھ سہولت رہے، اس صورت میں شرعاً سود نہیں[1] اگر مکان کرایہ پر دینے کے لئے اس طرح قرض اور گودام میں مال رکھنے کو شرط قرار یا جائیگا، تو اجارہ فاسد ہوگا، ''وتفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ماافسد البيع يفسد ها اھ/الدر المختار على الشامی

[1] الرهن هو حبس شئی بحق يمكن استيفاؤه منه اى ذٰلک الشى كالدين مجمع الانهر ص ۲۶۹/ج۴/كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۴۳۱/ج۵/كتاب الرهن، الباب الاول، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۲/ج۸/كتاب الرهن.

نعمانیہ ج۵/ص ۲۹/[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۸۵ھ

کرایہ دار کا پگڑی دیکر شرائط طے کرنا

سوال:- دوکان کرایہ پر دینے سے پہلے مالک دوکان کو کچھ روپے الگ سے اس وجہ سے دیئے جائیں کہ اس دوکان کا محل وقوع اچھا ہے، جس کو پگڑی کہا جاتا ہے، اسکے بعد صاحب دوکان کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ جب چاہے وہ اپنی دوکان واپس لے لے، بلکہ کرایہ لینے کا اختیار ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ پھر دوسرے کو بھی اس طریقہ سے الگ رقم لیکر کرایہ پر دے دے، اور اگر کرایہ پر لینے والے کا جی چاہے، تو صاحب دوکان کو اس کی دوکان واپس کردے، واپس کرنے سے پہلے تک صاحب دوکان کو کرایہ رقم ملتا رہے گا، چاہے وہ دوکان دوسرے یا تیسرے کے پاس اسلوب مذکورہ سے منتقل ہوجائے، تفصیلی جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ شرعاً غلط ہے، کہ مالک بے اختیار ہوجائے، اور کرایہ دار کے تصرفات ہی ہمیشہ نافذ ہوتے رہیں، پگڑی دینا اور یہ شرط کرلینا کہ کرایہ دار خالی نہیں کرائے گا، بلکہ جس کو دل چاہے گا اس کو کرایہ پر دیدے گا، اور جو کرایہ چاہے گا وہ اس سے وصول کرے گا، مقتضائے عقد کے خلاف ہے جو کہ مفسد ملک ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص ۶۴/کتاب الاجارۃ،باب الاجارۃ الفاسدۃ، تبیین الحقائق ص ۱۲۱/ج۵/باب الاجارۃ الفاسدۃ،مطبوعہ امدادیہ ملتان،البحر الرائق کوئٹہ ص۱۷/ج۸/باب الاجارۃ الفاسدۃ.

[2] تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد فکل ماافسدا لبیع یفسد ھاکجھالۃ مأجور اواُجرۃ الخ درمختارعلی رد المحتار ج۵/ص ۲۹/(مطبوعہ نعمانیہ دیوبند) ومطبوعہ زکریا ج۹/ص ۶۴/کتاب الا جارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ،البحر کوئٹہ ص۱۷/ج۸/باب الاجارۃ الفاسدۃ،زیلعی مع شلبی ص ۱۲۱/ج۵/باب الاجارۃ الفاسدۃ،مکتبہ امدادیہ ملتان.

مزدوری کے لئے شرط

سوال:- کچھ تاجر لوگ غرباء کو مزدوری پر اس شرط پر پیسے دیتے ہیں کہ موسم میں میرے یہاں دس عہ مزدوری پر آنا ہوگا، حالانکہ موسم کی آمدنی، مزدوری بیس عہ دو روپئے یومیہ ہے، تو یہ پیسہ اس طرح دینا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض لوگ غلہ وصول کرنے کی شرط پر پیسے دیتے ہیں کہ مثلاً من کے پانچ روپئے کے حساب سے پانچ من غلہ موسم میں دینا ہوگا، حالانکہ غلہ کے دام اس وقت ۲۰، ۲۵/ روپیہ من تک ہوتا ہے، اس قسم کے لین دین جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مزدوری کا یہ طریقہ غلط ہے[1]، غلہ لینے کا یہ طریقہ بیع سلم ہے شرائط سلم[2] صاف ہو جانے کے بعد اگر چہ بیع درست ہو جائے گی، مگر غریب مستحق رحم ہے[3]، اتنا تفاوت نرخ میں کرنا بڑی بے مروتی ہے، ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے اوپر خدانخواستہ ایسا وقت آجائے تو کیا گزرے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کل قرض جر نفعاً حرام الخ ،الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۷/ص ۳۹۵/باب المرابحة والتولية،فصل فی القرض،البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۲۲/ج۶/باب المرابحة،فصل فی بیان التصرف فی المبیع،الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/الفن الثانی،کتاب المداینات،مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] وشرطه (ای السلم) سبعة بیان جنس ونوع وصفة وقدر وأجل وقدر رأس المال وبیان مکان الایفاء الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج۷/ص ۴۶۱، ۴۶۳/باب السلم،البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۶۰، ۱۶۱/ باب السلم، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۷۸، ۱۸۰/ج۲/الباب الثامن عشر فی السلم،الفصل الاول فی تفسیرورکنه وشرائطه.

(حاشیہ نمبر۳/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

رہن اور اجارہ

سوال:- زید نے بکر کے پاس کچھ زمین رہن رکھی، اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا، اور اس رہن کے علاوہ کچھ پیسے اور مزید بکر زید کو دیتا ہے، اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے، اور نصف غلہ زید لیتا ہے، اب زید بکر سے زمین واپس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اور کس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات کو زحمت دی گئی تھی، اسی طرح ایک دوسرے مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دونوں فتوؤں میں بظاہر تعارض ہے، جو ہمارے لئے موجب تشویش ہے، اس لئے براہِ کرام تشویش کا ازالہ فرماویں۔

الجواب: من جانب مدرسہ شمس العلوم

صورت مسئولہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے، مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا، اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے، جو صورت سوال میں درج ہے یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہن جو نفع زمین مرہون سے اٹھا رہے ہیں، اور سب کو اپنے تصرف میں لا رہے ہیں، وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے ربوٰ ہے" لقوله عليه السلام كل قرض جر نفعاً فهو ربوٰا[1]" عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر ممنوع ہے،" والغالب من احوال الناس انما يريدون عند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الشفقة والرحمة علی الخلق الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۶۷۵/ ج ۲/ کتاب الادب، باب فی الرحمة، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] فیض القدیر ص ۲۸/ ج ۵/ رقم الحدیث ص ۶۳۳۶/ دار الفکر بیروت.

الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو ممايعين المنع الىٰ اٰخره، كذافي المضمرات[1] سرکاری محصول (لگان) بذمہ راہن ہوتا ہے، مرتہن سے یہ شرط کرنا کہ مرتہن محصول ادا کرے بالکل ناجائز ہے ''ونفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن وقال الشامي عن المنح انه لايحل اى للمرتهن ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن للربوا الىٰ ان قال ثم رأيت في جواهر الفتاوىٰ ان كان مشروطاً صارقرضاً فيه منفعة وهوربوا[2] اھ ليس للمرتهن ان ينتفع الرهن باستخدام ولابسكنى ولابلبس[3]'' زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں حرام ہے، زید کو چاہئے کہ مرتہن سے اپنی زمین واپس لے لے اور جو رقم لی ہے قرض ہے، کل کو ادا کردیں، اور جو غلہ مرتہن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر کے زید سے رقم وصول کرلیں، ورنہ ربوٰ ہوگا، اگر زید اپنی زمین کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے، تو پھر سے عقد کرے، اور مرتہن قبضہ جدید کرے، رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہوسکتا ہے، ''كمافي الدر المختار بخلاف الاجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن ومن اجنبى اذا باشراحدهماباذن الاٰخرحيث يخرج من الراهن، وفي الشامي اماالاجار ةفالمستاجران كان هوالراهن فهى باطل الخ وان كان هو المرتهن وجددالقبض للاجارة بطل الرهن[4]۔'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد شعیب بھاگلپوری خادم مدرسہ شمس العلوم ضلع سیتاپور

الجواب حامداً ومصلیاً

(من جانب دارالعلوم دیوبند) یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع اٹھانے کو حرام

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۳۴/ ج ۴/ کتاب الرهن، دارالمعرفة بيروت.

[2] الدرالمختارمع الشامي ص ۴۸۷/ ج ۶/ کتاب الرهن، کراچی.

[3] شامی کراچی ص ۴۸۲/ ج ۶/ کتاب الرهن.

[4] الدرالمختارمع الشامي ص ۵۱۱/ ج ۶/ کتاب الرهن، کراچی.

لکھا ہے، (اس لئے کہ وہ سود ہے[1]) جب اجارہ کا معاملہ کرلیا، تو رہن کا معاملہ ختم ہوگیا[2]، پہلے قبضہ بحیثیت مرتہن تھا، جب رہن ختم کردیا اور اجارہ کا معاملہ کرلیا تو پھر قبضہ بحیثیت مستاجر ہوگیا، رہن اور اجارہ کو جمع نہیں کیا گیا، اور بحالتِ رہن اجازت نہیں دی گئی، الحاصل جو صورت انتفاع بالمرہون یا جمع بین الرہن والاجارہ حرام وممنوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی، اور جس صورت کی اجازت دی گئی ہے، (اجارۂ محضہ) وہ ممنوع نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۰ھ

بیع اور اجارہ

سوال:- زید نے عمر سے کپڑے کا بیس میٹر کا تھان اس شرط پر لیا کہ میں اس میں جتنا فروخت کروں گا، اس کے دام میں تم کو تمہاری خرید سے ایک آنہ فی روپیہ منافع لگا کر تم کو ادا کروں گا، اور باقی جو اس تھان میں سے کپڑا بچے گا واپس کروں گا، عمر نے یہ بات منظور کرلی، اب زید نے اس کپڑے کو لے کر اس میں سے پانچ میٹر فروخت کرایا، اور وہ کپڑا عمر کا چار روپیہ فی میٹر خرید تھا، تو اس طرح زید عمر کو پانچ میٹر کے مع منافع کے ۲۵/۲۱/روپیہ دیئے اور باقی جو کپڑا بچا تھا وہ دے دیا، اب زید عمر کی یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں، اور زید نے وہ کپڑا بکر کو چار روپیہ آٹھ آنہ فی میٹر کے حساب سے فروخت کیا تو یہ زید وبکر کی بیع بھی صحیح ہوگی یا نہیں، اگر یہ شکل صحیح نہیں ہے تو صحت کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

---

[1] لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن، لانه اذن له فی الربا، لانه یستونی فی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلا فیکون ربا وهذا امرعظیم، شامی کراچی ص ۴۸۲/ ج۶/ کتاب الرهن، مجمع الانهر ص ۲۷۳، ۲۷۴/ ج۴/ کتاب الرهن، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] لو استاجره المرتهن صحت الاجارة وبطل الرهن، اذاجددالقبض للاجارة، الهندیة ص ۴۶۵/ ج۵/ الباب الثامن فی تصرف الرهن، شامی کراچی ۵۱۱/ ج۶/ کتاب الرهن.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ بیع کا نہیں، عمر بائع نہیں، زید مشتری نہیں، بلکہ یہ اجارہ ہے گویا عمر نے زید کو کہا کہ میرا یہ کپڑا فروخت کردو، زید کپڑا لے کر جاتا ہے، اور گاہک تلاش کر کے کپڑا فروخت کرتا، اس کام کی اجرت یہ قرار پائی کہ عمر نے جس قیمت پر خریدا تھا، اس پر ایک آنہ فی روپیہ زائد تو زید لاکر عمر دے گا، اور اس کے علاوہ جتنی بھی زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا وہ زیادتی بطور اجرت زید کی سمجھی جائے گی۔

اصولاً یہ اجارۂ فاسدہ ہے کیوں کہ اجرت متعین نہیں مجہول ہے، جو کہ مفسد اجارہ ہے مگر علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[1] میں لکھا ہے کہ مجہول ہونے کے باوجود تعامل الناس کی بنا پر اس کی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر لیکر دوسرے کو اس سے زائد کرایہ پر دینا

سوال: درگاہ مسجد کمپاؤنڈ میں سے کچھ مکانات ہیں جو وقف ہیں مکانات معمولی قسم کے ہیں، ان مکانات میں سے ایک مکان کرایہ دار نے اپنے مکان کی مرمت ودرستگی پر کچھ صرفہ کیا، مثلاً چار سو یا پانچ سو روپیہ حال ہی میں اس نے اپنا یہ مکان دوسرے آدمی کو جو اس مکان کو لینے کے لئے مجبور تھا، تین ہزار پانچ سو کی رقم لے کر دے دیا، اس کو پگڑی کا معاملہ سمجھئے یہ وقف کے کارکن کی مرضی کے خلاف ہوا، اب سوال یہ ہے کہ یہ مکان جماعت اور کارکنوں کو واپس کرنا چاہئے تھا، اور جو رقم مرمت وغیرہ پر صرف ہوئی وہ ذمہ داران سے لینا چاہئے تھا۔

---

[1] ومشائخ بلخ والنسفی یجیزون حمل الطعام ببعض المحمول ونسبح الثوب ببعض المنسوج لتعامل أهل بلادهم بذالک الخ شامی ج۹/ص ۸۰/(مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب یخص القیاس والأثر بالعرف الخ، البحر کوئٹه ص ۲۴/ ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

پانچ سو یا چھ سو روپیہ کی رقم کرایہ دار کو ملتی ہے، اب جو معاملہ کیا گیا، اس میں ساڑھے تین ہزار روپئے کی رقم طے ہوئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقم جو صرفہ سے زائد ملی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) مکان وقف کی ملکیت ہے۔

(۲) معاملہ کرنے والا کرایہ دار ہے۔

(۳) جو جماعت وقف کا انتظام کرتی ہے، اس کی اجازت کے بغیر معاملہ ہوا ہے۔

(۴) جو معاملہ کیا گیا ہے، اس میں جبر کا بھی ایک پہلو ہے، وہ یہ ہے کہ جس شخص نے یہ مکان لیا ہے، وہ اپنے ہوٹل کیلئے اس کا لینا ضروری جانتا تھا، اس مجبوری میں اس نے یہ رقم زائد دی ہے، ورنہ اس مکان کا ملنا ممکن نہیں تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی رقم مکان کی مرمت میں صرف کی ہے، اتنی رقم لینا درست ہے، اس سے زائد کو صدقہ کردے۔

ولہٗ السکنیٰ بنفسہٖ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرھا ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الافی مسئلتین اذا آجر بخلاف الجنس او اصلح فیھا شیئاً اھ درمختار قولہ او اصلح فیھا شئیا بان جصصھا او فعل فیھا مسناۃ وکذا کل عمل قائم لان الزیادۃ بمقابلۃ مازاد من عندہٖ حملا لامرہ علی الصلاح کمافی المبسوط اھ شامی ج۵/ص۱۸/ نعمانیہ[1] جماعت منتظمہ وقف کی اجازت کے بغیر ہی کرایہ پر دینا درست ہے، مگر وقف کی جائداد کو اجارۂ طویلہ پر دینے

---

[1] شامی زکریا ج۹/ ص۳۸/ کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ، عالمگیری کوئٹہ ص۴۲۵/ ج۴/ الباب السابع فی اجارۃ المستأجر، البحر کوئٹہ ص۳۰۴/ ج۷/ باب مایجوز من الاجارۃ ومایکون خلافاً فیھا.

کی کتب[1] فقہ میں اجازت نہیں دی گئی، کیونکہ اس میں اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۷ھ

جس کرایہ پر دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر دوسرے کو دینا درست نہیں

سوال:- زید کے پاس ایک دوکان کرایہ پر تھی، اس نے بیس سال قبل حامد کو اپنا ماتحت کرایہ دار بنایا، اور مالک دوکان کو جو کرایہ دیتا تھا، اس سے کچھ زائد حامد سے بطور کرایہ وصول کرتا تھا، کافی عرصہ کے بعد اس نے حامد سے دوکان خالی کرنے کے لئے کہا چونکہ حامد کا کاروبار اس دوکان میں چل رہا تھا، اس لئے اس نے دوکان خالی کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کی، چنانچہ زید نے یہ معاملہ اپنی قومی جماعت میں ڈالا، جماعت نے مندرجہ ذیل فیصلہ کیا، حامد اس دوکان پر مزید چار سال رہ سکتا ہے، مگر پہلے دو سال ماہانہ ۵۰/روپے کرایہ کے بجائے ۷۵/روپے اور مزید دو سال ۱۲۵/روپے حامد زید کو بطور کرایہ دیتا رہے، اسکے بعد دوکان خالی کر کے زید کے حوالہ کرے، اب چار سال ہوگئے ہیں، مگر حامد اپنا کاروبار بند کر کے دوکان زید کے حوالہ کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کر رہا ہے، یہ دوکان اس کی معاش کا ذریعہ ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) جماعت کا فیصلہ کیا شرعاً جائز ہے۔

(۲) کیا حامد پر اس فیصلے کی پابندی ضروری ہے؟

---

[1] ولم تزد فی الاوقاف علی ثلاث سنین فی الضیاع وعلیٰ سنة فی غیرها الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ج۹/ص۸/اول کتاب الاجارة، البحر کوئٹه ص ۲۹۹/ج۷/کتاب الاجارة، الدر المنتقی علی مجمع الانهر ص ۵۱۳/ج۳/کتاب الاجارة، دارالکتب العلمیه بیروت.

(۳) کیا جماعت حامد سے مقررہ کرایہ سے زیادہ زید کو دلا سکتی ہے؟

(۴) اس طرح زائد لی ہوئی کرایہ کی رقم کا شرعی کیا حکم ہے؟

(۵) حامد جماعت اور زید کا واسطہ بیچ سے الگ کر کے مالک مکان سے معاملہ کا تصفیہ کرائے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جتنے کرایہ پر مالک سے دوکان لی ہو اتنے ہی کرایہ پر دوسرے شخص کو کرایہ پر دینے کا حق ہے، اس سے زائد کرایہ لینا درست نہیں، لہٰذا زید نے جو اپنے ماتحت کرایہ دار حامد سے زائد رقم لی ہے وہ بے جا لی، اس کی واپسی ضروری ہے، نیز جس طرح مالک کو یہ حق ہے کہ زید سے دوکان خالی کرائے، اسی طرح زید کو بھی یہ حق ہے کہ حامد سے دوکان خالی کرالے، دوکان کا معاملہ ایک سال سے زیادہ کرایہ کا نہ کیا جائے، اگر سال بھر گزرنے پر فریقین رضامند ہوں تو اسی سابق کرایہ پر یا کم وبیش جدید کرایہ پر معاملہ کرنا درست ہے، اگر مالک رضامند نہ ہو، تو کرایہ دار کے ذمہ دوکان کو خالی کر دینا لازم ہے، یہ ہے شرعی مسئلہ جو کتب فقہ، درمختار[1] تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں مذکور ہے، حامد اگر زید سے کرایہ کا معاملہ ختم کر دے اور اطلاع کر دے کہ میں آج سے آپ کا کرایہ دار نہیں رہا، اور دوکان زید کے حوالہ کر دے، پھر اصل مالک سے معاملہ کرے، اس کی اجازت ہے[2] اصل مالک زید سے معاملہ ختم کر کے حامد کو

---

[1] ولهٗ السكنىٰ بنفسه واسكان غيره باجارة وغيره ولو آجر باكثر تصدق بالفضل الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۸/ ج ۹/ کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۵/ ج ۴/ الباب السابع فی اجازة المستاجر، البحر کوئٹه ص ۳۰۴/ ج ۷/ باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها.

[2] تفسخ الاجارة بالقضاء، او الرضاء الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۰۴/ ج ۹/ فسخ الاجارة، البحر کوئٹه ص ۳۵/ ج ۸/ باب فسخ الاجارة، الدر المنتقی ص ۵۵۶/ ج ۳/ باب فسخ الاجارة، دار الکتب العلمیه بیروت.

کرایہ پر دے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرائے پر لی ہوئی جائیداد کو زیادہ کرایہ پر دینا

سوال:- ایک شخص نے مسجد کی جائیداد دس روپیہ ماہواری کرایہ پر لے رکھی ہے، اور اس کو اپنے طریق سے بارہ روپیہ کو کرایہ پر دے رکھی ہے، یہ منافع جائداد مسجد سے اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص نے اس جائداد میں کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ جس مسجد سے لی تھی اسی طرح دوسرے کو دیدی تب تو یہ منافع ناجائز ہے، اس کا تصدق واجب ہے، اگر اس جائداد کی کوئی اصلاح کی یا مرمت کی ہے اور پھر دوسرے شخص کو دی ہے تو یہ منافع جائز ہے۔

"واذا استاجر دارا وقبضها ثم اٰجر ها فانه يجوز ان اٰجرها بمثل مااستاجرها او اقل وان اٰجرها باكثر مما استاجر فهى جائزة ايضاً الا انه ان كانت الاجرة الثانيه من جنس الاجرة الاولى فان الزيادة لاتطيب له ويتصدق بها وان كانت من خلاف جنسها طابت له الزيادة ولو زادفى الدارزيادة كما لووتدفيها وتداً اوحفرفيها بيراً اوطينا اواصلح ابوابها او شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة واما الكنس فانه لايكون زيادة وله ان يواجرها من شاء الاالحداد والقصار والطحان وما اشبه ذلك مما يضر بالبناء ويوهنه هكذافى السراج الوهاج اھ"[1] (فتاویٰ عالم گیری ص ۴۳۵/ج ۴/)

---

[1] عالم گیری کوئٹہ ص ۴۲۵/ج ۴/کتاب الاجارة، الباب السابع فى اجارة المستأجر، در مختار مع الشامى زكريا ص ۳۸/ج ۹/كتاب الاجارة باب مايجوزمن الاجارة الخ خلاصة الفتاوى ص ۱۴۵/ج ۳/كتاب الاجارة مطبوعه لاهور.

اس کے لئے یہ ناجائز ہے کہ وہ جائیداد کسی ایسے آدمی کو کرایہ پر دے جس کے رہنے اور کام کرنے سے اس جائیداد کو نقصان پہنچے مثلاً اگر وہ دوکان یا مکان ہو تو اس کو لوہار یا آٹا پیسنے والے کو نہ دے کیونکہ لوہار کی بھٹی اور کام سے اور آٹا پیسنے والے کی مشین سے دوکان اور مکان کی دیواروں اور چھت اور بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۶/۵۸ھ

کرایہ کا معاملہ ختم ہونے پر پیشگی لی ہوئی رقم کی واپسی

سوال:- میں ایک مسجد کا متولی ہوں، مسجد کا ایک کمرہ کرایہ پر دینا تھا، دو گاہک آئے جن میں سے ایک نقد رقم دے رہے تھے، اور دوسرے میرے پڑوسی تھے، ان کے پاس پوری رقم موجود نہ تھی مگر انہوں نے مجھ پر دباؤ ڈالا بالآخر ان سے سودا طے ہو گیا کہ کمرہ کا عطیہ ۵½ ہزار روپے اور کرایہ ماہانہ چالیس روپئے ہوگا، معاملہ طے ہو چکا تھا انہوں نے ۵½ ہزار روپئے بطور عطیہ دینا منظور کر لیا تھا، صرف ایک ہزار روپئے نقد دیئے اور بقیہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا، رقم پوری وصول نہ ہوئی تھی، اس لئے کمرہ کا قبضہ انہیں نہیں دیا، اور اسے انہوں نے منظور کر لیا، سودا طے ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد معذرت چاہی اور کمرہ کسی اور کو کرایہ پر دینے کی درخواست کی، چونکہ وہ بقیہ ۴½ ہزار روپئے مہیا نہ کر سکے، اور مسجد کی دی ہوئی، رقم واپس طلب کرنے لگے، ہم نے کہا کہ جب کوئی کرایہ دار کمرہ لے لیگا تب ہی رقم کا فیصلہ ہوگا، انہوں نے خاموشی اختیار کی، ان سے سودا طے ہونے کے آٹھ ماہ بعد کمرہ کا دوسرا کرایہ دار آ گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا ان سے آٹھ ماہ کا کرایہ لیا جا سکتا ہے؟

(۲) انہوں نے جو رقم بطور عطیہ مسجد کو دی انہیں لوٹا دی جائے، شرعی نقطۂ نظر سے آگاہ کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جبکہ کمرہ پر قبضہ نہیں دیا تو ان سے اس مدت کا کرایہ وصول کرنا شرعاً درست نہیں[۱]، خاص کر جبکہ انہوں نے معذرت کر کے کمرہ دوسرے کو کرایہ پر دینے کیلئے کہہ دیا تھا[۲]۔

(۲) ایک ہزار کی رقم اگر چہ عطیہ کر دی ہے، اور اس کی رسید بھی دی گئی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ان کا مقصود حسبۃً للہ مسجد کی خدمت کرنا نہیں ہے، بلکہ اسی امید پر دی ہے کہ وہ کمرہ لیں گے، ان کو مسجد کا کمرہ ملے گا، اگر وہ محض خدا کے واسطے مسجد کو رقم دیتے تو اب واپسی کا مطالبہ نہ کرتے، لہٰذا یہ وہی پگڑی ہے جس کو مسجد کے لئے درست نہ سمجھتے ہوئے آپ نے اس کا نام عطیہ رکھ دیا، جس طرح بیعانہ جزءِ قیمت ہوتا ہے، اور بیع کا معاملہ ختم ہو جانے پر اس کی واپسی شرعاً لازم ہوتی ہے، اسی طرح اس عطیہ کی واپسی بھی لازم ہے، جس طرح مسجد کے لئے پگڑی کو آپ درست نہیں سمجھتے، اسی طرح لی ہوئی رقم بھی مسجد کے لئے جبراً رکھنا درست نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] اذاوقع عقد الا جارة صحيحا وجب تسليم ماوقع عليه العقد وهو التمكين من الانتفاع به وذلک بتسليم المحل اليه بحيث لامانع من الانتفاع به فان عرض فی بعض المدة مايمنع الانتفاع به سقطت الاجرة بقدر ذلک (الهنديه ،مختصراً ص۴۳۷/ج۴/کتاب الاجارة،الباب الثانی عشر،البحرالرائق ص۴/ج۸/کتاب الاجارة،مطبوعه الماجديه کوئٹه،بزازيه ص ۱۱/ ج۵/کتاب الاجارة،مطبوعه کوئٹه.

[۲] الاجارة تنقض بالاعذارعندنا(عالمگيری کوئٹه ص۴۵۸/ج۴/کتاب الاجارة،الباب التاسع، شامی زکرياص ۱۱۰/ج۹/کتاب الاجارة باب فسخ الاجارة،البحرالرائق ص۳۷/ج۸/ باب فسخ الاجارة،مطبوعه کوئٹه.

[۳] ويرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالا تفاق(بذل مطبوعه سهارنپورص۲۸۷/ج ۴/ کتاب البيوع باب فی العربان)حجة اللّٰه البالغة ص ۱۰۰/ج۲/البيوع المنهی عنها،مطبوعه مصر،عون المعبودص ۳۰۲/ج۳/باب فی العربان مطبوعه نشرالسنة ملتان.

جگہ کرائے پر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جگہ کسی دوسرے کی ہے

سوال: - زید نے بکر سے ۶×۴ رفٹ کی جگہ کرائے پر لی، یہ جانتے ہوئے ۱۱ رہند کا اگر پینٹ کیا کہ بکر اس جگہ کا مالک ہے ۲۰۰ روپئے ڈپازٹ کے دیئے، اس جگہ پر لکڑی کی دوکان بنوانے کے لئے زید نے بکر کو ۳۰۰ روپیہ کی رقم دی، اس وعدہ پر کہ بکر زید کو چند ماہ میں ۳۰۰ روپیہ کی رقم واپس کردے گا، مگر بکر نے ۳۰۰ روپیہ کی رقم بھی ڈپازٹ میں ہی جمع کرلی، دوکان مکمل ہونے پر چند ماہ بعد کلکٹر کا نوٹس لگ گیا، کہ دوکان غیر کی ہے، اور زمین بھی گورنمنٹ کی ہے، اس کو فوراً نکالا جائے، زید نے گورنمنٹ سے ریٹ وربط کرکے قانونی طور پر گورنمنٹ کا کرایہ دار بن گیا، اور بکر کو کرایہ دینا بند کردیا، بکر نے مقدمہ دائر کیا، مقدمہ میں بکر ہار گیا، اور جج کے سوال پر کہ جگہ تمہاری ہے، دوکان تم نے بنائی ہے، بکر نے جواب دیا کہ نہ دوکان میری ہے، نہ جگہ، زید مسلسل کرایہ گورنمنٹ کو دیتا رہا چار سال بعد گورنمنٹ نے زید سے کرایہ لینا بند کردیا یہ جگہ گورنمنٹ کی نہیں ہے، جو جگہ کا اصلی مالک ہے، اس کو کرایہ دیا جائے، بہرحال بعد تحقیق کے معلوم ہوا اور جگہ کے مالک کا پادری دوکان پر آیا، اور اس ملکیت کا اظہار کیا، زید نے پادری کو کرایہ دینا شروع کردیا، اور پرچہ نادر نے کرایہ داری کا سرٹیفیکٹ زید کو دیا، اور آج تک رسید ہے، لیکن زید کرایہ دے رہا ہے، بکر نے دوبارہ مقدمہ دائر کردیا ہے، اس بناء پر کہ میونسپلٹی میں جاکر عملے کے ٹیکس کا بل اپنے نام کرالیا، آپ حضرات سے مشورہ طلب ہے کہ اصل مالک کس کو سمجھا جائے، اور زید کو اس دوکان میں تجارت کرنا اس کو استعمال کرنا، درست وجائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ بکر شروع سے آج تک کا کرایہ مقدمہ کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اور دوکان بھی خالی کرا کر اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ وہ تو کرایہ دار ہے، اول اس نے یہ سمجھا تھا کہ یہ جگہ اور دوکان بکر کی ہے، بعد میں جب جج کے سامنے بکر نے اپنی ملک کا انکار کر دیا، تو اس سے ظاہر ہوا کہ دوکان بکر کی نہیں ہے، زید کرایہ دار ہے، جب تک یہ ظاہر ہوا کہ دوکان بکر کی ہے، اس کو کرایہ دیتا رہا، جب ظاہر ہوا کہ گورنمنٹ کی ہے، اس کو کرایہ دیتا رہا، اب پتہ چلا کہ چرچ کی ہے، تو پادری کو کرایہ دے رہا ہے، زید کو اس دوکان میں تجارت کرنا بحیثیت کرایہ دار درست ہے[1] آئندہ اگر مقدمہ سے یہ ثابت ہو جائے، کہ یہ کسی اور کی ہے، مثلاً بکر کی ہے (حالانکہ پہلے وہ اپنی ملکیت کا انکار کر چکا ہے، اور اس کے حق میں قانونی فیصلہ ہو جائے تو اس کو مطالبہ کا حق ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمیشن پر سفیر رکھنا

سوال:- مدرسہ کی وصولی کرنے پر چوتھائی یا تہائی حصہ جو محصلین وعاملین کو دیا جاتا ہے، کیسا ہے؟ کونسی صورت جائز ہے؟ دیوبند میں کیا نظام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ ناجائز ہے، یہ اجارہ فاسد ہے دو وجہ سے، ایک بوجہ جہالت اجر، اور دوسرے

---

[1] وصح استئجار الدار والحانوت وان لم یذکر مایعمل فیه وله ای للمستاجر ان یعمل کل شیء من العمل ،مجمع الانهر ص ۵۲۱/ ج۳/ باب مایجوزمن الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،سکب الانهرعلی مجمع الانهرص ۵۲۱/ج۳/باب مایجوز من الاجارة،مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۹، ۱۰/ج۸/باب مایجوزمن الاجارة.

[2] الحق لایسقط بتقادم الزمان الخ قواعدالفقه ص۷۷/(مطبوعه اشرفی دیوبند)

اس لئے کہ اس میں اُجرت عملِ اجیر سے حاصل ہوتی ہے، وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضى الى المنازعة (درمختار علیٰ[1] هامش(رد المحتار ج۵/ ص۴/)ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه لهٗ بنصفه اى بنصف الغزل او استاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فى الكل لانه استاجره بجزء من عمله(الدر المختارعلى هامش (ردالمحتارج ۵/ص ۴۸/[2] جائز صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ مقرر کردی جائے، اور یہ کہا جاوے کہ اگر ہزار روپے لاؤ گے تو پچاس روپے علاوہ تنخواہ کے مزید انعام دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

سِلّا چنوانے کی اجرت

سوال:- ہمارے یہاں رائج ہے کہ جب کھیت سے فصل کٹتی ہے، تو اس میں سے خوشہ ٹوٹ کر زمین پر گر جاتے ہیں کاٹنے والے مزدور اس کو چنتے ہیں اور زمیندار کو نصف یا تہائی حصہ دیتے ہیں، آیا ساقط شدہ خوشہ زمیندار کی ملکیت ہے یا چننے والے کی اور اس طرح لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً

یہ زمین دار کی ملک ہے، اس طرح مزدوری کا معاملہ ناجائز ہے، "ولو دفع غزلا لاخر

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۷/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۵/کتاب الاجارۃ،تبیین الحقائق ص۱۰۵/ج۵/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ امدادیہ ملتان،عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۱/ ج۴/کتاب الاجارۃ،الباب الاول فی تفسیر الاجارۃ.

[2] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۷۸، ۷۹/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۵۶، ۵۷/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ،مجمع الانہر ص ۵۳۹/ج۳/باب الاجارۃ الفاسدۃ،مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت،البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۳/ج۸/باب الاجارۃ الفاسدۃ.

لینسج له نصفه واستاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه اوثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فی الكل لانه استاجره لجزء من عمله اھ درمختار ج۵/ص ۳۹/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آب پاشی کی اجرت پیداوار سے

سوال:- ایک شخص کی مشین ہے، وہ مشین کا مالک دوسروں کی زمین میں کھیتوں میں پانی دیتا ہے، اوراس کا معاوضہ چوتھائی حصہ لیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشین کے ذریعہ کھیت میں پانی دینے کا معاملہ اس طرح کرنا کہ اس کے عوض پیداوار کا اتنا حصہ لیا جائے گا درست نہیں یہ اجارہ فاسدہ ہیں، اس میں اجرت مجہول ہے، یہ معلوم نہیں کہ کتنا غلہ پیدا ہوگا، "تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ماافسد البيع يفسد ها كجهالة مأجور او اجرة درمختار[2] على رد المحتار ج۵/ص ۲۹/مطبوعه نعمانيه ديوبند۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

---

[1] درمختار على الشامی کراچی ج۶/ص ۵۶/مطبوعه زکریا ج۹/ص ۷۸/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۳۹/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دارالكتب العلميه بيروت، البحر كوئٹه ص ۲۳/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] درمختار على الشامی زکریا ج۹/ص ۶۴/كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص ۱۶/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، التبيين الحقائق مع الشلبی ص ۱۲۱/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مكتبة امداديه ملتان.

کھیتی کاٹنے کی اجرت (لائی)

سوال:- کاشتکاروں کے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ کھیتی کٹانے کے وقت مزدوروں سے یہ کہہ کر کھیتی کٹاتے ہیں، اس کو گاہنے کے بعد اسی سے تمہاری مزدوری دی جائے گی، یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، اگر یہ شرط نہ کی جائے کہ اسی غلہ سے تمہاری مزدوری دی جائے گی، بلکہ کچھ مقدار غلہ کی طے کر لیجائے تو جائز ہے، اگرچہ بعد میں اسی غلہ سے مزدوری دی جائے، "صورة قفيز الطحان ان يستاجر الرجل من اٰخر ثوراً ليطحن بها الحنطة علىٰ ان يكون لصاحبها قفيز من دقيقها او ليستاجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها او ثلثه او ما اشبه ذٰلک فذٰلک فاسد والحيلة فی ذٰلک لمن اراد الجواز ان يشترط صاحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة" عالمگیری ج۳/ص۱۱۳/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ ۱۱/ربیع الاول ۱۰/۳۳/۵۵ھ

---

[1] عالمگیری ج۴/ص۴۴۴/کتاب الاجارة، الفصل الثالث فی قفيز الطحان وماهو فی معناه الخ شامی کراچی ص۵۶، ۵۷/ج۶/باب الاجارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص۱۳۰/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان، خانیه علی الهندیه ص۳۳۲/ج۲/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کوئٹه.

کھیت کٹائی کی اجرت (لائی)

سوال:- اس وقت فصل گندم کٹ رہی ہے، اوراس میں جو کاٹنے والے جاتے ہیں اوران کو شام کو محنت جو ''لائی'' بولی جاتی ہے، مالک دیتا ہے، جس کا کوئی کسی قسم کا تول نہیں ہوتا، وہ جائز ہے یا ناجائز اورلائی کاٹنی جائز ہے یا ناجائز اوراس کا کھانا کس طرح درست ہوسکتا ہے، اورکس طرح پر کاٹنا درست ہے؟ اوراگر کوئی صورت ہو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھیتی کاٹنے کی مزدوری جائز ہے، اگر اجرت متعین ہے، اوراگر کسی نے اجرت متعین نہیں کی اورمحنت دیتے جھگڑا ہوا، مزدور نے کہا کہ یہ کم ہے، مالک نے کہا کہ کم نہیں بلکہ زائد ہے تو یہ اجارہ فاسدہ ہے، ''وتفسد الاجارة بجهالة المسمى وبعدم التسمية، درمختار ج۲/ص۱۷۷/[1]

اسی طرح اگر اجرت کے متعلق شرط کرلی ہے، کہ جو گندم کاٹے گا اسی میں سے اجرت دیجائے گی، یہ بھی اجارہ فاسدہ ہے ''لانه عليه الصلوٰة والسلام نهى عن قفيز الطحان[2]، جواز کی صورت یہ ہے کہ اجرت اورعمل دونوں کو متعین کرلیا جائے، اورمزدوری کے متعلق شرط نہ کی جائے، کہ اسی اناج سے ہوگی جس کو کاٹے گا، الحيلة ان يفرز الاجر اولاً أويسمى قفيزاً ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز. درمختار ج۲/ص۱۷۷/[3] اس طرح جو اناج مزدوری میں ملے گا اس کا

---

[1] الدرالمختار على الشامي زكريا ج۹/ص۶۶/مطبوعه كراچي ج۶/ص۶۸/كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص ۶۱/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] عن ابي سعيد الخدري قال نهى عن عسب الفحل زاد عبيدالله عن قفيز الطحان، السنن الكبرىٰ للبيهقي ج۵/ص۳۳۹/كتاب البيوع، باب النهى عن عسب الفحل.

[3] الدرالمختار على الشامي زكريا ج۹/ص ۷۹/مطبوعه كراچي ج۶/ص۵۶/ كتاب الاجارة، باب الفاسدة، البزازية على الهندية ص ۳۵۰/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه كوئٹه الهندية ص۴۴۴/ج۴/الفصل الثالث في قفيز الطحاوي، مطبوعه كوئٹه.

کھانا جائز ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رمحرم الحرام ۵۱ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۶ رمحرم ۵۱ھ

کھیت کٹائی کی اجرت

سوال:- اگھن ماہ میں جونوکر دھان کٹوانے کے لئے رکھا جاتا ہے، اس کی اجرت بھی اسکے کٹے ہوئے دھان سے ادا کی جاتی ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو حیلہ کے ساتھ جائز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس طرح معاملہ طے کیا جاتا ہے کہ اپنے دھان کاٹنے پر مجھ کو تیرے آج کاٹے ہوئے دھان میں سے اس قدر دیں گے، تو اجارۂ فاسدہ ہے، اگر اجرت میں مطلقاً دھان دینے کو کہا جاتا ہے اور یہ قید نہیں ہوتی کہ جو تو کاٹے گا انہیں میں سے دیں گے، یا مثلاً جو دھان کل یا پرسوں یا پہلے کے اس کے کاٹے ہوئے ہیں، اس کاٹے ہوئے میں سے قرار پاتا ہے تو یہ جائز ہے۔

"وفسد استیجار حائک ینسج لهٗ غزلا بنصفه ای بنصف الغزل اوثلثه او استیجار حمار لیحمل علیه طعاماً بقفیز منه اوثور لیطحن له برامن دقیقه امافساد الاولیٰ والثانیة فلانه جعل الاجر البعض مایخرج من عمله فصارفی معنی قفیز الطحان وقد نهی عنه رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم والمعنی فیه ان المستاجر عاجز من تسلیم الاجر لانه بعض مایخرج من عمل الاجیر والقدر ة علی التسلیم شرط لصحة العقد وهو لایقدر بنفسه وانما یقدر بغیره فلابعد قادراً ففسد حتی لواطلق ولم یضفه

او افرزہ لہ او لاجاز بالاجماع وھو الحیلۃ اھ مجمع الانھر در منتقیٰ ج ۲/ص ۳۸۷/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ/۵۸ھ

الجوب صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ/۵۸ھ

کھیت کا ساتواں یا دسواں حصہ اجرت میں دینا

سوال:- اگر کاشتکار کھیت کاٹنے کے لئے مزدوروں کو مقرر کر لیتا ہے، اس بات پر کہ تم لوگ میرے دھان کاٹ کر میرے گھر میں لاکر گاہنے کے بعد جتنا دھان ہوگا ساتواں حصہ یا دسواں حصہ تم لوگوں کا ہوگا، اور باقی مالک کا ہے، اور اسی طرح کاشتکار اپنے کھیت سے مع مونگ کی دال اور مسور کی دال پر ساتواں یا دسواں حصہ مقرر کرتے ہیں، اور اسی حصہ مقررہ پر توڑتے ہیں، تو ان صورتوں میں کھیتیوں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن صورتوں میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں ناجائز ہے "لانہ فی معنی قفیز الطحان وقد ورد النھی عنہ"[2]، جواز کی صورت یہ ہے کہ اجرت میں قیمت مقرر کی جاوے، یا فی من کے حساب سے مقرر کی جاوے،

---

[1] مجمع الانھر مع در منتقیٰ ج ۳/ص ۵۳۹/مطبوعہ دار الکتب بیروت لبنان، کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ، باب الفاسدۃ، الدر المختار مع الشامی ص ۵۶، ۵۷/ج ۶/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ کراچی، الھندیۃ ص ۴۴۴/ج ۴/الفصل الثالث فی قفیز الطحان.

[2] عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ نھی عن عسب الفحل وزاد عبید اللہ عن قفیز الطحان السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۳۳۹/کتاب البیوع، باب النھی عن عسب الفحل.

مثلاً ایک من پر ایک یا دو سیر دینگے، اور یہ شرط نہ ہو کہ جو تم کاٹو گے، اس میں سے دینگے، خواہ ایک روز قبل کی کاٹی ہوئی رکھی ہوئی میں سے دیں یا بازار سے لے کر غرض شرط مذکورہ نہ ہو[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سرسوں کا تبادلہ تیل سے

سوال:- ہمارے اطراف میں سرسوں کا تیل اس طرح لیتے ہیں کہ تیلی کو سرسوں دیکر اور تیل نکلوا کر سرسوں کا چوتھائی تیل اس سے لے لیا جاتا ہے، اگرچہ تیل زائد نکلے اور تیل کی مزدوری سرسوں کی کھلی ہوتی ہے، یا تیلی اپنے پاس سے تیل لاتا ہے، اور اس کو اتنی ہی سرسوں دے دی جاتی ہے، اب دریافت ہے کہ ان صورتوں میں کوئی صورت جائز بھی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں مفصل و مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت میں اجارۂ فاسدہ ہے، اولاً اس لئے کہ جوشی فی الحال موجود نہیں، بلکہ اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی، اس کو اجیر کے لئے اجرت مقرر کرنا جائز نہیں، "**ولو دفع غزلا لاخر لینسجه له بنصفه ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامه ببعضه اوثوراً لیطحن بره ببعض دقیقه فسدت فی الکل لانه استاجر بجزء من عمله والاصل فی**

---

[1] الحیلة ان یفرز الاجر اولاً اویسمی قفیزاً بلاتعیین ثم یعطیه قفیزاً منه فیجوز الدر المختار علی الشامی کراچی ج۶/ص ۵۶/مطبوعه زکریا ج۹/ص ۷۹/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة بزازیه علی الهندیة ص ۳۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة،النوع الثالث فی الدواب،البحر کوئٹه ص ۲۴/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

ذٰلک نهیه علیه الصلوٰة والسلام عن قفیز الطحان"(درمختار ج۲/ص۱۷۹/[1]

یہاں پر کھلی اجرت کو مقرر کیا گیا، جو کہ تیلی کے عمل سے حاصل ہوگی، ثانیاً اس لئے کہ اجرت یعنی کھلی کی مقدار مجہول ہے۔"وتفسد الاجارة بجهالة المسمی وبعدم التسمیة" تنویر مع الدر ج۲/ص۱۷۷/[2]

دوسری صورت میں اگر اس تیل کی مقدار جو تیلی دیتا ہے، اس تیل سے زائد ہے، جو سرسوں میں ہے، تب تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ جتنا تیل زائد ہے، وہ کھلی کے مقابلہ میں ہے، اور باقی تیل تیل کے مقابلہ میں ہوجاویگا، ورنہ جائز نہیں۔"ویجوز البیع فی صورة بالاجماع ان یعلم ان الزیت المنفصل اکثر لیکون الفضل بالتفل وکذا بیع الجوز بدهنه واللبن بسمنه والتمر بنواه وکل شئی لتفله قیمة اذا بیع بالخالص منه لایجوز حتی یکون الخالص اکثر.(بحرالرائق ج۶/ص۱۳۵/[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/صفر ۵۲ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/صفر ۵۲ھ

---

[1] درمختار علی الشامی ج۶/ص۵۶/ مطبع کراچی، مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۸/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،مجمع الانهر ص۵۳۹/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،دارالکتب العلمیه بیروت،البحر کوئٹه ص۲۳/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] تنویر مع الدر علی الشامی زکریا ج۹/ص۶۶/مطبوعه کراچی ج۶/ص۴۸/(کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،البحر کوئٹه ص۱۶/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[3] البحرالرائق ج۶/ص۱۳۵/مطبوعه ماجدیه کوئٹه (باب الربا)مجمع الانهر ص۱۲۷/ ج۳/ کتاب البیوع،باب الربا،دارالکتب العلمیه بیروت،تبیین الحقائق ص۹۱/ج۴/باب الربا،مکتبه امدادیه ملتان.

آٹے کا اُدھار

سوال:- عموماً چکی پر جب بھی کرنٹ نہیں ہوتا، بالکل بند ہوتی ہے، لوگ ادھار سیر دو سیر آٹا لے جاتے ہیں، اور اپنا غلہ رکھ جاتے ہیں، جب ان کا غلہ پِس جاتا ہے، تو وہ دوسرا آٹا منہا کرلیا جاتا ہے، اور کردہ و پسائی لے لی جاتی ہے، آیا یہ صورت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قرض میں آٹا منہا کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

آٹا پسائی کی اجرت

سوال:- ہمارے یہاں آٹا پسائی کا یہ دستور ہے کہ ایک من اناج پر ایک کلو چنگی کاٹتے ہیں، اور ۸۰/ پیسہ اجرت کے ہیں، کیا یہ چنگی گاہک کی رضامندی سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آٹا پیسنے کی اجرت میں یہ آٹا لینا درست نہیں، اگر اتنی مقدار غلہ گاہک کی رضامندی سے کاٹ لیا جائے، تو درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی نوادر هشام عن ابی یوسفؒ انه قال لاضرورة ولا خیرفی قرض الحنطة والدقیق بالوزن الی قوله فی روایة یجوز استقراضه وزنا استحساناً اذا تعارف الناس ذٰلک وعلیه الفتویٰ عالمگیری ج۳/ص ۲۰۱/مطبوعه کوئٹه کتاب البیوع الباب التاسع عشرفی القرض، شامی کراچی ص ۱۶۲/ج۴/باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، المحیط البرهانی ص ۳۴۹/ج۱۰/الفصل الثالث والعشرون فی القروض. (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جلن کاٹنا

سوال:- آٹا چکی والے ایک من پر ایک سیر جلن کاٹتے ہیں، حالانکہ جلن شاید ایک من میں ایک چھٹانک ہوتو کیا یہ آٹا چکی والے کیلئے جائز ہے اور اس سے کوئی گناہ تو نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہہ کر اتنا آٹا کاٹنا ناجائز ہے، اس میں گناہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مچھلی نکلوائی کی اجرت میں مچھلی ہی تجویز کرنا

سوال:- ملاح جو مچھلی نکالتا ہے وہ اپنی اجرت نکلوائی نصف مچھلی ہی سے لیتا ہے، یہ اجرت جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو پھر اجرت کس طرح ادا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملاح جو مچھلی نکالتا ہے، اس کی اجرت میں وہ مچھلی ہی تجویز کرنا نصف یا کم وبیش

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] یستاجر انسانا لیطحن له الحنطة بنصف من الدقیق فذالک فاسد، والحیلة فی ذٰلک لمن اراد الجواز ان یشترط صاحب الحنطة قفیزا من الرقیق الجید ولم یقل من هذه الحنطة اویشترط ربع هذه الحنطة من الدقیق الجید لان الدقیق اذالم یکن مضافاً الی حنطة بعینها یجب فی الذمة الخ، عالمگیری ج۴/ص ۴۴۴/کتاب الاجارة ،الفصل الثالث فی قفیز الطحان الخ،شامی کراچی ص ۵۶،۵۷/ج۶/باب الاجارة الفاسدة،تبیین الحقائق ص ۱۳۰/ج۵/باب الاجارة الفاسدة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] من غش فلیس منا الحدیث،ترمذی شریف ج ۱/ص ۲۴۵/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،ابواب البیوع،باب ماجاه فی کراهیة الغش.

ترجمہ: جو شخص دھوکہ دھڑی کرے وہ ہم سے نہیں۔

درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

مچھلی کے شکار کی اجرت

سوال:- اگر صاحب تالاب مچھلی شکار کرنے کے لئے اہل محلّہ وغیرہ کے لوگوں کو بلائے یا خود بخود لوگ آجائیں، اوراس بات پر مچھلی پکڑتے ہیں یا پکڑواتے ہیں، کہ نصف تالاب والے کا اور نصف پکڑنے والے کا، ان صورتوں میں شکار کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس صورت میں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلی تالاب والے کی ملک نہیں، بلکہ جو پکڑے اسی کی ملک ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں تالاب والے کا کوئی حق نہیں، اس کا اپنے لئے نصف مچھلی مقرر کرنا خلاف شرع وناجائز ہے، ''لاتصح الشرکة فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر مباحات وماحصله اھ تنویر ج۳/ص ۵۳۹[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو دفع غزلاً لاخر لینسجه له بنصفه او استاجر بغلا لیحمل طعامه ببعضه اوثوراً لیطحن بره ببعض دقیقه فسدت فی الکل لانه استاجر بجزٔ من عمله والا صل فی ذالک نهیه صلی اللّٰه علیه وسلم عن قفیز الطحان الخ درمختارعلی الشامی ص ۷۹/ج۹/(مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة،مجمع الانهر ص ۵۳۹/ج۳/کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة دارالکتب العلمیه بیروت،بحر کوئٹه ص ۲۳/ج۸/باب الاجارة الفاسدة.

[2] الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج۶/ص ۵۰۱/مطبوعه کراچی ج۴/ص ۳۲۵/کتاب الشرکة،فصل فی الشرکة الفاسدة، مجمع الانهر ص ۵۶۳/ج۲/کتاب الشرکة،فصل فی الشرکة الفاسدة،دارالکتب العلمیه بیروت،تبیین الحقائق ص ۳۲۲/ ج۳/فصل فی الشرکة الفاسدة،مکتبه امدادیه ملتان.

پال پر جانور دینا

سوال:- ہمارے اطراف میں ایسا ہوتا ہے کہ امیر لوگ جانور خرید کر غریبوں کو پالنے کے لئے دیتے ہیں، بکری اور مرغی کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ پیدا ہونے والے بچے میں نصفا نصف کے شریک رہیں گے، مثلاً بکری کے دو بچے پیدا ہوئے، تو ایک مالک کا اور ایک پالنے والے کا، اور گائے بھینس کی قیمت لگا کر دیتے ہیں، لیکن دودھ اور بچے میں دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اس کے بارے میں تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب ناجائز ہے، ''دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بینهما انصافاً فالاجارة فاسدة وعلیٰ صاحب البقرة للرجل امر قیامه وقیمة علفه ان علفها من علف هوملکه لاما سرحها فی المرعیٰ ویرد کل اللبن ان کان قائماً وان اتلف فا لمثل الیٰ صاحبها والحیلة فی جوازه ان یبیع نصف البقرة منه بثمن ویبرئه عنه ثم یأمره باتخاذِ اللبن فیکون بینهما وکذا لودفع الدجاج علیٰ ان البیض بینهما لایجوزوالحادث کله لصاحب الدجاج اھ فتاویٰ عالمگیریہ[1]''

ایسی صورت میں وہ جانور اور اس سے پیدا ہونے والی چیز انڈے، بچے، دودھ سب اصل مالک کی ہے، اور پالنے والا اجر مثل کا مستحق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۹ھ

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۴۵، ۴۴۶/مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة، الفصل الثانی فی قفیز الطحان وما هوبمعناه الخ، خانیه علی الهندیة ص ۳۳۰/ج۲/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کوئٹه، بزازیه علی الهندیة ص۳۷/ج۵/کتاب الاجارة، مطبوعه کوئٹه.

بکری پال پر دینا

سوال:- بکری کے پیٹ کے بچہ کی چروائی کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں، صورت یہ کہ آدمی کے پاس ایک بکری ہے، اس کو دوسرے آدمی کو اس شرط پر چرانے کو دیتا ہے کہ تم اس بکری کو ایک سال گھاس کھلاؤ، تو اس بکری سے اگر دو بچہ پیدا ہو جائیں، تو ایک تیرا اور دوسرا میرا ہوگا، اور اگر ایک ہوگا، اس کو بیچ کر دونوں تقسیم کرلیں گے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

یہ اجارہ ناجائز ہے، اس کو فسخ کر کے صحیح طور پر معاملہ کیا جاوے، اس ناجائز اجارہ کی صورت میں بچہ اصل مالک کا ہوگا، اور اجیر کے لئے اجر مثل واجب ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱/۶۴ھ

بکری پال پر دینا

سوال:- زید نے ایک بکری خریدی اور بغیر قیمت لگائے ہوئے بکر کو پالنے کیلئے دیدیا، اور کہا کہ اس بکری کے جو بچہ پیدا ہوگا، وہ نصف نصف کرلیں گے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کے حصہ میں جو بچہ آیا اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وعلیٰ هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فماحدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله الخ، شامی زکریا ج۶/ص۵۰۴/کتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة، خانية على الهندية ص ۳۳۰/ج۲/كتاب الاجارة، مطبوعه كوئٹه، بزازيه على الهندية ص۳۷/ج۵/النوع الثالث فی الدواب، مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ جائز نہیں، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[1] اور شامی[2] میں تصریح ہے، وہ بچہ زید ہی کی ملک ہے، زید کو اس کا لینا اور قربانی کے قابل جب ہو جائے، تو قربانی کرنا سب درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

گائے کو کرایہ پر دینا

سوال:- دودھ دینے والی گائے، بھینس کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اسکے دودھ کی رقم یکجا دی جاتی ہے، گھاس وغیرہ کرایہ دار کے ذمہ ہوتا ہے، بلکہ جب تک دودھ پلاتی رہے، وہ گائے، بھینس کرایہ دار کے پاس رہتی ہے، پھر مالک کو واپس کر دی جاتی ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، " **لاتجوزا جارة الشجر علیٰ ان الثمر للمستاجر وکذالک لو استاجر بقرةً اوشاةً، لیکون اللبن او الولدله کذا فی محیط السرخسی اھ عالمگیری**

---

[1] دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان یعلفها ومایکون من اللبن والسمن بینهاانصافاً فالاجارة فاسد الخ عالمگیری ج۴/ص۴۴۵/ مطبع کوئٹه ،کتاب الاجارة، فصل الثانی فی قفیزالطحان وماهوفی معناه الخ وعالمگیری ج۲/ص۳۳۵/کتاب الشرکة فی الباب الخامس.

[2] وعلیٰ هذا دفع البقرة بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین فماحدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله الخ شامی زکریاج۶/ ص۵۰۴/کتاب الشرکة،فصل فی الشرکة الفاسدة،تاتارخانیه ص۶۷۰/ج۵/کتاب الشرکة،الشرکة بالاعمال،ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص۳۹۹/ ج۸/کتاب الشرکة،الفصل السادس الشرکة بالاعمال،ادارة القرآن المجلس العلمی.

ج ۴/ ص ۴۴۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۶۶ھ

گائے پال پر دینا

سوال:- یہاں رواج ہے کہ گائے وغیرہ پالنے کے لئے خرید کر دیتے ہیں، دوسرا آدمی پالتا پوستا ہے، جب بچہ دینے کے قریب ہوتی ہے، اس وقت اس کو فروخت کر دیتے ہیں اور نصف نصف تقسیم کر لیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں، گائے کی قیمت متعین کر کے مثلاً دس روپیہ اس کا نصف حصہ پانچ روپیہ میں فروخت کر دیا جائے، اور پھر وہ پانچ روپیہ معاف کر دیا جائے، پالنے والے سے نہ لیا جائے، اور وہ پرورش کرتا رہے، اس صورت میں وہ نصف کا شریک رہے گا، دودھ اور بچے اور خود یہ گائے سب نصفا نصف رہے گی، اس طرح درست ہے، فتاویٰ عالمگیری[2] اور شامی[3] میں جواز کی یہی صورت لکھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۹ھ

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۴۲/مطبوعہ کوئٹہ پاکستان (کتاب الاجارۃ، الفصل الاول فیما یفسد العقد فیہ تحت الباب الخامس)المحیط للسرخسی ص ۳۲،۳۳/ج ۱۶/باب الاجارۃ، دار الفکر خانیۃ علی الھندیۃ ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ کوئٹہ.

[2] والحیلۃ فی ذالک ان یبیع نصف البقرۃ من ذٰلک الرجل ونصف الدجاجۃ الیٰ قولہ حتی تصیر البقرۃ واجناسھا مشترکۃ بینھما فیکون الحادث منھا علیٰ الشرکۃ الخ عالمگیری ج ۲/ ص ۳۳۵/کتا ب الشرکۃ فی الباب الخامس فی شرکۃ الفاسدۃ ،وعالمگیری ج۴/ص ۴۴۵/ مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ فی الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ.

[3] شامی زکریا ج۶/ص ۴۰۵/کتاب الشرکۃ،فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ،خانیہ علی الھندیۃ ص ۳۳۰/ج ۲/کتاب الاجارۃ،مطبوعہ کوئٹہ،المحیط البرھانی ص ۳۹۹/ج۸/کتاب الشرکۃ الفصل السادس الشرکۃ باالاعمال.

ادھیا پر دینا

سوال:- بکریوں کو ادھیا پر دیتے ہیں یعنی بکری دے دی، جب بچہ پیدا ہوا تو اگر دو ہوئے، تو ایک لے لیا، اور ایک ہوا تو آدھا لے لیا، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں، اگر نا جائز ہو تو جو طریقہ ادھیا پر دینے کا جائز ہو وہ بتلا دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ درست نہیں ہے، البتہ نصف بکری فروخت کر دیں اور قیمت معاف کر دیں، تو وہ نصف کا شریک ہو جائے گا، نصف بکری اس کی ہوگی اور دودھ بکری بچے سب نصفا نصفی ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ادھیا پر جانور دینا

سوال:- اُدھار جانور دینا جائز ہے یا نہیں، یعنی جانور میرا اور خدمت آپ کی، پھر وہ جانور مدت مقررہ پر سال دو سال میں پہنچے گا، تو پھر ثالث شخص اس جانور کی قیمت ڈال دیتا ہے، فریقین میں جس کا دل چاہتا ہے، جانور رکھ لیتا ہے، اور جس کا دل چاہتا ہے، قیمت لے لیتا ہے، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی کونسی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت اجارۂ فاسدہ ہے جو کہ نا جائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ جانور کی قیمت

---

[1] دفع بقرة الیٰ رجل علیٰ ان یعلفها ومایکون من اللبن والسمن بینهاانصافاً فالاجارةفاسدة الیٰ قوله والحیلة فی جوازه ان یبیع نصف البقرة منه بثمن ویبرئه عنه ثم یامره باتخاذ اللبن فیکون بینهما الخ عالمگیری ج۴/ص۴۴۵، ۴۴۶/مطبوعه کوئٹه کتاب الاجارة، الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ،خانیه علی الهندیة ص ۳۳۰/ج۲/کتاب الاجارة،المحیط البرهانی ص ۳۹۹/ ج۸/کتاب الشرکة،الفصل السادس الشرکة بالاعمال.

لگا کر نصف حصہ فروخت کردے، اب دوسرا شخص اس نصف کو خریدے، پھر جانور والا اس نصف قیمت کو معاف کردے، اب اس جانور میں دونوں برابر کے شریک ہیں، اس کی کل منفعت دودھ، بچے وغیرہ بھی مشترک ہیں، اگر فروخت کردیں، تو قیمت بھی نصفا نصف ہوگی، فتاویٰ عالمگیری[1] میں یہ صورت بطور حیلۂ جواز لکھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

گابھن کرانے کی اجرت

سوال:- گابھن کرانے کی اجرت کا کیا حکم ہے، بخاری شریف پارہ آٹھ کتاب الاجارات میں منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گابھن کرانے کی اجرت لینا ناجائز ہے، " **لایجوز اخذ اجرة عسب التیس لقوله علیه الصلوٰة والسلام ان من السحت عسب التیس ومهر البغی وکسب الحجام ولانه عمل لایقدرعلیه وهوالاحبال فلایجوزاخذ الاجرة علیه ولانه اخذ المال بمقابلة الماء وهونجس مهین لاقیمة له فلا یجوزاخذ الاجرة علیه، زیلعی ج۵/**

---

[1] والحیلة فی ذالک ان یبیع نصف البقرة من ذالک الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذر الفیلق بثمن معلوم حتی تصیر البقرة واجناسها مشترکة بینهما فیکون الحادث منها علی الشرکة کذافی الظهیریة، عالمگیری ص۲/۳۳۵، الباب الخامس فی الشرکة الفاسدة من کتاب الشرکة، وعالمگیری کوئٹہ ص۴/۴۴۵، کتاب الاجارة فی الفصل الثانی فی قفیز الطحان الخ، خانیة علی الهندیة ص۲/۳۳۰، کتاب الاجارة، المحیط البرهانی ص۸/۳۹۹، کتاب الشرکة، الفصل السادس، الشرکة بالاعمال،

ص ۱۲۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/محرم ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/محرم ۵۶ھ

بکری گائے وغیرہ کے گابھن کرانے کی اجرت

سوال:- بھینسا، یا بکرے سے بھینس یا بکری گابھن کرانا اجرت دے کر حرام ہے، لیکن اگر کوئی چنے دانہ گھاس وغیرہ سے بھینسا یا بکرے وغیرہ کے کھانے کو دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت پریشانی یہ ہے کہ عام طریقہ سے گاؤں میں گاؤں والے یعنی پورے گاؤں کی طرف سے جیسا کہ پہلے طریقہ تھا کہ بھینسا چھوڑ رکھا ہے، اور وہ پورے گاؤں میں گھاس وغیرہ کھاتا پھر رہا ہے، اور تمام ہی گاؤں والے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، وہ تو ختم ہوئی، اب بکرے رکھنے والوں کو یہ پریشانی کہ بکری کو گابھن کہاں کرائیں، بغیر دس پانچ روپئے دیئے کام نہیں چلتا، تو اس صورت میں چنے وغیرہ لے سکتے ہیں، یا کوئی اور صورت اس کے جواز کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکرے سے کام لینا ہے، تو اس کی اچھی طرح دعوت کر دیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

---

[1] تبیین الحقائق للزیلعی شرح کنز الدقائق ج۵/ص ۱۲۴/(مطبوعہ امدایہ ملتان) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، عالمگیری ج۴/ص ۴۵۴/مطبوعہ کوئٹہ (کتاب الاجارۃ) فصل فی المتفرقات) شامی کراچی ص ۵۵/ج۶/باب الاجارۃ الفاسدۃ، خلاصۃ الفتاوی ص ۱۱۳/ج۳/باب الاجارۃ الفاسدۃ، امجد اکیڈمی لاہور.

[2] واما الکرامۃ فھو مجرد تفضل من قبیل جزاء الاحسان بالاحسان فھو جائز الخ اعلاء السنن ج۱۶/ص ۱۶۴/(مطبوعہ امدایہ مکہ مکرمہ) کتاب الاجارۃ باب الرخصۃ فی الکرامۃ علی عسب الفحل.

جانور کی جفتی کی اجرت

سوال:- آج کل نرمادہ جفتی کے لئے بلا اُجرت نہیں چھوڑتے، کیا یہ امیر وغریب ہر ایک کے ناجائز ہے، یا کسی کی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں سب کا حکم برابر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۵ھ

خادمہ کی اجرت کھانا کپڑا مقرر کرنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک مامی کھانا پکاتی ہے، اس سے طے ہے کہ دونوں وقت کا کھانا اور ناشتہ اور عید وبقرعید میں ایک ایک جوڑا کپڑا دیں گے، یہ نہیں طے کیا کہ کھانا اور ناشتہ میں کیا دیں گے، گھر کے اندر حسب حیثیت حلوہ مٹھائیاں وغیرہ بنتی ہیں، ان میں سے بھی ان کو قدرے کھانے کے لئے دیا جاتا ہے، اگر زیادہ دیں تو صدقہ بغرض ثواب اپنے مردوں کو دے سکتے ہیں، اور مردوں کو ثواب پہنچ جائے گا؟ یا زکوٰۃ بقدر صدقہ جو زائد ماما کو دیں ادا ہو جائے گی، بشرط نیت ادائے زکوٰۃ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانے کپڑے مقررہ کے علاوہ بطور انعام جو کچھ مثلاً عید بقرعید کے موقعہ پر دیا جائے

---

[1] ولایجوز اخذ عسب التیس الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۴/مطبوعہ کوئٹہ کتاب الاجارۃ فی المتفرقات تبیین الحقائق للزیلعی ج۵/ص ۱۲۴/(مطبوعہ امدایہ ملتان) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۷۵/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ.

اس کو صدقہ وزکوٰۃ میں محسوب کیا جاسکتا ہے[1]۔

تنبیہ: صرف کھانے کپڑے پر ملازمت کا معاملہ درست نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۹۶ھ

دھوبی وغیرہ کی خدمت واجرت

سوال:- بعض جگہ قاعدہ ہے کہ دری، دھوبی، حجام بڑھئی وغیرہ کو کچھ زمین بے لگان دیتے ہیں، یا وہ ان پر غلہ کی ایک خاص مقدار معین کردیتے ہیں، اوراس کے عوض میں اس سال بھر میں جتنی مرتبہ کام کی ضرورت پڑتی ہے، کالیتے رہتے ہیں، خواہ وہ آمدنی اس کے کام کی سالانہ اجرت سے کم ہو یا زیادہ اگر وہ خوشی سے اس کو کرتا ہے؟ براہِ کرم جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں چونکہ عمل کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی، جس سے نزاع پیدا ہوتا ہے، لہٰذا یہ اجارہ فاسدہ ہوتا ہے، لیکن اگر کسی جگہ اس کا عرف عام ہے، اجیر ومستاجر معاملہ کو بوقت عقد اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں، اور کوئی جہالت مفضی الی النزاع باقی نہیں رہتی، تو وہاں اس معاملہ

---

[1] دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید اوالی مبشر اومھدی الباکورۃ جاز الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۳/ص۳۰۷/کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف،عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۰/ج۱/کتاب الزکاۃ،الباب السابع فی المصارف،تاتارخانیہ کراچی ص۲۷۸/ج۲/الفصل الثامن فی المسائل المتعلقۃ بمن توضع فیہ الزکاۃ.

[2] کل اجارۃ فیھا رزق اوعلف فھی فاسدۃ الخ عالمگیری ج۴/ص۴۴۲/(مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الاجارۃ الفصل الثانی تحت الباب الخامس،مبسوط سرخسی ص۱۶۲/ج۸/الجزء الخامس عشر، باب اجارۃ الرعی ،مطبوعہ دارالفکر بیروت،البحرالرائق کوئٹہ ص۳۰/ج۸/باب ضمان الاجیر.

کو جائز کہا جائے گا،''ومنها ان يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً مايمنع المنازعة فان كان مجهولاً جهالة مفضية الىٰ المنازعة يمنع صحة العقد والا فلا ،فتاویٰ عالمگیری ج۳/ص ۱۰۸۸/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۴/۵۴ھ

کھجور کے درخت سے شیرہ نکالنے اور تقسیم کرنیکا طریقہ

سوال:- کھجور کے درخت کا ہمارے یہاں اس طریقے پر معاملہ کرتے ہیں، کہ اس سے رس نکالتے ہیں، پھر آپس میں روزانہ کے رس کو تقسیم کرتے ہیں، یا ایسے کہ ایک روز تو نکالنے والا خود لیتا ہے، اور ایک روز مالک کو رس دیتا ہے، اس طریقے پر معاملہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۵ھ

ہنڈی اور منی آرڈر

سوال:- ہنڈی لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو منی آرڈر کرنا کیوں جائز

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ج۴/ص ۴۱۱/کتاب الاجارة،الباب الاول،المحيط البرهانی ص۲۱۷/ ج ۱۱/کتاب الاجارة،الفصل الاول،ادارة القرآن المجلس العلمی،بدائع الصنائع ص ۱۷۹/ ج۴/فصل فيمايرجع الى المعقود عليه،مطبوعه کراچی.

[2] المسلمون على شروطهم الحديث ترمذی شريف ج ۱/ص ۱۶۱/(مطبوعه رشيديه دهلی) ابواب الاحكام باب ماذكر عن رسول الله صلى الله عليه فی الصلح بين الناس.

ترجمہ: مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی لازم ہے۔

ہے؟ منی آرڈر میں بھی بعینہ جمع کردہ روپئے مرسل الیہ کو نہیں ملتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہنڈی کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، ردالمحتار ج۴/ص ۲۹۵[1] منی آرڈر کو بھی فتاویٰ رشیدیہ[2] فتاویٰ اشرفیہ[3] وغیرہ میں منع لکھا ہے، البتہ امداد الفتاویٰ[4] میں جواز کی تاویل بھی لکھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جرّاح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا

سوال:- آج کل جرّاح زخم کے اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں، تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز نہیں ہے تو اس کی کوئی جواز کی شکل بھی نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر معاملہ کئے زخم اچھا ہونے پر حق الخدمت اتنا ہی دیدیں جتنے کا ٹھیکہ ہوتا ہے۔[5]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۶ھ

---

[1] وكرهت السفتجة وصورتها ان يدفع الىٰ تاجر مالاً قرضاً ليدفعه الىٰ صديقه وانما يدفعه قرضاً لاامانة ليستفيدبه سقوط خطر الطريق ـشامی نعمانيه ج۴/ص ۲۹۵/مطبوعه زكريا ج۸/ص۱۷/(كتاب الحوالة، مطلب فی السفتجة)البحرالرائق كوئٹه ص۲۵۳/ج۶/قبيل كتاب القضاء،مجمع الانهرص ۲۰۹/ج۳/قبيل كتاب القضاء،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فتاویٰ رشيديه مبوب ج۲/ص ۱۰۱/مطبوعه رحيميه (كتاب الحظر والاباحة)فتاوی رشيديه درتاليفات رشيديه ص ۴۱۰/سود کے مسائل کا بیان، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور۔

[3] فتاوی اشرفيه ص ۱۲۱، ۱۲۲/مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچی.

[4] امدادالفتاویٰ ج۳/ص ۱۴۶/مطبع ادارۂ تاليفات ديوبند، كتاب الربوٰ. (حاشیہ نمبر۵/اگلے صفحہ پر)

رکشہ کا کرایہ مقرر نہیں کیا گیا

سوال:- ایک دفعہ سفر میں رکشہ والے سے کرایہ کے سلسلے میں معاملہ نہ ہوا بلکہ یہ مقامی صاحب سے معمول کے مطابق کرایہ کیا ہے، پوچھ کر دیا گیا، رکشہ والے نے لینے سے انکار کیا، بلکہ دوگنا دینے کو کہا، مگر احقر نے مقامی صاحب کی بات کو صحیح سمجھ کر صرف ایک گنا کرایہ ہی دیا، مگر درمیان میں ایک صاحب نے کہا کہ جو صاحب رکشہ کا کرایہ بتلاتے ہیں، ان کے پاس جاؤ، اگر وہ بھی مناسب سمجھیں تو اس کو مزید کرایہ دو، تو وہ صاحب بات کو سمجھے نہیں، بلکہ وہ ایک گنا اور دیدیئے رکشہ والا ان سے لے کر خاموش بیٹھ گیا، احقر کو معلوم ہوا تو رکشہ والے سے باز پرس کی، زائد پیسے اس سے لے لئے، تو کیا مزید کرایہ جو واپس لے لیا گیا، پھر دیدینا چاہئے یا جو مناسب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اصولی غلطی آپ نے کی کہ رکشہ والے سے پہلے پیسہ طے نہیں کئے، بلکہ کرایہ مجہول رکھا، جس سے نزاع پیدا ہوا، شریعت کا حکم ہے کہ کرایہ صاف کرلیا جائے، مجہول نہ رکھا جائے[1]،

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۵ ان الطبیب الماهر لو شرطت له اجرة اعطیٰ ثمن الادویة فعالجه بها فلم یبرأ استحق المسمّی ان صحت الاجارة الیٰ قوله لان المستاجر علیه المعالجة لاالشفاء بل ان شرط بطلت الاجارة لانه بیداللّٰه تعالیٰ لاغیره اعانة الطالبین ج۳/ص ۱۲۳/مطبوعه بیروت، کتاب الاجارة،تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱۵۱/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه رشیدیه کوئٹه، الفتاوی الخیریة علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱۸۲/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وشرطها ای الاجارة کون الأجرة والمنفعة معلومتین لان جها لتهما تفضی الیٰ المنازعة الخ، درالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۷/اول کتاب الاجارة،تبیین الحقائق ص۱۰۵/ج۵/ کتاب الاجارة،مطبوعه امدادیه ملتان،مجمع الانهر ص ۵۱۲/ج۳/کتاب الاجارة،مطبوعه دار الکتب العلمیةبیروت.

اگر وہاں کا کرایہ مشہور ومعروف یا میونسپلٹی کی طرف سے مقرر شدہ ہے، جو اس نے وصول کرلیا ہے تو اب واپس لینے کا حق نہیں رہا تھا، جس قدر اس سے واپس لیا ہے، وہ اس کو دوبارہ دیدیا جائے[1] اگر کرایہ وہ ہے جو آپ نے تجویز کیا ہے، تو جتنی مقدار پہلے دے چکے تھے، بس وہی اس کا حق ہے، جتنی مقدار مقرر اس نے وصول کی اور آپ نے اس سے واپس لے لی وہ اس کا حق نہیں، لیکن اپنے نفس کی اصلاح کے لئے وہ مقدار بھی اس کو دوبارہ دیدیں تاکہ آئندہ ہمیشہ معاملہ صاف کرکے رکشہ میں سوار ہوا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتابیں کرایہ پر دینا

سوال:- ایک دوکاندار جس کی آمدنی صرف کتابوں کے کرایہ پر دینے سے حاصل ہوتی ہے، اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے، کیا کتابیں کرایہ پر دینا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[2] میں ہے کہ کتابیں کرایہ پر دینا منع ہے، اور اس اجارہ کو باطل قرار دیا ہے، بحوالہ مبسوط۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتفسد بجهالة المسمى وتفسد بعدم التسمية فان فسدت بالاخيرين بجهالة المسمى وعدم التسمية وجب اجر المثل وفى الشامى ان تكارى دابة الى بغداد ان بلغه اياها فله رضاه فبلغه فقال رضاى عشرون درهما فله اجر مثلها، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ٦٦/ ج ٩/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فى اجارة البناء، شرح المجلة ص ٢٥٩/ ج ١/ الفصل الرابع فى فسادالاجارة وبطلانها، مطبوعه اتحادبكڈپو ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص ٣١٢/ ج ٧/ باب الاجارة الفاسدة.

[2] ولو استاجر كتبا ليقرأ فيها شعراً كان اوفقها اوغير ذٰلك لايجوز ولااجرلهٗ الخ عالمگيرى ج ٤/ ص ٤٤٩/ مطبوعه كوئٹه پاكستان كتاب الاجارة، مطلب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مختار عام کا معاوضہ اگر طے نہ کیا ہو کیا ملے گا

سوال:- ایک خاتون مسماۃ عامرہ نے ایک شخص زید کو اپنی جائیداد کے حصول تحفظ مقدمات اور معاملات کو طے کرانے کے لئے بغیر کسی معاوضہ خدمت طے کئے ہوئے اپنا مختار عام بنایا، اور زید نے اس امید پر کہ موصوفہ معاوضہ تو ضرور دے گی، حالانکہ موصوفہ مسماۃ عامرہ مجھ زید کو ادا کریں گی ہی، مختار عام بننا منظور کرلیا، جب کہ زید دوسری جگہوں پر پانچ سو روپیہ ماہوار پر اسی قسم کی خدمت انجام دے رہا تھا، زید نے موصوفہ عامرہ کی جائیداد پر لوگوں کے غاصبانہ قبضہ سے واگذار کرایا ثالثی اور مقدمات میں پیروی کی اور واگذاری جائیداد کے بعد موصوفہ عامرہ کی مرضی سے اس واگذار شدہ جائداد کو چالیس ہزار روپے میں فروخت کرا کر موصوفہ کو قیمت دلوادی اور موصوفہ سے اپنا معاوضہ خدمت وفروختگی جائیداد وغیرہ کا مطالبہ کیا تو موصوفہ کہتی ہے کہ آپ سے کوئی معاوضہ طے نہیں ہوا ہے، اس لئے آپ کسی معاوضہ کے حقدار نہیں ہیں، کیا زید معاوضہ معروف پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید یہ کام معاوضہ پر کرتا ہے، اور دوسرے لوگ بھی اس سے یہ کام معاوضہ پر لیتے ہیں، تو خاتون مذکورہ کے ذمہ بھی اس کا معاوضہ (اجر مثل) لازم ہوگا، جیسے کوئی وکیل پیشۂ وکالت کرتا ہے، اور محنتانہ لیتا ہے، اگر اس کے پاس کوئی شخص پیروی کے لئے مقدمہ لے جائے، اور معاوضہ طے نہ کرے تب بھی وکیل معاوضہ کا مستحق ہے، جیسے ایک شخص درزی کے پاس جا کر کپڑا سلوائے اور درزی معاوضہ پر ہی کپڑا لیتا ہے، تو وہ معاوضہ کا مستحق ہوگا، اگر زید

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الاستئجار علی الطاعات، البحر کوئٹہ ص ۲۰ / ج ۸ / باب الاجارۃ الفاسدۃ، المبسوط للسرخسی ص ۳۶ / ج ۱۶ / باب الاجارۃ الفاسدۃ، دار الفکر، المحیط البرھانی ص ۳۴۹ / ج ۱۱ / کتاب الاجارۃ، بیان مایجوز من الاجارات، المجلس العلمی ڈابھیل،

یہ کام معاوضہ پر نہیں کرتا، اور تعلق رشتہ داری وغیرہ کی بناء پر اس سے مسماۃ نے یہ کام لیا ہے، تو وہ مستحق معاوضہ نہیں، جیسے کسی شخص کے پاس کپڑا سینے کی مشین ہو اور وہ اپنے کپڑے اس سے سیتا ہو، اجرت پر لوگوں کے کپڑے نہ سیتا ہو، کسی رشتہ دار نے اس کے پاس کپڑا بھیج کر سلوالیا، تو وہ مستحق معاوضہ نہیں[1] تاہم جب زید کی نیت پہلے سے معاوضہ لینے کی تھی تو اس کو معاملہ صاف کر کے کہہ دینا چاہئے تھا، اب اگر مسماۃ اس کے لئے احسان کے عوض خود بھی اس کیساتھ احسان کا معاملہ کرے تو یہ بہت مناسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۹۹ھ

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة ،استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه فطلب منه اجراً فالعبرة لعادتهم ای لعادة اهل السوق فان کانوا یعملون بأجر یجب اجر المثل والافلا، درمختارمع الشامی زکریا ج ۹/ص ۵۷/کتاب الاجارة،باب مایجوزمن الاجارة الخ،والاشباه والنظائر ص ۱۴۷/الفن الثانی، کتاب الاجارات،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

باب سوم: اجرت علی الطاعات

تعلیم قرآن پر اجرت

سوال:- قرآن پاک کی تعلیم میں بچوں سے جمعراتی لینا، اور تنخواہ بھی لینا کیسا ہے، اور جو بچہ نہ دے اس کو اٹھا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرس کو حق ہے کہ وقت ملازمت یہ طے کرلے کہ میں اپنی تنخواہ لوں گا، اور ہر جمعرات کو اتنے پیسے لوں گا[1]، جس کا دل چاہے اپنے بچہ کو اس سے پڑھوائے، لیکن اعلیٰ مقام یہ ہے کہ ایسا نہ کرے، بلکہ سب کو پڑھائے، جمعراتی نہ دینے والے، کو نہ اٹھائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

تعلیم قرآن پر اجرت

سوال:- تعلیم قرآن پر اجرت (تنخواہ) لینا جبکہ حدیث عبادہ بن صامتؓ میں ممانعت ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے تحریم ثابت ہے، تو علماء دین نے کیوں جائز قرار دیا؟ کیا جواز کے لئے کوئی حدیث بھی موجود ہے؟

---

[1] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ج۶/ ص۵۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ ص۷۶/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ ص۳۴/ کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ ج۴/ الباب الخامس عشر الفصل الرابع فی فساد الاجارة، تبیین الحقائق ص۱۲۴/ ج۵/ باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

دین کی اشاعت حسبِ استطاعت فرض ہے، اوّل اوّل جب بیت المال صحیح قائم تھا، اور وہاں سے خدمت دین کرنے والوں کیلئے وظائف مقرر تھے، تو یہ حضرات دل نہاد ہوکر اپنے اوقات کو خدمت دین میں مشغول رکھتے تھے، جو وظیفہ ملتا تھا، اس سے حقوقِ واجبہ ادا کرتے تھے، کسی دوسرے ذریعۂ معاش کی ان کو فکر نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بیت المال سے وظائف مقرر کئے تھے، جیسا کہ نصب الرایہ[1] میں ہے، پھر جب بیت المال کا حال خراب ہوگیا، مستحقین کو وہاں سے وظیفہ ملنا بند ہوگیا، تو اس وقت کے مجتہد فقہاء نے استیجار علیٰ تعلیم القرآن والفقه والامامة والتأذین کی اجازت دیدی، تاکہ اسلام کے شعائر محفوظ رہ سکیں اور دین ضائع نہ ہو، اس لئے کہ خدمت دین کرنے والے حضرات اگر حقوق واجبہ کی ادائیگی کیلئے کوئی ذریعۂ معاش اختیار کریں، تو اپنے اوقات کو تعلیم وتدریس میں صرف نہیں کرسکیں گے، جس سے اشاعت دین کی خدمت نہیں ہوسکے گی، اور دین ضائع ہوجائے گا، اگر کوئی اور ذریعہ اختیار نہ کریں، تو حقوقِ واجبہ کے ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں، لہٰذا دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے، اس کی اجازت دی گئی، علاّمہ شامیؒ نے ردالمحتار[2] اور شرح عقود رسم المفتی[3] میں اس پر کلام کیا ہے، مگر اتنا لحاظ رہے، کہ خدمت دین کو روپیہ کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے، بلکہ اصل مقصد خدمت دین ہو اور روپیہ لینا اور اس کے حق میں خادم ومعاون کے درجہ میں ہو۔

---

[1] وقد روی عن عمر بن الخطاب انه کان یرزق المعلمین الخ نصب الرایة ج۴/ص۱۳۷/ (مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل سورت گجرات) کتاب الاجارة احادیث فی منع الاستئجار بالقرآن الخ .

[2] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن قال فی الهدایة وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار علیٰ تعلیم القرآن لظهور التوانی فی الامور الدینیة الخ شامی کراچی ج۶/ص۵۵/مطبوعه زکریا ج۹/۷۶/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب تحریر مهم الخ.

[3] شرح عقود رسم المفتی ۶۴/مطبوعه زکریا دیوبند، تبیین الحقائق ص۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، کتاب الاجارة.

"واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح الایۃ[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۰ھ

امامت کی تنخواہ

سوال:- مساجد کے ائمہ کا کسی معین تنخواہ کے لئے اصرار کرنا اوران کی مانگ کے مطابق تنخواہ نہ دی جائے تو امامت کا قبول نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات یہ ہے کہ امامت بلاتنخواہ کی جائے، اور مقتدی امام کی ضروریات کا تکفل کریں، مگر نہ امام کا اتنا تحمل ہے نہ وسعت اور نہ مقتدیوں کو اتنا پاس ولحاظ ہے ان حالات کی بنا پر متاخرین فقہاء نے امامت کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے، ورنہ مساجد معطل ہوجائیں گی، اور جماعت کا اہتمام نہ ہوسکے گا، لہٰذا طرفین معاملہ صاف صاف طے کرلیں، اوراس کی پابندی کریں، جو تنخواہ طرفین کی رضامندی سے طے ہوجائے (کم یا زیادہ) اس کو پابندی سے ادا کریں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۷ھ

---

[1] سورۂ بقرہ پ۲/آیت ۲۲۰/۔ **ترجمہ:** اوراللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کواور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[2] ولا (تصح الاجارۃ) لاجل الطاعات مثل الأذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علیٰ دفع ماقبل فیجب المسمی بعقد (درمختار علی الشامی کوئٹہ ج۵/ص ۳۸/کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستیجار علی الطاعات) تبیین الحقائق ص ۱۲۴/ج۵/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ج۴/الباب الخامس عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارۃ.

تراویح اور پنج گانہ امامت اور تعلیم قرآن میں فرق

سوال:- قرآن شریف پڑھانے پر اجرت لینے میں اور رمضان شریف میں قرآن سنانے میں اجرت لینے میں کیا فرق ہے؟ اور کونسی اجرت جائز ہے، اگر امامت کی اجرت متولی غریبوں سے دباؤ ڈال کر لیتا ہو تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے، مگر فقہاء متأخرین نے بذریعہ اجتہاد بعض مصالح شرعیہ معلوم کر کے امامت اور تعلیم قرآن شریف پر اجارہ کی اجازت دے دی، اور یہ مصالح شرعیہ رمضان میں قرآن شریف سنانے میں موجود نہیں، لہٰذا اس کی اجرت ناجائز ہے، اور متقدمین کے زمانے میں یہ مصالح امامت اور تعلیم قرآن شریف میں نہ تھیں، اس لئے انہوں نے اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی[1] جبراً کسی غریب سے دباؤ ڈال کر لینا ناجائز ہے[2]، امام کا معاملہ جس سے طے ہوا ہے، امام اسی سے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] (لاتصح الاجارة) لاجل الطاعات الخ قال الشامی قال فی الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الا ستئجار علیٰ تعليم القرآن اليوم لظهور التوانی فی الامور الدينية الخ وزادفی متن المجمع الاقامة الیٰ قوله لافی القرأة المجردة فانه لاضرورة فيها الخ الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص۵۵/ ونعمانيه ج۵/ص۳۴،۳۵/ وزکریا ج۹/ص۷۶/ کتاب الاجارة (باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجارعلی الطاعات) البحر کوئٹه ص ۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبيين الحقائق ص ۱۲۴/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امداديه ملتان.

[2] عن ابی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم الا لايحل مال امرئ الابطيب نفس منه، السنن الکبریٰ للبيهقی ص ۱۰۰/ج۶/کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فادخله فی سفينة، دارالمعرفة بيروت، مشکوة شريف ص ۲۵۵/ کتاب البيوع باب الغصب والعارية.

قرآن شریف سنانے کی اجرت

سوال:- حفاظ رمضان میں قرآن شریف سنانے کیلئے باہر سے بلائے جاتے ہیں، اور ختم قرآن کے بعد ستائیسویں رمضان کو بلانے والے حضرات حافظ قرآن کو کچھ رقوم نقد اور کپڑے وغیرہ دیتے ہیں، جس کا لینا علمائے دیوبند حرام بتاتے ہیں، مگر اس حرمت سے بچنے کے لئے اگر حافظ قرآن صرف تراویح کے لئے بلایا جاتا ہے، فرائض پنجگانہ پڑھا دیا کرے، اور اسے نماز پنجگانہ کے پڑھانے کے حیلہ سے پہلے سے کوئی طے شدہ رقم دی جائے تو اس رقم کا لینا اس حیلہ سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں گنجائش ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ پنجگانہ نماز کے لئے امام کو مقرر کرلیا جائے، اور رقم مقررہ طے کرلی جائے، (فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے) پھر وہ تراویح بھی پڑھادے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۵۸ھ

قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- ایک شخص حافظ قرآن ہے، عرصہ سولہ، سترہ سال سے ماہ رمضان المبارک

---

[1] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة الخ الدر المختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۶/مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ص۳۴/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، البحر کوئٹه ص۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبیین الحقائق ص۱۲۴/ ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

کے موقعہ پر لوگوں کو مسجدوں میں سنایا کرتا ہے، اور ختم قرآن کریم پر رسم کے طور پر ہر سال معقول رقم حاصل کرتا ہے، جس کی بچت وہ جمع کر کے اسی پونجی میں شامل کرتا ہے، نیز یہ شخص عام رقوم پس انداز کو ڈاکخانہ سرکاری میں آج تک جمع کرتا ہے، جس پر اس کو ہر سال سود ملتا ہے، جو اصل رقم میں شامل ہو جاتا ہے، اور انہیں رقوم پیدا شدہ سے اس نے چند ایک زیورات خانہ داری اور ایک معمولی مکان رہائش بھی بنایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب چیزیں جائز ہیں، بشرطیکہ ناجائز رقم کی مقدار کا تاوان ادا کر دیا جائے، قرآن کریم کے سنانے پر کوئی رقم لینا بغیر طلب بھی ناجائز ہے، "لان المعروف کالمشروط"[1] البتہ اگر کسی جگہ یہ رواج ہو کہ سنانے والے کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اور وہ محض ثواب کی نیت سے سناتا ہو، اور اس کے ذہن میں بھی نہ ہو کہ یہاں سے کچھ ملے گا، یا صاف طور پر تصریح کر دی جائے، کہ یہاں سے کچھ نہ دیا جائیگا، اور پھر کوئی شخص از خود کوئی خدمت کر دے، تو اس کو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں[2]، اور چندہ کرنے اور جبراً وصول کر کے حافظ کو دینے کا جیسا رواج ہے، یہ ہرگز درست نہیں، لینے دینے والے سب گنہگار ہوتے ہیں، ایسی رقم کی واپسی ضروری ہے۔ کذا فی الشامی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاشباہ والنظائر ص ۱۵۶ / (مکتبہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة العادة محکمة فی المبحث الثالث، قواعد الفقه ص ۱۲۵ / رقم القاعدة ۳۳۴ / دار الکتب دیوبند.

[2] یجوز للامام والمفتی قبول الهدیة واجابة الدعوة الخاصة ثم قال الا ان یراد بالامام امام الجامع، والاولی فی حقهم ان کانت الهدیة لاجل مایحمل منهم من الافتاء والوعظ والتعلیم عدم القبول لیکون علمهم خالصاً للّٰه تعالیٰ وان اهدی الیهم تحببا وتودداً العلمهم وصلاحهم فالاولی القبول شامی کراچی ص ۳۷۳ / ج ۵ / کتاب القضاء، مطلب فی حکم الهدیة للمفتی، شرح المجلة ص ۴۶۲ / ج ۱ / الکتاب السابع فی الهبة اتحاد بکڈپو دیوبند، (حاشیہ نمبر ۳ / اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- حفاظ قرآن کریم رمضان المبارک میں سنانے کے لئے دوردراز کا سفر کرتے ہیں، نیت یہ ہوتی ہے، کہ کچھ پیسے مل جائیں گے، کیا یہ سنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نیت فاسد ہے اس نیت سے سنانا اور پیسے لینا اور مقتدیوں کا سننا اور پیسے دینا گناہ ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرآن سنانے کی اجرت

سوال:- امامت اور قرآن شریف کے پڑھانے پر اجرت لیتے ہیں، اور رمضان شریف میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لیتے ہیں، اس میں کیا فرق ہے، اور کونسی اجرت جائز ہے، اگر امامت کی اجرت متولی غریبوں سے دباؤ ڈال کر لیتا ہو تو یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے، مگر فقہاء متأخرین نے بذریعہ اجتہاد

(پچھلے کا باقی حاشیہ) [۳] الاخذ والمعطی آثمان ،شامی کراچی، ج۶/ص ۵۶/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ج۵/ص ۳۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ص۷۷/کتاب الاجارۃ (مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

[1] قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری (الی ان قال)والأخذ والمعطی اٰثمان. شامی زکریا ج۹/ص۷۷/باب الاجاۃ الفاسدۃ، مطلب تحریرمھم فی عدم جواز الاستئجارعلی التلاوۃ الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

بعض مصالح شرعیہ معلوم کر کے امامت اور تعلیم قرآن کریم پر اجارہ کی اجازت دے دی، اور یہ مصالح شرعیہ رمضان شریف میں، قرآن کریم سنانے میں موجود نہیں، لہٰذا اس کی اجرت ناجائز ہے[1]، اور متقدمین کے زمانہ میں یہ مصالح، امامت اور تعلیم قرآن کریم میں نہ تھیں، اس لئے انہوں نے اس کی اجازت ہی نہیں دی تھی[2]، جبراً کسی غریب سے دباؤ ڈال کر لینا ناجائز ہے[3]، امام کا معاملہ جس سے طے ہوا ہے امام اسی سے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۱/شعبان ۵۵ھ

قرآن شریف سنانے پر کچھ لینا دینا

سوال:- (۱) حافظ کو قرآن پاک وغیرہ سنا کر روپیہ لینا کیسا ہے، حرام ہے یا حلال بالتفصیل مع حوالہ بیان فرمائیں؟ (۲) اگر مسجد والے یا محلّہ والے لوگ یا کوئی خاص امیر آدمی حافظ کی خدمت کرے ختم قرآن پر ہو یا درمیان میں ہو وہ کیسا ہے، ان کا خیال قرآن کی اجرت

---

[1] قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقاری (الی ان قال) والآخذ والمعطی اثمان. شامی زکریا ج۹/ص۷۷/ باب الاجاة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدين ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

[2] اس کی تفصیل کے لئے شامی ج۵/ص۳۴/ملاحظہ ہو۱۲/باب الاجارة الفاسدة، البحر كوئٹه ص ۱۹/ج۸/ باب الاجارة الفاسدة، رسائل ابن عابدين ص۱۵۸/ج ۱/السابعه شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمی لاهور.

[3] لايحل مال امرأ الابطيب نفس منه (مشكوٰة شريف ص۲۵۵/باب الغصب والعارية الفصل الثانی مطبوع ياسر نديم ديوبند) السنن الكبری للبيهقی ص ۱۰۰/ج۶/كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فادخله الخ دارالمعرفة بيروت.

دینے کا نہیں، اور نہ قطعی خیال حافظ کا ہو کہ میں اجرت قرآن لے رہا ہوں، وہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر حافظ قرآن مجید سنانے کی اجرت مقرر کرے درست ہے یا نہیں، ہر سہ سوال کا جواب علیحدہ علیحدہ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حرام ہے لقولہ تعالیٰ "ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً"[۱]

(۲) اگر حافظ کی اس موقعہ پر خدمت کرنے کا قطعاً رواج نہیں، نہ کوئی دیتا ہے، نہ لیتا ہے، بلکہ محض ثواب کیلئے سنتے اور سناتے ہیں، اور حافظ کو اس کا پختہ یقین ہوتا ہے، کہ یہاں سے کچھ نہیں ملے گا، نیز اس کو کچھ نہ دیا گیا، تو اس کے دل میں اسکا خیال نہیں آئیگا، اور آئندہ سنانے سے کسی طرح پہلو تہی نہیں کریگا، تو خدمت کرنا درست ہے، بلکہ باعث اجر وثواب ہے مگر ایسا عام طور پر ہوتا نہیں، اگر اس موقعہ پر کچھ دینے اور لینے کا رواج ہے کہ عام طور پر دیا جاتا ہے، بہت سے دیتے ہیں، اور بہت سے نہیں دیتے، تو ایسی صورت میں اگر چہ دینے لینے کا ذکر نہ آیا، تب بھی دینا اور لینا ناجائز ہے، ہر دو گنہگار ہونگے، جو کچھ حافظ نے لیا ہے، اس کی واپسی ضروری ہے، " لان المعروف کالمشروط والقرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب والآخذ والمعطی اثمان اھ ردالمحتار[۲]"

---

[۱] سورہ بقرہ آیت ۴۱/۔

ترجمہ: اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

[۲] الشامی نعمانیہ ج۵/ص ۳۵/ مطبوعہ زکریا ج۹/ص۷۷/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطلب تحریرمھم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوۃ الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سھیل اکیڈمی لاھور، شرح عقود رسم المفتی ص۶۷/بحث الکتب غیر المحررۃ، مکتبہ زکریا دیوبند.

(۳) بالکل ناجائز ہے اور حرام ہے لأیة المذکورة فی الجواب الاوّل۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تراویح پر اجرت

سوال:- تراویح میں حافظ کے لئے گاؤں وغیرہ میں جو چندہ ہوتا ہے، اس میں چندہ دینا اور اس حافظ کو لینا جائز ہے یا نہیں، اور اس حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ دینا اور لینا منع ہے[1]، ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا چاہئے جو بغیر پیسے لئے تراویح پڑھائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

طالب علم کیلئے تراویح سنانے کی اجرت

سوال:- حافظ قرآن کو تراویح میں قرآن سنا کر روپیہ لینے کے جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر حافظ طالب علم ہے، اور اس کو پڑھنے کے واسطے روپیہ کما حقہ میسر نہیں آتا،

---

[1] والقرآن بالاجرة لایستحق الثواب والأخذ والمعطی آثمان شامی زکریا ج۹/۷۷/مطبوعه نعمانیه ج۵/ص۳۵/باب الاجارة الفاسدة ،مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور،تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

اور وہ چاہتا ہے اس وسیلہ سے روپیہ مل جاوے، اور اس سے زیادہ کتابوں کی خرید ہو سکے، کیونکہ بغیر کتب کثیرہ کے علم وسیع ہونا دشوار ہے، اور دینے والا بھی بغیر مقرر کئے لوجہ اللہ دیں۔

اگر چہ دارالعلوم میں استفتاء کرنا کافی تھا، مگر احتیاط کی وجہ سے جناب والا کو بھی تکلیف دی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں روپیہ لینا اور دینا ناجائز ہے، لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں[1] اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں، اگر چہ پہلے سے کچھ متعین نہ کیا جائے، مگر فریقین کے ذہن میں نفس اجرت پہلے مرکوز ہوتی ہے، اور عرفاً دیجاتی ہے۔ المعروف کالمشروط[2]۔"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۷/۶۴ھ

ختم تراویح پر اجرت یا ہدیہ

سوال: -اس دور میں حفاظِ قرآن کریم جو ختم تراویح کے لئے اطرافِ عالم میں جاتے ہیں، اور ختم تراویح کرتے ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ اجرت مقرر کر کے نماز

---

[1] الآخذ والمعطی آثمان، شامی کراچی ج۶/ص۵۶/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ج۵/ص۳۵/ مطبوعہ زکریا ج۹/ص۷۷/کتاب الاجارۃ (مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) رسائل ابن عابدین ص۱۷۱/ج۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور، تنقیح الفتاوی الحامدیہ ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارۃ، مطبوعہ مصر.

[2] الاشباہ والنظائر ص۱۵۶/مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، تحت القاعدۃ العادۃ محکمۃ المبحث الثالث، قواعدالفقہ ص۱۲۵/رقم القاعدۃ ۳۳۴/دارالکتب دیوبند.

تراویح پڑھاتے ہیں، اور بعض ایسے ہیں کہ اُجرت کا قطعاً ذکر نہیں کرتے، لیکن رمضان پورا ہونے کے بعد لوگ اپنے اختیار سے حافظ صاحب کو روپئے دیدیتے ہیں، نیز کپڑا وغیرہ چیزیں دیتے ہیں، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو اس کی علت کیا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر بلا ذکر اُجرت تراویح پڑھاوے اور اس کے درمیان یا ختم کے بعد روپیہ وغیرہ دیں تو کیا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تراویح میں قرآن پاک سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اگر پہلے سے باقاعدہ اجرت طے نہ کی جائے، لیکن دستور کے موافق امام کے ذہن میں بھی ہے، کہ مجھے ملے گا، اور نمازیوں کے ذہن میں بھی ہے کہ امام کو دیا جائے گا، تو المعروف کالمشروط کے تحت یہ صورت بھی طے کرنے کے حکم میں ہو کر ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں سنانے کی اجرت

سوال:- رمضان شریف میں بروئے مذہب حنفی تراویح میں اجرت پر قرآن سننا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض تراویح میں قرآن شریف سنانے پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں، دینے والے اور

---

[1] والقرآن بالاجرة لایستحق الثواب والأخذ والمعطی آثمان، شامی زکریا ج ۹/ص ۷۷/ مطبوعه نعمانیه ج۵/ص ۳۵/باب الاجارة الفاسدة مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۸/ج ۲/کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

لینے والے دونوں گنہگار ہونگے، اور ثواب سے محروم رہیں گے[1] اگر بلا اجرت سنانیوالا نہ ملے تو الم ترکیف سے تراویح پڑھیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت

سوال:- قرأت قرآن پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ادلّہ اربعہ سے اس کی نفی کردیں، اور اگر ہے تو ادلّہ اربعہ سے اس کا اثبات یا صرف قرآن وحدیث سے کریں، اور قرأۃ قرآن کی اجرت کے عدمِ جواز کی تقدیر پر اس مسئلہ کا کیا جواب ہے، کہ ہمارے بنگال میں یا بنگال کے اکثر حصوں میں یہ دستور ہے کہ ہندوستان سے حفاظ آکر رمضان میں ختم قرآن کرکے بیس، چالیس، اسّی روپئے لے جایا کرتے ہیں، یہاں تک کہ کلکتہ کی جامع مسجد میں مصر سے حفاظ آکر رمضان میں ایک ختم کرکے سوڈیڑھ سو روپئے لیتے ہیں، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرأۃ قرآن شریف پر اجرت لینا حرام ہے، ''لقوله تعالیٰ ولاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً. الایة''[2]۔ عن بریدةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم من قرأ القرآن یتاکل

---

[1] قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری (الی ان قال) والأخذ والمعطی اٰثمان (الشامی نعمانیه ج۵/ص۳۵/مطبوعه زکریا ج۹/ ص۷۷/باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[2] سورہ بقرہ آیت ۴۱/ **ترجمہ**: اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

بہ الناس جاء یوم القیامة ووجهه عظم لیس علیه لحم رواه البیهقی[1] اھ قال العینی فی شرح الهدایه ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی اثمان اھ[2]، لہٰذا یہ طریقہ ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے کہ مستقل امامت فرائض کی ملازمت کی جائے، کہ متأخرین کے نزدیک درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۰/۶۱ھ

تلاوت قرآن کریم پر اجرت

سوال: - ہمارے یہاں قصبہ میں اور اس علاقہ میں پڑھے لکھے لوگوں میں بھی اسّی فیصد ایسے لوگ ہیں، جو قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے، مگر یہ عقیدہ سب کا ہے، کہ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت خود نہ کرسکیں، تو اور کسی کو بلا کر تلاوت کرائیں اور مل جل کر خیر و برکت کے لئے دعا

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۳/باب فضائل القرآن، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن پڑھے، اس کے سبب لوگوں سے کھائے، قیامت کے دن آئیگا، اس حال میں کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہیں ہوگا۔

[2] شامی نعمانیه ج۵/ص ۳۵/مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۷/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[3] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان الخ الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ج۹/ص۷۶/باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، البحر کوئٹه ص ۱۹/ج۸/باب الاجارة الفاسدة، تبیین الحقائق ص ۱۲۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

کریں، تو باعث صلاح وفلاح ہوگا، اس لئے سال میں کم از کم ایک دن مدرسہ کے طالب علم یا گاؤں کے میاں جی اور مولوی کو دعوت کرتے ہیں، یہ لوگ دن بھر دعوت کنندہ کے مکان میں قرآن خوانی کرتے ہیں، جو میسر ہوسکتا ہے، اور شام کو دعائے خیر کرکے روانہ ہوجاتے ہیں، بوقت رخصت بہت سے گھر والے یہ سوچ کر کہ یہ غریب ہیں، اور دن بھر ہمارے کہنے پر ہمارے گھر میں صرف کئے ہیں، ان کو کچھ رقم دیتے ہیں، قرآن خوانی سے قبل رقم کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، نہ اس کی تعداد مقرر ہے، اور کوئی بھی اس لین دین کو قرآن خوانی کا عوض تصور نہیں کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح قرآن خوانی کرنا اور اس طرح رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں اس بات پر فضلائے دیوبند میں دو عالموں میں اختلاف ہوگیا، فیصلہ جو آپ کریں گے اس پر عمل کریں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک کی تلاوت اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت بڑی قربت اور عبادت ہے، جو شخص تلاوت میں مشغول رہنے کی وجہ سے مستقل دعا بھی نہ کرسکتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ اجر دیتے ہیں[1] متقدمین فقہاء نے تعلیم قرآن کی اُجرت کو منع لکھا ہے، اس لئے کہ ان کے زمانہ میں بیت المال سے معلمین کو وظائف دیئے جاتے تھے، وہ یکسوئی کیساتھ تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیا کرتے تھے، پھر جب بیت المال خراب ہوکر، بادشاہ کی ملک قرار دیدیا گیا، تو وظائف سب بند ہوگئے، فقہاء کرام نے دیکھا کہ اگر یہ معلمین تعلیم وتدریس میں لگتے ہیں، تو نفقاتِ واجبہ کے پورا ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ خود اور ان کی بیوی بچے کیسے گذارا کریں گے، اگر نفقاناتِ واجبہ کی تحصیل میں مشغول ہوتے ہیں، تو تعلیم وتدریس کی خدمت

---

[1] عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل مااعطی السائلین الحدیث، مشکوۃ ص ۱۸۶ / کتاب فضائل القرآن، یاسر ندیم دیوبند

انجام نہیں دے سکیں گے، مسلمان تعلیم قرآن سے محروم رہ جائیں گے، ان کا دین ضائع ہو جائے گا، اس لئے مجبوراً اجازت دی کہ اجارہ کا معاملہ کرلیا جائے، ایک مصنف علامہ حدادی شارح قدوری گذرے ہیں، ان کو اشتباہ ہوگیا کہ بعد کے فقہاء نے تلاوتِ قرآن پر اجارہ کی اجازت دی اور اس کو اختیار کیا ہے، انہوں نے قدوری کی شرح ''سراج الوہاج'' اور ''الجوہر النیرۃ[1]'' میں لکھ دیا کہ مختار قول کے ابق تلاوت قرآن پر اجارہ درست ہے، اسی کو فتاویٰ عالمگیری[2] میں لکھا ہے، علاّمہ شامی[3] نے ردالمحتار، جلد خامس اور تنقیح الفتاویٰ[4] الحامدیہ، اور شرح عقود رسم المفتی[5] میں اس کی خوب تردید کی، اور لکھا ہے کہ حدادی کو غلط فہمی ہوئی، بلکہ اس پر مستقل رسالہ ''شفاء العلیل[6]'' تصنیف کیا، جس میں دلائل قویہ نقل کئے ہیں، نیز علاّمہ برکتی نے الطریقۃ المحمدیہ میں تردید وتغلیط کی ہے، کہ لوگ اس کو اعظم قربات میں سے سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ معاصی میں سے ہے[7]۔

---

[1] تعلیم القرآن والفقة لان هذه الاشباء قربته لفا علها فلایجوز اخذالاجرة علیها کالصلوٰة والصوم فاذااستوجر علی الحج عن المیت جاز عن المیت وله من الاجرة مقدار نفقة فی الطریق ذاهباوجائیا ویردالفصل علی الورثة لانه لایجوز الاستئجارعلیه قال فی الهدایة وبعض مشائخنا استحسنواالاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهرالتوانی فی الامورالدنیة فبقی الامتناع تضیع حفظ القرآن قال وعلیه الفتوی الخ، (الجوهرة النیرة ج ۱/ص ۲۷۵/کتاب الاجارة)

[2] الهندیة ج۴/ص ۴۴۸/الباب الخامس عشرفی بیان مایجوزمن الاجارة ومالایجوزمطلب الاستئجارعلی الطاعات (مطبوعه کوئٹه)

[3] الشامی علی النعمانیه ج۵/ص ۳۴/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة.

[4] تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۹/ج ۲/کتا ب الاجارة،مطبوعه مصر.

[5] شرح عقودرسم المفتی ص ۳۶/(مطبوعه سعیدیه سهارنپور)

[6] رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعه شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

[7] اکب الناس علیهاعلی ظن انهاقرب مقصودة، وهذه کثیرة، فکل هذه بدع منکرات والوقف والوصیة باطلان والمأخوذ منهماحرام للآخذ وهوعاص بالتلاوة والذکر،للأجل الدنیا،الطریقة المحمدیة والسیرة الاحمدیة ص ۱۵۸/الفصل الثالث فی الامورالمبتدعة،مطبوعه لاهور.

تلاوت حسبۃً للہ ہونی چاہئے، جو چیز مشہور ومعروف ہوجاتی ہے، اس کے لئے زبان سے ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا، المعروف کالمشروط قرآن کے اس طرح پڑھنے والے بھی اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ ہم کو ملے گا، اور پڑھوانے والے بھی اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ ہم کو دینا پڑے گا، چاہے وہ کھانا ہو چاہے، شربت ہو، مٹھائی، نقد، کپڑا وغیرہ کچھ ہو، جو لوگ اس کو سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ صلہ اور احسان کیا ہے، اس کی بھی تردید علامہ شامیؒ[1] نے کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۱۴۰۰ھ

تلاوت ووعظ پر اجرت

سوال:- زید کہتا ہے کہ وعظ کر کے اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اگر اجرت نہ لیں تو ہم اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے، اس لئے ہم حَبْس وقت کی اجرت لیتے ہیں، عمر کہتا ہے کہ اگر وعظ کر کے اجرت لینا جائز ہو تو تلاوت قرآن کر کے بھی اجرت لینا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ وعظ کرنا جیسے طاعت ہے، ایسا ہی تلاوت قرآن بھی طاعت ہے، جب وعظ کہہ کر حبس وقت کی وجہ سے اجرت لینا جائز ہے، ایسا ہی تلاوت قرآن کر کے بھی اجرت حبس وقت کی وجہ سے جائز ہونا چاہئے؟

اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا زید کا قول صحیح ہے، یا غلط، اگر صحیح ہے تو کس صورت میں جائز ہے، اگر اس بستی میں جس میں وعظ کہہ کر اجرت لے رہا ہے، اگر اور کوئی وعظ کہتا ہو، بلا اجرت، آیا اس صورت میں جائز ہے، یا اگر کوئی اس بستی میں بلا اجرت وعظ کہنے والا نہ ہو اس صورت میں یا بلا تعیین اجرت وعظ کرانے والے کچھ بطور عطیہ دیدیتے ہوں،

---

[1] فالحاصل ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للامر والقرأة لاجل المال الخ، شامی زکریا ج ۹/ص ۷۷/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

جوصورت بھی جواز کی ہو، اس کی تفصیل تحریر فرمادیں، اور عمر کا قیاس کرنا اجرت علیٰ تلاوۃ القرآن کو اجرت علی الوعظ پر کہاں تک صحیح ہے، مسئلہ مذکورہ کو تفصیلی طور پر مع حوالۂ کتب معتبرہ بیان فرمادیں، تاکہ دل کو تشفی ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

استیجار علی الطاعات اصالۃً ناجائز ہے، مگر متاخرین مجتہدین نے حسب اجتہاد ضرورت شرعیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے، بعض طاعات کو مستثنیٰ کیا ہے، ان میں سے وعظ بھی ہے، اور وجہ جواز جس کو قرار نہیں دیا، بلکہ ضرورت شرعیہ کو قرار دیا ہے، اگر سلسلہ وعظ بند ہوجائے، تو نقصان عظیم لازم آئے گا، کیونکہ ہر ایک کے پاس نہ اس قدر وقت ہے، نہ قدرت، کہ مدارس میں داخل ہوکر باقاعدہ علم حاصل کرے، اور نفس تلاوت قرآن کریم میں وہ ضرورت موجود نہیں، کیونکہ اگر کسی کیلئے کوئی شخص تلاوت کرکے ایصال ثواب نہ کرے، تو دین کے کسی جز میں نقصان نہیں آتا، اور نفس ثواب کسی سبب سے یا بغیر سبب ادعیۂ شاملہ سے پہنچتا رہتا ہے۔

"لا (تصح الاجارة) لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان اھ درمختار قال فى الهداية وبعض مشائخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ وزاد فى مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزادفى متن المجمع الاقامة وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ وذكر المصنف ومعظمها ولكن الذى فى اكثر الكتب الاقتصار علىٰ مافى الهداية فهذا مجموع ماافتىٰ به المتاخرون من مشائخنا وهم البلخيون علىٰ خلاف فى بعضهٖ مخالفين ماذهب اليه الامام وصاحباه وقد اتفقت كلمتهم جميعاعلىٰ التصريح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوابعده ما علمته فهذادليل قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هوجواز الاستيجارعلىٰ كل

طاعة بل علیٰ ماذکروہ فقط ممافیه ضرورة ظاهرة تبیح الخروج عن اصل المذهب فظهر لک بهذا عدم صحة مافی الجوهرة من قوله واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأة القرآن فان الخلاف فیه کماعلمت لافی القرأة المجردة فانه لاضرورة فیها فان کان مافی الجوهرة سبق قلم فلاکلام وان کان عن عمدفهومخالف لکلامهم قاطبة فلایقبل وقد اطنب فی رده صاحب تبیین المحارم مستنداًالیٰ النقول الصریحة فمن جملة کلامه قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للاٰمر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب للمستاجر ولولاالاجرة ماقرأاحدلاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن مکسباً ووسیلة الیٰ جمع الدنیا. انالله وانااليه راجعون اھ ردالمحتار بحذف ج۵/ص ۵۲/[1]

اب کسی غیر مجتہد کا قیاس شرعاً معتبر نہیں، وعظ پر بھی اگر اجارہ کیا جائے، تو با قاعدہ شروط اجارہ وقت واجرت وغیرہ کی تعیین کر کے کیا جاوے، مثلاً یہ کہ ہر روز ایک گھنٹہ وعظ کہنا ہوگا، اوراس قدر تنخواہ ماہانہ ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۶/۶۴ھ

---

[1] شامی کراچی ص۵۵، ۶/۵۶، ونعمانیه دیوبند ص۳۴، ۵/۳۵، وزکریا ص۷۶، ۹/۷۷، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجارعلی الطاعات، رسائل ابن عابدین ص۱۵۷ تا ۱۷۹/ ج۱/ السابعة شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الانهر ص۵۳۳/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیه بیروت، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص۱۳۸/ ج۲/ کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

اجرت علی القراءۃ

سوال:- عالمگیری ج ۳/ص ۵۲۶/کی اس عبارت سے جو کتاب الاجارہ میں ہے۔

"واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار"

معلوم ہوتا ہے کہ اجرت علی الطاعات جائز ہے، حالانکہ فقہی تصریحات اس کے برخلاف ہیں، سو مذکورہ عبارت کو سامنے رکھ کر زیارتِ قبور کے وقت ایصال ثواب کر کے پیسہ لینا جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں صاحب السراج الوہاج اور الجوہرۃ النیرۃ سے سبقت قلم ہوا، اصل مسئلہ الاستیجار علیٰ تعلیم القرآن کا تھا، جس میں فقہاء نے اختلاف فرمایا ہے متقدمین نے منع کیا ہے، متأخرین مجتہدین نے اجازت دی ہے، غلطی اور سبقت قلم سے بجائے تعلیم القرآن کے قرأۃ القران لکھا گیا، علامہ شامیؒ نے اس پر تنبیہ کی اور الاستیجار علی قرأۃ القرآن کو باطل قرار دیا ہے، اور یہ کہ اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، شرح عقود رسم المفتی میں اس کی بحث مفصل موجود ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف ہوا ہے، جس کا نام ہے **(شفاء العلیل وبل الغلیل فی بطلان الوصیۃ بالختمات و التھالیل) فظھر لک بھذا عدم الصحۃ مافی الجوھرۃ من قولہٖ واختلفوا فی الاستیجار علیٰ قرأۃ القرآن مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار اھ والصواب ان یقال علیٰ تعلیم القرآن فان الخلاف فیہ کما علمت لافی القرأۃ المجردۃ الیٰ قولہ ،قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقاری وقال العینی فی شرح الھدایۃ**

ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی کلاھما آثمان اھ ردالمحتار ج۵/ص۴۷/)[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ کو روزگار کا حیلہ بنانا

سوال:- بہت سے لوگوں نے وعظ ونصیحت کو محض روزگار کا حیلہ بنا رکھا ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے وعظ کا اثر نہیں ہوتا، جس سے فقط کمائی مقصود ہو اور محض روپیہ کمانے کے لئے وعظ کہنا کوئی ثواب کی چیز نہیں، شرعاً اجازت بھی نہیں[2]، لیکن ہر شخص کو یہ فیصلہ کرنا بھی صحیح نہیں کہ فلاں واعظ کی یہ نیت ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۷ھ

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص۷۷/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۵۵، ۵۶/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند، ج۵/ص۳۵، ۳۶/کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ مطلب فی الاستیجار علی الطاعات، رسائل ابن عابدین ص۱۷۱/ج۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاھور، عالمگیری کوئٹہ ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فساد الاجارۃ.

[2] التذکیر علیٰ المنابر والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۶۰۴/مطبوعہ کراچی ج۶/ص۴۲۱/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع.

"الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسۃ اشیاء والثانی ان یقصد وجہ اللّٰہ تعالیٰ الخ عالمگیری ج۵/ص۳۵۳/کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر" رسائل ابن عابدین ص۱۶۷/ج۱/السابعہ شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاھور.

[3] یاایھاالذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الآیۃ ۱۲/سورۃ الحجرات.

وعظ کی اجرت

سوال:- عالم صاحب سے تقریر کرانے کے بعد اس کے عوض میں رقم دینا یا تقریر سے قبل عالم صاحب سے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح تعلیم وتدریس کی ملازمت درست ہے اسی طرح تذکیر وتقریر کی ملازمت بھی درست ہے، کام متعین کرلیا جائے، مثلاً ہر روز ایک گھنٹہ یا ہر جمعہ کو دو گھنٹے تقریر لازم ہوگی، اور اتنا معاوضہ دیا جائے گا، یا مقرر کو مستقل ملازم تقریر کے لئے رکھ لیا جائے، کہ جلسوں میں بلانے پر یا بغیر بلائے دیگر مقامات پر جا جا کر تقریر کرے، یہ طریقہ پسندیدہ نہیں ہے، کہ کسی جگہ وعظ فرمایا، اور روپیہ لے لئے، پھر اگر اپنے انداز سے کچھ کم ہوجائے، تو ناک بھوں چڑھانے لگے، اس طرح وعظ کا اثر بھی ختم ہوجاتا ہے، اور بلانے والے رسمی طور پر بلاتے ہیں، اور بلانے سے پہلے سے ہی فقرے کسنے شروع کردیتے ہیں، کہ ان کو اتنا دیا گیا تھا، اس سے ناخوش ہوئے تھے، لہٰذا جب تک اس سے زیادہ کا انتظام نہ ہوجائے، ان کو نہیں بلانا چاہئے وغیرہ وغیرہ "ویفتی الیوم بصحتها تعلیم القرآن والفقه والامامة(درمختار) ومثلهٗ فی متن الملتقیٰ ودروالبحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ اھ شامی ج۵/ ص ۳۴/[1]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۵۵/ مطبوعه زکریا ج۹/ص۷۶/ کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات) مجمع الانهر ص۵۳۳/ ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیه بیروت، تبیین الحقائق ص۱۲۵/ ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

وعظ کی ملازمت

سوال:- واعظین کو اُجرت معین کر کے وعظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر باقاعدہ کام یا وقت کی تعیین ہو کہ تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر کر لی جائے، تو شرعاً درست ہے، ''ولالاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان اھ در مختار وزاد بعضهم الاقامة والوعظ اھ شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۷ھ

تعویذ، گنڈے اور وعظ پر معاوضہ

سوال:- بچہ جس وقت تعلیم حاصل کر کے حافظ ہو جاتا ہے، تو وہ کوئی روزگار تو کرتا نہیں، صرف تعویذ، گنڈے کرنا شروع کر دیتا ہے، کسی سے پندرہ کسی سے بیس روپیہ لیتا ہے، اور لوگوں کو بہکانا شروع کر دیتا ہے، اور کبھی وعظ کہتا ہے، تو بعد میں اپنا سوال کرتا ہے، ہم نے وعظ میں سنا ہے کہ قرآن ایک عظیم خزانہ ہے، جس میں ہر چیز موجود ہے، اور یہ لوگ اس کا نام لے کر اپنا روزگار کماتے ہیں، اس طرح کا پیسہ لینا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعویذ گنڈے کا طریقہ جاننے والا اگر اس پر اُجرت لے تو یہ اجرت جائز ہے، بشرطیکہ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۶/۵۵، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، مجمع الانهر ص ۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیه بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۲۵/ج۵/باب الاجارة الفاسدة، مکتبه امدادیه ملتان.

دھوکہ بازی نہ کرے، اور خلافِ شرع تعویذ نہ کرے۔[1]

وعظ کے لئے اگر ملازمت کی جائے، اور معاملہ اس طرح کرلیا جائے، مثلاً ہر نماز کے بعد ۱۰/۱۵/منٹ بیان کرنا ہے، یا ہر جمعہ کو وعظ کہنا ہے، تو یہ ملازمت بھی درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ کا نذرانہ

سوال:- باہر سے مولوی صاحبان کو تقریر کیلئے بلایا جاتا ہے، اور عام چندہ کرکے ان کو کرایہ اور نذرانہ دیا جاتا ہے، اور عام دستور ہے اور علماء کرام کو معلوم بھی ہے کہ یہ نذرانہ چندہ کا ہے، تو چندہ سے نذرانہ کا دینا اور علماء کرام کا لینا جبکہ انہیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ چندے کا ہے اور چندے میں بالعموم جبر ہوتا ہی ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرایہ تو بلانے والوں کے ذمہ لازم ہے ہی، نذرانہ چندہ دینے والوں کی جانب سے

---

[1] استاجره ليكتب لهٗ تعويذ السحر يصح الخ (عالمگیری ج۴/ص ۴۵۰/مطبوعه كوئٹه پاكستان كتاب الاجارةمطلب الاستئجار على الافعال المباحة)رسائل ابن عابدين ص۱۵۵/ ج ۱/ السابعة: شفاء العليل وبل الغليل،سهيل اكيڈمی لاهور،ولابأس بالمعاذات اذاكتب فيها القرآن اواسماء اللّٰه تعالى وانماتكره العوذة اذاكانت بغيرلسان العرب، ولايدرى ماهوولعله يدخله سحر او كفر او غير ذالک واماماكان من القرآن اوشئى من الدعوات فلابأس به شامی كراچی ص۳۶۳/ ج۶/فصل فی اللبس كتاب الحظروالاباحة.

[2] ويفتى اليوم بصحتهالتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان قال الشامی وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ الخ ،الدرالمختار مع الشامی كراچی ج۶/ص۵۵/كتاب الاجارةباب الاجارة الفاسدة) مطلب فی الاستئجار على الطاعات)مجمع الانهرص۵۳۳/ ج۳/باب الاجارةالفاسدة دار الكتب العلميه بيروت،تبيين الحقائق ص۱۲۵/ ج۵/باب الاجارة الفاسدة،مكتبه امداديه ملتان.

ہوتو لابأس بہ، اعلیٰ مقام یہ ہے کہ نہ کرایہ لیا جائے، اور نہ نذرانہ، بلکہ اپنے کرایہ سے جا کر حسبۃً للہ وعظ کہا جائے، وہ انشاء اللہ زیادہ مؤثر ہوگا، یا پھر مشاہرہ اور عملی طور پر طے کرلیا جائے، تاکہ اجارہ کی شکل ہوجائے، شامی[1] میں تذکیر کی اجازت دی ہے مشاہرہ کی صورت یہ ہے کہ اتنی مرتبہ مثلاً ہر جمعہ کو روزانہ ایک نماز کے بعد وعظ کہنا ہوگا، اتنی تنخواہ ملے گی[2]، چندہ کا اشکال تو اس کے علاوہ مدارس ومساجد کی ملازمتوں میں بھی ہے، جو اس کا حل ہے وہی یہاں بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وعظ پر نذرانہ

سوال:- یہاں کے لوگ قدیم رسم کے مطابق واعظ اور مقرر کو کچھ نہ کچھ وعظ کے بعد روپیوں کی شکل میں ہدیہ دیتے ہیں، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وعظ پر نہیں بلکہ خوشی سے دیتے ہیں، اور واعظین اپنی طرف سے معین ومقرر نہیں کرتے، اور لوگوں نے بھی معین نہیں کئے، بلکہ کبھی تین اور کبھی پانچ اور کبھی دو روپیہ دیتے ہیں، پھر بھی بندہ کو خصوصی تشویش ہے، کیونکہ اگر لوگ خوشی سے دیتے تو تقریر سے پہلے دیتے، تقریر کے بعد ہی کیوں دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ تعین یا غیر تعین طور پر وعظ ونصیحت پر روپیہ لیا جاسکتا ہے؟

---

[1] ولالاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان قال الشامي وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ. الدر المختارمع الشامي كراچي ج٦/ص٥٥/مطبوعه زكرياج٩/ص٧٦/كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب في الاستئجارعلى الطاعات الخ،عالمگيرى كوئٹه ص٤٤٨/ج٤/ الفصل الرابع في فساد الاجارة.

[2] الحيلةان يستاجرالمعلم مدة معلومة ثم يأمره بتعليم ولده،بزازية على الهندية ص٣٧/ ج٥/ نوع في تعليم القرآن والحرفة، كتاب الاجارة،مطبوعه كوئٹه،الدرالمنتقى على مجمع الانهر ص٥٣٦/ج٣/باب الاجارة الفاسدة،دارالكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی تشویش صحیح ہے، اگر اس تشویش کی بناء پر آپ قبول نہیں کریں گے تو ماجور ہوں گے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تقریر کرانے پر اجرت

سوال:-تقریر کے لئے جو روپے پیش کئے جاتے ہیں، ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقلاً ملازمت اور ماہانہ تنخواہ لینا درست ہے[2]، ایک تقریر پر درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعویذ اور اس پر اجرت

سوال:-تعویذ لکھ کر دینا کسی کو جائز ہے، نیز اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعویذ لکھ کر دینا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی مضمون خلاف شرع نہ ہو اور اس پر

---

[1] الامر بالمعروف یحتاج الیٰ خمسة اشیاء الیٰ قوله والثانی ان یقصد وجه اللّٰه تعالیٰ واعلاء کلمته العلیاء الخ عالمگیری ج۵/ص۳۵۳/کتاب الکراهیة،الباب السابع عشرالخ،رسائل ابن عابدین ص۱۶۷/ج۱/السابعة:شفاء العلیل وبل الغلیل،سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] ویفتیٰ الیوم بصحتها لتعلیم القرآن قال الشامی وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ الخ در مختارمع الشامی زکریاج۹/ص۷۶/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة،مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجارالخ،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة.

اُجرت لینا بھی جائز ہے،"ولاباس بالمعاذات اذاکتب فیها القرآن او اسماء اللّٰه تعالیٰ وانما تکره العوذة اذاکانت بغیرلسان العرب ولایدری ماهوولعله یدخله سحر او کفر اوغیرذٰلک واماماکان من القرآن اوشئی من الدعوات فلابأس به، وفی المجتبیٰ اختلف الناس فی الاستشفاء بالقرآن بان یقرء علی المریض او الملدوغ الفاتحة اویکتب فی ورق ویعلق علیه اوطست ویغسل ویسقیٰ وعن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان یعوذ نفسه وعلیٰ الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الاٰثار ولابأس بان یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفة اھ شامی ج۵/ص ۳۱۹/[1]

"عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه رهطاً من اصحاب النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم انطلقوا فی سفرة سافروها فنزلوابحی من احیاء العرب فقال بعضهم ان سیدنا لدغ فهل عنداحدمنکم شئی ینفع صاحبنا فقال رجل من القوم نعم واللّٰه انی لارقی ولکن استضفناکم فابیتم ان تضیفونا ماانابراق حتیٰ تجعلوالی جعلاً فجعلوالهٗ جعلاً قطعة من الشاء فاتاه فقرأ علیه ام الکتاب ویتفل حتیٰ برأکانما انشط من عقال قال فاوفاهم جعلهم الذی صالحوهم علیه فقالوا اقتسموا فقال الذی رقی لاتفعلواحتیٰ ناتی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فنستأمره فغدواعلیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکرواله فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم من این علمتم انها رقیة احسنتم اقتسموا واضربوالی معکم بسهم اھ .ابوداؤد شریف[2] فی الحدیث اعظم دلیل علیٰ ان یجوز الاجرة علیٰ الرقی

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص۵۲۳/مطبوعه کراچی ج۶/ص۳۶۳/کتاب الحظروالاباحة فصل فی اللبس،البحر کوئٹه ص۲۰۸/ج۸/کتاب الکراهیة،فصل فی البیع،تنقیح الفتاوی الحامدیة ص۱۳۸/ج۲/کتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

[2] ابوداؤدشریف ج۲/ص۵۴۴/(مطبوعه یاسرندیم دیوبند) کتاب الطب باب کیف الرقی، بخاری شریف ص۸۵۴/ج۲/کتاب الطب،باب الرقی بفاتحة الکتاب،اشرفی بکڈپودیوبند.

والطب کماقالہٗ الشافعی ومالکؒ وابو حنیفۃ واحمدؒ بذل المجہود[1] وشرح ابی داؤد ج۵/ص ۱۱/کتاب الطب". فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم محرم الحرام ۶۸ھ

تعویذ پر اجرت

سوال:- تعویذ گنڈوں کا عمل کر کے ہر ایک مریض سے سوا پانچ روپے حاصل کرے ان دونوں منافع کو مسجد کی تعمیر یا مرمت میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تعویذ گنڈے وغیرہ میں اگر دھوکہ نہیں کرتا اور خلافِ شرع عمل نہیں کرتا، تو اس کی اُجرت لینا بھی درست ہے[2] اور اس قسم کی کمائی مسجد میں دینا اور اپنے اوپر خرچ کرنا سب درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعویذ پر اجرت

سوال:- اگر کوئی امام تعویذ گنڈوں میں یہ کہہ کر کہ تیرا کام ہو جائیگا، اس کا معاوضہ

---

[1] بذل المجہود ج۵/ص ۱۱/(مطبوعہ رشیدیہ سہارنپور) باب کیف الرقی، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارۃ، رسائل ابن عابدین ص ۱۵۵/ج ۱/السابعۃ: شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

[2] وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الاجرۃ علی الرقی والطب الخ بذل المجہود ج۵/ص ۱۱/کتاب الطب باب کیف الرقی. بذل المجہود ج۱۶/ص۲۲۷/بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارۃ، رسائل ابن عابدین ص ۱۵۵/ج ۱/السابعۃ: شفاء العلیل وبل الغلیل سہیل اکیڈمی لاہور.

لے لے اور اس کا کام نہ ہو وہ اس کو بدنام کرے، اور عالموں کو برا کہے تو یہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امام صاحب اس فن سے واقف ہوں تو تعویذ پر اجرت لینا درست ہے[1]، مگر یہ وعدہ ہرگز نہ کرے کہ تیرا کام ہو ہی جائے گا، جیسے بیمار سے ڈاکٹر دوا کے پیسے لیتا ہے، کہ بیمار کو شفاء ہو ہی جائے گی، شفاء اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اگر امام واقف نہیں تو دھوکہ دیکر پیسہ لینا ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شفاءِ مریض کیلئے آیات قرآنیہ پر اجرت لینا

سوال:- کسی بیماری کی شفایابی کے لئے قرآن خوانی کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ پیسہ بھی لے، بعض حضرات علاج کہہ کر پیسہ لینا جائز بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ علاج کے درجہ میں ہے، ایصالِ ثواب کے لئے نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر علاج مقصود ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس طرح پڑھنے سے شفا ہو جاتی ہے،

---

[1] قال المحدث السهارنفوری تحت حدیث الخدریؓ وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الاجرة علی الرقی والطب (بذل المجهود ج۱۶/ص۲۲۷/بیروت بذل المجهود ج۵/ص۱۱/کتب خانه رشیدیه سهارنپور کتاب الطب، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة، رسائل ابن عابدین ص۱۵۵/ج۱/السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] عن عم عمیربن سعید ولفظ حدیثه عن العسکری لیس منا من غش مسلما اوضاره اوماکره (المقاصد الحسنة ص۴۲۲/ کشف الخفاء ص۲۶۷/باب کیف الرقی.

ترجمہ: جو کسی مسلمان کو دھوکہ دے یا نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تو اس پر اجرت لینا درست ہے، بعض صحابہ نے شفاء کے لئے پڑھنے پر اُجرت لی ہے، اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست فرمایا ہے، بخاری شریف[1] کتاب الطب باب الرقی بفاتحة الکتاب ص۸۵۴/ میں یہ حدیث شریف مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جن بھوت کے علاج پر معاوضہ

سوال:- زید خود کو عامل کہتا ہے، اور جن، بھوت، پریت، آسیب، ختم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اور عقائد دیوبندی رکھتا ہے، کہتا ہے کہ میرے قبضہ میں کئی مؤکل ہیں، جتنے لوگ اس کے پاس پہنچتے ہیں، ہر ایک پر کچھ نہ کچھ اثر بتلاتا ہے، اور ہر ایک سے علاج کرنے کی قیمت

---

[1] عن ابی سعید الخدری ان ناسامن اصحاب النبی ﷺ اتوا علی حی من احیاء العرب فلم یقروهم فبینماهم کذلک اذا لدغ سید اولئک فقالوا هل معکم دواء اوراق فقالوا نعم انکم لم تقرونا ولانفعل حتی تجعلوا لنا جعلا فجعلوا لهم قطیعا من الشاة فجعل یقرأ بام القرآن) (بخاری شریف ج۲/ص۸۵۴/ کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب، بذل المجهود ج۱۶/ ص۲۲۷/ تا ۲۲۸/ بیروت ج۵/ص۱۱/ رشیدیه سهارنپور کتاب الطب باب کیف الرقی، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ ج۴/ الفصل الرابع فی فسادالاجارة، رسائل ابن عابدین ص۱۵۵/ ج۱/ السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس آئے انہوں نے صحابہ کی ضیافت نہیں کی، وہ قبیلہ والے اسی حالت میں تھے، اس قبیلہ کے سردار کو ایک سانپ نے ڈس لیا وہ قبیلہ والے بولے کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی دوا یا کوئی جھاڑ پھونک کرنیوالا ہے، وہ صحابہ بولے جی ہاں ہے، لیکن چونکہ آپ لوگوں نے ہماری ضیافت نہیں کی، اسلئے ہم جھاڑ پھونک نہیں کرینگے، یہاں تک کے آپ لوگ ہمارے لئے مزدوری مقرر کرو تو قبیلہ والوں نے صحابہ کیلئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کردیا، تو جھاڑ پھونک کرنیوالا سورۂ فاتحہ پڑھنے لگا۔

ٹھہراتا ہے، زید کا کوئی علاج تین سو روپیہ سے کم کا نہیں ہوتا اور ۴۰۰/روپے تک، اور بتلاتا ہے، کہ اس رقم سے کم میں علاج کرنا نہیں پڑتا، گویا زید معقول معاوضہ لیکر علاج کرتا ہے اور بغیر معاوضہ علاج نہیں کرتا، لہٰذا ہمیں یہ جاننا ہے کہ زید کا یہ عمل قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے، یا نہیں؟ اور کہیں ایسا عمل آنحضور ﷺ کی زندگی سے ملتا بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنات کا وجود قرآن واحادیث سے ثابت ہے[1] اس کا علاج بھی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی علاج تجویز فرمایا ہے، ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں جن تھا، پریشان کرتا تھا، اس کا علاج فرمایا ہے[2]، علاج پر معاوضہ لینا بھی جائز ہے[3]، جیسے حکیم ڈاکٹر معاوضہ لیتے ہیں، بس اتنی شرط ہے کہ واقعتاً علاج جانتا ہو، دھوکہ نہ دیتا ہو، اور علاج میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو جیسے شرکیہ کلمات[4] وغیرہ معاوضۂ علاج شریعت کی طرف سے متعین نہیں، طرفین کی رضامندی پر ہے،

---

[1] والجان خلقنٰه من قبل من نار السموم سورة الحجر آیت ۲۷/وخلق الجان من مارج من نار سورة الرحمن آیت ۱۵/.

[2] اخرج البیهقی عن ابی دجانة قال شکوت الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت یارسول اللّٰه بینا انا مضطجع فی فراشی اذسمعت فی داری صریرا کصریرالرحی ودویا کدوی النحل ولمعا کلمع البرق فرفعت رأسی الی قوله فقال رسول للّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عامر دارسوء یاابادجانة الخ (الخصائص الکبری ص۹۸/ج۲/مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، باب فیه ذکرحرزالجن المعروف بحرزابی دجانة تذکرة الموضوعات ص۲۱۲/.

[3] وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الاجرة علی الرقی والطب .بذل المجهود ج۱۶/ ۲۲۷/ بیروت وبذل المجهود ج۵/ص۱۱/رشیدیه.باب کیف الرقی کتاب الطب،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فسادالاجارة،رسائل ابن عابدین ص۱۵۵/ ج۱/ السابعة:شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

[4] لابأس بالرقی مالم یکن شرک الخ شامی زکریا ج۹/ص۶۱۵/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع،مرقاة المفاتیح ص۵۰۱/ج۴/باب الطب والرقی،اصح المطابع بمبئی،البحرکوئٹه ص۲۰۸/ج۸/کتاب الکراهیة،فصل فی البیع.

بغیر معاوضہ کے علاج کیا جائے، تو یہ خدمت خلق ہے، اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۹۲ھ

وعظ وتعویذ پر معاوضہ لینا

سوال:- تعویذ دے کر یا وعظ کہہ کر روپیہ لینا دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وعظ کہنے کی اگر نوکری کرے، اور تنخواہ مقرر ہو جائے، تو تنخواہ لینا درست ہے، تعویذ اگر جانتا ہے، اور اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں لکھتا تو اس کی اجرت میں روپیہ لینا بھی درست ہے، یہ دونوں مسئلے ردالمحتار[1] کی پانچویں جلد میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

دنبل پر دم کرنے پر معاوضہ

سوال:- (۱) زید کسی دنبل یعنی جس کو نکالا، یا بولا بھی کہتے ہیں وہ کسی طریقہ آیت یا علم سفلی سے دم کرتا ہے، ڈھیلا کاٹ دیتا ہے، اور مریض کو آرام ہو جاتا ہے، کسی کو نہیں ہوتا ہے،

---

[1] ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن الیٰ ماقال وزادبعضهم الا ذان والاقامة والوعظ الخ شامی ج۹/ ص۷۶/(مطبع زکریا دیوبند) کتاب الاجارة باب الا جارة الفاسدةمطلب مهم فی عدم جواز الاستئجارعلی التلاوة الخ،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۴/الفصل الرابع فی فساد الاجارة.

"استاجره لیکتب لهٗ تعویذاً لاجل السحرجاز الخ درمختارعلیٰ الشامی زکریاج۹/ص۱۲۷/ کتاب الاجارة،مسائل شتی،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الفصل الرابع فی فساد الاجارة، بذل المجهودص۱۱/ج۵/کتب خانه رشیدیه سهارنپور، کتاب الطب"

تو اس دم کرنے کے بعد زید دو سوا دو آنہ بطور شیرینی کے لیتا ہے، مریض سے تو یہ رقم کافی جمع ہو جاتی ہے، مسجد کے مصرف یعنی لوٹا، مصلّٰی تیل، صف یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کیا جاتا ہے، تو بکر کہتا ہے کہ یہ مصرف جائز نہیں ہے، مسجد میں یہ پیسہ نہیں لگا سکتے، کیونکہ اس میں ہندو کے پیسے بھی ہوتے ہیں، اس لئے ناجائز ہے۔

(۲) اگر یہ رقم مسجد میں نہ صرف کی جاوے تو کیا مدرسہ اسلامیہ میں مدرس کی تنخواہ یا تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر آیت قرآنی پڑھ کر دم کرتا ہے اور اس کے عوض میں لیتا ہے، تو یہ درست ہے[۱]، پھر اس کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ مسجد یا مدرسہ میں جہاں چاہے دیدے اور مسجد و مدرسہ دونوں جگہ اسکا صرف کرنا درست ہے، اگر کچھ اور پڑھ کر دم کرتا ہے، تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/ربیع الثانی ۶۰ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/ربیع الثانی ۶۰ھ

---

[۱] عن ابی سعید الخدری ان رهطا من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انطلقوا فی سفرة سافروها فنزلوا بحی من احیاء العرب فقال بعضهم ان سیدنالدغ فهل عنداحدکم شئی ینفعنا صاحبنافقال رجل من القوم نعم فجعلواله قطیعا من الشاء فاتاه فقرأ علیه ام الکتاب الیٰ قوله من این علمتم انها رقیة احسنتم اقتسموا واضربوالی معکم بسهم الحدیث وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الأجرة علی الرقی والطب. ابوداؤد مع بذل المجهود ج۵/ص ۱۱/کتاب الطب باب کیف الرقی. مطبوعه رشیدیه سهارنپور، بخاری شریف ص۸۵۴/ج۲/کتاب الطب باب الرقی بفاتحة الکتاب، جوزواالرقیة بالاجرة ولوبالقرآن کماذکره الطحاوی لانهالیست عبادة محضة بل من التداوی شامی کراچی ص۵۷/ج۶/باب الاجارة الفاسدة.

تعویذ دیکر یا پانی پر دم کر کے اجرت لینا

سوال:- تعویذ یا تاگہ دم کر کے کسی ہندو یا مسلمان کو دینا جائز ہے یا نہیں یا پانی پر دم کر کے دینا جائز ہے یا نہیں، اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اگر مرض والا بعد آرام کچھ انعام وغیرہ دے تو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی پر دم کر کے یا تاگہ کا گنڈا بنا کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے اور سب پر دم کرنا اور پھونک مارنا بھی درست ہے، تعویذ پر آیت لکھ کر دینا مسلم وغیر مسلم سب کو درست ہے، مگر اس طرح کہ ایک کاغذ یا کپڑا اس پر چڑھا دیا جائے، یا موم جامہ کر دیا جائے تاکہ بے وضو یا ناپاک اس کو مس نہ کرے، اور تعویذ گنڈا دینے یا دم کرنے پر اجرت لینا بھی درست ہے[1]، بشرطیکہ جانتا ہو اور دھوکہ نہ دیتا ہو بلا اجرت کے زیادہ برکت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح خوانی کی اجرت کس پر ہے؟

سوال:- ہمارے یہاں نکاح خوانی کی کوئی اُجرت نہیں، لیکن نکاح کے بعد لڑکے والا کچھ نہ کچھ دیتا ہے، جو کہ اس کی مرضی پر ہوتا ہے، اور نکاح خواں لڑکی والے کی طرف سے بلایا جاتا ہے، یہ لین دین حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کے اعتبار سے ناجائز ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اگر دینے والا دولہا والا ہو اور قاضی یا ملاّ کو دولہن والے بلا کر لے گئے ہوں، جبکہ ایسا ہی

---

[1] استاجره ليكتب له تعويذاً لاجل السحر جاز الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ج ۹/ ص ۱۷۲/ كتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة فى مسائل شتىٰ، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۴/ الفصل الرابع فى فسادالاجارة.

دستور ہے، تب تو لینا بالکل جائز نہیں، کیونکہ اجرت بذمہ بلانے والے کے تھی، دوسرے پر بار ڈالنا جائز نہیں، اور اگر بلانے والے بھی دولہا والے ہیں، تو نکاح خواں کو اس کا دیا ہوا جائز ہے، امداد الفتاویٰ، ج ۲/ص ۳۷۹/ آپ تفصیل سے اسکو بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن اسباب کی بنا پر حضرت تھانویؒ نے ناجائز لکھا ہے، وہ اسباب موجود نہیں تو جائز ہے، یعنی جواز اصلی ہے، اور عدم جواز عارضی، جو عارض کے مرتفع ہو جانے سے ختم ہو جائے گا، جواز کی تصریح عالمگیری میں ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۹ھ

نکاح خوانی کی اجرت

سوال:- نکاح پڑھانے والے جو روپیہ سوا روپیہ وغیرہ نکاح میں پڑھانے کا لیتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح پڑھانے والا صرف ایک ہی شخص ہے اور کوئی نہیں تب اس کو اجرت لینا جائز نہیں، اگر اور ہیں تو اس کو اختیار ہے، کہ اجرت مقرر کرے، او لے لے، "**ولا یحل لہ اخذ شیی علیٰ النکاح ان کان نکاحاً یجب علیہ مباشرتہ کنکاح الصغار وفی غیرہ یحل الخ**

---

[1] **وکل نکاح باشرہ القاضی وقد وجبت مباشرتہ علیہ کنکاح الصغار والصغائر فلایحل لہ اخذ الاجرۃ علیہ ومالم تجب مباشرتہ علیہ حل لہ اخذالاجرۃ علیہ کذافی المحیط والمختار للفتوی انہ اذاعقدبکراً یاخذ دیناراً وفی الثیب نصف دینار ویحل لہ ذالک ھکذا قالوا عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۵/ ج ۳/ کتاب القضاء ،الباب الخامس عشرفی اقوال القاضی،خلاصۃ الفتاوی ص ۴۸/ ج ۴/الفصل العاشرفی الحظروالاباحۃ،امجداکیڈمی لاھور.**

خلاصة الفتاویٰ فصل فی الحظر والاباحة من کتاب القضاء[1] قال فی البزازیة من کتاب القضاء وان کتب القاضی سجلاً او تولی قسمةً واخذاجرة المثل له ذٰلک ولو تولیٰ نکاح صغیرہ لایحل لهٗ اخذ شیئی لانه واجب علیه وکل مایجب علیه لایجوز اخذ الاجر علیه ومالایجب علیه یجوز اخذ الاجر وذکر عن البقالی فی القاضی یقول اذاعقدت عقد البکر فلی دینار وان ثیبا فلی نصفه انه لایحل له ان لم یکن لها ولی فلو کان ولی غیرہ یحل بناءً علیٰ ماذکرواا ھ بحر ج۵/ص ۲۴۳/[2]

تنبیہ:-واضح ہو کہ عورت مرد اگر گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کرلیں تب بھی نکاح شرعاً صحیح ہوجائے گا، اگرچہ خطبہ نہ پڑھا ہو، کیونکہ خطبہ پڑھنا صرف مستحب ہے، جیسا کہ مسجد میں ہونا اور جمعہ کے روز ہونا بھی مستحب ہے، اور ترک مستحب سے اصل نکاح تو صحیح ہوجاتا ہے، البتہ مستحب کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔

ینعقد النکاح بالایجاب والقبول بلفظین وضعاللماضی اووضع احدهما للماضی والاٰخر للمستقبل لان النکاح عقد فینعقد بهما کسائر العقود عندحرین اوحروحرتین عاقلین بالغین مسلمین اھ زیلعی ج۳/ ص ۹/[3] بحذف،ویندب اعلانه وتقدیم خطبته وکونه فی مسجد یوم جمعه،قوله وتقدیم خطبة بضم الخاء مایذکر قبل اجراء العقدین الحمد والتشهد واما بکسرها فهی لطلب التزوج والخطبة فافادانهالا تتعین بالفاظ مخصوصة وان خطب بماورد فهو احسن اھ در مختار ج۲/

---

[1] خلاصة الفتاوی ص۴۸/ج۴/مجداکیڈمی لاهور.

[2] البحرالرائق ج۵/ص۲۴۳/ مطبوعه کوئٹه ،کتاب الوقف قبیل احکام المسجد،بزازیة علی الهندیة ص۱۴۰/ج۵/کتاب القضاء،الفصل الثانی فی ادبه،مطبوعه کوئٹه.

[3] زیلعی ج۲/ص۹۶،۹۸/مطبوعه پاکستان کتاب النکاح،الدرالمختارمع الشامی کراچی ص۹/ج۳/کتاب النکاح،البحرکوئٹه ص۸۱/ج۳/کتاب النکاح.

ص ۴۰۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/جمادی الثانیہ ۵۷ھ

نکاح خوانی کی اجرت

سوال:- فی بلادنا عقد اجارہ کرنے والے لڑکی والے ہوتے ہیں، اور نکاح خوانی کی اجرت لڑکے والے قاضی جی کو دیتے ہیں، جس کو قاضی صاحب یا تو مدرسہ میں دیتے ہیں یا اپنے صرف میں لاتے ہیں، نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے، یا رشوت میں داخل ہے، صورت رشوت وجواز کی بالتفصیل بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نکاح خوانی کی اجرت درست ہے رشوت نہیں، بلکہ بعض جگہ قاضی مقرر ہوتے ہیں، ان کے درمیان کچھ معاملہ مقرر ہوتا ہے، کہ مثلاً ایک روپیہ چار آنہ ملا تو ایک روپیہ قاضی صاحب رکھیں گے اور ۴/نائب کو دیں گے، پھر نکاح پڑھنے کے لئے عامۃ نائب جاتے ہیں، قاضی صاحب نہیں جاتے یہ ناجائز ہے، اور یہ ایک روپیہ رشوت ہے، اس کی پوری تفصیل مطلوب ہو تو امداد الفتاویٰ[2] جلد سوم ملاحظہ کیجئے، اس میں اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ موجود ہے، اور جو شخص قاضی کو بلا کر لیجائے اور نکاح پڑھوائے اسی کے ذمہ اجرت لازم ہوگی، لڑکے والا ہو یا لڑکی والا "لایحل لہٗ (ای للقاضی) اخذ شئی علی النکاح ان کان نکاحاً یجب علیہ

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۴/ص ۶۶/کتاب النکاح، البحر کوئٹہ ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح، تبیین الحقائق ص ۹۸/ج۲/کتاب النکاح، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] امداد الفتاویٰ ج۳/ص ۳۶۹/الصراح فی اجرۃ النکاح، مطبوعہ زکریا دیوبند.

مباشرته كنكاح الصغائر وفي غيره يحل اھ خلاصته الفتویٰ[1] ج ۴/ ص ۴۸/ اور یہ اجرت قاضی صاحب کی ملک ہے، ان کو اختیار ہے کہ خود رکھیں یا مدرسہ وغیرہ میں دیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نکاح خوانی

سوال:- نکاح پڑھا کر روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نکاح پڑھانے والے سے اولاً معاملہ طے کرلیا جائے کہ فلاں جگہ جا کر نکاح پڑھانا ہوگا، اور اس کی اتنی اجرت تم کو دی جاویگی، تو شرط کے موافق اجرت لینا جائز ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی

سوال:- (۱) چند افراد پر مشتمل جس میں حفاظ، ناظرہ خواں، بالغ، نابالغ سب ہی

---

[1] خلاصة الفتاویٰ ج۴/ص۴۸/ کتاب القضاء "فصل فی الحظر والاباحة" امجد اکیڈمی لاهور، بزازية على الهندية ص ۱۴۰/ ج۵/ کتاب القضاء الفصل الثانی فی ادبه النوع الاول، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۵/ ج۳/ کتاب القاضی، الباب الخامس عشر فی اقوال القاضی الخ.

[2] الدلالة فی النكاح لاتستوجب الاجر الیٰ قوله وغيره من مشائخ زماننا كانوا يفتون بوجوب اجر المثل وبه يفتى الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۵۱/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الاجارة مطلب الاستئجار على الافعال المباحة، خانيه على الهندية ص۳۲۷/ ج۲/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه کوئٹه.

ہوتے ہیں، یہ جماعت مختلف اوقات میں دوسرے کے دروازوں پر قرآن خوانی کے لئے جاتے ہیں، قرآن پاک کو ختم کرنے کے بعد اس جماعت کا منتخب آدمی صاحب خانہ سے دریافت کرتا ہے کہ یہ قرآن کس لئے پڑھوایا؟ ایصالِ ثواب کے لئے، برکت کے لئے، مقدمہ میں کامیابی کے لئے، بیماری وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے؟ صاحب خانہ کی منشاء کے مطابق دعا کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد قارئین کو شیرینی یا نقد یا کم از کم ناشتہ اور پان ضرور کھلاتا ہے، اگر بعض لوگ ان کے اس فعل کی مذمت کرتے ہیں، تو یہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہماری نیت یہ نہیں ہوتی کہ صاحب خانہ کے ختم ہونے کے بعد ہم کو کچھ دے گا، جب صاحب خانہ خود ہی اپنی مرضی سے دیتا ہے، تو ہم بھی لے لیتے ہیں، تو یہ لوگ ختم قرآن کے بعد معقول شیرینی کا انتظام کرتے رہتے ہیں، اگر وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے ان کی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکے، تو یہ اس پر لعن طعن کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تمہارے پاس انتظام نہیں تھا، تو قرآن پاک ختم کرانے کی کیا ضرورت تھی، مذکورہ بالا طریقے سے قرآن خوانی کرنے کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے، یا نہیں؟

(۲) اس طرح سے قرآن پاک پڑھنے کا اور پڑھوانے کا اور جو صاحب خانہ قارئین کو قرأت کے نتیجے میں دیتا ہے تو اس کا ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو رقم قارئین کو ملتی ہے، اس کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر مذکورہ بالا طریقہ سے ختم قرآن صحیح نہیں تو پھر اس کا صحیح طریقہ کیا ہوگا، جس سے قرآن شریف کی عظمت وشان باقی رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) قرآن شریف کی تلاوت عظیم الشان عبادت ہے، صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے کی جائے، اس پر جو کچھ ثواب ملے وہ جس کو دل چاہے پہنچایا جا سکتا ہے[۱]، اس کی تلاوت

[۱] ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

سے کسی مالی منفعت کی نیت نہ ہونی چاہئے، ورنہ اس کا ثواب نہیں ملے گا، بلکہ مال کے لالچ میں پڑھنے سے عذاب ہوگا، کیونکہ اس کی ممانعت خود قرآن کریم میں ہے، ''ولاتشترو باٰیاتی ثمناً قلیلاً'' (الایۃ[1]) آج کل بعض جگہ قرآن خوانی کرا کے ثواب پہنچانے کا جو طریقہ رائج ہوگیا ہے، کہ مکان پر بلا کر یا مسجد میں جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے، اور پڑھنے والوں کو شیرینی نقد چائے، کھانا، کپڑا اپنے اپنے رواج کے مطابق دیا جاتا ہے، اور پڑھنے والے اسی لالچ میں جاتے ہیں، اگر کچھ نہ دیا گیا تو ناخوش ہوتے ہیں، اور اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کچھ نہیں ملے گا، تو جانے سے عذر کردیتے ہیں، اور بعض حافظ، قاری ایک ایک دن میں کئی کئی جگہ جاتے ہیں، پھر آپس میں مقابلہ اور مفاخرہ کرتے ہیں، کہ ہم نے اتنا کمایا، گویا کہ ایک پیشہ کمائی کا بنا رکھا ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں، علامہ شامیؒ نے ردالمحتار[2]، شرح عقود رسم المفتی[3]، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ[4] میں اس پر شدید رد لکھا ہے، اور کتب فقہ کی عبارتیں نقل کی ہیں بلکہ اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، اس کا نام ہے ''شفاء العلیل[5]'' اس پر اپنے زمانے کے چیدہ چیدہ اکابر کے دستخط بھی کرائے ہیں، اس میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

(۲) اس کا ثواب نہیں ہوگا، ''حیث صار القرآن مکسباً وحرفة یتجر بها وصار القاری منهم لایقرأ شیئاً لوجه اللّٰه تعالیٰ خالصاً بل لایقرأ الا للاجرة وهو الریا

(پچھلے صفحہ کا باقی) صلاة کان اوصوماً اوحجاً اوصدقة اوقراءة قرآن او الاذکار الی غیر ذالک من جمیع انواع البر الخ، تبیین الحقائق ص ۸۳/ ج ۲/ باب الحج عن الغیر، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۴۵۶/ ج ۱/ باب الحج عن الغیر، دارالکتب العلمیه بیروت.

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۴۱/ **ترجمہ**: اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔ (از بیان القرآن)

[2] شامی کراچی ص ۵۵، ۵۶/ ج ۶/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

[3] شرح عقود رسم المفتی ص ۶۵، ۶۶/ مطبوعه زکریا دیوبند.

[4] تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۷/ ج ۲/ کتاب الاجارة، مطبوعه مصر.

[5] رسائل بن عابدین ص ۱۵۱ تا ۲۰۸/ ج ۱/ السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل، سهیل اکیڈمی لاهور.

المحض الذی هو ارادة العمل لغیر اللّٰه تعالیٰ فمن این یحصل لهٗ الثواب الذی طلب المستاجر ان یهدیه لمیته وقد قال الامام قاضی خان ان اخذ الاجر فی مقابلة الذکر یمنع استحقاق الثواب ومثله فی فتح القدیر اھ (شرح عقود رسم المفتی ص ۳۸)[1]۔

(۳) اس رقم کا لینے والا اور دینے والا گنہگار ہے، اس کو واپسی کر دینا چاہئے، " قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والاٰخذ والمعطی اٰثمان (ردالمحتار ج۵/ص ۳۵)[2]۔

(۴) نمبر ۱ میں لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اجرت پر قرآن خوانی

سوال: ۔بعض ممالک میں دستور ہے کہ دفن میت کے بعد چار یوم یا اور کوئی ایام تعینہ تلک قبر پر رات دن تلاوت قرآن پاک اور دوسرے ادعیہ خوانی کرتے ہیں، اور خاص اہتمام کے ساتھ اس کیلئے اجرت پر پڑھنے والے مقرر کئے جاتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا بحکم شرع شریف کیسا ہے، مع حوالہ تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے پڑھنے والا اور پڑھانے والا دونوں گنہگار ہیں، وہ اجرت حرام ہے[3]، اس

---

[1] شرح عقود رسم المفتی ص ۶۶/مطبوعہ زکریا دیوبند.

[2] شامی زکریا ج۹/ص۷۷/وکراچی ج۶/ص۵۶/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة الخ، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/ السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

[3] ولایصح الاستئجار علی القرأة واهدائها الیٰ المیت لانه لم ینقل (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

کی واپسی ضروری ہے، کذا فی ردالمحتار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایصال ثواب کیلئے اجارہ

سوال:- جس شخص کے یہاں میت ہوجاتی ہے، وہ تین چار مولویوں کو جمع کر کے متوفی کی قبر کے پاس بٹھا دیتا ہے، کہ اتنے روز تم کو قبر پر شب وروز حاضر ہوکر قرآن شریف پڑھنا ہوگا، اس صلہ میں تم کو روٹی اور اتنی رقم دی جائیگی، شرعاً یہ کیسا ہے؟ مالا بدمنہ، ص۱۳۴/ پر ہے، دراجارہ گرفتن بخواندن قرآن برقبر میت معین ومختار آں است کہ جائز است وکذا فی العالمگیریہ، ایسا کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تلاوتِ قرآن پاک سے ثواب نہیں ہوتا، نہ پڑھنے والوں کو، نہ میت کو، رقم اور روٹی معاوضۂ تلاوت میں لینے اور دینے کی وجہ سے یعنی لینے اور دینے والوں کو گناہ ہوتا ہے، جیسا کہ ردالمحتار، ج۵/ کتاب الاجارہ میں تصریح ہے، "الاخذ والمعطی آثمان" فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے، "قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) عن احد من الائمة الاذن فی ذالک الخ شامی زکریا ج۹/ص۷۸/ وکراچی ج۶/ص۵۷/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة(مطلب فی الاستئجار علی الطاعات)

[1] قال تاج الشريعة فى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى وقال العينى فى شرح الهداية يمنع القارى للدنياوالآخذ والمعطى آثمان شامى كراچى ص۵۶/ ج۶/ كتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة.

والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الیٰ المستاجر ولولا الاجرة ماقرااحد لاحدفی هذا الزمان بل جعلواالقرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا انالله وانااليه راجعون اھ شامی ج۵/ ص ۲۵۵/نعمانیہ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کیلئے تسبیح وتہلیل وغیرہ اجرت پر

سوال:- (۱) جب میت مرجائے، تو دفن کے بعد مولوی ملّے حفاظ وغیرہم کو جمع نقد رقم دیکر چاردن یا کم وبیش تک قبر کے گرداگرد تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھواتے ہیں، اوراس ثواب کو میت کو بخشنا کیسا ہے، یعنی اس روپیہ کو ترک میت سے بغیر تقسیم ترکہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں، قبر کے گرد خصوصیت سے جمع ہوکر پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ان اجرت پر پڑھنے والوں کو ثواب ملے گا یا نہیں، اوران کو یہ رقم لینا کیسا ہے؟

(۲) کسی حافظ ملاّ کو دوایک روپیہ دیکر اپنے گھر چالیس روز تک قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تسبیح وتہلیل پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے، اس صورت میں ثواب نہیں ہوتا، بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر میت اس کی وصیت کرے تو یہ وصیت باطل ہے، اگر ورثہ میں بعض نابالغ ہیں تو بغیر تقسیم کئے ترکہ میں سے یہ اجرت دینا قطعاً ناجائز ہے، دینے والوں پر بقدر حصہ

---

[1] شامی کراچی ج۶/ص ۵۶/مطبوعہ زکریا ج۹/ص ۷۷۶/کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار الخ، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۱۳۸/ ج۲/کتاب الاجارة، مطلب فی حکم الاستیجار علی التلاوة مطبوعه مصر، رسائل ابن عابدین ص ۱۷۱/ج ۱/السابعة: شفاء العلیل وبل الغلیل سهیل اکیڈمی لاهور.

نابالغین ضمان لازم ہوگا[1] بعد تقسیم اگر بالغین اپنے حصہ میں سے دیں گے، تو گناہ سے وہ بھی نہ بچیں گے۔

(۲) یہ بھی ناجائز ہے، ”وبه ظهر حال وصايا اهل زماننا فان الواحد منهم يكون فى ذمته صلوٰت كثيرة وغيرها من الزكوٰة واَضاح وايمان ويوصى لذلك بدراهم يسيرة ويجعل معظم وصيته لقرأة الختمات والتهاليل التى نص علمائنا على عدم صحة الوصية بها وان القرأة لشى من الدنيا لاتجوز وان الآخذ والمعطى اثمان لان ذٰلک يشبه الاستئجار على القرأة ونفس الا ستئجار عليها لايجوز فكذا مااشبهه كماصرح بذلک فى عدة كتب من مشاهير كتب المذهب وانما افتى المتاخرون بجوازالاستئجار على تعليم القرآن لاعلى التلاوة كما اوضحت ذلک فى شفاء العليل اھ شامی ج ۱/ص ۷۶۷/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ سہارنپور ۳/۵/۵۸ھ

امامت کی اجرت میں صرف کھانا ہو تو درست نہیں

سوال: ۔زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، اور اس کو مسجد کی جانب سے صرف کھانا

---

[1] الاباجازة ورثته وهم كبارعقلاء فلم تجزاجازة صغيرومجنون،ولواجازالبعض وردالبعض جاز على المجيزبقدرحصته له الدرالمختارعلى الشامى ص ۶۵۶/ج ۶/كتاب الوصية،مطبوعه كراچى،مجمع الانهرص ۴۱۹/ج ۴/كتاب الوصايا،دارالكتب العلميه بيروت.

[2] شامى زكرياج ۲/ص ۵۳۴/مطبوعه نعمانيه ديوبندج ۱/ص ۴۹۲/مطبوعه كراچى ص ۷۳/ج ۲/كتاب الصلوٰة باب قضاء الفوائت(مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل)رسائل ابن عابدين ص ۱۶۷/ج ۱/السابعة:شفاء العليل وبل الغليل سهيل اكيڈمى لاهور،تنقيح الفتاوى الحامديه ص ۱۳۸/ج ۲/كتاب الاجارة،مطبوعه مصر.

دیا جاتا ہے، تو یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اجرت میں صرف کھانا ہی دیا جاتا ہے تو یہ معاملہ فاسد ہے، اور اگر اجرت میں کھانے کے علاوہ کوئی قلیل یا کثیر تنخواہ بھی ہو تو معاملہ درست ہے، فتاویٰ عالمگیری[1] میں ہے "وکل اجارة فیهارزق اوعلف فهو فاسد ا ھ اور شامی[2] ج۵/ص ۳۹/ میں ہے، قولهٔ (وکشرط طعام عبد وعلف دابة) فی الظهیریة استاجر عبدا اودابة علیٰ ان یکون علفها علی المستاجر ذکرفی الکتاب انه لایجوز وقال الفقیه ابواللیث فی الدابة ناخذ بقول المتقدمین امافی زماننا فالعبدیاکل من مال المستاجر عادة ا ه وقال الحموی ای فیصح اشتراطه واعترضه بقوله فرق بین الاکل من مال المستاجر بلاشرط ومنه بشرط ا ھ اقول المعروف کالمشروط به یشرع کلام الفقیه کما لایخفی علی النبیه .

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۸۸ھ

امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے

سوال:- امام صاحب جن کو ختم ماہ پر ایک دو روز بعد نمازی تنخواہ دیتے ہیں، مگر پھر بھی امام صاحب کہتے ہیں کہ تم نے نماز اُدھار پڑھی ہے، ماہ ختم ہوتے ہی تنخواہ ملنی چاہئے، کیا امام

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۴۲/ مطبوعه کوئٹه ،کتاب الاجارة، فی الفصل الثانی فیما یفسد العقد فیه لمکان الشرط،مبسوط سرخسی ص ۱۶۲/ ج۸/الجزء الخامس عشر،باب اجارة الراعی، مطبوعه دارالفکربیروت.

[2] شامی زکریا ج۹/ص ۶۴/ مطبوعه کراچی ج۶/ص۴۷/کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۲/ج۴/کتاب الاجارة،الفصل الثانی فیما یفسدالعقدلمکان الشرط،بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۱۲۱/ج۵/کتاب الاجارة،مسائل الاجارة علی شرط.

صاحب کا یہ قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز یا امامت کوئی دوکانداری یا تجارتی پیشہ کمائی کا پیشہ نہیں ہے، ضرورتِ شرعیہ کی بنا پر تنخواہ کو مجبوراً جائز قرار دیا گیا ہے[1]، زید کو ایسا نہیں کہنا چاہئے، مقتدیوں کو بھی خیال رکھنا چاہئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو امام پابندی نہ کرے اس کا معاوضہ

سوال:- مسجد میں ایک امام نماز پڑھانے کے لئے رکھا گیا تھا، اور اس سے جو اناج کا وعدہ کیا تھا، وہ اس شرط پر کہ اگر جمعہ کی نماز چھوڑ دی یا بلاضرورت باہر گھومے پھرے، تو اناج کے وعدہ کو کوئی پورا نہ کرے گا، اس کے بعد حافظ صاحب نے ساڑھے تین مہینے نماز پڑھائی، آوارہ اس دوران گھوما، ٹائم پر جماعت نہیں کرائی، مقتدیوں نے کہا تو اس نے زبان درازی کی، اب ہم اس سوچ میں ہیں کہ اس اناج میں مسجد کے کام میں یا مدرسہ اسلامیہ میں دیدیا جائے، یا اس حافظ کو دیدیا جائے، آپ اس کا جواب جلد دیں؟

---

[1] ولاتصح لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتىٰ اليوم بصحتهاالخ الدرالمختارمع الشامی زکریاج۹/ص۷۶/مطبوعه کراچی ۶/۵۵/کتاب الاجارة،باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات،مجمع الانهرص۵۳۳/ج۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت،سکب الانهرعلی مجمع الانهرص۵۳۴/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

[2] عن عبداللّٰه بن عمرقال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اعطواالاجیراجره قبل ان یجف عرقه مشکوة ص۲۵۸/باب الا جارة،الفصل الثانی،ابن ماجه ص۱۷۶/ابواب الرهون،باب الاجر الاجراء،مطبوعه اشرفی دیوبند،مرقاة شرح مشکوة ص۳۶۵/ج۳/مطبوعه بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے روز تک نماز پڑھائی ہے، اتنے روز کا اناج اس امام کو دیدیا جائے[1] اور بس باقی مسجد میں لگا دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

کم تنخواہ کا علاج

سوال:- متولی اچھی طرح جانتا ہے کہ قرآن مجید کو قواعد کے مطابق ادا نہیں کرسکتا مگر کم تنخواہ کی وجہ سے بچوں کو تعلیم دلواتا ہے، اور مولوی خود اپنی اصلاح نہیں کرسکتا، کیونکہ عمر درازی کی وجہ سے اصلاح میں شرماتا ہے، ایسی حالت میں بچوں کی اصلاح کی کیا تدبیر ہے؟

اسی طرح کی تعلیم کے سلسلہ میں بچوں کا وقت ضائع کرانے میں خدا تعالیٰ کے دربار میں مجرم کون ہوگا؟ استاذ یا شاگرد، یا مہتمم، یا والدین؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲،۳) اگر متولی کے پاس زیادہ تنخواہ کا انتظام نہیں ہے تو اہل محلّہ خود کوشش کر کے زیادہ تنخواہ کا انتظام کردیں تاکہ یہ صورت ہی ختم ہوجائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۹ھ

---

[1] فاذامات المدرس فی اثناء السنة قبل مجیء الغلة وقبل ظهورهامن الارض وقد باشرمدة ثم مات اوعزل ینبغی ان ینظروقت قسمة الغلة الی مدة مباشرته والی مباشرة من جاء بعده ویبسط المعلوم علی المدرسین وینظر کم یکون منه للمدرس المنفعل والمتصل فیعطی بحسابه مدته البحرالرائق کوئٹه ص ۲۲۸/ج۵/کتاب الوقف.

[2] جب مدرس قابل اور باصلاحیت ہو اور بہتر طریقہ سے تعلیم دے سکتا ہو اور بغیر تنخواہ کے اضافہ کے اس کا گزارہ نہ ہو تو اس کی تنخواہ میں اضافہ کرنا درست ہے، اگرچہ کم تنخواہ پر خدمت کے لئے دوسرا شخص (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بچے کے کان میں اذان پر کچھ پیش کرنا

سوال:- بچہ پیدا ہونے کے بعد اذان بچے کے کان میں پڑھوانے کو مسجد سے کسی امام یا ملا کو بلا کر اذان پڑھوانے کے بعد کچھ کھانا کھلایا، کچھ پیسے دیئے، بچہ والے نے اپنی خوشی سے، تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی پابندی یا مطالبہ غلط ہے[1]، مکان پر آنے والے کے احترام میں کچھ کھلا پلا دینے میں مضائقہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۳ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) موجود ہو مگر وہ ایسی قابلیت اور صلاحیت نہ رکھتا ہو جو مطلوب ہے۔

قال الامام للقاضی ان مرسوم المعین لایفی بنفقتی ونفقة عیالی فزادالقاضی فی مرسومه من اوقات المسجدبغیررضا اهل المحلة والامام مستغن وغیره یؤم بالمرسوم المعهودتطیب له الزیادة اذاکان عالماتقیا البحرالرائق کوئٹه ص۲۴۷/ج۵/ کتاب الوقف.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الاصل ان کل طاعة یختص بهاالمسلم لایجوزالاستیجارعلیها عندنا لقوله علیه الصلاة والسلام اقرؤ واالقرآن ولاتاکلوابه شامی زکریاص۷۶/ج۹/باب الاجارة الفاسدة،مطلب فی الاستیجارعلی الطاعات،هدایه علی فتح القدیرص۹۷/ج۹/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دار الفکربیروت،مجمع الانهرص۵۳۲،۵۳۳/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه الحدیث مشکوٰة شریف ص۳۲۸/مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند باب الضیافة.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

نماز جنازہ پڑھا کر خیرات لینا

سوال:- مردے کی نماز پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں، لیکن متاخرین نے بضرورت بعض عبادات کو مستثنیٰ کیا ہے، ان میں امامت نماز پنج وقتہ بھی ہے "ویفتیٰ الیوم بصحتھا (ای الاجارۃ) علیٰ تعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان. درمختار علی الشامی ج۵/ ص ۴۶/[1]

اور یہ خیرات بظاہر اجرت ہے، اور امامت نماز جنازہ کو فقہاء نے مستثنیٰ نہیں کیا، لہٰذا محض اس امامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵۵ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵۵ھ

فتویٰ پر اجرت لینا

سوال:- فتویٰ کردہ اجرت گرفتن جائز است یا نہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باجرت فتویٰ کردن دو صورت دارد یکے بزبان جواب سوال دادن وبرآن اجرت

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی ج۶/ص ۵۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ص ۷۶/کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، مجمع الانہر ص ۵۳۳/ج۳/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، عنایۃ علی فتح القدیر ص ۹۸/ج۹/باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

گرفتن بلاشروط اجارہ وبلا پابندیٔ وقت روانیست۔

دوم بتحریر جواب استفتاء دادن وآن بلاشبہ رواست زیرا کہ آن اجرت نوشتن است و برمفتی نوشتہ جواب دادن از جانب شرع واجب نیست پس بران اجرت گرفتن رواخواہد بود مثل دیگر کاروبار نوشتنی مگر مقتضی غایت تقویٰ آنست کہ اگر مقدرۃ بود صرف برائے خدا این خدمت بانجام رساند واجرت نگیرد پیش گرفتن رخصت است کہ مرتکبش قابل ملامت نیست واجر نگرفتن عزیمت است کہ عاملش لائق تحسین کذا فی ردالمحتار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۴/۵۶ھ

ترجمہ سوال: فتویٰ دے کر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

ترجمہ جواب: اجرت کے ساتھ فتویٰ دینے کی دوصورتیں ہیں، اول، زبانی سوال کا جواب دینا اور اس پر اجرت لینا بلاشرط اجارہ اور بلا پابندی وقت جائز نہیں، دوم، استفتاء کا جواب لکھ کر دینا اور اس پر اجرت لینا یہ بلاشبہ درست ہے، اس لئے کہ وہ لکھنے کی اجرت ہے، اور مفتی پر لکھ کر جواب دینا واجب نہیں، پس اس پر اجرت لینا درست ہے، دوسرے لکھے جانیوالے کاروبار کے مثل مگر مقتضائے تقویٰ یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو صرف برائے خدا اس خدمت کو انجام دیوے، اور اس پر اجرت نہ لیوے، پس اجرت لینا رخصت ہے، اور نہ لینا عزیمت ہے، رخصت پر عمل کرنے والا قابل ملامت نہیں اور عزیمت پر عمل کرنے والا لائق تحسین ہے۔

[1] فانه يستحق أجر المثل علىٰ كتابة الفتوىٰ لان الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان ومع هذاالكف اولىٰ الخ الدرالمختارعلى الشامي زكريا ج۹/ص۱۲۷/مطبوعه كراچي ج۶/ص ۹۲/كتاب الاجارة،مسائل شتىٰ،وشامي تكمله زكريا ج ۱۱/ص۷۷/مطبوعه كراچي تكمله ج۷/ص ۶۱/كتاب الهبة، مطلب لابأس للمفتي آن ياخذ شياً من كتابة الجواب الفتوىٰ،بزازية على الهندية كوئٹه ص ۴۹/ج۵/كتاب الاجارات،نوع الاعمال التى لاتصح الاجارة بها،البحر الرائق كوئٹه ص۲۶۷/ج۶/كتاب القضاء،فصل فى المستفتى.

باب چہارم: اجرت علی المعاصی

کارخانۂ شراب کی ملازمت

سوال:- کارخانۂ شراب جہاں کئی ہزار من شراب روزآنہ شیرہ وغیرہ سے پک کر تیار ہوتی ہے، اور یہاں سے ہندوستان کے اکثر شہروں میں بذریعہ برانڈی اور دیگر ذرائع سے روانہ کیجاتی ہے، اس میں مسلمانوں کو بطور مزدور، محرر، مثلاً شراب کی مشین چلانا، بوتلیں صاف کرنا، شراب کے لئے صندوق، ڈبہ، کنستر بنانا اپنی لاری، ٹھیلہ، بیل گاڑی یا سر پر لاد کر قرب وجوار یا مثلاً دہلی، حصار لاہور، انبالہ، وغیرہ لے جانا، مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو مکروہ ہے یا حرام، اور قرآن کریم کا حکم (**ولا تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان**) ان پر صادق آتا ہے، یا نہیں؟ نیز حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے، جس میں بنانے والا، نچوڑنے والا، پینے والا، پلانے والا، اٹھا کر لیجانے والا، جس کے پاس لیجائے، وغیرہ وغیرہ جو کہ قرآن کریم کے حکم مذکور اور ''**فَاجْتَنِبُوْا**'' کی تفسیر کر رہی ہے، اس سے کون لوگ مراد ہیں، شراب خانہ مسلمان اور ہندو کا ایک ہی حکم میں ہے یا جداگانہ احکام ہیں، مع حوالہ کتب حدیث آنحضرت ﷺ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کارخانہ اگر مسلمان کا ہے تو اس کی یہ سب ملازمتیں حرام ہیں، موٹر وغیرہ کے ذریعہ سے لیجانا اور مزدوری لینا بھی حرام ہے، اگر یہ کارخانہ کافر کا ہے، تو ملازمتیں مکروہ تحریمی ہیں، شراب کی بیع وملازمت وغیرہ میں مسلم اور کافر کا حکم یکساں نہیں، بلکہ علیحدہ علیحدہ ہے، ''**عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الْخَمْرِ عَشَرَۃً، عَاصِرَھَا وَمُعْتَصِرَھَا وَشَارِبَھَا. وَحَامِلَھَا وَالْمَحْمُوْلَۃَ اِلَیْہِ وَسَاقِیَھَا وَبَائِعَھَا، وَاٰکِلَ ثَمَنِھَا، وَالْمُشْتَرِیَ لَھَا، وَالْمُشْتَرٰی لَہٗ**

رواہ الترمذی وابن ماجہ. مشکوٰۃ شریف[1] ص۲۴۲ رمگر شراب بنانے کی ملازمت بہرحال حرام ہے،"وجاز حمل خمر ذمی بنفسہ اوبدابتہ باجر لاعصرھا لقیام المعصیۃ بعینہ اھ درمختار قال الزیلعی وھذاعندہ وقالاوھومکروہ زادفی النہایۃ وھذاقیاس وقولھما استحسان ثم قال الزیلعی وعلیٰ ھذا الخلاف لواجرہ دابتہ ینقل علیہ الخمر،ولعل المراد ھٰھنا عصر العنب علیٰ قصد الخمریۃ فان عین ھذا الفعل معصیۃ بھٰذا القصد ولذااعادالضمیر علیٰ الخمر مع ان العصر للعنب حقیقۃ اھ ردالمحتار ملخصاً ج۵/ ص۲۷۷ ر[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نسبندی کی ملازمت

سوال:-نسبندی کی ملازمت کرنا اور صرف غیر مسلموں کی نسبندی کرنا دوسروں کی نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کام ناجائز ہے اس کام کی نوکری کرنا بھی ناجائز ہے،[3] اور دوسرا ذریعہ معاش تلاش

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۴۲ / ج ۱ / مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۴۲ / ج ۱ / ابواب البیوع، باب ماجاء فی الخمر والنھی عن ذالک.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملہ میں دس آدمیوں پر یعنی (۱) پھلوں کے نچوڑنے والے پر (۲) نچوڑوانے والے پر (۳) پینے والے پر (۴) اٹھانے والے پر (۵) اس شخص پر جس کے پاس شراب اٹھا کر لے جائی گئی (۶) پلانے والے پر (۷) بیچنے والے پر (۸) اس کے خریدنے والے پر (۹) شراب کی قیمت کھانے والے پر (۱۰) اس شخص پر جس کے لئے خریدی گئی۔

[2] درمختار مع الشامی ج۶ / ص ۳۹۱ / مطبوعہ کراچی، مطبوعہ زکریا ج۹ / ص ۵۶۲ / کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰ / ج۴ / الباب الخامس العشر، الفصل الرابع فی فسادالاجارۃ، خانیہ علی الھندیۃ ص ۳۲۴ / ج ۲ / کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ.

کرلے، اوراس نوکری کو چھوڑ دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محکمہ نسبندی میں ملازمت

سوال:- میں محکمہ نسبندی میں ملازم ہوں اس محکمہ میں صاحب اولاد کو زائد تولد کے سلسلہ ختم کرانے کے لئے آپریشن کے کام پر ملازمت کرتا ہوں لہٰذا یہ کام شرعاً جائز ہے یا نہیں اس کی تنخواہ لینا کیسا ہے جو تنخواہ مل چکی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے مجبوراً یہ کام کرنا پڑے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ محکمہ اس بنیاد اور نظریہ پر قائم کیا گیا ہے کہ آدمی زیادہ ہوگئے غلہ کم پیدا ہوتا ہے، سب کو راشن پورا نہیں ملتا، جو آدمی پیدا ہو چکے ان کو دنیا سے ختم کرانے میں مفاسد بہت ہیں جن کو برداشت کرنا دشوار ہے، لہٰذا ایسی صورت اختیار کی جائے کہ آدمی کم پیدا ہوں، تاکہ راشن سب کو ملے یہ نظریہ تعلیمات اسلام کے بالکل خلاف ہے، زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے کہ اگر یہ زندہ رہیں تو اس کو راشن کہاں سے دینگے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ راشن دینے والے ہم ہیں خدا تک اس معاملہ میں ان کو نظر کم جاتی تھی، ان کے اس نظریہ کو رد کرنے

(پچھلے صفحہ کا نمبر ۳/ کا حاشیہ) ۱؎ ولا (تصح الاجارة) لاجل المعاصی الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۷۵ مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۵۵/ کتاب الاجارہ باب الاجارة الفاسدة، والدر المنتقیٰ علی مجمع الانہر ج۳/ص ۵۳۳/ کتاب الاجارة الفاسدة، المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/ الاجارة الفاسدة، دارالفکر بیروت.

وکمایستفاد استاجر الذمی رجلا لیخصی عبداً لایجوز الخ عالمگیری ج۴/ص ۴۴۹/ کتاب الاجارة مطلب الاستئجار علی المعاصی.

کے لئے ارشاد ہوا ”وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاکُمْ (الآیة)[1] وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاهُمْ (الآیة)[2] یعنی فقر کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو تم کو اور تمہاری اولاد کو ہم روزی دیں گے اس نظریہ کی بناء پر یہ تدابیر اختیار کرنا خدا پاک کی ذات اور اس کے وعدوں پر اعتماد کو ختم کرنا ہے، اس لئے ہرگز جائز نہیں علاوہ ازیں ایک دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے تکثیر اولاد کی ترغیب دی ہے[3]، اور یہ منصوبہ بالکل اس کی ضد ہے اس منصوبہ بندی میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگر تین بچے پیدا ہونے پر آپریشن کر دیا گیا اور پھر عورت کا انتقال ہو گیا مرد نے اس کے بعد دوسری شادی کی تو وہ دوسری عورت اولاد سے قطعاً محروم رہے گی، لہٰذا اس مقصد کیلئے آپریشن کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی ملازمت بھی جائز نہیں[4] اس کی تنخواہ بھی جائز نہیں، اس کے علاوہ دوسرا ذریعہ معاش اختیار کیا جائے اور دوسرا جائز ذریعۂ معاش حاصل ہونے تک بحالت مجبوری پوری ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے، انتہائی جدوجہد کے ساتھ تلاش کر کے دوسری صورت

---

[1] سورہ اسرأ آیت ۳۱/۔

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ (بیان القرآن)

[2] سورہ انعام آیت ۱۵۱/۔

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم ان کو اور تم کو رزق دینگے۔ (بیان القرآن)

[3] قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ. (مشکوٰة شریف ص ۲۶۷/ کتاب النکاح) ابوداؤد شریف ص ۲۸۰/ ج ۱/ کتاب النکاح، باب تزویج الابکار.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت سے نکاح کرو، جو خاوند سے محبت کرے اور بہت بچے جنے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کرونگا۔

[4] لاتصح الاجارة لاجل المعاصی، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۷۵/ ج ۹/ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، الدر المنتقی علی مجمع الانهر ص ۵۳۳/ ج ۳/ باب الاجارة الفاسدة، المبسوط للسرخسی ص ۳۸/ ج ۱۶/ الاجارة الفاسدة، دار الفکر بیروت.

ملنے پر اس کو ترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بینک کی ملازمت درست ہے یا نہیں؟

سوال:- گذارش ہے آج کے دور میں نوکری ملنا محال ہوگیا ہے، خاص طور سے مسلمانوں کو نوکری ملنے میں بہت دقت پیش ہو رہی ہے، ویسے تو مسلمانوں کو نوکری ملتی ہی نہیں ہے، میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان ہوں دنیاوی تعلیم کیساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی سیکھی ہے، آپ مجھے اس مسئلہ سے آگاہ کیجئے کہ کوئی مسلمان بینک بیمہ کی نوکری کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان کو اس بات پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ سب کو روزی دینے والا اللہ پاک ہے، اور حلال روزی کا طلب کرنا اللہ پاک نے فرض قرار دیا ہے[1]، لامحالہ روزی دنیا میں موجود ہے، تبھی تو اسکا طلب کرنا فرض فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ حلال روزی کو وہ معدوم فرمادیں ناپید کردیں، اور اس کا طلب کرنا فرض لازم کردیں "لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا[2]، پ۳/ ص۵۰/ آیت ۲۸۶" دشواری جو کچھ پیش آتی ہے، وہ عموماً اس لئے پیش آتی ہے کہ جو انسان

---

[1] طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة الخ مشکوٰة شریف ۲۴۲/ باب الکسب وطلب الحلال (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کنز العمال رقم الحدیث ۹۲۳۱/ص ۹/ج ۴/مطبع مؤسسة الرسالة بیروت، **ترجمہ**: حلال روزگار کا طلب کرنا بھی فرض ہے، جہاں اور فرائض ہیں)

[2] سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا، مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ (بیان القرآن)

خوراک، پوشاک رہن سہن کے اعتبار سے اپنے لئے اونچا تجویز کر لیتا ہے، اور اس معیار کی ملازمت ملنے میں دشواری ہوتی ہے، اگر معیار ہلکا کر لے سادہ لباس، سادہ کھانا سادہ رہائش پر قناعت کر لے تو یہ دشواری پیش نہ آئے، اولاد کی شادی بیاہ میں بھی آجکل اسی معیار کی بلندی کی وجہ سے دشواری پیش آتی ہے، سود لینے والے پر سود دینے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر، سود کی گواہی دینے والے پر حدیث پاک[1] میں لعنت آئی ہے، اگر ان سب سے بچ کر ملازمت ملے تو انکو اختیار کرنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایسی ملازمت جس میں سود کا حساب بھی ہو

سوال:- میں سرکاری ملازم ہوں، میرے کاروبار وظیفہ خوروں کو ادائیگی وظیفہ، ملازمین سرکار کی تنخواہ پر اندراجات وسفر خرچ کی تنقیح واجرائے اسٹام، دستاویزی وعدالتی کی فراہمی وفروخت کا حساب ہے، ساتھ ساتھ بعض دفعہ میرے نوٹ پر سود کی اجرائی اور مختلف قرضہ جات کی سود کی رقم بذریعہ چالان جمع ہوتی ہے، تو اس طرح سود کی اجرائی اور سود کی رقم کے جمع سرکار ہونے کا حساب بھی وقتاً فوقتاً آجاتا ہے، نیز اب لاٹری ٹکٹ کے حسابات کی ذمہ داری بھی سپرد کی گئی ہے، میں کثیر العیال ہوں، ملازمت چھوڑنے پر یقیناً والد محترم مجھ سے ناراض ہوں گے، ایسی صورت میں ملازمت کر رہا ہوں یہ میرے لئے جائز ہے یا قابل ترک ہے؟

---

[1] عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم اٰکلَ الرِّبوٰ وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ. مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴/(مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)باب الربوٰ،مسلم شریف ص۲۷/ ج ۲/باب الربوٰا، کتاب البیوع،مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے، کھلانے والے، لکھت پڑھت کرنے والے، اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا کہ یہ سب لوگ برابر ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی اصل آمدنی تو جائز تھی، لیکن اب آپ کو اپنی جائز ملازمت میں کچھ ایسا کام بھی کرنا پڑتا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں، جائز کام کے مقابلہ میں اگر دوسرا کام کم ہے، تو اپنی ملازمت ترک نہ کریں[1]، اگر جائز کام کم ہو اور دوسرا کام زائد ہو تب بھی فوراً ملازمت ترک نہ کریں، مبادا کہ پریشانی کا سامنا ہو جو قابل برداشت نہ ہو[2]، البتہ دوسری جائز کسب معاش تلاش کرتے رہیں، جب وہ میسر آجائے، تب اس موجودہ ملازمت کو ترک کردیں، استغفار بہرحال کرتے رہیں، نیز اللہ پاک سے حلال کسب معاش کی دعا میں لگے رہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چنگی کی ملازمت

سوال:- ایک شخص چنگی چوکی کا داروغہ ہے، اس کی نظر سے فضائل صدقات، ص ۲۷/ پر ایک حدیث گذری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی عذر کرے، اور وہ قبول نہ کرے، تو اس کو اتنا گناہ ہوتا ہے، جتنا کہ چنگی کے وصول کرنے والوں کو، اب داروغہ بہت پریشان ہے، کہ چنگی کی ملازمت کرے یا نہ کرے؟

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة اهدیٰ الیٰ رجل شیاً او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلا بأس الیٰ قوله فالمعتبر الغالب. عالمگیری ج۵/ص ۳۴۲/مطبع کوئٹه، کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خانیه علی الهندیة ص ۴۰۰/ج۳/کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹه.

[2] من ابتلی ببلیتین یختار اهونهما، الاشباه والنظائر ص ۱۴۵/مطبوعه دارالعلوم دیوبند تحت القاعدة الخامسة، قواعدالفقه ص ۵۶/رقم القاعده ۱۹/دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے ٹیکس کو حرام قرار دیا ہے، اور ٹیکس وصول کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے، اسکی دعا بھی قبول نہیں ہوتی[1]، آج کل چنگی کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے، اس لئے جب دوسری ملازمت کو پالے یا گذارہ کی صورت ہوجائے، تو چنگی کی ملازمت نہ کی جائے، اگر ملازمت کرلی ہے، اور دوسری جائز ملازمت اس سے بہتر موجود ہے، تو چنگی کی ملازمت ترک کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۹ھ

سرکاری ملازمت اور اس کی آمدنی

سوال:- جن ملازم گورنمنٹ کو حکم شرع کا اختیار نہ ہو مثلاً تحصیلدار یا نائب تحصیلدار وغیرہ بظاہر یہ "من لم یحکم بماانزل اللّٰہ الآیۃ" کے مصداق ہیں، پھر ان کی ملازمت کے جواز کی کیا صورت ہو، اور انکا روپیہ دینی کاموں میں کس طرح پر صرف کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن ملازمتوں میں خلاف شرع حکم کرنے پر گورنمنٹ کی طرف سے ملازم مجبور ہوتا ہے، وہ ملازمتیں اور ان کی آمدنی سب ناجائز ہیں[2]، اگر تحصیلدار کا یہ حال ہے تو اس کا بھی یہی

---

[1] سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان صاحب المکس فی النار، مسنداحمد، ج ۴/ ص ۱۰۹/ مطبوعہ بیروت.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ٹیکس وصول کرنے والا جہنمی ہے۔

"فان ھذہ ساعۃ یستجاب فیھاالدعاء الالساحراوعشار، المعجم الکبیر للطبرانی ج ۹/ ص ۵۵/ حدیث ۸۳۷۴/ مطبوعہ بیروت.

ترجمہ: کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں دعاء قبول کی جاتی ہے، مگر جادوگر اور ٹیکس وصول کرنے والے کی۔

[2] وتحرم الاجرۃ علیٰ محظور مشروط اومضمر الخ البحرالزخار (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

حکم ہے، ایسی ملازمت کا روپیہ دینی کاموں میں صرف کرنے کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب مسکین کو دیدیا جائے، وہ از خود کسی دینی کام میں دیدے[1]، بظاہر ہر ملازمت کا یہ حال نہیں، تحقیق کرلی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۹/۲/۵۷ھ

تصویر چھاپنے والے پریس میں ملازمت

سوال:- ہندوستان میں ہزاروں مسلمان پریسوں میں ملازم ہیں، جن کو خبروں کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی چھاپنی پڑتی ہیں، اس ملازمت کو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر چھاپنا اور شائع کرنا شرعاً جائز نہیں اسکی ملازمت بھی ناجائز ہے[2] کیونکہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ج۵/ص ۸۲/(مطبوعہ بیروت لبنان) کتاب الاجارة فصل فی احکام الاجرة، ومتفق علیہ ان کل اجرة تکون علی فعل المعصیة تکون حراماً، بذل المجهود ج۴/ص ۲۶۵/(مطبوعہ یحیوی سهارنپور) کتاب الاجارة باب فی کسب الحجام، مجمع الانهر ص ۵۳۳/ج۳/کتاب الاجاره، باب الاجارة الفاسدة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[1] کمایستفاد والحیلة له ان یتصدق بمقدارزکاته علیٰ فقیر ثم یامره بعد ذٰلک بالصرف الیٰ هذه الوجوه الخ عالمگیری ج۶/ص ۳۹۲/ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة، المحیط البرهانی ص ۱۴۶/ج۹/الفصل الثانی والعشرون، ادارة القرآن المجلس العلمی.

[2] قال العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهومن الکبائر متوعد علیه بهذا الوعیدالشدید وسواء صنعه لمایمتهن اولغیر فصنعته حرام بکل حال الخ فتح الباری ج ۱۱/ص ۵۸۳/کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه نزارمصطفی البازمکه مکرمه، شامی کراچی ص ۶۴۷/ج ۱/کتاب الصلوة، باب مکروهات الصلوة، البحر کوئٹه ص ۲۷/ج ۲/باب مایفسدالصلاة ومایکره فیها.

ناجائز کام کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے، لیکن اگر پریس مشینوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جائیں، اوراس کے ساتھ تصویریں بھی ہوں اور تصویریں کم ہوں، اور جائز چیزیں زائد ہوں تو ایسی تمام آمدنی کو ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، اس کی ملازمت خالص جائز ملازمت سے کمتر اور ادنیٰ ہوگی اور خالص ناجائز ملازمت سے غنیمت ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

جاندار کی تصویر کو فریم کرنے کی اجرت

سوال:۔ زید ایک دوکان فریم بنانے کی کرنا چاہتا ہے، شیشہ کا فریم ہوگا، اس میں بہت لوگ سندیں، سرٹیفکٹ، عمارت کی تصویریں، بیل بوٹے، باغات، ندیاں وغیرہ فریم کرائیں گے، لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ اب زید یہ کام شروع کرے گا، تو بہت سے مسلم اور غیر مسلم جاندار چیزوں کی تصویریں لائیں گے، اور اسے فریم کرنے کے لئے کہیں گے، اب سوال یہ ہے کہ زید اسے فریم کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر بنانا تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے[1]، اس کو اجرت پر فریم کرنا، اس حکم میں نہیں بلکہ اس میں تخفیف ہے، اس میں ایک حرام چیز کا فی الجملۃ استحکام واعزاز بھی ہے، اس لئے مکروہ ہے، اس کی اجرت میں کراہت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

---

[1] قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم، وهو من الکبائر الخ مرقات ج۴/ص ۴۸۳/(مطبوعه بمبئی)(باب التصاویر، الفصل الاول) نووی علی مسلم ص ۱۹۹/ج۲/کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی، شامی زکریا ص ۴۱۶/ج۲/باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة.

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیها الخ الدر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

کھجور کا رس نکالنے کے لئے اجرت پر دینا

سوال:- (۱) کھجور کے درختوں کو رس نکالنے کے لئے کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ جب کہ معلوم ہے کہ رس نشہ لانے کی حالت میں فروخت ہوگا؟

(۲) بعض لوگوں نے کھجور کے درختوں کو رس نکالنے کے لئے دیدیا اس شرط پر کہ اس کے بدلہ ایک گھڑی دیدینا یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) منع ہے[۱]

(۲) منع ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) المختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۶۱/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، النهر الفائق ص ۲۶۸/ج۳/کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۴۳/ج۵/قبیل کتاب اللقیط.

۱/۲ یکره (ای بیع العصیر ممن یعلم أنه یتخذه خمراً) لاعانته علی المعصیة الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۶۱/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۱۴/ج۴/کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، ولا تصح الاجارة لاجل المعاصی الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۷۵/ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، المحیط البرهانی ص ۳۴۶/ج ۱۱/کتاب الاجارة نوع آخر فی الاستئجار علی المعاصی، مطبوعه ڈابهیل، مجمع الانهر ص ۵۳۳/ج۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالکتب العلمیة. مستفاد امرأة نائحة او صاحب طبل (الی قوله) اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیة فکان الاخذ معصیة، اما اذا لم یکن الاخذ علی شرط لم یکن الاخذ معصیة (عالمگیری ج۵/(۳۴۹/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر) المحیط البرهانی ص ۶۳/ج۸/کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکتب، مطبوعه ڈابهیل.

برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت

سوال:- ہمارے مرادآباد میں برتنوں کا کام ہوتا ہے، بعض برتن مورتی کا بھی بنتا ہے، اور بعض برتنوں میں مورتی اور ذی روح جانور اونٹ، مچھلی وغیرہ بناتے اور کھودتے ہیں، یہ مورتی اور جانور کا بنانا کھودنا جائز ہے یا نہیں، اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں، جو شخص یہ مورتی اور جانور بناتے ہیں اور کھدواتے ہیں ان کا یہ کاروبار ٹھیک ہے یا نہیں، ان کا پیشہ ٹھیک ہے یا نہیں، ایسے شخص کے یہاں دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

برتنوں پر جاندار چیزوں کی تصویر بھی بنائی جاتی ہے، اور پھول بیل بوٹے بھی بنائے جاتے ہیں، پس یہ بھی کچھ کام جائز ہوا، کچھ ناجائز اس کی وجہ سے پورے کام کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، اور اصل مالیت تو مال کی ہے، بعض برتنوں کی تصویر اس پر محض زینت کے لئے بناتے ہیں، جائز کام کی اجرت جائز ہوتی ہے، ناجائز ام کی اجرت ناجائز[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ

تصویر کی اجرت

سوال: میں ٹھیکہ داری کا کام کرتا ہوں، رنگ لوہا جنگلے وغیرہ کا ٹھیکہ بھی میرے ذمہ ہوتا ہے، بعض لوگ مجھ سے تصویر بھی بنواتے ہیں، تو اس کی کمائی میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر خود بنانا یا دوسروں کے ذریعہ سے بنوانا، لکڑی یا لوہے وغیرہ پر کھدوانا

---

[1] رجل استاجر رجل لیصورله صورا اوتماثیل الرجال فی بیت اوفسطاط فانی اکره ذلک واجعل له الاجرة قال هشام تاویله اذاکان الاصباغ من قبل الاجیر، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۴/ کتاب الاجارة، مطلب الاجارة علی المعاصی.

اپنی مرضی سے یا گاہک کی مرضی سے ہر طرح ناجائز ہے، بنوانے والا گاہک مسلم ہو یا غیر مسلم کسی کی خاطر اجازت نہیں ہے[1]، مگر اس کی وجہ سے بقیہ تمام لوہے کا کام جو کہ جائز ہے شرعاً ناجائز نہیں کہا جائیگا، اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہو جائے گی اگر تصویر بنانے کی آپ ذمہ داری نہ لیں نہ اس کا معاملہ کریں تو بہت اچھا ہے، پھر جس جگہ چاہیں اور جو معاملہ چاہیں کریں، آپ بری ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

باجہ بجانے کی اجرت

سوال:- جو لوگ انگریزی باجہ بجانے والے ہیں اور وہ مسلمان ہیں ان کا پیشہ یہی ہے اس پر ان کی گذر اوقات ہے، تو ان کی مزدوری بموجب شرح حدیث کے کیسی ہے، نیز ان کو کرایہ کے طور پر مسجد کی دوکانیں دینی چاہئیں یا نہیں، اس کا مفصل طور پر اور خلاصہ کے طور سے فتویٰ مرحمت ہو، اس معاملہ میں آپس میں نزاع ہو رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

انگریزی باجہ بجانا شرعاً جائز نہیں[2] اور اس کا پیشہ کرنا بھی ممنوع ہے، اسکی آمدنی ناجائز

---

[1] قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب او بساط او درهم او دینار او غیر ذٰلک، مرقات ج۴/ص ۴۸۳/مطبوعه بمبئی، باب التصاویر، الفصل الاول، نووی علی مسلم ص ۱۹۹/ج۲/کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی، شامی زکریا ص ۴۱۶/ج۲/باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة.

[2] والثانی ان یغنی ببعض آلات الغناء مما هو من شعار شاربی الخمر وهو مطرب کا لطنبور العود والصنبح وسائر المعازف فیحرم استعماله واستماعه شرح الطیبی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ہے[1] ایسے لوگوں کو مسجد کی دوکانیں کرائے پر دی جائیں تو احترام مسجد کے خلاف بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناول کرایہ پر دینا

سوال:- زید ایک کتب خانہ کھولنا چاہتا ہے، اس میں ناول اور قصہ کہانی کی کتابیں رکھ کر روزانہ کرایہ پر دے گا، تو کتابوں کو کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالمگیری[2] میں لکھا ہے کہ کتابوں کو کرایہ پر دینا درست نہیں، خواہ وہ کتابیں کسی ہی ہوں، ناولوں کا دیکھنا تو ایسے ہی مخربِ اخلاق ہے، بے شرمی، بے غیرتی اور غیروں سے آشنائی پیدا کرنے کا بڑا محرک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۱۱۳/ ج ۹/ باب البیان والشعر، الفصل الثالث، مطبوعہ زکریا دیوبند، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۶۲۰/ ج ۴/ مطبوعہ بمبئی، شرح السنۃ ص ۲۷۴/ ج ۷/ کتاب الاستئذان، باب مایکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر، مطبوعہ مصطفی احمد البازمکہ مکرمہ.

[1] ولا (تصح الاجارۃ) لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۷۵/ مطبوعہ کراچی ج ۶/ ص ۵۵/ (کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ) عالمگیری ج ۴/ ص ۴۴۹/ کتاب الاجارۃ، الباب السادس عشر الخ، مجمع الانھر ص ۵۳۳/ ج ۳/ باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] ولو استاجر کتبا لیقرأ فیھا شعراً کان اوفقھا اوغیر ذٰلک لایجوز الخ عالمگیری ج ۴/ ص ۴۴۹/ کتاب الاجارۃ، الباب السادس عشر الخ، المحیط البرھانی ص ۳۴۹/ ج ۱۱/ کتاب الاجارۃ، نوع آخر فی الاستئجار علی المعاصی، مطبوعہ ڈابھیل، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۰/ ج ۸/ باب الاجارۃ الفاسدۃ. مجمع الانھر ص ۵۳۴/ ج ۳/ باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

تاڑی نکالنے کے لئے درخت کو کرایہ پر دینا

سوال:- کھجور کے درخت کا پانی جو خاص موسم میں نکالا جاتا ہے، جس کو تاڑی کہتے ہیں، جس میں نشہ ہوتا ہے، تو تاڑی نکالنے کی وجہ سے مالک درخت کا کچھ روپیہ لینا کیسا ہے؟ اور درخت ایسے شخص کو دینا جائز ہے یا نہیں، جو تاڑی کا کاروبار کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۵ھ

درزی کو ناجائز لباس سینا

سوال:- میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا نقشہ یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں، تو مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز لباس سینا مکروہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

---

[1] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً. الدرالمختار على الشامى كراچى ج۶/ ص ۳۹۱/مطبوعه زكرياج۹/ص ۵۶۱/كتاب الحظروالاباحة، فصل فى البيع،الدر المنتقى على المجمع ص ۲۱۲/ج۴/كتاب الكراهية فصل فى البيع،دارالكتب العلميه بيروت.

[2] اوخياطاً امره ان يتخذ له ثوباً على زى الفساق يكره لهٗ ان يفعل الخ شامى زكرياج۹/ص ۵۶۲/مطبوعه كراچى ج۶/ ص ۳۹۲/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،المحيط البرهانى ص ۶۳/ج۸/كتاب الكراهية،الفصل الرابع فى الكسب،مطبوعه ڈابهيل،البحرالرائق كوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فى البيع.

کوٹ پتلون سینا

سوال:- زید کا کام کپڑے سینے کا ہے، اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں، جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے، اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے، کہ رانون میں پھنسی ہوتی ہے، جواب عنایت فرمائیں، کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشاف ستر کا تو احتمال نہیں ہے یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا، جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو، تو کچھ اشکال نہیں، البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے، تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی، لیکن اگر یہ لباس عامۃً مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز کام کی اجرت

سوال:- شاکر وخالد یہ دونوں طالب علم ہیں، ایک ہی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، دونوں میں دوستی ہوگئی، شاکر مقامی ہے، اور خالد پردیسی ہے، اور شاکر بینا ہے

---

[1] وخیاطاً امرہ أن یتخذ لہ ثوباً علیٰ زی الفساق یکرہ لہٗ ان یفعل الخ شامی زکریا ج۹/ ص ۵۶۲/مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۳۹۲/(کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی البیع)البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۰۲/ج۸/کتاب الکراھیۃ،فصل فی البیع،المحیط البرھانی ج۸/کتاب الکراھیۃ، الفصل الرابع فی الکتب،مطبوعہ ڈابھیل.

اور خالد نابینا ہے، اور شاکر چھوٹا ہے، اور خالد بڑا ہے، خالد مسجد کے ایک حجرہ میں رہتا ہے، اور شاکر اپنے گھر، دوستی یہاں تک بڑھی کہ شاکر حجرہ میں آنے لگا، ایک دن شاکر آنے لگا تو خالد نے شاکر سے کہا کہ لیٹ جاؤ، ابھی اسکول سے تھکے ہوئے ہو آرام کرلو پھر جانا، شاکر لیٹ گیا، تو خالد نے شاکر کے ساتھ بدفعلی کی، پھر اس کے بعد شاکر گھر آ گیا، یہ معاملہ اتنا طویل ہوگیا کہ کچھ روز کے بعد خالد اور شاکر دونوں اسکول ساتھ آتے تھے، اور حجرے میں شاکر سے خالد بدفعلی کرتا تھا، آخر یہ ہوا کہ شاکر نے ایک سائیکل مرمت کے لئے دیدی مزدوری ۱۰۰/ روپیہ طے ہوئی، شاکر نے خالد سے پچاس روپیہ طلب کئے، جو بدفعلی کی اجرت اس پر تھی، اس نے انکار کردیا، شاکر نے اس کی شکایت کی کہ خالد میرے روپے نہیں دیتا ہے، قاری صاحب نے خالد کو بلایا اور چند لوگوں کو جمع کیا کہ شاکر کے پچاس روپئے دیدو، بہرحال خالد نے نہ دیئے، تو قاری صاحب اور پنچایت نے یہ طے کیا کہ خالد کا وظیفہ پچاس روپیہ شاکر کی سائیکل کی مرمت میں دیدیا جاوے، تو کیا روپیہ خالد سے لینا جائز ہے یا کہ نہیں، اور وہ سائیکل ابھی تک شاکر کے پاس موجود ہے، اور ان دونوں میں بول چال بند ہے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں شاکر اور اس کے باپ نے قرآن شریف لے کر حلف اٹھایا کہ ہمارا روپیہ خالد کے پاس قرض ہے، حالانکہ وہ بدفعلی کی اجرت مقررہ کا روپیہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خالد وشاکر کے شرمناک تعلقات ومعاملات کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ان کے درمیان ہرگز میل میلاپ نہ ہونے دیا جائے، اگر ان کی اصلاح کی توقع نہ ہو تو ان کو خارج کردیا جاوے، تاکہ ان کی وجہ سے دوسروں کے حالات خراب نہ ہونے پائیں، اور اسکول اور طلباء کی بدنامی نہ ہو، جو فیصلہ کیا گیا ہے، کہ دونوں کے روپئے ملا کر سائیکل والے کو دیئے ہیں، اگر یہ روپیہ ان دونوں کو دے کر ان کا قبضہ نہیں کرایا، بلکہ اسکول سے براہِ راست سائیکل والے کو دیئے گئے ہیں، تو اس روپیہ پر نہ خالد کی ملک ہوئی، نہ شاکر کی، بلکہ یوں سمجھئے کہ دونوں کا وظیفہ

ضبط کرلیا گیا، اور سائیکل والے کا مطالبہ ادا کردیا گیا، پس یہاں نہ خالد نے روپیہ دیا نہ شاکر نے لیا کہ حرام کمائی اور فعل حرام پر روپیہ لینے دینے کا سوال پیدا ہو، جھوٹی قسم کھانا اور قرآن ہاتھ میں لے کر جھوٹا حلف اٹھانا کبیرہ گناہ ہے[1] جو کہ شرک کے قریب ہے اس پر سخت ندامت پختہ توبہ لازم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح، بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۸۸ھ

نائی کی اجرت

سوال:- ایک مقرر صاحب نے ایک تقریر میں یہ فرمایا کہ بال برکی اجرت حرام ہے

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. "باب الکبائر وعلامات النفاق، مسند احمد ص ۲۰۱/ ج ۲/ مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، مطبوعہ دارالفکر بیروت، بخاری شریف ص ۹۸۷/ ج ۲/ کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ومن ثم ذالک اتفق اصحابنا علی ان ذالک کبیرۃ، الزواجر ص ۸۶۵/ ج ۴/ کتاب الایمان، الیمین الغموس، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۷۹/ ج ۴/ کتاب الایمان، النہر الفائق ص ۵۰/ ج ۳/ کتاب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی انسان کو قتل کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا۔

[2] واتفقوا علی ان التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ وانہا واجبۃ علی الفور لایجوز تاخیرہا سواء کانت المعصیۃ کبیرۃ اوصغیرۃ روح المعانی ص ۲۳۶/ ج ۱۵/ الجزء الثامن والعشرون سورۃ التحریم تحت آیت ص ۸/ مطبوعہ دارالفکر، نووی علی مسلم ص ۲۵۴/ ج ۲/ کتاب التوبۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، المفہم شرح مسلم ص ۲۷/ ج ۷/ کتاب الرقاق، باب تجدید الاستغفار والتوبۃ، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت.

جب سے احقر نے یہ سنا ہے بے حد پریشان ہے احقر کا یہی پیشہ ہے، لہٰذا اپنی کمائی خیر خیرات کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے، مسجد اور مدرسہ میں حتی الامکان اپنا روپیہ صرف کرتا ہے، اور نیز کھانا پینا پہننا سب اسی کمائی سے ہی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بال برا گر شریعت کے مطابق سر مونڈتا لبیں بناتا، بغلیں مونڈتا، ناخن تراشتا ہے، تو اس کی اجرت حرام نہیں بلکہ جائز ہے، شاید لفظ حجام سے شبہ ہوا ہوگا، اس کی اجرت کو حدیث میں خبیث فرمایا گیا ہے[1]، وہاں حجام بال بر مراد نہیں بلکہ پچھنے لگانے والا مراد ہے، عربی میں بال بر کو حجام نہیں کہتے، بلکہ حلاق کہتے ہیں اور حجام پچھنے لگانے والے کو کہتے ہیں، البتہ داڑھی مونڈنا بال بر کے لئے بھی ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

نائی کی اجرت

سوال:- حجام کی آمدنی کا کیا حکم ہے، جس کی آمدنی مسلمانوں کی داڑھی موندنے اور انگریزی بال بنانے سے حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کام بھی گناہ ہے[3]، ان کی آمدنی بھی مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کسب الحجام خبیث (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱/ باب الکسب وطلب الحلال)

[2] حرم علی الرجل قطع لحیته الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۴۰۷/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، فتح القدیر ص ۳۴۸/ ج ۲/ کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] ان الاعانة علیٰ المعصیة حرام مطلقاً بنص القرآن ولکن الاعانة حقیقة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیا نائی کی مزدوری حرام ہے

سوال:- نائی کی روزی حرام بتائی جاتی ہے، کیوں بتائی جاتی ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں، اگر نائی کی روزی حرام ہے، تو اس سے چندہ لے کر مدارس دینیہ ومساجد میں کیوں لگایا جاتا ہے، بے نمازی کی روزی بھی حرام ہے، اور بے نمازی مسجد اور مدرسہ میں چندہ کی رقم دیتا ہے، لینے والے شخص کو خوب معلوم ہے کہ یہ بے نمازی ہے، پھر اس سے پیسہ کیوں لیا جاتا ہے، نیز مدارس میں نمازی بے نمازی سب کا پیسہ جاتا ہے، ان یتیم بچوں کو حرام غذا کھلا کر تعلیم حاصل کراتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ نمازی آدمی اور دیندار آدمی کو حلال وطیب روزی کھلانی چاہئے ایک طرف تو علماء تو کہتے ہیں کہ حلال روزی کمانی اور کھانی چاہئے، پھر وہ علماء چندہ کر کے حرام روزی طلبہ کو کیوں کھلاتے ہیں، مسجد میں بے نمازی سے جبراً پیسہ لے کر لگاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نائی سر مونڈھتا ہے، مونچھیں صحیح طریقہ پر بناتا ہے، ناخن تراشتا ہے، اور اس پر اجرت لیتا ہے، تو اسکی کمائی حرام نہیں[1] آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ نائی کی روزی مطلق حرام ہے، جو شخص شریعت کے مطابق تجارت زراعت وقت مزدوری سے روزی کماتا ہے، وہ حرام

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) هی ماقامت المعصية بعين فعل المعين الخ جواهر الفقه ج۲/ ص۴۴۷/ مطبع تفسير القرآن ديوبند تفصيل الكلام فی مسئلة الاعانة علیٰ الحرام، تفسير مظهری ص۱۹/ ج۳/ تحت الآية ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورة المائده ۲/ احكام القرآن للقرطبی ص۱۸/ ج۳/ الجزء السادس، دار الفكر بيروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] فاما استئجار الحجام لغير الحجامة كالفصد وحلق الشعر وتقصيره والختان وقطع شئی من الجسد للحاجة اليه فجائز الخ اعلاء السنن ج۱۶/ ص۱۶۰/ (مطبوعه امدادية مكه مكرمه) كتاب الاجارة، باب استئجار الحجام لغير الحجامة كالفصد وحلق الشعر الخ .

نہیں، اگرچہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس روزی کو حرام نہیں کہا جائے گا، جبراً پیسہ لینا نہ نمازی سے درست ہے، نہ بے نمازی سے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

نائی کا پیشہ تفصیل سے

سوال:- (۱) زید قوم سے نائی ہے، اس کا روزگار حجامت بنانا ہے، آجکل داڑھی منڈانے کا زیادہ رواج ہے، اگر زید داڑھی نہیں مونڈتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم دوسرا نائی مقرر کرلیں گے؟

(۲) زید کو غیر مسلموں کی داڑھی موندنی کیسی ہے؟

(۳) مسلموں اور غیر مسلموں کے سر کے بال فینسی کاٹنا کیسا ہے؟

(۴) زید کو بعض مسلم داڑھی کاٹنے کیلئے مجبور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم غیر مسلموں کی بھی تو داڑھی مونڈتے ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) داڑھی مونڈنا جائز نہیں[2]، وہ لوگ اگر دوسرا نائی مقرر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں تو

---

[1] لایحل مال امرئ الابطیب نفس منه الحدیث مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة الفصل الثانی، السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۱۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً الخ دارالمعرفة بیروت.

ترجمہ: کسی کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

[2] ان الاعانة علی المعصیة حرام ولکن الاعانة حقیقةً هی ماقامت المعصیة بعین فعل المعین الخ جواهر الفقه ج۲/ ص۴۴۷/ (مکتبه تفسیر القرآن دیوبند) تفصیل الکلام فی مسئلة الاعانة علیٰ الحرام، تفسیر مظهری ص ۱۹/ ج۳/ تحت الآیة ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورة المائده، احکام القرآن للقرطبی ص۱۸/ ج۳/ الجزء السادس، دارالفکر بیروت.

آپ مت گھبرائیں رزّاق خدا ہے۔

(۲) وہ بھی جائز نہیں[۱]۔

(۳) مکروہ ہے[۲]۔

(۴) زید غیر مسلموں کو بھی انکار کردے اور مسلمانوں کو بھی پھر مجبور نہیں کریں گے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

فاحشہ کو زمین کرایہ پر دینا

سوال:- ایک حاجی صاحب نے اپنی زمین ایک عورت کو جو فاحشہ ہے، فعل بد کے لئے اپنی زمین کرایہ پر دیدی ہے، اس کا کرایہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فعل بد کے لئے زمین دینا تو جائز نہیں[۳]، اگر رہنے کے لئے زمین دی ہے اور وہ اس پر

---

[۱] ان الاعانة على المعصية حرام ولكن الاعانة حقيقةً هي ماقامت المعصية بعين فعل المعين الخ جواهر الفقه ج۲/ص۴۴۷/(مكتبه تفسير القرآن ديوبند)تفصيل الكلام فى مسئلة الاعانة علىٰ الحرام، تفسير مظهرى ص ۱۹/ج۳/تحت الآية ولاتعاونوا على الاثم والعدوان سورة المائده، ۲/احكام القرآن للقرطبى ص۱۸/ج۳/الجزء السادس،دارالفكربيروت.

[۲] وان كان اسكافاً أمره انسان أن يتخذ له خفاً علىٰ زى المجوس اوالفسقة يكره لهٗ أن يفعل الخ شامى زكريا ج۹/ص ۵۶۲/مطبوعه كراچى ج۶/ص ۳۹۲/كتاب الحظروالاباحة، فصل فى البيع،المحيط البرهانى ص ۶۲/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فى الكسب،ادارة القرآن،البحر كوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/كتاب الكراهية،فصل فى البيع.

[۳] وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة ليتخذ بيت نارا وكنيسة اوبيعة اويباع فيه الخمر وقالا لاينبغى ذٰلك لانه اعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة (الدرالمختار مع الشامى كراچى، ج۶/ ص ۳۹۲/فصل فى البيع،كتاب الحظر والاباحة،المبسوط للسرخسى ص۳۸/ج۱۶/باب الاجارة الفاسدة.

فعل بد ہی کرے گی تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر نا جائز ہونے کا حکم نہیں ہے[1]، البتہ فعل بد سے کمایا ہوا روپیہ کرایہ میں لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۷ھ

اپنی زمین فرم کو کرایہ پر دینا

سوال:- کسی فرم کو جائیداد کرایہ پر دینا یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس جگہ (Hire Purchase) کا کاروبار کرے گی جائز ہے؟ اور اگر ایسی جائیداد ترکہ میں اس حال میں ہے کہ پہلے ہی سے ''ہائر پرچیز'' اس میں کاروبار ہو رہا ہو تب کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظم کے نزدیک جائز ہے ''وھو الاوسع'' اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ''وھو الاورع وجاز اجارۃ بیت لیتخذ بیت نار أو کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لاینبغی ذالک ''اھ درمختار وبسط النقول الشامی، الدر المختار علی الشامی نعمانیہ ج۵/ص ۲۵۱[3] ''کتاب الحظر والاباحۃ''. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۷ھ

---

[1] ولو اجرہ للسکنیٰ جاز وھو لابدلہ من عبادتہ فیہ (شامی کراچی ج۶/ص ۳۹۲/کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۴/فصل فی الاجرۃ علی المعاصی، کتاب الاجارۃ، المبسوط للسرخسی ص ۳۹/ج۱۶/باب الاجارۃ الفاسدۃ، دارالفکر بیروت.

[2] مھر البغی خبیث ای حرام اجماعاً لانھا تاخذہ عوضاً عن الزنا المحرم ووسیلۃ الحرام حرام (مرقاۃ ج۳/ص ۲۹۱/باب الکسب، مطبوعہ بمبئی، شرح الطیبی ص ۱۲/ج۶/کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، زکریا دیوبند، مسلم شریف مع النووی ص ۱۹/ج۲/باب تحریم ثمن ومھر البغی، کتاب البیوع، بلال دیوبند.

(حاشیہ نمبر۳/کا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ریڈیو بنانے اور مرمت کرنے کی اجرت

سوال:- آج کل عموماً نوجوان لڑکے جن میں خاص تعداد مسلمان لڑکوں کی بھی ہے ریڈیو بنانے کا فن سیکھتے ہیں، اوراس کے بعد یا تو خود ریڈیو بنانے اوراس کی مرمت کرنے کی دوکان کھول لیتے ہیں، یا کسی کی دوکان پر ملازمت کر لیتے ہیں، اس کے بارے میں جواز وعدم جواز کے بارے میں تحریر فرمائیں، اوراس سے پیدا کردہ آمدنی حلال ہے، یا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو نہ نجس ہے، نہ حرام، نہ حرام کام کے لئے اصالۃً بنایا گیا ہے، جولوگ اس کو ناجائز کام کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں، اس لئے اس کا بنانا اور بنا کر آمدنی حاصل کرنا حرام نہیں، نہ ایسی آمدنی حرام ہے[1]، اس سے بہتر حلال روزی کی کوئی دوسری صورت ہو تو وہ مقدم ہے، اس لئے کہ بکثرت لوگ اس کو لہو ولعب کے لئے استعمال کرتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی اس کی آمدنی سے احتیاط کرے تو بہتر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[۳] شامی زکریا ج۹/ص ۵۶۳/کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹/ج۶/کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۲/ج۸/کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[1] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والا فتنزیهاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۶۱/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، الدر المنتقی علی المجمع ص ۲۱۲/ج۴/کتاب الکراهیة فصل فی البیع، دارالکتب العلمیة بیروت. اس کی تفصیل جواہر الفقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

والثالث بیع اشیاء لیس لها مصرف لافی المعصیة فلیتمحض بیعها واجارتها وان لم یصرح بها ففی جمیع هذه الصورة قامت المعصیة بعین هذاالعقد والعاقدان کلاهما آثمان بنفس العقد الی قوله اعنی مالم تقم المعصیة بعینه بشرط ان لاینوی بها معصیة ولایصرح بها فی العقد ولا یتمحض استعمالها فی المعصیة. جواهر الفقه، ج۴/ص ۴۴۲/مکتبه تفسیر القرآن دیوبند.

گیس بتی مجالس شرک وفسق میں کرایہ پر دینا

سوال:- یہ ہے کہ خادم ایک مدت سے گیس بتیاں کرایہ پر دیتا ہے، اور کرایہ پر لے جانے والے حضرات وقتاً فوقتاً اپنی غرض ایسی بتلاتے ہیں کہ جو کبھی شرک ہوتا ہے، یا فسق یا بدعات مثلاً گنیش کی پوجا پاٹ اور دیوالی وعرس اسی طرح جوا، شراب خانہ، زنا کاری کے اڈّے اور ناچ گانوں کی محفلیں اور شادی بیاہ کی بارات جس میں بینڈ باجے وغیرہ ہوتے ہیں، عرس کی چادر کا جلوس ودیگر امورِ بدعات کے لئے لیجانا چاہتے ہیں، تو کیا اس صورت میں خادم کو گیس بتیاں دینا جائز یا ناجائز، جب کہ اس کے ساتھ بذاتِ خود یا کسی دوسرے شخص کا ساتھ ہونا یا جو مسلماں ہوتا ہے، ضروری ہوتا ہے، اور یہ شرکت اس کی خرابی یا ہوا وغیرہ دینے کے لئے ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جانتے ہوئے کہ فلاں معصیت یا شرک کی محفل میں یہ گیس جائے گا، جس سے اس کی رونق میں اضافہ ہوگا، یہ اس کی اعانت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے، "لقوله تعالیٰ: ولا تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان[1]، پھر جبکہ گذارہ کا دوسرا ذریعہ بھی قابو میں ہے، تو اس کو بالکل ترک کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سنیما کی آمدنی

سوال:- زید کا ایک مینی فلم (یعنی چھوٹا سنیما) ہے وہ اس کو ایک رات دوسو روپئے کرایہ پر دیتا ہے، لوگ اس کو منع کرتے ہیں کہ تو اس حرام کام سے باز آ، منہ سے تو برا کہتا ہے لیکن عمل کے اندر سنیما چالو رکھتا ہے، بکر نے زید کو کہا کہ تم حرام خوری کیوں کرتے ہو، ایک

[1] سورۂ مائدہ آیت ۲/۔ **ترجمہ**: اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (بیان القرآن)

تو سنیما دیکھنا گناہ، تم دکھاتے ہو اور آمدنی سے اپنا پیٹ بھی بھرتے ہو، اچھا تم ایک کام کرو کہ مجھے پانچ سو روپیہ ہر مہینہ دو یا اپنی خوشی سے جو بھی دو لیکن ہر مہینہ دو یا ایک ساتھ دس ہزار روپئے دیدو، تو میں تم کو ایک ترکیب بتلا دوں، زید نے کہا کہ پھر پوچھنے کی کیا بات ہے، میں راضی ہوں، تم ترکیب بتلاؤ تو، بکر نے کہا کہ دیکھو تم سنیما چلاتے ہو یہ ہوا حرام اور اس کی آمدنی بھی حرام سے ہے، اب سوال یہ ہے کہ بکر کا اس ترکیب سے ہر مہینہ پانچ سو روپیہ لینا یا وہ خوشی سے جو دے اس کو بتا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں بتایا تو کیا بکر گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تبدیل ملک سے اگر تبدل عین کا حکم ہو جائے تو اس سے سنیما کی آمدنی کیسے درست ہو جائے گی، اور یہ کاروبار کیسے جائز ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۶ھ

مندر کی تعمیر میں مزدوری

سوال:- اہل ہنود کے مندر و گرجا وغیرہ میں معماری کا کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل باطل کے عبادت خانہ جیسے گرجا گھر، یا بت کدہ میں تعمیری مزدوری کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

---

[1] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمته وان تداولته الأیدی وتبدلت الاملاک الخ. شامی زکریا ص ۳۰۰/ ج۷/ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعد.

[2] وجاز تعمیر کنیسة وحمل خمر ذمی باجر الیٰ قوله وقال لاینبغی ذٰالک لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا

سوال:- ایک شخص جانوروں کا ڈاکٹر ہے، بعض وقت گائے وغیرہ کو مستی کا انجکشن دینا پڑتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انجکشن دینے سے قبل گائے کی فرج میں ہاتھ داخل کیا جاتا ہے، جس سے ایک قسم کی گدگدی پیدا ہوتی ہے، پھر انجکشن دیا جاتا ہے، آیا یہ فعل زنا میں داخل ہے یا نہیں؟ ہر دو صورت واضح طور پر تحریر فرماویں، نیز یہ ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل زنا میں داخل نہیں[1]، البتہ خلافِ فطرت اور غلط فعل ہے، ہوسکتا ہے کہ جانور کے لئے باعث اذیت بھی ہو، ایسی ملازمت سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۹۴ھ

جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے کی ملازمت

سوال:- میں نمازی مسلمان ہوں، حسبِ عقیدہ اسلام لحم خنزیر اور شراب اور دیگر لغویات کا ارتکاب نہیں کرتا، مگر صاحب عیال اور غریب آدمی ہوں اور پانی کے جہاز میں خانساماں کا کام کرتا ہوں، شراب اور سور کا گوشت اور دیگر اشیاء مسافروں کیلئے کمپنی کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں، میں بحیثیت ملازم پیش کرتا ہوں میری یہ کمائی میرے لئے شرعاً حلال

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۵۶۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹/ ج ۶/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۲/ ج ۸/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[1] وهو (الزنا) وطئی الرجل المرأة فی القبل فی غیر الملک وشبهته الخ شامی زکریا ج ۶/ ص ۵/ اول کتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۱۴۳/ ج ۲/ کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، البحر کوئٹه ص ۳/ ج ۵/ کتاب الحدود.

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا حرام اشیاء کو لا کر یا پکا کر پیش کرنا معصیت وحرام ہے مگر ملازمت کی تنخواہ حرام نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۲ھ

قوالی اور اس کی آمدنی

سوال:- زید ایک صالح اور دیندار آدمی ہے، اور وہ نماز پنجگانہ کا پابند ہے، نیز امور شرعیہ کا لحاظ کرتا ہے، مگر اس کا ذریعہ معاش پیشۂ قوالی ہے، وہ قوالی کی محفل میں شرکت کرتا ہے، اور اس کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا یہ پیشۂ قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ اس روپیہ سے غرباء کی امداد وادائیگی حج بیت اللہ کیا جاسکتا ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ قوالی کا پیشہ جائز ہے، کیونکہ اکثر بزرگانِ دین سے قوالی کا سننا ثابت ہے، آپ بتلادیں کہ اگر دوسرا کاروبار کرتا ہے، اس نیت کے ساتھ کہ وہ اپنے سابق پیشہ قوالی کو ترک کردے گا، تو وہ دوسرا پیشہ جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مروجہ قوالی ناجائز ہے، اس کو ذریعہ معاش بنانا اور پیسہ حاصل کرنا بھی ناجائز ہے، ایسا پیسہ درست نہیں، اس کو غریبوں پر صدقہ کردے[2]، اور آئندہ کیلئے اس پیشہ سے توبہ کرلے، ایسی

---

[1] لو آجر دابة لينقل عليها الخمر او أجر نفسه ليرعىٰ لهٗ الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره الخ شامی زکریا ج۹/ص ۵۶۲/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، المبسوط للسرخسی ص۳۸/ج۱۶/باب الاجارة الفاسدة، دارالفکر، البحر کوئٹہ ص ۲۰۲/ج۸/فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة.

[2] ولا يجوز الاجارة على شئ من الغناء والفوح والمزامير والطبل وشئ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

کمائی سے جو ٹیکسی خریدی ہے، اس ٹیکسی کی آمدنی ناجائز نہ ہوگی[1] بلکہ اس کی قیمت کے بقدر روپیہ حسبِ وسعت صدقہ کردے، بزرگانِ دین نے اس قسم کی محفلیں منعقد نہیں کیں، ان کا دوسرا حال تھا، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ سب نے ہی اس قوالی کو ناجائز فرمایا ہے، فتاویٰ بزازیہ[2] میں تصریح موجود ہے، اسی طرح قرطبی[3]، ابن عابدین[4]، حصکفی[5]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) من اللهو، ولاعلى قراءة الشعر ولااجرفى ذالك، لان المعصية لايتصور استحقاقها بالعقد فلايجب الاجروان اعطاه الاجروقبضه لايحل له ويجب عليه رده على صاحبه مجمع الانهر ص:۵۳۳/ ج:۳/ باب الاجارة الفاسدة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة،الدرالمختارمع الشامى زكرياص ۷۵/ ج ۹/ باب الاجارة الفاسدة،مطلب فى الاستئجار على المعاصى.

[1] رجل اكتسب مالامن حرام ثم اشترى لهٰذا على خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولاثم اشترى منه بها اواشترى قبل الدفع بها ودفعها اواشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها اواشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم اواشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم قال ابو نصر يطيب له ولايجب عليه ان يتصدق الافى الوجه الاول وقال الكرخى فى الوجه الاول والثانى لايطيب وفى الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكرلايطيب فى الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخى دفعا للحرج عن الناس شامى كراچى ص ۲۳۵/ ج۵/ كتاب البيوع ،باب المتفرقات، مطلب اذااكتسب حراما ثم اشترى الخ مجمع مع سكب الانهر ص ۸۳/ ج۴/ كتا ب الغصب، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

نوٹ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوال میں یہ بھی ہے کہ قوالی کی کمائی سے ایک ٹیکسی خریدی لہٰذا اس ٹیکسی کی آمدنی جائز ہے یا نہیں۔

[2] ونقل القرطبى على ان هذا الغناء وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع عند مالك وابى حنيفة والشافعى واحمد فى مواضع من كتابه وسيد الطائفة شيخ احمد پسوى صرح بحرمته الخ بزازية على هامش الهندية كوئٹه ج۶/ص ۳۴۹/ كتاب الفاظ تكون اسلاماً اوكفراً الخ فصل فى المتفرقات.

[3] الجامع لاحكام القرآن ص ۵۱/ ج۷/الجزء الرابع عشر،سورة لقمان تحت آيت ۶/مطبوعه دارالفكربيروت.

(حاشیہ نمبر۴،۵/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نے منع لکھا ہے، بعض اکابر کی عبارت میں بہت شدت سے سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی اجازت نہیں دی ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے کہیں ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ۴ شامی زکریا ج ۹/ص ۵۰۳/کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس.

۵ سکب الانهر علی ملتقی الابحر ج ۴/ص ۲۱۹، ۲۲۰/کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

باب پنجم: دلالی کے احکام

دلالی کا حکم

سوال:- دلالی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ زید سے بائع ومشتری دونوں الگ الگ کچھ رقم دینے کو کہیں مثلاً بائع نے تو یہ کہا کہ اگر ہمارا پھل سو روپیہ کا بکوادو گے تو پانچ روپیہ ہم تم کو دیں گے، اور مشتری نے کہا کہ اگر یہ پھل ہم کو ایک سو پانچ روپیہ میں خریدوادو گے تو ہم پانچ روپیہ تم کو دیں گے، تو دلال کی پانچ پانچ روپیہ بائع اور مشتری دونوں کی جانب سے ملے اس کے علاوہ ایک سو پانچ میں سے پانچ اور ملے تو اس تیسری رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دلال سو روپے میں خرید کر ایکسو پانچ روپیہ میں بیچ دے تو یہ جائز ہے، مگر اس صورت میں صرف پانچ روپیہ کا نفع ہوا اور یہ دلالی کی صورت نہیں ہوئی، دلالی یہ ہے کہ بائع ومشتری کے درمیان معاملہ کرایا جائے، اس میں بائع ومشتری دونوں کو ثمن (قیمت) معلوم ہوتی ہے، اور دلال کو اس ثمن کے علاوہ اجرت ملتی ہے، خواہ وہ اجرت پانچ دس روپے کی صورت میں متعین ہو خواہ اس طرح کہ فی صد روپے یا فی روپیہ ایک آنہ اجرت مقرر کی جائے وہ اجرت درست ہے، جس قدر بھی ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجو لابأس به الخ شامی کراچی ج۶/ ص۶۳/ ومطبوعه زکریا ج۹/ص۸۷/(کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر مطلب فی اجرة الدلال)عالمگیری ص۴۵۰/ج۴/کتاب الاجارة الباب الخامس عشر،الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ مطبوعه کوئٹه، مبسوط للسرخسی ص۱۱۵/ج۱۵/باب السمسار مطبوعه دارالفکر بیروت.

دلالی کی اجرت بائع اور مشتری دونوں سے

سوال:- بائع ومشتری دونوں سے دلالی لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں طرف سے دلالی جائز ہے جبکہ عرف ہو اصالۃً دلالی کا معاملہ ناجائز ہے، مگر حاجت اور عرف کی بناء پر فقہاء نے اجازت دی ہے، اور یہ اجازت اپنے عموم کی حیثیت سے یک طرفہ دوطرفہ سب کو شامل ہے۔ کذا فی الشامی کتاب الاجارۃ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

اُجرت دلال

سوال:- عمر نے ایک مکان تعمیر کیا اس کے لئے اس کو لوہے کی ضرورت پیش آئی، اور وہ ایک تجربہ کار شخص کو ساتھ لے کر لوہا خریدنے گیا، وہاں ۵۰۰۰/ ہزار روپے کا لوہا خریدا بعد کو اسے معلوم ہوا کہ دوکاندار نے اس تجربہ کار شخص کو ۵۰/روپیہ دیئے، کیونکہ وہ اس کی دوکان پر گاہک کو لے گیا تھا، یا جو بھی ان کے مابین طے ہو، تو یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روپیہ اس شخص کیلئے درست ہے اس کی کوشش اور محنت کا عوض ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوانه لابأس به وان كان فى الاصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذاغير جائز فجوزوه لحاجة الناس اليه شامی کراچی ص ۶/۶۳، ومطبوعه زکریا ص ۹/۸۷، کتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، مطلب فى اجرة الدلال، الاشباه والنظائر ص ۱۴۸/ الفن الثانی، کتاب الاجارة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی (نمبر۲/کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نیلام کرنے کی اجرت

سوال:- ایک شخص دوسرے شخص کے پھل نیلام کرتا ہے، اور نیلام کرائی مالک کی رضامندی سے ہر گچھے سے دو کیلے نیلام کرنے سے قبل نکال لیتا ہے، کیا اس کی آمدنی درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

نیلام کمیشن پر

سوال:- (۱) میرے ایک عزیز دوست نے ایک آڑھت (فرم) از قسم میوہ جات پھل وغیرہ کی کھولی ہے، یعنی وہ کمیشن ایجنٹ ہیں کہ جو مال لوگ ان کی دوکان آڑھت پر فروخت کرنے کو لاتے ہیں تو اس مال پر اپنے ملازموں سے بولی بلوا کر فروخت کراتے ہیں، جس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیه الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس به حاجة، ویطیب الأجر المأخوذ(شامی کراچی ج۶/ ص۴۷/ وشامی زکریا ج۹/ ص۶۴/ کتاب الاجارة باب اجارة الفاسدة)عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ ج۴/ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ خلاصة الفتاوی ص۱۱۶/ ج۳/ الفصل الثانی فی صحة الاجارة وفسادها جنس آخر فی المتفرقات مطبوعه امجداکیڈمی لاهور الاشباه والنظائر ص۱۴۸/ الفن الثانی، کتا ب الاجارة،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[1] اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیه الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس به حاجة الخ شامی کراچی ج۶/ص۴۷/وزکریا دیوبند ج۹/ص۶۴/کتاب الاجارة باب اجارة الفاسد)عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۴/الباب الخامس عشرالفصل الرابع فی فساد الاجارة،الاشباه والظائر ص۱۴۸/الفن الثانی، کتاب الاجارة مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

بیوپاری کی بولی زیادہ رقم کی ہوتی ہے، اور مالک اس پر رضامند مال دینے پر ہوتا ہے، اس خریدار (بیوپاری) کے نام بولی ختم کر کے مال اس بیوپاری کو دیدیتے ہیں، پھر اس روپیہ کو لیکر ایک مالک مال کو ادا کرتے ہیں، اور اگر بیوپاری کے پاس اس وقت ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے، تو مالک آڑتھ (فرم) اپنے پاس سے مالک مال کو روپیہ ادا کر دیتے ہیں، اور پھر بعد میں اس سے اپنا روپیہ جب وہ دیتا ہے تو لے لیتے ہیں، ہر دو صورت میں بیوپاری یعنی خریدار مال سے علاوہ اصل رقم مال کے ایک آنہ فی روپیہ بطور کمیشن مال اس سے مالک فرم لیتے ہیں، مال کو بولی یعنی نیلام کرانے کے لئے مالک فرم (آرٹھ) کے ملازم رکھتے ہیں، اور حساب وغیرہ کے لئے بھی ملازم ہے، ان سب کی تنخواہ جو مال بکوانے پر کمیشن ملتا ہے، اس رقم سے ادا کرتے ہیں، اور دوکان کا دیگر خرچہ اور اپنا خرچہ بھی اسی کمیشن والی رقم آمدنی میں خرچ کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں مالک مال کی اشیاء نیلام کروا کر خریدار مال سے اصل رقم مال کے علاوہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے زائد بطور کمیشن لینا مالک فرم کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس طرح سے کمیشن مال فروخت کرنے پر خریدار سے لینا سود ہے یا نہیں؟

(۳) اس کمیشن سے آمدنی والے روپیہ پر زکوٰۃ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۱]

(۲) یہ سود نہیں ہے، بلکہ دلالی کی اجرت ہے جس کو شامی میں درست لکھا ہے[۲]

---

[۱] رجل اراد ان یبیع بالمزایدة فامر رجلاً لینادی ثم یبیع صاحبه فنادی ولم یبیع قالوا ان بین لذالک وقتاً جازت الاجازة وله الاجر المسمی، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۴/ الباب الخامس عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ، شامی زکریا ص ۶۴/ ج۹/ کتاب الاجارة، باب اجازة الفاسدة،

[۲] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوانه لابأس به (شامی کراچی ج۶/ ص۶۳/ وزکریا ج۹/ ص۸۷/ کتاب الاجارة، باب ضمان الاجیر مطلب فی اجرة الدلال) عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ ج۴/ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر، الفصل الرابع فی فساد الاجارة الخ، مبسوط السرخسی ص ۱۱۵/ ج۱۵/ باب السمسار مطبوعه دارالفکر بیروت.

(۳) یہ روپیہ ملک میں داخل ہے حسب قواعد شرعیہ دیگر مملوکہ روپیہ کی طرح اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۸۹ھ

نیلام کی ایک صورت

سوال:- سوتی گنج میرٹھ میں ایک چھوٹی سی کباڑی مارکیٹ ہے، جس میں موٹروں کے پرزے نیلام ہوتے ہیں، اب ان کی یونین بن گئی ہے، کیونکہ پہلے لوگ مال اُدھار لے جاتے تھے، اور پیسہ نہ دیتے تھے، اس سے چھوٹے تاجر بہت پریشان ہوتے تھے، اب یونین بنائی گئی ہے، جس کے دوسو ممبران ہیں جو پانچ پانچ روپیہ ماہوار دیتے ہیں، اس طرح جو روپیہ جمع ہوتا ہے اس سے یونین فروخت کنندہ کے مال کو آڑھت کے طریقہ پر نیلام کرتی ہے، اور قیمت جو آخری ہوتی ہے، اس میں سے پانچ پیسہ فی روپیہ کے حساب سے کاٹ کر باقی فروخت کنندہ کو فوراً دیدیتی ہے، اور خریدار پر لازم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ روز کے اندر پوری قیمت یونین کو ادا کردے، ورنہ اس پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ کردیا جاتا ہے، اس طرح یونین کو پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ کی رقم بچتی ہے، یہ بچت کے روپیہ یونین اپنے ممبران پر تقسیم کردیتی ہے، غرض یہ یونین آڑھت کے طریقہ پر کام کرتی ہے، اگر مال کے خریدار بھاگ جائیں یا روپیہ ادا نہ کریں، تو اس کی ذمہ داری یونین پر ہوتی ہے کہ مالک مال پر نہیں ہوتی، اب دریافت طلب بات یہ ہے:

(۱) یونین کا یہ فعل سود ہے یا نہیں؟

---

[۱] وسببه ملک نصاب حولی تام الخ (الدرالمختار علی الشامی ج۳/ص ۱۷۴/کتاب الزکوٰۃ) وکراچی ج۲/ص ۲۵۹/) کتاب الزکوٰۃ، النهر الفائق ص ۴۱۳/ج ۱/کتاب الزکاۃ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، مجمع الانهر ص ۲۸۵/ج ۱/کتاب الزکاۃ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

(۲) اگر سود ہے تو شرعی طریقہ پر اس کا متبادل طریقہ کیا ہے؟ تا کہ یہ یونین باقی رہ سکے، اور لوگوں کا کاروبار ٹھپ نہ ہو۔

(۳) خریداری سے جو جرمانہ لیا جاتا ہے، شرعاً اس کی کوئی جائز صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتی ہے تو وہ کیا ہے؟

(۴) یونین کا مالک مال پر کوئی جبر نہیں ہے، جو اپنی خوشی سے چاہے اسی کا مال یونین نیلام کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

از ۱ر تا ۴ر نیلام میں آخری بولی پر یونین قیمت اپنے پاس سے ادا کرتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونین خود خریدار ہے، اور بولی بھی یونین ہی بولتی ہے، تو بائع بھی ہے یعنی بائع کی طرف سے وکیل ہے، یہ طریقہ غلط ہے[1]، نیز مال فروخت ہوجائے، اور خریدار کا قبضہ ہوجانے کے بعد پندرہ روز میں قیمت وصول نہ ہونے پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ وصول کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے[2]، معاملہ اس طرح کیا جائے کہ اصل مالک بولی بولے اور آخری بولی پر یونین خود خریدے، اور قیمت اپنے پاس سے پوری دیدے، پھر بولی بولنے والے سے اپنا معاملہ مستقلاً نفع لگا کر لے، مثلاً دس پیسہ فی روپیہ اگر اس خریدار سے معاملہ کرلے کہ ایک ماہ کے اندر پوری قیمت ادا کرنا ضروری ہے، اگر وہ ایک ماہ کا وعدہ نہ کرے بلکہ دو ماہ کا وقت لے تو اس سے اس طرح معاملہ کیا جائے کہ پندرہ پیسہ فی روپیہ منافع یونین لے گی، تو اس طرح

---

[1] فلو تولیٰ طرفی العقد لصار الشخص الواحد مطالبا ومطلوبا ومسلماً متسلماً وهذا ممتنع، بدائع الصنائع زکریا ج ۲ر ص ۴۸۹ر کتاب النکاح فی بیان ان النکاح هل ینعقد بعاقد واحد الخ فتح القدیر ص ۳۰۷ر ج ۳ر کتاب النکاح فصل فی الوکالة بالنکاح، عالمگیری ص ۲ر ج ۳ر کتاب البیوع الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

[2] فان تعذر علیه الاداء زادوفی الحق والأجل فهذا هوالربوٰالذی کانوافی الجاهلیة یتعاملون به تفسیر کبیر ج ۲ر ص ۳۵۱ر (مطبوعه بیروت) تحت قوله تعالیٰ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوا (سوره بقره)

شرعاً درست ہے، جرمانہ بالکل نہ لے، یہ بیع مرابحہ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۸۷ھ

کسی دوسرے خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں کمی زیادتی کرنا

سوال:- خالد پاکستان میں بکریوں کا کاروبار کرتا ہے، اور دلالی وصول کرتا ہے، دلالی دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) بکری والے سے یہ طے کرے کہ میں تیری بکری فروخت کرادوں گا اور ہر بکری پر پچاس روپئے مجھے چاہئے، اس پر اتفاق ہوجائے، اور جتنی بکری بکوائے ہر ایک کے بدلے پچاس روپے بکری والے سے وصول کرلے۔

(۲) دوسری قسم جو آج کل عام ہے، بکری والا بازار میں کھڑا ہے، ایک طرف دو آدمی اس بکری کو خریدنا چاہتے ہیں وہ قریب میں کھڑے ہیں، پہلے وہ بکری کی قیمت بھی معلوم کرچکے ہیں، بکری کی اصل قیمت ۴۰۰/سو روپئے سے زائد نہیں، دو آدمی آتے ہیں بکری والا ان سے ۵۰۰/ہی مانگتا ہے، وہ دونوں آدمی دو تین چکروں میں اس کی قیمت ۴۰۰/سو تک پہنچادیتے ہیں، اور حقیقت میں خریدار نہیں ہیں، اب جو دو آدمی بکری خریدنا چاہتے ہیں، یہ دیکھ کر اس بکری کو خرید لیتے ہیں، اور انہوں نے بکری والے سے قیمت بڑھانے پر جو طے کیا تھا وہ

---

[1] المرابحة نقل ماملكه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زيادة ربح هدايه ج۳/ص ۷۰/(مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند)(كتاب البيوع باب المرابحة)درمختارمع الشامى زكريا ص ۳۴۹/ج۷/باب المرابحة والتولية، عالمگيرى ص ۱۶۰/ج۳/كتاب البيوع،الباب الرابع عشرفى المرابحة الخ مطبوعه كوئٹه.

لے لیتے ہیں، کیا یہ اُجرت یا کمیشن جائز ہے یا پہلی قسم والی اُجرت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی قسم جائز ہے[1]، دوسری قسم دھوکہ اور فریب کا معاوضہ ہے، ناجائز ہے، حدیث پاک میں ایسے فریب کی ممانعت وارد ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۱۴۰۶ھ

بائع اور مشتری کی طرف سے دلالی

سوال:- ہمارے ایک دوست کے والد صاحب ہیں ان کا دھندہ دلالی کا ہے اس میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو گھر چاہئے یا زمین تو بیچنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر تم یہ زمین یہ گھر کا گاہک لادو تو تم کو سو روپیہ پر ایک روپے یا ایک اتنے روپے دوں گا، اور جس کو ضرورت ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی گھر ہو تو ڈھونڈو میں سو روپیہ پر ایک یا دو روپیہ دونگا، اس میں گھر ڈھونڈنے میں دکھانے میں معاملہ کروانے میں اور اگر سودا ہو جائے تو کورٹ وغیرہ کے رجسٹری کاموں میں کافی وقت لگتا ہے، اور محنت اور وقت بھی خراب ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس میں جو

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجو لاباس به وان كان فى الاصل فاسداً لكثرة التعامل الخ شامى كراچى ج۶/ص۶۳/وزكريا ديوبند ج۹/ص۸۷/كتاب الاجارة باب ضمان الاجير مطلب فى اجرة الدلال)عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۰/ج۴/الباب الخامس عشر الفصل الرابع فى فساد الاجارةالخ، مبسوط للسرخسى ص۱۱۵/ج۱۵/باب السمسارمطبوعه دار الفكر بيروت، الاشباه والنظائرص۱۴۸/الفن الثانى، كتاب الاجارة،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

[2] عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم نهى عن النجش مسلم شريف ج۲/ص۳/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب البيوع.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ دھڑی سے منع فرمایا ہے۔ وكره النجش ان يزيدولايريد الشراء اوبمدحه بما ليس فيه لبروجه الخ درمختارعلى الشامى زكرياص۳۰۵/ج۷/باب البيع الفاسد،عالمگيرى ص۲۱۰/ج۳/كتاب البيوع ، الباب العشرون فى البياعات المكروهة.

آمدنی ہوئی ہے کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس آمدنی کو ذاتی کام میں کھانے پینے میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس روپے کا کیا کیا جائے کیونکہ روپیہ ایسا ہی رکھا ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ آمدنی درست ہے اس کو اپنے کام میں لانا صحیح ہے[1] ایسی آمدنی پر حسب قواعد شرع حج بھی فرض ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

سود سے بچنے کے لئے دلال کی اجرت میں اضافہ

سوال:- ایک تاجر کچھ کپڑے کا بیوپار کرتا ہے، اور وہ دہلی جا کر دلال کی معرفت کپڑا خریدتا ہے، اور وہ دلال کو مبلغ ایک سو روپیہ سیکڑہ آڑت یا مزدوری دیتے ہیں، اور اگر کچھ روپیہ ادھار رہتا ہے، تو وہ اس پر سیکڑہ کی سود لگاتے ہیں کیونکہ دلال لوگ بازار سے مال خریدتے ہیں، اگر بازار والوں کے روپیہ رہتے ہیں تو وہ ان سے سود لیتے ہیں، اور دلال لوگ ہم لوگ سے لیتے ہیں، اب اگر ہم بجائے سود کے انکی آڑت یا مزدوری بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ دیویں اور یہ کہہ دیں کہ ہم سود نہیں دیں گے، ہم اگر وہ آڑت یا مزدوری ایک روپیہ میں ڈیڑھ دیدیں تو وہ جائز ہے، یا نہیں، اگر یہ بھی ناجائز ہوجاوے، تو کوئی اور سبب بتلاؤ جس سے ہم سود دینے سے بری رہیں، اور ہمارے کام چل جاویں اور پھر دلال ہم

---

[1] سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوانه لابأس به الخ شامی زکریا ج ۹/ص ۸۷/ کتاب الاجارة مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ ج ۴/ الباب الخامس عشر الفصل الرابع فی فسادالاجارة الخ مبسوط للسرخسی ص ۱۱۵/ ج ۱۵/ باب السمسار، مطبوعه دارالفکر بیروت.

سے یہ کہتے ہیں کہ بجائے ایک روپیہ کے دوروپیہ آڑت یا مزدوری دیدو تو ہم سود چھوڑ دینگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طریقہ مروجہ پر دلال کی اجرت ناجائز ہے، جواز کی صورت یہ ہے دلال کو مثلاً ایک دن یا آدھے دن کے لئے اجرت طے کر کے بطور مزدور کے رکھ لیا جائے، اوراس دن میں اس سے کپڑا خرید والیا جائے، اوراجرت مقررہ دیدی جائے، اب خریدار اوردلال آپس میں اجرت جو چاہیں طے کرلیں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کذافی سکب الانہر[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رشوت کا مشورہ دینا محصول کم کرنے کے لئے

سوال:- احقر بحیثیت منشی چند کارخانوں میں حسابات کا کام کرتا ہے، حساب کی جانچ کیلئے سرکاری انسپکٹر مقرر ہوتا ہے، چنانچہ جہاں احقر کام کرتا ہے وہاں پر انسپکٹر آیا اوراس سے بیس ہزار کا بقایا نکالدیا اور جانچ کے دوران انسپکٹر نے کہا کہ تم بہت سے کارخانوں میں کام کرتے ہو کہیں سے ہمیں رشوت نہیں دلائی، میں نے یہ ذکر مالک سے کردیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ رشوت لینے کے بعد کچھ رقم تخفیف کردے (حالانکہ تخفیف کا حق انسپکٹر کو نہیں ہے) اس پر مالک رشوت دینے کے لئے تیار ہوگئے، رشوت دے دی گئی، اوررقم میں کافی تخفیف ہوگئی اس گناہ میں احقر بھی ملوث ہوا، رشوت پاکر انسپکٹر صاحب خاص طور پر احقر پر مہربان ہوئے،

---

[1] والحیلة ان یستاجر ہ للخدمة یوماً ویستعمله فی البیع والشراء ولو عمل بلا شرط واعطاه شیئاً لاباس به وبه جرت العادة، سکب الانهر علیٰ هامش مجمع الانهر ص۴۵۸/ ج۳/ کتاب المضاربة تحت فصل المضارب یضارب الخ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص۲۶۸/ ج۷/ کتاب المضاربت باب المضارب یضاب مطبوعه الماجدیه کوئٹه زیلعی ص۶۷/ ج۵/ کتاب المضاربت باب المضارب یضاب مطبوعه امدادیه ملتان.

اور اکثر کارخانوں میں احقر کی تعریف کرنے لگے کوئی جگہ نکلی تو مجھے پہلے بتادیتے کہ ان سے بات کرلو، سوال یہ ہے کہ ان کی معرفت جو کام ملے اس سے ہونے والی آمدنی میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رشوت لینا دینا دلانا سب حرام ہے[1]، صدق دل سے توبہ کرلیں، انسپکٹر صاحب نے ابھی پتہ بتانے کا معاوضہ آپ سے نہیں لیا ہے، لیکن اس نے یہ ضرور دیکھ لیا کہ آپ رشوت دلا سکتے ہیں، اور اس کے موافق جہاں چاہیں گے آپ اس کو رشوت دلائیں گے، تو گویا اس نے آپ کو اپنا دلال تسلیم کرلیا ہے، پتہ بتانے کا معاوضہ اگر وہ آپ سے لیتا تو بہت قلیل ہوتا اور کارخانے سے وقتاً فوقتاً آپ کے ذریعہ سے بہت سے کثیر معاوضہ کی توقع قائم ہوگی، اس لئے انسپکٹر صاحب کی اس پتہ بتانے کی مہربانی کا پس منظر دیکھ لیں، ایک دفعہ ثالث بنکر رشوت دلانے پر سخت ندامت بھی ہوگئی، آئندہ سخت ندامت بھی نہ ہوگی، اور تیسری دفعہ ندامت بھی نہ ہوگی، حتی کہ اس کی ندامت وقباحت بھی نہ رہے گی، اگرچہ جہاں بھی آپ کام کریں گے، آپ کام کی اجرت لیں گے اور وہ جائز ہوگی، مگر دلالی اور ثالثی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸۹ھ

---

[1] الراشی والمرتشی فی النار، فیض القدیر ص ۴۳/ ج ۴/ رقم الحدیث ص ۴۴۹۰/ مطبوعہ دار الفکر بیروت الرشوۃ اربعۃ اقسام منھا ماھو حرام علی الأخذ والمعطی وھو الرشوۃ علی تقلید القضاء والا مارۃ الثانی ارتشاء القاضی لیحکم وھو کذالک ولو القضاء یحق (شامی کراچی ج ۵/ ص ۳۶۲/ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوۃ والھدیۃ)

باب ششم: فسخ اجارہ

موت مستاجر سے فسخ اجارہ

سوال:- السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کے بزرگان ایک آراضی کرایہ چار آنہ لیکر اپنے لئے مکان رہائش تیار کرتے ہیں، جس کو عرصہ تخمیناً چند سالہ ہوجاتا ہے، آج کل وہی زمین قیمتی ہوگئی ہے، مالکان موجودہ خواہش کرتے ہیں، کہ بکر زمین کو چھوڑ دے، یا چار آنہ سے زیادہ سالانہ کرایہ مقرر کرے، مگر بکر نہ زمین چھوڑتا ہے، اور نہ کرایہ بڑھاتا ہے، بلکہ یہی کہتا ہے کہ میرے بزرگوں سے مقرر ہو چکا ہے، اسی کرایہ پر قابض رہوں گا، بلکہ بعض سال اس کرایہ کو بھی ادا نہیں کرتا، اور خلاف مرضی مالکان بلا دریافت زمین مکان کو پختہ بکر نے بنالیا ہے، اور بکر ایک مسجد کا امام بھی ہے۔

(۱) کیا بکر بصورت مندرجہ غاصب ہے؟

(۲) اگر غاصب ہے تو کیا بکر کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر کے بزرگوں نے اگر وہ زمین کرایہ پر باقاعدہ لی تھی، اس طرح پر کہ اصل مالک سے کرایہ اور مدت کرایہ داری کو طے کرلیا تھا، تب تو یہ اجارہ صحیحہ تھا[1] اور عقد اجارہ مالک یا کرایہ دار کے مرنے سے فسخ ہوجاتا ہے، پس اگر اصل کرایہ کا معاملہ کرنے والا مر چکا ہے، تو یہ معاملہ

---

[1] واما شرائط الصحة فمنهابيان المدة فى الدوروالمنازل والحوانيت،ومنها ان تكون الاجرة معلومة، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۱۱/ ج۴/ كتاب الاجارة،الباب الاول فى تفسير الاجارة وركنها وشرائطها،الدرالمختارعلى الشامى زكرياص۷،۸/ ج۹/ كتاب الاجارة،تبيين الحقائق ص۱۰۵،۱۰۶/ ج۵/ كتاب الاجارة،مطبوعه امداديه ملتان.

فسخ ہوگیا، اب ازسرِ نو بکر سے یا جس سے دل چاہے معاملہ کرنا چاہئے، جس کرایہ پر بھی فریقین رضامند ہوں، معاملہ کرلیا جائے، پہلے معاملہ کا اب کوئی اعتبار نہیں، اور جو مکان بکر نے بنایا ہے وہ بکر کا ہے، اس کو اختیار ہے خواہ گرا کر اس کا سامان اٹھالے، خواہ مالک کے ہاتھ فروخت کردے، اور مالک اگر خریدنا چاہے، تو اس کی قیمت دیدے، اور قیمت گرے ہوئے مکان یعنی اینٹ وغیرہ کی معتبر ہوگی، قائم اور تعمیر شدہ مکان کی قیمت معتبر نہ ہوگی، اور جو بکر ہی اصل مالک سے وہ زمین ازسرِ نو کرایہ پر لے تو مکان کو گرانے کی ضرورت نہیں "وتنفسخ (الاجارة) بلاحاجة الیٰ الفسخ بموت احدعاقدین درمختار[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نها یتهما الا ان یغرم له الموجر قیمته ای البناء والغرس مقلوعاًالخ درمختارمختصرا ج۵/ص ۱۹/[2]۔

اور اگر بکر کے بزرگوں نے کوئی مدت کرایہ داری کی متعین نہیں کی تھی، تو یہ اجارہ فاسدہ تھا، جس کا فسخ کرنا واجب ہے، "افادان رکنها الایجاب والقبول وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین لان جهالتهما تفضی الیٰ المنازعة ویعلم النفع ببیان المدة کالسکنی والزراعة مدة کذادرمختار ج۵/ص ۲/[3] اگر بکر تائب ہوکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق

---

[1] درمختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۸۳/مطبوعه زکریاج۹/ص۱۱۴/کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة،البحرالرائق کوئٹه ص۳۶/ج۸/کتاب الاجارة،باب فسخ الاجارة،مجمع الانهرص ۵۵۹/ج۳/کتاب الاجارة،باب فسخ الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] درمختار علی الشامی زکریاج۹/ص۴۰، ۴۱/وکراچی ج۶/ص۳۰/کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة الخ، البحرالرائق کوئٹه ص۱۱/ج۸/باب مایجوزمن الاجارة ومایکون خلافا فیها،مجمع الانهرص ۵۲۲/ج۳/باب مایجوزمن الاجارة ومالایجوز،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] درمختارعلی الشامی زکریاج۹/ص۵/مطبوعه کراچی ج۶/ص۵/کتاب الاجارة،مجمع الانهرص ۴۱۰، ۴۱۱/ج۳/کتاب الاجارة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،تبیین الحقائق ص۱۰۵/ج۵/کتاب الاجارة،مطبوعه امدادیه ملتان.

کرے تو خیر ورنہ کسی دوسرے شخص کو (جو کہ امامت کا اہل بھی ہو امام بنالیا جائے)

محمود گنگوہی غفرلہٗ

بکر کے بزرگوں سے جو معاملہ کرایہ کا ہوا تھا اس کی مفصل کیفیت اور شرائط معلوم کرنے کے بعد کوئی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے، ظاہر سوال کے موافق جواب صحیح ہے، البتہ یہ امر قابل اضافہ ہے کہ مرنے کی وجہ سے اصل قاعدہ کے موافق اجارہ بے شک فسخ ہوجاتا ہے، لیکن اگر ورثۂ طرفین اس پر عمل درآمد رکھیں تو اثر فسخ کا ظاہر نہیں ہوگا، اجارہ صحیح رہے گا، "وینبغی ان لا یظهر الانفساخ خصوصاً مالم یطالب الوارث بالتفریغ اوبالتزام باجر اٰخر درمختار"[1] ہاں اگر ورثہ طرفین میں سے کوئی شخص اس کو باقی رکھنا نہ چاہئے تو فسخ ہوجائے گا، اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے[2]، اگر اس سے بہتر دوسرا شخص موجود ہو بشرطیکہ وہ شخص بھی اس سوال کی تصدیق کرتا ہو۔ فقط والسلام

سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/رمضان ۵۴ھ

ایضاً

سوال:- بکر کے بزرگوں نے اپنی رہائش کے لئے زمین سفید بغرض بنانے مکان

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۱۱۶/مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۸۵/کتاب الاجارۃ، باب فسخ الاجارۃ.

[2] اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعابل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم، شامی زکریا ص ۲۹۹/ج۲/باب الامامة، قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی کبیر ص ۵۱۳/فصل فی الامامة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۴۴/فصل فی بیان الاحق بالامامة.

رہائش خود مالکان زمین سے بلاتقرر میعاد ایک قلیل رقم رعیتانہ ۴/ یا ۸/ سالانہ پر زمین حاصل کی اوراس پر مکان خام تیار کیا معلوم ہوا ہے کہ اس زمین کو حاصل کرنے والا بکر مذکور کا دادا پردادا تھا، آج تک بکر اوراس کے بزرگان اس میں آباد رہے، علاوہ زر رعیتانہ چار آنہ یا آٹھ آنہ سالانہ کے بکر کے بزرگان کو بحیثیت رعایا حسب رواج قدیم ساڈھوہ کچھ حسب ضرورت مالک کا بیگار بھی دینا پڑتی تھی، مثلاً گاڑی، اناج، گاڑی گھاس وغیرہ آنے پراس کا اتروانا بوقت ضرورت پلنگ وغیرہ مالکان کو دینا وغیرہ جس کا اب مالک بھی نہیں لے سکتا، نہ اس کی ادائیگی کیجا سکتی ہے، اس مورث اعلیٰ بکر کے بعد کہ جس نے زمین سفید حاصل کی تھی، مالکان یا جانشین مالکان سے کوئی تجدید معاہدہ نہیں ہوا، بکر ایک مسجد کا امام ہے عرصہ تین سال سے بکر کو کہا جارہا ہے، کہ باضابطہ بحق مالکان کرایہ نامہ اسی کرایہ پر چار آنہ آٹھ آنہ سالانہ کا لکھا دیوے، یا جو بکر مناسب تجویز کرے قیمت دیدے، اور بیعنامہ اپنے نام کرالے، مگر بکر دونوں باتوں سے انکاری ہے کرایہ نامہ باضابطہ تو اس لئے نہیں تحریر کراتا کہ مالک قانوناً بعد ادائیگی زر لاگت بکر سے خالی کرالیویگا، بکر کو خوامخواہ مکان مذکور سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اور قیمت دے کر اس لئے نہیں خریدتا کہ یہ قیمت دینا مفت میں ہے، کیونکہ بکر مذکور کو زمین مذکور پر جو آسائش آج حاصل ہے، وہی کل قیمت دے کر اور بیعنامہ کرا کے حاصل رہے گی، عرصہ تقریباً دو یا تین سال کا ہوا کہ بکر نے بلا اجازت ودریافت مالکان کے ایک دیوار پختہ بنائی جس سے مالکان نے اظہار ناراضگی کیا، مگر بکر نے مالکان کی کوئی تسلی نہیں کی، اگر کہتا ہے تو یہی کہ تم زمین سفید کے مالک ہو ہم مالک نہیں بنتے کرایہ لیتے رہو جو بزرگوں سے چلا آتا ہے تمہیں مکان میں سے نکالنے کا اختیار نہیں ہے، ہمیں فروخت کرنے کا اختیار نہیں فتویٰ طلب امر یہ ہے کہ اندریں حالات مندرجہ بالا بکر مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، مکروہ تنزیہی ہے، یا حرام اگر حرام ہے تو باوجود بہتر امام کے جو مقتدی اسی کو امام رکھیں وہ کس حکم میں ہیں، شرعی جواب باصواب سے آگاہ فرمایئے، نیز یہ بھی تحریر فرماویں کہ بکر مذکور کی امامت کس صورت سے جائز ہوسکتی ہے

،اور جو شخص اللہ ورسول کے حکم کے مطابق فتویٰ دیکھ کر اس پر عمل نہ کرے یا انکار کردیوے کس حکم میں ہے، اگر قیمت ملبہ مکان بکر کو مالکان زمین ادا کرنا چاہیں ،تو کس کس چیز کی قیمت از روئے شریعت محمدیہ ادا کرنی پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اجارہ فاسدہ ہے کیونکہ اس میں مدت کا تقرر نہیں کیا گیا، اور صحت اجارہ کیلئے مدت کا بیان کرنا شرط ہے، "ومنها بيان المدة في الدور والمنازل والحوانيت. عالمگیری ج۳/ص ۱۰۸۹[1]

"سئل عمن قال لآخر اجرتک هذه الدار بحدودها وحقوقها بكذا درهما موصوفاً بصفة كذا الیٰ عشرة اشهر كذا من سنة كذا علیٰ ان تسكنها ان شئت وذكر شرائط الصحة هل تصح هذه الاجارة فقال لا لانه لم يبين اول المدة فكانت مجهولة فلا بد من ان يقول من وقت كذا او من هذه الساعة الیٰ وقت كذا لتصير المدة معلومة كذا في فتاویٰ النسفي عالمگیری[2] ج۳/ص۱۱۲۴/اور اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا واجب ہے، لہٰذا فریقین کو ضروری ہے کہ اس اجارہ کو فسخ کریں[3] اور مالک کو اختیار ہے کہ خواہ بکر کو کرایہ پر دے یا کسی اور کو البتہ جو مکان بکر نے بنایا ہے، وہ بکر کا ہے، اگر بکر کو وہ زمین کرایہ پر دی جائے تو کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں، صرف فریقین کرایہ اور مدت کرایہ کو از سر نو متعین کرلیں، اگر کسی اور کو کرایہ پر دی جائے تو بکر کو چاہئے کہ اپنا مکان گرا کر اس کا ملبہ اٹھالے، یا مالکان زمین کے

---

[1] عالمگیری ج۴/ص ۴۱۱/(مطبوعه كوئٹه) كتاب الاجارة، الباب الاول في تفسير الاجارة الخ.

[2] عالمگیری ج۴/ص ۴۳۹/كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر في بيان مايجوز من الاجارة ومالايجوز، البحر الرائق كوئٹه ص۳/ج۸/كتاب الاجارة، الدر المختار عی الشامی زكريا ص۸/ج۹/كتاب الاجارة.

[3] حكم الاجارة الفاسدة نقضها قبل تمام المدة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۶/ج۸/كتاب الاجارة، قبيل باب ضمان الاجير.

ہاتھ فروخت کردے، اوران سے ملبہ کی قیمت لے لے، اگر مالکان خریدنا چاہیں تو زمین کے علاوہ (کیونکہ وہ زمین تو مالکان ہی کی ہے) اس ملبہ کی قیمت دیدیں جو جو چیزیں مکان میں اینٹ، کڑی، تختہ، کواڑ وغیرہ بکر نے لگائی ہے، اس کی قیمت بکر کو دی جائے[1]، اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق نہ کرے اور اپنی ضد سے توبہ نہ کرے، تو بکر کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، دوسرا اہل امام موجود ہوتے ہوئے جو لوگ بکر کو امام بنائیں گے تو گنہ گار ہوں گے[2]، اگر بکر اس معاملہ کو شریعت کے موافق کرلے اور توبہ کرلے تو اس کی امامت درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۹/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۹/۵۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/رمضان المبارک ۵۴ھ

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نها يتهما الا ان يغرم له الموجر قيمته اى البناء والغرس مقلوعابان تقوم الارض بهما وبدونهما فيضمن مابينهما اختيار ويتملكه فافادانه لايلزم القلع لورضى الموجر بدفع القيمة اويرضى الموجر بتركه اى البناء والغرس فيكون البناء والغرس لهٰذا والارض لهٰذا، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۴۰، ۴۱/ ج۹/ باب مايجوزمن الاجارة، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۱/ ج۸/ باب مايجوزمن الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۲۲، ۵۲۳/ ج۳/ باب مايجوز من الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] وفيه اشارة الى انهم لوقدموافاسقايأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فى الاتيان بلوازمه، حلبى كبير ص ۵۱۳/ فصل فى الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، شامى زكرياص ۲۹۹/ ج۲/ باب الامامة قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، طحطاوى على المراقى مصرى ص ۲۴۴/ فصل فى بيان الاحق باالامامة.

[3] عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له، مشكوه ص ۲۰۶/ باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، ابن ماجه ص ۳۱۳/ ابواب الزهد، باب ذكر التوبة، مطبوعه اشرفى ديوبند.

مکان یا دوکان کو کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال:- آیا کرایہ دار مکان یا دوکان سے زائد کرایہ شرعاً وصول کیا جاسکتا ہے، یا مکان اور دوکان کرایہ دار سے خالی کرائی جاسکتی ہے، کیونکہ آج کل قانون سرکار ہے کہ نہ دوکان خالی کرائی جاسکتی ہے، اور نہ کرایہ میں اضافہ ہوسکتا ہے، اگر مسلمان کرایہ نہ بڑھائے، اور نہ خالی کرے، تو عنداللہ ماخوذ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوکان مکان کے مالک کو اختیار ہے کہ جتنی مدت کے لئے کرایہ کا معاملہ کیا تھا، اس کے گزر جانے پر کرایہ دار سے خالی کرالے، یہ بھی اختیار ہے، کہ زائد کرایہ کا معاملہ کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ کا مکان خالی کرنا

سوال:- میں تقریباً ساڑھے چار برس سے ایک کرایہ کے مکان میں ۳۵/روپیہ ماہوار پر رہتا ہوں، آج سے تین سال قبل معلوم ہوا کہ مکان مذکور فروخت ہونے والا ہے، چنانچہ میں نے اپنے لئے ایک دوسرے مکان کا بندوبست کرلیا، اور جانے کا ارادہ کرلیا، مالک

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/تحت سورة الفاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی، ومن استاجر اداراکل شهر بکذاصح العقدفی شهر واحدفقط وفسدالباقی واذاتم الشهر کان کل منهمافسخ الاجارة العقدالصحیح، مجمع الانهر ص ۵۳۰/ج۳/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۶۹/ج۹/ باب الاجارة الفا سدة،مطلب فی اجارةالبناء،هدایه علی فتح القدیر ص ۹۴/ج۹/باب الاجارة الفاسدة،مطبوعه دارالفکربیروت.

مکان نے ضمانت دی کہ آپ پڑے رہیں، آپ کونہیں نکالا جائے گا، ادھر پھر مکان مالک نے اس کوفروخت کرنے کی بات چیت شروع کی ، میں نے خودمکان کو لینے کاارادہ ظاہر کیا، اور مالک مکان سے گفتگو کی اور مبلغ دس ہزار روپے میں بات چیت طے ہوگئی، وہ فوری طور پر روپیہ چاہتے تھے، میرے پاس ہفتہ عشرہ میں انتظام نہ ہوسکا، دوتین ماہ کی مہلت چاہی، مالک مکان نے اپنی ضرورت ظاہر کی تو میں نے ان سے کہدیا کہ آپ مالک ہیں جو چاہیں کریں، اس درمیان انہوں نے ایک تیسرے آدمی سے گفتگو کرکے نو ہزار تین سو۹۳۰۰/روپے میں فروخت کردیا، فروخت کرنے سے قبل دوروز مالک میرے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک تیسرے آدمی کوفروخت کررہا ہوں، آپ چاہیں تو خود لے سکتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ۹۳۰۰/سوروپئے میں بات طے کی ہے، جبکہ مجھ کو دس ہزار میں دے رہے تھے، بہرکیف میرے پاس نقد روپیہ فوری طور پر نہیں ہیں، چنانچہ میں نے ایک تیسرے آدمی کو تیار کیا اور انہوں نے جاکر مالک مکان کے بہنوئی جو بظاہر ان کے کارپرداز تھے، ان سے براہِ راست گفتگو آٹھ ہزار چھ سو میں طے کرلی، ادھر مالک وغیرہ نے فریب دے کر نو ہزار تین سوروپئے میں ایک طوائف کے ہاتھ فروخت کردیا، مکان فروخت ہونے سے ایک روز قبل میں نے مالک سے کہا کہ آپ کو جتنا روپیہ دوسروں سے مل رہا ہے میں انہیں حضرات سے آٹھ ہزار سوا چھ سو میں بات طے ہوئی ہے، دلوادونگا، آپ کسی غیر کو نہ دیں، لیکن انہوں نے خاموشی سے طوائف کے ہاتھ فروخت کردیا، میں نے مالک سے ہمیشہ یہ کہا کہ آپ کا مکان خالی کردونگا، سہولت سے کہیں پر انتظام ہوجائے اب طوائف کا اصرار ہے کہ مکان جلد خالی کردو، مالک مکان فروخت کرکے پاکستان چلے گئے، میں جس محلّہ میں ہوں وہاں سے ایک دوفرلانگ پر طوائف آباد ہیں، میرا محلّہ پاک صاف ہے، میں اپنے محلّہ کی مسجد میں بغیر تنخواہ کے امام ہوں، محلے کے سارے لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ مکان خالی نہ کریں، اس محلّہ میں بھی اگر طوائف آباد ہوگئیں تو سب کی عزت ختم ہوجائے گی، اور محلّہ کی مسجد بالکل

ویران ہوجائے گی، میرے وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محلّہ کے لوگوں کو دین کی طرف اُبھارا ہے، اور بہت سے لوگ نمازی ہوچکے ہیں، تبلیغی جماعت اور تفاسیر سے بھی لوگوں کو بعد نماز عرصہ دراز سے روشناس کراتا ہوں، نیز یہ کہ وہ مکان مالک کے خالہ زاد بھائی کا مکان ہے، وہ مکان اور جائیداد خالہ زاد بھائی کے نام وقف علی الاولاد ہے، خالہ زاد بھائی نے مالک مکان کی والدہ یعنی اپنی بیوہ خالہ کو بسانے کی غرض سے اپنے مکان کا تھوڑا سا حصہ مبلغ دو ہزار روپیہ لے کر دیدیا تھا، اوران کے نام لکھ دیا تھا، اوراس خیال سے کہ ہم لوگ ان سے کوئی تنازعہ اٹھا کے نہیں جائیں، اوروقف علی الاولاد کا جھگڑا نہیں اٹھے گا، بیوہ خالہ کے لڑکے اس مکان میں ایک دن بھی نہ رہے، اور جوان ہونے پر فریب دے کر فروخت کردیا۔

اب پرانے مکان مالک یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ کو دیا تھا، اگر بچوں نے بیچ دیا تو میں تیسرے کو خصوصاً طوائف کو نہیں رہنے دونگا، اوردعویٰ کر کے بیع نامہ منسوخ کرادونگا، اورروپیہ واپس کردونگا، اب سوال یہ ہے کہ میں کرایہ دار کی حیثیت سے ہوں، اگر میں چھوڑوں تو برائیاں پھیل جائیں گی، میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ کرایہ دار کی حیثیت سے برقرار ہوں، یا خرید سکتا ہوں، یا چھوڑ دوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فروخت کرنے والا اگر مالک مکان نہیں، اور جو اصلی مالک ہے، وہ آپ سے خالی نہیں کراتا، تو آپ خالی نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۹۰ھ

---

[1] تفسخ (الاجارة) بالقضاء او الرضا الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ج ۹/ص ۱۰۴/ کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة.

کرایہ دار کے انتقال کے بعد کیا دوسرے کی طرف کرایہ داری منتقل کی جاسکتی ہے؟

سوال:- میرے شوہر نے ایک دوکان مسجد کے قریب ۲۲/سال قبل پانچ روپیہ ماہوار کرایہ پر لی تھی، اوراس میں اپنا کاروبار کرتے تھے، اور کرایہ ماہ بماہ ادا کرتے تھے، اب ۳/مارچ ۱۹۷۳ء کو ان کا انتقال ہوگیا، انہوں نے چار بچے چھوڑے، جو کہ سات برس سے سب کم ہی کم ہیں، اور ایک میں خود اور میری ساس ان کے انتقال کے بعد متولی صاحب نے کرایہ لینے سے انکار کردیا، اور کہتے ہیں کہ دوکان خالی کردو، ایک طرف دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ روپے لے کر مجھے دوکان کا قبضہ دیدو، اب معلوم کرنا یہ چاہتے ہیں کہ دوکان پر کرایہ لے کر قبضہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ رقم ہمارے لئے جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کو حق نہیں کہ روپے لے کر کسی کو دوکان پر قبضہ دیں، بلکہ متولی کے کہنے کے موافق خالی کردیں، وہ جس کو چاہیں گے کرایہ پر دیدیں گے، اور جو کرایہ مسجد کے لئے مناسب ہوگا، مقرر کرلیں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۳ھ

---

[1] وتنفسخ بلاحاجة الیٰ الفسخ بموت احدالعاقدین الخ الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۱۱۴/وکراچی ج ۶/ص ۸۳/کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة،الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۱۱۴/ج ۹/باب فسخ الاجارة،البحرالرائق کوئٹه ص ۳۶/ج ۸/باب فسخ الاجارة.

کیا کرایہ دار دوکان دوسرے کرائے دار کو دے سکتا ہے؟

سوال:- یہاں ایک صاحب ہیں، انہوں نے مسجد کی ایک دوکان کئی سال سے کرایہ پر لے رکھی ہے، بذاتِ خود وہ اس کو استعمال نہیں کرتے، بلکہ ہمیشہ دوسرا کرایہ دار رکھتے ہیں، دوکان کا کرایہ مسجد کو آٹھ روپے دیتے ہیں، اور خود کرایہ دار سے پندرہ روپے وصول کرتے ہیں، اس طرح سات روپے ہر ماہ نفع کماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نفع لینا درست نہیں، اگر چہ سود بھی نہیں، اگر دوکان پر کچھ خرچ کر کے مثلاً اس میں الماری، کواڑ وغیرہ لگا کر اس کی حیثیت کو بڑھایا ہو تو اتنی حد تک نفع لینے کی اجازت ہے[1]، کمیٹی کو اختیار ہے کہ اصل کرایہ دار کے معاملہ کو ختم کر کے شکمی کرایہ دار سے معاملہ کرے، اور کرایہ دار کو چاہئے کہ اپنا واسطہ درمیان سے ختم کر دے، اور مسجد کی دوکان سے خود اس طرح نفع نہ کمائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۸۹ھ

جتنے کرایہ پر مکان لیا ہے اس سے زائد کرایہ پر دینا

سوال:- میرا مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہے، کیونکہ میرے لڑکے وہاں رہتے ہیں، میں ان سے علاحدہ رہتا ہوں، لیکن وہاں کرایہ کے مکان میں رہنا چاہتا ہوں، اگر میں وہاں کوئی

---

[1] ولو آجر باکثر تصدق بالفضل الافی المسئلتین اذاآجرها بخلاف الجنس او اصلح فیهابان جصصها او فعل فیهامسناة الخ، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ج۹/ص۳۸/مطبوعه کراچی ج۶/ص۲۹/کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة الخ،المحیط البرهانی ص۲۶۹/ج۱۱/ الفصل السابع فی اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابهیل،مجمع الانهرص۵۶۲/ج۳/کتاب الاجارة مسائل منثورة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

موزوں فلیٹ چھ آٹھ ہزار ریال پر لے لوں، اور زمانۂ حج میں مثلاً پندرہ ہزار ریال پر حجاج کو کرایہ پر دیدوں، تو اس صورت میں مجھے آسانی سے آٹھ ہزار ریال کا منافع ہوجائیگا، تو سوال یہ ہے کہ میں قرض حسنہ لیکر اسی مکان کو جس کو میں نے کرایہ پر لیا ہے، اس سے زائد کرایہ پر دوسروں کو دے سکتا ہوں کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو صورت آپ چاہتے ہیں یہ تو حدود حرم مبارک کے باہر کسی اور جگہ بھی درست نہیں جتنی رقم کسی جگہ بھی کرایہ مکان کی آپ ادا کریں، اتنی رقم پر دوسرے کو دے سکتے ہیں، اگر اس سے زیادہ رقم لیں گے تو اس کو صدقہ کر دینا ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۵ھ

کرایہ کے مکان میں کرایہ دار کو توسیع وتعمیر کا حق

سوال:- ایک شخص غلام محمد کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں، انہوں نے اس میں دو گیرج بنوا کر ۹۰۰۰/روپیہ اڈوانس لے کر ہدایت کو، ۱-۱۰/ماہوار دیدیا اس طرح کرنے پر میونسپل بورڈ کا ٹیکس بڑھ گیا، اور مالک مکان نے مکان خالی کرانے کیلئے عدالت کا سہارا لیا اور جھگڑا بڑھ گیا، غلام محمد کے بہنوئی نے مالک مکان سے ۱۲۰۰/روپیہ دے کر فیصلہ کرلیا، اور رسید اپنے نام لکھالی اور خود بھی اپنی بیوی بچوں کو لے کر اس مکان میں آکر رہنے لگا اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے۔

---

[1] وان آجرها باكثر مما استاجر ها فهى جائز ة ايضاً الىٰ قوله فان الزيادة لاتطيب لهٗ ويتصدق بهاالخ، عالمگيرى ج۴/ص ۴۲۵/مطبوعه كوئٹه (كتاب الاجارة الباب السابع فى اجارة المستاجر)المحيط البرهانى ص ۲۶۹/ج ۱۱/الفصل السابع فى اجارة المستاجر،مطبوعه ڈابهيل،الدرالمختارعلى الشامى ص ۳۸/ج ۹/باب مايجوزمن الاجارة.

(۱) چونکہ مکان میں غلام محمد اوراس کی بہن دونوں حصہ دار ہوگئے، اس لئے کرائے کی آمدنی کس طرح تقسیم کی جائے؟

(۲) کرایہ گیرج جو۲۲۰/روپیہ ماہوار ملتا ہے، وہ صرف بہنوئی کا ہے یا غلام محمد بھی اس میں شریک ہوسکتا ہے۔

(۳) بہنوئی نے جورقم ۱۲۰۰/روپیہ دی، اس کا فی الحال کیا ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکم شرعی یہ ہے کہ جتنی مدت کے لئے مکان کرایہ پرلیا گیا ہے، مدت پوری ہونے پر مالک مکان خالی کرانا چاہے تو خالی کردیا جائے[۱]، مالک کی اجازت ورضامندی کے بغیر کرایہ دار کواس پر قبضہ رکھنا اور خالی نہ کرنا جائز نہیں، نیز اس کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا، اور دوسروں کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں، غلام محمد نے اگر مالک کی اجازت کے بغیر دو گیرج بنا کر ڈپوزٹ لے کران کو کرایہ پر دیدیا، تو اس نے یہ غلط طریقہ اختیار کیا، اس کے بعد بھی اگر مالک خالی کرانا چاہئے تو اس کو حق ہے، خالی کرالے، اور دو گیرجوں کا جو کچھ سامان اینٹ وغیرہ خواہ اس کی قیمت غلام محمد کو دیدے (تعمیر شدہ کی نہیں صرف ملبے کی) خواہ غلام محمد اس تعمیر کا اپنا ملبہ خود لیلے، جس شخص نے مکان کرائے پرلیا، خود بھی کرایہ دار ہے، دوسرے کو اس سے انتفاع کا حق نہیں، اگر غلام محمد نے بہنوں یا بہنوئی کو اس مکان میں رہنے کے لئے جگہ دیدی تو وہ رہ سکتے ہیں، دو گیرج جو کرایہ پر دئے ہیں، ان کا دینا اوران کا بنانا مالک مکان کی اجازت کے بغیر درست نہیں[۲]، پھر مالک جو معاملہ ان کے متعلق غلام محمد سے یا اس کی بہنوں یا بہنوئی سے کرلے تو

---

[۱] فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۴۱/کتاب الاجارة باب مایجوزمن الاجارة، البحر کوئٹه ص ۱۱/ج۸/باب مایجوزومایکون خلافا فیها مجمع الانهر ص ۵۲۲/ج۳/باب مایجوزومالایجوز، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] لایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۲۹۱/باب الغصب مطلب فیمایجوزمن التصرف بمال الغیر، شرح المجلة ص ۶۱/ج۱/المادة ۹۶/اتحادبکڈپو دیوبند.

اس کے موافق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ دار دوکان خالی نہ کرے تو

سوال:- زید نے اپنی دوکان پر رشید احمد کو مقرر کیا کہ میری دوکان کسی کو کرایہ پر دیدو طے پایا کہ جب بھی مجھے ضرورت ہوگی، آپ کو خالی کرا کر ہم کو دینی ہوگی، اب مالک کو ضرورت ہے، مگر کرایہ دار خالی نہیں کرتا، اب میں کیا کروں مجبور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو بیع وشراء کا اختیار ہے[1]، دوکان خالی کرانے کے لئے جو تدبیر مقدمہ وغیرہ کی مناسب ومؤثر ہو اختیار کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۷ھ

کرایہ ادا نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کا سامان اٹھالینا

سوال:- ایک شخص نے اپنے بھائی کو کھڈی کے لئے روپیہ قرض دیا تھا، کہ وہ آہستہ آہستہ دیتا رہے گا، لیکن چار ماہ بعد جب قرض ادا نہ ہوا تو وہ کھڈی اُٹھا کر لے گئے، دو چار مہینہ کا کرایہ بھی ان سے وصول کیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اپنا قرض دیا ہوا روپیہ وصول کرنے کا حق ہے[2]، اس سے زائد وصول کرنا جائز

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء. بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۱/۶۵۴، رقم المادة ۱۱۹۲/ الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان الخ، اتحاد بکڈپو دیوبند، (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نہیں، وہ سود ہے، خواہ کسی نام سے ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

ملازمت سے الگ کرنے کے بعد مستحق تنخواہ نہیں

سوال:- ایک مسجد میں ۱۹۶۹ء جنوری میں ایک امام مقرر ہوئے ان کی تنخواہ ماہواری مبلغ آٹھ سو روپئے ہے، ایک ماہ اس انجمن سے تنخواہ لئے دوسرے مہینہ میں امام صاحب نے ایک پارٹی تیار کی اور انجمن اسلامیہ کے خلاف سازش کرنا شروع کیا کہ کل جائیداد وقف بورڈ کے ہاتھ دے دیا جائے، پارٹی زور پکڑنے لگی پھر بھی صدر صاحب نے بلا کر دریافت کیا کہ آپ تنخواہ کیوں نہیں لیتے انہوں نے کہا کہ ہمیں تنخواہ مل جاتی ہے، اور ہمیں ضرورت نہیں بعد میں انجمن اسلامیہ کو قبل ایک ماہ درخواست دی کہ ہماری تنخواہ دو۔ بعد میں صدر صاحب سے ایک ماہ کے بعد تنخواہ نہیں لی اور کہا نہیں، دریافت کرنے پر پتہ لگا کہ لوگوں سے پاتے ہیں انجمن اسلامیہ کی جانب سے ایک اطلاع دی گئی کہ آج سے تم کو امامت سے ہٹا دیا گیا پھر بھی امام صاحب اپنی پارٹی کے لوگوں کے سہارے اب تک ہیں، اور ایک ماہ قبل انجمن اسلامیہ کو درخواست دی ہے کہ ہماری تنخواہ دو اس حالت میں کیا انجمن اسلامیہ ان کو دے سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب سے انجمن اسلامیہ نے ان کو ملازمت امامت سے الگ کر دیا اور اطلاع دے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] ليس لذى الحق أن ياخذغير جنس حقه وقال الشامى تحته ان عدم الجواز كان فى زمانهم اما اليوم فالفتوىٰ علىٰ الجواز، الدرالمختارمع الشامى زكرياج ۹/ص ۶۰۶/ مطبوعه كراچى ج۶/ص ۴۲۲/ كتاب الحظروالاباحة باب الاستبراء وغيره فصل فى البيع.

[1] كل قرض جرنفعاحرام، الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۳۹۵/ج۷/باب المرابحة، مطلب كل قرض جرنفعاً كنزالعمال ص ۲۳۸/ج۶/فصل فى لواحق كتاب الدين، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، فيض القديرص ۲۸/ج۵/مطبوعه دارالفكربيروت.

دی وہ تنخواہ پانے کے حق دار نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

اصل مالک کے انتقال کے بعد کیا وارث کو اس کے معاہدہ کی پابندی ضروری ہے

۹۳۰۱/

سوال:- زید نے عمر سے ایک مکان دومنزلہ عرصہ تیس سال سے کرایہ پر لے رکھا ہے شرائط کرایہ داری یہ ہیں، مبلغ چار روپیہ ماہانہ جس کا سالانہ کرایہ مبلغ اڑتالیس روپیہ ہوتا ہے، زید سے عمر وصول کرتے رہیں، کرایہ داری استمراری رہے گی، اور عمر زید سے کبھی کوئی کرایہ نہ خود بڑھائے گا، اور نہ اس کا پیشرو وارث قائم مقام بڑھے گا، بعدہٗ عمر کا انتقال ہوگیا، اس کے بیٹے نے دو روپے ماہوار لڑ کر استحصال بالجبر کیا، اور اس کے بعد بھی ان کی یہ ہوس پوری نہ ہوئی، پھر دوبارہ چار روپیہ بڑھا کر دس روپیہ ماہوار بالجبر وصول کیا، اسی طرح انہوں نے اپنے والد صاحب کے کہے ہوئے وعدے کو پسِ پشت ڈالا، اور اس کے خلاف کیا، اور دوسری دغا یہ کی کہ منزل بالا کی جداگانہ رسید قطع کرنی شروع کردی، یہ استحصال بالجبر کے، قانونی جواز کی صورت نکالنے کے لئے ایسا کیا حالانکہ میرے پاس دومنزلہ مکان چار روپیہ ماہوار پر ہے، جب کہ معاہدہ عمر مذکورہ بالا ان کے باپ کی طرف سے استمراری کرایہ پر تھی۔

(۱) کیا عمر کے بیٹے کو زید سے چار روپیہ ماہوار کرایہ کے بجائے اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف چھ روپیہ ماہوار لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] مستفاد: فیظهر حینئذ حکم الانفساخ وهو عدم وجوب المسمّٰی (شامی کراچی ص ۸۵/ ج ۶/ باب فسخ الاجارة، مطلب ادارة السفر او النقلة من المصر الخ.

(۲) پھر چار روپیہ سے دس روپیہ کردینا اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف ناجائز طریقہ پر وصول کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) اپنے باپ کے معاہدہ کے خلاف جو بیٹے نے زید سے زائد رقم بڑھا کر اس کی طرف ''۶۷۶'' روپیہ نکال دیا، اس کو شرعاً زید کے بیٹے کو دینا درست ہے یا نہیں؟

(۴) بیٹے کو اپنے باپ مرحوم کے خلاف کرایہ دار سے مکان خالی کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر کو اپنی ملک میں تصرف کا پورا اختیار تھا، جس کرایہ پر انہوں نے چاہا دے دیا، اور جو معاہدہ چاہا کرلیا، اس کے انتقال کے بعد اس کی ملک ختم ہوکر وارث کی ملک ہوگئی[۱]، وارث کو اختیار ہے کہ کرایہ سابق پر سابق کرایہ کو دو روپیہ برقرار رکھیں یا کسی سے جدید معاملہ کرلیں، یا کرایہ سابق پر راضی رہیں یا اضافہ کریں[۲]، والد صاحب کے معاہدہ کی پابندی اس کے ذمہ لازم نہیں، والد صاحب کے تعلقات کا لحاظ کرنا ان کے لئے بہتر ہے، کہ یہ بھی والد مرحوم کے اکرام واحترام میں داخل ہے، لیکن کرایہ وغیرہ کے معاملات میں ان کو مجبور نہیں کیا جاسکتا،

---

[۱] وتنفسخ الاجارة بلاحاجة الی الفسخ بموت احدالعاقدین الیٰ قوله ان المنافع والاجر صارف ملکا للورثة الخ، مجمع الانهر ج۳/ص ۵۵۹/مطبوعه بیروت، کتاب الاجارة، باب فسخ الاجارة، فتح القدیر ص ۱۴۵/ج۹/باب فسخ الاجارة، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۶/ج۸/باب فسخ الاجارة.

[۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء. بیضاوی شریف ج ۱/ص۷/ تحت سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/الکتاب العاشر فی انواع الشرکات، الفصل الاول، فی بعض قواعد فی حکم الاملاث، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

مکان کی حیثیت اور گرانی کے پیش نظر کرایہ میں مناسب اضافہ کرنا گناہ نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۹۰ھ

---

[1] وان كانت الزيادة معلومة ان كانت من جانب الآجريجوزسواء كانت الزيادة من جنس ما آجراومن خلاف جنس آخرالمحيط البرهانى ص ۳۲۰/ج ۱۱/كتاب الاجارة،الفصل الرابع عشرفى تجديد الاجارة بعدصحتها والزيادة فيها،مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۳۹/ ج۴/الباب الرابع عشرفى تجديدالاجارة بعدصحتها والزيادة فيها الدرالمختارمع الشامى كراچى ص ۲۲/ج۶/كتاب الاجارة.

باب ہفتم: اجارہ کے متفرق مسائل

اصل ملازم اپنی جگہ دوسرے کو رکھوا کر اس سے کمیشن لے

سوال:- زید ایک جگہ ملازم ہے وہ رخصت پر جاتا ہے، اور اپنی جگہ پر بکر کو ملازم رکھوا دیتا ہے، زید بکر کے ساتھ ایک معاہدہ کرتا ہے، وہ یہ کہ جب تم کو تنخواہ ملے اس میں سے اتنے روپئے ماہوار تم مجھ کو دیا کرو، اور ساتھ ہی زید بکر کو یہ وصیت کرتا ہے، کہ یہ راز ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے، بکر کو یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ میں اگر اس کو معاہدے کے مطابق ماہوار روپیہ نہ دوں گا، تو یہ بجائے میرے کسی اور کو نوکر رکھوا دیگا، جو اس کو کچھ ماہوار دیا کرے، یہ مقررہ رقم بکر دیتا رہتا ہے، تاکہ نوکری بحال رہے، اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا زید کو ایسا معاہدہ بکر کے ساتھ کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا بکر زید سے روپیہ واپس لے سکتا ہے، جبکہ زید واپس کرنے کے لئے رضا مند ہو جائے؟

(۳) بکر جبکہ بوقت معاہدہ کچھ رقم ماہوار ادا کے لئے راضی ہو گیا تھا، اور ادا کرتا رہا اب یہ روپیہ واپس لینا بکر کو جائز ہے؟

(۴) بکر اس معاہدہ کو پورا کرتا رہا، مگر دل اس کا بہت دکھتا تھا، کہ کام میں کرتا ہوں، اور زید کو خواہ مخواہ تنخواہ میں سے رقم دیتا ہوں، اب زید رقم واپس دینے کے لئے تیار ہے، کیا بکر واپس لے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زید کا بکر سے یہ معاہدہ خلافِ شرع ہے[۱]

---

[۱] والاجرۃ فی باب الاجارۃ لاتجب بمجرد العقد بل بالعمل، فتح القدیر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) لے سکتا ہے۔(۳) جائز ہے (۴) لے سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ یہ رقم محض رشوت کے طور ہو[۱]، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے، اگر ٹھیکہ کے طور پر ہو کہ زید خواہ کام کرے، خواہ دوسرے سے کرائے تو اصل اجرت کا زید مستحق ہے، پھر وہ بکر کو جو کچھ طے کر کے دیدے بقیہ خود رکھے تو یہ درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر مکان مالک نہ لینا چاہے تو کس کو یہ رقم لوٹائے

سوال:- بسا اوقات ایک بلڈنگ کے کئی مشترک مالک ہوتے ہیں، جن میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی ہو سکتے ہیں، اگر ایک مالک یہ رقم نہ لینا چاہے، اور دوسرے مالک لینا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں اختلاف ہوتا ہے، اور معاملہ خراب ہوتا ہے، ایسی صورت میں نہ لینے والا مالک اگر یہ رقم لے تو اسے خود استعمال کر سکتا ہے، یا مکان کی مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز ہونے کی صورت میں اسے اپنے طور سے واپس کرنا چاہے تو کس کو دے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۱۳۰/ ج ۹/ باب الاجارة علی احدالشرطین، مطبوعه دارالفکر بیروت، عنایة علی فتح القدیر ص ۱۳۰/ ج ۹/ باب الاجارة علی احدالشرطین، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] الرشوة یجب ردها ولاتملک الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۸/ ص ۳۵/ مطبوعه کراچی ج ۵/ ص ۳۶۲/ کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علیٰ الرشوة الخ، النهرالفائق ص ۵۹۸/ ج ۳/ کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۶۲/ ج ۶/ کتاب القضاء.

[۲] وان اطلق کان له ان یستاجرغیره لان الواجب علیه عمل فی ذمته ویمکنه الایفاء، بنفسه وبالاستعانة بغیره تبیین الحقائق ص ۱۱۲/ ج ۵/ کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/ ج ۸/ کتاب الاجارة، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۲۵/ ج ۹/ کتاب الاجارة، مجمع الانهر ص ۵۱۹، ۵۲۰/ ج ۳/ کتاب الاجارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

پرانے کرایہ دار کو یا نئے کرایہ دار کو یا پھر غرباء ومساکین میں تقسیم کردے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رقم لے کر اس کو واپس کردے جس سے لی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۴ھ

کرایہ دار کا مالک کی زمین میں مکان بنانا

سوال:- ایک شخص نے شیخ محمد خلیل کی بیوہ سے کرایہ پر ایک مکان لیا ہے، ورثاء اور بھی ہیں، جیسا کہ منسلک کاغذ سے ظاہر ہے، مگر شوہر کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے شیخ بدر الحسن کا قبضہ ہے، جو دوسرے شوہر سے ہیں، مکان کے باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، اس لئے انکی اجازت سے سامنے افتادہ زمین پر کچھ حصہ اپنے خرچ سے تعمیر کرالیا، اور کرایہ مقررہ برابر ادا کرتا رہا، بیوہ محمد خلیل صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے شیخ بدرالحسن (جو دوسرے شوہر کے ہیں) کرایہ لیتے رہے، کچھ دن کے بعد شیخ محمد خلیل والا مکان پورے کا پورا منہدم ہوگیا۔

تقریباً چھ ماہ تک زمین ویسے ہی پڑی رہی اور منہدمہ مکان کا اثاثہ مالک مکان اور کچھ ملبہ اٹھا کے لے گئے، تب شیخ بدرالحسن نے غیر مشروط طور پر کہا کہ تم لوگ بنوا نہیں سکتے، زمین ایسے ہی پڑی رہے گی، آپ بنوایئے اور رہیے، اور تقریباً ۱۷/سال سے سکونت پذیر ہے جب سے اپنے بنائے ہوئے مکان میں رہنے لگا کرایہ دینا بند کردیا ہے، مکان بنتے وقت شبیر نے بالواسطہ اجازت دیدی، اور دوسرے ورثاء نے بھی مکان بنتے ہوئے دیکھا مگر نہ

---

[1] ویجب علیه أن یرده علی مالکه الخ بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/(مطبوعه رشیدیه سهارنپور) باب فرض الوضو، المحیط البرهانی ص ۶۳/ج ۸/کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج ۵/کتاب الکراهیة، الفصل الخامس عشر فی الکسب.

اظہار ناراضگی کیا اور نہ رکاوٹ ڈالی اب محمد خلیل مرحوم کہتے ہیں کہ مکان ہمارا ہے، کیونکہ ہماری زمین پر ہے، اتنے دن تک کا کرایہ وضع کرنے کے بعد اگر کچھ رقم بچ جائے گی، تو ہم دیدیں گے، مکان چھوڑ دیجئے، سابق کرایہ دار اور تعمیر کنندہ مکان کہتا ہے، کہ مکان کا مالک میں ہوں، زمین آپ کی ہے، آپ صرف زمین کا کرایہ لے سکتے ہیں، مکان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے، شریعت کے اعتبار سے کونسا نظریہ صحیح ہے؟ مکان کا مالک کون مانا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان کرایہ دار نے بنایا ہے، وہ تعمیر کا مالک ہے، زمین کے مالک مرحوم کے ورثاء ہیں، یا تو زمین کا کرایہ مقرر کرلیا جائے، اس کرایہ دار سے اس کو وصول کرتے رہیں، یا کرایہ دار سے کہا جاوے کہ وہ اپنی تعمیر وہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردے، یا تعمیر میں جس قدر احباب موجود ہوں، اس کی قیمت بصورتِ ملبہ مکان (ترکہ بصورت مکان تعمیر شدہ) مالک زمین کرایہ دار کو دیدیں، اور مکان کے بھی مالک ہوجاویں، جس صورت پر بھی معاملہ ہوجائے، درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۰ھ

ایک دوکان سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری

سوال:- (۱) حاجی غنی احمد صاحب نے حامد علی صاحب کو دوکان قائم کرتے وقت ملازم رکھا تھا، اس وعدہ کے ساتھ کہ وہ کوئی مال اپنا دوکان پر نہ رکھیں گے، اور نہ اپنے نام سے

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة الا ان يغرم لهٗ المؤجر قيمته مقلوعاًويتملكه الخ الدرالمختارعلى الشامى كراچى ج۶/ص ۳۰/مطبوعه زكريا ج۹/ ص ۴۰/كتاب الاجارة باب مايجوز من الاجارة الخ،البحرالرائق كوئٹه ۱۱/ج۸/ باب مايجوز من الاجارة ومايكون خلافا فيها،مجمع الانهرص ۵۲۲،۵۲۳/ج۳/باب مايجوز من الاجارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

اپنی کتابیں طبع کریں گے، دوکان ۲۷ء میں قائم ہوئی ۵۳ء تک وہ اس پر عمل بھی کرتے رہے، اس درمیان میں انہوں نے اپنے لڑکے خورشید علی سلمہٗ کو اپنے معاون کی حیثیت سے دوکان پر ملازم رکھ لیا، حاجی صاحب پر فالج کا حملہ ہوتے ہی حامد علی نے اپنے لڑکے خورشید کے نام سے کتابیں طبع کرنا شروع کردیں، اب مستقلاً اپنا کاروبار بھی شروع کردیا ہے، خرید وفروخت کا اس سے میرے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے، کیا شرعاً میرا مطالبہ درست ہے، کہ ملازمت اور کاروبار ایک ساتھ نہیں کرسکتے؟

(۲) حامد علی صاحب کا فرمانا ہے کہ میں وعدہ کا پابند ہوں لیکن یہ پابندی میرے لڑکے خورشید پر عائد نہیں ہوتی، میرا کہنا ہے کہ یہ کاروبار آپ کررہے ہیں، اگر یہ فرض کرلیا جاوے، تو بھی آپ کا لڑکا ان شرائط کا پابند ہے، جو آپ سے کئے گئے تھے، اس لئے کہ ملازمت کی حیثیت ایک ہے۔

(۳) علیحدگیٔ ملازمت کی شکل میں رقم کا مطالبہ کریں، تو شرعاً جائز ہوگا؟

(۴) حامد علی صاحب کو ۱۹۵۳ء میں ایک سو پچاس روپئے ملتے تھے، ۱۹۵۷ء میں سو روپئے ملنے لگے، ۱۹۶۲ء میں جبراً دوسو روپئے تنخواہ کرلی یکدم سے سو روپئے کے اضافہ پر احتجاج کرتا رہا، مگر کوئی پروا نہیں کی۔

(۵) دوسری طرف خورشید علی سلمہٗ کی تنخواہ ۱۹۵۳ء میں ساٹھ روپئے تھی ۱۹۵۵ء میں سو روپئے ہوگئی، ۱۹۵۷ء میں ایک سو پچاس روپئے ہوگئی، ۱۹۶۰ء میں دوسو پچاس روپئے ہوگئی، ۱۹۶۵ء میں تین سو روپئے ہوگئی، میرے احتجاج کے باوجود تنخواہ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، کبھی ان کی اور کبھی لڑکے کی۔

(۶) اور میرے نفع کی رقم میں کمی کرتے جارہے ہیں، ۱۹۶۷ء سے اپنے دوسرے لڑکے شعیب علی کو بھی سو روپئے ماہوار پر دوکان میں نوکر رکھ لیا بغیر میری اجازت کے جبکہ تین آدمی دوکان پر کام کررہے ہیں، چوتھے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) ہماری کتابیں جو کان پور سے طبع ہو کر دوکان لکھنؤ جایا کرتی تھیں، وہ اب حامد علی صاحب لکھنؤ ہی میں طبع کرتے تھے، جبکہ مجھے پریس کو چلانے میں دشواری ہو رہی ہے، اکثر کاغذ نہ ہونے کی وجہ سے مشین بند رہتی ہے، وہ ہمارا ہی کام دوسری پریس میں کروا رہے ہیں، (اپنی کتابیں چھاپتے ہیں اور اس کی بکری کرتے ہیں، وہ علیحدہ ہے) کیا یہ میری حق تلفی نہیں ہے؟

(۸) نئی صورتِ حال انہوں نے مجھے پریشان کرنے کے لئے یہ پیدا کر دی ہے، کہ اختتامِ سال میں کتابوں کا اسٹاک زائد موجود ہوتے ہوئے کم دکھاتے ہیں، تاکہ اس طرح مجھ کو کم نفع مل سکے، ان کے اس فعل کو شرعی اصطلاح میں کیا کہا جائیگا؟ جو واقعات قلم بند کئے گئے ہیں، وہ حلفاً صحیح ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ شرط تو صحیح ہے کہ حامد علی صاحب اپنا مال حاجی غنی احمد کی دوکان پر نہیں رکھیں گے، لیکن اپنے نام سے کتابیں طبع نہ کرانے کا مطلب اگر یہ ہے کہ وہ اپنے روپیہ سے جداگانہ طبع نہیں کرائیں گے، تو یہ شرط صحیح نہیں ہے[۱] اس شرط کی پابندی لازم نہیں، بلکہ اس شرط کو ختم کر دینا ضروری ہے[۲]، اگر یہ مطلب ہے کہ حاجی صاحب کے روپئے سے اپنے نام سے طبع نہیں کرائیں گے، تو یہ شرط صحیح ہے، اس کی پابندی لازم ہے، غیر صحیح شرط کی پابندی نہ کرنے سے اگر کاروبار کو نقصان پہنچے تو اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے[۳]۔

---

[۱] ملاحظہ ہو عنوان ''حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا''

[۲] والاجارة تفسد هاالشروط التی لایقتضیهاالعقد أمااذااشترط شرطاًیقتضیه العقد لایفسد العقد الخ، عالمگیری کوئٹه ج۴/ ص ۴۴۲/ کتاب الاجارة، الفصل الثانی فیمایفسد العقد فیه لمکان الشرط، الجوهرة النیرة ص ۲۷۱/ ج ۱/ کتاب الاجارة، مطبوعه نعمانیه دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۶/ ج۶/باب الاجارة الفاسدة.

[۳] عن عمروبن عوف المزنی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الصلح (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) اس کا جواب نمبر ا/ سے واضح ہے، اگر اپنے لڑکے کو اصل مالک کی اجازت سے ملازم رکھا ہے، یا ملازم رکھ لینے پر مالک نے رضامندی دیدی ہے، تو یہ ملازمت صحیح ہے[۱]، اور اس سے بھی اگر کتابیں اپنے نام سے طبع نہ کرانے کی شرط کی گئی تھی، تو اس کا حال بھی وہی ہے، جو خود حامد علی صاحب کا ہے۔

(۳) ملازمت سے علیحدہ گی کی شکل میں اگر باہمی قرارداد کچھ ہو چکی ہے[۲]، یا عرف عام میں کچھ قرارداد ہے، تو اس کی رعایت کی جائے، ورنہ تو اس (رقم) کے مطالبہ کا حق نہیں تاہم برضا ورغبت دیدے تو لینا منع بھی نہیں[۳]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) جائز بین المسلمین الاصلحا حرم حلالا اواحل حراما والمسلمون علی شروطهم الحديث مشكوة ص ۲۵۳/ باب الافلاس والانظار، الفصل الثانی ترمذی شریف ص ۲۵۱/ ج ۱/ ابواب الكلام، باب ماذكر عن النبیؐ فی الصلح بين الناس، مرقاة شرح مشكوة ص ۱۰۷/ ج ۶/ باب الافلاس، الفصل الثانی، مطبوعه امداديه ملتان.

[۱] تصرفات الفضولی تتوقف عندنا اذا صورت وللتصرف مجيزاى من يقدرعلى الاجازة سواء كان تمليكا كالبيع والاجارة والهبة والتزويج والتزوج اواسقاطا الخ فتح القدير ص ۵۳/ ج ۷/ كتاب البيوع، فصل فی بيع الفضولی، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۲] والاجارة تفسدها الشروط التی لايقتضيها العقد أما اذا اشترط شرطاً يقتضيه العقد لايفسد العقد الخ عالمگيری ج ۴/ ص ۴۴۲/ كتاب الاجارة، الفصل الثانی تحت الباب الخامس عشر، الجوهرة النيرة ص ۲۷۱/ ج ۱/ كتاب الاجارة، مطبوعه نعمانيه ديوبند، الدرالمختار على الشامی كراچی ص ۴۶/ ج ۶/ باب الاجارة الفاسدة.

[۳] قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الا لاتظلموا الا لايحل مال امرأ الابطيب نفس منه مشكوٰة شريف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعارية، شعب الايمان للبيهقی ص ۷۶۹/ ج ۲/ الباب الثامن والثلاثون فی قبض اليدعن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفى البازمكه مكرمه، مسند احمد ص ۷۲/ ج ۵/ مسندعم ابی حرة الرقاشیؓ مطبوعه دارالفكر بيروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو کسی بھی انسان کا مال حلال نہیں، مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

(۴) ۱۵۰/ پر غالباً مالک بھی رضامند ہے، اور ۲۰۰/ پر بھی رضامندی معلوم ہوتی ہے، البتہ ۳۰۰/ کا لینا منشاء مالک کے خلاف ہے، جسکے لینے کا حق نہیں تھا، لیکن احتجاج کے باوجود اگر لینے کی اجازت دیدی، تو لینا درست ہے، اگر اجازت نہیں دی بالکل نامنظور کیا لینا درست نہیں[۱]، جتنی رقم ماہوار کے حساب (زائد مقدار میں) لی ہے اسکی واپسی لازم ہے[۲]۔

(۵) یہاں بھی اجازت ورضامندی پر موقوف ہے[۳]۔

(۶) اس کی ملازمت کا حال بھی خورشید علی کی ملازمت کی طرح ہے۔

(۷) آپ کی کتابیں بغیر آپ کی اجازت کے دوسری جگہ طبع کرانے کا ان کو حق نہیں، آپ کی کتابیں آپ کی دوکان میں رکھ کر فروخت کرنے کا ان کو حق نہیں[۴]۔

---

[۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرأ لابطیب نفس منه مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریة،شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/ج ۲/الباب الثامن والثلاثون فی قبض الیدعن الاموال المحرمة،مطبوعه نزارمصطفی البازمکه مکرمه،مسند احمدص ۷۲/ج ۵/مسندعم ابی حرة الرقاشیؓ مطبوعه دارالفکربیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو کسی بھی انسان کا مال حلال نہیں، مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

[۲] صرح الفقهاء بان من اکتسب مالابغیرحق الیٰ قوله ویجب علیه ان یرده علیٰ مالکه الخ بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/(مطبع سهارنپور)باب فی الوضوء.

[۳] تصرفات الفضولی تتوقف عندنااذاصورت وللتصرف مجیزای من یقدرعلی الاجازة سواء کان تملیکاکالبیع والاجارة والهبة والتزویج والتزوج اواسقاطا الخ فتح القدیر ص ۵۳/ج ۷/ کتاب البیوع،فصل فی بیع الفضولی،مطبوعه دارالفکربیروت.

[۴] لایجوز التصرف فی مال غیر بلااذنه وولایته،الدرالمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۲۹۱/مطبوعه کراچی ج ۶/ص ۲۰۰/کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیرالخ،الاشباه والنظائرص ۱۵۷/الفن الثانی،کتاب الغصب،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعدالفقه ص ۱۱۰/قاعده ۲۷۰/الرسالة الثالثة القواعدالفقهیة،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(۸) اگر موجود سے کم دکھاتے ہیں تو یہ کذب اور خیانت ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۸۸ھ

دوکان کا بڑھا ہوا تختہ حکومت نے کٹوادیا وہ کرایہ دار کا ہے یا مالکِ دوکان کا؟

سوال:- بموجب حکم سرکار دوکانوں کے وہ تختے جو بازار کی نالیوں سے آگے کو بڑھے ہوئے تھے، کرایہ داران کو کٹوانا پڑ گئے، کہ حکم کا رخ انہیں کی طرف تھا، مالکان بے غم رہے، حالانکہ از روئے انصاف تعمیل مالکان کو کرنا تھی، تو تختوں کی کٹوائی کے خرچہ کے بدلہ میں کرایہ داران تختوں کے ایندھن کو اپنے خرچہ میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ تختے مالکان نے لگوائے تھے، کرایہ داران نے نہیں لگوائے تو ان کا ایندھن مالکان کی ملک ہے، ان کو کٹوانے کا حکم حکومت نے دیا ہے، مالکان نے نہیں دیا، اس لئے وہ ایندھن بغیر اجازتِ مالکان خرچ نہ کیا جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

---

[۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلٰث اذاحدث کذب واذاوعد اخلف واذا اؤتمن خان، مشکوٰۃ شریف ص۱۷/،باب الکبائروعلامات النفاق،الفصل الاول،مسلم شریف ص۵۶/ج۱/کتاب الایمان،باب خصال المنافق،مطبوعہ رشیدیہ دھلی،مسنداحمد ص۳۵۷/ج۲/قبیل مسندعبداللّٰہ بن عمروبن العاص رضی اللّٰہ عنھمامطبوعہ دارالفکربیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر)

بس میں سامان کا کرایہ

سوال:- ایک سفر میں پنچایت والے ڈرائیور صاحب اپنی بس میں بٹھا کر لائے، مگر وہ سامان وغیرہ کا ٹکٹ بغیر مفت لانا چاہتے تھے، تو احقر درمیان میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلایا تو مان لیا اور ٹکٹ کاٹا گیا، مگر اس میں چار صندوق اور پلنگ کا ٹکٹ بھول سے رہ گیا، تو اب ان چار صندوق اور پلنگ کا کرایہ جو بھی ہو رہ گیا ہے، اب اس کو مجھے ڈرائیور صاحب کو جو مجھے لا رہے تھے، دینا ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا دینا بھی ضروری ہے[1]، جس کا سامان ہے اس کے ذمہ ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈرائیور کا کسی کی رعایت کرنا

سوال:- (۱) احقر ایک موضع پر بسلسلۂ تعلیم قرآن پاک بلایا گیا ہے، بلانے والے صاحب میں ایک صاحب بس کے ڈرائیور ہیں، حیدرآباد سے احقر مع اہل وعیال وسامان کے آرہا تھا، تو اتفاق سے ان کی بس میں سوار ہونا پڑا انہوں نے کہا کہ آپ سامان وغیرہ کا ٹکٹ مت کٹوائیں، اس لئے کہ میں سرکاری ڈرائیور ہوں، اس لئے ڈپارٹمنٹ کی طرف سے میرے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں، تو احقر نے یہ مسئلہ بتایا کہ گو آپ سرکاری ڈرائیور ہوں گے،

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ وولایتہ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۲۹۱/مطبوعہ کراچی ج۶/۲۰۰/کتاب الغصب، شرح المجلة ص ۶۱/ج ۱/ المادہ ص ۹۶/اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقہ ۱۱۰/دارالکتب دیوبند.

[1] الحق لایسقط بتقادم الزمان الخ قواعد الفقہ ص۷۷/(مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

آپ کی ذات کی حد تک یہ ہوسکتا ہے، کہ گورنمنٹ کچھ چارجیز معاف کردے، لیکن جب آپ کا کوئی عزیز یا پہچانتی آدمی سفر کرے تو غالباً شرعی حکم یہی ہے کہ آپ کو کوئی حق نہیں کہ بلاٹکٹ سفر کرائیں تو انہوں نے مان لیا، اور ٹکٹ وغیرہ کٹوائے گئے ،مناسب ہوا یا نہیں، رہبری چاہتے ہیں؟

(۲) اب بعضے منتظمین مدرسہ کو یہ شکایت ہے اور یوں کہتے ہیں کہ جب وہ خود بلاٹکٹ سامان وغیرہ لانے کو تیار تھے، تو آپ کو کیا ضرورت تھی ٹکٹ کٹوانے کی وہ خود ذمہ دار تھے بیچارے ڈرائیور صاحب صرف یہ خیال کررہے ہیں کہ چوں کہ میں سرکاری ڈرائیور ہوں اس لئے مجھے جب کسی نوع سے کسی کی اعانت وغیرہ کرنی ہو تو مجھے حق ہونا چاہئے، کیا ان کے خیال کے لحاظ سے جب یہ چاہیں، اپنے عزیز اہل وعیال اپنے بچوں کے استاد وغیرہ کو بلاٹکٹ سفر کرانے کے شرعاً مجاز ہیں یا نہیں؟ لاعلمی سے یا کسی دنیاوی قانون پر قیاس کرکے کوئی شخص غلط کام کرتا ہو تو جس کو مسئلہ معلوم ہو غلط کام سے روکنا ضروری ہے، یا نہیں؟

(۳) اگر مجاز نہ ہوں تو اب جو شخص سفر کررہا ہو تو خاموشی پر بے عملی کا گناہ ہوگا یا نہیں؟

(۴) زید جس کے ڈرائیور یا اور کوئی ملازم ہیں ان کا وطن بس ڈپو سے تیس بتیس میل یا اس سے کم وبیش پر ہے، جب ان کو وطن آنا ہوتا ہے، تو دوسری بس میں بلاٹکٹ کے آجاتے ہیں، ان کا اس طرح کا سفر شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آپ کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔

(۲) لاعلمی سے یا علم کے باوجود جو شخص ناحق رعایت کرتا ہو اس کو مسئلہ بتایا بھی جائے[۱] اور ناحق رعایت حاصل کرنے سے بھی احتیاط کی جائے۔

---

[۱] عن ابی سعیدالخدریؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرافلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان،مشکوۃ ص ۴۶۳/ باب المعروف،الفصل الاول،مسلم شریف ۵۱/ج ۱/کتاب الایمان،باب بیان کون النھی عن المنکرمن الایمان،مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

(۳) آپ پر کوئی بار نہیں[۱]۔

(۴) ان دوسرے ڈرائیور کو اگر مالک کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے تو درست ہے ورنہ نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلاٹکٹ ریل میں سفر

سوال:- ریل سے بلاٹکٹ سفر کرنا کیسا ہے، اور بعض لوگ بتلاتے ہیں کہ سہارنپور

---

[۱] اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے غالب گمان یہ ہے کہ اس میں مبتلا شخص منکر سے رک جائے گا تو امر بالمعروف واجب ہے۔

ان کان یعلم باکبر رایه انه لو امر بالمعروف یقبلون ذالک ویمنعون المنکر فالامر واجب علیه ولایسعه ترکه عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۲/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء.

اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ منکر پر نکیر کرنے سے وہ شخص گالیاں دے گا اور بہتان لگائے گا تو نکیر نہ کرنا افضل ہے۔

ولو علم باکبر رایه انه لو امر بذٰلک فقذفوه وشتموه فترکه افضل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع.

اگر یہ اندیشہ ہو کہ نصیحت قبول نہیں کرے گا اور نہ اس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہے تو آمر کو نصیحت کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے لیکن نکیر کرنا بہتر اور افضل ہے۔

ولو علم انهم لایقبلون منه ولایخاف منه ضربا ولاشتما فهو بالخیار والامر افضل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع.

اور اگر نکیر کے بعد بھی منکر سے نہ رکے تو آمر سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔

فاذا فعله ولم یتمثل المخاطب فلاعتب بعدذٰلک علی الفاعل لکونه ادی ماعلیه فانما علیه الامر والنهی لاالقبول نووی علی مسلم ص ۵۱/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب النهی عن المنکر من الایمان، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[۲] **لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولاولایته الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، الاشباه والنظائر ۱۵۷/ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ القواعدالفقهیة، قاعده ص ۲۷۰/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند.**

اور مظفر نگر والی لائن سے چونکہ خاص گورنمنٹ کی ہوگئی ہے، لہٰذا اس لائن سے بلاٹکٹ سفر کرنا بلاریب جائز ہے، اگر اس کے متعلق کوئی تحقیق معلوم ہو، بتلائی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چوری ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹ رمحرم ۵۹ھ

بذریعہ پاس ریل میں سفر کرنا

سوال:- جو لوگ ریلوے میں ملازم ہوتے ہیں، ریلوے کا قانون ہے کہ ان کو ایک سال میں کئی مرتبہ مفت پاس ملتا ہے، کہ جہاں چاہیں بلاٹکٹ کے (پاس دکھا کر) جاسکتے ہیں اب بہت سے لوگ دوسرے کی عورتوں کو اپنی عورت اور دوسروں کے بچوں کو اپنا بچہ بتا کر بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں، اور ان سے روپیہ لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہیں، اس طرح کرنے سے ریلوے کا نقصان ہوتا ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ طریقہ دھوکہ اور خیانت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحمل الدابة ای دابة الغیر بغیر اذنه غصب الخ، مجمع الانهر ج۴/ص ۷۸/مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت (کتاب الغصب) البحر الرائق کوئٹه ص ۱۰۸/ج۸/کتاب الغصب، تبیین الحقائق ص ۲۲۲/ج۵/کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا الحدیث ترمذی شریف ج ۱/ص ۲۴۵/ مطبع یاسر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے لئے نوتہ لکھنے کی ذمہ داری

سوال:- ایک قریہ کا قدیم سے دستور ہے کہ جوامام مسجد میں رہتا ہے اس کو نوتہ وغیرہ شادی میں لکھنا پڑتا ہے، اور اگر امام انکار کرے، تو وہ لوگ معترض ہوتے ہیں، ایک امام اس سے گریز کرتا ہے، اور دوسرا امام اس کو کرتا ہے، آیا یہ نوتہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوتہ قرض ہے جس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، قرض کے لین دین کا لکھنا شرعی حکم ہے[1]، اگر بوقت ملازمت امام سے طے کرلیا جائے، جیسا کہ بعض جگہ نکاح کا لکھنا اور مسجد کی صفائی وغیرہ کے امور طے کرلئے جاتے ہیں، تو درست ہے[2]، مگر بلاضرورت قرض لینا، اور کسی کو مجبور کرکے قرض دینا اور بلا وجہ ادائے قرض میں تاخیر کرنا شرعاً منع ہے[3]، لہٰذا اس رسم کو ترک کرنا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ندیم دیوبند کتاب البیوع، مسلم شریف ص ۷۰/ ج ۱/ کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من غشنافلیس منا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ترمذی شریف ص ۴۴۵/ ج ۱/ کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیة الغش فی البیوع، مطبوعہ بلال دیوبند.

ترجمہ: جو شخص دھوکہ دھڑی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

[1] یاایھاالذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ الایة، سورہ بقرہ آیت ۲۸۲/.

ترجمہ: اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو اُدھار کا ایک میعاد معین تک، تو اسکو لکھ لیا کرو (از بیان القرآن)

[2] وشرطھا کون الاجرة والمنفعة معلومتین لان جھالتھماتفضی الی المنازعة ویعلم النفع ببیان المدة کالسکنی والزراعة مدة کذا ویعلم النفع ایضا ببیان العمل الصیاغة والصبغ والخیاطة الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۵، ۹/ ج ۶/ کتاب الاجارة، تبیین الحقائق ص ۱۰۵، ۱۰۶/ ج ۵/ کتاب الاجارة، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الانھر ص ۵۱۲، ۵۱۴/ ج ۳/ کتاب الاجارة، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مطل الغنی ظلم واذااتبع احدکم علی ملئی فلیبتع مسلم شریف ص ۱۸/ ج ۲/ کتاب البیوع، باب تحریم مطل الغنی، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابوداؤد شریف ص ۴۷۵/ ج ۲/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

چاہئے، ایک شخص نے جتنا نوتہ دیا ہے، اگر اس سے زیادہ لیا جائے، تو یہ سود ہے، جس کا لینا دینا اور لکھنا موجب لعنت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کمہار سے لوٹے لینا بلا قیمت

سوال:- بعض دیہات کی افتادہ زمین سے کمہار مٹی لیجاتے ہیں، اور گاؤں والے ان سے لوٹے یا اور برتن اس اجرت پر مقرر کر لیتے ہیں، اور یہ لوٹے مسجد میں استعمال کئے جاتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گاؤں والے اس زمین کے مالک ہیں، اور وہ مٹی کمہاروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور کمہار قیمت میں لوٹے وغیرہ دیتے ہیں، تو ان لوٹوں کا استعمال درست ہے، اگر مالک

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب البیوع، باب فی المطل، مطبوعہ سعدیو بند، مشکوۃ ص ۲۵۱/ باب الافلاس والانظار، مطل الغنی ای تاخیرہ اداء الدین من وقت الی وقت ظلم فان المطل منع اداء مااستحق اداؤہ وھو حرام من المتمکن، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۳۷/ ج ۳/ مطبوعہ بمبئی، شرح الطیبی ص ۱۱۷/ ج ۶/ مطبوعہ زکریا دیوبند.

[1] عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ الخ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴/، مسلم شریف ۲۷/ ج ۲/ کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، ابوداؤد شریف ص ۴۷۳/ ج ۲/ کتاب البیوع، باب فی آکل الربا وموکلہ، مطبوعہ سعدبکڈپو دیوبند.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر۔

نہیں ہیں، تو ان کو کمہاروں سے لوٹے مفت لینے کا کوئی حق نہیں، اور اس صورت میں وہ لوٹے کمہاروں کو لوٹانا ضروری ہیں، گھر میں استعمال کرنا یا مسجد میں دینا جائز نہیں[1]، اگر گاؤں والے مالک ہونے کے بعد تعرض نہیں کرتے تو لوٹے لینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اسکول میں داخلہ کیلئے رقم کیا رشوت ہے؟

سوال:- میں اپنے لڑکے کو جس کی عمر ۳ رسال ہے اسکول میں داخل کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی اسکول ایسا نہیں لگتا جہاں بغیر رقم کے داخلہ ہو کم از کم ہزار روپئے دیئے بغیر داخلہ نہیں ہوتا کیا یہ میرا دینا رشوت شمار ہوگا۔ اگر رشوت دینے میں شمار ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ روپیہ بچہ کے اخراجات کیلئے ہے مثلاً کمرے کا کرایہ پانی اور روشنی کا معاوضہ کھانے اور ناشتے کی قیمت کپڑے کے مصارف خدمت گار کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ تو یہ رشوت نہیں یہ مصارف آپکے ذمہ ہونگے اگر یہ روپیہ فیس اور حفاظت ونگرانی کے ذیل میں ہے تب بھی یہ رشوت نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] کیونکہ بلاعوض دیئے لوٹے لینا اور بغیر رضامندی کے لینا غصب ہے جو کہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر خوشی سے دیدیں تو پھر لینے اور استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

" عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه، مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریة" السنن الکبری للبیهقی ص ۱۰۰/ج۶/کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً الخ دارالمعرفة بیروت.

[2] الرشوة ما یعطی لابطال حق اولاحقاق باطل، قال ابن الاثیرو شرعا ما یاخذه الآخذ ظلماً بجهة یدفعه الدافع الیه من هذه الجهة (قواعدالفقه، رساله تعریفات فقهیه ص ۳۰۷/دارالکتاب دیوبند) معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۱۴۹/ج۲/حرف الراء، طبع دارالفضیلة قاهره کتاب التعریفات ص ۱۰۷/باب الراء، مکتبه فقیه الامت دیوبند.

چنگی کا محصول

سوال:- احقر سے دو مسلمانوں نے متفرق وقتوں میں فرداً فرداً یہ تذکرہ کیا کہ محصول چنگی یعنی وہ محصول جو اشیاء کی درآمد پر لیا جاتا ہے اس کا ادا کرنا ناجائز ہے مثلاً ایک شخص کسی گاؤں سے بکری لے کر سہارنپور شہر میں لاوے خواہ فروخت کی نیت سے یا پالنے کی نیت سے تو سہارنپور کا محکمہ محصول (میونسپلٹی) اس سے چند پیسے بطور محصول بکری کے لے لیں گے، تو یہ پیسے بطور محصول ادا کرنا جائز نہیں ہے، مگر چونکہ ادا کئے بغیر کام نہیں بنتا اس لئے اس کو برداشت کر کے صبر کرے کیا ایسا مسئلہ شریعت مقدسہ میں ہے۔

نیز عرض ہے کہ ایک صاحب ہمارے عزیز ہیں وہ منصف کا عہدہ رکھتے تھے، انہوں نے بطور امداد میرے لئے کچھ روپیہ بھیجا اس کا کچھ حصہ میں نے خرچ بھی کر لیا مگر تردد بہت ہے، اور وہ تردد یہ ہے کہ منصفوں کی آمدنی عموماً مشتبہ ہوتی ہے، یہ لوگ رشوت بھی لیتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ منصف صاحب آجکل رشوت لیتے ہیں یا نہیں؟ اس عہدہ پر مامور ہونے سے قبل جس عہدہ پر تھے اس وقت ہم نے دیکھا کہ عرصہ دراز تک رشوت نہیں لیتے تھے، مگر ہمارے دیکھنے سے چند سال قبل رشوت لیا کرتے تھے، حالت موجودہ معلوم نہیں، اس لئے از راہِ کرم تحریر فرمائیں کہ اس روپیہ کا استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز اور جو رقم صرف کر چکا ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مروجہ چنگی ظلم ہے[1] اور جس طرح ظلم ناجائز اور حرام ہے اسی طرح ظلم کی اعانت

---

[1] ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل سورة بقره آیت ۱۸۸/ ولایاکل بعضکم اموال بعض فیما بینکم بالباطل واکله بالباطل من غیر الوجه الذی لم یبحه اللّٰه تعالی لآکلیه تفسیر القاسمی ص۱۲۶/ ج۲/ الجزء الثالث، سورة البقرة تحت آیت ص۱۸۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر مظهری ص۲۰۹/ ج۱/ سورة البقرة آیت ص۱۸۸/ مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

ناجائز ہے، اور چنگی ادا کرنے سے ظلم کی اعانت ہوتی ہے، لہٰذا ناجائز ہے[1]، مگر چنگی ادا نہ کرنے سے دوسرے بڑے مصائب کا سامنا ہوتا ہے، اس لئے دفع ظلم کیوجہ سے چنگی کی ادائیگی پر صبر کیا جاتا ہے، "من ابتلیٰ ببلیتین یختار اھونھما"[2]

جب ان منصف صاحب کے متعلق پختہ طور پر آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے رشوت لینا بند کر دیا تھا تو پھر اس بھیجے ہوئے روپیہ میں تردد بلا وجہ ہے تاوقتیکہ ان کے متعلق رشوت لینے کا دوبارہ علم نہ ہو، اس روپیہ کا استعمال ناجائز نہیں ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چنگی دینے کا حکم

سوال:- تجارتی مال کا محصول وچنگی دونوں دینی چاہئیں یا محض محصول دیدے اور چنگی نہ دے اس لئے کہ اس کی دوکان اسی شہر میں ہے، سنا جاتا ہے کہ چنگی نہ دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریل اور ڈاک کا محصول تو دیدیا جائے[4] اور چنگی ظلماً لی جاتی ہے، اس سے حتی الوسع

---

[1] تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورۃ المائدہ آیت ۲/.

[2] الاشباہ والنظائر مختصراً ص ۱۴۵/ القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال، شرح المجلۃ ص ۳۲/ مادہ ۲۸/ المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقھیۃ، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقہ ص ۵۶/ الرسالۃ الثالثۃ، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[3] الیقین لایزال بالشک قواعد الفقہ ۱۴۳/ الرسالۃ الثالثۃ، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۰۰/ القاعدۃ الثالثۃ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند، شرح المجلۃ ص ۲۰/ ج ۱/ مادہ ۴/ المقالۃ الثانیۃ فی القواعد الفقھیۃ، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند.

[4] والاجر لایلزم بالعقد فلایجب تسلیمہ بہ بل بتعجیلہ اوشرطہ فی الاجارۃ اوالاستیفاء للمنفعۃ او تمکنہ منہ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۳، ۱۴/ ج ۹/ کتاب الاجارۃ، تبیین الحقائق ص ۱۰۶، ۱۰۷/ ج ۵/ کتاب الاجارۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۳/ ج ۴/ کتاب الاجارۃ، الباب الثانی فی بیان انہ متی تجب الاجرۃ.

بچے، لیکن دفع ظلم اور حفظ عزت کے لئے جائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۵۵ھ

چنگی سے مال بچانا

سوال:- چنگی اور ریل کے کرایہ سے چوری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اپنے مال کو ریل میں لائے اور کرایہ نہ دے یا خود آئے یا گارڈ وغیرہ کے ساتھ جائے اور اپنا مال لائے اور چنگی سے چھپا کر لائے تاکہ چنگی نہ دینی پڑے، یا ہے تو بڑھیا مال پیٹی میں اور لکھوا دیا گھٹیا تاکہ چنگی کم لگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا بھی ناجائز ہے[2]، اور چوری کرنے سے آبروریزی بھی ہوتی ہے، اس سے بچنا بھی واجب ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الرابع مایدفع لدفع الخوف من المدفوغ الیه علی نفسه اوماله حلال للدافع حرام علی الاخذ (شامی کراچی ج۵/ص ۳۶۲/شامی زکریا ج۸/ص ۳۵/مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة) کتاب القضاء، النهر الفائق ص ۵۹۸/ج۲/کتاب القضاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۶۲/ج۶/کتاب القضاء.

[2] عین الکذب حرام الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۶۱۲/ج۹/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الانهر مع سکب الانهر ص ۲۲۰، ۲۲۱/ج۴/کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۸۹۱/ج۴/کتاب الشهادات، الکبیرة التی فیه حداوضرر، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه. (حاشیہ ۳/اگلے صفحہ پر)

چنگی کو بچالینا

سوال:- اپنے شہر کی چنگی سے مال بلامحصول لے آنا یہ کیسا ہے؟ گویا یہ چنگی کی چوری ہے جب کہ مال اسی طرح بحفاظت آسکتا ہے، یہ ٹیکس کی چوری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جہاں مال کی حفاظت کی فکر ہے وہاں عزت کی حفاظت کا بھی خیال ضروری ہے، قانونی چوری بھی کچھ جرم نہیں اگر ظلماً کوئی ٹیکس لیا جائے، اوراس کو ادا کر کے عزت محفوظ رہ سکے تو یہ بھی غنیمت ہے، ٹیکس سے بچنے کی صورت میں عزت کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[3] عن حذیفہؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ، الحدیث (ترمذی شریف ج۲/ص۵/ابواب الفتن) باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح، المعجم الکبیر ص۳۱۲/ج۱۲/مجاھدعن ابن عمر، حدیث ص۱۳۵۰۷/ مطبوعہ دارحیاء التراث العربی، بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ج۱۲/قبیل وصیۃ عائشۃؓ لمعاویۃؓ رقم الحدیث: ۹۳۱۱/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

[1] عن حذیفہؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ الحدیث ترمذی شریف ج۲/ص۵۰/(مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب الفتن، باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح، المعجم الکبیر ص۳۱۲/ج۱۲/مجاھدعن ابن عمرؓ حدیث ص۱۳۵۰۷/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳/ج۱۲/قبیل وصیۃ عائشۃؓ لمعاویۃؓ رقم الحدیث: ۹۳۱۱/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت.

ترجمہ: کسی مومن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

ملازم کو سفر خرچ کی جعلی رسید بنانا

سوال:- میں ایک سرکاری ملازم ہوں۔ میرے اور متعلقین کے لئے ایک قاعدہ مقرر ہے اس کے مطابق سفر خرچ ملتا ہے سامان کی منتقلی کے لئے بھی ایک قاعدہ مقرر ہے اس کے موافق خرچ ملتا ہے لیکن اس کی توثیق کے لئے ہمیں رسید دینی پڑتی ہے۔ عموماً سامان بستی سے تھوڑا تھوڑا لایا جاتا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے لیکن سفر خرچ کی برآورد اس ماہ کے ختم سے پہلے داخل کرنا ضروری ہے ورنہ تنخواہ میں سے جو رقم بضمن سفر خرچ پیشگی لی گئی تھی منہا کر لی جاتی ہے۔ لہٰذا اب برآورد کے ساتھ جعلی رسید منتقلی سامان کی دینی پڑ رہی ہے اور مزید ایک سامان کی فہرست کی دینی پڑتی ہے جس میں بناوٹی سامان رہتا ہے یہ عام رواج سرکاری ملازمین کا ہے۔ اب سرکار سے مقررہ قاعدہ کے اعتبار سے جعلی رسید دے کر خرچ برائے منتقلی سامان لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا روپیہ خرچ ہوگا وہ خرچ اگر پیشگی دے کر اس کی رسید حاصل کر لی جائے اور وہ داخل کر دی جائے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصف اور کل پیداوار کی شرط پر دینے سے مزارعت کا حکم

سوال:- (۱) اگر عمر نے زید کو کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی، نصف میرا ہوگا، اور نصف تیرا، اور اس کے علاوہ کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی، وہ تمام میں ہی لونگا، کیا یہ ناجائز ہے یا جائز؟

(۲) عمر نے زید کو اراضی سالانہ روپیہ مقرر کر کے کاشت پر دی، مگر وقت مقررہ پر زید نے روپیہ ادا نہیں کیا، یا تو زید نے اپنی ضروریات میں صرف کر لیا، یا فصل کی کمی ہوگئی، اور موجودہ جو قانون ہیں، اس کے ماتحت عمر روپیہ وصول نہیں کر سکتا فرمائیے شریعت کا کیا حکم ہے کہ زید روپیہ ادا کرے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نصف نصف کی شرط جائز ہے اور اس شرط پر کہ جو اس کی پیداوار ہوگی وہ تمام میں ہی لونگا، معاملہ صحیح نہیں[۱] آخر جو زید کاشت کریگا! وہ کس لئے یا اس کو پیداوار میں سے کچھ ملنا چاہئے یا اسکو عمل کاشت کی اجرت دیجائے، البتہ اگر زید اپنی زمین کے ساتھ اس کی زمین بھی کاشت کر دے، اور اس پر احسان کر دے، تو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن اس پر کوئی جبر نہیں کیا جا سکتا۔

---

[۱] ومنها ان يكون لهما حتى لوشرطا أن يكون الخارج لاحد هما لايصح العقد الخ عالمگيرى ج۵/ص۲۳۵/مطبوعه كوئٹه، كتاب المزارعة، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۱۴۱/ج۴/ كتاب المزارعة، دارالكتب العلمية بيروت، بدائع ص۱۷۷/ج۶/كتاب المزارعة، مطبوعه كراچى.

(۲) زید کے ذمہ شرعاً روپیہ ادا کرنا واجب ہے[۱] لیکن جس صورت میں کہ فصل کم ہوئی ہے، اگر اصل روپیہ کا مستحق کچھ روپیہ میں تخفیف کردے، یہ مروت کی بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۰ھ

مزارعت کی صورتیں

سوال:- کیا فرماتے ہیں، علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کھیتی کا کاروبار کرتا ہے، اور اپنی مصالح کی خاطر خاص کر اس وجہ سے کہ خود تنہا کھیتی کا کاروبار کر ہی نہیں سکتا، کسی مددگار ساتھی کی تلاش کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کو بارہ ماہ تک کیلئے مقرر کرلے، تاکہ کام میں تشتت اور وقت پر پریشانی نہو اس کی کئی صورتیں مروج ہیں، ایک یہ کہ کسی شخص کو اپنی کوئی ضرورت پیش آئی، تو وہ کسی کھیتی کرنیوالے سے دوسو چارسو روپے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اور وہ شخص مقروض اس کھیتی والے قرض خواہ کے ساتھ یہ معاہدہ کرتا ہے کہ جس روز تم مجھ کو کام پہ بلاؤ گے، میں ضرور آؤنگا، اور مروج مزدوری سے کم پر مثلاً مروج فی یوم آٹھ آنہ ہے اور وہ چھ آنہ پر معاہدہ کرتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو دو باتوں کا پابند کردیتا ہے، ایک ضرورت کے وقت آنے پر اور ایک کم اجرت پر اور یہ اس وقت تک ہوتا

---

[۱] وتصح اجارة ارض للزارعة الیٰ قوله ویجب المسمیٰ الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۳۹/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، البحر الرائق ص ۱۰/ ج۸/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۱۱۴/ ج۵/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان،

ہے، جب تک کہ وہ اپنے روپے جو قرض لئے ہیں نہ دے، تب تک پابند رہتا ہے، جب دیدے تو چھوٹ جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو اپنی کوئی ضرورت پیش آئی، تو وہ کسی کھیتی والے سے چارسو پانچ سو روپے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، اور کھیتی والے کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے کہ میں بارہ ماہ تک تمہارے یہاں نوکری کرونگا، اور کھانا تمہارے یہاں کھاؤ گا، اور کچھ کپڑے مقرر کئے جاتے ہیں، اتنے کپڑے دینے ہوں گے، اور اجرت میں بارہ ماہ کے پچاس روپیہ مثلاً دینے ہوں گے، اب اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر وہ چارسو پانچ روپے قرض جو اس نے لئے تھے، وہ نہ لیتا تو ہرگز وہ بارہ ماہ کی اجرت میں کھانے اور اتنے مقررہ کپڑوں اور پچاس روپیوں پر راضی نہ ہوتا، بلکہ ایسی صورت میں سو روپے پر بمشکل راضی ہوتا، پھر ان مذکورہ دونوں صورتوں میں دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ خود اتنی کم اجرت پر رہنا، راضی ہونا، ظاہر کردے، اور یہ کہ ہم خود اس کو قرض دیتے ہوئے، روپیوں کے دباؤ سے اجرت کم کراتے ہیں، دونوں کا حکم ایک ہے، یا الگ الگ ہے۔

اور ایک تیسری صورت یہ ہوتی ہے، کہ بجائے اجرت پر مقرر کرنے کے کسی کو شریک کار و پیداوار کرلیا جاتا ہے، اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زمین زید کی، بیل بھی زید کے، بیج بھی زید کا، اب زید چونکہ تنہا کام نہیں کرسکتا، اور نہ دوسرے کو مزارعت پر دے کر بالکل فارغ ہوکر بیٹھ سکتا ہے، بلکہ خود بھی کام کرنا چاہتا ہے تو بکر سے ایسا معاہدہ کرتا ہے، کہ تم آؤ اور محنت کرو اور میں بھی محنت کروں گا، جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں سے مثلاً آٹھواں حصہ تمہارا، اور میری محنت اور زمین اور بیل اور بیج میرے ہونے کی وجہ سے، سات حصے میرے تو اب اس صورت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد ہے، تو مزارعت اور پھر اس مزارعت میں شرکت ہے، پھر کام میں بھی آدھے اودھ مقرر ہوتا ہے، اور کبھی کم زیادہ اور کبھی کچھ مقرر ہی نہیں ہوتی، ہر ایک شریک حسب استطاعت کام کرتا ہے، اور اس تیسری صورت میں یہاں کے اعتبار سے دونوں کا فائدہ ہے، زمین والے کا اس لئے کہ وہ دوسرا شریک اپنے آپ کو پیداوار میں شریک

سمجھ کر محنت اچھی کرتا ہے، اور شریک کو اس لئے کہ اکثر اسکو اجرت مقررہ سے کچھ زیادہ ہی حصہ ملتا ہے، اور اس کو یہاں کے عرف میں شریک معاملہ کہتے ہیں، اور یہ مذکورہ کل صورتیں یہاں پر بہت ہی کثرت سے واقع ہوتی ہیں، اور غیر مسلمین کے ساتھ ہوتی ہیں، اور یہاں کچھ طبقہ دیندار ہے، اور میں پڑھا لکھا ہوں، اس لئے وہ بار بار مجھ سے حکم دریافت کرتے ہیں، اور چونکہ مجھ کو اس معاملہ میں شرح صدر نہیں ہوتا، خاص کر اس تیسری صورت میں اس لئے کوئی صاف جواب دینے سے رُکتا ہوں، امید ہے کہ حضرت والا تکلیف گوارہ فرما کر اگر بار خاطر نہ ہو تو ہر شق کا الگ الگ حکم اور ہو سکے تو کسی کتاب کے حوالہ سے تحریر فرما کر میری گنجلک کو دور فرمائیں گے، اور عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے، اور اگر صورتہائے مذکورہ میں کوئی صورت صحیح نہ ہوتی ہو، اور اس کے قریب قریب کوئی صورت صحیح ہو سکتی ہو، امید کہ اسے بھی تحریر فرمائیں گے، اور اس تیسری صورت شریک والی میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس شریک سے یہ شرط کرتے ہیں کہ تجھ کو کھیتی کے علاوہ اور کچھ کام بھی مثلاً کھیت سے گھاس اٹھالانا، تجھ کو یا تیری عورت کو یا لکڑیاں لانا ہوں گی، وغیرہ تو اس صورت میں یہ شرط فاسد ہو جائے گی، یا اس کی وجہ سے عقد پر اثر پڑیگا، اور مذکورہ صورتوں میں جو معاملات غلط ہیں، تو باطل ہیں یا فاسد، امید کہ اس کی بھی تشریح فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی دونوں صورتیں چونکہ قرض کے دباؤ میں کی جاتی ہیں، اور مقروض کو اپنے قرض سے نفع ہوتا ہے، کہ مزدور کم اجرت پر پابندی کے ساتھ مل جاتا ہے، خواہ مزدور از خود راضی ہو جائے، خواہ مقروض دباؤ سے اسے راضی کرے اس لئے ممنوع ہیں ''کل قرض جر نفعاً فھو حرام الخ'' شامی ج۴/ص۱۷۴/[1]

---

[1] شامی زکریا ج۷/ص ۳۹۵/کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطلب کل قرض جر نفعاً الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۰۲/رقم القاعدة ۲۳۰/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

تیسری صورت تقریباً جائز ہے، اور یوں کہا جائے گا کہ زید نے خود کاشت کی اور دوسرے نے اس کو اجارہ پر لیا کہ میرے ساتھ کھیتی میں کام کرنا اور اجرت قرار دیا پیداوار کا آٹھواں حصہ تو یہ آٹھواں حصہ اجرت عمل ہے، بظاہر یہ صورت بھی ناجائز ہونی چاہئے تھی، دو وجہ سے ایک یہ کہ اجرت فی الحال مجہول ہے، دوسرے یہ کہ ایسی چیز کو اجرت قرار دیا گیا ہے، جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی، پس یہ قفیز طحان کے تحت میں داخل ہے، چنانچہ امام اعظم کے نزدیک مطلقاً مزارعت ناجائز ہے، لیکن صاحبین کے نزدیک جائز ہے، اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے "للحاجة وقیاساً علیٰ المضاربة "شامی[1] اور مزارعت میں اس قدر جہالت قابل تحمل ہے، اس میں صرف اتنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ زید جو بیل، بیج، کا مالک ہے، اپنی محنت اور کام کو شرط کے درجہ میں قرار نہ دے بلکہ یا تو کل کام اجیر کے ذمہ کردے، پھر چاہے اس کی اعانت کر کے خود ہی کام کر دیا کرے، اور نگرانی وغیرہ کرتا رہے، مگر اپنے ذمہ کام نہ لے یا اپنے کام سے سکوت اختیار کرے، اگر اپنے ذمہ بھی کام کو شرط کرلے گا، جیسا کہ سوال میں تصریح ہے، تو عقد فاسد ہو جائیگا، "وان شرطا شیئاً من ذٰلک، ای العمل، علیٰ رب الارض فسد العقد عند الکل اھ شامی[2]، کھیتی کے علاوہ کوئی اور کام اس اجیر کے ذمہ یا اس کی عورت وغیرہ کے ذمہ شرط کرنا جائز نہیں، یہ مفسد عقد ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/رمضان المبارک ۷۰ھ

---

[1] لاتصح عندالامام لانها کقفیز الطحان وعند هما تصح وبه یفتیٰ للحاجة وقیاساً علیٰ المضاربة الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۳۹۷، مطبوعه کراچی ج۶/ص۲۷۵/اول کتاب المزارعة، مجمع الانهر ص۱۴۰/ج۴/کتاب المزارعة، دارالکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع کراچی ص۱۷۵/ج۶/کتاب المزارعة.

[2] شامی زکریا ج۹/ ص۴۰۸، مطبوعه کراچی ج۶/ص۲۸۲، کتاب المزارعة، تحت قوله وصح اشتراط العمل عندالثانی الخ، بحر کوئٹه ص۱۶۳/ ج۸/ کتاب المزارعة، هدایه ص۴۳۰/ج۴/ کتاب المزارعة، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[3] تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد فکل ماافسد (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

نصف پیداوار پر زمین مزارعت کے لئے دینا

سوال:- کاشتکار اپنا کھیت ادھیا پر اس طرح اٹھاتا ہے کہ جوتنے بونے والا محنت کرتا ہے، اور کاشتکار صرف سرکاری لگان ادا کر دیتا ہے، اور فصل پر آدھا آدھا غلہ، محنت کرنے والے اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہو جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ درالعلوم دیوبند

بیج اور نصف غلہ کی شرط کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرنا

سوال:- زید نے اپنا کھیت عمر کو بٹائی پر دیا اور بیج بھی دیا، اور اب کل پیداوار کا نصف غلہ مقرر کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں، اگر بیج خود نہ دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں شرطیں بٹائی کی جائز ہیں "الارض من احدهما والبذر والبقر والعمل من الأخر وشرطا لصاحب الارض شيئاً معلوماً من الخارج جاز الیٰ ان قال الارض والبذر من

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) البيع مما مر يفسدها الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۶۴/ ج ۹/ باب الاجارة الفاسدة، بحر کوئٹہ ص ۱۷/ ج ۸/ باب الاجارة الفاسدة.

[1] الارض من احد هما والبذر والبقر والعمل من الأخر وشرطا لصاحب الارض شيئاً معلوماً من الخارج جاز الخ عالمگیری ج ۵/ ص ۲۳۸/ مطبوعه کوئٹہ، کتاب المزارعة، الباب الثانی فی بیان انواع المزارعة، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۱/ ج ۹/ کتاب المزارعة، بدائع کراچی ص ۱۷۹/ ج ۶/ کتاب المزارعة.

احدهما والعمل والبقر من الأخر فذلک جائز عالمگیری ج۴/ص ۹۶، ۹۷/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا

سوال:- زید کی ایک زمین ہے، جس میں اندازہ لگایا گیا کہ اس سے ہر سال بیس من دھان پیدا ہوتا ہے، اور گھاس سو بیڑا، اب زید اس زمین کے اندر خود کھیتی نہ کر سکا، بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس نے عمر کو کہا کہ تو اس زمین میں کھیتی کر مجھ کو صرف اس کی پیداوار میں سے ہر سال آٹھ من دھان اور چالیس بیڑا گھاس دیدینا، اور باقی جو پیداوار ہو وہ تمام تیرا ہوگا، اب آپ فرمائیں کہ اس شرط پر زمین دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ کرنا جائز نہیں[2]، لیکن اگر یہ قید نہ لگائے کہ اس کی پیداوار میں سے دیدینا، بلکہ مطلقاً آٹھ من دھان اور چالیس بیڑا گھاس پر معاملہ کیا گیا، چاہے وہ بازار سے خرید کر ہو یا کسی اور طرح تو درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

---

[1] عالمگیری ج۵/ص ۲۳۸/مطبوعہ کوئٹہ، کتاب المزارعة، الباب الثانی فی بیان انواع المزارعة، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۱/ج۹/کتاب المزارعة، بدائع کراچی ص ۱۷۹/ج۶/کتاب المزارعة.

[2] فان شرطا لاحدهما قفزاناً مسماة فهی باطلة الخ هدایه ج۴/ص ۴۲۶/مطبع یاسر ندیم دیوبند، کتاب المزارعة، مجمع الانهر ص ۱۴۱/ج۴/ کتاب المزارعة، دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۰/ج۹/کتاب المزارعة.

[3] قال محمدؒ لابأس بکرالارض بالذهب والورق وبالحنطة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مزارعت کی صورتیں

سوال:- دوسرے شخص کی زمین میں شرکت کی کیا کیا صورتیں جائز ہیں، کہ جس سے اس زمین میں کچھ کیا جاسکے، اور کون کون سی صورتیں ناجائز ہیں، یا مکروہ؟ چونکہ آج کل عام طور پر اس قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں، تفصیل مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین کا نقدی کرایہ مقرر کرلیا جائے، زمین کا کرایہ غلہ کی صورت میں متعین کرلیا جائے کہ فلاں غلہ سالانہ اتنی مقدار میں لیں گے[1] خواہ آپ کوئی غلہ بوئیں یا کچھ نہ بوئیں، زمین کی پیداوار کا حصہ معین کرلیا جائے، مثلاً کل پیداوار کا نصف حصہ یا ایک تہائی وغیرہ لیں گے، ان سب صورتوں میں معاملہ درست ہے[2]، ان کے علاوہ جو صورت آپ چاہتے ہیں، اس کو لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۸۷ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک ممایخرج منها الیٰ قوله وهوقول ابی حنیفةؒ الخ الروضة الندیة ج۲/ ص۱۹۷/ مطبوعه قطر، کتاب الاجارة، شامی زکریا ص ۹/۷۹/ باب الاجارة الفاسدة، بحر کوئٹه ص ۲۴/ ج۸/ باب الاجارة الفاسدة.

[1] قال محمدؒ لابأس بکرالارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک ممایخرج منها الیٰ قوله وهوقول ابی حنیفةؒ الخ الروضة الندیة ج۲/ص۱۹۷/ مطبوعه قطر کتاب الاجارة، درمختار علی الشامی زکریا ص۵/ ج۹/ کتاب الاجارة بحر کوئٹه ص۳/ ج۸/ کتاب الاجارة.

[2] قال ابوحنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلة وقالا جائزة الیٰ أن قال ان الفتویٰ علیٰ قولهما لحاجة الناس الخ هدایه ج۴/ص ۲۲۴/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، اول کتاب المزارعة، زیلعی ص۲۷۸/ ج۵/ کتاب المزارعة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۱۴۰/ ج۴/ کتاب المزارعة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

مزارعت یا مساقات کا معاملہ

سوال:- فصل آنے سے پہلے پانچ سال کے لئے فصل ستر ہزار میں خریدی، اس کے ساتھ ساتھ مالک سے کہا گیا ہم اس کے اندر کچھ پیڑ مختصر لگائیں گے، اس میں آپ کا ساجھا رہے گا، اور زمین اور پانی آپ کا کھاد اور اوپر کا خرچ تمام ہمارا ہوگا، شریعت کی روشنی میں جواب درکار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

باغ میں پھل موجود نہیں، زمین میں فصل موجود نہیں، پھر پانچ سال کے لئے اس کو خریدنا معدوم کو خریدنا ہے، یہ بیع شرعاً درست نہیں[1] ہاں زمین میں چاہے باغ کی زمین ہو یا خالی ہو، کھیتی کرنے کے لئے اور پیڑ لگانے کے لئے اجارہ کا معاملہ کرنا درست ہے[2] اور مزارعت یعنی پیداوار کی شرکت اور مساقات یعنی درختوں کے پھل میں شرکت کا معاملہ درست ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر الخ شامی زکریا ج۷/ص ۸۵/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، مجمع الانهر ص ۲۶/ ج۳/ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۳۰۰/ ج۵/ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ الدرالمختار علی الشامی ج۹/ ص ۴۰/ مطبوعه زکریادیوبند، کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، سکب الانهر ص ۵۲۲/ ج۳/ باب مایجوزمن الاجارة الخ، دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوزمن الاجارة.

[3] قال ابوحنیفة المساقاة بجزء من الثمر باطلة وقالاجائزة اذاذکر مدة معلومة وسمی جزءً من الثمراة الخ هدایه ج۴/ص ۴۳۱/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند، کتاب المساقاة، مجمع الانهر ص۱۴۸/ ج۴/ کتاب المساقات، دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۲۸۴/ ج۵/ کتاب المساقات، مطبوعه امدادیه ملتان.

مزارعت میں اگر تاوان ہوتو کس پر ہوگا

سوال:- زید نے اپنی زمین مزروعہ کی مزارعت کا معاملہ اس صورت میں کیا کہ دوشخصوں کو زمین دی اس صورت میں کہ تمہارا صرف عمل اور زمین اور بیل و بیج میرے اور حصہ دونوں کا صرف غلہ میں ربع ہوگا، بھوسہ میں نہیں، ان دوشخصوں میں سے ایک آدمی زمین کو سرکاری نالہ سے سیراب کررہا تھا، سیراب کنندہ کے گیارہ سالہ لڑکے نے نالہ کی دوسری شاخ میں جو دوسری قریہ کی طرف جاتی تھی، کوئی ثقیل چیز ڈال کر پانی میں رکاوٹ ڈال دی، تاکہ ان کی شاخ میں زیادہ پانی آوے، اور جلدی زمین سیراب ہوجائے، اسی اثناء میں ہندی محکمہ کے افسر نے موقع پر پکڑلیا، اور پولیس میں رپورٹ دیدی، پولیس نے مالک اور اس کے مزارعین سے مقدمہ نہ چلانے کے عوض دوصدروپیہ رشوت لے کر چھوڑ دیا اور ہندی افسروں نے زمین کے اصلی خراج کے علاوہ چھ گنا تاوان ڈال دیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رشوت وتاوان بقدر حصص ہے، یا شخص واحد پر یا دونوں میں فرق ہے، لہٰذا اگر سیراب کنندہ لڑکے کو کہہ کر بند کرایا ہو، یا لڑکے نے ازخود کیا، دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ باقی مالک زمین اور سیراب کنندہ کے ساتھی کو اس کا کچھ علم نہیں، وہ موجود نہ تھے، غرضکہ جو صورت ہو باحوالہ تحریر فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جسکے فعل سے یہ تاوان پڑا ہے، اسی پر یہ تاوان پڑیگا، اس کا ذمہ دار کوئی اور شخص نہیں ہوگا، جو شخص نفس مزارعت میں شریک ہے، وہ اس تاوان میں شریک نہیں، بلکہ لڑکے کے مال سے یہ تاوان ادا کیا جاوے گا، اور اگر لڑکے کو اس کے والد نے حکم کیا، اور اس کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی تو لڑکے کے والد پر تاوان ہوگا۔ ھکذا یفھم[1] مما فی

[1] ولو امر صبیا بالوقوع من شجرة فوقع ضمن دیته الخ الاشباه والنظائر ۱۷۱/(مکتبه اشاعت الاسلام دهلی، الفن الثانی فی احکام الصبیان، الصبی المحجور علیه مواخذبافعاله فیضمن ما اتلفه من المال الخ الاشباه والنظائر ص ۱۵۲/الفن الثانی، کتاب الحجر، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، المباشر ضامن وان لم یتعمد، قواعد الفقه ص ۳۰۱، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

الاشباہ والنظائر۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ
الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۶۴ھ

سوال وجواب مذکورہ سے متعلق سوال

مسئولہ صورت میں لڑکے کے پاس مال نہیں، نیز لڑکا فوت ہو چکا، اب کیا صورت ہو گی، آیا باپ سے وہ تاوان وصول کیا جاوے یا مالک ومزارعین بقدر حصص ادا کریں، یا مالک نے رشوت دی ہے، اسکے ذمہ پڑیگا، جو حکم ہو با حوالہ جلد تحریر فرماویں، استفتاء ہمراہ ارسال ہے، دوبارہ سوال غور سے پڑھ لیں، لڑکے کو والد یا دیگر شخص نے نہیں کہا تھا، بلکہ از خود کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے یہ تاوان دیا اس نے ناحق دیا، اور اس پر ظلم ہے، اب وہ یہ رقم لڑکے کے والد یا کسی اور شریک وغیرہ سے وصول نہیں کرسکتا، حکومت کے ملازمین یعنی پولیس کا رشوت وصول کرنا تو ظلم ہے، اور دوسروں کو مقدمہ سے بچانے کے لئے دیا ہے، تو ان کے حق میں یہ تبرع اور احسان ہے، جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی مدیون کا دین بغیر اس کے امر کے ادا کردے تو وہ تبرع ہوتا ہے، اس کو وصول کرنے کا حق نہیں ہوتا، حالانکہ وہ مطالبہ حق ہے، اسی طرح ناحق مطالبہ کسی کی طرف سے ادا کرنے کی صورت میں بطریقِ اولیٰ وصول کرنے کا حق نہیں

”طالب المحتال علیه المحیل بما ای بمثل ماحال به مدعیا قضاء دینهٖ بامره فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیه اھ درمختار قوله بامره قید به لانه لوقضاه بغیر امره یکون

متبرعاً لولم یدع المحیل ماذکراھ شامی ج۴/ص ۴۵۴/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ربیع الثانی ۶۴ھ

موروثی زمین

سوال:-(۱) موروثی زمین کا ہمارے یہاں اس طرح رواج ہے کہ پہلے جب ایک مدت مقررہ تک کاشتکار کسی کھیت کو جوت لیتا تھا، تو وہ زمین موروثی ہوجاتی تھی، اور اسی مقررہ شرح سے ہمیشہ کے لئے اس کے نام بندھ جاتی تھی، اس طرح سے یہاں پر بہت سی زمینیں ہیں، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اب آج کل یہ قانون بن گیا ہے کہ کاشتکار قانونی ہوجاتا ہے، یعنی وہ زمین اسی کے نام بندھ جاتی ہے، اور زمیندار اس زمین کو کاشتکار سے نہیں چھڑا سکتا، جب تک کہ چوگنا لگان ادا نہ کرے، اور اگر زمیندار کاشتکار سے کھیت لینا چاہے تو اسی طرح کھیت لے سکتا ہے، ورنہ نہیں، شرعاً یہ بات جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک عورت کے شوہر کے نام کچھ زمین اور ایک باغ بطور کاشتکار بندھا تھا، اور زمیندار اس کے شوہر کا باپ ہی تھا، اس نے اپنے لڑکے کے نام کچھ زمین بطور کاشت باندھ دی تھی، پھر اس عورت کا شوہر اپنے باپ کے مرنے سے قبل ہی مرگیا، تو وہ زمین اور باغ اس عورت کو لینا جو کہ اس کے شوہر کے نام بطور موروثی کاشت کار کے تھی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس زمین کی مالک وہ عورت ہوسکتی ہے یا نہیں، یا کہ اس عورت کے شوہر کے

[1] درمختار مع الشامی مطبوعہ زکریا ج۸/ص ۱۲/مطبوعہ کراچی ج۵/ص ۳۴۶/کتاب الحوالۃ.

باپ کے ورثاء اس کے مالک ہوں گے۔

(الف) براہِ کرم اور شفقت یہ تحریر فرمائیں کہ اگر کسی کے پاس ایسی زمین ہو تو اس کے جائز ہونے کی کیا صورت ہے یعنی کیا ایسا موروثی کاشتکار اس زمین سے استعفاء دیدے یا زمین دار سے مل کر اسکو روپیہ دے کر یا لگان بڑھوا کر پھر سے قبضہ کرے، یا زمین دار کی رضا مندی سے اتنے ہی لگان پر اور اسی شرح پر کھیت جوتے، کیونکہ موروثی زمین کا لگان نہیں بڑھا کرتا، لیکن اگر زمین دار اسی شرح پر راضی ہو جائے، اور راضی ہو رہے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ یا اور کوئی ایسی صورت ہے جس سے وہ زمین جائز طریقہ سے استعمال کی جا سکے یا بالکل چھوڑ دی جائے؟

(ب) ایسی زمین اور پیداوار کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اس کی آمدنی کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اگر کسی کے پاس آمدنی اور معاش کا یہی ذریعہ ہو یعنی موروثی زمین تو اس شخص کو کیا کرنا چاہئے، اگر ہمت ہو تو چھوڑ دے، یا توبہ واستغفار کرتا رہے، یا کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بغیر زمیندار کی رضا مندی کے ایسی زمین میں کاشت کرنا شرعاً ناجائز ہے۔[۱]

(۲) یہ بھی ناجائز ہے۔[۲]

(۳) اس زمین اور باغ کا مالک عورت کے شوہر کا باپ ہے، اس کے بعد اس کے ورثہ مالک ہوں گے، عورت شوہر کا ترکہ ہونے کی وجہ سے مالک نہ ہوگی۔[۳]

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار مع الشامی ج۹/ص ۲۹۱/ مطبوعہ کراچی ج۶/ ص ۲۰۰/ کتاب الغضب، مطلب فیمایجوز التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷/کتاب الغصب، الفن الثانی،مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی،قواعد الفقۃ ص ۱۱۰/رقم القاعدہ ص ۲۷۰/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

[۲] لایحل مال امرء الابطیب نفس منہ ،مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الغصب الخ.

[۳] حوالہ بالا۔

(الف) بہتر یہ ہے کہ ایسی زمین چھوڑ دے[1]، اور استعفاء دیدے، یہ درست ہے کہ اصلی مالک سے دوباہ معاملہ کرے، جتنے پر وہ رضامند ہوجائے، خواہ وہ لگان سابقہ پر یا زیادہ پر، پھر کاشت درست ہے۔

(ب) اصل مالک سے گذشتہ معاف کرائے، آئندہ کو چھوڑ دے یا دوبارہ معاملہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غیر مسلم کی موروثی زمین

سوال:- ایک معتبر دیندار شخص نے بیان کیا غالباً فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ بھی دیا کہ حضرت قطب عالم حضرت شاہ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے کہ ہندو کی موروثی زمین جائز ہے، مسلم کی زمین ہو تو ناجائز ہے بالکل، آیا اس بیان کی حضرتؒ کی طرف نسبت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان سے حوالہ کی تعیین کر کے پورا پتہ دریافت کیجئے، ہمیں تو اب تک یہی معلوم ہوا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے مطلقاً منع فرمایا ہے، خواہ مسلم کی ہو خواہ ہندو کی، فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، کتاب البیوع میں، ص ۷۸[2] پر کفار سے بھی سود لینے کو منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] لایحل لاحدأن یأخذ متاع اخیه لاعباو لاجاداً فان اخذه فلیرده الیه الخ هدایه ج۳/ ص ۳۷۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعدة ص ۲۶۹/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مشکوة شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] فتاویٰ رشیدیه ج۲/ص ۷۸/مطبوعه رحیمیه دیوبند، کتاب البیوع،

موروثی چھوڑنے کا معاوضہ

سوال:- میرے پاس کچھ موروثی کھیت ہیں، جن میں سے بعضوں کو زمیندار کو نذرانہ دیکر خود زمین دار سے موروثی لکھوالیا ہے، اور بعضے قانوناً موروثی ہوگئے، میں انمیں سے کوئی کھیت کسی کو کچھ روپیہ لیکر دے سکتا ہوں؟ اسطرح پر کہ میں استعفاء لکھ کر دیدونگا، اور وہ زمیندار کو راضی کر کے اپنے نام لکھوالیگا، یہ روپیہ لینا میرے لئے جائز ہوگا یا نہیں، اگر یہ صورت ناجائز ہو، تو براہِ کرم اگر کوئی صورت اس کھیت کے ذریعہ روپے حاصل کرنے کی ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح روپیہ لینا جائز نہیں، موروثی لکھوالینا بھی کافی نہیں، اگرچہ زمیندار کو نذرانہ دے کر ہو، اس قسم کے اجارہ کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے، اگر زمیندار سے براہِ راست خریدی جائے، یا گورنمنٹ خود قبضہ کر کے زمین دار کو بے دخل کردے[1] اور پھر گورنمنٹ سے حاصل کی جائے، تو ایسی زمین کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا اور روپیہ وصول کرنا شرعاً درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کاشتکار کا چار بیگہ زمین لیکر زمیندار کی بقیہ زمین واپس کرنا

سوال:- آج کل سرکاری قانون ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین دو سال بوئے تو وہ

[1] قال ابو حنیفة ومالک الکفار اذا استولت علیٰ اموال المسلمین ملکوها الخ تفسیر مظهری، ج۹/ص۲۴۰/ تحت قوله تعالیٰ للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم الایة، سورۂ حشر، هدایه ص ۵۸۱/ج۲/کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۲۲۵/ج۲/ کتاب السیر، الباب الخامس فی استیلاء الکفار.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاوی شریف ص۷/۱، سورۂ فاتحه آیت: ۳، مطبوعه مجتبائی دهلی،

زمین وہ شخص زندگی بھر کاشت کر سکے گا، مالکِ زمین کو یہ حق نہیں کہ اسکے ہاتھ سے چھین لے، اس صورت میں اگر کوئی اس زمین کو بیچنا چاہے، تو بیچ نہیں سکتا، کیونکہ خریدنے والا یہ کہتا ہے، کہ ہم تو کاشت کے لئے خریدیں گے، اور تمہارا کاشتکار تو اس کو نہیں چھوڑے گا، لہٰذا میں نہیں لونگا، اب بیچارہ زمیندار پریشان ہو کر اس کاشتکار سے کہتا ہے کہ مثلاً چار بیگہ تم لے لو، اور باقی مثلاً بارہ بیگھہ چھوڑ دو تا کہ میں بیچ ڈالوں، اب وہ کاشتکار راضی ہو جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ مالکِ زمین سے، جو یہ چار بیگھہ زمین اس کو مصیبت میں پھنسا کر لی گئی، یہ کاشتکار کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کاشتکار کیطرف سے یہ ظلم ہے، کہ چار بیگہ زمین لیکر مالک کی بارہ بیگہ زمین واپس کرتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمیندارہ کے خاتمہ پر کاشتکار کو زمین کا مالک بنادیا یہ درست ہے یا نہیں

مع فتویٰ حضرت حکیم الامتؒ

سوال:- ۱۹۴۷ء سے قبل جبکہ ہندوستان میں انگریزی حکومت تھی، اور پاکستان کا

---

[1] لایحل لاحد أن یأخذ متاع اخیه لاعبا ولاجاداً فان اخذه فلیرده علیه هدایه ج۳/ ص۳۷۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب، مشکوة شریف ص۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، قواعدالفقه ص۱۱۰/ رقم القاعده ص۲۶۹/ مطبوعه دار الکتاب دیوبند،

بٹوارہ نہیں ہوا تھا، تو برطانیہ حکومت کی جانب سے زمینوں کے بارے میں یہ قانون تھا کہ جب کوئی زمیندار اپنی آراضی کو کسی کاشتکار کو بطور اجارہ یا بطور مزارعت دیدیتا، اور مذکورہ زمین جب کاشتکار کے پاس بارہ سال رہ جاتی تو وہ کاشتکار ہی اس زمین کا مالک بنادیا جاتا، اور مالک زمین یعنی زمیندار کو زمین پر کوئی حق نہیں رہتا، اس کاشتکار کو موروثی دار کہتے ہیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اس موروثی داری کی زمین کے بارے میں فتویٰ صادر فرمایا کہ کاشتکار کو ان مذکورہ بالا آراضی سے انتفاع بغیر طیب قلب مالک حرام وظلم ہے، اور وہ فتویٰ، بہشتی زیور اور امداد الفتاویٰ میں موجود ہے، ان دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے، مسئلہ ۱۴/ اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم وبیش مدت تک زمین سے منتفع ہوکر موروثیت کا دعویٰ کرنا جیسا کہ اس وقت رواج ہے، محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے، بدون طیبِ خاطر مالک ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار بھی خبیث ہے، اور کھانا اس کا حرام ہے۔ (بہشتی زیور ص ۸۶۴، ۸۶۵/ باب مزارعت)

حکم موروثی

سوال:- ۳۱۲/ قانون کے مطابق جو زمین بارہ سال تک کسی کاشتکار کے قبضہ میں رہے، تو اس زمین پر کاشتکار کا حق مزارعت ثابت ہوجاتا ہے، یعنی زمیندار خود نہ اس زمین کے بیچنے کا مجاز ہے، نہ مالگذاری معینہ کو بڑھانے کا بلکہ بیچنے کا اختیار کاشتکار کو حاصل ہوتا ہے، یہ حق شرعاً کاشتکار کو حاصل ہے یا نہیں؟ بعد بیع مبیع مشتری کی ملک ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اس کاشتکار کو کوئی حق شرعی حاصل نہیں ہوتا ہے، اگر ایسے کاشتکار سے کوئی خریدے گا تو وہ مشتری بھی مالک نہ ہوگا، ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ۔

(کتاب الاجارہ امداد الفتاویٰ ص ۳۵۰/ ج ۳/)

۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے انگریزی حکومت ختم ہوگئی، اور کانگریس راج قائم ہوگیا، جو کہ ایک جمہوریہ حکومت ہے، ہندو مسلم سب اس کے ارکان ہیں، ۱۹۵۰ء میں اس کانگریسی راج نے زمینداری طریقہ کو بالکل ختم کردیا، زمینداروں کو ان کی آراضی سے کسی قسم کا تعلق باقی نہ رہا، جو زمین جس کے قبضہ میں تھی اسی کو دیدی گئی، حکومت کے اس قانون کے خلاف زمینداروں نے بہت آواز اٹھائی، اور حکومت سے احتجاج بھی کیا، حکومت نے ایک نہ سنی، آخر زمینداروں کو تھک کر بیٹھنا پڑا، بعد میں حکومت نے ان زمینداروں کو کچھ روپیہ بھی دیا تھا، جو کہ آٹے میں نمک کے برابر تھا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان موروثی دار کاشتکاروں کو ان مذکورہ بالا آراضی سے انتفاع حرام تھا، جس کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا، یا تقسیم ہندو پاک کے بعد مسئلہ بدل گیا، جیسا بھی حکم ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انگریزی حکومت میں موروثیت پر کسی کو مجبور نہیں کیا گیا، صرف حق دیا گیا تھا، اگر کاشتکار استعفیٰ دیدیتا، تو زمیندار کی ملک برقرار رہتی، تو گویا کہ اس کو حق غصب دیا گیا تھا، وہ غصب نہ کرے تو اصل مالک کی ملک اور قبضہ موجود رہتا ۴۷ء کا جب انقلاب ہوا، اور حکومت بدلی تو ۵۰ء میں قانون خاتمہ زمینداری بنایا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ زمیندار کی ملک ختم (قدرے اس کا بدل بھی تجویز کیا گیا) اور اصل مالک حکومت ہوگئی، البتہ کاشتکار کو اتنی ترجیح دی گئی کہ اگر وہ دس گنا ادا کردے تو دوسروں پر مقدم ہے، پس ملک زمیندار ختم کرکے گویا حکومت نے کاشتکار کو اپنی طرف سے زمین دی ہے، کاشتکار نے خود مالک سے غصب نہیں کی، اور یہ ظاہر ہے کہ مالک کی ملک کو ختم کرکے حکومت نے استیلاء کرلیا[1]، اور نام اس کا بیع رکھ دیا ہو

---

[1] قال ابو حنیفةؒ ومالک الکفار اذا استولت علیٰ اموال المسلمین ملکوھا الخ تفسیر مظھری ۲۴۰/ج۹/ تحت آیة للفقراء المھاجرین اخرجوامن دیارھم الایة (سورہ حشر) وھدایہ ج۲/ ص ۵۸۱/ مطبوعہ یاسر دیوبند، کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، عالمگیری کوئٹہ ص۲۲۵/ ج۲/ کتاب السیر، الباب الخامس فی استیلاء الکفار،

یا اور کچھ رکھا ہو، بہر حال زمیندار کا قبضہ ختم ہو گیا، اور جب وہ معاوضہ قبول کرتا ہے، تو گویا بادلِ ناخواستہ ہی سہی اس کی طرف سے ایک درجہ کی اجازت بھی ہوگئی، لہٰذا اس کی حیثیت موروثی سے جداگانہ ہے یہ اور بات ہے کہ خود یہ استیلاء کسی حد میں داخل ہوا۔ امداد الفتاویٰ ص ۱۱۰/ ج ۲/[1] میں کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کو جائز لکھا ہے، حالانکہ وہ ملک غیر ہے بہت ممکن ہے کہ مالک کو خبر بھی نہ ہو کہ میرا جانور کہاں ہے، کس نے خریدا ہے؟ اس جواز کی علت استیلاء ہی کو لکھا ہے، امید ہے کہ آپ کا شبہ رفع ہو جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

موروثی زمین اور قرض میں تمادی

سوال:- (۱) سرکاری زمین جبکہ زمیندار کی زمین کوئی کاشت کرے تو بس وہ زمین کاشتکار کی ہوگئی، زمیندار اس کو چھڑا نہیں سکتا ہے، اگر کوئی کاشتکار اس زمین سے بے دخل کرادے، یعنی اپنی رضامندی سے چھوڑ دے تو ثواب ہے یا نہیں، اور اس کے نہ چھوڑنے میں کاشت کار کو گناہ ہوگا یا نہیں؟

(۲) مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ سرکاری قانون ہے کہ قرض تین سال تک وصول کرسکتا ہے، یا تین سال سے زیادہ کے قرض کو ادا کرنا ثواب ہے یا نہیں، اور ادا نہ کرنے میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین کاشت کار نے اصل مالک سے محض کاشت کے لئے اجرت پر لی ہے، تو کاشت کرنے سے اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلی، کاشتکار کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، اس کی واپسی ضروری ہے، جو لوگ واپس نہیں کرتے، اور بغیر مالک کی رضامندی کے اس پر قبضہ

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۴۱/ ج ۳/ افغانی دار الکتب دیوبند، کتاب الذبائح والاضحیة الخ،

کئے ہوئے ہیں، اور تصرف کرتے ہیں، وہ گنہگار ہیں[1]، جب واپس کردیں گے، تو حقوق العباد کی ادائیگی کی وجہ سے بہت بڑی گرفت سے چھٹکارا پائیں گے، اور ثواب کے مستحق ہونگے۔

(۲) تین سال کی مدت سرکاری قانون میں ہے، شریعت میں مدت مقرر نہیں[2]، بلکہ جس مدت کا بھی قرضہ ہو اس کو ادا کرنا واجب ہے، جو ادا نہیں کرے گا وہ قیامت میں ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۸/۵۹ھ

سیرداری کی زمین

سوال:- کانگریس گورنمنٹ کے زمانہ میں زید کے پاس دو قسم کی زمین ہے (۱) بھوم دھری (۲) سیرداری، بھوم دھری کو بیع کرسکتے ہیں، اور سیرداری کو بیع نہیں کرسکتے، ان دو قسموں کو زید نے عمر کو بٹائی نصفی یا لگان پر جوتنے کیلئے دیا، اور وہ سرکاری کاغذات میں عمر کے نام درج ہوگئی، تین سال کے بعد کاغذات سے زید کا نام خارج ہوکر وہ زمین عمر کے نام ہوگئی، اور زید کے قبضہ سے نکل گئی، اور گورنمنٹ کے قانون کی بناء پر زید کو اس زمین کا کچھ معاوضہ بھی ملتا ہے، لیکن اس معاوضہ پر نہ تو زید بخوشی تیار ہے، اور نہ یہ چاہتا ہے کہ میری زمین مملوکہ عمر کے قبضہ میں چلی جائے، اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت کیا عمر ایسی زمین کا مالک ہوسکتا ہے یا یہ کہ عمر کے ذمہ ضروری ہے کہ اس زمین سے استعفیٰ دے کر زید کے حوالہ کرے

---

[1] من اخذ من الارض شيئاً بغير حقه خسف به يوم القيامة الىٰ سبع ارضين مشكوٰة شريف، ج ۱/ ص ۲۵۶/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، كتاب الغصب والعارية، لايحل لاحد ان ياخذ متاع اخيه لاعبا ولاجاداً فان اخذفليرده عليه، هدايه ص ۳۷۳/ ج ۳/ كتاب الغصب، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ رقم القاعدة ۲۶۹/ مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

[2] الحق لايسقط بتقادم الزمان قواعدالفقه ص ۷۷/ مطبع اشرفى ديوبند،

مدلل طور پر جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سرکاری قانون کے مطابق وہ زمین زید کی ملک نہیں رہی، اور عمر کی ملک ہوگئی، اور عمر اگر اس سے مستعفی ہوجائے، یا زید کو دیدے تو زید کی ملک میں آسکتی ہے، تو عمر کو مستعفی ہونا یا زید کو دیدینا لازم ہے، خود رکھنا درست نہیں "لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی کذافی البحر الرائق اھ (فتاویٰ عالمگیریہ ج۳/ص ۱۰۶/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر دینا اور پیداوار کا حصہ کرایہ پر مقرر کرنا

سوال:- اگر کوئی زمین دار اپنی زمین کو کسی کاشتکار کو ایک سال یا زیادہ کھیتی باڑی کیلئے دیدے اور اس پر معاملہ مقرر ہو کہ کھیت میں جتنا دھان ہوگا، اس میں سے تہائی حصہ یا نصف حصہ زمین دار کو اور باقی کاشتکار کو ملے گا، مگر نوکر اور ہل خرچ، بیج وغیرہ کا خرچہ کاشتکار کے ذمہ ہو، زمین دار اس خرچ کا ذمہ دار نہیں ہوتا، ان سب صورتوں میں زمین میں لگان اور کاشتکار کو ان صورتوں پر کھیتی باڑی کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس صورت پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں یہ معاملہ شرعاً درست ہے، وکذا صحت لو کان الارض والبذر

---

[1] عالمگیری ج۲/ ص۱۶۷/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، البحر الرائق ص ۴۱/ ج۵/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعہ کوئٹہ، النہر الفائق ص۱۶۵/ ج۳/ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، دارالکتب العلمیۃ بیروت،

لزید والبقر والعمل للآخر والارض له والباقی للآخر، درمختار ج۵/ص ۱۹۵/[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کرایہ پر دینا

سوال:- زید نے اپنی غرض سے اپنا ایک قطعہ کھیت چار بیگہ چار سال کے واسطے عمر کے پاس چار سو روپیہ میں رہن رکھ دیا، اور عمر سے کہہ دیا کہ چار سال کے بعد تم میرا کھیت مجھ کو دے دینا، تم چار سال تک میرے کھیت سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھاؤ اور پیداوار کھاؤ مجھ کو اس سے کوئی واسطہ اور غرض نہ ہوگا، اور جب میں اپنا کھیت تم سے لوں گا، تو تم کو کوئی پیسہ نہیں دونگا، اور تمہارے وہ چار سو روپیہ ختم ہو جائیں گے، اور میں تمہارے ان چار سو روپے سے کتنا ہی فائدہ اٹھاؤں تمہیں اس فائدہ سے کوئی غرض اور واسطہ نہ ہوگا، یہ بات قرار پا گئی، اور عہد و پیمان اور قول وقرار ہو گئے، عمر نے کہہ دیا میں چھوڑ دوں گا، مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں، لہٰذا از روئے شرع شریف دونوں کا فائدہ اٹھانا یا ایک کا سود ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رہن نہیں بلکہ اجارہ ہے، یعنی زید نے اپنی زمین چار سال کے لئے عمر کو کرایہ پر دی ہے، کہ وہ اس میں جو چاہے کاشت کرے[2]، اور اس کا کرایہ چار سو روپیہ پیشگی وصول کر لیا، بس

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۴۰۱/مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۲۷۸/اوّل کتاب المزارعة، زیلعی ۲۸۱/ج۵/کتاب المزارعة، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بدائع الصنائع ص ۱۷۹/ج۶/کتاب المزارعة، فصل فی بیان انواع المزارعة، مطبوعہ کراچی.

[2] وتصح اجارة ارض للزراعة مع بیان مایزرع فیها اوقال علی ان ازرع فیها مااشاء الخ شامی زکریا ج۹/ص ۳۹/کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة الخ، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

یہ چار سو روپئے بطور اجرت زمین زید کی ملک ہوگیا، عمر کا نہیں رہا، نہ عمر کو اس کے واپس لینے کا حق رہا، اور زمین پر چار سال تک کے لئے عمر کو حق کاشت حاصل ہوگیا، اس معاملہ کا نام رہن رکھنا غلط ہے، اگر یہ رہن ہوتا، اور چار سو روپے قرض ہوتا تو زید کے ذمہ قرض کی واپسی لازم ہوتی "لان الاقراض تقضی بامثالها کذافی در المختار[1]"، اور زمین سے عمر کو بذریعۂ کاشت نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ نفع بعوض قرض ہوتا، اور "کل قرضٍ جر نفعاً فهو حرام[2]" کے تحت یہ نفع اٹھانا حرام ہوتا، اب ایسا نہیں بلکہ یہ معاملہ بصورت اجارہ درست ہے، ہاں یہ لحاظ رہے کہ ایسی زمین کا چار سال کا کرایہ عرفاً وعادتاً بھی چار سو روپیہ ہی ہوتا ہو، یا معمولی کمی بیشی ہو تو وہ قابل گرفت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۹/۲/۹۰ھ

مزارع کو سکونت کا حق

سوال:- ایک شخص مثلاً زید عرصہ ستر یا اسّی سال سے عمر کا مزارع تھا، عمر وغیرہ نے مزارع کو کہا تھا کہ اگر تم یہیں رہو اور اور جائے رہائش (مکان) وغیرہ بنالو ہم تمہیں نہ اٹھائیں

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) سکب الانهر ص ۵۲۲/ ج۴/ باب مایجوز من الاجارة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوز من الاجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] درمختار علی الشامی کراچی ج۳/ ص۸۴۸/ کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب الخ، مطلب الدیون تقضیٰ بامثالها، الاشباه والنظائر ص۱۴۳/ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[2] الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۷/ ص۳۹۵/ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً الخ، الاشباه والنظائر ص۱۴۴/ الفن الثانی، کتاب المدانیات، قواعدالفقه ص۱۰۲/ مطبوعه تهانوی دیوبند،

گے، اگر تو نے ہمیں نہ چھوڑا، چنانچہ اس مزارع نے اس چاہ پر آ کر مکان رہائش (وغیرہ بنالیا اور بصورت ٹھیکہ چاہ پر کھیتی کرتا رہا، بعد میں وہ اصلی مزارع فوت ہوگیا، اور مالک بٹھانے والے بھی فوت ہوگئے، دونوں کی اولادیں رہیں، پہلی صورت پر معاملہ طے ہوتا رہا، چنانچہ مزارع کے بیٹے نے چاہ مذکور کو دس سال پر ٹھیکہ لے لیا، اور اسٹامپ بھی لکھا گیا، لیکن چھ ماہ کل گزرے تھے کہ چاہ خراب ہوگیا، مالکان نے نہیں بنوایا تھا، مزارعہ کا ٹھیکہ ضائع ہوگیا، جو ۲۰٪ رفی کنال تھا، لیکن جب چاہ خراب ہوگیا تو اس وقت ۹۰٪ رفی کنال ٹھیکہ ہوگیا تھا، اگر چاہ بنوادیتے تو مزارع کا اس میں نفع تھا، لیکن انہوں نے نقصان کیا، پھر مالکوں نے زمین فروخت کرنی شروع کردی، مزارعہ کو مکان سے نہیں اٹھایا گیا، اور نہ مزارعین خود اٹھے، تقریباً ستّر یا اسّی سال گذر چکے ہیں، چاہ کی اردگرد کی زمین مزارع کو بیچ دی گئی، مزارع کی کوٹھری وغیرہ کھڑی رہی نہ مالکوں نے کچھ کہا اور نہ مزارع برطرف ہوئے، کاغذات سرکاری میں بھی مزارع کے نام حد بندی میں لکھی ہوئی ہے، قریب قریب مقدمات بھی چلائے گئے ہیں، ہائی کورٹ میں بھی اپیل کی گئی ہے، قانوناً گورنمنٹی میں مالکان کو مزارع کو اٹھانے کا حق نہیں دیا گیا، اور نہ اس کی کوٹھی کو فروخت کرنے کا حق دیا گیا، بلکہ مالک تصور کیا گیا ہے، اب وہ خاموش ہوچکے ہیں، مزارع کہتا ہے کہ مالکوں نے کہا تھا کہ جب تک تم خود نہ اٹھ جاؤ تو ہم تمہیں نہ اٹھائیں گے، یہیں پر اپنا مکان بنا کر بیٹھے رہے، دوسرا یہ کہ میرا دس سال کا ٹھیکہ ضائع ہوگیا ہے، جس میں تقریباً گیارہ ہزار روپیہ کا نقصان ہوگیا ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ نہ مالکوں نے رقم لی ہے، اور نہ مزارعین نے محصول پیداوار اٹھائی ہے، جو اسٹامپ ٹھیکہ لکھا گیا تھا، وہ مالکوں کے پاس موجود ہے، اور جو مزارع کے پاس تھا وہ مکان کے جل جانے سے جل گیا ہے مالکوں کے اسٹامپ میں بھی لکھا ہے، کہ اگر ہم نے کوئی زمین بیچی تو فی مرلہ دوصد روپیہ ٹھیکہ میں سے کاٹ دیں گے، اور یہ بھی شرط تھی کہ اگر چاہ کا نچلا حصہ خراب ہوجائے تو مزارع بنادے گا، چنانچہ اس چھ ماہ میں مزارع نے مبلغ یکصد روپیہ خرچ کر کے نچلا حصہ بوجہ خراب

ہونے کے بنایا تھا، یہ بھی شرط تھی کہ اگر اوپر کا حصہ خراب ہوگیا، تو مالک بنادے گا، چنانچہ چاہ بہت کہنہ تھا، اوپر کا حصہ خراب ہوگیا، تو مزارع نے مالکوں کو کہا کہ بنوادو لیکن مالکوں نے بجائے بنوانے کے زمین فروخت کرنا شروع کردی، یہ بھی شرط تھی کہ آٹھ سال کے روپئے مزارع ادا کریگا، اور دوسال بعوض مرمت چاہ مفت کاشت کرے گا، یہ بھی معلوم ہے کہ جو مالک ہیں ان کی بھی اپنی جدی زمین نہیں تھی، پہلے زمانہ میں جس کا قبضہ ہوگیا بس وہی مالک بن بیٹھا، اب ستّر، اسّی سال کے بعد مالک کہتے ہیں، مزارع کو کہ کچھ ہمیں دیدے اور وہ دینا پسند نہیں کرتا، زمین اتنی ہے جس میں اس کی رہائش ہے، اور بس شرعاً کیا حکم ہے، مزارع مالک بن سکتا ہے، کیونکر؟ بصورت مالک نہ بننے کے مزارع کو مالک کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ عمریٰ کی صورت بن سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ظاہر ہے کہ مالک نے مزارع کو اپنی زمین میں مکان بنانے اور رہنے کی اجازت اس لئے دی ہے کہ وہ مزارعت کرتا رہے، اور مالک اور مزارع کے درمیان معاملہ برقرار رہے، اب جبکہ مالک اور مزارع کے درمیان معاملہ برقرار نہیں رہا، بلکہ ختم ہوچکا، اور وہ زمین بھی فروخت کردی، جس میں مزارعت کا معاملہ طے ہوا تھا، اور جس کی وجہ سے مالک نے مزارع کو رہنے کی اجازت دی تھی، اس لئے اب اس زمین میں مزارع کو رہنے کا اختیار نہیں، البتہ مکان کا ملبہ اور سامان جو کہ مزارع نے اپنے پاس سے صرف کیا ہے، وہ مزارع کا ہے، اور اس میں مالک زمین کو کوئی اختیار نہیں، مزارع چاہے اس کی قیمت لیکر مالک کے ہاتھ فروخت کردے چاہے اپنا ملبہ اٹھالے جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب المرجب ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب المرجب ۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ رجب المرجب ۵۸ھ

---

[1] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں،

موروثی اور ذخیلکاری کی آمدنی

سوال:- موروثی کاشت اور ذخیلکاری کی آمدنی کے تصرف کی بابت علماء دین کا کیا حکم ہے، چونکہ موروثی کاشت دو قسم کی ہوتی ہے، اول موروثی قانون جدید، دوم موروثی سابقہ جو زمانہ بندوبست سرکاری سے چلی آتی ہے، فتویٰ سے مشرف فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موروثی زمین سے جو آمدنی کاشتکاروں کو حاصل ہے، اس سے جتنا اس نے خرچ کاشت میں کیا ہے، اتنا تو رکھنا جائز ہے، باقی رکھنا جائز نہیں، یہ تو آمدنی کا حکم ہے، اور زمین کا حکم یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس کو چھوڑ دے، ورنہ ظلم اور گناہ اور غصب میں مبتلا رہے گا۔ "لقوله عليه السلام لايحل لاحدان يأخذ متاع اخيه لاعباً ولاجاداً فان أخذ فليرده عليه" ہدایہ ج۳/ص۳۷۱[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [1] مضت المدة قلعهما وسلمهما فارغة لعدم نهايتهما الا ان يغرم له المؤجر قيمته اى البناء والغرس مقلوعاً اويتملكه درمختار على الشامى زكريا ج۹/ ص ۴۱/ مطبوعه كراچى ج۶/ ص ۳۰/ كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجاة الخ،مجمع الانهر ج۳/ ص ۵۲۲/ باب مايجوز من الاجارة،دارالكتب العلمية بيروت،البحرالرائق ص ۱۱/ ج۸/ كتاب الاجارة، باب مايجوز من الاجارة الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] هدايه ج۳/ ص۳۷۳/ مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند، كتاب الغصب، مشكوة شريف ص۲۵۵/ كتاب الغصب والعارية، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، قواعد الفقه ص۱۱۰/ رقم القاعدة ۲۶۹/ مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

موروثیت اور حق کاشت

سوال:- زید کی کاشتکاری میں زمین دار کی زمین موجود ہے، یعنی اس کے قبضہ میں ہے، جو اس کی مملوک نہیں، خزانہ روپیہ زمیندار کو دیتا ہے، اور زمین سے نفع اٹھاتا ہے، اب لڑکا عمرو اور چند لڑکیاں اور ایک زوجہ نکاح ثانی کی چھوڑ کر اس کا انتقال ہوگیا، تو یہ زمین مذکورہ اس کی زوجہ اور لڑکیاں عمرو سے حق وارثت میں تقسیم کر کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اس زمین کو زید نے اپنی بیوی کا مہر قرار دیا تھا، تو کیا بیوی اس زمین کو اپنے مہر میں عمرو سے لے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حق موروثیت (جو کہ ہندوستان میں رائج ہے) شرعاً بے اصل ہے، اصل مالک کو اختیار ہے کہ جب تک جس کو چاہے اپنی زمین کرایہ پر دے، اگر کچھ عرصہ کے بعد کاشت کار اس زمین پر حق موروثیت قائم کرے گا، تو یہ درحقیقت غصب ہے، مالک کی بغیر اجازت زمین پر قبضہ رکھنا، اور اس کی کاشت سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں[1] ایسی حالت میں جس قدر پیداوار ہو اس میں سے اپنے بیج کی مقدار رکھنا درست ہے، اس سے زائد رکھنا درست نہیں، پس اگر زید نے اپنے لئے کرایہ پر زمین لی تھی، تو زید کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ ہوگیا، ورثہ کے ذمہ واجب ہے کہ زمین اصل مالک کو واپس کر دیں، اس زمین میں یا حق کاشت وغیرہ میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی، البتہ اگر زید ایسی حالت میں مرا ہے کہ اس زمین میں کھیتی کھڑی ہوئی ہے، اور ابھی پکّی نہیں، تو کھیتی کے پکنے تک اجر مثل پر زمین واپس نہیں کی جاوے گی،

---

[1] لایحل لاحد ان یاخذمتاع اخیه لاعباً ولا جاداًفان اخذ فلیرده علیه، مشکوة شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،هدایه ص ۳/۳۷۳/ کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،قواعدالفقه ۱۱۰/ رقم القاعده ص ۲۶۹/مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

جب کھیتی تیار ہوجاوے گی، اس وقت کھیتی کاٹ کر اور زید کی موت سے اب تک اجر مثل دے کر زمین سے قبضہ ہٹالینا ضروری ہے "تنفسخ ای (الاجارۃ) بلاحاجۃ الیٰ الفسخ بموت احدعاقدین عندنا عقدھالنفسہ الا لضرورۃ الیٰ قولہ وفی المنیۃ مات احدھما والزرع بقل بقی العقد بالمسمّٰی می حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اھ درمختار، ج۵/ص ۷۰/[1]۔

اب اگر ورثہ بھی اس زمین کو اجارہ پر رکھنا چاہتے ہیں تو مالک سے ازسرِ نو معاملہ طے کریں، خواہ اسی اجرت پر، خواہ دوسری اجرت پر جو کچھ طرفین کی رضامندی سے قرار پاجائے، اور چونکہ وہ زمین زید کی ملک نہیں اس لئے اس کو حق مہر میں زوجہ کو دے دینا درست نہیں، اور اس میں وراثت بھی جاری نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/محرم ۵۶ھ

مسجد کی زمین کو زراعت کے لئے دینا

سوال:- مسجد کی کچھ زمین ہے اور اس کی نیلامی لگادی جاتی ہے، کہ جو غلہ زیادہ دے اس کو وہ زمین دیدی جاتی ہے، اس زمین میں ایک تالاب بھی ہے، جس میں برسات کا پانی جمع ہوجاتا ہے، اس سے اس زمین کی آب پاشی ہوتی ہے، مندرجہ ذیل شرائط بھی ہوتی ہیں۔

(۱) تالاب پورا بھرنے اور پڑوس کا کھیت بوجانے پر کاشتکار کو پورا غلہ دینا ہوگا۔

---

[1] درمختار علی ردالمحتار ج۹/ص ۱۱۴/مطبوعہ زکریادیوبند، مطبوعہ کراچی ج۶/ ص ۸۳/ ۸۵، کتاب الاجارۃ، باب فسخ الاجارۃ، البحرالرائق ص ۳۶/ ج۸/ باب فسخ الاجارۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، بدائع کراچی ص ۲۲۲/ ج۴/ کتاب الاجارۃ فصل بیان ماینتھی بہ عقدالاجارۃ.

(۲) اگر قحط سالی ہو جائے تو اس کی بوئی معاف کر دی جاتی ہے۔

(۳) لگان مسجد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے، باقی خرچ کا شتکار کو برداشت کرنا ہوتا ہے، لہٰذا نیلامی کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زیادہ غلہ کا مطلب مثلاً $\frac{۳}{۲}$ یا $\frac{۵}{۲}$ وغیرہ تشریح کے ساتھ ہے، تو یہ بولی اور معاملہ شرعاً درست ہے[۱]، اس میں پیداوار کی حسب قرارداد تقسیم ہوگی، اگر زیادہ غلہ کا مطلب بالقطع غلہ کی تجویز ہے، مثلاً دس من بیس من وغیرہ اور اس میں یہ شرط نہیں کہ اس زمین کا پیدا شدہ غلہ دینا ہوگا، تو نقد معاوضہ کی طرح یہ بھی درست ہے، یعنی جس طرح دس روپیہ بیس روپیہ وغیرہ کوئی معاوضہ اجرت تجویز کر لینا درست ہے، اسی طرح غلہ کی مقدار مقرر کر کے معاوضہ اُجرت تجویز کر لینا بھی درست ہے[۲]، شرط نمبر ۱/۲ سہولت کے لئے ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۸۸ھ

---

[۱] قال ابو حنیفةؒ المزارعة بالثلث والربع باطلة وقالا جائزة الیٰ ان قال ان الفتویٰ علیٰ قولهما لحاجة الناس الخ هدایه، ج۴/ص ۲۲۴/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، اول کتاب المزارعة، زیلعی ص۲۷۸/ ج۵/کتاب المزارعة، مطبوعه امدادیه ملتان، بدائع کراچی ص ۱۷۵/ ج۶/ کتاب المزارعة.

[۲] قال محمد لابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذٰلک مما یخرج منها الخ، الروضة الندیة ج۲/ص۱۹۷/ مطبع قطر، کتاب الاجارة، مجمع الانهر ص۵۱۳/ج۴/کتاب الاجارة، دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۵/ ج۹/کتاب الاجارة،

غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت

سوال:- خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پہاڑی جنگلات میں کاشتکاری نہیں ہوتی، بلکہ مویشی چرانے کا جنگل ہوتا ہے، چھ ماہ کے لئے اس جنگل میں مویشی چرتے ہیں، گورنمنٹ کا محکمۂ جنگلات فی بھینس ۱۲٪ روپیہ چھ ماہ کا ٹیکس لیتی ہے، جنگلات میں کچھ لوگ قدیم باشندے ہوتے ہیں، وہ لوگ بعض جگہ سبزی وغیرہ لگا دیتے ہیں، یہ لوگ ٹیکس وغیرہ کچھ نہیں دیتے، تو ان جگہوں پر جس کو گورنمنٹ کرایہ پر دیتی ہے، سبزی وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ افسران کہتے ہیں کہ تم ان کو نکال کر پھینک دو، تو ٹیکس والے لوگ ان کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مملوکہ زمین میں جس نے جو کچھ بو دیا وہ اس کا ہے[1]، دوسرے کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں، لیکن اگر زمین کو مالک سے کسی نے کرایہ پر لیا ہے، تو اس میں دوسرے شخص کو کاشت کرنے کا حق نہیں[2]، اس کی اجازت ہے، کہ اس کی سبزی وغیرہ اُکھاڑ کر پھینک دے[3]،

---

[1] ولو كربها اوضرب عليها المسناة اوشق لها نهراً اوبذرها فهواحياء الخ الدر المختارعلى الشامى زكرياج ۱۰/ ص ۶/ مطبوعه كراچى ج ۶/ص ۴۳۳، كتاب احياء الموات، هداية ص ۴۷۹/ ج ۴/ كتاب احياء الموات، مطبوعه تهانوى ديوبند، مجمع الانهرص ۲۳۱/ج ۴/ كتاب احياء الموات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،زيلعى ص ۳۶/ج ۶/كتاب احياء الموات، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولا ولايته الخ الدرالمختار علىٰ ردالمحتارج ۶/ ص ۲۰۰/ مطبوعه كراچى، كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير الخ، الاشباه والنظائرص ۱۵۷/الفن الثانى،كتاب الغصب،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، القوعدالفقة ص ۱۱۰/ مطبوعه تهانوى ديوبند.

[3] زرع ارض غيره فللمالك ان يأمره بقلعه فان ابىٰ يقلعه بنفسه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

وہذا ظاہر، فی بھینس ٹیکس دینے سے سب زمین کرایہ پر شمار نہیں ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۹۰ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الخ شامی زکریا ج۹/ ص ۲۷۴/ کتاب الغصب، مطلب شریٰ داراً وسکنها فظهرت لوقف الخ،مجمع الانهر ص۸۷/ ج۴/ کتاب الغصب، تحت فصل، دارالکتب العلمية بيروت،بحر ص۱۱۷/ ج۸/ کتاب الغصب، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق شفعہ کی تفصیل

سوال:- حق شفعہ شرعی کے طلب کرنے اور اس کے ثبوت کے لئے کیا شرائط ہیں، نیز وہ چیزیں کیا ہیں، جن کی بناء پر یہ حق زائل ہو جاتا ہے، اس کی طلب کی مدت کیا ہے، اور کن لوگوں کو اس کا حق پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کوئی شخص کسی مملوک غیر منقول شئی مکان وغیرہ فروخت کرے تو ان پر تین قسم کے آدمیوں کو ترتیب وار شفعہ حاصل ہوتا ہے، اول اس کو جو کہ نفس مبیع میں شریک ہو، پھر اس کو جو کہ حق مبیع راستہ میں شریک ہو، پھر اس کو جو کہ پڑوسی ہو، اول کی موجودگی اور طلب پر ثانی و ثالث کو حق نہیں، اسی طرح ثانی کی موجودگی میں ثالث کو حق نہیں[1] شفعہ طلب کرنے کے لئے تین مرتبہ طلب ضروری ہے، اول جس مجلس میں بیع کو سنا ہے، فوراً کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں، میں طلب کروں گا، اگر خاموش رہا یا یہ کہا کہ فلاں مکان کی بیع ہوئی ہے، کچھ مضائقہ نہیں، تو حق شفعہ بیع کے ساتھ ساقط ہو گیا[2] دوسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ مشتری کے پاس جا کر یا بائع کے

---

[1] الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار وليس للشريک فى الطريق والشرب والجار شفعة مع الخليط فى الرقبة فان سلم فالشفعة للشريک فى الطريق فان سلم اخذها الجار، هدايه ص ۳۸۹، ۳۹۰/ ج۴/ اول كتاب الشفعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ۱۰۲/ ج۴/ كتاب الشفعة، دارالكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۳۹/ ج۵/ كتاب الشفعة، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] اعلم ان الطلب علىٰ ثلثة اوجه طلب المواثبة وهوان يطلبها كماعلم حتى لوبلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة، هدايه ص ۳۹۲/ ج۴/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الشفعه، باب طلب الشفعة، مجمع الانهر ص ۱۰۴/ ج۴/ كتاب الشفعة، دارالكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۴۲/ ج۵/ باب طلب الشفعة، مطبوعه امداديه ملتان.

پاس جا کر یا مبیع پر یہ کہے کہ اس مکان کی بیع ہوئی ہے، میں اس کا شفیع ہوں میں اس کو خریدوں گا، اور اس طلب پر گواہ بھی بناوے، کم از کم دو گواہوں کے سامنے اس کو کہہ دے تاکہ وہ وقت پر گواہی دے سکیں، تیسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرے نفس مبیع اور اپنے استحقاق شفعہ اور طلب شفعہ کا ثبوت پیش کرے، حاکم واقعہ کی باقاعدہ تحقیق وتفتیش کر کے فیصلہ کر دے[1]، طلب اول کے بعد اگر طلب ثانی میں بلا عذر تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا، البتہ طلب ثالث حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرنے میں اگر تاخیر کی تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اس کی مدت ایک ماہ ہے، اگر ایک ماہ تک بلا کسی عذر مرض وسفر وغیرہ کے حاکم کے یہاں دعویٰ نہ کیا تو حق ساقط ہو جائیگا[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/محرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/محرم الحرام ۶۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/محرم الحرام ۶۳ھ

---

[1] ثم ينهض منه يعنى من المجلس ويشهد على البائع ان كان المبيع فى يده اوعلىٰ المبتاع او عندالعقار الىٰ قوله وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلاناً اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهد واعلىٰ ذٰالک والثالث طلب الخصومة والتملک، هدايه ص ۳۹۴/ج۴/(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الشفعة،باب طلب الشفعة،مجمع الانهر ص۱۰۵/ج۴/كتاب الشفعة،دارالكتب العلمية بيروت،زيلعى ص۲۴۴/ج۵/كتاب الشفعة باب طلب الشفعه مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ولاتسقط الشفعة بتاخير هذاالطلب عند ابى حنيفة وهورواية عن ابى يوسف وقال محمد ان تركها شهراً بعد الاشهاد بطلت معناه اذاتركهامن غيرعذر هدايه۳۹۴/ج۴/(مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة،مجمع الانهرص۱۰۶/۴/ كتاب الشفعة، مطبع دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۲۴۴/ج۵/باب طلب الشفعة مطبوعه امداديه ملتان.

ابطال شفعہ کے حیلہ پر بخاری کا اعتراض

سوال:- عرض یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف جلد ثانی، ص۱۰۳۲/کتاب الحیل میں امام اعظمؒ پر اعتراض کرتے ہوئے، حسب عادت قال بعض الناس کہنے کے بعد یہ لکھا ہے، ''ان اشتریٰ نصیب دار فاراد ان یبطل الشفعة وهب لابنه الصغیر ولایکون علیه یمین ص ۱۰۳۲/ج۲/بخاری شریف.''

لیکن صورتِ مسئولہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے، کیونکہ اعتراض حق بجانب ہوسکتا ہے، امام بخاریؒ کی جلالت شان بالخصوص نقل روایت کے باب کو دیکھتے ہوئے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یونہی بلاوجہ یہ حیلہ منسوب کردیا ہوگا، جیسا کہ علامہ عینیؒ کا خیال ہے، علاوہ ازیں علامہ کشمیریؒ نے جو تشریح فیض الباری میں کی ہے، اس سے بھی امام بخاریؒ کی نسبت غلط نہیں معلوم ہوتی۔

مگر اس تشریح سے بھی صورت مسئولہ سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ طے ہے کہ مشتری کے کسی بھی تصرفِ مضر، مثلاً ہبہ، بیع، بناء، غرس وغیرہ سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا، **کما فی المبسوط السرخسی ص ۱۱۴/ج۱۴/.**

الجواب حامداً ومصلیاً

ارکان عقد متحقق ہوجانے کے بعد عقد منعقد ہوجاتا ہے، منعقد ہونے کے باوجود نظر شرع میں اس کا مستحسن ہونا ضروری ہے، لفظ حیلہ اردو میں بہت بدنام ہے، اس کی جگہ تدبیر کا لفظ انسب ہے، اضرارِ غیر کے لئے تدبیر کی اجازت نہیں، دفع ضرر کے لئے تدبیر کی اجازت ہے، اگرچہ اس کے ضمن میں دوسرے کا کچھ ضرر بھی ہوجائے مبسوط ص۱۳۱/ج۱۴[1] میں ہے

---

[1] مبسوط سرخسی ج۱۴/۱۳۱/(مطبوعہ دارالفکر بیروت) کتاب الشفعة، باب الشفعة بالعروض.

"والاشتغال بهٰذا الحيل لابطال حق الشفيع لابأس به اماقبل وجوب الشفعة فلا اشكال فيه وكذٰلك بعد الوجوب اذالم يكن قصد المشترى الا ضرار به وانما كان قصده الدفع عن ملك نفسه وقيل هذا قول ابى يوسف عليه الرحمة فاما عند محمدؒ فتكره اھ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للزيلعى ص ۲۶۱ / ج۵ /[1] میں بھی یہ موجود ہے، علامہ عینیؒ نے نسبت کی تغلیط نہیں کی، محشی بخاری نے بھی بحوالہ کفایہ مبسوط کا مذکورہ بالا مقولہ نقل کیا ہے[2]۔

شفیع کا دعویٰ مشتری پر ہوتا ہے، اگر مشتری اس مبیع کو ہبہ کردے اور یہ چاہے کہ موہوب لہٗ پر دعویٰ کیا جائے، تو موہوب لہٗ قسم کھا کر بے تعلق ہوجائے گا، لیکن اگر موہوب لہٗ صغیر ہو تو اس پر قسم نہیں آتی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۸ھ

شفعہ کی ایک صورت

سوال:- سوال یہ ہے کہ انوری بیگم نے مشترک جائیداد سے اپنا حصہ جمیل احمد کو فروخت کردیا ہے، جمیل احمد خلیق احمد مقبول احمد ملکہ بھی اس جائیداد میں شریک ہیں تو ان کو حق

---

[1] زيلعى ج۵/ ص ۲۶۱/ مطبوعه امداديه ملتان پاكستان، كتاب الشفعة، باب ماتبطل به الشفعة، بحر ص ۱۴۴/ ج۸/ باب ماتبطل به الشفعة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۲۱/ ج۴/ كتاب الشفعة، فصل تبطل الشفعة، دارالكتب العلمية بيروت.

[2] حاشيه بخارى شريف ج۲/ ص ۱۰۳۳/ كتاب الحيل، قبيل باب التعبير، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] الصغير لايحلف حاشيه بخارى ج۲/ ص ۱۰۳۲/ كتاب الحيل، باب فى الهبة والشفعة، مطبوعه اشرفى ديوبند، فيض البارى ص ۴۸۸/ ج۴/ كتاب الحيل، باب فى الهبة والشفعة، مطبوعه خضرراه ديوبند، عمدة القارى ص ۱۲۴/ ج۱۲/ كتاب الحيل باب الهبة والشفعة الجزء الرابع والعشرون، مطبوعه دارالفكر بيروت.

شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر انوری بیگم نے جائیداد مشترکہ میں سے اپنا حصہ جمیل احمد صاحب کے ہاتھ فروخت کیا ہے، تو خلیق احمد اور مقبول احمد ملکہ اور جو جو بھی اس میں شریک ہیں ہر ایک کو حق شفعہ حاصل ہوگا، اگر یہ صرف دونوں ہی حق شفعہ قواعد شرع کے مطابق حاصل کرنا چاہیں، تو انوری بیگم کے فروخت کردہ حصہ جائیداد کا ایک حصہ جمیل احمد کے پاس رہنے دیں، دو حصے خلیق احمد ومقبول احمد اپنے نام خرید لیں ''ویملک بالأخذ بالتراضی او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لاالملک اھ درمختار لاستوائھم فی استحقاق الکل لموجود علتہ فیجب الاستواء فی الحکم فیحسب واحدامنھم المبیع بینھم اھ شامی[1] ج۵/ص ۱۹۱/.''

اگر کوئی وارث بحیثیت وراثت شریک ہو اور کوئی بحیثیت مشتری شریک ہو تو اس سے حق شفعہ پر اثر نہیں پڑتا سب کو برابر کا حق ہوتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۵ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۳۲۰/کتاب الشفعة ،مطلب فی الکلام علی الشفعة فی البناء الخ،ملتقی الابحر ص ۳،۱۰۲/ج۴/کتاب الشفعة،دارالکتب العلمیة بیروت،زیلعی ص ۲۴۱/ج۵/کتاب الشفعة،مطبوعه امدادیه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توسیع مدت رہن پر معاوضہ

سوال:- زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس باقبضہ مبلغ تین سو روپے پر دو سال کے لئے رہن رکھ دیا، اور فسخ رہن کی تاریخ مقرر کر کے دستاویز تحریر کر دیا، اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا، جب مدت رہن ختم ہونے لگی، تو زید نے مزید تین سو روپیہ بکر سے لیکر فسخ دین کی تاریخ میں اضافہ کر لیا، اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دو سو روپیہ بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی، کہ اگر میں ۱۹۶۴ء تک فسخ رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا، چنانچہ ۱۹۶۴ء شروع ہو گیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لیلے تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحریر رہن کی تاریخ معین گذر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں[1]، زید قرض واپس کر کے مکان بصورتِ رہن واپس لے سکتا ہے[2]، بکر نے اس

---

[1] ولو قال الراهن للمرتهن ان جئتک بحقک الیٰ وقت کذا والا فهو لک بدینک او بیع بحقک لم یجز وهو رهن علیٰ حاله الخ، بدائع الصنائع زکریا ج۵/ص ۲۱۵/کتاب الرهن فی حکم الرهن، شامی زکریا ص ۵۴۵/ج۷/باب الصرف مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹/ج۳/کتاب البیوع الباب العشرون الخ مطلب بیع الوفاء.

[2] فاذا قضی سلم الرهن ای اذا قضی الراهن جمیع الدین سلم المرتهن الرهن الیه، زیلعی ص ۶۷/ج۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۲۳۸/ج۸/کتاب الرهن مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل کیا تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۸۹ھ

مکان مرہون میں رہنا

سوال:- ایک شخص نے ایک مکان بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ گروی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہوگیا ہے، گروی رکھے ہوئے، اور گروی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے کسی رشتہ دار کو رکھتا ہے، اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم از کم چار روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے، اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس گروی رکھنے والے کو مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور اگر درصورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کرلے، اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معاوضہ شرعاً دینا پڑیگا یا نہیں؟ اور اگر نہیں دے گا تو اس کا مواخذہ شرعاً ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرتہن کو مکان مرہون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلائے گا، اور گنہگار ہوگا، اور ایسی صورت میں منافع غصب کا تاوان لازم نہیں، ''او عقد کبیت الرهن اذاسکنه المرتهن ثم بان للغیر معد اللاجارة فلاشئی علیه اھ در مختار۔ ''قال الشامی قوله فلاشئی علیه لانه لم یسکنها ملتزما للاجر کما لورهنها المالک

---

[1] لایحل لهٗ ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا الخ ، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ومطبوعه زکریا ج۱۰/ص ۸۳/کتاب الرهن،زیلعی ص۶۷/ج۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان،البحرالرائق ص۲۳۸/ج۸/کتاب الرهن،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

فسکنھاالمرتھن اھ ردالمحتار ج۵/ص ۱۸۱ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/رجب ۵۶ھ

مرہون سے نفع اٹھانا

سوال:-عام طور پر راہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً مکان کا کرایہ اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے، کتاب مفید المفتی والمستفتی اردو فتاویٰ عزیزی، ص ۵۹، ۶۰/ پر حسب ذیل عبارت مطالعہ سے گذری، مگر فقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج وعادات کے موافق ہبہ کے لفظ کو اباحت یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے، پس روپ داس نے جو باقی شاہ کو اپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی، اور اس پر دو شاہد دلالت کرتے ہیں، ایک یہ کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ " العادة محكمة "جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں موجود ہے، اور عرف وعادت اس امر کو ثابت کر رہے ہیں، کہ راہن مرتہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے، تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرنا چاہئے دوسرے یہ کہ فقہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ عقود اور معاملات میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۵/ص ۱۳۲/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند مطبوعہ زکریا ج۹/ ص ۳۰۳/ مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۲۰۸/کتاب الغصب مطلب فی ضمان منافع الغصب، ولا یضمن الغاصب منافع ماغصبه، هدایه ص ۳۸۳/ج۳/کتاب الغصب فصل ومن غصب عیناً، مطبوعہ تھانوی دیوبند، مجمع الانھر ص ۹۳/ج۴/کتاب الغصب تحت فصل مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.

اسی واسطے فقیہ لوگ ہبہ بالعوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں، مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے، کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جارہا ہے، وہ جائز ہے مہربانی فرما کر آپ ہر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں، تاکہ الجھن رفع ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے خواہ راہن نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یا عرفاً رواج ہو جن لوگوں نے اجازت راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے، ان پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں رد کیا ہے،[1] اور مولانا عبدالحی صاحب نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/محرم الحرام ۶۸ھ

مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال:- اشیاء مرہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں،

---

[1] لاانتفاع به مطلقاً الا باذن الخ قال الشامی قال فی المنح وعن عبداللّٰه محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقندانه لا یحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا الیٰ قوله والغالب من احوال الناس انهم یریدون عندالدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهٰذا بمنزلة الشرط لان المعروف کاالمشروط وهو مما یعین المنع. الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/مطبوعه زکریا ج۱۰/ ص ۸۲، ۸۳/(کتاب الرهن) طحطاوی علی الدرص ۲۳۶/ ج۴/ کتاب الرهن، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مجمع الانهر ص ۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرهن، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] اجمع المجهور علی ان المرتهن لاینتفع من الرهن بشئی الخ، الفلک المشحون ص ۳/ مطبوعه یوسفی لکھنؤ،

اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے، ”ولیس للمرتهن ان ینتفع بالرهن لا استخدام ولاسکنیٰ ولالبس الاان یأذن المالک،هدایه ج۴/ص ۵۰۶/.“

الجواب حامداًومصلیاً

ناجائز ہے ”لاالا انتفاع به مطلقاً الا باذن اھ تنویر قال فی المنح وعن عبداللّٰه محمدبن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انه لایحل لهٗ ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا لانه یستوفی دینه کاملاً فتبقیٰ لهٗ المنفعة فضلاً فیکون ربا وهذا امر عظیم (الیٰ قوله) قال والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عندالدفع الا نتفاع ولولاه لمااعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهومایعین المنع،واللّٰه تعالیٰ اعلم، اھ شامی[1] ج۵/ص۴۲۷/ صاحب ہدایہ کے زمانہ میں عرف نہ ہوگا، مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنویؒ نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ”الفلک المشحون ہے“[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ذی قعدہ ۶۷ھ

انتفاع از رہن

سوال:- زید نے عمر کو ایک ہزار روپے دیئے اور اس کی دس بیگہ زمین اس سے لے لی اس شرط کے ساتھ کہ بیس روپے لگان کے انہیں روپوں سے کاٹے جائیں گے، تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہے؟

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۶/ص ۴۸۲/مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا ج۱۰/ ص ۸۲، ۸۳/(کتاب الرهن)مجمع الانهر ص۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرهن،دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی الدرص ۲۳۶/ ج۴/ کتاب الرهن،دارالمعرفة بیروت،

[2] اجمع الجمهور علی ان المرتهن لاینتفع بشیء الخ، الفلک المشحون ص۳، مطبوعه یوسفی لکهنؤ،

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر یہ ایک ہزار روپے قرض ہے اور دس بیگھہ زمین رہن ہے، رہن سے نفع اٹھانا درست نہیں[1]، اسکے ساتھ ہی یہ طے کرنا کہ بیس روپے لگان اسی ایک ہزار روپے سے لیا جائیگا، تو یہ اجارہ ہوگیا، ایک عقد میں دو معاملے کرنا (ایک رہن دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں[2]، زید کو چاہئے کہ اس معاملے کو فسخ کردے، پھر قرض کا معاملہ مستقلاً ایک ہزار کے ساتھ رہے، اور زمین کو جداگانہ کرایہ پر لیلے اور اسکا معاملہ جداگانہ بیس روپے طے کرے اور یہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو قسط وار ادا کردیا کرے، مثلاً بیس روپے کی قسط تجویز کرلی جائے، عمر جب قسط وار ادا کردیا کرے، مثلاً بیس روپے کی قسط تجویز کرلی جائے، عمر جب قسط ادا کرے زید اسے وصول کرکے کرایہ زمین لگان میں عمر کو دیدیا کرے، تو اس طرح یہ معاملہ درست ہوگا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہوگی، صرف کرایہ پر ہوگی[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

انتفاع بالمرہون

سوال:- (۱) روپیہ قرض دیکر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] لایحل لہٗ ان ینتفع بشی منه بوجه من الوجوه، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ مطبوعه زکریا ج۱۰/ص ۸۳/مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ص ۳۱۰/ کتاب الرهن، البحرالرائق ص۲۳۸/ ج۸/ کتاب الرهن،مطبوعه الماجدیه کوئٹه،زیلعی ص۶۷/ج۶/مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] عن ابی هریرةؓ قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیعتین فی بیعة ،مشکوٰة شریف، ج۱/ص ۲۴۸/(کتاب البیوع باب المنهی عنها من البیوع)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عقد میں دو بیع (دو معاملہ) کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[3] کذٰلک لواستأجره المرتهن صحتالاجارة وبطل الرهن اذاجددالقبض للاجارة الخ، عالمگیری ص۴۶۵/۵/کتاب الرهن الباب الثامن فی تصرف الرهن مطبوعه کوئٹه، درمختار مع الشامی زکریاص ۱۳۰/ج۱۰/کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ.

(۲) بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرضخواہ کو زمین کھیتی کرنے کیلئے ۱۰/۵ رمن کے بدلہ لکھ دیتے ہیں، خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو، یہ کیسا ہے؟

(۳) بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ روپیہ اس سے کاٹ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں[۱]۔

(۲) ۱۰/۵ رمن غلہ اگر صحیح حساب سے قرض میں محسوب کرلیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو اس نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کرلیا[۲]۔

(۳) ایسی زمین کا جو کچھ سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں تو جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۹ھ

انتفاع بالمرہون

سوال:- مرتہنہ زمین سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اسی طرح رہن رکھے

---

[۱] لایحل لہٗ ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه الخ، شامی کراچی ج۶/ص ۴۸۲/ مطبوعه زکریا ج۱۰/ص۸۳/مطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ ص ۳۱۰/ کتاب الرهن، مجمع الانهر ص۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرهن،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،زیلعی ص۶۷/۶/کتاب الرهن،مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] فتاویله ان یتبرع صاحب الارض لرب الدین بالانتفاع من ارضه بالزراعة وتبرع رب الدین باسقاط دینه بقدر ماانتفع من ارضه الخ (اعلاء السنن ج۱۸/ص ۶۱/مطبوعه کراچی کتاب الرهن باب الانتفاع بالمرهون)

ہوئے باغ کے پھل وغیرہ جو فصل میں پیدا ہوتے ہیں جس کے پاس رہن رکھا ہوا ہے، استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس جو شئی رہن رکھی جائے، اس کو اس شئی سے نفع حاصل کرنا منع ہے، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے، خواہ وہ شئی زمین ہو یا باغ ہو یا مکان وغیرہ ہو سب کا حکم یکساں ہے،" **قال الحصکفی بعد نقل الا قوال ثم نقل عن التهذیب انه یکره للمرتهن ان ینتفع بالرهن وان اذن له الراهن قال المصنف وعلیه یحمل مانقل عن محمد بن اسلم من انه لایحل للمرتهن ذٰلک ولوبالاذن لانه ربوٰ قلت تعلیله یفیدانها تحریمیةً فتامله** اھ (درمختار ج ۵/ص ۳۳۶/[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مرہون سے انتفاع

سوال:- اگر تیس روپئے میں گھڑی رہن رکھی تو اس گھڑی کو استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں جب کہ آئندہ واپسی کی امید نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تیس روپئے دے کر جو گھڑی رہن رکھی ہے اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں[2] مالک

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتارزکریاج ۱۰/ص ۱۴۸/وکراچی ج۶/ص ۵۲۲/کتاب الرهن فصل فی مسائل متفرقة،مجمع الانهرص ۲۷۳/ج۴/کتاب الرهن،دارالکتبالعلمیة بیروت، طحطاوی علی الدر ص ۲۳۶/ج۴/کتاب الرهن،دارالمعرفة بیروت.

[2] الانتفاع به ای الرهن مطلقاً لاباستخدام ولاسکنیٰ ولالبس الخ،الدرالمختار علی الشامی زکریاج ۱۰/ص ۸۲/کتاب الرهن،زیلعی ص ۶۷/ج۶/کتاب الرهن،مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص ۲۳۸/ج۸/کتاب الرهن،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

سے معاملہ کرلیا جائے، جب وہ تیس روپیہ کے عوض یا جس نرخ پر فروخت کردے تب خریدار کو استعمال کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

رہن پر نفع

سوال:- اگر کسی نے کوئی چیز سو روپے کی زید کو دیکر زید سے پچاس روپے اس شرط پر لئے ہیں کہ اگر ایک سال کے اندر اندر پچاس روپے نہ لوٹائے تو وہ سو روپے کی چیز زید کے لئے ہوجائیگی، یا ایسا کہیں کہ ایک سال کیلئے گروی رکھا، تو اب سال ختم ہوجاتا ہے، لیکن روپیہ واپس نہیں کیا تو کیا کرنا پڑے گا، اور صاحب مقروض کو اتنی ہمت نہیں جس سے وہ پچاس روپیہ ادا کرکے اپنی چیز لے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تو یہ معاملہ درست نہیں ہوا[1] اب جبکہ قرض واپس کرنے کا وقت آیا اور اس کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے تو اب معاملہ کرلے کہ ہماری فلاں چیز جو آپ کے پاس ہے اس کی قیمت یہ ہے آپ کا قرض اتنا ہے وہ چیز آپ خرید لیں تاکہ آپ کا قرض ادا ہوجائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] کل قرض جر نفعاً حرام وقال الشامی یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن الخ درمختار مع الشامی زکریا ج۷/ص ۳۹۵/کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة فصل فی القرض، مجمع الانھر ص۲۷۳/ج۴/کتاب الرھن، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۶۷/۶/کتاب الرھن، مطبوعہ امدادیہ ملتان، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المداینات مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا

سوال:- زید نے ناریل کا درخت گروی رکھ کر پانچ سال کی مدت پر پانچ سو روپیہ لیا، مدت گذرنے کے بعد پانچ سو روپیہ دیا، اب درمیانی سال کی آمدنی یعنی ناریل کی آمد بلا قیمت بکر کھاتا رہا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناریل گروی رکھ کر اس کی آمدنی کھانا جائز نہیں یہ سود کے حکم میں ہے، ''وفی الاشباہ کل قرض جر نفعاً حرام'' درمختار علی ہامش ردالمحتار[1] ص ۱۹۴/ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ الشامی پاکستان۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موروثی زمین کو رہن رکھنا

سوال:- مسمیٰ زید نے (دو قطعہ کھیت تخمیناً پانچ بیگہ پختہ جسکا منافع بصورت لگان ۴۰/ سالانہ تخمیناً ہوتا ہے) داخلی رہن رکھدیا یعنی مالک اراضی مثلاً بکر کو دوسو روپیہ دیدئے کھیتوں پر قبضہ کرلیا اس شرط پر جس وقت میرا روپیہ دوسو دین ادا کردوگے، میں کھیت چھوڑ دونگا، اور منافع خود (یعنی زید) لیتا رہونگا، اس عقد رہن پر باقاعدہ ضابطۂ عدالت گورنمنٹ پورا کیا گیا، یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی، مالک اراضی مسمیٰ بکر کی ملک کاشتکارانہ تھی وہ ایک زمیندار کا مالگذار تھا، اس عقد رہن کے انعقاد کا زمانہ تخمیناً دس سال ہے کچھ دنوں سے تخمیناً چار سال

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۷/ ص ۳۹۵/ کتاب البیوع باب المرابحۃ والتولیۃ فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی، کتاب المدانیات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۰۲/ مطبوعہ تھانوی دیوبند.

سے جب کہ مسمیٰ بکر کی مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مال گذاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔ یہ صورت مسئلہ کی ہے اس میں صرف دو سوال ہیں:

(۱) آیا شرعاً یہ عقد رہن یعنی داخلی رہن (جس صورت سے سمجھایا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر ناجائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے، مفصل سمجھایا جائے، زید توبہ کرنے کو تیار ہے، اب تک فک رہن نہیں ہوا، بکر دو سو روپیہ ادا نہیں کر سکتا، زید دس سال سے منافع کما رہا ہے، نیز چار سال سے مالگذاری بھی زمیندار کو دیتا ہے، جو تخمیناً ۱۸/روپیہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیت کسی اور شخص کی ملک ہے بکر کے پاس اس کی موروثی کاشت ہے اور بکر نے بعوض دو سو روپیہ قرض زید کے پاس اسے رہن رکھدیا اور زید نے دس سال تک اس کی آمدنی حاصل کی اور چار سال تک مالگذاری ۱۸/بھی ادا کی اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم تفتیش طلب ہے، کھیت وقرض دو سو روپیہ مالگذاری ۱۸/روپیہ معاملہ فاسد در فاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے، کھیت کا بصورت موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکر کو اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے، اس کے بعد مالک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے یا اپنی رضامندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پر دے یا بیع ہبہ، جو دل چاہے کرے، کیونکہ موروثی ناجائز ہے، لہٰذا بکر غاصب ہے[1]، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کر کے کسی کے پاس رکھدے اور دس سال تک جو زید نے آمدنی حاصل کی ہے اپنا خرچہ بیج وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء ومساکین پر صدقہ کردے، کہ یہ ملک

---

[1] وعلی الغاصب ردالعین المغصوب الخ، هدایه ج۳/ص ۳۷۳/مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، کتاب الغصب، مجمع الانهر ص ۷۸/ج۴/کتاب الغصب مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۱۰۹/ج۸/کتاب الغصب مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

خبیث ہے، اور جس قدر آمدنی بکر نے بغیر مالک کی رضامندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے[1]۔

قرض دوسو روپیہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرائے، مالگذاری ۱۸/ زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطور قرض ادا کی ہے، تو اس کو بھی بکر سے وصول کرسکتا ہے، اگر تبرعاً واحساناً ادا کی ہے، تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/۸/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۲۳/ شعبان ۵۸ھ

کھیت کا رہن

سوال:- (۱) زید نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں جتنی مالگذاری زمیندار کو ادا کرتا ہوں اس قدر مرتہن ادا کردیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کریگا، یعنی

---

[1] ویتصدق بالغلة، هدایه ج۳/ص ۳۷۵/ کتاب الغصب مطبع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند البحر الرائق ص ۱۱۳/ ج۸/ کتاب الغصب مطبوعه الماجدیه کوئٹه، ویاخذ رأس ماله وهو البذر وما غرم علی النقصان وما انفق علی الزوج ویتصدق بالفضل عندهما لخبثه لانه تصرف فی ملک الغیر الخ، سکب الانهر ص ۸۲/ ج۴/ کتاب الغصب دار الکتب العلمیة بیروت.

تفصیل ملاحظہ ہو (امداد الفتاویٰ ج۳/ص ۳۵۰/ افغانی دار الکتب دیوبند)

[2] کمایستفاد طالب المحتال علیه المحیل بما ای بمثل ما احال به مدعیاقضاء دینه بامره فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیه درمختار قوله بامره قیدبه لانه لوقضاء بغیر امره یکون متبرعاً الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۲/ ج۸/ وکراچی ص ۳۴۶/ ج۵/ کتاب الحوالة.

راہن کو مرتہن ادا کردیا کرے، جب پٹانے کے لئے روپیہ ہوجائے تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کرلے، اور مالگذاری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کرکے اپنا کھیت واپس لے لیوے، تو کیا صورت مذکورہ جائز ہے یانہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ جوبھی صورت ہو مدلل معہ حوالہ تحریر فرماویں؟

(۲) اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی، راہن کے یا مرتہن کے، اگر مرتہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، "لِاَنَّ کُلَّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعاً فَھُوَ رِبوٰ"[۱]

(۲) جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگذاری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے[۲] اور پیداوار جو کچھ ہو وہ مرتہن اپنے پاس محفوظ رکھے[۳] پھر راہن قرض ادا کرے، اور کھیت مع پیداوار مرتہن سے وصول کرلے[۴] یا مرتہن اس کھیت کو بطور اجارہ راہن سے لیلے اور اجرت پیشگی ادا

---

[۱] نصب الرایۃ ج۴/ص ۶۰/مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل سورت الھند) کتاب الحوالۃ، شامی زکریا ص ۳۹۵/ج۷/باب المرابحۃ والتولیہ فصل فی القرض مطلب کل قرض جرنفعاالخ الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/الفن الثانی، کتاب المدانیات، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[۲] والاصل ان ماکان من حقوق الملک فھوعلیٰ الراھن الخ، بدائع زکریا ج۵/ ص ۲۱۹/کتاب الرھن فی بیان من یصلح عدلاً الخ، البحرالرائق ص ۲۳۹/ج۸/کتاب الرھن مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ سکب الانھر ص ۲۷۷/ج۴/دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[۳] ونماء الرھن للراھن وھورھن مع الاصل الخ، الدرالمختار علی الشامی ج۱۰/ص ۱۴۴/ مطبوعہ زکریاومطبوعہ کراچی ج۶/ص ۵۲۱/کتاب الرھن فصل فی مسائل متفرقۃ، زیلعی ص ۹۴/ج۶/کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن الخ تحت فصل مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الانھر ص ۳۰۴/ج۴/کتاب الرھن باب التصرف فی الرھن الخ تحت فصل مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.

[۴] وھووجوب تسلیم المرھون عند الافتکاک الیٰ قولہ یقضی الدین (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

کردے، اور میعاد اجارہ پوری ہونے پر کھیت واپس کردے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

زمین رہن پر دینے کی صورت

سوال:- ایک شخص اپنی زمین کسی کے پاس بالعوض سو روپیہ یا دوسو روپیہ رکھتا ہے، اس شرط پر کہ میں زمین تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں اور جو کچھ پیداوار ہوگی تم کھاؤ پیو، اور سالانہ جو کچھ پیداوار ہوگی اس کے عوض دس روپیہ سالانہ سو روپیہ میں اور دوسو روپیہ میں بیس روپیہ سالانہ مجرا کرلینا، گویا میں نقد روپیہ نہیں دونگا، گویا دس سال کو میں نے زمین تم کو دیدی اس کے بعد زمین میری ہوگی، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو میں ذمہ دار نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میں بیچ میں بقیہ روپیہ ادا کردوں تو زمین میری ہوجائیگی اس قسم کا لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن کی صورتیں ہیں اور رہن میں راہن کو یا مرتہن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کما ہو مصرح فی کتب الفقہ، جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اولاً ثم یسلم الرھن، بدائع زکریا ج۵/ص ۲۲۲/(فی بیان مایتعلق بکیفیۃ الحکم) کتاب الرھن، مجمع الانھر ص ۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرھن، دارالکتب العلمیہ بیروت، زیلعی ص ۶۶/ ج۶/ کتاب الرھن مطبوعہ امدادیہ ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وتصح اجارۃ أرض للزراعۃ الخ، الدرالمختار مع الشامی ج۹/ص ۳۹/ مطبوعہ زکریا کتاب الا جارۃ باب مایجوز من الاجارۃ الخ، سکب الانھر ص ۵۲۲/ ج۳/ باب مایجوز من الاجارۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحرالرائق ص ۱۱/ ج۸/ باب مایجوز من الاجارۃ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

پر دیدی جائے، اور مدت اجارہ متعین کر کے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اُجرت پیشگی وصول کیا جاوے، اور اس مدت تک وہ شخص کھیتی وغیرہ کر کے زمین سے نفع حاصل کر کے پھر واپس کر دے، "لیس للمرتهن الانتفاع بالرهن اھ مرأة ج ۱/ص ۳۸۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

رہن کی واپسی ورثاء راہن کیلئے

سوال:- زید نے اپنا مکان بعوض تین سو روپے پانچ سال تک کی مدمت کے لئے بعوض تین سو روپیہ ماہوار خالد کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اگر اس مدت مقررہ میں رقم ادا نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے، اگر جواب نفی میں ہے تو ورثاءِ شرعی زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رہن ہے بیع نہیں نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گذرنے پر[2] زید قرض واپس

---

[1] ملتقی الابحر ص ۲۷۳/ج ۴/کتاب الرهن مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، زیلعی ص ۶۷/ج ۶/کتاب الرهن مطبوعه امدادیه ملتان، لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن الخ، شامی کراچی ج ۶/ص ۴۸۲/ومطبوعه زکریا ج ۱۰/ص ۸۳/(کتاب الرهن)

[2] ولو قال الراهن للمرتهن ان جئتک بحقک الیٰ وقت کذا والا فهو لک بدینک او بیع بحقک لم یجز وهو رهن علیٰ حاله الخ، بدائع زکریا دیوبند ج ۵/ص ۲۱۵/کتاب الرهن فی حکم الرهن، شامی زکریا ص ۵۴۵/ج ۷/باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹/ج ۳/کتاب البیوع، الباب العشرون الخ، مطلب بیع الوفاء.

کردے اور اپنا مکان لے لے چاہے فروخت کردے، قرض جتنا لیا ہے، اسی قدر واپسی ہوگی زیادہ کی نہیں[1]، زید کے بعد اس کے ورثاء کو بھی اس کا حق حاصل ہوگا[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال:- زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سالے کو لڑکے کے والد نے کچھ قرضہ اپنی معرفت سے دلوایا تھا، انہوں نے کہا یہ روپیہ ادا کرو تو فیصلہ ہوگا، اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کردیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہٰذا ایک پان طلائی ایک تولہ، ایک گلوبند طلائی، دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کردیں گئیں، تقریباً تین سال کے بعد وہ روپیہ زید کے سالے نے ادا کردیا، اسی دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھی تھی، کچھ پریشانیاں آئیں، اور انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھدیں، پھر ان کی حالت خراب ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زیور بنیے کے یہاں ڈوب گیا، اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوگیا، اس وقت سونے کا بھاؤ، تقریباً ایک روپیہ تھا، اس دوران جن صاحب کے پاس زیور جمع تھا، ان کے لڑکوں نے

---

[1] کل قرض جر نفعاً فهو حرام، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴/الفن الثانی کتاب المدانیات مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شامی زکریا ص ۳۹۵/ج۷/کتاب البیوع فصل فی القرض مطلب کل قرض جر نفعاً الخ، نصب الرایه ص ۶۰/ج۴/کتاب الحوالة مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] وهذا لو ورثته صغاراً فلو کباراً خلفوا المیت فی المال فکان علیهم تخلیصه. الدرالمختار مع الشامی ج ۱۰/ص ۱۴۲/مطبوعه زکریا دیوبند ومطبوعه کراچی ج۶/ص ۵۱۹/(کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن والجنایة علیه الخ) سکب الانهر ص ۳۰۳/ج۴/باب التصرف فی الرهن الخ دارالکتب العلمیه بیروت، الجوهرة النیرة ص ۲۴۳/ج۱/کتاب الرهن مطبوعه نعمانیه دیوبند.

زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/روپئے ان کے داماد پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرا کر لینا، اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہوگئے، اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا تھا، اس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا، وہ میں دوں گا، زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے اس حساب سے میں لونگا، اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جارہا ہے، اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھدے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے، اگر زیور ڈوب گیا اور رہن میں ختم کردیا گیا تو اسکی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانتدار موجودہ قیمت دیکر بری الذمہ ہوجائیگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۴ھ

بیع ورہن کی ایک صورت

سوال:- علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کراتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کراتے ہیں بعد مدت طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہوجاتا ہے، اور بیوی دو صاحبزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں، بڑے صاحبزادے کی نالائقی کی بناء پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن

---

[1] الوديعة متى وجب ضمانها فان كانت من المثليات تضمن بمثلها وان كانت من القيميات تضمن بقمتها يوم لزوم الضمان، شرح المجلة ص ۴۴۶/ ج ۱/ اتحاد بکڈپو دیوبند، رقم الماده ص ۸۰۳/.

مرحوم تن تنہا رہن رکھتی ہیں، اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کر جاتی ہیں، کچھ عرصہ کے بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو خود فروخت کر دیتی ہیں، جس کے محرک اعلیٰ مسمیٰ عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیعنامہ پر دستخط صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں، اور بیعنامہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے، بوقت بیعنامہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور شمس الحسن بھی بالغ ہیں، شمس الحسن کی عمر اس وقت ۱۹ رسال کی ہوتی ہے، عرصہ دوسال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم و شمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے بیچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے، مسمیٰ شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم نابالغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود بالغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں، امور قابل تنقیح حسب ذیل ہیں۔

(۱) رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ مکان کی میں تن تنہا مالک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینان مہاجن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جارہے ہیں، لیکن جب بیعنامہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں، اور بیعنامہ پر فاطمہ بیگم کے دستخط نہیں ہیں، اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بائع ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔

(۲) مدعیان کہتے ہیں کہ بیعنامہ ناجائز ہے لہٰذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔

(۳) شمس الحسن اپنی نابالغی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں، اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

(۴) دعویٰ بیع کے دوسال بعد ہوا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع والدہ جو بحیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے، اور صرف تن تنہا راہن اور بائع بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دوسال تک خاموش رہے۔

(۲) اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے، تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) زمین تن تنہا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے۔

نوٹ: مدعیان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قابض ہو جائیں اور روپیہ نہ دیں اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد وفات والد سراج الحسن مرحوم ہماری والدہ مسماۃ شفیق النساء کو تنہا بیع ورہن کا کوئی حق نہیں ہے، لہٰذا ہم لوگوں کا حصہ ملنا چاہئے؟

(ب) مدعا علیہم زمین کے بیعنامہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو جائز سمجھتا ہے، اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعتراض تھا تو رہن نامہ پر دستخط کیوں کئے، جب کہ تنہا ملکیت مسماۃ شفیق النساء نے اس میں (لکھدی تھی)

(ج) اصل بائع بھی یعنی مسماۃ شفیق النساء بھی عدالت میں بیعنامہ سے انکار کر رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو دھوکہ دے کر ایسا کیا گیا (یہ خلاف واقعہ ہے) اصل بات یہ ہے کہ مدعیان مفت میں قبضہ چاہتے ہیں۔

(د) اگر سچی گواہی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وکیل کہتا ہے کہ مقدمہ ہار جاؤ نگا، بلکہ تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شفیق النساء نے خود اپنے روپئے سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف مائل کر دیا ہے، وہ لوگ غلط گواہی کے لئے تیار نہیں ہیں اب شرعاً یہ بتلایا جائے کہ سچی گواہی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہٰذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ بیع و رہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے، قدرے تفصیل ہو تو زیادہ بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعنامہ کردیا ہے، خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے، اور صرف تعمیر کا بیعنامہ کیا ہو اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو یا زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین وتعمیر ہر دو کا بیعنامہ بیوی کے نام بعوض دین مہر کیا ہو تو زوجہ اس کی تنہا مالک ہے اس کو ترکہ سراج الحسن تجویز کرکے دیگر ورثہ کا مطالبہ میراث کرنا بے محل ہے، تنہا شفیق النساء کو اس کے رہن وبیع کا پورا پورا اختیار ہے، ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے بحیثیت متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تن تنہا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے، اور دوسروں کے دستخط کیوجہ محض حصول اطمینان ظاہر کی گئی ہے، شروع سوال میں مسماۃ کے نام بیعنامہ کا ذکر ہے اور ۳/(ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیعنامہ کہاں گیا، بیعنامہ پر بائعہ کے دستخط کافی ہیں کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں، عین الحسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی بیعنامہ صحیح تھا، بیعنامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعیان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں اتنی مدت تک مدعیان کیوں خاموش رہے، اور درمختار مسائل شتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے، اور بائع کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فسخ کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے، تو ان کا قول معتبر نہیں ہوگا[1]۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آگیا تاہم نمبروار جواب بھی تحریر ہے۔

---

[1] باع عقاراً اوحیواناً اوثوبا وابنه وامرأته اوغیر هما من اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لاتسمع دعواه، شامی زکریا ج۱۰/ ص۴۶۷/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ ج۴/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص۴۸۳/ ج۸/ کتاب الخنثی مسائل شتی.

(۱) صورت مسئولہ میں والدہ تن تنہا مالک ہے، کیونکہ سراج الحسن مرحوم نے یہ مکان بعوض مہر مسماۃ کے نام بیع نامہ کیا ہے[۱] اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے گواہ ہیں لہٰذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے۔[۲]

(۲) بیع کے باطل اور فاسد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں لہٰذا نہ بیع فسخ کی جائے گی، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائیگا۔[۳]

(۳) اگر مسماۃ شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے سراج الحسن مرحوم نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے، تو وہ مکان مسماۃ ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے، وہ مسماۃ کے ذمہ ہے پھر اگر بعوض مہر سراج الحسن نے ساقط کردی تو اب کسی کو اس کے طلب کرنے کا اختیار نہیں، اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مسماۃ ہی کا ہے اور مسماۃ کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں اور اگر سراج الحسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے، تو وہ تعمیر سراج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مسماۃ کو بعوض مہر دیدیا تو وہ مکان بھی مسماۃ کا ہوگیا، اگر مسماۃ کو نہ دیتا تو مسماۃ کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مسمار کرانے کا مطالبہ کرتی۔[۴]

---

[۱] اعلم ان اسباب الملک ثلاثة ناقل کبیع وهبه وخلافة کارث واصالة وهو الاستیلاء حقیقة، الدرمع الشامی کراچی ص ۴۶۳/ج۶/کتاب الصید، بحر کوئٹه ص ۲۵۸/ج۵/اول کتاب البیوع.

[۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاء شریف ص۷/ج ۱/تحت قوله مالک یوم الدین الایة، طبع رشیدیه دهلی شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/رقم المادة ص ۱۱۹۲/ طبع اتحادبکڈپو دیوبند، شامی زکریاص ۱۰/ج۷/کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۳] اذاکان البیع لازمانا فذافلیس لاحدالمتبایعین الرجوع عنه، شرح المجلة ص ۲۱۱/رقم المادةص ۳۷۵/مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند.

[۴] عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها لصحة امرها ولوعمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ویکون غاصباللعرصة فیؤمربالتفریغ بطلبهاذالک (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

نوٹ: یہ ظلم ہے۔(ب) مدعی علیہم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سارے کاغذ پر دستخط کرالئے گئے اور کیا اس بیعنامہ پر کوئی گواہ موجود نہیں اگر شرعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی، اور مسماۃ کا انکار غیر معتبر ہوگا، اور کیا رہن نامہ بھی دھوکہ دیکر کرایا گیا ہے۔

(د) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو توریہ اور تعریضاً کذب کی اجازت ہے صریح جھوٹ سے احتراز کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع اول ۷۱ھ

جب تک بیعنامہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں اس وقت تک فریقین کی تصدیق وتکذیب مشکل ہے، معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزؤں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے، سوال سے کچھ متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھدیئے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدلنے سے جوابات بھی بدل جائیں گے، اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کرلی جائے۔

سعید احمد غفرلہٗ ۱۰/ربیع الاول ۷۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ولهاقوله ولها معطوف على نفسه اى ولو عمرلهابلااذنهافالعمارة لها وهو متطوع فى البناء فلارجوع له،الدرمع الشامى كراچى ص۷۴۷/ج۶/مسائل شتى،مجمع الانهر ص۴۸۸/ج۴/كتاب الخنثى مسائل شتى مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،بحر كوئٹه ص۴۸۵/ج۸/كتاب الخنثى مسائل شتى.

[1] الكذب مباح لاحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض لان عين الكذب حرام، شامى زكرياج۹/ص۶۱۲/كتاب الحظر والاباحة ،فصل فى البيع،الدرالمنتقى مع الجمع ص۲۲۱/ج۴/كتاب الكراهية فصل فى المتفرقات طبع بيروت،مجمع الانهرص ۲۲۱/ج۴/ كتاب الكراهية،فصل فى المتفرقات طبع بيروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اباحت اور تملیک

سوال: ۔اباحت اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک ایک جنس ہے جس کے تحت متعدد انواع ہیں، ہبہ، صدقہ، عطیہ، نحلہ، ہدیہ صلہ وغیرہ۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

سوال: ۔ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک عام ہبہ خاص ہے، اسلئے عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لان التمليک ای لفظ مايدل علی التمليک سواء کان لفظ التمليک اوغيره من الهبة والصدقة حاشية هدايه، ج۲/ص ۳۰۵/ کتاب النکاح، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] اسلئے کہ تملیک کے معنی ہیں مطلقاً مالک بنانا اور ہبہ کہتے ہیں بغیر عوض کے کسی شئی کا مالک بنانا "اماتفسير ها شرعاً فهی تمليک عين بلاعوض .عالمگيری،ص ۳۷۴/ج۴/ (مطبع کوئٹه)کتاب البهة،الباب الاول، شرح المجلة ص۴۶۲ج۱ رقم المادة (۸۳۳) الکتاب السابع فی الهبة، مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند، ملتقی الأبحر علی هامش المجمع الأنهر ص۴۸۹ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے

سوال:۔ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو ہبہ کر دیا، لیکن ہبہ کرنے والا اسی مکان میں رہتا ہے، اس مکان میں سے اپنا سامان نکالا نہیں ہے، ایسی صورت میں یہ ہبہ کرنا صحیح ہوا یا نہیں، مع حوالہ کے جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہبہ تامہ مکمل ہونے کے لئے موہوب لہٗ کا قبضہ ضروری ہے صورتِ مسئولہ میں قبضہ بدستور واہب کا رہا، اس لئے ہبہ تام نہیں ہوا، یہ مسئلہ کتب فقہ درمختار،[1] شامی، عالمگیری،[2] خانیہ[3]، ہدایہ[4] وغیرہ سب میں مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۹۳ھ

ہبہ مشاع

سوال:۔مسماۃ لطیف النساء زوجہ قاضی محمد رزق اللہ صاحب مرحوم المغفور نے اپنی زندگی میں بحالت قائمی حواس خمسہ روبرو چند اشخاص معتمد قوم وعزیزان خود اپنے سوتیلے بیٹے مسمیٰ محمد ثناء اللہ صاحب سے یہ فیصلہ کیا تھا، کہ جو ترکہ مجھے تیرے باپ سے آٹھویں سہام کی

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ درمختار مع الشامی ،ص ۶۹۰/ج۵/ مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا ،ص ۴۹۳/ج۸/ کتاب الهبة .

[2] عالمگیری ،ص ۳۷۷/ج۴/ مطبع کوئٹه، کتاب الهبة،الباب الثانی.

[3] خانیه علی الهندیه ،ج۳/ص ۲۶۱/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة.

[4] هدایه ،ج۳/ص ۲۸۳/ اول کتاب الهبة (مطبوعه تهانوی دیوبند)

رو سے پہنچتا ہے، اور جو میرا مہر واجب ہے، وہ میں تجھ کو دیتی ہوں، اور جو ترکہ میرے والدین سے مجھے پہنچتا ہے، وہ میں اپنی بہن کی اولاد کو دیتی ہوں اس میں تمہارا کوئی حق نہیں اور جو کہ میں تمہیں دے چکی ہوں، اس میں ان کا کوئی حق نہیں فریقین نے اسی فیصلہ کو منظور کرلیا، اور فریقین کو اس پر قبضہ دیدیا۔ تقریباً عرصہ بیس سال تک اسی پر عمل درآمد رہا اور مسماۃ مذکورہ اس عرصہ میں اپنی بہن کے یہاں رہی اب انکا انتقال ہوگیا ہے، کیونکہ فیصلہ کی رو سے اگرچہ قبضہ فریقین کا ہے، لیکن کاغذات مال میں غلطی سے بعض جگہ اندراج ہے، اور بعض جگہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ فیصلہ شرعی از روئے شرع شریف جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ اور بعض جگہ اندراج نہ ہونے کا کچھ اثر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عقد ہبہ ہے مقسوم کا ہبہ قبضہ سے تمام ہوجاتا ہے، پس اگر فریقین کا حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں آچکا ہے تو یہ ہبہ صحیح اور تام ہے کاغذات میں اگر اندراج غلط ہے تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، اصل چیز یعنی قبضہ ہر فریق کا اپنے حصہ پر موجود ہے، کاغذات کے اندراج کو صحیح کرالیا جائے، اگر فریقین کا حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں نہیں آیا، بلکہ بلا تقسیم ہبہ کرکے قبضہ کرادیا ہے، جس میں ان فریقین کا حصہ بھی ہے، اور ان کے علاوہ بھی کسی دوسرے کا حصہ بھی ہے، تو یہ ہبہ صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے، فریقین اس حصہ کے مالک نہیں ہوئے، البتہ واہبِ ہبہ نے اگر تقسیم کراکے اپنے حصے پر قبضہ کرلیتے تو ہبہ صحیح ہوجاتا، تجدید عقد ہبہ کی ضرورت نہیں تھی، " **لووهب مشاعاً يقسم، ثم قسمه وسلمه صح وملكه لان التمام بالقبض وعنده لاشيوع فافادانه لوقبضه مشاعاً لايملكه فلاينفذ تصرفه لانها هبة فاسدة مآلا وهى مضمونة بالقبض ولايفيد الملك للموهوب له وهو المختار ولوباعه الموهوب له لايصح كذافى المبتغىٰ بحر**

،ص ۲۸۶/ج۷/[1] وبما ذکرہ ھٰھناعلم ان قولہ : (تصح فی مقسوم) معناہ انھا تملک بھذہ الشروط لاان الصحۃ متوقفۃ علیٰ القسمۃ لانہ لووھب شائعاًیقسم تصح الھبۃ من غیر ملک ولھذالوقبضہ مقسوما ملکہ ولوکان شرطاللصحۃ لاحتیج الیٰ تجدید العقد کما لایخفٰی بحر،ص ۲۸۷/ج۷/ "[2]

اب چونکہ واہب کا انتقال ہو چکا ہے، اس لئے فریقین کا جو حصہ واہبہ نے دیا تھا، وہ اب ورثہ کی ملک ہے، ورثہ اگر چاہیں ہبہ باقاعدہ کردیں اگر چاہیں واپس کرلیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شعبان ۵۴ھ

ہبۂ مشاع کی ایک اور صورت

سوال:۔ زید کی ہندہ سے سوائے ایک لڑکی کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے اس نے اپنی زندگی کا نباہ پار کرنے کے لئے عمر کو اپنا لڑکا بنالیا، عمر ہوش سنبھالتے ہی زید کی کماحقہ خدمت گذاری میں مصروف رہا، اس سے خوش ہوکر زید نے اپنا زرخرید نصف مکان عمر کو ہبہ کردیا، عمر نے اپنی آمدنی سے اس کی ازسرنو تعمیر کی، پھر زید نے عیش وآرام کی زندگی پانے کی وجہ سے آخری عمر میں بقیہ نصف مکان بھی چند گواہوں کے سامنے ہبہ نامہ تحریر کردیا تاکہ عمر کو بوقت ضرورت کام آئے، اور زید نے اپنی لڑکی کی شادی کردی، وہ اپنی سسرال رہتی ہے، زید کے انتقال کے بعد وہ لڑکی میراث کی طلبگار ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ لڑکی اس مکان

---

[1] البحرالرائق ،ص ۲۸۶/ج۷/ (مطبع کویٹہ) کتاب الھبۃ، مجمع الأنھر ص۴۹۴ج۳ کتاب الھبۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] البحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۷ ج۷ کتاب الھبۃ.

میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ اور زید کا عمر کو کل مکان کا ہبہ کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکان اگر اتنا بڑا ہے کہ نصف نصف کر کے تقسیم کر دیا جائے تو دونوں حصوں سے انتفاع ہوسکتا ہے، اور پھر زید نے تقسیم کر کے عمر کا قبضہ نصف پر نہیں کروایا، بلکہ حسب سابق زید بھی مالکانہ حیثیت سے رہتا رہا، اور عمر بھی رہتا رہا، تو یہ نصف کا ہبہ فاسد صحیح نہیں ہوا،[1] پھر آخری عمر میں جو دوسرا بقیہ نصف ہبہ کیا ہے، اگر وہ مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، تو وہ بھی صحیح نہیں ہوا،[2] عمر نے اپنی آمدنی سے جو کچھ اس پر خرچ کیا ہے، وہ زید کے ساتھ تبرع ہوا، لڑکی کو میراث طلب کرنے کا حق حاصل ہے، اگر ہبہ کی اس کے علاوہ کوئی اور صورت پیش آئی ہے، یعنی مکان چھوٹا تھا، جو تقسیم کے بعد قابل انتفاع نہ رہتا، یا تقسیم کر کے عمر کے قبضہ میں نصف دے دیا، اور اس نصف سے اپنا قبضہ ختم کر دیا یا بقیہ نصف مرض الموت میں ہبہ نہیں کیا، بلکہ تندرستی میں ہبہ کیا تو اس صورت کو متعین کر کے جواب حاصل کیا جائے، آپ نے سوال میں کوئی تصریح نہیں کی اسلئے ایک شق کا جواب لکھ دیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۵ھ

---

[1] لان هبة المشاع الذى تمكن قسمته لايصح الخ البحرالرائق ،ص ۲۸۶/ج۷/ (مطبع كوئٹه) كتاب الهبة، خانية على هامش الهندية ص۲۶۷ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة المشاع، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] إذا وهب واحد فى مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة لا تصح تلك الهبة، اصلاً، لأن الهبة فى مرض الموت وصية، ولا وصية للوارث، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ مشاع

سوال:۔ایک شخص دو ہفتہ سے حبس بول میں مبتلا تھا جب وہ کسی ترکیب وعلاج سے دفع نہیں ہوا اور تکالیف مرض حد سے گذر کر امید صحت وزندگی بالکل باقی نہیں رہی تب اس حالت ناامیدی وتعطل عقل میں مریض نے اپنی جائیداد منقولہ کا۔جواز قسم زمینداری دوکانات ومکانات سکنیٰ کی تھی، اپنے چاروں لڑکوں کے نام بلاتصریح ان کے حصص باہمی کا ہبہ نامہ لکھدیا اور اس میں یہ بھی لکھدیا کہ موہوب لہٗ کو ہم نے قبضہ دے دیا مگر درحقیقت کسی قسم کا قبضہ واقعی وغیر واقعی اس وقت اب تک نہیں دیا گیا، واہب بدستور سابق قابض ودخیل ہے، اور اختیارات مالکانہ عمل میں لارہا ہے۔

(۲) سب جائیداد موہوبہ یعنی زمینداری دودکانات ومکانات دوسرے شرکاء کے ساتھ مشترک ہیں اور بلاتقسیم کے ہبہ کی گئی ہیں، نیز یہ کہ حصص جائیداد غیر منقسم بحق موہوب لہ ہبہ ہوئے، اس میں بھی موہوب لہٗ کے حصص کی صراحت نہیں ہے کہ کتنا حصہ کس کو ہبہ کیا گیا؟

(۳) مکانات مردانہ وزنانہ غیر منقسم کو بلااس اسباب واثاث البیت کے کہ جو واہب کا اس میں رکھا ہوا تھا، ہبہ کیا گیا ہے۔

(۴) وقت تحریر ہبہ نامہ کے تین موہوب لہ بروقت تجارت دور دراز مقامات میں تھے، صرف ایک موہوب لہٗ واہب کے پاس موجود تھا، مگر جلسہ تحریر ہبہ نامہ میں وہ بھی موجود نہ تھا، بلکہ کسی ضرورت سے باہر گیا ہوا تھا، اس لئے باہم واہب وموہوب لہ میں ہبہ کا ایجاب وقبول بھی نہیں ہوا۔

(۵) جب چند ہفتہ کے بعد واہب کو احتباس بول سے نجات ملی تب وہ بعض دیگر

(بقیہ اگلے صفحہ پر) شرح المجلة ص ۸۳-۴۸۴ ج ۱، الکتاب السابع فی الهبة، الفصل الثانی فی هبة المریض، رقم المادة (۸۷۹)، مطبوعه اتحاد دیوبند.

شکایتوں کے علاج کے لئے دہلی چلا گیا تب اس موہوب لہٗ حاضر نے بلا اجازت واطلاع واہب کے تقریباً تین مہینہ کے بعد درخواست داخل خارج دے کر اپنے نام اور دوسروں کے نام داخل خارج کرالیا، مگر اس کے بعد بھی کسی قسم کا قبضہ موہوب لہم کا نہیں ہوا۔

(۶) اب موہوب لہم میں سے دو شخص جائیداد موہوبہ کے منافع کے واہب سے دعویدار وطلب گار ہیں، واہب کو دینے سے اس لئے انکار ہے کہ ہبہ نامہ بوجوہات مذکورہ صدر غیر نافذ اور کالعدم وباطل ہے۔

بقیہ دو موہوب لہم کو بر بناء ہبہ نامہ کے کوئی دعویٰ جائیداد موہوبہ کے متعلق نہیں ہے، ان دونوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس نے تین مہینہ کے بعد درخواست داخل خارج دے کر اپنے نام ونیز دوسروں کے نام داخل خارج کرایا تھا۔

(۷) ہبہ نامہ متذکرہ صدر ماہ اگست ۱۹۳۱ء میں تحریر ہوا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں جو ہبہ نامہ تحریر ہوا اس کی وجہ سے لڑکوں کو قبضہ اور مطالبہ کا حق نہیں کیونکہ ہبہ کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے، اگر قبول نہ ہو تو قبضہ ضروری ہے، مجلس عقد میں قبضہ بلا اذن واہب درست ہوتا ہے، اور بعد المجلس واہب کے منع کرنے کی صورت میں درست نہیں ہوتا، اور اذن کی صورت میں درست ہوتا ہے، نیز تعطل حواس کی حالت میں جبکہ مرض کی وجہ سے عقل مخبوط ہو چکی ہو، عقد ہبہ وغیرہ صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح ہبہ مشاع (غیر منقسم) بھی صحیح نہیں ہوتا۔

”وتصح بایجاب وقبول ولوبالفعل فی حق الموهوب لهٗ، ثم شرائط صحتها فی الواهب العقل، والبلوغ، والملک، وفی الموهوب ان یکون مقبوضاً غیرمشاع، غیرمشغول، وتتم بالقبض الکامل فان قبض فی المجلس بلااذن

صح وبعده لابدمن الاذن، والحاصل انه إن اذن بالقبض صريحا، صح قبضه فی المجلس وبعده، ولونهاه لم يصح قبضه لافی المجلس ولابعده، لوكان الموهوب غائبا فذهب وقبض أن ياذن صح والا لااھ .سكب الانهر ،ص ۳۵۳/ج ۲/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۸/۵۸ھ

ان كان السوال كذٰلک فالجواب كذٰلک

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/شعبان ۵۸ھ

ہبہ مشاع

سوال:۔ایک قطعہ کھانا مین ۲/۷/سہام عبدالوہاب اور ۵/سہام حاجی عبدالرزاق کا حق وحصہ ہے، اوران لوگوں کے مابین مکان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے، اورتاحیات ان لوگوں کے مکان مشترک رہ گئے، علاوہ ازیں ایک قطعہ مکان مملوکہ ومقبوضہ حاجی عبدالرزاق، حاجی صاحب کے تین لڑکے عبدالرب، عبدالحفیظ، عبدالمجید، باحیات ہیں، ایک لڑکا عبدالعزیز حاجی صاحب کی حیات میں انتقال کرگیا، عبدالعزیز کے دولڑکے ممتاز احمد وشبیر احمد ہیں، حاجی عبدالرزاق وعبدالوہاب کے ورثاء میں تقسیم مکان کے بارے میں نزار پڑگئی، شبیر احمد ایک ہبہ نامہ کے ذریعہ ہردومکانات میں سے ایک چوتھائی حصہ پر استحقاق ظاہر کررہا ہے، ہبہ نامہ مذکور کے اندر مکان مشترک نہیں کیا گیا، بلکہ مسلم مکان کا مالک حاجی عبدالرزاق کو دکھلایا گیا ہے، اورجزوموہوبہ کوعلیحدہ ہی کیا گیا ہے، اورنہ حاجی صاحب نے ہی اپنی زندگی

[1] سكب الانهر علىٰ مجمع الانهر ص ۴۹۰-۴۹۲/ج۳/ كتاب الهبة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۶۸۷-۶۹۰ كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص ۸۴-۲۸۶ ج۷ كتاب الهبة.

میں کوئی جز الگ کر کے کسی کو دیا ہے، صورت مسئولہ میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ مشترک مکان میں سے بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ یا مملوکہ مکان میں سے بغیر علیحدہ کئے جزو موہوبہ کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور کیا ورثاء شرعی ہی ضروری ہے کہ مذکورہ ہبہ نامہ کی رو سے شبیر احمد کو مکانات میں سے ایک چوتھائی حصہ کر کے دیدی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی کوٹھری جو تقسیم ہو کر قابل انتفاع نہ رہے اسکے جز کو بلاتقسیم بھی ہبہ کرنا درست ہے، بڑا مکان جو تقسیم ہونے کے بعد قابل انتفاع باقی رہتا ہے، اس جز کو بلاتقسیم کے ہبہ کرنا درست نہیں، غیر کی ملک کو ہبہ کرنا بھی بے محل ہے "**وتصح هبة مشاع لايحتمل القسمة أى ليس من شأنه أن يقسم بمعنىٰ لايبقى منتفعابه بعد القسمةاصلا كعبد ودابة ولايبقى منتفعا به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذى كان قبل القسمة كالبيت الصغير والحمام لاتصح هبة ماأى مشاع يحتملها أى القسمة على وجه ينتفع بعد القسمة كماقبلها كالأرض والثوب والدار ونحو ذٰلک (مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر**[1]**ج ۲/ ص ۳۴۲/ كتاب الهبة)** جب کہ واہب نے موہوب لہٗ کا قبضہ جزو موہوب پر نہیں کرایا، اور تقسیم کر کے اپنی ملک سے ممتاز نہیں کیا، تو ہبہ قابل عمل نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ۱/۲/۸۶ھ

---

[1] مجمع الانهر، ج۳/ص ۴۹۴/ كتاب الهبة مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ص ۳۷۶ ج۴ كتاب الهبة، الباب الثانى فيما يجوز من الهبة وما لا يجوز.

[2] ثم شرائط صحتها فى الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع مميزاً غير مشغول،سكب الانهر على هامس المجمع ص ۴۹۰/۳، كتاب الهبة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامى كراچى ص ۶۸۸/۵، كتاب الهبة، بحر كوئٹه ص ۲۸۵/۵، كتاب الهبة،

ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ کسی کو نہیں دیں گے

سوال:۔ اگر کوئی شخص ہدیہ دے اور یہ پابندی لگادے کہ دوسرے کو دینے کی اجازت نہیں ہے، تو کیا اس طرح ہدیہ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہدیہ لینا تو درست ہے، مگر پابندی کا اقرار نہ کرے بلکہ تسلیم کرنے سے انکار کردے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبہ میں واپسی کی شرط

سوال:۔ (۱) ذیل میں ایک مسئلہ درج کیا جاتا ہے، اس کا شرعی طور پر جواب دیا جائے تو باعث شکر ہوگا۔

مولوی خواجہ حسین صاحب مرحوم

۱ احمد شریف لڑکا ۲/عبدالنبی فرزند ۳/حسین صاحب فرزند امام بی بی دختر

حسین بی بی محبوب بی بی دختر

بیوہ موجود موجود

اس مسئلہ کے واقعات یہ ہیں کہ مولوی خواجہ حسین نے اپنے لڑکے احمد شریف کے انتقال کے بعد اپنی بیوی کے نام تیس ایکڑ زمین کردی، اس شرط پر کہ بہوتا حیات اس سے

---

[1] وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة الخ الدرالمختار على الشامي زكريا، ج۸/ص۴۹۰/ اول كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ سكب الأنهر ۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

منتفع ہو، اور بعد وفات اراضی واپس کردے، اب خواجہ حسین کا انتقال ہوگیا، تو بہو ہبہ شدہ زمین اپنی لڑکی محبوب بی بی کے نام منتقل کرنا چاہتی ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) خواجہ حسین کی پوتی محبوب بی بی وارث ہے یا نہیں خواجہ حسین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی خواجہ حسین صاحب نے بیس ایکڑ زمین جو اپنی بہو (بڑے لڑکے احمد شریف مرحوم کی زوجہ کے نام ہبہ کرکے اس کا پورا قبضہ کرادیا ہے، یہ ہبہ شرعاً صحیح ہوگیا،[1] بیوہ اس کی مالک ہوگئی، یہ شرط کہ ''بعد وفات زمین واپس کردی جائے'' شرعاً معتبر نہیں، ابھی تو بیوہ حیات ہے، اور وہ خود مالک ہے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں، وہ جس کو چاہے دے سکتی ہے، کسی کو روکنے کا اختیار نہیں، بیوہ کی وفات کے بعد بھی کسی کو واپس لینے کا اختیار نہیں ''جاز العمریٰ للمعمرلهٗ ولورثته بعده لبطلان الشرط (درمختار) العمری هی ان یجعل داره له عمره فاذا مات ترد علیه اھ شامی، ج۵/ص ۵۳۰/۔[2]

البتہ خواجہ حسین صاحب کے ترکہ سے انکی پوتی محبوب بی بی کو میراث نہیں ملے گی،[3] اگر خواجہ حسین کے والدین اور بیوی پہلے وفات پاچکے ہیں، تو ان کا ترکہ اس طرح تقسیم

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الکامل (درمختار علی هامش الشامی، ج۸/ص۴۹۳/ (مطبوعه زکریا) کتاب الهبة.

[2] شامی (زکریا، ج۸/ص۵۱۷/کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقه، مجمع الأنهر ص۵۰۸ ج۳ وسکب الأنهر ص۵۰۸ ج۳، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ویسقطن بالابن، السراجی فی المیراث، ص۱۳/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۴۹۴ ج۸ کتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۵۲ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

ہوگا، کہ پانچ حصے بنا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو (عبدالنبی وحسین احمد) کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کی لڑکی (امام بی بی) کو ملے گا،[1] اگر ان کے ذمہ کوئی قرضہ ہو تو اس کی ادائے گی مقدم ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۷ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۱/۳/۸۷ھ

ہبہ میں قبضہ شرط ہے ورنہ وراثت ہوگی

سوال:۔(۱) زید نے دو نکاح کئے پہلی بیوی سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا ہے، زید کے دو مکان ہیں، ایک نیا ایک پرانا ہے، زید نے پرانے مکان کا تمام سامان اپنی پہلی بیوی کی اولاد میں تقسیم کر دیا تھا، اور مکان پر خود قابض رہے تھے اور مکان میں خود تصرف کرتے رہے، پہلی بیوی کے دو لڑکوں کو کچھ حصہ رہنے کے لئے دیا، اس کا کرایہ بھی ان سے وصول کرتے رہے، کچھ حصہ جو دوسرے کرایہ داروں کو دیا تھا، اس کا کرایہ بھی خود ہی وصول کرتے رہے، پھر پرانے حصہ کا کچھ دوسری بیوی کے لڑکے کو اس کی

---

[1] وامالبنات الصلب فاحوال ثلاث النصف للواحدة والثلثان للاثنين فصاعد ة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن، السراجی فی المیراث ،۱۲/ فصل فی النساء مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بزازیة علی هامش الهندیة مطبوعه دار الکتاب ص۴۵۵ج۶ کتاب الفرائض، الفصل الأول، عالمگیری ص۴۴۸ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعه دار الکتاب.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه ..... ثم تقضٰى ديونه من جميع ما بقى من ماله الخ السراجی فی المیراث ص۲ مطبوعه مکتبة الأسعدی سهارنپور، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۰ج۶ کتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۴۷ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

شادی کے دو تین سال بعد ہبہ کر دیا، اور ہبہ کئے ہوئے حصہ پر قبضہ بھی دے دیا وہ دوسری بیوی سے پیدا شدہ زید کا لڑکا زید کے دیئے ہوئے پرانے مکان کے حصے میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور کچھ اس میں کا حصہ کرایہ پر دے دیا، کرایہ خود لڑکا وصول کرتا ہے، زید نے کرایہ داروں سے کہہ بھی دیا کہ اس حصہ کا مالک یہ دوسری بیوی والا لڑکا ہے، اس کو کرایہ دیا کرو، البتہ باقی حصے پر خود تا زندگی قابض اور متصرف رہا، دوسرے نئے مکان کو زید نے حج سے واپسی کے بعد دوسری بیوی کے نام سرکاری طور پر باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دیا، اور بیوی کی اجازت سے کچھ حصہ کرایہ پر اٹھا دیا، کرایہ بیوی کے پاس آتا رہا۔

زید کے انتقال سے چند ماہ قبل اس کی دوسری بیوی مر گئی، اس کے مرنے کے بعد زید نے یہ تحریر دوسری بیوی کے لڑکے سے لکھوائی اور پڑھنے کے بعد دستخط کر دیئے، تحریر میں لکھا ہے کہ میں اپنا حق شوہری اپنی دوسری بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں، زید کے انتقال کے کئی سال بعد مکان کی تقسیم کا مسئلہ اٹھا زید کی پہلی بیوی کے لڑکے نے ایک سادہ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کی ہے، اور کہنے پر کہ دوسری بیوی کے جب کوئی اولاد نہ ہوئی تھی، اور نہ زید حج کے لئے گیا تھا، اس وقت کی یہ تحریر ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ (میں اپنا پرانا مکان پہلی بیوی کی اولاد کو دیتا ہوں اور دوسرا مکان دوسری بیوی کو دیتا ہوں اور جو گرہستی از سر نو باقی ہے، یہ آئندہ بٹے گی، اس کی مالک دوسری بیوی ہوگی) پس پہلی بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں رہے گا، زید کی اس تحریر کا کوئی علم اس کی زندگی میں دوسری بیوی کے لڑکے کو نہیں تھا، اب دریافت طلب یہ امور ہیں زید کی طرف منسوب یہ قدیم تحریر معتبر ہے یا نہیں اور اس کے مطابق یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں؟

(۲) زید کے مکان جدید قدیم میں سے کس کا ہبہ صحیح مانا جائے گا، اور کون مکان جائیداد متروکہ مان کر ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

(۳) زید کے انتقال پر یہ ورثاء ہیں پہلی بیوی کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں، دوسری بیوی کا ایک لڑکا ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قدیم تحریر کے تسلیم کرنے میں تأمل ہے وہ یہ کہ ''جن پرانے مکان کے متعلق پہلی بیوی کے لڑکوں کو دینا'' تحریر ہے، زید کا عمل اس سے انکار کرتا ہے، کیونکہ زندگی بھر اس مکان پر خود قابض ومتصرف رہا، اور کرایہ وصول کرتا رہا، حتی کہ اپنے لڑکوں کو جو حصہ دینے کے لئے دیا، ان سے بھی کرایہ وصول کیا جیسا کہ دوسرے کرایہ داروں سے اگر واقعۃً یہ تحریر زید کی ہو اور اس نے ہبہ کر بھی دیا ہو تب بھی موہوب لہٗ کا قبضہ وتصرف نہ ہونے کی وجہ سے ہبہ تام نہیں ہوا،[1] پس یہ مکان زید کا ترکہ ہے۔

(۲) جن مکان کے ہبہ کے بعد قبضہ بھی کرادیا اور اپنا قبضہ ہٹالیا وہ ہبہ صحیح ہے۔[2]

(۳) زید کا کل ترکہ جس میں مکان دوکان جائیداد گھر کا سامان اور نقد سب شامل ہیں، بعد ادائے دینِ مہر وغیرہ اسی حصے بنا کر ۱۰/ حصے مذکورہ بیوہ کو ملیں گے، سات سات حصے چاروں لڑکیوں کو ملیں گے، چودہ چودہ حصے پہلی بیوی کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، اور چودہ حصے دوسری بیوی کے لڑکے کو ملیں گے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

---

[1] ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملك للموهوب له ٗقبل القبض عالمگيری، ج۴/ ص۳۷۴/ كتاب الهبة، الباب الأول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، درمختار على هامش الشامی ،ج۸/ص۴۸۹/ (زكريا)كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وتتم الهبة بالقبض الكامل وكل الموهوب لهٗ رجلين بقبض الدار فقبضاها جاز، شامی (زكريا) ص۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، سكب الأنهر ص۴۹۰، ج۳، مع مجمع الأنهر ص۴۹۱، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[3] اما للزوجات فحالتان الىٰ قولهٖ والثمن مع الولد اوولدالابن وان سفل واما لبنات الصلب فاحوال ثلاث الى قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين فصاعدة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ بالشرط

سوال: ۔زید اور عمر آپس میں دوست ہیں دونوں میں تعلقات کثیرہ ہیں، زید نے عمر سے کہا کہ فلاں شئی مجھے ہبہ کردے، عمر نے اس شرط پر کی کہ تم یہاں سے گھر نہیں لے جاسکتے ،ہم دونوں استعمال کریں گے، لیکن ملک تمہاری ہے اور قبضہ کرادیا، اب کئی سال کے بعد زید اس شئی کو گھر یا اور کہیں لے جانا چاہتا ہے، اور عمر اس کے انتفاع سے بالکل محروم رہ جاوے گا نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے یہ شرط اس وقت قبول نہیں کی تھی، بلکہ میں نے تو اتنی مقدار پیسے دیدیئے تھے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہبہ نہیں ہوا تھا، بلکہ بیع ہوئی تھی، اور عمر کہتا ہے کہ اس شئی کے عوض کچھ پیسہ نہیں دیا گیا، اور نیز عمر کہتا ہے کہ اگر آپ نے مقدار معین دی تھی تو میں ادا کردونگا، اور وہ شئی مجھے دیدی جائے، اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہبہ صحیح ہے شرط باطل ہے، واپس لینا مکروہ تحریمی ہے اگر پیسے دینے کا ثبوت ہو تو واپسی کا مطالبہ بالکل ناجائز ہے ،اور خلاف شرع ہے ، " **قال اصحابنا جميعاً اذاوهب هبةً وشرط فيها شرطاً فاسداً فالهبة جائزة والشرط باطل** اھ **فتاویٰ عالمگیری**،ص ۳۹۶/ج۴/[1] **ويصح الرجوع فيها اى فى الهبة كلاً اوبعضاً ولكن**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) السراجی فی المیراث، ص ۱۱/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص۴۴۸،۴۵۰ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۷۰ج۶ کتاب الفرائض.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری ،ص ۳۹۶/ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) الباب الثامن فی حکم الشرط فی الهبة کتاب الهبة، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۴۹۰ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۸۸ ج۶ کتاب الهبة.

یکرہ تحریماً ویمنع منہ حروف دمع خزقۃ مجمع الانھر، ص ۳۵۹/ج ۲/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینا

سوال:۔ ایک شخص وقف علیٰ الاولاد کرنا چاہتا ہے، یا اولاد کو ہبہ کرنا چاہتا ہے، اور اس میں تفریق وترجیح کا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے، بعض اولاد کو قریباً کل منافع وقف یا ہبہ کرنا چاہتا ہے، اور بعض کو ایسا جز جو غیر معتد بہ ہو دیتا ہے، تو یہ تفضیل وترجیح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نعمان ابن بشیرؓ صحابی کا قصہ جنہوں نے اپنی بعض اولاد کو بعض اولاد پر ہبہ اور عطیہ میں ترجیح دی تھی، مہربانی فرما کر اس کا ترجمہ فرما دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تفریق وترجیح بلا وجہ شرعی گناہ ہے، یعنی اگر ایک کو نقصان پہنچانا مقصود ہو اور دوسرے کو نفع پہونچانا مقصود ہو اور کوئی وجہ شرعی اس نفع اور نقصان کی نہ ہو تو ایسا کرنا گناہ ہے تاہم ایسا کرنے سے ہبہ صحیح ہو جائے گا، یعنی جس کو کم ملا ہے، اس کو شرعاً حق نہیں کہ وہ زیادہ والے سے ہبہ کرائے، اور اگر کوئی وجہ شرعی ہے مثلاً یہ کہ جس کو زیادہ دیتا ہے، وہ صالح اور دیندار ہے اور اسی وجہ سے اس کو زیادہ دیتا ہے، اور جس کو کم دیتا ہے، وہ بدچلن، اور غیر متدین ہے، اور اسی وجہ سے اسکو کم دیتا ہے، تو ایسا کرنا گناہ نہیں، بلکہ جائز ہے، حتی کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ میری اولاد تمام مال اور جائیداد کو خدا کی نافرمانی میں صرف کر دے گی تو اس کے لئے بہتر ہے

[1] مجمع الانھر، ص ۴۹۹/ج۳/کتاب الھبۃ، باب الرجوع عنھا، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۹۸ ج۶ باب الرجوع فی الھبۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۹۰-۲۹۱ ج۷ باب الرجوع فی الھبۃ.

کہ اپنی اولاد کے واسطے کچھ نہ چھوڑے بلکہ اپنا مال تمام مصارف خیر میں صرف کردے[۱]، ''عن النعمان بن بشیرؓ أن أباہ اتیٰ بہ الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال انی نحلت ابنی ھٰذاغلاماً فقال اکل ولدک نحلت مثلہ قال لاقال فارجعہ .بخاری شریف''۔[۲]

ترجمہ:۔نعمان ابن بشیر سے روایت ہے کہ ان کے باپ ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہر اولاد کو ایسا ہی دیا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے رجوع کرلو !(بخاری شریف) ''قال الطیبی، فیہ استحباب التسویۃ بین الاولاد فی الھبۃ فلایفضل بعضھم علیٰ بعض الیٰ قولہ ولو وھب بعضھم دون بعض فمذھب الشافعیؒ ومالکؒ وابی حنیفۃؒ انہ مکروہ ولیس بحرام والھبۃ صحیحۃ[۳]۔ ولووھب جمیع مالہ من ابنہ جاز قضاء وھو اٰثم نص علیہ محمدؒ ولوخص بعض اولادہ لزیادۃ رشدہ لابأس بہ وان کان سواء .[۴]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات مستحب ہے، پس بعض

---

[۱] سیأتی تخریجہ

[۲] بخاری شریف ص۳۵۲/ج۱/ مکتبہ اشرفی دیوبند، حدیث نمبر۲۵۱۴/ کتاب الھبۃ، باب الھبۃ للولد،

[۳] طیبی شرح مشکوٰۃ ،ص ۱۸۱/ج۶/ (مطبع کراچی) کتاب البیوع، باب العطایا، باب بلا ترجمۃ، الفصل الأول، تحت حدیث النعمان بن بشر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف ص۳۷۷ج۳ المصدر السابق، مطبوعہ بمبئی، شرح نووی علی ھامش المسلم ص۳۷ج۲ کتاب الھبات، باب کراھۃ تفصیل بعض الأود وفی الھبۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[۴] بزازیہ علیٰ الھند یۃ ،ص ۲۳۷/ج۶/ مطبع کوئٹہ ،کتاب الھبۃ، الجنس الثالث فی ھبۃ الصغیر، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۱ج۴ کتاب الھبۃ، الباب السادس فی الھبۃ للصغیر، در مختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۱و۵۰۲ ج۸ کتاب الھبۃ،

کو بعض پر فضیلت نہ دے، اور اگر بعض کو دیا اور بعض کو نہ دیا تو امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، اور اگر تمام مال ایک لڑکے کو دیدیا تو قضاءً جائز ہے، اور گنہگار ہوگا، اور امام محمدؒ نے اس کو صراحۃً بیان کیا ہے، اور بعض کو اس کی نیکی کی وجہ سے ہبہ کے ساتھ مخصوص کرلیا ہے، تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور جو سب برابر ہوں تو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔"رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون اثماً فی ماصنع وان کان فی ولده فاسق لاینبغی ان یعطیه اکثرمن قوته کی لایصیر معیناله فی المعصیة ولوکان ولده فاسقاً وارادان یصرف ماله الیٰ وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیرلهٗ من ترکه ولوکان الولد مشتغلاً بالعلم لابالکسب فلا بأس بان یفضله"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح:۔سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/شعبان ۱۳۵۵ھ

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثہ پر تقسیم کرنا

سوال:۔(۱) زید ابھی حیات ہے، لیکن بطور حفظ ماتقدم کہ آئندہ اہل میں جھگڑا وفساد نہ ہو اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرمارہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس

---

[1] عالمگیری ص ۳۹۱/ج۴/ مطبع کوئٹہ، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة الصغیر، بزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۲۳۷/۶، کتاب الهبة، الجنس الثالث، خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولهٖ الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

لئے اپنی زندگی میں جس کو جتنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے، یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

(۳) اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حسب ذیل حالات ہیں جو درج ذیل ہیں، براہِ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہئے تحریر فرمادیا جائے، تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے زید اور اس کے ورثاء عنداللہ ماجور ہوسکیں؟ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں ایک کا نام حفیظہ بیگم مرحومہ ہے، جس کے بطن سے ۴/مرد ولد ہیں، اور دولڑکیاں ہیں جو بالغ ہیں، ان میں سے دولڑکوں کی اور لڑکیوں کی شادی ہوگئی ہے، نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات ہیں، ان کا نام بی بی پاشا جہاں ہے، ان کے بطن سے ۳/ لڑکے اور دولڑکیاں ہیں، جن میں سے ایک لڑکی بالغ ہے، اور شادی بھی ہوگئی ہے، باقی دولڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں، ترکہ کی تقسیم میں لڑکے کو کتنا حصہ ملے گا، اور لڑکی کو کیا اور بیوی کا کیا حصہ ہوتا ہے، نیز مرحوم بیوی کا حصہ بھی نکلا جانا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر نکلا جانا ضروری ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد ہوسکتی ہے یا کل ورثاء میں زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے، براہِ کرم اس کا جواب جلد از جلد مطلوب ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد میں تصرف کا مختار ہے جس کو جس قدر مناسب سمجھے دیدے کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو اس لئے ایسی حالت میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے،[1] آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے،[2] بقیہ کو

---

[1] عن ابی یوسفؒ انه لابأس به اذالم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل مایعطی للابن وعلیه الفتوی. عالمگیری، ص ۳۹۱/ ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گیارہ حصے بنا کر ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دیدیا جائے، مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں،[1] لیکن اگر اس کا مہر باقی ہو ادا نہ کیا گیا ہو نہ اس نے معاف کیا ہو تو وہ اس کے ورثہ کو ملے گا،[2] جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۱۴۰۶ھ

وارثوں کو ہبہ کرنا

سوال: ۔زید نے اپنی زندگی میں جائیداد، دولڑکی اور تین لڑکوں کے درمیان اس طور پر تقسیم کی کہ سب سے عمدہ زمین دولڑکیوں کو دوڈھائی بیگہ دی اور یہ کہا کہ تم کو کم تو ضرور دی مگر سب سے عمدہ زمین دی، اور تین لڑکوں میں بقیہ زمین تقسیم کردی، تینوں کو علیحدہ علیحدہ گیارہ گیارہ بیگہ زمین دی، زید نے لڑکوں سے کہہ دیا کہ اس سے زائد نہیں ملے گا، بقیہ زمین اپنے

(بقیہ اگلے صفحہ پر) کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغير، در مختار مع الشامی زکریا ص ۵۰۱، ۵۰۲ ج۸ کتاب الهبة، قاضی خان علی الهندية ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولدهٖ الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] اما للزوجات فحالتان، الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل والثمن مع الولد أو ولد الإبن وإن سفل، السراجی فی الميراث ص۷ فصل فی النساء، مطبوعه مكتبه الأسعدی سهارنپور، عالمگيری ص ۴۵۰ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الثانی، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

(صفحہ ہذا) [1] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقةً أو حكماً ..... ووجود وارثه عند موته حياً حقيقة أو تقديراً، سكب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۴۹۴ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی كراچی ص ۷۵۸ ج۶ كتاب الفرائض.

[2] لأنه كان ديناً فی ذمته فلا يسقط بالموت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۸۴ ج۳، كتاب النكاح، باب المهر.

خرچ کے لئے رکھ لی اخیر میں لڑکوں کے حوالہ کی باضابطہ قانونی رجسٹری نہیں کرایا، زبانی ہبہ انہوں نے کردیا، اس ہبہ کو شریعت مانتی ہے کہ نہیں؟ اب دو بہن وغیرہ زید کی موت کے بعد بھائیوں سے حصہ طلب کرتی ہیں، اب ان لوگوں کا حصہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والد اپنی صحت تندرستی کی حالت میں اپنی اولاد لڑکے اور لڑکی کو جو چیز دیدے، یعنی ہبہ کردے اور اپنا قبضہ اُٹھا کر اس کا قبضہ کرادے وہ چیز اس کی ملک ہوجاتی ہے، چاہے زبانی ہبہ کیا ہو یا تحریر بھی لکھ دی ہو، وہ چیز ترکہ نہیں بنے گی، اور دوسروں کو تقسیم کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، کسی کو کم دے یا زیادہ دے، البتہ کسی وارث کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی اگر والد نے نیت کی ہو تو اس سے والد کو گناہ ہوگا، اس لئے والد کو چاہئے کہ سب اولاد کو برابر دے، لڑکے اور لڑکی ہر دو کا حصہ برابر رکھے، ایسا نہ کرے کہ لڑکے کو لڑکی سے دوہرا حصہ دیدے، یہ حکم میراث کا ہے "**وفی الخانیة لابأس بتفضیل بعض الا ولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذافی العطایا ان لم یقصد به الا ضرار وان قصده یسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی ولووهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم درمختار**[1]، ج۴/ص ۵۱۳/ اگر مرض الموت میں رہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، اور وصیت بحق وارث درست نہیں "**وکونه غیر وارث وقت الموت**" (**درمختار علی هامش الشامی نعمانیه**، ج۵/ص ۳۱۶/[2]) پس اگر والد نے تندرستی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص۶۹۶/کتاب الهبة، خانیة علی هامش الهندیة ص ۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۸ ج۷ کتاب الهبة، فروع.

[2] درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۶۴۹/اول کتاب الوصایا، مجمع الأنهر ص۴۱۷ ج۴ مع سکب الأنهر ص۴۱۷ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کی حالت میں مرض الموت سے پہلے دولڑکی اور تین لڑکوں کو زمین طریقہ مذکورہ پر دی اور ہر ایک کا قبضہ اس کے حصہ پر کرایا ہے، تو وہ ہبہ صحیح معتبر ہو گیا[1] اس میں وارثت جاری نہ ہوگی، جس کو کم ملا ہے، اس کو مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، ہاں اگر والد کا مقصود لڑکیوں کو نقصان پہنچانا تھا، تو اس سے گناہ ہوا، اگر زبانی ہبہ تو کیا مگر بطریق معروف قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا، اس میں وراثت جاری ہوگی، اور وراثت میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوہرا ہوگا، مثلاً اگر ورثاء صرف یہی دولڑکی اور تین لڑکے ہوں، بیوی اور والدین کا پہلے انتقال ہو چکا ہے، تو مرحومہ کا ترکہ جس میں وہ زمین بھی داخل ہے، جس پر ہبہ کے بعد قبضہ نہیں کرایا مرض الموت میں ہبہ کیا ہے آٹھ حصہ بنا کر دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے، ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹۲/۵ھ

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے کا طریقہ

سوال:۔ زید اپنی حیات میں اس کے پاس جو ہے وہ اپنی اولادوں میں تقسیم کردے، زید مذکور کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، تو فی روپیہ کیا نکلتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حق وراثت تو زید کے انتقال کے بعد ہوگا، اگر رفع نزاع کے لئے اپنی زندگی میں

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل(درمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص ۶۹۰/ کتاب الهبة)، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری ص۳۷۷ ج۴ کتاب الهبة، الباب الثانی، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] للذكر مثل حظ الانثيين ،الاية ،سوره نساء آيت ۱۱/.

ترجمہ:. لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔(بیان القرآن)

دینا چاہے تو ان سب کو برابر دے یہی مناسب ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی کو ایک تہائی ہبہ لڑکے کو دو تہائی

سوال:۔ زید کے ایک دختر اور ایک خوردسال پسر تھا، جوان ہونے پر دختر کی شادی کردی اور اپنا اثاث البیت بقدر ایک تہائی کے بطور جہیز کے اس کی شادی میں دیدیا تھا، بقایا دو تہائی اس بھائی خوردسالہ کے لئے محفوظ رکھا کہ وہ جب بالغ ہوجائے اپنے سامان کو تصرف میں لائے، اور زید بیمار ہوگیا، زید کی بیماری کی حالت میں تہائی سامان بھائی کا بہن لے گئی، اور اپنا تہائی سامان مقفل کرکے اسی مکان میں رہنے دیا، بھائی نے بالغ ہوکر بہن کے ایک تہائی کو اپنا بیان کرکے عدالت میں دعویٰ دائر کردیا، اور عدالت نے سامان مذکور بھائی کو دیدیا، کیا بھائی اپنے دو تہائی کے عوض میں ایک تہائی سامان بہن کا اپنے تصرف میں لاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں زید نے اپنی لڑکی کے حوالہ کردیا، اس میں تو کوئی تردد نہیں کہ وہ لڑکی کی ملک ہے اور جو باقی رہا وہ اگر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کردیا کہ میں اس کو دے چکا ہوں یہ اس کی ملک ہے، تو وہ سب اس لڑکے کی ملک ہوگیا، اس میں لڑکی یا کسی دوسرے وارث کا کوئی حصہ نہیں، ایسی حالت میں بہن نے جو بھائی کا سامان لیا

---

[1] وینبغی للرجل ان یعد ل بین اولادہ فی النحلیٰ الخ بدائع الصنائع ،ص ۱۲۷/ج۶/ (مطبوعہ کراچی) کتاب الھبۃ : قبیل فصل فی حکم الھبۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۸ ج۷ کتاب الھبۃ، فروع، عالمگیری ص ۳۹۱ ج۴ الباب السادس فی الھبۃ للصغیر، کتاب الھبۃ، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

ہے، وہ غصب اور ناجائز ہے، اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کا سامان واپس کردے،[۱] اور بھائی کو حق ہے کہ اپنا سامان واپس لے لے، اگر بہن بعینہٖ وہ سامان واپس نہ دے، تو جس طرح ممکن ہو اپنا حق وصول کرے،[۲] اور یہ اس وقت ہے کہ لڑکے کو بحالت صحت وتندرستی ہبہ کیا ہو، اگر مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، یا ہبہ نہیں کیا یعنی زبان سے نہ کہا محض دل میں نیت تھی کہ یہ اس کو دیدونگا، تو اسمیں زید کے انتقال کے بعد شرعی طور پر میراث جاری ہوگی،[۳] جس کی تفصیل پورے ورثاء کے ظاہر کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے تاہم لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوہرا ہوگا، لڑکی نے جب اپنے حق سے زیادہ لیا ہے، تو لڑکا اس زیادتی سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے!

نابالغ بچہ کو اگر باپ کوئی شئی ہبہ کرے تو اس میں صرف عقد ہبہ کافی ہوتا ہے، اس بچہ کا قبضہ تمامیت ہبہ کے لئے ضروری نہیں ہوتا، بالغ کو اگر ہبہ کرے تو اس میں قبضہ ضروری ہوتا ہے،[۴] مرض الموت کی حالت میں ہبہ کرنا وصیت کے حکم میں ہے، اور وارث کے حق میں

---

[۱] ویجب ردعین المغضوب فی مکان غصبه اومثله ان هلک الخ درالمختار علی الشامی، ص ۲۶۶/ ج۹/ مطبع زکریادیوبند، مطبوعه کراچی ص ۱۸۲/ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب الخ، مجمع الأنهر ص۷۸ج۴ کتاب الغصب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع کراچی ص۱۴۸ ج۷ کتاب الغصب، فصل فی حکم الغصب.

[۲] لیس لذی الحق أن یأخذ غیر جنس حقه قال الشامی تحته : ان عدم الجواز کان فی زمانهم اما الیوم فالفتویٰ علیٰ الجواز الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص ۶۰۶/ج۹/ مطبوعه کراچی،ص ۴۲۲/ج۶/ کتاب الخطر والاباحة، فصل فی البیع)

[۳] لا تجوز هبة المریض ولا صدقته إلا مقبوضة فاذا قبضت جازت من الثلث وإذ مات الواهب قبل التسلیم بطلت ..... لان حق الورثة یتعلق بمال المریض، عالمگیر ص۴۰۰ج۴ کتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المریض، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، المحیط البرهانی ص۲۰۵ج۹ کتاب الهبة والصدقة، الفصل العاشر فی هبة المریض، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۴] وهبة الاب لطفله تتم بالعقد لان قبض الاب ینوب عنه الیٰ قوله وقید بالطفل لان الهبة للولد الکبیر لاتتم الابقبضه الخ البحرالرائق،ص ۲۸۸/ج۷/مطبوعه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وصیت نافذ نہیں ہوتی، تاوقتیکہ دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم

صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ ہذا ۵/ربیع الاول ۵۹ھ

اولاد کو ہبہ میں کمی بیشی

سوال:۔ احقر کے کل دس بچے ہیں، سات لڑکے اور تین لڑکیاں، جس میں دو لڑکے ابھی نابالغ ہیں اور تعلیم حاصل کررہے ہیں، میری زوجہ بھی حیات ہیں، میرے چار لڑکے مجھ سے قطع تعلق کرکے اپنا الگ کاروبار کرتے ہیں، جس وقت یہ لڑکے مجھ سے الگ ہوئے ہیں میں نے ان کو گذراوقات اور کاروبا کے لئے ایک معقول رقم بھی دیدی تھی، لیکن ان میں سے بعض نے اپنی غلط کاری اور بے راہ روی کی وجہ سے وہ ساری رقم لہوولعب میں صرف کرڈالی، میں نے ان کو بارہا سمجھانے کی کوشش کی، مگر یہ میری ایک بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں، غرضیکہ یہ چاروں لڑکے بالکل نالائق ہیں، اورانہیں حقوق والدین کی کوئی پرواہ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) كتاب الهبة، شرح المجلة ص٦٧و٤٦٨ ج١، الكتاب السابع فى الهبة، الباب الأول، الفصل الأول، رقم المواد (٨٥٠/٨٥١)، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، عالمگيرى ص٣٩٣ ج٤ كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

(**صفحہ ہذا**) [1] إذا وهب واحد فى مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة، لا تصح تلك الهبة اصلاً، لأن الهبة فى مرض الموت وصية، ولاوصية للوارث، شرح المجلة ص٤٨٣ ج١ رقم المادة (٨٧٩) الكتاب السابع فى الهبة، الباب الثالث فى أحكام الهبة، الفصل الثانى فى هبة المريض، سكب الانهر علىٰ مجمع الانهر ص٤١٨/ ج٤/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الوصايا، بدائع الصنائع ص٤٣٠ ج٦ كتاب الوصايا، شرائط الركن، مطبوعه زكريا ديوبند.

نہیں ہے، البتہ ایک لڑکا جو بالغ ہے اور دو نابالغ لڑکے میرے پاس رہتے ہیں، اور حتی الوسع آداب حقوق ادا کرتے ہیں، ان تینوں کو میں نے اپنی تجارت میں قانوناً اپنا شریک بھی کرلیا ہے، ان میں جو بڑا ہے، اس کے ذمہ تجارت کی ساری ذمہ داری ہے، میں بھی پیرانہ سالی کی وجہ سے اب کسی لائق نہیں ہوں، میری خواہش یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ہی تمام بچوں کو اپنی جائیداد تقسیم کردوں تاکہ میرے بعد ان میں باہم اختلاف نہ ہو، لیکن میری خواہش یہ ہے کہ جس لڑکے نے میری خدمت کی ہے، اور میرے ساتھ رہتا ہے، اس کو بنسبت اور لڑکوں کے زیادہ دوں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مجھ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تقسیم جائیداد میں کمی وبیشی کرسکوں؟ دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ میں نے جن تینوں لڑکوں کو تجارت میں شریک کیا ہے، تو کیا وہ شرعاً اموالِ تجارت میں شریک ہیں یا نہیں؟ میں ہی اس کا مالک ہوں تیسری بات تو یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں سب کے حصص تقسیم کردوں، اور بعض کو قبضہ دیدوں، اور بعض کو قبضہ میری زندگی کے بعد حاصل ہوگا، تو یہ صورت شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جن بچوں کو میں اپنی زندگی میں ان کا حصہ دینا نہیں چاہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس جائیداد کو برباد کرڈالیں گے، اور میں اپنی آنکھوں بربادی دیکھنا پسند نہیں کرتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اولاد میں مساوات کی ترغیب دی ہے،[1] کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینے سے منع فرمایا ہے، بایں ہمہ یہ حکم وجوبی نہیں،

---

[1] قال فاتقوااللّٰہ واعد لوابین اولادکم، الحدیث، عن النعمان بن بشیر .مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۱/۱/ مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب العطایا، باب بلاترجمہ الفصل الاول، بخاری شریف ص۳۵۲ج۱ کتاب الھبۃ، باب الإشھاد فی الھبۃ، رقم الحدیث (۲۵۱۵) مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم کرو۔

اگر کسی کو اس کی ضروریات اور حاجت یا دینی مشغلہ یا دیگر فضائل کی وجہ سے زیادہ دیدے اور مقصود دوسرے کو نقصان پہنچانا نہ ہو تب بھی منع نہیں بلکہ جائز ہے،[1] اور نعمان بن بشیرؓ کا واقعہ احادیث میں مذکور ہے، جس سے مساوات کا حکم معلوم ہوتا ہے، مگر اس حکم کے کلیۃً وجوبی ہونے پر شراحِ حدیث نے اشکال کیا ہے، عینی[2] شرح بخاری، ص ۲۷۱/ج ۶/[3] فتح الباری، ۱۶۹/ج ۵/ اوجز[4] المسالک شرح مؤطا امام مالک، ص ۳۳۰/ میں احادیث اور روایات کی روشنی میں ایسے دس قرائن پیش کئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم قطعی نہیں ہے، مصالح کے پیش نظر کمی وزیادتی کی بھی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابن عمرؓ نے مساوات کا لحاظ نہیں رکھا ہے، بلکہ کمی زیادتی کے ساتھ اولاد کو ہبہ کیا ہے، طحاوی، ص ۲۴۵/[5] ج ۲/ اور اوجز[6] المسالک، ص ۲۲۰/ج ۵/ اور اعلاء السنن،[7]

---

[1] قال ابویوسفؒ یجب التسویة ان قصد بالتفضیل الاضرار وذهب الجمهور الیٰ ان التسویة مستحبة فان فضل بعضاً صح وکره الخ، عمدة القاری ص۱۴۶/ج۶، الجزء الثالث عشر، مطبع دارالفکربیروت، کتاب الهبة، باب الاشهادفی الهبة،

[2] وذهب الجمهور الی ان التسویة مستحبة، فإن فضل بعضاً صح وکره، الی قوله، وأجاب من حمل الأمر بالتسویة علی الندب عن حدیث النعمان بأجوبة الخ،

[3] فتح الباری ص۵۳۰، ۵۳۱ج۵ کتاب الهبة، باب الإشهاد فی الهبة، رقم الحدیث (۲۵۸۷) مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[4] أوجز المسالک شرح مؤطا للإمام مالکؒ ص۳۳۰و۳۳۳ج۵ ما لا یجوز من النحل، مطبوعه یحیوی سهارنپور، مطبوعه مکتبة الإمدادیة مکة المکرمة ص۲۵۷-۲۵۸ ج۱۲ کتاب الأقضیة، ما لا یجوز من النحل.

[5] وهذا عبدالرحمن بن عوف قد فضل بعض اولاده ایضاً الخ طحاوی شریف، ص۲۴۵/ج۲/ (مطبوعه دهلی) باب الرجل ینحل بعض بنیه دون بعض، کتاب الهبة.

[6] اوجز المسالک، ۳۳۱/ج۵/ مالایجوز من النخل، مطبوعه مکتبه یحیوی سهارنپور، مطبوعه مکتبة الإمدادیة مکة المکرمة ص۲۵۸ ج۱۲ کتاب الأقضیة.

[7] اعلاء السنن ص ۱۶/۷۹، مطبوعه المکة المکرمة، کتاب الهبة، هبة المشاع لاتکون باطلة الخ،

ص ۷۹/ ج ۶/ میں یہ روایت موجود ہے، یہ جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حدیث کا مطلب زیادہ صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے تھے[1]

(۲) اگر آپ نے قانونی مصالح کی بناء پر محض کاغذات میں ان کا نام درج کرالیا ہے، واقعۃً ان کو مالک بنا کر شریک نہیں کیا، تو وہ مالک ہوئے نہ شریک آپ تنہا مالک ہیں، اور اگر واقعۃً مالک بنا کر شریک کیا ہے، تو وہ مالک ہو گئے۔

تقسیم کر دینے کا آپ کو پورا حق ہے لیکن جس کو قبضہ نہیں دین گے اس کے حق میں ہبہ تام اور نافذ نہیں ہوگا،[2] اس پر آپ کی ملک باقی رہے گی، بعد الوفات وہ آپ کا ترکہ ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

مرض الموت میں ہبہ وارث کیلئے

سوال:۔ مسمیٰ کالے خاں دو بیٹے عبداللہ خاں وحبیب خاں چھوڑ کر فوت ہوا، ان میں سے عبداللہ خاں کے دو بیٹے ایک بیٹی تھی، عبداللہ خاں مرض الموت میں مبتلا ہوا، تو اس کے دونوں لڑکوں نے کل جائیداد باپ کی اپنے نام رجسٹری کرالی اور باپ کی اس پر تصدیق

---

[1] وقد ثبت عن أبی بکر وعمر وعبد الرحمن بن عوف وابن عمر أنهم نحلوا بعض أولادهم دون بعض، إعلاء السنن ص۹۷ ج۱۶ کتاب الهبة، الجواب القاطع فی تفصیل بعض الأولاد علی بعض فی الهبة، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

[2] چونکہ یہ ہبہ ہے اور ہبہ کیلئے قبضہ دلانا اور مالک بنانا شرط ہے" ومنهاان یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض الخ عالمگیری ،ص ۳۷۴/ ج۴/ (مطبوعه کویٹه) کتاب الهبة، الباب الاول، بدائع زکریا ص۱۷۶ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض، در مختار علی الشامی کراچی ص ۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة.

کرالی گویا باپ نے خود ہی دونوں بیٹوں کے نام کل جائیداد کردی مرض الموت میں، اور لڑکی کو محروم کردیا، یعنی لڑکی کے نام کچھ نہیں کیا، اندریں صورت دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کو از روئے شرع کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ باپ کے ہوش وحواس ہی بوقت تصدیق نامہ نہ تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبداللہ خاں کے جو دونوں بیٹوں نے رجسٹری کرائی ہے، بظاہر یہ ہبہ نامہ ہے، لہٰذا ہبہ نامہ کا ہی حکم جواب میں تحریر ہے، مرض الموت میں ہبہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے، اگر ہوش وحواس بجا ہوں، اور مرض الموت میں ہبہ کرکے موہوب لہ کا قبضہ کرادے تو ایک ثلث میں جاری ہوگا،[1] اگر قبضہ کی نوبت نہیں آئی کہ واہب کا انتقال ہوگیا تو ہبہ بے کار اور کالعدم ہوگیا،[2] اور اگر ہوش وحواس درست نہیں تھے، تو اس ہبہ کا شروع ہی سے کوئی اعتبار نہیں، خواہ قبضہ ہو یا نہ ہو،[3] صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ہبہ بیٹوں کے حق میں کیا گیا ہے، جو کہ شرعاً وارث بھی ہیں، اس لئے ہبہ ناجائز ہے، کیونکہ وارث کے حق میں وصیت شرعاً نافذ

---

[1] الهبة والصدقة من المريض لوارثة نظير الوصية لانه وصية حكما حتى تعتبر من الثلث الخ مجمع الانهر ،ص ۴۲۴/ج۴/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الوصايا ،قبيل باب الوصية بثلث المال، عالمگيری ص۴۰۰ج۴ كتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المريض، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] وإذا مات الواهب قبل التسليم بطلت، عالمگيری كوئٹه ص۴۰۰ج۴ كتاب الهبة، الباب العاشر، المحيط البرهانی ص۲۰۵ ج۹ كتاب الهبة والصدقة، الفصل العاشر، مطبوعه ڈابهيل، مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج۳ كتاب الهبة، باب الرجوع عنها، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ، تنوير الأبصار مع الدر المختار كراچی ص۶۸۷ ج۵ كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ مع سكب الأنهر ص۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں ہوتی ، جب تک دیگر ورثہ اجازت نہ دیں ، پس اگر عبداللہ خاں کے صرف دو بیٹے اور بیٹی ہی وارث ہیں، تو یہ ہبہ بیٹی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ اجازت دیتی ہے تو نافذ رہے گا، ورنہ نافذ نہیں،[1] بلکہ اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی، جس کی صورت یہ ہے کہ مسمیٰ کالیخاں کی جائیداد اور کل ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ دو حصہ کر کے نصف کا مالک حبیب خاں ہوگا،[2] اور نصف کا عبداللہ خاں پھر اس نصف کے پانچ حصے ہوں گے، دو، دو ہر لڑکے کو اور ایک لڑکی کو ملے گا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح:۔ سوال کے مطابق جواب صحیح ہے، بہتر یہ ہے کہ اصل کاغذ کی نقل استفتاء کے ہمراہ آتی تاکہ اس میں غور کرلیا جاتا۔

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۶۴ھ

زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں

سوال:۔ شوہر نے کچھ روپے بطورِ امانت کسی کے پاس رکھے تاکہ ہندہ خود خرچ نہ

---

[1] وأن الوصية للوارث لا تجوز إلا بإجازة الورثة، البحر الرائق كوئٹه ص۴۰۳ ج۸ كتاب الوصايا، مجمع الأنهر ص۴۱۷ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع زكريا ص۴۳۴ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن.

[2] العصبة وهو يأخذ ما أبقته الفرائض، وعند الإنفراد يحرز جميع المال، ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص۵۰۳ ج۴ كتاب الفرائض، فصل فى العصبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۷۷۴ ج۶ كتاب الفرائض، فصل فى العصبات.

[3] قال تعالىٰ : للذكر مثل حك الأنثيين، الآية، سورة النساء آيت ۱۱ .

کردے، یا ماں باپ کو نہ دیدے، ہندہ کہتی تھی کہ میں لوں گی، شوہر نے کہا کہ لے لو، لیکن اس کو دیا نہیں، وہ روپیہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شوہر کے اس کہنے سے کہ تم لے لو وہ روپیہ ہندہ کی ملک نہیں ہوا، اگر شوہر اس سے روپیہ لے کر ہندہ کو دیدیتا اور ہندہ اس پر قبضہ کرلیتی تو ہندہ کا ہوجاتا، لہٰذا وہ روپیہ شوہر کا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہبۂ جائیداد زبانی

سوال:۔ میری والدہ مشرف جہاں بیگم نے اپنی کل جائیداد تقریباً دس سال ہوتا ہے مجھ کو ہبہ زبانی کردی، مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے بذریعہ خط اطلاع دی۔

تمہارا خط ملا، اس مرتبہ تم نے خط بھیجنے میں بہت دیر کی، معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو جائیداد تم کو ہبہ زبانی کرکے بتاریخ ۵/فروری ۱۹۵۶ء میں دی تھی، اس میں لوگ تعرض کرتے ہیں، لہٰذا یہ مزید احتیاط تائید ہبہ زبانی تم کو لکھتی ہوں کہ تقریباً سات سال کا عرصہ ہوا کہ جملہ جائداد واقع شاہجہاں پور جملہ متروکہ پدری ناظر سلامت اللہ خاں مرحوم و مادر خود تم کو ہبہ زبانی کرچکی ہوں، اور اس پر تم کو قابض کرا چکی ہوں، جو شخص ماننے سے تعرض کرے اس کو میرا خط دکھلا دینا، دعا گو تمہاری والدہ (دستخط) مشرف جہاں بیگم اس سلسلہ میں فتویٰ سے آگاہ فرمائیں؟

---

[1] ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض . عالمگیری، ص ۳۷۴/ج ۴/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الهبة، الباب الاول، بدائع زکریا ص ۱۷۶، ج ۵، کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی جائیداد ہبہ کر کے اس پر آپ کا جداگانہ قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ ہٹالیا تو وہ جائیداد آپ کی ہوگئی[1] اگر متروکہ جائیداد میں دوسرے ورثاء بھی حصہ دار تھے، تو ان کا حصہ ان کو دینا لازم ہے، اس کے ہبہ کرنے کا آپ کی والدہ کو حق نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا، پھر اس کے اپنی اولاد ہوگئی تو وہ کیا کرے؟

سوال:۔ زید نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے پہلے شوہر سے جو دو بچے تھے، اپنے ساتھ لائی تھی، اور زید کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے زید نے دس آدمی کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ میری ہر چیز کے مالک

---

[1] ولایتم حکم الهبة الامقبوضة والقبض الذی یتعلق به تمام الهبة وثبوت حکمها القبض باذن المالک الخ عالمگیری ،ص ۳۷۷/ج۴/ (مطبع کوئٹه) کتاب الهبة،الباب الثانی الخ، بدائع زکریا ص۱۷۶ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض، المحیط البرهانی ص۱۷۰ ج۹ کتاب الهبة والصدقة، الفصل الثانی الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] ومنها ان یکون مملوکاً للواهب ،فلا تجوز هبة مال الغیربغیر اذنه الخ عالمگیری ،ص ۳۷۴/ج۴/ مطبع کوئٹه .کتاب الهبة،الباب الاول، بدائع زکریا ص۱۶۹ ج۵ کتاب الهبة، فصل وأما الشرائط الخ، شرح المجلة ص ۴۷۱ ج ۱ الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثانی فی شرائط الهبة، رقم المادة (۸۵۷)، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

یہ لڑکا اور بعد میرے بھی یہی ہوگا، جس کا نام مختار احمد ہے، بعد چھ سات سال کے اس عورت کے بطن سے دو تین بچے ہوئے، مگر ایک لڑکا، بقید حیات ہے، جس کا نام محمد فاروق ہے، جب سن بلوغ ہوا تو زید نے یکے بعد دیگرے، دونوں لڑکوں کی شادی کردی، چند سال کے بعد محمد فاروق اپنے بڑے بھائی مختار احمد سے کہتا ہے کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ، چونکہ یہ مکان میرے باپ کا ہے، یہاں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، کیا از روے شرع مختار احمد کا حق واقعۃً نہیں ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟ دوسری بات یہ ہے کہ زید اب بہت پریشان ہے کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ودائم ہوں، اور شریعت جو فیصلہ کرے گی اسے مانوں گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ آئے ہوئے، مختار احمد کو اپنی ہر چیز کا مالک بنایا، اپنی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی، لیکن کوئی چیز اس کو اپنی ملک سے نکال کر دے کر اس پر اس کا جداگانہ قبضہ نہیں کرایا تاکہ ہبہ شرعاً کامل اور معتبر ہوجاتا،[1] زید اب بھی زندہ ہے اور اپنی ہر چیز پر قابض ہے، لہٰذا یہ ہبہ بیکار اور غیر معتبر ہے، جب تک زید زندہ ہے، مکان خود زید کا ہے، مختار احمد یا محمد فاروق کا اس پر دعویٰ ملکیت غلط ہے، زید کے انتقال پر وراثت اس کے لڑکے محمد فاروق کو پہنچے گی، مختار احمد زید کا بیٹا نہیں، اس کو وراثت نہیں پہنچے گی،[2] زید نے جس

---

[1] ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض (عالمگیری، ج۴/ص ۳۷۴/ كتاب الهبة، الباب الاول)، شامی کراچی ص۶۹۰ ج۵ كتاب الهبة، شرح المجلة ص۴۷۳ ج۱ الكتاب السابع فى الهبة، الباب الثالث فى أحكام البهة، رقم المادة (۸۶۱) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] ويستحق الإرث بأحد ثلاثة : بالإستقراء (بنسب أى قرابة رحم، ونكاح صحيح وولاء بنوعيه، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۴۹۵ ج۴، كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۷۶۲ ج۶، كتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۴۷ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

وقت دس آدمیوں میں وعدہ کیا تھا، اس وقت زید کے اولاد نہیں تھی، بیوی کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا، اور اسی کے حق میں وعدہ کیا تھا، لیکن اپنی اولاد پیدا ہو جانے کی وجہ سے اب اس وعدہ کو پورا کرنے میں اپنی اولاد کی حق تلفی ہے، اس مجبوری کی وجہ سے اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو گنہگار نہیں ہوگا،[1] اگر مختار احمد اور محمد فاروق میں کچھ مصالحت کرا دے تو بہتر ہے، ورنہ مختار احمد کے حق میں ایک تہائی کی وصیت کرنے کا زید کو حق حاصل ہے، جس کو زید کے بعد پورا کیا جائیگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

مکان کی تعمیر کے لئے والدہ کو روپیہ دینا اور پھر اس میں اپنا حق بتلانا

سوال:۔ایک مکان ہے جو ہندہ کے نام ہے، ہندہ کے تین لڑکے ہیں، اور دو لڑکیاں، ہندہ کا بڑا لڑکا ہندہ کے انتقال کے بعد کہتا ہے کہ آدھے مکان کا میں مالک ہوں، کیونکہ مکان کے سلسلہ میں آدھی رقم میں نے والدہ کو دی تھی، اور صورت حال یہ ہے کہ مکان کا بیع نامہ ہندہ ہی کے نام ہے، اب اگر اس نے ہندہ کو آدھی رقم دی ہے، تو وہ رقم ہبہ ہوئی،

---

[1] ثم اذا فهم مع ذالک الجزم فی الوعدفلابدمن الوفاء الا ان یتعذر (مرقاة شرح مشکوٰة شریف، ج۴/ص۶۵۳/ آخر باب المزاح، مطبوعه بمبئی)، طیبی شرح مشکوٰة شریف ص۱۵۷ ج۹ باب المزاح، قبیل باب المفاخرة الخ، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجزالوارث ذالک لاالزیادة علیه الاان تجیز ورثته بعد موته (درمختار علی الشامی ،ج۱۰/ص۳۳۹/مطبوعه زکریا، کتاب الوصایا)، مطبوعه کراچی ص۶۵۰ ج۶ کتاب الوصایا، مجمع الأنهر ص۱۸-۴۱۹ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۴۰۳ ج۸ کتاب الوصایا.

یا نہیں؟ کیونکہ کچھ علماء نے ہبہ ہی بتائی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے سے کیا وہ بڑا لڑکا آدھے مکان کا مالک بن سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بڑے لڑکے نے رقم والدہ کو دیدی اور یہ نہیں کہا کہ یہ قرض ہے، میں واپس لونگا تو وہ رقم ہبہ ہی شمار ہوگی،[1] اب اس مکان میں سے اس رقم کی وجہ سے بڑا لڑکا کچھ بھی حقدار نہیں، اور ہندہ کے وارث صرف یہی تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ہندہ کے والدین اور شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا ہے، تو ہندہ کا ترکہ جس میں یہ مکان بھی شامل ہے، دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے، اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ

اپنے انتقال سے پہلے کسی وارث کو کچھ دیدے تو وہ عوض میراث نہیں بلکہ ہبہ ہے

سوال: ۔حاجی محمد حسن نے انتقال کیا، ورثہ میں بیوی مسماۃ وسیہ اور دو لڑکے محمد اور نثار

---

[1] فهی (ای الهبة) تملیک عین بلاعوض (عالمگیری، ج۴/ص۳۷۴/ اول کتاب الهبة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۸۷ ج۵ کتاب الهبة.

[2] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للإثنتین فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن به عصبة لاستوائهم فی القرابة، سراجی، ص۱۶/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۴۹۵ ج۸ کتاب الفرائض، مجمع الأنهر ص۵۰۵ ج۴ کتاب الفرائض، فصل فی العصبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

احمد اور دولڑکیاں کریمہ وفاطمہ چھوڑی، پس ترکۂ مورث کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ مسماۃ کریمہ اپنے باپ سے پانچسو روپے لے کر دست بردار ہوگئی، کہ مورث کے انتقال کے بعد جو مسماۃ مذکورہ کا حصہ شرعی ہوگا، رقم مذکورہ کے بدلہ میں باز آئی، پس مورث کی زندگی میں مسماۃ مذکورہ کی دست برداری صحیح ہے یا نہیں؟ اگر دست برداری صحیح نہیں ہے، تو رقم مذکورہ واپس کرنی ہوگی یا نہیں؟ مسماۃ مذکورہ اب اپنا حصہ شرعیہ باپ کی میراث لینا چاہتی ہے، نیز مخفی نہ رہے کہ مورث مذکور کی زندگی میں اس کے دولڑکے مسمیٰ ابراہیم وعبدالغفور کا انتقال ہوا، ابراہیم کے چارلڑکے ہیں، ادریس، شعیب، خلیل، عبدالحمید جن کے نام زمانہ صحت میں ایک ربع جائداد کی وصیت کی، پس ان تمام پوتوں کے لئے وصیت درست ہے یا نہیں؟ بعدہٗ مرض الموت میں اپنے ربیب یعنی بیوی کے لڑکے زید کو ایک مکان کی وصیت کی، بعدہٗ عبدالغفور کا لڑکا جو صرف سمیع اللہ ہے، اس کے لئے ایک ربع کی وصیت کی، پس اس پوتے وغیرہ کے لئے وصیت درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس طرح تقسیم ہوگی، جواب مع حوالہ کتب کے عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حاجی محمد حسن، مسئلۃ ۸، تص ۴۸۔

مســـــــ

کہ یہ رقم عوضِ میراث ہے، سو یہ لغو ہے، اس سے نہ عقد ہبہ میں فرق آتا ہے، نہ یہ رقم عوضِ میراث بنتی ہے، عوضِ میراث نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ میراث تقسیم ہوتی ہے، وفات مورث کے بعد اور اسی وقت اس پر ملک وراثت ثابت ہوتی ہے[1] اور قبل از وقت میراث تقسیم نہیں ہوتی، نہ اس پر ملک وراثت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جس شئی کی فی الحال کریمہ مالک و مستحق ہی نہیں تو اس کا عوض دے سکتی ہے، نہ اس سے دست بردار ہو سکتی ہے، اور اس قسم کی شرط سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاتی ہے، رقم مذکورہ کی واپسی بھی واجب نہیں، اگر واہب زندہ ہوتا تو باپ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی رجوع کا حق حاصل نہیں" **قال اصحابنا جميعاً : اذاوهب هبة وشرط فيها شرطاً فاسداً فالهبة جائزة والشرط باطل كمن وهب لرجل امة فاشترط عليه اوشرط ان يتخذها ام ولد اوان يبيعها من فلان اويردها عليه بعد شهرفالهبة جائزة وهذه شروط كلها باطلة كذافي السراج الوهاج وان وهب رجل انه علىٰ ان يردها عليه اوعلىٰ ان يعتقها اوعلىٰ يستولدها اووهب لهٗ داراً اوتصدق عليه بدار علىٰ ان يرد عليه شيئاً منها**

(بقیہ اگلے صفحہ پر) بيضاوى شريف ص۵۶ ج۱ سورة الفاتحة، مطبوعه دار الفكر بيروت. شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲) الكتاب العاشر فى انواع الشركات الخ. الباب الثالث، الفصل الأول فى بعض قواعد فى احكام الأملاک، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

[2] الهبة، هى تمليک العين بلا عوض، بحر كوئٹه ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، قواعد الفقة ص۵۵۰، الهاء، الرسالة الرابعة، مطبوعه اشرفى ديوبند، ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص۴۸۹ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقة الخ سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۴ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۷۵۸ ج۶ كتاب الفرائض.

اوبعوضه شيئاً منها فالهبة جائزة والشرط باطل كذافي الكافي اھ عالمگیری، ج۴/ص۳۹۶/[1] ليس لهٗ حق الرجوع بعد التسليم فی ذی الرحم المحرم عالمگیری، ج۴/ص۳۸۵/[2] اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا تو اس کہنے سے اس کا حق باطل نہیں ہوتا، بلکہ باقی رہتا ہے "لوقال الوارث تركت حقی لم يبطل حقه اذا لملک لايبطل بالترک اھ الاشباه، ص ۲۳۹/[3]

صورت مسئولہ میں پوتے ورثاء نہیں،[4] ربیب بھی وارث نہیں،[5] لہٰذا ان سب کے حق میں وصیت درست ہے، اگر ورثاء بالغ ہیں اور کل وصیت کی اجازت دیتے ہیں، تو وصیت میت کے موافق اس کو نافذ کر دیا جائے، یعنی جس قدر جس کے لئے وصیت کی ہے، اس کو دے دیا جائے، اگر ورثاء بالغ نہیں یا کل وصیت کی اجازت نہیں دیتے، تو ایک ثلث میں نافذ ہوگی، اس طرح پر کہ جس کے لئے جس قدر وصیت کی ہے، اس کی نسبت ثلث کے ساتھ قائم

---

[1] عالمگیری، ج۴/ص۳۹۶/ (مطبوعه كويٹه) كتاب الهبة الباب الثامن فی حكم الشرط فی الهبة، در مختار مع رد المحتار ص۶۸۸ ج۵ كتاب الهبة، مطبوعه كراچی.

[2] عالمگیری، ج۴/ص۳۸۵/كتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة الخ، المحيط البرهانی ص۱۸۴ ج۹ كتاب الهبة، الفصل الخامس فی الرجوع فی الهبة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل، البحر الرائق كوئٹه ص۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الهبة.

[3] الاشباه والنظائر، ص۱۷۴/الفن الثالث، مايقبل الاسقاط من الحقوق ومالا يقبله. مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[4] أولهم بالميراث جزء الميت : أی البنون ثم بنوهم الخ، السراجی فی الميراث، ص۱۵ باب العصبات، مطبوعه مكتبۂ اسعدی سهارنپور، در مختار علی الشامی كراچی ص۷۷۴ ج۶ كتاب الفرائض، فصل فی العصبات.

[5] ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، تنوير الأبصار مع الدر المختار ص۷۶۲ ج۶ كتاب الفرائض، مطبوعه كراچی، ملتقی الابحر علی هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، عالمگیری مصری ص۴۴۷ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الأول.

کر کے اتنی مقدار دیدی جائے، "الوصایا اذا اجتمعت فالثلث لایخلوا ماان یسع کل الوصایااولا یسع الکل فان کان یسع الکل تنفذ الوصیة من الثلث فی الکل الخ عالمگیری، ج۶/ص ۱۱۵/"[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۸/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ہبہ کی ایک صورت

سوال:۔ حافظ علی کے پاس مالگذاری کی ۸۱/۸۲/ ایکڑ زمین تھی، ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے ایک لڑکا پالا تھا، اور اپنی زندگی میں جائیداد کا ۱/۲ حصہ بخشش کر دیا تھا، اس کی تاریخ ۹/نومبر ۱۹۱۶ء ہے ان کی بیوی حیات تھی، اس لڑکے کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور حافظ علی کی بیوی نے اس لڑکی کی شادی اپنے بھائی حیدر علی سے کر دی، اور جائیداد کا ۱/۸ حصہ ۲۱/مارچ ۱۹۳۳ء کو بخشش کر دیا، لیکن اس لڑکی کا ۱۹۳۶ء میں انتقال ہو گیا، اب صرف ۱/۲ حصہ حافظ صاحب کی بیوی کے پاس بچا ہے، اس مرحومہ لڑکی کی دو لڑکیاں نابالغ تھیں، منور بیگم نے بچی ہوئی جائیداد کا ۱/۲ حصہ ان لڑکیوں کے نام کر دیا، ان لڑکیوں کا باپ سرپرست تھا، ۱۹۴۲ء میں منور بیگم وفات پا گئیں، ۱۹۵۴ء میں نابالغ لڑکیوں کا نام درج ہوا، اب لڑکیاں بالغ ہو گئیں ہیں، اور ۱۹۶۵ء میں آدھی زمین سرپرست نے واپس کر دی، اور کہتا ہے کہ باقی جائیداد میری ہے، سرکار نے غلام نبی کا ۱/۲ حصہ خاتون بیگم ۱/۸ حصہ اور واجدہ بیگم کا ۱/۴ حصہ ابولیشن کر دیا، اس کا روپیہ بھی عباس نے لیا، اب صرف زمین بچی ہے، شرعی حکم فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بحالت صحت منور بیگم نے جو زمین نابالغ لڑکیوں کو شرعی طور پر ہبہ کر دی، اور انکے

[1] عالمگیری، ج۶/ص ۱۱۴/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الوصایا تحت الفصل من الباب الخامس.

والد عباس کو اس پر سرپرست کی حیثیت سے قبضہ کرادیا، تو وہ زمین لڑکیوں کی ہوگئی[1] اب اس کو اپنی زمین بتانا اور لڑکیوں کو نہ دینا جائز نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۵ھ

اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کردے گا

سوال:۔ میں اپنی حیات میں اپنے تین لڑکے اور ایک لڑکی کو شرع کے مطابق اپنے مکان کے حصے کر کے ان کے قبضہ میں دیدینا چاہتا ہوں، منجھلے اور چھوٹے لڑکے اور لڑکی سے میں اور میری اہلیہ خوش ہیں، بڑے لڑکے کے ساتھ بیوی جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، یہ بہو زنانہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہے، اپنا، اپنے میاں اور بچوں کی پرورش اپنی آمدنی سے عرصہ سے کررہی ہے، اور اپنے ساس اور سسر کی ہر طرح کی خدمت کرتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ہم دونوں اس بہو سے بے انتہا خوش ہیں، بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ناخوشی کے باوجود دوسرا نکاح کرلیا، دوسری بہو سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا بڑا لڑکا قیام کرتا ہے، اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں کھاتا ہے، اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا، تو ڈر ہے کہ وہ اس کو یا تو فروخت کردے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں

---

[1] وان وهب له (اى للطفل) اجنبى يتم بقبض وليه وهو احد أربعة: الأب، ثم وصية الخ، درمختار على الشامى ص ۸/۴۹۹، مطبوعه زكريا، اول كتاب الهبة، عالمگيرى ص ۳۹۲ ج ۴، كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه، بدائع زكريا ص ۱۸۰ ج ۵ كتاب الهبة، شرائط صحة القبض،

[2] ولاجوز التصرف فى مال غيره بغير اذنه ولاولايته، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷، كتاب الغصب، الفن الثانى، الفوائد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، رقم القاعدة: ۲۷۰، الرسالة الثالثة فى القواعد الفقهية، طبع دارالكتاب ديوبند،

کو دیدے، اور پہلی بیوی کو محروم کردے، اس لئے اگر شرعاً اجازت ہو تو میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دیدوں، اور جب تک یہ میرے پوتے بالغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کے ذمہ دار ہوں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں:۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ اپنی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں، تو چار حصے برابر کر کے تین حصے تینوں لڑکوں کو ایک حصہ لڑکی کو دیدیں، یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا[1] نصف نہیں ہوگا، سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کرادیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا ہبہ کرے، یا فروخت کردے، آپ کو روکنے کا حق نہیں ہوگا۔[2]

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدانخواستہ معصیت میں صرف کردیگا، تو اس کو کچھ نہ دیں،[3] جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کردیگا، تو ابھی وراثت یا محرومیت

---

[1] المختار، التسوية بين الذكر والانثى فى الهبة، بحر كوئٹه ص ۲۸۸ ج۷ كتاب الهبة، فروع، خلاصة الفتاوى ص ۴۰۰ ج۴ كتاب الهبة، الفصل الأول، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى مصرى ص ۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصير.

[2] كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالإستقلال ولا يبقى لأحدهم علاقة فى حصة الأخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف فى حصته كيفما شاء، شرح المجلة ص ۶۴۳ ج ۱ الكتاب العاشر فى انواع الشركات، الباب الأول، الفصل الثامن فى أحكام القسمة، رقم المادة (۱۱۶۲) مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

[3] ولو كان ولده فاسقا فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه لأن فيه اعانة على المعصية، لا يعطى له أكثر من قوته، بحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۸ ج۷ كتاب الهبة، فروع، عالمگيرى مصرى ص ۳۹۱ ج۴ الباب السادس فى الهبة للصغير، بزازية على هامش الهندية ص ۲۳۷ ج۶ كتاب الهبة، الجنس الثالث فى هبة الصغير، مطبوعه مصر.

کا سوال ہی نہیں، مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے[1] دونوں کا نفقہ بھی واجب ہے[2] دونوں کے ساتھ برابری کا رہن سہن لازم ہے[3] ورنہ شوہر گنہگار ہوگا، اس کی فہمائش کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۱۳۸۸ھ

اولاد کے درمیان ہبہ میں تفضیل

سوال:۔ مجھے اپنی اہلیہ مرحومہ سے تین اولاد ہیں، دولڑکے محمد فاروق ومحمد ہارون اور ایک لڑکی ہے، میں نے ان تینوں کے بالغ ہونے پر ان کی شادی کردی، شادی کے بعد دونوں لڑکے مجھ سے علیحدہ ہوگئے، بڑا لڑکا محمد فاروق پاکستان چلا گیا، اس کا کچھ پتہ نہیں، دوسرا لڑکا محمد ہارون شہر ہی میں دوسری جگہ رہتا ہے، دوسری اہلیہ سے تین لڑکے محمد ہاشم، محمد محسن اور عبداللہ سالم اور سات لڑکیاں ہیں، جن میں چار لڑکیاں اور ایک بڑا لڑکا محمد ہاشم شادی شدہ ہیں، ہارون فاروق کی موجودگی میں تنہا کام کرنے والا تھا، اور میرا کاروبار بھی بہت معمولی

---

[1] يصح النكاح بلا ذكره ومع نفيه وإن لزم شرعاً، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۰۸ ج۱ كتاب النكاح، باب المهر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۳۲۳ ج۲، باب المهر، مطبوعه ياسر نديم.

[2] تجب على الرجل نفقة إمرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية الخ، عالمگيری ص۵۴۴ ج۱ كتاب الطلاق، الباب السابع عشر فى النفقات، هداية ص۴۳۷ ج۲، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر الرائق كوئٹه ص۱۷۳ ج۴ باب النفقة.

[3] ويجب ان يعدل فيه اى فى القسم بالتسوية فى البيوتة وفى الملبوس والمأكول، الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۴/ص۳۷۸/باب القسم، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۵۴۸ ج۱ كتاب النكاح، باب القسم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حالت میں تھا، بعد میں محمد ہاشم کی محنت اور اس کے تعاون سے کچھ کام بڑھا اور اب وہ مطمئن حالت میں ہے، موجودہ کاروبار کو بڑھانے اور جمانے میں محمد ہاشم کی لگن اور محنت کو برابر کا دخل ہے، ہارون، فاروق کے علیحدہ ہونے کے بعد میں نے اپنے موروثی مکان میں اپنے بڑے بھائی اور اپنی بہن کا حصہ خرید کر اپنے ساتھ شامل کرلیا، وہ اس طرح کہ بھائی صاحب کا حصہ میں نے اپنے نام اور محمد ہاشم کے نام خریدا، اور بہن کا حصہ جو کہ بھائی کے حصہ کا نصف تھا، محمد ہاشم کے چھوٹے بھائی محمد محسن کے نام خریدا، اب میں چاہتا ہوں کہ مکان کا اتنا ہی حصہ سب سے چھوٹے لڑکے عبداللہ سالم کے نام ہبہ کردوں، اس طرح تینوں بھائیوں کے نام مکان کے نئے خرید شدہ حصہ میں سے برابر حصہ آجائے گا، اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ کاروبار میں تینوں لڑکوں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک کرلوں، یعنی کاروبار کی ملکیت میں سے ایک چوتھائی کا مالک میں رہوں اور ایک ایک چوتھائی کا مالک تینوں لڑکوں کو بنادوں، اس طرح میری ملکیت میں وہ مکان رہ جائے گا، جو ہارون اور فاروق کی علیحدگی کے وقت تھا، اور موجودہ کاروبار کا ایک چوتھائی حصہ، جو میرے انتقال کے بعد میرے تمام ورثاء اس میں سے اپنا اپنا حصہ رسد پانے کے مستحق ہوں گے، دوسری صورت یہ ہے کہ کُل کاروبار کا مالک موجودہ تینوں لڑکوں کو بنادوں اور غیر منقولہ جائیداد کے حصے کر کے اس کو تقسیم کردوں، اور اپنی زندگی ہی میں کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اس کا بھی فیصلہ کرادوں، اور مستحقین کو مالک بنادوں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے ہر ایک شکل کا مجھ کو شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کرنے سے پہلی بیوی کے لڑکوں اور سب ہی لڑکیوں کی حق تلفی کا مجرم قرار پاؤنگا؟ میں ایسی صورت اختیار کرنا چاہتا ہوں کہ آخرت میں گرفت نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی زندگی میں آپ پوری طرح مالک ہیں، آپ کو حق ہے کہ جس لڑکے، لڑکی کو یا کسی

غیر کو اپنی جائیداد وغیرہ کل یا جزء جس طرح چاہیں دیدیں، مگر اس کا خیال رہے کہ کسی ہونے والے وارث کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو یہ ظلم اور گناہ ہے، اس کا خطرہ ہو تو سب لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دیا جائے، کیونکہ وہ اولاد ہونے میں سب برابر ہیں، قصدِ اضرار نہ ہونے کی صورت میں کسی کے ضرورت مند ہونے یا کمانے سے عاجز ہونے یا زیادہ دیندار ہونے کی وجہ سے اس کو زیادہ دیا جائے، تو یہ ممنوع نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے،" **وعنه يجوز التفاضل ان كان لهٗ سبب كان يحتاج الولد لزمانته دينه اونحو ذٰلک دون الباقيين**" امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے" **ويجب التسوية إن قصد بالتفضيل الاضرار** "جمہور کا قول نقل کیا ہے "**وذهب الجمهور الىٰ ان التسوية مستحبة فان فضل بعضاً صح وكره واستحبت المبادرة الى التسوية اوالرجوع فحملوالأمر على الندب والنهى على التنزيه .فتح البارى، ج۵/ص ۵۹**[1] حافظ عینیؒ نے اس امر کو ندب کے لئے تسلیم کر کے شیخین خلیفتین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال کیا،"**ان عمل الخليفتين ابى بكر وعمر بعدالنبى صلى اللّٰه عليه وسلم علىٰ عدم التسوية قرينة ظاهرة فى ان الامرللندب الخ** "وہ اثر امام طحاوی اور امام بیہقی کے حوالہ سے نقل کئے ہیں، کذا فی عمدۃ القاری، ج۶/ص ۲۷۶[2] اور حضرت ابوبکرؓ کے

---

[1] فتح البارى، ج۵/ص۱۵۷/(مطبوعه مصرى) كتاب الهبة، باب الاشهاد فى الهبة.

[2] أما أثر أبى بكر : فأخرجه الطحاوى : عن ابن شهاب عن عروة، عن عائشةؓ زوج النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنها قالت : أن أبابكر الصديق، نحلها جداد عشرين وسقاً من ماله بالغابة، فلما حضرته الوفاة، قال : واللّٰه يا بنية، ما من أحد من الناس أحب الى غنى بعدى منک ولا أعز على فقرابعدى منک، وإنى كنت نحلتک جداد عشرين وسقاً، فلو كنت جددته وأحرزته كان لک وأنما هو اليوم مال الوارث وأنما هما أخواک وأختاک فاقتسموه على بيان كتاب اللّٰه، فقالت عائشة : واللّٰه يا أبت لو كان كذا وكذا لتركته إنما هى أسماء فمن الأخرى فقال ذو بطن بنت خارجة : أراها جارية وأخرجه البيقى أيضاً فى سننه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اثر کو بحوالہ موطأ بھی باسناد صحیح حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، کذا فی الفتح، ج ۵/ص ۱۵۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۲ھ

زمین صرف نام کردینے سے ملکیت نہیں ہوتی

سوال:۔(۱) میرے والد جمشید خاں کا انتقال ۱۹۶۵ھ میں ہوگیا، اس کے کئی برس پہلے میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ سے بندوق کا لائسنس لینا ہے، گورنمنٹ بندوق کا لائسنس اسی کو دیتی ہے، جس کے نام کوئی آراضی ہو، والد مرحوم نے حافظ صاحب کے نام ۵۳/۱ ایکڑ زمین کردی، اور انہوں نے یہ کھاتا دکھلا کر گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کرلیا، لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اسلئے والد صاحب نے برائے نام کردیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس آراضی سے نہیں تھا چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد انکے ورثہ نے ان کا نام جمشید حسین خاں کے ورثہ کے نام کردیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب نے والد صاحب کی بغیر اجازت اس آراضی کو گورنمنٹ میں رہن رکھ کر چھ ہزار روپیہ حاصل کرلیا، اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد مع سود کے ہوگئے، اب گورنمنٹ بعلت بقایہ اس آراضی کو نیلام کررہی ہے، ہم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من حديث شعيب عن الزهرى عن عروة بن الزبير عن عائشة الخ، عمدة القارى جزء ۱۳/ص ۱۴۷/ جلد ۷/مطبوعه دارالفكر بيروت، كتاب الهبة،باب الاشهاد فى الهبة.

(صفحہ ہذا) [1] وأما أبو بكر، فرواه المؤطا بإسناد صحيح عن عائشة أن أبا بكر قال لها فى مرض موته أنى كنت نحلتك نحلاً فلو كنت إخترتيه لكان لك وإنما هو اليوم للوارث، فتح البارى، ج۵/ص ۱۵۹/ (مطبوعه مصرى) كتاب الهبة، باب الاشهاد فى الهبة.

اور ہمارے نابالغ بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ذی اثر حضرات کو ساتھ لیکر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے، اور ان لوگوں سے کہا کہ جو زمین آپ نے ہمارے نام واپس کردی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ داخل کریں، ورثہ اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کررہے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یا دھوکہ نہیں دیا؟

(۲) کیا سعادت منداولاد کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہ کر اپنے والد کو خدا کی پکڑ سے بچاتے؟

(۳) حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپیہ حاصل کیا ہے، تو اب وہ مع سود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری ہی جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی، تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہوجائے گا، کیا حافظ صاحب کے ورثہ ہم یتیم نابالغ بیوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دلوا کر اپنے باپ کو آخرت کی پکڑ سے بچا سکتے ہیں؟

(۴) جو لوگ اس وقت حافظ صاحب کے ورثاء کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، وہ کس درجہ خدا کی نافرمانی کررہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پہلے سے طے کرلیا کہ محض لائسنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کرایا جارہا ہے، مالک نہیں بنایا جارہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا، تو شرعاً یہ ہبہ معتبر نہیں[1]، حافظ صاحب کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین کو رہن رکھ کر اس پر قرض

---

[1] ومنهاان يكون الموهوب مقبوضاً حتى لايثبت الملك للموهوب له قبل القبض عالمگيری كوئٹه، ج۴/ص ۳۷۴/ كتاب الهبة، الباب الاول فی تفسير الهبة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیں،[1] اولاد نے بعد میں وہ آراضی واپس کردی، یہ بھی دلیل ہے کہ اولاد نے اس کو ہبہ نہیں تصور کیا، اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے وہ بطور ترکہ تقسیم کیا جائے،[2] جمشید حسین خاں کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں،[3] اگر ترکہ نہیں چھوڑا تو اولاد کے ذمہ قرض ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کردے گی، تو والد مرحوم کے ساتھ احسان ہوگا، اور ان کو پکڑ سے بچانے میں مدد ملے گی، جس کی کوشش حتی الوسع کرنا تقاضائے سعادت مندی ہے،[4] اور اہل حق کو ان کا حق پہنچانے میں پوری کوشش کرنا لازم ہے۔[5] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) در مختار علی الشامی کراچی ص ۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] سیأتی تخریجه (۴).

[2] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الی قوله ثم یقسم الباقی بین ورثته. سراجی، ص۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، عالمگیری مصری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، بزازیة علی هامش الهندیة ص۴۵۳ ج۶ أول کتاب الفرائض، مطبوعه مصر.

[3] لایجوز التصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته .الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف فی مال الغیر الخ، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه مکتبۂ اشاعت الإسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰، رقم المادة (۲۷۰) الرسالة الثالثة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[4] والمراد بالدین، دین له مطالب من جهة العباد ..... فلا یلزم الورثة أداؤها إلا إذا أوصٰی بها أو تبرعوا بها من عندهم، تبیین الحقائق ص۲۳۰ ج۶ کتاب الفرائض مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر الرائق کوئٹه ص ۴۸۹ ج۸ کتاب الفرائض.

[5] إعلم أن الأمانة عبارة عیما اذا وجب لغیرک علیک حق فأدیت ذلک الحق الیه الخ تفسیر روح البیان ص۲۲۷ ج۲ سورة النساء تحت آیت ۵۸، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہبہ اور وارث کے حق میں وصیت

سوال:۔ایک شخص نے حالت مرض میں اپنے تمام وارثوں کو جمع کر کے کُل جائیداد کو برضامندی تمام ورثہ کچھ کم وبیش کے ساتھ تقسیم کر کے وصیت نامہ لکھوا کر اپنا دو حصہ کا رجسٹری کر دیا، لیکن فعلاً قبضہ نہیں کیا، بلکہ قولاً قبضہ پایا گیا، اب وہ شخص اس مرض سے اچھا ہو کر کوئی تین چار ماہ تک رہا، کسی کا کچھ اعتراض نہیں، پھر مرض دیگر سے ان کا انتقال ہوا، بعد انتقال کوئی تین ماہ بعد بعض وارث نے اعتراض کیا کہ اس تقسیم پر میں راضی نہیں ہوں، کیونکہ مجھے اور زیادہ ملتا ہے، لیکن جن کو زیادہ دیا گیا، ان کے ذمہ قرض بھی رکھا گیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تقسیم شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ ہبہ میں داخل ہوگا یا وصیت میں؟ اگر وصیت میں ہو تو اجازت ورثہ بعد انتقال عورت مال معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ہبہ تام نہیں ہوا کیونکہ ہبہ کے تام اور لازم ہونے کے لئے موہوب لہٗ کا قبضہ ضروری ہے، اور یہاں قبضہ کی صراحۃً نفی ہے۔" **لاتجوز هبة المريض ولاصدقته الامقبوضة فاذا قبضت فجازت من الثلث واذامات الواهب قبل التسليم بطلت** اھ **فتاویٰ عالمگیری، ج۳/ص ۱۰۷۶**[1]

دوسرے یہ بظاہر بلاتقسیم ہے اور قابل تقسیم شئی کا ہبہ کر دینا بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ مشاع ہے، جو کہ ناجائز ہے، "**ولووهب داره من رجلين لايجوز فى قول ابى حنيفة وكذٰلک كل مايقسم الخ فتاویٰ قاضی خاں، ج۴/ص ۲۹۹**"[2]

---

[1] عالمگیری، ج۴/ص ۴۰۰/(مطبوعه كويٹه) كتاب الهبة، الباب العاشر فى هبة المريض، المحيط البرهانى ص ۲۰۵ ج۹ كتاب الهبة، الفصل العاشر فى هبة المريض، مطبوعه ڈابهيل.

[2] فتاویٰ خانيه على الهنديه، ج۳/ص ۲۶۷/(مطبوعه كويٹه) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

البتہ اس کو وصیت قرار دیا جاسکتا ہے، مگر اس کا نفاذ بعد موت موصی ہوتا ہے، نیز وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے۔" ولالوارثه الاباجازة ورثته لقوله عليه السلام لاوصية لوارث الاان يجيز ها الورثة يعنى عند وجود وارث اٰخر كمايفيد ه اٰخر الحديث وسنحققه وهم كبار عقلا ءاھ درمختار، ج۵/ص ۵۷۵/[1]

پس اگر تمام ورثہ بالغ اور عاقل ہیں اور تمام نے اجازت دیدی ہے تو یہ وصیت نافذ ہوگی، اگر اس کی اجازت نہیں دی یا وہ نابالغ ہیں، وصیت نافذ نہیں ہوئی، بلکہ شرعی حصص کے موافق میراث تقسیم ہوگی، اور قرضہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے "يبدأ من ترک الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينهاكالرهن والعبدالجانى تجهيزه من غير تقتيرولاتبذير ثم ديونه التى لها مطالب من جهة العبادثم وصيته من ثلث مابقى ثم يقسم الباقى بين ورثته، تنوير ج۵/ ص ۶۶۵ /[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الهبة، فصل فى هبة المشاع، بدائع زكريا ص ۱۷۰ ج۵ كتاب الهبة، ما يرجع إلى الموهوب، عالمگيرى مصرى ص ۳۷۶ ج۴ الباب الثانى فى ما يجوز من الهبة وما لا يجوز.

(صفحہ ہذا) [1] درمختار على الشامى زكريا ،ج۱۰/ص ۳۴۶/ اول كتاب الوصايا، مجمع الأنهر ص ۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع مطبوعه زكريا ص ۴۳۰ ج۶، كتاب الوصايا، فصل فى شرائط الركن.

[2] تنوير الابصار على الشامى زكريا ،ج۱۰/ص ۴۹۳/ اول كتاب الفرائض، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص ۹۳-۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال:۔اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع سے مطلع کریں، ایک عورت مسماۃ حبیبہ جو کہ لاولد ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں۔

حبیبہ

حقیقی والدہ شوہر حقیقی بھائی ۳ حقیقی بہن ۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے، حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ داروں کو جو کہ صاحب حاجت ہے اس کو کچھ حصہ فی سبیل اللہ دینا چاہتی ہے، اور حبیبہ وصیت نہیں کرنا چاہتی ہے، بلکہ اپنی زندگی میں کچھ ثواب کی نیت سے دوسرے حاجت مند کو دینا چاہتی ہے، لیکن اس کے بعض رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو حصہ دینا ناجائز اور گناہ ہے، از روئے شرع فیصلہ سے مطلع فرمائیں، کہ رشتہ داروں کی موجودگی میں غیر رشتہ دار کو فی سبیل اللہ ہبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتی ہے تو اپنی ملکیت میں سے کتنی مقدار دے سکتی ہے؟

(۲) اگر ہبہ کرنا اور دیدینا درست ہے، تو رشتہ دار کا اس میں رکاوٹ ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حبیبہ کو اختیار ہے کہ اپنی تندرستی اور صحت میں اپنی ملکیت میں سے کسی حاجتمند کو فی سبیل اللہ کچھ دیدے اور اس پر اس کا قبضہ کرادے، رشتہ داروں کو روکنے کا اختیار نہیں[1]

---

[1] كل يتصرف فى ملكه كيف شاء، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲)، الكتاب العاشر فى انواع الشركات، الباب الثالث، الفصل الأول فى أحكام الأملاك، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، التفسير للإمام البيضاوى ص۵۶ ج۱ سورة الفاتحة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى كراچى ص۵۰۲ ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى تعريف المال والملك الخ.

اور جبکہ حبیبہ کا مقصود رشتہ داروں کو محروم کرنا نہیں ہے، بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے غریب کی حاجت کو پورا کرنا مقصود ہے، اور رشتہ دار سب مالدار ہیں، تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے[1] ''اماشرائطها فانواع يرجع بعضها الى نفس الركن وبعضها يرجع الى الواهب وبعضها يرجع الى الموهوب امامايرجع الى الواهب فهوان يكون الواهب من اهل الهبة وكونه من اهلها ان يكون حراًعاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب الخ فتاویٰ عالمگیری، ج۳/ص ۴۸۴/[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۸ھ

ہونے والے وارث کو بیع یا ہبہ کرنا

سوال: ۔زید، بکر ہر دو حقیقی بھائی ہیں، ان کو ترکہ پدر سے کچھ اراضی ملی تھی، جس میں دو مکان تعمیر شدہ تھے، اور ساڑھے تین سو گز زمین خالی افتادہ تھی، بکر نے تعمیر شدہ مکان زید کو قیمۃً دیدیا اور افتادہ زمین جو بکر کے حصہ میں آئی تھی، مسکونہ مکان بنالیا، چونکہ زید کے اولاد نہیں محض دو لڑکیاں تھیں، زید نے بکر سے کہا کہ بھائی میرے پاس تو گزارہ کے موافق دو مکان ہیں، یہ افتادہ زمین جو میرے حصہ میں ہے اس میں بھی تو ہی مکان بنالے، مجھے کیا کرنی

---

[1] قال النووی : فيه جواز ذكر المريض ما يجده من الوجع لغرض صحيح من مداواة أو دعاء أو وصية ونحو ذٰلک وإنما يكره ذلک إذا كان على سبيل السخط الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص۳۹۸ ج۳، باب الوصايا، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی.

[2] عالمگیری ،ج۴/ص۳۷۴/ كتاب الهبة الباب الاول الخ، بدائع الصنائع زكريا ص۶۸-۱۶۹ ج۵ كتاب الهبة، فصل فی شرائط الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہے، گویا زید نے بکر کو استحساناً اپنا حصہ بطور ہبہ کے دیدیا تھا۔

بعد میں زید کے بھی دو لڑکے پیدا ہو گئے، لہٰذا زید کو زمین کی ضرورت ہوئی، اپنا حصہ واپس کرنے کا ارادہ کیا، مگر اس حدیث کے موافق کہ ہبہ کر کے لینا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے، زید خاموش ہو گیا، مگر اس وقت زید کے دونوں لڑکے چونکہ فوت ہو چکے، محض دو لڑکیاں باقی ہیں، زید چاہتا ہے کہ اپنے دونوں مکان لڑکیوں کے نام بیع کر دے، تاکہ میرے مرنے کے بعد بکر یا بکر کے لڑکے میرے مذکورہ مکانات سے حصہ نہ لے سکیں، پہلے جو زمین بکر کو استحساناً دیدی ہے، اسی طرح اپنی حیات میں لڑکیوں کو بھی حصہ وار مکان بیع کر دوں، نیز اس وقت زید اور بکر میں باہمی رنجش بھی اس قدر ہے کہ کلام تک بند بلکہ ملنا جلنا بھی ترک ہے، بکر زید سے سخت مخالفت اور دشمنی رکھتا ہے، اسلئے بکر سے زید کا دل بھی پھٹ گیا، اس میں تفتیش طلب امر یہ ہے کہ زید مذکورہ صورت میں مسکونہ مکان شرعاً لڑکیوں کے نام کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے سے زید کے ذمہ عنداللہ آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کا مقصود اس بیع سے بکر کو نقصان پہنچانا ہے ذاتی مخالفت کی بنا پر تب تو زید کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، کہ یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ لڑکیاں زیادہ ضرورت مند ہیں یا زیادہ دیندار ہیں اور بکر کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ اپنے حصہ کو معصیت میں صرف کر دیگا یا اور کوئی مصلحت ہے، یعنی بکر کو نقصان پہنچانا نہیں، بلکہ کسی اور مصلحت کی بناء پر ایسا کرتا ہے، تو کچھ مضائقہ نہیں[1] تاہم اگر بیع کر دیگا خواہ اسی نیت سے سہی تو بکر کو اس میں

[1] وروی عن ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ انه لأبأس به اذاکان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کان سواء یکره وروی المعلی عن أبی یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوی بینهم وهو المختار ..... وإن کان فی ولده فاسق لا ینبغی أن یعطیه أکثر من قوته کیلا یصیر معیناً له فی المعصیة الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۹۱، الباب السادس فی الهبة للصغیر، البحرالرائق کوئٹه ص ۷/۲۸۸، کتاب الهبة، فروع، بزازیة علی هامش الهندیة ص ۶/۲۳۷، کتاب الهبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، مطبوعه مصر،

مداخلت کا حق نہیں رہے گا[1] اسی طرح اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں لڑکیوں کے نام ہبہ کرنا چاہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے، ہبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنا قبضہ اٹھا کر باقاعدہ موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۵۹ھ

اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا

سوال:۔ زید کے نانا بکر نے زید کو بچپن میں گود لے لیا تھا، اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کی، اس لئے بکر کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے تمام جائیداد کا مالک زید کو ہی بنائیں، اس طرح وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد زید کے نام ہبہ کر چکے تھے، لیکن بکر اپنی بعض غفلت کی بناء پر اس کو قانونی کاروائی میں نہ لا سکے اور انتقال فرما گئے، اس لئے قانونی طور پر ان کی صحرائی جائیداد ان کی بیوہ کے نام منتقل ہوگئی، اب بیوہ نے اس صحرائی جائیداد کا نصف زید کے نام بیع بذریعہ رجسٹری کر دیا ہے، باقی نصف جائیداد کا بھی وہ زید کو ہی مالک بنانا چاہتی ہے،

---

[1] والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک، التفسیر للامام البیضاوی ص ۱/۵۶، سورة الفاتحة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح المجلة ص ۱/۶۵۴، الکتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الاول فی احکام الاملاک، رقم المادة: ۱۱۹۲، مطبوعه دیوبند، المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳/۳۵۱، حرف المیم، الملک التام، طبع دارالفضیلة، قاهرة،

[2] وتتم الهبة بالقبض الکامل فیشترط القبض قبل الموت الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۸/ ص۴۹۳/ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ کتاب الهلة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بدائع الصنائع مطبوعه زکریا ص ۱۷۵ ج۵ کتاب الهبة، بیان اصل القبض.

بکر کی بیوہ کی پانچ لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک اپنے والد کے انتقال کے بعد انتقال کر گئی، اور ایک لڑکا جو اپنے والد کے انتقال سے پہلے ہی انتقال کر چکا ہے، کیا مجھ کو اپنے نواسے زید کے لئے شرعی گنجائش ہے، کہ میں اس کو منتقل کر دوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قانونی حیثیت سے وہ زمین ملکیت سرکار تھی اور آپ کے شوہر کو صرف حق کاشت حاصل تھا، اور انتقال شوہر کے بعد وہ بیوی ہی کو قانوناً ملنی چاہئے اور اسکا نصف حصہ آپ نے زید کے نام بیع رجسٹری کر دیا، تو وہ بیع صحیح ہوگی، بقیہ کو بھی آپ نواسہ (زید) کو ہی دینا چاہیں تو آپ کو فروخت کرنیکا حق حاصل ہے[1]، یہ اسی صورت میں ہے کہ زید کے نانا نے ہبہ کے بعد اسی پر زید کا قبضہ دخل نہیں کرایا، بلکہ اپنا ہی قبضہ رکھا ہے، اگر زید کا قبضہ کرا دیا تھا، اپنا قبضہ ہٹا لیا تھا، اور ہبہ مرض الموت سے پہلے کیا تھا، وہ زمین جب ہی زید کی ہوگئی تھی[2] بشرطیکہ زید کے نانا اس زمین کے مالک ہوں صرف حق کاشت ان کو حاصل نہ ہو[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء من الملک تفسیر بیضاوی، ص۷/تحت سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة ص ۳۵۱ ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة قاهرة، مصر.

[2] وتتم الهبته بالقبض الکامل، فیشترط القبض قبل الموت، الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۸/ص۴۹۳/ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ومنها ان یکون مملوکاً للواهب فلایجوز هبة مال الغیربغیراذنه لاستحالة تملیک مالیس بمملوک للواهب عالمگیری کوئٹه، ج۴/ص۳۷۴/ کتاب الهبة، الباب الاول فی تفسیر الهبة ورکنها الخ، بدائع زکریا ص۱۶۹ ج۵ کتاب الهبة، ما یرجع الی الموهوب، شرح المجلة ص ۴۷۱ ج۱ رقم المادة (۸۵۷) الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث فی شرائط الهبة، مطبوعه دیوبند.

خدمت گار لڑکی کو دیکر دوسروں کو محروم کرنا

سوال: ۔خلیق میاں کی پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں، اس بیوی کے مرنے کے بعد دوسری عورت سے شادی کی اس دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہوئی، پھر تیسری شادی کی لیکن اس سے ایک بھی اولاد نہیں ہے، اور تیسری بیوی ابھی تک زندہ ہے، خلیق میاں اور اس کی بیوی کافی ضعیف ہو چکے ہیں، اور چاروں لڑکیاں اپنی سسرال میں رہتی ہیں، خلیق میاں نے اپنی چاروں لڑکیوں کو اپنی خدمت کے لئے بلایا، تو تین لڑکیوں نے انکار کر دیا، اور صرف ایک لڑکی خدمت کے لئے تیار ہوئی، اب اگر خلیق میاں اپنی پوری جائیداد اس لڑکی کو دیدے جو خدمت کے لئے تیار ہے تو کیا شرعاً جائز ہوگا، یا کہ نہیں؟ اور اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی تو نہیں ہے، نیز خلیق کے مرنے کے بعد ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکیاں سب ترکہ میں برابر کی شریک ہونگی، جس نے خدمت کی ہے، اس کو سعادت حاصل ہوئی، جنہوں نے بلا مجبوری کے انکار کیا وہ اس سعادت سے محروم ہیں[1] لیکن میراث سے محروم نہیں ہونگی، اگر اس رنج کی وجہ سے باپ نے ساری جائیداد اس خدمت گزار لڑکی کو دی جب کہ اور بقیہ کو محروم کر دیا تو باپ کو گناہ ہوگا، ایسا نہیں کرنا چاہئے[2] تقسیم ترکہ کا سوال

---

[1] عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : رسول الله صلی الله عليه وسلم : رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه، قيل من من ؟ يا رسول الله ! قال من أدرک والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة، رواه مسلم، مشكوٰة شريف ص۴۱۸ ج۲ باب البر والصلة، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن انسؓ قال قال رسول اللهﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة .مشكوٰة شريف، ص۲۶۶/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب الوصايا، الفصل الثالث.

مرنے کے بعد ہوتا ہے زندگی میں نہیں ہوتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

مالک اپنی زندگی میں جس ہونے والے وارث کو جو کچھ دیدے وہ اسکا ہے

سوال:۔زید کے پاس اس کے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی، جوزمین ہے اس کے تین حصے کررہے ہیں، ایک حصہ بڑے لڑکے بکر کو دے رکھا ہے، جو عرصہ بیس ۲۰ رسال ہوا الگ کھیتی کررہا ہے، ایک چھوٹے لڑکے عمرو کو دے رکھا ہے، اور اپنا حصہ چھوٹے لڑکے کے ساتھ شامل کرکے کاشت کررہا ہے، اب بڑا لڑکا اس بات پر بضد ہے کہ تمہارا جو تیسرا حصہ ہے، اس کے نصف حصہ میں میں کاشت کروں گا، یعنی جائیداد کے دو حصے کرکے دونوں بھائی کاشت کریں گے باپ نے کہا جب تک میں زندہ ہوں اپنے حصے پر قابض ہوں، بعد میرے مرنے کے دونوں تقسیم کریں، اس کا جواب جلد دیں اور فرمائیں کہ میری ناراضی میں میرا حصہ ان کو جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے لڑکے کو ضد کرنیکا حق نہیں، آپ نے جو کچھ اپنی زندگی میں دے دیا وہ بھی آپ کا احسان ہے بلا تکلف اپنا حصہ آپ چاہے جس لڑکے کے ساتھ رکھیں، یا الگ رکھیں کوئی اعترا

---

[1] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقيقة ..... ووجود وارثه عند موته حياً الخ، سكب الانهر على هامش المجمع ص۴۹۴ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۷۵۸ ج۶ كتاب الفرائض، بحر الرائق كوئٹه ص۴۸۸ ج۸، كتاب الفرائض.

ض یا زبردستی نہیں کرسکتا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۹ھ

عمریٰ

سوال:۔ ہندہ کے بطن سے زید کے تین بچے (دولڑکے ایک لڑکی پیدا ہوئی) اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، تو زید نے دوسری شادی کی اس سے چار لڑکے ہوئے زید نے دوسری بیوی کو کچھ زمین دی اور کہا کہ جب تک تم زندہ رہوگی، اس زمین سے کھاؤ گی، اور بعد میں یہ زمین میری اولاد کی ہوجائے گی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوا، پھر دوسری بیوی کا انتقال ہوا تو اس زمین کی مستحق زید کی دونوں بیویوں کی اولاد ہوگی، یا صرف دوسری بیوی کی اولاد، اول بیوی کی اولاد کو کوئی زمین نہیں دی جائے گی، یا کوئی تیسرا اس زمین کا مستحق ہوگا؟ مدلل تحریر فرمائیں:

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین پر دوسری بیوی کا قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ اٹھالیا تو وہ زمین اس دوسری بیوی کی ہوگئی، اس کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی، اگر اس کے وارث صرف چار لڑکے ہیں تو وہ چاروں اس میں برابر کے حصہ دار ہوں گے، پہلی بیوی ہندہ کے بطن سے

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء الخ بیضاوی، ج۱/ص۷/ سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ لفقهیة ص۳۵۱ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة مصر، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲) الکتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الأول فی أحکام الأملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

جو تین بچے ہیں، ان کو اس میں حصہ نہیں ملے گا۔"واعمرتک هذا الشی لان العمری تملیک للحال فتثبت الهبة ویبطل مااقتضاه من شرط الرجوع وکذالک لوشرط الرجوع صریحا یبطل شرطه ایضا کمالوقال وهبتک هذا العبد حیاتک وحیاته اواعمرتک داری هذه حیٰوتک اواعطیتها حیاتک اووهبت هذا العبد حیاتک فاذا مت فهولی اواذامت فهو لورثتی فهٰذا تملیک صحیح وشرط باطل .بحرالرائق[1]، ج۷/ ص۲۸۵/ کتاب الهبة" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا

سوال:۔ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے گھر پر ہیں، اس شخص کی خدمت نواسہ کرتا ہے، تو ایسی صورت میں اپنے نواسہ کے نام کھیت، مکان لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ واقعۃً نواسے کے حق الخدمت کے طور پر معاوضہ کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

---

[1] البحرالرائق کوئٹه، ج۷/ص۲۸۵/کتاب الهبة، بدائع الصنائع زکریا ص۱۶۴ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ

سوال: ۔زید نے انتقال کیا، زید کی دو بیٹیاں تھیں، پہلی بیوی اس سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی (ہندہ) جس سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ہندہ کے بڑے لڑکے نے خفیہ طور پر ایک کھیت اپنے چھوٹے بھائی کے نام مرتے وقت ہبہ کرالیا، تاکہ پہلی بیوی کا لڑکا محروم رہ جائے، دریافت طلب یہ ہے کہ اس کھیت میں پہلی بیوی کا لڑکا وارث ہے یا نہیں یہ لڑکا بھی زید کا ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرض الموت میں جو ہبہ کیا جائے، وہ وصیت کے حکم میں ہے، جو شخص شرعی وراثت کا مستحق ہو اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں، جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیں لہٰذا یہ وصیت معتبر نہیں[۱] سب ترکہ کی طرح اس کھیت میں بھی سب لڑکے چاہے کسی بیوی سے ہوں، برابر کے شریک ہیں، باپ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اگر کسی لڑکے کو کچھ جائداد جداگانہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو، ورنہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] کمایستفاد: ولابأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذا فی العطایاان لم یقصد به الاضرار .الدرالمختار علی هامش، ردالمحتار زکریا، ج۸/ص ۵۰۱/ کتاب الهبة، قاضیخان علی الهندیة ص۲۷۹ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده والهبة للصغیر، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، عالمگیری ص ۳۹۱ ج۴ الباب السادس فی الهبة للصغیرة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] والهبة من المریض للوارث فی هذانظیر الوصیة لانها وصیة حکما ولا تجوز لوارثه الا ان یجیزها الورثة هدایة، بتقدیم وتأخیر ج۴/ص۶۵۷/ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص۹۰-۱۰۹ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الأول، والباب الخامس، مطبوعه مصر.

گنہگار رہوگا، ایسی حالت میں سب کو برابر دے حتی کہ لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر دے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۷ھ

جائیداد بھتیجہ کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال:۔ میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجہ کے نام ہمارا حق دبا کر کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اتنا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بقایا رہتا ہے، اور ان کا بھتیجہ نابالغ ہے، میرے چھوٹے چار بھائی بہن ہیں، ان کی پرورش وشادی باقی ہے، ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے، ان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی[2] لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی

---

[1] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وكذافی العطايا ان لم يقصد به الا ضرار وان قصده فسوىٰ بينهم يعطی البنت كالابن عندالثانی وعليه الفتوىٰ ولووهب فی صحته كل المال للولد جاز واثم (درمختار علی هامش ردالمحتار ج۸/ص۵۰۲/ (زكريا) كتاب الهبة، قاضی خان علی الهندية ص۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده والهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگيری ص ۳۹۱ ج۴، الباب السادس فی الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] رجل وهب فی صحته كل المال للولد جاز فی القضاء ويكون آثماً فيما صنع، عالمگيری دار الكتاب ص ۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس، در مختار علی الشامی زكريا ص ۵۰۲ ج۸ كتاب الهبة، قاضی خان علی الهندية ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عن أنس رضی اللّٰه تعالىٰ عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محبت اور شفقت ہوتی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کے لئے انتظام کرتا ہے، تاکہ اولاد پریشان نہ ہو[1] پھر موجودہ صورت میں جو والد کرنا چاہتے ہیں، تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نافرمان ہو یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معصیت میں ضائع کردے گا،[2] یا بھتیجہ کا یا اس کے مورث کا کوئی مطالبہ ذمہ میں ہوگا، اس کو ادا کرنا مقصود ہو، ورنہ بلا وجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۸ھ

متبنی کو ہبہ یا وراثت

سوال:۔(نوٹ) پہلے ارسال کردہ سوال اور جناب کا جواب درج ذیل ہے:۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مشکوٰۃ شریف ص۲۶۶ ج۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[1] وعن سعد بن أبی وقاصؓ قال : مرضت عام الفتح مرضاً، أشفیت علی الموت، فأتانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعودنی فقلت : یا رسول اللّٰہ ! إن لی مالاً کثیراً، ولیس یرثنی إلا إبنتی، أفأوصی بمالی کلہ ؟ قال : لا قلت : فثلثَیْ مالی ؟ قال : لا، قلت : فالشطر ؟ قال : لا، قلت : فالثلث ؟ قال : الثلث، والثلث کثیر إنک أن تذر ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرھم عالۃ یتکففون الناس، الحدیث متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص۲۶۵ ج۱ باب الوصایا، الفصل الأول، مطبوعہ یاسر ندیم، بخاری شریف ص۳۸۳ ج۱ کتاب الوصایا، باب أن یترک ورثتہ أغنیاء خیر من أن یتکففون الناس، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] ولو کان ولدہ فاسقاً، فأراد أن یصرف مالہ إلی وجوہ الخیر ویحرمہ، عن المیراث ھذا خیر من ترکہ، لأن فیہ إعانۃ علی المعصیۃ، بحر الرائق کوئٹہ ص۲۸۸ ج۷، کتاب الھبۃ، بزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ص۲۳۷ ج۶ کتاب الھبۃ، الجنس الثالث فی ھبۃ الصغیر، مطبوعہ مصر، خلاصۃ الفتاوی ص۴۰۰ ج۴ کتاب الھبۃ، جنس آخر فی الھبۃ من الصغیر، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

زید کے کوئی اولاد نہیں، وہ اپنے ایک حقیقی بھائی کے لڑکے عمر کو متبنیٰ قرار دیتا ہے، اس کی خواہش ہوئی ہے کہ عمر کو زمین جائیداد کا وارث قرار دیدے، زید کے دوسرے بھتیجے بھی موجود ہیں، زید اس خیال سے کہ اس کی موت کے بعد شرعی حقوق پر دوسرے بھتیجے بھی دعویدار نہ ہوجائیں، جائیداد عمر کے نام ہبہ کرادیتا ہے، اس کے نتیجہ کے طور پر زید کے انتقال پر اس کی ہبہ شدہ جائیداد سے اس کے دوسرے بھتیجوں کو کوئی حصہ نہیں مل سکا، بعض کا خیال ہے کہ اسلامی قانون کے تحت زید کو ایسا عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ زید کے اس عمل سے اس کے دوسرے بھتیجوں کی حق تلفی ہوتی ہے، اور شرعی حیثیت سے زید کے ہبہ کا عمل ناجائز ہے؟

(آپ کا جواب) اگر زید نے اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں زمین جائداد اپنے بھائی کے لڑکے عمر کو ہبہ کردی اور اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ ہی مکمل کرادیا، تو عمر اس کا مالک ہوگیا، انتقال زید کے بعد دوسرے بھتیجوں کو بطور وراثت لینے کا حق نہیں رہا[1] جو چیز زید کی زندگی میں زید کی ملک سے خارج ہوگئی، اس میں زید کی وراثت جاری نہیں ہوگی، اگر زید دوسرے بھتیجوں کو نقصان پہنچائے، اور بلا وجہ شرعی ان کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرے، تو وہ گنہگار ہوگا[2] (دستخط مفتی محمود عفی عنہ)

---

[1] وحكمها ثبوت الملك للموهوب له الىٰ ان قال: وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ ، درمختار على الشامى زكريا ،ج۸/ص۴۹۰-۴۹۳/ اول كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، منحة الخالق على هامش البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۵ ج۷ كتاب الهبة.

[2] لابأس بتفصيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذا فى العطايا ان لم يقصد به الاضرار الخ درمختار على الشامى زكريا، ج۸/ص ۵۰۱/ (اول كتاب الهبة، قاضى خان على هامش الهندية ص ۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده الخ، مطبوعه دار الكتاب عن أنس رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس سلسلے میں مزید عرض ہے کہ اگر ہبہ کے سلسلے میں خود عمر کی ذاتی خواہش موجود تھی، تو کیا عمر بھی گناہ کا مرتکب ہوا؟ نیز کیا عمر کا اس ہبہ شدہ جائیداد سے شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے، اور اگر ناجائز ہے، تو عمر کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر پر اس سلسلہ میں کوئی گرفت نہیں، جبکہ اس نے کوئی ناجائز کوشش نہیں کی، اس کو اس ہبہ شدہ جائیداد سے استفادہ وانتفاع درست ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۷ھ

بعض اولاد کو کچھ کم بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا

سوال:۔(۱) مجیب الرحمٰن کے دو لڑکے ہیں، لشکر علی، گوہر علی، لشکر علی کے چار لڑکے ہیں، امداعلی، سیارت علی، جہانگیر علی، منور علی، اور چار لڑکیاں، عزیزن، کلثوم، زینب اور مریم، اور گوہر علی کے صرف ایک لڑکے سدھن علی ہے، ابھی سب لوگ زندہ ہی تھے کہ اچانک لشکر علی اور گوہر علی کا انتقال ہوگیا ہے، اور ساری چیزیں ابھی مجیب الرحمٰن کے قبضے میں تھیں، زمین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة، مشکوٰة شریف ص۲۶۶ ج۱ باب الوصایا، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه شریف ص۱۹۴ ج۲، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه شریف ص۱۹۴ ج۲، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف یشاء الخ ،بیضاوی شریف، ص۷/ سورةالفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة ص۳۵۱ ج۳، حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة، مصر.

جائیداد کے مالک وہی تھے، تو اب لشکر علی اور گوہر علی کے لڑکے اور لڑکیوں کو دادا جان سے کچھ حق ملے گا یا نہیں؟

(۲) مجیب الرحمٰن کے پوتوں میں سے ایک پوتے امداد علی بھی تھے، جو کہ سب سے بڑے ہیں، جنہوں نے دادا سے چار بیگھہ زمین اپنے نام سے قبالہ کرا چکے ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ خوشی سے قبالہ کر دیا، یا بوڑھے سے زبردستی کرایا گیا، کیونکہ اب دونوں حضرات دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، اور بقیہ تمام زمین چاروں بھائیوں میں تقسیم ہو چکی ہے، تو اب تینوں بھائیوں اور چار بہنوں کا اس زمین میں جو ان کے بڑے بھائی دادا میاں نے قبالہ کرایا ہے حصہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کتنا ہوگا؟

امداد علی کے لڑکے کہتے ہیں کہ جب وہ چار بیگھہ زمین کا قبالہ ہمارے والد صاحب مرحوم کے نام سے ہے تو وہ زمین خاص طور سے ہماری ہوگئی، اور چونکہ لشکر علی اپنے دادا صاحب کی موجودگی میں انتقال کر چکے ہیں، اس لئے سارے پوتے پوتیاں محروم ہو جائیں گی، اور جو زمین ہمارے والد صاحب نے اپنے دادا میاں سے قبالہ کرا دیا ہے، وہ ان کی زمین تھی، اب وہ جس کے نام سے قبالہ کر دیا خاص طور سے وہ زمین اس کی ہوگئی، اور رقم تینوں بھائی اور چاروں بہنوں کا اس میں کوئی حق نہیں جیسے کہ اگر دادا صاحب کسی سے اپنی زمین فروخت کر دیتے، تو وہ اسی کی ہو جاتی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ دادا صاحب کو بڑے بڑے پوتوں سے زیادہ محبت تھی، اسی وجہ سے یہ چار بیگھہ زمین زیادہ دیا ہے، اور یہ تینوں بھائی بہنوں کا کہنا ہے اس میں میرا بھی حصہ ہوگا، کیونکہ تمہارے والد صاحب سب سے بڑے اور گھر کے مالک بھی تھے، انہوں نے دادا سے پھسلا کر لیا اس لئے ہم لوگوں کا بھی حصہ ہوگا، اور دوسری بات یہ ہے کہ جب دادا میاں کا انتقال ہو رہا تھا تب تمہارے والد صاحب نے ہم لوگوں کے لئے یہ بات نہیں کہی ہے، بھائی یہ چار بیگھہ زمین دادا صاحب نے الگ ہمارے نام سے قبالہ کر دیا ہے،

اور دادا صاحب کے مرنے کے کئی سال بعد تک ہم چاروں بھائی ساتھ ہی ہیں، اور پھر اس کے بعد سب الگ الگ ہوگئے، تو اس وقت بھی ہم لوگوں سے یہ بات نہیں کہی، بلکہ دو چار بیگھہ زمین برابر برابر تقسیم کردی، لیکن کاغذی طور پر ہے، کچھ قبالہ وغیرہ دیا، وہ اپنے وصال کے وقت ہی کیا کہ اب یہ ۴۰/ یا ۴۵/ سال کے بعد تم کہتے رہو گے، یہ چاروں بیگھہ زمین ہمارے باپ کے نام سے قبالہ ہیں، اس لئے ہم لوگوں کا ہے، اب یہ نہ ہوگا کیونکہ تمہارے والد صاحب سے ہم لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نہ کیا تھا، اور فی الحال وہ زمین تینوں بھائیوں کے قبضہ میں ہے، لیکن سرکاری ٹیکس لگ رہا ہے، امداد علی کے لڑکے کو یا ان تینوں بھائیوں اور چاروں بہنوں کا بھی کچھ حصہ ہوگا؟ مدلل بیان کریں، اور یہ بھی بیان فرمادیں کہ اگر مجیب الرحمٰن نے خوشی سے قبالہ کردیا ہے، تو کیا حکم ہے؟ اور اگر زبردستی کرائے تو کیا حکم ہے؟

(۳) کسی شخص کے چار لڑکے ہیں اور ان کو کسی سے زیادہ محبت ہے، اور کسی سے کم ہے، اور اس طریقہ سے انہوں نے زمین وغیرہ تقسیم کی کہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم اور کسی کو کچھ نہیں تو ایسا کرنا کسی باپ کو اپنے بیٹے کے درمیان جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بیٹے تو سب اسی کے ہیں۔

(۴) اگر کوئی لڑکا اپنے والد سے الگ ہوکر زمین وغیرہ کو طلب کررہا ہے تو اس کا طلب کرنا کیسا ہے؟ ان کے والد صاحب کو دینا ہوگا یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی دادا اپنے پوتے سے اپنے لڑکے کو مرنے کے بعد کہے کہ میں تم کو یہ زمین وغیرہ کچھ نہ دوں گا، کسی ناراضگی کی بناء پر تو اس کے محروم کرنے کی وجہ سے پوتا محروم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مجیب الرحمٰن کے انتقال کے وقت کوئی لڑکا، لڑکی موجود نہیں، صرف پوتے

پوتیاں ہیں، تو یہ سب دادا کی میراث کے حقدار ہیں[1]، دو برابر پوتے کو ایکہرا پوتی کو ملے گا[2]، سدھن علی، لشکر علی کے لڑکوں کی طرح برابر کے شریک ہیں۔

(۲) اگر دادا نے اپنی تندرستی میں (مرض الوفات) سے پہلے ہوش وحواس قائم رہتے ہوئے چار بیگھہ زمین اپنے پوتے امداد علی کو ہبہ کردی زبانی یا تحریری اور اپنا قبضہ اٹھا کر پوتے کا اس پر قبضہ کرادیا، تو وہ زمین اس پوتے کی ملک ہوگی،[3] دادا کی میراث قرار دے کر دوسرے پوتے اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے، اگر ہبہ کا ثبوت ہو تو اس کو تسلیم کرنا لازم ہے، دوسرے پوتوں کا مطالبہ قابل تسلیم نہیں، اگر ہبہ نہیں کیا نہ زبانی نہ تحریری یا ہبہ تو کیا ہے، لیکن مرض الوفات میں ہوش وحواس بجانہ رہنے کی حالت میں کی ہے، یا ہبہ کرکے اس پر قبضہ نہیں کرایا ہے، تو ان سب صورتوں میں وہ دادا کا ترکہ ہے، دیگر متروکہ جائیداد کی طرح

---

[1] الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم الخ سراجی ،ص۲۲/ باب العصبات، مطبوعه یاسر ندیم، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۷۴ج۶ کتاب الفرائض، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۵۰۴ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وبنات الابن کبنات الصلب ولهن احوال ست الیٰ قوله الا ان یکون بحذائهن أوأسفل منهن غلام فیعصبهن والباقی بینهم للذکرمثل حظ الانثیین الخ سراجی، ص۱۳/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه، ص۴۴۸ج۶ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، بزازیة علی هامش الهندیة، ص۴۵۵ج۶ کتاب الفرائض، الأول فی اصحاب الفرائض، مطبوعه مصر.

[3] ومنها أن یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض الخ عالمگیری، ج۴/ص۳۷۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة، الباب الاول الخ، مجمع الأنهر ص۴۹۱ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۴۷۳ج۱ رقم المادة (۸۶۱) الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث فی أحکام الهبة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

اس کی تقسیم ہوگی[1]

(۳) اولاد ہونے میں سب برابر ہوں لیکن محبت میں کمی زیادتی بھی ہوتی ہے، کسی کے اخلاق، اعمال اچھے ہوتے ہیں کسی کے نہیں ہوتے اور بھی اسباب تفاوت محبت کے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے اگر کسی کو کچھ زیادہ دیدے تو اس پر پکڑ نہیں، ہاں کسی کو نقصان پہنچانے کا مقصد نہیں ہونا چاہئے ورنہ گناہ ہوگا،[2] اولاد ہونے میں برابر کی وجہ سے میراث میں تفاوت نہیں ہوگا، سب لڑکے برابر کے حقدار ہونگے۔

(۴) کوئی لڑکا اپنے والد سے کچھ مانگے اور اپنی ضرورت ظاہر کریں، تو شرعاً مضائقہ نہیں، اللہ پاک وسعت دے تو والد کی خدمت بھی کرے اور ان سے کچھ نہ مانگے، لیکن بطور میراث زندگی میں مانگنے کا حق نہیں، والد صاحب دیکھیں کہ فلاں لڑکے کو حاجت زیادہ ہے، حسب وسعت اس کی ضرورت پورا کرنے میں والد کو بھی اجر ملے گا، والد کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد میرے فلاں لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے، اور میری جائیداد سے اس کو

---

[1] اسلئے کہ مرض الوفات میں ہبہ حکما وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، الا یہ کہ ورثاء اس کو نافذ کردیں والهبة من المريض للوارث فی هذا نظير الوصية، لأنها وصية حكماً، ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام إن اللّٰه تعالىٰ أعطى كل ذى حق حقه، ألا لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة، هداية ص۶۵۷ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بدائع الصنائع ص۴۳۳، ۴۳۴، ج۶، كتاب الوصايا، شرائط الركن، مطبوعه زكريا بكڈپو ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۱۸ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وكذافی العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانی وعليه الفتوىٰ ولو وهب فی صحته كل المال للولد جاز واثم الخ.درمختار على الشامی زكريا ،ج۸/ص ۵۰۱/ اول كتاب الهبة، قاضی خاں على الهندية ص۲۷۹ ج۳ كتاب الهبة، فصل فی هبة الوالد لولده، عالمگيری ص ۳۹۱ ج۴ كتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغير، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

محروم کردیا جائے، بیکار ہے، شرعاً کچھ بھی معتبر نہیں[1]، میراث بہر حال ملے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۹ھ

ہبہ بلا قبضہ اور وقف علی الاولاد

سوال:۔ زید نے اپنی جائیداد میں سے ایک اپنا رہائشی مکان جس میں خود اور اس کے متعلقین رہتے ہیں یا رہتے تھے، اپنے مرنے سے چار سال پیشتر اپنی بہو یعنی چھوٹے بیٹے کی بیوی کے نام ہبہ کیا، اور ہبہ نامہ لکھدیا جس میں یہ بیان ہے کہ میں نے ہبہ کرکے موہوب لہا بہو کے قبضہ میں دیدیا، حالانکہ وہ معہ اپنے مذکور متعلقین کے اس میں رہتا ہے، اور اس میں رہنے کے لئے کرایہ نامہ کی تحریر بعوض کرایہ لکھ دیا ہے، لیکن کوئی ثبوت ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ واہب واقف ہے، کبھی بھی چار سال میں موہوب لہا سے زرِ رسید حاصل کی ہو، ٹیکس وائر ٹیکس، بجلی وغیرہ وغیرہ ہر جگہ واہب کا نام آج تک لکھا ہوا ہے، یہ سب مصنوعی کارروائی بڑے لڑکے کو کم حصہ دینے کیلئے کی گئی ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ ہبہ درست ہوگیا، یعنی بہو کا سابق سے اس میں اپنا قبضہ سمجھا جائے گا؟ اگر یہ ہبہ نہ ہو تو کیا غیر وارث کے حق میں وصیت ہوگی؟ نیز زید نے اپنی باقی جائیداد میں سے اپنے چھوٹے لڑکے اور اپنی دختر پر زائد جائیداد وقف کی ہے، اور بڑے لڑکے پر کم اور خود اپنے نفس پر بھی کی ہے، یعنی باقی جائیداد وقف علی النفس وعلی الاولاد کی ہے، ان تینوں وقف نامہ جات میں لکھا ہے، تاحین حیات میں اس جائیداد کا متولی ہوں اور اس کی آمدنی کا مستحق میرے بعد فلاں فلاں،

---

[1] اوصیٰ بان یصلی علیه فلان اویحمل بعد موته الیٰ بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا الیٰ قوله فهی باطلة الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ص ۳۶۱/ اول کتاب الوصایا.

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ وقف علی الاولاد وعلی النفس وقف ہے یا وصیت علی الورثہ کے قبیل سے ہے، جو ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واہب نے ہبہ کے بعد اس مکان سے اپنا قبضہ نہیں اٹھایا تھا اور اپنا سامان وہاں سے منتقل نہیں کیا، بلکہ بعد از ہبہ نامہ بغیر مکان خالی کئے فوراً کرایہ نامہ تحریر کر دیا تو شرعاً یہ ہبہ نافذ نہیں ہوا، اور موہوب لہا (یعنی بہو) کی ملک اس پر شرعاً حاصل نہیں ہوئی، محض کاغذی کارروائی ممکن ہے، کہ قانوناً کافی ہو لیکن شرعاً کافی نہیں، اور چونکہ بحالت صحت اپنی زندگی میں انتقال سے چار سال پہلے یہ ہبہ کیا ہے، مرض الموت میں یا انتقال کے بعد نافذ کرنے کے لئے نہیں کیا، اس لئے یہ وصیت بھی نہیں، لہٰذا جملہ ورثہ کو دیگر ترکہ کی طرح حسب وراثت شرعیہ اس میں سے بھی حصہ ملے گا، اور بہو کو کچھ نہیں ملیگا، نہ ہبۃً نہ وصیۃً **فلو وهب جراباً فيه طعام الواهب او داراً فيها متاعه او دابةً عليها سرجه وسلمها كذٰلك، لايصح** اھ **درمختار**، ص ۷۰۲/ج۴/[1] جو وقف بحالت صحت کیا جائے وہ شرعاً وقف ہی ہوتا ہے، وصیت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ذیقعدہ ۶۷ھ

اگر واہب نے اس مکان سے اپنا ذاتی مال واسباب نہیں نکالا تھا، تو یہ قبضہ صحیح نہیں ہوا، ہاں اگر اس کا اس میں کوئی مال نہیں تھا، اور بہو اس میں رہتی تھی، تو یہ قبضہ ہو گیا، کرایہ نامہ

---

[1] درمختار على الشامي زكريا ديوبند، ص ۴۹۴/ج۸/ مطبوعه كراچي، ص ۶۹۱/ج۵/ كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ص ۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الأول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بدائع زكريا ص ۱۷۸ ج۵ كتاب الهبة، شرائط صحة القبض.

لکھنے سے پہلے اگر اس نے تھوڑی دیر کو بھی اپنا مال واسباب علیحدہ کر دیا تھا، تو ہبہ صحیح ہو گیا، کرایہ کا وصول کرنا ضروری نہیں ہے، بلا کرایہ بھی اگر واہب بعد میں لیتا رہے تب بھی کچھ حرج نہیں، اور قبضہ موہوب لہا کا اس صورت میں بھی کافی ہوگا، جبکہ پہلے سے وہ رہتی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ذیقعدہ ۶۷ھ

مرض الموت میں وارث کو ہبہ کا حکم

سوال:۔ مفید الوارثین نمبر ۵۰/(۱۹) میں ہے ''اگر مرض الموت میں کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہیں بطور تحفہ وہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل دلوا دیا جائیگا، لیکن اگر مریض اس مرض میں مر گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت تھا تو اس کا حکم مثل وصیت کے ہے، انتہی'' اس میں غیر وارث کو دینے کی شرط کیوں لگائی گئی؟ اگر وارث کو مرض الموت میں دے تو اس کو بھی فی الحال دلوا دینا چاہئے، کیونکہ اس مرض کا مرض الموت ہونا یقینی نہیں پس اگر اسی مرض میں مر جائے، تو وہ چیز اس وارث سے واپس لے لی جائے، وارث اور غیر وارث میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ وجہ پیش کی جائے، کہ وارث کو اگر فی الحال دے دی جائے، تو شاید وہ اس چیز میں تصرف وغیرہ کرے اور وہ چیز واپس نہ لیجا سکے، تو یہ وجہ غیر وارث میں بھی ہے، کہ شاید جو چیز اس کو دی ہے وہ ثلث مال سے زیادہ ہو، پس وہ اس میں تصرف وغیرہ کرے جس

[1] واذاكانت العين الموهوبة فى يدالموهوب له وديعة ً اوعاريةً اوامانةً ملكها بالهبة والقبول وان لم يجددفيها قبضاً الخ عالمگيرى ،ص ۳۷۷/ج۴/ (مطبوعه كوئٹه)كتاب الهبة، الباب الثانى فيمايجوز من الهبة الخ، بحر الرائق كوئٹه ص۲۸۷ ج۷ كتاب الهبة، شرح المجلة ص۴۶۶ ج۱ رقم المادة (۸۴۶) الكتاب السابع، الباب الأول، الفصل الأول، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

وجہ سے ما یجری فیہ الوصیۃ یعنی ثلث سے زائد واپس نہ لیجا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(وارث میں واپس لینے سے ایک دوسری شئی بھی مانع ہے، وہ اس کا ذی رحم محرم ہونا یا تعلق زوجیت ہونا[1]) اغلب واقرب یہ ہے کہ اس تحفہ کو چونکہ مرض الموت میں وصیت کا حکم دیا جاتا ہے[2] اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، لا وصیۃ لوارث[3] اس لئے اس صورت کو غیر وارث کے ساتھ مقید کیا تاکہ آئندہ چل کر اگر اس مرض کا مرض الموت ہونا ثابت ہو جائے تو اس سب کو بحکم وصیت ثلث ترکہ سے نافذ کیا جا سکے[4] اگر وہ موہوب لہٗ وارث ہو تو وہاں تنفیذ وصیت کا محل ہی نہیں[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲/رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

---

[1] والزاى الزوجية مانعة الرجوع والقاف القرابة فلارجوع فيما وهب لذى رحم محرم الخ مجمع الانهر ،ص ۵۰۲-۵۰۳/ ج۴/ مطبوعه بيروت، كتاب الهبة، باب الرجوع عنها، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فى الهبة، در مختار على الشامى كراچى ص ۷۰۴ ج۵ باب الرجوع فى الهبة.

[2] والهبة من المريض فى هذا نظير الوصية لأنها وصية حكماً حتى تنفذ من الثلث هداية ص۶۵۷ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بدائع الصنائع، ص۴۳۳ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن، مطبوعه زكريا بكڈپو ديوبند، مجمع الأنهر ص۴۲۴ ج۴ كتاب الوصايا، قبيل باب الوصية بثلث المال، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] عن أبى أمامةؓ قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : فى خطبته عام حجة الوداع، إن الله قد اعطى كل ذى حق حقه، فلا وصية لوارث، رواه ابوداؤد وابن ماجة، مشكوٰة شريف، ص ۲۶۵/ (مطبع ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند) باب الوصايا، الفصل الثانى.

ترجمہ:. وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرض الموت میں ہبہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مرض الوفات میں اپنی مملوکہ کچھ حصے ایک لمٹیڈ کمپنی کے اپنے بعض ورثہ کو ہبہ کر دیئے اسی مرض میں چند ایام کے بعد زید کی وفات ہوگئی، اب شرعاً یہ دریافت کرتا ہوں کہ زید کا مرض الوفات میں بعض ورثہ کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرض الموت میں ہبہ بمنزلہ وصیت کے ہوتا ہے، پس اگر کوئی شخص مرض الموت میں ہبہ کردے اور شئی موہوب لہ کا قبضہ کرادے، اگر مشاع قابل تقسیم ہو تو تقسیم کر کے قبضہ کرادے، اس کے بعد انتقال ہوجائے، تو ایک ثلث میں اس کی تنفیذ ہوگی، اگر تقسیم اور قبضہ سے پہلے انتقال ہوجائے تو ہبہ باطل ہوگا، اگر موہوب لہ وارث ہو تب بھی ہبہ ناجائز ہوگا، الا یہ کہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں، ''**الهبة والصدقة من المريض لوارثه نظير الوصية لانه وصية حكماً حتى تعتبر من الثلث اھ مجمع الانهر[1] ولا تصح الوصية لوارثه شيئاً الاباجازة الورثة اھ (سكب الانهر[2]) وتتم الهبة بالقبض الكامل**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] ملاحظہ ہو اسی عنوان کا حاشیہ [2]۔

[5] لأن الوارث ليس بمحل للوصية، بدائع الصنائع زكريا ص۴۳۴ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن.

(صفحہ ہذا) [1] مجمع الانهر ص۴۲۴/ ج۴/ مطبع بيروت، كتاب الوصايا، قبيل باب الوصية بثلث المال، هداية ص۶۵۷ كتاب الوصايا، مطبوعه ياسر نديم، بدائع زكريا ص۴۳۳ ج۶ كتاب الوصايا، شرائط الركن.

[2] سكب الانهر على مجمع الانهر ص۴۱۸/ ج۴/ مطبع بيروت، كتاب الوصايا، بدائع الصنائع مطبوعه زكريا ص۴۳۴ ج۶، كتاب الوصايا، شرائط الركن، در مختار على الشامى كراچى ص۵۵-۵۶ ج۶، كتاب الوصايا.

ولوالموهوب له شاغلاً لملک الواهب لامشغولاً به فی محوز مقسوم ومشاع لایقسم لاتتم بالقبض فیمایقسم ولولشریکه فان قسمه وسلمه صح ولو سلمه شائعاً لایملکه فلا ینفدتصرفه فیهاھ درمختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۲/۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۲/۶۹ھ

مرض الموت میں جعلی ہبہ نامہ پر دستخط

سوال:۔ ہندہ اپنے بستر مرگ پر عالم نزاع میں ہے، ہندہ کے جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) نے اپنے ایک سادہ کاغذ (اسٹامپ) پر کسی تحریر اقرار نامہ کے نشان انگوٹھا بغیر ہندہ کی مرضی وخواہش کے جبراً لے لیا، اور نشان انگوٹھا لیتے وقت سوائے اسکے جیٹھ کے کوئی دوسرا گواہ وہاں پر موجود نہ تھا، نشان انگوٹھا لینے کے چند دن بعد ہندہ لاولد فوت ہوگئی، اسکے بعد اسکاغذ کو جس پر ہندہ کا نشان انگوٹھا لیا گیا تھا، ہبہ کی شکل میں تحریری اقرار کرایا گیا، کہ ہندہ نے اپنے ترکہ کی جائیداد اپنے شوہر کو ہبہ کردی، اور بعد میں مذکورہ جیٹھ کے علاوہ مزید تین گواہوں نے ازراہِ شہادت اپنے اپنے دستخط اس تحریر کردہ دستاویز پر ثبت کردیئے، اور اسطرح ہندہ کا ہبہ نامہ بحق اپنے شوہر مکمل ہوگیا، اب دریافت طلب امر یہ ہیکہ ہندہ کی کمزوری اور لاچاری سے فی الحال جو فائدہ اٹھایا گیا، اور مندرجہ بالا طریقے سے ہندہ سے ہبہ کرایا گیا، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو یہ کارروائی شرعاً بالکل بیکار ہے، اس سے ہبہ نہیں ہوا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۹۴ھ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص ۴۹۳/ج۸/مطبوعہ کراچی، ص ۶۹۰/ج۵/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہبہ بعد الموت

سوال:۔ میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد یہ سب تیرا ہے، میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دولڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دولڑکیوں کو بھی شامل کرے، کیا از روئے شرع ساتھ آئی ہوئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمہارے والد کے تم کو محض یہ کہہ دینے سے کہ میرے بعد سب تیرا ہے، ان کی متروکہ جائیداد کی تم تنہا وارث نہیں ہوگی[1] بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ تمہارے والدہ کو ملے گا،[2] اور بقیہ کی تم مالک ہوگی، بشرطیکہ تمہارے والد کے دادا پردادا میں سے کوئی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۶ ج۷ كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۴ ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۲ اس لئے کہ ہبہ کیلئے رضامندی شرط ہے اور وہ یہاں پائی نہیں گئی، لكن لو لقّن الهبة ولم يعرفها لم تصح، لا لأجل أن النية شرطها، وإنما هو لفقد شرطها وهو الرضٰى، وكذا لو اكره عليها لم تصح، الأشباه والنظائر ص ۱۱، القاعدة الأولىٰ، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلى.

(صفحہ ہذا) ۱ وتصح الهبة بايجاب وقبول لأنها عقد، وقيام العقد بالإيجاب والقبول، وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام : لا تجوز الهبة إلا مقبوضة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص ۶۸۸ ج۵، كتاب الهبة، هداية ص ۲۸۳ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۲ وللزوجة الربع عند عدمها والثمن مع احدهما الخ عالمگيرى ،ص ۴۵۰/ج۶/ (مطبع كوئٹه) كتاب الفرائض، الباب الثانى، السراجى فى الميراث ص۷ فصل فى النساء، مطبوعه مكتبه الأسعدى سهارنپور، ملتقى الأبحر على هامش المجمع الأنهر ص ۵۰۰ ج۴ كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مرد زندہ نہ ہو[1] تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں وہ تمہارے والد کے ترکہ میں حقدار نہیں[2] ہاں تمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اور ان کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

غیر مملوک مکان کو ہبہ کرنا

سوال:۔ سائل کے والد دو بھائی تھے، دونوں کا انتقال ہوگیا ہے، ایک کی اولاد لڑکا ہے، دوسرے کی اولاد بھی لڑکا ہے، سائل منصور احمد اور اپنے بھائی فہیم الدین کے پاس رقم بھیجتا رہا، بمبئی سے مکان تعمیر کرانے کیلئے، تو فہیم الدین جو منصور احمد کا تایازاد بھائی تھا، اس نے مکان تعمیر کرایا، مکان کی جائیداد شرکت کی تھی، اور ایک دوکان اس میں منصور احمد نے اپنے روپیہ سے خریدی تھی، فہیم الدین کا انتقال ہوگیا ہے، اور مکان اپنی لڑکی کے نام کردیا ہے، اب فہیم الدین کی بیوہ نے اس مکان اور دوکان پر قبضہ کرلیا ہے، شرع کا کیا حکم ہے؟

---

[1] والعصبة كل من يأخذ ما أبقته اصحاب الفرائض وعند الإنفراد يحرز جميع المال السراجي في الميراث ص ۵، مطبوعه كتب خانه امداديه ديوبند،

[2] ويستحق الإرث بأحد ثلاثة بنسب أي قرابة رحم، ونكاح صحيح ولاء بنوعيه، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامي كراچي ص۷۶۲ ج۶ كتاب الفرائض، عالمگيري كوئٹه ص۴۴۷ ج۶ كتاب الفرائض، الباب الأول.

[3] الملك التام: هو الذي ينحول صاحبه حق التصرف المطلق في الشيء الذي يملك، فيسوغ له أن يتصرف فيه بالبيع والهبة والوقف الخ، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ص ۳۵۱، ج۳، حرف الميم، الملك التام، مطبوعه دار الفضيلة قاهرة، شرح المجلة ص۶۵۴/۱ رقم المادة ۱۱۹۲، الكتاب العاشر، الباب الثالث، الفصل الأول في احكام الأملاك، مطبوعه ديوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

فہیم الدین کی بیوہ کو شوہر کے ترکہ سے میراث میں آٹھواں حصہ پہنچتا ہے، اس سے زیادہ کی وہ حقدار نہیں ہے[1]، جو دوکان منصور احمد نے اپنے ذاتی روپیہ سے خود خریدی ہے، وہ منصور احمد کی ہے، جو مکان منصور احمد کے بھیجے ہوئے روپیہ سے تعمیر ہوا وہ منصور احمد کا ہے، فہیم الدین کو لڑکی کے نام کرنے کا کوئی حق نہیں ہے[2]، یہ غلط ہوا، لڑکی اس پر قبضہ نہ کرے بلکہ لڑکی اور وہ دونوں کو لازم ہے کہ وہ مکان اور دوکان منصور کے حوالہ کردیں[3]، البتہ فہیم الدین کا حق والد کی چھوڑی ہوئی زمین میں منصور احمد کے برابر ہے، اس میں بیوہ اور لڑکی اپنا اپنا حصہ لے سکتی ہیں، اب جبکہ اس زمین پر منصور احمد کی تعمیر موجود ہے، جو کہ فہیم الدین کی رضامندی سے ہے، لہٰذا اپنے حصہ کی زمین کا معاملہ منصور احمد سے کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۹۰ھ

بیٹے کو زمین ہبہ کرکے واپس لینا

سوال: عمر نے اپنی ملک اراضی میں سے اپنے بیٹے زید کو چند گواہوں کی موجودگی

---

[1] اما للزوجات فحالتان الربع لواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والثمن مع الولد الخ سراجی، ص۱۱/ (مطبع یاسرندیم دیوبند) فصل فی النساء، ملتقی الأبحر علی هامش المجمع ص۵۰۰ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری مصری ص۴۵۰ ج۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فی ما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه مکتبه اشاعت الإسلام دهلی.

[3] ولکن ان اخذه من غیر عقد لم یملکه ویجب علیه ان یرده علیٰ مالکه الخ بذل المجهود ص۱۳۷/ج۱/ (مطبع سهارنپور) (باب فی فرض الوضو)، شرح المجلة ص۶۲ ج۱ رقم المادة (۹۷) المقالة الثانیة فی بیان القواعد الفقهیة، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

میں ایک قطعہ زمین اس معاہدہ کے ساتھ ہبہ کیا کہ میری حیات تک اس کی پیداوار چوتھائی مجھے دیتے رہنا، زید نے اس کو منظور کرلیا، اس قطعہ کے کچھ حصہ میں اس نے اپنے صرفہ سے کسی جنس کی تخم ریزی بھی کرادی اور کچھ میں آئندہ تخم ریزی کے خیال سے ہل بھی چلوادیا، مہینہ بھر ہی کے اندر باپ نے اس قطعہ کو بٹائی پر ایک اجنبی شخص کو دیدیا، اور اب اسے کسی خریدار کو فروخت کردینا بھی چاہتا ہے، زید جو کہ اسکا بیٹا ہے کہتا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں از روئے شرع میرے والد کو اس پر کسی قسم کا مالکانہ تصرف کا اختیار نہیں رہا، کیونکہ وہ مجھے اس قطعہ کو ہبہ کرچکے ہیں، گو مروجہ قانونی کارروائی نہیں ہوئی، اس لئے اب میرے والد نہ اسے فروخت کرسکتے ہیں، اور نہ کسی کو ہبہ کرسکتے ہیں، باپ جو کہ قانوناً ابھی تک اس کا مالک ہے، اور بوقت ہبہ اس نے اپنی حین حیات تک کے لئے مابہ النزاع قطعہ اراضی کی پیداوار میں سے ایک مقررہ حصہ کی ادائیگی بھی موہوب سے طے کرلی تھی، کیا وہ از روئے شرع اس کا مالک نہیں رہا، کیا واہب کے حقوق ملکیت موہوب لہٗ کو منتقل ہوگئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والد نے جب قطعہ زمین اپنے بیٹے کو ہبہ کردیا، اور اپنی ملک وقبضہ سے خارج کرکے بیٹے کی ملک وقبضہ میں دیدیا، تو یہ ہبہ تام ونافذ ہوگیا[1] جو شرط لگائی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے، اس کی پابندی بیٹے پر لازم نہیں، اس شرط کی وجہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوا[2] اور اب والد کو اس

---

[1] وتصح الهبة بايجاب وقبول ..... وتتم الهبة بالقبض الكامل، مجمع الأنهر ص ۴۹۱، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى زكريا ص۴۸۹، ۴۹۰، ج۸، كتاب الهبة، هداية ص۲۸۳، ج۳، كتاب الهبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] ولاتبطل بالشروط الفاسدة الخ، الدرالمنتقىٰ على مجمع الانهر ص۴۹۰/ ج۳/ مطبع دارالكتب العلميه بيروت، كتاب الهبة، در مختار على الشامى زكريا ص۴۹۰، ج۸، كتاب الهبة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۴، ج۷، كتاب الهبة،

کے لینے کا حق نہیں، نہ کسی کو ہبہ کرسکتا ہے، نہ فروخت کرسکتا ہے[1]، یہ تو اصل مسئلہ ہے، لیکن اگر والد کو حاجت ہے اور وہ مجبوری کی وجہ سے واپس لینا یا فروخت کرنا چاہتا ہے، تو بیٹے کی سعادت مندی کا تقاضا یہ ہے کہ والد کی خدمت میں بخوشی پیش کردے، اور ان کو کسی تصرف سے منع نہ کرے، والد کا حق واحسان بیٹے پر بہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۹۰ھ

پوتے کو ہبہ کرکے پھر رجوع

سوال:۔ زید کے بیٹے عمر کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زید نے اپنا حصہ جو بیٹے کے ترکہ سے اس کو ملنا چاہئے تھا، اپنے پوتے پوتی یعنی عمرو مرحوم کے بیٹے بیٹی کے حق میں زبانی ہبہ کردیا، اور اپنے عزیزوں کے سامنے اظہار بھی کردیا، چنانچہ زید کا حصہ اس کے ہبہ کرنے کی بناء پر عمرو کے بیٹے پھر بیٹی کے درمیان تقسیم کردیا گیا، اور ہر ایک کا حصہ اس کو دیدیا گیا، جس کو تقریباً دس گیارہ ماہ کا عرصہ گذر چکا، اب زید مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق مجھ کو واپس کرو، دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو اپنے پوتے اور پوتی کے حق میں اپنا حصہ ہبہ کردینے اور حصہ تقسیم ہوکر ان کے قبضہ میں پہنچ جانے کے بعد رجوع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں زید کو رجوع کرنے کا حق نہیں رہا۔ "فلو وهب لذی محرم منه

---

[1] ولایرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة کالأباء والامهات وان علوا، والا ولاد وان سفلوا الخ .عالمگیری ،ص ۳۸۷/ ج۴/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الهبة، سکب الأنهر علی هامش المجمع الأنهر ص۵۰۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت

[2] عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم: فقال: ان لی مالا وان والدی یحتاج الی مالی قال: انت ومالک لوالدک، الحدیث، مشکوة شریف ص ۲۹۱، ج۲، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

نسباً لایرجع اھ درمختار ،ص ۵۱۸ / ج ۴ / "۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خدمت کی امید پر ہبہ کر دیا پھر خدمت نہیں کی

سوال:۔ میں نے اپنی زمین جو کہ رہائش کی تھی، اس کو اپنے حقیقی بھتیجے کے نام ہبہ نامہ کر دیا، اس لئے کہ میری عمر کافی ہوگئی ہے، کمزوری کا زمانہ ہے کہ میرے بھتیجے میری خدمت کریں گے، مگر جب ہبہ نامہ ہوگیا اس کے بعد میں ان لوگوں نے میری کوئی خدمت نہیں کی، میری دولڑکیاں بھی ہیں، اب آپ فرمائیں کہ یہ ہبہ نامہ غلط ہے کہ نہیں؟ میری اب یہ مرضی ہے کہ اس ہبہ نامہ کو توڑ دوں اور اس وقت میری کچھ حالت بھی صحیح نہیں تھی، میری بڑی لڑکی ناراض ہے، چھوٹی لڑکی بھی ناراض ہے، اور ان لوگوں نے اب تک کوئی خدمت نہیں کی، اس لئے میں اور میری دونوں لڑکیاں سخت ناراض ہیں، اب آپ حکم فرمائیں، جو حکم ہو عمل کیا جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض تحریر لکھی گئی ہے اور ان کا قبضہ نہیں کرایا گیا تو ابھی ہبہ مکمل نہیں ہوا، اس کے ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[2] لڑکیوں کو محروم کر دینا بھی برا اور گناہ ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۹۲ھ

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۲ / ج ۸ / مطبوعہ کراچی ص ۷۰۴ / ج ۵ / کتاب الھبة باب الرجوع فی الھبة، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۹۴ ج ۷ باب الرجوع فی الھبة، سکب الأنھر علی ھامش المجمع ص ۵۰۳ ج ۳ کتاب الھبة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ومنھا ان یکون الموھوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموھوب له (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مرحوم بیٹے کی بیوہ کو ہبہ

سوال:۔ زید کے چار لڑکے ہیں نور محمد، بھائی رمضان، فیض محمد، اور ولی محمد، نور محمد کا انتقال زید ہی کی زندگی میں ہوگیا، اس کے بعد زید نے اپنی پوری زمین اپنے تینوں لڑکوں اور نور محمد کی بیوہ عورت کے درمیان تقسیم کردی، پھر زید کا انتقال ہوگیا، اس کے تقریباً دس بارہ سال بعد اس کے تینوں لڑکے اس بات کے مدعی ہوئے کہ زید کی زمین میں بیوہ عورت کا کوئی حق نہیں پہنچتا، لہٰذا زید نے جو زمین بیوہ عورت کو دی ہے، وہ ہم کو ملنا چاہئے، لہٰذا اس بیوہ کا حق زید کی دی ہوئی جائیداد میں پہنچتا ہے کہ نہیں؟ معاملہ کورٹ تک پہنچ چکا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین زید نے اپنے تینوں لڑکوں اور ایک مرحوم لڑکے کی بیوہ کو ہبہ کرکے تقسیم کردی اور اپنا قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرادیا، تو وہ ان سب کی حسب تقسیم ملک ہوگی[1]، اب وہ زید کا ترکہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبل القبض إلى قوله وأما حكمها فثبوت الملك للموهوب له غير لازم، حتى يصح الرجوع والفسخ، عالمگیری، ص ۳۷۴/ ج۴/(مطبوعه كوئٹه) كتاب الهبة،الباب الاول، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة.

۳ رجل وهب فى صحته كل المال للولد جاز فى القضاويكون اٰثما فيما صنع .عالمگیری ، ص ۳۹۱/ ج۴/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الهبة، الباب السادس، عن أنس رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة، مشكوٰة شريف ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(صفحہ ہذا) ۱ واماحكمهافثبوت الملك للموهوب له الخ عالمگیری، ص ۳۷۴/ ج۴/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الهبة ،الباب الاول، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۸۲ ج۵ كتاب الهبة، فصل : وأما حكم الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں ہے، بیوہ کو جو کچھ دیا گیا، ہے اس سے واپس لینے کا حق نہیں، البتہ انتقال زید کے وقت جو ترکہ باقی رہا اس میں مرحوم لڑکے کی بیوہ کو بحیثیت میراث کچھ نہیں ملے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

ہبہ کے بعد موہوب لہٗ کا انتقال واہب کی حیات میں

سوال:۔زید کے چار لڑکے اور ایک لڑکی اور ایک مرحومہ لڑکی کا بیٹا (زید کا نواسہ) موجود ہے، زید نے اپنی حیات میں عاریۃً اپنے چار بیٹوں اور ایک بیٹی اور ایک نواسہ کو تقسیم ترکہ نامزد قرار دیدیا، اب زید کی موجودگی میں موجودہ لڑکی کا انتقال ہوگیا، اس لڑکی کا خاوند اس کے حصہ میں سے کس قدر مال کا مستحق ہوسکتا ہے یا بالکل نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عاریۃً تقسیم ترکہ نامزد قرار دینے کا کیا مطلب ہے؟ اگر اس سے مراد وصیت ہے یعنی زید نے وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ اس طرح تقسیم کرنا تب تو یہ وصیت ہی ناجائز ہے، کیونکہ اس میں ورثہ کے حق میں وصیت کی گئی ہے، اور وارث کے حق میں بلا اذن دیگر ورثہ وصیت نافذ نہیں ہوتی،[2] البتہ نواسا، چونکہ اس صورت میں وارث نہیں اس

---

[1] ویستحق الإرث بأحدی خصال ثلاث: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية، والولاء، عالمگیری ص۴۴۷ ج۶ کتاب الفرائض، الباب الأول، مطبوعه مصر، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۲ ج۶ کتاب الفرائض.

[2] ولاتصح الوصية لوارثة شياً الاباجازة الورثة الخ الدرالمنتفیٰ علیٰ مجمع الانهر ،ص ۴۱۸/ج۴/ دار الکتب العلميه بيروت) کتاب الوصايا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے حق میں وصیت درست ہے، مگر اس کے نفاذ کا حکم زید کے مرنے پر ہوگا،[1] جس لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے حق میں جس قدر وصیت کی ہے، وہ زید ہی کی ملک ہے لڑکی کی ملک نہیں،[2] لہٰذا لڑکی کے شوہر کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، ہاں جو کچھ ترکہ مملوکہ لڑکی نے چھوڑا ہے اس میں اس کے شوہر کا بھی حصہ ہے،[3] اگر تقسیم ترکہ نامزد کرنے سے مراد یہ ہے کہ باقاعدہ تقسیم کرکے ہر ایک کے حصہ پر اس کا قبضہ کرادیا ہے، تو لڑکی کے ترکہ مملوکہ کے ساتھ اس میں بھی میراث جاری ہوگی، اور شوہر کو حصہ ملے گا، اگر تقسیم کرکے قبضہ نہیں کرایا تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا،[4] اور لڑکی کی ملکیت اس پر ثابت نہیں ہوئی، بس شوہر کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، لڑکی کا ترکہ تقسیم کرنے کیلئے اس کے جملہ ورثہ کا علم ہونا ضروری ہے، اگر اس کی اولاد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری مصری ص۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الأول، هداية ص۶۵۷ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[1] وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث لا الزیادة علیه، إلا أن تجیز ورثته بعد موته، ولا تعتبر إجازتهم حال حیاته اصلاً، بل بعد وفاته، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۵۰ ج۶ کتاب الوصایا، عالمگیری مصری ۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الأول، هدایة ص۶۵۵ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وشروطه ثلاثة : موت مورث حقیقة، ..... ووجود وارثه عند موته حیاً الخ، رد المختار کراچی ص۷۵۸ ج۶ کتاب الفرائض، مجمع الأنهر ص۴۹۴ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] ویستحق الإرث بنسب ونکاح وولاء، ملتقی الأبحر علی هامش المجمع ص۴۹۵ ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی کراچی ص۷۶۲ ج۶ کتاب الفرائض، بحر الرائق کوئٹه ص۴۸۸ ج۸ کتاب الفرائض.

[4] وتتم الهبة بالقبض الکامل الخ الدر المختار مع الشامی زکریا، ص۴۹۳ ج۸ مطبوعه کراچی، ص۶۹۰ ج۵ کتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایة ص۲۸۳ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

موجود ہے، تب تو شوہر کو چوتھائی ترکہ ملے گا، اگر اولاد موجود نہیں تو نصف ملے گا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۴/۶۰ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/۶۰ھ

حرام کمائی والے کا ہدیہ

سوال:۔ماتقولون فی اکل الطعام فی بیت الذی لایتمیز بین کسب الحلال والحرام وای اقوای من الفتویٰ والتقویٰ للعلماء الکرام الذین هم مقتداء القوم ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال فی الفتاویٰ الهندیة : اهدیٰ الی رجل شیاً اواضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلابأس الاان یعلم بانه حرام فان کان الغالب هوالحرام ینبغی ان لایقبل الهدیة ولایاکل الطعام الا ان یخبره بانه حلال ورثته اواستقرضته کذافی الینا بیع[2]، لایجیب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیرراض بفسقه وکذا دعوة

---

[1] فللزوج النصف عندعدم الولد وولد الابن والربع مع الولد وولد الابن الخ عالمگیری ، ص۴۵۰/ج۶/ مطبع کوئٹه، کتاب الفرائض، الباب الثانی، السراجی فی المیراث ص۷ باب معرفة الفروض ومستحقیها، مطبوعه مکتبة الأسعدی سهارنپور، مجمع الأنهر ص۵۰۰ج۴ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عالمگیری ص۳۴۲/ ج۵/ مطبع کویٹه، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، المحیط البرهانی ص۷۳ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه ڈابهیل، بزازیة علی هامش الهندیة ص۳۶۰ج۶ کتاب الکراهیة، الرابع فی الهدیة والمیراث، مطبوعه مصر.

من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر انه حلال وبالعكس يجيب مالم تبين عنده انه حرام كذافي التمرتاشي[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام حلال مخلوط روپے کا ہبہ

سوال:۔زید کا باپ تجارت کرتا ہے، وہ تجارت شرع شریف کے بالکل خلاف ہے، مثلاً جھوٹ بولتا ہے، کم دیتا ہے، زیادہ لیتا ہے، اور بہت سی دھوکہ بازیاں کرتے ہیں، جیسے کہ آج کل تجارت چل رہی ہے، کہ کوئی مسئلہ کا لحاظ نہیں کرتا، جس طرح جی میں آتا ہے، کر دیتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا باپ وہ روپیہ جتنا مناسب سمجھتے ہیں، زید کو دیدیتے ہیں، اور باقی سے اپنا کام چلاتے ہیں، تو یہ روپیہ زید کا لینا جائز ہے یا نہیں، اور اگر یہ ناجائز ہے اور زید لحاظ میں لے لیتا ہے، تو اب اس کو مسکینوں میں خیرات کردے یا قطعی ان سے نہ لے اور صاف منع کردے، اور اگر کوئی صورت لینے کی ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید کا باپ خالص حرام وناجائز روپیہ مثلاً رشوت، سود، غصب وغیرہ کا روپیہ زید کو دیتا ہے، یا ایسا مخلوط روپیہ دیتا ہے، جس میں زیادہ حرام ہے، اور کم حلال تو زید کو اس کا لینا جائز نہیں صاف انکار کردے، اگر کسی وجہ سے لے لیا ہے، تو واپس کردے، اگر واپس نہیں کرسکتا تو خود اپنے صرف میں نہ لائے بلکہ جن سے باپ نے لیا ہے، ان کو واپس کردے وہ موجود نہ ہو تو ان کے ورثہ کو دیدے اگر اصل مالک اور اس کے ورثہ کا علم نہ ہو تو خیرات کردے،

---

[1] عالمگیری ص۳۴۳/ ج۵/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشرفى الهدايا والضيافات، بزازية على هامش الهندية ص۳۶۴ج۶ كتاب الهبة، الرابع فى الهدية والميراث، الخامس فى الأكل، مطبوعه مصر.

اور مسکینوں کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کردے[۱] اگر وہ خالص حلال روپیہ یا ایسا روپیہ جس میں زیادہ حلال ہے دیتا ہے، تو اس کو لینا اور اپنے صرف میں لانا شرعاً درست ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مالِ معطی کی تفتیش کہ حرام ہے یا حلال؟

سوال:۔ اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے، یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے دفیعہ کیلئے دریافت کرنا درست ہے[۲] اور بلاوجہ

---

[۱] وأما إذا كان عند رجل مال خبيث ..... ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه، فليس له حيلة، إلا أن يدفعه إلى الفقراء لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما ارتكبه من الفعل الحرام، بذل المجهود ص۳۷ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه مكتبه خليلية سهارنپور، شامی كراچی ص۳۸۵ج۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فی الكسب.

[۲] اهدى الىٰ رجل شيأً اواضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغی ان لايقبل الهدية ولايأكل الطعام الاان يخبر بانه حلال الخ عالمگيری ،ص ۳۴۲/ج۵/ (مطبوعه كوئٹه)كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفی الهدايا، قاضی خاں علی الهندية ص ۴۰۰ج۳ كتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، المحيط البرهانی ص۷۳ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فی الهدايا والضيافات ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

[۳] دع مايريبک الىٰ مالايريبک الحديث قال الملا علی القاری والمقصود ان يبنی المكلف امره علىٰ اليقين البحث والتحقيق الصرف الخ مرقاة ،ص ۲۹۴/ج۳/ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی) كتاب البيوع ،باب الكسب ،الفصل الثانی.

دریافت کرنا کہ اس کو اذیت ہو نہیں چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو

سوال:۔ ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، شادی کے موقعہ پر ہندہ کے خالو نے (جو کہ شراب کا کاروبار کرتے ہیں) ہندہ کو ایک جوڑا کپڑا اور بکر کو ایک گھڑی دی، کچھ عرصہ کے بعد بکر کو معلوم ہوا کہ ہندہ کے خالو شراب کا کاروبار کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے دوسرا جائز کام کرتے تھے، قیاس یہی ہے، کہ انہوں نے کپڑا اور گھڑی حرام کمائی سے خرید کردی ہوگی، اس لئے بکر چاہتا ہے کہ گھڑی اور ہندہ چاہتی ہے، کہ اپنے کپڑے کسی کو صدقہ کردے، ہندہ اور بکر اپنا اپنا سامان اپنے خالو کو بعض دشواریوں کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتے، فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم وہشتم، ص ۱۰۵-۱۰۸/ بحث "**اشباع الکلام فی مصرف الصدقة من المال الحرام**" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حرام مال جس کا اس کے مالک تک پہنچانا دشوار ہو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ صدقہ اپنے والدین، بھائی، بہن بیوی، شوہر، کو بھی دیا جاسکتا ہے، اب اس صورت میں دو چیزیں قابل دریافت ہیں:۔

(۱) کیا بکر گھڑی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرسکتا ہے؟

---

[1] عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا دخل أحدكم علی اخيه المسلم فليأكل من طعامه ولا يسئل ويشرب من شرابه ولا يسئل، مشكوٰة شريف ص ۲۷۹ ج ۲ كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم، (قوله : فليأكل من طعامه ولا يسئل) أی من أين هذا الطعام ..... (قوله : ويشرب من شرابه) فإنه قد يتأذی بالسوال، وذلک إذا لم يعلم فسقه الخ مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص ۴۵۵ ج ۳ كتاب النكاح، باب الوليمة، قبيل باب القسم، مطبوعه بمبئی.

(۲) کیا بکر اپنی گھڑی یا اس کی قیمت اپنی بیوی کو جو صاحب نصاب نہیں ہے، یا والدین یا بھائی بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ یہ بات یقینی نہیں کہ یہ سامان ہندہ کے خالو نے حرام مال سے حاصل کیا ہے، تو اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں[۱]، تاہم بکر بطور تقویٰ صدقہ کرنا چاہتا ہے، تو بہتر ہے[۲] گھڑی ہی صدقہ کردے، پھر اگر وہ شخص گھڑی کو فروخت کرنا چاہے تو کسی اور کے ذریعہ لیکر خرید لے، اپنا دیا ہوا صدقہ خود نہ خریدے[۳]، نیز یہ صدقہ اپنی بیوی اور والدین میں سے کسی کو نہ دے تو بہتر ہے، بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دیدے، یہی حکم ہندہ کا ہے، کہ وہ اپنے شوہر

---

[۱] اهدیٰ الیٰ رجل شیاً اواضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان یعلم بانه حرام الخ عالمگیری ص۳۴۲/ ج۵/ مطبوعه کویٹه، کتاب الکراهیة ،الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، المحیط البرهانی ص۷۳ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه ڈابهیل، قاضی خان علی الهندیة ص۴۰۰ج۳ کتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۲] دع ما یریبک إلی ما لا یریبک ..... أی دع ما تشک فیه إلی ما لا تشک فیه من الحلال البین، لأن من اتقی الشبهات فقد إستبرأ لدینه وعرضه، السراج المنیر ص۲۸۴ج۲ حرف الدال، مطبوعه دار الفکر بیروت، فیض القدیر ص۵۲۸ج۳ رقم الحدیث (۴۲۱۱) حرف الدال، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۳] عن عمر بن الخطابؓ قال حملت علی فرس فی سبیل اللّٰه فأضاعه الذی کان عنده فأردت أن اشتریه وظننت أنه یبیعه برخص فسألت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال لا تشتریه ولا تعد فی صدقتک الحدیث متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۱۷۲ ج۱ کتاب الزکوٰة، باب من لا یعود فی الصدقة، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم، قال ابن الملک : وذهب بعض العلماء إلی أن شراء المتصدق صدقته حرام لظاهر الحدیث، والأکثرون علی أنها کراهة تنزیه لکون القبح فیه لغیره، مرقاة شرح مشکوٰة ص۴۹۱ج۲ باب من لا یعود فی الصدقة، مطبوعه بمبئی.

اور والدین کو نہ دے، تو بہتر ہے، بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دیدے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۶ھ

کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام

سوال:۔ اکثر مدرسین جب بچے اسکول میں پاس ہوجاتے ہیں تو بچوں سے انعام وصول کرتے ہیں، اور کبھی کبھی پہلے ہی وصول کر لیتے ہیں، اس انعام کا لینا کسی صورت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر طلبہ بطور خوشی کے بطور شکرانہ کے انعام دیں تو لینا درست ہے، انعام ہوتا ہی وہ ہے جو خوش ہو کر دیا جائے، مدرس کا حق نہیں، زبردستی کرنا درست نہیں،[2] اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا، ذلیل کرنا، اس کے ساتھ محنت میں کمی کرنا

---

[1] ولا يدفع إلى أصله وإن علا أو فرعه ..... أو زوجته بالإتفاق وكذا لا تدفع إلى زوجها، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص ۳۳۱ ج ۱ كتاب الزكاة، باب فى بيان أحكام المصرف، در مختار على الشامى كراچى ص۳۴۶ ج۲ كتاب الزكاة، باب المصرف، قال فى رد المحتار : (قوله : ولا إلى من بينهما ولاد ..... وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء، شامى كراچى ص۳۴۶ ج۲ باب المصرف، طحطاوى على المراقى ص۵۹۴، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطبوعه مصر.

[2] وإذا أهدى ابو الصبى إلى معلم الصبى أو إلى مؤدبه شيئاً فى الأعياد إن لم يسأل ولم يلح عليه لا بأس به الخ، قاضى خان على الهندية ص ۴۰۱ ج۳ كتاب الحظر والإباحة الخ، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

ہرگز جائز نہیں، ''لایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منه ''الحدیث[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ

سوال:۔ میرے کچھ عزیز کوٹ، پتلون وغیرہ استعمال کرتے ہیں، اگر میں ان کیلئے پتلون کا کپڑا یا پیٹی (جس سے کمر کسی جاتی ہے) لیجاؤں تو مجھے ثواب ملے گا ہدیہ کا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کوٹ پتلون بنانے کی نیت سے کپڑا نہ لیجائیے بلکہ ایسا لباس بنانے کے لئے لیجائیے جس کا استعمال بلاتکلف درست ہے[2]، پیٹی کمر پر باندھنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بناء پر ہدیہ کا لین دین

سوال:۔ میرا اینٹ کا کاروبار ہونے کی وجہ سے مجھے دوسرے مذاہب کے پیروؤں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۵۵/ج ۱/ (مطبع یاسر اینڈ کمپنی دیوبند) کتاب البیوع باب الغصب، شعب الإیمان للبیهقی ص۷۶۹ج۲ رقم الحدیث (۵۴۹۳) باب فی قبض الید عن الأموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبۂ نزار مصطفی الباز، السنن الکبری للبیهقی ص۱۰۰ج۶ کتاب الغصب، بامن غصب لوحا فأدخله فی سفینة أو بنی علیه جدار، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

ترجمہ:۔ کسی انسان کا مال حلال اور جائز نہیں ہوتا مگر اس کی خوشدلی اور رضامندی سے۔

[2] قال علیه الصلاة والسلام : إنما الأعمال بالنیات الحدیث، بخاری شریف ص۲ ج ۱ باب کیف کان بدء الوحی الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، تفصیل ملاحظه هو، جواهرالفقه ،ص ۴۵۱/ج۳/ ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت ، مطبوعه دیوبند.

کے پاس اینٹ کا آرڈر لینے یا اینٹ کی رقم لینے کے لئے جانا پڑتا ہے، تو ان کو احتراماً کوئی پھل یا مٹھائی لے جانے یا نمسکار کرنے یا اس جگہ جہاں وہ بیٹھتے ہیں، جہاں پوجا یا شرک ہوتا ہے، ان کے دیوتاؤں یا معبودوں کی تصویریں لگی ہوئی ہوتی ہیں، ایسی جگہ بیٹھنا شرعی طور پر جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) دوسرے مذہبی پیروؤں یا سوامی سے پہچان یا ملاقات ہو تو ان کی ملاقات کیلئے جائے اور ساتھ کوئی تحفہ بھی لے جائے، (پھل مٹھائی وغیرہ) شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اینٹ کے کاروبار کی وجہ سے ان سے ملنا معاملہ کرنا، ان کو پھل وغیرہ دینا سب درست ہے[۱] مگر جو چیز ان کے مذہب میں عبادت ہو اس کو ہرگز نہ کریں، نہ ان چیزوں کی تعظیم کریں، معاملہ جو کچھ کرنا ہو پوجا پاٹ کی جگہ نہ کریں[۲]

(۲) کاروبار، لین دین کا معاملہ ان سے بھی درست ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۸۸ھ

---

[۱] لابأ س بأن یکون بین المسلم والذ می معاملة اذاکان ممالابدمنه الخ عالمگیری، ص۳۴۸، ج۵، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، وفی التفاریق لابأس بان یضیف کافراً لقرابة اولحاجة الخ عالمگیری ص۳۴۷/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر، قاضی خاں علی الهندیة ص ۴۰۱، ج۳، کتاب الحظر والإباحة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند،

[۲] (کمایستفاد) والاعطاء باسم النیروزدوالمهرجان لایجوز وان قصد تعظیمه یکفر لوان رجلا عبد اللّٰه خمسین سنةً ثم اهدیٰ لمشرک یوم النیروزبیضة یریدبه تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عمله الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۸۵/۱۰، مطبوعه کراچی ص۷۵۴/۶، مسائل شتیٰ، شرح فقه اکبر ص۲۳۰، فصل فی الکفر صریحاً وکنایة، لو سأل المعلم النوروزیة، مطبوعه مجتبائی دهلی،

[۳] تقدم تخریجه آنفاً

غیر مسلم کا صدقہ یا ہبہ

سوال:۔ایک کافر برہمن نے کوئی گائے یا بکری خدا واسطے دی تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ چیزوں کے علاوہ اور اشیاء کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز ثواب سمجھ کر خدا واسطے دے اور وہ مسلمان کے مذہب میں حلال ہو اس کا لینا اور کھانا درست ہے، اگر کوئی عارض ہو مثلاً یہ کہ وہ احسان جتلائے گا، عار دلائے گا، دباؤ ڈالے گا، تو نہ لے[1] جو کچھ وہ بتوں کی نذر اور نیاز سے دے اس کو بھی نہ لے[2]، اگر مسلمان مالدار ہے، تو پھر صدقہ اور خیرات کی چیز نہ لے، جو کچھ تہوار کی تعظیم میں دے اسکو بھی نہ لے،[3] جس چیز کے لینے سے تعلق قلبی کا اظہار ہو اس کو بھی نہ لے[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح بندہ عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۶/۵۹ھ

---

[1] (مستفاد) وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر ..... إذا لم يكن في ذلك ضرر ديني ولا سياسي، تفسير المراغي ص۷۴ ج۴ الجزء العاشر، سورة البراء ة، تحت آيت ۱۷، مطبوعه المكتبه التجارية، مصطفى الباز.

[2] إنما حرّم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهلّ به لغير الله، الآية سورة البقرة آيت ۱۷۳،

[3] ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل جرى على عادة الناس لا يكفر وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة، در مختار على الشامي كراچي ص۷۵۴ ج۶ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى.

[4] لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء، نهوا عن موالاتهم بقرابة أو صداقة ونحو ذلك الخ، تفسير مظهرى ص۳۳ ج۲ سورة آل عمران رقم الآية (۲۸) مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير كبير ص۴۲۸ ج۲ سورۂ آل عمران آيت ۲۸، مطبوعه دار الفكر بيروت.

غیر مسلم کا ہدیہ

سوال:۔ غیر مسلم سود خور کا ہدیہ لینا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سود مسلم کے لئے حرام ہے وہ غیر مسلم کے لئے بھی حرام ہے، لہٰذا اگر وہ سود سے ہدیہ دیتا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے[۱] اگر حلال سے دیتا ہے تو کسی ضرورت اور مصلحت کے لئے لینا درست ہے[۲] لیکن محبت یا اس کی اور اسکے دین کی عظمت کے لئے لینا ناجائز ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر ۵۷ھ

---

[۱] أهدى إلى رجل شيئاً او أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغى أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام الخ، عالمگیری ص ۳۴۲، ج۵، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، المحيط البرهانى ص۷۳ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، قاضى خان على الهندية ص۴۰۰ج۳ كتاب الحظر والإباحة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[۲] وجمع غيره بأن الإمتناع فى حق من يريد بهبته التودد والموالات، والقبول فى حق من يرجى بذلک تأنيسه وتأليفه على الإسلام، فتح البارى ص ۵۵۱ ج۵ كتاب الهبة وفضلها الخ، باب قبول الهدية من المشركين، مطبوعه مكتبۂ نزار مصطفى الباز، عمدة القارى ص ۱۶۹ ج۷ الجزء الثالث عشر، كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] ومن المشائخ من وفق من وجه آخر، فقال : لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل منه يقل صلابته وعزته فى حقه ويلين له بسبب قبول الهدية وقبل من شخص علم أنه لا يقل صلابته وعزته فى حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية، عالمگیری كوئٹه ص۳۴۸ج۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہدیہ غیر مسلم

سوال:۔ ہندو اگر کوئی چیز ہدیے کے طور پر دے یا دعوت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پاک اور حلال ہو نیز اس سے اور بھی کوئی دینی و دنیوی مضرت نہ ہو تو جائز ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ دینا ولینا

سوال:۔ (۱) دیوالی کے موقعہ پر ہندو گنے کو پوجتے ہیں کاشتکار مسلمان ہندوؤں کو گنے دیتے ہیں، اگر نہ دیں تو مضرت کا اندیشہ ہے اور وہ کھیل دیتے ہیں۔

(۲) بغیر مضرت کے اندیشہ کے مسلمانوں کا ہندوؤں کو گنے دینا اور ہندوؤں سے کھیل بتاشے وغیرہ لینا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى اهل الذمة والأحكام التى تعود إليهم، الإمتناع فى حق من يريد بهبته التودد والموالاة الخ، فتح البارى ص ۵۵۱ ج۵ كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين، مطبوعه مكتبۂ نزار مصطفى الباز، عمدة القارى ص ۱۶۹ ج۷ الجزء الثالث عشر، المصدر السابق، مطبوعه دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] واما الهدية للمشركين واهل الكتاب وقبول هداياهم فكل ذٰلک جائز الخ اعلاء السنن، ص ۱۴۶/ ج۱۶/ مطبع كراچى، كتاب الهبة، الهدية للمشركين وقبول الهدية منهم، وللمسلمين أن يقبلوا من الكافر ..... إذا لم يكن فى ذلک ضرر دينى ولا سياسى، تفسير المراغى ص۷۴ ج۴ الجزء العاشر، سورة البراء ة، تحت آيت ۱۷، مطبوعه المكتبة التجارية، مصطفى احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کفار سے محبت اور دوستی کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز ہے[۱] البتہ دنیوی ضروریات کے لئے معاملات کا تعلق رکھنا درست ہے[۲] لہٰذا اگر گنے نہ دینے میں کاشتکار کو مضرت کا اندیشہ ہے تو اس مضرت سے بچنے کیلئے گنے دینا درست ہے،[۳] اگر کوئی مضرت کا اندیشہ نہیں تو چونکہ اس سے دوستی اور محبت کا اظہار ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہئے؟[۴]

(۲) کھیلیں ہندوؤں سے لینے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر ہندو اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہو گئے، تب تو نہیں لینا چاہئے، ورنہ لے لینے میں گنجائش ہے، **هكذا يفهم من الهنديه**۔[۵]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ رشعبان ۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ رشعبان ۵۴ھ

---

۱ لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين سورة آل عمران آيت ۲۸.

۲ لابأس بأن يكون بين المسلم والذمى معاملة اذاكان ممالابدمنه عالمگيرى، ص۳۴۸ ج۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر الخ.

۳ إن ترك موالاة المؤمنين للكافرين حتم لازم فى كل حال إلا فى حال الخوف من شىء تتقونه منهم ..... إذ القاعدة الشرعية، أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، تفسير المراغى ص۱۳۶ ج۱ الجزء الثالث، سورة أل عمران، تحت آيت ۲۸، مطبوعه المكتبة التجارية مصطفى احمد الباز.

۴ والموالاة بإظهار التعظيم وحسن المخاللة والمشاورة فيما لا يضر المسلمين فظاهر كلام الزمخشرى أنه لا يجوز، تفسير القاسمى ص۸۰ ج۲، الجزء الرابع، سورة آل عمران، تحت آيت ۲۸، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۵ ان ماروى انه لم يقبلها محمول علىٰ انه انما لم يقبلها من شخص غلب علىٰ ظن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه وقع عند ذٰلک الشخص (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ

سوال:۔ زید کے پڑوسی میں ایک مخنث ہے جس کے گھر میں پانی کا نل لگا ہوا ہے، زید اس کے نل کا پانی استعمال کرتا ہے، آیا زید کے لئے پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ مخنث سود بھی لیتا ہے، گانے بجانے کا کام بھی کرتا ہے، مگر نل سود لینے سے پہلے لگایا تھا، البتہ گانے بجانے کا کام ابتداء سے کرتا ہے، مخنث زید کو کبھی کبھی کوئی کھانے پینے کی چیز بھی دیدیتا ہے جو زید کو پڑوسی ہونے کی بنا پر لینی پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے سود لینے اور مخنث ہونے کی وجہ سے نل کا پانی تو ناپاک و ناجائز نہیں، البتہ جو چیز وہ ناجائز طور پر لاکر دے اس کو نہ لیا جائے[1] بلکہ اس سے اس قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۵ھ

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال:۔ مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما یقاتلھم طمعافی المال لالاعلاء کلمۃ اللّٰہ ولایجوز قبول ھدیۃ من مثل ھذا الشخص فی زماننا الخ عالمگیری ،ص ۳۴۷/ج۵/ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع عشر.

(صفحہ ہذا) [1] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمتہ وان تداولتہ الایدی الخ شامی زکریا، ص۳۰۰/ ج۷/ مطبوعہ کراچی ص۹۸/ ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب لہ الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرید بطیب خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے، اور اگر جبراً دیتے ہیں، تو ناجائز ہے، ''اذلایجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی، عالمگیری ص ۷۷۸/ ج ۲/'' [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۲/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/صفر ۵۵ھ

بچوں کا ہدیہ استاذ کو

سوال:۔ (۱) انفاس عیسیٰ، ص ۳۷۸/ میں ایک مسئلہ نظر پڑا، عبارت تو سامنے نہیں کہ بچوں کے ہاتھ سے روپیہ خرچ کرادیا کرے، لیکن بچوں کو اباحت کے طور پر دے ان کی ملک نہ بنائے، ورنہ ناجائز ہوگا، کیونکہ بچہ اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا، پھر تذکرۃ الخلیل، ص ۱۲۰/ پر مکتوب حضرت گنگوہیؒ میں یہ مسئلہ درج ہے، ہدیۂ اطفال اور ہدیۂ ورثۂ اطفال کا لینا جائز ہے [2] میرے ناقص علم میں دونوں مسئلوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، کہ جب بچہ کی ملک بنادی گئی تو اپنے مال سے ہدیہ کسی کو دے تو کس صورت سے جائز ہوسکتا ہے، کہ ہدیہ اور ہبہ وغیرہ میں فرق ہو، حضرت تھانویؒ نے ہدیہ صبی ناجائز لکھا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے ہدیۂ اطفال جائز لکھا ہے۔

---

[1] عالمگیری ص ۱۶۷/ ج ۲/ مطبع کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱، ج ۴، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال،

[2] أنفاس عیسی ص ۳۴۳ ج ۱ باب چہارم، ارشادات، بچہ کے ہاتھ سے خرچ کراوے مگر خرچ کو اِباحتاً دے، طبع سہارنپور، تذکرۃ الخلیل ص ۱۲۰ سفر حج وزیارۃ بلدۃ الرسول، مکتوب حضرت گنگوھی، مطبوعہ خلیلیہ سہارنپور.

(۲) ہمارے مکتب میں بچے بعض اوقات پیسہ لاتے ہیں کہ اس کی شیرینی خرید کر بچوں میں تقسیم کردو، بسا اوقات والدین بچوں کی ملک بنادیتے ہیں، اور بچے اپنی خوشی سے لاکر دیتے ہیں کہ شیرینی تقسیم کردو، بعض اوقات والدین ہی اس نیت سے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو دیدو، شیرینی تقسیم کردیں، صورت اولیٰ میں کیا مسئلہ ہوگا؟ جب اس کی ملک ہوگئی تو معلم کو بھی شیرینی کھانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہمارے اطراف میں یہ دستور ہے کہ ماں باپ بچوں کو کبھی نقد کبھی اور کوئی چیز دیتے ہیں، کہ اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کردینا، تو درحقیقت معطی، مہدی، واہب والدین ہوتے ہیں[1] ہاں بچوں کی معرفت دیتے ہیں، تاکہ بچوں کو بھی اس کی عادت ہو[2] اس کو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ جیسا تذکرۃ الخلیل میں ہے، اور حضرت تھانویؒ کی تحریر کے خلاف بھی نہیں ہے۔

(۲) یہی حال اس شیرینی کا ہے جو بچے تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، یا نقد دیتے ہیں کہ شیرینی منگا کر تقسیم کردو، آپ کے یہاں جو حال ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1] يجوز ارسال الهدية علىٰ يد صبى ويجوز للمهدىٰ لهٗ قبولها الخ اعلاء السنن، ص۱۴۱ ج۱۶ مطبع كراچى، كتاب الهبة يجوز ارسال الهدية علىٰ يد صبى الخ.

[2] قال الإمام ابو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، در مختار على الشامى كراچى ص۶۸۷ ج۵ كتاب الهبة، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نابالغ کے مال میں تصرف ہبہ وغیرہ

سوال:۔ایک نابالغ بچہ جس کی نگرانی کے لئے ایک عاقل بالغ شخص مقرر کیا گیا ہے، اس بچہ کی موہوب متصدق مباح یا کسی اور طرح کی مملوک چیزوں میں سے وہ نگراں بچہ کی اجازت کے ساتھ کچھ لے سکتا ہے، جبکہ بچہ عاقل وصحیح ہے، اور جبکہ نگراں کے نہ لینے سے اس کو رنج ہوتا ہے، اور اظہار غم کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ کی اجازت غیر معتبر ہے اور اس کی دلداری کی وجہ سے ناجائز کام جائز نہیں ہوتا، "**واما مایرجع الی الواهب فهوان یکون الواهب من اهل الهبة وکونه من اهلها ان یکون حراً عاقلاً بالغاً مالکاً للموهوب حتی لوکان عبداً اومکاتباً اومدبراً اوام ولد ومن فی رقبته شئی من الرق اوکان صغیراً اومجنوناً اولایکون مالکاً للموهوب لایصح هکذا فی النهایة اھ عالمگیری ،ص ۳۷۲/ ج ۲/**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۴/۶۱ھ

بچوں کا ہدیہ

سوال:۔درمختار کتاب الماذون جلد خامس میں یہ عبارت لکھی ہے:۔

"**تصرف الصبی والمعتوه ان کان نافعاً کالإسلام والاتهاب صح وان ضاراً**

---

[1] عالمگیری ،ص ۳۷۴/ج۴/ (مطبع کوئٹہ) کتاب الهبة ،الباب الاول، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة، در مختار مع الشامی کراچی ص۶۸۷ ج۵ کتاب الهبة.

کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض، ص ۱۱۳۱/ج ۵/خط کشیدہ عبارت سے اور شامی میں "وکذاالهبة والصدقة وغيرهما قهستانی، ص ۱۱۳/ج ۵/ ہبہ کے متعلق بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ہدیہ صبی کا ناجائز ہونا چاہئے، لیکن اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ نے حضرت گنگوہیؒ کا ایک خط نقل کیا ہے، اس میں ہدایا اطفال کو جائز لکھا ہے، ہدیہ کا ہبہ اور صدقہ وغیرہ سے مختلف ہونا اور دونوں کے درمیان فرق سمجھ میں نہیں آیا، کہ ہبہ وغیرہ ضرر محض ہو جائیں، اور ہدیہ ضرر نہ ہو اصل کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ تو وہی ہے جو درمختار اور شامی میں ہے، مقدمہ اکمال الشیم میں جو کچھ مذکور ہے، اس کا مصداق یہ ہے کہ اولیاء اپنے چھوٹے بچوں کو عادی بنانے کے لئے ان کی معرفت اور ان کے ہاتھ سے اور یہ بتا کر کہ چیز بچوں کی ہی ہے، اس کو بچے اپنی طرف سے اپنے استاذ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیں، صورۃً تو مہدی بچہ حقیقۃً اس کا ولی مہدی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

---

[1] يجوز ارسال الهدية علىٰ يدصبى ويجوز للمهدى له قبولها الخ، اعلاء السنن ص ۱۴۱/ ج ۱۶/ مطبع كراچى، كتاب الهبة، يجوزارسال الهدية علىٰ يدصبى الخ، قال الإمام أبو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان الخ، در مختار على الشامى كراچى ص۶۸۷ ج۵ كتاب الهبة، البحر الرائق ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، مطبوعه كوئٹه سكب الأنهر على هامش المجمع ص۴۹۰ ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دا رالكتب العلمية بيروت.

نابالغ بچہ کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ نابالغ کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تذکرۃ الخلیل بیان سفر حج وزیارت بلدۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز لکھا ہے، اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ماں کو اپنی نابالغ لڑکی سے تھوڑی دیر کے لئے مستعار اوڑھنی لیکر کہیں جانا جائز نہیں ہے، بہشتی زیور سے یہ معلوم ہوا، کہ نابالغ کے مال میں سے کسی کو اپنی ذات کے لئے کوئی تصرف جائز نہیں، حتی کہ والدین کو بھی، اور مولوی مسعود صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی بتلایا کہ نابالغ سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، مگر تذکرۃ الخلیل میں جائز لکھا ہے، اس لئے شبہ واقع ہوا کہ آیا مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے یا تذکرۃ الخلیل میں غلطی سے یہ مسئلہ لکھا گیا، آپ کے نزدیک جو مفتیٰ بہ قول ہے، تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ اگر اپنے مال میں سے ہدیہ دے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں[1]، جواز کے لئے بلوغ شرط ہے[2]، والدین اگر اپنا مال دے کر نابالغ سے کہیں کہ یہ ہدیہ فلاں شخص کو دیدو تو اس کا قبول کرنا درست ہے[3]، کہ وہ درحقیقت نابالغ کا نہیں بلکہ والدین کا ہے، اور بچوں کو ہدایا پیش

---

[1] تصرف الصبی والمعتوہ ان کان نافعاً کالاسلام والاتهاب صح بلااذن وان ضاراً کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لاوکذا الهبة والصدقة الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۲۵۳/ ج۹/ مطبوعه کراچی ص۷۳ ج۶ کتاب المأذون، مبحث فی تصرف الصبی الخ، مجمع الأنهر ص۷۴ ج۴ کتاب المأذون، فصل : تصرف الصبی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ۹۰-۴۹۱ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة.

[3] ویجوز إرسال الهدیة علی ید صبی ویجوز للمهدی له قبولها الخ، اعلاء السنن ص۱۴۱، ج۱۶، کتاب الهبة، یجوز إرسال الهدیة علی ید صبی الخ، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة.

کرنے کا عادی بنا کے لئے ، والدین ایسا کرتے ہیں، اور یہ چیز کبھی صراحۃً ہوتی ہے، کبھی دلالۃً تذکرۃ الخلیل[1] ص ۶۸ ر میں جو امام ربانی قدس سرہٗ کا خط نقل کیا ہے، اس میں جواز ہدیہ کا محمل یہی ہے، اطفال کے ساتھ ورثۂ اطفال (اولیاء) کو بھی ذکر کیا ہے، جس میں غالباً سائل کو بھی شبہ کی بھی گنجائش نہ تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ ر ربیع الثانی ۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷ ر ربیع الثانی ۵۹ھ

جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ جو لوگ اپنے حلال مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے یہاں دعوت کھانا اور وہ کچھ تحفہ وغیرہ دیں تو قبول کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے، حالانکہ اس کے ذمہ زکوٰۃ فرض ہے، تو وہ سخت گنہگار ہے[2]، زکوٰۃ اسکے ذمہ دین ہے[3] مگر اس کی وجہ سے اس کا اصل مال حرام نہیں ہوا، اس کا ہدیہ،

---

[1] تذکرۃ الخلیل، ص ۶۸ ر (مطبوعہ میرٹھ) سفر حج وزیارت بلدۃ الرسول، مطبوعہ مکتبہ خلیلیہ سہارنپور ص ۱۲۰.

[2] عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : من أتاه اللّٰه مالاً فلم يؤد زكاته مثل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع : له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعنی بشدقيه، ثم يقول : انا مالک أنا كنزک، ثم تلا، ولا تحسبن الذين يبخلون الآية، بخاری شريف ص ۱۸۸ ج ۱ كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة الخ، مطبوعه رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص ۱۵۵ ج ۱ كتاب الزكاة، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] ومديون للعبد بقدر دينه در مختار، (قوله : ومديون للعبد) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تحفہ، دعوت قبول کرنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

طلبہ کا ہدیہ استاذ کو

سوال:۔ طلباء بستی سے کھانا کھاتے ہیں، لیکن ان کے استعمال سے زائد کھانا ہے، انہوں نے اپنے استاذ کے گھر دیدیا، کھانا استاذ کو کھالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کھانا طلباء نے اپنے استاذ کو ہدیہ دیا ہے، اس کا کھانا استاذ صاحب کے لئے درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الأولیٰ مدیون بدین یطالبه به العبد یشمل دین الزکاة، والخراج، لأنه للّٰه تعالیٰ مع أنه یمنع، لأن له مطالبا من جهة العباد کما مر، در مختار مع الشامی کراچی ص۲۶۳ ج۲ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۸۷ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لیکن زجر کے طور پر قبول نہ کرے تاکہ وہ اس حرکت سے باز آجائے، ''ولاینبغی للناس ان یاکلوا من اطعمة الظلمة لتقبیح الامر علیهم وزجر هم ممایرتکبون وان کان یحل .عالمگیری، ص ۳۴۲/ ج۵/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر''

''یجیب دعوة الفاسق والورع ان لایجیبه الخ عالمگیری، ص ۳۴۳/ج۵/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر''

[2] کمایستفاد :عن عائشةؓ قالت کان فی بریرة ثلث سنن احدی السنن انها عتقت فخیرت فی زوجها الیٰ قوله ودخل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والبرمة تفور بلحم فقرب الیه خبز وادام من ادم البیت فقال الم اربرمة فیها لحم قالوابلی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایک شخص نے قرآن شریف خرید کر ہبہ کیا اس نے دوسرے کو ہبہ کیا تو کس کو ثواب ملیگا

سوال:۔ اگر کوئی شخص اپنے پیسے سے کلام پاک لیکر دوسرے شخص کو بنیت ثواب بالکل ہبہ کردے، پھر دوسرا شخص تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو دیتا چلا جائے تو عطیہ کے اعتبار سے ثواب کا کون شخص مستحق ہے، آیا پہلا شخص یا ہر ایک شخص؟ نیز اگر چوری کر کے کلام پاک اٹھالیا جائے، تو شخص اول کو ثواب ملیگا، یا نہیں؟ نیز غریب آدمی اور امیر آدمی دونوں کو دینے میں ثواب برابر ہے، یا کمی زیادتی ہوگی؟ اگر کوشش اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ کی طرف سے دے تو جس کی طرف سے دیا ہے یہ عطیہ اس کے لئے صدقہ جاریہ بنے گا یا نہیں؟ اور اس کو پورا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن پاک ہدیہ کرنے میں تو سب کا ثواب برابر ہے مگر اس اعتبار سے کہ پہلے شخص نے خرید کر (پیسے خرچ کر کے) دیا ہے، اس کا ثواب زیادہ ہے، دوسرے لوگوں نے جن کے پاس مفت آیا تھا وہی دیدیا، نیز پہلا شخص دوسروں کو دینے کیلئے سبب بنا اس لئے بھی اس کا ثواب زیادہ ہے[1] علاوہ ازیں جس میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا، اسی قدر وہ زیادہ ثواب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولکن ذٰلک لحم تصدق به علی بریرة وانت لاتأکل الصدقة قال هو علیها صدقة ولنا هدیة متفق علیه، مشکوٰة شریف، ص ۱۶۱/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب من لاتحل له الصدقة، الفصل الأول.

(صفحہ ہذا) [1] عن جریر قال کنا فی صدر النهار عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ..... الی قوله : فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من سن فی الإسلام سنة حسنة، فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۳۳ ج ۱ کتاب العلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا مستحق ہوگا۔[۱]

چوری کرنا سخت معصیت اور کبیرہ گناہ ہے[۲]، جو شخص چوری کر کے قرآن پاک لائیگا اور تلاوت کریگا اس کو نفس تلاوت کا بھی ثواب ملے گا، اور چوری کا بھی گناہ ہوگا، اور جس کی چوری کی ہے اس کو بھی ثواب ملے گا، محتاج غریب کو دینے میں زیادہ ثواب ہے، کہ وہ صدقہ ہے اور مالدار کو جو کچھ دیا جاتا ہے، وہ ہدیہ یا ہبہ ہے[۳]، ماں باپ کی طرف سے اگر دیدے تو ان کو بھی ثواب ملے گا، اور دینے والے کو بھی ہوگا۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم، قال فی المرقاة : أی له أجر عمله وأجر من عمل بسنته الخ، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۲۲۸، ج ۱، کتاب العلم، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکاة مبطوعه زکریا ص ۴۰۶ ج ۱ المصدر السابق.

(صفحہ ہذا) ۱ قال تعالیٰ : واللّٰه یضعف لمن یشاء أی بحسب اخلاصه فی عمله، تفسیر ابن کثیر ص۴۷۴ ج ۱ سورۂ بقرة، آیت ۲۶۱ مطبوعه مکتبة التجاریة مصطفی احمد الباز، روح المعانی ص ۵۱، ج۳، الجزء الثالث، المصدر السابق، مطبوعه دار الفکر بیروت، الجامع لأحکام القرآن ص۲۷۷ ج۲ الجزء الثالث، دار الفکر بیروت.

۲ والمراد بها ای بالکبائر نحو القتل والزنٰی واللواطة والسرقة الخ فقه اکبر ،ص۴۸/ مطبوعه رحیمیه دیوبند)

۳ وصح تصدق عشرة ..... لفقیرین لا لغنیین أن لا یجوز التصدق بها علی غنیین ولاهبتها لهما والفرق أن الصدقة یراد بها وجه اللّٰه وهو واحد، فلا شیوع، والهبة یراد بها وجه الغنی وهما اثنان، والصدقة علی الغنی مجاز عن الهبة کالهبة من الفقیر مجاز عن الصدقة، بحر کوئٹه ص ۲۹۰ ج۷ کتاب الهبة، هدایة ص۲۸۸ ج۳ کتاب الهبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، خانیة علی الهندیة ص۲۶۸ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی هبة المشاع، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

۴ رجل تصدق علیٰ المیت اودعاله فانه یصل الثواب الیٰ المیت اذاجعل ثواب عمله بغیره من المؤمنین جاز الخ، عالمگیری ص۴۰۸/ ج۴/ مطبوعه کویٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ

سوال:۔ دو شخص نے آپس میں دوستی کی ایک مدت تک ہر ایک نے دوسرے کو دوستانہ میں کھلایا پلایا، اور نقدی بھی دیتے رہے، کچھ دنوں بعد ان میں پھوٹ پڑ گئی، ایک نے کہا کہ میرا کھلایا، پلایا ہوا اور نقدی واپس کردو، دوسرے نے کہا کہ حساب کرلے، اگرچہ یہ برا ہے، لیکن میں تیار ہوں، چنانچہ حساب ہوا، دوسرے نے کہا کہ میرا حساب کر، دونوں کا حساب ہوا، ایک کے ذمہ زائد رقم پائی گئی، تو اس قسم کے دوستانہ میں خرچہ کا حساب قرض میں شمار ہوگا، اگر نہ دیا گیا تو کل قیامت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھلاتے، پلاتے، اور نقد دیتے وقت نہ زبان سے اس کو قرض قرار دیا، نہ ذہنوں میں تھا کہ یہ قرض ہے بلکہ دوستانہ تعلقات میں یہ سب کچھ ہوا، تو اس کو قرض نہیں کہا جائیگا، اور اس کا مطالبہ درست نہیں ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة، طحطاوی علی المراقی ص۵۱۴ کتاب الجنائز، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر، قاضی خان علی الهندیة ص۲۸۴ ج۳ کتاب الهبة، فصل فی الصدقة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[1] منع الرجوع من المواهب سبعة، فزیادة موصولة موت عوض، وخروجهاعن ملک موهوب لهٗ، زوجیة قرب هلاک قدعرض شامی زکریا ،ص ۵۰۵/ج۸/ مطبوعه کراچی ،ص ۶۹۹/ج۵/ باب الرجوع فی الهبة، البحر الرائق کوئٹه ص ۹۱-۲۹۴ ج۷ باب الرجوع فی الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۹و۵۰۳، ج۳، باب الرجوع عنها، کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہدیہ کب رشوت ہے؟

سوال:۔ میں کھیت اور مکان کی رجسٹری کرتا ہوں، اس سلسلہ میں جو لوگ رجسٹری کرنے کے بعد احقر کو اپنی مرضی سے کچھ رقم دیتے ہیں، اور میں لوگوں پر زبردستی نہیں کرتا، تو کیا اس رقم کو لینے میں کوئی گناہ ہے؟ اور یہ رقم رشوت ہوگی یا نہیں؟ اور اس رقم کو کسی اچھے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کے ان سے تعلقات ہیں اور ہدیہ لینے دینے کا پہلے سے معمول ہے، نیز اس کے لینے سے ان کی کوئی غلط رعایت نہیں کرتے تو آپ کو اس کا لینا درست ہے[1] ورنہ اس کے لینے سے پرہیز کریں، اگرچہ ان کا کام آپ صحیح کریں، اس میں غلط رعایت نہ ہو، لیکن ایسی صورت میں بھی رقم لینے سے آئندہ اثر پڑے گا، کہ آپ سے غلط کام لیا جائے گا، خواہ غلطی کسی نوع کی ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

---

[1] بخلاف القاضی الا من اربع السلطان والباشا وقریبه المحرم اوممن جرت عادته بذالک بقدر عادته الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۰/ ج۸/ مطبوعه کراچی ص ۳۷۴/ ج۵/ کتاب القضاء مطلب فی حکم هد یه المفتی، هدایة ص۱۳۵، ج۳، کتاب أدب القاضی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، تبیین الحقائق ص۱۷۸، ج۴، کتاب القضاء، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولوقضیٰ حاجته بلاشرط وطمع فاهدیٰ الیه بعدذٰلک فهو حلال لابأس به ومانقل عن ابن مسعود من کراهیته فورع، شامی زکریا ، ص ۳۵/ ج۸/ مطبوعه کراچی ،ص ۳۶۲/ج۵/ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علیٰ الرشوة،

پانچ سال کی بچی کو زمین ہبہ کر کے اس کا قبضہ نہ دینا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ رؤفن نے اپنی زمین اپنی سگی بہن کی لڑکی صمیدہ کو بیع نامہ رجسٹری کرایا بطور ہبہ، جس وقت پانچ سال کی صمیدہ تھی رؤفن لاولد ہے اب صمیدہ بالغ ہے تقریباً ۲۵ رسال کی ہے، اس نے اپنی خالہ سے مطالبہ کیا کہ اب مجھے زمین پر قبضہ دو رؤفن نے کہا ابھی نہیں دوں گی، جب میرا انتقال ہوجائیگا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی میں نے اسی نیت سے تم کو زمین دی تھی، اس پر صمیدہ نے وکیل سے مشورہ کر کے دوسرے شخص مطلوب کے ہاتھ اس زمین کو بیع کر دیا، اور اسی زمین کو صمیدہ کے باپ شفاعت نے صمیدہ کی اس حرکت سے ناراض ہوکر اپنی بیوی کے نام بیع کروادیا، بحیثیت ولی کے کہ صمیدہ نے نابالغی میں اس زمین کو کہاں سے روپیہ لاکر خریدا لہٰذا یہ زمین میری ہوئی اس لئے بتایا جائے کہ اب یہ زمین کس کی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع اور ہبہ دونوں الگ الگ ہیں[1] رؤفن نے اگر بطور ہبہ یہ زمین صمیدہ کے نام کی ہے، اور قبضہ نہیں دیا، تو ہبہ تام نہیں ہوا[2]

---

[1] البیع فی اللغة مطلق المبادلة وفی الشرع مبادلة المال المتقوم تملیکاً وتملکاً، قواعد الفقه ص ۲۱۲ الرسالة الرابعة، الهبة فی اللغة : التبرع ..... وفی الشرع تملیک العین بلا عوض، قواعد الفقه ص ۵۵۰، الرسالة الرابعة فی التعریفات الفقهیة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[1] ومنها (ای شرائط الهبة)أن یکون الموهوب مقبوضاً حتی لایثبت الملک للموهوب له قبل القبض، عالمگیری ص ۳۷۴/ ج ۴/ مطبع کوئٹه، کتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج ۳ کتاب الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص ۴۷۳ ج ۱ رقم المادة (۸۶۱) الکتاب السابع فی الهبة، الباب الثالث، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

رؤفن کی ملک باقی ہے، صمیدہ کا اس کو مطلوب کے ہاتھ فروخت کرنا غلط ہے، اسی طرح صمیدہ کے والد کا اس پر دعویٰ ملکیت بھی غلط ہے،[1] ہبہ کر کے یعنی بلا قیمت دیکر اس کا نام قانونی طور پر بیع رکھنا شرعاً بے سود ہے،[2] اور ظاہر یہی ہے کہ پانچ سال کی بچی سے بیع کا معاملہ نہیں کیا جاتا، اس کو ہبہ ہی کیا جاتا ہے، جو کہ قبضہ نہ دینے کی وجہ سے معتبر نہیں، ورنہ بیع کی صورت میں مطالبۂ قبضہ کے جواب میں کہنا کہ میرے انتقال کے بعد قبضہ دیا جائیگا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی، لغو اور مہمل بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۹۱ھ

تم الجزء الخامس والعشرون بحمد
اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء السادس والعشرون مطلعہ کتاب الغصب
انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ میرٹھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہٖ بلا إذنه ولا ولایته، در مختار علی الشامی کراچی ص۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، شرح المجلة ص۶۱ ج۱ رقم المادة (۹۶) المقالة الثانیة فی القواعد الکلیة، مطبوعه دیوبند، الأشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی.

[2] (الهبة) هی تملیک عین بلا عوض، ملتقی الأبحر علی هامش المجمع ص ۸۹، ج۳، کتاب الهبة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۴۶۲ رقم المادة (۸۳۳) الکتاب السابع فی الهبة، مطبوعه دیوبند، بحر کوئٹه ص۲۸۴ ج۷ کتاب الهبة.

کسی کی زمین کو غصب کرنا

سوال:- (۱) ہمارے یہاں کمیونسٹ پارٹی نے یہ قانون بنایا ہے کہ جن کے پاس ۷۵/ بیگہ سے زائد زمین ہو ان سے لے لی جائے گی، اس قانون کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے گاؤں کے لوگوں نے ایک مسلمان زمیندار کی زمین پر اس شرط پر درخواست کی کہ فلاں فلاں آدمی پانچ چھ سال سے کاشتکاری کرتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے، اور کمیونسٹ پارٹی نے اس جھوٹ درخواست کرنے والوں کا ساتھ دیکر اس زمیندار کے کم سے کم ۱۰۰/ بیگہ کھیت (زمین) کو زبردستی لے لیا، تو کیا اس طرح پر جھوٹ درخواست دے کر کسی مسلمان کی زمین پر درخواست دیکر زبردستی قبضہ کر لینا دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز ہے؟

(۲) مذکورہ زمیندار کی زمین جسے عام لوگوں نے قبضہ کرلیا، اسی طرح ایک عالم صاحب نے بھی لوگوں کا ساتھ دے کر ۶/۵/ بیگہ زمین جھوٹ طریقہ پر زبردستی قبضہ کرلیا، کیا ایک عالم کے لئے یہ جائز ہے کہ دوسرے مسلمان کی زمین پر زبردستی قبضہ کرلے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کرنا غصب ہے، جو کہ شرعاً حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے، "**عن سعید بن زیدؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین متفق علیہ**، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴/[1]

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب والعاریۃ، الفصل الاول، بخاری شریف ص ۴۵۴/ ج ۱/ کتاب بدء الخلق، باب ماجاء (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(۲) عالم مسائل سے واقف ہوکر اور مقتدیٰ بن کر غصب کرتا ہے، تو اس کا گناہ زیادہ سخت ہے، "عن ابی الدراء قال ان من اشر الناس عند اللّٰہ منزلة یوم القیامة عالم لاینتفع بعلمه، رواه الدارمی، مشکوٰۃ شریف ج ۲/ص ۳۷/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۹ھ

زمین غصب کر کے پڑوسی کا مکان بنوانا

سوال:- میری تھوڑی سی زمین کسی شخص نے جبراً غصب کر کے میرے پڑوسی کا مکان بنوادیا، مجھ سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھا اس پر میں راضی نہیں تھا، تو اس شخص کے بارے میں جس نے جبراً زمین غصب کر کے پڑوسی کے لئے مکان بنوادیا، ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین غصب کرنا کبیرہ گناہ ہے، غاصب کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا،[2] پڑوسی کو لازم ہے کہ آپ کی زمین خالی کردے، مکان ہٹالے یا ملبہ کی قیمت

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فی سبع ارضین، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۳/ ج ۲/ قبیل کتاب الفرائض، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی زمین میں سے ایک بالشت کے بقدر ظلماً لے لے تو قیامت کے دن ساتوں زمین کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائیگا۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۷/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب العلم، الفصل الثالث، سند الدارمی ص ۹۴/ ج ۱/ باب العمل بالعلم وحسن النیة فیه، حدیث ص ۲۶۲/ مطبوعه دارالریان القاهرة.

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے برا مرتبہ کے اعتبار سے وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

[2] عن سالم عن ابیه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من أخذ من الأرض شیئاً بغیر حقه طوق له یوم القیامة الیٰ سبع ارضین، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۶/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

آپ سے لے لے، اس طرح وہ مکان بھی آپ کا ہو جائے گا، یا آپ کی زمین آپ سے کرایہ پر لے لے اور کرایہ آپ کو دیتا رہے[1] اس طرح زمین آپ کی رہے گی، مکان اس کا رہے گا، یا زمین کی قیمت آپ کو دیدے اس طرح زمین بھی اس کی ہو جائے گی، غرض سمجھوتہ سے جس پر دونوں متفق ہو جائیں، وہ معاملہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۹۵ھ

باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت

سوال:- باپ کے مال میں سے بغیر باپ کی اجازت کے اور بغیر رضامندی کے بالغ لڑکوں کو باپ کا مال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ کو ناگوار گذرے تو اجازت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب الغصب والعاریة، الفصل الثالث، بخاری شریف ص ۴۵۳/ ج ۱/ کتاب بدء الخلق ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعه رشیدیه دهلی، مسلم شریف ص ۳۳/ ج ۲/ قبیل کتاب الفرائض، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[1] ومن بنی اوغرس فی ارض غیره بغیر اذنه امر بالقلع والرد وللمالک ان یضمن له قیمة بناء او شجر امر ان تقصت الارض به ای بالقلع، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۳، ۲۸۴/ ج ۹/ کتاب الغصب، قبیل مطلب زرع فی ارض الغیر، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۷/ ج ۸/ کتاب الغصب، مجمع الانهر ص ۸۶، ۸۷/ ج ۴/ کتاب الغصب، فصل ثانی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منه الحدیث مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الغصب، والعاریة الفصل الثانی، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/ ج ۲/ الثامن والثلاثون وهو باب الیدعن الاموال المحرمة، حدیث ص ۵۴۹۳/ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، مرقاة شرح مشکوة ص ۳۵۰/ ج ۳/ مطبوعه بمبئی.

مطلقہ ماں کی مدد باپ کے مال سے

سوال:- ایک شخص جس کا نام خالد ہے اس نے ایک عورت سے شادی کر لی اور اس عورت کے پیٹ سے دو لڑکے اور دوسری لڑکیاں پیدا ہوئیں، اس میں ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام بکر ہے، پھر کسی وجہ سے خالد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، طلاق دینے کے بعد خالد نے دوسری عورت سے شادی کی، دوسری عورت کے پیٹ سے تین لڑکے ہیں، ایک لڑکا اور دو لڑکیاں، مگر طلاق دینے کے بعد زید اور بکر کی ماں پریشان اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے، اب زید اور بکر جو کہ بالغ ہیں، وہ اپنی پریشان حال ماں کی مدد کرنا چاہتے ہیں، ماں کا حق اور ماں کی خدمت کس طرح کریں؟ کیا باپ کی جائیداد میں سے بغیر باپ کی رضامندی اور بغیر پوچھے اس میں سے کچھ لیکر ماں کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اور اس طرح لے کر ماں کو دینا ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر باپ کی اجازت کے اس کے مال میں سے والدہ کو کچھ نہ دیں[1]، البتہ خود کما کر جس قدر ہو سکے خدمت کرتے رہیں، حق تعالیٰ فلاحِ دارین نصیب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۱ھ

شجرۂ مغصوبہ کا پھل

سوال:- ایک درخت ایک شخص کا ہے، دوسرے نے اس زمین کو اپنی کاشتکاری

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولا ولایتہ الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۲۹۱/باب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۱۰/ القواعدالفقھیۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

بنوالیا، وہ درخت بھی گورنمنٹ کے قانون سے کاشتکار کا ہوگیا، اور درخت کا لگانے والا بالکل محروم ہوگیا، تو کیا کاشتکار غاصب کو درخت یا درخت کا پھل کھانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ زمین اس کاشتکار کی نہیں ہے، تو زمین بھی غصب ہے، اور درخت بھی غصب ہے، دونوں سے انتفاع ناجائز ہے[1]، غلط کارروائی سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی زمین کو غصب کرنا

سوال:- زید، عمر، بکر تین آدمی ہیں، بکر نے کچھ زمین عمر کی اور کچھ زید کی زبردستی اپنے قبضے میں رکھی تھی، پٹواری نے بکر کی کچھ زمین زید کے نام درج کردی، جس سے قانونی طور پر بکر کی زمین کا مالک ہوگیا، زید کی جس زمین پر بکر کا زبردستی قبضہ تھا، وہ اور تھی اور بکر کی جو زمین زید کے نام دیدی گئی وہ اور ہے، مگر قیمت میں دونوں برابر ہیں، بکر کی زمین جو قانونی طور پر زید کے نام دیدی گئی، اس میں کچھ پیڑ ہیں، جس کی وجہ سے بکر کی زمین کی قیمت زیادہ

---

[1] یا حلال باشد اما بسبب تعلق حق غیر پاک نباشد مانند ملک غیر بدون پروانگی او مثل بزی وگوسفند کہ از کسے غصب کردہ باشد یا طعام کہ بطریق رشوت گرفتہ باشد خوردنش جائز نیست الخ تفسیر عزیزی، ج ۱ ص ۷۶۷/ سورة البقره تحت قوله تعالیٰ ولاتتبعوا خطوات الشیطان الایة.

ویجب رد عین المغصوب لقوله علیه الصلاة والسلام لایحل لاحدکم ان یاخذ مال اخیه لاعبا ولاجادا وان اخذه فلیرده علیه، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۶۶/ ج ۹/ کتاب الغصب، مطلب فی ردالعین المغصوب، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۹/ ج ۸/ کتاب الغصب، مجمع الانهر ص ۷۸/ ج ۴/ کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

بن گئی، عمر نے بکر سے تنگ آکر اپنی زمین عطیہ کے طور پر زید کو دیدی، زید نے عمر والی اور بکر والی دونوں زمین بذریعہ مقدمہ حاصل کرلی، زید کی کچھ زمین مذکورہ بالا بکر کے قبضہ میں ہے، اب زید آخرت کے مواخذہ کے ڈر سے بکر کی زمین کو واپس کرنا چاہتا ہے، مگر بکر کہتا ہے کہ عمر والی عطیہ زمین بھی جس پر غیر شرعی قبضہ بکر کا تھا وہ بھی واپس کرو، اس صورت میں بکر والی زمین کا زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کی زمین کو غصب کرنا گناہ کبیرہ اور سخت جرم ہے[1]، غاصب سے اپنا حق وصول کرنا شرعاً درست ہے، خواہ قیمت کی صورت میں ہو[2]، جس کی زمین ناحق قبضہ میں ہے اس کو واپس کرنا ضروری ہے[3]، یا پھر رضامندی سے اس کی قیمت دیدی جائے، اگر حقدار کو اس کا حق دیا جائے تو اس کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ فلاں شخص کا بھی حق واپس کرو، یعنی اپنا حق قبول کرنے کے لئے یہ شرط نہ لگائے، ہاں نصیحت وعہد کے طور پر کلمۂ خیر کہہ دے ترغیب دیدے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۹۲ھ

---

[1] عن سعیدبن زیدقال قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذشبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین، مشکوۃ ص ۲۵۴/کتاب الغصب،الفصل الاول،مطبوعہ دار الکتاب دیوبند،بخاری شریف ص ۴۵۴/ج ۱/کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعہ اشرفی دیوبند،مسلم شریف ص ۳۳/ج ۲/قبیل کتاب الفرائض ،مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] الفتویٰ الیوم علی جواز الاخذ عندالقدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمدواتھم العقوق (شامی کراچی ج ۶/ص ۱۵۱/کتاب الحجر،تبیین الحقائق ص ۱۹۹/ج ۵/کتاب الحجر،مطبوعہ امدادیہ ملتان،البحرالرائق کوئٹہ ص ۸۳/ج ۸/کتاب الحجر.

[3] وحکمہ (ای الغصب)الاثم لمن علم انہ مال الغیر ورد العین قائمۃ والغرم ھالکۃ (درمختار مع الشامی کراچی ج ۶/ص ۱۷۹/اول کتاب الغصب)البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۰۹/ج ۸/کتاب الغصب، تبیین الحقائق ص ۲۲۲/ج ۵/کتاب الغصب،مطبوعہ امدادیہ ملتان.

مخدوم کے مال میں خادم کا تصرف

سوال:- (۱) زید اور عمر میں سے زید مرید ہے اور عمر پیر ہے، اور زید طالب علم ہے، اور عمر فالج کا مریض ہے، اور زید کے معاشی اخراجات کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے، اور عمر بزرگ شخص ہے، اس وجہ سے اس کا ذریعہ ہے، اور وہ یہ کہ عمر تعویذ کے پیسے لیتا ہے، اور اس کے مریدین بھیجتے ہیں، اور ملنے والے نذرانہ دیتے ہیں، اور وہ ضرورت کے وقت مانگ بھی لیتا ہے، باوجود ان سب وجوہات کے عمر کے خرچ میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ خود کھاتا ہے، اور زید جو کہ طالب علم ہے وہ عمر کی خدمت بھی کرتا ہے، تو اگر زید اس کا پیسہ اور کھانا بغیر اس کی اجازت کے لیکر کھائے اور اس کو معلوم ہو جائے، تو طعن و ملامت نہ کرے، اور ایسا کرنے میں عمر کو پتہ نہ چلے تو کیا حکم ہے یا اگر معلوم ہو گیا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(۲) عمر نے زید کو پیسہ دے کر کوئی سودا منگایا، سودا لیکر جو بقیہ پیسہ بچے وہ زید نے لے لئے، اور سودا عمر کو دیدیا اور بقیہ پیسے نہیں دئے، اور نہ عمر نے مانگے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) عمر نے زید سے سودا منگایا اور اس میں سے جو پیسے بچے وہ زید نے لے لئے پھر اس کے بعد ایسا موقع آیا کہ عمر کے پاس پیسے نہیں تھے، اور پھر کوئی سودا منگایا تو زید نے اپنے پیسے سے لا دیا خواہ وہ پیسے بچے ہوئے سودے کے ہوں یا زید کے ذاتی پیسے ہوں، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) عمر کا کھانا زید کسی ہوٹل سے لاتا ہے، عمر کی پہچان کی وجہ سے صاحب ہوٹل پیسہ نہیں لیتا ہے، اور وہ کھانا اتنا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے کھانے میں عمر کا پیٹ بھر جاتا ہے، اور آدھا بچتا ہے، تو اگر زید آدھے کھانے کو پہلے ہی نکال لے اور آدھا عمر کو دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۵) عمر کے نام سے زید کسی دوکان سے سودا مفت لاتا ہے اور عمر کبھی کبھی منگواتا ہے

اور زید اس دوکان سے روزانہ لیجاتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی دوکان سے عمر کا کھانا مفت میں زید لاتا ہے، اتفاق سے کسی وقت کھانا تیار نہیں تھا، تو دوسری دوکان سے عمر سے پیسہ لیکر لایا، پھر اسی دوکان سے جہاں کھانا مفت ملتا ہے، زید کھانا لے آیا، تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اپنے پیر صاحب کی خدمت کرنا عینِ سعادت ہے، اور وہ بھی جبکہ وہ مریض ہوں تو بہت ضروری اور ثواب کی بات ہے[۱] لیکن ان کی چیز، پیسہ اور کھانا وغیرہ کو بغیر ان کی رضامندی کے ہرگز استعمال نہ کرے، خاموش رہنا بھی کافی نہ سمجھے بلکہ وقت ضرورت ان سے مانگ لے جب وہ خوشی کے ساتھ اجازت دے دیں، تب استعمال کرے "**لایحل مال امرء مسلم الابطیب نفس منه** (الحدیث) رواہ الطحاوی[۲]۔

(۲) زید کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے بلکہ خیانت ہے، جو پیسے بچے ہیں، اس کو واپس کرنا لازم ہے[۳]۔

(۳) زید کے لئے یہ بھی درست نہیں ہے، اگرچہ اس کے ذریعہ سے اتنے پیسوں

---

[۱] آداب المریدین ص۲۴/فصل ان کے آداب کے بیان میں، مطبوعہ ہاشمی۔

[۲] مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵/باب الغصب والعاریة الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/ج۲/الثامن والثلاثون وهوباب قبض الیدعن الاموال المحرمة مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه، مسنداحمدص ۷۲/ج۵/حدیث عم ابی حرة الرقاشی، مطبوعه دارالفکربیروت.

[۳] وحق الامانة ان تؤدیٰ الی اهلها فالخیانة مخالفة لهاواخلاف الوعدظاهر الخ مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۱۰۶/ج۱/باب الکبائروعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، التعلیق الصبیح ص۵۴/ج۱/مطبوعه المکتبة الفخریة دیوبند، شرح الطیبی ص۲۰۳/ج۱/مطبوعه زکریادیوبند.

کا بار اس کے سر سے اُتر جائے۔[1]

(۴) ہوٹل والا یہ کھانا عمر کے لئے دیتا ہے زید کے لئے نہیں، زید امین ہے، اس کے ذمہ لازم ہے کہ پہلے کھانا عمر کے پاس پہنچادے پھر اگر زید کو ضرورت ہو تو عمر سے اجازت لے لے۔[2]

(۵) یہ بھی جائز نہیں ہے، یہ دھوکا اور جھوٹ ہے۔[3]

(۶) اس کی بھی عمر کو اطلاع کر کے اجازت لیلے، بلا اجازت ورضامندی ان تمام صورتوں میں نہ خود استعمال کرے نہ دوسروں کو شریک کرے۔[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۸۸ھ

دوسرے کی زمین کاشت کرنے سے کیا مالک بن جائے گا

سوال:- ایک شخص مرزا عاقل حسین صاحب کو کچھ اراضی مزروعہ ترکہ میں ملی اس کا

---

[1] اویجب ردمثله ان هلک وهومثلی وان انقطع المثل،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ص۲۶۷/ باب الغصب،مطلب فی رد المغصوب الخ،مجمع الانهر ص۷۸/ج۴/ کتاب الغصب،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،تبیین الحقائق ص۲۲۲/ج۵/کتاب الغصب مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وحق الامانة ان تؤدیٰ الی اهلها فالخیانة مخالفة لهاواخلاف الوعدظاهر الخ، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص۱۰۶/ج۱/باب الکبائروعلامات النفاق،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[3] من غش فلیس منا، ترمذی شریف ص۲۴۵/ج۱/کتاب البیوع باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،مسلم شریف ص۷۰/ج۱/کتاب الایمان،باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من غشنافلیس منا،مطبوعه رشیدیه دهلی،مسنداحمدص۲۴۲/ج۲/ مسند ابی هریرة رضی اللّٰه تعالی عنه،مطبوعه دارالفکربیروت.

[4] لایجوزالتصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته الخ، درمختارعلی الشامی زکریا ج۹/ ص۲۹۱/باب الغصب مطلب فیما یجوز التصرف بمال الغیر،الاشباه والنظائرص۱۵۷/الفن الثانی،کتاب الغصب،مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،قواعد الفقه ص۱۱۰/ القواعد الفقهیة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

مورث کاشت کیا کرتا تھا، آراضی بالا قصبہ سردھنہ میرٹھ میں واقع ہے، مرزا عاقل حسین میرٹھ میں سکونت رکھتا ہے، گاہ گاہ میرٹھ سے آتا جاتا ہے، کچھ مدت تک آراضی کاشت نہیں ہوئی، اُفتادہ رہی، ایک شخص معین الدین شاہ نے آراضی پر غاصبانہ قبضہ کرکے کاشت شروع کردی، اور کاغذات میں بلاتصفیہ لگان کاشتکار درج ہوگیا، قانون خاتمۂ زمینداری کے بموجب ہر کاشتکار خواہ اس کی نوعیت کچھ ہو وہ کاشتکار، سیردار حکومت نے تسلیم کرلیا، اگر وہ دوگنا لگان داخلِ خزانۂ حکومت کردے، تو اس کو حکومت وقت مالک تسلیم کرلے گی، قانون دین محمدی کے بموجب عاقل حسین کی موجودگی میں کیا شرع محمد معین الدین کو مالک تسلیم کرلے گی، اگر شرع میں معین الدین کو مالک تسلیم نہیں کیا گیا، تو آیت قرآنی نمبر ۱۸۸/ سورہ بقرۂ رکوع ۲۲/

"ولاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوابها الی الحکام لتاکلوافریقاً من اموالِ الناس بالاثم وانتم تعلمون "(الایة) جس کا اردو ترجمہ امام المحدثین حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ نے فرمایا، اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق، اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے مال سے ماری گناہ اور تم کو معلوم ہے، آیت بالا کا اطلاق معین الدین پر ہوتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو وہ کس گناہ کا مرتکب ہے، صغیرہ کا یا کبیرہ کا؟ اگر وہ ضد کرے اور گناہ پر جمار ہے تو کفر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین غصب کرے گا، ساتوں زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالدیا جائے گا، یہ حدیث شریف میں موجود ہے[1] اس لئے غصب کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

---

[1] عن سعیدابن زیدقال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من اخذشبرامن الارض ظلما یطوقه یوم الاقیامة من سبع ارضین، مشکوة شریف ص ۲۵۴/ باب الغصب، الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۴۵۴/ ج ۲/ کتاب البدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۳/ ج ۲/ قبیل کتاب الفرائض، مطبوعه رشیدیه دهلی.

حرام قطعی لعینہٖ کو حلال قطعی اعتقاد کرنا کفر ہے[۱]، گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے جو شخص گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کسی کی بوئی ہوئی کھیتی کو کاٹ لینا

سوال:- اگر کسی کی بوئی ہوئی زمین کو بغیر اس کی اجازت کے کاٹ لیا تو کیا اس میں گناہ ہوگا؟ کیونکہ اس نے ۷۵/ بیگہ زمین سے زائد خرید رکھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص نے اپنی مملوکہ زمین میں جو کچھ بویا ہے، وہ بونے والے کی ملک ہے، بغیر مالک کی اجازت کسی کو اس کے کاٹنے کا حق نہیں، بلکہ ایسا کرنا غصب اور ظلم ہے، قانون کا حاصل بھی یہ نہیں ہے کہ ۷۵/ بیگہ سے زائد کسی کے پاس ہو تو اس کو کاٹ لیا جائے، یہ بلا قیمت زبردستی قبضہ کرنا ظلم ہے، اس کو کسی کو حق نہیں۔

"عن سالم عن ابیه قال قال رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم من أخذمن

---

[۱] اذااعتقدالحرام حلالاً فان کان حرمته لعینه وقدثبت بدلیل قطعی یکفرالخ شرح فقه اکبر ص ۱۸۶/مطبوعه رحیمیه دیوبندبحث الاستحلال کفر،مجمع الانهرص ۵۱۱/ج ۲/ان الفاظ الکفرانواع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۲/ج ۲/الباب السابع فی احکام المرتدین،منها مایتعلق بالحلال والحرام.

[۲] ولانکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذالم یستحلهاولانزیل عنه اسم الایمان الخ، شرح فقه اکبرص ۸۶/مطبوعه مجتبائی دهلی،عقیدة الطحاوی ص ۸۸/لانکفراهل القبلة بذنب،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،شرح عقائدص ۱۱۴/قبیل الاستحلال کفر،مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

الارض شیئاً بغیر حقہٖ طوق له یوم القیامة الیٰ سبع ارضین "(رواه البخاری[1])

"عن یعلیٰ بن مرة قال سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم یقول من أخذ ارضاً بغیر حقها کلف ان یحمل ترابها المحشر" رواه احمد[2]

وعنه قال سمعت رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم ایما رجل ظلم شبراً من الارض کلفه اللّٰه عز وجل ان یحفره حتی یبلغ اٰخر سبع ارضین ثم یطوقه الی یوم القیامة حتی یقضی الله بین الناس. رواه احمد مشکوٰة شریف، ۲۵۶/[3].

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۹ھ

---

[1] بخاری شریف ص ۴۵۳/ج ۱/کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین، مشکوٰة شریف ص ۲۵۶/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب الغصب والعاریة الفصل الثالث،

ترجمہ: حضرت سالمؒ اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی کی زمین میں سے کچھ بھی بغیر حق کے لے لی، تو اس کو قیامت کے دن ساتوں زمین کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائیگا۔

[2] مسند احمد ص ۱۷۲/ج ۴/ حدیث یعلی بن مرة الثقفی، مطبوعه دارالفکر بیروت، مشکوة ص ۲۵۶/باب الغصب الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ: حضرت یعلیٰؓ بن مرہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی کی زمین بغیر کسی حق کے لے لی، تو قیامت کے دن اس کو اس بات کا مکلّف بنایا جائیگا کہ اس زمین کی مٹی اُٹھا کر محشر تک لے جائے۔

[3] مسند احمد ص ۱۷۳/ج ۴/حدیث یعلی بن مرة الثقفی ،مطبوعه دارالفکر بیروت،مشکوة ص ۲۵۶/باب الغصب، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ: حضرت یعلیٰ ابن مرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے لے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا مکلّف بنائے گا کہ اس کو کھودے، یہاں تک کہ ساتوں زمین تک پہنچ جائے، پھر اس کو قیامت تک طوق بنا کر گلے میں ڈال دیا جائیگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

مملوک کنویں کو مندر بنانا

سوال:- ایک تکیہ قبرستان مسجد اور کنواں بنام ''نکوشاہ'' قدوس شاہ، سے موسوم ہے، تکیہ مسجد اور کنواں تقریباً ۵۰۰/سو سال پرانا ہے جو ہمارے آباء واجداد کی ملکیت رہا ہے، اور اب ہم اس پر قابض ہیں، تکیہ ہذا مسجد میں کنواں اس لئے تعمیر کرایا گیا تھا کہ یہاں مسجد کے نمازیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، اب قدرتی طور پر اس کنویں کا پانی تقریباً ۲۵/۲۶/سال سے بند ہوگیا ہے، اور کنواں خشک ہوگیا، اور کنواں اپنی جگہ پر موجود ہے، جو کھنڈر ہو چکا ہے، تو جگہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے کچھ شر پسندوں نے اس کنویں کی جگہ کو اپنی ملکیت بتایا ہے، جس میں قصبہ کے کچھ جن سنگھی بھی شامل ہیں، یہ فریق اس کنویں کو مندر کی شکل دینا چاہتے ہیں، ہم لوگ بہت غریب ہیں، کیا اس کنویں کو مندر کی شکل دی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا ہوتا ہے تو مسجد اور تکیہ کے بسنے والے حضرات کی زندگیاں خطرے میں رہیں گی، براہِ کرم آپ شرعی نقطۂ نگاہ سے فیصلہ دیں کہ یہ عمل ان کا جائز ہے یا ناجائز؟ مسلمانانِ کھتولی اس میں دامے درمے سخنے ہماری مدد فرما سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ کنواں آپ کے آباء واجداد کی ملک ہے، آپ اس پر بحیثیت وارث قابض ہیں، تو پھر کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کنواں کسی اور کو مندر وغیرہ کے لئے دے، ایسا کرنا غصب اور ظلم ہے، جس کی ہرگز اجازت نہیں، ان لوگوں کو ایسا کرنے سے باز آنا ضروری ہے[1]، ان کو بھی سمجھا کر اپنے اثر سے کام لے کر ان غلط ارادوں سے روک دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۹۲ھ

---

[1] عن سعید بن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین، مشکوۃ شریف ص ۲۵۴/ کتاب الغصب، الفصل الاول مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، بخاری شریف ص ۴۵۴/ ج ۱/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ملازم کو بسکٹ فیکٹری میں بلا اجازتِ مالک بسکٹ کھانا

سوال:- میں ایک بسکٹ کمپنی میں کام کرتا ہوں، اس میں کام کرنے والے سبھی ملازم بغیر اجازت مالک ومنیجر بسکٹ کھاتے ہیں اور مالک ومنیجر کو بھی اس کا علم ہے، مالک غیر مسلم ہے، کیا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کام کرنے والوں کی سرکشی کی وجہ سے مالک ہونے کے باوجود کوئی روک ٹوک نہیں کرتا، مگر رضامند ہے نہ اس نے اجازت دی ہے، تو اس طرح کھانا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۷ھ

دوست کی چیز کھالینا

سوال:- زید کی بکر سے زیادہ بے تکلفی ہے، ایک دوسرے کی چیز بغیر اجازت کھالیتے ہیں، تو شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۳/ ج ۲/ قبیل کتاب الفرائض، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، لایجوز التصرف فی مال غیر بلااذنہ ولاولایتہ الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوزمن التصرف بمال الغیر، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعدالفقہ ص ۱۱۰/ القواعد الفقھیۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[1] لایحل مال امرء الابطیب نفس منہ الحدیث مشکوۃ شریف ص ۲۵۵/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب الغصب، الفصل الثانی، شعب الایمان للبیھقی ص ۷۶۹/ ج ۲/ الثامن والثلاثون وھو باب قبض الیدعن الاموال المحرمۃ، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، مسنداحمد ص ۷۲/ ج ۵/ حدیث عم ابی حرۃ الرقاشی رضی اللّٰہ تعالی عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایک کو دوسرے کی طرف سے اجازت ہے اور چیز کھا لینے سے آپس میں ناخوش نہیں ہوتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں تو شرعاً بھی درست ہے، اگر ناخوش ہوتے ہوں تو بلا اجازت جائز نہیں، "لَایَحلُّ مَالِ امرأ مُسلم اِلا بِطِیْبِ نَفس مِنہُ"[1] الحدیث.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۸۹ھ

۷۵/ بیگہ سے زائد زمین رکھنا اور کسی اور کا اس پر قبضہ کرنا

سوال:- آج کل سرکاری قانون ہے کہ ۷۵/ بیگہ سے زائد کوئی زمین نہیں رکھ سکتا، حالانکہ قبل اس قانون کے اس نے اپنے پیسے سے ۷۵/ بیگہ سے زائد زمین خرید رکھی ہے، اس صورت میں زبردستی ۷۵/ بیگہ زمین کاٹ سکتا ہے کہ نہیں؟ یہ فعل عوام کے لئے حلال ہوگا کہ نہیں، اور قانون کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص نے اپنی مملوکہ زمین میں وہاں بویا ہے وہ بونے والے کی ملک ہے، بغیر مالک کی اجازت کے کسی اور کو کاٹنے کا حق نہیں، بلکہ ایسا کرنا غصب اور ظلم ہے، قانون کا حاصل بھی یہ نہیں کہ جس کے پاس ۷۵/ بیگہ زمین زائد ہو، اس کی بوئی ہوئی فصل جس کا دل چاہے کاٹ لے ۷۵/ بیگہ سے زائد زمین کو بلا قیمت زبردستی قبضہ کر لینا بھی ظلم ہے، اس کا کسی کو حق نہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵/ کتاب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ یسر ندیم دیوبند، مسند احمد ص ۷۲/ ج۵/ مسند عم ابی حرۃ الرقاشی رضی اللہ تعالی عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شعب الایمان للبیہقی ص ۷۶۹/ ج ۲/ الثامن والثلاثون وھو باب قبض الید عن الاموال المحرمۃ، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ.

عن سالم عن ابیه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف له یوم القیامة الیٰ سبع ارضین رواهٗ البخاری[1]،عن یعلیٰ بن مرة قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول من اخذ ارضاً بغیر حقها کلف ان یحمل ترابها المحشر،رواه احمد[2]،وعنه قال سمعت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم یقول ایمارجل ظلم شبراً من الارض کلفه اللّٰه عزوجل ان یحفره حتی یبلغ اٰخرسبع ارضین ثم یطوقه الیٰ یوم القیامة حتی یقضی اللّٰه بین الناس رواه احمد اھ(مشکوٰة شریف ص ۲۵۶/[3])

"عن سعید بن زید عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال من احیی ارضاًمیتة فهی له ٗ ولیس لعرق ظالم حق رواه احمد والترمذیؒ[4]وابوداؤد ورواه مالک عن عروة مرسلاً وقال الترمذ ی هذا حدیث حسن غریب ،عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لاتظلموا لا لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه رواه البیهقی فی شعب الایمان والدارقطنی فی المجتبیٰ اھ مشکوٰة شریف، ص ۳۵۵/"[5] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بخاری شریف ص ۴۵۳/ج ۱/کتاب بدء الخلق،باب ماجاء فی سبع ارضین،مطبوعه اشرفی دیوبند،مشکوة ص ۲۵۶/باب الغصب،الفصل الثالث،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] مسنداحمدص ۱۷۲/ج۴/حدیث یعلی بن مرة الثقفی رضی اللّٰه تعالی عنه،مطبوعه دارالفکر بیروت،مشکوة ص ۲۵۶/باب الغصب،الفصل الثالث.

[3] مسند احمدص ۱۷۳/ج۴/حدیث یعلی بن مرة الثقفی رضی اللّٰه تعالی عنه، مطبوعه دار الفکر بیروت،مشکوٰةشریف ص ۲۵۶/(مطبوعه یاسرندیم دیوبند)باب الغصب والعاریة الفصل الثالث.

[4] ترمذی شریف ص ۲۵۶/۱، ابواب الاحکام،باب ماذکرفی احیاء ارض الموات،مطبوعه اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ص۴۳۷/۲، کتاب الخراج والفئی والامارة،باب احیاء الموات، سعد بکڈپو دیوبند، مشکوة ص ۳۵۵، باب الغصب، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی کی کتاب بلا اجازت استعمال کرنا

سوال:- ایک شخص کتب خانہ یا مدرسہ میں مطالعہ کے لئے گیا وہاں ایک ایسے مصنف کی کتاب بھی آئی جس سے بے حد اعتقاد بھی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ کتاب کا مطالعہ کرنے سے وہ کتاب مضمون کے اعتبار سے اُسے پسند بھی ہے، وہ شخص کتب خانہ سے بغیر مالک کتب خانہ کی اجازت کے اس کتاب کو خاموشی کے ساتھ لے آیا، ایا ایسی صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں، بظاہر گنہگار شرعی حیثیت سے معلوم ہوتا ہے، اگر فی الواقع گنہگار ہے تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ کتاب کی قیمت ادا کر کے گناہ سے بچ جائے، اور اگر ادا کریگا تو کیا کہہ کر ادا کریگا، اس لئے کہ اگر یوں ظاہر کرتا ہے کہ میں فلاں کتب خانہ سے لے آیا تھا، تو کتب خانہ والے اُسے چور ثابت کریں گے، اسکی عزت اور آبرو پر نظر ڈالیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا یہ فعل غصب میں داخل ہے، اور حرام ہے اس پر وہ گنہگار ہوگا اگر وہ کتاب موجود ہے تو قیمت ادا کرنا کافی نہیں، بلکہ بعینہٖ اس کتاب کا واپس کرنا لازم ہے، جس طرح لایا ہے، اسی طرح واپس بھی کر آئے، اگر وہ تلف ہوگئی تو اس کی قیمت کتب خانہ میں بعد خریداری کتب جمع کرادے، یا وہ کتاب خرید کر دیدے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۵ مسند احمد ص ۷۲/ج ۵/مسند عم ابی حرة الرقاشی رضی اللّٰہ تعالی عنه مطبوعه دارالفکر بیروت، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/ج ۲/الباب الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه، مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی.

[1] واما حکمه ای الغصب فالا ثم والمغرم عندالعلم الی قوله ویجب علی الغاصب ردعینه علی المالک وان عجز عن رد عینه بهلاکه فی یده بفعله اوبغیر فعلیه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

کفار کے کارخانہ میں خرد برد کرنا

سوال:- فی زمانہ ہندوستان میں فیکٹریوں اور کارخانوں پر مشرکین وکفار قابض ہیں اور مسلمان ان کارخانوں میں مال سپلائی کا کام کررہے ہیں، اور مالی حالت خراب ہوتے ہوتے پستی میں چلے جارہے ہیں، البتہ اگر مال کی سپلائی میں خرد برد سے کام لیں تو البتہ فائدہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں ہندوستان جیسے دارالحرب ملک میں کفار ومشرکین چالبازوں سے خرد برد کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خرد برد (یعنی غلط طریقہ پر کسی کا مال لے لینا شرعاً درست نہیں[۱]، چوری ہر جگہ ناجائز ہے[۲]، اگر دارالحرب قرار دیکر غیر مسلموں کی چوری کی عادت ہوجائے تو پھر خطرہ ہے کہ مسلمان کی چوری سے بھی احتیاط نہیں کرسکے گا، نیز خرد برد کرنے کی اگر خبر لگ جائے تو عزت

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مثله ان كان مثليا كالمكيل والموزون فان لم يقدر على مثلهٔ لانقطاع فعليه قيمته الى قوله وان غصب مالامثل لهٔ فعليه قيمته يوم الغصب بالاجماع (عالمگیری ج۵/ص ۱۱۹/) كتاب الغصب (مطبوعه زكرياديوبند) الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۲۶۳، ۲۶۷/ ج۹/ كتاب الغصب، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۰۹، ۱۱۰/ ج ۸/ كتاب الغصب.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] لايجوز لاحد من المسلمين اخذمال احدسبب شرعى، شامى زكرياص ۶/۱۰۶، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فى التعزير باخذ المال، عالمگیری كوئٹه ص۲/۱۶۷، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۴۱، كتاب الحدود، فصل فى التعزير،

[۲] والسرقة كبيرة واخذالمال فى قطع الطريق فاحشة، الزواجرعن اقتراف الكبائرص ۷۹۳/ ج۴/ الكبيرة التاسعة والستون بعدالثلاث مائة السرقة، مطبوعه نزارمصطفى البازمكه مكرمه، روح البيان ص۴۸۸/ ج۹/ سورة الممتحنة تحت آيت ص ۱۲/ مطبوعه دارالفكربيروت.

و مال دونوں پر آفت آجائے گی ایسا کام کرنا کسی دانشور کا کام نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سرکاری زمین میں کھیتی کرنا

سوال:- گورنمنٹ نے چک بندی کے زمانہ میں کچھ راستے چھوڑے ان کی جوتائی وغیرہ کر کے غلہ حاصل کرنا کیسا ہے؟ جس کا لگان وغیرہ نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین کسان کی نہیں، نہ کوئی معاملہ اجارہ یا بٹائی کا مالک سے کیا ہوا، اس کو جوتنا اور غلہ حاصل کرنا اس کے لئے جائز نہیں، وہ گورنمنٹ کی ملک ہے تو اس کی اجازت سے درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوست سے روپیہ چوری کیا اس کی واپسی کا طریقہ

سوال:- میں نے اپنے ایک دوست کی جیب سے کچھ روپے نکال لئے تھے، اب مجھے خدا کا خوف دامن گیر ہوا۔ اس کو کس طرح واپس کروں۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔

---

[1] لَایَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُذِلَّ نَفْسَهٗ الحدیث ترمذی شریف ج۲/ص ۵۰/مطبوعه رشیدیه،دهلی ابواب الفتن،المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۱۲/ج ۱۲/مجاهدعن ابن عمررضی اللّٰه تعالی عنهماحدیث ص۱۳۵۰۷/مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، کنزالعمال ص ۲۹/ج۳/ الاقتصادوالرفق فی الاعمال بلاافراط وتفریط،حدیث ص ۵۳۰۴/مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[2] لایجوزالتصرف فی مال غیره بلااذنه ولاولایته الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱/ ج۹/کتاب الغصب مطلب فیما یجوزمن التصرف بمال الغیر، شامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ الاشباه والنظائر ص۱۵۷/کتاب الغصب ،طبع دارالاشاعة دهلی ،قواعدالفقه ص ۱۱۰/قاعده ص ۲۷۰/الرسالة الثالثة، طبع دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی رقم جیب سے نکالی ہے اس کو کسی صورت میں پہنچا دیں خواہ اس طرح سے کہ یہ رقم میری طرف سے آپ کو ہدیہ تحفہ ہے۔ یہ بتلانا ضروری نہیں کہ میں نے آپ کی جیب سے رقم نکالی تھی[1] لیکن اگر بتلا دیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں تو یہ اعلیٰ بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ کے مکان پر قبضہ

سوال:- زید فریق اول نے عمر فریق ثانی کو اپنے مکان کی زمین جس میں گائے وغیرہ باندھی جاتی ہے، اس شرط پر دی کہ وہ اپنے لئے رہائشی مکان بنالے اور تعمیر میں جو کچھ خرچ ہو کرایہ کے حساب سے منہا کرلے اور کچھ رقم بھی دینے کا وعدہ کیا، چنانچہ تین سال کی مدت میں بارہ روپیہ ماہواری کرایہ کے حساب سے تعمیر کے حساب میں منہا بھی کرادیئے، حساب کرانے پر عمر فریقِ ثانی پر زید فریق اول کا کچھ روپیہ نکلتا ہے، جس کا عمر بھی اقرار کرتا ہے، فی الحال عمر بارہ روپیہ ماہوار کے حساب سے کرایہ برابر ادا کرتا ہے، لیکن اب عمر اس مکان پر مستقل طور پر قابض ودخیل ہونا چاہتا ہے، اور سرکاری کاغذات میں بھی اپنے نام کا اندراج کرانا چاہتا ہے، اور اسی کوشش میں مصروف ہے، چونکہ مالک مکان زید ایک سید تھے، اور نیک طبیعت کے انسان تھے، جو کہ مارچ ۶۴ء کے فساد میں شہید بھی ہوچکے ہیں، ان کے اہل وعیال کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے مکانِ مذکور کی خود ضرورت شدید ہے، لہٰذا از روئے شریعتِ

---

[1] ولو اطعم الغاصب المغصوب مالكه برى وان لم يعلمه لو صول عين ماله اليد الخ، سكب الانهر ص ۱۰۰/ج۴/ مطبوعه دارالكتاب العلميه بيروت آخر كتاب الغصب، مجمع الانهر ص ۱۰۰/ج۴/آخر كتاب الغصب، طبع بيروت، الدرمع الشامى كراچى ص ۱۸۲/ج۶ كتاب الغصب، مطلب فى ردالمغصوب وفيمالوابى المالك قبوله.

اسلامیہ عمر کا یہ فعل کہاں تک درست ہے، اور زید شہید مرحوم کے احسانات کا بدلہ عمر کو کس طرح ادا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تو ظاہر ہے کہ زید نے جگہ نہ عمر کو ہبہ کی ہے، اور نہ بیع کی ہے، بلکہ کرایہ پر دی ہے، اور جو روپیہ تعمیر میں خرچ ہوا، اس کو بھی کرایہ میں محسوب کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ زید نے عمر کو اپنا وکیل بنایا کہ میری طرف سے اس کرایہ کو مجھے دینے کے بجائے، تعمیر میں خرچ کردیں تو اس لحاظ سے جو عمارت مکان بنے گی وہ بھی زید کی ملک ہوگی[1] اگر زید کے ورثہ خالی کرانا چاہتے ہیں، تو عمر کو اس جگہ پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں[2] بلکہ اس کو لازم ہے کہ اس غصب اور ظلم سے باز رہے، اور جو روپیہ کرایہ کا باقی ہے، وہ بھی ادا کردے، ورنہ خدا تعالیٰ کے یہاں سخت سزا کا مستحق ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

---

[1] والملک یثبت للموکل ابتداء لان الموکل یخلف عن الوکیل فی حق الملک، مجمع الانهر ص ۲۱۱/ج۳/کتاب الوکالة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۵۶/ج۴/کتاب الوکالة، مطبوعه امدادیه ملتان، فتح القدیر ص ۱۶، ۱۷/ج۸/کتاب الوکالة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وصح استئجار الارض للبناء والغرس واذاانقضت المدة لزمه ای المستاجران یقلعهما ای البناء والغرس ویسلمها ای الارض حال کونها فارغة الخ مجمع الانهر ص ۵۲۲/ج۳/باب مایجوزمن الاجارة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱/ج۸/باب مایجوزمن الاجارة، هدایه علی فتح القدیر ص ۸۲/ج۹/باب مایجوزمن الاجارة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[3] عن سعیدبن زید قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة، من سبع ارضین، مشکوة ص ۲۵۴/باب الغصب، الفصل الاول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، بخاری شریف ص ۴۵۴/ج۱/کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۳۳/ج۲/قبیل کتاب الفرائض، مطبوعه رشیدیه دهلی.

یتیموں کے مال میں بے جا تصرف کرنے والا

سوال:- (۱) یتیموں کا مال کھانے والے پر یتیموں کو اُجاڑنے والے پر اوران یتیموں کو اپنا حق حاصل کرنے میں دقتیں پیدا کرنے والے پر خدا اور اس کے پیارے نبی ﷺ کا کیا حکم ہے؟ جب کہ یتیموں کو لاوطن کر دیا گیا ہے۔

(۲) جو لوگ یتیموں کا مال غصب کرنے والے کی مدد کریں یا خود اس آڑ میں کچھ حاصل کرنا چاہیں یا ناجائز دباؤ ان یتیموں پر ڈال کر ان کی ملکیت مسجد یا مدرسہ میں یا خود لینا چاہیں تو وہ کیسا مسلمان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ان کو خدا کے قہر سے ڈرنا چاہئے۔

(۲) ایسا کرنے سے سب گنہگار ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۶ھ

---

[1] قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامیٰ ظُلْمًا اِنَّمَا یَاکُلُوْنَ فِی بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَسَیَصْلُوْنَ سَعِیْراً. سورہ نساء آیت ۱۰/.

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں، اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

باب اول: ضمانت کے احکام

ضمان کے معنیٰ

سوال:۔ضمان کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذمہ داری ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ضامن پر قسم کا حکم

سوال:۔اگر ایک مسلمان ہاتھ میں قرآن لیکر یہ اعلان صاف کرتا ہے کہ فلاں شخص نے حلفی ضمانت فلاں بات کی لی تھی، اور ضامن صاحب اپنا وعدہ پورا کریں یا ضامن صاحب قرآن ہاتھ میں لیکر ان سب باتوں سے صاف انکار کردیں تو اس صورت میں ضمانت درست سمجھی جائے گی، یا جھوٹی؟ اور اگر درست سمجھی جائے گی تو حق تلفی کا خسارہ ضامن کو ادا کرنا لازم ہے، یا نہیں؟ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ ضامن صاحب قسم یا حلف لینے سے ڈرتے ہیں، غرض اس پر راضی نہیں ہیں، اور نہ یہ کہنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ کم از کم زبانی کہ تم جھوٹ الزام مجھ پر لگاتے ہو بلکہ ''یاد نہیں ہے'' کے پردہ میں روپوش ہوجاتے ہیں، اللہ علیم وبصیر ہے۔

---

[1] الضمان، الكفالة والالتزام ،المعجم الوسيط، ص۵۴۴/ مطبوعه حسينيه ديوبند، وعرف الضمان أبو البقاء فقال : عبارة عن رد مغل الهالک إن كان مثليا أو قيمته إن كان قيميّاً، قال : والضمان أعم من الكفالة، لأن من الضمان مالا يكون كفالة، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ص۴۱۵ ج۲ حرف الضاد، مطبوعه دار الفضيلة، قاهرة مصر، قواعد الفقه ص۳۵۹، الرسالة الرابعة فی التعريفات الفقهية، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

قسم مدعی پر نہیں آتی بلکہ منکر پر آتی ہے[1]، لہٰذا جو صاحب ضمانت کا وعدہ کرتے ہیں، ان کے ذمہ قسم نہیں، ان کا قسم کھانا بے معنی اور غلط ہے، جس پر ضمانت کا دعویٰ کیا جارہا ہے، اگر وہ ضمانت کے منکر ہیں تو قسم کھا کر کہدیں کہ میں نے ضمانت نہیں کی، ان کا قول معتبر ہوگا، اگر ان کو ضمانت کرنا یاد نہیں تو یہی قسم کھالیں کہ مجھ کو ضمانت کرنا یاد نہیں تو بھی ان کی قسم معتبر ہوگی، ''یاد نہیں'' کوئی پردہ نہیں، آدمی بھول بھی سکتا ہے، ایسی حالت میں یہ قسم لی جائے کہ ''مجھے ضمانت کرنا یاد نہیں'' یہ قسم نہ لی جائے کہ میں نے ضمانت نہیں کی'' یاد رکھتے ہوئے جھوٹی قسم کھانا سخت وبال کا موجب اور کبیرہ گناہ ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دفتری نے رقم دی، لینے والا کہتا ہے مجھے نہیں ملی

سوال:۔ اگر دفتری آدمی جو اس دفتر کے متعلقین سے رقم مختلفہ لیتا دیتا رہتا ہے، کسی کی

---

[1] عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالىٰ عنه، انَّ النَّبِيَ صَلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلّم قَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى اَلْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدّعىٰ عَلَيْهِ، ترمذى شريف ، ج ۱/ص ۱۶۰/ (ابواب الاحكام)، باب ما جاء فى أن البينة على المدعى واليمين على المدعىٰ عليه، مطبوعه رشيديه دهلى، مشكوٰة شريف ص۳۲۷ج۲ باب الأقضية والشهادة، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت نبی اکرم انے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کے مدعی کے ذمہ گواہ ہے اور مدعی علیہ کے ذمہ قسم۔

[2] وهى أى اليمين باللّٰه تعالىٰ إلى قوله غموس تغمسه فى الإثم ثم النار وهى كبيرة مطلقاً، لكن إثم الكبائر متفاوت إن حلف على كاذب عمداً ..... فى ماض الخ، در مختار على الشامى ص۷۰۶ج۳ كتاب الأيمان، مطبوعه دار الفكر بيروت، هداية ص۴۷۸ج۲ كتاب الأيمان، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، سكب الأنهر على هامش المجمع ص ۲۶۱ج۲ كتاب الأيمان، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

رقوم مطلوبہ واجبہ اس کے پاس رکھدے کہ لوا سے گن لو اور کچھ باقی اپنی جیب سے نکالنے لگے، اور اُدھر سے توجہ ہٹ جائے، اور دوبارہ جب ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہے کہ رقم گن لیجائے، یہ باقی پیسہ ہے، تو وہ صاحب کہیں کہ وہ رقم تو آپ نے جیب میں دھر لی مجھے کہاں دی، جب دفتری صاحب نے جیب دیکھی تو وہ رقم نظر نہیں آئی، پھر جب ساری رقم شمار کی تو اتنی ہی رقم کم نکلی، لیکن وہ صاحب یہی کہتے ہیں کہ رقم ہم کو نہیں ملی، کسی اور کے چرانے وغیرہ کا احتمال نہیں ہے، ایسی صورت میں دفتری صاحب کو تاوان دینا پڑے گا، یا کوئی اور صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں دونوں پر قسم آئے گی[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۸۷ھ

حقوق العباد زکوٰۃ، قربانی وغیرہ پر مقدم ہیں

سوال:۔ کیا حلفی ضمانت کا جو شرع اسلامی کے عین مطابق ہو پورا کرنا زکوٰۃ، خیرات حج، قربانی پر مقدم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

زکوٰۃ، خیرات، حج، قربانی کی ادائیگی پر حقوق العباد مقدم ہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان لم یرض واحد منهما بدعوی الآخر تحالفا الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۸/ ص ۳۱۰/ کتاب الدعویٰ، باب التحالف، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضامن کو حلفیہ وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے

سوال:۔ کیا ضامن کو اس حلفی وعدہ مذکور کا پورا کرنا لازم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر وعدہ جو شرع کے موافق ہو اس کا پورا کرنا حسب استطاعت لازم ہے[1]، جس کو یاد ہی نہ ہو وہ کیا پورا کریگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

حلفیہ وعدہ کا پورا نہ کرنا قرآن کریم کی توہین ہے

سوال:۔ کیا ضامن نے حلفی وعدہ سے عمداً انکار کر کے قرآن شریف کی توہین نہیں کی ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ملتقى الأبحر على هامش المجمع ص ۳۶۱ ج۴ كتاب الدعوىٰ، باب التحالف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۹ ج۷ كتاب الدعوىٰ، باب التحالف.

[2] وحق العبد مقدم عندالتعارض لاحتياجه وغنى المولىٰ تعالىٰ شامی زکریا ج۴/ص۶۴/ ومطبع کراچی ج۳/ص۶/ كتاب النكاح، قواعد الفقه ص۵۵ رقم القاعدة (۱۳) الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الأشباه والنظائر ص۲۱۳ الفن الثالث، فوائد شتى من ابواب متفرقة، فائدة إذ إجتمع الحقان الخ، مطبوعه مكتبه إشاعت الإسلام دهلى.

(صفحہ ہذا) [1] أجمعوا على من وعد انساناً شيئاً ليس بمنهى عنه فينبغى أن يفئ بوعده، ثم اذا فهم مع ذٰلک الجزم فى الوعد فلابد من الوفاء الا ان يتعذر، مرقات شرح مشكوٰة ج۴/ ص۶۵۳/ مطبوعه اصح المطابع بمبئى، باب المزاح، كتاب الآداب، مطبوعه امداديه ملتان ص۱۷۷، ۱۷۸، ج۹، الفصل الثانى.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر اوراس کی قسم کھا کر وعدہ کرنا پھر یادرہنے کے باوجود وعدہ کا عمداً انکار کردینا یقیناً بڑا جرم ہے[1]، اور قرآن پاک کے احترام کے خلاف ہے جو کہ موجب توہین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۹۵ھ

ملزم کی ضمانت کرنا

سوال:۔ ایک شخص کو عداوت میں مقدمہ قتل میں قید کرادیا، اوراس کے قاتل ہونے پر گواہ بھی قائم کردیئے، ایسے شخص کا ضامن ہونا اور ضمانت پر رہا کرانے کی کوشش کرنا اوراس کا تعاون کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعۃً ایسا شخص قاتل نہ ہو مگر عداوت کی وجہ سے اس پر قتل کا جھوٹا مقدمہ چلایا جائے تو اس کی ضمانت کرنا اور بچانے کی کوشش کرنا شرعاً درست اور موجب اجر ہے، اگر وہ واقعۃً قاتل وظالم ہو تو اس کو بری ثابت کرنے کے لئے ضمانت کرنا اور کوشش کرنا جائز نہیں[2]

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ آیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ (وَفِیْہِ) اِذَاوَعَدَ اَخْلَفَ الحدیث ، مشکوٰۃ شریف، ص۱۷/ (مطبوعہ دارالکتاب دیوبند) (باب الکبائر وعلامات النفاق کتاب الایمان)، الفصل الأول.

[2] عن جابر أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : ..... (وفیہ وما من إمرئ مسلم ینصر مسلماً فی موضع ینتقص من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ إلا نصرہ اللّٰہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ رواہ أبوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص۲۲۴ ج۲ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق الفصل الثانی، عن أوس بن شرحبیل أنہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم أنہ ظالم فقد خرج من الإسلام، مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶ ج۲ باب الظلم، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

بلکہ اعانت ظلم ہے، "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[1] (الاية)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۵ھ

نابالغ نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی اس کا تاوان

سوال:۔زید کے پاس ایک گھوڑی تھی جس پر سوار ہوکر نماز جمعہ پڑھانے جاتا رہا تھا، ایک روز گھوڑی بکر کے دروازہ پر چلی گئی بکر موجود نہیں تھا، اس کا نابالغ لڑکا کھیل رہا تھا اس نے ایک ڈھیلا مار دیا جو اس کی آنکھ پر جالگا، اور آنکھ پھوٹ گئی، زید کہتا ہے کہ ہم کو تاوان دے، بکر کہتا ہے کہ طفل صغیر نے مار دیا ہے تاوان کیوں دوں، میرا کوئی اشارہ بھی نہیں تھا، اور نہ موجود ہی تھا پھر کس طرح ہم پر تاوان عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نابالغ لڑکے نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی ہے تو بھی اس کا ضمان لازم ہوگا، ضمان کی مقدار گھوڑی کی چوتھائی قیمت ہے، "الصبی المحجور علیه مواخذ بافعاله فیضمن مااتلفه من المال للحال (درمختار علی هامش الشامی نعمانیه، ج۵/ص ۹۲/[2] کتاب الحجر وضمن فی فق عین حمار وبغل وفرس ربع

---

[1] سورۂ مائدہ، پارہ ۶/آیت ۲/.

ترجمہ: اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔ (از ترجمہ شیخ الہند)

[2] درمختار علی الشامی کراچی ص ۴۶۱ ج۶، کتاب الحجر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۷۹، ج۸، باب الحجر، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص ۵۱ ج۴ کتاب الحجر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

القیمة (درمختار[1] علی الشامی، ج۵/ص ۳۹۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۸۶ھ

انجمن کا روپیہ ڈاکوؤں نے لے لیا وہ کس کے ذمہ ہے

سوال:- ہمارے یہاں ایک انجمن ہے، جو ہمارے مفاد کے لئے بنائی گئی ہے مثلاً مطالعہ کے لئے کتب وغیرہ، اس انجمن میں کچھ نقد رقوم جمع ہیں اور یہ انجمن ہی کی ہے، اس رقم میں سے ہم ممبران انجمن بوقتِ اشد ضرورت-/ ۲۵ روپیہ بطور قرض اٹھا سکتے ہیں، اس انجمن کا ایک ممبر اپنی ذاتی کاروائی کی بناء پر جیل میں بند کر دیا گیا، اس قیدی ممبر نے جیل سے خط لکھا صدرِ انجمن کے پاس کہ اس جمع شدہ انجمن کی رقم میں سے سات سو روپے مجھے بطور قرض دیدو، صدرِ انجمن نے ممبران کو جمع کیا اور کہا کہ تم سب ممبران اس کی ذمہ داری اٹھاتے ہو کہ اگر یہ رقم ادا نہ کر سکا تو تم کو ادا کرنی ہوگی، سب ممبران نے ذمہ داری لے لی اور صدرِ انجمن، انجمن میں سے سات سو روپے لے کر اس قیدی کی رہائی کے لئے جاتا ہے، اس صدر نے یہ رقم کسی ذمہ دار ممبر کے ہاتھ نہیں دی، اور جب یہ بات ہوئی کہ رہائی کے لئے کون جائے گا، تو صدرِ انجمن نے کہا کہ میں ہی جاؤں گا، اور چونکہ وہ خود بھی ذمہ دار تھا اس لئے سب ممبران نے صدر سے دب کر سکوت اختیار کیا، نیز یہ صدر ممبران ذمہ داران سے خوش نہیں ہے، یہ صدر

---

[1] درمختار علی الشامی ملخصاً، مطبوعه زکریا ج۱۰/ ص۲۸۲/ کتاب الدیات، باب جناية البهيمة والجناية عليها، البحرالرائق کوئٹه ص۳۶۳ج۸ کتاب الدیات، باب جناية البهيمة والجناية عليها وغير ذلک، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۸۰-۳۸۱ج۴ الدیات، باب جناية البهيمة والجناية عليها، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

یہ رقوم لے کر رہائی کے لئے رات کے وقت جاتا ہے، ریل سے سفر کرتا ہے، صدر کا بیان ہے کہ میں جارہا تھا تو میرے صندوق سے ڈاکوؤں نے مجھے غفلت میں ڈال کر وہ سات سو روپے نکال لئے، کچھ علامات بھی بتاتا ہے، جس پر ممبران کو کسی درجہ یقین نہیں آتا اور صدر اس پر باوجود شادی شدہ ہونے کے طلاقِ مغلظہ کی قسمیں کھاتا ہے، ممبران کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے اب زیرِ بحث یہ مسئلہ ہے کہ انجمن کی رقم کن پر عائد ہوگی اور کون ذمہ دار ہوگا؟ وہ قیدی ممبر یا ذمہ داران ممبر یا خود صدر صاحب؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قیدی ممبر نے روپیہ قرض مانگا صدرِ انجمن نے دوسرے ممبروں سے ضمانت لی کہ اگر وہ قیدی ممبر روپیہ واپس نہ کرے تو آپ لوگوں کو دینا ہوگا، انہوں نے ذمہ داری لے لی، روپیہ قیدی کے ہاتھ میں نہیں پہنچا، نہ اس کے مشورہ سے اس کے کسی کام میں خرچ ہوا، لہٰذا قیدی ممبر کے ذمہ اس کی واپسی نہیں، ذمہ دار ممبروں نے قیدی کی طرف سے ضمانت لی تھی، جب اس کے ذمہ ہی واپسی ضروری نہیں، کیونکہ اس تک پہنچا ہی نہیں تو ذمہ داری اور ضمانت کی وجہ سے ان کے ذمہ بھی واپسی ضروری نہیں[1] وہ صدرِ انجمن کے ذمہ دار وضامن نہیں تھے کہ اگر صدر سے ضائع ہوجائے تو ہم دیں گے، لہٰذا صدرِ انجمن کا دوسرے ضامن ممبران سے مطالبہ کرنا بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۱۳۹۵ھ

---

[1] وأما شرائطها فاقسام اربعة. القسم الرابع مايرجع الى المكفول به فمنه أن يكون مضمونا على الاصيل بحيث يجبر الاصيل على تسليمه. (فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ ۳/۲۵۴، الباب الاول من كتاب الكفالة، البحر الرائق كوئٹہ ص۲۰۶ ج۶ كتاب الكفالة، شامی زكريا ص۵۵۵ ج۷ كتاب الكفالة،

مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر

سوال:۔ایک مسجد سے ایک کوئٹل کے قریب وزن کے تانبہ کے برتن ایسی حالت میں چوری ہوگئے کہ نہ تو صدر دروازہ پر کسی قسم کا تالا لگا تھا اور نہ ہی کوئی محافظ مسجد کی حفاظت کے لئے مقرر تھا، البتہ جس گھر میں برتن تھے، اس پر تالا لگا تھا، جسے چوروں نے بآسانی توڑ کر برتن نکال لئے، ایسی صورت میں متولی مسجد برمعقول حفاظت نہ کرنے پر کوئی جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر جرم عائد ہوتا ہے تو تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مساجد کے صدر دروازہ پر عموماً تالا نہیں لگایا جاتا، تاکہ جو شخص جب بھی دل چاہے مسجد میں آکر عبادت کر سکے، نیز ہر مسجد میں محافظ بھی مقرر نہیں ہوتا، بلکہ اوقات نماز میں مؤذن آتا ہے، اور مسجد کی صفائی اور صف بچھانے کا کام کرتا ہے، اگر یہی صورت آپکے یہاں بھی ہے، تو حجرہ پر قفل کا ہونا ہی حفاظت کیلئے کافی ہے[1] متولی پر کوئی ضمان لازم نہیں[2] ہاں اگر وہ جگہ چوروں کی ہے، اور چوروں کے واقعات مسجد وغیرہ میں پیش آتے رہتے ہیں،

---

[1] کره غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعه به یفتی هٰذا اولی من التقیید بزماننا لان المدار علی خوف الضرر فان ثبت فی زماننا فی جمیع الاوقات ثبت کذلک الا فی اوقات الصلاة اولا فلا او فی بعضها ففی بعضها، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۲۸ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۳۳ج۲ باب ما یفسد الصلاة، فصل لما فرغ من بیان الکراهة، حلبی کبیر ص۶۱۵ فصل فی احکام المسجد مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[2] لووضعها فی بیته اوفیما یحرزفیه ماله عادة فضاعت لاضمان علیه (بدائع کراچی ج۶/ص۲۰۹/ کتاب الودیعة) عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳ج۴ کتاب الودیعة الباب الرابع فیما یکون، تضییعا للودیعة،

اور صرف حجرۂ مسجد پر قفل کا ہونا حفاظت کے لئے کافی نہیں سمجھا جاتا، پھر حکم دوسرا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرس کی تنخواہ سے ضمان کی صورت

سوال:۔ کسی دینی مدرسہ کے مدرس سے کوئی مالی نقصان ہوجائے جس میں اس کے قصد کو دخل نہ ہو تو اس کی تنخواہ سے نقصان کا وضع کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسکو امین بنایا گیا تھا اور اس نے پوری احتیاط وحفاظت کی پھر بھی ناگہانی طریقہ پر وہ چیز ضائع ہوگئی تو اسپر ضمان لازم نہیں،[2] اسکی تنخواہ سے وضع کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن عفی عنہ

مہتمم کے پاس سے زکوٰۃ چوری ہوگئی تو ضمان کا حکم

سوال:۔ زید نے عمر کو پانچ روپیہ زکوٰۃ کے دے دیئے کہ وہ اپنے مدرسہ کے طلباء کو تقسیم

---

[1] واما بیان مایغیر حال المعقودعلیه من الامانة الی الضمان فانواع منها ترک الحفظ لانه بالعقد التزم حفظ الودیعة علی وجه لو ترک حفظها حتی هلکت یضمن بدلها (بدائع کراچی ج۶/ ص۲۱۱/ کتاب الودیعة، یجب حفظ کل شیء فی حرز مثله الی قوله والمعتبر فی ضمان المودع التقصیر فی الحفظ، شامی زکریا ص۴۶۹،۴۶۸ج۸ کتاب الایداع، شرح المجلة، ص۴۳۳/۱، رقم المادة: ۷۸۲، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

[2] اذا ضاعت (الامانة) فی ید المودع بغیر صنعه لا یضمن (بدائع کراچی ص۲۱۱ج۶ کتاب الودیعة)، مجمع الأنهر، وسکب الأنهر ص۴۶۸ج۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کردے۔ عمر مہتمم مدرسہ ہے۔ اتفاق کی بات کہ وہ پانچ روپیہ عمر کے پاس سے اسی مدرسہ کے طلبہ نے چرا لئے۔ کیا اس طرح مالِ زکوٰۃ چوری ہونے سے زکوٰۃ ادا ہوگئی؟ اگر نہیں تو ان پانچ روپیہ مالِ مسروقہ کا دیندار کون ہے زید یا عمر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے، اباحت بھی کافی نہیں چہ جائیکہ مصرف کا چوری کر لینا۔ عمر مہتمم مدرسہ اگر صرف معطی زکوٰۃ کا وکیل ہے تو صورت مسئولہ میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔[1] پھر اگر بغیر تعدی مہتمم یعنی باجود حفاظت تامہ کے چوری ہوگئی تو عمر پر ضمان لازم نہیں۔[2] زید دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے[3] اور امین کا یہی حکم ہے۔ اگر عمر کی طرف سے تعدی ہوئی یعنی حفاظت میں کوتاہی کی تو عمر پر ضمان لازم ہے، عمر مہتمم مدرسہ اگر طلباء کا وکیل ہے تو اس کا قبضہ طلبا ہی کا قبضہ ہے۔[4] لہٰذا زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ کسی پر ضمان لازم نہیں۔ الزکوٰۃ ھی

---

[1] امداد الفاوی ص۵-۳۱۶ ج۳ کتاب الوکالة، عنوان ومهتمم مدرسه معطيين چنده کی طرف سے وکیل ہے الخ، مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند۔

[2] اذا ضاعت (الامانة) فی يد المودع بغير صنعه لا يضمن (بدائع کراچی ص۲۱۱ ج۶ کتاب الوديعة)، شرح المجلة ص۴۲۶ ج۱، الكتاب السادس فی الأمانات، الباب الأول رقم المادة (۷۶۸) مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[3] ان المقبوض فی يد الوكيل بجهة التوكيل بالبيع والشراء وقبض الدين والعين وقضاء الدين امانة بمنزلة الوديعة (بدائع کراچی ص۳۴ ج۶ کتاب الوكالة)، المحيط البرهانی ص۱۷۷ ج۱۵ کتاب الوكالة، الفصل الثالث والعشرون فی الوكالة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[4] ان الوكيل متصرف بطريق النيابة عن الموكل وتصرف النائب تصرف المنوب عنه (بدائع کراچی ص۳۳، ج۶ کتاب الوكالة، هداية ص۱۷۹ ج۳، کتاب الوكالة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

تملیک خرج الاباحة فلو اطعم یتیماً ناویاً به الزکوٰة لا تجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه بشرط ان یعقل القبض اهـ در مختار[1] ص۳ج۳ نعمانیة (قوله خرج الاباحة) ای فلا تکفی فیها (قوله اذا دفع الخ) بقیدهما اذا لم یکن ابوه غنیاً لانه یعد غنیاً لغنی ابیه ومنه علم انه لا یشترط فی المدفوع الیه البلوغ بل ولا العلقل لان تملیک الصبی صحیح لکن ان لم یکن عاقلاً فانه یقبض عنه ولیه او ابوه او من یعوله قریباً او اجنباً او الملتقط وان کان عاقلاً فقبض من ذکر وکذا قبضه بنفسهٖ اهـ طحطاوی[2] ص۳۸۸ج۱، فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح : سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبد اللطیف ۱۱ شعبان

مہتمم پر ضمان

سوال:۔ ایک صاحب بہت نیک اور باحیثیت مگر آنکھوں سے معذور عرصہ سے ایک عربی مدرسہ کے مہتمم اور مدرسہ کا جو کچھ چندہ وغیرہ کا روپیہ ہوتا تھا وہ بھی انہیں کے پاس رہتا تھا روپیہ کی آمد وخرچ کا حساب مہتمم بوجہ معذوری چشم نہیں کرتے تھے بلکہ ملازمین مدرسہ یا دیگر اراکین مدرسہ لکھتے تھے کچھ عرصہ کے لئے ایک اور صاحب مہتمم کر دیئے گئے مگر ان سابقہ

---

[1] در مختار علی الشامی کراچی ص۲۵۷ج۲ کتاب الزکوٰة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۱ج۲ کتاب الزکاة، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۲۸۴ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] طحطاوی علی الدر المختار ص۳۸۸ج۱ کتاب الزکوٰة، مطبوعه دار المعرفة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۱ج۲ کتاب الزکاة.

معذور چشم مہتمم کی تحویل میں روپیہ رکھا گیا کچھ عرصہ کے بعد یہ مہتمم بوجہ معذوری خود ہی سبکدوش ہوگئے۔ اور اہتمام مدرسہ مع زر امانت کے ایک جدید مہتمم صاحب کے سپرد کیا گیا اس وقت روپیہ کی جانچ جدید مہتمم صاحب نے کی کچھ روپیہ کی کمی اظہار کیا سابقہ مہتمم صاحب جس صندوق میں روپیہ مدرسہ کا رکھتے تھے اس میں سے نکالنے کے لئے یا رکھنے کے لئے اپنے علاوہ گھر کے چند دیگر افراد سے بھی کام لیتے تھے اور روپیہ مثل اپنے روپیہ کے محفوظ رکھا گیا اور اپنے روپے کی طرح اس کی حفاظت کی گئی، گھر کے جن افراد پر اعتماد تھا اور اپنا کام ان سے کراتے تھے انہیں سے مدرسہ کا روپیہ بھی رکھواتے نکلواتے تھے۔ کمی اگر واقعی ہے تو اس کا علم کہ کمی کیوں ہوئی ان مہتمم کو کچھ نہیں ہے یہ کمی بوجہ حکم شرع شریف امین کے ذمہ آتی ہے یا نہیں؟ صاف الفاظ میں جواب عطا فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں حسب بیان سائل جبکہ معذور چشم مہتمم صاحب نے مدرسہ کی مثل اپنے روپے کے حفاظت کی اور کسی قسم کی خیانت نہیں کی تو ضائع شدہ روپیہ کی ضمان مہتمم صاحب کے ذمہ نہیں۔ بشرطیکہ جن افراد سے روپیہ نکلواتے اور رکھواتے تھے وہ بھی مہتمم صاحب کے نزدیک امین ہوں **وهی امانة فلا تضمن بالهلاک مطلقاً واشتراط الضمان علیٰ الامین باطل به یفتی وللمودع حفظها بنفسه وعیاله وهم من یسکن معه حقیقة او حکما لا من یمونه وشرط کونه امینا، تنویر**[1] ص۵۵۱ ج۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن عفی عنہ

---

[1] تنویر الابصار مع الدرالمختار کراچی ص۵/۶۶۴، کتاب الایداع، مجمع الانهر ص۴۶۸، ۳/۴۶۹، کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایة ص۲۷۳ ج۳، کتاب الودیعة مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند.

جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکا اور پیسے گارڈ کو دیدئے تو وہ کافی ہے یا نہیں

سوال:۔ مجھے ایک مرتبہ دیوبند سے سہارنپور جانا تھا، اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی چلدی اور میں چلتی گاڑی میں چڑھ گیا اور جلدی کی وجہ سے ٹکٹ نہ خرید سکا، پٹری اسٹیشن پر گارڈ سے ملا اور اس نے پچھتر پیسے لیکر کہا کہ میں سہارنپور میں گیٹ سے پاس کرادونگا، چنانچہ اس نے مجھے گیٹ سے پاس کرادیا، نہ اس نے مجھے ٹکٹ دیا اور نہ ہی رسید دی، غالباً وہ پیسہ محکمہ ریلوے کو نہیں پہنچا، اب شریعت کی رو سے بندہ سبکدوش ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ آپ نے سہارنپور تک سفر کیا اور عجلت کی وجہ سے ٹکٹ خرید نہیں سکے اور پٹری اسٹیشن پر گارڈ سے مل کر پٹری سے سہارنپور تک کا پیسہ بھی اس کو دیدیا، مگر اس نے نہ ٹکٹ دیا، نہ رسید دی، تو ظاہر ہے کہ وہ پیسے ریلو کے ایک ملازم (گارڈ) نے خود رکھے، اور سہارنپور پہنچ کر اپنے اثر سے اس نے آپ کو پاس کرادیا، پس سہارنپور سے دیوبند تک کا ٹکٹ لے کر آپ پھاڑ دیں، تاکہ آپ کے ذمہ ریلوے کا مطالبہ باقی نہ رہے، اور بالیقین آپ بری الذمہ ہوجائیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۱ھ

---

[1] والظاهر أن هذا مبنى علىٰ قول المتقدمين بأن منافع الغصب غير مضمونة مطلقاً اماعلىٰ ماافتىٰ به المتأخرون من ضمان المعد للاستغلال الخ .شامی زکریا، ج۹/ص۱۰۳/کتاب الاجارة .باب ضمان الاجير، مبحث اختلاف المؤجر والمستأجر، مجمع الانهر ص۹۴، الدر المنتقىٰ مع مجمع الأنهر ص۹۵ كتاب الغصب، الفصل الثالث مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مقروض کے اسٹامپ لکھ دینے کے بعد بھی کفیل کی ضمانت باقی رہے گی؟

سوال:۔ممتاز احمد اپنی ضمانت میں محمد حسن اور زین الحق صاحبان سے غلام محمد کو کچھ روپئے کا مال دلوایا کہ غلام محمد فروخت کر کے چکا دیگا، محمد حسن اور زین الحق کاروبار میں مشترک ہیں، مگر کچھ عرصہ گذرنے پر غلام محمد چند مجبوریوں کی وجہ سے ان کو روپیہ نہ دے سکا اس کے بعد محمد حسن وغیرہ نے ممتاز احمد کو پریشان کرنا شروع کر دیا کہ آپ ہماری بقایا رقم غلام محمد سے دلوادیں، ممتاز احمد نے ہر چند کوشش کی کہ غلام محمد روپیہ کی ادائیگی محمد حسن وغیرہ کو کر دے، مگر روپیہ کی ادائیگی نہیں ہوسکی، اوراسی طرح کئی ماہ گذر گئے اس کے بعد محمد حسن وغیرہ نے ممتاز احمد سے یہ کہا کہ آپ غلام محمد کو ہمارے پاس لے آئیں تاکہ ہم اس سے بقایا رقم کا اسٹامپ لکھوالیں، ممتاز احمد نے غلام محمد کو ان کے سامنے حاضر کر دیا اور غلام محمد نے ان کے روپیہ کا اقرار بھی کیا ساتھ ہی ہنسی خوشی اسٹامپ لکھنے پر راضی ہوگیا اور مزید کہا کہ کل بقایا رقم مبلغ ۳۲۰۰/سو روپیہ دینے والا میں ہوں اور میں آپ کو ضرور دونگا، اوراس نے اپنے دستخط کر دیئے۔

(اسٹامپ کی نقل) غلام محمد ولد حاجی عبدالکریم حجام محلّہ اورنگ آباد قصبہ مئوناتھ ضلع اعظم گڈھ یوپی کا ہوں، چونکہ منمقر کو روپے کی سخت ضرورت تھی جو بدون قرض لئے رفع ضرورت غیر ممکن ہے اس لئے منمقر نے ماسٹر محمد حسن صاحب ولد چاند شاہ محلّہ بھکاری قصبہ مؤناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ سے مبلغ ۳۲۰۰/سو روپے سیکڑہ کے حساب سے مہاجن مذکورہ بالا کو ادا اور بے باق کر دوں، اگر منمقر روپیہ مذکورہ بالا مع سود ادا اور بے باق نہ کروں تو ماسٹر محمد حسن صاحب مذکورہ بالا کو اختیار کلی حاصل ہے، اور آئندہ ہوگا کہ چارہ جوئی عدالت مجاز منمقر کی

ذات وجائداد ومنقولہ وغیرہ سے جس طرح چاہیں وصول کرلیویں، اس میں منمقر خواہ ورثاء منمقر کو نہ کوئی عذر ہے اور نہ آئندہ ہوگا لہٰذا یہ چند کلمہ بطور خط کے لکھ دیا کہ سند رہے اور وقت ضرورت پر کام آوے۔

اب آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسٹامپ کے لکھ جانے کے بعد بھی کیا ممتاز احمد کی ضمانت باقی رہ جاتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ضمانت کے وقت یہ شرط تھی کہ اسٹامپ لکھنے تک ضمانت ہے بعد میں نہیں یا اسٹامپ لکھ کر ضمانت ختم کردی اور لکھ دیا کہ اب میں ضامن نہیں رہا، تو ضمانت ختم ہوگئی، ورنہ ضمانت باقی ہے[1] اور اس ضمانت کا حاصل بھی صرف یہی ہے کہ غلام محمد سے روپیہ دلوانے کی کوشش کرتا رہے یہ نہیں کہ اپنے پاس سے روپیہ دے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۹۵ھ

---

[1] اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلیٰ شُرُوْطِهِمْ (ترمذی شریف، ج۱/ص۲۵۱/ ابواب الاحکام، باب ماذکر عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الصلح بین الناس، مکتبۂ اشرفیه دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص۲۲ ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰، مطبوعه دار احیاء التراث العربی، کنز العمال ص۳۶۳ ج۴ رقم الحدیث ۱۰۹۱۷ الب الثالث فی احکام الجهاد، مطبوعه مؤسسة الرسالة.

ترجمہ:۔ مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

[2] الکفالة هی ذم ذمة إلی ذمة فی المطالبة لا فی الدین قوله فی المطالبة أی اشتراک کل من الکفیل والاصیل فی جواز طلب المکفول له نفسهما أو عینا واجبة التسلیم کمغصوب وعاریة ثم لا یلزم منه لزوم المطالبة الدین علی الکفیل، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۱۷۳، ۱۷۲ ج۳ کتاب الکفالة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۵۵۳ ج۷ کتاب الکفالة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۴ ج۶ کتاب الکفالة،

معزول پر ضمان نہیں

سوال:۔زید ایک مدرسہ کا مدرس ہے، ہیڈ ماسٹر نے زید کو اس کا ذمہ دار بنایا، اور کمرے کی کنجی بھی زید کے حوالہ کردی، لیکن زید کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے کمرے کی کنجی ہیڈ ماسٹر نے اس سے لے کر اپنے پاس رکھ لی، زید سے کنجی لینے کے بعد اس کمرے میں مالی نقصان ہوگیا، اب زید سے کنجی لینے کے بعد کمرے کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور نقصان کس کے ذمہ عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب نقصان کنجی زید سے لینے کے بعد ہوا تو زید ذمہ دار نہیں،[1] جس کے پاس کنجی ہے وہ ذمہ دار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۸۹ھ

بچپن کی چوری کا حکم

سوال:۔بچپن کی چوری کا محاسبہ ہوگا یا والدین پر اس کا گناہ ہوگا، اور اسی طرح جتنے بھی گناہ بچپن میں کئے؟

---

[1] لأن المسقط للضمان فی حق المودع رده الیٰ من اخذه منه الخ، مبسوط للسرخسی ص ۱۳۰ ج۶ الجزء الحادی عشر، کتاب الودیعة، مطبوعه دار الفکر بیروت، فلو ردها الودیع برئ الخ، شرح المجلة ص ۴۴۰ ج ۱ رقم المادة ۷۹۴، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.
غاب المودع وترک مفتاحه عند غیره فلما رجع لم یجد الودیعة فی مکانه لا یضمن لدفع المفتاح الیٰ غیره، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۶ ج۴ کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون تضییحاً للودیعة الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً

بچوں پر گناہ نہیں،[1] البتہ چوری کی مقدار کا ضمان انکے مال میں لازم ہوگا۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کیلئے ٹکٹ خریدنے کی صورت میں ضمان

سوال:۔ زید، عمر، خالد، تینوں سفر کو جارہے تھے، راستہ میں احمد ملا کہا میں جاؤنگا، لیکن پیسے میرے پاس نہیں تم میں سے کوئی اگر ٹکٹ لیکر دیدے تو جاؤنگا، زید کے پاس پیسہ تھا لیکن وہ پہلے اندر چلا گیا تھا، عمر نے خالد سے کہا کہ تم جلدی اندر جاکر زید سے پیسہ لیکر احمد کے لئے ٹکٹ لے لو، لہٰذا خالد چلا احمد پیچھے دروازہ تک گیا تھا، اور خود کہتا ہے کہ میں نے خالد کو آواز دی، بولا نہیں، لہٰذا غصہ ہوکر وہاں سے چلا گیا۔

خالد کہتا ہے کہ میں نے نہیں سنا اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ خالد نے زید سے پیسہ لیکر جلدی سے احمد کے لئے ایک ٹکٹ لے لیا، لیکن احمد کا پتہ نہیں، بہت تلاش کیا، تو وہ ٹکٹ بیکار گیا اب پیسے کون دیگا؟ مخفی مباد کہ راستہ میں یہ بات ہوچکی تھی کہ خالد جاکر احمد کے لئے ٹکٹ لے لے، درمیان میں منسوخ بھی نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر احمد کے امر سے خالد نے زید سے پیسے قرض لیکر احمد کے لئے ٹکٹ خریدا ہے،

---

[1] ان القلم رفع عن المجنون حتی یفیق وعن الصبی حتی یدرک وعن النائم حتی یستیقظ، بخاری شریف، ج۲ص۱۰۰۶، (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب الحدود باب لا یرجم المجنون الخ.

[2] فخرج بالتکلیف الصبی والمجنون الیٰ قوله لکنهما یضمنان المال الخ، البحر الرائق ص۵۰ ج۵، (مطبوعه کوئٹه) (اول کتاب السرقة) شامی زکریا ص۱۳۷ ج۶، کتاب السرقة،

تو ان پیسوں کا ذمہ دار احمد ہے، اگر احمد کے امر سے نہیں خریدا بلکہ از خود خریدا ہے تو خالد ذمہ دار ہے[1]، اگر زید نے خود خریدا یا خریدنے کے لئے خالد کو امر کیا تو زید ذمہ دار ہے[2]، اور اگر احمد کا یہ مطلب تھا کہ اگر تم میں سے کوئی تبرعاً وہبۃً ٹکٹ دے تو میں جاؤنگا، تو جس نے تبرع کیا ہے، وہی ذمہ دار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۸/۵۵ھ

اگر مبیع ڈاک سے ضائع ہو جائے تو ضمان کس پر ہے

سوال:۔ زید نے عمر سے کچھ کتابیں بطور خرید بذریعہ ڈاک طلب کی عمر نے زید کے تحریر کردہ پتہ پر متعدد بار کتابیں ارسال کی جس میں چند بار پوری پوری کتابیں وصول ہوگئیں، لیکن بعض پیکٹ میں سے کچھ کتابیں ضائع ہوگئیں، اور وہ زید تک نہیں پہنچیں اس صورت میں اس ضائع شدہ کا ضامن از روئے شریعت کون ہوگا؟

---

[1] بعث رجلاً ليستقرضه فاقرضه فضاع في يده فلو قال اقرض للمرسل ضمن مرسله ولو قال اقرضني للمرسل ضمن رسوله، شامی کراچی ج۵ ص۱۶۶، مطبوعه زکریا دیوبند ص۳۹۶، ج۷، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعاً الخ.

[2] وللوكيل بالشراء طلب الثمن من المؤكل اذا اشترى وقبض المبيع فان هلك قبل حبسه هلك على الآمر ولا يسقط ثمنه اى ثمن المبيع عن الموكل فيرجع الوكيل عليه، مجمع الأنهر ص۳۱۸، ۳۱۹، ج۳، البحر الرائق كوئٹه ص۱۵۶ باب الوكالة، بالشراء.

سكب الأنهر على المجمع الأنهر ص۳۱۸ ج۳ باب الوكالة بالشراء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عمر (بائع) نے زید (مشتری) کی ہدایت کے موافق کتابیں روانہ کی ہیں اور کوتاہی نہیں کو تو بائع پر ضمان لازم نہیں[1] کیونکہ اس نے مشتری کے امر پر عمل کیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۸/۸۹ھ

دھوبی سے کپڑا کھو گیا اس کا ضمان

سوال:۔ اگر دھوبی نے کپڑا گم کر دیا تو کیا اس سے تاوان لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دھوبی کی بے پرواہی سے کپڑا گم ہو گیا تو اسکا ضمان لینا درست ہے، لیکن اگر دھوبی بے اختیار تھا، اور ایک دم پانی زیادہ آ گیا، اور کوشش کے باوجود حفاظت نہ کر سکا، تو اس پر ضمان نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۹ھ

---

[1] وان هلک المشتری فی ید الوکیل قبل الحبس هلک علی الموکل من غیر ضمان علی الوکیل، المحیط البرهانی ص۵۸ ج۱۵ کتاب الوکالة، قبیل نوع آخر فی هلاک الثمن فی ید الوکیل، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص۵۸۷ کتاب الوکالة، فصل فی التوکیل بشراء شیء بغیر عینه، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۵۰ باب الوکالة بالبیع والشراء، تبیین الحقائق ص ۲۶۱ ج باب الوکالة بالبیع والشراء، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ومن استاجر رجلاً علیٰ خیاطة ثوبه اوعلیٰ قصارة ثوبه فقبضه فتلف فی یده بغیر فعله وبغیر تعدمنه فلا ضمان علیه .عالمگیری، ج۴/ص ۵۰۱/ کتاب الاجارة، الباب الثامن والعشرون الخ، بزازیة علی الهندیة ص۸۸ج۵ نوع فی الراعی والبقاء، کتاب الإجارة، البحر کوئٹه ص۲۷، ج۸، باب ضمان الأجیر کتاب الإجارة.

کرایہ کی سائیکل چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم

سوال:۔ایک شخص میری دوکان سے سائیکل کرایہ پر لے گیا تھا، اس کا بیان ہے کہ میں نے سائیکل کارخانہ کے دروازے پر رکھی تھی، لیکن جب میں واپس آیا، تو سائیکل وہاں پر نہیں تھی، کسی شخص نے اٹھالی، اب دوکاندار کو اس سائیکل کی قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ سائیکل امانت تھی، اس کی حفاظت لازم تھی، اگر وہ جگہ جہاں سائیکل رکھی تھی، محفوظ جگہ نہیں ہے، وہاں سے کسی کے اٹھا لینے کا اندیشہ تھا، پھر بھی بغیر حفاظت کے انتظام کئے وہاں رکھدی اور کسی نے اٹھالی تو حفاظت میں کوتاہی کی، جس کی وجہ سے دوکاندار کو ضمان وصول کرنے کا حق حاصل ہے، ورنہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۸/۸۸ھ

بندوق سے کوئی زخمی ہوگیا تو قصوروار کون؟ چلانیوالا یا مالک

سوال:۔ایک شخص نے دوسرے سے بندوق شکار کے لئے مانگی، اور کہا آپ بھی شکار

---

[1] استاجر حماراً فوقفه ليصلى الفجر فذهب الحمار اوانتهبه انسان فان راٰه ينتهب اويذهب ولم يقطع الصلوٰة ضمن الخ عالمگیری، ج۴/ص۴۹۷/ كتاب الاجارة، الباب السابع والعشرون، العين المستاجرة امانة فى يد المستاجر لانه قبضها ليستوفى منها منفعة يستحقها فاذا هلكت لايضمن الا بالتعدى اوالتقصير فى الحفظ، فقه السنة، ج۳/ص۱۹۵/كتاب الاجارة (مطبوعه بيروت)، البحر كوئٹه ص۲۷ج۸ باب ضمان الأجير، كتاب الإجارة، شرح المجلة ص۳۲۲ج۱ الفصل الثانى فى ضمان المستأجر، رقم المادة ۶۰۰، اتحاد بكڈپو ديوبند.

کو چلیں، گاؤں سے نکل کر بندوق والے نے بندوق زید کو دیدی، زید نے چڑیوں پر فائر کیا، چھرّا ایک آدمی کے لگ گیا، بندوق والے نے مصیبت میں پڑ کر چار سو روپیہ بطور رشوت دیکر اپنی جان بچائی، دونوں آدمی صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، کیا وہ روپیہ بندوق والے پر پڑنا چاہئے یا زید پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے بندوق چلائی ہے وہ قصوروار ہے[1]، لیکن اپنی بندوق دوسروں کو دینا بھی جرم ہے، لہٰذا دونوں ہی قصوروار ہوئے، آپس میں سمجھوتہ کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۲/۹۵ھ

---

[1] الا لا یجنی جان الا علی نفسه الحدیث، ترمذی شریف ص۲/۳۸، ابواب الفتن باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال، مطبوعه رشیدیه دهلی، اذا اجتمع المباشرو المتسبب یضاف الحکم الی المباشر، قواعد الفقه ص ۵۶، مطبوعه اشرفی دیوبند.

باب دوم: امانت کا بیان

امانتِ مسجد چوری ہو جائے تو ضمان کا حکم

سوال:۔ایک شخص کے پاس مسجد کی امانت رکھی ہوئی تھی، جو چوری ہوگئی، کچھ چوری واپس آگئی اس نے مسجد کی امانت کچھ دیدی کچھ نہیں دی، جو امانت باقی رہ گئی تھی، اس کو دینا لازم ہے، یا نہیں، یہ آدمی شریعت کا پابند نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امانت کو اپنے مال میں مخلوط کر کے رکھا تھا تو پوری امانت کو اس سے لینا چاہئے[1] اگر الگ رکھا تھا اور باوجود پوری حفاظت کے وہ چوری ہوگئی، تو اس سے پوری لینے کا حق نہیں، جتنی واپس آگئی وہ لے لی جائے۔[2]

تنبیہ:۔جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو اس کے پاس مسجد کی امانت رکھنا درست نہیں[3]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۵ھ

---

[1] وکذا المودع اذا خلط الودیعة بماله خلطا لایتمیز یضمن (بدائع کراچی ص۲۱۳/ج۶/ کتاب الودیعة، در مختار علی الشامی کراچی ص۶۶۸، ج۵، کتاب الایداع، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۸، ج۴، کتاب الودیعة، الباب الرابع الخ،

[2] لووضعها فی بیته اوفیما یحرز فیه ماله عادة فضاعت لاضمان علیه (بدائع کراچی ،ص ۲۰۹/ج۶/ کتاب الودیعة، وحکمها کون المال امانة عنده مع وجوب الحفظ علیه الخ بحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۷ کتاب الودیعة، زیلعی ص۷۶ ج۵ کتاب الودیعة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] کمایستفاد:وینزع وجوبا لوغیر مامون اوعاجزاً اوظهر به فسق (شامی کراچی، ص۳۸۰/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب یاثم بتولیة الخائن)، یولیها القاضی من یثق بامانته، البحر الرائق ص۲۴۶ ج۵ کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۳۲۷ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

غیر مسلم کے پاس مسجد کا پیسہ امانت تھا وہ ضائع ہوگیا

سوال:۔ متولی مسجد کو اپنے پاس مسجد کے پیسے رکھنے میں حفاظت کا یقین نہیں تھا اور کوئی دوسرا مسلمان بھی امانت رکھنا قبول نہیں کرتا تھا تو اس وقت شرعی حاکم نہ ہونے کی وجہ سے بامر جماعت محلّہ متولی نے مسجد کے پیسے کافر کے پاس رکھے اور وہ کافر اس وقت مالدار تھا اور امانت رکھنے میں مرجع خاص وعام تھا، اب کافر مفلس ہوگیا، اور مسجد کے پیسے اس کے پاس سے ہلاک ہوگئے اب اس کے پاس کوئی مال وجائیداد نہیں ہے کہ جس سے مسجد کے پیسے وصول ہوسکیں تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد کے پیسہ کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں، اگر لازم ہو تو متولی پر یا اہل محلّہ پر، اگر صورت مذکورہ میں مسجد کے پیسے کافر کو قرض دئے ہوں اور پھر ہلاک ہوجائے تو اس وقت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال فی القنیة طالب القیم اهل المحلة ان یقرض من مال المسجد للامام فابیٰ فأمره القاضی به فاقرضه ثم مات الامام مفلسا لایضمن القیم اھ مع ان القیم لیس له اقراض مال المسجد قال فی جامع الفصولین لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الاممن فی عیاله ولااقراضه فلو اقرضه ضمن وکذاالمستقرض وذکر ان القیم لواقرض مال المسجد لیأخذه عند الحاجة وهواحرزمن امساکه فلاباس به وفی العدة یسع المتولی اقراض مافضل من غلة الوقف لواحرزاھ بحرشرح کنز، ص۲۳۹/ج۵/[1]

اس سے معلوم ہوا کہ متولی کو اگر مسجد کے پیسے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور کوئی دوسری

---

[1] البحر الرائق ص۲۳۹/ ج۵/ کتاب الوقف، مطبوعه مکتبه ماجدیه پاکستان، شامی کراچی ص۴۱۷، ج۵، کتاب القضاء، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم ونحوه.

صورت بھی حفاظت کی نہیں تھی، اوراہل محلّہ کے امر سے متولی نے وہ پیسے کافر کے پاس رکھدئے اوراس کافر سے وصولیابی کی کافی توقع تھی تو پھر متولی پر ضمان لازم نہیں اور نہ اہل محلّہ پر لازم ہے، یہی حکم صورت مذکورہ قرض کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا ۶۱/۲/۵۷ھ

مؤذن سے روپیہ ضائع ہوگیا ضمان کس پر ہے؟ اور مدرسہ کا روپیہ پھولوں کے ہار میں خرچ کرنا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں افریقہ سے ایک آدمی آیا تو مسجد اور مدرسہ کے اراکین نے جلسہ کیا، اوراس کی مہمان نوازی کے لئے پھولوں کا ہار اور دوسری چیزیں لانے کے لئے متولی نے مدرسہ کے مؤذن صاحب کو سو روپے دیئے وہ روپے مؤذن سے گم ہوگئے، اب وہ روپے کس کے ذمہ ہیں، مؤذن صاحب دیں یا متولی صاحب؟

واضح رہے کہ مؤذن صاحب ہی بینک سے روپے لانے اور لیجانے کا کام کرتے ہیں، اور یہ کام دیانت داری کے ساتھ کرتے ہیں، اور یہ بات یقینی ہے کہ روپے گم ہوگئے، خیانت نہیں ہوئی ہے، گاؤں میں اعلان بھی کرایا گیا مگر نہیں ملے۔

الجواب حامداً ومصلیا

اگر پوری حفاظت کے باوجود مؤذن سے روپے گم ہوگئے تو مؤذن پر ضمان لازم نہیں[1]

---

[1] ومنها أنه اذاضاعت فی يد المودع بغير صنعه لايضمن (الیٰ قوله) لان يده يد المالک فالهلاک فی يده کالهلاک فی يد المالک بدائع کراچی ص ۲۱۱/ ج۶/ کتاب الوديعة، البحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۷، کتاب الوديعة، مجمع الأنهر ص۴۶۸ ج۳، کتاب الوديعة، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

بلکہ جنکے روپے تھے ان کے گئے، البتہ مسجد یا مدرسہ کے روپیہ کو پھولوں کے ہار میں خرچ کرنا جائز نہیں، ایسا کرنے سے ضمان لازم ہے، پس جتنا روپیہ بے محل خرچ کرنے کے واسطے دیا گیا تھا اس کا ضمان اراکین دیں، اور وہ مدرسہ یا مسجد میں جس کا روپیہ تھا داخل کردیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ ۲۲/۶/۹۰ھ

امانت کے نوٹ کو بدل دینا

سوال:۔ زید کے پاس امانتاً دس روپیہ کا نوٹ ۴۰ء کا بکر رکھ دیتا ہے، اور جس وقت بکر اپنی امانت زید سے مانگتا ہے، تو زید اس کے بجائے ۴۰ء کے اس نوٹ کے جو کہ امانت میں دیا تھا، ۴۷ء کا نوٹ دس روپیہ کا واپس کرتا ہے، زید خیانت کا مجرم ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو امانت کسی کے پاس رکھی جائے، اس میں تغیر وتصرف جائز نہیں[2]، اس لئے کہ یہ

---

[1] مستفاد ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه (قال الشامی) فلا شک انه لايجوز للمتولی فعله مطلقاً لعدم الفائدة فيه (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ ج۱/ مکروهاة الصلوٰة مطب کلمة لابأس دليل أن المستحب غيره لان البأس الشدة، البحر کوئٹه ص۳۲-۳۱ج۲، باب ما يفسد الصلوة وما يکره فيها تحت فصل الخ، عالمگيری ص۱۰۹، ج۱، کتاب الصلوة، الباب السابع الخ، الفصل الثانی فيما يکره فی الصلوة الخ، تحت فصل مطبوعه کوئٹه.

[2] والوديعة لاتودع ولاتعار ولا توأجر ولاترهن وان فعل شياً منها ضمن، عالمگيری ج۴/ ص۳۳۸/ مطبوعه کويٹه، کتاب الوديعة، الباب الاول، البحر الرائق کوئٹه ص۲۷۵، ج۷، کتاب الوديعة، الاشباه والنظائر ص۱۵۰، الفن الثانی، کتاب الامانات، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امانت کے تحفظ کے خلاف ہے، کذافی الکتب المتداولۃمن مراٰۃ المجلۃ وغیرھا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال ۶۷ھ

امانت کا ادا نہ کرنا

سوال:۔ایک شخص زید کو ایک چیز اس لئے دیتا ہے کہ وہ عمر کے پاس پہنچا دے، اور زید ایک مجمع میں باوثوق وعدہ کرتا ہے، کہ میں ضرور پہنچا دونگا، اور پھر باوجود سخت تقاضہ کرنے کے وہ انکار کرتا ہے، اور دینے والے کو بھی واپس نہیں کرتا، تو کیا زید شرعاً متدین وامین کہلانے کا مستحق ہے، اور اسے قومی، ملی پیشوا یا کارکن بنایا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال بہت مجمل ہے، بہتر تھا کہ زید کا بیان بھی ہمراہ ہوتا تا کہ معلوم ہوتا کہ اس کے وہ امانت نہ پہنچانے اور نہ واپس کرنے کی کیا وجہ ہے، کہیں وہ شئی زید کی ملک تو نہیں، جو کسی طرح عمر یا حوالہ کرنے والے کے پاس پہنچ گئی تھی، اب جبکہ زید کے قبضہ میں آ گئی، تو دینے سے انکار کر دیا[1]، بلکہ جس قدر سوال ہے اس کا جواب ظاہر ہے[2] اس میں کیا تردد ہے، جس کو دریافت کرنا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، " ولیس للمودع حق التصرف والا ستر باح فی الودیعۃ الخ، المبسوط للسرخسی ج۶/ الجزء الحادی عشر ص ۱۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، کتاب الودیعۃ" العنایۃ مع فتح القدیر ص۴۹۰، ج۸، کتاب الودیعۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، **(صفحہ ہذا کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

امانت کی واپسی کے لئے شرط

سوال:۔ زید نے جو ضلع رائے بریلی کا رہنے والا ہے، پرتاب گڑھ میں ایک مسجد بنانے کے لئے روپے عمرو کے پاس جو معتبر شخص ہے، اور پرتاب گڑھ کا رہنے والا ہے، امانت رکھے، مسجد کے لئے جو زمین زید نے خریدی وہ بوجہ لگان قائم رہنے کے، مسجد کے لئے ناجائز قرار دی گئی، اس لئے زید نے رائے بریلی کے ضلع میں ایک مسجد اس نیت سے تعمیر کرائی جو ہنوز زیر تعمیر ہے، اس مسجد کی تعمیر کے لئے اس وعدہ پر کچھ روپیہ قرض لیا کہ پرتاب گڑھ سے روپیہ لاکر ادا کردیگا، عمرو یہ کہتا ہے کہ پرتاب گڑھ ہی میں تمہیں کسی دوسری جگہ مسجد بنانی چاہئے، ورنہ روپیہ واپس نہ ملے گا، سوال یہ ہے کہ زید کو اپنا روپیہ عمرو سے واپس لیکر اس مسجد میں جو رائے بریلی میں بنوائی ہے، لگانے کا اختیار ہے یا نہیں، نیز یہ کہ عمرو کو زید کی امانت واپس دینے میں کسی قسم کی شرط لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمرو کا مطالبہ کہ پرتاب گڑھ ہی میں مسجد بناؤ یا اسی جگہ کسی دوسرے کام میں روپیہ

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۱ واذا جحد المستودع ماعنده من الوديعة ثم اودع من ماله عندالمودع مثل ذلک وسعه امساکه قصاصاً بماذهب به من وديعته وكذالک ان كان المال ديناً عليه وانكره الخ، عالمگیری ج۴/ ص ۳۵۹/ مطبوعه كويٹه، الباب العاشر فی المتفرقات ،كتاب الوديعة، مبسوط سرخسی ص۱۲۸ ج۶، الجزء الحادی عشر كتاب الوديعة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

۲ امانت صاحبِ حق کو نہ لوٹانا خیانت ظلم اور غصب ہے، مطالبہ کے وقت لوٹانا واجب، ووجوب أدائه عند طلب مالكه وشرعية الايداع، "قوله تعالىٰ ان اللّٰه يامركم أن تؤدوا الامانات الى اهلها" مجمع الأنهر ص۴۶۷ ج۳ كتاب الوديعة، فحبسها وهو قادر على تسليمها صار غاصباً لانه ظلم، الدر المنتقىٰ مع مجمع الأنهر ص۴۷۰ ج۳ كتاب الوديعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

خرچ کروتو امانت کا روپیہ واپس ملے گا ورنہ نہیں ناجائز اور ظلم ہے[1] اصل مالک کو اختیار ہے کہ اپنا روپیہ جس جائز کام میں چاہے صرف کرے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۶/۷/۵۷ھ

ودیعت کا روپیہ وفات مودع کے بعد اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا

سوال:۔ زید نے اپنی ضرورت کیلئے اپنے ایک عزیز مثلاً جمال سے کچھ قرض مانگا، جمال نے کہا کہ میری والدہ کا روپیہ ایک صاحب کے پاس رکھا ہوا ہے، جو میری معرفت ہی امانت رکھوایا تھا، وہ میں تم کو دلائے دیتا ہوں، اس کو تم خرچ کرلو، جب ضرورت ہوگی، تم ادا کردینا، اس طرح جمال اور جمال کے بھائی کمال نے وہ روپیہ زید کو دیدیا، اور زید نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا، اس کے کچھ عرصہ بعد جمال وکمال کی والدہ نے اور جمال کے بڑے بھائی عقیل نے زید سے یہ کہا کہ جو روپیہ جمال نے تم کو دیا ہے، وہ تم اپنے پاس رکھنا

---

[1] متی ارادالمودع أخذ ودیعته لزم المستودع ردها الخ اعلاء السنن، ج۱۶/ ص ۶۲/ مطبع المکة المکرمه کتاب الودیعة باب لاضمان علی المؤتمن، وفی البحر لانه ظالم بالمنع، ج۷/ص ۲۷۵/ مطبع کویٹه کتاب الودیعة، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۴۷۰ ج۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة، کیف شاء. بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/. سورة الفاتحة، مطبوعه رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع مطلب فی تعریف المال والملک ایضا ص۲۳۵ ج۷ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال.

اور جب ہماری پوتی و بھتیجی (ہندہ) جو یتیم ہے، اس کا عقد ہو جائے تو اس بھتیجی کو دیدینا، ہم میں سے کسی کو نہ دینا، اس گفتگو کے بعد جمال کی والدہ کا انتقال ہو گیا، (جن کا روپیہ تھا) اور عقیل صاحب پاکستان چلے گئے، ان سے زید کی کوئی خط وکتابت بھی نہیں رہی، اور عقیل صاحب بہت بیمار وغیرہ سنے گئے، جمال کے چھوٹے بھائی کمال سے زید کی سخت مخالفت ہوگئی، یہاں تک کہ کمال نے زید سے ملنا اور گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کیا، اور سخت ناراض ہو گیا اب جمال اور کمال اور عقیل کی بھتیجی کا نکاح ہونے لگا تو اس ہندہ لڑکی کی والدہ جمال اور کمال کی بھاوج کا خط زید کے پاس ایک عزیز کی معرفت آیا کہ جو روپیہ تمہارے پاس ہندہ کی دادی نے رکھوایا تھا، وہ اس وقت دیدو تا کہ ہندہ کا نکاح کر دیا جائے، اور ضروری کاموں میں خرچ ہو سکے، زید نے ان عزیز کو یہ جواب دیا کہ ہندہ کی والدہ سے کہنا کہ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا، کہ نکاح کے بعد دینا، ہندہ کے چچا جمال نے جنہوں نے یہ روپیہ ابتداء زید کو دیا تھا، زید سے کہا کہ وہ روپیہ اس وقت دیدو، میں ہی ہندہ کا نکاح کر رہا ہوں، زید نے یہ سوچ کر کہ جمال ہی کی معرفت یہ روپیہ میرے پاس آیا تھا، اور جمال ہی اس لڑکی کا ولی بھی ہے، روپیہ کی اصل مالکہ والدۂ جمال کا انتقال ہو چکا، ان کے دوسرے بیٹوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، جو ان سے معلوم کر سکوں، ادھر لڑکی کی والدہ بھی اس وقت روپیہ لینا چاہتی ہے، اور چچا بھی کہہ رہے ہیں، اس لئے زید نے وہ روپیہ جمال کو واپس کر دیا، اب ہندہ کا شوہر زید کو پریشان کرتا ہے، کہ تم نے وہ روپیہ جمال کو کیوں واپس کیا، وہ تو بعد نکاح ہندہ کو دینا چاہیے تھا، تم ذمہ دار تھے تم روپیہ مجھے دیدو، زید نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے پاس روپیہ رکھا تھا، ان کے مانگنے پر میں نے واپس کر دیا، ہندہ کا شوہر کہنے لگا کہ ہندہ کی والدہ نے کوئی پرچہ نہیں لکھا تھا، کہ تم روپیہ واپس کر دو، لڑکی کے چچا جمال نے دھوکہ سے ان کی طرف سے پرچہ لکھ کر بھجوایا تھا، زید نے کہا کہ مجھے یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پرچہ جعلی بنا کر بھیجا گیا ہے، لڑکی کی والدہ اور اس کے چچا جمال جب دونوں اسی وقت روپیہ واپس لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا حق ہے، اصل مالک روپیہ

کا زندہ نہیں ہے جوان سے رائے لیتا ان کے دولڑکوں سے معلوم نہیں کرسکتا تھا، اس نے جمال ہی کے کہنے پر اورلڑکی کی والدہ کی رضا مندی سمجھ کر روپیہ واپس کردیا، ہندہ کے شوہر نے اوراس کے ہمدردوں نے زید کے ساتھ زیادہ سختی کی، اس کی ایک کافی قیمتی چیز چرا کر لے گئے، اور کہا کہ جب تم روپیہ دیدوگے تو یہ چیز ملے گی، تم پر ذمہ داری یہ تھی کہ بعد نکاح لڑکی کو روپیہ دیتے، جمال کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اگر ایسی حالت میں میرے اوپر اس رقم کی لڑکی ہندہ کو دوبارہ ادائیگی ضروری ہوگی، تو میں وہ رقم ادا کرونگا، اس وقت میری چیز واپس کردو۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان حالات میں کیا زید پر یہ واجب ہے کہ وہ رقم جو جمال وغیرہ نے زید کو دی تھی، اور زید نے جمال کو واپس کردی، اب زید وہ رقم اپنے پاس سے دوبارہ ہندہ کو ادا کرے، جو حکم ہو مطلع کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ کا شوہر اس روپیہ سے بالکل بے تعلق ہے، اس کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، اس نے زید کی جو چیز چوری کرکے رکھ لی ہے، اسکا واپس کرنا ضروری ہے[1]، اگر ہندہ اس پر رضامند تھی کہ اس کے چچا نے وہ روپیہ اس کی شادی کی ضروریات میں صرف کردیا تو اب زید کے ذمہ دوبارہ وہ روپیہ ہندہ کو دینا لازم نہیں، زید نے بھی غلطی کی کہ اصل مالک ہندہ کی دادی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا، اور شادی سے قبل روپیہ ہندہ کے چچا کو دیدیا، اس کو چاہئے تھا کہ نہ چچا کو دیتا نہ والدہ کو، بلکہ شادی کے بعد براہِ راست ہندہ کو دیتا، اب اگر ہندہ اس

---

[1] صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق الىٰ قوله ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان أخذ ه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يرده علىٰ مالكه الخ، بذل المجهود ج ۱ /ص۳۷/ مطبوعه سهارنپور، باب الوضو، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹، ج۵، كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب، شامى زكريا ص ۳۰۱ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً الخ.

پر رضامند نہیں کہ جو روپیہ اس کی دادی نے اس کے لئے تجویز کیا تھا، وہ اس کی شادی میں صرف ہوگیا، اور وہ مطالبہ کرتی ہے، تو زید ہندہ کو روپیہ دیدے[1]، اور جو روپیہ اس کے چچا اور والدہ کو دیا تھا، وہ ان سے واپس لیلے، یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ ہندہ کی دادی نے اس روپیہ سے اپنی ملک ختم کر کے ہندہ کو اس کا مالک بنا کر زید کے پاس بطور امانت رکھا، اور زید کو امین قرار دیا ہو، لیکن سورت واقعہ میں ایسا نہیں معلوم ہوتا، بلکہ زید مقروض ہے، ہندہ کی دادی کا، اور قرض کی ادائیگی کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ ہندہ کی شادی کے بعد اس کو دیدیا جائے، پھر دادی کا انتقال ہوگیا، تو وہ روپیہ سب دادی کا ترکہ بن گیا، جس میں شرعی وراثت جاری ہوگی[2]، اور ورثہ میں جب لڑکا موجود ہے، تو پوتی کا کوئی حق نہیں[3]، وہ جمال اور اس کے بھائی بہن کا حق ہے، ہندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں نہ ہندہ کی والدہ کا نہ ہندہ کے شوہر کا، اگر جمال کی کوئی بہن نہیں تو سب بھائیوں کو برابر ملے گا[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۸۸ھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف الخ الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، فی شرح المجلۃ لسلیم رستم باز وإن فعل کان ضامنا الخ ص ۶۱ ج ۱ رقم المادۃ ۹۶ مطبوعہ اتحاد دیوبند.

[2] کما ان أعیان المتوفی المتروکۃ عنہ مشترکۃ بین الورثۃ علیٰ حسب حصصھم کذلک یکون الدین الذی لہ فی ذمۃ آخر مشترکا بینھم علیٰ قدر حصصھم الخ شرح المجلۃ لسلیم رستم باز ص ۶۱۰ ج ۱ رقم المادۃ ۱۰۹۲ کتاب الشرکۃ الفصل الثالث، مطبوعہ اتحاد دیوبند.

[3] فان اجتمع أو لاد الصلب واولاد الابن فان کان فی اولاد الصلب ذکر فلا شئی لاولادالابن ذکوراً کانوا اواناثاً اومختلطین الخ عالمگیری، ج۶/ص ۴۴۸/مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الفرائض فی الباب الثانی)، زیلعی ص ۲۳۴ ج۶ کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴ ج۸ کتاب الفرائض،

[4] اذا اجتمع جماعۃ من العصبۃ فی درجۃ یقسم المال علیھم باعتبار ابدانھم، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات،

کبوتر مکان میں رہنے لگا کئی بچے بھی ہو گئے اس کا اور بچوں کا حکم

سوال:۔ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا، اور مدت تک رہا، جس کو زید نے بھگایا مگر وہ آکر پھر بالا خانہ میں رہنے لگا، اس طرح سے کئی بار کیا گیا، اب اس کے دو بچے بھی ہو چکے ہیں، اور مزید سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے، غالباً یہ کبوتر محلّہ ہی کے کسی ہندو کا ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں بلکہ پلا ہوا ہے تو مالک کو تلاش کر کے اس کو واپس کر دیا جائے، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہونگے، جو بچے ذبح کر کے کھائے ہیں، ان کی قیمت مالک کو دیں، اور جو بچے موجود ہیں، وہ بھی مالک کو دیں، یا اس سے خرید لیں، اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو دیں اور اس کی وجہ سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ اسکے نہیں نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے نہ واپس کرنے کی۔ **کذافی الدر المختار**[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۸۹ھ

---

[1] محضنةای برج حمام اختلط بها اهلی لغیره لاینبغی له أن یاخذه وان أخذ طلب صاحبه لیرده علیه لانه کاللقطة .فان فرخ عنده فان کانت الام غریبة لایتعرض لفرخها لانه ملک الغیر وان الام لصاحب المحضنة والغریب ذکر فالفرخ له، الدرالمختار مع الشامی ج۶/ ص۴۴۵/ مطبع زکریا ،مطبع کراچی، ج۴/ص ۲۸۴/کتاب اللقطة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۵۸ ج۵ کتاب اللقطة خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳۹۵ ج۳ کتاب اللقطة، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۴ ج۲ کتاب اللقطة.

فسادزدگان کیلئے چندہ کیا گیا کچھ بچ گیا اس کو کیا کیا جائے

سوال:۔خلاصۂ سوال یہ ہے کہ رانچی کے فسادات میں جو مسلمانوں کو عظیم نقصان پہنچا ان کی امداد کے لئے مسلم ریلیف کمیٹی بنائی گئی تھی، جس میں کافی چندہ جمع ہوا، اور کافی تقسیم ہوا اور کچھ بچ گیا، بہرحال اب یہ فیصلہ کیا جارہا ہے کہ اس کو دوسرے کاموں میں صرف کردیا جائے، حالانکہ بہت بیوہ عورتیں موجود ہیں، تو کیا مسلم ریلیف کمیٹی کو یہ حق ہے کہ جو صرف مظلومین فساد کے لئے چندہ کیا گیا ہے، اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ خرچ کردے؟ آخر مسلم ریلیف کمیٹی کی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ ممبران اس روپیہ کے مالک ہیں یا امین ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کاموں کے لئے چندہ کیا گیا ہے، چندہ کی رقم کو ان ہی کاموں میں صرف کیا جائے، دوسرے کاموں میں رقم خرچ کرنا بلا اجازت چندہ دہندگان درست نہیں، چندہ دہندگان بقیہ رقم کو جن کاموں میں خرچ کرائیں، رقم کو ان کاموں میں خرچ کیا جائے گا، مسلم ریلیف کمیٹی کی حیثیت محض امین اور وکیل کی ہے، فتاویٰ عالمگیری، مصری، ج۳/ص ۴۴۱/[1] کتاب الوکالۃ میں ہے "واماحکمها فمنه قیام الوکیل مقام المؤکل فیما وکله به، اور ج۳/ص ۴۴۳/[2] پر ہے "واما صفتها فانها الی قوله ومنه انه امین فیما فی یده کالمودع"۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۲/۸۸ھ

---

[1] عالمگیری ج۳/ ص۵۶۶/ مطبع کویٹه، کتاب الوکالة، الباب الاول، بدائع الصنائع زکریا ص۱۶، ۱۵ ج۵، کتاب الوکالة، مجمع الانهر ص۳۰۶ ج۳، کتاب الوکالة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

امانت میں تصرف جبکہ مالک لاپتہ ہوجائے

سوال:۔میرے پاس ایک شخص نے ۲۶۰/روپیہ امانت رکھا اور آج پندرہ برس ہوگئے، کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں گیا، تو کیا وہ امانت ہم کسی نیک کام میں لگا سکتے ہیں؟ بیت المال، مدرسہ یا کسی اور نیک کام میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ ضرورت مندوں کو دوسروں کی ذمہ داری پر قرض دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس امانت کو اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری ہے، نہ مدرسہ میں دیں، نہ دوسرے ضرورتمند کو دیں، نہ قرض دیں، نہ صدقہ کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۴ھ

کیا سزا کے عوض امانت کی رقم کاٹ لی جائے؟

سوال:۔زید نے اپنے بھائی بکر کے پاس ۲۷/ہزار روپیہ امانت رکھا بکر کے دل میں فتور آ گیا، اس نے چند آدمیوں کو بلا کر مار پیٹ کر کے رات کے وقت ایک فائر کیا محلّہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] عالمگیری ج۳/ ص۵۶۷/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الوکالة، الباب الاول، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۱ ج۷ کتاب الوکالة.

(صفحہ ہذا) [1] غاب المودع ولایدریٰ حیاته ولاممانه یحفظها ابداً حتی یعلم بموته وورثته ولایتصدق بها الخ، عالمگیری ج۴/ ص۳۵۴/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الودیعة، الباب السابع فی ردالودیعة، مبسوط سرخسی ص۱۲۹ ج۶ الجزء الحادی عشر مطبوعه دار المعرفة بیروت، الودیعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن وان فعل شیئاً منها ضمن، البحر الرائق کوئٹه ص۲۷۵ ج۷ عالمگیری کوئٹه ص۳۳۸ ج۴ کتاب الودیعة الباب الاول اشباه والنظائر ص۱۵۰ ج الفن الثانی کتاب الامانات مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

والوں کو بتلایا کہ ڈکیتی پڑ گئی ہے، اور پولس میں بھی رپورٹ ڈکیتی درج کرائی، اور پولس نے آکر فوراً انکواری کی اور معلوم کیا یہ رقم کس کی تھی؟ تو بکر نے خود جواب دیا کہ میرے بھائی زید کی تھی، اس پر پولس نے سختی کی تو اس نے پولس کے سامنے کہا کہ یہ کام میں نے ہی کرایا ہے، اس پر کیس چلا، بکر کے اوپر سوا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ ہوا، ۲۷/ ہزار میں سے ۲۱/ ہزار زید کو ملا، جب بکر چھوٹ کر آیا تو زید نے چھ ہزار روپیہ طلب کئے، بکر کہتا ہے کہ ہم نے سزا کاٹی اور روپیہ بھی دیں، وہ چھ ہزار روپیہ ہم نہیں دیں گے، اب سوال یہ ہے کہ زید اپنے چھ ہزار روپیہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے کمینہ حرکت کی اور بھائی کی امانت ضائع کرنے کی کوشش کی، ڈکیتی دکھلائی پولس نے گرفتار کیا، سزا کاٹی، اب لازم ہے کہ بقیہ چھ ہزار کی رقم زید کو ادا کردے، سزا کے عوض اس رقم کے رکھنے کا اختیار نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منه الحدیث، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹ ج ۲ الباب الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه مکتبه نزار مصطفیٰ الباز، مشکوٰة شریف، ص ۲۵۵/ (مطبوعه یاسرندیم کمپنی دیوبند) کتاب البیوع، باب الغصب.

ترجمہ:. کسی مسلمان شخص کا مال حلال نہیں ہے مگر اس کی رضامندی اور خوش دلی سے۔ لا یجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۱ ج ۵ کتاب الحدود فصل فی التعزیر شامی زکریا ص ۱۰۶ ج ۶ باب التعزیر، عالمگیر کوئٹه ص ۱۶۷ ج ۲ کتاب الحدود فصل فی التعزیر.

کسٹوڈین کا قبضہ

سوال:۔آج کل گورنمنٹ کی جانب سے یہ تحریک اٹھائی جارہی ہے کہ جو ہندوستانی باشندے ملک سے باہر تجارت یا نوکری کی غرض سے فورین میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کی جو جائیداد بھارت میں جس کے قبضہ میں ہے ان کو مالک بنا کر ان کے حوالہ کردیتی ہے، اور اگر یہ آدمی ان کو لینا نہ چاہے تو گورنمنٹ خود اس پر قابض ہوکر وہ زمین آدیباسی ہریجن کو دے دیتی ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے رشتہ داروں کی زمین کم وبیش ۲۰-۲۵/سال سے میرے قبضہ میں ہے، اور وہ سب ساؤتھ افریقہ میں ہیں سرکار مجھے مالک بنانا چاہتی ہے، میں نہیں چاہتا کہ ان کی جائیداد کو قانون کا سہارا لے کر اپنے ناموں پر کرلوں اور مالک بن جاؤں، میرا دل یہ کہتا ہے کہ یہ شرعاً جائز نہیں تو ایسا کام مجھے نہ کرنا چاہئے، اور اگر میں وہ زمین اپنے نام پر لے کر مالک نہ بنوں تو سرکار اپنے قبضہ میں لے کر غیر مسلم کو دیدیگی، تو آپ سے گذارش ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، صحیح راستہ آپ کے نزدیک کیا ہے، مطلع فرمائیں، گورنمنٹ میں ۱۵-۲۰/دن میں جواب دینا ہے اس لئے جواب جلدی بھیج دیں، تو نوازش ہوگی حکم شرعی آپ کی طرف سے جو بھی جواب ملے گا، اس پر بندہ عمل کریگا تو دعا میں ضرور یاد فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح اب تک اتنی مدت سے وہ زمین آپ کے قبضہ میں ہے، آئندہ تحفظ کی نیت سے اس کو اپنے قبضہ میں رکھیں اور اصل مالک کو اطلاع کردیں کہ سرکاری کاغذات میں بحیثیت مالک میرا نام درج ہوگیا، لیکن حقیقۃً مالک آپ ہیں، اور میں اس کا محافظ ہوں، اگر آپ اس کی قیمت مجھ سے لینا چاہیں تو لے لیں، یا ہبہ کردیں، بہر جو کچھ معاملہ کریں اس

کے موافق عمل کریں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۴ھ

امین کی وفات کے بعد امانت کا مطالبہ اس کے ورثہ سے

سوال:۔ایک شخص نے بڑی رقم ایک شخص کو امانت رکھنے کے لئے دی امین صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا، اس رقم کا علم دینے والے کو اور امین صاحب کو تھا، بعد میں امین صاحب کے لڑکے سے اس رقم کا مطالبہ کررہے ہیں، اور یہ رقم گھر میں یا باہر کہیں بھی معلوم نہیں ہورہی ہے، معلوم کرنا ہے کہ ان کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے لڑکے کا کیا فریضہ ہے، وہ اس میں کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک رقم کو مرحوم کے ورثہ سے مطالبہ کا پورا حق ہے،[2] وارثوں کو اگر معلوم ہے کہ رقم موجود ہے فلاں جگہ ہے تو ان کے ذمہ اس کا دیدینا لازم ہے، اگر وہ اقرار نہ کریں، بلکہ یہ کہیں کہ مالک رقم جھوٹ بولتا ہے، کہ اس نے ہمارے والد صاحب کے پاس کوئی رقم امانت

---

[1] الایداع تسلیط المالک غیرہ علی حفظ مالہ والودیعة ما یترک عند الامین للحفظ الی قولہ وحکمها وجوب الحفظ وصیرورة المال امانة فی یدہ ووجوب أدائہ عند طلب مالکہ وشرعیة الایداع بقولہ تعالیٰ ''ان اللّٰہ یأمرکم أن تؤدوالأمانات إلی أهلها'' ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر ص۴۶۷ج۳ کتاب الودیعة مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۷۶ج۵ کتاب الودیعة، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] المودع اوالمضارب اوالمستعیر اوالمستبضع وکل من کان المال بیدہ امانة اذا مات قبل البیان ولم تعرف الامانة بعینهافانہ یکون دینا علیہ فی ترکتہ لانہ صار مستهلکا للودیعة بالتجهیل ردالمحتار ،ج۸/ ص۴۵۸/ مطبوعہ زکریا کتاب الایداع، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۹ج۴ کتاب الودیعة الباب الخامس فی تجهیل الودیعة.

رکھی اور مالک کے پاس گواہ موجود نہیں تو وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا[1] وہ قسم کھا کر کہدیں کہ ہمارے والد صاحب کے پاس ہمارے علم کی حد تک کوئی انہوں نے امانت نہیں رکھی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۱۴۰۰ھ

بیٹی کو چوڑیاں دیکر واپس لینا

سوال:۔ ایک عورت اپنی بیماری میں بے ہوش وحواس اپنی سونے کی چوڑیاں اپنی لڑکی کو دیدیتی ہے، اپنے شوہر اور اپنے بڑے لڑکے کی موجودگی میں عورت کی اس بات پر ہر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے، عورت کا اسی بیماری میں انتقال ہوجاتا ہے، عورت کے سونے کی بٹن والد کے پاس رکھے ہوئے ہیں، عورت کے انتقال کے بعد باپ سونے کے بٹن اپنی مرضی سے بیٹی کو دے کر یہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ چوڑیاں جو ماں کی تمہارے پاس ہیں اس میں یہ بٹن اور کچھ سونا اپنے پاس سے ڈلوا کر تم اپنی چوڑیاں بنوالو، باپ چوڑیاں بٹن اور بیٹی کا کچھ سونا لے کر بیٹی کو نئی چوڑیاں بنوا کر دے دیتا ہے، اب ماں کے انتقال کو عرصہ ساڑھے ۱۵/ سال ہوا تو وہی باپ لڑکی سے یہ کہتا ہے کہ چوڑیاں میرے حوالہ کی جائیں، باپ کا یہ سوال جائز ہے یا ناجائز حکم شرع سے خبردار کیجئے؟

---

[1] البينة على المدعى واليمين على من انكر، هداية ص ۲۰۳ ج ۳ كتاب الدعوى باب اليمين مطبوعه مكتبة تهانوى ديوبند، مجمع الأنهر ص ۳۵۰ ج ۳ كتاب الدعوى مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والتحليف على فعل غيره يكون على العلم اى انه لايعلم انه كذالك لعدم علمه بما فعل غيره ظاهراً درمختار على الشامى زكريا، ج ۸/ص ۳۰۰/ كتاب الدعوى، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۷ ج ۷ كتاب الدعوى، مجمع الأنهر ص ۳۵۹ ج ۳، كتاب الدعوى مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ماں نے بیماری کی حالت میں سونے کی چوڑیاں اپنی بیٹی کو دی ہیں، پھر ماں کا اس بیماری میں انتقال ہوگیا، تو یہ بحکم وصیت ہے[1]، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تمام ورثاء بالغ ہیں اور وہ اس پر رضامند ہیں تو بیٹی ان چوڑیوں کی مالک ہوگئی[2]، اور ان چوڑیوں میں وراثت جاری نہیں ہوگی، ماں کے سونے کے بٹن جو والد کے پاس رکھے ہوئے تھے، وہ ترکہ میں داخل ہیں ان میں جملہ ورثاء کا حصہ ہے[3]، اگر تقسیم سے وہ بٹن والد کے حصہ میں آئے، یا دیگر ورثاء نے وہ والد کو دے دیئے تو وہ والد کی ملک ہوگئی، بشرطیکہ سب ورثاء بالغ ہوں، پھر والد نے جب وہ اپنی بیٹی کو دیدیئے تو وہ بیٹی کی ملک ہوگئے، اب والد کو بیٹی سے جبراً واپس لینے کا حق نہیں رہا[4]، خاص کر جب کہ وہ بٹن اپنی اصلی حالت میں نہیں رہے، بلکہ ان کا سونا چوڑیوں میں شامل کرلیا گیا[5]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۶ھ

---

[1] والهبة من المريض للوارث فى هذا نظير الوصية لانها وصية حكما هدايه ، ج۴/ص۶۵۷/ كتاب الوصايا،باب فى صفة الوصية، مطبوعه مكتبۂ تهانوى ديوبند، زيلعى ص ۱۸۲ ج۶ كتاب الوصايا، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ولالوارثه وقاتله مباشرة اِلَّابالاجازة ورثته وهم كبار درمختار على الشامى، زكريا ج۱۰/ص۳۴۶/، مجمع الأنهر ص۴۱۹ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۶۵۷ ج۴ كتاب الوصايا، مطبوعه مكتبۂ تهانوى ديوبند.

[3] يقسم الباقى بين ورثته ويستحق الارث برحم ونكاح الخ ،درمختار على هامش الشامى ج۱۰/ص۴۹۷.

[4] فلووهب لذى رحم محرم منه نسباً ولو ذميا اومستأمناً لايرجع شمنى درمختار على هامش ردالمحتار ،ج۸/ ص۵۱۲/ كتاب الهبة باب الرجوع فى الهبة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صاف لفظوں میں امانت کہنا اور معاملہ گروی کا کرنا

سوال:۔(۱) ایک شخص مسمیٰ حسن بھائی فاضل بھائی نے اپنی حیات میں چند مکانات مسمیٰ عبدالرسول محمد عمر کے پاس رکھے، اور لکھا کہ یہ مکانات تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں اور عبدالرسول کا قرضہ حسن بھائی کے ذمہ تھا، اول حسن بھائی نے انتقال کیا، اس وقت ان کے حقیقی بھائی یٰسن بھائی کا لڑکا عمر بھائی اور بیوی عظیم بو چھوڑے بعد میں عظیم بو نے انتقال کیا ،انہوں نے ایک ابن ابی العم عمر بھائی مذکور الصدر اور دو علاتی بہن کی لڑکیاں بنت الاخت لاب عابدہ ،زاہدہ چھوڑ دیں، بعد میں عابدہ نے انتقال کیا ، اس نے ایک لڑکا غلام نبی اور دو لڑکیاں مسماۃ سلطان بو اور مریم چھوڑے، بعد میں زاہدہ نے انتقال کیا اس نے بھی ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو چھوڑی، بعد میں سلطان بو بنت عابدہ نے انتقال کیا، ایک بھائی غلام نبی اور بہن مریم چھوڑے بعد میں غلام نبی نے انتقال کیا ،بہن مریم چھوڑے، مریم نے انتقال کیا، دو لڑکے غلام رسول اور افضل بھائی چھوڑے بعد میں غلام رسول نے انتقال کیا، ایک بیوی سلطان بو اور دو لڑکے علی میاں اور نبی میاں چھوڑے ،مریم کے دوسرے لڑکے افضل بھائی نے انتقال کیا ،بیوی عائشہ اور چار لڑکے حسن اور عبدالقادر عبدالرحمٰن، فاضل اور ایک لڑکی مریم چھوڑے، زاہدہ جو میت ثانی عظیم بو کی بنت الاخت تھی، انتقال کیا ،ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو، چھوڑے، مریم نے انتقال

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص۲۹۴ ج۷ کتاب الهبة باب الرجوع فی الهبة، مجمع الأنهر ص۵۰۳ ج۳ باب الرجوع فی الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۵ ویمنع الرجوع فیها دمع خزقه فالدال الزیادة فی نفس العین الموجبة لزیادة القیمة المتصله الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۸/ص۵۰۴/۵۰۵ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۱ ج۷ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ملتقی الابحر مجمع الأنهر ص۴۹۹ ج۳ باب الرجوع فی الهبة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کیا، ایک لڑکی حلیم بو اور دو لڑکے فاضل بھائی اور رحیم بھائی چھوڑے، بعد میں فاضل بھائی نے انتقال کیا بیوی وزیر بو اور لڑکا غلام حسین اور عبدالرحمٰن چھوڑے، محمد صدیق نے انتقال کیا اس وقت ایک لڑکی زینت بی اور بہن غفور بو تھے، بعد میں غفور بو گذری دو لڑکے محمد عمر اور چاند بھائی اور تین لڑکیاں آمنہ، بی سلام، بی مریم، چھوڑیں، بی مریم گزری، شوہر عبدالنبی دو بھائی محمد عمر اور چاند بھائی اور دو بہنیں آمنہ، بی سلام چھوڑے، عبدالنبی شوہر بی مریم نے انتقال کیا، دو بھتیجے اور دو بھتیجی اور دو نواسی چھوڑے، بی سلام گذری لڑکا رسول میاں اور لڑکی مریم چھوڑے، عمر بھائی اور یٰسن بھائی جو میت اول کا ابن الاخ ہے، اور میت ثانی عظیم بوزو جہ میت اول کا ابن ابوالعم ہے، جس نے عظیم بو جو میت ثانی ہے ان کی بھانجیاں عابدہ اور زاہدہ اور ان کی اولاد عابدہ کی اولاد سلطان بو، مریم غلام نبی اور زاہدہ کی اولاد مریم اور محمد صدیق کے بعد انتقال کیا سوائے زاہدہ کی لڑکی غفور بو کے وہ حیات تھی عمر بھائی نے انتقال کیا اس وقت ان کی دو لڑکیاں آمنہ اور خدیجہ اور ایک ابن الاخ عثمان عرف نور محمد حیات تھے، اول آمنہ نے انتقال کیا، اس نے شوہر محمد طاہر اور علاتی بہن خدیجہ چھوڑے بعد میں خدیجہ گذری اس نے تین لڑکے عبداللہ اور عبدالقادر اور محمد جو دیوانہ ہے، چھوڑے بعد میں خدیجہ کے لڑکے عبدالقادر نے انتقال کیا، بیوی ایک حقیقی بھائی عبداللہ بعد اخیافی محمد چھوڑے، اس کے بعد عمر بھائی کا ابن الاخ عثمان عرف نور محمد نے انتقال کیا، اس نے عورت قمر النساء ماں حفیظہ اور چار لڑکے جن میں تین نابالغ ہیں، اور چار لڑکیاں جن میں دو نابالغ ہیں چھوڑے، اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ مکانات حسن بھائی مرحوم کے جو عبدالرسول اور بعد میں ان کی اولاد کے قبضہ میں امانت پر ہیں، یا رہن گروی اور قانون سرکاری جو ایک مدت بعد مالک یا ورثاء مالک کو رہن والی چیز واپس نہیں ملتی، یا رہن رکھنے والا واپس نہیں کرتا یہ شرعاً کیسا ہے، ان مکانات کی آمدنی اور مرمت کا کیا حکم ہے؟

(۲) ورثاء عبدالرسول کو یہ مکانات ہبہ یا فروخت کا حق ہے؟

(۳) ورثاء عبدالرسول مرحوم کو مکانات کی تخمیناً قیمت ورثاء حسن بھائی کو دینی چاہئے یا مکانات واپس کرنے چاہئیں، کیونکہ ورثاء حسن بھائی ہے، نابالغ اور دیوانہ بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صاف صاف لفظوں میں تو امانت کہا ہے، لیکن قرضہ ذمہ میں ہونا رہن کا قرینہ ہے، اس کے باوجود واپس نہ دینے کا اختیار نہیں، قرضہ کل ادائیگی اور مکانات کی واپسی لازم ہے[۱] قانونی آڑ لے کر گروی مکانات کی واپسی سے مدت متعینہ گزر جانے پر آدمی سبکدوش نہیں ہو جاتا۔

(۲) آمدنی بھی مالک کی ہے مرمت بھی مالک کے ذمہ ہے، جس کے پاس کہہ کر گروی رکھا ہے، نہ اس کو انتفاع کا حق ہے نہ آمدنی کا نہ اس کے ذمہ مرمت لازم ہے۔[۲]

(۳) ان کو حق نہیں اس لئے کہ وہ مالک ہی نہیں۔[۳]

(۴) اپنے مورث کا دیا ہوا قرضہ وصول کر لینا چاہئے اور مکانات واپس کر دیں، اس مسئلہ میں نابالغ اور دیوانہ اور عقلمند بالغ سب کا یہی حکم ہے۔[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۱۱/۸۶ھ

---

[۱] وللمرتهن ان يطالب الراهن بدينه ويحبسه به واذا طلب المرتهن دينه يؤمر باحضار الرهن هدايه، ص ۵۲۰/ ج۴/ كتاب الرهن، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۸۲،۸۸ ج ۱۰، كتاب الرهن، زيلعى ص ۶۶ ج ۶ كتاب الرهن، مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۲۳۷ ج ۸ كتاب الرهن.

[۲] لاانتفاع به مطلقاً لاباستخدام ولاسكنى ولالبس واجارة فلواجر المرتهن بلااذن فالاجرة له، درمختار مع الشامى زكريا ج ۱۰/ ص ۸۲/ كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص ۲۷۳ ج ۴ كتاب الرهن، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۳۸ ج ۸، كتاب الرهن. **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

امین نے عیدگاہ کا روپیہ کاروبار میں لگالیا

سوال:۔زاہدعلی نے چار ہزار روپیہ عیدگاہ کے لئے چندہ کیا تھا، ابھی یہ روپیہ ان کے پاس تھا کہ انہوں نے اس کو کاروبار میں لگادیا، عیدگاہ کا کچھ کام شروع ہوا تھا، کچھ بند ہوا کچھ ہوا، اب لوگوں نے ان کو کہا کہ تم حساب دو، مگر انہوں نے حساب نہیں دیا، ایسی صورت میں اب شرعاً کیا حکم ہے، کہ ان کا بائیکاٹ کرنا کیسا ہے؟ اگر ان کے پاس فوری طور پر روپیہ نہ ہو تو کیا کچھ حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عیدگاہ کے لئے جو روپیہ بطور چندہ جمع کر کے ایک شخص کے حوالہ کیا گیا تھا، وہ روپیہ امانت تھا، اور وہ شخص امین تھا، اس کو وہ روپیہ کاروبار میں لگانا جائز نہیں تھا[1] یہ خیانت ہے، اور ایسا کرنے سے وہ شخص خائن ہوا، اس کے ذمہ روپیہ اور اس کا حساب دینا ضروری ہے[2] اگر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] ومنها ان يكون مملوكا للواهب فلاتجوزهبة مال الغير بغير اذنه هنديه، ج۴/ص۳۷۴/كتاب الهبه، الباب الاول، بدائع الصنائع زكريا ص۱۶۹ ج۵ ما يرجع الى الموهوب، بحر كوئٹه ص۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة، الدر المختار زكريا ص۴۸۸ ج۸ كتاب الهبة.

[4] وللمرتهن ان يطالب الراهن بدينه ويحبسه به واذا طلب المرتهن دينه يؤمر باحضار الرهن هدايه، ص۵۲۰/ كتاب الرهن، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند،

(صفحہ ہذا) [1] وليس للمودع حق التصرف والاسترباح فى الوديعة الخ مبسوط للسرخسى، ج۶/ الجزء الحادى عشر ص۱۲۲/ مطبع دارالفكربيروت، كتاب الوديعة، العناية مع فتح القدير ص۴۹۰ ج۸ كتاب الوديعة، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتواجر الىٰ قوله ان فعل شياً منها ضمن، عالمگيرى ج۴/ ص۳۳۸/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الوديعة، الباب الاول، البحر الرائق كوئٹه ص۲۷۵ ج۷ كتاب الوديعة، الاشباه والنظائر ص۱۵۰ الفن الثانى كتاب الامانات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

ترک تعلقات (حقہ پانی بند) کرنے سے وصول کرسکتا ہوتو اس کی اجازت ہے[۱] لیکن اگر وہ غریب ہے یکدم سب روپیہ نہیں دے سکتا تو حسب مصالح اس کو کچھ مہلت دی جائے[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۸۸ھ

غیر مسلم نے امانت رکھی پھر وہ مرگیا وارث کوئی نہیں

سوال:۔زید کے پاس ایک غیر مسلم کی امانت رکھی تھی غیر مسلم مرگیا کوئی وارث بھی نہیں، اب اس امانت کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب امانت رکھنے والا مرگیا کوئی وارث بھی نہیں، تو اس امانت کی رقم کو غریبوں پر صدقہ کردیا جائے، دینی مدرسہ کے طالب علم بھی اسکا مصرف ہیں[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] هودليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته الخ، المفهم شرح المسلم ج۷/ ص۹۸/ مطبع دارابن كثير بيروت، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مرقاة شرح مشكوٰة ص۷۱۶، ج۴، كتاب الاداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، مطبع اصح المطابع بمبئی، طيبى شرح مشكوٰة ص۲۴۳ ج۹ المصدر السابق، مطبوعه زكريا ديوبند.

[۲] وإِنْ كانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَة الاية، سورة البقرة رقم الاية ۲۸۰، **ترجمه** : اگر تنگ دست ہوتو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک (بیان القرآن) عن ابى قتادة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من انظر معسراً أو وضع عنه انجاه الله من كرب يوم القيامة، مشكوٰة شريف ص ۲۵۱ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] غريب مات فى دارجل وليس له وارث معروف وخلف شيئاً يسيراً يساوى خمسة دراهم ونحو ها وصاحب الدار فقير فله ان ياخذها لنفسه. (عالمگيرى كوئٹه، ج۴/ص۳۶۲) كتاب الوديعة، الباب العاشرفى المتفرقات، الجوهة النيرة ص۲/۳۴، كتاب الوديعة، نعمانيه ديوبند،

مستعار کا عوض ادا کر چکنے کے بعد وہ ملی تو کیا کرے

سوال: ۔شئی مستعار اگر باوجود پوری حفاظت کے غائب ہوگئی، غائب ہوجانے کی وجہ سے غائب شدہ چیز کا عوض دیدیا گیا، لیکن عوض دینے کے بعد اصل چیز دستیاب ہوگئی، اب اصل چیز کو دے کر عوض واپس لینا چاہئے کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہی ہے کہ عوض لے کر وہ چیز واپس دیدی جائے[1]، اگر اس پر سمجھوتہ نہ ہوسکے تو عوض کے مقابلہ میں شئی مستعار پر مستعیر کی ملک ہوجائے گی۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۴ھ

یتیموں کے بالغ ہونے پر انکی امانت انکی شادی میں خرچ کرنا

سوال: ۔یتیم پوتے پوتیوں یا بھتیجے وبھتیجیوں کی شادی کرانا بھی دادا یا تایا و چچا کے ذمہ ہے، بعد از بلوغ دادا یا تایا و چچا نے اپنی یتیم پوتیوں یا بھتیجوں کی شادی میں انہیں یتیم

---

[1] العارية مؤداة الحديث (مشكوٰة شريف، ص ۲۵۶/باب الغصب والعارية)، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ترمذى شريف ۲۳۹ ج ۱ ابواب البيوع باب ما جاء ان العارية مؤداة مطبوعه اشرفى ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۵۰۲ ج ۲ كتاب البيوع باب فى تضمين العارية، مطبوعه مكتبهء سعد ديوبند.

ترجمه :. عاریت پر لی ہوئی چیز کا ادا کرنا ضروری ہے۔

[2] تسليم العوض كتسليم المعوّض ص ۲۶ ج ۳ كتاب البيوع، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند، زيلعى ص ۱۱ ج ۴ كتاب البيوع، مطبوعه امداديه ملتان، فتح القدير ص ۲۸۴ ج ۶ كتاب البيوع، مطبوعه دار الفكر بيروت.

بچوں کا مال خرچ کیا ہے، بعد میں مطالبہ پر اس خرچ کا حوالہ دیدیا، جب کہ اس خرچ کے وقت ان یتیم بچوں کی اجازت بھی نہیں لی تھی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بالغ ہونے پر ان کا مال بغیر ان کی اجازت شادی وغیرہ میں دادا خرچ کرے نہ تایا و چچا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتة الخ درمختار علی الشامی زکریا ، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز التصرف بمال الغیر الخ، شرح المجلة ص ۶۱ ج ۱ رقم المادة ۹۶ مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

باب سوم: امانت کے ضائع ہونے پر ضمان

امانت کو دفن کر دینے کی شکل میں ضائع ہونے پر ضمان

سوال:۔ پچیس سال ہوئے میری بھانجی میری بیوی کے پاس کچھ چاندی کا زیور بغرض حفاظت رکھنے کو آئی، میرے منع کرنے پر بھی بیوی کی خوشامد کر کے رکھ گئی، بیوی نے وہ زیور ڈبیہ میں رکھ کر ایک جگہ مکان میں گاڑ دیا، کچھ عرصہ کے بعد برسات میں مکان گرا تو ملبہ اٹھوا کر مکان دوبارہ بنوایا گیا، بہر کیف اب بھانجی نے زیور مانگا تو کھودا گیا، زیور نہ ملا، اب میری بیوی اور میں دونوں بہت شرمندہ ہیں، ادھر بھانجی زیور بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی ہے، اب اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ امانت کی چیز ڈبیہ میں رکھ کر محفوظ مکان میں زمین کھود کر گاڑ دی، تو اپنی طرف سے حفاظت کا پورا انتظام کر دیا، اس کے بعد جب وہ گرا، اور دوبارہ اس کی تعمیر ہوئی، تو وہ امانت یاد بھی نہیں تھی، اس بات کو ۲۵ رسال گذر چکے، اس جگہ کو کھود کر دیکھا گیا تو وہ امانت محفوظ نہیں، ایسی حالت میں اس کا ضمان واجب نہیں ''**هكذا يفهم مما فى الهندية اذا قال دفنت فى دارى اوكرمى اونسيت مكانها لم يضمن اذا كان للدار والكرم باب ولوقال دفنت فى موضع اٰخر ونسيت مكانها يضمن كذافى الخلاصة وكذالک لوم يبين مكان الدفن لكنهٗ قال سرقت الوديعة من المكان المدفون فيه ،فان كان للدار والكرم باب لايضمن وان لم يكن**

لهما باب يضمن كذافي المحيط اھ عالمگیری ، ج۳/ص ۴۶۶/''[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۴ھ

ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال:۔ زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سالے کو لڑکے کے والد نے کچھ قرضہ اپنی معرفت سے دلوایا تھا، انہوں نے کہا یہ روپیہ ادا کرو، تو فیصلہ ہوگا، اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کر دیا جائے، روپیہ جمع ہونے پر زیور واپس لے لیا جائے، لہٰذا ایک پان طلائی ایک تولہ ایک گلوبن طلائی، دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کر دی گئیں، تقریباً تین سال کے بعد وہ روپیہ زید کے سالے نے ادا کر دیا اسی دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھا تھا، کچھ پریشانیاں آئیں، اور انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھدیں پھر ان کی حالت خراب ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زیور بنیا کے یہاں ڈوب گیا، اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوگیا، اس وقت سونے کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تھا، اس دوران جن صاحب کے پاس روپیہ جمع تھا، ان کے لڑکوں نے زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/روپئے ان کے داماد پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اسکے حساب میں مجرا کر لینا اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہوگئے، اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا تھا،

---

[1] عالمگیری، ج۴/ص ۳۴۳/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون تضييعاً للوديعة، مجمع الأنهر ص۴۷۸، ۴۶۸ ج۳ كتاب الوديعة، مطبوعه دار الكتب العلمية، خانية على هامش الهندية ۳۷۷، ۳۷۱/۳۷۰ كتاب الوديعة فصل فيما يضمن المودع مطبوعه كوئٹه.

اس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا، وہ میں دونگا، زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے، اس حساب سے میں لونگا، اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جارہا ہے، اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا، کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کیلئے رہن رکھدے، ایسی صورت میں اسکے ذمہ ضمان لازم ہے،[1] اگر زیور ڈوب گیا، اور رہن میں ختم ہوگیا، تو اس کی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانت دار موجودہ قیمت دیکر بری الذمہ ہوجائیگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۴ھ

ہوٹل کے برتن اپنے کمرہ سے گم ہونے پر ضمان

سوال:۔ ہمارے ہوٹل سے ایک صاحب چائے لے گئے، اور چائے کا دور چلنے کے بعد پیالیاں اور پرچیں کمرہ کے باہر رکھ دیا، اور اس کو کوئی شخص اٹھالے گیا، کیا اس طرح غیر ذمہ دار جگہ رکھنے سے چائے پینے والوں پر ضمان لازم آئے گا یا نہیں، براہِ کرم جواب سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتؤاجر ولا ترهن وان فعل شيئاً منهاضمن الخ، عالمگیری ج۴/ ص۳۳۸/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الوديعة، الباب الاول الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۷۵، ج۷، كتاب الوديعة، الاشباه والنظائر ص۱۵۰، الفن الثانی، كتاب الامانات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شرح المجلة ص۴۳۹، ج۱، رقم المادة ۴۳۹، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند،

[2] الوديعة متى وجب ضمانها فان كانت من المثليات تضمن بمثلها وان كانت من القيميات تضمن بقيمتها يوم لزوم الضمان، شرح المجلة ص۴۴۶ ج۱ رقم المادة ۸۰۳، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چائے اپنے کمرہ پر ہوٹل سے کہیں الگ منگا کر پی اور پھر اپنے کمرہ کے باہر پیالیاں رکھدیں جو کہ غائب ہوگئیں، تو ان صاحب پر ضمان لازم ہوگا[1] اگر ہوٹل میں ہی پی ہے، اور ایسی جگہ رکھدیں کہ ہوٹل کے ملازم اٹھالیں، اور اطلاع کردے پھر غائب ہوگئیں تو ان پر ضمان لازم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۵ھ

بے احتیاطی سے سامان ضائع ہوگیا

سوال:۔ فریق اول کا ایک جگہ سامان رکھا ہوا ہے، فریق دوم نے اس سے آکر دریافت کیا کہ تمہارا سامان کہاں رکھا ہے میں بھی وہیں آکر اپنا سامان رکھدوں، فریق اول نے بتایا، فریق دوم نے اپنا سامان بھی وہیں رکھدیا، اور فریق اول کو اپنا سامان دکھلا دیا، پھر اس سے اجازت چاہی کہ میں کھانا کھانے جارہا ہوں، تم اپنے سامان کے ساتھ میرے سامان کی بھی حفاظت کرنا کہیں چھوڑ کر مت جانا، فریق اول نے اجازت دیدی، کہ جاؤ ہم

---

[1] لوترکه فی بیته الذی فیه ودائع الناس وذهب فضاعت ضمن (شامی کراچی، ج۵/ص۶۶۴/ کتاب الایداع شامی زکریا، ج۸/ص ۴۵۶/، مجمع الأنهر ص ۴۶۹ ج۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، والمعتبر فی ضمان المودع التقصیر فی الحفظ، شامی زکریا ص ۴۶۹ ج۸ کتاب الایداع، شرح المجلة ص۴۳۳ ج۱ رقم المداة ۷۸۲، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] والودیعة امانة فاذا تلفت بغیر تفریط من المودع فلیس علیه ضمان، اعلاء السنن ص ۶۲ ج۱۶ کتاب الودیعة باب لا ضمان علی المؤتمن، مطبوعه امدادیه مکة المکرمة، شرح المجلة ص ۲۳۱ ج۱ رقم المادة ۷۷۷، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص ۴۶۹ ج۸ کتاب الایداع.

سامان دیکھیں گے، اس کے بعد فریق دوم چلا گیا، آ کر دیکھا کہ فریق اول سامان سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوا ہے، کہ جہاں سے سامان نظر نہیں آتا تھا، پھر سامان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فریق دوم کا سامان غائب ہے، اور فریق اول کا سامان موجود ہے، اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اپنے سامان کی طرح فریق اول نے باوجود وعدہ کرنے اور ذمہ داری لینے کے حفاظت نہیں، اور سامان ضائع ہو گیا تو ضمان لازم ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۰/۸۶ھ

امانت کا ضمان حفاظت میں کوتاہی کی بناء پر

سوال:۔ احقر کے پاس ذی الحجہ میں پھوپھی زاد بھائی نے تین حصوں کے لئے مبلغ ۷۰/روپیہ اور ایک حصہ کے لئے پڑوس کی ایک بیوہ کی طرف سے ۲۵/روپے بھیجے پوسٹ مین نے جب منی آرڈر لا کر دیا تو دس دس کے تین نوٹ دیئے اور پانچ واپس مانگے، احقر کے پاس جیب میں ۷۰/ پہلی امانت کے ساتھ مبلغ ۱۵/ جو کہ احقر کی بہو کی جانب سے ہر دوئی سے

---

[1] لو تركه فى بيته الذى فيه ودائع الناس وذهب فضاعت ضمن (شامى كراچى، ج۵/ص ۶۶۴/شامى زكريا ،ج۸/ص ۴۵۶/. كتاب الايداع، مجمع الأنهر ص ۴۶۹ ج۳ كتاب الوديعة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۷۴ ج۷ كتاب الوديعة، والمعتبر فى ضمان المودع التقصير فى الحفظ ألا ترى أنه لو وضعها فى داره الحصينة وخرج وكانت زوجته غير أمينة يضمن، شامى زكريا ص ۴۶۹ ج۸، كتاب الايداع.

مباحت سلمہٗ نے بھیجے تھے، رکھے تھے، وہ روپئے واپس کردیئے، اس میں دودو کے دونوٹ اور ایک روپے والا ایک نوٹ رہا، ۱۰/والا نوٹ پوسٹ مین نے پھر واپس دیکر کہا کہ ریزگاری دیدو، اس درمیان میں احقر نے ریزگاری دینے سے پہلے کل ۱۱۰/ گھٹنے کے نیچے رکھ لئے، پس اڈہ پر ایک شخص کا تخت پڑا تھا، اسی کے کونے پر پیر لٹکائے بیٹھا تھا، اتنے میں ہردوئی جانے کے لئے پس آگئی، احقر کے پاس دوتین اخبار رکھے تھے، وہ روپئے کوٹ الجھنے سے یا تو تخت کے پاس نیچے گر گئے، یا تخت پر گھٹنہ کے نیچے وہیں، چھوٹ گئے، بس تک جانے پر فوراً یاد آیا اور بری طرح سے بھاگا، مگر نہ ملے، احقر نے قرض روپیہ لیکر قربانی کردی، اور اطلاع کردی، اب دریافت طلب یہ ہے کہ اسی صورت میں احقر پر تاوان واجب ہے، یا ان لوگوں کی امانت تھی، اور وہ اس طرح ضائع ہوئی، ان سے اب فی حصہ ۲۰/ روپئے طلب کروں جو کہ خرچ ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بس اڈہ پر جہاں بکثرت ہر قسم کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے نوٹ رکھ کر اخبار پڑھنا اور پھر اخبار فروخت کرنے کے لئے چلے جانا، اور نوٹوں کو اٹھا کر جیب میں نہ رکھنا یقیناً حفاظت میں کوتاہی ہے، ایسی صورت میں نوٹ ضائع ہونے سے ضمان لازم ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۸۹ھ

---

[1] قال المؤفق فاما ان تعدی المستودع اوفرط فی حفظها فتلفت ضمن بغیر خلاف الخ، اعلاء السنن ،ج۱۶/ ص ۶۲/ (مطبع المکة المکرمه)کتاب الودیعة باب لاضمان علیٰ المؤتمن، والمعتبر فی ضمان المودع التقصیر فی الحفظ الخ شامی زکریا ص ۴۶۹ ج۸ کتاب الایداع، یلزم حفظ الودیعة فی حرز مثلها (بقیه اگلے صفحه پر)

امانت کا ضمان

سوال:۔ ایک شخص ملازم بحیثیت کارندہ کی تحویل میں سے کچھ روپیہ چوری ہوگیا، مالک نے ملازم سے حلف اٹھوایا اور یہ کہلوایا کہ یوں کہہ کہ اگر میں نے تمہارا روپیہ اپنے کام میں لگایا ہو، یا کسی کو دیا ہو، یا اپنے آئندہ خرچ کے لئے اپنے یا کسی اور کے پاس رکھا ہو تو اندھا ہو جاؤں، اور بھیک مانگتا پھروں، ایمان نصیب نہ ہو، ایسی قسم لینے کے بعد مالک کو ملازم سے ڈنڈ لینا جائز ہے یا نہیں، یعنی گم شدہ روپیہ لینا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ملازم کے پاس وہ روپیہ امانت تھا، اور کافی حفاظت کے باوجود پھر چوری ہوگیا، تو ملازم پر ضمان نہیں، اگر ملازم کی بے توجہی اور غفلت سے ایسا ہوا ہے، تو ملازم پر ضمان لازم ہے، ''الا یداع هوتسلیط الغیر علی حفظ ماله والودیعة مایترک عند الامین وهی امانة فلا تضمن بالهلاک. زیلعی ج۵/ص۷۶''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱/۵۷ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱/۵۷ھ

(گذشته صفحه کا حاشیه) فوضع مثل النقود والمجوهرات فی اصطبل الدواب او التبن تقصیر فی الحفظ وبهذه الحال اذا ضاعت الودیعة او هلکت لزم الضمان، شرح المجلة ص۴۳۳ج۱ رقم المادة ۷۸۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳/۳۴۲ج۴ کتاب الودیعة الباب الرابع فیما یکون تضییعاً للودیعة.

(صفحہ ہذا) [1] زیلعی، ج۵/ص ۷۶(مطبع امدادیه ملتان) کتاب الودیعة، والودیعة امانة فإذا تلفت بغیر تفریط من المودع فلیس علیه ضمان الی قوله، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

امانت چوری ہونے پر ضمان کا حکم

سوال:۔ انتظام آمد وخرچ کی پنچائت ذمہ دار ہوتی ہے، لہٰذا ایک فنڈ پنچائتی ہے، اور دوسرا فنڈ خاص ملکیت مسجد ہے، دونوں فنڈ امین کے پاس تھے، جو چوری ہوگئے، ایک عرصہ تک مشورہ ہوتا رہا تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ واقعی چوری چلے گئے، امین کو اس کے بار کا متحمل نہ سمجھا پنچایت نے معاف کردیا، مگر امین کو فکر ہے کہ شرعاً یہ دونوں جمع معاف ہیں یا شرعاً فرق ہے، اس سے مفصل بندہ کو مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر امین نے ہر دو فنڈ کو علیحدہ علیحدہ رکھا اور پوری حفاظت کی اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی، پھر بھی وہ چوری ہوگئے تو اب شرعاً امین پر مواخذہ نہیں۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۴/۵۷ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا، الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/ربیع الثانی، ۵۷ھ

(گذشته صفحه کا حاشیه) فاما ان تعدى المستودع فيها أو فرط فى حفظها فتلفت ضمن اعلاء السنن ص ۶۲ ج ۱۶ كتاب الوديعة باب لا ضمان على المؤتمن، طبع مكة المكرمة، شرح المجلة ص ۴۳۱ ج ۱ رقم المادة ۷۷۷، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، شامى زكريا ص ۴۶۹ ج ۸ كتاب الايداع.

(صفحه هذا) [1] وان سرقت الوديعة عند المودع ولم يسرق معهامال اٰخر للمودع لم يضمن. عالمگيرى، ج ۴/ص ۳۴۶/ (مطبع كوئٹه) كتاب الوديعة، الباب الرابع، فيما يكون تضييعاً للوديعة، والمعتبر فى ضمان المودع التقصير فى الحفظ، شامى زكريا ص ۴۶۹ ج ۸ كتاب الايداع، اعلاء السنن ص ۶۲ ج ۱۶ كتاب الوديعة، باب لا ضمان على المؤتمن.

مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر

سوال:۔ایک مسجد سے ایک کوئنٹل کے قریب وزن کے تانبہ کے برتن ایسی حالت میں چوری ہوگئے کہ نہ تو صدر دروازہ پر کسی قسم کا تالا لگا تھا اور نہ ہی کوئی محافظ مسجد کی حفاظت کے لئے مقرر تھا، البتہ جس گھر میں برتن تھے، اس پر تالا لگا تھا، جسے چوروں نے بآسانی توڑ کر برتن نکال لئے، ایسی صورت میں متولی مسجد برمعقول حفاظت نہ کرنے پر کوئی جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر جرم عائد ہوتا ہے تو تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مساجد کے صدر دروازہ پر عموماً تالا نہیں لگایا جاتا، تاکہ جو شخص جب بھی دل چاہے مسجد میں آکر عبادت کر سکے، نیز ہر مسجد میں محافظ بھی مقرر نہیں ہوتا، بلکہ اوقات نماز میں مؤذن آتا ہے، اور مسجد کی صفائی اور صف بچھانے کا کام کرتا ہے، اگر یہی صورت آپکے یہاں بھی ہے، تو حجرہ پر قفل کا ہونا ہی حفاظت کیلئے کافی ہے، متولی پر کوئی ضمان لازم نہیں[1] ہاں اگر وہ جگہ چوروں کی ہے، اور چوروں کے واقعات مسجد وغیرہ میں پیش آتے رہتے ہیں، اور صرف حجرۂ مسجد پر قفل کا ہونا حفاظت کے لئے کافی نہیں سمجھا جاتا، پھر حکم دوسرا ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لو وضعها فی بیته او فیما یحرزفیه ماله عادة فضاعت لاضمان علیه (بدائع کراچی ج۶/ص ۲۰۹/ کتاب الودیعة)

[2] واما بیان مایغیر حال المعقودعلیه من الامانة الی الضمان فانواع منها ترک الحفظ لانه بالعقد التزم حفظ الودیعة علی وجه لو ترک حفظها حتی هلکت یضمن بدلها (بدائع کراچی، ج۶/ص ۲۱۱/ کتاب الودیعة)

امانت کے ہلاک کرنے پر ضمان

سوال:۔ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے مسلمان کے پاس اپنی امانت رکھی مثلاً غلہ، سونا، چاندوغیرہ اوراس نے بغیر اجازت کے وہ اپنے کام میں لے لی، اب امین سے وہ شخص اپنی امانت طلب کرتا ہے، مگر امین کہتا ہے کہ خرچ ہوگئی، اپنی امانت کی قیمت لے لو، اس وقت قیمت اس چیز کی چار روپے من ہے، اور جب وہ امانت رکھی تھی، تو دو روپے من کا بھاؤ تھا، تو اب امین سے امانت رکھوانیوالا چار روپے من کے بھاؤ یعنی موجودہ بھاؤ کے حساب سے دام وصول کرتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ امانت رکھنے والا یوں کہتا ہے کہ موجودہ بھاؤ سے مجھے کچھ غرض نہیں، اپنی امانت کی جنس لیتا ہوں، وہ دے یا جتنی قیمت میں آئے اتنی دے، مجھے موجودہ بھاؤ سے کوئی تعلق نہیں، اوراس صورت میں وہ اپنی امانت کی قیمت اپنی طبیعت کے موافق وصول کرلیتا ہے، یعنی چار روپے کے بھاؤ کے بجائے یا موجودہ بھاؤ کے بجائے وہ دوگنی تین گنی قیمت لیتا ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امین مالِ امانت میں بلاضرورت تصرف کرنے کی وجہ سے بمنزلہ غاصب کے ہوگیا، اور غاصب اگر شئی مغصوب کو ہلاک کردے، تو اسکے ذمہ مغصوب کا بدل واجب ہوتا ہے، مثلی میں مثل اور قیمتی میں قیمت اور صورت مسئولہ میں مال امانت مثلی ہے لہٰذا مثل واجب ہوگا خواہ اس کی قیمت کچھ بھی ہو "والضمان لوهلكت ففى كالمثلى الكيلى والوزنى والعددى المتقارب يجب مثله اھ سكب الانهر ،ج ۲/ص ۴۵۶/[1] قال

[1] ملتقیٰ الابحر علی مجمع الانهر ،ج۴/ص ۷۸/ (مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الغصب، عالمگيری كوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ كتاب الغصب الباب الاول، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۱۰ ج۸ كتاب الغصب.

والوالجی فی فتاواہ وان کانت الودیعة دراھم اودنانیر اوشیئاً من المکیل والموزون فانفق طائفة منھا فی حاجته کان ضامناً لماانفق منھا لانه اتلف بالانفاق[1] اھ، ج۵/ص۷۸/" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح بعد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱/۶۱ھ

امانت کا روپیہ جل گیا اس کا تاوان

سوال:۔(۱) خلاصہ سوال یہ ہے کہ زید کے پاس کچھ روپیہ امانت رکھا ہوا تھا، اس روپیہ میں سے کچھ روپیہ کی مشین بھی خریدی، اور کچھ روپیہ مشین والے کا باقی رہ گیا تھا، اب جس کے پاس روپیہ رکھا تھا، اس کی دوکان میں آگ لگ گئی، تو کیا جس کا روپیہ تھا اس کو دینا لازم ہے یا نہیں؟ اور مشین والے کا جو روپیہ باقی ہے وہ کون دے گا؟

(۲) مثلاً ایک آدمی نے دودھ کی مشین خریدی اور اس نے وعدہ پر روپیہ نہیں دیا، اسلئے وہ مشین والا اپنی مشین اٹھالایا، اور تیسرے آدمی کے پاس رکھدی، کہ بقایا روپیہ لے کر اس کو دیدینا، لہٰذا ایک سو روپیہ کی قسط مشین والے کو دیدی اور دوسری مرتبہ ۱۷۸/روپیہ اس کی طرف سے مشین والے کو ایک تیسرے آدمی نے دیدیا، مگر مشین والے نے روپیہ واپس کردیا، اور کہا کہ قیمت شام کو دیکر لے جانا، مگر اس کی دوکان میں آگ لگ گئی، جس سے اسکا کافی نقصان ہوگیا، وہ کہتا ہے کہ اس نے مجھے روپیہ واپس نہیں کیا، اس صورت میں کیا مسئلہ ہے؟

---

[1] حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص۷۸ ج۵ کتاب الودیعة، مطبوعه امدادیه ملتان، المحیط البرھانی ص۳۰۸ ج۸ کتاب الودیعة الفصل السابع فی رد الودیعة مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۸ ج۴ کتاب الودیعة الباب الرابع فیما یکون تضییعاً للودیعة.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس کے پاس روپیہ رکھا تھا، اوراس کی دوکان میں آگ لگ گئی، اس کے ذمہ اس روپیہ کا تاوان نہیں ہے[۱] جس نے مشین خریدی تھی اوراس کا روپیہ باقی تھا، تو وہ روپیہ دینا ضروری ہے، جس نے خریدی ہے، وہ روپیہ دے، پھر جس سے شرکت کا معاملہ تھا، اس کے موافق عمل کیا جائے۔

(۲) اگر وہ روپیہ جل گیا ہے، تو اس کا تاوان لازم نہیں[۲] کیونکہ وہ امانت تھا، اگر اس کو آگ لگنے سے پہلے واپس کر دیا تھا، اوروہ انکار کرتا ہے کہ مجھے نہیں دیا تو جس کے پاس روپیہ رکھا تھا، اس کے ذمہ قسم آئے گی[۳] وہ قسم کھا کر کہدے کہ میں واپس کر چکا ہوں، میرے ذمہ نہیں تو اس کی قسم معتبر ہوگی، اورتاوان لازم نہیں آئے گا[۴] اگر قسم نہ کھائی تو روپیہ دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۱ھ

---

[۱] الوديعة امانة فی يد الوديع فاذا هلكت بلا تعد منه وبدون صنعه وتقصيره فی الحفظ لا يضمن، شرح المجلة ص ۴۳۱ ج ۱ رقم المادة ۷۷۷، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند، اعلاء السنن ص ۶۲ ج ۱۶ كتاب الوديعة، باب لا ضمان على المؤتمن طبع مكة المكرمة، شامی زكريا ص ۴۶۹ ج ۸، كتاب الايداع.

[۲] والوديعة امانة فاذا تلفت بغير تفريط من المودع فليس عليه ضمان اعلاء السنن، ج ۱۶/ ص ۶۲/ مطبوعه مكة المكرمة، كتاب الوديعة، باب لاضمان علىٰ المؤتمن، نيز ملاحظه هو حواله بالا،

[۳] البينة على المدعى واليمين على المدعىٰ عليه الحديث، ترمذی شريف ص ۱۶۰ ج ۱ ابواب الاحكام باب ما جاء فی ان البينة على المدعى واليمين على المدعىٰ عليه، مطبوعه رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف بص ۳۲۷ باب الاقضية والشهادات، كتاب الامارة الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۴] واذا طلب المودع الوديعة فقال المستودع قدر دتها عليک فالقول قوله مع يمينه، المبسوط للسرخسی ج ۶، الجزء الحادی عشر، مطبع دارالفكر، كتاب الوديعة، (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

امانت غسل خانہ میں رکھ کر بھول گیا اس کا ضمان

سوال:۔ امسال حضرت کی دعاؤں کے صدقہ میں حج بیت اللہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، چلتے وقت ایک محسن نے مجھے دو ہزار روپیہ دیئے، اور گھڑی، کمبل، قالین کی فرمائش کی، اور تین افراد کی قربانی کرنے کی فرمائش کی، میں نے کہا کہ اگر آپ کی رقم خیریت سے پہنچ گئی، تو انشاء اللہ تعالیٰ فرمائش کا سامان ہمراہ لے کر آؤں گا، بمبئی پہنچ کر اس میں سے ۲۶۰۰/روپیہ کی رقم جمع کرنے کی نیت سے الگ کرلی، غسل کی حاجت ہوئی، اور میں غسل کی خانہ گیا، کپڑے اتار کر اس رقم کو طاق میں رکھ کر بھول گیا، اس طرح یہ رقم ضائع ہوگئی، جو رقم علیحدہ تھی، میں نے اس رقم سے سفر پورا کیا، از روئے شریعت اب مجھے کیا کرنا چاہئے، یا رقم کا کچھ حصہ واپس کرنا چاہئے یا بالکل واپس نہیں کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امانت کا روپیہ غسل خانہ میں غسل کرتے وقت طاق میں رکھدیا پھر بعدِ غسل اٹھانا یاد نہیں رہا، وہیں چھوڑ کر چلے آئے، اور روپیہ ضائع ہوگیا، تو وہ تمام روپیہ واپس کرنا ہوگا۔

"ولو قال المودع وضعت الوديعة بين يدى فقمت ونسيتها فضاعت ضمن وبه يفتىٰ اھ عالمگیری"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار زكريا ص ۴۷۰، ج۸، كتاب الايداع، عالمگیری كوئٹه ص ۳۵۸، ج۴، كتاب الوديعة، الباب التاسع، فى الاختلاف الواقع فى الوديعة.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری ج۴/ص ۳۴۲/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الوديعة الباب الرابع فيما يكون تضييعاً للوديعة، بزازية على هامش الهندية كوئٹه ص ۲۰۰، ج۶، كتاب الوديعة، الفصل الثانى فيما يكون اضاعة، شامى زكريا ص ۴۶۸، ج۸، كتاب الايداع،

باب اول: شکار کا بیان

کیا شکار کرنا مباح ہے

سوال:- "الصید مباح الا للتلھی" شامی جلد خامس میں تلہی سے کیا مراد ہے، اگر کوئی شخص گاہے گاہے تفریحاً شکار کھیلتا ہے، اور ترک واجبات نہیں کرتا تو بالکل جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تلہی سے یہ مراد ہے کہ وہ محض لہو ولعب کے لئے شکار کھیلتا ہے، جس سے وقت ضائع ہوتا ہے، حیوانات کو اذیت پہنچتی ہے نہ یہ ان جانوروں کا گوشت کھاتا ہے، نہ ہڈی، سینگ وغیرہ کام میں لاتا ہے، نہ کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے ان کو مارتا ہے، بلکہ محض تفریح کے لئے ان کو مارتا ہے، ایسا شکار کھیلنا حرام ہے، نیز وہ شکار کھیلنا بھی حرام ہے جس سے فرائض، واجبات ترک ہوتے ہوں[1]، اگر فرائض واجبات ترک نہ ہوں، نیز ان جانوروں کو شکار کر کے کام میں لائے یا ان کے شکار سے حفاظت مقصود ہو تو ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے۔

---

[1] کل لھو باطل اذا شغلہ ای شغل اللاھی بہ عن طاعۃ اللّٰہ ای کمن التھی بشئی من الاشیاء مطلقا سواء کان ماذونا فی فعلہ او منھیاعنہ کمل اشتغل بصلاۃ نافلۃ او بتلاوۃ اوذکر اوتفکر فی معانی مثلاحتی خرج وقت الصلاۃ المفروضۃ عمداً فانہ یدخل تحت ھٰذا الضابط واذاکان ھذا فی الاشیاء المرغب فیھا المطلوب فعلھا فکیف حال مادونھا فتح الباری ص ۳۶۶/ج ۱۲/ کتاب الاستئذان ،باب کل لھو باطل اذاشغلہ عن طاعۃ اللّٰہ ،مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ، ارشاد الساری ص ۳۵۰/ج ۱۳/ باب ایضا، مطبوعہ دارالفکر بیروت،احکام القرآن للتھانوی ص ۲۰۰، ۲۰۱/ج ۳/سورۃ لقمان،اختلاف الفقھاء فی بعض الملاھی،مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

"الصید هوالاصطیادوسمی به المصید فصارا سماًلکل حیوانٍ متوحش ممتنع عن الأدمی ماکولاً کان اوغیر ماکولٍ والا صطیاد مباح فی غیر الحرم لغیر المحرم وکذا المصید ان کان ماکولاً بقولهٖ تعالیٰ واذا حللتم فاصطادواولقولهٖ وحرم علیکم صید البر مادمتم حرماً ولقوله علیه الصلوٰة والسلام الصید لمن اخذ ولقوله علیه السلام لعدیؓ بن حاتم اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم الله علیه فان امسک علیک فادرکته حیاً فاذبحه وان أدرکته قدقتل ولم یاکل منه فکله فان اخذ الکلب ذکاةرواه البخاری ومسلم[1]واحمد ولانه نوع اکتساب وانتفاع بما هومخلوق لذٰلک فکان مباحاً کالاحتطاب لیتمکن المکلف من اقامة التکلیف اھ زیلعی ص ۵۰/ ج۶[2]والاصطیاد مباح فیما یحل اکله ومالا یحل فما حل اکله فصیده للاکل ومالا یحل فصیده لغرض اٰخراماالانتفاع بجلده اوشعره اولدفع اذیتهاھ"[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/صفر ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تفریح کے لئے شکار کھیلنا

سوال:- ایک شخص ایک بندوق کا لائسنس صرف اس مقصد کے لئے بنوانا چاہتا ہے

---

[1] مسلم شریف ص ۱۴۶/ ج۲/ کتاب الصیدوالذبائح،باب الصیدبالکلاب المعلمة،مطبوعه رشیدیه دهلی، بخاری شریف ص ۸۲۳/ ج۲/ کتاب الصیدوالذبائح،باب صید المعراض، مطبوعه اشرفی دیوبند،مشکوة کتاب الصید والذبائح، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] زیلعی ص ۵۰/۶، مطبوعه امدادیه ملتان پاکستان، اول کتاب الصید،

[3] حاشیة الشبلی علیٰ الزیلعی ص ۵۰/ ج۶/ مطبوعه امدادیه ملتان، اول کتاب الصید، مجمع الانهر ص ۲۵۵/ ج۴/ کتاب الصید،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۶۴/ ج۱۰/ کتاب الصید،

کہ حلال وحرام جانور کا شکار کھیلے اور تفریح طبع حاصل کرے، شکار کی عادت بغرض تفریح مثل اور مشاغل کے ہوتی ہے، جن کی تعریف لہوولعب سے کیجاتی ہے، اس لئے کارتوس وغیرہ کا صرفہ بعض اوقات عادۃً بڑھتا ہی رہتا ہے، آیا بندوق اس غرض سے حاصل کرنا کہ اس کو مشغلہ تفریح بنایا جائے، اور ہر قسم کے جانوروں کا شکار تفریح طبع اور احباب کی دلچسپی اور ذاتی مشغلہ کے طور پر کیا جائے، از روئے شرع شریف جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شکار کرنا خواہ حلال جانور کا ہو خواہ حرام جانور کا شرعاً مباح اور درست ہے، جبکہ اس سے شکاری کی کوئی مشروع غرض حاصل ہوتی ہو مثلاً حلال جانور کا گوشت حاصل کرنا مقصود ہو یا کسی جانور کے پر یا بال، یا کھال، یا سینگ یا ہڈی وغیرہ کوئی چیز مطلوب ہو یا مثلاً دفع اذیت ہی مقصود ہو، جیسے بعض اوقات بعض آدمی بندر یا بھیڑیئے کا شکار کرتے ہیں اگر محض لہوولعب اور اضاعت وقت مقصود ہو تو ناجائز ہے: "وحل اصطیاد مایوکل لحمه ومالایوکل لقوله تعالیٰ "واذا حللتم فاصطادو" مطلقاً من غیر قید بالماکول اذا الصید لایختص بالماکول ولان اصطیاده سبب الانتفاع بجلده اوریشه اؤ شعره أو الاستدفاع بشره وکل مشروع اه زیلعی[1] ج۶/ ۶۱/ الصید مباح، الاشباه ص[2] ۲۵۵/ والبسط فی فتح الباری[3] ج۹/ص ۵۲۱/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۶/شعبان ۵۶ھ

---

[1] زیلعی ص: ۶۱-۶۲، ج:۶، مطبوعه امدادیه ملتان، الدرالمختار علی الشامی ص: ۴۶/ ج:۱۰/ مطبع زکریادیوبند، اول کتاب الصید، خلاصة الفتاوی ص: ۳۰۰/ ج:۴/ کتاب الصید، مطبوعه لاهور، مجمع الانهر ص ۲۵۵/۴، کتاب الصید، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بلاضرورت شکار میں وقت ضائع کرنا

سوال:- بلاضرورت شکار کرنا یا وقت ٹلانے کو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض تفریح یا وقت ٹلانے کے لئے کسی جان کا ضائع کرنا یا اس کو اذیت پہنچانا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شکار میں نماز قضا کرنا

سوال:- اور شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) [3] الاشباہ ص ۱۵۸/الفن الثانی، کتاب الصید، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، تبیین الحقائق ص ۵۰/ج ۶/کتاب الصید، مطبوعہ امدادیہ ملتان، ھدایہ علی فتح القدیر ص ۱۱۰/ج ۱۰/کتاب الصید، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[4] فتح الباری ص ۲۴/ج ۱۱/کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید، مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ مکرمہ.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وفی التاترخانیة قال ابویوسفؒ اذطلب الصید لھواً ولعباً فلاخیرفیه واکرھه الخ شامی زکریا دیوبند ص ۴۷/ج ۱۰/اول کتاب الصید، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۸/الفن الثانی، کتاب الصید، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، خلاصة الفتاوی ص ۳۰۰/ج ۴/کتاب الصید، مطبوعہ لاھور.

[2] التأخیرعن الوقت بلاعذرکبیرة الخ الدرالمنتقیٰ علی مجمع (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

بے نمازی کا شکار اور اس کے ساتھ اختلاط

سوال:- بے نمازی کا شکار کیا ہوا کھانا یا اس کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شریعت کے موافق شکار کیا ہے تو وہ حلال ہے، اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور دوستی و محبت کے تعلقات رکھنا اس نیت سے کہ اس کی اصلاح ہو جائے، اور اس کو نصیحت کرتے رہنا اور نماز کے فضائل نیز اس کے ترک کے عذاب کو بتاتے اور سمجھاتے رہنا بہتر ہے، اگر اس کی اصلاح کی توقع نہ ہو یا اپنے اوپر اس کا برا اثر پڑتا ہو تو تعلق نہ رکھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۸/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۸/۶۱ھ

بندوق سے شکار کیا ہوا مرغا

سوال:- ایک شخص نے مرغ کا شکار کیا اور شکار کیا بندوق سے اور بغیر تکبیر کے مرغ پر بندوق چلائی اور مرغ ایک فائر سے مر گیا بندوق سے گولی لگنے کے بعد کچھ دیر کے لئے مرغا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) الانہر ص ۲۱۴/ ج ۱/ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، النہر الفائق ص ۳۱۶/ ج ۱/ باب قضاء الفوائت، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۷۹/ ج ۲، باب قضاء الفوائت،

[1] واجمع العلماء علیٰ ان من خاف من مکالمة احد وصلته مایفسد علیه دینه اویدخل مضرة فی دنیا ہ یجوز له مجانبته، مرقات ص ۷۱۶/ ج ۴/ مطبع اصح المطابع بمبئی، باب ماینهیٰ من التهاجر الخ، الفصل الاول، شرح الطیبی ص ۲۴۳/ ج ۹/ باب ایضا، مطبوعہ زکریا دیوبند، المفهم شرح مسلم ص ۹۸/ ج ۷/ کتاب الرقاق، باب یجهر من ظهرت معصیته، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت،

گم ہوگیا تلاش کرنے کے بعد مرغا مرا ہوا ملا اس مرے ہوئے مرغے کو ذبح کیا اور کچھ لوگوں نے کھایا ذبح کے وقت مرغ میں سے قدرے کچھ گرم گرم خون بھی نکلا ہے، بغیر تکبیر کے بندوق چلانا اور مرغ کا مرا ہوا ملنا پھر ذبح کرنا کیا یہ مرغا حرام ہے؟

کیا بندوق تیر کے حکم میں ہے، یا بندوق اور تیر آپس میں شرعی اعتبار سے مغائر ہیں قرآن میں تیر سے شکار کیا ہوا اگر مرا مل جائے تو حلال ہے کیا یہ صحیح ہے اور کیا بندوق کا بھی یہی حکم ہے جب کہ بندوق سے ہڈی ٹوٹ جاتی ہے، جن لوگوں نے یہ مرغا کھایا ہے، حلال کھایا یا حرام اور "حرمت علیکم المیتة" کے حکم میں یہ مرغا ہے یا نہیں اگر یہ حرام ہے تو پھر جن لوگوں نے کھایا اس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بندوق میں جو گولی ہوتی ہے، یا چھرے ہوتے ہیں وہ چاقو یا تیر کی طرح دھار دار نہیں ہوتا وہ تیر کے حکم میں نہیں، اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق چلائی اور اس سے جانور مر جائے ذبح کی نوبت نہ آئے تو وہ جانور حلال نہیں اگر اس کو زندہ پالیا اور شرعی طریقہ پر ذبح کرلیا، تو وہ حلال ہوگا[1] اگر وہ مر چکا تھا پھر ملا تو ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا، اس صورت میں اس کے غائب ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ذبح کرنے سے پہلے اگر اس کی موت وحیات مشکوک ہو اور ذبح کرنے پر اس میں کوئی حرکت نہ ہو جیسے زندہ جانور کو ذبح کرتے وقت حرکت ہوتی ہے اور نہ اس طرح اس میں سے خون نکلے تو وہ حلال نہیں محض خون نکلنا علامت حیات نہیں، مگر خون اگر اس طرح جوش کے ساتھ نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے تو وہ علامت حیات ہے "قال فی البزازیه وفی شرح الطحطاوی خروج الدم لایدل علی الحیاة الا

---

[1] وان علمت حیاتها وقت الذبح حلت مطلقامجمع الانهر ص ۱۶۴ / ج ۴ / کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۶۷ / ج ۳ / کتاب الصید والذبائح، باب فی الذبائح، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۳ / ج ۸ / کتاب الذبائح.

اذا کان یخرج کما یخرج من الحی عند الامام وھو ظاھر الروایۃ[1] شامی ص ۱۹۶ / ج ۵ / قلت وفی الصید بالبندقۃ مذکورۃ فیھا شامی ص ۳۰۴ / ج ۵[2]، نعمانیہ اس تفصیل پر آپ اپنے مرغے کا مسئلہ منطبق کرلیں اگر دیدہ ودانستہ حرام جانور کا گوشت کھائے تو توبہ لازم ہے، کوئی مالی کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بندوق کا شکار

سوال:- بندوق سے شکار کیا ہوا جانور کتنی دیر میں مردہ قرار دیا جاتا ہے اگر شکاری بسم اللہ کہہ کر گولی چلائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شکاری بسم اللہ پڑھ کر گولی چلائے اور اس سے جانور (چرند پرند) مرجائے تو وہ مردار ہوجائے گا[3] اگر اس کے مرنے سے پہلے ذبح کرلیا جائے تو حلال ہوجائیگا[4] بے حس و

---

[1] شامی کراچی ص ۳۰۸ / ۶ / کتاب الذبائح، بزازیۃ علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۳۰۵ / ج ۶ / کتاب الذبائح، الفصل الاول فی مسائلہ.

[2] قال قاضی خان لایحل صید البندقۃ والحجر والمعراض والعصا وماشبہ ذلک وان جرح لانہ لایخرق الاان یکون شی من ذلک قد حددہ وطولہ کالسھم وأمکن ان یرمی بہ فان کان کذلک وخرقہ بحدۃ حل اکلہ (شامی نعمانیہ ص ۳۰۴ / ج ۵ / کتاب الصید، شامی کراچی ص ۴۷۱ / ج ۶ / کتاب الصید، سکب الانھر مع مجمع الانھر ص ۲۶۳ / ج ۴ / کتاب الصید، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، قاضیخان علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۳۶۰ / ج ۳ / کتاب الصید والذبائح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۹ / ج ۸ / کتاب الصید.

[3] اوبندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ لقتلھا بالثقل لابالحد قال الشامی لایحل صید البندقۃ الخ، شامی زکریا ص ۵۹ / ج ۱۰ / وکراچی ص ۴۷۱ / ج ۶ / نعمانیہ ص ۳۰۴ / ج ۵ / کتاب الصید، سکب الانھر مع مجمع الانھر ص ۲۶۳ / ج ۴ / کتاب الصید، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، قاضی خان علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳۶۰ / ج ۳ / کتاب الصید والذبائح، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ساکت جانور کو ذبح کرنے سے اگر خون نکلا جیسا کہ زندہ کو ذبح کرنے سے نکلتا ہے تو وہ حلال ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۸ھ

بندوق کی گولی سے شکار

سوال:- اگر کوئی شخص شکار کھیلنے گیا اور تکبیر کہہ کر شکار پر بندوق چلائی اور اس کی گولی سے شکار مر گیا شکاری کے شکار تک پہنچنے کے قبل، تو اس کا کیا حکم ہے، شکار کا گوشت کھایا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا کھانا درست نہیں "او بندقة ثقيلة ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد اھ قال الشامی ولا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل وبواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس لهٗ حد فلا يحل وبه افتىٰ ابن نجيم اھ درمختار ص ۴۱۷/ج۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۹/ ج۸/ کتاب الصيد.

[2] واما الحنفية فالجمهور فی دیارنا علی عدم حل المصيد بالرصاص مالم يدرک حيا فيذبح بطريق مشروع، تكملة فتح الملهم ص ۴۹۱/ج۳/ کتاب الصيد والذبائح، حكم الصيد ببندقة الرصاص، مطبوعه دارالعلوم کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۶/ج۸/ کتاب الصيد.

---

[1] خروج الدم لا يدل على الحيوة الا اذا كان يخرج كما يخرج من الحى عند الامام وهو ظاهر الرواية، شامی زکریا ص ۹/۴۴۷، کراچی ص ۶/۳۰۸، نعمانیه ص ۵/۱۹۶، کتاب الذبائح، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص ۶/۳۰۵/ کتاب الذبائح، الفصل الاول فی مسائله،

[2] شامی نعمانیه ص ۵/۳۰۴، کراچی ص ۶/۴۷۱/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

زندہ چیز کو کانٹے میں پھنسا کر شکار کرنا

سوال:- زندہ چیز کو کانٹے وغیرہ میں پھنسا کر شکار کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زندہ چیز کانٹے میں پھنسا کر شکار کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں ایلام وتعذیب حیوان ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۸ھ

کیچوے کے ذریعہ شکار

سوال:- مچھلی کا شکار مرے ہوئے کیچوے کے ذریعہ کیسا ہے؟ اور زندہ مینڈک سے شکار کرنا کیسا ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زندہ جانور کو کانٹے میں لگا کر شکار کرنا ممنوع ہے[2] اس کو مار کر لگانا اور پھر شکار کھیلنا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) زکریا ص ۱۰/۵۹، کتاب الصید، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۴/۲۶۳، کتاب الصید، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، قاضی خان علی الهندیه کوئٹه ص ۳/۳۶۰، کتاب الصید والذبائح، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۲۹/ کتاب الصید،

[1] وکره الصید بالخراطین وکذا بکل شئی فیه الروح لمافیه من تعذیب الحیوان الخ، اعلاء السنن ص ۱۷/۲۰۱، مطبوعه کراچی، کتاب الذبائح فی فوائد شتیٰ، تکملة فتح الملهم ص ۳/۵۴۰، کتاب الصید والذبائح، باب الامرباحسان الذبح، مطبوعه دارالعلوم کراچی، فتح الباری ص ۷۶/ ج ۱۱/ کتاب الذبائح والصید، باب مایکره من المثلة والمصبورة، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه، شامی کراچی ص ۶/۲۹۶، کتاب الذبائح، مطبوعه زکریا ص ۹/۴۲۷، زیلعی ص ۲۹۲، ج۵، کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان، مرقاة شرح مشکوة ص ۴/۳۲۶، کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیچوے کے ذریعہ مچھلی کا شکار

سوال:- کیچوا کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا شرعاً کیسا ہے، اور ایسی شکار کی ہوئی مچھلی بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلی درست ہے، کیچوا اگر مار کر کانٹے میں لگا کر شکار کیا جائے تو یہ فعل بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مچھلی پکڑنے کے بعد، یا لاٹھی سے مرگئی اس کا کھانا

سوال:- (۱) مچھلی پانی سے زندہ پکڑی اور پکڑنے کے بعد پانی سے باہر مرگئی تو

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] وکره کل تعذیب بلا فائدة، درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۷/ ج ۹، کتاب الذبائح، تبیین الحقائق ص ۲۹۲/ ج ۵/ کتاب الذبائح، م طبوعه امدادیه ملتان، مرقاة شرح مشکوة ص ۳۲۶/ ج ۴/ کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وکره الصید بالخراطین حیةً وکذابکل شی فیه الروح لمافیه من تعذیب الحیوان فان اصطاده فالصید مباح اعلاء السنن ص ۲۰۱/۱۷، مطبوعه کراچی، کتاب الذبائح فی فوائد شتیٰ، تکملة فتح الملهم ص ۵۴۰/ ج ۳/ کتاب الصیدوالذبائح، باب الامرباحسان الذبح، مطبوعه دارالعلوم کراچی، فتح الباری ص ۷۶/ ج ۱۱/ کتاب الذبائح والصید، باب مایکره من المثلة والمصبورة، مطبوعه نزارمصطفی البازمکه مکرمه.

اس کا کھانا کیسا ہے؟

(۲) مچھلی کا شکار پانی میں لاٹھی سے کیا، لاٹھی لگ کر مچھلی مرگئی، پھر مچھلی پکڑی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) پانی سے زندہ مچھلی پکڑنے کے بعد اگر مرجائے تو وہ مردہ نہیں ہوگی، اس کا کھانا شرعاً درست ہے[۱]۔

(۲) زندہ مچھلی کے پانی میں لاٹھی مارنے سے اگر وہ مرجائے تو وہ مردار نہیں ہوگی اس کا کھانا درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۸۹ھ

کانٹے میں مچھلی پکڑنا درست ہے

سوال:- بعض جگہ اپنے ذاتی تالاب میں سے شوق سے مچھلی پکڑتا ہے اور جب بڑی مچھلی کانٹے میں لگ جاتی ہے تو اس کو فوراً پانی سے اوپر اُٹھانا مشکل ہے، اس لئے جب وہ مچھلی بھاگتی ہے، تو وہ ڈور کو ڈھیل دینا پڑتا ہے، بعدہ اس کو آہستہ آہستہ کھینچنا پڑتا ہے، اس

---

[۱] الاصل فی اباحة السمک أن مامات بآفة یؤکل الخ شامی ص ۴۴۵/ج۹، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۷۲/ج۸/کتاب الذبائح،فصل فیمایحل اکله وما لایحل،هدایه علی فتح القدیر ص ۵۰۳/ج۹/کتاب الذبائح،فصل فیما یحل اکله،مطبوعه دار الفکر بیروت،حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص۲۹۷/ج۵/کتاب الذبائح،مطبوعه امدادیه ملتان،

[۲] وکذالک کل مامات بسبب یحل بأن ضربه بخشب اونحوه الخ، عالمگیری ص ۴۲۹/ج۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الصید، الباب السادس فی صید السمک،مجمع الانهر ص ۱۶۴/ج۴/ کتاب الذبائح،فصل مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۵۷/ ج۳/ کتاب الصیدوالذبائح،

طرح کافی دیر تک ہوتا رہتا ہے، جب وہ مچھلی تھک جاتی ہے تو اس کو پانی سے اُٹھانا پڑتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں، وہ لوگ علت بیان کرتے ہیں کہ اس کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے تحریر فرمائیں، کہ کیا اس طرح مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ بڑی مچھلی کانٹے میں پھنستی ہے تو فوراً اسکو ڈور سے کھینچنا دشوار ہے، اس لئے ڈھیل دیتے ہیں، جب وہ تھک جاتی ہے تو اس کو کھینچ لیتے ہیں، شرعاً اس میں مضائقہ نہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ خشکی کے جانور کو بھگاتے ہیں، جب وہ بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہے اور گر جاتا ہے، تو اس کو پکڑ لیتے ہیں، ہاں بلا وجہ تکلیف دینا غلط ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲۱/۹۸ھ

مچھلی طافی ممنوع ہے

سوال:۔ اختری بہشتی زیور میں جو یہ مسئلہ مذکور ہے، جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر اُلٹی تیرنے لگے اس کا کھانا درست نہیں، اس کے حاشیہ پر "ولا یحل حیوان مائی الا السمک غیر الطافی (درمختار[2] ج۵/ص ۲۹۲/)

(۲) طافی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ طافی کا اطلاق کب ہوگا کیا وہ مچھلی جس کو کسی انسان نے پکڑ کر کسی مصلحت کی بنیاد پر دو چار دن پانی میں رکھ دیا، اور انہیں ایام میں وہ مچھلی مر گئی اُلٹی تیری نہیں تو کیا حکم ہے؟

---

[1] کرہ کل تعذیب بلا فائدة (درمختار مع الشامی کراچی ج۲/ ص ۲۹۶/ کتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۸/ ج۵/ کتاب الذبائح، الباب الاول، ہدایہ علی فتح القدیر ص ۴۹۷/ ج ۹/ کتاب الذبائح، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[2] الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۴۴/ ج ۹/ کتاب الذبائح.

(۳) ہماری طرف رواج ہے کہ پانی کو روک کر چک کی شکل میں بن کر جس کو ہماری اصطلاح میں چھنسیٹا کہتے ہیں، پانی اس میں تو نکل جاتا ہے، اور مچھلیاں مجتمع ہو جاتی ہیں، جس میں سے مر بھی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) اسی طرح مچھیارے مچھلیوں کو پکڑ کر کسی کوئر میں رکھ دیتے ہیں، اور اس میں پانی ڈال دیتے ہیں، تاکہ کچھ عرصے تک زندہ رہے کچھ مچھلیاں مر کر اُلٹی پڑنے لگتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

(۵) نیز اس طرح اگر دوائی کی مدد سے مچھلیاں ماری گئیں اور مر کر پانی پر اُلٹی پڑنے لگی تو اس کا کیا حکم ہے؟ بہر حال طافی غیر طافی کا حکم کیسے پانی میں لگایا جائیگا، اور کیا مقدار ہونی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مچھلی خود بخود موت سے مر کر پانی کی سطح پر آجائے وہ طافی ہے، جس کا کھانا ممنوع ہے، اگر مچھلی پانی کی قلت یا گرمی یا سردی یا دوا یا اور کسی آفت سے مر جائے اس کا کھانا ممنوع نہیں، "ولایحل حیوان مائی الاالسمک غیر الطافی علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو مابطنه من فوق فلوظهره من فوق فلیس بطاف فیؤکل کمایؤکل مافی بطن ومامات بحر الماء اوبرده اوبربطه فیه اوالقاء شئی فموته بآفة، درمختار ج۵/ ص ۱۹۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۹۴ھ

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۴۴۴/کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۶۲، ۱۶۳/ ج۴/کتاب الذبائح، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۲/ ج۸/کتاب الذبائح، فصل فیمایحل وفیمالایحل.

لب دریا حظیرہ بنایا اس میں مچھلیاں آ گئیں ان کا دوسرے کو پکڑنا (عالم کو چور کہنا یا گالی دینا)

سوال:- تقریباً عرصہ ۲۵ رسال سے زید نے کچھ سرکار سے بندوبستی شدہ زمین جو لب دریا پر واقع ہے دریا کے پانی کے طغیان سے حفاظت کی غرض سے سرکار نے اس زمین کے دریائی کنارہ پر ایک اونچی آڑ بنادی ہے، زید نے سرکار سے اجازت لیکر اس آڑ میں ایک نالی اپنی زمین کی محاذات میں بنائی ہے تاکہ حسب ضرورت اندرونی پانی نکل جائے، یعنی زید عمرو وبکر کی مشرقی زمین کا پانی نکل جائے، پانی زیادہ جمع ہونے سے زراعت کو ضرر رسانی نہ ہو اور اس نالی کے منہ پر ایک حظیرہ بنایا ہے، اور اس میں درخت کی شاخیں وغیرہ ڈالی ہیں، تاکہ مچھلیاں جمع ہوں، چنانچہ عرصہ سے زید اس حظیرہ سے مچھلیاں پکڑتا ہے، کبھی اس نالی کی بند کھل کر دریا کا پانی داخل ہونے سے قرب وجوار کی زراعت کا کچھ نقصان ہوتا ہے، مگر شاذ ونادر اب عمرو جو زید کے جار میں سے ہے کہتا ہے کہ اس نالی کو بند کردو ورنہ مجھے بھی مچھلیوں میں شریک کرو، یا اپنی زمین کی آڑ اونچی کردو ورنہ تمہارے لئے یہ مچھلیاں کھانا حرام ہوگا، اب یہ چند امور قابل استفسار ہیں:-

(الف) کیا زید کو وہ پانی بند کرنا پڑے گا؟

(ب) کیا اس حظیرہ سے زید کو مچھلیاں کھانا حرام ہوگا؟

(ج) کیا عمرو کو حقیقۃً اس حظیرہ سے مچھلیاں پکڑنا جائز ہوگا؟

(د) کیا زید کو اپنی آڑ اونچا کرنا پڑے گا؟

(ہ) اگر زید کی بے خبری میں وہ نالی دریا کے تموج سے خود بخود کھل کر نمناک پانی داخل ہو کے قرب وجوار کو کچھ نقصان پہنچے کیا زید پر اس کا ضمان آوے گا یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

(۲) نیز دریافت طلب یہ ہے کہ ایک رات عمرو مذکورہ کا بھائی اور ایک دوسرا آدمی ساتھ لیکر زید کے حظیرہ سے مچھلیاں پکڑنے کے لئے جا کر وہاں سے کتنی مچھلیاں پکڑ کر لائے اور وہ عمرو مولوی صاحب تھے ان کے بھائی نے مولوی صاحب کے پاس دیدیا تا کہ مولوی صاحب مچھلیوں کی حفاظت کریں، اور مولوی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ یہ مچھلیاں زید کے حظیرہ کی مچھلیاں ہیں، زید نے مولوی موصوف کے بھائی کو مچھلیاں لیجانے کے وقت دیکھا لیکن خوف لڑائی سے زید نے کچھ بات چیت نہیں کی، پھر صبح زید نے دوسرا آدمی یعنی قریب والے لوگوں کو کہا کہ مولوی صاحب کے بھائی میرے حظیرہ سے مچھلیاں پکڑ کر لے گئے، لیکن اس واقعہ کی تصدیق میں دو تین آدمی کو بلا کر اس حظیرہ میں گئے انہوں نے علامت اور قرینہ سے معلوم کرلیا کہ واقعی مچھلیاں پکڑی گئی ہیں، پھر لوگ کہنے لگے کہ حقیقۃً جا کر دیکھو کہ عمرو کے گھر میں مسروقہ مچھلیاں ہیں یا نہیں، زید نے دیکھا عمرو کے مکان کے باہر ساری مچھلیاں بکھری ہوئی ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ زید نے جواب دیا کہ گذشتہ رات تمہارے بھائی میرے حظیرہ سے مچھلیاں پکڑ کر لائے ہیں، مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں بھی مچھلیاں پکڑنے میں شریک تھا، زید نے جواب دیا اتنا بڑا عالم ہو کر مچھلیاں چوری کی اگر یونہی مانگ لیتے تو دیدیا جاتا کیونکہ تم کو پہلے بھی دیا ہے، زید کہنے لگا کیا یہ مچھلیاں تمہارے لئے کھانا جائز ہے، مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ مچھلیاں کھانا جائز ہے اس لئے کہ جو شئی کسب کے ذریعہ سے ہو اس کا کھانا جائز ہوتا ہے، وہ بھی اسی شی میں سے ہے یعنی میرے ہاتھ کی پکڑی ہوئی ہے، زید نے کہا کہ یہ مچھلیاں میرے حظیرہ کی ہیں، اب یہ چوری ہوئی، مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تو نے مجھ کو چور کیوں کہا تو نے میری اہانت کی اور عالم کی اہانت موجب کفر ہے، نیز مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تیری بیوی کو طلاق ہوگئی، نیز داہ بھی لازم آیا مولوی صاحب نے اس طرح فتویٰ جاری کیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ واقعی بیوی کو طلاق پڑ گئی اور وہ بھی کافر ہو گیا، اور وہ داہ آوے گا یا نہیں، نیز مولوی صاحب کو حقیقۃً مچھلیاں

پکڑنا جائز ہوا یا نہیں، اگر وہ واقعی کافر نہیں ہوا اور بیوی کو طلاق نہیں ہوئی، تو شرعاً ایسے مفتی پر کیا حکم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) محض اس وجہ سے اس نالی کا پانی بند کرنا زید کے ذمہ ضروری نہیں۔

(ب) نہیں بلکہ مباح ہوگا "لانه مباح الاصل[1]".

(ج) ناجائز ہوگا "ولایجوز بیع سمک لم یصد اوصید والقی فی حظیر لایؤخذ منها بلاحیلة اودخل الیها بنفسه ولم یسد مدخله فانه لایجوز وفی الزاهدی اذااجتعمت بنفسها فبیعها باطل کیف ماکان لعدم الملک اھ مجمع الانهر ص ۵۵/ج ۲/[2]. واذا دخل السمک الحظیرة باحتیالهٔ ملکه وکان لهٔ بیعه علی التفصیل وقیل لامطلقا لعدم الاحراز والخلاف فیما اذالم یهیئها له فان هیئهاله ملکه اجماعافان اجتمع بغیر صنعه لم یملکه سواء اخذه من غیر حیلة اولا اھ بحر[3] ص ۷۲/ج ۶/"

---

[1] احل لکم صیدالبحر وطعامه متاعالکم وللسیارة سورۂ مائده آیت ص ۵۶/فان کانت لهحظیرة فدخلهاالسمک فاما ان یکون اعدها لذالک اولافان کان اعدها لذالک فمادخلها ملکه ولیس لاحدان یاخذه،فتح القدیر ص ۴۰۹/ج ۶/باب البیع الفاسد،مطبوعه دارالفکر بیروت،شامی زکریاص ۲۴۹/ج ۷/باب البیع الفاسد،قبیل مطلب فی حکم ایجارالبرک، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۳/ ج ۳/ کتاب البیوع، الفصل الرابع،فی بیع الحیوانات،

[2] مجمع الانهر ص ۸۰/ ج ۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹/ج ۳/ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر المختارمع الشامی زکریا ص ۲۴۸/ ج ۷/ باب البیع الفاسد،قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک للاصطیاد،

[3] البحرالرائق ص ۷۲/ج ۶، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، تبیین الحقائق ص ۴۵/ج ۴/باب البیع الفاسد،مطبوعه امدادیه ملتان،عنایة علی فتح القدیر ص ۴۰۹، ۴۱۰/ج ۶/باب البیع الفاسد،مطبوعه دارالفکربیروت.

(د) محض مچھلیوں کی اجازت نہ دینے پر تو آڑ کا اونچا کرنے کا مطالبہ ناحق ہے، اگر اس سے زراعت کو نقصان پہنچتا ہے، تو پھر مطالبہ درست ہے، اور چونکہ آڑ سرکار نے بنائی ہے، اس لئے اونچا کرنے کا مطالبہ سرکار ہی سے کیا جائے[1]۔

(ہ) چونکہ یہ نالی زید نے سرکار کی اجازت سے کھولی ہے، اس لئے اگر قریب والوں کو نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو باقاعدہ سرکار سے درخواست دیکر بند کرادیں اگر باوجود درخواست دینے اور بندش کا حکم سرکار کی طرف سے صادر ہونے کے زید نے نالی کو بند نہ کیا تو پھر نقصان کا زید ضامن ہوگا[2]۔

(۲) جواب سوال نمبر ۱: (ج) کی نقل کردہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر مچھلیوں کے لئے کسی شخص نے حظیرہ بنالیا اور اس میں مچھلیاں داخل ہوگئیں تو وہ حظیرہ والے کی ملک ہیں، اور صورت مسئولہ میں زید نے مچھلیوں کے لئے حظیرہ بنایا ہے، پس اس کی مچھلیاں زید کی ملک ہیں، عمرو وغیرہ کو ان کا پکڑنا اور کھانا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے، عمر کا استدلال صورتِ مذکورہ پر منطبق نہیں، بلکہ اگر کوئی شخص غیر مملوک مباح الاصل مچھلی وغیرہ کو پکڑے اس وقت اس کو یہ استدلال درست ہوگا، اور صورت مسئولہ میں چونکہ وہ مچھلیاں زید کی مملوک ہوچکی ہیں اس لئے یہ استدلال درست نہیں، واقعہ مذکورہ کی بنا پر زید کو کافر اور اس کی بیوی کو

---

[1] مستفاد: اذا اراد ان یبنی کنیفا او ظلة علی طریق العامة فانی امنعه عن ذٰلک وان بنی ثم اختصموا نظرت فی ذٰلک فان کان فیه ضرر امرته ان یقلع الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۱/ ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة، المحیط البرهانی ص ۱۲۱/ ج۸/ کتاب الکراهیة، الفصل الحادی والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة، مطبوعه ڈابهیل.

[2] رجل سقی ارضه فتعدی الماء الی ارض جاره ان اجری الماء اجراء لایستقرفی ارضه بل یستقرفی ارض جاره یضمن وان کان یستقرفی ارضة ثم یتعدی الی ارض جاره بعدذٰلک ان کان جاره قدتقدم الیه بالاحکام والسدّفلم یسدیضمن استحسانا، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۸/ ج۵/ کتاب الشرب، الباب الثالث فیمایحدثه الانسان.

مطلقہ کہنا اور زید کو مستحق داہ قرار دینا ہرگز درست نہیں، کفر بہت بڑی چیز ہے، کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کے لئے سخت ترین احتیاط کی ضرورت ہے، ان مولوی صاحب کے ذمہ اپنے فتوے سے رجوع کرنا واجب ہے اور ایسے شخص کو بغیر تحقیق کے فتویٰ دینا قطعاً ناجائز ہے، اہانت عالم کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا قطعاً ناجائز ہے، جبکہ وہ اہانت کسی اور سبب سے نہ ہو، بلکہ علم دین کی وجہ سے ہو، یعنی کسی نے علم دین کی اہانت کی ہو تو چونکہ علم صفت خداوندی ہے اس لئے اس کی اہانت کیوجہ سے اہانت کرنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے، اور یہاں تو ظاہر ہے کہ جو کچھ مولوی صاحب کو کہا ہے ان کے اس فعل کی بناء پر کہا ہے علم کی اہانت کے لئے نہیں کہا۔

"ویخاف علیه الکفر اذاشتم عالماً اوفقیها من غیر سبب اھ بحر ص ۱۲۳ / ج۵[1] الاستخفاف بالعلماء لکونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة اللّٰه تعالیٰ منحه فضلا علی خیار عباده لیدلوا خلقه علی شریعته نیابة عن رسله فاستخفافه بهذا یعلم انه الیٰ من یعود قال للفقیه دانشمندک اولعلوی علویک یکفران قصدبه الاستخفاف بالدین وان لم یرد به الاستخفاف بالدین لایکفر وشتم العالم اوالعلوی لامر غیر صالح فی ذاته وعداوته بخلافه الشرع لایکون کفرا اھ فتاویٰ بزازیه، ص ۳۳۶ / ج۶[2] وفی فتاویٰ الصغری الکفر شئی عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر اھ اذاکان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن

---

[1] البحر الرائق ص ۱۲۳ / ج۵، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، مجمع الانهر ص ۵۰۹ / ج۲ / باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۷۰ / ج۲ / الباب التاسع فی احکام المرتدین، منهامایتعلق بالعلم والعلماء.

[2] بزازیه علی الهندیة ص ۶/۳۳۶، مطبوعه کوئٹه، کتاب السیر الثانی فیما یکون کفراً من المسلم ومالایکون الخ، مجمع الانهر ص ۵۰۹ / ج۲ / باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص ۴۲۰ / ج۷ / الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، نوع آخر فی العلم والعلماء، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

بالمسلم اھ بحر ص ۱۲۴ / ج ۵ /"[1]

(۳) بغیر دلیل شرعی کے کسی کو چور کہنا اور بائیکاٹ وغیرہ کی سزا دینا ناجائز ہے، اگر مولوی صاحب کو شبہ ہے تو ان کو چاہئے کہ باقاعدہ حاکم کی عدالت میں دعویٰ کر کے اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کریں اور زید کو حکومت سے سزا دلوائیں بغیر ثبوت کے خود بائیکاٹ وغیرہ کا حکم کر دینا ناجائز ہے اور ظلم ہے "من قذف مسلما بیافاسق وھو لیس بفاسق اویاسارق وھو لیس بسارق عزراھ ھندیہ، مختصر، ص ۱۶۸ / ج ۲ /"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مملوک حوض سے مچھلی پکڑنا

سوال:- بہت سے لوگ اس علاقہ میں اپنی زمین میں حوض کھدواتے ہیں، اور اس میں چھوٹی بڑی ہر قسم کی مچھلی پالتے ہیں، بوقت ضرورت نکال کر فروخت کرتے اور کھاتے ہیں، زید ایک رات چپ چاپ گیا اور بغیر اجازت مچھلی لے آیا، لوگوں نے اعتراض کیا، کہ مچھلی لانا جائز نہیں بغیر مالک کی اجازت کے وہ کہتا ہے کہ جو مچھلی پکڑے اس کی ملک ہے، میرا پکڑنا

---

[1] البحر الرائق ج ۵ / ص ۱۲۴، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، شامی زکریا ص ۳۵۸ / ج ۶ / باب المرتد، مطلب مایشک انہ ردۃ لایحکم بھا، المحیط البرھانی ص ۳۹۷ / ج ۷ / الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، النوع الاول فی اجراء کلمۃ الکفر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] ھندیہ ج ۲ / ص ۱۶۸، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیز، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۱۷، ۱۱۸ / ۶ / کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد، مجمع الانھر ص ۳۷۲ / ج ۲ / کتاب الحدود، فی التعزیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت،

اور لانا جائز ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی زمین میں حوض کھدوا کر اس میں مچھلی لا کر ڈالنے اور پالنے سے وہ مچھلی مالک کی ہو جاتی ہے، بغیر مالک کی اجازت کے اس کے پکڑنے کا کسی کو حق نہیں[1]، البتہ خود پیدا شدہ مچھلی جیسے عام طور پر دریا اور تالاب میں ہوتی ہے، اس کے پکڑنے کا ہر ایک کو حق ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۸۸ھ

عضوِ شکار ذبح سے پہلے جدا ہو گیا

سوال:- ایک نیل گائے پر شکاری نے بندوق سے فائر کیا ایک ران شکار سے جدا ہوگئی، شکار آگے نکل گیا، زید نے دوڑ کر شکار کو پکڑا اور اسے شرع کے مطابق ذبح کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو ران کٹ کر پہلے ہی گر گئی تھی، اس کا کیا حکم ہے، اسے کھایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ ران مردار ہے اس کا کھانا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذادخل السمک فی حظیرة فاما أن یعدها لذالک اولا ففی الاول یملک ولیس لاحد أخذه شامی ص ۲۴۹/ ج۷/ مطبع زکریا دیوبند، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک صحیح للاصطیاد، تبیین الحقائق ص ۴۵/ ج۴/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۸۰/ ج۳/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتے کے ذریعہ شکار

سوال:- شکاری کتے کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑا، جب تک کتے نے شکار مالک کو لاکر دیا، شکار مر چکا تھا، اب اس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شکار پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو چھوڑا اور کتے نے شکار کو پکڑ لیا، شکاری ابھی وہاں تک نہیں پہنچ سکا تھا کہ شکار مر گیا تو وہ شکار حلال ہے، بشرطیکہ کتے نے اس کو زخمی کر دیا ہو جس سے کچھ خون بھی نکلا ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] وعن ابی واقد اللیثی عن النبی صلی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما یقطع من البھیمۃ وھو حیۃ فھی میتۃ لاتؤکل ،مشکوۃ شریف ص ۳۵۹/ کتاب الصید والذبائح، الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب، ترمذی شریف ص ۲۷۳/ ج ۱/ابوب الصید، باب ماجاء ماقطع من الحی فھومیت،مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسنداحمد ص ۲۱۸/ ج۵/ مسند ابی واقد اللیثی،مطبوعہ دارالفکربیروت، العضوالمنفصل من الحی کمیتۃ الخ،درمختار علی الشامی ص ۴۵۰/۹، مطبوعہ زکریادیوبند، کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۲۹/ج۸/ کتاب الصید، تبیین الحقائق ص ۵۹/ج۶/ کتاب الصید، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

[1] عن عدی بن حاتم قال:قلت یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انانرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیک قلت وان قتلن؟ قال وان قتلن مشکوۃ شریف ص۳۵۷/کتاب الصید والذبائح، الفصل اول،بخاری شریف ص ۸۲۳/ج۲/کتاب الذبائح والصید، باب مااصاب المعراض بعرضہ، مطبوعہ اشرفی، مسلم شریف ص ۱۴۵/ج۲/ کتاب الصید والذبائح، باب ومایؤکل من الحیوان، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب من کلب وباز ونحوھما بشرط قابلیۃ التعلیم وبشرط علمھما وبشرط جرحھما فی ای موضع منہ وبشرط ارسال مسلم اوکتابی وبشرط التسمیۃ عند الارسال الخ، الدرالمختار علی الشامی مختصراًص۴۸/ج۱۰، مطبوعہ زکریا، کراچی ص۴۶۳/ ج۶/ کتاب الصید، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۲۰/ج۸، کتاب الصید، تبیین الحقائق ص ۵۰/ ج۶/ کتاب الصید، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

صید کلب

سوال:- کتا شکار کو پکڑ لیتا ہے، اور پھر شکاری ذبح کر لیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] ہکذا فی کتب الفقہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۵۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/محرم الحرام ۵۳ھ

کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ہرن پر چھوڑا، اس نے اول خنزیر کو پکڑا، پھر ہرن کو

سوال:- شکاری نے کتا شکار کے پیچھے چھوڑا اچانک اس نے ایک خنزیر کو پکڑ لیا، اور اس کے خون میں دانت آلودہ کرنے کے بعد ہرن کو پکڑ لیا اور وہ ہرن مر گیا، اب اس کا کھانا

---

[1] عن عدی بن حاتم قال: قلت یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انانرسل الکلاب المعلمة قال کل ماامسکن علیک قلت وان قتلن؟ قال وان قتلن مشکوة شریف ص۳۵۷/کتاب الصید والذبائح، الفصل اول، بخاری شریف ص۸۲۳/ج۲/کتاب الذبائح والصید، باب مااصاب المعراض بعرضه، مطبوعه اشرفی، مسلم شریف ص۱۴۵/ج۲/ کتاب الصید والذبائح، باب ومایؤکل من الحیوان، مطبوعه اشرفی دیوبند، ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب من کلب وباز ونحوهما بشرط قابلیة التعلیم وبشرط علمهما وبشرط جرحهما فی ای موضع منه وبشرط ارسال مسلم او کتابی وبشرط التسمیة عند الارسال الخ الدرالمختار علی الشامی مختصراً ص۴۸/ ج۱۰/ مطبوعه زکریا، کراچی ص۴۶۳/ج۶/کتاب الصید، البحرالرائق کوئٹه ص۲۲۰/ج۸/کتاب الصید، تبیین الحقائق ص۵۰/ج۶/کتاب الصید، مطبوعه امدادیه ملتان.

جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو جس نے کھایا ہے، اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، اور اگر اس کتے نے ہرن کو نہیں مارا بلکہ وہ ذبح کیا گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کتے نے ہرن کو گلا گھونٹ کر مارا ہے، زخمی نہیں کیا ہے یا وہ کلب معلم نہیں یا اس کتے کو بغیر بسم اللہ پڑھے چھوڑا ہے تو وہ ہرن حرام ہو گیا، اس کا کھانا حرام ہے، جس نے کھایا وہ گنہگار ہے توبہ لازم ہے، اور اگر وہ کلب معلم ہے اور اس کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہے اور اس نے ہرن کو زخمی کر دیا، نیز درمیان میں محض خنزیر کو بطور شکار پکڑنے کے لئے ٹھہرا اور پھر فوراً ہرن پر دوڑ گیا تاخیر نہیں کی اور نہ کسی اور طرف متوجہ ہوا تو ہرن کا کھانا درست ہے، اگر کتے نے نہیں مارا بلکہ ذبح کر دیا گیا تو بہر حال درست ہے۔[1]

البتہ جس جگہ کتے کے دانت لگے ہوں اس جگہ کو پاک کر لیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] فان ادرکه الرامی اوالمرسل حیاً ذکاه وجوباً فلو ترکه حرم. درمختار علیٰ الشامی ص ۵۵/ ج ۱۰، مطبع زکریا دیوبند، کتاب الصید، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۳/ ج۸/ کتاب الصید، تبیین الحقائق ص۵۷/ ج۶/ کتاب الصید، مطبوعه امدادیه ملتان، ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب من کلب وباز بشرط علمهما وجرحهما وارسال مسلم اوکتابی وبشرط التسمیة عند الارسال وبشرط أن لاتطول وقفته بعد ارسال وان ادرک الصید حیاً ذکاه الخ، الدرمختار علی الشامی مختصراً ص۴۸/ ج۱۰، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الصید، البحر الرائق ص ۲۲۰/ ج۸/ کتاب الصید، تبیین الحقائق ص ۵۰/ ج۶/ کتاب الصید، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الکلب اذااکل بعض عنقود العنب یغسل مااصاب فمه ثلاثا لتنجسه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

کتے کے منہ سے گوشت چھین کر خود کھانا

سوال:- ایک شکاری آدمی نے اپنا شکاری کتا ہرن کے پیچھے چھوڑا اور شکاری کتے نے ہرن کو پکڑ لیا اس کے مالک نے پہنچ کر ہرن کو ذبح کر لیا اور پھر کتا داؤ لگا کر گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر بھاگ گیا، کتے کا مالک بھی پیچھے بھاگا اور وہ ٹکڑا چھڑا لیا اور اس کو دھو کر کھا لیا کیا شرعاً ایسا گوشت جو کتے کے منہ سے چھڑایا ہو پاک ہے، اور حلال ہو سکتا ہے، اور کیا اس کا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ گوشت پاک کر لیا گیا تو شرعاً اس کا کھانا درست ہے[1]، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، پاک کرنے سے گوشت پاک ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف ۲۲/ج/۲/۵۹ھ

معلم کتے کا شکار کھانا درست ہے

سوال:- معلوم ہوا ہے کہ معلم کتا جو شکار پر چھوڑے جانے کے باوجود مالک کے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) بلعابه كما يغسل الاناء من ولوغه ثلاثا حلبی كبير ص ۱۹۴/فصل فی الآسار، الشرط الثانی، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۳/ج ۱/كتاب الطهارة، المحيط البرهانی ص ۲۸۹/ج ۱/كتاب الطهارات، ممايتصل بفصل سؤر الهرة، مطبوعه ڈابهيل.

[1] واما اذا أكل (ای الكلب) من شئی يغسل ثلاثاً ويؤكل البحر الرائق ص ۱۰۳/ج ۱، مطبوعه الماجديه كوئٹه، كتاب الطهارة، حلبی كبير ۱۹۴/فصل فی الآسار، الشرط الثانی، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، المحيط البرهانی ص ۲۸۹/ج ۱/كتاب الطهارات، ممايتصل بفصل سؤر الهرة، مطبوعه ڈابهيل.

واپس بلانے پر لوٹ آئے اور شکار کو نہ کھائے، بلکہ مالک کو لا کر دے، ایسا سدھا ہوا کتا اگر شکار پکڑ لاوے، مثلاً خرگوش اور اس کتے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑا گیا ہو اور کتے کے پکڑنے سے خرگوش زخمی ہو جائے، اور خون بہنے لگے اللہ دے صاحب کہتے ہیں اگر وہ خرگوش زندہ ہے تو مالک کو ذبح کرنا چاہئے اور اگر مر گیا ہے، تب بھی وہ حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے، سوال یہ ہے کہ اللہ دے صاحب کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے اور قرآن کی کونسی آیت سے یہ ثابت ہے اس کا حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ دے صاحب نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا وہ صحیح ہے سورہ مائدہ میں ہے "یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَمَاعَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ اِلٰی قُوْله فَکُلُوْا مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ. الایة[1]"، اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہے احکام القرآن[2] نیز کتب فقہ شامی[3] میں وغیرہ میں بصراحت یہ مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۱۳۹۹ھ

---

[1] سورۂ مائدہ آیت ۴/۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں، اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو چھوڑو بھی اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔ (بیان القرآن)

[2] احکام القرآن للجاص ص ۳۱۴، ۳۲۰/ ج ۲/ بیروت، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت، تفسیر مظهری ص ۲۶، ۲۹/ ص ۳/ مطبوعه رشیدیه دهلی، روح المعانی ص ۶۳/ ج ۶/ مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

[3] ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب وبازونحوهمابشرط قابلیة التعلیم (الی قوله) بشرط علمهما وذابترک الاکل ثلاثا فی الکلب وبالرجوع اذادعوته فی الباز وبشرط جرحهما فی ای موضع منه وبشرط ارسال مسلم او کتابی وبشرط التسمیة عند الارسال، درمختار مع الشامی کراچی ج ۶/ ص ۴۶۳/ اول کتاب الصید، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۲۰/ ج ۸/ کتاب الصید، تبیین الحقائق ص ۵۰/ ج ۸/ کتاب الصید، مطبوعه امدادیه ملتان،

برچھی پر سور کا خون لگا ہوا ہونے کی وجہ سے پاک کر کے کھانا چاہئے

سوال:- ایک پہاڑ اشکاری کا زخمی کیا ہوا جا رہا تھا، راستہ میں سور کی برچھی سے (جس میں کہ سور کا خون لگا ہوا تھا) اس پر وار کر دیا پھر اس کو ذبح کر دیا گیا وہ گوشت کھانے کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ ماکول اللحم جانور ہے اور اس کو بحالتِ حیات شرعی طریق سے ذبح کر لیا ہے، تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے،[1] پاک کر کے کھانا چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان ادرکه الرامی او المرسل حیاً ذکاه وجوباً فلو ترکها حرم الخ الدرالمختار علیٰ الشامی ص۱۰/۵۵، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الصید، مجمع الانهر ص۴/۲۶۵، کتاب الصید، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۲۲۳/ ج۸/ کتاب الصید،

[2] لوصبت الخمرة فی قدرفیهاالحم ان کان قبل الغلیان، یطهر اللحم بالغسل ثلاثا، شامی ص۱/۵۴۴، مطبع زکریا دیوبند، کتاب الطهارة باب الانجاس، قبیل فصل فی الاستنجاء، البحرالرائق کوئٹه ص۱/۱۰۳، کتاب الطهارة، حلبی کبیر ص۱۹۴، فصل فی الآسار، الشرط الثانی، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

باب دوم: ذبح کے احکام

وقت ذبح اللہ کا کونسا نام لیا جائے

سوال:- ذبح کے وقت بجائے بسم اللہ، اللہ اکبر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا کیسا ہے؟ اور لفظ رحمٰن ورحیم سے جانور حرام یا مکروہ تو نہیں ہوتا، شرعی حکم سے آگاہ فرماویں" وَلَاتَأْ كُلُوْا مِمَّالَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الاية" کتاب الصید والذبائح میں جہاں کہیں بھی "اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" کے الفاظ آئے ہیں، تو وہاں اسم اللہ سے مراد آیا اسم ذات باری تعالیٰ میں اللہ مراد ہے، یا اسم اللہ کی اضافت کے مدنظر خدا کے ۹۹ رناموں میں سے کسی ایک نام کا ذکر بوقت صید وذبح واکل وشرب مشروع ومباح ہوسکتا ہے، ترکیباً لفظ اللہ مضاف الیہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے کسی ایک نام کے ذکر کا بوقت ذبح ہونا ضروری ہے، اگر اس کا بدل ہو تو شبہ جاتا رہے، مگر ایسا نہیں ہے، یہ ایک خلجان ہے اسے بالتشریح دور فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ پاک کے جس نام سے ذبح کردے گا ذبیحہ درست ہوگا، "والشرط فی التسمية هوالذكر الخالص عن شوب الدعاء و غيره فلايحل بقوله اللّٰهم اغفرلی لانه دعاء وسؤال بخلاف الحمدللّٰه اوسبحان اللّٰه مريداً به التسمية فانه يحل اھ درمختار (قوله والشرط فی التسمية هوالذكر الخالص)بای اسم كان مقروناً بصفة كاللّٰه اكبر او اجل اواعظم اولا كاللّٰه والرحمن وبالتهليل والتسبيح جهل التسمية اولا اھ شامی ص ۲۱۱ رج ۵ ر[1] امید ہے کہ اس تصریح کے بعد خلجان نہ رہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جمادی الاولیٰ ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۳۷/۹ ر کراچی ص ۳۰۱ رج ۶ ر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ذبیحہ پر کسی بھی زبان میں اللہ کا نام لینا

سوال:- ذبح کرتے وقت کونسے الفاظ کہنا ضروری ہیں؟ کیا عربی زبان میں کہنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

" بِسْمِ اللّٰہ " کہنا بھی کافی ہے خواہ کسی زبان میں کہے "قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لَاتَأکُلُوْا مِمَّالَمْ یَذْکُرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ حَالَۃ الذبح لِقَوْلِہٖ تَعَالیٰ فَاذْکُرُوْا سْمُ اللّٰہِ عَلَیْھَا صَواف وَھِیَ حَالَۃ النَحْر وَیَدل عَلَیْہِ قَوْلہ تعالیٰ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبَھَا فَکُلُوْا مِنْھَا[1] بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا مستحب ہے، "المستحب أن یقول باسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر (زیلعی ص ۲۸۹/ ج۵/[2]

رجل سمی علیٰ ذبیحۃ اوالرمیۃ بالفارسیۃ وھویحسن العربیۃ اولا یحسنھا (اجزأہ) ذٰلک من التسمیۃ (کذا فی الشلبی ص ۲۸۹/ ج۲/[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹہ ص۱۶۸/ ج۸/ کتاب الذبائح، مجمع الانھر ص۱۵۶/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

[1] زیلعی ص۲۸۸/ ج۵/ مطبوعہ امدادیہ ملتان، کتاب الذبائح،

[2] زیلعی ص ۲۸۹/ ج۵، مطبوعہ امدادیہ ملتان پاکستان، کتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۸/ ج۵/ کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنہ، سکب الانھر علی مجمع الانھر ص۱۵۷/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[3] شلبی علی تبیین الحقائق ص ۲۸۹/ ج۵/ مطبوعہ امدادیہ ملتان پاکستان، کتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹہ ص۲۸۵/ ج۵/ کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنہ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۳۷/ ج۹/ کتاب الذبائح.

قربانی کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا

سوال:- ایک شخص کہتا ہے کہ قربانی کیلئے بسم اللہ واللہ اکبر کہنا چاہئے، اگر کسی نے بوقت قربانی واؤ نہیں کہا تو وہ قربانی نہیں ہوئی، بلکہ ذبح حرام ہوگیا، تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر یا بسم اللہ واللہ اکبر کہے، دونوں طرح درست ہو جائے گا، اور قربانی بھی درست ہوجائے گی۔ کذا فی ردالمحتار، ج ۵/[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۷ھ

کیا قربانی کے ہر شریک پر تکبیر واجب ہے

سوال:- الجوہرۃ النیرۃ اور مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ قربانی کے وقت جو معاونین اس میں شریک ہوتے ہیں، سب پر بیک وقت تکبیر کہنا واجب ہے، اگر کوئی ایک بھی ترک کردے گا، جانور کے پکڑنے میں تو قربانی حرام ہوجائے گی، کیا یہ قول مفتیٰ بہ ہے، اور ایسا کرلیا گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ یہ ہے کہ ذابح پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اسی طرح معین ذابح پر بھی

---

[1] والمستحب أن يقول بسم الله الله اكبر بلاواو وكره بهاوالمتداول المنقول عن النبى صلى الله عليه وسلم بالواو وما تداولته الالسن عند الذبح وهو بسم الله والله اكبرمنقول عن النبى صلى الله عليه وسلم،الدرالمختار على الشامى زكريا ص۴۳۷/ج۹، كراچى ص ۳۰۱/ ج۶، نعمانيه ص ۱۹۱/ج۵، كتاب الذبائح، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۸/ج۵/كتاب الذبائح، الباب الاول فى ركنه،تبيين الحقائق ص ۲۸۹/ج۵/كتاب الذبائح،مطبوعه امداديه ملتان.

واجب ہے[1]، اور معین ذابح حقیقۃً وہ ہے جو چھری چلانے میں مدد دے، مثلاً ایک شخص کمزور ہے اس میں چھری چلانے کی پوری قوت نہیں، تو دوسرا آدمی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قوت سے چھری چلادے تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا لازم ہے، اور جو آدمی جانور کے پیر وغیرہ پکڑے وہ حقیقۃً معین ذابح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۹ھ

شاۃ مسروقہ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

سوال:- ایک شخص نے ایک بھیڑ چوری کی اور گھر لایا جس شخص نے چوری کی اس نے اس بھیڑ کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت شخص مذکورہ نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا، اس پڑھنے سے شخص مذکورہ کافر ہو جائے گا یا گنہگار؟ اگر اس نے تکبیر نہیں پڑھی تو مذبوحہ حلال ہے یا مردار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری کی بھیڑ کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوا لیکن ادائے ضمان سے پہلے یا اذن مالک سے پہلے اس کا کھانا ملک غیر ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، چوری حرام ہے اس کی وجہ سے سارق مرتکب کبیرہ ہوا، ''فعل معصیت پر بسم اللہ پڑھنا جرم ہے، کفر نہیں حرام قطعی بعینہ کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے'' **وتارة يكون الاتيان بها حراماً كماعند الزنا والحائض وشرب الخمر واكل المغصوب اومسروق قبل الاستحلال اواداء الضمان والصحيح انه ان استحل ذالک عندفعل المعصية كفر والا لا وتلزمة التوبة**

---

[1] وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح وشمل مااذاكان الذابح اثنين الخ، شامی ص ۴۳۸/ ج ۹/ مطبع زکریا دیوبند، كتاب الذبائح.

ارادالتضحية فوضع يده مع يدالقصاب فی الذبح ليعينه يسمی كل وجوبافلوتركهااحدهما حرمت سكب الانهرعلی مجمع الانهرص ۱۷۶/ ج ۴/ كتاب الاضحية،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،قاضيخان علی الهندية كوئٹه ص ۳۵۵/ ج ۳/ كتاب الاضيحة،فصل فی مسائل متفرقة.

الا اذاکان علیٰ وجه الاستخفاف فیکفر ایضاً وممافرع علیٰ القول الضعیف مافی اخر کتاب الصید من الدر المختار ان السارق لوذبح الشاة المسروقة ووجدها صاحبها لا توکل لکفر السارق بتسمیته علی المحرم القطعی بلاتملک ولااذن شرعی واعلم ان المستحل لایکفرالااذاکان المحرم حرامالعینه وثبت حرمته بدلیل قطعی والا فلاصرح به فی الدرعن الفتاویٰ فی آخر کتاب الحظر فینبغی ان تؤکل هذه الشاة ویؤیده قولهم تصح التضحیة بشا ة الغصب لکنه لایحل لهٗ التناول والانتفاع علیٰ المفتی به وان ملکها قبل اداء الضمان اورضامالکهابادائه اوابرائه او تضمین القاضی لان الحل قضیة اخریٰ غیر الملک[1]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۹۱ھ

معین ذابح پر تسمیہ

سوال:- زید اس قدر کمزور ہے کہ قربانی کے لئے پوری طرح جانور کے گلے پر چھری نہیں چلاسکتا اور جانور کے اُٹھنے اور چلے جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے قصاب بھی زید کے ساتھ چھری پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے اس طرح قربانی میں تو نقصان نہیں آتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی اس طرح بھی ادا ہوجاتی ہے البتہ جس طرح زید کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنا لازم ہے اسی طرح اس قصاب کے ذمہ بھی چھری پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ شامی ص۲۱۳/ج۵/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحطاوی علی المراقی ص۴، مطبوعه مصری، تحت بسم الله الرحمن الرحیم، الدر المختار، مع الشامی زکریا ص۶۷/ ج۱۰/ کتاب الصید،

[2] وفیها أراد التضحیة فوضع یده مع ید القصاب فی الذبح واعانه (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

دو شخصوں کا ذبح کرنا

سوال:- کیا ایک جانور کو دو شخص ذبح کر سکتے ہیں؟ یعنی ایک شخص نصف ذبح کر کے چھوڑ دے اور ما بقی دوسرا شخص ذبح کرے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کو دو شخص مل کر ذبح کریں یا کچھ حصہ ایک نے ذبح کیا پھر باقی حصہ دوسرے نے ذبح کر دیا، اور دونوں نے بسم اللہ پڑھی ہے تو ذبح درست ہو گیا[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۳۹۶ھ

ذبح کے وقت جانور کس کروٹ پر ہو

سوال:- ذبیحہ جانور کو کس رخ پر لٹانا چاہئے یعنی سر جانب شمال ہو یا جانب جنوب چونکہ دونوں صورتوں میں جانور کا منہ قبلہ کی جانب ہوتا ہے، اور اکثر جانور دونوں ہی رخوں پر ذبح کئے جاتے ہیں، ان میں سے کونسی صورت جائز و درست ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) علی الذبح سمی کل وجوباً فلو ترکها احدهما اوظن أن تسمية احدهما تكفى حرمت الخ الدرالمختار علیٰ الشامی ص ۴۸۲/ج۹، مطبوعه زکریا دیوبند، کراچی ص ۳۳۴/ ج۶/ کتاب الاضحية، شامی زکریا ص ۴۳۸/ج۹، کراچی ص ۳۰۲/ ج۶، کتاب الذبائح، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۷۶/ج۴، کتاب الاضحية، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۵۵/ج۳/ کتاب الاضحية، فصل فی المتفرقات.

[1] وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح قال الشامی وشمل ماإذا كان الذابح اثنين فلوسمى احدهما وترک الثانی عمداً حرم أكله الخ، شامی زکریا ص؟؟؟؟؟/؟، کتاب الذبائح، قاضی خان علی الهندية كوئٹه ص ۳۵۵/ج۳/ کتاب الاضحية، فصل فی المتفرقات، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۷۶/ج۴/ کتاب الاضحية، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

منہ قبلہ کی جانب ہونا چاہئے[1] اور کوئی تخصیص نہیں جس طرح سہولت ہو ذبح کر دیا جائے، سر جنوب کی طرف ہونے سے زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

صحیح، عبداللطیف ۱۶/ذی قعدہ ۵۵ھ

جانور کو ذبح کرتے وقت بائیں پہلو پر لٹانا چاہئے کیونکہ اس صورت میں ذبح میں سہولت ہے اور جب بائیں پہلو پر لٹایا جائے گا تو سر جنوب کی طرف ہوگا۔ فی البدل[2] ص ۷۰/ج ۴/فی بیان ذبح اضحیته صلی اللّٰه علیه وسلم واخذالکبش فاصجعه علی الیسار وهو الظاهر لانه الیسر فی الذبح. فقط سعید احمد غفرلہٗ

ذبح کرتے وقت جانور کا قبلہ رو ہونا

سوال:- جانور کو قبلہ رو کر کے ذبح کرنا ضروری ہے، کبھی جلد بازی میں اس کا خیال نہیں رہتا، ایسا ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبلہ رو نہ ہونے سے سنت ترک ہوتی ہے، ذبیحہ مردار نہیں ہوتا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

---

[1] ویستحب التوجیه الیٰ القبلة الخ بزازیه علی الهندیة ص ۳۰۵/ج ۶، کتاب الذبائح فی الفصل الاول، مطبع کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۷/ج ۵/کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۷/ج ۹/کتاب الذبائح.

[2] بذل المجهود ص ۷۰/۴، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، تکملة فتح الملهم ص ۵۶۳/۳، کتاب الاضاحی، باب استحباب الضحیة، مطبوعه کراچی، مجمع الانهر ص ۱۵۹/۴، کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ذبح فوق العقدہ

سوال:-مایقول الحکماء الحنفیة رجل ذبح شاة فبقیت العقدة ممایلی الصدر هل هی حلال ام حرام ام بینهما بون فی نصف العقدة اوالاکثر وایضاً هل یبتدئ المرئ من المعدة وینتهی الی الرأس اویبتدی من المعدة وینتهی الی الحلق ای العقدة فاذا لم یقطع العقدة لم یقطع المرئ وایضاً العقدة فبقی الودجان للقطع لاغیر وهواقل من الاکثر بل لابدبقطع الاکثر من الاوداج فی مذهب امامنا الاعظم رحمه اللّٰه تعالیٰ.

(۱) روایة المبسوط تقتضی الحل فیمااذا وقع الذبح قبل العقدة لانه بین اللبة واللحیین.

(۲) وروایة الجامع تقتضی عدمه لانه اذا وقع قبلها لم یکن الحلق محل الذبح.

(۳) وقدصرح فی الذخیرة بان الذبح اذاوقع اعلیٰ من الحلقوم لایحل لان المذبح هوالحلقوم.

(۴) ولکن روایة الامام الرستغفنی تخالف هذه حیث قال هذا قول العوام ولیس بمعتبرفتحل سواء بقیت العقدة ممایلی الرأس او الصدرلان المعتبرعند نا قطع اکثر الاوداج وقدوجد.

(۵) قال فی النقایة والمواهب والاصلاح لابدان تکون العقدة مما یلی الرأس والیه مال الزیلعی الخ اذالم یبق شئی من العقدة ممایلی الراس لم یحصل قطع

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر۳/)۳ وکره ترک التوجه الی القبلة لمخالفته السنة. درمختار علیٰ الشامی زکریا ص۹/۴۲۷، ونعمانیه ص۵/۱۸۸، کتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹه ص۵/۲۸۸، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه،البحرالرائق کوئٹه ص۱۷۰/ج۸/کتاب الذبائح.

واحد منهما فلايوكل بالاجماع.

(٦) ايضاً قال الشامى ان كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقاله الامام الرستغفنى والا فالحق خلافه ويظهر هذا بالمشاهدة اوسوال اهل الخبرة.

(٧) وايضاً قال وكان شيخى يفتى برواية الامام الرستغفنى.

(٨) ذكره فى الواقعات لوذبح اعلىٰ من الحلقوم اواسفل منه يحرم لانه ذبح فى غير المذبح.

(٩) يجوز الاكتفاء بثلاث من الاربع اياًكانت ويجوز ترک الحلقوم اصلاً فبالاولىٰ اذا قطع من اعلاه اواسفل ذكره فى المنح عن البزازية.وبه جزم صاحب الدرروالملتقىٰ والعينى وغيرهم.

(١٠) فى فتاوىٰ سمر قندقصاب ذبح شاة فى ليلة مظلمة فقطع اعلىٰ من الحلقوم اواسفل منه يحرم اكلها هذا كله من ردالمحتار علىٰ در المختار وكنز الدقائق من تغير وتبدل اوادنىٰ تقديم وتاخير ص ۱۹۳ [۱] ج۵/ شامى وعينى على الكنز[۲] ص ۳۴۵.

نحن نسئلكم حله بدليل بين اوحرمته بثبوت بين ام حرام للاغنياء وحلال للفقراء سمعت من استاذى الكل مولانا انورشاه صاحب مرحوم(نوراللّٰه مرقدهٗ وجعل الجنة مثواه) من غير حوالة الكتاب حرام للاغنياء وحلال للفقراء هل جربتم بالذبح بان ينتهى المرى الى الراس ام يختم الى العقدة وايضاً موافقاً لقول الشامىؒ سوال اهل الخبرة وايضاً عام قولهٖ تعالىٰ فاسئلوااهل الذكر ان كنتم لاتعلمون بينوابحوالة الكتب

---

[۱] شامى زكرياص ۴۲۴،۴۲۵/ ج۹/ كتاب الذبائح.

[۲] شرح عينى على الكنزص ۳۶۱/ ج۲/ كتاب الذبائح،مطبوعه كراچى.

المتداولة والمعتبرة عندالناس بالصواب توجروا باعلیٰ مراتب العلية.

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلف العلماء فی حکم المذبوح فوق العقدة فذهب البعض الیٰ حله والبعض الیٰ عدمه،والحق ان لاخلاف فی اصل المسئلة بل فی الرای ای هل یحصل قطع اکثر العروق بالذبح فوق العقدة ام لاکما قال الشامی ونقله السائل فی العبارة السادسة[1] واختار شیخ مشائخنا شیخ الفقه والحدیث مولانا خلیل احمد السهار نفوری انهٗ یحل اذبالذبح فوق العقدة یحصل قطع اکثر العروق وقال شاهدتهٗ فوجدته کذالک[2] قال الاتقانی بعد حکایة قول الرستغفنی ویجوز اکلها سواء بقیت العقدة ممایلی الرأس اومما یلی الصدر وانما المعتبر عندناقطع اکثر الاوداج مانصه وهذا صحیح لانه لااعتبار لکون العقدة من فوق اومن تحت الاتریٰ الیٰ قول محمد بن الحسنؒ فی الجامع الصغیر لابأس بالذبح فی الحلق کله اسفل الحلق اووسطه اواعلاه فاذا ذبح فی الاعلیٰ لابدان تبقیٰ العقدة من تحت ولم یلتفت الی العقدةلافی کلام اللّٰه ولافی کلام رسولهٖ بل الزکاة بین اللبة واللحیین بالحدیث وقد حصلت لاسیما علیٰ مذهب ابی حنیفةؒ فانه یکتفی بالثلاث من الاربع ای ثلاث کانت ویجوز ترک الحلقوم اصلاً فبالطریق الاولیٰ ان یحل الذبیح اذا قطع الحلقوم وبقیت العقدة الیٰ اسفل الحلقوم وبلغنا ان واحداً ممن یتسمی فقیهاً فی زعم العوام وقد کان

---

[1] والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقاله شراح الهدایة تبعاللرستغفنی والا فالحق خلافه اذلم یوجدشرط الحل باتفاق اهل المذهب، شامی زکریاص ۴۲۵/ج۹/کتاب الذبائح،عنایة علی فتح القدیرص ۴۹۳/ج۹/ کتاب الذبائح،مطبوعه دارالفکربیروت.

[2] فتاوی مظاهرعلوم المعروف به فتاوی خلیلیه ص ۲۱۲،۲۱۴/ج ۱/کتاب الذبائح، تحقیق وحکم ذبح العقدۃ،مطبوعہ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

مشتهراً بينهم امر برمى الذبيح الى الكلاب حيث بقيت العقدة الى الصدر لاالىٰ مايلى الرأس فياليت شعرى ممن اخذهذا من كتاب اللّٰه ولااثر له فيه اومن حديث رسول اللّٰه(صلى اللّٰه عليه وسلّم) ولم يسمع لهٗ فيه نبأ اومن اجماع الامة ولم يقل به احدمن الصحابة والتابعين اومن امامه الذى هوابوحنيفةؒ ولم ينقل عنه ذٰلک اصلاً بل المنقول عنه وعن اصحابهٖ ماذكرنا اوارتكب الرجل هواه فضلّ واضلّ قال تعالىٰ ولاتتبع الهوىٰ فيضلک عن سبيل اللّٰه اواستحى عن الرجوع عن الباطل الىٰ الحق وخجل من العوام كى لايفسد اعتقادهم فيه اذاعمل بخلاف ماافتىٰ اولاً فالرجوع الى الحق خير من التمادى فى الباطل اهـ ماقالهٗ الاتقان اهـ شلبىؒ[1] هامش شرح الكنز ص ۲۹۰ / ج۵ / قال محمد بن زكريا فى اقصىٰ الفم منفذان احدهما منفذ النفس الى الرئة وهو قصبتها وثانى منفذ الطعام والشراب الى المعدة وهو المرئ اهـ طحطاوىؒ[2] ص ۱۵۱ / ج۴ / . فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/شعبان ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/شعبان ۶۶ھ

---

[1] (حاشية الشلبى على الكنز ج۵ / ص ۲۹۰ / مطبوعه امداديه ملتان پاكستان، كتاب الذبائح، الفقه الحنفى وادلته ص ۱۸۲ / ج۲ / كتاب الذبائح، الذكاة، مطبوعه دارالفيحاء بيروت، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۳۰۶ / ج۶ / كتاب الذبائح، الفصل الاول فى مسائله.

[2] (طحطاوى على الدر ج۴ / ص ۱۵۱ / مطبوعه كراچى، كتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۸ / ۴، كتاب الذبائح، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۷۰ / ۸، كتاب الذبائح.

ترجمہ سوال وجواب:

سوال: -علماءِ حنفیہ کیا کہتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بکری کو ذبح کیا تو عقدہ سینے کے متصل باقی رہ گیا کیا وہ بکری حلال ہے؟ یا حرام یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے، نصف عقدہ یا اکثر عقدہ میں اور کیا مری کی ابتداء معدہ سے ہوتی ہے اور سر پر منتہی ہوتی ہے، یا معدہ سے ابتداء ہو کر حلق یعنی عقدہ پر انتہا ہو جاتی ہے، (باقی حصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ذبح فوق العقدہ

سوال:- بکر نے ایک مرغ کو ذبح کیا اوراس کا حلقوم منہ کی جانب نہ رہا بلکہ پیچھے

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) پس جبکہ عقدہ نہیں کٹے گا تو مری بھی قطع نہ ہوگی، فقط ودجان قطع ہوئے اور وہ اکثر میں سے اقل ہیں، اور قطع کے لئے ہمارے امام اعظمؒ کے یہاں اکثر رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔

(۱) مبسوط کی روایت حلت کا تقاضہ کرتی ہے، اس صورت میں جبکہ ذبح عقدہ سے پہلے واقع ہوجائے، اس لئے کہ وہ لبہ (جائے نحر) اور دونوں جبڑوں کے درمیان ہے۔

(۲) اور جامع صغیر کی روایت عدم حلت کا تقاضا کرتی ہے اس لئے کہ جب ذبح عقدہ سے پہلے ہوجائے گا تو حلق محل ذبح میں نہ ہوگا۔

(۳) اور ذخیرہ میں تصریح کی ہے کہ ذبح جب حلقوم کے اوپر کی جانب ہو تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس لئے کہ جائے ذبح حلقوم ہی ہے۔

(۴) لیکن امام رستغفنی کی روایت اس کے خلاف ہے، اس واسطے کہ انہوں نے کہا ہے، کہ یہ عوام کا قول ہے، جو معتبر نہیں، پس ذبیحہ حلال ہے، خواہ عقدہ سر کی طرف رہے خواہ سینے کی طرف، اس واسطے کہ معتبر ہمارے نزدیک اکثر رگوں کا قطع ہے، اور وہ پایا گیا۔

(۵) نقایہ، مواہب اور اصلاح میں کہا ہے کہ عقدہ کا سر کی طرف ہونا ضروری ہے،

اور اسی کی طرف علامہ زیلعیؒ کا میلان ہے، اس لئے کہ جب عقدہ سر کی طرف نہ رہا تو دونوں (حلقوم اور مری) میں سے کسی کا بھی قطع نہ ہوا، لہٰذا ذبیحہ بالاجماع کھایا نہ جائے گا۔

(۶) نیز شامی نے کہا ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ سے تین رگوں کا کٹنا متحقق ہوجائے، تب تو حق وہ ہے جو امام رستغفنی نے کہا ہے ورنہ حق اسکے خلاف ہے اور یہ مشاہدہ یا اہل تجربہ سے معلوم کرنے پر ظاہر ہوگا۔

(۷) نیز کہا ہے کہ میرے شیخ امام رستغفنی کی روایت پر فتویٰ دیتے تھے۔

(۸) واقعات میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر حلقوم سے اوپر یا اس سے نیچے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے، اس لئے کہ وہ ذبح جائے ذبح کے غیر پر ہے۔

(۹) اور چار میں سے تین (رگوں پر) اکتفاء جائز ہے، خواہ وہ کوئی سی بھی تین ہوں اور حلقوم کا ترک اصل ہی سے جائز ہے، تو جبکہ اعلیٰ یا اسفل حلقوم سے قطع ہو تو بدرجۂ اولیٰ ذبح درست ہوگا، اس کو منحہ میں بزازیہ سے نقل کیا ہے، اور اسی پر اعتماد کیا ہے، صاحب دررؒ اور صاحب ملتقیؒ اور عینیؒ وغیرہم نے۔ (باقی حصہ اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

ہٹ گیا، تو اس کا کیا حکم ہے، کیا یہ مرغی حلال ہے، یا مکروہ ہے، یا حرام ہے اس کو کھانا جائز ہے،

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) (۱۰) اور فتاویٰ سمرقند میں ہے کہ قصاب نے تاریک رات میں بکری ذبح کی اور اعلیٰ یا اسفل حلقوم سے قطع کیا تو اس کا کھانا حرام ہے، یہ سب عبارات ردالمحتار علیٰ درالمختار، ص ۱۹۳ر عینی شرح کنز، ص ۳۴۵ر سے ماخوذ ہیں۔

ہم آپ سے اس کی حلت واضح دلیل کے ساتھ یا حرمت واضح ثبوت کے ساتھ یا حرمت للاغنیاء، حلت للفقراء کو پوچھتے ہیں، میں نے اپنے استاذ الکل مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ کو بغیر حوالہ کتب کے یہ کہتے ہیں ہوئے سنا کہ اغنیا کے لئے ایسا ذبیحہ حرام ہے، فقراء کے لئے حلال ہے، کیا آپ نے ذبح پر اس بات کا تجربہ کیا ہے، کہ مری رأس تک منتہی ہوتی ہے، یا عقدہ پر ختم ہوجاتی ہے، نیز شامی کے قول باخبر لوگوں سے سوال کرنا'' کے موافق ہے نیز حق تعالیٰ کا قول ''فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون'' عام ہے، متداول اور معتبر عندالناس کتب کے حوالہ سے صحیح جواب دیجئے تاکہ مراتب عالیہ کے ساتھ ماجور ہوں۔

الجواب حامد اومصلیاً:

مذبوح فوق العقدہ کے حکم میں اختلاف ہے، بعض اس کی حلت کی طرف گئے ہیں، اور بعض اس کے عدم کی طرف، اور حق بات یہ ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ رائے میں ہے، یعنی اکثر رگوں کا قطع ذبح فوق العقدہ سے حاصل ہوجاتا ہے، یا نہیں جیسا کہ شامی نے کہا اور سائل نے اس کو عبارت نمبر ۶ر میں نقل کیا ہے، اور ہمارے مشائخ کے شیخ، شیخ الفقہ والحدیث مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وہ حلال ہے، اس لئے کہ ذبح فوق العقدہ سے اکثر رگوں کا قطع حاصل ہوجاتا ہے، اور فرمایا کہ میں نے خود اس کا مشاہدہ کیا تو ایسا ہی پایا اور اتقانی نے رستغفنی کا قول نقل کرنے کے بعد کہا ہے اور جائز ہے اس کا کھانا برابر ہے، کہ عقدہ باقی ہو سر کی طرف یا سینہ کی طرف، اور ہمارے یہاں صرف اکثر رگوں کا قطع ہے، جس کی تصریح موجود ہے، اور یہ صحیح ہے، اس لئے کہ عقدہ کے فوق یا تحت میں ہونے کا اعتبار نہیں ہے، کیا امام محمد بن الحسنؒ کا قول نہیں دیکھا جو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ پورے حلق میں ذبح کرنے میں کچھ حرج نہیں خواہ اسفل حلق میں ہو خواہ اوسط حلق میں خواہ اعلیٰ حلق میں، پس جبکہ ذبح اعلیٰ حلق میں ہوگا، تو عقدہ کا تحت میں باقی رہنا ضروری ہے، اور عقدہ کی طرف التفات نہیں کیا گیا، نہ کلام اللہ میں نہ کلام رسول اللہ ﷺ میں بلکہ ذبح سینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان حدیث سے ثابت ہے، اور وہ حاصل ہو چکا، خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر چار (رگوں) میں سے تین پر اکتفاء درست ہے، خواہ کوئی سی بھی تین ہوں اور حلقوم کا ترک بالکل جائز ہے، تو ذبیحہ بطریق اولیٰ حلال ہوگا جبکہ حلقوم کٹ جائے، اور عقدہ اسفل حلقوم کیطرف رہ جائے، اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مشہور فقیہ عندالعوام نے ایسے ذبیحہ کو کتوں کی طرف پھینک دینے کا حکم دیا، اس واسطے کہ عقدہ سینہ کی طرف باقی رہ گیا تھا، نہ کہ سر کی طرف، پس کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ انہوں نے یہ کہاں سے لیا، (باقی اگلے صفحہ پر)

یا نہیں، اور حلقوم کے آگے کٹ جانے پیچھے کو کٹ جانے کی کیا وجہ ہیں، کہ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے، نیز ذبح کے شرائط واجبات بھی تحریر فرمادیں، اور مسئلہ کو مدلل تحریر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حلقوم مری ودجان اگر کٹ جائے اور ذابح اہل دین ہو اور عمداً بسم اللہ ترک نہ کرے تو شرعاً ذبیحہ درست ہوتا ہے، اگر حلقوم نہ کٹے تو درست نہیں[1] اگر ذبیحہ فوق العقدہ ماتحت العقدہ ہو اور مذکورہ رگیں کٹ جائیں، تو ذبح میں کوئی اشکال نہیں[2] بعض فقہاء کی رائے ہے کہ کٹ جاتی ہیں بعض کی رائے ہے کہ نہیں کٹتیں، زیلعی[3] کے حاشیہ میں غایۃ التحقیق شرح ہدایہ سے اس کے

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) آیا کتاب اللہ سے حالانکہ اس میں اس کے متعلق کچھ نہیں یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالانکہ آپ سے اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں سنی گئی، یا اجماع امت سے حالانکہ صحابہ وتابعین میں سے کوئی اس کا قائل نہیں، یا اپنے امام ابوحنیفہؒ سے حالانکہ یہ ان سے بالکل منقول نہیں، بلکہ آپ سے اور آپؐ کے اصحاب سے وہ منقول ہے جو ہم نے ذکر کیا، یا پھر وہ شخص اپنی خواہش نفس کا مرتکب ہوا، پس خود بھی گمراہ ہوا دوسروں کو بھی گمراہ کیا، حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے، اور تو خواہش نفس کا اتباع نہ کر ورنہ تو وہ تجھ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کردے گی، یا اس نے باطل سے حق کی طرف رجوع کرنے سے حیا کی اور عوام سے شرمندہ ہوا تاکہ ان کا اعتقاد اس کے بارے میں خراب نہ ہو، جبکہ وہ اپنے سابق فتویٰ کے خلاف عمل کرے، پس حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں جمے رہنے سے بہتر ہے جیسا کہ اتقان نے کہا، شلبی حاشیہ شرح کنز (زیلعی)، ص ۲۹۰/ج ۵/ محمد بن زکریا نے کہا ہے کہ منہ کے اخیر حصہ میں دو سوراخ ہیں، ایک سانس لینے کا جو پھیپھڑوں تک ہے، دوسرا کھانے اور پانی کا جو معدہ تک ہے، اور وہ مری ہے۔ طحطاوی ص ۱۵۱/ج ۴/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

[1] وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منها واذاقطع الحلقوم والمرئ والاکثرمن کل ودجین یوکل ومالافلا، الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۴۲۵، ۴۲۶/ج ۹/ کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۷۰/ج ۸/ کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۸/ج ۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] قول الرستغفنی ویجوز اکلها سواء بقیت العقدة ممایلی الرأس أوممایلی الصدروانما المعتبر عندنا قطع اکثر الادوج مانصه وهذاصحیح (شبلی حاشیه زیلعی، ص ۲۹۰/ج ۵/ کتاب الذبائح)

[3] حاشیه شلبی علی تبیین الحقائق ص ۲۹۰/ج ۵/ کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

متعلق بحث منقول ہے، علامہ شامیؒ نے اختلاف نقل کر کے فیصلہ ارباب بصیرت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے، کہ وہ اگر کہیں کہ کٹ جاتی ہیں، تو ذبیحہ درست ہے، ورنہ نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گردن کی طرف سے ذبح کرنا

سوال:- زید نے ایک ہرن کا شکار کیا اور بالمصلحت بجائے حلق کے پاس سے ذبح کرنے کے گردن کے آخری حصے جو کہ سینہ اور دست کی طرف ہے ذبح کیا اور جو شرائط ذبح کے ہیں، ان کی باقاعدہ ادائیگی کی گئی، وہ جانور از روئے شرع حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عروق ذبح چار ہیں، حلقوم، مری ودجان، اگر اس طرح ذبح کرنے سے چاروں عرق قطع ہوگئی ہیں تو ذبح درست ہوگیا، جیسا کہ جامع صغیر[۲]، فتاویٰ بزازیہ[۳]، شامی[۴] وغیرہ سے معلوم ہے مگر فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ اہل سمرقند سے نقل کیا ہے، کہ اس طرح ذبح درست نہیں ہوتا

"وفی الجامع الصغیر ولاباس بالذبح فی الحلق کله اسفله واوسطه واعلاه وفی

---

[۱] والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقاله شراح الهدایة تبعاللرستغفنی والافالحق خلافه اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ویظهر ذلک بالمشاهدة اوسؤال اهل الخبرة شامی زکریا ص۴۲۵/ج۹/کتاب الذبائح.

[۲] الجامع الصغیر ص۳۷۸/کتاب الذبائح،مطبوعه کراچی.

[۳] وان قطع الاکثرمن الحلقوم والمری والاوداج تؤکل الخ بزازیه علی الهندیة ص۳۰۵/ ج۶، مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح،

[۴] شامی ص۴۲۵/۹، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹه ص۱۷۰/ ج۸/ کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص۱۵۸/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

فتاویٰ اهل سمرقند قصاب ذبح الشاة فی لیلة مظلمة فقطع اعلیٰ من الحلقوم او اسفل منه یحرم اکلها لانه ذبح فی غیر المذبح وهو الحلقوم اھ فتاویٰ عالمگیری[1].

بعض علماء حضرات نے مشاہدہ اور تجربہ کے بعد بتایا کہ اس طرح عروق ذبح قطع نہیں ہوتیں اس بناء پر عدم جواز کو ترجیح دی ہے، امداد الفتاویٰ[2]، فتاویٰ دار العلوم[3]، تذکرۃ الخلیل[4] میں اس پر بحث موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

ذبیحہ کی گردن جدا ہو جانا

سوال:- زید نے قربانی کا جانور اس طرح ذبح کیا کہ تمام گردن جدا ہوگئی اس سے قربانی حلال ہوگئی یا حرام رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی تو حرام نہیں ہوئی حلال ہی رہی ہے، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ شامی ص ۱۸۸/ ج ۵/[5] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ص ۲۸۵/ ج۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح الباب الاول، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۰/ ج۸/ کتاب الذبائح، عنایة علی فتح القدیر ص ۴۹۳/ ج ۹/ کتاب الذبائح، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۷/ ج۳، مطبوعه افغانی دار الکتب دیوبند، کتاب الذبائح والاضحیة الخ،

[3] امداد المفتیین کامل کراچی ص ۹۴۲/ کتاب الصید والذبائح، وعزیز الفتاویٰ مکمل کراچی ص ۷۰۸/ کتاب الصید والذبائح.

[4] تذکرة الخلیل ص ۲۹۱، مطبوعه اشاعت العلوم سهارنپور، وفتاویٰ خلیلیه ص ۲۰۴، کتاب الذبائح، مطبوعه شعبۂ نشر و اشاعت مظاهر علوم سهارنپور،

[5] وکره قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد الخ الدر المختار مع الشامی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بائیں ہاتھ سے ذبح

سوال:- ایک عالم ہیں کہ وہ داہنے ہاتھ میں چھری پکڑ کر ذبح نہیں کر سکتے بائیں ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، کیا ایسا ذبیحہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داہنے ہاتھ سے ذبح کرنا واجب نہیں صرف بہتر ہے[1]، بائیں ہاتھ سے ذبح کیا ہوا بھی حلال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۴ھ

جس چھری سے قربانی کی جائے کیا اس میں تین سوراخ کا ہونا ضروری ہے

سوال:- جس چھری میں تین سوراخ نہیں ہیں اس سے قربانی جائز نہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) نعمانیہ ص ۱۸۸/ج۵/وزکریادیوبندص ۴۲۷/ج۹/کتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۶/ج۵/کتاب الذبائح،الباب الاول فی رکنه،البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۷۰/ج۸/کتاب الذبائح.

[1] کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یحب التیمن یاخذ بیمینه ویحب التیمن فی جمیع اموره جامع الاصول ص ص ۲۶/ج۱۲/ النوع الثامن فی شیٔ من اضلاقه،مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت،بخاری شریف ص ۸۱۰/ج۲/کتاب الاطعمة،باب التیمن فی الاکل وغیره، مطبوعه اشرفی دیوبند، نووی علی مسلم ص۱۹۷/ج۲/کتاب اللباس،باب استحباب لبس النعال،مطبوعه رشیدیه دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بات کہ جس چھری میں تین سوراخ نہ ہوں اس سے قربانی نہیں ہوتی شرعاً بے اصل ہے غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بکری کو ذبح کرتے وقت خون کو وہیں بند کر دینا

سوال:- قصاب بکری اور خصی ذبح کرتے وقت خون باہر نکلنے نہیں دیتا بلکہ اس کے اندر پیوست کر دیتا ہے، اور دبلے جانور کو گاہک کو فربہ دکھانے کے لئے اس جانور کی نالیوں میں انجکشن کے ذریعہ ایسی دوا بھر دیتا ہے جس سے جانور فربہ دکھائی دے، اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ اور قصاب کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے وہ سب گوشت نجس ہو جائیگا، جس میں دم مسفوح پیوست ہو جائے گا[1] دبلے جانور کو اس طرح فربہ دکھانا دھوکہ ہے، حدیث میں ہے "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" الحدیث[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۱ھ

---

[1] مالزق من الدم السائل باللحم فهو نجس، كبيرى ص ۱۹۵/ كتاب الطهارة، فصل فى الآسار، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، والدم المسفوح اى السائل من اى حيوان والمراد ان يكون من شانه فلو جمد المسفوح ولو على اللحم فهو نجس وكذا مابقى فى المذبح لانه دم مسفوح طحطاوى على المراقى مصرى ص ۱۲۲/ باب الانجاس والطهارة عنها، قوله دم مسفوح اى ذاته فلو حمد المسفوح ولو على اللحم بقى نجسا طحطاوى على الدر ص ۱۶۰/۴، كتاب الخنثى، مسائل شتى، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۶/ ج ۱/ كتاب الطهارة، الفصل الثانى فى الاعيان.

[2] ترمذى شريف ص ۱۵۷، مطبوعه رشيديه دهلى، "باب ماجاء فى كراهية الغش فى البيوع، كتاب البيوع"

ترجمہ: جو شخص دھوکہ دہی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

ذبح سے پہلے جانور کو بھوکا رکھنا

سوال:- اکثر قصاب بھینس وغیرہ خریدتے ہیں اور سات دن تک بھوکا پیاسا باندھتے ہیں، کھانے والوں کو اس کا علم بھی ہے یہ بے رحمی ہے ایسوں کو عذاب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بے رحمی ہے، اور ظلم ہے، اس سے جہنم کا عذاب ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا

سوال:- قربانی کرتے وقت ایک جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، اور دوسرا جانور قریب ہی بندھا رہتا ہے، ذبح ہوتے ہوئے دیکھتا ہے ایسا کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنا منع ہے ایک جانور دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، حدیث شریف میں

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال عذبت امرأۃ فی ھرۃ حبستھا حتی ماتت جوعا فدخلت فیھا النار قال فقال واللّٰہ اعلم لاانت اطعمتیھا ولاسقیتھا حین حبستیھا ولاانت ارسلتیھا فاکلت من خشاش الارض، بخاری شریف ص۳۱۸/ج۱/ کتاب المساقاۃ باب فضل سقی الماء، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند، مسلم شریف ص۲۳۶/ ج۲/ کتاب قتل الحیات، باب قتل الھرۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مشکوۃ ص۱۶۸/ باب فضل الصدقۃ، الفصل الاول، وکرہ کل تعذیب بلافائدۃ الخ الدرالمختارعلیٰ ردالمحتارص ۴۲۷/ج۹/مطبوعہ زکریا دیوبند، مطبوعہ کراچی ص۶/۲۹۶، کتاب الذبائح، عمدۃ القاری ص ۶/۲۰۹، الجزء الثانی عشر، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء،مطبوعہ دارالفکربیروت،

اس کی ممانعت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذبح سے قبل بجلی کا شاٹ لگانا

سوال:- بمبئی میں بکرے اور بھیڑ کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا شاٹ لگایا جاتا ہے، شاٹ لگتے ہی جانور بے ہوش ہوکر گر جاتا ہے، اس کے ہاتھ پیر اینٹھ جاتے ہیں، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ جانور زندہ ہے یا مرگیا، جانور کے گرتے ہی فوراً ذبح کردیا جاتا ہے، بعض جانور ذبح ہونے سے پہلے تڑپتے ہیں اور بعض بالکل نہیں، ذبح کرنے کے فوراً بعد اس کو بغیر ٹھنڈا کئے کرین پر ٹانگ دیا جاتا ہے، اور کھال اتارنے کا کام شروع کردیا جاتا ہے، ایسی صورت میں ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس تدبیر کے ذریعہ سے جانور کو موت سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دینا ہے، جس سے اس کا خون بھی بڑی مقدار میں خشک ہوجاتا ہے، گوشت بھی لذیذ نہیں رہتا، گوشت کی قوت بھی ختم ہوجاتی ہے، یہ طریقہ سنت متوارثہ اور طریقہ شرع کے خلاف ہے مکروہ تحریمی ہے، جانور کو ایسی اذیت دینے کی اجازت نہیں[2]۔

---

[1] كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْهىٰ أَنْ تُذْبَحَ الشَّاةعندالشاة،مصنف عبدالرزاق ص ۴۹۴/ج۴/رقم الحديث ۸۶۱۰/باب الصيد وذبحه،مطبوعه المجلس العلمي سملک،اعلاء السنن ص۱۳۸/ج۱۷/كتاب الذبائح،باب الامورالتي يستحب مراعاتها،مطبوعه مكه مكرمه، تكملة فتح الملهم ص ۵۴۰/ج۳/كتاب الذبائح،باب الامرباحسان الذبح، مطبوعه كراچي،

ترجمہ:- حضرت عمر بن الخطابؓ بکری، بکری کے پاس ذبح کئے جانے کی ممانعت فرمایا کرتے تھے۔

[2] كره كل تعذيب بلافائدة الخ درمختار على الشامي ص۴۲۷/۹، مكتبه زكريا ديوبند، كتاب الذبائح، عالمگيری كوئٹه ص۲۸۸/ج۵/كتاب الذبائح،الباب الاول في ركنه، هدايه على فتح القدير ص۴۹۷/ج۹/كتاب الذبائح،مطبوعه دارالفكربيروت.

تاہم اگر جانور میں زندگی باقی تھی، ایسی حالت میں اس کو ذبح کیا گیا جس سے خون جوش کیساتھ نکلا، جانور تڑپا تو وہ گوشت حرام نہیں ہوگا، ورنہ وہ ذبیحہ بھی حرام ومردار ہوجائیگا[1] ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال نہ کھینچیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۴ھ

متوحش جانور کو ذبح کرنے کے لئے سر پر لوہا مارنا

سوال:- ایک مذبح میں بہت سے بیل ہیں سب کو ذبح کرنا ہے، بعض بیل وحشی کے حکم میں داخل ہیں، کسی کو قریب نہیں ہونے دیتے اور بہت سے ایسے ہیں کہ وحشی نہیں ہیں، بلکہ سیدھے ہیں ان کو آسانی سے ذبح کردیا جاتا ہے، لیکن جو متوحش ہیں کسی کو قریب پھٹکنے نہیں دیتے، لوگ مجبور ہوکر ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں کہ ذابحین میں سے ایک آدمی چند انچ کا لمبا لوہا لیکر کسی حکمت سے اس کے سر پر مارتا ہے، تاکہ وہ اپنی اس تکلیف میں پریشان ہوکر غافل ہوجائے، اور وہ چوٹ ایسی نہیں ہوتی کہ وہ جانور مرجائے، بلکہ اتنا ہوتا ہے کہ وہ اپنے درد میں غافل ہوجاتا ہے، اور ذابحین اس کی ٹانگ میں رسی وغیرہ لگا کر گرادیتے ہیں، پھر اس کو باقاعدہ ذبح کردیتے ہیں، یہ صورت مسئولہ ہے اس پر کئی سوال ہیں جو ذیل میں مذکور ہوتے ہیں:

---

[1] ذبح شاة مريضة فتحركت او خرج الدم كما يخرج من الحى حلت والالاان لم تدر حياته عند الذبح وان علم حياته حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم يخرج الدم الدر المختار مع الشامى زكريا ص۴۴۷/ج۹/ كتاب الذبائح، مجمع الانهر ص۱۶۵/ ج۴/ كتاب الذبائح، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۶/ج۵/ كتاب الذبائح، الباب الاول فى ركنه، درمختار مع الشامى ص ۴۲۶/ج۹/ مكتبه زكريا ديوبند، كتاب الذبائح،

[2] وكره قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد الخ درمختار علىٰ الشامى ص۴۲۷/ج۹، مطبوعه زكريا، كتاب الذبائح، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۷۱/ج۸/ كتاب الذبائح، هدايه على فتح القدير ص۴۹۷/ ج۹/ كتاب الذبائح، مطبوعه دارالفكربيروت،

(۱) مذکورہ متوحش بیل کو اس خاص ضرورت کی وجہ سے لوہا مارنا محض غافل کرنے کے لئے تعذیب حیوان میں داخل ہے یا نہیں، اگر تعذیب نہیں تو اس کی کیا دلیل اور اگر ہے تو اس کی کیا دلیل ہے۔

(۲) لوہا مارنے کی دلیل جواز ابوداؤد شریف ص۳۳/ج۲/ کی حدیث پیش کی جاسکتی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان لهٰذه البهائم اوابد كاوابد الوحش ومافعل منها هذا فافعلو ابه مثل هذا۔

اور حدیث باقی صحاح ستہ میں بھی ہے اور ترمذی شریف ۱۸۰/ کے حاشیہ میں طیبی کے کلام سے جواز نکل سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اونٹ، گائے، بھینس جو شہر میں یا صحراء میں ہوں اور اپنے نفس سے روکتے ہوں جب وحشی ہو جائیں تو ان کو شکار کی طرح زخمی کیا جائے کیا ردالمحتار، ص۱۹۹/ میں یہ عبارت ہے۔

(۴) صورت مذکورہ میں عجز حقیقی ذبح اختیاری سے متحقق ہے یا نہیں؟ ہدایہ کتاب الذبائح، ص۳۷۲/ج۳/ کی عبارت " الایصال كالند" سے عجز ثابت کیا جاسکتا ہے، یا نہیں، اسی طرح "البقر والبعير لانهمايدفعان عن انفسهما فلا يقدر على اخذهما وان ندافى المصر فيتحقق العجز " کی عبارت سے عجز ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) صورت مذکورہ میں متوحش بیل کسی حکمت سے مکان میں لایا جائے، رسّہ وغیرہ ڈالکر مگر پھر بھی نہ آسکے یہ عجز حقیقی ہے یا نہیں؟

(۶) "زيادة الالم من غير حاجة، هداية" کتاب الذبائح ص۳۷۲" سے اس خاص صورت میں مفہوم مخالف لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) حقیقۃً عجز ذبح اختیاری یہ بھی کچھ ہے، کہ صورت مذکورہ میں خاص بیل روکتا ہو اور اپنے اوپر قابو نہ دے یا یہ حقیقۃً عجز خاص صورت میں نہیں۔

(۸) کسی حاجت کی وجہ سے ایلام درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو نوویؒ کے حاشیہ مسلم، ۱۵۳/ج ۲/ سے صورت مذکورہ پر استدلال کرتے ہوئے، اس خاص بیل کو لوہار مانا ذبح سے پہلے درست ہے یا نہیں؟

(۹) اگر حاجت کے ماتحت ایلام دیکر یا بلا حاجت ایلام دیکر ذبح کریں تو اس کا اثر گوشت کی حلت یا حرمت پر پڑتا ہے یا نہیں؟

(۱۰) صورت مذکورہ میں خاص بیل جب کہ قابو نہ دے تو اس کو صید کے حکم میں قرار دے سکتے ہیں یا نہیں "والصید وھو الممتنع المتوحش فی اصل الخلقة ھدایة کتاب الحج ص ۲۵۷/ج ۲/" اور بخاری شریف، ص ۸۲۸/ج ۲/ "ماعجزک من البھائم ممافی یدیک فھو کالصید فذکه من حیث قدرت علیه" سے استدلال کر کے حکماً صید بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۱) اگر مذکورہ بیل بہت سے ہوں اور اپنے اوپر قابو نہ دیں تو سب کو فرداً فرداً لوہا مار سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۲) مذکورہ خاص بیل کے لئے یہ اضطراری چوٹ لوہے کی خاص موقع محل کے لئے دستور بن سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۳) اگر کوئی شخص اس خاص بیل کو لوہا مارنے کی اجازت کی وجہ سے متوحش غیر متوحش سب کو مارنے لگے تو کیا اس ناجائز فعل کی وجہ سے "غیر باغ ولا عاد" کے تحت میں اس شخص سے متوحش بیل کی اجازت بھی از روئے شرع سلب ہو سکتی ہے یا نہیں، اور استدلال درست ہے یا نہیں؟

(۱۴) صیال یا بھاگنے والے جانور حیوان متوحش کو پہلے زمانہ میں تیر مارا کرتے تھے، اب اس زمانہ میں تیر مارنے کا رواج نہیں رہا تو کوئی لوہا یا ڈنڈا یا گولی مار سکتے ہیں اس غرض سے کہ وہ قابو میں آجائے یا نہیں، اگر نہیں تو کیا صورت ہو۔

(۱۵) سینگ میں یا گلے میں رسّہ یا کسی طرف گھیر کر ٹھہرایا ہو لیکن پھر بھی متوحش بیل

اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا تو کیا اس وقت عجز متحقق ہے اور ابوداؤد ص ۳۴ ر ج ۲ ر کے حاشیہ میں "وان تحقق العجز فی الحال جاز رمیه" سے عجز حقیقی کا استدلال درست ہے یا نہیں؟

(۱۶) "لاتتخذ واشیًا فیه الروح غرضاً" والی حدیث صحاح ستہ کے تمام مقامات سے تلاش کر کے اور سب کو سامنے رکھ کر یہ مطلب نکالنا درست ہے، کہ مرغی یا پرندہ وغیرہ اور کوئی جانور ایک جگہ باندھ لیا جائے پھر تیر اندازی شروع کر دی جائے، حتی کہ وہ مر جائے، اور مر جانے کے بعد کھالی جائے یا نہ، ایسا کرنے والے پر لعنت ہے، اس مطلب کی صحت کا استدلال ترمذی، ص ۱۷۸ ر ج ۲ ر "تنصب وترمی حتی تقتل" اور ابوداؤد شریف، حاشیہ، ص ۳۴ ر ج ۲ ر "یمسک الحیوان ویجعل هدفا ویرمی الیه حتی یموت" ان ہر دو حوالوں سے کرنا درست ہے یا نہیں۔

(۱۷) صورت مذکورہ اس حدیث کی زد میں آتی ہے، جبکہ صورت مذکورہ میں ان باتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

(۱) رسّہ سے متعارف طریقہ سے نہیں باندھا جاتا کہ نشانہ لگایا جائے۔

(۲) اس پر تیر اندازی سے یا کسی اور چیز سے بہت نشانے نہیں لگائے جاتے ہیں۔

(۳) نشانہ کی غرض سے نہیں روکا جاتا۔

(۴) نشانے اس قدر نہیں لگائے جاتے کہ وہ مر جائے۔

(۵) تفریح طبع کے لئے نہیں مارا جاتا۔

(۶) مارنیوالا ایک ہی ہوتا ہے۔

(۷) اس مار سے فقط اس کو کمزور کرنا ہے نہ کہ جان سے مار دینا۔

(۸) ذبح اختیاری کے لئے اس چوٹ کو سبب بنایا جاتا ہے۔

(۹) ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً ہی ذبح کر دیا جاتا۔

(۱۰) بلاضرورت چوٹ نہیں لگائی جاتی، حتی الوسع اس چوٹ لگانے سے بچایا جاتا

ہے۔

(۱۲) خاص متوحش بیل کو مارا جاتا ہے۔

(۱۳) جانور بہرصورت صیال ہی رہتا ہے۔

(۱۴) جانور مکان کے اندر ہونے کی حالت میں بھی متوحش ہونے کی وجہ سے ذبح اختیاری نہیں کر سکتے۔

(۱۵) لوہا مارنے والوں کا خیال جانور کو ایذا بلاضرورت دینے کا قطعاً نہیں ہے، اس لئے ہر بیل کو ایسی چوٹ نہیں لگاتے ان باتوں کا اہتمام کرتے ہوئے پھر بھی اس حدیث کی زد میں لوہا مارنے والے آتے ہیں یا نہیں۔

(۱۸) خاص مذکورہ صورت میں لوہا مارنے کا جواز مسلمانوں کو کفر تک پہنچاتا ہے یا نہیں۔

(۱۹) خاص مذکورہ صورت جواز ضرب حدید کا حکم دینا شارع صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزور سمجھنے کے مرادف ہے یا نہیں۔

(۲۰) خاص صورت مذکورہ میں لوہا مارنے سے کسی نص کے خلاف ہوتا ہے۔

(۲۱) خاص صورت مذکورہ میں متوحش بیل کی طاقت اس طرح کمزور کریں کہ بلا اکل وشرب کسی مکان میں کسی حکمت سے روک رکھیں اور پھر جب کمزور ہو جائیں تو ذبح کریں یا ایسا نہ کریں اور ذبح سے پہلے ثقل یا جرح یا عقر کریں کونسی بات پر عمل کریں ذبح اختیاری تو ممکن نہیں۔

(۲۲) مدار حلت گوشت جو یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ دو چیزیں ہیں (۱) خون نجس نکالنا (۲) اللہ تعالیٰ کا نام لینا، کیا یہ قانون مذکورہ صورت میں ٹوٹ جاتا ہے، اور گوشت حرام ہو جاتا ہے، جبکہ ان دو چیزوں کو بھی سرانجام کیا جائے۔

(۲۳) ''ماتوحش من النعم فذکاته العقر والجرح، کتاب الذبائح'' سے یہ

ثابت ہوتا ہے کہ متوحش بیل کو عقر کیا جائے یا جرح لیکن ذبح اختیاری حاصل کرنے کے لئے لوہا مار سکتے ہیں تا کہ قابو میں آ جائے، پھر ذبح کیا جائے۔

(۲۴) قوی جسیم متوحش بیل کسی حکمت سے مذبح میں لائے جائیں، اور پھر اپنے قریب نہ ہونے دیں تو کیا متوحش ہو جاتے ہیں۔

(۲۵) اگر لوہا مارنے کو اس خاص مذکورہ کے اندر جائز قرار دیا جائے تو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ شارع علیہ السلام کو معلومات ذبح نہ تھیں، اور اس جائز قرار دینے والے کو ہیں۔

(۲۶) کیا لوہا مارنے کو اس خاص مذکورہ صورت کے اندر جائز قرار دینے والا ایسا حکم دے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ شارع علیہ السلام سے مفتی کو زیادہ عقل ہے۔

(۲۷) ایسی کوئی دلیل ہے جس سے ایلام بالحاجة حرام، ہو یعنی وہ ایلام جو محتاج الیہ ہے، اور خاص طاقتور بیل کو دی جا رہی ہے یہ کس دلیل شرعی سے حرام ہے۔

(۲۸) "یخلق اللّٰہ مایشاء" کے تحت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ خاص مذکورہ صورت میں جن بیلوں کا ذکر ہے وہ ان بیلوں سے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھے، بڑے ہوں اگر یہ کہہ دیں تو شرعی نقصان تو کوئی نہیں۔

(۲۹) حیوان انسی متوحش ہوں مثلاً صورت مذکورہ میں خاص بیل ہیں، ان کو کس طرح ذبح کیا جائے ذبح اختیاری تو ہو نہیں سکتا تو کیا ذبح اختیاری کے لئے کوئی تدبیر ہے جانور کی طاقت کو کم کرنے کے لئے لوہا وغیرہ۔

(۳۰) متوحش اور صیال وہ جانور ہو سکتا ہے، جو مذبح میں بھی کسی کو قریب آنے نہ دے یا نہیں۔

(۳۱) متوحش جانور کو ذبح کرنے سے پہلے جو چوٹ لگائی جاتی ہے، اس سے دم مسفوح کے نکلنے میں کوئی شرعی نقصان ہے کیا اس چوٹ کے لگنے سے دم مسفوح اندر رہ

جاتا ہے، کیا چوٹ لگتے وقت جو دم جانور کے اندر یا چوٹ لگنے کے بعد اندر ہے یہ دم مسفوح کہلاتا ہے، یا اس وقت یہ دم مسفوح کہلاتا ہے، جس وقت ذبح کیا جائے، اور جو خون نکلے وہ دم مسفوح ہوتا ہے۔

(۳۲) اضطراری حالت کی کیا یہی تعریف ہے کہ اختیاری حالت پر پوری قدرت نہ ہو یا اور کوئی۔

(۳۳) اضطراری حالت کا حکم صرف اسی اضطراری حالت کے لئے ہے یا عام ہے دوسری بار بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳۴) متوحش بیل کو لوہا مارنے کے بعد ذبح کر کے جب تولا جاوے تو غیر متوحش کے وزن کم نکلے تو یہ کم ہونا کچھ شرعی نقصان ہے۔

(۳۵) متوحش جانور کو لوہا مارنے والا غیر مسلم یا اہل کتاب ہے اور ذبح اختیاری چوٹ کے بعد ہوتی ہے، یہ ذبح کرنے والا مسلم ہے تو اس ضارب حدید کا غیر مسلم یا اہل کتاب ہونا شرعاً کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۳۶) "الضرورات تبیح المحظورات" شرعی مسئلہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ محل ضرورت کس کس سبب سے متحقق ہوتا ہے، کیا جان و مال و وقت تجارتی کاروبار یا اور قسم کے نقصانات بھی اسباب ضرورت بن سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳۷) متوحش بیل کو لوہا مارنے والے کے لئے ذبح سے پہلے تکبیر پڑھنا ضروری ہے؟

(۳۸) صورت مذکورہ میں اضطرار شرعی ہے یا نہیں اگر ہے تو کس چیز کو اس جانور کو کمزور کرنے کا سبب بنایا جائے، جرح کو یا عقر کو یا ثقل کو؟

(۳۹) لوہا مارنا ذبح سے پہلے صرف متوحش بیل کو اگر فی نفسہ حرام نہیں ہے تو کیا لغیرہ حرام ہے یا نہیں (لغیرہ کا یہ مطلب کہ اس کی اجازت کیوجہ سے غیر متوحش کو بھی مارنے لگیں؟

(۴۰) متوحش صیال بیل کسی حکمت سے رسّے کی لپیٹ وغیرہ میں لادیں پھر بھی قابو نہ دیوے تو ایسی حالت میں کمزور کرنے کیلئے لوہا سر میں مارنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴۱) متوحش کی تعریف یہ صحیح ہے کہ کسی کو قریب نہ آنے دے چاہے بھاگے یا نہیں، اگر یہ تعریف صحیح نہیں تو پھر کیا تعریف ہے، صیال کی تعریف یہ صحیح ہے کہ ٹانگوں، سینگوں سے قریب نہ آنے دے، حملہ کرے خواہ کسی مکان میں ہو یا باہر اگر یہ تعریف نہیں تو پھر کیا ہے۔

(۴۲) جس بیل کی ٹانگیں اور سینگ آزاد ہوں اور رسّہ بدن کے کسی حصہ پر ٹھہرا ہو وہ جانور اپنے اعضاء سے حملہ ور ہو حکماً وحشی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴۳) حلال گوشت کی فروختگی بڑھانے کے لئے یا اس کا سبب بنانے کے لئے خنزیر کا گوشت بھی ساتھ فروخت کیا جائے اور حساب علیحدہ رکھا جائے کیا جائز ہے تو ایسے شخص کی دعوت کسی کو قبول کرنا کیسا ہے، جبکہ وہ کہے کہ میرا حساب خنزیر اور شراب کا علیحدہ ہے۔ بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حنفی مقلد کے لئے جبکہ جزیہ صریحہ فقہ میں موجود ہے کسی حدیث سے از خود مسائل کا استنباط کرنا خلاف منصب تقلید ہے، مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر یا اجماع وقیاس سے جو کچھ مسائل تخریج کئے ہیں، اور اپنا مذہب مدون کر دیا اس پر عمل کرلے خود تخریج واستنباط کی جرأت نہ کرے ورنہ وہ مقلد نہ رہے گا اجتہاد کا مدعی ہوگا، اور پھر اس کو ہر مسئلہ کے لئے آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا اجماع امت یا قیاس سے خود ہی استنباط کرنا ہوگا، کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اور اس امر کا متعسر بلکہ متعذر ہونا ظاہر بلکہ اظہر ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ رسالہ اصول مذہب حنفیہ میں فرماتے ہیں "السابعة قال بعض اصحاب الفتاویٰ اذا کان فی المسئلة قول لابی حنیفةؒ وصاحبیہؒ وخالفہ وحدیث یحکمون بصحتہ وجب اتباع قولهم دون

الحدیث"[1]

اس مختصر سی تمہید کے بعد سنئے کہ امام محمدؒ کتاب الآثار[2] میں وہ روایت جس کو آپ نے سوال نمبر۲ رمیں ابوداؤد شریف سے نقل کیا ہے، لکھ کر فرماتے ہیں "وبه ناخذ وهوقول ابی حنیفةؒ اھ" اس تصریح کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، ہر چند کہ تمام سوالات کا جواب نمبروار ضروری نہیں کیونکہ تمہید مذکورہ سے بہت سوالات حل ہوگئے، تاہم ترتیب استفتاء کی رعایت سے نمبروار جوابات بھی درج ہیں:

(۱) یہ تعذیب ممنوع نہیں کیونکہ ایسا جانور شکار کے حکم میں ہے اور شکار کی حلت منصوص ہے ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن[3] ص ۳۷۹ رج ۲ رسورۂ مائدہ میں ایسے جانور کو شکار کا حکم دینے کے لئے روایت مذکورہ فی السوال سے استدلال کیا ہے، بذل المجہود[4] ص ۸۰ ر ج ۴ رشرح ابوداؤد میں روایت مذکورہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فافعلوا به مثل هذاای الجرح والقتل والظاهران السهم اصاب المقتل فمعنی

---

[1] فتاویٰ عزیزی ص ۷۰/۱، مکتبه رحیمیه دیوبند، رساله اصول مذهب حنفیه ازمعقول ومنقول،

[2] کتاب الآثار ص ۱۳۷ رکتاب الذبائح، مطبوعه کراچی.

[3] واماالبعیرونحوه اذاتوحش اوتردی فی بئر فان الذی یدل علی انه بمنزلة الصیدفی ذکاته ماحدثنا الی قوله عن رافع بن خدیج قال ندعلینا بعیرفرمیناه بالنبل ثم سألنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال ان لهذا الابل اوابدکاوابدالوحش فاذاندمنها شئ فاصنعوا به ذلک وکلوه قال سفیان وزاداسماعیل بن مسلم فرمیناه بالنبل حتی رهصناه فهٰذایدل علی اباحة اکله اذاقتله النبل لاباحة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من غیرشرط ذکاة غیره احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۳۰۹ رج ۲ رباب فی شرط الزکاة، فصل ثانی، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[4] بذل المجهود ج ۴ ر ص ۸۰، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، کتاب الضحایا، باب الذبیحة بالمروة، مرقاة شرح مشکوة ص ۳۲۵، ۳۲۶ رج ۴ رکتاب الصیدوالذبائح، مطبوعه بمبئی، التعلیق الصبیح، ص ۳۳۰ رج ۴ رباب ایضا، مطبوعه فخریه دیوبند، شرح الطیبی ص ۹۹ رج ۸ ر باب ایضا، مطبوعه زکریادیوبند

حبسه ای قتله ویحتمل انه لم یصب المقتل فحینئذ معنی قولهٔ حبسه کفه عن الشرود فحینئذ ذبحوه بعد الاخذ لانه لم یبق حینئذ فی حکم الصید فان المتوحش اذا انذ یکون فی حکم الصید فاذا اخذ وفیه الحیات المستقرة لم یبق فی حکم الصید فلایحل بالذکوة الاضطراریة بل یلزم ذبحه والاحرم اکله اھ"

(۲) مجتہدین نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ کذافی احکام القرآن[۱]۔

(۳) صاحب ردالمحتار[۲] وغیرہ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

(۴) صورت مسئولہ میں عجز ہے عبارت مسئولہ سے استدلال درست ہے[۳]۔

(۵) درست ہوسکتا ہے[۴]۔

(۶) مفہوم مخالف لے سکتے ہیں مگر اس کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفہوم موافق سے استدلال درست ہے[۵]۔

---

[۱] احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۳۰۹/ ج۲/سورۂ مائدہ ،باب فی شرط الزکاۃ،فصل ثانی،مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت.

[۲] وکفیٰ جرح نعم کبقروغنم توحش فیجرح کالصید والمصر وغیرہ سواء فی البقر والبعیر الخ در مختارمع ردالمحتارص ۴۴۰/ ج۹، مطبوعہ زکریادیوبند، کتاب الذبائح، ھدایہ ص ۴۳۹/ج۴/ مطبوعہ یاسرندیم، کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۷۱/ج۸/کتاب الذبائح.

[۳] المصروغیرہ سواء فی البقروالبعیر لانھما یدفعان عن انفسھما فلا یقدرعلیٰ اخذھماوان ندا فی المصر فیتحقق العجز الخ، ھدایہ ص ۴۳۹/۴، مطبوعہ یاسراینڈکمپنی دیوبند، کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۷۱/۸، کتاب الذبائح، مجمع الانھرص ۱۶۰/ج۴/ کتاب الذبائح،مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[۴] ملاحظہ ہوحوالہ بالا۔

[۵] اعلم ان المفھوم قسمان مفھوم موافقة وھودلالة اللفظ علی ثبوت حکم المنطوق لمسکوت بمجرد فھم اللغة ای بلاتوقف علی رأی واجتھاد کدلالة لاتقل لھما اُفّ علی تحریم الضرب واعتبارقسم الاول من القسمین متفق علیه رسم المفتی ص ۱۶۶، ۱۶۷/ بحث المفھوم، مطبوعہ زکریا دیوبند.شامی کراچی ص ۱۱۰/ج۱/کتاب الطھارۃ،مطلب فی دلالة المفھوم.

(۷) ہے[۱]۔

(۸) محض ایلام بلاوجہ تو جائز نہیں البتہ اگر کسی غرض مشروع کی تحصیل ایلام پر موقوف ہو تو اس کے لئے بقدر حاجت ایلام جائز ہے، مثلاً شکار کرنا ذبح کرنا خصی کرنا شرعاً درست ہے[۲]، بلاوجہ جانور کو ستانا نشانہ بنانا درست نہیں[۳]، امام نوویؒ شافعی المذہب ہیں ان کی عبارت سے مسائل فقہیہ جزئیہ میں حنفی المذہب کو استدلال کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو ہر مسئلہ میں اپنے مذہب کو مبرہن کریں گے، خواہ اس سے حنفیہ کی موافقت ہو یا مخالفت، گو اس خاص مسئلہ میں مخالف نہیں بلکہ موافق ہیں[۴]۔

(۹) نفس ذبح خود ایلام ہے مگر حاجت کے تحت ہے اس لئے اس میں تو اشکال ہے ہی نہیں اسی طرح جس قدر ایلام بضرورت ہو لیکن ایلام بلا حاجت گو ممنوع ہے تاہم اس سے گوشت حرام نہیں ہوتا ہے "وحل الذبح بکل ماافری الاوداج وانهر الدم ولو بلیطة او

---

[۱] وکفیٰ جرح نعم کبقروغنم توحش فیجرح کالصید والمصر وغیره سواء فی البقر والبعیر الخ، درمختار مع ردالمحتار ص ۹/۴۴۰، مطبوعه زکریادیوبند، کتاب الذبائح، هدایه ص ۴۳۹/ج۴/ (مطبوعه یاسرندیم) کتاب الذبائح،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۷۱/ج۸/کتاب الذبائح.

[۲] ویجوز اخصاء البهائم،مجمع الانهر ص ۲۲۴/ج۴/کتاب الکراهیة،فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۵۵۷/ج۹/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع،البحرالرائق کوئٹه ص ۲۰۴/ج۸/کتاب الکراهیة،فصل فی البیع.

[۳] عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال لاتتخذوا شیئا فیه الرح غرضا مشکوة ص ۳۵۷/کتاب الصید والذبائح،الفصل الاول،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،مسلم شریف ص ۱۵۳/ج۲/کتاب الصید،باب النهی عن صبرالبهائم، مطبوعه رشیدیه دهلی،مسند احمد ص ۲۱۶/ج۱/مسند عبداللّٰه بن عباس رضی اللّٰه عنهما،مطبوعه دارالفکربیروت.

[۴] قال ابوحنیفةؒ والشافعیؒ اذالم یقدرعلی ذکاة البعیرالشارد فانه یقتل کا لصید،بدایة المجتهدص ۱۳۴/ج۴/کتاب الصید،مااستوحش من الحیوان المستأنس،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،اعلاء السنن ص ۹۶،۹۷/ج۱۷/کتاب الذبائح،باب ذکاة المتوحش من الابل وغیره،مطبوعه امدادیه ملتان.

مروة الاسناوظفرا قائمين ولو كانا منزوعين حل مع الكراهة لما فيه من الضرر بالحيوان كذبحه بشفرة كليلة وكره كل تعذيب بلافائدة اه قوله مع الكراهة اى كراهة الذبح بهاواما اكل الذبيح بهالابأس بهاھ درمختاروشامی[1]، مختصراً۔

(۱۰) وہ صید کے حکم میں ہے کذافی الدرالمختار[2]، روایت بخاری[3] سے بھی تائید ہوتی ہے، ہدایہ کتاب الحج میں محظورات الاحرام والحرام کا ذکر ہے، اورسوال میں طریق ذبح کا استفسار ہے۔

(۱۱) مار سکتے ہیں۔

(۱۲) بن سکتی ہے۔

(۱۳) بلاضرورت ایلام ممنوع ہے کما مر لیکن اس جرم کی سزا میں بضرورت ایلام کی اجازت سلب نہ ہوگی، اورآیت مذکورہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس میں بصورت تعدی اصل اجازت کو سلب نہیں کیا گیا، بلکہ صرف تعدی کی ممانعت کی گئی ہے[4]۔

(۱۴) ایسی ضرورت کے وقت ان چیزوں کا مارنا درست ہے، (اس جانور کو قابو میں لانے کے لئے۔

---

[1] درمختار على الشامى ص ۴۲۶/ ج۹/ مطبوعه زكريا ديوبند، كتاب الذبائح، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۷۰/ ج۸/ كتاب الذبائح،مجمع الانهر ص ۱۵۸/ ج۴/ كتاب الذبائح،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] فانه يقتل كالصيد،درمختار على الشامى زكرياص ۴۴۰/ ج۹/ كتاب الذبائح.

[3] قال ابن عباسؓ مااعجزک من البهائم ممافى يديک فهو كالصيدوفى بعيرتردى فى بئر فذكه من حيث قدرت عليه ورأى ذلک على وابن عمر وعائشةرضى الله عنهم،بخارى شريف ص ۸۲۸/ ج۳/ كتاب الذبائح والصيد،باب ماندمن البهائم،مطبوعه اشرفى ديوبند.

[4] فالحاصل انه لايجوزللمضطر الاكل منه الاقدر سد الرمق، تفسير مظهرى ص ۱۷۱/ ج۱/ سورة البقرة تحت آيت ۱۷۳/ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح المعانى ص ۶۴/ ج۲/ مطبوعه دار الفكربيروت.

(۱۵) یہ عجز کی صورت ہے کما مر۔

(۱۶) یہ صورت ناجائز ہے اور لاتتخذوا کی ممانعت میں داخل ہے۔

(۱۷) نہیں۔

(۱۸) لوہا مارنا صورت مسئولہ میں درست ہے گناہ بھی نہیں ہے۔

(۱۹) نہیں۔

(۲۰) نہیں۔

(۲۱) دوسری بات اختیار کرلیں عقر وجرح روایات سے بھی ثابت ہے[۱]۔

(۲۲) ایسی صورت میں یہ قانون نہیں ٹوٹتا۔

(۲۳) لوہا اگر دھاردار ہے تو اس کا مارنا جرح ہے بندوق سے شکار جائز ہے تاکہ اس کو کمزور کرکے ذبح کیا جائے۔

(۲۴) ایسے بیل متوحش کے حکم میں ہیں۔

(۲۵) یہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی ممانعت نہیں کی بلکہ دوسرے طرق ذکر کئے ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس طریق کا علم نہ تھا دوسرے آپ نے ایسے طرق عموماً فرمائے ہیں، کہ وہ خود ذبح کے حکم میں آتا ہے، اور سوال صرف کمزور کرنے سے ہے، اگر کوئی

---

[۱] عن غضبان بن یزید البجلی عن ابیه قال اعرس رجل من الحی فاشتری جزوراً فندت فعرقبهاوذکر اسم اللّٰه فامرهم عبداللّٰه یعنی ابن مسعود ان یاکلوا فما طابت انفسهم حتی جعلوا له منهابضعة ثم اتوه بها فاکل،عن ابی راشد السلمانی قال کنت ارعی منائح لاهلی بظهر الکوفة فتردی منها بعیر فخشیت ان یسبقنی بذکاته فاخذت حدیدةفوجأت بها فی جنبه اوسنامه ثم قطعته اعضاء وفرقته علی اهلی الحدیث فتح الباری ص۶۸/ج۱۱/ کتاب الذبائح والصید،باب ماند من البهائم، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، اعلاء السنن ص۹۷،۹۸/ج۱۷/کتاب الذبائح،باب ذکاة المتوحش من الابل،مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

سمجھ بھی لے تو آپ کے کمالات میں اس سے کیا نقصان لازم آتا ہے، کیونکہ دنیوی حرفت وصنعت اور پیشوں کا علم آپ کے لئے باعث کمال نہیں بلکہ ذات وصفات خداوندی اور شریعت کے ظاہری وباطنی کا علم آپ کے لئے باعث کمال ہے، اس علم میں کوئی شخص بلکہ تمام عالم بھی ملکر آپ کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(۲۶) یہ سمجھنا ایسے سمجھنے والے کی بے عقلی ہے۔

(۲۷) نہیں بلکہ یہ حلال ہے دیکھئے جواب نمبر ۸/ونمبر ۹/۔

(۲۸) اس میں کیا نقصان ہے ایسا ہونا ممکن ہے بلکہ ہوتا ہے کسی جگہ کے بیل بڑے ہیں کسی جگہ کے چھوٹے۔

(۲۹) تیر یا دھاردار لوہا مار کر زخمی کرلیں۔

(۳۰) ہوسکتا ہے۔

(۳۱) نہیں بلکہ اگر تکبیر پڑھ کر دھار دار لوہا مار کر دم مسفوح نکالا اور وہ فوراً ذبح کرنے والے کے وہاں پہنچنے سے پہلے مرگیا تو وہ حلال ہے[1]۔

(۳۲) یہی ہے۔

(۳۳) پہلی بار کی خصوصیت نہیں حدیث شریف میں عام اجازت ہے[2]۔

---

[1] وفیه اشارة الی انه لوماتت قبل وصول الذابح اومع وصوله اوبعدوصوله بلافصل اکل وبه ناخذ مجمع الانهر ص ۲۶۵/ ج۴/ کتاب الصید، مطبوعه دارالکتب العلمیةبیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۲۳/ ج۸/ کتاب الصید.

[2] واماالبعیرونحوه اذاتوحش اوتردی فی بئر فان الذی یدل علی انه بمنزلة الصیدفی ذکاته ماحدثنا الی قوله عن رافع بن خدیج قال ندعلینا بعیرفرمیناه بالنبل ثم سألنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال ان لهذا الابل اوابدکاوابدالوحش فاذاندمنها شئ فاصنعوا به ذلک وکلوه قال سفیان وزاداسماعیل بن مسلم فرمیناه بالنبل حتی رهصناه فهٰذایدل علی اباحة اکله اذاقتله النبل لاباحة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من غیرشرط ذکاة غیره، احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۳۰۹/ ج۲/ باب فی شرط الزکاة، فصل ثانی، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

(۳۴) نہیں۔

(۳۵) نہیں۔

(۳۶) کس شئ کی ضرورت کا سوال ہے خاص ذبح کی یا عام ہر شئ کی، اول کے متعلق عبارات فقہ وحدیث، سوال وجواب میں آ چکیں ثانی کے متعلق یہ ہے کہ اشخاص واوقات و احوال کے اعتبار سے ضرورت متفاوت ہوتی ہے، اشباہ[1] وغیرہ میں جزئیات بالتفصیل موجود ہیں، کلیہ بیان کرنا جو ہر شخص کے لئے ہر زبان میں ہر حال میں ہر امر میں جاری ہو دشوار ہے۔

(۳۷) محض کمزور کرنے کی ضرورت نہیں، ذبح کرنے کے لئے ضروری ہے اور اس کا مسلم ہونا بھی ضروری ہے[2]۔

(۳۸) یہ اضطرار ہے جرح یا عقر کو سبب بنالیا جائے۔

(۳۹) متوحش کا مارنا جائز ہے، غیر متوحش کے لئے ذریعہ بنانا اور مارنا ناجائز ہے۔

(۴۰) مار سکتے ہیں۔

(۴۱) ایسے جانور کا حکم بھی اس جانور کا ہے جو بھڑک جائے، کما ہو مصرح فی الدر المختار[3]۔

(۴۲) کہہ سکتے ہیں۔

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بکلمة الکفر للاکراہ الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۰/القاعدة الخامسة الضرر یزال، مطبوعہ اشرفیہ دیوبند، قواعد الفقہ ص ۸۹/الرسالة الثالثة القواعد الفقهية، مطبوعہ اشرفی دیوبند، القواعد الفقهية المحمودة ص ۵۸/الضرورات تبیح المحظورات، مطبوعہ مکتبہ المظاہر سیلم.

[2] واما شرائط الذکاة فانواع منها ان یکون مسلماً ومنها التسمیة حالة الزکاة عندنا عالمگیری کوئٹہ ص ۲۸۵/ج۵/کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه، البحر الرائق ص ۱۶۸/ج۸/کتاب الذبائح، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۷، ۴۳۱/ج۹/کتاب الذبائح.

[3] اوتعذر ذبحه کان تردی فی بئر اوندّاوصال حتی لوقتله المصول علیه مریدا ذکاته حل الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۳۰۳/ج۶/کتاب الذبائح.

(۴۳) خنزیر اور شراب کی بیع حرام ہے[۱]، حلال گوشت کی فروختگی بڑھانے کا ذریعہ بنانا بھی ہے، اس لئے جائز نہیں خنزیر اور شراب کی بیع سے جو مال حاصل ہوا ہے، وہ بھی حرام ہے، اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، اس کے حلال مال سے دعوت قبول کرنا درست ہے، مگر علماء کے لئے اس سے بھی اجتناب واحتیاط چاہئے کہ عوام کے لئے مظنۂ تہمت ہے

"اهدى الى رجل شيئا او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلاباس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغى ان لايقبل الهدية ولاياكل الطعام الا ان يخبر بانه حلال ورثه او استقرضه من رجل اھ هنديه ص[۲] ۲۴۱/ج ۴/دارالحرب میں مسلم مستامن کو کفار کے ہاتھ شراب کی بیع کرنا درست ہے، "کذا فی ردالمحتار[۳] جلد رابع اخر باب الربوا"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۷/۵۸ھ

سائل کی تسلی اور اطمینان کے لئے مفتی صاحب نے جو کچھ جوابات تحریر فرمائے ہیں اس کے بیان کردہ سوالات اور حالات کے پیش نظر کافی ہیں، لیکن چونکہ یہ سوال قانون بنانے کا ہے، اور حکومت اس کو عام طور پر لازم کرنا چاہتی ہے، اس لئے جب تک قانون کے الفاظ نہ دیکھے جائیں سائل کو ان جوابات سے اس قانون کے جواز اپر استدلال کرنا جائز نہیں، مناسب

[۱] وكذا يبطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير بالثمن، مجمع الانهر ص ۳/۱۷۸، باب البيع الفاسد، دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۶/۷۱، باب البيع الفاسد، الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۵/۵۵، باب البيع الفاسد،

[۲] عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع فى الهدية والميراث، المحيط البرهانى ص ۸/۷۳، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا والضيافات، مطبوعه ڈابهيل،

[۳] مستأمن من اهل ديارنا مسلماً كان اوذمياً فى دارهم أومن اسلم هناك باشرمعهم من العقود التى لاتجوز فيمابيننا كالربويات وبيع الميتة جازشامى زكرياص ۴۲۲/ج ۷/كتاب البيوع، آخر باب الربا، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۳۵، ۱۳۶/ج ۶/قبيل باب الحقوق، النهر الفائق ص ۴۸۰/ج ۳/قبيل باب الحقوق، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

یہ تھا کہ قانون کی نقل بھیجی جاتی، ذکاۃ اضطراری کے لئے کسی خاص محل کی شرعاً تعیین نہیں اس لئے نمبر۱۲/کا جواب بلا قانون کے الفاظ دیکھے نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تضعیف حیوان للذبح اور ذکوٰۃ اضطراری کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے، دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور جواب نمبر ۳۵/اور ۳۷/کا مدار اسی پر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال اتارنا

سوال:- جانور کو ذبح کرتے ہی فوراً ٹھنڈا ہونے سے پیشتر تو کھال کھینچتے ہیں فوراً اور ذبیحہ کے سامنے چھری تیز کرتے ہیں، ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے[۱]، یہ جانوروں پر ظلم ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن ابن عمران النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امران تحدالشفاروان توارى عن البهائم، وقال اذا ذبح احدكم فليجهز، ابن ماجه ص ۲۲۹/ابواب الذبائح، باب اذاذبحتم واحسنوا الذبح، مطبوعه اشرفی دیوبند، اعلاء السنن ص۱۳۷/۱۷، کتاب الذبائح، باب الامور التی یستحب مراعاتها، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، وعن صفوان بن سلیم قال کان (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

گائے کو ذبح کرنے سے پہلے کھال چیرنا

سوال:- اگر ذبح کرتے وقت گائے کے پہلے حلق میں سے چمڑے کو چیر دیا پھر اندر سے ذبح کیا تو یہ ذبیحہ کیسا ہے، چوں کہ ہمارے ملک ہندوستان میں گائے ممنوع ہے اس وجہ سے ایسا نہ کیا جائے، تو چمڑا دیکھ کر اور پکڑ کر مقدمہ چل سکتا ہے، اور اگر چیر دیا تو پھر زیادہ خطرہ نہیں ہے، نیز اس طریقہ سے گائے کو قربانی کے واسطے ذبح کرنا کیسا ہے، کیا وہ قربانی قبول ہوگی یا نہیں مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ذبیحہ درست ہے مگر یہ فعل مکروہ ہے اس طریقہ میں جانور کو قدر ضرورت سے زیادہ اپنی غرض سے تکلیف دیجاتی ہے[۱] جس جانور کے ذبح پر پابندی اور قانونی خطرہ ہے اس خطرہ کو رکھنا دانشمندی نہیں قربانی حلال ہو ہی جائے گی۔

شعائر وہ احکام ہیں جن کو علی الاعلان اظہار شوکت کے طور پر کیا جائے نہ مقدمہ کے

(پچھلے صفحہ کے حواشی) عمر بن الخطابؓ ینهی ان تذبح الشاة عند الشاة، مصنف عبدالرزاق ص ۴۹۴/ ج۴/ باب الصید وذبحه، مطبوعه المجلس العلمی سملک، اعلاء السنن ص ۱۳۸/ ج۱۷/ کتاب الذبائح، باب الامور التی یستحب مراعاتها، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[۲] وکره کل تعذیب بلافائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد الخ الدر المختار علیٰ الشامی ص ۹/۴۲۷، مطبوعه زکریا دیوبند، کراچی ص ۲۹۶/ ج۶/ کتاب الذبائح، ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص ۱۵۹/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، فتاوی عالمگیری ص ۲۸۸/ ج۵/ کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه الخ، مطبوعه بلوچستان بکڈپو.

[۱] والحاصل ان کل مافیه زیادة ألم لایحتاج الیه فی الذکاة مکروه کذافی الکافی (عالمگیری ص ۵/۲۸۸، کتاب الذبائح، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۰/ ج۸/ کتاب الذبائح، تبیین الحقائق ص ۲۹۲/ ج۵/ کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

ڈر سے چھپ کر غلط طریقہ پر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۸۹ھ

ذبح کرنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے

سوال:- ہم ایک جانور کو ذبح کرتے ہیں پھر اس کو کھاتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ اس کو کھاؤ، تمہارے لئے جائز ہے، لیکن یہ ایک جانور کو تکلیف دینا کیوں ہے، ہمیں امید ہے کہ اطمینان بخش جواب سے نوازیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جانور کو ہل میں جوتتے ہیں ایک کی ناک میں سوراخ کرتے ہیں اس سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے، ایسا کیوں کرتے ہیں، بچہ پیدا ہونے سے بھی عورت کو تکلیف ہوتی ہے، اس کے اسباب سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور بھی ہزار قسم کی چیزیں زندگی میں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے تکلیف ہوتی ہے، ان سب کو بھی ترک کر دینا چاہئے، ایک ذبح کر دینے ہی سے کیوں جذبۂ رحم جوش میں آتا ہے؟ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ اکبر پڑھ کر تیز چھری سے جانور کو ذبح کرنے سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے، جھٹکہ کرنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۴ھ

---

[1] الشعائر جمع شعيرة والمراد بها مايؤدى على سبيل الاشتهار كصلاة الجمعة والعيدين والخطبة وجمع عرفات والمزدلفة معجم المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۳۳۷/ ج ۲/ الشعائر، مطبوعه دار الفضيلة بيروت، تفسير المنار ص ۴۳، ۴۴/ ج ۲/ سورة البقرة تحت آيت ص ۱۵۸/ مطبوعه دار الفكر بيروت، تفسير قاسمى ص ۲/ ج ۲/ الجزء الثالث، سورة البقرة آيت ص ۱۵۸/ مطبوعه دار الفكر بيروت. (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ذبیحہ حلال جھٹکا حرام کیوں؟

سوال:- غیر مسلم کافر کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اہل اسلام جھٹکے کا گوشت نہیں کھاتے اور حرام سمجھتے ہیں اور جھٹکے کی صورت میں جانور کو کم تکلیف ہوتی ہے، بلکہ ایک وار میں اس کو ختم ہو جانا پڑتا ہے، اور ذبح کی صورت میں جانور اپنی جان تڑپ تڑپ کر کھو دیتا ہے، اس صورت مذکورہ میں اور جھٹکے میں اگر تقابل کیا جائے تو ذبح میں تکلیف ایذا رسانی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے، اس طرح سے کیوں ہے اس کا جواب بھی عقل کی رہنمائی میں دندان شکن جواب دیا جائے، اس قسم کے اعتراض سے مقصود اسلام کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، لہٰذا غور کر کے جواب دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا جاتا ہے اس کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام سن کر اس بات سے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کے نام پر ذبح کیا جا رہا ہے، اتنا مسرور و مست ہو جاتا ہے کہ ذبح کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اس کے خلاف جس طرح سے بھی اس کو مارا جائے اس میں بہت اذیت و تکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[2] والذبح والنحر سنة الانبياء عليهم السلام وفيهما مصالح منها اراحة الذبيحة فانه اقرب طريق لازهاق الروح، حجة الله البالغه ج۲/ص۱۶۷/من ابواب المعيشة، الحيوانات التى لاتوكل، مطبوعه مصر.

[1] والذبح والنحر سنة الانبياء عليهم السلام وفيها مصالح منها اراحة الذبيحة فانه اقرب طريق لازهاق الروح، حجة الله البالغة ص۱۶۷/ج۲/من ابواب المعيشة، الحيوانات التى لاتوكل، مطبوعه مصر.

ملاحظہ ہو اشرف الجواب ج۱/حصہ اول ص۷۳/، مسلمانوں کا جانور ذبح کرنا رحم کے خلاف ہے، مطبوعہ نوریہ دیوبند۔

باب سوم: ذبح کرنے والے کا حکم

نشہ باز قصاب کا ذبیحہ

سوال:- جاہل قصاب نشہ باز اگر مویشی ذبح کرے اور خریدار انجان گوشت خرید لے تو ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نشہ بازی گناہ ہے[1] تاہم اگر ہوش وحواس درست رہتے ہوئے شریعت کے مطابق ذبح کیا ہو تو وہ جانور حلال ہے اس کا گوشت لینا اور کھانا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

کسی ایسے شخص کا ذبیحہ جبکہ اس کا اسلام معلوم نہ ہو

سوال:- اگر کسی مسلمان شخص کی بکری کوئی آدمی ذبح کرتا ہو وہ مسلمان اس کو دیکھ لے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ ذبح کرنے والا مسلمان تھا یا نہیں یا کہ کسی اور مذہب سے تعلق

---

[1] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام، مشکوٰۃ ص۳۱۷/ باب بیان الخمر ووعید شار بھا، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، مسلم شریف ص۲/۱۶۷، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ترمذی شریف ص۲/۸، کتاب الاشربۃ،باب ماجاء فی شارب الخمر،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] فتحل ذبیحتھما ولو الذابح مجنونا اوامرأۃ اوصبیاً یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر الی قولہ، لاتؤکل ذبیحۃ الصبی الذی لایعقل والمجنون والسکران الذی لایعقل.(شامی کراچی ص۶/۲۹۷، کتاب الذبائح، الجوھرۃ النیرۃ ص۲۲۷/ج۲/کتاب الصیدوالذبائح،مطبوعہ نعمانیہ دیوبند.

رکھتا تھا، اور وہ ذبح کرتے ہی بھاگ گیا تھا آیا اس آدمی کا ذبیحہ اس کے لئے کھانا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دل گواہی دے کہ وہ مسلمان تھا اور شریعت کے مطابق ذبح کیا ہے، تو کھانا درست ہے[1] (غیر مسلم عام طور پر ذبح نہیں کرتے ہیں) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۵ھ

شیعہ کا ذبیحہ

سوال:- روافض کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن روافض کا عقیدہ نصوص کے خلاف ہو مثلاً قرآن پاک میں تحریف کے قائل ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی آخر الزماں مانتے ہوں، اور جبرئیل علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ان سے وحی پہنچانے میں غلطی ہوگئی، یا حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگاتے ہوں، وہ اسلام سے خارج ہیں[2] ان کا ذبیحہ حلال نہیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۸۸ھ

---

[1] من اشتریٰ لحما وعلم انه ذبیحة مجوسی وارادالرد فقال البائع الذابح مسلم لایردویحل اکله مع الکراهیة، البحرالرائق ص ۱۶۹/۸، کتاب الذبائح،

[2] ان الرافض ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی اوکان ینکر صحبة الصدیق اویقذف السیدةالصدیقة فهوکافرلمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة شامی زکریا ص۱۳۵/۴، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۳۱۸/۶، کتاب الفاظ تکون اسلاماوکفرا،نوع فیما یتصل بهامما یجب اکفاره من اهل البدع، عالمگیری کوئٹه ص۲۶۴/۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منهامایتعلق بالانبیاء، (حاشیہ:۳/اگلے صفحہ پر)

دیوبندیوں کو خارج از اسلام کہنے والے کا ذبیحہ وقربانی

سوال:- ایک بریلوی عقائد کا آدمی جو کہ دیوبندیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے کہ ناجائز؟ اور اس کو قربانی کے حصوں میں شریک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علمائے دیوبند کو جو شخص خارج از اسلام سمجھتا ہے نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جائے نہ اس کو قربانی کے حصوں میں شریک کیا جائے، ورنہ خود اس کی قربانی تو خراب ومردار ہو ہی جائے گی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۵ھ

ذبیحۂ صبی

سوال:- اگر نابالغ لڑکا قربانی کا جانور ذبح کردے؟ تو کوئی حرج ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [3] لاتحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۴۳۱/ کتاب الذبائح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۶۸/ ج۸/ کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۴/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[1] عن انس رضی اللہ عنہ انه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة اللّٰه وذمة رسوله فلاتخفروا اللّٰه فی ذمته مشکوة شریف ص ۱۲/ کتاب الایمان، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انه سمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لایرمی رجل رجلا بالفسوق ولایرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک بخاری شریف ص ۸۹۳/ ج۲/ کتاب الادب، باب ماینهی عن السباب واللعن، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۵۷/ ج۱/ کتاب الایمان، باب بیان حال من قال لاخیه المسلم یاکافر، مطبوعه رشیدیه دهلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جانتا ہو تو درست ہے۔ عالمگیری، ص ۹۴ ر ج ۴ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوبندی کا ذبیحہ

سوال:- بقرعید یعنی عیدالاضحیٰ کے موقع پر میں نے چند بکرے اور چند بھینس اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جو کہ حدیث وغیرہ میں دعائیں ہیں ان کو بھی پڑھا اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا اور میں مسلمان ہوں قریب قریب نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں، اللہ پاک اور اس کی کتاب اور اس کے رسول پر بھی عقیدہ دل سے رکھتا ہوں، میری غلطی اتنی ضرور ہے کہ میں علمائے دیوبند کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں اس وجہ سے میرے وہاں کے جیٹ طیارے جو کہ تازہ تازہ بریلی سے گالی بکنا سیکھ کر آئے ہیں، انہوں نے زبانی فتویٰ دیدیا کہ میرے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے اس کی ذبح کی ہوئی بھینس بکری سب حلال ہے[2]، علمائے دیوبند کا مسلک بفضلہٖ تعالیٰ قرآن پاک حدیث شریف فقہ حنفی اولیاء کرام

---

[1] فان کان الصبی یعقل الذبح ویقدر علیه تؤکل ذبیحته الخ، عالمگیری ص ۲۸۵ ر ج ۵ ر مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح، الباب الاول، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۸ / ۸، کتاب الذبائح، الدرالمختار مع الشامی زکریاص ۴۳۰ / ۹، کتاب الذبائح،

[2] حل ذبیحة مسلم وکتابی وصبی وامرأة الخ، کنز الدقائق ص ۴۱۶، مطبع دارالاشاعة الاسلامیة کولکته، کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۴ / ۴، کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۵ / ۵، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه،

کے عین مطابق ہے، اس مسلک کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے ذبیحہ کو حرام قرار دینا غلط اور عناد ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۵/۸/۹۱ھ

کلمۂ کفر کہنے والے کا ذبیحہ

سوال:- جو لوگ کفریہ کلام زبان سے نکالتے ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان کی زبان سے اگر کوئی کلمہ ایسا نکلے جس سے کفر لازم آتا ہو، اور اس کے اندر تاویل کر کے کفر سے بچایا جا سکتا ہو تو کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا[1] اور ایسے شخص کا ذبیحہ ناجائز نہیں ہوتا[2] البتہ ایسا کلمہ کہنے سے اس کو پوری قوت کے ساتھ روکا جائے گا[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۸ھ

---

[1] والذی تحرر انه لایفتیٰ بتکفیر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن الخ البحرالرائق ص۱۲۵/۵، مکتبه الماجدیه کوئٹه، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص۳۶۷/۶، باب المرتد، قبیل مطلب فی حکم من ختم دین مسلم، المحیط البرهانی ص۳۹۷/۷، الفصل الثانی والاربعون فی مسائل المرتدین، النوع الاول، مطبوعه ڈابهیل،

[2] وتحل ذبیحة مسلم وکتاب ذمی اوحربی الخ مجمع الانهر ص۱۵۴/ج۴/مکتبه دار الکتب العلمیة، اول کتاب الذبائح، البحرالرائق کوئٹه ص۱۶۸/۸، کتاب الذبائح، تبیین الحقائق ص۲۸۷/۵، کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان،

[3] والاصل ان کل من ارتکب منکراً اواذی مسلمابغیرحق بقول اوفعل وجب علیه التعزیر، النهرالفائق ص۱۷۰/۳، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص۳۷۴/۴، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۳۷۴/۴، باب ایضا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

عورت کا ذبیحہ

سوال:-عورت کا ذبیحہ کیسا ہے؟ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت خود اپنے جانور کی قربانی کرسکتی ہے، ذبیحہ درست ہے۔"وحل ذبیحة مسلم وکتابی وصبی وامرأة اھ"(کنز)[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حائضہ، نفساء، جنب کا ذبیحہ

سوال:- حائضہ اور نفساء اور جنبی کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟ بحوالہ کتب وصفحہ ومطبع تحریر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"وتحل ذبیحة مسلم ولو امرأة حائضاً او نفساء او جنباً اھ"(سکب الانہر ص۵۰۷/ج۲/)[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کنز ص۴۱۶، مطبع دارلاشاعة الاسلامیه کولکته، کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص۱۵۴/ ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۴۳۰/ج۹/ کتاب الذبائح،

[2] سکب الانهر علیٰ مجمع الانهر ص۱۵۴/ج۴، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، کتاب الذبائح، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱۵۲/ج۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، اعلاء السنن ص۲۰۲/ج۱۷/ کتاب الذبائح، فوائدشتی تتعلق بابواب الذبائح، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه،

بے وضو انڈر ویر پہن کر ذبح کرنا

سوال:- ایک شخص بلا وضو ہے انڈر ویر پہنے ہوئے ہے ایک بکری کو ذبح کرتا ہے، جب کہ وضو کے لئے پانی، پہننے کے لئے پاجامہ موجود ہے، ذبح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مسلمان جب بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بکری کو ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ مذکورہ سوالی حالت کے ساتھ بھی حلال ہے حرام نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے نمازی اور نشہ کرنے والے کا ذبیحہ

سوال:- قصبہ نظام آباد میں قصائی جو بھینس وغیرہ ذبح کرتے ہیں نماز بالکل ہی نہیں پڑھتے ہیں، حتی کہ نماز جمعہ بھی کبھی نہیں ادا کرتے ہیں، تمام نشہ آور اشیاء (تاڑی، شراب، گانجہ افیم وغیرہ) کا استعمال بلا روک ٹوک کرتے ہیں، اکثر بازار کی گندی نالیوں اور سڑکوں پر نشہ کی حالت میں گرے ہوئے دکھائے دیتے ہیں، اور یہی بے نمازی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنے والے قصائی ہی بھینس ذبح کر کے گوشت بیچتے ہیں، اور عوام اسے کھاتے بھی ہیں، فحش کلامی اور جھوٹ ان کی عام زبان روزمرہ کی زندگی میں شامل ہے، ان قصائیوں کے یہاں کا گوشت کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] فَكُلُوْ مِمَّاذُكِرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ وَمَالَكُمْ اَنْ لَاتَأْكُلُوْمِمَّاذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ (القرآن) سورہ انعام آیت نمبر ۱۱۸.

ترجمہ: سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو اور تم کو کون امر اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(نوٹ) کبھی اپنے ہاتھ سے ہی ذبح کرتے ہیں، اور کبھی کسی دوسرے سے بھی ذبح کرا لیتے ہیں مگر بوٹی اپنے ہاتھ سے ہی بناتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حالت نہایت افسوس ناک اور موجب اذیت ہے، ان میں دینی شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اہل دین حضرات پوری توجہ فرمائیں، جب تک کوئی بات ایسی معلوم نہ ہو کہ یہ ذبیحہ غیر مسلم کا ذبیحہ ہے، یا مسلم نے ذبح کرتے وقت قصداً بسم اللہ ترک کردی ہے، یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ان کے ذبیحہ کو بھی حرام نہیں کہا جائیگا[1] ذبح کے بعد بوٹی بنانے والا مسلم ہو یا مسلم کے سامنے غیر مسلم نے بوٹی بنائی ہو اس کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا[2] اگر بااثر اہل اسلام ان کی اصلاح کے لئے ان سے گوشت کھانا بند کردیں کہ جب تک تم نشہ نہیں چھوڑو گے اور نماز نہیں پڑھو گے ہم تم سے گوشت نہیں خریدینگے، تاکہ وہ لوگ نشہ چھوڑ دیں اور نماز پڑھنے لگیں تو درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] تحل ذبیحة مسلم وکتابی ذمی اوحربی لاذبیحة وثنی اومجوسی اومرتدا وتارک التسمیة عامداً الخ ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص ۱۵۳/ج۴/کتاب الذبائح، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۵/ج۵/کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه، تبیین الحقائق ص ۲۸۷/ج۵/کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ذابح کیلئے مسلمان ہونا شرط ہے ذبح کے بعد بوٹی بنانا ایک زائد چیز ہے، جس کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں۔ واما شرائط الذکاة فانواع منهاان یکون مسلمااوکتابیا، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۵/ج۵/کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۶۸/ج۸/کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۴/ج۴/کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الاان یقلع وتظهر توبته المفهم شرح المسلم ص ۹۸/ج۷/مکتبه دارابن کثیر دمشق، کتاب الرقاق، باب یجهر من ظهرت معصیته، مرقاة شرح مشکوة ص ۷۱۶/ج۴/باب ماینهی من التهاجر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، طیبی شرح مشکوة ص ۲۴۳/ج۹/باب ایضا، مطبوعه زکریادیوبند.

کیا تارکِ صوم کا ذبیحہ حرام ہے

سوال:- ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتا اگر وہ کوئی جانور ذبح کرے گا، تو اس کا ذبیحہ حرام ہوگا، یہ مسئلہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، بعض علماء سے معلوم کیا، انہوں نے کہا کہ روزہ نہ رکھنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، اور فاسق کا ذبیحہ حرام ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

روزۂ رمضان فرض قطعی ہے[1] بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس کے باوجود اس کا ذبیحہ حرام نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۲ھ

مشین اور یہودی کا ذبیحہ

سوال:- امریکہ میں میرے ایک بھائی زیرِ تعلیم ہیں وہ وہاں ذبیحہ کے گوشت کے شرعاً ہونے میں مشکوک ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہاں پر دو قسم کا گوشت ملتا ہے، پہلی یہ کہ مشین

---

[1] وصوم رمضان فريضة لقوله تعالىٰ كتب عليكم الصيام على كل مسلم مكلف وعلىٰ فرضيته انعقد الاجماع الخ مجمع الانهر ص ۳۴۲/ ج ۱، مكتبه دارالكتب العلمية، اول كتاب الصوم، تبيين الحقائق ص ۳۱۳/ كتاب الصوم، مطبوعه امداديه ملتان، البحرالرائق كوئٹه ص ۲۵۹/ ج ۲/ كتاب الصوم،

[2] وتحل ذبيحة مسلم وكتابى ذمى اوحربى الخ مجمع الانهر ص ۱۵۴/ ج ۴/ دارالكتب العلمية، اول كتاب الذبائح، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۶۸/ ج ۸/ كتاب الذبائح، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۸۵/ ج ۵/ كتاب الذبائح، الباب الاول فى ركنه.

سے جانور کی گردن ایک دم کاٹ دی جاتی ہے، اور مشین سے ہی تھوڑی دیر میں گوشت کے ٹکڑے پیک ہوجاتے ہیں، دوسری قسم کا گوشت وہاں کے یہودی کاٹتے ہیں جسے کوشہ کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہودی جانور کے حلق میں چھری گھونپ کر ہلاک کرتے ہیں، نہ معلوم کچھ پڑھتے ہیں یا نہیں؟ ہندوستان اور دوسرے ملک کے زیادہ تر مسلمان بازار میں جو گوشت ملتا ہے، وہی کھاتے ہیں، صرف گنتی کے چند ہیں جو کوشہ کو حلال یا ذبیحہ کا بدل سمجھ کر کھاتے ہیں، امید ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مشین کا ذبیحہ تو ظاہر ہے کہ شرعی ذبیحہ نہیں[1] یہودی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر اور تورات کو آسمانی کتاب مانتے ہیں، اور جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں کسی اور کا نام لے کر مثلاً حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے کر ذبح نہیں کرتے ہیں، تو اس میں شرعاً گنجائش ہے۔[2]

تنبیہ: آج کل کثرت تو ایسے لوگوں کی ہے، جو صرف قومی حیثیت سے یہودی ہیں نہ وہ تورات کو خدا کی کتاب تسلیم کرتے ہیں، نہ پیغمبر پر ایمان رکھتے نہ مذہب کے قائل ہیں، نہ خدا

---

[1] چونکہ مشینوں کے ذریعہ ذبح کرنے کے مختلف ملکوں اور مختلف شہروں میں مختلف طریقے رائج ہیں، اسلئے قاعدہ کلیہ کے طور پر اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشینی ذبیحہ میں اگر اسلامی ذبیحہ کے ارکان وشرائط پورے ہوجاتے ہوں، مثلاً تیز دھار چھری کے بٹن کو دبانے والا مسلمان ذبح کرنے کی نیت سے ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتا ہو اور چاروں رگیں حلقوم مری اور ودجین کٹ جاتی ہوں وغیرہ تو اس صورت میں ذبیحہ حلال ہوگا، ورنہ حرام ہوگا ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ ص ۴۱۵/ج ۲/ اسلامی ذبیحہ، مشینی ذبیحہ، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند، منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۳۶۹/ج ۱/ کتاب الحظر والاباحۃ، کیا مشینی ذبیحہ حلال ہے، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، نظام الفتاویٰ، ص ۳۴/ج ۱/ ذبیحہ مشینی کا حکم، نظام الفتاوی ص ۲۴۰/ج ۱/ مشینی ذبیحہ کا حکم، مطبوعہ اصلاحی کتب خانہ دیوبند۔

[2] وحل ذبیحۃ مسلم وکتابی ویشترط ان لایذکر فیہ غیر اللّٰہ تعالیٰ حتی لو ذکر الکتابی المسیح اوعزیراً لایحل البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۶۸/۸، کتاب الذبائح، عنایۃ علی فتح القدیر ص ۴۸۷/ ج ۹/ کتاب الذبائح، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۲۷، ۴۲۸/ ج ۹/ کتاب الذبائح،

کو مانتے ہیں، بلکہ دہریئے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

ذبیحۂ یہود

سوال:- یہودیوں کے مذبوح بچھڑے کی رینٹ سے بنی ہوئی پنیر مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اور کسی کتاب سماوی کے تسلیم کرنے کی مقر و مدعی ہو اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے جبکہ وہ ذبیحہ کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے[1]، اگر ذبیحۂ مسلم میسر آجائے تو وہ بحر حال مقدم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

---

[1] جواهر الفقة ص ۳۹۴، ۳۹۵/ ج ۲/ اسلامی ذبیحه، صرف نام کے یہودی، نصرانی بحقیقت دھریئے اس میں داخل نہیں۔ مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند۔

[1] وشرط كون الذابح مسلماً الىٰ قوله او كتابياً ذميا وحربياً الااذسمع منه عندالذبح ذكر المسيح وقال الشامي (تحت ذبيحة غير كتابي)والكتابي من يؤمن بنبي ويقر بكتاب،درمختار علىٰ الشا مى ص۴۲۸/ ج ۹، مطبع زكرياديوبند، كتاب الذبائح، سكب الانهرمع مجمع الانهر ص۱۵۴/ ج۴/ كتاب الذبائح، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،تبيين الحقائق ص۲۸۷/ ج۵/ كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] والاولىٰ ان لايأكل ذبيحتهم ولايتزوج منهم الا للضرورة شامى ص ۴۳۰/ ج۹، مطبع زكريا ديوبند، كتاب الذبائح، فتح القدير ص ۲۲۹/ ج۳/ كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، مطبوعه دارالفكر بيروت، مجمع الانهر ص ۴۸۲/ ج ۱/ كتاب النكاح، باب المحرمات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

ذبیحۂ یہود

سوال:-لندن میں انگریزی دوکانوں پر بغیر ذبح کئے ہوئے گوشت بکتا ہے، میں نے سنا ہے کہ امریکہ اور خصوصاً شکاگو اور نیویارک میں یہودی اپنے طریقہ پر جانور ذبح کرتے ہیں، اور اسی قسم کے گوشت کو کوشہ میٹ کہتے ہیں، کیا یہ کوشہ میٹ مسلمان کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میرا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے براہِ کرم میرے لئے حکم صادر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر صورت یہ ہے کہ آپ خود مرغ وغیرہ ذبح کرکے پکوالیا کریں، اگر یہ صورت ممکن نہ ہو اور تحقیق ہوجائے، یہودی ذبح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام نہیں لیتے تو ان کا ذبیحہ بھی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۸۹ھ

اہل عرب کا ذبیحہ

سوال:-سعودی عرب میں کھانے پینے کی زیادہ تر اشیاء باہر ملک سے آتی ہیں، جس میں مثلاً گوشت مچھلی مرغا وغیرہ لہٰذا ہم گوشت اور مرغا وغیرہ سے مطمئن نہیں کہ نہ معلوم یہ حلال کیا ہوا ہوتا ہے یا اسی طرح کاٹ کر پیکنگ کردیتے ہیں، یہ بتائیے کہ یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] انما توکل ذبیحة الکتابی اذالم یشهدذبحه ولم یسمع منه شی اوشهدوسمع منه تسمیة اللّٰه تعالیٰ وحده،(عالمگیری ص ۲۸۵/ج۵/کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۴/ج۴/کتاب الذبائح،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۸/ج۸/کتاب الذبائح،

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ مطمئن نہیں تو آپ نہ کھائیں[1]، کون آپ کو مجبور کرتا ہے جو لوگ مطمئن ہیں کہ یہ شرعی ذبیحہ ہے وہ کھاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۱ھ

اہل کتاب کا ذبیحہ

سوال:- اہل کتاب کے ذبیحہ کا کھانا مسلمان کے لئے مغرب ممالک میں جائز ہے بعض اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اس لئے کہ یہ اپنے ادیان صحیحہ پر نہیں ہیں، لیکن یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ادیان صحیح پر نہیں تھے، اور اسی وقت اس کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا گیا تھا، بعض اس لئے ناجائز کہتے ہیں کہ ان کے ذبح کرنے کا طریقہ وہ نہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، لیکن قرآن میں اس کی کوئی تصریح نہیں کرتے ہیں، بعض اس لئے جائز سمجھتے ہیں کہ آجکل یہ لوگ اس طرح ذبح کرتے ہیں کہ اس سے خون نہیں بہنے دیتے ہیں، اس لئے یہ مخنوقہ یا موقوذہ ہے نہ کہ ذبیحہ۔

یورپ اور امریکہ میں بے شمار مسلمان ایسے ہیں جو گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، ناجائز سمجھ کر یا احتیاط کے طور پر لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ان علماء کے فتوؤں پر عمل کر کے کھاتے ہیں، جو اسے حلال سمجھتے ہیں، اور اس کو رخصت کا درجہ دیتے ہیں، بعض وہ ہیں جو یہود کا ذبح کیا ہوا گوشت کھاتے ہیں، اس لئے کہ وہ اب تک اپنے پرانے طریقے پر ذبح کر رہے ہیں، لیکن ان کا گوشت ویسے بھی مہنگا ہوتا ہے، اور کبھی تو ایسے قصائی ہوتے ہیں

---

[1] عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ دَعْ مَايُرِيبُكَ اِلىٰ مَايُرِيبُكَ الحديث، مشكوٰة شريف ص ۲۴۲/ باب الكسب وطلب الحلال، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسند احمد ص ۲۰۰/ ج ۱/ حديث الحسن بن علي رضي الله عنهما، مطبوعه دارالفكر بيروت، نسائي شريف ص ۲۸۵/ ج ۲/ كتاب الاشربة، الحث على ترك الشبهات، مطبوعه فيصل ديوبند.

کہ جب وہ جان لیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے تو اسے اور مہنگا دیتے ہیں، یہ خلاصہ ہے اس استفتاء کا جو جنیوا، وسوئزرلینڈ کے اسلامک سینٹر سے شائع ہونے والے رسالے ''اسلون'' میں عربی میں چھپا ہے جلد نمبر ۸/ عدد ۹/۱۰/ جلد وعدد ۱/تا ۳/ میں اس کے جواب میں کئی حضرات نے تفصیلات لکھی ہیں، ان کا ملخص، درج ذیل ہے۔

(۱) ''الاستاذ الشیخ عبداللہ القلیل مفتی الاردن'' انہوں نے جائز قرار دیا ہے، دلائل یہ ہیں، اہل کتاب سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو ادیان صحیح پر تھے، اس لئے کہ نزول آیت '' وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَاب حِلٌّ لَّکُمْ'' کے وقت کوئی بھی اہل کتاب میں سے اپنے دین صحیح پر نہیں تھا، تو پھر یہ آیت کیوں نازل ہوئی، اور اگر مراد لیا جائے کہ وہ جو دین صحیح پر ہوں تو وہ مسلمان ہو جائیں گے، اس لئے کہ اس کا دین صحیح تو یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں، اور اسی آیت میں ''وَالْمُحْصنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ '' ہے اور اس کے متعلق علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہے، اب اس طرح چوں کہ آیت میں طعام مطلق ہے اس لئے خاص قسم کے ذبح کی قید لگانی بھی درست نہیں، اس لئے جو بھی ان کا طعام ہے وہ جائز ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو علم تھا کہ ایک زمانہ میں ان کے ذبح کا طریقہ بدل جائے گا، اگر خاص ذبح مراد ہوتا تو اس کی تصریح ہوتی (خلاصہ اسلون سوم صفر، ۱۳۸۴ھ جولائی ص۹۶۲/تا ۹۶۷/۔

(۲)''الشیخ ابی بکر محمو غمو قاضی القضاۃ نائیجریا'' جائز قرار دیتے ہیں دلائل۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے چند چیزیں حرام قرار دیں ''حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃ (الٰی قولہ) فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ''''اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ، وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ '' پہلی آیت کی رو سے چند اقسام کا گوشت ہم پر حرام کیا گیا اس کی حرمت کو نظر انداز کرنا بلا ضرورت جائز نہیں ہے۔

دوسری آیت میں ہمارے لئے طیبات کو حلال قرار دیا گیا ہے اور اس پر ''وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ'' حکم کو عطف کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کا طعام یوں تو طیبات میں سے نہیں لیکن آسانی پیدا کرنے کے لئے اسے ہمارے لئے حلال قرار دیا گیا، اس لئے ضروری نہیں ہے کہ توہمات کی وجہ سے ہم اس کی تحقیق وتفتیش کریں، اور اللہ کی دی ہوئی آسانی میں اپنے لئے مشکلات پیدا کریں۔

(۲) یہ قرآن کے معجزات میں سے ہے کہ اس نے مسلمانوں کے آئندہ مشکلات کو سامنے رکھا ہے، اس وجہ سے جہاں کفار سے ہمیں متنبہ کیا ہے وہاں ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات اور ان کے طعام کو ہمارے لئے جائز قرار دیا گیا ہے، مسلمان مجبور ہوں گے، اس لئے طعام کو دونوں جانب سے حلال قرار دیا گیا ہے، ''وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ''، لیکن عورتوں کا سفر کرنا ضروری نہیں تھا، اس لئے کہ نکاح کو کافر شوہر کے ساتھ ناجائز قرار دیا ہے، آخر میں وہ کہتے ہیں ''وفی الجملة فقدظهر مماتقدم ان طعام اهل الكتاب احل للمسلمين للضرورة التی منهم فی عدم تناوله توسيعا ورحمة بهم من الله الكريم لانه من الطيبات ولالانه يوافق الذكاة الشرعية فی الاسلام حجة الخ''۔

(۳) الاستاذ الشيخ محمد جواد العقيلی رئيس المجلس العلمی وعميد كلية الشرعية بجامعة القروبی'' ان کی ابتداء یہ ہے کہ ''اكل المسلم كان فی ديار الغرب اوغيرها ذبائح اهل الكتاب الموجودين الآن يهوداكانوا اونصاریٰ هوحلال طيب (دلائل وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم روی ابن جرير وابن المنذر وابن ابی الحاكم والنجاس والبيهقی فی سننهٖ عن ابن عباسؓ فی قوله وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم قال طعامهم ذبائحهم واكل النبی من الشاة المسمومة التی احلتها اليهودية'' آخر میں وہ لکھتے ہیں ''نعم مااكلوه علی غير وجه الذكوٰة كالمنخنق فانه لايحل للمسلمين اكله اذهوميتة المسلمين'' اور بھی کئی علماء سے دریافت کیا ہے اور یہ

سلسلہ ابھی جاری رہے گا، میں آپ کے فتویٰ کی نقل بھی عربی میں ان کو ان شاء اللہ اور اگر آپ نے اس کا جواب عربی میں ہی دیدیا تو اس کی نقل بلکہ اس کی فوٹو کاپی ان کو بھیج دوں گا جو ان مسلمانوں کی رہنمائی کردے گا، جو امام ابوحنیفہؒ کے پیرو ہیں، یہاں ان ممالک میں جانور ذبح کرتے ہیں عیسائی اکثر بجلی کی مشینوں سے بھی گردن کاٹ لیتے ہیں، کبھی سر پر ٹوکا مار کر قتل کر دیتے ہیں، ہر صورت میں خون بہانے کو وہ شرط قرار نہیں دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(سئل) فی ذبیحة الذ می الکتابی هل تحل مطلقاً ام لا (الجواب) تحل ذبیحة الکتابی لان من شرطها کون الذابح صاحب ملة التوحید حقیقة کالمسلم اودعویٰ کالکتابی ولانه مومن بکتاب من کتب اللّٰه تعالیٰ وتحل منا کحته فصار کالمسلم فی ذٰلک ولافرق فی الکتابی بین ان یکون ذمیا یهودیا اونصرانیاحربیا اوعربیا ً اوتغلبیاً لاطلاق قوله تعالیٰ وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم والمرادبطعامهم مذکاهم،قال البخاری فی صحیحه قال ابن عباس طعامهم ذکاتهم ولان مطلق الطعام غیرالمذکی یحل ای کافر کان بالاجماع فوجب تخصیصه بالمذکی وهذااذالم یسمع من اهل الکتاب انه سمی غیر اللّٰه تعالیٰ کالمسیح والعزیر وامالوسمع فلاتحل ذبیحته لقوله تعالیٰ وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وهو کالمسلم فی ذٰلک وهل یشترط فی الیهود ان یکون اسرائیلیا وفی النصرانی ان لایعتقد ان المسیح الٰه مقتضی اطلاق الهدایه وغیرها عدم الاشتراط وبه افتی الجد" "فی الاسرائیلی وشرط فی المستصفی لحل مناکحتهم عدم اعتقادالنصرانی ذٰلک وکذٰلک فی المبسوط فانه قال ویجب ان لایأکلوا ذبائح اهل الکتاب ان اعتقد وا ان المسیح اله وان عزیر اله ولاتزوجوا نساء هم لکن فی مبسوط شمس الائمة وتحل ذبیحة النصرانی مطلقاً سواء قال ثالث ثلاثة او لا ومقتضی الدلائل الجواز، کما ذکرهٗ التمرتاشی فی فتاواه والاولیٰ ان لایاکل

ذبیحتهم ولا یتزوج منهم الا لضرورة کماحققه الکمال ابن الهمام" "والحمد للّٰه علیٰ دین الاسلام والصلوٰة والسلام علیٰ محمد سیدالانام اھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیةص ۲۳۸/ج۲[1] وایضاً صرح بحل ذبیحة اهل الکتاب فقیه الحنفیة ابو بکر ابن مسعود الکاسانی فی بدائع الصنائع[2] ص ۴۳/ج۵/ومن اللازم ان یذبح بانهارالدم بحیث تقطع عروق الذبح وهو المری والحلقوم والودجان واما اذمات الحیوان قبل قطع العروق فلا سبیل الی حله"[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تنقیح الفتاوی الحامدیة ص۲۳۸/ج۲/کتاب الذبائح، شامی زکریا ج۹/ص ۴۳۰/کتاب الذبائح، اعلاء السنن ص۸۷، ۹۱/ج۱۷/ کتاب الذبائح، باب ذبیحة اهل الکتاب،مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[2] واما شرائط رکن فانواع منها ان یکون مسلمااوکتابیا وتوکل ذبیحة اهل الکتاب لقوله تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم والمرادمنه ذبائحهم اذلولم یکن المراد ذلک لم یکن للتخصیص باهل الکتاب معنی الخ بدائع الصنائع کراچی ص۴۵/ج۵/کتاب الذبائح والصید، فصل واما بیان شرط حل الاکل فی الحیوان،فتح القدیر ص۴۸۷/ج۹/کتاب الذبائح،مطبوعه دارالفکربیروت.

[3] وان ضربها من القفا فان مات قبل القطع بان ضرب علی التأنی والتوقف لاتؤکل لانها ماتت قبل الذکاة فکانت میتة وان قطع العروق قبل موته تؤکل (بدائع ج۴/ص۱۵۸/کتاب الذبائح، بیان شرط حل أکل الماکول، زکریا دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۱۷۰/ج۸/کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص۱۵۷/ج۴/کتاب الذبائح،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

ترجمہ جواب: کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اس لئے کہ ذبیحہ کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے ذبح کرنے والا یا تو حقیقۃً ملت توحید والا ہو، جیسے کہ مسلمان یا دعویٰ کے اعتبار سے ملت توحید والا ہو جیسے کہ کتابی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی کتابوں میں سے کسی پر ایمان رکھتا ہے، اوراس کے ساتھ نکاح کرنا بھی حلال ہے، اوراس کا حکم ذبح کے مسئلہ میں مسلمان کی طرح ہوگا، اب کتابی عام ہے خواہ وہ ذمی ہو یہودی ہو، یا نصرانی، حربی ہو، یا عربی، یا تغلبی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول" وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ" یہ مطلق ہے، اورآیت میں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اہل کتاب کا ذبیحہ

سوال:- امریکہ میں حلال گوشت نہیں ملتا بلکہ مشین کے ذریعہ کاٹا جاتا ہے، اور تیار کیا جاتا ہے، میرا گزارہ پھل وغیرہ پر ہے، کافی احتیاط کرتا ہوں، بلکہ بھوکا رہ جاتا ہوں، امریکہ میں یہود کافی تعداد میں آباد ہیں، یہ لوگ سور بھی نہیں کھاتے، ان کے نزدیک ذبح کا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) اہل کتاب کے طعام سے مراد ذبیحہ ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کے طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے، اس وجہ سے بھی کہ مطلق غیر ذبیحہ کھانا بالاجماع حلال ہے، خواہ وہ کسی بھی کافر کا ہو تو آیت کے اندر اہل کتاب کے طعام کو ذبیح کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہوا لیکن واضح رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے کہ جب اہل کتاب کے بارے میں یہ بات نہ سنی گئی ہو، کہ وہ ذبیحہ پر غیر اللہ مثلاً مسیح اور عزیر کا نام لیتے ہوں، اور اگر یہ بات اہل کتاب کے بارے میں سنی گئی کہ وہ ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیتے ہیں، تو پھر ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا "وما اھل بغیر اللّٰہ بہ" اس صورت میں وہ مسلمان کی طرح ہو جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہودی کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسرائیلی ہو، اور نصرانی کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ عیسیٰ، مسیح اللہ ہیں، تو جواب یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہودی اسرائیلی ہو، اور نصرانی اس بات کا اعتقاد نہ رکھے کہ عیسیٰ مسیح اللہ ہیں، اس پر فتویٰ ہے۔

نصرانیوں سے نکاح کے حلال ہونے کیلئے مستصفی میں یہ شرط ہے کہ نصرانی اس بات کا اعتقاد نہ رکھے کہ عیسیٰ مسیح اللہ ہیں، مبسوط میں بھی اسی طرح منقول ہے، چنانچہ صاحب مبسوط نے فرمایا کہ یہ بات ضروری ہے کہ اگر نصرانی اس بات کا اعتقاد رکھیں کہ مسیح اللہ ہیں اور عزیر اللہ ہیں، نہ تو اہل کتاب کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی عورتوں سے شادی کریں، لیکن مبسوط شمس الائمہ میں ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلق حلال ہے، خواہ وہ یہ کہے کہ عیسیٰ تین خدا میں کے تیسرے ہیں یا نہ کہے، اور دلائل کا تقاضہ بھی ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہو جیسا کہ تمرتاشی نے اپنے فتاویٰ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ نہ کھائے، اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے ہاں ضرورت کے وقت میں ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے، علامہ کمال ابن الہمام نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے، اور ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ذبح کرنے میں خون بہہ جائے، جس کی شکل یہ ہے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، اور وہ ہیں مری، حلقوم، ودجین، اور اگر جانور رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر گیا تو اسکے حلال ہونے کا کوئی راستہ نہیں۔

طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق کچھ پڑھ کر مشین کے اندر دیدیتے ہیں، اور مشین جانور کو ذبح کرتی ہے، اس حالت میں یہ ذبیحہ کھا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی مجبوری کی حالت میں آپ کے لئے وہاں گنجائش ہے کہ اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) کا ذبیحہ استعمال کرلیں بشرطیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں، اور یہ ثابت ہو کہ مشین کو حرکت دینے سے ذبح کی رگیں دھاردار آلہ سے کٹ جاتی ہے تب جان نکلتی ہے، نیز مشین کو حرکت دیتے وقت وہ اللہ کا نام لیتے ہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱/۹۳ھ

عرب ممالک میں ڈبوں کا گوشت

سوال:- خلیج کے عرب ملکوں میں یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں سے بکسوں اور ڈبوں میں بند ثلاجوں میں فریز کیا ہوا گوشت اور مرغیاں ملتی ہیں، جس کے بکسوں پر مذبوح علیٰ الطریقۃ الاسلامیۃ لکھا ہوا ہوتا ہے، کیا یہ مرغیاں اور گوشت کا کھانا شرعی طور پر جائز ہے؟ یاد رہے کہ یہ چیزیں کفار اور نصاریٰ کے ملکوں سے آتی ہیں، اور کسی مسلمان فارم کی ہے یا غیر مسلموں کے فارم کی ہے یہ کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا، پہلے پرہیز کرتا رہا، مگر اب کھانا کمپنی کی طرف سے ملتا ہے، اس لئے مجبوراً کھاتا ہوں مگر دل نہیں مانتا؟

---

[1] ذبیحة المسلم والکتابی حلال اذکان یعقل التسمیة والذبیحة ویضبط واما اذاکان لایضبط ولایعقل التسمیة فالذبیحة لاتحل لان التسمیة علی الذبیحة شرط بالنص هدایه ص ۴/۴۳۴، وانما تحل ذبیحته اذا لم یذکروقت الذبح اسم عزیروالمسیح عنایة علی فتح القدیر ص ۴۸۷، ج ۹، کتاب الذبائح، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۸/۸/ کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۵۴/ ج ۴/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اس سے پرہیز کرتے رہیں تو اعلیٰ بات ہے اس لئے کہ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں یہ چیز پہنچتی ہے جن کی خبر دیانات میں قبول نہیں[1]، مگر بلا تحقیق کے حرام کہنا بھی دشوار ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] ولایقبل قول الکافر فی الدیانات الخ عالمگیری ص ۳۰۸/ ج۵/ مطبع کوئٹہ، کتاب الکراھیة، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۸۶/ ج۸/ کتاب الکراھیة، فصل فی الاکل والشرب، تبیین الحقائق ص ۱۲/ ج۶/ کتاب الکراھیة، فصل فی الاکل والشرب، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

باب چہارم: ذبح صحیح اور غیر صحیح

مرنے کے بعد چھری پھیرنے سے مرغ حلال نہیں ہوتا

سوال:- موضع شہرواسہ میں ایک شخص (مسلمان) کے یہاں مرغیاں پلی ہیں، ابھی چند دن ہوئے ایک کتے نے اس شخص کے ایک مرغ کو پکڑ لیا، اس شخص نے بڑی جدوجہد کے بعد مرغے کو مردہ حالت میں چھڑایا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مرغا مر چکا تھا، مگر شخص مذکور نے مردہ مرغ پر چھری پھیر دی، اور کہتا رہا کہ مرغا پھڑک رہا تھا، مگر لوگوں نے اس کو مردہ قرار دیا، تو مان گیا، ساتھ ہی اُسے مرغا کھانے کو منع بھی کیا گیا، اس شخص نے مرغا پکوا کر کھالیا، از روئے شریعت ارشاد فرمائیں کہ مسلمانان موضع ایسے شخص کو کیا سزا دے سکتے ہیں، یا اس کے خلاف کیا عمل کیا جائے، جس سے دوسرے مسلمان بھی عبرت حاصل کریں، اور حرام غذا سے گریز کریں، شخص مذکور نے جان بوجھ کر مردہ مرغا کھایا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مرغ مر چکا ہو، جان نکل گئی ہو، اس پر چھری پھیرنے سے وہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ وہ مردار ہی رہے گا، اس کا کھانا بالکل حرام ہے، جس نے اس کو کھایا اس نے قرآن کریم کے خلاف کیا[1] جس سے وہ سخت گنہگار ہوا، اس کو اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ واستغفار لازم ہے[2]، اور وہ

---

[1] حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ الاية سورة المائده آيت نمبر ۳.

ترجمہ: تم پر حرام کئے گئے ہیں، مردار اور خون الخ (از بیان القرآن)

[2] وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءً اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْراً رَحِيْماً. سورہ نساء آیت ۱۱۰.

ترجمہ: اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔ (از بیان القرآن)

مردار کھانے کا عادی ہو تو مسلمانوں کو اس سے اور اس کے گھر کا کھانا کھانے سے پورا پرہیز لازم ہے[1]، کیا بعید ہے کہ وہ حرام چیز دوسروں کو بھی کھلا دے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۱ھ

جس جانور کے دو ٹکڑے ہو جائیں اس کا ذبح کرنا

سوال:- اگر کوئی جانور ریل میں کٹ جائے یا مثلاً کوئی دھار دار چیز پھینک کر مارنے میں مرغ کی گردن کٹ جائے، یا ہرن کٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے، اور دونوں ٹکڑے تڑپتے ہوں، تو یہ ذبح ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر ذبح ہو تو کس طریق پر اور دونوں حصے حلال ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی جانور کے ریل سے دو ٹکڑے ہو جائیں تو سر والے ٹکڑے کو گردن پر طریق معروفہ سے ذبح کر لیا جاوے وہ حلال ہوگا، اور دوسرا حصہ حرام ہوا[2]، اگر دھار دار چیز کے ذریعہ سے مرغ ہرن وغیرہ کی ذبح کی گئی رگیں کٹیں اور ساتھ میں گردن بھی تمام کٹ گئی اس کا کھانا درست ہے، اگرچہ اس طرح کاٹنا مکروہ ہے، "ومن بلغ بالسکین النخاع اوقطع الرأس

---

[1] هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الاان يقلع اوتظهرتوبته المفهم شرح مسلم ص ۹۸/ج۷/كتاب الرقاق، باب يهجرمن ظهرت معصيته،مرقاة شرح مشكوة ص۷۱۶/ج۴/باب ماينهى عنه من التهاجر،الفصل الاول،مطبوعه بمبئى،طيبى شرح مشكوة ص۲۴۳/ج۹/باب ايضا،مطبوعه زكرياديوبند.

[2] لوانتزع الذئب رأس الشاة وهى حية تحل بالذبح بين اللبةواللحيين قطع الذئب من الية الشاة قطعة لايؤكل المبان عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۱/ج۵/كتاب الذبائح،الباب الثالث فى المتفرقات،شامى زكرياص۴۴۷/ج۹/كتاب الذبائح،بزازية على الهندية كوئٹه ص۳۰۸/ج۶/كتاب الذبائح،الثانى فى التسمية.

کرہ لہٗ ذٰلک وتوکل ذبیحتہ ھدایہ[1] ص ۴۳۶/ج ۴/۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شیر کی زخمی کی ہوئی بکری کو ذبح کر کے کھانا

سوال:-شیر کی زخمی کی ہوئی بھیڑ بکری ذبح کرنے کے بعد کھانی جائز ہے یا نہیں، کیونکہ شرح انواع میں لکھا ہے کہ چالیس دن کے اندر اگر زخمی شدہ جانور ذبح کر دیا وہ کھانا جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شیر کی زخمی کی ہوئی زندہ بھیڑ بکری کو ذبح کر کے کھانا شرعاً جائز ہے چالیس دن کے متعلق شرعاً کوئی پابندی نہیں[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

کتے نے مرغی کو پکڑ لیا اس کو ذبح کر کے کھانا

سوال:-ایک کتے نے مرغی کو پکڑ لیا اس کے دانت کے نشانات بھی ظاہر ہیں، اور اس جگہ سے خون بھی نکل آیا ہے، تو اس مرغی کو ذبح کر کے کھانا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ھدایہ ص ۴/۴۳۸، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، کتاب الذبائح. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۴۲۷، کتاب الذبائح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸/۱۷۰، کتاب الذبائح،

[2] والمعتبر فی المتردیة واخواتها کنطیحة وموقوذة وماأکل السبع والمریضة مطلق الحیاة وان قلت وعلیه الفتوی ای فتحل بالذکاة(درمختار مع الشامی کراچی ج ۶/ص ۴۷۰/کتاب الصید، مجمع الانهر ص ۲۶۶/ج ۴/کتاب الصید، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه علی فتح القدیر ص ۱۲۲/ج ۱۰/کتاب الصید، فصل فی الجوارح، مطبوعه دارالفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[1] "هذا ظاهر لاخفاء فيه". فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جس بکرے پر بجلی گر جائے اس کو ذبح کر کے کھانا

سوال:- اگر بیل یا بکرے پر آسمانی بجلی گر جائے تو اس کو جلدی ذبح کر دینے سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں حیات باقی تھی اور اسی حالت میں ذبح کر لیا تو اس کا کھانا شرعاً درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۹/۱۱/۶۰ھ

---

[1] ان سبعا لو اخذقطعة من لحم البهيمة فاكلها فذكاها صاحبها ان ذالک جائز مباح الاكل الخ احكام القرآن للجصاص ص ۳۰۵/ج ۲/سورۂ مائده تحت قوله تعالیٰ حرمت عليكم الميتة والدم الآية۳/ مطبوعه دارالكتاب العربی بيروت، تفسير مظهری ص ۲۱/ج ۳/ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح البيان ص ۳۴۱/ ج ۲/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] ذبح شاة مريضة فتحركت اوخرج الدم حلت والالاان لم تدرحياته عند الذبح وان علم حياته حلت مطلقاً ولم يخرج الدم وهذايتاتی فی منخنقة ومتردية ونطيحة الخ درمختار علی الشامی زكريا ص ۴۴۷/ ج ۹/ كتاب الذبائح، زيلعی ص ۲۹۷/ ج ۵/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

دیوار کے نیچے دب کر مرنے والی بکری کا ذبح

سوال:- اگر بکری پر دیوار گر گئی بدن دب گیا صرف پیر نظر آرہے ہیں، اگر اینٹ وغیرہ اٹھائی جائے، تو بکری کے مرجانے کا اندیشہ ہے اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ بکری ابھی زندہ ہے تو بسم اللہ پڑھ کر بھالا مار کر اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے، اگر اس کی موت کنویں میں ڈوب کر یا دیوار کے نیچے دب کر واقع ہو تو اس کے پیر پر مارنے سے وہ حلال نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بندوق سے چڑیا کی گردن اُڑ گئی اس کو ذبح کیا گیا

سوال:- چڑیا کو گولی کی ضرب ایسی پڑ گی کہ گردن ہی اڑ گئی، سر کا نام ونشان نہیں رہا، گردن کے حصہ میں ذبح کیا، اس سے کچھ خون برآمد ہوا، شرعاً یہ ذبح درست ہوا یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل، مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحر الرائق ص ۱۷۳/ج۸/کتاب الذبائح، فصل فیمایحل ومالایحل، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

[1] المتردیة والمنخنقة والموقوذة والشاة المریضة والنطیحة ومشقوقة البطن اذاذبحت ینظران کان فیها حیاة مستقرة حلت بالذبح بالاجماع (عالمگیری ص ۲۸۶/ج۵، کتاب الذبائح، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۸/ج۱۰/ کتاب الصید، تبیین الحقائق ص ۵۳/ج۶/ کتاب الصید، مطبوعہ امدادیہ ملتان، النطیحة والمتردیة وجده میتامن ساعته یحل لعدم شرطه، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۴/ج۸/کتاب الصید،

الجواب حامداً ومصلیاً

گردن کا اتنا حصہ باقی تھا جس میں رگیں ہوتی ہیں، اور پھر ذبح کر دیا گیا تو درست ہو گیا اگر چہ سر باقی نہیں رہا تھا، اگر یہ رگیں باقی نہیں رہی تھیں، یعنی گردن کا اتنا حصہ بھی نہیں رہا تھا جس میں یہ رگیں ہوتی ہیں تو ذبح درست نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دجاجہ مخلاۃ کو فوراً ذبح کر کے کھانا

سوال:- وہ مرغیاں جو کھلی ہوئی ادھر اُدھر پھرتی ہیں، اس کو پکڑ کر فوراً ذبح کر کے کھانا کیسا ہے؟ یعنی مکروہ ہے، یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تحریمی ہے اور اس کے دفعیہ کیلئے تین روز باندھنا چاہئے کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مرغی اس قدر غلاظت کھاتی ہو کہ اس میں بدبو پیدا ہو گئی ہے اس کو اتنی مدت تک محبوس رکھا جائے کہ بدبو ختم ہو جائے، اس سے پہلے یعنی فوراً پکڑ کر ذبح کر کے پکا لینا مکروہ تحریمی ہے، جو مرغی غلاظت نہیں کھاتی یا اتفاقیہ کبھی کھالے اس کو فوراً ذبح کر کے کھالینا درست ہے، اس کو محبوس رکھنا محض تنزیہاً ہے۔

"وفی التجنیس اذا کان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة ایام وقال

---

[1] شاة قطع الذئب اوداجها وهی حیة لاتذکی لفوات محل الذبح، ولوانتزع رأسها وهی حیة تحل بالذبح بین اللبة واللحیین الخ شامی ص۴۴۷/ج۹، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص۲۶۵/ج۴، کتاب الصید، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۳۰/ج۸/کتاب الصید.

السرخسی عدم التقدیر وتحبس حتی تزول الرائحة"

"وفی الملتقی المکروہ الجلالة التی اذاقربت وجد منها رائحة فلا تؤکل وفی مختصر المحیط ولاتکرہ الدجاجة المخلاة ان اکلت النجاسة اھ یعنی اذالم تنتن بها لما تقدم لانهاتخلط ولایتغیر لحمها وحبسها اياماً تنزیه اھ شامی مختصراً ص ۱۹۵ / ج۵ / کتاب الذبائح[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶ / ۱۱ / ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶ / ۱۱ / ۹۰ھ

کسی معزز مہمان کیلئے جانور ذبح کرنا

سوال:- اگر کسی مہمان کے قدوم پر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو وہ "مَااُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ" میں داخل ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب وصفحہ ونام مطبع تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مقصود کھلانا ہو تو درست ہے، اور اگر اعزاز وتعظیم مقصود ہو تو درست نہیں، "ذبح لقدوم الامیر اوغیرہ من العظماء لایحل لانه ذبح تعظیماً لهٗ لاللّٰه تعالیٰ بخلاف مااذا ذبح للضیف فانه للّٰه تعالیٰ اھ" (مجمع الانهر ص ۵۰۸ / ج ۲ /)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳ / ذی الحجہ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳ / ذی الحجہ ۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳ / ذی الحجہ ۶۰ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۶/۳۰۶، مطبوعہ زکریا ص ۹/۴۴۴، کتاب الذبائح، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۹، ۴۰ / ج۵ / کتاب الذبائح، قبیل فصل واما بیان شرط حل الاکل فی الحیوان، اعلاء السنن ص ۱۹۵، ۱۹۹ / ج ۱۷ / کتاب الذبائح، باب ماجاء فی الجلالة، مطبوعه امدادیه ملتان.

(حاشیہ نمبر ۲ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کارآمد جانور کو تجارت کے لئے ذبح کرنا

سوال:- کوئی بیل یا جھوٹا یا گائے (باربردار) ہل میں چلنے والا اور ٹھیلہ کھینچنے والا کارآمد جانور کو بہ نیت تجارت ذبح کرنا اور اس کا گوشت بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے کارآمد جانور کو ذبح کر کے محض اس کا گوشت، کھال فروخت کر کے پیسے کمانا مناسب نہیں، لیکن وہ پیسہ بھی حرام نہیں ہوگا، بالکل جائز ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۴ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] مجمع الانهر ص ۱۵۵/ج۴، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الذبائح، الدر المختار على الشامى زكرياص ۴۴۹/ج۹/كتاب الذبائح، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۸/ج۸/ كتاب الذبائح.

[1] حدیث شریف میں ایک ضیافت کے موقع پر آپ ﷺ نے دودھ والی بکری کو ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جانور کارآمد ہو اس کو ذبح نہ کیا جائے۔ البتہ اگر وہ جانور ذبح کر لیا اور اس کو فروخت بھی کر دیا تو چونکہ وہ حلال جانور کا گوشت ہے اور حلال جانور کے گوشت کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اس لئے اس کی آمدنی حلال اور جائز ہوگی۔

عن ابى هريرة قال خرج النبى ﷺ فى ساعة لايخرج فيهاو لايلقاه فيهااحد، فانطلقوا الى منزل ابى الهيثم بن التيهان الانصارى وكان رجل كثير النخل والشاء فانطلق ابى الهيثم ليصنع لهم طعاما فقال النبى ﷺ لاتذبحن ذات درفذبح لهم عناقا اوجديا الحديث ترمذى شريف ص ۶۲/ج۲/ابواب الزهد، باب ماجاء فى معيشة اصحاب النبى ﷺ، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص۱۷۷/ج۲/كتاب الاشربة، باب جوازاستتباعه غيره الى دارمن يثق برضاه، مطبوعه رشيديه دهلى، ابن ماجه ۲۲۹/ابواب الذبائح، باب النهى عن ذبح ذوات الدر، مطبوعه اشرفى ديوبند.

کافر کے یا سرکاری سانڈ کو ذبح کر کے کھانا

سوال:- زید اس سانڈ کو ذبح کر کے کھالیتا ہے، جس کو کسی کافر نے چھوڑا ہے، یا سرکاری طور پر چھوڑا گیا ہے، کیا شرعاً اس کو چوری چھپے ذبح کر کے کھانا جائز ہے؟ واضح رہے کہ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے، کہ کافر اکثر بیشتر اپنے کسی بڑے آدمی یا بت وغیرہ کے نام پر سانڈ وغیرہ چھوڑتا ہے، اس صورت میں سانڈ "ماأُهل بہٖ لغیر اللّٰہ" کے تحت داخل ہوگا یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو پھر اس سے مسلمانوں کو اپنے جانوروں کو جفتی کرانا شرعاً کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ سرکاری مال میں تو سب کا حق ہے، اس لئے سرکاری سانڈ کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ مزعومہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے سانڈ کو ذبح کر کے چوری چھپے سے بھی کھالینا جائز نہیں، یہ تصرف فی ملک الغیر ہے[1] اگر وہ غیر اللہ کے نام کا ہے تو "مَااُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ"[2] میں بھی داخل ہے، وہ کسی مسلمان کی گائے سے جفتی کرے تو اس جفتی کو یا اس سے پیدا ہونے والے بچے کو ناجائز نہیں کہا جائے گا[3]

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیر ہ بلااذنه الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۲۹۱/ج۹/ مطبوعه کراچی ص ۶/۲۰۰، کتاب الغصب مطلب فیما یجوزمن التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷/الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعدالفقه ص۱۱۰/الرسالة الثالثة القواعدالفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] سورة المائدة الایة: ۳/ **(ترجمه)** (تم پر حرام کئے گئے ہیں) اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا۔ (از بیان القرآن)

[3] مستفاد منه: فلو کانت امه حلالالکان هو حلالاایضالان حکم الولدحکم امه لانه منها وهو کبعضها الاتری ان حماروحش لونزا علی حمارة اهلیة فولدت لم یوکل ولدهاولو نزا حماراهلی علی حمارة وحشیةوولدت یوکل ولدها لیعلم ان حکم الاول حکم امه فی الحل والحرمة دون الفحل ،بدائع کراچی ص۳۸/ج۵/کتاب الذبائح، والصیود، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۶/۳۰۴، کتاب الذبائح، شلبی مع التبیین ص۲۹۵/ج۵/ کتاب الذبائح، فصل فیمایحل اکله،مطبوعه امدادیه ملتان،

سرکار نے اپنے مال کو کھانے کی سب کو اجازت نہیں دی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گابھن بھیڑ کو ذبح کر کے فروخت کرنا اور اس کے بچہ کا حکم

سوال:- بھیڑ گابھن ہے اس کو ذبح کیا جاتا ہے، بچہ کبھی مر بھی جاتا ہے، کبھی زندہ رہتا ہے، آیا اس بھیڑ کا ذبیحہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور یہ روزانہ دوکانداری کا معمول ہے، اور بھیڑ کے بچہ ہونے میں ایک دو دن باقی رہتا ہے اس اندازہ سے ذبح کرتے ہیں ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے[1] اگرچہ ذبیحہ حلال ہوگا، جو بچہ مردہ نکلے اس کا کھانا درست نہیں ہے، جو بچہ زندہ نکلے اس کو ذبح کرلیا جائے، وہ حلال ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۴ھ

ذبح کے وقت علامات حیات

سوال:- (۱) کسی جانور کا شکار کرنے کے بعد علامات حیات (مثلاً آنکھوں کا پھڑکنا

---

[1] شاة اوبقرة اشرفت علیٰ الولادة قالوا یکره ذبحها لان فیه تضییع الولد الخ عالمگیری ص۲۸۷/ج۵/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح، الباب الاوّل، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۱/ج۸/ کتاب الذبائح، شامی زکریا ص ۴۴۱/ج۹/ کتاب الذبائح، شلبی علی التبیین ص۲۹۳/ج۵/ کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ان الجنین وهو الولد فی البطن ان ذکی علی حدة حل والا لاولا یتبع امه فی تذکیتها لوخرج میتاً، شامی ص ۴۴۱/ج۹، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الذبائح، مجمع الانهر ص ۱۶۰/ ج ۱/ کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شلبی علی تبیین الحقائق ص۲۹۳/ ج۵/ کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

یا سانس چلنا یا جسم کا کوئی حصہ حرکت کرنا) کی حالت میں ذبح کیا گیا لیکن خون نہیں نکلا، لہٰذا یہ جانور حلال ہے، کیونکہ بعض امراض ایسے ہیں جن میں خون پانی ہو جاتا ہے، یا خشک ہو جاتا ہے، مثلاً صدمہ وغیرہ، اس لئے ایسی حالت میں تو حیات کے باوجود خون نہیں نکلے گا۔

(۲) دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ اثر بظاہر کوئی بھی علامت حیات موجود نہ ہو لیکن ذبح کرنے میں شہ رگ سے اگر اتنا خون نکلے کہ چھری تر ہو جائے تو حلال ہے ورنہ نہیں، بعض مذکورہ بالا علامات جسم کا پھڑکنا یا آنکھیں پھڑکنے کے باوجود خون نکلنا شرط ہے، کیونکہ بعض امراض ایسے ہیں، کہ جن کی وجہ سے جسم اور آنکھیں پھڑکنے لگتی ہیں، حالانکہ روح پرواز ہو چکی ہوتی ہے، اور روح کی موجودگی میں شہ رگ کے اندر اتنا خون رہتا ہے، کہ جس سے چھری تر ہو جائے، اگر اتنا بھی خون نہیں ہے، کہ جس سے کم از کم چھری تر ہو جائے تو یہ اس کے مردہ ہونے کی علامت ہے، جیسا کہ سکتہ میں ہوتا ہے، کہ بظاہر کوئی علامت موجود نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/ جس جانور کی حیات کا علم نہ ہو اور وہ ذبح کرنے سے متحرک ہو یا اس سے خون نکلے تو حلال ہے "ولو ذبح شاة لم تعلم حياتها تحركت او خرجت منها دم حلت لانه دليل الحياة والا فلا تحل اھ الدر المنتقیٰ ص ۵۱۵/ ج ۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۱۴۰۶ھ

بیمار گائے ذبح کی اور خون بہت آہستہ آہستہ نکلا حرکت کچھ نہیں کی

سوال: -ایک گائے بیمار رہتی ہے، بمرض مرگی یا کوئی اور مرض ہمچو قسم گائے گر کر

---

[1] الدر المنتقیٰ علی مجمع الانهر ص ۱۶۴/ ج ۴، مطبع دار الکتب العلمیة بیروت، کتاب الذبائح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۷۳/ ج ۸/ کتاب الذبائح، بدائع الصنائع کراچی ص ۵۲/ ج ۵/ کتاب الذبائح، فصل واما بیان شرط حل الاکل فی الحیوان.

مرنے لگی، ذبح کرنے والے نے اس کے سر کو ذبح کرنے کے لئے سیدھا کیا اس وقت گائے کے کان میں جنبش ہوئی آنکھ کھلی اور بند ہوئی اس کے علاوہ اور کوئی نشانی زندگی کی ظاہر نہ ہوئی گائے ذبح کردی گئی خون شرناٹے سے نہ نکلا آہستہ آہستہ پانی کی طرح بہتا رہا، زمین پر پانچ فٹ ایک انچ لمبائی اور ایک فٹ سات انچ چوڑائی تک خون گیا ذبح ہو چکنے کے بعد اور کوئی علامت زندگی کی ظاہر نہ ہوئی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ گائے حلال ہے یا حرام۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

"ولو ذبح شاة لم تعلم حياتها فتحركت او خرج منها الدم من غير تحرك حلت اكلها لان الحركة وخروج الدم لايكونان الامن الحي وذكر محمدبن مقاتل ان خرج الدم ولم يتحرك لايحل والا اى وان لم يتحرك اولم يخرج الدم فلا تحل ان لم تعلم حياته وقت الذبح وان علمت حياتها وقت الذبح حلت مطلقا اى على كل حال" مجمع الانهر ص ۵۱۵/ج ۲/[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر جانور کی وقت ذبح حیات متعین تھی تو بلاشبہ وہ جائز ہے، اگر اس کی حیات کا علم نہ تھا تب بھی چونکہ خون نکلا ہے، اس لئے وہ جائز ہے، کیونکہ ایسے جانور کے متعلق دو چیزوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا حرکت کرے یا خون نکلے، اگر دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو جائز نہیں۔

یہاں ایک چیز موجود ہے، پس وہ حلال ہے، (یہ متن کا حاصل ہے) اور اس کے مقابل محمد ابن مقاتل کا قول نقل کیا ہے، کہ محض خون کا نکلنا بغیر حرکت کے معتبر نہیں، صراحۃً دونوں قولوں میں سے کسی کی ترجیح بیان نہیں کی، لیکن ایک قول کا متن میں ذکر کرنا یہ

[1] مجمع الانهر ص ۱۶۴/ ج۴، دارالكتب العلمية بيروت، آخر كتاب الذبائح، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۷۳/ ج۸/ كتاب الذبائح، تبيين الحقائق ص ۲۹۷/ ج۵/ كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان،

تصحیح التزامی ہے،[1] نیز قول متن کی شارح نے علت بھی بیان کی اور اسکے مقابل کی علت بیان نہیں کی یہ بھی موجب ترجیح قول متن ہے[2] ''سکب الانہر'' میں دوسرے قول کو ذکر بھی نہیں کیا متن تنویر میں بھی قول ثانی مذکور نہیں مگر شامی نے نقل کیا ہے، کہ خون اس طرح نکلے جس طرح زندہ جانور سے نکلتا ہے، ص ۲۱۷/ج ۵/[3] ''قولہ اوخرج الدم ای کما یخرج من الحی قال فی البزازیة وفی شرح الطحاوی خروج الدم لایدل علی الحیاة الا اذکان یخرج کما یخرج من الحی عند الامام وھو ظاھر الروایة اھ''

اور ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد ذبح کرنے سے اس قدر خون نہیں نکلتا، بلکہ اولاً اس میں قطعاً خون نہیں رہتا، اگر رہتا بھی ہے تو بہت معمولی سا، اور شرنا ٹے سے نہ نکلنا بلکہ آہستہ آہستہ نکلنا بہت ممکن ہے، کہ کسی بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۴/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبداللطیف ۲۶/۴/۵۸ھ

---

[1] وکل قول فی المتون اثبتا: فذاک ترجیح له ضمنااتی، فرجحت علی الشروح والشروح: علی الفتاوی القدم من ذات رجوح مالم یکن سواه لفظا صححا: فالارجح الذی به قدصرّحا، رسم المفتی ص ۱۴۵/ الضوابط المحررة، مطبوعه زکریادیوبند، شامی کراچی ص ۷۲/ ج ۱/ مقدمة، مطلب اذاتعارض التصحیح.

[2] وکذا لوذکرواقولین مثلاً وعللوالاحدهما کان ترجیحاله علی غیرالمعلل الخ شرح عقود رسم المفتی ص ۱۵۷/ لوذکروا قولین وعللوالاحدمها کان ترجیحاله، مطبوعه زکریا دیوبند، شامی کراچی ص ۷۲/ ج ۱/ مقدمة، مطلب اذاتعارض التصحیح.

[3] شامی مطبوعه نعمانیه ص ۱۹۶/ ۵، کراچی ص ۳۰۸/ ۶، وزکریاص ۴۴۷/ ۹، کتاب الذبائح، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۳۰۵/ ج ۶/ کتاب الذبائح، الفصل الاول فی مسائله، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۶/ ج ۵/ کتاب الذبائح، البا ب الاول فی رکنه.

ایک جانور کو ذبح کیا وہ جا کر پانی میں ڈوب گیا اس کا کھانا

سوال:- نیل گائے کو ذبح کیا جارہا تھا، ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اس میں جان کی رمق باقی تھی، کہ بدن جھاڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور ندی میں جا کر ڈوب مرا، پھر دوبارہ اس کو ذبح نہیں کیا جاسکا، شرعاً اس کا کھانا حلال ہوگا یا نہیں؟ کتنا ذبح کرنے کو ذبح شرعی (جو جانور کو حلال کردے) سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حلقوم، مری، ودجان اگر یہ رگیں کٹ چکی ہیں (جن کے بعد زندگی باقی نہیں رہتی) مگر وہ تڑپتا ہوا اُٹھ کر قریب ہی کسی پانی میں جا گرا اور مر گیا، تو وہ حلال ہے[1] اس کی موت ذبح کی وجہ سے ہوئی ہے، جیسے مرغ کو ذبح کردیا جائے، وہ تڑپتا اور اُچھلتا ہوا پانی میں جا گرے اگر یہ رگیں پوری نہیں کٹی تھیں، اور اس کی زندگی متوقع تھی اور پانی میں ڈوب جانے کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے تو وہ مردار ہے، اس کا کھانا درست نہیں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وان ذبحت الشاة فاضطربت فوقع فی ماء اوتردت من موضع لم یضرها شئ لان فعل الذکاة قداستقر فیها فانما انزهق حیاتها به ولامعتبر باضطرابها بعداستقرار الذکاة فهٰذالحم وقع فی ماء اوسقط من موضع عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۰/ج۵/کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، هدایه علی فتح القدیر ص ۱۲۲/ ج۱۰/ کتاب الصید، فصل فی الجوارح، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۲۴/ج۸/کتاب الصید،

[2] وان وقع فی الماء فمات حرم لاحتمال موته بذلک مجمع الانهر ص ۲۶۲/ ج۴، مطبوعه دارالکتب العلمیة، کتاب الصید، درمختارعلی الشامی ص ۶۰/ج۱۰، مطبوعه زکریا دیوبند، کتاب الصید،

باب پنجم: جانور کے حلال وحرام اجزاء

چمڑا کھانا

سوال:- چمڑا کھانا کیسا ہے؟ منڈی میں چمڑا لگا ہوا ہوتا ہے، اس کو بعض لوگ بال جلا کر اور بال صاف کر کے چمڑے کے ساتھ بوٹی کاٹ کر کھاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے اس کا چمڑا بھی گوشت کیساتھ کھالیا جائے تو مضائقہ نہیں درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۱ھ

حلال جانور کا چمڑا کھانا

سوال:- چمڑا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے اس کا چمڑا کھانا بھی درست ہے، مثلاً پرندوں کبوتر، مرغ وغیرہ یا گائے اور بکری کے تازہ بچہ کی کھال، اگر گائے اور بکری کی کھال کو کھانے کے

---

[1] اسلئے کہ چمڑا اجزائے محرمہ میں سے نہیں ہے۔ فالذی یحرم اکله منه سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة، بدائع الصنائع ص ۵/۶۱، مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، آخر کتاب الذبائح الخ، سکب الانهر مع مجمع الانهر ص ۴/۴۸۹، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۴۸۵، کتاب الخنثی، مسائل شتی،

قابل بنالیا جائے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، یعنی شرعاً ممنوع نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۱۳۹۲ھ

اوجھڑی اور آنتیں کھانا

سوال:- حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ماہنامہ فیض الرسول جولائی ۶۵ھ کے صفحہ ۳۲/ پر آخر میں جلال الدین احمد الامجدی من اساتذۃ دارالعلوم اہل سنت برداں شریف ضلع بستی نے اسی سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے، کہ اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی ناجائز اور گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

" کرہ تحریماً وقیل تنزیهاً والاول !اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذٰلک اھ (در مختار علی ردالمحتار ص ۶۵۴/ ج ۵/"[2] فقہاء نے ان سات چیزوں کو منع فرمایا ہے، بعض نے نخاع کا بھی اضافہ کیا ہے۔ کذا فی الطحطاوی[3]، آنتیں اور اوجھڑی کو ان میں شمار نہیں کیا جنہوں نے منع کیا

---

[1] اس لئے کہ چمڑا اجزائے محرمہ میں سے نہیں ہے۔ "مایحرم من اجزاء الحیوان المأکول سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة الخ، شامی ص ۴۵۱/ ج ۹، مطبوعه زکریا دیوبند، آخر کتاب الذبائح، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۸۵/ ج ۸/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، تبیین الحقائق ص ۲۲۶/ ج ۶/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۷۷/ ۱۰، مطبوعه کراچی ص ۷۴۹/ ۶/ کتاب الخنثی، مسائل شتیٰ، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۸۵/ ج ۸/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الانهر ص ۴۸۹/ ج ۴/ کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] وزید نخاع الصلب طحطاوی علی الدر ص ۳۶۰/ ج ۴/ کتاب الحنثی، مسائل شتی، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

ہے ان سے کتب فقہ کا حوالہ مع نقل عبارت طلب کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

اوجھڑی، کھانا کیسا ہے

سوال:- پچونی اور لاد کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پچونی اور لاد (انتڑی اور اوجھڑی) کھانا شرعاً درست ہے[1]، خوب پاک صاف کر کے کھائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۸۵ھ

اوجھڑی، آنتیں حرام نہیں، گدھی اور سور کا دودھ

سوال:- زید ایک پرچہ لایا ہے جس کا نام ''الحامد'' ہے جو سنبھل سے ماہنامہ نکلتا ہے یہ پرچہ ماہِ دسمبر ۱۹۷۰ء کا ہے، جو جلد نمبر ۱/شمارہ ۱۹/ ہے اس پرچہ کا مدیر اعزازی مولوی محمد حسن اشرفی ہے، اس فتوے کا لکھنے والا قاضی محمد عبدالرحیم بستوی رضوی ہے، (دارالافتاء بریلی) اور مولوی محمد حسن اشرفی نے بھی لکھا ہے، ص ۲۲/ پر کہ اوجھڑی آنتیں کھانا مکروہ تحریمی ہے، اور چند سطروں کے بعد لکھتا ہے کہ سور، گدھا کھانا حرام اور اس کا دودھ حلال ہے، پھر صفحہ ۳۰/ پر لکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اوجھڑی کھاتے ہیں، وہ حرام خور ہیں، اوجھڑی، آنتیں مکروہ تحریمی ہیں، غرض یہ ہے کہ ہم لوگ عرصۂ دراز سے گائے، بکری، بھینس کی اوجھڑی کھاتے ہیں، اور کسی نے ان

---

[1] مایحرم اکله من اجزاء الحیوان الماکول سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة، شامی زکریا ص ۴۰۱/ ج ۹/ آخر کتاب الذبائح، بدائع الصنائع کراچی ص ۶۱/ ج ۵/ آخر کتاب الذبائح، تبیین الحقائق ص ۲۲۶/ ج ۶/ کتاب الخنثی، مسائل شتی.

چیزوں کو روکا نہیں، مگر زید پرچہ ماہنامہ ''الحامد'' لے کر اعلان کرتا ہے کہ گائے، بکری، بھینس کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا مدلل جواب دیا جائے، کہ جب سور، گدھا حرام ہیں تو دودھ کیسے حلال ہے؟ پھر اوجھڑی کے بارے میں تفصیل کہ اس کا لکھنا کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ارشاد ردالمحتار، ص ۴۷۷/ج ۵[1] میں نقل کیا ہے کہ بکری کا بہتا خون تو حرام ہے اور چھ چیزیں مکروہ تحریمی ہیں، حدیث پاک بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے، ان چھ میں اوجھڑی اور آنت کا ذکر نہیں، گائے بھینس کا بھی یہی حکم ہے، جن صاحب نے اوجھڑی اور آنت کو مکروہ تحریمی لکھا ہے، جوابی خط بھیج کر ان سے دریافت کرلیا جائے کہ یہ مسئلہ فقہ کی کون سی کتاب میں ہے، اسی طرح سور کے دودھ کو حلال کس دلیل اور حوالہ سے لکھا ہے، حالانکہ وہ نجس العین ہے[2]، گدھی کے دودھ کے متعلق بھی دریافت کریں[3]، پھر ایک خط سے یہاں بھی اطلاع کردیں تو احسان ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وکرہ تحریماً وقیل تنزیهاً والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر،قوله کره تحریما لماروی الاوزاعی عن مجاهد قال کره رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الشاة الذکر والانثیین والقبل والغدة والمرارة والثانة والدم قال ابوحنیفةؒ الدم حرام واکره الستة، مطبوعه نعمانیه،وزکریادیوبندص۴۷۷/ج۱۰/کتاب الخنثی، مسائل شتی،بدائع الصنائع کراچی ص ۶۱/ج۵/آخر کتاب الذبائح،البحرالرائق کوئٹه ص۴۸۵/ج۸/کتاب الخنثی،مسائل شتی.

[2] والخنزیر لایستعمل وهو باق علی نجاسته لان کل اجزائه نجسة شامی ص ۴۴۷/ج۹/ مطبوعه زکریادیوبند، کتاب الذبائح،مجمع الانهرص ۵۱/ج۱/کتاب الطهارة،فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۰/ج۱/کتاب الطهارة.

[3] وکره لحم الاتان ولبنهاالخ درمختارعلی الشامی ص ۴۹۰/ج۹/کتاب الحظر والاباحة، فی بیان الأکل، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۵/ج۵/کتاب الکراهیة،الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات،قاضیخان علی الهندیة ص۴۰۳/ج۳/کتاب الحظروالاباحة.

غدود کیا ہے اور اس کا حکم

سوال: -ایک مسئلہ تذکرۃ الرشید میں صفحہ ۱۷۴/ پر ہے کہ حلال جانور میں سے سات چیزیں کھانا منع ہے، ان سات چیزوں میں سے ایک غدود بھی ہے، آپ واضح فرمائیں کہ غدود کیا چیز ہے؟ عام طور پر غدود نلی میں سے یا پاؤں میں سے نکلتا ہے اسے کہتے ہیں، عام طور پر لوگ اسکو بہت شوق سے کھاتے ہیں، آپ بتائیں کہ یہ کھانا حلال ہے یا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خون جم کر گٹھلی کی صورت ہو جاتی ہے، اس کو غدہ کہتے ہیں[1] وہی اردو میں غدود کہلاتا ہے، پائے اور دوسری ہڈی سے جو چیز نکلتی ہے، اس کو گری اور گودہ اور گود کہتے ہیں[2] اس کا کھانا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمود نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

حرام مغز

سوال: -حرام مغز کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

منع ہے۔ طحطاوی[3] ص ۳۶۰/ ج ۴/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والغدة بضم الغين المعجمة كل عقدة فى الجسد اطاف بها شحم و كل قطعة صلبة بين العصب الخ شامى زكرياص ۴۷۸/ ج ۱۰/ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتىٰ، قواعدالفقه ص ۳۹۸/ الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهية، الغدة، مطبوعه اشرفى ديوبند۔

[2] جو گود ہڈی سے نکلتا ہے اسکو عربی میں مخ کہتے ہیں مصباح اللغات ص ۸۰۹/ الخ مطبوعہ کراچی، (حاشیہ: ۳/ اگلے صفحہ پر)

بکرے کے کپورے کا حکم

سوال: -بعض آدمی قربانی کے بکرے کے کپورے (خصیے) بھی پکا کر کھاتے ہیں، کیا ان کا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کا کھانا منع ہے۔شامی، ص ۱۹۷/ج ۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپورے کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ

سوال: -بعض لوگ کہتے ہیں کہ کپورے کے متعلق مولانا گنگوہیؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ بکرے کے خصیہ کھانا شرعاً جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں بلکہ ان پر بہتان ہے انہوں نے بکرے کے خصیہ کو منع لکھا ہے، دیکھو فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ خواجہ برقی پریس دہلی ۱۳۵۲ھ جلد دوم[2]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [3] وکرہ تحریماً وقیل تنزیهاً من الشاة سبع الیٰ قوله وزیدنخاع الصلب الخ طحطاوی علی الدرص ۳۶۰/ج۴، مکتبه کراچی، کتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ،

[1] وکره تحریماوقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة الخ درمختارعلی رد المختارص ۴۷۷/ج۱۰/ مطبع زکریادیوبند، کراچی ص ۷۴۹/ج۶/کتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ،البحرالرائق کوئٹه ص ۴۸۵/ج۸/کتاب الخنثی،مسائل شتی،مجمع الانهر ص ۴۸۹/ج۴/کتاب الخنثی،مسائل شتی،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] فتاویٰ رشیدیه ص ۹۹/ج۲، مکتبه رحیمیه دیوبند، کتاب الحظر والاباحة،

اور تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص ۱۷۴ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماکول اللحم کے اجزاءِ محرمہ

سوال:- اگر گائے، بکری، بھینس وغیرہ ذبح کرے تو اس میں کن چیزوں کا کھانا حرام ہے، اور کن چیزوں کا کھانا مکروہ ہے یعنی کس قسم کی مکروہ ہے، تحریمی ہے یا تنزیہی ہے؟ اور پیٹھ میں جو بڑی ہڈی ہوتی ہے، جس کو صلب کہتے ہیں، اس کے اندر جو سفید رگ ہوتی ہے اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اگر کوئی شخص گوشت کے ساتھ اس کو پکالے تو یہ سالن کھانا کیسا ہے؟ اگر کسی کو کھلا دے تو کھلانے والا گنہگار ہوگا یا نہیں اور گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ مسائل مذکورہ کو موافق شریعت مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"ویکرہ تحریماً علی الاوجہ من الشاۃ سبع اشیاء معلومۃ وھو الفرج والخصیۃ والمثانۃ والذکر والغدۃ والمرارۃ والدم المسفوح للاثر الوارد فی کراھۃ ذٰلک لکن فی عد الدم من المکروہ تسامح اھ مجمع الانھر ص ۷۴۳ ر ج ۲ ر[2]. وزید نخاع الصلب اھ طحطاوی ص ۳۶۰ ر ج ۴ ر[3]. قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ الدم حرام

---

[1] تذکرۃ الرشید ص ۱۷۴ ر ج ۱ ر مکتبہ نعمانیہ دیوبند.

[2] الدر المنتقیٰ علی مجمع الانھر ص ۴۸۹ ر ج ۴، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی، بدائع الصنائع زکریا ص ۱۹۰ ر ج ۴ ر کتاب الذبائح والصیود، فصل بیان مایحرم اکلہ الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۸۵ ر ج ۸ ر کتاب الخنثی، مسائل شتی.

[3] طحطاوی علی الدر ص ۳۶۰ ر ج ۴، مکتبہ کراچی، کتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ،

واکرہ الستة وذٰلک لقولہ عزوجل حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الایة فلما تناولہ النص قطع بتحریمہ وکرہ ماسواہ اھ زیلعی ص ۲۲۶ / ج ۶ /[1]

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ آٹھ چیزیں ممنوع ہیں، ایک حرام ہے اور باقی مکروہ تحریمی ہیں، ان سب کا کھانا اور کھلانا ناجائز اور گناہ ہے، اور جس سالن کے ساتھ ناجائز عضو کو ملا کر پکایا ہے، وہ سالن بھی ناپاک ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۲/۶۱ھ

جوخون ذبیحہ میں گوشت کیساتھ لگا رہ جائے وہ پاک ہے

ذبح بھی دباغت ہے

سوال: - حلال جانوروں کا دم مسفوح نکل جانے کے بعد جوخون گوشت میں باقی رہ جاتا ہے، وہ پاک ہے، یا ناپاک؟ اگر مصلیوں کے کپڑے یا جسم میں لگ جائے تو اس سے نماز صحیح بھی ہوجائے گی یا نہیں، کوئی کراہت وغیرہ تو نہیں غیر ماکول اللحم جانوروں کو اگر تسمیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اسکا گوشت اور جوخون گوشت میں رہ جاتا ہے وہ بھی پاک ہے یا نہیں، کیا مذبوحہ جانوروں کے چمڑے پر قبل دباغت نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، آیا ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں کے چمڑے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

---

[1] تبیین الحقائق ص ۶/۲۲۶، مطبوعہ امدادیہ ملتان پاکستان، کتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۸۵ / ج ۸ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، بدائع الصنائع کراچی ص ۶۱ / ج ۵ / آخر کتاب الذبائح.

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد ذبح جوخون گوشت سے چپکا ہوا رہ جاتا ہے وہ نجس ہے، جب کہ وہ سائل ہو اور جوخون رگوں میں اور گوشت کے اندر ہو وہ نجس نہیں جب کہ وہ سائل نہ ہو "مالزق من الدم السائل باللحم فهونجس ومابقی فی اللحم والعروق من الدم الغیر السائل فلیس بنجس اھ کبیری ص ۱۹۳ ر[1] والدم المسفوح ای السائل من ای حیوان الیٰ قوله والمرادان یکون من شانه السیلان فلوجمد المسفوح ولوعلیٰ اللحم فهونجس کما فی منیة المصلی وکذا مابقی فی المذبح لانه دم مسفوح کمافی ابن امیرحاج لاالباقی فی اللحم لانه لیس بمسفوح لمشقة الاحترازعنه اھ طحطاوی ص ۸۳ ر[2] اگر معمولی اثر کپڑے یا بدن پر آئے گا تو وہ معاف ہے اگر نمایاں طور پر لگ جائے تو پاک نہیں "یفسد الثواب اذافحش اھ شامی[3] ص ۲۹۴ ر ج ۱ ر ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم دونوں کا اس مسئلہ میں ایک ہی حکم ہے جبکہ تسمیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے، زکوٰۃ شرعیہ سے چمڑا پاک ہوجاتا ہے، اس پر نماز بغیر دباغت کے بھی درست ہے، ماکول اللحم کا چمڑا ہو یا غیر ماکول اللحم کا "سوی الخنزیر والادمی وماای اهاب طهربه بدباغ طهربذکوٰة علی المذهب لایطهر لحمه علیٰ قول الاکثر ان کان غیرماکول هذا اصح مایفتیٰ به وان قال فی الفیض الفتویٰ علیٰ طهارته وهل یشترط لطهارة جلده کون ذکاته شرعیة بان تکون من الاهل

---

[1] حلبی کبیر ص ۱۹۵، مطبع سهیل اکیڈمی لاهور، کتاب الطهارة، فصل فی الآسارالخ.

[2] طحطاوی ص ۱۲۲، مطبوعه مصر، باب الانجاس والطهارة عنها، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶ ر ج ۱ ر کتاب الطهارة، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة.

[3] حضرتؒ نے اس مسئلہ میں احتیاطی پہلو کو اختیار کیا ہے۔ شامی نعمانیه ص ۲۱۲/۱، وزکریا دیوبند، ص ۵۲۴ ر ج ۱ ر کتاب الطهارة، باب الانجاس، مطلب فی بول الفارة وبعرها الخ، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۱۹ ر ج ۱ ر کتاب الطهارة، فصل فی الآسار، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۲۱ ر ج ۴ ر کتاب الطهارة، السابع فی النجس.

فی المحل بالتسمية قيل نعم وقيل لاوالاول اظهر لان ذبح المجوسی وتارک التسمية عمداً كلاذبح وان صحح الثانی اھ درمختار[1] ص۱۸۹/ج۱/.

والحاصل ان زكوٰة الحيوان مطهرة لجلده ولحمه ان كان الحيوان ماكولا والافان كان نجس العين فلاتطهر شيئاً منه والا فان كان جلده لايحتمل الدباغة فكذلک لان جلده حينئذٍ يكون بمنزلة اللحم والافيطهر جلده فقط والآدمی كالخنزير فيما ذكر تعظيماً له اھ شامی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا بہا ہوا خون پینا

سوال:- بہت سے آدمی دوا کے طور پر قربانی کا بہا ہوا خون پیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہا ہوا خون قربانی کا ہو یا کسی اور طرح کا سب حرام اور نجس ہے "او دماً مسفوحاً الاية"[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۹۰ھ

---

[1] درمختار علی الشامی ص۳۵۷/ج۱، مطبوعہ زکریادیوبند، کتاب الطهارة، باب المياه، مطلب فی احكام الدباغة، البحرالرائق كوئٹہ ص۹۹، ۱۰۰/ج۱، كتاب الطهارة، النهرالفائق ص۸۱/ج۱/كتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود، مطبوعہ دارالكتب العلمية بيروت.

[2] شامی ص۳۵۸/ج۱، مطبوعہ زکریادیوبند، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب فی احكام الدباغة، تبيين الحقائق ص۲۵، ۲۶/ج۱/كتاب الطهارة، مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحرالرائق كوئٹہ ص۹۹، ۱۰۰/ج۱/كتاب الطهارة.

[3] سورۃ الانعام رقم الآیۃ ۱۴۵/۔ **(ترجمہ)** یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو۔

كره من الشاة الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

خصیہ کھانا

سوال:- حلال جانوروں کے خصیتین کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہِ تحریمی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) المسفوح والذکر قال ابوحنیفةؒ الدم حرام الخ البحرالرائق کوئٹہ ص۴۸۵/ج۸/کتاب الخنثی،مسائل شتی،الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۷۷/۱۰/ کتاب الخنثی،مسائل شتی، بدائع الصنائع کراچی ص ۶۱/ج۵/آخر کتاب الذبائح.

[1] وکرہ تحریماً وقیل تنزیهاً والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة الخ درمختارعلی الشامی زکریا ص۴۷۸/۱۰/کتاب الخنثی فی مسائل شتی، شرح وهبانیة ص۱۵۵/ج۲/رقم الشعر ص۷۶۳/ فصل من کتاب الکراهیة،مطبوعه الوقف المدنی الخیردیوبند،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۵/ج۶/ کتاب الخنثی،مسائل شتی.

باب اول: وجوب قربانی

قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث سے

سوال:-قربانی کا مسئلہ آج کل عام دل چسپی کا موضوع بنا ہوا ہے کچھ لوگ سرے سے اس کا انکار کررہے ہیں، تو کچھ لوگ اسے قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، اس سلسلہ میں خاصا تفریط سے کام لیا جارہا ہے، عوام اس مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت سے آگاہ نہیں، جہاں تک میرا خیال ہے، قرآن مجید میں قطعیت کے ساتھ یہ حکم ہی نہیں آیا نہ حج کے دنوں میں مکہ شریف کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی تمام مسلمانوں کے لئے قربانی کرنا لازم ہے، سورہ الحج ملاحظہ ہو " ذٰلک ومن یعظم شعائر اللّٰہ "قربانی دلوں کی پرہیزگاری میں داخل ہے ان (چارپاریوں میں) ایک قربت خاص تک تم لوگوں کیلئے فائدے ہیں، تم خانہ کعبہ کے پاس جاکر ان کو حلال کرو ہم نے قربانی قرار دی ہے تاکہ خدا نے جوان کو مویشی چوپائے دے رکھے ہیں، قربانی کرنے کے وقت خدا کا نام لیں قرآن مجید کے اس مطلب کو اگر سامنے رکھا جائے تو قربانی ان لوگوں پر ہے جو چوپائے پال رکھے ہیں، قرآن کریم کی آیات بتاتی ہیں کہ قربانی خانہ کعبہ کے پاس جاکر کرو، اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص حج کرے اس پر قربانی واجب ہے، غیر حاجیوں پر قربانی واجب نہیں، قرآن میں قربانی کا ذکر حج کے ساتھ آیا ہے۔

(۱) اب بتایئے کہ کیا قربانی ان لوگوں پر بھی واجب ہے جو مویشی پالتے ہیں؟

(۲) خانہ کعبہ میں قربانی جائز ہے دوسری جگہ میں نہیں۔

(۳) اگر قربانی کا روپیہ قومی فلاح وبہبود اور غریب پروری پر صرف کریں تو کیا خلاف دانشمندی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسائل کے واسطے مأخذ قرآن کریم ہے یہ تو اصل سرچشمہ ہے اور حدیث سے بھی مسائل ثابت ہوتے ہیں[۱]، قرآن کریم میں حکم ہے کہ جو حکم تم کو رسول دیں اس کو عمل کے لئے قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو[۲]، نیز قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے جس رسول کو بھیجا اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے[۳]۔

نیز ارشاد ہے جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے اللہ کی اطاعت[۴] کی اس واسطے حدیث شریف سے قطع نظر کر لینا اور یہ مطالبہ کرنا کہ ہر چیز قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ہی ثابت کی جائے، یہ مطالبہ غلط ہے، اور نہایت خطرناک ہے نمازوں کی رکعات فجر کی دو، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین، عشاء کی چار کو قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ پانچ وقت کی نماز کو بھی کیا قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے، بیت اللہ کا طواف کیا اس کے سات شوط کو قرآن کریم سے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ قرآن کریم کا صحیح مطلب وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور اس پر عمل کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سمجھایا اور اس پر عمل کرایا، سورہ کوثر میں مذکور ہے "فَصَلِّ لِرَبِّکَ الخ الایۃ[۵]"، حضرت حسن اس کی تفسیر[۶] میں فرماتے ہیں "صلوٰۃ یوم النحر ونحر البدن" یعنی

---

[۱] اصول الشرع ثلثة الکتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القیاس الخ حسامی مع نام ص ۴/ مطبوعہ مختار اینڈ کمپنی دیوبند، نور الانوار ص ۷/ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[۲] وَمَااٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. سورۂ حشر آیت ۷/.

[۳] وَمَااَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہ، سورہ نساء آیت ۶۴/.

[۴] مَن یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، سورۂ نساء آیت ۸۰/.

[۵] سورۂ کوثر آیت ۲/ **ترجمہ**: سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے۔

[۶] احکام القرآن للجصاص الرازی ج ۳/ ص ۴۷۵/ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، جامع البیان ص ۳۲۷/ ج ۱۵/ الجزء الثلاثون، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الدر المنثور ص ۶۵۱/ ج ۸/ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

اس جگہ صلوٰۃ سے صلوٰۃ عیدالاضحیٰ اور نحر سے قربانی مراد ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "خَرَجَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَوْمَ الْاَضْحٰی اِلیٰ الْبَقِیْعِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ نُسُکِنَافِی یَوْمِنَا ھٰذَا اَنْ نَبْدَاءَ بِالصَّلٰوۃِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَالخ[1] یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاضحیٰ میں بقیع کی طرف تشریف لائے، پس دو رکعت نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے اس دن میں ہمارا پہلا نسک یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر لوٹیں اور قربانی کریں یہ واقعہ حج کا نہیں ہے بلکہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے، بقیع مدینہ طیبہ کے قبرستان کا نام ہے[2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام کیا، اور قربانی فرمایا کرتے تھے[3] پس یہ کہنا کہ بغیر حج کے قربانی کا ثبوت نہیں غلط ہے۔

(۱) قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے، چاہے مویشی پال رکھا ہو یا نہیں[4]

---

[1] بخاری شریف ج ۱/ص ۱۳۳/ کتاب العیدین، باب استقبال الامام الناس فی خطبة العید، مشکوة ص ۱۲۶/ باب صلاة العیدین، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مسنداحمد ص ۲۸۱، ۲۸۲/ ج ۴/ حدیث البراء بن عازب رضی اللّٰه عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وهی مقبرة اهل المدینة عمدة القاری ص ۲۹۸/ ج ۳/ الجزء السادس، کتاب العیدین، باب استقبال الامام الناس فی خطبة العید، مطبوعه دارالفکر بیروت، ارشاد الساری ص ۷۵۹/ ج ۲/ باب استقبال الامام الناس فی خطبة العید، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم بِالْمَدِیْنَةِ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ هٰذاحدیث حسن (ترمذی شریف ج ۱/ص ۲۷۷/ کتاب الاضاحی، باب ماجاء ان الشاة الواحد تجزی عن اهل البیت، مسنداحمدص ۳۸/ ج ۲/ مسندعبداللّٰه بن عمررضی اللّٰه تعالی عنهما، مطبوعه دارالفکر بیروت، المسندالجامع ص ۶۲۶/ ج ۱۰/ حدیث ص ۷۹۸۵/ الاضاحی، مطبوعه دارالجیل بیروت.

[4] وأما شرائط الوجوب منها الیسار وهومایتعلق به وجوب صدقة الفطر والموسرفی ظاهر الروایة من له مائتا درهم اوعشرون دینارا اوشئی یبلغ ذٰلک سوی مسکنه ومتاع مسکنه ومرکوبه وخادمه فی حاجته التی لایستغنی عنها (عالمگیری ص ۲۹۲/۵، فصل شرائط الوجوب، کتاب الاضحیة، الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۴۵۲، ۴۵۳/ ج ۹/ کتاب الاضحیة مجمع الانهرص ۱۶۷/ ج ۴/ کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(۲) یہ حکم ہر جگہ کے مسلمانوں کے لئے ہے مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہیں[۱]۔

(۳) اس سے قربانی کا واجب ادا نہیں ہوگا، اگرچہ غریبوں کی امداد ہو جائے گی[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۱۴۰۰ھ

قربانی کس پر واجب ہے؟ کیا قیمت کا صدقہ کرنا کافی ہے

سوال:-قربانی کس پر واجب ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ قربانی کے جانور کی قیمت کسی غریب کو دیدی جائے یا قربانی کرنی ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، اس پر قربانی واجب ہے[۳]، قربانی کے ایام میں قربانی واجب ہے، قیمت دینا کافی

---

[۱] وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهومايتعلق به وجوب صدقة الفطر والموسرفي ظاهر الرواية من له مائتا درهم اوعشرون دينارا اوشئي يبلغ ذٰلک سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه في حاجته التي لايستغني عنها (عالمگیری ج۵/ص ۲۹۲/ فصل شرائط الوجوب، كتاب الاضحية، الدرالمختارمع الشامي زكرياص ۴۵۲، ۴۵۳/ ج۹/ كتاب الاضحية مجمع الانهرص ۱۶۷/ ج۴/ كتاب الاضحية،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] الاضحية شرعاً ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص الدرالمختارعلى الشامي كراچي ج۶/ص ۳۱۲/ كتاب الاضحية، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۷۳/ ج۸/ كتاب الاضحية،تبيين الحقائق ص ۲/ ج۶/ كتاب الاضحية،مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] والمؤسر في ظاهر الرواية من لهٗ مائتادرهم اوعشرون ديناراًاوشئي يبلغ ذٰلک سوى مسكنه ومتاع مسكنه الى قوله فعليه الاضحية الهندية ج۵/ص ۲۹۲/ كتاب الاضحية،الباب الاول، الدر المختارمع الشامي زكرياص ۴۵۳/ ج۹/ كتاب الاضحية،مجمع الانهرص ۱۶۷/ ج۴/ كتاب الاضحية،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

نہیں[1] اگر کسی عارض کی وجہ سے قربانی نہیں کرسکا اور دن گذر گئے تو پھر قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

قربانی کس پر واجب ہے؟

سوال:- قربانی کے متعلق ایک کتاب میری نظر سے گذری، اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ قربانی ہر مقیم، آزاد، مسلمان، عاقل، بالغ، مالک نصاب پر واجب ہے، مالک نصاب وہ شخص ہے جس کے پاس اسباب خانہ داری کے سوا ۷½ تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا چھتیس روپئے موجود ہوں، یہاں پر ایک سال کا گذرنا شرط نہیں، جو شخص مالک نصاب نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں، البتہ مستحب ہے، بچے کی طرف سے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔ (کنز الدقائق، ابوداؤد)

الجواب حامداً ومصلیاً

چھتیس روپیہ کو نصاب قرار دینا تو غلط ہے، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت جتنے روپیہ ہوں گے ان کو نصاب کہا جائے گا[3]، بچے کی طرف سے قربانی مفتیٰ بہ قول ہے کہ واجب

---

[1] ومنها انه لايقوم غيرهامقامهافى الوقت حتى لوتصدق بعين الشاةاوقيمتهافى الوقت لايجزئه عن الاضحية عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۳، ۲۹۴/ ج۵/ كتاب الاضحية،قبيل الباب الثانى فى وجوب الاضحية،بدائع الصنائع كراچى ص ۶۶/ ج۵/ كتاب الاضحية،فصل واماكيفية الوجوب،شامى زكرياص ۴۶۳/ ج۹/ كتاب الاضحية.

[2] اذامضى وقتها وجب عليه التصدق بهاحيةناذروتصدق بقيمتها غنى شراها اولا(شامى كراچى ج۶/ص ۳۲۱/ كتاب الاضحية،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۴/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها،مجمع الانهرص ۱۷۱/ ج۴/ كتاب الاضحية،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] ملاحظہ فرمائیں حوالہ نمبر ۱/۔

نہیں ہے، بقیہ مضمون صحیح ہے "فتجب التضحية عن نفسه لاعن طفله على الظاهر اھ (در مختار) قال الشامی بعد نقل رواية زفرؒ والفتویٰ على ظاهر الرواية اھ (ردالمحتار[1] ج۵/ص ۲۰۰/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۵ھ

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۵ھ

کتنے نوٹ پر قربانی واجب ہے

سوال:- آج کل ہندی نوٹوں کے اعتبار سے کتنے نوٹوں کی ملکیت پر قربانی کا وجوب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی مقدار میں ہوں تو ان کو نصاب کہا جائے گا، اور قربانی لازم ہوگی، بشرطیکہ یہ نصاب حاجت اصلیہ سے زائد ہو اس نصاب پر سال بھی گذرنا لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی کراچی ج۶/ص ۳۱۵/کتاب الاضحية، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۱۶۷/ ج۴/کتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] لابد من اعتبار الغنٰى وهو ان يكون فى ملكه مائتادرهم اوعشرون دينارا اوشئى تبلغ قيمته ذٰلک سوى مسكنه ومايتأ ثث به وكسوته وخادمه وفرسه وسلاحه ومالا يستغنى عنه وهو نصاب صدقة الفطر (بدائع الصنائع زكريا ج۴/ص ۱۹۶/فصل شرائط الوجوب، كتاب الاضحية، الدرالمختارمع الشامى زكرياص ۴۵۳/ج۹/ كتاب الاضحية، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۲/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها.

کچھ سونا کچھ چاندی دونوں پر قربانی

سوال:- ایک شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہے، جس کی قیمت ۱۴۵/روپیہ اور ایک روپیہ کا نوٹ ہے، آیا اس پر قربانی واجب ہوگی کہ نہیں، اور اس وقت چاندی کا بھاؤ تقریباً سوا دو روپیہ تولہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرح نرخ کے اعتبار سے اتنی مالیت پر قربانی واجب ہے جب کہ یہ مال اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازم کی تنخواہ پر قربانی کا وجوب

سوال:- بعض ملازمین جن کی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں، قربانی کے ایام میں تنخواہ کی وصول یابی پر صاحب نصاب ہوجاتے ہیں، لیکن آخر ماہ تک ان کے پاس کچھ نہیں بچتا اگر یہ لوگ قربانی کردیں، تو آخر ماہ تنگی اور قرض کی صورت پیش آئے گی، سونے چاندی کے قسم کے بھی صاحب نصاب کرنے والی چیزیں ان کے پاس نہیں ہے، ایسے حضرات کے لئے قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گذارہ اس تنخواہ پر ہے اور قربانی کرنے سے مہینہ ختم ہونے تک گذارہ دشوار ہو

---

[1] وشرائطها اليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر بان ملك مائتى درهم اوعرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس الخ شامى كراچى ج۶/ ص ۳۱۲/كتاب الاضحية. شامى نعمانيه ج۵/۱۹۸/الهندية ج۵/ص ۲۹۸/كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها، بدائع الصنائع زكرياص ۱۹۶/ج۴/كتاب الاضحية، فصل فى شرائط الوجوب.

جائے گا تو قربانی لازم نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جب کہ قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ اور مقدار نصاب کم ہو تو کیا کرے؟

سوال:- غیر مقلد کے ایک اخبار میں یوں لکھا ہوا پایا کہ حنفی مذہب میں قربانی اس پر واجب ہے جو نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو فرق اتنا ہے کہ زکوٰۃ سال بھر تک صاحب نصاب ہونے پر ہے، قربانی کے کے واسطے نہیں، اگر کوئی شخص ساٹھ ستر روپیوں کا مالک ہے صاحب نصاب ہونے کے باعث اس پر قربانی واجب ہے، لیکن کسی سے اتنے داموں پر قربانی کا جانور ملنا محال ہے، قربانی کرے تو کل سرمایہ ہاتھ سے جاتا ہے نہ کرے تو ترک واجب کے گناہ کا مرتکب ہوگا اس لئے حدیث میں ہے "مَنْ وَجَدَ سَعَةً الحدیث" اس پر عمل کرنا بہتر نہیں کہ جو قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو مہربانی کر کے مسئلہ کی اہمیت سے مطلع فرمائیں اور ان کے اس حدیث کے پیش کرنے کا کیا جواب ہے؟

---

[1] واما شرائط الوجوب منها الیسار الی قوله والمؤسر فی ظاهر الروایة من له مائتا درهم او عشرون دیناراً اوشئی یبلغ ذٰلک سوی مسکنه ومتاع مسکنه الی قوله فی حاجته التی لایستغنی عنهاالی قوله قال ابوعلی الدقاق ان کان یدخل له من ذالک قوت سنة فعلیه الاضحیة ومنهم من قال قوت شهرومتی فضل من ذالک قدرمائتی درهم فصاعدا فعلیه الاضحیة والافلاکذا فی الظهیریة، عالمگیری ص ۲۹۲/ج۵/ کتاب الاضحیة الباب الاول فی تفسیرهاورکنهاالخ، شامی زکریاص ۴۵۳/ج۹/کتاب الاضحیة،بدائع الصنائع زکریاص ۱۹۶/ج۴/کتاب الاضحیة،فصل فی شرائط الوجوب.

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اگر حاجت اصلیہ سے زائد کسی کے پاس قربانی کے ایام میں ہو تو اس پر قربانی واجب ہے[1]، ۵۰/۶۰/۷۰/روپیہ میں کٹرا (قربانی کے قابل بھینس نر) آتا ہے، جس میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیتے ہیں، نصاب کی قیمت تو اس سے بہت زیادہ ہے، اتنے میں ہی سات آدمی اپنا واجب ادا کر لیتے ہیں، اور کسی کا سرمایہ ختم نہیں ہوتا ہے یہی "مَنْ وَجَدَ سَعَةً الحديث[2]" کا مصداق ہے، ورنہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس حج کی گنجائش نہیں ہوتی، زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی گنجائش نہیں ہوتی، اس لئے کہ نفس کا بخل روکتا ہے، لہٰذا شریعت نے "مَنْ وَجَدَ سَعَةً الحديث" کی حد مقرر کر دی ہے، اور وہ وہی ہے جس کو احناف نے اختیار کیا ہے محض گوشت خوری کی نیت سے قربانی کے جانور میں اگر کوئی شریک ہوگا تو اس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہو جاوے گی[3]، اگر ثواب کی نیت سے شریک ہوا اور قیمت بعد میں دیدے تو مضائقہ نہیں ہے،

---

[1] وشرائطها اليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر بان ملك مائتى درهم اوعرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس الخ شامى كراچى ج۶/ ص۳۱۲/ شامى نعمانيه ج۵/ ص۱۹۸/ كتاب الاضحية، الهندية ج۵/ص۲۹۸/ كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها، بدائع الصنائع زكرياص ۱۹۶/ ج۴/ كتاب الاضحية، فصل فى شرائط الوجوب،

[2] السنن الكبرى للبيهقى ص ۲۶۰/ ج۹/ كتاب الضحايا، مطبوعه دار المعرفة بيروت، كنز العمال ص۱۰۷/ ج۵/ حديث ص ۱۲۲۶۱/ الاضاحى والهدايا، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، المستدرك للحاكم ص۲۵۸/ ج۴/ حديث ص۷۵۶۶/ كتاب الاضاحى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وان كانه شريك الستة نصرانيا او مريد اللحم لم يجز عن احد منهم، الدر المختار على الشامى زكرياص ۴۷۲/ ج۹/ كتاب الاضحية، مجمع الانهر ص۱۶۸/ ج۴/ كتاب الاضحية مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى ج۵/ص۳۰۴/ الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا،

مگر قیمت دینے کی صورت مسئولہ درست نہیں ہے، قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے بھی شرکت درست ہے[1]، عقیقہ کے دن کی تعیین مستحب ہے لازم نہیں، اگر ایام قربانی میں وہ دن آئے تب بھی گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۵/۶/۸۶ھ

جانور خریدنے سے قربانی کا وجوب

سوال:- جو شخص غریب ہے کیا صرف جانور خریدنے سے اس کے ذمہ قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدے گا تب اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۴[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولو ارادوا القربة الاضحية اوغيرها من القرب اجزأهم سواء كانت القربة واجبة اوتطوعاً وسواء انفقت جهة القربة أواختلفت وكذالك ان اراد بعضهم العقيقة عن ولدولدله من قبل، عالمگيری ج۵/ص ۳۰۴/، الباب الثامن فيمايتعلق بالشركة فی الضحايا، شامی زكريا ص ۴۷۲/ ج۹/ كتاب الاضيحة، قاضيخان علی الهندية كوئٹه ص ۳۵۰/ ج۳/ فصل فيما يجوز فی الضحايا ومالايجوز.

[2] بعد ولادت هفتم روزياچهاردهم يابست ويكم وبهميں حساب يابعد هفت ماه ياهفت سال عقيقة بايدكرد الغرض رعايت عدد هفت بهتراست (مالا بد منه فارسی ص ۱۷۴/ رساله احكام عقيقه، اعلاء السنن ص ۱۱۷/ ۱۷/ كتاب الذبائح، باب افضلية ذبح الشاة فی العقيقة، مطبوعه امداديه مكه مكرمه،

[3] وفقير شراها لوجوبها عليه بذلك حتی يمتنع عليه بيعها ووقع (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

قربانی کا دوسرا جانور خریدنے پر پہلا گم شدہ مل گیا

سوال:- زید نے قربانی کے لئے ایک جانور خریدا جو کہ قربانی سے پہلے کھو گیا، اس نے دوسرا خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہے یا ایک کی یا اس میں امیر غریب کا کچھ فرق ہے، جیسا کہ اشتہار میں چھپتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید مالدار ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے تو ایسی صورت میں اس پر ایک کی قربانی واجب ہے، اگر وہ غریب ہے تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی، ہاں اگر اس نے دوسرا جانور خریدتے وقت یہ نیت کی ہے کہ پہلا جانور جو گم ہو گیا اس کی جگہ پر خریدتا ہوں تو اس پر ایک ہی کی قربانی واجب ہوگی۔ (سکب الانہر ج ۲/ص ۵۲۰/)[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

قربانی کا جانور مرنے سے کیا واجب ساقط ہو جاتا ہے

سوال:- زید نے قربانی کے لئے ایک جانور خریدا اور وہ قربانی سے پہلے مر گیا تو زید

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فی التاتارخانیة التعبیر بقوله شراها لها ایام النحر وظاهره انه لو شراها لها لاقبلها لاتجب، شامی کراچی ج۶/ص ۳۲۱/شامی نعمانیة ج۵/ص ۲۰۴/کتاب الاضحیة، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیة،عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۱/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب الاول فی تفسیرها.

[1] وان سرقت أوضلت فشریٰ اخری ثم وجدها فی ایام النحر ذبح احداهما لوغنیاً وکلاهما لو فقیرا الا اذا نواها عن الاولیٰ لعدم تعدد الالتزام بالشراء حینئذ،سکب الانهر ج۴/ص ۱۷۲/ کتاب الاضحیة، مکتبه بیروت، الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۴۷۱/ج۹/ کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۴/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب الثانی وجوب الاضحیة بالنذر،

کو دوسرا جانور خریدنا ہوگا یا اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید مالدار ہے تب تو اس کو دوسرا جانور خریدنا ہوگا، اور اس کی قربانی لازم ہوگی اگر وہ غریب ہے تو اس کے ذمہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں۔ مجمع الانہر ج ۲/ ص ۵۲۰/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ہدیہ کئے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت

سوال:- جس پر قربانی واجب نہیں غربت کی وجہ سے وہ اگر قربانی کے لئے جانور خرید لیتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر بغیر خریدے اس کو کسی نے ہدیہ یا صدقہ کے طور پر جانور دیدیا اور اس نے دل میں اس کی قربانی کی نیت کر لی تو کیا پھر بھی اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ شلبی ج ۶/ ص ۵/[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ

---

[1] اذاماتت المشتراة للتضحية على مؤسر تجب مكانها أخرىٰ ولاشئى على الفقير (مجمع الانهر ج ۴/ ص ۱۷۳/ كتاب الاضحية، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على الشامى زكرياص ۴۷۱/ ج ۹/ كتاب الاضحية، بدائع الصنائع كراچى ص ۶۶/ ج ۵/ كتاب الاضحية، فصل واما كيفية الوجوب.

[2] وان كان فقيراً ففى ظاهر الرواية يجب أن يتعين بالعقد فان وهب له أو تصدق عليه فنوى بقلبه لاتصير أضحية بالاجماع. شلبى على الزيلعى ج ۶/ ص ۵/ مكتبه امدايه ملتان پاكستان، كتاب الاضحية، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۱/ ج ۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها، بدائع الصنائع كراچى ص ۶۲/ ج ۵/ كتاب الاضحية.

کسی کے کہنے پر اپنا جانور اس کی طرف سے مفت قربانی کیا

سوال:- ایک شخص پردیس میں ہے اور صاحب نصاب ہے اپنے رشتہ دار کے یہاں خط لکھ دیتا ہے کہ آپ کے یہاں جو بکرا ہے اس کو میری طرف سے قربانی کر دیں، اور رشتہ دار بلاعوض شخص مذکور کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے اب یہ قربانی درست ہے یا نہیں؟ وجہ تو اذن ہے جو کہ فرائض وواجبات قربانی کے لئے کافی ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ جب رشتہ دار بلاعوض کے دے رہے ہیں تو ہبہ ہو گیا اور بکرا تو منقولات میں سے ہے اور شئی منقولات میں قبضہ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آمر نے مامور کو وکیل بنا دیا اقتضاً وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہو گیا[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۲/۱۴۰۰ھ

قربانی کے لئے جانور خرید کر فقیر ہو گیا

سوال:- ایک شخص نے مالدار ہونے کے وقت ایک بڑا بکرا قربانی کی نیت سے خریدا لیکن قربانی کے دن آنے سے پیشتر غریب ہو گیا، اب وہ شخص اس بکرے کو بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس بکرے کی قربانی اس پر واجب ہے، مطابق شرع شریف کیا حکم ہوگا؟

---

[1] لان یدہ ای الوکیل کیدالمؤکل، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۵۶/ج۷/کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ بالبیع والشراء، تبیین الحقائق ص ۲۶۱/ج۴/باب الوکالۃ بالشراء، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مجمع الانہر ص ۳۱۶/ج۳/باب الوکالۃ بالشراء، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قربانی کے اخیر دن تک وہ صاحب نصاب نہ ہوتو اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں، اس بکرے کو فروخت کر کے قیمت اپنے کام میں خرچ کرنا درست ہے، اور اگر قربانی کے اخیر دن میں بھی وہ صاحب نصاب ہوجائے گا، تو اس پر قربانی واجب ہوگی، خواہ اس بکرے کی کرے یا اور کی "ولایشترط ان یکون غنیا فی جمیع الوقت حتی لو کان فقیراً فی اول الوقت ثم ایسر فی اٰخر ہ تجب علیه ولو اشتریٰ المؤسر شاة للاضحیة فضاعت حتی انتقص نصابه وصار فقیراً فجاء ت ایام النحر فلیس علیه ان یشتری شاة اخری فلوانه وجدهاوهو معسر وذٰلک فی ایام النحر علیه ان یضحی بها ولو ضاعت ثم اشتریٰ اخری وهوموسر فضحیٰ ثم وجد الاولی وهو معسر لم یکن علیه ان یتصدق بشئی کذافی البدائع اھ عالمگیری[1] ج۶/ص ۱۹۶/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۲۸/۴/۵۷ھ

مشترکہ کاروبار والے جب انفراداً صاحب نصاب نہ ہوں تو قربانی واجب نہیں

سوال:- (۱) چند بھائی ملکر کوئی کام گذران کے لئے کررہے ہیں اوران سب کا

---

[1] الهندیه ج۵/ص ۲۹۲/الباب الاول، کتاب الاضحیة، مکتبه کوئٹه پاکستان، بدائع الصنائع کراچی ص ۶۵، ۶۶/ج۵/کتاب الاضحیة، فصل واما کیفیة الوجوب، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۲/ج۹/کتاب الاضحیة.

کھانا پینا ایک ہی جگہ ہے، اگر فرداً فرداً ایک کے کام کو دیکھتے ہیں، تو کسی پر بھی قربانی واجب نہیں ہوتی، کیونکہ کوئی بھی صاحب نصاب نہیں بنتا، اگر شمولاً دیکھتے ہیں تو اچھے کھاتے پیتے نظر آتے ہیں، اور نصاب بھی پورا ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ان کو اشتراکاً قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اشتراکاً قربانی واجب ہے تو کس کی طرف سے ادا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس صورت میں ان میں سے کسی پر قربانی واجب نہیں[1]۔

(۲) اشتراکاً بھی واجب نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا گھر کے سب آدمیوں کی طرف سے قربانی لازم ہے

سوال: - گھر میں چند عورتیں ومرد ہیں مثلاً بیوی، ماں، بھائی، باپ، بہن، بچے، خواہ زندہ ہوں خواہ انمیں سے کچھ مردہ ہوں، اور زید کئی آدمیوں کے نام کی قربانی بوجہ عسرت نہیں کرسکتا، تو ایسی حالت میں ہر سال ایک ایک عزیز وقریب مثلاً بالا رشتہ خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ انکے نام ایک ایک سال کرتا جائے، جس کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے، (بیوی یا شوہر پر کسی پر زکوٰۃ زیادہ واجب ہے، اسکے نام کی قربانی ہر سال کرے اور بقیہ کی طرف سے کبھی کبھی کرتا رہے، خواہ زندہ

---

[1] وجوب قربانی کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے اور ان میں کوئی بھی انفراداً صاحب نصاب نہیں ہے، اسلئے ان میں سے کسی پر بھی قربانی واجب نہیں ہے "فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر يسار الفطرة الخ الدر المختار على الشامي زكريا ج۹/ ص۴۵۴/ كتاب الاضحية، عالمگيری كوئٹه ص ۲۹۲/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول فی تفسيرها، بدائع الصنائع كراچی ص۱۹۶/ ج۴/ كتاب الاضحية، فصل فی شرائط الوجوب.

ہوں خواہ مردہ یا ہر سال سب کے نام کی قربانی کرے، خواہ تنگی ہو اور قرضہ لے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے ذمہ قربانی واجب ہے اس کو ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے[1]، جس کے ذمہ واجب نہیں اس کی طرف سے اختیار ہے خواہ کرے یا نہ کرے، کرنے کی صورت میں ثواب ملے گا نہ کرنے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا[2]، مگر قرض لیکر درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ ذیقعدہ ۶۱ھ

ایک بکرے کی قربانی سب گھر کی طرف سے

سوال:- قربانی کا جانور کس کے نام سے ذبح کیا جائے؟ کیا زندہ مردہ جس کے نام بھی ذبح کر دیا جائے اہل خانہ کے ذمہ سے اس کا وجوب ساقط ہو جائیگا، یا ہر سال گھر کا مالک اپنے نام سے کر دے؟ جو بھی ہو کتب حدیث کا حوالہ ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے ذمہ قربانی واجب ہے، پہلے وہ اپنی طرف سے قربانی کرے، اس کے بعد

---

[1] فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر يسار الفطرة الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۴۵۷، ۹/۴۵۴، كتاب الاضحية، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۹۲، كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها، بدائع الصنائد زكريا ص ۴/۱۹۶، كتاب الاضحية، فصل فى شرائط الوجوب،

[2] واما التطوع فاضحية المسافر والفقير الذى لم يوجد منه النذر ولا الشراء للاضحية لانعدام سبب الوجوب وشرطه، بدائع الصنائع كراچى ص ۶۳/ ج۵/ كتاب الاضحية، قبيل فصل واما شرائط الوجوب، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۱/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول فى تفسيرها.

کسی حی یا میت کی طرف سے حسب توفیق کردے، یہ سمجھنا کہ ایک بکرا قربانی کردینے سے تمام اہل خانہ کا واجب ادا ہوجائے گا، درست نہیں۔ ''فتجب الاضحیة علیٰ حر مسلم مقیم موسر عن نفسه لاعن طفله شاة او بدنة'' (درمختار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کی نیت سے قربانی واجب نہیں ہوئی اور حاملہ کی قربانی

سوال:- ایک شخص نے ایک گائے کی قربانی کی نیت کی تھی، اتفاق سے وہ گائے گابھن ہوگئی، اب اس حاملہ کی قربانی کردی جائے یا نہیں؟ یا بچہ پیدا ہونے کے بعد کی جائے؟ یا آئندہ سال کی جائے، یا صدقہ کردی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض نیت کی تھی نذر نہیں مانی تھی، تو اس سے اس پر اس مخصوص گائے کی قربانی لازم نہیں ہوئی، اس کو اختیار ہے چاہے قربانی کرے یا نہ کرے، اور اب کرے یا پھر بعد میں کرے، یا بعد قربانی صدقہ کردے، یا جو دل چاہے کرے ''اذا اشتری شاة بغیر نیة الاضحیة ثم نوی الاضحیة بعد الشراء لم یذکر هذافی ظاهر الروایة وروی الحسنؒ عن ابی حنیفةؒ انها لاتصیر اضحیة حتی لوباعها یجوز بیعهاوبه نأخذ الخ فتاویٰ عالمگیری ج۴/ص ۷۸[2] جو جانور قریب الولادۃ ہو کہ ذبح کرنے سے بچہ کے

---

[1] الدرالمختارعلی ردالمحتارج۵/ص ۲۰۰/ مطبوعه نعمانیه، کتاب الاضحیة، البحرالرائق کوئٹه ص۱۷۳/ج۸/ کتاب الاضحیة،مجمع الانهرص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحیة،مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الهندیه ج۵/ص ۲۹۴/الباب الثانی فی وجوب الاضحیة بالنذروماهوفی معناه، مکتبه کوئٹه پاکستان، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۴۶/ج۳/فصل فی صفةالاضحیة،بدائع الصنائع کراچی ص۶۲/ج۵/کتاب الاضحیة.

مرجانے کا اندیشہ ہو اس کا ذبح کرنا مکروہ ہے۔" ان تقاربت الولادة یکره ذبحها الخ شامی ج۵/ص ۱۹۳/نعمانیہ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

کس قربانی میں زیادہ ثواب ہے اپنی طرف سے یا والدہ یا رسول اکرم ﷺ کی طرف سے

سوال:- زید پر قربانی فرض نہیں، اس کی والدہ ہندہ پر کچھ عرصہ پیشتر فرض تھی، جبکہ ہندہ مالک نصاب تھی، مسئلہ کا علم نہ ہونے سے وہ قربانی نہ کرتی تھی، اب زید اپنی طرف سے قربانی کرے یا اپنی والدہ کی طرف سے یا رسول اکرم ﷺ کی طرف سے؟ کس میں زیادہ ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اگر صاحب نصاب ہے تو اس کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے، اس کے ترک کی گنجائش نہیں[2]، جتنے برس واجب ہونے کے باوجود والدہ نے قربانی نہیں کی اتنے برس کی قربانی کا صدقہ کرنا واجب ہے[3]، والدہ کی اجازت سے زید بھی ان کی طرف سے صدقہ

---

[1] شامی کراچی ج۶/ص ۳۰۴/کتاب الذبائح، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۳۶۷/ج۳/کتاب الصید والذبائح، باب فی الزکاة، عالمگیری کوئٹه ص۲۸۷/ج۵/کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه.

[2] فتجب التضحیة علی حر مسلم مقیم موسر یسار الفطرة عن نفسه الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۴۵۷، ۴۵۴/کتاب الاضحیة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۷۳/ج۸/کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بهاحیة ناذر وتصدق بقیمتها غنی شراها اولا، الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۴۶۳، ۴۶۵/کتاب الاضحیة، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

کرسکتا ہے، اس سے والدہ کا ذمہ بری ہوکر آخرت کی پکڑ سے بچ جائے گی، اس میں بہت بڑا اجر ہے، گنجائش ہوتو حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کردیں[1]، ورنہ دیگر حسنات کا ثواب پہنچادیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہدایہ کی عبارت، صغیر اولاد کی طرف سے قربانی

سوال:- صاحب ہدایہ نے متن دیا ہے "الا ضحية واجبة علىٰ كل مسلم مقيم موسر في يوم الاضحى عن نفسه وعن ولده الصغار الخ" اس عبارت میں "عن ولده الصغار" کا جملہ آیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ولد صغیر کی طرف سے جب والد پر قربانی واجب ہوئی اگرچہ ولد صغیر کے مال ہی میں سے ہوتو زکوٰۃ مفروضہ کا کیا حکم ہے؟ زکوٰۃ دی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت امام صاحب سے حضرت حسن نے نقل کی ہے، جو کہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے، ظاہر الروایۃ میں اولاد صغیر کی طرف سے قربانی واجب نہیں، "وتجب عن نفسه لانه اصل في الوجوب عليه علىٰ مابيناه وعن ولده الصغير لانه في معنى نفسه فيلحق به كمافي صدقة الفطر وهذه رواية الحسن عن ابي حنيفةؒ وروى عنه انهٗ لايجب عن

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مجمع الانهر ص ۱۷۱/ ج۴/ كتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹہ ۲۹۴/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الاول في تفسيرها.

[1] فينبغي لمن وجد سعة ان يضحي عن حبيبه ونبيه صلى الله عليه وسلم كل عام ولوبشاة الخ اعلاء السنن ج۱۷/ ص۲۷۳/ كتاب الاضاحي، باب التضحية عن الميت، مطبوعه امداديه مكه مكرمه.

ولده وهو ظاهر الرواية[1]" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا حرام مال ملک میں ہو تب بھی قربانی ہوگی

سوال:- اگر کسی کی ملک میں ایام نحر میں اتنا مال آجائے کہ جس پر قربانی واجب ہوتی ہے، اگرچہ حرام ہی طریقے سے ہو تو کیا قربانی اس پر واجب ہوگی، کیا وظائف مالیہ میں حرام حلال دونوں کا یکساں حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے طریقہ پر مال آیا ہے کہ ملک ہی ثابت نہیں ہوتی، جیسے سرقہ تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی[2]، اگر ایسے طریقہ پر آیا ہے کہ ملک ثابت ہوتی ہے جیسے بیوع فاسدہ تو قربانی واجب ہوجائے گی۔ "لان البیع الفاسد یفید الملک وان کان یجب فسخه اھ[3]"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هدایه ج۴/ص ۴۴۴/کتاب الاضحیة، مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۵۷/ج۹/کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] من اکتسب مالا بغیر عقد کالسرقة والغصب والخیانة والعلول ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام علیه ولکن ان اخذه من غیر عقد لم یملکه ویجب علیه ان یرده علی مالکه ان وجد المالک، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، شامی زکریا ص۳۰۱/ج۷/باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما.

[3] هکذا فی الشامی ج۵/ص۴۹/باب البیع الفاسد، مطبوعه کراچی، مجمع الانهر ص۹۴، ۹۵، ج۳، باب البیع الفاسد، فصل مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص۶۱/ج۴/باب البیع الفاسد، فصل قبض المشتری المبیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

خنزیر کے بال سے برش بنانیوالے کارخانہ میں ملازم کی تنخواہ سے قربانی خریدی گئی

سوال:- ایک شخص کا ایک لڑکا ہے جو ایک کارخانہ میں کام کرتا ہے، اور اس کارخانہ میں خنزیر کے بالوں کے برش تیار ہوتے ہیں، اور اسکو معلوم بھی ہے کہ یہ بال خنزیر کے ہیں اور وہ خود اسکے بالوں کا برش تیار کرتا ہے، اسکے بعد اس نے اپنے گھر کو روپیہ بھیجے کہ ان روپیوں کا قربانی میں حصہ کریں اور جس جانور میں یہ روپیہ ڈالیں اس میں چھ شریک قربانی اور بھی ہیں ان کو معلوم نہیں کہ اس شخص کی کمائی کیسی ہے؟ اور جس نے جانور خریدا ان پیسوں کو اور پیسوں میں ملالیا اس صورت میں اس شخص کی قربانی ہوئی؟ اور جو چھ شریک تھے، ان کی بھی قربانی ہوئی یا نہیں، اور اگر کسی کی بھی نہیں ہوئی تو بتائیں اس قربانی کے جانور کا اب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خنزیر کے تمام اعضاء نجس العین ہیں، ان کی بیع جائز نہیں[1] لیکن کارخانہ میں ملازمت کرنے سے جو روپیہ حاصل ہوا اور بذریعہ ڈاک روپیہ بھیجا اور اس موصول شدہ روپیہ سے جو قربانی کے جانور میں حصہ لیا اس کی وجہ سے اس کی قربانی ناجائز نہیں ہوئی، اور نہ دوسرے

---

[1] قوله فلايطهر أى لانه نجس العين ،بمعنى أن ذاته بجميع اجزائه نجسة حياوميتاً لايجوز الانتفاع به كسائراجزائه(شامى كراچى ج ۱/ص ۲۰۴/مطلب فى احكام الدباغة، كتاب الطهارة، وشعرالخنزيرلنجاسة عينه اى عين الخنزيربجميع اجزائه فيبطل بيعه الدرالمختار مع الشامى زكرياص ۲۶۴/ج۷/باب البيع الفاسد،مطلب فى التداوى بلبن البنت،مجمع الانهر ص ۸۵/ج۴/ باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۵۰/ج۴/ باب البيع الفاسد،مطبوعه امداديه ملتان.

شریکوں کی قربانی ناجائز ہوئی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ

میت کی طرف سے قربانی کرنا

سوال:- اگر زندہ آدمی اپنا حصہ تو نہ لے اور میت کی طرف سے لے تو ایسا کرنا درست ہے، یا اپنا حصہ بھی لے اور میت کی طرف سے بھی لے تب کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زندہ آدمی صاحب نصاب ہے تو اس کو اپنا حصہ لینا واجب ہے[2]، اگر نہیں لیگا گنہگار ہوگا[3]، اور پھر اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا، تاہم اگر میت کی طرف سے لیکر قربانی کردے گا تو اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے گا، اگر میت نے وصیت کی ہے، تو ایک تہائی ترکہ سے لیکر قربانی کرنا واجب ہوگا، اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں، اگر کوئی وارث بالغ ہو اور اپنے روپئے سے حصہ لیکر میت کو ثواب پہنچاوے تو شرعاً درست ہے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایشکل ذٰلک بماقد مناہ آنفا عن الذخیرۃ والخانیۃ لأن الطعام اوالکسوۃ لیس عین المال الحرام فانہ اذا اشتری بہ شیئاً یحل أکلہ، شامی کراچی ج۶/ص ۳۸۶/کتاب الحظروالاباحۃ، فصل فی البیع،

[2] فتجب التضحیۃ،علی حرمسلم مقیم مؤسرعن نفسہ(الدرالمختارعلی الشامی کراچی ج۶/ ص ۳۱۵/کتاب الاضحیۃ،مجمع الانہر ۱۶۶/ج۴/کتاب الاضحیۃ،دارالکتب العلمیۃ بیروت،البحرکوئٹہ ص ۱۷۳/ج۸/کتاب الاضحیۃ.

[3] ویفسق تارکہ بلاتأویل شامی کراچی ج۶/ص ۳۱۳، کتاب الاضحیۃ،

[4] من ضحی عن میت جازلہ الاکل منہاوالہدیۃ والصدقۃ والاجرللمیت والملک للذابح شامی کراچی ص ۳۲۶/ج۶/کتاب الاضحیۃ،بزازیۃ علی الہندیۃ ص ۲۹۵/ج۶/کتاب الاضحیۃ،السابع فی الاضحیۃ.

میت کی طرف سے قربانی بلا وصیت

۹۶۲۲

سوال:- میرے والد مرحوم کا گذشتہ سال جولائی میں انتقال ہو چکا، مرحوم نے کچھ بکریاں پال رکھی تھیں، اسمیں انکا ایک بکرا ہے، مرحوم کا ارادہ اس سال اس بکرے کی قربانی کا تھا، مگر وہ اس سے قبل ہی انتقال کر گئے، اب وہ بکرا موجود ہے، اور میرے ذمہ ہے اب مجھ کو اسکے بارے میں کیا کرنا چاہئے، کیا اس بکرے کو انکے نام سے قربانی کر دینا ضروری ہے یا نہیں؟ یا میرے نام سے قربانی کی جائے؟ واضح ہو کہ مرحوم کا صرف ارادہ تھا، کوئی وصیت وغیرہ نہیں کی تھی، میرا بھی ارادہ اس بکرے کی قربانی کرنے کا ہے، براہِ کرم قربانی کی مختصر دعا بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بکرا آپ کے والد صاحب کا ترکہ ہے، اس میں سب ورثہ شریک ہیں، ان کی طرف سے قربانی واجب نہیں، آپ اگر ان کے تنہا وارث ہیں تو آپ کو اختیار ہے کہ اس کی قربانی ان کی طرف سے کر دیں، اور اگر کچھ اور وارث ہوں تو ان سب کی رضامندی سے ان کی طرف سے قربانی درست ہے، بشرطیکہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو[1]

جانور کو بائیں پہلو پر لٹا کر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا جائے[2] "اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِی

---

[1] وان مات أحد السبعة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا بقصد القربة من الكل ولو ذبحوها بلااذن الورثة لم يجز هم(قوله وقال الورثة)أى الكبار منهم،الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۳۲۶، کتاب الاضحية، البحر کوئٹہ ص۱۷۷/ج۸/کتاب الاضحية،تبيين الحقائق ص۷ ج۶/کتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان.

[2] والمستحب ان يقول بسم اللّٰه اللّٰه اكبر بلاواو، الدرالمختار كراچی ص ۶/۳۰۱، كتاب الذبائح، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۲۸۸، كتاب الذبائح، الباب الاول، فی ركنه، تبيين الحقائق ص ۵/۲۸۹، كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان،

وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' کا پڑھنا بھی ثابت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۹ھ

اپنی قربانی نہ کرنا میت کی طرف سے قربانی کرنا

سوال:- ایک شخص ایسا غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں، اگر اس نے اپنا حصہ نہ لیا ہو اور اپنے کسی میت کی طرف سے قربانی کی، تو کیا قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے، جیسا کہ ایک شخص بھوکا ہو اور وہ کھانا خود نہ کھائے بلکہ صبر کر کے کسی دوسرے کو دیدے یہ جائز ہے، لیکن اگر میت نے وصیت نہیں کی تو یہ قربانی اسی زندہ شخص کی طرف سے ادا ہوئی، ثواب میت کو بھی ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

میت کی طرف سے قربانی کے ذریعہ اداء واجب

سوال:- (۱) زید پر شرائط صحیحہ شرعیہ قربانی واجب ہے مگر وہ کسی مردہ خویش یا ولی یا

---

[1] السنن الکبری للبیهقی ج۹/ص۲۸۷/باب قول المضحی اللهم منک الخ. مطبوعه دار المعرفة بیروت.

ترجمہ: میں یکسو ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں، بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہاں کا اسکا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا اور میں ماننے والوں میں سے ہوں۔

[2] لو ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بهاوعدم الأکل منهاوان تبرع بهاعنه لهٗ الا کل لأنه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت شامی کراچی ج۶/ص۳۳۵/کتاب الاضحیه، خانیه علی الهندیة ص۳۵۲/ج۳/کتاب الاضحیة، فصل فیمایجوزفی الضحایاومالایجوز.

نبی کی طرف سے قربانی ایک بکری یا دنبہ دیدیوے تو حدیث ''عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِی کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَّۃٌ'' سے بری الذمہ ہوجاتا ہے، یا اس کو اپنے وجوب کیلئے علیحدہ قربانی دینی چاہئے؟

(۲) جو قربانی میت کی طرف سے دیجاوے اس کا سارا گوشت تصدق کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر قربانی کرے میت کی طرف سے تو نہ کھاوے اس میں سے کچھ اور للہ دے بالکل ''مظاہر حق ص ۴۷۸/''

(۳) جب انبیاء علیہم السلام کی طرف سے قربانی دینے کا ارادہ ہو تو باوجود اعتقاد جواز جملہ انبیاء علیہم السلام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینا احق واعلیٰ و افضل ہے، جو اپنی امت کی طرف سے قربانی دیتے تھے، اور شافع روز جزا ہونگے، یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے؟

(۴) کسی نبی نے یا صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام نے امت محمدیہ کی طرف سے کبھی قربانی دی ہے، یا اس امت کے کفارۂ گناہ کے واسطے ذبح ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر قربانی اپنی طرف سے کررہا ہے اور میت کو محض ثواب پہنچانا مقصود ہے، تو فریضہ اس سے ساقط ہوجاوے گا، دوسری قربانی کی ضرورت نہیں، بشرطیکہ نفل کی نیت نہ ہو ''وان تبرع بھاعنہ لہ الا کل لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت ولھٰذا لو کان علی الذابح واحدۃ سقطت عنہ اضحیتہ شامی ج۵/ص ۳۲۸/[1] اور اگر قربانی اپنی طرف سے نہیں کررہا ہے، بلکہ میت کی طرف سے ہی نفلاً کررہا ہے، تو دوسری قربانی کرنا ہوگی کیونکہ ایک قربانی دو کی طرف سے کافی نہیں ہوگی ''یجب ان یعلم ان الشاۃ لاتجزی الا عن

---

[1] شامی کراچی ج۶/ص ۳۳۵/ شامی نعمانیہ ج۵/ص ۲۱۳/ کتاب الاضحیۃ، المحیط البرھانی ص ۴۷۳/ ج۸/الفصل السابع فی التضحیۃعن الغیروفی التضحیۃ بشاۃ الغیرعن نفسہ، ادارۃ القرآن المجلس العلمی.

واحد وان کانت عظیمة الخ عالمگیری ج۵/ص۴۶۰/[1]

اگر میت نے قربانی کی وصیت کی تھی تو صدقہ کر دیا جاوے اور ''مظاہر حق'' کی عبارت کا محمل بھی یہی ہے ورنہ خود بھی تصرف میں لانا جائز ہے ''من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والا کل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار انه ان بامر المیت لایاکل منها والا یاکل بزازیه شامی ج۵/ص ۳۲۸/[2]

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق چونکہ ہم پر بہت زائد ہیں، اسلئے آپ بہر حال احق ہیں[3] تاہم دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف سے قربانی کرانا بھی ثواب سے خالی نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ثواب پہنچانے کیلئے قربانی فرمائی ہے[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۲ھ

الجواب صحیح عبدالرحمٰن۔ صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۲ھ

---

[1] الهندية ج۵/ص۳۰۴/ الباب الثامن فيمايتعلق بالشركة فى الضحايا، مكتبه كوئٹه پاكستان، المحيط البرهانى ص۴۷۷/ج۸/الفصل الثامن فيمايتعلق بالشركةفى الضحايا، ادارة القرآن.

[2] شامى كراچى ج۶/ص۳۲۶/شامى نعمانيه ج۵/ص۲۰۷/كتاب الاضحية،بزازية على الهندية ص۲۹۵/ج۶/كتاب الاضحية،السابع فى التضحية،مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانى ص۴۷۳/ج۸/الفصل السابع فى التضحية عن الغير،ادارة القرآن

[3] وقول علمائناله ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبى ﷺ فانه احق بذلک حيث انقذنا من الضلالة ففى ذالک نوع شكرواسداء جميل له الخ شامى كراچى ص۲۴۴/ج۲/ باب صلوة الجنازة، مطلب فى اهداء ثواب القراءة للنبى ﷺ.

[4] عن عائشةؓ ان رسول اللّه ﷺ كان اذاضحى اشترى كبشين عظيمين سمينين املحين اقرنين موجوئين يذبح احدهماعن امته من شهدمنهم بالتوحيدوشهدله بالبلاغ والآخرعن محمد الحديث طحاوى ص۳۰۲/ج۲/ باب الشاة عن كم تجزى ان يضحى بها، ابوداؤدشريف ص۳۸۸/ ج۲/ باب الشاة يضحى بهاعن جماعة،

باپ کی طرف سے قربانی

سوال:- ایک شخص صاحب نصاب ہوتے ہوئے قربانی نہیں کرتا اس کے لڑکے نے اس سے یوں کہہ دیا والد صاحب میں اپنی طرف سے آپ کی قربانی کردوں؟ والد نے جواب دیا ہاں کردو، بشرطیکہ میں تم کو ایک پیسہ بھی نہ دوں گا، اس صورت میں قربانی اس کے والد کی طرف سے ہوگی یا نہیں؟ اور اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ درست نہیں اس سے قربانی درست نہ ہوگی، جب والد نے قیمت دینے سے انکار کردیا تو یہ اذن کالعدم ہے "ولو ضحی غنی بدنته عن نفسه وعن ستة من اولاده ليس هذافی ظاهر الرواية وقال الحسن بن زيادؒ فی كتاب الاضحية له ان كان اولاده صغارا جازعنه وعنهم جميعاً فی قول ابی حنيفةؒ وابی يوسفؒ وان كانوا كبارا ان فعل بامرهم جاز عن الكل فی قول ابی حنيفة وابی يوسفؒ وان فعل بغير امرهم اوبغير امر بعضهم لايجوزلاعنه ولاعنهم فی قولهم جميعاً لان نصيب من لم يامر صارلحما فصارالكل لحما اھ فتاویٰ قاضی خاں ج۴/ص ۲۹۸/[1]

جزئیہ مسئولہ صراحۃً نہیں ملا، دوسری جزئیات متعارض سی ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے، بعض سے عدم جواز، فقہاء عباداتِ مالیہ میں جواز نیابت کے لئے صرف امر کی شرط تحریر فرماتے ہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں امر متحقق ہونے کی بناء پر قواعد کا تقاضہ یہ ہے کہ قربانی باپ کی طرف سے درست ہوجائے، البتہ باپ کے ذمہ قربانی کا ثمن لازم ہوگا، بشرطیکہ بیٹے

---

[1] خانيه على الهندية كوئٹه ص ۳۵۰/ج۳/كتاب الاضحية،فصل فيمايجوزفی الضحايا وما لايجوز، المحيط البرهانی ص ۴۷۳/ ج۸/ الفصل السابع فی التضحية عن الغير،ادارة القرآن المجلس العلمی، عالمگيری كوئٹه ص ۳۰۲/ج۵/كتاب الاضحية،

نے سکوت نہ کیا ہو یعنی اگر باپ کے شرط لگانے پر خاموش ہو گیا تو کہا جائے گا کہ ثمن کا ارادہ کرلیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۶ھ

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا

سوال:۔ کیا غائب کی طرف سے کوئی شخص قربانی کرسکتا ہے، بغیر اس کی اجازت کے، عالمگیری ج ۵/ص ۴۵۸/باب الاضحیۃ عن الغیر میں ہے "اذا ضح شاۃ من غیر بامر ذٰلک الغیر او بغیر امرہ لاتجوز" اس کا کیا مطلب ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غائب کی طرف سے قربانی اس کے حکم سے بھی جائز نہیں، حالانکہ آپ حضرات کا عمل بھی اس کے خلاف ہے، اس کا صحیح مطلب تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کا جانور غائب کی ملک ہو اس کی طرف سے اس کی قربانی اس کے امر سے بلاتردد درست ہے، بغیر امر کے بھی استحساناً درست ہے، چنانچہ عالمگیریہ کے اسی باب میں مذکور ہے "ولو ذبح اضحیۃ غیرہ عن المالک بغیر امرہ صریحاً یقع عن المالک ولاضمان علی الذابح استحساناً وبواسطۃ رجل ذبح اضحیۃ غیرہ عن نفسہ بغیر امرہ فان ضمنہ المالک قیمتھا یجوز عن الذابح دون المالک لانہ ظھران الا راقۃ حصلت علیٰ ملکہ وان اخذھا مذبوحۃ تجزی عن المالک لانہ قدنواھا فلیس یضرہ ذبح غیرہ لھا کذافی محیط السرخسی[1] اھ" لیکن اگر کوئی شخص اپنا جانور کسی دوسرے کی طرف سے

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۰۲، الباب السابع فی التضحیۃ عن الغیر، المحیط البرھانی ص ۸/۴۷۳، کتاب الاضحیۃ، الفصل السابع فی التضحیۃ، مطبوعہ ڈابھیل،

قربانی کردے بغیر حصول ملک بذریعہ ہبہ وبیع وغیرہ تو اس سے قربانی اسکی ادا نہیں ہوگی، یہی محمل ہے، عبارتِ منقولہ فی السوال کا پوری عبارت پر غور کیجئے، ''ذکر فتاویٰ ابی اللیثؒ اذا اضحی بشاۃ نفسہ'' (سوال میں ''نفسہ'' کا لفظ نقل نہیں کیا گیا) عن غیرہ بامر ذٰلک الغیر او بغیر امرہ لاتجوز'' اس کی علت خود بیان کرتے ہیں ''لانہ لایمکن تجویز التضحیۃ عن الغیر الا باثبات الملک لذٰلک الغیر فی الشاۃ ولن یثبت الملک لہٗ فی الشاۃ الا بالقبض ولم یوجد قبض الامر ھھنا لابنفسہ ولا بنائبہ کذافی الذخیرۃ[1]

مدرسہ میں جو شخص قربانی کے لئے قیمت بھیجتا ہے، کارکنانِ مدرسہ اس کی طرف سے وکیل اور نائب ہوکر جانور خریدتے اور قبضہ کرتے ہیں، جس سے وہ جانور اس کی ملک میں آجاتا ہے، پھر اس کی قربانی کردی جاتی ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں۔

یہ تفصیل اس کی قربانی میں ہے جس پر قربانی واجب ہے، اگر محض ثواب پہنچانا مقصود ہو تو ہر شخص اپنا جانور قربان کرکے جس کو چاہے ثواب پہنچا سکتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی، ایک کی اپنی طرف سے، ایک کی پوری امت کی طرف سے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۳/۶۷ھ

---

[1] الھندیۃ ج ۵/ص ۳۰۲/الباب السابع فی التضحیۃ عن الغیر وفی التضحیۃ بشاۃ الغیر عن نفسہ، مکتبہ کوئٹہ پاکستان، المحیط البرھانی ص ۴۷۳، ۴۷۴/۸، کتاب الاضحیۃ، الفصل السابع فی التضحیۃ، ادارۃ القرآن، خانیہ علی الھندیۃ ص ۳۵۲/ ج ۳/فصل فیمایجوز فی الضحایا ومالا یجوز.

[2] وعن ابی رافع مولیٰ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کان رسول اللّٰہ ﷺ، ذاضحی اشتریٰ کبشین اقرنین املحین فاذاصلی وخطب الناس أتی بأحدھما وھو قائم مصلاہ فذبحہ بنفسہ بالمدیۃ ثم یقول اللّٰھم ھذا عن امتی جمیعاً، ثم یوتی بالآخر فیذبحہ بنفسہٖ ویقول بھذا عن محمد (اعلاء السنن ج ۱۷/ص ۲۱۲/ باب التضحیۃ بالشاۃ وتشریک الغیر فی الصواب، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ، طحاوی شریف ص ۳۰۲/ ج ۲/باب الشاۃ عن کم تجزی ان یضحی بھا، ابوداؤد شریف ۳۸۸/ ج ۲/باب الشاۃ یضحی بھاعن جماعۃ.

کسی کی طرف سے بلا اذن قربانی کرنا

سوال:- زید سفر میں تھا، اس کے والد نے اس کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے قربانی کی، اس خیال سے کہ جب وہ سفر سے واپس آئے گا تو اس سے قربانی کے پیسے لے لونگا، جب وہ سفر سے واپس آیا تو والد نے لڑکے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے قربانی کردی تھی، اس نے کہا کہ اچھا کیا، اور اس نے باپ کو قربانی کی قیمت دیدی، باپ اور بیٹا دونوں علیحدہ علیحدہ رہتے تھے، تو اس لڑکے کی قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ نیز دوسروں کی قربانی میں کوئی نقص تو نہیں آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ بیٹے کی طرف سے پہلے سے اجازت نہیں تھی، خود ہی قربانی کردی، اس اعتماد پر کہ بعد میں پیسہ لے لونگا، تو اس کی طرف سے قربانی صحیح نہیں ہوئی، اگرچہ پھر اس نے پیسے دیدیئے ہوں، اگر بڑے جانور میں اس کی طرف سے حصہ لیا تھا، تو کسی شریک کی بھی قربانی ادا نہیں ہوئی، سب کے ذمہ لازم ہے کہ اپنی قربانی کی قیمت کا صدقہ کریں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۲/۸۹ھ

دوسرے کی طرف سے بلا اجازت قربانی

سوال:- مشترک کاروبار اور مشترک آمدنی اور مشترک اخراجات کی بناء پر قربانی اور

---

[1] وان فعل بغیر أمر هم اوبغیر امر بعضهم لایجوز عنه ولاعنهم فی قولهم جمیعاً لان نصیب من لم یامر صارلحما فکان الکل لحما(خانیة علی الهندیة ج۳/ص ۳۵۰/مکتبه کوئٹه پاکستان، کتاب الاضحیة،المحیط البرهانی ص۴۷۳/ج۸/کتاب الاضحیة،الفصل السابع فی التضحیة، ادارة القرآن، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۰۲، کتاب الاضحیة،

زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کی یہ شکل ہوتی ہے کہ حساب جانچ کر مشترک زکوٰۃ ادا کردیتا ہے، قربانی کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خاندان میں کوئی ایک فرد قربانی کے حصوں کا حساب لگا کر مشترک طور پر قربانی کیلئے بیل، بکرے وغیرہ خرید لیتا ہے، جن کے خریدنے میں اہل حصص کی رضامندی ہوتی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صاحب حصہ سفر میں ہوتے ہیں اوران کی طرف سے مکان پر اعزاء قربانی کردیتے ہیں، تو یہ قربانی درست ہوتی ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور حصہ سوم کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں پر موجود نہیں ہے اور کسی دوسرے شخص نے بغیر اسکے امر کے قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی، اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اسکے امر کے تجویز کردیا تو ان حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ سب شرکاء کی طرف سے اجازت اور رضامندی سے ایسا ہوتا ہے تو زکوٰۃ اور قربانی سب درست ہے[1]؛ بہشتی زیور کی عبارت منقولہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کردیتا ہے، تو اس کے ذمہ سے واجب ادا نہیں ہوگا، اور اگر کسی قربانی میں حصہ اس کی طرف سے دیتا ہے کہ گوشت دیکر پیسے وصول کردے گا، تو یہ درحقیقت اس کی طرف سے قربانی نہیں ہوئی، بلکہ اس کے ہاتھ گوشت کی بیع ہوئی، جس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوضحی ببدنة عن نفسه وعرسه واولاده الی قوله ان کانوا کبارا ان فعل بامرهم جاز عن الکل وان فعل بغیر أمرهم اوبغیر امربعضهم لاتجوز عنه ولاعنهم فی قولهم جمعیاً لان نصیب من لم یأمر صار لحماً فصار الکل لحماً. (عالمگیری ج۵/ص ۳۰۲/کتاب الاضحیة، الباب السابع فی التضحیة عن الغیر وفی التضحیة بشاة الغیر عن نفسه، خانیه علی الهندیة ص ۳۵۰/ج۳/کتاب الاضحیة، فصل فیما یجوز فی الضحایا ومالایجوز، المحیط البرهانی ص ۴۷۳/ج۸/کتاب الاضحیة، الفصل السابع، ادارة القرآن المجلس العلمی.

مسافر بیٹے کی طرف سے بغیر اسکی اجازت کے قربانی کرنا

سوال:- ایک شخص تبلیغ میں جارہا تھا، وہ مسافر تھا اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی، مگر بقرعید کے موقع پر اس کے باپ نے اس کی طرف سے قربانی کردی، گھر آنے کے بعد اس شخص نے اس کو منظور کرلیا، اور روپیہ بھی دیدیا، تو اب اس کی قربانی صحیح ہوگئی یا نہیں؟ اور جو چھ آدمی شریک تھے ان کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

والد نے جو اس کی طرف سے قربانی کردی ہے، تو یہ والد کی طرف سے تبرع اور احسان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کا ثواب اس کو بخشدیا، ثواب زندوں کو بھی بخشا جاسکتا ہے[1]، اب اس سے روپیہ لینا درست نہیں، روپئے واپس کردیئے جائیں، قربانی سب کی ادا ہوگئی، جو مسافر تھا اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی، اب اس کو قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یجوز للرجل ان یضحی عنه وعن اتباعه واهله ویشرکهم معه فی الثواب(اعلاء السنن، ج۱۷/ص ۲۱۱/باب التضحیة با لشاة وتشریک الغیر فی الثواب الخ، مطبوعه امدایه مکه مکرمه،من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز شامی کراچی ص۲۴۳/ج۲/باب صلوة الجنائز، مطلب فی القراء ة للمیت،

[2] ولااضحیة علی المسافرین المحیط البرهانی ص۸/۴۵۸، کتاب الاضحیة، الفصل الاول، ادارة القرآن المجلس العلمی، مجمع الانهر ص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت،

باب دوم: قربانی کے جانور

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

سوال:- صاحب نصاب مسلمان کے لئے قربانی، اونٹ، بھینس، گائے، دنبہ، بکرا یا بھیڑ میں یا ان کے نر و مادہ میں ثواب کا کچھ فرق ہے یا سب کی قربانی یکساں جائز ہے کہ خواہ ان میں سے کسی جانور کی قربانی کرے ثواب یا ادائے قربانی میں کوئی فرق، نقص یا حرج نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کی قربانی محض ایک آدمی کی طرف سے ادا ہوتی ہے، اور اس میں شرکت نہیں ہوتی اس کی قربانی افضل ہے، بشرطیکہ اس کا گوشت اور قیمت شرکت کرنے والے جانور سے گھٹیا اور کم نہ ہو ورنہ شرکت والے جانور کا ساتواں حصہ افضل ہوگا بکرا، دنبہ وغیرہ اگر خصی ہو تو وہ مادہ سے افضل ہے، ورنہ مادہ افضل ہے، ادا بہر صورت ہو جاتی ہے، "الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا ستویا فی القیمۃ واللحم والکبش افضل من النعجۃ اذ استویا فیھما والانثیٰ من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃً والانثیٰ من الابل والبقر افضل حاوی وفی الوھبانیۃ ان الانثیٰ من المعز افضل من الذکر اذا ستویا قیمۃ واللّٰہ اعلم اھ درمختار ص ۲۳۳/ج ۲/قولہ افضل من سبع البقرۃ الخ وکذا من تمام البقرۃ قال فی التتارخانیۃ وفی العتابیۃ وکان الاستاذ یقول بان الشاۃ العظیمۃ السمینۃ التی تساوی البقرۃ قیمۃ ولحماً افضل من البقرۃ لان جمیع الشاۃ تقع فرضاً بلاخلاف واختلفوا فی البقرۃ قال بعض العلماء یقع سبعھا فرضاً والباقی تطوع اھ قولہ اذا ستویا الخ فان کان سبع البقرۃ اکثر لحماً فھو افضل والا صل فی ھذا اذا استویا فی اللحم والقیمۃ فاطیبھما لحماً افضل واذا اختلفا فیھما فالفاضل اولیٰ تتارخانیۃ قولہ

والانثیٰ من المعز افضل مخالف کمافی الخانیة وغیرها وقال ومشی ابن وهبان علیٰ ان الذکر فی الضان والمعز افضل لکنه مقید بما اذا کان موجوءا ای مرضوض الانثیین ای مدقوقهما قال العلامة عبدالبر ومفهومه انه اذا لم یکن موجوءا لایکون افضل اھ[1] ردالمحتار ص ۲۸۱/ج۹/"

لیکن ہندوستان میں ذبح بقر کو عموماً اور قربانی بقر کو خصوصاً شعارِ اسلام کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف[2] ثانیؒ نے تصریح کی ہے، اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث[3] دہلویؒ کے فتاویٰ سے بھی مستفاد ہوتا ہے، اس لئے دوسرے جانوروں کا درجہ اس خصوصیت میں گائے سے کم ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نر اور مادہ میں کس کی قربانی افضل ہے

سوال: -نر کی قربانی افضل ہے یا مادہ کی؟

---

[1] الدرالمختار مع رد المحتار کراچی ص ۳۲۲/ج۶/ شامی نعمانیة ص ۲۰۵/ ج۵/ کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۹/ج۵/ کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب، المحیط البرهانی ص ۴۶۸/ج۸/کتاب الاضحیة،الفصل الخامس بیان مایجوز من الضحایا، ادارة القرآن المجلس العلمی ڈابھیل،

[2] ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است، کفار بجزیہ دادن شاید راضی شوند آما بذبح بقرہ ھرگز راضی نخواھند شد، در ابتداء پادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت ومسلمانان اعتبار پیدا کردند فبھا، واگر عیاذاً باللہ سبحانہ درتقف افتادکار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد الخ مکتوبات ربانی ص ۷۵،۷۶، حصہ دوم، دفتر اول، مکتوب ھشتاد ویکم، مطبوعہ کراچی۔

[3] فتاویٰ عزیزی ج ۱/ص ۳۰/مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[4] ہندوستان میں گائے کی قربانی قانوناً سخت جرم ہے، اس لئے قانونی خلاف ورزی کر کے اپنی جان مال عزت وآبرو کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی نہیں "لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه. الحدیث. ترمذی شریف ج ۲/ ص ۵۰/(مطبوعه رشیدیه دهلی)ابواب الفتن.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دونوں قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو مادہ کی قربانی افضل ہے۔شامی[1] ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ساتواں حصہ افضل ہے یا بکرا

سوال:- گائے، بھینس، اونٹ میں ساتواں حصہ لے کر قربانی کرنا بہتر ہے یا بکرے کی قربانی بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستقل بکرے کی قربانی افضل ہے، جب کہ اس کی قیمت گائے وغیرہ کے ساتویں حصہ کے برابر ہو یا زیادہ ہو۔درمختار ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بکری کی افضلیت پر قاضی خاں کی عبارت سے اشکال

سوال:- جمہور علماء اسلام کا فتویٰ ہے کہ بکری کی قربانی، گائے سے افضل ہے، مگر حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "والبقر افضل من الذکر والمعز" بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں

---

[1] أن الأنثی افضل من الذکر اذا استویا قیمة الدر المختار علی رد المحتار ص ۵/۲۰۵، مطبوعه نعمانیه، مطبوعه زکریا ص ۹/۴۶۷، کتاب الاضحیة، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۳۴۹، کتاب الاضحیة، فصل فیما یجوز فی الضحایا، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۲۹۹، کتاب الاضحیة، الباب الخامس،

[2] الشاة افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم الدر المختار علی الشامی ص ۵/۲۰۵، مطبوعه نعمانیه، مطبوعه زکریا ص ۹/۴۶۶، کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۲۹۹، کتاب الاضحیة، الباب الخامس خانیه علی الهندیة ص ۳/۳۴۹، کتاب الاضحیة، فصل فیمایجوز فی الضحایا،

ہے ''البقر افضل من ست شیاہ''؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جمہور علماء اسلام کا فتویٰ کہاں منقول ہے حوالہ کی ضرورت ہے مشتہر نے پوری بات تو سمجھی نہیں یا قصداً نقل نہیں کی، یہ مسئلہ نہ بالاتفاق ہے، نہ علیٰ الاطلاق، پوری عبارت یہ ہے ''واختلف المشائخ ان البدنة افضل اوالشاة الواحدة قال بعضهم اذاكان قيمة الشاة اكثر من قيمة البدنة فالشاة افضل لان الشاة كلها تكون فرضاً والبدنة سبعها يكون فرضاً والباقي يكون نفلاً وماكان كلها فرضاً كان افضل قال الشيخ الا مام الجليل ابو بكر محمدبن فضل البدنة تكون افضل لانها اكثر لحماً من الشاة وماقالواان البدنة يكون بعضها نفلاً فليس كذلك بل اذا ذبحت عن واحدكان كلها فرضاً وشبه هذا بالقراء ة فى الصلوٰة لواقتصر علىٰ ماتجوزبه الصلوٰة جازت ولوزادعليها يكون الكل فرضاًوقال الشيخ الامام ابو الحفص الكبير اذاكانت قيمة الشاة والبدنة سواء كانت الشاة افضل لان لحمها اطيب وقال بعضهم البقرة افضل لانها اكثر لحماً والشاة افضل من سبع البقرة اذا استويافى القيمة واللحم لان لحم الشاة اطيب فان كان سبع البقرة اكثر لحماً سبع البقرة افضل فالحاصل انهما اذااستويا فى القيمة واللحم فاطيبهما لحماً افضل وان اختلفا فى القيمة واللحم فالفاضل منهما اولىٰ والفحل الذى يساوى عشرين افضل من خصى بخمسة عشرة وان استويافى القيمة والفحل اكثر هما لحماً فالفحل افضل والانثىٰ من البقرمن ست شياه اذا استويا وسبع شياه افضل من بقرة اھ'' فتاویٰ قاضی خاں ص ۳۴۸/برحاشیہ عالمگیری مصری ج۳/[1].

---

[1] خانية على هامش الهندية ج۳/ص ۳۴۸/ كتاب الاضحية، فصل فيمايجوز فى الضحاياومالا يجوز، مكتبه كوئٹه پاكستان،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۹/ج۵/كتاب الاضحية،الباب الخامس فى بيان محل اقامة الواجب.

وہ مسئلہ جو کہ مشتہر نے خلاف جمہور سمجھ کر شائع کیا ہے، عبارت مذکورہ میں تفصیل سے آ گیا، اور جو عبارت قاضی خاں کی مشتہر نے نقل کی ہے اس میں یہ مسئلہ نہیں ہے، بلکہ دوسرا مسئلہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ مذکر کی قربانی افضل ہے، یا مونث کی اس میں گائے اور بکری کا مقابلہ نہیں چنانچہ ملاحظہ ہو "والانثیٰ من الابل والبقر افضل من الذکر والذکر من المعز افضل وکذاالذکر من الضان اذاکان موجوءً ای خصیاً اھ" فتاویٰ خاضی خاں[1] ۳۴۸/ج ۳/۔ یعنی ابل اور بقر کی انثیٰ کی قربانی افضل ہے باعتبار مذکر کے اور معز کے مذکر کی قربانی افضل ہے، اور ضان کے مذکر کی قربانی افضل ہے، جب کہ وہ خصی ہے، اس عبارت سے یہ سمجھنا کہ گائے کی قربانی افضل ہے جب کہ وہ خصی ہو، اعلیٰ درجہ کی خوش فہمی ہے عالمگیری کی جو عبارت ہے وہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گائے کی قربانی کا ثبوت

سوال:- گائے کی قربانی کلام پاک میں کسی جگہ درج ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذبح گائے کا ذکر پارہ الم[2] میں اور اس کی حلت اور جواز پارہ "ولوانا[3]" میں بصراحت مذکور ہے، حدیث شریف میں ہے "عَنْ جَابِرٍؓ نَحَرَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مِنْ نِسَائِہٖ فِیْ حَجَّۃٍ بَقَرَۃً وَفِی رِوَایَۃٍ نَحَرَ عَنْ عَائِشَۃؓ بَقَرَۃً یَوْمَ النَّحْرِ لمسلم اھ جمع

---

[1] خانیۃعلی ھامش الھندیۃ کوئٹہ ج۳/ص ۳۴۸/کتاب الاضحیۃ،فصل فیما یجوز فی الضحایا ومالایجوز،عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۹/ج۵/کتاب الاضحیۃ،الباب الخامس.

[2] واذقال موسی لقومہ ان اللّٰہ یأمرکم ان تذبحوابقرۃ.سورۃ البقرۃ آیت ۶۷/.

[3] ومن الابل اثنین ومن البقراثنین .سورۃ الانعام آیت ۱۴۴/.

الفوائد ص ۲۰۳/ج ۱/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف یکم جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

گائے کی قربانی کرنا جبکہ قانوناً ممنوع ہے

سوال: -حکومت کی طرف سے گائے کی قربانی قانوناً ممنوع ہے، اب اگر زید پوشیدہ طور پر گائے کی قربانی کرتا ہے، تو قربانی شرعاً ہوجائیگی یا نہیں اور شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جان، مال، عزت کی قربانی کا داعیہ ہو اور اخلاص سے قربانی کرے تو انشاء اللہ قبول ہوگی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یعنی یہاں بھی نتیجہ بھگتنے کے لئے پوری قوت کے ساتھ تیار رہیں اور آخرت میں بھی ثواب کی امید رکھیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیل، بھینس کی قربانی قانوناً

سوال: -بیل، بھینس کی قربانی موجودہ دور میں از روئے قانون جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا تعلق آج کل کے قانون جاننے والوں سے ہے وہی جانتے ہیں ہم کو آج کل کا

[1] جمع الفوائد ص ۵۸۲/ج ۱/ کتاب الاضاحی، مطبع بیروت، بخاری شریف ص ۸۳۲/ ج ۲/باب الاضحیة للمسافر والنساء، ادارة الرشید دیوبند، مسلم شریف ص ۴۲۴/ج ۱/کتاب الحج، باب جواز الاشتراک فی الهدی، مکتبه بلال.

[2] امداد المفتین ص ۷۹۹، ۷۰۰، کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالاشاعت کراچی،

قانون معلوم نہیں، شرعی قانون دریافت کریں تو جواب حاضر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۵ھ

بھینس کی قربانی کا حکم

سوال: -بھینس کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس میں کتنے حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے اس میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں، اس کا حال گائے کی طرح ہے زیلعی ص ۷/ج ۶/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھینس کی قربانی

سوال: -علماء کیا فرتے ہیں اس مسئلہ میں کہ بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس حدیث سے ثابت ہے، جس طرح گائے، اونٹ، بھیڑ اور بکری کے لئے صاف طور پر حکم ہے اسی طرح بھینس کا حکم کسی حدیث میں صاف طور پر ہے اور وہ حدیث سنداً کیسی ہے، اور کس کتاب میں ہے، یا امام ابوحنیفہؒ نے بھینس کی قربانی کی ہے یا اس کی قربانی کا حکم دیا ہے، تو ان کا قول مع حوالہ کتاب درج فرمائیں، اہل لغت یا کسی عالم کے قول کی

---

[1] ویجوز بالجاموس لأنه نوع من البقر (زیلعی ص ۷/ج ۶/کتاب الاضحیة. مکتبه امدایه ملتان پاکستان، خانیه علی الهندیة ص ۳۴۸/ج ۳/کتاب الاضحیة، فصل فیمایجوز فی الضحایا، عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۷/ج ۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس، شامی کراچی ص ۳۲۲/ج ۶/کتاب الاضحیة.

ضرورت نہیں، اگر حدیث یا قول امام میں نہیں ہے تو تحریر فرمائیں کہ کسی میں نہیں ہے، نیز ہرن، نیل گائے، اور گھوڑے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا کسی حدیث میں صاف صاف اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کے الفاظ موجود ہیں، جن کی قربانی کا حکم دیا گیا ہو اگر ایسا ہو تو وہ حدیث نقل کیجئے، اہل لغت کا قول کافی نہیں ہوگا، کبھی ابل، بقر، غنم، معز، لکھ کر آپ کہہ دیں کہ لغت میں اس لفظ کے یہ معنی ہیں، اور اس لفظ کے یہ معنی ہیں۔

جب آپ اس دعویٰ کو ثابت کر دیں تب بھینس کے متعلق صاف حدیث کا مطالبہ کیجئے، کیا امام ابوحنیفہؒ نے اونٹ وغیرہ الفاظ مذکورہ بولے یا تحریر کئے، جب آپ حیوانات اربعہ مذکورہ کی قربانی کا حکم اپنے مطلوبہ طریق کے مطابق مدلل تحریر فرمادیں گے تب آپ کو ایک جانور بھینس کی قربانی کی دلیل بھی طلب کرنے کا حق ہوگا۔

گھوڑے، ہرن، نیل گائے، کی قربانی درست نہیں کتب فقہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ذی الحجہ ۶۹ھ

خنثیٰ بکری کی قربانی

سوال: -خنثیٰ بکری کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ علامت اس کی یہ ہے کہ بکری

---

[1] أما جنسه فهو ان يكون من الاجناس الثلاثة الغنم اوالابل اوالبقرة ولايجوزفي الاضاحي شئي من الوحشي (الهندية ص ۲۹۷/ج ۱/الباب الخامس في بيان محل اقامة الواجب، كتاب الاضحية، مكتبه كوئٹه پاكستان، البحر كوئٹه ص ۱۷۷/ج ۸/كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۷/ج ۶/كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

کی علامت اس کی نہیں ہے، اور پیچھے سے اس کو دیکھ کر تو بکری جیسی معلوم ہوتی ہے، یعنی جس مقام پر بکری کی فرج ہوتی ہے اس مقام پر اس کی فرج نہیں ہے، جس مقام پر بکرے کے خصیے ہوتے ہیں اس جگہ پر پیشاب کرنے کا مقام ہے بکرے کی علامت بھی اس میں موجود نہیں، دو چھوٹے چھوٹے آنچل ہیں، ان کے درمیان سے مذکورہ بکری پیشاب کرتی ہے، یعنی دونوں آنچل کے درمیان میں اس کی فرج ہے، اور وہ فرج بکریوں کی سی فرج نہیں، صرف تھوڑی سی علامت ہے، فتاویٰ دارالعلوم میں لکھا ہے کہ مخنث بکرے کی قربانی درست نہیں، اور خصی بکرے کی قربانی درست ہے اور افضل ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بکرا مخنث ہے یا نہیں؟ اور اس کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس بکری میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں موجود نہ ہوں یا دونوں کی علامت ہو وہ خنثیٰ ہے اس کی قربانی نہ کی جائے "ولا بالخنثیٰ لان لحمها لاینضج "شرح وهبانیه (درمختار[1] ص ۲۰۷ / ج ۵ /"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ

خصی کی قربانی

سوال: ۔بعض لوگ بکرے کو خصی کر دیتے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے بلکہ افضل ہے۔ شامی ص ۲۰۵ / ج ۵ /[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج ۹ / ص ۴۷۰ / کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۹ / الباب الخامس، کتاب الاضحیة، شلبی علی الزیلعی ص ۶ / ج ۶ / کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان. (حاشیہ نمبر ۲ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

خصی کا حکم

سوال:- بھینسہ، بکرا وغیرہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور خصی کرنے کی اجرت لینا درست ہے یا نہیں، اور خصی کئے ہوئے جانور کی قربانی کرنا کیسا ہے؟ مدلل جواب سے ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرورت کے لئے ان جانوروں کو خصی کرنا بھی جائز ہے، اور خصی کرنے کی اجرت بھی درست ہے، اور خصی جانور کی قربانی بھی درست ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی قربانی ثابت ہے، "عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ ضَحّٰی رَسُولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوئَیْنِ خَصِیَیْن الخ زیلعی[1] ص ۲۱۶/ج۴/۔ وجاز خصاء البھائم وقید وہ بالمنفعة وھی ارادة سمنھا ومنعھا عن العض. درمختار، شامی ص ۲۴۹/ج۵/[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] ان الذکر فی الضأن والمغر افضل لکنہ مقید بما اذا کان موجوء ای مرضوض الأنثیین ای مدقوقھما. شامی نعمانیہ ص ۲۰۵/ج۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ ص ۴۶۶/ کتاب الاضحیة، زیلعی ص ۵/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۹/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس، بزازیہ علی الھندیة ص ۲۸۹/ج۶/ کتاب الاضحیة، الفصل الرابع.

[1] نصب الرایة ص ۲۱۶/ج۴/کتاب الاضحیة، مطبوعہ دارالمامون.

[2] شامی مکتبہ نعمانیہ ج۵/ص ۲۴۹/مطبوعہ زکریا ج۹/ص ۵۵۷/فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة، تبیین الحقائق ص ۳۱/ج۶/کتاب الکراھیة، فصل فی البیع، مکتبہ امدادیہ ملتان، البحر کوئٹہ ص ۲۰۴/ج۸/کتاب الکراھیة، فصل فی البیع.

ایک فربہ بکرے کی قربانی بہتر ہے یا دو کی جبکہ قیمت میں برابر ہوں

سوال:- سو روپئے میں اگر ایک ہی بکرا ذبح کیا جائے جو خوب موٹا تازہ ہو تو یہ بہتر ہے، یا سو روپے میں دو عدد ذبح کیا جائے جو کہ مناسب بدن کے ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سو روپئے میں اگر دو مناسب بکرے ملیں جن سے دو واجب ادا ہو سکیں تو یہ بہتر ہے کہ اس سے اتنی ہی قیمت میں ایک بکرا بہت موٹا ذبح کیا جائے، جس سے ایک ہی واجب ادا ہو[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۸ھ

قربانی کے لئے موٹا پا عیب نہیں

سوال:- قربانی کا جانور اپنے موٹاپے کی وجہ سے چل نہ سکتا ہو، یہاں تک کہ مذبح تک بھی نہ جا سکتا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنا موٹا ہو جانا قربانی کے لئے عیب عن الاضحیہ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۹/۹۱ھ

---

[1] رجل اشتری للأضحیة شاتین بثلاثین درهما کان ذلک افضل من شاة واحدة بثلاثین خانیة علی الهندیة ص ۳۴۹/ج۳/مکتبہ کوئٹہ پاکستان، فصل فیمایجوز فی الضحایاومالایجوز، بزازیة علی الهندیة ص ۲۹۰/ج۶/کتاب الاضحیة،الفصل الرابع،مطبوعه کوئٹه.

[2] ومن المشائخ من یذکر لهذا الفصل اصلاً ویقول کل عیب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سستی قیمت کا جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال:- میں قربانی اپنے وطن میں اس وجہ سے کرتا ہوں کہ وہاں پر بکرے کی قربانی ہوتی ہے، اور حصہ سستا پڑتا ہے، یہاں پر بکرا ۹۰/۱۰۰/روپے ہر ملازم پیشہ لوگوں میں اس کی ہمت نہیں ہے، تو اس طرح قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قربانی جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۲/۸۵ھ

جنین کی قربانی

سوال:- زید نے گائے کی قربانی کی جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو ایک بچہ بھی نکلا کیونکہ گائے حاملہ تھی، اور وہ بچہ زندہ نکلا تو اب اس کا کیا کیا جائے، آیا اس کی بھی قربانی کردی جائے یا اس کو پال لیا جائے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) یزیل المنفعة علی الکمال او الجمال علی الکمال یمنع الاضحیة وما لایکون بهذه الصفة لایمنع. (الهندیة ص ۲۹۹/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس. فی بیان محل اقامة الواجب، مکتبه کوئٹه پاکستان، شلبی علی الزیلعی ص ۶/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة، وروی ایضاً ان الرجل اذاکان فی مصر واهله فی مصر آخر فکتب الیهم لیضحوا عنه الیٰ قوله فینبغی ان یضحوا عنه بعدفراغ الامام من صلاته فی المصر الذی یضحی عنه الخ، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۲۹۶/کتاب الاضحیة، الباب الرابع فیما یتعلق بالمکان والزمان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی بھی قربانی کردی جائے اور جو تصرف اصل قربانی کے گوشت میں کیا جائے وہی اسکے بچے کے گوشت میں کیا جائے۔ (شامی ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کانجی ہاؤس سے نیلام جانور کی قربانی

سوال:- جو جانور کانجی ہاؤس میں نیلام کیا جائے، اس کو خریدنا اور اس کی قربانی کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں کیونکہ وہ خدا جانے کیسا جانور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امداد الفتاویٰ ص ۱۱۳ ر ج ۲ ر میں اس کے خریدنے اور اس کی قربانی کرنے کو جائز لکھا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گابھن جانور کی قربانی

سوال:- اگر جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا اور خریداری کے وقت اسکے گابھن

---

[1] فان خرج من بطنها حيافالعامة انه يفعل به مايفعل بالأم الخ (شامی نعمانیه ص ۲۰۵ ر ج۵ ر مطبوعه زکریا ج۹ ر ص۴۶۷ ر کتاب الاضحية، بدائع الصنائع ص ۲۲۰ ر ج۴ ر کتاب التضحية، مايستحب قبل التضحية وعندناوبعدها، مكتبه زكرياديوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱ ر ج۵ ر الباب السادس فی بيان مايستحب فی الاضحية.

[2] امدادالفتاویٰ،ترتیب جدیدص ۵۴۱ ر ج۳ ر کتاب الذبائح والاضحية والصيد الخ، اداره تالیفات اولیاء دیوبند،

ہونے کی تحقیق نہ ہو، کچھ روز بعد اس کے صحیح آثار وعلامت ہونے لگیں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گابھن جانور کی قربانی جائز ہے لیکن اگر ولادت کا زمانہ بالکل قریب ہو تو مکروہ ہے "شاة اوبقرة اشرفت علیٰ الولادة قالوا یکره ذبحها لان فیه تضییع الولد هذا قول ابی حنیفة لان عنده جنین لایتذکی بذکاة الام" عالمگیری[1] ص۹۲/ج۶/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرغ کی قربانی

سوال:- جس کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ گائے، یا بکری خرید کر قربانی کر سکے اور اس وجہ سے مرغ کی قربانی کر دے یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کا طریقہ ہے۔ (عالمگیری[2] ص۱۰۵/ج۴/ جب کہ اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تو اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهندیه ص ۲۸۷/ج۵/ الباب الاول، کتاب الذبائح، مکتبه کوئٹه پاکستان، شامی کراچی ص۳۰۴/ج۶/ کتاب الذبائح، خانیه علی الهندیة ص۳۶۷/ج۵/ کتاب الصیدو الذبائح، باب فی الذکاة.

[2] والتضحیة بالدیک والدجاجة فی ایام الاضحیة ممن لااضحیة علیه لاعساره تشبیهاً بالمضحین مکروه لانه من رسوم المجوس (الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/ کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب، مکتبة کوئٹه پاکستان، شامی کراچی ص۳۱۳/ج۶/ کتاب الاضحیة، بزازیة علی الهندیة ص ۲۹۰/ج۶/ کتاب الاضحیة، مطبوعه کوئٹه،

کیا انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے

سوال: -بعض لوگ کہتے ہیں کہ انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ مسائل کی کتابیں بھی تحریر کردیں، تاکہ ان سے معلومات حاصل کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انڈے کی قربانی سے واجب ادا نہیں ہوتا، اور نہ اس کی قربانی واجب ہوتی ہے،[1] البتہ اونٹ، بکری، مرغی، انڈا ان چاروں میں جو فرق ہے، بعض اعمال صالحہ کے متعلق اس فرق کو بتلایا گیا ہے کہ فلاں عمل کا ثواب اونٹ کی قربانی کی برابر ہے، اور فلاں کا بکری کی قربانی کے برابر فلاں کا مرغی کی قربانی کے برابر فلاں کے انڈے کی قربانی کے برابر اور جس طرح کے لفظ قربانی اردو میں بولے جاتے ہیں کہ کچھ فرق دینی چاہئے چند ہی پیسے کے ہوں اس سے سمجھ لیجئے!

مسائل کی کتابیں بے شمار ہیں فتاویٰ دارالعلوم امداد الفتاویٰ، ان دونوں میں بے شمار مسائل ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ

جنگلی جانور کی قربانی

سوال: -اگر کوئی شخص ہرن یا نیل گائے وغیرہ جنگلی جانوروں کے بچے کو خرید لے

---

[1] جب مرغ اور مرغی کی قربانی درست نہیں تو انڈے کی کیسے درست ہوگی؟ "فیکرہ ذبح دجاجة ودیک لانه تشبه بالمجوس بزازیة وفی الشامیة والکراهة تحریمیة کمایدل علیه التعلیل". الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۳۱۳/ ج ۶/ مطبوعہ زکریا ج ۹/ ص ۴۵۴/ کتاب الاضحیة، الهندیة ص ۳۰۰/ ج ۵/ الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب، مطبوعه کوئٹه پاکستان، بزازیة علی الهندیة ص ۲۹۰/ ج ۶/ کتاب الاضحیة، مطبوعه کوئٹه.

اس قیمت پر جس پر بکری وغیرہ کے مل جاتے ہیں، اوراس کو خوب شوق سے پالے تو اس کی قربانی عیدالاضحیٰ کے موقع پر جائز ہے یا نہیں، یعنی اس کی قربانی کرنے سے واجب قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی درست نہیں اس سے واجب قربانی ادا نہیں ہوگی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہرن بکری سے پیدا شدہ بچہ کی قربانی

سوال:- زید نے ایک ہرن پالا اور ایک بکری بھی پال رکھی تھی ہرن نے بکری سے جفتی کی اس سے بکرا (بچہ) پیدا ہوا اور سال بھر کا ہو گیا، اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بچہ بکرا ہرن اور بکری سے پیدا ہوا ہے، اس کی قربانی درست ہے یہ بچہ ماں کے حکم میں ہے اور ماں بکری ہے۔ شلبی ص ۷/ج ۶/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایجوز فی الاضاحی شئی من الوحشی، الهندیة ص ۲۹۷/ج۵/ کتاب الاضحیة، الباب الخامس، مکتبه کوئٹه پاکستان، تبیین الحقائق ص۷/ج۶/ کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان شامی کراچی ص ۳۲۲/ج۶/ کتاب الاضحیة.

[2] ولو نزا ظبی علی شاة قال عامة المشائخ یجوز (شلبی علی الزیلعی ص ۷/ج۶/ کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان پاکستان، بدائع زکریا ص ۲۰۵/ج۴/ کتاب الاضحیة، محل اقامة الواجب، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۷/ج۵/ کتاب الاضحیة، الباب الخامس.

بکری، ہرن کے جوڑے سے پیدا بچہ کی قربانی

سوال:- بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے کہ نہیں اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا یا ہرن کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھا ہے ''الولد یتبع الام[1]'' یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، جو حکم ماں کا وہی بچہ کا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست[2] ہوگی، مگر ایک دوسرا قاعدہ بھی لکھتے ہیں، ''اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام[3]''، یعنی جب حرام وحلال مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا، بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست ان کے اختلاط کے نتیجہ میں قربانی نادرست ہونی چاہئے قول اول راجح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۱۳۹۹ھ

پالتو ہرن کی قربانی

سوال:- ایک ہرنی کا بچہ شیر خوار ہی سے پندرہ روپیہ میں قیمتاً خریدا اور پھر اس کو اپنے گھر دودھ پلا کر پرورش کیا اور تقریباً ایک سال اس کی پرورش کی، اس کی قربانی کی جاسکتی

---

[1] الاشباہ والنظائر مع حاشیہ ص ۱۷۲/القاعدۃ الثانیۃ اذااجتمع الحلال والحرام غلب الحرام.

[2] اذا نزا ظبی علی شاۃ اھلیۃ فان ولدت شاۃ تجوز التضحیۃ بھا(بدائع الصنائع ص ۲۰۵/ج ۴/ کتاب الاضحیۃ، مطبوعہ زکریا دیوبند، شلبی علی الزیلعی ص ۷/ج ۶/کتاب الاضحیۃ،مکتبہ امدادیہ ملتان،عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۷/ج ۵/کتاب الاضحیۃ،الباب الخامس.

[3] الاشباہ والنظائر ص ۱۷۰/مطبوعہ محبوب پریس.القاعدۃ الثانیۃ اذااجتمع الحلال والحرام الخ،قواعدالفقہ ص ۵۵/قاعدۃ ۱۴/ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہرن کے بچہ کو اگر چہ دودھ گھر پلا کر پرورش کیا تب بھی اس کی قربانی درست نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کی بکری سے پتھر برآمد ہوا

سوال:- ایک مسلمان نے قربانی کے لئے ایک بکری خریدی ذبح کے بعد بکری کے معدے سے بہت قیمتی پتھر برآمد ہوا، قصاب نے ان پتھروں کو حاصل کرلیا، کیا قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی تو ذبح کرنے سے ہی درست ہوگئی تھی[2]، معدے سے برآمد پتھر اگر مالک نے

---

[1] ولایجوز فی الأضحاحی شئی من الوحشی (الهندیةص ۲۹۷/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب، مکتبه کوئٹه پاکستان،شامی کراچی ص ۳۲۲/ج۶/ کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص۷/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

[2] (هی) شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/۴۵۲/کتاب الاضحیة،البحر کوئٹه ص۱۷۳/ج۸/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص۲/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

قصاب کو دیدئے یا قصاب کے لینے پر رضامند ہوگیا تب بھی درست ہے کوئی مضائقہ نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ

[1] والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی ج ۱/ص ۷/ سورة الفاتحة،شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان والجیران.

فصل:- قربانی کے جانوروں کی عمر

اس بھینس کی قربانی جو موٹی ہو مگر دو سال سے کم ہو

سوال:- (۱) ایک جانور مثال کے طریقہ پر کٹرا یا گائے، یا بھینس جس کی عمر ۲۰/ ماہ ہے، مگر دو سال سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا ہے، خوب موٹا تازہ اور فربہ ہے تو کیا اس جانور کی قربانی ہو جائے گی، اس جانور میں کمی کسی قسم کی بھی نہیں ہے، مفصل لکھیں؟

(۲) ایک جانور ہے جس کی عمر ۲۰/ ماہ کی ہے اور گھر کا پلا ہوا ہے، دو سال کا معلوم ہوتا ہے، سوال نمبر ۱/ میں جو مذکور ہے وہی سوال نمبر ۲/ میں ہے، مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے پاس جانور ایک ہی ہے، اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی جانور نہیں ہے، تو کیا اس جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس میں کمی یہی ہے کہ پورے دو سال کا نہیں، اگرچہ فربہ ہونے کی وجہ سے دو سال کا معلوم ہوتا ہے، دنبہ اگر سال بھر سے کچھ کم کا ہو، اور فربہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کے دنبوں میں چھوڑ دینے سے فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو اس کی قربانی کی اجازت ہے، بھیڑ بھی اسی کے حکم میں ہے[۱] لیکن دوسرے جانوروں، بکری، گائے، بھینس، اونٹ کی عمر کی کمی کا بدل اس کا موٹا ہونا نہیں ہو سکتا[۲]

---

[۱] یجوز الجذع من الضأن اضحیةوقالواهذا اذاکان الجذع عظیماً بحیث لوخلط بالثنیات یشتبه علی الناظرمن بعد(زیلعی ص ۷/ ج۶/ کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان پاکستان) شامی نعمانیه ص۲۰۴/ ج۵/ کتاب الاضحیة،مجمع الانهرص ۱۷۱/ ج۴/ کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] وحولین من البقروالجاموس وحول من الشاة والمعز الدرالمختار علی الشامی نعمانیه،ص ۲۰۵/ ج۵/ کتاب الاضحیة،عالمگیری کوئٹه ص۲۹۷/ ج۵/الباب الخامس فی اقامة الواجب،البحر کوئٹه ص۱۷۷/ ج۸/ کتاب الاضحیة.

(۲) اس کی بھی قربانی جائز نہیں، اگر صاحب نصاب بھی ہیں تو پوری عمر کا جانور خریدیں، اور اس کی قربانی کریں، تب واجب ادا ہوگا[۱] اگر صاحب نصاب نہیں تو آپ پر قربانی واجب نہیں، نہ پوری عمر والے کی اور نہ کم عمر والے کی، نہ دبلے کی، نہ موٹے کی، نہ گھر کے پلے ہوئے کی، نہ دوسرے سے لیکر، اگر اس کو ذبح بھی کردیں گے تو وہ گوشت کھانے کے لئے ہوجائے گا، شرعی قربانی نہیں ہوگی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

سال بھر سے کم دنبہ کی قربانی

سوال:- سنا ہے کہ دنبہ سال بھر سے کم کا بھی جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دنبہ اس قدر فربہ اور بڑا ہو کہ سال کے دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بھی سال بھر کا معلوم ہوتا ہو چھوٹا نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسا دنبہ سال بھر سے کم آٹھ نو مہینہ کا بھی درست ہے زیلعی ص ۷/ج ۶/[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز الدر المختار علی الشامی نعمانیه، ص ۲۰۵/ج۵/کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹه ص۲۹۷/ج۵/الباب الخامس فی اقامة الواجب، البحر کوئٹه ص۱۷۷/ج۸/کتاب الاضحیة.

[۲] وشرائطها: الاسلام والاقامة والیسار الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر الدر المختار علی الشامی ص ۳۱۲/ج۶/کتاب الاضحیة، مطبوعه کراچی مجمع الانهر ص۱۶۷/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ نمبر ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی

سوال:- ہم لوگ قربانی کے لئے بھیڑ خریدنا چاہتے ہیں، وہاں دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک بھیڑ کی ٹولی بالکل علیحدہ ہوتی ہے، جو کہ پندرہ بیس کی ہوتی ہے، ان سب کی عمر پورے سال سے لیکر قریب دو سال تک ہوتی ہے، ان کو یہاں پر (Ship) شپ کہا جاتا ہے، اور ایک دوسری ٹولی ہوتی ہے وہ بھی پندرہ بیس کی ہوتی ہے، ان سب کی عمر سال کے اندر ہوتی ہے، مگر دیکھنے میں دو سال کی معلوم ہوتی ہے، اور ان پر فربہی بھی ہوتی ہے، بنسبت پورے ایک سال سے لیکر دو سال کی بھیڑ سے، اور اگر ان دونوں ٹولی کو ملایا جائے تو سال کے اندر کی بھیڑ زیادہ عمر میں بڑی دکھلائے گی، تو ہم کو علم ہونے کے باوجود سال کے اندر کی بھیڑ کو قربانی کے لئے خرید کر قربانی کریں، تو ایسا کرنا ہمارے لئے درست ہوگا یا نہیں؟ خیال رہے کہ سال کے اندر کے بھیڑ کی قیمت زیادہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ جس کی عمر سال بھر کی ہو چکی ہے، اس کی قربانی کی جائے، اگر چہ سال کے اندر والی بھیڑ زیادہ موٹی معلوم ہو، تاہم جائز اس کی ہو جائے گی، جس کی عمر سال بھر سے کچھ کم ہے اور دیکھنے میں سال بھر والی بھیڑ کے برابر یا زیادہ ہو[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۸۹ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[۳] وعن الزهری الجذع من المعزلسنة ومن الضنأن لثمانية اشهروقالوا هذا اذا كان الجذع عظيما بحيث لوخلط بالثنيات يشتبه على الناظرمن بعد،زيلعی ص ۷/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان پاكستان،مجمع الانهرص ۱۷۱/ج۴/كتاب الاضحية،دارالكتب العلمية بيروت،الدرالمختارعلى الشامی كراچی ص ۳۲۲/ج۶/كتاب الاضحية. (۱/اگلے صفحہ پر)

سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی

سوال:- بھیڑ اگر ایک سال سے کم کا اگر موٹا تازہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، یہ آپ ہی کی تحقیق سے معلوم ہوا اور اب آپ کے بقر عید والے اشتہار سے معلوم ہوا کہ ایسے بھیڑ کی قربانی جائز ہے، جو سال سے کم کا ہو چھ ماہ کا ہو مگر سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، یہ کہاں تک صحیح ہے، اور آپ کے اشتہار میں غلط شائع ہوا یا اب یہی مسئلہ ہو گیا، مدلل لکھئے تا کہ علم میں اضافہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھیڑ کی قربانی جب کہ اس کی عمر سال سے کم ہو، نا جائز ہونا میری کس عبارت سے معلوم ہوا اس کو بھیجئے، بہشتی زیور اختری[1] ص ۴۲ ر ج ۳ ر میں ایسے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی کو جائز لکھا ہے مگر حاشیہ میں حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے، بعضے علماء کا اس پر فتویٰ ہے لیکن مجھ کو درمختار کے اس جزئیہ "ولا التی لا الیة لھا" سے اس میں شبہ ہو گیا، ناظرین بطور خود علماء سے تحقیق کر لیں، میں ایسے بکرے کی قربانی کو نا جائز لکھتا ہوں، اور ایسے دنبہ کی قربانی کو جائز لکھتا ہوں، اور ایسی بھیڑ کی قربانی کو حتماً منع نہیں کرتا "علامہ شامی کی کتاب الاضحیہ" کی عبارت سے اجازت معلوم نہیں ہوتی، کتاب الزکوٰۃ کی عبارت سے اجازت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ کتاب الاضحیہ میں ہے "وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز اھ درمختار قال الشامی ص ۲۰۴ ر قوله من الضأن هو ماله الية قيد به لانه لايجوز الجذع من المعز وغيره بلاخلاف كما فی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [1] وجاز الجذع من الضأن لقوله عليه الصلوٰة والسلام لاتذبحوا الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان، وقالوا هذا اذا كان الجذع عظيماً بحيث لو خلط بالثنيات يشتبه على الناظر من بعد (زيلعی ص ۷ ر ج ۶ ر كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان پاكستان.

[1] بہشتی زیور ج ۳ ر ص ۳۹ ر قربانی کا بیان، مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

المبسوط اھ[1]

یہ عبارت صریح ہے کہ ایسی بھیڑ کی قربانی جائز نہیں "الضأن ماکان من ذوات الصوف اھ شامی ص ۱۹ / ج ۲ / باب زکوٰۃ الغنم[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضأن ذوات الصوف کو کہتے ہیں، خواہ ذوات الالیۃ ہو خواہ نہ ہو جو اپنے عموم کی وجہ سے دنبہ اور بھیڑ دونوں کو شامل ہے اسی وجہ سے مجھے قطعی طور پر منع کرنا محفوظ نہیں آپ میری عبارت ارسال کریں، اور مجھے مسئلہ بدلنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سال بھر سے کم بکری کی قربانی

سوال:- ایک بکری ایک سال سے کچھ ہی یعنی چند روز کم ہے مگر دیکھنے میں پوری سال بھر کی معلوم ہوتی ہے، تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی بکری کی قربانی درست نہیں جب تک وہ پوری سال بھر کی نہ ہو جائے۔ شامی ص ۲۰۵ / ج ۵ /[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالختار مع الشامی نعمانیہ ص ۲۰۴ / ج ۵ / کتاب الاضحیۃ، تبیین الحقائق ص ۷ / ج ۶ / کتاب الاضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، مجمع الانہر ص ۱۷۱ / ج ۴ / کتاب الاضحیۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] شامی نعمانیہ ج ۲ / ص ۱۹ / باب زکاۃ الغنم.

[3] وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز قال الشامی تقدیر ھذہ الاسنان بماذکر لمنع النقصان لاالزیادۃ فلوضحی بسن اقل لایجوز باکبریجوز (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سال بھر سے چند روز کم بکرے کی قربانی

سوال:-قربانی کے لئے زید نے ایک بکرا خریدا جس کی عمر سال بھر میں صرف ۱۸/ دن کم ہے، مگر دیکھنے میں فربہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کا معلوم ہوتا ہے، ایسے بکرے کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ نے مالا بدمنہ میں لکھا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ سال بھر کا ہو جس سے اشتباہ ہوتا ہے کہ اگر سال بھر سے کچھ کم دن کا ہو تب بھی قربانی درست ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''مالا بدمنہ'' میں مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا اس کی پوری عبارت لکھئے عامۂ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قربانی ایسے بکرے کی درست ہے جس کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو جائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم کی درست نہیں، اسی کی شامی نے ردالمحتار ص۲۰۴/ ج۵/[1] میں تصریح کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے لئے دو دانت کا لزوم

سوال:-سورت سے ایک گجراتی اخبار بنام مسلم گجرات شائع ہوتا ہے، اس کا مضمون

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)(شامی نعمانیہ، ص ۲۰۵/ ج۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ ۴۶۶/ کتاب الاضحیة)عالمگیری کوئٹہ ص۲۹۷/ ج۵/الباب الخامس فی اقامة الواجب،البحر کوئٹہ ص۱۷۷/ ج۸/ کتاب الاضحیة.

[1] وحول من الشاة وفی الشامی فلو ضحی بسن اقل لایجوز،الدرالمختارمع الشامی زکریا ج۹/ص۴۶۶/ کتاب الاضحیة،عالمگیری ص۲۹۷/ ج۵/الباب الخامس فی اقامة الواجب، مطبوعه کوئٹه البحر کوئٹه ص۱۷۷/ کتاب الاضحیة.

جس کی سرخی یہ ہے ''قربانی کے جانور کے دودانت چاہئے ،شائع ہوا ہے ،جس کا مضمون حسب ذیل ہے ،ثنی اور مسنہ دونوں کا ترجمہ دودانت والا ہوتا ہے، جس میں ہر ایک قسم کے جانور آگئے ، اور پہچان بھی ایسی واضح ہوگئی کہ ہر ایک شخص اسے دیکھ اور پہچان سکتا ہے ، یعنی خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی جانور مثلاً بکرا، گائے ، اونٹ وغیرہ جب تک دودانت والے نہ ہوجائیں ،اس وقت تک قربانی کے لئے جائز نہیں'' یہ گجراتی مضمون کا اردو میں لفظ بلفظ ترجمہ ہے ،تو عرض ہے کہ کیا جناب نے ایسا فتویٰ دیا ہے یا کسی نے حاصل کیا ہے، یا کسی کے اس قسم کے فتویٰ پر دستخط فرمائے ہیں، کیونکہ کہ یہاں اس مضمون سے ایک پہچان شروع ہوگئی ہے ، کیونکہ لوگ عام طور ثنیٰ کے سلسلہ میں بجائے دانت کے یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''والثنی هوابن خمس من الابل وحولین من البقروالجاموس وحول من الشاة والمعز الخ''

امید قوی ہے کہ مفصل جواب سے مطلع فرما کر شکر گزار فرمائیں گے ،تا کہ اس اخبار میں جناب کا تفصیلی تردیدی بیان شائع ہوجائے ، کیونکہ بکری ،بکرے دودانت نہیں ہوں گے ، جب تک دوسال ہوکر تیسرا شروع ہو جو شوافع کا مذہب ہے؟

برادسلمہٗ ،السّلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاتهٗ

یہ فتویٰ لکھنا مجھے تو یاد نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے جواب کا یہ پورا مضمون نقل کیا ہے، یا اس میں سے مختصر کر کے لکھا ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اس میں اشکال کیا ہے، براہِ کرم پورا جواب جو اخبار میں شائع ہوا ہے، وہ نقل کر کے بھیجیں اور اس میں جو اشکال یا غلطی ہو اسکی بھی پوری تفصیل سے تصریح فرمائیں، امید کہ مزاج بعافیت ہونگے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

فتویٰ از مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ

الجواب ہوالموفق: - یہ فتوی جو میں نے دیا ہے یا میری طرف منسوب ہے صحیح ہے، جانوروں

کی عمریں پہچاننے کا عام اور صحیح طریقہ یہی ہے کہ ان کے دانتوں سے ان کی پہچان ہوتی ہے، دودانت والا بکرا یا بکری یا مینڈھا سال سے کم کا نہیں ہوسکتا، ہاں یہ ممکن ہے کہ سال بھر کا ہوجائے، لیکن دانت دو نہ نکلے ہوں، فقہاء نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے، کہ اس میں عمر پوری ہونی ضروری ہے، اور عام طور پر یہی طریقہ اسلم ہے، ہاں اگر کسی کے گھر کا بکرا بکری ہو اور اسے اس کی پیدائش کی تاریخ معلوم ہو اور یاد ہو اور وہ سال بھر کا ہوجائے، مگر دانت نہ نکلے ہوں تو وہ اس کی قربانی کرسکتا ہے، مگر ایسا حکم دینا غلطی میں مبتلا کرسکتا ہے، کہ لوگ اور فروخت کرنے والے بے دانت کے بکرے یا بھیڑ کو سال بھر کا بتلا دیں گے، اور لوگ خرید کر قربانی کرلیں گے، تو بکرے کی قربانی جائز نہ ہوگی، کیونکہ اس کا سال بھر کا ہونا یقینی نہیں ہے، عام طور پر بکرے بھیڑ کے دودانت سال بھر میں ہوجاتے ہیں، بعض کے نہیں ہوتے، مگر دودانت کا حکم ایسا ہے کہ اس میں غلطی نہیں ہوسکتی، یعنی دودانت کا بکرا سال بھر کا یا سال سے زائد کا ہوگا، سال سے کم کا نہ ہوگا، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا سال بھر سے کم کا بھی جائز ہے، صرف بکرے کے لئے سال بھر کا ہونا شرط ہے، تو اگر بکرا گھر کا پیدا شدہ ہو اور یقینی سال بھر کا ہو تو اگر چہ اس کے دانت نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مہر مدرسہ امینیہ دارالافتاء دہلی

جواب از فقیہ الامت قدس سرہٗ

الجواب حامداً ومصلیاً

اتنی بات تو دونوں فتوؤں میں متفقہ ہے کہ اصل مدار عمر پر ہے، مگر دہلی کے فتویٰ میں دودانت کو عمر کے لئے یقینی علامت قرار دیا ہے، اور یہ بات درحقیقت فقہ سے متعلق نہیں ہیں اہل بصیرت وتجربہ کی رائے سے متعلق ہے مگر حضرت مفتی صاحب مدت فیوضہم نے اس کو فقہاء کی طرف منسوب فرمایا ہے، باوجود تتبع کے کتب فقہ حنفی میں مجھے اس کی تصریح نہیں ملی، فقہ

شافعی و مالکی میں بھی تلاش کیا، البتہ فقہ حنبلی کی متن المقنع کی شرح کبیر ص ۳۷/ج ۳/ میں ہے،

"وثنی الابل ماکمل لہ خمس سنین ومن البقر ماله سنتان ومن المعز مالہٗ سنة قال الاصمعی وابوزیاد"

"وابوزید الانصاری اذامضت السنة الخامسة علی الابل ودخل فی السادسة والقی ثنیته فهو حینئذ ثنی ویر وی انه یسمیٰ ثنیاً لانه القیٰ ثنیته واما البقرة فهی التی لها سنتان وقد قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لاتذبحو الا مسنة ومسنة البقر التی لها سنتان[1] علیٰ ماذکر فی الزکوٰة وثنی المعز مالہٗ سنة وقال ابن ابی موسیٰ فیه قول ان ثنی البقر ما دخل فی السنة الرابعة والا ول المشهور فی المذهب اھ" اس کو حنفیہ پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا، اور حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے بھی اس کو حجت لازمہ قرار نہیں دیا، چنانچہ آخر فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے، کہ بکرا گھر کا پیدا شدہ ہو اور یقینی سال بھر کا ہو تو اگرچہ اس کے دانت نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

جس طرح سال بھر کا ہونے کے باوجود دو دانت ہونا لازم نہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ سال بھر سے پہلے ہی دانت ہو جائیں، کیونکہ علامات سے ان کے متعلقات کا تخلف کچھ محال نہیں، چنانچہ شیخ المحققین ابن الہمام نے فتح القدیر[2] کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة" میں تحریر فرمایا ہے "فان المراد بالدلیل الا مارة وهی ماتقدم یجزم بتخلف متعلقها مع قیامها کوقوف بغلة القاضی علیٰ بابه مع العلم بانه لیس فی داره اھ" لہٰذا دو دانت ہونے پر بھی ایک سال کی عمر کا حکم لگانا قطعی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/صفر ۶۸ھ

---

[1] المغنی لابن قدامة الحنبلی ص ۳۴۹/ج ۹/کتاب الاضحیة، باب مایجتنب فی الضحایا، دار الفکر بیروت، الحاوی الکبیر ص ۹۲/ج ۱۹/کتاب الضحایا، فصل فاذاتقرر ماذکر فی اسنان الضحایا، دار الفکر بیروت.

[2] فتح القدیر ص ۳۴۳/ج ۲/باب مایوجب القضاء والکفارة کتاب الصوم، مکتبه دار الفکر بیروت.

لفظ جذعۃ کی تشریح

سوال:۔زبان عربی کے اندر ''جـــذعة'' کا معروف معنی بکری کا ایک سالہ بچہ ہے، چنانچہ مولانا گنگوہی صاحبؒ فرماتے ہیں'' **قال اهل اللغة وغيرهم الجذع التى تمت لها سنة ركوب**' ،اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ محدث سہارنپوری نے لکھا ہے ''**الجذع فى اللغة ماتمت له سنة،بذل المجهود ج۴/ص ۱۷۱/** اور جب ''جذعة'' کے معنی عربی زبان میں یکسالہ ہے،تو شارع عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد ''**فتذبحوا جذعة من الضان**'' کے اندر بھی ''جـذعة'' سے مراد یکسالہ ہی ہوگا، نہ اور کچھ،مگر ہمارے فقہاء تو جذعۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہیں''**الجذعة ماتمت ستة اشهر**'' سوال یہ ہے کہ وہ کونسا شرعی قرینہ ہے جس کی بناء پر معروف عندالعرب معنی کو چھوڑ کر ایک مخصوص معنی مرادلیا جارہا ہے،اوراس کو شرعی معنی قرار دیا جاتا ہے، بعینہٖ یہی سوال لفظ''مسنۃ'' کے متعلق بھی ہے کہ اس کا معروف عندالعرب معنی تو یہ ہے''**الـذى الـقـىٰ ثنيه**'' (دندان پیشش افگندہ) پھر وہ کونسا قرینہ ہے جس کی بناء پر معروف عندالعرب معنی سے گریز کر کے ایک مخصوص معنی مرادلیا جاتا ہے (**والمسنة ماتت عليه سنة**)

الجواب حامداًومصلیاً

جس طرح علم حدیث مستقل فن ہے اس کی مخصوص اصطلاحات ہیں ضروری نہیں کہ ان اصطلاحات کو لغوی معنی ہی میں استعمال کیا جائے، بلکہ وہ منقول ہیں، جیسے معضل ،شاذ منکر، غریب، محدث، حافظ، حجۃ، حاکم، صحیح، حسن، غریب وغیرہ اگر لغوی ہی معنی میں ان کو لیا جائے گا تو مطلب خبط ہو جائے گا۔

اسی طرح فقہ بھی مستقل فن ہے،اس کی بھی مخصوص اصطلاحات ہیں لازم نہیں کہ ان کو لغوی ہی معنی میں استعمال کیا جائے ،صلوٰۃ ،زکوٰۃ ،حج ، جہاد، نکاح، طلاق، خلع ،عبادات کو جن معانی میں استعمال کیا جاتا ہے، وہ منقول ہیں محض لغوی معنی مراد نہیں ،ائمہ لغت کے'' جذعہ کی

تشریح میں دو قول ہیں'' چنانچہ المغرب ج ۱/ص ۸[1] ''میں ''وعن الزهریؒ ''الجذع من المعز سنة، ومن الضنان ثمانية اشهر'' مجمع البحار ج ۱/ص ۱۸۱[2] میں ہے ''ماتمت لهٗ سنة وقيل يقل منها اھ ایسا ہی نہایہ ابن اثیر ج ۱/ص ۱۷۷[3] میں ہے:

حضرت وکیع جلیل القدر محدث ہیں، ان کا قول امام ترمذیؒ نے اپنی ''جامع'' میں ج ۱/ص ۱۸۱[3] میں نقل کیا ہے ''قال وكيع الجذع مايكون ابن سبعة اوستة اشهر'' معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک بھی فقہاء کا قول اجنبی اور قابل رد نہیں، بلکہ ان کے کلام میں بھی تشریح موجود ہے، علامہ شوکانیؒ نے بھی اس کو نیل الاوطار ج ۳/ص ۳۴۵[4] میں اس کو نقل کیا ہے، اور دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں، خطابی شرح ابوداؤد میں بھی یہ موجود ہے، اگر جذعة سے مراد ''ماتمت له سنة'' ہو تو اس کی تحقیق کی کوئی وجہ نہیں ''ماتمت له سنة'' تو بکری بھی کافی ہے، پھر بعض صحابہ کا قبل الصلوٰۃ مخصوص طور پر ''جذع'' کے متعلق سوال کرنا اور جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم اسی جذع کی قربانی کردو یہ کس لئے ہے اور بعض روایات میں یہ بھی اضافہ ہے کہ کسی اور کو اس کی اجازت نہیں، اور بعض روایات میں معز کی تخصیص بعض میں ''ضان'' کی تخصیص ہے، یہ سب قرائن قویہ ہیں کہ قربانی کے لئے جو عمر معروف ہے ''جذعه'' اس عمر کو نہیں پہنچا بلکہ اس سے کم ہے، امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے، باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم لابی بردةؓ ضح بالجذع من المعز ولاتجزئ من احد بعدک'' اس کے تحت حدیث بیان کی ہے ''عَنِ الْبَرَاء ابْنِ عَازِبٍؓ ضَحّیٰ خَالی يُقَالُ لَهٗ اَبُوْبُرْدَةؓ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاتُکَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِیْ دَاجِناً جَزْعَةً مِنَ الْمَعْزِ قَالَ اِذْبَحْهَا

---

[1] المغرب ص ۱۳۶/الجيم مع الذال، ادارة القرآن كراچی.

[2] مجمع البحار الانوار ج ۱/ص ۳۳۴/مكتبه دارالايمان المدينة المنورة.

[3] ترمذی ج ۱/ص ۱۸۱/ابواب الاضاحی كتب خانه رشيديه.

[4] نيل الاوطار ج ۵/ص ۱۸۸/باب السنن الذی يجزئ فی الاضحية ومالا يجزی.

وَلاتَصْلُحُ لِغَیْرِکَ"

اس کے متابعات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "ذبح ابوبردة قبل الصلوٰة فقال لهٗ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ابدلها قال لیس عندی الاجذعة قال شعبه واحبه قال هی خیرمن مسنة قال اجعلها مکانها ولن تجزی عن احدبعدک اھ[1] مسلم شریف کی روایت میں ہے "هی خیر من مسنة ولم یشک اھ"[2] فتح الباری ج ۱۰/۳[3] میں مذکور ہے حنفیہ کے دلائل[4] میں ہیں، جانوروں کی عمروں کو عامۃ دانتوں سے پہچانا جاتا ہے، اسلئے بکری، گائے، اونٹ، کی عمر کے لئے وقت خاص پر "مسنة" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] بخاری شریف ج ۲/ص ۸۳۳/وج ۲/ص ۸۳۴/.

[2] ولم یذکر الشک فی قوله هی خیرمن مسنة مسلم شریف ج ۲/ص ۱۵۴/کتاب الاضاح.

[3] فتح الباری ص ۱۱۷/ج ۱۱/کتاب الاضاحی، باب قسمة الامام الاضاحی بین الناس مکتبه نزارمصطفی البازمکة المکرمة.

[4] مجموع ماذکر یدل علی جواز التضحیة بالجذع من الضأن دون غیرها من المغروالبقر والابل بل الذی یجوزمنها هو المسنة ای الثنی بقی ان جوازا الجذع من الضان هل هو مطلق او مقید بعدم تیسر المسنة لانه یحتمل ان یکون قوله ولاتذبحوا الاسنة للندب الی الاعلی والافضل دون الایجاب والاشتراط فیحمل علیه الخ، اعلاء السنن ص ۲۴۵/ج ۱۷/باب مایجوز فی الضحایامن السن، ادارة القرآن کراچی.

باب سوم: قربانی کے جانور میں عیب

گائے کا دو تہائی سینگ ٹوٹ جائے تو اس کا حکم اور ہدایہ وحجۃ اللہ البالغۃ کی عبارت میں تطبیق

سوال: ۔گائے کا سینگ اگر ثلاثین، ۲/۳ باقی نہ رہے تو اسکی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ نیچے کے دو قول کی تطبیق کیا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں "ویجوز الا ضحیة مکسورة القرن لما قلنا" یہ کس طرف مہموز ہے، ہدایہ کے ماقبل باب میں یعنی ذنب اور اذن کے بیان میں "الاکثر حکم الکل" کی طرف مہموز ہے یا نہیں؟ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب اضحیہ کے باب میں یہ فرماتے ہیں کہ "وینھی عن اعضب القرن والاذن" ان دو متضاد قول میں تطبیق کیا ہے؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کا سینگ بالکل جڑ سے اُکھڑ گیا ہو، اس کی قربانی درست نہیں، جس کی جڑ باقی ہے، اس کی قربانی درست ہے، اگرچہ نصف سے زیادہ بقدر ثلاثین ٹوٹ گیا ہو، ہدایہ[1] ص ۴۳۲/ج۴/میں ہے "ویجوز ان یضحی بالجماء وھی التی لاقرن لھا، لان القرن لایتعلق بہ مقصود وکذا مکسورة القرن لما قلنا اھ" اذن اور ذنب پر قرن کو قیاس کرنا صحیح نہیں، ان دونوں کا حکم علیحدہ مذکور ہے، "ولاتجزی مقطوعة الاذن والذنب ولا التی ذھب اکثر اذنھا وذنبھا وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز اھ"[2]، علت بھی صاحب ہدایہ نے بیان

---

[1] ھدایہ ص ۴۴۸/ج۴/کتاب الاضحیة، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[2] ھدایہ ص ۴۴۷/ج۴/کتاب الاضحیة، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانھر ص ۱۷۱/ج۴/کتاب الاضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة.

کردی ہے، اعضب القرن وہی ہے جس کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو اس کی قربانی درست نہیں، جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے[1]، پس کوئی تضاد نہیں، الحاصل تین چیزیں الگ الگ ہیں۔ (۱) جماء جس کے پیدائشی سینگ نہیں۔ (۲) مکسورۃ جس کا سینگ ٹوٹ گیا ہو۔ (۳) اعضب جس کا سینگ جڑ سے اُکھر گیا ہو، پہلی دو کی قربانی درست ہے، اخیر کی درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

جس جانور کے سینگ نہ ہوں اس کی قربانی

سوال:- یہاں بکری، گائے وغیرہ کے پیدا ہوتے ہی سینگ نکلنے کی جگہ پر کرنٹ لگا دیتے ہیں، جسکی وجہ سے سینگ نہیں نکلتے، تو ایسے جانوروں کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جانور کے سینگ نکلتے ہی نہیں (وجہ کچھ بھی ہو) اس کی قربانی درست ہے، "ویضحی بالجماء هی التی لاقرن لها خلقة" شامی ص ۲۰۵/ج ۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۸۷ھ

سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی

سوال:- جس بکری کا سینگ ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وینهی عن اعضب القرن والاذن الخ حجة اللّٰه البالغه ص ۱۰۷/ج ۲/باب العیدان، اصح المطابع کراچی.

[2] شامی نعمانیه کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۵/ج ۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج ۸/کتاب الاضحیة.

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے لیکن اگر جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو جائز نہیں۔ (شامی ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی

سوال:- ایک گائے کو قربانی کیلئے خریدا لیکن اس کے دو سینگ میں سے ایک سینگ ٹوٹ گیا یہاں تک کہ وہ تہائی سے تھوڑے کم موجود ہے، اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے "ویضحی بالجماء هی التی لاقرن لها خلقة و کذا لعظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر اوغیره فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قهستانی وفی البدائع ان بلغ الکسر الی المشاش لایجزی ھ شامی ص ۲۸۲ ر ج ۵ ر"[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶ ر محرم ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸ ر محرم ۶۷ھ

---

[1] یضحی بالجماء و کذالعظماء اللتی ذهب بعض قرنها بالکسر اوغیره فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز شامی نعمانیه ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر مطبوعه زکریا ج ۹ ر ص ۴۶۷ ر کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۵ ر ج ۶ ر کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۶ ر ج ۸ ر کتاب الاضحیة.

[2] شامی نعمانیه ص ۲۰۵ ر ج ۵ ر مطبوعه زکریا ج ۹ ر ص ۴۶۷ ر کتاب الاضحیة. تبیین الحقائق ص ۵ ر ج ۶ ر کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۶ ر ج ۸ ر کتاب الاضحیة.

سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی

سوال:- میں نے ایک مینڈھا خریدا ہے جس کی عمر ایک سال دو ماہ اور دو دانت تھا وہ بہت فربہ تھا، اس کے ایک انچ لمبے سینگ ہیں، اس نے دیوار میں رگڑ کر قریب آدھ انچ توڑ دیئے ہیں، اور نہ سینگ کی گودی ٹوٹی اور نہ خون نکلا اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس بات کی وجہ سے اس کی قربانی میں کوئی نقصان نہیں شرعاً درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

آدھا سینگ شکستہ ہو تو اس کی قربانی

سوال:- ایک گائے جس کا ایک سینگ ثابت اور دوسرا آدھا ٹوٹا ہوا ہے کیا یہ گائے قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک سینگ آدھا ٹوٹا ہوا ہونے سے اس گائے کی قربانی شرعاً ناجائز نہیں ہوگی،

"ویضحی بالجماء هی التی لاقرن لها خلقة وکذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر اوغیره، فان بلغ الکسر الی المخ لم یجزاه شامی ص ۲۸۲/ج ۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذیقعدہ ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] یضحی الی قوله العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر اوغیره (شامی نعمانیه ص ۲۰۵/ج ۵/مطبوعه زکریا ج ۹/ص ۴۶۷/کتاب الاضحیة) تبیین الحقائق ص ۵/ج ۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج ۸/کتاب الاضحیة. (حاشیہ ۲/اگلے صفحہ پر)

چرنے سے جس بکرے کے دانت گھس گئے ہوں

سوال:- ایک بکرا قربانی کے لئے خریدا گیا لیکن اس کے دانت چرنے کی وجہ سے گھس کر بہت چھوٹے چھوٹے رہ گئے ہیں، اور مسوڑوں کے برابر ہوگئے ہیں، منھ کھولنے پر سارے دانت اچھی طرح نظر آتے ہیں، ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں، کیا اس بکرے کا شمار ہتماء میں ہوگا، جب کہ ہتماء میں دانتوں کا جڑ سے اُکھڑنا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ ان دانتوں سے چرتا اور اپنی روزی حاصل کرتا ہے تو اس کا حکم ایسے بکرے کی طرح نہیں ہوگا جس کے دانت اُکھڑ گئے ہوں، اور چرنے سے معذور ہوگیا ہو، لہٰذا اس کی قربانی میں کوئی شبہ نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کان چرے ہوئے کی قربانی

سوال:- اگر قربانی کے جانور کے کان تو درست ہوں لیکن کان کو چیر کر دو حصہ کر رکھے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)[2] شامی نعمانیہ ص ۲۰۵/ج۵/مطبوعہ زکریا ج۹/ص۴۶۷/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۵/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان، البحر کوئٹہ ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة.

---

[1] واما الهتماء وهی التی لاأسنان لها فان کانت ترعی وتعتلف جازت والا فلا کذافی البدائع. (عالمگیری ص ۲۹۸/ج۵/فصل فی صفة الاضحیة) تبیین الحقائق ص ۶/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة.

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ذبح کرتے ہوئے عیب پیدا ہوگیا

سوال:- قربانی کے لئے جانور کو زمین پر گرایا گیا جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، یا آنکھ پھوٹ گئی، غرض ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ قربانی درست نہیں رہی تو اب اس جانور کو کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی کردی جائے، قربانی کے لئے گرانے سے اگر ایسا عیب پیدا ہوجائے تو اس سے قربانی میں خرابی نہیں آتی[2]۔ شامی ص ۲۰۷/ج ۵/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی سے پہلے جانور بیمار ہوگیا

سوال:- زید نے ایک بکرا خریدا بہ نیت قربانی، زید صاحب نصاب ہے لیکن چند روز کے بعد بکرا بیمار ہوگیا، اس بکرے کو فروخت کرکے قیمت کے داموں سے یا اپنے دوسرے

---

[1] وتجوزان ذهب اقل منه اى من النصف مجمع الانهر ص ۱۲۲/ج۴/مكتبه دارالكتب العلمية.بيروت، كتاب الاضحية،تبيين الحقائق ص۵/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص۱۷۷/ج۸/كتاب الاضحية.

[2] لايضر تعيبها من اضطرابها عندالذبح وكذا لوتعيبت فى هذه الحالة اوانفلتت ثم اخذت من فورهاوكذا بعد فورها.شامى نعمانيه ص۲۰۷/ج۵/مطبوعه زكرياج۹/ص ۴۷۱/كتاب الاضحية،تبيين الحقائق ص۷/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص۱۷۷/ج۸/كتاب الاضحية.

داموں سے دوسرا بکرا خرید کر کے قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے ذمہ دوسرا بکرا قربانی کرنا ضروری ہے خواہ اسی قیمت سے خریدے یا دوسری قیمت سے بشرطیکہ اس سے پہلے خریدے ہوئے بکرے میں ایسی بیماری پیدا ہوگی ہو یا ایسا کوئی عیب پیدا ہوگیا ہو جس کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہ رہی ہو۔ اور اگر ایسی بیماری نہیں بلکہ معمولی کوئی تکلیف ہے کہ جس سے اسکی قربانی ممنوع نہیں، تو اس کے ذمہ دوسرا بکرا خریدنا واجب نہیں، پہلے ہی بکرے کی قربانی کافی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے لئے بکرا خریدا وہ بیمار ہوگیا اب کیا کرے

سوال:- (۱) ایک صاحب کا بکرا قربانی کا ہے، اور یہ مہینہ ذیقعدہ ہے، وہ بکرا بیمار ہوگیا اس کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، صاحب نصاب کا خیال ہے کہ اس بیمار بکرے کو ذبح کرے، جو قیمت وصول ہو وہ اور زائد رقم اپنے پاس سے ملا کر دوسرا بکرا خرید کر قربانی کرلیں ایسی صورت میں صاحب نصاب کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قربانی نذر مانا ہوا بکرا بیمار ہوکر مرنے کے قابل ہوگیا ہو، ایسی صورت میں ذبح کر کے تقسیم کردیا جائے تو کیا وہ نذر قبول ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس بکرے والے کی رائے بہت مناسب ہے[2]۔

---

[1] ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كما مرفعليه اقامة غير ها مقامها ان كان غنيا وان كان فقيراً اجزأه ذٰلک (قوله كمامر) اى كالموانع التى مرت (الدرمختار مع الشامى،نعمانيه ص ۲۰۷/ج۵/مطبوعه زكرياج۹/ص ۴۷۱/كتاب الاضحية مكتبه نعمانيه)تبيين الحقائق ص۷/ ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص۱۷۷/ج۸/كتاب الاضحية.

(حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) اگر بکرا متعین کر کے اس کی قربانی کی نذر کی ہے، اور وہ وقت قربانی آنے سے پہلے موت کے قریب ہوگیا تو اس کو ذبح کر کے صدقہ کر دیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ نذر قبول ہوجائیگی، لیکن صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے جو قربانی واجب ہوگی وہ اس سے ادا نہ ہوگی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا جانور بیمار ہوگیا نماز عید سے پہلے اس کی قربانی

سوال:- ایک صاحب فرماتے ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کو نماز عید سے پہلے پہلے قربانی کا بکرا دفعۃً بیمار ہوگیا کہ زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں کہ نماز عید سے پہلے ذبح کر دیا تو قربانی میں شمار نہ ہوگا، صاحب نصاب کو دوسرا بکرا خریدنا لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں اس طرح صاحب نصاب کی طرف سے قربانی واجب ادا نہیں ہوگی، بعد نماز عید اس کو قربانی کرنا لازم ہے خواہ مستقل جانور خرید کر قربانی کرے، خواہ کسی بڑے جانور میں حصہ لے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ اذاماتت المشتراة للتضحية على موسر تجب مكانها اخرى ولاشئ على الفقير الخ مجمع الانهر ص ۱۷۳/ ج ۴/ كتاب الاضحية، دارالكتب العلمية بيروت، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۳۲۵/ ج ۶/ كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۷/ ج ۶/ كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

۱ ان المنذورة لو هلكت او ضاعت تسقط التضحية بسبب النذر غير انه ان كان موسراً تلزمه اخرىٰ بايجاب الشرع ابتداء لا بالنذر شامى كراچى ص ۳۲۵/ ج ۶/ كتاب الاضحية، بدائع الصنائع زكرياص ۱۹۹/ ج ۴/ كتاب الاضحية، فصل فى كيفية الوجوب. (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

قربانی کا جانور بیمار ہوگیا

سوال:- ایک بکرا زید نے قربانی کی نیت سے خریدا زید صاحب نصاب ہے لیکن چندروز کے بعد بکرا بیمار ہوگیا، اس بکرے کو فروخت کردیا ذبح کرکے اب زید بکرے کی قیمت کے داموں سے دوسرا بکرا خرید کرے یا وہ قیمت اپنے کام میں خرچ کرکے دوسرا بکرا اپنے پاس سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے ذمہ دوسرا بکرا قربانی کرنا ضروری ہے (خواہ اس قیمت سے خریدے یا دوسری قیمت سے) بشرطیکہ اس سے پہلے خریدے ہوئے بکرے میں ایسی بیماری پیدا ہوگئی یا کوئی اور ایسا عیب ہوگیا کہ جس کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہیں رہی، اور اگر ایسی بیمار نہیں بلکہ معمولی کوئی تکلیف ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی قربانی ممنوع نہیں ہوئی تو اس کے ذمہ دوسرا بکرا خریدنا واجب نہیں پہلے ہی بکرے کی قربانی کافی ہے۔

" ولو اشتریٰ رجل اضحیة وهی سمینة فعجفت عنده حتی صارت بحیث لواشتراها کهذه الحالة لم تجزه ان کان موسرا وان کان معسرا اجزاه ولواشتریٰ اضحیة هی صحیحة العینین ثم اعورت عنده وهو موسرا وقطعت اذنها کلها اواليتها اوذنبها اوانکسرت رجلها فلم تستطع ان تمشی لاتجزی عنه وعلیه مکانهااخریٰ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲؎ وهو ان یکون بعدصلاة العبد لایجوز تقدیمها علیه عند نا الخ،بدائع الصنائع کراچی ج۵/ ص۷۳/کتاب الاضحیة،واماشرائط جوازاقامة الواجب الخ،مجمع الانهرص ۱۶۹/ج۴/ کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت.

ولواشتراهاسلیمة ثم تعیبت بعیب مانع کمامر فعلیه اقامة غیرها مقامها ان کان غنیاً(الدر المختارعلی ردالمحتارنعمانیه ص ۲۰۷/ج۵/مطبوعه زکریا ج۹/ص ۴۷۱/کتاب الاضحیة.

بخلاف الفقراء اھ ھندیۃ ص ۲۵۵ / ج ۲ /[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی جلّالہ

سوال:- زید نے قربانی کے لئے ایک بھیڑ خریدی مگر وہ غلاظت کھاتی ہے، اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چند روز تک اس کو باندھ کر رکھا جائے، اور پتے کھلائے جائیں، پھر اس کی قربانی کرلی جائے۔ عالمگیری ص ۹۸ / ج ۶ /[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام غذا والے جانور کی قربانی

سوال:- ایک شخص نے ایک گائے مال حرام سے پال رکھی ہے یعنی رات کو چوری سے لوگوں کے کھیتوں میں چھوڑ آتا ہے، جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ آجاتی ہے، یا اس کو لے آتا ہے، اسی طرح سال بھر پالتا رہا، ایسی گائے کو قربانی میں ذبح کرنا، جائز ہے یا نہیں،

---

[1] الھندیۃ ص ۲۹۹ / ج ۵ / الباب الخامس فی بیان محل اقامہ الواجب مکتبہ کوئٹہ پاکستان، شامی کراچی ص ۳۲۵ / ج ۶ / کتاب الاضحیۃ، مجمع الانھر ص ۱۷۳ / ج ۴ / کتاب الاضحیۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص ۷ / ج ۶ / کتاب الاضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] ولاتجوز الجلالۃ وھی التی تاکل العذرۃ ولاتاکل غیرھا فان کانت الجلالۃ ابلا تمسک اربعین یوماً حتی یطیب لحمھا والبقرۃ یمسک عشرین یوماً والغنم عشرۃ ایام .(الھندیۃ ، ص ۲۹۸ / ج ۵ / الباب الخامس) مکتبہ کوئٹہ پاکستان، شامی کراچی ص ۳۲۵ / ج ۶ / کتاب الاضحیۃ، مجمع الانھر ص ۱۷۳ / ج ۴ / کتاب الاضحیۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت،

بعض لوگوں نے اس گائے میں قربانی کے لئے حصے رکھے تھے، جب ان کو اس قسم کا شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے اپنے حصہ چھوڑ دیئے اور بعض دیگر قربانی کنندگان ان حصص متروکہ میں شریک ہوگئے، ان کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شخص کا یہ فعل حرام ہے، کہ وہ اپنی گائے دوسرے کے کھیت میں بلا اجازت چھوڑتا ہے، لیکن اس سے وہ گائے حرام نہیں ہوتی، اس کی قربانی درست ہے[1]، جن لوگوں نے حصے لیکر چھوڑ دیئے اگر وہ غنی ہیں ان پر قربانی واجب ہے تب تو دوسری گائے میں حصہ لیکر قربانی کرنے سے واجب ادا ہوگیا، اگر وہ غنی نہیں ہیں اور ان پر قربانی واجب نہیں بلکہ ایام نحر میں نفلی قربانی کے لئے حصے لئے تھے، تو ان کو حصوں کا چھوڑنا درست نہیں، بلکہ ان کے ذمہ واجب تھا کہ انہیں حصوں کی قربانی کرتے[2]، تاہم اگر چھوڑ کر دوسرے حصے لئے اور ان متروکہ حصوں کو دوسرے لوگوں نے خرید لیا تو ان دوسروں کی قربانی درست ہوگئی، اور ان چھوڑنے والوں کے ذمہ واجب ہے کہ ان متروکہ حصوں کی قیمت کو خیرات کردیں، یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ وہ گائے اس کی مملوک ہو صرف اس کی غذا حرام ہوا گر وہ گائے چوری کی ہے اس کی ملک نہیں تو اس کی قربانی کرنا اور اس میں حصہ لینا شرعاً ہرگز درست نہیں[3]، جو شخص مقتدا ہو اس کو ایسی گائے

---

[1] ولو سقی مایؤکل لحمه خمراً فذبح من ساعته حل اکله ویکره الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۴۱/ج۶/مجمع الانهر ص ۱۸۱/ج۴/کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء فلم یتعین بالشراء ص ۱۷۳/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۶/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیة.

[3] اذا غصب شاة انسان فضحی بها عن صاحبها من غیر اذنه واجازته انه لایجوز، بدائع ص ۲۱۱/ج۴/کتاب الاضحیة، بیان مایرجع الی وقت التضحیة، مطبوعه دیوبند زکریا، شلبی علی الزیلعی ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

میں حصہ لینے سے احتیاط چاہئے، جس کو مال غیر سے ناجائز طریق پر غذا دی گئی ہو، جس قدر دوسروں کا کھیت اس نے اپنی گائے کو کھلایا ہے اس کا ضمان اس کے ذمہ واجب الادا ہے، اور ایسی حالت میں وہ مال غیر نہ رہے گا، بلکہ اداء بدل کی وجہ سے حکماً اس کی ملک ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ عام غصوب کا حکم ہے، "رجل ارسل حماره فدخل زرع انسان وافسده ان ارسله وساقه الى الزرع بان كان خلفه كان ضامنا اھ فتاویٰ ھندیہ[1] ص ۵۶ / ج ۶ /"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ / ربیع الاول ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ / ربیع الاول ۵۹ھ

سور کے دودھ سے پلے ہوئے کی قربانی

سوال:- ایک بھنگی نے بکری کے بچہ کو سور کا دودھ پلا کر پرورش کیا اب وہ بچہ بڑا ہو گیا اور پتے کھاتا ہے، زید نے اس کو خرید لیا ہے، زید اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی درست ہے، جو دودھ اس نے پیا تھا اتنی مدت تک پتے کھانے سے اسکا اثر ختم ہو گیا۔ عالمگیری[2] ص ۹۸ / ج ۶ /۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ص ۵۲ / ج ۶ / الباب الثانی عشر فی جناية البهائم والجناية عليها، مطبع كوئٹه پاكستان.

[2] والجلالة اذاحبست اياماً فعفلت لابأس بها الهندية ص ۲۹۰ / ج ۵ / كتاب الذبائح الباب الثانی، مكتبه كوئٹه پاكستان، شامی كراچی ص ۳۴۱ / ج ۶ / كتاب الحظر والاباحة، بزازيه على الهندية ص ۳۰۲ / ج ۶ / كتاب الصيد، الرابع فی السمک مايؤكل ومالايوكل.

بکری کے جس بچہ نے کتیا کا دودھ پیا اس کی قربانی

سوال:- ایک بکری کے بچہ نے متعدد مرتبہ کتیا کا دودھ پی لیا ہے تو اس کی قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

''درمختار[1]'' میں لکھا ہے، کہ کتیا کا دودھ پینے کی وجہ سے اس بکرے کی قربانی ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۸ھ

دیوانہ جانور کی قربانی

سوال:- کیا دیوانہ جانور کی قربانی جائز ہے دیوانہ کے معنی بالکل پاگل کے ہیں، یا کچھ اور بھی معنی آتے ہیں، ہمارے یہاں دیوانہ کے معنی بالکل پاگل کے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دیوانہ و پاگل قربانی سے مانع نہیں جب کہ وہ پاگل جانور چرتا ہو، اگر نہ چرتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ''ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونة اذا لم یمنعها من السوم والرعی وان منعها لاتجوز التضخیة بها'' (درمختار، شامی نعمانیه

---

[1] حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لایتغیر وماغذی به یصیر مستهلکا لایبقی لهٗ اثر (الدرالمختار ص ۲۱۷/ج۵/کتاب الحظر والاباحة، الهندیة ص ۲۹۰/ج۵/الباب الثانی فی بیان مایوکل من الحیوان ومالایوکل (مکتبه کوئٹه پاکستان) بزازیة علی الهندیة ص ۳۰۲/ج۶/ کتاب الصید، الرابع فی السمک مایؤکل ومالایؤکل والجلالة، خانیه علی الهندیة ص ۳۵۹/ ج۳/کتاب الصید الرابع فی السمک، مطبوعه کوئٹه.

ص ۲۰۵ / ج ۵ / [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۲/۹۴ھ

لنگڑے جانور کی قربانی

سوال:- قربانی کا جانور گھر کا پالا ہوا تھا، ایک دن صاحب خانہ نے غصہ میں اس کو مارا جس سے لنگڑانے لگا، آیا اس کی قربانی درست ہے یا اس کی جگہ پر دوسرا کرے، وہ لنگڑا پن مضر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا وہ پیر زمین پر نہیں رکھا جاتا ہے، صرف تین پیر سے چلتا ہے، تو اس کی قربانی درست نہیں، اگر وہ اس پیر کو بھی رکھ لیتا ہے، اور اس سے چل لیتا ہے، گو لنگڑاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے، "لابالعمیاء والعجفاء والعرجاء التی لاتمشی الی المنسک ای التی لایمکنها المشی برجلها العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض وتستعین بهاجاز"[2] (شامی) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک فوطہ والے جانور کی قربانی

سوال:- ایک فوطہ والے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۲۳ / ج ۶ / مطبوعہ زکریا ج ۹ / ص ۴۶۷ کتاب الاضحیة) البحر الرائق ص ۱۷۶ / ج ۸ / کتاب الاضحیة، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، تبیین الحقائق ص ۵ / ج ۶ / کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] الدر المختار مع الشامی، نعمانیہ ص ۲۰۵ / ج ۵ / مطبوعہ زکریا ج ۹ / ص ۴۶۸ کتاب الاضحیة، البحر کوئٹہ ص ۱۷۶ / ج ۸ / کتاب الاضحیة، مجمع الانہر ص ۱۷۱ / ج ۴ / کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی بھی قربانی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۸ھ

دو تھن والی بھینس کی قربانی

سوال:- زید کے پاس ایک بھینس ہے جس کے پیدائشی طور پر دو لڑ ہیں، جو عام بھینس کی لڑوں سے کچھ موٹی معلوم ہوتی ہیں، جن سے دودھ دوہنے کے وقت دو دھاریں گرتی ہیں، اور عملاً چار لڑوں کا کام کرتی ہیں، اور دودھ کی لڑوں میں چڑھنے کے وقت ایسا نشان ظاہر ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو لڑیں ہیں جو مل کر ایک ہوگئی ہیں، مگر عام حالات میں ایک ایک معلوم ہوتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی بھینس کی قربانی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھینس کی اگر دو لڑ کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائیں یا پیدائشی دو ہوں، تو قربانی درست نہیں "وفی الشاۃ والمعز اذا لم تکن لھما احدی حلمتیھا خلقۃ او ذھبت بآفۃ وبقیت واحدۃ لم تجز وفی الابل والبقر ان ذھبت واحدۃ تجوز وان ذھبت اثنتان لاتجوز کذا فی الخلاصۃ اھ عالمگیری[2] ص ۲۹۹/ج۵/ لیکن صورت مسئولہ میں دو سے

---

[1] کل عیب یزیل المنفعۃ علی الکمال اوالجمال علی الکمال یمنع الاضحیۃ ومالا یکون بھذہ الصفۃ لایمنع (الھندیۃ ص ۲۹۹/ج۵/الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب، کتاب الاضحیۃ، مکتبہ کوئٹہ پاکستان، شلبی علی الزیلعی ص ۶/ج۶/کتاب الاضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص ۲۹۹/کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب، البحر کوئٹہ ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیۃ، تبیین الحقائق ص ۶/ج۶/کتاب الاضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

چاردھاریں نکلتی ہیں اور جثہ بھی بڑا ہے، اور درمیان میں نشان بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا جسم آپس میں مل گیا ہے، جیسا کہ بعض آدمی کی دو انگلی مل جاتی ہیں، درمیان میں فصل نہیں رہتا ہے، مگر وہ دو ہی ہوتی ہیں، اسلئے بظاہر ہی چار ہی کے حکم میں ہیں، ہمارے ذہن میں صریح جزئیہ تو نہیں مگر اس سے حکم مستفاد ہوتا ہے "والشطور لاتجزئ وهی من الشاة ماانقطع اللبن من احدی ضرعیها ومن الابل والبقر ماانقطع اللبن عن ضرعیهما لان لکل واحد منهما اربع اضرع کذافی التتارخانیة ومن المشائخ من یذکر لهٰذا الفصل اصلاً ویقول کل عیب یزیل المنفعة علی الکمال اوالجمال علی الکمال یمنع الاضحیة ومالایکون بهذه الصفة لایمنع اھ عالمگیری[1] ص ۲۹۹ / ج۵ / ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بھینس کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۶ھ

موطوءہ جانور کی قربانی

سوال:- ایک نوجوان نے کسی قربانی کے جانور سے زنا کیا، اس صورت میں اس جانور کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کے جانور سے اگر وطی کر لی ہے، اور وہ اپنی ملک ہے اور یہ صاحب نصاب ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو ذبح کر کے اسکے گوشت کو جلا دے یا زمین میں دفن کر دے[2] اور قربانی

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ج۵ / ص ۲۹۹ / کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب، کتاب الاضحیة (مکتبہ کوئٹہ پاکستان) شلبی علی الزیلعی ص ۶ / ج ۶ / کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان.

(حاشیہ نمبر ۲ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کے لئے دوسرا جانور خرید لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۱ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲ ولایحد بوطء بهيمة بل يعزروتذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع بهاحية ومية الخ. الدر المختار على الشامى زكريا ج٦/ص٣٦/كتاب الحدود،مطلب فى وطء الدابة، مجمع الانهر ص ٣٤٨/ج٢/كتاب الحدود،باب الوطئى الذى يوجب الحد ولايوجبه، دار الكتب العلمية، بدائع الصنائع ص٤٨٨/ج٥/كتاب الحدود،اسباب وجوبها،مكتبه زكريا ديوبند.

باب چہارم: قربانی میں شرکت

بکرا، اونٹ، گائے، میں شرکت کی تفصیل

سوال:- ایک بکرا یا بھیڑ وغیرہ ایک گھر کی طرف سے کافی ہے، اگر چہ ان کی تعداد زیادہ ہو۔ ابوداؤد شریف۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امام مالکؒ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک بدنہ (بعیر یابقرہ) کی قربانی اہل بیت واحد سے کافی ہے اگر چہ وہ سات سے زیادہ ہوں، اور اہل بیتین سے کافی نہیں، اگر چہ وہ سات سے کم ہوں، "ولایجوز بعیر واحد ولابقرة واحدة عن اکثر من سبعة ویجوز ذٰلک عن سبعة اواقل من ذٰلک هذا قول عامة العلماء لماروی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم البدنة تجزی عن سبعة والبقرتجزی عن سبعة من غیر فصل بین اهل البیت والبیتین ،ولان القیاس یابی جواز ها عن اکثر من واحد لماذکرنا ان القربةفی الذبح وانه فعل واحدلایجزی لکن ترکنا القیاس بالخبر المقتضی للجواز عن سبعة مطلقاً فعمل بالقیاس فی ماورأه لان البقرة بمنزل سبع شیاه ثم جازت التضحیة بسبع شیاه عن سبعة سواء کانوامن اهل بیت اوبیتین فکذاالبقرة ومنهم من فصل بین البقرة من البعیر فقال البقرة لا تجوز عن اکثر من سبعة فاما البعیرفانه یجوز عن عشرة ورووا عن رسول اللّٰه صلّی علیه وسلّم انه قال البدنة تجزئ عن عشرة ونوع من القیاس یؤیده وهوان الابل اکثر قیمة من البقرولهذا فضلت الابل علیٰ البقرفی باب الزکوٰة والدیات فتفضل فی الاضحیة ایضاً اھ"

آگے اس حدیث اور قیاس دونوں کا جواب دیتے ہیں " ولنا ان الاخبار اذا

اختلف فی الظاهریجب الاخذ بالاحتیاط وذٰلک فیما قلنا لان جوازه عن سبعة ثابت بالاتفاق وفی الزیاد ة اختلاف فکان الاخذ بالمتفق علیه اخذاً بالمتیقن واما ماذکروا من القیاس فقد ذکرنا ان الاشتراک فی هذا الباب معدول به عن القیاس واستعمال القیاس فیما هومعدول به عن القیاس لیس من الفقه اھ بدائع[1] ج۵/ ص ۷۱/" قیاس کا ایک جواب اور ہے امام طحاوی نے دیا ہے، اصل روایت یہ ہے:

"عن ابن عباس قال کنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنافی البقرة سبعة وفی الجزورعشرة انتهیٰ قال الترمذی حدیث حسن غریب اھ بیہقیؒ نے اس کا جواب دیا ہے،"قال البیهقی فی المعرفة وحدیث زهیر عن جابر فی اشتراکهم وهم مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خرج یرید زیارة البیت وساق معه الهدی سبعین بدنة عن سبعمائة رجل کل بدنة عن عشرة قال البیهقی وقد رواه المعمروسفیان بن عیینة عن الزهری بهذاالاسناد، ان النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم خرج عام الحدیبیة فی بضع عشرة مأئة وعلیٰ ذٰلک یدل روایة جابروسلمة بن الاکوع ومعقل بن یسار والبراء بن عازب کل سبعة بقرة (انتهی) وقال الواقدی فی المغازی روایة من رووالبدنة عن سبعة اثبت من الذین رووا عن عشرة وان الهدی کان یومئذ سبعین بدنة والقوم کانوستة عشرة مأئة اھ نصب الرایة[2] ج۴/ص ۲۰۹/ التعلیق الممجدص ۲۱۷/ میں عینی اور ابن حجر سے اس روایت کے متعلق نقل کیا ہے،"محمول علی اشتراک فی القیمة لافی التضحیة علیٰ ان البیهقی قال حدیث جابرفی اشتراکهم فی الجزورسبعة اصح اھ[3]" نیز یہ روایت ابوداؤد میں مجھے نہیں ملی، مؤطا امام

[1] بدائع کراچی ج۵/ص ۷۱/فصل وامامحل اقامة الواجب، کتاب الاضحیة.

[2] نصب الرایة ج۴/ص ۲۰۹/کتاب الاضحیة. مطبع دارالمامون.

[3] التعلیق الممجدعلی مؤطاالامام محمدص ۲۸۳/کتاب الضحایا، باب مابخیرئ من الضحایا عن اکثرمن واحد، مکتبه نورمحمد کارخانه.

مالکؒ[1] میں ابوایوب انصاری سے روایت ہے ''کنا نضحی بالشأة الواحدة یذبحها الرجل عنه وعن اهل بیته ثم تباهی الناس بعد فصارت مباهاة اھ'' شاہ ولی اللہ صاحبؒ مصفیٰ ج ۱/ص ۱۸۰/ میں فرماتے ہیں:

وحنفیہ درصاحب بیت وغیر آن تفصیل نکردہ اند وتاویل حدیث نزد ایشان آنست کہ اضحیہ واجب نیست مگر برغنی ودرآن زمانہ غالبًا اغنیاء اہل بیوت بودند پس نسبت اضحیہ بنام اہل بیت مجاز است بنابرآنکہ انتفاع اضحیہ ومساعدت برآن از آنہاست[2] اھ''

ایسا ہی مسویٰ میں ہے ''وتاویل الحدیث عندهم ان الاضحیة لاتجب الاعلیٰ غنی ولم یکن الغنی فی ذٰلک الزمان غالباً الاصاحب البیت ونسبت الیٰ اهل بیته علیٰ معنیٰ انهم یساعدون فی التضحیة ویاکلون لحمها وینتفعوبها اھ''[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک بکری میں شرکت درست نہیں

سوال:- آنحضرت ﷺ نے دو مینڈھے بڑے بڑے سینگ والے چتکبرے خصی منگوائے، اپنی قربانی کرکے کہا کہ اے باری تعالیٰ میری اور میری امت کی طرف سے قبول فرما

---

[1] موطاء امام مالک ص ۱۸۸/ کتاب الضحایا، الشرکة فی الضحایا، مطبوعه اعزازیه دیوبند.

[2] مصفی شرح موطا ص ۱۸۰/ باب التضحیة، سنة کفایة.

ترجمہ: اور حنفیہ صاحب بیت اور غیر صاحب بیت کے بارے میں اس تفصیل کو مکروہ سمجھتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک حدیث کی تاویل یہ ہے کہ قربانی مالدار پر واجب ہے، اور اس زمانہ میں صاحب بیت عام طور پر مالدار ہوتے تھے، لہٰذا صاحب بیت کی طرف اضحیۃ کی نسبت مجازاً ہے، اس لئے کہ صاحب بیت قربانی سے فائدہ اٹھاتے تھے، اور قربانی کرنے میں مدد کرتے تھے۔

[3] مسوی علی هامش مصفی ص ۱۸۰/ باب التضحیة سنة کفایة.

جوقربانی کی طاقت نہیں رکھتے۔(ابوداؤدشریف)

الجواب حامداًومصلیاً

بدائع میں ہے[1]"فالجواب انه علیه الصلوٰة والسلام انما فعل ذٰلک لاجل الثواب وهوانه جعل ثواب تضحیته شأة واحدةلامته لاللاجزاء وسقوط التعبد عنهم اھ اوربذل المجهود ج۴/ص۱۷۱[2] میں ہے:

"ثم المشارکة اما محمولة علیٰ الثواب واما علیٰ الحقیقة فیکون من خصوصیة ذٰلک الجناب والاظهر ان یکون احدهما عن ذاته الشریفة والثانی عن امته اھ" اوراس سے معلوم ہوا کہ امت کوثواب پہنچایا ہے، اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، یہ نہیں کہ امت سے وجوب ساقط ہوگیا، ورنہ پھر قیامت تک کسی کے ذمہ بھی وجوب نہ ہوتا، فان کان ذٰلک ثابتالمن بعد النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فهو یجزئ عمن اجزأه بذبح النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم اھ طحاوی ج۲/ص۳۰۳/[3]

"ابوداؤدشریف" میں اس کا اخیر جز موجودنہیں، یعنی دعامیں جو یہ ہے "عن عائشة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم امربکشین اقرن یطأفی سوادٍ وینظرفی سواد ویبرک فی سواد فاتی به فضحی بهٖ فقال یاعائشة هلمی الدیة ثم قال اشحدیها بحجر فعلت فاخذها واحدالکبش فاضجعه فذبحه[4] وقال" "اللّٰهم تقبل من محمد

---

[1] بدائع الصنائع ج۵/ص۷۰/ فصل واما محل اقامة الواجب مکتبه سعید کمپنی کراچی.

[2] بذل المجهود ج۴/ص ۱۷۱/باب مایستحب من الضحایا.(مکتبه رشیدیه سهارنپور)

[3] طحاوی شریف ج۲/ص۳۰۳/ باب الشاة عن کم تجزئ.(مکتبه اصغریه دهلی)

[4] **ترجمہ**: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سینگوں والے مینڈھے کا حکم دیا جو کالے میں چلے اور کالے میں دیکھے اور کالے میں بیٹھے، پس اس کو لایا گیا، اور حضور ﷺ نے اس کی قربانی کا ارادہ کیا، پھر فرمایا اے عائشہؓ چھری لاؤ، کہا اس کو تیز کرو پتھر سے، تو میں نے ایسا ہی کیا، تو آپؐ نے چھری لی اور مینڈھا لیا اور اس کو لیٹایا، پھر ذبح کیا الخ۔

وآل محمدومن امة محمدثم ضحی به[1] اھ" اس میں یہ نہیں کہ جوقربانی کی طاقت نہیں رکھتے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بکرے کی قربانی میں شرکت

سوال: -قربانی میں بکرے یا دنبہ کے بھی سات حصے ہوسکتے ہیں یا نہیں اور بڑی راس کو چار آدمی یا چھ بھی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکرا، دنبہ بھیڑ صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہے اس میں شرکت سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی، بڑی راس گائے بھینس اونٹ میں شرکت درست ہے، سات آدمی بھی شریک ہوسکتے ہیں، اس طرح کہ تین آدمیوں کے دو دو حصے ہوں اور ایک ایک حصہ ہو کسی کا، حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

قیمتی بکرا پالا پھر اس کے عوض گائے خرید کر قربانی کرنا

سوال: -ایک شخص نے خصی کو قربانی کی نیت سے پالا جب وہ خوب فربہ ہوگیا کہ جس

---

[1] ابوداؤد شریف ج۲/ص ۳۸۶/کتاب الاضحیة، باب مایستحب من الضحایا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] یجب أن یعلم أن الشاة لا تجزئ الا عن واحدة وان کان عظیمة والبقرة والبعیر یجزی عن سبعة اذاکانوا یریدون به وجه اللّٰه تعالیٰ والتقدیر بالسبع یمنع الزیادة ولا یمنع النقصان کذافی الخلاصة (الهندیة ص ۳۰۴ ج/۵/الباب الثامن فیما یتعلق باشرکة فی الضحایا) تبیین الحقائق ص ۳/ج ۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۴/ج ۸/کتاب الاضحیة.

کی قیمت سے گائے خریدی جاسکے، تو اس نے خیال کیا کہ اس کی قیمت سے گائے خریدی جائے کہ سات آدمی شریک ہوسکیں گے، اور سات آدمیوں کی قربانی ہوجائے گی، کیا شرعًا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اپنے ذمہ اس کو نذر مان کر واجب نہیں کیا، تو محض قربانی کی نیت سے پالنے کی وجہ سے اس کی قربانی متعین طور پر واجب نہیں ہوئی بلکہ اس کا وہ مالک ہے، اس کیلئے جائز ہے کہ اسکو فروخت کر کے عمدہ بڑا جانور خرید لے جس میں سات آدمی شریک ہو کر اپنا واجب ادا کرسکیں۔ کذا فی فتاویٰ الہندیہ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۸۷ھ

اونٹ میں بھی سات حصے ہونگے

سوال:- ایک اونٹ میں دس شریک ہوسکتے ہیں۔ (نسائی) نسائی کی حدیث کا مطلب کیا ہے۔ کیا ایک اونٹ میں دس آدمی شریک ہوسکتے ہیں جبکہ ہم نے سنا یہی ہے کہ اونٹ میں صرف سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روایت بعض اصحاب ظواہر کی مستدل ہے، ائمہ اربعہ میں سے یہ کسی کا مذہب نہیں، بلکہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اونٹ میں بھی بس سات ہی شریک ہوسکتے ہیں زیادہ نہیں!

---

[1] ولو اشترى شاة للأضحية ثم باعها واشترىٰ اخرىٰ فى ايام النحر فهذا على وجوه ثلاثة الاول اذااشترى شاة ينوى بها الاضحية الىٰ قوله لاتصير اضحية مالم يوجبها بلسانه. الهندية ج۵/ ص۲۹۴/الباب الثانى فى وجوب الاضحية،مكتبه كوئٹه پاكستان،البحر كوئٹه ص۱۷۵/ ج۸/كتاب الاضحية،خانيه على الهندية ص۳۴۶/ ج۳/كتاب الاضحية،مطبوعه كوئٹه.

امام طحاویؒ نے متعدد روایات نقل کر کے لکھا ہے "واما وجه ذٰلک من طریق النظر فاما تقدیر اتباعهم قداجمعوا ان البقرة لاتجزی فی الاضحیه عن الاکثر من سبعة وهی من البدن باتفاقهم فالنظر علیٰ ذٰلک ان تکون الناقة مثلها ولا تجزی عن اکثر من سبعة الخ طحاوی شریف ج ۲/ص ۳۰۱ [1]، آگے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، کہ اونٹ کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اور گائے کی کم [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چھ شریکوں نے ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا

سوال:- اگر چند شخص مل کر سات واں حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں تو کرنا درست ہے یا نہیں، یا ایک ہی شخص اس حصہ کی قیمت ادا کرے تب درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک شخص قیمت ادا کر دے تب بھی درست ہے، سب شرکاء مل کر کریں تب بھی درست ہے [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] طحاوی ج ۲/ص ۳۰۱/باب البدنة عن کم تجزئ فی الضحایاو الهدایا(مکتبه اصغریه دهلی)

[2] فان قال قائل أن الناقة وان کانت بدنة کماأن البقرة بدنة فان الناقة اعلی من البقرة فی السمانة والرفعة قیل لهٗ انها وان کانت کماذکرت فان ذٰلک غیرواجب لک به علینا حجة الاتریٰ انا قدرأنا البقرة الوسطی تجزئ عن سبعة وکذٰلک ماهودونها وماهوا رفع منها وکذٰلک الناقة تجزئ عن سبعة أو عشرة رفیعة کانت اودون ذٰلک فلم یکن السمن والرفعة ممایبین به بعض البقرة عن بعض ولابعض الابل عن بعض(الیٰ قوله)فلما کانت البقرة لاتجزی عن اکثر من سبعة کانت الناقة ایضاً کذٰلک قیاساً ونظراً علی ماذکرناه ،طحاوی مختصراً ج ۲/ ص ۳۰۱، ۳۰۲/کتاب الصید والذبائح والاضاحی،باب تجزئ البدنة عن کم دارالاشاعت کلکته.

[3] تفصیل ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص ۵۷۳/ج ۳/مع ترتیب جدید مکتبہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند۔

چھ آدمی ایک حصہ قربانی کا حضور ﷺ کی طرف سے کریں

سوال:-قربانی کے جانور میں کتنے حصہ کر سکتے ہیں، قربانی کے جانور میں آپ ﷺ کا حصہ رکھنا کیسا ہے؟ واجب ہے یا سنت ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ مثلاً جیسے کہ چھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی، اس میں ہر ایک نے اپنا ایک ایک حصہ پہلے متعین کر لیا اب رہا ایک حصہ تو ان چھ ساتھیوں کی جانب سے آنحضور ﷺ کا حصہ مشترکہ ہے، تو کیا اس طرح ایک حصہ میں سب کا شریک ہونا جائز ہے؟ دوسری مثال جیسے کہ دو، تین، چار، آدمیوں نے ملکر ایک بکرا خریدا اور اس کی قربانی کرتے وقت سب نے یہ نیت کی کہ یہ قربانی سب نے ملکر آنحضور ﷺ کے نامِ مبارک پر کی ہے، تو کیا اس طرح صرف ایک بکرے، یا بھیڑ میں دو، تین یا چار یا چھ آدمی شریک ہو سکتے ہیں، آپ نے اس سے قبل مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے:

(الجواب دارالعلوم سابقہ) قربانی کے بڑے جانور گائے، اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اور اس سے زائد کی اجازت نہیں ہے، حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف سے حصہ کرنا مستحب اور بڑے اجر وثواب کی بات ہے، اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی مستقلاً حصہ اس مقصد کے واسطے لے، لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے، تو چھ آدمی مل کر مشترکہ طور پر ایک حصہ لیں، یہ بھی درست ہے۔

(د) ایک بکرا صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جا سکتا ہے، جبکہ اس سے واجب ادا کرنا مقصود ہو، اگر کئی آدمی مل کر ایک بکرا قربانی کریں، اور حضور ﷺ کو اس کا ثواب پہنچا دیں تب بھی درست ہے۔

آپ حضرات کا یہ جواب بہشتی زیور کی عبارت سے متضاد معلوم ہوتا ہے، بہشتی زیور کی عبارت یہ ہے:

(۱) گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں، تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو، اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی، نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے، اور نہ اس کی درست ہوگی، جس کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے۔

اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوں جیسا کہ پانچ آدمی شریک ہوئے، یا چھ آدمی شریک ہوئے، اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے، تب بھی سب کی قربانی درست ہے، اگر آٹھ آدمیوں نے شرکت کی تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہیں ہوئی، "ولو لاحدهم اقل من سبع لم يجزى عن احدٍ التنوير" ج۵/ص۳۰۶/بہشتی زیور حصہ سوم (قربانی کا بیان)

ان دونوں مسئلوں سے پتہ چلتا ہے، کہ قربانی میں کسی کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں، اور اس میں آنحضور ﷺ اور غیر کے حصہ کا واجب اور تطوع کسی کی تفریق بھی نہیں ہے، لہٰذا واضح فرماویں کہ ان دونوں میں اور آپ کے دیئے ہوئے جواب میں تطبیق ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں کے جواب اور بہشتی زیور کے مسئلہ میں کوئی تضاد نہیں، اتنی بات ہے کہ بہشتی زیور کے مسئلہ میں واجب ادا کرنے اور ثواب پہنچانے کا کوئی ذکر نہیں، یہاں کے جواب میں اس کی تفصیل کردی گئی ہے۔

حدیث پاک[1] میں ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ نے دو جانوروں کی قربانی کی، ایک

---

[1] عن عائشةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا ضحى اشترىٰ كبشين عظيمين سمينين املحين اقرنين موجوئين يذبح احدهماعن امته من شهد منهم بالتوحيد (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

کی اپنی طرف سے اور ایک کی تمام امت کی طرف سے، مقصود ثواب پہنچانا ہی تھا، واجب ادا کرنا مقصود نہیں تھا، ورنہ ایک جانور کے ذریعہ سے تمام امت کا واجب کیسے ادا ہو جائے گا، اور جانور بھی چھوٹا جس کے ذریعہ صرف ایک کا واجب ادا ہو سکتا ہے، جس میں شرکت کی کوئی گنجائش ہی نہیں، چہ جائیکہ ساتویں حصہ کا حساب لگایا جائے۔

جس بڑے جانور میں چھ آدمی شریک ہیں، وہاں کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں سب کا زائد ہے، پھر ساتویں حصہ کو سب نے ملکر حضرت نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ایصال ثواب کے طور پر کر دیا، تب بھی کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوا، بلکہ چھ آدمیوں کا ایک ایک حصہ پورا پورا ہوا، ایک حصہ میں سب شریک رہے، اور ایک حصہ سے واجب ادا کرنا مقصود نہیں، بلکہ ثواب پہنچانا مقصود ہے، تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۸ھ

ایک گائے کی قربانی میں ساتواں حصہ حضور ﷺ کا

سوال:- اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی طرف سے ایک گائے قربان کرے، اور اسی

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وشهد لهٗ بالبلاغ والا خر عن محمد . الحديث، طحطاوی ج۲/ص ۳۰۲/ باب الشاة عن كم تجزی ان يضحی بها .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے تھے، تو ایسے دو موٹے مینڈھے خریدتے تھے جو سیاہ سفید رنگ والے سینگوں والے خصی تھے، ان میں سے ایک کو اپنی اس امت کی طرف سے ذبح کرتے تھے، جس نے اللہ کیلئے توحید کی گواہی دی اور میرے لئے پہنچانے کی گواہی دی اور دوسرے کو اپنی طرف سے ذبح کرتے تھے۔

[1] وان مات احدالسبعة المشتركين فی البدنة، وقال الورثة اذبحوعنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصدالقربة من الكل، الدرالمختار ص ۳۲۶/ ج۶/ كتاب الاضحية، كراچی عالمگيری كوئٹه ص ۳۰۵/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الثامن، البحر كوئٹه ص ۱۷۷/ ج۸/ كتاب الاضحية.

گائے میں اور چھ آدمیوں کے نام شامل کردے، تو اس سے آنحضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخی تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی درست ہے[1]، اس میں گستاخی نہیں بلکہ توقع ہے، کہ حضرت اقدس ﷺ کی برکت سے سب قربانی قبول ہوجائے گی، حضرت رسول مقبول ﷺ نے تمام امت کی طرف سے قربانی کی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۸۹ھ

جانور خرید کر چھ حصہ دار شریک کرنا

سوال:- زید نے قربانی کے لئے ایسا جانور خریدا جس میں سات حصے ہوسکتے ہیں، اور اس کو صرف ایک حصہ قربانی کرنا ہے، تو کیا اب چھ آدمیوں کو اس میں شریک کرسکتا ہے، یعنی چھ حصے فروخت کرکے قیمت وصول کرلے اس سے قربانی ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا کرنے سے بھی قربانی ادا ہوجائے گی، لیکن بہتر یہ ہے کہ جانور خریدنے سے پہلے

---

[1] فینبغی لمن وجد سعة ان یضحی عن حبیبه ونبیه صلی اللّٰه علیه وسلم کل عام ولو بشاة او بسبع بقرة ونحوه. (اعلاء السنن ج۱۷/ص۲۷۳/باب ادخار لحوم الاضاحی فوق ثلاثة ایام) مطبوعه مکة المکرمه.

[2] یذبح احدهما عن امته الحدیث، طحاوی ج۲/ص۳۰۲/ باب الشاة عن کم تجزئ ان یضحی بهاشامی کراچی ص۳۲۶/ج۶/کتاب الاضحیة، اعلاء السنن ص۲۱۱/ج۱۷/ کتاب الاضاحی، ادارة القرآن کراچی.

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کو اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

چھ شریک اور تلاش کرلے جب ساتوں شریک ہوجائیں تب جانور خریدے۔ مجمع الانہر ج۲/ص ۵۱۸/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے لئے جانور خرید کر اس میں دوسروں کو شریک کرنا

سوال:- ایک شخص نے ایک جانور بہ نیت قربانی خریدا، اس کو چارہ وغیرہ کھلایا جس سے وہ فربہ ہوگیا، پھر اس کو زیادہ قیمت میں فروخت کردیا اور ایک حصہ اپنی قربانی کا اس میں رکھا تو ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس نے وہ جانور خریدا تھا، اگر اسی وقت اس کی نیت تھی کہ اس کے چھ حصے فروخت کرکے دوسروں کو شریک بنا کر ایک حصہ اپنا رکھ کر قربانی کرونگا تو اس کو ایسا کرنے کی گنجائش ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۹ھ

جانور خریدنے سے پہلے شرکاء کی تعیین ہو یا بعد میں

سوال:- بھینس یا بھینسا یا اونٹ خریدنے سے قبل سات آدمیوں کی شرکت کرنا اور

---

[1] ولو شری بدنة للأضحية ثم أشرک فيها ستة جاز استحساناً والا شتراک قبل الشراء احب مجمع الانهر ج۴/ص ۱۶۹/ کتاب الاضحية (مكتبه دارالكتب العلميه بيروت)فتاوى بزازية على الهندية ص ۲۹۰/ ج۶/ کتاب الاضحية،الرابع فيمايجوزمن الاضحية،تبيين الحقائق ص ۴/ ج۶/ کتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،شامی کراچی ص۳۱۷/ ج۶/ کتاب الاضحية.

[2] مجمع الانهر ج۴/ص ۱۶۹/ کتاب الاضحية، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،تبيين الحقائق ص ۴/ ج۶/ کتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،فتاوى بزازية على الهندية ص ۱۹۰/ ج۶/ کتاب الاضحية،الرابع فيمايجوزمن الاضحية.

سب سے پہلے ہی روپیہ لے لینا ضروری ہے، یا ایک شخص خریدے اور پھر حصہ دار تلاش کرے، یا چار پانچ حصہ دار شریک ہوں اور خریدنے کے بعد دو تین شریک تلاش کر لئے جائیں، شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب طرح درست ہے[1] لیکن اگر ساتوں شریک ہونے سے پہلے خریدے، تو غریب آدمی قربانی کی نیت سے نہ خریدے بلکہ تجارت کی نیت سے خریدے جب ساتوں شریک پورے ہو جائیں، تب قربانی کی نیت کر لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی میں گوشت فروخت کرنے کی نیت

سوال:- سات آدمیوں نے مل کر ایک جانور خریدا پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص کی نیت گوشت فروخت کرنے کی ہے، قربانی کی نیت نہیں، وہ گوشت فروخت کرنے کا پیشہ کرتا ہے، اس سے دوسروں کی قربانی میں تو کوئی نقصان نہیں آئیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا حصہ کوئی اور قربانی کرنے والا خرید لے اس کے بعد قربانی کی جائے، ورنہ سب کی قربانی خراب ہو جائے گی، کسی کی بھی درست نہیں ہوگی۔ شامی، ج ۵/ص ۲۰۸/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وصح اشتراک ستة فی بدنة شریت لاضحیة استحساناً وذا أی الا شتراک قبل الشراء احب (شامی نعمانیه ص ۲۰۱/ج۵/ شامی کراچی ج۶/ص۳۱۷) کتاب الاضحیة.

[2] وان کان شریک الستة نصرانیاً مریدا للحم لم یجز عن واحد منهم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

قربانی کے بعد حصہ فروخت کرنا

سوال:- ایک جانور کی سات آدمیوں نے مل کر قربانی کی پھر ایک شخص نے کہا کہ میں اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہوں، کسی نے اس کو خرید لیا، اور گوشت لیکر دام دیدیئے تو اس خریدنے والے کی اس طرح قربانی ادا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قربانی ادا نہیں ہوئی[1] دام واپس کردے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرکاء کی اجازت کے بغیر قربانی کے جانور کو دوسروں کو فروخت کرنا

سوال:- زید نے سات آدمیوں کی شرکت کے روپے سے ایک بڑا جانور خریدا جس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) لأن الاراقة لاتتجزأ شامی نعمانیہ ج۵/ص۲۰۸/الدرالمختار علی الشامی کراچی ج۶/ص۳۲۶) کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبہ امدادیہ ملتان،فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص۳۰۴/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب الثامن.

۲ چونکہ اضحیہ کی حقیقت ہے ہی "ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص الدرالمختار علی الشامی نعمانی ،ج۵/ص۱۹۸/کتاب الاضحیة جو یہاں مفقود ہے۔عالمگیری کوئٹہ ص۲۹۱/ج۵/الباب الاول فی تفسیرھاوکنھا.

۳ "فان بیع اللحم اوالجلدبہ الیٰ قولہ وعن الثانی باطل لأنہ کالوقف(الدرالمختار علی ردالمحتارنعمانیہ ج۵/ص۲۰۹/)ان سبیل الخبیث التصدق اذاتعذرالردالخ،البحرکوئٹہ ص۲۰۱/ج۸/فصل فی البیع،کتاب الکراھیة،شامی کراچی ص۳۸۹/ج۶/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع.

میں خود زید بھی شامل تھا، جب بقیہ چھ آدمیوں کو اطمینان ہوگیا کہ جانور خرید لیا گیا ہے، تب زید نے دیگر چھ آدمیوں سے اور روپیہ لے لیا اور ساتواں خود زید تھا، عیدالاضحیٰ کے دن چھ آدمیوں کی شرکت کے روپے سے جانور خریدا گیا تھا، ان کو بغیر اطلاع دیئے اور بغیر ان کی مرضی کے خاموشی سے ان دیگر چھ آدمیوں کے نام جن سے خریدنے کے بعد روپیہ لیا تھا، اور اپنے نام قربانی کر ڈالی، اور اب زید کہتا ہے کہ اپنا روپیہ لے لو اور دوسرا جانور خرید کر قربانی کرو، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے بعد میں حصہ لیا اور انہیں کے نام سے قربانی بھی کی گئی ہے، ان کی قربانی ہوئی یا نہیں، اور جن لوگوں سے روپیہ لیکر جانور خریدا تھا ان کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے چھ آدمیوں سے روپیہ لے کر ان کی اجازت اور رضا مندی سے جانور خریدا تو اب ساتوں آدمی اس کے مالک ہوگئے، شرعاً جائز نہیں، کہ وہ ان چھ آدمیوں کے حصے کسی آدمی کے ہاتھ فروخت کرے، کیونکہ ان چھ آدمیوں نے زید کو اپنے حصے فروخت کرنے کا اختیار نہیں دیا، لہٰذا زید نے جو دوسرے چھ آدمیوں کے ہاتھ چھ حصے فروخت کئے ان کی بیع نافذ ولازم نہیں ہوئی[1] اور وہ پہلے چھ آدمیوں کے حصے ان کی ملک سے دوسرے چھ آدمیوں کی ملک میں داخل نہیں ہوئے، جب زید نے قربانی کردی، تو وہ پہلے چھ آدمیوں کی طرف سے ادا ہوگئی، اور دوسرے چھ آدمیوں کی طرف سے ادا نہیں ہوئی[2] زید نے جو پہلے چھ آدمیوں کے

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولا ولایتہ الدرالمختارعلی الشامی ج۶/ص ۳۰۰/ کراچی باب الغصب، بیع الفضولی اذااجازصاحب المال اووکیلہ اووصیہ اوولیہ، نفذوالا انفسخ الاانہ یشترط لصحۃ الاجازۃ ان یکون کل من البائع والمشتری والمجیزوالمبیع قائما شرح المجلۃ ص ۲۱۲/ج ۱/رقم المادۃ ص ۳۷۸/اتحادبکڈپو دیوبند.

[2] رجل ذبح اضحیۃ غیرہ عن نفسہ بغیرامرہ فان ضمنہ المالک قیمتھایجوزعن الذابح دون المالک لانہ ظھرأن الاراقۃ حصلت علی ملکہ وان اخذھا مذبوحۃ تجزی عن المالک لانہ قدنواھا فلیس یضرہ ذبح غیرلھاعالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۲/ج۵/کتاب الاضحیۃ الباب السابع.

حصے کی قیمت واپس کی ہے، اس کا لینا ان کے لئے درست نہیں، وہ زید کو واپس کردیں، اور دوسرے چھ آدمیوں سے زید نے جو قیمت وصول کی ہے، اس کا زید کو لینا درست نہیں، زید وہ قیمت واپس کردے، اوران کو چاہئے کہ قربانی کی قیمت صدقہ کردیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غنی شریک قربانی سے پہلے مرجائے

سوال:- ایک شخص قربانی میں گائے کی شریک تھا، اوراس پر قربانی از روئے شریعت واجب تھی، لیکن وہ شخص جانور کے ذبح سے پہلے مرگیا، تواس کے بارے میں یہ دریافت کرنا ہے کہ اس مرنے والے کی جگہ پر اگر کوئی شخص جس کا ارادہ قربانی کا ہو وہ اپنا حصہ لینا چاہتا ہے، تو کیا اس کو شریک کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کرسکتے ہیں، اس کے ورثاء سے وہ حصہ خرید لے اور شریک ہوجائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مضت ایامها(ای التضحیه)تصدق بقیمتها(الدرالمختار علی الرد ج۶/ص ۳۲۰/کتاب الاضحیة،مطبوعه کراچی)عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۶/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب الرابع فیما یتعلق بالمکان.

[2] اس لئے کہ وہ ورثاء کی ملک اور ورثاء سے اجازت حاصل کرکے شریک ہوسکتے ہیں. وان مات احد السبعة الذین شارکوا فی البدنة وقال ورثته وهم کبار اذبحوها ای البدنة عنکم وعنه ای عن المیت صح ذبحها استحسانا عن الجمیع،مجمع الانهر ص ۱۷۳/ج۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت،شامی کراچی ص ۳۲۶/ج۶/کتاب الاضحیة.

فقیر شریک قربانی سے پہلے مرجائے

سوال:- اگر ایسا شخص کہ جس کے ذمہ پر قربانی واجب نہ تھی گائے کی قربانی میں شریک تھا اگر وہ ذبح سے پہلے مرجائے اور کوئی شخص اپنا حصہ کرلے تو اس کو شریک کرسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کرسکتے ہیں۔اس کے ورثاء سے وہ حصہ خرید لے اور شریک ہوجائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۶۷ھ

ایک شریک کے مرنے پر اس کے حصہ کی قربانی

سوال:- سات شریکوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثہ اگر اجازت دیں تو اس میت کی طرف سے قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہوگی، بشرطیکہ ورثہ بالغ ہوں۔مجمع الانہر ج ۲/ص ۵۲۱/[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اس لئے کہ وہ ورثاء کی ملک اور ورثاء سے اجازت حاصل کرکے شریک ہوسکتے ہیں. وان مات احد السبعة الذين شاركوا في البدنة وقال ورثته وهم كبار اذبحوها اى البدنة عنكم وعنه اى عن الميت صح ذبحها استحسانا عن الجميع،مجمع الانهر ص ۱۷۳/ ج۴/ كتاب الاضحية،دارالكتب العلمية بيروت،شامى كراچى ص ۳۲۶/ ج۶/ كتاب الاضحية.

[2] وان مات أحد سبعة الذين شاركوافي البدنة وقال ورثته وهم كبار اذبحوها عنكم وعنه صح، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۷۳/ كتاب الاضحية،مكتبه دارالكتب العلمية.بيروت،البحر كوئٹه ص۱۷۷/ ج۸/ كتاب الاضحية،شامى كراچى ص ۳۲۶/ ج۶/ كتاب الاضحية.

کسی شریک کی قربانی نہیں ہوسکی تو قیمت کیا کرے؟

سوال:-قربانی کے لئے چند جانور آدمی کی شرکت سے خریدے گئے، مگران میں سے کچھ آدمیوں کا نام قربانی کے وقت غلطی سے نہیں لیا گیا، اوران کی رقم بھی بچ گئی، تو یہ رقم جو بچ رہی ہے اس کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن کی طرف سے غلطی کی بناء پر قربانی نہیں ہوسکی ان کی رقم واپس کردی جائے، کہ وہ صدقہ کردیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۲/۸۹ھ

قربانی میں شرکت کی اجازت دیکر پھر انکار کرنا

سوال:-ایک شخص نے دوسرے گاؤں میں اگر کسی شخص کو کہا کہ میرا بقرعید کی قربانی کی بھینس میں حصہ لے لینا یعنی شامل کرلینا اور روپیہ کوئی نہیں دیا، اوراس شخص نے اس کا حصہ شامل کرلیا، اور جب قربانی ہوچکی اوراس شخص کے پاس گوشت پہنچانے کی کوشش کی اوراسی وقت اس شخص نے انکار کردیا کہ میں حصہ نہیں لیتا، جس شخص نے حصہ شامل کیا تھا، اس نے گوشت کھایا، یعنی اس کے انکار کرنے سے گوشت کھایا یعنی وہ حصہ کس کا ہوگا، اوروہ روپیہ کون دے گا، آیا قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس نے قیمت وغیرہ کی اجازت دیدی تھی، کہ میری طرف سے اتنی قیمت تک

---

[1] اذامضی وقتهاوجب علیه التصدق بهاحیةاوبقیمتها(شامی کراچی ج۶/ ص ۳۲۱/ کتاب الاضحیة،البحر کوئٹه ص ۱۷۴/ ج۸/ کتاب الاضحیة،عالمگیری کوئٹه ص ۲۹۶/ ج۵/ کتاب الاضحیة،الباب الرابع فیمایتعلق بالمکان.

اختیار ہے خواہ صاف لفظوں میں اجازت دی ہو، خواہ اس کے حالات یا طرز عمل سے دوسرے نے سمجھ لیا ہو کہ اس کی طرف سے یہاں تک کی اجازت ہے تو وہ حصہ اس کہنے والے کا ہے، پھر اس کو انکار کا اختیار نہیں حصہ کی قیمت اس کے ذمہ واجب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ایک حصہ والدین کے لئے نصف نصف رکھا

سوال:- اگر کسی آدمی نے قربانی کے جانور میں دو حصے لئے، ایک حصہ اپنے لئے اور ایک حصہ اپنے والدین کیلئے نصف نصف کر کے، تو اس کے والدین کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ والدین خواہ حیات ہوں یا انتقال ہو گیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو چاہئے کہ دونوں حصے اپنے ہی طرف سے لے، پھر قربانی ہونے پر ایک کا ثواب والدین کو پہنچا دے[2] ثواب زندہ اور مردہ سب کو پہنچایا جا سکتا ہے[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان لم یبلغه ای الوکیل العزل فهو علی وکالته وتصرفه جائز حتی یعلم، هدایه ج۳/ ص۱۹۹/باب عزل الوکیل، مطبوعه تهانوی دیوبند، شرح المجلة ص۸۰۴/ج۱/رقم المادة ۱۴۹۱/اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] اذاضحی رجل عن ابویه بغیر امرهما وتصدق به جاز لان اللحم ملکه وانما للمیت ثواب الذبح الخ خانیه علی الهندیة ص۳۵۲/ج۳/ کتاب الاضحیة، فصل فیمایجوز فی الضحایا، لوضح عن میت وارثه بأمره الزمه بالتصدق بها وان تبرع بها عنه له الأکل لأنه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت (الشامی زکریا ج۹/ص۴۸۴/آخر کتاب الاضحیة) شامی کراچی ص۳۳۵/ج۶/کتاب الاضحیة.

(حاشہ نمبر۳/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ایک حصہ کا ثواب متعدد کو

سوال:- زید ایک قربانی اپنی طرف سے کرتا ہے، اور ایک اپنے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، غرض متعدد اموات کی طرف سے کرتا ہے، تو کیا اس طرح قربانی درست ہو جائے گی، اور ان اموات کو ایک قربانی کا سب کو ثواب پہنچ جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قربانی درست ہو جائے گی، اور ثواب بھی سب کو پہنچ جائے گا؟ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک قربانی کا ثواب پوری امت کو پہنچایا ہے۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۷/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک جانور میں ایک شخص کی طرف سے جہات متعددہ کی نیت مع جواب اشرف المدارس کراچی

سوال:- آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قربانی میں ایک پوری گائے، ایک ہی شخص ذبح

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [۳] چونکہ آپ ﷺ سے زندہ اور مردہ دونوں کو قربانی کا ثواب پہنچانا ثابت ہے، "فالاموات والاحیاء کلهم من امته صلی اللّٰه علیه وسلم دخلوا فی اضحیة النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم عون المعبود ج۳/ص ۵۰/باب الاضحیة عن المیت". طحطاوی شریف ص ۳۰۲/ج ۲/باب الشاة عن کم تجزی ان یضحی بها شامی کراچی ص ۳۲۶/ج ۶/کتاب الاضحیة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] أن رسول اللّٰه ﷺ ضحی بکبشین احدهما عن نفسه والآخر عمن لم یذبح من امته وان کان منهم من قدمات قبل ان یذبح، شامی کراچی ج۶/ص ۳۲۶/ کتاب الاضحیة، طحاوی شریف ص ۳۰۲/ج ۲/باب الشاة عن کم تجزی ان یضحی بها.

کرے، تو اس کی ایک ہی قربانی ہوگی، اس لئے ایک گائے میں ایک ہی شخص واجب قربانی کے ساتھ عقیقہ اور اموات کو ایصالِ ثواب کے لئے نفلی قربانی کی نیت نہیں کرسکتا، اس پر یہ اشکال ہے کہ شامی میں اس صورت میں سات قربانی ہونے کا بھی قول ہے، " واختلفوا بالبقرة قال بعض العلماء ويقع سبعها فرضاً والباقي تطوعاً " (ردالمحتار ص ۲۲۶ ر ج ۵ ر) نیز شامی وغیرہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ ایک گائے میں مختلف جہات قربت مستقلاً اضحیہ عقیقہ دمِ شکر اور دمِ جنایت وغیرہ جمع ہوسکتے ہیں، اس مسئلہ کی مزید وضاحت تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

من جانب اشرف المدارس کراچی باسم ملہم الصواب حامداً ومصلیاً، تعدد قول بعض ہے جو مرجوح ہے، بلکہ خلاف عامۃ المشائخ کی وجہ سے مجروح ہے، عامۃ المشائخ تو عہد کے قائل ہیں، اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔

"قال في العلائية ولوضحى بالكل فالكل فرض كاركان الصلوٰة وفي الشامية الظاهران المراد لوضحى ببدنة يكون الواجب كلهالا سبعها بدليل قوله في الخانية ولو ان رجلاً موسراً ضحى ببدنة عن نفسه خاصة كان الكل اضحية واجبة عندعامة العلماء وعليه الفتوىٰ اھ مع انهٗ ذكر قبله باسطر لوضحىٰ الغني بشاتين فالزيادة تطوع عندماعة العلماء فلاينافي قوله كان الكل اضحية واجبة ولايحصل تكرار بين المسئلتين فافهم ولعل وجه الفرق ان التضحية بشاتين تحصل بفعلين منفصلين واراقة دمين فيقع الواجب احدها والزائدة تطوع بخلاف البدنة فانها بفعل واحدٍ واراقة واحدة فيقع كلها واجباً هذا ماظهرلي(ردالمحتار ج ۵ ر ص ۲۳۵ ر)

حدیث میں بھی یوں ارشاد ہے کہ ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں، اس کا کسی حدیث میں ثبوت نہیں ملتا کہ ایک ہی آدمی ایک گائے ذبح کرے، تو اس کی سات قربانیاں ہونگی، یا ایک ہی شخص ایک ہی گائے میں اضحیہ ودم شکر جمع بھی کرسکتا ہے، مختلف جہات

قربت کومختلف افراد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ایک جانور کا سات کے قائم مقام ہونا خلاف قیاس ہے (عنایہ علیٰ ہامش الفتح ج۸/ص۲۴/) اس لئے حدیث اپنے مورد پر منحصر رہے گی۔

فقہ میں جہاں قربت کا جواز مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک گائے میں ایک ہی قربانی کے ساتھ دوسرا شخص دم شکر یا عقیقہ وغیرہ کا حصہ رکھ سکتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی شخص ایک ہی گائے میں مختلف قربات ادا کرسکتا ہے، اس لئے کہ یہ حدیث اور فقہ کی نص مذکور کے خلاف ہے۔

شخص واحد کی نیت جہات مختلفہ کے عدم جواز اور عباراتِ فقہ میں غیر مراد ہونے پر مندرجہ ذیل شواہد ہیں:۔

(۱) علائیہ اور شامیہ کی عبارتِ مذکورہ "ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوٰۃ الخ"

(۲) حدیث وفقہ میں اس کی کوئی تصریح نہیں اور "اجزاء عن السبعة" پر قیاس اس لئے صحیح نہیں کہ یہ حدیث خلافِ قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر منحصر ہے۔

(۳) کتب فقہ میں صحت جہات مختلفہ کا ذکر "اجزاء عن السبعة" کے تحت کیا گیا۔

(۴) شامیہ وغیرہ میں "وکذا لو اراد بعضهم العقيقة" سے اگر شخص واحد کی نیت اضحیہ وعقیقہ کا بیان مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ "ایضا" کا اضافہ لازم تھا۔

(۵) کئی کتب میں جہات مختلفہ اشخاص مختلفہ کی طرف سے ہونے کی تصریح ہے، "ارادبعضهم الا ضحية وبعضهم جزاء الصيدالخ (عالمگیری ج۵/ص۳۰۴/خانية على هامش العالمگيرية ج۳/ص۳۵۰/ بدائع ج۵/ص۴۱/ شلبی على تبيين الحقائق ج۶/ص۸/ الجوهرة النيرة على هامش مختصر القدوری ص۳۰۳/)

(۶) فقہ کی تمام کتابوں میں موضوع بیان کے باوجود اس سے مکمل سکوت مستقل دلیل عدم صحت ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بھی "ولو ضحی بالکل الخ" کے کلیہ میں داخل ہے۔

(۷) ”ولو اشتریٰ بقرة للاضحية ونوى السبع منها لعامه هذا وستة اسباعها عن السنين الماضية فيجوز عن العام ولايجوز عن الاعوام الماضية كذافي خزانة المفتين وان نوىٰ بعض الشركاء التطوع وبعضهم يريد الاضحية لعام الذى صار دينا عليه وبعضهم الا ضحية الواجبة عن عامه ذٰلک جاز الكل وتكون عن الواجب عمن نوى الواجب عامه ذٰلک وتكون تطوعاً عمن نوىٰ القضاء عن العام الماضى ولاتكون عن قضائه بل يتصدقبقية شاةٍ وسطٍ لما مضى، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان (عالمگیری ج۵/ص ۳۰۵)

اس عبارت میں بصورتِ تعداد اشخاص بہ نیت اضحیہ ماضیہ وقوعِ تطوع مذکور ہے، مگر بصورت توحد شخص تطوع کا ذکر نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ صورتِ توحد میں اضحیہ واجبہ کیساتھ اور کسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اور یہ پوری گائے اضحیہ واجبہ شمار ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفی عنہ از اشرف المدارس ناظم آباد کراچی ۵/ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

التماس:- (۱) یہ تحریر مختلف اہل فتویٰ حضرات کی خدمت میں بغرضِ اظہار رائے ارسال کی جارہی ہے، براہِ کرم اپنی رائے مدلل تحریر فرمائیں:

(۲) اگر یہ تحقیق صحیح ہے تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ کسی نے ایک گائے میں اضحیہ ودمِ شکر وغیرہ متعدد واجبات کی نیت کی تو ان میں سے کونسا واجب ادا ہوگا؟ یا کہ کوئی بھی ادا نہیں ہوا؟ اس سے متعلق بھی رائے تحریر فرمائیں:- رشید احمد عفا اللہ عنہ ۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

دارالعلوم کا دیوبند کا جواب

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ایک شخص نے قربانی کے لئے ایک گائے خریدی پھر اس میں چھ آدمیوں کو شریک کرلیا، تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ شراءِ اضحیہ وعدہ ہے، اور خلافِ

وعدہ مکروہ ہے، تاہم قربانی سب کی ادا ہوجائے گی۔

"ولو اشتریٰ رجل بقرةً یریدان یضحی بهاثم اشترک فیها بعد ذٰلک قال هشام سألت ابایوسف فاخبرنی ان اباحنیفةؒ قال کره ذٰلک اویجریهم ان یذبحوها عنهم ثم بین وجه الکراهة بقوله لانه لما اشتراهالیضحی بها فقد وعد وعداً فیکره ان یخلف الوعد اھ[1] بدائع ج۵/ص ۷۲".

اگر ایک آدمی تنہا ایک گائے خرید کر بلاتفریقِ نیت قربانی کردے تو اس کی قربانی ادا ہوجائے گی، پھر اس میں دو قول ہیں، اول یہ کہ اس میں سے ایک سبع کو واجب کیا جائے گا، بقیہ زائد از واجب چھ سبع تو تطوع، دوم یہ کہ کل سے واجب ہی ادا ہوجائے گا[2] "بدلیل القیاس لان المطلق بالواجب واجب" قولِ ثانی مفتیٰ بہ ہے، اگر ایک شخص ایک گائے خریدتے وقت جہاتِ متعددہ تقرب کی نیت کرلے تو اس کا حکم صراحۃً کتب فقہ میں نہیں ملا، حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدفیوضہم نے بھی اس کے متعلق کوئی صریح عبارت نقل نہیں فرمائی خانیہ کی جو عبارت بحوالہ شامیہ نقل فرمائی ہے، "ولوان رجلاً موسراً اوامرأةً موسرةً ضحی بدنة عن نفسهٖ خاصة کان الکل اضحیة واجبة عندعامة العلماء وعلیه الفتویٰ" (خانیہ[3]) اس میں لفظ "خاصة" مذکور ہے، اس کو معلوم نہیں کیوں نظر انداز فرمادیا، جبکہ قیود فقہاء کے نزدیک معتبر ہوتی ہیں، اور مفہوم تصانیف حجت ہوتا ہے، "کما فی شرح عقود

---

[1] فصل وأما شرائط جواز قامة الواجب۔ (مکتبہ سعید کمپنی پاکستان)

[2] وماقالوبان البدنة یکون بعضها نفلاً فلیس کذالک بل اذاذبحت عن واحد، کان کلها فرضاً وشبه هذا بالقراء ة فی الصلوة لواقتصر علی مایجوزبه الصلوة جازت ولوزاد علیها یکون الکل فرضاً، قاضی خان علی الهندیة ص ۳۴۹/ج۳/ مطبوعه کوئٹه شامی کراچی ص ۳۳۳/ ج۶/ کتاب الاضحیة.

[3] خانیه علی الهندیة ص ۳۵۰/ج۳/ کتاب الاضحیة، فصل فیمایجوزفی الضحایا، شامی کراچی ص ۳۳۳/ج۶/ کتاب الاضحیة.

رسم المفتی[1] ورد المحتار[2]، اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے ایصال ثواب کی نیت کرلے تو درست ہے، یہاں یہ ارشاد کہ اشتراک فی الاضحیہ خلافِ قیاس ہے، اس لئے حدیث میں جس قدر اجازت ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا، اس پر کوئی دوسرا جزئیہ قیاس نہ کیا جائے، یہ اصولاً صحیح بات ہے، مگر اوّلاً تو نفس قربانی (اراقة الدم واهلاک الحیوان) خود ہی خلافِ قیاس (غیر مدرک بالرائے) ہے، ثانیاً مطالعہ ''کتاب الاضحیہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بہت سی جزئیات پر فقہائے کرام نے قیاس سے کلام فرمایا ہے، ثالثاً جناب والا ہی نے ارکانِ صلوٰۃ پر قیاس کی عبارت بحوالہ خانیہ وشامیہ استدلال میں نقل فرمائی ہے، کہ کل بدنہ فرض میں شمار ہوگا، اور اس کو مفتیٰ بہ فرمایا ہے، سنین ماضیہ کی نیت سے اگر کوئی شریک ہوجائے، تو اس قربانی ماضیہ کا صحیح ہونا بالکل ظاہر ہے، اس لئے کہ قضاءِ اضحیہ بصورتِ اضحیہ درست نہیں، بلکہ بصورتِ تصدق ہے، اسکا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

الحاصل:- ایک شخص گائے کی قربانی کرے، اور اس میں جہات متعددہ تقرب کی نیت کرے، تو اس کے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں۔

''ویشم رائحة الاستدلال للجواز من لفظ خاصةً کمافی الخانیة[3] ومن نظائر المسئلة ومن تعامل الخواص والعوام ومن عبارة العلامة الحصکفی فی سکب الانهر[4] علیٰ ملتقی الابحر'' ''وکذا صح لوذبح بدنة عن اضحیة ومتعة وقران لاتحاد

---

[1] المفهوم معتبر فی الروایات اتفاقاً الخ شرح عقود رسم المفتی ص ۱۶۹/ الفهوم معتبر فی الروایات، مکتبه زکریا دیوبند.

[2] شامی کراچی ۱۱۰/ ج ۱/ کتاب الطهارة، ارکان الوضوء اربعةٌ.

[3] خانیه علی هامش الهندیه ج۳/ ص ۳۵۰/ (مطبوعه کوئٹه) فصل فیمایجوز فی الضحایا ومالایاجوز.

[4] سکب الانهر علی مجمع الانهر ج۴/ ص ۱۷۳/ (مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الاضحیة.

المقصود وهو القربة اھ"۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۱۴۰۱ھ

شرکاءِ قربانی کا وقت ذبح موجود ہونا

سوال:-قربانی کے وقت ساتوں شرکاء کا موجود ہونا ضروری ہے، یا اجازت کافی ہے جب کہ صرف تین چار آدمی ذبح خانہ میں چلے جاویں اور ذبح کردیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب شرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ اجازت کافی ہے البتہ موجود ہونا مستحب ہے "وندب ان يذبح بيده ان علم ذٰلک والا يعلمه شهدها بنفسه ويأمر غيره بالذبح،در مختار ج۵/ص ۲۳۱[1]"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت ہر حصہ دار کا ہاتھ لگانا

سوال:-بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت ہر حصہ دار کا جانور کو ہاتھ لگانا ضروری ہے، کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہاتھ لگانا ضروری نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۸۸ھ

---

[1] الدرالمختار علی ردالمحتار ج۵/ص ۲۰۸/کتاب الاضحیة،مکتبه نعانیه،مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت،بدائع زکریاص ۲۱۹/ج۴/کتاب الاضحیة،مایستحب قبل التضحیة. (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قربانی کے گوشت کی تقسیم

سوال:-قربانی کے سات حصوں میں سے چار میں ایک ایک پیر اور دو میں آدھا آدھا کلہ اور ایک میں مغز اور زبان لگا دیا جائے، ایک حصہ میں پورا پائے، اور دوسرے میں پورا سر لگا دیا جائے، تو انداز سے تقسیم کرنا اور دوسرے میں پورا سر لگا دیا جائے، تو یہ انداز سے تقسیم کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟ نیز اگر پورا سر لگا دیا یا پورا کلہ وغیرہ لگا دیا جائے، اور حصہ داروں کی رضامندی سے ایسا کیا جائے کہ کسی غریب کو دیدیا اور وہ اس کو سب فروخت کر کے پیسہ مدرسہ میں دیدے تو یہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح تقسیم درست ہے[1]، جب کسی غریب کو سب نے رضامندی سے پائے کلّہ دے دیا، تو اس کو حق ہے کہ وہ خود استعمال کرے یا فروخت کر کے پیسہ مدرسہ میں دیدے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۸۹ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] یستفاد من هذه العبارة وندب ان یذبح بیده ان علم ذٰلک والا یعلمه شهدها بنفسه ویامر غیره بالذبح،الشامی نعمانیه ج۵/ص۲۰۸/کتاب الاضحیة،مجمع الانهر ص۱۷۴/ج۴/ کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیه بیروت،بدائع زکریاص ۲۱۹/ج۴/کتاب الاضحیة،باب مایستحب قبل التضحیة.

[1] ویقسم اللحم وزنا لاجزافاً الا اذا ضم معه من الاکارع اوالجلد صرفا للجنس لخلاف جنسه درمختار علی هامش ردالمحتارج۵/ ص۲۰۳/اول کتاب الاضحیة(مکتبه نعمانیه)مجمع الانهر ص ۱۶۹/ ج۴/ کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیه بیروت،خانیه علی الهندیة ص ۳۵۱/ ج۳/کتاب الاضحیة، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۶/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب الثامن. (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر دیکھئے)

قربانی کے گوشت کی تقسیم

سوال:- اگر ایک جگہ کے رہنے والے سات آدمی ایک اونٹ کی قربانی کریں جس میں سات حصے ہوں تو کیا اس کے گوشت کو بھی تقسیم کرنا ضروری ہے، حالانکہ وہ سب حصہ دار ایک ہی جگہ رہتے ہیں، اور ایک ساتھ ہی سب کا کھانا پینا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تقسیم کرنا لازم نہیں اکٹھا ہی پکا کر کھائیں تب بھی درست ہے[1]۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۲/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا گوشت آپس میں تول کر تقسیم کرنا چاہئے

سوال:- سات آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی مگر اس کا گوشت تول کر تقسیم نہیں کیا اٹکل سے بانٹا یہ قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ اگر قربانی درست نہیں ہوئی تو کیا یہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] وطاب لسیده وان لم یکن مصرفاً للصدقة ماادی الیه من الصدقات فعجز لتبدل الملک واصله حدیث بریرة هی لک صدقة ولنا هدیة الخ ،الدرالمختارعلی الشامی ص ۱۱۶/ ج۶/ مطبوعه کراچی کتاب المکاتب، باب موت المکاتب عجزه وموت المولی،البحر کوئٹه ص ۲۴۵/ ج۲/ باب المصروف، کتاب الزکاة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] قال الشامی تحت "یقسم اللحم" انظر هل هذه القسمة متعینة اولا حتی لو اشتری لنفسه ولزوجته واولاده الکبار بدنة ولم یقسموها تجزیهم اولاوالظاهر انها لاتشترط لأن المقصود منهاالا راقة وقد حصلت شامی ج۵/ص ۲۰۲/کتاب الاضحیة.(مکتبه نعمانیه دیوبند)اعلاء السنن ص ۲۰۸/ ج۱۷/کتاب الاضحیة،باب ان البدنة عن سبعة حاشیة الطحاوی ص ۱۶۲/ ج۴/کتاب الاضحیة،دارالمعرفة بیروت.

لوگ اور گائے قربان کریں، یا کیا صورت کریں، نیز اٹکل سے تقسیم کرنے کا گناہ سب کو ہوا یا بعض بانٹنے والوں کو اور یہ گناہ کس طرح معاف ہوسکتا ہے، توبہ وغیرہ سے یا کوئی فدیہ دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں قربانی صحیح ہوگئی، مگر تول کر تقسیم نہ کرنے سے احتمال ربوٰ کی وجہ سے وہ شرکاء جو اس تقسیم سے راضی تھے، گنہگار ہوئے، اگر تقسیم میں کسی کی طرف سری پائے اور کھال بھی لگادی مثلاً کچھ گوشت اور کچھ حصہ پائے کا ایک حصہ میں اور کچھ گوشت اور پائے یا سری یا کھال ایک کے حصہ میں آگئی، تو چونکہ ہر ایک کے حصہ میں جو چیز آئی ہے، وہ غیر جنس کے مقابلہ میں قرار دی جاسکتی ہے، اسلئے اس صورت میں گناہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا گوشت سب حصہ داروں کو تول کر تقسیم کیا جائے

سوال:- ایک عزیز نے مجھ سے کہا کہ اپنی گائے میں ہمارا بھی قربانی کا حصہ کردینا چنانچہ اس نے ایک روز قبل ان کو ان کے حصہ ہونے کی اطلاع دی، نیز یہ بھی کہا کہ آپ کے یہاں گائے کی کون کون سی چیزیں بھجوادوں وہ موجود نہ تھے، بالغ لڑکے نے اندر سے جواب دیا کہ ہم کو سوائے گوشت کے کچھ نہ چاہئے، اور ہم صرف دوسیر گوشت خود رکھیں گے باقی تقسیم کردیں گے، اس کے بعد قربانی کے وقت میں ان کے یہاں چھپڑا خالی گوشت رکھنے کیلئے

---

[1] ویقسم اللحم وزنا لاجزافاً الااذاضم معه من الأكارع اوالجلد صرفاً للجنس لخلاف جنسه، الدرالمختارعلى الشامى نعمانى ج۵/ص ۲۰۲/كتاب الاضحية،مجمع الانهرص ۱۶۹/ج۴/ كتاب الاضحية،دارالكتب العلمية بيروت،خانيه على الهندية ص ۳۵۱/ج۳/كتاب الاضحية، مطبوعه كوئٹه.

لینے گیا، اس وقت بھی وہ نہ ملے اور لڑکے نے جواب دیا بعد قربانی گوشت کا ساتواں حصہ کلیجی پائے وغیرہ اجزاء کا ساتواں حصہ میں ان کے یہاں دے آیا، اس وقت بھی وہ موجود نہ تھے، عصر کے وقت جو میں ان کے یہاں گیا تو بذریعہ صاحبزادہ اہلیہ صاحبہ نے کہلا بھیجا کہ کلیجی، چربی وغیرہ ہمارے یہاں نہیں آئی، میں نے کہا کہ رات چونکہ صرف گوشت کے لئے کہا گیا تھا، اس لئے ایسا کیا گیا، ہاں پکی ہوئی کلیجی میں سے اپنے حصہ میں سے آپ کو بھیج دوں گا، کہا اچھا رات کو پختہ کلیجی لے کر میں ان کے یہاں پہنچا اس وقت وہ عزیز بزرگ مجھ کو ملے اور کہا کہ ہر چیز کا ساتواں حصہ ہمارے یہاں کیوں نہ بھجوایا، میں نے کہا رات صرف گوشت کے لئے لڑکے نے کہا تھا، انہوں نے کہا کہ اگر اس نے ایسا کہا بھی تھا، جب بھی مسئلہ کی رو سے ہر چیز کا ساتواں حصہ ہمارے یہاں پہنچنا چاہئے، لہٰذا یہ قربانی درست نہ ہوئی، خدا ہی قبول کرے، میں نے کہا غلطی آپ کی ہوئی نہ کہ میری اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں قربانی صحیح ہوگئی، گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہئے تھا، اس کے بعد اختیار تھا اپنے حصہ کا جو چاہے کرتا، اگر گوشت بلا تولے تقسیم کیا جاوے اور کمی بیشی ہو جاوے تو جو زیادتی دوسرے کے پاس جاوے گی وہ سود کے حکم میں ہوگی، اگرچہ بعد میں کمی والے نے زیادتی ہبہ کر دی ہو کیونکہ ہبۂ مشاع صحیح نہیں ہوتا۔

”ویقسم اللحم وزنا لاجزافاالااذاضم معه من الا کارع اوالجلد قال الشامی قوله جزافا لان القسمة فيها معنى المبادلة ولو حلل بعضهم بعضا قا ل فی البدائع اما عدم جواز القسمة مجازفة فلان فيها معنى التمليک واللحم من اموال الربا فلايجوزتمليكه مجازفة واما عدم جواز التحليل فلان الربا لايحتمل الحل بالتحليل

ولانه فی معنی الهبة وهبة المشاع فیما یحتمل القسمة لاتصح اھ"(شامی ج۵/ ص ۲۰۲/[1])

یہاں گوشت تو ساتواں حصہ آ ہی گیا، اور کلیجی وغیرہ کے عوض میں بھی گوشت آ گیا اگر سب شرکاء اس معاوضہ پر رضامند ہیں تو اس میں کوئی خرابی نہیں بالکل درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ ۵۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ ۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی الحجہ ۵۲ھ

قربانی میں ولیمہ

۹۷۱۳/

سوال:- زید نے اپنے لڑکے کی شادی کی ۱۱/ذی الحجہ کو وہ ولیمہ کرتا ہے، اس طرح قربانی کے جانور میں ایک حصہ ولیمہ کی نیت سے لیتا ہے، شرع میں اس کی اجازت ہے یا نہیں خراب تو نہیں ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسنونہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں حصہ لینے سے کسی کی قربانی باطل نہیں ہوگی

---

[1] شامی ج۵/ص ۲۰۲/مکتبہ نعمانیہ (شامی کراچی ج۶/ص۳۱۷/کتاب الاضحیة)بزازیة علی الهندیة کوئٹہ ص ۲۹۰/ج۶/کتاب الاضحیة،الرابع فیمایجوزمن الاضحیة،خانیه علی الهندیة ص ۳۵۱/ج۳/کتاب الاضحیة،فصل فیمایجوزفی الضحایا،ومالایجوز.

جس طرح عقیقہ کی نیت سے حصہ لینے سے باطل نہیں ہوتی۔ شامی ص ۲۰۷/ج ۵/[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وکذالوارادبعضهم العقيقة الى قوله ولم يذكرالوليمة وينبغى ان تجوزلانهاتقام شكر الله تعالىٰ على نعمة النكاح،شامى نعمانيه ص۲۰۷/ج۵/كتاب الاضحية،بدائع الصنائع ص۲۰۹/ ج۴/كتاب الاضحية،شرائط جوازاقامة الواجب مكتبه زكرياديوبند،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۰/ج۵/كتاب الاضحية،الباب الثامن،طحطاوى على الدرص ۱۴۴/ج۴/كتاب الاضحية،دارالمعرفة بيروت.

باب پنجم: قربانی کے ایام واوقات اور قضاء

قربانی کے کتنے دن ہیں

سوال:- دسویں، گیارہویں، بارھویں، تیرھویں تک قربانی کرسکتا ہے، مؤطا امام مالک ودارقطنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت مجھے نہیں ملی نہ یہ انکا مذہب ہے "مالک عن نافع عن عبداللّٰہ بن عمرؓ قَالَ اَلْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی، مؤطا امام مالکؒ ص۱۸۸[1] البتہ امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ اس روایت سے وہ استدلال کرتے ہیں، "اٰخر وقتھا عندالشافعی اٰخر ایام التشریق وقال ابوحنیفه ومالک آخر الثانی ایام التشریق اھ رحمة الامة ص ۱۶۴[2] ومن ذٰلک قول الشافعیؒ ان اٰخر وقت التضحیة هو آخر الیوم الثانی من ایام التشریق الثلاثة مع قول ابی حنیفة ومالک آخر وقت التضحیة هو اٰخر الیوم الثانی من ایام التشریق ومع قول سعیدبن جبیر انه یجوز لاهل الامصار التضحیة فی النحر خاصة ومع قول النخعی انه یجوز تاخیر ها الیٰ اٰخر شهر ذی الحجة، میزان شعرانی ج۲/ص ۵۶[3] ایام النحر ثلاثة یوم الاضحی وهو الیوم العاشر من ذی الحجه والحادی عشر والثانی عشر وذٰلک بعد طلوع الفجر من الیوم الاول الیٰ غروب الشمس من الثانی عشر وقال الشافعی ایام النحر

---

[1] مؤطا امام مالک ص۱۸۸/الضحیة عمافی بطن المرأة (کتب خانه اعزازیه دیوبند)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے یوم النحر کے بعد دو دن قربانی ہے۔

[2] رحمة الامة فی اختلاف الائمة ص۱۱۷/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[3] المیزان الکبری الشعرانیة ص۶۶/ج۲/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت.

اربعة ایام العاشر من ذی الحجة والحادی عشر والثانی عشر او الثالث عشر والصحیح قولنا لماروی عن سیدنا عمرؓ وسیدنا علیؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ وانس ابن مالکؓ انهم قالوا ایام النحر ثلثة اولها افضلها والظاهر انهم سمعوا ذٰلک من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لان اوقات العبادات والقربات لاتعرف الا بالسماع اھ بدائع ج۵/ص ۶۵[1]، روایت مسئولہ دارقطنی میں موجود ہے اس میں ایک راوی ہے ابومعید ان کے متعلق لکھا ہے "فیها لین" بزار نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اس میں سوید بن عبدالعزیز ہیں، وہ منفرد ہیں "وهو لیس بالحافظ ولایحتج به اذاانفرد"، بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں "سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم قال البیهقی وسلیمان بن موسیٰ لم یدرک جبیر بن مطعم" ابن عدی نے کامل میں بھی اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ ہیں ان کی نسائی سعد بن معین علی ابن مدینی نے تضعیف کی ہے ابن ابی حاتم بھی ان مضعفین کے ساتھ موافق ہیں بلکہ یہاں تک کہ "ووافقهم وقال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل قال ابی هذا حدیث موضوع بهذا الاسناد اھ هذا من نصب الرایة ج۴/ص ۲۱۳[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

قربانی کس دن افضل ہے

سوال:- کیا دس گیارہ بارہ ذی الحجہ کو قربانی کریں؟ یا دسویں کو زیادہ ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دس تاریخ کو افضل ہے اس کے بعد ۱۱ر کو اس کے بعد ۱۲ر کو "فجر یوم النحر الیٰ اٰخر

---

[1] بدائع ج۵/ص ۶۵/کتاب الاضحیة مکتبه سعید کمپنی پاکستان.

[2] نصب الرایهج ۴/ص ۲۱۳/کتاب الاضحیة، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل.

ایامه وهی ثلاثة افضلها اولها ثم الثانی ثم الثالث "[1] (شامی) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

کیا قربانی چار دن ہے

سوال: -عینی جو شرح ہے بخاری شریف کی جلد ۹/۱۰/ پر حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں امام طحاویؒ نے بسند جید فرمایا ہے، اب یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول طحاوی میں نہیں ملتا، یہ قول امام طحاویؒ کی کونسی کتاب میں ہے، اس کتاب سے پوری سند تحریر فرمائیں، یہ بڑا زبردست اشکال ہے، صاحب فتح الباری طحاوی کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ سے چار دن کی قربانی ثابت کرتے ہیں، اور علامہ عینی حضرت ابن عباسؓ کے قول سے بحوالہ طحاوی تین دن کی قربانی ثابت کرتے ہیں، اور کتاب طحاوی میں دونوں قول نہیں ملتے مہربانی کر کے اپنا قیمتی وقت اس بات پر خرچ کریں اور معمہ کو حل فرمائیں، فتح الباری کی بات صحیح ہے، یا عینی کی ابن عباسؓ کے دونوں قول کی سند مطلوب ہے، جواب مدلل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے نقل کیا ہے "الا ضحی ثلثة ایام بعد یوم النحر[2]" یہ اثر موقوف ہے، طحاوی کا قول عینی نے نقل کیا ہے، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "الا ضحان یومان بعدیوم النحر" عامۂ کتب میں طحاوی کی روایت بھی ملتی ہے، فتح الباری میں طحاوی کی طرف چار دن والی روایت جو منسوب کی گئی ہے، وہ کتب احناف میں نہیں، عینی نے

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۶/ص ۳۱۶/ کتاب الاضحیة مکتبه کراچی، المحیط البرهانی ص ۴۶۱/ ج۸/ کتاب الاضحیة، الفصل الثالث فی وقت الاضحیة، ادارة القرآن المجلس العلمی، مجمع الانهر ص ۱۷۰/ ج۴/ کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قَالَ اَلْاَضْحیٰ ثَلاثَةُ اَیَّامٍ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ، بیهقی ج۹/ص ۲۹۶/ باب من قال الاضحی جائز یوم النحر الخ مکتبه دارالمعرفة، بیروت، لبنان.

جو کچھ نقل کیا ہے، وہ احکام القرآن سے لیا ہے، طحاوی کی یہ کتاب بھی یہاں نہیں ملتی ابن الترکمانی نے اس کا حوالہ دیا ہے "قال الطحاوی فی احکام القرآن لم یرواعن احد من الصحابة خلافهم فتعین اتباعهم اذلایوجدذٰلک الا توقیفاً وفی الاستذکار روی ذٰلک عن علیؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓو لم یختلف فیه عن ابی هریرةؓ وانسؓ وهو الاصح عن ابن عمرؓ وهومذهب ابی حنیفة والثوری ومالک رحمهم اللّٰه وفی نوادر الفقهاء لابن بنت نعیم اجمع الفقهاء ان التضحیة فی الیوم الثالث عشر غیر جائزة الا الشافعیؒ فانه اجازها فیه اھ الجوهر النقی ج۲/ص ۲۴۲/[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے، "الاضحی ثلثة ایام بعد یوم النحر" تو اس کی سند میں طلحہ ابن عمر وحضرمی ہیں، ابن معین، ابوزرعۃ، دارقطنی نے ان کی تضعیف کی ہے، اور احمد نے ان کو متروک قرار دیا ہے، جیسا کہ ذہبی نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے، ابن عباسؓ سے جو روایت معتمد ہے وہ یہ ہے "قد ذکر الطحاوی فی احکام القرآن بسند جید عن ابن عباسؓ قال الاضحی یومان بعد یوم النحر اھ کذافی الجوهر النقی ج۲/ ص ۲۴۲/[2] ودلیلنا من جهة السنة الحدیث المتقدم انه صلی اللّٰه علیه وسلم نهیٰ عَنْ اَکْلِ لُحُومِ الْاَضَاحِیْ بَعْدَ ثَلٰثٍ وَمَعْلُوْم انه اباح الا کل منها فی ایام الذبح فلو کان یوم الرابع منها لکان قدحرم علیٰ من ذبح فی ذٰلک الیوم ان یاکل منهااھ. اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ ج۳/ص ۲۳۴/[3]

امام طحاوی کا قول ومذہب احناف کی کتب میں جو کچھ منقول ومتوارث ہے وہی قابل

---

[1] الجوهر النقی علی حاشیة البیهقی ص۲۹۷/ج۹/باب من قال الاضحی یوم النحر ویومین ادارۂ تالیفات اشرفیه پاکستان.

[2] الجوهر النقی علی هامش البیهقی ص۲۹۶/ ج۹/ باب الاضحیة فی السفر،ادارۂ تالیفات اشرفیه.

[3] اوجزالمسالک شرح مؤطا امام مالک ج۹/ص ۲۶۲/باب الضحیة عمافی بطن المرأة کتاب الضحایا(المکتبة الامدادیة مکة المکرمه باب العمرة.

اعتماداور لائق اختیار ہے، لان صاحب البیت ادری بمافیه۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنامحمد و آله وصحبه وبارک وسلم .

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، یوپی، ہند۔

قربانی کا ثبوت تین دن

سوال:- تین یوم تک قربانی کا ثبوت اگر حدیث سے ہے تو حدیث نقل فرمادیں مع حوالہ یا بغیر حوالہ صرف کتاب کے نام کے ساتھ نیز امام ابوحنیفہ کی تصانیف کون کونسی ہیں ان کا نام لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَهُوَالْیَوْمُ الْاَوَّلُ رواه مالک وقال بلغنی عن علی ابن ابی طالب مثله "(مشکوٰة شریف ج ۱/ص ۱۲۹)[1]

قوله یومان بعد یوم الاضحی وهوالیوم الاول من ایام النحر وبه اخذ ابوحنیفه ومالک واحمدؒ اھ مرقاۃ[2] اوجز المسالک ج۴/ص ۲۳۳[3] میں تفصیل مذکور ہے امام محمدؒ، امام ابویوسفؒ، امام زفرؒ، امام حسن بن زیادؒ، کی تصانیف موطأ، کتاب الاثار، کتاب الحج، کتاب الاکتسافی، مسند خوارجی، مسند ابی حنیفہ یہ سب امام ابوحنیفہ کی تصانیف ہیں، اس زمانہ میں تصنیف کا طریقہ یہ تھا کہ استاذ بیان کرے، اور تلامذہ اس کو جمع کرلیں کتاب کی صورت

---

[1] مشکوٰة شریف ص ۱۲۹/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب فی الاضحیة الفصل الثالث.

[2] مرقات ج۲/ص ۲۶۸/(مطبوعه بمبئی)باب فی الاضحیة الفصل الثالث.

[3] اوجز المسالک ج۴/ص۳۰۵/(مطبوعه یحیوی سهارنپور) کتاب الضحایا الاضحبة عما فی بطن المرأة وذکر ایام الاضحیة.

ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۱۴۰۰ھ

رات میں قربانی

سوال:- کیا قربانی کے لئے جانور کو رات میں بھی ذبح کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

گاؤں میں قربانی کا وقت

سوال:- جس چھوٹی بستی میں عیدالاضحیٰ کی نماز نہیں ہوتی، کیا وہاں قربانی بھی واجب نہیں، اگر واجب ہے تو کس وقت کی جائے، کیونکہ شہر میں نماز عید کے بعد کی جاتی ہے، اور وہاں نماز عید نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں صبح سویرے ہی قربانی کر لی جائے۔ زیلعی ج ۶/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وکرہ تنزیھاً الذبح لیلاً لاحتمال الغلط الدرالمختار کراچی ج ۶/ص ۳۲۰/کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۵/ج ۵/کتاب الاضحیة، الباب الثالث فی وقت الاضحیة، خانیه علی الھندیة ص ۳۴۵/ج ۳/کتاب الاضحیة، فصل فی صفة الاضحیة.

[2] وذبح غیرہ أی غیر اھل المصر یجوز لھم ذبحھا بعد طلوع الفجر قبل أن یصلی الامام صلوٰة العید (زیلعی ج ۶/ص ۴/کتاب الاضحیة (مکتبه امدادیه ملتان) مجمع الانھر ص ۱۶۹/ج ۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۳۱۸/ج ۶/کتاب الاضحیة.

شہر میں نماز سے پہلے قربانی

سوال:- مذبح دھام پور میں یہ دھام پور مستقل پنچایتی حیثیت سے ایک گاؤں کے حکم میں ہے، اس وجہ سے حسب اجازت شرع قربانی بعد نماز فجر ہوتی ہے، لیکن بڑی بھینس وغیرہ دھامپور کی طرف جاتی ہے، یہی مذبح ہے، پرانے دھامپور میں حکومت وقت کی اجازت نہیں وہاں پر بڑی قربانی کرنا قانوناً جرم ہے، لہٰذا تحریر فرمائیں کہ چونکہ مذبح دھامپور میں ہے تو پرانے دھامپور والے اپنی قربانی دھام پور میں لاکر بعد نماز فجر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا ان کو بھی مثل شہر والوں کے، بعد نماز عید قربانی کرنی ہوگی، عرصہ دراز سے یہاں پر پرانے دھامپور والے دھامپور آکر بعد نماز فجر قربانی کرتے ہیں، اگر شرعاً ممنوع ہے تو پھر اب تک جو قربانی کی ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گاؤں والے (جہاں نماز عید درست نہیں) اگر اپنا جانور شہر میں (جہاں نماز عید ہوتی ہے) لاکر قربانی کریں تو ان کو نماز فجر کے بعد نماز عید سے پہلے قربانی کی اجازت نہیں[1] بلکہ بعد نماز عید قربانی کریں، جو قربانی ایسی جگہ نماز عید سے پہلے کر لی گئی ہے، اس کی قضا لازم ہوگی،

---

[1] ولو كان الرجل بالسواد واهله بالمصر لم يجز التضحية الا بعد صلاة الامام (الهندية ج۵/ ص۲۹۶/الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان (مكتبه كوئٹه پاكستان)شامی كراچی ص۳۱۸/كتاب الاضحية،البحر كوئٹه ص۱۷۵/ج۸/كتاب الاضحية.

"قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ(ابوداؤد شريف ج۲/ص۳۸۷/باب مايجوزمن السن فى الضحايا "

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ہماری طرح نماز (عید) پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اس کی قربانی درست ہوگئی، اور جس نے نماز (عید) سے قبل قربانی کی تو وہ گوشت کی بکری ہے۔

جس کی صورت یہ ہے کہ قیمت صدقہ کردیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۸۹ھ

شہری کی گاؤں میں قربانی

سوال:- شہر کا رہنے والا آدمی اگر اپنی قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دے جس کی وہاں قربانی کردی جائے، اور وہ خود شہر میں ہو تو اس کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی درست ہوجائے گی اس کا قربانی کے جانور کے پاس ہونا ضروری نہیں بلکہ دیہات میں ایسے شخص کی طرف سے اگر سویرے ہی قربانی کردی جائے کہ ابھی تک شہر میں نماز عید بھی نہ ہوئی ہو تب بھی درست ہے۔ زیلعی ج ۶/ص ۴/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

نماز عید سے پہلے قربانی

سوال:- اگر قربانی کے جانوروں کی عید کی نماز سے پہلے قربانی کردیں تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں یا اس کی جگہ اور جانور کی قربانی کریں؟

---

[1] ولم یضح حتی مضت ایام النحر ثم افتقر کان علیه ان یتصدق بعینها اوبقیمتها ولاتسقط عنه الاضحیة، البحر کوئٹه ص ۱۷۴/ج۸/کتا الاضحیة، شامی کراچی ص ۳۲۰/ج۶/کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۷۰/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وحیلة المصری اذا ارادالتعجیل أن یبعث بها الی خارج المصر فی موضع یجوز للمسافر أن یقصر فیه فیضحی فیه کماطلع الفجر لان وقتها من طلوع الفجرزیلعی ج۶/ص ۴/کتاب الاضحیة مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیة، الدرالمنتقی ص ۱۶۹/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

درست نہیں، وہ دوبارہ بعد نماز عید قربانی کرے، جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، جیسے گاؤں وہاں صبح صادق کے بعد بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۶۷ھ

نماز عید سے پہلے قربانی کی ایک صورت

سوال:- اگر دس ذی الحجہ کو کسی وجہ سے نماز عید ادا نہ کی جائے تو کیا اس روز قربانی بھی نہ کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روز زوال کے بعد قربانی کی جائے۔ زیلعی ج ۵/ص ۴/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تعدد صلوٰۃ عید کی صورت میں وقت اضحیہ

سوال:- ایک شہر میں نماز عید کئی جگہ ہوتی ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ جب سب جگہ نماز

---

[1] لایجوز لأهل المصران یذبحو االا ضحیة قبل أن یصلو اصلاة العید یوم الاضحی وذبح غیره والا صل فیه قوله علیه الصلاة والسلام من ذبح قبل الصلوٰة فلیعد ذبیحته ومن ذبح بعد الصلاة تم نسکه (الزیلعی ج۶/ص ۴/کتاب الاضحیة مکتبه امدادیه ملتان)مجمع الانهر ص ۱۶۹/ ج۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت،البحر کوئٹه ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیة.

[2] ولولم یصل الامام العید فی الیوم الاول اخر والتضحیة الی الزوال ثم ذبحوا ولاتجزئهم التضحیة مالم یصل الا مام العید فی الیوم الاو ل الا بعد الزوال،الزیلعی ج۶/ص ۴/کتا ب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان،البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة.

عید ہو چکے تب قربانی کیجائے، یا کسی ایک جگہ نماز عید ہو جانے کے بعد بھی درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شہر میں کسی ایک جگہ بھی اگر نماز عید ہو چکی ہو تو قربانی درست ہے۔ شامی ج ۴/ص ۲۰۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

غلطی سے بے وضو ادا کی گئی نماز کے بعد قربانی کا حکم

سوال:- اگر نماز عید پڑھ کر فوراً قربانی کردی گئی، اور بعد میں معلوم ہوا کہ امام صاحب نے بھولے سے بے وضو نماز پڑھادی اور نماز کا اعادہ کیا گیا تو جو قربانی کی جاچکی ہے کیا اس کا بھی اعادہ لازم ہوگا، اس لئے کہ وہ نماز عید سے پہلے ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی قربانی کا اعادہ لازم نہیں، بلکہ وہ قربانی درست ہوگئی۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۳/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو ضحی بعد ماصلی أهل المسجد ولم یصل أهل الجبانة اجزأه استحساناً لأنهاصلوٰة معتبرة حتی لو اکتفوابهااجزأتهم(شامی نعمانیه ج۵/ص ۲۰۲/کتاب الاضحیة)البحر کوئٹه ص۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیة،مجمع الانهر ص ۱۷۰/ج۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] تبین ان الامام صلی بغیر طهارة تعاد الصلوٰة دون الاضحیة(شامی نعمانیه ج۵/ص ۲۰۳/ کتاب الاضحیة،مجمع الانهر ص ۱۷۰/ج/۴/کتاب الاضحیة،دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة.

قربانی کی قضا کی صورت

سوال:-قربانی کے ایام ختم ہوگئے اور قربانی نہیں کی، تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قربانی کے لئے جانور خرید لیا تھا، تو اس کو زندہ ہی صدقہ کر دیا جائے، اگر نہیں خریدا تھا تو قیمت صدقہ کر دی جائے۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۹/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

قربانی کی قضا

سوال:-امسال جانور گراں ہونے کی وجہ سے دو شخصوں کی طرف سے قربانی نہیں ہوسکی، ان کی رقم کم تھی اور کٹرے گراں تھے، اس رقم کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن دو شخصوں کی طرف سے قربانی نہیں ہوسکی، ان کو اطلاع کر دی جائے وہ چاہیں تو اپنا روپیہ واپس منگا کر صدقہ کر دیں، چاہیں تو مدرسہ میں دیدیں، پھر مدرسہ صدقات واجبہ کے مد میں صرف کرے۔

تنبیہ: ادائے واجب کے لئے اتنی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے، جس میں متوسط درجے کی بکری، بھیڑ یا گائے، بھینس کا ساتواں حصہ مل سکتا ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۷ھ

---

[1] اذا مضی وقتها وجب علیه التصدق بها حیة او بقیمتها (شامی کراچی ج ۶/ص ۳۲۱/کتاب الاضحیة، البحر کوئٹہ ص ۱۷۴/ج ۸/کتاب الاضحیة. تبیین الحقائق ص ۵/ج ۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

(حاشیہ نمبر ۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قربانی کی قضا

سوال:- ایک شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی مگر اس نے قربانی کے دنوں میں قربانی نہیں کی، اب وہ قربانی کی قیمت ادا کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر اگلے سال پھر دو قربانی کی اور پچھلے سال کی قربانی کی ادائے گی کی نیت بھی کرلی، تو کیا اس طرح گذشتہ سال کی رہی ہوئی قربانی ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایام قربانی گذر جانے کے بعد ایک حصہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے[1]، سال آئندہ دو قربانی کرنے سے گذشتہ سال کی قضا درست نہیں۔ کذا فی غایۃ التحقیق ص ۹۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۱۱/۵۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۱۱/۱۱/۵۵ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] ولو تركت التضحية ومضت ايامها وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا وقال الشامى قيمة شاة وسط (الدرالمختار مع الشامى كراچى ج۶/ص ۳۲۱/كتاب الاضحية، البحر كوئٹه ص ۱۷۴/ج۸/كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۵/ج۶/كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

[1] ولو تركت التضحية ومضت ايامها وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا وقال الشامى قيمة شاة وسط (الدرالمختار مع الشامى كراچى ج۶/ص ۳۲۱/كتاب الاضحية، البحر كوئٹه ص ۱۷۴/ج۸/كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۵/ج۶/كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

[2] حتى اذا جاء ايام النحر من العام القابل قبل ان يتصدق بشئى لم يجز لهٗ قضاء مافاته من الاضحية فى العام الماضى مع قدرته على المثل الكامل الخ كتاب التحقيق المعروف بغاية التحقيق، شرح حسامى ص ۹۵/.

باب ششم: قربانی کے آداب ومستحبات وغیرہ

قربانی ذبح کرنے کا ثواب

سوال:- ایک نیک آدمی ہے محلّہ کے لوگ قربانی اسی سے اس کے نیک ہونے کی وجہ سے ذبح کراتے ہیں، کیا اسے قربانی ذبح کرنے کا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نیک آدمی کو ثواب ملتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۴ھ

قربانی کے وقت کی دعا

سوال:- (۱) نیت قربانی کی مع ادعیہ ماثورہ کے بحوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

(۲) موافق قرآن وحدیث کے وہ دعاء بھی ذکر فرمائیں، جو قربانی کی مقبولیت کے لئے منقول ہو بحوالہ حدیث تحریر فرمائیں، براہ کرم دونوں سوالوں کا جواب علیحدہ علیحدہ تحریر فرمائیں، بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) "اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَمَااَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ

---

[1] من جاء بشهادة ان لااله الا اللّٰه فله بكل عمل عمله فى الدنيا من الخير عشرة امثاله من الثواب (الجامع لأحكام القرآن ج۴/ص ۱۳۶/تحت تفسير قوله تعالىٰ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها.

وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"اللھم منک ولک الخ.

اور یہ دعا ذبح سے پہلے پڑھے پھر" بسم اللّٰہ،اللّٰہ اکبر "کہہ کر ذبح کرے کذافی مسند دارمی ص ۲۴۹/[1]

(۲) بعد ذبح یہ دعا پڑھے "اللّٰھم تقبل منی کماتقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیھم السلام".

اس دعاء کا ماخذ وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد شریف نے روایت کیا ہے،جس کے الفاظ یہ ہیں"اللّٰھم تقبل من محمد وآل محمد "بذل المجھود[2] ج ۴/ص ۷۰/"۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱۱/۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا

سوال:-قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کے دن روزہ رکھنا حرام ہے[3]،البتہ سنت یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی دس تاریخ کو

---

[1] دارمی ج ۲/ص ۷۶/باب السنة فی الاضحیة (مکتبہ دارالکتب العلمیہ)ابوداؤد شریف ص ۳۸۶/ج ۲/باب مایستحب من الضحایا،مطبوعہ دیوبند.

[2] بذل المجھود ج ۴/ص ۷۰/باب مایستحب من الضحایا،المکتبہ رشیدیہ سہارنپور.

[3] الذی کرہ تحریماً صوم العیدین الفطر والنحر للاعراض عن ضیافة الله ،مخالفة الامر طحطاوی علی المراقی ص ۵۲۸/کتاب الصوم فصل فی صفة الصوم (مصری)شامی کراچی ص ۳۷۵/ج ۲/کتاب الصوم،مجمع الانھر ص ۳۴۳/ج ۱/کتاب الصوم،دارالکتب العلمیة بیروت.

قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے نہ پیئے، کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۱ھ

قربانی سے قبل کچھ کھانا

سوال:-قربانی سے قبل چائے، پان، روٹی وغیرہ کھانا کیسا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ نہ کھانا چاہئے یہ حکم صرف اس شخص کے لئے جس کے نام قربانی ہونی ہے، یا عوام کے لئے بھی یہی حکم ہے، عیدین میں روزہ تو حرام ہے پھر عیدالاضحیٰ میں قربانی سے پہلے کچھ کھانے پینے کی ممانعت کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روز سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، اس لئے مستحب یہ ہے کہ اولاً ہر شخص دعوت یعنی قربانی سے کھائے، حقہ، پان، چائے، وغیرہ کچھ اس سے پہلے نہ کھائے پیئے، یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، اور یہ حکم اصالۃً اس کے لئے ہے جو قربانی کرے تاہم اگر ابتداء کوئی اور شئی کھالی تب بھی گناہ نہیں ہوگا، صرف خلاف اولیٰ ہوگا، یہی قول مختار ہے، کذافی مراقی الفلاح[2] وطحطاوی ص ۳۹۳/ اور بعض فقہاء نے تبعاً اس حکم میں اس شخص کو بھی

---

[1] لکنہ فی الاضحی یؤخر الاکل عن الصلوٰۃ، لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لایطعم فی یوم الاضحی حتی یرجع فیأکل من أضحیتہ (مراقی علی الطحطاوی ص ۴۴۰/ احکام العیدین، مجمع الانہر ص ۲۵۸/ ج ۱/ باب صلاۃ العیدین، دارالکتب العلمیہ بیروت، اعلاء السنن ص ۲۶۷/ ج ۱۷/ باب التصدق بلحوم الاضاحی ادارۃ القرآن کراچی.

[2] فی الاضحی یؤخر الأکل عن الصلوٰۃ استحباباً فان قدمہ لایکرہ فی المختار لأنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لایطعم فی یوم الاضحی حتی یرجع فیاکل من أضحیتہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

داخل کیا ہے، جو قربانی نہیں کرتا۔ کذا فی البحر الرائق ج ۲/ص ۱۶۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

دو رکعت نفل اور بال وناخون نہ تراشنے سے قربانی کا ثواب

سوال:- زید نے اپنے خطبہ میں کہا کہ جس شخص میں قربانی کی استطاعت نہ ہو، اگر وہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد گھر پر دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ انا اعطینا ک پڑھے تو اس کو قربانی کے برابر ثواب ملتا ہے، اسی طرح سر کے بال اور ناخن نہ تراشے تو قربانی کے برابر ثواب ملتا ہے، یہ کہاں تک اصلیت رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح دو رکعت پڑھنے سے قربانی کا ثواب ملنا میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، زید سے حوالہ دریافت کیجئے، البتہ ناخن اور بال کے متعلق بعض علماء سے ایسا سنا ہے، اور حدیث میں قربانی والے کیلئے اس کو مستحب قرار دیا گیا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وقال الطحطاوی لأن الناس اضیاف اللّٰہ تعالیٰ فی ھذا الیوم الخ طحطاوی علی المراقی مصری ص ۴۴۰/ باب احکام العیدین، مجمع الانھر ص ۲۵۸/ ج ۱/ باب صلاۃ العیدین، دارالکتب العلمیہ بیروت، اعلاء السنن ص ۲۶۷/ ج ۱۷/ باب التصدق بلحوم الاضاحی، ادارۃ القرآن کراچی.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وأطلقہ فشمل من لایضحی الخ باب العیدین مکتبہ کوئٹہ پاکستان، الدرالمختار علی الشامی ص ۱۷۶/ ج ۲/ کراچی باب العیدین.

[2] عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذَا دَخَلَ الْعَشَرَ فَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّضَحِّیَ فَلْیُمْسِکْ عَنْ شَعْرِہٖ وَاَظْفَارِہٖ (سنن کبریٰ للبیھقی ۹/ص ۲۶۶/ باب سنۃ لمن اراد الخ، مکتبہ دارالمعرفت) مسلم شریف ص ۱۶۰/ ج ۲/ باب نھی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ الخ مکتبہ بلال دیوبند.

(حاشیہ کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عورت کا خود قربانی کرنا

سوال: -عورت اگر اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کردے تو کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ واقف ہے اور قوی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ شامی ج۵/ص۱۸۹/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) **ترجمہ**: حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جب عشرہ (ذی الحجہ) داخل ہوجائے، اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہے، تو وہ اپنے بال اور ناخونوں (کے کاٹنے) سے رک جائے۔

[1] فتحل ذبيحتهما ولو الذابح مجنونا او امرأة أو صبياً يعقل التسمية والذبح ويقدر (الدر المختار على الشامي، نعمانية ج۵/ص ۱۸۹/كتاب الذبائح) اعلاء السنن ص۹۳/ج۱۷/باب جواز ذبح المرأة والصبي، ادارة القرآن كراچي، مجمع الانهر ص۱۵۴/ج۴/كتاب الذبائح، دار الكتب العلميه بيروت، بزازية على الهندية ص۳۰۴/ج۶/كتاب الذبائح، مطبوعه كوئٹه.

باب ہفتم: قربانی کی نذر

قربانی کی نذر کی تفصیل

سوال:- ہماری شریعت مصطفویہ کے مفتیان عظام سے استفتاء یہ ہے کہ شاۃ منذورہ یا بقرہ سال برس میں قربانی کے لائق ضرور ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو اسامیٔ کتب و متعین صفحہ سے بنقل عبارات جواب شافی عنایت فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شاۃ منذورہ کی صورت اگر صورت اضحیہ کی ہے یعنی اس طرح نذر کی ہے "للّٰہ علی ان اضحی شاۃ" تو اس میں تمام شرائط اضحیہ کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ ایسی نذر میں تضحیۂ شاۃ اس کے ذمہ واجب ہے، ایام نحر میں ایسی شاۃ کی قربانی کرے، جس کی اضحیہ شرعاً درست ہے، اگر بصورت ہدی نذر کی ہے تو اس کو حرم میں قربانی کرائے، اگر ہدی اور اضحیہ کے طور پر نذر نہیں کی، بلکہ مطلقاً شاۃ کو تصدق کرنے یا ذبح کر کے اس کا لحم صدقہ کرنے کی نذر کی ہے، جب بھی اس کی عمر اتنی ہی ضروری ہے، جس کی قربانی درست ہے، کیونکہ عرفاً وشرعاً ایسی شاۃ کو شاۃ کہا جاتا ہے، اگر کسی شاۃ معینہ مشار الیہا کی نذر کی ہے تو اس میں یہ شرطیں نہیں بلکہ وہ جس عمر کی بھی ہو اس سے نذر پوری ہوسکتی ہے اور ان ہر دو صورت میں ایام نحر یا حدود حرم کی بھی قید نہیں، آخر میں صورت بالکل ایسے ہی ہے جیسے شاۃ کے علاوہ کوئی شئ معین کر کے اس کے تصدق کی نذر کرے۔

"الاضحیة اسم لما یذبح فی وقت مخصوص لم یکن فیها الغاء الوقت فاذا نذرها یلزم فعلها فیه والالم یکن اتیابالمنذور لانها بعدها لاتسمی اضحیة ولذا یتصدق بها حیة اذا خرج وقتها بخلاف مااذا نذرذبح شاة فی وقت کذا یلغوذکر

الوقت لانہٗ وصف زائد علیٰ مسمی الشاۃ واذا الغی علماؤنا تعین الزمان والمکان بخلاف الاضحیۃ فان الوقت قد جعل جزء من مفھومھا تلزم اعتبارہ ونظیر ذٰلک مالو نذر ھدی شاۃ فانھم قالوا انما تجزیہ عن الھدی ذبحھا فی الحرم والتصدق بھا ھناک وماذک الا لکون الھدی اسماً لما یھدی الیٰ مکۃ ویتصدق بہ فیھا فقد جعل المکان جزءاً من مفھومہ کالزمان فی الاضحیۃ فاذا تصدق بہ فی غیر مکۃ لم یات بمانذرہ اھ[1] ج ۵/ص ۲۳۴/قال الکاسانی بعد نذر الاضحیۃ والھدی ولایجوز فیھا الامایجوز فی الاضاحی وھو الثنی من الابل والبقر والجذع من الضان اذاکان ضخما بدائع ج۵/ص ۸۵/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۱/۱۳۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۱/۱۳۶۲ھ

متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ

سوال:- زید نے ایک بھینس کا بچہ پالا وہ گم ہوگیا اس نے کہا کہ اگر وہ مل گیا تو اللہ کے واسطے اس کی قربانی کردوں گا، چنانچہ وہ مل گیا لیکن زید کو اب اس کی ضرورت ہے، کیا شرعاً اسکی اجازت ہے کہ اس کو خود رکھ لے اور اس کے عوض دوسرے جانور کی قربانی کردے، جو کہ اتنی ہی قیمت کا ہو یا اسی کی قربانی ضروری ہے؟

(نوٹ) وہ بچہ اب بچہ نہیں بلکہ بڑا بھینسہ ہے۔

---

[1] شامی نعمانیہ ج۵/ص ۲۱۲/آخر کتاب الأضحیۃ، بدائع زکریا ص ۱۹۲/ج۴/کتاب الاضحیۃ، البحر کوئٹہ ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیۃ، تبیین الحقائق ص ۵/ج۶/کتاب الاضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] بدائع الصنائع ج۵/ص ۸۵/کتاب النذر مکتبہ سعید کمپنی پاکستان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اسی کی قربانی لازم ہے، اگر قربانی کے ایام گذر جائیں اور اس کی قربانی کی نوبت نہ آئے تو اس کو زندہ صدقہ کردے۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم

سوال:- زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو ایک قربانی کروں گا، اللہ کے حکم سے وہ کام ہوگیا، اور زید نے نذر پوری کرنے کے لئے ایک بکری خرید بھی لی مگر اس کی قربانی کو نوبت نہیں آئی، یہاں تک کہ قربانی کی تاریخیں بھی گذر گئیں، تو زید اب اس بکری کی قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب اس کی قربانی درست نہیں زید کو چاہئے کہ وہ بکری زندہ کسی فقیر مستحق زکوٰۃ کو صدقہ کردے۔ شامی، ج ۵/ص ۲۰۸/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] اذا أوجب شاة بعينها أواشتراها ليضحى بها فمضت ايام النحر قبل أن يذبحها تصدق بهاحية (شامی نعمانية ج۵/ص ۲۰۴/كتاب الاضحية)البحر كوئٹه ص ۱۷۴/ج۸/كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۵/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،مجمع الانهر ص ۱۷۰/ج۴/ كتاب الاضحية،دارالكتب العلمية بيروت.

[2] أن الاضحية اسم لما يذبح فى وقت مخصوص لمن يكن فيها الغاء الوقت فاذا نذرهايلزم فعلها فيه والا لم يكن آتياً بالمنذور لانها بعد ها لاتسمى اضحية ولذا يتصدق بها حية اذخرج وقتها(شامی نعمانية ج۵/ص ۲۱۲/كتاب الاضحية)عالمگيری كوئٹه ص ۲۹۶/ج۵/كتاب الاضحية،الباب الرابع،تبيين الحقائق ص ۵/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان.

بیمار نذر کا گوشت خود کھائے یا ملنے والے کو دے تو کیسا ہے

سوال:- اگر کوئی بیمار ہو وہ صدقہ میں بکرا بکری ذبح کرے تو اس کا گوشت خود کھانا یا ملنے والے کو دینا کیسا ہے یا صرف فقراء کو تقسیم کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر نذر مانی ہے تو نہ خود کھانا درست ہے اور نہ مالدار کو دینا درست ہے، بلکہ مستحقین وفقراء کو دینا لازم ہے[1]، اگر نذر نہیں مانی ہے، تو خود بھی کھانا درست ہے اور مالدار کو بھی کھلانا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حاملہ منذور جانور کی قربانی

سوال:- ایک جانور مرض میں مبتلا ہوگیا، مالک نے منت کرلی کہ اگر خدا اس کو بچائے تو راہِ خدا میں اس کی قربانی دیدوں گا، اب بوقت قربانی وہ جانور تین ماہ کے حمل سے ہے، اس صورت میں اس کی قربانی کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے جانور کی قربانی شرعاً درست ہے، جو جانور بالکل قریب الولادت ہو اور بچہ

---

[1] ان وجبت بالنذر فليس لصاحبها ان يأكل منها شيا ولاان يطعم غيره من الاغنياء سواء كان الناذرغنيا اوفقيرا لان سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن ياكل صدقته ولاان يطعم الاغنياء كذافي التبيين.(عالمگیری ج۵/ص ۳۰۰/ فصل فی صفة الاضحية)

[2] ويهب منها ماشاء للغنى والفقير والمسلم والذمی (عالمگیری ج۵/ص ۳۰۰/ فصل فی صفة الاضحية)تبيين الحقائق ص۸/ج۶/ كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص۱۷۸/ج۸/كتاب الاضحية.

مرنے کا اندیشہ ہو تو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے[1]، تاہم قربانی ادا ہو جائے گی، پھر اگر بچہ زندہ ہو تو اس کو بھی ذبح کرلیا جائے۔ کذا فی ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/محرم ۶۸ھ

بکری کے پیٹ سے اگر بکرا پیدا ہوا اس کی قربانی کرنے کی نذر

سوال:- ہندہ نے ایک نذر کی تھی کہ اگر میری بکری کے پیٹ سے کوئی بکرا پیدا ہوا تو اس کی قربانی کروں گی، چنانچہ ایک بکرا پیدا ہوا جس کا ایک پاؤں لنگڑا ہے لیکن وہ چلنے پر قادر ہے، اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی درست ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کو شرط پر معلق کرنا

سوال:- اگر کوئی یوں کہے کہ اگر یہ گائے گابھن ہو تو رکھوں گا ورنہ قربانی کروں گا، فی الحال گائے گابھن نہیں ہوئی، اس وقت گائے کو فروخت کرکے اس کے روپیہ سے دوسری

---

[1] ان تقاربت الولادة یکره ذبحها(شامی نعمانیه ص ۲۱۳/ج۵/کتاب الذبائح)

[2] فان خرج من بطنها حیاً فالعامة انه یفعل به مایفعل بالام،شامی نعمانیه ص ۲۰۵/ج۵/کتاب الاضحیة،عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱/ج۵/کتاب الاضحیة،الباب السادس،خانیه علی الهندیة ص ۳۵۴/ج۳/کتاب الاضحیة،فصل فی الانتفاع،مطبوعه کوئٹه.

[3] انما تمشی بثلاث قوائم حتی لوکانت تضع الرابعة علی الارض وتستعین بهاجاز.شامی نعمانیه ص ۲۰۵/ج۵/کتاب الاضحیة،البحر کوئٹه ص ۱۷۶/ج۸/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص۵/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

گائے یا بیل لیکر قربانی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ بیچ سکتے ہیں یا نہیں، نیز یہ نذر بھی صحیح ہے یا نہیں اور شخص مذکور تو انگر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الفاظ مذکورہ فی السوال میں دو احتمال ہیں ایک اپنے نفس سے وعدہ دوسرے نذر اگر نذر کی نیت نہیں کی ہے، بلکہ وعدہ کی نیت ہے، تب تو نذر رہے نہیں، محض وعدہ ہے جس کا پورا کرنا فرض نہیں، اگر اس کی مصالح کا تقاضہ ہو تو فروخت کرنا جائز ہے، اس کے عوض دوسری گائے وغیرہ کی قربانی کردے، "هكذا يفهم مماذكر فى البدائع ج۵/ص ۸۴/[1] ولو قال انا احرم وانا محرم اواهدى اوامشى الى البيت فان نوى به الايجاب يكون ايجابا لانه يذكر ويراد به الايجاب الىٰ ان قال وان نوى ان يعد من نفسه عدة ولايوجب شيئاً كان عدة ولا شئى عليه لان اللفظ يحتمل العدة لانه يستعمل فى العدات وان لم يكن له نية فهو على الوعدلانه غلب استعمالهٗ فيه فعند الاطلاق يحمل عليه هذا اذالم يعلقه بالشرط فان علقه بالشرط بان قال ان فعلت كذا فانا احرم فهو على الوجوه الذى بينا انه ان نوى الايجاب يكون ايجاباً وان نوى الوعد يكون وعداً لما قلنا وان لم يكن لهٗ نية فهو على الايجاب الخ۔

اگر وعدہ کی نیت نہیں تھی یا نذر کی نیت کی ہے تو شرعاً نذر ہوگئی، "اما الذى يجب على الغنى والفقير فالمنذور به بان قال لله على ان اضحى شاة اوبدنة اوهذه الشاة او هذه البدنة اوقال جعلت هذه الشاة اضحية وهو غنى اوفقير بدائع ج۵/ص ۶۱/[2]

اور چونکہ وقت کی تحدید نہیں کی ہے، لہٰذا گابھن ہونے کے لئے قربانی کے وقت تک انتظار کرنا چاہئے، اس وقت تک اگر گابھن نہ ہو تو پھر اس کو قربانی کر دینا چاہئے، اگر دوسری

---

[1] بدائع الصنائع ص ۸۴/ ج۵/ کتاب النذر، مکتبہ سعید کمپنی پاکستان۔

[2] کتاب التضحیة، مکتبہ سعید کمپنی پاکستان۔

گائے قربانی کے لئے خرید لی تو پھر طرفین کے نزدیک اس گائے کو فروخت کرنا جائز ہے، اور جس قدر اس کی قیمت میں کمی ہو اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

"رجل اشتری شاۃ للاضحیۃ واوجبھا بلسانہ ثم اشتریٰ باخری جاز لہٗ بیع الاولیٰ فی قول ابی حنیفۃؒ ومحمدؒ فان کانت الثانیۃ شراً من الاولیٰ وذبح الثانیۃ فانہ یتصدق بفضل مابین القیمتین لانہ لمااوجب الاولیٰ بلسانہ فقد جعل مقدار مالیۃ الاولیٰ للہ تعالیٰ فلایکون لہ ان یستفضل لنفسہ شیئاً فلھذایلزمہ التصدق بالفضل. فتاویٰ قاضی خاں ج۴/ص ۲۹۴/"[1]

اوراس گائے کی قربانی کرنے سے جو قربانی شرعاً ایام نحر میں واجب ہوتی ہے، وہ ساقط نہ ہوگی، بلکہ اس واجب کی ادائیگی کے لئے مستقل قربانی ضروری ہے، "ولو قال ذٰلک قبل ایام النحر یلزمہ التضحیۃ بشاتین بلاخلاف الخ بدائع ج۵/ص ۶۳/"[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۲ھ

---

[1] خانیۃ علی الھندیۃ ج۳/ص ۳۴۷/کتاب الاضحیۃ فصل فی صفۃ الاضحیۃ، المحیط البرھانی ص ۴۶۰/ج۸/الفصل الثانی فی وجوب الاضحیۃ بالنذر،ادارۃ القرآن المجلس العلمی،البحر کوئٹہ ص ۱۷۵/ج۸/کتاب الاضحیۃ،عالمگیری کوئٹہ ص ۲۹۴/ج۵/کتاب الاضحیۃ،الباب الثانی فی وجوب الاضحیۃ.

[2] کتاب التضحیۃ مکتبہ سعید کمپنی پاکستان،شامی کراچی ص ۳۲۰/ج۶/کتاب الاضحیۃ.

باب ہشتم: چرم قربانی اور گوشت کے مصارف

چرم قربانی والد یا اولاد کو دینا

سوال:-قربانی کی کھال اپنے والد یا اولاد کو دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح قربانی کا گوشت ان کو دیدینا صحیح ہے، اسی طرح قربانی کی کھال بھی ان کو دینا صحیح ہے[1] (شامی ص ۲۰۹/ج ۵/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چرم قربانی کی قیمت تعمیر مدرسہ ومسجد میں دینا

سوال:- چرم قربانی کی قیمت تعمیر مدرسہ ومسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست نہیں بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ شامی ص ۲۰۹/ج ۵/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویأکل من لحم الاضحیة ویؤکل، وندب ترکه لذی عیالٍ، ویتصدق بجلد ها، الشامی النعمانیه، ص ۲۰۹/ج۵/کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة، دار الکتب العلمیه بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۸/ج۶/ کتا الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[2] ویتصدق بجلد ها شامی نعمانیة ص ۲۰۹/ج۵/کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

قیمت چرم غریب والد یا اولاد کو دینا

سوال:- چرم قربانی کی قیمت اپنے والد یا اولاد کو دینا کیسا ہے؟ جب کہ وہ غریب ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں اس کو ایسے شخص کو دیدیں جس کو کہ زکوٰۃ دے سکتے ہوں، والد یا اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، چرم قربانی کی قیمت کا بھی صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ شامی ص ۲۰۹ ر ج ۵ ر[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چرم قربانی کی قیمت چوری ہوگئی تو کیا کرے

سوال:- زید کی جیب سے کسی پاکٹ مار نے قربانی کی چرم کے پیسے جو کہ پینتالیس روپے تھے، نکال لئے، زید نے یہ روپیہ مدرسہ میں صدقہ کرنے کیلئے رکھے تھے، تو کیا یہ شریعت کیطرف سے معاف ہوگیا یا واجب الادا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زید نے قربانی کی کھال فروخت کر دی تھی، تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب تھا، صدقہ کرنے سے پہلے چوری ہوجانے سے واجب ادا نہیں ہوا، اب اتنی مقدار اپنے پاس

---

[1] فان بیع اللحم او الجلدبه أی بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه قوله فان بیع اللحم او الجلدبه الخ افادانه لیس له بیعهما بمستهلک. شامی نعمانی ص ۲۰۹ ر ج ۵ ر کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۷۴ ر ج ۴ ر کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸ ر ج ۸ ر کتاب الاضحیة.

سے دے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چرم کا صدقہ افضل ہے، یا اس کی قیمت کا

سوال:- چرم قربانی کو صدقہ کرنا افضل ہے، یا اس کو فروخت کر کے قیمت صدقہ کرنا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی کو صدقہ کرنا افضل ہے[2]، اور اپنے کام میں لانا مثلاً مصلیٰ، مشک، ڈول بنالینا بھی درست ہے، لیکن اگر فروخت کر کے رقم حاصل کر لی ہے، تو اس کو صدقہ کرنا واجب ہے، خود رکھنا یا اپنے اہل وعیال کے صرف میں لانا درست نہیں۔ مجمع الانہر ص ۵۱۱/ج ۲/[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء قال الشامی تحته فلوضاعت لاتسقط عنه الدرالمختارمع الشامی ص ۲۷۰/ج۲/مطبوعه کراچی، کتاب الزکاة، مجمع الانهر ص ۲۹۰/ ج ۱/کتاب الزکاة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۲۱۰/ج۲/کتاب الزکاة، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۹۰/ج ۱/کتاب الزکاة، دارالمعرفة بیروت.

[2] وحاصله کراهة بیع اللحم والجلد جمیعا بمستهلک وجواز بیعهما بما ینتفع به باقیاً مع الخلاف فی اللحم والاولی التصدق بالکل، اعلاء السنن ص ۲۶۳/ج۱۷/باب التصدق بلحوم الاضاحی، کتاب الاضاحی، ادارة القرآن کراچی.

[3] ویتصدق بجلدها اویعمله آلة کجراب اوخف اوفرو، اویشتری به ماینتفع به مع بقائه کغربال، فان بدل اللحم اوالجلد به ای بما ینتفع بالاستهلاک جاز ویتصدق به. مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب السادس، خانیه علی الهندیة ص ۳۵۴/ج۳/کتاب الاضحیة، فصل فی الانتفاع.

چرم قربانی کی قیمت کنویں کی تعمیر میں دینا

سوال:- اگر چرم قربانی کی رقم سے کنواں بنایا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کرنے کے بعد اگر چمڑا فروخت کردے تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے[1] جس غریب کو وہ قیمت دی جائے، اگر وہ مالک ہونے اور قبضہ کرنے کے بعد کنواں بنانے کے لئے دیدے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہے، بدون غریب کو مالک بنائے براہِ راست کنواں بنوانے میں خرچ کرنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۹ھ

قیمت چرم قربانی اور زکوٰۃ میں فرق

سوال:- قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے تو جائز ہے اور اگر بیچ ڈالے تو اس رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے، اس کی کیا وجہ ہے کہ زکوٰۃ خود استعمال نہیں کرسکتا اور کھال اپنی ضرورت میں استعمال کرسکتا ہے؟

---

[1] ویتصدق بجلدها اویعمله آلة کجراب اوخف اوفرو، اویشتری به ماینتفع به مع بقائه کغربال، فان بدل اللحم اوالجلد به ای بما ینتفع بالاستهلاک جاز ویتصدق به. مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب السادس، خانیه علی الهندیة ص ۳۵۴/ج۳/کتاب الاضحیة، فصل فی الانتفاع.

[2] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة لایصرف الی بناء نحومسجد الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۴۶/ج۲/باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۸/ج۴/کتاب الزکاة باب احکام المصارف، البحر کوئٹه ص ۲۴۳/ج۲/کتاب الزکاة، باب المصارف.

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی میں عبادت اراقۃ الدم (یعنی خون بہانے) سے ادا ہوگئی[1] لحم، شحم، عظم، چرم کو خود بھی استعمال کرسکتا ہے، ایسے لوگوں کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے، جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، مثلاً اصول وفروع، غنی، سید[2] البتہ اگر فروخت کردے تو قیمت کا تصدق واجب ہے، کیونکہ فروخت کرکے قیمت خود رکھ لینا متضمن تمول ہے اور اضحیہ سے حق انتفاع تو حاصل ہوتا ہے، حق تمول حاصل نہیں ہوتا، اس لئے اگر چرم قربانی ایسی چیز کے عوض فروخت کردے جواز قبیل دراہم و دنانیر ہو جن کے بقاء سے انتفاع نہیں ہوتا، الا اذا فر فرار الآ بق بلکہ ایسی چیز ہو جس کے بقاء سے انتفاع ہوتا ہے، جیسے دری قالین وغیرہ کہ اس سے انتفاع کے لئے اہلاک کی حاجت نہیں ہوتی تو اس کا تصدق واجب نہیں[3]۔

زکوٰۃ کی حقیقت ہے تملیک مال[4] الخ جس کے لئے اخراج عن الملک ضروری ہے[5]، اور خود استعمال سے اخراج عن الملک نہیں ہوتا، ھذا فرق بینھما۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان التضحیة اراقة الدم، فتح القدیر ص ۵۰۷/ ج ۹/ دارالفکر بیروت، کتاب الاضحیة.

[2] وجازت التطوعات من الصدقات لھم الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۰۰/ ج ۳/ باب المصرف، کتاب الزکوٰة، وقید بالزکاة لان النفل یجوز للغنی کما للھاشمی الخ البحر کوئٹه ص ۲۴۵/ ج ۲/ باب المصرف کتاب الزکاة.

[3] ویتصد ق بجلدھا اویعمل منه نحو غربال وجراب اویبدله بماینتفع به باقیا لابمستھلک فان بیع اللحم اوالجلد به ای بمستھلک اوبدراھم تصدق بثمنه. (الدرالمختار علی الشامی، نعمانیه ص ۲۰۹/ ج ۵/ نعمانیه کتاب الاضحیة) مجمع الانھر ص ۱۷۴/ ج ۴/ کتاب الاضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ ج ۸/ کتاب الاضحیة.

[4] ھی ای الزکاة تملیک جزء مال الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۱۷۱/ ج ۳/ کتاب الزکوٰة.

[5] کماقدمه فی تعریف الزکاة لان الواجب علیه الاخراج عن ملکه رقبةً ومنفعةً، البحر الرائق ص ۲۴۳/ ج ۲/ باب المصرف، کتاب الزکاة.

قیمت چرم قربانی کنواں بنوانے میں

سوال:- کیا چرم قربانی کی قیمت کس پبلک کنویں کی تعمیر میں صرف کیا جاسکتا ہے، مسلمانوں کے محلّہ میں کنواں ہے، جو کہ گر چکا ہے، محلّہ کے مسلمان غریب ونادار ہیں، جو چندہ کر کے نہیں بنواسکتے پانی کی سخت قلت ہے، اس کنویں کا پانی مسجد میں بھی استعمال ہوتا تھا، ایک صاحب قربانی کے چمڑوں کی قیمت سے کنواں منہدم کر کے بنوانا چاہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کرنے والا چمڑا اگر فروخت کردے تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے[1] جس غریب کو وہ قیمت دی جائے اگر وہ مالک ہونے اور قبضہ کرنے کے بعد کنواں بنانے کیلئے دیدے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہے، بدون غریب کو مالک بنائے براہِ راست کنواں بنوانے میں خرچ کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمت چرم سے پختہ مزار وغیرہ بنوانا

سوال:- کیا قربانی کی کھال اپنے پیر یا کسی بزرگ کے مزار بنوانے یا اپنے اعزہ کی پختہ قبر وگنبد بنوانے میں لگانا جائز ہے؟

---

[1] فان بیع اللحم او الجلد به أی بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۴۷۵/ ج ۹/ کتاب الاضحیة.

[2] لایصرف الیٰ بناء نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات الیٰ قوله ان الحیلة ان یتصدق علیٰ الفقیر ثم یأمر بفعل هذه الاشیاء الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۱/ ج ۳/ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۳۱۵/ ج ۳/ کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات،

الجواب حامداً ومصلیاً

قیمت چرم قربانی زکوٰۃ کی طرح واجب التصدق ہے، اور واجب التملیک ہے، کذافی الدرالمختار[1]، مواقع مذکورہ میں تملیک متحقق نہ ہونیکی وجہ سے صرف کرنا درست نہیں، قبر پختہ اور اس پر گنبد بنانا منع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چرم قربانی کی قیمت سے قبرستان کے لئے زمین خریدنا اور وقف کرنا

سوال:- ایک گاؤں میں قبرستان نہیں ہے اس لئے غریبوں کے مردے دفن ہونے میں دقت پیش آتی ہے، اس لئے گاؤں میں چندہ کیا گیا تاکہ زمین خرید کر وقف کردی جائے، تو چرم قربانی کے روپیہ کو زمین کی خریداری میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ زمین کے لئے کافی رقم درکار ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی کو جب فروخت کردیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے[3]، لیکن جس کو

---

[1] فان بیع اللحم او الجلد به أی بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه (الدرالمختار علی رد المحتار ص ۲۰۹ / ج ۵ / مطبوعه نعمانیه، کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۷۴ / ج ۴ / کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸ / ج ۸ / کتاب الاضحیة.

[2] ولایجصص ولایطین ولایرفع علیه بناء الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۲۳۷ / ج ۲ / مطلب فی دفن المیت. باب صلوٰة الجنائز، البحر کوئٹه ص ۱۹۴ / ج ۲ / کتاب الجنائز.

[3] فان بدل اللحم او الجلد به ای بالخل وشبهه یتصدق به بالبدل لان القربة انتقلت الی بدله فیجبر علی التصدق به الخ الدر المنتقی علی مجمع الانهر ص ۴۷۵ / ج ۴ / (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ کیا ہے اگر وہ مالک ہونے اور قبضہ کر لینے کے بعد قبرستان کی زمین کے لئے دے اور اس پر کسی قسم کا زور اور دباؤ ڈالا جائے، تو پھر اس رقم کو قبرستان کے لئے زمین خریدنے میں صرف کرنا بھی درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۸۸ھ

چرم قربانی سے مہمان خانہ بنانا

سوال:- چرم قربانی کے پیسے سے مہمانخانہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو گاؤں میں ایک مکتب ہے جس کو مہمان خانہ بنالیا جائے، اور مکتب کی جگہ چرم قربانی کے پیسے سے مکتب قائم کر دیا جائے، اس قسم کی تبدیلی درست ہے، یا نہیں؟ اگر تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے تو چرم قربانی کے پیسے قرض لے کر مہمان خانہ بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس کے قبل گاؤں والوں نے اس قسم کے پیسے قرض لے کر مسجد بنالی اور یہ معاملہ تین بار ہو چکا ہے، مگر اب تک رد نہیں ہوا اور رد کرنے کی امید بھی نہیں ہے، اسکو مدنظر رکھتے ہوئے جائز اور ناجائز تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کرنے کے بعد جب اس کی چرم فروخت کر دی جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کتاب الاضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۷۵/ج ۹/ کتاب الاضحیة، البحر الرائق ص ۱۷۸/ج ۸/ کتاب الاضحیة، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

---

[1] وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۳/ج ۳/ باب المصرف، عالمگیری ص ۴۷۳/ج ۲/ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباط والمقابر، فتاوی قاضی خان علی الھندیہ ص ۳۱۵/ج ۳/ کتاب الوقف فصل فی المقابر والرباط.

کرنا واجب ہوتا ہے[1]، تعمیر مہمانخانہ وغیرہ میں اس کا صرف کرنا جائز نہیں ہوتا، جو جگہ مکتب کے لئے وقف کردی گئی ہے۔ اس کو مہمانخانہ بنالینا اور اس کے عوض مکتب کو دوسری جگہ منتقل کردینا جائز نہیں[2]، اور قیمت چرم قربانی کو تعمیر مکتب میں بھی خرچ کرنا درست نہیں[3]، مکتب کے مہتمم کو اگر لوگوں نے چرم قربانی کا پیسہ دیا ہے، تو مہتمم امین ہے، اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے، اس کو قرضہ دینا جائز نہیں، اگر قرض دیدیا اور لوگوں نے اس کو مسجد یا مہمانخانہ کی تعمیر میں خرچ کردیا تو مہتمم کے ذمہ اس کا ضمان لازم ہوگا[4]، اس کو واجب ہے کہ اتنا پیسہ لوگوں کو واپس کردے جنہوں نے اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کے لئے دیا تھا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۰ھ

قیمت چرم قربانی سے جلد بندی

سوال:- چرم قربانی یا اس کی قیمت سے قومی کتب خانوں کی جلد بندی کرائی جاسکتی

---

[1] فان بیع اللحم او الجلد به أی بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه (الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۳۲۸/ج۶/کتاب الاضحیة) مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

[2] شرط الواقف کنص الشارع الدرالمختار علی الشامی ص ۴۳۳/ج۴/ مطلب شرط الواقف کنص الشارع، کتاب الوقف (مطبع کراچی) النهر الفائق ص ۳۲۶/ج۳/کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص ۲۴۵/ج۵/کتاب الوقف.

[3] لایصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات الخ، شامی زکریا ص ۲۹۱/ج۳/ کتاب الزکاة، باب المصرف، خانیة علی الهندیة ص ۳۱۵/ج۳/کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

[4] ولو خلط زکاة موکلیه، ضمن وکان متبرعاً الدرالمختار علی الشامی ص ۲۶۹/ج۲/کتاب الزکوة کراچی، شرح المجلة ص ۴۸۴/ج۱/رقم المادة ۱۴۶۳/اتحاد بکڈپو دیوبند.

ہے یا نہیں؟ علماء دین اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی لحم قربانی کی طرح ہے، یعنی اس کو اپنے کام میں لانا درست ہے، امیر، غریب، سید وغیرہ کو دینا بھی جائز ہے، لہٰذا اگر کسی مہتمم کتب خانہ کو تملیکا دیدیا اور اس نے خود چرم سے یا اس کو فروخت کر کے قیمت سے جلد بندی کرادی تو جائز ہے، اگر اصل مالک نے فروخت کر دیا ہے، تو تصدق واجب ہے، اس کے ذریعہ سے جلد بندی کرانا جائز نہیں، البتہ اگر قیمت کسی مستحق کو تملیکا دیدی جائے اور وہ پھر جلد بندی کے لئے دیدے یا خود جلد بندی کرادے تو جائز ہے۔

"ویتصدق بجلدها اویعمل منه نحو غربال اوجراب واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح اھ عالمگیری[1] بحذف، ص ۳۰۱/ج۵/ فان بدل اللحم اوالجلد به ای بما ینتفع بالاستهلاک جاز ویتصدق به اھ مجمع الانهر[2] ص ۵۲۱/ج۲/ولاینبغی له ان یصرف ذٰلک العشر الیٰ عمارة الرباط وانمایصرف الی الفقراء لاغیر ولوصرف الیٰ المحتاجین ثم انهم انفقواعلی عمارة الرباط جاز ویکون ذٰلک حسنا کذافی فتاویٰ قاضی خان عالمگیری ص ۴۷۳/ج۲/[3] قلت وفی حکم العشر کل مایجب فیه التملیک مثل ثمن لحم الاضحیة وجلدها وفی حکم عمارة الرباط کل مالا

---

[1] عالمگیری ج۵/ص ۳۰۱/الباب السادس فی بیان مایستحب فی الاضحیة والانتفاع بها (مکتبه کوئٹه پاکستان) البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[2] مجمع الانهر ج۴/ص ۱۷۴/کتاب الاضحیة (مکتبه دارالکتب العلمیة، بیروت.

[3] عالمگیری ج۲/ص ۴۷۳/کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباط والمقابر الخ مکتبه کوئٹه پاکستان، خانیه علی الهندیة ص ۳۱۵/ج۳/کتاب الوقف، فصل فی المقابر والرباطات، مطبوعه کوئٹه.

تملیک فیه مثل تجلید الکتب۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۳/۶۰ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ربیع اول ۶۰ھ

مردہ کی طرف سے قربانی کر کے قیمت چرم اپنے بیٹے کو دینا

سوال:-ایک آدمی مردہ کی جانب سے قربانی کرتا ہے، اور قربانی کا چمڑہ جو ہے، اس کی قیمت اپنے لڑکے کو دیتا ہے، جو دور دراز میں پڑھتا ہے، اس غرض سے کہ اس قیمت سے کتابیں خرید لیں اور اس آدمی کے ساتھ بھی رقم دیتے ہیں، کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اصول وفروع کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، لہٰذا بیٹے کے علاوہ کسی اور کو دے، اور دوسرے شرکاء اگر اصول وفروع نہیں تو اس لڑکے کو صدقہ دے سکتے ہیں، اگر اس اصول کے فروع ہیں تو وہ بھی نہیں دے سکتے، حاصل یہ کہ جو مصرف زکوٰۃ ہے وہی اس صدقہ کا مصرف ہے، جس کو زکوٰۃ دینی جائز ہے اس کو یہ صدقہ بھی دینا جائز ہے، جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اس کو یہ بھی دینا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہانپور ۲۲/ذی الحجہ ۵۸ھ

---

[1] ولاالی من بینهما ولاد قال الشامی تحته أی اصله وان علا کأبویه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وان سفل، کأولاد الاولاد(الدرالمختارمع الشامی کراچی ۳۴۶/ج۲/باب المصرف، کتاب الزکوٰة)صدقة الفطر کالزکاة فی المصارف،البحر کوئٹه ص ۲۵۶/ج۲/باب صدقة الفطر،شامی کراچی ص ۳۳۹/ج۲/کتاب الزکاة،باب المصرف.

چرم قربانی مالدار کو دینا

سوال:- عالم مالدار کو چرم قربانی وعقیقہ خیرات کرنا جائز ہوگا یا نہیں، اور عالم صاحب چمڑہ لیکر فروخت کر کے صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی لحم قربانی لحم عقیقہ سب کا ایک حکم ہے عالم غیر عالم مالدار غریب سب کو لینا اور سب کو دینا درست ہے، کسی کی کوئی تخصیص نہیں[1] البتہ اگر چرم قربانی کو فروخت کر دیا ہے، تو اس کی قیمت کسی غریب مسکین کو بطور صدقہ دینا واجب ہے خود رکھنا یا کسی مالدار کو (جو مستحق زکوٰۃ نہ ہو) دینا ناجائز ہے، اور جو قربانی بطور نذر کی گئی ہے، اس کا گوشت اور چمڑا سب کچھ غرباء کو دینا واجب ہے خود رکھنا یا کسی غیر مستحق زکوٰۃ کو دینا ناجائز ہے[2] جس کو چرم قربانی دیا وہ اس کو فروخت کر کے اپنے کام میں لاسکتا ہے، نفلی خیرات مالدار کو دینا درست ہے[3] واجب خیرات ایسے کو دینا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہانپور

---

[1] ویهب منها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم (الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس، فی بیان محل اقامة الواجب، مکتبه کوئٹه پاکستان) اللحم بمنزلة الجلد مجمع الانهر ص ۱۷۴/ج۴/کتاب الاضحیة، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

[2] وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبها أن یاکل منهاشیئاً ولا ان یطعم غیره من الاغنیاء (الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس، تبیین الحقائق ص ۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[3] وجازت التطوعات من الصدقات لهم. الدر المختار علی الشامی کراچی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چرم قربانی مدرسہ میں صرف کرنا

سوال:-قربانی کا چمڑا مسجدوں مدرسوں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی کی قیمت کا بھی وہی حکم ہے، جو زکوٰۃ کا ہے، کیونکہ اس میں بھی تملیک فرض ہے۔''فان بدل اللحم او الجلد یتصدق به ای بالبدل لان القربة انتقلت الی بدله فیجبر علیٰ التصدق به الخ سکب الانهر ج ۲/ص ۵۲۱/''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا

سوال:-زید کے گاؤں میں ایک سرکاری پرائمری اسکول قائم ہے اس میں خالص دینی تعلیم نہیں ہوتی ہے، بلکہ سرکاری تعلیم ہوتی ہے، اس میں جو ایک شخص معلم ہیں، وہ اس گاؤں کے پیش امام بھی مقرر ہیں، وہ معلم صاحب گورنمنٹ سے مشاہرہ پاتے ہیں، اور پیش امام کا مشاہرہ گاؤں والے الگ دیتے ہیں، تو زید نے پیش امام صاحب سے کہا کہ آپ ان

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ص ۳۵۱/ج ۲/باب المصرف، کتاب الزکوٰۃ، وقیدبالزکاۃ لان النفل یجوز للغنی کما للهاشمی واما بقیة الصدقات المفروضة والواجبة کالعشر والکفارات والنذرو وصدقة الفطر فلایجوز صرفها للغنی الخ البحر کوئٹه ص ۲۴۵/ج ۲/باب المصرف، کتاب الزکاۃ.

[1] سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج ۴/کتاب الاضحیة (دارالکتب العلمیه بیروت) البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج ۸/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۸/ج ۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

بچوں کو ایک دو گھنٹے درسی تعلیم دیجئے، آپ کو اس تعلیم کے عوض میں علیحدہ مشاہرہ دیا جائیگا، چنانچہ پیش امام صاحب اس کام کو انجام دے رہے ہیں، تو زید صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم کو اسی مذکورہ گاؤں کے کسی یتیم وغریب سے تملیک کر کے اس پیش امام صاحب کو اس دینی تعلیم کے معاوضہ میں مشاہرہ دے رہا ہے، تو یہ صورت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دینی تعلیم کا انتظام بہت ضروری ہے، ماں باپ ہی اپنی اولاد کا دھیان رکھیں، اور اجتماعی حیثیت سے بھی بچوں کیلئے تعلیم کا انتظام کیا جائے، جس طرح بچوں کے لئے کھانے کپڑے کا انتظام ضروری تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح ان کے لئے علم دین سکھانے کا انتظام بھی ضروری ہے، اس لئے آپس میں چندہ کیا جائے، بچوں سے فیس لی جائے، اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجبوراً زکوٰۃ وغیرہ کا پیسہ جمع کر کے بھی مدرس کو تملیک کے بعد دے سکتے ہیں، بلا شدید مجبوری کے یہ صورت اختیار نہ کی جائے، نابالغ سے تملیک کرانا غلط ہے، بالغ سے درست ہے، مگر اس پر جبر یا دباؤ نہ ہونا چاہئے، بہر صورت یہ ہے کہ کسی غریب مستحق زکوٰۃ سے کہا جائے کہ مدرس کی تنخواہ کیلئے اتنے روپیہ کی ضرورت ہے تم دیدو وہ کہے گا کہ میرے پاس نہیں ہیں، میں غریب آدمی ہوں، اس سے کہو کہ اپنی ضروریات کیلئے بھی تو قرض لینے کی نوبت آتی ہے، اب دینی ضرورت کے لئے کسی طرح انتظام کردو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض ادا کردیگا، وہ کسی سے قرض لا کر دیدے، اس سے تنخواہ ادا کردی جائے، پھر کسی وقت زکوٰۃ کا پیسہ اس کو دیدیا جائے، اس سے قرض ادا کردے، فطرہ کا پیسہ بھی اسی طرح دیا جا سکتا ہے، قربانی کرنے والے اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم (زید) کو دیکر مالک بنادیں اور وہ فروخت کردے، تو اس قیمت میں مزید کسی تملیک کی حاجت نہیں، ہاں اگر وہ لوگ چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت زید کو دیدیں، تو پھر وہ قیمت براہِ راست مدرس کی تنخواہ میں نہ

دے بلکہ تملیک کے بعد دے سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمت چرم قربانی کا مصرف مدارس میں

سوال:- (۱) قیمت چرم قربانی جو مدارس میں داخل کی جاتی ہے، اس کو مدرسہ کے تصرف میں لانا بصورتِ حیلہ جائز ہے، یا بغیر حیلہ؟

(۲) قیمت چرم قربانی کو مدرسہ کے تصرف میں لانا میعاد ہے یا غیر میعادی؟ اگر میعادی ہے تو کتنی مدت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس سے طلبہ کو نقد، کھانا کپڑا، جوتا، کتاب وغیرہ تملیکاً دینا بغیر حیلہ کے بھی درست ہے، بشرطیکہ وہ مستحق ہوں یعنی صاحبِ نصاب اور سید نہ ہوں اور مدرسین کو تنخواہ میں دینا، تعمیر میں صرف کرنا، وقف کے لئے کتابیں وغیرہ خرید کر وقف کرنا، بغیر حیلۂ تملیک کے درست نہیں، الغرض یہ واجب التصدق ہونے کی بنا پر زکوٰۃ کے حکم میں ہے، "**فان بدل اللحم او الجلد به ای بالخل وشبهه یتصدق به ای بالبدل لان القربة انتقلت الیٰ بدله فیجبر**

---

[1] **ولا ینبغی له أن یصرف ذٰلک العشر الی عمارة الرباط وانما یصرف الی الفقراء لاغیر ولو صرف الیٰ المحتاجین ثم انهم انفقوا علی عمارة الرباط جاز وکذٰلک من علیه الزکاة لو اراد صرفها الیٰ بناء المسجد أو القنظرة لایجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذٰلک** (الهندیة ص ۴۷۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباط والمقابر) (مکتبه کوئٹه پاکستان) **خانیه علی الهندیة ص ۳۱۵/ ج ۳/ کتاب الوقف، فصل المقابر، شامی کراچی ص ۳۴۵/ ج ۳/ کتاب الزکاة، باب المصرف.**

علیٰ التصدق به کما فی البرهان،سکب الانهر[1]ص ۵۲۱/ج۲/".

(۲) تصرف میں لانے کی صورت تو معلوم ہوگئی، مگر میعادی وغیر میعادی کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا اس کو واضح کیجئے، اور تصرف کا جو حکم مذکور ہوا وہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس کی کوئی میعاد نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذیعقدہ ۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذیعقدہ ۶۰ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۲/ذیعقدہ ۶۰ھ

مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی

سوال:- ہمارے یہاں ایک مکتب اسلامیہ درجہ چہارم تک قائم ہے، جس میں دو مدرسین کام کرتے ہیں، سڑک بورڈ ضلع میرٹھ سے مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار بطور امداد مقرر ہے، تعداد طلبہ ۷۲/ ہے مکتب مذکور ضلع کے خاص مکتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور ہے، مکتب کی مالی امداد سے مجبور ہیں طلباء سے فیس وغیرہ قطعاً نہیں لیجاتی اور غریب طلباء کے لئے کتابوں کا انتظام بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے، مکتب میں درجہ تین وچار میں فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ پڑھائے جاتے ہیں، ایک حافظ قرآن کا اضافہ کرکے حفظ کلام جاری کرنے کا ارادہ ہے، ایسی صورت میں چرم قربانی، نیز زکوٰۃ کا روپیہ اس مکتب کی امداد میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج۴/کتاب الاضحیة،مکتبه دار الکتب العلمیة بیروت،البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص ۸/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اور چرم قربانی کو تعمیر یا تنخواہ میں یا وقفی کتب وقرآن شریف خریدنے میں صرف کرنا جائز نہیں، البتہ مستحق طلبہ کے وظائف میں صرف کرنا درست ہے، کہ ان طلباء کے کپڑے وغیرہ بنادئے جائیں، اگر مکتب متولی یا مہتمم غریب اور مستحق ہو اور مالکان زکوٰۃ یا قیمت چرم قربانی اس کو دیدیں اور مالک بنادیں تو اس کو از خود تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی غریب مستحق کو دیکر قبضہ کرادیں اور وہ اپنی طرف سے مکتب کے لئے دیدے تب بھی مکتب کی جمیع ضروریات میں صرف کرنا درست ہے، یہ حکم ہے زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی کا[1]

اگر مالکان قیمت نہیں بلکہ خود چرم قربانی کا مہتمم مکتب کو مالک بنادیں تو اس کے لئے مہتمم کا غریب اور مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہ مالدار ہونے کی حالت میں بھی اس کو حسب ضرورت صرف کرسکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح، عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۵/۵۷ھ

---

[1] هی تملیک جزء مال عینه الشارع مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۵۸/ج۲/ کتاب الزکاة) مصرف الزکاة هوفقیر ومسکین (الیٰ قوله) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة لایصرف الیٰ بناء نحو مسجد (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۳۹/ج ۲/تا۴۴/کتاب الزکاة،باب المصرف)مجمع الانهر ص ۳۲۸/ج۴/ کتاب الزکاة،باب احکام المصارف،البحر کوئٹه ص ۲۴۳/ج۲/کتاب الزکاة،باب المصارف.

[2] ویأکل من لحم الاضحیة ویوکل ویدخر لماجاز ان یأکل منه وهو غنی فأولیٰ ان یجوز له طعام غیره وان کان غنیا (الیٰ قوله) واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح (بحر مکتبه ماجدیه، کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة)البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص ۸/ ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

چرم قربانی سے تنخواہ دینا

سوال:- اس موضع میں ایک مدرسہ اسلامیہ قائم ہے، دو تین مہینہ سے چندہ وصول نہیں ہوا ہے، اور نہ وصولیابی کی کوشش کی گئی ہے، اس لئے مدرسین کی تنخواہیں باقی ہیں، چرم قربانی مہتمم صاحب کے پاس جمع ہیں، ان کو فروخت کر کے کیا یہ رقم تنخواہ باقی داران میں صرف کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دینے والوں نے مہتمم صاحب کی ملک کر دیا ہے اور ضروریات مدرسہ کے لئے بطور چندہ کے نہیں دیا تو اس کو فروخت کر کے تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۶ھ

قربانی کی کھال تعمیر مسجد میں

سوال:- میں نے اپنے قربانی کے جانور کی کھال نیز اپنے دیگر احباب کے قربانی کے جانوروں کی کھالیں ان کی اجازت سے لیکر تعمیر مسجد کے واسطے دیدیں تو اس صورت میں کیا قربانی کے جانوروں کی کھالوں کی قیمت تعمیر مسجد پر صرف ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو مجھ کو نیز میرے مذکورہ بالا احباب کی نسبت حکم شرعی کیا ہے، یعنی اگر ہم نے کھالیں ناجائز طور پر دیدی ہیں تو آیا ان کھالوں کی قیمت ہم لوگوں کو دوبارہ کسی دیگر جائز امر میں دینا ضروری ہے

---

[1] فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذالک الخ عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، فتاوی قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص ۳۱۵/ ج ۳/ کتاب الوقف، فصل فی المقابر،

یا نہیں؟ مسئلہ ہذا کتاب وسنت اور اہل سنت و جماعت کی مسلم کتب فقہ سے حل فرمایا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کے احباب نے وہ کھالیں آپ کی ملک کردیں یا آپ نے وہ سب متولی مسجد کی ملک کردیں تو پھر ان کو فروخت کرکے متولی نے یا آپ نے تعمیر مسجد میں صرف کردیا تو درست ہے، اور اگر بغیر تملیک کے ان کو فروخت کرکے قیمت تعمیر میں خرچ کی گئی ہے تو یہ صورت ناجائز ہوئی، ایسی صورت میں ان قیمتوں کا صدقہ کرنا لازم ہے، چرم قربانی کو اگر فروخت کردیا جائے، تو قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اس قیمت کو مسجد میں صرف کرنا درست نہیں ہوتا، ہاں اگر صاحب قربانی خود فروخت نہ کرے بلکہ کسی دوسرے کو مالک بنادے تو وہ فروخت کرکے جہاں چاہے قیمت کو صرف کرسکتا ہے، "ویتصدق بجلدها اویعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اویبدله بماینتفع به باقیا لابمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم فان بیع اللحم اوالجلدبه ای بمستهلک اوبدراهم تصدق بثمنه اھ قوله تصدق بثمنه ای وبالدراهم فیما لو ابدله بها اھ شامی کتاب الاضحیة جلدخامس ص ۲۰۹[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم محرم ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور یکم محرم ۷۰ھ

چرم قربانی مسجد میں

سوال:- قربانی کی کھالیں اکثر مساجد میں دی جاتی ہیں، اور غالباً لوگوں کا بھی یہ خیال ہوتا ہے، کہ چونکہ ائمۂ مساجد سال بھر تک مسجد کی خدمت کرتے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ

---

[1] شامی نعمانیہ ج۵/ص ۲۰۹/کتاب الاضحیة، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۸/ج۶/کتاب الاضحیة، الباب السادس، البحر کوئٹہ ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

سلوک کیا جاوے، یا دوسرے لفظوں میں سالانہ خدمت کا معاوضہ دیا جائے، چونکہ اکثر حصہ یا قلیل مقدار ایسے اماموں کی ہے جن کو زکوٰۃ دینی واجب ہے، تو کیا چرم قربانی ایسے ائمہ کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چرم قربانی کا حکم لحم قربانی کی طرح ہے، جس کے دینے کے لئے فقیر غیر صاحب نصاب یا غیر سید ہونا لازم نہیں، بلکہ فقیر صاحب نصاب، سید سب کو دینا درست ہے، البتہ معاوضہ اور اجرت میں دینا کسی کو بھی درست نہیں، نہ امام کو نہ مؤذن کو نہ صاحب نصاب کو نہ فقیر کو نہ امام وغیرہ کو اس کا لینا جائز۔

البتہ اگر چرم قربانی کو فروخت کر دیا ہے، تو اس کی قیمت کو بطور صدقہ کسی فقیر کو دینا واجب ہے، خود رکھنا یا کسی مالدار کو دینا یا کسی کو اجرت میں دینا ہرگز جائز نہیں۔ "ویتصدق بجلدها اویعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اویبدله بما ینتفع به باقیا کمامر لا بمستهلک کخل ولحم ونحو وکدراهم فان بیع اللحم اوالجلدبه ای بمستهلک اوبدراهم تصدق بثمنه ای وبالدراهم فیما لوابدله بها ولایعطی اجر الجزار منها لانه کبیع لان کلا منهما معاوضة لانه انما یعطی الجزار بمقابلة جزره والبیع مکروه فکذا مافی معناه کفایة اھ درمختار وشامی، ص۲۰۹/ج۵/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

---

[1] شامی کراچی ص۳۲۸/ج۶/کتاب الاضحیة، ویتصدق بجلدها واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح ولاان یعطی اجر الجزار والذابح منها (الهندیة ص۳۰۱/ج۵/مختصراً الباب السادس، کتاب الاضحیة الخ مکتبه کوئٹه پاکستان، البحر کوئٹه ص۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

چرم قربانی امام کیلئے

سوال:- (۱) بکر امام صاحب نصاب ہے، اور امامت کے معاوضہ میں چرم قربانی لیتا ہے، چرم کی قیمت نہیں لیتا ہے، بکر کے لئے چرم قربانی جائز ہے، کہ نہیں اور لوگوں کی قربانی جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) بکر امام صاحبِ نصاب ہے چرم قربانی معاوضہ میں نہیں لیتا ہے، بلکہ کہتا ہے کہ اگر آپ لوگ خوشی سے دیں تو صاحب نصاب کو چرم قربانی لینا جائز ہے، کیونکہ اگر قربانی کرنے والا صاحب نصاب چرم قربانی کو اپنے تصرف میں لائے یا کسی اور شخص صاحب نصاب کو دے تو جائز ہے، کیونکہ چرم قربانی خیرات کرنا مستحب ہے، کیا بکر امام صاحب نصاب کو بغیر معاوضہ چرم قربانی لینا جائز ہے اور لوگوں کی قربانی میں نقص تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاوضہ میں جس طرح قیمت ناجائز ہے چرم قربانی بھی ناجائز ہے، اس کی واپسی ضروری ہے، قربانی تو درست ہے مگر مقدارِ چرم کا اس حالت میں صدقہ کرنا ضروری ہوگا[۱]، یہ تو صحیح ہے کہ چرم قربانی صاحب نصاب کو دینا درست ہے، جس طرح کہ لحم قربانی دینا درست ہے[۲]، مگر عادۃً ائمہ مساجد اپنا حق سمجھتے ہیں، اگر ان کو نہ دیا جائے، تو ناراض ہوتے ہیں، حتی کہ مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں، اگر چہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم معاوضہ نہیں لیتے بلکہ

---

[۱] شامی نعمانیه ج۵/ص ۲۰۹/کتاب الاضحیة، واللحم بمنزلة الاضحیة فی الصحیح فلا یبیعه بمالاینتفع به الابعدالاستهلک ولوباعهابالدراهم لیتصدق بهاجازلانه قربة، ولایعطی اجرة الجزار منهاشیًا الخ، البحر کوئٹه ص۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة.

[۲] ویهب منها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم الخ (الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، فی بیان محل اقامة الواجب، الباب الخامس الخ مکتبه کوئٹه پاکستان، تبیین الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، البحر کوئٹه ص۱۸۷/ج۸/کتاب الاضحیة.

تم لوگوں کی خوشی پر موقوف ہے، دو یا نہ دو، اس لئے ایسی حالت میں ان کو دینا منع ہے، اگر دیدیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا، اگر کسی جگہ پر چرم قربانی امام کو دینے کا رواج نہ ہو اور کوئی کسی امام کو نہ دیتا ہو، امام کو بھی یقین ہو کہ یہاں سے نہیں ملے گا نیز امام کا معاوضہ بصورت تنخواہ یا فصلانہ نہ مقرر ہو، تو جس طرح لحم قربانی امام کو دیا جاتا ہے، اسی طرح چرم قربانی بھی دینا درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/۶۰ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۸/۶۰ھ

قربانی کی کھال امام کے لئے

سوال: -قربانی کی کھال کس کو دینی چاہئے پیش امام مسجد کو دینی درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کی کھال امیر فقیر سب کو دینی جائز ہے، اس کیلئے فقیر ہونا شرط نہیں لیکن اگر فروخت کردی ہے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا یعنی غریب کو دینا واجب ہے، قربانی کی کھال کو خود اپنے کام میں لانا یعنی ڈول وغیرہ بنانا بھی جائز ہے، مگر کھال یا اس کی قیمت کو کسی اجرت میں دینا درست نہیں، امام عام طور پر اس کو اپنی اجرت میں شمار کرتے ہیں، لہٰذا ان کو بھی درست نہیں، البتہ اگر امام کی تنخواہ مستقل ہو اور کھال اس کو نہ دیجاتی ہو پھر اس کو کوئی دیدے تو درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۲/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۵/ذی الحجہ ۵۴ھ

---

[1] و یوکل غنیاً ویتصدق بجلدھا اویعمل منه نحو غربال وجراب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

میت کی طرف سے کی گئی قربانی کا گوشت

سوال:- میت کی طرف سے جو قربانی کی جائے تو اس کا گوشت قربانی کرنیوالا خود بھی کھا سکتا ہے، یا کل کا صدقہ کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر میت نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے قربانی کی جائے تب تو اس کا تمام گوشت صدقہ کر دیا جائے، اگر وصیت نہیں کی تو قربانی کرنے والا خود بھی کھا سکتا ہے، بلکہ اس تمام گوشت کا مالک ہے، جس طرح اپنی قربانی کے گوشت کا مالک ہے! شامی، ج۵/ ص۲۰۷، ۲۱۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے گوشت کا صدقہ

سوال:- جس کے گھر میں کھانیوالے زیادہ ہوں تو کیا اس کے ذمہ بھی قربانی کا ایک تہائی گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وقربة وسفرة ود لو اويدله بماينتفع به باقيا لابمستهلك كدراهم فان بيع اللحم او الجلدبه اوبدراهم تصدق بثمنه ولايعطى اجرالجزار منها لانه كبيع قال الشامى تحته لانه كلامنهما معاوضة (مختصراً) الدرالمختار مع الشامى ص ۲۰۹/ ج۵/مطبوعه نعمانيه، كتاب الاضحية)تبيين الحقائق ص۸/ ج۶/ كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص۱۷۸/ ج۸/ كتاب الاضحية.

[1] من ضحى عن الميت يصنع كمايصنع فى اضحية نفسه من التصدق والا كل والاجر للميت والملك للذابح قال الصدر والمختار انه بامرالميت لاياكل منها والا يأكل (شامى نعمانية، ص۲۰۷/ ج۵/ كتاب الاضحية،بزازيه على الهندية ص۲۹۵/ ج۶/ كتاب الاضحية،السابع فى التضحية،اعلاء السنن ص۲۷۲/ ج۱۷/ كتاب الاضاحى،ادارة القرآن كراچى.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک تہائی گوشت کا صدقہ کرنا لازم تو کسی کے ذمہ بھی نہیں صرف مستحب ہے، اگر تمام گوشت اپنے گھر رکھے اور کھائے تب بھی جائز ہے، البتہ اگر قربانی کی نذر مانی ہے تو اس کا تمام گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ عالمگیری ص ۱۰۵/ج ۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کی کھال کا کھانا

سوال:- قربانی بیل وغیرہ کا چمڑہ پکا کر کھانا جائز ہے یا نہیں یہ جو مشہور ہے کہ سرگوسفند مع پوست بریاں کردہ شدہ یا تیار کردہ میخوردہ درست ہے یا نہ از ملک برما۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کا گوشت سر چمڑہ سب ایک حکم میں ہے سب کا کھانا درست ہے، نیز دوسرے کو دینا بھی جائز ہے، البتہ سات چیزوں کا کھانا درست نہیں "ما یحرم من اجزاء الحیوان الماکول سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة" (بدائع[2] شامی ص ۲۱۹/ج ۵/[3] سراج وہاج کی عبارت سے بھی جلد شاۃ مذکاۃ کا کھانا جائز معلوم ہوتا ہے، البتہ مدبوغ میں اختلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] ولأفضل ان یتصدق بالثلث ولو تصدق بالکل جاز ولوحبس الکل لنفسه جاز ان وجبت بالنذر فلیس لصاحبهاأن یاکل منها شیئاً،لان سبیلها التصدق.الهندیة ص ۳۰۰/ج ۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب الخ .مکتبه کوئٹه پاکستان،شامی کراچی ص ۳۲۸/ ج ۶/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص ۸/ج ۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

[2] بدائع ج ۴/ص ۱۹۰/کتاب الذبائح والصیود،بیان مایحرم اکله من اجزاء الحیوان الماکول.

[3] الدرالمختارعلی الشامی ص ۴۷۷/ج ۵/کتاب الخنثیٰ مسائل شتی،مکتبه نعمانیه.

قربانی کے گوشت کا تیسرا حصہ صدقہ کرنا

سوال:-عوام قربانی کے گوشت میں سری، پائے، کلیجی، الگ نکلوا کر خود استعمال میں لاتے ہیں، جبکہ قربانی کی دعا میں گوشت کے بدلہ گوشت اور بال کے بدلہ بال وغیرہ ہے، تو کیا جائز ہوا؟ کیوں کہ اس دعا کے اعتبار سے تو ہر چیز کے تین حصے کئے جانے چاہئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تیسرا حصہ صدقہ کرنا محض مستحب ہے، واجب نہیں، اگر تمام گوشت خود رکھ کر کھالیا جائے، تب بھی جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۵/۸۸ھ

قربانی کا گوشت پکا کر دینا

سوال:-عموماً قربانی کا گوشت خویش واقارب، غرباء اور مساکین کے درمیان ہدیہ کردیا جاتا ہے، اگر اضحیۃ کا گوشت ہدیہ نہ کیا جائے، بلکہ پکا کر دیا جائے، تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایسی دعوت کا قبول کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ایسی دعوت کو قبول نہ کرے، بلکہ ناجائز بتلائے، تو از روئے شرع تارک سنت ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کا گوشت امیر غریب سب کو دینا درست ہے، عزیز واقارب کو بھی دیا جاسکتا

---

[1] وندب ان لاینقص التصدق عن الثلث ولو حبس الکل لنفسه جاز الخ الدرالمختار مع الشامی ص ۲۰۸/ج۵/مکتبه نعمانیه، کتاب الاضحیة، الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الثامن فی محل اقامة الواجب مطبوعه کوئٹه، تبیین الحقائق ص ۸/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

ہے، پکا کر کھلانا اور دعوت کرنا بھی درست ہے، جو شخص ایسی دعوت کو ناجائز بتلائے اس سے دلیل طلب کی جائے، نذر کی قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے، اگر چہ پکا کر ہو وہ مالدار کو دینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے گوشت سے ایصال ثواب اور مروجہ فاتحہ

سوال:- ہندوستان میں بعض اشخاص کے یہاں یہ دستور ہے کہ مردوں کی ارواح کو ایصال ثواب یعنی فاتحہ کرنے کے لئے قربانی والے گوشت سے مردوں کی فاتحہ نہیں دلاتے بلکہ کہتے ہیں کہ جس شخص کے نام سے قربانی ہوتی ہے، اس کو ثواب ملے گا اس گوشت کا اس لئے علیحدہ گوشت منگوا کر بعد پکانے کے مردوں کی فاتحہ دلاتے ہیں، ہندوستان کی یہ جاہل رسم قابل ترک و بدعت ہے یا نہیں، عوام کا یہ کہنا ہے کہ قربانی کا ثواب جس کے نام کیا مل گیا، سب ارواح کو نہیں ملے گا، اور نہ اس گوشت سے ثواب ملے گا، کیونکہ قربانی والا گوشت تو وہی ہے، اس لئے علیحدہ خریدتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عوام کا یہ عقیدہ اور خیال غلط و باطل ہے جس نے قربانی کی اس کو ثواب نفس قربانی کا ملا ہے، گوشت کو خدا کے واسطے دینے کا ثواب مستقل ہے، قربانی کی وجہ سے اس میں کمی نہیں آتی۔

---

[1] ویستحب أن یاکل من اضحیته ویطعم منهاغیره والافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافة لاقاربه واصدقائه ویدخر الثلث ویطعم الغنی والفقیر جمیعاً وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبها ان یاکل منها شیئاً ولاأن یطعم غیره من الاغنیاء الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس،فی بیان محل اقامة الواجب الخ مکتبه کوئٹه پاکستان،شامی کراچی ص ۳۲۸/ ج۶/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

طریقۂ مروجہ پر یعنی کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھانا بھی شرعاً بے اصل ہے، اور بدعت ہے[1] اس کا ترک ضروری ہے، بلا التزام تاریخ وہیئت وغیرہ کے جب توفیق ہو غلہ، کھانا، کپڑا، نقد، جوتہ، وغیرہ دے کر یا نماز، قرآن، دعا پڑھ کر یا روزہ رکھ ثواب پہنچا دیا جائے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں[2] جس شخص کو جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو وہ چیز دینے سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خدمت گزاروں کو قربانی کا گوشت

سوال:- متعدد جگہ دستور ہے کہ قصائی، نائی، دھوبی، بھنگی بھی قربانی کا گوشت مانگتے ہیں اور ان کو دیا بھی جاتا ہے، اگر نہ دیا جائے، تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق مار لیا اور بہت ناراض ہوتے ہیں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے، آیا ان کا اپنا حق الخدمت سمجھنا اور اس بناء پر ان کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ حق الخدمت سمجھنا بھی غلط ہے، اور اس طرح دینا بھی منع ہے، اگر اس طرح دیدیا ہے، تو جس قدر دیا ہے، اس کی قیمت صدقہ کردی جائے۔ شامی ص ۲۰۹/ج ۵/[3] بغیر حق

---

[1] قرأة الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة (فتاوى سمرقندى بحواله فتاوىٰ رحيميه ص ۱۹۳/ج ۳/باب رسومات وبدعات)

[2] للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغيرها(شامى زكرياص ۱۵۱/ج ۳/مطلب فى القرأة للميت)باب صلاة الجنائز،تاتارخانيه ص ۵۴۵/ج ۲/كتاب المناسك، الفصل الخامس عشرفى الرجل يحج عن الغير،ادارة القرآن كراچى،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۵۷/ج ۱/كتاب الحج الباب الرابع عشرفى الحج عن الغير.

[3] ولايعطىٰ اجرالجزار منها لأنه كبيع قوله كبيع لان كلامنهمامعاوضة لانه انمايعطى الجزار بمقابلة جزره.نعمانيه كتاب الاضحية،تبيين الحقائق ص ۸، ۹/ج ۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان،البحر كوئٹه ص ۱۷۸/ج ۸/كتاب الاضحية.

الخدمت کے دیا جائے تو مضائقہ نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا گوشت خاکروب وغیرہ کو دینا

سوال:- قربانی کا گوشت آیا ہنود کو دے سکتے ہیں، یا نہیں اس میں خاکروب بھی شامل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذمی کو دینا جائز ہے[2]، چاہے وہ خاکروب ہو یا کوئی اور لیکن کسی خدمت وغیرہ کے عوض میں دینا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا گوشت مہترانی کو دینا

سوال:- میرا معمول ہے کہ ہر عیدالاضحیٰ پر ایک بکرے کی قربانی جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کیا کرتا ہوں، اس سلسلہ میں دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اس کا گوشت اپنے یہاں کی مہترانی کو دیا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں اس قربانی کے گوشت کے تین حصے کر لئے جاتے ہیں،

---

[1] مایدفعه الی الجزاراجرة عوض عن عمله وجزارته ولاتجوزالمعاوضة بشئی منها فاما ان دفع الیه لفقره اوعلی سبیل الهدیة فلابأس الخ اعلاء السنن ص۲۶۷/۱۷/کتاب الاضاحی،ادارة القرآن کراچی،حاشیه الشلبی ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

[2] ویهب منهاما شاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی کذافی الغیاثیة (الهندیةص ۳۰۰/ج۵/ الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب الخ /مکتبه کوئٹه پاکستان)اعلاء السنن ص۲۵۸/ ج۱۷/باب بیع جلدالاضحیة،ادارة القرآن کراچی حاشیه الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱۶۶/ج۴/کتاب الاضحیة،کراچی.

ان کی تقسیم ایسے ہوتی ہے کہ ایک حصہ اپنے لئے دوسرا عزیزوں اور احبابوں کے لئے، تیسرا حصہ غرباء مساکین کے لئے دوسری بات یہ ہے کہ میں کسی کسی موقع پر حضور ﷺ کی طرف سے صدقہ کا بکرا کرتا ہوں، اور اسی طرح ایک بزرگ ہیں، ان کی طرف سے بھی صدقہ کا بکرا کیا کرتا ہوں کیا صدقہ کا گوشت اپنے یہاں کی مہترانی کو بھی دیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں قسم کی قربانی کا گوشت مہترانی کو بھی دینا درست ہے[1]، مگر معاوضۂ خدمت میں نہ ہو، حضرت نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جو قربانی کی جائے، اس کے تین حصے کر لینا درست ہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۸ھ

غیر مسلم کو قربانی کا گوشت

سوال:- قربانی کا گوشت غیر مسلم بھنگی وغیرہ کو دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[3]، مگر معاوضۂ خدمت میں نہ دے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویهب منها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی(الهندیة ص ۳۰۰/ ج۵/ کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب،مکتبه کوئٹه پاکستان،اعلاء السنن ص۲۵۸/ ج۱۷/ باب بیع جلد الاضحیة، ادارة القرآن کراچی، حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ص۱۶۶/ ج۴/ کتاب الاضحیة کراچی.

[2] من ضحی عن میت جازله الاکل منها والهدیة والصدقة والاجرللمیت والملک للذابح شامی کراچی ص۳۲۶/ ج۶/ کتاب الاضحیة، بزازیة علی الهندیة ص ۲۹۰/ ج۶/ کتاب الاضحیة، السابع فی الاضحیة.

(حاشیہ نمبر۳،۴/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قربانی کا گوشت ہندو کو دینا

سوال:-قربانی کا گوشت ہندو کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں وہ گوشت ہندو کو دینا جائز ہے، بشرطیکہ کسی معاوضہ میں نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ دیندار آدمی کو دے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا

سوال:-قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلموں کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے جیسے نذر اس کا گوشت غیر مسلم کو نہ دیا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) [۳] ویهب منها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی(الهندیة ص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیة، الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب الخ،اعلاء السنن ص ۲۵۸/ج۱۷/باب بیع جلدالاضحیة،ادارة القرآن کراچی،حاشیه الطحطاوی ص ۱۶۶/ج۴/کتاب الاضحیة، کراچی.

[۴] ولایعطی اجرالجزارمنهالانه کبیع شامی نعمانیه ص ۲۰۹/ج۵/کتاب الاضحیة،تبیین الحقائق ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] مباح له ان یطعم منها الغنی والکافروان یهدی منهاان شاء ذٰلک الی قوله ولا تجوز المعاوضة بشئی منها فأماان دفع الیه لفقره اوعلیٰ سبیل الهدیة فلابأس.(اعلاء السنن ص ۲۷۴، ۲۶۷/ج۱۷/کتاب الاضاحی)مطبوعه مکة المکرمه،حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة،مکتبه امدادیه ملتان.

جائے، اور عام قربانی کا گوشت جیسے عقیقہ کا گوشت غیر مسلم غیر حربی کو بھی دینا درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کا گوشت سکھا کر دیر تک رکھنا

سوال:- بعض آدمی قربانی کا گوشت ہفتوں بلکہ مہینوں تک سکھا کر رکھتے ہیں، اور کھاتے رہتے ہیں، ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کوئی قباحت نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سب قربانیوں کے گوشت کو جمع کر کے تقسیم کرنا

سوال:- اگر کسی بستی کے تمام مسلمان اتفاق قائم رکھنے کی غرض سے قربانی کے

---

[1] ویھب منھاماشاء للغنی والفقیروالمسلم والذ می الخ (الھندیۃص ۳۰۰/ج۵/کتاب الاضحیۃ،الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب الخ(مکتبہ کوئٹہ پاکستان)اعلاء السنن ص۲۵۸/ج۱۷/باب بیع جلد الاضحیۃ،ادارۃ القرآن کراچی طحطاوی علی الدرص۱۶۶/ج۴/کتاب الاضحیۃ.

[2] ویاکل من لحم الاضحیۃ ویؤکل غنیاویدخر درمختار لقولہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد النھی عن الادخار کلواواطعمواوادخرواالحدیث رواہ الشیخان واحمد ردالمحتار۲۰۸/ج۵/مطبوعہ نعمانیہ، کتاب الاضحیۃ)تبیین الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحیۃ،مکتبہ امدادیہ ملتان،البحر کوئٹہ ص۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیۃ.

گوشت کو طریقۂ مستحبہ کے مطابق تین حصہ کر کے ایک حصہ جو خویش واقارب کا ہے ایک جگہ جمع کیا، مگر چند حضرات نے اعتراض کیا کہ ہم لوگ خویش واقارب کا حصہ جمع نہیں کرینگے، غرباء ومساکین کا حصہ جمع کردیں گے، اس طرح جمع شدہ گوشت میں نصف صرف غرباء ومساکین کا حق رہا اور نصف جو خویش واقارب کا حق ہے، اس میں بھی غرباء ومساکین کا حق بہ حیثیت قرابت وخویشی ثابت یا قائم ہے، لہٰذا جمع شدہ گوشت کے چار بھاگ کا تین بھاگ صرف غرباء ومساکین کا حصہ ہے، مگر ذمہ دار حضرات نے اس کی تقسیم اس طرح کی کہ تمام گوشت کو ایک ہی ساتھ شامل کر کے بستی کے تمام مسلمانوں میں یہ حصہ برابر بھاگ کردیا، جس میں امیر غریب اہل نصاب سب شامل ہیں، یہاں تک کہ قربانی دہندہ بھی اہل نصاب کو وہ گوشت لینا کیسا ہے، جبکہ معترضین نے صرف غرباء ومساکین کا حصہ کہہ کردیا تھا، اور ان طریقوں میں جو طریقہ راہِ صواب سے دور ہو سب واضح کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کے گوشت کو تین حصہ قرار دینا ایک اپنے گھر کے لئے ایک خویش واقرباء کیلئے ایک غرباء ومساکین کے لئے یہ محض سنت ہے، واجب نہیں، گھر کے آدمی زیادہ ہوں تو سب گھر میں رکھ لینا بھی درست ہے، دل چاہے تو سب غرباء ومساکین پر تقسیم کر لینا بھی درست ہے، اس اتفاق کی کیا ضرورت پیش آئی کہ سب گوشت ایک جگہ جمع کر کے تقسیم کیا جائے[1] اگر ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق اپنی قربانی کا گوشت جس طرح چاہے دے اور کھائے، اس میں کیا نا اتفاقی اور لڑائی کا اندیشہ ہے، ہمارے خیال میں تو ہر شخص کو آزاد رکھنا چاہئے، جس چیز کی

---

[1] والافضل ان يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لاقاربه واصدقائه ويدخر الثلث ويطعم الغنى والفقير، ولو تصدق بالكل جاز ولو حبس الكل لنفسه جاز الخ، الهندية، ص ۳۰۰/ ج۵/ كتاب الاضحية، الباب الخامس فى بيان محل اقامة الواجب، مطبوعه كوئٹه پاكستان، شامى كراچى ص ۳۲۸/ ج۶/ كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۸/ ج۶/ كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

شریعت نے پابندی نہیں کی اپنی طرف سے اس کی پابندی نہیں چاہئے، جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے، اس کا گوشت قربانی کرنے والا نہ خود کھائے نہ اپنے بیوی بچوں کو کھلائے، نہ کسی صاحب نصاب خویش واقارب وغیرہ کو دے، بلکہ تمام صدقہ کردے، مثلاً کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کی جائے، اور اس کا انتقال ہوگیا اور ورثاء نے اس کی طرف سے قربانی کی تو اس کا تمام گوشت صدقہ کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ

قربانی کا گوشت تقسیم کے لئے دیا تھا اس کو فروخت کردیا

سوال:- حافظ محمد یٰسین نے ایک بچھڑی قربانی کی اور مسجد میں آیا اور امام مسجد کو حافظ محمد یٰسین نے قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کو دیا کہ اس کو بستی میں تقسیم کردو، کیونکہ بستی میں مدت دراز سے قربانی بند ہے، امام مسجد نے گوشت ایک دو آنہ سیر بیچ دیا، لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ گوشت بیچنا جائز نہیں، امام مسجد بستی نے کہدیا کہ جائز ہے، آپ مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھتے ہوئے، شریعت کا حکم تحریر فرمائیں کیونکہ پبلک کو خطرہ ہے کہ قربانی کے گوشت فروخت کرنے کا عام رواج نہ ہوجائے، مدرسہ کی مہر بھی ہونی چاہئے، تاکہ لوگوں کو اعتبار ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے[2]، امام نے مسئلہ غلط بتایا، امام کے ذمہ واجب ہے

---

[1] من ضحی عن میت جازله الاکل منهاوالهدیة والصدقة ،والاجر للمیت والملک للذابح شامی کراچی ص ۳۲۶/ج۶/کتاب الاضحیة،بزازیة علی الهندیة ص ۲۹۵/ج۶/کتاب الاضحیة، السابع فی الاضحیة.

[2] ومفاده صحة البیع مع الکراهة وعند ابی یوسف باطل لانه کالوقف.سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج۵/کتاب الاضحیة،مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت،البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ ج۸/کتاب الاضحیة،شامی کراچی ص ۳۲۸/ج۶/کتاب الاضحیة.

کہ گوشت کی تمام قیمت کو واپس کردے، جس سے جتنی قیمت لی ہے، ہر ایک کی قیمت واپس کردے[1]، کیونکہ حافظ محمد یٰسن نے گوشت تقسیم کرنے کیلئے دیا تھا، بیچنے کے لئے نہیں دیا تھا، اگر امام مسجد قیمت واپس نہیں کریگا تو سخت گنہگار ہوگا، اگر اس امام سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجودہ تو دوسرے امام کو امام بنایا جائے، اور اس بیچنے والے امام کو علیحدہ کردیا جائے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۲/۶۰ھ

قربانی کا گوشت فروخت کرنا

سوال:- قربانی کرنے والا اپنی قربانی کے گوشت کو فروخت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر اس نے خود قربانی نہ کی دوسروں کے یہاں سے گوشت آیا ہو تب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی قربانی کا گوشت فروخت کرنا مکروہ ہے، اگر فروخت کردیا تو قیمت صدقہ کرنا

---

[1] ویردونها علی اربابها ان عرفوهم والاتصدقو ابها لان سبیل الکسب الخبیث، التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبه، (شامی نعمانیه ص۳۴۷/ ج۵/ فصل فی البیع، کتاب الحظر والاباحة، البحر کوئٹه ص ۲۰۱/ ج۸/ فصل فی البیع، کتاب الکراهیة، تبیین الحقائق ص۲۷/ ج۶/ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[2] یکره امامة عبد واعرابی وفاسق واعمی الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۵۵۹/ ج ۱/ کتاب الصلوة، باب الامامة، مجمع الانهر ص ۱۶۳/ ج ۱/ باب الجماعة، دار الکتب العلمیه بیروت، البحر کوئٹه ص ۳۴۸/ ج ۱/ باب الامامة.

واجب ہے[۱]، جو گوشت کسی دوسرے شخص نے قربانی کا دیا ہو اس کو فروخت کرنا درست ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے دودھ سے انتفاع

سوال:- اگر قربانی کے لئے جانور خریدا اور اس کے تھنوں میں دودھ ہے، تو اس کو دوہ کر اپنے کام میں لانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے، اس لئے کہ اگر قربانی کے وقت میں دیر ہو تو دودھ دوہ کر صدقہ کر دیا جائے[۳]۔ شامی ج ۵/ص ۲۰۹/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] فان بیع اللحم اوالجلد به أی بمستهلک اوبدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البیع، الدر مختار علی الشامی ص ۲۰۹/ج۵/کتاب الاضحیة، البحر کوئٹه ص ۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان.

[۲] وللغنی ان یشتری الصدقة الواجبة من الفقیر ویأکلها وکذالو وهبها له کماعلم ان تبدل الملک کبتدل العین الخ، کما قال علیه الصلوة والسلام فی واقعة بریرة هولها صدقة ولنا هدیة الخ البحر کوئٹه ص ۲۴۵/ج۲/باب المصرف، شامی کراچی ص ۱۱۶/ج۶/باب موت المکاتب.

[۳] ویکره الانتفاع بلبنها فان کانت التضحیة قریبة نضح ضرعها بالماء البارد والاحلبه وتصدق به (شامی نعمانیه ج۵/ص ۲۰۹/کتاب الاضحیة، المحیط البرهانی ص ۴۷۰/ج۸/کتاب الاضحیة، الفصل السادس فی الانتفاع، خانیه علی الهندیة ص ۳۵۴/ج۳/کتاب الاضحیة، فصل الانتفاع بالاضحیة.

قربانی کی اون ذبح سے قبل

سوال:- زید نے قربانی کے لئے دنبہ خریدا جس پر اون کافی مقدار میں ہے اور قیمتی ہے، زید چاہتا ہے کہ اون کاٹ کر اپنے کام میں لائے یا فروخت کرے تو شرعاً اسکا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اگر اون کاٹ لی ہے تو اس کو صدقہ کردے۔ عالمگیری ج ۴/ص ۱۰۶/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

قربانی کی اون ذبح کے بعد

سوال:- قربانی کردی گئی اس جانور کے تھنوں میں دودھ ہے، یا اس کے بدن پر اون ہے تو اس دودھ کو یا اس اون کو اپنے کام میں لانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے۔ عالمگیری ج ۴/ص ۱۰۶/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] اذااخذ شيئاً من الصوف من طرف من اطراف الاضحية للعلامة فى ايام النحر لايجوز له أن يطرح ذٰلک الصوف ولاان يهب لاحد بل يتصدق بذٰلک الصوف على الفقراء (الهندية ج۵/ ص ۳۰۱/ الباب السادس الخ مكتبه كوئٹه پاكستان)شامى كراچى ص ۳۲۹/ ج۶/ كتاب الاضحية،المحيط البرهانى ص ۴۷۰/ ج۸/فصل السادس فى الانتفاع فى الاضحية،ادارة القرآن.

[2] واذا ذبحها فى وقتها جازله أن يحلب لبنها ويجر صوفها وينتفع به الخ،الهنديه ج۵/ ص ۳۰۱/الباب السادس الخ،مكتبه كوئٹه پاكستان)المحيط البرهانى ص ۴۷۰/ ج۸/ كتاب الاضحية،الفصل السادس،ادارة القرآن،شامى كراچى ص ۳۲۹/ ج۶/ كتاب الاضحية.

قربانی کے جانور سے اُتاری ہوئی اون کا حکم

سوال:-قربانی کے جانور کی اون جو کہ سال کے دوران مونڈ لی جائے اسکا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ درست ہے جو دل چاہے کریں، ایام نحر میں مونڈی ہو تو صدقہ کر دیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

قربانی کا بہا ہوا خون پینا

سوال:-بہت سے آدمی دوا کے طور پر قربانی کا بہا ہوا خون پیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہا ہوا خون قربانی کا ہو یا کسی اور طرح کا سب حرام اور نجس ہے، "او دماً مسفوحاً الایة"[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۹۰ھ

قربانی کا خون کیا کیا جائے

سوال:-قربانی کے خون کا کیا کیا جائے، یونہی چھوڑ دیا جائے، اس کے احترام کا کیا طریقہ ہے؟

---

[1] وکرہ جز صوفها قبل الذبح لینتفع به فان جزه تصدق به (درمختار علی الشامی کراچی ج۶/ ص ۳۲۹/ کتاب الاضحیة، المحیط البرهانی ص ۴۷۰/ ج۸/ الفصل السادس، ادارة القرآن الهندیة ص ۳۰۱/ ج۵/ الباب السادس الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] **ترجمہ**: یا بہتا ہوا خون ہو۔ آیت ۱۴۵/ سورہ انعام پارہ ۸/۵/۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت نے قربانی کے خون کے احترام کرنے کا حکم نہیں کیا، جس طرح دوسرے ذبیحوں کا خون ناپاک ونجس ہے، اسی طرح قربانی کا خون بھی ناپاک ونجس ہے[1]، یونہی چھوڑ دیا جائے، اور گڈھے میں مٹی ڈال کر دبا دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

قربانی کی ہڈیوں کا حکم

سوال:-قربانی کی ہڈیوں کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہڈیوں کو دفن کر دیا جائے[2]، یا ان کو فروخت کر کے کے قیمت غرباء ومساکین پر صدقہ کر دی جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۵ھ

---

[1] قُلْ لَااَجِدُ فِیْ مَااُحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُهُ اِلَّا اَن یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْدَمًا مَسْفُوْحاً الایة، ۱۴۵/ پارہ ۸/سورہ انعام.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں، ان میں تو کوئی حرام غذا پاتا نہیں، کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہو خون۔

[2] ویدفن اربعة: الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم، شامی کراچی ص ۴۰۵/ ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

[3] "فان بدل اللحم او الجلد به یتصدق به ای بالبدل لان القربة انتقلت الیٰ بدله فیجبر علی التصدق به الخ سکب الانهر علی مجمع الانهر، ج ۴/ ۱۷۴/ مطبوعه دار الکتب العلمیه، بیروت، کتاب الاضحیة"

جانور کی رسی کا صدقہ کرنا

سوال:-قربانی کے جانور کو جس رسی میں یا زنجیر میں باندھا جاوے تو بجائے زنجیر کے اگر اس کی قیمت ادا کردی جاوے تو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رسّی یا زنجیر کا صدقہ کرنا مستحب ہے فرض نہیں قیمت ادا کرنے سے اس کا تو ثواب ہوگا لیکن رسی کے صدقہ کا استحباب حاصل نہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

قربانی کے جانور کی رسّی کا صدقہ ہے

سوال:-قربانی کے جانور کی رسی اور جھول وغیرہ کو صدقہ کردینا واجب ہے، ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ لوگ جانور خرید کر پھر بائع کے پاس چرائی پر چھوڑ دیتے ہیں، اور اس کو چرائی کی اجرت دیتے ہیں، جب قربانی کرنی ہوتی ہے تو جاکر جانور کو اپنی رسی میں باندھ کر لاتے ہیں، اور فوراً قربانی کردیتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی رسی میں پھر سے جاکر دوسرے جانور کو باندھ کر لاتے ہیں، اور ذبح کردیتے ہیں، ایسی صورت میں رسی اس جانور کی قرار پائیگی، اور واجب التصدق ہوگی، یا وہ رسی جس میں بائع جانور کو اپنے گھر باندھتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کا جانور خرید کر جب لایا گیا اور بائع نے اس کو رسی میں باندھ کردیا، یعنی مع

---

[1] ولایعطی اجر الجزار منها لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم لعلی رضی اللّٰه عنه تصدق بجلالها وخطامها ولاتعط اجرا الجزار منهاشیئاً شامی کراچی ص ۳۲۹/ج ۶/ کتاب الاضحیة، تبیین الحقائق ص ۹/ج ۶/ کتاب الاضحیة.

رسی کے تو اس رسی کو صدقہ کر دیا جائے،[1] اگر اپنی رسی میں اس کو رکھا ہے تو اس کو صدقہ کرنے کا حکم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] ویتصدق بجلدها وكذا بجلالها وقلائدها فانه يستحب (شامی کراچی ج۶/ص۳۲۸/ کتاب الاضحية) تبيين الحقائق ص۸/ج۶/کتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان، البحر كوئٹه ص۱۷۸/ج۸/کتاب الاضحية.

باب نہم: قربانی کے متفرق احکام

غلطی سے ایک دوسرے کی قربانی ذبح کردی

سوال:- دو آدمیوں نے قربانی کیلئے دو بکریاں خریدیں مگر ان میں کوئی شناخت ایسی نہیں تھی کہ دونوں اپنی اپنی بکری کو پہچان سکیں یا شناخت تھی، مگر بھول گئے اور دونوں نے ایک ایک بکری کی قربانی کردی بعد میں معلوم ہوا کہ کسی نے بھی اپنی بکری کی قربانی نہیں کی، بلکہ ہر ایک نے دوسرے کی بکری کی قربانی کی ہے، ایسی صورت میں کیا دونوں کو دوبارہ قربانی لازم ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نہیں بلکہ دونوں کی قربانی ہوگئی۔ شامی ج ۵/ص ۲۱۰/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دوسرے مقام پر روپیہ بھیج کر قربانی کرانا

سوال:- زید کانپور میں پیدا ہوا اور اس شہر میں پرورش پائی، اور سکونت بھی اختیار کرلی، مگر قربانی اپنے وطن میں روپئے بھیج کر گائے، بکری وغیرہ کی کرتا ہے، کچھ تو رقم کی سہولت اور کچھ گائے وغیرہ کی قربانی کی اجازت شہر کانپور میں نہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن میں کراتا ہے تو درست ہے یا نہیں؟ اس کو اپنے ہی شہر میں قربانی کرنی چاہئے یا دوسرے شہر میں جہاں اعزہ واقارب رہتے ہیں، کرسکتا ہے، ثواب میں تو کچھ کمی نہ ہوگی؟

---

[1] ولو غلط اثنان وذبح كل شاة صاحبه يعنى عن نفسه صح استحساناً بلاعزم الخ، الدر المختار على الشامى ج۵/ص ۲۱۰/كتاب الاضحية مكتبه نعمانيه، تبيين الحقائق ص ۹/ج۶/كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۱۷۵/ج۴/كتاب الاضحية، دار الكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح بھی قربانی درست ہے[۱]، اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے[۲] اور اپنی قربانی کا گوشت کھانے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کسی کی دل جوئی کے لئے شعائر کو ترک کرنا

سوال: اگر کوئی فرد یا عامۃ المسلمین جو صاحب نصاب ہوں موجودہ وقتی ضرورت ملحوظ رکھتے ہوئے (برادران وطن یا ہمسایہ اقوام سے مرعوب یا خائف ہوکر نہیں) بلکہ ان کی دلجوئی تعلقات ہم سائیگی خوشگوار پیدا کرنے رفع شر یا دفع مضرت کے خیال سے امسال بجائے گائے کے بکرے یا بھیڑ وغیرہ کی قربانی کرلیں، تو شرعی یا دینی نقطۂ نظر سے کوئی حرج یا

---

[۱] أن الرجل اذاكان فى مصر وأهله فى مصر آخر فكتب اليهم ليضحوا عنه فانه يعتبر مكان التضحية فينبغى أن يضحوا عنه الخ (الهندية ج۵/ص ۲۹۶/الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان مكتبه كوئٹه پاكستان)شامى كراچى ص۳۱۸/ج۶/كتاب الاضحية،مجمع الانهر ص۱۷۰/ج۴/كتاب الاضحية،دارالكتب العلميه بيروت،تبيين الحقائق ص۴/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان.

[۲] وعن المسيب بن رافع ان ابا موسى كان يامربناته ايذبحن نسائكهن بايديهن الخ قال العلامة ظفراحمد العثمانى،واثرابى موسى رضى اللّٰه عنه يدل على افضلية المباشرة اعلاء السنن ص۲۷۵/ج۱۷/كتاب الاضاحى،باب افضلية مباشرة التضحية،وندب ان يذبح بيده ان علم ذالك الخ تبيين الحقائق ص۹/ج۶/كتاب الاضحية،مكتبه امداديه ملتان.

[۳] لكنه فى الاضحى يؤخرالاكل عن الصلوة لانه عليه الصلوة والسلام كان لايطعم فى يوم الاضحى حتى يرجع فيأكل من اضحيته، مراقى الفلاح ص۴۴۰/احكام العيدين،اعلاء السنن ص۲۶۷/ج۱۷/باب الصلوة بلحوم الاضاحى،مجمع الانهر ص۲۵۸/ج۱/باب صلاة العيدين،دارالكتب العلميه بيروت.

مضائقہ تو نہیں یا صرف گائے ہی کی قربانی ضروری ہے، یا مصلحت وقت کے اعتبار سے بکرہ وغیرہ کی قربانی افضل ومناسب سمجھی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کی دلجوئی کی خاطر شعائر اسلام کو ترک کرنا ہرگز جائز نہیں، لہٰذا جب تک قدرت ہو تو ترک کرنا ممنوع ہوگا، دنیوی امور میں دلجوئی کی جاسکتی ہے، دینی امور میں اس کی گنجائش نہیں، خاص کر جبکہ آئندہ کو بالکل بند ہونے کا قوی خطرہ ہو، اب اگر کوئی دلجوئی کی گئی تو آئندہ اذان، جمعہ، عید وغیرہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۶۶ھ

ہندو کی دل آزاری کے خیال سے اس سے خریدی ہوئی گائے کو واپس کرنا

سوال:- ایک گائے ایک شخص نے بہ نیت قربانی ایک ہندو عورت سے خریدی اور یہ بات اس عورت سے ظاہر نہیں کی کہ میں قربانی کروں گا، اور دل میں یہ خیال کیا کہ اگر کوئی دوسرا حصہ دار مل گیا تو شامل کرلوں گا چنانچہ سات حصہ دار مکمل ہوگئے، پانچویں دن کے بعد ہندوؤں کو معلوم ہوا کہ فلانی عورت نے گائے مسلمانوں کے ہاتھ بیچ دی ہے، تو انہوں نے

---

[1] والفرق بين المداهنة المنهية والمداراة المأمورات، المداهنة فى الشريعة ان يرمى منكر او يقدر على دفعه ولم يدفعه حفظا لجانب مرتكبه اوجانب غيره لخوف أوطمع اولاستحياء منه او لقلة مبا لاة فى الدين والمدارة بترك حظ نفسه وحق يتعلق بماله وعرضه فيسكت عنه دفعاً للشروووقوع الضرر منه الخ مرقاة شرح مشكوٰة ج۵/ص۴/باب الأمربالمعروف(مطبع اصح المطابع ممبئى)

اس عورت کو دھمکایا کہ تو نے گائے قربانی کے لئے مسلمانوں کو کیوں دی ہے، اگر واپس نہ کرے گی تو تم کو برادری سے الگ کر دیا جائے گا، اور کھانا پینا تمہارے ساتھ بند کر دیا جائیگا، تو اس عورت نے مسلمانوں کے پاس آ کر شور مچایا کہ گائے مجھے واپس دو نہیں تو میں برادری سے الگ کر دی جاؤں گی، تو اس پر مسلمانوں نے دو تین دن انکار کیا، ان حصہ داروں میں ایک حصہ دار امام مسجد بھی تھا، جو پورا عالم نہیں اردو انگریزی پڑھا ہوا ہے، فارسی با قاعدہ نہیں پڑھی صرف ترجمہ دیکھ کر وعظ وغیرہ کہہ لیتا ہے، باقی چھ حصہ داروں نے اس امام سے دریافت کیا کہ اگر گائے واپس کر دی جائے تو شریعت میں کس طرح ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ شریعت میں واپس کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر واپس نہ کی جائے تو ہندو اس کا کھانا پینا بند کر دیں گے، اور یہ عورت پر ظلم ہے، اور ہندوؤں کی دل آزاری ہے تو پھر اس ہندو عورت سے پانچ یوم کی خوراک کا ایک روپیہ لیا اور دس روپیہ اصل قیمت اور دس روپے منافع کل اکیس روپیہ لیکر گائے واپس کر دی گئی ہے، اور گیارہ روپیہ جو منافع لیا گیا تھا، اس میں تین روپیہ زائد ملا کر دوسری گائے خرید کر لی اور قربانی کی؟

(۱) تو کیا شرعاً اس نیت سے واپس کرنا کہ ہندوؤں کی دل آزاری ہوگی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خیال مذکورہ سے گائے کو واپس کرنا ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] والفرق بين المداهنة المنهية والمداراة المأمورات، المداهنة في الشريعة ان يرمى منكر اويقدر على دفعه ولم يدفعه حفظا لجانب مرتكبه اوجانب غيره لخوف أوطمع اولاستحياء منه اولقلة مبالاة في الدين والمدارة بترك حظ نفسه وحق يتعلق بماله وعرضه فيسكت عنه دفعاً للشرووقوع الضرر منه الخ مرقاة شرح مشكوٰة ج۵/ص۴/ باب الامربالمعروف(مطبع اصح المطابع)

قربانی کا جانور خرید کر پھر فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسرا جانور خریدنا

سوال:-اور منافع سے جو دوسری گائے لیکر قربانی کی گئی وہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی قربانی درست ہوگئی۔(اس کی قیمت کو اصل قرار دیکر منافع کو صدقہ کر دینا چاہئے[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۲/۵۵ھ

قربانی کی اطلاع پولیس کو دینا

سوال:-اوپر لکھی ہوئی مسمیان، ۱/تا۲/موضع شہوراتیو پوسٹ تھانہ وضلع مذکور الصدر کے ہیں، نیز مسمیان ۱/تا۴/موضع تبو کے رہنے والے جن کا پورا پتہ مذکور ہے، ان دونوں

---

[1] رجل اشترىٰ شاة للاضحية وأوجبها بلسانه ثم اشترى اخرى جازله بيع الاولىٰ وان كانت الثانية شرامن الاولىٰ وذبح الثانية فانه يتصدق بفضل مابين القيمتين الخ (الهندية ج ۵/ص ۲۹۴/الباب الثانى فى وجوب الاضحية بالنذروماهو فى معناه)مكتبه كوئٹه پاكستان،المحيط البرهانى ص ۴۶۰/ج۸/الفصل الثانى فى وجوب الاضحية،بالنذر،ادارة القرآن،البحر كوئٹه ص ۱۷۵/ج۸/كتاب الاضحية،عالمگيرى كوئٹه ص ۲۹۴/ج۵/كتاب الاضحية،الباب الثانى فى وجوب الاضحية.

گاؤں کے درمیان فاصلہ ایک فرلانگ کا ہے، امسال بقرعید مورخہ ۲۰/ مارچ ۶۸ھ کو ہوئی، مسمیان ۱/تا ۲/ نے مورخہ ۲۰/ مارچ ۶۸ء کو قربانی کی، چونکہ یوپی میں اکثریت کٹر قسم کے ہندوؤں کی ہے، اس لئے وہاں کے مسلمانوں کو ضروری ہوگیا ہے کہ وہ مقامی ہندو باشندوں سے مل جل کر رہیں، اپنی طرف سے مسلمان ایسی کوئی بات نہ کریں، جس سے ہندوؤں کے دلوں میں کسی قسم کا غیر فطری یا انتقامی جذبہ پیدا ہو، ایسی حالت میں کسی مسلمان کا گائے ذبح کرنا خواہ اس کا مقصد دینی یعنی قربانی کیوں نہ ہو، اس گاؤں کے رہنے والے مسلمانوں نیز اطراف میں رہنے والے مسلمانوں کو کس قدر جانی و مالی نقصان میں مبتلا کرسکتا ہے، اس کے لئے کسی مثال کی ضرورت نہیں، کیونکہ اخبارات شاہد ہیں کہ صرف گاؤکشی کا جھوٹا بہانا بنا کر مسلمانوں کو مارا پیٹا اور پھونکا گیا، ان کی بے عزتی کی گئی، اور دوسرے نقصان اٹھانے پڑے اور یہاں ہمارے گاؤں کے چاروں طرف ہندوؤں کی اکثریت اور آبادی ہے، اور چونکہ ہم لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی کا ہے، مقامی اور غیر مقامی ہندوؤں سے ملے اور قانون کے بغیر ہمارے کام سرانجام نہیں دیئے جاسکتے، اور پھر یوپی میں ذبح گاؤ از روئے تعزیرات ہند ممنوع بھی ہے، جب میں نے سنا کہ مسمیان ۱/تا ۴/ نے ایک عدد گائے ذبح کی ہیں، تو میں نے قبل اس کے کہ مقامی اور غیر مقامی ہندوؤں کو اس کی اطلاع پہنچتی اور وہ کسی قسم کی کاروائی پر آمادہ ہوتے، میں نے مقامی پولیس اسٹیشن کو اطلاع دیدی، اور مسمیان ۱/۴/ کو گرفتار کروایا کیونکہ اس گائے کے ذبح کرنے میں انہیں چاروں نے حصہ لیا تھا، جو ایک ہی گھر کے افراد ہیں، میری اس کارروائی سے مقامی ہندوؤں نے کسی قسم کی کوئی جوابی کارروائی نہیں کی، اور نہ ہی ان کے دلوں میں کسی قسم کا انتقامی جذبہ پیدا ہوا، بلکہ وہ سب کے سب خاموش رہے، اور قانون کے حوالہ کئے گئے، افراد کی قانونی کارروائی دیکھتے رہے اور سنتے رہے، لیکن ہم اوپر لکھے ہوئے مسمیان ۱/۲/ کے اوپر جو مصیبت نازل ہوئی وہ یہ ہے کہ مسمیان ۱/تا ۴/ کے کورٹ میں جانے اور ضمانت پر رہا ہونے کے بعد یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہم دونوں نے شرع محمدی میں

مداخلت بے جا کی ہے، اور پولیس اسٹیشن کو اطلاع دیکر بھاری شرعی غلطی کی ہے، لہٰذا گاؤں کے دوسرے مسلمانوں سے مل کر ہم دونوں کا سماجی اور مذہبی بائیکاٹ کرنا اور اور کرانا چاہتے ہیں، اس تحریر کی وجہ اور مقصد یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو اجتماعی طور پر مالی اور جانی نقصانات سے بچانے کے لئے یا کسی مسلمان کے کئے گئے اس فعل سے جو بربادی اور تباہی دوسرے مسلمانوں پر مسلط ہونے والی تھی، بچانے کے لئے ہم دونوں کا اقدام ہمیں مجرم گردانتا ہے، اور ہم دونوں بحیثیت مسلمان قانونی اور مذہبی مجرم ہیں یا نہیں؟ (۱/محمد سلیم ابن ظہیر الدین ۲/طاہر علی بن محمد عیسیٰ خاں)

الجواب حامداً ومصلیاً

قطع نظر اس سے کہ ان چاروں افراد کا مذکورہ اقدام تعزیرات ہند کے خلاف ہے یا کہ نہیں، آپ نے از خود ہی جا کے شکایت اور چغلی کر کے ان کو گرفتار کرادیا، یہ شکایت آپ نے قانونِ حکومت کے احترام کے جذبہ سے نہیں کی، بلکہ کاشتکاری پیشہ کی وجہ سے ہندوؤں سے مل جل کر رہنا ہوتا ہے، اگر وہ مشتعل ہو جائیں تو آپ کے کام اور پیشہ میں اندیشہ تھا، نیز فساد ہو کر دوسرے مسلمانوں کو بھی نقصان کا اندیشہ تھا، اس وجہ سے آپ نے شکایت کی ہے، مگر آپ کا یہ اندیشہ قطعی اور یقینی نہیں تھا، ہوسکتا تھا کہ اس قربانی کی اطلاع ہی نہ ہوتی اور کوئی فساد نہ ہوتا، یہ بھی ممکن تھا کہ اطلاع ہونے پر بھی ان کے جذبات نہ بھڑکتے اور فساد نہ ہوتا، اور ان دونوں باتوں کے بھی بظاہر شواہد موجود ہیں، کہیں ایسا بھی ہوا کہ اطلاع نہیں ہوئی، اور کہیں ایسا بھی ہوا کہ اطلاع ہوئی مگر فساد نہیں ہوا، تعلقات خوشگوار رہے، اور جہاں جہاں مسلمانوں کو جلا دیا گیا اور قتل کیا گیا، جانی و مالی ہر طرح کا نقصان پہنچایا گیا، کیا وہ سب کچھ ذبیحہ گاؤں کی وجہ سے ہوا ۴۷ء سے اب تک کی تاریخ دیکھئے بہت قلیل واقعات ایسے ملیں گے جہاں یہ چیز بنیادِ فساد تھی، اس قدر قلیل کہ نہ ہونے کے درجہ میں ہے، اصل بنیاد تو اسلام ہے، بقیہ سب چیزیں تو شاخیں ہیں، آپ کی نیت کتنی ہی نیک ہو اور جذبہ کتنا ہی صحیح ہو اور غلط وہم کی وجہ سے

ایسا کیا ہوتب بھی گمان فساد سے تحفظ کی خاطر ان افراد کو یقینی اور قطعی مصیبت میں تو آپ نے گرفتار کرایا، آپ اپنا دل کسی کو چیر کر نہیں دکھلا سکتے ، دوسرے تو یہی سمجھیں گے کہ آپ نے غیروں سے مل کر اپنوں کو پھنسوادیا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ دوسرں کے جذبات ٹھنڈے ہوئے اور اپنوں کے مشتعل ہوئے ،جس طرح آپ کے ان چار کو گرفتار کرانے پر ہند وخوش تھے اور تماشہ دیکھ رہے تھے، اور یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ بالکل ان کے ہوگئے کہ اپنے بھائیوں کو ان کی وجہ سے گرفتار کرایا، اس طرح وہ اب بھی خوش ہیں، اور تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ جن بھائیوں کو آپ نے گرفتار کرایا وہ آپ کے نہیں رہے، اور آپ کی مخالفت کر رہے ہیں، اس سب کے لڑنے اور مخالفت کرنے میں ان کو کچھ نہیں کرنا پڑا، نہ وہ آپ سے برے بنے ، نہ گرفتار شدگان سے، نہ دیگر اہل بستی سے، نہ پولیس سے، نہ بالائی حکومت سے، غور کریں کہ آپ کی اس نیک نیتی کے نتائج کتنے دوررس ہیں، اور چونکہ اس قسم کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں، کہ دوسروں سے سازش کر کے خواہ ان کو خوش کرنے کے لئے بطور خوشامد یا کسی لالچ کی وجہ سے ان کی مخالفت بھی کی جاتی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مقامی یا آس پاس کے اہل علم اور اہل دانش کے سامنے اپنا معاملہ رکھ کر صفائی کر لی جائے ، تا کہ بدگمانی رفع ہو جائے ، جو حضرات آپ کے اور وہاں کے حالات سے واقف ہیں ان کی رائے امید ہے کہ اقرب الی الصواب ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

خطرۂ جان کے وقت قربانی نہ کرنا

سوال:- آپ خوب واقف ہیں کہ ہندو قوم کو مسلمانوں کے ذبیحہ کے معاملہ میں سخت

---

[1] لاخیر فی کثیر من نجواهم الامن امر بصدقة او معروفٍ او اصلاحٍ بین الناس الآیة ص ۱۱۴، سورة النساء، قال العلامة المظهری تحت هذه الآیة "الصلح خیرٌ الآیة" (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نفرت اور دشمنی ہے اور یہ بہت بڑا اختلافی مسئلہ ہے، پس ایسے حالات میں جب کہ شہر کی فضا حد درجہ مکدر و پر آشوب ہے، قربانی (جانور ذبح کرنے) کے بجائے اپنی حیثیت کے مطابق جانور یا نقد یا حصہ کی قیمت بقدر نقد رقم مساکین غرباء مدارس وغیرہ میں دی جاسکتی ہے، یا کسی اور قومی فلاح و بہبود کی مد میں صرف کی جاسکتی ہے، یا مقامی طور پر تباہ حال مظلوم مستحق مسلمانوں کو دی جاسکتی ہے، جیسا کہ یہاں کے حالات کا تقاضہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قربانی کرنے میں جان کی قربانی دینی پڑے بغیر اس کے قربانی نہ کی جاسکے تو قربانی ترک کر کے ایام قربانی کے بعد ہر شخص مقدار واجب کی قیمت مستحقین غرباء کو صدقہ کردے، خواہ تباہ حال مسلمان ہوں یا دیگر اقرباء فقراء طلبہ مستحق ہوں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ

طالب علم کے حق میں کتابیں خریدنا نفلی قربانی سے اولیٰ ہے

سوال:- جس طالب علم پر قربانی واجب نہ ہو اس کو قربانی کرنا اولیٰ ہے یا علم دین کی کتابیں خریدنا اولیٰ ہے؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) من الفرقة او من الخصومة او من سوء المعاشرة او المعنى الصلح خير من الخيرات الخ، تفسير مظهرى ص ۲۵۲/ ج ۲/ آیت ۱۲۸/ سورة النساء، مطبوعه دهلى.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ولو تركت التضحية ومضت ايامها تصدق بها، لان الواجب عليه الاراقة وانما ينتقل الى الصدقة اذا وقع الياس عن التضحية بمضى ايامها (درمختار مع الشامى ج ۶/ ص ۳۲۰/ كتاب الاضحية) مطبوعه كراچى، البحر كوئٹه ص ۱۷۴/ ج ۸/ كتاب الاضحية، تبيين الحقائق ص ۵/ ج ۶/ كتاب الاضحية، مكتبه امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

علم دین کی کتابیں خریدنا اولیٰ ہے "لان نفعه اعم واشمل"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۵۴ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۵۴ھ

---

[1] ان الاصل فی الاموال التقرب بالتصدق بهالابالاتلاف وهوالاراقة،بدائع الصنائع ص ۲۰۲/ ج ۴/کتاب الاضحية،باب كيفية الوجوب،مكتبه زكريا، عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالی عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذامات الانسان انقطع عنه عمله من ثلثة الامن صدقة جارية اوعلم ينتفع به اوولدصالح يدعوله، مشكوة شريف ص ۳۲/كتاب العلم الفصل الاول.

باب دھم: عقیقہ کا بیان

ولیمہ کے ساتھ عقیقہ

سوال:- ایک شخص نے ارادہ کیا کہ شادی میں ولیمہ کے لئے گائے ذبح کرے اور براتیوں کو کھلائے، کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ اسی میں عقیقہ کی بھی نیت کرلو، لہٰذا اس نے گائے میں تین بچوں اور ایک بچی کا عقیقہ کردیا، آپ مطلع فرمائیں کہ از روئے شریعت یہ عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک گائے خرید کر اس میں چند حصے عقیقہ کے واسطے لے لے اور بعض حصہ میں ولیمہ کے واسطے نیت کرلے، پھر ذبح کردے، تب بھی شرعاً درست ہے، حتی کہ قربانی کی گائے میں بھی یہ درست ہے،" قدعلم ان الشرط قصد القربة من الكل وشمل الىٰ مالو كانت القربة واجبة علىٰ الكل اوالبعض اتفقت جهاتها اولا كالاضحية والاحصار وكذا لوارادبعضهم العقيقة عن ولد قدوُلد من قبل ولم يذكر الوليمة وينبغى ان تجوز لها لانها تقام شكراً للّٰه تعالىٰ علىٰ نعمة النكاح ووردت بها السنة فاذا قصد بها الشكر اواقامة السنة فقد اراد القربة اھ كذافى رد المحتار ص۴۰۷/ج۵/"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۹ھ

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۰۷/ج۵/کتاب الاضحية،بدائع زكرياص ۲۰۹/ج۴/كتاب الاضحية، شرائط جوازاقامة الواجب،عالمگیری كوئٹه ص ۳۰۴/ج۵/كتاب الاضحية،الباب الثامن.

شادی میں عقیقہ

سوال:- سائل کا بیان ہے کہ یہاں لڑکیوں کی شادی ہے اور میں ان کی شادیوں میں بچوں کے عقیقہ کرنا چاہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ ایک جانور لے کر اس شادی میں شامل کروں اور اپنے عزیزوں اور بارات والوں کو سب ہی کھلا دوں گا، اگر ایسا جائز ہو تو مطلع فرمائیں، میں عقیقہ کے لئے بھینس یا اسکی نسل کا جانور لینا چاہتا ہوں، اور عقیقہ میں ایک لڑکی شامل ہے جس کی بارات آ رہی ہے، اور تین لڑکے اس طریقے سے کہ ایک جانور میں تین لڑکوں کے عقیقہ اور ایک لڑکی کا کرنا چاہتا ہوں، آپ بوضاحت جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ ایک بھینس یا اس نسل کا جانور جسکی قربانی درست ہوتی ہو ذبح کریں اور تین لڑکوں کے اور لڑکی کے عقیقہ کی نیت اس میں کرلیں، اور شادی میں جو مہمان آئیں ان کو بھی اس کا گوشت کھلا دیں تو شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۹ھ

قربانی کے ساتھ عقیقہ

سوال:- قربانی کے جانور میں عقیقہ کرنا کیسا ہے، یعنی قربانی کے جانور مثلاً گائے ہو

---

[1] اذاشارک المتقرب من لایرید القربة لم تجز عن القربة ولوارادوا القربة الاضحیة اوغیر ھا من القرب اجزائھم سواء کانت القربة واجبة اوتطوعاً اووجب علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جھات القربة اواختلفت وکذالک ان ارادبعضھم العقیقة عن ولد ولد لہٗ من قبل . (عالمگیری ص ۳۰۴/ج۵/الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا)بدائع زکریا ص ۲۰۹/ج۲/کتاب الاضحیة،شرائط جوازاقامة الواجب،بزازیة علی الھندیة ص ۳۵۰/ج۳/کتاب الاضحیة،فصل فیما یجوزفی الضحایا.

اس میں پانچ حصے قربانی کے ہوں اور دو حصے جو بچتے ہوں اس کو عقیقہ میں شمار کرلیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو عقیقہ کی دعا کب پڑھی جائے، اور عقیقہ کے حصہ کا گوشت کس طرح تقسیم کیا جائے، مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے، جو دعا بوقت عقیقہ پڑھی جاتی ہے وہ بوقت ذبح جب کہ قربانی کی دعا پڑھے پڑھ دے اور گوشت کے تین حصہ کر کے لحم اضحیہ کی طرح عمل کرے خواہ کچا گوشت تقسیم کردے خواہ پکا کر دعوت کردے۔ "ولو ارادوا القربة الاضحية او غيرهما من القرب اجزائهم سواء كانت القربة واجبة اوتطوعاً اووجب علىٰ البعض دون البعض وسواء اتفقت جهة القربة اواختلفت بان ارادبعضهم الاضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الاحصاراوبعضهم كفارة عن شئى اصابه فى احرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة اوالقران وهذا قول اصحابنا وكذالك ان ارادبعضهم العقيقة عن ولد ولد له قبله كذا ذكرمحمد فى فوائد الغنى اھ طحطاوی ص ۲۶۶/ج۴[1]"

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قربانی کے ساتھ عقیقہ

سوال:- قربانی کی گائے کیساتھ عقیقہ درست ہے یا نہیں، اگر ہے تو ایک گائے میں ایک قربانی اور چھ لڑکے اور ایک لڑکی کا عقیقہ اور عقیقہ کے بچہ کے جو بال کے وزن کے برابر

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۶۶/ج۴/دارالمعرفة، كتاب الاضحية،بدائع زكريا ص ۲۰۹/ج۴/كتاب الاضحية،وكذالك ان ارادبعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل (الهندية ص ۳۰۴ ج۵/الباب الثامن فيمايتعلق بالشركة الخ(مكتبه كوئٹه پاكستان)

چاندی صدقہ دینے کا حکم ہے اب تو بڑا ہو گیا ہے، تو ان کے بال کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی کی گائے میں عقیقہ بھی درست ہے، کسی کا حصہ قربانی کا ہو، کسی کا عقیقہ کا[1] لیکن سات حصوں سے زیادہ نہ ہوں، جب بچہ سات روز کا ہو جائے، تو عقیقہ مستحب ہے[2] سر کے بال اتروا کر ان کے برابر چاندی یا سونا خیرات کر دیا جائے[3] اگر وہ بال باقی نہ رہے بلکہ دوسرے بال نکل آئے تو پھر وہ حکم نہیں رہا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

قربانی میں عقیقہ کا حصہ اور ساتویں دن کی رعایت

سوال:- اگر کوئی شخص بڑے جانور میں بہ نیت عقیقہ شریک ہو جائے، تو درست ہوگا

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۱۶۶/ ج ۴/ دارالمعرفة، کتاب الاضحیة، بدائع زکریا ص ۲۰۹/ ج ۴/ کتاب الاضحیة، وکذالک ان ارادبعضهم العقیقة عن ولد ولد له من قبل، الهندیة ص ۳۰۴، ج ۵، الباب الثامن فیمایتعلق بالشرکة الخ (مکتبه کوئٹه پاکستان،

[2] العقیقة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة الخ الهندیة، ص ۳۶۲/ ج ۵/ الباب الثانی العشرون فی العقیقة، طبع کوئٹه، شامی کراچی ص ۳۳۶/ ج ۶/ قبیل کتاب الحظر والاباحة،

[3] عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِب قَالَ عَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ یَافَاطِمَةَ اَحْلِقِیْ رَاْسَهُ وَتَصَدَّقُ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً الخ (مشکوٰة شریف ص ۳۶۲/ ج ۲/ باب العقیقة، ترمذی شریف ص ۲۷۸/ ج ۱/ باب ماجاء فی العقیقة.

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بکری کا عقیقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا اے فاطمہ اس کے سر کا حلق کرادو اور اسکے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کردو۔

یانہیں؟ جیسے سات حصے ہیں، زید نے اس میں دو حصے قربانی کے لئے اور ایک حصہ اسی جانور میں عقیقہ کا لیا تو ایسی حالت میں عقیقہ درست ہوگا یانہیں؟ چاہے پیدائش سے ساتواں دن پڑے یانہ پڑے، کسی قسم کی کراہت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں عقیقہ بھی درست ہے، قربانی بھی صحیح ہے، بہ نیت عقیقہ قربانی کے جانور میں حصہ خریدنے سے کچھ خرابی نہیں ہوتی، وکذا فی الدرر والغرر والخانیۃ ص۲۰۴ر[1]) اور ساتویں دن کی رعایت محض مستحب ہے، جیسا کہ نفس عقیقہ بھی بہت سے بہت مستحب ہے[2] واجب نہیں، ملاعلی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دو حدیثوں کے تعارض کو رفع کرتے ہوئے لکھا ہے، "لکن الجمع بین الروایات بانه ذبح عنه فی یوم الولادة کبشا وفی السابع کبشا وبه حصل الجمع"[3]، ایک ذبیحہ یوم ولادت میں کیا اور ایک ساتویں روز کیا، لہٰذا اگر ذبح کے دن ساتواں روز نہ ہو اور نیت عقیقہ کی کرلی تب بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے[4]

---

[1] لونوی بعض الشرکاء الاضحیة، بعضهم دم العقیقة لولادة ولدولدله فی عامه ذٰلک جاز عن الکل، خانیة علی الهندیة ص۳۵۰ر ج۳ر فصل فیمایجوز فی الضحایا الخ، مکتبه کوئٹه پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۴ر ج۵ر الباب الثامن فیمایتعلق بالشرکة الخ، بدائع زکریاص ۲۰۹ر ج۴ر کتاب الاضحیة.

[2] العقیقة عن الغلام وعن الجاریة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة، وضیافة الناس وحلق شعره مباحة لاسنة ولاواجبةعالمگیری کوئٹه ص ۳۶۲ر ج۵ر کتاب الکراهیة،الباب الثانی والعشرون فی العقیقة،شامی کراچی ص ۳۳۶ر ج۶ر قبیل کتاب الحظروالاباحة.

[3] مرقات شرح مشکوٰةص ۳۵۹ر ج۴ر باب العقیقة (مطبع اصح المطابع بمبئی)

ولوذبحها بعدالسابع اوقبله وبعدالولادةاجزاه اعلاء السنن ص۱۱۸ر ج۱۷ر باب فی العقیقة، ادارة القرآن کراچی.

شاہ ولی اللہ صاحبؒ[1] نے جو مصالح ساتویں روز کے بیان فرمائے ہیں ان کا مقتضی بھی یہی ہے، فیض الباری[2] سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بڑی عمر میں عقیقہ

سوال:- میری لڑکی کی عمر بیس سال ہے، کسی وجہ سے اس کا عقیقہ نہ کرا سکا، اگر اب اسکا عقیقہ کراؤں تو کس طرح سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عقیقہ کوئی لازم اور ضروری چیز نہیں جس کی قضا لازم ہو، اگر دل چاہتا ہی ہے، تو ایک بکری ذبح کر کے کچا گوشت یا پکا کر تقسیم کر دیں یا کھلا دیں، عقیقہ ہو جائے گا[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واما تخصیص الیوم السابع فلانه لابدمن فصل بین الولادة والعقیقة فان اهله مشغولون باصلاح الوالدة الخ حجة اللّٰه البالغة ص ۱۲۳ / ج ۲ / العقیقة.

[2] ان الترمذی اجاز بهاالی یوم احدی وعشرین قلت بل یجوز الی ان یموت الخ، فیض الباری ص ۳۳۷ / ج ۴ / کتاب العقیقه. (ربانی بکڈپو، دهلی)

[3] یستحب لمن ولدله ولد ان یسمیه یوم اسبوعه ویحلق راسه ویتصدق عندالائمة الثلاثة بزنة شعره فضة اوذهبا ثم یعق عندالحلق عقیقة اباحة علی مافی الجامع اوتطوعاً، وهی شاة تصلح للاضحیة تذبح للذکر والانثی سواء فرق لحمها نیّاً اوطبخه بحموضة اوبدونها الخ شامی کراچی ص ۳۳۶ / ج ۶ / قبیل کتاب الحظر والاباحة، (هندیة ص ۳۶۲ / ج ۵ / الباب الثانی والعشرون الخ. (مکتبه کوئٹه پاکستان، اعلاء السنن ص ۱۲۷ / ج ۱۷ / کتاب الذبائح، باب العقیقة، ادارة القرآن کرچی، شامی کراچی ص ۳۳۶ / ج ۶ / قبیل کتاب الحظر والاباحة.

بالغہ کا عقیقہ اور اس کے بالوں کا حکم

سوال:- ایک لڑکی کی عمر سات برس ہے اور ایک لڑکی بالغہ ہو چکی ہے، اس کا باپ اب ان کا عقیقہ کر رہا ہے، تو ان کے بال کاٹنے ہونگے یا نہیں؟ یا صرف تھوڑے سے کاٹ کر ان کو وزن کر کے چاندی صدقہ کر دے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی دونوں لڑکیوں کے بال نہ کٹوائے، بکری ذبح کر کے کچا گوشت یا پکا کر غرباء اور احباب کو تقسیم کر دے، عقیقہ کا اصل وقت پیدائش سے ساتویں روز ہے وہ بھی صرف مستحب ہے، لازم اور واجب نہیں ہے[1] بغیر بالوں کے وزن کئے ہی اندازے سے چاندی صدقہ کر دے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۸۹ھ

عقیقہ کی مدت

سوال:- حضرت شیخ الہندؒ (حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ محدث کو کہتے ہیں یا کسی

---

[1] العقیقة، وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة لاسنة ولاواجبة، الهندیة ص ۳۶۲/ ج۵/ الباب الثانی والعشرون الخ مکتبه کوئٹه پاکستان، "حجة الله البالغة، ج۲/ ص۱۳۳/ باب العقیقة." شامی کراچی ص ۳۳۶/ ج۶/ قبیل کتاب الحظر والاباحة.

[2] عَنْ عَلِی ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ عق رسول الله ﷺ عن الحسن بشاة وقال یَافَاطِمَةُ اَحْلِقِیْ رَاْسَهُ وَتَصَدَّقِی بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً فَوَزَنَاهُ فَکَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا اَوْبَعْضَ دِرْهَمٍ. مشکوٰة شریف ص ۳۶۲/ ج۲/ باب العقیقه، ترمذی شریف ص ۲۷۸/ ج ۱/ باب ماجاء فی العقیقة.

ترجمہ: حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے فاطمہ! اس کے سر کو منڈواؤ اور اسکے بال کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرو، پس بال کا وزن ایک درہم یا بعض درہم تھا۔

اورکو) نے تعلیقات ترمذی میں حدیث عقیقہ کے تحت ۲۱/ یوم تک تحریر فرمایا ہے، تو کیا بعد ۲۱/ یوم کے محض رسم عقیقہ رہ جاتی ہے، یا عمر میں جب چاہیں عقیقہ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عقیقہ فی نفسہٖ مباح ہے[1]، اگر بہ نیت اتباع کیا جائے، تو ثواب ملتا ہے، اور اس کا اصلی وقت پیدائش سے ساتواں دن ہے، (پیدائش کے دن سے ایک دن پیشتر) شرح سفر السعادۃ[2] ص ۳۸۳/ میں حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اکیسویں روز کی تحدید نہیں کی بلکہ ۲۱/ روز تک بیان کر کے کہہ دیا علیٰ ہذا القیاس، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب محدث دیوبندیؒ کو کہتے ہیں، ان کا مقصود بھی تحدید نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ ذیعقدہ ۶۱ھ

عقیقہ کا دن

سوال:- عقیقہ بچہ کی پیدائش کے کتنے روز کے بعد سنت ہے، اگر خام گوشت تقسیم کر دیا جائے تو عقیقہ ہو جاوے گا، یا اس کا کھانا پکا کر کھلانا چاہئے اور کون لوگ کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں؟

---

[1] العقیقة، وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة (الهندیة ص ۳۶۲/ ج۵/ الباب الثانی والعشرون الخ، مکتبه کوئٹه پاکستان، شامی کراچی ص ۳۳۶/ ج۶/ قبیل کتاب الحظر والاباحة، فیض الباری ص ۳۳۷/ ج۴/ العقیقة، ربانی بکڈپو دهلی.

[2] وغالب بحکم احادیث برائے عقیقہ روز ہفتم است ونزد شافعی احمد اگر ہفتم روز میسر نگردد روز چہاردہم کنند واگر چہاردہم نیز میسر نگردد بست ویکم والا بست وہشتم والا درسی وپنجم علی ہذا القیاس (شرح سفر السعادۃ ص ۳۸۳/ باب حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نول کشور، فصل در سنن حضرت نبویؐ در عقیقہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عقیقہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز کرنا چاہئے۔

"یستحب لمن ولدله ولدأن یسمیه یوم اسبوعه ویحلق راسه ویتصدق عند الائمة الثلثه بزنة شعره فضة اوذهباثم یعق عندالحلق،شامی نعمانیہ[1] ص ۲۱۳/ ج۵/"اگر ساتویں روز نہ کر سکے تو چودھویں روز ورنہ اکیسویں روز علیٰ ہٰذا القیاس پیدائش سے ایک روز پہلے پھر ساتویں ماہ میں پھر ساتویں سال میں غرض کہ عدد کی رعایت بہتر ہے، کذافی مالابدمنہ[2] اور جو بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ خود اپنا عقیقہ کرے۔" ویسن ان یعق عن نفسه فیه تامل من بلغ ولم یعق عنه فتاویٰ حامدیہ[3] ص ۲۳۳/ج ۴/خام گوشت تقسیم کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے، اور پکا کر کھلانے سے بھی "سواء فرق لحمانیاً اوطبخة الخ شامی نعمانیه ص ۲۱۳/ج ۵/[4] کھانے میں امیر غریب سب شریک ہو سکتے ہیں، "ویاکل ویطعم ویتصدق فتاویٰ حامدیة[5]"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۱۴۰۱ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۳۶/ج ۶/کتاب الاضحیة.قبیل کتاب الحظر والاباحة،الهندیة ص ۳۶۲/ج ۵/الباب الثانی والعشرون الخ، مکتبه کوئٹه پاکستان، فیض الباری ص ۳۳۷/ ج ۴/کتاب العقیقة،ربانی بکڈپو دهلی.

[2] بعد ولادت ہفتم روز یا چہاردہم یا بست ویکم وبہمیں حساب یا بعد ہفت ماہ یا ہفت سال عقیقہ باید کرد الغرض رعایت عدد ہفت بہتر است (مالابدمنہ،ص ۱۷۴/رسالہ احکام عقیقہ،مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند) شرح سفر السعادۃ ص ۳۸۳/باب حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصل در سنن حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ مطبوعہ نول کشور۔

[3] تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ج ۲/ص ۲۴۶/کتاب الذبائح(مطلب فی حکم العقیقة.

[4] شامی کراچی ص ۳۳۶/ج ۶/قبیل کتاب الحظر والاباحة.

[5] تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ج ۲/ص ۲۴۶/کتاب الذبائح(مطلب فی حکم العقیقة.

کیا عقیقہ ۲۱/روز بعد بھی ہے

سوال:- ترمذی جلد اول میں تو یہ ہے کہ مستحب ہے کہ عقیقہ ۲۱/ یوم تک کرے اس کے بعد کی کچھ تفصیل نہیں، ۲۱/ یوم کے عقیقہ کے جو فضائل ہیں، اس سے بچہ محروم رہتا ہے، یا وہی ثواب بعد ۲۱/ یوم کے بھی ملتا ہے، خواہ جب کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری بعض کتب میں بھی ایسا ہی ہے، لیکن شرح سفر السعادۃ[1] سے بلا قید اوپر نقل کیا جا چکا ہے، نیز فتح الباری میں امام رافعیؒ سے نقل کیا ہے، کہ بلوغ سے پہلے پہلے کر دیا جائے، اس سے تاخیر نہ کی جائے، ورنہ ساقط ہو جائیگا، تاہم اگر اپنا عقیقہ بعد البلوغ کر دے تو درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عقیقہ وقربانی میں فرق

سوال:- عقیقہ کا حکم مثل قربانی کے ہے کہ نہیں اگر ہے تو ران دائی کو اور سری حجام کو اور ہڈیاں توڑنا جو مستحب لکھا ہے، تو مثل قربانی کے حکم کہاں ثابت ہوا، اور استحباب حضور ﷺ کے

---

[1] وغالب بحکم احادیث برائے عقیقہ روز ہفتم است ونزد شافعی احمد اگر ہفتم روز میسر نگردد روز چہاردھم کنند، واگر چہاردھم نیز میسر نگردد بست ویکم والا بست وہشتم والا درسی وپنجم علی ھذا القیاس شرح سفر السعادۃ ص ۳۸۳/ باب حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نول کشور، فصل در سنن حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ۔

[2] فنقل الرافعی انہ یدخل وقتہا بالولادۃ ،قال وذکر السابع فی الخبر بمعنی ان لاتؤخر عنہ اختیاراً ثم قال ،والاختیار ان لاتؤخر عن البلوغ فان اخرت عن البلوغ سقطت عمن کان یرید ان یعق عنہ لکن ان اراد ان یعق عن نفسہ فعل (فتح الباری ص ۱۳/ ج ۱۱/ مکتبہ نزار مصطفی الباز کتاب العقیقہ)

قول وفعل سے ثابت ہے یا حضرات ائمہ کا ارشاد ہے، یا فقہاء کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی واجب ہے[1] عقیقہ مباح ہے، اور بہت سے بہت مستحب ہے وہ بھی جبکہ بنیت عبادت کیا جائے، دیگر ائمہ کے نزدیک بھی مستحب ہے، پس حنفیہ کے نزدیک تو کسی حال میں قربانی کے مثل نہیں اور دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی نہیں[2]، کیونکہ واجب اور مستحب میں تفاوتِ عظیم ہے، بلکہ صاحب ہدایہ کا رجحان تو اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے، عالمگیریہ وغیرہ میں بھی کراہت کی ایک روایت نقل کی ہے، ''العقیقة عن الغلام وعن الجارية وهو ذبح شاة فی سابع الولادة وضيافة الناس وحلق شعره مباح لاسنة ولاواجب كذافی وجيز الكردری وذكر محمدؒ العقيقة من شاء فعل ومن شاء لم يفعل وهذايشير الى الاباحة فيمنع كونه سنة وذكر فی الجامع الصغير ولايعق عن الغلام ولاعن الجارية وانه اشارة الى الكراهية كذافی البدائع،[3] هنديه[4] من الكراهية طحطاوی ص ۱۶۸ / ج ۴ /[5]

جن حضرات نے لکھا ہے کہ عقیقہ کا حکم مثل قربانی کے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقیقہ کیا جاوے، تو ایسے جانور کو ذبح کرے جس میں قربانی کی صلاحیت ہو ایسا جانور ذبح نہ کیا جائے، جس کو قربانی میں ذبح کرنا درست نہیں، نیز جس طرح قربانی کے گوشت کا طریقہ

---

[1] الاضحية هی واجبة، ملتقی الابحر ص ۱۶۶ / ج ۴ / كتاب الاضحية، دارالكتب العلميه بيروت.

[2] يستحب لمن ولدله ولدان يسميه يوم اسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الائمة الثلاثة ثم يعق عند الحلق شامی كراچی ص ۳۳۶ / ج ۶ / قبيل كتاب الحظر والاباحة، اعلاء السنن ص ۱۱۳ / ج ۱۷ / كتاب الذبائح، باب العقيقة ادارة القرآن كراچی.

[3] بدائع زكرياص ۳۰۴ / ج ۴ / كتاب الاستحسان، مايكره من الدعاء.

[4] الهنديةص ۳۶۲ / ج ۵ / الباب الثانی والعشرون فی العقيقة. (مكتبه كوئٹه پاكستان)

[5] طحطاوی علی الدرص ۱۶۸ / ج ۴ / كتا الاضحية، دارالمعرفة بيروت.

ہے کہ خود کھانا احباب کو دینا فقراء کو خیرات کرنا اور آئندہ کے لئے رکھ لینا سب کچھ درست ہے اسی طرح سے عقیقہ کے گوشت کا حکم ہے[1] اور ہڈی نہ توڑنے کے متعلق امام احمد امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ استحباب کے قائل ہیں، حنفیہ کے نزدیک یہ چیز نہیں۔

" وهی شاة تصلح للاضحية تذبح للذكر والانثیٰ سواء فرق لحمها نياً او طبخة بحموضة اوبدونهامع كسرعظمها اولا واتخاذ دعوة اولا اھ[2] ردالمحتار ص ۳۲۶/ج ۵/ دفن کردن سر و پا وغیرہ داخل اسراف است شرعا اصلے ندارد وعدم شکستن استخواں دربعض کتب صرف بغرض فال نیک نوشتہ اندامر شرعی ضروری نیست اھ مجموعہ[3] فتاویٰ ص ۳۰۲/ج ۲/ ومن ذٰلک قول الشافعیؒ واحمد باستحباب عدم كسرعظام العقيقة وانها تطبخ اجزاء كباراتفاؤ لا بسلامة المولود مع قول غيرهما انه يستحب كسر عظمها تفاؤ لا بالذبول وكثرةالتواضع وخمودنارالبشرية اھ میزان شعرانی ص[4] ۵۹/ ج ۲/ سرنائی کوران دائی کو دینا ضروری نہیں چاہے دے یا نہ دے، یہ محض بے اصل رسم ہے بہشتی زیور[5] ص ۱۳/ج ۶/ عقیقہ کی رسموں کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹ ج ۲/۵۷ھ

---

[1] قال مالک: العقيقة بمنزلة النسک والضحايا ولايجوزفيهاعوراء ولاعجفاء ولامكسورة ولامريضة، ويكسر عظامها، ويأكل اهلها، ويتصدقون، تحفة المودود باحكام المولود ص ۶۴/ الفصل الرابع عشر، دارالكتب العلمية بيروت.

[2] شامی نعمانیه ص ۲۱۳/ ج ۵/ اخر كتاب الاضحية.

[3] مجموعة الفتاویٰ ج ۲/ ص ۲۸۸/ باب العقيقه.

ترجمہ: سر اور پیر وغیرہ کا دفن کرنا اسراف کے اندر داخل ہے، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ہڈی کا نہ توڑنا بعض کتب میں صرف نیک فالی کی غرض سے لکھے ہیں، کوئی امر شرعی ضروری نہیں ہے۔

[4] المیزان الکبریٰ للشعرانی مصری ص ۲/۵۹، باب الاضحية والعقيقة، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

عقیقہ دیر سے کرنے کی صورت میں بچہ کے بال اُتارنے میں دیر نہ کی جائے

سوال:- بچے کے سر کے بال پیدائش کے ساتویں دن ہی اتروانا ضروری ہے، یا عقیقہ جب کیا جائے، جب اتروایا جائے؟ عقیقہ سے قبل یا بعد بال اتروا کر چاندی ہم وزن کر کے خیرات کی جاسکتی ہے؟ یا عقیقہ تک بالوں کو رکھنا چاہئے؟ چونکہ عقیقہ کرنے کی اب استطاعت نہیں ہے، ایک سال یا دو سال بعد کرنے کا ارادہ ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ساتویں دن مستحب ہے، اگر اس وقت موقع نہ ہو تو چودھویں روز پھر اکیسویں روز، یہ ترمذی شریف میں ہے[1]، اس کے بعد اگر کرنا ہو تب بھی پیدائش سے ساتویں روز کی رعایت کر لی جائے، عقیقہ خود واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اس کے لئے اتنا اہتمام اور اصرار بھی نہیں کہ کرنا ضروری ہو، سال دو سال بعد عقیقہ کرنا ہو تو اس وقت تک بالوں کا سر پر رکھنا لازم نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۱۳۹۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) الفقه الاسلامی وادلته ص ۲۷۴۹/ج ۴/الفصل الثانی فی العقیقة، رشیدیه.

[2] سرنائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھنا بھی لغو ہے، بہشتی زیور ج ۶/ص ۳۳۴/عقیقے کی رسموں کا بیان۔ ایضاً ص ۱۳/۶، مطبوعہ تھانوی دیوبند،

---

[1] والعمل علی هذا عند اهل العلم یستحبون ان یذبح عن الغلام العقیقة یوم السابع فان لم یتهیا یوم السابع فیوم الرابع عشر فان لم یتهیا عق عنه یوم احدی وعشرین. (ترمذی شریف ص ۲۷۸/ج ۱/تحت باب العقیقة. (مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) اعلاء السنن ص ۱۱۷/ج ۱۷/کتاب الذبائح، باب فی عقیقة، مالابدمنه ص ۱۷۴/رساله احکام عقیقه، مطبوعه همه رنگ کتاب گھر دیوبند. (حاشیہ نمبر ۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عقیقہ کے بالوں کو دفن کیا جائے

سوال:- بعد وزن بال عقیقہ کے دفن کر دیئے جائیں یا پھینک دیئے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دفن کر دے کذا فی کتب الفقہ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا

سوال:- علماء کی زبانی سنا ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے سلسلہ میں عوام کا جو یہ خیال ہے کہ اس کی ہڈیوں کو توڑنا نہ چاہئے یہ بے اصل ہے، اور بدعت ہے لیکن ذیل میں تحفۃ المولود سے چند روایات نقل کرتا ہوں، جن سے اس خیال کی تائید معلوم ہوتی ہے۔

"وقد ذکر ابوداؤد فی کتاب المراسیل عن جعفر بن محمد عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فِی الْعَقِیْقَةِ الَّتِیْ عَقَّتْهَا فَاطِمَةُ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنْ اِبْعَثُوْا اِلیٰ الْقَابِلَةِ مِنْهَا بِرِجْلٍ وَکُلُوْا وَاَطْعِمُوا وَلَا تَکْسِرُوا مِنْهَا عَظْماً وَذَکَرَ الْبَیْهَقِی مِنْ حَدِیْث عَبْدِالْوَهَاب عَنْ عَامِرِالْاَحْوَلِ عَنْ عَطَاءِ عَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ عَنِ الْغُلَامِ شَأتَانِ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] العقیقة عن الغلام وعن الجاریة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة لاسنة ولاواجبة، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۶۲/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الثانی والعشرون فی العقیقة، شامی کراچی ص ۳۳۶/ج۶/قبیل کتاب الحظر والاباحة.

[1] فاذا قلم اظفاره اوجز شعره ینبغی ان یدفن ذٰلک الظفر والشعر المجزوز (الهندیة ص ۳۵۸/ج ۵/الباب التاسع عشر فی الختان الخ (مکتبه کوئٹه پاکستان) شامی کراچی ص ۴۰۵/ج۶/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مالابدمنه ص ۱۷۴/رساله احکام عقیقه، همه رنگ کتاب گھر دیوبند.

وَمُتَکَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِیَةِ شَاةٌ وَکَانَ عَطَاءٌ یَقُوْلُ تُقْطَعُ جَدُوْلٌ وَلَایُکْسَرُلَهَاعَظْمٌ. کیا صحیح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عوام ہڈیوں کے توڑنے کو ناجائز سمجھتے ہیں یہ عقیدہ غلط ہے علماء نے اس کی تردید کی ہے[1]، روایت منقولہ میں جو کچھ ہے وہ وجوبی حکم نہیں بلکہ تفاؤلاً استحبابی چیز ہے[2] اگر اس کو اسی حد تک رکھا جائے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اس کو درجہ واجب دیا جائے، تو اس میں کراہت آجائے گی، "الاصرار علیٰ المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة اھ[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دادیال میں یا نانہال میں عقیقہ

سوال:- بچہ کا عقیقہ کرنا دادہال یعنی باپ دادا کے گھر جہاں بچہ پیدا ہوا ہو، اور عقیقہ کا بکرا ذبح کرنا ننہال یعنی لڑکے کے نانا کے وطن میں کیسا ہے، جبکہ عقیقہ کے اخراجات کا کفیل بچہ کا باپ ہو خواہ عقیقہ کہیں ہو یا جہاں بچہ موجود ہو وہیں عقیقہ کرنا چاہئے، یا بچہ اپنے والدین کے یہاں ہو اور عقیقہ بچہ کے نانا کے یہاں یا بچہ کے بھائی و باپ کے یہاں جو دوسرے وطن

---

[1] وهی شاة تصلح للاضحیة تذبح للذکر والانثیٰ سواء فرق لحمها نیا اوطبخه بحموضة او بدونهامع کسرعظمها اولا واتخاذ دعوة اولا شامی نعمانیه خاتمه کتاب الاضحیةص ۲۱۳/ ج۵/امدادالفتاویٰ ص ۶۲۰/ ج۳/.

[2] وعدم شکستن استخواں در بعض کتب صرف بغرض فال نیک نوشتہ اند امر شرعی ضروری نیست مجموعۃ الفتاوی ص ۲۸۸/ ج۲/ باب العقیقۃ، مطبوعہ دیوبند۔ اعلاء السنن ص ۱۲۱/ ج۱۷/ ادارة القرآن کراچی کتاب الذبائح باب العقیقة، تحفة المودود باحکام المولود ص ۶۲/ دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] سعایةص ۲۶۵/ ج۲/ الفصل فی القرأة، امجداکیڈمی لاهور، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۳۶۷/ ج۲/ کتاب الاضحیة.

میں ہوں بکرا ذبح کرنا درست ہے اور شرعاً کوئی نقص تو نہیں کہ بچہ یہاں اور جانور غیر شہر میں ذبح ہو اور وہاں اس کے اعزہ موجود ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ بچہ ہو اسی جگہ افضل ہے تاکہ بال اتروانے اور ذبح کرنے کا وقت ایک ہی رہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۱ھ

جس بچہ کا عقیقہ نہیں ہوا کیا وہ شفاعت کرے گا

سوال:- بغیر عقیقہ کے شیر خوار بچہ انتقال کر جائے، تو قیامت کے روز ماں باپ کی شفاعت کرے گا یا نہیں، اگر نہیں تو والدین کو اس کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے کوئی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ وہ بچہ شفاعت نہیں کریگا، کذافی فیض الباری[2]

---

[1] مستفاد من هذاالحديث وعن الحسن عن سمرة قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم اَلْغُلَامُ مُرتهن بِعَقِيْقَةٍ تَذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّى وَيَحْلَقُ رَأسَهُ يَوْمَئِذٍ ۱۲/. (مشكوٰة شريف ص ۳۶۲/ ج ۲/ باب العقيقة.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ مرہون ہے عقیقہ پر، تو اس کے جانب سے ساتویں دن ذبح کیا جاوے اور نام رکھا جاوے، اور اسی دن اس کا سر منڈایا جاوے۔

[2] واجود شرق وجه ماذ كره احمد وحاصله ان الغلام اذالم يعق عنه فمات لم يشفع لوالديه، فيض البارى ج۴/ ص۳۳۷/ كتاب العقيقة، مكتبه نعمانيه، زادالمعادص۲۹۷/ ج۲/ فصل فى هديه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى العقيقة موسسة الرسالة، فتح البارى ص۱۳/ ج۱۱/ كتاب العقيقة، باب اماطة الاذى عن الصبى، مطبوعه مكة المكرمه.

ص ۳۳۷/ج ۴/لیکن حنفیہ کے نزدیک عقیقہ واجب نہیں کہ اس کے ترک پر شفاعت سے محرومی ہو شفاعت سقط (ناتمام بچہ جس کا اسقاط ہو جائے) بھی کریگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ

سوال:- ایک شخص اپنے دو لڑکوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، اگر وہ ایک بڑا جانور خرید کر اسے دونوں لڑکوں کے عقیقہ میں ذبح کر دے تو درست ہے یا نہیں، یا اسے تین حصے اور تلاش کرنا پڑیں گے، اسی طرح اگر قربانی کے دنوں میں قربانی کے جانور میں عقیقہ کیلئے بڑے جانور میں چار حصے لیلے اور تین حصے قربانی کے ہوں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ کرنا درست ہے[2] اس کی ضرورت نہیں کہ اور خریدار بھی شریک کئے جائیں ایام قربانی میں اگر چار حصے عقیقہ کے واسطے لئے اور تین حصے قربانی کرنے والوں کے اس میں ہیں تو شرعاً قربانی بھی درست ہو جائے گی اور عقیقہ بھی[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذادخل ابویہ النار فیقال ایھاالسقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسررہ حتی بدخلھما الجنۃ ابن ماجہ شریف ص ۱۱۵/ابواب الجنائزباب ماجاء فیمن اصیب بسقط،ادارۃ الرشیددیوبند.

[2] ولو کانت البدنۃ اوالبقرۃ بین اثنین فضحیابھا اختلفالمشائخ فیہ والمختارانہ یجوز ونصف السبع تبع فلایصیرلحماً الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۵/ج۵/کتاب الاضحیۃ،الباب الثامن، شامی کراچی ص ۳۱۶/ج۶/کتاب الاضحیۃ.

[3] ولونوی بعض الشرکاء الاضحیۃ،وبعضھم دم العقیقۃ لولادۃ ولدلہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بڑے جانور میں عقیقہ کے سات حصے ایام قربانی کے علاوہ میں

سوال:- قربانی کے علاوہ دیگر ایام میں گائے، برائے عقیقہ بحصص سبعہ ذبح کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ زید اپنے لڑکے اور لڑکیوں کا عقیقہ ان دنوں میں بجائے بکروں کے گائے میں حصص کر کے عقیقہ ادا کرنا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایام قربانی کے علاوہ گائے، بھینس، اونٹ مستقل عقیقہ کے لئے ذبح کرنا شرعاً درست ہے، اس میں عقیقہ کے سات حصے ہو سکتے ہیں، معجم صغیر[1] میں حدیث شریف موجود ہے، رسالہ عقیقہ میں جزئیہ اس سے ماخوذ مذکور ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عقیقہ کا سر قصاب کو اجرت میں دینا

سوال:- عقیقہ میں ذبیحہ کا سر بعوض ذبح کرائی دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قربانی میں ذبیحہ کا سر بعوض ذبح کرائی دینا درست نہیں، ہاں ایسے ہی دے سکتے ہیں،

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ولد فی عامه ذٰلک جاز عن الکل خانیة علی الهندیة ص ۳۵۰/ ج۳/ فصل فیما یجوز فی الضحایاومالا یجوز(مکتبه کوئٹه پاکستان)شامی کراچی ص ۳۲۶/ ج۶/ کتاب الاضحیة،بدائع زکریاص ۲۰۹/ ج۴/ کتاب الاضحیة،فصل فی شروط جوازاقامة الواجب.

[1] عن انس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من ولدله ولد فلیعق عنه عن الابل اوالبقر اوالغنم المعجم الصغیرللطبرانی ص ۸۴/ ج ۱/باب من اسمه ابراهیم،مطبوعه مدینه منوره،اعلاء السنن ص ۱۱۹/ ج۱۷/ کتاب الذائح،باب فی العقیقة، ادارةالقرآن کراچی.

[2] رساله عقیقه ص ۱۱/مصنف حضرت مولانانظام الدین صاحب(مطبوعه مجتبائی دهلی)

عقیقہ میں بھی بہتر یہی ہے کہ قربانی جیسا معاملہ کیا جائے،"ولا یعطی اجر الجزار منها لانه کبیع الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار ص ۳۲۱/ج۵/ولایعطی اجر الجزار منها لقوله علیه السلام لعلیؓ تصدق بجلالها وخطامها ولاتعط اجر الجزار۔شامی ص۳۲۱/ج۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۵ھ

گائے، بھینس میں عقیقہ

سوال:-قربانی کے دنوں کے علاوہ بھینس یا گائے میں عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں، مثلاً دولڑکوں اور تین لڑکیوں کی طرف سے ایک کٹرا کر دیا جائے، یا ایک لڑکے کی طرف سے پورا کٹرا کر دیا جائے، تب بھی سنت عقیقہ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس میں کسی بچہ کا ساتواں دن پڑیگا کسی کا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک بھینس یا گائے میں دولڑکوں اور تین لڑکیوں کے عقیقہ کے حصے تجویز کر کے ذبح کرنا درست ہے، سالم گائے بھی ایک کی طرف سے کرنا درست ہے[2]، اگر ساتواں دن گذر چکا

---

[1] الدر المختار مع الشامی نعمانیه ج۵/ص ۲۰۹/کتاب الاضحیة، شلبی علی الزیلعی ص ۹/ج۶/کتاب الاضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، بدائع زکریا ص ۲۲۵/ج۴/کتاب الاضحیة، مایستحب فی الاضحیة.

[2] ویجوز اشتراک اقل من سبعة، وتجوز عن ستة اوخمسة اواربعة اوثلاثة ذکره محمد فی الاصل لانه لما جاز من السبعة فمن دونه اولیٰ مجمع الانهر ص ۱۶۸/ج۴/کتاب الاضحیة (مکتبه دارالکتب العلمیه، اعلاء السنن ص۱۱۷/ج۱۷/کتاب الذبائح، باب فی العقیقة، ادارة القرآن کراچی.

ہے اور کوئی دن ہو جائے تب بھی درست ہے، ساتویں دن کی قید محض مستحب ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۹ھ

گائے، بھینس کے ذریعہ عقیقہ غیر ایام اضحیہ میں

سوال:- ایام قربانی کے علاوہ بچوں کے عقیقہ میں بھینس وغیرہ نیز صرف ایک بچے کے عقیقہ میں پورے بڑے جانور سے عقیقہ درست ہو جائیگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۸۵

عقیقہ میں لڑکے کا ایک حصہ رکھنا

سوال:- زید اپنے بچوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، جن میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے تو کیا ان بچوں کے لئے ایک بھینس کافی ہو سکتی ہے؟ یا ہر ایک لڑکے کی جانب سے دو حصہ لگانا ضروری ہے، اور پھر اس کے عقیقہ نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک روایت[2] میں لڑکے کی طرف سے ایک بکرے کے عقیقہ کو کافی قرار دیا ہے، اگرچہ

---

[1] الجمهور على اجزاء الابل والبقر ايضاً وفيه حديث عند الطبراني وابى الشيخ عن انس رفعه يعق عنه من الابل والبقر والغنم (فتح البارى ص ۱۱/ج ۱۱/كتاب العقيقة) حديث نمبر ۵۴۷۲/ اعلاء السنن ص ۱۱۷/ج ۱۷/كتاب الذبائح، باب فى العقيقة ادارة القرآن كراچى.

[2] عن محمد بن على بن حسين عن على بن ابى طالب قال عق رسول الله (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لڑکوں کی طرف سے ایک ایک حصہ ہوں اور ایک لڑکی کی طرف سے ہو اور ایک بھینس اس مقصد کیلئے ذبح کردی جائے، تب بھی اس کا عقیقہ ہو جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۰ھ

متعدد بچوں کا عقیقہ ایک بھینس میں

سوال: -عقیقہ میں بکرا بکری ہونا چاہئے یا کٹرا اور بھینس بھی مثلاً ہمارے یہاں ایک لڑکا اور دو لڑکی ہیں، تو ان کی طرف سے دو حصہ لڑکے کے نام سے اور ایک حصہ لڑکی کے نام سے پوری بھینس کردی جائے، تو درست ہو جائیگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دو لڑکی اور ایک لڑکے کی طرف سے اگر ایک بھینس یا کٹرا دو سالہ عقیقہ میں کردیا تب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الحسن بشاۃ وقال یافاطمۃ احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہ فضۃ فوزناہ فکان وزنہ درھما اوبعض درھم رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲/باب العقیقۃ)ترمذی شریف ص ۲۷۸/ج ۱/باب ماجاء فی العقیقۃ،ادارۃ القرآن الرشیددیوبند.

ترجمہ: محمد بن علی بن حسین حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اور فرمایا اے فاطمہؓ اس کے سر کا حلق کرو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، چنانچہ ہم نے ان بالوں کا وزن کیا تو ان کا وزن ایک درہم یا آدھے درہم کے بقدر تھا۔

---

[1] الجمھور علی اجزاء الابل والبقر ایضاً وفیہ حدیث عند الطبرانی وابی الشیخ عن انس رفعہ یعق عنہ من الابل والبقر والغنم (فتح الباری ص ۱۱/ج ۱۱/کتاب العقیقۃ)حدیث نمبر ۵۴۷۲/من ولدلہ غلام فلیعق عنہ من الابل اوالبقرۃ اوالغنم دلیل علی جواز العقیقۃ ببقرۃ کاملۃ اوببدنۃ کذالک الخ اعلاء السنن ص ۱۱۷/ج ۱۷/کتاب الذبائح،باب العقیقۃ،ادارۃ القرآن کراچی.

بھی اس کا عقیقہ درست ہو جائے گا، بلکہ سات حصے تک درست ہے[1] بکرا ہونا لازم نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۳/۸۸ھ

اضحیہ کے علاوہ گائے میں عقیقہ کا حصہ

سوال: -عقیقہ میں عیدالاضحیٰ میں تو ساتویں دن کی قید تو نہیں تو کیا درمیان سال میں بھی قید ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ساتویں دن کی قید مستحب ہے لازمی نہیں، جب بھی موقع ہو عقیقہ درست ہو جائیگا، بشرطیکہ بقیہ حصے بھی قربت کی نیت سے ہوں، عقیقہ خود بھی لازم نہیں محض مستحب ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند

---

[1] والبقرة والبعير يجزى عن سبعة اذا كانوا يريدون به وجه الله تعالىٰ والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولايمنع النقصان الهندية ص ۳۰۴/ ج۵/ الباب الثامن الخ(مكتبه كوئٹه پاكستان)من ولدله غلام فليعق عنه من الابل اوالبقرة اوالغنم دليل على جواز العقيقة بقرة كاملة اوببدنة كذالک، اعلاء السنن ص۱۱۷/ج۱۷/كتاب الذبائح،باب العقيقة

[2] العقيقة وهى ذبح شاة فى سابع الولادة وضيافة الناس وحلق شعره مباحة لاسنة ولاواجبة الهندية ص ۳۶۲/ج۵/الباب الثانى والعشرون فى العقيقة (مكتبه كوئٹه پاكستان)شامى كراچى ص ۳۳۶/ج۶/قبيل كتاب الحظروالاباحة.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

سوال:- کتب فقہ کی متعدد کتب مثلاً مسائل الاربعین وغیرہ میں ۷/۱۱/۲۱/دن مہینہ سال وغیرہ میں کرنے کی اجازت تحریر ہے، اور بعض مولوی مثال دیتے ہیں کہ جناب آقائے نامدار ﷺ نے اپنا عقیقہ نبوت کے بعد کیا تھا، اس لئے عمر بھر میں جب چاہیں کرلیں، حضور اکرم ﷺ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کیا تھا، اس وقت تک احکام عقیقہ نازل نہیں ہوئے تھے، یا آپ ﷺ کو شبہ تھا، کہ بچپن میں عقیقہ ہوا یا نہیں، جیسا کہ مظاہر حق باب عقیقہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیقہ کے متعلق شک تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرح سفر السعادۃ ص ۴۸۳ [1] میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے عقیقہ کا علم نہ تھا، اس لئے اپنا عقیقہ کیا تھا، اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری ص ۵۸۴/ج ۹ [2] میں نقل کر کے اس کی سند پر کلام کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

عقیقہ کے لئے جانور خریدا پھر بچہ مر گیا تو اس کو کیا کریں

سوال:- ایک شخص نے اپنے بچہ کے عقیقہ کے واسطے ایک گائے خریدی اتفاقاً بچہ

---

[1] ودر حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چنانچہ در بعض روایات آمدہ وارد ست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ظہورِ نبوت عقیقہ، خود را چوں وقتِ ولادت معلوم وے نشد کہ کردن یا نہ ذبح کرد اما در اسناد آں حدیث ضعیفے ہست، وخالی از بعدے ہم نیست واللہ اعلم، شرح سفر السعادۃ ص ۳۸۳/فصل در سنن حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، نول کشور۔

[2] ان الحدیث الذی ورد ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ لایثبت الخ، فتح الباری ص ۱۳/ ج ۱۱/ کتاب العقیقہ (مکتبہ نزار مصطفی الباز الریاض)

مرگیا، تو اس نے ارادہ ملتوی کر کے گائے بیچ دی اور اس کی کل رقم ایک طالب علم کو بطور امداد دیدی، کیا اس طالبعلم کے لئے وہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس شخص پر عقیقہ واجب رہے گا یا نہیں؟ کیا وہ رقم لینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عقیقہ زیادہ سے زیادہ مستحب ہے لازم نہیں "ویستحب لمن ولد لهٗ ولد ان یسمیه یوم اسبوعه الخ ثم یعق عند الحلق عقیقة اباحة علیٰ مافی الجامع الصغیر او تطوعاً علی مافی الشرح الطحطاوی (شامی مختصراً ص ۲۲۸ / ج ۵ /[1]) العقیقة الخ مباحة لاسنة ولا واجبة (کذا فی الوجیز الکردری عالمگیری ص ۲۷۳ / ج ۵ /[2]).

لہٰذا اس شخص پر عقیقہ واجب نہیں، اور اس نے گائے بیچ کر جو رقم طالب علم کو دیدی ہے وہ بھی صحیح ہے، طالب علم اس کو لے سکتا ہے، اب اس رقم کو طالب علم سے واپس لینا درست نہیں ہے، الصدقة بمنزلة الهبة فی المشاع وغیر المشاع وحاجتها الی القبض الا انها لارجوع فی الصدقة اذا تمت[3] عالمگیری ص ۳۸۸ / ج ۴ / ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴ / ۱ / ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴ / ۱ / ۸۸ھ

گابھن بکری کے دو بچہ دینے پر عقیقہ کا ارادہ کرنا

سوال:- میں نے ایک گابھن بکری خریدی اور زبان سے کہا کہ اگر ایک یا دو بچے

---

[1] شامی نعمانیه ص ۲۱۳ / ج ۵ / خاتمه کتاب الاضحیة.

[2] الهندیة ص ۳۶۲ / ج ۵ / الباب الثانی والعشرون فی العقیقه مکتبه کوئٹه پاکستان، اعلاء السنن ص ۱۱۳ / ج ۱۷ / کتاب الذبائح، باب العقیقة، ادارة القرآن.

[3] الهندیة ص ۴۰۶ / ج ۴ / الباب الثانی عشر فی الصدقة، کتاب الهبة (مکتبه کوئٹه پاکستان) المحیط البرهانی ص ۲۱۲ / ج ۹ / الفصل الثانی عشر فی الصدقة، ادارة القرآن، خانیه علی الهندیة ص ۲۷۴ / ج ۳ / فصل فی الرجوع فی الهبة، مطبوعه کوئٹه.

دے تو لڑکے کا عقیقہ کروں گا، خدا نے دو ہی بچے دیئے، بے روزگاری ومقروض ہونے کی وجہ سے سال بھر تک پالنا مشکل معلوم ہو رہا ہے، خود میرے والد صاحب بھی مصر ہیں، کہ ان کو فروخت کردو، خود میں بھی خرچہ سے پریشان ہوں ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ فروخت کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ بوقت وسعت خرید کر عقیقہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف اتنا کہنے سے آپ کے ذمہ ان بکروں کا پرورش کرنا اور سال بھر پورا ہو جانے پر ان کا عقیقہ کے لئے ذبح کرنا ضروری نہیں[1]، آپ ان کو فروخت کر سکتے ہیں، پھر قربانی کے وقت یا کسی دوسرے وقت بھی عقیقہ کرنا واجب نہیں، آپ کے پاس وسعت ہو اور دل چاہے تو کردیں ورنہ کوئی پکڑ نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۷ھ

صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر

سوال:- ایک عورت کی لڑکی بیمار ہوگئی، اس نے نذر مانی کہ اگر لڑکی روبصحت ہوگئی تو عقیقہ کروں گی جس میں دو جانور ہوں گے، جبکہ لڑکی کیلئے ایک بکری ہے، ایسی صورت میں عقیقہ کے موقع پر دو جانور ضروری ہیں یا ایک جانور کافی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان الفاظ سے نذر منت نہیں ہوئی جب تک یہ نہ کہا ہو کہ ان دو بکریوں کو ذبح کر کے

---

[1] لوقال ن برئت من مرضی هذاذبحت شاةاوعلی شاة اذبحهافبرئ لایلزمه شئ الخ البحر کوئٹه ص ۲۹۶/ج۴/کتاب الایمان شامی کراچی ص ۷۳۹/ج۳/کتاب الایمان.

[2] العقیقة وهی ذبح شاة فی سابع الولادة وضیافة الناس وحلق شعره مباحة لاسنة ولا واجبة (الهندیةص ۳۶۲/ج۵/الباب الثانی والعشرون فی العقیقة مکتبه کوئٹه پاکستان،شامی کراچی ص ۳۳۶/ج۶/قبیل کتاب الحظروالاباحة،فیض الباری ص۳۳۷/ج۴/کتاب العقیقة، حضر راه بکڈپو دیوبند،اعلاء السنن ص ۱۱۳/ج۱۷/ادارة القرآن کراچی.

گوشت صدقہ کروں گی[1] لہٰذا اگر عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرلی تو بھی عقیقہ درست ہوجائیگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

عقیقہ کا کھانا ماں باپ کے لئے

سوال:-عقیقہ کے کھانے کو ماں باپ کھا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عقیقہ کے کھانے میں ماں باپ سب شریک ہوسکتے ہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ کیلئے

سوال:-عقیقہ کے گوشت میں سے بچے کے والدین اور تمام اصول وفروع کھا سکتے ہیں، یا کہ نہیں اگر نہیں تو مخالفت کس درجہ کی ہے، اور اگر کھا سکتے ہیں تو کیا کسی کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت کے اور رسالہ عقیقہ مصنفہ حضرت مولانا نظام الدین میں صفحہ ۱۷/ پر لکھا ہوا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتی،

---

[1] ولو قال ان برئت من مرضی هذا ذبحت شاة او علی شاة اذبحها فبری لایلزمه شئی الا اذا زاد والتصدق بلحمها فیلزمه لان الصدقة من جنسها فرض وهی الزکاة درمختار علی هامش الشامی ص ۷۰/ ج ۳/ نعمانیه شامی کراچی ص ۷۳۹/ ج ۳/ احکام النذور، البحر کوئٹه ص ۲۹۶/ ج ۴/ کتاب الایمان.

[2] درشرح مقدمۃ امام عبداللہ وغیرہ مرقوم است وہی (العقیقۃ) کالاضحیۃ الی قولہ والاکل منہا، ودرخوردن از وکہ خوردن گوشت عقیقہ ہمہ فقیر وغنی وصاحب عقیقہ ووالدین راجائز است مثل گوشت قربانی (مالابد منہ ص ۱۷۳/ رسالہ احکام عقیقہ، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند)

پوتا، نہ کھاویں سو مسلمانوں کی رسم ہے، ''ماراٰہ المؤمنون حسناً فھو عنداللّٰہ حسن '' بلکہ خاتم المحدثین نے حدیث ''کل غلام مرھون بعقیقة'' سے نکالا ہے کہ اس حدیث میں ''رھن '' کا لفظ گروی کے معنی میں ہے، فدیہ دینے پر دلالت کرتی ہے، اس واسطے ماں باپ وغیرہ تو اس کی طرف سے فدیہ دینے والے کا ارادہ رکھتے ہیں، جس کا کھانا مکروہ ہے، چنانچہ اس سبب مسلمانوں کی عادت جاری ہے، کہ ماں باپ اس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقہاء کے فہم کے بموجب اس حدیث میں اس معنی کی طرف لطیف اشارہ ہے، چنانچہ یہ تقریر تحفۃ المشتاق فی بیان النکاح والصداق میں موجود ہے، جس رسالہ کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ مضمون صفحہ ۱۴/ پر بتغیر معناہ موجود ہے، لہٰذا ان تصریحات کی بنا پر کراہت ہوگی یا نہیں، اور اگر نہیں تو ان عبارات کا کیا مطلب ہے، اور دیگر فقہاء کرام کی عبارت بھی تحریر فرمائیں، اور یہ عبارت اگر حدیث وفقہ کی رو سے صحیح نہ ہو تو بالتفصیل اس پر رد کریں کیوں کہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ جرح مبہم بالخصوص مواقع نزاع میں غیر مسموع ہوتی ہے، اسلئے جس طرح اس میں تفصیل سے کراہت کو ثابت کیا ہے، اسی طرح رد کریں یا کہ تائید فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے ائمہ ثلاثہ سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی صراحت منقول نہیں ہے، عموماً کتب فقہ اس سے خالی ہیں حدیث شریف میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے، جس بنیاد پر مکروہ کہا گیا ہے، اس کی حیثیت دلیل شرعی کی نہیں بلکہ محض نکتہ اور لطیفہ کی ہے، اس سے زائد نہیں، ثبوت کراہت کے لئے شرعی دلیل درکار ہے، اور ادلۂ شرعیہ چار ہیں، رہا مسلمانوں کی عادت کا حال سو وہ دونوں قسم کی ہے، کسی ایک چیز پر اجماع یا توارث نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ کے قریب حضرت امام مالکؒ ہیں وہ فرماتے ہیں'' ویاکل اھلھا من لحمھا ویتصدقون منھا اھ ''موطا مالک، ص ۱۸۶/[1] العمل فی العقیقة۔ اوجز میں ہے قال الموفق وسبیلھا فی الاکل

[1] موطأمالک ص ۱۸۶/العمل فی العقیقة، کتاب العقیقة.

والصدقة سبيل الاضحية اھ اوجز المسالک ص۲۲۱/ج۹/[1]

جب عقیقہ اس باب میں بمنزلہ اضحیۃ کے ہے حالانکہ اضحیہ واجب ہے، اس کا تقاضہ تھا کہ پوری اضحیہ کو صدقہ کرنا واجب ہوتا، جس طرح کہ نذر واجب کا حال ہوتا ہے، لیکن صاحب اضحیہ کو خود کھانا شرعاً درست ہے، تو پھر عقیقہ تو واجب ہی نہیں اس کے کھانے میں بظاہر کوئی اشکال نہیں یا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ عقیقہ واجب ہوتا، مگر وہ واجب نہیں تو پھر گروی قرار دے کر کھانے کی ممانعت محض درجۂ لطائف میں ہے، درجۂ مسائل میں نہیں عقیقہ ساتویں روز کیا جاتا ہے، ترمذی کی ایک روایت سے اکیسویں روز تک کا بھی ثبوت ملتا ہے[2] پھر سوال میں یہ دریافت کرنا کہ عقیقہ کے گوشت ہی سے بچہ کے والدین اور تمام اصول وفروع کھا سکتے ہیں یا کہ نہیں بہت غور طلب ہے غالباً اصول کے ساتھ فروع کو طرداً ذکر کر دیا گیا ورنہ سات روز کے بچہ کے فروع کہاں سے پیدا ہو جائیں گے، یا ممکن ہے کہ سوال اس صورت میں ہو جب کہ بچہ صاحب اولاد ہو کر خود اپنا عقیقہ اپنے بچے کے ساتھ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ

سوال:- بچہ کے پیدا ہونے پر بعض لوگ کچھ فاصلہ سے بچہ کے کان میں اذان وتکبیر کہتے ہیں اس لئے کہ بچہ کے قریب ہونے سے نفرت کرتے ہیں، تو کیا مسنون طریقہ سے اذان ہو جائے گی یا نہیں؟

---

[1] اوجز المسالک ص ۲۲۱/ج ۹/المکتبة الامدادیه، مکة المکرمه.

[2] یستحبون ان یذبح عن الغلاء العقیقة یوم السابع فان لم یتهیأ یوم السابع فیوم الرابع عشر فان لم یتهیا الغلاء عق عنه یوم احد وعشرین (ترمذی شریف مع العرف الشذی ص ۲۷۸/ج ۱/باب ماجاء فی العقیقة، مطبوعه رشیدیه دهلی، مالابدمنہ ص۱۶۵/رسالہ احکام عقیقۃ، ہمہ رنگ کتاب گھر۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بچہ پیدا ہونے کے بعد اسکو پاک صاف کرکے اس کے کان کے قریب اذان و اقامت کہی جائے، اس سے نفرت نہ کی جائے، کان میں اس زور سے آواز نہ دی جائے کہ بچہ پریشان ہوجائے اور آواز کو برداشت نہ کرسکے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۰ھ

تحنیک کا طریقہ

سوال: -تحنیک کسے کہتے ہیں اس کا طریقہ کیا ہے، ایا سنت ہے یا مستحب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحنیک مستحب ہے، اس کا طریقہ ہے کہ میٹھی چیز جیسے ترکھجور یا شہد اس کے تالو یا زبان میں لگادیا جائے، چاہے پہلے اپنے منھ میں کھجور لیکر اس کو نرم کرکے لعاب سے بچے کی زبان اور تالو پر لگادیا جائے تاکہ بچہ کی زبان میں شرینی ہو تلخ نہ ہو، یعنی اس کی زبان سے بڑے نرم اور شیرینی الفاظ ادا ہوں سخت اور تلخ الفاظ نہ بولے بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کی زبان پر تحنیک کا ذائقہ پہنچے اگر اس کا موقع نہ ہو بلکہ پہلے دوا یا کوئی چیز یا دودھ پلادیا گیا، پھر تحنیک کردی جائے تب بھی مضائقہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فیرفع المولود عندالولادة علی یدیه مستقبل القبلة یؤذن فی اذنه الیمنٰی ویقیم فی الیسری او یلتفت فیهما بالصلوٰة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار، التقریرات الرافعی علی رد المختار ج ۱/ص ۴۵/باب الاذان، مرقاة المفاتیح ص ۱۶۰/ج۸/باب العقیقة، مطبوعه کراچی، بذل المجهود ص ۳۰۲/ج۵/باب ماجاء فی المولود یؤذن فی اذنه، مکتبه رشیدسهارنپور.

[2] وبعدازاں خرمایا شئی شیریں خائیدہ درکام اولیسند وایں راتحنیک گویند واولیٰ برائے تحنیک تمراست پس رطب پس شہد۔ مالابدمنہ، ص ۱۷۵/رسالہ احکام عقیقہ، مرقاة المفاتیح ص ۱۵۴/ج۸/قبیل کتاب الاطعمة، باب العقیقة، مطبوعه کراچی، بذل المجهود ص ۳۰۲/ج۵/باب ماجاء فی المولود یؤذن فی اذنه، مکتبه رشیدسهارنپور.

تم الجزء السادس والعشرون
بحمد الله واحسانه وتوفيقه تعالىٰ
وبمنه وكرمه ويليه الجزء السابع
والعشرون اوله كتاب الحظر
والاباحة انشاء الله تعالىٰ ربنا تقبل منا
انک انت السميع العليم وتب علينا
انک انت التواب الرحيم بحرمة
حبيبک سيد المرسلين وصلى الله
تعالىٰ عليه وعلى اٰله واصحابه
اجمعين الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول:- کھانے پینے کے مسائل

فصل اول:- کھانے پینے کے آداب اور اس کے مکروہات

وضو اور غسل کے بعد دوبارہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟

سوال:۔ کھانا تناول کرتے وقت ہاتھ تر رہنا سنت ہے، نیز اگر غسل کر کے آیا تب بھی ہاتھ دھونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے، اگر چہ وضو غسل نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر آیا ہو[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وغسل اليدين قبله وبعده شامی زکریا، ج۹/ص ۴۹۰/کتاب الحظر والاباحة،قبيل فصل فی اللبس، مجمع الأنهر ص ۱۸۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی الأكل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم بركة الطعام الوضوء قبله (ای تكريماله) والوضوء بعده .مرقاة، ج۴/ص ۳۷۸/ كتاب الاطعمة، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

کھانے سے پہلے بسم اللہ

سوال:۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، صحیح مسئلہ اور مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور وضو میں کیا پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانا شروع کرتے وقت **بسم اللّٰہ وعلیٰ برکۃ اللّٰہ** پڑھے،[1] اور وضو کرتے وقت **بسم اللّٰہ العظیم والحمد للّٰہ علیٰ دین الاسلام** پڑھے یا **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** پڑھے، یا ہر دو کو جمع کرکے، کذا فی الطحطاوی،[2] ص ۴۰/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۰ھ

کھانے کی ابتدا اور اختتام نمک پر

سوال:۔ اگر دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں، مثلاً شیرینی، نمکین تو ابتدا کس سے کرے، اور اختتام کس سے کرے؟ مسنون طریقہ بیان فرمائیں، ہر ایک کا جواب مع حوالہ تحریر ہو؟

---

[1] عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر رضی اللّٰہ عنہما اتوا بیت ابی ایوب فلما اکلوا وشبعوا قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خبز ولحم وتمر وبسر ورطب اذا اصبتم مثل ھٰذا فضربتم بایدیکم فکلوا بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ المستدرک للحاکم ص ۱۲۰ ج۴ حدیث ۷۰۸۴ کتاب الاطعمۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] وقیل عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لفظھا باسم اللّٰہ العظیم والحمد للّٰہ علی دین الاسلام وقیل الافضل بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فی البنایۃ عن المجتبیٰ لوقال بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم باسم اللّٰہ العظیم والحمد للّٰہ علیٰ دین الاسلام فحسن الخ ،طحطاوی علی المراقی ص۵۳، مطبوعہ مصر، کتاب الطھارۃ، فصل فی سنن الوضوء، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸ ج ۱ کتاب الطھارۃ، حلبی کبیر ص ۲۱ سنن الوضوء، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

نمکین سے ابتداء کرے نمکین ہی پر ختم کرے، "من السنة ان يبدأ بالملح ويختم بالملح اھ[1] عالمگیری۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵/۶۲ھ

کھانے کی ابتداء داہنی طرف سے

سوال:۔ دعوت وضیافت وغیرہ میں جو عام طور پر کھاتے اور کھلاتے ہیں، کھانا کھانے کی ابتداء کس طرف سے کریں، یعنی اپنی دائیں جانب سے یا کھانے والوں کی دائیں جانب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنی داہنی جانب سے معطی تقسیم کرے یا محفل میں اگر کوئی سربرآوردہ ہو تو اس سے ابتدا کرکے اس کی داہنی جانب کو تقسیم کرے (الايمن فالايمن) حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی داہنی جانب سے تقسیم فرمائی، جیسا کہ صحاح کی روایت میں ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری، ج۵/ص ۳۳۷/ کتاب الكراهية، الباب الحادى، عشر فى الكراهة فى الاكل ومايتصل به، شامى زكريا، ج۹/ص ۴۹۱/، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الأكل، بحر ص ۱۸۴ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى الأكل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] عن انس ابن مالكؓ ان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم اتى بلبن قد شيب بماء وعن يمينه اعرابى وعن يساره ابوبكر فشرب،ثم اعطى الاعرابى ،وقال الايمن فالايمن .ابواب الاشربة باب ماجاء ان اليمين احق بالشرب، ترمذى شريف ص ۱۱/ج۲/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند بخارى شريف ص ۸۴۰ ج۲، كتاب الاشربة، باب الأيمن فالأيمن فى الشرب، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کھانے کے لئے بلانے پر بارک اللہ کہنا

سوال:۔کھانا کھانے والے کو بارک اللہ کہہ کر جواب دینا جو متعارف ہے، اس کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

"عن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دعی احدکم فلیجب فان کان مفطرا فلیا کل وان کان صائماًدعالہ بالبرکۃ[1]اھ" (عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳۱) کھانے کیلئے بلانیوالے کے جواب میں عدم اکل کی صورت میں بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

دسترخوان پر سب ایک روٹی میں سے کھائیں یا الگ الگ ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھائیں ؟

سوال:۔ہر شخص دسترخوان پر الگ روٹی رکھ کر کھاوے یا ایک روٹی میں سے سب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۱ باب الاشربۃ، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۱۷۴ ج۲ کتاب الاشربۃ، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما علٰی یمین المبتدی، مطبوعہ سعد دیوبند.

(صفحہ ھذا) [1] کتاب عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳۱ باب ما یقول إذا حضر الطعام وھو صائم، دائرۃ المعارف حیدرآباد، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص۱۰۷ حدیث ۳۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی کو دعوت دی جائے تو چاہئے کہ وہ قبول کرے، اگر اسکا روزہ نہو کھانا کھالے اور اگر روزہ ہو تو وہ اس کو برکت کی دعا دیدے۔

توڑ کر کھاویں؟ ایک روٹی کو توڑ کر چار حصے کر لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب طرح ٹھیک ہے، الگ الگ روٹی کھانے میں اپنی خوراک کا اندازہ باقی رہتا ہے، افراط وتفریط نہیں ہوتی، مشترک کھانے میں اتحاد واتفاق کا پہلو غالب ہے، چار ٹکڑے کرنے کا دستور ان علاقوں میں ہے جن میں شیعوں کا زور ہے، اور اس سے اشارہ خلفائے اربعہ کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں، شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھانے کے بعد کلی کا پانی پینا

سوال:۔ کھانے کے بعد کلی کرنے والا منہ کا پانی پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر منہ میں کھانے کے اجزا موجود ہیں اور آدمی یہ چاہے کہ وہ اجزاء ضائع نہ ہوں، اس نیت سے وہ پانی پی لے تو یہ نیت اور عمل درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۲ھ

کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھو کر پینا

سوال:۔ آندھرا میں کچھ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اس کھانے

---

[۱] انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی مشکوٰۃ شریف ص ۱۱، بخاری شریف ص ۲ ج ۱ باب بدء الوحی الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، اور پس آدمی کے لئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔

والے برتن میں ہاتھ دھوکر اور برتن کو صاف کر کے وہ پانی پینا سنت ہے، حضرت امام غزالیؒ کی کتاب کیمیائے سعادت جلد ۷/آداب الطعام میں اس صورت مذکور میں ایک غلام آزاد کرنے کی فضیلت کا ثواب لکھا ہے، اس کتاب کو وہ لوگ حوالہ میں پیش کرتے ہیں، صحیح صورت مسئلہ سے آگاہی بخشی جائے، عنایت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

برتن کو صاف کرنے کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے، اور اس برتن کا گناہ معاف ہونے کی دعا کرنا بھی ثابت ہے[1]، مگر جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ کسی حدیث میں دیکھنا مجھے محفوظ نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/ ۹۰ھ

کھانے کے برتن میں ہاتھ دھوکر اس پانی کو پینا

سوال:۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھوکر

---

[1] عن نبيشة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل فى قصعة ثم لحسها تقول له القصعة اعتقك الله من النار كما اعتقتنى من الشيطان رواه رزين مشكوٰة ،ص ۳۶۸/ كتاب الاطعمة،قبيل باب الضيافة، وفى رواية احمد استغفرت له القصعة، شامى زكريا ج۹/ص ۴۹۱/ كتاب الحظر والاباحة، مرقاة ج۴/ص ۳۹۰/ قبيل باب الضيافة، مطبوعه ممبئى، جمع الفوائد ص۴۴۷/ ۱/ كتاب الاطعمة، آلات الطعام الخ، مطبوعه المكتبة الجامعة مكة المكرمة، ابن ماجة ص۲۳۵ كتاب الاطعمة، باب تنقيح الصحفة، مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی پیالہ میں کھانا کھائے، پھر اس کو چاٹ کر صاف کرے وہ پیالہ اس کے لئے دعا دیتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو آگ (جہنم) سے اسی طرح آزاد کرے، جس طرح تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا۔

[2] البتہ احیاء العلوم میں برتن دھوکر پینے سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب لکھا ہے وأن يلعق القصعة ويشرب ماء ها ويقال من لعق القصعة وغسلها وشرب ماء ها كان له عتق رقبة الخ احياء علوم الدين ص۶ ج۲ كتاب اداب الاكل، القسم الثالث ما يستحب بعد الطعام، مطبوعه مصر.

دھوئے ہوئے پانی کو پی لیتے تھے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گذری جس میں یہ ہو کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا کر اس برتن میں ہاتھ دھو کر اسی دھوئے ہوئے پانی کو پی لیا کرتے تھے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۰ھ

کھانے کے بعد برتن کو دھو کر پینا

سوال:۔ایک ضیافت میں کھانے سے فارغ ہو کر چند بزرگوں نے اپنی کھائی ہوئی رکابی کو دھو کر خود پی لیا، چند لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ کراہت سے خالی نہیں، کیا یہ فعل واقعی کراہت کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض حضرات جو کہ اللہ کے رزق کی زیادہ قدر کرتے ہیں، وہ اس نیت سے کہ رکابی میں جو حصہ لگا ہوا ہے، وہ بھی ضائع نہ ہو، اس کو دھو کر پی لیتے ہیں، برتن صاف کرنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے، اور وہ یہ کہ جو شخص برتن کو صاف کرتا ہے، برتن اس کے لئے دعا دیتا ہے، کہ اللہ پاک تجھے گناہوں سے اسی طرح صاف کردے، جس طرح تو نے مجھے صاف کیا ہے[1]، اس خیال سے بھی دھو کر پی لیتے ہیں، اگر کوئی بزرگ ایسا کرتا ہے، تو اعتراض

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من أکل فی قصعة ثم لحسها تقول لهٗ القصعة،اعتقک اللہ من النار کما اعتقتنی من الشیطان. مشکوٰة شریف ص۳۶۸/مرقاة ج۴/ص ۳۹۰/کتاب الاطعمة، قبیل باب الضیافة، ابن ماجة شریف ص۲۳۵ کتاب الاطعمة، باب تنقیح الصحفة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

کی کیا ضرورت ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۰ھ

کھانے کے بعد کیا مٹھائی کھانا سنت ہے

سوال: ۔عوام الناس میں مشہور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد میٹھائی کھانا سنت ہے، یہ کہاں تک درست ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا پسند تھا[1] اور زیادہ تر کھانا تو یہی ہوتا تھا، کہ کھجور کھالی، پانی پی لیا، کئی کئی وقت کھجور کی نوبت بھی نہیں آتی تھی[2] شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے[3] تین تین چاند نظر آتے تھے کہ گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی، کبھی گوشت آگیا، تو آگ سلگنے کی نوبت آتی[4] کبھی صرف دودھ ہی پی لیا، اس میں شکر نہیں ہوتی تھی، حق تعالیٰ

---

[1] عن عائشة قالت كان رسول الله صلّى الله عليه وسلم يحب الحلواء، مشكوة شريف ص ۳۶۴، كتاب الاطعمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن عائشةؓ قالت كان يأتى علينا الشهر ما نو قد فيه ناراً انما هو التمر والماء مشكوٰة شريف ص ۳۶۵ كتاب الاطعمة، الفصل الاول، مسلم شريف ص ۴۱۰ ج ۲ كتاب الزهد، مطبوعه بلال ديوبند.

[3] عن انس عن ابى طلحة قال شكونا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجراً فرفع رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم عن بطنه عن حجرين، شمائل ترمذى ص ۲۵ باب ما جاء فى عيش النبى صلى الله عليه وسلم، مشكوٰة شريف ص ۴۴۸ باب فضل الفقراء، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بخارى شريف، ج ۲/ص ۵۸۸/كتاب المغازى،باب غزوة الخندق.

[4] عن عائشةؓ انها كانت تقول والله يا ابن اختى ان كنا لننظر الى الهلال ثم الهلال ثم لهلال ثلاثة اهلة فى شهرين وما اوقد فى ابيات رسول الله صلى الله عليه وسلم نار الحديث، مسلم شريف ج ۲/ص ۴۱۰/ كتاب الزهد، مطبوعه رشيديه دهلى،

نے فرمایا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو پہاڑوں کو سونا بنا دیا جائے، جواب میں عرض کیا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز کھانا ملے تا کہ کھا کر شکر ادا کروں، ایک روز بھوکا رہوں تا کہ صبر کروں[1] کذافی المشکوٰۃ وغیرھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

لوٹے کا پانی چلّو بنا کر پینے کا طریقہ

سوال: ۔مٹی کے لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے، ایک شخص اس لوٹے کو داہنے ہاتھ سے اٹھا کر بائیں ہاتھ کو بطور چلو استعمال کرتا ہے، تو یہ عمل طرز سنت داہنے ہاتھ سے پانی پینے میں شمار ہوگا یا بائیں ہاتھ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر چلو سے پانی پینا ہو تو داہنے ہاتھ سے چلو لے کر پینا چاہئے، بائیں ہاتھ سے لوٹا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں ڈال کر پیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکۃ ذھبا فقلت لایارب ولکن اشبع یوماً واجوع یوماً فاذا جعت تضرعت الیک وذکرتک واذاشبعت حمد تک وشکرتک. مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۲/ کتاب الرقاق.

[2] عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا أکل احدکم فلیأکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ رواہ مسلم . مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۳/ مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، کتاب الاطعمۃن الفصل الاول، ابن ماجہ شریف ص ۲۳۵ ابواب الاطعمۃ، باب الأکل بالیمین، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۱۷۲ ج ۲ کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام الخ، مطبوعہ سعد دیوبند.

ترجمہ: ۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔

کھانا کھاتے وقت چارپائی کی کس جانب بیٹھے

سوال:۔زید کہتا ہے کہ چارپائی پر بیٹھ کر پائنتان کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہئے، جولوگ سرہانے بیٹھ جاتے ہیں، ان کا منہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے، لہٰذا یہ رزق کو توہین ہے، سواس طرح کھانا ناجائز ہے، کیا زید کا خیال ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ چیز عرفاً کھانے کی توہین نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں ہے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوشت کا دھونا

سوال:۔ذبح کے بعد جو گوشت جانور سے علیحدہ کیا جاتا ہے کیا اس کو پاک کر کے پکانا چاہئے کیونکہ اس میں کچھ خون کا اثر ہوتا ہے، اور خون ناپاک ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کے دھونے کی ضرورت نہیں، وہ ناپاک نہیں۔طحطاوی ص۸۳/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والعرف فی الشرع له اعتبار، لذا علیه الحکم یدار، رسم المفتی ص ۹۴ مطبوعه سعیدیه سهارنپور.

[2] المسفوح ولوعلی اللحم فهو نجس لاالباقی فی اللحم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکانا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک ہوٹل پر گوشت بغیر دھوئے ہوئے پکایا جاتا ہے، اس میں خون کا جز بہت کچھ ہوتا ہے، ان سے دھونے کے لئے کہا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ گوشت دھونے سے سالن کا رنگ خراب ہوجائیگا، آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ خون سنا ہوا گوشت یوں ہی بغیر دھوئے پکایا جائے تو وہ کھانے کے لئے ٹھیک ہے یا پھر حرام، مکروہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جانور کو ذبح کرتے وقت جب خون نکل گیا اور گوشت پر اس کا اثر باقی رہ گیا تو اس گوشت کا دھونا ضروری نہیں وہ گوشت پاک ہے[1] البتہ اگر گوشت کو مستقل جداگانہ خون لگ گیا تو گوشت کو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه ليس بمسفوح ولمشقة الا حتراز عنه (طحطاوی علی المراقی، ص۱۲۲/باب الانجاس والطهارة عنها. مكتبه مصر، الحلبی الكبير ص۱۹۵ فصل فی الآسار، سهيل اكيڈمی لاهور، النهر الفائق ص۱۴۷ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحه هذا) [1] لاالباقی فی اللحم المهزول والسمين والباقی فی عروق المذكی ودم الكبد والطحال والقلب فانه طاهر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۱۲۲ باب الانجاس والطهارة عنها، النهر الفائق ص۱۴۷ ج ۱ باب الانجاس، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۹ ج ۱ باب الأنجاس.

[2] وما لزق من الدم السائل باللحم فهو نجس، عالمگيری ج ۱، ص۴۶ كتاب الطهارة، الباب السابع، الفصل الثانی، حلبی كبير ص۱۹۵ فصل فی الآسار، الشرط الثانی، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص۱۲۲ باب الانجاس والطهارة عنها.

بعد عصر کھانا پینا

سوال: ۔عصر مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، عوام نے اس کے متعلق جو کچھ تراش رکھا ہے وہ غلط ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا

سوال: ۔یہاں افریقہ میں کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا رواج ہے، نیز کھانا کھاتے وقت جوتے بھی نہیں اتارتے کیا اس طرح کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے،[2] جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے وہاں بالکل ممنوع ہے، جہاں شعار نہیں بلکہ عام ہے کہ صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے وہاں اس میں اس درجہ تشدد نہیں، بلکہ فی الجملہ خفت ہے،[3] لیکن خلاف سنت پھر بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] اغلاط العوام، ص ۱۸۹، کھانے پینے کے اغلاط، مطبوعہ شمس پبلشرز دیوبند۔

[2] احسن الفتاویٰ، ج ۸/ص ۱۲۱/، کھانے پینے کی حلال وحرام اشیاء، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۔

[3] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھومنھم. مشکوٰۃ ص ۳۷۵/ مرقاۃ ج ۴/ ص ۴۳۱/ کتاب اللباس، مطبع اصح المطابع دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۵۵۸ ج ۲ کتاب اللباس، باب ما جاء فی الأقبیۃ.

ترجمہ: ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر سالن نکالنا

سوال:۔ چند آدمی ساتھ کھانا کھاتے ہیں، سب کے درمیان میں بڑے پیالہ میں دال ہے، اور ایک ہی چمچہ ہے، سب لوگ اپنے اپنے ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال نکالتے ہیں، ان میں سے ایک شخص جو بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال لیتا ہے، تاکہ ڈنڈی خراب نہ ہو، جس پر اور لوگ ناراض ہوتے ہیں، اس میں کس کا فعل قبیح اور کس کا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

افضلیت والے اور عمدہ کام کا داہنے ہاتھ سے کرنا ثابت ہے، اور اس کی ترغیب بھی ہے،[1] کھانے کے لئے دال نکالنا بھی اس میں داخل ہے، مگر اس کی وجہ سے تشدد نہ کیا جائے، بہت سے بہت نرمی سے سمجھا دیا جائے، البتہ کھانا پینا داہنے ہاتھ سے ہی کیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۰/۸۷ھ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کانت یدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الیمنی لطهوره وطعامه وکانت یده الیسریٰ لخلائه وماکان من أذی رواه ابوداؤد، مشکوٰة شریف ص ۴۲/ باب اداب الخلاء، الفصل الثانی (قوله وطعامه) ای لاکله وشربه وماکان من مکرم کالاعطاء والاخذ واللبس والسواک والتنعل والترجل، مرقاة ص ۱/۲۸۹، ص ۱/۳۱۲، مکتبه اصح المطابع بمبئی.

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ طہارت اور کھانے کیلئے تھا اور بایاں ہاتھ خلا کیلئے اور ناپاکی وغیرہ کیلئے تھا۔

[2] عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لیأکل احدکم بیمینه ویشرب بیمینه ولیعط بیمینه ولیاخذ بیمینه فان الشیطان یأکل بشماله ویشرب بشماله ویعطی بشماله ویأخذ بشماله، ابن ماجه شریف ص ۲۳۵ ابواب الاطعمة، باب الأکل بالیمین، مطبوعه اشرفی دیوبند.

کھانا گرم کھانا چائے گرم پینا

سوال:۔گرم کھانے کے لئے منع فرمایا گیا ہے، مگر آج کل گرم چائے اور گرم کھانے کا رواج ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گرم کھانا جو برداشت نہ ہو سکے اس سے منع کیا گیا ہے، اور جو برداشت ہو سکے اس سے منع نہیں کیا گیا، ورنہ روٹی، سالن، چائے سبھی چیزیں گرم کھائی جاتی ہیں، اور ٹھنڈا کرنے سے اس کی لذت اور خاصیت میں فرق آجاتا ہے، یہی حال چائے کا ہے، ٹھنڈا کرنے کے بعد وہ چائے نہیں رہے گی بلکہ شربت بن جائے گی، شروحِ حدیث سے یہی تفصیل مستفاد ہوتی ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

آب زمزم گرم کر کے پینا

سوال:۔سردی کے موسم میں آب زمزم کو گرم کر کے پینا کیسا ہے؟ آیا آب زمزم شریف کو گرم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ماء زمزم لماشرب له (الحدیث[1]) آب زمزم ٹھنڈا بھی نقصان نہیں دیتا، بلکہ

---

[1] ابردوابالطعام فان الحار لابركة فيه، قوله ابرد وأى اخروه الى البرودة بحيث لاتحصل مشقة بوضعه فى الفم وامساكه باليد وان لم توجد شدة البرودة(حاشية شيخ الاسلام محمد بن سالم حنفى على السراج المنيرشرح الجامع الصغير، ج ۱/ص ۲۲/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جس مقصد کے لئے پیا جائے اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرماتے ہیں[1] تاہم گرم کرنا بھی ممنوع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

کھانے پر پھونک مار کر کھانا

سوال: ۔کھانے کی چیزوں پر پھونک مارنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گرم کھانے پر پھونک مار مار کر کھانا خلاف ادب ہے[2] ذرا صبر کرنا چاہئے، تاکہ زیادہ گرم نہ ہو، اور سہولت سے کھایا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۲/۹۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) حرف الهمزة،مطبوعه دارالفكر، فيض القدير ص۷۷ج۱ رقم الحديث ۵۰، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] فی حديث جابربن عبدالله سمعت رسول الله ﷺ يقول ماء زمزم لماشرب له سنن ابن ماجه، ص۲۲۰/ باب الشرب من زمزم ،ابواب المناسک، سنن الدار قطنی ص۲۲۵/۱، کتاب الحج، باب المواقيت، مطبوعه دارالفكر بيروت، مستدرک حاکم ص۶۴۶/۱، کتاب المناسک، مطبوعه دارالفكر بيروت، سنن بيهقی ص۱۴۸/۵، کتاب الحج، باب سقاية الحاج، ص۲۰۲/۵، باب الرخصة فی الخروج بماء زمزم، مطبوعه دارالفكر بيروت،

(صفحہ ہذا) [1] لماشرب لهٗ ای لكل مهم من مهمات الدنيا والاخرة ولايحصیٰ كم شرب من الائمة لامور نالوهابه (انجاح الحاجة ص۲۱۹/ وراجع فتح القدير ج۲/ص۵۰۵/ کتاب الحج، فضل ماء زمزم، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] ويكره النفخ فی الطعام الخ شامی زكريا ،ج۹/ص۴۹۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الأكل تحت تتمه، البحر الرائق ص۱۸۴ج۸ کتاب الكراهية، فصل فی الأكل، مطبوعه الماجديه كوئٹه، المحيط البرهانی ص۵۴ج۸ کتاب الكراهية، الفصل الثانی عشر الكراهية فی الأكل، مطبوعه ڈابهيل.

ننگے سر کھانا اور کھانے کی حالت میں سلام کرنا

سوال:۔ کیا ٹوپی اوڑھ کر کھانے کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے، نیز کھانے کے وقت سلام کرنا یا جواب دینا کیسا ہے، کیا اس کی بھی ممانعت ہے، اور حضور ﷺ سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

"ولابأس بالاکل مکشوف الرأس وهو المختار کذافی الخلاصة، ج۵/ص۳۳۷/ (فتاویٰ[1] عالمگیری، ج۲/ص۱۰۵/) اس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھاتے ہوقت ٹوپی لازم نہیں ،بغیر اس کے مضائقہ نہیں، لیکن اگر کسی جگہ کفار یا فساق کا شعار ہو کہ وہ ننگے سر کھاتے ہوں تو مشابہت سے بچنا لازم ہے، "مرّ علی قوم یاکلون ان کان محتاجاً وعرف أنهم یدعونه سلم والا فلاکذا فی الوجیز للکردری، عالمگیری[2] ج۵/ص۳۲۵/.

جب کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو تو جانے والا اس کو سلام نہ کرے، الا یہ کہ بھوکا ہو کھانے کا خواہشمند ہو اور انداز ہو کہ وہ اسے کھانے کے لئے بلالیں ایسے شخص کے سلام کا جواب لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کچی پیاز کھانے میں ملا کر کھانا

سوال:۔ ہمارے یہاں پیاز چٹنی میں ملا کر کھایا کرتے ہیں، کیا اس طرح سے کچی

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۳۷، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر، شامی زکریا ص۹/۴۹۰، کتاب الحظر والاباحة،

[2] عالمگیری ،دارالکتاب دیوبند ج۵/ص۳۲۵/ کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، شامی زکریا ص۵۹۵ ج۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع.

پیاز چٹنی میں ملا کر کھانا درست ہے، یا پکا کر ہی کھانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح کھانا بھی حرام نہیں، لیکن یہ کہ اس سے صفائی ضروری ہے، مسجد میں اسی حالت میں جانا کہ پیاز وغیرہ کی بدبو ساتھ ہو منع ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

بازار جانا اور دوکان پر بضرورت بیٹھنا چلتے پھرتے کھانے کا حکم

سوال:۔ بازار میں جانا اپنے مسلمان دوست کی دوکان پر بیٹھ کر وقت گزارنا کیا ناجائز ہے، اور شارع عام پر فالتو کھانے پینے کے بارے میں بھی تحریر فرمائیں، کیا حکم ہے، علماء حفاظ کے لئے بھی کوئی حکم اس بارے میں ہو تو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی عالم اہل فتویٰ اس لئے جائے کہ کسی کی دوکان پر بیٹھ کر دوکاندار اور خریدار کے معاملات دیکھے اور غور کرے کہ یہ معاملات شرعی حد کے اندر ہیں، یا خارج اور معاملات

---

[1] وأكل نحوثوم ويمنع منه (قوله واكل نحوثوم) أ ى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة(درمختار مع الشامى كراچى، ج ۱/ص ۶۶۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب فى الغرس فى المسجد)، عمدة القارى ص۱۴۶ ج۳ جزء ۶، كتاب الاذان، باب ما جاء فى الثوم النئ والبصل الخ، مطبوعه دار الفكر بيروت، حلبى كبيرى ص۶۱۰، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

میں عرف کیا ہے، تاکہ شرعی احکام میں بصیرت ہو تو شرعاً درست ہے[1] محض وقت گذاری اور تفریح کے لئے نہیں بیٹھنا چاہئے بازاروں کو مقاعد الشیاطین فرمایا گیا ہے، اہل علم اور فتویٰ کے لئے زیادہ غیر موزوں ہے، کوئی شخص اگر اپنی دوکان پر ایسے طریقہ پر کھانا کھاتا ہے، کہ سڑک کی طرف رخ نہ ہو اور عام لوگوں کی نظر نہ پڑے، اس کے ساتھ کبھی کوئی مہمان بھی آجائے، اور کھانے میں شریک ہو جائے، تو مضائقہ نہیں، شارع عام پر بیٹھ کر یا چلتے پھرتے کھانا خلاف مروت ہے، اس سے پورا اجتناب کیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۸ھ

پان، سگریٹ وغیرہ کا استعمال راستہ میں

سوال:۔ اکثر لوگ بازاروں یا سڑکوں پر راستہ چلتے ہوئے، مختلف اشیاء مثلاً پان، بیڑی، سگریٹ وغیرہ کھاتے پیتے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کو اسلام نے مردود الشہادت قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن چیزوں کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا عرفاً خلاف مروت نہیں سمجھا جاتا، ان کے

---

[1] مستفاد، وفی البحر عن مناقب الامام محمد للکردری، کان محمد یذهب الیٰ الصباغین ویسأل عن معاملتهم ومایدیرونها فیما بینهم (رسم المفتی، ص ۹۸/ تحت الشعر، والعرف فی الشرع له اعتبار: لذاعلیه الحکم قدیدار.

[2] مستفاد: ولا یقبل شهادة من یفعل الا فعال المستحقرة کالبول علی الطریق، والا کل علیها (عالمگیری، دارالکتاب دیوبند، ج۳/ص ۴۶۸/ کتاب الشهادات، الباب الرابع، هدایه ص ۱۶۲، ۱۶۳ ج۳ کتاب الشهادة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل، مکتبه تهانوی دیوبند، مجمع الانهر ص۲۷۸ ج۳ کتاب الشهادات، باب من تقبل شهاته ومن لاتقبل، دار الکتب العلمیة بیروت.

اس طرح کھانے سے آدمی مردود الشہادت نہیں ہوتا۔"واما اذا شرب الماء اواکل الفواکه علیٰ الطریق لایقدح فی عدالته لان الناس لاتستقبح ذٰلک[1] اھ شامی، ج۴/ص ۳۸۳/ کتاب الشهادة۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

کرتہ کے نیچے ہاتھ نکال کر کھانا کھانا

سوال:۔چادر اوڑھنے کا جو طریقہ ہے اس حالت میں چادر کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کھانا کھانا درست ہے یا نہیں، اگر اس میں قباحت وکراہت تنزیہہ کسی قسم کی ہو تو صراحۃً بحوالہ کتب جواب عنایت ہو، اسی طرح اگر کرتہ اتنا لمبا وچوڑا کہ چادر کی طرح ہے، بعض علاقوں میں اس کا دستور ہے کہ اگر اس کو کاندھے پر لپیٹ کر رکھدے تو چادر کی طرح ہوتا ہے ،اور جب اس کو نیچے اتار دے تو کرتہ کی طرح ہو جاتا ہے، کیا اس کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کھانا کھا سکتا ہے از روئے شرع کوئی قباحت وکراہت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چادر کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کھانا درست ہے کرتے کے نیچے سے بھی درست ہے اس کا لحاظ ہر حال میں چاہئے کہ ستر نہ کھلنے پائے۔[2] فقط واللہ اعلام

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شامی کراچی ،ایچ ایم ، سعید، ج ۵/ص ۴۸۳/باب القبول وعد مه، البحر کوئٹه ص ۹۱ ج۷ کتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته، ومن لا تقبل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۸ ج۳ کتاب الشهادة، الباب الرابع.

[2] سترعورته وجوبه عام فی الصلوٰة وخارجها ولو فی الخلوة علی الصحیح ای اذاکان خارج الصلوٰة یجب الستر بحضرة الناس اجماعاً وفی الخلوة علی الصحیح الخ ،درمختار مع الشامی زکریا ،ج۲/ص ۷۵/. کتاب الصلوٰة، مطلب فی ستر العورة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ کے مال سے کچھ کھانا تربیت کے لئے

سوال:۔ باپ نے اپنے بچہ کو چار آنے دیئے بچہ بازار سے کوئی چیز کھانے پینے کی لے آیا، تو ماں باپ یا بھائی وغیرہ اس چیز میں سے کچھ لے کر کھائیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب نابالغ بچہ کو پیسہ دیدیئے اور وہ کوئی چیز بازار سے خرید کر لے آیا تو ماں باپ بھائی بہن کو اس سے محض اپنی خواہش سے لے کر کھانا نہیں چاہئے، البتہ اس کی تربیت کی نیت سے کہ اس کو عادت ہو جائے کہ وہ تنہاء نہ کھائے بلکہ سب کو کھلایا بھی کرے، اس کو نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ تقسیم کر کے خود بھی کھائے اور جتنی مقدار اس نے جس کو دی ہے، دوسرے وقت اسی انداز سے وہ بھی اس کو دیدیا اور کھلا دیا کریں، اس طرح نابالغ کے مال میں تصرف کا اشکال بھی باقی نہیں رہے گا، اور اس کی تربیت بھی اچھی ہوگی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) النهر الفائق ص ۱۸۲ ج ۱ كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۶۹ ج ۱ باب شروط الصلوة.

(صفحه هذا) [1] ويباح للوالد ين أن يأكلامن المأ كول والموهوب للصغير الخ مجمع الانهر، ج۳/ص ۴۹۷/كتاب الهبة، قبيل باب الرجوع عن الهبة، در مختار على الشامى زكريا ص ۵۰۰ ج۸ كتاب الهبة، بحر كوئٹه ص۲۸۸ ج۷ كتاب الهبة، مطبوعه الماجديه كوئٹه، يجب على المؤمن ان يعلم ولده الجودوالاحسان الخ، (مجمع الانهر ج۳/ص ۴۹۱/ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، اول كتاب الهبة، در مختار على الشامى زكريا ص ۴۸۹، ج۸، اول كتاب الهبة، بحر كوئٹه ص ۲۸۴ ج۷ كتاب الهبة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

فاسق وفاجر کے ساتھ کھانا پینا

فاسق معلن کے گھر کھانا

سوال:۔ زید کے گھر میں بغیر نکاح کے ایک عورت رکھی ہوئی ہے، اور اس کے بچہ بھی پیدا ہوگیا ہے، اور زید اس سے علانیہ زنا کرتا ہے، اور لوگ زید کو کہتے ہیں کہ اس سے نکاح کرلے، وہ نکاح نہیں کرتا، اور زید کے گھر بیوی بھی ہے، زید کے گھر کی روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

"اذا دعیت الی ولیمة فان لم یکن ماله فیها فسق فلابأس بالاجابة وان کان ماله حراماً فلاتجبه وکذا لک ان کان فاسقاً معلنا فلاتجبه لیعلم انک غیرراض بفسقه "(بستان فقیه ابو اللیث، ص ۸۰/)[1] اس سے معلوم ہوا کہ فاسق معلن

[1] بستان فقیه ابی اللیث ص۱۳۳ باب اجابة الدعوة، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۳ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا، بزازیة علی الهندیة ص۳۶۴ج۶ کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل.

کے گھر کھانا نہیں چاہئے، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ تم اسکے فسق سے راضی نہیں ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۵/ذی قعدہ ۵۶ھ

شراب نوش کے ساتھ کھانا پینا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان شرابی ہو تو اس کیساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک ہی پیالہ میں کھایا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شراب اس کے ہاتھ ومنہ پر نہ لگی ہو تو اس کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں، اگر اس کی اصلاح ساتھ نہ کھانے سے متوقع ہو تو ساتھ نہ کھائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے نمازی عورت کا پکایا ہوا کھانا

سوال:۔ اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھے تو اس کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] (قولہٗ وشارب خمر فورشربها) ای بخلاف مااذا مکث ساعة ابتلع ریقه ثلاث مرات بعد لحس شفتیه بلسانه وریقه ثم شرب فانه لاینجس ولابد ان یکون المراد اذالم یکن فی بزاقه اثرالخمر من طعم اوریح، شامی ص۲۲۳/۱، کتاب الطهارت، مطلب فی السؤر، ایچ ایم سعید کراچی، عالمگیری ج۱، ص۲۳، کتاب الطهارة، الفصل الثانی فیما لا یجوز به التوضوء، البحر کوئٹه ص۱۲۶ ج۱ قبیل باب التیمم.

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے، البتہ اگر اس کو تنبیہ مقصود ہو تو نہ کھائے[1] اگر وہ پاکی کا اہتمام نہیں کرتی، اور ناپاکی میں ملوث رہتی ہے، تو نہ کھانا احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آوارہ عورت کے گھر کا کھانا

سوال:۔ ایک عورت آوارہ پھرتی ہے، کوئی شرم وحیا اس کو نہیں ہے، اسی طرح اس کا شوہر بھی ہے، وہ بھی آوارہ ہے، تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس کے پاس حلال اور پاک مال ہے تو آوارگی اور غنڈہ پن کیوجہ سے وہ حرام اور ناپاک نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص اسی مقصد سے اس کے یہاں کھانے سے انکار کردے کہ اس کی اصلاح ہوجائے، تو ٹھیک ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۰ھ

---

[1] ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه وإذا كان مكروها ندب والأمر بالمعروف إيضاً تبع لما يؤمر به فإن وجب فواجب وإن ندب فندب ولم يتعرض له فى الحديث لأن النهى عن المنكر شامل له إذ النهى عن الشى امر بضده وضد المنهى إما واجب أو مندوب او مباح والكل معروف الخ، مرقاة المفاتيح ص۳ج۵ كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، اصح المطابع بمبئى.

[2] لايجب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غيرراض بفسقه الخ عالمگيرى ،ج ۵/ص ۳۴۳/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشرفى الهدايا والضيافات، بزازية على الهندية ص۳۶۴ج۶ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى الاكل، مطبوعه كوئٹه.

زنا کی خصلت والی لڑکیوں کے ہاتھ کا کھانا

سوال:۔زید کے گھر میں دو لڑکی ہیں، اور دونوں کی خصلت زنا کی ہے، خواہ زنا کے ذریعہ روپیہ کمائیں یا نہ کمائیں، ایسے گھروں میں یا ان دو لڑکیوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کمینہ اور خبیث خصلت کی وجہ سے ان کا پکا ہوا کھانا تو نجس یا حرام نہیں ہو جاتا،[1] البتہ اسکا انتظام ضروری ہے، اگر انکی شادی نہیں ہوئی، اس وجہ سے یہ حرکت ہوتی ہے، تو جلد از جلد شادی کر دی جائے، اگر شادی ہوگئی ہے، مگر رخصتی نہیں ہوئی ہے، تو جلد از جلد انکو شوہر کے مکان پر بھیج دیا جائے، انکی صحبت سے دوسری لڑکیاں بھی آس پاس کی خراب ہونگی، لڑکے بھی خراب ہونگے، سب معاشرہ گندا ہو جائیگا، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۵/۱۱/۹۱ھ

گڑیا اور تصویر بیچنے والے کے یہاں کھانا

سوال:۔جو شخص گڑیا یا تصویریں فروخت کرتے ہوں، تو ان کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کے پاس گڑیوں اور تصویروں کی صرف ناجائز آمدنی ہے، اس کے گھر کا کھانا

---

[1] جب تک کہ نجاست جس ہاتھ سے روٹی وغیرہ بنائے اس میں لگی ہوئی نہ ہو ناپاک نہ ہوگا، نام او مشی علی نجاسة إن ظهر عينها تنجس وإلا لا، ولو وقعت فی نهر فاصاب ثوبه إن ظهر أثرها تنجس وإلا لا شامی کراچی، ص ۳۴۶ ج ۱ کتاب الطهارة، فصل فی الإستنجاء.

ناجائز ہے، البتہ وہ اگر حلال آمدنی سے (قرض وغیرہ لیکر) کھلائے تو جائز ہے، مقتدا کو پھر بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۳/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الاول ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الاول ۵۷ھ

جس تقریب میں باجہ ہو اس میں کھانا

سوال:۔ اگر مسلمان کے یہاں شادی لڑکا یا لڑکی کی ہو اور اس کے یہاں شادی میں باجہ وغیرہ ہو یا لاؤڈ اسپیکر بج رہا ہو وغیرہ اور وہ دعوت کھانے کی کرے، تو کیا اس کے یہاں سے کھانا منگا کر اپنے گھر میں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں ایسا کرنے سے ناجائز مجلس میں شرکت سے تو حفاظت ہو جائے گی، مگر مقتدیٰ کو اپنے مکان پر بھی نہیں منگانا چاہئے اس میں اصلاح کی توقع ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

---

[1] أكل الربا وكاسب الحرام اهدى اليه اواضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولا يأكل مالم يخبره ان ذٰلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه وان كان غالب ماله حلال لابأس بقبول هديته والا كل منها، عالمگيرى ج۵/ص۳۴۳/ كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، المحيط البرهانى ص۷۳ج۸، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا، ادارة القرآن ڈابهيل، خلاصة الفتاوى ص۳۴۹ج۴، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى المال، (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

کیا ہوٹل میں کھانا فسق ہے؟

سوال:۔ کیا فقہی کتابوں واحادیث سے ثابت ہے کہ ہوٹلوں میں کھانے والا فاسق ہے، اور اگر ایک بار بھی ہوٹل میں کھائے گا تو کیا عندالشرع اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں کہ کیا حالت سفر میں بھی یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بازار میں چلتے چلتے کھانا یا برسرِ بازار عام گذرگاہ پر کھانا خلافِ مروۃ ہے، جس کی وجہ سے قبول شہادت میں کلام ہے، لیکن اگر کھانا کھانے کے لئے مستقل جگہ ہے، ہوٹل یا دوکانیں تو اس میں داخل نہیں، سفر میں توسع بھی ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

طعام الریاء

سوال:۔ جو شخص فخر ونام آوری کی نیت سے برادری کو پلاؤ زردہ وغیرہ کھلائے،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] وان علم اولاً لایحضر اصلاً وفی الشامی وانه لاتلزم الاجابة مع المنکر اصلاً الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص۵۰۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الاکل، هندیه کوئٹه ص۳۴۳ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، بحر کوئٹه ص۱۸۸ ج۸، فصل فی الاکل.

(صفحه هذا) [۱] ولاتقبل شهادة من یفعل الافعال المستحقرة کالبول علی الطریق والا کل علیها کذافی الهدایة وکذا من یاکل فی السوق بین الناس کذافی السراج الوهاج، عالمگیری ص۴۶۸/۳/ کتاب الشهادات، الباب الرابع، البحر کوئٹه ص ۹۱ ج۷ کتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۴۸۳/۵، کتاب الشهادة.

اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کھانا ریا کاری ہے، اور فخر ہے، لہٰذا سخت گناہ ہے، اس سے توبہ لازم ہے۔

"یایھاالذین آمنوالاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رئآء الناس ولایؤمن باالله والیوم الاٰخر الخ"[1]

اے ایمان والوتم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے، لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر۔ (بیان القرآن) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] سورة البقرة آیت ۲۶۴.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا

کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا

سوال:۔ مشرکین وکفار سے ربط ضبط رکھنا ان کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے "**انما المشرکون نجس فلایقربواالمسجد الحرام بعد عامھم ھذا**" (پارہ ۱۰/سورہ توبہ) مشرکین وکفار پاکی وناپاکی سے بالکل بے خبر ہیں، نہ طریق غسل سے واقف نہ پابندئی اسلام سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلاضرورت کفار سے ربط وضبط وتعلقات رکھنا منع ہے۔ "**یا ایھاالذین آمنوا لاتتخذواالذین اتخذوادینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتواالکتاب من قبلکم والکفار اولیاء**"[۱] ان کیساتھ بلاضرورت تو یہ کھانا مکروہ ہے، البتہ اگر عمر میں ایک دومرتبہ کہیں ایسا ابتلاء ہوجائے تو چنداں مضائقہ نہیں، بشرطیکہ ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر معلوم ہوجائے

---

[۱] سورۃ المائدۃ آیت ۵۷۔ ترجمہ: اے ایمان والوں جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ۔ از بیان القرآن، ج ۳/ص ۴۲/)

کہ یہ کھانا پانی ناپاک ہے، تو پھر اس کا کھانا پینا حرام ہے، مگر کافر کا ذبیحہ کسی صورت میں درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

"ولاباس بطعام المجوس کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام ولم یذکر محمدؒ الاکل مع المجوسی ومع غیره من اهل الشرک انه هل یحل ام لاوحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب ان ابتلیٰ به المسلم مرة اومرتین فلاباس واما الدوام علیه یکره کذافی المحیط عالمگیری[1]، ج۴/ص۲۷۷/ اور "انما المشرکون نجس فلا یقربواالمسجد الحرام بعد عامهم هذا[2]"، میں مشرکین کو نجس کہہ کر حج وعمرہ سے منع کیا گیا ہے،[3] اور نجس کہنے کی وجہ اعتقادی نجاست ہے، "ونجاسة المشرک فی اعتقادهٖ" هدایہ[4] ج ۳/ص ۱۳۵۔

نیز ان کا پاکی ناپاکی میں تمیز نہ کرنا اور نجاست میں ملوث رہنا بھی نجس ہونے کا سبب ہے، کذافی التفسیرات الاحمدیہ[5] ص ۴۵۵/ ومدارک التنزیل، ص ۲۷۴[6]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۴/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۵۳ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۷ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، المحیط البرهانی ص۶۹ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهیل، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۳۵۹ ج۶ کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی.

[2] سورۂ مائدة آیت ۲۸،

[3] قالت الحنفیة المراد به النهی عن الحج والعمرة الخ، تفسیر مظهری ص۱۷۶ ج۴ سورة التوبة آیت ۲۸، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، **(بقیه اگلے صفحه پر ملاحظه فرمائیں)**

طعام مشرک

سوال: ۔مشرک کے ساتھ کھانا کھانا، جھوٹا پانی پینا، اس کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی شیرینی وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ حالانکہ عالمگیری میں درست لکھا ہے، اور کافر کا پسینہ فقہاء نے پاک لکھا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کو ہاتھ بھی لگایا ہے،[۱] کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نوش فرمایا ہے، (آخر زہر کس نے دیا تھا،[۲]) کافر کے ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بھی پہنا ہے، جب تک

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) احکام القرآن للجصاص الرازی ص۸۸ج۳ مطلب هل يجوز دخول المشرک المسجد، مطبوعه دا احياء التراث العربی بيروت، حاشية القونوی ص۱۹۵ ج۹ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

۴ هداية ص۱۳۵ ج۳ كتاب القضاء، باب ادب القاضی، مطبوعه تهانوی ديوبند، تبيين الحقائق ص۱۷۸/۴، كتاب القضاء، مطبوعه امداديه ملتان، شامی زكريا ص۸/۴۷، كتاب القضاء، مطلب فی العلم بالسجلات،

۵ ولانهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات فهی ملابسة لهم، التفسيرات الاحمدية ص۲۹۸، سورة توبه آيت ۲۸، مطبوعه رحيميه ديوبند.

۶ تفسير مدارک ص۱۲۲ ج۱ الجزء الثانی، سورة توبة آيت ۲۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، روح المعانی ص۷۴ج۱۰ مطبوعه مصطفائيه ديوبند، حاشية القونوی ص۱۹۵ ج۹ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱ عن جابر بن عبد الله قال اتی رسول الله صلی الله عليه وسلم عبد الله بن ابی بعد ما ادخل حفرته فامر به فأخرج فوضعه علٰی ركبتيه ونفث فيه من ريقه والبسه قميصه الخ، بخاری شريف ص۱۸۰ ج۱ كتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند.

۲ عن ابی هريرة لما فتحت خيبر اهديت لرسول الله صلی الله عليه وسلم شاة فيها سم، بخاری ج۲/ ص۶۱۰/ قال ابن اسحاق لمااِطمأن النبی صلی الله عليه وسلم بعد فتح خيبر اهدت له زينب بنت الحارث امرأة سلام بن مشكم شاة مثوية، فتح الباری، ج۸/ص۲۸۲/. كتاب المغازی، باب الشاة التی سمت للنبی بخيرحديث نمبر ۴۲۴۹/، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کسی ناپاکی کا علم نہ ہو یہ سب چیزیں پاک اور درست ہیں[1]، اگرچہ افضل مسلمان کی چیز کا استعمال کرنا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کے ساتھ کھانا

سوال:۔ خاکروب، چمار، ہندو، عیسائی وغیرہ وغیرہ مذہب کے لوگوں کے ساتھ مسلمان اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاسکتے ہیں یانہیں، ان غیر مذہب والوں کا جھوٹا پاک ہے یاناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کہیں ایک دودفعہ مبتلا ہوجائیں تو گناہ نہیں[2]، یہ اس وقت ہے جبکہ کھانا اور برتن ان کے پاک ہوں یاان کی ناپاکی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مسلم شریف ص۲۲۲ ج۲ کتاب السلام، باب السم، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، عمدة القاری ص ۱۷۱ ج۷ الجزء الثالث عشر، کتاب الھبة، باب قبول الھدیة من المشرکین، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

(صفحہ ھذا) [1] ومن فوائد الحدیث الانتفاع بثیاب الکفار حتی یتحقق نجاستھا لانہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم لبس الجبة الرومیة ولم یستفصل الخ مرقاة، ج۴/ ص ۴۱۶/. کتاب اللباس، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی.

[2] ولم یذکر محمد الا کل مع المجوسی ومع غیرہ من اھل الشرک انہ ھل یحل ام لا وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب انہ ان ابتلی بہ مرة المسلم مرة اومرتین فلاباس بہ واما الدوام علیہ فیکرہ. فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۷/ کتاب الکراھیة، الباب الرابع عشرفی اھل الذمة، المحیط البرھانی ص۶۹ ج۸ کتاب الکراھیة، الفصل السادس عشر فی اھل الذمة، مطبوعہ ڈابھیل، خلاصة الفتاوی ص۳۴۶ ج۴ کتاب الکراھیة، الفصل الثالث فیما یتعلق بالمناھی، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ، بزازیة علی الھندیة کوئٹہ ص ۳۵۹ ج۶ کتاب الکراھیة، الثالث فیما یتعلق بالمناھی.

کا علم نہ ہو، اگر یہ علم ہو کہ برتن ان کے ناپاک ہیں، یا کھانا حرام مردار وغیرہ ہے، تو ہرگز کھانا درست نہیں، نہ ان کے ساتھ نہ ان کے برتنوں میں [1] **کذافی العالمگیریة**، ج۵/ص ۳۴۷/. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا

سوال:۔(۱) میرے کمرے میں تین اشخاص ہیں، جس میں، میں اکیلا مسلم ہوں اور دونوں ساتھی غیر مسلم ہیں، جس میں سے ایک ہریجن چمار (سیوڈل کاسٹ) ہے دوسرا بیک وارڈ ہے، میری طبیعت ان کے ساتھ کھانا کھانے وغیرہ کی بالکل نہیں کرتی اور میں اپنا سب کچھ الگ کرتا ہوں، مگر پھر بھی وہ میرے برتن وغیرہ استعمال کرتے رہتے ہیں، اس بارے میں کیا کروں، کیا مسئلہ ہے الگ رہنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے؟

(۲) اگر میں کہیں کام وغیرہ سے ڈاک گھر وغیرہ جاتا ہوں یا کوئی دعوت دیتا ہے، اور S.C کا آدمی ہے، تو میرے لئے کیا حکم ہے، بس اس کشمکش میں بہت رہتا ہوں، اس لئے آپ سے مشورہ اور مسئلہ معلوم کر رہا ہوں، اگر غیر مسلم مہمان آجائے تو کیا کیا جائے؟

(۳) کھانا بنانے والا اگر غیر مسلم ہو تو کیا کیا جائے؟

---

[1] قال محمدؒ ویکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین الی قولہ وھذا اذا لم یعلم بنجاسة الاوانی فاما اذاعلم فانه لایجوز ان یشرب ویاکل منها قبل الغسل .فتاویٰ عالمگیری ، ج۵/ص ۳۴۷/کتاب الکراھیة،الباب الرابع عشرفی اھل الذمة، المحیط البرھانی ص۶۸ ج۸ کتاب الکراھیة، الفصل السادس عشر فی اھل الذمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل. خلاصة الفتاوی ص۳۴۶ ج۴ کتاب الکراھیة، الفصل الثالث فیما یتعلق المناھی، مطبوعه رشیدیه کوئٹه بزازیة، علی الھندیة کوئٹه ص۳۵۹ ج۶ کتاب الکراھیة، الثالث فیما یتعلق بالمناھی.

الجواب حامداًومصلیاً!

۱-۲-۳/کوئی شخص اپنی ذات اور پیشہ کے اعتبار سے چمار ہو یا کچھ اور جب وہ نجاست میں سے ملوث نہیں، بدن اور کپڑے صاف ہیں، ہاتھ دھوکر کھانا پکاتا ہے، یا کھاتا ہے، اوراس کھانے میں کوئی حرام چیز نہیں ہے، تو اس کو نجس نہیں کہا جائے گا، وہ اگر برتن استعمال کرتا ہے، پھر آپ دھو لیتے ہیں یا وہی دھوکر دیدیتا ہے، تو وہ برتن بھی قابل استعمال ہے، مجبوراً کبھی موقع ہو جائے تو کھانا بھی ساتھ کھا سکتے ہیں[1] بس اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی نجس وحرام چیز کھانے پینے کی نوبت نہ آئے، علیحدہ رہنے کے لئے آپ کی طبیعت خود ہی فکرمند ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ

ہندو کے تہوار کا کھانا

سوال:۔ اگر کسی مسلمان کے رشتہ دار ہندو کے گاؤں میں رہتے ہوں، اور ہندو کے تہوار ہولی، دیوالی وغیرہ پکوان پوری کچوری وغیرہ پکاتے ہیں، ان کا کھانا ہم لوگوں کو جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ولم يذكر رحمه الله تعالىٰ الاكل مع المجوسى ومع غيره من اهل الشرك أنه هل يحل ام لا وحكى عن الحاكم الامام عبدالرحمن الكاتب انه ان ابتلى به المسلم مرة اومرتين فلابأس به واما الدوام عليه فيكره الخ عالمگيرى، ج۵/ص ۳۴۷/كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى اهل الذمة، مطبوعه كوئٹه، بزازية على الهندية كوئٹه ص۳۵۹ج۶ كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهى، المحيط البرهانى ص۶۸،۶۹ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فى اهل الذمة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہندو کے تہوار ہولی دیوالی وغیرہ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں، اس سے توبہ کرنا لازم ہے، کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے، حتی کہ بعض فقہاء نے اس کو کفر لکھا ہے[1]، اور جو کھانا کچوری وغیرہ ہندو کسی اپنے ملنے والے مسلمان کو دیں اس کو نہ لینا بہتر ہے، لیکن اگر کسی مصلحت سے لے لیا تو شرعاً اس کھانے کو حرام نہ کہا جائے گا[2]، اور جو مسلمان ہولی وغیرہ میں ہندو کی موافقت کی وجہ سے پکائیں تو اسے ہرگز نہ لینا چاہئے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۸/۵/۵۶ھ

---

[1] یکفر بوضع قلنسوة المجوسی علی رأسه (الی قوله) وبخروجه الی نیر وز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذالک الیوم ،عالمگیری ،ج۲/ص ۲۷۷/، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۳ ج۵ باب احکام المرتدین، بزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳۳۳،۳۳۲ج۶ کتاب الفاظ تکون اسلاماً او کفراً، السادس فی التشبیه.

[2] ولا بأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة الخ عالمگیری کوئٹه ص۳۴۷ج۵ کتاب الکراهیة ، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، المحیط البرهانی ص۶۹ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۴ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب.

[3] مسلمانوں کا ہندوؤں کی موافقت میں کھانا پکانا کافروں اور ہندوؤں کے ساتھ تشبہ ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے لہذا ان مسلمانوں کے ہندوؤں کی موافقت کرنے کی وجہ سے ان کھانوں وغیرہ کے لینے سے اجتناب کرنا چاہئے، قد یقع التشبه فی امور قلبیة من الاعتقادات ..... وقد تکون عادات فی نحو طعام ولباس ومسکن ونکاح الی قوله وقد یحمل منهم فی القدر المشترک الذی شابههم فیه فان کان کفر او معصیة او شعار لها کان حکمه کذالک، فیض القدیر ص۱۰۴ ج۶ حدیث ۸۵۹۳ مطبوعه دار الفکر بیروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۴۳۱ ج۴ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، شرح الطیبی ص ۲۳۲ ج۸ باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند.

ہندو کے گھر کی چیزیں کھانا

سوال:۔ ہندو کے یہاں دہی، چوڑا، دال بھات کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک ناپاکی کا علم نہ ہو درست ہے[1] حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ہدایا کو قبول فرمایا ہے اور نوش فرمایا ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہندو دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا

سوال:۔ (۱) ہندو کھٹیک سے جس کی دوکان پر کسی مسلم کا پہرا یا نگرانی نہیں ہوتی، تو ایسی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا جبکہ اس کو کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو کیا حکم ہے؟

---

[1] لابأس بطعام المجوسی کله الاالذبیحة فان ذبیحتهم حرام .عالمگیری ، ج۵/ص ۳۴۷/، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۶۸، ۶۹، ج۸، کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهیل، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳۵۹ ج۶ کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی.

[2] عن انس بن مالک ان یهودیة اتت النبی ﷺ بشاة مسمومة فأکل منها فقیل ألا نقتلها قال لافمازلت اعرفها فی لهوات رسول الله ﷺ، بخاری شریف ص۳۵۶ ج۱ کتاب الهبة، باب قبول الهدیة من المشرکین، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۲۲ ج۲ کتاب السلام، باب السم، مطبوعه رشیدیه دهلی، عمدة القاری ص ۱۷۱ ج۷، الجزء الثالث عشر، باب قبول الهدیة من المشرکین، مطبوعه دار الفکر بیروت، فتح البار ی،ج۵/ص ۵۵۰/کتاب الهبة وفضلها،مکتبه نزارمصطفیٰ الباز .رقم الحدیث،ص۲۶۱۷/

(۲) اگر کوئی ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لے جائے، اور اس کو وہ اپنے مکان یا اپنے ہوٹل میں پکائے تو کیا مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بہت سے مسلمان سرکاری ملازم اپنے مکان سے باہر علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، اور وہ کسی ہندو کے یہاں قیام کرتے ہیں، وہ ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لاتے ہیں، وہ گوشت اس ہندو کے یہاں گھر میں پکتا ہے، مسلمان باہر کے کمرے میں قیام کرتا ہے، ایسی حالت میں وہ گوشت اس مسلمان کی نگاہ سے غائب رہتا ہے ،تو ایسے گوشت کا کیا حکم ہے؟

(۴) ایک مسلمان کسی مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لے جا رہا تھا، کہ راستہ میں اس کا نوکر جو کہ ہندو ہے ملا، مسلمان نے وہ گوشت اس کو دیدیا اور یوں کہا کہ گھر لے جاؤ یہ پکے گا، وہ نوکر اس گوشت کو لیکر اپنے مالک کے گھر دیدیتا ہے، جہاں سے وہ نوکر گوشت کو لیکر چلا تھا، وہاں اس کے ساتھ کوئی مسلمان ساتھ نہ تھا تو کیا حکم ہے؟

(۵) بہت سی بستیوں کے مسلمان یوں کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے ہندو کھٹیک نہایت دیانتدار ہیں، انہوں نے ہمارے باپ دادا کے وقت سے اب تک کہیں کوئی گڑبڑ نہیں کی، تو کیا ان مسلمانوں کا اعتبار کر کے ان ہندو کھٹیکوں کی دوکان سے گوشت خریدنا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟ اسے استعمال کیا جائے، یا نہیں؟

(۶) ہندو یا آج کل کے عیسائی، سکھ و پارسی وغیرہ کے ہوٹل سے مسلمان کو کھانا کھانا کیسا ہے؟ جبکہ انکے یہاں گوشت پکتا ہے، اس گوشت کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا، اور اگر سبزی کے ساتھ کھانا کھائے تو ایسی حالت میں بعض موقعوں پر ایک ہی چمچا استعمال کر لیا جاتا ہے، نہ ان کے یہاں اس کی کوئی پابندی ہے، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(۷) بعض وقت سرکاری محکموں میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں، جسے عرف عام میں ٹی پارٹی یا ڈنر پارٹی کہا جاتا ہے، اس دعوت میں بھی گوشت پکتا ہے،

اس گوشت کی تحقیق بھی نہیں کی جاسکتی، تو مسلمان کو ایسی دعوت میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۸) بعض کمپنیاں گوشت کو ڈبوں میں بند کر کے فروخت کرتی ہیں، اور وہ کمپنیاں غیر مسلم کی ہوتی ہیں، معلوم نہیں وہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے، یا نہیں؟ بعض کمپنیاں ڈبوں پر یہ لکھدیتی ہیں کہ یہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے، تو کیا ان کی بات صحیح مان لی جاوے؟ مسلمان کو ایسا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کو استعمال کریں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کوئی مسلم نگراں وہاں موجود نہیں تو مدار اس غیر مسلم کے قول پر رہ گیا کہ یہ حلال گوشت ہے، اور حلت وحرمت میں غیر مسلم کا قول شرعاً قبول نہیں، البتہ معاملات میں اس کا قول بھی قبول ہے، جبکہ صدق کا ظن ہو، پس اگر وہ یہ کہے کہ یہ وہ گوشت ہے کہ جس کو فلاں شخص (مسلم) نے ذبح کیا اور دل گواہی دے کہ یہ صحیح کہتا ہے، اور اس نے اس میں کوئی ناجائز گوشت نہیں ملایا تو اس کا قول قبول کر لینا درست ہے،" **ولایقبل قول الکافرین فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فتقبل قولهٗ ضرورة کذافی التبیین من ارسل اجیراً لهٗ مجوسیاًاوخادماً فاشتریٰ لحماً فقال اشتریته من یهودی اونصرانی اومسلم وسعه اکله اھ عالمگیری ، ج۵/ص۳۰۸/**[1]

(۲) اگر وہ اپنے برتن پاک کر کے پکائے اور اس میں کوئی حرام اور نجس چیز نہ ملائے

---

[1] عالمگیری ،ج۵/ص۳۰۸/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة ،الباب الاول، الدر مع الشامی زکریا ص۴۹۷ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، بحر کوئٹه ص۱۸۶ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب.

تو کھانا درست ہے اس کا اطمینان ہونا چاہئے[1]

(۳) ۲/ سے جواب ظاہر ہے۔

(۴) اس پر اعتماد ہو کہ اس نے اس میں ناجائز نہیں ملایا یا اس کو ناجائز سے نہیں بدلا تو درست ہے۔

(۵) اعتماد ہو تو درست ہے۔

(۶) وہاں کا کھانا نہیں کھانا چاہئے[2]

(۷) غیر مسلم کے یہاں گوشت نہ کھائیں چائے وغیرہ میں گنجائش ہے۔

(۸) ایسا گوشت نہ کھائیں، جو لوگ ذاتی تحقیق کے بعد جائز وحلال ہونے کی بناء پر اس کو کھائیں، ان سے تعرض نہ کریں، ان کو یہ نہ کہیں کہ آپ نے حرام کھایا ہے، نہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسا کھانے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کے ہوٹل میں کھانا

سوال:۔ایک شخص نے غلطی سے مسلم ہوٹل سمجھ کر غیر مسلم کے ہوٹل میں دال اور چاول

---

[1] ویکره الاکل والشرب فی أونی المشرکین قبل الغسل لأن الغالب والظاهر من حال اوانیهم النجاسة ولو أکل مع هذا أو شرب فیها قبل الغسل جاز ولا یکون آکلا ولاشاربا حراما لأن الطهارة فی الاشیاء اصل والنجاسة عارضة ..... وهذا إذ لم یعلم بنجاسة الاوانی فأما إذا علم فانه لا یجوز أن یشرب ویأکل منها قبل الغسل ولو شرب أو اکل کان شاربا واٰکلا حراماً، محیط برهانی ص ۶۹ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة الخ، مطبوعه مجلس علمی گجرات، هندیه کوئٹه ص۳۴۷ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر.

[2] دع مایریبک إلی ما لایریبک، الحدیث، ترمذی ص۷۸ ج۲ ابواب صفة القیامة، قبیل ابواب صفة الجنة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

کھایا، اس ہوٹل میں جھٹکے کا گوشت بھی پکتا ہے، لیکن اس نے گوشت نہیں کھایا، یا صرف دال اور چاول کھایا، تو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب جھٹکے کا گوشت یا کوئی اور ناپاک وحرام چیز نہیں کھائی تو کوئی حرج نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

غیر مسلم ملازم کے ہاتھ بھیجا ہوا گوشت

سوال:۔ زید نے ایک ہرن کا شکار کیا اور اس کی ایک ران اپنے دوست بکر کو اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں میں بھیجی، تو یہ گوشت بکر کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ملازم کو زید نے بکر کے نام پرچہ بھی دیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمان نے شرعی طور پر شکار کر کے، اس کی ایک ران اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ پرچہ دیکر اپنے دوست کے پاس بھیجی تو اس دوست کو اس کا کھانا درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولابأس بطعام المجوس كله الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام الخ، عالمگیری، ج۵/ص۳۴۷/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية تحت الباب الرابع عشر الخ، محيط برهانی ص۶۹ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه مجلس علمی گجرات، بزازية على الهندية كوئٹه ص۳۵۹ ج۶ كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهی.

[2] واصله خبر الكافر مقبول بالاجماع فی المعاملات الخ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کافر ملازم کے ذریعہ گوشت منگانا

سوال:۔اگر کافر ملازم ہو اس سے گوشت منگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نہیں منگانا چاہئے ،خدا جانے حلال لائے گا ،یا حرام اور اس میں اس کا قول معتبر نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ

کافر کے گھر کا گوشت کھانا

سوال:۔کافر کے یہاں گوشت کھانا کیسا ہے، جب کہ وہ کہیں کہ یہ حلال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں ان کا قول شرعاً معتبر نہیں، لہٰذا گوشت نہیں کھانا چاہئے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) درمختار علی الشامی زکریا ، ج۹/ص۴۹۷/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الأکل، بحر کوئٹہ ص۱۸۶ ج۸، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، تبیین الحقائق ص۱۲ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحه هذا) [1] ولایقبل قول الکافر فی الدیانات الخ عالمگیری کوئٹہ،ج۵/ص۳۰۸/ کتاب الکراهیة، الباب الاول، الفصل الاول ،فی الاخبار عن امر دینی الخ.شامی زکریا، ج۹/ص۴۹۷/ کتاب الحظر والاباحة، بحر کوئٹہ ص۱۸۶ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب.

[2] وفی التاتارخانیة قبیل الاضحیة عن جامع الجوامع لابی یوسف من اشتریٰ لحما (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مسلم باروچی کا پکایا ہوا گوشت

سوال:۔ میں جس بورڈنگ میں رہتا ہوں پکانے والے باورچی ہندو ہیں، گوشت دوطرح کا پکتا ہے، جھٹکا اور حلال بھی، زیادہ لوگ جھٹکے کا کھانے والے ہیں، ایسی حالت میں مسلمان طلباء کیا گوشت ہندو کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں، جبکہ وہ کہتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے لئے گوشت حلال علیحدہ پکاتے ہیں، یا سبزیوں اور دال پر اکتفاء کیا جائے، جیسا کہ غیر گوشت خور ہندو طلباء کرتے ہیں، یا ان کے کہنے پر ایسا ہی گوشت کھالیا جائے، مگر احتمال یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بوٹی ادھر ادھر ڈالدی جائے، یا ایک چمچ سے دوطرح کے گوشت کو وقتاً فوقتاً چلا دیا جائے، مسلمان طلباء آپ کے جواب کے منتظر ہیں؟

اگر کسی نے مسئلہ پوچھنے سے پہلے دیدہ ودانستہ یہ گوشت ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا کھایا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ پکانے ولا ایک ہی شخص ہے جو کہ غیر مسلم ہے اور وہ دونوں کا گوشت حلال وحرام ذبیحہ وجھٹکا پکاتا ہے، تو احتیاط دشوار ہے، ایک گوشت میں چمچ چلاکر دوسرے میں چلا دیا، اور ایک کی بوٹی یا مصالحہ دوسرے میں آجانا، بعید از قیاس نہیں ہے، اور ظاہر ہے اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فعلم انه مجوسی وارادالرد فقال ذبحه مسلم یکره اکله ومفاده ان مجرد کون البائع مجوسیایثبت الحرمة فانه بعد اخباره بالحل بقوله ذبحه مسلم کره اکله فکیف بدونه شامی مع الدر ، ج۶/ص ۳۴۴/کتاب الحظروالاباحة، ایچ ایم سعید،ولایقبل قول الکافر فی الدیانات وانما یقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة، البحرالرائق ج۸/ ص۱۸۶/ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، ایچ ایم سعید، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۸ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد، تبیین الحقائق ص۱۲ ج۶، کتاب الکراهیة، مطبوعه امدادیه ملتان،

کے اس کہنے کے باوجود کہ میں مسلمان کے لئے حلال گوشت علیحدہ پکاتا ہوں، مسلم طلباء کو اس کا پکا ہوا گوشت نہیں کھانا چاہئے، اس کا یہ قول شرعاً قابل عمل نہیں ہے،[1] سبزی وغیرہ پر کفایت کریں، جس میں یہ چمچہ مخلوط چلانے کا گمان نہ ہو، یا پھر دوسرا انتظام کریں، جس نے دیدہ ودانستہ اس کا پکایا ہوا گوشت اس کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے کھالیا اس نے غلطی کی، آئندہ احتیاط کرے، اور اپنی غلطی پر استغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۹۱ھ

کافر کا پکایا ہوا گوشت

سوال:۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کا گوشت اگر کافر پکائے یا بنائے تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر کسی غیر مسلم باورچی سے گوشت بنوا رہا ہے، اور وہ باورچی اکیلا رہ جائے تو وہ گوشت مسلمان کے لئے حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی گوشت کے حلال وحرام ہونے کے متعلق کافر کے قول کا اعتبار نہیں، مثلاً اگر کوئی کافر کوئی گوشت خرید کر پکائے اور کہے کہ یہ گوشت حلال ہے، تو یہ قول معتبر نہیں، لیکن کسی مسلمان نے مسلم کا ذبیحہ کسی کافر کو دیا کہ اس کو پکادو اور اس کے برتن بھی پہلے پاک کردیئے، اور خود وہ مسلمان وہاں موجود نہیں رہا، اور یہ کافر کہے کہ یہ وہی گوشت ہے جو آپ نے دیا تھا، اور آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے پکادیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اس گوشت کو نجس

---

[1] ولایقبل قول الکافر فی الدیانات وانما یقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة ،البحر، ج۸/ص ۱۸۶/ ایچ ایم سعید. کتاب الکراهیة، تبیین الحقائق ص۱۲ ج۶ کتاب الکراهیة، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۳۰۸ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد.

یا حرام نہیں کہا جائیگا، اسی طرح اگر کسی کافر کو گوشت دیا کہ ہمارے مکان پر پہنچا دو، اور اس نے پہنچا دیا تو وہ بھی نجس یا حرام نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کسی کافر کو پیسے دیئے اور کہا کہ عبدالرحمٰن کی دوکان سے گوشت خرید لاؤ، وہ خرید لایا تو وہ گوشت نجس یا حرام نہیں، اس قسم کے مسائل شامی[1] ودیگر کتب[2] فقہ میں موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۹ھ

غیر مسلم کے مکان پر طعام قیام اور اپنی حاملہ بیوی سے ہمبستری

سوال:۔ اس بارے میں کہ مجھے اکثر دیہات میں جانا پڑتا ہے، کبھی کبھی رات بھی وہیں گزارنی پڑتی ہے، اور اکثر قیام غیر مسلم لوگوں میں ہوتا ہے، اور وہ لوگ ناجائز چیزیں مثلاً شراب، سور کا گوشت استعمال کرتے ہیں، کیا ایسی جگہ پر کھانا درست ہے، اگر بیوی حاملہ ہو تو صحبت درست ہے یا نہیں، اس سے قبل میں نے آپ سے ہی سوال کیا تھا، تو آپ نے لکھا تھا شرعاً کوئی پابندی نہیں، لیکن طبی نقطۂ نظر سے قرب ولادت میں احتیاط کریں، لیکن یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں وہ نہیں مانتے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں میری بحث ہندوستان کے بہت بڑے عالم سے ہوئی، میسور میں ۱۹۴۷ء سے قبل مجھے ان عالم صاحب

---

[1] ولو مجوسيا قال اشتريت اللحم من كتابى فيحل أو قال اشتريته من مجوسى فيحرم واصله ان خبرالكافر مقبول بالاجماع فى المعاملات لافى الديانات وعليه يحمل قول الكنز ويقبل قول الكافر فى الحل والحرمة ،يعنى الحاصلين فى ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمة، الدرالمختار على الشامى زكريا ج۹/ص۴۹۷/ كتاب الحظر والاباحة.

[2] عالمگيرى ،ج۵/ص۳۰۸/ كتاب الكراهية الباب الاول، الفصل الاول فى الاخبار عن امر دينى الخ، بحر كوئٹه ص۱۸۶ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب.

نام یاد نہیں آرہا ہے، ان عالم صاحب نے فرمایا تھا کہ اتنا گناہ ہے جتنا جھوٹ بولنے میں ہے ،دوسرے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے خود کسی حدیث میں دیکھا ہے کہ ایک بھی دن کا شبہ ہو تو صحبت جائز نہیں، کرم فرما کر چند حدیث کا حوالہ دے کر مطمئن فرمائیں پہلے والے صاحب ''جماعت اسلامی'' سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرا دیوبندی تھا، مگر سب کچھ مانتے ہیں ،لیکن پھر بھی اختلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کا کھانا ان کا برتن کچھ قابل اعتماد نہیں ،اس سے پورا پرہیز کیا جائے، ہاں اگر وہ پاک برتن میں پاک چیز کھلائیں تو گنجائش ہے ،جیسے کہ دوکانوں پر ان کی بنائی ہوئی چیز (ہوٹل) میں چائے وغیرہ) کی گنجائش ہے[1] بیوی سے صحبت کی اجازت تو قرآن پاک سے ثابت ہے ''نساء کم حرث لکم فأتوحرثکم انی شئتم الایة ''[2] جس حالت میں اجازت نہیں اس کی ممانعت بھی ثابت ہے، مثلاً ''فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوهن حتی یطهر ن'' (الاٰیة)[3]

حالت حمل میں ممانعت نہ قرآن میں مذکور نہ حدیث میں ، جو حضرات اس کو گناہ اور جھوٹ کے برابر کہتے ہیں ان سے ہی دلیل دریافت کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۱ھ

---

[1] یکره الأکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل اذالم یعلم بنجاسة الاوانی فاما اذا علم فانه لایجوز ان یشرب ویأکل منها قبل الغسل الخ ،عالمگیری ، ج۵/ص۳۴۷/ کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر، محیط برهانی ص ۶۹ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة الخ، مطبوعه مجلس علمی گجرات، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۴ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۲۳/ .

ترجمہ: . تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرح سے ہو کر چاہو آؤ۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ کے گھر کا کھانا

سوال:۔اہل تشیع کے گھر کا کھانا اوراس سے برتاؤ کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اہل تشیع کے اکثر واقعات سنتے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت کونجاست کھلا دیتے ہیں اس لئے ان کے گھر کا کھانا خلافِ احتیاط ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/محرم ۵۷ھ

چمار، بھنگی کا کھانا

سوال:۔ ہرانسان کا جھوٹا پاک ہے یاناپاک اور چمار بھنگی کے ہاتھ کا پکاہوا کھانا جائز ہے یاناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ہرانسان کا جھوٹا پاک ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی نجاست نہ ملی ہو،[2] چمار، بھنگی نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۲/.

ترجمہ:. تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو، اوران سے قربت مت کیا کر جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجاویں۔(از بیان القرآن)

(صفحہ ہذا) [1] عن الحسن بن علی قال حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دع مایریبک الی مالایریبک الحدیث، مشکوٰۃ شریف ص۲۴۲ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص۷۸ ج۲ باب بلا ترجمۃ، قبیل ابواب صفۃ الجنۃ، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند، فیض القدیر ص۵۲۹ ج۳ حدیث ۴۲۱۳ باب الدال، مطبوعہ دار الفکر بیروت. **(حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)**

اگر پاک کھانا پاک برتن میں پاک ہاتھ سے پکایا ہو، تو وہ بلاتردد پاک ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۹ھ

چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا

سوال:۔ایک چمار نے اپنے یہاں کھانا تیار کیا ہے، اور اسے چند مسلمانوں نے کھایا، اس میں سے کچھ نے شراب بھی پی تو اس بارے میں ایمان کے مسئلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا، اگر گوشت تھا، تو اس کی اجازت نہیں[2] اور کچھ اور تھا تب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] فسؤر آدمی مطلقاً ولوجنبا اوکافراً اوامرأة ..... طاهرالفم طاهرٌ، درمختار مع الشامی کراچی ج ۱/ص ۲۲۲/ شامی زکریا ص ۳۸۱، ۱/۳۸۲، کتاب الطهارة، مطلب فی السؤر، مجمع الأنهر ص۵۵ ج ۱، کتاب الطهارة، الفصل الثالث، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۲ کتاب الطهارة، فصل فی بیان احکام السؤر، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] ولابأس بطعام المجوسی کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام .عالمگیری ، ج۵/ص ۳۴۷/کتاب الکراهیة،الباب الرابع عشر فی اهل الذ مة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۴ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، المحیط البرهانی ص۶۸، ۶۹ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهیل.

[2] حوالۂ بالا.

بھی ناپاکی کا گمان غالب ہے، شراب تو بہرحال نجس اور حرام ہے[1] حرام اور نجس چیز کھانے سے سخت گناہ ہوتا ہے، اور ایمان بہت کمزور ہوجاتا ہے[2] تاہم اس کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہا جائے گا[3] ہاں توبہ واستغفار اور آئندہ کو پورا پرہیز لازم ہے[4]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۱ھ

عقیقہ کا کھانا چماروں کے ہاتھوں سے کھلوانا

سوال:۔ایک مسلمان نے عقیقہ میں کھانا پکوایا اور وہ کھانا مسلمانوں کو چماروں کے ہاتھوں سے کھلوایا، اس کا پتہ بعد میں چلا، یعنی یہ بعد میں معلوم ہوا کہ چماروں کے ہاتھوں سے کھانا کھلوایا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہمارے اطراف میں عام طور پر چمار پاکیزہ خیال نہیں رکھتے، بلکہ ناپاکی میں ملوث

---

[1] وحرم قليلها وكثيرها وهي نجسة الخ .درمختار على الشامي زكريا ، ج۱۰/ص ۲۸/ كتاب الاشربة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۷ ج۸ كتاب الاشربة، زيلعي ص۴۴ ج۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] المعاصي للايمان كالمأكولات المضرة بالابدان، اتحاف السادة شرح احياء ص ۵۱۱ ج۸، كتاب التوبة، باب بيان وجوب التوبة، على القبور، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[3] ولانكفر مسلما بذنب من الذنوب وان كانت كبيرة اذالم يستحلها ولانزيل عنه اسم الايمان الخ شرح فقه اكبر ص۸۶/ مطبوعه رحيميه ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص۸/۱۸۲، كتاب الكراهية، شرح العقيدة الطحاوية ص۴۳۲، ۲/۴۳۳، لايجوز تكفير المسلم بذنب، مطبوعه دارالهجر بيروت،

[4] التوبة ما اسجتمعت ثلاثة امور ان يقلع عن المعصية وان يندم على فعلها وأن يعزم عزما جاز ما على أن لا يعود إلى مثلها أبداً الى قوله أن التوبة من جميع المعاصي واجبة الخ، تفسير روح المعاني ص۳۳۶،۳۳۵ ج۱۵ سورة التحريم الاية ۸، مطبوعه دار الفكر بيروت، شرح للنووي على الصحيح المسلم ص۳۵۴ ج۲ كتاب التوبة، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

رہتے ہیں، ان سے مسلمانوں کو دعوت میں کھانا کھلانے کا کام نہ لیا جانا چاہئے[1] اس سے طبائع سلیمہ میں کراہت معلوم ہوتی ہے، تاہم اگر ان کے ہاتھ پاک صاف کرا کے پوری احتیاط سے یہ کام لیا گیا ہے، تو یہ نہیں کہا جائے گا، کہ وہ کھانا ناپاک ہوگیا ہے، اور کھانے والوں نے ناپاک کھانا کھایا ہے[2] آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۱ھ

بھنگی، چمار کے گھر کا گھی

سوال:۔ ہندو، چمار، بھنگی وغیرہ کے یہاں کا گھی اور کوئی ترشی کھانا کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب ہے تو اس کا کھانا بالکل ناجائز ہے، اور اگر یہ معلوم ہے کہ اس میں کوئی ناپاکی نہیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے[3] اور اگر کچھ علم نہ ہو تو

---

[1] لانهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات فهى ملابسة لهم، تفسير روح المعانى ص ۷۶ الجزء العاشر، سورة التوبة، رقم الاية ۲۸، مطبوعه مصطفائيه ديوبند، حاشية القونوى ص ۱۹۵ ج ۹ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تفسيرات احمدية ص ۲۹۸ مطبوعه رحيميه ديوبند.

[2] كمايستفاد من هذه العبارة يكره الأ كل والشرب فى اوانى المشركين قبل الغسل ومع هذا لو أكل اوشرب فيها جاز اذا لم يعلم بنجاسة الاوانى واذا علم حرم ذٰلک قبل الغسل الخ ، البحر الرائق ،ج۸/ص ۲۰۴/ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه،عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۷ج۵ كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى اهل الذمة، المحيط البرهانى ص ۶۸ ج۸ كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فى اهل الذمة، مطبوعه ڈابهيل.

[3] قال محمدؒ يكره الأكل والشرب فى اوانى المشركين قبل الغسل ومع هذا لوأكل اوشرب فيها جاز اذالم يعلم بنجاسة الاوانى واذاعلم حرم ذٰلک عليه، قبل الغسل البحرالرائق ج۸/ ص ۲۰۴/ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، ايچ ،ايم سعيد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

چونکہ یہ لوگ اکثر ناپاک رہتے ہیں، اس لئے ان سے ایسی شئی نہیں لینی چاہئے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کر کے اس کے ساتھ کھانا پینا

سوال:۔ایک شخص نے بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کیا اور اس کے ساتھ کھایا، پیا، اب یہ شخص پاک رہا یا ناپاک؟ کیا اس شخص کو اپنے سے الگ کردیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کر کے ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے وہ مسلمان لڑکا ناپاک نہیں ہوا، ہرگز اس کو اپنے سے الگ نہ کریں، وہ مسلمان ہے پاک ہے،[2] البتہ غیر مسلم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۷ ج۵ کتاب الکراهية، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، المحيط البرهانی ص۶۸، ۶۹ ج۸ کتاب الکراهية،الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهيل.

(صفحه هذا) [1] ولأنهم لايتطهرون ولايغتسلون ولايجتنبون النجاسات فهی ملابسة لهم، التفسيرات الاحمدية، ص ۲۹۸/، مطبوعه رحيميه ديوبند، تفسير روح المعانی ص۷۶ ج۱۰ سورة التوبة، رقم الأية ۲۸، مطبوعه مصطفائيه ديوبند، حاشية القونوی ص۱۹۵، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولم يذكر محمدؒ الاكل مع المجوسی ومع غيره من اهل الشرک انه هل يحل ام لاوحكی عن الحاكم الامام عبدالرحمن الكاتب انه ان ابتلیٰ به المسلم مرة اومرتين فلابأس به واما الدوام عليه فيكره كذافی المحيط ،عالمگيری ،ج۵/ص ۳۴۷/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کو مسلم ظاہر کرنا خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے[1] اور اس قسم کا میل جول بھی اس کے ساتھ درست نہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۸۸ھ

جھٹکے کا گوشت کھالیا تو کیا کرے؟

سوال:۔ ہمارے ایک دوست ظفر علی خاں کو ایک ہندو نے گوشت کی دعوت دی،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مکتبہ بلوچستان، کتاب الکراهية، الباب الرابع عشرفی اهل الذ مة، المحيط البرهانی ص ۶۹ ج۸ کتاب الکراهية، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهيل، بزازية علی الهندية کوئٹه ص ۳۵۹ ج۶ کتاب الکراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهی، عن ابی هريرة ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم لقيه فی بعض طريق المدينة وهو جنب فانتجست منه فذهبت فاغتسلت ثم جاء فقال اين كنت يا اباهريرة قال كنت جنبا فكرهت ان اجالسک علی غير طهارة قال سبحان اللّٰه ان المؤمن لاينجس بخاری شريف ص ۴۲ ج ۱ کتاب الغسل، باب عرق الجنب وان المسلم لاينجس، مشکوٰة ص ۴۹ باب مخالفة الجنب، الفصل الاول، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۳۳۰ ج ۱ باب مخالفة الجنب، مطبوعه اصح المطابع، فتح الباری ص ۵۱۸ ج ۱ کتاب الغسل، باب عرق الجنب، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

(صفحه هذا) [1] والكذب الاخبار عن الشئی علی خلاف ماهوبه وهوقبيح كله كشاف، ج ۱/ص ۱۷۸/.مطبوعه دارالفکربيروت، سورة البقرة تحت آيت ۱۱۰، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۱۴۱ ج۳ حرف الکاف، الکذب، مطبوعه دار الفضيلة القاهرة، قواعد الفقه ص ۴۴۰ التعريفات الفقهية، حرف الکاف، مطبوعه دار الکتاب ديوبند.

[2] ان مجالسة اهل الکبائر لا تحل وکذلک منع اصحابنا الدخول الی ارض العدو ودخول کنائسهم والبيع ومجالسة اهل الکفار واهل البدع والا تعتقد مودتهم ولا يسمع کلامهم ولا مناظرتهم، الجامع لاحکام القرآن ص ۱۴ ج۴، الجزء السابع، سورة الانعام آيت ۶۸، مطبوعه دار الفکر بيروت، مرقاة شرح مشکوٰة ص ۷۱۶ ج۴ باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

جس میں کھانے پر گلزار خاں، سلطان اور ظفر علی خاں تھے، ہم نے مل کر کھانا کھالیا، اور ہمیں دس دن بعد پتہ چلا کہ وہ گوشت جھٹکے کا تھا، جب ہمیں معلوم ہوا تو بڑا افسوس ہوا، اب فرمایئے کہ ہم اس کا کیا طریقہ اختیار کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب نادم ہوکر خدا کے سامنے توبہ واستغفار کریں، جس نے جان بوجھ کر جھٹکے کا گوشت کھایا یا کھلایا وہ بڑا مجرم ہے، اور سخت گنہگار ہے، نہا دھو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر خدا کے سامنے روئے گڑگڑائے، کہ اللہ میرے اس جرم عظیم کو معاف فرما، آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرونگا[1] اور جن کو یہ کھلایا ہے، ان سے معافی مانگے، جب سچے دل سے توبہ ہوتی ہے، تو باری تعالیٰ توبہ قبول کرلیتا ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۱ھ

---

[1] عن ابی بکر الصدیق یقول لیس من عبد یذنب ذنبا فیقوم فیتوضا فیحسن الوضو ثم یصلی رکعتین ثم یستغفر اللّٰہ الا غفرلہ متن عمل الیوم واللیلۃ ص۱۳۸ حدیث ۴۱۷ ما یفعل من بلی بذنب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، کنز العمال ص۲۵۸ ج۴ حدیث ۱۰۴۲۱ کتاب التوبۃ، فصل فی فضلھا واحکامھا، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری کتاب الصلاۃ.

[2] قال الطیبی والتوبۃ فی الشرع ترک الذنب لقبحہ والندم علی مافرط منہ والعزیمۃ علی ترک المعاودۃ وتدارک ماامکنہ ان یتدارک من الاعمال بالاعادۃ ،مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف، ج ۳/ص ۶۰/ باب الاستغفار والتوبۃ، قبیل الفصل الاول ،مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، نووی علی مسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، المفھم شرح مسلم ص۶۹، ۷۱ ج۷ کتاب الرقاق، باب وجوب التوبۃ وفضلھا، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم سورۃ الزمر آیت ۵۳.

دیوی دیوتاؤں کے نام پر تقسیم ہونے والی اشیاء

سوال:۔ (۱) دیوی دیوتاؤں کے نام پر تقسیم ہونے والی اشیاء مثلاً گڑ، شکر وغیرہ حلال ہیں یا حرام؟

(۲) دیوی دیوتاؤں کے نام پر چھوڑے ہوئے یا دیوی دیوتاؤں کے لئے خریدے ہوئے جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کرانے کے بعد اس کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) حرام ہے[۱]

(۲) ہرگز جائز نہیں، بالکل میتہ کے حکم میں ہے، کذا فی الاکلیل[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

---

[۱] کیونکہ یہ نذر لغیر اللہ ہے اور نذر لغیر اللہ حرام ہے، اس لئے اس کا کھانا بھی جائز نہیں، "النذر لمخلوق لایجوز لانه عبادة، العبادة لایکون لمخلوق، البحرالرائق ج۲/ص۲۹۸/ قبیل باب الاعتکاف، أن النذری الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا إلیهم فهو بالاجماع باطل وحرام، شامی کراچی ص۴۳۹ ج۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات الخ، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء به من منذور الصوم الخ.

[۲] چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلاں است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نکرد چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثے درو پیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نامِ خدا جان دادہ است وجان ایں جانور را از آن غیر خدا قرار دادہ کشتہ اند وآن عین شرک ست وہرگاہ ایں خبث دروے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود، (فتاوی عزیز ص۶۵ ج۱، معنی آیت وما اهل لغیر الله، الاکلیل علی المدارک ص۲/۸۶، سورۂ بقرہ آیت:۱۷۳، مطبوعه اکلیل المطابع رسٹرا بلیا)

پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر

سوال:۔کارخانوں میں پان کا بیڑہ وغیرہ لاکر فوٹو کے سامنے رکھ کر یا ویسے ہی پرشاد کے طریقے سے دیتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس سے غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا یا غیر شرعی چیز کی تعظیم مقصود نہیں، جیسے غیر مذہب کے مخصوص تیوہار وغیرہ پر ہوتا ہے، بلکہ محض آپس میں خوش طبعی کے طور پر کھلاتے ہیں تو جائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] ولابأس بطعام اهل المجوس كله ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة اهل الذمة،عالمگیری کوئٹہ، ج۵/ص۳۴۷/ كتاب الكراهية، الباب الرابع فى اهل الذمة الخ، المحيط البرهانى ص ۶۹ كتاب الكراهية، الفصل السادس عشر فى اهل الذمة، مطبوعه ڈابهيل، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۳۵۹ ج۶ كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهى.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم: ماکولات کا بیان

امریکن گھی

سوال:۔ امریکہ امداد فنڈ سے غریب ملکوں کو کھانے پینے کی چیزیں مفت دی جاتی ہیں، اس میں گھی بھی ہے، جس کا رنگ مختلف ہے، بعضوں سے سنا ہے کہ سور کی چربی سے بنتا ہے، ذمہ دار لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ پالتو گائے کا گھی ہے، آب وہوا کی تبدیلی سے رنگ میں فرق ہے، جو اس پر سیل ہے، اس پر بھی کوئی پتہ نہیں چلتا، لہٰذا از روئے شرع اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک شرعی دلائل سے اسکا نجس وحرام ہونا ثابت نہ ہوجائے، اس پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے[1] ہاں اگر کوئی شخص اپنے دل میں شک رکھتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس گھی کو استعمال نہ کرے تو مضائقہ نہیں " دع مایریبک الیٰ مالا یریبک "(الحدیث[1])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۰ھ

---

[1] من شک فی انائه أو ثوبه او بدنه أصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن الى قوله وكذا ما يتخذه اهل الشرک او الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا اس کا کھانا

سوال:۔ایک دیگ میں تقریباً سو آدمیوں کیلئے گوشت پکتا ہے، اس میں دو تین جائفل جس کا وزن ایک تولہ سے کم ہوتا ہے، بطور مصالحہ ڈالدیا جاتا ہے، جس سے قطعاً کوئی نشہ نہیں ہوتا، ایسی حالت میں وہ کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ یہاں پر علماءِ دیوبند میں ہی دو گروہ ہوگئے ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ حرام اور کچھ کا کہنا ہے کہ صرف دواء استعمال ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی صورت میں وہ کھانا حرام نہیں، اس لئے کھانے میں مضرت نہیں اور نشہ بھی نہیں ہوتا اگرچہ خود جائفل کھانا ممنوع ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والثیاب الخ، شامی زکریا ص۲۸۳ ج۱، کتاب الطهارة قبیل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانیة کراچی ص۱۴۶ ج۱ کتاب الطهارة، نوع فی مسائل الشک، الاشباه والنظائر ص۱۰۳، القاعدة الثالثة، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

[2] مشکوٰة شریف ص۲۴۲/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، نسائی شریف ص۲۸۵ ج۲ کتاب الاشربة، باب الحث علی ترک الشبهات، مطبوعه فیصل دیوبند، ترمذی شریف ص۷۸ ج۲ قبیل ابواب صفة الجنة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] وکذا تحرم جوزة الطیب وقال الشامی تحته فهذاکله ونظائره یحرم استعمال القدر المسکر منه دون القلیل الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۱۰/ص۴۱/کتاب الاشربة، سکب الانهر علی مجمع الأنهر ص۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ عبدالحی، ص۴۱۵،۴۱۶ باب مایحل اکله، جائفل کهانا، مطبوعه رحیمیه دیوبند، مجموعة الفتاوی ص۱۰۹ ج۳ خوردن جائفل، مطبوعه یوسفی لکهنؤ.

ہلدی کا حکم

سوال:۔کیا ہلدی کا کھانا درست نہیں ہے، حالانکہ بڑے بڑے علماء کو دیکھا گیا کہ وہ ایسے سالن کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتے، جن میں ہلدی پڑی ہو، ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہلدی کو گوبر میں پکایا جاتا ہے، اس لئے ناپاک ہے، جو حکم شرع ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ممکن ہے کہ کسی جگہ ایسا ہوتا ہو، میں نے تو ہلدی کی کاشت کرنے والے دیندار مسلمانوں سے دریافت کیا انہوں نے اسکا انکار کیا اس لئے بلا تحقیق حرام کہنا درست نہیں[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈالڈا گھی، انگریزی بسکٹ وغیرہ کا استعمال

سوال:۔کیا بناسپتی (مصنوعی گھی) کا کھانا جائز ہے جبکہ چربی اور دوسری چیزوں سے بنتا ہے، یہ چربی بکری اور گائے وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے، کچھ چربی آسٹریلیا وغیرہ سے آتی ہے، میرے جاننے والے کئی ایسے اصحاب ہیں جو چربی کا کام کرتے ہیں، چربی کو گلا کر بڑی بڑی کمپنی کو فروخت کرتے ہیں، اور وہ بڑی کمپنی ڈالڈا، برطانیہ بسکٹ وغیرہ کو سپلائی کرتی ہیں، جبکہ بغیر چربی کے بناسپتی، بسکٹ اور صابن وغیرہ نہیں بن سکتا؟

---

[۱] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته النجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن الیٰ ماقال وکذا مایتخذ ه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمین کالسمن والخبزوالاطعمة والثیاب الخ، شامی زکریا ج ۱/ ص۲۸۳/ کتاب الطهارة، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانیه کراچی ص۱۴۶ ج ۱ کتاب الطهارة، نوع فی مسائل الشک، الاشباه والنظائر ص۱۰۳ القاعدة الثالثة، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ اس میں حرام، ناپاک، مردار چیز شامل ہے، اس کا کھانا درست ہے، دوسری چیزوں میں بھی استعمال درست ہے،[1] البتہ غیر مسلم کی دوکان سے چربی نہ خریدی جائے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پنیر کے اقسام واحکام

سوال:۔(۱) جاپانی رینٹ جو پنیر میں ڈالتے ہیں، نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یورپ کا بنا ہوا حیوانات سے تیار کرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) جراثیم جزو حیوان نہیں، کیا پھر اس سے پنیر حرام ہوگی؟

(۳) رینٹ ایک چائے کے چمچہ کی مقدار میں سات سیر دودھ میں گرتی ہے، اور ایک طرف عموم بلویٰ ہے، کیا اتنی کم مقدار سے بھی حرام ہوگی؟

---

[1] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه أصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن الیٰ قوله وكذا مايتخذ ه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والا طعمة والثياب الخ شامی زکریا ، ج ۱/ص ۲۸۳/ کتاب الطهارة، قبيل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانيه كراچی ص ۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة، نوع فی مسائل الشک، الاشباه والنظائر ص ۱۰۳ القاعدة الثالثة، مطبوعه مكتبه دار العلوم ديوبند.

[2] مستفاد، ويتعين ان لا يشترى المسلم الدقيق من طواحين اهل الكتاب ولايطحن عندهم لوجوه احدها ما تقدم من ان يعين اهل الكفر الثانی انه يترک اعانة اخوانه المسلمين الی قوله الرابع انهم لايتحرزون من النجاسات الخامس انهم يتدينون بغش المسلمين الخ، المدخل لابن امير الحاج ص ۱۶۴ ج ۴ باب النهی عن معاملة الكفار، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) نباتات سے تیار کردہ رینٹ تو ظاہر ہے کہ درست ہے۔[۱]

(۲) جراثیم اجزاء حیوان نہیں تو پھر کیا ہیں؟

(۳) اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچی پیشاب کی یا شراب کی یا خون کی ملادی جائے تو کیا یہ **للاکثر حکم الکل** کے ماتحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دیدی جائے گی؟[۲] اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جاوے تو کیا زندگی کا کوئی اہم شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل رہے گا، پھر ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈِبّے کا گوشت

سوال: ۔ابوظبی میں گوشت اور مرغی یورپی ملکوں سے آتے ہیں جس کے حلال وحرام میں شک کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس قسم کا گوشت ومرغا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[۱] حکم العصیر حکم الماء الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج ۱/ص ۵۶۴/ کتاب الطهارة، باب الانجاس، وان معظم الکحول التی تستعمل الیوم فی الادویة والعطور وغیرها لاتتخذ من العنب أو التمر، انما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغیره کما ذکرنا فی باب بیع الخمر من کتاب البیوع، وحینئذٍ هناک فسحة فی الأخذ بقول أبی حنیفة عند عموم البلویٰ، تکملة فتح الملهم ص ۶۰۸ ج ۳ کتاب الاشربة، باب تحریم الخمر، مطبوعه مکتبه دار العلوم کراچی.

[۲] اذاوقعت نجاسة لیست بحیوان ولومخففة اوقطرة بول اودم فی بیئر ینزح کل مائها الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج ۱/ص ۳۶۶/ کتاب الطهارة باب المیاه فصل فی البئر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۸ کتاب الطهارة، فصل فی مسائل الآبار، مطبوعه مصری، تاتارخانیة کراچی ص ۱۸۴ ج ۱ نوع آخر فی ماء الآبار، النوع الثانی فیما یفسد الماء.

الجواب حامداًومصلیاً!

ایسے گوشت اور مرغ جسکے حلال ہونے میں شک ہے پرہیز کریں "دع مایریبک الیٰ مالا یریبک"[1] الحدیث۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

ڈبہ کا دودھ

سوال:۔ بند ڈبّوں کا خشک دودھ استعمال کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ دودھ کی قلت کی وجہ سے ہم سب تقریباً اہل اسلام کشمیر ان خشک ڈبوں کا دودھ استعمال کرتے ہیں، تکلیف فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

خشک ڈبہ کا دودھ استعمال کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ ناپاک ہے یا اس میں کوئی ناپاک چیز شامل کی گئی ہے تو درست نہیں ہوگا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۲/۴ھ

---

[1] عن الحسن بن علی قال حفظت من رسول اللہ ﷺ دع مایریبک الی مالا یریبک الحدیث (رواہ احمد والترمذی والنسائی، مشکوٰۃ، ص ۲۴۲/ باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، نسائی شریف ص ۲۸۵ ج ۲ کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، مطبوعہ فیصل دیوبند، ترمذی شریف ص ۷۸ ج ۲ ابواب صفۃ الجنۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔ شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

[2] من شک فی انائہ اوثوبہ اوبدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھوطاھر مالم یستیقن وکذا مایتخذہ اھل الشرک اوالجھلۃ من المسلمین کا لسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب الخ ،شامی زکریا، ج ۱/ ص ۲۸۳/ کتاب الطھارۃ، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانیہ کراچی ص ۱۴۶، ج ۱ کتاب الطھارۃ، نوع فی مسائل الشک، الاشباہ والنظائر ص ۱۰۳ القاعدۃ الثالثۃ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند.

بریڈ روٹی استعمال کرنا

سوال:۔ میں تقریباً چار سال سے اس ملک میں رہ رہا ہوں بعض آدمی کہتے ہیں کہ بریڈ روٹی کا استعمال درست نہیں ہے، کیونکہ خنزیر کی چربی وغیرہ پڑتی ہے، اور غیر مذہب کے لوگ بتاتے ہیں تو یہ مسلمان کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک اس میں ناپاک اور حرام چیز ملانے کی تحقیق نہ ہو اس کا استعمال درست ہے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من شک فی انائه اوثوبه أوبدنه أصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن الىٰ ماقال وكذا مايتخذ ه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والا طعمة والثياب الخ شامی زکریا، ج۱/ص ۲۸۳/ کتاب الطهارة، قبيل مطلب فی ابحاث الغسل، فتاوی التاتارخانية ص۱۴۶ ج۱ کتاب الطهارة، نوع آخر فی مسائل الشک، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، الاشباه والنظائر ص۱۰۳ القاعدة الثالثة، مطبوعه مکتبه دار العلوم دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم:- ضیافت کا بیان

دعوت کھانے اور دعوت کرنے کا ثبوت

سوال:- میں نے اپنے ایک دوست کو اپنے مکان پر کھانا کھانے کی دعوت دی، مگر وہ مغرور دعوت میں نہیں آیا، اور اپنے گھر پر کھانا کھایا، یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گھر میں کھانا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سب لوگ اپنے گھر پر کھانا کھاتے ہیں، اور جب موقع ہو دعوت بھی کرتے ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے گھر پر کھانا کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا،[1] اور دوسروں نے بھی آپ کی دعوت کی اور آپ تشریف لے گئے، اور اس کے گھر پر کھانا کھایا ہے،[2] جو شخص

---

[1] عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال اولم رسول الله صلی الله علیه وسلم حین بنی زینب بنت جحش فاشبع الناس خبزاً ولحماً. رواه البخاری (مشکوٰة شریف ۲۷۸/باب الولیمة)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے موقعہ پر ولیمہ کیا پس لوگوں کی گوشت وروٹی سے شکم سیر دعوت کی۔ (بخاری)

[2] فی حدیث ابی مسعود الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال اصنع لی طعاماً یکفی خمسة لعلی ادعو النبی صلی الله علیه وسلم خامس خمسة فصنع له طعاماً ثم اتاه فدعاه الحدیث متفق علیه (مشکوٰة شریف، ۲۷۸/ باب الولیمة)

ترجمہ:- حضرت ابومسعود الانصاریؓ نے فرمایا اتنا کھانا بناؤ جو پانچ مہمانوں کے لئے کافی ہوتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں آپ پانچ میں سے پانچویں ہوں گے، پس انہوں نے آپ کے لئے کچھ کھانا بنایا، پھر آپ کے پاس آئے اور آپ کی دعوت کی (الحدیث)

خلوص سے دعوت کرے اور حلال کھانا کھلائے اسکی دعوت قبول کرنا سنت ہے[۱]، اگر کوئی عذر ہوتو معذرت کردی جائے، جو شخص ریاکاری اور فخر کے لئے کھلائے یا حرام کھانا کھلائے تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے[۲]، بغیر شرعی کسی کو مغرور کہنا درست نہیں[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۸۸ھ

قبول دعوت کی تفصیل

سوال:۔ سودخور یا کسی فاسق معلن کے مکان میں ضیافت قبول کرنا چاہئے یا نہیں، آیت قرآن ''لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون '' کی تفسیر میں موجود ہے ''قال رسول اللہ ﷺ لما وقعوا

---

۱ واختلف فی اجابة الدعوة قال بعضهم واجبة لایسع ترکها وقالت العامة هی سنة والا فضل ان یجیب اذاکانت ولیمة والافهو مخیر والاجابة افضل لان فیها ادخال السرور فی قلب المومن (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات. شامی زکریا ج۹/ص ۵۰۱، کتاب الحظر والاباحة، فی الاکل، البحر الرائق ج۸/ص۱۸۸، کتاب الکراهیة قبیل فصل فی اللبس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲ عن ابی **هریرةؓ** قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المتباریان لایجابان ولایوکل طعامهما قال الامام احمدیعنی المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً (مشکوٰة شریف، ص ۲۷۹/باب الولیمه) مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فخر وریا میں) مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی، اور نہ ان کا کھانا کھایا جائیگا۔

۳ ان العاقل لایعیب نفسه فلاینبغی ان یعیب غیره، الجامع لاحکام القرآن، للقرطبی ج۸/ص ۲۹۶/. (مطبوعه دارالفکر بیروت) سورة الحجرات، تحت آیت ۱۱/.

بنواسرائیل فی المعاصی نهتهم علمائهم فلم ینتهوافجالسوا فی مجالسهم واٰکلواهم وشاربواهم فضرب اللّٰه قلوب بعض ببعضهم ولعنهم علیٰ لسان داود عیسیٰ ابن مریم وذٰلک بماعصوا وکانوا یعتدون ثم جلس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وکان متکأ فقال لاوالذی نفسی بیده حتی تاطروهم علیٰ الحق اخرجه الترمذی واخرج ابوداؤد کلا واللّٰه لتامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر ثم لتاخذن علیٰ یدالظالم ولتأطرن علیٰ الحق اطراً او لیضربن اللّٰه قلوب بعضکم ببعض ثم یلعنکم کما لعنهم" آیت کریمہ "فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین "کے تحت تفسیر احمدی، ص ۳۸۸/ میں ہے "وان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلهم ممتنع" آیت کریمہ" ولاتر کنوا الیٰ الذین ظلموا" کے تحت تفسیر روح البیان، ج ۲/ص ۱۳۶/ میں موجود ہے "ودخل فی الرکون الیٰ الظالم المداهنة والرضاء باقوالهم واعمالهم ومحبة مصاحبتهم ومعاشر تهم روی ان اللّٰه تعالیٰ اوحیٰ الیٰ یوشع ابن نون انی اهلک من قومک اربعین الفاً من خیارهم وستین الفامن شرارهم فقال مابال الخیار فقال انهم لم یغضبولغضبی فکانوا یواکلونهم ویشاربونهم وآیت کریمه "وعلیٰ الثلثة الذین خلفوا حتی اذاضاقت علیهم الارض بمارحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لاملجأ من اللّٰه الااليه ثم تاب علیهم لیتوبوا۔

حضرت کعب ابن مالک ومرار ابن ربیع وہلال ابن امیہ کی شان میں وارد ہوا تھا، جو بلا عذر شرعی جہاد میں شریک نہ ہوئے تھے، اسلئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ترک سلام وکلام ومعاملات کا حکم صادر فرمایا تھا، صحیح بخاری میں اس کی تفسیر میں ہے "نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامی وکلام صاحبی فاجتنب الناس کلامنا فلبثت کذالک حتی طال علی الامر ومامن شئی اهم الی من ان اموت فلایصلی علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اویموت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاکون من الناس

بتلک المنزلة فلایکلمنی احدمنهم فلا یصلی احدعلی ''اورصحیح بخاری کتاب الجہاد میں ہے''ولا یکلمنی احدواتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاسلم علیه وهوفی مجلسه بعدالصلوٰة فاقول فی نفسی هل حرک شفتیه برد السلام علی ام لا(الی) حتی تسورت جدار حائط ابی قتادةؓ وهوابن عمی واحب الناس الیّ فسلمت علیه فواللّٰه ما رد علی السلام حتی مضت اربعون لیلة من الخمسین اذا رسول،رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یاتینی فقال ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم یامرک ان تعتزل امراتک وارسل الیٰ صاحبی مثل ذٰلک فقلت لامرأتی الحقی باهلک فتکونی عندهم حتی یقضی اللّٰه فی هذا الامر الخ مشکوٰة شریف، ص ۲۷۹/'' پرھے.''نهیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم عن اجابة طعام الفاسقین رواه البیهقی، مشہورحدیث میں جودعائے قنوت ہے،اس میں ہم کوتعلیم دی گئی ہے''ونترک من یفجرک ''اورسودخورکااشدفاسق ہونا آیت کریمہ''فان لم تفعلوا فأذنوابحرب من اللّٰه ورسوله ''سے مفہوم ہوتاہے''مشکوٰة شریف، ص ۲۴۵/ لیاتین علیٰ الناس زمان لایبقی احد الااکل الربوٰ فان لم یاکل اصابه من بخاره وفی روایة من دخانه ''اس کی شرح مرقاۃ ج۳/ص۳۱۱/میں مرقوم ہے''ای یصل علیه اثره بان یکون شاهد افی عقد الربوٰاوکاتباً اواٰکلاً من ضیافة اکله وهدیته ''اس حدیث میں سودخوارکی ضیافت قبول کرنے کوسودخوری قراردی گئی ہے،اورسودخورکامال مشتبہ ہوتاہے،مشکوٰۃ شریف،ص۲۴۱/ میں ہے''الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات فمن اتقی الشبهات استبرألدینه وعرضه ومن وقع فیها وقع فی الحرام ''ان نصوص صریحہ سے سودخوار یافاسق معلن کی ضیافت قبول کرنا ممنوع وناجائز ہونا ثابت ہوتاہے ، یانہیں ؟ عالمگیری مطبوعہ مصر ، ج۵/ص۳۷۹/میں ہے''ولایجب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انک غیر راض بفسقه وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرام مالم یخبرانه حلال وبالعکس یجیب مالم

یتبین عنه انه حرام کذافی التمرتاشی ''الاشباہ والنظائر کے حاشیہ میں ہے''فی التمر تاشی رجل لہٗ مال حرام اختلطه مال من الرباء والرشاء اوالغلول اوالسحت اومن مال الغصب اوالسرقة اوالخیانة اومن مال الیتیم فصار ماله کله شبهة لیس لاحدان یشارکه (الیٰ) اویقبل هدیته اویاکل فی بیته ''ان روایات سے فاسق معلن اورسودخوار کی ضیافت کا قبول کرنا ناجائز ثابت ہوتا ہے، اس کے برخلاف عالمگیری کی دوسری روایت اور الاشباہ والنظائر کی روایت سے فاسق معلن اورسودخوار کی ضیافت کا قبول کرنا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے، عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے''وفی الروضة یجیب دعوة الفاسق والورع ان لایجیبه کذافی الوجیز للکردری اٰکل الربوٰ وکاسب الحرام لواهدیٰ الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبر ان ذٰلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه وان کان غالب مالہٗ حلالاً لابأس بقبول هدیته والا کل منها کذافی الملتقط الاشباه والنظائر، ص ۱۳۵ ر میں ہے''اذاکان غالب مال المهدی حلالا فلابأس بقبول هدیته اواکل ماله مالم یتبین انه حرام وان کان غالب ماله الحرام لایقبلها ولایاکل الا اذا قال انه حلال ورثه اواستقرضه''

اب جواب طلب یہ امر ہے کہ جوروایات فقہیہ سودخوار وفاسق معلن کی ضیافت قبول کرنے کے جائز ہونے پر دال ہیں، نصوص قرآن وحدیث کے مخالف ہیں، وہ روایات مقبول وقابل عمل ہوں گی یا نہیں؟

دوم:۔الاشباہ والنظائر میں ہے''اذا تعارض دلیلان احدهما یقتضی التحریم والاٰخر الاباحة قدم التحریم''اس وجہ سے روایت عدم جواز مقدم ہوگی یا نہیں؟

سوم:۔اگر روایات جواز کے یہ معنی لئے جائیں، کہ سودخوار سودخواری ترک کرنے کے بعد اور کاسب حرام کسب حرام ترک کرنے کے بعد ضیافت کرے تب یہ حکم ہوگا، تو اس صورت میں دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تنازع باقی نہیں رہے گا، اگر یہ معنی نہ ہوں تو اس کا یہ قول

میرا غالب مال حلال ہے، یا مال موروثہ یا مقروضہ کس طرح قابل قبول ہوگا، درمختار میں ہے (لایقبل شهادة من) یاکل الربوٰ، حاصل کلام اس روایت کے صحیح ہونے کی تقدیر پر اس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عن عبد اللّٰه بن عمرؓ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ومن دعی فلم یجب فقد عصی الله ورسوله رواه ابوداؤد عنه اذادعی احدکم الیٰ الولیمة فلیأتها ابوداؤد وعنه اذا دعی احدکم اخاه فلیجب عرسا کان اونحوه ابوداؤد[1]، قال الشیخ عبدالحق المحدث دهلوی قدس اللّٰه سرهٗ اجابة الولیمة مستحبة وقیل واجبة وقیل فرض کفایة لانها اکرام موالاة اشبه برد السلام وهذا اذا عین الداعی المدعوبالدعوة فاذا لم یعینه لم یجب الاجابة بل لایستحب لان الاجابة معلل بمافیها من کسر قلب الداعی واذا عمم فلاکسر ویسقط الاجابة باعذار نحو کون الشبهة فی الطعام اوحضور الاغنیاء فقط اومن لایلیق مجالسته اویدعولجاهه اولتعاونه علیٰ باطل اوکون المنکر هناک مثل الغناء وفرش الحریر هامش مشکوٰة[2]، عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المتباریان لایجابان ولایوکل طعامهما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضیافة فخراورِیاءً عن عمران بن حصینؓ قال نهیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن اجابة طعام الفاسقین عن ابی هریرةؓ قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذا دخل احدکم علیٰ اخیه المسلم فلیأکل من طعامه ولایسأل ویشرب من شرابه ولایسأل روی الاحادیث الثلاثة البیهقی فی شعب الایمان وقال

---

[1] **مشکوٰة** شریف ص۲۷۸/باب الولیمة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، ابوداؤد ج۲/ص۵۲۵، کتاب الأطعمة باب ماجاء فی إجابة الدعوة، مطبوعه سعد دیوبند.

[2] لمعات علی هامش مشکوٰة ص۲۷۸، رقم الهامش ۶، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

هذا ان صح فلان الظاهر المسلم لايطعمه ولايسقيه الاماهو حلال عنده مشكوٰة[1] قوله ولايسأل بحيث يفضى الىٰ سوء الظن وايذئه ويستكشف حقيقة الحال من غير سوال وايذاء وذٰلک اذالم يعلم فسقه وظلمه وتجاوزه عن الحدوبالجملة اذاعلم بيقين اوغلبة الظن انه محتاط فى امر طعامه فذٰلک وان تساويا فالاحتياط فى الترک وان كان له وجوه متعددة فى الرزق بعضها طيب وبعضها خبيث واحسن الظن باحتمال انه ياكل من الوجوه الطيبة فله وجه الجواز وان تعين انه لايحتاط اوتعين انه ياكل الحرام وليس له الا مدخل سوء فكلا / لمعات[2] على هامش مشكوٰة شريف، ص ۳۷۹[3]

---

[1] مشكوٰة شريف ص ۲۷۹، باب الوليمة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] لمعات علىٰ هامش مشكوٰة ص ۲۷۹، رقم الهامش ۳، باب الوليمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] **ترجمہ عربی عبارت کا**:۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو دعوت دی گئی، اوراس نے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آجانا چاہئے ،(ابوداؤد شریف) تیسری روایت بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی دعوت دے تو اسے قبول کرلینا چاہئے چاہے وہ دعوت ولیمہ ہو یا اسی جیسی کوئی دوسری دعوت (ابوداؤد شریف)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے، واجب بھی کہا گیا ہے، اورفرض کفایہ کا بھی قول ہے، اس لئے کہ دعوت کا قبول کرنا اکرام متعلقین ہے، جوسلام کا جواب دینے کے مشابہ ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ دعوت دینے والے نے مدعو کو متعین کرکے دعوت دی ہو، لیکن اگر تعین نہ کی ہو تو قبول کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں، چونکہ اجابت تو اس لئے ہے کہ داعی کا دل نہ ٹوٹے اور جب دعوت میں عمومیت رہی تو دعوت قبول نہ کرنے میں دل شکنی بھی نہیں، اوراجابت (دعوت قبول کرنا) بوقت اعذار ساقط ہوجاتی ہے، مثلاً یہ عذر کہ کھانا مشتبہ ہے، یا صرف مالداروں کی حاضری ہے یا ایسے شخص کی دعوت ہے کہ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مناسب نہیں ہے، یا دعوت اپنی وجاہت (بڑے پن) کی وجہ سے کررہا ہو، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ تین نوع کی روایتیں ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا رد کرنا معصیت ہے بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنا کہ یہ مال حرام ہے یا حرام درست نہیں، بعض میں دعوت کے قبول کرنے کو منع کیا گیا ہے، تطبیق کے لئے ہر ایک کا محمل الگ الگ قرار دیا جائیگا۔

نوع اول کا محمل یہ ہے کہ اگر کوئی مخلص حلال مال سے دعوت کرے اور وہ منکرات سے خالی ہو اور رد کرنے میں دل شکنی ہوتی ہو اور قبول کرنے میں کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کا رد کرنا برا ہے، بلکہ خوشی سے اس کو قبول کرنا چاہئے، اگر ان امور میں سے کوئی امر مفقود ہو تو حکم بدل جائے گا، جیسا کہ شیخ عبدالحق کی عبارت اس پر شاہد ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) یا کسی باطل پر تعاون حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی ہے، یا دعوت مجلس میں منکر (خلاف شرع) مثل گانے اور ریشمی فرشوں کا ہونا ہے، ان تمام صورتوں میں وہ معذور ہے، اور بر بنا عذر قبولیت سے انکار کرسکتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا دو باہم مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ''المتباریان'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص جو فخر و ریاء کے ساتھ میزبانی میں مقابلہ کرنے والے ہوں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس آئے تو اس سے کچھ سوال کئے بغیر (کہ یہ حلال ہے یا حرام) اس کے کھانے پینے کی چیزیں کھائے پیئے، ان تینوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان، میں روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ اگر صحیح ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر مسلمان اپنے بھائی کو وہی چیز کھلاتا پلاتا ہے، جو اس کے نزدیک جائز ہوتی ہے (مشکوٰۃ شریف)

اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ''لا یسئل''، یعنی اس طرح پوچھ گچھ نہ کرے جس سے بدظنی ہو یا اس کو تکلیف ہو بغیر پوچھے اور بغیر تکلیف دیئے حقیقت حال معلوم کرسکتا ہے، یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا فسق اور ظلم حد سے تجاوز کرنا معلوم نہ ہو۔

خلاصہ:۔ یہ ہے کہ جب یقین یا غلبہ ظن سے معلوم ہو کہ یہ کھلانے میں احتیاط نہ برتنے والا ہے، اس وقت یہ حکم ہے، اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

اور اگر اس کمائی کے ذرائع مختلف ہیں بعض جائز، بعض ناجائز اور حسن ظن یہ ہے کہ وہ جائز ذریعہ سے حاصل کئے ہوئے سے کھاتا ہے، تو پھر کھانا جائز ہے، اور اگر یقین ہے کہ وہ احتیاط نہیں کرتا، یا یہ کہ حرام کھاتا ہے، یا اس کے پاس صرف حرام ذریعہ ہے تو پھر ہرگز نہیں کھانا چاہئے۔

نوع ثانی کا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے متعلق یقین یا غلبۂ ظن ہو کہ یہ امور معاش میں محتاط ہے تو پھر خواہ مخواہ محض احتمالِ عقلی کی بناء پر کج وکاؤ کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ بدظنی ہے جو کہ مسلم کی دل آزاری کا سبب ہے، " قال اللّٰہ تعالیٰ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِنَ الظَّنِ اَن بَعْضَ الظَّن اثم وَلَاتَجَسَّسُوْا"[1]۔

نوع ثالث کا محمل یہ ہے کہ جس کے متعلق یقین یا قرائن سے ظن غالب ہو کہ اس کا تمام یا اکثر مال حرام ہے، اس سے دعوت کرتا ہے، یا وہ مجلس دعوت منکرات پر مشتمل ہے، یا اس کی نیت فاسد اور غیر مشروع ہے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، قبول کرنے سے گناہ ہوگا، کہیں کم کہیں زیادہ یعنی کہیں کراہت تنزیہی، کہیں تحریمی، کہیں بالکل حرام علیٰ حسب اختلاف الداعی والمدعو والدعوۃ، اس تفصیل کے بعد عبارات فقہ، تفسیر، حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا، تفسیر کے سوال میں جس قدر حوالے دیئے ہیں، وہ بھی اس جواب کے مخالف نہیں، کیونکہ قعود مع الفساق کی جس جگہ ممانعت آئی ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ فسق غالب ہے ورنہ بڑی دقت پیش آئے گی، کیونکہ مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سود سے بچا ہوا نہیں[2]، اسی طرح الزواجر ابن حجر کی اور رسالہ معاصی مصنفہ ابن نجیمؒ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص عادۃً ملنا دشوار ہے، جو اس قسم کے امور سے قطعاً محفوظ ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ معصومیت تو نبی کی صفت ہے[3]، ہر شخص سے عمر میں کوئی نہ کوئی ایسا امر ضرور صادر ہوتا ہے، جو عصمت کے خلاف ہو

---

[1] سورہ حجرات، آیت ۱۲/ **ترجمہ**:۔اے ایمان والوں بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور سراغ مت لگایا کرو۔ (بیان القرآن)

[2] فإن لم یاکله أصابه من بخاره، ای یصل الیه أثره بأن یکون شاهداً فی عقد الربا او کاتباً او آکلاً من ضیافة آکله أو هدیته الخ مرقات ج۳/ص ۳۱۱، باب الربا، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[3] العصمة ثابتة للانبیاء قبل النبوة وبعدها علی الاصح (شرح فقه اکبر ،ص ۲۹/ مطبوعه مجتبائی دهلی)

پھر اس قدر عموم کیسے باقی رہ سکتا ہے، لامحالہ کہا جائے گا کہ غلبہ کا اعتبار ہے، دوسرے ایسے تعلق یا قعود کی زیادہ مخالفت ہے، جس سے رضا بالفسق ظاہر ہو جیسا کہ تفسیر روح البیان کی عبارت مذکورہ فی السوال سے معلوم ہوتا ہے ''والرضاء باقوالهم وافعالهم''[1]

آیت ''وعلى الثلثة الذين خلفوا الخ'' اس تفسیر کے نقل کرنے سے معلوم نہ ہو سکا کہ ان صحابہؓ کی تفسیق مقصود ہے (نعوذ باللہ) یا اور کچھ کیونکہ ان کا سود خور کا سب حرام ہونا تو کسی روایت سے ثابت نہیں[2] دعائے قنوت میں ''ونترک من یفجرک'' سے یہ مراد ہے کہ جس شخص پر فسق غالب ہو اس سے ہم کو قلبی تعلق نہیں، فاسق کا اطلاق جیسے عاصی پر ہوتا ہے، اسی طرح منافق پر بھی ہوتا ہے، ''مثل'' الفاجر يقرأ القرآن اى المنافق لانه قسيم للمومن فعطف المنافق على الفاجر تفسيرىٌ (مجمع البحار، ج۴/ص ۱۰۶/)[3]

مشکوٰۃ شریف[4] کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مشتبہ مال سے بھی احتیاطاً بچنا چاہئے ورنہ انجام یہ ہوگا کہ حرام تک نوبت پہنچ جائے گی، جیسا کہ حدیث کے آئندہ ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے، جس کو زائد از ضرورت سمجھ کر یا کسی اور مصلحت سے نقل نہیں کیا گیا، پوری حدیث ملاحظہ فرمایئے تو مطلب واضح ہو جائے گا۔

---

[1] تفسیر روح البیان، ج۴/ص ۱۹۶/ سورہ ھود.

[2] **تنبیہ**:۔ مذکورہ روایت سے مقصود سائل یہ ہے کہ تفسیر وحدیث اس پر دلیل ہے کہ جس سے معصیت ظاہر ہو اس سے ترک تعلق کرنا ضروری ہے، جیسا کہ محدثین وشارحین نے اس سے یہ بات کتب حدیث وشروح حدیث میں ثابت کی ہے، (نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة) هو دليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم، شرح المسلم ج۷/ص۹۸/باب يهجر من ظهرت معصيةٌ كتاب الرقاق، عمدةالقارى، ج۲۴/ص۲۸۳/ كتاب الاحكام فتح البارى، ج۵/ص ۱۳۲/ بخارى، ج۲/ص۱۰۷۳/ باب هل للامام ان يمنع المجرمين واهل المعصية من الكلام معه والزيارة ونحوه مسلم، ج۲/ص ۳۶۰/ كتاب التوبة۔

[3] مجمع البحار، ج۴/ص۱۰۳/باب الفاء مع الجيم. مطبوعه عثمانيه حيدر آباد.

[4] **مشكوٰة** شريف ج۱/ص ۲۴۱، كتاب البيوع باب الكسب وطلب الحلال، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

عالمگیری کی بھی عبارت کا مطلب صاف ہے، وہ یہ کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اگر وہ رضا بالفسق ظاہر ہو تو اس کو قبول کرنا درست نہیں، کما مر فی تفسیر روح البیان، اور حرام مال سے بھی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، کما مر فی تفسیر روح البیان، اور حرام مال سے بھی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، کما تقدم مفصلاً، حاشیہ اشباہ کی عبارت غلط نقل کی گئی لفظ حلال کی جگہ حرام نقل ہو گیا، صحیح یہ ہے ''وفی التمر تاشی لرجل مال حلال اختلطه مال من الربو''[1] اگر بغور عبارت کو ملاحظہ فرما لیتے تو خلجان پیدا نہ ہوتا، بلکہ معلوم ہو جاتا کہ یہ حکم وجوبی نہیں، بلکہ احتیاطی ہے کیونکہ اسی عبارت میں مذکور ہے ''فصار کله شبهة'' اور متعین ہے کہ حرام سے بچنا واجب ہے اور مال مشتبہ سے بچنا احتیاط اور ورع ہے واجب نہیں جیسا کہ عالمگیری[2] کی دوسری روایت میں روضہ سے منقول ہے، اور اشباہ شروع کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے ''ولیس زماننا زمان اجتناب الشبهات کمافی الخانیة والتجنیس[3]'' پھر اس کے حکم کو وجوبی کیسے کہا جا سکتا ہے، عالمگیری کی ملتقط والی عبارت میں کسی کا کوئی خدشہ نہیں، اشباہ کا یہ قاعدہ ''اذا تعارض دلیلان الخ'' اس حدیث سے ماخوذ ہے، جس کو اس صفحہ کے شروع میں ذکر کیا ہے، اور اس پر کلام بھی کیا ہے، اور اس پر چند فروع ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ''وخرجت من هذه القاعدة عدة مسائل[4]'' یعنی اس قاعدہ سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں، آٹھواں مسئلہ وہ

---

[1] حاشیة الاشباه، ص ۵۷/ دار الاشاعة دهلی، القاعدة الثانیة من الفن الاول، پوری عبارت سوال میں مذکور ہے۔

[2] عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص ۳۴۳، کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات.

[3] الاشباه والنظائر، ص ۱۵۹/ کتاب الحظر والاباحة الفن الثانی.

[4] اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وبمعناها مااجتمع محرم ومبیح الا غلب المحرم والعبارة الاولی لفظ حدیث اورده جماعة ما اجتمع الحلال والحرام الا غلب الحرام الحلال قال العراقی لااصل لهٗ وضعفه البیهقی واخرجه عبدالرزاق موقوفا علی ابن مسعود رضی اللّٰه عنه وذکره الزیلعی شارح الکنز فی کتاب الصید مرفوعاً فمن فروعها اذا تعارض دلیلان احدهما یقتضی التحریم والاخر الاباحة قدم التحریم..... الخ (الاشباه والنظائر، ص ۵۵/ القاعدة الثانیة.

ہے جس کو آپ اس کے معارض سمجھ رہے ہیں ''الثامنة اذا کان غالب مال المهدی حلالا فلابأس بقبول هديته الخ[۱]'' حالانکہ یہ مسئلہ اس قاعدہ کے معارض نہیں بلکہ مستثنیٰ ہے، غرض کہ جس قدر شبہات تعارض وغیرہ کے پیدا ہوئے وہ سب قلت تدبر سے پیدا ہوئے، اگر عبارات مذکورہ فی السوال کو بنظر غائر دیکھا جاتا تو شبہات پیدا ہی نہ ہوتے، رہا یہ سوال کہ سود خوار کا قول حلت وحرمت کے بارے میں کیسے قبول کیا جائے، جب کہ وہ فاسق ہے تو ایک احتمال جواب میں وہ بھی ہے جو آپ نے ذکر کیا، دوسری صورت خود ہدایہ سے نکلتی ہے۔

وشرط فی الاصل ان یکون اٰکل الربوٰ مشهوراً به لان الانسان قلما ینجو عن مباشرة العقود الفاسدة وکل ذٰلک ربوٰ اھ والتفصیل فی فتح القدیر[۲]، ج۲/ص ۳۸/ ویؤیده ایضاً مافی المرقاة[۳] ج۳/ص۳۱۱/'' ۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ دراصل محض قول فاسق کی وجہ سے یہ حکم نہیں بدلتا بلکہ اپنا بھی اس مال کے متعلق ظن حلت کا ہو جائے، تب یہ حکم ہے اور اگر اپنا ظن حلت کا نہیں ہوا بلکہ حرمت ہی کا ہے، تب قول فاسق معتبر نہیں، ''وانما اعتبر خبر الفاسق فی حل الطعام وحرمته وطهارة الماء ونجاسته اذا تأید باکبر الرأی لان ذٰلک امر خاص لایستقیم تلقیه جهة من العدول فوجب التحری فی خبره للضرورة وکونه اهلا للشهادة وانتفاء التهمه عنه

---

[۱] الاشباه والنظائر، ص۵۷/ القاعدة الثانیة، طبع دار الاشاعة دهلی.

[۲] هدایه، ج۳/ص ۱۶۲/ کتاب **الشهادة**، مطبوعه تهانوی دیوبند، فتح القدیر، ج۷/ص ۴۱۳/ (مطبوعه دار الفکر بیروت) باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل.

[۳] ولایبقی احد منهم لهٗ وصف الا وصف کونه اٰکل الربوا فهو کنایة عن انتشاره فی الناس بحیث انه یاکله کل احد .....یصل الیه اثرهٗ بان یکون شاهداً فی عقد الربا او کاتبا او اٰکلا من ضیافة اٰمله او هدیته والمعنی انه لو فرض ان احداً سلم من حقیقته لم یسلم من اٰثاره وان قلت جداً (مرقاة المفاتیح، ج۳/ص ۳۱۱/ باب الربوٰ، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

مالم یلزمه غیره مسلما ،ص ۷۲/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۴/۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ ۴/صفر ۵۳ھ

صحیح سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دعوت کے لئے پیسے کی شرط

سوال:۔ بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ مولویوں اور طلبہ کو دعوت کھلانے کے بعد پیسہ دیا جاتا ہے، کیا پیسہ لینا دعوت کھا کر شرعاً جائز ہے، نیز پیسہ نہ دینے پر دعوت قبول نہ کرنا ان لوگوں کے متعلق شریعت میں کسی قسم کی مذمت آئی ہے یا نہیں، بصورت عدم جواز آخذ کے لئے یہ پیسہ اپنے کام میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس قسم کا اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا اور دینے کا کیا حکم ہے ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں، ہر مسئلہ مندرجہ بالا کو مع دلائل عقلیہ نقلیہ وحوالہ کتب کے تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ایصال ثواب جس طرح کھانا کھلا کر کرتے ہیں اسی طرح پیسے دیکر بھی کرتے ہیں، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مستحق کو جس طرح کھانا درست ہے[2]، اسی طرح سے پیسے لینا بھی

---

[1] هکذا فی البحر الرائق ج۸/ص۱۸۷، کتاب الکراهیة فصل فی الأکل والشرب، مطبوعه کوئٹه، فتح القدیر ج۱۰/ص۱۰، کتاب الکراهیة فصل فی الأکل الخ دارالفکر بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص۴۹۹، کتاب الحظر والإباحة فصل فی الأکل.

[2] ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم فی علو الحالات الیٰ قوله قال القو نوی والاصل فی ذلک عند اهل السنة ان للإنسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او حجا او صدقة او غیرها الخ شرح فقه اکبر ص۱۵۸، دعاء الاحیاء للاموات الخ مطبوعه رحیمه دیوبند.

درست ہے، اور اگر وہ کھانا اس شرط پر کھاتا ہے کہ اگر پیسے بھی مجھے ہی دو تو میں کھانا کھاتا ہوں ورنہ میں نہیں کھاتا، تو اس میں کوئی جبر اور تلازم نہیں دینے والے کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے کھانا کھلائے، جس کو چاہے پیسے دے اور اس کو بھی اختیار ہے دل چاہے کھانا کھائے نہ دل چاہے نہ کھائے یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ وہ کھانا جائز طریقہ پر کھلائے اگر ناجائز طریقہ پر کھلائے تو نہ کھلانا جائز ہے نہ کھانا جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذی الحجہ ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۸/۱۲/۵۸ھ

باتصویر کمرہ میں دعوت علماء

سوال:۔ اگر کسی کے یہاں تصویر ٹنگی ہیں، اس کے یہاں کیا علماء کا جانا اس کمرہ میں بیٹھ کر ناشتہ اور کھانا کھانا اور منع نہ کرنا گناہ نہ ہوگا، اگر تصویریں الٹ دی جائیں تو کیا قباحت دور ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء کے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق نہی عن المنکر لازم ہے اس کا ترک کرنا گناہ ہے تصویریں الٹنے سے قباحت دور نہ ہوگی، البتہ کچھ مستور ہو جائے گی[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة الی ماقال والحاصل ان اتخاذ الطعام عن قراء ة القران لأجل الأکل مکروه الخ شامی کراچی ج۲/ص ۲۴۰، باب صلوٰة الجنازة مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت.

[2] ان کان هذاالرجل بحال لوامتنع عن الا جابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الا جابة بل یجیب علیه ان لایجیب لانه نهی عن المنکر وان لم یکن الرجل بحال لولم یجب لایمنعهم عن الفسق لابأس بان یجیب ویطعم وینکر معصیتهم وفسقهم (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ کتاب الکراهیة. الباب الثانی عشر فی الهدایاوالضیافات. درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۰۱، کتاب الحظر والإباحة فصل فی الأکل، بحر کوئٹه ج۸/ص ۱۸۸، کتاب الکراهیة فصل فی الأکل.

جس تقریب میں باجا ہو اس میں شرکت و دعوت

سوال:۔ اگر کسی شادی یا تقریب میں انگریزی باجہ یا کھیل تماشہ ہو تو وہاں کی دعوت قبول کرنا یا خود وہ طعام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہئے، دعوت بھی قبول نہ کی جائے، مگر اس طعام کو حرام نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کا مدار اصل مال کی حرمت پر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

فسق کی مجلس میں شرکت

سوال:۔ زید تمام جگہ فسق و فجور سے پرہیز کرتا ہے، اور جہاں گانا وغیرہ ہوتا ہے اس دعوت میں شرکت وغیرہ بھی نہیں کرتا تو اگر کہیں کھانا کھاتے وقت وہ فسق و فجور نہ ہو اور دعوت والے یہ کہتے ہیں کہ ہم بعد میں گانا بجانا کریں گے یا کوئی نہ کہے بلکہ مکمل یقین ہو جائے، تو کیا ایسے شخص کو وہاں دعوت کھانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید اگر مقتدیٰ ہے تو اسکو ایسی دعوت سے احتراز چاہئے اگر عامی ہے تو گنجائش ہے، لیکن

---

[1] من دعی الی ولیمة فوجد ثمه لعبا اوغناءً فلابأس ان یقعد ویأکل فان قدر علی المنع یمنعهم وان لم یقدر یصبر وهذا اذالم یکن مقتدی به واما اذاکان ولم یقدر علی منعهم فانه یخرج ولایقعد ولوکان ذٰلک علی المائدة لاینبغی ان یقعد وان لم یکن مقتدی به وهذا کله بعد الحضور واما اذاعلم قبل الحضور فلا یحضر لانه لایلزمه حق الدعوة بخلاف ماذا هجم علیه لانه قدلزمه (عالمگیری، ج۵/ص۳۴۳/کتاب الکراهیة. الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات) درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۰۱، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الأکل، بحر کوئٹه ج۸/ص۱۸۸، کتاب الکراهیة فصل فی الأکل والشرب.

اگر یہ خیال ہو کہ اس کی شرکت کے لئے وہ لوگ فسق و فجور ترک کر دیں گے تو زید کو حد درجہ اس کا اہتمام چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کافر کی دعوت

سوال:۔ مسلمان کو مسلمان کی دعوت قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟ یعنی وجوب کا درجہ رکھتا ہے، یا سنت مؤکدہ کا یا سنت غیر مؤکدہ کا یا استحباب کا؟ اور دعوت کا رد کرنا بلا عذر گناہ ہے یا نہیں؟ اور عذر میں کوئی تفصیل ہے یا نہیں، یعنی عذر قوی، عذر ضعیف اور برائے مہربانی اس سے مطلع فرماویں کہ مسلمان کو کسی کافر کی دعوت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور کافر کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعی دعوت کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، بلا عذر اس کا رد کرنا ترک سنت ہے،[2] اور قوت وضعف عذر پر ہی حیثیت مترتب ہے،[3] میلانِ قلبی کے ماتحت دعوتِ کافر اور اس کا قبول ممنوع

---

[1] وان علم المقتدی به بذٰلک قبل الدخول وهو محترم يعلم انه لو دخل يتركون ذٰلک فعليه ان يدخل وان والا يدخل (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، من كتاب الكراهية، نيز مجمع الانهر ج۴/ص۲۱۷، كتاب الكراهية فصل فی المتفرقات، زيلعی ج۶/ص۱۳، كتاب الكراهية فصل فی الأكل، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] واختلف فی اجابة الدعوة قال بعضهم واجبة لايسع تركها وقالت العامة هی سنة والا فضل ان يجيب اذاكانت وليمة والا فهو مخير والا جابة افضل لان فيها ادخال السرورفی قلب المؤمن فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/. كتاب الكراهية الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات. زيلعی ج۶/ص۱۳، كتاب الكراهية، فصل فی الأكل، مطبوعه امداديه ملتان، شامی زكريا ج۹/ص ۵۰۱، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی الأكل.

[3] ويسقط الإجابة بأعذار نحو كون الشبهة فی الطعام او حضور الأغنياء فقط او من لايليق مجالسته او يدعو لجاهه او لتعاونه على باطل او كون المنكر هناک الخ لمعات علیٰ هامش مشكوٰة ص۲۸۷/ رقم الهامش ۶، باب الوليمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ہے، مصالح شرعیہ کے پیش نظر حسب المصالح مشروع ہے۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم صفر ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/صفر ۱۳۵۹ھ

ہندوؤں کی دعوت کا حکم

سوال:۔ ہندوؤں کے یہاں جب کوئی مرجاتا ہے، تو اس کے ۱۲/دن کے بعد بھوج یعنی دعوت ہوتی ہے، جس میں ہر قسم کے کھانے تیار ہوتے ہیں، اور تمام وہ لوگ جن کو دعوت دیجاتی ہے شریک ہوکر کھانا کھاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ہندوؤں کے یہاں (سرادھ) یعنی مردہ بھوج مسلمانوں کو کھانا کیسا ہے؟ اس دعوت میں شریک ہوکر کھانا کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کی بالکل اجازت نہیں اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۹۱ھ

---

[۱] وفی التفاریق لابأس بان یضیف کافرا لقرابة اولحاجة کذافی التمرتاشی ولابأس بالذهاب الیٰ ضیافة اهل الذمة .فتاویٰ عالمگیری ، ج۵/ص ۳۴۷، کتاب الکراهیة الباب الرابع عشر فی اهل الذمة الخ المحیط البرهانی ج۸/ص ۷۰، کتاب الکراهیة الفصل السادس عشر اهل الذمة، مطبوعه ڈابهیل، الملتقط ص۲۷۷، مطبوعه حقانیه کوئٹه.

[۲] من کثر سواد قوم فهو منهم ،الحدیث ،کنزالعمال ،ج۹/ص ۲۲/ رقم الحدیث ، ۲۴۷۳۵، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، نصب الرایة ج۴/ص ۳۴۶، کتاب الجنایات الحدیث التاسع، مجلس علمی گجرات، اتحاف السادة ج۶/ص ۱۲۸ ، کتاب الحلال والحرام، الباب السادس دارالفکر بیروت.

غیر مسلم کی دعوت

سوال:۔ اگر ہنود شادی غمی کے کھانوں میں دعوت کریں تو انکے وہاں دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ایسے ہی مسلمانوں کو ہنود کی شادی غمی میں دعوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مکمل مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ معاملات کے قبیل سے ہے، جیسا کہ بیع، شراء لین دین درست ہے یہ دعوت کرنا اور کھانا بھی درست ہے، جبکہ کوئی حاجت داعی ہو (یعنی بلاضرورت ان لوگوں سے اختلاط وتعلقات مکروہ ہیں) اور وہ کھانا پاک ہو" اما من حاجة داعية فينبغي الاحتراز عنه فتاویٰ هنديه، میں هے "ولا بأس بضيافة الذمي وان لم يكن بينهما الا معرفته كذافي الملتقط وفي التفاريق لابأس بان يضيف كافراً لقرابة اوحاجة كذافي التمرتاشي"۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/محرم الحرام ۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/محرم الحرام ۶۸ھ

دھوبی کے گھر کا کھانا

سوال:۔ دھوبی کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۷، كتاب الكراهية، الباب الرابع في اهل الذمة الخ مطبوعه كوئٹه. الفتاویٰ الكاملية ص۲۶۷، مطبوعه حقانيه پشاور. الملتقط ص۲۷۷، مطبوعه حقانيه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیا!

اگر وہ غیر مسلم ہے تو جب تک ناپاکی کا علم نہ ہو درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۹ھ

الیکشن میں کھڑے ہونے والے کی دعوت کا حکم

سوال:۔ایک صاحب اہل ہنود میں سے ہیں، وہ اس علاقہ میں الیکشن کے لئے کھڑے ہورہے ہیں، اس علاقہ سے کوئی مسلمان کھڑا نہیں ہورہا ہے، انہوں نے تبلیغی جماعت کو میٹھا دودھ پیش کیا، انہوں نے ان کا دل رکھنے کے لئے قبول کرلیا تو یہ درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح دعوت قبول کرنے میں مضائقہ نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۷ھ

فاسق کی دعوت قبول کرنا اور اس کو سلام کرنا

سوال:۔کوئی فاسق مبتلائے فسق ہو مثلاً ریش تراشتا ہو یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کی دعوت کھانا یا اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتلاتے ہیں،

---

[1] ولابأس بطعام المجوسی کله الاالذبیحة .عالمگیری ،ج۵/ص۳۴۷، کتاب الکراهیة الباب الرابع فی اهل الذمة الخ، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ج۸/ص ۶۹، کتاب الکراهیة الفصل السادس عشر أهل الذمة الخ، مطبوعه ڈابهیل.

[2] واما الهدیة للمشرکین واهل الکتاب و قبول هداياهم فکل ذلک جائز الخ اعلاء السنن ج۶/ص۱۴۶، کتاب الهبة، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ج۸/ص ۷۰، کتاب الکراهیة الفصل السادس عشر اهل الذمة مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۴۷، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر الخ.

اگر یہ بات صحیح ہے تو عام طور سے گشتوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلہ میں پیش قدمی کرنی پڑتی ہے، لہٰذا کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص مبتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کو سلام بھی کیا جائے، اور دعوت بھی قبول کی جائے، بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے، اگر ترک سلام یا ترک دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کر دیں، بقصدِ تعظیم فسق سلام کرنا جائز نہیں ہے، لیکن جب اس میں ایمان بھی موجود ہے تو اکرام مسلم لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فاسق کی دعوت قبول کرنا

سوال:۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، پھر دیکھا ریاکار اور شیخی خور کا کھانا کھانا جائز نہیں، ابوداؤد شریف، پھر دیکھا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہیں

---

[1] وان علم المقتدی به بذٰلک قبل الدخول وهو محترم يعلم انه لو دخل يتركون ذٰلک فعليه ان يدخل والا لم يدخل (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات لايجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم انه غير راض بفسقه وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر انه من حلال (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳) بستان العارفين ص۱۸۸، باب إجابة الدعوة مطبوعه فاروقی هند، بزازيه على الهنديه ج۶/ص ۳۶۴، كتاب الكراهية الفصل الخامس فی الأكل مطبوعه كوئٹه. واختلف فی السلام على الفساق فی الاصح انه لايبدأ بالسلام (عالمگیری ج۵/ص ۳۲۶) كتاب الكراهية، الباب السابع فی السلام. شامی کراچی ج۶/ص ۴۱۵، كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع.

کی تو خدا اور رسول کی نافرمانی کی، اس لئے میں فاسق جن کو میں جانتا ہوں، جیسے تاڑی پینے والا، شراب پینے والا، رشوت لینے والا، داڑھی کاٹنے والا، نماز نہ پڑھنے والا، ان کی دعوت کو قبول نہیں کرتا، ایک مولوی صاحب نے کہا کہ سبھوں کا کھانا کھانا جائز ہے، لیکن ان کی بات مجھے اس لئے سمجھ میں نہیں آئی کہ میں نے مولانا زکریا صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ''تبلیغی نصاب'' میں پڑھا کہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا، اس کے لئے بددعا کرتے وہ ہلاک ہوجاتا، حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی، جن میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہوگیا، کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی، اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر مجھے بھی حرام کا کھانا کھلا دیا گیا تو میری بھی شاید دعا اور عبادت قبول نہیں ہوگی، پھر انہیں کی کتاب میں میں نے یہ حدیث پڑھی کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا، جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب بھی ویسے ہی کردیئے، پھر اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی آیت ''لعن الذین کفروا'' سے فاسقون تک پڑھیں، اس کے بعد حضور ﷺ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ ''امر بالمعروف'' اور ''نھی عن المنکر'' کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو، اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

پھر ہم دعائے قنوت میں اللہ کو جو یہ کہتے ہیں کہ ''ونخلع ونترک من یفجرک'' ان سب باتوں سے بھی یہ اخذ کرتا ہوں کہ جو لوگ دین کے خلاف کام کرتے ہیں ان کی دائیں

عوت قبول نہیں کرنی چاہئے، پھر میں آپ لوگوں کو سب لوگوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، چاہے وہ نماز کیوں نہ پڑھتا ہو، اور داڑھی بھی کیوں نہ رکھتا ہو، اس میں کیا مصلحت ہے، میں آپ سے جاننا چاہتا ہوں اور کیا میں بھی سبھوں کی دعوت قبول کروں؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص علی الاعلان فاسق ہو اس کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو شخص حرام مال کھلائے اس کی دعوت قبول کرنا ہرگز جائز نہیں[1] بلا وجہ کسی کے متعلق تجویز کر لینے کا حق نہیں کہ اس کا مال حرام ہے، بلا وجہ تفتیش کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کا مال حلال ہے یا حرام ہے[2] اگر کسی سے ایسا تعلق ہو کہ اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی امید ہو یعنی یہ کہ وہ اپنے فسق سے توبہ کرے گا تو اس نیت سے اس کی دعوت قبول کر لی جائے کہ اس میں خیر ہے، اگر دعوت قبول نہ کرنے سے اصلاح کی امید ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، کہ اس میں خیر ہے، اگر فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اپنے متعلق فسق میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کی اصلاح کی امید نہیں تب بھی قبول نہ کی جائے، اگر دعوت کا انکار کرنے میں مفسدہ ہو مثلاً یہ کہ وہ آمادۂ مخالفت ہو کر اذیت پہنچائے گا تو مفسدہ سے تحفظ کے لئے بھی قبول کر لینے کی گنجائش ہے غرض بہت مختلف احوال ہیں سب کا ایک حکم نہیں، حرام مال کھانے اور فسق میں

---

[1] لایجیب **دعوة** الفاسق المعلن لیعلم انه غیر راض بفسقه وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرام (عالمگیری ص ۵/۳۴۳، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، بستان العارفین ص ۱۸۸، باب اجابة الدعوة، مطبوعه فاروقی هند، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص ۶/۳۶۴، الفصل الخامس فی الاکل، کتاب الکراهیة)

[2] عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی ﷺ اذادخل احدکم علی اخیه المسلم فلیاکل من طعامه ولایسأل ویشرب من شرابه ولایسأل (مشکوٰة شریف ص ۲۷۹، باب الولیمة)

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی پاس داخل ہو تو اس کے کھانے میں سے کھائے اور سوال نہ کرے اور اس کے پینے کی چیز میں سے پیئے اور سوال نہ کرے۔

شریک ہونے سے بہرصورت اجتناب لازم ہے۔[1]

تنبیہ:۔استدلال کے قابل چار چیزیں ہیں قرآن پاک، حدیث پاک اجماع، قیاسِ مجتہد[2] میرا یا میرے مثل کا عمل استدلال کے قابل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۸۹ھ

فاسق کی دعوت، عوام کا چندہ اور ہدیہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں ''عن عمران بن حصینؓ قال نهى رسول اللّٰه ﷺ عن اجابة طعام الفاسقين'' یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب الولیمہ، ص ۲۷۹/فصل ثالث میں لکھی ہوئی ہے، ایک مرتبہ سہارنپور میں استفتاء کیا گیا تھا کہ فاسق کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں، جواب آیا تھا کہ فاسق معلن کی دعوت قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس سے اس حدیث کی نہی کو میں تحریمی سمجھا، ایک مولوی صاحب نے جو کہ مجاز حضرت تھانوی مدظلہ العالی کے ہیں مجھ کو شبہ میں ڈالدیا وہ کہتے ہیں فاسق اگر وارثوں کے حقوق نہ دیتا ہو وغیرہ غرض حدیث کو مقید کردینے سے میں نے سمجھا کہ یہ محض تاویل ہے، جیسا

---

[1] ان كان هذاالرجل بحال لوامتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الاجابة بل يجب عليه ان لايجيب لانه نهى عن المنكر وان لم يكن الرجل بحال لولم يجب لايمنعهم عن الفسق لابأس بان يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم لانه اجابة الدعوة واجبة اومندوبة فلايمتنع بمعصية اقترنت بها (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ كتاب الكراهية) الباب الثانى عشر، درمختار مع الشامى زكريا ج۹/ص ۵۰۱، كتاب الحظر والإباحة فصل فى الأكل، البحرالرائق ج۸/ص ۱۸۸، كتاب الكراهية فصل فى الأكل والشرب، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] ان اصول الفقه اربعة كتاب اللّٰه تعالىٰ وسنة رسوله واجماع الامة والقياس (اصول الشاشى ص۵/) مطبوعه معراج ديوبند، نورالانوار ص۷، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، نامى شرح حسامى ص۳، مطبوعه رحيميه ديوبند.

کہ بعضوں کی عادت ہے کہ قرآن وحدیث میں تاویل کرتے ہیں اور اپنے عمل کے مطابق معنی بیان کرتے ہیں، جس سے ہم جیسوں کو حق سمجھنے میں التباس ہوجاتا ہے، پھر بعض اتقیاء کا گمان ہے کہ اس حدیث پر عمل بہت دشوار ہے کیونکہ عوام تو قریب قریب سب ہی بدعتی ہیں، کیونکہ عالم میں پردہ کا وجود عنقاء ہے مگر ہمارے یہاں تو شاذ ونادر مستورات میں پردہ ہے، اور وارثوں کے حقوق کوئی نہیں دیتا الاّ شاذ ونادر پھر ضروریات دینی کا علم جو عورت اور مرد سب پر فرض ہے اس سے عوام بالکل غافل ہیں، پھر ہمارے اکابر دیوبند وسہارنپور حتی کہ حضرت تھانوی مدظلہ العالی بھی فاسق کی دعوت قبول کرلیتے ہیں اب یہ بدتمیز شاگرد نا لائق ونابکار حضرت والا کی خدمت شریف میں دست بستہ عرض پرداز ہے کہ اولاً حدیث کی شرع بیان کی جائے کہ نہی اس میں مطلقاً تحریمی مراد ہے یا نہیں؟ پھر اکابر پر جو اعتراض ہے کہ فاسقوں کے چندہ ہدیہ سے اپنی اوقات بسری کرتے ہیں، ان کا جواب عنایت فرمائیں، آیا مدرسہ کی مصلحت پر ان کا مدار ہوجائے گا یا نہیں؟

(۲) بیان القرآن چوتھا سپارہ دوسرا رکوع ''ولتکن منکم امة یدعون الیٰ الخ'' آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر نہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے، لیکن مودت اور مخالطت کا بھی ترک واجب ہے، مگر بضرورۃ شدیدہ اس بیان کی وجہ سے میں نے اپنے خویش واقارب کو امر بالمعروف کرکے نفع سے مایوس ہوکر مودّت ومخالطت ترک کردیا تھا، اب ایک مجبوری سے یعنی بچوں کی تعلیم گھر میں نہیں ہوسکتی تھی، اکثر اوقات میں کھیل کود میں رہتے ہیں، پابندی کے ساتھ دو دن بھی نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم کے واسطے چلا گیا تھا، اب جس کے گھر رہتا ہوں وہاں پر مستورات میں پردہ نہیں اور اس شخص کے ذمہ دوسروں کے مالی حقوق بھی ہیں، امر بالمعروف بہت کیا ہے، لیکن اب نفع سے مایوسی کا وقت ہے، اب گذارش ہے کہ محض اس مصلحت سے کہ بچوں کی تعلیم ہورہی ہے، یہاں رہوں یا اس حالت میں ترک مودت

ومخالطت جوواجب ہے ،اس پرعمل کروں اورگھر چلا جاؤں تواس صورت میں بچوں کو کیا کروں،حضرت تھانوی کے پاس لکھنے سے فرماتے ہیں دیوبند،سہارنپورلکھو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے،اور ہرجگہ سے شفقت ومحبت کے ساتھ جواب ملے گا، مجھے امید نہیں لہٰذا حضرت والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ازروئے مہربانی دونوں سوالوں کا جواب ارشادفرما کر نیک مشورہ سے مشرف فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

''قال الفقیه (ابوالليثؒ) اذا دعيت الى وليمة ان لم يكن فيها فسق فلابأس بالاجابة وان كان ماله حراما فلاتجبه وكذٰلک ان كان فاسقا معلنا فلاتجبه ليعلم انک غير راضى بفسقه واذا اتيت وليمة فرأيت فيها منكرافانههم عن ذٰلک فان لم يمتنعوا عن ذٰلک فارجع لانک لوجا لستهم يظنون انک راضٍ بفعلهم الخ بستان العارفين[1]،ص ۸۰/ وفى الروضة يجيب دعوة الفاسق والورع ان لايجيبهٗ اٰكل الربوٰ وكاسب الحرام اهدى اليه اواضافه ،وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبره ان ذٰلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه،وان كان غالب ماله حلالا فلابأس بقبول هديته والا كل منها كذا فى الملتقط،فتاویٰ عالمگیری[2]،ج۵/ص ۳۴۳۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ دعوت میں خرابی تین قسم کی ہوتی ہے:-

اوّل:۔ یہ کہ نفس مال ہی حرام ہو،دوم یہ کہ صاحب مال فاسق ہواور مال حلال ہو،سوم یہ کہ مجلس دعوت میں منکرات ہوں،اول کا حکم یہ ہے کہ جب یقین یاظن غالب سے اس مال کی

---

[1] بستان العارفين ص ۱۸۸، باب اجابة الدعوة، مطبوعه فاروقى هند.

[2] كتاب الكراهية الباب الثانى عشرفى الهدايا والضيافات، مطبوعه كوئٹه، بزازيه ج۶/ص ۳۶۰، ج۶/ص ۳۶۴، كتاب الكراهية الفصل الرابع فى الهدية والخامس فى الأكل، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۸۶، كتاب الكراهية فصل فى الكسب، دارالكتب العلميه بيروت.

حرمت کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، اور ایسی دعوت کا رد کرنا واجب ہے، قبول کرنا جائز نہیں۔

دوم:۔ کا حکم یہ ہے کہ اگر فاسق معلناً یعنی کھلم کھلا ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کرتا ہے، اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے خیال یہ ہے کہ اس کو تنبیہ ہوگی اور وہ اپنی حرکات سے باز آئے گا، تو ہرگز اسکی دعوت قبول نہ کرے اور اگر خیال یہ ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے اس کو تنبیہ نہ ہوگی بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو دفع فتنہ کے لئے قبول کرلے، اور قبول کرنے اور نہ کرنے میں کوئی اصلاح کی امید ہے، نہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو ورع وتقویٰ یہ ہے کہ قبول نہ کرے بلکہ انکار کردے، تاہم اگر قبول کرلے گا تب بھی حرام نہیں۔

سوم:۔ کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلے سے علم ہو کہ فلاں مجلس دعوت میں منکرات ہیں اور یہ بھی خیال ہو کہ منع کرنے سے ان منکرات کا انسداد نہ ہوگا تو قبول نہ کرے، اگر خیال ہو کہ انسداد ہو جائیگا، تو قبول کرے اور جا کر انسداد منکرات کرے، اگر پہلے سے ان منکرات کا علم نہیں تھا، وہاں پہنچ کر علم ہوا، تو اگر یہ شخص مقتدیٰ ہے کہ اس کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ اُٹھ کر چلا آئے وہاں نہ ٹھہرے اور دعوت میں شریک نہ ہو، اور مقتدیٰ نہیں تو پھر دیکھنا چاہئے کہ دسترخوان پر اس کے سامنے وہ منکرات ہیں یا کسی دوسری جگہ اس تقریب میں ہیں، اگر دسترخوان پر ہیں تب بھی چلا آئے، اگر کسی دوسری جگہ ہوں تو پھر اس کو شرکت میں مضائقہ نہیں، یہ تو اصل مسئلہ کی تفصیل ہے، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیت، الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات کو دیکھنے سے یہ تفصیل پورے طور پر حل ہوتی ہے۔[1]

---

[1] من دعی الی ولیمة فوجد ثمه لعبا اوغناءً فلابأس ان یقعد ویاکل فان قد رعلی المنع یمنعهم وان لم یقدر یصبر وهذا اذالم یکن مقتدیً به اماذاکان ولم یقدر علی منعهم فانه یخرج ولایقعد ولوکان ذٰلک علی المائدة لاینبغی ان یقعدوان لم یکن مقتدی به وهذا کله بعد الحضور واما اذاعلم قبل الحضور فلایحضر لانه لایلزمه حق الدعوةبخلاف مااذاهجم علیه لانه قدلزمه کذافی السراج الوهاج وان علم المقتدی به بذٰلک قبل الدخول وهومحترم یعلم انه لودخل یترکون ذٰلک فعلیه ان یدخل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مدارس میں اگر کسی نے کوئی ایسا مال بھی دیا ہو جو کہ حرام طریقے سے کمایا تھا، تو چونکہ ایسے مال کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے[1]، اور مدارس میں ایسے مال کے مستحق لوگ فقراء ومساکین موجود ہیں، لہٰذا ایسے مال کو لے کر مصرف پہ صرف کر دینے میں کیا اشکال ہے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس مال کی حرمت ثابت ہو یا وہ ظاہر کر کے دے کہ یہ مال حرام ہے، اگر ایسا نہ ہو تو بلا وجہ شرعی کسی کے مال کو حرام کہنا یا سمجھنا ناجائز ہے، اگر مدارس کے طلباء کی کوئی شخص دعوت کرے اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر اس کی حرمت ثابت ہو جائے تب تو یہ لوگ اس کے مصرف ہیں، اگر ثابت نہ ہو تو پھر حرام کیوں کہا جائے، آپ کی نقل کردہ حدیث سے آگے متصل وہ دوسری حدیث یہ ہے ''عن ابی هريرة رضی قال قال النبی صلی الله عليه وسلم اذادخل احدكم على اخيه المسلم فلياكل من طعامه ولايسئل ويشرب من شرابه ولايسئل الخ''[2] یہاں تحقیق ودریافت کرنے سے بھی منع کر دیا گیا، چہ جائیکہ اس کو حرام

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) والا لم يدخل كذافي التمرتاشي رجل اتخذ ضيافة للقرابة اووليمة اواتخذمجلساً لاهل الفساد فدعا رجلاً صالحاً الى الوليمة قالوا ان كان هذاالرجل بحال لوامتنع عن الا جابة منعهم عن فسقهم لاتباح لهٗ الا جابة بل يجب عليه ان لايجيب لانه نهى عن المنكر وان لم يكن الرجل بحال لولم يجب لايمنعهم عن الفسق لابأس بان يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم لانه اجابة الدعوة واجابة الدعوة واجبة اومندوبة فلايمتنع بمعصية اقترنت بها (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۳/ الباب الثانی عشرفی الهدايا والضيافات كتاب الكراهية) البحرالرائق ج۸/ص ۱۸۸ء كتاب الكراهية قبيل فصل فی اللبس، مطبوعه الماجديه كوئٹه، درمختار مع الشامی زكريا ج۹/ص ۵۰۱، كتاب الحظر والاباحة، فی الأكل.

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] سبيل الكسب الخبيث التصدق اذاتعذر الردعلى صاحبه (شامی كراچی، ج۶/ص ۳۸۵/ فصل فی البيع كتاب الحظر والاباحة، بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷، كتاب الطهارة فصل فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه، سهارنپور، عالمگیری ج۵/ص ۳۴۹، كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فی الكسب، مطبوعه كوئٹه.

[2] **مشكوٰة** شريف ص ۲۷۹، باب الوليمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس داخل ہو تو اس کا کھانا کھائے اور اس سے (اس کھانے کے بارے میں) سوال نہ کرے اور اس کا پانی پیئے اور (اس کے بارے میں) اس سے سوال نہ کرے۔

سمجھنا، یہ تو جواب ہے اس صورت کا کہ نفس مال حرام ہو۔

دوسری صورت کی تفصیل معلوم ہو چکی کہ نفس مال میں تو حرمت ہے ہی نہیں بلکہ داعی کے فسق کی وجہ سے ہے تو مدارس میں حتی الوسع اس کا خیال رکھا جاتا ہے، کہ اگر اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی مضرت ہوتی ہے تو انکار کر دیا جاتا ہے، اگر قبول نہ کرنے میں فتنہ ہو تو دعوت قبول کر لی جاتی ہے، اگر دونوں جانب مساوی ہوں، غریب اور مستحق طلباء کو بھیج دیا جاتا ہے۔

تیسری صورت میں ایسی جگہ ہرگز دعوت قبول نہیں کی جاتی ہے کہ جہاں مجلس دعوت میں منکرات ہوں اگر پہلے سے علم نہ ہو بلکہ وہاں پہنچ کر علم ہو تو دعوت میں شرکت نہیں کرتے، بلکہ واپس چلے آتے ہیں، مگر ایسی صورت میں جبکہ ان کے منع کرنے سے منکرات کا انسداد ہو جائے، رہی یہ بات کہ تمام دنیا فاسق معلن ہے یہ غلط ہے، اگر کوئی شخص اکابر کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہے، اور ان کو ظن غالب ہو جاتا ہے کہ یہ ناجائز ہے تو اس کو ہرگز قبول نہیں کرتے، آپ کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کا کس قدر سخت قانون ہے۔[1]

اصل یہ ہے کہ جو شخص نافرمان اور فاسق معلن ہے اس سے قلبی تعلق اور محبت کرنا فسق کی وجہ سے جائز نہیں ''المرء مع من احب[2]'' (الحدیث) لیکن دنیاوی معاملات کفار کے ساتھ

---

[1] حضرت والا کے یہاں ہدیہ کے متعلق بہت سی شرائط اور بہت سی حدود و قیود اور بہت سے قواعد وضوابط ہیں جو سراسر مصلحت بلکہ شرعی و عقلی ضرورت پر مبنی ہیں اور سر بسر سنت سنیہ وفطرت سلیمہ اور اصول صحیحہ کے مطابق ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جب تک ہدیہ دینے والے کے متعلق حضرت والا کو پورا اطمینان اور شرح صدر نہیں ہو جاتا کہ بالکل صدق وخلوص سے ہدیہ دے رہا ہے، اور یہ میرے متعلق کسی قسم کے دھوکہ میں نہیں ہے، اور اس ہدیہ کے قبول کرنے میں کسی دینی و دنیوی مصلحت میں خلل نہیں پڑتا نہ اس کی نہ میری خواہ وہ گرانی ہی کے درجہ میں ہو اس وقت تک ہدیہ قبول نہیں فرماتے (اشرف السوانح، ج ۲/ص ۲۷۷/ ہدیہ کے متعلق اصول)

[2] بخاری شریف ج ۲/ص ۹۱۱، کتاب الادب، علامة الحب فی اللّٰہ مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ج ۲/ص ۳۳۲، کتاب البر والصلة باب المرء مع من احب، مطبوعه سعد دیوبند.

بھی جائز ہیں[1] پس آپ ان سے اصلاح اور نفع رسانی کی نیت سے تعلقات رکھئے کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل پر اثر ڈال دیں، اوران کی اصلاح ہوجائے، جس طرح اصلاح قولا، اور تشدداً کی جاتی ہے، اسی طرح عملاً اور نرمی ہنسی خوش اخلاقی سے بھی کی جاتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/رجب ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۸/رجب ۵۹ھ

منہار اور قصاب کی دعوت قبول کرنا

سوال:۔ایک عالم صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ میں منہار اور قصابوں کی دعوت منظور نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ چوڑی پہناتے وقت غیر محرم عورتوں کے ہاتھوں پر نظر ڈالتا ہے، اور قصاب بات بات پر جھوٹ بولتا ہے، تو کیا ان شخصوں کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم پر غلط نظر ڈالنا یا چوڑیاں پہناتے وقت اس کے ہاتھ کو لگانا درست نہیں، منع ہے[2]، مگر اس کی وجہ سے چوڑیوں کی قیمت حرام نہیں، اس لئے اس کے کھانے کو حرام کہنا درست

---

[1] لابأس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذکان ممالابدمنه (عالمگیری ج۵/ص ۳۴۸، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة کتاب الکراهیة.

[2] واما النظر الی الاجنبیات .....ان غلب علی ظنه انه یشتهی فهوحرام ولایحل له ان یمس وجهها ولاکفها وان کان یامن الشهوة وهذا اذاکانت شابة تشتهی (عالمگیری ج۵/ص ۳۲۹/ الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیه .کتاب الکراهیة.مطبوعه کوئٹه. شامی زکریا ج۹/ص ۳۲-۵۲۸، کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر الخ، مجمع الانهر ج۴/ص ۲۰۳، کتاب الکراهیة فصل فی النظر، دارالکتب العلمیه بیروت.

نہیں، جھوٹ بولنا وہ بھی بات بات پر سخت گناہ ہے[۱] اس کے باوجود گوشت کی قیمت حرام نہیں ،منہار اور قصاب کو نصیحت کی جائے کہ وہ دونوں اپنی اصلاح کرلیں، اگر کوئی مقتدا ان کی دعوت کو اس بناء پر رد کرے کہ یہ لوگ اپنی غلطی کی اصلاح کرلیں، تو یہ درست ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۸۹ھ

تارک زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا

سوال:۔ اگر کوئی آدمی زکوٰۃ نہ دے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا یا روپے کپڑے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے بشرطیکہ حلال مال سے دے[۳] اگر کوئی بڑا آدمی اس غرض سے انکار کردے کہ وہ

---

[۱] الکذب حرام قلت وهو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون وقال علیه الصلوٰة والسلام الکذب مع الفجور وهما فی النار(شامی کراچی ،ج۶/ص۴۲۷/ فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة ،عالمگیری ،ج۵/ص۳۵۲/. کتاب الکراهیة الباب السابع عشر فی الغناء مطبوعه کوئٹه. مجمع الانهر ج۴/ص۲۲۱، کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] ان کان هذا الرجل بحال لوامتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الا جابة بل یجب علیه ان لایجیب لانه نهی عن المنکر(عالمگیری ،ج۵ص۳۴۳/الباب الثانی فی الهدایا والضیافات ،کتاب الکراهیة. مجمع الانهر ج۴/ص۲۱۷، کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، زیلعی ج۶/ص۱۳، کتاب الکرهیة فصل فی الأکل مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] غالب مال المهدی إن کان حلالاً لابأس بقبول هدیته وأکل ماله مالم یتبین أنه من حرام، مجمع الانهر ج۴/ص۱۸۶، کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ج۶/ص۳۶۰، کتاب الکراهیة، الرابع فی الهدیة، قاضیخان علی الهندیه کوئٹه ج۳/ص۴۰۰، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق با الضیافة.

متأثر ہوکر زکوٰۃ ادا کرے تو بہتر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بے نمازی اور سود خور کی دعوت

سوال:۔ ہم کو معلوم ہے کہ زید نماز نہیں پڑھتا اور عمر سود کھاتا ہے، کیا علم ہونے کے باوجود زید وعمر کے گھر کھانا ہمارے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ معلوم ہے کہ عمر سود حرام کا کھانا کھلاتا ہے، تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر یہ معلوم ہے کہ یہ کھانا کسی جائز آمدنی کا ہے تو اس کا کھانا درست ہے، اگر مخلوط آمدنی کا ہے تو غلبہ کا اعتبار ہے، یہ تو نفس کھانے کا حکم ہے، اب رہا یہ سوال کہ بے نمازی اور سود خوار کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے، تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر یہ ظن غالب ہو کہ دعوت قبول نہ کرنے سے بے نمازی اور سود خوار کی اصلاح ہو جائے گی تو ہرگز قبول نہ کرے، اگر یہ خیال ہے کہ قبول نہ کرنے سے اصلاح نہ ہوگی بلکہ فتنہ پیدا ہو جائیگا، تو قبول کرلے[2] ''اهدى اليه رجل شيئا او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغى ان لا يقبل الهدية ولا ياكل الطعام الا ان يخبره بانه حلال ورثته او استقرضته من رجل اھ

---

[1] يجيب **دعوة** الفاسق والورع ان لايجيبه.....ان كان هذاالرجل بحال لوامتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الا جابة بل يجيب عليه ان لايجيب لانه نهى عن المنكر الخ (عالمگيرى ،ج۵/ص۳۴۳/الباب الثانى فى الهدايا والضيافات كتاب الكراهية). بزازيه على الهندية كوئٹه ج۶/ص۳۶۴، كتاب الكراهية، الخامس فى الأكل.

[2] ان كان هذاالرجل بحال لوامتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لاتباح له الاجابة وان لم يكن الرجل بحال لولم ،يجب لايمنعهم عن الفسق لابأس بان يجيب ويطعهم وينكر معصيتهم (عالمگيرى ،ج۵/ص ۳۴۳/كتاب الكراهية،الباب الثانى فى الهدايا والضيافات. بزازيه على الندية ج۶/ص۳۶۴، كتاب الكراهية الخامس فى الأكل، مطبوعه كوئٹه.

کذا فی الینابیع[1] (ھندیہ، ج۵/ص ۳۴۲/)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا، الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ ہذا ۱۰/۱۱/۵۹ھ

رہن کی آمدنی سے دعوت

سوال:۔اگر کسی آدمی کے پاس ساری زمین رہن ہو اور وہ شخص اس زمین کا منافع کھاتا ہے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا، روپے، کپڑا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ رہن کی آمدنی سے دے تو لینا ناجائز ہے اگر جائز آمدنی سے دے تو لینا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تقسیم ترکہ سے پہلے دعوت کھانا

سوال:۔خالد چار اولاد، دو بالغ اور دو نابالغ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگیا، متروکہ خالد تقسیم ہونے سے پہلے مولوی اور دوسرے حضرات کو خالد کے گھر میں کھانا وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ھندیہ کوئٹہ ج۵/ص ۳۴۲، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، کتاب الکراھیة. مجمع الانھر ج۴/ص ۱۸۶، کتاب الکراھیة فصل فی الکسب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، بزازیہ علی الھندیہ کوئٹہ ج۶/ص ۳۶۰، کتاب الکراھیة، الرابع فی الھندیہ.

[2] یکرہ للمرتھن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن قال المصنف وعلیہ یحمل ماعن محمد بن اسلم من انہ لایحل للمرتھن ذٰلک ولوبالاذن لانہ ربا(الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۵۲۲، فصل فی مسائل متفرقة کتاب الرھن. سکب الانھر ج۴/ص ۲۷۳، کتاب الرھن، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، بحر ج۸/ص ۳۸، کتاب الرھن مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے ہاں اگر بالغین اپنے پاس سے یا اپنے حصہ میں سے کھلائیں تو جائز ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ج ۲/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/، ج ۲/۵۶ھ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

توبہ کے بعد سودی مال کا حکم

سوال:۔ کسی کے یہاں سود کا کام ہوتا رہا ہے، اب اس کا کہنا ہے کہ میں نے سود لینا ترک کر دیا ہے، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا جمع ہوا مال پاک ہو جائیگا یا نہیں؟ اور اس کے یہاں دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جتنی مقدار سود کی لی ہے اس کو واپس کر دے، بقیہ سے کھانا اور کھلانا سب درست ہے۔[2]

کذافی ردالمحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اذا کانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذٰلک من الترکة کذافی الفتاویٰ خانیة (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۴/الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة. خانیه ج۳/ص ۴۰۵، کتاب الحظر والاباحة باب مایکره اکله ومالایکره ومایتعلق بالضیافة، مطبوعه کوئٹه.

[2] یردونها علی اربابها ان عرفوهم والا تصدقوا بها لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذاتعذر الرد علی صاحبها (شامی کراچی، ج۶/ص ۳۸۵/فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة. بذل المجهود ج ۱/ص۳۷، کتاب الطهارة باب فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب.

زانیہ کے مال حرام سے دعوت قبول کرنا

سوال:۔ زانیہ نے نقد زنا سے زمین وغیرہ رہن رکھی، اس زمین میں گیہوں، جو، چنا وغیرہ پیدا کیا، یہ سب چیز اگر کسی عالم کو خیرات کرے تو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور زانیہ کی دعوت قبول کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس چیز کا صدقہ کرنا واجب ہے مالدار کو اس کا لینا درست نہیں، عالم کو خصوصاً ایسی چیزوں سے اجتناب چاہئے، اسی طرح سے جس کا پیشہ اور مال صرف حرام ہو اس کی دعوت سے عالم کو بچنا نہایت اہم ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۱۱/۵۸ھ

جو شخص حرام حلال سے دعوت کرے اس کا قبول کرنا

سوال:۔ یہ تمام حضرات الف، ب، ج، د، ھ، و، ز، میں سے کوئی بکر کی دعوت کرے، تو کیا بکر کو ان کا کھانا قبول کر لینا چاہئے، براہِ کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جلد جواب عنایت فرمائیں؟

---

[1] اذا کان عقد رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد او حصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسهٖ فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء (بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/ کتاب الطهارة باب فرض الوضوء. مطبوعه سهارنپور معارف السنن ج ۱/ص ۳۴ شامی کراچی، ج ۶/ص ۳۸۵/ کتاب الحظر والاباحة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن صورتوں میں چندۂ مسجد لینا درست ہے، ان صورتوں میں دعوت قبول کرنا بھی درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۴ھ

---

[1] وضاحت (الف) زید شراب کا کاروبار کرتا ہے۔

(ب) زید شراب کا کاروبار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کاروبار سے پہلے کے میرے دو تین مکانات ہیں، ان کا حساب الگ رکھا ہوا، ان مکانوں کی آمدنی کرایہ سے دینا چاہتا ہے۔

(ج) زید کی ایک دوکان ہے جس میں کچھ حلال اشیاء ہیں اور کچھ ٹین کے ڈبوں میں بند عیسائیوں اور یہودیوں کا ذبح شدہ (بغیر تکبیر کے) گوشت ہے، کیا ایسی آمدنی لے سکتے ہیں۔

(د) زید کی دوکان میں چند حلال چیزیں ہیں اور کھلا ہوا سور کا گوشت بھی اور بند ڈبوں میں بھی۔

(ہ) زید کی سبزی کی دوکان ہے، اور دوسری کپڑے کی مگر کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چوری شدہ مال سستا خرید کر فروخت کرتا ہے۔

(و) زید کی اشیاء خوردنی کی ایک دوکان ہے مگر ایک طرف اس میں شراب بھی فروخت کرتا ہے۔

(ز) ایک غیر مسلم دے تو کیا قبول کیا جاوے؟

خلاصہ جواب:۔(الف) شراب کی آمدنی سے قبول نہ کیا جائے، اگر جائز آمدنی سے مثلاً قرض دے کر دے تو درست ہے! (ب) یہ درست ہے۔ (ج) حلال کی آمدنی سے دیدے تو درست ہے اگر مخلوط آمدنی سے دے اور حلال غالب ہو تب بھی درست ہے۔ (د) جواب (ج) سے اس کا جواب بھی ظاہر ہے۔

(ھ) اگر زید کو اس کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے، تو چوری ہے، خریدے ہوئے مال کی آمدنی سے چندہ نہ لیا جائے، اور بغیر ثبوت کے شبہ نہ کیا جائے۔ (و) جواب (الف وج) سے اس کا جواب معلوم ہوسکتا ہے۔ (ز) اگر وہ ثواب سمجھ کر دے اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اس کے نتیجہ میں کوئی غلط مقصد حاصل کرے گا تو لینا درست ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ عنوان ''چندہ کا بیان'' کے تحت،

کاسب الحرام اهدى اليه أو اضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل، عالمگيرى كوئٹه ج۵/ص۳۴۳، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات، كتاب الكراهية، بزازيه على الهنديه كوئٹه ج۶/ص۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع فى الهدية، مجمع الانهر ج۴/ص۱۸۶، كتاب الكراهية، فصل فى الكسب، بيروت.

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال:۔ اگر کسی آدمی کے پاس آدھا مال حلال ہے اور آدھا مال حرام ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی دعوت سے اجتناب چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اگر کسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے

سوال:۔ اگر کسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہے اور دو حصے مال حرام ہے تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی دعوت قبول کرنا منع ہے، ہاں اگر ایسا آدمی حلال مال سے دعوت کرے، تو اس کا

---

[1] گنجائش اس صورت میں ہوتی ہے جبکہ اکثر مال حلال آمدنی سے ہو اور جب آدھا حلال اور آدھا حرام ہے تو اکثر مال حلال آمدنی کا نہیں ہوا اس لئے وہ قابل اجتناب ہے۔

"ان كان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هديته والا كل منها كذافي الملتقط" (عالمگیری ج۵/ص۳۴۳/ الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، كتاب الكراهية) بزازيه على الهنديه كوئٹه ج۶/ص۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع فی الهدية، مجمع الانهر ج۴/ص۱۸۶، كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

قبول کرنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال:۔ اگر کسی آدمی کے پاس دو حصہ مال حلال ہے اور ایک حصہ مال حرام ہے، تو ایسے آدمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

دعوت قبول کرنے میں گنجائش ہے تنبیہاً یا حتیاطاً انکار کی بھی گنجائش ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھینس کے بچہ دینے اور ختنہ کی دعوت مدرّس کیلئے

سوال:۔ زید ایک سو دس روپیہ کی تنخواہ پر ایک مدرسہ میں مدرس ہے اور زید کے گھریلو حالات بھی بفضلہٖ تعالیٰ بہت اچھے ہیں، اب جس گاؤں میں زید پڑھاتا ہے، اس گاؤں میں یہ دستور ہے کہ اگر کسی کی بھینس نے بچہ جنا یا کسی نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا، پھر اس کے اچھے

---

[1] کاسب الحرام اهدی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبره ان ذٰلک المال اصلهٗ حلال ورثه او استقرضه .(عالمگیری، ج۵/ص۳۴۳/الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة. فتاویٰ خانیه ج۳/ص۴۰۰، کتاب الحظر والاباحة مایتعلق بالضیافة مطبوعه کوئٹه. فتاوی بزازیه کوئٹه ج۶/ص۳۶۰، کتاب الکراهیة، الرابع فی الهدیة.

[2] ان کان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هدیته والا کل منها (عالمگیری ، ج۵/ص۳۴۳ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، یجیب دعوة الفاسق والورع ان لایجیبهٗ . عالمگیری کوئٹه ، ج۵/ص۳۴۳/کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا.

ہونے کے بعد مصلی کی دعوت کرتا ہے، آیا زید بھی اس دعوت کو مصلی بن کر کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دعوت اظہار مسرت اور شکرانہ کے طور پر ہے امام وغیرہ امام امیر وغریب سب کے لئے اس کا کھانا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متمول آدمی کا نیاز کے کھانے میں شریک ہونا

سوال:۔اس اطراف وجوانب میں دستور ہے، بلفظ نیاز یا اللہ نام کا اکثر بیشتر گاؤں میں دعوت کی شکل میں لوگ غلہ وغیرہ جمع کر کے امیر وغریب کھانا کھاتے ہیں، کیا متمول لوگوں کا ایسی چیزوں میں شریک ہونا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

متمول آدمی کو ایسے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لاینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة كدعوة العرس والختان ونحوهما (عالمگیری ج۵/ص ۳۴۳ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة) شامی زکریا ج۹/ص ۵۰۱، کتاب الحظر والإباحة فصل فی الأکل، مسلم شریف ج ۱/ص ۴۶۲، کتاب النکاح باب الامر باجابة الداعی الی دعوة، مطبوعه سعد دیوبند.

[2] اذ مصرف النذر الفقراء وقدوجد ولایجوز أن یصرف ذلک الیٰ غنی غیرمحتاج الیه ولالشریف منصب لانه لایحل له الأخذ مالم یکن محتاجا فقیراً الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ج۲/ص ۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف. شامی زکریا ج۳/ص ۴۲۷، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات.

اللہ کے نام کے کھانے میں مالدار کی شرکت

سوال:۔ زید بکرا ذبح کرتا ہے اور مالداروں کی دعوت کرتا ہے، جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے، یہ چیز صدقہ یا خیرات کی ہے یا کسی اور چیز کی؟ تو بتاتے ہیں صرف اللہ نام کا اس اللہ نام کی تفسیر کیا ہے اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ شرح وبسط کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عامۃً یہ کام رفع بلا کے لئے یا کسی کے ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے، اگر زید کا مقصد بھی یہی ہے تو مالداروں کو اس سے بھی بچنا چاہئے[1] دوست واحباب کو کھلانا بھی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ذریعہ ہے، اگر یہ مقصود ہے تو امیر وغریب کسی کو اس سے پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۱/۹۲ھ

مہمان کا دسترخوان سے کسی کو کچھ دینا

سوال:۔ مہمان کسی دوسرے کو کھانے کے لئے بلاسکتا ہے یا نہیں، اسی طرح کتے، بلی

---

[1] اذ مصرف النذر الفقراء وقدوجد ولایجوز أن یصرف ذلک الیٰ غنی غیرمحتاج الیه ولالشریف منصب لانه لایحل له الأخذ مالم یکن محتاجا فقیراً الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ج۲/ص ۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف. شامی زکریا ج۳/ص۴۲۷، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ.

[2] النفل یجوز للغنی کمالها شمی واما بقیة الصدقات المفروضة والواجبة کالعشر والکفارات والنذور وصدقة الفطر فلایجوز صرفها للغنی لعموم قوله علیه السلام لاتحل صدقة لغنی خرج النفل منها لان الصدقة علی الغنی هبة .البحرالرائق، ج۲/ص ۲۴۵/ باب المصرف،مطبوعه کراچی ،بدائع الصنائع ،ج۲/ص ۱۵۷/زکریا دیوبند. درمختار علی الشامی زکریا ج۳/ص ۳۰۰، باب المصرف.

وغیرکو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میزبان کی اجازت ہو تو درست ہے ورنہ نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

برادرانہ دعوت میں کسی فرد کا بکرے کے گوشت کا مطالبہ

سوال:۔ زید ایک منظّم برادری کا فرد ہے، زید کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے یہاں ہر تقریب کے موقعہ پر اہل برادری کو بکرے کا گوشت کھلایا ہے، اس لئے میں جہاں بھی برادرانہ دعوت میں شریک ہوں گا تو بکرے ہی کا گوشت کھاؤں گا، زید کی دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اگر ہمارے جوار کے کسی فرد نے کسی برادرانہ دعوت میں شرکت کی اور بڑے گوشت کا استعمال کیا تو اس کو بطور جرمانہ چالیس کلو گوشت بکرے کا مع اس کے تمام لوازمات مثلاً آٹا، چاول ادا کرنا ہوگا، زید کی اس بیجا ضد سے اتباع سنت پر کیا ضرب لگتی ہے، اور ایسے خیال کے تمام لوگوں کو شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] ولایجوز لمن کان علی المائدة ان یعطی انسانا دخل هناک لطلب انسان اولحاجة اخری والصحیح فی هذاانه ینظر الی العرف والعادة دون التردد وکذا لایدفع الی ولد صاحب المائدة وعبده وکلبه وسنوره کذافی فتاویٰ قاضی خان الضیف اذا ناول من المائدة هرة لصاحب الدار اولغیره شیئاً من الخبز اوقلیلا من اللحم یجوز استحساناً لانه اذن عادة ولوکان عندهم کلب لصاحب الدار ولغیره لایسعه ان یناوله شیئاً من اللحم اوالخبز الاباذن صاحب البیت لانه لااذن فیه عادة (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۴/الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات، کتاب الکراهیة) المحیط البرهانی ج۸/ص ۷۴، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه ڈابھیل، خانیه ج۳/ص ۴۰۵، کتاب الحظر والإباحة، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) زید کا یہ مطالبہ غلط اور خلاف شرع ہے، اس نے اگر چھوٹا گوشت کھلایا ہے تو وہ قرض نہیں تھا کہ اس کا مطالبہ کیا جائے۔[۱]

(۲) یہ جرمانہ شرعاً جائز نہیں حدیث پاک میں ارشاد ہے "**لایحل مال امرامسلم الا بطیب نفس منه**"[۲] (الحدیث) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۹۶ھ

مہمان کا نمک وغیرہ میزبان سے مانگنا

سوال:۔ مہمان کی میزبان سے مندرجہ ذیل چیزوں کی فرمائش درست ہے یا نہیں خواہ بے تکلفی ہو یا نہ ہو، نمک کم ہے تو مانگ لینا بہتر ہے، یا ایسے ہی کھالیوے، مرچ، گڑ وغیرہ بھی مانگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں ان چیزوں کے مانگنے کا عرف ہو وہاں مانگنے میں مضائقہ نہیں، اور بے تکلفی میں

---

[۱] والضیافة من محاسن الشریعة ومکارم الاخلاق وحجتهم قوله صلی اللّٰه علیه وسلم جائزته یوم ولیلة **والجائزة** العطیة والمنحة والصلة فذٰلک لایکون الامع الاختیار (مرقاة، ج۴/ص ۳۹۱/ باب الضیافة .(طبع بمبئی)

[۲] ورد فی حدیث ابی **حرة** الرقاشی عن عمه مرفوعاً رواه البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰة شریف ،ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی آدمی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔

مانگنے میں بھی حرج نہیں، صبر کرنا اول مقام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

مہمان کا کسی دوسرے کی تواضع کرنا

سوال:۔ مہمان کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو کھانے کے لئے بلائے یہ اختیار صرف میزبان کو ہے، یہ مسئلہ کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے ''دعاقوماً الیٰ طعامٍ وفرقهم علیٰ اخونة لیس لاهل خوان تناول اهل خوان اٰخر ولااعطاء سائل وخادم وهرة بغیراذن رب المال ولالکلب رب المنزل الا ان یناول الخبز المحترق للاذن عادة وتمامه فی الجوهر قدرمختار علیٰ هامش ردالمحتار،[2] ج ۴/ص ۷۱۹ ''لوگوں کو کھانے کی دعوت دی اور ان لوگوں کو مختلف دسترخوان پر بانٹ دیا تو کسی دسترخوان والے کو یہ حق نہیں کہ دوسرے دسترخوان والے کو دے، اسی طرح کسی سائل اور خادم اور میزبان کی بلی کے علاوہ کسی اور کی بلی اور کتے کو چاہے وہ

---

[1] یجب علی الضیف اربعة اشیاء اولها ان یجلس حیث یجلس والثانی ان یرضی بماقدم الیه الخ (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۵/الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات کتاب الکراهیة) ولاینبغی للضیف أن یشتهی علی رب البیت الاالملح والماء ولایعیب طعامه بل ماوجد اکل وحمد وهو الادب الخ بستان العارفین ص ۴۶/الباب الخامس والخمسون فی آداب الضیافة، مطبوعه کوئٹه. بحر کوئٹه ج۸/ص ۲۰۶، کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع تحت القول وقبول هدیة العبد التاجر الخ.

[2] الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۵/ص ۷۱۰/ کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة، شامی زکریا، ج۸/ص ۵۲۱/ وراجع فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۴/ کتاب الکراهیة. المحیط البرهانی ج۸/ص ۷۴، کتاب الکراهیة الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات.

میزبان ہی کا ہو کھلانے کا حق نہیں، ہاں اگر جلی ہوئی روٹی اس کتے کو کھلا دے تو جائز ہے، کیونکہ عادۃً اس کی اجازت ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند

اکرام ضیف

سوال:۔ شریعت میں مہمان کی کیا تعریف ہے؟ اگر فاسق وفاجر مہمان ہو تو اس کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم ہے، پھر فاسق وفاجر سے ترک سلام وکلام کے کیا معنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے مہمان میں جب دو حیثیت ہوں ایک مہمان ہونے کی دوسرے فاسق ہونے کی، تو پہلی حیثیت سے حق مہمانی ادا کیا جائے، اور اکرام کیا جائے، دوسری حیثیت کو اس اکرام میں ملحوظ نہ رکھا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دعوت میں عوام وخواص کا انتظام

سوال:۔ جمعیۃ الراعین میں یہ رسم عرصہ دراز سے قائم ہے، جس رسم کو بوجھ کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی شادی وغیرہ کی تقریب میں دعوت طعام میں یا کوئی شرینی وغیرہ کی

[1] وجاز عيادة فاسق على الاصح لانه مسلم والعيادة من حقوق المسلمين (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۸۸/ فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة. عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّه عليه وسلّم من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه مشكوٰة شريف ص ۳۶۴، كتاب الأطعمة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

تقسیم کے وقت باہر سے آنیوالوں کو پانچ حصے یا دو حصے دیئے جاتے ہیں، اور دعوتِ طعام میں باہر سے آنیوالے مہمانوں کے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں، اور کھانا بھی سب سے پہلے ہی پیش کیا جاتا ہے، اور اگر اس رسم کی ادائیگی میں کوئی لغزش ہوجائے تو پنچایتی نظام شروع ہوجاتا ہے، اور جھگڑے فساد برپا ہوجاتے ہیں، لہٰذا کچھ اہل علم حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دسترخوان پر سب کو برابر سمجھا جائے، اور سب کو برابر حصے تقسیم کئے جائیں، تو وہ لوگ جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ رسم عربوں کی ہے، اور یہ رسم اسلامی اصول کے مطابق ہے، لہٰذا آپ قرآن اور سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جواب سے مطلع کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عام دعوت میں ایک دسترخوان پر یہ تفریق مناسب طریقہ نہیں، دسترخوان اگر جداگانہ ہوں مثلاً ایک کمرہ میں مخصوص لوگوں کو بلا کر علیحدہ مخصوص کھانا کھلا دیا جائے، اور عام دسترخوان پر دوسری قسم کا کھانا ہو تو اس میں مضائقہ نہیں[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۲ھ

---

[1] عن میمون بن ابی شبیب ان عائشة مربها سائل فاعطته کسرة ومربها رجل علیه ثیاب وهیئة فاقعدته فاکل فقیل لها فی ذٰلک فقالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انزلوا الناس منازلهم (ابوداؤد ج۲/ص ۶۶۵/ باب فی تنزیل الناس منازلهم کتاب الادب) وراجع عون المعبود ج۴/ ص ۴۱۱، مطبوعه نشر السنة ملتان، والبذل ج۵/ص ۲۴۷، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل گذرا پس انہوں نے اس کو ایک ٹکڑا دیدیا اور ایک دوسرا شخص ان کے پاس سے گذرا جس پر کپڑے اور اچھی ہیئت تھی، پس انہوں نے اس کو بٹھایا پھر اس نے کھایا تو ان سے اس کے بارے میں عرض کیا گیا کہ ایسی تفریق کیوں کی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے مقام پر اُتارو۔

نامحرم عورتوں کی ضیافت

سوال:۔ ایک متقی پرہیزگار کے یہاں کچھ عورتوں نے جن کا پیشہ کمپنیوں میں ناچنا گانا ہے، موصوف کی رہائش گاہ پر جانے کی خواہش ظاہر کی، موصوف نے جانے کی اجازت بذریعہ دوسرے بچوں کے دلوادی، موصوف نے اپنے متعلقین مستورات کو ہدایت کردی کہ ان عورتوں کی خاطر تواضع ناشتہ چائے وغیرہ سے کریں، اس موقع سے کوئی بھی غیر محرم یا موصوف ان کی خاطر تواضع میں شامل نہیں تھے، اس موقع سے ان عورتوں کو احساس جرم وکمتری بزبان خود ظاہر ہوئی ان عورتوں نے کہا کہ کیا کریں پیٹ کیلئے ایسا کرتے ہیں، بعض نے کہا کہ ہم لوگ اپنی بچیوں اور بچوں کی شادیاں اس پیشہ کی وجہ سے جو کسی شریف کے گھر نہیں ہوسکتیں، کیا ان عورتوں کا موصوف کے یہاں جانا موصوف کے لئے جرم یا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان متقی صاحب نے ان عورتوں کو اپنے مکان پر بلایا نہیں، بلکہ وہ خود گئی ہیں، اور ان کی تواضع اس طرح کی گئی کہ وہ خود ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، اور کوئی نامحرم شریک نہیں ہوا، اس طرز سے ایسا اثر پڑا کہ ان کو اپنے جرم کا احساس ہوا، کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے اور اصلاح فرمادے، گو اہل دنیا کی نظر میں یہ چیزیں موجب اعتراض ہوسکتی ہیں، لیکن ان صاحب کے لئے اس میں کیا گناہ ہے، جبکہ اصلاح کے لئے یہ طرز اختیار کیا گیا ہو، مگر ایسی عورتوں کے مفاسد سے تحفظ بھی لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منافقین ومشرکین بھی آتے تھے، اور اخلاقِ فاضلہ کا مشاہدہ کرکے بہت

---

[1] عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر فامر له بشاة فحلبت فشرب حلابها ثم اخرى ثم اخرى حتى شرب سبع شياه ثم انه اصبح فاسلم فامر له بشاة فشرب حلابها. (مسلم، ج ۲/ص ۱۸۶/ كتاب الاشربة)

(باقی اگلے صفحہ پر)

متأثر ہوتے تھے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

غیر عالم دعوت کرے عالم کی اور یہ کہدے کہ یہ کھانا حرام کا ہے

سوال:۔کوئی سودخوار اگر کسی عالم کی دعوت کرے اوراس عالم کے سامنے یہ کہے یہ حرام مال ہے اس سے تمہاری دعوت کررہا ہوں، تم کھانا چاہو تو کھاؤ؟ عالم نے کہا یہ تم پر حرام ہے ہم پر حلال ہے، اگر اس کے حلال کا فتویٰ عالم جاری کرے گا، تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حرام کے متعلق حلال ہونے کا فتویٰ دینا سخت گناہ ہے،[1] کسی عالم ربانی سے ہرگز اس کی

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) "واخرج الطبرانی وابونعیم عن جهجهاه الغفاری رضی الله عنه قال قدمت فی نفرمن قومی یریدون الا سلام فحضروا مع رسول اللہ ﷺ المغرب الخ (ضیافة الاضیاف الواردین فی المدینة. حیاة الصحابة، ج۲/ص ۱۸۳، مطبوعه دهلی، فتح الباری، ج۱۰/ص ۶۷۵/ کتاب الاطعمة)، باب المؤمن یأکل فی معی واحد الخ، مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمة.

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص مہمان بنا اور وہ کافر تھا، پس آپ نے اس کے لئے بکری کے دوہنے کا حکم فرمایا تو اس کیلئے بکر دوہی گئی، پس اس نے اس کا دودھ پیا لیا، پھر اس طرح یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ پی لیا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہوگیا، پس اس کیلئے بکری دوہنے کا حکم فرمایا تو پھر وہ ایک ہی بکری کے دودھ سے شکم سیر ہوگیا۔(مسلم شریف)

طبرانی وابونعیم نے جہجاہ غفاری سے روایت کی ہے کہ میں اپنی قوم کے کچھ نفر کے ساتھ آیا، جو مسلمان ہونا چاہتے تھے، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مغرب میں حاضر ہوئے۔الی اخرہ۔

(صفحۂ ہٰذا) [1] اذااعتقد الحرام حلالاً فان کان حرمته لعینه وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بأن کان حرمته لغیره الخ شرح فقه اکبر، ص۱۸۶/ (مطبوعه رحیمیه دیوبند) بحث الاستحلال کفر، مجمع الانهر ج۲/ص ۵۱۱، کتاب السیر والجهاد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری ج۲/ص ۲۷۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین.

توقع نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک غیر عالم ایک چیز کو حرام سمجھتا ہے، لیکن ماہر عالم جانتا ہے کہ یہ حرام نہیں اس لئے کہ وہ اس کی لم اور کنہ سے واقف ہے، غیر عالم کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۸۶ھ

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ ۲۰/۲/۸۶ھ

دعوت میں کھانا اجازت سے شروع کیا جائے

سوال:۔ چند آدمی کھانا کھانے بیٹھے تو سب کے ساتھ شروع اور سب کا ایک ساتھ اٹھنا ضروری ہے کہ نہیں یا جس کے سامنے آئے وہ بلا انتظار وغیرہ کھائے، اور بعد کھانے کے بلا انتظار اٹھ کر چلا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی نے مدعو کیا ہے تو اس کی اجازت سے شروع کرنا چاہئے ورنہ انتظام میں خلل پڑتا ہے اور اس کو پریشانی ہوتی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالىٰ يجب علىٰ الضعيف اربعة اشياء اولها ان يجلس حيث يجلس والثانى أن يرضى بماقدم اليه والثالث ان لايقوم الا باذن رب البيت والرابع ان يدعوا له الخ عالمگيرى ج۵/ص۳۴۴، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر الخ، مطبوعه كوئٹه، بحر كوئٹه ج۸/ص۲۰۶، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، بستان العارفين ص۴۶، الباب الخامس والخمسون فى اَداب الضيافة، مطبوعه كوئٹه.

کام سیکھنے کے لئے دوست واحباب کے اصرار پر مٹھائی

سوال:۔ زید درزی کا کام سیکھنا چاہتا ہے، ماسٹر کہتا ہے کہ مٹھائی کھلاؤ کام سیکھنے کے لئے کچھ مٹھائی یا خورد ونوش عندالشرع کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ یا دوست احباب بعض مرتبہ کہتے ہیں کہ مٹھائی کھلاؤ اب وہ بے چارہ قرض لے کر کے کھلاتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس ماسٹر کو کام سیکھانے کے لئے استاذ بنایا جاتا ہے، اس کو خوش کرنے کے لئے مٹھائی کھلانا کچھ اور ہدیہ دینا شرعاً درست ہے کوئی حرج نہیں، جن دوستوں سے بے تکلفی کا تعلق ہوتا ہے، اگر وہ اصرار بھی کریں تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ خوشی سے ان کو کھلا دینا چاہئے، البتہ کھانے والے کو چاہئے کہ یہ حدیث ذہن میں رکھے اور اس پر عمل کرے ''**لایحل مال امرأ مسلم الا بطیب نفس منہ**[1]'' یعنی بغیر خوش دلی کے کسی مسلمان کا مال کھانا حلال نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۱۴۰۰ھ

جہاں عزت کا خطرہ ہو وہاں کھانے کے لئے جانا

سوال:۔ ایک موقع پر برادری کے لوگ اکٹھے ہوئے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھا گیا، اور ایک شخص جو چودھری تھا، اس نے کہا محفل سے چور ڈھور نکل جائے، بلکہ بعض آدمی کو تو کھانا چھین کر نکال دیا، چور ڈھور اسے کہتے ہیں جو ایک پارٹی سے نکل کر دوسری پارٹی میں چلا جائے، پھر اس شخص سے ایک سو پچیس روپیہ لے کر پارٹی میں لیتے ہیں، لہٰذا ایسی محفل میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵/باب الغصب، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس شخص کو عزت کا خطرہ ہو وہ نہ جائے،[1] جو اس کھانے کا مستحق نہ ہو وہ نہ جائے،[2] ایک دو آدمی کی وجہ سے سب سے کھانے کو منع نہیں کیا جائے گا، اس طرح ذلیل کرنا اور ہاتھ سے کھانا لے کر اس کو نکال دینا نہایت غلط اور کمینی حرکت ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۷ھ

کھیت پر خوشی میں دعوت کرنا

سوال:۔ (۱) میں ایک کاشتکار ہوں، آراضی دیہات میں ہے، اس مرتبہ فصل اچھی ہوئی ہے، میں اس شکرانے میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے، اپنے کھیت میں مقامی اور غیر مقامی احباب کو کھانا کھلانا چاہتا ہوں، ایک صاحب نے مجھ پر

---

[1] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه (الحدیث) ترمذی شریف، ج۲/ص ۵۹/ اٰخر ابواب الفتن، مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:۔ مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔

[2] لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه (مشکوٰة شریف، ص ۲۵۵/ کتاب الغصب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

[3] المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایخذله ولایحقره (مشکوٰة شریف، ص ۴۲۲/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

ترجمہ:۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرائے، اور نہ اس کو ذلیل سمجھے۔

اعتراض کر دیا کہ تمہارا فعل مماثل مشرکین ہے، کیونکہ مشرکین بھی فصل کاٹتے وقت بکرا کاٹ کر فصل پیداواری پوجا کرتے ہیں، لہٰذا وہ صاحب دعوت قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں ،حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ میرے اس فعل کا تعلق مشرکین کے عمل سے نہیں ہے، حقائق سے خلاف صرف ظن پر چل رہے ہیں، اور تقویٰ کی آڑ لے رہے ہیں، اور اس پر مصر ہیں کہ کھیت پر کھانا نہ کھلایا جائے، نیز انہوں نے اپنی ذہنی مفروضات کو بھی قلمبند کیا ہے، جو اس کے ساتھ منسلک ہے، براہِ کرم ان کو بھی ملاحظہ فرما کر رہبری فرمائیں، میری نیت وعمل ان تمام افعال مشرکانہ سے بری اور صاف ہے۔

(۲) مکرمی ومحترمی! عرض تحریر ہے کہ احقر کے اور احقر کے ایک عزیز ومحسن کے درمیان ایک طعام کے سلسلہ میں اختلاف رائے ہے، جس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے، جناب والا سے درخواست ہے کہ از روئے شرع اس مسئلہ میں صحیح رہبری فرمائیں؟

یہاں پر بروقت تیاری فصل جس کو کھلے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس وقت کھلا کیا جاتا ہے، اس وقت مشرکین بکرا ذبح کرتے ہیں، جس کی عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی، اور اس کو پکا کر کھیت میں کھانا کھلاتے ہیں، مشرکین کا یہ عقیدہ ہے کہ جس زمین سے فصل حاصل کی گئی ہے، اس زمین میں بکرا ذبح کرنا اور کھلانا ضروری ہے، ورنہ آئندہ فصل کم ہوگی، یا دیگر نقصان ہوگا، بروقت نہ کرسکیں تو جب بھی موقع ہو، بہر حال کرنا ضروری ہے، اور اس پر عمل ہوتا ہے، اکثر مسلمان زمیندار بھی اس کی نقل میں بکرا کھیت میں ذبح کرتے ہیں،

اور وہیں پکا کر کھانا کھلاتے ہیں، البتہ پوجا نہیں کرتے، اور ان کے عقائد کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، مگر وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہوتے کہ بکرا ذبح کرنے کے بجائے گوشت بازار سے خرید کر پکائیں، اور نہ اس بات پر کہ گھر پر پکا کر کھلائیں، بلکہ وہ قربانی کا نام دیکر بکرا ذبح کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اور کھیت ہی میں کھلانا ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی پر عمل کرتے ہیں، اس کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، مذکورہ بالا صورت مشابہت بالمشرکین ہے

یانہیں اور ایسے طعام سے پرہیز کرنا چاہئے یانہیں؟ صورت حال یہ ہے کہ احقر کے عزیز ومحسن جناب محمد مصطفیٰ خاں صاحب جو مسلم لیڈر بھی رہ چکے ہیں، اور وکیل بھی ہیں، دین کا علم بھی رکھتے ہیں، پابند صوم وصلوٰۃ بھی ہیں، اور زمیندار بھی ہیں، اور جس موضع میں ان کی زمین ہے وہاں پر مقتدیٰ بھی ہیں، عقائد بھی درست ہیں، لیکن اس کے باوجود پھر بھی اسی طریقۂ مذکورہ پر کھانا کھلانا چاہتے ہیں، اور طریقہ مذکورہ کو اپنی خواہش ظاہر کرتے ہیں، اور یہ استدلال کرتے ہیں کہ میرے عقائد درست ہیں، اور طریقہ مذکورہ پر کھلانا میری خواہش ہے اور اس خواہش پر کوئی شرعی پابندی نہیں ہے، اور مجھ کو ان کے اس استدلال سے اختلاف ہے، میرے خیال میں طریق مذکور پر کھانا کھلانا ضرور مشابہت رکھتا ہے، معمولی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے میں اس طعام سے پرہیز کرتا رہا ہوں، ایسے طعام سے پرہیز کرنا درست ہے یانہیں؟ اور میرا یہ خیال کہ مذکورہ طریقہ پر طعام مشابہت بالمشرکین ہے، صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) شکرانہ میں فقراء کو صدقہ دینا اور احباب کو کھلانا سب کچھ درست اور باعث خیر وبرکت ہے، خواہ کھیت میں ہو، خواہ مکان پر ہو، بکرا ذبح کر کے ہو یا گوشت خرید کر ہو[۱]، لیکن جہاں پر مشرکین کا ایک عمل جاری وشائع ہو، ایک مسلم کو عقیدہ صحیح ہونے کے باوجود شرک سے بچ بچ کر بھی ان کا طرز اختیار نہیں کرنا چاہئے[۲]، کھیت میں کھانا پکنے اور کھلانے پر ہی اصرار

---

[۱] عن ابی **هريرة** رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مانقصت صدقة من مال الخ (مشکوٰۃ ص۱۶۷، باب فصل الصدقة، طبع یاسر ندیم دیوبند) بل تزید اضعاف مایعطی منه بان ینجبر بالبرکة الخفية أو بالعطية الجليلة أو بالمثوبة العلية (مرقاة ج۲/ص ۴۷۱، باب فصل الصدقة، الفصل الاول، طبع بمبئی)

[۲] من تشبه بقوم فهو منهم ،مشکوٰۃ شریف ص۳۷۵/ کتاب اللباس، الفصل الثانی، قال الطیبی هذا عام فی الخلق والخلق والشعار الخ مرقات ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه بمبئی) کتاب اللباس، الفصل الثانی.

(باقی اگلے صفحہ پر)

کیوں ہے، آپ مکان پر پکوا کر بھی کھلا سکتے ہیں، شادی وغیرہ کی تقریبات میں مکان پر ہی پکواتے اور کھلاتے ہیں، اس لئے کھیت پر نہ پکوائیں، نہ کھلائیں، دوسرے ہمراہ والے فتوے میں صدقے کے کچھ طرق لکھدیئے ہیں ان کو بھی ملاحظہ کرلیں، اس طرح لوگوں کے سوئے ظن اور اعتراضات سے بھی امن ہوجائیگا، اور مقصد بھی حاصل ہوجائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۵ھ

(۲) اس طریقہ کا اختیار کرنا مشرکین کے اتباع میں ہے، اگرچہ جزئی فرق کرلیا جائے، جس چیز کو شریعت نے لازم قرار نہیں دیا اس کو لازم سمجھنا، یا لازم کی طرح اس پر عمل کرنا شرعاً درست نہیں، اس سے پرہیز لازم ہے[1] صدقہ کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں کی ضروریات پوری کی جائیں، کھانے کپڑے وغیرہ جس چیز کی ان کو ضرورت ہو وہ ان کو دی جائے، بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے، ضعیفوں، اپاہجوں کے لئے مستقل وظیفہ مقرر کردیا جائے، صدقہ جاریہ ہو تو اور بہتر ہے، مثلاً جہاں پانی کی ضرورت ہو کنواں بنوادیا جائے، یا نل لگوادیا جائے، مسجد میں صفوں کا انتظام کردیا جائے، دینی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابوداؤد ص ۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، سعد بکڈپو دیوبند، المسلم إذا هدی یوم النیروز إلی مسلم آخر شیئا ولم یرد به تعظیم ذٰلک الیوم ولکن جری علی مااعتاده بعض الناس لایکفر لکن لاینبغی له أن یفعل ذلک ویفعله قبله أو بعده کی لایکون تشبیها بآولئک (بزازیه علی الهندیه کوئٹه ج۶/ص۳۳۳، کتاب الفاظ تکون اسلاماً أو کفراً الخ السادس فی التشبیه) الدر مع الشامی کراچی ج۶/ص۷۵۴، مسائل شتی.

(صفحہ ہٰذا) [1] فکم من مباح یصیر بالا لتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاالخ سباحة الفکر، ص ۷۲/ (مطبوعه دهلی) مرقاة ج۲/ص۱۴، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، طبع بمبئی، سعایه ج۲/ص۲۶۵، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة، سهیل اکیڈمی لاهور.

مدارس میں قرآن کریم، دینی کتب خرید کر وقف کر دیں، یہ صورتیں مشابہت سے بھی پاک صاف ہیں، اور التزام مالا یلزم بھی ان میں نہیں اور اجر وثواب کی بھی مستوجب ہیں۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم: حلال وحرام جانور کے احکام

فصل اول:- حلال جانور

خرگوش کی حلت

سوال:۔ خرگوش کی کوئی قسم حرام بھی ہے یا کل حلال ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب والارنب اھ[1] درمختار۔اس سے معلوم ہوا کہ خرگوش حلال ہے فقہاء اتنا ہی ذکر فرماتے ہیں اگر کوئی خاص نوع مشتبہ ہوتو اس کے حالات معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم

صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1].....درمختار مع الشامی کراچی ص۳۰۷ج۶ کتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایة ص ۴۴۱ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعه تهانوی دیوبند.

خرگوش کی حلت

سوال:۔ خرگوش کھانا کیسا ہے یہ جولوگ کہتے ہیں کہ بلی جیسے پیر والا خرگوش کھانا جائز نہیں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں کیا دونوں طرح کے خرگوش کھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

دونوں قسم کا خرگوش حلال ہے پیر اگر دو قسم کے ہوں لیکن غذا سب کی ایک ہی ہو اسی پر مدار ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امریکن گائے کے دودھ اور گوشت کا استعمال

سوال:۔ امریکن گائے ہے کیا اس کے دودھ پینے میں خرابی ہے یا نہیں اگر امریکہ گائے کو ہندوستانی بیل سے گابھن کرالیتے ہیں یا برعکس تو کیا ایسی صورت میں خرابی ہوگی یا نہیں واضح فرمائیں تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے اگر بیل ہو امریکی تو کیا اس کو کام میں لاسکتے ہیں یا نہیں یعنی ہل وغیرہ بہاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ حامداًومصلیاً!

جب کہ یہ گائے صورت وغذا وغیرہ کے اعتبار سے گائے ہے تو اس کا دودھ پینا اور اس کا

---

[1] وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب والارنب والعقعق (شامی کراچی ص۳۰۷ ج۶، کتاب الذبائح. ولا بأس باکل الارنب لان النبی ﷺ اکل منه حین اهدی الیه مشویا وامراصحابه رضی اللہ عنہم بالاکل منه، هدایه ص ۴۴۱ ج۴ کتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لایحل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

گوشت کھانا اوراس سے نسل حاصل کرنا اور ہل وغیرہ کے کام میں لانا سب درست ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۱۴۰۱ھ

جس گائے کا بچہ مرگیا ہواس کا دودھ

سوال:۔ جس گائے کا بچہ مرگیا ہواس کا دودھ پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جائز ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ج ا/۶۷ھ

بے گابھن بکری کے دودھ کا حکم

سوال:۔ ایک بکری گابھن نہیں ہے مگر اچانک اس کے تھنوں میں دودھ آگیا اور ڈیڑھ کلو دودھ دیا، تو اس دودھ کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ایسی بکری کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۰/۳/۵ھ

---

[۱] لان المعتبر فی الحل والحرمة الام فیما تولد من ماکول وغیر ماکول الخ، شامی زکریا ص ۹/۴۴۲، کتاب الذبائح، شرح منظومه ابن وهبان ص ۲/۱۴۴، فصل من کتاب الصیود والذبائح، مطبوهع الوقف المدنی الخیری دیوبند، فتاوی نظامیه اندوریه ص ۱/۴۲۳،

[۲] لبن المأکول حلا، شامی زکریا ص ۱۰/۳۸ کتاب الاشربة وشامی کراچی ص ۶/۴۵۶ ج ۶، کتاب الاشربة خانیة ص ۳/۲۳۱ ج ۳ کتاب الاشربة، مطبوعه کوئٹه. (حاشیہ:۳/۱ اگلے صفحہ پر)

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال:۔ مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں۔ ان جانوروں کا دودھ پینے اور ان کی قربانی اور عقیقہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے[۱] ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے[۲] (اجازت کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔ کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے) لیکن جس جانور کو یہ پتے کھلائے اس کا دودھ گوشت، حرام نہیں۔[۳]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳ اللبن انما يتصور ممن تتصور منه الولادة (بحر، كوئٹه ص ۲۲۹ ج ۳ كتاب الرضاع، شامی زكريا ص ۴۱۱ ج ۴ كتاب الرضاع، مجمع الأنهر ص ۵۵۵ ج ۱ كتاب الرضاع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) ۱.....لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا اذنه ولا ولا يته (درمختار مع الشامی كراچی ص ۲۰۰ ج ۶ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال غيره بدون اذن صريح، الأشباه والنظائر ص ۱۵۷، كتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ۱۱۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

۲.....إن علم أن العين التی يغلب علی الظن أنهم اخذوها من الغير بالظلم قائمة وباعوها فی الأسواق فانه لا ينبغی شراء ها منهم وإن تداولته الأيدی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ناجائز چارہ کھانے والی بکری کا گوشت

سوال:۔ جس بکری کو مالک دن میں غیر کی زراعت میں چھوڑ دیتا ہے اس کو غیر کی زراعت سے نہیں روکتا اور اس کی اکثر غذا غیر کی زراعت ہے ایسی بکری کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ حلال ہے یا حرام اور اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ فعل گناہ ہے[1] اور بکری کا گوشت حلال ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

بے بیائی بکری کا دودھ

سوال:۔ ایک بکری نوعمر پاٹھ بکرے سے جفتی ہوئی بعد جفتی ہونے کے وہ بکری گابھن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) طحطاوی علی الدر المختار ص۱۹۲ ج۴ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، مطبوعه دار المعرفة بیروت، شامی زکریا ص۷/۳۰۰، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب الحرمة تتعدد.

[3]..... مستفاذ: کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا لا یبقٰی له اثر (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة)

(صفحه هذا) [1] .....لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۰۰ ج۶ کتاب الغصب، مطلب فیما یجور من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2]..... کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لا یتغیر وماغذی به یصیر مستهلکا لا یبقی له اثر (درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة)

رہی اور نہ بیائی اور دودھ دینے لگ گئی اور دودھ بھی بہت دیتی ہے جیسے بکریاں بیانے پر دیتی ہیں۔اس کا دودھ حلال پاک ہے یا حرام جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا دودھ پاک اور حلال ہے۔**اللبن انما یتصور ممن تتصور منه الولادة اه بحر**[1] ج۳ص۴۴۹۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۹/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، ۱۱/رمضان المبارک/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

بھینس کا مصنوعی بچہ بنا کر بھینس کے سامنے کھڑا کرنا

سوال:۔ جب کسی دودھ دینے والی بھینس کا بچہ مرجاتا ہے تو وہ دودھ دینے میں پریشان کرنے لگتی ہے۔اس کی ترکیب لوگ یہ کرتے ہیں کہ مردہ بچے کی کھال نکلوا کر بھینس کے سامنے کھڑا کردیتے ہیں۔بھینس اس کو اپنا بچہ سمجھ کر دودھ اتار لیتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ترتیب اور اس طریقہ سے دودھ نکالنا جائز ہے یا ناجائز؟ ایک اور ترکیب دودھ نکالنے کی لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایسی بھینس کو بہت زیادہ ڈرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پیشاب کے راستہ میں ہاتھ ڈالدیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ ڈر جاتی ہے اور پھر وہ دودھ دینے لگتی ہے۔مہربانی فرما کر دونوں صورتوں کو بیان فرمائیے کہ ان کا کیا حکم ہے؟

---

[1].....بحر، کوئٹہ ص ۲۲۹ ج۳ کتاب الرضاع، شامی زکریا ص ۴۱۱ ج۴ کتاب الرضاع، النهر الفائق ص۳۰۵ ج۲ کتاب الرضاع، دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

مردہ بچہ کی کھال نکلوا کر اس کے سامنے کرنے سے دودھ دیتی ہے تو اس میں مضائقہ نہیں، اجازت ہے۔ اس میں نہ بھینس کی حق تلفی ہے نہ کوئی اور ناجائز بات ہے، اپنا حق وصول کرنے کی تدبیر ہے۔ جب اس طرح کام چل جاتا ہے تو اس کو بہت ڈرا کر زیادہ تکلیف کیوں دی جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بھینس سے لاٹھی مار کر دودھ حاصل کرنا

سوال:۔ اس زمانہ کے گھوسی جب بھینس دودھ نہیں دیتی تو اس کو لاٹھیوں سے مار کر یا اور کسی طرح زبردستی دودھ لیتے ہیں تو کیا اس طرح زبردستی دودھ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی اور صورت دوا وغیرہ سے دودھ لینے کی نہ ہو تو بقدر ضرورت وتحمل سختی درست ہے۔ بلاضرورت اور تحمل سے زائد سختی نہیں کرنی چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] والأصل ان ایصال الألم الی الحیوان لا یجوز شرعاً الا لمصالح تعود علیه الخ زیلعی ص۲۲۷ ج۶ کتاب الخنثی، مسائل شتی، البحر الرائق ص۴۸۵ ج۸ کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] .....والأصل ان ایصال الألم الی الحیوان لا یجوز شرعاً الا لمصالح تعود علیه الخ زیلعی ص۲۲۷ ج۶ کتاب الخنثی، مسائل شتی، البحر الرائق ص۴۸۵ ج۸ کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کره کل تعذیب بلا فائدة (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۹۶ ج۶، مطبوعه زکریا ص۴۲۷ ج۹، کتاب الذبائح، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جانور کے خریدتے وقت ہاتھ ڈالکر دیکھنا کہ گابھن ہے یا نہیں؟

سوال:۔ جانور کے بیوپاری یعنی بیع وشراء کرنے والے جانور کے مقامِ مخصوص میں ہاتھ ڈال کر اس کے گابھن ہونے کو دیکھتے ہیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کوئی اور صورت اس علم کی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے ورنہ اس کا قبیح ہونا ظاہر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑنا

سوال:۔ جانوروں کی نسل تبدیل کرانا کیسا ہے؟ مثلاً ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑا کھلانا ان کے دودھ اور گوشت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکری اور ہرن ملا کر نسل حاصل کرنا بھی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۱۱/۱۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) زیلعی ص۲۹۲ ج۵ کتاب الذبائح، مطبوعہ امدادیہ ملتان، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۲۶ ج۴ کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول، مطبوعہ اصح المطابع ممبئی.

(صفحہ ہذا) [1] اذا نزا ظبی علی شاۃ اھلیۃ فان ولدت شاۃ تجوز التضحیۃ بھا ،بدائع الصنائع زکریا، ص۲۰۵/ج۴/ فصل محل اقامۃ الواجب، الأشباہ والنظائر ص۱۷۲ القاعدۃ الثانیۃ، مطبوعہ دیوبند، شلبی علی الزیلعی ص۷ ج۶ کتاب الأضحیۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان.

مادۂ تولید بذریعہ انجکشن داخل کرنا

سوال:۔ نسل کی تبدیلی جانوروں کی بغیر نر و مادہ کی صحبت کے اس طریقہ سے کی جائے کہ نر کا مادۂ تولید اگر انسان نکالکر مادہ کی بچہ دانی میں ڈال دے اس ڈالنے کا کیا حکم ہے، پھر اس بچہ کا کیا حکم ہے، لبن ولحم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ خلاف فطرت ہے مگر جب کہ نر مادہ دونوں حلال ہیں تو ان کے مادہ منویہ سے پیدا شدہ بچہ حلال ہوگا اور دونوں کا لبن ولحم بھی حلال ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ

بوڑھے بیل کو مالک نے چھوڑ دیا اس کا حکم

سوال:۔ ہماری بستی کے قریب مواضعات ہندوؤں کے ہیں وہاں کے لوگ اکثر و بیشتر قصداً ایسے جانور گائے بیل جو ناکارہ ہوجاتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے چھوڑ جاتے ہیں جس سے کھیتیوں کو کافی نقصان ہوتا ہے۔ اگر کانجی ہاؤس میں داخل کیا جاتا ہے تو محرر لینے سے انکار کردیتے ہیں، کیا پردھان وغیرہ کی اجازت سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ قانوناً

---

[1] اذانزاالذئب علی الشاة یضحی بالولد اعتباراً للام (شامی زکریا ،ص ۳۸۶/ج ۱/ قبیل باب التیمم، شلبی علی الزیلعی ص۷ج۶ کتاب الأضحیة، مکتبه امدادیه ملتان، الأشباه والنظائر ص ۱۷۲ القاعدة الثانیة، إذا اجتمع الحلال والحرام.

تنبیہ:۔ جب حرام جانور کے مادۂ منویہ سے پیدا شدہ بچہ ماں کے تابع ہوکر حلال ہے تو حلال جانور کے مادہ منویہ سے پیدا شدہ بچہ بدرجۂ اولی حلال ہوگا۔

تو اجازت مل نہیں سکتی۔ان حالات میں کیا صورت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پردھان سے بھی تحریراً اجازت نہیں مل سکتی۔اگر وہ لوگ تعدی کرتے ہیں اور جانوروں کو باندھ کر نہیں رکھتے اور نقصان کرتے ہیں تو جو صورت حفاظت کی مناسب ہو وہ اختیار کی جاسکتی ہے۔ان ہی کے مواضعات کی طرف واپس ہنکایا بھی جاسکتا ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ سے گائے گابھن کرانا

سوال:۔ غیر اللہ کے نام پر یعنی رام سیب درگاہ وغیرہ کے نام پر ہندو لوگ بیل، بھینس چھوڑتے ہیں، اس کا کھانا مسلمانوں کے لئے درست ہے یا نہیں؟ اور اس سانڈ سے جو کہ غیر اللہ کے نام پر ہے مسلمانوں کو اپنی گائے اور بھینس وغیرہ کو گابھن کرانا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کا کھانا درست نہیں ہے تو اس سے گابھن کرانا اور بچہ پیدا کرنا کیسے درست ہوگا؟ ایک مجبوری یہ ہے کہ مسلمان کوئی سانڈ نہیں چھوڑتا، بتایئے کہ نسل کس طرح باقی رہ سکتی ہے؟

نیز مینڈک، کیکڑا، گیدڑ، بلی اور انسانوں کے بال، سانپ کا چمڑہ بیچنا یا خریدنا، اس کا پیسہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وقال ابو نصر اذا ساقها الٰی مکان یأمن علٰی زرعه لا یضمن ایضاً الخ بزازیة علٰی الهندیة ص۴۰۳ ج۶ کتاب الجنایات، الفصل الرابع الخ، اجناس الاول نخس الدابة، مطبوعه کوئٹه عالمگیری کوئٹه ص۵۴ ج۴ کتاب الجنایات الباب الثانی عشر فی جنایة البهائم الخ.

الجواب حامداًومصلیاً!

غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور حرام ہے اس کا کھانا ہرگز جائز نہیں[۱]۔ اگر گائے وغیرہ گابھن ہوکر بچہ دے تو وہ بچہ مردار نہیں۔ مردہ مینڈک، کیکڑا، گیدڑ[۲] اور انسانوں کے بالوں کی خرید وفروخت ناجائز ہے[۳] اس کی قیمت کا پیسہ بھی جائز نہیں۔ سانپ کا چمڑا دباغت دے کر بیع کرنا جائز ہے۔ اس کا پیسہ بھی درست ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[۱] .....حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیراللّٰه به. الآیة (سورة مائدة، پ ٦ آیت: ۳، ترجمہ: تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو۔ (بیان القرآن)

[۲] .....ولا یجوز بیع هوام الارض کالخنافس والعقارب والفأرة والنمل والوزغ والقنافذ والضب ولا هوام البحر کالضفدع والسرطان الخ البحر الرائق ص: ۱۷۲، ج: ٦، باب المتفرقات، کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص: ۱۵۱، ج: ۳، کتاب البیوع، مسائل شتیٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص: ۴۷۹، ج: ۷، کتاب البیوع، باب المتفرقات.

[۳] .....و(بطل بیع) شعر الانسان لکرامة الادمی (درمختار مع الشامی کراچی ص۵۸، ج۵، کتاب البیوع، مطلب الادمی مکرم شرعا ولوکافراً، البحر الرائق ص ۸۱ ج٦ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] .....وجلد میتة قبل الدبغ وبعده أی الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیة (قول الشارح وحیة) قال ینبغی تقییده بالحیة الصغیرة التی لها دم (الی قوله) والکبیرة ینبغی طهارة جلد ها بالدبغ حیث احتمله ویجوز بیعه للانتفاع به (حاشیه مع الشامی کراچی ص۷۳ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمدقولان، شامی کراچی ص۲۰۳ ج ۱ کتاب الطهارة مطلب فی أحکام الدباغة.

بھینس میں انجکشن سے مادۂ تولید پہونچانا

سوال:۔آج کل مادہ مویشی مثلاً بھینس، گائے وغیرہ کو حاملہ کرانے کے لئے ایک نیا طریقہ انجکشن کا ایجاد ہوگیا ہے۔ بجائے نرکوملانے کے انجکشن کے ذریعہ مادہ جانور کو حاملہ کرادیا جاتا ہے۔نر سے مادہ کوملانے اور حاملہ کرانے میں یہ قباحت بھی ہے کہ اس میں حاملہ کرانے کی فیس یا قیمت بھی دینی پڑتی ہے،اس کے بغیر جانور نہیں ملتا۔انجکشن کے ذریعہ مادہ کوحاملہ کرانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہوجائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا لیکن یہ طریقہ خلافِ فطرت ہے[۱]۔اس میں ایک قباحت سے بچاؤ ہے،لیکن اس انجکشن کی قیمت بھی تو دینی پڑتی ہوگی،کیا مَنِیّ کی بیع وشراء جائز ہے؟[۲]ایک شخص نے یہاں آکر بیان دیا کہ میری بھینس کے بچہ پیدا ہوا ہے مگر وہ خنزیر ہے اسے جب ہی فوراً ماردیا اس بھینس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟ انجکشن کے ذریعہ جس جانور کا مادہ جس میں چاہیں پہونچادیں۔دوسرے علاقہ میں کثرت سے بہتوں کے خنزیر پیدا ہورہے ہیں[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،۹۶/۳/۵ھ

---

[۱] .....منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۳۳۹ کتاب الحظر والاباحة.

[۲].....و(بطل بیع) المضامین مافی ظهور الا باء من المنی (در مختار مع الشامی زکریا ص ۲۳۷ ج۷،کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع اصل الفصفصة، البحر الرائق ص ۷۴ ج ۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[۳]..... اس لئے اس طریقہ سے احتیاط لازم ہے۔

امریکی سانڈ کے نطفہ سے پیدا شدہ گائے کا حکم

سوال:۔ایک سانڈ امریکہ سے منگوایا گیا ہے جو گایوں کو گابھن کرتا ہے اور وہ سانڈ بیل اور خنزیر کے نطفہ سے پیدا شدہ ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔وہ بڑا ہو کر چالیس سیر تک دودھ دیتا ہے۔اور اس دودھ کو بازار میں بیچا جاتا ہے اور اس طرح اس دودھ کے ماوے کی مٹھائیاں فروخت کی جاتی ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دودھ سے تیار شدہ مٹھائی کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا گوشت بعد از ذبح شرعی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو گائے اس سے گابھن ہو اس کا دودھ استعمال کرنا درست ہے۔[1] مگر جہاں تک ہو سکے اس سے گابھن نہ کرائیں یہ بھی تحقیق کرلیں کہ وہ سانڈ گائے سے پیدا ہوا ہے یا مادۂ خنزیر سے پیدا ہوا ہے تو مزید بصیرت ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خنثیٰ بکری کا حکم

سوال:۔ایک جانور جو بکری کی جنس سے ہے نہ نر ہے نہ مادہ اس کی بیع کرنا کیسا ہے؟ اور

---

[1] لأن المعتبر فی الحل والحرمة الام فیما تولد من ماکول وغیر مأکول الخ شامی زکریا ص ۴۴۲ ج ۹، کتاب الذبائح، شرح منظومة ابن وهبان ص ۱۴۴ ج ۲، فصل من کتاب الصیود والذبائح، فتاوی نظامیة اندوریه ص ۴۲۳ ج ۱.

اس کا دودھ اور اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ ایسے جانور کو ہماری زبان میں (کاں) کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکری کا بچہ اگر نر نہ ہو نہ مادہ ہو بلکہ خنثیٰ مشکل ہو تو اس کی بیع درست ہے[1] اس کا کھانا بھی درست ہے آپ نے اس کے دودھ کے متعلق دریافت کیا تو ذرا یہ بھی لکھئے کہ دودھ کس آلہ سے دیتا ہے اور کوئی نر اس سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کے وطی کرنے کا مقام بھی ہے اور دودھ کا بھی تو پھر اس کو یہ کیسے کہا کہ وہ مادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پلے اس کا استعمال

سوال:۔ اگر بکری کا بچہ خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کھال کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس بچے کا گوشت بھی حلال ہے اور اس کی کھال بھی قابلِ استعمال ہے وہ خنزیر کے حکم میں نہیں۔ اگر اس دودھ سے مستقل پرورش کی گئی ہو۔ اور دودھ چھوٹنے کے بعد کچھ مدت گھاس وغیرہ سے بھی پرورش کی گئی ہو تو اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔ اگر اس کی نوبت نہ آئی ہو یعنی اس نے گھاس وغیرہ نہیں کھایا تو اس کے ذبح کرنے میں جلدی نہ کی جائے ورنہ وہ

---

[1] .....نقل السائحانی عن الهندية: ويجوز بيع سائرالحيوانات سوى الخنزير وهو المختار (شامی کراچی ص ۶۹ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی بيع دودة القرمز، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۱۴ ج۳ کتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز.

مکروہ ہے۔ **کماحل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمۂ لا یتغیر وماغذی به یصیر مستهلکاً لا یبقیٰ له اثر اه درمختار معناه اذا اعتلف اياماً بعد ذٰلک کا لجلالة وفی شرح الوهبانية انه يحل اذا ذبح بعد ايام والا لا اهـ درمختار**[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی

سوال:۔ کسی شخص قصاب نے کسی برہمن کا بیل منڈی میں بکتا ہوا مول لے لیا۔ اب وہ کھانے کے واسطے ذبح کرنا چاہتا ہے اور برہمن وقصاب مسلمان ایک ہی گاؤں کے ہیں۔ اب برہمن واپس مڑوانا چاہتا ہے وہ نہیں موڑتا مگر کسی دیگر شخص نے بیل قصاب مذکور سے واپس کردیا ہے۔ اب وہ برہمن اس کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں کیونکہ ذبح ہونے سے بچ گیا۔ آیا اس کا موڑنا کیسا تھا۔ اور مڑانے والا مسلمان ہوا۔ اس نے اچھا کام کیا یا شرع شریف کے اندر حرج ہے اور اس کا امام بنانا کیسا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

ہندو سے بیل وغیرہ کی خرید وفروخت جائز ہے، جب ناپسند ہو یا کسی مصلحت کے خلاف ہو تو واپس کرنا بھی درست ہے۔[2] مگر خیال مذکور سے واپس کرنا برا ہے[3] تاہم اس کی امامت

---

[1] .....درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۴۱ ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الأکل، البحر الرائق ص۱۸۴ ج۸ کتاب الکراهية، فصل فی الأکل، مطبوعه الماجديه کوئٹه، عالمگیری ص ۲۹۰ ج۵ کتاب الذبائح، الباب الثانی الخ، مطبوعه کوئٹه.

[2] .....لوقال المشتری ترکت البيع وقال البائع رضيت أو أجزت يکون اقالة الخ، عالمگیری ص۱۵۷ ج۳ کتاب البيوع، الباب الثالث عشر فی الإقالة، مطبوعه کوئٹه.

[3] .....ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان الآية سورة المائدة آيت ۲.

میں اس کی وجہ سے خرابی نہیں آتی پوجا پاٹ کرنا ہندوانہ فعل ہے۔ یہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے واپس کر دیا اس نے بھی برا کیا مگر اس سے اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۸/رجب ۵۶ھ

بیل وغیرہ کو خصی کرنا

سوال:۔ جانور جیسے بیل، بھینسا، بکرا، کتا وغیرہ کو لوگ بدھیا کر دیتے ہیں، تو ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ضرورت ہو تو درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

مخلوط نسل کا جانور حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے

سوال:۔ خچر حرام ہے یا حلال ہے، اس کے حرام ہونے کی علت کیا ہے، امریکن گائے

---

[1].....خصاء الفرس..... لا بأس به عند اصحابنا وذكر شيخ الاسلام انه حرام وأما فى غيره من البهائم فلا بأس به اذا كان فيه منفعة (عالمگیری، کوئٹہ ص۳۵۷ ج۵ كتاب الكرهية، الباب التاسع عشر، شامی زکریا ص۵۵۷ ج۹ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، مجمع الأنهر ص۲۲۴ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کے لئے مشہور ہے کہ وہ گائے اور خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جانوروں میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، یعنی اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے، اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے، اگر گدھی کے ساتھ گھوڑا وطی کرے اس سے خچر پیدا ہو تو وہ ماں کے تابع ہو کر حرام ہوگا، اگر گائے کے ساتھ گدھا وطی کرے تو اس سے بچھڑا پیدا ہوا ہو تو وہ ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا، اب امید ہے کہ امریکن گائے کا سوال اور اس پر اشکال بھی حل ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۱ھ

---

[1] والبغل الذی امه حمارة فلو امه بقرة أكل اتفاقا ولو فرسا فكامه لان المعتبر فی الحل والحرمة الام فيما تولد من ماكول وغير ماكول، درمختار مع الشامی كراچی ص۶/۳۰۴، كتاب الذبائح، بدائع الصنائع كراچی ص۳۸، ج۵ كتاب الذبائح، شلبی مع التبيين ص۱۹۹، ج۵، كتاب الذبائح، فَصل فيما يحل اكله ومالايحل، مطبوعه امداديه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم:- حرام جانوراوران کے اجزاء

خنزیراورمیتہ کی حرمت برابر

سوال:۔خنزیراورمردارکا گوشت دونوں حرمت میں مساوی ہیں۔یا کچھ تفاوت ہے مثلاً ایک مسلم ہے جوخنزیر(سور) کے گوشت کی تجارت کرتا ہواوردوسرامردار کے گوشت کی کرتا ہو گناہ میں دونوں برابر ہیں یا کم وبیش۔سوراورمرداراورکافر کے ذبیحہ میں حرمت برابر ہے یا کم وبیش۔

الجواب حامداًومصلیاً!

دونوں کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے بلکہ ایک ہی آیت میں ایک طریق پر دونوں کی حرمت مذکور ہے۔

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة اودما مسفوحا اولحم خنزیر. الآیت[1]۔

---

[1] .....**سورة انعام، پ۸ آیت:۱۴۵**،ترجمہ:آپ کہہ دیجئے کہ جوکچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جواس کوکھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو(بیان القرآن)

پس دونوں کے گوشت کی تجارت کرنے والے مساوی درجہ کے گنہگار ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۵۸/۵/۲۲ھ

لحم خنزیر کا حکم

سوال:۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے کہ زید نے ایک چمار کے گھر جا کر خنزیر کا گوشت مانگا چمار نے دینے سے انکار کیا تو زید نے کہا مجھے دو ہم تو کئی مرتبہ یہ گوشت کھا چکے ہیں۔ بہر حال چمار نے دیا اور زید نے کھایا جب چند لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایسا ہوا ہے تو اس کی تفتیش کی گئی پنچائت مقرر ہوئی ایک مولوی صاحب نے شرط لگا دی کہ اگر گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو گیا تو مبلغ ایک ہزار روپئے جرمانہ کیا جائے گا ورنہ جو کہتا ہے اس سے مبلغ ایک صد روپیہ لیا جائے گا اس بنا پر مولوی صاحب موصوف نے طرفین سے سہ خط بنوائے چنانچہ دو تین گواہوں نے زید کے گوشت کھانے کی شہادت دی علاوہ اس کے جس چمار نے کھلایا تھا اس نے بھی گواہی دی کہ ہم نے خود دیا ہے اور میرے سامنے مانگ کر زید نے استعمال کیا اس کے بعد زید نے بھی خود اپنے کھانے کا اقرار کیا حالانکہ کوئی جبر نہ تھا اور یہ عذر شرعی ثبوت لینے پر مولوی صاحب نے اس سے روپے نہیں دلوائے بلکہ معاملہ کو نظر انداز کر دیا اب سوال یہ ہے کہ بازی لگانا یا شرائط باندھنا طرفین سے از روئے شرع کیسا ہے اور زید پر کوئی گناہ ہو سکتا ہے یا نہیں جب کہ زید نے خنزیر کا گوشت بغیر کسی شرعی مجبوری کے استعمال کیا تو تحقیق کے لئے عمرو نے تگ و دو کیا اور جب کہ عینی شہادت اور گواہوں سے ثبوت مل گئے تو عمرو نے کہا

کہ یہ سراسر ناجائز کرنے والوں کا ساتھ دینا ہے اس پر مولوی صاحب نے عمرو کا بائیکاٹ کردیا اور یہ بھی اعلان کردیا کہ عمرو اسلام سے خارج ہے بلکہ زید پاک ہے اور عمرو کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے عمرو نے مکرر پوچھا کہ مولوی صاحب صرف تحقیق کرنے پر ہم اسلام سے خارج ہوگئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اسلام سے خارج ہوسکتا ہے مولوی صاحب کا یہ فتویٰ دینا شرعاً کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) اس طرح دونوں طرف سے مالی شرط لگانا شرعاً جائز نہیں[۱] کسی مجرم پر مالی جرمانہ ہی درست نہیں[۲] خنزیر کا گوشت قطعاً حرام ہے[۳] اس کا کھانا سخت معصیت اور گناہ کبیرہ ہے اس سے توبہ کرنا اور نادم ہونا فرض ہے مگر اس کا کوئی مالی کفارہ واجب نہیں۔

(۲) خنزیر کا گوشت کھانے والا سخت گنہگار ہے مولوی صاحب کے ذمہ یہی لازم تھا کہ اس کو توبہ کی تلقین کرتے اور خود اس کے ذمہ بھی توبہ کرنا فرض ہے[۴] معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں

---

[۱] .....وحرم شرط الجعل من الجانبين الخ الدرالمختار على الشامي زكريا ص۴۸۲ج۱۰ كتاب الخنثىٰ فى مسائل شتى، مجمع الأنهر ص۲۱۶ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۴۸۶ج۸ كتاب الخنثى، مسائل شتىٰ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، قبيل كتاب الفرائض.

[۲].....والحاصل عدم التعزير باخذ المال الخ البحرالرائق ص۴۱ج۵، مطبوعه الماجد يه كوئٹه، كتاب السير، فصل فى التعزير، النهر الفائق ص۱۶۵ج۳، باب حد القذف، فصل فى التعزير، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۱۰۶ج۶، باب التعزير، مطلب فى التعزير بأخذ المال،

[۳].....حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير. الاية،سورة المائدة آيت:۳ ترجمہ:تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت الخ (از بیان القرآن)

[۴] .....اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفور (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور کسی کے معاف کرنے سے یہ گناہ معاف بھی نہیں ہوتا گناہ کرنے والا خود ہی اللہ پاک سے معاف کرائے۔ عمرو کو جب معلوم ہو گیا تھا کہ زید نے ایسا کیا ہے تو اس کو تگ ودو کی ضرورت نہیں تھی اس کو چاہئے تھا کہ تنہائی میں زید کو خیر خواہانہ طور پر نصیحت کرتا اور سمجھا دیتا کہ یہ حرام ہے اس سے بچنا واجب ہے آئندہ ایسا نہ کریں اس سے اس کی تفتیش کر کے گواہ مہیا کئے یہ برا کیا کسی کی عیب جوئی اور پردہ دری شرعاً بہت معیوب و مذموم ہے تاہم اس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا اس کو اسلام سے خارج قرار دینا جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف اور غلط ہے۔ **ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مومنا حقیقةً یجوزان یکون مومنا فاسقا غیر کافر الخ شرح فقہ[1] اکبر ص۸۶**

زید نے جب کھانے کا خود اقرار کر لیا تو تفتیش کی اور گواہوں کی کچھ حاجت نہیں رہی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

خنزیر نجس العین ہے اس کا کھانا جائز نہیں

سوال:۔ موانہ کے قریب ایک گاؤں ہے ایک شخص نے خنزیر کھالیا ہے نہ معلوم کہ اس نے یہ جان بوجھ کر کھایا ہے یا بھول سے کھایا ہے اس آدمی کے بارے میں مذہب اسلام کا کیا حکم ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً، تفسیر روح المعانی ص۲۳۶ ج۱۵ سورة التحریم آیت۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، نووی علی المسلم ص۳۵۴ ج۲ کتاب التوبة، مطبوعه بلال دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1].....شرح فقه اکبر ص۸۶، مطبوعه مجتبائی دهلی،

الجواب حامداً ومصلیاً!

خنزیر نجس العین[۱] اور بالکل حرام ہے جس نے کھایا حرام کھایا[۲]، اگر جان کر کھایا تو بہت سخت گناہ کیا توبہ واستغفار لازم ہے مگر اسلام سے خارج نہ ہوا[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۱

مضطر کے لئے خنزیر کا کھانا

سوال:۔ کیا حالتِ اضطراری میں اگر کسی نے زبردستی خنزیر کا گوشت کھلا دیا کہ اگر نہ کھاؤ گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔ تو ایسی صورت میں مسلمان رخصت پر عمل کر سکتا ہے۔ عمل رخصت پر افضل ہے یا عزیمت پر افضل ہے اور آیت ''**انما حرم علیکم المیتة الآیة**'' کا مطلب کیا ہے۔ اور کیا لفظ سور کہنے سے ایمان چلا جاتا ہے؟

---

[۱] .....والخنزير لنجاسة عينه الخ مجمع الانهر ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة، فصل فى البئر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۴۰ ج ۱ كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء الخ، قبيل فصل فى البئر، مطبوعه تهانوى ديوبند، شامى زكريا ص ۳۵۷ ج ۱ كتاب الطهارة، باب المياه.

[۲] .....حرمت عليكم والميتة والدم ولحم الخنزير. الآية. سورة المائدة آيت: ۳، **ترجمه**: تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت الخ (از بیان القرآن)

[۳] .....ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وان كانت كبيرةً اذا لم يستحلها ولا نزيل عنه اسم الايمان ونسميه مؤمناً حقيقةً يجوز أن يكون مومناً فاسقا غيركافر الخ. شرح فقه اكبر ص ۸۶، (مطبوعه مجتبائى دهلى، اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفور ولا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرةً، تفسير روح المعانى ص ۲۳۶ ج ۱۵ سورة التحريم آيت ۸ مطبوعه دار الفكر بيروت، نووى على المسلم ص ۳۵۴ ج ۲ كتاب التوبة، مطبوعه بلال ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ افسوسناک صورتِ حال کم علمی وکم فہمی اور دین سے بے تعلقی کی بناء پر ہے۔اس لفظ کے کہنے سے ہرگز ایمان ضائع نہیں ہوتا ہے، نہ رزق بند ہوگا، البتہ اس کا کھانا حرام ہے۔ہاں اگر کوئی مضطر ہو کہ اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ ہو اور بغیر اس کے کھائے جان نہ بچتی ہو تو جان بچانے کے لئے اتنی مقدار کی اجازت ہے اور یہ اجازت قرآن پاک سے ثابت ہے۔

قل لا اجد فیما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة اودماً مسفوحاً اولحم خنزیر فانه رجسٌ اوفسقاً اهل لغیر اللّٰهِ به فمن اضطر غیر باغٍ ولا عادٍ فلا اثم علیه ان اللّٰه غفور رحیم (سورۃ الانعام[1]) ایسی حالت میں اگر کوئی نہ کھائے اور بھوکا مر جائے تو گنہگار ہوگا (فتاویٰ[2] عالمگیری) اگر اس کو دشمنوں نے پکڑ لیا اور قتل کرنے پر آمادہ ہیں اور بغیر اس کے کھلائے نہیں چھوڑیں گے۔اگر اس کو ظنِ غالب ہے کہ کھلا کر چھوڑ دیں گے، قتل نہیں کریں گے تو اس کو کھالینا چاہئے۔یہی رخصت ہے، لیکن اگر وہ اعداء اللہ کو غیظ دلانے کے لئے اور اپنے دین کی پختگی کی خاطر نہ کھائے اور وہ قتل ہو جائے تو اس کے لئے بھی اجرِ عظیم ہے بلکہ اس کیلئے عزیمت یہی ہے۔غرض ہر دونوں کو رخصت پر عمل کرنا بھی درست ہے (ردالمختار[3])

---

[1] .....سورہ انعام آیت: ۱۴۵، **ترجمہ**: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا یہ کہ خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

[2] .....**فان ترک الأکل والشرب حتی هلک فقد عصی الخ عالمگیری ص۳۳۶ج۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشرفی الکراهة فی الاکل الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۸۸ج۹ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الأکل، مجمع الأنهر ص۱۸۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.**

[3] .....**فان اکره علی أکل میتة أو دم أو لحم خنزیر** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگراس نے اس کو مجبور کرنے اور قتل سے جان بچانے کے لئے کھالیا اور پھر بھی انہوں نے قتل کردیا تب بھی مظلوم ہے گنہگار نہیں بلکہ شہید ہے۔ آیت **انما حرم علیکم المیتة** کا مطلب بھی یہی ہے کہ اشیاء مذکورہ جن میں لحم خنزیر بھی داخل ہے۔ ایسی حالتِ اضطرار میں ان کا حکم یہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۹ھ

خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنا

سوال:۔ آج کل جوتا کپڑا صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں اور بعض میں دوسرے بالوں کی بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ دریافت طلب امور یہ ہیں ان برشوں کا کپڑے جوتے صاف کرنے کے لئے استعمال جائز ہے یا نہیں۔ ان کے بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ ان برشوں میں خالص خنزیر کے بال ہیں یا غالب خنزیر کے بال ہیں اور دوسرے بال مغلوب ہیں تو انکی بیع وشراء اور استعمال ممنوع ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) اوشرب خمرباکراہ غیر ملجئ بحبس أو ضرب اوقید لم یحل وان اکرہ بملجئی بقتل اوقطع حل الفعل بل فرض فان صبر فقتل أثم الااذا اراد مغایظة الکفارفلابأس به الخ درمختار علی الشامی زکریاص ۱۸۴ ج۹ کتاب الاکراہ، سکب الأنهر ص ۴۳ ج۴ کتاب الإکراہ، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحه هذا) [1] وشعر الخنزیر أی لم یجز بیعه اهانة له لکونه نجس العین کاصله، البحر الرائق ص ۸۰ ج۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

برش میں سور کے بال

سوال:۔ فی زمانہ ہر چیز پر رنگ وروغن ہورہا ہے۔فرنیچر، چینی کی پلیٹ، تانچینی کی پلیٹ وغیرہ چینی کے دوسرے برتن یہ وارنش برش سے ہوتی ہے اور برش میں کم وبیش سور کے بال ہوتے ہیں۔ان برتنوں میں کھانا اور فرنیچر پر رکھی چیزیں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سور کے بال اس میں ملے ہوئے نہیں ہیں۔ برتن اور فرنیچر صاف ہے تو محض اس وجہ سے کہ سور کے بال کے برش سے رنگ کیا گیا ہے اس کو ناپاک اور ناجائز نہیں کہا جائے گا۔خاص کر جبکہ برتن کو پاک صاف کرلیا گیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ سور کے بال کا استعمال ناجائز ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸۹/۳/۲۵ھ

ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی

سوال:۔ ہاتھی کی سواری جائز ہے یا نہیں؟ اور ہاتھی جو گرمی کی وجہ سے راستہ چلتے چلتے سونڈ سے پانی پھینکتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) زیلعی ص ۵۰ ج ۴ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی زکریا ص ۲۶۴ ج ۷ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد.

(صفحہ ھذا) [1] .....والخنزیر لا یستعمل وھو باق علی نجاستہ لان کل اجزائہ نجسۃ (شامی کراچی ص ۳۰۸ ج ۶، کتاب الذبائح، البحر الرائق ص ۸۰ ج ۶ باب البیع الفاسد، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، زیلعی ص ۵۰ ج ۴ باب البیع الفاسد، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً!

ہاتھی کی سواری شیخین کے قول کے موافق درست ہے اور یہی مختار ہے[۱] سونڈ سے جو پانی نکلتا ہے وہ نجس ہے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

شوقیہ کتا پالنا

سوال:۔ کتے کو علاوہ شکار یا حفاظتی اغراض کے شوقیہ پالنے کے بارے میں جب کہ (۱) کتے سے بالکل اس طرح کھیلا جائے جیسے بلیوں، مرغیوں، کبوتروں سے (۲) کتے کا خشک جسم پالنے والے کے جسم اور کپڑوں سے مس ہو (۳) کتے کا گیلا جسم (۴) کتے کا لعاب دہن (۵) کتے کے ساتھ کھیلنے کے بعد خواہ اس کا جسم گیلا ہو یا سوکھا نماز پڑھی جائے یا قرآن مجید کو ہاتھ لگایا جائے (۶) کتا، فرش، بستر یا کرسی وغیرہ پر بیٹھے مذکورہ بالا چھ صورتوں کو ذہن میں رکھ کر شوقیہ پالنے کے بارے میں فتویٰ اس صورت سے تحریر فرمایئے کہ نمبر واران صورتوں کے جواز عدم جواز، یا طاہر وغیر طاہر ہونے کا ذکر ہو اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا حوالہ ضرور بالضرور ہو۔

---

[۱].....فان الفيل عندهما بمنزلة السباع حتى يباع عظمه وينتفع به(الى قوله) والمختار قولهما (مجمع الانهر بيروت ص۸۶ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، البحر الرائق ص ۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، تحت قوله كعظم الميتة الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص ۵۱ج۴ باب البيع الفاسد، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲].....لعاب الفيل نجس كلعاب الفهد والاسد اذا اصاب الثوب بخرطومه ينجسه (عالمگيرى، كوئٹه ص۴۸ج۱ كتاب الطهارة، الباب السابع، الفصل الثانى، شامى زكريا ص۳۸۲ج۱ كتاب الطهارة، باب المياه، فصل فى البئر، مطلب فى السور،

الجواب حامداًومصلیاً!

عن علی ابن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال لا تدخل الملائکة بیتا فیه صورة ولا کلب والمرادمنه مایحرم اقتنائه وأمامالا یحرم من کلب الصید والزرع والماشیة فلا یمنع دخول الملائکة وقال والأظهر انه عام فی کل کلب وانهم یمنعون من الجمیع لاطلاق الحدیث الخ بذل المجهود[1] شرح ابی داؤد شریف ج۵ص۶۸ وج۱ص۳۸۔[2]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ علاوہ شکار یا حفاظتی اغراض کے محض شوقیہ کتا پالنا ممنوع ہے اور ایسے گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔

(۱) ناجائز ہے۔ جس کا گھر میں ہونا اس قدر محرومی کا باعث ہے اس کو گود میں لے کر کھیلنا تو بہت بڑی محرومی ہے۔[3]

(۲) خشک جسم کے مس کرنے سے نجاست کا حکم شریعت نے نہیں لگایا لیکن بلاضرورتِ معتبرہ عندالشرع مس کرنا ممنوع ہے[4]۔

(۳)الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسده اھ کبیری[5]ص۱۵۶

---

[1] .....بذل ص۶۸ ج۵ کتاب اللباس، باب الصور، مطبوعه یحیوی سهارنپور.

[2] .....بذل المجهود ص۳۸ج۱ کتاب الطهارة، باب الوضوء بسور الکلب، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

[3] ..... عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من اتخذ کلباً إلا کلب ماشیة أو صید أو زرع انتقص من اجره کل یوم قیراط متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۳۵۹ کتاب الصید والذبائح، باب ذکر الکلب، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] .....اذا نام الکلب علی حصیر المسجد ان کان یابسالا یتنجس (عالمگیری کوئٹه ص۴۸ج۱ کتاب الطهارة، الباب السابع فی النجاسة)

[5].....کبیری ص۱۵۶ کتاب الطهارة، فصل فی البئر، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا گیلا جسم جبکہ وہ پانی میں غوطہ لگا کر نکلے جس چیز کو لگے گا وہ چیز ناپاک ہوجائے گی۔ وھو اختیار اکثر من المشائخ مس کی ممانعت مستقل ہے۔

(۴) کتے کا لعابِ دہن بالاتفاق نجس ہے جو حکم پاخانہ پیشاب کا ہے وہی لعاب کا ہے[۱]۔

(۵) جسم گیلا ہونے کی صورت میں مس کروانے والے کا جسم یا کپڑا جس کو بھی اس کی تری لگی ہو وہ ناپاک ہے اس سے نماز درست نہیں جسم اور کپڑا پاک کرنے کے بعد نماز درست ہے کما مر فی الجواب الثالث ناپاک ہاتھ یا ناپاک کپڑا قرآن مجید کو لگانا بھی جائز نہیں۔

(۶) خشکی کے حالت میں اشیاء ناپاک نہ ہوں گی تری کی حالت میں ناپاک ہوجائیں گی لعاب دہن لگنے سے ناپاک ہوجانا قطعی ہے۔ برکات ملائکہ سے محرومی ہر حال میں ہے۔ کتے جیسی نجس اور ذلیل چیز کو کرسی وغیرہ پر بٹھا کر اعزاز کرنا ناجائز ہے۔

نیز یہ اہل اسلام کا طریقہ نہیں بلکہ انگریزوں یا دوسرے کفار کا طریقہ ہے ان کے ساتھ تشبہ ناجائز ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۴/۶/۵۸ھ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم

---

[۱].....لحمه (الكلب) نجس ولعابه متولد من لحمه (بحر، كوئٹه ص ۱۲۹ ج ۱ كتاب الطهارة، وسؤر كلب نجس مغلظ، مختصراً، در مختار مع الشامی زكريا ص ۳۸۲، ۳۸۳، كتاب الطهارة، باب المياه، فصل فی البئر، مجمع الأنهر ص ۵۵ ج ۱ كتاب الطهارة، فصل فی البئر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲].....من تشبه بقوم فهو منهم (مشكوة شريف ص ۳۷۵ ج ۲ كتاب اللباس) جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

کتا پالنا

سوال:۔ کتا پالنا کیسا ہے سنا ہے کہ جہاں کتا ہوتا ہے نیکی کے فرشتے نہیں آتے اور کس نیت سے پالنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ صحیح ہے کہ جہاں پر کتا ہوتا ہے نیکی کے فرشتے نہیں آتے[1] لہٰذا کتا نہیں پالنا چاہئے۔ لیکن اگر مکان، کھیتی، جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے ضرورت ہو تو کتا پالنے میں مضائقہ نہیں وفی الاجناس لا ینبغی ان یتخذ کلبا الا أن یخاف من اللصوص اوغیرھم وبعدعبارۃ یسیرۃ ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لاجل الحرس جائز شرعاً وکذٰلک اقتنائه للاصطیاد مباح وکذٰلک اقتنائه لحفظ الزرع والماشیة جائز و کذافی الذخیرۃ۔عالم گیری[2] ج۴ص۲۴۲۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۷/۵۲ھ

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/رجب المرجب/ ۵۲ھ

---

[1] عن ابی طلحة قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا تصاویر متفق علیه مشکوٰۃ شریف ص۳۸۵ باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] .....عالم گیری کوئٹه ص۳۶۱ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الحادی والعشرون، البحر الرائق ص۱۷۳ ج۶ باب المتفرقات، کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۵۱ ج۳ مسائل شتی، کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنا مکان (کوٹھی) شہر سے باہر بنایا ہے وہاں پر جان ومال کا خطرہ ہے ایسی حالت میں وہ حفاظت کے لئے کتا پالنا چاہتا ہے۔شرعی حکم کیا ہے؟ کتا مکان کے اندر رکھیں یا باہر؟ اگر نہ پالا جائے تو حفاظت کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی خطرہ کی صورت میں مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا درست ہے۔کذافی عمدۃ القاری،[1] پھر مکان کے اندر باہر جہاں فرصت ہو وہاں رکھ سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، ۹۵/۴/۸ھ

کیمیا بنانے کے لئے خنزیر کا دودھ

سوال:۔ ایک صاحب کیمیا بنانا چاہتے ہیں جس میں خنزیر کا دودھ استعمال ہوتا ہے۔ کیا قلبِ ماہیت کرنے کے لئے خنزیر کا دودھ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر خود نہ کرے بلکہ کسی ہندو سے کرالیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

---

[1] وقال الخطابی انما لم یدخل فی بیت إذا کان فیه شیء من هذه مما یحرم اقتناء ه من الکلاب والصور واما ما لیس بحرام من کلب الصید والزرع والماشیة الیٰ قوله فلا یمتنع دخول الملائکة بسببه الخ عمدة القاری، ص ۱۳۹، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللّٰه علیهم، حدیث وعد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم جبرئیل فقال انا لا ندخل بیتا فیه صورة ولا کلب، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً!

خنزیر نجس العین ہے۔ اس کے دودھ کا انتفاع جائز نہیں۔ نہ خود نہ بالواسطہ[۱] کیمیا بنانا واجب نہیں[۲] واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۸/۲/۲۸ھ

شیر کی چربی کا حکم

سوال:۔ ایک مرہم شیر کی چربی وغیرہ سے بنا ہوا ہے تو اس کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ یا اس کو لگائے ہوئے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اس کو لگائے ہوئے نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

میتہ کی نجس چربی سے بنا ہوا مرہم نجس ہے[۳]۔ اگر حاذق متدین معالج کی تجویز یہ ہے کہ شفاء اسی میں منحصر ہے تو اس کے لگے رہنے کی حالت میں مجبوراً نماز درست ہے[۴]۔ چربی کے

---

[۱] .....والخنزير لا يستعمل وهو باق على نجاسته لان كل أجزائه نجسة (شامی کراچی ص۳۰۸ج۶ کتاب الذبائح، البحر الرائق ص۸۰ج۶ باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعی ص۵۰ ج۴ باب البيع الفاسد، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] الكيمياء ولا شک فی حرمتها لما فيها من ضياع المال والاشتغال بما لا يفيد، شامی زکریا ص۱۳۵/۱، المقدمة، مطلب فی الكهانة،

[۳] ولا يضر أثر دهن الا دهن ودک ميتة لانه عين النجاس حتى لايدبغ به جلد الخ، در مختار على الشامی كراچی ص۳۳۰ج۱ باب الانجاس، وشامی كراچی ص۷۳ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد الخ.

[۴] .....اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع (الی قوله) وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دوا آخروعليه الفتوى (درمختار مع الشامی كراچی ص۲۱۰ج۱ كتاب الطهارة، مطلب فی التداوی بالمحرم، مجمع الأنهر ص۲۲۴ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص۳۵۵ج۵ كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ.

خواص واثرات اس میں باقی رہتے ہوئے جبکہ جرم بھی موجود ہے اس کو پاک قرار دیا جاسکتا ہے یہ صحیح ہے کہ خارجی استعمال میں قدرے توسع ہے بہ نسبت داخلی استعمال کے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ اور کیکڑہ کا کھانا، فروخت کرنا

سوال:۔ مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ یا کیکڑہ وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں دیگر ائمہ مجتہدین کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں[1] اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں یا گوہ کی کھال کارآمد ہو تو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے[2]۔ دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہل فتویٰ سے کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] .....ولا يحل ذوناب يصيد بنابه أومخلب يصيد بمخلبه من سبع أوطيرولاالحشرات كالفارة والوزغة وسام ابرص والقنفذ والحية والضفدع الى ما قال والفيل والضب وما روى من أكله محمول على الابتداء (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۰۴ج۶ ولا يحل حيوان مائى الا السمک (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۰۶ج۶ کتاب الذبائح، مطبوعه زکریا ص ۴۴۱، ج۹، کتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص ۱۶۱ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فيما يحل اكله ومالا يحل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فيما يحل وما لا يحل، مطبوعه الماجديه كوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بہیمۂ موطوءہ کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے کسی گائے کے ساتھ زنا کیا جب ثبوت ملا تو کسی عالم صاحب کے کہنے پر واطی نے گائے کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر کے گائے مذکورہ بہت دور دراز راہ پر لے جا کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کو فقراء وغرباء پر صدقہ کر دیا۔ اب گذارش ہے کہ عالم صاحب مذکور کو ایسا حکم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی گائے کو بیچنا اور ذبح کر کے گوشت کھانا مذہب حنفیہ میں شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس گائے کو بیچنا اور پالنا اور گوشت کھالینا ہمارے اماموں کے نزدیک حلال ہے یا کسی کے نزدیک حرام بھی ہے یا نہیں؟

اور جس عالم صاحب نے اس گائے کو کھانے اور بیچنے اور پالنے کو جائز رکھا ہے اس کے پیچھے بعض لوگ نہ اقتداء کرتے ہیں اور نہ سلام وکلام بلکہ ہر قسم کا ظلم وستم کرتے ہیں۔ ایسے ظالمین پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ولایحد بوطی بهیمة بل یعزروتذبح ثم تحرق ویکره الانتفاع بهاحیةً ومیّةً.

مجتبی وفی النهر، الظاهر انه یطالب ندبالقولهم تضمن بالقیمة (قوله

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲.....(قوله کحیات) فی الحاوی الزاهدی. یجوزبیع الحیات اذا کان ینتفع بها للأدویة، وما جازالانتفاع بجلده أو عظمه أی من حیوانات البحرأوغیرها (شامی کراچی ص۶۸ ج۵ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز، سکب الأنهر ص۸۴ ج۳، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۱۱۸ ج۷، مسائل منثوره کتاب البیوع، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق ص۱۷۲، ج۶، باب المتفرقات، کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

وتذبح وتحرق) ای لقطع امتدادالتحدث به کلما روئیت ولیس بواجب کما فی الهدایة وغیرها وهذا اذاکانت مما لایوکل فان کانت توکل جاز اکلها عنده وقالا تحرق ایضاً فان کانت الدابة لغیر الواطی یطالب صاحبها ان یدفعها الیه بالقیمة ثم تذبح هکذا قالوا ولایعرف ذلک الا سماعافیحمل علیه[1]. زیلعی نهر ردالمحتار ص ۴۳۹ ج ۳)

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ گائے مذکورہ کا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گوشت کھانا درست ہے اور جوعلت عبارت مذکورہ میں احراق کی لکھی گئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ دور دراز جگہ پر فروخت کردینا بھی درست اور کافی ہے اوراس صورت میں کراہت انتفاع واضاعتِ مال سے بھی حفاظت ہوگئی۔ صاحبین کے نزدیک احراق متعین ہے یہ بھی وجوباً نہیں بلکہ ندباً ہے۔ پس ایسا مسئلہ بتانے کی وجہ سے سلام وکلام ترک کرنا ہرگز درست نہیں[2] اور ظلم وستم تو ہر حال میں ظلم وستم ہے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ ایسے لوگوں کو رجوع اور توبہ لازم ہے۔[3]

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہ عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۴/شوال ۵۷ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۶ ج ۴ کتاب الحدود، مطلب فی وطء الدابة، زیلعی ص ۱۸۱ ج ۳، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لایوجبه، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۱۴۰ ج ۳، کتاب الحدود، باب الوطء الخ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] عن ابی هریرةؓ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لا یحل لمسلم ان یهجر أخاه فوق ثلٰث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار، مشکوٰة شریف ص ۴۲۸ باب ما ینهی من التهاجر الخ، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مردہ جنین کا گوشت کھانا

سوال:۔ ذبیحہ بکری وغیرہ کے اندر اس کا مرا ہوا بچہ نکلے تو آیا اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس بچہ کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ کذا فی مجمع الانہر[1] ص۵۱۲ ج ۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه أو شيء فليتحللّه منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح أُخذ منه بقدر مظلمته وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه رواه البخاری، مشکوٰۃ شریف ص۴۳۵ باب الظلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[1] .....ذبح بقرة أوشاة فخرج من بطنها جنين ميت لم توكل عندالامام (مجمع الانهر بيروت ص۶۰ ا ج۴، كتاب الذبائح، قبيل فصل فيما يحل اكله وما لا يحل، عالمگیری ص۲۸۷ ج۵ كتاب الذبائح، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق ص ا ۷ ا ج۸، كتاب الذبائح، قبيل فصل فيما يحل ومالايحل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم
حلال وحرام پرندے

کیا تمام چرند پرند حلال ہیں

سوال:۔ جتنے چرنداور پرند ہیں وہ کب سے حلال ہوئے ہیں بیان کیا جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

سارے چرندو پرند حلال نہیں ہیں بلکہ کچھ حلال ہیں کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں کچھ کا نام صاف صاف موجود ہے اور کچھ کے لئے قاعدہ کلیہ مذکور ہے جس سے حکم معلوم ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] .....حرم رسول اللہ ﷺ یعنی یوم خیبرا لحمرالانسیة ولحوم البغال وکل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر(مشکوٰة شریف ص ۳۶۱ ج۲ کتاب الصید، باب مایحل اکله وما یحرم، مسلم شریف ص۱۴۷ ج۲ کتاب الصید والذبائح باب تحریم اکل کل ذی ناب الخ مطبوعه بلال دیوبند.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ خیبر کے دن پالتو گدھوں، خچروں اور ہر کونچلی والا درندہ اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندہ کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔

طوطا حلال ہے

سوال:۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ طوطے کو حلال کہتے ہیں، تو اس سے وہی لال چونچ والا طوطا مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بس طوطا مراد ہے جو ان اطراف میں ہوتا ہے، جس کو پال بھی لیتے ہیں اور آواز کی نقل اُتارنے کی اس میں صلاحیت ہے، اور یہ روٹی پھل عام طور پر کھاتا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

طوطے کا کھانا

سوال:۔ طوطے کا کھانا کیسا ہے کہ کونسا طوطا کھانا جائز ہے اور کونسا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طوطا پھل کھاتا ہے، روٹی کھاتا ہے، اس کی غذا میتہ اور غلاظت نہیں، نہ وہ شکار کرتا ہے۔ وہ حلال ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۶/۲۰ھ

---

[1] واصل ذالک (جواز الاکل وعد مه) ان مایا کل الجیف فلحمه نبت من الحرام فیکون خبثاً عادةً ومایاکل الحب لم یوجد ذالک فیه ، وماخلط کالدجاج والعقعق فلابأس بأکله عندابی حنیفة وهو الاصح (عنایة مع فتح القدیر، ص ۵۰۰/ج ۹/کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله مالایحل، مطبوعه دارالفکر، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۹ ج۵، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایوکل لحمه من الحیوان، بدائع الصنائع کراچی ص ۳۸ ج۵، کتاب الذبائح. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کبوتر کا حکم

سوال:۔ جنگلی کبوتر اور پلا ہوا کبوتر دونوں قسمیں حلال ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جنگلی کبوتر اور پلا ہوا دونوں حلال ہیں کوئی حرام نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۲/۶/۸۸ھ

کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالنا

سوال:۔ کبوتر پالنا کیا درجہ رکھتا ہے؟ اگر کوئی شخص کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] .....مستفاد:. ولا يحل ذوناب يصيد بنابه أو مخلب يصيد بمخلبه من سبع أو طير(الى قوله) والغراب الا بقع الذى ياكل الجيف لانه ملحق بالخبائث (درمختار مع الشامى كراچى ص۳۰۴ج۶ كتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص۱۶۰، ۱۶۱ ج۴، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل اكله ومالايحل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص ۱۷۱ ج۸ كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالا يحل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱]..... ولايحل ذوناب يصيدبنا به فخرج نحو البعير أومخلب يصيد بمخلبه أى ظفره فخرج نحوالحمامة (درمختار كراچى ص۳۰۴ ج ۶ كتاب الذبائح، ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركى والغراب الذى يأكل الحب والزرع والعقعق ونحوها حلال بالاجماع، بدائع الصنائع كراچى ص۳۹ج۵ كتاب الذبائح والصيود، عالمگيرى كوئٹه ص۲۸۹ ج۵ كتاب الذبائح، الباب الثانى فى بيان مايؤكل لحمه الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً!

کھانے اور تجارت کے لئے کبوتر پالنا درست ہے، ان کے کھلانے پلانے کا اہتمام کیا جائے، ان کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے، کبوتر بازی نہ کی جائے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

بگلہ، گرسل، نیل کنٹ کا حکم

سوال:۔ بگلہ حلال ہے یا نہیں؟ نیل کنٹ حلال ہے یا نہیں؟ گرسل حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بگلہ حلال ہے۔ گرسل اور نیل کنٹ دانا کھانے والی حلال ہے اور جس کی غذا غلاظت ومردار ہے وہ ناجائز ہے۔ تمیز الکلام بین الحلال والحرام میں تفصیل مذکور ہے۔ مدار غذا پر ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1].....قال النووی اتخاذ الحمام للفرخ والبیض أوالانس أوحمل الکتب جائز بلا کراهة وأما اللعب بها للتطیر فالصحیح أنه مکروه فان انضم الیه قمارونحوه ردت الشهادة (مرقاة، اصح المطابع ممبئی ص۴۹۰ ج۴ کتاب اللباس، باب التصاویر، الفصل الثانی)، لا بأس بحبس الطیور والدجاج فی بیته ولکن یعلفها وهو خیر من إرسالها فی السکک الی قوله ان اللعب بالحمام من عمل قوم لوط، رد المحتار مع الدر المختار زکریا ص۵۷۵ کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۷۵ ج۳ کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته الخ، مطبوعه بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

مشینی مرغی کے انڈے اور بچے کھانا کیسا ہے؟

سوال:۔ زمانہ حال میں مرغیاں بغیر مرغ کے انڈے دیتی ہیں یعنی مشین سے انڈے دلوائے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بجائے مرغی کے مشین بچہ نکالتی ہے۔ تو اب اس انڈے اور اس مرغی کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مشین کے ذریعہ نکلوائے ہوئے انڈے اور بچے (مرغ) کا کھانا شرعاً درست ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

مذبوحہ مرغی کا انڈا

سوال:۔ مذبوحہ مرغی کے پیٹ کا انڈا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] .....واصل ذٰلک أن مایأکل الجیف فلحمه نبت من الحرام فیکون خبیثا عادة ومایأکل الحب لم یوجد ذٰلک فیه وما خلط کالد جاج والعقعق فلا بأس بأکله عند أبی حنیفة وهو الاصح(عنایه مع فتح القدیر، دارالفکر ص ۵۰۰ ج ۹ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل أکله ومالایحل، والحق أن حرمة الغراب دائرة علی أکل الجیف وعدم أکله الخ اعلاء السنن ص ۱۷۵ ج ۱۷ کتاب الذبائح، باب حکم الغراب، مطبوعه کراچی، تمیز الکلام فی بیان الحلال والحرام ص ۱۷ تا ۱۱ مطبوعه مجیدی کانپور.

(صفحہ ہذا) [1] .....اس لئے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جارہی ہے ان الاصل فی الاشیاء الاباحة شامی زکریا ص ۲۲۱ ج ۱ کتاب الطهارة، مطلب الاصل فی الاشیاء الاباحة، مجمع الأنهر ص ۲۴۴ ج ۴ کتاب الاشربة، دار الکتب العلمیة بیروت، الاشباه والنظائر ص ۱۱۵ تحت القاعدة الثانیة، هل الاصل فی الاشیاء الإباحة الخ، مطبوعه دار العلوم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جو مرغی اذان دے اس کا کھانا

سوال:۔ ہمارے گھر میں ایک مرغی ہے جو کہ اذان دینے لگی ہے تو میں کیا کروں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحوست کی علامت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کوئی نحوست کی بات نہیں ہے۔ اس مرغی کو پالنا، اس کا انڈا استعمال کرنا، اس کا گوشت کھانا سب درست ہے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۴ھ

---

[1].....البيضة اذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت (الهنديه، كوئٹه ص ۳۳۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادى عشرفى الكراهة فى الاكل ومايتصل به، بدائع كراچى ص۴۳ ج۵، كتاب الذبائح، فصل وأما بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول، خلاصة الفتاوى ص ۳۶۰ ج۴، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى الاكل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

[2] عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولاطيرة ولا هامة ولا صفر الخ، مشكوٰة شريف ص ۳۹۱ كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، وقال الشارح لايجوز العمل بالطيرة وهى التفاؤل بالطير والتشاؤم بها كانوا يجعلون العبرة فى ذلك تارة بالاسماء وتارة بالاصوات وتارة بالسنوج والبروح الخ مرقاة شرح مشكوٰة ص ۵۱۹ ج۴ كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة، مطبوعه اصح المطابع ممبئى.

گلہری کھانا

سوال:۔ گلہری کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گلہری کو فارسی میں ''موش خرما'' اور عربی میں ''فارۃ النخل'' کہتے ہیں۔ حیات الحیوان[1] میں ہے کہ **فارۃ بجمیع انواعہ بالاجماع حرام**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گدھ کی طرح کے جانور کا کھانا

سوال:۔ گدھ کی طرح ایک پرندہ لمبی گردن، چونچ، بڑے ڈیل ڈول کا ہوتا ہے گدھ کے ساتھ عموماً وہ بھی مردار ہی کھاتا ہے۔ ایسے ہی کبھی مچھلی یا دریائی جانور کا شکار بھی چونچ سے کر کے کھاتا ہے۔ لیکن اکثر گذارا اس کا مردار کے کھانے پر ہوتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] .....حیوۃ الحیوان ص۲۴۷ ج۳ (مطبوعہ شمس پبلشرز دیوبند)

[2].....واصل ذٰلک أن ماياكل الجيف فلحمه نبت من الحرام فيكون خبيثا عادة (عنايه مع فتح القدير، دارالفكر ص۵۰۰ ج۹ كتاب الذبائح، فصل فيما يحل اكله وما لا يحل، اعلاء السنن ص۱۷۵ ج۱۷، كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، مطبوعه كراچی، نیز تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ ''تميز الكلام فی بيان الحلال والحرام ص۱۱ تا ۱۷، مطبوعه مجيدی كانپور.

مردار خور گدھ کا کھانا

سوال:۔ مردار خور مردار کھانے کے لئے جو اترتے ہیں جن کو گدھ کہا جاتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مردار خور (گدھ) کا کھانا جائز نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کوے کی قسمیں

سوال:۔ حضرت والا۔ سلام مسنون! آپ کا جواب: ب ۴۳۸ ملا۔ ہر سہ قسم کوا (زاغ) کی شناخت مع رنگ کے تحریر فرمائیں، تاکہ دل کو تسلی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوا تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ کوا ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے اور عامۃً آبادی میں نہیں رہتا۔ جنگل میں رہتا ہے وہ بالکل حلال ہے جنگلی کبوتر کی طرح۔ دوسرا کوا وہ ہے جو غلیظ اور مردار کھاتا ہے اس کی یہی غذا ہے وہ حرام ہے گدھ کی طرح۔ تیسرا کوا وہ ہے جو دانہ کھاتا ہے

---

[1] ولایؤکل ذوناب ولا مخلب ومن سبع وطیر الیٰ ما قال ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی عن أکل ذی ناب ومخلب ..... ویدخل فی الحدیث الضبع والثعلب ..... ومن الطیر الصفر والباز والعقاب والنسر الخ البحر الرائق ص۱۷۲-۱۷۱ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فیمایحل اکلہ، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار مع الشامی زکریا ص ۴۴۱ ج۹ کتاب الذبائح، مجمع الأنھر ص۱۶۰ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکلہ ومالایحل، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

اور کبھی غلیظ مردار بھی کھالیتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ مرغی کی طرح۔ یہ تین قسم کتب فقہ عنایہ[1] فتاویٰ قاضی خاں[2] میں موجود ہیں۔ مدار غذا پر ہے[3] رنگ پر نہیں۔ بعض علاقوں میں سفید یا کسی اور رنگ کا بھی ہوتا ہے۔ چڑیا گھر میں بعض کوے ایسے موجود ہیں جو سیاہ نہیں۔ کبوتر بھی مختلف رنگ کا ہوتا ہے مرغی بھی مختلف رنگ کی ہوتی ہے۔ اس لئے رنگ پر مدار نہیں۔ عام طور پر جو کوا غلیظ اور مردار کھاتا ہے وہ بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ جو کوا دونوں چیزیں کھاتا ہے اس کی گردن کے بال زیادہ سیاہ نہیں ہوتے۔ ان میں ہلکی سیاہی ہوتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

کوے کا کھانا

سوال: ۔کوے کا گوشت کھانا کیسا ہے مطلقاً، کیونکہ مطلقاً کی قید اس لئے لگائی جاتی ہے

---

[1].....وأماالغراب الاسودوالابقع فهو انواع ثلاثة:نوع يلتقط الحب ولايأكل الجيف وليس بمكروه ونوع منه لا يأكل اِلا الجيف وهو الذى سماه المصنف الأبقع الذى يأكل الجيف وأنه مكروه ونوع يخلط بأكل الحب مرة والجيف أخرى ولم يذكره فى الكتاب وهو غير مكروه عند أبى حنيفة (عنايه مع فتح القدير، دارالفكر ص۵۰۰ ج۹ كتاب الذبائح، فصل فيما يحل اكله وما لايحل)

[2].....فتاویٰ قاضى خان على هامش الهنديه، مصريه ص۳۵۷ ج۳ كتاب الصيدوالذبائح، شامى زكريا ص۴۴۳ ج۹ كتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۴ كتاب الذبائح، فصل فيما يحل اكله ومالايحل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3]..... والحق أن حرمة الغراب دائرة على أكل الجيف وعدم أكله الخ اعلاء السنن ص۱۷۵ ج۱۷ كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، مطبوعه كراچى.

کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب میں یہی فرمایا، مطلقاً اگر جنگل کا کوا ہے تو مطلقاً کیوں فرمایا وجہ بیان کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوے کا گوشت مطلقاً کھانا ممنوع نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کوے کی ہر قسم کو ممنوع کہنا غلط ہے اسلئے کہ جو کوا صرف دانہ کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست ہے اور جو کوا مردار غلاظت ہی کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست نہیں ہے اور جو کوا دانہ کھاتا ہے اور کبھی غلاظت بھی یا مردار بھی کھاتا ہے تو وہ مرغی کے حکم میں ہے۔ یہ سب تفصیل کتبِ فقہ، فتاویٰ[۱] عالمگیری،[۲] قاضی خاں،[۳] شامی،[۴] طحطاوی، البحر الرائق[۵] وغیرہ میں ہے۔

اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب اس میں بہت علماء کے فتاویٰ موجود ہیں۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے یہ رسالہ مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھیت کا کوا

سوال:۔ کوے کا کھانا کیسا ہے؟ جس کوے کے بدن میں سفید اور کالا پن ہو اور یہی کوا

۱.....فان مایأکل الجیف کا لغداف والغراب الابقع مستخبث طبعافاما الغراب الزرعی الذی یلتقط الحب مباح طیب وإن کان الغراب بحیث یخلط فیأکل الجیف تارة والحب أخری فقد روی عن أبی یوسفؒ أنه یکره وعن أبی حنیفةؒ أنه لا بأس بأکله وهو الصحیح(عالمگیری، کوئٹه ص ۲۹۰ ج۵ کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ومالایؤکل)

۲.....قاضی خان علی هامش الهندیه مصریه ص۳۵۷ ج۳ کتاب الصید والذبائح.

۳.....شامی کراچی ص۳۰۵ ج۶ کتاب الذبائح.

۴.....طحطاوی علی الدر ص۱۵۶ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

۵.....بحر کوئٹه ص۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل.

مکئی کے زمانہ میں کھیت میں بیٹھتا ہے اور جو دانہ بالی میں ہوتا ہے اسے کھاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب اس کی غذا دانہ ہے تو اس کا کھانا بلاتردد جائز ہے۔ وحل غراب الذرع الذی یأکل الحب اھ[1] درمختار ص ۲۲۸ ج ۵۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کوا کھانا

سوال:۔ کوا کھانا کیسا ہے اور قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے جس کوے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حلال ہے تو کیا وہی کوا ہے جو ہمارے یہاں پایا جاتا ہے اور بدعتی اور شر پسند علماء جو یہ کیچڑ اچھالتے ہیں کہ کوے کو حلال کہنا صرف مولانا رشید احمد صاحب کی جدت ہے۔ شریعت میں کوا کھانا حرام ہے تو یہ کہاں تک صحیح ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ محدث اعظم ہند کا فتویٰ کن دلائل پر مبنی ہے مفصل اور مدلل جواب عنایت کیجئے۔ عربی عبارات کا ترجمہ بھی ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ کوا چند قسم پر ہے ایک قسم وہ ہے جس کی غذا صرف غلاظت و مردار ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا صرف دانہ غلہ ہے غلاظت ومردار بالکل نہیں کھاتا۔ تیسری قسم وہ ہے جو دونوں چیزیں کھاتا ہے غلاظت ومردار بھی کھاتا ہے اور دانہ وغلہ بھی کھاتا

---

[1] .....درمختار مع الشامی کراچی ص ۳۰۷ ج ۶ کتاب الذبائح، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج ۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله ومالایحل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق، ص ۲۹۵ ج ۵ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالا یحل، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہے۔ پہلی قسم ممنوع ہے۔ دوسری قسم حلال ہے ان دونوں کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں تیسری قسم امام اعظمؒ کے نزدیک حلال ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے جب کہ اس کی غالب غذا غلاظت ہو (اگر اس کی غالب غذا غلاظت نہ ہو بلکہ غالب غذا دانہ وغلہ ہو اور کبھی غلاظت بھی کھالیتا ہو تو وہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی مکروہ نہیں بلکہ بلا کراہت حلال ہے۔ یہ اقسام و احکام، فتاویٰ عالمگیری[۱]، جامع الرموز[۲]، عنایہ[۳]، ردالمحتار[۴]، طحطاوی[۵]، البحر الرائق[۶]، بدائع[۷]، چلپی[۸] وغیرہ میں مذکور ہیں۔

جو کوا عامۃً ہماری بستیوں میں پایا جاتا ہے وہ دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور یہی اس کی غالب غذا ہے اور کبھی غلاظت بھی کھالیتا ہے۔ پس اس کا حکم فقہاء کے نزدیک وہی ہے جو مرغی کا حکم ہے کہ اس کی غالب غذا غلہ ودانہ ہے اور کبھی غلاظت بھی کھالیتی ہے۔ اور مرغی کا نوش فرمانا حضرت نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ اسی کوے کو مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ نے حلال بتلایا ہے پس جو اعتراض ان پر کیا جاتا ہے وہ درحقیقت جملہ اکابر فقہاء پر ہے بلکہ امام الائمہ ابوحنیفہؒ پر ہے اس لئے کہ مولاناؒ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اتنے فقہاء کی کتب میں مذکور ہے۔

۱.....عالم گیری کوئٹہ ص ۲۹۰ ج۵ کتاب الذبائح، الباب الثانی

۲.....جامع الرموز ص ۳۵۰ ج۲ کتاب الذبائح، مطبوعہ ایران.

۳.....عنایہ مع فتح القدیر، دارالفکر ص ۵۰۰ ج۹ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل أکلہ ومالایحل

۴.....شامی کراچی ص ۳۰۵ ج۶ کتاب الذبائح

۵.....طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۵۶ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

۶.....البحر الرائق ص ۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

۷.....بدائع کراچی ص ۴۰ ج۵ کتاب الذبائح، فصل فی بیان مایکرہ من الحیوانات

۸.....چلپی علی ھامش الزیلعی ص۲۹۵ ج۵، مطبوعہ پاکستان، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالا یحل.

الغراب ثلثة انواع. نوع یاکل الجیف فحسب فانه لایؤکل ونوع یاکل الحب فحسب فانه یؤکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضاً یؤکل عندالامام وهوالعقعق لانه کالد جاجة وعن ابی یوسفؒ انه یکره لانه غالب اکله الجیف والاول اصح (البحرالرائق[1])

قال القدوری فی شرحه لمختصرالکرخی قال ابویوسفؒ سألت اباحنیفةؒ عن العقعق فقال لا بأس به فقلت انه یاکل الجیف فقال یخلط بشیئی اٰخر فحصل فی قول ابی حنیفةؒ ان ما یخلط لا یکره اکله.(عینی[2])

ترجمہ:اورکوے کی تین قسمیں ہیں ایک قسم وہ جوصرف مردار(حرام چیزیں) کھاتا ہےاس کا کھانا منع ہےاورایک قسم وہ ہے جوصرف غلہ(حلال غذا) کھاتا ہےاس کا کھانا جائز ہےاورایک قسم کوے کی وہ ہے جونجاست اورغلہ دونوں کھاتا ہے وہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہےاس لئے کہ وہ مثل مرغی کے ہےاورامام ابویوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ وہ اکثر مردار ہی کھاتا ہےلیکن پہلاقول یعنی ابوحنیفہؒ کا)اصح ہے۔

قدوری نےمختصرکرخی کی شرح میں کہا کہ امام ابویوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سےسوال کیا کہ کوا(عقعق) کا کیاحکم ہےامام صاحب نےفرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔پس امام یوسفؒ نے کہا کہ وہ تو مردار کھاتا ہے۔امام صاحبؒ نے جواب دیا دوسری حلال غذائیں بھی تو کھاتا ہے اسی سےمعلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کےنزدیک جوکوا حلال وحرام دونوں غذائیں کھائے اس کا کھانا مکروہ بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ

کونسا کوا حلال ہے؟

سوال:۔ ہمارے زمانے میں جس کوعوام الناس کوا کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے یا

---

[1].....بحر،کوئٹه ص ۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل و مالایحل

[2].....عینی شرح هدایه، دارالفکر ص ۱۰۷ ج۱۰ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله ومالایحل.

نہیں؟ ہدایہ ج۴ کتاب الذبائح ص۴۲۵ مطبع مجتبائی میں ہے۔ **ولا بأس بغراب الزرع**۔ پھر بعد الدلیل تحریر فرماتے ہیں۔ **ولا یوکل الابقع الذی یاکل الجیف وکذاالغداف قال ابوحنیفةؒ ولا بأس بأکل العقعق**۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ غراب الزرع سے کونسا کوا مراد ہے اور لا یاکل الابقع سے کونسا کوا مراد ہے اور عقعق کونسا کوا ہے؟ ہمارے ہندوستان میں دو قسم کے کوے ہوتے ہیں۔ایک تو بالکل سیاہ ہوتا ہے اور کچھ سفیدی مائل جس کی گردن پر بدن سے زیادہ سفیدی ہوتی ہے۔حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں فرمایا ہے کہ زاغِ معروفہ کو کھا سکتے ہیں۔زاغِ معروفہ سے کونسا کوا مراد ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

کوا چند قسم کا ہے اس کی حلت وحرمت کا مدار غذا پر ہے۔ایک قسم وہ ہے جس کی غذا مردار اور غلیظ ہے وہ حرام ہے چیل اور گدھ کی طرح۔دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا دانہ اور غلہ پر ہے وہ حلال ہے کبوتر کی طرح۔تیسری قسم وہ ہے جو دانہ بھی کھاتا ہے اور غلیظ بھی کھالیتا ہے اس کو امام ابو یوسفؒ مکروہ فرماتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ حلال فرماتے ہیں مرغی کی طرح کہ وہ دانہ بھی کھالیتی ہے اور غلیظ بھی کھالیتی ہے۔اور بعض بستیوں میں عام طور پر یہی کوا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ عنایہ[1]، فتح القدیر، عالمگیری، البحر الرائق، ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے۔اس کوے کو

---

[1] **واما الغراب الابقع والاسود فهوانواع ثلاثة نوع یلتقط الحب ولایأکل الجیف ولیس بمکروه ونوع لایأکل الاالجیف وهو الذی سماه المصنف الابقع وانه مکروه ونوع یخلط یأکل الحب مرةً والجیف اخری ولم یذکره فی الکتاب وهو غیر مکروه عنده مکروه عند ابی یوسف والاخیر هو العقعق الخ** شامی زکریاص۴۴۳ج۹ **کتاب الذبائح. عنایه علی فتح القدیر**،ص۵۰۰ج۹ **وفتح القدیر**ص۵۰۰ج۹ **مطبوعه دارالفکر، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله ومالایحل، عالمگیری** ص۲۸۹ ج۵، **مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ومالایؤکل، البحر الرائق** ص۱۷۲ ج۸، **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے جائز وحلال لکھا ہے اس کے متعلق رسالہ بھی ہے جس میں بہت سے علماء کے فتاویٰ درج ہیں اس کا نام ہے فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب۔ یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند نے طبع کرایا ہے وہاں سے مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شراب کے نشہ میں خنزیر کا گوشت کھانا

سوال:۔ زید نے شراب پی، بے ہوشی کے عالم میں غیر مسلموں کے ساتھ کھانا بھی کھایا، زید کا کہنا ہے کہ جب کھانا سامنے آیا اور میں نے کھانا شروع کیا اس میں ہڈی تھی جو میں نے پھینک دی، اس کے بعد نشہ کی حالت میں حواس برقرار نہ رہے، عوام کا الزام ہے اور خود زید کو بھی شک ہے کہ وہ ہڈی خنزیر کے گوشت کی تھی، دریافت طلب بات یہ ہے کہ زید کے اس گناہ سے پاک ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خنزیر بھی نجس اور حرام ہے[1]، شراب بھی نجس اور حرام ہے[2]، خنزیر کے متعلق تو مسئلہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه الماجديه كوئٹه، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل.

(صفحه هذا) [1] خلاجلد خنزير فلايطهر(قوله فلايطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا وميتا (درمختار مع الشامى كراچى ج ۱/ص ۲۰۴/ كتاب الطهارة، مطلب فى احكام الدباغة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۰۰ ج ۱ كتاب الطهارة، مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ باب الطهارة، فصل ثانى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] والمحرم منها اربعة الاول الخمر وحرم قليلها وكثيرها لعينها وهى نجسة نجاسة مغلظة، در مختار مع الشامى كراچى ملخصاً، ج۶ ص۴۴۸ اول كتاب الاشربة، البحرالرائق كوئٹه ص۲۱۷، ۲۱۸ ج۸ كتاب الاشربة، تبيين الحقائق ص۴۴ ج۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان.

دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی، مگر شراب کا مسئلہ کیوں نہیں دریافت کیا جاتا، جس کی وجہ سے عقل گئی ہے، بے ہوشی آئی، دونوں چیزوں سے سچی پکی توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، پختہ عہد کرے کہ آئندہ زندگی بھر شراب نہیں پیئے گا، غلط صحبت میں نہیں بیٹھے گا، اللہ تعالیٰ سے معافی کی توقع ہے، ''ان اللّٰہ یقبل التوبة عن عباده ویعفو عن السیئات ''۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۶ھ

---

[1] سورۂ شوریٰ، آیت، ۲۵/۔

ترجمہ :۔اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔(بیان القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم:- مچھلی کھانے کا حکم

جھینگا کھانا کیسا ہے؟

سوال:۔ جھینگا مچھلی کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض حضرات نے اس کو مچھلی کی قسم قرار دے کر مباح فرمایا ہے مگر بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ یہ مچھلی نہیں بلکہ دوسرا جانور ہے اور حنفیہ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دوسرا دریائی جانور جائز نہیں۔ یہی قول احوط معلوم ہوتا ہے۔ مجموعہ فتاویٰ[1] میں دونوں قول ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1].....وجھینگہ آنرا ''اربیان'' بکسر ہمزہ میگونید حلال است چہ آن نوعیست از انواع سمک والسمک بجمیع أنواعہ حلال بالاتفاق وآنانکہ قائل بحرمتش شدہ اندمنشاء آن فہمیدن جھینگہ راخارج از اقسام سمک ست ولیس کذلک درحمادیہ می آرد الدودالذی یقال لہ جھینگہ حرام عند بعض العلماء لا نہ لا یشبہ السمک فانما یباح عندنا من صیدالبحر انواع السمک وھٰذا لا یکون کذلک (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جھینگا کا حکم

سوال:۔ مچھلیوں کی قسموں میں ایک معروف مچھلی جھینگا ہوتی ہے اسے بعض حرام اور بعض مکروہ تحریمی اور بعض علماء مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں بعض بلا کراہت جائز فرماتے ہیں۔ اصل حکم کیا ہے۔ بحوالۂ کتب حنفیہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی جائز ہے اور کوئی جانور جائز نہیں جھینگا مچھلی اگر مچھلی ہی کی کوئی قسم ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ علامہ دمیری شافعی نے حیات الحیوان[1] ص ۳۷۱ میں لکھا ہے اور اسی سے تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ[2] ص ۵۰ میں نقل کیا ہے اگر یہ مچھلی کی قسم نہیں بلکہ کوئی اور جانور ہے اور محض نام جھینگا مچھلی مشہور ہو گیا ہے تو یہ جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ[3] ج ۲ ص ۱۲۲ میں ہے۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ ج ۲ ص ۱۱۰[4] میں دونوں قول نقل کئے ہیں حمادیہ کی عبارت نقل کی ہے **الدود الذی یقال له جهینگا حرام عند بعض العلماء لانه لا یشبه السمک فانما یباح عندنا من صیدالبحر**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وقال بعضهم حلال لانه یسمی باسم السمک والله اعلم (مجموعہ فتاویٰ عبدالحئی ص ۵۶ ج ۱ کتاب الاکل والشرب، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ)

(**صفحه هذا**) [1] الروبیان، هو سمک صغیر جداً أحمر، حیاة الحیوان ص ۳۷۳ ج ۱ مطبوعه حلبی مصری.

[2] امداد الفتاوی ص ۱۰۳ ج ۴ ماهی روبیاں کا حکم، کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروه ومباح چیزوں کا بیان مطبوعه زکریا دیوبند.

[3] فتاوی رشیدیه کامل ص ۵۳۷ کتاب شکار اور ذبح کے مسائل، مطبوعه محمودیه سهارنپور.

[4].....مجموعة فتاویٰ عبدالحئی ص ۵۶ ج ۱ کتاب الاکل والشرب، مطبوعه یوسفی لکهنؤ.

انواع السمک وھٰذا لایکون کذٰلک وقال بعضھم حلال لانه یسمی باسم السمک اھ[1] ج۳ ص۱۰۴ اور ۱۰۷ میں بھی دونوں قول نقل کئے ہیں تذکرۃ الخلیل[2] ص۲۰۰ میں عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ یہی راجح ہے نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ لقولہ علیہ السلام دع ما یریبک الی مالایریبک، الحدیث[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جھینگا

سوال:۔ ہمارے یہاں کچھ دنوں سے جھینگا کے بارے میں حلال اور حرام کا بازار گرم تھا۔ ہماری جامع مسجد میں ایک فاضل دیوبند عالم باعمل ہیں ہم نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے حلال بتایا اور فرمایا کہ یہ بھی مچھلی کی ذات ہے یہ کہاں تک صحیح ہے ذرا تحقیق کے ساتھ جواب دیں تاکہ ہماری بے چینی دور ہو سکے آیا وہ حرام ہے یا حلال ہے اگر حلال ہے تو کونسی قسم؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن حضرات کے نزدیک یہ مچھلی ہے وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں جن کے نزدیک مچھلی نہیں وہ ناجائز کہتے ہیں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ[4] اور مولانا خلیل احمد[5] صاحب سہارنپوریؒ نے

---

[1] مجموعة الفتاوی ص۱۰۴ ج۳ باب ما یحل اکله ومالا یحل، مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

[2] تذکرة الخلیل مکتبه خلیلیه سهارنپور: ۲۹۳، تحت عنوان "جھینگا"

[3] بخاری شریف ص۲۷۵ ج۱ کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[4] فتاویٰ رشیدیه ص۱۲۲ ج۲، مطبوعه رحیمیه دهلی، فتاوی رشیدیه کامل ص۵۳۷ کتاب شکار اور ذبح کے مسائل، مطبوعه محمودیه سهارنپور.

[5] تذکرة الخلیل ص۲۹۳، تحت عنوان جھینگا، مطبوعه مظاهر علوم سهارنپور،

اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے یہی احتیاط کا تقاضہ ہے، **الدودالذی یقال له جهینگا حرام عند بعض العلماء لانه لایشبه السمک فانما یباح عندنا من صید البحرانواع السمک وهٰذا لایکون کذٰلک وقال بعضهم حلال لانه یسمی باسم السمک** کذافی مجموعۃ الفتاویٰ[1] **عن الحمادیة، دع مایریبک الی مالایریبک الحدیث.**[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

گونچھ مچھلی کا حکم

سوال:۔ایک مچھلی جس کو ہماری زبان میں گونچھ کہتے ہیں اور آپ کی نظروں کے سامنے ہے اس کے متعلق حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہم نے اس مچھلی کو دیکھا۔ یہ بلاشبہ مچھلی ہے کوئی اور جانور نہیں ہے۔ یہ شرعاً جائز ہے۔[3]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مجموعة الفتاوی ص۵۶ ج۱ کتاب الاکل والشرب، مطبوعه یوسفی لکھنؤ.

[2] بخاری شریف ص۲۷۵ ج۱ کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[3].....ولا یحل حیوان مائی اِلا السمک(درمختار مع الشامی کراچی ص۳۰۶ج۶ کتاب الذبائح، البحر الرائق ص۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح فصل فیما یحل وما لا یحل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه ص۴۴۲ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعه تهانوی دیوبند.

مردار مچھلی کا کھانا کیوں جائز ہے؟

سوال:۔ مردار مچھلی کا استعمال کیوں صحیح ہے؟ بقیہ جانور جو حلال ہیں ان کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مردار مچھلی کو حدیث پاک میں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اُحِلَّتْ لنا المیتتان، السمک والجراد[1]۔ نیز مچھلی میں خون نہیں اور دیگر جانوروں میں خون ہوتا ہے۔ اور ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے اور خود مر جانے سے بدن ہی میں رہ جاتا ہے۔ اور یہ خون ناپاک ہے۔ اور مچھلی میں جو خون جیسی چیز ہوتی ہے وہ رطوبت ہوتی ہے خون نہیں ہوتا[2] اور جو مچھلی پانی میں مر کر الٹی تیرنے لگے اس کا کھانا جائز نہیں[3]۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] مشکوة شریف ص ۳۶۱ ج۲ کتاب الصید، باب مایحل اکله وما یحرم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابن ماجه ص ۲۳۲ باب صید الحیطان والجراد.

ترجمہ: ہمارے لئے دو مردار حلال ہیں (۱) مچھلی (۲) ٹڈی۔

[2] ودم السمک، أما دم السمک فلانه لیس بدم علی التحقیق وانما هو دم صورة لأنه إذا یبس یبیض والدم یسود، البحر الرائق ص۲۳۵ ج۱ باب الأنجاس، کتاب الطهارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المختار زکریا ص۳۶۲ ج۱ کتاب الطهارة، باب المیاه، زیلعی ص۷۵ ج۱ کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] ولا یحل حیوان مائی اِلا السمک غیرالطافی (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۰۷ ج۶ کتاب الذبائح، البحر الرائق ص۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۹۶ ج۵ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل، مطبوعه امدادیه ملتان، هدایه ص۴۴۲ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعه تهانوی دیوبند.

مچھلی کو بغیر پانی کے رکھنا

سوال:۔ مچھلی کو پکڑ کر بغیر پانی کے رکھ دیا جائے گھنٹہ آدھ گھنٹہ، تو کیا اس صورت میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مچھلی بنانے میں تاخیر کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مچھلی کو پتھر سے رگڑنا

سوال:۔ مچھلی کو بغیر سر توڑے پتھر پر رگڑا جائے تو کھال اتاری جائے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مچھلی اگر پہلے سے مری ہوئی ہے تو بغیر سر توڑے پتھر سے رگڑنے یا کھال اتارنے میں

---

[1] نوٹ، مچھلی مردہ یا اگر کاٹ کر رکھی ہے تو تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر مچھلی زندہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ پانی میں رکھے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نرمی اور احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ عن شداد بن اوسؓ قال ثنتان حفظتهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال إن اللّٰه تعالٰى كتب الاحسان على كل شيء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح وليحدّا حدكم شَفْرته فليرح ذبيحته، مسلم شريف ص۱۵۲ ج۲ كتاب الصيد والذبائح الخ، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، مطبوعه بلال ديوبند، مشكوٰة شريف ص۳۵۷ كتاب الصيد والذبائح، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۳۸۹ ج۲ كتاب الضحايا، باب فى الرفق بالذبيحة، مطبوعه سعد ديوبند، المعجم الكبير للطبرانى ص۲۷۵ ج۷ رقم الحديث ص۷۱۱۸ مطبوعه دار التراث العربى بيروت،

کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر زندہ ہے تو ایسا نہ کیا جائے کہ اس میں ایلام وتعذیب بلاضرورت ہے بلکہ پہلے اس کو مار دیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مچھلی کھانا بلا آلائش نکالے

سوال:۔ مچھلی بغیر آلائش نکالے ہوئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مچھلی آلائش نکالنے کے بعد پکائی جائے۔ اس لئے کہ اس میں بعض اجزا مُضِر ہوتے ہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو مچھلی انڈے نہیں بلکہ بچے دیتی ہے اس کا کھانا

سوال:۔ جو مچھلی انڈے نہیں دیتی بلکہ بچے دیتی ہے اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں غالباً اس

---

[1].....وکره کل تعذیب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد(درمختار مع الشامی کراچی ص۲۹۶ ج۶ کتاب الذبائح، مرقاة المفاتیح ص۳۲۶ ج۴ کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئی، کذا فی البحر الرائق ص۱۷۰ ج۸ کتاب الذبائح، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۵۹ ج۴ کتاب الذبائح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۹۲ ج۵ کتاب الذبائح، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] الضرر یزال، الاشباه والنظائر ص۱۳۹ القاعدة الخامسة، مطبوعه دار العلوم دیوبند، قواعد الفقه ص۸۸، رقم القاعدة ۱۶۹ مطبوعه اشرفی دیوبند، وفی السمک الصغار التی تلقی من غیر أن یشق جوفه فقال اصحابه ای الشافعی لا یحل اکله لان رجیعه نجس وعند سائر الأئمة یحل، شامی زکریا ص۴۴۸ ج۹ کتاب الذبائح، مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بڑی مچھلی کی آلائش صاف کرنا ضروری ہے۔

مچھلی کو انگریزی میں ''شارک'' کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مچھلی انڈے نہیں دیتی بلکہ بچے دیتی ہے وہ مچھلی نہیں کوئی اور جانور ہے، مچھلی کی شکل کا، حنفیہ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور کھانا درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

---

[1] فعند الحنفية يحرم ماعدا السمک، اعلاء السنن ص۱۸۷ ج۱۷ کتاب الذبائح، باب حرمة السمک الطافی، الرد علی ابن حزم الخ، مطبوعه کراچی، اماالذی یعیش فی البحر من الحیوان یحرم أکله الا السمک خاصةً الخ ، عالمگیری ج۵/ص ۲۸۹/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الذبائح،الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ومالا یؤکل، البحر الرائق ص۱۷۲ ج۸ کتاب الذبائح، فصل ما یحل ومالایحل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۴۴ ج۹ کتاب الذبائح.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم

مباح القتل اور غیر مباح القتل جانور

بلی کو مارنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص لکڑی سے بلی کو مار دے اور وہ مر جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر کوئی کفارہ ہو تو مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلی کو بلا وجہ ستانا گناہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا اور کھانے کو نہیں دیا اور اس کی وجہ سے اس عورت کو عذاب ہوا۔[1] اسی طرح ہر جانور کا

---

[1].....عن ابن عمرو ابی هريرة قالا قال رسول الله ﷺ عذبت امرأة فی هرة أمسكتها حتى ماتت من الجوع فلم تكن تطعمها ولاترسلها فتأكل من خشاش الأرض. مشكوة شريف ص ۱۶۸ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، كتاب الزكوٰة، باب فضل الصدقة

ترجمه: ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک عورت کو ایک بلی کے سبب عذاب دیا گیا جس کو اس نے باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوکی مر گئی وہ نہ تو اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ کھولتی تھی کہ زمین کے جانوروں میں سے کچھ کھا لیتی۔

حکم ہے کسی کو بھی بلا وجہ ستانا جائز نہیں گناہ ہے[1] لیکن اگر بلی اذیت دے تو اس کو مار ڈالنا بھی درست ہے۔ مثلاً کسی نے مرغی پال رکھی ہیں اور بلی آ کر کھا جاتی ہے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ بلی کو ذبح کر دے تو گناہ نہیں۔ **الهرة اذا كانت موذية لاتعذب ولا تعرك اذنها بل تذبح بسكين حادٍ كذافي الوجيز للكردري اهـ عالمگیری[2] ص۱۱۵ ج۱۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتے، بلی کو مارنا

سوال:۔ اگر کوئی بلی یا کتا کسی شخص کا حد سے زیادہ کا نقصان کر دے تو اس بلی یا کتے کا مارنا جان سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہتر یہ ہے کہ نہ مارا جائے لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہو جائے تو جان سے مارنا درست ہے مگر تر ساتر سا کے مارنا برا ہے **وجاز قتل مايضر منها ككلب عقور وهرة تضر ويذبحها اى الهرة ذبحاً ولا يضر بهالانه لا يفيد ولا يحرقها درمختار ص۳۵ قال الشامی تحت قوله وهرة تضر كما اذا كانت تاكل الحمام**

---

[1] كره كل تعذيب بلا فائدة، الدر مع الشامی كراچی ص۲۹۶ ج۶ كتاب الذبائح، زيلعی ص۲۹۲ ج۵ كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان، بحر ص۷۰ ج۸ كتاب الذبائح، طبع كوئٹه، سكب الأنهر ص۱۵۹ ج۴ كتاب الذبائح، دار الكتب العلمية بيروت.

[2].....عالمگیری ص۳۶۱ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادی والعشرون الخ، مطبوعه كوئٹه، بزازية على الهندية كوئٹه ص۳۷۰ ج۶، كتاب الكراهية، الثامن فی القتل، الدر مع الشامی كراچی ص۷۵۲ ج۶ كتاب الخنثى، مسائل شتى.

والدجاج[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم الحرام/ ۵۳ھ

چھپکلی کا مارنا

سوال:۔ چھپکلی کا مارنا شرعاً کیسا ہے؟ عوام میں مشہور ہے کہ اس کے مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ صحیح ہے امید کہ جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں وزغ کے مارنے کی اجازت بھی ہے حکم بھی ہے اور اس پر ثواب بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر پہلی ضرب میں مار دیا جائے۔ تو اس پر ثواب کی بڑی مقدار بیان کی گئی ہے۔ دوسری ضرب پر مارنے پر اس سے کم ہے۔ تیسری میں اس سے کم ہے۔ ایسی حدیثیں بخاری شریف[2] ص ۴۶۶/۱، مسلم شریف[3] ج ۲ ص ۲۳۶، نسائی شریف[4] ج ۲ ص ۲۶، مؤطا امام[5] محمدؒ ص ۳۶ وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایک نیزہ

---

[1] .....درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۵۲ ج ۶ کتاب الخنثی، مسائل شتی، زیلعی ص ۲۲۷ ج ۶ مسائل شتی، کتاب الخنثیٰ، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص ۴۸۶ ج ۸ کتاب الخنثی، مسائل شتّٰی، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] .....بخاری شریف ص ۴۶۶ ج ۱ کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[3] .....مسلم شریف ص ۲۳۶ ج ۲ کتاب قتل الحیات، باب استحباب قتل الوزغ، مطبوعه بلال دیوبند.

[4] .....نسائی شریف ص ۲۶ ج ۲ کتاب مناسک الحج، مایقتل المحرم من الدواب، قتل الوزغ، مطبوعه دیوبند.

[5] .....مؤطا امام محمد ص ۲۱۱ کتاب الحج، باب مارخص للمحرم أن یقتل من الدواب.

مکان میں رکھ چھوڑا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کس لئے ہے فرمایا وزغ کو مارنے کے لئے التعلیق الممجد میں ہے۔ الوزغ بفتحتیں جمع وزغة دويبة معروفة تكون فى السقوف والجدران وكبارها يقال لها سام ابرص وقدورد الامر والوعدبالاجرفى قتلها عن ام شريک انها استأمرت النبى ﷺ فى قتل الوزغان فامرها بذٰلک. اخرجه البخارى ومسلم وفى الصحيحين ان النبى ﷺ امر بقتل الوزع وسماه فويسقاً وقال كان ينفخ النار على ابراهيم و فى الصحيح من حديث ابى هريرةؓ من قتل وزغة من اول ضربة فله كذاوكذاحسنة ومن قتلها فى الثانية فله كذا وكذاحسنة دون الاولىٰ ومن قتلها فى الثالثة فله كذاوكذاحسنة دون الثانية ومن الطبرانى من حديث ابن عباسؓ مرفوعاً اقتلوا الوزغة ولوفى جوف الكعبة وفى سنده عمربن قيس المكى ضعيف وعندابن ماجة عن عائشةؓ انه كان فى بيتها رمح موضوع فقيل لها ماتصنعين بهٰذا قالت اقتل الوزغ فانى سمعت رسول اللهﷺ ان ابراهيم عليه السلام لما القى فى النار لم يكن فى الارض دابة الااطفأت عنه النار غير الوزغ فانه كان ينفخ عليه النار فامرعليه السلام بقتله كذافى حيوٰة الحيوان للدميرىاھ[1]۔

وزغ کی تشریح کرتے ہوئے غیاث اللغات میں برہان سے نقل کیا ہے۔ نوعے از چلپاسہ است[2]۔ اور چلپاسہ کے متعلق لکھا ہے۔ جانورے شبیہ بحرباء کہ کہ درسقف خانہ ہا باشد بہندی چھپکلی گویند[3]۔ وزغ چھپکلی اور گرگٹ دونوں کو شامل ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1].....التعليق الممجد على هامش مؤطا امام محمد ص ۲۱۱، كتاب الحج، باب مارخص للمحرم ان يقتل من الدواب،

[2].....غياث اللغات،مطبوعه نول كشوره ص۴۸۷ فصل واؤ مع زائے معجمه،

[3].....غياث اللغات ص ۱۳۶ فصل جيم فارسى مع لام.

گرگٹ کا مارنا

سوال:۔ عام لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ جب غارِ ثور میں حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تھے اور مکڑی نے جالا تان دیا تھا۔ کبوتروں نے انڈے دیدئے تھے۔ اس وقت کفار کی جماعت حضور کی تلاش میں غار ثور پر بھی آئی تو گرگٹ اپنی گردن جھکا جھکا کر بتلا رہا تھا کہ حضور اس غار میں ہیں۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میں نے یہ کسی روایت میں نہیں دیکھا۔ البتہ گرگٹ کو مارنے کا ثواب احادیث میں آیا ہے۔ بیت المقدس کو جس وقت آگ لگائی گئی اس کا پھونکیں مارنا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت آگ میں ڈال دیا گیا اس کا پھونکیں مارنا۔ مجمع البحار[1] ج ۳ ص ۴۳۴ میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک نیزہ گرگٹ کو مارنے کے لئے مکان میں رکھ رکھا تھا۔ کذا فی ابن کثیر[2] ج ۳ ص ۱۸۴۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1].....لما احرق بیت المقدس کانت الأوزاغ تنفخه (الی قوله)وقیل: تتفخ فی نارنمرود (مجمع البحار، ص۴۸ ج۵ مطبوعه دائرة المعارف، حیدرآباد)، باب وزغ.

[2].....قال ابن أبی حاتم (الی قوله) حدثتنی مولاة الفاکه بن المغیرة المخزومی قالت: دخلت علی عائشة فرأیت فی بیتها رمحا فقلت یا ام المؤمنین ماتصنعین بهذا الرمح؟ فقالت: نقتل به هذه الاوزاغ (تفسیر ابن کثیر، ص۲۹۵ ج۳ تحت قوله تعالیٰ:قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراهیم .سورة انبیاء، آیت: ۷۰، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکه مکرمه،

گرگٹ کا مارنا

سوال:۔ عوام میں مشہور ہے کہ گرگٹ جانور کے مارنے کا بہت ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گرگٹ کے مارنے پر ثواب کثیرہ کا ملنا صراحۃً حدیث میں موجود ہے۔[۱] (کذا فی المشکوٰۃ ص۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا

سوال:۔ اکثر گھروں میں چوہے بہت زیادہ تعداد میں ہو جاتے ہیں اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ وغیرہ کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ بعض اوقات کوٹھی، بورا، کپڑا بھی کاٹ ڈالتے ہیں۔ زمین میں سوراخ بنا کر اور چھتوں وغیرہ میں رہتے ہیں، گھر کے چوہوں سے لوگ تنگ آ کر چوہوں کو زہر دے کر ہلاک کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

چوہوں کو یا کسی نقصان پہونچانے والی مخلوق جیسے چیونٹی وغیرہ کو زہر دیا جائے یا نہیں؟ اگر زہر دے کر ہلاک کیا جا سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کونسی صورت اختیار کی جائے جس سے ایسے نقصان پہونچانے والے جانور سے چھٹکارا ملے۔

---

[۳] .....من قتل وزغافی أول ضربة كتبت له مائة حسنة وفی الثانية دون ذلک وفی الثالثة دون ذلک (مشکوٰۃ ص ۳۶۱ کتاب الصید، باب مایحل اکله ومایحرم) ترجمہ: جو شخص گرگٹ کو اول مرتبہ میں قتل کر دے اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری مرتبہ میں اس سے کم اور تیسری مرتبہ میں اس سے کم۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زہر دینا یا ویسے ہی مار دینا بھی درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند.....الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

چیونٹی، بھڑ وغیرہ کو جلانا

سوال:۔ بہت سے لوگ تتیا، شہد کی مکھی، چیونٹی وغیرہ کو آگ سے جلا کر ہلاک کرتے ہیں، یہ ان کا فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر انکی اذیت سے بغیر جلائے حفاظت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً جلانا بھی درست ہے۔ مگر عموماً بغیر جلائے حفاظت کچھ دشوار نہیں، ایسی حالت میں جلانا سخت گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] .....خمس فواسق يقتلن فى الحل والحرم الحية والغراب الا بقع والفارة والكلب العقور والحديا، الحديث، واتفق جماهير العلماء على جواز قتلهن فى الحل والحرم والا حرام (مسلم شريف مع نووى ص ۳۸۱ ج ۱ كتاب الحج، باب ماينبدب للمحرم وغيره قتله من الدواب فى الحل والحرم ، مطبوعه بلال ديوبند، وجاز قتل ما يضر من البهائم كالكلب العقور والهرة اذا كانت تأكل الحمام والدجاج لازالة الضرر الخ، زيلعى ص۲۲۷ ج۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى، مطبوعه امداديه ملتان، بحر ص ۴۸۶ ج۸، كتاب الخنثى، مسائل شتى، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامى كراچى ص ۷۵۲ ج۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى.

[۲].....يكره احراق جراد وقمل وعقرب ولا بأس باحراق حطب فيها نمل (قوله يكره احراق جراد) أى تحريماً (درمختار مع الشامى كراچى ص ۷۵۲ ج۶ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۶۱ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون الخ، بزازية على الهندية ص ۳۷۰ ج۶ كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى القتل، مطبوعه كوئٹه،

کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا

سوال: ۔کھٹمل کے دق کرنے پر آیا پلنگ یا تخت پر کھولتا پانی ڈال کر کھٹملوں کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب وہ دق کرتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مانتے تو گرم کھولتا ہوا پانی چار پائی پر ڈالنا درست ہے[1]۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] کما یستفاد: لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح السیر بما اذا لم یتمکنوا من الظفر بھم بدون ذلک الخ شامی زکریا ص۲۱۰ ج۶ کتاب الجھاد، مطلب فی ان الکفار مخاطبون ندبا.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم:- متفرقات حیوانات

اپنے جانور کے چارہ کا نظم کرنا ضروری ہے

سوال:۔ زید وعمر دو شخص یکہ چلانے والوں نے کمائی کے حلال وحرام ہونے پر جھگڑا کیا۔صورتِ حال یہ ہے کہ زید نسبتاً عمر کے دیندار ہے،صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، دینی کاموں میں مشغول رہتا ہے اور اعمالِ خیر میں بھی حصہ لیتا رہتا ہے،لیکن کمائی کا یہ حال ہے کہ شام کو یکہ سے گھوڑا کھول کر باندھ دیتا ہے۔اب گھر والے چاہے کچھ گھوڑے کا انتظام کریں گھانس دانہ کا۔ زید مسجد جا کر نماز مغرب پڑھ کر وہیں وظائف وغیرہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔نمازِ عشاء پڑھ کر گھر آ کر کھانا کھا کر چارپائی پر لیٹتا ہے۔اس کو یہ فکر بالکل نہیں کہ گھوڑے کو پانی ملا، چارہ کھایا کہ نہیں۔ جب اتنی لاپرواہی ہے تو گھوڑے کی مالش کون کرے۔عمر شام کو گھوڑا کھول کر پانی پلا کر چارہ پر باندھ دیا۔نماز مغرب پڑھ کر گھوڑے کی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مالش کرتا ہے اور آٹھ روپے کما کر تین روپے ضرور گھوڑے کی خوراک پر خرچ کرتا ہے۔اسی بناء پر عمر زید سے کہتا ہے کہ تیری کمائی ناجائز ہے۔تمہارا گھوڑے سے اس طرح لاپرواہی برتنا نا

مناسب ہے اور تیرا گوشت روٹی کھانا جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کمائی کے اعتبار سے کون حق پر ہے اور کس کا پیسہ باعثِ برکت ہے؟ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جانور کے کھانے پینے کی فکر بھی لازم ہے۔ اس کے ذریعہ روپیہ کمایا جاتا ہے تو پھر اس کو گھاس دانہ پانی نہ دینا ظلم ہے۔ وہ بے زبان یہاں کچھ نہ کہے، مگر حق تعالیٰ کے نزدیک یہ حرکت موجب عتاب ہے[1]۔ خود اگر وظیفہ میں رہتا ہے تو اہل خانہ کے ذریعہ اس کا انتظام ضروری ہے۔ آمدنی جو حاصل ہوتی ہے وہ دونوں (زید وعمر) کی حلال ہے۔ جانور کو وقت پر گھاس نہ دینے سے حاصل شدہ آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سانپ کی چھتری کھانا

سوال:۔ ان علاقوں میں بارش کے دنوں میں باندھ یا کھیتوں میں چھتری کی شکل میں سفید سفید اُبھر آتا ہے، اس کو مستھ بولتے ہیں، اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں؟

---

[1] .....عن يعلى بن مرة الثقفى قال ثلثة أشياء رأيتها من رسول الله ﷺ بينا نحن نسير معه اذمررنا ببعير يسنى عليه (الى قوله) فانه شكى كثرة العمل وقلة العلف الى قوله فاحسنوا اليه (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۰ ج۲ كتاب الاداب، باب فى المعجزات، الفصل الثانى، (فاحسنوا اليه) أى بكثرة العلف وقلة العمل مع جواز كثر تهما وقلتهما اذ الظلم هو الجمع بين كثرة العمل وقلة العلف(مرقاة ص۴۷۳ ج۵ اصح المطابع ممبئى، نووى على المسلم ص۲۳۷ ج۲ كتاب قتل الحيات وغيرها، باب تحريم قتل الهرة، مطبوعه بلال ديوبند، شامى زكريا ص۵۷۵ ج۹ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع.

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو قسم کا ہوتا ہے، ایک کا عرق آنکھ کے لئے مفید ہوتا ہے[1] دوسرے کا مضر ہوتا ہے، مفید کا کھانا درست ہے، مضر کا کھانا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۱۴۰۶ھ

خچر کی نسل حاصل کرنا

سوال:۔ جو لوگ گدھے اور گھوڑی کی جفتی سے خچر کی نسل حاصل کرتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خچر کی نسل حاصل کرنا شرعاً درست ہے[3] مگر اس پر اجرت لینا درست نہیں[4]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الکمأۃ من المنّ وماؤھا شفاء للعین الخ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱ کتاب الطب والرقی، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ترمذی شریف ص۲۷ ج۲ ابواب الطب، باب ما جاء فی الکمأۃ والعجوۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] اذا کان یخاف علی نفسہ ان لو اکلہ اورثہ ذلک علۃ او اٰفۃ لا یباح لہٗ التناول وکذالک ھذا فی کل شیء عالمگیری کوئٹہ، ج۵، ۳۴۰، کتاب لاکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھۃ فی الاکل الخ، المحیط البرھانی ص۵۵ ج۸ کتاب الکراھیۃ والاستحسان، الفصل الثانی عشر الکراھیۃ فی الاکل، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

[3] و(جاز) انزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۵۵۸ ج۹ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، مجمع الأنھر مع سکب الأنھر ص۲۲۴ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[4] لا تصح الاجارۃ لعسب التیس الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۵۷ ج۹ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جواب صحیح ہے۔اور گدھے وخچر کی جفتی سے جونسل پیدا ہواس کوخریدنا اور بیچنا اوراس کی نسل کی قیمت لینا بھی جائز ہے باقی جفتی کرانے کی اجرت لینا ناجائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر نظام الدین دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۵۳۲، ۵۳۳ ج۳ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹ ج۸ كتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم: حلال وحرام اشیاء

فصل اول:- حرام اشیاء وغیرہ

شراب کیا چیز ہے

سوال:- (۱) شراب کی کیا تعریف ہے؟

(۲) کیا اسپریٹ جو زخموں پر استعمال کی جاتی ہے شراب ہے، اور اس کا استعمال زخموں پر ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) عربی لغت میں ہر بہنے والی پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں، اور اصطلاح فقہ میں ہر نشہ آور کو شراب کہتے ہیں[۱]، چار قسم کی شراب حرام ہے خمر (طلاء) سکر، نقیع، زبیب[۲]

---

[۱] الشر اب لغة كل مائع يشرب واصطلاحامايسكر ،الدر المختار على هامش رد المحتار، زكريا، ج۱۰/ص۲۶/ مطبوعه كراچی ،ج۶/ص۴۴۸/اول كتاب الاشربة، مجمع الأنهر ص۲۴۵ ج۴ كتاب الاشربة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۴۴ ج۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] والمحرم منها اربعة انواع الاول الخمر والثانى الطلاء والثالث السكروالرابع نقيع الزبيب الدرالمختار على هامش ردالمحتار، زكريا ،ج۱۰/۲۶-۳۲/ مطبوعه كراچی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) شراب اور اسپریٹ کے احکام کی تفصیل (طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم اختری بہشتی زیور[۱] میں دیکھئے وہاں نہایت بسط وتفصیل سے اس کو بیان کیا ہے، تاہم اگر کوئی بات مجمل ہو تو اس کو دریافت کر لیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور ۱۲/محرم ۶۸ھ

لیکن ان چار کے علاوہ بھی جتنی شرابیں نشہ لانے والی ہیں سب حرام ہیں، فتویٰ اسی پر ہے بلا شدت مجبوری دوا میں بھی استعمال جائز نہیں[۲]

سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/محرم ۶۸ھ

بیئر پینا

سوال:۔ بیئر پینا حرام ہے یا نہیں؟ اصل میں اس جگہ سے مراد ہے جس جگہ درجہ حرارت ۶۰/سینٹی گریڈ سے اوپر ہے، اور جو شخص ایسی جگہ نوکری کر رہا ہے وہ کشمیر کا رہنے والا ہے، گرمی تو قدرتی بات ہے، اس کو محسوس ہوگی، تو ایسے شخص کا بیئر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیئر اگر کوئی نشہ آور چیز ہے تو اس کا استعمال کرنا منع ہے[۳] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۱۴۰۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ج۶/ص۴۴۸-۴۵۲/اول کتاب الاشربة، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۷، ۲۱۸ ج۸ کتاب الاشربة، تبیین الحقائق ص۴۴، ۴۵ کتاب الاشربة، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہذا) [۱] بہشتی زیور حصہ ۹/ص۱۰۱/، اسپرٹ کا حکم، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند۔

[۲] وحرمها محمدای الاشربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما مطلقاً وبه یفتی الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۱۰/ص۳۶/ مطبوعه کراچی، ج۶/ص۴۵۴/ کتاب الاشربة، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۴۹، ۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] کل مسکر حرام، مسلم شریف، ج۲/ص۱۶۷/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیئر کا حکم

سوال:۔آج کل لوگ بیئر کو صرف ایک ٹھنڈا مشروب قرار دیتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا یہ گرمی کے لئے بہترین چیز ہے، اسی طریقہ سے لوگ پان میں تمباکو کھاتے ہیں اگر تھوک نگل جائیں تو اس میں نشہ ہونے لگتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مجھے اسکی حقیقت (اجزائے ترکیبیہ) معلوم نہیں، چار قسم کی شراب حرام ہے، اگرچہ اس کا ایک قطرہ ہو اور اس سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہو اس کے علاوہ اگر نشہ آور ہو تو ممنوع ہے ورنہ نہیں[1]، اس کلیہ کے تحت بیئر کی تحقیق کر لی جائے، تمباکو میں حدت ہوتی ہے، کبھی یہ حدت نشہ تک پہنچ جاتی ہے، تو اس پر ممنوع ہونے کا حکم ہوتا ہے، خواہ یہ نشہ اس کی حدت سے پیدا ہو یا اس میں اجزا ملانے سے پیدا ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب بیان أن کل مسکر خمرالخ، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، مشکوٰة شریف ص۳۱۷ باب بیان الخمر ووعید شاربها الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فیض القدیر ص۳۰ج۵ رقم الحدیث ۶۳۴۷، باب الکاف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] والمحرم منها اربعة الخمر وحرم قلیلها وکثیرها والطلاء والسکر ونقیع الزبیب والکل حرام اذاغلا واشتد والحلال منها اربعة الی قوله اذا شرب مالایسکر بلالهووطرب الخ. البحرالرائق کوئٹه ،ج۸/ص۲۱۷-۲۱۸/ اول کتاب الاشربة، تبیین الحقائق، ج۶/ص۴۴/ اول کتاب الاشربة.مطبوعه امدادیه ملتان ،مجمع الانهر ،ج۴/ص۲۴۵/ اول کتاب الاشربة مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ،سکب الانهر ،ج۴/ص۲۴۴/ اول کتاب الاشربة.الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۱۰/ص۲۶/اول کتاب الاشربة. **(حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)**

شراب یا افیم انسان یا جانور کے لئے

سوال:۔ انسان یا جانور کو شراب، یا افیم بطور دوا کے استعمال کرانا کیسا ہے؟ کم یا زیادہ کی تفصیل ہو تو لکھ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شراب تھوڑی ہو یا زیادہ ہو وہ حرام ہی ہے[1]، نہ انسان کو استعمال کرائی جائے نہ جانور کو، اگر ایسا مرض ہو کہ حاذق دیندار معالج بتائے کہ شراب کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں تو مجبوراً دوا کے طور پر بقدرِ ضرورت اجازت ہے[2]، افیم اتنی مقدار کہ اس سے نشہ ہو استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس سے کم مقدار میں دواء گنجائش ہے[3]، آدمی کے لئے بھی جانور کے لئے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] کل مسکر حرام، مسلم شریف، ج۲/ص۱۶۷/ باب بیان أن کل مسکر خمر الخ، فیض القدیر ص۳۰ ج۵ رقم الحدیث ۶۳۴۷ باب الکاف مطبوعہ دار الفکر بیروت، مسند احمد ص۹۸ ج۲ مسند عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما مطبوعہ دار الفکر بیروت.

(صفحہ ھذا) [1] وحرم قلیلها وکثیرها بالاجماع الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ ص۲۷/ کتاب الاشربة، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۷ ج۸ کتاب الاشربة، تبیین الحقائق ص۴۴ ج۶ کتاب الاشربة، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع کمافی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوی وقیل یرخص اذاعلم فیه الشفاء ولم یعلم دواءً اخر کمارخص للعطشان وعلیه الفتویٰ الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۱/ص۳۶۵/ کتاب الطهارة باب المیاه مطلب فی التداوی بالمحرم، عالمگیری کوئٹہ ص۳۵۵ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، خانیة علی هامش الهندیة، کوئٹہ ص۴۰۴ ج۳ کتاب الحظر والاباحة. (حاشیہ [3] اگلے صفحہ پر)

شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا

سوال:۔تاڑی یا شراب کا سرکہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تاڑی یا شراب کو اگر سرکہ بنالیا جائے اور حقیقۃً بدل جائے تو اس کو کھانا درست ہے "**الخمر اذاخلله بعلاج الملح اوبغیره یحل عندنا**" **عالمگیری**، ج۲/ص ۲۹۲/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تاڑ اور کھجور کا رس پینا

سوال:۔تاڑ یا کھجور وغیرہ کا تازہ رس جو کافی میٹھا ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا، اس کا پینا کیسا ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ اس کا پینا جائز ہے، حالانکہ حدیث پاک میں اشربہ اربعہ کو حرام قرار دیا ہے، مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ رس جب تک نشہ پیدا نہ کرے حرام نہیں۔"**کذایفهم من رد المحتار**"۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] وهو صريح فی حرمة البنح والافيون لاللدواء الخ شامی زکریا، ج۱۰/ص۴۰/ کتاب الاشربة، مبسوط سرخسی ص۹ ج۱۲ الجزء الرابع والعشرون، کتاب الاشربة، مطبوعه دار الفكر بيروت، بزازية على الهندية كوئٹه ص۱۲۶ ج۶ كتاب الاشربة.

(صفحہ ہذا) [1] عالمگیری، ج۵/ص۴۱۰/ کتاب الاشربة الباب الاول(مطبوعه كوئٹه)، مجمع الأنهر ص۲۵۱ ج۴ كتاب الاشربة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

تاڑی کی حرمت

سوال: سرکہ تاڑی کا جو تاڑی کو سکھا کر بنایا جاتا ہے تو تاڑی کو کیوں حرام کیا گیا ہے

الجواب حامداً ومصلیاً!

تاڑی میں نشہ ہو تو ناجائز ہے،[1] سرکہ بن جانے کے بعد نشہ نہیں رہتا، اس لئے جائز ہے، تاڑی میں نشہ پیدا ہونے سے پہلے اگر استعمال کرلیں تو منع نہیں،[2] چار قسم کی شراب ایسی ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے، نشہ ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ملی ہوئی ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) تبیین الحقائق ص۴۸ ج۶ کتاب الاشربة، مطبوعه امدادیه ملتان.

۲ والحلال منها اربعة الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنیٰ ،طبخة یحل شربه اذا شرب بلا لهو وطرب ومالم یسکر الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ج۱۰/ص۳۳/ کتاب الاشربة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۸ ج۸ کتاب الاشربة، مجمع الانهر ص۲۴۸ ج۴ کتاب الاشربة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۱ والمحرم منها اربعة انواع الاول الخمر ..... والثانی الطلاء، والثالث السکر والرابع نقیع الزبیب وحرم قلیلها وکثیر ها بالاجماع وهی نجسة الخ درمختار علیٰ الشامی زکریا مختصراً، ج۱۰/ص۲۶/ کتاب الاشربة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۷،۲۱۸ ج۸ کتاب الاشربة، عالمگیری کوئٹه ص۴۱۲ ج۵ کتاب الاشربة، الباب الاول.

۲ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۔

۳ واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلاً بنفسها او بشیء یطرح فیها هدایة علی فتح القدیر ص۱۰۶ ج۱۰، کتاب الاشربة، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۹ ج۸ کتاب الاشربة، عالمگیری کوئٹه ص۴۱۰ ج۵ کتاب الاشربة، الباب الاول.

کھجور اور تاڑ کا عرق پینا نشہ نہ ہو تو درست ہے

سوال:۔ کھجور یا تاڑ اگر غروب آفتاب کے بعد اور صبح صادق سے پہلے کورے برتن میں اتار کر استعمال کرے تو حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس میں نشہ نہیں تو اس کا استعمال حلال ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بسکٹ میں تاڑی کا استعمال

سوال:۔ دوکاندار ایسا بسکٹ فروخت کرتا ہے، جس میں تاڑی کی گاد (تلچھٹ) رکھ کر تنور کی گرمی سے تیار کیا جاتا ہے، جس کو کہ لوگ عام طور پر کھاتے ہیں، اور کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتے، ایک شخص اس سے کہتا ہے کہ جس شئی میں تاڑی ملی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے، اس پر وہ دوکاندار یہ دلیل پیش کرتا ہے نجس چیز جیسے سور یا پاخانہ جبکہ نمک کے کان میں گر کر نمک ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر مٹی ہو جاوے، یا جل کر راکھ ہو جائے، تو وہ پاک ہے، خلاصہ یہ کہ تبدیل حقیقت سے ناپاک، پاک ہو جایا کرتی ہے، مثلاً شراب جبکہ

---

[1] وفی کافی الحاکم من الأشربة : ألا تری أن البنج لا بأس بتداویه، وإذا أراد أن یذهب عقله لا ینبغی أن یفعل ذلک اهـ وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما یحرم إذا أراد به السکر وهو الکثیر منه دون القلیل المراد به التداوی ونحوهٖ کالتطیب بالعنبر وجوزة الطیب، ونظیر ذلک ما کان سمیاً قتالاً کالمحمودة وهی السقمونیة ونحوها من الأدویة السمیة فإن استعمال القلیل منها جائز، بخلاف القدر المضر فإنه یحرم فافهم واغتنم هذا التحریر، شامی کراچی ص۴۲ ج۴ باب حد الشرب المحرم، مطلب فی البنج والأفیون والحشیشة.

سرکہ ہوجاوے پاک ہے، لہٰذا یہ تاڑی ملا کر پکا ہوا بسکٹ بھی اسی قبیل سے ہے، یہ واضح رہے کہ تاڑی کا جز بسکٹ میں کالملح فی الطعام ہوتا ہے، یا یوں کہئے کہ روپیہ میں آنہ بھر، تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس نوع کے بسکٹ کا استعمال کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی، نیز اس کی تجارت کا کیا حکم ہے، جبکہ عدم تجارت کی صورت میں دوکان کی اور بکری پر بھی اثر پڑتا ہے، اور زید جو کہ دوکاندار ہے اس کا استدلال کہاں تک درست ہے، کیا اس صورت کو سور متبدل بہ نمک یا شراب متبدل بسرکہ پر قیاس کر کے قلب ماہیت کا حکم لگا سکتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی واضح ہو کہ اس کا ابتلاء عام ہے عوام کو اس سے روکنا مشکل ہے، جبکہ خواص بھی اس میں مبتلا ہوں، جملہ امور مسئولہ کا جواب مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تاڑی مسکر ہوتی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مسکر حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، یہی قول مفتیٰ بہ ہے، پس زید کا اس کو بسکٹ میں ڈالنا حرام ہے اور فروخت کرنا بقول مفتی بہ ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، اور جاننے والوں کو خریدنا اور استعمال کرنا بھی ناجائز مکروہ تحریمی ہے، (وحرمها محمد)ای الاشربةالمتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف (مطلقاً) قليلها وكثيرها (روبه يفتى)ذكره الزيلعى وغيره واختاره شارح الوهبانية وذكرانه مروى عن الكل ونظمه فقال :

وعصرنا فاختير حدوا وقعوا طلاقا لمن من مسكرالحب يسكر

وعن كلهم يروى وافتى محمد بتحريم ماقدقل وهو المحرر

قلت وفى طلاق البزازية وقال محمد مااسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس ايضاً ولوسكر منها المختارفى زماننا انه يحد زادفى الملتقىٰ ووقوع طلاق من سكر منها تابع للحرمة والكل حرام عندمحمدؒ وبه يفتىٰ والخلاف

انماهوعندقصدا لتقوی اماعند قصد التلهی فحرام اجماعاً.اھ، درمختار. ص ۴۰۲/[1] جب ایک شئی حرام ونجس ہوتو اس میں قلیل وکثیر کا فرق کرنا ساقط ہوجاتا ہے، مثلاً ایک قطرہ شراب یا پیشاب کا کنویں میں گر جائے تو سب پانی ناپاک ہوجائے گا،[2] حالانکہ اسکو کلملح فی الطعام کی بھی نسبت نہیں، اوراسکا لون، طعم، ریح میں کوئی اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو بھی تبدل حقیقت سمجھیں کہ پیشاب پانی بن گیا، اور تمام پانی کے جواز کا حکم لگائیں، تبدل حقیقت صورت کے بدلنے سے ہوتا ہے نہ کہ حل ہوجانے سے ،[3] جیسا کہ پیشاب کا قطرہ پانی میں مغلوب اور حل ہوجاتا ہے، اور نہ اڑ جانے سے جیسا کہ کپڑے کو شراب میں بھگو کر دھوپ میں ڈال دینے سے شراب اڑ جاتی ہے، کوئی اثر نہیں رہتا ،مگر کپڑا ناپاک بھی رہتا ہے، اس طرح صورتِ مسئولہ میں تبدل حقیقت نہیں ہوا بلکہ تاڑی یا مغلوب وحل ہوگئی یا اڑ گئی، پس زید کا استدلال بے محل ہے، بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ جب تک دوکان پر گراموفون وغیرہ باجہ نہ ہو یا دوکان تصاویر سے آراستہ نہ ہو تو بکری بالکل نہیں

---

[1] درمختار علی هامش ردالمحتار ،ج۵/ نعمانیه ،ص۳۹۳/ وشامی زکریا ، ج۱۰/ص۳۶/ کتاب الاشربة، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۴۹، ۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۴۷ ج۶ کتاب الاشربة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] تنزح البئر الصغیرة وهی مادون عشر فی عشر بوقوع نجاسة فیها وان قلت النجاسة وقدر القلیل کقطرة دم أو قطرة خمر الخ مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۸، فصل فی مسائل الأبار، مطبوعه مصر، فتاوی التاتارخانیة کراچی ص۱۸۴ ج۱ نوع آخر فی ماء الآبار، النوع الثانی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۶۸، ۳۶۶ ج۱ کتاب الطهارة، فصل فی البئر.

[3] لایکون نجسا رماد قذر ولاملح کان حماراً أو خنزیراً ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأة لانقلاب العین به یفتی مقتضی ما مر ثبوت انقلاب الشیء عن حقیقة کالنحاس إلی الذهب، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۳۴ ج۱ کتاب الطهارة، باب الانجاس، مطلب فی العفو عن طین الشارع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۷ ج۱ باب الانجاس، مجمع الأنهر ص۹۲ ج۱ باب الانجاس، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوتی یا کم ہوتی ہے تو کیا ان چیزوں کو جائز کہلایا جائیگا، لہٰذا زید کا بکری کا عذر بھی شرعاً قابل التفات نہیں، اب رہا عوام وخواص کا ابتلاء سو عوام تو کالانعام ہیں، اور خواص اہل تقویٰ بعد علم کے استعمال نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۲/۶۰ھ

پوست کا ڈوڈا پینا

سوال:۔ پوستہ کی ڈھونڈی جس میں افیون نکلتی ہے، اس کو تھوڑی مقدار میں بھگو کر کوٹ چھان کر والد صاحب عرصہ سے پیتے ہیں، جس سے نشہ تو بالکل نہیں ہوتا، البتہ بدن میں وہ ایک توانائی محسوس کرتے ہیں، ایک اہل حدیث عالم نے فرمایا کہ یہ بھی حرام ہے، تو حنفی مسلک میں اس کا پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اس میں شگاف دیکر افیون نکالی جاتی ہے اور وہ بالکل بغیر افیون کے رہ جاتی ہے تو اس طرح اس کے پینے میں مضائقہ نہیں[1] لیکن اگر اس میں افیون موجود رہتی ہے، اس کی اجازت نہیں دی جائے گی[2] جو لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں، ان کو نشہ نہیں ہوتا، مگر اس کی وجہ سے ان کو اجازت نہیں دیجاتی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۷ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۷ھ

---

[1] الاشیاء الجامدة المضرة فی العقل اوغیره یحرم تناول القدر المضرمنهادون القلیل النافع لان حرمتها لیست لعینها بل لضررها (شامی کراچی، ج۶/ص۴۵۷/ کتاب الاشربة. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نشہ آور چیز کا استعمال قلب ماہیت کے بعد

سوال:۔تاڑی کے ہر جزء میں نشہ ہے، گادھ میں بھی اور غیر گادھ میں بھی، تو بسکٹ اور پاؤروٹی وغیرہ بنانے میں اس گادھ کا استعمال کیسا ہے؟

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ چیز جب تندور میں چلی جاتی ہے، تو گادھ کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا ہے، جل کر بالکل خاکستر ہوجاتی ہے، اوراس کی ہیئت بھی بدل جاتی ہے، جس طرح سے ہیئت بدل جانے میں سرکہ بالکل جائز ہوجاتا ہے، آپ تفصیل سے دلائل کے ساتھ آگاہ فرمائیں، ایسے بسکٹ پاؤروٹی وغیرہ کا کھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نشہ والی چیز کا استعمال بالکل نہ کیا جائے، نہ گادھ کا نہ اس کے علاوہ کا، نہ بسکٹ پاؤروٹی میں، نہ کسی اور چیز میں[۱]، شراب جب تک شراب ہے اس کا استعمال ناجائز

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ویحرم اکل البنج والحشیشة والافیون لانه مفسد للعقل، شامی زکریا ص۴۰، ۴۱ ج۱۰ کتاب الاشربة، بزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱۲۷ ج۶ کتاب الاشربة، الدر المنتقٰی مع مجمع الأنهر ص۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] اذا اعتاد اکل شئی من الجامدات التی لایحرم قلیلها ویسکر کثیرها الٰی قوله ان العبرة لما یغیب العقل بالنظر لغالب الناس بلاعادة (شامی کراچی، ج۶/ص۴۵۸/ کتاب الاشربة)

(صفحه هذا) [۱] کل مسکرحرام الحدیث مشکوٰة شریف، ص۳۱۷/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب بیان الخمر ووعید شاربها الفصل الاول، مسلم شریف ص۱۶۷ ج۲ باب بیان ان کل مسکر خمر الخ مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، مسند احمد ص۹۸ ج۲ مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنها، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہے،[1] اور جب وہ سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے،[2] قلب ماہیت کے بعد حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ حدیث[3] وفقہ[4] سے ثابت ہے، اگر کوئی شراب کو استعمال کرے اور دوران استعمال اس کی ہیئت بدل جائے، تو اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۱۳۹۰ھ

کسی کا شراب چھوڑنے کے لئے دوسرے کے وعظ چھوڑنے کی شرط لگانا

سوال: ۔ایک نوجوان شراب پیتا ہے، کھڑے ہوکر پیشاب کرتا ہے، اس کے عزیز

---

[1] وحرم قليلها وكثيرها الخ ،درمختار على الشامى زكريا ،ج۱۰/ص۲۷/ كتاب الاشربة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۷ج۸ كتاب الاشربة، زيلعى ص۴۴ج۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] امااذا خلله بعلاج بالملح اوبغيره يحل عندالكل الخ عالمگيرى ،ج۵/ص۴۱۰/ (مطبوعه كويٹه كتاب الاشربة، مجمع الأنهر ص ۲۵۱ ج۴ كتاب الاشربة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۴۸ج۶ كتاب الاشربة مطبوعه امداديه ملتان.

[3] ان العلة عند محمدؒ هى التغير وانقلاب الحقيقة وأنه يفتىٰ به للبلوى ..... ومقتضاه عدم اختصاص ذلک الحكم بالصابون فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة الى قوله نحو خمر صار خلا وحمار وقع فى مملحة فصار ملحاً ..... فان ذلک كله انقلاب حقيقة الىٰ حقيقة اخرى شامى زكريا ص۵۲۰،۵۱۹ ج۱ كتاب الطهارة باب الانجاس.

[4] نعم الادام الخلّ، الحديث، مسلم شريف ص۱۸۲ ج۲ كتاب الاشربة، باب فضيلة الخل والتادم به، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، خير خلكم خل خمركم الحديث، مرقاة شرح مشكوٰة ص۱۱۳ ج۴ باب بيان الخمر، الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئى، سنن الكبرى للبيهقى ص۳۸ج۶ كتاب الرهن، باب ذكر الخبر الذى ورد فى خل الخمر، مطبوعه دار المعرفة بيروت.

واقارب کسی سید پیر کامل سے مرید ہیں، شیخ جب ان کے گھر آئے تو ان کو اس کا شراب پینا اور نماز نہ پڑھنا معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مریدین اور اس کے گھر والوں کی موجودگی میں اس کو نصیحت کی اور گھر والوں سے کہا کہ اس کے برتن وغیرہ علیحدہ کردو، تاوقتیکہ اس برے فعل سے باز نہ آئے، اس بات پر لڑکا بداخلاقی سے پیش آیا اور پیر صاحب سے کہا کہ اگر آپ اپنا وعظ ونصیحت کا سلسلہ چھوڑ دیں تو میں شراب پینا چھوڑ دونگا، ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شراب چھوڑنے کے لئے یہ شرط لگانا کہ پیر صاحب وعظ ونصیحت چھوڑ دیں، غلط اور ناقابل عمل شرط ہے، شراب سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے[1]، اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے شراب پینے پر لعنت فرمائی ہے[2]، دین اسلام میں اس کی سزا سخت ہے[3]، ان سب وعیدوں کو سنایا جائے، اس شخص کی خاطر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کیا جائے[4]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یایھا الذین اٰمنو اانما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنوہ الایة ،سورة المائدة آیت ۹۰/.

ترجمہ:۔اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

[2] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لعن اللّٰہ الخمر وشاربها وساقیها وبائعها الحدیث ابوداؤد شریف، ج۲/ص۵۱۷/(مطبوعه رشیدیه دهلی)کتاب الاشربة، باب العصیر للخمر، مسند احمد ص۹۷ ج۲ مسند عبد اللّٰہ بن عمرؓ، مطبوعه دار الفکر بیروت، ابن ماجه ص۲۴۲ ابواب الاشربة، باب لعنت الخمر علی عشرة اوجه، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[3] یحد مسلم شرب ناطق مکلف شرب الخمر ولو قطرة ..... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کوکا کولا

سوال:۔ایک بوتل جس میں ۷۵ر ملی گرام پانی ہے اس میں چند قطرے شراب کے ڈالنے پر نشہ یا رنگ یا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، بعض ادویات کے اندر شراب ملی ہوئی آتی ہے، جس سے بچنا بہت مشکل ہے، یا مثلاً کوکا کولا اس میں تحقیق ہے کہ اس کے اندر شراب ہوتی ہے، اس کو لوگ بے تکلف استعمال کرتے ہیں، اس کی پوری کیفیت لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شراب حرام ہے، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے[1] خواہ نشہ، ذائقہ، رنگ آئے یا نہ آئے، کوکا کولا میں شراب کا ہونا معلوم نہیں، اسکی حرمت کا فتویٰ بلا تحقیق نہیں دیا جا سکتا ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ثمانین سوطا الدر المختار علی الشامی زکریا ص۵۴،۷۳ج۶ کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، مجمع الأنهر ص۳۵۹،۳۶۰ج۲ باب حد الشرب، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵،۲۸ج۵ باب حد الشرب.

[4] اذا کان المنکر حراماً وجب الزجر عنه، مرقاة شرح مشکوٰة ص۳ج۵ باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبع اصح المطابع بمبئی، شرح نووی علی المسلم ص۵۱ج۱ باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان الخ مطبوعه رشیدیه دهلی، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۲ج۵ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ.

(صفحہ ہذا) [1] وحرم قلیلها وکثیرها بالاجماع .درمختار علی الشامی زکریا ،ج۱۰/ ص ۲۷/ کتاب الاشربة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۷ج۸ کتاب الاشربة، تبیین الحقائق ص۴۴ج۶ کتاب الاشربة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه أصابته نجاسة اولافهوطاهر مالم یستیقن (الیٰ ماقال) وکذا مایتخذ ه اهل الشرک والجهلة من المسلمین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کوکا کولا پینا

سوال:۔کوکا کولا کی جو شیشی آرہی ہے جس کو گرمی کے ایام میں لوگ پیتے ہیں، اس کا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک اس میں کسی ناپاک حرام چیز کی آمیزش کا ہونا معلوم نہ ہو اس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۱ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

کوکا کولا، دوائیں، ڈاکٹری

سوال:۔آج کل کوکا کولا بوتل پی جارہی ہے اس میں ۵/فیصد شراب کا جز ہوتا ہے، ایسے ہی کچھ دواؤں میں جز ہوتا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کالسمن والخبز والاطعمة والثياب الخ شامی زکریا، ج ۱/ص ۲۸۳/ کتاب الطهارة، قبيل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانيه كراچی ص ۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة، نوع آخر فی مسائل الشک، الاشباه والنظائر ص ۱۰۳ القاعدة الثالثة اليقين لايزول بالشک.

(صفحہ ہذا) [1] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهوطاهر مالم يستيقن وكذا مايتخذه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب الخ شامی زكريا، ج ۱/ص ۲۸۳/ كتاب الطهارة ،قبيل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانيه كراچی ص ۱۴۶ ج ۱ كتاب الطهارة، نوع آخر فی مسائل الشک، الاشباه والنظائر ص ۱۰۳ القاعدة الثالثة، مطبوعه مكتبه دار العلوم ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

شراب خواہ دوا میں خواہ غذا میں یا کوکا کولا وغیرہ میں سب ہی جگہ ناجائز ہے[۲]، مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ کس کس چیز میں شراب ملائی جاتی ہے، مجبوری کے احکام جداگانہ ہیں[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۵/۴/۸۶ھ

---

۲ الخمر وهی النئ من ماء العنب (الیٰ قوله) وحرم قليلها وكثيرها بالاجماع(درمختارمع الشامی زكريا ،ج۱۰/ ص۲۶/ كتاب الاشربة)، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۷ج۸ كتاب الاشربة، تبيين الحقائق ص۴۴ج۶ كتاب الاشربة، مطبوعه امداديه ملتان.

۳ الضرورات تبيح المحظورات (الاشباه والنظائر ،ص۱۴۰/ الفن الاول القاعدة الخامسة، قواعد الفقه ص۸۹ قاعده ۱۷۰ الرسالة الثالثة القواعد الفقهية، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، القواعد الفقهية المحمودة ص۵۷ الضرورات تبيح المحظورات، مطبوعه مكتبة المظاهر سيلم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

تمباکو، چونہ وغیرہ کا استعمال

تمباکو

سوال: ۔تمباکو کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

نشہ آور منع ہے[۱]، بدبودار مکروہ ہے[۲]، دونوں سے خالی ہو جائز ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[۱] عن عائشة قالت سئل رسول الله ﷺ عن البتع وهو نبيذ العسل فقال كل شراب اسكر فهو حرام، (مشكوة ص۳۱۷، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مسلم شريف ص۲/۱۶۷، كتاب الاشربة، باب بيان ان كل مسكر خمر، مطبوعه رشيديه دهلى، بخارى شريف ص۲/۸۳۷، كتاب الاشربة، باب الخمر من العسل وهو البتع، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

[۲] قال ابو السعود فتكون الكراهة تنزيهية وقال ط: ويوخذ منه كراهية التحريم فى المسجد للنهى الوارد فى الثوم والبصل وهو ملحق بهما شامى كراچى ص ۶/۴۶۱، قبيل كتاب الصيد، ومن اكل مايتاذى به اى برائحته كثوم وبصل ويوخذ منه انه لو تاذى من رائحة الدخان المشهور له منعها من شربه، (شامى كراچى ص۲/۲۰۸، قبيل باب الرضاع. (حاشیہ:۳/۱ اگلے صفحہ پر)

پان کی گرانی کی وجہ سے تمباکو چونے میں ملا کر کھانا

سوال:۔ آج کل گرانی کے باعث لوگوں نے پان کھانا بند کر کے تمباکو چونہ ملا کر ہتھیلی میں مل کر پیٹ پاٹ کر کھاتے ہیں، یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی ایک طریقہ ہے، بعض علاقوں میں تو یہی معمول پہلے سے ہے، جب سے کہ اتنی گرانی نہیں تھی، گرانی کی وجہ سے تمباکو ہی چھوڑ دیتے یا کم کر دیتے تو زیادہ بچت ہوتی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چونہ کا حکم

سوال:۔ چونے کا کیا حکم ہے حالانکہ وہ بھی راکھ ہی ہے ایک تو پتھر کا ہے، جو معروف ہے، دوسری قسم صدف جلا کر بنایا جاتا ہے، کیا دونوں کے حکم میں کچھ فرق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چونہ پان میں بقدر ضرورت کھانا جائز ہے، پتھر اور صدف دونوں چونوں کا ایک ہی حکم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن وهو اباحة علی المختار اوالتوقف وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وه واضراره (شامی کراچی ص ۶/۱۶۰، قبیل کتاب الصید، حموی علی هامش الاشباه ص ۱۱۶، هل الاصل فی الاشیاء الاباحة او التوقف، مطبوعه مکتبه دارالعلوم دیوبند، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۷، باب مایفسد الصوم. امدادالفتاویٰ ج ۴/ ص ۱۱۶/ کھانے پینے کی حلال وحرام چیزوں کا بیان، مطبوعه زکریا دیوبند

ہے۔"یباح اکل النورة مع الورق الماکول فی دیار الهندلانه قلیل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذکورلایحصل بدونها " نفع المفتی[1] ص ۱۱۰/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ

پان میں چونہ کھانا

سوال:۔ چونہ چونکہ مٹی سے ہوتا ہے، اس کے کھانے کے لئے کیا حکم ہے، نیز کتھا بھی مٹی سے ملا کر تیار کیا جاتا ہے، اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مٹی کا کھانا ممنوع ہے، اور اس کی ممانعت نجاست کیوجہ سے نہیں مضر صحت ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا جتنی مقدار مضر نہ ہو درست ہے۔ کذا فی العالمگیریہ[2] ج۵/ص ۳۴۱/ پان میں

---

[1] نفع المفتی والسائل ص۹۳/ کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه رحیمیه، وراجع الهندیة ج۵/ ص ۳۴۱/ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الاکل ومایتصل به. حاشیة مولانا عبد الحی علی الهدایة ص۳۷/۱، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء.

[2] اکل الطین مکروهٌ وسئل بعض الفقهاء عن اکل الطین البخاری ونحوه قال لابأس بذلک مالم یضر وکراهیة اکله لاللحرمة بل لتهییج الداء (عالمگیری، ج۵/ص ۳۴۱/ الکراهة فی الاکل ومایتصل به، کتاب الکراهیة.

چونہ کھانے کی اجازت ہے نصاب الاحتساب اور نفع المفتی[1] والسائل میں بصراحت مذکور ہے، اور کتھا کا حکم بھی چونہ کی طرح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

تانبے پیتل وغیرہ کا استعمال، دھوتی، لنگی کا استعمال، حقہ

سوال:۔ پیتل تانبا کے بے قلعی برتنوں کا استعمال کرنا، حقہ پینا، دھوتی، لنگی استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیتل اور تانبے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے[2]، البتہ اگر کفار کی مشابہت ہو تو منع ہے[3]، لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے، اور

---

[1] "الاستفسار :هل يجوز اكل النورة فى الورق المأكول فى امصار الهند وهو التنبول الاستبشار: نعم فى نصاب الاحتساب وذكر الحلوانى ان اكل الطين ان كان يضر يكره والا فلا . (نفع المفتى والسائل ،ص ۹۳/ كتاب الحظر والاباحة. نصاب الاحتساب بحواله حاشيه مولانا عبد الحى على الهداية ص۱/۳۷، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، مطبوعه تهانوى ديوبند.

[2] واما الآنية من غير الفضة والذهب فلا بأس بالاكل والشرب والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين، (شامى زكريا ص۹/۴۹۵، كتاب الحظر والاباحة، مجمع الانهر ص۴/۱۸۲، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۵/۳۳۵، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة.

[3] عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم (مشكوة شريف ص۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، ابوداؤد شريف ص۲/۵۵۹، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه اشرفى ديوبند، جامع الاصول ص۱۱/۲۷۳، التاسع فى ترك الزينة، رقم الحديث: ۸۲۵۶، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

شرع کے موافق باندھنا درست ہے، حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواء پینا درست ہے[۱]، اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ[۲]، اگر نشہ ہو تو ناجائز ہے[۳]، بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہرصورت ناجائز ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے جانا چاہئے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چونہ، تمباکو کھانا

سوال:۔ چونہ وتمباکو پان میں کھانا کیسا ہے، اور تمباکو مسکرات میں داخل ہے یا نہیں

الجواب حامداً ومصلیاً

ضرورت کے موافق پان میں چونہ کھانا درست ہے، "یباح اکل النورة مع الورق

۱؎ وجوزه فی النهاية بمحرم اذا اخبره طبيب مسلم ان فيه شفاء ولم يجد مباحا يقوم مقامه سكب الانهر ص۴/۲۲۵، كتاب الكراهية، باب فی المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار علی الشامی زكريا ص۹/۵۵۸، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، البحرالرائق كوئٹه ص۸/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فی البيع.

۲؎ امدادالفتاویٰ ج۴/ص ۹۷/ ۹۸، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند.

۳؎ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (مشكوة شريف ص۳۱۷، باب بيان الخمر، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مسلم شريف ص۲/۱۶۷، كتاب الاشربة، باب بيان ان كل مسكر خمر، مطبوعه رشيديه دهلی، نسائی شريف ص۲/۲۷۶، كتاب الاشربة، الخمر لكل مسكر من الاشربة، مطبوعه فيصل ديوبند.

۴؎ واكل نحوثوم ويمنع منه (الدر) ای كبصل ونحو مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فی النهی عن قربان اٰكل الثوم والبصل المسجد (شامی كراچی، ج۱/ص ۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. كتاب الصلوٰة. مرقاة شرح مشكوة ص۲/۲۰۰، باب المساجد، الفصل الاول، مطبوعه امداديه ملتان، شرح الطيبی ص۲/۲۷۶، مطبوعه زكريا ديوبند.

الماکول فی دیار الھند "نفع المفتی[1] ص ۱۱۰/۔خوشبودار تمباکو جس میں نشہ نہ ہو درست ہے[2]، نشہ آور دواءً جائز ہے اور بلا قصد دواء ناجائز ہے[3]۔ بدبودار مکروہ ہے، اور بلا منہ صاف کئے مسجد میں جانا منع ہے[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تمباکو شجرۂ خبیثہ

سوال:۔تمباکو میں کتنے اقوال ہیں جمہور کا کیا قول ہے، محققین کا کیا مسلک ہے، اگر تمباکو بصورت حقہ ہو تو کیا حکم ہے، اور غیر حقہ کا کیا حکم ہے، تمباکو کے متعلق کیا کوئی حدیث

---

[1] نفع المفتی والسائل ص۹۳/ کتاب الحظر والاباحة، طبع رحیمیه، حاشیة مولانا عبدالحی علی الهدایة ص۳۷/۱، باب الماء الذی یجوز به الوضوء، طبع تهانوی دیوبند.

[2] فیفهم منه حکم النبات وهو اباحة علی المختار او التوقف وفیه اشارة الی عدم اسکاره وتفتیره واضراره (شامی کراچی ص۶/۴۶۰، قبیل کتاب الصید، حموی علی الاشباه ص۱۱۶، هل الاصل فی الاشیاء الاباحة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۴۸، باب مایفسد الصوم)

[3] الاستشفاء بالحرام انما لایجوز اذالم یعلم ان فیه شفاء اما اذاعلم ولیس له دواء غیرهٗ یجوز (شامی زکریا ج۷/ص۴۸۰/ مطلب فی التداوی بالمحرم، باب المتفرقات، کتاب البیوع. المحیط البرهانی ص۸۲، ج۸، کتاب الکراهیة، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه ڈابهیل، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۴/۲۲۵، کتاب الکراهیة، باب المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[4] واکل نحو ثوم ویمنع منه (الدر)ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد (شامی کراچی ج۱/ص۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. کتاب الصلوٰة. مرقاة شرح مشکوة ص۲/۲۰۰، باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح الطیبی ص۲/۲۷۶، باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند،

بھی ہے، اگر ہے تو کیسی موضوع یا ضعیف یا کیا، مفصل مع حوالہ تحریر فرمایا جاوے، شجرۂ خبیثہ لفظ قرآن سے تمباکو مراد لینا کیسا قول ہے، راجح یا مرجوح مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے

الجواب حامداً ومصلیاً

تمباکو کے اقسام واغراض وخواص مختلف ہیں، اس لئے اس میں اقوال بھی مختلف ہیں، جو قسم کہ اس میں سکر نہیں اور اس میں بدبو بھی نہیں وہ بلا کراہت درست ہے[۱]، اور جس میں بدبو ہے، وہ مکروہ تنزیہی ہے[۲]، جس میں سکر ہے وہ ناجائز ہے البتہ دواء جائز ہے، جب کوئی دوسری جائز دوا نہ ہو، اور طبیب حاذق عادل اس میں شفاء کو متعین کردے[۳]، بدبودار منہ لیکر مسجد میں آنا ہر صورت میں ناجائز ہے[۴]۔

---

۱ فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن وهو اباحة علی المختار اوالتوقف وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسکاره وتفتیره واضراره (شامی کراچی ص ۶/۴۶۰، قبیل کتاب الصید، حموی علی الاشباه ص ۱۱۶، هل الاصل فی الاشیاء الاباحة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند)

۲ قال ابو السعد فتکون الکراهة تنزیهیة (شامی کراچی ص ۶/۴۶۱، قبیل کتاب الصید.

۳ الاستشفاء بالحرام انما لایجوز اذالم یعلم ان فیه شفاء اما اذاعلم ولیس له دواء غیرهٗ یجوز (شامی زکریا ج۷/ص ۴۸۰/ مطلب فی التداوی بالمحرم، باب المتفرقات، کتاب البیوع. المحیط البرهانی ص ۸/۸۲، کتاب الکرهیة، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه ڈابهیل، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴/۲۲۵، کتاب الکراهیة، باب المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۴ واکل نحوثوم ویمنع منه (الدر)ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد (شامی کراچی ج ۱/ص ۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. کتاب الصلوٰة. مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۲۰۰، باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح الطیبی ص ۲/۲۷۶، باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند،

حقہ میں بھی تفصیل ہے مولوی امیر باز خانصاحب نے حقہ کو بالکل حرام لکھا ہے، ''الاعلان فی انکار القلیان'' میں بہت سے علماء کے اقوال تائید میں درج کئے ہیں، مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ[1] میں متعدد جگہ مباح لکھا ہے، بعض جگہ بدبو کیوجہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے[2] مولانا تھانویؒ کے فتویٰ میں تفصیل[3] ہے کہ جس میں نشہ اور اختلال حواس ہو سخت بدبودار ہو بلاضرورت اسکا پینا حرام ہے، صاف تازہ بضرورت علاج مباح ہے، بلاضروت مکروہ تنزیہی ہے، تمباکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا، اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں دیکھی ظاہر یہ ہے کہ کوئی حدیث صحیح یا ضعیف اس کے متعلق موجود نہیں، اگر کسی نے خود وضع کر لی ہو تو امر آخر ہے۔

''فی مخزن الادویة للطبیب محمد حسن ان تنبا کو بفتح التاء وسکون النون وفتح الباء والف وضم الکاف وسکون الواء یقال له بالترکیة التتن هو من الادویة الجدیدة وجد من نحو ثلث مائة سنة وشاع من نحو مأئتی سنة قالوا فی باعث شهرته فی بلاد الایران والتوران والهندان طائفة من النصاریٰ اخرجته من الارض الجدیدة واتی بورقه وبذره فی بلاد الهند وغیره فشاع بحیث لم یبق بلد وقریة لایستعملونه فیها بشرب دخانه اواکل جرمه اوالسعوط وقیل ان بدأ شیوعه فی ایران کان فی عهد الشاه عباس الثانی وفی الهند فی اٰخر عهد السلطان اکبر واوائل عهد جهانگیر'' ترویح الجنان[4] ص ۴/.

---

[1] فتاویٰ رشیدیه ج۲/ص ۱۳۰/ جوازاورحرمت کے مسائل، حقہ پینا، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] فتاویٰ رشیدیه ج۲/ص ۱۲۳/ تمباکو کھانا سونگھنا یا حقہ پینا، مطبوعه رحیمیه دهلی،

[3] امدادالفتاویٰ ج۴/ص ۹۷-۱۱۶/ حقہ پینا، مطبوعه زکریا دیوبند،

[4] ترویج الجنان بتشریح حکم شرب الدخان، ص ۴/ الفصل الثانی فی حکم التنبات، مطبوعه مصطفائی دهلی.

جب یہ معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان میں موجود نہیں تھا، تو شجرۂ خبیثہ سے یہ مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

ہاں اگر اشتراک فی الوصف کی وجہ سے اگر کسی نے اس کو بھی شامل مانا ہو تو کیا بعید ہے، لیکن کسی تفسیر میں نظر سے نہیں گذرا، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے تفسیر موضح القرآن[1] میں شجرۂ خبیثہ کے تحت میں دو درخت تھوڑا اور ارند ذکر فرمائے ہیں حضرت ابن عباسؓ ومجاہدؒ وانس ابن مالکؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد حنظل ہے، تفسیر ابن[2] جریر طبری ج ۱۳/ ص ۱۳۵/ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد شریان ہے، یعنی حنظل، معالم[3] التنزیل ص ۳۴/ وخازن[4] میں ہے "وهی الحنظل وقیل هی الثوم وقیل الکشوف وهی العشقة"، بحر محیط میں ہے "هی شوط الحنظل قاله الا کثرون ابن عباسؓ ومجاهد وانس بن مالکؓ ورواه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقال الزجاج وفرقة شجرة الثوم وقیل شجرة الکشوف وهی شجرة لاورق لها ولااصل قال وهی کشوف فلا اصل ولا ثمر وقال ابن عطیة ویرد علیٰ هذه الاقوال ان هذه کلها من النجم ولیست من الشجر واللّٰه تعالیٰ انما مثل بالشجرة فلا تسمی هذه الشجرة الا یتجوز وقیل الطحلبة وقیل الکمأة وقیل کل شجر لایطیب لهٗ ثمر وعن ابن عباس هی الکافر وعنه ایضاً شجرة لم تخلق علی الارض وقال ابن عطیة والظاهر عندی ان التشبیه وقع بشجرة غیر معینة اذاوجدت منها هذه الاوصاف هوان یکون

---

[1] تفسیر موضح القرآن ص ۲۶۰/ سورة ابراهیم تحت قوله تعالیٰ مثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة الخ، مطبوعه لاهور،

[2] الشجرة الخبیثة، الشریان فقلت وماالشریان قال الحنظل (جامع البیان للطبری ج۸/ ص ۲۱۱/ الجزء الثالث عشر، دارالفکر بیروت، هی کل شجرة لایطیب ثمرها وفی الحدیث انها شجرة الحنظل، مدارک التنزیل ج۳/ص۷۷/ مطبوعه مصر،

[3] معالم التنزیل ص ۴۳۶/ ۱، سورۂ ابراهیم تحت آیت: ۲۶، مطبوعه مصر.

[4] تفسیر خازن ج۳/ص۷۷/ سورۂ ابراهیم آیت: ۲۶، مطبوعه مصر،

کالعضاۃ او شجرۃ السموم و نحوھا اھ بحر محیط ج۵/ص ۴۲۲/[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ

الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ذیقعدہ

بیڑی

سوال:۔ گناہ میں مدد دینا بھی گناہ ہے، اگر کوئی شخص بیڑی پیتا ہے اور اس کو دوکان نہیں معلوم نیا آدمی ہے، کوئی شخص بتادے تو بتانے والا گنہگار ہوگا یا اس کی مدد کا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیڑی بلاضرورت پینا مکروہ ہے[2]، بضرورت درست ہے[3]، اور کراہت بھی بدبو کی وجہ سے ہے، درجۂ حرام میں نہیں ہے، بیڑی کی دوکان ناواقف کو بتانے میں معصیت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

چونہ وتمباکو کی تحقیق

مکرمی مفتی صاحب زید مجدکم ۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال:۔ میں نے پہلے چونہ کے متعلق فتویٰ منگایا تھا، اس کے جواب میں کچھ شکوک

---

[1] بحرمحیط ص ۴۲۲/ ۵/۴۲۳، سورۂ ابراھیم آیت: ۲۶، مکتبہ داراحیاء التراث العربی.

[2] قال ابو السعد فتکون الکراھۃ تنزیھیۃ (شامی کراچی ص ۶/۴۶۱، قبیل کتاب الصید،

[3] یعلم منہ حل شرب الدخان (حموی علی الاشباہ ص ۱۱۶، ھل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، شامی کراچی ص ۶/۵۶۰، قبیل کتاب الصید. امدادالفتاویٰ ج۴/ ۸۹/ کتاب الحظر والاباحۃ.

ہیں اس لئے پہلے ان شکوک کے جوابات عنایت فرمائیں ،اس کے بعد ایک اور فتویٰ کے جواب سے ممنون فرمائیں؟

شکوک یہ ہیں (۱) جب کہ چونہ راکھ ہی ہے اور راکھ کا حکم (۱) قلیل مقدار ہو۔

(۲) بشرطیکہ احیاناً ہو جائز ہے ورنہ نہیں ،مفهوم التصنيف حجة، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص ۱۵ رسطر ۶ رتا ۱۳ ر تو پھر دوا یا پان کیساتھ کھانا کیونکر جائز ہوگا، رہا مولانا عبدالحئی صاحب کا ارشاد کہ قلیل نافع ''فان الغرض المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها '' تو اولاً مولانا کوئی مجتہد مطلق صاحب شرع نہیں اور ثانیاً نافع کہنا بھی تجربۃً بالکل غلط ہے، اور ثالثاً احیاناً کے علاوہ ہے اور بطریق پان کھانا خود فضول خرچی ہے۔

(۲) تمباکو کے اقسام وخواص مختلف نہیں ہیں، کتب طب شاہد عدل ہیں، رہا اختلاف علماء سو اختلاف اقسام وخواص پر مبنی نہیں ہے، بلکہ خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے جن کو جیسی خاصیت معلوم ہوئی ویسا ہی حکم لگا دیا، اب جب کہ کتب طب میں کثیر مقدار کو سم قاتل اور نفس تمباکو کو خواہ قلیل کیوں نہ ہو مفتر عقل لکھتے ہیں، نیز تجربہ بھی شاہد ہے اور عادت اور چیز ہے، تو بحکم مضمون حدیث ''كل مااسكر كثيره فقليله حرام ''اور بحکم حدیث ترمذی (غالباً) ''کل مفتر حرام'' تمباکو حرام کیوں نہیں کم از کم مکروہ تحریمی تو کہا جاتا، باقی اقوال علماء تو ان نصوص ومشاہدات کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتے ،اگر مولانا عبدالحئی صاحب کا رسالہ ''البیان فی حکم شرب الدخان'' سامنے ہو تو مسئلہ جلد حل ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

الطين الذى يحمل من مكة ويسمّٰى طين حمزة هل الكراهية فيه كالكراهية فى أكل الطين علىٰ ماجاء فى الحديث قال الكراهية فى الجميع متحدة كذافى جواهر الفتاوىٰ وسئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخارى

ونحوه قال لابأس بذٰلک مالم یضر وکراهية اکله لاللحرمة بل لتهييج الداءٔ[1]
فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۳۲۰/ اس سے معلوم ہوا کہ وجہ ممانعت اندیشۂ مرض ہے۔
لہٰذا جس جگہ یہ اندیشہ جس قدر قوی ہوگا، اسی قدر ممانعت سخت ہوگی، اور جس قدر یہ اندیشہ ضعیف ہوگا ممانعت بھی کم درجہ کی ہوگی اور جہاں یہ اندیشہ بالکل معدوم ہوگا، وہاں ممانعت نہ ہوگی، مولانا عبدالحئی صاحب کا مجتہد مطلق اور صاحب شرع نہ ہونا مسلّم ہے یہاں سے ان کے مجتہد مطلق یا صاحب شرع ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا، مگر کیا کسی کی عبارت نقل کرنے کے لئے منقول عنہ کا مجتہد مطلق اور صاحب شرع ہونا ضروری ہے، تو سائل نے عمدۃ الرعایہ کی عبارت کیوں نقل کی اور تمباکو کے متعلق مولانا عبدالحئی صاحب کے رسالہ کے دیکھنے کی کیوں تاکید کی، اگر ضروری نہیں تو یہاں کی نقل کردہ عبارت پر اعتراض کیوں کیا، حالانکہ وہ عبارت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے اپنی طرف سے تحریر فرمائی بھی نہیں، بلکہ نصاب الاحتساب مجمع البرکات ،خزانۃ الروایات سے نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں نفع المفتی[2] والسائل ،ص ۱۱۰/ لہٰذا ثانیاً وثالثاً ورابعاً کے اعتراضات مذکورہ بالا کتب اور ان کے مصنفین پر ہوئے سائل کو اپنے تجربہ پر ان حضرات کے تجربہ سے زیادہ اعتماد ہے کہ جس کی بناء پر نافع ہونے کو بالکل غلط قرار دیا ہے، غالباً سائل کو اپنے متعلق مجتہد مطلق صاحب شرع ہونے کا حسن ظن حاصل ہے، کہ بلا نقل پیش

---

[1] فتاویٰ عالمگیری ص ۵/۳۴۱، مطبوعه نعمانيه، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الأكل وما يتصل به، البحر الرائق كوئٹه ص ۸/۱۸۴، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب، الفتاوى السراجية ص ۷۴، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى.

[2] الاستفسار هل يجوز اكل النورة فى الورق الماكول فى امصار الهند وهو التنبول، الاستبشار: نعم فى نصاب الاحتساب فذكر الحلوانى ان اكل الطين ان كان يضر يكره والا فلا وقد نقل عنه فى خزانة الروايات ومجمع البركات ايضا، نفع المفتى والسائل ص ۹۳/ مطبوعه رحيميه، كتاب الحظر والاباحة. نصاب الاحتساب بحواله حاشيه مولانا عبدالحى على الهدايه ص ۱/۳۷، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، مطبوعه تهانوى ديوبند.

کئے محض اپنی رائے سے اکابر کی تردید پر کمر باندھی ہے، اور جس کے حق میں نافع نہ ہو بلکہ مضر ہو اس کے لئے ممانعت کا حکم صراحۃً موجود ہے، احیاناً کے خلاف ہونے کا اعتراض عالمگیری کی عبارت مذکورہ پر غور کرنے کے بعد خود بخود رفع ہو جائیگا، جس شخص کے حق میں پان کھانا فضول خرچی ہے، اس کو اس فضول خرچی سے بھی اجتناب چاہئے جیسا کہ ہر قسم کی فضول خرچی سے اجتناب ضروری ہے[1]، جس کو پان کھانے کی عادت ہے کہ بلا پان کھائے سکون نہیں ہوتا طبیعت پریشان رہتی ہے، اور کام کرنا دشوار ہوتا ہے، اس کے حق میں فضول خرچی نہیں ہے، ایسی صورت میں مباح شئی پر مداومت کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲) تمباکو کے متعلق سائل کا شبہ از سرتا پا خوش فہمی کی دلیل ہے، اقوال علماء نصوص پر ہی مبنی ہیں نصوص کے خلاف نہیں ہیں، علماء کی تحقیقات آپ کی تحقیقات سے کچھ زیادہ ہی ہیں کم نہیں یہ کہنا کہ علماء کا اختلاف اقسام وخواص کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اس کی خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہے خیال باطل ہے عوام اور خواص سب کا تجربہ اور مشاہدہ ہے معمولی سے معمولی کاشتکار اور حقہ نوش بھی جانتا ہے، کہ تمباکو کی مختلف قسمیں ہیں، ان سب کے مقابلہ میں آپ کا تجربہ وہم محض سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، جن اطباء نے اختلاف اقسام کا انکار کیا ہے (اگر چہ اس کیلئے کوئی نقل پیش نہیں کی) کیا وہ صاحب شرع ہیں کہ ان سے غلطی ناممکن ہے، نیز آپ کی تحریر عقل وتجربہ خواص وعوام اور مشاہدات روزمرہ کے خلاف ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں، نصوص شرعیہ مسلم ہیں، لیکن سائل نے ان کیلئے غلط محمل تجویز کیا مطلق تمباکو (اختلاف اقسام وخواص کیوجہ سے) ان کا محمل نہیں، بلکہ وہ تمباکو محمل بن سکتا ہے، کہ کثیر مسکر ہو اور قلیل مفتر ہو پہلے جو یہاں سے عبارت نقل کی گئی تھی، وہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ کے رسالہ سے نقل کی گئی تھی، لیکن سائل نے (غالباً ان کے مجتہد مطلق اور صاحب شرع نہ ہونے کی وجہ سے) اس پر التفات نہیں کیا مگر تعجب اب کیوں اسکی ترغیب دی ہے ''مخزن الادویہ''

---

[1] ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین سورۂ اسراء آیت:۲۷.

میں بھی اس عبارت کے موافق عبارت موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۲/۵۵ھ

تمباکو، حقہ وغیرہ پینا

سوال: ۔تمباکو کھانا یا حقہ پینا جائز ہے یا نہیں، کتاب ''شریعت یا جہالت'' مصنف جناب پالن حقانی صاحب نے مکروہ تحریمی لکھا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جو شخص تمباکو نہیں کھاتا اس کو کھلا دو تو عجب کیفیت (نشہ) ہوتا ہے، جبکہ نشہ لانے والی چیزیں حرام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے تو اس کا کھانا پینا مکروہ تحریمی ہے[1] ورنہ نہیں، ہر تمباکو یکساں نہیں ہوتا، البتہ جس تمباکو سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اگر اس کو استعمال کیا جائے، تو بغیر منہ صاف کئے مسجد میں جانا مکروہ ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

---

[1] لوشرب مایغلب علی ظنه انه مسکر فیحرم لان السکر حرام فی کل شراب (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص۴۵۳/کتاب الاشربة. مجمع الانهر ص۴۲۴/۴، کتاب الاشربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مشکوة شریف ص۳۱۷، باب بیان الخمر، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

[2] واکل نحو ثوم ویمنع منه (الدر) ای کبصل ونحوه ماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد(شامی کراچی، ج۱/ص ۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد، باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها. مرقاة شرح مشکوة ص۲۰۰/۲، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح الطیبی ص۲۷۶/۲، باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند.

پان، تمباکو، حقہ

سوال:۔ بندہ کو حقہ کی بہت زیادہ عادت تھی، جس کو مکروہ سمجھتے ہوئے چھوڑنے کی کوشش کئی سال تک رہی، اس وقت خدا کے فضل سے حقہ بالکل چھوٹ گیا، مگر پان کی عادت اس درجہ ہوگئی کہ رات دن میں تقریباً پچاس ٹکڑے بھی کھالیتا ہوں، اور حقہ جس وقت سے چھوٹا ہے، کچھ صحت پر بھی اثر آیا اور پان کی کثرت سے بہت خرابیاں معلوم ہوئیں، مثال کے طور پر جتنے پان کھائے جاتے ہیں، ان میں تمباکو کی مجموعی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے، جو صحت کو مضر ہے، اسوقت یہ خیال تھا کہ پان کا انجام سامنے آیا، تو پان ہر اعتبار سے چھوڑنا چاہتا ہوں، رہا حقہ کا معاملہ تو بندہ چاہتا ہیکہ سب کے ساتھ پی لیا کروں اور پان سے قطعی پرہیز کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز میں ضرر کم ہو اور تجربہ سے اس کا فائدہ محسوس ہوتا ہو (پان یا حقہ) اس کو استعمال کرلیں، ضرورت سے زائد استعمال نہ کریں[1]، مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ سے بدبو زائل کردیا کریں[2]، خدائے پاک ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۳ھ

---

[1] ومنه يعلم حل شرب الدخان حموى على الاشباه ص ۱۱۶، هل الاصل الشياء الاباحة، مطبوعه دارالعلوم ديوبند، شامى كراچى ص ۶/۴۶۰، قبيل كتاب الصيد،

يباح اكل النورة مع الورق الماكول فى ديار الهند لانه قليل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذكور لايحصل بدونها نفع المفتى ص ۹۳، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه رحيميه ديوبند، نصاب الاحتساب بحواله حاشيه مولانا عبد الحيء على الهداية ص ۱/۳۷، باب الماء الذى يجوز به الوضوء. (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر

سوال:۔ کارخانوں میں پان کا بیڑہ وغیرہ لاکر فوٹو کے سامنے رکھ کر یا ویسے ہی پرشاد کے طریقے سے دیتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا، یا غیر شرعی چیز کی تعظیم مقصود نہیں، جیسے غیر مذہب کے مخصوص تیوہار وغیرہ پر ہوتا ہے، بلکہ محض آپس میں خوش طبعی کے طور پر کھاتے کھلاتے ہیں تو جائز ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حقہ پینے والے سے منہ پھیر لینا

سوال:۔ حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے تھے، تو کیا تمباکو کھانے والے سے بھی یہی معاملہ ہوتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ویجب علیه التدریج فی تنقصیه شیاً فشیئاً حتی یزول تولع المعدة به من غیر ان تشعر (وقبله باسطر) یوخذ منه کراهة التحریم فی المسجد للنهی الوارد فی الثوم والبصل وهو ملحق بهما (شامی کراچی ص ۶/۴۶۱، کتاب الاشربة، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۲۰۰، باب المساجد، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح الطیبی ص ۲/۲۷۶، باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ولا بأس بالذهاب الی ضیافة اهل الذمة، (عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۷، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة، المحیط البرهانی ص ۸/۷۱، کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة، مطبوعه ڈابهیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی، اذیت بھی ہوتی تھی، خواہ پیاز لہسن کی بدبو ہو، خواہ حقہ بیڑی پان کے تمباکو کی بدبو ہو[1] ایسے لوگوں کو منہ صاف کر کے مسجد میں جانا چاہئے[2] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے سے منہ پھیر لینا، میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

حقہ

سوال: ۔حقہ پینا کیسا ہے؟ کسی خاص وقت میں حرام ہے یا مطلقاً حرام ہے، یا مطلقاً

---

[1] عن ابی ایوب قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اتی بطعام اکل منہ وبعث بفضلہ الیّ وانہ بعث الیّ یوماً بقصعۃ لم یاکل منھا لان فیھا ثوماً فسألتہ احرامٌ ھوقال لاولکن اکرھہ من اجل ریحہ قال فانی اکرہ ماکرھت رواہ مسلم (مشکوٰۃ ،ص ۳۶۵/ کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۱۸۳، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ اکل الثوم، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مسند احمد ص ۵/۴۱۶، حدیث ابی ایوب الانصاری، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد (شامی کراچی ج ۱/ ص ۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد. مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲/۲۰۰، باب المساجد، الفصل الاول، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شرح الطیبی ص ۲/۲۷۶، باب ایضا، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[3] البتہ اکثر اہل کشف ورویائے صادقہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اس کا پینے والا مجلس مبارک میں قرب والتفات سے محروم ہوتا ہے۔(انفاس العارفین فارسی ص۷۷/ مطبوعہ احمدی دھلی، اُردو ص ۱۷۵، تمباکو نوشی اور بارگاہ نبوی، مطبوعہ مکتبہ الفلاح دھلی، امداد الفتاویٰ ج ۴/ص ۹۹، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، حقہ پینا، مطبوعہ زکریا دیوبند)

مباح ہے، یا مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حقہ کی تحقیق کے متعلق مختلف رسائل عربی، فارسی، اردو میں لکھے گئے ہیں، اور ہند بیرون ہند میں طبع ہوکر شائع ہو چکے ہیں[1]، تمباکو مختلف ہوتے ہیں، اسکار اور تفتیر نہ ہو تو اس کا پینا درست ہے[2]، بدبو کی وجہ سے کراہت ہوگی، حرمت نہ ہوگی، مگر بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا درست نہیں، بلکہ مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے مسجد میں جانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ ایسے شخص کو جو بدبودار چیز کھا کر بغیر منہ صاف کئے مسجد میں آتا تھا حضرت نبی اکرم ﷺ مسجد سے نکلوا دیتے تھے[3]، کیونکہ جس چیز سے (بدبو) اذیت آدمیوں کو ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے، اور جس تمباکو میں اسکار اور تفتیر ہو اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے یا حرام ہے[4]۔

---

[1] الاسلام والتدخین (عربی) التدخین واثرہ علی الصحۃ (عربی) ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان (عربی) تمباکو زہر قاتل (اردو) تمباکو اور اسلام (اردو)

[2] فیفھم منہ حکم النبات وھو اباحۃ علی المختار اوالتوقف وفیہ اشارۃ الی عدم تسلیم اسکارہ وتفتیرہ واضرارہ، شامی کراچی ص ۶/۴۶۰، قبیل کتاب الصید، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۴۸، باب مایفسد الصوم.

[3] لقد رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا وجد ریحھما من الرجل فی المسجد امربہ فأخرج الی البقیع (مسلم شریف ج ۱/ص ۲۱۰/ کتاب المساجد، باب نھی من اکل ثوما اوبصلاً الخ. مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[4] عن عائشۃ قالت سئل رسول اللّٰہ ﷺ عن البتع وھو نبیذ العسل فقال کل شراب اسکر فھو حرام (مشکوۃ شریف ص ۳۱۷، باب بیان الخمر، الفصل الاول، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، بخاری شریف ص ۲/۸۳۷، کتاب الاشربۃ، باب الخمر من العسل، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۱۶۷، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

اگر دواءً استعمال کیا جائے کہ ہاضمہ وغیرہ کی تکلیف رہتی ہے، اور کوئی دوسری دوا مباح اس کا بدل نہیں، اور دین دار تجربہ کار معالج تجویز کرتا ہے، کہ شفاء اسی میں ہے تو اس کا استعمال بطور دوا ایک دو مرتبہ درست ہے، بعض فقہاء کے قول پر اس سے زائد ناجائز ہے۔

اسی طرح شوقیہ بغیر دواء کے استعمال ناجائز ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری دوا جائز کارآمد ہوسکتی ہو تب بھی ناجائز ہے[1]، علامہ شامی نے ردالمحتار جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم میں تداوی بالمحرم کی تصریح کی ہے[2]۔

قال الشرنبلالی وعلی هذا البدعة التی ظهرت الاٰن وهو الدخان اھ قال وهو الدخان فی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات المجهول بسمیته اھ قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمیٰ بالتتن فتنبه وقد کرهه شیخنا العمادی الحاقالهٗ بالثوم والبصل بالاولیٰ فتدبر اه من الدر من کتاب الاشربة[3] ونقل قبله عن النجم الغزی الشافعی ان حدوثه بدمشق سنة خمسة عشر بعد الالف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم لهٗ فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة رضی

---

[1] یجوز .....للتداوی اذا اخبرهٗ طبیب مسلم ان فیه شفاءه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه (شامی کراچی، ج۵/ص ۲۲۸/ باب المتفرقات، کتاب البیوع.

[2] راجع ردالمحتار نعمانیه ج۱/ص ۱۴۰/ باب المیاه، ص ۴۰۴/۲/ باب الرضاع، ج۳/ ص ۱۶۶/ باب حدالشرب، ج۴/ص ۲۱۵/ باب المتفرقات من کتاب البیوع، ج۵/ ص ۲۴۹/ فصل فی البیع من کتاب الحظر والاباحة، شامی کراچی، ج۱/ج۳/ص ۲۱۱/ ج۲/ص ۴۲/ ج۵/ص ۲۲۸/ ج۶/ص ۳۸۹، شامی زکریا ج۱/ ص ۳۶۵/ ج۴/ ص ۳۹۷/ ج۶/ ص ۷۸/ ج۷/ ص ۴۸۰/ ج۹/ص ۵۵۸/

[3] طحطاوی علی المراقی ص ۵۴۸/ باب مایفسدبه الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء وشامی کراچی ج۶/ص ۴۵۹/ کتاب الاشربه.

قالت نهیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کل مسکرو مفتر ولیس من الکبائر تناول المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه یحرم قطعاً علیٰ ان استعماله (بما اضربالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر اھ طحطاوی ص ۳۶۴/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/شوال ۶۴ھ

سگریٹ پینا

سوال: ۔سگریٹ پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلاضرورت (شوقیہ) پینا مکروہ ہے، بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں جانا جس کی بدبو سے دوسروں کو اذیت پہنچے منع ہے "واکل نحو الثوم ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان اٰکل الثوم والبصل المسجد قلت علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین اھ شامی، ج ۱/ص ۴۴۴/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] شامی زکریا ص ۲/۴۳۵، شامی کراچی ص ۱/۶۶۱/ مطلب فی الغرس فی المسجد باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها، مرقاة شرح مشکوة ص ۲/۲۰۰، باب المساجد، الفصل الاول، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح الطیبی ۲/۲۷۶، باب ایضا، مطبوعه زکریا دیوبند.

تمباکو، پان اور سگریٹ اور نسوار کا کھانا

سوال:۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب پان میں تمباکو کھانا جائز ہے، تو سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں تمباکو پیتے ہیں، اور نشہ چونکہ پان کے تمباکو میں ہوتا ہے، اور سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں بھی ہوتا ہے، تو دونوں میں فرق کیا ہوا اور نسوار کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے اس کا کھانا (پان میں ہو یا اور طرح سے) پینا (حقہ بیڑی سگریٹ کسی طرح ہو) ناجائز ہے، نسوار سے اگر نشہ ہوتا ہو تو وہ بھی ناجائز ہے، ورنہ مضائقہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مٹی کھانا

سوال:۔ مٹی کھانا حرام ہے، اسکا کہاں سے ثبوت ہے؟ اور ناجائز ہونے کی کیا علت ہے؟ جبکہ مٹی طاہر ہے اور پانی نہ ملنے کے وقت مطہر بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مضر صحت ہے، اس وجہ سے اس کا کھانا منع ہے[2]، جیسے کھانا بھی بعض صورتوں میں منع

---

[1] مایقع به السکر حرام والسکر سبب الفساد (شامی کراچی ج۶/ص۴۵۵/ کتاب الاشربة. البحر الرائق کوئٹه ص۸/۲۱۸، کتاب الاشربة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴/۲۵۱، کتاب الاشربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] اکل الطین مکروه وکراهیة اکله لاللحرمة بل لتهییج الداء (عالمگیری ج۵/ص۳۴۰/ کتاب الکراهیة. .....

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے، ''الاکل فوق الشبع حرام''[1] حالانکہ وہ طاہر ہے اور بعض صورتوں میں اس کا کھانا واجب بھی ہے، بعض صورتوں میں سنت ہے، لیکن جب مضر ہو تو منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) .....الباب الحادی عشر فی الکراهية فی الاکل، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۸۴، ج۸، کتاب الکراهية، فصل فی الاکل والشرب، المحیط البرهانی ص ۸/۵۵، کتاب الکراهية، الفصل الثانی عشر فی الکراهية فی الاکل، مطبوعہ ڈابھیل.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] اما الاکل فعلی مراتب فرض وهوما یندفع به الهلاک وماجورعلیه وهوما زاد علیه ومباح وهومازاد علی ذٰلک الی الشبع وحرام وهوالاکل فوق الشبع (ملخصاً عالمگیری ج۵/ ص ۳۳۶/ کتاب الکراهية، الکراهة فی الاکل، شامی کراچی ج۶/ ص ۳۳۸/ اول کتاب الحظر والاباحة. مجمع الانهر ص ۱۷۹/۴، کتاب الکراهية، باب فی الاکل، مطبوعہ دارالکتب العلمية بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم:- فضلات سے انتفاع

گوبر وغیرہ کی گیس سے کھانا وغیرہ پکانا

سوال:۔آج کل کھانا گوبر وغیرہ کی گیس سے بنایا جاتا ہے، جس سے بجلی وغیرہ بھی بنتی ہے، تو اس گیس سے کھانا پکانا اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلیظ سے جو گیس بنائی جائے اس گیس کو لائٹ اور کھانا پکانے کیلئے استعمال کرنا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۴/۱/۸۹ھ

---

[1] والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوىٰ ثم اعلم ان العلة عند محمد هى التغير وانقلاب الحقيقة وانه يفتى به للبلوى ومقتضاه عدم اختصاص ذالک الحكم بالصابون فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة وكان فيه بلوى عامة، شامى زكريا، ج۱/ص۵۱۹/ كتاب الطهارة ،باب الانجاس، "ان استحالة العين تستبع زوال الوصف المرتب عليها الخ شامى زكريا ج۱/ص۵۳۴/ كتاب الطهارة، باب الانجاس" مجمع الأنهر ص۹۲ج۱ باب الانجاس، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۷ ج۱ باب الانجاس.

گوبر کے کنڈے

سوال:۔ گوبر کے کنڈے جلانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیچنا اور جلانا سب درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

گوبر کی راکھ منجن میں استعمال کرنا

سوال:۔ دانتوں کے منجن میں جلا ہوا گوبر یعنی راکھ ملائی جاتی ہے، جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے، تو کیا اس راکھ کو استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گوبر ناپاک ہے، لیکن جلانے کے بعد جب وہ راکھ بن گیا اور اس کی ماہیت بدل گئی تو اس کا حکم بھی بدل گیا، اب اس راکھ کو ناپاک نہیں کہا جائیگا، اس لئے منجن میں ملا کر استعمال کرنا بھی درست ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۰ھ

---

[1] يصح بيع السرقين اى الزبل وفى الملتقى الانتفاع كالبيع در مختار على الشامى زكريا، ج۹/ص۵۵۲/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مجمع الأنهر ص۲۱۱،۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، البحر الرائق كوئٹه ص۱۹۹ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى البيع.

[2] السرقين اذا احرق حتى صار رما دا فعند محمد يحكم بطهارته وعليه الفتوىٰ الخ عالمگيرى ج۱/ص۴۴/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الطهارة، الباب السابع، البحر كوئٹه ص۱۲۲۷ ج باب الانجاس، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۱۳۲ باب الانجاس والطهارة عنها.

گوبر سے زمین کا لیپنا

سوال:۔ کیا گوبر گائے بھینس بیل وغیرہ کا لیپنا پاک جان کر باورچی خانہ صحن رنگنائی وغیرہ اس کی نجاست کے لئے کیا حکم ہے، جانور چرند پرند کی نجاست کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گوبر ناپاک ہے، گوبر مٹی گارے میں ملا کر لیپنا درست ہے، جو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجائے گا "**اذاجعل السرقین فی الطین فطین به السقف فیبس فوضع علیه مندیل مبلول لایتنجس اھ عالمگیری ، ج ۱ / ص ۴۷ /**"[1] چرند پرند کی کیا نجاست کا حکم دریافت کرنا ہے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

راکھ کا حکم

سوال:۔ راکھ کھانے کا حکم خواہ اشیاء حلال کی ہو یا حرام کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

راکھ مٹی کے حکم میں ہے اور مٹی کے متعلق فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں ہے "**اکل الطین مکروه ذکرفی فتاویٰ ابی اللیث وذکر شمس الائمة الحلوانی فی شرح صومه اذاکان یخاف علیٰ نفسه انه لواکله اورثه ذٰلک علة اوآفة لایباح لهٗ التناول وکذٰلک فی کل شیئی سویٰ الطین وان کان یتناول منه**

---

[1] عالمگیری ج ۱ /ص ۴۷ / مطبوعه کوئٹه، کتاب الطهارة، الفصل الثانی، تحت الباب السابع، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص ۲۴،۲۵ / ۱ ، کتاب الطهارة، فصل فی النجاسة التی تصیب الثوب او الخف، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۲۲ ج ۴ کتاب الطهارة، الثامن فیما یصیب الثوب،

قليلاً او كان يفعل ذٰلک احياناً لاباس به كذافى المحيط ص ۱۱۰ ر[1] ويكره اكل الطين لان ذٰلک يضره فيصير قاتلا نفسه خانيه ، ص ۳۷۵ ر[2]

حرام اور نجس شئی جب جل کر خاک بن جائے تو شرعاً وہ راکھ طاہر ہے، اس پر وہی حکم جاری ہوگا جو پاک اشیاء پر جاری ہوتا ہے "**لايكون نجسا رمادقذر والا لزم نجاسة الخبز فى سائر الامصار ولاملح كان حماراً اوخنزيرا ولاقذر وقع فى بئرفصارحماة لانقلاب العين به يفتى درمختار قال الشامى يجوز اكل ذٰلک الملح والصلوٰة علىٰ ذٰلک الرماد كمافى المنية ، ج ۱ ر ص ۲۱۸ ر[3] شامی ، خانیہ، ص ۲۸ ر[4] درر الحکام، ص ۲۷ ر کبیری، ص ۱۸۶ ر[5]** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۸ ر ذیقعدہ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

انسان کے پائخانہ کو سکھا کر اُپلوں کے مثل روٹی پکانا

سوال:۔ انسان کا فضلہ سکھا کر اس سے روٹی پکانا جیسے دوسرے جانوروں کا سکھا کر پکاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] عالمگیری ج۵ ر ص ۳۴۰ ر مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الاكل،

[2] خانيه على الهنديه ج۳ ر ص ۴۰۳ ر كتاب الحظر والاباحة، مايكره اكله ومالايكره الخ، مطبوعه كوئٹه،

[3] درمختار مع الشامى زكريا ج ۱ ر ص ۵۳۴-۵۳۳ ر باب الانجاس .

[4] خانيه على الهند يه ج ۱ ر ص ۲۲ ر مطبوعه كوئٹه، كتاب الطهارة، فصل فى النجاسة التى تصيب الثوب الخ،

[5] كبيرى ص ۱۸۶ ر مطبوعه رحيميه ديوبند، فصل فى الآسار.

الجواب حامداً ومصلیاً!

انسان کا پائخانہ کھانا پکانے میں استعمال کرنا جائز نہیں۔" کره بیع العذرة رجیع الأدمی خالصة الیٰ قوله وفی الملتقیٰ ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم خالصة الدر علی الرد، ج۵/ص۲۴۷-۲۴۶[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۵۵۳-۵۵۲/ کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص ۲۱۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۹۹ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

مشترک اشیاء سے انتفاع

سیل ماء دوسرے کی ملک میں

سوال:۔زید وعمر دونوں بھائیوں کے مکان قریب قریب ہیں، اور درمیان دونوں مکانوں کے ایک دیوار ہے اور دیوار کے نیچے سے ایک سوراخ ہے، جس سے زید کے گھر کا پانی جو بارش وغیرہ کا ہوتا ہے، عمر کے صحن میں سے ہوکر شارع عام میں چلا جاتا ہے، اور یہ صورت کافی عرصہ سے واقع ہے، اب تنازع ہوگیا، عمر کہتا ہے کہ اپنے گھر کے پانی کا اور بندوبست کرو، میں اپنے صحن سے نہیں نکلنے دونگا، حتی کہ جس جگہ پانی نکلتا تھا اس نے مکان بنالیا، اگر زید کوشش کرے تو دوسری جانب سے نکل سکتا ہے، مگر تکلیف سے، زید کہتا ہے کہ چونکہ کافی عرصہ سے یہ صورت چلی آرہی ہے، لہٰذا اس میں سے پانی نکالا جائے گا، اور دونوں میں مقدمہ بازی شروع ہوچکی ہے، بحوالہ تحریر فرماویں کہ شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

”وکذا لو کان مسیل ماء سطحه الی دار رجل وله فیها میزاب قدیم فلیس

لصاحب الدار منعه عن مسيل الماء اھ فتاویٰ عالمگیری ،ج۵/ص ۳۹۴/[1]،،
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر پانی کا راستہ قدیم سے ہے تو عمر کو اس کے روکنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عمرو کی نالی زید کے مکان میں

سوال:۔ زید کے مکان میں سے عمر کی ایک نالی قریب یک صدی سے گزر کر آتی تھی، اور اس نالی سے زید کو اس وقت تکلیف ہے یہ نالی اس وقت دوسری طرف کو بھی پھیرائی جاسکتی ہے، جس سے زید کی موجودہ تکلیف دور ہو جائے گی، اور عمرو کا کوئی نقصان نہ ہوگا، تو آیا عمرو کو قضاء مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی نالی کو دوسری طرف کو نکال لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ نالی مجبوراً اس طرف رکھی گئی تھی اور اب وہ مجبوری نہیں رہی، اور اس نالی سے زید کو تکلیف اور اذیت ہے تو اب وہاں سے ہٹا کر دوسری طرف منتقل کر دی جائے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۸۶ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ ۲۴/۲/۸۶ھ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری ،ج۵/ص ۳۹۴/ مطبوعه کوئٹه، کتاب الشرب، الباب الثانی فی بیع الشرب، شامی زکریا ص۲۰ ج۱۰ کتاب احیاء الموات، فصل الشرب، مجمع الأنهر ص۲۴۰ ج۴ کتاب احیاء الموات، فصل فی کری الانهار، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فان امکن صرف الطریق والمسیل عنه (أی عن نصیب الآخر) **(بقیه اگلے صفحه پر)**

کسی کا راستہ اور پانی بند کرنا

سوال:۔ جو شخص پانی بند کردے اور راستے بند کریں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی مستحق کا پانی اور راستہ بند کردینا ظلم ہے، جس کا وبال سخت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترک ملک میں تعمیر

سوال:۔ زید کے والد کا موروثی مکان جس کو زید نے ۳۵/۴۰/ ہزار روپئے ذاتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ليس له أن يستطرق ويسيل فى نصيب الأخر لانه امكن تحقيق معنى القسمة من غير ضرر (هدايه ج۴/ ص۴۱۷/ كتاب القسمة، الدر مع الشامى زكريا ص۳۸۲ج۹، كتاب القسمة، مجمع الأنهر ص۱۳۳ ج۴، كتاب القسمة، دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه اوشئى فليتحلله منه اليوم قبل ان لايكون دينار ولادرهم ان كان له عمل صالح اخذمنه بقدر مظلمته وان لم يكن لهٗ حسنات اخذ من سئيات صاحبه فحمل عليه رواه البخارى ،(مشكوٰة شريف،ص۴۳۵/ كتاب الأداب ،باب الظلم)، طبع ياسر نديم ديوبند، بخارى ص ۳۳۱ج ۱ ابواب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل الخ، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

ترجمہ:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو آبرو ریزی وغیرہ کا تو چاہئے کہ اس حق کو اپنے بھائی سے آج ہی معاف کرالے اس سے پہلے کہ (وہ دن آئے جہاں) نہیں ہونگے درہم ودینار اگر ظالم کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بقدر اس سے لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہونگیں، تو مظلوم کی برائیاں لی جائیں گی، اور ظالم پر لادی جائیں گی۔

صرف کر کے پختہ بنوایا ہے، اس کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ اوراس مکان میں زید کے بھائیوں کی اولاد کا شرعاً کیا حصہ ہوگا؟ براہِ کرم تقسیم شرعی فرما کر فتویٰ دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید نے اگر دیگر ورثہ سے کوئی معاملہ مکان تعمیر کرنے سے پہلے کرلیا ہے تو اس کو لکھنا چاہئے، کہ معاملہ کیا ہے، اگر کوئی معاملہ نہیں کیا اوران سے تعمیر مکان کی اجازت بھی نہیں ملی تو اس تعمیر کا زید تنہا مالک ہے، دوسرے ورثہ کا اس تعمیر میں کوئی حصہ نہیں، البتہ زمین میں ان کا حصہ ہے، اب یا تو وہ اپنے حصہ کی زمین لے لیں، اور جس قدر تعمیر اس حصہ میں آئے اس کی قیمت زید کو دیدیں، یا زید ان کے حصہ زمین سے اپنی تعمیر ہٹالے، ''سئل فیما اذابنیٰ قصراً بماله بنفسه فی دار مشترکة بینه وبیں اخوته بدون اذنهم فهل یکون البناء ملکاً لهٗ الجواب نعم واذا بنیٰ فی الارض المشترکة بغیر اذن الشریک لهٗ ان ینقض بناء ه ذکره فی التاتارخانیة من متفرقات القسمة ھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ج ۱/ص ۱۰۰/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۴ھ

دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا

سوال:۔ زید کی دیوار جس کے نیچے سے پانی زید کے مکان کا نکلا کرتا تھا، اور دونوں

---

[1] تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱۰۰ ج ۱ کتاب الشرکة، مطلب بنی له قصراً بماله فی دار مشترکة، طبع میمنیه مصر، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۶۸ ج ۶ کتاب القسمة، مطلب فی الرجوع عن القرعة، شرح المجلة رستم باز، ص ۶۴۷ ج ۱ رقم المادة ۱۱۷۳ کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی احکام القسمة، طبع اتحاد بکڈپو دیوبند.

مکانوں میں حدّ فاصل تھی، اس پر عمر نے اپنے مکان کی بنیاد رکھی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ دیوار زید کی ملک ہے تو زید کی دیوار پر عمر کو اپنے مکان کی بنیاد رکھنا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ربیع الثانی ۶۴ھ

ایک شریک کا مشترک مکان سے نفع اٹھانا

سوال: مسمی عبداللہ نے ۱۹۰۱ء میں ایک مکان تعمیر کرایا جس میں وہ خود اور اس کے تین لڑکے زید، عمر، بکر رہتے تھے، مکان کے اندر ایک قطعہ اراضی خالی پڑی تھی، جس کو عبداللہ کے بڑے لڑکے نے بہ اجازت والد بلا شرکت غیر اپنے پیسے سے تعمیر کرایا، مسمیٰ عبداللہ نے اپنی حیات میں ہی مکان کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لیکن زید کو کچھ حصہ زیادہ دیا بوجہ زیادہ بال بچے دار ہونے کے، اس کو تینوں نے بخوشی منظور کر لیا، بوقت تقسیم زید کے علاوہ عمر اور بکر بھی تھے، جن کی عمر تقریباً بیس اور پچیس سال کے درمیان تھی، عرصہ تقریباً چالیس سال کا ہو رہا ہے، کہ عمر اور بکر نے بغرض کسب معاش اپنے آبائی مکان کو بالکل چھوڑ کر دوسرے ضلع میں سکونت اختیار کر لی، اتنی مدت گذر جانے کے بعد عمر اور بکر اب مکان میں مساوی حصہ کا مطالبہ کرتے

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۹۱/ کتاب الغصب ،مطلب فیمایجوز التصرف بمال الغیر، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، طبع دار الاشاعۃ دھلی، قواعد الفقہ ص۱۱۰ قاعدہ ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبندالخ.

ہیں، ۱۹۶۱ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک کبھی دونوں نے مکان سے کوئی تعلق نہیں رکھا، نہ کبھی مرمت کرائی، اور نہ کسی قسم کی مالی یا غیر مالی امداد کی، چونکہ زید ہی اس میں رہتا رہا ہے، اس لئے تمام ذمہ داری مکان کی اسی کے سر رہی، بوجہ پرانا ہونے کے جب مکان کے حصے گرتے رہے تو ہمیشہ زید نے اس کو مکمل اپنے پیسہ سے تعمیر کرایا، زید نے کہا کہ اگر تم حصہ کا مطالبہ کرتے ہو تو ۶۵ ر برس میں جو رقم تعمیر میں خرچ ہوئی اس کا ثلث حصہ دو تب تم حصہ دار بن سکتے ہو، لیکن عمر اور بکر بلا ادائیگی حصہ چاہتے ہیں اس میں عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر عبداللہ نے وہ مکان تینوں لڑکوں کو ہبہ کر دیا، اس طرح کہ ہر ایک کا حصہ جداگانہ ممتاز کر کے ہر ایک کا قبضہ کرا دیا، اور اپنا قبضہ اٹھا لیا تو ہبہ تام اور نافذ ہو گیا، اور تینوں کی ملک اپنے اپنے حصہ پر ثابت ہو گئی[1] پھر اگر دو لڑکوں نے اپنے اپنے حصہ سے نفع نہیں اٹھایا بلکہ اپنے تیسرے بھائی کو اس کی اجازت دیدی کہ وہ تنہا مکان میں سکونت کر لے اور خود دوسری جگہ چلے گئے، پھر تو یہ دونوں بھائیوں کا تیسرے بھائی کے ساتھ تبرع اور احسان ہوا، پھر جب وہ مکان گر گیا اور اس کو ایک بھائی نے جو کہ اس میں سکونت کرتا تھا اپنی رقم خاص سے بنوایا، اب اگر یہ تبرع اور احسان کے طور پر اپنے دونوں بھائیوں کو دو ثلث دیدے اور ان سے کوئی معاوضہ نہ لے جس طرح کہ ان دونوں نے اپنا اپنا حصہ مدت دراز تک اس کو دیئے رکھا تو یہ لائق اور زیبا ہے، اور مکارم اخلاق میں داخل ہے، لیکن اگر وہ اپنے قلب میں اس تبرع واحسان کی وسعت نہ پائے تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، پھر اس صورت میں دو شکلیں

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ج۸/ ص۴۹۳/ كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ ج۴ كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول.

ہیں ایک یہ کہ اس کے حصہ کی تعمیر میں جس قدر روپیہ خرچ ہوا ہے اسکے لینے کا تو حق نہیں،[1] البتہ جس قدر ملبہ عمارت کا اس وقت موجود ہے، اس کی قیمت کا تخمینہ کرا کے وہ دونوں بھائی دیدیں، اور اپنا اپنا حصہ مکان سے لے لیں، دوسری شکل یہ ہے کہ یہ اپنی تعمیر وہاں سے گرا کر اپنا ملبہ اٹھالے اور ان کے حصہ کی جگہ خالی کردے، جس بات پر راضی ہو کر تصفیہ کرلیں بہتر ہے[2] مقدمہ عدالت میں لے جانے سے بہت نقصان ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۸۵ھ

کسی کی زمین سے گھاس کاٹنا

سوال:۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی مملوکہ ڈول سے بلا اجازت گھانس کاٹے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص فقط اپنے جانوروں کو گھانس کھلانے کے لئے کوئی خاص جگہ اپنے مملوکہ میں سے محصور کر کے رکھدے تو ایسی صورت میں دوسرے لوگوں کو بلا اجازت اسی خاص جگہ سے اپنے جانوروں کو گھانس کھلانے کے لئے کاٹنا کیسا ہے، اور اگر خودرو اور غیر خود رو میں فرق ہو تو تفصیلی طور پر دلائل وحوالہ کتب کے ساتھ جواب فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خودرو گھاس کسی کی ملک نہیں، اگرچہ مملوکہ زمین میں پیدا ہوئی ہو اس لئے بغیر مالک زمین کی اجازت اس کا کاٹنا اور جانور کو چرانا جائز ہے، البتہ مالک زمین کو یہ اختیار ہے

---

[1] إذا رَمَّ الشريک الملک المشترک بدون إذن من شريکه أو من الحاکم کان متبرعا أی ليس له أن يرجع علی شريکه بمقدار ما اصاب حصته من النفقة، شرح المجلة، رستم باز ص ۶۹۹ ج ۲، رقم المادة ۱۳۱۱ طبع اتحاد بکڈپو دیوبند. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ دوسرے شخص کو اپنی زمین میں آنے سے منع کردے، اور اس کے بعد دوسرے شخص کو یہ بھی حق ہے کہ مالک سے کہے کہ یا مجھے اپنی زمین میں آنے کی اجازت دے یا مجھے گھاس کاٹ کردے، کیونکہ گھاس مباح الاصل ہے، جس میں ہر شخص کو حق ہے، لہٰذا میرا بھی حق ہے، اور وہ تیری زمین میں موجود ہے، اور جو گھاس خود رو نہ ہو بلکہ زمین نے پانی دے کر اسے اُگایا ہو یا اس زمین کا احاطہ بنادیا ہو، اور گھاس کے لئے زمین کو تیار کیا ہو تو اس کا بغیر مالک کی اجازت کے کاٹنا جائز نہیں، ''لایجوز بیع الکلاء وفی الکلاء ان لهٗ احتشاشه وان کان فی ارض مملوکة غیران لصاحب الارض ان یمنع من الدخول فی ارضه واذامنع فلغیره ان یقول ان لی فی ارضک حقافاماان توصلنی الیه اوتحشه وظاهر ان هذااذا نبت بنفسه فاما اذاکان سقی الارض واعدها للانبات فنبت ففی الذخیرة والمحیط والنوازل یجوز بیعه لانه ملک وهومختارالصدر الشهید وکذا ذکرفی اختلاف ابی حنیفةؒ فیحمل کلام المصنف علیٰ مااذا لم یعد ها للانبات ومنه لوحدق حول ارضه وهیئا ها للانبات حتی نبت القصب صارملکاً له الخ بحرالرائق، بحذف ، ج ۶ / ص ۷۷ /''[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۵/۵۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] سئل فیما اذا بنی قصراً بماله بنفسه فی دار مشترکه بینه وبین اخوته بدون إذنهم فهل یکون البناء ملکا له الجواب نعم وإذا بنی فی الارض المشترکة بغیر إذن الشریک له أن یقض بناء ه، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۱۰۰ ج ۱ کتاب الشرکة، مطلب بنی له قصراً بماله فی دار مشترکة، طبع میمنیه مصر، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت

سوال:۔خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پہاڑی جنگلات ہیں، کاشتکاری نہیں ہوتی، بلکہ مویشی چرانے کا جنگل ہوتا ہے، ۶/ماہ کے لئے اس جنگل میں مویشی چرتے ہیں، گورنمنٹ کا محکمہ جنگلات فی بھینس ۱۲/روپیہ چھ ماہ کا ٹیکس لیتی ہے، جنگلات میں کچھ لوگ قدیم باشندے ہوتے ہیں، اور وہ لوگ بعض جگہ سبزی لگاتے ہیں، یہ لوگ ٹیکس وغیرہ کچھ نہیں دیتے، تو ان جگہوں پر جن کو گورنمنٹ کرایہ پر دیتی ہے، سبزی وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ افسران کہتے ہیں کہ تم لوگ ان کو نکال کر پھینک دو، تو ٹیکس والے لوگ ان کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر مملوکہ زمین میں جس میں جو کچھ بو دیا وہ اس کا ہے[1]، دوسرے کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں، لیکن اگر زمین کو مالک سے کسی نے کرایہ پر لیا ہے، تو اس میں دوسرے شخص کو کاشت کرنے کا حق نہیں، اس کی اجازت نہیں ہے، کہ اس کی سبزی وغیرہ اُکھاڑ کر پھینک

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر مع الشامی کراچی ص۲۶۸ ج۶ کتاب القسمة، مطلب فی الرجوع عن القرعة، شرح المجلة، رستم باز ص۶۴۷ ج۱ رقم المادة ۱۱۷۳ کتاب الشرکة، الفصل الثامن فی احکام القسمة، طبع اتحاد بکڈپو دیوبند.

[1] البحرالرائق، ج۶/ص ۷۷/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۴۴۰ ج۶ کتاب احیاء الموات، فصل الشرب، فتح القدیر ص۴۱۸، ج۶، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] اذا أحیامسلم اوذمی أرضاً غیرمنتفع بها ولیست بمملوکة لمسلم ولاذمی الیٰ قوله ملکها الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۱۰/ص۳-۴/کتاب احیاء الموات، البحر الرائق ص۲۱۰ ج۸ کتاب إحیاء الموات، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۲۲۹ ج۴ کتاب إحیاء الموات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

دے، وہذا ظاہر فی بھینس ٹیکس دینے سے سب زمین کرایہ پر شمار نہیں ہوگی۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۹۰ھ

اگر شربت میں حق غیر مخلوط ہوجائے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ اگر کوئی شئی حلال ہو اور کوئی شئی حرام باعتبار امر خارجی آپس میں بالکل مخلوط ہوجائے، تو اتنی مقدار کے نکال دینے کے بعد ماقی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر حلال ہے تو با کراہت یا بلا کراہت، مثلاً دو گلاس شربت، ایک گلاس شربت، چوری کا یا غصب کا مل گیا، تو ایک گلاس شربت نکال دینے کے بعد باقی دو گلاس شربت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حق غیر اگر اپنے حق کے ساتھ مخلوط ہوجائے تو بقدر حق غیر اس سے الگ کر کے مالک کو دیدیا جائے، پھر باقی حلال ہے،[2] درمختار اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ، در مختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۹ کتاب الغصب، قبیل فصل، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

[2] وان امکن التمیز بینھما بالقسمۃ کخلط الجنس بالجنس مثل الحنطۃ بالحنطۃ واللبن باللبن فکذالک عند ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ،وعندھما المالک بالخیار،ان شاء ضمنہ مثل حقہ وان شاء شارکہ فی المخلوط واقتسماہ علیٰ قدر حقھما الخ عالمگیری ، ج۵/ ص ۱۳۲/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الغصب،الباب الخامس، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۸/۴۶۲، کتاب الایداع، البحرالرائق کوئٹہ ص ۸/۱۱۹، کتاب الغصب، قبیل فصل،

میونسپلٹی کی چیز کا استعمال

سوال:۔ کسی شخص کو کوئی شئی جو کہ ملکیت میونسپلٹی کی ہے، استعمال کے لئے ملی ہوئی ہے، وہ کچھ بیکار سمجھ کر دوسرے کو دیدیتا ہے، اور وہ اپنی منشا کے مطابق درستگی کرا کر اپنے استعمال میں لے آتا ہے، اور دینے والا یہ کہتا ہے کہ تم مالک ہو، آیا وہ اس صورت میں اپنے کو مالک سمجھے یا نہیں یا کیا صورت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر میونسپلٹی کی طرف سے محض استعمال کے لئے عاریۃً ملی اس شخص کو مالک نہیں بنایا گیا ، تب تو اس کو حق نہیں کہ کسی کو دے اور کسی کو مالک بنادے، نہ دوسرے کو اس کا لینا درست ہے،[1] اگر عاریۃً نہیں ملی بلکہ میونسپلٹی نے اس کو مالک بنادیا ہے، تو اسکو جائز ہے کہ جس کو چاہے دے ، اور دوسرے شخص کو اسکا لینا اور مالک بننا بھی جائز ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۲/۵۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

بیت الخلاء سے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہو تو اس کو منتقل کرنا

سوال:۔ ایک مکان عرصہ ۳۰/سال کا بنا ہوا ہے مدرسہ کا کمرہ ہے، اس میں کھڑکی ہے

---

[1] وعن ابی امامۃؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول العاریۃ مؤدّاۃ والمنحۃ مردودۃ والدین مقضی والزعیم غارم رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۶ باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، کتاب البیوع، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] والمالک ھوالمتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء الخ ، بیضاوی شریف ج ۱/ ص ۷/ سورہ الفاتحۃ، (مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

اس میں سے مالک مکان کے پائخانہ کی بو آتی ہے، اب بستی کے لوگ زبردستی مالک مکان کو پائخانہ ہٹانے کے لئے کہتے ہیں، مالک مکان کہتا ہے کہ پائخانہ تیس سال کا بنا ہوا ہے، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ وہ مکان اوراس میں اس جگہ پاخانہ ۳۰ رسال سے بنا ہوا ہے، اوراب اس کے قریب مدرسہ بنایا گیا ہے، اور مدرسہ کے کمرہ میں اس طرف دو کھڑکیاں ہیں، تو ضابطہ اور قانون کی رو سے اس شخص کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنا بیت الخلاء اپنی اس مملوکہ جگہ سے کہیں اور منتقل کر دے[1]، رابطہ اور محبت کی رو سے درخواست اور فہمائش میں مضائقہ نہیں، اوراس کو بھی اگر دوسری جگہ منتقل کرنا دشوار نہ ہو تو اس نیت کے تحت کہ لوگوں کو اذیت سے بچانے کا اجر عظیم حاصل ہوگا، منتقل کرنا بہتر اور موجب اجر عظیم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پھل دار درخت کو کاٹنا

سوال:۔ پھل والے درخت کو یا بغیر پھل والے درخت کو سرسبز وشاداب ہونے کی

---

[1] القديم يترک علىٰ قدمه كالطريق والمجرىٰ والمسيل تترک على حالها القديم مالم يقم دليل علىٰ خلافه ،قواعد الفقه مع هامش،ص ۹۸ /(مطبوعه اشرفی دیوبند)

[2] وعن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايسلمه ومن كان فى حاجة اخيه كان اللّٰه فى حاجته ومن فرّج عن مسلم كربةً فرّج اللّٰه عنه كربةً من كربات يوم القيمة ومن ستر مسلماً ستره اللّٰه يوم القيمة، متفق عليه، مشكوٰة شريف ص ۴۲۲، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

حالت میں کٹوا کر تجارت کرنا یا اپنے ضروری کاموں میں صرف کر لینے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حسب ضرورت یہ تصرف جائز ہے، بلاضرورت نفع عام کی چیز کو کٹوانا سد منفعت اوراضاعت مال ہے، نیز سبز درخت تسبیح کرتا ہے[1] اس کو تسبیح سے روکنا ہے، اور بوقت ضرورت کٹوانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ درخت وغیرہ انسانوں کی ضرورت کیلئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔

" فی احکام القراٰن لابی بکر الرازی الجصاص تحت قوله "ما قطعتم من لینةٍ" الآیة، وروی عثمان بن عطاء عن ابیه قال لما وجّه ابوبکر الجیش الیٰ الشام کان فیما اوصا هم به لاتقطع شجرة مثمرة، قال ابوبکر تاوله محمد بن الحسن علی انهم قد علموا ان اللّٰه سیغنیهم ایاها وتصبر للمسلیمن اذا غزوا ارض الحرب وارادوا الخروج فان الاولیٰ ان یحرقواشجرهم وزروعهم ودیارهم وکذالک قال اصحابنا فی مواشیهم اذ الم یمکنهم اخراجها ذبحت ثم احرقت واما مارجواان یصیر فیئا للمسلمین فانهم ان ترکوه لیصیر للمسلمین جاز وان

---

[1] عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال، مر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بقبرین یعذبان، فقال، انهما لیعذبان ومایعذبان فی کبیر، أما احدهما کان لا یستتر من البول، وأما الآخر فکان یمشی بالنمیمة، ثم اخذ جریدةً رطبةً فشقها بنصفین، ثم غرز فی کل قبر واحدة، فقالوا یارسول اللّٰه لم صنعت هذا فقال لعلّه ان یخفّف عنهما مالم ییبسا، بخاری شریف ص۱۸۲ ج۱ کتاب الجنائز، باب الجرید، علی القبر مطبوعه اشرفی دیوبند، إن المعنٰی فیه أن یسبح مادام رطباً، فیحصل التخفیف ببرکة التسبح وعلی هذا فیطرد فی کل مافیه رطوبة من الأشجار وغیرها، فتح الباری ص۴۲۷ج۱ کتاب الوضوء، باب من الکبائر ان لایستتر من بوله، رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة مکرمة.

احرقوه غيظاً للمشركين جاز استدلالا بالآية وبما فعله النبى ﷺ فى اموال بنى النضير،احكام القرآن ،ج۳/ص ۵۲۸ / [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

---

[1] احکام القرآن ج۳/ص ۴۲۹/ سورة الحشر ۵، مطبوعه اوقاف اسلامیه قسطنطنیه، مطبوعه کراچی ص ۶۴۲ ج۳ سورة الحشر آیت ۵.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم: طب وعلاج

فصل اول:- علاج ومعالجہ

کیا دوا نہ کرنے سے ہلاک ہونے پر مواخذہ ہے

سوال:۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ صحت دواؤں سے نہیں ملا کرتی، ایسی صورت میں کیا دوا کرنا بے کار ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو دوا فائدہ دے گی ورنہ نہیں، اللہ تعالیٰ بلا سبب کے بھی شفا دے سکتے ہیں، افضل یہ ہی معلوم ہوتا ہے، کہ سبب اختیار کیا جائے، اور دوا ترک نہ کی جائے، لیکن اگر کوئی سبب اختیار نہ کرے اور ہلاک ہو جائے اور وہ شخص قادر تھا کہ سبب اختیار کر سکے تو اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ سبب یقینی نہیں اور اس کو اختیار نہ کر کے آدمی ہلاک ہو گیا تو مواخذہ نہیں ہوگا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] من امتنع من التداوی حتی مات فانه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چند نسخے یاد کر کے علاج کرنا

سوال:۔ایک شخص نے صرف چند مہینے کسی حکیم سے حکمت کا کام سیکھا اور کچھ نسخے بھی یاد کر لئے، گاہ بگاہِ اس کو سبق بھی پڑھایا اور کچھ مفید نکتے بھی بتلائے اور علاج کرنے کی اجازت بھی دیدی، تو کیا اس کو علاج کرنا جائز ہوگا، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کو مطب کرنا جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص کا طبیب ومعالج بن کر ہر مریض کا علاج کرنا درست نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

..... لایأثم لایقین ان هذا الدواء یشفیه ولعله یصح من غیر علاج مجمع الانهر ج۴/ص ۱۸۰/ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. شامی زکریا ص ۹/۴۸۹، کتاب الحظر والاباحة، ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۴/۱۸۰، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] یمنع مفت ماجن وطبیب جاهل بان یسقیهم دواءً مهلکا واذا قوی علیهم لایقدر علی ازالة ضرورة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۱۴/ کتاب الحجر، یحجر علی المفتی الماجن والطیب الجاهل وهو الذی یسقی الناس فی امر اضهم دواء مخالفا بعدم علمه، ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۴/۲۱۴، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۵۴، کتاب الحجر، الباب الاول فی تفسیره وبیان اسبابه.

میڈیکل میں علاج کا طریقہ

سوال:۔ ہمارے دفتر میں طبی سہولیات اس قسم کی دی جاتی ہیں کہ چند نامزد ڈاکٹروں کے بغیر کسی اور ڈاکٹر کا علاج نہیں کرواسکتے ہیں، اور صرف چند مخصوص دوائیاں دیجاتی ہیں، جو کہ ہم پر سراسر ظلم ہے، مگر جب کبھی ہم یا ہمارے گھر کے افراد بیمار پڑتے ہیں، تو کسی بڑے ڈاکٹر کو ۲۰/روپیہ فیس دے کر علاج کروانا پڑتا ہے، اور وہ بہت سے اقسام کی دوائیاں تجویز کرتے ہیں، تو ان نامزد ڈاکٹروں کو دس روپیہ دیکر رسیدات جو کہ اپنی دوکان سے دیتے ہیں، ان سے ہی تصدیق کرا کے دفتر میں داخل کرنے پڑتے ہیں، وہ ایسی دوائیاں ان رسیدوں پر لکھ دیتے ہیں، جس کا پیسہ ہمیں دفتر سے ملتا ہے، چاہے وہ دوائی ہم نے کھائی ہو یا نہیں، ہم یہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں خرچ کیا ہوا پیسہ اس طریقے سے واپس ملتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بڑے ڈاکٹر جس کا ہم علاج کرتے ہیں، وہ رسید اور بل پر دستخط کرنے کو اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ہم ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ جو مذکورہ بالا طبی سہولیات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ہمیں اپنی ذات اور خاندان کے لئے ملتا ہے، جس میں خاندان کے لئے صرف سال بھر کے لئے سو روپیہ ملتا ہے، جبکہ اپنی ذات کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے، خاندان بڑا بھی ہوتا ہے کہ سال بھر میں سو روپیہ سے زائد رقم خرچ ہوتی ہے، پھر ہم کو مجبوراً وہ بھی خود اپنے نام پر ہی نکالنی پڑتی ہے، اب اگر ایسا نہیں کریں گے، تو اپنا گذارہ کرنا آج کل کے مہنگائی کے وقت میں ناگزیر ہو جائے گا، جبکہ ہمارا کافی پیسہ دوائیوں پر صرف ہوتا ہے، شریعت کے لحاظ سے کیا طریقہ درست ہے، تو ٹھیک اگر نہیں تو اس کا کیا حل ہوسکتا ہے، اور نہیں تو دوائیوں پر صرف کیا ہوا پیسہ کیسے واپس ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قانونی طور پر آپ کا حق ہے اور ظلماً وہ حق دبایا جاتا ہے، اور اس کے وصول کرنے

کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تو آپ کو اپنا حق وصول کرنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ

بیماری کا جعلی سرٹیفکٹ

سوال:۔ میں وطن سے تین سو میل دور ہوں، چار ماہ سے گھر نہیں گیا ہوں، چاہتا ہوں کہ دو چار روز کیلئے گھر چلا جاؤں، اب مشکل یہ ہے کہ میری چھٹی ختم ہو چکی ہے، جو کہ سال میں ۱۲/روز ملتی ہے، صرف ۷/روز کی چھٹی باقی ہے، اس کے استعمال کیلئے یا تو ایک مہینہ کی پیشگی اطلاع دینی پڑتی ہے، یا ڈاکٹر کا بیمار ہونے کا سرٹیفکٹ دینا پڑتا ہے، جو عام طور پر رشوت دیکر جھوٹا سرٹیفکٹ ہوتا ہے، اگر میں عرضی میں صاف صاف یہ لکھ دوں کہ میں بہت دنوں سے گھر نہیں گیا ہوں اور جا کر آنا چاہتا ہوں، تو افسران میری عرضی نامنظور کر دینگے، حالانکہ میری سات روز کی چھٹی بچ رہی ہے، پھر بھی مجھے جھوٹا سرٹیفکٹ دے کر اسے استعمال کرنے کی نوبت آرہی ہے، یہ مسئلہ ہر کس وناکس کو بار بار پیش آتا ہے، اسے کیسے حل کیا جائے

(۲) ابتدائی تعلیم اور ماحول اردو اور دینی رہنے سے نجوم، تعویذ، گنڈے، فال وغیرہ پر بھروسہ مطلق نہیں، بلکہ ان سے کوسوں دور بھاگتا ہوں، گھریلو ماحول ان پڑھوں کا ہے، میرے والد صاحب نے ایک شخص سے (جو مجھے بھی کافی عرصہ سے جانتا ہے، اور جس کے بھائی کا

---

[1] کمایستفاد :وجد دنا نیر مدیونه وله علیه درهم له ان یأخذه لاتحاد هما جنسا فی الثمنیة (الیٰ ان قال) ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتویٰ الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من أی مال کان (شامی کراچی ج۶/ ص ۱۵۱/ کتاب الحجر، شامی زکریا ص ۹/۲۲۱، کتاب الحجر، شامی زکریا ص ۱۵۸، کتاب السرقة، مطلب یعذر بالعمل بمذهب الغیر عند الضرورة، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۴/۸۶، کتاب الحجر، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

میں دوست رہ چکا ہوں، میرے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آپ کا لڑکا جو کافی پڑھا ہے، اور اب تک پڑھ رہا ہے، اور بہ نسبت دوسروں کے اوپر آنے کی جہد کرتا ہے، اس کی تعلیم میں خلل ڈالنے کی نیت سے قریبی رشتہ داروں نے گندے علم کا سہارا لیا ہے میں بھی خود کو کچھ کند ذہن اور قوتِ حافظہ میں کمی محسوس کر رہا ہوں، اس شخص نے دعا کا پانی اور جیب میں رکھنے کے لئے ایک تعویذ دیا ہے، جو میں استعمال کر رہا ہوں، یہ شخص عمر کے بارہ سال سے اندھا، غیر شادی شدہ، حد سے زیادہ محنتی، اللہ والا، پنجگانہ نمازی نہیں، صرف جمعہ والا، روزانہ صبح تلاوت کلام پاک کرنے والا ہونے سے حال ہی میں شاید سات سال سے اس گندے علم کے اثر کو بند کرنے کی خداداد طاقت اس میں آگئی ہے، تو کیا میں اس کی دی ہوئی چیزوں کا استعمال کرتا رہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) آدمی کو کچھ نہ کچھ بیماری تو ہوتی ہی ہے، اگر وقت ضرورت بیماری کا سرٹیفکٹ لے لیا جائے، تو یہ جھوٹ نہیں ہے، اس کی گنجائش ہے۔[۱]

(۲) جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ پانی پر کیا پڑھا اور تعویذ میں کیا لکھا ہے، کیسے اس کا حکم

---

[۱] الكذب مباح لاحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض لان عين الكذب حرام، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا، ج:۹/ ص:۶۱۲/ كتاب الحظر والاباحة. اتحاف السادة شرح احياء ص:۵۲۳، ج:۸، كتاب آفات اللسان، بيان مايرخص من الكذب، مطبوعه دارالفكر بيروت، فقال انى سقيم الآية، سورة الصّٰفّٰت رقم الآية ۸۹، المسئلة الثانية: افادة الآية جواز التورية عند الضرورة بالفعل والقول الى قوله وقوله عليه الصلوة والسلام، ''انى سقيم'' تورية القول فانه اراد به مرضا يعتريه فى قابل الزمان ولا اقل من الموت فان الموت لايخلو عن مرض عادة و او همهم انه سيمرض الآن وذلك جائز عند الضرورة اجماعا الخ، احكام القرآن للشيخ التهانوى ص:۵، ج:۴، مطبوعه ادارة القرآن كراچى،

لکھا جائے، گندے کام جادو کا اثر دور کرنے کے لئے بعض آدمی غلط چیزیں بھی کرتے ہیں، بعض قرآن کریم اور حدیث شریف کی دعائیں استعمال کرتے ہیں، اس لئے دونوں کا حکم الگ الگ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۹۵ھ

طاعون وچیچک سے حفاظت کے انجکشن

سوال:۔ کسی علاقہ میں اگر طاعون پھیلا ہوا ہو یا چیچک کا مرض پھیلا ہوا ہو تو اس حالت میں انجکشن لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحفظ کیلئے علاج کے طور پر جیسے اور جائز تدابیر اختیار کی جاتی ہیں یہ بھی جائز ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۹۱ھ

---

[1] لابأس بالمعاذات اذا کتب فیها القرآن او اسماء اللّٰه تعالیٰ اله قوله وانما تکره العوذة اذا کانت لغیر لسان العرب ولایدری ماهو ولعله یدخله سحر او کفر اوغیر ذٰلک ،شامی زکریا ج۹/ ص۵۲۳/ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی النظر والمس. مرقاة المفاتیح ص ۴/۵۰۱، کتاب الطب والرقی، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، فتح الباری ص ۱۱/۳۵۲، رقم الحدیث:۵۷۳۵، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات،

[2] الاشتغال بالتداوی لابأس به. عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۵۴/ کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات. المحیط البرهانی ص ۸/۸۱، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، طبع مجلس علمی ڈابهیل، مرقاة المفاتیح ص ۴/۴۹۴، کتاب الطب والرقی، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

تسکین جذبات کے لئے علاج

سوال:- میرا نفس کمزور ہے شادی نہیں کی، مگر کبھی کبھی زنا کی خواہش ہوتی ہے۔ اس حالت میں کیا کروں؟ تبلیغی جماعت کے ساتھ دینی کام کرتا رہتا ہوں۔ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اتنی کمزوری ہے کہ شادی کر کے بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے تو کسی حکیم سے مل کر نبض دکھا کر اپنے لئے ایسی دوا تجویز کرالیں کہ جذبات میں سکون رہے[1] معصیت کا ارتکاب نہ ہو۔ جماعت سے نماز بھی برابر پڑھا کریں[2]۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی دینی کام کرتے رہا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کے لئے طبی معائنہ

سوال:۔ کیا کسی مسلمان ڈاکٹر کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ بیمہ زندگی کارپوریشن کی جانب

---

[1] الثانی عدم خوف الجور فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لولم یتزوج وخوف الجور لو تزوج قدم الثانی، فلا افتراض بل مکروہ البحرالرائق کوئٹہ س ۳/۷۹، اول کتاب النکاح، فتح القدیر ص۳/۱۸۷، کتاب النکاح، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[2] عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ متفق علیہ، مشکوۃ شریف ص ۱/۹۵، باب الجماعۃ وفضلھا، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

سے مقرر ہوکر ان لوگوں کی صحت کا معائنہ کرے جن کا بیمہ ہونا ہے، ڈاکٹر کو ہر معائنہ کے عوض فیس کارپوریشن کی جانب سے دی جاتی ہے، معائنہ کرنے سے پہلے یا بعد میں ڈاکٹر کو کوئی مطلب نہیں رہتا، وہ تو صرف ان باتوں کی تصدیق یا تشخیص کرتا ہے جس کا اعلان بیمہ کرانے والا اپنی درخواست میں اپنی صحت کے بارے میں کرتا ہے، ہندوستان میں بیمہ کارپوریشن حکومت کی جانب سے چلائے جانے والا ایک ادارہ ہے، اور ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے، متذکرہ بالا طور پر ہوئی آمدنی کو ڈاکٹر اپنے کام میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس مصرف میں صرف کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زندگی کا بیمہ ناجائز ہے[1]، ڈاکٹر معائنہ کرنے کی فیس لیتا ہے وہ جائز ہے[2]، اس کو اپنے ہر کام میں خرچ کرسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۶ھ

---

[1] کیونکہ اس میں سود اور قمار دونوں ہے، اس لئے ناجائز ہے، اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا، سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/ امدادالفتاویٰ ج۳/ص ۱۶۱/ کتاب الرویا، حکم بیمہ کمپنی، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند، امداد المفتیین ص ۲/۸۵۲، کتاب الربا والقمار، بیمہ زندگی، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ایضاح النوادر ص ۱۳۲، ۱۳۳، حصۂ اول، جیون بیمہ کا شرعی حکم، مکتبہ الاصلاح مرادآباد،

[2] ویصح استئجار الطبیب لمعالجة معلومة وله ماسمی وان لم تبرأ، البحرالزخار ج۵/ ص ۷۱/ مطبوعه بیروت لبنان، کتاب الاجارة،باب اجارة الآدمیین، الفتاوی الخیریة علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیه کراچی ص ۲/۱۸۲، کتاب الاجارة، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۴۵۰، کتاب الاجارة، مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة،

مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا

سوال:۔ایک مشرک ڈاکٹر یاوید روزانہ علی الصبح اُٹھ کر اپنے معبود بتوں کی پرستش کر کے ان سے اپنے پاس آنے والے مریضوں کی شفاء کے لئے مدد مانگے ایسے مشرک ڈاکٹر یاوید سے مسلم اور غیر مسلم دونوں علاج کراتے ہیں، اوراس سے شفاء پاتے ہیں، اب بات یہ ہے کہ مذہب اسلام میں غیر مذہب سنت سادھو پنڈت وید یاڈاکٹر کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا ہومگراس سے ایک ادنیٰ مسلمان ہزاروں درجہ بہتر ہے،تو کیا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ ایسے ہندو ڈاکٹر یاوید وغیرہ سے علاج کرائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگروہ ڈاکٹری اورطب کے ذریعہ علاج کرے تو اس کے کرنے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ بزرگی سے اس کا تعلق نہیں، بلکہ فن اور تجربہ سے ہے[1]، ہاں اگر کوئی اس کو غیر اللہ کی پرستش کی وجہ سے بزرگ اور مقبول سمجھتا ہے، اوراسی وجہ سے علاج کراتا ہے،تو اس کی اجازت نہیں، یہ خطرناک ہے[2]، ایمان کی دولت سے جو مجرد ہو وہ ہرگز اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول

---

[1] ان المریض یجوز له ان یستطب بالکافر فیما عدا ابطال العبادة، شامی زکریا ص ۴۰۴، ج۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، النهرالفائق ص ۲۸/۱، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۸۲/۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

[2] وانما تکره العوذة اذاکانت لغیر لسان العرب ولایدری ماهوولعله یدخله سحر اوکفر اوغیر ذٰلک، شامی زکریا ج۹/ص ۵۲۳/ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی النظر. نووی شرح مسلم ص ۲۱۹/۲، کتاب الطب والرقی، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، مرقاة شرح مشکوة ص۵۰۷، ۵۰۹، ج۴، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

نہیں ہوسکتا، خواہ دنیا میں کتنا ہی مالدار اور تجربہ کار ہوجائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔

غیر مسلم سے جڑی بوٹی کی تحقیق

سوال:۔ایک جگہ ایک غیر مسلم کے بچے کو کسی ایک اجنبی آدمی نے جڑی بوٹی بتائی کہ تم یہ بوٹی ہر مرض والے کو دو گے، تو شفاء ہوگی، اس صورت میں ایک صوفی صاحب اس بچے کی خدمت میں پہنچ کر تحقیق کر کے واپس آئے ہیں، جڑی اس بچہ سے نہیں لیا، طبیعت کے خلاف پایا، اس صورت میں کوئی گناہ صادر ہوگا یا ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مسلم سے جڑی بوٹی دریافت کرنے سے ایمان میں خلل نہیں آتا، بلکہ علاج کرانے سے بھی خلل نہیں آتا[1]، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو معلومات وتجربات کی چیز ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان المریض یجوز له ان یستطب بالکافر فیما عدا ابطال العبادة، شامی زکریا ص ۴۰۴، ج۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، النهرالفائق ص ۲۸/۱، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۸۲/۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

[2] قال الشراح وفیه جواز مشاورة اهل الکفر فی الطب مرقاة شرح مشکوٰة، ج۴/ ص ۳۸۴/ کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، تحت حدیث ائت الحرث بن کلدة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. شرح الطیبی ص:۱۷۳، ج:۸، کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، مطبوعه زکریا دیوبند، بذل المجهود ص:۵، ج:۵، کتاب الطب، باب فی تمرة العجوة، مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور،

غیر مسلم معالج سے پیٹ کا آپریشن کرانا

سوال:۔ایک عورت ان کو تقریباً پانچ چھ برس سے پیٹ کی بیماری ہے جس کی وجہ سے کمزوری کی شکایت رہتی ہے، اور ٹی بی کا اثر وقتاً فوقتاً ہوتا ہے، علاج بھی جاری ہے، اس کے باوجود کوئی فائدہ نہیں ہے، ڈاکٹر کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس عورت کے پیٹ کا آپریشن نہیں کیا جائے گا، تو عورت کا بچنا مشکل ہے، ڈاکٹر مسلم تو نہیں ہے، لیکن اخلاق کے اعتبار سے اور ان کے خیالات بھی اچھے ہیں، لہٰذا اس بارے میں آپ خلاصہ لکھئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مسلم سے بھی علاج کے لئے آپریشن کرانا جائز ہے[1]، مسلمان معالج مل جائے تو وہ مقدم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ ۲/۴/۹۲ھ

---

[1] عن سعد قال مرضت مرضا اتانی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعود نی الی اٰخرہ وھذا الحدیث یدل علی جواز الاستعانۃ باھل الذمۃ فی الطب (بذل المجھود، ج۵/ص ۵/ کتاب الطب، باب فی تمرۃ العجوۃ، ان المریض یجوز لہ ان یستطب بالکافر فیما عدا ابطال العبادۃ، شامی زکریا ص ۳/۴۰۴، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، النھر الفائق ص ۲/۲۸، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲/۲۸۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض)

[2] ولاضرورۃ تدعو لمباشرۃ مع وجود الطبیب المسلم فیمنع ذالک واللہ الموفق، المدخل لابن الحاج ص ۴/۱۱۱، فصل الکحال والطبیب الکافرین، مطبوعہ مصر،

مسلم دائی کو غیر مسلموں کے یہاں جانا

سوال:۔ایک گاؤں میں ایک مسلم عورت دائی ہے گاؤں میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قوم آباد ہیں، جس میں غیر مسلموں میں چار بھنگی بھی ہیں، اب تک دائی غیر مسلموں بھنگیوں اور ہریجنوں کو چھوڑ کر سب کے یہاں جاتی ہے ہریجنوں اور بھنگیوں کو اس بات کی ضد ہے کہ جبکہ دائی پورے گاؤں کی ہے، تو وہ ہمارے یہاں کیوں نہیں آتی، وہ اسکے خلاف گورنمنٹ میں درخواست دینا چاہتے ہیں، وہ غریب عورت ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ ہریجنوں کے گھر جائے یا نہ جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ ہریجنوں کے یہاں بھی آئے اور اپنی خدمت انجام دے تب بھی گناہ نہیں، بلکہ اگر اسلامی اخلاق اور مروت کا معاملہ کرے تو انشاء اللہ اچھا اثر پڑے گا۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۴ھ

---

[1] یستفاد منه وعیادته یعنی تجوز عیادة الذمی المریض لما روی ان یهودیا مرض بجوار النبی ﷺ فقال قوموا بنا نعود جارنا الیهودی فقاموا ودخل النبی ﷺ وقعد عند رأسه وقال له قل اشهد ان لااله الا الله وان محمدا رسول الله فنظر المریض الی ابیه فقال اجبه فنطق بالشهادة فقال ﷺ الحمد لله الذی انقذبی نسمة من النار الحدیث ولان العیادة نوع من البر وهی من محاسن الاسلام فلا بأس بها الی قوله ولو کان مجوسیا لایعوده لانه ابعد عن الاسلام، وقیل یعوده لان فیه اظهار محاسن الاسلام وترغیبه فیه، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل، فتح الباری ص ۱۱/۲۶۰، باب عیادة المشرک، کتاب المرضیٰ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۸، ۵/۳۴۷، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة.

اسپتال میں ولادت

سوال:۔ زید کی منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندوبست کیا، لیکن بچہ کسی طرح نہ ہوا، مجبوراً اسپتال لیجانا پڑا، اور آپریشن کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ہوئی، اسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں، دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں زید کیا کرے؟ اسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ کمی ہوسکتی ہے، زید کے پاس کچھ نہیں، قرض لیکر ہی بندوبست کیا جاسکتا ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب جان کے لالے پڑجائیں تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۸۸ھ

---

[1] امرأة اصابتها قرحة فی موضع لایحل للرجل ان ینظر الیه لایحل ان ینظر الیها لکن تعلم امرأة تداویها فان لم یجدوا امرأة تداویها ولاامرأة تتعلم ذٰلک اذا علمت وخیف علیها البلاء اوالوجع اوالهلاک فانه یستر منها کل شئی الاموضع تلک القرحة ثم یداویها الرجل ویغض بصره مااستطاع الاعن ذٰلک الموضع عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۰، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیمایحل للرجل النظرالیه، الدرالمختارمع الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۳۳/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی النظر والمس، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۰۹، ج۳، کتاب الحظر والاباحة، باب فی یکره من النظر والمس،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم: حرام اشیاء کے ذریعہ علاج

تداوی بالمحرم

سوال:۔اگر کوئی شخص مسلمان سخت بیمار ہو اور جاں کنی کی حالت ہو اور حکیم بتلائے کہ اگر اس کو اتنی مقدار شراب پلا دو تو شاید اس کو آرام ہو جائے، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیندار اور تجربہ کار ماہر فن معالج تجویز کرے کہ شفاء صرف شراب میں منحصر ہے، اور کسی طرح شفاء نہیں ہو سکتی تو بقدر ضرورت دواء کے طور پر شراب کا استعمال درست ہے ورنہ نہیں۔ کذافی ردالمحتار[1] ج ۱/ص ۱۴۷/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

---

[1] اختلف فی التداوی بالمحرم الیٰ قوله وقیل یرخص اذاعلم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیه الفتویٰ .الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ، ج ۱/ص ۳۶۵-۳۶۶/ مطبوعه کراچی، ج ۱/ص ۲۱۰/ باب المیاه مطلب فی التداوی بالمحرم عالمگیری ،ج۵/ص ۳۵۵/ الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات ،الخ مطبوعه کوئٹه. خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۰۴، کتاب الحظر والاباحة،

تداوی بالمحرم کی ایک خاص صورت

سوال: ۔متعدد اشخاص کی زبانی معلوم ہوا کہ گھوڑی جب بچہ جنتی ہے، تو اس کے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کٹ کر گر جاتا ہے، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زبان کا حصہ ہوتا ہے، اس ٹکڑے کو گھس کر پلانے سے متعدد امراض سے افاقہ ہو جاتا ہے، تو عرض ہے کہ دواءً اس کا پلانا مریض کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس واقعہ کی تو تحقیق نہیں ہے البتہ اس کی زبان جو کٹ کر گر جائے وہ مردار اور حرام ہے[1]، اگر دیندار ماہر معالج تجویز کرے کہ فلاں مرض سے صحت حرام چیز میں منحصر ہے، کسی اور طرح شفاء نہیں ہو سکتی تو بدرجۂ مجبوری بقدر ضرورت ایسی دوا کا استعمال کرنا درست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی کمیتة الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ ص۴۵۰/ مطبوعه کراچی ج۶/ص۳۱۰/ قبیل کتاب الاضحیة. الدرالمنتقیٰ مع المجمع الانهر ص۱۶۵/۴، کتاب الذبائح، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۵/۲۹۱، کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات،

[2] اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیر یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء آخر. شامی زکریا ج۱/ص۳۶۵/ مطبوعه کراچی ج۱/ص۲۱۰/ باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم. یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاءه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه، شامی زکریا ص۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداویل والمعالجات،

شراب برائے علاج

اور بلا عذر شراب نوشی سے معافی کی صورت

سوال:۔شراب نوشی شریعت کی رو سے حرام ہے، اگر کسی معقول وجہ سے یا صحت کی درستگی کی غرض سے کوئی ڈاکٹر شراب نوشی کا مشورہ دے، تو بھی کیا حرمت باقی رہے گی؟ اگر غلطی سے یا ساتھیوں کے چکر میں آکر شراب پی لے تو کیا معافی کی کوئی صورت نہیں، اگر ہے تو کیا ہے؟ ہم فوجی ہیں ہمیں مفت شراب دی جاتی ہے، اور سبھی کوئی پیتے بھی ہیں، لیکن پینے کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ زیادہ مقدار میں ڈالڈا برداشت نہیں ہوسکتا، اس لئے پیتے ہیں کیا اس صورت میں جواز کی صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شراب کا پینا حرام اور موجب لعنت ہے[1]، مفت ملی ہوئی شراب یا ساتھیوں کی خاطر ہو

---

[1] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لعن اللّٰہ الخمر وشاربھا وساقیھا الخ .(مسند احمد ابن حنبل ،ج۲/ص۹۷/ مسند عبداللّٰہ ابن عمر ،مطبوعہ دارالفکر، ابن ماجہ شریف ص ۲۴۲/۲، ابواب الاشربۃ، باب لعنۃ الخمر علی عشرۃ اوجہ، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

ترجمہ:-حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں شراب پر شراب پینے والے پر اور پلانے والے پر۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام الخ مسلم ،ج۲/ص ۱۶۷/ باب بیان ان کل مسکر خمر الخ. مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، ابن ماجہ شریف ص ۲۴۲/۲، ابواب الاشربۃ، باب کل مسکر حرام، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مشکوۃ شریف ص۳۱۷، باب بیان الخمر ووعید شاربھا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ:-حدیث، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

ہرگز جائز نہیں، کبیرہ گناہ ہے، شریعت کا حکم نافذ ہو تو کوڑے لگائے جائیں[1]، اگر کوئی شخص بیمار ہے، اور دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شراب کے علاوہ کوئی علاج نہیں، تو مجبوراً بطور دوا بقدرِ ضرورت گنجائش ہے[2]، کسی غلطی سے بلا اجازت شرع پی لی ہو تو غسل ووضو کرکے دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر دل سے نادم ہوکر خدائے پاک کے ساتھ اپنی غلطی اور گناہ کا اقرار کرتے ہوئے، سچی توبہ کی جائے، اور پختہ عہد کیا جائے، کہ زندگی بھر آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کریگا، بار بار توبہ استغفار کرتا رہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادینگے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واما شرائط جواز اقامتها فمنها مايعم الحدود الى قوله فهو الامامة وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاه الامام، بدائع زكريا ص ۵/۵۲۴، كتاب الحدود، شرائط جواز اقامتها، حد السكر والخمر ولو شرب قطرة ثمانون سوطا لاجماع الصحابة رضى الله عنهم الخ، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۸، باب حد الشرب، كتاب الحدود،

[2] اختلف فى التداوى بالمحرم ففى النهاية عن الذخيرة يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر شامى زكريا ج ۱/ص ۳۶۵/ مطبوعه كراچى ج ۱/ص ۲۱۰/ باب المياه، مطلب فى التداوى بالمحرم. التداوى بالخمر اذا اخبر طبيب حاذق ان الشفاء فيه جاز فصار حلالا الخ، البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، وفى الشامى يجوز للعليل شرب البول الى قوله اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاء ه فيه الخ، شامى زكريا ص ۹/۵۵۸، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات،

[3] صلاة الاستغفار لمعصية وقعت منه الى قوله ان رسول الله ﷺ قال مامن عبد يذنب ذنبا فيتوضا ويحسن الوضوء ثم يصلى ركعتين فيستغفر الله الا غفرله، طحطاوى على المراقى ص ۳۲۶، فصل فى تحية المسجد وصلاة الضحى، مطبوعه مصر، التوبة مااستجمعت ثلاثة امور ان يقلع عن المعصية وان يندم على فعلها وان يعزم عزما جازما على ان لا يعود الى مثلها ابدا، روح المعانى ص ۱۵/۲۳۵، سورة التحريم رقم الآية:۸، مطبوعه دارالفكر بيروت، شرح نووى على مسلم شريف ص ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، مطبوعه رشيديه دهلى،

بیمار کے لئے شراب کا استعمال

سوال:۔ اگر کوئی شخص بیمار ہے اور شراب سے اس کو وقتی طور پر یا مستقل شفا ہے تو مریض کو شراب استعمال کرنی لازم ہے، (یہ بات نماز جمعہ میں امام صاحب نے کہی ہے) سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ شراب، سور، زنا، سود، ان چاروں حرام چیزوں میں سے کیا چیز کن حالات میں جائز ہے، یا ان حرام اشیاء کے کسی ایک چیز کے استعمال کے بجائے مرجانا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا (الایۃ)[1] سود لینا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے، "وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"[2] اور سور کھانا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام ہے "**قل لا اجد فیما اوحی الی محرماً علیٰ طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر الخ**"[3] شراب پینا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے "**انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه**"[4] الایۃ اگر اضطرار کی حالت ہو کر جان بچ ہی

---

[1] سورۃ اسراء آیت ۳۲/ **ترجمہ**:-اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (از بیان القرآن)

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:-اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[3] سورۂ انعام آیت ۴۵/ **ترجمہ**:-آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں، ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت ہو۔ (از بیان القرآن)

[4] سورہ مائدہ آیت ۹۰/

ترجمہ:-بات بھی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

نہ سکتی ہو تو جان بچانے کی مقدار مردار، سور، شراب کا استعمال کرنا درست ہے[1]، نیز حاذق دیندار معالج تجویز کردے کہ بیمار کیلئے شفا فلاں حرام میں منحصر ہے تو دوا کے طور پر اجازت ہے۔ کذا فی ردالمحتار[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ

مریض کے لئے شراب کا حکم

سوال: ۔عمرو مرنے کے قریب ہے اور اس کو حکیم یا ڈاکٹر نے بتلایا کہ اس کو اگر شراب پلا دو تو شاید اس کی جان بچ جائے، ایسے وقت میں ایسا کرنا شرعی حکم کیا ہے، اور عمرو کہتا ہے کہ مرجاؤں گا شراب نہیں پیونگا، اس کا ایسا کہنا اور مرجانا کیسا ہے؟

---

[1] الاکل للغذاء والشرب للعطش ولومن حرام اومیته اومال غیره وان ضمنه فرض لکن مقدار مایدفع الانسان الهلاک عن نفسه الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۹/ص ۴۸۸/ مطبوعه کراچی، ج۶/ص ۳۳۸/ اول کتاب الحظر والاباحة. عالمگیری کوئٹه ص۳۳۷، ۵/۳۳۸، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الاکل ومایتصل به احکام القرآن للجصاص ص۱۲۷/۱، ذکر الضرورة المبیحة لآکل المیتة، ایضاً ص۱۲۹/۱، المضطر الی شرب الخمر، ایضاً ص۱۳۰/۱، باب فی مقدار مایأکل المضطر، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت،

[2] اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیرة یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء آخر، شامی زکریا ج۱/ص۳۶۵/ مطبوعه کراچی، ج۱/ص۲۱۰/ باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم. الحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع شامی زکریا ص۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، نیز ملاحظہ ہو ''عنوان'' شراب برائے علاج اور بلا عذر شراب نوشی''، رقم الحاشیة: ۳،

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حالت میں کہ حکیم یا ڈاکٹر کو بھی شراب پلانے کے باوجود شفا کا یقین نہیں، تو محض ان کے کہنے سے کہ شاید جان بچ جائے، شراب پینا درست نہیں، عمرو کا انکار صحیح ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوا میں شراب کا استعمال

سوال:۔ ایک طبیب مسلمان بعض امراض سے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتے ہیں، دوا میں شراب کا استعمال کراتا ہے، جو کہ نجس ہے اور اس شراب کی حالت ضماد ہی میں بغیر دھوئے ہوئے نماز کا حکم دیتا ہے، کہ ایسی ہی حالت میں پڑھو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

طبیب مذکور اگر یہ کہتا ہے کہ اس مرض کیلئے کوئی دوا حلال نہیں ہے، بلکہ شفاء شراب ہی میں منحصر ہے تو شراب کا ضماد درست ہے، اور اس کے دھونے میں اگر ضرر کثیر ہو تو بغیر دھوئے نماز درست ہے ''واختار فی النهاية والخانية الجواز (التداوی بالمحرم)

---

[1] ولو ان مريضا اشار اليه الطبيب بشرب الخمر قال الفقيه عبدالمالک حاکيا عن استاذه انه لايحل له التناول عالمگيری کوئٹه، ج۵/ص۳۵۵/ الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، کتاب الحظر والاباحة. التداوی بالمحرم يجوز ان علم فيه شفاء ولم دواء آخر وظاهر المذهب المنع ومحمول علی المظنون، الدرالمختار مع الشامی زکريا ص۳۶۶، ۱/۳۶۵، کتاب الطهارة، باب المياه، مطلب فی التداوی بالمحرم، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۵، کتاب الکراهية، فصل فی البيع،

اذا علم فیه الشفاء ولم یجد دواء غیره شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

شراب کا دواءً خارجی استعمال

سوال:۔ بدن پر شراب کی مالش جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بہت سے لوگ اپنا تجربہ بتلاتے ہیں کہ اس کے استعمال سے چوٹ وغیرہ کا درد ختم ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شراب کی مالش ناجائز ہے[2]، چوٹ کے درد کیلئے دوسری دوائیں بھی مجرب ہیں[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۵/۲/۸۹ھ

---

[1] شامی زکریا ج۷/ص۲۶۴/ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت الخ. عالمگیری کوئٹہ ص۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، البحرالرائق کوئٹہ ص۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹہ ص۳/۴۰۴، کتاب الحظر والاباحة،

[2] ولایجوز ان یداوی بالخمر جرحا الخ عالمگیری کوئٹہ ج۱/ص۳۵۵/ الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ. کتاب الکراهیة. الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، هدایه ص۴/۴۹۹، کتاب الاشربة، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص۴/۲۵۲، کتاب الاشربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[3] عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لکل داءٍ دواء فتداووا ولاتداوو بحرام، مشکوة شریف ص۳۸۸، کتاب الطب والرقی الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص۲/۵۴۱، کتاب الطب باب فی الادویة المکروهة، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند،

ڈاکٹری دوائی میں شراب کی آمیزش

سوال:۔ایک مسلمان ڈاکٹر سے سنا ہے کہ انگریزی جتنی بھی پینے کی دوا ہے سب میں شراب کی آمیزش ضرور ہے، تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو ڈاکٹری علاج اور انگریزی دوا کا استعمال شریعت پاک کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شرعی ثبوت سے تحقیق ہو جائے کہ حلال دوا میں شراب ہے تو اس کا پینا درست نہیں[1]، بلا تحقیق حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۲ھ

ہومیو پیتھک کی حرام دوا کا استعمال

سوال:۔ایک قطرہ کتیا کا دودھ یا ایک قطرہ خون سل کے مریض کا یا ایک قطرہ پیپ کا

---

[1] وحرم قليلها وكثيرها بالاجماع الىٰ ماقال ولايجوز بها التداوى علىٰ المعتمد الخ درمختار على الشامى ج ۱۰/ص ۲۷-۳۰/ كتاب الاشربة. مجمع الانهر ص ۲۵۲/۴، كتاب الاشربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هداية ص ۴۹۹، ۴/۴۹۷، كتاب الاشربة، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند،

[2] من شك فى انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن الىٰ قوله وكذا مايتخذه أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والا طعمة والثياب الخ شامى زكريا ج ۱/ص ۲۸۳/ كتاب الطهارة، قبيل مطلب فى ابحاث الغسل. تاتارخانية كراچى ص ۱۴۶/۱، كتاب الطهارة، الفصل الاول، نوع فى مسائل الشك، عليك بترك الحرام المحض فى هذا الزمان فانك لاتجد شيئا لاشبهة فيه، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۶۴، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون فى البيع الاستيام،

اگر قطرہ اسپرٹ میں ملا دیا جائے، تو ان دواؤں کا استعمال مسلمانوں کے لئے یا غیر مسلموں کے لئے کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دوا حرام ہے اس کا استعمال کرنا اور کرانا جائز نہیں، نہ مسلم کے لئے نہ غیر مسلم کے لئے، حرام چیز جانور کو بھی کھلانا منع ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ مردار چوہا بلی کے سامنے بھی لاکر نہ ڈالا جائے،[1] اگر کوئی ایسا مرض کسی کو لاحق ہو کہ مسلم حاذق متدین معالج بتائے کہ شفاء اسی دوا میں منحصر ہے، تو پھر گنجائش ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۸۵ھ

---

[1] لایجوز الا نتفاع بالمیتة علی ای وجه ولا یطعمها الکلاب والجوارح. عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۴۴/ کتاب الحظر والاباحة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات. کما فی الکلب والمیتة، فانه ان دعاه الیها فلا بأس به وان حملها الیه لایجوز، مجمع الانهر ص ۴/۲۵۳، کتاب الاشربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص ۴/۴۹۹، کتاب الاشربة، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند،

[2] اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیره یجوز ان علم فیه شفاء ویعلم دواء آخر شامی زکریا، ج ۱/ص ۳۶۵/ مطبوعه کراچی ج ۱/ص ۲۱۰/ باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم. التداوی بالخمر اذا اخبر بطبیب حاذق ان الشفاء فیه جاز فصار حلالا الخ، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، یجوز للعلیل شرب البول الی قوله اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاء ه فیه الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال

سوال:۔عرض یہ ہے کہ ہومیو پیتھک دوائیں اپنی فروخت کے لئے خریدی، پھر اس کے فارمولے پر نظر کی تو ایک شربت کی بوتل میں ۱۷٪ فیصد الکحل لکھا ہوا پایا، اس الکحل کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل نہیں براہ کرم رہبری فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الکحل کے متعلق ذاتی کوئی تحقیق نہیں مختلف آدمیوں سے مختلف باتیں سنی ہیں، کسی نے بتایا کہ شراب کا جوہر ہے، کسی نے بتایا کہ یہ شراب کی ایک قسم ہے، کسی نے بتایا کہ یہ کوئیلہ سے بنایا جاتا ہے، جب تک یہ تحقیق نہ ہوجائے کہ یہ اشربہ محرمہ میں سے کوئی شراب ہے، اس وقت تک اسکی حرمت کا فتویٰ دینا مشکل ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۴/۱۴۰۶ھ

---

[1] حکم الکحول المسکرة التی عمت بها البلویٰ الیوم فانها تستعمل فی کثیر من الادویة والعطورات والمرکبات الاخریٰ فانها ان اتخذت من العنب او التمر فلا سبیل الی حلتها او طهارتها وان اتخذت من غیرها فالامر فیها سهل علی مذهب ابی حنیفةؒ ولایحرم استعماله للتداوی او الاغراض مباحة اخریٰ الی قوله وان معظم الکحول التی تستعمل الیوم فی الادویة والعطور وغیرها لاتتخذ من العنب او التمر انما تتخذ من الحبوب او القشور او البتول وغیره الی قوله فحینئذ هنالک فسعة فی الاخذ بقول ابی حنیفة رحمه الله عند عموم البلوی، تکملة فتح الملهم کراچی ص ۳/۶۰۸، کتاب الاشربة، مزید الکحل کی تفصیل دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو حاشیة امداد الفتاویٰ ج ۱/ص ۱۳۰/ مطبوعه زکریا دیوبند، منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱/ص ۳۹۶-۳۹۵/ مطبوعه اسلامک اکیڈمی دهلی، نظام الفتاوی ص ۱/۳۶۱، انگریزی دوا کے استعمال کا حکم، مطبوعه اصلاحی کتب خانه دیوبند، ایضاح النوادر ج ۱/ص ۱۲۵/ مطبوعه مکتبه الاصلاح مرادآباد، بهشتی زیور مکمل ومدلل حصه نهم ص ۱۰۲، ۱۰۱، طبی جوهر ضمیمه ثنیه "شراب آمیز انگریزی ادویات اور هومیوپیتهک دوا کا حکم، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند،

ہومیو پیتھک دوا کا استعمال

سوال:۔ ہومیو پیتھک کی دواؤں کے استعمال سے بعض لوگ منع کرتے ہیں، اس کے متعلق علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان میں کسی ناپاک حرام چیز کی آمیزش ثابت نہ ہو تو درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گدھی کا دودھ علاج کے لئے

سوال:۔ زید عرصہ سے بیمار ہے، اب ایک ہندو ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جب تک دوا کے ساتھ گدھی کا دودھ نہ پیو گے قطعی آرام نہ ہوگا، اب اس بیمار کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیندار تجربہ کار معالج تجویز کرے کہ یہی علاج ہے اور کوئی علاج نافع نہیں تو

---

[1] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن الی قوله وکذا مایتخذه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب .شامی زکریا ج ۱/ص ۲۸۴/ مطبوعه کراچی ج ۱/ص ۱۵۱/ کتاب الطهارت، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل. تاتارخانیة کراچی ص ۱۴۶/۱، کتاب الطهارة، الفصل الاول نوع فی مسائل الشک علیک بترک الحرام المحض فی هذا الزمان فانک لا تجد شیئا لاشبهة فیه، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۶۴، کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام، نیز ملاحظہ ہو حاشیہ تحت عنوان ''ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال''

درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۸۷ھ

بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا

سوال:۔ کسی تکلیف کے باعث شوہر کو اپنی بیوی کا دودھ خالص یا کسی اور نسخہ کے ساتھ حلق اور آنکھ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں اپنی عورت کا ہو یا کسی اور عورت کا ہو سب کا ناجائز ہے[2] لیکن اس سے حرمت

---

[1] اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیرة یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء آخر. شامی زکریا ج: ۱/ص: ۳۶۵/ مطبوعه کراچی ج: ۱/ ص: ۲۱۰/ باب المیاه، مطلب فی التداوی بالمحرم. یجوز للعلیل شرب البول الی قوله اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاءه فیه شامی زکریا ص: ۵۵۸، ج: ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص: ۳۵۵، ج: ۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، وفی البحر اذا اخبره طبیب حاذق الخ، البحر الرائق کوئٹه ص: ۲۰۵، ج: ۸، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،

[2] لایجوز الانتفاع به ای بلبن المرأة للتداوی، شامی زکریا ج۴/ص ۳۹۸/ مطبوعه کراچی ج۳/ص ۲۱۱/ باب الرضاع تحت بحث لایجوز التداوی بالمحرم الخ. البحر الرائق کوئٹه ص ۳/۲۲۳، کتاب الرضاع، شرح منظومة ابن وهبان ص ۱/۱۳۵، تنبیه تحت فصل من کتاب الرضاع، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند، فتح القدیر ص ۶/۴۲۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالفکر بیروت،

رضاعت ثابت نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

بکری کے پتہ میں سرمہ لگانا

سوال: ۔بکری کے پتہ میں دوائیں ملا کر بطور عرق کے آنکھ میں ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو صورت ہو وہ لکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکری کا پتہ کھانا تو ناجائز ہے،[2] لیکن سرمہ وغیرہ میں ملا کر آنکھ میں لگانے کی گنجائش ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۹۱ھ

---

[1] واذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۳/۱، کتاب الرضاع، هداهی ص ۳۵۰/۲، کتاب الرضاع، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، فتح القدير ص ۴۴۴/۳، کتاب الرضاع، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] کره تحريما من الشاة سبع الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۱۰/ص ۴۷۸/ مطبوعه کراچی، ج۶/ص ۷۴۹/ کتاب الخنثیٰ مسائل شتی، ملتقی الابحر مع المجمع الانهر ص ۴۸۹/۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، زيلعی ص ۲۲۶/۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه امدادیه ملتان،

[3] ادخل المرارة فی اصبعه للتداوی قال ابوحنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ لايجوز وعندابی يوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ يجوز وعليه الفتویٰ .عالمگیری کوئٹہ، ج۵/ص ۳۵۶/ کتاب الحظر والاباحة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ، خانية علی هامش الهندية ص ۴۰۳/۳، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه کوئٹہ، فتاوی البزازية علی هامش الهنديه کوئٹہ ص ۳۶۷/۶، کتاب الکراهية، نوع فی التداوی،

حرام گوشت، چربی کا بطور دوا استعمال کرنا

سوال:۔ (۱) زید بیمار ہے اکثر ڈاکٹر وحکماء نے بتایا ہے کہ سور کا گوشت وتاڑی کو استعمال کرو، کیا گوشت سور وتاڑی کا استعمال کرنے سے شریعت روکتی ہے، یا نہیں؟ نیز لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی دواؤں میں شراب کا جزو ہوتا ہے، اس کو استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) تاڑی کی مشین میں بسکٹ وتال وغیرہ بنائے جاتے ہیں، نیز ولائتی بسکٹ میں احتمال ہے کہ سور وغیرہ کی چربی ملی ہوتی ہے، نیز وہ چیزیں جو ولایت سے کھانے کی تیار ہوکر آتی ہیں، نہ معلوم اس میں کیا چیزیں ہوتی ہیں، ایسی چیزوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں، ولایتی کمبل میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ سور یا کتے کا رواں ملا ہوتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر حاذق دیندار مسلم طبیب یا ڈاکٹر تجویز کردے کہ بغیر سور کے گوشت کے شفاء ممکن نہیں اور کوئی دوسری حلال چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، تو اس کا استعمال درست ہے اور تاڑی میں اگر شراب کی طرح نشہ ہے، تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اگر اس میں نشہ نہیں تو اس کا استعمال بلا شرط مذکور بھی درست ہے، کذا فی الہندیہ[۱] ص ۲۳۶/ کتاب الکراہیۃ انگریزی دواء میں اگر شراب ہونے کا یقین ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر یقین نہیں محض شبہ ہے تو احتیاط اولیٰ ہے، ضرورت شدیدہ مثل مذکورہ بالا میں اس کا استعمال درست ہے۔

(۲) اگر نشہ آور تاڑی جو کہ حرام ہے اس میں ڈالی گئی ہے، اس کا استعمال ناجائز ہے

---

[۱] یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم أن شفاءَه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه(عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۵۵/الباب الثامن عشر، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص ۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

اور دوسری اشیاء میں بھی اگر کسی ناجائز چربی وغیرہ کا ڈالا جانا یقینی ہے، تو اس کا استعمال ناجائز ہے، اگر نہ ڈالا جانا یقینی ہے تو اس کا استعمال جائز ہے، اور محض شبہ کی وجہ سے ناجائز کا حکم نہیں لگایا جاسکتا[1]، البتہ احتیاط بہتر ہے "دع مایریبک الیٰ مالا یریبک"[2] کمبل اور دوسرے کپڑوں میں بھی اگر ناپاکی یقینی ہے تو بغیر باقاعدہ پاک کئے ان سے نماز درست نہیں اگر یقینی نہیں بلکہ شبہ ہے تو احتیاط کے خلاف ہے[3]، اگر رواں سور کا یقیناً ہے تو وہ ناپاک ہے، کسی طرح پاک نہیں ہوسکتا[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وکذا طاهر مالم يستيقن مايتخذه اهل الشرک اوالجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب ،شامی زکریا ،ج ۱/ص ۲۸۴/ مطبوعه کراچی، ج ۱/ص ۱۵۱/ کتاب الطهارت قبيل مطلب فی ابحاث الغسل. تاتارخانيه کراچی ص ۱۴۶/۱، کتاب الطهارة، الفصل الاول، نوع فی مسائل الشک، عليک بترک الحرام، المحض فی هذا الزمان، فانک لاتجد شيئا لاشبهة فيه، عالمگيری کوئٹه ص ۵/۳۶۴، کتاب الکراهية، الباب الخامس والعشرون فی البيع والاستيام،

[2] مشکوٰة شريف ص ۲۴۲/ باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، سنن الدارمی ص ۲/۳۱۹، کتاب البيوع، باب دع مايريبک الی مالا يريبک، مطبوعه دارالريان مصر، ترمذی شريف ص ۲/۷۸، باب بلاترجمة من ابواب الزهد قبيل ابواب صفة الجنة، مطبوعه اشرفی ديوبند،

ترجمہ:- جو چیز تجھ کو شک میں ڈالتی ہے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کر جو شک میں نہیں ڈالتی۔

[3] من شک فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولافهوطاهر مالم يستيقن، شامی زکريا ج ۱/ ص ۲۸۳/ مطبوعه کراچی ج ۱/ص ۱۵۱/ کتاب الطهارت، قبيل مطلب فی ابحاث الغسل، فتاوی التاتارخانية ص ۱۴۶/۱، کتاب الطهارة، الفصل الاول، نوع فی مسائل الثلث، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

[4] شعر الميتة غيرالخنزير علی المذهب الیٰ قوله طاهر وفی الشامية تحت قوله علی المذهب ای علی قول ابی يوسف الذی ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیکڑا اور کچھوا دوا کے طور پر کھانا

سوال: ۔کیکڑے کو جلا کر شہد میں ملا کر استعمال کرنا پرانی کھانسی اور دمہ میں بہت مفید بتلاتے ہیں، نیز ایسے ہی کچھوے کو پکا کر اسی مرض میں کھانے کو بہت مفید بتلاتے ہیں، تو کیا کیکڑا اور کچھوا حلال ہیں یا حلال نہ ہوں تو ان کا استعمال اس طرح پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پانی کے جانوروں میں احناف کے نزدیک مچھلی کے علاوہ کوئی اور جانور درست نہیں[1] کیکڑا اور کچھوا بھی درست نہیں[2] لیکن کیکڑا کو مار کر اگر جلا دیا جائے تو قلب ماہیت ہو کر اس کا حکم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....هو ظاهر الرواية ان شعره نجس الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ج ۱/ ص ۳۵۹/ مطبوعه كراچى ،ج ۱/ص ۲۰۶/باب المياه، مطلب فى احكام الدباغة، ان الخنزير بجميع اجزاء نجسة حيا وميتاً فليست نجاسته لمافيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير فى ظاهر الرواية ،شامى كراچى ج ۱۰/ص ۲۰۴/ مطبوعه زكريا ج ۱/ص ۳۵۷/ باب المياه مطلب فى احكام الدباغة. عالمگيرى كوئٹه ص ۲۴/۱، الباب الثالث ف المياه، الفصل الثانى فيما لايجوز به التوضو، كتاب الطهارة، خانية على هامش الهندية كوئٹه ص ۱۰/۱، كتاب الطهارة، فصل فيما يقع فى البئر

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] ولايوكل من حيوان الماء وهو الذى يكون مثواه وعيشه فى الماء عندنا الاالسمك بانواعه،مجمع الانهر، ج۴/ص ۱۶۲/ كتاب الذبائح ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۹۶/۵، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل وميما لايحل، مطبوعه امداديه ملتان، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۴۴۴/۹، كتاب الذبائح،

[2] ويحرم عليهم الخبائث وماسوى السمك خبيث ونهى بيع السرطان، هدايه ج۴/ ص ۴۴۲/ كتاب الذبائح.مجمع الانهر ص ۱۶۳/۴، كتاب الذبائح، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۹۶/۵، كتاب الذبائح، مطبوعه امداديه ملتان،

بدل جائے گا، اس کا کھانا ممنوع نہیں[1] ہوگا۔

کچھوا کھانا بھی درست نہیں[2]، لیکن اگر دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شفاء اسی میں منحصر ہے، تو اس کا کھانا درست ہوگا۔

"لایحل التداوی به ای بلبن المرأة فی العین الرمداء وفیه قولان قیل بالمنع وقیل بالجواز اذاعلم فیه الشفاء کمافی الفتح هنا"

"وقال فی موضع اٰخران اهل الطب یثبتون نفعاً للبن البنت للعین وهی من افراد مسئلة الانتفاع بالمحرام للتداوی کالخمر واختار فی النهایة والخانیة الجواز اذا علم فیه الشفاء ولم یجد دواء غیره .بحر شامی ج۴/ص۱۱۳/"[3]

"وهل یجوز شرب العلیل من الخمر للتداوی فیه وجهان کذا ذکرهٗ الامام التمرتاشی وکذا فی الذخیرة وماقیل ان الاستشفاء بالحرام حرام غیر مجری علیٰ اطلاقه وان الاستشفاء بالحرام انما لایجوز اذا لم یعلمان فیه شفاء

---

[1] لووقع انسان اوکلب فی قدر الصابون فصار صابونایکون طاهراً لتبدل الحقیقة ثم اعلم ان العلة عند محمد هی التغیر وانقلاب الحقیقة وانه یفتی به لعموم البلوی ومقتضاه عدم اختصاص ذٰلک الحکم بالصابون فیدخل فیه کل ماکان فیه تغیر وانقلاب حقیقة، شامی زکریا ج۱/ص۵۱۹/ باب الانجاس، طحطاوی علی المراقی ص۱۳۲، باب الانجاس والطهارة عنها، مطبوعه مصر، البحرالرائق کوئٹه ص۱/۲۲۷، باب الانجاس،

[2] ویحرم اکل کل ذی ناب اومخلب من سبع اوطیرالیٰ قوله والسلحفاة،مجمع الانهر، ج۴/ص۱۶۰/ کتاب الذبائح،فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۴۴۱، ۹/۴۴۳، کتاب الذبائح، زیلعی ص۲۹۵، ۵/۲۹۴، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل، مطبوعه امدادیه ملتان،

[3] شامی زکریا ج۷/ص۲۶۴/ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد الخ، مطبوعه کراچی ج۵/ص۷۱/ فتح القدیر ص۶/۴۲۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالفکر بیروت،

واما اذاعلم ولیس له دواءٌ غیره یجوز اھ شامی ج۴/ص ۲۱۵/"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۸۸ھ

بطور دواء گھونگھا کھانا

سوال:۔ گھونگھے کا کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ دق کے مریض کو کھلائیں گے تو اس کو کس طرح سے کھلائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گھونگھے کا کھانا شرعاً جائز نہیں[2]۔ لیکن اگر کوئی دیندار تجربہ کار معالج بتائے کہ اس کے سوا دوسرا کوئی علاج نہیں تو پھر بطور دوا کے اس کی اجازت ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی زکریا ج۷/ص ۴۸۰/ مطبوعہ کراچی ج۵/ص ۲۲۸/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب فی التداوی بالمحرم. البحرالرائق کوئٹہ ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراھیة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراھیة، الباب الثامن، عشر فی التداوی والمعالجات،

[2].....الحنفیة وھو قول الشافعیة، یحرم ماعد السمک، اعلاء السنن ص ۱۷/۱۸۷، کتاب الذبائح باب حرمة السمک الطافی، الرد علی ابن حزم فی احتجاجه بحدیث العنبر علی اباحة حیوان البحر کله، مطبوعه کراچی، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۲۸۹، کتاب الذبائح الباب الثانی مایؤکل، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۴۴۴، کتاب الذبائح،

[3]..... اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النهایة عن الذخیرة یجوزان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء أخر شامی زکریا ص ۳۶۵ ج ۱ مطبوعه کراچی ص ۲۱۰ ج ۱ باب المیاه مطلب فی التداوی بالمحرم، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراھیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ، مجمع الانهر ص ۴/۲۲۴، کتاب الکراھیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

دوا کے لئے بچھو کو جلانا

سوال:۔زندہ بچھو کو اسپرٹ میں ڈال کر دوا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اسپرٹ میں ڈالنے سے بچھوؤں کو زیادہ تکلیف ہوگی جان دیر میں نکلے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بچھو کو بھی بلا وجہ زیادہ تکلیف نہ دی جائے، مار کر اسپرٹ میں ڈال دیا جائے، پھر دوا بنالی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

خراطین وخاکستہ دوائی کا استعمال

سوال:۔امعاء الارض یعنی خراطین نیز خاکستہ یعنی عروسک کا داخلی استعمال کیسا ہے نیز خارجی استعمال کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] عن شداد بن اوس عن رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذاذبحتم فاحسنوا الذبح الخ مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۷/ کتاب الصید والذبائح، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۱۵۲، کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح والتقتل، مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند،

ترجمہ:-حضرت شداد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو لازم کیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔

ویکرہ احراق الرای تحریما، جراد وقمل وعقرب، شامی زکریا ص ۱۰/۴۸۲، کتاب الخنثی، مسائل شتیٰ،

الجواب حامداً ومصلیاً

کھانا درست نہیں،[1] جس جانور میں خون نہ ہو اس کے خارجی استعمال کے بعد بغیر دھوئے بھی نماز درست ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

خنزیر کی چربی سے جانور کا علاج

سوال:۔ ایک شخص نے اپنے جھوٹے کو بھنگی سے خنزیر کی چربی ملوائی بوجہ چوٹ لگنے کے لیکن چوٹ ایسی آئی تھی کہ زخم نہیں ہوا تھا، اور یہ کام مشورہ سے کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جھوٹے کا گوشت ذبح کے بعد جائز ہے، یا نہیں؟ نیز جس جگہ چربی لگائی گئی تھی اس پر ہاتھ لگا کر مسلمان جھوٹے کو نہلا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] وکذلک مالیس لہ دم سائل مثل الحیة والوزغ وسام ابرص وجمیع الحشرات وھوام الارض من الفار والجراد والقنافذ والضب والیربوع وابن عرس ونحوھا ولا خلاف فی حرمة ھذہ الاشیاء (عالمگیری ج۵/ص ۲۸۹/ کتاب الذبائح، الباب الثانی، مجمع الانھر ص ۱۶۱، ۱۶۰/۴، کتاب الذبائح، تحت فصل، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۴۴، ۹/۴۴۱، کتاب الذبائح،

[2] اما الذی لیس لہ دم سائل فالذباب والعقرب والزنبوردالسرطان ونحوھا وانہ لیس بنجس بدائع کراچی ج ۱/ص ۶۲/ ولواصاب الثوب اکثر من قدر الدرھم لایمنع جواز الصلاة الخ، بدائع الصنائع کراچی ج ۱/ص ۶۱/ کتاب الطھارة، فصل فی الطھارة الحقیقیة. البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۳۳، ۱/۲۲۹، کتاب الطھارة، باب الانجاس، شامی زکریا ص ۱/۵۲۴، کتاب الطھارة، مبحث فی بول الفارة الخ،

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خنزیر نجس العین ہے اسکی ہر شئی ناپاک اسکا استعمال ناجائز ہے[۱]، اگر اس جھوٹے کا کوئی اور علاج نہیں صرف خنزیر کی چربی ہی علاج ہے، تو ایسی صورت میں اسکا لگوانا درست ہے[۲]، جب اس کو ملکر نہلایا گیا اور چربی وہاں باقی نہیں رہی تو وہ جگہ بھی پاک ہوگئی اب اس جگہ ہاتھ لگانا درست ہے[۳]، چربی کی موجودگی میں اس جگہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کی ناپاکی کا حکم دیا جائیگا[۴]، بعد ذبح اس کا گوشت بلا تامل حلال ہے، اس میں کوئی تردد نہیں[۵]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح عبد اللطیف یکم جمادی الاوّل ۵۷ھ

---

۱ قال ابو حنیفة ولاینتفع من الخنزیر بجلده ولاغیره الخ عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۵۴/ کتاب الحظر والاباحة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ، اما الخنزیر فشعره وعظمه وجمیع اجزائه نجسة، البحرالرائق کوئٹه ص۱۰۷/۱، کتاب الطهارة، احکام القرآن للجصاص ص۱۲۴/۱، باب تحریم الخنزیر، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت،

۲ اختار فی النهایة والخانیة الجواز (التداوی بالمحرم اذاعلم فیه الشفاء ولم یجد دواء غیره. شامی زکریا ج:۷/ ص:۲۶۴/ مطبوعه کراچی ج:۵/ ص:۷۱/ کتاب البیوع، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمه الخ، عالمگیری کوئٹه ص:۳۵۵، ج:۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، البحرالرائق کوئٹه ص:۲۰۵، ج:۸، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،

۳ وکذا یطهر محل نجاسة مرئیة بقلعها ای بزوال عینها واثر ها ولو بمرة اوبما فوق ثلاث فی الاصح، الدالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۱/ص۵۳۵/ مطبوعه کراچی ج۱/ ص۳۲۸/ باب الانجاس مطلب العرقی الذی یستقطر الخ، ملتقی الابحر والدرالمنتقیٰ مع مجمع الانهر ص۹۰/۱، کتاب الطهارة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۴ ولولف فی مبتل بنحو بول ان ظهر نداوته ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

خنزیر کی چربی والا تیل دوا کے طور پر

سوال:۔ ایک تیل تیار کرنا ہے جو کہ بہت سی بیماریوں میں کام آئے گا، جس میں پندرہ قسم کی یونانی دوائیاں شامل ہیں، جس میں ہر ایک کلو سرسوں کے تیل میں ۲ ½ گرام خنزیر کی چربی ملانا ہے کیا شرعی حکم سے چربی ملائی جاسکتی ہے یا نہیں بغیر ملائے تیل میں کمزوری باقی رہتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خنزیر نجس العین ہے، اسکی چربی کا استعمال کرنا بھی حرام ہے، ایسا تیل بھی نجس ہوگا[۱]، اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ تجربہ کار دیندار طبیب کی تشخیص کے مطابق اس کی دوا اور کوئی نہ ہو بلکہ اسی میں شفاء منحصر ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں استعمال کی گنجائش ہوگی مگر ناپاکی کا

(حواشی صفحہ گذشتہ)

.....او اثره تنجس والا لا، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱/۵۶۲، مطلب فی الفرق بین الاستبراء الخ، کتاب الطهار، فصل فی الاستنجاء، الدرالمنتقیٰ مع مجمع الانهر ص ۱/۹۵، کتاب الطهار، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۵ مستفاد: کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لایغیر ومغذی به یصیر مستهلکا لایبقی له اثر، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۴۹۱، کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۲۹۰، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱ وذبح مالا یوکل لحمه یطهر لحمه وشحمه وجلده الا الادمی والخنزیر (قال الشامی) والخنزیر لایستعمل وهو باق علی نجاسته لان کل اجزائه نجسة (درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص ۳۰۸/ کتاب الذبائح، شامی زکریا ص۴۴۷، ۹/۴۴۶، کتاب الذبائح، زیلعی ص ۵/۲۹۶، کتاب الذبائح، فصل فی مایحل ومالایحل، مطبوعه امدادیه ملتان، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۱۷۲، کتاب الذبائح، فصل فیما ومالا یحل)

حکم پھر بھی باقی رہے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ

بول فیل برائے علاج

سوال:۔ ایک حکیم صاحب مسلمان ہیں نماز کے پابند ہیں لیکن داڑھی نہیں رکھتے ہیں، ایک عورت کا علاج پانچ مہینہ سے کررہے ہیں عورت کو سترہ سال سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، بہت علاج کرایا ہے، ان حکیم صاحب کی دوائی سے حیض میں تھوڑا فائدہ ہے اب پانچ ماہ علاج کے بعد حکیم صاحب نے اس مرتبہ جو دوائی دی اس میں بول فیل ہاتھی نر کا پیشاب ہمبستری کے وقت پینے کے لئے دیا تھا، یہ سوچتے ہوئے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مریضوں کو جو استسقاء کے مرض میں مبتلا تھے، اونٹ کا دودھ اور پیشاب بتلایا تھا، اور ٹھیک ہوگئے تھے، تو میں یہ سوچتے ہوئے بول فیل دو مرتبہ استعمال کرچکا ہوں لیکن طبیعت میں کچھ پریشانی ہے، براہِ کرم آپ بتلائیں کہ مرض کی صورت میں اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو کتنی مقدار میں اور اگر ناجائز اور حرام ہے تو جو استعمال کیا جاچکا ہے اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض اولاد کا نہ ہونا ایسی بیماری نہیں جس کے لئے بول فیل پینے کی اجازت دی

---

[1] اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیه الفتویٰ (درمختار مع الشامی نعمانیه ج ۱/ ص ۱۴۰/ کتاب الطهارة، مطلب فی التداوی بالمحرم، مطبوعه زکریا ص ۳۶۵، ۱/۳۶۶، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،)

جاسکے[۱]، جو کچھ اب تک ہو چکا ہے، اس سے توبہ واستغفار کریں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معجون جند بیدستر یا ماہی روبیاں وبیر بھوٹی وغیرہ

سوال:۔ وہ معجون جس میں چند بیدستر یا ماہی روبیاں یا خراطین یا بیر بھوٹی پڑی ہو اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع عبارت کتب بحوالہ تحریر فرمائیں، تاکہ ان کی طرف رجوع میں آسانی ہو، بہشتی زیور حصہ یازدہم، ص ۱۳۰ر مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس میں ایک نسخہ لکھا ہوا ہے، جس میں جند بیدستر و ماہی روبیاں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے مگر شبہ یہ ہے کہ جند بیدستر وخراطین اکلاً حرام ہے، اور جیسے معجون وغیرہ میں ملایا جائے گا تو وہ بھی حرام ہوگا، لہٰذا مفصل بحوالہ کتب عبارت کتب کو واضح فرما کر ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہشتی زیور حصہ یازدہم عرف بہشتی گوہر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۴۹ر[۳] میں یہ نسخہ لکھا

---

[۱] تداوی بالمحرم اسی وقت جائز ہے جب کوئی ایسا مرض لاحق ہو کہ مسلم متدین حاذق معالج تجویز کرے کہ شفاء اسی میں منحصر ہے تو بقدر ضرورت بطور دواء گنجائش ہے ورنہ نہیں، یجوز للعلیل شرب البول والدم المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسل ان شفاء ه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه، شامی زکریا ص ۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع وفی البحر بطیب حاذق الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

[۲] ومن یعمل سوءًا اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماً سورة النساء آیت: ۱۱۰،

ترجمہ:- جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔ (بیان القرآن)

(حاشیہ نمبر:۳ر اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے، مگر اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جند بیدستر کا کھانا جائز نہیں، بجائے اس کے کچلہ مدبر اور کشتہ فولاد چار چار رتی ڈالیں، ۱۲/منہ اور جند بیدستر کی تحقیق دیکھنی ہو تو مخزن الادویہ، ص۳۱۴/ میں دیکھئے لکھا ہے۔

''ہیئت آن خصیہ حیوانست آبی مزدوج یعنی دوعدد مفصل بہیئۃ کیس بیضتین الخ''

ایسی حالت میں اس کا کھانا جائز نہیں البتہ اگر استحالہ ہوجائے جیسا کہ تحفہ حکیم محمد مؤمن سے نقل کیا ہے، تو پھر اس کی ماہیت بدل جانے کی وجہ سے کھانا درست ہے، حیات الحیوان الکبریٰ[1] مصری، ج۱/۳۱۵/ میں لکھا ہے۔

''الجندبادستر حیوان کھیئۃ الکلب المار ویسمیٰ القندر وسیأتی فی باب القاف ولایوجد الافی بلاد القفجان ومایلیھا ویسمیٰ السمود ایضاً وھو علیٰ ھیئۃ الثعلب احمراللون لیس لہ یدان ولہ رجلان وذنب طویل ورأس کرأس الانسان ووجہ مدور وھویمشی متکفیاً علیٰ صدرہ کانہ یمشی علیٰ اربع ولہ اربع خصیات اثنتان ظاھرتان واثنتان باطنان ومن شانہ انہ اذا رای الصیادین لاخذ الجند بادستر وھو الموجود فی خصیۃ البار زتین ھرب فاذا وجد فی طلبہ قطعھما بفیہ ورمیٰ بھما الیھم اذلا حاجۃ لھم الا بھما فاذالم یبصرھما الصیادین ودامو افی طلبہ استلقیٰ علیٰ ظھرہ حتی یریھم الدم فیعلمون انہ قطعھما فینصرفون عنہ وھو اذاقطع الظاھر تین ابرز الباطنتین عوضاً عنھما وفی باطن الخصیۃ شبہ الدم اولعسل کریھۃ الرائحۃ سریع التفرک اذا جف الخ وقال فی باب القاف (قندر)قال الفرائنی ھو حیوان بری بحری یکون فی الانھا رالعظام یتخذ البرای جانب البحر بیتاً لہٗ بابان ویأکل لحم السمک وخصیتہ تسمیٰ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] بھشتی زیور ج ۱۱/ص ۱۲۶/ مطبوعہ تھانوی دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] حیات الحیوان ج۲/ص ۱۱۵/ باب الجیم، مطبوعہ شمس پبلشرز دیوبند.

الجند بادستر الخ. حیات الحیوان ج۲/ص ۲۶۴/[1]

ماہی روبیان کو مولانا تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ[2] کے تتمہ ثالثہ، ص ۵۰/ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور میں لکھا ہے کہ درمختار[3] وغیرہ میں تمام انواع السمک کو حلال کہا ہے، اور سمک ہونا یہ عدول مبصرین کی اخبار پر ہے، اور جھینگا، مچھلی کو حیات الحیوان میں سمک لکھا ہے۔

حیات الحیوان کی عبارت یہ ہے "**الروبیان ھو سمک صغیر جدا احمر حیات الحیوان، ج۲/ص ۳۷۱/**[4] "**روبیان بضم الراء وسکون باموحدة وفتح یاء مثناة تحتانیه والف ونون وارمیان نیز آمده وبفارسی ماہی روبیان وماہی ریگ وبہندی جھینگا، مچھلی نامند ماہیت آن حیوانیست آبی وحلال بادست وپاء بلند وغلاف جثہ آن، صدفی اھ** مخزن ادویہ، ص ۴۵۶/۔

پس اگر وہ مچھلی ہے تو حلال ہے ویسے کھانا بھی اور دوا میں ڈال کر کھانا بھی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ مچھلی نہیں بلکہ مچھلی کے علاوہ کوئی دوسرا دریائی جانور ہے، تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دریائی جانور سوائے مچھلی کے کوئی جائز نہیں۔ کما فی ردالمحتار ج۵/ص ۴۰۸/۔[5]

---

[1] حیات الحیوان ج۳/ص ۳۱۶/ باب القاف مطبوعه ایضاً.

[2] امدادالفتاویٰ ص ۱۰۴/۴، ماهی روبیان کا حکم، مطبوعه ادارۂ تالیفاتِ اولیاء دیوبند،

[3] وحل الجراد وانواع السمک بلازکاة ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ ص ۴۴۶/ مطبوعه کراچی ج۶/ص ۳۰۷/ کتاب الذبائح، قبیل کتاب الاضحیة، مجمع الانهر ص ۱۶۴/۴، کتاب الذبائح تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۷۲/۸، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل،

[4] حیات الحیوان ج۲/ص ۴۲۴/ باب الراء، مطبوعه شمس پبلشر زدیوبند،

[5] ولایحل حیوان مائی الاالسمک، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۹/ص ۴۴۴/ مطبوعه کراچی ج۶/ ص ۳۰۶/ کتاب الذبائح، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خراطین ایک کیڑا ہے، جس کو اردو میں کیچوا کہتے ہیں، اس کی تحقیق غیاث اللغات[1]، ص۲۸۴/مخزن الادویہ، ص۳۸۱/میں ہے عربی میں اس کو شحمۃ الارض کہتے ہیں۔

کذافی حیواۃ الحیوان، ج۲/ص۵۱/وجلد اول، ص۲۹/[2] بیر بھوٹی، حشرات الارض میں سے ہے اس کا کھانا بھی جائز نہیں "**ھو (الصید) مباح بخمسة عشر شرطاً درمختار قال الشامی وخمسة فی الصیدان لایکون من الحشرات وان لایکون من بنات الماء الا السمک، ردالمحتار ج۵/ص۴۰۸/[3] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم**

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....قبیل کتاب الاضحیة والتفصیل فی ردالمحتار زکریا ج۹/ ص۴۴۶/ مطبوعه کراچی ج۶/ص۳۰۷/ قبیل کتاب الاضحیة. مجمع الانهر ص۱۶۳/۴، کتاب الذبائح، تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۱۷۲/۸، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل ومالایحل،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] غیاث اللغات ص۱۳۴/ فصل خائی معجمه مع رای مهمله، مطبوعه منشی نول کشور،

[2] حیات الحیوان ج۲/ص۲۶۶/ باب الخاء.

[3] الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۱۰/۴۵-۴۶/ اول کتاب الصید، مطبوعه کراچی ج۶/ص۴۶۱-۴۶۲/ البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۲۱، کتاب الصید، عالمگیری کوئٹه ص۵/۴۱۷، کتاب الصید الباب الاول، فی تفسیره ورکنه،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

اعضاء انسانی اوران کی خرید وفروخت

آنکھوں کی خرید وفروخت برائے علاج

سوال:۔ یہاں ایک ڈاکٹر ہے وہ دوسروں کی آنکھیں لیکر خراب شدہ آنکھیں نکال کر اس میں لگا دیتا ہے، دوسری آنکھیں حاصل کرنے کی ودوصورتیں ہیں، بعض غریب لوگ جب آخری وقت پر پہنچتے ہیں، تو ان کی اجازت سے آنکھیں نکال کر فروخت کردی جاتی ہیں جو ہزار دو ہزار میں فروخت ہوجاتی ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ حالت صحت میں آنکھیں فروخت ہوجاتی ہیں، تو اس صورت میں زید کے لئے یہ صورت ہوسکتی ہے، کہ وہ اپنی خراب آنکھیں نکلوا کر دوسری صحیح آنکھیں لگوالے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے لئے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا جائز نہیں، زندہ آدمی کی آنکھوں کی بیع ناجائز ہے، مردہ کی بھی ناجائز ہے، "**الاٰدمی مکرم شرعاً وان کان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذ لالٌ لهٗ ای وهوغیر جائز**

وبعضه فی حکمه وصرح فی فتح القدیر ببطلانه الیٰ قولهٗ لم یجز کسر عظام میت کافر، شامی[1]، ج۴/ص ۱۴۵/ الانتفاع باجزاء الاٰدمی لم یجز اھ فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص ۳۶۵/[2] (کتاب الکراهیة الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈاکٹری تعلیم کے لئے مردہ جسم چیرنا

سوال:۔ڈاکٹری علاج میں اور تعلیم میں مردہ کا بدن کاٹنا اس تعلیم کا جزواعظم ہے، ازروئے دین قیم یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۸۹ھ

---

[1] شامی کراچی، ج۵/ص ۵۸/وشامی زکریا، ج۷/ص ۲۴۵/ باب البیع الفاسد ،مطلب الادمی مکرم شرعاً ولو کافراً. الدرالمنتقی مع المجمع الانهر ص۳/۸۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد، فتح القدیر ص۶/۴۲۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص ۳۵۴/ زیلعی ص ۴/۵۱، باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان، ملتقی الابحر مع المجمع الانهر، ص۳/۸۵، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[3] الادمی مکرم شرعاً وان کان کافراً والمراد تکریم صورته وخلقته ولذالم یجز کسر عظام میت کافر الخ شامی زکریا، ج۷/ص ۲۴۵/باب البیع الفاسد،مطلب الآدمی مکرم شرعاً الخ، النهر الفائق ص۳/۴۲۸، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد،

اوجز المسالک ،ج۴/ص ۲۸۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مطبوعه یحیوی سهارنپور ج۲/ص ۵۰۷/ کتاب الجنائز کسرعظم المسلم.

طبی تحقیق کے لئے میت کو چیرنا

سوال: تحقیق طلب امر یہ ہے کہ طبیہ کالجوں میں آج کل فنِ تشریح پڑھانے کے لئے مردہ کا ڈھانچہ سامنے رکھا جاتا ہے، اوراس کی چیر پھاڑ کر کے طلباء کو سمجھایا جاتا ہے، اور یہ چیز آج کل طبی تعلیم کے لئے ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ شرعاً مردہ جسم کی بیع وشراء اوراس کا طبیہ کالج میں رکھنا اور چیر پھاڑ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور، ج ۹/ص ۱۰۳/طبی جوہر میں اس کو ممنوع لکھا ہے، لیکن موجودہ دور میں اس سے بچنا مشکل ہے، اگر کوئی جواز کی صورت ہو تو تحریر مدلل فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردہ جسم کی بیع وشراء جائز نہیں، باطل ہے[1] طبی تعلیم کے لئے اس کو سامنے رکھ کر چیر پھاڑ کے تجربہ ومشق کے لئے بھی جائز نہیں[2]، اس نوع کی تعلیم ہی واجب نہیں کہ اس کی خاطر حرام فعل کو جائز کرنے کی کوشش کی جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۲ھ

---

[1] وبطل بیع مال غیر متقوم کخمر وخنزیر ومیتة الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۷/ص ۲۴۱-۲۴۲/ باب البیع الفاسد، مطلب فیما اذا اجتمعت الاشارة الخ، البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۷۰، باب البیع الفاسد، زیلعی ص ۴/۴۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] البتہ منتخبات نظام الفتاوی میں لاش کی عمل جراحی کو بہت سی جانوں کی حفاظت کی خاطر حد جواز میں داخل تسلیم کیا ہے، اوراس کی تائید حضرت مفتی سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند اور مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی فرمائی ہے اصل فتویٰ حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب کا ۱۳۷۶ھ کا تحریر فرمودہ ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، منتخبات نظام الفتاوی ص ۴۵۸، ۴۵۶/۱،..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طبی تجربہ کے لئے لاش چیرنا

سوال: ۔طبی اغراض کے لئے مردہ انسانوں کی لاشوں کو چیرنا پھاڑنا جائز ہے یانہیں بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداًومصلیاً

شریعت نے مردہ انسانوں کا احترام اسی طرح ضروری قرار دیا ہے، جس طرح زندہ کا پس محض طبی تجربات کے لئے مردوں کا چیرنا پھاڑنا جائز نہیں، امام مالکؒ موطأ میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تحریر فرماتے ہیں "**کسر عظم المسلم میتاً ککسره وهو حی قال مالک تعنی فی الاثم قال الباجی یرید ان له من الحرمة فی حال موته مثل ماله منها حال حیاته وان کسر عظامه فی حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته وانهما لایتساویان فی القصاص وغیره انما یتساویان فی الاثم وقال الزرقانی الاتفاق علی حرمة فعل ذ لک به فی الحیوة والموت لافی القصاص والدیة فمر فوعان عن کاسر عظم المیت اجماعا وحاصله ان عظم المیت لهٗ حرمة مثل حرمة عظم الحی لکن لاحیاة فیه فکان کاسره فی انتهاک الحرمة**

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**).....عنوان "مسلم نعش پر عمل جراحی کا حکم"، مطبوعه اصلاحی کتبخانه دیوبند،

۳؎ والآدمی مکرم شرعاً وان کافراً والمراد تکریم صورته وخلقته وکذا لم یجز کسر عظام میت کافر، شامی زکریا ج۷/ص ۲۴۵/ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاً الخ، البحرالرائق سکوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد، النهرالفائق ص ۳/۴۲۸، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، اوجز المسالک ج۴/ص ۲۸۹-۲۸۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مطبوعه یحیوی سهارنپور، ج۲/ص ۵۰۷/ کتاب الجنائز کسر عظم المسلم.

ککسر عظم الحی ویعدم القصاص والارش لانعدام المعنی الذی یوجبه من الحیاۃ قال الطیبی اشارۃ الیٰ انه لایهان میتاً کما لایهان حیاًاھ اوجزو المسالک ج۲/ص۵۰۷/[1] الاٰدمی مکرم شرعاً وان کان کافراًوالمراد تکریم صورته وخلقته وکذا لم یجز کسر عظام میت کافراھ. ردالمحتار ج۴/ص۱۴۵/[2]

البتہ اگر کسی عورت کے پیٹ میں بچہ ہو، اورعورت مرجائے تو پیٹ چاک کرکے بچہ کو نکال لیا جائے گا، اگرعورت تو زندہ ہولیکن بچہ پیٹ میں مرجائے تو بچے کوٹکڑے ٹکڑے کرکے نکال لیا جائیگا، بلاقصد اگرکوئی شخص کسی کا موتی نگل لے اور پھرمرجائے، تب بھی پیٹ چاک کرکے موتی نکالنا درست نہیں، کیونکہ حرمت مال سے حرمت نفس اعظم ہے، حاصل یہ نکلا کہ اگرمردہ انسان سے زیادہ قابل لحاظ شئی بغیرلاش چیرے فوت ہوتی ہو تب تو لاش کا چیرنا درست ہے، ورنہ درست نہیں "رجل ابتلع درۃ رجل فمات المبتلع فان ترک مالا کانت قیمة الدرۃ فی ترکته وان لم یترک مالاً لایشق بطنه لان الشق حرام، وحرمة النفس اعظم من حرمة المال وعلیه قیمة الدرۃ لانه استهلکهاوهی لیست من ذوات الامثال فکانت مضمونة بالقیمة فان ظهر له مال فی الدنیا قضی منه والا فهو ماخوذ به فی الاٰخرۃ ،حامل ماتت فاضطرب فی بطنها ولد فان کان فی اکبر الرائی انه حی یشق بطنها لانا ابتلینا ببلیتین فنختار اهونهما وشق بطن الام المیتة

---

[1] اوجز المسالک ج۴/ص۲۸۸-۲۸۹/ مطبوعه دارالفکر بیروت، مطبوعه یحیوی سهارنپور ،ج۲/ص ۵۰۷/ کتاب الجنائز کسرعظم المسلم. شرح الزرقانی علی المؤطا ص۲/۱۱۲، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الاختفاء، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المنتقیٰ شرح مؤطا ص۲/۵۱۲، المصدرالسابق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] شامی زکریا ج۷/ص۱۴۵/ باب البیع الفاسد، مطلب الادمی مکرم شرعاً الخ. البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۳/۴۲۸، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

اهون من اهلاک الولد الحیٰ بدائع ج۵/ ص ۱۲۹ /[1]

"حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسرویخرج ولدها ولوبالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لومیتاً والا لاکمافی کراهة الاختیار اھ درمختار،قوله بالعکس بان مات الولد فی بطنها وهی حیة (قوله قطع) بان تدخل القابلة یدها فی الفرج وتقطعه بالٰة فی یدها بعد تحقق موته (قوله والالا)ای ولوکان حیالا یجوز تقطیعه لان موت الام به موهوم فلا یجوز قتل آدمی حی لامر موهوم اھ شامی ،ج ۱/ص ۹۳۸/"[2]

حتیٰ کہ اگر حاملہ عورت ایام حمل پورے ہونیکے بعد مری اور بچہ اسکے پیٹ میں متحرک تھا اس کو دفن کر دیا گیا پھر کسی نے خواب میں دیکھا کہ عورت کے بچہ پیدا ہوگیا،تو اس خواب پر قبر کو کھودنا جائز نہیں، کیونکہ اگر یہ خواب صحیح ہے تب بھی بچہ کے زندہ رہنے کی توقع نہیں بلکہ ظن غالب ہیکہ بچہ پیدا ہوتے ہی مرگیا ہوگا،اور قبر کھودنے میں لاش کی توہین ہے "حامل ماتت وقد اتی علی حملها تسعة اشهر وکان الولد یتحرک فی بطنها فد فنت ولم یشق بطنها ثم رؤیت فی المنام انها تقول ولدت لاینبش القبر لان الظاهر انها لوولدت

---

[1] بدائع الصنائع کراچی ج۵/ص ۱۲۹/ کتاب الاستحسان. البحرالرائق کوئٹه ص۲۰۵، ج۸، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۳/ص ۱۴۵/ کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت. عالمگیری کوئٹه ص۱۵۷/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول فی المحتضر، النهرالفائق ص۳۹۸/۱، کتاب الصلاة، فصل فی الصلاة علی المیت، فرع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

کان المولود میتاً اھ فتاویٰ قاضی خاں، ج ۱/ص ۲۲۹/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا

سوال: ۔ایک عورت حاملہ تھی لیکن وضع حمل سے چند روز قبل عورت کا انتقال ہوجاتا ہے، تو بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ماں کے پیٹ سے بچہ کو نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عامۃً جب حاملہ کا انتقال ہوجاتا ہے، تو بچہ پیٹ میں مرجاتا ہے، زندہ نہیں رہتا، لیکن اگر قرائن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کرکے نکال لیا جائے، "امرأة ماتت والولد یضطرب فی بطنها قال محمدؒ یشق بطنها ویخرج الولد لایسع الا ذٰلک کذافی التتارخانیة[2]، ج ۱/ص ۱۵۷/ کوئٹہ ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قاضی خان علی هامش الهندیة کوئٹه ج ۱/ص ۱۹۵/ باب غسل المیت الخ. بیان ان النقل من بلدالی بلد مکروه. البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، فتاوی التاتارخانیه ص ۲/۱۷۶، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، القسم الرابع، نوع آخر فی الخطاء الذی یقع فی الباب، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

[2] فتاوی التاتارخانیه کراچی ص ۲/۱۷۶، کتاب الصلوة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز، القسم الرابع، نوع آخر فی الخطأ الذی یقع فی الباب، قاضی خان علی هامش الهندیة کوئٹه ج ۱/ص ۱۸۸/ باب فی غسل المیت ومایتعلق به الخ، عالمگیری کوئٹه ج ۱/ص ۱۵۷/ کتاب الجنائز، الفصل الاول فی المحتضر.

حاملہ کے انتقال کے بعد بچہ آپریشن کر کے نکالنا

سوال:۔زید کی بیوی کے بچہ ہونے والا ہے، اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چند منٹ کے بعد ہی تولد ہونے کی امید ہے، ٹھیک اسی وقت زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، ڈاکٹر کی رائے ہے کہ چونکہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے، اسلئے دس منٹ کے اندر آپریشن کر کے نکال لینا چاہئے جبکہ زید کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، اور انتقال کے بعد کسی قسم کا بھی آپریشن حرام ہے، آیا بچہ کو زندہ آپریشن کے ذریعہ نکالنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بچہ زندہ ہے تو آپریشن کر کے بچہ کو نکال لیا جائے، ''**امرأة حامل ماتت وعلم ان مافی بطنها حی فانه یشق بطنها من الشق الایسر وکذٰلک اذ کان اکبر رائهم انه حی یشق بطنها کذافی المحیط وحکیٰ انه فعل ذٰلک باذن ابی حنیفةؒ فعاش الولد کذا فی السراجیة عالمگیری ج۴/ص ۱۱۴/**''[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۴ھ

زائد انگلی کا کٹانا

سوال:۔اگر کسی آدمی کے ایک انگلی زائد ہو اور وہ بدنما معلوم ہوتی ہے تو اس کو کٹوانا

---

[1] **عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص ۳۶۰/ کتاب الکراهیة، الباب الحاوی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم الخ. الاشباه والنظائر ص۴۴، الفن الاول فی القواعد الکلیة، النوع الاول، القاعدة الخامسة الضرر یزال، مطبوعه مکتبه اشاعة الاسلام دهلی، البحر الرائق کوئٹه ص۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،**

کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اولیٰ کیا ہے؟ یعنی رضائے الٰہی کٹوانے میں ہے یا نہ کٹوانے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کٹوانا بھی جائز ہے[1]، رضائے الٰہی کے خلاف نہیں مگر تکلیف بھی ہوگی، اپنے تحمل کو دیکھ لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

اضطراری حالت میں انسانی خون لینا

سوال:۔ آج کل اسپتال میں مریض کے لئے خون کی کمی کی وجہ سے جبکہ مریض کی جان کو خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون پچکاری سے حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جب انسانی جان کو خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان کے خون کو دوا میں بھی استعمال کرنا جائز نہیں[2]، اگر اضطراری کیفیت ہو کہ

---

[1] اذاارادالرجل ان یقطع اصبعازائدة اوشیاً آخر قال نصیررحمه اللّٰه تعالیٰ ان کان الغالب علی من قطع مثل ذٰلک الهلاک فانه لایفعل وان کان الغالب هوالنجاة فی سعة من ذٰلک .عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص ۳۶۰/ کتاب الکراهیة ،الباب الحادی والعشرون ، فیما یسع من جراحات نبی آدم الخ. خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۱۰، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الختان،

[2] الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۴، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، المحیط البرهانی ص ۸/۸۱، کتاب الکراهیة، والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل،

بغیر انسانی خون کے جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہوتو ایسی مجبوری کی حالت میں اس کی گنجائش ہے[1]

لیکن خون کی خرید وفروخت کا کاروبار جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیمار کو دوسرے شخص کا خون دینا

سوال:۔ شرعاً ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بطور علاج داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ڈاکٹروں کی رائے میں مریض کی جان بچنا مشکل ہورہی ہو؟

---

[1] یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم ان شفاء ه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه الخ عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۵۵/ کتاب الکراهیة الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ. شامی زکریا ص ۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۸/۸۲، کتاب الکراهیة، والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل گجرات،

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جواهر الفقه ص ۲/۳۵، عنوان ''خون اور اعضاء انسانی کے زیر بحث مسائل''، مطبوعه مکتبه سیرت النبیؐ، منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۱/۳۵۵، خون اور انسانی اعضاء کا طبی اغراض کے لئے استعمال، مطبوعه فقه اکیڈمی دهلی،

[2] بطل بیع مالیس بمال کالدم المسفوح والمیتة، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۷/ص ۲۳۵/باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال. البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۷۰، باب البیع الفاسد، زیلعی ص ۴/۴۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان، ''خون کی بیع تو جائز نہیں ہے لیکن جن حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں''، جواهر الفقه ص ۲/۳۸، خون کی خرید وفروخت،

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اس میں جزء انسانی سے انتفاع لازم آتا ہے، اور جزء انسانی سے انتفاع حرام ہے، ''**قوله وان حرم استعماله ای استعمال جلده او استعمال الآدمی بمعنی اجزائه وبه یظهر التفریع بعده**'' شامی، ج ۱/ص ۱۸۸ [۱] البتہ اگر اس کے بغیر جان بچنا دشوار ہو تو بقدرِ ضرورت اس کی اجازت ہوگی [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر کا خون بیوی کے جسم میں داخل کرنا

سوال: ۔عورت بالکل مریض ہوچکی ہے ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اس کے بدن میں خون داخل کیا جائے، کسی اور کا خون سیٹ نہیں ہوتا، سوائے شوہر کے خون کے، اب شوہر کا خون عورت کے بدن میں داخل کیا جاتا ہے، عورت کی صحت کیلئے کیا اس طرح سے خون عورت

---

[۱] شامی زکریا ج ۱/ص ۳۵۷/ باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة. النهر الفائق ص ۸۲، ۸۱/۱، کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۴/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

[۲] یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی اذااخبره طبیب مسلم ان شفائه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه ،عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص ۳۵۵/ کتاب الکراهیة،الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ. شامی زکریا ص ۵۵۸/۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۸۲/۸، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات،

کے بدن میں داخل کرنے سے دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا؟ اگر نہیں تو دونوں کے درمیان نکاح کی کیا صورت رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عمل کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں[1] ہوگا، مگر انسانی خون کا استعمال داخلی اور خارجی ہر طرح حرام ہے، چاہے وہ شوہر کا ہو، یا کسی اور کا،[2] لہٰذا جب تک اضطرار کا درجہ نہ ہو جائے اسکی ہرگز اجازت نہیں، مثلاً کسی کے پاس کھانے کو کچھ نہیں وہ مرنیکے بالکل قریب ہے صرف سور کی دو بوٹی موجود ہیں، جس کو کھالے تو جان بچ جائے، تو وہ ایسی حالت میں مضطر ہے، اس کیلئے

---

[1] شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا نکاح بدستور قائم رہتا ہے کیوں کہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ان سے تجاوز کرنا درست نہیں الخ، جواهر الفقه ص ۲/۴۰، ''اعضائے انسانی کی پیوندکاری'' ''شوہر کا خون بیوی کے بدن میں''، مطبوعه مکتبه سیرت النبی ﷺ دیوبند، اسباب التحریم انواع قرابة، مصاهرة، رضاع الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴/۹۹، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، نیز خون دینا اسباب حرمت مصاہرت میں سے نہیں ہے، تثبت بالوطء حلالا کان او عن شبهة او زنا الی قوله کما ثبت هذه الحرمة بالوط تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشهوة الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۲۷۴، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی المحرمات بالصهریة خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۱/۳۶۰، باب المحرمات واما المحرمات،

[2] وحرم استعماله ای استعمال جلده اواستعمال الادمی بمعنی اجزائه وبه یظهر التفریع بعده. شامی زکریا ص ۱/۳۵۷، باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۵۴/ کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ. المحیط البرهانی ص ۸۲، ۸/۸۱، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات الخ، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، احکام القرآن للجصاص ص ۱/۱۲۳، باب تحریم الدم، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت،

حالت اضطرار میں سور کی بوٹی کھانے کی اجازت ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۳ھ

کافر کا خون مسلمان کے جسم میں ڈالنے سے کیا اثر ہوگا؟

سوال:۔ایک مسلمان بیمار ہوگیا اور اُسے خون کی ضرورت پڑی اس وقت کافر کا خون دینے سے کیا بیمار کا دل کافر ہوجاتا ہے، خون ڈالنے کے بعد جو اولاد ہوگی، کیا اس میں کفار کے خون کا اثر ہوگا؟ خون ڈالنے کے بعد مسلمان کے عادات واطوار اس کفار کی طرح ہوجائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان کا خون اسطرح استعمال کرنا جائز نہیں[2] تاہم اسکی وجہ سے وہ مسلمان بیمار کافر

---

[1] تکلموافی حدالاضطرار الذی یحل لهٗ المیتة قیل اذا کان بحال یخاف علی نفسه التلف. عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۳۷/ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشرفی الکراهیة فی الاکل الخ. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۸۹، ۴۸۸، کتاب الحظر والاباحة، احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۹، ۱/۱۲۶، باب ذکر الضرورة المبیعة لاکل المیتة، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت،

[2] اس لئے کہ اس میں جزء انسانی سے انتفاع لازم آتا ہے، اور جز انسانی سے انتفاع حرام ہے، بغیر حالت اضطرار وضرورت کے جائز نہیں، جز آدمی والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۹۷/۴، کتاب النکاح، باب الرضاع، "الانتفاع بجزء الادمی لم یجوز عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۵۴/ کتاب الکراهیة الباب الثامن عشرفی التداوی والمعالجات. شامی زکریا ج ۱/ص۳۵۷/ باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة" النهرالفائق ص ۸۲، ۱/۸۱، کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جواهر الفقه ص۳۷، ۲/۳۶، مریض کو خون دینے کا مسئلہ اور جواز کی تفصیل، رسالہ اعضائے انسان کی پیوندکاری، مطبوعه مکتبه تفسیر قرآن دیوبند،

نہیں ہوا، نہ اسکا دل کافر کا دل ہوا، نہ اولاد پر اسکی وجہ سے کفر آئے گا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اعضاء انسانی کی پیوندکاری

سوال:۔زید کو ڈاکٹر نے یہ کہا کہ اگر تم بکر کا دل اپنے جسم میں ڈال لوگے تو تم زندہ بچ سکتے ہو ورنہ نہیں، بکر مرنے کے قریب ہے، اس کے رشتہ دار بھی بکر کا دل دینے کو تیار ہیں، تاکہ زید کی جان بچ جائے، تو بکر کا دل زید کو دے کر زید کی جان بچا سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا اسی طرح دیگر اعضاء انسانی بکر کے جسم کے دوسرے انسانوں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر کے رشتہ دار نہ زندگی میں بکر کے مالک ہیں، نہ مرنے کے بعد، ان کو بکر کے کسی عضو کو نہ قیمۃً کسی کو دینے کا حق ہے، نہ ہدیۃً لہٰذا ان کی رضا مندی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ بکر خود بھی اپنے اعضاء کا مالک نہیں کہ جو عضو جس کو چاہے کاٹ کر دیدے، یہ سب تصرفات غلط اور بے محل ہیں، بکر اور اس کے تمام اعضاء کا شریعت نے ایک احترام اور حق مقرر کر دیا ہے، وہ یہ کہ مرنے کے بعد اس کو غسل وکفن دیکر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے، آج اس کے دل پر زید کی زندگی کو منحصر کر دیا گیا ہے، کل کو کہا جائے گا کہ اس کے گوشت کھانے پر زندگی موقوف ہے، لہٰذا اس کا گوشت ڈبہ میں بند کر کے ہسپتال میں محفوظ رکھا جائے، انسان

---

[1] نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر، فاسق، فاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے اس لئے صلحاء امت نے فاسق فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، بناءً علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے، جواھر الفقہ ص ۴۰، ج ۲، ''غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں'' ''رسالہ اعضاء انسان کی پیوندکاری''، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند،

جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اس کا حال بھی گائے، بکری کی طرح ہوکر "ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْن"[1] کا نمونہ بن جائے گا، فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں اعضاء انسانی کے قطع کرنے کا اور معالجات کی بحث مذکور ہے "مضطر لم يجد ميتة وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدى وكلها اوقال اقطع منى قطعة وكلها لايسعه ان يفعل ذٰلک ولايصح امره به كمالايسع للمضطر ان يقطع قطعة من نفسه فياكل كذافى فتاوىٰ قاضى خان الخ عالمگیری[2] ج۵/ص۳۶۸/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۹ھ

اعضاء کی پیوندکاری کی وصیت

سوال:۔ کسی قریب المرگ یا فوت شدہ انسان کا کوئی عضو مثلاً دل، جگر، آنکھ وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا کیسا ہے؟ بعض انسان ہمدردی کے جذبہ کے تحت اس قسم کی وصیت کر دیتے ہیں کہ مثلاً میرے مرنے کے بعد میری آنکھ کسی ضرورت مند کے لئے نکال لی جائے، تو یہ وصیت قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا

---

[1] سورۃ تین آیت ۵/ **ترجمہ**:- پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پس تر کر دیتے ہیں۔

[2] عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص۳۳۸/ کتاب الکراهية الباب الحادى عشر فى الكراهية فى الاكل الخ، خانية على هامش الهندية ص ۳/۴۰۴، كتاب الحظر والاباحة ومايكره اكله ومالايكره، مطبوعه كوئٹه، بزازيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۶/۳۶۶، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى الاكل،

سکتے[1]، اگر کوئی آدمی ایسی وصیت کرتا ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ نا قابل نفاذ ہے، ''احدھا ان یوصی بما ھو معصیة عندنا وعندھم کالوصیة للمغنیات والنائحات فھٰذا لایصح اجماعاً (مجمع الانھر، ج ۲/ ص ۷۱۶/[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت

سوال:۔ایک عجیب وغریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے، جس کو ختنہ بینک کہا جائیگا، دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کردی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو بھی بینک میں جمع کر کے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لگایا جائیگا، اب علماء کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا، کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچہ کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچہ کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ کافی عرصہ ہوا پاکستان میں ایک سرجن

---

[1] لا یجوز بیع شعر الآدمی ولا الانتفاع به ولا بشئ من اجزائه لان الآدمی مکرم غیر متبذل فلا یجوز ان یکون شیئا من اجزائه مهانا متبذلا، مجمع الانهر ص ۳/۸۵، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص ۸/۸۱، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد،

[2] مجمع الانهر ج۴/ص ۴۵۱/ باب وصیة الذمی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. شامی زکریا ص ۴۰۳، ۱۰/۴۰۴، فصل فی وصایا الذمی وغیره، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۴۵۵، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی،

نے ایک بچہ کا ختنہ کر کے اس کھال کا پیوند اس کے چہرے پر لگا دیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علماء کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انسان اشرف المخلوقات ہے، اور بجمیع اجزاء قابل احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جز ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، ''والآدمی مکرم شرعاً فایرادالعقد علیه وابتذ اله به والحاقه بالجمادات اذلال لهٗ ای وهو غیر جائز وبعضه فی حکمه وصرح فی فتح القدیر ببطلانه اھ ردالمحتار[1]، کل اهاب دبغ الی ماقال خلا آدمی فلا یدبغ لکرامته ولو دبغ طهر وان حرم استعماله ای استعماله جلده. درمختار[2] وشامی مختصراً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۱ھ

مصنوعی دانت

سوال:۔ منہ میں چوکڑا (مصنوی دانت) لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت ونماز کے وقت لگا سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار زکریا، ج۷/ص۲۴۵/ باب البیع الفاسد، مطلب الأدمی مکرم شرعاً الخ، مجمع الانهر ص۳/۸۵، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۶/۸۱، باب البیع الفاسد،

[2] الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۱/ص۳۵۷-۳۵۵/ باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة، النهرالفائق ص ۸۲، ۱/۸۱، کتاب الطهارة، مطلب فی الطهارة الجلود ودباغتها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱/۱۰۰، کتاب الطهارة،

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] اذا جدع انفه اواذنه اوسقط سنه فاراد ان يتخذ سنا آخر فعند الامام يتخذ ذٰلک من الفضة وعند محمد من الذهب ايضا،شامی زکریا ج۹/ص ۵۲۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس قلت فالاتخاذ بمصنوعات اخری اولیٰ. بدائع الصنائع کراچی ج۵/ص ۱۳۲/ کتاب الاستحسان، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۶/ کتاب الکراهية، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

حمل، اسقاط حمل اور نسبندی وغیرہ

آپریشن سے جنس تبدیل کرنا حرام ہے

سوال:- سیکس تبدیل کرنا (اپنی ہیئت مخلوقی تبدیل کرنا مرد سے عورت بننا اور عورت سے مرد بننا) شریعت مطہرہ کی رو سے سیکس تبدیل کرنے کے لئے آپریشن کرنا جائز ہے یا ناجائز، کیا اس حرکت شنیع سے تغیر خلق لازم نہیں آئیگی، جواز وعدم جواز کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مفصل ومدلل جواب دیں۔

نوٹ:- اس واقعہ کا وقوع ہو چکا ہے، اس لئے آپ کو زحمت دی جارہی ہے، کہ اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ملاحظہ فرمائیں، اٹلی کی کہانی منیجر کی زبانی، ملانی (اٹلی) کے ایک شرابہ خانہ کے منیجر کو اس لئے نوکری سے الگ کر دیا گیا کیونکہ اس کے بارے میں پتہ چل گیا ہے کہ یہ دراصل وہی لڑکی ہے جو اس بارے میں میٹر کا کام کر چکی ہے، جب کہ اس کا کہنا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، اس نے بتایا کہ چھ سال پہلے سیکس تبدیل کرنے کے لئے جو آپریشن کر دیا تھا، وہ کامیاب رہا، اور اب وہ نہ صرف مرد دکھائی دیتی ہے، بلکہ مردوں کی طرح محسوس بھی کرتی ہے، اب وہ ایک شادی شدہ مرد ہے، جس کے دو بچے

ہیں، منیجر نے یہ تسلیم کیا کہ چند سال پہلے وہ ایک عورت تھی اور اس کے ایک بیٹا تھا، لیکن اب وہ ایک مرد ہے اور ایک کامیاب زندگی گذار رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کر کے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے، یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، یہاں تک کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے۔

"لعن الله الفروج على السروج" كذافي فتح القدير[1] نيز "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء اور لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال"[2] پھر مستقلاً صفت ذکورۃ کو کو انوثرت میں تبدیل کرنا اور بالعکس کہاں درست ہوگا، کہ اس میں ہر مرد کی تخلیق مخصوص غایت ہی فوت ہو جاتی ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۹ھ

---

[1]..... فتح القدير ج۳/ص۱۳/باب ايقاع الطلاق، كتاب الطلاق، البحر الرائق، ج۸/ص۱۸۹/ كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس، مبسوط سرخسي ج۳/س۸۹/ الجزء السادس، كتاب الطلاق، باب في الطلاق، مطبوعه دارالفكر بيروت، الكامل لابن عدى ج۵/ص۱۸۴، على ابن ابى على القرشى يحدث عنه بقية، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[2]..... وعنه ابن عباس قال قال النى صلى الله عليه وسلم لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال رواه البخارى (مشكوٰة ص۳۸۰، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخارى شريف ص۸۷۴/۲، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء، مطبوعه اشرفى ديوبند، المعجم الكبير للطبرانى ص۲۰۱/۱۱، حديث:۱۱۶۴۷، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت)

[3]..... والحكمة فى لعن من تشبه اخراجه الشئى ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تبدیل جنس

سوال: ۔سیکس تبدیل کرنا یعنی آپریشن کے ذریعہ مرد سے عورت بننا یا عورت سے مرد بننا شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اس قسم کے متعدد واقعات ہو چکے ہیں، اس لئے عالیجناب کو زحمت دی جارہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کرے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، یہاں تک کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے، ''لعن اللّٰہ الفروج علیٰ السروج کذافی فتح القدیر[1]، نیز ''لعن اللّٰہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

..... عن الصفة التی وضعها علیه احکم الحکماء وقد اشار الی ذالک فی لعن الواصلات بقوله المغیرات خلق الله (فتح الباری ج ۱۱، ص ۵۲۲ کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، فیض القدیر ج۵ ص ۲۷۱، حدیث: ۷۲۶۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، حجة الله البالغة ص ۲/۱۲۳، آداب المباشرة، مطبوعه مصر)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] فتح القدیر ج۴/ص ۱۴/ اول باب ایقاع الطلاق، مطبوعه دارالفکر بیروت. البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۱۸۹، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، مبسوط شرخسی ص ۳/۸۹، الجزء السادس، کتاب الطلاق، باب من الطلاق، مطبوعه دارالفکر بیروت، الکامل لابن عدی ص ۵/۱۸۴، علی ابن ابی علی القرشی، یحدث عنه بقیة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

المتشبهين من الرجال بالنساء " اور "لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال"[1] پھر مستقلاً صفت ذکورت کو انوثت میں تبدیل کرنا یا صفت انوثت کو ذکورۃ میں تبدیل کرنا کہاں درست ہوگا کہ اس میں ہر دو کی تخلیق کی مخصوص غایت ہی فوت ہو جاتی ہے[2]، تغییر خلق اللہ کی قباحت قرآن کریم میں مذکور ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

علاج کے لئے استمنا بالید

سوال:۔ زید کو اولاد نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے اس کو اپنی منی ٹیسٹ کروانا ہے، اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۰/ باب الترجل الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۲/۸۷۴، کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، مطبوعه اشرفی دیوبند، معجم الکبیر للطبرانی ص ۱۱/۲۰۱، رقم الحدیث :۱۱۶۴۷، مطبوعه داراحیاء التراث العربی،

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

[2] وکذالک جریان الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادویة القامعة للباء ة والتبتل وغیرها تغییر لخلق الله عزوجل واهمال لطلب النسل فنهی النبی ﷺ عن کل ذلک، حجة الله البالغة ص ۱۲۳ ، ج۲، آداب المباشرة، مطبوعه مصر، فتح الباری ص ۱۱/۵۲۲، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء الخ، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة، فیض القدیر ص ۵/۲۷۱، حدیث:۷۲۶۵، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[3] ولاضلنهم ولامنینهم ولا مر نهم فلیبتکن اذا ن الانعام ولامر نهم فلیغیرن خلق الله ومن یتخذ الشیطان ولیامن دون الله فقد خسر خسرانا مبینا .سوره نساء آیت، ۱۱۹/.

ترجمہ:- اور میں ان کو گمراہ کرونگا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤنگا اور میں ان کو تعلیم دونگا، جس سے وہ چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کرینگے، اور میں ان کو تعلیم دونگا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے، اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناویگا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا۔ (بیان القرآن)

منی کی جانچ استمنا بالید کے بغیر نہیں ہوسکتی، تو کیا ایسی صورت میں استمنا بالید جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جانچ کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ اولاد نہیں ہوگی تو کیا اس کی اطلاع بیوی کو دینا واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ اطلاع کی صورت میں طلاق کے مطالبہ کا ڈر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

علاج کے دوسرے طریقے بھی ہیں، تاہم اگر بغیر اس طریقہ کے علاج نہ ہوسکے تو گنجائش ہے[1]، پھر بیوی کو مطلع کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال:۔ انگلینڈ کے سائنسدانوں نے بغیر مرد کی مقاربت ومجامعت کے جنس رجال کے خلیات (تخم) کو آلات کے ذریعہ جنس اناث کے بیض میں داخل کرکے وجود انسانی حاصل

---

[1] ان مستفاد ارادبذلک تسکین الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب وكان عزباً لازوجة لهٗ ولا امة اوكان الا انه لايقدر على الوصول اليها لعذر قال ابوالليث ارجوان لاوبا ل عليه شامی زکریا ج۳/ص ۳۷۱/ مطبوعه کراچی ج۲/ص ۳۹۹/ باب مالايفسد الصوم ومايفسده، مطلب فی حكم الاستمناء بالكف، اختلف فی استمناء الرجل بيده الى قوله فجمهور العلماء على تحريمه وهو عندهم داخل فيما وراء ذلک وكان احمد بن حنبل يجيزه لان المنى فضلة فی البدن فجاز اخراجها عند الحاجة كالفصد والحجامة وقال ابن الهمام يحرم فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب، تفسير روح المعانی ص۱۵/۱۰، سورة المومنون رقم الآية:۷، مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير القرطبی ص۶/۹۸، الجزء الثامن عشر مطبوعه دارالفكر بيروت، الاستفشاء بالحرام انما لا يجوز اذا لم يعلم ان فيه شفاء اما اذا علم وليس له دواء غيره يجوز، شامی زكريا ص۷/۴۸۰، كتاب البيوع، باب المتفرقات مطلب فی التداوی بالمحرم، عالمگيری كوئٹه ص۵/۳۵۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی،

کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، ان لوگوں نے ایک مصنوعی بچہ دانی ایجاد کی ہے، جس میں مرد اور عورت کی منی کو انجکشن کے ذریعہ داخل کردیتے ہیں، اور پھر اس کی غذا اور تربیت کا خاص لحاظ رکھتے ہیں، برابر انجکشن کے ذریعہ اس کی خوراک خون وغیرہ بہم پہنچاتے رہتے ہیں، اور یہ عمل ایک وقت معینہ تک کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اسی عمل کے ذریعہ انگلینڈ میں ایک نہایت حسین وجمیل بچی پیدا ہوئی ہے، وہ لڑکی اب تک زندہ ہے، اس کی عمر چھ سات سال کی ہوگئی ہے، اس فعل شنیع وقبیح میں ہندوستان بھی کامیاب ہوگیا ہے۔

کیا شریعت مطہرہ کی رو سے اس طرح انسانی وجود حاصل کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت محررہ فطرت کے خلاف ہے، اور بہت سے مفاسد کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، ایک مرد کی منی لی گئی اور اس کی بیوی کی منی لی گئی، دونوں کو مصنوعی بچہ دانی میں رکھا پھر مختلف مراحل طے کرکے بچہ تیار ہوا، اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ مرد کی منی کو اس کی بیوی کے علاوہ غیر عورت کی منی کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اسی طرح عورت کی منی کو شوہر کی منی علاوہ غیر مرد کی منی کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان (مرد وعورت) کی منی کو کسی جانور کی منی کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اس عمل کے ذریعہ ایک اور قسم کی مخلوق تیار ہوگی، چنانچہ بعض جگہ بچہ کتے اور بندر کی صورت لئے پیدا ہورہے ہیں، اور رات دن تجربات کئے جائے رہے ہیں کہ کس کس کی منی کو مخلوط کرنے سے کیسی کیسی صورت کے بچے بنتے ہیں، اس طرح حرمت مصاہرۃ وغیرہ کے مسائل بھی ایک کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں، ثبوت نسب کی ذمہ داری بھی نہیں، حق ولایت، اور حضانت (پرورش) ووراثت بھی مخدوش ہوجاتے ہیں، جس قدر غور کیا جائے اسی قدر یہ عمل قباحتوں کا مجموعہ ہے اس سے قبل نظام میں انجکشن کی اولاد کا مسئلہ وضاحت سے آچکا ہے جو کہ پہلی جلد کے دوسرے یا تیسرے شمارے میں شائع

ہوا تھا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

انجکشن کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال:۔ میری شادی کو بارہ برس گذر گئے، میری منی میں جراثیم مردہ پائے گئے ہیں، اس لئے بچہ پیدا نہیں ہوتا، ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جس طرح سے ٹیوب سے مویشی کو حمل کرایا جاتا ہے، اسی طرح سے تم اپنی عورت کو حاملہ کرالو، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورت کو اس طرح گھوڑی بنا کر اولاد حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں، ڈاکٹروں اور حکیموں سے اپنا علاج کرائیں، اور حق تعالیٰ سے دعائیں کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۶/۶/۸۹ھ

انجکشن کی اولاد

سوال:۔ مضمون ذیل بظاہر تو ایک استفتاء کا جواب ہے مگر درحقیقت تہذیب حاضر کی حیاء سوز اور بھیانک تصویر کا آئینہ ہے اور موجودہ تہذیب کے شیدائیوں کے لئے ایک دعوت فکر

---

[1] منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱/ص ۳۳۹/ مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی، فتاویٰ رحیمیہ ج۶/ص ۲۸۰/ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ گجرات.

[2] فتاویٰ رحیمیہ ج۶/ص ۲۸۰/ ''بذریعہ انجکشن رحم میں مادۂ منویہ پہنچانا'' کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ گجرات، منتخبات نظام الفتاویٰ ج ۱/ص ۳۳۹، ۳۳۷، کتاب الحظر والاباحۃ، ''مرد کا مادۂ منویہ بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن''، ''کسی مرد کا مادۂ منویہ اجنبی عورت کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہچانا'' مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی،

ہے، امید کہ بہ نگاہ عبرت پڑھا جائے گا۔

الاستفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء دین ومفتیان شرع متین، ملک ملایا میں ڈاکٹروں نے ایک انجکشن ایجاد کیا ہے، اس کا تجربہ اولاً جانوروں پر کیا گیا کہ جانوروں کو انجکشن لگایا گیا، اور بغیر نر کی وطی کے صحیح وقت پر بچہ پیدا ہو بعد اس کے عورت پر تجربۃً انجکشن لگایا تو عورتوں کو بھی بغیر وطی مرد کے صحیح وقت پر بچہ پیدا ہوا، حکومت ملایا، چونکہ مسلمان ہے اس لئے علماء سے فتویٰ طلب کیا ہے، کہ یہ فعل جائز ہے یا ناجائز اور یہ بچہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (جو شق بھی جائز یا ناجائز کی ہو مع دلیل شرعی کے جواب دیں) لیکن علماء ملایا ایک ماہ سے زائد گذر گیا صحیح جواب دینے سے قاصر ومتحیر ہیں، میرے بھی ایک عزیز جو مولوی اور دیوبندی ہیں ملایا میں ہیں ان سے بھی فتویٰ طلب ہے، ان کا خط آیا ہے اس لئے حضرت والا کو دے رہا ہوں کہ اس فتویٰ کا جو حکم جواز وعدم جواز کا ہو مع دلیل شرعی جواب باصواب سے ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تحقیق وتفتیش سے اس انجکشن کے دو مقصد معلوم ہوئے، اول توانا اور خوبصورت بچے پیدا کرنا، دوم آزادی، اور درحقیقت مقصد اول بھی مقصد دوم ہی کا ایک شعبہ ہے، دیر سے عورتوں کا مطالبہ ہے کہ ہم کو مردوں کے دوش بدوش کر دیا جائے، مردوں کی ایک بڑی تعداد نے اس میں ان کی حمایت بھی کی ہے، چنانچہ تعلیمی کالجوں، ملازمتی دفتروں، صنعتی فیکٹریوں اور دوسرے بیشمار صیغوں میں عورتوں کا بے روک ٹوک مردوں کی طرح داخلہ شروع ہو گیا، الیکشنوں میں امیدوار بنکر سامنے آگئیں اور بہت سے مقامات پر اپنے مقابل مردوں کو پچھاڑ دیا، بہت سے شعبوں میں ہار جیت کا معیار عورتوں کی ہمدری قرار پا گئی، آگے بڑھ کر مردوں کی قید سے آزادی حاصل کی گئی، حقوق متعین کر لئے گئے کہ ان کے ادا ہو جانے کے بعد مردوں

کو کسی چیز کی باز پرس کا اختیار نہیں!

اسی سلسلہ کی ایک کڑی نکاح بھی ہے، اس میں آزادی حاصل ہوئی، کہ عورتوں کا دل چاہے تو نکاح کریں نہ چاہے تو نہ کریں، خواہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، جس کا حاصل یہ نکلا کہ ولیٔ شرعی کی ولایت ختم، پھر نکاح کرنے میں بھی آزادی حاصل ہوئی، کہ جس سے دل چاہے نکاح کرلیں خواہ مذہب اس کو جائز قرار دے یا ناجائز، جس کا حاصل یہ نکلا کہ قرآنی قانون کا باب **المحرمات والکفائت** ختم، سَوِل میرج بھی اسی آزادی کی ایک لعنت ہے۔

پھر ایک قدم اور بڑھا کہ جب تک دل چاہے قید نکاح میں رہیں جب دل چاہے علیحدہ ہوجائیں، شوہر علیحدگی پر رضامند ہو یا نہ ہو جس کا حاصل یہ نکلا کہ خدائی قانون نے شوہر کو جو طلاق کا اختیار دیا تھا وہ ختم۔

بعض انسان صورت خنزیروں نے اپنی بیویوں کو اپنے احباب کے سامنے کرکے خود رضامندی ظاہر کردی کہ جس سے دل چاہے اپنی خواہش پوری کرلیں، جس سے ان کی انسانیت ہی جل کر خاکستر ہوگئی؟

نکاح نہ کرنے یا شوہر سے تعلقات نہ رہنے پر بھی بچے پیدا ہونے شروع ہوئے، تو بعض غیرت مند خاندانوں میں روپوشی اور خودکشی وغیرہ کے ناگوار حادثات پیش آئے، اس کی روک تھام کے لئے ایسی دوائیں ایجاد ہوئیں، جن سے حمل ضائع ہوجائے، مگر اس میں بھی زحمت نظر آئی تو ایسے آلات ایجاد ہوئے کہ استقرار ہی نہ ہونے پائے، اس پر ایک شور برپا ہوا، کہ مادۂ تولید ضائع ہوجاتا ہے، تو اس کو محفوظ کرنے کے لئے مستقل محکمہ بنا چنانچہ مختلف عمر والوں کے مادے جداگانہ بھی، مخلوط بھی محفوظ کرکے تجربات شروع ہوئے، اولاً جانوروں پر آزمائش کی گئی، پھر جوانی کی خواہشیں پوری کرنے کے لئے آزادی طلب عورتوں کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کیا گیا۔

اب اگر کسی عورت کے شادی نہ کرنے پر بھی اولاد پیدا ہو تو وہ بڑی جرأت کے ساتھ کہہ سکتی ہے کہ انجکشن کی اولاد ہے، سرکاری دفتر میں ان کو ابن انجکشن لکھا جائے، یہاں تک بھی معاملہ ڈاکٹروں کے دست تصرف میں رہا، عورتوں کی حریت پسند بلکہ حریت پرست طبائع اس قید کو بھی نہ برداشت کر سکیں تو اب ضابطۂ عمل یہ بنا کہ ''جو عورت جس کا نطفہ پسند کرے خرید لے'' اگرچہ مذہب اس کو بیع باطل ہی قرار دے، اس ضابطہ عمل کی بدولت ڈاکٹروں کی قید سے بھی چھٹکارا ہوا، خریداری کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہے، بعض جگہ اس کی بھی پابندی نہیں کہ ڈاکٹروں ہی کے تجویز کردہ طریقہ پر مادہ حاصل اور داخل کیا جائے، لہٰذا اس انجکشن کی آڑ میں عام زنا کاری کا دروازہ کھل گیا، اور عورتوں کے دونوں مقصد حل ہو گئے، نہ مانع حمل آلات کی ضرورت کہ بیش قیمت مادہ ضائع ہو، نہ استقرار کے بعد حمل ضائع کرنے کی ضرورت کہ خواہ مخواہ کی زحمت مول لی جائے، نہ والدین یا غیور دیگر اہل خاندان کی روپوشی، وطن سے فرار، خودکشی کی ضرورت کیوں کہ یہ اولاد لڑکی نے انتہائی عصمت وعفت کے ساتھ انجکشن سے حاصل کی ہے، حرام کاری کے قصد سے کبھی کسی غیر مرد کی صورت بھی نہیں دیکھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ نکاح کی کوئی حیثیت، نہ شوہر کی متبوعیت، نہ عورت کی تابعیت نہ اولاد کے حلال ہونے کی کوئی شناخت نہ باپ کی اولاد پر شفقت نہ تربیت نہ ولایت نہ اولاد پر باپ کی تعظیم نہ اطاعت نہ خدمت نہ نفقہ نہ وراثت نہ حرمت مصاہرۃ کی روک تھام، نہ خاندانی معاشرہ، نہ تدبیر المنزل کی کوئی صورت، غرض انسان اشرف المخلوقات ہو کر زمرۂ حیوانات میں داخل ہو گیا۔

یورپ کے بعض محققین اس کے قائل تھے کہ انسان پہلے جانور تھا ترقی پا کر انسان بنا

شعر:۔

ڈارون صاحب حقیقت سے بہت دور تھے
میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے (اکبرؒ)

اب پھر ایسی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں کہ جوہر انسانیت ختم کر کے اب جانور بن جائے، اور ''ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ''[1] کا ایک نقشہ سامنے آجائے، ممکن ہے کہ ان دومقصدوں کے علاوہ کوئی اور بھی نیک مقصد ہو، لیکن جو عمل اتنے مفاسد پر مشتمل ہو اور اس سے احکام الٰہیہ اور نصوص شرعیہ کی مخالفت ہوتی ہو، خواہ کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے، وہ کسی طرح حد جواز میں نہیں آسکتا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ مدرسہ جامع العلوم کانپور

انجکشن کے ذریعہ رحم میں مادۂ تولید داخل کرنا اور اولاد حاصل کرنا اور ثبوت نسب اور میراث کی تفصیل

سوال:۔ سلام مسنون گذارش ہے کہ سائنسی تحقیقات نے توالد اور تناسل کے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں، فی الحال دوطریقہ رائج ہے جن کو انگریزی میں Artificial Insemintion اور دوسرے کو Test tube baby کہتے ہیں، ان دونوں کی تفصیل ذیل میں لکھتا ہوں اور اس پر جتنی امکانی شکلیں نکلتی ہیں وہ اور مرتب ہونے والے سوالات عرض کرتا ہوں، چونکہ ان طریقوں میں جہاں کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے جواز کی صورت ممکن ہے کہ

---

[1] سورۂ تین آیت ۵/ **ترجمہ**:- پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

[2] نظام الفتاویٰ ج ۱/ص ۳۳۹، ۳۳۷، ''عنوان'' مرد کا مادۂ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہنچانا'' ''کسی مرد کا مادۂ منویہ اجنبی عورت کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہنچانا''، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی، فتاویٰ رحیمیہ ج۶/ص ۲۸۰/ ''بذریعہ انجکشن رحم میں مادۂ منویہ پہنچانا'' کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ گجرات،

موجود ہو، مگر دوسری طرف فطری طریقہ کا ترک لازم آتا ہے، بلکہ فتنہ کا باب مفتوح ہوتا ہے، کہ بلا شادی کے بچہ پیدا ہونے لگے لگا، جس کی وجہ سے زنا کی برائی کا احساس ختم ہو جائیگا، اور بلا شادی کے بچہ ہونے کو عیب شمار نہ ہوگا، اور بعض آزاد اور روشن خیال مستورات شادی کو غیر ضروری خیال کرنے لگیں گی، جس کا اثر قوم اور ملت پر کافی حد تک ہوگا، بہر حال ذیل میں دونوں صورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھتا ہوں، امید ہے کہ جوابات مع الدلائل عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

پہلی صورت (Artificial Insemintion) اس کی صورت یہ ہے کہ مشت زنی یا ربڑ کی تھیلی ذکر پر چڑھا کر اور مجامعت سے منی حاصل کر کے عورت کے رحم میں بذریعہ انجکشن داخل کی جاوے، پھر بدستور وضع حمل ہوتا ہے، یہ طریقہ کسی عذر کی وجہ سے کہ مرد کو جماع پر قدرت نہیں یا عورت سے کسی عذر کی وجہ سے جماع نہیں ہوسکتا، یا عورت ازدواجی زندگی کو پسند نہیں کرتی مگر بچہ کی طالب ہے، یا کسی غیر اعلیٰ نسب کی منی بایں خیال کہ بچہ عالی پیدا ہو عمل میں لایا جاتا ہے، اس پر حسب ذیل شکل ہیں:۔

(الف) شوہر کی منی کو مذکورہ طریقہ سے حاصل کر کے اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروانی۔

(ب) غیر مرد محرم یا غیر محرم معروف یا مجہول مسلم یا غیر مسلم کی منی اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروانی ان دونوں طریقوں پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:۔

(۱) کیا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ باذن شوہر یا بلا اذن شوہر نہیں؟

(۲) نمبر، ب: میں اگر مرد میں جماع کی قدرت نہیں ہے یا ہے، مگر منی میں وہ طاقت نہیں یا شوہر نامرد ہے، تو باذن شوہر یا بلا اذن جائز ہے یا نہیں۔

(۳) میاں بیوی دونوں طبی اعتبار سے ٹھیک ہیں جماع پر قدرت ہے قدرتی طور پر

بچہ نہیں ہوتا اس صورت میں غیر کی منی محرم یا غیر محرم معروف یا مجہول شخص، کافر یا مسلم کی حاصل کر کے اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروانی جائز ہے؟

(۴) نمبر۲/۳/ میں اگر باذن شوہر دوسرے کی منی استعمال کی ہے، تو بچہ کس کا ہوگا اسی طرح بلا اذن زوج اگر الولد للفراش کے اعتبار سے شوہر کا شمار ہوگا تو کیا بچہ کو میراث ملے گی؟

(۵) نمبر۲/۳/ میں اگر غیر مرد جس کی منی ہے بچہ کا دعوی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دعویٰ کر دیا تو کیا حکم ہے؟ کیا تہمت کی سزا ملے گی؟

(۶) اگر باذن شوہر یا بلا اذن داخل کروائی غیر کی منی اور بچہ پیدا ہوا، ظہور حمل یا وضع حمل پر انکار کر دیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو کیا لعان ہوگا یا نہیں؟

(۷) لوگوں میں شہرت ہوگئی یہ کہ فلاں عورت نے غیر کی منی استعمال کی ہے، اور مقر بھی ہے، تو اندریں صورت دعوی کرنا شوہر کا کہ بچہ میرا ہے چہ حکم دارد؟

(۸) زنا کی تعریف کیا ہے؟

(۹) دونوں شکلوں میں زنا کی تعریف صادق ہوگی یا نہیں؟

(۱۰) مذکورہ صورتوں میں بچہ کو ولد زنا کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

(۱۲) کیا مرد اور عورت پر حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟

(۱۳) بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا خصوصاً نمبر۵-۶-۷/ میں۔

دوسری صورت (Test tube baby) اس کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہو کسی بیماری کی وجہ سے تو حیض سے تقریباً ۱۴/ یا ۱۶/ ایام قبل عورت کے بیضہ دان کے ظاہر پر ایک بیضہ نمودار ہوتا ہے، جس کا ادراک آلات کے بغیر دشوار ہے اس بیضہ کو

آپریشن سے حاصل کرکے اور مرد کی منی بھی حاصل کرکے دونوں یعنی بیضہ اور منی کو بعض ادویات کے ساتھ ایک رکابی میں ملا کر ٹیوب میں چھوڑ دیتے ہیں، اور تقریباً دو ہفتہ دوائیوں میں رکھ چھوڑتے ہیں، دوسری طرف اس عورت کو انجکشن اور دوائیوں کے ذریعہ سے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ اس کا رحم مذکورہ شئی کو قبول کرلے، اس کے بعد آپریشن سے اس کو رحم میں رکھ دیا جاتا ہے، اور ایک مدت تک دوا جاری رکھی جاتی ہے، تاکہ اسقاط نہ ہوجاوے، پھر بچہ حسب دستور ہوتا ہے، اس صورت میں حسب ذیل شکل نکلتی ہیں۔

(۱) شوہر کی منی اور اپنی بیوی کا بیضہ مذکورہ طریقہ سے اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروانا۔

(۲) شوہر کی منی اور غیر محرم یا محرم عورت کا بیضہ مذکورہ طریق سے اپنی بیوی کے رحم میں رکھوانا، غیر محرم معروف یا غیر معروف عورت ہو مسلم یا غیر مسلم۔

(۳) محرم یا غیر محرم معروف یا مجہول شخص کی منی اور بیوی کا بیضہ مذکورہ طریقہ سے رکھواتا ہے، چاہے نامحرم مسلم ہو یا غیر مسلم۔

(۴) مرد اور عورت دونوں غیر محرم معروف ہو یا مجہول مسلم یا غیر مسلم منی و بیضہ حاصل کرکے اپنی بیوی کے رحم میں رکھوانا۔

(۵) مرد اور عورت دونوں محرم کے بیضہ اور منی کو حاصل کرکے مذکورہ طریقہ سے داخل کروانا اپنی بیوی کے رحم میں۔

(۶) ایک محرم اور ایک غیر محرم کے بیضہ اور منی کو حاصل کرکے اپنی بیوی کے رحم میں مذکورہ طریقہ سے داخل کروانا۔

(۷) دونوں میں سے ایک معروف اور ایک مجہول کا منی و بیضہ حاصل کرکے اپنی بیوی کے رحم میں داخل کروانا۔

ان شکلوں میں مذکورہ سوالات وارد ہوتے ہیں:۔

(الف) مذکورہ شکلوں میں کونسی جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟

(ب) جو شکلیں ناجائز ہیں اس میں بچہ کس کا ہوگا؟

(ج) جائز یا ناجائز صورتوں میں اذن شوہر سے یا بلا اذن شوہر داخل کرانے میں دونوں کا حکم برابر ہے؟

(د)(۱) نمبر ایک کے علاوہ میں بقیہ صورتوں میں عورت نے بلا اذن شوہر غیر کی منی کو مذکور طریقہ سے استعمال کیا اور وضع حمل پر شوہر نے انکار کر دیا، تو کیا لعان ہوگا؟ (۲) مذکورہ طریقوں میں سوائے نمبر ایک کے مرد یا عورت غیر نے بچہ کا دعویٰ کیا تو کیا حکم ہے؟

(ہ) لوگوں میں شہرت ہوگئی کہ اس عورت کا حمل فلاں مرد کی منی یا اپنے شوہر کی منی اور فلاں عورت کے بیضہ سے ہیں اور دونوں مقر بھی ہیں، تو کیا شوہر بچہ کا دعویٰ کر سکتا ہے اور بچہ کو ترکہ کس سے ملے گا؟

(و) جو شکلیں ناجائز ہیں، اس میں میراث بچہ کو ملے گی یا نہیں؟

(ز) ناجائز شکلوں میں حد زنا ہوگی یا نہیں؟

(ح) ناجائز شکلوں میں امامت کا کیا حکم ہے؟

(ط،ی) منی کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں اسی طرح ہبہ ہسپتال والوں کو جائز ہے یا نہیں، کیونکہ ہسپتال میں منی کو جمع رکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاً کتب معتمدہ فقہیہ کی عبارات نقل کی جاتی ہیں، جن سے دلائل کے سمجھنے میں مدد ملے گی، پھر نمبروار سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے۔ واللّٰہ الموفق للصواب

العبارۃ الاولیٰ: الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت

لاستلحاق نسب من لیس منه اھ بحر.

وفیه متی سقط اللعان بوجه مااوثبت النسب بالاقرار اوبطریق الحکم لم ینتف نسبه ابدا فلو نفاه ولم یلا عن حتی قذفها اجنبی بالولد فحدّ فقد ثبت نسب الولد ولاینتفی بعد ذٰلک درمختار علی هامش[1] د المحتار، ج۲/ص ۵۹۲/ قبیل باب العنین.

العبارة الثانیة :. لوجاء ت امرأة المجبوب بولد بعد التفریق الی سنتین یثبت نسبه ولایبطل التفریق الی قوله ثبوت النسب من المجبوب باعتبار الانزال بالسحق الخ البحرالرائق، ج ۴/ص ۱۳۴/[2] باب العنین.

العبارة الثالثة:. الحمل قدیکون بادخال الماء الفرج بدون جماع مع انه نادر الخ البحرالرائق، ج۴/ص ۱۶۴/[3] باب ثبوت النسب.

العبارة الرابعة:. ولوقذ ف زوجته بالزنا وصلحا شاهدین وهی ممن یحد قاذفها اونفی نسب الولد وطالبته بموجب القذف وجب اللعان الخ کنز الدقائق وقید بطلبها لانها لولم تطالبه فلا لعان لانه حقهالدفع العارعنها فیشترط طلبها

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۵/ص ۱۶۴-۱۶۳/ باب اللعان ،مطلب الحمل یحتمل کونه نفخا وفیه حکایة. البحر الرائق کوئٹه ص ۱۱۹-۱۲۱، باب اللعان، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۵۱۹، الباب الحادی عشر فی اللعان، مطلب تعلیق القذف.

[2] البحرالرائق کوئٹه ،ج۴/ص ۱۲۳/باب العنین وغیره. شامی زکریا ص۵/۱۶۷، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره، النهر الفائق ص ۲/۴۷۰، باب العنین وغیره، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] البحرالرائق کوئٹه ،ج۴/ص ۱۵۶/باب ثبوت النسب. النهرالفائق ص ۲/۴۹۲، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. فتح القدیر ص ۴/۳۵۰، باب ثبوت النسب، مطبوعه دارالفکر بیروت.

ولابد من كونه في مجلس القاضي. كذا في البدائع البحر الرائق، ج۴/ص ۱۲۳/[1]

العبارة الخامسة: ورجيع أدمي لم يغلب عليه التراب وشعر الانسان ولو كافرا الخ درمختار والادمي مكرم شرعاً وان كان كافراً فايراد العقد عليه ابتذا له به والحاقه بالجمادات اذلال لهٗ الخ اى وهو غيرجائز وبعضه فى حكمه وصرح فى فتح القدير ببطلانه الى قوله لايملك بيع لبن امته فى ظاهر الرواية. ردالمحتار،[2] ج ۱/ ص ۱۰۰/ باب البيع الفاسد.

العبارة السادسة: الوطء الموجب للحد هوالزناوانه فى عرف الشرع واللسان وطء الرجل المرأة فى القبل فى غيرالملك وشبهة الملك هدايه[3] مع فتح القدير، ج۵/ص ۳۰/.

العبارة السابعة: اجتماع الرجلين على امرأة واحدة يفسد الفراش لانه يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والأ لفة والمودة فيفوت

---

[1] البحرالرائق، ج۴/ص ۱۱۳-۱۱۴/باب اللعان مطبوعه كوئٹه. شامى زكريا ص ۱۵۲/۵، كتاب الطلاق، باب اللعان، بدائع الصنائع زكريا س۳/۳۷۷، كتاب اللعان، صورة اللعان وكيفيته.

[2] الدرالمختار مع الشامى زكريا، ج۷/ص ۲۴۶-۲۴۵/ باب البيع الفاسد، مطلب الآدمى مكرم شرعاً ولوكافراً. فتح القدير ص ۶/۴۲۵، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالفكر بيروت. البحر الرائق كوئٹه ص ۶/۸۱، باب البيع الفاسد، مجمع الانهر ص ۳/۸۵، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] هدايه على فتح القدير، ج۵/ص ۲۴۷/ كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لايوجب، مطبوعه دارالفكر بيروت. تبيين الحقائق ص ۳/۱۷۵، كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحدالخ، مطبوعه امداديه ملتان. البحر الرائق كوئٹه ص ۳، ج۵، كتاب الحدود.

ماوضع النکاح لهٗ الخ بدائع الصنائع[1]، ج۲/ص ۲۶۸/.

العبارة الثامنة :.اذاتزوج امرأة حاملاً من الزنا انه يجوز فی قول ابی حنيفة ومحمد ولكن لايطأ ها حتى تضع وقال ابويوسف لايجوز وهو قول زفر ووجه قول ابی يوسف ان هذا الحمل يمنع الوطء فيمنع العقدايضاً كالحمل الثابت النسب وهذا لان المقصود هوحل الوطء فاذا لم يحل لهٗ وطؤ هالم يكن النكاح مفيداً فلا يجوز ولهٰذا لم يجز اذاكان الحمل ثابت النسب كذا هذا ولهما ان المنع من نكاح الحامل حملا ثابت النسب لحرمة ماء الوطء ولاحرمة لماء الزانی بدليل انه لايثبت به النسب قال النبی صلّی اللّٰه عليه وسلم الولد للفراش وللعاهرالحجر فاذا لم يكن لهٗ حرمة لايمنع جواز النكاح الا انها لاتوطأ حتى تضع لماروی عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال من كان يومن باللّٰه واليوم الاخر فلايسقين ماء ه زرع غيره .بدائع ،ج۲/ص ۲۶۸/[2]

اب نمبروار جوابات عرض ہیں ان کوسوالات پر منطبق کرتے جائیں، اورعبارات منقولہ میں دلائل دیکھتے جائیں۔

(الف) پہلی صورت خلاف فطرت ہے

(ب) دوسری صورت ناجائز وحرام ہے۔

پہلی صورت میں بچہ شوہر کا ہے، دوسری صورت میں یہ بچہ شوہر پر زبردست وبال بلکہ

---

[1] بدائع الصنائع كراچی،۲۶۸/ج۲/ بدائع زكريا ص ۲/۵۴۹، كتاب النكاح، فصل ومنها ان لاتكون منكوحة الغير.

[2] بدائع الصنائع كراچی،ج۲/۲۶۹/ بدائع زكريا ص ۲/۵۵۰، كتاب النكاح، فصل ومنها ان لايكون بها حمل. فتح القدير ص ۲۴۱-۳/۲۴۲، فصل فی بيان المحرمات، مطبوعه دارالفكر بيروت. مجمع الانهر ص۱/۴۸۵، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

عذاب ہے، اگر وہ اپنا بتائے تو خلاف واقعہ وخلاف مشاہدہ ہے، جس کی عبارت نمبر ۱ر میں حرمت مذکور ہے اور اس کو مستحق میراث قرار دینا کہ جس میں شرعی ورثاء کا حق ختم یا کم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اور دیگر تفریعات بھی پریشان کن ہیں، جب تک شوہر اس کی نفی نہ کرے وہ شوہر کا ہی شمار ہوگا، شوہر کا سکوت بمنزلہ اقرار کے ہے۔

(۱) ہرگز جائز نہیں محرم کی منی داخل کرنے میں زیادہ غلظت ہے، شوہر اجازت دیگا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔[۱]

(۲،۳) بالکل جائز نہیں۔

(۴) الولد للفراش کے تحت بچہ شوہر کی طرف منسوب ہوگا، لیکن شوہر کو اصل حقیقت معلوم ہوتے ہوئے، اس کا اقرار کرنا یا سکوت کرنا جائز نہیں ہے، شرائط لعان موجود ہوں تو لعان بھی ہوگا، جب عورت نے خود ہی یہ حرکت کی ہے اور اس کا اقرار بھی ہے تو کس منہ سے لعان کا مطالبہ کرے گی۔

(۵) بغیر فراش کے دعوی شرعاً قابل تسلیم نہیں اس بچہ کا نسب اس شخص سے شرعاً ثابت نہیں ہوگا۔[۲]

(۶) دونوں صورتوں میں شوہر کا انکار مطابق واقعہ ہے اگر بیوی لعان کا مطالبہ کرے اور شرائط لعان موجود ہو تو لعان ہوگا، جیسا کہ عبارت نمبر ۴ر میں ہے۔

(۷) اس کا جواب نمبر: ۴ میں گذرا۔

---

[۱] اذا ازنی الرجل خرج منه الایمان فکان فوق رأسه کالظلة فان تاب ونزع رجع الالیه وهو من الکبائر ..... اعظم الزنا علی الاطلاق بالمحارم فقد صحح الحاکم انه ﷺ قال من وقع علی ذات محرم فاقتلوه، روح المعانی ص۹/۹۷، الجزء الخامس عشر، سورة الاسراء، آیت: ۳۲، مطبوعه دارالفکر بیروت. الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۷۷۹- ۴/۷۸۱، الکبیرة الثامنة والخمسون بعد الثلاث مائة الزناء، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[۲] عبارت نمبر ۱ / ملاحظه فرمائیں

(۸) زنا کی تعریف عبارت نمبر ۶ رمیں دیکھیں!

(۹) یہ زنا نہیں ہے،

(۱۰) کہنے والوں کو کف اللسان لازم ہے وہ کچھ نہ کہیں[۱]۔

(۱۱) اگر اس میں علم وصلاح وتقویٰ ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں[۲]۔

(۱۲) اس صورت میں حد زنا واجب نہیں[۳]۔

(۱۳) اپنی ماں سے ثابت ہوگا، شوہر نے اگر انکار نہیں کیا تو اس سے بھی ثابت ہوگا، جیسا کہ عبارت نمبر ۱ رمیں گذرا۔

دوسری صورت سے متعلق :۔

(۱) اس صورت کو حرام نہیں کہا جائیگا[۴]۔

(۲) یہ ناجائز ہے۔

---

[۱] عن البراء ابن عازب قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ فقال یارسول اللہ علمنی عملا یدخلنی الجنة قال ان کنت اقصرت الخطبة لقد اعرضت المسئلة ..... فکف لسانک الا عن خیر، الترغیب والترھیب للمنذری ص ۳/۵۲۳، کتاب الادب، الترغیب فی الصمت الا عن خیر، مطبوعه مصر، السنن الکبریٰ للبیھقی ص ۱۰/۲۷۳، کتاب العتق، باب فضل اعتاق النسمة، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[۲] کره امامة العبد ..... وولد الزنا الذی لا علم عنده ولا تقویٰ فلذا قیده مع ما قبله بقوله الجاھل اذ لو کان عالما تقیا لا تکره امامته لان الکراھة للنقائص حتی اذا کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشد والاعمیٰ من البصیر فالحکم بالضد، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱/۳۴۹، باب الامامة الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۳۰۱، باب الامامة، قبیل مطلب فی امامة الامرد.

[۳] ملاحظه هو عبارت نمبر ۶ ر

[۴] عبارت نمبر ۸ ر ملاحظه هو.

(۳) یہ بھی ناجائز ہے۔

(۴) یہ بھی ناجائز ہے۔

(۵) یہ بھی ناجائز ہے۔

(۶) یہ بھی ناجائز ہے۔[۱]

(۷) یہ بھی ناجائز ہے۔[۲]

(الف) سب شکلوں کا حکم لکھ دیا ہے۔

(ب) ثبوت نسب کا ضابطہ شرعی الولد للفراش ہے، انکار پر بھی احکام مرتب ہوتے ہیں، اور اقرار وثبوت پر بھی۔

(ج) یہ ناجائز شکلیں ہیں شوہر کی اجازت سے جائز نہیں ہونگیں، البتہ ناجائز کی اجازت دینے سے شوہر بھی گناہ میں شریک ہوگا، جو شکلیں حرام نہیں وہ شوہر کی اجازت سے بھی ہوسکتی ہے۔

(د) (۱) غیر مرد کی منی میں سے جو حمل ہوا اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے انکار کردیا اور عورت نے مطالبہ لعان کیا تو شرائط موجود ہونے پر لعان ہوگا۔[۳] (۲) حرام ومعصیت ہے۔[۴]

---

[۱] اذا ازنی الرجل خرج منه الایمان فکان فوق رأسه کالظلة فان تاب ونزع رجع الالیه وهو من الکبائر ..... اعظم الزنا علی الاطلاق بالمحارم فقد صحح الحاکم انه ﷺ قال من وقع علی ذات محرم فاقتلوه، روح المعانی ص۹/۹۷، الجزء الخامس عشر، سورة الاسراء، آیت: ۳۲، مطبوعه دارالفکر بیروت. الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۷۷۹- ۷۸۱/۴، الکبیرة الثامنة والخمسون بعد الثلاث مائة الزناء، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

[۲] عبارت نمبر ۷/ ملاحظه هو.

[۳] ملاحظه هو عبارت نمبر ۶/

[۴] عبارت نمبر ۱/ ملاحظه هو.

(ھ) بیضہ کسی کا بھی ہو جس کے بچہ پیدا ہوا بچہ اس کا ہوگا، اس سے وراثت بھی پائیگا، مرد کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ ثبوت نسب کا ضابطہ الولد للفراش ہے، لیکن جب شوہر جانتا ہے کہ یہ غیر کی منی سے پیدا ہوا ہے تو اس کو اپنا لڑکا قرار دینا کہاں جائز ہے، اس عمل کا ناجائز ہونا پہلے سے بیان ہو چکا۔

(و) بغیر ثبوت نسب کے استحقاق میراث نہیں[۱]۔

(ز) حد زنا ان شکلوں میں نہیں[۲]۔

(ح) اگر اس میں علم تقویٰ اور صلاح ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں[۳]۔

(ط، ی) منی کی بیع وشراء ہبہ سب ناجائز ہے جیسا کہ عبارت نمبر ۵/ میں مستفاد ہے، یعنی انسان بجمیع اجزائہ قابل اکرام ہے، اس کی یا اس کے جزء کی حتی کہ لبن کی بیع درست نہیں، کیونکہ اس میں اس کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا ہے، جو کہ اس کے لئے اذلال ہے اور منافی اکرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۷/۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح یحیٰ غفرلہٗ ۱۹/۷/۱۴۰۳ھ

---

[۱] ویستحق الارث بنسب ونکاح وولاء، مجمع الانهر ص ۴/۴۹۵، کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفها، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۰/۴۹۷، کتاب الفرائض.

[۲] ملاحظه هو عبارت نمبر ۷/

[۳] کره امامة العبد ..... وولد الزنا الذی لا علم عنده ولا تقویٰ فلذا قیده مع ما قبله بقوله الجاهل اذ لو کان عالما تقیا لا تکره امامته لان الکراهة للنقائص حتی اذا کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشد والاعمیٰ من البصیر فالحکم بالضد، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۵، فصل فی بیان الاحق بالامامة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱/۳۴۹، باب الامامة الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۳۰۱، باب الامامة، قبیل مطلب فی امامة الامرد.

اسقاط حمل

سوال:۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں، میرے پاس ایک لڑکی تین ماہ کا حمل گروانے کے لئے آئی، اور کہا کہ حمل نہیں گراؤ گے تو میں خودکشی کرلوں گی، میری شادی ہونے والی ہے، ایسی صورت میں حمل گرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ میں اس سے قبل چھ حمل گرا چکا ہوں، لیکن اب خدا سے ڈرتا ہوں، کوئی صحیح صورت تحریر فرمائیں کہ میں گنہگار نہ ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکی نے آکر کہا کہ مجھے ناجائز حمل ہے، میری شادی ابھی نہیں ہوئی، اس کو ساقط کردیا جائے تو اگر وہ حمل ایسا ہے کہ اس میں ابھی جان نہیں پڑی تو اس کو ساقط کردینا درست ہے، جان پڑنے کے بعد ساقط نہیں کیا جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۵ھ

فیملی پلاننگ

سوال:۔ آج کل جو دوائیں وغیرہ حمل نہ ٹھہرنے کے لئے گورنمنٹ نے نکالی ہیں ان کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کثرتِ آبادی کی روک تھام کی وجہ سے ایسا کرنا کیسا ہے؟ ایک عالم

---

[1] لوارادت القاء الماء بعد وصوله الى الرحم قالواان مضت مدة ينفخ فيه الروح لايباح لها وقبله اختلف المشائخ فيه ،شامی زکریا ،ج۹/ص۵۳۷/ مطبوعه کراچی، ج۶/ص۳۷۴/ کتاب الحظر والاباحة ،قبيل باب الاستبراء وغيره. هل يباح الاسقاط بعد الحمل، نعم يباح لم يتخلق منه شئ ولن يكون ذلک الا بعد مائة وعشرين يوما وهذا يقتض انهم ارادو بالتخليق نفخ الروح الخ، شامی زکریا ج۴/ ص۳۳۵-۳۳۶/ باب نكاح الرقيق مطلب فی حكم اسقاط الحمل. البحرالرائق كوئٹه ص۸/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، عالمگيری كوئٹه ص۵/۳۵۶، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

صاحب نے ایسا کرلیا ہے، گورنمنٹ نے ایسا قانون بھی بنادیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کوئی ایسی دوا یا تدبیر اختیار کرنا کہ ہمیشہ کیلئے ولادت کی صلاحیت ختم ہوجائے، یا حمل قرار نہ پائے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں[۱]، کثرتِ آبادی کے خوف سے پیدائش کو محدود کرنا نظام خداوندی میں دخل اندازی ہے، خداوند قدوس نے جتنی جاندار مخلوق پیدا کی ہے، سب کیلئے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا"[۲]، زمانۂ جاہلیت میں قلت رزق کے خوف سے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے، آج کی فیملی پلاننگ بھی اسی تصور کی ایک مہذب تصویر ہے، قرآن پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے، "وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ"[۳] یعنی فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر کثرت اولاد کی ترغیب فرمائی ہے، ارشاد ہے "تزوجو االودود الولود فانی مکاثربکم الامم" مشکوٰۃ شریف[۴]، ص ۲/۲۶۷،

---

[۱] خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۵۷، کتاب الکراهية، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء، البحرالرائق کوئٹہ ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهية، فصل فی البیع، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۵۵۷، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادوية القامعة للبأة والتبتل وغیرها تغییر لخلق الله عزوجل واهمال لطلب النسل فنهی النبی ﷺ عن کل ذلک، حجة الله البالغة ص ۲/۱۲۳، باب آداب المباشرة، مطبوعه مصر،

[۲] سورۂ هود آیت ۶/ **ترجمہ**:- اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ (از بیان القرآن)

[۳] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۱/

[۴] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۷/ کتاب النکاح، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. نسائی شریف ص ۲/۵۹، کتاب النکاح، باب کراهية تزویج العقیمة، مطبوعه فیصل دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند، **ترجمہ**:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کرونگا۔

یعنی ایسی عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی ہو، جس سے زیادہ اولاد پیدا ہو سکے، کیونکہ میں قیامت میں اپنی امت کی کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

(۲) جو کام خلافِ شرع ہو اس پر کسی کو جبر کا حق نہیں، نہ اس کا ماننا درست ہے جب تک ہو سکے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے[1]

ان عالم صاحب نے یہ کام شرعاً صحیح نہیں کیا بلکہ خلافِ شرع کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۸۸ھ

خاندانی منصوبہ بندی

سوال: ان فی دیارنا من ینکرون تحدید النسل ویبیحونه ایضاً ویستدل المنکرون بقوله تعالیٰ ولاتقتلوا اولادکم خشیة املاق وبنحو ذٰلک ویجیب المبیحون لذٰلک ان الولد لایصدق علی النطفة ولایجری حکم الولد علی النطفة مثلاً من قتل ولداً فعلیه القصاص ومن افسدنطفة فلا قصاص علیه وفوق ذٰلک ان العزل جائز واباحةُ الشارع علیه السلام وتحدید النسل فی مصرنا مثال القول الذی اجازةُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ماذا قول الصواب؟

---

[1] عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق مشکوٰة شریف، ص ۳۲۱/ کتاب الامارة والقضاء الفصل الثانی مطبوعه یاسرندیم دیوبند. مسند احمد بن حنبل ص ۵/۶۶، بقیة حدیث الحکم بن عمر والغفاریؓ، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح السنة ص ۶/۳۵، کتاب الامارة والقضاء، باب الطاعة فی المعروف رقم الحدیث: ۲۴۵۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، (ترجمہ سوال اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

تحديد النسل الذى اشاعته الحكومة فى المملكة بنظامٍ خاص واهتمام عام هو خلاف مقصود الشارع قطعاً وحتماً لما وردفى الحديث عن معقل بن يسارؓ قال قال رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم تزوجوا الودود الولود فانى مكاثرٌ بكم الامم رواه ابوداؤد[1] والنسائى[2] وفى تحديد النسل تقليل الامة بلا شبهة بل قطع النسل لازم وهذا القطع وان لم يكن قتلاً لكن هو قريب من الاختصاء عن سعدبن ابى وقاصؓ قال رد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم علىٰ عثمان بن مظعون التبتل ولواذن لهٗ لاختصينا (متفق عليهٖ[3]) والعزل هو الوأد الخفى، عن جد امة بنت وهب رضى الله تعالىٰ عنهما قالت حضرت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم فى اناس وهو يقول لقد هممت ان انهىٰ عن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ سوال**:- ہمارے شہروں میں بعض لوگ خاندانی منصوبہ بندی کا انکار کرتے ہیں، اور بعض مباح قرار دیتے ہیں، منکرین اللہ تعالیٰ کے قول ''لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق'' اور اس کے مثل (دوسری آیات) سے استدلال کرتے ہیں، مباح قرار دینے والے اس کا جواب دیتے ہیں کہ نطفہ پر ولد صادق نہیں آتا اور نطفہ پر ولد کا حکم جاری نہیں ہوتا، مثلاً ولد کو قتل کرنے والے پر قصاص لازم آتا ہے، اور نطفہ کو فاسد کرنے والے پر قصاص لازم نہیں آتا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ عزل جائز ہے، شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو مباح فرمایا ہے، خاندانی منصوبہ بندی ہمارے زمانہ میں عزل کی مثال ہے جس کی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے، صحیح قول کیا ہے؟

[1] ابوداؤدشریف ج ۱/ص ۲۸۰/ باب فی تزویج الابکار، مطبوعه رشیدیه دهلی .

[2] نسائی شریف، ج۲/ص ۵۹/ کتاب النکاح ،کراهیة تزویج العقیمة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مشکوٰة شریف، ص۲۶۷/ کتاب النکاح، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[3] بخاری شریف ،ج۲/ص ۷۵۹/کتاب النکاح باب مایکره من التبتل والخصاء. مطبوعه اشرفی دیوبند حدیث ۴۸۸۲/. مسلم شریف ج ۱/ص ۴۴۹/ اول کتاب النکاح، مطبوعه رشید یه دهلی، نسائی شریف، ج۲/ص۵۷/ باب النهی عن التبتل. مطبوعه فیصل دیوبند،

الغيلة فنظرت فى الروم وفارس فاذا هم يغيلون اولادهم فلايضر اولادهم ذٰلک شيئاً ثم سألوه عن العزل فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ذٰلک الواد الخفى وهى واذا الموؤدة سئلت رواه مسلم[1] فقال شارح[2] المشكوٰة اى هذه الفعلة الشنيعة التى هى العزل مندرجة تحت هذه الاٰية ذكرها تاكيداً لبيان شناعته والوأد دفن الولدحياً وجعل العزل فى حكم الواد لمافيه من اضاعته النطفة المهياة لكونهما ولداً والعلة التى كانوا يقتلون الاولاد لها وهى الاملاق اوخشية الاملاق كماقال اللّٰه تعالىٰ ولاتقتلوا اولاد كم خشية املاق[3]، وفى موضع[4] اٰخر ولاتقتلوااولادكم من املاق هى العلة الباعثة والداعية لتحديد النسل ورد ها اللّٰه بقوله نحن نرزقكم واياهم[5] فتحديد النسل بهذه العلة لقطع الاعتماد على وعد اللّٰه تعالىٰ وهو لا يخلف الميعاد. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۹ھ

---

[1] مشكوٰة شريف ص ۲۷۶/ باب المباشرة الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ج ۱/ص ۴۶۶/ باب جواز الغيلة وهى وطى المرضع الخ مطبوعه رشيديه دهلى .

[2] مرقاة شرح مشكوٰة ج۳/ص ۴۴۱/ مطبوعه بمبئى.

[3] سوره بنى اسرائيل آيت ۳۱/

ترجمہ:-اوراپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو (از بیان القرآن)

[4] سوره انعام آيت ۱۵۱/ **ترجمہ**:-اوراپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔

[5] سوره انعام آيت ۱۵۱/ **ترجمہ**:-ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے۔

ترجمہ جواب:۔خاندانی منصوبہ بندی جس کو حکومت نے ملک میں خاص نظام اور عام اہتمام کے ساتھ جاری کیا ہے، قطعی طور پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصود کے خلاف ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

مانع حمل دوا غیر مسلم کو

سوال:۔ زید ایک طبیب ہے، زید سے غیر مسلم عدم استقرار حمل کے لئے دوائیں طلب کرنے آتے ہیں، تو زید ان کو ایسی دوا دے سکتا ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ارشاد فرمایا زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت پر (قیامت میں) دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا، نسائی وابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے، اور خاندانی منصوبہ بندی میں بلاشبہ امت کی تقلیل ہے بلکہ نسل کا قطع کرنا لازم ہے، اور یہ قطع نسل اگر چہ قتل نہیں، مگر خصی ہونے کے قریب ہے (جس کے بارے میں) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پر تبتل کو رد فرمادیا، (ممانعت فرمادی) ان کو اجازت دیدیتے تو ہم خصی ہوجاتے۔ متفق علیہ۔

اور عزل وأد خفی ہے جس کے بارے میں جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئی، آپ ارشاد فرمارہے تھے، میں نے غیلہ (زمانۂ حمل میں صحبت کرنا) سے ممانعت کرنے کا ارادہ کیا تھا، پھر میں نے روم وفارس میں غور کیا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں اور اس سے ان کے بچوں کو نقصان نہیں ہوتا، پھر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تو وأد خفی ہے، (جس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے) "**واذا الموؤدة سئلت**" مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔

شارح مشکوٰۃ نے تحریر فرمایا ہے، یہ فعل شنیع جو کہ عزل ہے، اس آیت کے تحت داخل ہے اس کی شناعت کے بیان کی تاکید کے لئے اس کو ذکر کیا۔

اور وأد خفی زندہ بچہ کو دفن کرنے کو کہتے ہیں اور عزل کو وأد کے حکم میں قرار دیا چونکہ اس میں نطفہ کا ضائع کرنا لازم آتا ہے، جو بچہ ہونے کے لئے تیار کیا گیا تھا، اور علت جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے، فقر وفاقہ یا فقر وفاقہ کا اندیشہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق**" اور دوسری جگہ ارشاد ہے "**ولا تقتلوا اولادکم من املاق**" خاندانی منصوبہ بندی کی بھی یہی علت باعث اور داعی ہے، اور اس (علت) کو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا ہے اپنے اس قول "**نحن نرزقکم واياهم**" سے پس اس علت کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد نہ ہونے کی بناء پر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں فرماتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[۱] "وھو ظاھر لایخفی" فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مانع حمل دوا استعمال کرنا

سوال:۔ایک شخص کی بیوی کثرت اولاد کی وجہ سے اور ایام حمل کی طرح طرح کی بیماریوں اور تکلیفات کی وجہ سے چاہتی ہے کہ مانع حمل دوا استعمال کرے اور اس کا شوہر بھی رضامند ہے کیا ایسی صورت میں ایسی دوا استعمال کرنا جائز ہے؟

نیز چار اولاد زندہ ہے اور اس کے بعد سے پانچ اولاد ہوئی سب کا انتقال ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۲] لیکن عسرت اور تنگ دستی کے خیال کو دل سے نکالدینا چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمانی ہیکہ وہ اولاد کو رزق نہیں دینگے بلکہ وہ سب کو رزق دیتے ہیں[۳] دوسری

---

[۱] وعلم من ھذہ انہ لایکرہ بیع مالم تقم المعصیۃ بہ الخ شامی زکریا، ج۹/ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع.

[۲] فاباحۃ الاسقاط محمولۃ علی حالۃ العذر او انھا لا تأثم اثم القتل الی قولہ یجوز لھا سدفم رحمھا کما تفعلہ النساء ،شامی زکریا ،ج۴/ص ۳۳۶/ مطبوعہ کراچی، ج۳/ص ۱۷۶/ باب نکاح الرقیق ،مطلب وحکم اسقاط الحمل،

شامی زکریا ج۹/ص۵۳۷/ مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۳۷۴/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس، قبیل باب الاستبرا وغیرہ. النھر الفائق ص ۲/۲۷۶، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، منحۃ الخالق علی ھامش البحر ص ۳/۲۰۰، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعہ کوئٹہ،

[۳] لاتقتلو ااولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم، سورہ انعام آیت ۱۵۱/.

ترجمہ:-اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو ہم انکو اور تم کو رزق دیں گے (بیان القرآن)

وجوہ بیماری وغیرہ کی بنا پر شوہر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور ۳/۶/۵۷ھ

بوجہ کمزوری مانع حمل دوا کا استعمال

سوال:۔ ایک عورت ہے اب وہ اس قابل نہیں رہی کہ حمل کا بوجھ برداشت کر سکے اس وقت وہ حاملہ ہے، ابتدائی مہینہ ہے، مختلف قسم کی ادویات دی جارہی ہیں، پھر بھی کمزوری برابر موجود ہے، ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے، ورنہ آئندہ جان کے لئے خطرہ ہے، ایسی حالت میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کمزوری کی وجہ سے اگر حمل کا تحمل نہ ہو تو بطور علاج ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ قوت آنے تک استقرار حمل نہ ہو درست ہے[2] شوہر کو بھی ہمبستری سے احتیاط چاہئے، خواہش کا غلبہ ہو تو روزے رکھے، لیکن آپریشن وغیرہ کے ذریعہ تولید کی صلاحیت کو ختم کر دینا جائز نہیں، سخت

---

[1] یجوز لها سدفم رحمها کما تفعله النساء، شامی زکریا ج۴/ص ۳۳۶/ مطبوعه کراچی، ج۳/ص ۱۷۶/ باب نکاح الرقیق فی مطلب وحکم اسقاط الحمل.

"شامی زکریا ج۹/ص ۵۳۷/ مطبوعه کراچی ج۶/ص ۳۷۴/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، قبیل باب الاستبرا وغیره" النهر الفائق ص ۲/۲۷۶، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

[2] یجوز لها سد فم رحمها الخ شامی زکریا، ج۴/ص ۳۳۶/ کتاب النکاح، باب النکاح الرقیق مطلب فی حکم اسقاط الحمل. ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معصیت ہے، ہرگز اس کا ارادہ نہ کریں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۰ھ

عورت کے لئے فرنچ لیدر کا استعمال

سوال: ۔عزل تو جائز ہے اگر عورت اپنی شرمگاہ میں فرنچ لیدر (جو چمڑے کا آلہ ہوتا ہے، اور شوہر سے بات چیت کرلے تو) رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صحت ولادت کا تحمل نہ کرسکے تو عارضی طور پر اسکی گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....النهر الفائق ص ۲/۲۷۶، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، منحة الخالق على هامش البحر ص ۳/۲۰۰، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطبوعه كوئٹه، وفى الفتاوى ان خاف من الولد السوء فى الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله من الاعذار مسقطا لاذنها، شامى زكريا ص ۴/۳۳۵، باب نكاح الرقيق مطلب فى حكم العزل، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۶، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] خصاء بنى آدم حرام بالاتفاق، (عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فى الختان والخصاء الخ، البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۹/۵۵۷، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، وكذالك جريان الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادوية القامعة للبائة والتبتل وغيرها تغيير لخلق الله عزوجل واهمال لطلب النسل فنهى النبى ﷺ، عن ذلك، حجة الله البالغة، ص ۲/۱۲۳، آداب المباشرة، مطبوعه مصر)

[2] يجوز سد فم رحمها كما تفعله النساء، .... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ضبط تولید

سوال: ۔کسی ضرورت کی بناء پر مثلاً بیوی کمزور ہو یا بچہ بہت چھوٹا ہو تو (برتھ کنٹرول) بذریعۂ ادویہ ضبط تولید کرسکتا ہے یا نہیں؟ اخبار قومی آواز لکھنؤ مورخہ ۲۱/فروری ۱۹۶۱ء میں خبر ہے کہ علماء پاکستان نے ضبط تولید کو جائز کہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میں نے یہ اخبار نہیں دیکھا، نہ پاکستان کا فتویٰ دیکھا، اگر بیوی اتنی کمزور ہو کہ ولادت سے ہلاک ہوجانے کا اندیشہ ہو تو ایسی عارضی تدابیر اختیار کرنا، جن سے قوت آنے تک استقرار حمل نہ ہو درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....شامی زکریا، ج۴/ص ۳۳۶/ مطبوعہ کراچی ج۳/ص ۱۷۶/ باب نکاح الرقیق ،مطلب فی اسقاط الحمل.شامی زکریا ج۹/ص۵۳۷/ مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۳۷۴/ کتاب الحظر والاباحۃ ،فصل فی النظر والمس قبیل باب الاستبراء وغیرہ. النہر الفائق ص۲/۲۷۶، کتاب النکاح، باب نکاح الکرقیق، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ص۳/۲۰۰، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعہ کوئٹہ، وفی الفتاوی ان خاف من الولد السوء فی الحرۃ یسعہ العزل بغیر رضاھا لفساد الزمان فلیعتبر مثلہ من الاعذار مسقطا لاذنھا، شامی زکریا ص۴/۳۳۵، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، عالمگیری کوئٹہ ص۵/۳۵۶، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] یجوز سد فم رحمھا کما تفعلہ النساء ،شامی زکریا ،ج۴/ص ۳۳۶/مطبوعہ کراچی ج۳/ص ۱۷۶/ باب نکاح الرقیق ،مطلب فی اسقاط الحمل.شامی زکریا ج۹/ص ۵۳۷/ مطبوعہ کراچی ج۶/ص ۳۷۴/ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ضبطِ تولید کے دلائل

سوال:۔ ضبط تولید کے متعلق حکومتی ادارے کے مسلم کارکنان قرآنی آیات ضبطِ تولید کے متعلق جواز میں پیش کرتے ہیں مثلاً ''**انما اموالکم واولادکم فتنة ،یاایها الذین اٰمنوا لاتلهکم اموالکم ولااولادکم عن ذکراللّٰه ،یرید الله بکم الیسر ولایرید بکم العسر ،وماجعل علیکم فی الدین من حرج**''

ان آیات کا غلط ترجمہ وغلط تشریحات کر کے مہلک وگمراہ دلائل سے مخلوق کو اپنے دام میں لاتے ہیں، اوراحادیث میں ''**المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف فی صحیح البخاری ومسلم عن ابی سعید قال اصبناسبباً فکنا نعزل فسألنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم فقال اوانکم لتفعلون قالها ثلاثاً مامن نسمة کائنة الیٰ یوم القیامة الاهی کائنة .بخاری شریف، ص ۷۸۴/. اورپھرذیل میں یہ آیت ''ان من ازواجکم واولادکم عدواً لکم فاحذره**''اوّلاً تو تراجم غلط تراشیدہ ہیں، اور پھراحادیث وآیات قرآنیہ کوخلط ملط کر کے نہایت گمراہ کن عقلی ونقلی دلائل سے بالخصوص علمی طبقہ میں کام کررہے ہیں، لہٰذا جلد قرآن اورنصوصِ قطعیہ کے مدلل حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں کہ شریعت مطہرہ میں ضبط تولید کے متعلق کیا حکم ہے؟ اورعزل کی احادیث اب

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**).....کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی النظر والمس قبیل باب الاستبراء وغیره. منحة الخالق علی هامش البحر ص ۲/۲۰۰، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعه کوئٹه، النهرالفائق ص ۲/۲۷۶، باب نکاح الرقیق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، ان خاف من الولد السوء فی الحرة یسعه العزل بغیر رضاها لفساد الزمان فلیعتبر مثله من الاعذار، شامی زکریا ص ۴/۳۳۵، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

کیا حکم رکھتی ہیں؟ کیا فی زماننا بھی عزل جائز ہے اگر ہے تو مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ضبط تولید سے متعلق رسائل شائع ہو چکے ہیں، دو رسالے خود یہاں کے دارالافتاء سے شائع کئے جا چکے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل موجود ہیں، ان کا مطالعہ مفید ہوگا، باقی آیات مذکورہ سے استدلال کرنے والوں سے دریافت کیا جائے، کہ جس طرح اولاد کی پیدائش پر پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں، اس لئے یہ فتنہ اور دشمن اور خدائے پاک سے غفلت کا سبب ہیں، تو اموال پر پابندی کیوں نہیں عائد کی جاتی، جبکہ دونوں کو ایک ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے، چاہئے کہ اقل قلیل مال پر قناعت کی جائے، حالانکہ اس قناعت کی ترغیب صراحت کے ساتھ نصوص قرآنیہ[1] اور احادیث[2] نبویہ میں موجود ہے، اور حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی اس کی عملی تعلیم کے لئے بہت کافی ہے، مگر وہاں قناعت اختیار نہیں کی جاتی، بلکہ حرام وحلال کی تمیز کو ختم کر کے ہر طرح مال سمیٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، سود ہو، رشوت ہو، دھوکہ ہو، مردار کی بیع ہو، شراب کی تجارت، سینما وفلم وغیرہ غرض کسی طرح ہو مال ملنا چاہئے "افتومنون ببعض

---

[1] المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت الصٰلحٰت خير عندربک ثوابا وخير املا" (سوره كهف، آيت، ۴۶/ سوره قصص آيت ۶۰/.

ترجمہ:- مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے، اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہے۔ (بیان القرآن)

[2] عن فضالة بن عبيد انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول طوبى لمن هدى للاسلام وكان عيشه كفافاً وقنع، ترمذى شريف، ج۲/ص ۶۰/ باب ماجاء فى الكفاف والصبر عليه، ابواب الزهد، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند، اتحاف السادة المتقين ص ۲۸۲/ ج۹/ بيان فضل خصوص الفقراء من الراضين الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت. مسند احمد ج۶/ص ۱۹/ مسند فضالة بن عبيد الانصارى، مطبوعه دارالفكر بيروت،

ترجمہ:- حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھائی ہے اس شخص کیلئے جس کو اسلام کی ہدایت دی گئی اور اس کا سامان زندگی بقدر کفایت ہو پھر اس پر صبر کرے۔

الکتاب وتکفرون ببعض[1]'' کا کس قدر نمایاں مظاہرہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ضبط تولید کے دلائل جواز کا جائزہ

سوال:۔ زید کا قول ہے کہ ضبط تولید (نسبندی) جائز ہے اس پر چند دلیلیں ہیں، دلیل اول یہ ہے کہ چونکہ قتل اولاد کی ممانعت میں داخل نہیں ہے، اس لئے کہ قتل کا اطلاق ذی روح کو مارنے پر ہوتا ہے، اور نسبندی میں استقرار حمل سے روکنا ہے، نہ کہ قتل سے، لہٰذا نسبندی جائز ہے دلیل ثانی ضبط تولید عزل کی طرح جائز ہے، دلیل ثالث جبکہ اعضاء بننے سے پہلے اسقاط حمل جائز ہے تو نسبندی بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی، چونکہ اس میں اسقاطِ حمل نہیں ہے، بلکہ استقرار حمل سے روکنا ہے، لہٰذا اگر نسبندی ناجائز وحرام ہے، تو جواب بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) قتل اولاد بھی ممنوع ہے، اور قتل اولاد جس نظریہ اور مقصد کے لئے تھی وہ مقصد اور نظریہ بھی مذموم وغیر مشروع ہے، نسبندی میں قتل اولاد نہیں لیکن مقصد ونظریہ تو وہی ہے، جس کیلئے یہ صورت اختیار کی جارہی ہے، وہ مقصد نظریہ کیا ہے ''املاق'' یا ''خشیة املاق'' یہ نظریہ خود اسلامی اصول ونصوص کے خلاف ہے، ''نحن نرزقهم وایاکم''[2]

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۸۵/

ترجمہ:- کیا تو کتاب کے بعض پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے (از بیان القرآن)

[2] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۱/

ترجمہ:- ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ از بیان القرآن)

الاوان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقھا[1] ان الرزق لیطلب العبد کما یطلبه اجلہ[2]"، بس یہ مقصد ونظریہ نہایت خطرناک ہے جو تکذیب نصوص کو متضمن ہے اس کی زد ایمانیت پر پڑتی ہے۔

(ب) عزل خود محل کلام ہے، جس کو وأدِ خفی قرار دیا گیا ہے،[3] پھر اس سے صلاحیت تولید ختم نہیں ہوجاتی، اس پر نسبندی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے نیز مقصد ونظریۂ مذکورہ کے تحت عزل کے جواز پر کون سی نص ہے؟

(ج) اسقاط حمل کے جواز کی نص کہاں ہے اور وہ کسی مقصد ونظریہ کے تحت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برتھ کنٹرول

سوال:۔ برتھ کنٹرول جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے تو

---

[1] کنز العمّال ج۴/ص ۲۴/ حدیث ۹۳۱۴/۹۳۱۶/ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، ابن ماجه ص ۱۵۵/ ابواب التجارة، باب الاقتصاد فی المعیشة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوٰة شریف، ص ۴۵۲/ باب التوکل والصبر، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

ترجمه:-سنو کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کرلیتا۔

[2] مشکوٰة شریف، ص ۴۵۴/باب التوکل والصبر الفصل الثالث مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مجمع الزوائد ص ۱۲۶/۴، رقم الحدیث: ۶۲۹۵، کتاب البیوع، باب الاقتصاد فی طلب الرزق، مطبوعه دارالفکر بیروت،

ترجمه:-رزق بندہ کو اسی طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی ہے۔

[3] ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذٰلک الوادالخفی، مشکوٰة شریف ص ۲۷۶/ باب المباشرة، الفصل الاول. مرقاة ج۳/ ص ۴۴۱/ مطبوعه بمبئی. مسلم شریف ص ۴۶۶/۱، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وهی وطی المرضع وکراهة العزل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا فتح الملہم کی اس عبارت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا، ''والفرار من حصول الولدیکون لاسباب منها خشية علوق الزوجة الامة لئلا يصير الولد رقيقاً اوخشية دخول الضرر على الولد المرضع اذا كانت الموطوءة مرضعة اوفراراً من كثرة العيال اذاكان الرجل مقلاً فيرغب عن قلة الولد لئلا يتضرر بتحصيل الكسب وكل ذالک لايغنى شئياً .(فتح الملهم ،ج۲/ص۵۱۳/)

اس آخری صورت کے بارے میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے زیادہ بچوں کی وجہ سے باپ کو تنگی میں مبتلا ہونے اوران کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہرطرح کے جائزاورناجائز ذرائع اختیار کرلینے کا خوف ہوتو استقرار حمل کو روکا جاسکتا ہے، کیونکہ جتنی ہی کم تنگی ہوگی دین کی ہدایتوں پرعمل کرنے میں اتنی ہی آسانی ہوگی (احیاء) فقہاء کے ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ برتھ کنٹرول جائز ہے،اس لئے یہ آخری سبب دورِحاضر کے اکثر وبیشتر گھرانوں میں پایا جاتا ہے، باندی سے عزل نہ کرنے میں تو ایک خطرہ تھا، جس کیوجہ سے اجازت دی گئی، اگرعزل کرنا اچھا نہیں تو پھرحرہ سے اجازت لے کرعزل کرنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے، حرہ سے اجازت لے کرعزل کرنا اس کا بین ثبوت ہے، کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور عزل ہی کی ترقی یافتہ صورت کا نام برتھ کنٹرول ہے، آخراس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے برتھ کنٹرول کو کیوں ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ فتح الملہم[1] کی عبارتِ منقولہ میں اسباب عزل کونقل کرنے کے بعدصراحت کردی گئی ہے، ''وكل ذٰلک لايغنى شيئاً''پھراس سوال کا کیامحل باقی رہ گیا، فتح الملہم کی اس عبارت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا،عبارت احیاءاگرنقل کی جاتی تواس کے متعلق بھی

[1] فتح الملهم ج۳/ص۵۱۳/ باب حكم العزل، مطبوعه اشرفی دیوبند .

ممکن ہے کہ کچھ جواباً عرض کیا جاتا علاوہ ازیں امام غزالیؒ شافعی المذہب ہیں، فروعی مسائل میں حنفیہ پر ان کی عبارت حجت وقابل استدلال نہیں ہے[1]، نیز نفس نکاح کی بھی ان کے نزدیک وہ حیثیت نہیں جو کہ حنفیہ کے نزدیک ہے، نکاح کے غوائل اور مہلکات کی تفصیل احیاء العلوم[2] میں دیکھنے کے بعد شاید نکاح پر اقدام کا قصد ہی باقی نہ رہے تابعزل چہ رسد، اقوال فقہاء سے مراد اگر عبارتِ منقولہ فتح الملہم[3] ہے، تو اس کا جواب خود ہی اس عبارت میں موجود ہے "**وکل ذٰلک لایغنی شیئاً**" اگر اس کے علاوہ دوسرے اقوال مراد ہیں، جو کہ فتح الملہم میں مذکور ہیں، تو ان کا حاصل بھی وہ نہیں جو آپ نے سمجھا، ان اقوال میں نہی اور تحریم کا بھی قول ہے، پھر مطلقاً فقہاء کے اقوال سے جواز ثابت کرنا اور ان اقوال سے صرفِ نظر کرنا بلکہ ان کے خلاف ثابت کرنا ہے، سوال میں تو آپ نے کوئی صریح حدیث نقل نہیں کی جس کا جواب درکار ہے، اگر مسئلہ کی شان یہ ہوتی کہ مطلقاً اقوالِ فقہاء سے اور صریح حدیث سے جواز ہو تو غالباً آپ کو استفسار

---

[1] وحیث نصوا علی ان مذهب ائمتنا الثلاثة المنع مطلقا مع وضوح الادلة علیه واشتثنی بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخراج عن المذهب بالکلیة من غیر حاجة ضروریة الی قوله ان القیاس بعد الاربعمائة منقطع فلیس لاحد بعدها ان یقیس مسئلة علی مسئلة فما بالک بالخراج عن المذهب فعلی المقلد اتباع المنقول الخ، شفاء العلیل رسالة من مجموعة رسائل ابن عابدین ص ۱۶۳/۱، مطبوعه ثاقب بکڈپو دیوبند،

[2] اما آفات النکاح فثلاث الاولیٰ وهی اقواها العجز عن طلب الحلال فان ذلک لایتیسر لکل احد لا سیما فی هذه الاوقات مع اضطراب المعایش فیکون النکاح سببافی التوسع للطلب والاطعام من الحرام وفیه هلاکه وهلاک اهله الی ان قال الآفة الثانیة: القصور عن القیام بحقهن والصبر علی اخلاقهن واحتمال الاذی منهن الی ان قال الآفة الثالثة: وهی دون الاولیٰ والثانیة ان یکون الاهل والولد شاغلاله عن الله تعالیٰ وجاز باله الی طلب الدنیا الخ، احیاء العلوم ج۲/ص۲۰/ کتاب آداب النکاح، آفات النکاح وفوائده الخ، مطبوعه مصر.

[3] فتح الملهم ج۳/ص۵۱۳/ باب حکم العزل، مطبوعه اشرفی دیوبند.

کی ضرورت ہی نہ ہوتی بلکہ مسئلہ خود ہی واضح ہوجاتا، استفسار کا سبب ہی یہ ہے کہ نہ اقوالِ فقہاء سے مطلقاً اجازت ملتی ہے، نہ صریح حدیث سے، دونوں سے اثبات میں تجشم کی نوبت آتی ہے، بلاتکلف جو کچھ حدیث میں ملتا ہے، وہ یہ ہے "**ثم سألوه عن العزل فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ذٰلک الواد الخفي وهي واذا الموؤدة سئلت رواه مسلم** اھ مشکوٰۃ شریف[1] ص ۲۷۶ ر ج ۴ ر" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شرح لمعات سے محشی[2] نے نقل کیا ہے "**قوله وهي واذا الموؤدة سئلت اى هذه الفعلة الشنيعة التى هى العزل مندرجة تحت هذه الأية ذكرها تاكيدا لبيان شناعته** اھ" اگر حدیث وفقہ سے صاف صاف جواز ثابت ہوتا تو شیخ اس کو "**الفعلة الشنيعة**" نہ فرماتے، اس مسئلہ پر دو رسالے بھی دیوبند سے شائع ہو چکے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عزل کے جواز کی صورت

سوال:۔ ہندہ کو تین چار سال کی مدت میں ۵ ر مرتبہ اسقاطِ حمل ہو چکا ہے علاج بھی جاری ہے۔ حالتِ حمل میں شدید تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں عزل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] مشكوٰة شريف ص ۲۷۶ ر باب المباشرة، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. مسلم شريف ص ۴۶۶/۱، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة وهى وطى المرضع وكراهة العزل، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند،

ترجمہ:- پھر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کا حکم دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا یہ پوشیدہ طریقے سے زندہ گاڑھنا ہے اور یہ خصلت اس آیت میں داخل ہے کہ زندہ درگور سوال کیا جائے۔

[2] مشكوة شريف ص ۲۷۶، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الاول، رقم الحاشية: ۳، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب بیوی کی یہ حالت ہے تو صحت ہونے اور قوت آنے تک بیوی کی رضامندی سے عزل کی اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۴۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

عزل

سوال:۔ عزل نسل کشی کے لئے ہوتا ہے، اور ایف ایل ربڑ کا غبارہ بھی اسی کام کے لئے ہے، مسئلہ کی رو سے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں منشاء شریعت کے خلاف ہیں، اس عزل کو وادِ خفی قرار دیا گیا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ویعزل عن الحرة باذنها الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۵ ج ۴ باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۰۰/۳، باب نکاح الرقیق، مجمع الانهر ص ۵۳۸/۱، باب نکاح الرقیق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] فی حدیث جدامة بنت وهب ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذٰلک الواد الخفی وهی واذاالمؤدته سئلت الحدیث، مشکوٰة شریف، ص ۲۷۶/ کتاب النکاح، باب المباشرة، الفصل الاول. مسلم شریف ص ۴۶۶/۱، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وهی المرضع وکراهة العزل، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند،

ترجمہ:- پھر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کا حکم دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا یہ پوشیدہ طریقے سے زندہ گاڑھنا ہے اور یہ خصلت اس آیت میں داخل ہے کہ زندہ درگور سوال کیا جائے۔

کیا بچہ پیدا کرنے کی تحدید ہے

سوال:۔ ماالحکم فی التقدیر الذی قدرمن جانب النکاح لتکاثر الاولاد وقدر فی ثلاثه ام فی اقل منه هل یجوز لناهکذا التقدیر؟

الجواب حامداًومصلیاً

الاکتفاء فی الاولاد بهٰذالعدد وحصر ها فیه لیس لهٗ دلیل فی الشرع بل الدلیل علی خلافه عن معقل بن یسارؓ قال قال النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم تزوجو الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (رواه ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص۲۶۷/[1])

"وقال اللّٰه تعالیٰ وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضی اللّٰه ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللّٰه ورسولهٗ فقد ضل ضلالاً مبیناً(الایة[2])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۷ھ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۲۶۷/ کتاب النکاح. الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲۸۰/۱، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند، نسائی شریف ص ۵۹/۲، کتاب النکاح، باب کراهیة تزویج العقیمة، مطبوعه فیصل دیوبند،

[2] سوره احزاب، آیت ۳۶/

ترجمہ :-اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایااورکسی ایماندارمرداورکسی ایماندارعورت کوگنجائش نہیں،جبکہ اللہ اوراس کارسول کسی کام کاحکم دیدیں کہ ان کوان کے کسی کام میں اختیاررہے،جوشخص اللہ کااوراس کے رسول کا کہنا نہ مانے گاوہ صریح گمراہی میں پڑا۔(بیان القرآن)

ترجمہ سوال :-کثرت اولادکی تحدیدکاکیاحکم ہے،کیایہ تحدیدتین اولادیااس سےکم میں مانی گئی ہے،کیا ہمارے لئے یہ تحدیدمقررکرناجائزہے؟

(ترجمہ جواب اگلے صفحہ پر)

بچہ دانی نکلوانا

سوال:۔ میرے گھر میں جب حمل قرار پاتا ہے تو بہت الجھن ہوتی ہے، اور سخت قسم کی تکلیف ہوتی ہے، اور جس قدر پیدائش کا زمانہ قریب آتا ہے، تکلیف بڑھتی جاتی ہے، پھر بچہ بھی ضائع ہوجاتا ہے، ڈاکٹر علاج کرتے کرتے عاجز آچکے ہیں، کوئی صورت نفع کی نہیں ہوتی، ولادت کے بعد بہت مدت تک علاج جاری رہتا ہے، تب تکلیف دور ہوکر قوت آتی ہے، ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بچہ دانی نکلوادیجئے، پھر یہ تکلیف نہ ہوگی، براہِ کرم فرمایئے کہ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر استقرار حمل اور ولادت کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک امراض پیدا ہوجاتے ہیں، جن سے جان جانے کا قوی مظنہ ہوتا ہے، تو تحفظ کی اور صورتیں بھی ہیں، مثلاً عزل کرلیا جائے، یعنی جماع کے وقت منی علیحدہ نکالی جائے، فرج کے اندر انزال نہ کیا جائے،[1] یا مانع حمل دوا استعمال کی جائے، جس سے علوق نہ ہونے.....

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ جواب**:- اولاد کے سلسلہ میں صرف اس تعداد پر اکتفاء اور حصر کرنا شرعاً بے دلیل ہے، بلکہ دلیل اس کے خلاف پر موجود ہے، حضرت معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خوب محبت کرنے والی، خوب بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، چونکہ میں تمہارے ذریعہ امتوں پر فخر کرونگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ان خاف من الولد السوء فی الحرة یسعه العزل بغیر رضاها لفسادالزمان فلیعتبر مثله من الاعذار، شامی زکریا ج۴/ص ۳۳۵/ مطبوعه کراچی ج۳/ص ۱۷۶/ نکاح الرقیق مطلب فی حکم العزل. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، المحیط البراهانی ص ۸/۸۳، کتاب الکراهیة، والاستحسان الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، ....(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پائے[1] یا بعد علوق حمل ضائع کردے[2] یا شوہر دوسری شادی کرلے موجودہ بیوی سے ہمبستری نہ ہو، اگر کوئی دوسری صورت ممکن نہ ہو تو پھر بحالت مجبوری عورت کی جان بچانے کیلئے بچہ دانی نکلوانے کی بھی گنجائش ہے[3] جب تک دوسری صورت بھی قابل عمل ہو بچہ دانی نہ نکلوائی جائے، ممکن ہے کہ آئندہ حالات اور عمر کے تغیر سے موجودہ تکلیف اور امراض کی کیفیت ختم ہو کر بچہ سہولت سے پیدا ہو سکے، بچہ دانی نکلوانے کے بعد توقع ہی ختم ہو جائے گی، اور ایک عوت کو نسل کے لحاظ سے بیکار کردیا جائے گا، اور حمل اور ولادت کی تکلیف تو سب کو ہی ہوتی ہے، قرآن پاک سے ثابت ہے، ''حملته امه كرها و وضعته كرها[4]''، ایسی عمومی تکلیف کی وجہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، العزل هوالانزال خارج الفرج ای بعد النزع منه لامطلقا الدرالمختار زکریا ج۴/ص ۳۳۴/ مطبوعه کراچی ج۳/ص ۱۷۵/ باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم العزل.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] یجوز لها سد فم رحمها کما تفعله النساء شامی زکریا ج۴/ص ۳۳۶/ مطبوعه کراچی ج۳/ ص ۱۷۶/ باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم اسقاط الحمل، النهر الفائق ص ۲۷۶، ج۲، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، منحة الخالق علی هامش البحر ص ۳/۲۰۰، باب نکاح الرقیق، مطبوعه کوئٹه،

[2] یباح الاسقاط مالم یتخلق منه شئی ولن یکون ذلک الابعد مائة وعشرین یوما الخ، شامی کراچی، ج۳/ص ۱۷۶/ مطبوعه زکریا، ج۴/ص ۴۳۵-۴۳۶/باب نکاح الرقیق مطلب فی حکم اسقاط الحمل، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،

[3] الضرورات تبیح المحظورات، الاشباه والنظائر ص ۱۴۰/ القاعدة الخامسة الضرریزال، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، ص ۴۳، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ۸۹، رقم الحدیث: ۱۷۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح المجلة ص ۱/۲۹، رقم المادة، ص ۲۱، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند،

[4] سورۂ احقاف آیت ۱۵/ **ترجمہ**:-اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔ (از بیان القرآن)

بچہ دانی نکلوانے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

نسبندی

سوال:۔ آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا ہر جگہ بہت چرچا چل رہا ہے، جسکے بارے میں حکومت کی طرف سے ممالک اسلامیہ مثلاً مصر اور جاوا کے مفتیوں کے فتوے شائع کئے جارہے ہیں، نیز ہندوستان کے بعض لوگ مثلاً جامع مسجد دہلی کے امام صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گذرا، ان سب ہی حضرات نے آج کی نسبندی کو عزل کے اوپر قیاس کر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، جبکہ عزل شریعت میں جائز ہے، تو پھر نسبندی کیوں حرام ہے؟ نیز نسبندی سے کسی انسان کا قتل بھی لازم نہیں آتا، اس لئے جو شئی ابھی تک وجود میں نہیں آئی، اس کو قتل کیسے کہا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ عورت جس کو اپنی صحت خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اسکو حمل رہ جائے، تو پھر دو مہینہ سے پہلے پہلے اسکو گرادینا جائز ہے، پھر نسبندی تو اس سے کم ہی رہی۔

رہا توکل علی اللہ کا معاملہ کہ اگر اولاد زیادہ ہوجائے تو فکر نہ کرو، اللہ کے اوپر بھروسہ کرو، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو استدلال نہیں بن سکتیں ہیں، اس لئے براہِ کرم واضح فرمائیں کہ نسبندی کرانا حلال ہے یا حرام ہے؟ اور اگر حرام ہے تو پھر ان باتوں کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آج کل خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم بڑی قوت کے ساتھ چلائی جارہی ہے، اور نسبندی کیلئے ترغیبی پہلو اختیار کئے جارہے ہیں، اس پر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے دو رسالے مدلل شائع کئے جاچکے ہیں، ایک ''برتھ کنٹرول کا شرعی حکم''، دوم ''فیملی پلاننگ'' کا

شرعی حکم، اس کو ملاحظہ کریں:۔

بیماری میں علاج کی خاطر قطع عضو کی بھی اجازت ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری[1] کے کتاب الکراہت میں مذکور ہے، اس لئے اگر عورت کی صحت خراب ہے، اور وہ ولادت کو برداشت نہیں کرسکتی تو اسقاط حمل کی بھی ایک خاص مدت تک گنجائش ہے،[2] عزل اگرچہ قتل ولد نہیں ہے، مگر حدیث پاک میں اس کو وأد خفی فرمایا گیا ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے،[3] علاوہ ازیں عزل میں صلاحیت تولید ختم نہیں ہوتی، نسبندی میں صلاحیت تولید ختم کرکے مرد یا عورت کو بیکار کردیا جاتا ہے، قرآن پاک[4] میں عورت کو حرث فرمایا گیا ہے، یہ اسکیم اس مقصد کے لئے قطعاً خلاف ہے، حاصل یہ کہ بیج تو ڈالتے رہو اور محنت بھی کرتے رہو

---

[1] لابأس بقطع العضو ان وقعت فيه الأكلة لئلا تسرى .عالمگيرى ،ج۵/ص ۳۶۰/ كتاب الكراهية الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم الخ. فتاوى سراجية كراچى ص ۷۴، باب القتل ونحوه كتاب الحظر والاباحة،

[2] ويكره ان تسقى لاسقاط حملها وجاز لعذر حيث لايتصور وفى الشامية تحت قوله جاز لعذر كالمرضعة اذاظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لابى الصبى مايستاجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها ان تعالج فى استنزال الدم مادام الحمل مضغة اوعلقة ولم يخلق له عضو وقد رواتلك المدة بمائة وعشرين يوما الدرالمختار مع الشامى كراچى ج۶/ص ۴۲۹/ مطبوعه زكريا ،ج۹/ص ۶۱۵/ كتاب الحظر والاباحة قبيل كتاب احياء الاموات . مطبوعه شامى زكريا ،ج ۴/ص ۳۳۵/مطبوعه كراچى ،ج۳/ص ۱۷۶/ باب نكاح الرقيق مطلب فى حكم اسقاط الحمل عالمگيرى ج۵/ص ۳۵۶/ كتاب الحظر والاباحة، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات الخ. البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فى البيع،

[3] ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذٰلك الوأد الخفى وهى اذا الموؤدة سئلت ،مشكوٰة ،ص ۲۷۶/باب المباشرة الفصل الاول ،مطبوعه ياسرنديم ديوبند، مسلم شريف ص ۱/۴۶۶ ، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة وهى المرضع وكراهية العزل، مطبوعه مكتبه بلال ديوبند،

[4] نساء كم حرث لكم فأتو حرثكم انى شئتم. سوره بقره آيت ۲۲۳/

مگر پیداوار کچھ نہ ہو، حالانکہ کھیت میں کھاد کے ذریعہ زیادہ پیداوار کی کوشش کی جاتی ہے، مگر اس نسبندی کا حاصل یہ ہے کہ پیداوار کم سے کم ہو بلکہ بند ہو جائے، کیا یہ معقول بات ہے، ادھر تکثیر اولاد کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے، ''**تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم**'' (الحدیث[1]) بہر حال یہ اسکیم مزاجِ اسلام اور احکام شرع کے بالکل خلاف ہے، ایک چیز کو جب آمرانہ طریقہ پر پھیلا دیا جائے، تو فتویٰ کی آڑ لے لینا کچھ مشکل نہیں، محولہ بالا ہر دو رسالوں کے دیکھنے کے بعد مزید خلجان ہو تو مراجعت فرمائیں؟

سوال میں بسلسلۂ توکل جو کچھ لکھا گیا ہے، اس پر نظر ثانی فرمالیں کہ یہ عبارت کن باتوں کی غمازی کرتی ہے (العیاذ باللہ) قرآن پاک اور اللہ کے دعویٰ سے کس قدر بے اعتمادی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۸۹ھ

نسبندی

سوال:۔ میں سرکاری ملازم ہوں چار اولاد ہیں محکمہ کا مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں آپریشن کرالوں مگر میں نے بحیثیت مسلمان ہونے کے انکار کر دیا ہے، کہ مذہب اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اس کی کوئی دلیل آپ بتائیں تاکہ میں ان کو دکھلا سکوں؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۷/ کتاب النکاح الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، مطبوعہ مکتبہ سعد دیوبند، نسائی شریف ص ۲/۵۹، کتاب النکاح، باب کراھیۃ تزویج العقیمۃ، مطبوعہ فیصل دیو بند،

ترجمہ:- اس عورت سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرے اور بہت بچے جنے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد احادیث میں موجود ہے "تزوجوا الودود الولود فانی اباھی بکم الامم رواہ ابوداؤ والنسائی ومشکوٰۃ شریف[1] ص۲۶۷/ اس میں اولاد کی کثرت کی ترغیب دی گئی ہے، منصوبہ بندی میں اولاد ہونے کے ختم کرنے کا انتظام ہے جو کہ صریح حدیث شریف کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نسبندی

سوال:۔ ملک کی آبادی دن بدن زیادہ بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے ملک کے حالات خراب ہورہے ہیں، جس کی وجہ سے حکومت آبادی کو کم کرنے کے لئے غور کررہی ہے، اوراس کے لئے ملک بھر میں برتھ کنٹرول پر عمل کرنے کے لئے نسبندی مردوں کے لئے اور ٹیوپ وغیرہ عورتوں کے لئے استعمال کرارہی ہے، شریعت کی رو سے مسلمانوں کو اس کو عمل میں لانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اقتصادی پریشانی کا سبب آبادی کی زیادتی نہیں، حدیث پاک میں موجود ہے کہ بچہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص۲۶۷/ کتاب النکاح، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۲۸۰/۱، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، مطبوعہ مکتبہ سعد دیوبند، نسائی شریف ص ۵۹/۲، کتاب النکاح، باب کراھیۃ تزویج العقیمۃ، مطبوعہ فیصل دیو بند،

ترجمہ:- اس عورت سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرے اور بہت بچے جنے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے باقی امتوں پر فخر کرونگا۔

ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کا رزق مقدر لکھ دیا جاتا ہے، وہ اس کو ضرور ملتا ہے[۱]، جس طرح سے موت آدمی کو تلاش کر کے پالیتی ہے، خواہ وہ کتنے ہی مقفل محفوظ مکان میں ہو[۲]، اسی طرح اس کا رزق بھی اس کو تلاش کر کے پالیتا ہے[۳]، بلکہ پریشانی کا سبب ظلم اور بے حیائی ہے، معصیت ہے، شراب نوشی ہے، گانا بجانا ہے، سینما ہے، بے پردگی ہے جھوٹ ہے، غیبت ہے، بہتان ہے، چوری ہے، رشوت ہے، دھوکا بازی ہے، ان سب کو بند کرنے کی ضرورت ہے، پھر انشاء اللہ خدا کی رحمت کے دروازے کھلیں گے، اور پریشانی دور ہوگی[۴]، نس

---

[۱] عن ابن مسعودؓ قال حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوماً نطفۃ الی قولہ ثم یبعث اللّٰہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ الخ مشکوٰۃ، ص ۲۰/ باب الایمان بالقدر الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۴۵۶/۱، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۶۴۸/۲، کتاب السنۃ، باب فی القدر، مطبوعہ مکتبہ سعد دیوبند،

[۲] "این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ الآیۃ، سورۃ النساء، رقم الآیۃ: ۷۸،

[۳] "ان الرزق لیطلب العبد کما یطلبہ اجلہ الحدیث" مشکوۃ شریف ص ۴۵۴، باب التوکل والصبر، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الزوائد ص ۱۲۶/۴، رقم الحدیث: ۶۲۹۵، کتاب البیوع، باب الاقتصاد فی طلب الرزق، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

[۴] قولہ تعالیٰ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسب ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون، الآیۃ، سورۃ الروم رقم الآیۃ: ۴۱،

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالیٰ قال نقصان البرکۃ باعمال العباد کی یتوبوا عن الحسن رضی اللہ عنہ قال افسدھم اللہ بذنوبھم فی بر الارض وبحرھا باعمالھم الخبیثۃ الخ، تفسیر الدرالمنثور ص: ۴۹۷، ۴۹۶، ج: ۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر روح المعانی ص: ۷۳، ج: ۱۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر القرطبی ص: ۳۹، ۳۸، ج: ۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

بندی اس مقصد کے لئے ہرگز مفید نہیں اور شرعاً اس کی اجازت نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۸۷ھ

ملازمت کی مجبوری سے نسبندی

سوال: ۔محکمہ سے برطرفی یا معطّلی کی صورت میں جبکہ ذریعہ معاش کی کوئی صورت نہ ہو پھر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجبوری واضطرار کے احکام جداگانہ ہیں جس درجہ کی مجبوری ہوتی ہے، اس درجہ کی اس کے لئے احکام میں سہولت بھی ہوتی ہے، حتی کہ جان بچانے کے لئے مردار کھانے کی بھی اجازت ہوتی ہے[۲] اور ہر شخص کی مجبوری یکساں نہیں، زندگی کا گذارا ملازمت پر موقوف نہیں دوسرے بھی رزق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الرسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الادوية القامعة للباءة والتبتل وغيرها تغير لخلق الله عزوجل واهمال لطلب النسل فنهى النبي ﷺ عن كل ذلك، حجة الله البالغة ص ۲/۱۲۳، باب آداب المباشرة، مطبوعه مصر، خصاء بنى آدم حرام بالاتفاق، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فى الختان والخصاء، البحر الرائق كوئٹه ص ۸/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص ۹/۵۵۷، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

[۲] اكل الميتة حال المخمصة قدر مايدفع به الهلاك لابأس به .عالمگیری کوئٹه ، ج۵/ ص۳۳۷/ كتاب الكراهية الباب الحادى عشر ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نسبندی کی ترغیب اخبار کے ذریعہ

سوال:۔ میں ایک چھوٹے سے رسالہ ''آج کی کاشت'' کا ایڈیٹر ہوں، اخباری سلسلہ میں چند مجبوریاں ہیں، جس کی وجہ سے کبھی کبھی خلاف شرع حرکات بھی سرزد ہوجاتی ہیں، مگر اس وقت ہمارے اطراف میں یہ مسئلہ بہت شدت سے پھیل رہا ہے، کہ خاندانی منصوبہ کا پرچار کرنا اور لوگوں کو نسبندی کی طرف مائل کرنے والے مضامین لکھوں تو کیا یہ صورت میرے لئے جائز ہے کہ حکومت کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے اس قسم کی اشتہارات بھی اپنے رسالہ میں شائع کروں، الجمعیۃ دہلی آنجناب کی نظر مبارک سے ضرور گذرتا ہوگا، اس میں آج کل ایک اشتہار اس سلسلے کا آرہا ہے، آپ مجھے اس کا حکم بتادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز شرعاً ناجائز اور معصیت ہے، اس کی ترغیب دینا بھی شرعاً ناجائز اور معصیت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۳/۹۳ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....فی الکراھة فی الاکل الخ. الدرالمنثور ج ۱/ ص ۴۰۸/ سورہ بقرہ آیت ۱۷۳/ مطبوعہ دارالفکر بیروت. روح المعانی ج ۲/ ص ۶۴/ مطبوعہ دارالفکر بیروت. احکام القرآن للجصاص ص ۱۳۰/۱، باب فی مقدار مایأکل المضطر، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان. سورہ مائدہ آیت ۲/.

ترجمہ:۔ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

وکل ما ادی الی مالایجوز لایجوز، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۵۱۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس،

نسبندی کا آپریشن

سوال:۔ میری عورت حالت حمل میں تقریباً آٹھ ماہ تک بیمار رہتی ہے، اور پیٹ میں درد رہتا ہے، کھاتی پیتی ہے وہ سب قے ہوجاتی ہے، تو میں آپریشن کرواسکتا ہوں یا نہیں؟ اور میرے چار اولاد ہیں فقط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حالت حمل میں عامۃً تکلیف زیادہ اور اکثر قے ہوا کرتی ہے، قرآن پاک میں ہے "**حملته امه كرهاً وّوضعته كرهاً**"[1] بچہ پیدا ہونے کے وقت زیادہ تکلیف رہتی ہے اس سے بچنے کیلئے اگر آپریشن کی اجازت ہوجائے تو آئندہ پیدائش کا سلسلہ ختم ہوجائے، کچھ روز تک ایسا ہوگا کہ نہ حمل ہوگا اور نہ پیدائش پھر کچھ مدت کے بعد نکاح کی بھی ضرورت نہ ہوگی، حتی کہ دنیا انسانوں سے خالی ہوجائے گی، قے اور پیٹ کے درد کے لئے حکیموں کے پاس دوائیں ہیں، ان سے علاج کرایا جائے، نسبندی آپریشن ہرگز نہ کرایا جائے، کہ نسبندی آپریشن احکام شریعت کے خلاف ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] سورة الاحقاف آیت ۱۵ / **ترجمہ**:-اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا، اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا۔ (از بیان القرآن)

[2] عن سعد بن وقاص قال ردرسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولواذن لهٗ لاختصينا، مشكوٰة شريف، ص۲۶۷ / (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب النكاح الفصل الاول) ان الاختصاء فى الاٰدمى حرام صغيراً وكبيراً الخ مرقات، ج۳/ص ۴۰۲ / (مطبوعه بمبئى) كتاب النكاح، الفصل الاول. ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

کیا امام غزالیؒ نے نسبندی کی اجازت دی ہے؟

سوال:۔ایک شخص کہتا ہے کہ پانچ سو سال پہلے امام غزالیؒ نے لکھا تھا کہ عورت اپنی خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے عورت نسبندی کرا سکتی ہے، یہ امام غزالیؒ کا قول ہے یا نہیں؟ خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے عورت کو نسبندی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام غزالیؒ کی کتابوں میں نسبندی کا کوئی تذکرہ نہیں، ان کی طرف اس بات کو منسوب کرنا غلط ہے[1]، نیز امام غزالیؒ کو تقریباً ۹۰۰/سو برس گذر گئے وہ نسبندی کا نام بھی نہیں جانتے تھے، نسبندی کا طریقہ تو اب چلا ہے، علاوہ ازیں امام غزالیؒ بہت بڑے اہل اللہ اور صاحب باطن بزرگ تھے، مگر وہ شافعی المذہب تھے، حنفی نہیں تھے، اگر کوئی فقہی جزئی ان کی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہو تو حنفی کو ان کے اتباع کی ضرورت نہیں[2] اور یہاں تو ان کی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہی نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۵/۱۴۰۱ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....واما خصاء الآدمی فحرام قال الشامی فانه یراد به المعاصی فیحرم. درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص۵۵۷/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع. البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۵۷، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عین الکذب حرام الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص۶۱۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. الدرالمنتقیٰ مع مجمع الانهر ص۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

ملازمت سے سبکدوشی کی دھمکی کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرانا

سوال:۔زید ایک سرکاری ملازم ہے، چھ بچوں کا باپ ہے، احکام اسلامی کا پابند ہے، اس کے افسر نے چند دن پہلے بلا کر کہا کہ تم کثیر الاولاد ہو، اس لئے فیملی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی کا آپریشن کرالو، اس پر زید نے کہا میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا، اسلئے میں ہرگز ہرگز آپریشن نہیں کراؤنگا، اس وجہ سے افسر نے دھمکی دی کہ تم ملازمت سے سبکدوشی پر تیار رہو، اب سوال یہ ہے کہ زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مذہب اسلام پر اعتماد کرتے ہوئے افسر بالا کو جواب دیدیا ہے، تو اس پر پختہ اور ثابت قدم رہنا چاہئے، اس کی دھمکی کی وجہ سے مذہب کے خلاف اقدام کرنا عقلاً ونقلاً روا نہیں، اللہ رزاق ہے، اس پر یقین رکھیں ''اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ''[1] اگر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] حیث نصوا علی ان مذهب ائمتنا الثلاثة المنع مطلقا مع وضوح الادلة علیه واستثنی بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخراج عن المذهب بالکلیة من غیر حاجة ضروریة الی قوله ان القیاس بعد الاربعمائة منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلة علی مسئلة فما بالک بالخراج عن المذهب فعلی المقلد اتباع المنقول الخ، شفاء العلیل رسالة من مجموعة رسائل ابن عابدین ص ۱۶۳، الجزء الاول، مطبوعه ثاقب بکڈپو دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] سورة الذاریات آیت ۵۸/

ترجمہ:-اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے، قوت والا نہایت ہی قوت والا ہے۔(از بیان القرآن)

ملازمت سے محرومی ہوگئی تو خدائے پاک کے دفتر سے تو نام نہیں کٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ دوسرا دروازہ کھول دیں گے، جیسا کہ وعدہ ہے "وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ" (الآیۃ[1]) افسر کے قبضہ میں روزی نہیں، اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے "وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" الآیۃ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۵ھ

ایسا آپریشن کہ جس سے جماع پر قدرت نہ رہے

سوال:۔ زید نے زینت سے بارہ سال قبل شادی کی، وہ تین بچوں کی ماں ہے، ابھی زید نے بھس کٹمی آپریشن کرایا ہے، زینت کہتی ہے کہ اس آپریشن کی وجہ سے زید وطی پر قادر نہیں رہ گیا، اور فی الحال اسکے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہے، اور نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے، تو فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور کس صورت میں فسخ کرسکتی ہے؟ اور ایسا آپریشن کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس آپریشن سے کوئی مسلمان مرجائے تو اسکے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا پر آپریشن کرالینا جس سے وطی پر قدرت ہی نہ رہے یا اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت

---

[1] سورہ طلاق، آیت ۳-۲/

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (از بیان القرآن)

[2] سورہ ھود آیت ۶۶/

ترجمہ:۔ اور کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ (از بیان القرآن)

ہی ختم ہوجائے، ہرگز جائز نہیں[۱] بلکہ سخت گناہ ہے، تاہم اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں[۲] ہوا، اگر زینت اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو کسی طرح خوشامد کرکے یا لالچ دیکر یا مہر کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کرلے یا دوسرے لوگ زید سے طلاق دلوادیں[۳]، ایسا آپریشن کرانیوالا اگر مرجائے تو اسکے جنازہ کی بھی نماز پڑھی جائے گی[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۴ھ

---

۱ خصاء بنی آدم حرام بالاتفاق عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص۳۵۷/ کتاب الکراھیة الباب التاسع عشرفی الختان والخصاء الخ . الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۹/ص ۵۵۷/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع. البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، حجة الله البالغة ص۲/۱۲۳، باب آداب المباشرة، مطبوعه مصر،

۲ فلوجب بعد وصوله الیها مرة او صار عنینا بعده ای الوصول لایفرق لحصول حقها بالوطء مرة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵/۱۶۷، ۱۶۸، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره، البحرالرائق کوئٹه ص۴/۱۲۳، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره زیلعی ص۳/۲۲، کتاب الطلاق، باب العنین وغیره، مطبوعه امدادیه ملتان.

۳ واذا تشاق الزوجان وخافاان لایقیما حدودالله فلابأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلا ذٰلک وقعت تطلیقة بائنة .عالمگیری کوئٹه ج۱/ص ۴۸۸/ الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمه، الفصل الاول فی شرائط الخلع الخ. العنایة مع فتح القدیر ص۴/۲۱۱، باب الخلع، مطبوعه دارالفکر بیروت، هدایه ص۲/۴۰۴، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند،

۴ وهی فرض علی کل مسلم مات الخ الدالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۳/ص ۱۰۷/باب صلاة الجنائز .مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی. عالمگیری کوئٹه ص۱/۱۶۳، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت، والصلوة ای صلوة الجنازة واجبة ای فرض کفایة علیکم ان تصلوا علی کل مسلم ای میت ظاهره الاسلام، برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر، مرقاة المفاتیح ص۲/۹۳، باب الامامة الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

باب ششم: لباس سے متعلق احکام

فصل اول:- شرعی لباس

شرعی لباس

سوال:۔ کیا شرعی لباس یہی ہے، جو آپ علماء حضرات پہنتے ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے[1]، اور جس لباس کا سنت میں ذکر نہ ہو اور اس کو صلحاء نے اختیار کیا ہو کفار اور فساق کا شعار نہ ہو وہ بھی شرعی لباس ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

مسنون لباس

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نصف ساق کرتا اور چھوٹی مہری والا

---

[1] والمراد بالسنة هنا اقواله وأفعاله وأحواله الخ مرقات ج ۱/ص ۱۷۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

[2] وتوسط وعدم تقید وتکلف محمود است در ہر حال۔ وشک نیست کہ سیرت سلف وعادت علماء وزہاد وعباد الیشان بذا ذت ہیئت ثیاب بود وآحادیث ہم درمدح آن وترغیب درآن نیر درود یافعہ وآمدہ است۔ مدارج النبوۃ ج۱/ص ۴۶۹، وصل نوع دوم درلباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ پاکستان۔ من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره او بالفساق او الفجار او باهل التصوف الصلحاء فهم منهم اى فى الإثم والخير الخ مرقات ج۴/ص ۴۳۱، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى. بذل الجمهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس باب فى البس الشهرة، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

پائجامہ ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس قسم کا لباس سلف صالحین نے اسلامیت اور کفاریت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے، زید کا قول صحیح ہے، یا نہیں؟ اور عمر کہتا ہے کہ اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہر ہر سنت پر عمل کرنے والے ہیں وہ تو بغیر ثابت شدہ شئی پر عمل نہیں کریں گے، لباس مسنونہ مع حوالہ ودلیل مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نصف ساق تک کرتہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے، پائجامہ پہننے کا عرب میں عام دستور نہیں تھا، بلکہ لنگی کا دستور تھا، اور وہ بھی نصف ساق تک ہوتی تھی، اس کی بھی حدیث شریف میں تصریح ہے، نصف ساق سے نیچے تک بھی اجازت ہے ،لیکن ٹخنوں سے اونچی رہے ''عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماأسفل من الكعبين من الازار فى النار . رواه البخارى اھ مشكوٰة شريف، ج ۱/ص ۳۷۳/[1] عن ابى سعيد الخدرىؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ازارة المومن الىٰ انصاف ساقيه لاجناح عليه فمابينه وبين الكعبين وماأسفل من ذٰلک ففى النار قال ذلک ثلاث مرات ولاينظر الله يوم القيامة الىٰ من جرّا زارهٗ بطراً رواه ابوداؤد وابن ماجه اه مشكوٰة شريف ج ۲/ص ۳۷۲/[2] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جرثوبه من مخيلة لم ينظر الله اليه يوم القيامة فقلت لمحارب اذكرازاره قال ماخص ازاراً ولاقميصاً اھ بخارى[3] ص ۸۶۱/بعض آدمی پائجامہ بھی پہنتے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا ہے، اور خریدا، بعض

---

[1] مشكوٰة شريف ،ص ۳۷۳/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند كتاب اللباس الفصل الاول .

[2] مشكوٰة شريف ،ص ۳۷۴/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند) كتاب اللباس الفصل الثانى.

[3] بخارى شريف ص ۲/۸۶۱، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء رقم الحديث (۵۵۶۳) مطبوعه اشرفى ديوبند،

روایات میں ہے کہ پہنا بھی ہے، زادالمعاد[1] میں اس کی تصریح ہے باقی اس کی تفصیل نہیں دیکھی ہے کہ وہ کیسا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۹۰ھ

مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں

سوال:۔ مسنون لباس یا مسنون چیز کو اختیار کرنے کے لئے کوئی عمر ہے یا بڑھاپے میں کوئی سنت کو رائج کرے، لوگ اس کا مذاق اڑائیں تو کیا اسے عمل میں لانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اتباع سنت کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا غلط ہے، "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" الاية[2] **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين، الحديث**[3] لوگوں کے مذاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردہ سنت کے احیاء میں بڑا اجر ہے، "**من احيٰى سنة من سنتي بعد ماامیتت الحديث**[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۸۹ھ

---

[1] واشترى السراويل والظاهر انه انما اشترها ليلبسها وقدروى فى غير حديث انه ليس السراويل وكانوا يلبسون السراويلات باذنه الخ، زادالمعاد ص ۳۵/۱، فصل فى ملابسة السراوى ﷺ، مطبوعه بيروت، جمع الوسائل ص ۲۱۶/۱، باب ماجاء فى صفة ازار رسول الله ﷺ، مطبوعه ديوبند،

[2] سوره آل عمران آیت ۳۱/ **ترجمه**:۔ آپ فرمادیجئے اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرے اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (از بیان القرآن)

[3] فان له من الاجر مثل اجرين عمل بها من الناس الحديث ابن ماجه شريف، ج ۱/ص ۵/ (مطبوعه مجتبائی دهلی) باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين الخ **ترجمه**:۔ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

[4] ابن ماجه، ج ۱/ص ۱۹/ (مطبوعه مجتبائی دهلی) باب من احياسنة قدامیتت.

ترجمه:۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا جبکہ وہ مردہ ہو چکی تھی (پھر لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اس کیلئے ان لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ہے جنہوں نے اس پر عمل کیا)

کونسے لباس مذہب اسلام میں

سوال:۔ مذہب اسلام میں جن جن لباسوں کا استعمال درست ہے اس کی نشاندہی فرمادیں، کیا ہندوستان میں کوٹ اور پتلون استعمال کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لنگی، کرتہ، ٹوپی، عمامہ، چادر یہ لباس عام طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، پائجامہ بھی منقول ہے،[۱] لنگی یا پائجامہ ٹخنے سے اونچا ہونا چاہئے، ٹخنہ ڈھکنا منع ہے،[۲] پھر وہ لباس جو کفار وفساق کا مخصوص شعار ہو اس سے بچنا چاہئے، کوٹ پتلون ہندوستان میں پہننا حرام تو نہیں رہا، البتہ صلحاء کا شعار نہیں، اس سے بچنا چاہئے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولبس البردالیمانیة والبردالاخضر ولبس الجبة والقباء والقمیص والسراویل والازار والرداء والخف والنعل .زادالمعاد ،ص۱۲۸/ج۱/ وکانت لهٗ عمامة تسمی السحاب کساها علیا وکان یلبسها ویلبس تحتها القلنسوة الخ زادالمعاد علی هامش المواهب اللدنیة، ج۱/ص۱۲۱/ فصل فی ملابسه ، مطبوعه دارالمعرفة ،بیروت.

[۲] واسبال الازار والقمیص بدعة ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص ۳۳۳/ کتاب الکراهیة ،الباب التاسع فی اللبس مایکره من ذٰلک ومالایکره. مشکوٰة شریف ص۳۷۳، کتاب اللباس، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بخاری شریف ج۲/ص ۸۶۱، کتاب اللباس باب مااسفل من الکعبین ففی النار، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۳] من تشبه بقوم ای من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره اوبالفساق اوالفجار فهومنهم فی الاثم قال الطیبی هذاعام فی الخلق والخلق والشعار، مرقاة شرح مشکوٰة ج۴/ص ۴۳۱/ کتاب اللباس الفصل الثانی ،(مطبوعه اصح المطابع بمبئی). بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا؟

سوال:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا، سفید اور ہرے رنگ کا یا لال اور زرد رنگ کا؟ ایک صاحب نے تجرید بخاری کا حوالہ دیکر ارشاد فرمایا کہ آپ کو زرد اور لال رنگ زیادہ محبوب و پسند تھا، نیز تجرید بخاری کی صحت پر رائے قائم فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سفید لباس پسند تھا، کذا فی شمائل الترمذی[1]، لال سیاہ دھاری والا بھی استعمال فرمایا ہے،[2] خالص سرخ[3] اور خالص زرد کو منع فرمایا ہے، بخاری شریف کی احادیث کو مختصراً تجرید میں

---

[1] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسھا احیاکم وکفنوا فیھا موتاکم فانھا خیار ثیابکم (شمائل ترمذی، ص ۶/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) باب ماجاء فی لباس رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید کپڑوں کو اختیار کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے، سفید کپڑا ہی زندگی میں پہننا چاہئے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہئے۔

[2] عن عوف بن ابی جحیفة عن ابیه قا ل رائت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وعلیه حلة حمراء، والمراد بالحلة الحمراء برادن یمانیان منسوجان بخطوط حمر مع سود کسائر البرود الیمنیة (جمع الوسائل، ج ۱/ص ۱۱۵)

ترجمہ:۔ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

[3] الاحمر البحت منھی عنه (الیٰ قوله) روی الحسن عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ان الحمرة من زینة الشیطان جمع الوسائل، ج ۱/ص ۱۱۵) درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۱۵، کتاب الحظر والإباحة فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ج۸/ص ۱۹۰، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس.

عن علی قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس القسی والمعصفر (ترمذی، ج ۱/ص ۲۰۵/ ابواب اللباس باب ماجاء فی کراهیة المعصفر للرجال (مطبوعه رشیدیه دھلی)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی کپڑے اور کسم رنگ کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے سے منع فرمایا۔ **نوٹ**:۔ قسی ایک قسم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشمی خط ہوتا ہے۔

لیا گیا ہے، بخاری شریف میں کوئی حدیث موضوع نہیں، البتہ بعض روایات کو بعض پر فوقیت ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بخاری شریف کی روایت پر غیر بخاری کی روایت کو ترجیح ہو۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۹/۱۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۹/۱۶ھ

لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال

سوال:۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص لباس کیا تھا آپ ﷺ نے کس لباس کو پسند فرمایا، آپ ﷺ نے حلق وقصر کو اسوہ بنایا، بال ترشوانے میں آپ کا معمول کیا تھا، آپؐ نے کیسے بال رکھنے کی تحسین فرمائی اگر کوئی شخص آپ کے مخصوص بال کے سوا بال رکھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لباس کی تحسین کی ہے اسکے علاوہ دیگر لباس مثلاً کوٹ، پتلون، دھوتی قمیص وغیرہ استعمال کرے تو شرعاً کیسا ہوگا، جواز وعدم جواز کی تشریح کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چادر، لنگی، کرتہ، عمامہ یہی لباس عامۃ ہوتا تھا، اس کو پسند فرماتے تھے،[2] احرام سے حلال

---

[1] وکانت الحدیث الذی لم یخرجاہ من ترجمة وصفت بکونها اصح الاسانید کمالک عن نافع عن ابن عمر فانه یقدم علی ماانفرد به احدهما مثلاً لاسیما اذاکان فی اسناده من فیه مقال (نخبة الفکر، ص ۳۳/ (مطبوعه کراچی)

[2] وغالب احوال کساء ورداء وازار درشت می بود وقال فی موضع آخر وآنحضرت را عمامه بود که آنرا سحاب نام کرده بود، الیٰ قوله وبود محبوب ترین ثیاب نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قمیص اگرچہ ازار ورداء ہم بسیار می پوشید الخ۔ مدارج النبوۃ، ج ۱/ص ۴۶۸-۴۷۳/ (مطبوعہ نوریہ رضویہ پاکستان) وصل نوع دوم درلباس آنحضرت ﷺ الخ. زاد المعاد ج ۱/ص ۱۲۸، فصل فی ملابسهٔ، مطبوعه دارالمعرفة، بیروت.

ہونے کیلئے حلق کو پسند فرمایا قصر کی بھی اجازت دی[1] عامۃ آپ کے بالوں کے تین حال روایات میں آئے ہیں، جمہ، لمہ، وفرہ، نصف کانوں تک، کانوں کی لوتک، شانوں تک[2] ان کے خلاف بال رکھنا مسنون نہیں ہے، کچھ سر پر بال رکھے جائیں کچھ سر کے کٹا دیئے جائیں یا منڈا دیئے جائیں، اس کو منع فرمایا ہے[3] جو بال غیر قوموں کا یا فساق کا شعار ہوں ان کی ممانعت تشبہ کی بنا پر ثابت ہے، حضور اکرم ﷺ کے لباس کے خلاف لباس استعمال کرنا

---

[1] عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حلق رأسه فی حجة الوداع واناس من اصحابه وقصر بعضهم وفی هامشه فدل علی جواز کل منهما الا ان الحلق افضل بلا خلاف الخ مشکوٰة شریف، ص ۳۳۲/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب المناسک، باب الحلق.

ترجمہ:۔ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کچھ صحابہ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر حلق کرادیا اور بعض نے قصر کیا۔

[2] عن انس بن مالکؓ قال کان شعر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الیٰ نصف اذنیه وفی روایة عائشة وکان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة وفی روایة البرأ بن عازب وکانت جمته تضرب شحمة اذنیه، شمائل ترمذی، ص ۳-۴/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) باب ماجاء فی شعر رسول اللّٰہ ﷺ)

ترجمہ:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال آدھے کانوں تک پڑے ہوئے تھے، حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جمہ سے اوپر وفرہ سے کم تھے۔

[3] عن ابن عمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأی صبیا قد حلق بعض رأسه وترک بعضه فنهاهم عن ذٰلک وقال احلقوا کله او اترکوا کله، مشکوٰة شریف، ص ۳۸۰/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) (باب الترجل)

ترجمہ:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کا بعض سر حلق کردیا گیا تھا، اور بعض سر چھوڑ دیا گیا تھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کردیا، اور فرمایا یا تو سارے سر کو حلق کرو، یا سارے سر کو چھوڑ دو۔

مسنون نہیں، جولباس غیر قوموں یا فساق کا شعار ہواس کی ممانعت ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۷ھ

پیراہن مبارک کی لمبائی، چوڑائی

سوال:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا کیسا ہوتا تھا کلیاں ہوتی تھیں یا نہیں؟ کتنا لمبا چوڑا ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عرب میں عامۃً کلیوں کا دستور نہیں، ظاہر یہ ہے کہ پیراہن مبارک بھی ایسا ہی ہوگا لمبائی نصف ساق تک یا کچھ زیادہ ہوتی تھی، کعبین سے اوپر تک آستین گٹوں تک اور اصابع تک دونوں طرح ثابت ہے، چوڑائی جسم مبارک کے مناسب۔(بذل المجہود شرح شمائل[2])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قال رسول اللّٰہ ﷺ من تشبہ بقوم ای من شبہ نفسہ بالکفار مثلاًفی اللباس وغیرہ اوبالفساق اوبالفجارفھم منھم ای فی الاثم قال الطیبی ھذاعام فی الخلق والحلق والشعار،مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/کتاب اللباس،(مطبوعہ اصح المطابع بمبئی) بذل المجھود ج۵/ص ۴۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، مطبوعہ رشیدیہ سھارنپور.

ترجمہ:۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جوکسی قوم کیساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے،تو اسکا شمار انہیں لوگوں کیساتھ ہوگا۔

[2] کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبس قمیصا فوق الکعبین مستوی الکمین باطراف اصابعہ الخ جمع الوسائل ،ج ۱/ص ۱۳۴/(مطبوعہ اعزازیہ دیوبند) باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،بذل المجھود، ج۵/ص ۴۰/ (مطبوعہ رشیدیہ سھارنپوری) کتاب اللباس باب ماجاء فی القمیص) .

کرتا کہاں تک لمبا ہو

سوال:۔ کرتا کس قسم کا اور کتنا پہننا سنت ہے؟ اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نصف ساق تک کرتا ہونا ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا نصف ساق سے اوپر خواہ گھٹنا سے نیچے ہو یا اوپر یا کمر تک ہو سب سنت کے خلاف ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو پھر بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اگر کمر تک عبا پہنے ہوں تو اس کو گھٹنا تک کی ترغیب دیتے ہیں، تو گھٹنا تک کی کیوں نصف ساق تک رہنی چاہئے، کیوں کہ خلاف سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں، اور اگر کوئی فرق ہے تو فرق کیا ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عرب میں عامۃً ٹخنے کے قریب تک دراز کرتہ پہننے کا رواج ہے، صحابہ کرامؓ کے کرتے نصف ساق تک ہوتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرتہ قصیر القامت بھی تھا، جس کی تفصیل معلوم نہیں، ابن ماجہ کی روایت[1] کتاب اللباس میں ہے، بظاہر صورت حال یہ تھی کہ جیسا وقت پر میسر آ گیا پہن لیا، جسم مبارک کی ساخت پر مستقل بنوانے اور سلوانے کا معمول نہیں تھا، مدارج[2] النبوت میں لباس مبارک کی کچھ تفصیل بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قميصا قصير اليدين والطول، ابن ماجه، ج۲/ص ۲۶۴/ كتاب اللباس باب كم القميص كم يكون (مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2] مدارج النبوة، ج ۱/ص ۴۶۸/ (مطبوعه نوريه رضويه پاكستان) وصل نوع دوم درلباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتہ کی کیفیت

سوال:۔ تہبند اور بغیر کلیدار کرتہ جس کو عرف بنگال میں پنجابی کہا جاتا ہے، اس کو لباس مسنونہ میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ مبارک جس کو قمیص سے تعبیر کیا گیا اس کی کیا شکل تھی۔ بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قال اخرجت الینا عائشةؓ کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ھذین ،شمائل ترمذی[1]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وفات کے وقت بھی ازار (تہبند) پہنے ہوئے تھے، شمائل ترمذی شریف میں تہبند کی بھی تفصیل مذکور ہے۔

"عن ام سلمةؓ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم القمیص وقدا خرج الدمیاطی کان قمیص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قطنا قصیر الطول و الکمین اھ جمع الوسائل،[2] **عن اسماء بنت یزید قالت کان کم قمیص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الرسغ قال الجوزی فیہ دلیل علی ان السنة ان لایتجاوز کم القمیص الرسغ واما غیر القمیص فقالوا السنة فیہ ان لایتجاوز رؤس**

---

[1] **شمائل ترمذی ،ص ۸/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب ماجاء فی صفة ازار رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم .**

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ ہمارے پاس ایک پیوند لگی چادر اور موٹا تہبند نکال کر لائیں اور فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان ہی دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔

[2] **جمع الوسائل ،ج ۱/ص ۱۳۱-۱۳۲/(مطبوعہ اعزازیہ دیوبند) باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم .**

الاصابع من جبة وغيرها انتهى ونقل فى شرح السنة ان ابا الشيخ ابن حبان اخرج بهذا الاسناد بلفظ كان كم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفل من الرسغ واخرج ابن حبان ايضا عن طريق مسلم بن يسار عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قميصا فوق الكعبين مستوى الكمين باطراف اصابعه اھ[1] جمع الوسائل[2]".

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص پسندیدہ تھی اور وہ ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی، اور آستین کبھی پہنچوں تک اور کبھی انگلیوں تک ہوتی تھی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کرتا نصف ساق تک ہے

سوال:۔ امام کیلئے کرتا پہننے کی کوئی حد ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں تک؟

---

[1] احادیث مذکورہ فی الجواب کا **ترجمہ** :- مندرجہ ذیل ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس قمیص تھی، اور دمیاطی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص روئی کی تھی جس کی لمبائی اور آستین چھوٹی تھیں الخ جمع الوسائل اسماء بنت یزید سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹے تک تھی، جوزی نے کہا کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ قمیص کی آستین گٹے سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے، رہا قمیص کے علاوہ جیسے جبہ وغیرہ تو اس کے متعلق محدثین نے فرمایا کہ اس میں سنت یہ ہے کہ آستین انگلیوں کے پوروں سے نہیں بڑھنی چاہئے شرح السنہ میں نقل کیا ہے کہ ابوالشیخ ابن حبان نے اس اسناد کے ساتھ حدیث کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹے سے نیچے تھی، اور نیز ابن حبان سے مسلم بن یسار کے طریقے پر اس طرح نقل کیا ہے، مجاہد سے مروی ہے انہوں نے روایت کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹخنوں سے اوپر قمیص پہنتے تھے، جس کی آستین انگلیوں کے پوروں تک ہوتی تھیں الخ۔ جمع الوسائل۔

[2] **جمع الوسائل، ص ۱۳۴/ (مطبوعه اعزازيه ديوبند) باب ماجاء فى لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم.**

الجواب حامداً ومصلیاً!

نصف ساق تک کا کرتہ مسنون ہے،[1] اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے، امام، مقتدی سب کا حکم ایک ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۸ھ

نصف ساق تک کرتا

سوال:۔ نصف ساق تک کرتا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ، اگر کوئی اس کو ترک کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنن ہدیٰ کی قسمیں ہیں، کرتہ وغیرہ کا طول اور ہیئت سنن زوائد میں سے ہے جس میں یہ تقسیم نہیں، ایسی سنن کا حکم یہ ہے کہ بہ نیت اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، ترک کرنے میں ثواب سے محرومی[2] ہوگی، لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار

---

[1] والاولیٰ کونہ من القطن أوالکتان اوالصوف علیٰ وفاق السنة بأن یکون ذیله لنصف ساقه الخ شامی زکریا، ج۹/ص۵۰۵/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی اللبس. مشکوٰة شریف ص۳۷۴، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، نووی علیٰ المسلم ج۲/ص۱۹۵، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ، مطبوعه بلال دیوبند.

[2] والسنة نوعان : سنة الهدیٰ وترکها یوجب اساءةً وکراهیة کالجماعة والاذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد وترکها لایوجب ذلک کسیر النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی لباسه وقیامه وقعوده والنفل و منه المندوب یثاب فاعله ولابسئ تارکه الخ، شامی کراچی ج۱/ص۱۰۳، کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها.

کرے گا، تو گناہ ہوگا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قمیص پہننا

سوال:۔ آج کل جس طرح کی قمیص پہنی جاتی ہے، اس کا پہننا کسی بھی نوع سے آخرت میں پکڑ کا باعث ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفسِ قمیص کا پہننا پکڑ کا باعث نہیں، خاص کر ایسے علاقہ میں جہاں کا عام لباس یہی ہو ،لیکن مسنون لباس کا اختیار کرنا اتباعِ سنت کا تقاضا ہے،[2] اس کو ترک کر کے قمیص مروجہ پہننا بڑی فضیلت سے محرومی کی بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۶ھ

جواب صحیح ہے سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم ۳/۱/۸۶ھ

چوڑا پائجامہ

سوال:۔ بڑے اور چوڑے پائجامہ کے بارے میں کیا قول ہے؟ کیا افضلیت وسنت کے خلاف ہے اگر ہے تو پھر کیا بات ہے، کہ بعض بزرگ لوگ بھی چوڑا پائجامہ پہنتے ہیں؟

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم، مشکوٰة شریف ،ص ۳۷۵/ کتاب اللباس الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] والاولیٰ کونه من القطن اوالکتان اوالصوف علی وفاق السنة بأن یکون ذیله لنصف ساقه وکمه لرؤس أصابعه وفمه قدر شبر الخ شامی زکریا ، ج۹/ص ۵۰۵) کتاب الحظر والاباحة اول فصل فی اللبس.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ پائجامہ مبارک کی کوئی ہیئت مذکور نہیں تو پھر اس کو خلافِ سنت کیسے کہا جائے، ہر جگہ اہل علم اور اہل صلحاء کا جو لباس ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

چوڑی مہری کا پائجامہ

سوال:۔ چوڑی مہری کا پائجامہ اگر ٹخنوں سے اوپر بنایا جائے، احتیاط سے کہ ران بھی نہ کھلے تو مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ یہ عام طور پر پہنا جاتا ہے وہاں مکروہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پائجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے

سوال:۔ پائجامہ پہننا افضل ہے یا لنگی؟ اگر پائجامہ ہے تو کس قسم کا؟ اور اگر لنگی ہے تو کس قسم کی؟ سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے؟ حضور لنگی پسند کرتے تھے یا پائجامہ؟ اگر لنگی تو سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟

---

[1] دراصل لباس میں کراہت تشبہ بالکفار والفساق کی وجہ سے ہے، لہٰذا جہاں عام طور پر پہنا جاتا ہے، اور کفار وفساق کے ساتھ مشابہت نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہوگا۔ "من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أوبالفساق اوالفجارأو باهل التصوف والصلحاء الأبرار فهومنهم أي في الاثم والخير. (مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ كتاب اللباس، مطبع اصح المطابع بمبئي. بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

الجواب حامداً ومصلیاً!

پائجامہ خریدنا اور پسند فرمانا تو ثابت ہے، ایک روایت میں پہننا بھی منقول ہے[1]، اس کی کیفیت کا علم نہیں، زیادہ تر لنگی ہی استعمال فرماتے تھے، سلی ہوئی تھی، یا بغیر سلی ہوئی اس کا علم نہیں، اندازہ یہ ہے کہ بغیر سلی ہوئی تھی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آستین

سوال:۔ بعض لوگ کرتہ کی آستین لمبی سلواتے ہیں پھر پہننے کے وقت دراز کرتے ہیں، یہ افضلیت کے خلاف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آستین کا یہ طریقہ بھی عرب کا عام دستور ہے ایک کرتہ مبارک قصر الکمین بھی تھا، جس کی تفصیل انجاح الحاجۃ میں[3] "الی الرسغین" کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لکن صح انه صلی اللّٰه علیه وسلم اشتراه (ای السراویل) قال ابن القیم والظاهر انه اشتراه لیلبسه قال وروی انه لبسه الخ جمع الوسائل، ج ۱/ص ۲۱۶/(مطبوعه اعزازیه دیوبند) باب ماجاء فی صفة ازار رسول ﷺ. زادالمعاد ج ۱/ص ۳۵، فصل فی ملابسه السراویل صلّی اللّٰه علیه وسلّم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] **نوٹ**:۔ البتہ پائجامہ پہننا زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے، لبس السراویل سنة وهو من أستر الثیاب للرجال والنساء ،عالمگیری ،ج۵/ص ۳۳۳/ (مطبوعه کویٹه) کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس الخ .

[3] عن ابن عباس قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یلبس قمیصاً قصیر الکمین والطول انجاح الحاجة حاشیة ابن ماجه شریف، ج۲/ص ۲۶۴/ کتاب اللباس باب کم القمیص کم یکون وفی هامشه ای قصیر الکمین الخ رقم الهامش،۵/.

آستین کا لمبا ہونا

سوال:۔ عموماً نیتا قسم کے لوگ کرتے کی آستین لمبی بنوا کر اوپر کی طرف موڑ لیتے ہیں، انکے حرص میں مذہبی قسم کے آدمی بھی اگر آستین لمبی بنوا کر موڑ لیں تو یہ مناسب ہے کہ نہیں؟ اور اسراف بیجا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لمبی آستین تو عموماً عرب میں رائج تھیں، اور اس کو شرفاء کا لباس تصور کیا جاتا تھا، اسی وجہ سے فقہا نے نماز شروع کرتے وقت آستین سے ہاتھوں کو ظاہر کرنا مستحب لکھا ہے،[1] اور سجدہ کرتے وقت گرم زمین پر آستین کا زائد حصہ پیشانی کے نیچے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا بھی منقول[2] ہے، اگر ضرورت نہ ہو تو بیکار آستین کیوں زائد کی جائے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/۹۲ھ

---

[1] وآدابها أی الصلوة إلیٰ قوله وإخراج كفيه من كميه عند التكبير الخ مجمع الانهر ج ۱/ص ۱۳۶، كتاب الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۲۴، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، مطبوعه مصر.

[2] ولو سجد علی كمّيه أو فاضل ثوبه، صح، شامی كراچی ج ۱/ص ۵۰۱، كتاب الصلوة، آداب **الصلوة**، مجمع الانهر ج ۱/ص ۱۴۸، كتاب **الصلوة** فصل فی بيان صفة الشروط، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، عالمگيری كوئٹه ج ۱/ص ۱۰۸، كتاب الصلوة، الباب السابع، الفصل الثانی.

[3] واما الاكمام الواسعة الطوال التی هی كالاخراج فلم يلبسها هو ولااحد من الصحابة البتة الخ عون المعبود، ج۴/ص ۷۶/(مطبوعه ملتان) باب ماجاء فی القميص، كتاب اللباس. بذل المجهود ج۵/ص ۴۰، كتاب اللباس باب ما جاء فی القميص، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

کہنی سے اوپر آستین کا کرتا، حضور ﷺ کا عمومی لباس

سوال:۔ آج کل بعض ہمارے اسلامی بھائی لباس ایسا استعمال کرتے ہیں، جو کہنیوں سے اوپر ہوتا ہے، اور سر پر بغیر ٹوپی یا کپڑے کے سر بازار چلتے پھرتے ہیں، اور بعض ایسا لباس استعمال کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے صلحاء کے خلاف لباس ہے، کیا اس طرح کا لباس استعمال کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس کیسا تھا، اور آپ کے اصحاب کا لباس کس طرح تھا، بیان فرماویں، تو مہربانی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس فساق یا کفار کا شعار ہو اس کے استعمال کی اجازت نہیں[1] صلحاء کا لباس استعمال کرنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عامۃ لنگی استعمال فرمایا کرتے تھے، وہاں پاجامہ کا رواج کم تھا، پاجامہ خریدنا اور پسند فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے، کرتا پوری آستینوں کا ہوتا تھا، ٹوپی عامۃ سر پر چپکی اور گول ہوتی تھی، اس کے علاوہ بھی منقول ہے عمامہ کی بھی عادت شریفہ تھی، چادر کا استعمال بھی کثرت سے فرماتے تھے، لباس مبارک عموماً سادہ ہوتا تھا، جو کچھ حق تعالیٰ نے عطا فرمایا دیا قدر و شکر کے ساتھ بے تکلف استعمال فرمایا اور سرخ خالص اور ریشم کے لباس کو مرد کے لئے منع فرمایا ہے،[2] مدارج نبوت، شرح شمائل[3]، زاد المعاد[4] میں تفصیل مذکور

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵/ کتاب اللباس)

[2] عادت شریف درلباس توسع وترک تکلف بود یعنی ہرچہ می یافت می پوشید، وغالب احوال کساء ورداء وازار درشت می بود (الیٰ قولہ) ودرتحت عمامہ قلنسوہ می بود لاطیہ یعنی پست بسر پیوستہ نہ بلند مثل طاقیہ (الیٰ اُن قال) وباید دانست کہ ازار کہ اینجا مذکورست بمعنی تہبند ست فاما ازار کہ درعرف عجم ست وعرب آنرا سراویل میگویند اختلاف ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنرا پوشیدہ است یانہ ولیکن خریدن آن از آنحضرت بصحت رسیدہ است ..... محبوب ترین ثیاب نزد آنحضرت ﷺ قمیص اگرچہ ازار ورداہم بسیار می پوشید (مدارج النبوۃ، ج ۱/ص ۴۶۸-۴۷۳/ باب یازدہم، نوع دوم درلباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۲؎ "الرابع یکرہ لبس الاحمر مطلقا .....استعمال الحریر للرجل حرام (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ،ص ۱۳۰-۱۵۲/باب ماجاء فی لباس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم) مطبوعہ اعزازیہ دیوبند.

۳؎ ولبس القمیص وکان احب الثیاب الیہ وکان کمہ الی الرسغ(زاد المعاد، ج ۱/ص ۱۳۰-۱۴۱/فصل فی ملابسہ ﷺ) مطبوعہ دارالفکر بیروت.

فصل دوم:- غیر شرعی لباس

قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا

سوال:۔(۱) قمیص، پینٹ، کوٹ ان تینوں چیزوں کا پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کو پہن کر نماز ادا کریں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

(۲) ان تینوں کا پہننا مطلقاً مکروہ ہے یا نہیں اگر اس میں کراہت ہے تو کس درجہ کی؟

(۳) مشابہت قوم سے کیا مراد ہے؟ اگر عام طور پر مسلم ہندو قمیص کو پہنتے ہیں، کسی قوم کا شعار باقی نہ رہا، پھر ان سے تو مشابہت باقی نہیں رہتی ہے جیسے ساڑی صوبہ بہار میں ہندو اور مسلم عورتیں عام طور پہنتی ہیں تو ایسی صورت میں ساڑی کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو بلکہ عام طور پر صلحاء اور فساق سب ہی استعمال کرتے ہوں، وہاں اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا، ہاں لباس مسنون کو اس کے مقابلہ میں احسن وافضل کہا جائے گا، اور جہاں جس قدر شعاریت ہوگی اسی قدر کراہت ہوگی[۱]، اس کلمہ کے تحت اشیاء مسئولہ اور ان کے علاوہ بہت سی اشیاء کا حکم معلوم ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۱۳۹۰ھ

---

[۱] من تشبه بقوم فهو منهم الحديث مشكوٰة شريف، ص ۳۷۵/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب اللباس، الفصل الثانى، قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ مرقات، ج ۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه بمبئى) كتاب اللباس الفصل الثانى.

لباس پتلون وغیرہ

سوال:۔ پتلون وقمیص پہننے والا انسان جنت میں جاسکتا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے قول کے مطابق پتلون وقمیص تشبہ بہ انگیریز ہے، تو کیا علیگڑھ کٹ پائجامہ اور بنگلہ کرتہ یا کلی دار کرتہ ولکھنؤ کرتہ جس کو عام طور سے ہندوستانی لوگ اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں، اس میں تشبہ بالہنود نہیں ہے۔

علی گڑھ پائجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڑھ کٹ پائجامہ اور کرتہ وگاندھی کیپ (ٹوپی) درست ہے؟

جیسا لباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ استعمال کرتے تھے، آپ تمام لوگوں کا لباس کیسا تھا؟ اور کس رنگ کو پسند فرماتے تھے، اگر آپ لوگوں کا لباس یہ نہیں تھا، اور نہ پتلون اور قمیص کے مثل تھا، تو پتلون اور قمیص پہننا کیسا ہے؟ دونوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں تشابہ نہیں ہے، اگر تشابہ ہے تو مع دلیل واضح فرمائیں، کیا صرف بنیان لنگی پہن کر گھر کے باہر نکلنا یا چوراہے پر جانے کو شریعت نے پسند فرمایا ہے یا نہیں؟

اگر پتلون قمیص تشبہ باہل کتاب ہے، تو کیا کلائی گھڑی وامریکن پائخانہ، بجلی کا پنکھا، ٹیری کاٹ، ٹیرلین پہننا، جدید طرز کی عمارت بنوانا، صوفا سیٹ کیا یہ تمام چیزیں انگریزوں سے مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دین ہے، کیا حضور ﷺ کا رہن سہن ایسا ہی تھا، کیا عورتوں کا ساڑی قمیص اور بلاؤز پہننا تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ کیا عورتوں کو ہر قسم کا لباس پہننے کی اجازت ہے؟ حضرت عائشہ اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا لباس کیسا تھا؟ بعض آیت قرآنی مثلاً ''ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم یاان اللّٰہ لاینظر الیٰ صورکم ولکن

ینظر الیٰ قلوبکم واعمالکم ''سے اللہ تعالیٰ کیا بیان فرمانا چاہتے ہیں؟ اگر پتلون قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا بندہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے[1] قمیص اور علیگڑھ پائجامہ ناجائز نہیں ہے، اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحق جنت ہوسکتا ہے، پتلون بھی اب اہل کتاب کا مخصوص شعار نہیں رہا، امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جواب کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۸/۹۲ھ

دفتر کے وقت پتلون پہننا

سوال:۔ ایک مسلمان سرکاری دفتر میں ملازم ہے، دفتر میں جب جاتا ہے تو پتلون وغیرہ پہن کر جاتا ہے، اور واپس آکر اتار دیتا ہے، تو کیا دفتر کے وقت پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہاں پتلون کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں ہے تو پہننا جائز ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۸۷ھ

---

[1] من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس اوغیره اوالفساق اوالفجار فهو منهم ای فی الاثم قال الطیبی هذا عام فی الخلق والخلق والشعار الخ مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی. بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة مطبوعه یحیوی سهارنپور.

[2] من تشبه بقوم فهومنهم .الحدیث مشکوٰة شریف ،ص۳۷۵/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) کتاب اللباس الفصل الثانی. ابوداؤد شریف ج۲/ص۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.

پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال:۔ پینٹ اور کوٹ نماز کے بعد پہن لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس علاقہ میں یہ کفار وفساق کا شعار ہو وہاں اس سے پرہیز کیا جائے، اور جہاں شعار نہ ہو سبھی استعمال کرتے ہوں وہاں کا یہ حکم نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۸/۷ھ

اولاد کے لئے پینٹ کا بنوانا

سوال:۔ جناب عالی میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوں پریشانی یہ ہے کہ میرا لڑکا پینٹ بنوانا چاہتا ہے، اور میں اس بات کا مخالف ہوں کہ لڑکے پینٹ بنوائیں، آپ بس اتنا بتادیں کہ قرآن وحدیث کی رو سے مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جبکہ آپ پینٹ کو پسند نہیں کرتے تو آپکے ذمہ لڑکے کی فرمائش کو پورا کرنا لازم نہیں بلکہ آپ اسکو سمجھا کر جو لباس آپکے نزدیک شرعاً پسندیدہ ہو وہ لباس بنوادیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۴/۲۸ھ

---

[1] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره او بالفساق اوالفجار فهومنهم اى فى الاثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه بمبئى) كتاب اللباس الفصل الثانى. بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه سهارنپور.

[2] كمايستفاد وكره إلباس الصبى ذهباً او حريراً فان ماحرم لبسه و شربه حرم إلباسه واشرابه و فى الشامى والإثم علىٰ من ألبسهم لأنا أمرنا بحفظهم الخ درمختار مع الشامى زكريا ج۹/ص ۵۲۲، كتاب الحظر والإباحة فصل فى اللبس. فى حديث معاذ بن جبل رضى اللّٰه تعالىٰ عنه وان تحب للناس ماتحب لنفسك. الحديث مشكوٰة شريف ،ص ۱۶/ كتاب الايمان الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

کوٹ پتلون

سوال:۔کوٹ اور پتلون پہننے والوں اور سر پر انگریزی بال رکھنے والوں کے حق میں اب اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب اس میں اتنا تشدد نہیں[1] اتنا ضرور ہے کہ ان اطراف میں یہ صلحاء کا لباس نہیں ہے اس سے بچنا چاہئے کراہت کا درجہ ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ

سوال:۔کالر کی قمیص استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بڑے پائنچہ کا پاجامہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ''من تشبہ بقوم فہو منہم'' کا جواب کیا ہوگا؟

---

[1] وانچہ مخصوص بکفار نیست گوکہ کفار آنرا بیشتر استعمال میکنند ومسلمان کمتر پس مضائقہ ندارد الخ فتاوی عزیزی، ج ۱/ص ۱۰۵/(مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) بیان تشبہ وکدام چیز ممنوع است۔

تکلمه فتح الملهم ج۴/ص ۹۳، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذهب، مطبوعه اشرفی دیوبند، شامی زکریا ج۹/ص ۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة فصل فی اللبس.

اور جو کفار کے ساتھ مخصوص نہیں مگر کفار اس کو زیادہ تر استعمال کرتے ہوں اور مسلمان کم مضائقہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب یہ دونوں چیزیں کفار یا فساق کا شعار نہیں اس لئے تشبہ ممنوع میں داخل نہیں[1] البتہ ہمارے اطراف میں اتقیاء اور صلحاء کا یہ لباس نہیں اس لئے ایسے لباس کا ترک اولیٰ وانسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

کوٹ، قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ

سوال:۔ مروجہ کوٹ کالر دار قمیص اور بونٹ کا استعمال کیسا ہے؟ اور ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے اور برجس جو کہ گھوڑے کی سواری کے وقت استعمال ہوتی ہے، اسکا استعمال کیسا ہے، اور پیتل وغیرہ کے بٹن اور دیگر اشیاء مثلاً لوٹا دیگچی یا عورتوں کیلئے زیورات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لباس مذکور اس زمانہ میں صلحاء کا لباس نہیں اس لئے اس لباس سے اجتناب چاہئے خصوصاً اہل علم کو کہ وہ مقتدا ہیں، اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے حتی کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔[2]

---

[1] کان ذٰلک شعار هم حینئذ وهم کفار ثم لما لم یصر الآن یختص بشعارهم زال ذٰلک المعنیٰ فتزول الکراهة الخ تکمله فتح الملهم، ج۴/ص۹۳/ (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذهب الخ. شامی زکریا ج۹/ص۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة فصل فی اللبس، فتاوی عزیزی ج۱/ص۱۰۵، بیان تشبه و کدام چیز ممنوع است، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] یکفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح وبشدالزنا رفی وسطه الخ عالمگیری، ج۲/ص۲۷۶/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر انواع. مجمع الانهر ج۲/ص۵۱۳، کتاب السیر والجهاد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، باب المرتد، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ج۵/ص۱۲۳، باب احکام المرتدین.

ترکی ٹوپی کا رنگ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتویٰ کے مطابق ناپاک ہوتا ہے، اس لئے اس کو جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے اس سے نماز درست نہیں[1] اگر وہ سرخ رنگ سے رنگی ہوئی ہوتو اس کا استعمال ناجائز ہے کیونکہ مرد کو خالص سرخ رنگ کا استعمال منع ہے۔[2]

پیتل کے زیورات اور ظروف جو دیگر اقوام کے ساتھ مخصوص نہیں عورتوں کو جائز ہیں۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۷/۵۶ھ

پیتل کے زیورات اور برتن بلاقلعی کے مکروہ ہیں، کمافی ردالمحتار۔[4]

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۹/رجب ۵۶ھ

---

[1] وعروض الكراهية للصبغ بالنجس تزول بغسله الخ شامی زکریا، ج۹/ص۵۱۶/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس وشامی کراچی ج۱/ص۳۲۹، باب الانجاس، مطلب فی حکم الصبغ والاختضاب بالصبغ اوالحناء بالنجس، تاتارخانیه ج۱/ص۲۳۰، کتاب الطهارة، الفصل الثانی فی تطهیر النجاسات، مطبوعه کراچی.

[2] وکره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص۵۱۵/ کتاب الحظر والاباحة،(فصل فی اللبس) سکب الانهر ج۴/ص۱۹۲، کتاب الکراهية فصل فی اللبس، دارالکتب العلمیه بیروت، المحیط البرهانی ج۸/ص۴۲، کتاب الکراهية، الفصل العاشر الخ، مطبوعه ڈابهیل.

[3] ولایتختم الا بالفضة فیحرم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وفی الشامی عن الجوهرة والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص یکره للرجال والنساء. درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص۱۳۶/کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی اللبس. وفی امدادالفتاویٰ، ج۴/ص۱۳۶/ وقد تقرر فی محله ان مفاهیم الروایات حجة.

[4] ویکره الأکل فی نحاس اوصفر قال الشامی ثم قید النحاس بالغیر المطلی بالرصاص الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص۴۹۴/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی الأکل.

قمیص کا حکم

سوال:۔قمیص کا کیا حکم ہے خاص کر جب کہ آستین کرتے کی آستین کے برابر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صرف قمیص اگر پوری آستین کی ہو اور پائجامہ ٹوپی وغیرہ فیشن کا نہ ہو تو یہ بھی بہتر نہیں ہے، اگر چہ کچھ عموم ہو گیا ہے، مگر علماء اور صلحاء اچھا نہیں سمجھتے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

کرتے میں کالر

سوال:۔کرتوں کے اندر جو کالر لگواتے ہیں کیا وہ قمیص کے ساتھ مشابہت نہیں ہے؟ اور اس کا لگوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی غلط چیز کی مشابہت ہے تو اس سے بچنا چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلا فى اللباس وغيره او بالفساق اوالفجار او بأهل التصوف الصلحاء الابرار فهم منهم اى فى الإثم والخير الخ، مرقات ج۴/ص ۴۳۱، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع بمبئى، بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه رشيديه سهارنپور، يكره كل لباس خلاف السنة الخ، سكب الانهر ج۴/ص ۱۹۲، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس، دارالكتب العلميه بيروت.

[2] من تشبه بقوم فهومنهم ،مشكوٰة شريف ،ص ۳۷۵/ كتاب اللباس الفصل الثانى. مرقات ج۴/ص ۴۳۱، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى، بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه رشيديه سهارنپور.

سیاہ کرتا پہننا

سوال:۔ مسلمان مرد کو کالا تہبند باندھنا یا کالا کرتا پہننا یا کالی واسکٹ پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے[1] مگر جبکہ کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار ہو جیسا کہ محرم میں روافض کا شعار ہے تو اس سے بچنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

چوڑی دار پائجامہ

سوال:۔ مردوں کیلئے چوڑی دار پائجامہ اگر ٹخنوں سے اونچا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے، کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویستحب الابیض وکذا الاسود الخ شامی زکریا، ج۹/ص۵۰۵/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس. مجمع الانهر ج۴/ص۱۹۱، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری ج۵/ص۳۳۰، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس الخ، مطبوعه کوئٹه.

[2] من تشبه بقوم فهو منهم، الحدیث، مشکوٰة شریف، ص۳۷۵/ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ج۲/ص۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.

[3] من تشبه بقوم فهو منهم، الحدیث، مشکوٰة شریف، ص۳۷۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب اللباس، الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ج۲/ص۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.

دھوتی باندھنا

سوال:۔ دھوتی اس طریقے سے باندھنا کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو یعنی شلوار نمایا اور دوسری قسم سے جیسے ہندو وغیرہ باندھتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو طریقہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے، اس طریقہ سے باندھنا منع ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لنگوٹ

سوال:۔ کیا لنگی کے نیچے (انڈرویر) لنگوٹ وغیرہ باندھنا افضل ہے اگر ہے تو کیوں

الجواب حامداً ومصلیاً!

لنگوٹ کا تذکرہ نہیں، کسی کو قطرے کا مرض ہو یا آنت اترنے کا مرض ہو یا بدن کسنا ہی مقصود ہو یا کوئی اور مصلحت ہو تو استعمال کرنا ممنوع نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ

سوال:۔ نماز کی حالت میں ہو یا کوئی دوسری حالت میں ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا لنگی پہننا

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم، مشکوٰة شریف، ص ۳۷۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب اللباس، الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ج ۲/ص ۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.

[2] الاصل فی الاشیاء الاباحة عندالمجهور من الحنفیة الخ شامی زکریا، ج ۱/ص ۲۲۱/ کتاب الطهارة مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الا باحة.

کیوں منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص (پائجامہ یا لنگی سے) ٹخنے ڈھانکے گا تو یہ حصہ دوزخ میں جلے گا[1]، اس لئے مکروہ تحریمی ہے[2]، اس طرح نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ

سوال:۔ پائجامہ جس سے ٹخنہ چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ لباس متکبرین اور فساق کا ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جاوے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ورنہ مکروہ ہے۔ ''ولایجوز الاسبال تحت الکعبین ان

---

[1] عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قا ل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مااسفل من الكعبين من الازار فی النار. مشكوٰة شريف، ص۳۷۳ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) كتاب اللباس الفصل الاول. ابن ماجه شريف ص۲۵۵، كتاب اللباس، باب موضع الإزار مطبوعه دیوبند.

[2] فمانزل عن الكعبين فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم و إلا فمنع تنزيه، نووی علی المسلم ج۲/ص۱۹۵، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب، بيان حدمايجوز إرخاؤه ومايستحب، مطبوعه بلال ديوبند، مرقاة شرح مشكوٰة ج۴/ص۴۱۸، كتاب اللباس، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئی.

[3] ويكره كل ماكان من أخلاق الجبابرة، طحطاوی علی المراقی الفلاح، ص۲۸۴، كتاب الصلوٰة، فصل فی المكروهات، مطبوعه مصری، حلبی كبيری ص۳۴۸/ كتاب الصلوة، بيان كراهية الصلوة، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

کان للخیلاء وقد نص الشافعی علیٰ ان التحریم مخصوص بالخیلاء لدلالة ظواهر الاحادیث علیها فان کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم والافمنع تنزیه الخ مرقات[1] ج۴/ص ۴۱۸/ کتاب اللباس الفصل الاول ''آج کل عام طور پر یہ لباس انھیں لوگوں کا ہے جن پر مغربیت کا بھوت سوار ہے جو اپنی قدیم وضع اور طرز معاشرت کو برا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مشابہت بھی مذموم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹائی کا استعمال

سوال:۔(۱) کسی ملازمت میں ترقی کا انحصار ٹائی باندھنے پر ہو تو ایسی صورت میں ٹائی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کسی کالج یا اسکول کی پوشاک میں ٹائی کے باندھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں، بہت سے صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان بھی استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائیگا، کراہیت سے اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی کہیں ہلکی، جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے وہاں

---

[1] **مرقاة**، ج۴/ص ۴۱۸/مطبوعه اصح المطابع بمبئی، کتاب اللباس، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئی، نووی علی المسلم ج۲/ص ۱۹۵، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب الخ، مطبوعه بلال دیوبند.

[2] وعنه (ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم ابوداؤد شریف ج۲/ص ۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند، مشکوٰة شریف، ص ۳۷۵/ کتاب اللباس الفصل الثانی، مطبوعه دیوبند.

اس کے منع پر زور نہیں دیا جائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳ ۸۹ھ

ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے

سوال:۔سوٹ کے اوپر جو گلے میں ٹائی باندھی جاتی ہے، جس کا پٹہ گریبان تک لٹکا رہتا ہے، کیا وہ خاص کر کسی قوم کا شعار ہے، جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ عیسائیوں کا نشان ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۱۳۹۵ھ

---

[1] لکن کان ذالک شعارھم حینئذ وھم کفار ثم لمالم یصر الآن یختص بشعار ھم زال ذالک المعنی فتزول الکراھة الخ تکملہ فتح الملھم، ج۴/ص ۹۳/(مطبوعہ اشرفی دیوبند) کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب الخ، شامی زکریا ج۹/ص ۵۱۹، کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس.

[2] من تشبہ بقوم ای شبہ نفسہ بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ فھومنھم فی الاثم قال الطیبی ھذاعام فی الخلق والخلق والشعار الخ ،مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعہ ممبئی) کتاب اللباس، الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ص ۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

فصل سوم:- ناجائز لباس

نائلون کا استعمال

سوال:۔ نائلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یہ ناپاک ہے، استعمال درست نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ٹیرلنگ کپڑا کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا

سوال:۔ ٹیرلنگ کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے کہ نہیں، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا بھی جائز ہے یا نہیں؟ کراہت بھی ہے پہننے میں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ٹیرلنگ میں اگر کوئی ناپاک چیز نہیں ہے، اور اس میں بدن چھپ جاتا ہے، اور یہ فساق یا کفار کا شعار نہیں ہے تو اس کا پہننا درست ہے، کشتی نما ٹوپی درست ہے، قمیص بھی درست ہے[2]، لیکن مسنون لباس اور صلحاء کا لباس اختیار کرنا اعلیٰ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۰ھ

---

[1] اماالخنزیر فجمیع اجزائه نجسة الخ، عالمگیری ص ۲۴/۱، کتاب الطهارة الباب الثانی فی المیاه، الفصل الثانی، شامی کراچی ص ۲۰۴/۱، کتاب الطهارة، مطلب فی احکام الدباغة، هدایه ص ۴۱/۱، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یهذبه الوضوء، مطبوعه دیوبند. (باقی اگلے صفحہ پر)

ٹیرلین کا استعمال

سوال:۔آج کل لوگ عام طریقے سے ٹیرلین اور ٹیری کوٹ (کپڑے) کا کرتا، قمیص اور شیروانی وغیرہ لباس پہنتے ہیں، کیا شرعی اعتبار سے اس کے استعمال میں کوئی قباحت ہے، اور اس قسم کے لباس کو پہن کر نماز پڑھنے یا پڑھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ ناپاک نہیں اور اس میں ستر پورا ہے نیز وہ کفار یا فساق کا شعار نہیں تو اس کا استعمال درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ٹیرلین کا استعمال مرد کیلئے جب کہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے

سوال:۔ایک کپڑا جس کو ٹیرلین کہتے ہیں مرد کے لئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں، جبکہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ریشم اس میں مغلوب ہو تو مرد کے لئے درست ہے ''کذا فی درالمختار ویحل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ ان اللباس انما یقصد بہ الستر والتجمل الخ، تکملہ فتح الملھم ص ۸۸/۴/ مطبوعہ اشرفی دیوبند، اول کتاب اللباس، بحر کوئٹہ ص ۱۹۰/۸، کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس، مجمع الانھر ص ۱۹۱/۴، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ ان اللباس الذی یتشبہ بہ الانسان باقوام کفرۃ لایجوز لسبہ لمسلم اذا قصدبذالک التشبہ بھم الخ، تکملہ فتح الملھم ص ۸۸/۴/ مطبوعہ اشرفی دیوبند، اول کتاب اللباس.

لبس ماسداه ابریسم ولحمته غیره[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۹۲ھ

ریشم کا کپڑا دودالقز کی تعریف

سوال:۔ دودالقز کی تعریف فقہاء نے کیا فرمائی ہے، مفصل تحریر فرمائیں، دودالقز کی تعریف میری نظر سے عبارتِ ذیل میں مذکور ہے، دودالقز کے انڈے سابودانہ کے مانند ہوتے ہیں، پہلے ان بیضوں کو پانچ ماہ تک گھر میں رکھا جاتا ہے، جب ایک موسم آتا ہے، تو اس وقت ایک قسم کے برگ میں رکھا جاتا ہے حفاظت سے، چند روز کے بعد اس میں سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں، اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگتے ہیں، اور پتی کھاتے رہتے ہیں، جب ان کا بڑھنا ختم ہوجاتا ہے، تو شہادت کی انگلی کے مانند بن جاتے ہیں، اس کے بعد نقل مکان کرتے ہیں، ان کو کیلے کے خشک پتے میں رکھ دیتے ہیں، اس کے بعد کیڑے کے چاروں طرف ایک سوت لپٹا رہتا ہے، چند روز میں وہ سوت ایک قسم کا گالہ سا بن جاتا ہے، اور وہ کیڑا آہستہ آہستہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اور اندر رہ جاتا ہے، تو وہ کیڑا اسی کا گالہ کو کاٹ کر نکل جاتا ہے، مانند شہد کے مکھی کے اور سوت کا سوت رہ جاتا ہے، تو پھر اس سے کپڑا تیار ہوتا ہے، اس کو ریشمی کپڑا کہا جاتا ہے یا نہیں؟ اس کپڑے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ ور کیڑے کی جو تعریف میں نے کی، فقہاء کی تعریف کے مطابق ہے یا نہیں؟ کیونکہ صوبہ آسام کے بعض علماء اس کیڑے کو دیکھتے ہوئے اس کپڑے کو مردوں کے لئے جائز کہتے ہیں!

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۵۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس. بحر کوئٹہ ج۸/ص ۱۹۰، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۹۴، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

''اما دودالقز فیقال لهاالدودة الهندیة وهی من اعجب المخلوقات وذٰلک انهٗ یکون اولاً بزرا فی قدر حب التین ثم یخرج الدودعنه فی فصل الربیع ویکون عند الخروج اصغر من الذر وفی لونه ویخرج من الاماکن الدفئة من غیر حضن اذاکان مصروراً مجعولا فی حق وربما تأخرخروجه فتصره النساء وتجعله تحت ثدیهن واذا خرج اطعم ورق التوت الابیض ولایزال یکبره ویعظم الیٰ ان یصیر فی قدر الا صبع وینتقل من السواد الی البیاض اولاً فأوّلاوذٰلک فی مدة ستین یوماً علی الاکثرثم یاخذ فی النسج علیٰ نفسه بما یخرجه من فیه الیٰ ان ینفدمافی جوفه منه ویکمل علیه مابینه الیٰ ان یصیر کهیئته الجوزة ویبقی فیه محبوساً قریباً من عشرة ایام ثم ینقب عن نفسه تلک الجوزة فیخرج منها فراش ابیض له جناحا ن لایسکتان من الاضطراب وعند خروجه یهیج الی السفاد فلیصق الذکرذنبه بذنب الانثیٰ ویلتحمان مدة ثم یفترقان ویتبرز الانثیٰ البزر الذی تقدم ذکره علیٰ خرق بیض تفرش لهٗ قصداً الیٰ ان ینفذ مافیها منه ثم یموتان هذا ان اریدمنها البزروان ارید الحریر ترک فی الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة ایام یوماً اوبعض یوم فیموت وفیه من اسرارالطبیعة انه یهلک من صوت الوعد وضرب الطست والهاون ومن شم الخل والدخان ومس الحائض والجنب ویخشی علیه من الفار والعصفور والنمل والوزغ وکثرة الحروالبرد اھ **حیوة الحیوان** ص ۳۴۱[1]/وقریب منه مافی **عجائب المخلوقات**، ج۲/ص۳۱۸[2]/''

خالص اصلی ریشم پہننا مرد کو ناجائز ہے مگر چار انگشت کی مقدار جائز ہے، اور جس کا بانا

---

[1] حیوة الحیوان ج ۱/ص ۴۷۵، باب الدال المهملة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] عجائب المخلوقات ص ۲۶۵، النوع السابع من الحیوان الهوام والحشرات، مطبوعه مصطفیٰ البابی الجلی مصری.

ریشم ہے اور تانا سوت وغیرہ کچھ اور ہے وہ بھی خالص ریشم کے حکم میں ہے، اور عورت کو جائز ہے، ''ویحل للنساء لبس الحریر ولایحل للرجال الاقدر اربع اصابع کالعلم ولابأس ماسداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ وعکسہ لایلبس الافی الحرب ویکرہ لبس خالصہ فیھا خلافاً لھما اھ درالمنتقیٰ، ج۲/ص ۵۳۲/[1]۔ مرد کو ریشمی کپڑا پہننا جس طرح ناجائز ہے اس کو پہن کر نماز بھی مکروہ ہوگی۔

''والثوب الحریر والمغصوب وارض الغیر تصح فیھا الصلوٰۃ مع الکراھۃ ای التحریمۃ ذکرہ السید وفی السراج والقھستانی تکرہ فی الثوب الحریر والثوب المغصوب وان صحت والصواب الی اللّٰہ تعالیٰ اھ مراقی الفلاح،[2] وطحطاوی''۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۶/محرم ۵۹ھ الجواب صحیح عبداللطیف ۶/محرم الحرام ۵۹ھ

ریشمی جبہ

سوال:۔ ایک صاحب نے امام صاحب کو جبہ لیڈی منٹن بنا کر پیش کیا، جس پر کچھ گوٹہ کا کام بھی ہوا ہے، گلے کی پٹی پر بظاہر تو صرف لیڈی منٹن کا ریشمی کپڑا بولا جاتا ہے، لیکن سمجھتا

---

[1] منتقی الابحر علی مجمع الانھر، ج۴/ص ۱۹۲/ (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس. درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۰۶، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، البحرالرائق ج۸/ص ۱۸۹، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ۱۷۰/ (مطبوعہ مصری) کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ وارکانھا. شامی زکریا ج۲/ص ۷۵، باب شروط الصلوۃ، مطلب فی ستر العورۃ، بحر کوئٹہ ج۱/۲۶۸، باب شروط الصلوٰۃ.

ہوں کہ یہ حقیقتاً ریشم نہیں ہے، ایسی شکل میں اسکے استعمال میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ریشمی لباس مرد کو جائز نہیں[1]، ریشمی نہ ہو تو درست ہے، بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کا شعار نہ ہو۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۲ھ

ریشمی رومال وازار بند

سوال:۔ ریشمی رومال اور ازار بند مردوں کو استعمال کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ازار بند خالص ریشمی اور جس کا بانا ریشمی ہو مرد کو ناجائز ہے، البتہ اگر تانا ریشمی ہو اور بانا سوت وغیرہ کا کچھ اور ہو تو جائز ہے، نفس رومال جائز ہے، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے اور قیمتی ہونا تکبر کی علامت ہے ''لبس الحریر الخالص حرام علیٰ الرجل الا لدفع القمل اوحکة کمافی الحد اد من غاية البيان ، كذافي واقعات المفتين يكره مالحمته حرير وسداه غيره ذٰلک لابأس بلبس ماسداه حرير ولحمته غيرذٰلک، فتاویٰ سراجیه[1]

[1] يحرم لبس الحرير ولوبحائل على الرجل الخ، درمختار على الشامي زكريا، ج۹/ص۵۰۶/ كتاب الحظر والاباحة فصل في اللبس. البحرالرائق ج۸/ص۱۸۹، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ج۴/ص۱۹۲، كتاب الكراهية فصل في اللبس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوٰة شريف ص۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، ابوداؤد شريف ج۲/ص۵۵۸، كتاب اللباس، باب لبس الشهرة، مطبوعه ديوبند.

[1] فتاویٰ سراجیه ص۷۵، كتاب الاستحسان، باب اللبس، مطبوعه كراچي.

ص۲۸۷/ وقال فی المحیط وکذا تکة الحریر ولبنته وهو لقب لایحل للرجال لانه استعمال تام زیلعی، ص۱۴/[۲] لایکره خرقة لوضوء اولمخاط اوعرق لولحاجة ولوللتکبرتکره قال الشامی والخرقة المقومة دلیل الکبر بزازیه وبه علم انه لایصح ان یراد بالخرقة مایشمل الحریراھ ، ج۵/ص ۲۳۱/ الشامی۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے؟

سوال:۔ ریشم یا ریشمی کپڑا صرف کیڑے سے بنتا ہے یا اور چیز سے بھی ریشم تیار ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ریشم اصل تو وہی ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، لیکن نقلی ریشم بھی ولایت سے آتا ہے، جو کسی اور چیز سے بنتا ہے۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۹/۵۹ھ

---

[۲] زیلعی ،ج۶/ص۱۴/ (مطبوعه امدادیه ملتان) کتاب الکراهیة فصل فی اللبس. عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۱، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس، البحرالرائق ج۸/ص ۱۸۹، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه کوئٹه.

[۳] درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۲۲/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس، البحرالرائق ج۸/ص ۱۹۱، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۳، کتاب الکراهیة، الباب التاسع.

[۴] اما دودالقز فیقال لها الدودة الهندیة وهی من اعجب المخلوقات، إلی قوله ثم یأخذ فی النسج علی نفسه بمایخرجه من فیه إلیٰ ان ینفد مافی جوفه منه ویکمل علیه مابینه إلیٰ ان یصیر کهیئة **الجوزة**، الخ **حیوة** الحیوان ج۱/ص ۴۷۵، باب الدال المهملة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عجائب المخلوقات ص۲۶۵، النوع السابع من الحیوان الهوام والحشرات، مطبوعه مصطفیٰ الباز الحلبی مصری.

مخمل کا استعمال مرد کے لئے

سوال:۔ مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ ریشم تو ہوتا نہیں، مثلاً مخمل کی ٹوپی عام طور پر استعمال کرتے ہیں، اسکا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو ریشم نہ ہو اس کا استعمال مرد کے لئے درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۹۲ھ

مرد کے لئے کس رنگ کا کپڑا منع ہے

سوال:۔ مرد کو کس رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرد کو خالص سرخ اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے،[2] باقی ہر رنگ کا درست ہے،

---

[1] اس لئے کہ حرام ریشمی لباس ہے اور مخمل ریشمی لباس نہیں ہے، جیسا کہ فیروز اللغات میں ہے۔ (یحرم لبس الحریر علی الرجل الخ .درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۰۶/ کتاب الحظر والاباحة. فصل فی اللبس، البحرالرائق ج۸/ص ۱۸۹، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس.

[2] وکره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال ولابأس بسائر الالوان الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۱۵/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس. البحرالرائق ج۸/ص ۱۹۰، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الانهر ج۴/ص ۱۹۲، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

اس کا لحاظ رہے کہ کسی غیر کا شعار اختیار نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱/۹۲ھ

مرد کے لئے کون کونسے رنگ ناجائز ہیں

سوال:۔ مردے کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

''وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال ولا بأس بسائر الالوان اھ تنویر الابصار، ج۵/ص ۳۵۱/'' [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ج ۲/۶۴ھ

---

[1] تنویر الابصار علیٰ درالمحتار زکریا، ج۹/ص۵۱۵/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس. سکب الانهر ج۴/ ص۱۹۲، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، دارالکتب العلمیه بیروت. عالمگیری ج۵/ص ۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس، مطبوعه کوئٹه، فتاویٰ قاضیخان ج۳/ص ۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة باب مایکره من الثیاب الخ مطبوعه کوئٹه.

فصل چہارم:- عورتوں کے لباس

عورتوں کو فساق وفجار کا شعار اختیار کرنا

سوال:-تشبّہ لباس وغیرہ کے بارے میں مندرجہ ذیل استفسارات ہیں:۔

(۱) عورتوں کے لئے پائچا دار پائجامہ اور ساڑی جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹی ساڑی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں یہ کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ناجائز ہے[۱] جہاں عام ہیں ان کا شعار نہیں وہاں جائز ہے،[۲] پھر اگر پردہ پورا ہو تو اس سے نماز بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال:۔(۱) عورتوں کو ساڑی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں (۲) عورت کو سفید لٹھے کی شلوار پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں (۳) عورت کو اونچی ایڑی کا چپل جیسا کہ آج کل رائج ہے پہننا جائز ہے یا نہیں (۴) عورتوں کو کھڑی ایڑی کا لیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی

---

[۱] من تشبه بقوم فهو منهم، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب اللباس، الفصل الثانی.

[۲] لکن کان ذالک شعارهم حینئذ وهم کفار ثم لمالم یصر الآن یختص بشعارهم زال ذالک المعنیٰ فتزول الکراهة الخ تکمله فتح الملهم ج۴/ص۹۳، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذهب الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند، شامی زکریا ج۹/ص ۵۱۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس.

ہیں جائز ہے یا نہیں (۵) عورتوں کو سر میں کنگھی یا کلف وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ ہو زیادہ دیر تک ٹھیک رہے، (۶) جس گھر میں کسی غیر محرم کا گذر نہ ہو تو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کھلی نصف آستین کی قمیص یا جمپر پہننا جائز ہے یا نہیں (۷) مصری قطع کا برقع جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پر فٹ ہوتا ہے، عورتوں کو اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱/تا۴/) جو لباس کفار یا فساق یا مردوں کے ساتھ مخصوص ہے عورتوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کا لباس جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو اس کا استعمال مستحسن ہے، اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہو گیا۔

(۵) اگر یہ محض زینت وآرام کیلئے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو

(۶) لباس کی حیثیت سے جواب آچکا، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۷) لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہو گیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو، جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں نامحرم کے سامنے جانا منع ہے۔

"قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال[1] رواہ البخاری ،مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۰/.[2]"

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم. رواہ احمد

---

[1] بخاری شریف ج۲/ص ۸۷۴، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] مشکوٰۃ شریف ،ص ۳۸۰/(مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)باب الترجل الفصل الاول.

ترجمہ :۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔

وابوداؤد ا ہ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵/[1] اما نظره الی ذوات محارمه فنقول یباح له ان ینظر منها الی موضع زینتها الظاهرة والباطنة وهی الراس والشعووالعنق والصدر والاذن والعضد والساعد والکف والساق والرجل والوجه اھ عالمگیری، ج۴/ص ۲۰۵/۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵۸ھ

عورت کے لئے سیاہ لباس

سوال:۔شادی شدہ عورت کے لئے چوڑیاں اور کالی پوت کا مالا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

چوڑیاں اور کالی پوت کا مالا شادی شدہ عورت کے لئے ضروری نہیں، البتہ ایسی ہیئت نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو اور دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ شوہر کے انتقال کی وجہ سے سوگ میں ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] **مشکوٰۃ** شریف، ص ۲۷۵/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب اللباس الفصل الثانی. ابوداؤد شریف ج۲/ص ۵۵۸، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.
ترجمہ:۔جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

[2] عالمگیری، ج۵/ص ۳۲۸/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب الثامن. مجمع الانهر ج۴/ص ۲۰۱، کتاب الکراهیة، فصل فی بیان احکام النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. محیط برهانی ج۸/ص ۲۶، کتاب الکراهیة، الفصل التاسع فیمایحل للرجل النظر الیه الخ، مطبوعه ڈابهیل، گجرات.

[3] للزوج أن یمنع المرأة من الغزل وله أن یضربها علی اربعة منها ترک الزینة اذا ارادالزوج الزینة (خانیه ص ۴۴۲/۱، کتاب النکاح فصل فی حقوق الزوجیة) درمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۱۲۸/۶، کتاب الحدود، باب التعزیر، بحر کوئٹه ص ۴۸/۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں، سرخی کا حکم

سوال:۔ آج کل جو شہروں میں یہ کالا برقعہ عام طور پر رائج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیا علت ہے؟ ایک لباس ہے جس کا نام جمپر ہے، وہ اوپر سے بہت تنگ اور نیچے سے کچھ کھلا ہوتا ہے، اس کا استعمال کیسا ہے؟ نیز لہنگے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتیں جو اپنے سروں پر لوہے کی سلاخیں لگاتی ہیں، تاکہ بال آگے کی طرف نہ آئیں، وہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں جو تھوڑے تھوڑے بال کٹوالیتی ہیں، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز ہونٹوں پر سرخی کے بارے میں بھی کچھ روشنی ڈالئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور مقصود ستر اس سے حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ درست ہے، ورنہ درست نہیں[1]، سلاخیں تو وہ ہوتی ہیں، جو دروازے یا کھڑکی میں لگائی جاتی ہیں، تاکہ روشنی اور ہوا آتی رہے، آدمی یا جانور کتا وغیرہ نہ آسکے، وہ سلاخیں سر میں کیسے لگائی جاتی ہیں[2]؟ چھوٹی بچی کا تو سر منڈا بھی دیا جاتا ہے، جیسا کہ عقیقہ کے وقت اس میں کوئی حرج نہیں، ہونٹ تو قدرت کی طرف سے سرخ ہوتے ہیں اس کے متعلق کیا پوچھنا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۹ھ

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوٰة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابوداؤد شريف ج ۲/ص ۵۵۸، كتاب اللباس، باب لبس الشهرة، مطبوعه ديوبند.

[2] سلاخیں سے یہاں مراد کلپ اور بال پن ہے جسکو عورتیں بالوں میں لگاتی ہیں اسکا استعمال کرنا بلاشبہ درست ہے الاصل فی الاشياء الإباحة، درمختار علىٰ الشامی زكريا ج ۱/ص ۲۲۱، كتاب الطهارة، مطلب المختار فی الاشياء الاباحة.

[3] سرخی اور لپ اسٹک کا ہونٹوں پر لگانا زینت کیلئے جائز ہے بشرطیکہ اتنا تہہ دار یا روغن دار نہ ہو جو غسل اور وضوء کے وقت پانی پہونچنے سے مانع ہو۔ ولابد من زوال مايمنع وصول الماء للمسجد كشمع و عجين، المراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۸۱، كتاب الطهارة فصل فی بيان فرائض الغسل، مطبوعه مصری.

مردانہ لباس عورتوں کے لئے

سوال:۔عورتوں کے لئے بنیان، شلوار، جاکٹ، قمیص پہننے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ مردوں اور یا کفار وفساق کا مخصوص شعار نہیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ

چھینٹ کا کپڑا عورت مرد کے لئے

سوال:۔ چھینٹ کا کپڑا مسلمان مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مرد اور عورت سب برابر کا لباس پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص ہے، مردوں کو اس کا استعمال کرنا ممنوع ہے، وہکذا بالعکس، جو عورت مرد کی ہیئت اختیار کرے اس پر لعنت آئی ہے، اسی طرح جو مرد عورت کی

---

[1] من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره اوبالفساق اوالفجار فهو منهم اى فى الاثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ (مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ مطبوعه بمبئى) كتاب اللباس الفصل الثانى. بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

ہیئت اختیار کرے اس پر بھی لعنت آئی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

جارجٹ کا استعمال

سوال:۔ کیا بچیوں کو اور عورتوں کو گھر کے اندر رہتے ہوئے جالی کے باریک جارجٹ کے دوپٹے اُڑھانے جائز ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن کے ذمے ستر عورت فرض ہے ان کو کسی ایسے کپڑے کا استعمال درست نہیں جس سے ستر عورت نہ ہو پائے،[2] چھوٹی بچیوں میں اگرچہ یہ اشکال نہ ہو مگر جب ایسے کپڑے استعمال کرنے کی بچپن میں عادت ہو جائے گی، تو اس سے باز رہنا دشوار ہو جائے گا، اس لئے ان کو بھی استعمال نہ کرائیں۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۲۹/۸۹ھ

---

[1] لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۰/ کتاب اللباس ،باب الترجل)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

[2] والرابع ستر عورته الیٰ ماقال وللحرة جمیع بدنها حتی شعر ها الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص ۷۵-۷۷/ کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطلب فی سترالعورة.زیلعی ج ۱/ص ۹۶، باب شروط **الصلوٰۃ**، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ج ۱/ص ۱۸۲، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] دخلت حفصة بنت عبدالرحمن علیٰ عائشة خمار رقیق فشقته عائشة وکستها خماراً کشیفاً ،الحدیث وفی المرقات تادیباً لها وتربیة بآدابها المأخوذ من المربی الاکمل فی ترک الدنیا وحسن ملابسها ویحتمل ان الخمار کان مما ینکشف ماتحتها من البدن والشعر فغیرتها الخ مرقات ، ج۴/ص ۴۳۹/ کتاب اللباس الفصل الثالث (مطبوعه بمبئی)

عورتوں کو نیم آستین کا کرتا پہننا

سوال:۔عورتوں کا یہ فیشن ہوگیا کہ بغیر آستین کے قمیص پہنتی ہیں، بعض نمازی عورتوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کرلیا ہے، کہ چولی جو بے آستین قمیص کے سبب تنگ اور کوتاہ ہوتی ہے، پہن کر سارا جسم کپڑوں سے ڈھانک کر نماز پڑھتی ہیں، دریافت یہ ہے کہ ہر وقت یا کبھی کبھی بے آستین قمیص پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس طرح نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز میں سارا جسم ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ دونوں ہاتھ گٹوں تک دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہے (شامی[1]) اگر نیم آستین قمیص کے اوپر اسطرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہوجائیگی[2] ہاتھ کا کہنی تک یا اوپر تک اپنے محرم باپ بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے، تو اس پر پکڑ نہیں، لیکن نامحرم سے پردہ مکمل لازم ہے[3]، جیسے چچازاد بھائی، خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، یا دیور وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۳۰ھ

---

[1] وللحرة جميع بدنها حتى شعرها (عورة) خلاالوجه والكفين والقدمين الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۲/ص ۷۸/ کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، مطلب ستر العورة، زیلعی ج ۱/ص ۹۶، باب شروط **الصلوة**، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ج ۱/ص ۱۸۲، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] ویکفی **للمرأة** درع ضیق و مقنعة الخ طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۰، باب شروط الصلوة، مطبوعه مصری.

[3] وتمنع **المرأة** الشابة من کشف الوجه بین الرجال الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۲/ص ۷۹/ باب شروط **الصلوٰة**، شامی کراچی ج۶/ص ۳۶۴، ۳۶۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، فتاویٰ هندیه ج۵/ص ۳۲۸، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیمایحل النظر، مطبوعه کوئٹه.

ساڑی کا استعمال

سوال:۔زید حافظ قرآن اور فاضل دیوبند ہے اپنی بیوی کو اپنی نگاہوں سے محفوظ اور شرعی حدود میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر ساڑی پہناتا ہے، کیا اسکے لئے اپنی بیوی کو ساڑی پہنانا جائز ہے، نیز امہات المؤمنینؓ کا لباس کیا تھا وضاحت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ ساڑی کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں صلحاء کو اس سے پورا پرہیز لازم ہے، جس جگہ ان کا شعار نہیں بلکہ سب لوگ استعمال کرتے ہیں، وہاں اس کے استعمال کی ممانعت نہیں[1] امہات المؤمنین کے یہاں ساڑی کا استعمال نہیں تھا، کرتہ چادر تہبند کا استعمال وہاں عام تھا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ

عورتوں کو چوڑی دار پائجامہ پہننا

سوال:۔عورتوں کو چوڑی دار (آڑا) پائجامہ پہننا اور پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آیا نماز میں اس کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی قباحت تو نہیں، اگر ہے تو کیا؟ نیز اس کے استعمال سے کسی قسم کا گناہ تو نہیں، اگر ہے تو کس قدر؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے کپڑے سے نماز تو ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ اس سے جسم کی ہیئت معلوم ہوتی ہے اس

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵/ کتاب اللباس) ابوداؤد شریف ج ۲/ص ۵۵۸، کتاب اللباس، باب لبس الشهرة، مطبوعه دیوبند.

ترجمہ:۔جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔

لئے اس سے احتیاط چاہئے، خصوصاً ایسے وقت کہ خاندان کے غیر محرم لوگ بھی اس مکان میں رہتے ہوں، مبادا اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائیں۔

''مالک عن مسلم بن ابی مریم عن ابی صالح عن ابی هریرةؓ انه قال نساء کاسیات عاریات مائلات مميلات لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وريحها يوجد من مسيرة خمسمائة سنة اھ موطا امام مالک، ج۲/ص ۱۶۱''[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنگ لباس پر تنبیہ

سوال:۔ عام مسلمان مرد اور عورتیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تنگ لباس پہننے لگیں، جس سے تمام اعضاء ظاہر ہونے لگیں، یہ سب عریانی کے برابر ہیں، اور عریانی حرام ہے، تو پھر علماء دین کہاں سو گئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علماء دین تو بیدار ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس مسئلہ پر بھی رسالہ نظام کانپور میں دیر تک بہت سی قسطوں میں مضامین شائع ہوتے رہے، اور رسالہ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے، دوسرے لوگ اس بیدار کرنے کے باوجود اگر سوتے ہی رہیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۱۱/۳/۸۹ھ

---

[1] موطأ امام مالک، ص ۳۶۶/ (مطبوعه اشرفی دیوبند) مایکره للنساء لباسه من الثياب، مسلم شريف ج۲/ص ۲۷۰، كتاب اللباس، باب النساء الكاسيأت العاريات، مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:۔ بہت سی کپڑا پہنے ہوئی عورتیں ننگی ہیں مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی ہیں، جو جنت میں داخل نہیں ہونگیں، اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

عورت کا انگیہ استعمال کرنا

سوال:۔عورت کے لئے بری سیر (انگیہ) کا استعمال کیسا ہے؟ کیا دونوں قسم کے بری سیر یعنی پستاں کو پست کرنے والے اُبھارنے والے کا حکم یکساں ہے، یا فرق ہے، نیز زینت کے لئے لپ اسٹک سیندور وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو کفار اور فساق کا شعار ہو اس کا استعمال ممنوع ہے، پھر کفار کے شعار مذہبی کی ممانعت بہت شدید ہے[۱] جو چیز مردوں کا شعار ہے، اس کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے[۲] ایسا لباس جو بدن کی ہیئت کو ظاہر ونمایاں کرتا ہو وہ بھی ان کے حق میں ممنوع ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] من تشبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس او غيره اوالفساق اوالفجار فهم منهم اى فى الاثم، قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ج۴/ص ۴۳۱، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى، بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

[۲] لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. مشكوٰة شريف، ص ۳۸۰/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب الترجل الفصل الاول. **ترجمہ**:۔اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

[۳] كم من كاسية فى الدنيا عارية يوم القيامة الحديث، موطأ امام مالک، ص ۳۶۶/(مطبوعه اشرفى ديوبند) مايكره للنساء لباسه. معناه تستر بعض بدنها و تكشف بعضه اظهاراً للجمال ونحوه و قيل معناه تلبس ثوباً رقيقاً بصف لون بدنها وقال الباجى قال عيسى بن دينار تفسيره يلبس ثياباً رقيقاً فهن كالكاسيات بلبسهن تلك الثياب وهن عاريات لان تلك الثياب لاتوارى منهن ماينبغى لهن ان يسترنه من اجسادهن اوجز المسالک ج۶/ص ۶۰۵، ماجاء فى لبس الخز، مطبوعه سهارنپور، شرح الزقانى على موطا امام مالک ج۴/ص ۳۴۱، مكه مكرمه.

''کتنی عورتیں دنیا میں کپڑا پہننے والی ہیں جو قیامت کے دن ننگی ہوں گیں۔

سینہ بند اور عورت کا موئے زیر ناف استرے سے لینا

سوال:۔ باڈی جو عورتیں اپنے پستان میں لگاتی ہیں جائز ہے کہ نہیں؟ موئے زیر ناف اگر استرہ سے لینا چاہے تو لے سکتی ہے یا نہیں؟ موئے زیر ناف لینے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ کچھ ایام ہیں کہ اتنے روز میں لینا ضروری ہے، یا موئے زیر ناف ساری زندگی نہ لے، جیسے کہ ہمارے ملک میں کچھ قوم ایسی ہیں جو کبھی زیر ناف لیتی ہی نہیں؟ تو وہ شریعت کے مطابق کس جرم کے مرتکب ہیں؟ اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کے بارے میں مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پستان کی حفاظت کے لئے سینہ بند کا استعمال درست ہے، موئے زیر ناف اگر عورت استرہ سے بنائے تب بھی گناہ نہیں ہے، مگر افضل یہ ہے کہ صابون وغیرہ سے صفائی کرے[1]، ہر ہفتہ میں صفائی کرنا اعلیٰ بات ہے، یہ نہ ہو تو ۱۵/دن میں صفائی کرلیں، چالیس روز کے اندر بھی گنجائش ہے، اس کے بعد تک صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]، بالکل ہی صفائی نہ کرنا ظاہر ہے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

---

[1] واصل السنة يتأدى بكل مزيل لحصول المقصود وهو النظافة وقال النووى والاولىٰ فى حقه الحلق وفى حقها النتف الخ طحطاوى على المراقى، ص ۴۳۱/ (مطبوعه مصرى) باب الجمعة، شامى زكريا ج۹/ص۵۸۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

[2] ويحلق عانته وينظف فى كل اسبوع مرة ويوم الجمعة افضل ثم فى خمسة عشر يوما والزائد على الاربعين آثم الخ طحطاوى على المراقى، ص ۴۲۹/ (مطبوعه مصرى) باب الجمعة، بذل المجهود ج۵/ص ۴۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه يحيوى سهارنپور.

فیشن کی چیزیں عورتوں کے لئے

سوال:۔عورتوں کے لئے کھڑا جوتا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ذلی سلیپر اونچی ایڑی گرگابی وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ اور مردوں کے لئے بوٹ جوتہ وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورتوں کے لئے بال بنانا، کلب وغیرہ، اور بالوں کا خفنی پھول بنانا کیسا ہے، نیز فراک وجمپر پہننا کیسا ہے؟ نیز عورتوں کو چنا ہوا دوپٹہ جائز ہے یا نہیں؟

اور ''من تشبه بقوم فهو منهم '' کا کیا مطلب ہے؟ مع حوالہ فقہیہ تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کے لئے اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس مخصوص ہے مردوں کے ساتھ اس کا عورتوں کو پہننا اور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کا مردوں کو پہننا ناجائز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہے وہ سب چیزیں منع ہیں، بعض کی ممانعت زیادہ درجہ کی ہے اور بعض کی کسی قدر کم درجہ کی ہے، ان سب کو ترک کر کے صلحاء کا لباس اختیار کرنا چاہئے، ''عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء بان يلبس لبسة النساء اويتزى بزيهن قال النووی فی الروضة والصواب ان التشبه بالرجال للنساء اوعكسه حرام عن ابی هريرةؓ قال لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل عن ابن ابی مليكة قيل لعائشةؓ ان المرأة تلبس النعل الذی يلبسه الرجال فقالت لعن رسول اللّٰه ﷺ الرجلة من النساء وهی الرجلة يقال امرأة رجلة اذا تشبهت

بالرجل فی الزی واما فی العلم والرأی محمود منه ان عائشة کانت رجلة الرای اھ بذل المجهود، ج۵/ص۵۷/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۲/۵۹ھ

علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ ہے؟

سوال:۔ کتاب ''دوزخ کا کھٹکا'' میں لکھا ہے کہ پاؤڈر، سرخی، مانگ جوڑا باندھنا، جدید طرز کا کالا برقعہ ان کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے، مگر آج کی جدید عورت اعتراض کرتی ہے کہ یہ سب فیشن علماء کے یہاں بھی موجود ہیں، پس علماء کی عورتوں کا یہ فعل حجت ہے، ایسے ہی مردوں کو کوٹ پتلون ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا ان کا استعمال ''من تشبه بقوم فهو منهم'' میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی مکروہ تحریمی ہے، حدیث شریف[2] میں اس پر وعید آئی ہے، لباس کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو لباس سنت سے ثابت ہے وہ یقیناً اعلیٰ اور افضل ہے، اور جو لباس ممنوع ہے، مثلاً مرد کے لئے ریشمی لباس[3] یا عورتوں کے لئے ایسا لباس جس سے جسم

---

[1] بذل المجهود، ج۵/ص۵۷/(مطبوعه سهارنپور) کتاب اللباس باب فی الباس النساء.

[2] عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماأسفل من الکعبین من الازار فی النار، مشکوٰة شریف، ص۳۷۳/ کتاب اللباس الفصل الثانی (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[3] حرم للرجل لاللمرأة لبس الحریر، زیلعی ج۶/ص۱۴، کتاب الکراهیة فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ج۹/ص۵۰۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ج۸/ص۱۸۹، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس.

نظر آئے اس کی اجازت نہیں[1]، اس کے علاوہ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا اختیار کرنا درست نہیں، علماء کی مستورات اگر ناجائز لباس اختیار کریں اور علماء ان کو منع کریں مگر وہ نہ مانیں، سرکشی اور بغاوت کر کے ناجائز لباس اختیار کریں تو اس کیوجہ سے علماء پر کوئی الزام نہیں، اگر علماء ان کو ناجائز لباس کی اجازت دیں یا منع نہ کریں یا ان کے ناجائز لباس سے راضی ہوں تو ان کا ایسا کرنا شرعاً قابل اعتبار نہیں، اس کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کفار کے شعار غیر مذہبی کو اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]، جو کہ حرام کے قریب ہے، اور ان کے شعار مذہبی کو اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ کفر کے قریب ہے[3]، امید کہ اس سلسلہ کی تمام جزئیات کا حکم سمجھ میں آجائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم رُب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة، بخاری شریف ج۲/۱۰۴۷، کتاب الفتن، باب لایاتی زمان إلاالذی بعدہ شر منہ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، فتح الباری شرح بخاری شریف ج۱۴ ص۵۱۶، رقم الحدیث ۷۰۶۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، موطا امام مالک ص۳۶۶، مایکرہ للنساء لباسہ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، أوجزالمسالک ج۶/ص۶۰۵، ماجاء فی لبس الخز، مطبوعہ سہارنپور، شرح الزرقانی علی موطا إمام مالک ج۴/ص۳۴۱، مطبوعہ مکہ مکرمہ.

[2] من شبہ نفسہ بالکفار مثلافی اللباس وغیرہ اوالفساق اوالفجار فھومنھم ای فی الاثم قال الطیبی ھذاعام فی الخلق والخلق والشعار،مرقات ،ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعہ بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی بذل المجھود شرح ابوداؤد ج۵/ص ۴۱/ کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة، مطبوعہ سہارنپور.

[3] یکفر بوضع **قلنسوة** المجوس علی رأسہ علی الصحیح وبشد الزنار فی وسطہ الخ عالمگیری ج۲/ص۲۷۶، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب موجبات الفکر انواع، مطبوعہ کوئٹہ، بحرج۵/ص۱۲۳، باب احکام المرتدین، مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانھر ج۲/ص۵۱۳، کتاب السیر والجھاد، باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع، دارالکتب العلمیہ بیروت.

فینسی مروجہ برقعہ

سوال:۔آج کل فینسی مروجہ برقعہ جو ریشمی ہوتا ہے، اور بدن سے چمٹا کر سیا جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کو اگر کسی ضرورت سے مکان سے باہر جانا ہی پڑے تو میلی کچیلی چادر اوڑھ کر اس طرح جائے کہ جسم پر بھی کسی کی نظر نہ پڑے، اور لباس بھی جاذب نظر نہ ہو، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو عورت مہکتی ہوئی خوشبو لگا کر مکان سے نکلتی ہے، وہ ایسی ایسی ہے یعنی لوگوں کو بدکاری کی دعوت دیتی ہے، یہی حال قریب قریب فینشی برقعہ کا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب چاہئے[1] ایسا لباس استعمال کرنا جس سے بدن کی پوری ہیئت ظاہر ہوتی ہے ہرگز جائز نہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] ان **المرأة** اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذاو کذا یعنی زانیة (مشکوٰة ،ص ۹۶/ باب الجماعة)

[2] أنّ ام سلمة زوج النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قالت استیقظ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لیلةً فزعاً یقول سبحان اللّٰه ماذا انزل الله من الخزائن وماذا اُنزل من الفتن، من یوقظ صواحب الجرات یرید ازواجه لکی یصلین رُبَّ کاسیةً فی الدین عادیةً فی الاخرة، بخاری شریف ج۲/ص۱۰۴۷، کتاب الفتن، باب لایاتی زمان إلا الذی بعده شرٌّ منه، مطبوعه اشرفی دیوبند، و فی الفتح الباری، رابعها کاسیة جسدها لکنها تشد خمارها من ورائها فیبدو صدرها فتصیر عاریة فتعاقب فی الأخرة، فتح الباری ج۱۴/ص۵۱۶، مطبوعه دارالفکر بیروت، رقم الحدیث ۷۰۶۹.

پرانی وضع کا برقعہ

سوال:۔ جو برقعہ پرانے زمانہ کا ہے، اس میں بھی بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پرانی وضع کے برقعہ میں اگر ستر ناتمام ہو اور اس کے مقابلہ میں چادر سے ستر تام حاصل ہوتا ہو تو چادر ہی کو استعمال کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] أن الجلباب مطلوب عندالخروج والجلباب. رداء ساتر من القرن الیٰ القدم الخ فیض الباری، ج ۱/ص ۳۸۸/ (مطبوعہ خضردیوبند) کتاب الحیض باب شهود الحائض الخ.

E.F.M.Faiaroold 27\24 Topi & Imama

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم:- ٹوپی اور عمامہ

مسنون ٹوپی

سوال:۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قسم کی ٹوپی استعمال فرمائی ہے، گول یا لمبی؟ ''من فضلک حرّر واواجیبوا بالحدیث الصحیح''

الجواب حامداً ومصلیاً!

کان کمام اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بطحاً، جمع کمة وهی القلنسوة المدورة ای کانت مبسوطة علیٰ رؤسهم لازقة غیر مرتفعة عنها وکان یلبس القلانس الیما نیة وهن البیض المضربة ویلبس ذوات الاٰذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه یصلی (مرقاة، ج۸/ص،وهو ۲۴۶)[1]

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی ٹوپی استعمال کی گئی ہے، ایسی بھی کہ جس میں سترہ بننے کی صلاحیت ہے، اور گول بھی جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/۱۴۰۶ھ

[1] مرقات، ج۴/ص ۴۲۴/(مطبوعه اصح المطابع بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی.

F.M.Fatawa-27-24 Topi & Imama

ٹوپی

سوال:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قسم کی ٹوپی پہننا ثابت ہے؟ اور ہماری کونسی ٹوپیاں پہننا مطابق سنت ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ٹوپی عموماً گول سر مبارک پر چپکی ہوئی ہوتی تھی، بعض صحابہ کرام سے طویل بھی منقول ہے[1]، اکابر صلحاء کا لباس قابل اتباع ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

گول ٹوپی

سوال:۔گول ٹوپی لگانا سنت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کیسی دیتے تھے، جو لوگ اصرار کرتے ہیں گول ٹوپی پر ان کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چپکی ہوئی) جو کہ اونچی نہ ہو حدیث شریف سے ثابت ہے،[2]

---

[1] کان کمااصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بطحاً جمع کمة وھی القلنسوة المدورة ای کانت مبسوطة علی رؤسھم لازقة غیر مرتفعة وکان یلبس القلانس الیمانیة ومن البیض المضروبة ویلبس ذوات الاٰذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوة فجعلھا سترة بین یدیه وھویصلی الخ مرقات ،ج۴/ص ۴۲۴/(مطبوعه اصح المطابع بمبئی)کتاب اللباس الفصل الثانی)

[2] کان کما م اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بطحاً(مشکوٰة شریف ،ص۳۷۴/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)کتاب اللباس الفصل الثانی.

مگر یہ چیز سنن عادیہ میں سے ہے، سنن ہدیٰ میں سے نہیں پس جو شخص اتباع کریگا وہ ماجور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

دو پلی ٹوپی اور گول ٹوپی

سوال:۔ اکثر علماء دیوبند جس لمبی ٹوپی کو پہنتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟ اس لمبی ٹوپی میں کسی قسم کی کراہت ہے یا نہیں؟ یہ لمبی ٹوپی اور گول ٹوپی دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو پلیاں ٹوپی بھی ہمارے دیار میں صلحاء کا لباس ہے، بعض اکابر گول پہنتے ہیں، بعض دو پلیاں، کسی پر نکیر نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۵ھ

---

[1] و السنة نوعان : سنة الهدى و تركها يوجب إساءة و كراهية كالجماعة والاذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد و تركها لايجوب ذلك كسير النبى صلى الله عليه وسلم فى لباسه و قيامه وقعوده الخ شامى كراچى ج ۱/ص ۱۰۳، كتاب الطهارة، مطلب فى السنة و تعريفها.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

2.F.M.Fatawa Vol 27 Topi & Imama

ٹوپی کا ثبوت

سوال:۔اس سلسلہ کی روایت پیش فرمائیں میرے پاس کوئی کتاب ایسی نہیں ہے، روایت ایسی بیان فرمائیں، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول سرپوشی یعنی سر پر ٹوپی کے متعلق آجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

”واعلم انه صلی اللّٰه علیه وسلم کانت له عمامة سوداء تسمی السحاب وکان یلبس تحتها القلانس جمع قلنسوة وهی غشاء مبطن یستتربه الرأس قاله الفراء وقال غیره هی التی تسمیها العامة الشامیة والعرافیة وروی الطبرانی وابوالشیخ والبیهقی فی شعب الایمان من حدیث ابن عمر کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یلبس قلنسوة ذات اٰذان یلبسها فی السفر وربما وضعها بین یدیه اذاصلی واسناده ضعیف کذافی ابی داؤد والمصنف فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علیٰ القلانس قال المصنف غریب ولیس اسناده بالقائم وروی ابن ابی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۲ کاکمام اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بطحاً جمع کمة وهی القلنسوة المدورة ای کانت مبسوط علی رؤسهم لازقة غیر مرتفعة ویلبس القلانس الیما نیة وهن البیض المضروبة ویلبس ذوات الاٰذان فی الحرب الخ مرقاة شریف، ج۴/ص ۴۲۴/(مطبوعه بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی. وشک نیست کہ سیرت سلف وعادت علماء زہاد وعباد ایشاں بذاذت ہیئت ثیاب بود واحادیث ہم درمدح آن وترغیب درآن نیز دوروویافتہ وآمدہ است الخ، مدارج النبوۃ ج۱/ص۴۶۹، وصل نوع دوم درلباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان۔

شیبة دخل مکة یوم الفتح وعلیه شقة سوداء وان عمامتهٗ کانت سوداء اھ (جمع الوسائل شرح شمائل، ج ۱/ص ۳۰۴)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

لمبی ٹوپی کا ثبوت

سوال:۔ (۱) جناب مفتی صاحب یہاں ہنگلی ضلع میں فرفرا ایک مقام ہے، پیری مریدی کی یہاں زبردست خانقاہ ہے، اوراس کا سلسلہ بھی طویل ہے، حضرت مولانا ابوبکرؒ جو ایک زمانے میں بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، ان کی اولاد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں بڑا اختلاف اکابر کی کتابوں سے رکھتے ہیں، ان میں سے ایک گول اور لمبی ٹوپی ہے گول اور لمبی ٹوپی کے سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ جواز کے بارے میں کلام نہیں صرف ثبوت کے بارے میں عرض ہے، دوسری بات بذل المجہود کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ والوں کی ٹوپیاں اس طرح لمبی ہوتی تھی، حضرت مولانا خود اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں عبارت یوں ہے والبرانس جمع برنس الخ ''ھو قلنسوة طویلة الخ وھذالثوب شائع عند اھل العرب یلبسون لیس فیه کماسالت عنه الخ، بذل المجھود، ج ۲/ص ۱۳۰/'' یہاں حضرت مولاناؒ لمبی ٹوپی سے تفسیر فرماتے ہیں، اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے اس کے متعلق سوال کیا تو جواب میں اثبات کا پہلو نظر آیا، اب کمام کے صحیح معنی بالمشاہدہ آپ کی نظر میں کیا ہے؟

---

[1] جمع الوسائل، ج ۱/ص ۲۰۴/ (مطبوعه اعزازیه دیوبند) باب ماجاء فی عمامة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

(۲) کیا اس حدیث سے لمبی ٹوپی کا ثبوت کافی ہوجاتا ہے یا اور کوئی حدیث ایسی ملتی ہے؟

(۳) اہل مدینہ سے متعلق اکثریت ان کی ٹوپی مشاہدہ میں آنجناب نے کیسا دیکھا لمبی یا گول لمبی تو کس شکل کی؟

(۴) استفسار محض معلومات کے لئے عرض ہے، کسی سے تعارض مقصد نہیں، تقی منصور صاحب بھی اس میں شریک ہیں سب بخیر ہیں، حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب علی گڈھ کی طبیعت خراب ہے دعا فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

"عن ابی کبشة قال کان کمام اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم بطحاً رواه الترمذی وقال هذا حدیث منکر (کمام اصحاب رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم) بکسر الکاف جمع کمة بالضم کقباب وقبة وهی القلنسورة المدورة سمیت بها لانها تغطی الراس (بطحاً) بضم الموحدة فسکون المهملة جمع بطحاء ای کانت مبسوطة علی روسهم لازقة غیر مرتفعة عنها۔

کمام کی دوسری تفسیر آستین کے ہے "قال الطیبی فیه ان انتصاب القلنسوة من السنة بمعزل کمایفعله الفسقة قلت والآن صارشعار المشائخ من الیمنة الیٰ قوله وهن البیض المضروبة ویلبس ذوات الآذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه (مرقاة، ج۴/ص ۴۲۴/[1] مطبوعه اصح المطابع بمبئی، کتاب اللباس الفصل الثانی" اس سے معلوم معلوم ہوا ہے کہ ایسی ٹوپی

[1] مرقاة، ج۴/ص ۴۲۴/ کتاب اللباس الفصل الثانی مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

پہننا بھی ثابت ہے، جس کو نماز کے لئے سترہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق

مع فتاویٰ دارالعلوم ومظاہر علوم

سوال:۔ ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی کے متعلق ایک اشتہار چھپوایا گیا ہے، جس کے اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے، اور وہ تمام فتوے اس کے اندر جمع کر دیئے گئے، اور اس میں مفتی ابوظفر صاحب فروردی (مفتی بنگال وآسام) نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

الجواب:۔ مواہب لدنیہ وتحفۃ الاحوذی فی شرح الترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام گول ٹوپی پہنتے تھے، محبان سنت کو ضروری ہے کہ لمبی ٹوپی کے بجائے گول ٹوپی استعمال کریں، اور حدیث "من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ" کے مصداق بنیں۔ کتبہ ابوظفر غفرلہٗ

اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی جمیل الرحمٰن صاحب کا فتویٰ:۔

الجواب:۔ گول اور سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی، "کما ھو المستفاد من شرح المواھب للامام الزرقانی، ج۵/ص ۹/۔ واللہ اعلم

محمد جمیل الرحمٰن دارالعلوم دیوبند

E.M.F.alhadid 27.24 Topi & Imama

اسی طریقہ پر مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ:۔

الجواب:۔ گول ٹوپی پہننا جائز ہے، فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۸۳ رصحابہ کرامؓ کی ٹوپی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۴ رمیں روایت ''**عن ابی کبشة قال کان کمام اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ بطحاً وفی المرقات ای مسبوطة علیٰ روسهم ولازقة مع رؤسهم غیر مرتفعة**''

فقط کتبہ: مظاہر حسین المظاہری

کمہ کی جمع **کمام** ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی کذا فی القاموس ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علماء دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں، اس کی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں، اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنیت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علماء دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے یا اس کے اندر اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور وہ ہیئت بھی کون کونسی ہے، جن سے سنت ادا ہو جائے گی، اور ان میں افضل کونسی ہوگی، اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے، لہٰذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں ہے، کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں، تو جس سے سنت کامل درجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پر لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اس کے لئے جو کامل درجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگرچہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق کبھی علمائے فروردی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے، اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے، چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل وار تشفی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں، ٹوپی کا استعمال سنت زائدہ ہے، یا اس کی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوعبارت بحوالہ اشتہار نقل کی ہیں مشکوٰۃ ومرقاۃ سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سرے چپکی ہوئی ہوتی تھیں، اوپر کو اُبھری ہوئی بلند نہیں تھیں، ''مسبوطة علیٰ رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غیر مرتفعة[1] اھ'' مگر مرقات ہی میں یہ بھی موجود ہے، ''وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه ویصلی اھ (مرقاۃ، ج۲/ص ۲۴۶/[2]) جوٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہو اٹھی ہوئی نہ ہو اس سے سترہ کا کام کس طرح لیا جائے گا، جبکہ سترہ کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ ''سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم عن سترة المصلی فقال مثل مؤخرة الرحل الیٰ قوله وفسرت بانها ذراع فما فوقهٗ اھ (مراقی الفلاح، ص ۲۴۰/[3]) ''المواهب اللدنیه'' اور ''تحفة الاحوذی'' کی عبارتیں منقول نہیں، جن میں غور کیا جائے، صرف نام مذکور ہیں، پہلے اشتہار کا دعویٰ ثابت ہو جائے، تب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۳/۹۴ھ

رامپوری کیپ ٹوپی کا استعمال

سوال:۔ زید نے اصغر کو کہا کہ کسی ٹوپی بھی اصلی رامپوری کیپ کا پہننا سنت کے خلاف ہے؟

---

[1] مرقات، ج۴/ص ۴۲۴/ (مطبوعه بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی.

[2] مرقات المفاتح، ج۴/ص ۴۲۴/ کتاب اللباس (مطبوعه بمبئی)

[3] مراقی الفلاح، علی الطحطاوی، ج۲/ص ۲۹۷/ مصری فصل فی اتخاذ السترة الخ. حلبی کبیری ص۳۶۸، کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب حامداً ومصلیا!

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو ٹوپی ثابت نہ ہو وہ ناجائز ہے، ناجائز ہونے کا معیار الگ ہے، البتہ اس کو سنت کہنا صحیح نہ ہوگا، اور اس کے استعمال سے سنت کا ثواب نہیں ہوگا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

ٹوپی کی مقدار

سوال:۔ بازار میں مختلف قسم کی ٹوپی چالو ہے، اس میں سے کسی قسم کی سنت ہے اور کس قسم کی ٹوپی کون کون نبی کے زمانے میں چالو ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے معلوم نہیں آپ کے بازار میں کس کس قسم کی ٹوپی چالو ہے، حدیث پاک میں اتنا موجود ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی مبارک گول تھی، اور سر مبارک سے ملی ہوئی تھی، اور طویل ٹوپیاں بھی صحابہ کرام سے منقول ہیں، یہاں تک کہ ٹوپی سے سترہ کا کام لینا بھی مروی ہے،[2] اور کتب فقہ میں سترہ کی مقدار ایک ذراع لکھی ہے، جیسا کہ بحرالرائق[3] میں

---

[1] وعرفها (السنة) الشمنی بماثبت بقوله علیه الصلوٰة والسلام اوبفعله الخ درمختار علی الشامی زکریا ج ۱/ص ۲۲۰/ کتاب الطهارة مطلب فی السنة وتعریفها. مقدمه شیخ عبدالحق رحمه علی مشکوٰة المصابیح ص ۳، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] کان کمام اصحاب رسول اللّٰه ﷺ بطحاً ای کانت مبسوطة علی رؤسهم لازقة غیر مرتفعة عنها الیٰ ماقال ویلبس ذوات الآذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه وهویصلی الخ مرقات، ج۴/ص ۴۲۴/ (مطبوعه بمبئی) کتاب اللباس، الفصل الثانی.

[3] ان المستحب ان یکون مقدارها (السترة) ذراعاً فصاعداً الخ البحرالرائق، ج۲/ص۱۷/ (مطبوعه ماجدیه کویٹه) کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة الخ. حلبی کبیری ص۳۶۸، کراهیة الصلاة فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۲۹۷، فصل فی اتخاذ السترة الخ، مطبوعه مصری.

ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کامدار ٹوپی وجوتا

سوال:۔ جوتا یا کلاہ یا کپڑا جس پر کہ زری یا سلمہ ستارے کا کام نکلا ہوا ہو وہ جھوٹا ہو یا سچا، مردوں کو جائز ہے یا نہیں، جب کہ چار انگشت سے زیادہ ہووے او رجوتے میں چار انگشت کا اعتبار کیسے کیا جاوے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سچے کام کا جوتا کلاہ کپڑا مرد کو چار انگشت سے زائد نا جائز ہے، ''یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر او الذھب والفضۃ والکرباس الذی خیط علیہ ابر یسم کثیر او شیئی من الذھب او الفضۃ او اکثر من قدر اربع اصابع'' (شامی[1] ج۵/ص ۳۱۰/) حکم النعل فیما نحن فیہ حکم الثیاب الاخر کالقمیص والعمامۃ وغیرھما غایۃ المقال، ص ۱۴۲/[2] جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیمائش کرلیا جاوے، اگر زائد ہو تو نا جائز ہے۔''وھل المراد قدر الاربع اصابع طولا وعرضاً بان لایزید طول العلم وعرضہ علیٰ ذٰلک او المراد عرضہ فقط وان زاد طولہ علیٰ طولھا المتبادر من کلامھم الثانی، ردالمحتار ص[3] ۳۰۸/۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی زکریا، ج۹/ص ۵۰۹/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس. عالمگیری ج۵/ص ۳۳۲، کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس، مطبوعہ کوئٹہ. فتاویٰ سراجیہ ص ۷۵، کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس، مطبوعہ کراچی. بحر کوئٹہ ج۸/ص ۱۹۱، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس.

[2] غایۃ المقال فیمایتعلق بالنعال من مجموعۃ رسائل اللکنؤ ص ۲۱۹/ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی.

[3] شامی زکریا، ج۹/ص ۵۰۶/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس.

ٹوپی اور عمامہ سے نماز

سوال:۔ٹوپی سے نماز پڑھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے، اس کی کیا اصل ہے، اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں، کیا حکم رکھتا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہاں دو امر غور طلب ہیں، اول صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا، دوم صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا یا امامت کے لئے عمامہ کا ضروری ہونا، سو امر اول کے متعلق عرض ہے، کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ''فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم علىٰ القلانس[1]'' گو اس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا ہے ''هذا حديث غريب واسناده ليس بالقائم'' بخاری نے کہا ہے ''هو واهٍ[2]'' تاہم بذل المجہود، ج ۵/ص ۵۲/[3] میں لکھا ہے ''مراد الحديث ''ان المشركين كانوا يعممون علىٰ رؤسهم من غير ان يكون تحت العمامة قلنسوة ونحن نعمم علىٰ القلنسوة ولابى الشيخ عن ابن عباسؓ

---

[1] ابوداؤد شريف، ج۲/ص ۵۶۴/ باب فى العمائم كتاب اللباس. مطبوعه سعد ديوبند.

ترجمہ:۔ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

[2] رواه الترمذى وقال غريب وليس اسناده بالقائم ومن ثم قال السخاوى هو واه زرقانى على المواهب، ج۵/ص ۱۴/ كتاب الشمائل النبوية النوع الثانى، ترمذى، ج ۱/ص ۳۰۸/ ابواب اللباس، طبع ياسر نديم ديوبند.

[3] بذل المجهود، ج۵/ص ۵۲/ باب فى العمائم كتاب اللباس. مطبوعه رشيديه سهارنپور.

کان لرسول اللّٰہ ﷺ ثلاث قلانس " الحدیث۔

ملاّ علی قاری نے شرح شمائل میں نقل کیا ہے "قال وروی عن ابن عباسؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یلبس قلانس تحت العمائم ویلبس العمائم بغیر القلانس،قال الجزریؒ قال بعض العلماءِ السنة ان یلبس القلنسوة والعمامة،فاما لبس القلنسوة بلاعمامة فھوزی المشرکین "[1] ج ۱/ص ۱۶۸/ فی عمامته رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

اورصاحب فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے،"ای انھم یکتفون بالقلانس وبه صرح القاضی ابوبکر فی شرح الترمذی ویحتمل عکسه۔

زرقانی علیہ الرحمہ[2] نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے "قال ابن العربی ای ان المسلین یلبسون القلنسوة وفوقھا العمامة اما لبس القلنسوة فزی المشرکین "اس کی تائید میں زرقانیؒ نے ابن ابی شیبہ سے حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے "ان العمامة حاجزای ممیز بیں المسلمین لانھم یتعممون والمشرکین لانھم لاعمائم لھم "[3]

کوکب[4] میں ہے "انا نعمم علیٰ القلانس وھم یکتفون بالعمائم طیبی ویحتمل عکس ذٰلک بل رجحه القاری فی المرقاة،والاول الشیخ عبدالحق اھ۔

امر دوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی مزید توضیح کے لئے چند عبارات اور نقل کرتا ہوں۔

"کانت عمامته علیه السلام فی اکثر الاحیان ثلثة اذرع شرعیة وفی الصلوات

---

[1] جمع الوسائل،ج ۱/ص ۲۰۳/ فی عمامة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،مطبع اعزازیه دیوبند.

[2] شرح الزرقانی علی المواھب ،ج۵/ص ۱۴/کتاب الشمائل النبویة النوع الثانی .

[3] زرقانی ،ج۵/ص ۱۳/.

[4] حاشیة الکوکب الدری ،ج ۱/ص ۴۳۶/کتاب اللباس. یحیوی سھارنپور.

الخمس سبعة اذرع وفی الجمع والاعیاد اثنا عشر ذراعاً (العرف الشذی)[۱]''

''عن جعفر بن عمروبن حریث قال رأیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علیٰ المنبر یخطب وعلیه عمامة سوداء فیه الاستحباب لمن ارادالجمعة ان یعتم ویرتدی وللامام اٰکد.بذل المجهود[۲]''

''عن محمد بن المنکدر قال رأیت جابربن عبداللّٰہ یصلی فی ثوب واحد وقال رأیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یصلی فی ثوب واحد، بخاری شریف[۳]

''کان الخلاف فی منع جواز الصلوٰة فی الثوب الواحد قدیماً ثم استقرالامر علیٰ الجواز . فتح الباری،مختصراً[۴]''

''والغرض بیان جواز الصلوٰة فی الثوب الواحد ولوکانت الصلوٰة فی الثوبین افضل . فتح الباری[۵]

''والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متوشحابه جمیع بدنه کازار المیت تجوز صلوٰته من غیر کراهة کبیری[۶]''

---

[۱] العرف الشذی ،ج ۱/ص ۳۰۴/باب فی العمامة السوداء کتاب اللباس. مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[۲] بذل المجهود، ج۵/ص ۵۱/ باب فی العمائم کتاب اللباس. مطبوعه یحیوی سهارنپور.

[۳] بخاری شریف، ج ۱/ص ۵۱/ باب عقد الازار علی القفافی الصلوٰة کتاب الصلوٰة. مطبوعه اشرفی دیوبند.

[۴] فتح الباری، ج۲/ص ۱۶/ باب عقدالازار علی القفا.طبع بیروت.

[۵] فتح الباری، ج۲/ص ۱۵/باب عقد الازار کتاب الصلوة،(طبع بیروت)

[۶] حلبی کبیری ،ص۲۱۶/ فروع من بحث الستر (طبع لاهور)

"وقد سئلت غیرمرة عن الصلوٰة بغیر عما مة هل تکره کماهو المشهور بین العوام فتجسسته فی کتب الفقه فلم اجد سویٰ قولهم ،المستحب ان یصلی فی ثلثة اثواب ازار وقمیص وعمامة وهولا یدل علیٰ کراهة الصحة بدونها کماحرره بعض علماء عصرنا ظاناًان ترک المستحب مکروه وذٰلک لانه قد صرح فی البحر وغیره ان ترک المستحب لاتلزم منه الکراهة مالم یقم دلیل خارجی علیه وقد یستدل علیٰ الکراهة فیما نحن فیه بان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واظب علیٰ الصلوٰة مع العمامةفانه یعلم من الاخبار انه کان یضع العمامة علیٰ رأسه دائما لاسیما فی الصلوٰة نعم کا ن یضعها بین یدیه فی بیته والمواظبة دلیل السنیة وخلاف السنة مکروه وفیه ان المواظبة النبویة التی هی دلیل السنیة انما هی المواظبة فی باب العبادات دون العادات کمافی شرح الوقایة وغیره ومواظبته علی العمامة من قبیل الثانی فلایکون ترکه مکروها،نعم یکون الاولی الاقتداء به وافادالوالدالعلام فی بعض تحریراته انه تکره الصلوٰة بدونها فی البلاد التی عادة سکانها لایذهبون الی الکبراء بدون العمامة (نفع المفتی والسائل،ص ۷۰/[1]) ومن اصرعلیٰ امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان عن الاضلال فکیف من اصر علی بدعة اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعودؓ ان اللّٰه یحب ان توتیٰ رخصه کمایحب ان توتیٰ عزائمه اھ[2] سعایة"

"الاصرار علیٰ الامر المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة"[3]

---

[1] نفع المفتی والسائل ،ص ۷۰/ذکر المکروهات المتفرقة.

[2] سعایة فی کشف مافی شرح الوقایة،ج۲/ص ۲۶۳/ باب صفة الصلوٰة ،قبیل فصل فی القرأة طبع لاهور.

[3] سعایة ،ج۲/ص ۲۶۵/قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه سهیل لاهور، سباحة الفکر ص ۷۲، مطبوعه احمدی لکهنؤ.

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:۔

(۱) عمامہ مستحب ہے۔

(۲) یہ امر من حیث العادۃ ہے من حیث العبادۃ نہیں۔

(۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اولیٰ ہے اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو، کہ اس سے مندوب حد کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اسکی وجہ سے آمادہ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گنہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/رجب ۵۷ھ

عمامہ کا حکم

سوال:۔ عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں امام کو پگڑی باندھ کر نماز پڑھانا بہتر ہے یا بغیر پگڑی کے آج کل بہت کم لوگ پگڑی باندھ کر نماز پڑھاتے ہیں، بہتر کیا ہے اور سنت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عمامہ باندھنا بھی اسی طرح کی سنت ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت

درست ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہوجاتی ہے، ''قال صاحب السعایہ[1] الاصرار علی المندوب یبلغه الیٰ حدالکراهة، اھ''۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

عمامہ کی مقدار

سوال:۔ نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں، اور ایسا نہ کرنے والے کے ساتھ طعن وتشنیع سے پیش آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہئے یہ فعل ان کا کیسا ہے، اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہئے، کیا اس کے لئے کوئی قید ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنتا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے، تو پھر طعن وتشنیع کرنا برا ہے بلکہ اگر فعل مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہوتا ہے[2]، لہٰذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھانا ضروری ہے، اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی، ''وقد اشتهر بین العوام ان الامام ان کان غیر متعمم والمقتدون متعممین فصلاتهم مکروهة وهذا ایضاً زخرف من القول لادلیل علیه[3] (نفع المفتی والسائل، ص۳۷-۳۸/) اور ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جب تک سنت کے موافق نہ ہو اس کی مقدار

---

[1] سعایه، ج۲/ص ۲۶۵/(مطبوعه سهیل لاهور) باب صفة الصلوٰة ومن البدع تخصیص المصافحة بعد صلوٰة الفجر الخ قبیل فصل فی القراءة. سباحة الفکر ص ۷۲، مطبوعه احمد لکهنؤ.

[2] الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة الخ، سعایة ج۲/ص۲۶۵، باب صفة الصلوة قبیل فصل فی القراءة، مطبوعه سهیل لاهور، سباحة الفکر ص ۷۲، مطبوعه احمد لکهنؤ.

[3] نفع المفتی والسائل، ص۱۷/ المکروهات المتفرقة قبیل ذکر الثیاب.

سات ہاتھ ہے، اور بعض اوقات بارہ ہاتھ عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ''کان له صلی اللّٰه علیه وسلم عمامة قصیرة وعمامة طویلة وان القصیرة کانت سبعة اذرع والطویلة کانت اثنیٰ عشرة ذراعاً انتهیٰ وظاهر کلام المدخل ان عمامته کانت سبعة اذرع مطلقاً من غیر تقیید بالقصیر والطویل۔ فقط واللہ اعلم جمع الوسائل شرح شمائل، ج ۱/ص ۲۰۷/۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۷/ جمادی الثانی ۵۲ھ

صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۲۰/ جمادی الثانی ۵۲ھ بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال

سوال:۔ جس عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش کئے گئے ہیں، کیا ایسے عمامہ کو استعمال کرنا جائز ہے؟ اور اس کو سر پر باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ نقش کنارے پر چار انگل سے کم یا برابر ہے، تو اجازت ہے، پھر خواہ وہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے کپڑا چھپ جائے، درمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے، اگر کنارے پر نہیں بلکہ تمام عمامہ پر ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد نہ ہو تب بھی درست ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

---

[1] جمع الوسائل، ص ۲۰۳/ باب ماجاء فی عمامة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، طبع اعزازیه دیوبند. العرف الشذی ج ۱/ص ۳۰۴، کتاب اللباس، باب فی العمامة السوداء، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] یحرم لبس الحریر علیٰ الرجل الاقدر اربع. درمختار علیٰ الشامی زکریا، ج ۹/ص ۵۰۶/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس. البحر الرائق ج ۸/ص ۱۸۹، کتاب الکراهیة فصل فی اللبس، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ج ۵/ص ۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفتم: بالوں اور داڑھی کے احکام

فصل اول:- بالوں کے احکام

بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا

سوال:- سر پر بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا۔ رسول اکرم ﷺ سے حج کے علاوہ بھی بال منڈوانا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عام عادت مبارکہ بال رکھنے کی تھی۔ منڈوانا بہت کم ثابت ہے۔ بعض صحابہ ہمیشہ منڈاتے تھے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ

---

[1]..... أن الحلق فی غیر الحج والعمرة جائز وأن الرجل مخیر بین الحلق وترکه لکن الافضل أن لا یحلق الا فی احد النسکین کما کان علیه ﷺ مع اصحابه رضی اللہ عنہم وانفرد منهم علی کرم اللّٰه وجهه. مرقات ص ۴۵۹ ج ۴، (مطبع اصح المطابع بمبئی) کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الاول، تحت حدیث أن النبیؐ رأی صبیاً حلق بعض رأسه الحدیث. ان السنة فی شعر الرأس اما الفرق او الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنة ونسب ذلک الی العلماء الثلاثة، شامی زکریا ص ۹/۵۸۴، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۵۷، کتا بالکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ،

سر کے بالوں کی تفصیل

سوال:- سر پر بال رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ زلف رکھنا سنت ہے یا منڈانا؟ بعض لوگ استرے سے منڈاتے ہیں، بعض لوگ مشین سے کترواتے ہیں، بعض لوگ چھوٹے بڑے بال (انگریزی بال) رکھتے ہیں، اس میں کونسا طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عام طور پر عرب میں بال رکھنے کا دستور تھا حضور اکرم ﷺ بال رکھتے تھے[۱]۔ احرام سے حلال ہوتے وقت منڈانا بھی ثابت ہے[۲]۔ اور ایسے وقت میں منڈانے کو ترشوانے پر ترجیح دی ہے۔ کچھ منڈانا کچھ باقی رکھنا منع ہے۔ منڈوائے تو تمام منڈوائے رکھے تو تمام رکھے[۳]۔ زیادہ بڑے ہو جائیں اور منڈوانا نہ چاہے تو یہ بھی درست ہے کہ چھوٹے چھوٹے کرادے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... عن ام هانئ رضی الله عنها قالت قدم رسول الله ﷺ علينا بمكة قدمة وله اربع غدائرُ رواه احمد مشكوٰه شريف ص ۳۸۱ باب الترجل الفصل الاول

[۲]..... عن ابن عمر رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ حلق رأسه فی حجة الوداع الحديث مشكوٰة شريف ص ۲۳۲ كتاب المناسک باب الحلق الفصل الاول،

[۳]..... عن ابن عمر رضی الله عنه ان النبی ﷺ رأى صبيا قدحلق بعض رأسه وترک بعضه فنهاهم عن ذلک وقال احلقوا كله اواتركو كله. مشكوٰة شريف ص ۳۸۰، باب الترجل ،الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

سر پر بال (پنٹھے) رکھنا

سوال:-پنٹھے یعنی سر پر بال رکھنا کیسا ہے یعنی جائز یا سنت یا ناجائز اور سب کے لئیہ یکساں حکم ہے یا کچھ تفصیل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سر پر بال رکھنا کانوں کی لو تک یا اس سے نیچے یا شانے تک جائز اور سنت ہے مگر آج کل جو بال رکھے جاتے ہیں وہ اول تو اس نیت سے نہیں رکھے جاتے اگر نیت بھی ہو تو پھر جس طرز سے رکھے جاتے ہیں وہ طرز ثابت نہیں۔ سیدھی مانگ بیچ میں نہیں نکالی جاتی۔ تیڑھی مانگ نکالی جاتی ہے یہ سب فیشن متغربین کا ہے امارد اور ایسے نوجوان جو سر پر بال رکھتے ہیں اس میں اور فتنہ کا اندیشہ ہے جس کا علم اور مشاہدہ ہر ذی بصیرت کو ہے اس لئے ان کو اس فیشن سے ضرور روکا جائے گا۔ **عن ابن عباسؓ قال کان النبی ﷺ یحب موافقة اهل الکتاب فی مالم یومر فیه وکان اهل الکتاب یسدلون اشعارهم وکان المشرکون یفرقون رؤسهم فسدل النبی ﷺ ناصیته ثم فرق بعد**، رواه البخاری ومسلم[1]۔ اس روایت سے سر کے بالوں کا حال معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کفار کے طریقہ کو پسند نہیں فرماتے

---

[1]..... مشکوٰة شریف ص ۳۸۰ (مکتبه یاسر دیوبند) باب الترجل، بخاری شریف ص ۲/۸۷۷، کتاب اللباس، باب الفرق، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۵۷، کتاب الفضائل، باب صفة شعر رسول الله ﷺ، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمه:-ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جن کے متعلق احکام نازل نہ ہوئے تھے اس زمانے میں اہل کتاب اپنے بالوں کو یونہی پڑا رکھتے تھے یعنی ان میں کنگھی کر کے مانگ نہ نکالتے تھے اور مشرک مانگ نکالا کرتے تھے رسول خدا ﷺ اس زمانے میں اپنی پیشانی کے بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیتے تھے لیکن پھر مانگ نکالنے لگے۔

تھے۔لیکن ہم لوگ آج رفتار وگفتار ہر چیز میں انہیں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے من تشبه بقوم فهو منهم. رواه ابو دائود واحمد مشکوٰۃ شریف[1] ص ۳۷۵/ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال:- ما الحكم عن الشعر الذى يقطع خلف الرأس فقط كما يفعل الكفار هل هو جائز ام لا ام حرامٌ ؟

الجواب حامداً ومصلياً!

ما كان شعارُ الكفار فان كان شعاراً مذهبياً فهو حرام على المسلمين وان كان شعاراً قومياً فهو مكروه[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... كتاب اللباس (مكتبه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ گویا اسی قوم سے ہے۔

[2]..... من تشبه بقوم فهو منهم مشكوة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، وفى المرقاة، فهو منهم اى فى الاثم والخير قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار، مرقاة شرح مشكوة ص ۴۳۱/۴، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع ممبئى،

ترجمة السوال:- جو بال صرف سر کے پیچھے سے کاٹے جاتے ہیں ان کا کیا حکم ہے جیسا کہ کفار کرتے ہیں جائز ہے یا حرام ہے؟

ترجمة الجواب:- جو چیز کفار کا شعار ہے پس اگر شعار مذہبی ہے تو وہ مسلمانوں پر حرام ہے اگر قومی شعار ہے تو وہ مکروہ ہے۔فقط

انگریزی بال

سوال:- کیا انگریزی بال رکھنے والوں پر اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قو کی مشابہت اختیار کریگا اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا، اگر اب بھی اطلاق ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں بھی کراہت ہے جو مستر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

انگریزی بال

سوال:- انگریزی بال کٹانا گناہ کبیرہ ہے، یا محض مشابہت ہے اہل نصاریٰ کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کیا نصاریٰ کی مشابہت کا گناہ کچھ کم ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1]..... من شبه نفسه بالكفار مثلا فى اللباس وغيره اوبالفساق فهو منهم اى فى الاثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والحلق والشعار الخ، مرقات ص ۴۳۱ ج ۴، (مطبع اصح المطابع بمبئى) كتاب اللباس، الفصل الثانى،

[2]..... من تشبه بقوم فهو منهم. مشكوٰه شريف ص ۳۷۵، (مكتبه ياسر ديوبند) كتاب اللباس، الفصل الثانى،

انگریزی بال رکھنا

سوال:-انگریزی بال رکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انگریزی بال بناء بر تشبہ مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

انگریزی بال کو سنتی بال بنانا

سوال:-انگریزی بال کو سنتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تاکہ کامل تبدیل ہو جائیں گو بغیر منڈائے بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صرف آگے کے بال کٹانا

سوال:-عورتوں کے لئے صرف سامنے کے بال کٹانا کیسا ہے؟ اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے؟

---

[1]..... **من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوٰة شريف ص ۵۷۵، (مكتبه ياسر ديوبند) كتاب اللباس الفصل الثانى.**

ترجمہ:-جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سر کے کچھ حصہ کے بال کٹانا اور کچھ حصہ کے باقی رکھنا منع ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

مانگ کہاں نکالے

سوال:-عورتوں کے لئے سر میں مانگ نکالنا کیسا ہے اور کہاں مانگ نکالیں یعنی سر کے بیچ میں یا کنارہ پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سر کے بیچ میں مانگ نکالنا اچھا ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱۱/۹۹ھ

---

[۱]..... یکره القزع هو ان يحلق البعض ويترک البعض قطعا مقدار ثلاثة اصابع كذا فی الغرائب، عالمگیری کوئٹہ ص۵/۳۵۷، کتاب الکراهية، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۸۴، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، نیز اس لئے کہ یہ غیروں کا طریقہ ہے جسکی ممانعت حدیث میں آئی ہے: من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵، کتاب اللباس، جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

[۲]..... قال العسقلانی الفرق قسمة الشعر والمفرق وسط الرأس (الی أن قال) والحاصل أن الصحيح المختار جواز السدل والفرق أفضل، (مرقاة ص: ۴۵۹، ج:۴ باب الترجل) مطبوعه ممبئی،

عورتوں کو بالوں کی مینڈھیاں گوندھنا

سوال:-سر کے بالوں کو ایک چوٹی گوندھنا، کلپ لگانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کلپ تو میں سمجھا نہیں کیا چیز ہے۔ ہاں سر کے بالوں کی مینڈھیاں جن کو عربی میں ضفائر کہتے ہیں گوندھنا سنت ہے جیسا کہ صحیح مسلم[1] میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے **عن ام سلمةؓ قالت قلت یا رسول اللّٰہ انی امرأة اشد ضفرا افانقضه لغسل الجنابة فقال لا انما یکفیک ان تحثی علی راسک ثلث حثیات ثم تفیضی علیک الماء فتطهرین اه شامی** ج۱ص۱۵۸[2] **نیز مجمع البحار** ج۱ص۲۹۲[3] میں تفیض کے متعلق لکھا ہے کہ **فی غیر الاحرام مندوب** اھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دو چوٹی رکھنا اور سرخی پاؤڈر کا حکم

سوال:-مسلمان خواتین جو دو چوٹیاں آج کل عام طور سے باندھ رہی ہیں۔ اور یہ عمل فیشن میں داخل ہو گیا ہے۔ لہٰذا شرعاً یہ عورتوں کا فعل جائز ہے یا نہیں اور اس سلسلہ میں سرخی، پوڈر اور اسی قسم کی زیبائش کرنا کہاں تک درست ہے اور عورتوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

---

[1]..... **مسلم شریف ص: ۱۴۹، ج: ۱، (مطبع رشیدیه دهلی) کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة،**

[2]..... **شامی ص۲۸۷ ج ۱، (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الطهارة، مطلب فی ابحاث الغسل،**

[3]..... **مجمع بحار الانوار ص ۴۱۲ ج۳، (مکتبه دارالایمان المدینة المنورة) باب الضاد مع الفاء ای ضفر،**

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کو اختیار کرنا گنہ ہے[۱] عورتوں کو سر کی حفاظت لازم ہے۔ نامحرم کے سامنے سر یا بال کھولنا درست نہیں۔[۲] فیشن کے ساتھ بناؤ سنگار کر کے نکلنا زنا کی دعوت دینا ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

نائلون کے بالوں کو اصلی بالوں سے ملانا

سوال:- نائلون کے بالوں کی چوٹیاں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان بالوں کو اس طرح سر کے بالوں سے ملالینا جس سے دیکھنے پر اصلی بال سر کے معلوم ہوں یہ خداع ہے درست نہیں۔ لعن اللّٰہ الواصلة والمستوصلة والواشمة

۱..... من تشبه بقوم ای من شبه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره اوبالفساق فهو منهم ای فی الاثم. مرقات ص ۴۳۱ ج ۴، (اصح المطابع بمبئی) كتاب اللباس، الفصل الثانی،

۲..... بدن الحرة عورة الاوجهها وكفيها وشعر المرأة عورة الخ، عالمگيری ص ۵۸ ج ۱، كتاب الصلاة، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الاول فی الطهارة وستره العورة، نفع المفتی والساء ص ۱۱۴، كتاب الحظر والاباحة، مايتعلق بالنظر الخ، مطبوعه يوسفی لكهنؤ، بحر كوئٹه ص ۱/۲۷۱، باب شروط الصلاة،

۳..... عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله ﷺ كل عين زانية وان المرأة اذا استعطرت فمرن بالمجلس فهی كذا وكذا يعنی زانية، مشكوة شريف ص ۹۶، باب الجماعة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۷۵، كتاب الترجل، باب فی طيب المرأة للخروج، مطبوعه سعد ديوبند،

والمستوشمة (متفق علیه، مشکوٰة شریف ص۳۸۱[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۸۹ھ

عورتوں کو بالوں میں کلپ لگانا

سوال:- کلپ ایک زیور ہوتا ہے جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کو جائز ہے[2]، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ اصل جواز ہے۔ اور ممانعت وجہ مذکورہ پر ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید ۱۳/۱/۹۲ھ

---

[1]..... مشکوة شریف ص ۳۸۱، باب الترجل، بخاری شریف ص ۲/۸۷۸، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، مطبوعه اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۲/۵۷۴، کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، مطبوعه سعد دیوبند،

ترجمه:- لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر جو دوسرے کے بالوں میں (لمبا کرنے کیلئے) اپنے بال ملائے اور اس عورت پر جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال ملائے اور جسم گودنے والی عورت پر اور گدوانے والی عورت پر۔

[2]..... ان المختار أن الاصل الاباحة عندالجمهور الخ، شامی زکریا ص ۲۲۱ ج ۱، کتاب الطهارة، مطلب المختار ان الاصل فی الاشیا الاباحة، مجمع الانهر ص ۴/۲۴۴، کتاب الاشربة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الاشباه والنظائر ص ۱۱۵، تحت قاعدة الثانیة، هل الاصل فی الاشیاء والاباحة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، (باقی اگلے صفحہ پر)

بالوں میں پن لگانا

سوال:- کیا سر کے بالوں کو روکنے کے لئے عورتیں ولڑکیاں بال پن لگاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ کفار وفساق کا شعار نہیں تو گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ

ابروں کے درمیان کے بالوں کا حکم

سوال:- بال دونوں ابروؤں کے درمیان کے کٹانا یا منڈانا جائز یا رکھنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں ابرو کے درمیان بال منڈانا یا کتروانا بغرض حصول زینت جائز نہیں، کذا نقل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[3]..... من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوٰة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... أن الاصل الاباحة عندالجمهور الخ، شامى زكريا ص ۲۲۱ ج ۱، كتاب الطهارة، مطلب المختار أن الاصل فى الاشياء الاباحة، مجمع الانهر ص ۴/۲۴۴، كتاب الاشربة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الاشباه والنظائر ص ۱۱۵، تحت قاعدة الثانية، هل الاصل فى الاشياء والاباحة، مطبوعه دارالعلوم ديوبند،

فی نور الضحیٰ ص[1] ۴۴ عن غایة التوضیح. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۳/۳/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۶/ربیع الاول ص ۵۳ھ

ناک شریف میں بال نہیں تھے

سوال:- ناک کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بال نہیں تھے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رُخسار مبارک پر بال

سوال:- آپؐ کے رخسار پر بال تھے یا نہیں؟ آپ خط بنواتے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بال تھے خط بنوانے کا معمول نہیں تھا[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... نور الضحی فیما یتعلق باللحیٰ ص ۴۴، فصل در احکام موئے بینی و ابرو. مطبوعه اشرف المطابع،

[2]..... اجرد ای هو اجرد ای غیر اشعر وهو من عم الشعر جمیع بدنه فالأجرد من لم یعمه الشعر فیصدق بمن فی بعض بدنه شعر کا لمسربة والساعدین والساقین وقد کان له ﷺ فی ذلک شعر فوصفه ﷺ به باعتبار اکثر مواضعه الخ جمع الوسائل شرح الشمائل ص ۳۲ ج ۱، خصائل نبوی شرح شمائل ص ۱۱/

(باقی اگلے صفحہ پر)

بغل کے بال

سوال:- اگر چالیس دن بغل کے بال نہ بنوائیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں کراہت ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

بغلِ مبارک میں بال نہیں تھے

سوال:- بغل کے بالوں کے متعلق آپ ﷺ کا عمل شریف کیا تھا؟ نیز بغل میں بال تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بغل مبارک میں بال نہیں تھے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] ولحية شريف وى ﷺ درحديث ابن ابى هاله آمده كان رسول الله ﷺ كچ اللحية يعنى انبو وبسارے موئے ومژدحم، مدارج التنوة ص ۱/۱۴، باب اول دربيان حسن حلقت وجمال، مطبوعه نوريه رضويه سكهر پاكستان،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... وكره تركه أى تحريما وراء الأربعين الخ شامى زكريا ص ۵۸۳ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مجمع الانهر وسكب الانهر ص ۴/۲۲۶، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، طحطاوى على المراقى مصرى ص ۴۲۹، باب الجمعة،

[۲]..... ويمكن ان يشم رائحة الاستدلال من حديث انس قال كان النبى ﷺ لايرفع ثم قيل لم يكن تحت ابطيه شعر البتة الخ (فتح البارى ص ۶/۴۲۲ مصر) باب المناقب باب علامات النبوة فى الاسلام، الخصائص الكبرى ص ۱/۶۳، دارالفكر بيروت، باب الآية فى ابطه الشريف ﷺ، شرح الزرقانى ص ۷/۱۹۶، الفصل الرابع ما اختص به ﷺ من الفضائل والكرامات، طبع عباس احمد الباز،

ٹانگو کے بال کٹانا

سوال:- کیا مرد اور عورتیں اپنی ٹانگوں کے بال ٹخنوں تک منڈوا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا بہتر نہیں مگر حرام بھی نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

موئے زیر ناف کس جگہ سے کاٹے جائیں

سوال:- انسان حد بلوغ تک پہونچنے کے بعد ناف کے نیچے جو بال ہوتے ہیں ۴۰/روز کے بعد کاٹنا (منڈنا) پڑتا ہے اگر یہ ضروری ہو تو کس جگہ سے لے کر کس جگہ تک کاٹنا ضروری ہے؟ کاٹنے سے ضروری ہوگا یا منڈنا پڑے گا اور یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا نفل؟ اگر کوئی نہ کاٹے تو اس کی عبادت قبول ہوگی یا گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر نیچے جو بال ہوں ان سب کو صاف کر دینا چاہئے۔ خواہ ان کو منڈا جائے یا کسی دوا سے اڑا دیا جائے۔ یا قینچی سے کتر دیا جائے مونڈنا اعلیٰ بات ہے[2]۔ یہ صفائی ہر ہفتہ جمعہ کے روز مناسب ہے۔ اس

---

[1]..... (کمایستفاد) وفی حلق شعر الصدر والظهر ترک الادب. شامی زکریا ص ۵۸۳ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، باب الجمعة، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص ۸/۲۰۴، کتاب الکرهیة،

[2]..... والسنة فی حلق العانة أن یکون بالموسی لانه یقوی وأصل السنة یتادیٰ بکل مزیل لحصول المقصود وهو النظافة ثم العانة ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا موقع نہ ہو تو پندرہ روز میں صفائی کر دی جائے۔ ۴۰/روز تک موخر نہ کریں ورنہ کراہت تحریمی کا ارتکاب[1] ہوگا عبادت جب اپنی شرائط وفرائض کے مطابق ہوگی تو انشاء اللہ قبول ہوگی۔ یہ صفائی ہر ہفتہ سنت ہے چالیس روز پر واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۶ھ

موئے زیر ناف دوسرے سے صاف کرانا

سوال:- ایک شخص معمر بیمار ہو جاتا ہے عرصہ ۶/۷/ماہ بیمار رہتا ہے پورا صاحب فراش ہے کہ حرکت کی بھی طاقت نہیں اس کی اہلیہ کو بھی ضعف بصر ہے کیا اس کا بیٹا زیر ناف بال استرے سے صاف کر سکتا ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....هی الشعر الذی فوق الذکر وحوالیه ویستحب ازالة شعر الدبر الخ طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱ (مطبوعه مصر) باب الجمعة، شامی زکریا ص ۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مرقات ص ۴/۴۵۶، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، البحر الرائق کوئٹه ص ۱/۴۷، کتاب الطهارة، بحث الغسل،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... ویحلق عانته وینظف بدنه فی کل اسبوع مرة ویوم الجمعة افضل ثم فی خمسة عشر یوماً والزائد علی الأربعین آثم. طحطاوی ص ۴۲۹ (مطبوعه مصر) آخر باب الجمعة، شامی زکریا ص ۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۷، کتاب الکرهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه کوئٹه، مرقات ص ۴/۴۵۶، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه ممبئی، مجمع الانهر ص ۴/۲۲۶، کتاب الکرهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

بدرجہ مجبوری جائز ہے، مس کرنے اور دیکھنے سے حتی الوسع احتیاط کرے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۴/۴/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف

نابینا مُوئے زیر ناف کس طرح صاف کرے

سوال:- نابینا شخص موئے زیر ناف کس طرح صاف کرے گا؟ صابن کے ذریعہ صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صابن کے ذریعہ صفائی کرلینا بھی درست ہے۔ قال فی الهندية ويبتدئ من تحت السرة ولو عالج بالنورة يجوز كذافي الفتاوىٰ ردالمحتار ص ۲۶۱ ج ۵[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۵/۱۴۰۱ھ

---

[1]..... حلق عانته بيده وحلق الحجام جائز ان غض بصره. عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهية الباب التاسع عشر فى الختان الخ. ونقل عن الفقيه أبى الليث أن هذا فى حالة الضرورة لافى غيره الخ شامى زكريا ص ۱۵۳ ج ۱۱، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه مطلب لابأس للحمامى أن يطلى عورة غيره الخ، البحر الرائق ص ۸/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

(باقی اگلے صفحہ پر)

بال صفا صابن کا استعمال

سوال:- بال صفا صابن کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۲ھ

استرے سے بالوں کی صفائی

سوال:- موئے زیر ناف آپ کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ سرین کے بالوں نیز ران وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

استرے سے موئے زیر ناف صاف کرنے[۲] کا عام معمول تھا بقیہ مواقع مسئولہ میں

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۲..... شامی زکریا ص ۵۸۳ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصری، عالمگیری ص ۵/۳۵۸، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه کوئٹه.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... واصل السنة یتأدی بکل مزیل لحصول المقصود وهو النظافة الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، باب الجمعة، مطبوعه مصری، وعالج بالنورة یجوز، شامی زکریا ص ۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مرقاة شرح مشکوة ص ۴/۴۵۶، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی،

۲..... ورد بسند ضعیف کان ﷺ لایتنور وکان اذا کثر شعره ای شعر عانته حلقه (جمع الوسائل ص ۸۸ ج ۱، فتح الملهم ص ۴۱۹ ج ۱، مدارج النبوة ص ۱/۱۵، بیان عانة شریف الخ، باب اول، مطبوعه پاکستان)

بالوں کا ہونا منقول نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عورت کو استرے سے صفائی کرنا

سوال:- عورت موئے زہار کے لئے استرہ استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کرسکتی ہے مگر مناسب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

موئے زیر ناف کو دفن کرنا

سوال:- کیا زیر ناف کے بال بنانے کے بعد ان بالوں کو بھی دفن کرنا چاہئے۔ یا کسی محفوظ جگہ پر ڈالنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دفن کرنا بہتر ہے، کسی ایسی جگہ ڈالنا بھی درست ہے جہاں نجاست نہ ہو غسل خانہ یا بیت

---

[1]..... اجرد ای هو اجرد ای غیر اشعر وهو من عم الشعر جميع بدنه فالاجرد من لم يعمه الشعر فيصدق بمن فی بعض بدنه شعر كالسربه والساعدين والساقين وقدكان له ﷺ فی ذلک شعر فوصفه ﷺ به باعتبار اكثر مواضعه الخ، جميع الوسائل شرح الشمائل ص ۳۲/۱، خصائل نبویؐ شرح شمائل ص ۱۱/

[2]..... وأصل السنة يتأدى بكل مزيل لحصول المقصود وهو النظافة وقال النوی الأولیٰ فی حقه الحلق وفی حقها النتف. طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، (مكتبه مصر) باب الجمعة. والسنة فی عانة المرأة النتف. شامی زكريا ص۹/۵۸۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع،

الخلاء میں نہ ڈالے، طحطاوی ص ۲۲۷[1]، نہ ایسی جگہ ڈالے جہاں کسی کی نظر پڑے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے

سوال:۔ بعض عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حالتِ حیض یا جنابت میں جو بال سر کے گر جائیں یا ٹوٹ جائیں اس کو جمع کیا جائے پھر جب جنابت سے پاک ہونے کا غسل کرتی ہیں اس وقت ان بالوں کو اپنے انگوٹھے میں باندھ کر غسل کرتی ہے۔ پھر غسل کے بعد ان کو دفنا دیتی ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے یا محض واہیات؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات بے اصل اور لغو ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ

---

[1]..... وفی الخانیة ینبغی أن یدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره وان رماه فلا بأس وکره القاء ه فی کنیف ومغتسل الخ طحطاوی ص ۴۳۱، (مطبوعه مصر) اخر باب الحبعة، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، تحت قوله وحصی البهائم، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۸، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[2]..... من احدث فی امرنا هذ مالیس منه فهورد. مسلم شریف ص ۷۷ ج ۲ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الاقضیة،

ترجمہ:۔ جو شخص ہمارے اس امر دین میں ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

بدھ کے روز حجامت بنوانا

سوال: ۔حجامت یا چہرہ بنوانا بدھ کے دن منع تو نہیں بہتر دن کونسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصلاح وبال بنوانا بدھ کے روز بھی درست ہے کوئی ممانعت نہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ جمعہ کے روز اصلاح وصفائی کی تھی لہٰذا یہ دن افضل ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا

سوال: -ان اوزاروں سے جن سے غیر مسلم، مشرک کی حجامت بنائی گئی ہو ان سے

---

[1]..... ان رسول اللہ ﷺ کایقص شاربه ویأخذ من اظفاره فی کل جمعة الی قوله قال قاضیخان رجل وقت لقلم اظافیره وحلق رأسه یوم الجمعة قالوا ان کان یری جواز ذلک فی غیر یوم الجمعة وخره الی یومها تأخیرا فاحشا کان مکروها لان من کان ظفره طویلا کان رزقه ضیقا فان لم یجاوز الحد واکره تبرکا بالاختیار فهو مستحب لما روت عائشة رضی اللہ عنها مرفوعا من قلم اظافیره یوم الجمعة اعاذه اللہ من البلایا الی الجمعة الاخری وزیادة ثلاثة ایام، مرقاة شرح مشکوة ص۴۵۷/۴، کتاب اللباس، باب الترجل، فصل اول، مطبوعه اصح المطابع ممبئی، خانیه علی الهندیة ص ۴۱۱/۳، کتاب الحظر والابادحة، فصل فی الختان، مطبوعه کوئٹه،

مسلم کی حجامت بغیر صاف کئے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس استرے یا قینچی سے غیر مسلم کے سر کے بال مونڈے یا کاٹے ہوں اس پر خون لگا ہوا نہ ہو تو اس سے مسلم کے سر کے بال مونڈنا یا کاٹنا درست ہے۔ صفائی کرنا یعنی دھونا لازم نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۹۵ھ

---

[1]..... عرق کل شئ معتبر بسؤره الى قوله سؤر الآدمى طاهر. عالمگیری ص۲۳ ج ۱ الفصل الثانی فیما لا یجوزبه التوضؤ، مجمع الانهر ص۵۷، ۱/۵۵، کتاب الطهارة، فصل فی البئر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص۱۲۵، ۱/۱۲۶، کتاب الهارة، مسئلة البئر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

داڑھی اور مونچھ کے احکام

داڑھی

سوال:- ایک شخص یوں کہتا ہے کہ داڑھی رکھواؤ تو کوئی حرج نہیں اور نہ رکھواؤ تو بھی کوئی حرج نہیں واقع ہوتا اور ڈاڑھی رکھوانا سنت ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

وہ شخص غلط کہتا ہے داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے پہلے کٹوانا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے صاف طور سے ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم فرمایا ہے[1]۔ **یحرم علیٰ الرجل قطع لحیته اھ**

---

[1]..... **قال رسول اللہ ﷺ خالفوا المشرکین واوفروا اللحی واحفوا الشوارب (مشکوة ص ۳۸۰ ج ۲) باب الترجل. مسلم شریف ص ۱۲۹/۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مطبوعه بلال دیوبند، بخاری شریف ص ۸۷۵/۲، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحی الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند،**

درمختار ص ۲۸۸[1] ج۵/ واماالاخذ منها (ای من اللحية) وهی دون ذٰلک ای دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم فتح اه درمختار ص ۱۷۴[2] ج ۲. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

داڑھی کی مقدار

سوال:- گذارش ہے کہ زید مسلکاً حنفی ہے اس کے چند احباب نے ایک روز بات چیت کے درمیان زید سے دلیل طلب کی کہ ایک مشت ڈاڑھی کی قید کہاں سے معلوم ہوتی ہے اس کے بارے میں صحاح ستہ کی کوئی صحیح روایت موجود ہے یا فقط صحابہ کرام کے طرز عمل پر عمل کیا جاتا ہے۔ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔ خصوصاً ایک مشت کی قید کہاں سے ثابت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ڈاڑھی بڑھانے کا امر صحیح حدیث میں موجود ہے[3]۔ بڑھانے کی ضد کٹانا ہے قصر ہو یا

---

[1]..... شامی ص ۵۸۳ ج ۹، مطبع زکریا دیوبند، ومطبوعه کراچی ص ۴۰۷ ج ۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[2]..... درمختار علی الشامی ص ۳۹۸ ج ۳ (مطبع زکریا دیوبند) وکراچی ص ۴۱۸ ج ۲، کتاب الصوم مطلب فی الأخذ من اللحية، فتح القدير ص ۲/۳۴۷، کتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقاة شرح مشكوة ص ۱/۳۰۲، کتاب الطهارة، باب السواک، مطبوعه اصح المطابع ممبئی، حاشية الشلبی ص ۱/۳۳۲، کتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطبوعه امداديه ملتان،

[3]..... قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين واوفروا اللحى واحفوا الشوارب، مشكوة شريف ص ۲/۳۸۰، باب الترجل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، بخاری شريف ص ۲/۸۷۵، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحى، مطبوعه اشرفی ديوبند،

حلق۔ کسی شئ کا امر کرنا اس کی ضد سے نہی کرنا ہے۔ جیسے نماز کا امر اس کے ترک سے نہی ہے جب امر وجوب کے لئے ہوگا تو اس کی ضد سے نہی تحریم کے لئے ہوگی **کما فی تیسیر التحریر**[1] **الجلد الثانی ص ۶۹ بخاری شریف**[2] اور دیگر صحاح[3] میں **اعفوا اللحیٰ. اوفروا اللحیٰ. ارخوا اللحیٰ. وفروا اللحیٰ** صیغے موجود ہیں۔ امر کے صیغے وجوب کے لئے نہ ہوتے بلکہ سنیت کے لئے ہوتے تو احیاناً امر کے خلاف بھی منقول ہوتا مگر نہ قولاً منقول ہے نہ فعلاً کبھی بھی بیان جواز کے لئے اس کی نوبت نہیں آئی یہ دوام ومواظبت بلاترک ہی وجوب کے لئے قوی دلیل ہے۔ چہ جائیکہ اس کے ساتھ ہی اس کے خلاف کی مخالفت بھی صراحۃً وارد ہے۔ **خالفوا المجوس**[4]۔ اس امر کے اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں انہوں نے اس کا مطلب قولاً وعملاً یہی سمجھا اور ان کے اس فہم کو آنحضرت ﷺ نے برقرار رکھا کہ ایک مشت سے جو زائد ہو جائے اس کے کٹانے کی اجازت ہے اور اسی حدیث سے یہ عملاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہونچی ہو کیونکہ وہ خود اس کی راوی ہیں اگر ان کا عمل نہ ہوتا تو ایک مشت سے زائد کو بھی کٹانے کی اجازت نہ ہوتی۔

پس صحابہ کرام کے جم غفیر کے عمل کو برقرار رکھنا اور ان حضرات کا دوام واستمرار کے ساتھ اس کا اہتمام فرمانا اجتماعی توارث وتواتر ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک مشت سے پہلے ہی کٹانے کو جائز کہتا ہے وہ ثبوت پیش کرے

---

[1]..... ان الامر یقتضی کراھة الضد ولو ایجابا، والنھی کونه سنة مؤکدة ولو تحریما الی ماقال قول العامة من ان الامر بالشیء نھی عن ضده ان کان واحدا والا فعن الکل الخ، تیسر التحریر ص ۳۷۳/۱، الامر یقتضی کراھة الضد الخ، مطبوعه مصری،

[2]..... بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲، (مکتبه اشرفی دیوبند) کتاب اللباس باب اعفاء اللحیٰ، مسلم شریف ص ۱۲۹/۱، کتاب الطھارة، باب خصال الفطرة، مطبوعه رشیدیه دھلی،

[3]..... (ابوداؤد شریف ص ۵۷۷ ج ۲) کتاب الترجلِ باب فی اخذا الشارب،

[4]..... مسلم شریف ۱۲۹ ج ۱ (مطبوعه رشیدیه دھلی) کتاب الطھارة باب خصال الفطرة،

کہ کس حدیث سے ثابت ہے کیونکہ یہ کٹانا بڑھانے کی ضد ہے جس کی ممانعت بڑھانے کے امر اور حضور اقدس ﷺ کے دوامی عمل سے ہے۔ صحابہ کرام کے اجماع وتوارث سے ہے بلکہ یہ "ماانا علیه واصحابی[1]" کی بناء پر شعار میں داخل ہے اس کو فقط صحابہ کرام کا طرز عمل کہہ کر ہلکا اور خفیف سمجھنا خطرناک ہے اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ ایک مشت سے پہلے قطع کرنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں۔ **واما الاخذ منها دون ذٰلک (ای دون القبضة) کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلهافعل یهود الهند ومجوس الاعاجم اه فتح القدیر. درمختار[2]، والبسط فی درک المارب فی احکام اللحیٰ والشوارب. وهدایة النور فی احکام الاظفار والشعور ونورالضحیٰ فی مایتعلق باللحیٰ. وبذل المجهود[3] فی شرح ابی دائود. فتح القدیر[4] والعنایة شرح هدایه. فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۰ھ

ڈاڑھی کی مقدار اور اس کا حکم مفصل

سوال:- ڈاڑھی کا رکھنا کیا فرض واجب ہے یا سنت اور کیوں؟

(۲) ڈاڑھی کی مقدار فقہاء نے چار انگشت رکھی ہے۔ آیا یہ منصوص ہے اگر ہے تو کونسی

---

[1]..... ترمذی شریف ص ۸۹ ج ۲ مکتبه رشیدیه دهلی، ابواب الایمان باب افتراق هذه الامة،

[2]..... شامی ۳۹۸ ج ۳ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الصوم باب مایفسدالصوم مطلب فی الأخذ من اللحیة،

[3]..... بذل المجهود ص ۷۹ ج ۵ (مطبوعه رشیده سهارنپور) کتاب الترجل باب فی اخذ الشوارب و ص ۳۳ ج ۱ کتاب الطهارة باب السواک من الفطرة،

[4]..... فتح القدیر مع عنایه ص ۳۴۷ ج ۲ (مکتبه درالفکر) کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة،

نص ہے؟

(۳) اجماع امت جو شرعی حجت ہے وہ اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟

(۴) کیا اب بھی کسی مسئلہ پر امت کو اجماع کا اختیار باقی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

(۵) اجماع کی تعریف

(۶) ایک شخص تمام احکام شرع کا پابند ہے مگر داڑھی کو مشین یا قینچی سے کٹواتا ہے اور اس فعل کو بالکل حلال سمجھتا ہے یعنی ایک فعل حرام کو حلال سمجھتا ہے کیا وہ کافر ہے یا نہیں اگر اس کو کافر کہا جائے تو وہ باوجودیکہ کلمہ گو بھی ہے اور صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ و جہاد وغیرہ کا پکا معتقد اور پابند ہے تو کافر کیوں؟

(۷) اگر کافر نہیں تو اس کے خلاف لازم گا کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کا اعتقاد کرنا کفر ہے برائے نوازش بحوالہ کتب معتبرہ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

(۸) داڑھی کے متعلق صرف حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ تشبہ نصاریٰ اور یہود سے بچو نہ منڈاؤ اور نہ بالکل چھوڑ دو۔ اور دوسری جگہ داڑھی کے بڑھانے کا امر اور مونچھوں کے کٹانے کا حکم فرمایا ہے مگر مقدار منصوص نہیں اور فقہاء کے قول کو ماننے کے لئے ہر ایک تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور حد متعین تک پہونچنے سے پہلے منڈانا یا کٹانا حرام ہے۔ **یحرم علی الرجل قطع لحیته اه (درمختار[1]) حلق اللحیة مثلة فی حق**

---

[1]..... در مختار ص ۵۸۳ ج ۹ مطبوعہ زکریا ص ۴۰۷ ج ۶ مطبع کراچی. کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع،

الرجال والمثلة حرام فحلق اللحية حرام اه (هداية[1] خالفوا المشركين اوفروا اللحى واحفوا الشوارب (مشكوٰة شريف[2] قص اللحية كان من صنيع الاعاجم وهو اليوم شعار كثير من اهل الشرك وعبدة الاوثان كالافرنج والهنود ومن لاخلاق لهم فى الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية فى زماننا اه مرقاة[3]۔

(۲)والقص فيها سنة وهو ان يقبض الرجل لحيته فمازاد منها على قبضة قطعه كذاذكر محمد فى كتاب الآثار عن الامام قال وبه ناخذ اه. محيط السرخسى اه[4]۔

(۳)اس میں مختلف اقوال ہیں صحیح یہ ہے کہ ہر عصر کے عدول مجتہدین کا اجماع حجت ہے۔اختلف الناس فيمن ينعقدبهم الاجماع قال بعضهم لا اجماع الاللصحابة وقال بعضهم لا اجماع الا لاهل المدينة وقال بعضهم لا اجماع الالعترة النبى صلى الله عليه وسلم الصحيح عندنا ان اجماع علماء كل عصر من اهل العدالة والاجتهاد حجة اهـ حسامى[5]۔

---

[1]..... هداية بحواله نور الضحى فى ما يتعلق باللحى ص۲۵، مطبوعه اشرف المطابع، وفى الهداية، ان حلق الشعر فى حقها مثلة كحلق اللحية فى حق الرجال، ص۲۵۵/۱، باب الاحرام، مطبوعه تهانوى ديوبند،

[2]..... مشكوٰة شريف ۳۸۰ (مكتبه ياسر ديوبند) باب الترجل الفصل الاول،

[3]..... مرقات ۳۰۲ ج ۱ (مكتبه اصح المطابع بمبئى) كتاب الطهارة باب السواك الفصل الاول، درمختار على الشامى زكريا ص۳۹۸/۳، كتاب الصوم، مطلب فى الاخذ من اللحية، فتح القدير ص۳۴۷/۲، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[4]..... عالمگيرى ص۳۵۸ ج۵ (مطبع كوئٹه) كتاب الكراهية، الباب التاسع فى الختان الخ، طحطاوى على الدر ص۲۰۳/۴، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، مطبوعه دارالمعرفة بيروت،

[5]..... حسامى ص۹۴ (مكتبه رحيميه ديوبند) باب الاجماع

(۴) علماء کی تصریح اور اہل تجربہ کے مشاہدہ سے یہ امر ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اجتہاد مفقود ہے لہٰذا اب کسی مسئلہ فقہیہ پر شرعی اجماع دشوار ہے۔

(۵) اتفاق مجتهدی امة محمدﷺ بعد وفاته فی عصر من الاعصار علی امر من الامور اهـ حصول المامون[1]

(۶، ۷) جو شئ حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہو اس کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے اور داڑھی کٹانے کی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں۔ بلکہ فقہا نے اخبار آحاد سے ثابت کی ہے۔ پس شخص مذکور کی تکفیر درست نہیں البتہ ایسے شخص کو علماء نے فاسق لکھا ہے اور جو شخص ناجائز کام کو ناجائز سمجھ کر کرتا ہے اس کے فسق سے ایسے شخص کا فسق بہت بڑھا ہوا ہے جو ناجائز کو جائز سمجھتا ہے کیونکہ اس کے اعتقاد اور عمل دونوں میں خرابی ہے۔ **اذا اعتقد الحرام حلالا فان کان حرمته لعینه وقدثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان یکون حرمته لغیره اوثبت بدلیل ظنی اهـ[2] استحلال المعصیة کفر قال شارح القونوی کانه اراد واللّٰه اعلم بالمعصیة المعصیة الثابتة بالنص القطعی لما فی ذالک من جحود مقتضی الکتاب اما المعصیة الثابتة بدلیل الظنی کخبر الواحد فانه لا یکفر مستحلها ولکن یفسق[3] اهـ، شرح فقه اکبر،**

---

[1]..... الجامع لاحکام واصول الفقه، المسمی حصول المأمول من علم الاصول ص ۱۵۴، المقصد الثالث، الاجماع، البحث الاول، مطبوعه دارالفضیلة، ارشاد الفحول ص ۱/۲۵۴، المقصد الثالث، الاجماع، البحث الاول، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2]..... شرح فقه اکبر ص ۱۸۶ (مکتبه مجتبائی دهلی)

[3]..... شرح فقه اکبر ۱۹۹ (مکتبه مجتبائی دهلی) عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۷۲، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالحلال والحرام الخ، کتاب السیر، سکب الانهر ص ۲/۵۱۱، کتاب السیر، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، الخامس فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

(۸) جو شخص مقلد ہے اسکو عمل کیلئے اپنے امام کا قول کافی ہے[۱]، اور جو غیر مقلد ہے اسکو کسی سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے اسکو چاہئے کہ خود قرآن شریف واحادیث کا تتبع کر کے مسائل کا استخراج کرے جو شخص فقہاء کے قول کو نہیں مانتا تو کیا اس نے ہر ہر مسئلہ کو خود قرآن وحدیث سے سمجھا ہے، ماخذ دریافت کرنا مقلد کا منصب نہیں اور نہ مجیب اس کا مکلّف ہے البتہ تصحیح نقل کا ذمہ دار ہوتا ہے، سو نقل جواب (۲) میں پیش کر دی گئی گو اس میں حوالہ ماخذ بھی موجود ہے جس کی تفصیل نہایہ شرح ہدایہ میں ہے، یعنی ایک حدیث قولی ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ایک ابن عمر کا عمل ہے جو گویا کہ اس حدیث قولی کی تفسیر ہے جس کا بذل المجہود شرح ابوداؤد[۲] جلد ۵، میں بھی امام غزالی سے نقل کیا ہے اور اس مجموعہ سے نسبت کی تحدید مستفاد ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں فرمایا ہے وبه ناخذ[۳]، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۲۸/ذی الحجہ ۵۶ھ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[۱]..... ان الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وان لم يظهر دليله الخ، درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۱۰/۳، کتاب النکاح، باب الرضاع،

[۲]..... قال الغزالی اختلف السلف فيمازاد من اللحية فقيل لابأس أن يقبض عليها ويقص ماتحت القبضة كان ابن عمرؓ يفعله الخ بذل المجهود ص ۷۹ ج ۵ (مكتبه رشيديه سهارنپور) كتاب الترجل باب فی أخذ الشارب.

[۳]..... محمد قال اخبرنا ابوحنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضی الله عنهما انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ماتحت القبضة، قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنيفة، كتاب الآثار ص ۱۵۱، باب حف الشعر من الوجه، مطبوعه كراچی،

ڈاڑھی کی تحقیق

سوال:-(الف) شریعت مقدسہ مطہرہ میں داڑھی رکھنے کے متعلق امر ہے یا نہیں۔ کچھ احکام صادر فرمائے ہیں یا نہیں۔ اثبات ہو یا نفی دونوں صورتیں مدلّل مستحکم بدلائل شرعیہ ہوں تاکہ عامۃ المسلمین کو کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

(ب) یہ بھی تحریر کریں کہ کتنی جگہ کے بالوں کو داڑھی کہا جاتا ہے یہ تحقیق بھی شرع شریف کی روشنی میں ہونا ازحد ضروری ہے۔

(ج) اگر داڑھی رکھنے کے متعلق شریعت مقدسہ کا حکم ہے تو کیا چہرے کے کسی حصہ کے بالوں کو استرے سے کٹوانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

الف:- داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور منڈانا اور ایک قبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹانا ناجائز ہے، **عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا الحیٰ. متفق علیہ الخ مشکوٰۃ شریف[1]. ولا باس ان یقبض علی لحیتہٖ فان زاد علی قبضۃ منھا شئی جزہ الخ عالمگیری[2] اما الاخذ منھا وھی دون ذٰلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ**

---

[1]..... مشکوٰۃ شریف ۳۸۰، (مکتبہ یاسر دیوبند) باب الترجل الفصل الاول، مسلم شریف ص ۱۲۹، ج ۱، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، مطبوعہ بلال دیوبند، بخاری شریف ص ۲/۸۷۵، کتاب اللباس، باب الاعفاء اللحیٰ، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

[2]..... عالمگیری ۳۵۸ ج ۵ (مطبع کوئٹہ) کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر فی الختان الخ، طحطاوی علی الدر ص ۴/۲۰۳، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، شامی زکریا ص ۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحۃ الخ، فصل فی البیع،

الرجال فلم یبحه احد اه فتح القدیر[1]. قص اللحیة کان من صنیع الاعاجم وهوالیوم شعار کثیر من اهل الشرک وعبدة الاوثاکا لافرنج والهنود من لاخلاق لهم فی الدین من الفرقة الموسومة بالقلندریة فی زماننا الخ مرقات[2]

ب:-عربی میں ''لحی'' اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں اور چونکہ داڑھی اس ہڈی پر پیدا ہوتی ہے اس لئے داڑھی کو ''لحیة'' کہتے ہیں پس اس ہڈی پر جو بال ہوں ان کو کٹوانا یا منڈانا جائز نہیں ہے ایک قبضہ تک پہونچنے کے بعد کٹوانا درست ہے۔ اللحی العظام الذی علیه الاسنان الخ المغرب[3]۔

ج:- خط بنوانا یعنی جو بال داڑھی کی حد سے بڑھ کر رخسار پر پیدا ہوگئے ہوں ان کو منڈانا درست ہے۔ نیچے جولب کے بال ہوتے ہیں ان کو منڈانا منع ہے حلق پر جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی نہیں منڈوانا چاہئے ،نتف الفنکبین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلیٰ کذافی المغرب ولا یحلق شعر حلقه وعن ابی یوسف لا بأس بذلک الخ عالمگیری[4] عن ابی حنیفةؒ انه یجوزقص کل شعر مانع من زینة اللحیة الخ[5]۔ڈاڑھی وغیرہ کی اقسام کی زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو:درک المارب فی احکام اللحیٰ

---

[1]..... فتح القدیر ۳۴۸ ج ۲ (مکتبه دارالفکر) کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة،

[2]..... مرقات ۳۰۲ ج ۱ (مکتبه اصح المطابع بمبئی) کتاب الطهارة باب السواک الفصل الاول، شامی زکریا ص ۳۹۸/۳، کتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من الحیة، حاشیة الشلبی ص ۳۳۲/۱ ، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم، مطبوعه امدادیه ملتان،

[3]..... المغرب ص ۲۴۴ ، ماده اللحیٰ، مطبوعه کراچی، لسان العرب ص ۲۴۳/۱۵ ، دارصادر بیروت، البحرالرائق ص ۱۱/۱ ، کتاب الطهارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[4]..... عالمگیری ص ۳۵۸ ج ۵، (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشرفی الختان الخ، شامی زکریا ص ۵۸۳/۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[5]..... فتاوی حمیدیه بحواله نورالضحیٰ فی مایتعلق باللحیٰ ص ۳۲، مطبوعه اشرف المطابع،

والشوارب. هداية النورفي احكام الاظفار والشعور. نور الضحىٰ وما يتعلق باللحى ۔ڈاڑھی کا فلسفہ، ڈاڑھی کی قدر و قیمت وغیرہ رسائل دیکھئے اس میں احکام وحکم وعلل زیادہ ملیں گے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۳/۹/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا

یکمشت داڑھی کی تحقیق

سوال:- کچھ دنوں سے ڈاڑھی کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے۔معلوم کرنا یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ڈاڑھی کی صحیح مقدار کیا ہے۔ایک مشت سے کم کرنا جائز ہے یا نہیں حقیقی مسئلہ تحریر فرمائیں اگر ممکن ہو تو ایک مشت کے سلسلہ میں کوئی قولی حدیث اور قرآن کی آیت تحریر فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں صاف اعفوا اللحى[1] ارخوا اللحىٰ. اوفروا اللحىٰ کے الفاظ موجود ہیں جن کا ترجمہ ہے ڈاڑھی بڑھاؤ۔ڈاڑھی لٹکاؤ۔ڈاڑھی زیادہ کرو ان الفاظ کا تقاضہ تھا کہ بڑھانے کی کوئی حد مقرر نہ ہوتی اور کٹانا بالکل جائز نہ ہوتا مگر حدیث کے راوی صحابی کا معمول تھا کہ ایک مشت سے جو مقدار آگے بڑھ جاتی اس کو کٹا دیتے اس حدیث کو امام

[1]..... یہ تینوں الفاظ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں، مشکوٰۃ شریف ص: ۳۸۰، کتاب اللباس باب الترجل، مسلم شریف ص ۱۲۹/۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مطبوعه بلال دیوبند،

محمدؒ نے کتاب الآثار[1] میں روایت کیا ہے اور اس کو امام ابوحنیفہؒ کا مذہب قرار دیا ہے۔ کسی صحابی سے منقول نہیں کہ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کسی نے کٹائی ہو۔ منڈانے کا تو وہاں سوال ہی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اس حدیث شریف کا وہی مطلب سمجھا ہے اور اسی پر اجماع ہے پس حدیث کا کوئی ایسا مطلب نکالنا جو سب صحابہؓ کے فہم کے خلاف ہو جائز نہیں۔ ایسا مطلب حضرت نبی اکرم ﷺ کا مطلب نہیں ہوسکتا بلکہ مطلب نکالنے والے کے خود اپنے ذہن کا مطلب ہے جس کو رسول مقبول ﷺ کی حدیث کے سر تھوپنا افتراء ہے جس پر سخت وعید ہے ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا بیان فرمائی گئی ہے[2]، درمختار میں مذکور ہے کہ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کٹانا کسی نے بھی جائز نہیں کیا[3]۔ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب بڑھانے کا

---

[1]..... محمد قال اخبرنا ابو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضى الله عنهما انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ماتحت القبضة، قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابى حنيفة، كتاب الآثار ص۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، مطبوعه كراچى، زيلعى ص ۱/۳۳۲، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده، قبيل فصل فى العوارض، مطبوعه امداديه ملتان، والقص سنة فيها وهوان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر محمد رحمه الله تعالىٰ فى كتاب الآثار عن ابى حنفيةؒ قال وبه نأخذ كذا فى محيط السرخى. عالمگيرى ص۳۵۸ ج۵ كتاب الكراهية الباب التاسع عشر الخ. شامى زكريا ص۹/۵۸۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

[2]..... فى حديث عبد الله بن عمرؓ ومن كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، مشكوة شريف ص ۳۲، كتاب العلم الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[3]..... وأما الأخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد الخ درمختار على الشامى زكريا ص۳۹۸ ج۳ كتاب الصوم باب مايفسد الصوم مطلب فى الأخذ من اللحية، حاشية الشلبى ص ۱/۳۳۲، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطبوعه امداديه ملتان، فتح القدير ص۲/۳۴۷، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء، والكفارة، مطبوعه دارالفكر بيروت،

حکم ہے تو کٹانے سے وہ حکم ٹوٹے گا اور حکم کی خلاف ورزی معصیت ہے۔ جو لوگ ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کٹانے اور خشخشی یا اس سے کچھ زائد پر کفایت کرتے ہیں، وہ ثبوت دیں کہ کٹانے کا حکم کس حدیث سے ثابت ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

گھنی داڑھی کا معیار

سوال: گھنی داڑھی کا معیار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس میں کھال نظر نہ آئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۸ھ

ڈاڑھی منڈانے کا حکم

سوال: - (۱) ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور منڈانے کی ترغیب بھی کرتا ہے۔ (۲) یا منڈواتا تو ہے مگر ترغیب نہیں کرتا ہے۔ (۳) اور ایک شخص ایسا ہے جو تمام شعائر اسلام

---

[1] ان ماستر البشرة عن الناظر فی مجلس التخاطب فهو كثيف الخ المجموعه شرح المهذب ج ۱/ ص ۴۳۶/ باب صفة الوضوء فرع فی ضبط اللحية الكثيفة والخفيفة (مطبوعه دارالفكر بيروت) سكب الانهر ص ۲۲/۱، كتاب الطهارة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۶/۱، كتاب الطهارة، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

کو پورے پورے ادا کرتا ہے مگر داڑھی منڈاتا ہے لیکن ترغیب نہیں کرتا ہے نہ اپنے منڈانے کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو داڑھی رکھنے کی ترغیب کرتا ہے کیا ان تینوں شخصوں میں سے کسی کو فاسق کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر فاسق کا اطلاق آتا ہے تو کس کس شخص پر ان شخصوں میں سے شرع شریف میں قاضی کے یہاں اور ان کی قسم معتبر ہے یا نہیں اگر معتبر ہے تو کس کی اور اگر وہ توبہ کر لیوے ڈاڑھی منڈانے سے اور نہ منڈوائے تو کیا اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کو داڑھی نہ منڈانے کی وجہ سے اور توبہ کرنے کی وجہ سے معاف فرمادے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تینوں فاسق ہیں تینوں مردود الشهادة ہیں پہلا شخص زیادہ گنہگار ہے اس سے کم دوسرا، اس سے کم تیسرا، جو بھی صدق دل سے توبہ کرے گا اللہ پاک اس کی توبہ کو قبول فرماویں گے اور گذشتہ گناہ معاف کردیں گے یحرم علی الرجل قطع لحیته اھ درمختار[1] ص۴۰۲، ج۵/حرام ہے مرد پر داڑھی کا کاٹنا۔ حلق اللحية مثلة فی حق الرجال والمثلة حرام فحلق اللحية حرام[2] اھ ڈاڑھی کا مونڈنا مثلہ ہے مردوں کے حق میں اور مثلہ حرام ہے پس ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے قال فی البحر[3] ص ۹۹ ج۷/ بعد بحث طويل والحاصل ان الفسق بنفسه مانع شرعاً من قبولها. نفس فسق قبول شہادت سے مانع ہے ومن يعمل

---

[1]..... درمختار علی الشامی زکریا ص۵۸۳ ج۹ کراچی ص۴۰۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع

[2]..... هدايه بحواله نوالضحیٰ فی مايتعلق باللحیٰ ص۲۵، مطبوعه اشرف المطابع، وفی الهداية ان حلق الشعر فی حقها مثلة كحلق اللحية فی حق الرجال ص۲۵۵/۱، باب الاحرام، كتاب الحج، مطبوعه تهانوی ديوبند،

[3]..... البحر ص ۹۱ ج۷ (مكتبه الماجدية كوئٹه) كتاب الشهادة باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل الخ،

سوءً او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماً[1] الآیۃ۔ جو شخص نافرمانی کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو پائے گا اللہ پاک کو غفور رحیم یعنی اللہ پاک اس کی مغفرت فرمائیں گے اور رحم کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۶۱ھ

داڑھی کو بالکل صاف کرنا اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت

سوال:- ڈاڑھی کو بالکل صاف کرانا یا ایک انگلی یا دو انگلی رکھنا ان دونوں میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

داڑھی کی جو مقدار ایک مشت سے زائد ہو جائے اس کو کٹانے کی اجازت ہے اس سے پہلے اجازت نہیں، جو شخص داڑھی منڈاتا ہے یا چھوٹی چھوٹی یا ایک انگل دو انگل رکھتا ہے ایک مشت کی مقدار نہیں پہونچنے دیتا اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ دونوں خلاف شرع کے

---

[1]..... سورة النساء آیت: ۱۱۰

[2]..... ویکره امامة عبد وأعرابی وفاسق ولعل المراد به من یرتکب الکبائر الخ درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۸، ج: ۲/ کتاب الصلاة، باب الامامة قبیل البدعة خمسة اقسام. ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص: ۱۶۲، ج: ۱، کتاب الصلوة، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیرت، زیلعی ص: ۱۳۴، ج: ۱، کتاب الصلوة، باب الامامة، مطبوعه امدادیه ملتان،

مرتکب اور گناہگار ہیں۔۱۹۔۲۰ کا فرق ہے۔ درمختار[1]، شامی، فتح القدیر[2] وغیرہ میں داڑھی کے متعلق تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا

سوال:- جس شخص کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو اور ان بالوں میں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو سب کو برابر اور سیدھا کرنے کی خاطر کاٹے تو کیسا ہے؟ کیونکہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہونے کی وجہ سے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں کاٹنا چاہئے، جو بال ایک مشت سے زائد ہو جائیں انکو کاٹ سکتا ہے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۹ھ

---

[1]..... یحرم علی الرجل قطع لحیته والسنة فیها القبضة فمازاد منها علیٰ قبضة قطعه الخ درمختار مع الشامی ص۵۸۳ ج۹ مطبع زکریا وکراچی ص۴۰۷ ج۶ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع

[2]..... فتح القدیر ص۳۴۷/۲، (مکتبه دارالفکر) کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة، حاشیة الشلبی ص ۳۳۲/۱، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم، مطبوعه امدادیه ملتان، مرقاة شرح مشکوة ص ۳۰۲/۱، کتاب الطاهرة، باب السواک، مطبوعه اصح المطابع ممبئی،

[3]..... فمازاد منها علی قبضة قطعه الخ شامی زکریا ص۵۸۳ ج۹، و کراچی ص۴۰۷ ج۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۸/۵، کتاب الکراهیة، الباب التاسع الخ، زیلعی ص ۳۳۲/۱، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسده، قبیل فصل فی العوارض، مطبوعه امدادیه ملتان،

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا

سوال:- میرا ایک دوست ہے جس کا نام محمود احمد ہے اور انگریز مسلمان ہے اس کو داڑھی کا بہت شوق ہے لیکن چونکہ انگریزی فوج میں ہے لہٰذا اس کو داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اس کے بارے میں وہ جاننا چاہتا ہے کہ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر بال انگریزی ہوں اور کترا دیں تو کیا حکم ہے؟ اور نماز قمیص اور پتلون سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سر پر ٹوپی نہ ہو پھر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور انشورنس کرانا جائز ہے یا نہیں؟ براہِ کرم جملہ امور کے بارے میں ضروری تحریر روانہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دوست کو عافیت سے رکھے، اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق دے۔ داڑھی رکھنا اور اس کو بڑھانا شرعاً واجب ہے۔ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے۔ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا اور ایک مشت سے کم کرالینا جائز نہیں[1]۔ انگریزی بال رکھنا مناسب نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو صورت وشکل وضع قطع بھی اسلامی ہی چاہئے[2]۔ ایک سکھ نے فوج میں ملازمت کی درخواست کی اور شرط کی داڑھی

---

[1]..... عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب الحدیث. مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰ (مکتبہ یاسر دیوبند) باب الترجل الفصل الاول، واما الاخذ منها (ای من اللحیة) وهی دون ذلک ای دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلی یبحه ادحد الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۳/۳۹۸، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۱/۳۰۲، کتاب الطهارة باب السواک، مطبوعه اصح المطابع ممبئی،

[2]..... من تشبه بقوم أی من شبه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أوبالفساق أوالفجار أو باهل التصوف والصلحاء والابرار فهم منهم ای فی الاثم والخیر الخ مرقات ص ۴۳۱ ج ۴ (مطبع اصح المطابع بمبئی) کتاب اللباس الفصل الثانی،

نہیں منڈاؤں گا۔ اس کی درخواست منظور ہوئی۔ آپ کے انگریز دوست بھی اس کی کوشش کرلیں۔ قمیص اور پتلون سے بھی نماز درست ہوجائے گی جبکہ سب ارکان صحیح طریقہ پر ادا ہو جائیں۔ سر پر ٹوپی کا ہونا مستحب ہے گو بلا ٹوپی بھی نماز ادا ہوجائے گی[1]۔ انشورنس جائز نہیں، لیکن اگر قانونِ ملازمت کی وجہ سے مجبوری ہو تو ایسا آدمی شرعاً معذور ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۸۹ھ

علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا

سوال:۔ ایک شخص ہے جس کی داڑھی میں روگ لگ گیا ہے، جس کا کافی علاج بھی کیا گیا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے، نیز ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ داڑھی صاف کرادیجئے، اس کے بعد آپ کا علاج کامیاب ہوجائے گا، کیا ایسی صورت میں داڑھی صاف کرانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امراض کے علاج کے لئے جب کوئی جائز دوا مفید نہ ہو تو مجبوراً نجس اور حرام دوا کے استعمال کی بھی اجازت ہے، جبکہ تجربہ کار اور دیندار معالج تجویز کردے، کہ شفا حرام چیز سے

---

[1]..... (ویکرہ) وصلاتہ حاسراً ای مکاشفاً رأسہ للتکاسل ولابأس بہ لتذلل الخ الدر المختار علی الشامی ص۴۰۷ ج۲ (مطبع زکریا دیوبند) باب مایفسد الصلاۃ. عالمگیری ص۱۰۶/۱، کتاب الصلوۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ الخ، الباب الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ الخ، مطبوعہ کوئٹہ، بحر کوئٹہ ص۲۵/۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا،

[2]..... الضرورات تبیح المخطورات الخ الاشباہ ص۱۴۰ (مطبوعہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدہ الخامسۃ. قواعد الفقہ ص۸۹، رقم القاعدۃ: ۱۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

ہی ہوسکتی ہے[1]، اسی طرح اگر بغیر داڑھی صاف کرائے صحت نہیں ہوسکتی تو مجبوراً تحصیل صحت کے لئے اس کی گنجائش ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ

مجاہدین کو ڈاڑھی منڈانا

سوال:- ایک شخص یا کئی ہوں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم داڑھی کیوں منڈاتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین ہیں اگر تم کو یقین نہ ہو تو تم لیجا کر دیکھ لو ہم کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے واسطے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے تو کیا حضورؐ نے کسی وقت مجاہدین کو ڈاڑھی منڈانے کے لئے فرمایا تھا یا نہیں۔ اگر فرمایا تھا تو کسی خاص مصلحت سے یا عام اگر کسی خاص مصلحت سے فرمایا ہو یا کسی وجہ سے فرمایا ہو تو اگر وہ وجہ اس وقت بھی پائی جائے تو داڑھی منڈانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں اگر حضور نے نہیں فرمایا تو اس کی کیا اصلیت ہے وہ کیوں کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

انہیں سے پوچھو کہ ڈاڑھی منڈانے کی اجازت مجاہدین کے لئے کس دلیل سے ثابت

---

[1] یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی اذا اخبره طبیب مسلم ان شفائه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه الخ عالمگیری، ج۵/ص ۳۵۵/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب الثامن عشر فی التداوی. شامی زکریا ص۹/۵۵۸، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۵، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،

[2] الضرورات تبیح المحظورات الخ ،الاشباه والنظائر ،ص ۱۴۰/ (مطبوعه دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة الخامسة الضرور یزال، قواعد الفقه ص ۸۹، رقم القاعدة: ۱۷۰، الرسالة الثالثة فی قواعد الفقهیة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

ہے۔حدیث شریف میں تو داڑھی منڈانے کی ممانعت عام ہے[1]۔ پھر مجاہدین کو کس دلیل سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۹/ج۱/ ۵۶ھ

داڑھی اگانے کے لئے چہرہ پر استرہ پھیرنا

سوال:- ایک صاحب ہیں جن کے داڑھی نہیں آئی ہے، فی الحال ان کا چہرہ بالکل صاف ہے۔کئی آدمیوں نے اس بات کا مشورہ دیا ہے کہ داڑھی کی جگہ پر استرہ یا بلیٹ پھیریں تو داڑھی کی جگہ بال اُگ سکتے ہے۔حالانکہ وہ صاحب امامت کرتے ہیں۔ایسی صورت میں جبکہ چہرہ پر بالکل بال نہ ہوں استرہ یا بلیٹ داڑھی کے بال آنے کی غرض سے پھیرواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چہرہ پر بالوں کا اگنا قدرت کی طرف سے ہے اپنی اختیاری چیز نہیں۔اگر بالکل بال

---

[1]..... عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب. مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰ کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول. مسلم شریف ص ۱۲۹/۱، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، مطبوعہ بلال دیوبند، بخاری شریف ص ۸۷۵/۲، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحیٰ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔

نہ اگیں تو بندہ گنہگار نہیں۔ لہٰذا بال اگانے کے لئے استرہ یا بلیٹ چہرے پر پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن بال اگنے کے بعد ان کو منڈوانا گناہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۲ھ

عورت کی ڈاڑھی کا حکم

سوال:- عورت کے اگر داڑھی نکل آوے تو کٹوا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کٹوا سکتی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

داڑھی کٹانے منڈانے میں فرق

سوال:- ایک شخص کی داڑھی کٹی ہوئی ہے دوسرے شخص کی بالکل منڈی ہوئی ہے کیا

---

[1]..... وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم الخ، درمختار على الشامي ص ۳۸۹ ج۳، (مطبع زكريا ديوبند) وكراچي ص ۲۱۸ ج۲، كتاب الصوم، مطلب في الأخذ من اللحية، فتح القدير ص ۲/۳۴۷، كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مرقاة ص ۱/۳۰۲، كتاب الطهارة، باب السواك، مطبوعه بمبئي،

[2]..... اذا نبت للمرأة لحية اوشوارب فلاتحرم ازالته بل تستحب. شامي زكريا ص ۵۳۲ ج۹، وكراچي ص ۳۷۳ ج۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر واللمس قبيل باب الاستبراء، نفع المفتي والسائل ص ۱۱۹، مايتعلق بالنساء من الحيض والنفاس، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه يوسفي لكهنؤ، مرقاة شرح مشكوة ص ۱/۳۰۲، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع ممبئي،

دونوں ایک ہی درجہ کے ہیں یا کچھ فرق ہے ایک شخص کہتا ہے کہ اگر دونوں ایک درجہ میں ہوں تو باقی ڈاڑھی صاف کرادوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے داڑھی کٹانا جائز نہیں[1] منڈانا حرام ہے[2] احکام کی وقعت ومحبت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ آدمی ناجائز چیز کو چھوڑ دے جائز کو اختیار کرے اس کا یہ کہنا کہ اگر دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں تو بقایا ڈاڑھی صاف کرادوں گا انتہائی جہالت کی بات ہے اس کو ہرگز ایسا نہ کہنا چاہئے اس کی تو ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی شخص دو تولہ غلاظت کھائے اور دوسرا دو چھٹانک کھائے اور پہلا شخص یہ کہے کہ اگر ہم دونوں ایک درجہ میں ہوں تو میں دو چھٹانک غلاظت کھالوں گا اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ شرعی احکام میں اس قسم کی ضد کرنا نہایت خطرناک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا

سوال:- (۱) ریش بچہ کے بالوں کو بالکل کتروانا کیا بدعت ہے؟

---

[1]..... أما الأخذ منها (أی اللحية) وهی دون ذٰلک کمایفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۱۸ ج۲، کتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من اللحية) فتح القدير ص۲/۳۴۷، کتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة، مطبوعه دارالفكر بيروت، حاشية الشلبی ص۱/۳۳۲، کتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطبوعه امداديه ملتان،

[2]..... يحرم على الرجل قطع لحيته (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۰۷ ج۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع)

(۲) نچلے ہونٹ کے قریب دونوں کناروں کے بال منڈوانا کیا بدعت ہے؟

(۳) جس کے ریش بچہ کے کناروں پر بال نہیں ہوتے تو رخساروں کی طرح وہاں خط بنوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جی ہاں۔[۱]

(۲) ہونٹ کے قریب کے بال دونوں کناروں سے منڈوانا تاکہ کھاتے پیتے وقت منہ میں نہ جائیں درست ہے۔[۲]

(۳) جب وہاں بال ہی نہیں تو خط بنوانا کس لئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[۱]..... ونتف المنكبين بدعة وهما جانبا العنفقة وهي شعر الشفة السفلىٰ. عالمگیری ص۳۵۸ج۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان الخ (مطبوعه كوئٹه) ردالمحتار على درالمختار زكريا ص۹/۵۸۳، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع، طحطاوى على المراقى الفلاح، ص ۴۳۱، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصرى،

[۲]..... ويأخذ من شاربه حتى يصير مثل الحاجب الخ، عالمگیری ص۳۵۸ج۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، البحر الرائق ص۸/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه، خانية على الهندية ص ۳/۴۱۱، كتاب الحظر والاباحة، فصل في الختان، مطبوعه كوئٹه، طحطاوى على المراقى ص ۴۳۰، كتاب الصلوة، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصرى،

مونچھ کا حلق کرنا

سوال:-مونچھ کا حلق کرنا کیسا ہے۔اگر حلق جائز ہے تو قصر اولیٰ ہے یا حلق؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حلق الشارب بدعة وقيل سنة. اھ درمختار ص ۳۵۸ ج ۵[1]۔اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ سنت ہے۔جو فعل سنت اور بدعت کے درمیان ہو اس کا ترک اولیٰ ہے[2]۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مونچھیں منڈانا

سوال:-مونچھوں کو استرے سے منڈانے کو علامہ شامی نے اپنی کتاب شامی میں جو جائز لکھا ہے وہ عبارت اور صفحہ وجلد صاف صاف مع ترجمہ اعراب لگا کر بھیجیں اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مستند حدیث کی عبارت بھی لکھیں اس کے بارے میں یہاں پر فتنہ عظیم برپا ہے ایک مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ بدعت ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ درمختار میں ہے۔حلق الشارب بدعة (مونچھ منڈانا بدعت ہے) حدیث میں ہے احفوا الشوارب (مونچھیں پست کراؤ)

---

[1]..... در مختار مع الشامی ص ۴۰۷ ج ۶، (مطبع کراچی) وص ۵۸۳ ج ۹، (مطبع زکریا دیوبند) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۰، کتاب الصلاة، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصری

[2]..... اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجح علی فعل البدعة الخ، شامی زکریا ص ۲/۴۰۹، باب مایفسد الصلاة، ومایکره فیها الخ، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة الخ،

الجواب حامداً ومصلیاً!

حلق الشارب بدعة وقيل سنة درمختار برحاشيه ردالمحتار المعروف بالشامی ص۳۵۸ ج۵[1]۔ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے۔ یہ دونوں قول ایک ہی کتاب میں ایک ہی جگہ موجود ہیں حدیث شریف میں حلق کا لفظ نہیں۔ جس کے معنی مونڈنے کے ہیں۔ بلکہ لفظ ''جـــزوا'' آیا ہے جس کی معنی خوب کاٹنے کے ہیں۔ ایک روایت میں ''احفوا'' آیا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہو جائیں۔ طحطاوی ص۲۸۷[2] اور شامی ص۱۵۵[3] ج۲ میں وہ روایتیں مذکور ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

مونچھیں مونڈنا

سوال:- حدیث شریف میں قص کا لفظ آیا ہے آج کل جو استرہ بلیڈ سے مونچھیں منڈائی جاتی ہیں یہ بدعت ہے بہت سے اہل علم کو بھی دیکھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے۔

---

[1]..... شامی ۴۰۷ ج۶ مکتبه کراچی ص۵۸۳ ج۹، (مکتبه زکریا) کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع،

[2]..... الاحفاء قریب من الحلق وأما الحلق فلم یرد بل کرهه بعض العلماء وراٰه بدعة، طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۴۳۰، (مطبوعه مصر) آخر باب الجمعة،

[3]..... عن ابن عمر عن النبی ﷺ أحفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ الشامی ص۳۹۸ ج۳، (مطبوعه زکریا) وکراچی ص۲۱۸ ج۲، کتاب الصوم، مطلب فی الأخذ من اللحیة. مسلم شریف ص۱۲۹ ج۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة. بخاری شریف ص۲/۸۷۵، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحیٰ الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

مونچھوں کے مونڈنے کے متعلق درمختار میں دو قول نقل کئے ہیں۔ حلق الشارب بدعة وقيل سنة الخ مشى عليه فى الملتقى وعبارة المجتبىٰ بعد مارمز للطحاوى حلقه سنته ونسبه الى ابى حنيفة وصاحبيه رحمة الله عليهم والقص منه حتى يوازى الحرف الاعلى من الشفة العليا سنة بالاجماع الخ شامی[1] ص۲۶۱ ج۵/ ایک قول سنت کا بھی ہے لہٰذا مونڈانے والے پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۸۹ھ

جواب صحیح ہے: استرہ سے مونڈنے یا بلیڈ سے حکم میں فرق نہ ہوگا۔ فقط

فقط بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور داڑھی کی مقدار

سوال:- رخسار وحلق کے بال چنوانا یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں۔ بعض آدمی کہتے ہیں کہ یہ داڑھی میں داخل نہیں نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ داڑھی مطلقاً نہ کٹانا چاہئے کیونکہ اعفاء مطلق ہے لہٰذا ایسی حدیث بیان فرمادیں جس سے مشت سے زائد کا کٹانا واجب یا مسنون ہونا ثابت ہو اور حدیث بھی قوی ہو جیسے اعفاء والی۔

---

[1]..... درمختار مع الشامى كراچى ص۴۰۷ ج۶، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، طحطاوى على المراقى الفلاح ص۴۳۰، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصرى، البحرالرائق ص۸/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الانهر مع مجمع الانهر ص۴/۲۲۶، كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

رخسار اور حلق کے بالوں کا چنوانا اور منڈوانا شرعاً درست ہے، نہ منڈوانا بہتر ہے۔ **ولا یحلق شعر حلقه وعن ابی یوسفؒ لابأس بذالک ولا بأس بأخذا الحاجبین وشعر وجهه مالم یتشبه بالمخنثین** اھ عالمگیری ج۵ص۳۵۸[1]۔ حدیث اعفاء کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا خود عمل امام محمدؒ نے کتاب الآثار ص۱۲۷ میں یہ نقل کیا ہے۔ **عن ابن عمرؓ انه کان یقبض علی لحیته ثم یقص ماتحت القبضة قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفةؒ** اھ۔ اسی وجہ سے عالم گیری ج۵ص۳۸۵[2] طحطاوی[3] ص۲۸۷ بذل المجہود شرح ابی داؤد ج۵ص۷۹[4] میں ڈاڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ تحریر کی ہے۔ **وبسط المسئلة فی ردالمحتار ج۲ص۱۷۴**[5]۔ **فی مفسدات الصوم**۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر ۶۳ھ

---

[1]..... **عالمگیری ص۵/۳۵۸، (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب التاسع عشر فی الختان الخ، طحطاوی علی المراقی ص۴۳۰، ۴۳۱، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، کتاب الآثار ص۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، مطبوعه کراچی، زیلعی ص۱/۳۳۲، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم الخ، مطبوعه امدادیه ملتان،**

[2]..... **ملاحظه هو حوالهٔ بالا.**

[3]..... **طحطاوی علی المراقی ص۴۳۰ (مطبوعه مصر) آخر باب الجمعة،**

[4]..... **بذل المجهود (مطبوعه یحیوی سهارنپور) کتاب الترجل،**

[5]..... **شامی ۳۹۸ ج۳، مطبع زکریا و کراچی ص۲۱۸ ج۲، کتاب الصوم، مطلب فی الأخذ من اللحیة، فتح القدیر ص۲/۳۴۷، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شلبی ص۱/۳۳۲، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم الخ، مطبوعه امدادیه ملتان،**

خط بنوانا

سوال:- زید نے موئے حلقوم کو استرے سے صاف کرالیا اس کا خیال ہے کہ یہ جائز ہے اور نیز کانوں کے پاس کے بال بھی اور رخسار پر سے استرے سے صاف کرالیتا ہے لہٰذا جواب سے سرفراز فرمائیں۔ نیز کنپٹی کے بال قینچی سے کم کرالیتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں۔

نوٹ:- زید ان تینوں جگہ کے بالوں کو صاف کرانا خط بنوانا تصور کرتا ہے اور عمر اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ولایحلق شعر حلقه وعن ابی یوسف رحمه اللّٰه لا بأس به اھ عالمگیری[1] **لا بأس بان یاخذ شعر الحاجبین وشعر وجهه مالم یتشبه بالمخنثین اھ** طحطاوی[2] اس سے معلوم ہوا کہ حلق کے بالوں کو نہیں مونڈنا چاہئے البتہ امام ابو یوسفؒ اجازت دیئے ہیں۔ رخسار کے بالوں کا مونڈنا یعنی خط بنوانا شرعاً درست ہے[3]۔ کان کے قریب جو ہڈی ہے اس

---

[1]..... عالمگیری ص۳۵۸ ج۵، (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، شامی زکریا ص۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، آخر باب الجمعة، مطبوعه مصری،

[2]..... طحطاوی علی المراقی ص ۴۳۱، مطبوعه مصر، باب الجمعة، البحر الرائق کوئٹه ص۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، شامی زکریا ص۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[3]..... البتہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہتر نہیں سمجھا ہے، اما الاشعار التی علی الخدین فلیست من اللحیة لغة وان کره الفقهاء اخذها لانه ان کان بالحدید فذلک یوجب الخشونة فی الخدین وان کان بالنتف فانه یضعف البصر، فیض الباری ص۴/۳۸۰، کتاب اللباس، باب قص الشارب، مطبوعه خضرراه دیوبند،

سے اوپر سر کا حصہ ہے اور نیچے ڈاڑھی کا حصہ ہے لہٰذا اوپر کا حصہ منڈوانا درست ہے اور نیچے کا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ ہذا ۲۴/۴/۶۴ھ

حلقوم کے بالوں کا حکم

سوال:- حضرت مفتی سعد اللہ صاحب کی کتاب ہدایۃ النور فارسی میں ہے اس کا ترجمہ مولانا عبد الغنی رسولوی بارہ بنکوی نے تنویر الشعور کے نام سے کیا ہے اس کتاب کے باب اول فصل دوم کے اندر جو ڈاڑھی کے مسائل میں ہے مرقوم ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی اور دونوں رخساروں کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اس ذیل میں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی سے حلقوم تک یعنی حلق کے اٹھے ہوئے حصے تک کے بال کیا قصر کئے جا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محترمی زید احترامہٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حلق کے جس حصے پر بھی جو بال ہوں ان کو صاف کرنا داڑھی کا کاٹنا نہیں ہے وہ داڑھی میں داخل نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۶ھ

---

[1]..... ولا یحلق شعر حلقه وعن ابی یوسف لابأس به الخ شامی زکریا ص۳۹۷ ج۳ کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطلب فی الفرق بین قصد الجمال وقصد الزینة، شامی زکریا ص۹/۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۸، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۴۳۱، باب الجمعة،

داڑھی بڑھانے اور موئے زیر ناف کاٹنے کی وجہ

سوال:۔ موئے زیر ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے، اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے، اس کی علت کیا ہے؟ اور کیا حکمت پوشیدہ ہے، یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے، جس کی نظر میں قرآن وحدیث کوئی چیز نہیں ہے، جسے مستدل بنا کر جوابدہی کی جائے، وہ سرے سے منکر ہے، لہٰذا عقل وہوش وخرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے، جس سے باطل کو خاموش کیا جاسکے، اور ناطقہ کو بند کردیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص بنیاد ہی کا منکر ہے، اس سے فروعی مسئلہ میں بحث کرنا قرین دانش مندی نہیں، بلکہ عقل وخرد کے تقاضے ہی کے خلاف ہے، ہاں اگر وہ محض اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن وحدیث کا منکر ہے اور اسکے سمجھ میں آنے پر قرآن وحدیث کو تسلیم کرنیکا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے، تو پھر اسکا جواب اہم ہوجائیگا، اور یہ محض فرعی نہیں رہیگا، بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کیلئے اس کو بنیاد قرار دیدیا جائیگا، یعنی اس مسئلہ کی علت وحکمت تو بہت معمولی ہے، اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہیکہ قرآن وحدیث اسکی نظر میں کوئی چیز نہیں، اگر اس مسئلہ کی حکمت اسکی سمجھ میں آ بھی گئی، تو اس کیلئے ذریعہ نجات نہیں، اور اسکی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی، وہ دس اعتراض اور بھی کرسکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث پر ایمان لے آئے تو ایسے مسائل خود بخود حل ہوجائینگے، اور انکی حکمتوں کو سمجھنا بہت آسان ہوجائیگا، اور نجات کا دروازہ کھل جائیگا، ورنہ اعتراض کے دریا میں غوطہ لگاتے لگاتے عمر ختم ہوجائے گی، اور ساحل تک نہیں پہنچ سکے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لایحل ان یتوقف امتثال احکام اذا صحت بها الرواية على معرفة تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثير من الناس فی معرفة کثير من المصالح (حجة الله البالغة ص ٦/مقدمه)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم:- خضاب کے احکام

خضاب کا حکم

سوال:- خضاب لگانا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو بعض اکابرین امت ایسا عمل کیوں کرتے ہیں جس سے عوام دلیل پکڑتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سرخ مہندی کا خضاب بلا کراہت درست ہے۔[1] سیاہ خضاب جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی معلوم ہو مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ مجاہد کو بحالت جہاد ارہاب اعداء کیلئے درست ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیوی کے سامنے تزئین کے لئے بھی گنجائش ہے۔ ممکن ہے کہ

[1]..... اما بالحمرة فهو سنة الرجال وسيما المسلمين. شامی زکریا ص۴۸۷ ج۱۰، وکراچی ص۷۵۶ ج۶، کتاب الحنثیٰ فی مسائل شتیٰ، عالمگیری ص ۵/۳۵۹، کتاب الکراهية، الباب العشرون فی الزينة الخ، مطبوعه کوئٹه، خانية علی الهندية کوئٹه ص ۳/۴۱۲، کتاب الحظر والاباحة، باب مايکره من الثياب والحلی والزينة،

سیاہ خضاب کرنے والے حضرات اس قول کی آڑ لیتے ہوں یا اور کوئی وجہ ہو وہ خود ہی اپنے فعل کی وجہ بیان کر سکتے ہیں، قال فی الذخیرة اما الخضاب بالسوا دللغزو لیکون اهیب فی عین العدوفهو محمود بالاتفاق وان لیزین نفسه للنساء فمکروه وعلیه عامة المشائخ وبعضهم جوزه بلاکراهة روی عن ابی یوسفؒ انه قال کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبها ان اتزین لها اھ۔(شامی ج۵ص۲۷۱[1])۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

داڑھی اور سر پر خضاب

سوال:- داڑھی یا سر کے بالوں پر مہندی یا دیگر قسم کا خضاب کرنا کیسا ہے؟ خلفاء راشدین میں سے کسی نے کیا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مہندی کا خضاب سر پر داڑھی پر مرض کی وجہ سے درست ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۱۱/۸۹ھ

---

[1]..... شامی ص:۶۰۵، ج:۹ (مطبع زکریا دیوبند) ومطبوعه کراچی ص:۴۲۲، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص:۳۵۹، ج:۵، کتاب الکراهیة، الباب العشرون فی الزینة الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[2]..... عن جابرؓ قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة ورأسه ولحیته کالثغامة بیاضاً فقال النبیﷺ غیر واهذا بشئ واجتنبوا السواد، مشکوٰه شریف ص:۳۸۰، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مسلم شریف ص:۱۹۹، ج:۲، کتاب اللباس، استحباب خضاب الشیب الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

مہندی کا خضاب

سوال:- مرد کو داڑھی میں مہندی یا خضاب یا تلوؤں میں گرمی دور کرنے کے لئے مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرد کو داڑھی میں خضاب لگانا، مہندی لگانا شرعاً درست ہے، ہاتھ پیر میں مہندی لگانا درست نہیں ہے[1]۔ گرمی دور کرنے کیلئے طبیب سے پوچھ کر کوئی اور چیز لگالے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۵ھ

---

[1]..... یستحب للرجل خضاب شعره ولحیته لا یدیه ورجلیه فانه مکروه الخ درمختار مع الشامی ص ۶۰۴ ج ۹، (مطبع زکریا دیوبند) ومطبوعه کراچی ص ۴۲۲ ج ۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۵/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الباب العشرون فی الزینة الخ، مطبوعه کوئٹه، نفع المفتی والسائل ص ۱۳۸، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق بالنوم الخ، مطبوعه یوسفی لکھنؤ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

ناخن کاٹنے کا بیان

تقلیم اظفار وغیرہ کی مدّت

سوال:- ایک شخص کو حاجت زیرناف بال بنانے کی ہوئی اور اس نے یہ حاجت پوری کی لیکن اسکی عقل میں یہ نہ آیا کہ یہاں تک کاٹے یعنی کل ادھر سے ادھر تک نیچے سے اوپر تک اب کاٹنے میں جان کر یعنی خود مجبور ہو کر نیچے سے کچھ بال دو چار چھوڑ دے یا انجان پنے سے خود بخود چھوٹ گئے بعد میں دیکھا ہو تو پھر کیا کر سکتا ہے جب کہ کاٹ چکا اور پاک وصاف ہو چکا۔ لہٰذا اب یہ بتانا چاہئے کہ آیا پھر کل بال کاٹے یا چھوڑ دے اور چالیس دن کے بعد کاٹے یا چالیسویں دن ضرور کاٹ لے یا نماز واقعی نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیا!

مستحب اور افضل یہ ہے کہ ان دو چار بالوں کو بھی صاف کر دے۔

افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ بال صاف کرے ورنہ پندرہ روز میں صفائی کرے۔ چالیس روز تک بال صاف نہ کرنا گناہ ہے۔ ایسے شخص کی نماز بھی مکروہ ہوتی ہے۔ **یستحب ان یقلم**

اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه فی کل اسبوع مرة يوم الجمعة افضل ثم فی خمسة عشريوماً والزائد علی الاربعين اثم طحطاوی ص۳۰۴[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۱۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۴/ذیقعدہ ۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مغرب بعد ناخن کاٹنا

سوال:- کیا مغرب بعد ناخن کاٹنا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے کسی فقہی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۳/۹۷ھ

---

[1]..... طحطاوی علی المراقی ص۴۲۸، (مکتبه مصر) کتاب الصلاة، باب الجمعة، درمختار علی الشامی زکریا ص۹/۵۷۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، سکب الانهر ص۴/۲۲۶، کتاب الکراهية، فصل فی المتفرقات،

[2]..... مغرب کے بعد ناخن کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حکی ان هارون الرشيد سأل ابايوسف رحمه الله تعالیٰ عن قص الاظافير فی الليل فقال ينبغی فقال ما الدليل علی ذلک فقال قوله عليه السلام الخير لا يؤخر الخ، عالمگیری ص۵/۳۵۸، کتاب الکراهية، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، مطبوعه الماجديه کوئٹه،

ناخن اور بال کا جلانا

سوال:- انسان کے ناخن اور بال وغیرہ کو جلانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو شہری عورتیں ان کو جو بال کنگھی سے نکلتے ہیں ان کو مکانات پختہ ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کر سکتے ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جلانا جائز نہیں۔ ایسی عورتیں کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر کہیں ڈالدیں۔ **وفی الخانیة ینبغی ان یدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره وان رماه فلابأس وکره القاؤه فی کنیف او مغتسل لان ذلک یورث داء وروی ان النبی ﷺ امر بدفن الشعر والظفر وقال لا تتغلب به سحرة بنی آدم اه ولا نهما من اجزاء الآدمی فتحترم اه طحطاوی**[1] ص ۲۸۷ لیکن بالوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

تم الجزء السابع والعشرون بحمد الله تعالیٰ

ویلیه الجزء الثامن والعشرون اوله بقیة کتاب الحظر والاباحة انشاء الله تعالیٰ

وصلی الله تعالیٰ

علیٰ خیر خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

---

[1]..... طحطاوی علیٰ المراقی ص ۴۳۱، (مطبوعه مصر) کتاب الصلاة، باب الجمعة، البحر الرائق ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۸، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم: زیورات اور زینت کے مسائل

فصل زول:- زیورات کا استعمال

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال:۔ بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے، نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کے زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوہ کو بعد عدت زیور کا کانچ کی چوڑی وغیرہ پہننا سب درست ہے[1]، جس زیور میں کفار وفساق کی مشابہت نہ ہو عورتوں کے لئے وہ سب درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا طلقت المرأة او ماتت عنها زوجها فاذا انقضت عدتها فلا جناح عليها ان تتزين وتتصنع وتتعرض للتزويج (تفسير ابن كثير ص۴۲۸/۱، سورۂ بقرہ آیت: ۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ، تفسیر مظہری ص ۳۳۰/۱، سورۂ بقرہ آیت: ۲۳۴، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دھلی،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا

سوال: ۔سکہ کا زیور بنوا کر اس پر سونے چاندی کا پانی چڑھواتے ہیں، تو اس کا استعمال مرد عورت پر درست ہے یا نہیں؟ مرد انگوٹھی اور بٹن اس کا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس پر سونے چاندی کا ملمع کر کے اس کا زیور بنوانا اور استعمال کرنا عورتوں کے لئے درست ہے، مرد کو صرف ایک انگوٹھی کی مقدار وزن میں اجازت ہے، وہ بھی چاندی کا بٹن تابع ثوب اس میں توسع ہے، مرد کے لئے بھی اجازت ہے، ''ولا یتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقا الا بخاتم لایتختم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وفی الحاوی القدسی الا الخاتم قدر درهم ولا بأس بازرار الدیباج والذهب لا بأس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیه فضة والبس بفضة حتی لا یریٰ اھ (درمختار[1] وشامی)

محض معمولی پانی اگر سونے چاندی کا ہو تو وہ کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱/۹۳ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] یباح للنساء من حلی الذهب والفضة والجواهر کل ماجرت عادتهن بلبسه کالسوار والخلخال والقراط والخاتم ومایلبسه علیٰ وجوههن وفی اعناقهن وایدیهن وارجلهن وآذانهن الخ اعلاء السنن ج۱۷/ص۲۹۴/ کتاب الحظر والاباحة اعتبار عادة اهل النواحی فی باب التشبه (مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص۵۱۱-۵۱۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص ۱۹۱/۸، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چوڑیاں پہننا

سوال:۔ چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے[1] (صرف عورتوں کے لئے مردوں کو منع ہے) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

آواز دار چوڑی پہننا

سوال:۔ رسالہ مولوی میں تحریر تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو چوڑی پہننا چاہئے، اور مہندی لگانا چاہئے، اس کی آواز سے برکت ہوتی ہے، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کے لئے مہندی لگانے کا حکم احادیث میں موجود ہے، کذافی مشکوٰۃ باب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، زیلعی ص ۶/۱۶، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، امدادیه ملتان، هندية کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهية، الباب التاسع فی اللبس، اعلاء السنن ص ۱۷/۳۲۳، کتاب الحظر والاباحة، قبیل باب خاتم الحدید، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] یباح للنساء من حلی الذهب والفضة والجواهر کل ماجرت عادتهن بلبسه کالسوار والخلخال والقرط والخاتم ومایلبس علی وجوههن وفی اعناقهن وایدیهن الخ اعلاء السنن، ج۱۷/ ص ۲۹۴/ (مطبوعه امدادیه مکه مکرمه) کتاب الحظر والاباحة، اعتبار عادة اهل النواحی فی باب التشبه.

الترجل، ص۳۸۳؍[1] مگر آواز دار چوڑی کے متعلق روایت مسئولہ میں نے نہیں دیکھی، آواز دار جلاجل اور جرس کی ممانعت حدیث شریف میں صراحۃً آئی ہے!''عن ابن الزبیر ان مولاۃً لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الیٰ عمر ابن الخطابؓ وفی رجلھا اجراس فقطعھا عمر وقال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول مع کل جرس شیطان رواہ ابوداؤد وعن بنانۃ مولاۃ عبدالرحمن ابن حیان الانصاری کانت عند عائشۃؓ اذا دخلت علیھا بجاریۃ وعلیھا جلاجل یصوتن فقالت لاتدخلنھا علیَّ الا ان تقطع جلاجلھا سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول لاتدخل الملائکۃ بیتاً فیہ جرس رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ شریف ،باب النعال، ص ۳۷۹؍''[2] سوال والی حدیث سے پہلے یہ دونوں حدیثیں ہیں، مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں دیکھ لیجئے روایت مسئولہ کے الفاظ اور حوالہ اگر رسالہ مولوی میں ہو نقل کیجئے، تاکہ اسکی تحقیق کی جاسکے رسالہ'' مولوی'' اہل علم کا رسالہ نہیں کہ اس کی نقل کردہ ہر روایت اور ہر مسئلہ قابل اعتماد ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن عائشۃ قال اومت امرأۃ من وراء ستر بیدھا کتاب الیٰ رسول اللّٰہ ﷺ فقبض النبی ﷺ یدہ فقال ماادری ایدرجل ام ید امرأۃ قالت بل ید امرأۃ قال لوکنت امرأۃ لغیرت اظفارک یعنی بالحناء. مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۳؍ باب الترجل الفصل الثانی، مطبوعہ درالکتاب دیوبند،

ترجمہ:-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے ہاتھ نکال کر یہ اشارہ کیا کہ اسکے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے، یا عورت کا؟ اس عورت نے کہا کہ یہ ہاتھ عورت کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کے رنگ کو بدل دیتی یعنی ان پر مہندی لگاتی۔

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۹، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الخاتم الفصل الثانی، (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

نائلون، پلاسٹک وغیرہ کی چوڑیاں عورتوں کا استعمال کرنا

سوال:۔ (۱) نائیلون، پلاسٹک اور کانچ کی چوڑیوں کا استعمال عورتوں کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) درست ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۵ھ

شادی میں دلہن کو پوت کا ہار پہنانا

سوال:۔ عورتوں کو شادی کے بعد کچھ پہنانا ضروری ہے عوام میں مشہور ہے کہ کالی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی ان کی لڑکی کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئی، لڑکی کے پاؤں میں گھونگرو تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان گھنگروؤں کو کاٹ ڈالا، اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر بجنے والی چیز کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن حیان انصاریؓ لونڈی بنانہ روایت کرتی ہیں کہ وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر تھی، کہ ان کے پاس ایک چھوٹی سی لڑکی لائی گئی، جو گھونگرو پہنے ہوئی تھی، اور وہ بج رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے اس عورت سے جو لڑکی کو لائی تھی، فرمایا اس لڑکی کو میرے گھر میں اس وقت تک نہ لانا جب تک ان گھونگروؤں کو کاٹ کر پھینک نہ دے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جس گھر میں باجہ بجنے والی چیز ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] یباح للنساء من حلی الذهب والفضة والجواهر کل ماجرت عادتهن یلبسه کالسوار والخلخال والقرط والخاتم ومایلبسه علیٰ وجههن وفی اعناقهن وایدیهن الخ اعلاء السنن ج۱۷/ ص۲۹۴/ کتاب الحظر والاباحة، اعتبار عادة اهل النواحی فی باب التشبة، (مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

پوت جنت سے آئی ہے، جو بی بی فاطمہ کے گلے میں تھی کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کو گلے میں لچھہ پہننا بھی درست ہے یعنی گلے میں پوت کا ہار پہننا جائز ہے[1]، یہ بات کہ جنت سے یہ ہار آیا ہے، بے اصل ہے اور غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پھولوں کا ہار اور گجرے کا استعمال

سوال:۔ پھولوں کا ہار بنا کر اور پھولوں کا گجرا وغیرہ بنا کر ہاتھوں اور گلے میں پہننا شوقیا یا گول بنا کر ڈالیں، اور عورتوں کو پھولوں کا ہار بنا کر چوٹی وغیرہ میں ڈالنا کیسا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ پھولوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مردوں کے لئے نہ ہار کی اجازت ہے نہ گجرے کی[2]، البتہ خوشبو کے لئے ہاتھ میں لینے

---

[1] یجوز للنساء لبس انواع الحلی کلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاویذ والقلائدوغیرها (اعلاء السنن ج۱۷/ ص۲۹۳/ کتاب الحظر والاباحة ،الباب الاول، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه)

[2] البحث الثانی ان النهی عن خاتم الحدید وغیره مخصوص بالخاتم او شامل لسائر الحلی منها فلم ار نصا فیه فی کلام الفقهاء الا ان الحدیث وکلام الفقهاء یرشد ان الی عدم الاختصاص لان النبی ﷺ قال مالی اری علیک حلیة اهل النار؟ وقال مالی اری منک ریح الاصنام فدل ذلک علی انه غیر مخصوص بالخاتم بل یشمل کل حلیة من الحدید او الشبه النحاس والصفر الخ، (اعلاء السنن ص ۳۳۰/۱۷، کتاب الحظر والاباحة، باب خاتم الحدید وغیره، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه) مردوں کے لئے ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ہار گجرے وغیرہ ہندوانہ رسم ہے جس کا ترک کرنا لازم ہے، من تشبه بقوم فهو منهم، (مشکوة شریف ص ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

اور پاس رکھنے کی اجازت ہے، عورتیں زینت کے لئے سونے اور چاندی کے ہار اور دیگر زیورات استعمال کرسکتی ہیں، پھول کے ہار بھی استعمال کرسکتی ہیں[1]

تنبیہ:۔عورتیں مہکتی ہوئی خوشبو کے ساتھ گھر سے نکل کر نامحرموں کے قریب سے نہ گزریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ

زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا

سوال:۔عورتیں جو زیور پہننے کے لئے ناک اور کان میں سوراخ کرتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز ہے۔ ”**لابأس بثقب اذن البنت وهل تجوز الخزاء فی الانف لم اره اھ درمختار قلت ان كان مما يتزين به النساء كماهو فی بعض البلاد فهو فيها**

---

[1] **يجوز للنساء ليس انواع الحلی كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطرق والعقدوالتعاويذ والقلائد وغيرها، (اعلاء السنن ج۱۷/ص۲۹۳/ كتاب الحظر والاباحة، باب حرمة الذهب علی الرجال وحله للنساء)**

[2] **قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ان المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی كذا وكذا يعنی زانية، مشكوٰة شريف ص۹۶/ باب الجماعة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)**

ترجمہ:-رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت جب خوشبو لگا کر مجلس سے گذرتی ہے تو وہ ایسی ہے ویسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

کثقب القرط . شامی، ج ۵/ص ۳۷۱/[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

لڑکیوں کے کان چھیدنا

سوال: ۔لڑکیوں کو کان چھیدوانا مسنون ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لابأس بکی البهائم للعلامة وثقب اذن الطفل من البنات لانهم کانوا یفعلونه فی زمن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من غیر انکار اھ شامی، ج ۵/ص ۲۷۶/.[2]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے کان میں بالی وغیرہ کے لئے سوراخ کرنا درست ہے، نفع المفتی[3] والسائل ،ص ۱۳۷/ میں ناک کے سوراخ کو بھی کان پر قیاس کرتے ہوئے جائز لکھا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴/۲/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/صفر

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ج ۹/ص ۶۰۲/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، نفع المفتی والسائل ص ۱۳۵، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق بالنوم والقیام والقعود والکلام والختان ومایتعلق باللحیة والضیافة والعیادة وغیرها من افعال العباد، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ،

[2] شامی زکریا ج ۹/ص ۵۵۸/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. هندیة کوئٹه ص ۵/۳۵۷، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان الخ،

[3] نفع المفتی والسائل ص ۱۲۷/ مایتعلق بالنوم والقیام الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

لڑکیوں کے ناک کان چھیدنا

سوال: -لڑکیوں کے کان اور ناک چھیدنا کیسا ہے و نیز ناک اور کان میں جو سوراخ لگائے جاتے ہیں اس میں کتنے سوراخ لگانا احسن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناک کان چھید کر لڑکیوں کو زیور پہنانا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۱۳ھ

---

[1] لابأس بثقب أذن الطفل من البنات وهل يجوز الخزام فى الأنف لم أره قلت ان كان مايتزين النساء به كمافى بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط الخ درمختار مع الشامى ص ۶۰۲ ج ۹ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الحظر والا باحة، فصل فى البيع، نفع المفتى والسائل ص ۱۲۶، مايتعلق بالنوم والقيام الخ، يجوز ثقب اذن البنات وختان النساء الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فى الختان والخصاء الخ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم:- انگوٹھی کا بیان

سونے چاندی کی انگوٹھی

سوال:۔سونے چاندی کی انگشتری اور بوتام بنانا شریعت میں جائز ہے؟ یا ممنوع ہے؟ اگر جائز ہے تو کتنا سونا چاندی جائز ہے، مرد وعورت کے لئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے چاندی کی انگشتری بنانا شرعاً درست ہے، البتہ مرد کو صرف چاندی کی انگشتری کی اجازت ہے، وہ بھی ایک مثقال سے کم[1]، عورت کیلئے کوئی قید نہیں ہے، اس کیلئے سونے کی

---

[1] ولا یتختم ای الرجل الا بالفضة ولایزیده علی مثقال الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص۵۱۷-۵۲۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص ۸/۱۹۱، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، تبیین الحقائق ص ۶/۱۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

بھی اجازت ہے[1]، اور وزن میں بھی جس قدر چاہے استعمال کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

چاندی وغیرہ کی انگوٹھی

سوال: ۔مرد کو سونا، چاندی، پیتل، لوہے ۶-۷/آنے بھر تک استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد کو صرف چاندی کی انگوٹھی ساڑھے تین ماشہ کی مقدار درست ہے، اس کے علاوہ کسی دھات کی انگوٹھی مرد کیلئے درست نہیں، کذافی الدر المختار[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] یجوز للنساء لبس انواع الحلیٰ کلها من الذهب والفضة کالخاتم والحلقة الخ اعلاء السنن ج۱۷/ص۳۱۷/ کتاب الحظر والاباحة. باب ماجاء فی الرخصة فی التختم بخاتم الذهب والفضة للنساء، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، مجمع الانهر ص۱۹۶/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] ولایتحلی الرجل بذهب ولایتختم الا بفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفرو زجاج وغیرها ولایزیده علیٰ مثقال الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۵۱۷-۵۲۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص۱۹۱/۸، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، تبیین الحقائق ص۱۶/۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

چاندی کی انگوٹھی

سوال:۔ انگشتری کی چاندی جس کا وزن ۶/ ماشہ ہے کیا اس کو آدمی پہن سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر پہن سکتا ہے تو کس وزن کی پہن سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بادشاہ وقاضی اور متولی وغیرہ کو مہر لگانے کے لئے انگشتری چاندی کی جائز ہے، جس کا وزن ۴/ ماشہ سے کم ہو اوروں کے لئے مناسب نہیں "**وترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجة الیه مکتول افضل وفی البستان عن بعض التابعین لایتختم الا ثلاثة امیر او کاتب او احمق**[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے

سوال:۔ سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ ریڈیو، گانا بجانا، ناٹک، قوالی، جھوٹی خبریں خود سننا اور اپنے اہل وعیال کو سنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے[2]، ریڈیو پر امورِ مسئولہ کو سننا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۲۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس بحر کوئٹہ ص ۱۹۱/۸، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، تبیین الحقائق ص ۶/۱۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

انگوٹھی میں سونے کا نگ

سوال: ۔مرد انگوٹھی میں سونا بطور نگینہ کے استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے،تو **ھدایہ کتاب الکراھیۃ** کی عبارت ''**والحلقۃ ھی المعتبرۃ لان قوام الخاتم بھا ولا معتبر بالفص حتی یجوز ان یکون من حجر الخ**'' کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداومصلیاً

چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز قرار دی گئی ہے،اوراس کا وزن متعین کردیا گیا کہ اس سے زائد نہ ہو،اس مسئلہ کے ذیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حلقہ اور نگینہ کا مجموعی وزن اتنا ہونا مراد نہیں، بلکہ وزن کی یہ تحدید حلقہ کے لئے ہے،لہٰذا اگر صرف حلقہ کا اتنا وزن ہواور نگینہ مثلاً پتھر کا ہو کہ مجموعہ کا وزن زیادہ ہوجائے ،تب بھی درست ہے، اگر نگینہ پتھر کا ہوتو اس کی اجازت دی گئی ہے ،اگر حلقہ پتھر کا ہوتو اس کو منع کیا گیا ہے، اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کی کیل ہو،تو اس کی بھی ممانعت نہیں،اگر کسی اور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کے لئے ممنوع ہو،تو اس کی بھی ممانعت نہیں۔

(حواشی صفحہ گذشتہ) ۲ ولایتختم الابالفضۃ لحصول الاستغناء بھا فیحرم بغیرھا (قولہ بغیرھا) نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن خاتم الذھب فعلم ان التختم بالذھب والحدید والصفر حرام .الدر مع الرد ج۹/ص ۵۱۷/ زکریا کتاب الحظر والاباحۃ. فصل فی اللبس، بحر کوئٹہ ص ۱۹۱/۸، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس،

۳ استماع صوت الملاھی کضرب القصب ونحوہ حرام، الدر مع الشامی زکریا ص ۵۰۴، کتاب الحظر والاباحۃ، قبیل فصل فی اللبس، بزازیۃ علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۶/۳۵۶، کتاب الکراھیۃ، الثالث فیما یتعلق بالمناھی، فتح القدیر ص ۱۴، ۱۰/۱۶، کتاب الکراھیۃ، قبیل فصل فی اللبس، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

”ثم الحلقة فی الخاتم هی المعتبرة لان قوام الخاتم بها ولا معتبر بالفص حتی انه یجوز ان یکون حجراً اوغیره کذافی السراج الوهاج ولابأس بسد ثقب الفص بمسمار الذهب کذافی الاختیار شرح المختار عالمگیری ،ج۴/ص ۱۰ /[1] ولایتختم الا بالفضة وهذا نص علی ان التختم بالحجر والصفر حرام هدایة والمسئلة مذکورة تکملة فتح القدیر ،ج۸/ص ۹۶ /[2] بحر الرائق،ج۸/ص۱۹۱/[3] و تبیین الحقائق ج۶/ ص ۱۶ /[4]، چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے،اس لئے اگر وہ سونے کا ہوتو گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسے ازرارِثوب کی اجازت ہے[5]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کئی نگ والی انگوٹھی

سوال:۔انگوٹھی جس میں کئی نگ ہوں یا ایک ہی نگ کی دوتین انگوٹھی انگلیوں میں پہننا کیسا ہے؟اورایسی انگوٹھیاں پہنے ہوئے نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ایسی نگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہوں حرام ہے[6]،ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ

---

[1] عالمگیری ج۵/ص۳۳۵/ کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة.

[2] فتح القدیر ج۹/ص۴۵۷/ کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس (مطبوعه رشیدیه کویٹه)

[3] البحرالرائق ج۸/ص ۱۹۱/ مطبوعه الماجدیه کویٹه، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس.

[4] تبیین الحقائق ج۶/ص ۱۶/ مطبوعه امدادیه ملتان، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس.

[5] لابأس بازرار الدیباج والذهب (الدرمع الشامی زکریا ص ۹/۵۱۰، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، اعلاء السنن ص۱۷/۳۲۳، کتاب الحظر والاباحة، قبیل باب خاتم الحدید وغیره، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه، هندیه کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پہنے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۷/۹۶ھ

انگوٹھی اور گھڑی کی چین

سوال:۔ ”فی الجامع الصغیر ولا یتختم الا بالفضة وهذا نص علی ان التختم بالحجر والحدید والصفر حرام ورأی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیٰ رجل خاتم صفر فقال مالی اجدمنک رائحة الاصنام ورأی علیٰ اٰخر خاتم حدید فقال مالی اری علیک حلیة اهل النار هدایة اخیرین ،ص ۴۴۲/کتاب الکراهیة مجتبائی)

مذکورہ بالا احادیث میں نہی اور ممانعت صرف تختم تک محدود ہے یا چاندی سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے،خواہ وہ چیزیں خاتم کی شکل میں ہوں، یااور کسی زیور کی شکل میں ،اگر یہ نہی صرف تختم تک محدود نہیں ،تو پھر آج کل اسی سے گھڑیوں کے لئے عموماً چین استعمال کی جاتی ہے، جو سفید ہے یا سنہری، بہرصورت وہ مختلف قسم کی دھاتوں سے تیار ہوتی ہے،لہٰذا سوال یہ ہے کہ اس قسم کی چین مذکورہ بالا احادیث نہی کے تحت داخل ہوکر ممنوع ہے یا نہیں؟

(۲) آج کل عورتوں اور بالخصوص بچیوں کے لئے اکثر پیتل،رولڈ گولڈ یا مختلف قسم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۶ اما لوله فصان أو اکثر حرم الخ شامی زکریا ج۹/ص ۵۲۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس. هندیة کوئٹه ص ۵/۳۳۵، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب، مجمع الانهر ص ۴/۱۹۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

کی دھاتوں سے بنے ہوئے زیورات مثلاً چوڑیاں، ہار، ایرنگ وغیرہ مستعمل ہوتے ہیں، اسی طرح آج کل عینک کے اندر پلاسٹک کے علاوہ اسٹیل وغیرہ کی جو سفید یا سنہری فریم استعمال کی جاتی ہیں، کیا یہ سب چیزیں بھی مذکورہ بالا حدیث نہی کے تحت داخل ہوکر ممنوع اور ناجائز ہیں؟ اگر ناجائز ہیں تو آج کل عموم بلویٰ کے پیش نظر اس میں گنجائش کا پہلو ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ولایتحلی الرجل بالذهب والفضة الابالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة (متن كنز) قوله من الفضة قيد للمذكور جميعه عينى (شلبى على هامش الزيلعى ج۶/ص۱۵[1]) ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً الا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها اى الفضة اذالم يردبه التزين (درمختار)قوله ولايتحلى اى لا يتزين قوله اذالم يردبه التزين الظاهر ان الضميرفى به راجع الى الخاتم فقط لان تحلية السيف والمنطقة لاجل الزينة لابشئ اٰخر بخلاف الخاتم ويدل عليه مافى الكفاية حيث قال قوله الا بالخاتم هذا اذالم يرد به التزين (ردالمحتار ،ج۵/ص۳۱۴/) التختم بالذهب والحديد والصفر حرام والتختم بالذهب والحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء (شامى ج۵/ص۳۱۵/[2]) ولايتختم رجل ولاامرأة بحجرولا صفر ولاحديد ولاغيرالا الفضة وقيل مباح التختم بالحجر الخ (سكب الانهر ، ج۲/ص ۵۳۶/[3])

---

[1] حاشية الشلبى على زيلعى ۶/ص۱۵/كتاب الكراهية باب اللبس، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] درمختار مع الشامى زكريا ج۹/ص۵۱۷/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى اللبس،

[3] سكب الانهر على مجمع الانهر ج۴/ص۱۹۷/ (مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الكراهية، فصل فى اللبس،

عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ تختم دوسری دھاتوں کی مرد وعورت سب کے لئے منع ہے، عورت کے لئے ذہب وفضہ دونوں کی اجازت ہے، مرد کے لئے تحلی یعنی تزین خواہ بشکلِ خاتم ہو یا کسی اور شکل میں ہو، صرف فضہ مخصوص مقدار تک درست ہے، حلیۃ السیف والمنطقہ کی بھی قیود کے ساتھ اجازت ہے، جوشن کی بھی حرب میں اجازت ہے، دستی گھڑی کی چین ذہب وفضہ کے علاوہ جس دھات کی بھی ہو وہ خاتم کے حکم میں نہیں، یہ متعین نہیں کہ یہ حلیہ ہی ہے، اقرب یہ ہے کہ اس کا حال جیبی گھڑی کی طرح ہے، کہ وہ حلیہ نہیں، مشبہ بالحلیہ ہونے کی وجہ سے بھی حرمت کا فتویٰ محتاج دلیل ہے، احتیاط کی جائے تو وہ اقرب الی الورع ہے۔

(۲) ان میں کوئی چیز ممنوع نہیں، فتاویٰ رشیدیہ[1] میں عورتوں کو ہر قسم کے زیورات کی اجازت دی ہے، عینک بھی حلیہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۸ھ

انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے

سوال:۔ انگوٹھی (انگشتری) اور واچ (گھڑی) سیدھے ہاتھ میں پہننا سنت ہے یا بائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھڑی ہاتھ میں پہننے کو سنت کہنا غلط ہے، پھر داہنے بائیں کا سوال سنت کی حیثیت

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ مبوب ج ۲/ص ۱۰۹/ جواز ومرمت کے مسائل (مطبوعہ دیوبند)

سے بے محل ہے، انگوٹھی (وزن محدود میں) جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتا ہے، کوئی قید نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

---

[1] وفی غایة البیان قدسوی الفقیه ابواللیث فی شرح الجامع الصغیر بین الیمین والیسار وهوالحق الخ شامی زکریا ج۹/ص ۵۱۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص:۱۶، ج:۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص:۱۹۷، ج:۴، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

گھڑی کا بیان

گھڑی باندھنا کیسا ہے؟

سوال:۔ اسلام میں چاندی کے علاوہ اور چیزیں حرام ہیں، تو گھڑی ہم لوگ استعمال کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ہر چیز لوہے کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھڑی اگر زیور کے طور پر ہاتھ میں نہ باندھی جائے، بلکہ وقت دیکھنے کے لئے ہو جیسا کہ وہ اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے، تو ممنوع نہیں، جس طرح لوہے کا خود اور تلوار اور زرہ پہننا اور لگانا ممنوع نہیں، کیونکہ وہ زیور نہیں بلکہ ضرورت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لکن ذکر الشئی لاینافی جریان الحکم علیٰ غیرھٰذاالشی عند وجود العلة وھی الحاجة والضرورة الخ مجمع الانھر ج۴/ص۱۹۸/ کتاب الکراھیة فصل فی اللباس، (مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے

سوال:- کلائی کی گھڑی کے استعمال میں مرد اور عورت یکساں ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ بحوالۂ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ اس کا مرد وعورت میں عام رواج ہو کوئی تخصیص کسی کی نہ ہو تو وہاں ہر دو کا حکم ایک ہے اور جس جگہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہو عورتیں عام طور پر استعمال نہ کرتی ہو وہاں عورتوں کو ناجائز ہے کیونکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ تشبہ کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ کذا فی المشکوٰۃ ص ۳۸۰[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف

گھڑی کس ہاتھ میں؟

سوال:- کچھ لوگ بائیں ہاتھ کے بجائے داہنے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں، اور کچھ لوگ دائیں ہاتھ میں، کس ہاتھ میں گھڑی پہننا بہتر ہے؟

---

[1]..... **قال النبی ﷺ لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال.**

ترجمہ:- نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نیان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

کیا کسی مخصوص ہاتھ میں گھڑی باندھنا غیروں کا شعار ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہئے،[1] ورنہ دونوں میں سے جس میں دل چاہے استعمال کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ

سوال:۔ گھڑی پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گھڑی کا کیس ڈائل وچین سونے کی بنوانا یا سونے کا پانی چڑھوانا، یا پین کا نب سونے کا بنوانا اور قمیص وکرتے وغیرہ کا بٹن سونے چاندی کا بنوانا کیسا ہے؟ رولڈ گولڈ کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقت معلوم کرنے کے لئے تاکہ ہر کام کا نظام صحیح رہے، اور اپنے وقت سے نہ ہٹے اور وقت ضائع نہ ہو تو گھڑی رکھنا درست ہے، اور ہاتھ میں باندھنا بھی درست ہے، مگر کیس ڈائل چین سونے کا نہ ہو،[2] سونے کا پانی اس میں ہو تو مضائقہ نہیں[3]، چاندی سونے کا بٹن کپڑے

---

[1] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلافى اللباس وغيره اوالفساق اوالفجار فهو منهم اى فى الاثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ، مرقات ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه اصح المطابع بمبئى) كتاب اللباس الفصل الثانى،

[2] ولايتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاالخ درمختار على الشامى زكريا ، ج۹/ص ۵۱۶/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فى اللبس، بحر كوئٹه ص ۱۹۰/۸، كتاب الكراهية، فصل فيا للبس، مجمع الانهر ص ۱۹۶/۴، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں اس طرح ہو جیسے گھنڈی کہ جدا نہ ہو سکے، تو وہ تابع ثوب قرار دے کر درست ہے[1]، رولڈ گولڈ کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، اگر وہ سونا چاندی نہیں اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی ہے تو اس کا حکم آ چکا، قلم کے نب پر اگر سونے کا پانی ہو تو وہ بھی درست ہے[2]، خالص سونے کا نہ ہو[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم

سوال: ۔گھڑی کا کیس چاندکا ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3] اما التمویه الذی لا یخلص فلا بأس به بالاجماع لانه مستهلک فلا عبرة ببقائه لونا، شامی کراچی ص ۶/۲۴۴، کتاب الحظر والاباحة، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۳۵، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، تبیین الحقائق ص ۶/۱۱، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۸/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] لابأس بعروة القمیص وزره من الحریر لانه تبع وفی التاتارخانیة عن السیر الکبیر لابأس بأزرار الدیباج والذهب الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۱۵/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس، مجمع الانهر ص ۴/۱۹۴، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، اعلاء السنن ص ۱۷/۳۲۳، کتاب الحظر والاباحة، قبیل باب خاتم الحدید وغیره، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه،

[2] ملاحظه هو حاشیه: ۲/

[3] ملاحظه هو حاشیه: ۱/

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۳ھ

گھڑی کی چین

سوال:۔ زید نے گھڑی میں فیتے کی چین باندھ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہوگئی یا نہیں چین وہی ہے، جو آج کل عام گھڑیوں میں استعمال ہوتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فیتہ گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے، یہ کوئی حلیہ زیور نہیں، اسی طرح چین گھڑی کی حفاظت کے لئے استعمال کی جاتی ہے، یہ بھی زیور نہیں، مروجہ چین جو کہ نہ چاندی کی ہے، نہ سونے کی، گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ فیتہ باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] الحاصل أن الذهب لايحل للرجال مطلقاً لااستعمالاً ولااتخاذاً ولا تضبيباً ولاتمويها وكذا الفضة الافى التضبيب والخاتم وتحلية الة الحرب الخ اعلاء السنن ،ج۱۷/۳۲۵/ كتاب الحظر والاباحة قبيل باب خاتم الحديد وغيره (مطبوعه مكه مكرمه) مجمع الانهر ص۱۹۴ ، ج:۴، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۹۰ ، كتاب الكراهية،

[2] بقى الكلام فى بندالساعة الذى تربط ويعلقه الرجل بزرثوبه والظاهرانه كبند السبحة الذى تربط الخ، شامى زكريا ج۹/ص۵۱۰/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى اللبس،

گھڑی کی زنجیر کا استعمال کرنا

سوال:۔ گھڑی کی زنجیریں بعض لوہے کی ہوتی ہیں، اور بعض پیتل وغیرہ کی اور جس کو ہم اسٹیل کہتے ہیں، وہ بھی ایک قسم کا لوہا ہوتا ہے، تو ایسی زنجیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں، اور اس طریقہ سے سونے کا پانی چڑھائی ہوئی، گھڑی یا چین کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوہا یا رانگ اور پیتل وغیرہا کی انگوٹھی پر حدیث سے نکیر آئی ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاً الا بخاتم ومنطقة وحیلة سیف منها ولایتختم بغیرها وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرها (درمختار) وقال الشامی لابأس بان یتخذ خاتم حدید قدلوی علیه فضة والبس بفضة حتی لایری (شامی نعمانیة تاتارخانیة، ج۵/ص ۲۳۰/[1] وفی الجوهرة واما الاٰنیة من غیر الفضة والذهب فلابأس بالاکل والشرب فیها والا نتفاع بها کالحدید والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطین (شامی[2] ج۵/

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص ۳۶۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص ۸/۱۹۰، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، تبیین الحقائق ص ۶/۱۵، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] شامی کراچی ج۶/ص ۳۴۳/ کتاب الحظر والاباحة، بحر کوئٹه ص ۸/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، تبیین الحقائق ص ۶/۱۰، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، مطبوعه امدادیه ملتان،

ص ۲۱۸/) والخلاف فی المفضض اما المطلی فلابأس به بالاجماع (درمختار) والخلاف فی المفضض ارادبه مافیه قطعة فضة والاظهر عبارة العینی وغیره وهی هذا الاختلاف فیما یخلص واما التمویه الذی لایخلص فلا بأس به بالاجماع لانه مستهلک فلا عبق ببقائه لونا (شامی[1] ج۵/ ص ۲۱۹) عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ حلیہ اور غیر حلیہ میں فرق ہے اوّل صرف فضہ کے محدود وزن میں مرد کے لئے درست ہے، اگر لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کے پتر چڑھائے جائیں، جس سے لوہا مستور ہوجائے، تو وہ بھی چاندی کے حکم میں ہوکر درست ہے، چاندی کا محض پانی اگر اس میں ہوتو وہ درست نہیں، وہ پانی مستہلک ہے، اور لوہے کے تابع ہے، غیر حلیہ میں اوانی جدیدہ کی اجازت ہے، اگر ان پر چاندی کا پانی ہوتو ان کی بھی اجازت ہے، گھڑی کی زنجیر اگر بمقصد حلیہ استعمال کی جائے، تو اس پر حلیہ کا حکم ہوگا، ورنہ غیر حلیہ کا ہر دو کی تفصیل مع دلیل وعبارت نقل کردی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۵/۳/۸۴ھ

گھڑی میں کسی دھات کا پٹہ

سوال:۔ کلائی گھڑی میں اسٹیل یا رولڈ گولڈ یا کسی اور دھات کا پٹہ لگانا کیسا ہے؟ اور ایسا پٹہ باندھے ہوئے نماز پڑھنے یا پڑھانے کا کیا حکم ہے؟

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص ۳۴۴/ کتاب الحظر والاباحة، بحر کوئٹه ص ۸/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، تبیین الحقائق ص ۶/۱۱، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب، مطبوعه امدادیه ملتان،

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے، اس سے نماز بھی درست ہے، یہ زیور نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] بقی الکلام فی بندالساعة الذی تربط ویعلقه الرجل بزرثوبه والظاهر انه کنبدالسبحة الذی تربط الخ، شامی زکریا ج۹/ص۵۱۰/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس فتاویٰ احیاء العلوم ص۲۵۸/ (مطبوعه مبارکپور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم
اشیاءِ زینت

بالوں، ہونٹوں پر سرخی

سوال:۔ کیا عورتیں بنے ہوئے لمبے بالوں، ہونٹوں پر سرخی اور آنکھوں کے پلکوں پر رنگ کر کے نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ سرخی ایسی ہے جس نے بالوں اور ہونٹوں کو ڈھانک لیا اور طہارت میں پانی وہاں نہیں پہونچتا تو طہارت ناممکن رہے گی اور نماز نہیں ہوگی[1] اگر کسی دوسرے بنے ہوئے بالوں میں لگائیں تو اس سے طہارت ناممکن نہیں رہے گی لیکن دوسرے بال اپنے بالوں میں اس طرح لگانا تاکہ اصلی بال معلوم ہوں درست نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] وان صلباً منع وهو الاصح (در مختار) لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج، شامی زکریا ص۲۸۹ ج۱ کتاب الطهارة تحت التنبيه، مجمع الأنهر ص۳۶ ج۱ کتاب الطهارة، بحث الغسل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، حاشية الشلبی ص۱۳ ج۱ کتاب الطهارة، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق ص۴۷ ج۱، کتاب الطهارة تحت فرض الغسل، مطبوعه الماجديه كوئٹه. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

لبوں پر سرخی لگانا

سوال: ۔عورتوں میں رواج ہے کہ ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں کیا یہ مناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصلی خوبصورتی کو فنا کر کے مصنوعی خوبصورتی کو اس کی جگہ پیدا کرنا جو کہ عقل و دانش اور ذوق سلیم کے بھی خلاف ہے،[۱] اگر اس میں کوئی ناپاک چیز ہو جیسے عامۃً اسپرٹ ہوتی ہے، تو ہونٹوں اور چہرے کی ناپاکی کا بھی حکم ہوگا۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

۲ ومن یکون شعرھا قصیرا او حقیرا فتطولہ او تغزرہ بشعر غیرھا فکل ذالک داخل فی النھی وھو من تغییر خلق اللہ تعالیٰ الخ، فتح الباری ص۵۷۵، ج۱۱، کتاب اللباس، باب المتنمصات، مطبوعہ نزار مصطفی الباز المکۃ المکرمۃ،

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱ شوہر کی اجازت سے گھر میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنا درست ہے، یجوز باذن الزوج إلا ان وقع بہ تدلیس فیحرم، ویجوز الحف والتحمیر والنقش والتطریف اذا کان باذن الزوج لأنہ من الزینۃ، فتح الباری ص۵۷۵ ج۱۱ کتاب اللباس، باب المتنمصحات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قال الخطابی انما نھی عن ذلک لما فیہ من الغش والخداع ولو رخص فی ذلک لاتخذوالناس وسیلۃ الی انواع الفساد ولعلہ یدخل فی معناہ صنعۃ الکیمیاء فان من تعاطاھا انما یروم ان یلحق الصنعۃ بالخلقۃ وکذلک کل مصنوع یشبہ بمطبوع وھو باب عظیم من الفساد وقد رخص اکثر العلماء فی القرامل وذلک کما لا یخفٰی انھا مستعارۃ فلایظن بھا تغیر الصورۃ، حاشیۃ بخاری شریف رقم الحاشیۃ ۱۰، ص۸۷۹ ج۲ کتاب اللباس باب الموصولۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟

سوال:۔عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یانہیں؟ ہمارے یہاں بے پردگی کا رواج ہے ،اس صورت میں کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے ماتحت لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے یا یونہی تفریحاً جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں[1]، اسی طرح جو چیزیں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

[2] اسپرٹ اگر ناپاک اشیاء سے نہ بنائی گئی ہوتو گنجائش ہے ورنہ نہیں،جیسا کہ آج کل ابتلائے عام اور اسپرٹ کی پوری حقیقت بدل جانے کی وجہ سے پاکی کا حکم لگا دیا گیا ہے، **حکم الکحول المسکرة التی عمت بها البلوی الیوم فانها تستعمل فی کثیر من الادویة والعطور والمرکبات الاخری فانها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبیل الی حلتها أو طهارتها وان اتخذت من غیرهما فالامر فیها سهل علی مذهب أبی حنیفة ولایحرم استعمالها للتداوی او لاغراض مباحة اخری ..... وإن معظم الکحول التی تستعمل الیوم فی الادویة والعطور وغیرها لا تتخذ من العنب او التمر إنما تتخذ من الحبوب او القشور أو البترول وغیره وحینئذٍ هناک فسحة فی الأخذ بقول ابی حنیفة، تکملة فتح الملهم ص۵۰۶، ج۹، کتاب الاشربة، باب تحریم الخمر، مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند، بهشتی زیور اختری ص ۱۰۱،۱۰۲، حصۂ نهم طبی جوهر ضمیمۂ ثانیه، "اسپرٹ کا حکم" مطبوعه تهانوی دیوبند، حاشیة امداد الفتاوی ص۱۳۰،۱۳۳ ج ۱ کتاب الطهارة "تفصیل در حکم اسپرٹ" مطبوعه زکریا دیوبند.**

(صفحہ ہذا) [1] **من تشبه بقوم فهومنهم ،مشکوٰة شریف، ص۳۷۵/ کتاب اللباس مسند احمد ص۹۲ ج۲ مسند عبد اللّٰه بن عمر، مطبوعه دار الفکر بیروت، ابوداؤد شریف ص۵۵۹ ج۲ کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند** **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

مردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں[۱] مسئولہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا، اگر کوئی ایسی چیز ہو جسکی وجہ سے فرض وضو وغسل میں کوتاہی رہتی ہو، یعنی پانی پہنچنے سے مانع ہو تو فریضۂ طہارت ناتمام رہے گا،[۲] جو چیزیں عرفاً شادی شدہ کا شعار ہیں اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک تلبیس ہے، پردہ لازم ہے اور بغیر پردہ کے رہنا اور نامحرم کیساتھ ملنا موٹر پر جانا یہ سب امور خلافِ شرع ہیں۔[۳]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال الطیبی ھذاعام فی الخلق والخلق والشعار الخ مرقات، ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعہ بمبئی) کتاب اللباس، الفصل الثانی، شرح الطیبی ص ۲۳۲ ج۸ کتاب اللباس، فصل ثانی، مطبوعہ زکریا دیوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۰/باب الترجل، الفصل الاول، ابوداؤد شریف ص ۵۶۶ ج۲، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، بخاری شریف ص ۸۷۴ ج۲ کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۲] وان کان علیٰ ظاھر بدنہ جلدسمک أوخبز ممصوغ قدجف، فاغتسل ولم یصل الماء الیٰ ماتحتہ لایجوز الخ عالمگیری ،ج ۱/ص ۱۳/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الطھارۃ، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الاول فی فرائضہ، المحیط البرھانی ص ۲۲۷ ج ۱ کتاب الطھارات، الفصل الثالث فی الغسل، نوع منہ فی بیان فرائضہ وسننہ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۹ ج ۱ کتاب الطھارۃ، مطلب فی ابحاث الغسل.

[۳] الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص ۵۲۹/کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظروالمس، سکب الانھر علی مجمع الأنھر ص ۲۰۳ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی النظر والمس، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، فتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ کوئٹہ ص ۳۷۱ ج۶ کتاب الکراھیۃ، التاسع فی المتفرقات.

کریم پاؤڈر کا استعمال لڑکوں کیلئے

سوال:۔ چند لڑکے کریم پاؤڈر لگاتے ہیں، کیا مردوں کو لگانا جائز ہے؟ ظاہر ہے جب دن کو لگاتے ہیں تو زینت ہی مقصود ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو چیزیں عورتوں کا شعار ہوں مردوں کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے[1] اسی طرح جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو، اس کے بھی استعمال کی اجازت نہیں[2] اسی قاعدہ پر اپنے سوال کو جانچ کر جواب نکالیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۴ھ

---

[1] عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص ۳۸۰ باب الرجل، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] من تشبہ بقوم فھومنھم .الحدیث مشکوٰۃ شریف،ص ۳۷۵/(مطبوعہ یاسرندیم دیوبند) کتاب اللباس الفصل الثانی، ابوداؤد شریف ص ۵۵۹ کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، سعد بکڈپو دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل پنجم
خوشبو کا بیان

عطر کون سا جائز ہے؟

سوال: ۔عطر اور دیگر خوشبو کا شوقین ہوں، میں نے ابھی عطر خریدا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس طرح کی خوشبو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ استعمال سے پہلے اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں، کیونکہ ان ہی کپڑوں سے میں نماز بھی پڑھتا ہوں، اگر یہ ناجائز ہے تو نماز نہیں ہوگی نہ ہی اللہ کا رحم وکرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات ان لوگوں سے تحقیق کرنے کی ہے جو عطر بناتے ہیں کہ فلاں عطر میں کوئی ناجائز ناپاک چیز تو نہیں ڈالی جاتی جب تک تحقیق نہ ہو کسی عطر کو ناپاک ناجائز نہیں کہا جائے گا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۷/۱۴۰۱ھ

---

[1] اليقين لايزول بالشک، الأشباه والنظائر ص۲۷ الفن الأول، القاعدة الثالثة، مطبوعه إشاعة الإسلام دهلي، قواعد الفقه ص۱۴۳ رقم القاعدة (۴۲۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سینٹ

سوال:۔سینٹ کا استعمال کرنا کیسا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس میں اسپرٹ ہوتی ہے، اسی طرح اسٹوپ چولہا جو اسپرٹ سے گرم کیا جاتا ہے، اس کا پکا ہوا کھانا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر اسپرٹ ناپاک ہے، تو وہ سینٹ جس میں یہ اسپرٹ ہو وہ بھی ناپاک ہے، اور اس کا استعمال ممنوع ہے،[1] جس اسٹوپ میں اسپرٹ استعمال ہوتی ہے، اس کا پکا ہوا کھانا درست ہے وہ ناپاک نہیں جیسے اُپلوں، سرقین[2] یا بس میں پکا ہوا پاک ہے، ناپاک سینٹ سے کپڑے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شرح المجلة ص۲۰ ج۱ رقم المادة (۴) المقالة الثانية فى بيان القواعد الفقية، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

[1] حكم الكحول المسكرة التى عمت بها البلوى اليوم فانها تستعمل فى كثير من الادوية والعطور والمركبات الاخرى فانها تستعمل كثير من الادوية والعطور والمركبات الاخرى فانها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها إن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل، تكملة فتح الملهم كراچى ص۶۰۸ ج۳ كتاب الاشربة، بهشتى زيور مكمل ومدلل حصۂ نهم ص۱۰۲، ۱۰۱، "اسپرٹ كا حكم" مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند، حاشية امداد الفتاوى ص۱۳۰،۱۳۳ ج۱ كتاب الطهارة، تفصيل در حكم اسپرٹ، مطبوعه زكريا ديوبند، منتخبات نظام الفتاوى ص۳۹۶،۳۹۵ ج۱ كتاب الحظر والإباحة، مطبوعه اسلامک فقه اكيڈمى دهلى، ايضاح النوادر ص۱۲۵، "الكحول اور اسپرٹ كى تجارت" مطبوعه مكتبة الاصلاح مرادآباد.

[2] فان قلت يشكل هذا بالسرقين فانه ينتفع بهافى الايقاد قلت الانتفاع بالنجس بالاستهلاک جائز الخ، نفع المفتى والسائل ص۱۲۵، مطبوعه رحيميه ديوبند، باب مايتعلق بالانتفاع بالاشياء النجسة، شامى كراچى ص۵/۵۸، باب البيع الفاسد، مطلب فى بطلان بيع الوقف، سكب الأنهر مع مجمع الانهر ص۲۱۲، ۲۱۱/۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع.

ناپاک ہوجاتے ہیں، کھانا اسپرٹ جلانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ذی الحجہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ذی الحجہ ۶۹ھ

سینٹ کا استعمال

سوال:۔جس طریقہ سے عطر کا استعمال کرنا سنت ہے، تو ایسے ہی بجائے عطر کے سینٹ کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور سینٹ کے استعمال کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہیں تو یہ بھی عطر کے حکم میں ہے[1] مطلقاً خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب ومحبوب تھی[2] سینٹ اس زمانہ میں نہیں تھا، اس لئے اس کو سنت تو نہیں کہا جائیگا، سنت تو مخصوص طور پر اس خوشبو کو کہا جائے گا جس کو آپ ﷺ نے استعمال فرمایا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۹۲ھ

---

[1] وان معظم الكحول التى تستعمل اليوم فى الادوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب او التمر انما تتخذ من الحبوب او القشور اوالبترول وغيره كما ذكرنا فى باب بيع الخمر من كتاب البيوع وحينئذ هناك فسحة فى الاخذ بقول ابى حنيفة عند عموم البلوى تكملة فتح الملهم ص ۶۰۸ ج ۳ كتاب الاشربة، باب تحريم الخمر، مطبوعه دار العلوم كراچى، (باقی اگلے صفحہ پر)

سینٹ وانگریزی تیل

سوال:۔عطر مونڈ یا سینٹ ایسے ہی انگریزی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے یا محض خلاف اولیٰ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جب تک ان میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب نہ ہو ان کا استعمال جائز ہے اور یقین یا ظن غالب ناپاکی کا ہو جائے تو جائز نہ ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۲۵/۳/۵۳ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حبب الی النساء والطیب الحدیث، نسائی شریف ج۲/ص۷۷/ کتاب عشرۃ النکاح، باب حب النساء، مطبوعہ مکتبہ فیصل دیوبند، السنن الکبریٰ للبیھقی ص۷۸ج۷ کتاب النکاح، باب الرغبۃ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، فیض القدیر ص۳۷۰ج۳ باب الحاء، حدیث ۳۶۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو عورتیں اور خوشبو محبوب ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] من شک فی انائہ اوثوبہ اوبدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھوطاھر مالم یستیقن وکذا مایتخذہ اھل الشرک اوالجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب، شامی کراچی ص۱۵۱/۱/ شامی زکریا ج۱/ص۲۸۳/ کتاب الطھارۃ، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل، تاتارخانیہ کراچی ص۱۴۶ج۱ کتاب الطھارۃ، نوع آخر فی مسائل الشک، الاشباہ والنظائر ص۱۰۳ القاعدۃ الثالثۃ، الیقین لایزول بالشک، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم

متفرقات زیورات

سونے چاندی کے دانت

سوال: ۔صحابی کا خول ناک پر چڑھوانے کا واقعہ یہ ہے ،مظاہر حق جلد سوم کتاب اللباس ،ص ۴۹۹ ر بحوالہ ترمذی حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ سے روایت ہے کہ دادا عرفجۃ ابن اسعد کی ناک کاٹی گئی ،دن کلاب کے پس بنائی اس نے چاندی کی ،پس بدبو ہوئی وہ ناک اس پر حکم کیا حضور نے کہ بناوے سونے کی ناک اس دلیل سے بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ واقعہ متعدد کتب میں دیکھا ہوا ہے اور یاد بھی ہے ،مگر آپ نے خط میں اسکو جہاد لکھا تھا ،حالانکہ یہ نبوت سے بھی کئی سال قبل کا واقعہ ہے ،اسلئے مجھے تردد اور تامل تھا ،جس وقت یہ واقعہ پیش آیا ،اس وقت حضرت عرفجۃ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ،اور آپ نے لکھا تھا کہ ایک صحابی کی جہاد میں ناک کٹ گئی تھی ،اس لئے تردد تھا اگر آپ ''جہاد'' اور ''صحابی'' تحریر نہ کرتے تو کچھ اشکال نہیں تھا ،امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دانت کو چاندی کے تار سے باندھنا درست ہے ،سونے کے تار سے درست نہیں ،امام محمد کے نزدیک دونوں سے

درست ہے، امام محمدؒ کی دلیل یہ حدیث ہے، امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سونے کی ناک کی اجازت بمجبوری بدبو کی وجہ سے دی گئی ہے، اور جب تک چاندی سے کام چل سکے سونے کے استعمال کی ضرورت نہیں۔ کذا فی الزیلعی[1] شرح الکنز. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

چاندی سونے کے دانت

سوال:۔ جب دانت ٹوٹ جائے، اس کی جگہ دانت کے اوپر سونا یا چاندی کا دانت یا میخ یا پترہ لگوالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام اعظمؒ کے نزدیک چاندی کی میخ، پترہ، دانت لگوانا جائز ہے، سونے کی میخ، پترہ دانت لگوانا جائز نہیں، امام محمدؒ کے نزدیک سونے کی میخ وغیرہ بھی درست ہے، سونے کی میخ وغیرہ سے اختلاف کی وجہ سے اجتناب احوط ہے " ولایشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمدؒ درمختار وفی التاترخانیۃ وعلیٰ ھذا الاختلاف اذاجدع

---

[1] یحل شد السن المتحرک بالفضۃ ولایحل بالذھب وھذا عندابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد رحمہ اللہ یحل بالذھب ایضاً وھو روایۃ عنھما لماروی ان عرفجۃ بن سعد اصیب انفہ یوم کلاب فاتخذ انفاً من فضۃ فأنتن فامرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن یتخذ انفاً من ذھب ولان الفضۃ والذھب من جنس واحد ووجہ المذکور ھنا ان استعمالھما حرام الا للضرورۃ وقد زالت بالادنی وھو الفضۃ فلا حاجہ الی الاعلی الخ، زیلعی ج۶ ص۱۶/ (مطبوعہ ملتان) کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۲۰، ۹/۵۲۱، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، مجمع الانھر ص۱۹۶/۴، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، مطبوعہ دارالکتاب العلمیۃ بیروت،

انفه واذا قطع اذنه اوسقط سنه فارادان يتخد سنا اٰخر فعند الامام يتخد ذٰلک من الفضة فقط وعند الامام محمد يتخد من الذهب ايضاً، شامی ج۵/۳۱۸/۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

چاندی کا خلال

سوال:۔ ہندہ کو عرصہ سے چاندی کے خلال کی عادت ہے، اور پان وغیرہ کھانے کی وجہ سے چھالی اندر کے دانتوں میں پھنس جاتی ہے، اور تنکے سے نکالنا مشکل ہوتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ چاندی کے خلال کے لئے طبیب کہتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، مگر بہشتی زیور کے اندر ممنوع لکھا ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ چاندی کا خلال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کا خلال استعمال نہ کریں،[2] تانبے، پیتل وغیرہ کا استعمال کرلیا کریں، اس کے لئے وزن مقرر نہیں، جتنی ضرورت ہو استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۲۰-۵۲۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، زیلعی ص ۶/۱۶، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۴/۱۹۶، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت،

[2] وکذا یکره الاکل بملعقة الفضة والذهب والاکتحال بمیلهما وما اشبه ذالک من الاستعمال کمکحلة ومرأة وقلم ودواة ونحوها (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۴۹۲، کتاب الحظر والاباحة، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاندی سونے کے دانت اور چاندی سونے کے تار اور خول کا استعمال دانت کیلئے

سوال:۔ (۱) بعض مردوں اور عورتوں کے دانت کمزوری سے ہلنے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے مرد وعورتیں اپنے اپنے دانتوں میں چاندی وسونے کا خول چڑھواتے ہیں، یا چاندی یا سونے کے تار سے دانتوں کو بندھواتے ہیں، مضبوطی کے لئے، تو کیا مردوں اور عورتوں کے لئے سونا وچاندی کا خول چڑھوانا یا دانتوں پر ٹانکہ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ یا محض عورتوں کے لئے روا ہے تو مردوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) مظاہر حق میں ہے کہ جہاد میں کسی صحابیؓ کی ناک ضائع ہوگئی تھی تو صحابیؓ نے ناک پر سونے کا خول بنوایا تھا انکو جہاد کیوجہ سے اجازت تھی یا عوام کو بھی اجازت ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سونے کی ممانعت ہے، چاندی کی اجازت ہے، امام محمدؒ کے نزدیک دونوں کی اجازت ہے، فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۳۶/ میں امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت امام محمدؒ کے موافق نقل کی ہے، لہٰذا گنجائش ہے، اور اس میں مرد وعورت کا ایک ہی حکم ہے۔[1]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....مجمع الانهر ص ۱۸۲/۴، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۸۵/۸، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب، اعلاء السنن ج۱۷/ص ۳۲۵/ (مطبوعه امدادايه مكه مكرمه) كتاب الحظر والاباحة، قبيل باب خاتم الحديد.

[1] اذاتحركت الاسنان وخيف سقوطها فاراد صاحبها أن يشدها بشدها بالفضة ولايشدها بالذهب وهذا قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ .... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) مجھے تو مظاہر حق میں یہ واقعہ باوجود تلاش کے ملا نہیں خدا جانے آپ نے کہاں سے دیکھ کر لکھا ہے، کیوں کہ مصباح کے حوالہ سے علامہ شلبیؒ نے زیلعی شرح کنز ص ۱۶/ ۵، کے حاشیہ پر یہ واقعہ حضور ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کا لکھا ہے[۱]، اور آپ کہتے ہیں کہ ایسا ایک جہاد میں ہوا، بدائع زیلعی ردالمحتار[۲] وغیرہ میں لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ ان صحابیؓ کی تخصیص ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دانت پر خول

سوال:۔ زید اور عابد کے درمیان اس بات پر گفتگو ناگوار حد تک پہنچی ہوئی ہے، زید کا کہنا ہے کہ آدمی اپنے دانت پر خول چڑھائے چاہے سونا ہو یا چاندی، یا اسٹیل ہر صورت میں حرام ہے، اس کی نماز اور غسلِ جنابت کچھ بھی ادا نہیں ہوتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....وقال محمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ یشدھا بالذھب ایضاً الیٰ قولہ وذکر الحاکم فی المنتقیٰ لوتحرکت سن رجل وخاف سقوطھا فشدھا بالذھب اوبالفضۃ لم یکن بہ بأس عندابی حنیفۃ وابی یوسف الخِ عالمگیری ج۵/ ص ۳۳۶/ کتاب الکراھیۃ، الباب العاشر فی استعمال الذھب (مطبوعہ کویٹہ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ قال فی المصباح والکلاب وزان غراب ماء لبنی تمیم وکان بہ وقعۃ مشھورۃ بین العرب قبل المبعث بخمس سنین (حاشیۃ الشلبی علی الزیلعی ص:۱۶، ج:۶، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

۲ ویحتمل انہ علیہ الصلاۃ والسلام خص بذالک عرفجۃ بذالک (زیلعی ص:۱۶، ج:۶، فصل فی اللبس، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی کراچی ص:۳۶۲، ج:۶، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، بدائع ص:۳۱۶، ج:۴، کتاب الاستحسان، لکم شد السن المتحرک بالذھب، مطبوعہ زکریا،

نہیں ہے، اور عابد کا کہنا ہے کہ ٹوٹا ہوا دانت چاہے پلاسٹک پر خول چڑھا کر دانت کو جمائے کوئی حرج نہیں ہے، خول سونے کا ہو یا چاندی کا یا اسٹیل کا ہر صورت میں جائز ہے غسل اور وضو میں کوئی فرق نہ پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بغیر خول چڑھائے دانت کا قائم رہنا دشوار ہو تو چاندی کا خول چڑھا لینا درست ہے، غسل کے وقت اس کو اتارنے سے معذوری ہو تو بغیر اتارے بھی غسل درست ہو جائیگا، نماز بھی درست ہو جائے گی، سونے کے خول میں اختلاف ہے احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۹۶ھ

رولڈ گولڈ کور میں دانت

سوال:۔ زید کا ایک دانت چوٹ لگنے سے ٹوٹ گیا ہے، زید دانت لگوانے کی غرض سے ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ مستقل لگا رہنے والا دانت لگوائیں گے، جو نکالنا نہیں پڑے گا، تو رولڈ گولڈ کور میں وہ دانت لگے گا، جسے عام طور پر لوگ لگواتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ رولڈ گولڈ سونے کا کیا حکم ہے؟ رولڈ گولڈ کور میں اگر زید دانت لگوائے تو کیا حکم ہے؟

---

[1] اذا جدع انفه أو اذنه او سقط سنه فاراد ان يتخذ سنا آخر فعند الا مام يتخذ ذالک من الفضة فقط وعند محمد من الذهب ايضاً الخ، شامی زکریا ج۹/ص ۵۲۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس. مجمع الانهر ص۱۹۶/۴، کتاب الکراهية، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

چاندی کے کور لگوا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چہ سونے اور چاندی دونوں کا دانت لگوانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن چاندی سے کام چل جائے تو سونے سے پرہیز مناسب ہے، ''اذا جدع انفه، او اذنه او سقط سنه فاراد ان یتخذ سنا اٰخر فعند الامام یتخذ ذٰلک من الفضة فقط وعند محمد من الذهب ایضا اھ الدر المختار، ج۵/ص ۲۲۶/''[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۶ھ

سونے کے بٹن کرتے میں

سوال:۔ سونا استعمال کرنا مردوں کے لئے حرام ہے، لیکن سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ دارالعلوم میں لکھا ہے کہ سونے کا بٹن مردوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے، دلیل درمختار وغیرہ سے پیش کر کے یہ فرمایا کہ چونکہ یہ بٹن مستقل نہیں بلکہ لباس کے تابع ہیں، لہٰذا درست ہے، آیا واقع میں درست بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہت دنوں کے بعد اس پر نگاہ پہنچی ہے، اس لئے تعجب ہو رہا ہے، ورنہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتویٰ کو دیکھنے کے بعد لب کشائی کی گنجائش نہیں رہ جاتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سونے کے بٹن کرتے میں گندھے ہوئے ہیں تو یہ کرتے کے تابع ہو کر جائز ہے

---

[1] شامی زکریا ج۹/ص ۵۲۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، مجمع الانهر ص۱۹۶/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۱۶/۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

"لابأس بازرارِ الدیباج او الذهب"(الدرمختار علیٰ هامش الشامیه، ج۵/ ص۳۴۸/[1]) اوراگرالگ بنے ہوئے ہیں،اورکرتہ میں لگاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے تونا جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ کرتہ کے تابع نہیں ہونگے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۸ھ

سونے چاندی کے بٹن

سوال:۔مردکوسونے چاندی وغیرہ کے بٹن جائز ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مردکوسونے چاندی کے بٹن جائزنہیں[2] وغیرہ کا مطلب کیا ہے،اسکے معلوم ہونے پر جواب ملے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۱۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس. هندیة کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس، اعلاء السنن ص ۳۲۳، ج:۱۷، کتاب الحظر والاباحة، قبیل باب خاتم الحدید، مطبوعه امدادیه مکه مکرمه.

[2] ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاً الخ، درمختار علیٰ الشامی زکریا ج۹/ص ۵۱۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، بحر کوئٹه ص ۱۹۱/کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، زیلعی ص ۶/۱۶، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، مطبوعه امدادیه ملتان،

نوٹ:-البتہ اگرسونے چاندی کے بٹن کپڑے کیساتھ جڑے ہوئے ہوں تو وہ کپڑے کے تابع ہوکر جائز ہے۔

"لابأس بعروة القمیص وزره من الحریر لانه تبع فی التاتارخانیه عن السیر الکبیر لابأس بأزرار الدیباج والذهب ،الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص ۵۱۱/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس"

پیتل کے بٹن

سوال:۔کیا مردوں کو پیتل وغیرہ کے بٹن جس پر پالش ہوتی ہے، پہننا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

درست ہے[1] جبکہ ان میں تشبہ نہ ہو[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین لوہے کی انگوٹھی اور مخلوط دھاتوں کے بٹن انگوٹھی کا حکم

سوال:۔آج کل جو رولڈ گولڈ کی سنہرے رنگ کی جو بٹن بازار میں فروخت ہوتی ہے، ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گھڑی کے سنہرے چینوں کا کیا حکم ہے؟ ان دھاتوں کا شمار لوہے وغیرہ میں ہوگا یانہیں؟ اگر ہے تو کتب فقہ میں مثلاً ہدایہ وغیرہ میں جو یہ مسئلہ صراحۃً لکھا ہے، کہ حدید وغیرہ دھاتوں کے بٹن وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] کمایستفاد لابأس بأزرار الدیباج والذهب الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۵۱۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، هندیة کوئٹه ص ۵/۳۳۲، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس، اعلاء السنن ص ۱۷/۳۲۳، کتاب الحظر والاباحة، قبیل باب خاتم الحدید، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوة شریف ص ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً

بٹن جو کپڑے میں سلا ہوا ہو وہ تابع ثوب ہے، درمختار میں از رارِ ذہب کو جائز لکھا ہے[1]، لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے[2]، ورنہ رولڈ گولڈ کی حقیقت کے متعلق ان لوگوں سے تحقیق کی جائے، جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں وہ بتا سکیں گے کہ یہ سونا ہے یا لوہا، یا مخلوط مخلوط ہونے کی صورت میں جو دھات غالب ہوگی اس کا حکم جاری کیا جائیگا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۱۰/۶/۹۶ھ

تانبے کے برتن پر چاندی کی قلعی

سوال:۔ تانبے وغیرہ کے برتن پر اگر چاندی یا سونے کی قلعی کرا کر استعمال کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تانبے کے برتن پر سونے چاندی کے پانی سے اگر اس طرح قلعی کر دی جائے، کہ اس

---

[1] لابأس باز رار الديباج والذهب الخ الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۹/ص ۵۱۰/ كتاب الحظر والاباحة .فصل فى اللبس .

[2] فى الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء الخ شامى زكريا، ج ۹/ص ۵۱۸/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى اللبس، هندية كوئته ص۵/۳۳۵، كتاب الكراهية، الباب العاشر فى استعمال الذهب، مجمع الانهر ص۱۹۷، ج:۴، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[3] ماغالبه الفضة او الذهب فضة وذهب اذ الحكم فى الشرع للغالب (مجمع الانهر ص۳/۱۶۷، كتاب الصرف، مطبوعه بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص۵/۲۶۶، كتاب الصرف، النهر الفائق ص۳/۵۳۷، كتاب الصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

سے مستقلاً الگ نہ ہو سکے تو اس کی گنجائش ہے۔ کذافی ردالمحتار ج۵/ ص ۳۰۱/[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا

سوال:۔ جیسا کہ چاندی سونے کے برتن وغیرہ استعمال کرنا حرام ہیں، تو اگر کسی برتن پر چاندی یا سونے کا ملمع ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چاندی یا سونے کا صرف پانی چڑھایا گیا ہو، جس کو مستقلاً جدا نہ کیا جا سکتا ہو، تو گنجائش ہے،[2] اجتناب پھر بھی ورع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

---

[1] واما التمویه الذی لایخلص فلابأس به بالاجماع لانه مستهلک فلا عبرة ببقائه لوناً الخ، شامی زکریا ج۹/ص۴۹۷/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الاکل، هندیة کوئٹه ص۵/۳۳۵، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، بحر کوئٹه ص۸/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب،

[2] ولابأس بالانتفاع بالاوانی المموهة بالذهب والفضة بالاجماع الخ، عالمگیری ج۵/ ص۳۳۵/ کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب (مطبوعه کویٹه) شامی زکریا ص۹/۴۹۷، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی الاکل، بحر کوئٹه ص۸/۱۸۶، کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نہم: پردہ کے احکام

فصل اول:- پردہ کا ثبوت اوراس کا وجوب

پردہ کا حکم اورعورت کا مردوں کے مجمع میں تقریر کرنا

سوال:۔(۱) پردہ اسلام میں ضروری ہے یانہیں؟

(۲) اگرکوئی عورت پردہ نہ کرے تواس کو گناہ ہے یانہیں؟

(۳) کسی عورت کا بے پردہ مردوں کے سامنے تقریر کرنا کیسا ہے مجمع میں؟

(۴) اگرمقررعورت برقع اوڑھکر مردوں کے مجمع میں تقریر کرے تو کیسا ہے؟

(۵) ایسی عورت کی تقریر سننا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

(۱) پردہ اسلام میں ضروری چیز ہے،قرآن کریم[۱] اورحدیث شریف سے ثابت ہے[۲]

---

[۱] قال تعالی : یا ایها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن الآیة : یقول تعالیٰ أمراً رسوله صلی اللّٰه علیه وسلم تسلیماً أن یامر النساء المؤمنات خاصة أزواجه وبناته لشرفهن – بأن یدنین علیهن من جلابیبهن ..... والجلباب هو الرداء الخ، قال الجوهری : الجلباب الملحفة، تفسیر ابن کثیر ص۸۲۴ج۳ سورة الأحزاب، آیت ۵۹، مطبوع المکتبة التجاریة، مصطفیٰ احمد الباز.

[۲] عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال المرأ ة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان رواه الترمذی وعن أم سلمة أنها کانت عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) وہ گنہگار ہے۔[۱]

(۳) ناجائز ہے۔[۲]

(۴) عورت کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا بھی علماء کرام نے ممنوع لکھا ہے[۳]، خواہ برقع اوڑھ کر جائے یا بلا برقع اوڑھے، کیوں کہ اس میں بہت مفاسد اور فتن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وميمونة إذ أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إحتجبا منه" فقلت يا رسول الله أليس هو أعمىٰ لا يبصرنا ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أفعميا وإن أنتما ألستما تبصرانه ؟ رواه احمد والترمذى، مشكوٰة شريف ص ۲۶۹ ج۲ باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] اسلئے کہ پردہ فرض ہے، بے پردگی نصوص قرآن وحدیث کے خلاف ہے، (م ر ن) قال تعالىٰ : يا أيها النبى قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن الآية سورة الأحزاب، آيت ۵۹، عن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان ترمذى شريف ،ج ۱/ص ۱۴۰/ باب ماجاء فى كراهية الدخول على المغيبات، ابواب الرضاع، مطبوعه رشيديه دهلى، مطبوعه اشرفى ديوبند ص۲۲۲ ج۱، مشكوٰة شريف ص ۲۶۹ ج۲ باب النظر الى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا عورت پردے کی چیز ہے، پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک تانک کرتا ہے۔

[۲] صوت المرأة عورة ولانجيزلهن رفع اصواتهن ولاتمطيطها ولاتليينها وتقطيعها لمافى ذٰلک من استمالة الرجال اليهن وتحريک الشهوات منهم (شامى نعمانيه ،ج ۱/ص ۲۷۲/ (باب شروط الصلوٰة، مطلب فى سترالعورة، شامى كراچى ص۴۰۶ ج ۱ منحة الخالق على البحر الرائق ص۲۷۰ ج ۱ باب شروط الصلاة، مطبوعه كوئٹه پاكستان.

[۳] ويكره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعيد ووعظ مطلقا على المذهب المفتى به لفساد الزمان (الدرالمختارعلى الشامى ج ۱/ص ۳۸۰/ باب الامامة مكتبه نعمانيه، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۸ ج ۱ باب الإمامة، طحطاوى مع المراقى ص۲۴۶ فصل فى بيان الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر.

ہیں، لہٰذا عورت کا مردوں کے مجمع میں جا کر تقریر کرنا بھی (بلا شدید ضرورت کے) منع ہے۔

(۵) مردوں کو ایسے مجمع میں شریک ہونا اور تقریر سننا شرعاً درست نہیں[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ، صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ ۲/ ربی الثانی ۵۸ھ

پردہ فرض ہے یا سنت

سوال:۔ (۱) غیر محرم سے مستورات کے لئے پردہ فرض ہے یا سنت اور قرآن شریف کی کس آیت شریفہ کی رو سے یا کس حدیث شریف کی رو سے تا کہ پوری تسلی کر کے عمل کیا جائے؟

(۲) زید کے باپ سے زید کی بیوی کو پردہ کرنا آیا ہے یا نہیں؟ اور اگر پردہ کرنا نہیں آیا، تو اس کے بارے میں قرآن شریف کی کوئی آیت شریفہ یا حدیث شریف ہے؟ اسے بھی درج فرما کر آگاہی بخشیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) فرض ہے لقوله تعالیٰ قل للمؤمنين يغضوامن ابصارهم الاية،[۲] بدائع ج۵/ص[۳] ۱۲۱/ لايجوز النظر الیٰ المرأة (الاجنبية) لمافيه من خوف الفتنة

---

[۱] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ [۲]۔

[۲] سورة النور، آیت ۳۰/ **ترجمہ**:۔ آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

[۳] بدائع الصنائع ص ۱۲۱ ج۵ كتاب الاستحسان، وأما النوع السادس : وهو الأجنبيات الخ، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچی، الفقه الحنفی وأدلته ص۳۸۷ ج۲ كتاب الحظر والإباحة، النظر إلى المرأة، فقه المعاملات، القسم الأول مطبوعه دار الفيحاء بيروت.

ولهٰذا قال عليه السلام المرأة عورة مستورة زيلعی ، ج۶/ص۱۷/[1] فاسئلوهن من وراء حجاب الاية[2]

(۲) نہیں يحل للرجل النظر من ذوات محارمه الیٰ رأسها الیٰ ان قال لقوله تبارک وتعالیٰ ولايبدين زينتهن الالبعولتهن او اٰبائهن اواٰباء بعولتهن الاية، بدائع[3] ،ج۵/ص۱۲۰/وبسط طرق الاستدلال فی القاء السكينة ،بلکہ اس کے خلاف نص ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۴ھ
الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم ذی الحجہ ۵۴ھ
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۴ھ

نامحرم کی آواز کا جواب

سوال:۔(۱) زید کی بیوی نے اگر کسی نامحرم کے آواز دینے پر جبکہ گھر میں کوئی بچہ یا بڑا اس کو جواب دینے کے لئے موجود نہ ہو اس کو جواب دیدیا تو کیا زید اگر کبھی نماز پڑھائے اس کے پیچھے نماز ہوگی صرف اسکی بیوی کے جواب دینے پر زید مستقل امام نہیں ہے؟

---

[1] زيلعی ،ج۶/ص۱۷/، كتاب الكراهية، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۲۰۲ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی النظر ونحوهٖ الخ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] سورہ احزاب،آیت۵۳/ **ترجمہ**:۔تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔

[3] بدائع الصنائع كراچی،ج۵/ص۱۲۱/ كتاب الإستحسان وأما النوع الثالث : وهو ذات الرحم المحرم الخ، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۱۹۳ج۸ كتاب الكراهية، فصل فی النظر واللمس، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۲۰۱ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۲) جبکہ کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہوتو نامحرم کو جواب دے سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اتنی بات کی وجہ سے زید کی امامت میں خرابی نہیں آئے گی۔

(۲) ضرورت کے درجہ میں اگر ایسا جواب دیا جائے جس سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتو اس کی اجازت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پردہ کس عمر میں

سوال: ۔عورت کو کتنی عمر تک پردہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب لڑکی سیانی ہوجائے کہ اس کے اندر ایسا مادہ پیدا ہوجائے کہ خود اس کو مرد کی خواہش ہونے لگے، یا مرد کو اس کی خواہش ہونے لگے، تو وہ پردہ کے قابل ہوگی[2] پھر ساری

---

[1] ویجوز الکلام المباح مع امرأة اجنبیة (قوله : فقالت مرحباً وأهلاً) قال النووی : فیه جواز سماع کلام الأجنبیة ومراجعتها الکلام للحاجة الخ، شرح النووی علی هامش المسلم ص۱۷۷ ج۲ کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غیره إلی دار من یثق برضاه بذلک الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] لا عورة للصغیر جداً وکذا لصغیرة ..... وإذا لم یبلغ الصغیر والصغیرة حد الشهوة إلی قوله: واختلفوا فی تقدیر حد الشهوة : فقیل سبع وقیل تسع، وسیاتی فی باب الإمامة تصحیح عدم اعتباره بالسن، بل المعتبر أن تصلح للجماع بأن تکون عبلة ضخمة وهذا هو المناسب إعتباره، در مختار مع الشامی ص۴۰۷،۴۰۸ ج۱ باب شروط الصلاة، مطلب فی النظر إلی وجه الأمرد، مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی.

عمر پردہ کریگی، کسی وقت بھی اس کو آزادی نہیں کہ بے پردہ ہوکر مردوں میں گھومتی پھرے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۲ھ

چہرہ کا پردہ

سوال:۔خالدہ ادیب خانم نے جوایک مشہور ترکی خاتون ہیں، ترکی میں مشرق ومغرب کی کشمکش کے عنوان پر اپنے ساتویں خطبہ میں یہ بات صاف طور پر ظاہر کی ہے کہ: ''کلام الٰہی کے اعتبار سے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر، سینے اور زینت کو چھپاویں، چہروں کے چھپانے کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور نہ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھر میں بیٹھی رہیں، اور خدمتِ عامہ انجام نہ دیں''، علاوہ ازیں اسی خطبہ میں آگے چل کر یہ الفاظ موجود ہیں، کہ ''اگر اس پردہ کو مسلمان قائم رکھنا چاہتے ہیں انہیں اختیار ہے مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کی بناء مذہب کے احکام پر ہے''، لہٰذا برائے مہربانی یہ فرمائیے کہ وہ کونسی احادیث یا اسلامی روایات ہیں جن کی رو سے عورتوں کو بغیر عذر چہرہ چھپانا ضروری ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سر، سینہ، زینت اور تمام بدن کے چھپانے کا حکم تسلیم کرنے کے بعد چہروں کے چھپانے کے حکم میں تأمل کرنا بہت ہی حیرت انگیز ہے، غور کا مقام ہے،'' قل للمومنین

---

[1] وأن يستعففن بترک الوضع والتستر خير لهن من الوضع لبعده من التهمة فلكل ساقطة إلى قوله : وأبلغ ما فى ذلک أن عدم وضع الثياب فى القواعد من الإستعفاف إيذاناً بأن وضع الثياب لا مدخل له فى العفة، هذا فى القواعد فكيف بالكواعب ؟ (روح)، أحكام القرآن للشيخ ظفر احمد التهانوى ص ۴۳۹ ج۳ تفصيل الخطاب فى مسئلة الحجاب، تفصيل ما انتظمت الآية السادسة من الأحكام، مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

یغضوا من ابصارھم[1]'' کا حکم کس لئے ہے؟ اگر اس سے چہروں کا پردہ مقصود نہیں تو کیا ہے '' یاایھا النبی قل لازواجک و بناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن''[2] (الایة) کا کیا مطلب ہے؟ اس کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح مروی ہے،''قال علی بن ابی طلحة عن ابن عباسؓ امر اللّٰہ نساء المؤمنین اذاخرجن من بیوتھن فی حاجةان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بالجلابیب ویبدین عیناً واحدةاھ[3] ابن کثیر، ج۳/ص۵۱۸/اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اصالۃً گھروں میں رہنے کا حکم ہے، اگر کسی حاجت کے لئے مجبوراً نکلیں تو چہرہ اور سر چھپا کر نکلیں، راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کی مقدار کھولنے کی گنجائش ہے، اور عبیدہ سلمانی نے اس آیت کی تفسیر بتلاتے وقت اپنا چہرہ اور سر چھپا کر دکھلایا اور صرف بائیں آنکھ کو کھولے رکھا، کذا فی تفسیر[4] ابن کثیر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کس قدر موجب فضیلت ہے، لیکن ارشاد ہے ''صلوة المرأة فی بیتھا أفضل من صلوٰتھا فی حجرتھا وصلوٰتھا فی مخدعھا أفضل من صلوٰتھا فی بیتھا[5] رواہ ابوداؤد۔

---

[1] سورۃ النور آیت ۳۰/

[2] سورۂ احزاب آیت ۵۹/ **ترجمہ**:۔اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ نیچی کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں (بیان القرآن)

[3] تفسیر ابن کثیر، ج۳/ص۸۲۴-۸۲۵/ سورۂ احزاب تحت آیت ۵۹/ مطبوعہ مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے مومنین عورتوں کو حکم فرمایا ہے جب کسی ضرورت سے اپنے گھر سے نکلا کریں اپنے چہروں کو اپنے سروں کے اوپر سے چادر سے ڈھانپ لیا کریں، اور ایک آنکھ کھول لیا کریں۔

[4] سألت عبیدة السلمانی عن قول اللّٰہ عزوجل (یدنین علیھن من جلابیبھن) فغطی وجھه ورأسه وابرز عینه الیسری،تفسیر ابن کثیر ،ج۳/ص۸۲۵/سورة الاحزاب ، تحت آیت ۵۹/ مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه.

[5] مشکوٰۃ شریف ،ص۹۶/باب الجماعة وفضلھا،الفصل الثانی، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایک روایت میں ہے،''ولاتمنعوا اماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ ولکن لیخرجن وھن تفلات'' وفی روایۃ : ''وبیوتھن خیرلھن[1]''

ایک دفعہ کچھ عورتیں جمع ہوکر حاضر ہوئیں اورعرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد جہاد کرکے فضیلت میں ہم سے بڑھ گئے ،آپ کوئی عمل ایسا بتائیے جس سے جہاد جیسی فضیلت حاصل ہو ،ارشاد ہوا ''من قعدت منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاھدین فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ[2]'' یعنی جوتم میں سے اپنے گھر میں بیٹھی رہے،اس کو جہاد جیسا اجر ملے گا، جہاد جیسی عبادت اورخدمت ملک وملت کے مقابلہ میں بھی عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم ہوا،ترمذی کی روایت میں ہے[3] ''عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان المرأۃ عورۃ فاذا اخرجت استشرفھا الشیطان اھ''خالدہ ادیب خانم نے افسانہ نگاری اورعبارت آرائی یادیگر طرق مروجہ سے ملک وقوم کی خدمت کرکے ممکن ہے کہ ادبی دنیا میں کوئی خاص شہرت پیدا کی ہو،اورارباب قلم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہو،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف، ج ۱/ص ۸۴/ کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذٰلک، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. عورت کا گھر میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور (گھر کے اندر) کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۱۲۔

(صفحہ ہٰذا) [1] ابوداؤد شریف،ص ۸۴/(باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد) کتاب الصلاۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔اللہ کی بندیوں کواللہ کی مسجدوں سے نہ روکولیکن وہ بلازینت نکلا کریں،اورایک روایت میں ہے اوران کے گھران کے لئے بہتر ہیں۔

[2] تفسیرابن کثیر،ج ۳/ص ۷۶۸/مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ سورۃ الاحزاب تحت آیت ۳۳/۔

[3] ترمذی شریف ،ج ۱/ص ۲۲۲/ باب قبیل ابواب الطلاق ،مطبوعہ ادارۃ الرشید دیوبند

ترجمہ:. عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان نظراُٹھا کراس کو دیکھتا ہے۔۱۲

لیکن مذہبی اصول وفروع پر عبور کے لئے صرف اتنا کافی نہیں، بلکہ اس کا ساحل بہت بعید ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/۸/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شعبان ۶۴ھ

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال:۔(۱) عورتوں کو ساڑی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عورت کو سفید لٹھے کی شلوار پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) عورت کو اونچی ایڑی کا چپل جیسا کہ آج کل رائج ہے، پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) عورتوں کو کھڑی ایڑی کا لیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۵) عورتوں کو سر میں کنگھی یا کلف وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ ہو، زیادہ دیر تک ٹھیک رہے۔

(۶) جس گھر میں کسی غیر محرم کا گذر نہ ہو تو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کھلی نصف آستین کی قمیص یا جمپر پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) مصری قطع کا برقع جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پر فٹ ہوتا ہے، عورتوں کو اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱/تا ۴/) جو لباس کفار یا فساق یا مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے، اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کا لباس جو عورتوں کے

ساتھ مخصوص ہواس کا استعمال مستحسن ہے[1] اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہوگیا۔

(۵) اگر یہ محض زینت وآرام کے لئے ہوتو جائز ہے، بشرطیکہ یہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو۔

(۶) لباس کی حیثیت سے جواب آچکا ہے، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۷) لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہوگیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو، جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں نامحرم کے سامنے جانا منع ہے۔

"قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال، رواہ البخاری، مشکوٰۃ شریف[2]، ص ۲۸۰/"

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھومنھم، رواہ احمد وابوداؤد اھ مشکوٰۃ شریف[3]، ص ۳۷۵/اما نظرہ الی ذوات محارمہ فنقول یباح لہ ان ینظر منھا الی موضع زینتھا الظاھرۃ والباطنۃ وھی الراس والشعر والعنق والصدر والا ذن والعضد والساعد والکف والساق والرجل

---

[1] (قوله:) من تشبه بقوم : أى من تشبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبراء (فهو منهم) أى فى الإثم والخير، قال الطيبى: هٰذا عام فى الخلق والخلق والشعار، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۳۱ ج۴ كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى.

[2] مشكوٰة شريف، ص ۳۸۰/باب الترجل، الفصل الاول،

ترجمہ : حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۵/ کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم، جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

والوجه ،اھ عالمگیری ،ج۴/ص[1] ۳۰۵/'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب/۵۸ھ

نامحرموں کو دیکھنا

سوال:۔زید ہمیشہ اجنبی حسین عورتوں کو تاکتا رہا اور احباب سے حالات بیان کرتا رہا کیا اس کو بھی گناہ کبیرہ کہا جاوے گا، اور اصرار علی الکبیرہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا بلاضرورت شرعیہ حرام ہے[2] کیونکہ آنکھ کا زنا ہے[3] اپنے فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے اگر توبہ نہ کرے تو یہ اصرار ہے۔[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ،ج۵/ص۳۲۸/کتاب الکراهية،الباب الثامن فی النظر والمس .مكتبه كوئٹه پاكستان، مجمع الأنهر ص۲۰۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانی ص۲۷ ج۸ كتاب الكراهية والإستحسان، الفصل التاسع فيما يحل للرجل النظر إليه الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

[2] فإن كان لا يأمن على نفسه الشهوة لم ينظر إلى وجهها إلا لحاجة ضرورية، الفقه الحنفی وأدلته ص۳۸۷ ج۲ كتاب الحظر والإباحة، النظر إلى المرأة، فقه المعاملات، القسم الأول، مطبوعه دار الفيحاء بيروت، زيلعی شرح كنز ص۱۷ ج۶ كتاب الكراهية، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۲۰۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی النظر ونحوه الخ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محرم سے پردہ کی حد

سوال:۔ پردہ دار عورت بہنوئی، بھائی، پھوپھا، چچا، دیور سے پردہ کس حد تک کرے یعنی شریعت میں اس کا کیا درجہ؟ اور ہاتھ صرف گٹوں تک اور چہرہ کھول کر سامنے آجائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے، یعنی ان لوگوں سے کس درجہ تک پردہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھائی اور چچا سے پردہ نہیں[۱]، بہنوئی، پھوپھا، چچازاد بھائی وغیرہ سے پردہ ہے بالکل ان کے سامنے نہ آئے، اگر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں اور مکان کی تنگی ہو تو مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ چہرہ ہاتھ نہ کھولے، بلکہ گھونگٹ کرے، اور تنہائی میں ایک جگہ ان کے ساتھ نہ ہو، اور بے تکلفی ہنسی مذاق نہ کرے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] لقوله عليه الصلوٰة والسلام العينان تزنيان وزناهما النظر الخ (زيلعى، ج۶/ص۱۹/ كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس مكتبه امداديه ملتان)

[۴] وكل معصية اصر عليها العبد فهى كبيرة، وكل ما استغفر عنها فهى صغيرة، شرح عقائد النسفى مع النبراس ص۲۲۵ بحث الكبيرة والصغيرة، مطبوعه امداديه ملتان.

(صفحه هذا) [۱] ولابأس للرجل ان ينظر من امه وابنته البالغة واخته وكل ذى رحم محرم منه. عالمگيرى ج۵/ص۳۲۸/ كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه الخ، البحرالرائق كوئٹه ص۱۹۳ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، در مختار على الشامى كراچى ص۳۶۷ ج۶ كتاب الحظر والإباحة فصل فى النظر والمس.

[۲] عن عقبة بن عامرؓ قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، إياكم والدخول على النساء أى غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا

سوال:۔ زید نے اپنی لڑکی صفیہ کا عقد عمر کے بیٹے ظفر کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس کی لڑکی پردہ میں رہے گی، اور ارکان شرع کی پابند رہے گی، ظفر نے دوسال کے بعد اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا شروع کیا، نیز جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے، تو اسے جواب دیا جاتا ہے، کہ کیا رام کہانی شروع کر رکھی ہے، زید کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنی بچی کو گھر لے آیا، ظفر کا اصرار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لیجائے گا زید کا کہنا ہے کہ تم نے شرط پوری نہیں کی، اس لئے اب میں رخصت نہ کرونگا، ایسی صورت میں شرعی نقطۂ نگاہ سے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو چاہئے کہ وہ ظفر سے پختہ عہد کرلے اور چند معزز آدمیوں کے سامنے تحریر کرالے کہ ظفر اب آئندہ اپنی بیوی کو پردہ کے ساتھ رکھے گا، بے پردگی پر مجبور نہ کرے گا، نیز احکام شرع کی پابندی کرے گا، اور اگر اس پر اطمینان نہ ہو تو زوجہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے، کہ ظفر میرا شوہر ہے مجھے بے پردہ رکھتا ہے، اور احکام شرعی کی بجا آوری میں مخل ہوتا ہے، اس پر حاکم ظفر کو بلا کر تحقیق کرے اور اس کو حکم دے کہ تم اپنی زوجہ کو پردہ میں رکھو اور احکام شرع کی پابندی میں رکاوٹ نہ ڈالو ورنہ آزاد کردو، اس پر ظفر احکام شرع کی پابندی کا وعدہ کرے یا آزاد کردے اگر وہ وعدہ کرے تو بہتر ہے[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فقال رجل یا رسول اللّٰہ أرأیت الحمو ؟ قال الحمو الموت أی دخوله کالموت مهلک، مرقاة شرح مشکوٰة شریف ص ۴۰۹، ۴۱۰ ج۳ باب النظر الی المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئی، الخلوة بالأجنبیة حرام، شامی کراچی ص۳۶۸ ج۶ کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس.

[1] الحیلة الناجزة ص ۶۱ ع ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الإشاعت دیوبند.

اگر آزاد کردے تو بعد عدت نکاح ثانی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا

سوال:۔ یہاں انگلینڈ کا یہ اصول ہے کہ لڑکا یا لڑکی کی عمر جب تک سولہ سال کی نہ ہو اس وقت اسکول جانا فرض ہے، جب سولہ سال کی عمر ہوجاتی ہے، تو اسکول کی طرف سے فیکٹری میں کام دیتے ہیں، تو ہم لوگوں کا پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو اسکول کی جانب سے کام ملتا ہے، اس فیکٹری میں خالص عورتوں ہی کا کام ہوتا ہے، اوراس میں عورتیں ہی کام کرتی ہیں، مرد کا نام بھی نہیں، یہ فیکٹری سپلائی کی ہے، میں نے دو عالم سے پوچھا، انہوں نے یہ جواب دیا کہ جس فیکٹری میں عورتیں ہی کام کرتی ہیں اس میں کام پر لڑکی کو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں، جس ڈیپارٹ منٹ میں عورتیں کام کرتی ہیں، وہاں کی سپروائزر عورت ہی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بوقت حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۰ھ

---

[1] والحاصل ان مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقد ربقدره فمتى انقضت حاجتها لايحل لها بعدذٰلک صرف الزمان خارج بيتها الخ الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۵/ص۲۲۵/ باب العدة،فصل فى الحداد،مطلب الحق انّ على المفتى ان ينظر الخ، البحرالرائق كوئٹه ص۱۵۳ ج۴ باب العدة، فصل فى الإحداد، الفقه الحنفى وأدلته ص۲۴۸، (فقه المعاملات، القسم الأول) كتاب النكاح، حكم الإحداد، خروج المعتدة من البيت، مطبوعه دار الفيحاء بيروت.

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال:۔امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام طور سے عورتیں عریاں نظر آتی ہیں، نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے، کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں، اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازار ہی میں گزر ہوتا ہے، شہر کے بازار محلوں گلیوں میں پھرتے رہنا زہد وتقویٰ کا مجروح ہونا یقینی ہے، کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے،[۱] محض تفریح یا برہنہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وعن عقبة بن عامرؓ قال : لقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم : فقلت : ماالنجاة ؟ فقال أملک عليک لسانک، وليسعک بيتک الخ بأن تسكن فيه ولا تخرج منه إلا للضرورة مرقاة مع المشكوٰة ص۶۲۲ ج۴ باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثانى، مطبوعه أصح المطابع بمبئى.

[۲] ولباسها إن كان ملتزقاً ببدنها أو رقيقا فالنظر من ورائها كالنظر إلى بدنها، والنظر إلى العورة لا يجوز إلا للضرورة، وقد عمت به البلوى فى بلادنا من لبس الثياب الملتزقة ببدنها والرقيقة، وهى لا تجوز عند المحارم ايضاً غير الزوج فكيف بالأجانب ؟ والناس عنه غافلون، احكام القرآن للشيخ ظفر احمد العثمانى ص۴۸۳ ج۳ تفصيل الخطاب فى تفسير آيات الحجاب، تتمة فى بعض الحوادثات التى عمت به البلوى، مطبوعه إدارة القرأن كراچى.

کنگھی کر کے پھول پہن کر باہر جانا

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں تقریباً ہر روز یا اکثر کنگھی کرنے کے بعد میں پھول لگالیتی ہیں، یقیناً اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے، جو نامحرم کو بھی متوجہ کرسکتی ہے، لہٰذا اس کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ مکان سے باہر نامحرموں میں اس طرح جائیں تو اس کی اجازت نہیں ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا

سوال:۔ آج کل بعض حضرات کا خیال ہے کہ چہار دیواری میں عورتوں کو محصور رکھنا ظلم ہے، عورتوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ برقع اوڑھ کر گھومنا چاہئے، کیونکہ عہد نبوی میں عورتیں جنگ میں شریک ہوتی تھیں، اور ہر کام میں امداد دیتی تھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن شرائط اور احوال کی رعایت سے عہد نبوی میں عورتیں جہاد میں شریک ہوئی ہیں آج انکا عشر عشیر بھی موجود نہیں، بلکہ ان کا پایا جانا عادۃً محال ہے، تاہم جس درجہ میں فقہاء نے

---

[1] عن ابی موسیٰ قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل عین زانیۃ ان المرأۃ اذااستعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا او کذا یعنی زانیۃ (مشکوٰۃ، ص ۹۶/ باب الجماعۃ) وفضلھا، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم.

ترجمہ:. بلاشبہ عورت جب عطر لگا کر (مردوں کی) مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ہے ویسی ہے، یعنی زانیہ ہے، (مراد یہ ہے کہ زنا کی دعوت دیتی ہے)

اجازت دی ہے، اس درجہ میں جہاد کے لئے آج بھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے، یعنی اضطرار کی حالت میں نفیر عام کے وقت عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنا درست ہے، بشرطیکہ ان کو قتال کی قدرت بھی ہو، اور لشکر بڑا ہو مرہم پٹی وغیرہ کے لئے بوڑھی عورتوں کو نکلنا جائز ہے جوانوں کو جانا جائز نہیں "قال محمدؒ لا یعجبنا ان تقاتل النساء المسلمات مع الرجال الاان یضطر المسلمون ذٰلک فإن اضطر المسلمون الیٰ ذلک بان جاء النفیر وکان فی خروجهن حاجة وضرورة فلابأس بخروجهن للقتال–الیٰ ان قال : ولاتخرج الشواب لمداواة الجرحیٰ وسقی الماء والطبخ والخبز لاجل الغزاة واما العجائز اللاتی دخلن فی السن فلابأس بان یخرجن فی الصوائف ونحوها من الجنود العظام ویداوین المرضیٰ والجرحیٰ ویسقین الماء ویخبزن ویطبخن ولکن لایقاتلن عالمگیری ، ج۲/ص ۸۰۳/[1]" جب کہ جہاد کے لئے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی عبادت بھی نہیں اس کو جہاد پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، خصوصاً جب کہ روایات ذیل سے پردہ کی سخت تاکید معلوم ہوتی ہے، "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان ترمذی[2]، صلوٰة المرأة فی بیتها افضل من صلو تها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها ابوداؤد[3]، عن عائشةؓ قالت لوادرک رسول اللهﷺ ماحدث النساء

---

[1] الهندیة، ص ۱۸۹–۱۹۰ ج۲ اول کتاب السیر الباب الأول مطبع کوئٹه پاکستان، المحیط البرهانی ص ۱۱۰، ۱۱۱ کتاب السیر، الفصل الخامس فی بیان من یجوز له الخروج إلی الجهاد الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[2] ترمذی شریف، ص۲۲۲ ج۱ باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات، مطبوعه ابواب الرضاع، مطبوعه اشرفی دیوبند، **ترجمہ**:۔عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان نظر اُٹھا کر اس کو دیکھتا ہے؟

[3] عورت کا گھر میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور (گھر کے اندر) کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔(ابوداؤد شریف ، ج ۱/ص ۸۴/ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

لمنعهن من المسجد كمامنعت نساء بنی اسرائیل الخ (بخاری[1]) اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے اس زمانہ کا حال بیان فرمایاہے جس کے متعلق ارشاد ہے ''خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ[2]''، آج فتنہ وفساد کے غلبہ کی وجہ سے مساجد میں نماز کیلئے عورتوں کا آنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا، جیسا کہ نہایہ[3]، عنایہ[4]، مبسوط[5]، جامع الرموز[6]، محیط[7] وغیرہ میں مصرح موجود ہے، جب کہ دینی امور میں عورتوں کے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں، بلکہ نصاریٰ کا شعار

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد) باب التشدید فی ذلک، کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] بخاری شریف ،ج ۱/ص ۱۲۰/ ، کتاب الأذان، آخر باب خروج النساء إلی المساجد، باللیل والغلس، مطبوعہ اشرفی دیوبند، ابوداؤد شریف ص ۸۴ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، باب التشدید فی ذلک مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کو معلوم کرتے جو عورتوں نے بنالی ہے تو بیشک انہیں مسجد جانے سے روکدیتے، جس طرح بنی اسرائل کے عورتوں کو روک دیا گیا۔

[2] ترمذی شریف، ج۴/ص ۴۳۳/ کتاب الفتن ،باب ماجاء فی القرن الثالث ،مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، مطبوعہ اشرفی دیوبند ص ۴۶ ج ۲.

ترجمہ حدیث:۔سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ ہیں جو اس کے بعد ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو اس کے بعد ہیں۔

[3] کفایة علی هامش فتح القدیر ،ج ۱/ص ۳۱۸/باب الامامة،مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ.

[4] والفتویٰ الیوم علی کراهة حضور هن فی الصلوٰة کلها لظهور الفساد(عنایة علی الفتح ، ج ۱/ص ۳۶۶/ باب الامامة، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[5] مبسوط ،ج۲/ ص ۴۱/ باب صلاة العیدین ،مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[6] جامع الرموز ،ج ۱/ص ۷۸/ کتاب الصلاة،فصل فی القرأة ،مطبوعہ نول کشور لکھنؤ.

[7] المحیط البرهانی ،ج۲/ص ۴۸۶/ کتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون، نوع آخرفی بیان من یجب علیه الخروج ،فی العیدین ،مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

اورطریقہ ہے، وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۳ھ

جوعورت پہلے سے بے پردہ ہواس کوبھی پردہ لازم ہے

سوال:۔شادی سے پہلے عورت نے کبھی پردہ نہیں کیا، شادی کے بعد اس کا خاوند کہتا ہے کہ پردہ کرو، مگر یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے، کہ اب تک پردہ نہیں کیا، تو اب کیا پردہ کرنا ہے، جبکہ ہر شخص اس کو جانتا ہے، دوسرے اس علاقہ میں برقع کا رواج بھی نہیں ہے، تو اس عورت کو خاوند کے کہنے کے مطابق پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسکو پردہ کرنا چاہئے[1]، اگر کسی نے مدت دراز تک نماز نہیں پڑھی اور وہ یہ کہے کہ اب بڑی عمر میں کیا نماز پڑھیں گے تو اس کا یہ جواب غلط ہے، اسی طرح اس عورت کا جواب غلط ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یا أیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن الآیة سورة الاحزاب، آیت ۵۹، قال علی بن طلحة : عن ابن عباسؓ أمر اللّٰه نساء المؤمنین إذ اخرجن من بیوتهن فی حاجة أن یغطین وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابیب، ویبدین عیناً واحدةً، تفسیر ابن کثیر ص۸۲۴ج۳ سورة الأحزاب، تحت آیت ۵۹، مطبوعه المکتبة التجاریة مصطفی احمد الباز، مکة المکرمة.

کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے

سوال:۔ کچھ لوگوں نے ایسا مشہور کر رکھا ہے کہ نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے جس سے نکاح ہوا ہے، اس سے پردہ ضروری ہے تو اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کا جس مرد سے نکاح ہوگیا وہ اس کا شوہر ہوگیا، اگر چہ ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے پردہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۲ھ

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ

سوال:۔ جس مکان میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو وہاں پردہ قائم رکھنے کی صورت (جبکہ جیٹھ اور دیور یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہوں) تحریر فرماتے ہوئے پردہ شرعی کو واضح فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

باقی بدن تو چھپا رہتا ہی ہے، چہرہ بھی سامنے نہ کریں، اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع کبھی آنے نہ دیں، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھیں، یہ اس وقت جبکہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت مکان کے اندرونی حصہ میں چلی جائیں،

---

[1] وينظر الرجل من زوجته إلى جميع بدنها ويحل له مسها والإستمتاع بها فى الفرج ومادونه الخ، الفقه الحنفى وأدلته ص ۳۸۹ (فقه المعاملات، القسم الأول) كتاب الحظر والإباحة، النظر إلى المرأة، مطبوعه دار الفيحاء بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص۳۲۷ج۵ كتاب الكراهية، الباب الثامن، بحر الرائق كوئٹه ص۱۹۳ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس.

یا پردہ درمیان میں لٹکا دیں، اگر گنجائش ہوتو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں، یہ تو عورتوں کے حق میں ہے۔

مردوں کے حق میں یہ ہے کہ جب مکان میں جائیں اطلاع کر کے جائیں، اورنگاہ نیچی رکھیں، اورہنسی مذاق نیز خلوت سے پوری احتیاط کریں "عن عقبة بن عامر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصاریارسول اللّٰہ افریت الحمو قال الحمو الموت اھ بخاری شریف،[1] زاد ابن وهب فی روایة عن مسلم سمعت اللیث یقول الحمواخوالزوج وماشبه من اقارب الزوج ابن العم ونحوه ووقع عند الترمذی بعد تخریج الحدیث قال الترمذی یقال اخوالزوج کره له ان یخلوبها قال ومعنی الحدیث علی نحوماروی لایخلون رجل بامرأة قال ثالثها الشیطان اھ وهذا الحدیث الذی اشار الیه اخرجه احمد من حدیث عامر بن ربیعة وقال النووی اتفق اهل العلم باللغة علی ان الاحماء اقارب زوج امرأة کابیه وعمه واخیه وابن اخیه وابن عمه ونحوهم اھ فتح الباری[2] ج۹/ص ۲۸۹/ الخلوة بالاجنبیة حرام[3] اھ درمختار تمنع من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة اھ تنویر، ج ۱/ص ۴۲۲/[4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بخاری شریف، ج۲/ص ۷۸۷/ باب لایخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول علی المغیبة.

ترجمہ:۔عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو، ایک مرد انصاری نے کہا آپ دیور کے لئے بتائے؟ آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

[2] فتح الباری، ج۹/ص ۲۸۹/ مکتبه یوسفی دیوبند، باب لایخلون رجل بامرأة الا ذومحرم والدخول علی المغیبة.

[3] الدرالمختار علی ردالمحتار، ج۶/ص ۳۶۱/ کراچی، فصل فی النظر والمس.

[4] تنویر علی الشامی، ج ۱/ص ۲۷۴/نعمانیه، باب شروط الصلوٰة، مطلب فی سترالعورة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم
جن سے پردہ ضروری ہے

نامحرم ملازم سے پردہ

سوال:۔زید اپنی بیوی کا فرمانبردار ہے، اور اپنی بیوی کے واسطے ایک نامحرم شخص کو ملازم رکھا ہے، جو ہر وقت اس کی خدمت میں یعنی کھانا پکانا اور جھاڑو لگانا، اور گھر کے کام میں مشغول رہتا ہے، اور وہ دونوں میاں بیوی بیوقوف بتلاتے ہیں، اور بچہ کہتے ہیں، حالانکہ اس کی مونچھیں نکلنی شروع ہوگئی ہیں، اور اس کی عمر بلوغت کو پہنچ چکی ہے، کیا اپنے آرام کی خاطر اس کا گھر میں بے روک ٹوک جانا درست ہے؟ اور دلہن صاحبہ کی خدمت ایسے آدمی سے لینا درست ہے، اس کو دو تین سال میں دلہن صاحبہ نے کام بھی گھر کا بہت محنت سے سکھایا ہے، مگر بدقسمتی سے اب وہ جوان ہوگیا ہے، اب بیگم صاحبہ اس کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتی ہیں، کیونکہ آرام میں فرق پڑتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے[1] اور جب وہ ملازم ہے گھر کا کام بھی کرتا ہے، تو بسا

---

[1] أن النساء أيضاً مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما أن الرجال مأمورون بغض البصر عن النساء الأجنبيات إلى قوله : نعم إن كان بينهما محرمية نسب(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اوقات اس سے خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آتی ہوگی، عورت کو نامحرم کے ساتھ خلوت اور تنہائی کرنا حرام ہے[1]، لہٰذا اس ملازم کو علیحدہ کر کے کسی عورت یا نابالغ یا کسی محرم کو ملازم رکھا جائے، ورنہ اس سے باقاعدہ پردہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے چہرہ کھول کر بے پردہ آنا اور اس کو مکان میں بے پردہ بلانا جائز نہیں[2]، اپنے آرام کی خاطر شریعت کے خلاف کرنا ور خدا اور رسول کے حکم کو نہ ماننا سخت گناہ ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۶/۵۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) أو رضاع الخ، أحكام القرآن للتهانوى ص ۴۳۶ ج ۳ تفصيل الخطاب فى تفسير آيات الحجاب، تفصيل ما انتظمت الآية السادسة من الأحكام، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

(صفحہ ہذا) [1] الخلوة بالاجنبية حرام. الدرالمختارعلى ردالمحتار، ج ۶/ص ۳۶۸/ كتاب الحظروالاباحة، فصل فى النظر.(مطبع كراچى)، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹، كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانى، مطبوعه مكتبه إشاعت الإسلام دهلى.

[2] كما يحرم نظر الرجل إلى المرأة يحرم نظرها اليه، ولو بلا شهوة ولا خوف فتنة، نعم ! إن كان بينهما محرمية نسب أو رضاع أو مصاهرة الخ، أحكام القرآن للتهانوى ص ۴۳۶ ج ۳ تفصيل الخطاب فى تفسير آيات الحجاب، تفصيل ما انتظمت الآية السادسة من الأحكام، مطبوعه إدارة القرآن كراچى، روائع البيان تفسير آيات الأحكام ص ۱۴۵ ج ۲ المحاضرة السادسة، آيات الحجاب والنظر، مطبوعه دار السلام، والإسلام قد حرم على المرأة أن تكشف شيئاً من عورتها أمام الأجانب خشية الفتنة إلى قوله : فهل يسمح لها أن تكشف عن الوجه الذى هو اصل الجمال ومنبع الفتنة وممكن الحظر، روائع البيان تفسير آيات الأحكام ص ۱۶۲ ج ۲، المصدر السابق.

[3] ومن يعص الله ورسوله ويتعدّ حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين، سورة النساء آيت ۱۴.

نامحرم معمر عورت سے پردہ

سوال:۔ معمر عورت بے پردہ رہتی ہو اس کے یہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں بے پردہ ملنا جائز نہیں[1] خواہ وہ معمر ہی کیوں نہ ہو اسکے چہرے کی طرف بھی نہ دیکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیور سے پردہ

سوال:۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے لئے دیور موت ہے، اس کا علم مجھے نہیں کہ کس موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے، اور منشاء ارشاد کیا ہے عورت کو بیوہ ہوجانے کے بعد دیور سے پردہ کرنا ضروری ہے، یا شوہر کی زندگی میں بھی دیور سے پردہ ضروری ہے؟

(۲) ایک ہی مکان میں والدین کے ساتھ کئی بھائی رہتے ہیں، اور بعض مکان بالکل چھوٹے ہوتے ہیں، بھاوج کے سوا بعض وقت مکان میں کوئی اور عورت نہیں ہوتی، صرف شوہر اور اسکے بھائی مکان میں رہتے ہیں، اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے دیوروں کو کھانا

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرام. الدرالمختار على الشامى ،ج٦/ص٣٦٨/كتاب الحظروالاباحة، فصل فى النظر واللمس، مكتبه كراچى، الأشباه والنظائر ص١٥٩ كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانى، مطبوعه مكتبة اشاعت الإسلام دهلى، سكب الأنهر على هامش المجمع ص٢٠٣ ج٤ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

وغیرہ دینا پڑتا ہے، اور گھر میں شوہر کی غیر موجودگی میں صرف دیور ہی ہوتے ہیں، ان تمام صورتوں میں پردہ ضروری ہوتا ہے، اگر پردہ ضروری قرار دیا جائے، تو تمام دیور اپنا مکان چھوڑ کر کہاں جا کر رہیں؟ بعض اوقات شوہر باہر ہوتا ہے، دیور ہی گھر کی نگرانی کرتے ہیں اگر پردہ ہے تو گھر کی نگرانی شوہر کی عدم موجودگی میں مشکل ہو جائے گی، بعض اوقات بھاوج بیوہ ہو جاتی ہے، اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، مجبوراً دیوروں کے زیر پرورش ہو جاتی ہے، اور بچوں کی پرورش اور نگرانی دیوروں کے ذریعہ ہوا کرتی ہے، کیا ان تمام صورتوں میں دیور کے سامنے عورت نکل سکتی ہے، اور گھر کے اور افراد کی طرح ان سے بھی گفتگو ان کے ساتھ رہنا سہنا ہو سکتا ہے، شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۳) اگر پردہ لازم ہو تو پھر بھائیوں بھائیوں میں تعلق ویسے نہیں رہ سکتا جیسے کہ بے پردگی میں اور مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے پاس آنے جانے میں ہوا کرتا ہے، بھائیوں کا تعلق بھی غیروں جیسا ہو جائیگا، جیسے کہ اور دوستوں سے تعلق ہوا کرتا ہے تمام بھائی اور بھائی کی بیویاں سب مل جل کر بھی ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے، حالانکہ ایک ہی خاندان کے افراد ہیں، پردہ کی صورت میں ایک دوسرے سے کٹا ہوا ہو یا اس میں جو صورت ہو مطلع فرماویں نیز اس کا خیال رکھیں کہ آپس میں پردہ کی صورت میں تعاون ومعیت کے مواقع ختم ہو جائیں گے ایک ہی خاندان کے افراد بجائے قریب ہونے کے دور ہو جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) پردہ کی تاکید پر کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا دیور سے بھی پردہ کیا جائے، اس پر ارشاد فرمایا تھا، کہ دیور تو موت ہے[1]، فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے، اس سے پردہ شوہر کی زندگی میں

---

[1] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قا ل ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار افرأیت الحمو قال الحمو الموت ،ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۳۹/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بھی کیا جائے اور بعد میں بھی۔

(۲) بے تکلفی سے ہنسی مذاق نہ کیا جائے چہرہ سامنے نہ کھولا جائے، تنہائی ایک کمرہ میں نہ ہو وقت ضرورت بات کرنے میں مضائقہ نہیں[۱] کھانا کسی بچے کے ہاتھ بھیج دیا کریں اس طریقہ سے پرورش ہوسکتی ہے، ایک مکان میں رہنا بھی ہوسکتا ہے[۲] اور انشاء اللہ تعالیٰ فتنہ بھی نہیں ہوگا، ورنہ جب بے تکلفی کے تعلقات ہوتے ہیں تو عموماً فتنہ ہوجاتا ہے۔

(۳) جواب نمبر۲ر میں جو صورت تحریر کی گئی ہے، ایسی صورت پر عمل کرنے سے نہ بیگانگی ہوگی، خاندان میں یکجہتی رہے گی، اور حکم شریعت پر عمل بھی رہے گا، اور مستورات آپس میں مل جل کر رہیں گی، ایک دوسرے کے (خاوندوں) سے پردہ رہے گا، اور سب کے خاوند آپس میں ملے جلے رہیں گے، اور ایک دوسرے کی بیوی سے علیحدہ رہے گا، اسی میں عزت ہے، اسی میں حفاظت ہے، ورنہ کہیں اکبر مرحوم کا قول صادق نہ آجائے،

؎ آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا.....☆.....جس کو سمجھتے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

اللہ پاک نفس وشیطان کے شر سے حفاظت فرمائے آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸ر۳ر۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹ر۳ر۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ ج ۲ باب النظر المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو ایک انصاری صحابیؓ نے فرمایا کہ آپؐ دیور کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں، آپؐ نے فرمایا دیور موت ہے۔

(صفحه هذا) ۱ الخلوة بالاجنبية حرام وفی الشامی ویجوز الکلام المباح مع امرأة اجنبية الخ ،درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹ر ص ۵۲۹-۵۳۰ر کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی النظر واللمس.

۲ الخامس وجوب الحجاب علی النساء، فلا یظهرن للرجال، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ

سوال:۔محرم یعنی حقیقی باپ، بھائی، چچا، تایا، ماموں وغیرہ کے کیریکٹر وکردار کے مشکوک ہونے کی صورت میں مثلاً نشہ شراب کرنا یا کوئی اورعمل فاسد وفسق وفجور میں مبتلا ہونے اورلڑکی کو باہر پھرنے ،نمائش جیسی قبیح جگہ پر لیجانے ،غیرمسلم یاغیرمحرم کے سامنے آنے پرمجبور کرنے کی صورت میں شوہرکوان وجوہ کے مدنظران حضراتِ محرم کے سامنے اور ان سے ملنے کی اجازت دینے پر پابندی عائدکرنے کی شرعی اجازت ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

فتنہ کا اندیشہ ہواور بگڑنے کا خطرہ ہوتوان سے بھی پردہ کرایا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سالی سے مذاق

سوال:۔زیدوعمر مثلاً آپس میں ہمزلف ہیں اورزید مذکورہ اپنی سالی کے ساتھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وتقضی الحوائج کسوال المتاع وأمثاله من وراء الحجاب، أحكام القرآن للتهانوی ص ۴۰۱ ج۳ تفصيل الخطاب فی تفسير آيات الحجاب، يجب الحجاب على النساء، مطبوعه إدارة القرآن كراچی.

(صفحه هذا) [1] ويخلوبها يعنی محارمه اذاأمن على نفسه فان علم انه يشتهيهااوتشتهيه ان سافر بها اوخلابها اوكان أكبر رايه ذالک اوشک فلايباح له ذلک (الهندية ،ج۵/ص ۳۲۸/كتاب الكراهية،الباب الثامن فيما يحل للرجل النظراليه،مطبع كوئٹه)، بحر الرائق كوئٹه ص۱۹۴ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فی النظر واللمس، زيلعی شرح كنز ص۱۹ ج۶ كتاب الكراهية، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

ناشائستہ مذاق کرتا ہے، اور دواعیٔ جماع کا ظاہراً ارتکاب کرتا ہے، اسی بنا پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا، لہٰذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے، یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہٰذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، یا ظالم اور مظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ طریقہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے،[۱] تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے،[۲] اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کیلئے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہئے[۳] ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں، زید البتہ خطاوار ہے، اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے، ورنہ وہ منصب امامت سے علیحدہ کرنے کے قابل ہوگا،[۴] جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے۔[۵]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۵ھ

---

[۱] ذهب كثير من العلماء إلى أنه لا يجوز للمرأة الى الرجال الأجانب، بشهوة ولا بغير شهوة اصلاً، احكام القرآن للشيخ ظفر احمد العثمانى، ص ۴۲۲ ج ۳ تفصيل الخطاب فى تفسير آيات الحجاب، الآية السادسة، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

[۲] الخلوة بالأجنبية حرام، در مختار على الشامى زكريا ص ۵۲۹ ج ۹ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر واللمس، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانى، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

[۳] فأما الهجران لأجل المعاصى والبدعة فواجب استصحابه إلى أن يتوب من ذلك، ولا يختلف فى هذا، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ص ۵۳۴ ج ۶ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق

سوال:۔عورتوں کے لئے پردہ کے لحاظ سے جیٹھ اور دیور میں کچھ فرق تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کچھ فرق نہیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجوں سے خدمت لینا

سوال:۔زید کا انتقال ہوجاتا ہے، بوقت انتقال ان کی بیوی اور چچا زاد بھائی بکر زندہ ہیں، زید اور بکر دونوں لاولد ہیں، بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بکر اپنی دیکھ بھال کرنے کے اہل بیس سال سے نہیں تھے، چنانچہ زید نے ان کو لاکر اپنے پاس رکھا اور زید اور ان کی بیوی نے ان کی ساری خدمت کی اور سب خرچ اٹھایا، بکر کے پاس ۲۵-۳۰ ربیگہ زمین

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب النهى عن التحاسد والتدابر الخ، حكم الهجران لأجل المعاصى والبدع، مطبوعه دار ابن كثير دمشق بيروت.

[۴] وكره أمامة العبد ..... والفاسق لعدم إهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة، مراقى على الطحطاوى ص۲۴۵ باب الإمامة، فصل فى الأحق بالإمامة، مطبوعه مصر، شامى مع الدر المختار زكريا ص۹۸، ۲۹۹ ج۲ باب الإمامة، قبيل مطلب البدعة خمسة أقسام.

[۵] اس لئے کہ وہ غیر محرم ہیں اور غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔راجع: عنوان: ''نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا''۔

(صفحہ ہذا) [۱] الحموالموت ،قال ابن حجر تحته سمعت الليث يقول الحمو أخو الزوج وماشبهه من اقارب الزوج من العم ونحوه (فتح البارى ،ج۹/ص ۲۸۹/ باب لايخلون رجل بامرأة الاذو محرم والدخول على المغيبة ،مكتبه يوسفى ديوبند)

تھی، جس پر زید نے کاشت کی اوراس کی آمدنی اور نیز اس سے زیادہ اپنے پاس سے بکر پر خرچ کیا، بکر نے بہت خوشی اور مطمئن زندگی چچازاد بھائی اور بھابھی کے پاس گذاری، اچانک زید کا انتقال ہوگیا، بکر جو نہ اکیلے رہ سکتے ہیں، عمر اور عقل کی کمی کی وجہ سے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھاوج کی زیرنگرانی رہیں گے، اور کسی قیمت پر کہیں اور جانے کے لئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ وہ اسی طرح رہ رہے ہیں، زید کی جائیداد میں سے ۳/۴ حصہ بکر کے نام منتقل کردیا گیا، اسی طرح روپیہ میں سے بھی ان کا حصہ ان کے نام جمع کردیا گیا ہے، یہ سب زید کی بیوی نے بخوشی اپنے بھائی کے مشورہ پر کیا، اور بھائی جو بہت ایماندار اور متمول ہے، ان دونوں کی جائداد کی دیکھ بھال کررہا ہے۔

(۱) کیا بکر کی چوتھی پانچویں پشت کے بھتیجہ کا شرعی حق ہے، کہ وہ بکر کو اپنی زیرنگرانی رکھیں، اوران کی جائیداد کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لیں؟

(۲) پسر نمبر۱۴/ بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہیں، اور پچھلے بیس سال میں زید یا بکر کے تعلقات خوشگوار رہے، زید کی بیوہ انکے رشتہ دار یا بکر کے اور زیادہ دور کے رشتہ دار جن کا رشتہ آٹھویں یا نویں پشت سے ملتا ہے، اور جو ایماندار اور متمول ہیں شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بکر اپنی اور اپنی جائیداد کی نگرانی خود نہیں کرسکتے ہیں، جس کی نگرانی ان کے اوران کی جائیداد کے حق میں مفید ہو اس کو نگراں تجویز کیا جائے، اگر وہ موجودہ بھاوج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، اوران کو ہر طرح کا اطمینان ہے، تو رہ سکتے ہیں، لیکن چونکہ بھاوج شرعاً محرم نہیں، اس لئے انکے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں بے پردہ نہ رہیں،[1] یا پھر بھاوج سے شرعی طریقے

[1] الخلوة بالاجنبية حرام (الدرالمختار على ردالمحتار ،ج۶/ص ۳۶۸/كتاب الحظر والاباحة،فصل فى النظر والمس، مطبع كراچى)، (بقيه اگلے صفحه پر)

سے نکاح کرلیں، چوتھی پانچویں پشت کا کوئی بھتیجہ خدمت کرنا چاہے تو اسکی سعادت ہے، اس کو خدمت سے منع نہ کیا جائے، خاص کر جبکہ اس کو جائیداد وغیرہ کا کوئی خیال بھی نہ ہو، بلکہ اخلاص سے خدمت کرے۔

(۲) جائیداد کی نگرانی کے لئے تو رشتہ داری پر خیر خواہی مقدم ہے، خدمت کا ہر ایک کو حق ہے، کوئی خطرہ نہ ہو تو خدمت کا موقع دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۹۵ھ

چچی اور ممانی سے پردہ

سوال:۔ چچی اور ممانی سے پردہ کرنا ضروری ہے یا دیگر محارم کی طرح ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دونوں سوتیلی ہوں یا سگی شرعاً اجنبی ہیں ان سے پردہ ایسا ہی ضروری ہے، جیسا کہ غیروں سے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الحظر والإباحة الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلى، بزازية على هامش الهندية ص ۳۷۱ ج ۶ كتاب الكراهية، التاسع فى المتفرقات، مطبوعه مصر.

(صفحہ ہذا) [1] عن عقبة بن عامرؓ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إياكم والدخل على النساء أى غير المحرمات على طريق التخليلة، أو على وجه التكشف، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۰۹ ج ۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى.

بہنوئی کی اولاد سے پردہ

سوال:۔ایک عورت ہے (شادی شدہ) اس کی بہن کے خاوند کا انتقال ہوگیا، اب اس کو اپنے سوتیلے بھانجوں یعنی اپنی بہن کے خاوند کے بچوں سے جو کہ دوسری بیوی سے ہیں پردہ نہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پردہ کرنا چاہئے، کیونکہ وہ اجنبی محض ہیں[1]، اس سے نکاح درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۷/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف ۱۱/رجب ۵۶ھ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا

سوال:۔ایک عورت جو کہ گھر کے زیادہ کام کرنے کی وجہ سے کمزوری کی بناء پر اس کے پورے بدن میں درد ہوتا رہتا ہے، اور اس عورت کی بہو اور بالغ اور نابالغ لڑکے بھی موجود ہیں، اس حال میں کیا اس عورت کے بالغ لڑکے اپنی والدہ کی پیٹھ اور کمر پر اسی طرح اس کی ران اور ساق پر روغن وغیرہ کی مالش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہو کا اس خدمت کو انجام دینا اہون ہے، ''ینظر الرجل من الرجل سویٰ مابین سرته الیٰ ماتحت رکبتیه ومن محرمه الی الرأس والوجه والصدر

---

[1] گذشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

والساق والعضد ان أمن شهوته لاالى الظهر والبطن والفخذوماحل نظره حل لمسه اھ (درمختار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۳ھ

جوان بیٹی، باپ، بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا

سوال:۔ جوان بیٹی کا باپ کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر یا بستر پر ایک ساتھ لیٹنا، سونا ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ اسی طرح جوان بھائی بہن کا اور اسی طرح جوان بیٹے اور باپ کا ہمراہ لیٹنا اور سونا ازروئے شرع کیسا ہے؟ خلاف شرع ہونے کی صورت میں عتاب الٰہی کی کیا صورت واقسام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہرگز اجازت نہیں، یہ سب الگ الگ سویا کریں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جب بچے سیانے ہوجائیں ان کے بستر الگ الگ کردو۔[2]

---

[1] الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۶/ص۲۶۷/ فصل فی النظر والمس، البحر الرائق کوئٹہ ص۹۲-۱۹۴ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس، عالمگیری ص۳۲۸ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه الخ، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] عن عمربن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مروا او لادکم بالصلوٰة،وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابناء عشروفرقوا بینهم فی المضاجع(ابوداؤدشریف، ج۱/ص ۷۱/ باب متی یومر الغلام بالصلوٰة)، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوٰة شریف ص۵۸ ج۱ کتاب الصلوة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حدیث: حضرت عمر بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو، جبکہ وہ سات سال کے ہوں، اور ان کو اس پر مارو، جبکہ وہ دس سال کے ہوں، اور ان کے بستر الگ کردو۔

حدیث پاک کے خلاف کرنے کا نتیجہ یہاں بھی برا ہے، اور آخرت میں بھی برا ہے کوئی عارضی وجہ ہو مثلاً کوئی اتنا بیمار ہے کہ بغیر ماں، بہن، بیٹی کے وہ چین سے لیٹ نہیں سکتا اور خدمت کے لئے ان کی ضرورت ہے، تو مجبوری کا حکم دوسرا ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خالہ زاد، ماموں زاد بھائی وغیرہ سے پردہ

سوال:۔ ہمارے یہاں اجتماع میں قرآن پاک کا ترجمہ سنایا جاتا ہے، ایک روز پردہ کا ذکر بھی سنایا گیا، پردہ کا ذکر سنتے ہی عورتیں پریشان ہوگئیں، کیونکہ قرآن کریم کا حکم اٹل ہے ،اب یہ تمام عورتیں دریافت کرتی ہیں، کہ ہم تمام منہ ڈھانک لیں یا صرف نگاہیں نیچی کرلیں؟ ہم لوگ سید ہیں سب سے پردہ کرتی ہیں، لیکن ماموں کے بیٹے چچا اور خالہ کے بیٹے سے پردہ نہیں کرتی ہیں، اور سسرال میں دیور، جیٹھ، نندوئی سے پردہ نہیں رکھتی اور کہتی ہیں کہ یہ سب تو گھر کے ہیں، ان سے کیا پردہ صرف نگاہ کا پردہ کافی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، سب سے پردہ لازم ہے، اگر مکان تنگ ہو تو اتنا پردہ کافی ہے کہ چہرہ نہ کھولا جائے، گھونگھٹ کرلیا جائے، بے تکلفی ہنسی مذاق نہ کیا جائے، ایک جگہ تنہائی نہ ہونے پائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۹ھ

---

[1] المشقة تجلب التيسير والأصل فيها قوله تعالىٰ : يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر الآية الخ، الاشباه والنظائر ص۳۷ الفن الأول، القاعدة الرابعة، مطبوعه مكتبة اشاعت الإسلام دهلى، قواعد الفقة ص ۱۲۲ رقم القاعدة (۳۲۲) الرسالة الثالثة فى القواعد الفقهية، مطبوعه دار الكتاب ديوبند. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

سوتیلی والدہ کے ساتھ سفر

سوال:۔ میری سوتیلی والدہ ہے، اور حقیقی والدہ نہیں ہے کیا میرے سفر میں ساتھ سوتیلی ماں جاسکتی ہے؟

الجواب حامداًمصلیاً!

سوتیلی والدہ محرم ہے اس کے ساتھ سفر کی اجازت ہے، وہ جاسکتی ہے، بشرطیکہ کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱/۹۲ھ

پھوپھی زاد خالہ زاد وغیرہ سے پردہ

سوال:۔ پھوپھی، ماموں کے دامادوں نیز شوہر کے بہنوئی کے سامنے عورت آسکتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] عن عقبة بن عامرؓ قال : قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : إياكم والدخول على النساء أى غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف فقال رجل : يا رسول اللّٰه أرأيت الحمو ؟ قال الحمو الموت أى دخوله كالموت مهلك ..... والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه لان الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول اليها الخ مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۴۰۹،۴۱۰ج۳ باب النظر إلى المخطوبة: الفصل الاول، مطبوعه بمبئى، الخلوة بالأجنبية حرام، در مختار على الشامى كراچى ص۳۶۸ج۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس.

(صفحہ ہذا) [1] استفيد من المقام من عدم جواز السفر للمرأة الابزوج اومحرم خاص بالحرة غير مجوسى ولا فاسق (يعم الزوج والمحرم) لعدم حفظهما (شامى مع الدر المختار، كراچى، ج۲/ص ۴۶۴/ كتاب الحج ،مطلب فى قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)، النهر الفائق ص۵۹ج۲ كتاب الحج، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى شرح كنز ص۵ج۲ كتاب الحج، مطبوعه امداديه ملتان.

ہے یا نہیں؟ اس طرح بیوی کی خالہ زاد بہن اور ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن ہے کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح دودھ شریکی خالہ کے شوہر کے سامنے بھی عورت آ سکتی ہے یا نہیں یہ بات بھی لحاظ خاطر رہے کہ مذکورہ اعزہ میں سے بعض ایسے ہیں جو تعطیلات میں اپنے سسرال میں آ کر رہتے، اور ایک ہی گھر میں وہ عورتیں بھی رہتی ہیں، جن کے متعلق مسئلہ پوچھا جا رہا ہے، مثلاً پھوپھی کے داماد اور بعض ایسے ہیں جن کے گھر میں جا کر کبھی کبھی مستقل طور پر ہفتہ عشرہ ماہ پندرہ یوم رہنا ہوتا ہے، مثلاً نندوئی کے گھر جا کر رہنا ہو تو اب نندوئی سے پردہ کا سوال پیدا ہوتا ہے، جس طرح سامنے آنے کیلئے سوال کیا جا رہا ہے، اس کی نوعیت وہ ہی ہوگئی جو نمازی کی ہوتی ہے، کہ سارا بدن ڈھکا رہے، سوائے چہرہ ہاتھ اور پاؤں کے پنجوں کے دودھ شریک خالہ کے لڑکے اور ان کے دامادوں کے سامنے بھی کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان سب سے پردہ لازم ہے، یہ سب نامحرم ہیں، جس سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے اس سے پردہ کیا جائے، مکان تنگ ہونے کی وجہ سے اگر دشواری ہو تو بھی چہرہ نہ کھولے بے تکلف ہنسی مذاق نہ کریں، ایک جگہ تنہائی نہ ہونے پائے جو لوگ اجنبی ہوں ان میں فتنہ کم ہوتا ہے، ان کی ہمت بھی نہیں ہوتی، جو نامحرم عزیز قریب ہوں، ان میں فتنہ زیادہ ہوتا ہے، ان سے بچنے کیلئے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے،[1] اسی لئے حدیث شریف میں دیور کو موت

---

[1] عن عقبة بن عامرؓ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إياكم والدخول على النساء أى غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف، فقال رجل : يا رسول الله أرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت ..... والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول إليهما، والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم وعادة الناس المساهلة فيه، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص ۴۰۹، ۴۱۰ ج ۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى.

فرمایا گیا ہے "الحمو الموت"(مشکوٰۃ شریف[1]، ج۲/ص ۲۶۸/۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ اللہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۴/۸۹ھ

مطلقہ سے پردہ

سوال:۔ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دیدی ہے، وہ عورت پھر بھی اس کے گھر آتی ہے، حالانکہ اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا ہے، تو اب وہ شخص کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طلاق کے بعد جب عدت گذر گئی تو وہ عورت بالکل غیر ہوگئی، اس سے میل جول جائز نہیں رہا، لہٰذا پردہ لازم ہے[1]، اور جب اس نے دوسرے آدمی سے نکاح بھی کرلیا ہے، تو اس کو موجودہ شوہر کے حوالہ کرکے اپنے پاس آنے سے بالکل روک دے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۲ھ

---

[1] لایجوز النظر الی المرأة (ای الاجنبیة) لمافیه من خوف الفتنة (زیلعی ،ج۶/ص ۱۷/ فصل فی النظروالمس، مکتبه امدادیه ملتان) (ومن عرسه وأمته) فینظر الرجل منهما ..... فخرج المجوسیة والمکاتبة والمشرکة ومنکوحة الغیر ..... فحکمها کالأجنبیة، در مختار مع الشامی ص۳۶۶ج۶ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، مطبوعه کراچی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم

اعضائے مستورہ کو دیکھنا اور کھولنا

ستر کھول کر کشتی کرنا

سوال:۔ پہلوان کشتی کرتے ہیں، مگر صرف لنگوٹ باندھ کر عام مجمع میں لڑتے ہیں، حالانکہ از روئے شریعت گھٹنوں تک ستر فرض ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلوانوں کا یہ فعل ناجائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] کشف العورة حرام (طحطاوی علی المراقی ص ۳۹/ مطبوعه مصری، فصل فیما یجوز به الاستنجاء ومایکره به الخ، العورة من الرجل ما تحت السرة إلی الرکبة إلی قوله : روی الدار قطنی فی حدیث طویل عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال : فإن ما تحت السرة إلی الرکبة من العورة (الحدیث) حلبی کبیری ص ۲۰۹ الشرط الثالث، شرائط الصلوٰة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مجمع الأنهر ص ۱۲۲ ج ۱ کتاب الصلوٰة، شروط الصلوٰة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

گھٹنہ ستر ہے یا نہیں

سوال:۔ اگر ایک آدمی گھٹنہ کھولے تو وہ کیسا ہے؟ اور اس کا فعل حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گھٹنہ حنفیہ کے نزدیک ان اعضاء میں سے ہے جن کا چھپانا واجب اور کھولنا جس سے ستر باقی نہ رہے مکروہ تحریمی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۷/۹۰ھ

کاشت یا مچھلی کا شکار کرتے وقت اگر ستر کھل جائے تو کیا کرے

سوال:۔ ستر عورت کے لئے جو حکم شریعت میں بتلایا گیا ہے، اور جس موقع پر کپڑا یا ستر ترک کرنے کا حکم بتایا گیا ہے، اس کے علاوہ اوقات مثلاً زمین میں بوتے وقت میں جب کہ پانی گھٹنہ کے اوپر ہو تو کپڑا اٹھانا پڑتا ہے، یا مثلاً راستہ میں کمر تک ہوتا ہے، یا مثلاً مچھلی پکڑتے وقت کہ اس صورت میں کپڑا ستر سے اوپر اٹھانا پڑتا ہے، بغیر اس کے کام نہیں ہو پاتا از روئے شریعت کیا کام کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیا!

جب پانی کمر تک ہو تو بغیر لنگی اس میں داخل ہونے میں مضائقہ نہیں، راستہ چلتے ہوئے

---

[1] فالركبة من العورة لرواية الدار قطنى ماتحت السرة الى الركبة من العورة لكنه محتمل والاحتياط فى دخول الركبة ولحديث علىؓ قال : قال رسول الله ﷺ الركبة من العورة الخ شامى زكريا، ج۲/ص ۷۶/ باب شروط الصلوٰة، مطلب فى سترالعورة، حلبى كبيرى ص ۲۰۹ شرائط الصلوٰة، الشرط الثالث، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۶۹ ج ۱ كتاب الصلوٰة، شروط الصلاة.

اور شکار کرتے ہوئے، اور کھیتی کرتے ہوئے اس کا اہتمام کیا جائے کہ جس حصہ بدن کا چھپانا ضروری ہے وہ نہ کھلے بے خیالی میں گھٹنہ یا ران کھل جائے تو اس کو پھر ڈھانک لینا چاہئے، یہی احتیاط ہے قصداً دوسروں کے سامنے نہ کھولیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۱ھ

اپنا ستر کھولنا

سوال:۔ اپنا ستر بوقت حاجت یا دوسری ضرورتوں کے علاوہ دیکھتے رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مورث نسیان ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کے ستر کو دیکھنا

سوال:۔ اپنی بیوی کے ستر کو دیکھنا کیسا ہے؟ ساتھ ہی اندورنی وبیرونی ستر کی تفصیل فرماویں؟

---

[1] وینظر الرجل من الرجل سوی مابین سرته الیٰ ماتحت رکبته قال الشامی حتی ان کاشف الرکبة ینکر علیه برفق الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص ۲۵۶/ کتاب الحظر والاباحة،فصل فی النظر والمس، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص۲۰۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوہٖ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ان النظر الی العورة یورث النسیان (زیلعی، ج۶/ص۱۸/ فصل فی النظر والمس، مکتبه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص ۲۰۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوہٖ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اجازت ہے،[1] لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے، "ومارأی منی ومارأیت منه الحدیث[2]"، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے جو پردہ کا اور نامحرم سے چھپنے کا حکم پارہ ۱۸/رکوع ۱۰/آیت ۴/ میں فرمایا ہے، اس میں کوئی استثناء بھی مرض وغیرہ کی حالت میں نامحرم معالج کے روبرو بے حجاب ہونے کا اور اپنے تمام جسم کو تصرف میں دینے کا دیا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی زوجہ ایسا فعل کرے تو اپنے خاوند کے ناموس میں خلل ڈالا کہ نہیں، اور ایسی صورت میں شوہر کو اس سے بازپرس کا حق ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس حصۂ جسم کو چھپانا فرض ہے، اگر اس میں کوئی تکلیف زخم وغیرہ ہو کہ بغیر معالج کے سامنے کھولے علاج نہ ہوسکتا ہو تو صرف اتنا حصہ شدت ضرورت کے وقت کھولنا شرعاً درست ہے، اس سے زیادہ نامحرم کے سامنے کھولنا جائز نہیں، "وینظر الطبیب الیٰ

---

[1] وینظر الرجل إلی جمیع بدن زوجته حتی فرجها والأولیٰ ترکه، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۲۰۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه، زیلعی شرح کنز ص۱۸ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] جمع الوسائل، ج۲/ص ۵۳۳/ باب ماجاء فی حیاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، مکتبه اعزازیه دیوبند، مرقات، ج۳/ص ۴۱۴/باب النظر الی المخطوبة الخ، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطالع بمبئی، **ترجمه**:- نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے آپ کا ستر دیکھا۔

موضع مرضها اھ کنز،وفی نظر الطبیب الی موضع المرض ضرورة فیرخص لهم احیاء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم فصار کنظر الختان والخافضة وکذا ینظرالیٰ موضع الاحتقان للمرض لانه مداواة. وینبغی للطبیب ان یعلم امرأة ان امکن لان نظر الجنس اخف وان لم یمکن ستر کل عضومنها سوی موضع المرض ثم ینظر ویغض بصرهٗ عن غیر ذٰلک الموضع ما استطاع لأن ماثبت للضرورة یتقدر بقدر الضرورة والاصل ان لایجوز النظر الیٰ امرأة لما فیه من خوف الفتنة ولهٰذا قال علیه السلام : المرأة مستورة اھ زیلعی[1] بتغیر"

اس میں بہتر یہ ہے کہ معالج کسی عورت کوعلاج سکھلا دے اوروہ عورت علاج کردے تاکہ مرد کے سامنے کھولنے کی نوبت ہی نہ آوے،اگر یہ دشوار ہوتب مرد کے سامنے کھولنے کی اجازت ہے اورتمام بدن معالج کے تصرف میں دینا یا معالج کا موضع مرض کے علاوہ کسی دوسرے حصہ کو دیکھنا ہرگز درست نہیں،اگر بغیر شرعی ضرورت کے عورت اپنا جسم غیر محرم کے سامنے کھولے یا اس سے تعلقات قائم کرے یا اس سے ہمکلام ہو یا شوہر کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی سے پیش آئے،تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ ایسی حالت میں شوہر اس کوسزا دے" یعزر المولیٰ عبده والزوج زوجته علیٰ ترکها الزینة الشرعیة مع قدرتها علیها، وترکها غسل الجنابة، وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق، وترک الاجابة الی الفراش لوطاهرة من نحو حیض. ویلحق بذٰلک لوضربت ولدها الصغیر عند بکاء، اوضربت جاریته غیرة ولاتتعظ بوعظه اوشتمته، ولوبنحوحمار، اوإدعت علیه أو مزقت ثیابه، اوکلمة لیسمعها

[1] زیلعی، ص۱۷،۱۸ ج۶ فصل فی النظر والمس، کتاب الحظر والاباحة، مکتبه امدادیه ملتان پاکستان، مجمع الأنهر ص۱۹۹،۲۰۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوهٖ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر الرائق کوئٹه ص۱۹۲ ج۸، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس.

اجنبی اوکشفت وجهها لغير محرم اوكلمته اواعطت مالم تجرالعادة به بلااذنه والضابطة كل معصية لاحدفيها فللزوج والمولىٰ التعزير اھ[1] درمختار۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

برہنہ ہوکر غسل کرنا

سوال:۔حنفی مسلک کے لوگ ہمارے یہاں ننگے ہوکر غسل کرتے ہیں، اور شیعہ لوگ آکر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا کہ غسل ننگے ہوکر کرو، اور غسل کرنے کے بعد ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا، اور نہ نماز ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

تنہائی کی جگہ میں ننگے ہوکر نہانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور یہ حدیث شریف بخاری[2] ومسلم شریف[3] میں ہے، غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں، ''کان

---

[1] الدرالمختار على الشامى زكريا ص۱۲۸،۱۲۹ ج۶، كتاب الحدود، باب التعزير، البحرالرائق كوئٹه ص۴۹ ج۵، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، النهر الفائق ص۱۷۲،۱۷۳، ج۳، فصل فى التعزير، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عن ام هانى بنت ابى طالب تقول ذهبت الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة تستره فقال من هذه فقلت انا ام هانى.

''عن ميمونة قالت سترت النبى ﷺ وهو يغتسل من الجنابة فغسل يديه ثم صب بيمينه على شماله فغسل فرجه وماصابه ثم مسح بيده على الحائط اوالارض ثم توضاء وضؤه للصلوٰة غير رجليه ثم افاض على جسده الماء ثم تنحى فغسل قدميه (بخارى شريف، ج۱/ص ۴۲/، كتاب الغسل، باب التستر فى الغسل عند الناس، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] مسلم شريف ،ج۱/ص ۱۵۳/ ، كتاب الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، مطبوعه رشيديه دهلى. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایتوضأ بعد الغسل رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ومشکوٰۃ شریف"[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۰ھ

غسل خانہ میں ننگے ہوکر غسل کرنا

سوال:۔(الف) غسل خانہ میں بالکل ننگے ہوکر غسل کرنا کیسا ہے؟

(ب) اور اگر وہ مصر ہو تو پھر اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) درست ہے[2] **(ب)** کس بات پر مصر ہے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) "وفی تقریر مولانا محمد حسن المکی التستر عندالغسل فی الخلوۃ وترکہ سواء بل الاول ترکہ لان النبی ﷺ ماتسترفی الخلوۃ اصلا الخ، لامع الدراری ص ۱۲۲ ج ۱ کتاب الغسل، باب من إغتسل عرنا وحدہ، مطبوعہ مکتبۃ الرشید سہارنپور.

ترجمہ:۔ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا، اور حضرت فاطمہؓ پردہ کئے ہوئے تھیں، آپ نے ارشاد فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی ہوں! "حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ کئے ہوئے تھی، اور آنحضرت غسل جنابت فرمارہے تھے، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، اور پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، اور شرمگاہ کو اور جہاں ناپاکی لگی تھی اس کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو دیوار یا زمین پر رگڑا پھر نماز جیسا وضو کیا، پیروں کے دھونے کے علاوہ پھر تمام بدن پر پانی بہایا، پھر ایک طرف ہٹ کر پیروں کو دھویا۔

(صفحہ ہذا) [1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۸/ باب الغسل، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں فرمایا کرتے تھے۔

[2] یجوز أن یتجرد للغسل وحدہ. طحطاوی علی المراقی، ص ۸۴/مصری، فصل فی آداب الاغتسال، حلبی کبیری ص ۵۱ سنن الغسل، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاھور.

غسل خانہ میں برہنہ ہوکر غسل کرنا

سوال:۔ غسل خانہ میں مرد یا عورت برہنہ ہوکر غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کہ وہاں پردہ ہے، کوئی دیکھتا نہیں ہے، تو برہنہ غسل سب کیلئے درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ننگے ورزش کرنا

سوال:۔ زید پہلوانی کرتا ہے لیکن ستر کھلی رہتی ہے، صرف قبل ودُبر پر لنگوٹ رہتی ہے کسرت کے وقت تنہائی میں بھی ہوتا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تنہائی میں اس طرح ورزش منع نہیں، لوگوں کے سامنے اس طرح ستر کھول کر درست نہیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۸۶ھ

---

[1] يجوز أن يتجرد للغسل وحده. طحطاوی علی المراقی، ص ۸۴/مصری، فصل فی آداب الاغتسال، حلبی کبیری ص ۵۱ سنن الغسل، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، شرح نووی علی هامش المسلم ص ۱۵۴ ج ۱ كتاب الحيض، باب جواز الإغتسال عرياناً فی الخلوة.

[2] وسترعورته ووجوبه عام ای فی الصلوٰة وخارجها ولوفی الخلوة ای اذاكان خارج الصلوٰة يجب الستر بحضرة الناس اجماعاً وفی الخلوة علی الصحيح (بقیه اگلے صفحه پر)

طبیب کا عضو تناسل دیکھنا

سوال:۔ایک حکیم ضعف باہ کے لئے جب مریض کو دیکھتا ہے تو عضو تناسل کو بھی دیکھتا ہے، کیونکہ اس سے تشخیص میں بڑی مدد ملتی ہے، اس کو ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بغیر دیکھے علاج نہیں ہوسکتا تو مجبوراً گنجائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

ولادت سے ساتویں روز برہنہ کر کے نہلانا

سوال:۔ایک لڑکی کو بچہ پیدا ہوا ساتویں روز اس کو بالکل برہنہ کر کے نہلایا گیا، جس میں تین عورتیں اور شامل تھیں، یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی عورت کو عورتوں کے سامنے بھی بالکل برہنہ ہونا جائز نہیں[2] خواہ نہانے کیلئے ہو یا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) .....ثم ان الظاهر ان المراد بمايجب ستره فى الخلوة خارج الصلوٰة هومابين السرة والركبة فقط على الصحيح الالغرض صحيح كتغوط واستنجاء (ملخصاً شامى كراچى، ج ۱/ص ۴۰۴/ مطلب فى ستر العورة، باب شرط الصلوٰة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۶۹ ج ۱ باب شروط الصلاة.

(صفحه هذا) [1] ويجوز النظر الى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة الخ، عالمگيرى ج۵/ص ۳۳۰/ مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر الخ، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص ۱۹۹ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] جازللمرأة أن تنكشف للمرأة مومنة كانت اوكافرة حرة كانت اوامة الامابين سرتها وركبتها،تفسير مظهرى، ج۶/ص ۴۹۸/سورة النور، **(بقيه اگلے صفحه پر)**

کسی اور مقصد کیلئے ہو، پردہ کر کے نہایا جائے، جہاں اسکے جسم کو کوئی نہ دیکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

کاشتکاروں کے لئے کشف عورت

سوال:۔ اگر کاشتکار ستر عورت نہ چھپاوے اور جب تک کاشتکاری کا کام کرے اس وقت تک کھولے رکھے، اگر ان کو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ستر عورت کو ڈھانکو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم اس سے مجبور ہیں، تو کیا ایسا کرنا یا ایسا کہنا ان کا درست ہے، از روئے شرع شریف؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا اور ایسا کہنا خلاف شرع ہے، شریعت کا حکم سب کے لئے ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں، "**یجوز ان ینظر الرجل الی الرجل الا الی عورته کذافی المحیط وعلیه الاجماع کذافی الاختیار شرح المختار وعورته مابین سرته حتی تجاوز رکبته کذافی الذخیرة ومادون السرة الیٰ منبت الشعر فی ظاهر الروایة ثم حکم العورة فی الرکبة اخف منه فی الفخذوفی الفخذ أخف منه فی السوأة الخ هندیه.**[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) تحت آیت ۳۱/مطبوعه رشیدیه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۳ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، بدائع الصنائع ص۲۹۹ ج۴ کتاب الإستحسان، حکم ذوات الرحم بلا محرم، مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] فتاویٰ هندیه، ج۵/ص۳۲۷/کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظرالیه ومالایحل لهٗ، مطبع کوئٹه پاکستان، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص۲۰۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوهٖ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا

سوال:۔ گھٹنے کھول کر اپنا کام مثلاً کھیتی وغیرہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور دریا وغیرہ میں گھسنے کی حالت میں ضرورۃ پائجامہ یا تہہ بند کو چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گو بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ گھٹنے نہ کھولے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵۵/۸۷ھ

چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا

سوال:۔ ہمارے یہاں نٹ لوگ کھیل تماشہ کرتے ہیں، یہ لوگ چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر کھیلتے ہیں، ڈھول، بجتا رہتا ہے، اور اس پر انعام مانگتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا اور چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ کرنا، ناچنا، ڈھول بجانا

---

[۱] والركبة عورة خلافاً للشافعي وحكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ حتى أن كاشف الركبة ينكرعليه برفق(شامي زكريا ،ج۹/ص۵۲۶/كتاب الحظر والاباحة،فصل في النظر والمس، الركبة عضو مركب من عظم الساق والفخذ على وجه يتعذر تمييزه، والفخذ من العورة والساق ليس من العورة، فعند الإشتباه يجب العمل بالإحتياط، وذلك فيما قلنا، بدائع الصنائع ص۲۹۸ ج۴ كتاب الإستحسان، حكم ذوات الرحم بلا محرم، مطبوعه زكريا ديوبند، زيلعي شرح كنز ص۱۸ ج۶ كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

اوراس پرانعام مانگنا سب ناجائز ہے[1]، تماشہ کرنے اور دیکھنے والے اوراس پر پیسے دینے والے سب ہی گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت

سوال:۔ زید کی منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندو بست کیا، لیکن بچہ کسی طرح نہ ہوا، مجبوراً اسپتال لیجانا پڑا، اور آپریشن کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ہوئی، اسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں، دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے، گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں زید کیا کرے؟ اسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ کمی ہوسکتی ہے، تو زید کے پاس کچھ نہیں، قرض لے کر ہی بندوبست کیا جاسکتا ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب جان کے لالے پڑ جائیں، تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے[2]، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۸۸ھ

---

[1] کشف العورة حرام، طحطاوی علی المراقی، ص ۳۹/ مصری، فصل فیمایجوز به الاستنجاء ومایکره به ومایکره فعله. (بقیہ حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

ملازمت کے لئے ڈاکٹری معائنہ

سوال: ۔زید میونسپلٹی میں فن تجوید وقرآن شریف اور ضروریات دین کے لئے یا اور کسی شعبہ میں ملازم ہے اور وہ شخص عالم بھی ہے، اور کسی قسم کا مریض نہیں، میونسپلٹی کی طرف سے اس کو ڈاکٹری معائنہ کا حکم دیا، نو سال ملازمت کرنے کے بعد ڈاکٹری معائنہ کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انسان کے بدن کو سر سے پیر تک ننگا کر کے بدن کا معائنہ کرتا ہے، حتی کہ ذکر کو ہاتھ میں لیتا ہے، اور دبا تا بھی ہے، تا کہ سوزاک و آتشک معلوم کر سکے، اور دبر میں بھی انگلی تک مارتا ہے، تا کہ بواسیر معلوم کر لے، تو کیا ملازمت کے لئے یہ ڈاکٹری کرنا کرانا جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مع مذاہب اربعہ ادلۂ اربعہ سے مع حوالہ جات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طور پر ڈاکٹری معائنہ کرانا اور کرنا ناجائز ہے، جس حصۂ بدن کو چھپانا فرض ہے اس کو اس غرض کے لئے کھولنا اور نامحرم کو دکھانا اور اس کا ہاتھ لگوانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، اگر ملازمت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے تو ایسی شرط کو قبول کرنا بھی جائز نہیں، ''وینظر الرجل الی الرجل الاالعورة وهی مابین السرة والرکبة ثم حکم العورة فی الرکبة اخف منه فی الفخذوفی الفخذاخف منه فی السوأ ة حتی ینکر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱ لایحل للرجل ان ینظر الیها لکن تعلم امرأة تداویها فان لم یجدوا امرأة تداویها ولاامرأة تتعلم ذٰلک اذا علمت وخیف علیها البلاء اوالوجع اوالهلاک فانه یستر منها کل شئی الا موضع تلک القرحة(الیٰ قوله) ولافرق فی هذا بین ذوات المحارم وغیرهن (الهندیة ج۵/ ص۳۳۰/ کتاب الکراهیة، الباب الثامن فی النظر ،مطبع کوئٹه پاکستان)، زیلعی شرح کنز ص۱۷،۱۸ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس.

علیه فی کشف الرکبة برفق وفی الفخذ بعنف وفی السوأة بضرب ان لج ویمس ماحل النظر الیه ای من محارمه اومن الرجل لامن الاجنبیةاھ زیلعی ، ج۶/ص ۱۸ – ۱۹ [۱] اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، ستر عورت ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق فرض ہے، ''اجمعوا علیٰ ان ستر العورة عن العیون واجب فی الصلوٰة وغیرھااھ میزان الکبریٰ [۲] ج ۱/ص ۱۵۶/ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق [۳] الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/صفر ۵۹ھ

پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

سوال:۔ جب پانی عبور کرنا ہو اور پانی گھٹنوں سے اوپر تک ہو تو تہہ بند کو رانوں تک اٹھانا اور گھٹنے اور ران کھولنا اس طرح پانی عبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناف سے گھٹنوں تک عورت ہے کسی کے سامنے اس حصۂ بدن کو کھولنا جائز نہیں، نہ نماز میں نہ خارج نماز میں، اس حکم میں ہر مرد عالم ہو یا غیر عالم سب کا حکم ایک ہے [۴] جو شخص

---

[۱] زیلعی ص ۱۹/۱۸/۶، مکتبه امدادیه ملتان پاکستان، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۹۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص ۲۰۰ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] المیزان الکبریٰ للشعرانی ، ج ۱/ص ۱۷۶/ باب شروط الصلاة ،مطبوعه مصر.

[۳] مشکوٰة شریف، ج۲/ص ۳۲۱/ کتاب الامارة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم، خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

گھٹنے کھولے اس کو نرمی سے منع کیا جاوے، جوران کھولے اس کو سختی سے منع کیا جائے، البتہ اگر گھٹنے اور رانیں پانی میں چھپ جائیں اور کپڑا بالکل پانی کے قریب رہے، کہ بدن کسی کو نظر نہ آئے تو اس طرح عبور کرنا شرعاً درست ہے ''وینظر الرجل من الرجل الی ماسویٰ العورة وقد بینت فی الصلوٰة ان العورة مابین السرة الی الرکبة والسرة لیست بعورة خلافالما یقوله ابوحنیفةؒ والشافعیؒ والرکبة عورة خلافاً للشافعیؒ ثم حکم العورة فی الرکبة اخف منه فی الفخذ وفی الفخذ اخف منه فی السوأة حتی ینکر علیه فی کشف الرکبة برفق وفی الفخذ بعنف وفی السوأة بضرب ان اصرّ اھ مجمع الانهر، ج۲/ص۵۳۸/[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۰/۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۰/۶۴ھ

داخلہ کالج یا ملازمت سرکاری کیلئے برہنہ بدن کا معائنہ

سوال:۔آج کل جو پولیس میں بھرتی کے وقت یا کالجوں میں داخلہ کے وقت آدمی کو ننگا کر کے اس کا ڈاکٹری معائنہ کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کیونکہ کشف عورت تو حرام ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] والرابع : ستر عورته ووجوبه عام أی فی الصلاة وخارجها ولو فی الخلوة علی الصحیح ..... وهی للرجل ما تحت سرته إلی ما تحت رکبته، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۰۴ ج۱ باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة.

(صفحہ ہذا) [1] ملتقیٰ الأبحر مع مجمع الانهر ،ج۴/ص ۳۰۰/ کتاب الکراهیة ،فصل فی النظر، مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۱۹۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس،

الجواب حامداً ومصلیاً!

کشفِ عورت کے لئے یہ ضرورت شرعاً معتبر نہیں کیونکہ نہ اس پر مدار صحت ہے نہ مدار زندگی کوئی اور بھی شرعی ضرورت اس پر موقوف نہیں، تحصیل علم جس کے لئے یہ معائنہ کرایا جاتا ہے، اولاً خود محل کلام ہے کہ بہت سے عقائد اسلام کے خلاف اس پر مرتب ہوتے ہیں، دوسرے یہ داخلہ کالج پر موقوف نہیں، خارجی طریق سے بھی اس کی تحصیل ممکن ہے، پولیس کی ملازمت میں بہت سے مواقع پر قانوناً خلاف شرع کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس پر کچھ معیشت کا بھی مدار نہیں، بغیر اس کے بہت بڑی مخلوق آسائش کے ساتھ موافق شرع زندگی بسر کرتی ہے، پس صورت مسئولہ میں ارتکاب حرام کی ہرگز گنجائش نہیں، بلکہ اجتناب واجب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الثانی، ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۵۷ھ

حیض ونفاس وغیرہ میں ستر دیکھنا اور صحبت کی دعاء

سوال:۔ صحبت کے وہ کون چار طریقے مشہور ہیں، نیز اس کی دعا کیا ہے، اگر کسی نے غیر حیض میں ناف اور گھٹنے کے بیچ دیکھا ہے تو گنہگار ہوگا اور حیض یا نفاس کے دنوں میں تو کیا گناہ ہوگا؟

---

[1] ویحرم النظر الی العورة الاعند الضرورة ولایتجاوز قدرالضرورة الخ مجمع الانهر، ج۴/ص ۱۹۹/ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت، عن النّوّاس بن سمعان قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوٰة شریف ص ۳۲۱ ج۲ کتاب الأمارة والقضاء، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعا یہ ہے " بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطٰن وجنب الشیطن مارزقتنا (عمل الیوم واللیلۃ[1]) نیز صحبت سے پہلے "رب اعوذبک من همزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون "پڑھنا مستحسن ہے[2]

صحبت کے چار طریقے مجھے معلوم نہیں بیوی کو غیر حیض میں برہنہ دیکھنے سے گناہ نہیں[3]، البتہ حیض ونفاس میں ناف اور گھٹنے کے درمیان سے احتیاط چاہئے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۹۶ھ

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ،ص۱۶۴/مطبوعہ دائرہ معارف حیدرآباد)، مطبوعہ مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت ص۲۱۵ باب ما یقول إذا جامع أهله، رقم الحدیث (۶۰۸)

[2] وقوله تعالیٰ "وقل رب اعوذبک من همزات الشیاطین و قوله تعالیٰ واعوذبک رب ان یحضرون أی فی شئی من امری ولهذاأمربذکر اللّٰه فی ابتداء الا مور وذٰلک لطردالشیطان عندالاکل والجماع والذبح وغیر ذٰلک من الامورتفسیر ابن کثیر ، ج۳/ص ۴۰۸/ سورة مؤمنون، آیت۹۷/۹۸ تجاریة مصطفی احمد الباز مکة المکرمة.

[3] وینظر الرجل من الرجل سوی مابین سرته الی ماتحت رکبته ومن عرسهٖ وامته الحلال الیٰ فرجها بشهوة وغیرها (درمختار مع الشامی کراچی، ج۶/ص۳۶۶/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثامن، مجمع الأنهر ص ۲۰۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[4] یجتنب الرجل من الحائض ماتحت الازار عندالامام (شامی کراچی، ج ۱/ص ۲۹۲/ کتاب الطهارة ،باب الحیض، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۷۹/۱، باب الحیض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

اجنبی عورتوں سے تنہائی، میل جول اور مس کرنا

نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو

سوال:۔ اگر زید اپنی زوجہ اور لڑکے اور لڑکی کو خالد کی سرپرستی میں دیدے تو کیا ایسی صورت میں وہ قابل لعن وطعن ہوگا یا لائق مبارکباد؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر خالد سرپرستی کا اہل ہے، تربیت سے واقف ہے متدین ہے تو کوئی لعن وطعن نہیں حق تعالیٰ فتنہ سے بچائے، لڑکی کا نامحرم کے ساتھ رہنا یا بے پردہ اس کے پاس جانا، تنہائی کرنا جائز نہیں[1] اگرچہ وہ متدین ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرام الدرالمختار علی ردالمحتار، ج۶/ص۳۶۸/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر. (مطبع کراچی)، بزازية علی هامش الهندية ص ۳۷۱ ج۶ کتاب الکراهية، التاسع فی المتفرقات، مطبوعه مصر.

نامحرم کے ساتھ تنہائی

سوال:۔ خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مہر علی اور محمد رضا دونوں دوست ہیں، محمد رضا نے مہر علی سے کہا کہ میرے لئے بازار سے بیل لانا، وہ لینے کے لئے گئے مگر ملا نہیں، یہ کہنے کے لئے شام کو مہر علی محمد رضا کے گھر گئے، جب کہ اس کے بیوی بچے موجود تھے، گھر میں جا کر مہر علی صحن میں بیٹھ گئے، وہ یہ بتلانے گئے تھے کہ بیل ملا نہیں، مگر مہر علی کی زوجہ جو بدکلام اور لڑاکو ہے، اس نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے فوراً اس مکان پر آئی اور دروازہ بند کر یا اور خود اپنے شوہر مہر علی کو بدنام کیا اور ان کو ذلیل کیا کہ محمد رضا کی بیوی سے اس کا ناجائز تعلق ہے، اس صورت میں اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

دراصل مہر علی کے پاس بہت سے جانور ہیں، جن کی دیکھ بھال نہیں ہوتی، اس لئے شکایت مہر علی کی زوجہ کو ہے کہ ہم سے یہ جانور نہیں پلتے ہیں، بہر حال اس واقعہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرد کو نامحرم عورت کے پاس اس طرح شام کے وقت مکان میں جا کر بیٹھنا مناسب نہیں[1]، اس سے احتیاط کی جائے، بیل خریدنے کے متعلق بات کرنے کیلئے بلکہ بتانے کیلئے کہ ''خریدا ہے یا نہیں'' مکان کے اندر جانے کی بالکل ضرورت نہیں تھی، دروازہ پر کھڑے ہو کر بتا کر چلے جاتے، عورت کا باہر سے دروازہ بند کر کے شوہر کو بدنام اور ذلیل کرنا بڑی ذلیل

---

[1] الخلوة بالاجنبية حرام. الدرالمختارعلى ردالمحتار، ج۶/ص۳۶۸/كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر.(مطبع كراچى)، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۰۳ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

حرکت ہے، اگر اس کو اپنے شوہر کے گھریلو معاملات کے متعلق کوئی شکایت تھی اس کی وجہ سے زنجیر لگا کر بدنام کرنا نہایت کمینہ پن ہے اسکو لازم ہے کہ شوہر سے معافی مانگے، اور اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کر کے آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسی حرکت سے اجتناب کرے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نامحرم کے ساتھ رکشہ میں بیٹھنے کی سزا

سوال:۔ میں ایک ساٹھ سال کی عورت ہوں اور ۶۵ رسال کے ایک مرد کے ساتھ بازار سے گھر تک رکشا میں بیٹھ گئی، جب میں گھر پہنچی تو میرے سماج نے مجھے اپنے سماج سے باہر کر دیا، تو آپ سے یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ بیٹھ کر گئی تو کیا گناہ ہے؟ اگر میں نے اس کے ساتھ کوئی گناہ بھی کیا ہو، کیا سزا ہے یا کیا کفارہ ہے، کہ اس کو میں ادا کروں اور سماج میں شامل ہوسکوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم سے پردہ لازم ہے[2]، اس طرح اس کے ساتھ رکشا میں بیٹھ کر آنا کہ بدن سے

---

[1] قال علی بن أبی طالبؓ : دخلت علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنا وفاطمةؓ : ووجدناہ یبکی بکاءً شدیداً ع فقلت لہ : فداک أبی وأمی یا رسول اللّٰہ ما الذی أبکاک ؟ قال: یا علی لیلة اسری بی إلی السماء رأیت نساء من أمتی یعذبن بأنواع العذاب فبکیت لما رأیت من شدة عذابھن الی قولہ: ورأیت إمرأة معلقة بلسانھا والحمیم یصب فی حلقلھا ..... وأما التی کانت معلقة بلسانھا فإنھا کانت تؤذی زوجھا الخ، کتاب الکبائر للذھبی ص ۱۴۹ الکبیرة السابعة والأربعون، مطبوعہ نزار مصطفی الباز. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

بدن لگے درست نہیں ہے،[۱] اگر اس کے علاوہ بھی کوئی گناہ کیا ہو تو جیسا گناہ ہو ویسی ہی اس کی سزا ہوگی، اب موجودہ وقت میں شرعی سزا کے شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اصلی سزا نہیں دی جاسکتی، سماج سے الگ کردینا ہی سزا ہے، توبہ استغفار کے بعد جب اطمینان ہوجائے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا، اور پردہ کا اہتمام کیا جائے گا، تو سماج میں شامل کرلیا جائے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۹۰ھ

نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا

سوال:۔ اگر نامحرم عورت سے تنہائی میں بھی نہ ملے اور نہ اس کے چہرہ کی طرف نظر ڈالے، تب بھی ایسی جگہ جانا جائز ہے جہاں نامحرم عورتیں ہوں، عام ہے کہ معمر ہوں یا غیر معمر، جو عورتیں پردہ میں رہتی ہیں، لیکن دیندار سے پردہ کرتی ہیں اور ان کے سامنے سر وغیرہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲ أن النساء ايضاً مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما ان الرجال مأمورون بغض البصر عن النساء الاجنبيات، أحكام القرآن للتهانوى ص۴۳۶ ج۳ تفصيل ما انتظمت الآية السادسة من الأحكام، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

(صفحہ ہذا) ۱ وما حل نظره حل لمسه إذا أمن الشهوة على نفسه وعليها إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ، در مختار على الشامى كراچى ص۳۶۷ ج۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس، البحرالرائق كوئٹه ص۱۹۴ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، زيلعى شرح كنز ص۱۹ ج۶ كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

۲ وهذا الهجران الذى ذكرناه هو الذى يكون عن غصب لأمر جائز لا تعلق له بالدين فأما الهجران لأجل المعاصى والبدعة فواجب إستصحابه إلى أن يتوب من ذلك ولا يختلف فى هٰذا، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ص۵۳۴ ج۶ كتاب البر والصلة باب النهى عن التحاسد والتدابر والتباغض وإلى كم تجوز الهجرة؟ مطبوعه دار ابن كثير بيروت.

ڈھک کر آتی ہیں ان کے یہاں جانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس طرح عورت کو نامحرم مرد سے پردہ کرنا لازم ہے، مرد کو بھی نامحرم عورت سے بچنے کی کوشش لازم ہے[1] لہٰذا ایسی جگہ ہرگز نہ جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۲۱/۷/۹۴ھ

نامحرم کو چوڑیاں پہنانا

سوال:۔ ایک مسلمان آدمی جو چوڑیوں کا کام کرتا ہے، یعنی چوڑی پہنانے کا پیشہ ہے، نیز ذریعۂ معاش بھی یہی ہے، اور وہ شخص مختلف گاؤں میں جا کر چوڑیاں پہناتا ہے، اور فروخت بھی کرتا ہے، اور غیر محرم عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر چوڑیاں پہناتا ہے، تو اس کا پہنانا کیسا ہے؟ اور شریعت اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے، لہٰذا جواب مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] أن النساء مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما أن الرجال مأمورون بغض البصر عن النساء الأجنبيات إلى قوله كما يحرم نظر الرجل إلى المرأة يحرم نظرها إليه، ولو بلاشهوة ولا خوف فتنة، أحكام القرآن للشيخ ظفر احمد التهانوى ص۴۳۶ ج۳ تفصيل الخطاب فى تفسير الحجاب، تفصيل ما انتظمت الآية السادسة من الأحكام، مطبوعه إدارة القرآن كراچى، روائع البيان تفسير آيات الأحكام ص۱۴۵ ج۲ المحاضرة السادسة آيات الحجاب والنظر، مطبوعه دار السلام مكة المكرمة.

[2] وماحل نظره حل لمسه الامن اجنبية فلايحل مس وجهها وكفها الخ (الدرالمختار على الشامى زكريا، ج۹/ص ۵۲۸/كتاب الحظروالاباحة، فصل فى النظر والمس)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نامحرم کا چوڑی پہنانا

سوال:۔ چوڑیاں پہنانے والے پردہ نشین عورتوں کو یا غیر پردہ نشیں عورتوں کو چوڑیاں پہناتے ہیں، مردوں کا چوڑیاں پہنانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

منع ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا

سوال:۔ ایک شخص جو کہ عورتوں کو چوڑی پہنانے کا کاروبار کرتا ہے، وہ سب عورتوں کو اپنی ماں بیٹی تسلیم کرتا ہے، غلط نظر نہیں ڈالتا، دوسرا کاروبار اس کے لئے مشکل ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں[2]، اگرچہ کوئی نامناسب خیال اسکے دل میں نہ آئے، اپنی بیوی بہن وغیرہ کسی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے تو درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۹۴ ج۸ کتاب الکراهية، فصل فی النظر واللمس، تبيين الحقائق ص ۱۹ ج۶ کتاب الکراهية، فصل فی النظر والمس، مطبوعه امداديه ملتان.

(صفحہ ہذا) [1] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ [2]۔

[2] ملاحظہ ہو عنوان: نامحرم کو چوڑیاں پہنانا۔

سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو

سوال: ۔عمر اپنی بالغ سالی کے ساتھ بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور عمر کی بیوی کا دیور کے ساتھ بات کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عمر کا سالی سے بات کرنا وقت ضرورت پردہ کے ساتھ جائز ہے[1]، لیکن بے پردہ ہوکر سالی کے سامنے آنا اور بے تکلفی سے ہنسی مذاق کرنا، تنہائی میں ملنا جائز نہیں[2]، ایسا ہی حال عمر کی بیوی کا اپنے دیور کے ساتھ ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] فانا نجيزالكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عندالحاجة (شامی نعمانیه ، ج ۱/ص ۲۷۴/ باب شروط الصلوٰة) مطلب فی ستر العورة، شامی زکریا ص ۷۹ ج ۲، وتقضی الحوائج كسوال المتاع وأمثاله من وراء الحجاب، أحكام القرآن للشيخ ظفر احمد العثمانیؒ ص ۴۰۱ ج ۳ تفصيل الخطاب فی تفسير آيات الحجاب، يجب الحجاب على النساء، مطبوعه إدارة القرآن كراچی.

[2] الخلوة بالأجنبية حرام، سكب الأنهر على هامش المجمع ص ۲۰۳ ج ۴ كتاب الكراهية، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانی مطبوعه مكتبة إشاعت الإسلام دهلی.

[3] عن عقبة بن عامرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إياكم والدخول على النساء، فقال الرجل من الأنصار : يا رسول الله، أفرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت، بخاری شريف ص ۷۸۷ ج ۲ كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بإمرأة إلا ذو محرم الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند، مشكوٰة شريف ص ۲۶۸ ج ۲ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا

سوال:۔عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا کیسا ہے؟ خالو، پھوپھا، بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کا حکم محرم کا ہے، یا غیر محرم کا؟ غیر محرم کے سامنے آنے کی حکم شرع توڑنے پر عتاب خداوندی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب نامحرم ہیں، ان کے سامنے بے پردہ آنا، ان سے بے تکلف ہنسی مذاق کرنا سخت فتنہ کا موجب ہے، حدیث شریف میں دیور کو موت قرار دیا ہے، غیر آدمی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی جتنی ان لوگوں کو ہوتی ہے، ان سے پردہ لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دو بھائیوں کا ایک مکان میں مع بیوی کے بے پردہ رہنا

سوال:۔ایک ہی مکان میں دو مادرزاد بھائی رہتے ہیں، دونوں بھائی اور دونوں کی بیوی اسی مکان میں رہتی ہیں، ایسی صورت میں ایک بھائی کی بیوی پر دوسرے بھائی کی نظر

---

[1] عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اياكم والدخول على النساء فقال رجل يارسول اللّٰه ارأ يت الحموقال الحموالموت. (مشكوٰة شريف، ص۲۶۸/ باب النظر الى المخطوبة) قال النووى : رحمه اللّٰه والمراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير آبائه لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول اليها والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم، وعادة الناس المساهلة فيه، مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص۴۱۰ ج۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى، فتح البارى ص۲۸۹ ج۹ كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بإمرأة الخ، مطبوعه مكتبۂ يوسفى ديوبند.

اچانک پڑتی ہے، بات چیت نہیں ہوتی، دوسرا بھائی جب باہر سے آکر مکان میں کھانے کے لئے داخل ہوتے ہیں، تو پہلے کی بیوی پر نظر پڑتی ہے، بے حیائی وغیرہ کی بات یا اور کوئی بات نہیں ہوتی، ایسی صورت میں شرعی کیا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکان کی تنگی اور غربت کے باعث کبھی ایسی نوبت آجائے اور نظر فوراً ہٹالی جائے تو امید ہے کہ پکڑ نہ ہوگی[1] لیکن ایسی جگہ جانے کے لئے پہلے شریعت نے استیذان تجویز کر رکھا ہے، اس کا لحاظ رکھا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۹۹ھ

خادمہ کے ساتھ باندی جیسا سلوک

سوال:۔ لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے بیوی جیسا سلوک کیا جاسکتا ہے، اگر غلام مرد ہو تو اس کے ساتھ نوکر جیسا سلوک کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس لونڈی کے ساتھ اس قسم کے سلوک کی اجازت ہے، وہ آج کل یہاں موجود

---

[1] عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى ياعلى لاتتبع النظرة النظرة فان لک الاولىٰ وليست لک الأخر،قرواه احمد مشكوٰة شريف، ص ۲۶۹/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب النكاح،باب النظر الىٰ المخطوبة، الفصل الثانى.

ترجمہ:۔ حضرت بریدہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علیؓ سے کہ اے علیؓ! ایک بار دیکھنے کے بعد دوسری مرتبہ نظر مت ڈالو، اس لئے کہ تیرے لئے پہلی نظر جائز ہے، دوسری جائز نہیں۔

[2] لا يحل للرجل أن يدخل بيت غيره من غير إستئذان وإن كان من محارمه فلا يدخل من غير إستئذان إلا أن الأمر فى الإستئذان على المحارم أيسر وأسهل، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۹۴ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس.

نہیں، خادمہ اور ملازمہ کے ساتھ یہ سلوک حرام ہے[1]، غلام مرد بھی موجود نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر محرم سے تعلق ومحبت کا علاج

سوال:۔ایک عورت جس کا نام سکینہ ہے، اس کو ایک شخص سے محبت پیدا ہوئی، جس وقت سکینہ کی شادی ہوئی تھی، اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کسی اجنبی شخص سے محبت کرتی ہے، اور اس نے اس اجنبی شخص کو ایک رومال بھی دیا ہے، اب معلوم نہیں کہ محبت ان دونوں میں کیسی ہے، اب آپ مطلع فرمائیں کہ کیا صورت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر آدمی سے محبت کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، فوراً توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے عہد کرے اور دعا کرے کہ حق تعالیٰ توبہ پر قائم رکھے، درود شریف کثرت سے پڑھا کرے انشاء اللہ تعالیٰ غلط محبت سے دل صاف ہوجائے گا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۸ھ

---

[1] الخلوة بالاجنبية (الدرالمختار على الشامى ،ج٦/ص ٣٦٨/ فصل فى النظر والمس مكتبه كراچى)، الأشباه والنظائر ص١٥٩ كتاب الحظر والإباحة، الفن الثانى، مطبوعه مكتبة إشاعت الإسلام دهلى، سكب الأنهر على هامش المجمع ص٢٠٣ ج٤ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

دوست کی بیوی کا پردہ

سوال:۔ (۱) شرع میں پردہ کس سے جائز ہے؟

(۲) زید وعمر دو دوست ہیں نیک سیرت پابند نماز، روزہ ہیں کیا وہ اپنی بیویوں کو ایک دوسرے کے سامنے کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ لازم ہے۔[۱]

(۲) نہیں۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/رجب ۶۷ھ

بہنوئی کی والدہ سے پردہ

سوال:۔ عمر بکر کا سالہ ہے تو بکر کی والدہ سے عمر کا پردہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پردہ ہوگا وہ محرم نہیں۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وأما المرأة الحرة التي لا نكاح بينه وبينها ولا حرمة ممن يحل له نكاحها فليس ينبغي أن ينظر إلى شيء منها، المبسوط للإمام محمد رحمه الله ص ٥٦ ج ٣ كتاب الإستحسان، مطبوعه إدارة القرآن كراچی.

[۲] اسلئے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں، نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شئ من بدنها، وكذلك نظر المرأة إلى الرجل سواء كان بشهوة أو بغيرها، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا

سوال:۔ اگر عورت غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی عورت کا غیر مرد کے ساتھ مذاق یا ٹھٹھا کرنا جائز نہیں۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو

سوال:۔ بیہقی کی ایک روایت ہے کہ جو نامحرم پر نظر ڈالے اور جو اپنے اوپر نامحرم کی نظر پڑنے کی خواہش اور تمنا کرے اس پر خدا کی لعنت ہے، (مذکورہ حدیث مولانا عاشق الٰہی بلندشہری نے ''رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں'' کے، ص ۶۶/ پر اخذ کی ہے) آج کے دور میں مندرجہ بالا حدیث پر عمل کرنا دشوار ہو رہا ہے، کیونکہ جدھر نظر ڈالیں عورتیں ہی عورتیں نظر آتی ہیں، دفتروں میں بحیثیت آفیسر یا سکریٹری، اسپتال میں بحیثیت ڈاکٹر یا نرس، دوکانوں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مرقاة شرح مشكوٰة شريف ص ۴۰۹ ج۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه اصح المطابع بمبئى.

۳ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إياكم والدخول على النساء أى غير المحرمات على طريق التخليلة، أو على وجه التكشف الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۰۹ ج۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى.

(صفحہ ہذا) ۱ ولانجيزلهن رفع اصواتهن ولاتمطيطها ولاتليينها وتقطيعها لمافى ذٰلک من استمالة الرجل اليهن وتحريک الشهوات منهم (شامى نعمانيه ،ج ۱/ص ۲۷۲/ باب شروط الصلوٰة)، شامى كراچى ص ۴۰۶ منحة الخالق على البحر الرائق كوئٹه ص ۲۷۰ ج ۱ باب شروط الصلوٰة.

میں بحیثیت مالک یا نوکر اور کالجوں میں بحیثیت پرنسپل یا استاذ اسی طرح دیگر شعبوں میں خواتین کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں اور کام کرنے میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے، اور ان سے مخاطب ہوکر بات کرنے پر ان پر نظر پڑتی ہے، اگر ان کی طرف مخاطب نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا، ایسی مجبوری کی حالت میں ان کی طرف مخاطب ہونا درست ہوگا یا نہیں؟ اور دیکھنے والے پر گناہ عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈالکر بات نہ کی جائے، نگاہ بچا کر بھی بات کی جاسکتی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول وغیرہ میں رہنا

سوال:۔ جو لڑکی مردوں کے اسکول میں نامحرم لڑکوں کیساتھ تعلیم حاصل کرے گی اور نامحرم کے ساتھ ہر قسم کا خلا ملا خلوت جلوت میں ہوگا تو اس کے والدین گنہگار ہوں گے، یا نہیں؟ تو ان کے گھر والوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

غیر محرم مرد غیر محرم عورت جوان کے ساتھ جس کا شوہر زندہ ہو ایک کمرے میں اکھٹا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر یا وہ علیحدہ کمرے میں رہتے ہیں، کوئی تیسرا شخص نہیں ہوتا کیا اس میں گناہِ کبیرہ لازم آتا ہے، اور مہر کی ادائیگی کا حقدار وہ مرد ہوتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ویجوز الکلام المباح مع امرأة اجنبیة شامی کراچی، ج۶/ص ۳۶۹/ فصل فی النظر والمس قوله : (فقالت مرحباً وأهلاً) قال النووی : فیه جواز سماع کلام الأجنبیة ومراجعتها الکلام للحاجة الخ، شرح النووی علی المسلم ص۱۷۷ ج۲ کتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غیره إلی دار من یثق برضاه بذلک الخ، مطبوعه أشرفی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر والدین نے اس کی اجازت دی ہے اور لڑکی کے اس طرز سے خوش ہیں تو والدین بھی بڑے گنہگار ہوں گے[1] اس طرح ان دونوں کا کمرے میں رہنا حرام ہے[2] اس حرام کام سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت

سوال:۔ کسی ساٹھ یا اسی سالہ بوڑھے کو کسی غیر محرم یا کنواری عورت کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

منع ہے۔ ''واجمعوا ان العجوز لاتسافر بغیر محرم فلا تخلو برجل شاباً اوشیخاً اھ شامی، ج۵/ص ۲۳۵/''[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] عن أبی بکر الصدیقؓ قال: یأیها الناس إنکم تقرون هذه الآیة : یأیها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ذل إذا اهتدیم فإنی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول : ان الناس إذا رأوا منکراً فلم یغیروه (مع القدرة علی إنکاره) یوشک أن یعمهم اللّٰه بعقابه رواه ابن ماجه والترمذی، مرقاة مع المشکوٰة ص۶ ج۵ باب الامر بالمعروف، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، مشکوٰة شریف ص۴۳۶ ج۲ المصدر السابق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] الخلوة بالاجنبیة حرام الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۶۸/کتاب الکراهیة، فصل فی النظر والمس، الأشباه والنظائر ص۱۵۹، کتاب الحظر والإباحة، الفن الثانی، مطبوعه مکتبة اشاعت الإسلام دهلی، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۰۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

مرد عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں

سوال: ۔راستہ میں سڑک کی کونسی طرف چلنا مسنون ہے؟ کیا مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتیں کنارے کنارے چلیں ،مرد درمیان میں چلیں،عورتیں مل کر مردوں کے ساتھ نہ چلیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند

طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے

سوال: ۔میری ہمشیرہ مذہبی خاندان سے نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ صوم وصلوٰۃ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ ۲) [1] شامی کراچی، ج۶/ص ۳۶۸/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی النظر والمس، عالمگیری ص۲۱۸ ج ۱ کتاب المناسک، الباب الأول، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] وعن ابی أسیدن الانصاری رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أنه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول : "وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق" فقال للنساء : استاخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلصق بالجدار حتی ان ثوبها لیتعلق بالجدار.(مشکوٰة شریف، ص۴۰۵ج۲ باب الجلوس والنوم والمشی، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص۷۱۴ج۲ کتاب الأدب، ابواب السلام، باب فی مشی النساء فی الطریق، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ترجمہ: ابوسعید انصاریؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپؐ مسجد سے باہر آرہے تھے،اور مردوں کا عورتوں کے ساتھ راستہ میں اختلاط ہوگیا تھا،آپؐ نے عورتوں سے فرمایا پیچھے رہو ،اس لئے کہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے کہ تم بیچ راستہ میں چلو،تمہیں کنارے کنارے چلنا چاہئے ،اس کے بعد عورتیں دیوار سے چپک کر چلتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا کپڑا دیوار میں اٹک جایا کرتا تھا۔

کے پابند اور غیر شادی شدہ، خوبصورت اور پردہ نشین ہے، جو بمبئی میں مقیم ہے، پھر یہ اعلیٰ تعلیم کے لئے طبیہ کالج اسپتال میں حکمت کے کورس میں داخلہ لینا چاہتی ہے، طبیہ کالج میں اکثر اساتذہ مرد ہیں، اور طلبہ میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں، لڑکیاں کلاس میں برقع اوڑھ کر بیٹھیں تو سختی نہیں ہے، مگر نقاب نہیں ڈال سکتیں، چہرہ کھلا رہے گا، بعد میں دوسال تک مریضوں پر عمل تشخیص بھی کرائی جائے گی، جہاں مرد مریضوں کا معائنہ کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ یہ کورس کا عمل ضروری ہے، مختصر یہ کہ کافی بے پردگی ہے، اور لڑکی یہ کورس حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے، مقصد صرف ڈاکٹری حاصل کر کے اچھی جگہ شادی کرنی ہے، یہ دنیاوی حسن حاصل کرنا ہے، لہٰذا اس لڑکی کا کالج میں داخلہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ رہا شادی کا معاملہ تو وہ قسمتی معاملہ ہے، جو صرف خدا کے ہاتھ میں ہے، یہ ہمارا عقیدہ ہے بس ترک اسباب نہ ہو، نیز یہ بھی ارشاد فرماویں کہ گورنمنٹ کے میڈیکل کالج میں جہاں اکثر اساتذہ اور طلبہ غیر مسلم ہیں، اور تعلیم مخلوط ہے وہاں پر بے پردگی کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دیگر ڈگری کالجوں میں جہاں ''ایم، اے'' وغیرہ کی ڈگری دی جاتی ہے، لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

طریقہ مذکورہ پر داخلہ لیکر تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے[1] یہی حکم دیگر میڈیکل کالجوں کا ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور بے پردہ ملاقات، بود و باش، مرد اساتذہ کا ان کو تعلیم دینا، ان کا مریض مردوں پر عمل تشخیص کرنا یہ سب چیز غلط ہے، ان سے پورا پرہیز لازم ہے[2] شادی کا معاملہ جس طرح خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح

---

[1] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة وان امن الشهوة. الدرالمختار على الشامي، ج ۱/ص ۲۲۴/ (باب شروط الصلوٰة مطلب فی سترالعورة، مطبوعه نعمانيه)

[2] الخلوة بالأجنبية حرام، الأشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الحظر والإباحة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہر معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۰ھ

کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا

سوال:۔ ایک مسلمان جوان عاقل بالغ اپنی زوجہ منکوحہ کو آٹھ نو سال سے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اور ایک کافرہ عورت جوان ساتھ رکھتا ہے، اس عورت کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتا ہے کہ نوکر ہے، مگر ظاہری معاملات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بی بی ہے، علاوہ ازیں وہ سرکاری نوکری کرتا ہے، اور جہاں قیام کرتا ہے اس عورت کو بھی ساتھ رکھتا ہے، اور اس وقت وہاں اس کا کوئی خویش واقارب نہیں رہتا بلکہ وہ شخص اور وہ عورت ایک ساتھ رہتے ہیں، اور اس شخص کے کھانے پینے غرض ہر کام وہ ہی عورت کرتی ہے، اب براہ خدا فرمائیے؟

(الف) اس طور پر ایسی بے گانی عورت بطور خادم رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اس شخص پر زنا کا شبہ لاحق ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(ج) جو عالم یا قاضی این ہمہ دیدہ دانستہ جانبداری کرے تو اس پر شرعاً کیا گناہ ہے

(د) ایسے لوگوں کی ہم نشینی اور اکل وشرب جائز ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه مكتبة اشاعت الإسلام دهلى، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۰۳ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى النظر ونحوه، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار على الشامى كراچى ص۳۶۸ ج۶ كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إياكم والدخول على النساء أى غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ص ۴۰۹ ج۳ باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، مطبوعه بمبئى.

(ہ) اگر یہ ہرایک کا فتویٰ ہوجائے تو ہرایک کے لئے کیا حد جاری ہوگی، بینوا بالتفصیل وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) اجنبیہ عورت کو نوکر رکھنا شرعاً درست ہے،[۱] لیکن اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے۔[۲]

(ب) بلا دلیل شرعی کسی کو زانی کہنا حرام ہے،[۳] خواہ اس کے کتنے ہی وسیع تعلقات ہوں، لیکن اس کو بھی لازم ہے کہ ایسے تعلقات نہ رکھے جس سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہو،[۴] ایسے تعلقات رکھنا بھی شرعاً ممنوع ہیں۔

---

[۱] ویکره أن یستأجر امرأة حرة أو أمة یستخدمها ویخلو بها لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم : لا یخلون رجل بغمرأة لیس منها بسبیل فإن ثالثهما الشیطان إلی قوله : ولکن هٰذا النهی لمعنیً فی غیر العقد فلا یمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا اعمل کالنهی عن البیع وقت النداء، المبسوط للسرخسی ص۵۲ ج۸ الجزء السادس عشر، کتاب الإجارات، باب إجارة الرقیق فی الخدمة وغیرها، مطبوعه دار الفکر بیروت، المحیط البرهانی ص۳۰۱ ج۱۱ کتاب الإجارة، الفصل الحادی عشر فی الإستئجار للخدمة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

[۲] الخلوة بالاجنبیة حرام (الدرالمختار علی ردالمحتار ،ص۳۶۸/ج۶/ کراچی ،فصل فی النظر والمس)، الأشباه والنظائر ص۱۵۹ کتاب الحظر والإباحة، الفن الثانی، مطبوعه إشاعة الإسلام دهلی.

[۳] الرمی بالزنا وهو من الکبائر بالاجماع .الدرالمختار علی ردالمحتارکراچی ، ج۴/ص ۴۳/باب حد القذف، بحر الرائق کوئٹه ص۲۹ ج۵ باب حد القذف، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص۳۶۳ ج۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] "إتقوا مواضع التهم" هو معنی قول عمر: "من سلک مسالک التهم إتهم" ورواه الخرائطی فی مکارم الأخلاق عن عمر موقوفاً بلفظ : من أقام نفسه مقام التهم، فلا یلومن من أساء الظن به، الموضوعات الکبیر لعلی القاری ص۲۴، حرف الهمزة، مطبوعه ایجوکیشنل پریس کراچی، کشف الخفاء ص۴۴ ج۱ حرف الهمزة، رقم الحدیث (۸۸) مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

(ج) عالم یا قاضی نے کیا جانبداری کی ہے اگر یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو زانی مت کہو تو یہ صحیح کہا ہے، کیونکہ جب تک چار عینی گواہ عادل یہ شہادت نہ دیں کہ ہم نے اپنی آنکھ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت تک کسی کو زانی کہنا جائز نہیں[1] اگر کوئی اور جانبداری کی ہے تو اس کو تحریر کیجئے!

(د) ایسے شخص کو مسئلہ کی شرعی حیثیت اولاً نرمی سے سمجھا دی جائے[2] کہ اجنبیہ کے ساتھ تعلقات رکھنا اور خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور لوگوں کو تہمت لگانے اور بدگمانی کا موقع ملتا ہے، لہٰذا اس سے پرہیز چاہئے، اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانے بلکہ اس اجنبیہ سے خلوت کرے تو پھر اس سے ترک تعلق کر دیا جائے، تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرے اور اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے[3]

(ہ) کیا فتویٰ ہو جائے اور کیا حد جاری کرنا چاہتے ہیں، اور کس سے کونسا فعل موجب حد سرزد ہوا اور یہاں حدود جاری کرنے کا شرعاً کس کو اختیار حاصل ہے، تفصیل سے لکھئے تاکہ غور کیا جا سکے۔

---

[1] ويثبت الزنا بشهادة أربعة رجال مجتمعين بالزنا إلى قوله : فبينوه وقالوا رأيناه وطئها فى فرجها بصيغة الفعل كالميل فى المكحلة الخ، مجمع الأنهر مع سكب الأنهر ص۳۳۳،۳۳۵ ج۲ كتاب الحدود، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، در مختار مع الشامى كراچى ص۷ ج۴ كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعا لا يختص بما يوجب الحد الخ.

[2] الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء : ..... والثالث الشفقة على المأمور : فيامره باللين والشفقة الخ، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۳ ج۵ كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو الخ.

[3] (وقوله : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا أيها الثلاثة) هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته، فلا يسلم عليه إلا أن يقلع وتظهر توبته، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مصلم ص۹۸ ج۷ كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته، مطبوعه دار ابن كثير، دمشق بيروت.

تنبیہ:۔ کافرہ سے مسلم کا نکاح حرام ہے ،"**لقوله تعالیٰ ولاتنکحوا المشرکات الایة**[1] "، آٹھ نو سال سے زوجہ کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی،[2] اگر زوجہ نے اپنے حقوق کو معاف نہیں کیا ،اور شوہر کے اس طرز عمل سے خوش نہیں تو اس کو چاہئے کہ عدالت مسلم میں دعویٰ کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے میرے حقوق ادا نہیں کرتا ،میرے حقوق ادا کرائے جائیں یا طلاق دلائی جائے ، اس پر حاکم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کر کے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو شوہر کو حاضر کرے اور کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کو طلاق دیدو یا اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے اگر شوہر کوئی صورت اختیار کر لے بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم خود تفریق کر دے ،[3] اس کے بعد عدت طلاق تین حیض گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرس مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

زیرِ تربیت لڑکی سے خدمت لینا

سوال:۔ایک چھوٹی لڑکی ہے،اس کے رشتہ داروں میں سے سوائے پھوپی کے کوئی

---

[1] اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ (از بیان القرآن) (سورہ بقرہ، پ۲/)

[2] اسلئے کہ رکن طلاق مفقود ہے ورکنه (أی الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالته علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة، شامی کراچی ص ۲۳۰ ج۳ کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۳۵ ج۳ کتاب الطلاق.

[3] الحیلة الناجزة ص ۶۱، ۶۲ حکم زوجۂ متعنت، مطبوعه دار الإشاعت دیوبند.

موجود نہیں ہے، اب اس کی پرورش میں وہ بچی دیدی گئی، تو کیا کسی صورت میں اس مربیہ کو اس لڑکی سے بحکمِ شرعی خدمت لینے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مربیہ بچی کی تعلیم وتربیت کے لئے خدمت بھی لی جاسکتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۵ھ

---

[1] جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خدمت کی: خدمه (انس) عشر سنين، الاصابة فی تمیز الصحابة ص ۷۱ ج ۱، حرف الالف.

باب دھم: اسلامی آداب واخلاق

انشاء اللہ کہنا

سوال:۔عبادت کے کام میں جیسا کہ میں نے اعلان کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل سے عصر کی نماز ۵/بجے ہوگی۔ یہ انشاء اللہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

مستحب ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

اخلاق بلاعبادات اورعبادات بلااخلاق کا تقابل

سوال:۔ایک شخص مسلمان ہے ازروئے عقیدہ پختہ حنفی المذہب ہے،قرآن پاک کی تلاوت مع ترجمہ خوب کرتا ہے نیک خصلت ہے جھوٹ سے نفرت ہے معصیت و بداخلاقی سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان بہت کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی عادت رذیلہ نہ اس سے دیکھی گئی نہ سنی گئی مگر اصل چیز نماز روزہ سے غافل ہے یعنی تارک ہے۔

دوسرا شخص بھی مسلمان ہے پختہ حنفی ہے اصل چیز نماز روزہ میں چوکس ہے پیشانی پر نماز کے نشانات بھی موجود رہتے ہیں۔ریش مبارک بھی ہے مرید بھی ہے خلافت بھی حاصل ہے مگر جھوٹ بہت بولتا ہے۔جھوٹی گواہی دیتا ہے،یتیم کا مال خوب کھاتا ہے۔وعدہ خلافی اس کا شعار ہے جس سے قرض لیتا ہے ادانہیں کرتا ہے غرض یہ کہ بداخلاقی کا پتلہ ہے۔

---

[1] وَلَاتَقُوْلَنَّ لِشَيْئٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ الاية سورة الكهف آيت ۲۳/۲۴، معارف القرآن ص ۵۷۰ ج۵ سوره كهف تحت آيت: ۲۳/۲۴.

سوال یہ ہے کہ بحالت موجودہ کون اچھا ہے کون ترجیح کے قابل ہے اولٹ کر ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) معیار نبوت اخلاق ہیں یا عبادت

(۳) اخلاق کو عبادت پر فوقیت ہے یا عبادات کو اخلاق پر۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نماز دین کا ستون ہے[۱]۔ جو شخص نماز کا تارک ہے وہ بہت بڑی معصیت میں مبتلا ہے[۲] حتی کہ اگر عمداً چھوڑ دے اور قضا کی نیت نہ ہو اور خوف عقاب بھی نہ ہو تو کفر تک نوبت پہونچ جاتی ہے[۳] پھر ایسے شخص کو یہ کہنا کہ معصیت و بداخلاقی سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان بہت کوشش کرتا ہے قرین قیاس نہیں۔ جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے اور اوصاف حسنہ جھوٹ سے نفرت وغیرہ دیئے ہیں۔ اس کو چاہئے کہ نماز کی بھی پابندی کرے۔ اسی طرح روزہ نہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے، اس کی پابندی بھی فرض عین ہے[۴]۔ بغیر نماز روزہ وغیرہ عبادات کئے محض خوش اخلاقی عذاب

---

[۱] الصلاة عماد الدين، كنز العمال ص ۲۸۴/ج۷، الفصل الثانی، رقم الحديث ۱۸۸۸۹، مطبوعه مؤسسة الرسالة، فيض القدير ص ۲۴۸/ج۴، رقم الحديث ۱۵۸۵، فصل فی المحلی بأل من هذا الحرف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲] وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلا فاسق يجس حتى يصلى. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۵ ج ۲ اول كتاب الصلاة سكب الانهر ص ۱۰۳/ج ۱/ كتاب الصلوة، دار الكتب العلميه بيروت.

[۳] يكفر بترك الصلاة متعمدا غير نَاوٍ للقضاء وغير خائف للعقاب. مجمع الانهص ۵۰۸ ج ۲ ثم ان الفاظ الكفر انواع. الثالث فی القرآن والذكر الخ. مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت البحر الرائق ص ۱۲۲/ج۵ باب احكام المرتدين، مطبوعه كوئٹه.

[۴] وصوم رمضان فريضة على كل مسلم ومسلمة مكلف لقوله تعالىٰ فمن شهد منكم الشهر فليصمه. الدر المنتقى على مجمع الانهر ص ۳۴۲ ج ۱ كتاب الصوم. مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۲۳ كتاب الصوم مطبوعه مصری.

سے نجات کے لئے کافی نہیں[1]۔

دوسرے شخص کا جھوٹ بولنا، یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ بھی کبیرہ گناہ ہیں قیامت میں ہر ہر بات کی باز پرس ہوگی[2]۔

حقوق العباد سر پر ہوتے ہوئے محض نماز روزہ سے عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا حقوق العباد جس کے ذمہ ہیں اور ادا نہیں کرتا۔ اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے اس شخص سے جس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں، اور حقوق العباد سے سبکدوش ہے۔

(۲) اخلاق حسنہ وعبادات دونوں میں نبی کے لئے کمال ضروری ہے عبادات بلا اخلاق یا اخلاق بلا عبادات نبوت کے لئے کافی نہیں[3]۔

(۳) جن کو شریعت نے اخلاق حسنہ بتایا ہے وہ عبادات ہی ہیں پھر فوقیت کا سوال بیکار اور لغو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال النووی الدخول بسبب العمل والعمل من رحمته تعالیٰ. مرقاة شرح مشکوٰة ص ۷۸ ج ۱ کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث وندخل به الجنة. مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] والکبیرة قداختلف الروایات فیها فروی ابن عمرانها تسعة الشرک باللّٰه وقتل النفس بغیر حق الی قوله واکل مال الیتیم الخ شرح عقائد ص ۱۰۷ مبحث الکبیرة. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مشکوٰة شریف ص ۱۷ باب الکبائر الخ الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. شرح عقیدة الطحاویة ص ۵۲۵ ج ۲ اختلاف العلماء فی تحدید الکبیرة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شرح فقه اکبر ص ۶۸ عدد الکبائر مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[3] إمّا من نسب أو جمال أو قوة أو علم، أو حلم أو شجاعة أو سماحة حتی یعظم قدره إلٰی قوله من اجتمعت فیه کل هذه الخصال إلٰی مالایأخذه عَدٌّ ولایعبر عنه مقال و لاینال بکسب ولاحیلة إلا بتخصیص الکبیر المتعال من فضیلة النبوة والرسالة، کتاب الشفاء ص ۵۲ ج ۱ القسم الاوّل، الباب الثانی، فصل فی اجتماع الخصال المحمودة فیه صلی الله علیه وسلم مطبوعه مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت.

کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا

سوال:۔ دونوں طرف کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟ اور دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چلنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

نامناسب ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۹۵ھ

گالی کے بدلے گالی

سوال:۔ برائی کا بدلہ برائی ہے تو گالی کے بدلے گالی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس لفظ پر حد لازم نہیں ہوتی ہو بدلے میں ایسے لفظ کی گنجائش ہے لیکن معاف کر دینا اعلیٰ مقام ہے[2]۔ **وان تعفوا اقرب للتقویٰ**[3]۔

بدی را بدی سهل باشد جزاء اگر مردی احسن الیٰ من اساء

فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

---

[1] أنه نهیٰ عن الاختصار وقال الاختصار راحة اهل النار قال التور بشتی فسر الخصر بوضع الید علی الخاصرة وهو صنع الیهود الخ مرقات. ص ۳۱ ج ۲ (مطبوعه بمبئی) کتاب الصلاة باب مالا یجوز من العمل فی الصلاة الفصل الاول، شامی کراچی ص ۶۴۱ ج ۱، مکروهات الصلاة، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۶ ج ۱، الفصل الثانی فیمایکره فی الصلاة ومالا یکره.

[2] قیل له: یا خبیث ونحوه جازله الرد فی کل شتیمة لایوجب الحدوترکه افضل (درمختار مع شامی ۶۰۸/۹ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء. فصل فی البیع، مطبوعه زکریا دیوبند)

[3] ترجمہ: معاف کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، سورۃ بقرہ آیت: ۲۳۷۔

ننگے سر رہنا

سوال:۔آنحضرت ﷺ کھانے پینے کے وقت سر پر ٹوپی رکھا کرتے تھے یا نہیں؟ نماز کے علاوہ حالتوں میں آپ سر کھلے رہتے یا سر پر کپڑا ہوتا، سونے کے علاوہ چلنے پھرنے مجلسوں میں بیٹھنے عام لوگوں سے ملاقات، بات چیت کرنے میں آپ ٹوپی پہننے کا اہتمام کرتے تھے یا نہیں؟ اس سلسلہ کی احادیث کو بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ ﷺ کو ٹوپی پر عمامہ باندھنا پسند تھا۔اس کے خلاف بھی کبھی ہوتا تھا۔ ننگے سر رہنے کا فیشن جو آج کل رائج ہے۔ یہ طریقہ نہیں تھا۔جمع الوسائل شرح[1] شمائل ترمذی میں روایت مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۸ھ الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ

ننگے سر پھرنا

سوال:۔مردوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے اور شرعاً یہ فعل مردوں کا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقت ضرورت ننگے سر ہونے میں مضائقہ نہیں لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ طریقہ اصالۃً صلحاء اور اہل مروت کا نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کا طریقہ ہے اس سے اجتناب لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] اعلم انه ﷺ كانت له عمامة تسمى السحاب وكان يلبس تحتها القلانس جمع الوسائل ص ۲۰۴ ج ۱ (مطبوعه اعزازيه ديوبند) باب ماجاء فى عمامة رسولؐ.

[2] من تشبه بقوم فهو منهم. مشكوٰة شريف ص ۳۷۵ كتاب اللباس الفصل الثانى مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مرقاة ص ۴۳۱ ج ۴، كتاب اللباس الفصل الثانى مطبوعه اصح المطابع ممبئى..

بعد غسل کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ

سوال:۔ غسل کرنے کے بعد پہلے پاجامہ پہنے یا قمیص؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

دونوں طرح درست ہے۔ پہلے کرتا پہننا بہتر ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عمامہ بیٹھ کر پائجامہ کھڑے ہوکر پہننا

سوال:۔ عمامہ بیٹھ کر اور پائجامہ کھڑے ہوکر پہننا منع ہے۔ اس کی اصل کہاں تک ہے احادیث شریفہ، تعامل صحابہؓ سے اس کی کوئی حجت ملتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بعض علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کھڑے ہوکر باندھنا چاہئے اور پائجامہ بیٹھ کر پہننا چاہئے اس کے خلاف میں کچھ مضرتیں دیکھی ہیں **والتعمم قاعداً والتسرول قائماً یورث البخل والتقتیر والاسراف والکسل والتوانی والتھاون فی الامور کل ذلک یورث النسیان** تعلیم المتعلم مع الشرح ص ۴۴[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم رجب ۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۶، رجب ۵۶ھ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] کمایستفاد ویختار ماھو استر الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۸۴، کتاب الطھارۃ فصل آداب الاغتسال، مطبوعہ مصری.

[2] تعلیم المتعلم ص ۴۴، طریق التعلیم فصل فیما یجلب الرزق و مطبوعہ کراچی ص ۷۵.

کسی کی بات کاٹنا

سوال:۔ جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو درمیان میں بات کاٹنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بلا وجہ بات نہ کاٹی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دو پارٹیوں میں صلح

سوال:۔ ایک گاؤں میں دو مسئلوں کا جھگڑا ہے ایک طلاق کا دوسرا سود کا ہے۔ ان دونوں مسئلوں کی وجہ سے دو پارٹی بنی ہوئی ہے جس کو چھ سات سال ہو رہے ہیں۔ بہت مرتبہ آپس میں صلح کرانے کی کوشش ہوئی اور بہت سے علماء نے بھی کوشش کی مگر فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کی بات نہیں مانتی ہے۔ ہر پارٹی دوسری پارٹی کی برائی کرتی ہے اور فیصلے کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا اور آئندہ کے لئے بھی صلح مشکل نظر آتی ہے، کیونکہ کوئی کسی کی بات نہیں مانتا اور نہ تو کوئی کسی عالم کی بات مانتا ہے۔ کیا طلاق اور سود کی بات کو مدنظر رکھ کر اگر صلح کی بات کی جائے تو ملایا جا سکتا ہے؟ شریعت کی رو سے کیا حکم ہے؟ اور اس طرح صلح کرانے کا کیا مسئلہ ہے؟ یعنی بغیر ان دونوں باتوں کے چھیڑے ہوئے ان لوگوں کو ملایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

---

[1] چونکہ اس سے ایذاء ہوتی ہے اور ایذاء ناجائز ہے۔ عن ابن عمرؓ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادىٰ بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يَفْضِ الْإِيْمَانُ اِلىٰ قَلْبِهٖ لَاتُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ الحديث مشكوٰة شريف ص ۴۲۹، باب ماينهىٰ عنه من التهاجر الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ مرض بہت عام ہے بڑی کثرت سے لوگ اس میں گرفتار ہیں اور کسی صورت سے نجات نہیں پاتے۔ اگر بغیر ان دو مسئلوں پر بحث کئے ہوئے بھی صلح ہوسکتی ہے تب بھی صلح کرادی جائے۔ مثلاً ایک پارٹی کہتی ہے کہ سود لینا جائز ہے دوسری کہتی ہے کہ ناجائز ہے اور کوئی پارٹی اپنے خلاف بات سننے اور ماننے کو آمادہ نہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی بات پر پختہ ہے تب بھی بغیر اس کا تصفیہ کئے ہوئے صلح کرادی جائے۔ اسی طرح ایک پارٹی کہتی ہے کہ فلاں لفظ سے طلاق ہوجاتی ہے۔ دوسری پارٹی کہتی ہے کہ نہیں ہوتی تب بھی صلح کردی جائے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۰/۱۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اپنے سے زیادہ عمر والے کو چچا ماموں وغیرہ کہنا

سوال:۔ کسی بھی زیادہ عمر کے آدمی کو چچا کہنا یا جو معمر شخص ننہال کے قصبہ یا گاؤں کا رہنے والا ہے اور اس سے کوئی رشتہ بھی نہ ہو مگر دلداری یا احترام کے ناتے نانا ماموں کہنا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جائز ہے یہاں احترام مقصود ہوتا ہے نسبت حقیقی نہیں ہوتی نہ دوسروں کو اس کا شبہ ہوتا

---

[1] لا خیر فی کثیر من نجواھم اِلا من أمر بصدقة أو معروف أو اصلاح بین الناس (سورۃ نساء پ۵ آیت: ۱۱۴، ترجمہ: عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم صلح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں۔ (بیان القرآن) وقال اللّٰہ تعالیٰ والصلح خیر الایة سورة النساء آیت ۱۲۸.

ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۶ھ

شوہر کو بھیا کہنا

سوال:۔ایک محترمہ ہیں جن کو بات بات میں بھیا کہنے کی عادت ہے مثلاً آؤ بھیا جاؤ بھیا لاؤ بھیا نہ بھیا وغیرہ وغیرہ اسی طرح وہ اپنے شوہر سے بھی مخاطب ہوتی ہیں میں نے ان کو کئی بار ٹوکا مگر ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ بے خیالی میں ان کی زبان سے نکل جاتا ہے وہ دل سے نہیں کہتی ہیں اس صورت میں ان کے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بیوی کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ شوہر کو بھیا کہے اس کی احتیاط چاہئے[1] مگر اس کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا نہ وہ اپنے شوہر پر حرام ہوئی زبان پر جو لفظ بطور تکیۂ کلام چڑھ جاتا ہے وہ اگر غلط ہو تو اس کی اصلاح چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۷/۱۹ھ

امر بالمعروف نہی عن المنکر

سوال:۔اس نازک وقت میں علماء کو خاموش رہنا چاہئے یا جگہ جگہ اور موقع بموقع مساجد میں تقریر کرتے رہنا چاہئے علماء کیوں خاموش ہیں؟

---

[1] کما یستفاد.یکرہ قولہ انت امی ویاابنتی ویا اختی ونحوہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۳۱ ج۵ باب الظھار.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت لازم ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ جو کام خود نہ کرے اس کو دوسروں کو کرنے کا حکم کرے اور ایک ناجائز بات کو جائز قرار دے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ناجائز بات کو جائز قرار دینا تو سراسر باطل ہے[۲] اگر ایک شخص پر حکم شرعی عائد نہیں ہوتا اسلئے وہ خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں پر عائد ہوتا ہے اسلئے دوسرے کو کہتا ہے تو یہ درست ہے مثلاً ایک بیمار آدمی ہے روزہ رکھنے سے معذور ہے اور غیر معذور سے روزہ رکھنے کو کہے تو اسمیں کیا مضائقہ ہے اسی طرح بیمار آدمی جو کہ مسجد نہیں جا سکتا وہ اپنے غیر معذور بیٹوں کو کہے تو یہ ٹھیک ہے اور اگر حکم اس پر بھی عائد ہوتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو عمل کیلئے کہتا ہے تو اس کے کہنے کی وجہ سے اسکی پکڑ نہیں ہوگی البتہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے پکڑ ہوگی۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع أى التغيير باليد فبلسانه أى فليغيره بالقول فان لم يستطع فبقلبه بان لايرضى به(مرقاة ص ۲ ج۵ باب الامر بالمعروف) مطبوعه ممبئى.

[۲] من استحل حراماً فكافر (شرح فقه اكبر ص ۱۸۶) مجمع الانهر ص ۵۱۱ ج۲، كتاب السير والجهاد. نم ان الفاظ الكفر انواع الخ، دارالكتب العلميه بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۲۷۲ ج۲، كتاب السير مطلب موجبات الفكر انواع الخ.

[۳] والصحيح ان العالم يا مربالمعروف وان لم يفعله وينهى عن المنكر وان ارتكبه (ابن كثير ص ۱۲۹ ج۱) تفسير قوله تعالىٰ اتأمرون الناس سوره بقره ۴۴، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۵۳ ج۵، كتاب الكراهية الباب السابع فى الغذاء الخ.

کسی عالم کا خلاف سنت میں مبتلا ہونا اس کی تدبیر

سوال:۔ اگر کوئی شخص دیکھنے میں بہت ہی نیک ہو ان کے اخلاق اچھے ہوں ان کی علمی صلاحیت بھی اچھی ہو اچھے عالم میں شمار ہوتے ہوں مگر ان کا فعل سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہو ایسے شخص کو تنبیہاً سنت کی طرف توجہ دلانا درست ہے یا نہیں خلاف سنت پر ان کو ٹوکنا بتانا کہ یہ خلاف اسلام کام ہے جائز ہے یا نہیں حالانکہ ان کو اچھی طرح ان باتوں کا علم ہے شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کسی دوسرے کے سامنے یہ کہنا کہ فلاں شخص کو ہم نے سنت کے خلاف کام کرتے دیکھا ایسا ان کو نہ کرنا چاہئے کیونکہ عوام الناس پر برا اثر پڑے گا کہ جب ایسے مولوی حضرات کا یہ فعل ہے تو ہم جاہلوں کا کیا ہوگا یہ گفتگو کرنا درست ہوگا یا نہیں کیونکہ اس کے بارے میں دو آدمی کے ساتھ حجت ہوگئی ہے ایک آدمی کا کہنا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں دوسرے کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص حدیث نبوی سنت کے خلاف کام کرتا ہے تو اس کے بارے میں کہنا درست ہے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس شخص سے خلاف سنت کام ہوتے ہوں اور وہ عالم صالح ہو۔ اس سے خلاف سنت کاموں کے متعلق دریافت کرلیا جائے کہ فلاں کام سنت کے موافق ہے یا خلاف ہے انشاء اللہ اپنے علم اور اصلاح کی وجہ سے جلد ہی خلاف سنت چیز ترک کردیں گے لیکن اپنی مجالس کا مشغلہ نہ بنایا جائے کہ فلاں شخص سنت کے خلاف کام کرتا ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۱۰/۱۸ھ

---

[1] اس لئے کہ یہ غیبت ہے إن الغيبة حرام (شامی کراچی ص ۴۰۸ ج ۶ كتاب الحظر الاباحة، فصل فی البیع، بحر کوئٹہ ص ۵۰۸ ج ۸، كتاب الكراهية، فصل فی البیع، مطبوعه کوئٹہ. عالمگیری ص ۳۶۲ ج ۵، كتاب الكراهية، الباب الثالث والعشرون فی الغيبة الخ مطبوعه کوئٹہ)

امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہئے؟

سوال:۔ امرد کو کن کن لوگوں سے احتراز کرنا چاہئے مثلاً ماموں، چچا وغیرہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ممانعت یا عدمِ ممانعت کا حکم اشخاص وافراد کے اعتبار سے ہوگا یا حکم سب کے حق میں برابر ہوگا یعنی حکم کا تعلق شہوت پیدا ہونے والے یا نہ ہونے سے ہے یا امرد کی ذات سے ہے کہ وہ مشتہیٰ ہے۔ اگر حکم کا تعلق مشتہیٰ سے مان لیا جائے تو ظاہر ہے اس کیلئے ہر آن وہر لمحہ برابر نہ ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جس جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو[1]۔ ذات امرد سے حکم کا تعلق ہے اور افراد اور اشخاص سے بھی تعلق ہے۔ افراد واشخاص اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

امرد سے خط وکتابت

سوال:۔ امرد سے خط وکتابت کرنا کیسا ہے؟

---

[1] وان کاصبیحا فحکمه حکم النساء وهو عورة من قرنه الی قدمه لایحل النظر الیه عن شهوة الخ شامی زکریا ص ۵۲۴ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس ویجوز النظر إلیه بشهوة کوجه أمرد إلی قوله فحلّ النظر منوط بعدم خشیة الشهوة مع عدم العورة الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۷۹، ۸۱ ج ۲، کتاب الصلاة باب شروط الصلاة، مطلب فی النظر إلی وجه الأمرد، البحرالرائق ص ۲۷۰ ج ۱، باب شروط **الصلاة**، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهرالفائق ص ۱۸۳ ج ۱، باب شروط الصلاة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] یَـاَیُّهَـاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ إنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَاتَعْمَلُوْنَ، سورة الحشر آیت ۱۸.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ضرورت ہوتو درست ہے۔فتنہ ہوتو پرہیز کیا جائے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہونچانا

سوال:۔کفار کو قتل کرنا یا ایذاء پہونچانا جائز ہے یا نہیں مثلاً اگر قرب وجوار میں اگر کوئی مسلمان کے ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ کسی کو علاوہ حربی کے اذیت پہونچانا ہرگز جائز نہیں اور خاص کر قرب وجوار میں رہنے والے کے لئے تو شریعت نے اور بھی زیادہ حقوق بتائے ہیں۔حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ قال واللّٰه لا يؤمن واللّٰه لا يؤمن واللّٰه لا يؤمن قيل من يا رسول اللّٰه قال الذی لا يأمن جاره بوائقهٗ ۔رواه البخاری[2]۔

دوسری روایت میں ہے:

عن عائشةؓ عن النبی ﷺ قال مازال جبرئيل يوصينی بالجار حتی ظننت انه سيورثه

---

[1] وان كان صبيحاً فحكمه حكم النساء درمختار ص ۵۲۴ ج ۹ وفی الشامی لابأس بأن يتكلم مع النساء بمالايحتاج اليه الخ شامی زكرياص ۵۳۰ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر، بحر كوئٹه ص ۲۷۰ ج ۱، باب شروط الصلاة، النهرالفائق ص ۱۸۳ ج ۱، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] بخاری شريف ص ۸۸۹/۲ (مطبوعه اشرفی ديوبند) كتاب الادب باب اثم من لايامن جاره بوائقه رقم الحديث: ۵۷۸۲.

رواه البخاری [۱] قال الشخ ابن الحجرؒ فی الفتح [۲] واسم الجاریشمل المسلم والکافر والعابد والفاسق والصدیق والعدو والغریب والبلدی والنافع والضار والقریب والاجنبی والاقرب داراًوالأ بعد وله مراتب بعضها اعلیٰ من بعض فاعلا ها من اجتمعت فیه الصفات کلها ثم اکثرها وهلم جراالیٰ الواحد وعکسه من اجتمعت فیه الصفات الأخریٰ کذٰلک فیعطی کل ذی حق حقه بحسب حاله وقد تتعارض صفتان فاکثر فیرجح اویساوی وقد حمله عبداللّٰه ابن عمرؓ علیٰ العموم فامرلماذبحت له شاة ان یهدی منها لجاره الیهودی اخرجه البخاری فی ادب المفرد الترمذی وحسنه وقدوردت الاشارة الی ماذکرته فی حدیث مرفوع اخرجه الطبرانی من حدیث جابرؓ رفعه الجیران ثلٰثة جارله حق وهو المشرک له حق الجوار وجارله حقان وهو المسلم له حق الجوار و حق الاسلام وجارله ثلٰثة حقوق مسلم له رحم له حق الجوار و الاسلام والرحم الخ۔ [۳]

---

[۱] بخاری شریف ص ۲/۸۸۹ (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب الادب باب الوصایة بالجار رقم الحدیث : ۵۷۸۱

[۲] فتح الباری ص ۱۲/۵۴ (مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه) باب الوصاة بالجار کتاب الادب

ترجمہ :حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، عرض کیا گیا کون یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہیں۔

[۳] (ترجمہ حدیث) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جبرئیل علیہ السلام مجھ کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی برابر تاکید کرتے رہے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے (یعنی پڑوسی کو ہی وارث بنادیا جائے گا) شیخ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے ''اور جار (پڑوسی) کا نام مسلم، کافر، عابد، فاسق اور دوست دشمن، پردیسی، شہری، نافع، ضار، قرابت دار، اجنبی، اقرب، ابعد، سب کو شامل ہے اور اس کے مختلف مراتب ہیں بعض بعض سے اعلیٰ ہیں سب سے اعلیٰ وہ ہے جس میں تمام پہلی صفات جمع ہوں پھر وہ جس میں اکثر صفات جمع ہوں اسی طرح آخر تک۔جس میں صرف ایک صفت ہو اور اس کے عکس وہ جس میں دوسری صفات جمع ہوں اسی طرح ہے پس ہر ایک کا حق حسب حال ادا کیا جائے گا۔اور کبھی دو یا اس سے زائد (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور تفصیل سے ذمی وحربی ومستامن وغیرہ کے ساتھ معاملات صلہ وغیرہ کو۔ فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۲۲۶ جلد رابع کتاب الکراہیۃ کے الباب الرابع عشر اور تکملہ بحر[2] جلد ثامن ص ۲۰۴ کی کتاب الکراہیۃ میں بیان کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم رجب ۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۳ رجب..... الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

غیر مسلم بیمار کی خدمت اور اس کے لئے دعائے صحت

سوال:۔ غیر مسلم مریضوں کی خدمت نصرت اور تیمارداری کرنا کیسا ہے؟ بعد از نماز ان کے لئے دعاء صحت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا بلندی اخلاق ہے جب کہ کوئی دنیوی لالچ نہ ہو دعائے صحت بھی درست ہے کہ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) صفات میں تعارض ہوتا ہے تو یا تو کسی کو ترجیح دی جائے گی (اگر وجہ ترجیح ہو) ورنہ برابری کی جائے گی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اس کو عموم پر محمول کیا ہے۔ اسی لئے جب آپ کے واسطے بکری ذبح کی گئی۔ اس میں سے اپنے پڑوسی یہودی کو ہدیہ دینے کا حکم فرمایا۔ امام بخاریؒ نے اس کی ادب المفرد میں تخریج فرمائی ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کو حسن کہا ہے جو میں نے ذکر کیا ہے اس کی طرف اشارہ حدیث مرفوع میں بھی وارد ہوا ہے۔ طبرانیؒ نے اس کو حدیث جابرؓ سے مرفوعاً بیان فرمایا ہے۔ کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں (۱) ایک وہ کہ اس کا ایک حق ہے وہ مشرک ہے صرف حق پڑوس اس کے لئے ہے (۲) وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان پڑوسی ہے ایک حق پڑوس دوم حق اسلام (۳) وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں وہ قرابت دار مسلمان ہے ایک حق پڑوس دوم حق اسلام سوم حق قرابت داری۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] عالمگیری ص ۳۴۶ ج۵ مطبوعہ کوئٹہ کتاب الکراھیة الباب الرابع عشر فی أھل الذمة والاحکام التی تعود الیھم.

[2] بحر ص ۲۰۴ ج۸، کتاب الکراھیة فصل فی البیع، المحیط البرھانی ص ۷۰ ج۸، کتاب الکراھیة الخ، الفصل السادس عشر اھل الذمة الخ، مطبوعہ ڈابھیل.

حق تعالیٰ ہدایت دے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۲/۹۵ھ

قبلہ وکعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم

سوال:۔ متعلقہ خطابات جیسے (۱) قبلہ وکعبہ (۲) قبلۂ عالم (۳) حکیم الامت (۴) حکیم الاسلام (۵) کعبہ دو جہاں (۶) قبلہ کونین فلاحِ دارین (۷) قبلہ مقصودِ حیات (۸) اعلیٰ حضرت۔ یہ کہنا یا خط وکتابت میں تحریر کرنا یا پتھر پر کندہ کردینا مثلاً بزرگوں کے مزار پر ان کی یادگار کے لئے جو پتھر نصب کیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اپنے بڑوں کی خاص کر ان بڑوں کی جن سے فیض پہونچا ہو تعریف کرنا فطری اور احسان شناسی ہے جو کہ موجبِ خیر وترقی ہے۔ لیکن حد سے بڑھانا اور غلط تعریف کرنا منع ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے متعلق بھی تعریف میں مبالغہ کرنے کو منع فرمایا ہے[2]۔ پس (۱) و(۲) و(۵) و(۶) و(۷) والے القاب سے احتراز کیا جائے، ان کی زندگی میں بھی بعد الوفات

---

[1] ولو دعا للذمی بطول العمر قیل لا یجوز لان فیه التمادی علی الکفر وقیل یجوز لان فی طول عمره نفعاً للمسلمین باداء الجزیة فیکون دعاء لهم وعلی هذا الاختلاف الدعاء له بالعافیة (عالمگیری ص۳۴۸ ج۵ الباب الرابع عشر فی اهل الذمة کتاب الکراهیة) البحر الرائق ص۲۰۴ ج۸، کتاب الکراهیة فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۷۱ ج۸، کتاب الکراهیة الخ، الفصل السادس عشر، اهل الذمة، مطبوعه ڈابھیل.

[2] عن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم فانما انا عبده فقولوا عبداللّٰه ورسوله متفق علیه مشکوٰة شریف ص۴۱۷ باب المفاخرة والعصبیة الفصل الاول.

بھی، زبان میں بھی تحریر میں بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

چچا کو باپ کہنا

سوال:۔ ایک شخص کے چھ لڑکے ہیں۔ ایک لڑکے کا انتقال ہوا جس کے تین بچے ہیں جو اپنے چچا کے پاس رہتے ہیں۔ چچا ہی ان کے کھانے پینے اور رہائش کے ذمہ دار ہیں۔ اور بھتیجوں کو اپنی اولاد کی طرح رکھتے ہیں۔ اور وہ بھتیجے بھی چچا کو باپ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں آیا اس طرح ان بچوں کا چچا کو باپ کہہ کر مخاطب کرنا شرع سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

چچا کو مجازاً باپ کہہ سکتے ہیں، خصوصاً جبکہ وہ پرورش وغیرہ کے بھی ذمہ دار ہیں، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ والجد والعم یسمیان اباً مجازاً[1]۔ (روح المعانی ص ۵۰۷ ج ۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک

سوال:۔ غیر مسلم اللہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ ظاہر ہے اگر اس کو اللہ کی عظمت کا علم ہو جاتا تو ایسا نہ کرتا۔ علم رکھنے والے کے لئے ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا کیسا ہے؟ سمجھانے پر نہ ماننے پر جسمانی تکلیف پہونچانے کا حق ہے یا نہیں؟ جبکہ قدرت ہو۔

---

[1] روح المعانی ص ۲۸۲ ج ۵ (مطبوعہ دارالفکر بیروت) تحت قولہ تعالیٰ وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لاَبِيْهِ أَزَرَ الآية، سورة الانعام آیت: ۷۴.

الجواب: حامداً ومصلیاً!

کیا جسمانی تکلیف پہونچانے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی، جبکہ وہ بے علم ہے۔ اصلاح کی صورت تو یہ ہے کہ اخلاق وشفقت سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم کرایا جائے اور عقیدہ درست کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۲۹ھ

کچھ دھوپ کچھ سایہ میں بیٹھنا

سوال:۔ کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت یہ ممانعت اندیشہ مضرت سے ہے مضرت نہ ہو تو ممانعت نہیں اس پر مزید عرض ہے کہ مضرت سے کس قسم کی مضرت مراد ہے جس کی کیفیت کے علم سے جواب کا نفع حاصل ہو سکے بظاہر تو محسوس ہونے والی کوئی مضرت نظر نہیں آتی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

یہ طبی مضرت ہے شراح حدیث نے ایسا ہی لکھا ہے[2] تفصیل مطلوب ہو تو اطباء سے رجوع کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۸۹/۲/۲۰ھ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم باللتی هی احسن. سورة نحل آیت: ۱۲۵.

[2] لأن الانسان اذا قعدذات المقعد فسدمزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرین المتضادین الخ مرقات ص ۵۸۸ ج ۴ (مطبوعه بمبئی) باب الجلوس والنوم والمسی الفصل الثانی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب یازدھم

﴿ختنہ کا بیان﴾

ختنہ کی ابتداء اور مصلحت

سوال:- مسلمانی (ختنہ) کا آغاز کب سے ہوا؟ اور سب سے پہلے کس نے کروائی؟ پہلے کہاں ہوئی اور کب ہوئی؟ اور کیوں ہوئی؟ بالتفصیل مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمانی (ختنہ) حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ ان کی اتباع کا حکم اس امت کو بھی دیا گیا ہے[1]۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک کے حکم سے

---

[1]..... ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفاً. سورة نحل، آیت: ۱۲۳،

ترجمہ:- پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک طرف ہو رہے تھے چلئے (از بیان القرآن)

اس کو کیا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰ رسال کی عمر میں کیا ہے[1]۔ اتباع حکم کے بعد کسی علت کے دریافت کرنے کی حاجت نہیں رہتی، بدن کی صفائی میل سے اور طہارت قطرات سے اور جماع میں حصول لذت وغیرہ مفاد ومنافع کی حیثیت سے ظاہر ہیں، شروح[2] بخاری میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۲/۱۴۰۶ھ

ختنہ کی ابتدا، کون سے نبی مختون پیدا ہوئے؟

سوال:- ختنہ سنت ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے یا اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے، اگر پہلے سے ہے تو کس پیغمبر سے یہ سنت جاری ہوئی، اور حضرت آدم علیہ السلام مختون تھے یا نہیں؟ اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم السلام، اور اگر تمام انبیاء علیہم السلام تھے تو وہ یدِ قدرت سے مختون ہی متولد ہوتے تھے یا بعد میں ختنہ کئے گئے اور اگر

---

[1]..... اخرج ابوشیخ فی العقیقة من طریق موسی علی بن رباح عن ابیه ان ابراهیم علیه السلام امر ان یختتن وهو حینئذ ابن ثمابین سنة الحدیث (فتح الباری ص ۵۳۲ ج ۱۱، مطبوعه نزار مصطفیٰ المکة المکرمة، کتاب اللباس، باب قص الشارب، فتح الباری ص ۱۲/۳۶۳، کتاب الاستئذان، باب الختان بعد الکبر الخ، مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه، تفسیر ابن کثیر ص ۱/۲۴۸، تحت قوله واذ ابتلی ابراهیم ربه الخ، مطبوعه تجاریه مکه مکرمه، سورۂ بقره آیت: ۱۲۴،

[2]..... (قال) ابوشاحه بان فی الختان عدة مصالح کمزید الطهارة والنظافة الخ، (فتح الباری ص ۳۴۲ ج ۱) مصری وص ۵۳۲ ج ۱۱، (مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه) باب قص الشارب کتاب اللباس قوله بل مکرمة للرجال) لانه الذفی الجماع زیلعی (شامی نعمانیه ص ۴۷۹ ج ۵) فی مسائل شتی، طحطاوی علی المراقی ص ۷۸، کتاب الطهارة، فصل مایوجب الاغتسال، مطبوعه مصری،

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشروع ہوا ہے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ کس نے کیا؟ وہ کس نام اور کس قوم کا تھا، اور ان کے زمانہ میں کون قوم یہ کام کرتی تھی؟ اور غسل جنابت کی ابتداء کن سے ہوئی؟ ہر سوال کا مفصل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جائے، اگرچہ بعض سوال تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر من وجہ شرعی ہونے کی حیثیت سے منصب سے چنداں نازیبا نہیں، بالخصوص جبکہ بعض چیزوں کی ابتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بیان کی ہو، مبرہن بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

وقال القرطبی وفی المؤطا وغیرہ عن یحییٰ بن سعید انہ سمع سعید بن المسیبؒ یقول ابراھیم علیہ السلام اول من اختتن الخ تفسیر ابن کثیر ص ۶۶ ا[1] ج ا. ان ابراھیم علیہ السلام اول من اختتن وھو ابن عشرین ومائۃ واختتن بالقدوم اھ فتح الباری[2] ص: ۷۴، ج: ۱۱، وقد ثبت لابراھیم علیھم السلام اولیات اخریٰ کثیرۃ منھا انہ اول من ضاف الضیف وقص الشارب واختتن ورأی الشیب وغیر ذٰلک وقد اتیت علی ذلک بادلۃ فی کتابی اقامۃ الدلائل علی معرفۃ الاوائل اھ، فتح الباری[3] ص ۲۷۶ ج ا. ان ابراھیم علیھم السلام امران یختتن وھو حینئذ ابن ثمانین سنۃ فعجل واختتن بالقدوم فاشتد علیہ الوجع فدعا ربہ فاوحی اللّٰہ الیہ

---

[1]..... تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۸ ج ا، (مطبوعہ التجاریہ مکہ مکرمہ) تحت قولہ واذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمت الآیۃ. سورۃ بقرۃ آیت: ۱۲۴،

[2]..... فتح الباری ص ۱۲/۳۶۳، کتاب الاستئذان بالختان بعد الکبر الخ، مطبوعہ مصطفی الباز مکہ مکرمہ.

[3]..... فتح الباری ص ۶/۲۷۶، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا الخ، مطبوعہ یوسفی دیوبند،

انک عجلت قبل ان نامرک بالته قال یارب کرهت ان اُؤَخِّرَ امرک قال الماوردی القدوم جاء مخففاً ومشدداً وهو الفاس الذی اختتن به وذهب غیره الی ان المرادبه مکان یسمّٰی القدوم وقال ابوعبید الهروی فی الغریبین یقال هو کان مقیله وقیل اسم قریة بالشام وقال ابوشامة هو موضع بالقرب من القریة التی فیها قبره وقیل بقرب حلب وجزم غیر واحد ان الاٰلة بالتخفیف وصرح ابن السکیت بانه لا یشدد واثبت بعضهم الوجهین فی کل منهما اھ) (فتح الباری ص۲۸۸[1] ج ۱) وفی الوشاح لابن درید قال ابن الکلبی بلغناعن کعب الاحبار رضی اللہ عنہ انه قال نجد فی بعض کتبنا ان اٰدم علیه السلام خلق واثنا عشرنبیا من بعده من ولده خلقوا مختتین اخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشیث وادریس ونوح وسام ولوط ویوسف وموسی وسلیمان وشعیب ویحییٰ وهود، وصالح صلی اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین اھ خصائص کبریٰ[2] ص۵۳ ج ۱ .عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی ولدت مختوناً ولم یراحد سوانی اھ دلائل النبوة لابی نعیم[3] ص۴۶ ج ۱ . للعلماء اقوال فی ختانه صلی اللہ علیہ وسلم احدها انه وِلِدَ مختوناً مسروراً الثانی ان الملائکة ختنوه فنقل ابونعیم الاصبهانی بسنده.

عن ابی بکرة اَنَّ جبرئیل ختن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین طهر قلبه دلائل النبوة[4] ص۴۶، ج ۱ . ختنه فی الیوم الذی شق فیه صدره المبارک وملئ علماً وحکمة وذٰلک

---

[1]..... فتح الباری ص۵۳۳ ج ۱۱ (مطبوعه نزار مصطفیٰ المکة المکرمة) کتاب اللباس باب قص الشارب،

[2]..... الخصائص الکبریٰ ص۱۳۳/۱، باب الآیة فی ولادته صلی اللہ علیہ وسلم، مختونا مقطوع السرة، مطبوعه دارالکتب الحدیثیة

[3]..... دلائل النبوة البی نعیم ص۱۹۲، ۱۹۳/۱، المکتبة العربیة حلب،

[4]..... حوالۂ بالا، (حاشیه نمبر:۳)

خلف خیمة حلیمةؓ وکان ختانه فی ذٰلک الیوم الثالث ان جده عبدالمطلب ختنه فی الیوم السابع وسماه اضاف اهـ سفر[1] السعادة ص ۱۱۰، عن جابرؓ ان النبی ﷺ ختن حسناً وحسیناً بسبعة ایام قال الولید فسألت مالکاً عنه فقال لا ادری ولکن الختان طهرة. فکلما قدمها کان احب الی واخرج البهیقی حدیث جابر رضی الله تعالیٰ عنه واخرج ایضاًمن طریق موسیٰ بن علی عن ابیه ان ابراهیم علیه السلام ختن اسحق وهو ابن سبعة ایامٍ اهـ فتح الباری ص۲۸۹ ج۱۰[2]۔

عبارت بالا سے امور ذیل ثابت ہوئے۔ ختنہ سنت ابراہیمی ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اس کو کیا اور خود اپنے ہاتھ سے کیا۔ کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا۔ حضرت آدم علیہم السلام مختون پیدا ہوئے اور بارہ انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کے متعلق تین قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے۔

غسل جنابت کا حکم اس امت کیلئے تو وان کنتم جنباً فاطهروا[3] الآیۃ، سے ثابت ہے اسکی ابتداء کہاں سے ہوئی، اسکا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۴/ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[1]..... سفر السعادة ص ۴۹۱، باب فی عموم احواله ﷺ ومعاشه، فصل فی الفطرة وتوبعها،

[2]..... فتح الباری ص ۵۳۴ ج ۱۱ (مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه) کتاب اللباس باب قص الشارب،

[3]..... سورة مائده آیت: ۶،

ترجمہ:- اگر تم جنبی کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔ (از بیان القرآن)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال:- انبیاء میں سے چند پیغمبر کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جز میں ص ۴۶۷ پر ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قد اختلف الرواة والحفاظ فی ولادة نبیّنا صلی اللّٰہ علیه وسلم مختوناً ولم یصح فیه شیئ واطال الذهبی فی رد قول الحاکم انهٗ لو تو اترت بهٖ الروایة وقد ثبت عندهم ضعف الحدیث وقال بعض المحققین من الحُفاظ الاشبه بالصواب انه لم یولد مختوناً (ردالمحتار جلد خامس[1] مسائل شتی) خصائص کبریٰ[2] میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا ختنہ کیا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ختنہ کا وقت اور حکم

سوال:- قرآن مجید میں کسی جگہ لکھا ہے کہ مسلمان ختنہ کرادیں ختنہ کرانے کے متعلق کون سی حدیث ہے۔ کیا ختنہ کرانا سنت ہے یا فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ یا مستحب۔ لڑکے

---

[1]..... ردالمختار ص ۴۷۹ ج۵ مطبوعه نعمانیه زکریا ص ۴۸۲ ج۱۰ فی مسائل شتی

[2]..... لم اجده فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی هذا القول، الخصائص الکبریٰ ص:۵۳، ج:۱، (مطبوعه دارالفکر لبنان) باب الایة فی ولادته صلی اللّٰہ علیه وسلم مختوناً. ولکن وجدت فی زاد المعاد ففیه القول الثالث ان جده عبدالمطلب ختنه یوم سابعه ووضع مأدبة وسماه محمداً، زادالمعاد ص:۸۰، ج:۱، مطبوعه مؤسسة الرسالة. فصل فی ختانه صلی اللّٰہ علیه وسلم،

کی ختنہ کتنی عمر تک کرانا چاہئے اگر دس سال تک ختنہ نہ ہو اس کی نماز درست ہے یا نہیں۔ جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو کیا وہ مسلمان نہیں جس بالغ شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کے ہاتھ کا کھانا۔ پانی مکروہ ہے یا حرام ہے اور کیا وہ امامت نہیں کرا سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ختنہ سنت ہے اور شعائر میں سے ہے بلوغ سے پہلے پہلے جب بچہ میں تحمل کی طاقت ہو ختنہ کرادیا جائے۔ حضرت امام اعظمؒ سے اس کے وقت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں۔ بعض فقہاء نے سات سال بعض نے نو سال کا وقت تجویز کیا ہے۔ کذا فی مجمع[1] الانہر وطحطاوی[2] بغیر ختنہ کے اکثر طہارت ناقص رہتی ہے اس لئے ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہے اس کے ہاتھ کا کھانا۔ پانی حرام نہیں البتہ وہ ترک ختنہ کی وجہ سے گنہگار رہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/رمضان ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/رمضان ۶۷ھ

---

[1]..... والختان سنة وهو من شعائر الاسلام وخصائصه ووقت الختان غير معلوم عند الامام فانه قال لاعلم لی بوقته ولم يرو عنها فيه شئ وقيل سبع سنين وقيل تسع سنين وقيل ان كان قوياً يطيق ألم الختان ختن والافلا وهو اشبه بالفقه. مجمع الانهر مختصراً ص ۴۹۱ ج۴ (مطبع دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ

[2]..... طحطاوی ص۷۸، (مطبوعه مصر) كتاب الطهارة مايوجب الاغتسال، درمختار مع الشامی زكريا ص ۱۰/۴۸۰، كتاب الخنثیٰ مسائل شتیٰ، زيلعی ص ۶/۲۲۶، كتاب الخنثیٰ مسائل شتیٰ، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری كوئٹه ص۵/۳۵۷، الباب التاسع عشر فی الختان الخ، بحر كوئٹه ص ۸/۴۸۵، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ،

ختنہ کے لئے ڈاکٹر کا مسلم ہونا شرط نہیں

سوال:- یہاں پر ختنہ سرکاری ہسپتال میں کی جاتی ہے ختنہ کرنے والے اکثر ہندو ڈاکٹر ہوتے ہیں تو ان کے ختنہ کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کام کے لئے ڈاکٹر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں غیر مسلم ختنہ کردے تب بھی درست ہے جیسے اور کوئی آپریشن یا علاج کردے[1] یا غیر مسلم کسی محرم کا سر مونڈ دے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بالغ کا ختنہ

سوال:- زید نابالغ ہی تھا کہ اس کا باپ مرگیا۔ بوجہ سرپرست نہ ہونے کے ختنہ نہ ہوسکا۔ اب زید کی عمر ۲۵ رسال کی ہے، چمڑا سخت ہوگیا ہے، مگر زید کہتا ہے کہ اب میں مثل مختون کے ہوں۔ ایسی صورت میں ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ختنہ سنتِ مؤکدہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ بلا عذر شدید بالغ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ البتہ چونکہ زید مثل مختون کے ہے نیز چمڑا بھی سخت ہوگیا ہے۔ اسلئے بضرورت

---

[1]..... عن سعدؓ قال مرضت مرضا اتانی النبی ﷺ یعودنی (الی قوله) اتت الحارث بن کلدة اخاثقیف فانه رجل یتطیب (مشکوٰة ص ۳۶۶، کتاب الاطعمة) قال الشراح: وفیه جواز مشاورة أهل الکفر فی الطب (مرقاة ص ۳۸۴ ج ۴) مطبوعه بمبئی،

ساقط ہوسکتا ہے۔ والاصل انَّ الختان سنة كما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۵۶[1] ج۵) صبی حشفته ظاهرة بحيث لورأه انسان ظنهٔ مختون ولا تقطع جلدة ذكره الابتشديد المه ترک علیٰ حاله كشيخ اسلم وقال اهل النظر لايطيق الختان ترک ايضاً الدرالمختار علی هامش ردالمحتار[2]) اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، فقہاء نے اس کو باب کراہت امامت میں شمار نہیں کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۸ھ

نومسلم کا ختنہ

سوال:- اگر کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہووے اور یہ نومسلم عمر رسیدہ ہے تو اس کی سنت کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہے، یا کیا اگر مسلمان اس کی سنت کروانے پر غافل رہیں اور کچھ خیال نہ کریں تو ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فرض عین نہیں البتہ اگر اسمیں سنت (ختنہ) کرانے کی قوت ہو اور وہ برداشت کر سکے تو ختنہ کرا دینا بہتر ہے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی[۸] سال کی عمر میں اپنی ختنہ

---

[1]..... درمختار مع الشاميم طبوعه زكريا ديوبند، وكراچی ص ۷۵۱ ج۶، كتاب الخنثیٰ فی مسائل شتیٰ، بحر كوئٹه ص ۸/۴۸۵، كتاب الخنثیٰ فی مسائل شتی، مطبوعه كوئٹه، زيلعی ص ۶/۲۲۶، مسائل شتی، مطبوعه امدايه ملتان، عالمگيری كوئته ص ۵/۳۵۷، الباب التاسع عشر فی الختان،

[2]..... ملاحظه هو حوالهٔ بالا، (حاشيه نمبر: ۱)

کی تھی، اگر وہ برداشت نہ کر سکے تو اسکو اسی طرح چھوڑ دیا جائے مجبور نہ کیا جائے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورتوں کا ختنہ

سوال:- زید کہتا ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کا ختنہ ہوا کرتی تھی یہ رواج عام تھا یا کہیں کہیں کیا یہ بات درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورتوں کے ختنہ کا تذکرہ کتب حدیث[۲] وفقہ میں مذکور ہے۔[۳] ملاحظہ ہو طحطاوی

---

[۱]..... صبی حشفته ظاهرة بحيث لوراه انسان ظنه مختونا ولا تقطع جلدة ذكره الا بتشديد آلمة ترک علی حاله كشيخ اسلم وقال اهل النظر لا يطيق الختان ترک أيضا (درمختار مع الشامی کراچی ص ۷۵۱ ج۶، مسائل شتی، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۵۷، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر فی الختان، زیلعی ص۶/۲۶۶، كتاب الخنثی مسائل شتی، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص۸/۴۸۵، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

اختتن ابراهيم النبی وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم (مشكوٰة شريف ص۵۰۶، باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم السلام)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام کی قدوم کے ذریعہ ختنہ ہوئی (اس وقت آپ کی عمر اسی سال تھی)

[۲]..... عن ام عطية الانصارية ان امرأة كانت تختن بالمدينة فقال لها النبی صلی لا تنهكی فان ذلک احظی للمرأة واحب الی البعل (ابوداؤد ص۷۱۴ ج۲ كتاب الادب باب الختان سنن بهيقی ص۳۲۴ ج۸ كتاب الاشربة والحدفيها.

ترجمہ:- ''ایک عورت مدینہ منورہ میں ختنہ کرتی تھی تو اس سے نبی ﷺ نے فرمایا مبالغہ نہ کرنا اس لئے کہ یہ عورت کے لئے زیادہ مفید اور شوہر کے لئے زیادہ محبوب ہے''

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال الختان سنة للرجال مكرمة للنساء (سنن بهيقی ص۳۲۵ ج۸ مسند احمد ص۷۵ ج۵ ..... (باقی اگلے صفحہ پر)

علی مراقی الفلاح ص ۷۸ کتاب الطهارة، فصل ما یوجب الاغتسال[۱] صرف یہ بات نہیں کہ اسلام سے قبل رواج تھا یہ بات کہ کہاں کہاں رواج تھا اور کب تک رہا معلوم نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۲۸/۷/۸۵ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....المعجم الکبیر للطبرانی ص ۲۷۳/۷، و ۱۸۶ ج ۱۱، و ۱۴۰/۱۲،

ترجمہ:- ختنہ مردوں کیلئے سنت ہے عورتوں کیلئے عزت ہے۔

۳..... اذا التقی الختانان ذکرهما بناءً علی عادة العرب من ختن نسائهم قال فی السراج وهو سنة عندنا للرجال والنساء وقال الشافعی واجب علیهما وفی الفتح یجبر علیه ان ترکه الا اذا خاف الهلاک وان ترکته هی لا..... جماع المختونة الذ (طحطاوی ص ۷۸، فصل مایوجب الاغتسال) شامی ص ۷۵۱ ج ۶، مسائل شتی، فتح القدیر ص ۶۳ ج ۱، فصل مایجوب الاغتسال، مطبوعه دارالفکر بیروت، عنایه علی فتح القدیر ص ۶۳ ج ۱، البحرالرائق ص ۵۸ ج ۱/ فصل مایوجب الاغتسال، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں ختنہ کرنے والی عورت ختنہ کرتی تھی، عن ام عطیة الانصاریة ان امرأة کانت تختن بالمدینة الحدیث (ابودائود ص ۷۱۴ ج ۲، کتاب الادب، باب الختان)

اور عہد نبوی کے بعد بھی دور عثمانی میں عورت کی ختنہ کا ثبوت موجود ہے۔

من حدیث ام المهاجر قالت سبیت فی جواری من الروم فعرض علینا عثمان الاسلام فلم یسلم منا غیری وغیر اخری فقال عثمان اذهبوا فاخفضوهما وطهروهما، (الادب المفرد ص ۱۸۲، فضل اللّٰه الصمد ص ۴۶۲ ج ۲، باب خفض المرأة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عون المعبود ص ۵۴۲ ج ۴، باب ماجاء فی الختان، مطبوعه نشر السنة ملتان،

۲..... واختلف فی حقهن هل یخفضن مطلقاً اویفرق بین اهل المشرق واهل المغرب فاهل المشرق یومرون به لوجود الفضلة عندهن من اصل الخلقة واهل المغرب لا یومرون به لعدمها عندهن (المدخل لابن الحاج ص ۲۹۶ ج ۳، الختان، مطبوعه مصری، عون المعبود ص ۵۴۲ ج ۴) باب ماجاء فی الختان، مطبوعه نشر السنة ملتان،

لڑکی کا ختنہ

سوال: -لڑکی کا ختنہ کرانا کیسا ہے درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کس جگہ سے کرانا چاہئے شوہر اپنی بیوی کا ختنہ کرسکتا ہے یا نہیں نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کا ختنہ کرانا سنت ہے۔لڑکے اور لڑکیاں جوان ہو جائیں تو ان کا ختنہ کرانا چاہئے یا نہیں پردہ ضروری ہے یا ختنہ کرانا ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیا!

موضع ختان سے لڑکی کا ختنہ ثابت ہے عرب میں اس کا دستور تھا لیکن جس طرح مردوں کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے سنت نہیں لہٰذا ان پر تاکید نہیں کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا قابل پردہ لڑکیوں کے ختنہ کے لئے پردہ کو نہیں توڑا جائے گا ہاں شوہر ختنہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے **(قوله اذالتقى الختانان) ذكرهما بناء على عادة العرب من ختن نساء هم وهو من الرجال دون جزة الحشفة ومن المرأة موضع قطع جلدة كعرف الديک فوق مدخل الذكر وهو مخرج الولد والمنى والحيض وتحت مخرج البول ويقال له ايضاخفاض قال فى السراج وهو سنة عندنا للرجال والنساء وفى الفتح يجبر عليه ان تركه الا اذا خاف الهلاک وان تركته هى لا الخ طحطاوى ص ۷۸ (باب مايوجب الغسل)**[1]

---

[1]..... طحطاوی علی المراقی ص۷۸، باب مایوجب الغسل، مطبوعه مصر، فتح القدیر ص۱/۶۳، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق ص۱/۵۸، فصل مایوجب الاغتسال، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

لڑکے کا ختنہ جوان ہونے سے پہلے کر دیا جائے جوان ہونے پر پردہ لازم ہے مرد کی بیوی اس کا ختنہ کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن غفرلہٗ ۱۸/۴/۸۶ھ

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا

سوال: - کیا ختنہ میں لوگوں کو شریک کرنا اور دعوت کرنا درست ہے، اگر ختنہ اور عقیقہ ایک ساتھ کرے اور دعوت دے کر گوشت کھلائے تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا تو غلط ہے، لیکن ختنہ سے فراغت کے بعد اگر بطور شکریہ ادائے سنت دعوت کر دے، خواہ عقیقہ کے ساتھ یا بغیر عقیقہ کے درست ہے، ضروری تصور کرنا غلط ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... لاینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة كدعوة العرس والختان ونحوهما، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۴۳، کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، فاما الدعوة فی حق فاعلها فليست لها فضيلة تختص بها لعدم ورود الشرع بها كن هی بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث فاذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه واطعام اخوانه وبذل طعامه فله اجر ذلک انشاء الله تعالیٰ، المغنی لابن قدامة ص ۷/۲۱۹، كتاب الوليمة حكم الدعوة الی الختان الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت، اصلاح الرسوم ص ۲۷-۲۸، (مكتبه امداديه ديوبند) فصل چہارم ختنہ کی رسوم میں۔

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟

سوال:- ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے[1]۔ اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے۔ اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۹۰ھ

---

[1]..... اس لئے کہ التزام مالا یلزم بدعت اور مکروہ ہے۔ امداد الفتاویٰ ص ۳۸۵ ج ۴، (مکتبہ ادارئہ تالیفات اولیاء دیوبند) فکم من مباح یصیر بالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروھا الخ، سباحۃ الفکر ص ۷۲، مطبوعہ لکھنؤ، سعایہ ص ۲/۲۶۵، باب صفۃ الصلاۃ، قبیل فصل فی القراء ۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوازدھم: سلام، مصافحہ وغیرہ

فصل اول:- سلام اوراس کے آداب

طریق سلام اوراس کا جواب

سوال:- ایک شخص کہتا ہے ''السلام علیکم'' دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ'' کیا یہ جواب درست ہے اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اسطرح سلام کرے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہے۔ اس سے زیادہ کوئی لفظ بڑھانا جیسے ''ومغفرتہ'' مناسب نہیں اگرچہ بعض روایات میں لفظ ''ومغفرتہ'' سلام کے ساتھ وارد ہوا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف[1] ص ۳۹۸ میں ہے، مگر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہیکہ سلام کی انتہا

---

[1]..... ثم اتی آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ ومغفرتہ الحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۸ باب السلام. الفصل الثانی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

''وبرکاتہ'' ہے،والافضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته والمجیب کذلک یرد ولا ینبغی ان یزاد علی ''وبرکاته'' شئی قال ابن عباس لکل شئی منتهیٰ ومنتهی السلام وبرکاته کذافی المحیط اه هندیه[1] ج۵ ص ۳۴۵۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

آداب عرض وغیرہ

سوال:-''آداب عرض ہے اوراسی جیسے دوسرے لفظوں سے مصلحۃً مثلاً کسی ڈاکٹر، لیڈر یا امیر سے اس کے گمان بدخلقی و بدتہذیبی سے بچنے کے لئے یا جان پہچان ہونے کی وجہ سے یا ایسے ہی کسی اور وجہ سے غیر مسلم سے سلام کے بجائے ان لفظوں کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... عالمگیری ص ۳۲۵ ج۵ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب السابع فی السلام الخ، المحیط البرهانی ص۱۷/۸، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن فی السلام، مطبوعه ڈابهیل شامی زکریا ص۵۹۳/۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[2]..... اکرموا کلاً علی حسب فضله وشرفه الخ مرقات ص ۶۹۹ ج۴ (مطبوعه بمبئی) باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی،

السلام علیکم میں اضافہ

سوال:- زید بکر کی ملاقات کے وقت اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے اور بکر اس کے جواب میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہتا ہے۔ بکر کا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں مع حوالہ کتب تحریر کیجئے (۲) اگر زید ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہتا ہے اور بکر اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ صرف نہ کہکر یہ بھی کہتا ہے کہ سلام کا جواب دینے والا ومغفرتہ نہیں کہے گا لہٰذا ایسی صورت سب جائز ہے یا ناجائز اور سوال کا جواب دینے والا صحیح راستے پر ہے یا نہیں۔

(۳) یہ بھی تحریر کریں کہ ومغفرتہ سلام کے اندر کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

روایات میں ومغفرتہ بھی آیا ہے اور بعض میں اس سے زائد بھی سلام میں اور جواب میں بھی اور بعض میں وبرکاتہ کو سلام کی انتہا بتایا گیا ہے اور اس پر اضافہ کو منع کیا گیا ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سلام اس طرح کرنا مستحب ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب میں بھی اسی طرح مستحب ہے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس پر اضافہ ومغفرتہ کا نہ سلام کا کرنے والا کرے اور نہ جواب دینے والا کرے۔ **عن عمران بن حصین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال السلام علیکم فردّ علیہ ثم جلس فقال النبی ﷺ عشر ثم جاء آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ فردّ علیہ فجلس فقال عشرون ثم جاء آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ فرد علیہ فجلس فقال ثلثون رواہ الترمذی وابوداؤد[۱]. وعن معاذ ابن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ بمعناہ وزادثم اتی آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ**

---

[۱]..... مشکوۃ شریف ص۳۹۸، باب السلام، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص۲/۷۰۶، باب کیف السلام، مطبوعہ بلال دیوبند،

وبـر كـاتـه ومـغـفـرتـه فقال اربعون وقال هكذاتكون الفضائل رواه ابوداؤد[1]. عن محمد بن عمرو بن عطاء قال كنت جالساً عند عبدالله بن عباس رضى الله تعالىٰ عـنهـمـا فـدخـل عـليـه رجـل يمانى فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ثم زادشيـئـا مـع ذالک ايضاقال ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما من هذا وهو يومئذٍ قـدذهـب بـصـره قـالـوا هـذا اليمانى الذى يغشاک فعرفوه اياه حتى عرفه قال ابن عبـاس رضـى الـلّٰـه تـعـالـىٰ عـنهما ان السلام انتهىٰ الى البركة قال محمد وبهذا نأخذاذا قال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فليكفف فان اتباع السنة افضل. موطأ امام محمدؒ ص ۳۸۵[2]. وبسط الحافظ فى الفتح ص ۵ ج ۱۱[3]، والافضل

---

[1]..... مشكوٰة شـريف ص ۳۹۸ باب السلام، الفصل الثانى (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) ابوداؤد شريف ص ۲/۷۰۶، باب كيف السلام، مطبوعه سعيد ديوبند،

[2]..... موطأ امام محمد ص ۳۸۵ (مطبوعه رحيميه ديوبند) باب ردالسلام،

[3]..... فتح البارى ص ۲۶۶ ج ۱۲ (مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه) باب بدء السلام،

ترجمه عربى عبارت :-حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ السلام علیکم کہا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دس (نیکیاں) پھر دوسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا بیس (نیکیاں) پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا حضرت نبی اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا تیس (نیکیاں) امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے اس کو روایت کیا ہے۔ معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے اسی معنی میں روایت کی ہے۔ اس میں اتنی زیادتی اور ہے۔ پھر اور ایک شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا چالیس (نیکیاں) اور ارشاد فرمایا اسی طرح فضیلتیں (ثواب میں زیادتی) ہوں گی امام ابوداؤدؒ نے اس کو روایت کیا ہے محمد بن عمرو بن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت.....عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا اس کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ کون شخص ہے اس وقت حضرت کی بینائی جا چکی تھی لوگوں نے جواب دیا۔..... **(باقی ترجمہ اگلے صفحہ پر)**

السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته المجیب کذالک یردلا یزید علی هذا . فتاویٰ عالمگیری[1] ج۵ ص ۳۲۰، ولایزید الرادعلی وبرکاته اھ درمختار ج۵ ص ۳۶۵[2]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

کون کس کوسلام کرے؟

سوال:-قال النبی ﷺ یسلّم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر اگرکوئی آنے والا سلام نہ کرے اور بیٹھنے والا آنے والے کوسلام کرے یا پیٹھ پیچھے کسی کوسلام کرے، تو مستحق ثواب ہوگا یا مستحق عذاب۔

الجواب حامداًومصلیاً!

اس صورت میں بھی مستحق ثواب ہوگا گوافضل طریقہ وہ ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے۔قال ابن بطال عن المهلب تسلیم الصغیر لا جل حق الکبیر لانه امر

---

[1]..... عالمگیری ص ۳۲۵ ج۵ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام الخ

[2]..... درمختار علی الشامی کراچی ص ۴۱۴ ج۶، شامی زکریا ص ۵۹۳ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۱۷/۱، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن فی السلام، مطبوعه ڈابهیل،

ترجمه عربی عبارت :-..... یہ آنے والا یمنی شخص ہے اوراس کا تعارف کرایا یہاں تک کہ اس کو پہچان لیا۔ابن عباسؓ نے فرمایا ''سلام، برکت (وبرکاتہ) پرختم ہوجاتا ہے۔امام محمدؒ نے فرمایا اسی کوہم اختیار کرتے ہیں جب کسی نے السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ کہا تو اس پررک جائے اس لئے کہ اتباع سنت افضل ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اورافضل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور مجیب بھی اسی طرح جواب دے۔ وبرکاتہ پرزیادتی نہ کرے۔فتاویٰ عالمگیری اورکوئی وبرکاتہ پرزیادتی نہ کرے۔درمختار

بتوقیره والتواضع له وتليم القليل لاجل حق الكثير لان حقه اعظم وتسليم المار لشبهه بالداخل على المنزل وتسليم الراكب لئلايتكبر بركوبه فيرجع الى التواضع وقال ابن العربى حاصل مافى الحديث ان المفضول بنوع مايبدأ الفاضل اھ بذل المجهود ص ۳۲۲ ج۵[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

آنے والے کے ذمہ سلام ہے

سوال:۔ کسی شخص کے یہاں کچھ آدمی مزدوری کرتے ہوں، جیسا کہ کھیت کاٹنا اور وہ اپنے کام میں مشغول ہے۔ ایک شخص پیچھے سے آکر کھڑا ہوگیا۔ اور یہ مزدور جو کہ کام کرنے والے تھے وہ مختلف برادری کے تھے اور نماز وغیرہ کے بالکل پابند نہیں تھے۔ ان میں سے ایک آدمی نے پیچھے ہوکر اس شخص کو سلام کیا۔ جو پیچھے کھڑے ہوگئے تھے انہوں نے سلام کا جواب آہستہ آواز سے دیا۔ جس آدمی نے سلام کیا تھا اس کو اس کے ساتھیوں نے نصیحت کی کہ تم کو سلام نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو آپ سے یہ عرض ہے کہ سلام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اور کتنا عذاب منع کرنے والوں کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص کسی کے پاس جائے اس کو چاہئے کہ سلام کرے[۲] اور جس کے پاس جائے وہ

---

[۱]..... بذل المجهود ص ۳۲۲ ج۵، مطبوعه رشيديه سهارنپور، كتاب الادب، باب من اولىٰ بالسلام،

[۲]..... واذاأتى دارانسان يجب أن يستاذن قبل السلام ثم اذا دخل يسلم اولاثم يتكلم الخ درمختار على الشامى زكريا ص ۵۹۲ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ويسل الذى يأتيك من خلفك الخ، المحيط البرهانى ص ۱۷/۸، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى السلام، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى ص ۲۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع فى السلام، مطبوعه كوئٹه،

سلام کا جواب دے۔لیکن اس نے سلام نہیں کیا وہ خاموش ہوکر کھڑا ہوگیا۔اور جس کے پاس گیا تھا اس نے سلام کیا۔اوراس کی بڑائی کا لحاظ کرلیا تب بھی گناہ نہیں بلکہ اس کو بہت ثواب ملے گا۔اس پر اعتراض کرنا اور سلام سے روکنا غلط ہے۔جوشخص سلام کی ابتدا کرے اس کی فضیلت آئی ہے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

دوشخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟

سوال:-بسا اوقات دومسلمانوں کی ملاقات ہوتی ہے اور دونوں بیک وقت السلام علیکم کہہ دیتے ہیں تو اس صورت میں جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اذاالتقیافافضلهما اسبقها فان سلما معاً یرد کل واحد منه (عالمگیری[2])اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جواب دیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ

سوال:-بوقت سلام دست برداشتن چہ حکم دارد۔

---

[1]..... **قال رسول اللہ ﷺ ان اولیٰ الناس باللہ من بدأ بالسلام، مشکوۃ شریف ص۳۹۸، کتاب الادب، باب السلام، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،**

[2]..... **عالمگیری ص:۳۲۵، ج:۵ (مطبوعہ کوئٹہ) کتاب الکراھیة، الباب السابع فی السلام الخ، شامی زکریا ص:۵۹۶، ج:۹، مطبوعہ کراچی ص:۴۱۶، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،**

الجواب حامداً ومصلیاً!

بوقت[1] ضرورت برائے سلام یا جواب دست برداشتن رواست مثلاً کسے را از دور سلام کند یا جواب دہد وآواز نتواں رسانید یا کسے کہ را سلام کند یا جواب دہد وآں آواز نمی شنود پس دریں صورت چوں بزبان سلام کند یا جواب دہد بدست نیز اشارہ کند وبے ضرورت چنیں نمودن چنانکہ طریقۂ ابنائے زمانہ است مکروہ است وبر اشارۂ دست اکتفاء نمودن در سلام یا جواب وبزبان نگفتن مکروہ است[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سلام میں ہاتھ کا اشارہ

سوال:- کسی کو السلام علیکم کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانیکی بھی گنجائش ہے[3]، اگر چہ ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

---

[1]..... **ترجمہ سوال و جواب**:- سوال: بوقت سلام ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے، جواب: بوقت سلام کے لئے یا جواب کے لئے ہاتھ اٹھانا درست ہے مثلاً کسی کو دور سے سلام کرے یا جواب دیوے اور آواز نہ پہنچا سکتا ہو یا مثلاً جس کو سلام کر رہا ہے یا جواب دے رہا ہے وہ آواز نہیں سنتا پس اس صورت میں جب زبان سے سلام کرے یا جواب دے ہاتھ سے اشارہ بھی کر دے بلاضرورت ایسا کرنا جیسا کہ ابنائے زمانہ کا طریقہ ہے مکروہ ہے اور سلام و جواب میں صرف ہاتھ کے اشارہ پر اکتفا کرنا بھی مکروہ ہے۔

[2]..... **کراهية اشارة اليد فى السلام اى مكتفيا بها مقتصراً عليها اما اذا كان التلفظ بلفظ التسليم ايضاً فلاالخ الكوكب الدرى ص ۱۳۶ ج ۲، (مطبوعه سهارنپور) ابواب الاستئذان، باب كراهية اشارة اليد فى السلام، ولاتكفى الاشارة بالاصبع والكف عند الشافعى، وعندنا تكفى اذاكان على بعد الخ، احكام القرآن للقرطبى ص ۲۶۰/۳، جزء:۵، سورۂ النساء** آیت: ۸۶، مطبوعه دارالفکر بیروت،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے

سوال:- اگر ظالم اپنے مظلوم پر سلام کرے اور مظلوم بوجہ اپنے رنج وغصہ ونفرت کے جواب نہ دے کیا مظلوم شرعاً گنہگار ہے اور کیا مظلوم پر ظالم بد بخت کے سلام کا جواب دینا شرعاً واجب ہے، اور کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ مظلوم اپنے ظالم کے سلام کو جوتی سے ٹھکرادے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام شعارِ اسلام اور حق مسلم ہے اور جواب دینا واجب ہے[1] مظلوم کو چاہئے کہ جواب سلام کو ترک کر کے اپنے ذخیرۂ آخرت کو نقصان نہ پہونچائے اور ترکِ واجب کا وبال اپنے سر نہ رکھے اور اسکو بد بخت یا کم بخت یا اور کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے انتقام ہو جائے، ممکن ہے کہ جلے ہوئے دل سے نکلا ہوا کوئی کلمہ اتنا سخت ہو کہ ظالم کے ظلم کے مساوی ہو جائے یا اس سے بھی بڑھ جائے۔ وہاں ہر چیز کا وزن ہوگا، پھر سنت اور شعار اور حق مسلم کو جوتی سے ٹھکرا دینا نہایت خطرناک ہے[2]، اس کا تو کبھی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... عن اسماء بنت زيد أن رسول اللّٰه عليه وسلم مرفى المسجد يوماوعصبة من النساء قعود فالوى بيده بالتسليم قال الترمذى هذا حديث حسن وهو محمول على انه ﷺ جمع بين اللفظ والاشارة الخ مرقات ص ۵۲۲ ج ۴، (مطبوعه بمبئى) باب السلام، الفصل الثانى،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ورد السلام واجب الخ البحر الرائق ص ۲۰۷ ج ۸، (مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الكراهية، فصل فى البيع، المحيط البرهانى ص ۱۷/۸، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى السلام، مطبوعه ڈابهيل، شامى زكريا ص ۵۹۳/۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوی کوسلام کرنا یا لکھنا

سوال:-زید نے اپنی بیوی کوالسلام علیکم کہا یا خط میں لکھا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

بیوی کوسلام کرنا اور خط میں لکھنا بالکل درست ہے[۱]،کوئی شبہ نہ کریں بلکہ شوہر جب مکان میں آئے تو وہ خود سلام کرے اسکا انتظار نہ کرے کہ بیوی سلام کریگی تو جواب[۲] دونگا۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

وضو کرنے والوں کوسلام

سوال:-مسجد میں وضو سے پہلے یا بعد میں کچھ آدمی سنتیں نفلیں پڑھ رہے ہوں اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... ومن استخف بسنة، او حديث من احاديثه عليه الصلاة والسلام او رد حديثا متواترا او قال، سمعناه كثيرا بطريق الاستخفاف كفر، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۶، كتاب السير والجهاد، الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... اما على امرأته يسلم ولا يستأذن الخ عالمگيرى ص ۳۳۰ ج۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهية، الباب الثامن الخ وعن انس رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال يا بنى اذا دخلت على اهلك فسلم يكون بركة عليك وعلى اهل بيتك، مشكوٰة شريف ص ۳۹۹ باب السلام، الفصل الثانى، المحيط البرهانى ص ۸/۲۰، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى السلام، مطبوعه كوئٹه،

ترجمہ حدیث شریف:-انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بیٹا جب تم گھر میں داخل ہوتو گھر والوں کوسلام کرو تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے موجب برکت ہوگا۔

۲.....البتہ بحر میں لکھا ہے کہ مرد جب بیوی کے پاس داخل ہوتو بیوی کوسلام کرنا چاہئے،وفى الصيرفية دخل على زوجته لايسلم عليها بل هى تسلم عليه الخ، بحر كوئٹه ص:۲۰۷، ج:۸، كتاب الكراهية، فصل فى البيع،

کوئی مسجد میں داخل ہو یا اپنی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے ایسی حالت میں اس کو سلام بلند آواز سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وضوخانہ مسجد سے ملحق ہے کچھ آدمی وضو کررہے ہیں سوایسی حالت میں نو وارد وضو کرنے والوں کو سلام کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نماز پڑھنے والوں کو اگر سلام کرے تو ناجائز ہے اسی طرح جو شخص دعاء تسبیح ذکر وغیرہ میں مشغول ہے اسے سلام کرنا بھی منع ہے[۱] ہاں کوئی شخص فارغ ہو تو اس کو سلام کرنا درست ہے مسجد میں بھی اور باہر بھی۔

(۲) وضو کرنے والے کو سلام کرنا درست ہے جب کہ وہ دعاء نہ پڑھ رہا ہو ورنہ مکروہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد

---

[۱]..... انه یا ثم بالسلام علی المشغولین بالخطبة اوالصلاة اوقرأة القرآن الخ شامی زکریا ص۳۷۵ ج۲ باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، عالمگیری ص۳۲۶/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۸/۲۰، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل الثامن، السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه ڈابھیل،

[۲]..... فیکره السلام علی مشتغل بذکر اللّٰه بای وجه کان الخ شامی زکریا ص۳۷۴ ج۲، باب مایفسد الصلاة الخ، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۶، ج:۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام،

نمازی کوسلام

سوال:- اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور آنے والا اسے سلام کرے تو اس کو زبان یا اشارہ سے جواب دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کیا جائے کہ یہ مکروہ ہے۔ اگر کسی نے ناواقفیت سے سلام کرلیا تو وہ جواب نہ دے نہ زبان سے نہ اشارہ سے۔ شامی[1] میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھانا کھانے والے کوسلام کرنا

سوال:- قرآن مجید پڑھنے والے کوسلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یا کھانا کھانے والے کوسلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن مجید تلاوت کرتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے کوسلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے

---

[1]..... یأثم بالسلام علی المشغولین بالخطبة او الصلاة او قرأة القرآن الی قوله وانه لایجب الردفی الاولین لانه یبطل الصلاة والخطبة کالصلاة الخ شامی زکریا ص ۳۷۵ ج ۲، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۶، کتاب الکرهیة، الباب السابع فی السلام، المحیط البرهانی ص ۸/۲۰، کتاب الکرهیة الخ، الفصل الثامن السلام الخ، مطبوعه ڈابهیل، بزازیة علی الهندیة ص ۶/۳۵۴، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، خانیة علی الهندیة ص ۳/۴۲۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم، مطبوعه کوئٹه،

سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام

سوال:- ایک آدمی گھٹنے کھولے بیٹھا ہے۔ دوسرا اس کے پاس آتا ہے آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے یا نہ کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حنفیہ کے نزدیک گھٹنا عورت ہے اور کاشف عورت کو سلام کرنا مکروہ لکھا ہے۔ **ودع کافرا ایضاً ومکشوف عورة ومن هو فی حال التغوط اشنع اهـ درمختار[2] ج ا ص ۶۴۵.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بحالت اذان سلام اوراس کا جواب

سوال:- اذان ہوتے وقت اگر کوئی سلام کرے تو جواب سلام دینا چاہئے یا نہیں

---

[1]..... **یکره السلام علی العاجز عن الجواب حقیقةً کالمشغول بالاکل أو الاستفراغ اوشرعاً کالمشغول بالصلاة وقرأة القرآن ولو سلم لایستحق الجواب الخ، شامی زکریا ص۳۷۵، ج:۲، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۲۰۷، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، بزازیة ص۶/۳۵۵، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه،**

[2]..... **درمختار علی الشامی زکریا ص۳۷۵ج۲، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، بزازیة علی الهندیة ص۶/۳۵۵، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، بحر کوئٹه ص۸/۲۰۷، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع،**

ایسے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اذان کے وقت سلام کا جواب دینا واجب نہیں کیونکہ جواب اذان ذکر ہے اور ذکر و دعاء وتسبیح وغیرہ کی حالت میں اگر سلام کیا جائے تو اس کا جواب واجب نہیں ہوتا وفی شرح الشرعة صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد فی بعض المواضع القاضی اذاسلم علیه الخصمان والاستاد الفقیه اذا سلم علیه تلمیذه اوغیره اوان الدرس وسلام السائل والمشتغل بقرأة القراٰن والدعاء حال شغله والجالسین فی المسجد لتسبیح اوقرأة اوذکر حال التذکیر[1] ردالمحتار ص ۶۴۶ ۔لیکن جواب اذان سے فارغ ہوکر سلام کا جواب دینا مناسب ہے کما حققه الشیخ ابن العابدین فی ردالمحتار ص ۶۴۵[2] اور جو شخص جواب اذان میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

---

[1]..... شامی زکریا ص ۳۷۶ ج ۲ کتاب الصلاة باب مایفسده الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی لایجب فیهاردالسلام، بزازیة علی الهندیة ص ۶/۳۵۴، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، خانیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۲۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم الخ،

[2]..... یأثم بالسلام علی المشغولین بالخطبة اوالصلاة أوقرأة القرآن أومذاکرة العلم اوالاذان والاقامة وانه لایجب الرد فی الاولین لانه یبطل الصلاة والخطبة کا لصلاة ویریدون فی الباقی لامکان الجمع بین فضلتی الرد الخ شامی زکریا ص ۳۷۵ ج ۲ باب مایفسد الصلاة مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام،

ڈھیلے سے استنجاء سکھاتے وقت سلام کا جواب

سوال:- ڈھیلے سے استنجاء خشک کرتے وقت اگر کسی نے سلام کیا تو جواب دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جوشخص پیشاب کے بعد ڈھیلے سے استنجاء خشک کر رہا ہے اس کو اگر کوئی شخص سلام کرے تو جواب دینے کے متعلق معارف السنن[1] میں دوقول نقل کئے ہیں ایک میں اجازت ہے دوسرے میں ممانعت تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس وقت قطرہ آرہا ہے اس وقت جواب نہ دے اور جب محض احتیاط کے لئے ڈھیلا رکھا ہے تو جواب دیدے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

استنجاء سکھاتے ہوئے سلام کا جواب

سوال:- زید پیشاب کے بعد یا قضاء حاجت کے بعد ڈھیلا سکھا رہا تھا، اس حالت میں عمر نے اس کو سلام کیا، تو زید سلام کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) حدیث شریف میں جو حالت استنجاء میں سلام اور بات چیت کی جو ممانعت ہے

---

[1]..... واما السلام على من يستنجى من البول بالحجر أو المدر قاعداً اوقائماً كما تعورف اليوم فى بلادنا فلم يثبت فيه من القدماء شى وكان الشيخ رشيد احمد الكنكوهى رحمه اللّٰه يقول يرد السلام عند ذلك وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوى يقول بترك الرد الخ معارف السنن ص:۳۱۷، ج:۱، (مطبوعه اشرفى ديوبند) كتاب الطهارة، باب فى كراهية رد السلام غير متوضى،

اس سے کونسی حالت اور کونسا وقت مراد ہے؟

(۳) عمر کہتا ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں کلوخ سکھاتے وقت سلام کا جواب دینے کو جائز قرار دیا ہے، کیا عمر کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر اس کو قطرہ نہیں آرہا ہے محض احتیاطاً سکھا رہا ہے تو جواب دیدیے ورنہ نہیں[۱]۔

(۲) جبکہ قضائے حاجت میں مشغول ہو۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ کا حاصل جواب کی شق اول مراد ہے یعنی جبکہ محض احتیاطا سکھا رہا ہو "سلامک مکروہ الی قولہ ومن ھو فی حال التغوط اشنع قال الشامی مرادہ مایعم البول اھ."[۲] (ردالمحتار ج ۱/ ص ۴۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۰ھ

مسجد میں آتے وقت اور جاتے وقت سلام کرنا

سوال:- (۱) اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا

---

[۱]..... واما السلام علی من یستنجی من البول بالحجر او المدر قاعدا کما تعورف الیوم فی بلادنا فلم یثبت فیه من القدماء شیء وکان الشیخ رشید احمد الکنکوهی رحمه الله تعالیٰ یقول یرد السلام عند ذلک وکان الشیخ محمد مظهر النانوتوی یقول بترک الرد الخ، معارف السنن ص:۳۱۷، ج:۱، کتاب الطهارة، باب فی کراهیة رد السلام غیر متوضی، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[۲]..... درمختار مع الشامی الزکریا ج۲/ص۳۷۵/ کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام. عالمگیری ص۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، خانیة ص۳/۴۲۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم الخ، مطبوعه کوئٹه،

نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

(۲) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہیں اور آنے والا سلام کرتا ہے۔ یا کچھ لوگ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۳) یہی صورت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کر کے چلا جاتا ہے حالانکہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا صورتوں میں سلام کرنے والا اس قدر بلند آواز سے سلام کرتا ہے کہ حاضرین میں سے ہر شخص بہ آسانی سن لیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) یہ طریقہ ٹھیک ہے۔ اس طرح کہنا چاہئے **السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین**[۱]۔ مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے۔ نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

(۲) یہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار[۲] میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

(۳) یہ بھی مکروہ ہے۔ کذافی ردالمحتار ص[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... ولو دخل ولم یر أحداً یقول السلام علینا وعلی عباداللّٰہ الصالحین الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۹۶ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۳۲۱ ج ۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس (مطبوعه کوئٹه)

[۲]..... یأثم بالسلام علی المشغولین بالخطبة او الصلاة او قرأة القرآن او مذاکرة العلم الخ شامی زکریا ص ۳۷۵ ج ۲، باب ما یفسد الصلاة، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلا، المحیط البرهانی ص ۸/۲۰، کتاب الکراهیة الخ، الفصل الثامن السلام الخ، مطبوعه ڈابهیل، فتاوی بزازیه ص ۶/۳۵۴، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه،

[۳]..... حواله مذکوره،

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام

سوال:- مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟ جبکہ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، کچھ وظائف میں، کچھ خاموش بیٹھے ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں ان کو سلام کرنا مستحب نہیں ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سلام غائب کا جواب

سوال:- اگر کوئی شخص کسی کا سلام پیش کرے تو جواب کس طرح دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علیہ وعلیکم السلام[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... السلام تحیة الزائرین والذین جلسوا فی المسجد للقرأة اوالتسبیح اولا نتظار الصلاة ماجلسوا فیه لدخول الزائرین علیهم فلیس هٰذا اوان السلام فلایسلم علیهم الخ، عالمگیری ص۳۲۵ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، فتاوی بزازیه ص۳۵۴، ج:۶، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص۲/۳۷۵، باب مایفسد الصلاة، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام،

[۲]..... زیادہ بہتر یہ ہے کہ اولاً سلام پہونچانے والے کو جواب دیا جائے پھر غائب پر۔ ویتحب ان یرد علی المبلغ ایضا فیقول وعلیک وعلیه السلام ذکر محمد حدیثا یدل علی ان من بلغ انسانا سلاما عن غائب کان علیه ان یرد الجواب علی المبلغ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ناراضگی کی وجہ سے ترک سلام کی مدت

سوال:- زیداورعمر دونوں کا رہنا سہنا ایک ساتھ تھا۔ بعد میں کسی بناء پر دونوں لڑ گئے۔ اورزید نے عمر سے یہ کہہ دیا کہ تیرا آج سے مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ تم میری کوئی چیز استعمال کرنا اور نہ میں تمہاری کوئی چیز استعمال کروں گا۔ لیکن ناراضگی کو تین دن گذرنے ہی نہیں پائے تھے کہ عمر نے زید سے سلام کرلیا مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا اب شرعاً گناہ کس پر ہے؟ کیا عمر زید سے سلام کرتا رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعلق رکھنے میں اگر فتنہ ہوتو زیادہ میل جول نہ رکھا جائے مگر سلام نہ ترک کیا جائے اگر ایک ان میں سے سلام کرتا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ دوسرا اگر جواب نہیں دے گا تو وہ ذمہ دار رہے گا[1] تاہم اگر وہ منع کردے کہ مجھے سلام مت کرو تمہارے سلام سے تکلیف ہوتی ہے تو پھر سلام نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....اولا ثم علی ذالک الغائب الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۹۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۹/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن فی السلام، مطبوعه ڈابهیل،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... عن عائشة ان رسول اللّٰه ﷺ قال لایکون لمسلم ان یهجر مسلماً فوق ثلثة فاذالقیه سلم علیه ثلٰث مرات. کل ذالک لایرد علیه فقدباء باثمه. مشکوٰة شریف ص ۴۳۸، باب ماینهی من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الثانی، وفی المرقات انالمسلم خرج من اثم الهجران وبقی الاثم علی الذی لم یردالسلام ای فقد باء باثم هجر انه الخ مرقات ص ۷۲۱ ج۴ (مطبوعه بمبئی) باب التهاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی،

امرد کا سلام کرنا

سوال:- امرد ہر ایک سے سلام کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کرسکتا ہے اگر فتنہ نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

امرد کے سلام کا جواب بحالت شہوت

سوال:- امرد کے سلام کا جواب دینا بحالت شہوت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں اس کا جواب نہ دے۔ فعل بد تو آخری درجہ ہے۔ بسا اوقات نظر اس کا سبب بن جاتی ہے۔ نیت اگر دیکھنے ہی تک محدود رہے، یعنی اس کی شہوت دیکھنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے تو یہ بھی درست نہیں، بلکہ بعض ارباب تحقیق نے ایسی منظر کو اشد واقبح قرار دیا ہے۔ کیونکہ جتنا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... کما یستفاد. وأماالخلوة والنظر الیه لاعن شهوة فلابأس الخ شامی زکریا ص۵۲۵ ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر،

[2]..... ویستفاد من تشبیه وجه المرأة بوجه الأمرد أن حرمة النظر الیه بشهوة اعظم اثما لان خشیة الفتنة به اعظم منها ولانه لایحل بحال الخ شامی زکریا ص۸۰ ج۲ کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب فی النظر الی وجه الامرد،

نامحرم کوسلام کرنا

سوال:- اپنے خاندان کی نامحرم عورتوں یا مردوں میں سے ایک دوسرے کوسلام کیا جاسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

شرعاً کہلایا جاسکتا ہے اگر فتنہ نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

ریڈیواورٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پرسجدۂ تلاوت اورسلام کا جواب

سوال:- ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر قاری یا متکلم کی قرأۃ وآواز کوکسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیت سجدہ سننے

---

[1]..... فاذا التقى الرجل بالمرأة يبدأ الرجل بالسلام الخ البحر الرائق ص۲۰۷ ج۸ مطبوعه كوئٹه، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، شامى زكريا ص ۹/۵۳۰، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر الخ، خانية ص۳/۴۲۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى التسبيح الخ، مطبوعه كوئٹه،

سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوگا۔ ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے۔ اس کے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں۔ ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل آواز اس سے سنائی دے رہی ہو کوئی ریکارڈ نہ ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

[1]..... لاتجب بسماعه من الصدى والطير الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۵۸۳ ج ۲، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۲/۱، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۲۳۲/۱، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم

مصافحہ، معانقہ اور قیام وتقبیل

مصافحہ میں ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا

سوال:- مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے تو کس طرح، حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہاتھ کی کفِ دست دوسرے ہاتھ کی کف دست سے ملے، اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ہر ہاتھ کو الگ الگ ملائے، لیکن مروجہ طریقہ کے فریقین میں سے ہر ایک کے ہاتھ کی دوسرے کے ہاتھ سے ہتھیلی ملنے اور دوسرے ہاتھ کی کفِ دست اوپر کی جانب رہے یہی رائج ہے، یعنی دونوں کی دائیں ہاتھ کی کف دست تو ملتی ہیں اور دونوں کے بائیں ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کے ظہر پر ہوتی ہے، اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بخاری شریف[1] میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت مذکور ہے "وَكَانَ كَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ

[1] بخاری شریف ج۲/ص۹۲۶، کتاب الاستیذان، باب المصافحة مطبوعه اشرفی دیوبند،

الخ'' اس سے معلوم ہوا کہ صحابیؓ کا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، اس صورت میں کف دست کا کف دست سے ملنا بالکل واضح ہے البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا، اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں کیا، ظاہر یہ ہے کہ ان کا دوسرا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے دست مبارک کی پشت پر تھا، جیسا کہ آجکل علماء متبعین کا عمل ہے بخاری شریف[1] میں ''باب الاخذ بالیدین'' موجود ہے ''ثم للتصافح بالیدین حدیث مرفوع ایضاً'' کمافی الادب المفرد وارادالمدرسون ان یستدلوا علیه من حدیث ابن مسعودؓ هذا فقالوا اما کون التصافح فیه بالیدین من جهاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فالحدیث نص فیه وامام کونه کذا لک من جهته ابن مسعودؓ فالراوی وان اکتفی بذکریدهٖ الواحدة الا ان المرجومنه انهٗ لم یکن لیصافحهٗ بیده الواحدة والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم قد صافحهٗ بیدیه الکریمتین فانه یستبعد من مثلهٖ ان لایسبط یدیه للنبی صلّی اللّٰه علیه وسلم وقد بسط له یدیه غیران الراوی لم یذکره لعدم کون غرضه متعلقاً بذالک ولاریب ان الرواة یختلفون فی التعبیرات الخ فیض الباری[2]، ج۴/ص ۴۱۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سلام کے ساتھ مصافحہ

سوال:- مصافحہ کے ساتھ سلام کرنا کیسا ہے جبکہ دونوں ایک بستی میں مقیم ہوں۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان

---

[1] بخاری شریف، ج۲/ص۹۲۶/ کتاب الاستیذان، باب الاخذ بالیدین.

[2] فیض الباری ج۴/ص ۴۱۱/ کتاب الاستیذان، باب المصافحة (مطبوعه ربانی دهلی)

الاغفرلهما قبل ان يفترقا[1] **رواه ابو دائود ص ۱۸۲ (ریاض الصالحین مصری)**

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصافحہ مستحسن ہے مگر اصرار نہیں چاہئے[2]۔ اس کا مطلب تو ظاہر ہے۔ اگر کوئی اشکال ہو تو تحریر کیجئے۔ السراج المنیر[3] ص ۱۰۱ ج ۱ میں لکھا ہے **والمراد الصغائر قياساً على النظائر ويستثنى من هذا الحكم الامرد الجميل الوجه فتحرم مصافحته ومن به داءٌ كالابرص والاجذم فتكره مصافحته اھ۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

مصافحہ دو ہاتھ سے

سوال:- ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا حرام کیا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا طریقہ مردود ہے یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا مردود ہے اس طریقہ کو یا اس طریقہ کو اپنانے والا کو مردود سمجھنے والا کیسا ہے؟ مصافحہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

---

[1]..... **ترجمہ حدیث شریف:-** جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں ان کے گناہ جدا ہونے سے پہلے معاف کردئے جاتے ہیں۔

[2]..... **الاصرار على المندوب يبلغه الى حد الكراهية، سعايه ص ۲/۲۶۵، كتاب الصلوة، قبيل فصل فى القرأة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،**

[3]..... **السراج المنير شرح الجامع الصغير فى احاديث البشير والنذير ص ۱۰۸ ج ۱، مطبوعه دارالفكر بيروت. فتح البارى ص ۱۲/۳۲۴، كتاب الاستئذان، باب المصافحة، رقم الحديث: ۶۲۶۳، مطبوعه دارالفكر بيروت، مصطفى الباز مكة المكرمة، راشاد السارى ص ۱۳/۳۱۴، باب المصافحة، مطبوعه دارالفكر بيروت،**

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے[۱] یہ کہنا کہ دو ہاتھوں سے ثابت نہیں ایک ہی ہاتھ سے کرنا چاہئے غلط ہے گا ہے گا ہے ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے ان دونوں میں سے کسی ایک طریقہ کو حرام کہنا صحیح نہیں البتہ جو طبقہ دین سے تعلق نہیں رکھتا ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ پر اصرار کرتا ہے اس کے ساتھ تشبہ سے بچنے کے لئے اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ترک کیا جائے تو بہتر ہے[۲] عمدۃ القاری[۳] شرح بخاری شریف میں دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت موجود ہے اور الکوکب[۴] الدری میں مذکور ہے کہ ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصافحہ

سوال:- مصافحہ کی کیا تعریف ہے اور اس کے کتنے طریقے ہیں؟ از روئے شرع اس

۱..... السنة فی المصافحة بکلتایدیه. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۵۴۸ ج۹ کتاب الحظر والاباحة. باب الستبراء وغیره، مجمع الانهر ص۴/۲۰۴، وسکب الانهر ص۴/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۲..... والحق فیه ان مصافحته ﷺ ثابتة بالید وبالیدین الا ان المصافحة بید واحدة لما کانت شعار اهل الافرنج وجب ترکه لذلک. الکوکب الدری ص۴۲. ۱۴۱ ج۲ ابواب الاستئذان، باب فی المصافحة، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

۳..... قال رأیت حمادبن زید وجاء ه ابن المبارک بمکة فصافحه بکلتا یدیه. عمدة القاری ص۲۵۳، ج۱۱، الجزء الحادی والعشرون. کتاب الاستئذان، الاخذ بالیدین، مطبوعه دارالفکر بیروت، ارشاد الساری ص۱۳/۳۱۵، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۴..... والحق فیه ان مصافحته ﷺ ثابته بالید وبالیدین، الکوکب الدری ص۱۴۱ ج۲، ابواب الاستیذان، باب فی المصافحة، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

کے کتنے طریقے ہو سکتے ہیں؟ پھر ان میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

داہنے ہاتھ کے بطن کو دوسرے آدمی کے داہنے بطن سے ملانا اور بایاں ہاتھ دونوں کا دونوں سے داہنے ہاتھ کے ظہر سے ملانا یہ مصافحہ ہے۔ یہی سنت ہے[1] بعض دفعہ صرف داہنے ہاتھ سے بھی ثابت ہے۔ کذا فی شرح الترمذی[2]۔ انگوٹھے کو انگوٹھے کی جڑ سے ملا کر اور ہاتھ کو پکڑ کر کسی قدر حرکت دینا بھی ثابت ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

جبراً مصافحہ کرنا

سوال: - روک روک کر مصافحہ کروانا کیسا ہے؟ اور کیا قانون شرعی ہے کہ عوام کو

---

[1]..... وهي الصاق صفحة الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه الى ماقال والسنة بكلتا يديه الخ، سكب الانهر ص ۴/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۴/۵۴۸، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء الخ، السنة فى المصافحة بكلتا يديه الخ هامش الترمذى ص ۹۷ ج ۲، رقم الهامش: ۵ (مطبوعه رشيديه دهلى) باب ماجاء فى المصافحة،

[2]..... والحق فيه ان مصافحته ﷺ ثابتة بابعد وباليدين الخ كوكب الدرى ص ۱۴۱ ج ۲، (مطبوعه سهارنپور) ابواب الاستيذان، باب فى المصافحة، الى ماقال وان يأخذ الابهام فان فيه عرفا ينبت المحبة،

[3]..... من صافح أخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه الخ درمختار على الشامى زكريا ص ۵۴۷، ۵۴۸، ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، سكب الانهر ص ۴/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق ص ۱۹۹، ج ۸، كتاب الكراهية، فصل فى الاشتبراء، مطبوعه كوئٹه،

روک کر چاہے طبیعت مانے یا نہ مانے مصافحہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی استاذ والد یا مربی اپنے ماتحت بچوں، بڑوں، کو بطور تربیت وتعلیم روک کر مصافحہ کرائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ غیر آدمی جب مصافحہ سے گھبراتا ہو تو اس پر زور نہ دیا جائے۔ مصافحہ کرنا حدیث[۱]، فقہ[۲] سے ثابت ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام واولیاء عظام اور تمام امت مسلمہ کا طریقہ رہا ہے۔[۳] اس کی فضیلت بھی آئی ہے[۴]۔ ان فضائل کو بیان کرنے پر اکتفاء کر کے ترغیب تو دی جائے مگر اس پر اصرار اور زور نہ دیا جائے[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

۱..... قال رسول اللّٰہ ﷺ مامن مسلمین یلتقیان فیصافحان الاغفرلهما قبل ان یتفرقا. ترمذی شریف ص: ۱۰۲، ج: ۲، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابواب الادب، باب ماجاء فی المصافحة، فتح الباری ص: ۳۲۴، ج: ۱۲، کتاب الاستئذان باب المصافحة، مطبوعه مصطفیٰ الباز مکة المکرمة،

۲..... تجوز المصافحة لانهاسنة قدیمة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۹۴۷ ج۹، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، مجمع الانهر ص۴/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

۳..... اعلم انها (ای المصافحة) سنة مجمع علیها عند التلاقی الخ الاذکار للنووی ص۲۳۶، مطبوعه بیروت، باب فی مسائل تتفرع علی السلام، فتح الباری ص۱۲/۳۲۴، کتاب الاستئذان، باب المصافحة، مطبوعه مصطفیٰ الباز مکة المکرمه، ارشاد الساری ص۳۱۴، ج۱۳، باب المصافحة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۴..... ملاحظه هو حاشیه نمبر: ۱/

۵..... الاصرار علی المندوب یبلغه الی حدالکراهة. السعایة ص۲۶۵ ج۲، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراة،

غیر مسلم سے مصافحہ

سوال:- کسی غیر مسلم مرد سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کافر فاسق سے مصافحہ ومعانقہ

سوال:- کیا کفار وفساق وفجار سے مصافحہ معانقہ کیا جاسکتا ہے؟ اور اس سلسلے میں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟ اور اگر یہ لوگ ملاقات کے لئے آئیں اور مصافحہ معانقہ کے لئے بڑھیں تو کیا ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصافحہ، معانقہ کا مقصود اظہار محبت، تعظیم شفقت ہے، **والکافر لا یستحق ذلک** اصلاً سلام ہے اور مصافحہ اس کا تتمہ ہے اور **لا یبتدأ اھل الکتاب بالسلام** میں اصل ہی کو ختم کردیا

---

[1]..... **ولابأس بمصافحة المسلم جاره النصرانی اذارجع بعد الغیبة ویتأذی بترک المصافحة الخ، عالمگیری ص:۳۴۸، ج:۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشرفی اهل الذمة، شامی زکریا ص:۵۹۰، ج:۹، مطبوعه کراچی ص:۴۱۲، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،**

گیا پھر تتمہ کی گنجائش کہاں؟[1] فاسق فاجر ایمان سے خارج نہیں گنہگار ہے، شامی جلد ا میں ان لوگوں کو شمار کرایا ہے جن کو سلام کرنا مکروہ ہے انمیں فاسق بھی ہے[2] لیکن جہت فسق کے علاوہ کسی اور جہت سے اگر وہ مستحق اکرام ہو تو اس کا یہ حکم نہیں، نیز اگر مظاہرۂ اخلاق کے ذریعہ اصلاح مقصود ہو تو پھر جہت بدل جائیگی بلکہ کافر کیلئے بھی یہ جہت مجوز ہو سکے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

محرم عورتوں کا مصافحہ

سوال: -محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ جیسے کہ والدہ ہے یا ہمشیرہ وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست ہے کما ورد فی الروایات[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۹۵ھ

---

[1]..... فلا یسلم ابتدأ علی کافر لحدیث لا تبدؤوا الیهود ولا النصاری بالسلام. الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۵۹۱ ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۵/۳۲۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه کوئٹه،

[2]..... والمراد من یشا بههم فی فسقهم من سائرارباب المعاصی کمن یلعب بالقمار اویشرب الخمر اویغتاب الناس الی قوله وسیاتی فی الحظر والاباحة انه یکره السلام علی الفاسق لو معلناً شامی زکریا ص ۳۷۴ ج۲، باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها. مطلب فی المواضع اللتی یکره فیها السلام، وشامی زکریا ص ۹/۵۹۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام،

[3]..... وعن عائشة رضی الله عنها قالت مارایت احدا ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام

سوال:- بزرگوں کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب وہ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معانقہ کا طریقہ

سوال:- معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تین مرتبہ کاندھے سے ملتے ہیں اور بعض لوگ صرف ایک طرف ملتے ہیں۔ صحیح طریقہ کیا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....کان اشبه سمتا وهديا ودلا وفي رواية حديثا وكلاما برسول الله ﷺ من فاطمة كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها في مجلسه وكان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلته واجلسته في مجلسها، مشكوة شريف ص ۲/۴۰۲، كتاب الادب، باب المصافحة الخ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، وماحل نظره مما مرمن ذكر أوأنثى حل لمسه اذا أمن الشهوة على نفسه وعليها لأنه عليه الصلاة والسلام كان يقبل رأس فاطمة الخ، الدرالمختار على الشامي زكريا ص۹۲۸ ج۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر الخ، بحر كوئٹه ص۸/۱۹۴، كتاب الكراهية، فصل في النظر،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم اى ان كان ممن يستحق التعظيم الخ، شامي زكريا ص ۵۵۱، ج۹، كتاب الحظر والاباحة. باب الاستبراء، منظومه ابن هبان ص۲/۱۶۷، رقم الشعر:۷۸۷، كتاب الكراهية، مطبوعه الوقف المدني الخيرى ديوبند، سكب الانهر ص۴/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصلک في النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

صرف ایک طرف کافی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ

سوال:- بسا اوقات اپنے اقارب سے معانقہ کرنا پڑتا ہے ان میں چھوٹی لڑکیاں بھی ہوتی ہیں تو یہ معانقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنے بیٹے بیٹی بہن وغیرہ سے معانقہ کرنا درست ہے جن سے معانقہ کرنے میں شہوت نہ ہو اور جہاں اس کا خطرہ ہو وہاں پرہیز کیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... معانقہ کا مفہوم گردن سے گردن ملانا ہے اور کتب لغت اور کتب حدیث سے معانقہ میں تکرار ثابت نہیں ہے۔ عانقة وعناقاً التزمه فادنى عنقه من عنقه لسان العرب ص ۱۰/۲۷۲ مطبوعه دارصادر بيروت. عن عائشة قالت قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول اللهﷺ فى بيتى فاتاه فقرع الباب فقام اليه رسولﷺ عريانا فاعتنقه وقبله الحديث مشكوٰة شريف ص ۴۰۲، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانى، او يعانقه اى يجعل كل منهما ديه فى عنق الاخر الخ، سكب الانهر ص ۴/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2]..... فقال المكروه من المعانقة ماكان على وجه الشهوة وما كان على وجه المبرة والكرامة فجائز الخ. البحر الرائق كوئٹه ص ۸/۱۹۸، كتاب الكراهية قبيل، فصل فى البيع، مجمع الانهر ص ۴/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، شامى زكريا ص ۹/۵۴۷، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى الاستبراء، فان كانت صغيرة لاتشتهى اولا يشتهى مثلها فلا بأس بالنظر اليها ومسها الخ، بحر كوئٹه ص ۸/۱۹۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظر،

مہمان کے لئے قیام وتقبیل

سوال:-عربوں کے یہاں تقریب میں کوئی جاتا ہے تو قدیم دستور کے موافق تمام مجلس کے لوگ کھڑے ہوکر خیر مقدم کرتے ہیں۔اور تقبیل بھی کرتے ہیں۔ایسی جگہ اگر جانا ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ قیام وتقبیل کا شریعت مطہرہ کے اندر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بڑوں کیلئے قیام کرنا درست بلکہ مستحسن ہے[1]، مہمان کا اکرام چاہئے، تقبیل یدین میں بھی مضائقہ نہیں ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ' جب حبشہ سے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے انکی پیشانی کی تقبیل کی تھی[2]، ہاں محل فتنہ ہوتو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

صدر جمہوریہ کا استقبال

سوال:-کئی سال کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں صدر جمہوریہ کی آمد پر پولیس

---

[1]..... یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم ای ان کان ممن یسحق التعظیم الخ شامی زکریا ص ۵۵۱، ج۹، کتاب الحظر والاباحة. باب الاستبراء، منظومة ابن وهبان ص۱۶۷/۲، رقم الشعر:۷۸۷، کتاب الکراهیة، مطبوعه الوقف المدنی الخیری دیوبند، سکب الانهر ص۲۰۵/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2]..... ولابأس بالتقبیل لماروی انه علیه الصلاة والسلام عانق جعفراً حین قدم من الحبشة وقبله بین عینیه الخ شامی زکریا ص۵۴۶ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، مشکوة شریف ص۴۰۲، کتاب الادب، باب القیام، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی س۶/۲۵، کتاب الکراهیة، فصل فی الاستبراء، مطبوعه امدادیه ملتان،

کی طرف سے دو چیزیں پیش کی گئی تھیں، ایک بینڈ باجہ بجوایا جائے، دوسرے راشٹریہ گیت جن من گن پڑھوایا جائے، لیکن بینڈ باجہ کی پابندی کو علماء نے قبول نہیں کیا، البتہ راشٹریہ گیت کے ابتدائی اشعار پڑھوائے گئے، صدر جمہوریہ کے ساتھ علماء اور دارالعلوم کے لڑکے کھڑے ہونگے، کونسی دلیل کی بنا پر ایسا کیا گیا، کیونکہ ہم کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہیں، اس وقت ہم کیا کریں، کیا راشٹریہ گیت میں کفر کے الفاظ نہیں ہیں، اور اسمیں کراہت کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کی خاطر کفر کے شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں[1]، حرام چیز کرنا جائز نہیں[2]، مہمان کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرنا پسندیدہ ہے[3]، جب تک کسی خلافِ شرع چیز کا ارتکاب نہ ہو، مجھے نہ ان اشعار کا علم ہے، نہ اس وقت کے کوائف کی تفصیل کا علم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۸۸ھ

---

[1] من تشبه بقوم فهو منهم مشكوٰة شريف، ص ۳۷۵/ كتاب اللباس الفصل الثانى ،قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخ مرقات ، ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه ممبئى) كتاب اللباس، الفصل الثانى. ابوداؤد شريف ص ۵۵۹، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند،

[2] عن النواس بن سمعان قال قال رسول الله ﷺ لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق، مشكوة شريف ص ۳۲۱، كتاب الامارة، الفصل الثانى، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

[3] انزلوا الناس منازلهم ،مشكوٰة شريف، ص ۴۲۴/ باب الشفقة والرحمة على الخلق، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، اكرموا كلاعلىٰ حسب فضله وشرفه الخ، مرقات ص ۲۹۹/ مطبوعه بمبئى، الفصل الثانى، باب الشفقة والرحمة على الخلق. عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ، من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، مشكوة شريف ص ۳۶۸، باب الضيافة، الفصل الاول، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

تقبیل یدین ورجلین

السوال:- ماتقولون فی تقبیل القدمین والیدین وماثبوته ولمن یجوز ولمن لایجوز ومن ای جهة. ولیکن الجواب بالدلائل المنقولة عن الکتب المشهورة مع الحوالات بالصفحات .

الجواب حامداً ومصلیاً!

ولابأس بتقبیل یدالعالم والمتورع علی سبیل التبرک. (درر) ونقل المصنف عن الجامع انه لابأس بتقبیل یدالحاکم المتدین والسلطان العادل وقیل سنة مجتبی ولا رخصة فیه ای فی تقبیل الیدلغیر هما ای لغیر عالم وعادل هوالمختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامهٖ واکرامهٖ جازوان لنیل الدنیا کره طلب من عالم اوزاهد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه وقیل لایرخص فیه اه. الدرالمختار

ترجمہ سوال و جواب

سوال:-قدم اور ہاتھ چومنے کے بارے میں کیا کہتے ہو اس کا ثبوت کیا ہے کس کے لئے جائز ہے اور کس کے لئے ناجائز ہے اور کس وجہ سے؟

جواب:-عالم صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دینا بطور تبرک اس میں کچھ حرج نہیں درر اور مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے دیانت دار حاکم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کچھ حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے مجتبیٰ اور ان کے علاوہ کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت نہیں یہی مختار ہے مجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اس کے اکرام کی بناء پر ہو تو جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو مکروہ ہے کسی عالم یا زاہد سے ان کے قدم کے بوسہ دینے کی اجازت طلب کی گئی تو ان کو اسکا موقع دے دینا چاہئے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اجازت نہیں درمختار۔

قال الشامی قوله اجابه لمااخرجه الحاکم ان رجلاً اتی النبیﷺ فقال یارسول اللّٰهﷺ ارنی شیئاً ازداد به یقینا فقال اذهب الی تلک الشجرة فادعها فذهب فقال ان رسول اللّٰهﷺ یدعوک فجاء ت حتی سلمت علی النبیﷺ فقال لها ارجعی فرجعت قال ثم اذن له فقبل راسه ورجلیه وقال لو کنت آمراحداً ان یسجد لاحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها وقال صحیح الاسناد اه.

من رسالة الشرنبلالی اه ردالمحتار علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة ص۳۳۷[1] جلد۵/ فقط واللّٰه تعالیٰ اعلم

حررهٗ العبد مّحمود کنکوهی عفااللّٰه عنه

معین مفتی مدرسه مظاهرعلوم سهارنفور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلهٗ المبتلی بامانة الافتاء

بالمدرسة العلیة المشتهر بمظاهر علوم

---

[1]..... درمختار مع الشامی زکریا ص۵۴۹و۵۵۰ ج۹، کتاب الخطر والاباحة، باب الاستبراء، زیلعی ص۶/۲۵، کتاب الکراهیة، فصل الفی الاستبراء، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۶۹، کتاب الکراهیة، الباب الثامن والعشرون الخ، المحیط البرهانی ص۸/۱۱۸، کتاب الکراهیة، الفصلک الثلاثون ملاقات الملوک الخ، مطبوعه ڈابهیل،

ترجمه عربی عبارت:-شامی نے درمختار کے قول اجابہ کے تحت لکھا ہے کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسی چیز دکھایئے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہوتو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درخت کو بلا لاؤ وہ گیا اور اس درخت سے کہا کہ تجھ کو حضورﷺ بلا رہے ہیں اس پر وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت نبی اکرمﷺ کو سلام کیا آپﷺ نے فرمایا واپس جاؤ وہ چلا گیا پھر آپﷺ نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپؐ کے سر مبارک اور قدمین مبارکین کو بوسہ دیا اور آپﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کیلئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے رسالہ شرنبلالی سے یہ ماخوذ ہے، ردالمحتار علی الدرالمختار ص۳۳۷ ج۵ الحظر والاباحة.

امرد کا بوسہ بلا شہوت

سوال:- ایک مولوی صاحب کی زبانی سنا ہے کہ امرد کا بوسہ لینا بغیر شہوت کے جائز ہے اور تقویت کے لئے یہ بھی بیان کیا کہ کنز الدقائق کے حاشیہ پر لکھا ہے سو مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا امرد کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کنز کے حاشیہ پر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میں نے کنز الدقائق کے حاشیہ پر یہ مسئلہ نہیں دیکھا ان سے عبارت یا باب وغیرہ کا حوالہ لے کر لکھیں تو اس کو دیکھا جائے تقبیل کی اقسام درمختار[1] کتاب الحظر والاباحہ میں فصل فی البیع سے کچھ قبل مذکور ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

علماء کی دست بوسی وقدم بوسی

سوال:- علماء وصلحاء کے ہاتھ پاؤں چومنا، ان کے آگے جھکنا کیا جائز ہے کوئی گناہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علم اور بزرگی کے احترام کی خاطر ہاتھ پیر چومنے کی اجازت ہے[2]۔ مگر ایسا نہ ہو کہ سجدہ

---

[1]..... التقبيل على خمسة اوجه قبلة المؤدة للولد على الخدوقبلة الرحمة لوالديه على الرأس وقبلة الشفقة لاخيه على الجبهة وقبلة الشهوة لمرأته وأمته على الفم وقبلة التحية للمؤمنين على اليد الخ درمختار على الشامی زکریا ص ۵۵۱ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فی البيع، بحر کوئٹہ ص۸/۱۹۸، کتاب الکراهية، فصل فی الاستبراء، زيلعی ص۶/۲۵، کتاب الکراهية، فصل فی الاستبراء، مطبوعه امداديه ملتان، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی صورت بن جائے اس کی اجازت نہیں۔ جھکنے کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا

سوال:- کسی کی صرف تعظیم وتوقیر بجالانا اور اس کو معبود نہ سمجھنا، یہ تعظیم جائز ہے یا نہیں اور یہ شرک تو نہیں؟ اپنے پیر ومرشد سے ملاقات کے وقت ہاتھوں کا چومنا اور پیروں کا چومنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو مستحق تعظیم وتوقیر ہو اس کی ایسی تعظیم وتوقیر بجالانا جو خدا کے ساتھ مخصوص نہیں جائز

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲]..... ولابأس بتقبيل يدالرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك درمختار على الشامي زكريا ص ۵۴۹ ج ۹ كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، بحر كوئٹه ص ۱۹۸، كتاب الكراهية، فصل فى الاستبراء، زيلعى ص ۶/۲۵، كتاب الكراهية، فصل فى الاستبراء، مطبوعه امداديه ملتان،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... عن انس قال. قال رجل يا رسول الله الرجل منا يلقى أخاه اوصديقه أينحنى له قال لا الحديث. مشكوٰه شريف ص ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة. وفى المجتبى الايماء بالسلام الى قرب الركوع كالسجود والانحناء مكروه الخ، سكب الانهر ص ۴/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۹/۵۵۱، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء،

ترجمہ:- حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے لئے جھکے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔

ہے یہ شرک نہیں ہے۔ کسی بزرگ پیرومرشد کا ہاتھ چومنا جائز ہے[1]۔ پیر اس طرح نہ چومے جس سے سجدہ کی صورت ہوجائے۔ وفی المجتبی الایماء بالسلام الی قرب الرکوع کالسجود والانحناء مکروہ الخ، سکب الانہر ص ۲۰۵/۴، کتاب الکراھیة، فصل فی النظر، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۵۵۱/۹، کتاب الحظر والابادحة، باب الاستبراء، المحیط البرھانی ص ۱۱۸/۸، کتاب الکراھیة، الفصل الثلاثون الخ، مطبوعہ ڈابھیل. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا

سوال:- زید اپنے بچوں سے کہتا ہے کہ ماں، دادا، دادی وغیرہ کے پیر پکڑ کر ان سے دعائیں لو۔ اس لئے کہ وہ نیک اور بزرگ ہستیاں ہیں، مثلاً عید وغیرہ کے موقع پر یا سفر میں آنے جانے کے وقت، تو یہ پیر پکڑنا کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تبرکاً وتعظیماً کسی بزرگ کے پیر کو بوسہ دینے کی اجازت ہے[2] جبکہ سجدہ کی ہیئت پیدا نہ

---

[1]..... ولابأس بتقبیل یدالرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۴۹ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، بحر کوئٹہ ص ۱۹۸/۸، کتاب الکراھیة، فصل فی الاستبراء، زیلعی ص ۲۴/۶، کتاب الکراھیة، فصل فی الاستبراء، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

[2]..... طلب من عالم اوزاھد أن یدفع الیه قدمه یمکنه من قدمه لیقبله اجابه الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۵۰ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فصلی فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۶۹/۵، کتاب الکراھیة، الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک الخ،

ہو اور عقیدہ بھی خراب نہ ہو، پیر پکڑنا جس کو پیر لاگن بھی کہتے ہیں یعنی صرف پیروں کو چھو لینا یہ برہمنوں کے یہاں تعظیم کا رواج اور انکا شعار ہے، اس سے پرہیز لازم ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدین کی قدم بوسی

سوال: -والدین، مرشد، اساتذہ کی بخیال خیر قدم بوسی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

والدین، اساتذہ، مشائخ کی قدم بوسی کی اجازت ہے[2]۔ بشرطیکہ سجدہ کی ہیئت نہ پیدا ہو جائے اور دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ سجدہ کر رہا ہے ورنہ اجازت نہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ ان کی بھی قدم بوسی نہ کی جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... من تشبه اى من شبه نفسه بالكفار مثلا فى اللباس وغيره اوالفجاراوالفساق فهو منهم اى فى الاثم قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار الخمرقات ص ۳۲۱ ج۴ (مطبوعه اصح المطابع بمبئى) كتاب اللباس،الفصل الثانى، بذل المجهود ص ۵/۴۱، كتاب اللباس باب فى لبس الشهرة، مطبوعه يحيوى سهارنپور،

[2]..... وماحل نظره حل لمسه وقال عليه الصلوٰة والسلام من قبل رجل أمه فكانما قبل عتبة الجنة الخ، درمختار على الشامى زكريا ص۵۲۸ ج۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر واللمس، وشامى زكريا ص ۹/۵۵۰، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۶۹، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون،

[3]..... وفى المجتبى الايماء بالسلا الى قرب الركوع كالسجود والانحناء مكروه الخ، سكب الانهر ص۴/۲۰۵، كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۸/۱۱۸، كتاب الكراهية، الفصل الثانى، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۶۹، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون، الخ،

ماں کے پیروں کو تعظیماً چھونا

سوال:- کیا اسلامی اصول کے مطابق تعظیماً ماں کے پیر چھونا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے دلیل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعظیم کیلئے ماں کے پیروں کو چھونا قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت میں نہیں دیکھا، یہ اسلامی تعظیم نہیں بلکہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر یا والدین کے پیر کو چومنا

سوال:- پیر یا والدین یا استاد کے پاؤں کو محبت یا عزت سے بوسہ دینا یا ہاتھ لگا کر ملنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پاؤں کو چومنے میں بسا اوقات سجدہ کی صورت ہوجاتی ہے نیز دوسروں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ وہ تعظیم میں غلو کریں گے۔ لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... من تشبه بقوم فهو منهم. مشكوٰة شريف ص ۳۷۵ كتاب اللباس الفصل الثانى،

[2]..... طلب من عالم اوزاهد ان يدفع اليه قدمه ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیر کی قدم بوسی

سوال:- پیر کی قدم بوسی کرنا کہ جس سے نقل سجدہ کی ہو اور اسی حالت میں خوب زور زور سے چلانا کہ دوسرے آدمی کو خوف کے مارے لرزہ آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

منع ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدین یا استاد کی قبر کو بوسہ دینا

سوال:- پیر یا والدین یا استاد کی قبر کو پیار یا عزت سے بوسہ دینا عند الشرع الشریف کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ویمکنہ من قدمه ليقبله اجابه وقيل لا الخ الدر المختار على الشامی زکریا ص ۵۵۰ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة. باب لاستبراء وغيره، عالمگیری ص ۵/۳۶۹، کتاب الکراهية، الباب الثامن والعشرون الخ، مطبوعه کوئٹه، وکل ما ادی الی مالا یجوز فهو لایجوز الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۹/۵۱۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، وماکان سببا لمحظور فهو محظور الخ، شامی زکریا ص ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والابادحة، فصل فی الاکل، قبیل فصل فی اللبس،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... الانحناء للسلطان اولغيره مكروه الخ عالمگیری ص ۳۶۹ ج ۵، کتاب الکراهية، الباب الثامن من والعشرون، مطبوعه الماجديه کوئٹه، سکب الانهر ص ۴/۲۰۵، کتاب الکراهية، فصل فی النظر الخ، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، المحيط البرهانی ص ۸/۱۱۸، کتاب الکراهية، الفصل الثلاثون الخ، مطبوعه ڈابهيل شامی زکریا ص ۹/۵۵۱، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء،

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناجائز ہے ولایمس القبر ولایقبله فانه من عادة اهل الکتاب ولم یعهد الاستلام الاللحجر الاسود والرکن الیمانی خاصة اه طحطاوی[1] ص ۳۳۱۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۶/۱۲/۵۶ھ

سلام کرنے کے لئے پیر پر ہاتھ پھیرنا

سوال:- ہمارے یہاں سلام کا رواج اسطرح ہے کہ چھوٹے بیٹھ کر اپنے بڑوں کے قدم پر ہاتھ پھیرتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں، آیا اس قسم کا سلام عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام کا یہ طریقہ خلاف سنت وخلاف اسلام ہے، ہریجنوں کا طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... طحطاوی علی المراقی ص ۵۱۲، مطبوعه مصری، احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، حلبی کبیر ص ۶۰۸، مبحث زیارة القبور، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[2]..... من تشبه بقوم ای شبه نفسه بالکفار مثلا فی اللباس وغیره اوبالفساق أو الفجار فهو منهم ای فی الاثم قال الطیبی هذا عام فی الخلق والخلق والشعار الخ مرقات ص ۴۳۱ ج ۴، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، کتاب اللباس، الفصل الثانی، بذل المجهود ص ۵/۴۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، مطبوعه سهارنپور،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم
سلامِ کافر وفاسق

سلام کافر کا جواب

سوال:- اگر ایک کافر زید کے ذریعہ بکر کو سلام کہلائے تو بکر جواب میں کیا کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یوں کہے وعلیکم السلام وھداہ اللّٰہ الاسلام[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

---

[1]..... اذ سلم علی اھل الذمة فلیقل السلام علی من اتبع الھدی الخ شامی زکریا ص ۵۹۰ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ویدعو لہ بالھدیٰ الخ، بحر کوئٹہ ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراھیة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراھیة، الباب الرابع عشر فی اھل الذمة،

سلام کافر کا جواب

سوال:- اگر کافر مسلمان کو جے رام جی کہے اور مسلمان ہاتھ اٹھاوے یا آداب کہہ دے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گنجائش ہے کہ فقط ہاتھ اٹھادے یا آداب کہدے بہتر ہے کہ **هداک الله الاسلام** کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کافر کا سلام

سوال:- اگر مجھ سے ایک کافر کہے کہ تو عمر کو نمستے کہہ دینا یا جے رام جی کہہ دینا تو مجھے کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کو سلام کہنا چاہئے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]..... ولو دعاله (ای الذمی) بالهدیٰ جاز الخ زیلعی ص ۳۰ ج ۶، مطبوعه ملتان، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، بحر کوئٹه ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی اهل الذمة،

[۲]..... عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال اذ لقی احدکم اخاه فلیسلم علیه، مشکوة شریف ص ۳۹۹، باب السلام، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال:- کیا کسی ہندو کو رام رام کرنے یا لینے سے کفر عائد ہو جاتا ہے یا جے رام کرنے سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسلامی شعار السلام علیکم ہے غیر اسلامی شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے[۱]۔ پھر اگر وہ غیر کا شعار صرف قومی شعار ہو تو اس کو اختیار کرنا معصیت ہے، اگر مذہبی شعار ہو تو کفر تک نوبت پہنچ جانے کا خطرہ ہے[۲]۔ اسلئے جواب میں "ھداک اللّٰہُ الاسلام" کہہ دیا جائے[۳]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱]..... من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوة شريف ص ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، قال الطيبى هذا عام فى الخلق الخلق والشعار، مرقاة ص ۴۳۱، ج:۴، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع ممبئى، بذل المجهود ص ۴۱، ج:۵، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه سهارنپور،

[۲]..... يكفر بوضع قلنسوة المجوسى على رأسه على الصحيح وبشد الزنار فى وسطه الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۲۷۶، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، مطلب موجب الكفر انواع، بحر كوئٹه ص ۵/۱۲۳، باب احكام المرتدين، مجمع الانهر ص ۲/۵۱۳، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[۳]..... اذا سلم على اهل الذمة فليقل السلام على من اتبع الهدى الخ شامى زكريا ص ۵۹۰ ج ۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، ويدعوله بالهدى الخ، بحر كوئٹه ص ۸/۲۰۴، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، زيلعى ص ۶/۳۰، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۴۸، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر فى اهل الذمة، مطبوعه كوئٹه،

قادیانی کے سلام کا جواب اوراس کی دعوت

سوال:- اگر کوئی قادیانی سلام کرے تو جواب دیا جائے گا یا نہیں؟ یا از خود ان کو سلام کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ نیز اگر وہ دعوت دے تو شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کو اپنی کسی دعوت میں بلا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قادیانی نے نصوص قطعیہ کیخلاف اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے، اسلئے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے[1]، جو مسلمان قادیان مذہب اختیار کرلے، اسکا بھی وہی حکم ہے[2]، اس کو سلام کرنا اور اسکے سلام کا جواب دینا اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کی دعوت کرنا جائز نہیں، تمام کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے، مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۲ھ

---

[1]..... قد ذكرت العيسوية له (اى لعيسىٰ عليه السلام) معجزات كثيرة والحق انه لم تظهر عنه معجزة، اكفار الملحدين ص ۱۳۳، ثم هو من اطهر ارومة خؤلة وعمومة حيث كانت ثلاث من جداته الصحيحة وثلاث من جداته الفاسده مومسات وبغاى ومنهن طمه ودمه اكفار، ص ۱۳۴، بحواله انجام آتهم ص ۶-۷، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل،

[2]..... من حسن كلام اهل الهوىٰ او قال معنوى او كلام له معنى صحيح ان كان ذلك كفرا من القائل كفر المحسن، اكفار الملحدين، ص ۵۹، مطبوعه مجلس العلمى ڈابهيل، فلا يسلم ابتداء على كافر شامى مع الدر كراچى ص ۶/۴۱۲، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

غیر مسلم اور فاسق کو ابتدا بالسلام اور آداب، عرض، نمستے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ

سوال:- غیر مسلم کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ان کے مجمع سے گذر ہو تو ان کو سلام کیا جائے یا نہیں؟

(۲) آداب عرض، نمستے وغیرہ جو کلمات ان کی طرف سے بطور سلام استعمال ہے ان کا جواب کیسے دیا جائے؟

(۳) جناب رسول اللہ ﷺ کن کلمات سے کفار کو سلام کرتے اور کیسے جواب دیتے تھے؟

(۴) کفار کو السلام علیکم کے ساتھ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) فسّاق وفجّار کا کیا حکم ہے، ان میں ابتدا بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ کیا جائے تو بداخلاقی وتکبر ہے اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو کلمات ان کے یہاں بطور سلام مستعمل ہوتے ہیں ان کو نہ ابتداء کہے نہ جواباً۔ وقت ضرورت ان کو **السلام علی من اتبع الھدی** سے خطاب کرنا درست اور ثابت ہے۔ اگر وہ السلام علیکم کہیں تو جواب میں وعلیکم کہہ دیا جائے۔

(۲) اگر وہ اپنے کلمات نمستے وغیرہ کہیں تو جواب میں **ھداک اللّٰہ** ورسلام کہہ دیا جائے، فقط سلام کہہ دینا بھی درست ہے۔

جب مجمع مخلوط ہو تو السلام علیکم کہنا چاہئے اور نیت ان کی ہو جو اس کے اہل ہیں۔ اگر

خالص ان کا ہوتو السلام علی من اتبع الهدی کہے۔اما التسلیم علی اهل الذمة فقد اختلفوا فیه قال بعضهم لا بأس بان یسلم علیهم وقال بعضهم لا یسلم علیهم وهذا اذا لم یکن للمسلم حاجةً الی الذمی واذا کان له حاجةً فلا باس بالتسلیم علیه ولا بأس بردالسلام علی اهل الذمة ولکن لایزاد علی قوله وعلیکم قال الفقیه ابواللیث ان مررت بقومٍ وفیهم کفار فانت بالخیار ان شئت قلت السلام علیکم وتریدبه المسلمین وان شئت قلت السلام علی من اتبع الهدی اه فتاوی عالمگیری ص ۹۶ ج۴[1]. وفی البخاری ص ۹۲۴[2] باب التسلیم فی مجلس فیه اخلاط عن المسلمین والمشرکین وفیه یسلم علیهم النبی ﷺ، الحدیث،

(۵) سلام تحیہ ہے جس سے اکرام وتعظیم کے ساتھ دعا مقصود ہے۔ فاسق معلن احکامِ شرع کا اکرام نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ خود بھی مستحق اکرام نہیں ہے اس لئے اس کو سلام کرنا مکروہ ہے ولایسلم علی الفاسق المعلن اھ ردالمحتار[3] ص ۴۱۴ ج ۱۔لیکن بسا اوقات

---

[1]..... عالمگیری ص ۳۲۵ ج۵، مطبوعه کوئٹه ، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام الخ، المحیط البرهانی ص ۲۰-۸/۱۹، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن فی السلام، مطبوعه ڈابهیل، بحر ص ۲۰۷-۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، طبع الماجدیه کوئٹه،

[2]..... بخاری شریف ص ۹۲۴ ج ۲، مطبوعه اشرفی دیوبند، کتاب الاستیذان، رقم الحدیث:۶۰۱۳، مشکوة شریف ص ۳۹۸، کتاب الادب، باب السلام، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، نووی علی المسلم ص ۲/۲۱۴، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب، مطبوعه دیوبند،

[3]..... شامی زکریا ص ۳۷۴، ج ۲، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام، ودرمختار علی الشامی زکریا ص:۵۹۵، ج:۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۳۲۶، ج۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

یہ ترک سلام بغض و دشمنی کا باعث بن جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے احکام کی خلاف ورزی بلکہ ہتک ہوتی ہے۔ نیز اس کے فسق کی وجہ سے اس کے ایمان سے صرف نظر ہو کر اس کی بے توقیری بھی بعض دفعہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں بحیثیت مومن اس کو سلام کیا جاوے تو اس سے تعلیمات اسلام کی اشاعت بھی ہوتی ہے محبت اور الفت بھی پیدا ہوتی ہے جس کی بناء پر ایسے لوگ اسلام کے احکام کو سننے کے لئے بھی آمادہ ہوتے ہیں، بغض اور دشمنی سے تحفظ رہتا ہے اور اپنی بڑائی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال: بستی کے بعض اہل ہنود بوقت ملاقات کہتے ہیں نمستے۔ کسی کو رام رام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا جواب دینا چاہئے۔ حافظ شیرازی کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔ ؎

حافظا گر وصل خواہی کن باخاص وعام

بامسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

کیا حافظ شیرازی رام رام کا جواب رام رام سے دینے کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جواب میں ہداک اللہ کہا جائے[1]، یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے، اللہ جانے کس کا ہے،

---

[1]..... کمایستفاد ویدعو له بالهدی الخ، البحر الرائق ص ۸/۲۰۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۸، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة الخ، زیلعی ص ۶/۳۰، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان،

یہ کوئی دلیل شرعی نہیں ہے جس سے رام رام کے جواب پر استدلال کیا جاسکتا ہو۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

تاش کھیلنے والوں کو سلام

سوال:- اگر کسی جگہ پر تاش وغیرہ کھیلا جارہا ہو تو ایسے موقعہ پر السلام علیکم کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چوسر وغیرہ کھیلنے والوں کو سلام کرنے کی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے ممانعت فرمائی ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان کو سلام کرلیا جاوے اس نیت سے کہ جتنی دیر بھی ان کی توجہ اس معصیت (کھیل) سے ہٹ کر دوسری طرف منتقل ہوجائے اچھا ہے **ویسلم علی قوم فی معصیة وعلی من یلعب بالشطرنج ناویا ان یشغلهم عما هو فیه عند ابی حنیفةؒ وکره عندهما تحقیرا لهم اه شامی ج۵[1] ص ۲۵۴** ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا

سوال:- زید نے عمر کو سلام کیا، لیکن عمر نے زید کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ عمر کے

---

[1]..... شامی زکریا ص ۵۹۵ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن فی السلام، مطبوعه ڈابهیل عالمگیری ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، مطبوعه کوئٹه،

پاس بیٹھے ہوئے سعید نے جب عمر سے زید کو سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق پوچھا تو عمر نے کہا کہ زید منافق ہے۔ منافق کے سلام کا جواب مسلمان کو نہیں دینا چاہئے۔ حالانکہ الحمدللہ تینوں حضرات مسلمان ہیں۔ براہِ کرم شریعت کے فیصلے سے مطلع فرمائیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں برادری عمر کے ساتھ کیا سلوک کرے جبکہ وہ ابھی تک زید کو منافق کہنے کے فیصلے پر اڑا ہے۔ مہربانی فرما کر حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے مدرسہ کی مہر بھی لگا دیجئے اپنے دستخط کے ساتھ تاکہ سند رہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام کا جواب دینا حق مسلم ہے جو کہ واجب ہے۔ **عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰهﷺ للمومن على المومن ستة خصال يعوده اذامرض ويشهده اذا مات ويجيبه اذادعاه ويسلم عليه اذا لقيه الخ** ،مشکوٰۃ شریف[1] ص۳۹۷ **ردالسلام واجب** اھ (شامی)[2] مسلمان کو منافق کہنے سے تعزیر کا حکم ہے۔ **وعزر الشاتم بيا كافر ياخبيث ويا سارق يافاجر يا مخنث يا زنديق يامنافق الخ درمختار**[3] اگر طبیعت میں کسی مسلمان

---

[1]..... مشكوة ص۳۹۷ ج۲، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم،

ترجمہ :-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ایک مؤمن کا دوسرے مؤمن پر چھ حقوق ہیں جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہوئے اور جب وہ دعوت کرے تو قبول کرے اور جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے الخ

[2]..... شامی زکریا ص۳۷۶/۲، كتاب الصلاة باب مايفسد الصلاة الخ، مطلب المواضع التى لايجب فيها ردالسلام، البحرالرائق كوئٹه ص۲۰۷/۸، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، المحيط البرهانى ص۱۷/۸، كتاب الكراهية، الفصل الثامن فى السلام الخ، طبع ڈابھیل،

[3]..... درمختار على الشامى زكريا ص۱۱۶ ج۶، باب التعزير، كتاب الحدود، خانية على الهندية ص۳۷۹/۳، كتاب الحدود، فصل فيما يوجب التعزير الخ، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۱۶۸/۳، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

سے ذاتی معاملات کی بناء پر غصہ ہوتو تین روز سے زیادہ سلام وکلام بند نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے[1]۔ لہٰذا عمر کو چاہئے کہ غصہ ختم کر کے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرے، بلکہ جواب سلام نہ دینے کی معذرت بھی کرے۔ یہی شریفانہ طریقہ ہے۔ زید کے اندر اگر خرابی ہے تو اس کو نرمی اور ہمدردی سے نصیحت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال، مشکوۃ شریف ص۴۲۷، کتاب الادب، باب ماینھی من التھاجر والتقاطع الخ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

رخص للمسلم ان یغضب علی اخیہ ثلاث لیال لقلتہ ولایجوز فوقھا، الا اذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ فیجوز فوق ذلک، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۴/۷۱۶، کتاب الادب، باب التھاجر والتقاطع الخ، مطبوعہ ممبئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم

درودوسلام

صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ

سوال:۔ جوطریقہ درودوسلام کا ''درودا کبر'' دعاءِ گنج العرش'' وغیرہ میں مذکور ہے، جیسے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الخ اس طریقۂ خاص کا ثبوت قرآن مجید، احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الف تحیۃ والسلام، تعامل صحابہ سے ہے یا نہ اور طریقۂ درود وسلام جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کیا ہے؟ اور دیارِ ہند یا دیگر ممالک میں اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور ﷺ خود میرا اسلام سن رہے ہیں، اور طریقۂ مذکورہ استعمال کرے تو آیا وہ اس عقیدہ وخیال میں حق بجانب ہے یا ممنوع شرعی لازم آتا ہے، اور مطابق عقیدہ اہل سنت والجماعت یارسول اللہ، یا نبی اللہ السلام علیک کا استعمال کہاں تک درست ہے، جواب اگر مع حوالہ مرحمت فرمادیں مزید باعث اطمینان ہو، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

''عن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ قال لقینی کعب بن عجرۃؓ فقال الااھدی لک ھدیۃ سمعتہ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلت بلیٰ فھلدھالی فقال

سألنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فقلنا یارسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کیف الصلوٰۃ علیکم اھل البیت فان اللّٰہ قد علمنا کیف نسلم علیک قال قولوااللّٰھم صل علی محمدوعلیٰ اٰل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید، اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمدکمابارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید[1] متفق علیہ الا ان مسلمالم یذکر علیٰ ابراھیم فی الموضعین"۔ (مشکوٰۃ شریف،ص۸۶)

وعنہ(ای عن ابن مسعودؓ) قال قال ﷺان للّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔[2] (رواہ النسائی والدارمی مشکوٰۃ شریف،ص۸۶)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علیّ عندقبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاابلغتہ۔[3] (رواہ البیھقی فی شعب الایمان اھ مشکوٰۃ شریف[4]،ص۸۷)

روایات بالا سے چند امور ثابت ہوئے اوّل یہ کہ حضور ﷺ نے درود شریف کی تعلیم دی

---

[1] مشکوٰۃ ص۸۶ کتاب الصلاۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفضلھا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، حضرت عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت کعب بن عجرہؓ نے ملاقات فرمائی اور فرمایا کیا میں تم کو ایسا ہدیہ نہ دوں جس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، میں نے کہا کیوں نہیں، وہ ہدیہ ضرور دیجئے انہوں نے فرمایا ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود شریف کا کیا طریقہ ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھا دیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا" کہو اللّٰھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰل محمدالخ.

[2] حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کی زمین میں گشت کرنے والے کچھ فرشتے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

[3] مشکوٰۃ حوالہ بالا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر میری قبر کے قریب آکر درود بھیجتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر غائبانہ درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ (حاشیہ [4] اگلے صفحہ پر)

ہے، اور یہ تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس درود شریف کے متعلق سوال کیا تھا جس کا ذکر تشہد میں ہے۔ (کذافی ھامش[1] المشکوٰۃ)

اور جس کو صحابیؓ کہتے ہیں "فان اللّٰہ قدعلمنا" اور اس کے جواب میں اس درود شریف کی تعلیم دی گئی ہے، جس کو نماز میں پڑھا جاتا ہے، اور اس وجہ سے یہ افضل ہے۔

کما صرح بہ مولانا علی القاری[2]

دوم یہ کہ جو شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب سے درود شریف پڑھتا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں (چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے)[3]

سوم یہ کہ جو شخص دور سے پڑھتا ہے تو وہ آپ کو بذریعہ ملائکۂ سیاحین پہونچایا جاتا ہے، (خود نہیں سنتے کما ہوالظاہر من التقابل) پس دور سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ" اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ ملائکہ اس صلوٰۃ وسلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچاتے ہیں، تو درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو خط لکھتا ہے، اور اس میں صیغۂ خطاب استعمال کرتا ہے، اور جانتا ہے کہ مکتوب الیہ کے پاس میرا خط بذریعہ ڈاک پہنچے گا، تو درست ہے اور اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بلا توسط اس کو سنتے ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، تو یہ اعتقاد احادیث اور شریعت کے خلاف ہے، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر وناظر نہیں اس اعتقاد سے توبہ فرض ہے کیونکہ یہ عقیدہ شرک ہے، عوام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] قوله قد علمنا أی فی التحیات لِلّٰہ بواسطة لسانک (حاشیة مشکوٰة ص ۸۶ حاشیه ۳، طبع دار الکتاب دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] فارادواتعلیم الصلوٰة ایضاً علی لسانه بان ثواب الوارد افضل واکمل (مرقاة، ص ۲/ ج ۲ باب الصلوة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مطبوعه بمبئی، باب الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

[2] وفیه اشارة إلی حیاته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام امته الکاملة، مرقاة ص ۵ ج ۲ باب الصلوة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، مطبوعه بمبئی.

چونکہ اس فرق کو نہیں سمجھتے اس لئے ان کو ایسے مواقع پر صیغۂ خطاب استعمال کرنے سے روکنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ یکم رجب ۵۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۶ ؍رجب ۵۶ھ

درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں

سوال:۔ فضائل درود شریف میں ہے کہ سات اوقات میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے اس میں ایک یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے درمیان اگر حضور اکرم B کا نام پاک آجائے تو درمیان میں درود شریف نہ پڑھے جناب والا میری یہ عادت ہیکہ ایک آیت قرآن پڑھکر درود شریف پڑھتا ہوں اس کے بعد ترجمہ پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد پھر درود شریف پڑھتا ہوں، یہ مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

آپ کا یہ طریقہ مکروہ نہیں ہے۔ جو موقعہ درود شریف پڑھنے کا نہیں۔ جیسے نماز میں بحالت قیام ورکوع وسجود اور جیسے قرآنِ کریم کی تلاوت کے درمیان نام مبارک B کے آنے پر وغیرہ وغیرہ۔ (کتب فقہ شامی[2]، طحطاوی[3]، فتاویٰ عالمگیری[4] وغیرہ میں وہ مواقع مذکور ہیں) اس

---

[1] وان کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکہ حاضر اند مثل یارسول اللہ مفتاح القلوب الجنۃ لاہل السنۃ ص ۳۱ بحث نداء استمدادی، مطبوعہ دہلی، فتاوی رشیدیہ ص ۸۴ ج ۱ کتاب البدعات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مولود میں حاضر جاننا غیر ثابت، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

[2]..... تکرہ الصلاۃ علیہ ﷺ فی سبعۃ مواضع الجماع وحاجۃ الانسان وشھرۃ المبیع والعثرۃ والتعجب والذبح والعطاس الی قولہ ولوقرأالقرآن فمر علی اسم نبی فقراء ۃ القران علی تألیفہ ونظمہ افضل من الصلاۃ علی النبی ﷺ فی ذالک الوقت الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

موقعہ پر احتیاط کی جائے اور جس موقع پر پڑھنا مسنون یا مستحب ہے اس موقع پر پڑھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۷ھ

لفظ حضور کا استعمال

سوال:۔ لفظ حضور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان ہی کے لئے مخصوص ہے اسلئے آپ یہ بتائیں کہ اگر لفظ حضور کسی دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو کیا گناہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نہیں گناہ نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

درود میں لفظ سیدنا

سوال:۔ درود پاک اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا ابراھیم پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی زکریا ص ۲۳۱ ج۲ باب صفة الصلوٰة مطلب فی مواضع التی تکره فیها الصلوٰة علی النبیؐ.

۳.....طحطاوی علی المراقی ص ۲۱۹ (مطبوعه مصر) کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان سننها

۴.....عالمگیری ص ۳۱۶ ج۵ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الکراهیة الباب الرابع فی الصلوٰة والتسبیح الخ

(صفحہ ہذا) ۱.....لفظ حضور عرفاً تعظیم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے ہر محترم اور مخدوم شخص پر اس کا اطلاق درست ہے حضور بضمتین مصدرت بمعنی حاضر شدن نقیض غیبت و در عرف کلمۂ تعظیم است بلکہ بر ذات مخدومان اطلاق کنند۔ غیاث اللغات ص ۱۴۴ فصل حائے مہملہ مع ضاد معجمہ۔

نماز کے درود میں سیدنا ابراہیم وسیدنا محمد پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور وہ شخص جس نے یہ بتایا ہے اس کا ایمان کیسا ہے؟ اور جس نے اس لفظ سیدنا کو برا کہا اس شخص کا ایمان کیسا ہے؟ ان دونوں میں کون شخص مسلمان رہا اور کون کافر ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درود پاک میں سیدنا کہنا مستحب ہے[۱]۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذکر کرنا چاہئے۔ مگر اس طرح کہ پہلے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ B کا نام مبارک ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا[۲] اس کے باوجود ایسی بات کی وجہ سے کافر نہیں کہنا چاہئے کہ بالکل آخری حد ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۸۸/۲/۶ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے عمل

سوال: ۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا چاہتا ہوں کونسا عمل بہتر ہوگا؟

---

[۱].....ندب السیادة لان زیادة الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فهو افضل من ترکه الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۲۴ ج ۲ باب صفة الصلوٰة، مطلب فی جواز الترحم علی النبی ابتداء، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۱۹ کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها.

[۲].....وفی حدیث مسعر عن الحکم اللهم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراهیم انک حمید مجید، ابو داؤد ص ۱۴۱ ج ۱ باب الصلوة علی النبی بعد التشهد، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

[۳].....الکفر شیء عظیم فلا اجعل المؤمن کافرا متی وحدت روایة أنه لایکفر، بحر کوئته ص ۱۲۴ ج ۵ باب المرتد.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہر چیز میں سنت کا اتباع اور درود شریف کی کثرت[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۲ھ

جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب

سوال:۔ نماز جمعہ کے بعد جہراً درود شریف پڑھنا اور دیگر محلوں میں بھی ایسا کیا ہے اجتماعی ہیئت کے ساتھ جہراً درود شریف تسبیح وتہلیل اور تکبیر کے متعلق، المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۱۱۶ سے لے کر ص ۱۲۳ میں جو فیصلہ مذکور ہے اس بارے میں ایک دیوبندی شخص جو عقائد اعمال کے لحاظ سے اہل سنت کے مسلک پر ہیں وہ فاضلِ دیوبند بھی ہیں مجھے شامی کے حوالہ سے بتاتے ہیں کہ جمعہ کے روز درود شریف جہراً واجتماعاً بدعت نہیں چونکہ وہ مولوی صاحب مسافری کی حالت میں میرے یہاں آئے تھے اس لئے کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہ دکھلا سکے کیا واقعۃً ایسا ہی ہے پھر اعتراضاً کہتے ہیں۔ کہ سہارنپور

مظاہر علوم میں عصر کے بعد حضرت ناظم صاحب جو ختم پڑھتے ہیں وہ بھی تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کی تعیین ہے، پھر یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ نیز ماضی قریب کے بزرگوں کا اور فی الحال ان کے خلفاء کا عمل ہے کہ اپنے مریدین کو مسجد میں جمع کر کے ذکر اللہ اور وہ بھی ذکر جلی کرنے کا موقع دیتے ہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور تلقین بھی یہ کیسا ہے؟

---

[1].....اولی الناس بی یوم القیامة اکثرکم علی صلوٰة مشکوٰة شریف ص ۸۶ باب الصلاة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وفضلها، الفصل الثانی دار الکتاب دیوبند (الترغیب والترهیب للجوزی ص ۶۹۰ ج ۲ حدیث ۱۶۶۱ باب الترغیب فی الصلوٰة علی النبی ترجمه: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے زیادہ میرے اوپر درود بھیجتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

درود شریف سِراً وجہراً دونوں طرح درست وثواب باعث ترقی درجات اور موجب قرب ہے۔ جمعہ کے روز خصوصیت سے اس کی تاکید ہے[1] لیکن اجتماعی حیثیت سے جہراً پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے۔ اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضر وسفر میں جمع ہونے کا موقع ملتا تھا۔ مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جہراً پڑھنے کا معمول رہا ہو۔ انفراداً بھی جہراً پڑھنے میں۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی کو تشویش نہ ہو۔ مثلاً وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو یا نائم نہ ہو[2]۔ نیز جہراً پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو، مثلاً کسی بڑے کی آمد پر زور سے درود شریف پڑھنے سے اس کی آمد کی اطلاع مقصود ہو یا تاجر اپنا مال خریدار کو دکھا کر زور سے درود شریف پڑھے تاکہ خریدار خریدنے پر آمادہ ہوجائے۔ اس قسم کی لغو چیزوں کی نیت نہ ہو[3] اور ریا وسمعہ بھی مقصود نہ

---

[1].....عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اکثروا الصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائکة وان احدالم یصل علی الاعرضت علی صلوٰته الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۱۲۱ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب الجمعة، الفصل الثالث، عن اوس بن اوس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیه الخ مشکوٰة حوالۂ بالا.

[2].....فالاسرارای فی الذکروالدعاء)افضل حیث خیف الریاء أوتأذی المصلین او النیام والجهر افضل حیث خلامماذکرالخ شامی زکریا ص۵۷۰ ج۹ کتاب الحظروالاباحة فصل فی البیع، طحطاوی علی المراقی ص۲۵۸ فصل فی صفة الاذکار الواردة بعد صلوة الفرض، مصری.

[3].....اذافتح التاجرالثوب فسبح الله تعالیٰ اوصلی علی النبی ﷺ یریدبه اعلام المشتری جودة ثوبه فذالک مکروه وعن هذا یمنع اذاقدم واحدمن العظماء الی مجلس فسبح أوصلی علی النبیﷺ اعلامابقدو مه حتی یفرج له الناس اویوم له یأثم شامی زکریا، ص۲۳۰ ج۲ باب صفة الصلاة، قبیل مطلب نص العلماء علی استحباب الصلوٰة علی النبیؐ، بحر کوئته ص۳۲۸ ج۱ باب صفة الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول الخ طحطاوی علی المراقی ص۲۱۹ فصل فی بیان سننها، طبع مصر.

ہو، فسادنیت سے بڑی سے بڑی عبادت قابل قبول نہیں رہتی ہے[۱]۔ خطبۂ جمعہ میں آیت درود شریف سنکر سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے۔ دل میں ہر ایک کو پڑھنا چاہئے[۲]۔ واعظ و مقرر اثناء تقریر میں جب کہے صلّوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت بھی سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے۔ ردالمحتار ج ۵[۳] میں متعدد مقامات پر اسکے جزئیات موجود ہیں۔

اوقات خاصہ میں مقدار معینہ آیات واذکار کا اگر کہیں معمول کیا ہے، تو وہ عمل مشائخ ہے جو کہ حجتِ شرعیہ نہیں ہے۔ اس کا اتباع لازم نہیں ہے۔ البتہ چونکہ وہ مشائخ بھی متبعِ شریعت ہیں، اس لئے ان کے ایسے عمل کی توجیہ کی جائے گی، تاکہ وہ خلافِ شرع ہوکر بدعت کی حدود میں داخل نہ ہو جائے، توجیہ یہ ہے کہ کسی وقت یا مقدار کی تعیین کی دوصورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے مثلاً اوقاتِ نماز کی تعیین فرمائی اور رکعات نماز کی مقدار متعین فرمادی۔ یہ تعیین تو امر تعبدی ہے جو بذریعہ وحی ہے۔ ایسی تعیین کرنے کا ازخود کسی کو حق نہیں، بلکہ ایسی تعیین کیلئے امرِ شارع ہونا ضروری ہے۔ جو شخص ایسی (اعتقادی وعملی) تعیین اپنی طرف سے کرے وہ قابل قبول نہیں بلکہ قابل رد ہے۔ مَنْ احدث فی امرنا هٰذا ماليس منه فهورد، متفق علیہ[۴] تعیین کی دوسری صورت یہ ہیکہ ایک طبیب

---

[۱].....الامور بمقاصدها الخ الاشباه والنظائرص ۵۳ (مطبوعه دارالعلوم ديوبند) القاعدة الثانية، من سمع سمع الله به ومن يرائى يرائى الله به، مشكوٰة ص ۴۵۴ باب الرياء والسمعة، ياسر نديم ديوبند.

[۲].....والصواب أنه يصلى على النبيﷺ عندسماع اسمه فى نفسه الخ الدرالمختار على الشامى زكرياص ۳۶ ج ۳ باب الجمعة، بحر كوئٹه ص ۳۴۴ ج ۱ قبيل باب الامامة طحطاوى مع المراقى ص ۴۲۴ باب الجمعة طبع مصر.

[۳].....رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه، شامى كراچى ص ۵۱۹ باب صفة الصلوة، مطلب فى المواضع التى تكره فيها الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم.

[۴].....مشكوٰة شريف ص ۲۷ باب الاعتصام بالكتاب والسنة.

ترجمہ: جس کسی نے میرے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

یا ڈاکٹر مریض کے لئے دوا یا غذا کی معین مقدار وقت مخصوص میں تجویز کرتا ہے۔ یہ امر تعبدی نہیں ہے بلکہ معالج کے تجربہ پر ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا اتباع نہ کرے تو وہ عنداللہ گنہگار نہیں ہے۔ اس کی ہدایت پر عمل کرے گا تو انشاء اللہ صحت مند ہو کر نفع پائے گا۔ اسی قبیل سے ہے ذکر کی خاص مقدار خاص ہیئت وضرب کے ساتھ، اسی وجہ سے تفاوتِ احوال کے تحت اس میں تفاوت بھی ہوتا رہتا ہے۔ بعض دفعہ اس جہر اور ضرب کو بالکل ترک کر دیا جاتا ہے۔ مخصوص ختمات کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لفظ نبی کریم اور اس پر درود

سوال:۔ اگر کوئی شخص رسول کریم ﷺ کا اسم گرامی نہ لے صرف نبی کریم ﷺ کہے تو سننے والے کو درود پڑھنا چاہئے یا نہیں اور اس طرح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس طرح کہنا بھی صحیح ہے[1] اور سننے والے کو درود شریف بھی پڑھنا چاہئے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

---

[1].....الکریم من صفات اللّٰہ تعالیٰ وأسمائه وهو الكثير الخير الجواد المعطى الذى لاينفد عطاؤه والصفوح ، وصفة لكل مايرضى ويحمد فى بابه ومنه وجه كريم وكتابه كريم المعجم الوسيط ص ۷۸۵.

[2].....ولوسمع اسم النبى عليه السلام فانه يصلى عليه الخ عالمگیری ص ۳۱۵ ج۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهية، الباب الرابع، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۲۲۰ كتاب الصلوة، فصل فى سننها بحر كوئٹه ص ۳۲۸ ج ۱ كتاب الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فى الصلوة.

درود میں آل کا مصداق

سوال:۔ آل محمد جو کہ درود شریف میں پڑھا جاتا ہے اس سے کون مراد ہیں جواب کتب معتبرہ اہل سنت سے عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس میں تین قول ہیں۔اول یہ کہ اس سے مراد تمام امت ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں۔

تیسرا یہ ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم B کی ذریت اور آپ کے اہلبیت ہیں **واختلف العلماء فی اٰل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ اقوال اظھرھا وھواختیارالازھری وغیرہ من المحققین انھم جمیع الامۃ والثانی بنوھاشم وبنوا لمطلب والثالث اھل بیت صلی اللّٰہ علیہ وسلم وذریتہ واللّٰہ اعلم** نووی شرح صحیح مسلم ج۱ص۱۷۵[1] **وکذا اشعۃ**[2] **اللمعات ج ا ص ۴۳۵ ودستور العلماء**[3] **ج ا ص ۸.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۴ھ

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ذی قعدہ ۵۴ھ

---

[1].....نووی علی مسلم ص۱۷۵ ج ا، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ،

[2].....اشعۃ اللمعات ص۴۰۶ ج ا کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر.

[3].....دستور العلماء ص۸ ج ا باب الألف مع الألف، طبع مؤسسۃ العلمی بیروت.

آل رسول کا مصداق

سوال:۔ آل کا لفظ صرف اہل بیت کے لئے خاص ہے یا تمام صحابہؓ اور جملہ امتیوں کو بھی شامل ہے اگر تمام صحابہ اور تمام متبعین کو شامل ہے تو پھر درود شریف میں واصحابہ بڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

'آل رسول' کا لفظ اہل بیت کے لئے خاص ہے[1]، اسلئے صحابہ کرام کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص میرے طریق پر چلے وہ میری آل ہے[2] اسلئے جہاں اصحاب کا تذکرہ نہیں وہاں اس روایت کے تحت اصحاب کو ''آل'' میں داخل قرار دے لیا جاویگا۔ اس روایت پر ملا علی قاریؒ نے شرح حصن حصین میں کلام کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

اسم مبارک سن کر درود شریف

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جب یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ پڑھی جاوے تو درود شریف پڑھنا زبان سے واجب ہے۔ عمر کہتا ہے کہ نہیں، ایسے صیغے امر کے قرآن شریف میں بہت ہیں۔ وارکعوا مع الراکعین اٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔

---

[1].....(وعلی آله) اختلف فی المراد بهم فی مثل هٰذا المواضع فالاکثرون انهم قرابته صلی الله علیه وسلم الذین حرمت علیهم الصدقة علی الاختلاف فیهم الخ شامی زکریا ص ۸۵.۸۶ ج ۱ مقدمة: طیبی ص ۳۵۹ ج ۲ کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبیؐ. مطبوعه کراچی

[2].....عن انس قال سئل رسول الله ﷺ من آل محمد فقال کل تقی من آل محمد . مرقات ص ۳ ج ۲ (مطبوعه بمبئی) باب الصلوٰة علی النبیؐ، الفصل الاول

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آل محمد (ﷺ) کون ہیں ارشاد فرمایا ہر پرہیزگار آدمی آل محمد (ﷺ) ہے۔

ان سے یہ مراد نہیں کہ جب یہ آیتیں پڑھی جاویں جب ہی رکوع یا زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وقت آوے۔ اسی طرح جب حضور پرنور ﷺ کا نام آئے جب درود واجب ہوتا ہے۔ صرف آیت کے پڑھنے سے درود شریف واجب نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا کیا حکم ہے اور کس کا قول معتبر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس صیغۂ امر کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے بالاتفاق۔ اور جب اس آیت کو سنے یا کسی اور طرح اسم مبارک کو سنے تو اس وقت واجب ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سنکر درود شریف نہ پڑھنے پر احادیث میں وعید آئی ہے۔[1] اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور امام کرخیؒ کے نزدیک اگر ایک مجلس میں متعدد مرتبہ ذکر آئے تو ہر مرتبہ واجب نہیں۔ کذا فی درمختار[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۴/۶/۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1].....عن أبی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رغم أنف رجل ذكرت عنده فلم يصلّ عليّ الخ، مشكوٰة شريف ص۸۶ باب الصلوة على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، طبع ياسر نديم ديوبند.

[2].....وهى (اى الصلاة على النبىؐ) فرض عملاً مرةً واحدةً فى العمرواختلف الطحاوى والكرخى فى وجوبها كلما ذكر والمختار عند الطحاوى تكراره اى الجوب كلما ذكر والمذهب استحبابه اى التكرار وعليه الفتوىٰ والمعتمد من المذهب قول الطحاوى ورجحه البحربا حاديث الوعيد كر غم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء الخ درمختار مختصراً على الشامى زكرياص۲۳۵ ج۲ باب صفة الصلاة، مطلب فى الكلام على التشبيه فى كماصليت على ابراهيم، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۲۲۰، كتاب الصلوة، فصل فى سننها بحر كوئته ص۳۲۸ ج۱ كتاب الصلوة، فصل وإذا اراد الدخول فى الصلوة الخ.

ریڈیو پر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنکر درود شریف پڑھنا

سوال:۔ کیا ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ میں جو حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک آتا ہے اس اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ٹیپ ریکارڈ میں تو ایک آواز کو بھر دیا گیا پھر جب چاہیں اس کو سن لیں اصل آواز ایک تھی باقی جب جب سنیں گے اس کی نقل ہوگی ریڈیو میں بعینہ وہی آواز آتی ہے اصلی آواز پر اسم مبارک سنکر درود شریف پڑھنا چاہئے[1] نقل پر لازم نہیں تاہم بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۱۴۰۱ھ

عشاء کے بعد روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال:۔ بعد نمازِ عشاء روضۂ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا بعد نمازِ عشاء حضور اکرم ﷺ آرام فرماتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے یہ بات کہاں تک قرآن وحدیث سے تعلق رکھتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صلوٰۃ وسلام روضۂ اقدس ﷺ کے قریب ہر وقت درست اور موجب قرب وسعادت

---

[1].....والآية (ياايهاالذين امنوا صلوا عليه) تدل على وجوب الصلوٰة والسلام فى الجملة ولوفى العمرمرة وبه قال ابوحنيفه ومالک رحمهما الله تفسير مظهرى (ص۳۷۵ج۷)سورة الاحزاب، آيت ۵۶ طبع رشيديه كوئٹه، لا تجب بسماعه من الصدى والطير هو ما يجيبک مثل صوتک فى الجبال والصحارى ونحوهما، الدر مع الشامى زكريا ص۵۸۳ج۲ باب سجود التلاوة، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۳۹۶ باب سجود التلاوة.

ہے۔ یہ کسی وقت ممنوع نہیں۔ عشاء کے بعد ممنوع کہنا بے دلیل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اسم مبارک پڑھ کر یا سنکر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اسلام مسائل مندرجۂ ذیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(۱) حضور اقدس جناب نبی اکرم ﷺ کا نام نامی واسم گرامی سنکر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے چنانچہ یہ تحریر فرمادیجئے کہ درود شریف نام نامی سنکر کس عمر سے واجب ہوتا ہے یعنی ایام بلوغت سے واجب ہوتا ہے یا دس گیارہ سال کے بچے پر بھی واجب ہوتا ہے براہ کرم اس کو اچھی طرح کھول کر بیان فرمایئے۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا اسم گرامی سنکر تو درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور اگر خود حضور ﷺ کا اسم گرامی لے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا کتاب میں بار بار نام نامی پڑھے یا حدیث شریف میں بار بار نام میرے آقا ﷺ کا آئے تو ایسی حالت میں درود پڑھنا کیسا ہے۔ تیسری گذارش یہ ہے کہ ایک ہی جگہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے سو مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ چوتھی گذارش اگر کسی آدمی نے چالیس سال کی عمر تک نام نامی ﷺ سنکر درود نہ پڑھا ہو تو یہ گناہ اس کا توبہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں اور اگر یہ گناہ توبہ سے معاف نہیں ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے۔ جس سے اس کی نجات ہو۔ پانچویں گذارش یہ ہے کہ اگر ایسے آدمی نے قضاء کی نیت سے درود شریف پڑھنا

---

[1].....ومستحبة فی کل اوقات الامکان أی حیث لا مانع و نص العلماء علی استحبابها فی مواضع (الی قوله) وعند زیادة قبره الشریف صلی الله علیه وسلم، درمختار مع الشامی کراچی ص۵۱۸ ج۱ کتاب الصلوٰة، مطلب نص العلماء علی استحباب الصلوٰة علی النبی ﷺ الخ)، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۱۹ فصل فی بیان سننها، بحر کوئٹه ص۳۲۸ ج۱ کتاب الصلوٰة، فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوة الخ.

شروع کر دیا تو وہ شخص جب کہ ایک مجلس میں نام نامی حضور صلی اللہ سو مرتبہ پڑھ چکا ہے یا سن چکا ہے تو اس پر کتنی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوا یعنی سو مرتبہ نام مبارک سن کر یا پڑھ کر کتنی مرتبہ درود شریف پڑھے جو اس کے سر سے واجب اتر جائے۔ مؤدّبانہ گذارش ہے کہ مسئلہ ہٰذا کی پانچوں گذارشوں کا جواب صاف اور مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بلوغ کے وقت سے واجب ہوتا ہے[۱]، (۲) ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے[۲]، (۳) ایک دفعہ[۳]، (۴) اس میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی قضاء کرے یعنی اتنی کثرت سے درود شریف پڑھے کہ دل گواہی دینے لگے کہ اب میرے ذمہ وجوب نہیں رہا اس سے واجب پورا ہو جائے گا۔ زبانی توبہ کافی نہیں ہے[۴]، (۵) ایک دفعہ کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/رمضان المبارک ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد

---

[۱].....والبلوغ. اذلاخطاب علی صغیر الخ طحطاوی علی المراقی ص۱۳۸ (مطبوعہ مصری) اول کتاب الصلاۃ، شامی کراچی ص۳۸ ج ۱ مقدمۃ.

[۲].....واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبها علی السامع الذاکر کلما ذکرصلی اللّٰہ علیه وسلم والمختار عندالطحاوی تکراره ای الوجوب کلما ذکر ولواتحد المجلس فی الاصح قال الشامی صححه الزاهدی فی المجتبی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلوٰۃ مرۃ فی کل مجلس الخ درمختار مع الشامی زکریا ص۲۲۷ ج۲ باب صفة الصلوٰۃ. مطلب فی وجوب الصلوٰۃ علیه کلما ذکرالخ، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۲۰، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننها، بحر کوئٹه ص۳۲۸ ج ۱ کتاب الصلوۃ، فصل وإذا اراد الدخول فی الصلوۃ الخ.

[۳].....وحاصله أن الوجوب یتدا اخل فی المجلس فیکتفی بمرۃ للحرج کمافی السجود الا انه یندب تکرار الصلاۃ فی المجلس الواحد. شامی زکریاص۲۲۷ ج۲ باب صفة الصلوٰۃ مطلب فی وجوب الصلوٰۃ علیه کلما ذکرعلیه الصلوٰۃ والسلام. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

صلاۃ وسلام کسی بھی نبی پر

سوال:۔ اگر کسی اور نبی کے نام پر صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

غیر مسلم کا درود شریف پڑھنا

سوال:۔ کیا غیر مسلم کو درود پڑھنے سے دنیوی فائدہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ ۸۶/۴/۱۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴].....وتصیر دیناًبالترک فتقضی لانهاحق عبدالخ درمختار علی الثانی کریا ص۲۲۸ج۲ باب صفة الصلوٰة، بحر کوئٹه ص۳۲۷ج۱ فصل وإذا اراد الدخول فی الصلاة الخ.

(صفحہ ہذا) [۱].....یجب تخصیص النبی ﷺ وسائرالانبیاء بالصلاة والتسلیم شامی زکریا ص۴۸۴ج۱۰ کتاب الحنثیٰ . مسائل شتی، روح المعانی ص۸۶ج۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۶ ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند، شرح فقه اکبر ص۲۰۴ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

فصل پنجم

رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنا

علیہ السلام اور امام کا استعمال

سوال:- زید کہتا ہے کہ حدیث پاک مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کو ہر اس چیز سے بچنا چاہئے جو کسی قوم کا خاصہ اور شعار ہو مثلاً روافض کا شعار ہے کہ وہ حضرات حسنین کے لئے علیہ السلام کہتے ہیں اور جب اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو حیدر علی، امام علی، حسن علی، حسین علی، جواد علی، باقر حسین، کاظم رضا وغیرہ وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب اس قوم کا کوئی نام آتا ہے اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ سنی ہے یا شیعی تو فوراً اس طرف ذہن جاتا ہے کہ ہو نہ ہو شیعہ ہو۔ کیونکہ روافض ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں رکھتے۔

بکر کہتا ہے کہ اچھے کاموں میں بروں کی مشابہت بری نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی میں فرمایا ہے، اگر تشبہ برفض ہوتا تو علمائے اہل سنت وجماعت نے نہ تو یہ نام رکھے ہوتے اور نہ اپنی کتابوں میں کثرت سے ہر زمانہ میں علیہ السلام حضرات حسنین کے لئے استعمال کیا ہوتا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وبکر میں حق پر کون ہے ان حضرات کے لئے لفظ امام اور علیہ السلام کہنا اور اسماء مذکورین کا نام رکھنا تشبہ برفض ہے یا نہیں؟ کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرح فقہ اکبر ص ۲۰۴ ر میں ملا علی قاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیہ السلام

لکھنے کو شعار شیعہ واہل بدعت فرمایا اس لئے وہ منع فرماتے ہیں[1] صحابہ کے ساتھ ترضی اہل سنت والجماعت کا شعار ہے[2]۔ فتاویٰ عزیزی میں اسکی بھی اجازت ہے ابوداؤد شریف اور بخاری شریف کی اسانید میں انکے اور چند ناموں کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ موجود ہے۔[1] ہوسکتا ہے کہ یہ کسی جگہ مخصوص شعار ہو۔ روافض کا مگر عالمگیر شعار نہ ہو۔ لہٰذا جہاں شعار ہو وہاں بچنا چاہئے۔ جہاں نہ ہو وہاں گنجائش دی جائے۔[2] یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ مستقل موضوع بحث بنایا جائے جس نام کے معنیٰ فی نفسہ صحیح ہوں مگر کسی علاقہ میں وہ نام غیروں کا شعار بن گیا تو اس سے احتراز چاہئے[3] الّا یہ کہ وہ منصوص ومأثور ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ان قول علِیٍ علیه السلام من شعار اهل البدعة (شرح فقه اکبر ص:۲۰۴، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی زکریا ص:۴۸۳، ج:۱۰، کتاب الخنثی، مسائل شتی،

[2] بلقب حضرت وتحیۃ رضی اللہ عنہ اوشاں رایاد کردن شعار اہل السنّت والجماعت است (امدادا لفتاویٰ جدید ص ۵/۳۹۶، کتاب العقائد، حضرت معاویہ کا صحابی ہونا، مطبوعه زکریا بک ڈپو دیوبند وراجع الشامی بیروت ص ۶/۷۵۴، مسائل شتی وهندیه ص:۶/۴۴۶، قبیل کتاب الفرائض، بلوچستان کوئٹه.

[1] سلام بر غیرانبیاء میتواں گفت و سندش آنست که در کتب قدیمه حدیث اهل سنت خصوصاً ابو داؤد وصحیح بخاری بعد از ذکر حضرت علی وحضرات حسنین وحضرت فاطمه وحضرت خدیجه وحضرت عباس علیه السلام مذکوراست (فتاویٰ عزیزی ص۱/۸۸، حاشیه بخاری شریف ص:۲/۷۱۹، کتاب التفسیر، سوره الذاریات، حاشیه:۶، مطبوعه اشرفی دیوبند. ابوداؤد شریف علی هامش البذل ص:۱/۳۵۶، باب الرجل یصلی عاقصا شعره، مطبوعه یحیویه سهارنپور)

[2] اقول وکراهة التشبه باهل البدع مقرر عندنا ایضا لکن لا مطلقا بل فی المذموم وفیما قصد به التشبه بهم الخ. شامی زکریا ص:۱۰/۴۸۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

[3] التشبه باهل البدع منهی عنه فتجب مخالفتهم الخ شامی زکریا ص:۱۰/۴۸۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

علیہ السلام وترضی وترحم

سوال:- دورِ نبوت وصحابہ وتابعین میں حضرات اولیاء کرام کیلئے علیہ السلام اور صحابہ کرام کیلئے رضی اللہ عنہ، تابعین کیلئے رحمۃ اللہ علیہ جیسے آج کل بولا جاتا ہے، بولا جاتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن کریم نے صحابہؓ کرام کیلئے رضی اللہ عنہم کا لفظ استعمال کیا ہے[1]، بعض صحابہ کیلئے نبی کریم ﷺ نے بھی ان کی وفات (شہادت) پر یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے[2]۔ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں ذرا زیادہ یہ لفظ مستعمل ہوا پھر عام ہو گیا، انبیاء علیہ السلام کیلئے لفظ علیہ السلام دورِ نبوی ہی میں زیادہ مستعمل تھا صحابہ کرام بھی استعمال فرماتے تھے اور بعد کے حضرات بھی۔ تابعین کیلئے

---

[1] وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الآية (سورة التوبة الاٰية ص ۱۰۰) **ترجمہ**:- اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

[2] راجع حديث انس "فَاَخْبَرَ جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ ..... (بخاری ص ۳۹۳/۱، کتاب الجهاد، باب من ينكب او يطعن فی سبيل الله، مكتبه اشرفی ديوبند)

ترجمہ:- جبرئیل نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ انہوں نے اپنے رب سے ملاقات کی پس وہ ان سے راضی ہوا اور ان کو خوش کر دیا۔

وراجع حديث انس "اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِيْرِ مَعُوْنَةَ قُرْآناً قَرَأْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدَ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ (مسلم ص ۲۳۷/۱، كتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جميع الصلوات الخ، مكتبه رشيديه دهلی)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے، قرآن نازل فرمایا جو ہم نے پڑھا یہاں تک کہ اس کے بعد وہ منسوخ ہو گیا (وہ قرآن یہ ہے کہ ہماری قوم کو یہ بات پہونچا دو کہ تحقیق ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی پس وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہوئے۔

لفظ رحمۃ اللہ دور صحابہ میں بہت کم تھا بعد میں زیادہ ہوا۔[۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- حضرت صدر مفتی صاحب۔ دارالعلوم دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو علیہ السلام کہنا، اس کے جواز کا فتویٰ دارالعلوم سے صادر ہونا سخت حیرانی کا باعث ہے، غالباً کسی نومشق طالب علم نے فتویٰ کی ترتیب دی اور آپ حضرات نے بلا تعمق کے تصدیق فرما کر اہل سنت والجماعت کے کاز کو نقصان پہنچایا۔

(۱) قران کریم کا طریقہ یہ ہے کہ اسنے انبیاء کے اسماء کے ساتھ سلام اور ذکر صحابہؓ کے ساتھ ترضی کا استعمال کیا ہے۔ اہل بدعات اور روافض سیدنا حسینؓ کو خصوصیت سے علیہ السلام کہتے ہیں ان کا عقیدۂ عصمت اثنا عشریہ سے بھی متعلق ہے فقہاء اور مفسرین کی چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر فتویٰ صادر فرمائیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی رائے حجت شرعیہ بن سکتی تھی اگر دیگر فقہاء مجتہدین کی عبارات ان کا ساتھ دیں اور ساتھ ہی یہ بھی عرض خدمت ہے کہ خود فتاویٰ عزیزی کے قدیم نسخہ میں جو بنارس کے مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں دیکھا گیا ہے جس میں تفصیل سے دس صفحات پر پھیلا کر جواز وعدم جواز ہر دو طرح کے دلائل قلم بند فرما کر کے اخیر میں اپنا قول فیصل یوں فرماتے ہیں۔

(۱) پس واضح دلائل مثل آفتاب نیمروز گردید کہ صلوٰۃ چہ بلکہ سلام ہم بالاستقلال بر غیر انبیاء جائز نیست وآنچہ اسناد وشہود بر جواز سلام آوردند نمونہ اینست قابل تمسک نیستند لاحتمال الوجوہ الاخر فیہا وشاہد نص فی المطلوب باید بہ محتمل الوجوہ کما سبق پس اثبات دعویٰ بانہا نتواں کرد غور

---

۳ ویجب تخصیص النبی ﷺ وسائر الانبیاء بالصلاۃ والتسلیم.....وقال الزیلعی الاولیٰ ان یدعوا للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز (شامی بیروت ص: ۶/۷۵۴، کتاب الخنثی، مسائل شتیٰ البحر ص۸/۴۸۷، قبیل کتاب الفرائض)

باید کرد وانصاف باید داد ورجال را بحق باید شناخت نہ حق را برجال۔ فتاویٰ عزیزی مخطوطہ ص۳۳۰و۳۳۱ رتفسیر مدارک تنزیل میں ہے۔

اما اذا افرد غیره من اهل البیت بالصلوٰة فمکروه وهو من شعار الروافض. وفی الاکلیل فی توضیح الصلوٰة والسلام ناقلاً عن الامام الجوینی انه فی معنیٰ الصلوٰة فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء فلا یقال علی علیه السلام . وبعد السطرین قد بین علة المنع بحیث قال والظاهر ان العلة فی منع السلام ماقاله النووی فی علة منع الصلوٰة ان ذٰلک شعائر اهل البدع ثم استشهد من شفاء القاضی عیاض ترکتها اختصاراً.

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے تفسیر مظہری میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔

۳. لکن اهل الشرع من المحدثین والفقهاء اصطلحوا علی اختصاص لفظ الصلوٰة بالانبیاء اوبنبینا ﷺ الاتبعا وبناءً علی هٰذاالاصطلاح قال مالکؒ اکره الصلوٰ علیٰ غیر الانبیاء قال عیاض هٰذا قول مالک وسفیان وهو قول المتکلمین والفقهاء قالوایذکر غیر الانبیاء بالرضیٰ والغفران والرحمة.

(۱) الصلوٰة علی غیر الانبیاء فلم یکن من المعروف وانّما احدثت فی دولة بنی هاشم یعنی الخلفاء العباسیه (ملخصاً)

یہ تفسیر پارہ:۱۱ر آیت ''فصل علیهم الخ'' کے تحت منقول ہے۔

۴۔روح المعانی پارہ:۱۱ر ''فصل علیهم'' کے تحت مفصل وضاحت مذکور ہے:

فلا یقال علی علیه السلام بل یقال رضی الله عنه والظاهر ان العلة فی منع السلام ماقاله النووی فی علة منع الصلوٰة من ان ذالک شعار اهل البدع. وانه مخصوص فی لسان السلف بالانبیاء والملائکة علیهم السلام.

۵۔شفاء قاضی عیاض حنفی میں سلام کی بحث میں بڑی صاف عبارت مل جائیگی دیکھ لیں۔

۶۔نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں وضاحت بھی خوب قابل دید ہے۔

۷۔شرح فقہ اکبر میں ہے قول علی علیه السلام من شعار اهل البدع فلا یستحق فی مقام المرام تفسیر ابو سعود.

۸۔تفسیر کبیر میں ہے:۔ان اصحابنا یمنعون من ذکر صلوٰت الله علیه الصلوٰة والسلام الا فی حق الرسول. اصول الشاشی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔والسلام علیٰ ابی حنیفة. تو وہ جذبۂ عقیدت میں لکھ گئے ہیں۔

۹۔وہیں پر حاشیہ بھی دیکھ لیا جائے۔جمہور عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔

۱۰۔اما الصلوٰة علی غیر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فیجوز تبعاً وتکره استقلالاً لانه فی العرف شعار ذکر الرسل ولذالک کره ان یقال محمد عز وجل مع کونه عزیزاً جلیلاً.

۱۱.غنیة المستملی (المعروف بالکبیری)میں هے فلا یقال فلان علیه السلام فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع ص۳.

۱۲۔تفسیر کشاف میں ہے لانه یودی الیٰ الاتباع بالروافض ص۲۴۶ ج۳،

۱۳۔طیبی کے حوالہ سے مشکوٰۃ کے حاشیہ پر ہے۔فالجمهور علیٰ عدم الجواز ابتداءً وقیل انه حرام وقیل انه مکروه وقیل هو ترک الاولیٰ والصحیح انه مکروه کراهة تنزیه واتفقوا علیٰ جواز جعل غیر الانبیاء تبعاً لهم فی الصلوٰة.

۱۴۔خود جماعت دیوبند کے سرخیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ردالسلسلہ میں فرماتے ہیں۔بجز حضرات انبیاء ملائکہ علی نبینا وعلیہم السلام کے کسی اور پر استقلالاً درود شریف وسلام نہ پڑھے البتہ تبعاً مضائقہ نہیں ص:۹۔

۱۵۔صلاة علی النبی کی فصل اشعۃ اللمعات ص۴۰۵/ ۱ رنکال کر دیکھ لیا جائے۔جمہور کا مختار مذہب یہ لکھا ہے کہ مخصوص است بانبیاء ومشارکت نیست بایشان جزء ایشان را دران الخ۔

۱۶۔درمختار میں عابدین کہتے ہیں۔لا یصلی علیٰ غیر الانبیاء وعلیٰ غیر الملائکة الا بطریق التبع. پھر انہوں نے بھی شفاء کی عبارت مذکور نقل کی ہے ص۴۹۷ ج۵۔

اخیر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہیکہ دارالعلوم، جیسی علمی فقہی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ جگہ سے اس قدر غیر ذمہ دارانہ شرعی تحریر صادر ہو، امید کہ نظر ثانی کے بعد جواب ارسال فرمائیں گے، تمام فتوے مختلف مقامات سے آچکے ہیں، کتابت جاری ہے، عنقریب شائع کرانا ہے،

فتوے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے۔ ہونا تو یہی چاہئے کہ فرصت نہ بھی ہو تو اس کیلئے فرصت نکال لیجائے۔ ہم دارالعلوم جیسی دینی درسگاہ سے بھی توقع باندھے منتظر ہیں امید کہ فوراً فرصت نکال کر جواب عنایت فرمائیں گے۔ اس میں اہل بدعت اور اہل سنت کے مابین اس نوع کا معرکۃ الآراء عقیدہ گرم ہے۔ اہل بدعت ایسے ہیں جو صحابہ کی ایک جماعت پر لعن وطعن کرتے ہیں وہ مجوزین علیہ السلام بہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ ورنہ دیو بند و بریلی کے مختلف اداروں سے جوابات موصول ہو چکے ہیں۔ سب نے منع تجویز فرمایا۔ فقط والسلام۔

حیدر علی

کتب خانہ مہدوی۔ مظہر العلوم بنارس

الجواب حامداً ومصلیاً!

''سلام'' ایک تحیہ اور دعاء ہے۔ زندوں کیلئے بھی مُردوں کیلئے بھی، ملاقات کے وقت اس کی تعلیم دی گئی ہے[1]۔ السلام علیکم، وعلیکم السلام اسکے ساتھ ورحمۃ اللہ اور وبرکاتہ بھی ثابت ہے[2]۔ سلام کیلئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے جان پہچان ہو تو سلام کیا جائے۔ بلکہ وَتُقْرِأُ السَّلَامَ

---

[1] عن ابی هريرة رضی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للمومن علی المومن ست خصال فذكر منه يسلم عليه اذا لقی (مشكوة ص:۲/۳۹۷، كتاب الآداب، باب السلام، مطبوعه يسر نديم ديوبند)

[2] وعن عمران بن حصين ان رجلا جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال السلام عليكم فرد عليه ثم جلس فقال النبی صلی الله علیه وسلم عشر ثم جاء آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله فرد عليه فجلس فقال عشرون ثم جاء آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فرد عليه فجلس فقال ثلثون، (مشكوة شريف ص:۳۹۸، باب السلام، وفی المرقاة اعلم ان افضل السلام ان يقول السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ويقول المجيب وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته الخ، مرقاة ص:۹/۵۵، باب السلام، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری كوئٹه ص:۵/۳۲۵، الباب السابع فی السلام، كتاب الكراهية.

عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ اھ بخاری[1] حدیث شریف میں اسکو آپسی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے اسلئے اسکے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم ہے۔ اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْئٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ اھ مسلم شریف[2]۔

صغیر، کبیر، قلیل، کثیر، راکب، ماشی، قاعد، سب کو ہی اسکی تلقین کی گئی ہے[3] حتیٰ کہ ملائکہ کو آدم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا اور ان کا جواب دینا منقول ہے[4]، الحاصل یہ کسی کا مخصوص ومتعین حصہ نہیں اس لحاظ سے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ بھی مخصوص نہیں۔ نہ کسی معصوم کی تعیین وتخصیص ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود اہل بیت اطہار ہوں یا خلفاء راشدین مہدیین ہوں یا دیگر اکابر ہوں کسی کیلئے اس کی مخالفت نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اجماع سے ثابت، نہ امام ابوحنیفہؒ سے ثابت ہے۔ کسی وقت یا کسی مقام میں اگر یہ لفظ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفاً مخصوص ہو کر شعار روافض ہو گیا ہے تو اسکی شعاریت کو ختم کر دینے کی ضرورت ہے اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حضرات خلفاء اربعہ

---

[1] بخاری شریف ص: ۹/۱، کتاب الایمان، باب افشاء السلام من الاسلام مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند. **ترجمہ**:- جسے پہچانتے ہو اس کو بھی سلام کرو جسے نہیں پہچانتے اس کو بھی سلام کرو۔

[2] مسلم شریف ص: ۵۴/۱، کتاب الایمان، باب بیان انہ لایدخل الجنۃ الا المؤمنون الخ، کتب خانہ رشیدیہ دھلی، **ترجمہ**:- کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ اس کے کرنے سے تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔

[3] ویسلم الراکب علی الماشی والقائم علی القاعد والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر الخ (عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۲۵/۵، الباب السابع فی السلام، کتاب الکراھیۃ. مشکوۃ شریف ص: ۳۹۷، باب السلام، الفصل الاول)

[4] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خلق اللہ آدم طولہ ستون ذراعا قال اذھب فسلم علی اولئک النفر من الملائکۃ فاستمع ما یحیونک بہ فانھا تحیتک وتحیۃ ذریتک فقال السلام علیکم فقالوا السلام علیک ورحمۃ اللہ فزادو ورحمۃ اللہ الحدیث (بخاری شریف ص: ۴۶۸/۱، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ.

اور حضرت عائشہ و دیگر ازواج مطہرات کے لئے بھی اس کو استعمال کیا جائے[1]۔

روافض کا عقیدہ ان سب کے حق میں معصومیت کا نہیں بلکہ بعض کے حق میں تو نہایت قبیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ بس یہ بات ختم ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کیلئے ہی استعمال کیا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھی نہ اختیار کیا جائے۔

اس سے بھی بظاہر نفس شعاریت باقی نہ رہے گی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات ضرور مستقر ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کیلئے مستعمل ہوتا ہے غیر معصوم کے لئے نہیں۔

بس جن اکابر محدثین امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے کلام میں یہ لفظ غیر نبی کے لئے استعمال ہوا ہے ان کے متعلق یہ خیال قائم ہوگا کہ وہ بھی ان کو معصوم مانتے تھے اور ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعوں کا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں وہ اکابر اور شیعہ متحد ہیں۔ یا شیعوں کا عقیدہ ان سے ماخوذ ہے یا نعوذ باللہ وہ بھی شیعہ تھے اس لئے خرابی کے پیش نظر غور کر لیا جائے کہ شعاریت کو ختم کرنے کی کونسی صورت اہون ہے۔

آپ نے جو عبارات منسلکہ پرچہ میں نقل کی ہیں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی عبارت کے علاوہ بقیہ اکثر عبارات پہلے بھی دیکھی ہوئی ہیں۔ اب مکرر بھی مراجعت کی۔ ان میں سے بیشتر عبارات تو لفظ صلوٰۃ سے متعلق ہیں سلام کے متعلق نہیں اور بعض عبارات احناف کی نہیں غیر احناف کی ہیں جن کو حنفیہ پر حجت قرار دینا مشکل ہے۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ہر دو عبارت متعارض ہیں۔

---

[1] وقد غلب هذا فی عبارة كثير من النساخ للكتب ان يفرد علی رضی الله عنه بان يقال عليه السلام من دون سائر الصحابة وكرم الله وجهه هذا وان كان معناه صحيحاً لكن ينبغی ان يسوی بين الصحابة فی ذالک فان هذا من باب التعظيم والتكريم فالشيخان وامير المؤمنين عثمان اولی بذالک منه، (تفسير ابن كثير ص: ۳/۸۲۲، سورۂ احزاب، تحت آيت: ۵۶، مطبوعه مصطفی احمد الباز مكه مكرمه)

۲۔ مدارک[1] کی عبارت منقولہ میں (الصلوٰۃ) کو اہل بیت کے لئے مکروہ لکھا ''السلام'' کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے حاشیہ، اکلیل میں 'السلام کا مکروہ ہونا۔ امام جوینیؒ اور امام نوویؒ سے نقل کیا ہے۔ نیز قاضی عیاض کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ہر سہ حضرات حنفی نہیں۔ ان کے منع کا مدار بھی شعاریت ہے جس کا حل اوپر بیان کر دیا گیا۔ جیسے لفظ، امام، شیعوں کے نزدیک معصوم کے لئے مخصوص اور ان کا شعار ہے مگر اہل سنت والجماعت نے اس لفظ کو دوازدہ حضرات کے لئے مخصوص نہیں رکھا بلکہ اور بھی بہت سے حضرات پر اس کا اطلاق کیا جیسے ائمہ اربعہ، ائمہ مجتہدین اور ائمہ کلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اب یہ شبہ نہیں ہوتا کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اس کی شعاریت ختم ہوگئی۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ سب بحث لفظ ''الصلوٰۃ'' کے متعلق ہے نہ کہ ''السلام'' کے متعلق[2]۔

۴۔ روح المعانی[3] میں لفظ ''علی علیه السلام'' کو منع کیا ہے۔ احقر نے بھی گزشتہ فتویٰ میں بحوالہ شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نقل کر دی تھی۔ اسکی دلیل قیاس ہے۔ ''الصلوٰۃ'' پر علت وہ ہی شعار ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔

۵۔ قاضی عیاض حنفی نہیں۔

۶۔ وہ بحث بھی دیکھ لی ہے۔

۷۔ اس کو خود یہاں کے فتوی میں نقل کیا گیا تھا جیسا کہ ابھی ۴۔ کے ذیل میں گذرا۔

---

[1] واما اذا افرد غیره من اهل البیت بالصلاة فمکروه وهو من شعار الروافض، (مدارک التنزیل ص: ۲/۳۱۲، الجزء الثالث، سوره احزاب تحت آیت: ۲۶، مطبوعه دارالفکر بیروت)

[2] تفسیر مظهری ص: ۴/۲۹۲، سورۂ توبه، تحت آیت: ۱۰۳، مطبوعه ندوة المصنفین دهلی.

[3] لا یفرد به غیر الانبیاء علیهم السلام فلا یقال علی علیه السلام بل یقال رضی الله تعالیٰ عنه الخ (روح المعانی ص: ۱۲/۱۲۳، الجزء الثانی والعشرون، سورۂ احزاب، تحت آیت: ۵۶، مطبوعه دارالفکر بیروت)

۸۔ 'تفسیر کبیر' کے مصنف حنفی نہیں۔ علاوہ ازیں اسمیں "الصلوٰۃ" کا تذکرہ ہے "السلام" کا نہیں۔[1]

۹۔ میری کتاب میں اسپر کوئی حاشیہ ہی نہیں بہتر ہوتا آپ وہ عبارت بھی نقل فرمادیتے۔ تاہم اگر جمہور احناف کا یہ مسلک ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے تو مجھے اصرار نہیں رجوع کرلوں گا۔ مگر اب تک میری نظر سے یہ نہیں گذرا، بلکہ اہل ترجیح فقہاء سے اسکا راجح اور مختار ہونا بھی نہیں دیکھا۔

۱۰۔ اس میں بھی "الصلاۃ" سے بحث ہے "السلام" سے تعرّض نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے جس قدر عقیدت ہے اور اس کی بناء پر "السلام علیٰ ابی حنیفۃ" مصنف اصول الشاشیؒ[2] نے لکھ دیا ہے تو کیا انکو معصوم تصور کر کے لکھا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا حضرت امام سے بڑے صحابہ اس عقیدت کے مستحق نہیں، درحقیقت ایسا لکھ کر مصنفؒ نے شعاریت پر ضرب لگادی اور بتادیا کہ یہ لفظ معصوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۱۱۔ کبیری میں اصالۃً تو "الصّلوٰۃ" کو غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر استقلالاً مکروہ لکھا ہے اور اس کا اجماعی ہونا نقل کیا ہے اور روافض کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر بھی "الصلوٰۃ" کے قائل ہیں پھر 'السلام' کو اس پر قیاس کیا۔ اس کی علت وہی شعاریت ہے[3]۔ جس کا حل بتادیا گیا۔

۱۲۔ اسکا حاصل بھی وہی تشبہ بالروافض سے احتراز ہے جسکی صورت اوپر لکھ دی گئی ہے۔

۱۳۔ اس عبارت نے مسئلہ کو بہت ہلکا کردیا۔ والصحیح انه مکروه کراهة تنزیه[4] تو اس پر تشدد زیبا نہیں۔ کراہت تنزیہہ پر رسالہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر یہ عبارت بھی

---

[1] تفسیر کبیر ص: ۲۹۶/۴، سورۂ توبہ، تحت آیت: ۱۰۳، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] اصول الشاشی ص: ۷، مطبوعه شاهد بکڈپو دیوبند.

[3] واما استقلالا فتکره الا علی الانبیاء والملائکة علی ذالک اجماع السلف خلافا للروافض الی قوله وکذالک علیه السلام لم یعهد فی لسان الشرع الا تبعا فلا یقال فلان علیه السلام الخ (حلبی کبیری ص: ۳، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) (حاشیہ ۴/ اگلے صفحہ پر ہے)

مجموعی صلوٰۃ وسلام کے متعلق ہے۔

۱۴۔اس میں الصلاۃ و السّلام کے مجموعہ کو استقلالاً انبیاء اور ملائکہ کے لئے مخصوص بتایا گیا ہے نہ کہ ''السّلام'' کو۔

۱۵۔اشعۃ اللمعات سے جو عبارت آپ نے نقل کی ہے 'وہ صلوٰۃ وسلام' کے مجموعہ سے متعلق ہے نہ کہ سلام محض سے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے۔

اختلاف کردہ اند کہ آیا جائز است صلوٰۃ وسلام بر غیر انبیاء باستقلال یا نے ومختار نزد جمہور آنست کہ مخصوص است بانبیاء ومشارکت نیست بایشاں جز ایشاں۔

اس کے تقریباً ڈیڑھ سطر کے بعد ہی محض ''السلام'' کے متعلق یہ عبارت ہے۔

ومتعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول اللہ از ذریت واز واج مطہرہ در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت وجماعت کتابت آن یافتہ می شود ودر متاخرین ترک آن متعارف شدہ است[۱]۔ واللہ اعلم

اب غور کیجئے۔ کہ اہل سنت والجماعت کے متقدمین مشائخ پر کیا حکم لگایا جائیگا اگر آپکے مخالف فریق نے یہ عبارت بھی پیش کردی تو آپکا استدلال بہت کمزور وبے جان ہوکر رہ جائے گا۔

۱۶۔درمختار علامہ علاء الدین حصکفی کی تصنیف ہے۔ابن عابدین کی تصنیف نہیں۔ پھر جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ ''الصلوٰۃ'' کے متعلق ہے ''السلام'' سے متعلق نہیں[۲]۔

قاضی عیاضؒ مالکی کی جو عبارت علامہ ابن عابدین نے نقل کی ہے وہ بھی مجموعۂ صلوٰۃ وسلام سے متعلق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴] حاشیہ مشکوۃ ص:۸۷، باب الصلاۃ علی النبی الخ. حاشیہ: ۱، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اشعۃ اللمعات ص:۴۰۵/۱، باب الصلاۃ علی النبی الخ، الفصل الثانی، مطبوعہ نوریہ پاکستان.

[۲] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۴۸۳/۱۰، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

وقال القاضی عیاض الذی ذهب الیه المحققون واميل اليه ماقاله مالک وسفيان واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين انه يجب تخصيص النبی ﷺ وسائر الانبياء بالصلوٰة والتسليم الخ[1]

علامہ شامی کی اپنی رائے بھی ملاحظہ فرمالی جائے۔ وهو هٰذا. اقول وكراهة التشبه باهل البدع مقررة عندنا ايضاً لكن لا مطلقاً بل فی المذموم وفيما يقصد به التشبه بهم اهـ[2] اس نے تو استدلال کی بنیاد کو بالکل ہی متزلزل کر دیا۔

احقر ان تمام عبارات کو مکرر دیکھنے کے بعد بھی اپنی رائے میں تغییر وترمیم کی ضرورت نہیں سمجھتا ورنہ بلا جھجک رجوع کر لیتا اور قطعاً ناجائز لکھ دیتا۔

احقر کی درخواست اب بھی وہی ہے (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہے) کہ اس مسئلہ کو موضوع بحث نہ بنایا جائے۔ یہ ایک مستقل فتنہ ہے جس میں اور وکالت نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ استدلال کی حیثیت (کمزور اور بودے پن) کی وجہ سے مسلک کو مجروح کر دیں گے۔

عجب نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آئندہ کو آپ سے اعتماد ہی ختم ہو جائے پھر آپ کوئی پختہ ٹھوس بات فرمائیں تو اس کے تسلیم کرنے میں بھی تأمل کیا جائے۔

دارالعلوم کے دارالافتاء پر آپ نے جو کچھ افسوس کیا ہے وہ غایت تعلق کی بناء پر ہے اَلْمُسْلِمُ مِرْأَةُ الْمُسْلِمِ[3] کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی خیر خواہانہ مشورہ سے محروم نہیں فرمائیں گے۔ میں انشاء اللہ قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا اور شکر گذار رہوں گا۔

فقط والسلام

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۰ھ

---

[1] کتاب الشفاء ص: ۲/۷۰، فصل فی الاختلاف فی الصلاة علی غير النبی ﷺ الخ، مطبوعه بيروت، شامی زکریا ص: ۱۰/۴۸۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

[2] شامی کراچی ص: ۶/۷۵۳، مسائل شتی، کتاب الخنثی.

[3] کنز العمال بيروت ص: ۱/۲۴۹، حديث: ۷۴۲، **ترجمہ**:- مسلم مسلم کا آئینہ ہے۔

ایضاً

مخدوم ومکرم حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم .....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال:- حسب ہدایت تحقیقات اور حضرت والا کا فتویٰ مرسل ہے۔ فریق ثانی کے متعلق یہ عرض ہے۔

۱۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ پر لعن وطعن کو روا رکھتے ہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو علیہ السلام کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ بنارس میں انہوں نے مستقل فتنہ پیدا کر دیا ہے اور یزید کو علانیہ ملعون اور جہنمی اور کافر کہتے ہیں۔

۲۔ اور اس فتنہ کو پیدا کرنے والے ایک مخصوص ادارہ کے علماء ہیں جو ہمیشہ اس نوع کے فتنے کو ابھارتے ہیں۔ امید کہ فوراً جواب سے نوازیں گے۔ دارالعلوم دیوبند کے فتوے کے بغیر ہم لوگ یتیم ہیں۔ فقط والسلام عبدالقدوس قاسمی

الجواب حامداً ومصلیاً!

محترمی زید احترامہٗ .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حسب ہدایت نظر ثانی وثالث کے بعد جواب ارسال ہے۔

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو شخص لعنت کرتا ہے وہ لعنت اسی پر واپس جاتی ہے اور وہ شخص اپنی عاقبت برباد کرتا ہے[۱]، اگر وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیہ السلام

---

[۱] فی حدیث ابن عباس مرفوعاً من لعن شیئاً لیس له باهل رجعت اللعنة علیه رواه الترمذی وابو داؤد (مشکوة ص:۴۱۳/ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین (المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۱۱/ج۱۲/ رقم الحدیث-۱۲۷۱۰، مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

کہتا ہے تو آپ سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر وسیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو علیہم السلام کہئے تا کہ شعاریت ختم ہو جائے[1]، اگر آپ نے خود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو علیہ السلام نہ کہا تو آپ تو بچ جائیں گے مگر وہ اس سے باز نہیں آئے گا اور اس کی شعاریت برقرار رہے گی اور بہت سے مشائخ متقدمین سے ایسی عبارتیں نقل کر دے گا جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا اور آپ ان مشائخ کا احترام کریں گے اور ان کے خلاف کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

یزید کو کافر اور جہنمی کہنا ہمارا مسلک نہیں بلکہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ کیا ہراسی شافعی نے اس کو کافر اور مخلد فی النار فرمایا ہے[2]۔ ہم لوگ نہ اس کو کافر کہتے ہیں نہ اس کی تعریف میں قصیدہ خوانی کر کے اس کو خلیفۃ الخامس علیہ السلام کہتے ہیں اگر چہ شرح عقائد نسفی میں اس پر لعنت کو جائز لکھا ہے بلکہ لعنت کر بھی دی ہے[3]۔ لیکن ہمارے اکابر نے یہ طریقہ پسند نہیں کیا[4]۔

---

[1] وقد غلب هذا فی عبارة كثير من النساخ للكتب ان يفرد على رضى الله عنه بان يقال عليه السلام من دون سائر الصحابةؓ او كرم الله وجهه وهذا وان كان معناه صحيحا لكن ينبغى ان يسوى بين الصحابة فى ذلک فان هٰذا من باب التعظيم والتكريم فالشيخان وامير المومنين عثمان اولى بذلک منه الخ (تفسير ابن كثير ص: ۳/۸۲۲، سورۂ احزاب، تحت آيت: ۵۶، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكه مكرمه)

[2] وبعضهم اطلق اللعن عليه منهم ابن الجوزى المحدث ومنهم الامام احمد بن حنبل ومنهم القاضى ابو يعلى لما انه كفر حين امر بقتل الحسين الخ (نبراس ص: ۳۳۱، اللعن على يزيد الخ، مطبوعه امداديه ملتان، شرح فقه اكبر ص: ۸۸، اختلف فى اكفار يزيد، مطبوعه رحيميه ديوبند)

[3] والحق ان رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلک واهانة اهل بيت النبى عليه السلام مما تواتر معناه وان كان تفاصيله آحاداً فنحن لا نتوقف فى شانه بل فى ايمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه، (شرح عقائد ص: ۱۶۲، مبحث يجب الكف عن الطعن فى الصحابة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[4] وحقيقة الامر التوقف فيه ومرجع امره الى الله سبحانه الخ (شرح فقه اكبر ص: ۸۸، واختلف فى اكفار يزيد، مطبوعه رحيميه ديوبند، نبراس ص: ۳۳۱، اللعن على يزيد خلاف التحقيق، مطبوعه امداديه ملتان)

۲۔ انکے جواب میں اگر خاموشی اختیار کیجائے تو ممکن ہے کہ سنجیدہ طبقہ اسکو قابل التفات نہ سمجھے پھر بعد چندے یہ خود ہی ختم ہو جائے ورنہ جواب کی صورت میں تو پھر جواب الجواب وغیرہ کی نوبت آکر امتداد ہو جاتا ہے، اللہ پاک رحم فرمائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔

احقر محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۹۰ھ

فقط والسلام

علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال

سوال:- علیہ السلام کہنا کیا انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے اگر ایسا ہے تو پھر فرشتوں کو مثلاً جبرئیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام۔ کیوں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سنا گیا ہے کہ رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کے لئے خاص ہے۔ مگر بعض عوام اور بعض بزرگان دین کو سنا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر حضرات مثلاً امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو یہ کہاں تک درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

سلام دعائیہ کلمہ ہے[۱]، جو اپنی اصل کے اعتبار سے غیر انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی بولا جاسکتا ہے[۲]، ہمیشہ وقت ملاقات اسکی تعلیم بھی دی گئی ہے[۳]۔ السلام علیکم وعلیکم السلام پنجگانہ نمازوں کے ختم پر امام اور مقتدی سب ہی کہتے ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اسمیں امام اور مقتدی نیز ملائکہ

---

[۱] ومعنی السلام الذی هو مصدر انه دعاء للانسان بان یسلم من الآفات فی دینه ونفسه الخ (لسان العرب ص: ۱۲/۲۹۱، سلم، مطبوعه دار صادر بیروت)

[۲] شامی زکریا ص: ۱۰/۴۸۳، کتاب الخنثی، مسائل شتی، تفسیر ابن کثیر ص: ۳/۸۲۲، سورۂ احزاب، تحت ایت: ۵۶، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکه مکرمه.

[۳] عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال اذا لقی احدکم اخاه فلیسلم علیه، مشکوة شریف ص: ۳۹۹، باب السلام، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

کی نیت کی جاتی ہے[۱]۔ کوئی شخص کسی کا سلام پہونچائے تو کہا جاتا ہے علیہ وعلیکم السلام[۲]، اصول فقہ کی مشہور کتاب 'اصول[۳] الشاشی کے شروع میں ہے والسلام علیٰ ابی حنیفۃ واحبابہ رضی اللہ عنہم، قرآن کریم (سورۂ لم یکن[۴]) میں نیکوکار مؤمنین کیلئے ارشاد فرمایا گیا، رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام کی تخصیص نہیں، لیکن عرفاً یہ لفظ صحابۂ کرام کیلئے مستعمل ہوتا ہے، پس جہاں غیر صحابی کا صحابی کے ساتھ التباس ہوتا ہو وہاں غیر صحابی کیلئے بولنے سے احتراز (بچنا) چاہئے۔[۵] اعلیٰ حضرت کے معتقدین انکو صحابۂ کرام سے افضل اور بعض انکو صحابہ کرامؓ کا مظہر اتم قرار دیتے ہیں جیسا کہ وصایا شریف کے مختلف ایڈیشنوں سے ظاہر ہے[۶] وہاں احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

۱ ثم یسلم عن یمینه ویساره مع الامام کالتحریمة قائلا السلام علیکم ورحمة الله الی قوله وینوی الامام السلام علی من فی یمینه ویساره والحفظة فیها ونواه فیهما لو محاذیا وینوی المنفرد الحفظة فقط الخ (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۳۸-۲/۲۴۶، باب صفة الصلاة، مطلب فی الدعاء المحرم، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص:۲۲۲، قبیل فصل من آدابها، حلبی کبیری ص:۳۳۶-۳۳۷، صفة الصلاة، مطبوعه لاهور)

۲ ویستحب ان یرد علی المبلغ ایضاً فیقول وعلیک وعلیه السلام (شامی زکریا ص:۹/۵۹۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مرقاة شرح مشکوة ص:۹/۶۰، باب السلام، الفصل الثانی، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص:۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام)

۳ اصول الشاشی ص:۵، مطبوعه شاهد بکڈپو دیوبند.

۴ سورۂ لم یکن آیت:۸،

۵ الاولی ان یدعو للصحابة بالترضی وللتابعین بالرحمة، (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۱۰/۱۸۵، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

۶ اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا (وصایا شریف ص۲۴ رطبع اول)

اعلیٰ حضرت قبلہ (بریلوی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے (وصایا شیرف ص۲۳ رطبع دوم) تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کو نکال دیا ہے اور اس کی جگہ یہ عبارت لکھدی ہے کہ انہیں (مولانا احمد رضا خاں کو) دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق زیادہ ہوگیا تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مطالعہ بریلویت ص۳۳۱ رج ۲ ر مولفہ علامہ خالد محمود، مطبوعہ دارالمعارف لاہور۔

اہل بیت کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال

سوال:- زید امام عالی مقام امام حسین کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہتا ہے، لیکن عمر منع کرتا ہے، زید کہتا ہے کہ علماء اہل سنت اور ارباب فتاوی تو صلوۃ پر پابندی لگاتے ہیں کہ غیر انبیاء کو اصالۃً صلوۃ نہیں بھیج سکتے، ''علیہ السلام'' پر کوئی پابندی نہیں لگاتے، (کتب فقہ شامی وعالمگیری وغیرہ) نیز حضرات حسنین کو ''علیہ السلام'' کہنے کے بہت سے دلائل ہیں۔

چنانچہ (۱) آیت قرآنی سلام علی الیاسین کی دوسری قراءت امام نافع مدنی اور ابن عامر سے سلام علی ال یاسین ہے، جس کی تفسیر میں مفسر ابن کثیر یعنی آل محمد لکھتے ہیں، اور تفسیر ابن عباسؓ میں بھی ایسا ہی ہے، چونکہ حضرات حسنین آل محمد ﷺ ہیں، لہذا ان کے ساتھ علیہ السلام کہنا قرآن سے ثابت ہے۔

(۲) مفسرین میں امام رازیؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر میں حضرات حسنین کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، امام ابوبکر جصاص رازیؒ جو فقہ حنفی میں صاحب ہدایہ سے بھی بلند پایہ ہیں، انہوں نے احکام القرآن میں جا بجا حضرت علی کو علیہ السلام لکھا ہے۔

امام بخاری جو بالاتفاق امام المحدثین ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ علیہا السلام لکھا ہے، دیکھئے صحیح البخاری علی ہامش فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۶، ۵۴۳، ۵۲۶، جلد دوم میں صفحہ ۵۷۶، ۶۰۰، ۶۱۰، جلد ہفتم صفحہ ۵۳، ۱۱۴، ۲۳۶، ۳۴۵، ۳۴۷، ۳۵۵، ۳۵۷۔

(۴) امام بخاریؒ نے الادب المفرد مطبوعہ دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی میں لکھا ہے، **عن عدی بن ثابتؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ والحسن صلوات اللہ علیہ علی عاتقہ ھو یقول اللھم انی احبہ فاحبہ.**

(۵) امام ابوداؤد اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں، **مر بحسن بن علی علیھما**

السلام، ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد مطبع قادری دہلی ص:۹۳-۹۴/۱/

(۶) شاہ ولی اللہ دہلویؒ شرح تراجم بخاری میں لکھتے ہیں، "من قتل الحسین علیہ السلام" شرح تراجم ابواب بخاری ص:۳۲/ہمراہ صحیح البخاری مطبوعہ رشیدیہ کتب خانہ دہلی۔

انکے علاوہ اس کثرت سے علماء اہلِ سنت نے حضرات حسنین کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہے، مثلاً مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں، مولانا سید سلیمان ندوی اسوۂ صحابہ وغیرہ میں۔

مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے عمر کا ان حضرات کو علیہ السلام کہنے سے روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث وفقہ کے ثبوت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی نفسہ "السلام علیہ" یا "علیہ السلام" نبی کیساتھ مخصوص نہیں ہے، غیر نبی کیلئے بھی استعمال کرنا درست ہے، اس کے لئے معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے متعدد مواقع میں اسکے استعمال کی اجازت دی ہے، اصول فقہ کی درسی کتاب "اصول الشاشی" کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے، "والسلام علی ابی حنیفة واحبابه"[۱] اسکو بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے استدلال میں پیش فرمایا ہے، اور جلیل القدر محدثین کے حوالہ بھی دیئے ہیں[۲]، مگر شرح فقہ اکبر ص:۲۰۴/میں ہے[۳]، وفی الخلاصة ایضاً ان فی الاجناس عن ابی حنیفةؒ لا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکة ومن صلی علی

---

۱ اصول الشاشی ص:۵، مطبوعه شاهد دیوبند.

۲ وسلام بر غیر انبیاء میتوان گفت وسندش آنست که در کتب قدیمه حدیث اهل سنت خصوصاً ابو داؤد وصحیح بخاری بعد از ذکر حضرت علی وحضرات حسنین رضی الله عنهما فاطمه رضی الله عنها وحضرت خدیجه رضی الله عنها وحضرت عباسؓ لفظ علیه السلام مذکور است آرے علماء مشقشقین ماوراء النهر این اطلاق! برائے تشبیه باشیعه منع نوشته اند (فتاوی عزیزیه ص:۸۸/۱، سرور عزیزی ص:۱۶۴/۱، کانپور.

۳ شرح فقه اکبر ص:۲۰۴، لا یصلی علی غیر الانبیاء والملائکة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

غیرھما لا علیٰ جهة التبعية فهو غال من الشيعة التى نسميها الروافض، انتهىٰ ومفهومه ان حكم السلام ليس كذلك ولعل وجهه ان السلام تحية اهل الاسلام ولا فرق بين السلام عليه وعليه السلام الا ان قوله على عليه السلام من شعار اهل البدعة فلا يستحسن فى مقام المرام اهـ. پس اگر کسی جگہ حضرت حسینؓ کے ساتھ مثلاً "عليه السلام" کہنا روافض کا شعار ہو کہ وہ معصوم مان کر ایسا کہتے ہوں تو اس شعار سے بچنے کے لئے دیگر اکابر حضرات ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، وجمیع صحابہؓ کے اسماء مبارکہ کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کر لیا جائے، یا پھر حضرت حسینؓ کے نام کیساتھ بھی نہ استعمال کیا جائے جس سے کہ اہل باطل کے شعار سے تحفظ ہو جائے[۴]، احقر کے خیال میں یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو محاذ بنا کر منظر کربلا پیش کر دیا جائے، طرفین کے دلائل فراہم کرنے سے کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے، اللہ پاک ہر فتنہ سے محفوظ رکھے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

فاسق وفاجر کیلئے "رضی الله عنه" اور "نور الله مرقده" کہنا

سوال:- اگر ایک فاسق وفاجر شخص کو ہم رضی اللہ عنہ کہیں تو گناہ ہے، نور اللہ مرقدہٗ کہیں

---

[۴] وقد غلب هذا فى عبارة كثير من النساخ للكتب ان يفرد علىؓ بان يقال عليه السلام من دون سائر الصحابة او كرم الله وجهه وهذا وان كان معناه صحيحاً لكن ينبغى ان يسوى بين الصحابة فى ذلك فان هذا من باب التعظيم والتكريم فالشيخان وامير المومنين عثمان اولىٰ بذالك منه رضى الله عنهم اجمعين، (تفسير ابن كثير ص: ۳/۸۲۲، سورۂ احزاب تحت آيت: ۵۶، مطبوعه نزار مصطفى احمد الباز مكه مكرمه، شامى زكريا ص: ۱۰/۴۸۴، كتاب الخنثى، مسائل شتى.

تو حرج ہے اگر ایسا ہے تو پھر کیا فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہئے؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دعائے مغفرت اگر فاسق وفاجر کیلئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی[1]۔ عرفاً رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کیلئے یا بہت سے بہت انکے قریب تر حضرات کیلئے ہے۔ اس وجہ سے کسی فاسق وفاجر کیلئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے یا ان سے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

یزید کیلئے علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال

سوال:- کیا یزید کے نام کیساتھ علیہ السلام یا رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں، اور لکھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

"علیہ السلام" عموماً انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ کہتے اور لکھتے ہیں[3]، کبھی اہل بیت کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے، "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

[1] والصلاة علیه (ای الجنازة) فرض کفایة (درمختار) لقوله ﷺ صلو علی کل بر وفاجر (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۳/۱۰۲، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة، ابو داؤد شریف ص: ۱/۳۴۳، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمة الجور،

[2] الاولیٰ ان یدعو للصحابة بالترضی وللتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز (شامی کراچی ص: ۶/۷۵۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی، البحر الرائق ص: ۸/۴۸۷، مسائل شتی، مطبوعه ماجدیه کوئٹه پاکستان)

[3] واما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الامام الجوینی انه فی معنی الصلاة فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء الخ (شامی زکریا ص: ۱۰/۴۸۳، کتاب الخنثی، مسائل شتی)

ساتھ مستعمل ہوتا ہے[1]، کبھی دیگر اولیاء اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۵ھ

حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ علیہما الصلوٰۃ والسلام کہنا

سوال: ۔ بعض حضرات اس چیز کے قائل ہیں کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ علیہما الصلوٰۃ والسلام کہنا ضروری ہے آیا یہ ان کا کہنا صحیح ہے یا نہیں، اگر یہ کہا جائے تو اس کہنے پر کیا غلطی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

علیہ الصلوٰۃ والسلام عامۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے کہنا رائج ہوگیا بعض لوگ حضرت حسینؓ وحسین رضی اللہ عنہما کو معصوم مان کر ان کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں سو یہ عقیدہ اور عمل غلط ہے اس سے بچنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ویستحب الترضی للصحابة الخ (الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۱۰/۴۸۵، کتاب الخنثی، مسائل شتی)

[2]..... من صلی علی غیرهم اثم وکره وهو الصحیح واماالسلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الامام الجوینی انه فی معنی الصلاة فلایستعمل فی الغائب ولایفرد به غیرالانبیاء فلا یقال علی علیه السلام وسواء فی هٰذا لاحیاء والاموات الافی الحاضر (إلی قوله) والظاهر أن العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلوة أن ذلک شعار اهل البدع الخ روح المعانی ص ۲۲/۸۶، سورۂ احزاب آیت ۵۶، ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۲۰۴ مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی کراچی ص ۶/۷۵۳، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سیزدہم

عملیات

کیا تعویذ میں اثر ہے؟

سوال:- کیا عامل کے جائز عمل یعنی تعویذ وغیرہ کے استعمال سے اپنے مضر اور مفید مقاصد کی تکمیل ہو جانے پر اعتقاد رکھنا جائز ہے، یا مسنون طریقہ اور دُعا سے مقاصد کا تکمیل کا آرزومند رہنا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حقیقی نفع وضرر تو اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ مگر جس طرح غذا اور دوا میں اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے اسی طرح تعویذات میں بھی اثر رکھا ہے[1] لیکن کسی چیز کو خداوند تعالیٰ کی

---

[1]..... قال ابن التين الرقى بالمعوذات وغيرها من اسماء الله هو الطب الروحانى اذا كان على لسان الابرار من الخلق حصل الشفاء، (فتح البارى ص ۱۹۶ ج ۱۰، ومطبوعه مكة المكرمة ص ۱۱/۳۵۳، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن الخ)

طرح نفع وضرر کا مالک تصور کر لینا جائز نہیں[1]۔ فقط دعا پر اعتماد کر لینا اعلیٰ مقام ہے جس کو نصیب ہو جائے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

تعویذ اور عملیات

سوال:- (۱) ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو کہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے، کوئی تعویذ زعفران سے لکھتا ہے، کوئی تعویذ سفید مرغ کے خون سے لکھتا ہے، اور کوئی تعویذ پیاز کے عرق سے لکھتا ہے، اور وہ عالم نہیں ہے، کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟

(۲) ایک کتاب ''عملیات اور تعویذات'' ہے جس میں طرح طرح کے فائدے بتلائے گئے ہیں، مثلاً محبت کرنے کا عمل، دشمن پر فتحیاب ہونے کا عمل، اسی قسم کے اور بہت سے عمل بتلائے گئے ہیں، اور لکھے گئے ہیں، کیا ان پر عمل کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر وہ اس فن کو جانتا ہے تو درست ہے اور اگر دھوکہ دیتا ہے یا شرکیہ چیزیں لکھتا ہے تو گنہگار ہے[3]۔

---

[1]..... وقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط الی ان قال وان یعتقد ان الرقیة لاتؤثر بذاتها بل بذات الله تعالیٰ الخ، فتح الباری ص ۱/۳۵۲، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة،

[2]..... عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ، ''من فتح له منکم باب الدعاء'' (ای بان وفق لان یدعو الله کثیرا مع وجود شرائطه وحصول آدابه) فتحت له ابواب الرحمة الحدیث، مرقاة مع المشکوة ص ۲/۶۳۹، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، مشکوة شریف ص ۱/۱۹۵، المصدر السابق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) جو عمل کرنا ہو اسکو لکھ کر دریافت کرلیں، وہ کتاب میرے پاس نہیں۔ فقط اللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا

سوال:- مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانوی قدس سرہ نے ''بیاض یعقوبی، ص۱۹۴'' پر اس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے، اور شامی جلد اول مطبوعہ مصر، ص۱۹۴/ پر نکسیر کے لئے پیشانی پر سورہ فاتحہ یا اخلاص لکھنے کو جائز لکھا ہے اور یہی ان کے نزدیک مفتیٰ بہ ہے، اس میں صحیح قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فتاویٰ رشیدیہ، ج۳/ص۹۵/[1] کتاب الحظر والاباحۃ میں آیات قرآنیہ واسماء الٰہیہ کو نجاست سے لکھنا حرام قرار دیا ہے، مگر جس طرح حالت اضطرار میں کلمۂ کفر کا تلفظ مباح ہے،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[3] وقد اجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط ان يكون بكلام الله او باسمائه وصفاته وباللسان العربى او بما لعرف معناه من غيره الى قوله: ففى صحيح المسلم من حديث عوف بن مالك قال كنا نرقى فى الجاهلية فقلنا يارسول الله كيف ارى فى ذلك فقال اعرضوا على رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك الخ، فتح البارى ص: ۳۵۲، ج: ۱۱، كتاب الطلب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى احمد الباز مكة المكرمة،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] فتاویٰ رشیدیه، ج۳/ص ۹۵/ مطبوعه رحيميه ديوبند، كتاب الحظر والاباحة.

اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے، نہ کرنا اس عمل کا اور مرجانا افضل ہے[1] فقہا کے جائز فرمانے کا یہی مطلب ہے اور ناجائز فرمانا علی الاصل ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رجب ۶۶ھ

خون سے تعویذ لکھنا

سوال:- اگر پرندہ وغیرہ جیسے مرغ، کبوتر، کے خون سے شیطان کے نام لکھ کر فتیلہ بنا کر جلا دیا جائے، جنات وغیرہ کے اثر کو دور کرنے کے لئے تو جائز ہوگا یا نہیں، اسی طرح اگر ہنس کے خون سے آیتِ قرآنی لکھ کر تعویذ بنایا جائے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حروف کا بھی شریعت میں احترام لازم ہے، اگرچہ ان کے مجموعہ سے کوئی قابل اہانت

---

[1] واما النوع الذی هو رخص فهو اجراء کلمة الکفر علی اللسان مع اطمئنان القلب بالایمان اذا کان الاکراه تاماوهو محرم فی نفسه مع ثبوت الرخصة الی قوله والامتناع عنه افضل من الاقدام علیه حتی لو امتنع فقتل کان ماجور الانه جاد بنفسه فی سبیل الله تعالیٰ فبرجو ان یکون له ثواب المجاهدین بالنفس هنا، بدائع الصنائع کراچی ص ۱۷۶، ۷/۱۷۷، کتاب الاکراه، فصل واما بیان مایقع علیه الاکراه، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۷۳، کتاب الاکراه، تبیین الحقائق ص ۵/۱۸۶، کتاب الاکراه، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] لوعرق فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته اوانفه جاز للاستشفاء وهذا لان الحرمة ساقطة عند الاستشفاء الخ شامی زکریا، ج ۱/ص ۳۶۵/ کتاب الطهارة باب المیاه مطلب فی التداوی بالمحرم. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

نام حاصل ہوجائے، ''اذا کتب اسم فرعون او کتب ابوجهل علیٰ غرض یکره ان یرموه الیه لان لتلک الحروف الحرمة ، کذافی السراجیة الخ عالمگیری، ج۴/ص ۹۸/ [1]

دم مسفوح نجس ہے[2]، اس سے شیطان یا کسی اور ملعون کا نام لکھنے سے بھی احترام حرف کے خلاف ہونے کی بنا پر منع کیا جائے گا، پھر آیات قرآنی کا تو بہر حال احترام فرض ہے، اس کے ساتھ اس معاملہ کی اجازت نہیں، بعض عامل خون سے آیات یا اسماء لکھتے ہیں اور علاجاً اس کو درست کہتے ہیں کہ اضطراراً ناجائز چیز بھی جائز ہوجاتی ہے، جبکہ وہ جائز طریقہ پر دفع نہ ہوسکے، اور اسی ناجائز پر رفع اضطرار منحصر ہو، مگر یہ بات کہ اضطرار کا دفعیہ اسی پر منحصر ہے، بغیر حجت قاطعہ کے قابل تسلیم نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ج۵/ص۳۲۳/ (مطبوعه کویٹه) کتاب الکراهیة الباب الخامس. خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳/۴۲۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی القبیح والتسلیم الخ، شامی زکریا ص۹/۵۲۳، کتاب الحظر والاباحة،

[2] النجاسة الغلیظة مالا شبهة فی نجاستها ثبتت نجاستها بدلیل مقطوع کالخمر والدم المسفوح الخ، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱/۱۹، کتاب الطهارة، فصل فی النجاسة، عالمگیری کوئٹه ص۱/۴۶، الباب السابع فی النجاسة، الفصل الثانی فی الاعیان النجسة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۱/۵۲۴، باب الانجاس،

[3] اذاسال الدم من انف انسان ولاینقطع حتی یخشیٰ علیه الموت وقد علم أنه لو کتب فاتحة الکتاب اوالا خلاص بذالک الدم علی جبهته ینقطع فلایرخص له مافیه وقیل یرخص الیٰ ماقال وهوالفتویٰ الخ شامی زکریا ، ج۱/ص۳۶۶/ کتاب الطهارة باب المیاه ، مطلب فی التداوی بالمحرم. عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۵۶، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات،

تعویذ پر مدرسہ کی امداد کرنا

سوال:- زید تعویذات کا کام کرتا ہے، اور لوگ اس کے معتقد ہیں لیکن موصوف تعویذ دینے سے قبل سائل سے یہ کہہ کر حیلہ کرتے ہیں کہ پہلے تم ہمارے مدرسہ کے لئے امداد دو اور وہ ان کی حسب اوقات نقد رقم لیکر مدرسہ کو دیدیتے ہیں، تو یہ رقم لینی جائز ہے یا نہیں، اور وہ روپیہ لیکر مدرسہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس حیلہ کی کیا ضرورت ہے اس سے اپنا استغناء بھی ہے، روپئے کی وصول یابی بھی ہے، لوگ سمجھیں گے کہ اپنے واسطے تھوڑا ہی لیتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ تعویذ حسبۃً للہ دیدیا کریں، اور کہہ دیا کریں کہ صحت ہوجانے پر بطور شکرانہ مدرسہ کی امداد کردینا کیونکہ صدقہ دینے سے بلائیں ٹلتی ہیں[1]، اور خدائے پاک کا غصہ کم ہوتا ہے[2]، اس سے حدیث شریف کی تبلیغ بھی اور مسئلہ کی اشاعت بھی اور مدرسہ کی امداد بھی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۰ھ

---

[1] رواه الخطيب عن انس بلفظ الصدقة تمنع سبعين نوعاً من انواع البلاء اهونها الجذام والبرص، كشف الخفاء ج۲/ ص۲۳/ تحت رقم الحديث:۱۵۹۳، حرف الصاد، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت.

[2] ان الصدقة لتطفى غضب الرب، كشف الخفاء ج۲/ص۲۲/ حرف الصاد، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت. ترمذى شريف ص۱۴۴/۱، ابواب الزكوة، باب ماجاء فى فضل الصدقة، مطبوعه اشرفى ديوبند،

عامل بننے کا طریقہ

سوال:- زید نے بکر سے تعویذات کے متعلق کہا کہ نقش بھرنے مجھے بھی بتا دو، بکر نے کہا کہ سیکھ لو مگر اس کے لئے شرط ہے، عامل ہونے کے لئے اللہ کے ایک ہزار نقش بھر دو، اسی روز روزہ رکھو اور میدہ گوندکر نقشوں پر لپیٹ دو جب تک یہ نقش بھرو اس درمیان میں کسی سے کلام نہ کرو، اور نہ اٹھو فقط نماز کی اجازت ہے، جب نقش بھر چکو تو کچھ شیرینی لیلو اور اپنے مکان سے چلدو راستہ میں کسی سے مت بولو حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہ دو اور دریا پر جا کر اپنے پیر کا تصور کرو کہ میں پیر کے پاس کھڑا ہوں یا میرے پیر پاس ہیں، اور وہاں جا کر سلام کرو اور بقدر جواب کے خاموش کھڑے رہو، اور قرآن پاک پڑھ کر حضرت نبی اکرم ﷺ سے سلسلہ بسلسلہ تمام مردوں کو ایصال ثواب کرو اور آنکھیں بند رکھو اس کے بعد کہنا کہ یا خضر علیہ السلام یہ قرآن پاک اور نقش وشیرنی آپ کو پیش کرتا ہوں، آپ اس کو قبول فرمالیں اور تصور یہ رکھو کہ میرے پیر یہاں پر نہیں ہیں بلکہ حضرت خضر علیہ السلام یہاں پر حاضر ہیں، یہ کہہ کر نقش وشیرنی دریا میں ڈال دو اور اپنے مکان کو واپس آجاؤ دریا میں سے کچھ بھی آواز آئے مڑ کر مت دیکھنا تم اس کے عامل بن جاؤ گے، اسکے بعد تعویذ کر سکتے ہو یہ جائز ہے یا نہیں، اور اس نیت سے کرنا کہ ہم کو آمدنی ہوگی، تقویٰ میں کوئی خرابی نہ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس عمل میں ایک چیز یہ قابل تامل ہے کہ دریا کی طرف جاتے ہوئے کسی کے سلام کا جواب دینے کو بھی منع کر دیا گیا ہے، حالانکہ وہ شرعاً ضروری ہے[1] الا یہ کہ ذکر وتلاوت وغیرہ

---

[1]..... رجل اتی قوما فسلم علیهم وجب علیهم رده (عالمگیری، ج۵/ص۳۲۵/) الباب السابع فی السلام. مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

میں آدمی مشغول ہو[1]، دوسری چیز یہ ہے، دریا پر پہنچ کر یہ تصور کرنا کہ پیر میرے پاس کھڑے ہیں، یا میں پیر کے پاس کھڑا ہوں، اوران کوسلام کرنا یہ بھی خیالی تصور کوسلام ہے، جو کہ شرعاً ثابت نہیں، یہ قیاس نہ کیا جائے، کہ حضور رسول مقبول ﷺ پر بھی تو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، اس لئے کہ صلوۃ وسلام کوملائکہ لے کر جاتے ہیں، اور خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے[2]، تصور کوسلام کرنے اور بقدر جواب خاموش رہنے کا ثبوت نہیں، تیسری چیز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں یہ مجموعہ تحفہ پیش کرنا بے اصل ہے، ثواب تو زندہ مردہ سب کو پہنچایا جا سکتا ہے[3]، لیکن نقش اور شیرنی ان کی خدمت میں پیش کرنا محض بے معنی ہے، نہ اس جگہ پر ان کا وجود دلیل شرعی سے ثابت ہے نہ حساً مشاہدہ ہے، لہذا یہ کرنا بھی خیالی تصور ہوا، جو شخص نقش تعویذ عمل جانتا ہے، اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے، تو اس کو اجرت لینا بھی درست ہے[4]، اور وہ آمدنی جائز ہے تقویٰ کے بھی خلاف نہیں، جیسے

---

[1]..... ویکره السلام عند قراء ة القرآن جهراً وكذا عند مذاكرة العلم وعند الاذان والاقامة والصحيح انه لايردفي هذه المواضع (عالمگیری، ج۵/ص۳۲۵) الباب السابع فی السلام. شامی کراچی ص۶/۴۱۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بزازیة علی الهندیة ص۶/۳۵۴، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه مصر،

[2]..... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ، يُبَلِّغُوْنِي مِنْ اُمَّتِي اِلسَّلَامَ (مشکوۃ، ج۱/ص۸۶/ باب الصلوٰة علی النبی. الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، درمختار علی الشامی کراچی ص۶/۴۱۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، بزازیة علی هامش الهندیة ص۶/۳۵۵، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، مطبوعه مصر،

[3]..... من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز الخ، (شامی کراچی، ج۲/ص۲۴۳) مطلب فی القرأة للمیت واهداء ثوابها له. باب الجنائز، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۱۴، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، مطبوعه مصر،

[4]..... جوز واالرقیة بالاجرة ولوبالقرآن کما ذکره الطحاوی لانها لیست عبادة محضة بل من التداوی، (شامی زکریا، ج۹/ص۷۸) کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة) شامی کراچی ج۶/ ص۵۷، مطلب تحریرمهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل الخ)

حکیم اور ڈاکٹر معالجہ پر کچھ اجرت لیں درست ہے[1]۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۸۱ھ

عملیات میں خطرہ ہے

سوال:-سُنا ہے کہ اپنے اوپر عملیات کا استعمال جوانی کی عمر میں نہ کیا جائے کیوں کہ بھٹکنے کا خوف ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(تسخیر وغیرہ) سے پرہیز کیا جائے جو اعمالِ صالحہ احادیث سے ثابت ہیں ان کو اختیار کرنے میں خطرہ نہیں اور وہ باعث خیر وبرکت بھی ہیں اور موجبِ اجر وثواب بھی ہیں[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

جادو وگنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا

سوال:-مسلمان مرد وعورت کا جادو کرنا کرانا کافروں سے گنڈے تعویذ منتر کرانا

---

[1]..... ویجوز الاستیجار علی الختان والمداواۃ (اعلاء السنن، ج ۱۶/ص ۲۰۶) باب اجرۃ السمۃ. مطبوعہ کراچی،

[2]..... الرقیۃ اذا کانت لغرض مباح بادعیۃ مأثورۃ او آیات قرآنیۃ او بمایشبھھا من الکلمات المنقولۃ من الصلحاء والمشائخ فھی ممالابأس بھا بل یثاب علیھا اذا کانت بما ورد عن النبی ﷺ انہ کان یرقی بھا(احکام القرآن للشیخ ظفر احمد عثمانی ص ۵۱ ج ۱، تحقیق السحر وحکمہ حکم الرقی والعزائم، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جادو کرنا اور کرانا حرام ہے۔ اگر اس میں کوئی شئ عقیدۂ اسلام کے خلاف ہو تو کفر ہے اور ہنود سے منتر اور گنڈا اور تعویذ وغیرہ نہیں لینا چاہئے کہ اس میں بسا اوقات شرک کی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تعظیم اور اس پر اعتقاد کفر ہے۔

فان کان فی ذالک(ای السحر)رد مالزمه فی شرط الایمان فهو کفر والافلا فلو فعل مافیه هلاک انسان اومرضه اوتفریق بینه وبین امرأته وهو غیر منکر لشئ من شرائط الایمان لا یکفر لکنه یکون فاسقاً ساعیاً فی الارض بالفساد فیقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعی فی الارض بالفساد اه شرح فقه اکبر[1] ص ۱۷۸ . فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبد اللطیف ۹ رصفر ۱۳۵۹ھ

کافر سے جھاڑ پھونک

سوال:- زید کہتا ہے کہ جھاڑ پھونک مریض پر کافر سے کرانا جائز ہے۔ بکر کہتا ہے جائز نہیں بلکہ شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کافر سے جھاڑ پھونک کرانے میں اسکا اعزاز اور اسکے ساتھ عقیدت کا اظہار ہو تو ناجائز

---

[1].....شرح فقه اکبر ص ۱۷۴ ، السحر والعین حق، مطبوعه کانپور،

ہے[1] ورنہ جائز ہے جبکہ وہ جھاڑ پھونک میں شرک استعمال نہ کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال:- مسلمان ہندو سے منتر کرا لیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس طرح کرانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ فنِ معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر ہے حکیم ہے وید ہے کہ اس میں محض اس کی مہارتِ فن سے فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ کسی وکیل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے سو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ

---

[1].....وکذا ادخلوا فی الموالاة المنهی عنها السلام والتعظیم الی قوله: ولعل الصحیح ان کل ماعده العرف تعظیما وحسبه المسلمون موالاة نهو منهی عنها ولو مع اهل الذمة لا سیما اذا وقع شیئا فی قلوب ضعفاء المومنین الخ، احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی ص ۱۰، ج:۲، النهی عن موالاة الکفار وتحقیق معناها فروع الموالاة المنهی عنها، مطبوعه ادارة القرآن کراچی، روح المعانی ص:۱۹۴، ج:۳، الجزء الثالث، تحت آیت:۲۸، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2]..... فی المستخرجة عن مالک لا احب (رقی اهل الکتاب وکراهة ذٰلک والله اعلم اذا لم تکن رقیتهم موافقة مما فی کتاب الله تعالیٰ انماکانت من جنس السحر وما فیه کفر مناف للشرع (اوجز المسالک ص۳۸۷ج۱۴ باب التعوذ والرقیة فی المرض(مکتبه امدادیه مکة المکرمه، فتح الباری ص۳۵۲/۱۱، کتاب الطلب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، مطبوعه مکتبه نزارمصطفی احمد الباز مکة المکرمة،

نہیں ہے۔[1] دوسری صورت معالجہ کی یہ ہے کہ اس کو مقبول بارگاہِ الٰہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بابرکت ومقبول ہیں جب وہ دم کرے گا، تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرمادیں گے۔ اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبولِ بارگاہ اِلٰہی قرار دینا ہے حالانکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس کا باوجود کافر ہونے کے بڑا اکرام واعزاز ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے[2]، اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں کہ آدمی بغیر ایمان لائے بھی کفر کی نجاستوں میں ملوّث ہو کر بزرگ ومقبول بارگاہِ الٰہی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سانپ کے کاٹے کو غیر مسلم سے جھڑوانا

سوال:- کافر سے سانپ کاٹے کا جھڑوانا کیسا ہے جب کہ ان میں کلماتِ کفر وشرک بھی ہوتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے نام ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کافر صرف بھگوان یا رام وغیرہ کا

---

[1]..... ان المريض يجوز له ان يستطيب بالكافر فيما عدا ابطال العبادة (الشامی کراچی ص۴۲۳ ج۲، الشامی نعمانیه ص۱۱۶ ج۲، فصل فی العوارض، کتاب الصوم، النهر الفائق ص۲/۲۸، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه دارالکتب العلمية بيرت، سكب الانهر على هامش المجمع ص۱/۳۶۶، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

[2]..... وكذا ادخلو فی الموالاة المنهی عنها السلام، والتعظيم والدعاء بالكنية والتوقير بالمجالس الى قوله ولعل الصحيح ان كل ماعده العرف تعظيما وحسبه المسلمون موالاة فهو منهی عنها ولو مع اهل الذمة، لاسيما اذا وقع شيئا فی قلوب ضعفاء المؤمنين، احكام القرآن للشيخ العلامة ظفر احمد العثمانی رحمة الله رحمة واسعة ص۱/۱۰، النهی عن موالاة الكفار الخ، فروع الموالاة المنهی عنها، مطبوعه ادارة القرآن كراچی،

نام لے تو کیا یہ تاویل صحیح ہے کہ وہ خدا کا نام ہے کسی بھی لغت وزبان میں ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس رقیہ میں کلماتِ کفر ہوں یا ایسے کلمات ہوں جس کے معنیٰ معلوم نہ ہوں وہ رقیہ جائز نہیں، ہندو جھاڑ پھونک میں ایسے منتر وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے جس میں دیوی دیوتاؤں سے استمداد مطلوب ہوتی ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے اور بھگوان اور رام خداوند قدوس کے نام نہیں ہیں اوران کے مفہوم سے خدائے پاک کی ذات بالا ومنزہ ہے۔شامی[1] ج ۵ میں ہے۔

وانما تکرہ العوذۃ اذا کانت بغیر لسان العرب ولا یدری ما ھو ولعلہ یدخلہ سحرا وکفرا وغیر ذٰلک واما ماکان من القرآن او شئ من الدعوات فلا بأس بہ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۶/۸۸ھ

غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا

سوال:- ایک شخص نے آسیب زدہ کا غیر مسلم سے علاج کرایا بعدہٗ وہ اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔وہ استغفار کرنے سے عنداللہ مغفور ہوجائے گا یا اس کی دوسری صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر غلطی سے علاج کرایا ہے تو توبہ واستغفار کرلے اگر وہ کلماتِ کفریہ وشرکیہ کے ذریعہ

---

[1]..... الشامی نعمانیہ ص ۲۳۲ ج۵، فصل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحۃ، فتح الباری ص ۳۵۲/۱۱، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی احمد الباز مکۃ المکرمۃ،

علاج نہیں کرتا بلکہ جائز طریقہ پر علاج کرتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں جیسا کہ غیر مسلم ڈاکٹر یا طبیب سے جسمانی علاج درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۹ھ

عورتوں کا عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال:- کیا عورتوں کا تعویذ والے نیز کاہنوں کے پاس جا کر جھاڑ پھونک کرانا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نامحرم سے دور رہنا چاہئے[2]، کاہن کے پاس جا کر اس سے مخفی باتیں پوچھنا تو زیادہ خطرناک ہے[3]۔ تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہو تو عامل سے اپنے شوہر یا کسی محرم والد بھائی وغیرہ کے ذریعہ منگالیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

---

[1]..... ان المریض یجوز لہ ان یستطیب بالکافر فیما عدا ابطال العبادۃ (الشامی کراچی ص ۴۲۳ ج ۲ الشامی نعمانیہ ص ۱۱۶ ج ۲، فصل فی العوارض، کتاب الصوم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۶۴، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعہ مصر، النہر الفائق ص ۲/۲۸، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[2]..... وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام (الدرالمختار زکریا ص ۹/۵۲۹، فصل فی النظر واللمس، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسمائے کفار سے تعویذات میں مدد لینا

سوال:- (الف) بعض تعویذات نظر بد وغیرہ کے ایسے ہیں کہ جس میں بڑے بڑے کفار وشیاطین کے نام لکھے جاتے ہیں اوران سے تعویذات میں مدد لی جاتی ہے تو ان کے نام سے تعویذات میں مدد لینا کیسا ہے؟

(ب) کس قسم کے تعویذات از روئے شرع بنانا جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے[1]۔

(ب) اسمائے الٰہیہ آیاتِ قرآنیہ ادعیہ ماثورہ سے تعویذ درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۹۴ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [3]..... عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من اتی کاهنا فصدقه بما يقول ..... فقد بری مما انزل علی محمد، رواه احمد وابوداؤد ص ۲/۳۹۳، باب الكهانة، الفصل الثانی، كتاب الطب والرقی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] اذا كانت (الرقية) بكلمات فيه استعانة من الشياطين او الكواكب فملحقة بالسحر المكفر، احكام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، تحقيق السحر وحكمه حكم الرقی والعزائم، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، فتح الباری ص ۱۱/۳۵۲، كتاب الطب، باب الرقی بالقرآن، مطبوعه مكتبه نزار مصطفی الباز مكة المكرمة،

[2]..... لاباس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن او اسماء الله تعالیٰ (شامی كراچی ص ۳۶۳، ج۶) كتاب الحظر والاباحة آخر فصل فی اللبس (شرح فقه اكبر ص ۱۸۴) باب جمهور العلماء يوجبون قتل الساحر، مطبوعه ديوبند، فتح الباری ص ۱۱/۳۵۳، كتاب الطب، باب الرقی بالقرآن، مطبوعه مصطفی احمد الباز مكة المكرمة،

مشرکانہ منتر سے علاج

الاستفتاء:- زید جو کہ بے علم ہے نماز بھی نہیں پڑھتا دھوبی کا پیشہ کرتا ہے۔ایک منتر کے ذریعہ کچھ امراض کی مثلاً اندرونی پھوڑا وکینسر کی جھاڑ پھونک کرتا ہے جس سے مریضوں کو صحت ہوجاتی ہے۔جس منتر سے وہ جھاڑتا ہے اس میں غیر اللہ سے اعانت لی جاتی ہے۔خدا کا بالکل ذکر نہیں کرتا۔ البتہ ابتداء میں بسم اللہ وہ ضرور پڑھ لیتا ہے مثلاً یوں کہتا ہے کہ فلاں دیوی یا دیوتا کے نام سے یا ان کے حکم سے اچھا ہوجائے، جل جا، پھنک جا، کیا اس سے علاج کرانا عام حالات میں جائز ہے یا نہیں؟ بکر کینسر کا مریض ہے اور دو مستند پابند شرع ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج بے سود ہے چونکہ یہ مرض معدہ اور جگر کے درمیان ہے اس لئے آپریشن کا یا بجلی کا علاج بھی خطرناک ہے اندریں حالات ایسے مریض کو زید سے جھاڑ پھونک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے شخص سے بذریعہ جھاڑ پھونک علاج کرانا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا کو شافی اور متصرف مانا گیا ہے اور اس جھاڑنے والے کو اس دیوی دیوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے، ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے[1] اور ایسے شخص سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس عقیدہ کی تصدیق اور اس کا اعزاز ہے[2]۔شافی مطلق، حاجت روا، متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس

---

[1]..... فی المستخرجة عن مالک لااحب رقی اهل الکتاب و کراهة ذٰلک والله اعلم اذا لم تکن رقیتهم موافقة لما فی کتاب الله تعالیٰ وانما کانت من جنس السحر وما فیه کفر مناف للشرع، اوجزالمسالک ص۳۸۷ج۱۴) باب التعوذ والرقیة فی المرض. مکتبه امدادیه مکه مکرمه. (شامی نعمانیه ص ۲۳۲ ج۵) قبیل فصل فی النظر واللمس) کتاب الحظر والاباحة،

[2]..... تقدم تخریجه تحت عنوان ''غیر مسلم سے چھاڑ پھونک کرانا''

کے حکم کے ماتحت زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی راحت ہے اس سے بغاوت کر کے زندگی بھی وبال ہے اور موت بھی عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۵ھ

منتر کے ذریعہ علاج کرنا

سوال:- ہمارے یہاں بچوں کو سر اور منہ وغیرہ میں گھاؤ پھوڑا پھنسی وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا تعویذ بنا کر دیتے ہیں اور دم بھی کرتے ہیں، مسلمان ہو کر وہ یہ ہے، سیتاستی کو سات بیٹا پھوک پھوان لڑیوان میل پوان دودھ پوان لڑیوان پوان دھان سیتاستی ایک لاکھ ۳۶ راولیاء کا یہ الفاظ ہوئے۔ آپ بتائیے کہ کیا ہے نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ دہائی کا کیا معنیٰ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ دہائی پڑھنا اور اس کا دم کرنا جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تعویذ گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول

سوال:- اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو تعویذ گنڈے کرنے کو اپنا پیشہ بنالے اور

---

[1]..... انما تکرہ العوذۃ اذا کان بغیر لسان العرب ولا یدری ماھو ولعلہ یدخلہ سحرا وکفرا وغیر ذٰلک الخ، (شامی نعمانیہ ص ۲۳۲ ج۵، قبیل فصل فی النظر واللمس) کتاب الحظر والاباحۃ، احکام القرآن للتھانوی ص ۱/۵۱، الرقی والعزائم، تحقیق السحر وحکمہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی،

غیر مسلم کو بھی تعویذ قرآنی آیات سے لکھ کر دیوے، اور اُن سے اُجرت بھی لیوے۔ نیز نامحرم عورتوں سے بے پردگی سے ملے جُلے، حتیٰ کہ نامحرم عورتوں کو مار پیٹ کرتا ہو اور کہتا ہے کہ مجھے شیخ مدنیؒ نے تعویذ کرنے کی اجازت دی ہے یا انکے خلفاء کا نام لیتا ہے۔ کیا اس شخص کا یہ فعل شریعت کے خلاف نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعائیں یا اُن کے اعداد لکھ کر شفا کے لئے دینا درست ہے[۱]۔ جس طرح نبض پر ہاتھ رکھ کر نامحرم کے مرض کی تشخیص کرنا درست ہے اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو علاجاً بال پکڑنا بھی درست ہے[۲]۔ تعویذات پر اُجرت لینا بھی درست ہے[۳]۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ علاج سے واقف اور ماہر ہو، فریب کرنا جائز نہیں، نامحرم کے ساتھ تنہائی بھی جائز نہیں ہے[۴]، نیز ایسا کوئی کام بھی نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کو بدگمانی پیدا ہو اور تہمت کا موقعہ نکلے[۵]، غیر مسلم کو قرآنی آیات لکھ کر نہ دی جائے۔ ہاں اگر غلاف کے ساتھ

۱..... لاباس بالمعاذات اذا کتب فیها القرآن واسماء الله تعالیٰ الخ (الشامی نعمانیه ص ۲۳۲ ج۵) کتاب الحظر والاباحة. آخر فصل فی اللبس، احکام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، تحقیق السحر وحکمه حکم الرقی والسحر والعزائم، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

۲..... (**الف**) ینظر الطبیب الی موضع مرضهابقدر الضرورة (الدرالمختارص۲۳۷ ج۵)

(**ب**) ماحل نظره حل لمسه(الدرالمختارص۲۳۵ ج۵)کتاب الحظر والاباحة

۳..... وفی الحدیث اعظم دلیل علی ان یجوز الاجرة علی الرقی والطب (بذل المجهود ص ۱۱ ج۵، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، ۲۲۷ ج۱۶، کتاب الطب، باب کیف الرقی، مطبوعه بیروت،

۴..... وفی الاشباه الخلوة بالاجنبیة حرام (الدرالمختارص ۹/۵۲۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، مطبوعه زکریا دیوبند)

۵..... روی الخرائطی فی مکارم الاخلاق مرفوعاً بلفظ مَنْ اَقَامَ نَفْسَه مَقَامَ التُّهَمِ فَلاَ یَلُومَنْ اَسَاءَ الظَّنَّ بِهٖ (کشف الخفاء ص۴۴ ج۱، حدیث نمبر۸۸) داراحیاء التراث العربی بیروت،

ہو اور بے ادبی کا مظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے[1]، غیر مسلم سے صحابہ کرامؓ نے جھاڑ پھونک کی اُجرت لی ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کو برقرار رکھا ہے[2]۔ فقط اللہ پاک اخلاص دے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۱۷/۱/۱۸ھ

بانجھ کی اولاد کیلئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا

سوال:- ایک بریلوی شخص جس عورت کے لڑکا نہ ہو اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یعنی پائجامہ کے اندر ہاتھ داخل کر کے گھنٹوں وظیفہ پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وظیفہ تو کیا ہوتا نفسانی ہوس ہے۔ نہایت ہی شرمناک اور کمینہ حرکت ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عورتوں کو اس سے علیٰحدہ رکھیں خود بھی علیٰحدہ رہیں[3]، اگر مرید ہو گئے ہوں تو بیعت

---

[1]..... نظیره کافر من اهل الذمة او اهل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القرآن والفقه قالوا لاباس الخ، (قاضی خان ص ۳/۴۲۶، مطبوعه کوئٹه، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح الخ)

[2]..... راجع: صحیح البخاری ص ۱/۳۰۴، کتاب الاجارات، باب مایعطی فی الرقیة علی احیاء العرب الخ، مطبوعه رشیدیه دهلی، بذل المجهود ص ۵/۱۱، کتاب الطب، باب کیف الرقی، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، مطبوعه بیروت ص۲۲۷، ۱۶/۲۲۸،

[3]..... الخلوة بالاجنبیة حرام، سکب الانهر علی هامش المجمع ص۴/۲۰۳، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الاشباه والنظائر ص ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه دهلی، (قوله نهی رسول الله ﷺ عن کلامنا ایها الثلاثة) هو دلیل علی وجوب هجراز من ظهرت معصیته، فلا یسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته، المفهم لما اشکل من تلخیص کتاب المسلم ص۷/۹۸، کتاب الرقاق، باب یهجر من ظهرت معصیته، مطبوعه دارابن کثیر دمشق بیروت،

فسخ کردیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج

سوال:- اگر پانی پر کوئی شخص (جو برتن وغیرہ میں رکھا ہو) لکھ جاوے اور اس کے پینے سے گلا دکھنے لگے تو اور پانی لیکر اس کو چاقو سے تین بار کاٹ کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ ایک ٹوٹکا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں اگر اعتقاد ہو کہ چاقو سے کاٹ کر پانی پینے سے گلا ٹھیک ہو جائے گا تو چونکہ یہ نہ شرعاً کوئی علاج ہے نہ طباً، لکھے ہوئے پانی کو نہ شریعت نے مضر بتایا نہ طب نے لہٰذا اس سے احتراز چاہئے[2]، اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو یہ ایک فعل عبث ہے اور دوسروں کے حق میں مفسدِ عقیدہ اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے[3]، ایسا

---

[1]..... مرید شدن از آنکس درست است کہ دران پنج شرط متحقق باشد۔ اول علم وکتاب وسنت رسول داشتہ باشد خواہ خواندہ باشد از عالم یا یادداشتہ باشد شرط دوم آنکہ موصوف بعدالت وتقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرار برصغائر نماید الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۴ ج ۲، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۱۴،

[2]..... الاشتغال بالتداوی لا باس به اذا اعتقدان الشافی هو الله تعالیٰ وانه جعل الدواء سببا اما اذا اعتقدان الشافی هو الدواء فلا، کذا فی السراجیة (الهندیة ص ۳۵۴ ج ۵) الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه کوئٹه،

[3]..... ای من اقسام السحر واحکامها) ما لم یکن فیه کفر ولا اضرار بالمسلمین ولکنه (الی او قوله یترتب علیه معصیة او مفسدة کفساد اعتقاد العامة والتلبیس علیهم (والی قوله) مقتضی القواعد ان ذلک معصیة ایضا، فان المفضی الی المعصیة کمستلزمها الخ، احکام القراان للشیخ ظفر احمد العثمانی ص ۵۰، ۵۱، ج ۱، مطبوعه ادارة القرآن کراچی)

معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے پانی کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا کہ پانی کو لکھنا نہیں چاہئے اوراس میں ایک مضرت بھی تجویز کردی کہ گلا دکھے گا کیوں کہ بلا مضرت بتلائے شاید یہ مخصوص احترام نہ ہوگا یا لکھنے سے پانی میں کچھ ذرات گرنے کی وجہ سے اس کو منع کیا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱۱/۵۴ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/ذی قعدہ ۵۴ھ

بواسیر کا عجیب علاج

سوال:- زید کہتا ہے کہ اگر قربانی کے جانور کے منہ میں تانبہ کا پیسہ ڈال کر یا جانور کو وہ پیسہ کھلا کر ذبح کیا جائے اور پھر اس پیسہ کو بواسیر کے مرض والے کو پہنا دیا جائے تو مرض ختم ہو جائے گا۔

زید نے اپنی قربانی کے وقت ایسا ہی کیا۔ تو کیا اس سے عقیدہ کی خرابی پیدا ہوئی ہے یا یہ شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قربانی کا جانور تو اس سے خراب نہیں ہوا، اور بواسیر میں اس کا مفید ہونا کوئی فقہی مسئلہ نہیں اگر طب سے یا تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہو تو اس میں مضائقہ نہیں[1] اگر محض ٹوٹکا ہے

[1]..... کذا یستفاد من هٰذه العبارة: لا بأس بوضع الجماجم فی الزرع والمبطخة لدفع ضرر العین، شامی نعمانیه ص ۲۳۲ ج۵، قبیل فصل فی النظر والمس، کتاب الحظر والاباحة،

تو اس سے اجتناب کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

کسی پر آئے ہوئے جن اور پری کے ذریعہ علاج

سوال:- ہمارے علاقہ میں ایک نوجوان جو اخلاقی اعتبار سے بہت نیک ہے زندگی میں سادگی ہے برسر روزگار ہے اس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اس پر کسی مرحوم بزرگ (ولی) کا سایہ ہے بزرگ اس پر حاضر ہوتے ہیں، اور مختلف امراض، آسیبی اثر آپسی تنازعہ سے متعلق تفصیل سے بتاتے ہیں اور علاج بھی کرتے ہیں۔ سینکڑوں لوگ شفایاب ہوئے لوگ اپنے طور پر عطیہ دیتے ہیں ان کی کوئی مانگ نہیں علاج میں شرکیہ فعل نہیں ہے۔ علاج تعویذ گنڈا و پانی پر دم کر کے کرتے ہیں اسی طرح ایک ضعیف سال خاتون پر پریوں کا سایہ ہے پریاں اس پر حاضر ہوتی ہیں اور نہایت فصیح اردو، مراٹھی میں گفتگو کرتی ہیں جبکہ ضعیفہ اردوو، مراٹھی بالکل نہیں جانتی عمل میں شرکیہ فعل نہیں ہے علاج کسی چیز پر دم کر کے اور گنڈا دھاگا دے کر کرتی ہے۔

مسئلہ (۱) مندرجہ بالا واقعہ سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) اس طریقہ علاج سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ (۳) اس علاج پر یقین رکھنے اور جائز جاننے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱و۲و۳: جنات اور پریوں کا انسان مرد وعورت پر آنا اور اس قسم کی باتیں بتانا ممکن ہے

اردو، مراٹھی یا کسی اور زبان میں گفتگو کرنا بھی ممکن ہے[1] علاج کے لئے کسی دوا کا بتلانا اور اس سے شفاء کا حاصل ہونا بھی ممکن ہے، حدیث وقرآن کی دعائیں پڑھ کر دم کر کے اور تعویذ گنڈا دے کر استعمال کرانے سے جنات کا دفع ہو جانا بھی ممکن ہے اور مریض کا شفا پا جانا بھی ممکن ہے لیکن ایسی حالت کی بتائی ہوئی بات کو حجت شرعیہ قرار دینا درست نہیں مثلاً اگر وہ بتائے کہ فلاں شخص نے چوری کی ہے تو اس کے بتانے سے اس شخص کو چور قرار دینا درست نہیں جب کہ معالجہ صحیح طریقہ پر ہو اس میں کوئی شرکیہ عمل یا کوئی غلط چیز نہ ہو جائز ہے اور اس کی وجہ سے کچھ ہدیہ دیا جائے اس کا لینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۹۹ھ

ستاروں کی چال برائے علاج

سوال:- فی نفسہٖ نقش لکھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ نقوش کی چال ستاروں کی چال پر ہوتی ہے۔ اس میں ستاروں کو مؤثر ماننا پڑتا ہے اور نقش کے خانے متعین ہوتے ہیں یہ مشتری کا خانہ ہے یہ زہرہ کا یہ مریخ کا اگر درست ہیں تو بہشتی زیور میں بیس کا نقش اور پندرہ کا کیوں لکھا گیا ہے

---

[1].....تصرف جن وشیاطین در بدن آدمی یعنی در روح ہوائی ونسیمیہ او کہ حامل قوی است وآں را بصرع الجن در عربی می نامند و بآسیب وخبط تعبیر می کنند نزد اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱ ج ۱)

بدن آدمی یعنی اس کی روح ہوائی ونسیمہ میں جو کہ حامل قوی ہے جن وشیاطین کا تصرف کرنا جس کو عربی میں صرع الجن کہتے ہیں اور آسیب وخبط سے بھی تعبیر کرتے ہیں اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نقش کا ایک مستقل حساب ہے ستاروں کو مؤثر بالذات سمجھنا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۸۶ھ

الجواب صحیح: نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۸۶ھ

سحر کا حکم

سوال:- کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے اور جو جادو کا عمل کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) سحر کرنا کبیرہ گناہ ہے کذا فی شرح الفقه الاکبر[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جادو کرنے والے کا حکم

سوال:- ہم پر ڈیڑھ سال سے کسی نے جادو کرادیا ہے جو خصوصاً قوتِ مردانہ پر اثر

---

[1]..... اعلم ان کثیراً من العلماء علی تحریم علم النجوم مطلقاً وبعضهم علی تحریم اعتقاد ان الکوکب مؤثرة بالذات (فتح الملهم ص ۲۴۰ ج ۱) باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء کتاب الایمان، مطبوعه ادارة شرکت علمیه دیوبند، احکام القرآن للتهانوی ص ۱/۴۸، تحقیق السحر وحکمه، اقسام السحر واحکامها، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

[2]..... والمراد بها أی الکبائر نحو القتل والزنیٰ واللواطة والسرقة وقذف المحصنة والسحر الخ شرح الفقه الأکبر ص ۶۸، عدد الکبائر، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شرح العقائد للنسفی مع النبراس ص ۲۲۳، بحث الکبیرة، مطبوعه امدادیه ملتان، کتاب الکبائر للذهبی ص ۱۱، الکبیرة الثالثة، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز،

انداز ہے جس کے باعث ہم بہت پریشان ہیں۔فتویٰ اس لئے لینا چاہتے ہیں کہ عامل کو چوٹ دی جائے یا کرانے والے کو؟ جب کہ شرعی ثبوت موجود ہے

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں ہی مجرم اور مستحقِ سزا ہیں جادو برسر جادوگر[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۲/۹۰ھ

سحر سیکھنا دفعِ سحر کے لئے

سوال:-عمر نے سحر اور سفلیات کے ذریعہ زید کی جان اور مال کو ہلاکت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ایسی صورت میں زید اپنی جان و مال کی حفاظت میں سحر سیکھ کر مدافعت کرے یا کوئی دوسرا شخص سحر کے ذریعہ مدافعت کرے۔مدافعت کے لئے سحر سیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس سحر میں ایسا کوئی عمل یا اعتقاد اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے ایمان باقی نہیں رہتا اس کا سیکھنا اور کرنا یا دوسرے سے کرانا کچھ بھی جائز نہیں۔

قال الشیخ ابو منصور الماتریدی: القول بان السحر کفر علی الاطلاق

---

[1]..... وفی الحدیث لیس منا من سحر اوسحر له (مرقاة ص ۱۰۴ ج ۱) مطبع اصح المطابع، باب الکبائر (شامی نعمانیه ص ۱۳۵ ج ۵) جوسحر کرے یا جس کے لئے سحر کیا جائے وہ ہم میں سے نہیں۔ وحکم عامله انه یقتل ولا یستتاب والمسلم والذمی والحر والعبد والذکر والانثی سواء علی المختار، احکام القرآن للتهانوی ص:۴۸ ، ج:۱ ، اقسام السحر واحکامها، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

خطا بل یجب البحث عنه، فان کان فی ذٰلک ردّ ما لزمهٗ فی شرط الایمان فهو کفر، وَاِلَّا فلا، فلو فعل ما فیه هلاک انسان اومرضه او تفریق بینه بین وَامرأتهٗ وهو غیر منکر لشئ من شرائط الایمان لا یکفر لکنه یکون فاسقاً ساعیاً فی الارض بالفساد اه شرح فقه اکبر[1] ص ۱۷۴، یکفر السّاحر بتعلّمه وفعله سواء اعتقد الحرمة اولا اهـ[2] (درمختار) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۵ھ

دفع سحر

سوال:- ہمارے علاقہ گجرات میں آج کل سحر کا بڑا زور ہے۔ ذراسا اختلاف یا دشمنی ہوئی، کہ فریقِ مخالف جان لینے یا پریشان کرنے کے لئے غیر مسلم ساحروں سے سحر کردیتا ہے۔اس کے دفعیہ کے لئے تعویذات وعملیات سب کچھ کیا گیا مگر فائدہ نہیں ہوا، البتہ تخفیف ہوجاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا ہے کہ چوں کہ یہ سفلی اور ناپاک علم ہوتا ہے اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سفلی اور ناپاک علموں سے ہی ہوسکتا ہے۔ چند مشرک عامل بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ڈر کی وجہ سے نہ تو آج تک خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی، اب تک بہت سے لوگ پریشان ہوچکے ہیں اور متعدد اموات بھی ہوچکی ہیں، تو کیا ایسی صورتِ حال میں غیر مسلموں سے مشرکوں سے سحر ٹوٹکا وغیرہ تمام

---

[1]..... شامی نعمانیه ص ۳/۲۹۵، مطلب فی الساحر والزندیق، مطبوعه کراچی ص ۴/۲۴۰،

[2]..... شرح فقه اکبر ص ۱۷۸، مطبوعه مجتبائی دهلی، السحر والعین حق، شامی کراچی ص ۱/۴۵، قبیل مطلب السحر انواع، احکام القرآن للتهانوی ص ۱/۴۱، اقوال الفقهاء فی السحر والساحر، مطبوعه کراچی،

پلید چیزوں کے رد کے لئے کروانا جائز ہے یا نہیں، اس میں ہمیں کچھ کھانا پینا، باندھنا پڑھنا نہیں ہوتا ہے، وہ اپنے عمل کے ذریعہ خود دفع کرتا ہو یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو تو کیا ان میں کوئی فرق ہوگا، یا دونوں صورتیں مساوی ہوں گی؟

مولانا ابراھیم صاحب
مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت، گجرات

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس ضرورت کی حالت میں اس سے علاج کرانا درست ہے مگر اس طرح کہ جو کچھ کرنا ہو وہ خود کرے کھانا، پینا، باندھنا، پڑھنا کوئی کام مسحور کو نہ کرنا پڑے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ
دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۲ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دفعِ سحر کی ترکیب

سوال:- زید کی شادی ہندہ سے ہوئی مگر ہندہ کے گھر والوں نے زید پر جادو کر دیا جس سے اپنے والدین سے بالکل بیزار ہو گیا۔ بہت عمل کیا مگر افاقہ نہیں ہوا اب یہ بتلایا گیا کہ شیطانی عمل ہی سے دُور ہوگا۔ تو اگر ایسا عمل (جادو) کرایا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

---

[1]..... وقد اجاز بعض العلماء تعلم السحر لاحد امرین: اما لتمییز مافیه کفر من غیره، واما لازالته عمن وقع فیه الی قوله: واما الثانی: فان کان لایتم کما زعم بعضهم الا بنوع من انواع الکفر او الفسق فلا یحل اصلا، والا جاز للمعنی المذکور، احکام القرآن للتهانوی ص ۴۹/۱، اقسام السحر احکامها،

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کہنا کہ عملِ شیطانی ہی سے علاج ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ دفعِ سحر جائز اعمال سے بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دفعِ سحر کے لئے معوذتین نازل ہوئی تھیں[۱]۔ مثلاً اگر سحر کئے کو چالیس روز تک سورۂ فاتحہ مع بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم چینی کے برتن پر زعفران کے پانی سے لکھ کر دھو کر پلایا جائے نہار منہ تو باذنہ تعالیٰ شفا ہو جاتی ہے[۲]۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ سورۂ فاتحہ شفا ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ // ۱۷/۷/۸۸ھ

سحر کا اثر اور ساحر کا حکم

سوال:- زید وجع المفاصل کی بیماری میں چار ماہ سے بیمار رہا، علاج کرتا رہا مگر بے سود بعض لوگوں نے خیال کیا کہ کسی نے جادو کیا ہے۔ مکان کی تلاشی لی گئی اور کچھ تعویذ نکل

۱..... اخرج ابن مردویه والبیهقی فی الدلائل عن عائشة ان یهودیا سحر النبی ﷺ فی احد عشر عقدة فی وتر دسه فی بیر فمرض النبی ﷺ ونزلت معوذتان الحدیث (تفسیر مظهری ص ۳۷۶ ج ۱۰، سورة الفلق)

۲..... وللمسحور والمریض الذی اعیاالاطباء مرضه یکتب فی اناء چینی ابیض (الی قوله) فیمحوه بالماء ویشرب الماء اربعین یوما قلت ورأیت سیدی الوالد یزید علیه الفاتحه (القول الجمیل ترجمه شفاء العلیل ص: ۸۹، رحیمیه فصل برائے مسحور مریض مایوس العلاج)

۳..... عن عبد الملک بن عمیر قال قال رسول الله ﷺ فاتحة الکتاب شفاء من کل داء، سنن الدارمی ص ۲/۴۴۵، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحة الکتاب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیر درمنثور ص ۱/۱۵، تفسیر سورة الفاتحة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

آئے جس کے بعد مریض کو افاقہ ہوا۔ ایک صاحب نے اپنے عمل (جادو) سے رکھنے والے کو معلوم کیا جو اس گھر کی رہنے والی ہندہ ہے مگر وہ اس فعل سے انکار کر رہی ہے مریض اس کے بعد بھی سخت بیمار رہا۔

۱۔ کیا جادو کے ذریعہ بیمار ہونا شرعاً درست ہے؟

۲۔ بغیر دیکھے تعویذ رکھنے والے کو معلوم کرنا ممکن ہے؟

۳۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو تعویذ رکھنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۴۔ اور نفی کی صورت میں اس قسم کے اعتقاد رکھنے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱۔ شرعاً یہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے[1]

۲۔ عملیات کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہے لیکن بغیر حجتِ شرعیہ کے شرعاً مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ جب تک وہ عورت اقرار نہ کرے یا شرعی شہادت سے ثبوت حاصل نہ ہو، اس کو سزا دینا درست نہیں۔

۴۔ جو لوگ سحر (جادو) کے منکر ہیں ان کا یہ انکار اہلِ سُنّت والجماعت کے خلاف ہے۔

اختلفوا أله (ای للسحر) تاثیر فقط بحیث یغیر المزاج فیکون نوعاً من الامراض اوینتهی الی الحالة بحیث یصیر الجماد حیواناً مثلاً وعکسه فالذی علیه الجمهور هو الاوّل وذهب طائفة قلیلة الی الثانی الیٰ قوله والحق ان لبعض

---

[1]..... اخرج ابن مردویة والبیهقی فی الدلائل عن عائشة ان یهودیا سحر النبی ﷺ فی احد عشر عقدة فی وترد سه فی بیرٍ فمرض النبی ﷺ ونزلت معوذتان الحدیث (تفسیر مظهری ص ۳۷۶ ج ۱۰، سورة الفلق)

اصناف السحر تاثیراً فی القلوب کالحب والبغض والقاء الخیر والشر وفی الابدان بالالم والسقم اھ فتح الباری ص۱۸۸، ج۱۰[1]

والسحر فی نفسه حق امر کائن الا انه لا یصلح الا للشر والضرر بالخلق، والوسیلة الی الشر شرفیصیر مذموماً اھ قال ابوحنیفةؒ الساحر اذا اقر بسحره او ثبت بالبینة یقتل ولا یستتاب منه ردالمحتار[2] ص۴۵۶ ج۱، فلو فعل ما فیه ھلاک انسان اومرضه اوتفریق بینه وبین اِمرأته وھو غیر منکر لشئ من شرائط الایمان لا یکفر لکنه یکون فاسقاً ساعیاً فی الارض بالفساد فیقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعی فی الارض بالفساد وھٰذه العلة تشتمل الذکر والانثیٰ واما اذا کان سحراً ھو کفر فیقتل الساحر لا الساحرة لان علة القتل الردة والمرتدة لا تقتل کذا ذکره صاحب الارشاد فی الاشراق، شرح فقه اکبر[3] ص۱۷۸،

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ہندہ کوکوئی سزانہیں دی جاسکتی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا

سوال:- ہندہ پر بعقیدہ عوام آسیب کا خلل ہے وہ وقتاً فوقتاً کھیلتی رہتی ہے اور ہندہ

---

[1]..... فتح الباری ص۱۸۹ ج۱۰ مصری، وصفحہ۱۷۳/۱۰، کتاب الطب، باب السحر، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

[2]..... ردالمحتار نعمانیہ ص۲۹۵ ج۳، باب المرتد. مطلب فی الساحر والزندیق، شامی کراچی ص۲۴۰، ۲۴۱/۴، احکام القرآن للتھانوی ص۴۰، ۴۱/۱، اقوال الفقھاء فی السحر والساحر، مطبوعہ کراچی،

[3]..... شرح فقه کابر ص۱۷۸، السحر والعین حق، مطبوعہ مجتبائی دھلی،

اوراس کے گھر کے لوگوں نے مسلم عاملین کو دکھا کر ہندو اوجھا کو دکھایا اس نے اپنے طریقہ کار اور عقیدہ کے مطابق اس کی دیکھ بھال کی لیکن ہندہ اچھی نہ ہوئی۔ اوجھا کے گھر آتے جاتے ہندہ نے دیکھا کہ دوسرے اس طرح کے مریض کے لئے ہندو عامل خنزیر کی بھینٹ چڑھاتا ہے اور وہ اچھے ہورہے ہیں۔ لہٰذا یہ بات ہندہ اوراس کے گھر والوں کے ذہن میں بیٹھ گئی ایک روز ہندہ نے کھیلتے ہوئے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم پر تم لوگ خنزیر کا بھینٹ چڑھاؤ تو چھوڑ دیں گے ورنہ نہیں چھوڑیں گے خنزیر بھی ایک روز کا تخلیق شدہ ہو چنانچہ ہندہ کے گھر کے لوگ چار خنزیر کے بچے جو ایک روز کے تخلیق شدہ تھے چالیس روپیہ میں خرید کر لائے اوران کا گلا دبا کر بھینٹ چڑھائی یہ مشیتِ ایزدی تھی کہ ہندہ آج تک ٹھیک نہیں ہوئی جب ہندہ کی برادری کے لوگوں نے یہ واقعہ سنا تو ہندہ اوراس کے گھر والوں کو برادری سے نکال دیا اور سوشل بائیکاٹ کردیا، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ برادری کے لوگوں کا ہندہ اوراس کے گھر والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا از روئے شرع کہاں تک صحیح ہے؟ کیا ہندہ اوراس کے گھر کے لوگ اس فعل کی وجہ سے خارج از ایمان تو نہیں ہوگئے اگر ہوگئے تو ایمان اور برادری میں انہیں کس طرح واپس لایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بھینٹ چڑھانا سخت غلطی ہوئی خنزیر کی بیع وشراء بھی باطل ہے[1] اور معصیت ہے ان لوگوں کو توبہ واستغفار لازم ہے غیر اللہ کے نام کی نذر کو بحر[2] میں شرک لکھا ہے اس لئے احتیاط کا

---

[1]..... اما بیع الخمر والخنزیر ان کان قوبل بالدین کالدراهم والدنانیر فالبیع باطل (هدایة ص ۴۹ ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص ۷۱ ج۶، باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2]..... وأما النذر الذی ینذره أکثر العوام علی ماهو مشاهد کان یکون لانسان غائب الیٰ قوله فهٰذالنذر باطل بالاجماع..... والنذر للمخلوق ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بھی تقاضہ یہ ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر تجدیدِ ایمان بھی کرلیں[۱]، اور اپنی غلطی کا اقرار ندامت کے ساتھ کریں پھر ان کا بائیکاٹ ختم کردیا جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۹۰ھ

حاضرات نکلوانا

سوال:- ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ عامل لوگ بچوں کے ناخن میں سیاہی دے کر مؤکل یعنی جن سے جو چاہے سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب مؤکل دیتا ہے تو شرعاً یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جنات کو قبضہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر حاضرات میں کلماتِ کفریہ وشرکیہ نہ ہوں نہ استمداد من غیر اللہ ہو تو درست ہے ورنہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....لایجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق .....ومنها ان ظن ان الميت يتصرف فی الامور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذٰلک کفر (البحر ص ۲۹۸ ج ۲، قبيل باب الاعتكاف، فصل فی النظر، مطبوعه مكتبة الماجدية كوئٹه، شامی نعمانيه ص ۴۳۹ ج ۲، شامی كراچی ص ۲/۴۳۹، كتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی يقع للاموات الخ)

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱.....وما كان فی كونه كفرا اختلاف يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک احتياطا، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۱، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

۲..... فاما الهجر ان لاجل المعاصی والبدعة فواجب استصحابه الی ان يتوب من ذلک، المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم ص ۶/۵۳۴، كتاب البر والصلة، باب النهی عن التحاسد والتدابر الخ، حكم الهجران لاجل المعاصی، مطبوعه دارابن كثير دمشق بيروت،

نہیں[1]، لیکن حاضرات میں نظر آنے والی چیز یقینی نہیں ہوتی۔ بعض[2] اکابر کا خیال ہے کہ وہ صرف دیکھنے والے اور عامل کے تخیل کا اثر ہوتا ہے اسلئے اسکی وجہ سے کوئی قطعی حکم نافذ کرنا یا کسی پر کوئی الزام عائد کرنا درست نہیں[3]۔ جنات کو قبضہ میں کرنے کیلئے کیا کرنا ہوتا ہے؟ اور اس سے کیا غرض ہوتی ہے؟ لکھ کر دریافت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۸ھ

عمل حاضرات سے متعلق تفصیل

الاستفتاء:- (۱) حاضرات کیا چیز ہے؟ اور حاضرات کسے کہتے ہیں؟ اور حاضرات کی کتنی قسمیں ہیں (۲) حاضرات سے کیا فائدہ ونقصان ہے؟ کیا شریعت میں اس کی کچھ اصلیت ہے؟ (۳) حاضرات کے ذریعہ علاج کرانا اور زندہ ومردہ روحوں سے بات چیت کرنا اور کرانا کیسا ہے؟ (۴) حاضرات کے ذریعہ لوگ بچوں کو دکھا کر تقریر کرواتے ہیں اور تعویذ لکھواتے ہیں تو یہ کہاں تک صحیح ہے (۵) حاضرات میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں تو کیا وہ صحیح کہتے ہیں یا جنات ہوتے ہیں اپنے کو مغالطہ دیتے ہیں جنات ہوتے

---

[1]..... الرقية اذا كانت ..... بادعية ماثورة او آيات قرآنية ..... فهي مما لا بأس بها ..... وان كانت بكلمات فيه استعانة من الشياطين او الكواكب فملحقة بالسحر المكفر، احكام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، حكم الرقى والعزائم، تحقيق السحر وحكمه، مطبوعه ادارة القرآن كراچی،

[2]..... حضرت تھانویؒ نے مجالس حکیم الامت ص ۱۳۱ میں ارشاد فرمایا ہیں، ''بہت سے تعویذ گنڈے والے حاضرات کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کے قائل ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ حاضرات محض خیالات کا تصرف ہے الخ

[3]..... امداد الفتاویٰ ص ۸۶ ج ۴، تعويذات واعمال، كتاب الحظر والاباحة، عنوان ''برتن پر کوئی آیت وغیرہ پڑھکر حرکت میں لانا اور اس سے وقائع معلوم کرنا''، مطبوعه زكريا ديوبند،

ہوئے اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح جنات کے بھی پر ہوتے ہیں؟ (۶) حاضرات میں زیادہ تر چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں آٹھ سال سے بارہ سال تک دیکھتے ہیں اور آوازیں سنتے ہیں تو کیا وہ لڑکے اور لڑکیاں صحیح جواب دیتے ہیں (۷) حاضرات کے ذریعہ شہدائے کرام و بزرگان دین اور علماء کرام کی روحیں آکر بات چیت کرتی اور تحریر کرتی ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟ ایسا ہوسکتا ہے؟ اور بھی بہت سے لوگوں کی روحیں آجاتی ہیں۔ یا یہ جنات ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو بزرگان دین اور علماء کرام وغیرہ بن کر بچوں کے سامنے آکر بات چیت کرنے اور تقریر کرنے لگتے ہیں اور تعویذ وغیرہ بچوں کا ہاتھ پکڑ کر لکھواتے ہیں؟ (۸) کیا حاضرات کرنے اور کرانے والے گنہگار ہوتے ہیں یا ہوسکتے ہیں؟ (۹) حاضرات کو چھوڑ کر چھوٹے بچے یعنی لڑکے اور لڑکیاں ہی کم عمر والے کیوں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں؟ اور بڑی عمر والے کیوں نہیں دیکھ اور سن پاتے ہیں؟ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پندرہ اور بیس سال تک کی عمر کی لڑکیاں دیکھ کر آوازیں سن لیتی ہیں؟ (۱۰) اسلام میں حاضرات کے سیکھنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگ **بسم الله الرحمن الرحيم** سے اور بعض لوگ آیت کریمہ سے اور بعض لوگ قرآن شریف کی سورتوں اور آیتوں سے حاضرات کرتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے اور اس سے حاضرات ہوتا بھی ہے (۱۱) کیا حاضرات سے عقائد خراب ہوتے ہیں یا ہوسکتے ہیں؟ حالانکہ حاضرات کے ذریعہ روحانی علاج اور جسمانی علاج بھی ہوجاتا ہے کیوں کہ دیکھا گیا ہے کہ سحر و جسمانی بیماریوں کے مریضوں کو حاضرات کے ذریعہ فائدہ ہوا ہے مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مہربانی فرما کر شریعت مقدسہ کی رو سے دینے کی زحمت کریں تاکہ اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

روح کے لئے پانچ صفات ہیں۔ عاقلہ غضبانیہ، شہوانیہ، خیالیہ، واہمہ، جس میں

عاقلہ غالب ہو اور بقیہ صفات اتنی مغلوب اور مضمحل ہوں کہ ان کا ظہور ہی نہ ہوتا ہو ایسی روح کو روح ملکی کہتے ہیں جس میں غضبانیہ غالب ہو وہ حیوانیہ سبعیہ ہے جس میں شہوانیہ غالب ہو وہ حیوانیہ بہیمیہ ہے جس میں خیالیہ اور واہمیہ غالب ہو وہ جنّیہ ہے جس میں پانچوں صفات اعتدال کے ساتھ ہوں وہ انسانیہ ہے پھر اگر انسان عاقلہ کو حاکم بنا کر بقیہ چاروں کو تابع اور محکوم رکھیں تو اس کا مقام بہت بلند ہوتا ہے یہاں تک کہ ملائکہ سے بڑھ جاتا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اگر قوت غضبانیہ حاکم ہو جائے تو مزاج میں درندگی اور سبعیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے لوگوں کو بڑی وحشت ہوتی ہے ایسا آدمی ہر وقت دوسروں کو ستانے اور زیر اقتدار رکھنے کی ہر غلط سے غلط تدابیر اختیار کرتا ہے کوئی مروت اس میں باقی نہیں رہتی۔ اگر شہوانیہ حاکم ہو جائے تو نفسانی خواہشات پوری کرنے میں اسکی زندگی خرچ ہوتی ہے کوئی شرم وحیاء باقی نہیں رہتی۔ اگر خیالیہ اور واہمیہ حاکم ہو جائے تو جنات سے اس کو مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اپنے قوت خیالیہ کے ذریعہ دوسروں میں تصرف کر لیتا ہے۔

حاضرات میں اکثر تو عامل کی قوت متخیلہ کا تصرف ہوتا ہے کہ جیسے جیسے وہ بیان کرتا یا سوچتا جاتا ہے بچے کو وہ چیز نظر آتی چلی جاتی ہے کبھی اس کے تعلقات جنات وشیاطین سے ہوتے ہیں وہ اس کے کہنے پر مختلف صورتوں میں سامنے آجاتے ہیں۔ حاضرات کوئی شرعی دلیل نہیں لہٰذا اس کے ذریعہ نہ کسی کو چور وغیرہ مجرم قرار دیا جاسکتا ہے نہ کسی کو بری کیا جاسکتا ہے۔ اس میں خطرات بھی ہوتے ہیں بسا اوقات جنات شیاطین عامل پر بھی اثر کر دیتے ہیں اگر عامل محفوظ رہ بھی گیا تو اس کی نسل در نسل سے انتقام لیتے ہیں۔ جنات کو حق تعالیٰ نے ایک قوت دی ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں آسکتے ہیں جانوروں کی صورتوں میں بھی آسکتے ہیں اور اپنا نام بھی جو چاہے بتا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے ولی بزرگ کا نام بھی بتاتے ہیں۔ مریض پر بھی جنات تصرف کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو بیماری بھی لاحق ہوتی ہے اور

صحت بھی ہوسکتی ہے جولوگ مرچکے ہیں ان کا بھی نام بتادیتے ہیں کہ میں فلاں ہوں نابالغ بچوں پر اورعورتوں پر واہمہ کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس لئے حاضرات سے وہ زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔قوت خیالیہ کوجس قدر آدمی جمع رکھے گا اسی قدر اس کو جنات سے تلبس ہوجائے گا۔اس کے لئے مستقل عملیات بھی ہیں۔جن کے ذریعہ جنات تابع ہوجاتے ہیں۔بعض عمل جائز ہیں۔بعض ناجائز۔عافیت اجتناب میں ہی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۹ھ

یٰسین شریف کا ختم

سوال:- بہت سی عورتیں اپنی ضرورتوں کو پوار کرنے کے لئے اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے یسین شریف ۴۱/یا ۷۱/بار پڑھ کر اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کو اور سب کو پہونچا کر اپنے واسطے دعا کرلیتی ہیں یہ طریقہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سورۂ یٰسین شریف کو ۴۱/یا ۷۱/دفعہ پڑھ کر دعا کرنے کا عمل اگر تجربہ سے مفید ثابت ہو اور اس سے مصائب دور ہوجاتے ہوں تو درست ہے[1] مصائب دور کرنے کیلئے اصل عمل

---

[1]..... لا باس بالمعاذات اذا کتب فیھا القرآن او اسماء اللہ تعالیٰ وفی المجتبی اختلف فی الاستشفاء بالقرآن بان یقرأ علی المریض او الملدوغ الفاتحۃ ..... قال رضی اللہ عنہ: وعلی الجواز عمل الناس الیوم، وبہ ردت الآثار، (شامی کراچی ص۳۶۳، ۶/۳۶۴ ، کتاب الحظر والاباحۃ آخر فصل فی اللبس)

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا اور گناہوں سے پرہیز نیز سنت کی اشاعت کرنا ہے[1]۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

وظیفہ سورۂ یٰسین کے ختم پر شیرینی

سوال:- یٰسین شریف تین دن وظیفہ کے طور پر ۴۱/۴۱/ بار پڑھنے پر تینوں دن کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی نفسہٖ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ نہ شریعت میں اس کا کوئی حکم ہے، ممکن ہے کہ یہ تجربہ کی چیز ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ

---

[1].....قال تعالیٰ: وماصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم الآیة: یاعلی ما اصابکم من مرض او عقوبة او بلاء فی الدنیا فبما کسبت ایدیکم، الجماع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۸/۳۰، الجزء السادس عشر وقال تعالیٰ ما اصابک من حسنة فمن الله وما اصابک من سیة فمن نفسک الآیة، ای ما اصابکم الناس من خصب واتساع رزق فمن تفضل الله علیکم، وما اصابکم من جدب وضیق رزق فمن انفسکم، ای من اجل ذنوبکم وقع ذلک بکم الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۳/۲۴۵، الجزء الخامس، سورة الشوریٰ، آیت: ۳۰، سورة النساء آیت: ۷۹، مطبوعه دارالفکر بیروت،

حزب البحر پڑھنے کی اجازت

سوال:- دعا حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت اور طریقۂ عمل بتلائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر محض ثواب کے لئے پڑھنا ہو تو روزانہ ایک دفعہ کسی وقت پڑھ لیا کریں۔ نہ کسی طریقۂ خاص کی ضرورت ہے نہ کسی کی اجازت کی اگر کسی خاص عمل کے لئے پڑھنا ہو تو کسی عامل سے اجازت لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عمل کو پلٹنے کا حکم

سوال:- میری بہن کے شوہر کی دوسری بیوی نے میری بہن اور ان کے شوہر میں جدائی ڈالنے کا ایسا سخت کوئی عمل کرادیا کہ اگر اس کو پلٹا جائے تو عامل بتاتے ہیں کہ اس عمل کرانے والی کی جان کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً عمل پلٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے عامل سے اس کو پلٹایا جائے جو اس عمل کے اثر کو ختم کردے اور کفر وشرک یا کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے[1] اور جان نہ لیلے ہلاک نہ کردے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۴ھ

---

[1]..... عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوعاً لاَ بَأْسَ بِالرُّقىٰ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ (مشکوٰۃ ص ۳۸۸ ج ۲) کتاب الطب والرقی. مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الفصل الاول، جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں کوئی شرک کی بات نہ ہو۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نقوش میں یا جبرئیل لکھنا

سوال:-بعض نقوش کے ساتھ یا جبرئیل وغیرہ لکھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کو منع لکھا ہے۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۱۴۸۶ھ

وسعتِ رزق کا عمل

سوال:- احقر کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے اور کچھ مقروض بھی ہے اس لئے دعا کریں اور وسعتِ رزق کے لئے کوئی عمل تجویز کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سبحان الله وبحمده وسبحان الله العظيم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۲].....رابعها: مالايكون فيه كفر ولا ضرر ولا اضرار ولا معصية ولايترتب عليه مفسدة ..... فهو فی نفسه مباح، احكام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، تحقيق السحر وحكمه، اقسام السحر واحكامها، مطبوعه ادارة القرآن كراچی،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱]..... اغلاط العوام ص۱۰۷، تعويذات وعمليات كی اغلاط، مطبوعه شمس پبلشرز ديوبند، التقی فی احكام الرقی ص ۲۵، فصل دوم، مطبوعه اشرفيه دهلی،

وبحمده استغفر الله(۱۰۰/ بار)اوّل اورآخر درود شریف (گیارہ بار) روزانہ پڑھا کریں[۱] اللہ پاک حلال روزی فراغت کی عطا فرمائے اور قرض سے نجات دے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۸/۸۷ھ

وسعتِ معیشت کا علاج

سوال:-معیشت کے لئے اگر کوئی تدبیر یا عمل ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اول وآخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھیں حق تعالیٰ حلال روزی برکت والی دیگا۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۳ھ

عمل برائے امداد مظلومین واُجرتِ تعویذ

سوال:-زید کے دل میں خلوص ہے اور وہ خلوصِ نیت سے کوئی قرآنی عمل کر رہا ہے۔

---

[۱]..... اخرج المستغفری عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قلّت ذَاتُ یَدَیَّ فَقَالَ اَیْنَ اَنْتَ عَنْ صَلوٰةِ الْمَلائِکَةِ وَتَسْبِیْحِ الْخَلائِقِ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ مَابَیْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلیٰ اَنْ تُصَلِّی الصُّبْحَ تَأتِیْکَ الدُّنْیَا صَاغِرَةً رَاغِمَةً، (حصول الرفق بوصول الرزق) (از رسائل سیوطی ص ۳۳)

[۲]..... اذا عنت لک حاجة ..... فاقرأ سورة الفاتحة احدی واربعین مرة بین سنة الفجر وفرضه، شفاء العلیل شرح القول الجمیل ص ۷۶، باب برائے رفع حاجت، کتبخانه رحیمیه دیوبند،

کہ اس سے وہ قوت حاصل کر کے دین وقوم کی خدمت کرے گا۔ مراد مظلومین کی امداد اور ظالمین کا خاتمہ ہے زید کے لئے وہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تعویذ کے لکھنے والے تعویذ دینے کے بعد جو پیسہ لیتے ہیں ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تک عمل کی پوری کیفیت سامنے نہ آئے اس کے متعلق حکم کیا لکھا جائے، نیز قرآن کریم ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے، ظالموں کو ظلم سے روکنے اور عدل کو پھیلانے کے احکام بھی موجود ہیں دعا اور بددعا بھی موجود ہے ربنا اطمس عَلیٰ اموالھم [۲] (الآیۃ) جو شخص تعویذ جانتا ہے اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہیں کرتا، غلط کام کے لئے تعویذ نہیں دیتا اس کے لئے نذرانہ کی بھی گنجائش ہے [۳] مگر اس کو پیشہ بنانا مناسب نہیں، حسبۃ للہ خدمتِ خلق کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۶ھ

عمل برائے گمشدہ

سوال:- گم شدہ چیز کے لئے کوئی عمل براہِ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دو رکعت تنہائی میں صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھ کر درود شریف سات دفعہ، سورۂ لقمان

---

[۱].....اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست نابود کر دیجئے۔ سورۃ یونس آیت: ۸۸،

[۲]..... جوزوا الرقیة بالا جرة ولو بالقرآن (شامی کراچی ص۵۷ ج۶، شامی نعمانیه ص ۳۶ ج۵، کتاب الاجارة، باب الاجرة الفاسدة، مطلب تحریم مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة الخ، بذل المجهود ص ۱۱/۵، کتاب الطب، باب کیف الرقی، مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور)

رکوع (۲) کی آیت یَابُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَکُ سے (لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ) تک ۱۱۹ دفعہ پھر یا حفیظ ۱۱۹ دفعہ پھر درود شریف ۷ دفعہ پڑھ کر دعاء کی جائے کہ اے خدائے پاک میں گنہگار ہوں، تو غفار ہے، میں عاجز ہوں تو قادر ہے، میں نادان ہوں تو دانا ہے، میں ضعیف ہوں تو قوی ہے، میں محتاج ہوں تو غنی ہے۔ فلاں چیز بلا استحقاق کے تو نے ہی عطا فرمائی اور سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے وہ چیز گم ہوگئی حالانکہ اس کی حاجت بھی تیری ہی پیدا کی ہوئی ہے وہ چیز واپس عطاء فرمادے مجھے محروم نہ فرما۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۱۴/۹/۹۵ھ

شئی مسروق کے لئے عمل

سوال:- کسی شخص کو چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عمل جادو ہو یا قرآن پاک سے ہوا پنی چیز کے ملنے کی کرے تو کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

آیات قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے دعا کرانا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے درست ہے حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے۔[۱] لیکن سحر درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۹۴ھ

---

[۱]..... اَللّٰهُمَّ رَادَّ الضَّالَّةِ وَهَادِیَ الضَّلَالَةِ تَهْدِیْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِی بِقُدْرَتِکَ وَسُلْطَانِکَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَائِکَ وَفَضْلِکَ (حصن حصین ص ۱۴۶ منزل پنجم روز دوشنبہ، مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ:- اے اللہ گم شدہ چیز کو واپس لوٹانے والے بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانے والے تو ضلالت سے نکال کر رہنمائی فرماتا ہے، مجھ کو اپنی قدرت اور اپنی حکومت سے میری گم شدہ لوٹا دے اسلئے کہ وہ تیری بخشش اور مہربانی سے ہے۔

[۲]..... فاینها مالم یکن فیه وجه کفر ولکن فیه اضرار بالمسلمین وسعا فی الارض بالفساد فذلک حرام فعله وتعلیمه وتعلمه، احکام القرآن للتهانوی ص ۵۰/۱، اقسام السحر واحکامها، مطبوعه ادارة القرآن کراچی،

شادی ہونے کے لئے عمل

سوال:- حنیف خاں کا لڑکا معین خاں ہے جو اس وقت بالغ ہے لیکن ایک آنکھ خراب ہونے کی وجہ سے اسکی شادی نہیں ہوتی ہے۔ آپ دعاء کیجئے اور ایک تعویذ لکھ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

معین کو بتادیں کہ وہ بعد عشاء تنہائی میں دو۲/رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر یا بدیع العجائب بالخیر یابدیع ۱۰۱/دفعہ اول وآخر درود شریف ۷/دفعہ پڑھ کر دعاء کیا کرے، حق تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۵/۹۶ھ

عملیات سے متعلق چند ضروری ومفید سوالات

سوال:- (۱) ایک متوسط آمدنی والا شخص جس کے کئی ذریعہ آمدنی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہیں، کیا مزید آرام وآرائش کے لئے نقوش وتعویذات پر معاوضہ یا نذرانہ لے سکتا ہے؟

(۲) تعویذات ونقوش کو دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۳) کیا ضرورت منداور مریض کو بطور تعویذ آیت تحریر کرکے دے سکتا ہے تاکہ مریض بازو پر یا گلے میں باندھے؟ اعداد کے ذریعہ نقوش پُر کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا عملیات میں عربی کے علاوہ دیگر زبان مثلاً عبرانی وغیرہ کے غیر مانوس الفاظ استعمال کیا جاسکتا ہے؟

(۴) عملیات سے جن وشیاطین کو تابع کرنا، انھیں جلانا اور ہلاک کرنا یا عمل تسخیر سے لوگوں کو مسخر کرنا اور ان کے دل ودماغ پر اثر انداز ہونا کیسا ہے؟

(۵) کیا عملیات سے ہلاکت اعداء اللہ اور انکو مختلف قسم کی مضرتیں پہونچانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) ایک قسم کا معالجہ ہے جو شخص واقف ہو اور صحیح طریقہ پر علاج کرے تو نذرانہ لے سکتا ہے[۱] حسبۃً للہ خلقت کو نفع پہونچانا اعلیٰ بات ہے۔

(۲) جائز منافعِ دنیویہ کے لئے جیسے دفعِ مرض کے لئے جائز تعویذات ونقوش کا استعمال کرنا جائز ہے[۲]۔

(۳) آیات دے[۳]، سکتا ہے مگر تعویذات کو موم جامہ کرکے ایسے طریقہ پر استعمال کرے کہ بے وضو اس کا مس نہ ہو[۴]۔ اعداد کے ذریعہ بھی نقوش دینا درست ہے۔ اعداد آیت

---

[۱]..... جوزوا الرقية بالاجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحطاوى لانها ليست محضة بل من التداوى، (شامى كراچى ص۵۷، ج۶، شامى نعمانيه ص۳۶ج۵) كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ، تكملة فتح الملحم ص ۴/۳۳۰، كتاب الطب، باب جواز اخذ الاجرة على الرقية بالقرآن، مطبوعه دارالعلوم كراچى،

[۲]..... الرقية اذا كنت لغرض مباح بادعية ماثورة، او آيات قرآنية، او بما يشبهها من الكلمات المنقولة ..... فهى مما لابأس به الخ، احكام القرآن للتهانوى ص ۱/۵۱، حكم الرقى والعزائم، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، مرقاة شرح مشكوة ص ۴/۵۰۹، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى.

[۳]..... تقدم تخريجه راجع : ۱/

[۴]..... ولابأس بان يشد الجنب الحائض التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة، شامى كراچى ص ۶/۳۶۴، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فى التطر، التقى فى احكام الرقى ص ۳۶، خاتمه، تنبيه پنجم، مطبوعه اشرفيه دهلى،

کے ہوں یا اسماءِ الٰہیہ کے ہوں۔ جس عبارت کا مفہوم معلوم نہیں اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیئے خواہ کسی زبان کے ہوں[۱]۔

(۴) جنات وشیاطین کے شر سے تحفظ کے لئے جائز عملیات کرنا درست ہے[۲]۔ ان کے ذریعہ دوسروں کو ضرر پہونچانے کے لئے عملیات کرنا درست نہیں اس میں خطرات بھی ہیں، عملیات سے کسی کو مسخر کرنا وماؤف کرنا درست نہیں[۳]۔

(۵) اگر اعداء اللہ کے شر سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو جائز عملیات کے ذریعہ بقصدِ تحفظ انتظام کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۵ھ

قرعہ کی تفصیلات

سوال: - ایک عورت بیمار ہے اور اس عورت کا علاج مختلف ڈاکٹر اور حکیموں سے

---

[۱]..... رقية فيهااسم صنم اوشيطان اوكلمة كفراوغيرهاممالايجوزشرعاً ومنهامالايعرف معناها (مرقاة ص۵۰۷ ج۴، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، التقى فى الحكام الرقى ص۲۴، فصل اول، مطبوعه اشرفيه ديوبند، مطبع اصح المطابع بمبئى.

[۲]..... واما ماكان من الآيات القرآنية والآسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس ..... سواء كان تعويذا او رقية او نشره، مرقاة شرح مشكوة ص ۵۰۹/۴، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى،

[۳]..... تسخير وماكان منها بآيات قرآنية او اسماء الهية وامثالها الا ان المقصود بها اضرار مسلم، كالتغريق بين الزوجين ..... او تسخير مسلم بحيث يصير مسلوب الاختيار فى الحب او البغض لاحد ..... فحرام لكونه ظلما، احكام القرآن للتهانوى ص:۱۵، ج:۱، حكم الرقى والعزائم، مطبوعه كراچى، التقى فى احكام الرقى ص:۲۹، فصل ششم، مطبوعه اشرفيه دهلى،

کرایا گیا، لیکن کہیں بھی آرام نہیں ہوا۔ جب اس عورت کو کہیں بھی ان علاجوں سے فرق نہ پڑا تو برادری کے بڑے بڑے لوگوں نے کمیٹی کی اور ایک عامل سے کہا کہ تم اگر قرعہ ڈالنا جانتے ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے معلوم کرو۔ اس عورت کو جن کا اثر ہے یا کوئی جسمانی قدرتی مرض یا جادو ہے۔ اس قرعہ ڈالنے والے شخص نے قرعہ کے ذریعہ معلوم کر کے بتلایا کہ اس عورت پر جادو کا اثر ہے، حالانکہ قرعہ ڈالنے والا شخص کوئی خاص ماہر عملیات کے فن میں نہیں ہے۔ قرعہ اس طریقہ سے ڈالا گیا کہ اس عامل شخص نے ایک کوری ہانڈی منگائی اور چند لوگوں کے نام الگ الگ پرچیوں پر لکھے اور حضور پاک ﷺ اور خلفائے اربعہ، حسنین کا واسطہ دیا اور اس ہانڈی پر چار بڑے فرشتوں کے نام لکھے اور اس ہانڈی کو ایک طرف سے اس عامل نے اور دوسری طرف سے ایک دوسرے شخص نے شہادت کی انگلی کے اگلے حصہ سے ہانڈی کے کناروں سے ہانڈی کو اٹھالیا اور وہ پرچیاں ہانڈی میں ڈال دیں اور سورہ یٰسین شریف کو پڑھا اور جب سورہ یٰسین کے پہلے مبین پر پہنچا تو ہانڈی گھوم گئی اور سورہ یٰسین کو پڑھ کر سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس کو بھی پڑھا اور یہ الفاظ بھی پڑھے۔ الٰہی بحرمت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ساحر یا مجرم حاضر شود، تو ہانڈی گھوم گئی دوبارہ سب پرچیاں نکال لیں اور پھر الگ الگ پرچیاں ڈال دیں۔ دو پرچیوں پر ہانڈی گھوم گئی جب کہ وہی عمل کیا جو پہلے تھا جن کے نام پر ہانڈی پھری، انہی دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا گیا۔ اس مسئلہ کے اندر چند چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) قرعہ شریعتِ محمدی علیہ السلام میں گذری ہوئی بات پر یا جادوگر کو معلوم کرنے کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ قرعہ کی اصل حقیقت قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اس ماسبق طریقہ سے قرعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جب یہ قرعہ جائز ہے تو اس قرعہ کی وجہ سے یہ دونوں آدمی جادوگر قرار دیئے

جائیں گے یا نہیں؟ جب کہ مدعی و کمیٹی کے لوگوں کے پاس کوئی شرعی گواہ موجود نہیں ہے۔ صرف قرعہ کی وجہ سے ان دونوں آدمیوں کو ساحر و مجرم قرار دیا جارہا ہے۔

(۳) اگر اس ہانڈی کے پھرنے سے ان دو آدمیوں کا نام آجائے۔لیکن علاوہ اس قرعہ کے کوئی ثبوت مدعیان یا پنچایت کے پاس ان کے جرم کا نہیں ہے حالانکہ یہ دونوں فریق محفل عام میں قسم وحلف کے لئے تیار ہیں۔قسم اس طریقہ سے اٹھاتے ہیں کہ ہم خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں اور قسم دوبارہ اس طرح سے کھاتے ہیں کہ اگر ہم نے اس عورت پر جادو کیا ہو تو خدائے پاک ہم پر غضب نازل کرے ۔ ایسی صورت میں اس قرعہ کا اعتبار ہوگا یا اس حلف اور قسم کا؟ کیونکہ شرعی گواہ ان کے جادو کرنے کا کوئی کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔مجرم جو قرار دیئے گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات ہانڈی پھیرتے ہوئے پڑھی گئی ہیں ان پر ہمارا یقین ہے۔لیکن ہوسکتا ہے کہ اس قرعہ والے مولوی سے کچھ غلط ہانڈی پھرگئی ہو۔ہم نے جادو نہیں کیا۔ہم خدا کے مجرم ہوں گے اگر ہم نے جادو کیا۔

(۴) اگر یہ عمل قرعہ اندازی کا گذری ہوئی بات پر ناجائز ہے،نصوصِ قطعیہ قرآن وحدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور قرعہ ڈالنے والا کہتا ہے۔اگر مفتیان کرام حدیث وقرآن کریم سے ناجائز بتلادیں تو اس گناہ کی وجہ سے توبہ واستغفار کرنے کیلئے تیار ہوں اور جو برادری کے لوگ میرے اس دھوکہ میں آگئے ان سے بھی معافی کا طلب گار ہوں۔ اب اس عامل پر کوئی خاص مقرر سزا شریعت کی ہے یا توبہ واستغفار کرے۔ بعد کو پنچایت سے معافی کے بعد بری قرار دیا جائے گا۔کیونکہ اس عامل نے بھی دوسرے عامل کی اجازت سے یہ عمل کیا تھا۔

(۵) جن لوگوں کے سامنے یہ عمل کیا تھا۔انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس ہانڈی

پر کسی کا نام آئے گا تو ہم اسکے مطابق مجرم کو سزا دیں گے، حالانکہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ اسکے علاوہ شرعی طور سے حلف وقسم پر کوئی طریقہ بَری ہونے کا ہے یا نہیں؟ قرعہ کے بعد عامل نے کہا کہ قرعہ میں نے ضرور ڈالا، لیکن ہوسکتا ہے شریعت میں ان کو مجرم قرار نہ دیا جائے۔ تو قوم یعنی پنچایت نے فتویٰ کے جواب تک کوئی سزا نہیں دی، تو کیا یہ پنچایت اس عہد کی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں؟ جب کہ مسئلہ سے بے خبر ہے۔

(۶) قرعہ یا استخارہ گذری ہوئی بات پر ڈالا جائے یا آئندہ والی بات پر۔ قرعہ جائز ہے یا استخارہ جائز ہے؟

(۷) اگر اس طرح قرعہ ڈالنا شریعت میں جائز ہے تو مجرمان کو اس قرعہ پر مجرم ہی قرار دیا جائے گا یا قسم پر بَری کیا جائے گیا؟ **البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** پر عمل ہوگا؟

اگر اس طرح پر پرچیاں ڈال کر ہانڈی چلانا ناجائز ہے، عامل توبہ کرے تو وہ قابل معافی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص جادو کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے اور کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک کام میں دو صورتیں ہیں اور دونوں شرعاً برابر ہیں، جس صورت کو چاہے اختیار کرلیا جاوے۔ محض اطمینان کے لئے قرعہ اندازی کرلی جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کے دو بیویاں ہیں، اس کو سفر میں جانا ہے، شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جائے دوسری کو اعتراض کا حق نہیں۔ وہ قرعہ اندازی کرتا ہے جس کے نام پر نکل آیا اس کو ساتھ لے جاتا ہے۔[1] یا مثلاً ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے چار

---

[1]..... ولاقسم فی السفر دفعا للحرج فله السفر بمن شاء منهن والقرعة احب تطییبا لقلوبهن، (الدارالمختار علی الشامی ص ۲۰۶ ج۳، باب القسم، مطبوعه کراچی، مجمع الانهر مع سکب الانهر ص ۵۴۹/۱، کتاب النکاح، باب القسم، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

بیٹے چھوڑے اور ترکہ میں جائیداد (زمین، باغ، مکان) ہے۔ یہ چاروں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس تمام جائیداد کو قیمت اور حیثیت کے اعتبار سے چار قطعہ قرار دیئے جائیں گے جو کہ حیثیت اور قیمت میں برابر ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کون سا قطعہ کس کو دیا جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے۔ اس طرح کہ قطعوں کے نمبر مقرر کر دیئے جائے ہیں۔ (۱) قطعہ فلاں کا ہے (۲) فلاں (۳) فلاں (۴) فلاں۔ پھر چار کاغذوں پر نمبر ۱/۲/۳/۴ لکھ کر گولی بنا دی جائے، تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس گولی میں کس نمبر کا قطعہ لکھا ہوا ہے۔ پھر کسی ناسمجھ بچے کو بلا کر کہا جاوے کہ ان چاروں گولیوں کو ان چاروں پر تقسیم کر دیں۔ یا یہ چاروں آنکھیں بند کر کے ایک ایک گولی اٹھالیں، جس کے حصہ میں جو گولی گرے اس میں لکھا ہوا قطعہ اس کو مل جائے۔

(۱) غرض قرعہ آئندہ کاموں کے لئے ہوتا ہے گذشتہ کے لئے نہیں۔ قرعہ شرعی دلیل نہیں ہے[۱] محض اطمینان کے لئے ہے۔

(۲) عامل صاحب نے جو صورت اختیار کی ہے اس کی وجہ سے شرعاً ان دونوں شخصوں کو جادو کا مجرم قرار دینا جائز نہیں[۲]۔

(۳) جب وہ دونوں آدمی انکار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(۴) قرعہ شرعی حجت اور دلیل نہیں۔ عامل صاحب کو لازم ہے کہ بلا شرعی دلیل کے محض اپنے کسی عمل پر اعتماد کرتے ہوئے کسی کو مجرم قرار نہ دیں اور توبہ واستغفار کریں۔ جب وہ

---

[۱]..... قلنا كان استحبابا لتطييب قلوبهن لأن مطلق الفعل لايقتضى الوجوب، قد ذكره الشامى تحت قوله: (والقرعة احب) الخ. شامى كراچى ص:۲۰۶، ج:۳، باب القسم، مرقاة شرح مشكوة شريف ص:۴۵۷، ج:۳، كتاب النكاح، باب القسم، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

[۲]..... ملاحظه هو "التقى فى احكام الرقى ص۲۷، فصل پنجم، مطبوعه اشرفيه دهلى،

توبہ واستغفار کرلیں اور جن دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا ہے ان سے معافی مانگ لیں[۱]، اور اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ تو اب تک جو کچھ کیا غلط فہمی کی وجہ سے کیا تو ان کو معاف کر دیا جائے ان کو سزا نہ دیجائے۔

(۵) یہ عہد بھی غلط فہمی اور نادانی کی وجہ سے کیا گیا۔ جب قرعہ حجت شرعی نہیں ہے تو اس سے ثابت ہو جانے کی بناء پر مجرم قرار دیکر سزا دینا جائز نہیں۔ اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تھی تو اب سزا نہ دینے کی وجہ سے قسم کا کفارہ ادا کریں، جس نے قسم کھائی تھی کفارہ دیں۔ دس غریبوں کو شکم سیر دو وقت کھانا کھلائیں یا کپڑا پہنائیں یا تین روزے مسلسل رکھیں، توبہ استغفار کریں اور آئندہ کبھی ایسی قسم نہ کھائیں[۲]۔

(۶) استخارہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے۔ قرعہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے۔ دونوں جائز ہیں۔ عامل صاحب نے جو عمل کیا ہے وہ نہ قرعہ ہے نہ استخارہ ہے۔ استخارہ کی ترغیب آئی ہے۔ ابوداؤد شریف وغیرہ میں مذکور ہے[۳]۔

---

[۱]..... وان كانت (التوبة) عما يتعلق بالعباد ..... فيتوقف صمة التوبة منها مع ماقدمناه فى حقوق الله على الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بيان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى،

[۲]..... (وكفارته) اى الحنث تحرير رقبة أو اطعام عشرة مساكين أو كسوتهم وإن عجز عنها كلها وقت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء الخ (الدرالمختار على الشامى كراچى ص ۷۲۵ ج ۳/ كتاب الايمان مطلب كفارة اليمين، مجمع الانهر مع الدرالمنتقى ص ۲۶۴، ۲/۲۶۵، كتاب الايمان، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الفقه الحنفى وادلته ص ۹/۲۷۷، كتاب الايمان، كفارة اليمين، (القسم الاول (من) فقه المعاملات، مطبوعه دار الفيحاء بيروت)

[۳]..... عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعَلِّمُنَا الإِسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ الحديث، ابوداوڈشريف ص ۲۱۵ ج ۱/ باب الاستخارة، كتاب الصلاة، مطبوعه رشيديه دهلى،

(۷) یہ قرعہ بھی نہیں ہے، نہ شرعی حجت ہے، اس سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، وہ دونوں شخص ایسی صورت میں بَری ہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۳ھ

چور کا نام نکالنا

سوال:- فال نکالنا یعنی نام نکالنا یہ جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اس میں غلط نام آتا ہے، دوسرے آدمی کو غلط رسوا اور بدنام کیا جاتا ہے اور اکثر چوری دستیاب بھی نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ فال نکالنا شرعی دلیل نہیں ہے جس کا نام نکلے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مالِ مسروقہ وصول کرنا یا اس کو سزا دینا، گرفتار کرانا یا اس کو ذلیل اور رسوا کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس مقصد کے لئے ہو کہ چور ہوگا تو وہ ڈر کر مال واپس کر دے گا۔ تو یہ تدبیر درست ہے۔ لیکن اگر اس تدبیر سے نہ دے تو اس کو یقینی چور نہیں کہا جائے گا۔ اور کسی قسم کی زیادتی کا حق نہیں ہوگا[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۹۰ھ

---

[۱]..... وقال تعالیٰ ولاتقف مالیس لک به علم الآیة: قالا الشوکانی وقول ان هذه الآیة قد دلت علی عدم جواز العمل بما لیس بعلم، تفسیر حدائق الروح والریحان ص ۱۰۹/۱۶، تحت آیت: ۳۶، مطبوعه دار طوق النجاة بیرت،

[۲]..... ویجب علی من اطلع علی السارق بامثال هذه ان لایجزم بسرقته لایشیع فاحشة بل یتبع القرائن فانماهی طریق اتباع القرائن قال الله تعالیٰ: ولاتقف مالیس لک به علم (الآیة) (القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۲۸۹، مطبوعه مکتبه رحیمیه دیوبند) نیز ملاحظہ ہو رسالہ "التقی فی احکام الرقی" ص۲۷، فصل پنجم، مطبوعه اشرفیه دهلی،

آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال:- ایک شخص برابر قرآن کے ذریعہ چوروں کا نام نکالنے اور نکل جانے کو صحیح ماننا ضروری قرار دیتا ہے اور انکے نام نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو ایک تاگے یا رسّی میں باندھ کر لوہے کی کیل کے بیچ میں لٹکا کر اس کیل کو دو شخص کیل کے دونوں سروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اٹھا لیتے ہیں اور اٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے بیچ میں لٹکا رہتا ہے۔ اب نام نکالنے والے کا کہنا ہوتا ہے کہ جب اصل چور کا نام پرچہ پر لکھا ہوا قرآن میں ڈالا جائے گا تو قرآن گھومنے و چکر لگانے لگے گا۔ بس سمجھ لیجئے کہ چور اصل یہی ہے جس کے نام پر گھوم گیا۔ جناب والا سے دریافت ہے کہ یہ اہانتِ قرآن ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ حرکت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے، بے ادبی ہے اور اہانت کو مستلزم ہے[1]۔ اگر کسی کا نام نکل بھی آئے تو یہ شرعی حجت نہیں۔ اس کے ذریعہ اس کو چور قرار دینا جائز نہیں[2]۔ اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے۔ اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، بدگمانی بھی پھیلتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ نظام الدین

---

[1]..... یکرہ کتابة الرقع فی ایام النیروز والزاقها بالابوب الان فیه اهانة اسم الله تعالیٰ واسم نبیه علیه الصلاة والسلام، شامی کراچی ص ۶/۳۶۴، تکاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی النظر والمس،

[2]..... ویجب علی من اطلع علی السارق بأمثال هذه ان لایجزم بسرقته ولایشیع فاحشته بل یتبع القرائن الخ وإنماهی طریق اتباع القرائن قال الله تعالیٰ ولاتقف مالیس لک به علم (القول الجمیل شرح شفاء العلیل ص ۲۸۹، مطبوعه رحیمیه دیوبند، نیز ملاحظه هو رساله "التقی فی احکام الرقی" ص ۲۷، فصل پنجم، مطبوعه اشرفیه دیوبند)

چور کا پتہ معلوم کرنا پنڈت سے

سوال:- بکر کے گھر سے مال چوری ہوگیا ہے، اور پتہ نہیں ہے کہ کس نے لیا ہے، اب بکر پنڈت کے گھر جاتا ہے، اور پوچھ کر آتا ہے، اور چور پکڑتا ہے، سزا دیتا ہے، اب بکر کو پورا یقین ہوگیا کہ پنڈت نے صحیح کہا ہے عوام کو بھی یقین ہوگیا ہے، کیا مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پنڈت وغیرہ کسی سے غیب کی باتیں دریافت کرنا اور اس پر یقین رکھنا سخت گناہ ہے[1]، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے، ہرگز اس کے پاس نہ جائیں نہ اس سے باتیں دریافت کریں اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۶ھ

---

[1]..... وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (القرآن) سورۂ انعام، آیت: ۵۹،

ترجمہ:- اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا، بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے، جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریا میں ہے، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے۔

[2]..... قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا او كاهنا فصدقته بما يقول فقد كفر بما انزل على محمدٍ، كتاب الكبائر للذهبى ص ۱۴۲، الكبيرة السادسة والاربعون تصديق الكاهن والمنجم، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، مرقاة شرح مشكوة ص ۴/۵۳۱، باب الكهانة، كتاب الطب، آخر فصل الثانى، مطبوعه بمبئى،

مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا

سوال:- ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ عمل بتلایا کہ مصیبت کے وقت یا کسی پریشانی کے وقت پریشانی دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی رکھتے جائیں اور بسم اللہ پڑھتے جائیں۔ چاہے قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بھی قرآن پاک کی لائنوں پر انگلی رکھتا جائے اور بسم اللہ پڑھتا جائے تو کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصیبت دور کرنے کا علاج توبہ واستغفار ہے گناہوں سے نادم ہوکر معافی مانگنا اور آئندہ کو عہد کرنا ہے، حقوق اللہ، نماز، زکوٰۃ، صدقہ، روزہ جو بھی ذمہ میں باقی ہیں ان کو پورا کرنا ہے، بندوں کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور ان سے معافی مانگنا ہے[1]۔ قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھ کر بِسْمِ اللہ پڑھنا قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ نے علاج تجویز نہیں فرمایا۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم محرم ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لزم الاستغفار جعل اللہ له من کل ضیق مخرجا، ومن کل هم فرجا، ورزقه من حیث لایحتسب، رواہ احمد وابوداؤد، مشکوۃ شریف ص ۲۰۴/۱، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم، ثم هذا ان کانت التوبة فیما بنیه وبین اللہ کشرب الخمر وان کانت عما فرط فیه من حقوق اللہ کصلوۃ وصیام وزکوۃ فتوبته ان یندم علی تفریطه اولا ثم یعزم علی ان لا یفوت ابدا ولو بتاخیر صلوۃ عن وقتها ثم یقض مافاته جمیعا، وان کانت عما یتعلق بالعباد فیتوقف صحة التوبة منها مع ماقدمناہ فی حقوق اللہ علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فی الحال او الاستقبال الخ، شرح فقه اکبر ص ۱۹۴، بیان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی،

مؤکل اور جن کو تابع کرنا

سوال:-موکلین کا جنات کا بذریعہ آیات قرآنی تابع کرنا کیا حکم رکھتا ہے اگر ان کے ذریعہ کسی کارخیر کو انجام دیا جاوے مثلاً زید یا اس کے مکان میں آسیب کا اثر ہے اس کو ان کی قوت خفیہ کے ذریعہ سے زائل کر دیا تو باعث اجر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

موکلات اور جنات کا تابع کرنا اگر آیات قرآنی کو ناجائز طریق پر عمل کرنے سے ہو تو ناجائز اور حرام ہے اگر جائز طریق پر عمل کرنے سے ہو تب بھی اپنے منافع کی غرض سے ایک دوسری مخلوق کو پریشان کرنا اور تابع کرنا جائز نہیں[1]، نیز اس میں بہت سے مفاسد ہیں بعض دفعہ ناتجربہ کاری سے عمل الٹا پڑ جاتا ہے بعض دفعہ ناواقفیت سے الفاظ صحیح نہیں پڑھے جاتے جس سے معنی بدل جاتے ہیں اور عذاب کا اندیشہ ہے پرہیز اگر پورا پورا نہ ہو سکے تو بسا اوقات جنات نقصان پہنچاتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں وغیرہ وغیرہ[2]، رہا آسیب کا اثر زائل کرنا تو وہ موکلات کے تابع کرنے پر موقوف نہیں بلکہ اس کے دوسرے طریقہ بھی ہیں جو جائز اور بے خطرہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... معارف القرآن للعلامة محمد شفيع المفتي الاعظمؒ ص ۲۶۶، ۷/۲۶۷، تفسير سورة سباء آيت: ۱۲، تسخير جنات كا مسئله، مطبوعه مصطفائيه ديوبند، التقى فى احكام الرقى ص ۲۹، فصل ششم، كتب خانه اشرفيه دهلى،

[2]..... واكثر المسلمين على ان الشيطان قادر على الصرع والقتل والا يذاء بتقدير الله تعالىٰ (فتاوى عزيزى ص ۱۱۱ ج ۱، مطبوعه رحيميه ديوبند، التقى فى احكام الرقى ص ۲۹، فصل ششم، مطبوعه كتب خانه اشرفيه دهلى)

ہمزاد کیا ہے؟

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، جس کو ہمزاد کہتے ہیں، واقع میں شیطان پیدا ہوتا ہے یا صرف لوگوں کی کہاوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں موجود ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، عوام اس کو ہمزاد کہتے ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

ہمزاد تابع کرنا دستِ غیب اور کیمیا وغیرہ

سوال:۔ (**الف**) اپنا ہمزاد یا کسی دوسرے کا ہمزاد تابع کرنا جائز ہے اسی طریقہ سے ان کے ذریعہ کسی کار خیر کو انجام دینا یا کوئی اسلامی خدمت کرنا یا ان سے ذاتی خدمت کرانا کیا حکم رکھتا ہے دست غیب کے متعلق اگر یہ یقینی طور سے معلوم ہو جائے کہ یہ عطیہ ہم کو موکلات اپنی جیب خاص سے دیتے ہیں غیر کا مال نہیں لاتے تو اس کا صرف کرنا اس وقت جائز

---

[1] در بعض روایات آمدہ است کہ زائیدہ نمی شود آدمی زاد را فرزندے مگر آنکہ زائیدہ میشود از جن مانند آں و وی را ہمزادِ وی میگویند۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ کسی انسان کے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسی کے مثل ایک جن پیدا ہوتا ہے، جس کو اس کا ہمزاد کہتے ہیں۔ (**اشعة اللمعات ص:۸۷/ ج:۱/ هو ولديو لد لا بليس حين يولد لبنى آدم ولد (مرقاة ص:۱۱۶/ ج:۱/ باب فى الوسوسة، اصح المطابع بمبئى) راجع امداد الفتاوىٰ ص ۵۵۹/ ج ۴/**)

ہوگا یا ناجائز؟

(ب) سورہ لُمَزَۃ کو چالیس روز تک فجر کی سنت اور فرض کے درمیان خاص تعداد تک ذکر کرنے کے بعد کچھ نقد وزر یکمشت مل جاتا ہے اس نقد کی کوئی حد مقرر نہیں ہے تو یہ صورت بھی دست غیب کے افراد میں شامل ہو کر حرام ہو جاوے گی یا نہیں؟

(ج) اگر کسی کو کیمیا کا صحیح نسخہ کسی بزرگ سے بحالت بیداری مشافہۃً یا بحالت خواب بندائے ہاتف معلوم ہو جائے تو کیمیا بنا کر اس سے اپنی گزر اوقات کرنا اس کے لئے جائز ہوگا یا نہیں مشہور ہے کہ کیمیا بنانا ناجائز ہے کیوں کہ اس کی دھن میں اضاعت مال اور اضاعت وقت ہوتا ہے لیکن پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(د) دست غیب کے ذریعہ کسی ایسے قرض کا ادا کرنا جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نہ ہو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(الف) ہمزاد کیا ہے اور تابع کرنے کا طریق کیا ہے جب تک طریقہ معلوم نہ ہو جواب نہیں دیا جا سکتا۔ **لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی** (فتاویٰ[1] عالمگیری، ص ۷۷۸، ج ۲) کسی مسلمان کیلئے کسی کا مال بغیر سبب شرعی کے لینا جائز نہیں۔

صورت مذکورہ میں اگر موکلات مجبوراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے اور اگر خوشی سے معتقد ہو کر دیتے ہیں تو اس میں کچھ خرابی نہیں لیکن ایسا عمل مفقود ہے اگر معلوم ہو جائے کہ کسی غیر کا

---

[1]..... الهندية ص ۱۶۷/۲، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، مطبوعه كوئٹه، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۴۱، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، شامى كراچى ص ۴/۶۱، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، مطلب فى التعزير باخذ المال،

مال لاکر دیتے ہیں تب بھی ناجائز ہے[۱]۔

(ب) اس میں بھی تفصیل ہے یعنی دینے والے نے اگر خوشی اور اعتقاد سے دیا ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت بھی دست غیب میں شامل ہے[۲]۔

(ج) کیمیا کے متعلق جو کچھ مشہور ہے وہ صحیح ہے اضاعت مال بھی ہے اور اضاعت وقت بھی[۳]، اگر بڑی جانفشانی کے بعد کامیابی ہوگئی تو اس کا خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ اضاعت مال وغیرہ عوارض سے خالی ہو اور سونا خالص ہو جیسا کہ بازار میں فروخت ہوتا ہے اور کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو۔

(د) ناجائز ہے کیوں کہ ناجائز طریقہ سے یہ مال حاصل ہوا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا[۴]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۲/۵۱ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱..... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسلہ " التقی فی احکام الرقی" ص ۲۹، فصل ششم، مصنفہ حکیم الامتؒ، مطبوعہ اشرفیہ دھلی،

۲..... حوالہ بالا.

۳..... الکیمیاء ولا شک فی حرمتها لما فیها من ضیاع المال والاشتغال بما لایفید رد المحتار علی الدرالمختار کراچی ص ۴۵/۱، مقدمہ، مطلب فی الکهانة،

۴.....اور کوئی دست غیب کا عمل پڑھتا ہے جو محض ناجائز ہے کیونکہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ کچھ جنات مسخر ہو جاتے ہیں وہ کہیں سے روپیہ لا لاکر رکھ دیتے ہیں، یہ سب چوری ہے اور اگر جنات اپنے پاس سے لے آتے ہیں تو یہ چیز اور غصب ہے اور یہ سب حرام ہے، مستفاد رسالہ "التقی فی احکام الرقی" ص ۲۹، فصل ششم، مطبوعہ اشرفیہ دھلی،

ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا

سوال:- ایک گاؤں کے چند آدمی ڈاکہ زنی کے عادی ہوگئے ہیں جن سے عام لوگ بہت پریشان ہیں، ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ ہلاک کردینے کے قابل ہیں؟ اگر تعویذات اور عملیات سے ان کو ہلاک کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ڈاکوؤں کی اصل سزا قرآن پاک میں قتل، صلب، قطع بھی مذکور ہے[۱] مگر اس کو جاری کرنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں دیا گیا بلکہ اس کے لئے ایک خاص قسم کا تسلط وغلبہ والا امیر المومنین ہونا ضروری ہے، اس کی زیرنگرانی یہ سزا دی جاسکتی ہے۔[۲] لیکن جان، مال، اولاد، عزت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں حکومت سے تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی ہوشیار رہیں، غافل نہ رہیں جو شخص جان، مال، اولاد، عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے[۳] جائز تعویذات کے ذریعہ سے اگر حفاظت ہوسکے تو شرعاً

---

[۱]..... اِنَّمَا جَزَاؤُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَاداً اَنْ یُقَتَّلُوْا اَوْیُصَلَّبُوْا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِنْ خِلَافٍ الایة (سورة المائدہ آیت ۳۳ رکوع ۵)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں انکی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں (بیان القرآن، ص ۲۵، ج ۱)

[۲]..... ورکنہ اقامة الامام اونائبه فی الاقامة الخ (الهندیه ص ۱۴۳ ج ۲، کتاب الحدود، الباب الاول، مطبوعه مصری، البحر الرائق ص ۳ ج ۵ کتاب الحدود، رد المحتار علی الشامی کراچی ص ۴/۴، کتاب الحدود، قبیل مطلب التوبة تسقط الحد قبل ثبوته)

[۳]..... عن سعید بن زید ان رسول الله ﷺ قال ..... من قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید، رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی، باب مالایضمن من الجنایات، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

نظر بد کے لئے مرچیں جلانا

سوال:- بچہ کو یا کسی جانور مثلاً بھینس گائے کو نظر بد لگ جانے پر عورتیں عام طور پر مرچ یا سات کپڑے کی کتریں یا صرف سلا ہوا کپڑا لے کر بچے یا جانور کی طرف سات مرتبہ یا کچھ کم وبیش اشارہ کرکے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں۔اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟ پھٹکری وغیرہ سے بھی جھاڑتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نظر بد اتارنے کے لئے مرچیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے[2]، جبکہ کوئی خلافِ شرع چیز ان پر نہ پڑھی جائے۔مثلاً کسی دیوی دیوتا وغیرہ کی دہائی یا کسی جن وشیطان سے استعانت وغیرہ[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۲ھ

---

[1]..... الرقية اذا كانت لغرض مباح بادعية مأثورة او آيات قرآنية ..... فهي مما لابأس بها احكام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، حكم الرقى والعزائم، مطبوعه كراچی،

[2]..... يستفاد من هذه العبارة لابأس بوضع الجماجم فی الزرع والمطخة لدفع ضرر العين لأن العين حق تصيب المال والآدمی والحيوان ويظهر أثره فی ذالک شامی نعمانيه ص ۲۳۲ ج۵، فصل فی اللبس. شامی كراچی ص ۶/۳۶۴، قبيل فصل فی النظر والمس،

[3]..... رقية فيها اسم صنم او شيطان او كلمة كفر او غيرها مما لايجوز شرعا، مرقاة شرح مشكوة ص:۵۰۷، ج:۴، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، احكام القرآن للتهانوی ص ۱/۵۱، حكم الرقى والعزائم، مطبوعه كراچی،

نظر بد سے حفاظت کیلئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا

سوال:- بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ نظر بد سے حفاظت کے لئے لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے، نظر کا لگ جانا حق اور ثابت ہے حدیثِ پاک میں موجود ہے[1] اس سے حفاظت کے لئے جو علاج وتدبیر تجربہ سے ثابت ہو اس کا اختیار کرنا درست ہے جبکہ اس میں کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو[2]۔ پس اگر یہ غیر مسلموں کا طریقہ وشعار ہو تو اس سے بچنا چاہئے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۹۴ھ

سانپ وغیرہ کاٹنے پر زہر کا اثر اتارنے کے تعویذ کہاں ہیں؟

سوال:- اگر کسی سانپ یا کوئی اور زہریلا کیڑا کاٹے تو مسلمان کو ہندو لوگوں کے

---

[1]..... عن ابن عباس مرفوعاً قَالَ اَلْعَيْنُ حَقٌّ الحديث (مشكوٰة ص ۳۸۸ ج ۲، كتاب الطب والرقى، قبيل الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:- نظر لگ جانا حق ہے۔

[2]..... لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك، فتح البارى ص ۳۵۲/۱۱، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى احمد الباز مكة المكرمة، ويجوز كى الصغير وبط قرحته وغيره من المداواة للمصلحة ..... وكل علاج فيه منفعة لها درمختار على الشامى كراچى ص ۷۵۲/۶، كتاب الخنثىٰ مسائل شتىٰ،

[3]..... لقوله عليه الصلوة والسلام: من تشبه بقوم فهو منهم، مشكوة شريف ص ۳۷۵/۲، كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

پاس جا کر منتر پڑھوانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہماری اسلامی شریعت میں ایسا کوئی منتر یا دعاء ہوتو واضح کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعمالِ قرآنی[1]، شمس المعارف[2]، الدر المنظم میں سانپ اور دوسرے زہریلے جانوروں کے کاٹنے سے جوزہر چڑھ جاتا ہے اسکے اتارنے کی دعائیں منقول ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

سانپ کے کاٹے کا علاج

سوال:- (۱) بنگال میں سانپ کثرت سے ہوتے ہیں، اکثر کاٹ بھی لیتے ہیں، وقت پر علاج کرنے والا کوئی مسلمان نہیں ملتا، تو ہندوؤں سے علاج کراتے ہیں، وہ لوگ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے ہیں، تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

(۲) بعض دفعہ یہ لوگ ہاتھ چلاتے رہتے ہیں، اور پتہ لگاتے ہیں کہ زہر اتر گیا یا باقی ہے، لہٰذا اس پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

(۳) اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو براہ کرم تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر یہ متعین ہے کہ وہ اس جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلمات پڑھتے ہیں، تو ان سے

---

[1]..... (اعمال قرآنی ص ۱۷۸ موذی جانور، مطبوعہ دینی بکڈپو دھلی)

[2]..... شمس المعارف اردو ص ۱۱۴، زہر کے اثرات کا ازالہ. فصل: ۱۰، سورۂ فاتحہ کے اسرار وخواص اور دعوات، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی،

جھاڑ پھونک کرانا جائز نہیں[1]، اگر محض احتمال ہو تو مکروہ ہے[2]۔

(۲) یہ ایک تجربہ کی چیز ہے، جس کو تجربہ ہوگا بتا سکے گا کوئی شرعی اعتقادی چیز نہیں، جس سے ایمان کا خطرہ ہو، یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مقیاس الحرارۃ سے بخار دیکھ لیتے ہیں، یا اطباء نبض سے بخار اور اس قسم کی معلومات کر لیتے ہیں۔

(۳) اکتالیس دفعہ الحمد شریف مع بسم اللہ سات مرتبہ "**واذا بطشتم بطشتم جبارین**" تین دفعہ "**قل یاایھا الکافرون**" اول وآخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کر دیا کریں، نیز پانی پر دم کر کے پلا دیں، اگر بے ہوش ہو تو پانی اس پر چھڑک دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

سانپ کے کاٹے کا منتر

سوال:- بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: حصرا باحصن نارس ایک یہ ایک پانی ایک رہنداری اترے اترے تیرے سر پر سنک ڈھالی نہیں اترے گا تجھے راجا گڑڑ کی دہائی۔ گڈر میں بیٹھوں گڑر سے پھاڑ پھاڑ کھائے رفر کی سگت میر لی بھگت پھل منتری ایسوری جانے یہ

---

[1]..... رقیة فیھا اسم صنم او شیطان او کلمة کفر او غیرھا مما لایجوز شرعا، مرقاة ص۴/۵۰۷، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی، فتح الباری ص ۳۵۲، ج ۱۱، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکة المکرمة،

[2]..... وانما تکره العوذة اذا کانت بغیر لسان العرب ولایدری ما هو ولعله یدخله سحرا او کفرا او غیر ذلک، شامی کراچی ص:۳۶۳، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی النظر والمس،

مذکورہ عمل سانپ اتارنے کا ہے اس کے ذریعہ سے سانپ اتارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا منتر پڑھنا جس میں شرک ہو غیر اللہ کی دھائی ہو یا اس کے معنی معلوم نہ ہوں درست نہیں اور اس منتر میں غیر اللہ کی دھائی ہے اس لئے یہ ناجائز ہے۔[1] فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہ ۲/۳/۸۶ھ

سانپ کے کاٹے کا علاج نیم کے گرد چکر لگانا

سوال:- ہمارے پاس میں ایک درخت نیم کا ہے کسی کو سانپ کاٹ لے تو اس نیم کے درخت کے پانی سے غسل کرا کر درخت کے اطراف میں تین مرتبہ پھرنا پڑتا ہے سگی گنیسی تریملو کا نام لے کر اس درخت نیم کے اطراف میں پھرنا پڑتا ہے تو یہ سانپ کا اثر جاتا رہتا ہے تو کیا مسلمان کا اس طرح پر پھرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نیم کا پتہ اور اس کا پانی زہر اتارنے کے لئے مفید ہے اس میں مضائقہ نہیں لیکن نام مذکورہ لے کر تین دفعہ اس کے اطراف پھرنا یہ عمل ایسا ہے جیسے غیر مسلم اپنے دیوی دیوتا کے

---

[1]..... رقية فيها اسم صنم او شيطان او كلمة كفر او غيرها مما لايجوز زرعا، مرقاة ص۴/۵۰۷، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، مطبوعه بمبئى، فتح البارى ص ۳۵۲، ج ۱۱، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكة المكرمة،

ساتھ کرتے ہیں اس لئے یہ نہ کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۸۹ھ

جفر شرعی حجت نہیں

سوال:- ایک شخص ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور وہ ہمارے گاؤں اور شہر کے دورے پر ہے وہ بوہرہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتا ہے۔اس نے کویت دیش میں جا کر چند سال سیر کی ہے اور وہاں علم جفر کی تعلیم پائی ہے،جس کے ذریعہ یہ نئے نئے شعبدے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔یہ لوگوں کے ماضی کے حالات کسی حد تک بالکل صحیح بتاتا ہے اور کچھ مستقبل کے بھی حالات بتادیتا ہے،جس کی وجہ سے دیندار مسلمان بھی اس کے شیدا ہوگئے اور یہ دھوکہ بڑی زور سے ہر طرف پھیل رہا ہے،اس کا کہنا ہے کہ علم (جفر) صحابۂ کرامؓ و بزرگان دین کو بھی تھا۔اس علم سے ان لوگوں نے کام لئے ہیں۔اس کے اس عمل سے بہت سے مسلمانوں کے ایمان پر اثر آرہا ہے مگر صحیح معلومات نہ ہونے سے بہک رہے ہیں۔

(**نوٹ**) اگر اس شخص کو کسی آدمی کا نام کہدو تو وہ اس کے ماضی کے حالات بیان کر دیتا ہے، چاہے وہ سامنے حاضر ہو یا نہ ہو۔بعض مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ علم ناجائز ہے اور بعض اس کی تائید کرتے ہیں۔آپس میں مسلمانوں میں اختلاف پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس سے بھی زیادہ حالات بگڑنے کے امکان ہیں۔اسلئے آپ جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

---

[1]..... وانما تكره العوذة اذا كانت بغير لسان العرب ولا يدرى ماهو ولعله يدخله سحرا وكفر او غير ذالك، شامی زکریا ص۵۲۳ ج۹، كتاب الحظر والا باحة، فصل فی اللبس قبيل فصل فی النظر والمس.

الجواب حامداً ومصلیاً!

علم جفر کی نہ قرآن کریم نے تعلیم دی۔ نہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے تعلیم دی نہ صحابہ کرامؓ نے اسکو سیکھا نہ محدثین نے اس کی طرف توجہ دی، نہ فقہاء اور اولیاء کرام نے اس کو قابل التفات سمجھا۔ بلکہ کتب فقہ الاشباہ[1] والنظائر و در مختار[2] وغیرہ میں اس کے سیکھنے کو منع کیا ہے یہ شرعی حجت نہیں[1] نہ اس کے ذریعہ سے کسی کا جرم ثابت ہوتا ہے نہ براءت اگر کوئی شخص علم جفر کے ذریعہ کسی کو چور بتائے تو اس کو چوری کی سزا دینا جائز نہیں[3]۔ اس علم کے ذریعہ بہت سی چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ جنات اور شیاطین سے بہت سی چیزیں معلوم کی جاسکتی ہیں۔ مگر یہ سب چیزیں بالکل لغو اور ہیچ ہیں۔ جوگی اور پنڈت بھی ہاتھ دیکھ کر بعض صرف صورت دیکھ کر بعض نام سن کر بہت کچھ بتانے والے آج بھی موجود ہیں بعض مسلمان بھی یہ سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ مگر ان کی نسبت صحابہ کرامؓ کی طرف کرنا غلط ہے۔ ان اکابر نے جفر نہ سیکھا اور نہ سکھایا، نہ اس طرف توجہ کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... تعلم العلم یکون فرض عین وفرض کفایة ومندوبا وحراما وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجیم والرمل، الاشباه والنظائر ملخصا ص ۲۰۰، الفن الثالث، فائدة، تعلم العلم علی خمسة اقسام، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی،

[2]..... وحراماوهو علم الفلسفة والشعبذه والتنجیم والرمل، (الدرالمختار ص ۴۳، ج ۱، بیروت، کراچی، مطلب فی التنجیم والرمل)

[3]..... ویجب علی من اطلع علی السارق بامثال هذه ان لایحزم بسرقته ولایشع فاحشته ؟؟؟؟ یتبع القرائن الخ، وانما هی طریق اتباع القرائن قال الله تعالیٰ ولا تقف مالیس لک به علم، شرح القول الجمیل ص ۸۹، عمل برائے شناختن دزد، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

قل ھو اللّٰہُ احد یا جبرئیل کا وظیفہ

سوال:-قل ھو اللّٰہ احد یا جبرائیل ہر آیت کے ساتھ مؤکل کا نام لے کر پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قرآن کریم جسطرح نازل ہوا اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے جس طرح تلاوت فرما کر صحابہ کرامؓ کو سنایا اور پڑھایا اسی طرح پڑھنا چاہیئے اس میں تغیر وتبدل کا کسی کو حق نہیں۔

وَاِذَاتُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنَاتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَایَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا اِئْتِ بِقُرْآنٍ غَیْرِھٰذَا اَوْبَدِّلْهُ قُلْ مَایَکُوْنُ لِی اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِی اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّامَایُوحٰی اِلَیَّ اِنِّی اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ سورہ یونس رکوع ۲[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۳/۱۰/۹۵ھ

یاجبرائیل بحق یاَ وھابُ کا وظیفہ

سوال:-یاجبرائیل بحق یَا وھاب اس طریقہ سے پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1].....**ترجمہ:**-اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کردیجئے آپؐ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں، بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔(بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثابت نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نادعلی کا وظیفہ

سوال:- ''نادعلی'' کے نام سے مشہور ایک عمل عملیات کی کتابوں میں ہے، کیا اس کو بطور وظیفہ کے پڑھنا جائز ہے۔ نادعلی یہ ہے:

''نادعلیامظهر العجائب وتجده عوناً لک فی النّوائب کلّ هَمّ وغمّ سینجلی یامحمدبو لایتک یاعلی یاعلی یاعلی''

الجواب حامداً ومصلیاً!

نادعلی کا وظیفہ پڑھنا غلط ہے، خلاف شرع ہے اسکو ہرگز نہ پڑھا جائے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۹۵ھ

کشف ارواح وغیرہ کا عمل

سوال:- عمر کا بیان ہے کہ ایک عمل یا وظیفہ ایسا ہے کہ جس کے پڑھنے سے آسمان

---

[1].....اس لئے اس قسم کے وظیفوں سے احتراز چاہئے۔

[2]..... فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله وحده (مجمع بحارالانوار ص ۴۴۴ ج ۲، فی بحث الزور، مطبوعه دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد (دکن)

ترجمہ:- بیشک عبادت اور حوائج طلب کرنا اور مدد چاہنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

وزمین جنت ودوزخ لوح وقلم کا حال معلوم ہوجاتا ہے اورقبر کے حالات اورروحوں سے ملاقات ہوجاتی ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

مجھے معلوم نہیں[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دست غیب

سوال:-دست غیب کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً!

امدادالفتاویٰ[2]میں لکھا ہے کہ یہ جنات کے ذریعہ سے چوری ہے جو کہ حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۸۷ھ

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ

سوال:-اگر کوئی شخص اپنے گھر کا دفینہ معلوم کرنا چاہے تو معلوم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا طریقہ ہے کہاں نقشہ بھیجنا پڑے گا؟ پرانے آدمی بتاتے ہیں کہ روپیہ ہے مگر ثابت نہیں ہے

---

[1]..... وقالوا مماجربنا لكشف الارواح بهذه الشروط المذكورة ان يضرب فى الجانب الأيمن سبوح وفى الأيسرقدوس وفى السماء رب الملائكة فى والقلب الروح (قول الجميل ص ۳۸، باب طريقة كشف ارواح، مطبوعه رحيميه ديوبند)

[2]..... امداد الفتاوى ص ۵۵۹ ج۴، مسائل شتى، تحقيق دست غيب (مطبوعه زكريا ديوبند) التقى فى احكام الرقى ص ۲۹، فصل ششم، مطبوعه اشرفيه دهلى،

کہاں پر ہے؟ اگر مل جائے تو ضرور آپ کی محنت ادا کروں گا، ورنہ آخرت میں معلوم کرونگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ یا نقش میں نہیں جانتا، آپ خدا کے سامنے جا کر دعویٰ کریں گے تو میں وہاں بھی عرض کر دوں گا کہ میں نے اس کا طریقہ نہ قرآن میں پڑھا ہے نہ حدیث میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

قسمت کو بتانا

سوال:- کیا فرمائیں گے علماء کرام اس بارے میں کہ ایک مولوی صاحب ہاتھ دیکھ کر دولہا دولہن کا جوڑا اچھا برا نصیب اور بیماری بتلاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسا کرنا درست نہیں، اس سے پرہیز اور توبہ کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۹۴ھ

---

[1]..... الحاصل ان الكاهن من يدعى معرفة الغيوب باسباب وهى مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم الى قوله والكل مذموم شرعاً (شامی زکریا ج۶/ ص۳۸۵/ کتاب الجهاد، باب المرتد.

تعمیر مکان سے پہلے نجومی کو زمین دکھلانا

سوال:- ہمارے یہاں لوگوں کا دستور ہے کہ جب گھر بنوانا چاہتے ہیں تو پہلے نجومی کو زمین یا سفلی والے کو دکھاتے ہیں وہ اس جگہ بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہے پھر زمین کی اچھی بری کی خبر دیتا ہے یا کہتا ہے کہ بعض حصہ میں نقصان دینے والی اشیاء مدفون ہیں ان کو نکالتا ہے جب گھر بنایا جاتا ہے بعض حضرات اپنا تجربہ بتاتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو گھر والوں کو نقصان ہوتا ہے تو حکم شرع سے مطلع فرمائیں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ طریقہ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے اس سے توبہ کریں اور آئندہ بالکل ایسا نہ کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا سحر ابھی بھی باقی ہے؟

سوال:- امام مالکؒ اور امام محمدؒ اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ ساحر کافر ہے اور ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: **السحر حرام بلاخوف والمستفاد اباحة کفر الخ**

---

[1]..... **مَنْ اَتٰی عَرَّافاً فَسَأَلَهٗ عَنْ شَئٍ لَمْ یُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً وفی روایة عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی کاهنا فصدقه بما یقول ..... فقد بری مما انزل علی محمد، (مشکوة شریف ص۳۹۳، ج۲، باب الکهانة، الفصل الاول والثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،)**

ترجمہ:- جو آدمی کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو گم شدہ اور مسروق چیزوں کا پتہ بتاتا ہے اس نے اس عراف سے کوئی چیز معلوم کی تو اس آدمی کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

حضرت محمد ﷺ پر بھی سحر کیا گیا تھا تمام اقوال کے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ سحر ابھی تک باقی ہے ایک شخص کو اعتراض ہے کہ سحر کو محمد ﷺ مٹانے آئے تھے مٹ گیا اگر کوئی کہے کہ سحر ابھی تک باقی ہے تو وہ محمد ﷺ کی شان پر دھبہ سا دیا تو اس شخص سے سوال یہ ہے کہ اگر سحر باقی ہوتا تو امام اور فقہاءؒ کیوں اس کے ناجائز وحرام ہونے کا فتویٰ دیتے پھر نبی ﷺ بت پرستی کو بھی مٹانے آئے تھے مگر ابھی تک باقی ہے راقم الحروف کا خیال صحیح ہے یا معترض کا خیال اصح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سحر مٹانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو دنیا سے فنا کر دیا گیا یہ واضح فرمانا مقصود ہے کہ سحر بدتر چیز ہے اس سے پورا پرہیز لازم ہے یہی حال کفر کا ہے کہ اس کے مٹانے کا مقصود بھی اس کی قباحت اور برائی کو واضح فرمانا ہے اور اس کے لئے جہاں تک ہو سکے جدوجہد کرنا ہے حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے کفر دنیا سے ختم نہیں ہو گیا تھا البتہ جزیرۂ عرب میں اسلام کا غلبہ اور تسلط ہو چکا تھا کفار مجوس وغیرہ سے خلفاء راشدین نے جہاد فرمایا اگر یہ مقصد ہوتا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے کفر دنیا سے ختم ہو جائے گا تو **الجهاد ماض الی یوم القیامة**[1] کیوں فرماتے نیز **لاَهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ لٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ**[2] کیوں فرماتے نیز حدیث میں یہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے تمام مومنین ختم ہو جائیں گے شرار خلق (کفار) باقی رہ جائیں گے ان پر ہی قیامت قائم ہوگی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... نصب الرایة ص۳۷۷ ج۳، کتاب السیر، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل،

[2]..... (مسلم شریف ص ۱۳۱ ج۲، کتاب الامارة، باب المبایعة، بعد فتح مکة علی الاسلام والجهاد الخ) بخاری شریف ص ۳۹۰ ج ۱، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[3]..... عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنات کا عمل

سوال:- مسمیٰ محمد قاسم پر ایک جن آتا ہے، اور حالت نماز میں آکر پریشان کرتا ہے اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی عامل سے اس کی ترکیب دریافت کی جائے، بندہ جنات کا عامل نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

جنات کی مالی اعانت

سوال:- وہ جن محمد قاسم کی مالی اعانت بھی کرنا چاہتا ہے، تو اس کو قبول کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مالی اعانت قبول نہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتَقُومُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلىٰ شِرَارِ الْـخَلْقِ، رواه مسلم مشكوة ص ۴۸۱ ج۲، باب لا تقوم الساعة الاعلى شرار الناس. الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1].....اس لئے کہ وہ چوری کا مال لاکر دیتے ہیں۔

راجع للتفصيل "التقى فى احكام الرقى" ص ۲۹، فصل ششم، مطبوعه اشرفيه دهلى،

جنات کو جلانا

سوال:- جنات کو جلا سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کیسے جل سکتے ہیں؟ اور شرعاً یہ فعل عاملین کا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی اور تدبیر سے وہ پیچھا نہ چھوڑیں بلکہ ستاتے ہی رہیں تو جلانا بھی درست ہے[۱]، انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے، مٹی کا ڈھیلا مارنے سے چوٹ لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے، مٹی کی چھت یا دیوار اوپر گرنے سے دب کر مر بھی جاتا ہے، اسی طرح جنات کو آگ سے تکلیف پہنچ سکتی ہے، اور آگ سے جل سکتے ہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ واعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں؟

سوال:- زید کی بیوی بہت پریشان ہے وہ اکثر کہا کرتی ہے کہ میں جنات میں سے ہوں، کیا دراصل جنات اور شیاطین انسانوں کو لگتے ہیں؟ شریعت مطہرہ میں کہیں اس قسم کی کوئی چیز آئی ہے؟

---

[۱]..... امداد الفتاوی ص ۴/۸۸، کتاب الحظر والاباحة، تعویذات واعمال، تعویذ کے ذریعہ جنات کو جلانا، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[۲]..... ودل القرآن والسنة علی ان اصل الجن النار وانما احرقتهم الشهب مع ذلک لان اضافتهم الی النار کإضافة الانسان الی التراب والطین والفخار الخ، الفتاوی الحدیثیة ص ۶۵، مطلب فی الکلام علی الجن، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

انسان میں جن اور شیطان کا داخل ہوجانا ممکن ہے، ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم الحدیث بخاری[1] شریف، آکام المرجان فی احکام[2] الجان، میں اس کی تفصیل مروی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزارات پر جنات کا آنا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں غیر مسلم لوگوں کے دو تین منڈھ یعنی مزار ہیں، جن کے بارے میں عقیدہ ہے کہ یہ سب سنتے ہیں ہر سال میلہ بھی لگتا ہے، کافی دور دور سے لوگ آکر منت مانگتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اکھاڑہ ہوتا ہے، بھگتوں پر ان کی روح آجاتی ہے، باقاعدہ بیان ہوتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں، بیماریاں بھی دور کی جاتی ہیں، اور کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھگت لوگ جو بے قابو ہوکر مدہوش شکل میں جبکہ آواز بھی بدل جاتی ہے اور طرح طرح کی باتیں غیبی بھی بتلاتے ہیں، کیا یہ شیطانی نصرت ہے یا کہ جنات کا فعل ہے یا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ ان کی روح سوار ہوتی ہے، جن

---

[1]..... بخاری شریف ص ۱/۴۰۱، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المرأۃ زوجھا فی اعتکافہ، رقم الحدیث: ۲۰۳۸، مطبوعہ دارالسلام بیروت،

ترجمہ:- شیطان انسان کے جسم میں خون کے جاری ہونے کی جگہ جاری ہوتا ہے۔

[2]..... ذکر ابو الحسن الاشعری فی مقالات اھل السنۃ والجماعۃ انھم یقولون الجن تدخل فی بدن المصروع الخ، آکام المرجان فی احکام الجان ص۱۰۷، الباب الحادی والخمسون فی بیان دخول الجن فی بدن المصروع، مطبوعہ مصر، فتاوی عزیزی ص ۱۱۲، ۱/۱۱۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، شرح فقہ اکبر ص ۱۶۲، الشیاطین لھم تصرف فی بنی آدم، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

کے اوپر یہ اثر ہوتا ہے، ہوش میں آنے کے بعد وہ پھر انسانیت پر آجاتا ہے، جب وہ اکھاڑہ ہوتا ہے، جب ہی ان پر یہ اثر ہوتا ہے، دیر ہوجانے پر وہ بھگت لوگ ان منڈھ میں جاتے ہیں ، وہیں سے اثر شروع ہوتا ہے، آخر یہ کیا بات ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی اصل کیا ہے، کافی تعجب بھی ہوتا ہے، کافی لوگوں کے عقیدے بھی خراب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان منڈھوں کی طرف منہ کرکے پائخانہ پیشاب بھی نہیں کرتے یہ بھی عقیدہ ہے کہ منت ماننے پر پوری ہوتی ہے، ان کے خاص عام بھگتوں پر ہی یہ روح سوار ہوتی ہے، براہِ کرم مطلع فرمائیں، کہ اس کی کیا اصل ہے؟ عنایت ہوگی، تاکہ یہ اشکال دور ہو۔ چند ساتھی کہتے ہیں کہ یہ شیطانی نصرت ہے، اگر شیطانی ہے تو پھر استغفار لاحول وغیرہ سے ایسا نہیں ہونا چاہئے، اگر جنات کا معاملہ ہے تو پھر دوسری بات ہے، اس لئے براہِ کرم مفصل مطلع فرمادیں عنایت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انسان کے جسم میں جنات گھس جاتے ہیں[1]، اور تماشے بناتے ہیں ان کا مقصد تفریح ہے اور عقائد واعمال کو خراب کرنا ہے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے لگتے ہیں، ایسی جگہ سے دور رہنا چاہئے، غیر اللہ کی نذر ماننا معصیت بلکہ شرک ہے کبھی ان کے کاموں میں شرکت نہ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفا اللہ عنہ // //

---

[1] ان الجن تدخل فی بدن المصروع کما قال اللہ تعالیٰ "الذین یأکلون الربا اولا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس، آکام المرجان ص۱۰۷، بیان دخول الجن فی بدن المصروع، مکتبه خیر کثیر، شرح مقاصد ص ۲/۴۹۹، الفصل الثانی، المبحث الثالث فی الملائکة والجن، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شرح فقه اکبر ص ۱۶۲، الشیاطین تصرف لبنی آدم، مطبوعه دیوبند. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جن کا مختلف صورتوں میں آنا

سوال:- جن عورت میں آسکتا ہے یا نہیں اور بیل وغیرہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آسکتا ہے[۱]، بیل وغیرہ بھی بن سکتا ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

جن اور پیر کا عورتوں پر آنا

سوال:- (۱) یہ جو سنا جاتا ہے کہ عورتوں کو جنات چمٹ جاتے ہیں، اور ان سے برا فعل کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ نہیں؟

(۲) نیز پیر صاحب بھی آکر چمٹ جاتے ہیں، یہ بھی درست ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۲ والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق البحرالرائق کوئٹه ج۲/ ص۲۹۸/ قبیل باب الاعتکاف، الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۲/ص۴۳۹/ کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱/ کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء به، فتاویٰ عزیزی ج ۱/ص۹۳/

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱..... تقدم تخریجه: تحت عنوان "جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ھیں"

۲..... لاشک ان الجن یتطورون ویتشکلون فی صدر الانس والبهائم فیتصورون ..... فی صورة الابل والبقر والغنم الخ، آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان ص۱۸، الباب السادس فی بیان تطور الجن وتکلهم فی صدر شتی، مطبوعه مصر،

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جنات عورتوں، مردوں اور بچوں کو چمٹ سکتے ہیں[۱]، اور برا فعل بھی کر سکتے ہیں[۲]۔

(۲) کوئی پیر صاحب یا بزرگ انتقال کے بعد کسی کو نہیں چمٹتے بلکہ جنات اور شیاطین آتے ہیں اور بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال:- مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلاء وغیرہ اپنی انگشتری خادم کو دے جایا کرتے تھے، ایک روز دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتری خادم سے لیکر تخت شاہی پر جا بیٹھا، جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں، وہ تو انگشتری لے گئے، اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے، یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ نبی اللہ کی شکل وصورت کوئی جن وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتا ہے تو تبلیغ احکام کیسے ہوگی؟

---

[۱]..... اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِی مِنْ اَحَدِکُمْ مَجْرِیْ الدَّمِ یحتمل الحقیقة بان جعل له قدرة علی الجری فی باطن الانسان، ترمذی شریف مع حاشیة ص ۲۲۲/۱، قبیل ابواب الطلاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۲]..... وقال تعالیٰ (لم یطمثهن انس قبلهم ولاجان) وهذا یدل علی انه یتاتی منهم الطمث وهو الجماع والافتضاض الی قوله وعن مجاهد انه اذا جامع الرجل اهله ولم یسم انطوی الجان علی احلیله فجامع معه فذالک قوله تعالیٰ لم یطمثهن الخ، الفتاوی الحدیثیه ص ۶۸، ج ۱، هل تجوز منکحة الجن ام لا، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف[۱]، تفسیر[۲] مدارک، تفسیر معالم التنزیل[۳]، قاضی عیاض[۴] وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے، امام رازی[۵] نے بہت زور شور سے اس قصہ پر اشکالات کئے ہیں، اصولاً بھی یہ قصہ غلط ہے، کیوں کہ اس صورت میں تبلیغی احکام میں بہت کچھ خلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جو انبیاء علیہم السلام جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، وہ واقعۃً نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی اور شیطان ان کی صورت بنا کر آ گیا، وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

۱..... ولقد ابی العلماء المتقنون قبوله وقالوا هذا من اباطيل اليهود والشيطان لا يتمكنون من مثل هذه الافاعيل وتسليط الله اياهم على عباده حتى يقعوا فى تغيير الاحكام وعلى نساء الانبياء حتى يفجر وبهن قبيح الخ، تفسير كشاف ص ۳/۳۷۵، سورۂ ص، تحت آیت: ۳۴، مطبوعه دارالفكر بيروت،

۲..... تفسير مدارک على هامش الخازن ص ۴/۴۲، سورۂ ص، تحت آیت: ۳۴، مطبوعه المطبعة الميمنة مصر،

۳..... معالم التنزيل ص ۴/۶۳، سورۂ ص، تحت آیت: ۳۴، مطبوعه ادارۂ تالیفات اشرفیه ملتان،

۴..... كتاب الشفاء قاضى عياض ص ۲/۱۰۷، فصل فى اجماع الامة على عصمة النبى ﷺ من الشيطان، القسم الثالث، مطبوعه مؤسسة الكتب الثقافية بيروت،

۵..... واعلم ان اهل التحقيق استبعد واهذالكلام من وجوه الاول ان الشيطان لوقدر على ان يتشبه بالصورة والخلقة بالانبياء فحينئذ لا يبقى اعتماد على شى من الشرائع فلعل هٰولاء الذين رأوهم الناس فى صورة محمد وعيسى وموسىٰ عليهم الصلوة والسلام ماكانوا اولئک بل كانوا شياطين تشبهوا بهم فى الصورة لاجل الاغواء والاضلال ومعلوم ان ذلک يبطل الدين بالكلية الخ، تفسير الكبير للامام الرازى ص ۷/۱۹۵، سورۂ ص، تحت آیت: ۳۴، مطبوعه دارالفكر بيروت،

کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہوسکتی ہے

سوال:- کیا جنات قوم میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ کسی انسان کی زبان بند کردیں یا بہتر گونگا اندھا وغیرہ تصرفات کردیں ہمارے یہاں ایک نوجوان تندرست اور صحیح سالم ہے لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ دن رات میں کبھی ایک دو گھنٹہ اور کبھی تین چار گھنٹہ تک بولتا نہیں اس کا بہت ہی زیادہ علاج کہا گیا، لیکن فائدہ بلاکل نظر نہیں آتا یہاں پر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک جن عورت کا اثر ہے تو ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنات قوم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی زبان بند کردے یا کسی کو نابینا یا بینا بنادے صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جنات تصرفات سے بھی اس قسم کے اثرات ہوسکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۶ھ

جماعِ جن سے استقرار حمل

سوال:- اگر جن لوگ کسی عورت سے صحبت کریں تو کیا اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1]..... ان الشیاطین لھم تصرف فی بنی آدم شرح فقہ اکبر ص ۱۶۲، مطبوعہ مجتبائی دھلی، ان المس الجزئی من الجن للانس یکون یمس الجن الجسد البشری جزئیا کان یمسک عضوا واحدا منہ کذراع او الرجل او اللسان الخ، تحصین الانسان من السحر والجن والشیطان بالاذکار الخ، ص ۳۴، بعض انواع المس الشیطانی، المس الجزئی، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً!

حمل ٹھہر سکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سٹہ کا نمبر بتانا

سوال:- ایک شخص عالم ہے اور بظاہر پرہیزگار بھی ہے امام مسجد بھی ہے، مگر وہ عالم سفلی عمل کے ذریعہ سے سٹے کا نمبر بتلاتا ہے، اس کے پاس اگر کوئی شخص اس کا خادم بن کر جاتا ہے، اور خوشامد کرتا ہے، تو عالم صاحب اس کو سٹہ کا عمل بتلا دیتے ہیں، اور عالم صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور اور مفلس ہو تو سٹے کا عمل ایسے شخص کے لئے پڑھنا جائز ہے، اور جو روپیہ نمبر لگانے کا ملے وہ جائز بتلاتے ہیں، تو آپ شرعی رو سے بتلایئے کہ ایسے عالم کا عقیدہ کیسا ہے؟ اور سٹے کا عمل کرنا اور بتلانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ جو شریعت کا مسئلہ ہو اس کو صاف صاف تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس عالم کا یہ طریقہ غلط اور خلاف شرع ہے ایسی آمدنی بھی حرام ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... کما تستفاد من هذه العبارة كما يتفق للانس مع الجن وقد يتناكح الانس والجن ويولد بينهما وهذا اكثير معروف، دليل الانسان لعلاج السحر والحسد والجان ص۹۸، بيان صرع الجن للانس، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، التوالد دليل على استقرار الحمل، آكام المرجان فى غرائب الاخبار واحكام الجان ص۶۶، باب فى بيان مناكحة الجن، مطبوعه كراچى، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

not found.

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۲..... صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستيجار على المعاصى والطاعات او بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه، بذل المجهود ص۳۷/۱، باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہاردہم: کسب اور پیشہ

کسب کی تفصیل

سوال:۔انسان اپنے کو زندہ رکھنے کے لئے کن کن پیشوں سے مخصوص نسبت رکھ سکتا ہے ضروری پیشہ کو بالترتیب ان کے درجہ ومرتبہ کے مطابق بوضاحت بیان فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حقوق واجبہ ادا کرنے کے لئے حلال روزی حاصل کرنا لازم ہے جس جس پیشہ کی شریعت نے اجازت دی ہے حدود شرع کی رعایت رکھتے ہوئے اس کو اختیار کرنا درست ہے کسب کے طرق کے متعلق فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۹[1] ج ۲ میں ہے وأفضل أسباب الكسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة كذافي الاختيار شرح المختار والتجارة افضل من الزراعة عند البعض والاكثر علىٰ ان الزراعة افضل كذا في الوجيز للكردري۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] عالمگیری ص ۳۴۹ ج ۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهة الباب الخامس عشر في الكسب مجمع الانهر ص ۱۸۴ ج ۴، كتاب الكراهية فصل في الكسب، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحر الرائق ص ۲۶۲ ج ۵، كتاب البيوع قبيل قوله البيع يلزم بايجاب و قبول، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامي زكريا ص ۴۶ ج ۱۰، كتاب الصيد.

کونسے پیشے افضل ہیں کیا کوئی پیشہ رذیل ہے؟

سوال:۔(۱) کون کون سے پیشے شریف ہیں اور کون کونسے رذیل ہیں انہیں نمبروار ارشاد فرمائیں؟ (۲) کپڑا بننے کا پیشہ شریف ہے یا رذیل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روزی کمانے کے پیشے فتاویٰ عالمگیری[1] میں، ج ۵/ص ۳۴۹/ میں یہ ترتیب درج ہے ''افضل اسباب الکسب الجهاد ثم التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة کذافی الاختیار، شرح المختار، والتجارة افضل من الزراعة عندالبعض والاکثر علی ان الزراعة افضل کذافی الوجیز الکردری''، بعض حضرات نے مستقل کتابیں بھی پیشوں کے متعلق لکھی ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ بنایا کرتے تھے[2] بعض انبیاء علیہم السلام نے خیاطی سے گذارہ کیا ہے[3]، ہر جائز پیشہ جو تقویٰ کے ساتھ ہو اختیار کیا جائے

---

[1] عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۴۹/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مجمع الانهر ج۴/ص ۱۸۴، کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ج۵/ص ۲۶۲، اول کتاب البیوع مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ج۱۰/ص ۴۶، کتاب الصید..

[2] فعلمه تعالیٰ صنعة الدروع فکان یعمل کل یوم درعاً الخ تفسیر روح البیان، ج۷/ص۲۶۸، الجزء الثانی والعشرون، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر، ج۳/ص ۸۳۸/ مطبوعه مصطفی احمدالباز مکه مکرمه تحت سورة سبا آیت ۱۱/محیط برهانی ج۸/ص ۶۱، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل الرابع عشر فی الکسب مطبوعه ڈابهیل.

[3] وهوای ادریس علیه السلام اول نبی خط بالقلم وقطع الثیاب وخاطها الخ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج۱/ص ۲۳۴/ باب ذکر ادریس علیه السلام، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، محیط برهانی ج۸/ص ۶۱، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل الرابع عشر فی الکسب مطبوعه ڈابهیل.

درست ہے کسی کو ذلیل نہ سمجھا جائے، قرآن کریم میں ''اراذلنا'' کا لفظ آیا ہے، قوم نوح علیہ السلام نے کہا تھا ''مَانَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّاالَذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاءِ''[1] جلالین میں ہے ''اسافلنا کالحاکة والاساکفه اھ بادی الراعی'' کی تفسیر میں ہے ''ای ابتدأ من غیر تفکر فیک'' مکرر حالات بدلتے رہے ہیں یہ ضروری نہیں کہ ایک عرف بھی ہمیشہ باقی رہے۔ (۲) پیشہ ذلیل نہیں جبکہ اعلیٰ اخلاق وصحیح حالات کے ساتھ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۱۴۰۱ھ

جوتی بنانے کا پیشہ

سوال:۔ جوتی بنانے کے کام کو شریعت منع تو نہیں کرتی اگر کرتی ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت اس کو منع نہیں کرتی[2] البتہ معاملات کی صفائی اور پاکی کا اہتمام ضروری ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۵/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر العلوم

---

[1] جلالین شریف، ص ۱۸۲/ ج ۱، سورہ ھود آیت ۲۷/ مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[2] وقد کان غالب اعمال الاخیار من السلف عشر صنائع الخرز والتجارة والحمل والخیاطة والحذوالخ. (احیاء العلوم ص ۷۶ ج ۲ کتاب آداب الکسب الباب الخامس فی شفقة التاجر علی دینه مطبع عثمانیه مصریه) ثم المذهب عندجمهور الفقهاءؒ ان جمیع انواع الکسب فی الإباحة علی السواء الخ المحیط البرهانی ص ۶۲/ ج ۸، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل. شامی زکریا ص ۴۶/ ج ۱۰ کتاب الصید.

[3] والغش حرام فی البیوع والصنائع جمیعاً ولاینبغی أن یتهاون الصانع بعلمه علی وجه لوعا مله به غیره لما ارتضاه لنفسه بل ینبغی أن یحسن الصنعة ویحکمها (احیاء العلوم ص ۷۰ ج ۲، کتاب آداب الکسب الباب الثالث، مطبع عثمانیه مصریه)

قصاب کا پیشہ

سوال:۔ایک مسلمان قصاب کا پیشہ کرسکتا ہے یانہیں یعنی جس جگہ گائے کی اجازت ہے وہاں گائے کا گوشت بیچ سکتا ہے یانہیں۔(۲) شرعی اعتبار سے اگر کوئی مسلمان متواتر چالیس دن گائے کا گوشت کھائے تو کیا اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے(۳) حضورﷺ کو گوشت پسند تھا یا نہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاً!

اپنی عزت کی محافظت بھی لازم آتی ہے اگر چہ قصاب کا پیشہ فی نفسہ جائز ہے مگر قانون کی خلاف ورزی کرنا خطرہ مول لینا ہے۔[۱](۲) یہ بے اصل اور غلط ہے۔[۲](۳) حضورﷺ کو گوشت مرغوب تھا۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ
الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بے پردہ عورت کی کمائی

سوال:۔عورت کی محنت کی کمائی جس میں بے پردگی ہوکھانا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

---

[۱] لا ینبغی للمومن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ص ۵۰ ج ۲ کتاب اللفتن (مطبوعه رشیدیه دهلی)

[۲] من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (مشکوة شریف ص۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنة (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[۳] عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال اتی رسول الله ﷺ بلحم فد فع الیه الذراع وکان یعجبه فنهس منها. ترمذی شریف ص۶ ج ۲ ابواب الاطعمة باب ما جاء ای اللحم احب الی رسول اللّٰه ﷺ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

الجواب: حامداً ومصلیاً

عورت کے ذمہ پردہ لازم ہے[1] تاہم بے پردگی کی وجہ سے اس کی حلال کمائی کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

عورتوں کا مزدوری کے لئے باہر نکلنا

سوال:۔ ہم ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سابقہ زمانہ سے ہمارے خاندان میں مچھلی پکڑنے اور اس کے فروخت کرنے کا پیشہ چلا آرہا ہے۔ گھر کے تمام مرد وعورت اپنی قوت بازو سے کما کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر وہ زمانہ شریف تھا، دوسروں کی عزت کو خود اپنی عزت سمجھا جاتا تھا۔ مگر آج زمانے کی فضا نے ہر شخص کے دل میں فتنہ اور بے حیائی کے جذبات کو پیدا کردیا ہے۔ اور ہماری قوم اس قدر بے خبر ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ایک ادنیٰ سے چیز پر بھی عامل نہیں ہے۔ ہماری عورتیں باہر لوگوں کی مزدوری کرتی ہیں، ہم ان کو منع کرتے ہیں مگر باز نہیں آتی ہیں۔ اور کچھ غنڈے قسم کے لوگ بھی گھر پر ٹھہرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض وہ عورتیں جو باز رہتی ہیں ان کو بھی جانے کا موقع ملتا ہے۔

---

[1] قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال فى زماننا للفتنة البحرالرائق، ج ۱/ص ۲۷۰/باب شروط الصلوٰة، ايچ ايم سعيد كمپنى، كراچى پاكستان. الدرالمختار مع كراچى ص۴۰۶/ج۲، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة مطبوعه كراچى، الدرالمنتقى على المجمع ص ۱۲۱/ج ۱، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة.

[2] ويكره له أن يستأجر امرأة مرة أو امة يستخدمها ويخلو بها لقوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم لايخلوَنَّ رجل بامرأة ليس منها بسبيل فان ثالثها الشيطن ولأنه لايامن من الفتنة على نفسه أو عليها إذاخلابها ولكن هذا النهى لمعنى فى غيرالعقد فلايمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا عمل كالنهى عن البيع وقت النداء الخ، المبسوط ص ۲۵، باب اجارة الرقيق فى الخدمة وغيرها دارالفكر بيروت.

اس لئے پر زور عرض ہے کہ آپ ان عورتوں کی کمائی حرام قرار دے کر ایسا حکم صادر فرمائیں جس کے ذریعہ یہ عورتیں اپنے اس مزدوری کے پیشہ کو چھوڑ کر پردہ کی پابند ہو جائیں اور پردہ کا حکم ان کے لئے کیا جائے، تاکہ بے حیائی کا شکار نہ بنیں۔ نیز یہ بات بھی ہماری قوم میں رائج ہے۔ حق سلب کر لینا۔ ناپ تول میں کمی کرنا، جھوٹ بولنا، اس لئے اس پر بھی شرعی روشنی میں ان باتوں پر جواز یا ممانعت کا حکم لگائیں۔ آیا یہ باتیں صحیح ہیں یا باطل؟ اور باطل پر عمل کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

بے حیائی اور بدکاری کی برائی کو سب ہی جانتے ہیں۔ کوئی بے خبر نہیں۔ ایسی حالت میں صرف فتویٰ کافی نہیں بلکہ تعلیم کا انتظام کیا جائے، گھروں میں دینی کتابیں سنائی جائیں، بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، علمائے حق کے وعظ کہلوائیں۔ سب برادری اس پر غور کر کے اصلاح کا پختہ ارادہ کرے۔ ہر شخص اپنی بیوی کا نان ونفقہ پورا پورا دے[1] اور اس کو مجبور کرے کہ اب تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں، تمہاری ہر ضرورت یہیں پوری کی جائے گی، مچھلی پکڑنے اور فروخت کرنے کے لئے بھی مت جانا۔ دوسرے کا حق غصب کر لینا کبیرہ گناہ ہے۔ جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی غصب کرے گا ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا[2] اور چار پیسے کے عوض سات سو فرض مقبول نمازیں دلائی جائیں گی[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۱۳۹۰ھ

---

[1] فتجب (النفقة) للزوجة بنكاح صحيح على زوجها لانها جزاء الاحتباس الخ درمختار على الشامی زکریا ص ۲۷۸ ج ۵ باب النفقة، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۴۴/ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات الفصل الاول فی نفقة الزوجة، زیلعی ص ۵۰/ج ۳، باب النفقة مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] عن سعيد ابن زيد رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ من أخذ شبراً من الأرض ظلماً فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين، مشکوٰۃ ص ۲۵۴، باب الغصب والعارية الفصل الاول، (باقی اگلے صفحہ پر)

چوڑیاں پہنانے کا پیشہ

سوال:۔زید کے یہاں چوڑی پہنانے کا رواج ہے عموماً عورتیں چوڑیاں پہنایا کرتی ہیں زید چونکہ تنہا امور خانہ داری پورا نہیں کرسکتا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس پیشہ کے ذریعہ زید کا ہاتھ بٹائے کیا زید کی یہ خواہش از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ویسے صورت مذکورہ میں جو عام طور پر ہندوستان کی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ اوروں کے لئے جائز بظاہر معلوم نہیں ہوتا ہے یہ کیسا ہے اور اس سے حاصل شدہ رقم مرد کے لئے اور بچوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

عورت اگر پردہ میں رہے اور کسی نامحرم کے سامنے نہ آئے[1] اور عورتوں کو چوڑیاں پہنا کر روپیہ حاصل کرے تو شرعاً وہ روپیہ درست ہے کسی ایک قوم کے ساتھ اس پیشہ کے خاص ہو جانے کی وجہ سے اس کو دوسروں کے لئے ناجائز نہیں کہا جائے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۹

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۹

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۳ جاء فی بعض الکتب انه یؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوٰة بالجماعة الأشباه والنظائر ص ۷۴ (مطبوعه دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة الثانیة

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین رجال (درمختار مع الشامی کراچی ص ۱/۴۰۶ باب شروط الصلوٰة، مطلب فی سترالعورة، سکب الانهر ص ۲۰۲/ ج۴، کتاب الکراهیة فصل فی النظر والمس مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۹۲/ ج۸، کتاب الکراهیة فصل فی النظر والمس،

۲ ثم المذهب عندجمهورالعلماء والفقهاء أن جمیع انواع الکسب فی الإباحة علی السواء الخ، مجمع الانهر ص ۱۸۴/ ج۴، کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت، المحیط البرهانیة ص ۶۲/ ج۸، کتاب الکراهیة الخ الفصل الرابع عشر فی الکسب مطبوعه ڈابهیل، شامی زکریا ص ۴۶/ ج۱۰، کتاب الصید.

چوڑی پہنانے کا پیشہ

سوال:۔ بہت سے مرد چوڑیاں پہنانے کا کام کرتے ہیں یہ کمائی حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) بہت سی عورتیں بے پردہ ہوکر باہر دیہات میں چوڑیاں پہناتی ہیں ان کیلئے کیا حکم ہے علاوہ ازیں ایک عورت جسکا خاوند مر گیا ہو اور لڑکے اس کے جوان باروزگار ہوں اور پھر بھی وہ عورت چوڑیاں بے پردگی سے پہناوے تو اسکی ذمہ داری کس کے ذمہ ہے بالفرض اگر وہ لڑکے اسکو نان ونفقہ نہ دیں تو کیا حکم ہے اور اگر اس کو کھانا کپڑا وغیرہ دیں اور بے پردگی سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) چوڑیوں کی قیمت حلال ہے۔ نامحرم کے ہاتھ وغیرہ کو مس کرنا ناجائز ہے[۱]۔

(۲) یہ تجارت اور اجرت جائز ہے چاہے لڑکے نان نفقہ دیں چاہے نہ دیں بے پردگی منع ہے[۲] جس کی ذمہ داری خود اس بے پردہ پر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۳/رجب ۶۷ھ

---

[۱] وما حل نظره حل لمسه إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها الخ الدرالمختار على الشامي زكريا ص۲۲۸ ج۹ فصل في النظر والمس، المحيط البرهاني ص ۳۰/ج۸، كتاب الكراهية، الفصل التاسع فيمايحل للرجل اليه النظر والمس، مطبوعه ڈابهيل، مجمع الانهر ص۲۰۳/ج۴، كتاب الكراهية فصل في النظر مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت. البحرالرائق ص۱۹۴/ج۸، كتاب الكراهية فصل في النظر والمس مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة(الدرالمختار على الشامي نعمانيه ص۲۷۴ ج۱، باب شروط الصلوٰة، مطلب في سترالعور، البحرالرائق ص۱۹۲/ج۸، كتاب الكراهية فصل في النظر والمس، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الانهر ص ۲۰۲/ج۴، كتاب الكراهية فصل في النظر والمس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

درزی کو ناجائز لباس سینا

سوال:۔ میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا نقشہ یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں تو مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ناجائز لباس سینا مکروہ ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۸/۵/۸۸ھ

کوٹ پتلون سینا

سوال:۔ زید کا کام کپڑے سینے کا ہے اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں جس میں کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جارہی ہے کہ رانوں میں پھنسی ہوتی ہے۔ جواب عنایت فرمائیں کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشافِ ستر کا تو احتمال نہیں ہے۔ یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ

---

[1] خیاطاً امره ان یتخذ له ثوباً علی زی الفساق یکره له ان یفعل الخ شامی زکریا ص ۵۶۲ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، المحیط البرهانی ص ۶۳/ ج ۸، کتاب الکراهیة الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل، مجمع الانهر ص ۱۸۸/ ج ۴، کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت.

بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے۔ رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں۔ البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے۔ تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت[1] ہوگی۔ لیکن اگر یہ لباس عامۃً مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

آمدنی کی تحصیل و تقسیم کا ذمہ دار والدہ کو قرار دینا

سوال:۔ زمین کی آمدنی و خرچ کا ذمہ دار والدہ کو قرار دینا جب کہ وہ اس سے متفق نہ ہو رہی ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جب انتظام ان کے قابو کا نہیں تو ان پر کیوں بار ڈالا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۴/۱/۸۸ھ

مال یتیم میں تجارت

سوال:۔ والد کے انتقال کے بعد والدہ دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو اس صورت میں مال یتیم بچوں کو ملنا چاہئے یا ان بچوں کی والدہ کو مال یتیم سے کوئی دوسرا پیشہ مثلاً تجارت وغیرہ کی جا سکتی

---

[1] خیاطا امره أن يتخذ له ثوباً على زى الفساق يكره له أن يفعل الخ شامى زكرياص ۵۶۲ ج۹ كتاب الحظر و الاباحة فصل فى البيع، المحيط البرهانى ص۶۳/ج۸، كتاب الكراهية، الفصل الرابع عشر فى الكسب، مطبوعه ڈابهيل، مجمع الانهر ص۱۸۸/ج۴، كتاب الكراهية، فصل فى الكسب، دارالكتب العلميه بيروت.

ہے یا نہیں۔ اور مال یتیم کے منافع بچوں کو ملنا چاہئے یا تجارت کرنے والے کو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جو مال بچوں کے والد کا تھا انتقال والد کے بعد اٹھواں حصہ اس میں سے بچوں کی والدہ کا ہے[1]۔ اس کو اختیار ہے اپنا حصہ جو چاہے کرے[2] بعد جو حصہ بچوں کا ہے نیز جو مال براہ راست یتیموں کی ملک ہے خواہ ان کو والد نے اپنی حیات میں دیا ہو یا کسی اور طرح ان کو ملا ہو اس میں والدہ کو مالکانہ تصرف کا حق نہیں اس کو محفوظ رکھا جائے اس میں تجارت بھی نہ کی جائے مبادا خسارہ ہو جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند

تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی

سوال:۔ آج کل بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے اندر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں اور یہ پریس میں طبع ہوتی ہیں۔ طباعت کے آنے والے کاموں میں دو ثلث حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر کسی نہ کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے۔ ہر صفحہ طباعت کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر تصویر نہیں ہوتی۔ اب مسلمانوں کے لئے ان تصاویر کا طبع کرنا کیا تصویر بنانے اور تصویر کشی کے حکم میں آتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] اما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولدولدالابن الخ سراجی ص ۱۲ فصل فی النساء

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف ص۷ ج ۱ سورة الفاتحة.

[3] لایتجر فی مال الیتیم لان المفوض الیه الحفظ دون التجارة الخ، البحرالرائق ص۴۶۸/ج۸، باب الوصی ومایملکه، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص۴۶۳/ج۴، باب الوصی، دارالکتب العلمیه بیروت، شامی زکریا ص۴۲۵/ج۱۰، کتاب الوصایا، باب الوصی.

الجواب: حامداًمصلیاً!

جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے[1] خواہ ابتداء جاندار سے بنائی جائے یا تصویر سے نقل کی جائے، قلم سے ہو یا مشین سے یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا پتھر لکڑی لوہے، وغیرہ پر کسی آلہ سے بنائی جائے اور جبکہ ٹریڈ مارکہ کے طور پر ہو تو وہ مقصود کے درجہ میں ہوگی، اس لئے اس کو جائز نہیں کہا جائے گا۔ اس پر جو وعیدیں حدیث پاک میں وارد ہیں وہ بہت سخت ہیں[2]۔ یہ تو تصویر کی طباعت کے متعلق ہے۔ اس سے حاصل شدہ آمدنی کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کی اجرت کے مقابلہ میں غیر تصویر کی (یعنی جائز) آمدنی زیادہ ہے تو سب آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ غلبہ کا اعتبار ہوگا[3]۔ یہ تو کلی اور اصولی جواب ہے۔ خاص طور پر اجارہ فاسدہ کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ اجرت پر ملک متحقق ہو جاتی ہے۔ والاجر یطیب وان کان السبب حراماً اھ شامی ص ۲۸[4] ج ۵ اول باب الاجارۃ الفاسدۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب اوبساط اودرهم اودینار أوغیر ذالک الخ مرقات ص ۴۸۳ ج ۴ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی، کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الاول. شامی کراچی ص ۶۴۷/ ج ۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، نووی علی المسلم ص ۱۹۹/ ج ۲، کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ مطبوعه سعد دیوبند.

[2] عن عبداللّٰه بن مسعود قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول اشد الناس عذاباً عنداللّٰه المصورون متفق علیه. مشکوٰة شریف ص ۳۸۵ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب التصاویر الفصل الاول.

[3] أهدی إلی رجل شیئا او أضافه إن کان غالب ماله من الحلال فلابأس إلا أن یعلم بأنه حرام فان کان الغالب هوالحرام ینبغی أن لایقبل الهدیة ولایأکل الطعام الخ، عالمگیری ص ۳۴۲/ ج ۵، کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۸۶/ ج ۴، کتاب الکراهیة فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت. المحیط البرهانی ص ۷۳/ ج ۸، کتاب الکراهیة الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه ڈابهیل.

[4] شامی زکریا ص ۶۲ ج ۹ کتاب الاجارة اول باب الاجارة الفاسدة.

تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا

سوال:۔ مسلمان حلوائی ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر مٹھائی کے کھلونے بناتے ہیں۔ جس میں گائے بھینس بیل انسان بندر وغیرہ کی شکل کے ہوتے ہیں پھر ان کو فروخت کرتے ہیں تو مسلمان حلوائی کے لئے مٹھائی سے جاندار کی تصویر بنانا اور ان کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

جاندار تصویروں کا پتھر، مٹی، مٹھائی، کھلونے سب منع ہیں، مسلمانوں کا اس سے بچنا لازم ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا

سوال:۔ مسلم نائی غیر مسلم، مشرک بھنگی کی حجامت یعنی داڑھی مونڈنا اور بال کترنا وغیرہ بلا کراہت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

حجام کے لئے مسلم یا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر الخ مرقات ص۴۸۳ ج۴ (مطبوعه بمبئی) باب التصاویر الفصل الاول، شامی کراچی ص۶۴۷/ج۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، نووی علی المسلم ص۹۹ ج۲، کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه سعد دیوبند.

[2] لانه اعانه علی المعصیة وقد قال الله تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان الخ ص۲۹/ج۶، کتاب الکراهیة فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، لمافیه من الاعانة علیٰ مایجوز، وکل ما ادی الیٰ مالایجوز لایجوز الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۵۱۸/ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، جواهر الفقه ص۴۴۷ ج۲ رساله تفصیل الکلام فی مسئلة الاعانة علی الحرام.

حلاق لحیہ اور خیاط لباس فساق

سوال:۔ داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے۔ جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے۔ اسی طرح کپڑا سینے والا انگریزی کوٹ یا نیکر یا پتلون وغیرہ سیتے ہیں یہ کس حکم میں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً!

ایسا نائی اور درزی بھی گنہگار ہے کذافی درالمختار مع ردالمحتار[1] ص۲۵۱ ج۵ زیلعی ص۴۹ ج۶۔ فقط واللہ اعلم حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفرلہٗ

حجام کا داڑھی مونڈنا

سوال:۔ میں حجام ہوں۔ یہاں کے مسلمان مجھے اپنی داڑھی کے منڈا دینے پر مجبور کررہے ہیں اور پنچایت کرکے میری داڑھی کو زبردستی منڈا دینا چاہتے ہیں۔ کیا داڑھی منڈا دینے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً!

داڑھی مونڈنا ناجائز ہے[2] پنچایت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام پر مجبور کرے اور

---

[1] وإن كان اسكافاً أمره انسان أن يتخذ له خفاً على زى المجوس اوالفسقة اوخياطا امره أن يتخذ له ثوباً على زى الفساق يكره له ان يفعل. شامى زكريا ص ۵۶۲ ج۹ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع. زيلعى ص ۲۹/ج۶، كتاب الكراهية فصل فى البيع، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص۱۸۸/ج۴، كتاب الكراهية فصل فى الكسب، دارالكتب العلميه بيروت، المحيط البرهانى ص۶۳/ج۸، كتاب الكراهية الفصل الرابع عشر فى الكسب، مطبوعه ڈابهيل.

[2] واماالأخذ منها دون ذٰلک اى دون القبضة كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبيحه احد وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الاعاجم، شامى زكريا ص۳۹۸/ج۳، كتاب الصوم باب مايفسد الصوم، مطلب فى الأخذ من اللحية، فتح القدير ص۳۴۷/ج۲، كتاب الصوم باب مايوجب القضاء **والكفارة**، مطبوعه دارالفكر بيروت، مرقات ص۳۰۲/ج۱، كتاب الطهارة باب السواک الفصل الاول، مطبوعه بمبئى.

آپ کے لئے بھی ناجائز کام میں پنچایت کی اطاعت جائز نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۷ھ

ڈاکٹری اور مدرسی کی کمائی

سوال:۔ زید اور عمر دونوں ایک ایسی بستی میں رہتے ہیں جہاں کچھ دن قبل سود کا نام نہیں تھا، لیکن اب سود کا لین دین عام ہوگیا ہے، زید مدرسہ اسلامیہ میں مدرس ہیں کہ جس مدرسہ کی آمدنی ان ہی لوگوں سے اور ان کے سودی کاروبار سے ہی ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور ذریعہ آمدنی مدرسہ کی نہیں ہے، اور عمر پوسٹ آفس میں نوکری کے ساتھ حکمت اور ڈاکٹری بھی کرتا ہے، مگر دونوں دوسرے گاؤں کے رہنے والے ہیں، اب ان دونوں میں سے کس کی آمدنی حلال ہے اور کس کی حرام، کس کو اس گاؤں میں رہنا چاہئے اور کس کو نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جو شخص حکیم ڈاکٹر ہے اور وہ اپنی دوا کی قیمت سے اپنا گزارہ کرتا ہے، اس کے متعلق کھوج کرید کرنے کی ضرورت نہیں، اس کی آمدنی کو بلاوجہ شرعی حرام کہنے کا حق نہیں[2]، جو شخص مدرسہ سے تنخواہ لیتا ہے اور مدرسہ میں ہر قسم کا چندہ آتا ہے، کچھ جائز ہوتا، کچھ ناجائز تو اس کی پوری تنخواہ کو بھی ناجائز کہنے کا حق نہیں، البتہ متعین طور پر جس کے پاس بھی ناجائز آمدنی آئے

---

[1] لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق الحديث مشكوٰة شريف ص ۳۲۱ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الامارة الفصل الثانی، شامی زكريا ص ۵۸۳/ج ۹، كتاب الحظر والإباحة فصل فی البيع.

[2] وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ماامكن الاان تقوم البينة، مبسوط سرخسی ص ۶۲/ج ۸، الجزء السابع عشر، كتاب الدعوى، باب اختلاف الاوقات فی الدعوى مطبوعه دارالفكر بيروت، قواعد الفقه ۱۲/ قاعده ۶/ الرسالة الاولى اصول الكرخی، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

،خواہ سود کی ہو، کسی اور طرح کی ہو اس کو ناجائز ہی کہا جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۹ھ

دوسرے سے سارٹیفکٹ حاصل کرنا

سوال:۔اگر ایک لڑکے نے ٹینکل کورس کیا مگر اس کے پاس سارٹیفکٹ نہیں ہے۔تو کہیں سے سارٹیفکٹ لے کر نوکری حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ وہ لڑکا تجربہ کار بھی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

اگر قانوناً سارٹیفکٹ حاصل کرنا ضروری ہے بغیر اس کے ملازمت حاصل کرنا جرم ہے تو قانون کی پابندی لازمی ہے کہ اس میں جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مستفاد: لایجب دعوة الفاسق المعلن لیعلم انه غیر راض بفسقه وکذا دعوة من کان مالهٗ من حرام مالم یخبر انه حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین عنده انه حرام (عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة،الباب الثانی عشر. مجمع الانهر ص۱۸۶/ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، المحیط البرهانی ص۷۳/ج۸، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات.

[2] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه ترجمه :- مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ الحدیث ترمذی شریف ص ۵۰/ج ۲، مطبوعه رشیدیه دهلی، ابواب الفتن.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پانزدھم: مالِ حرام اور رشوت

فصل اول:- مالِ حرام کا حکم

حرام مال سے کوئی چیز خریدنا

سوال:۔ایک شخص کے پاس مال حرام ہے، جو اس کو کسی حلال شے کے فروخت کرنے پر مشتری سے ملا ہے، اب اگر یہ شخص ایک گھوڑا خرید کرے اور ایک ہفتہ کا اُدھار کر کے گھوڑے کو اپنے گھر لے آئے اور مال حرام ایک ہفتہ بعد دے تو گھوڑا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

حلال شئی کو مال حرام کے عوض میں فروخت کرنا جائز نہیں، "**لقوله تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب**"[1] لیکن اگر کسی کے پاس اس طرح مال حرام آجائے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، یا اسکے مثل کسی اور طرح آجائے تو اسکو اُدھار یا قرض میں کسی غیر مسلم کو دینا درست ہے،

[1] سورۂ نساء آیت: ۲.

لہٰذا اس گھوڑے کو حرام نہیں کہا جائیگا۔ کذا فی عالمگیریہ، ص[1] ۲۲۱/ج ۲/، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/رجب ۵۳ھ

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ، صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/رجب ۵۳ھ

مال حرام کی خرید وفروخت

سوال:۔ سود کا مال اگر کوئی شخص خریدے تو وہ حلال ہوجاتا ہے یا باوجود خرید لینے کے بھی وہ حرام ہی رہتا ہے۔ مفصل لکھئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہ مال کسی شخص کے پاس خالص حرام طریقہ سے آیا ہوا ہو اس کا خریدنا جائز نہیں، کیونکہ اس کا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، **"الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلارضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لایطیب لہ ولاللمشتری منہ درمختار قال الشامی قولہ الحرام ینتقل ای تنتقل حرمتہ وان تداولتہ الایدی وتبدلت الاملاک ویأتی قریباً قولہ ولاللمشتری منہ فیکون بشرائہ منہ مسیئاً لانہ ملکہ بکسب خبیث وفی شرائہ تقریر للخبث یؤمر بماکان یومر بہ البائع من ردہ علیٰ الحربی لان وجوب الرد علیٰ البائع انما کان لمراعاۃ ملک**

---

[1] الھندیہ ص ۲۱۲/ج۳/ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروھۃ والارباح الفاسدۃ، واصرح منہ فی الدرالمختار، اکتسب حراما واشتری بہ اوبالدراھم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وفی ردالمحتار الفتویٰ الیوم علی قول الکرخی دفعاً للحرج لکثرۃ الحرام شامی کراچی ص۲۳۵/ج۵/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتری فھو علی خمسۃ اوجہ. مجمع الانھر ص۸۳/۴، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

الحربی ولاجل غدر الأمان وهذ المعنی قائم فی ملک المشتری کمافی ملک البائع الذی اخرجه اھ (شامی[1] ص ۱۷۹ / ج ۳ /) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۱۱/ربیع الاول ۵۵ھ

مال حرام سے تجارت

سوال:۔ اگر کسی شخص نے حرام مال کمایا، اس سے اس کی اولاد پرورش پائی، اس میں سے بعض عالم ہوئے، انہوں نے مال کی یا اسی طرح دوسرے بھائیوں نے تجارت کی، تو کیا ان کا کمانا بھی مال حرام کہلائے گا؟ اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا شیوع ہوتا رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیا

جس قدر مال بطریق حرام کمایا اس کی واپسی لازم ہے، اگر وہ شخص موجود نہ ہو جس سے مثلاً مالِ حرام (مثلاً رشوت یا غصب) لیا ہو، مر گیا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے، ورثاء بھی موجود نہ ہوں یا کوشش کے باوجود ان کا علم نہ ہو سکے تو غریبوں محتاجوں کو صدقہ کر دیا جائے[2]،

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۹۸ / ج ۵ / باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تعدد. بحر کوئٹہ ص ۹۵/۶، فصل فی احکام البیع الفاسد، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۹، الفن الثانی، کتاب الحظر والاباحة، مطبوعہ دار الاشاعة دھلی.

[2] اخذ مورثه رشوة اوظلما ان علم ذٰلک لایحل له اخذه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل لهٗ ویتصدق بنیة صاحبه الخ شامی زکریا ج ۷ / ص ۳۰۱ / باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً. بذل المجهود ص ۳۷/۱، کتاب الطهارة، فصل فی فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور، عالمگیری ص ۳۴۹/۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص ۶۳/۸، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل، شرح فقه اکبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دھلی.

لیکن اس مال کے ذریعہ دوسرا حلال مال کمایا گیا تو اسکو حرام نہ کہا جائیگا، کذافی ردالمحتار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مال مخلوط سے تجارت

سوال:۔ایسی جائز تجارت جس میں مال حرام غالب لگا ہو اور مال حلال مغلوب ہو اس سے حلال پیشہ شروع کیا جائے تو ایسی تجارت کی آمدنی کا کیا حکم ہے، اس کو کار خیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خلط کی وجہ سے ملک متحقق ہو کر تجارت درست ہوگی، اور اس کی آمدنی حلال ہوگی، جس کو کار خیر میں لگانا بھی درست ہوگا، اصل مال حرام کا ضمان لازم ہوگا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] ”قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب لکن الفتویٰ الآن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس ،شامی زکریا، ج۷/ص ۴۹۰/ باب البیع الفاسد،باب المتفرقات،مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتری الخ“ بحر کوئٹه ص ۸/۱۱۴، کتاب الغصب، مجمع الانهر ص ۸۳-۴/۸۲، کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله فتجب الزکاة فیه ویورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزه عندابی حنیفة ،وفی الشامیة تحت قوله لان الخلط استهلاک ای بمنزلته من حیث ان حق الغیر یتعلق بالذمة الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۳/ ص۲۱۷/ باب زکوٰة الغنم، قبیل مطلب فی التصدق من المال الحرام. النهر الفائق ص ۱/۴۱۲، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۲/۱۵۴، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

حرام مال کے ذریعہ تجارت

سوال:۔ مال حرام سے اگر کوئی حلال کاروبار شروع کیا جائے تو اس کی آمدنی حرام ہوگی، یا حلال اور اس کو کسی کار خیر میں لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مال حرام کو متعین کر کے اس کے بدلہ میں حلال مال خریدا ہے، اور پھر وہی حرام مال متعینہ قیمت میں ادا کر دیا ہے، تب تو اس کی آمدنی ناجائز ہے، اس کو غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے، کسی اور کار خیر میں لگانا یا اپنے کام میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں، اگر بغیر تعین مال حرام کوئی مال حلال خریدا اور پھر وہ مال حلال قیمت میں ادا کر دیا یا متعین تو کیا مال حرام کو مگر ادا کیا مال حلال یا متعین تو کیا مال حلال مگر ادا کیا مال حرام تو ان تینوں صورتوں میں کرخیؒ کے نزدیک آمدنی اس کی حلال ہوگی، (صرف اصلی مال حرام کا ضمان لازم ہوگا) ذخیرہ، قہستانی، غرر، مختصر وقایہ، اصلاح وغیرہ میں اس پر فتویٰ بھی نقل کیا گیا ہے[1]، ہدایہ[2]، مبسوط[3] وغیرہ میں بہر صورت اس آمدنی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراهم الی البائع اولا ثم اشتری منه بها اواشتری قبل الدفع بها ودفعها اواشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراهم اواشتری بدراهم آخر ودفع تلک الدراهم قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر لایطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس، شامی زکریا ج۷/ ص ۴۹۰/ باب المتفرقات ،مطلب اذااکتسب حراماً ثم اشتریٰ علی خمسة اوجه ،باب البیع الفاسد.

[2] هدایه ج۳/ص ۶۶/ باب البیع الفاسد ،فصل فی احکامه،مطبوعه تهانوی دیوبند. وهدایه ص ۳/۳۷۶، کتاب الغصب، مطبوعه تهانوی دیوبند. (حاشیہ نمبر:۳/اگلے صفحہ پر)

مال حرام قرض دینا

سوال:۔زید نے عمر کو مال حرام سے قرض دیا، اوراس کے بعد عمر نے اپنے مال حلال سے زید کا قرضہ ادا کیا، تو یہ رقم جو عمر نے زید کو دی ہے، یہ حلال رہی یا حرام رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمرو نے مال حلال سے جو رقم زید کو قرضہ ادا کرنے کی صورت میں دی وہ حلال ہے، اور زید نے جو رقم عمرو کو بطور قرض دی ہے وہ حلال نہیں ہے[۱]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ناجائز مال سے قرض وصول کرنا

سوال:۔کسی مسلمان قرض خواہ کو کسی قرضدار سے اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں، خواہ وہ قرضدار مسلمان ہو یا غریب جب کہ اس کو معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریقہ سے کمایا ہے، یا نامعلوم ہو ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

نامعلوم ہونے کی صورت میں اپنا قرض وصول کرنا درست ہے، اگر اس کا حرام ہونا معلوم ہو تو اس کا لینا غیر مسلم سے درست ہے اور مسلم سے مکروہ ہے، ”**ولو کان لمسلم علیٰ نصرانی دین فباع النصرانی خمراً واخذثمنها وقضاه المسلم من دینه جازله**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] مبسوط سرخسی ج۶/ص ۱۱۲/ الجزء الحادی عشر، کتاب الودیعة، الشراء بالمغصوب، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الاملاک. شامی زکریا ج۷/ ص ۳۰۰/ باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب لهٗ الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۵۴/۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

اخذه لان بيعه له مباح ولو كان الدين لمسلم علىٰ مسلم فباع المسلم خمراً واخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين كره لهٗ ان يقبض ذٰلک من دينه ، كذا فى السراج الوهاج، (فتاویٰ عالمگیری[1] ج۴/ص ۲۴۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

مال حرام سے قرض ادا کرنا

سوال:۔ زید شراب کی تجارت اوراس کا کاروبار کرتا ہے، جو کچھ روپیہ پیسہ ساز وسامان اس کے پاس ہے سب کچھ اسی تجارت کی آمدنی سے ہے، اب بتوفیق الٰہی اپنے اس فعل سے تائب ہوکراس سے الگ ہونا چاہتا ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ گذران کی صورت کیا ہوگی، لہٰذا معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اگر کسی سے بلاسودی قرض لے کر کوئی دوسرا کاروبار کرے، جس سے اس کے بال بچوں کا گذران ہواور قرض کواس شراب کی تجارت کے روپئے سے ادا کرے تو کیا یہ صحیح ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ عبدالحئ میں اس مسئلہ میں استقراض کی شکل کو جائز لکھا ہے، لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہے کہ قرض اس مال سے ادا بھی ہوگا یا نہیں، کیونکہ وہ مال تو مال غصب کے حکم میں ہے'' جیسا کہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اصحاب مال معلوم ہوں تو ان کو لوٹا دیا جائے ورنہ خیرات کردیا جائے، لیکن نیت ثواب کی نہ رکھی جائے، اوراصحاب مال کی طرف سے خیرات کی نیت کی جائے کیونکہ اس مال کا مالک یہ نہیں ہے ایسی صورت میں استقراض کی صورت کیونکر ممکن ہوگی مال غیر سے قرض کیونکر ادا ہوگا، بینوا وتوجروا

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص۳۶۷/ کتاب الکراهية، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين. درمختار على الشامى زكريا ص۹/۵۵۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، زيلعى ص۶/۲۷، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کوئی شخص مختلف آدمیوں کا مال غصب کر کے خلط کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس خلط کیوجہ سے وہ مالک ہوجاتا ہے، اور ضمان لازم ہوگا، لہٰذا اس مال سے قرض ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے[1]، البتہ اتنی مقدار کا ضمان حسب تحریر امداد الفتاویٰ ادا کرنا لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مال حرام سے قرض کی ادائیگی

سوال:۔ زید نے عمر کے پاس مال حرام کے سو روپے بطور امانت رکھدیئے پھر زید نے عمر سے سو روپیہ قرض لئے، قرض لینے کے بعد زید نے عمرو سے کہا کہ ہماری رقم جو بطور امانت ہے وہ اپنے قرض میں وضع کرلو ایسی صورت میں یہ رقم جو زید کو عمرو نے بطور قرض دی ہے، اس کی حلت میں تو فرق نہیں آئیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقم زید کو عمرو نے بطور قرض دی ہے وہ تو حلال ہے لیکن اس قرض کی ادائیگی کے لئے اس رقم کا وضع کرنا اور لینا درست نہیں جو زید نے عمر کے پاس مال حرام سے بطور امانت

---

[1] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاك اذالم يمكن تمييزه عندابى حنيفة. الدرالمختارعلى الشامى زكريا ج۳/ ص۲۱۷/ باب زكوٰة الغنم، قبيل مطلب فى التصدق من المال الحرام. النهرالفائق ص۴۱۶/۱، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۱۵۴/۲، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] امدادالفتاویٰ ج۴/ص۱۴۴/ مطبوعه ادارۂ تاليفات اولياء ديوبند.

رکھی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

حرام حلال مخلوط آمدنی کا حکم

سوال:۔ ایسی کمپنی کہ جس میں باجہ بھی ہو اور عورتیں بھی تماشہ کرتی ہوں، اور جانور بھی ہوں، اس کی آمدنی کا کچھ حصہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آمدنی حلال بھی ہے اور غالب ہے تو اس کا خود استعمال کرنا اور مدارس وغیرہ میں دینا درست ہے اگر آمدنی حرام غالب ہو تو اس کو خود استعمال نہ کیا جائے، بلکہ غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے، خواہ وہ غرباء مدارس اسلامیہ سے متعلق ہوں خواہ نہ ہوں[2] اور اس کمپنی کی

---

[1] الحرام ینتقل ای تنتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الاملاک الخ، شامی زکریا ج۷/ ص۳۰۰/ باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب لهٗ الخ. درمختار علی الشامی زکریا ص۹/۵۵۴، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

[2] أکل الربا وکاسب الحرام اهدی الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل وان کان غالب ماله حلالاً لابأس بقبول هدیته والاکل منها ،عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات. المحیط البرهانی ص۸/۷۳، کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل السابع عشر فی الهدایا والضیافات.

"والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه، شامی زکریا ج۷/ ص۳۰۱/ باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً" عالمگیری ص۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، بذل المجهود ص۱/۳۷، کتاب الطهارة، فصل فی فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

آمدنی جو طریقۂ مذکور سے حاصل ہوتی ہے وہ ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مال حرام کا مصرف

سوال:۔ زید نے تمام عمر گناہ کئے اور نماز بھی نہیں پڑھی اور سود پر روپیہ دے کر سود کا روپیہ اپنے خورد ونوش میں خرچ کیا اور اکٹھا بھی کیا مگر اپنی آخری عمر میں زید توبہ کر کے استغفار کر کے روزہ نماز کا بالکل پابند ہو گیا ہے، مگر وہ اپنے اس روپیہ کو مسجد میں استعمال کرنا چاہتا ہے، آیا اس کے اس روپیہ کو مسجد کے خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس صورت میں خرچ کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جو مال روپیہ حرام طریقہ سے کمایا گیا ہے، اسکو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں[۲] وہ روپیہ اصل مالک کو واپس کرنا چاہئے، وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دیدیں، وہ بھی نہ ہوں یا ان کا علم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے غرباء کو صدقہ کر دیا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[۱] ویحرم علی المغنی والنائحة والقوال اخذ مال المشروط وکذا صاحب الطبل والمزمار شامی زکریا ص ۹/۶۰۸/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. عالمگیری ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب.

[۲] لوانفق فی ذٰلک مالا خبیثا ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله. شامی زکریا ج۲/ص ۴۳۱/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها.

[۳] والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لا یحل له ویتصدق به بنیة صاحبه، شامی زکریا ص ۷/۳۰۱، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما، بذل المجهود ص۱/۳۷، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه سهارنپور، شرح فقه اکبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

مال مخلوط کو کار خیر میں صرف کرنا

سوال:۔ ایسی تجارت کی آمدنی کہ جس میں غلبہ مال حلال کا ہو اور مال حرام بھی مغلوب اور مخلوط ہو یعنی کسی جائز کاروبار میں جو روپئے لگائے گئے ہیں ان میں سے زیادہ کسب حلال کے روپئے تھے، اور کچھ روپئے کسب حرام کے بھی مخلوط ہو گئے ایسے کاروبار کی آمدنی میں سے کسی کار خیر پر صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کیا جا سکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

حرام آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا

سوال:۔ بعض حضرات حرام کمائی سے مکان بنوا کر نزول برکت کیلئے قرآن خوانی کراتے ہیں، اور وہ اس حرام کمائی سے قربانی عقیقہ اور بزرگان دین کے ایصال ثواب یا عوام میت کے ایصال ثواب پر خرچ کرتے ہیں، اس سے ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث لان الخلط استهلاک اذا لم يمكن تمييزه عند ابی حنيفة ،الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زكريا ج۳/ ص ۲۱۷/ باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فی التصدق من المال الحرام، وان كان غالب ماله من حلال فلا بأس بان يقبل مالم يتبين له ان ذلک من الحرام، وهذا لان اموال الناس لا تخلو من قليل حرام وتخلو عن كثير حرام فيعتبر الغالب و يبنی عليه الحكم، المحيط البرهانی ص۸/۷۳، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فی الهدايا، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيری كوئٹه ص۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشر فی الهدايا، مجمع الانهر ص۴/۱۸۶، كتاب الكراهية، فصل فی الكسب.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر حلال کمائی میں کچھ حرام کمائی ملائی گئی ہے تو اس سے بنا ہوا مکان استعمال کرنا درست ہے[1] اور ایسی کمائی کو دین کے کاموں میں خرچ کرنا بھی درست ہے، لیکن حرام کمائی کا گناہ مستقل ہے، اور جس قدر مال حرام کمائی سے کمایا ہے اس کا اصل مالک کو واپس کرنا لازم ہے، وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دے دیا جائے، اور وہ باقی نہ ہو تو غرباء پر اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے بچائے، اور جو خالص حرام کمائی کا روپیہ ہو اس کو اپنے ذاتی یا دینی کاموں میں خرچ کرنا درست ہی نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

ناجائز آمدنی سے خریدے ہوئے مال کا حکم

سوال:۔ (۱) زید کے قبیلہ میں شراب کی تجارت ہوتی ہے، زید دینی زندگی گذارنا چاہتا ہے، لیکن زید کے قریبی رشتہ دار اس تجارت میں مبتلا ہیں، لیکن بعض نے اس تجارت کے پیسہ سے دینی زندگی گذارنے کیلئے توبہ کر کے دوسری تجارت شروع کر دی ہے، مکان، کھیتی وغیرہ، تو کیا اسکی یہ تجارت اور زید کا ان رشتہ داروں کے یہاں آمد ورفت، خورد ونوش جائز ہوگا؟

---

[1] وان کان غالب مالہ من حلال فلا بأس بان یقبل مالم یتبین له ان ذلک من الحرام الخ، المحیط البرهانی ص ۸/۷۳، کتاب الکراهیة الخ، الفصل السابع عشر فی الهدایا، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۳، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا الخ،

[2] اخذ مورثه رشوة اوظلماً ان علم ذٰلک بعینه لایحل له اخذه والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه، شامی زکریا، ج ۷/ص ۳۰۱/ باب البیع الفاسد ،مطلب فیمن ورث مالا حراماً. المحیط ص ۶۳، ج۸، کتاب الکراهیة الخ، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب.

(۲) ان لوگوں کے بچے زید کے یہاں زیر تعلیم ہیں تو کیا زید کا تعلیم کیلئے یہ پیسہ لینا جائز ہوگا جو کہ اس مال میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محض توبہ کر لینے سے مال پاک نہیں ہوا بلکہ وہ کل مال یا اسکی مقدار صدقہ کرنا واجب ہے، البتہ اگر اسی مال سے زمین خریدی گئی ہے، یا اس سے کوئی جائز تجارت کی جارہی ہے تو اس زمین وتجارت کی آمدنی حلال ہوگی، اور انکے یہاں خورد ونوش، آمد ورفت بھی جائز ہوگی، لیکن اس پر ضروری ہوگا کہ جتنے ناجائز روپے اس نے زمین یا تجارت میں لگائے ہیں، اس مقدار کو صدقہ کردے اگر چہ اسکی آمدنی سے ہی ہو ''**فی القنیة لو کان الخبیث نصاباً لایلزمه الزکوٰة لان الکل واجب التصدق علیه شامی ج ۲/ ص ۳۴/**''[1]

(۲) اگر بعینہ پیشہ ناجائز کی آمدنی ہو تو زید کیلئے اس میں سے اخراجات لینا درست نہیں ہے، لیکن اگر پیشہ ناجائز کی آمدنی سے زمین خریدی گئی یا اس کو کسی جائز تجارت میں لگادیا گیا، تو اس میں سے لینا درست ہے، ''**وجاز اخذ دین علیٰ کافر من ثمن خمر لصحة بیعه بخلاف دین علی المسلم لبطلانه الخ درمختار ج۵/ ص ۳۳۹/**''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] شامی نعمانیه ج۲/ص ۲۵/ مطبوعه زکریا ج۳/ص ۲۱۸/ کتاب الزکوٰة، قبیل مطلب فی التصدق من المال الحرام. مجمع الانهر ص۲۸۵/۱، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۹/ص۵۵۳/ مطبوعه نعمانیه ج۵/ ص۲۴۷/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. زیلعی ص۲۷/۶، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص۳۶۷/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع والعشرون، فی القرض والدین، مطبوعه کوئٹه.

حرام اور مخلوط آمدنی سے امام کو تنخواہ اور کھانا دینا

سوال: ۔بکر ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کی تنخواہ مقرر ہے، جو تنخواہ مسجد کے متولی بکر کو دیتے ہیں، وہ چندہ وغیرہ جمع کر کے دی جاتی ہے، اور اس چندہ میں سود خور اور رشوت خور سے بھی چندہ لیا جاتا ہے، کیا ایسا چندہ لینا اور پھر امامت کی تنخواہ میں دینا کیسا ہے؟ جبکہ امامت کرنے میں تقویٰ کا زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے، پھر کیا امام کو بھی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمانہ میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، اور اسی طرح مدرسہ کے مدرس کا بھی مسئلہ ہے وہ بھی تحریر فرمائیں، بعض جگہ اماموں کا مستقل کھانے کا انتظام ہوتا ہے، اور جن گھروں سے کھانا آتا ہے، ان میں سے بعض گھر والے سود لینے میں بھی مبتلا ہیں اور بعض سرکاری ملازم رشوت لیتے ہیں ایسے گھر سے بھی کھانا آتا ہے، اب امام کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ امام اور یہ مدرس محنت سے کام کرتے ہیں، اور اگر کھانا بند کر کے تنخواہ بڑھا دینے کی بات کی جاتی ہے، تو تنخواہ بہت ہی کم بڑھائی جاتی ہے، جو کھانے کی نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے، اور جو تنخواہ بڑھائی جاتی ہے تو وہ بھی اسی آمدنی سے جو کہ سود خور اور رشوت خور سے چندہ لیکر جمع کیا گیا ہے، ایسی صورت میں امام یا مدرس کیا کرے؟ ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کونسی ہے؟ آیا صرف پوری تنخواہ ہی لی جائے یا کھانے کو بھی جاری رکھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متعین طور پر جو شخص رشوت یا سود کی آمدنی امام یا مدرس کو دے خواہ روپیہ کی صورت میں ہو یا کھانے کی صورت میں ہو، اس کا لینا جائز نہیں، اگر کسی کی آمدنی حلال وحرام دونوں قسم کی ہو مگر حلال آمدنی زیادہ ہو حرام کم ہو، ایسی مخلوط آمدنی سے امام یا مدرس کو کھانا یا نقد دے تو اس کا لینا درست ہے، اگر حرام زیادہ ہو حلال کم تو لینا درست نہیں، ایسا آدمی اگر حلال سے

دے مثلاً قرض لے کر دے یا اس کو وراثت میں حلال چیز ملی ہو اور اس میں سے دے تو لینا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۴ھ

مال حرام سے خریدے ہوئے مکان سے انتفاع

سوال:۔ ایسی زمین جو مال حرام سے خریدی گئی ہے، کوئی شخص اس کو اپنی پاک کمائی کے روپیہ سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟ یا ایسا مکان جو حرام سے بنایا یا خریدا گیا ہے، اس کو مال حلال کے عوض خرید کر اپنے صرف میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا ایسی زمین اور ایسے مکان کو کرایہ پر لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زمین یا مکان کے حرام مال سے خریدنے کی چار صورتیں ہیں جیسا کہ پیچھے مذکور ہوئی[2]، اگر مشتری نے اول صورت سے خریدا ہے تب تو اس سے کسی مشتری آخر کو حلال مال سے خریدنا

---

[1] أكل الربوا وكاسب الحرام اهدى اليه او اضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولا ياكل مالم يخبره ان ذٰلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان كان غالب ماله حلالا لابأس بقبول هديته والا كل منها، عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص ۳۴۳/ كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات. فتاوى بزازيه كوئٹه ص ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى الهدية، المحيط البرهانى ص ۸/۷۳، كتاب الكراهية، الفصل السابع عشر فى الهدايا، مطبوعه ڈابھیل.

[2] ملاحظہ ہو عنوان "حرام مال کے ذریعہ تجارت"

درست نہیں، اگر بقیہ تین صورتوں سے خریدا ہے تو مشتری آخر کو خریدنا درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/صفر ۶۸ھ

ناجائز زمین کی پیداوار کا حکم

سوال:۔ایک شخص کا باپ چوری کرتا ہے اور اس کے وہاں کھیتی بھی ہوتی ہے، مگر کھیتی میں اور کھیتی کے بیلوں میں روپیہ چوری کا لگا ہوا ہے، اور دنیاوی کاروبار بہت اچھا چلا رکھا ہے، اور اس کے دادا بھی چوری کا کام کرتے تھے، اور زمین بھی دبا لیتے تھے، اب جو سرمایہ باپ دادا نے زمین وروپیہ جمع کر رکھا ہے، اس میں چوری اور رہن کا بھی ہے، اور گھر کا بھی، اس زمین میں کونسی حرام ہے کونسی حلال ہے، اس گھر میں ایک لڑکا ہے، وہ عاقل وبالغ ہوگیا ہے، اب اس نے حرام وحلال میں فرق دیکھا، اس نے اس کے کھانے میں کراہت سمجھی اور وہ اپنے والدین کا اکیلا ہے، گھر کا سب کاروبار کھیتی وغیرہ سب وہی کرتا ہے، اگر وہ کاروبار چھوڑ دے

---

[1] رجل اکتسب مالاً حراماً ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه اماان دفع تلک الدراهم الی البائع اولا ثم اشتری منه بها اواشتری قبل الدفع بها ودفعها اواشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراهم اواشتری بدراهم آخر ودفع تلک الدراهم قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب قال ابوبکر لایطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علی قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس .شامی زکریا ج۷/ ص۴۹۰/ کتاب البیوع، باب المتفرقات،مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشتری علی خمسة اوجه. البحر الرائق ص۸/۱۱۴، کتاب الغصب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص۸۳-۴/۸۲، کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

تو تمام خراب ہوجائے ، باپ مانتا نہیں، اب اس زمین کی پیداوار میں کھانا پینا چھوڑ دے یا کیا کرے دوسرا کام بھی اس کو دشوار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس چیز وزمین کے متعلق معلوم ہو کہ یہ چوری کی ہے، اس کا استعمال کرنا کھانا پینا سب ناجائز ہے، اس کا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر مر گیا تو اس کے ورثہ کو واپس کردے، اگر مالک معلوم نہ ہو تو اس کو صدقہ کردے تاکہ عذاب قیامت سے چھٹکارہ ہو[1] اور جس چیز کے متعلق معلوم نہ ہو کہ یہ چوری کی ہے، یا حلال کی کمائی کی ہے، تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر حلال غالب نہیں ہے، تب تو اس کا استعمال درست نہیں ہے، اگر حلال غالب ہے تو اس میں گنجائش ہے۔[2]

زمین جس کی زبردستی دبا رکھی ہے اسکا واپس کرنا بھی ضروری ہے اور اس کی پیداوار میں

---

[1] اخذ مورثه رشوة اوظلما ان علم ذٰلک بعینه لایحل له اخذه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه وان کان مختلطا مجتمعا من الحرام لایعلم اربابه ولا شیأمنه بعینه حل له حکما والا حسن دیانة التنزه عنه، شامی زکریا ج۷/ص ۳۰۱/ باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً. المحیط البرهانی ص۸/۶۳، کتاب الکراهیة الخ، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب.

[2] أکل الربوا وکاسب الحرام اهدی الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل وان کان غالب ماله حلالا لابأس بقبول هدیة والا کل منها. عالمگیری کوئٹه ج۵/ ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشرفی الهدایا والضیافات. فتاوی بزازیه ص ۶/۳۶۰، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی الهدیة، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۸/۷۳، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا، مطبوعه ڈابهیل.

سے صرف بیج کی مقدار رکھنا درست ہے، اس سے زائد رکھنا درست نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۶/رمضان ۵۶ھ

صبی کی ملک میں مربی کا تصرف

سوال:۔ ایک شخص کی نگرانی میں ایک خاندان کا بچہ تعلیم کے واسطے سپرد کیا گیا، بچہ کے نام جاگیر ہے، اسکو ہبہ کیا جاتا ہے، اس کے نام روپیہ آتا ہے، تو وہ نگراں اپنی ضروریات میں بھی خرچ کرتا ہے، وہ بچہ غصب کرتا ہے کہ کوئی چیز چراتا ہے یا اس کو صدقہ کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ سید ہے طالب علم مسافر بھی ہے نابالغ تو ہے ہی نگراں بھی دست نگر اور تنگدست ہے، ایسی صورت میں شریعت کے کیا احکام ہیں، اور ان کے ضبط کے لئے کیا قاعدہ کلیہ ہے مدلل ومشرح بیان فرمائیے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس بچہ کو صدقات واجبہ لینا ناجائز ہے، چوری غصب بھی ممنوع ہے، نگراں کو اس کی ملک میں اپنی ذات کے لئے تصرف درست نہیں اس کا ہدیہ بھی قبول نہیں کرنا چاہئے، بچہ کو ہدیہ قبول کرنا صحیح ہے "قبول الصبی العاقل الهبة صحیح اھ اشباہ[2] ص ۱۹۵/ شرائط

---

[1] غصب من آخر ارضا فزرعها ونبت حتی ادرک الذرع فالذرع للغاصب وهذا معروف والمختارانه یضمن قیمة بذره مبذوراً فی ارض غیره، عالمگیری کوئٹه ج۵/ ص۱۴۳/ کتاب الغصب، الباب العاشر فی زراعة الا رض المغصوبة. بحر کوئٹه ص ۱۱۲/۸، کتاب الغصب، زیلعی ص ۲۲۵/۵، کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان پاکستان.

[2] الاشباه والنظائر ص۱۴۳/ الفن الثانی، کتاب الهبة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی. عالمگیری کوئٹه ص۳۹۳/۴، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغیر.

صحتها فی الواهب العقل والبلوغ اھ سکب الانهر[1] ج ۲/ ص ۲۵۳/. اور جو احکام دریافت طلب ہوں تفصیل سے تحریر کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱/۳/۶۱ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ربیع الاول/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۳/۶۱ھ

چوری کا کوئلہ واپس کرنا چاہئے

سوال:۔ زید ریلوے میں ملازم ہے، اور بکر کا دوست ہے زید ریلوے سے کوئلہ چرا کر لاتا اور جلاتا ہے، بکر کو اس کا علم ہے کہ زید ریل کا کوئلہ چرا کر لاتا ہے، اس کے علم کے باوجود بکر نے زید سے کوئلہ منگوایا تو زید نے کسی آدمی کے ہاتھ کوئلہ لاکر بھجوادیا، کوئلہ منگانے کے بعد بکر کو خیال ہوا کہ کوئلہ واپس کردیں، لیکن کوئلہ واپس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ زید دور شہر میں ملازم اور بکر ایک دیہات میں رہتا ہے، اس لئے اس کوئلہ کی واپسی ناممکن ہے، ایسی صورت میں کوئلہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

چوری کا کوئلہ استعمال نہ کیا جائے، اگر اسکو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو کسی غریب کو اس نیت سے دیدیا جائے کہ اللہ پاک اسکے وبال سے نجات دے[2]، جو شخص وہاں ملازم ہو اس سے

---

[1] سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ج ۲/ص ۴۹۰/ اول کتاب الهبة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. الدارالمختار علی الشامی زکریا ص ۸/۴۸۹، کتاب الهبة، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۷۴، کتاب الهبة، الباب الاول، زیلعی ص ۵/۹۱، کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان. (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

واپسی کی ترکیب دریافت کرلی جائے، ممکن ہیکہ کوئی ترکیب نکل آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

کارخانہ کے ملازمین پر دباؤ ڈال کر روپیہ لینا

سوال:۔ کارخانہ میں کچھ کاریگر ملازم ہیں جن کے ذمہ ہزار روپیہ قرض بھی ہے، اس کے باوجود ہر ہفتہ پیشگی کے طالب رہتے ہیں، اس صورت میں کارخانہ کا مالک دباؤ ڈالنے کے لئے ۵/۵ روپیہ مٹھائی کے لئے خرچ کرالیتا ہے، پھر پیشگی دیتا ہے، یہ دینا کیسا ہے؟ اور مالک کا خرچ کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دباؤ ڈال کر خرچ کروانا درست نہیں[1]، ہاں اپنے قرض میں محسوب کرلے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۲] اما اذا كان عند رجل مال خبيث الىٰ ماقال ولايمكنه ان يرده الىٰ مالكه ويريدان يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة الا ان يدفعه الىٰ الفقراء الخ. بذل المجهود ج ۱ / ص ۳۷/ مطبوعه رشيديه سهارنپور، كتاب الطهارة، باب فرض الوضو. المحيط البرهانى ص ۸/۶۳، كتاب الكراهية الخ، الفصل الرابع فى الكسب، مطبوعه ڈابهيل، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۴۹، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱] لايحل مال امراء الابطيب نفس منه الحديث، مشكوٰة شريف ص ۲۵۵/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، كتاب الغصب والعارية، الفصل الثانى،

ترجمہ:۔ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔

ٹھیکہ میں بچا ہوا سامان استعمال کرنا

سوال:۔ کسی شخص نے سڑک کی مرمت کی ٹھیکے داری لی، گورنمنٹ نے اس سلسلہ میں کافی بجری سڑک کی مرمت کے لئے دی، ٹھیکے دار نے سڑک مرمت کرادی اور مرمت کے بعد بجری بچ گئی، اب اس بجری کو گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر عوام کا استعمال کرنا اپنے ذاتی کام میں کیسا ہے؟

(نوٹ) بجری ٹھیکہ دار کی ہے اور سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ کی ہے، عوام بغیر اجازت کے استعمال کرنا چاہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

کسی کو مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کا حق نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۲ھ

چندہ کر کے خود کھالینا کیا خیرات ہے

سوال:۔ بیماری کے اندر بستی میں کچھ خیرات کے لئے اکٹھا کیا اور وہ پکا کر خود انہوں نے کھالیا یہ خیرات مشروع ہے یا غیر مشروع؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیرات نہیں بلکہ خیرات اور تصدق جس کا حدیث شریف میں حکم ہے، جس سے بلا

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ. الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

دفع ہوتی ہے، یہ ہے کہ غرباء اور حاجت مندوں کو دیا جائے، مالدار کو صدقہ نہیں کھانا چاہئے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

بڑے بھائی کی دوکان سے پیسہ بچانا

سوال:۔ زید اپنے بڑے بھائی بکر کے ساتھ رہتا ہے، بڑے بھائی کی دوکان ہے، زید بھی دوکان کا کافی کام کراتا ہے، زید کو بڑے بھائی نے کھانے پینے کی اجازت دے رکھی ہے، مگر زید کھانے پینے میں بہت کم خرچ کرتا ہے اور کچھ پیشہ جمع کرتا ہے، تو یہ پیسہ اس کو خود خرچ کرنا یا مسجد میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے بھائی کو اس کی خبر کردے اور اس سے اجازت لیلے، پھر مسجد وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

---

[1] ولایصرف الیٰ غنی یملک قدر نصاب الخ ،درمختار علی الشامی زکریا ج۳/ص ۲۹۵/ کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف. سکب الانہر ص ۳۲۹/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، زیلعی ص ۳۰۲/۱، کتاب الزکوۃ، باب المصرف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ. الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

یتیموں کا مال مسجد اور مدرسہ میں دینا

سوال:۔ مسجد و مدرسہ کے نام پر یتیموں کی ملکیت مسجد و مدرسہ میں لینے کے لئے طرح طرح کی سازش کرنا اور اس میں عیب جوئی کرنا اور غیر انسانی حرکت کرنا کیسا فعل ہے، جو لوگ اس حرکت میں شامل ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا وجہ شرعی نہ مسجد میں لینے کا حق ہے نہ مدرسہ میں[1] ظالم کی مدد کرنا بھی ظلم ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۶ھ

درگاہ میں آیا ہوا پیسہ دینی یا دنیاوی تعلیم پر

سوال:۔ ہمارے اُلّال میں بہت بڑا درگاہ ہے جو بہت مشہور ہے، جس کی روزانہ آمدنی کے طور پر نیاز وغیرہ سے بہت جمع ہوتا ہے، کچھ فلوس فراہم کئے ہیں، جو نیاز کے طور پر آتے ہیں، اس فراہم کئے ہوئے پیسہ کو کیا کہتے ہیں؟ فراہم کئے ہوئے پیسے کس طور پر استعمال کر سکتے ہیں، کیا اس پیسے کو دین سکھانے والے اسکولوں کو یا دنیاوی سکھانے والے اسکولوں پر خرچ کر سکتے ہیں؟

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار زکریا ص ۹/۲۹۱، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز التصرف بمال الغیر. الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] قال اللّٰہ تعالیٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (سورۂ مائدہ الآیۃ ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ کے نام پر غرباء کو کچھ دیکر ایصال ثواب کر دینا شرعاً درست ہے[1]، اس قسم کا جو روپیہ درگاہ کے ذمہ دار صاحب کو دیا گیا ہو وہ غرباء کو بھی دے سکتے ہیں، اور دین کے دوسرے کاموں میں بھی صرف کر سکتے ہیں، اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر دیجائے اسکا لینا اور خرچ کرنا درست نہیں، اس واسطے مناسب یہ ہے کہ دینے والوں کو پوری تفصیل کے ساتھ مسئلہ بتایا جائے کہ وہ اللہ کے نام پر دیں اور اسکا ثواب صاحب درگاہ مرحوم کو پہنچادیں، اور اس روپیہ کا اختیار درگاہ کے ذمہ دار کو دیدیں کہ وہ ثواب کیلئے دین کے جس کام میں چاہیں صرف کیا کریں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۹۹ھ

حکومت سے دوسرے کے نام زمین الاٹ کرائی اس کا مالک کون

سوال: ۔آج سے تقریباً ۱۵/سال پہلے راجستھان سرکار نے ایسے کسانوں کو جن

---

[1] من صام أو صلى أوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والا حياء جاز (شامی کراچی ج۲/ ص۲۴۳/ باب الجنائز، مطلب فی القراء ة للميت واهداء ثوابها لهٗ، شرح فقه اكبر ص۱۵۸، دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم لهم نفع لهم، مطبوعه مجتبائی دهلی، هدايه ص۲۹۶/۱، باب الحج عن الغير، مطبوعه تهانوی ديوبند)

[2] واعلم أن النذر الذی يقع للاموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الا ولياء الكرام تقربا اليهم فهو باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الانام أی بان تكون صيغة النذر لله تعالىٰ للتقرب اليه (درمختار مع الشامی كراچی ج۲/ ص۴۳۹/ كتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی يقع للاموات الخ، بحر ص۲/۲۹۸، كتاب الصوم، فصل فی النذر، قبيل باب الاعتكاف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الانهر ص۱/۳۷۶، قبيل باب الاعتكاف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

کے پاس کاشت کی زمین نہیں تھی، بلا قیمت زمین الاٹ کرنے کی اسکیم چلائی تھی، زید اس وقت اپنے گاؤں میں سرپنچ تھا، زید کے پاس کاشت کے لئے پہلے سے کافی زمین تھی، اس لئے اس اسکیم کے تحت زمین حاصل نہیں کرسکتا تھا، زید نے زمین حاصل کرنے کی غرض سے اپنے نام کی جگہ اپنے چھوٹے بھائی عمر کے نام سے درخواست دیکر جس کے پاس زمین کاشت پہلے سے نہیں تھی، اور عمر اس اسکیم میں قانوناً زمین لے سکتا تھا، عمر کے نام میں ۱۵/ بیگھہ زمین الاٹ کروالی اور اسمیں کاشت کرتا رہا، زید نے اس بات کو اپنے بھائی عمر کو نہیں بتلایا کہ میرے پاس ۱۵/ بیگہ زمین تمہارے نام سے ہے، پچھلے سال عمر کو اس بات کا علم ہوا کہ زید کے پاس جو ۱۵/ بیگہ کا الاٹ ہے وہ اسکے نام میں ہے، عمر نے زید سے درخواست کی کہ اس زمین میں مجھے کاشت کرنے دو؟ کیونکہ حکومت نے میرے نام سے الاٹ مینٹ دیا ہے، زید زمین پر اپنی ملک بتاتا ہے، اور چھوڑنا نہیں چاہتا ہے، یہ زمین آج بھی سرکاری کاغذوں میں عمر کے نام ہے۔

(۱) زید کا عمر کے نام پر اس طرح زمین حاصل کرنا کیسا ہے؟

(۲) زمین کا شریعت کی رو سے مالک کون ہے؟

(۳) اگر زمین کا مالک عمر ہے تو اتنے سالوں سے زید اس کو کاشت کرتا رہا اور آمدنی لیتا رہا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۴) اگر زید زمین کا مالک ہے تو عمر کو زید کے نام زمین ٹرانسفر کرنے کے لئے کوئی شرط لگانے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) یہ طریقہ غلط ہے (۲) جو عمر کے نام سے الاٹ ہوئی ہے عمر ہی مالک ہے۔

(۳) وہ غلط طریقہ پر کاشت کرتا رہا اور آمدنی لیتا رہا۔ (۴) زید کو چاہئے کہ وہ زمین عمر کے

حوالہ کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۹۹ھ

پانی ملا کر دودھ گرم کرنا کہ اصل باقی رہے درست ہے

سوال:۔ دودھ میں پانی ملا کر گرم کرتے ہیں اور اس کے بعد اس دودھ کی چائے بنا کر دیتے ہیں، تو کیا ایسا عمل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر آپ خالص دودھ خریدیں اور اس میں پانی ملائیں یہ عمل ایسا ہوگا کہ اگر دوسرا شخص یہ کرے تو آپ کو ناپسند ہے، خود اس عمل کو کریں گے، تو وہ کیوں ناپسند نہیں[2]، بہرحال اگر پانی اس لئے ملاتے ہیں تاکہ گرم کرنے سے پانی پانی جل جائے، اور دودھ اپنی اصلی حالت پر باقی رہے اور اس سے چائے بنا کر دیں تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۹ھ

ناجائز پیسوں سے خرید شدہ سامان کا حکم

سوال:۔ زید نوکری پیشہ تھا، تنخواہ کے مقابلے میں بالائی آمدنی اس کی زیادہ تھی،

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ج۶/ ص ۲۰۰/ کتاب الغصب ،مطلب فیما یجوز من التصرف بلااذن صریح، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

[2] تحب للناس ماتحب لنفسک وتکرہ لھم ماتکرہ لنفسک (الحدیث)مشکوٰۃ ص ۱۶/ باب الکبائر، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:۔ پسند کرے تو لوگوں کیلئے وہ جو اپنے لئے پسند کرے اور ناپسند کرے لوگوں کیلئے جو اپنے لئے ناپسند کرے۔

دونوں بیویوں کو ساتھ رکھتا تھا، ان ایام میں زید نے گرم اور ٹھنڈے کپڑے مثلاً کوٹ اور گرم کرتے اور چادر وغیرہ دیگر سامانِ آرائش خریدے، طعام اور دوسرے لغویات پر ان بیویوں پر صرف کرتا تھا، لیکن تنخواہ کے پیسے ان اخراجات کے لئے کافی نہیں تھے، تقریباً تین سال سے اس نے نوکری چھوڑ دی ہے اور خدا نے توفیق دی، اس وقت عبادت اور ریاضت میں مشغول ہے، اب سوال یہ ہے کہ اسکے پاس وہی کپڑے اور سامان ہیں جس کو اس نے ان دنوں میں خریدا تھا، اور انہیں کپڑوں کیساتھ نماز اور دیگر ارکان ادا کرتا ہے، نوکری چھوڑنے کے بعد سے بیکار ہے، ذریعہ معاش بھی انہیں پیسوں کے ذریعہ اختیار کئے ہوئے ہے، ان پیسوں کو اپنے بھائیوں کو دے رکھا ہے، جس کے ذریعہ وہ تجارت کرتے ہیں، اور انہیں کے ساتھ شامل رہتا ہے، بیکاری کی وجہ سے اس سے دوسرے کپڑے اور سامان بنوانا مشکل ہے، اور اگر بنانا ہی ہے تو وہی مذکورہ پیسے استعمال ہوں گے، اس صورت میں کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جتنے پیسے اس نے ناجائز طریقے پر حاصل کئے آہستہ آہستہ مالک کو واپس کرے، مالک کا علم نہ ہو تو غرباء کو اس کی نیت سے صدقہ کرتا رہے[1] اور جب تک حلال پیسہ میسر آئے ان کپڑوں کو استعمال کرتا رہے اور استغفار بھی کرتا رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والسبیل فی المعاصی ردھا وذٰلک برد المأ خوذ ان تمکن من ردہ بأن عرف صاحبہ وبالتصدق بہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہٗ ان کان لایصل الیہ عین مالہٗ الخ عالمگیری ج۵/ ص ۳۴۹/ مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب، بذل المجھود ص۳۷/ ۱، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، مطبوعہ سھارنپور، شرح فقہ اکبر ص ۱۹۴، بحث التوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دھلی، شامی زکریا ص ۳۰۱/۷، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما.

ٹھیکہ دار کے لئے سامان بچا کر خود رکھنا

سوال:۔زید گورنمنٹ کا پل بنوانے کا ٹھیکہ دار ہے، مثلاً ایک پل کے لئے چالیس بوریاں ملتی ہیں، اور سیر کہتا ہے کہ دس بوریاں مجھ کو دیدو، وہ دیدیتا ہے، اور سیر کہتا ہے کہ اب میں تمہارا پل پاس کردوں گا، اور پانچ بوری خود بھی رکھ لیتا ہے، کیونکہ زید مطمئن ہے کہ اور سیر خود دس بوری لے چکا ہے، اگر اور سیر کو نہیں دیتا تو پل پاس نہیں ہوتا، ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیانت ہے، رشوت ہے، معصیت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈاک کے غیر مہر شدہ ٹکٹ دوبارہ استعمال کرنا

سوال:۔زید محکمۂ وقف میں ملازم ہے جہاں باہر سے بکثرت ڈاک آتی ہے، اور بعض اوقات ڈاک ٹکٹ جو خطوط پر چسپاں ہوتے ہیں، مہر کی زد سے بچ جاتے ہیں، کیا زید ان ٹکٹوں کو اپنے یا وقف کے مفاد میں دوبارہ استعمال کرسکتا ہے، اور شرع کی رو سے ایسے استعمال شدہ ٹکٹوں کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز؟

---

[1] ''الرشوة مايعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم لهٗ اويحمله على مايريد الخ شامی زکریا ج۸/ ص۳۴/ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة الخ'' قواعد الفقه ص۳۰۷، حرف الراء، مطبوعه اشرفی دیوبند، البحرالرئق ص ۶/۲۶۲، کتاب القضاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

دوبارہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۱۳۹۵ھ

جس کا مال مشتبہ ہو اس کے یہاں خوراکی دے کر کھانا

سوال:۔ مجھے اپنی خوراک کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں بہت تشویش ہے ،میرا کھانا پینا ایک ایسے شخص کے پاس ہے جس کا مال حرام اور مشتبہ ہے، ایسے شخص کے پاس خوراکی دے کر کھانا کھانا میرے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس کا مال بالکل حرام ہے یا غالب مال حرام ہے تو اس کا کھانا آپ کیلئے جائز نہیں ،اپنا انتظام کہیں اور کریں ،اور اگر اس کا اکثر مال حلال ہے اور کم مقدار میں حرام ہے، اور وہ سب مخلوط ہے تو آپ کو اس کے کھانے کی گنجائش ہے،[2] اگر محض مشتبہ ہے تو پھر پریشان ہو کر

---

[1] اس لئے کہ اس میں حکومت کی چوری قانون شکنی اور دھوکہ دہی ہے، جس کی خلاف ورزی کر کے اپنے کو مصیبت میں ڈالنا خلاف دانشمندی ہے۔

"لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالوا وکیف یذل نفسه قال یتعرض من البلاء لمالا یطیق الحدیث، ترمذی شریف ج۲/ص ۵۰/ مطبوعه رشیدیه دهلی، ابواب الفتن.

[2] أکل الربا وکاسب الحرام أهدیٰ الیه اواضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبره أن ذٰلک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه وان کان غالب ماله حلالا لابأس بقبول هدیته والأکل منها الخ عالمگیری ج۵/ص۳۴۳/ مطبوعه کوئٹه ، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا الخ. المحیط البرهانی ص۸/۷۳، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا، مطبوعه ڈابهیل، فتاوی بزازیه علی الهندیة ص ۶/۳۶۰، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی الهدیة، مطبوعه کوئٹه.

تشویش میں نہ پڑیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۲ھ

درزی کو بچا ہوا کپڑا استعمال کرنا

سوال:۔ درزی کو جو کپڑا سلنے کے لئے دیتے ہیں اس کی اجرت تو پہلے طے ہو جاتی ہے، اور ناپ کے مطابق گاہک سے کپڑا لیا جاتا ہے، سلنے کے بعد اگر بچا ہوا کپڑا گاہک کو واپس کیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں:۔

(۱) گاہک بچا ہوا کپڑا لیکر خوش ہوتا ہے اور دعائیں دیتا ہے، دوسرا گاہک بچا ہوا کپڑا لیکر گالیاں دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرے کپڑے کا ستیاناس کر دیا، میرا کپڑا چھوٹا کر دیا اگر کپڑا پورا لگاتا تو میرے کپڑا صحیح بنتا، تیسرا گاہک کہتا ہے کہ اگر مجھے پہلے سے بتلا دیتے تو میں اتنا کپڑا کم لاتا یہ کپڑا بہت مہنگا ہے، اسے کون بھگتے گا، مندرجہ بالا صورتوں کے پیش نظر درزی کیا کرے؟

کیا بچے ہوئے کپڑے کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درزی کو چاہئے کہ جب کپڑا ناپے تو جتنا خرچ ہوگا، ناپ کر اتنا ہی بتائے، نہ اتنا کم بتائے کہ سل کر چھوٹا رہ جائے، نہ اتنا زیادہ بتائے کہ باقی بچے اور واپسی کی نوبت آئے، تاہم

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال قال النبیﷺ اذا دخل احدكم على اخيه المسلم فليأكل من طعامه ولايسأل ويشرب من شرابه ولايسأل، مشكوة شريف ص ۲۷۹، باب الوليمة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

اگر باقی بچے گا تو اس کو خود نہ رکھے، بلکہ واپس کر دے[1]، اس پر اگر گاہک ناراض ہو کر سخت الفاظ کہے تو جواب نہ دے، خاموش رہے اور اس کو ذخیرہ آخرت تصور کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۲/۱۴۰۱ھ

درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا

سوال:۔ زید خیاطی کا کام کرتا ہے، لوگوں کے کپڑے سیتا ہے اور معقول سلائی لیکر بال بچوں کی پرورش کرتا ہے، دوسرا کوئی روزگار نہیں ہے، لیکن زید نے اپنا یہ طور بنا رکھا ہے کہ اگر مسلم کا کپڑا کاٹتا ہے تو جو کچھ بچ جاتا ہے، واپس کر دیتا ہے، غیر مسلموں کا بچا ہوا کپڑا واپس نہیں کرتا، لہٰذا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی جائز نہیں حرام ہے[2]، غیر مسلم کی چوری کا معاملہ زیادہ سخت ہے، "خصومة الذی اشد من خصومة المسلم اھ (درمختار[3]) وغیرہ میں یہ مضمون وارد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ

---

[1] من اکتسب مالا بغیر حق فاما ان یکون کسبه بعقد فاسد اوبغیر عقد کالسرقة والغصب والخیانة والغلول ففی جمیع الاحوال المال الحاصل لهٗ حرام علیه ولکن ان اخذه من غیره عقد لم یملکه ویجب علیه ان یرده علیٰ مالکه الخ، بذل المجهود ص۳۷/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، کتاب الطهارة، باب فرض الوضو. عالمگیری ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، شامی زکریا ص ۷/۳۰۱، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما.

[2] "والمراد بها (ای بالکبائر) نحو القتل والزنیٰ واللواطة والسرقة الخ، شرح فقه اکبر ص ۶۸/ مطبوعه رحیمیه دیوبند، (حاشیہ ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جو کپڑا درزی بچالے اس کا حکم

سوال:۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک درزی میرا دوست ہے اس کا لڑکا بھی میرے پاس پڑھتا ہے وہ درزی یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو ایک جوارکٹ دوں گا، میرے پاس دس سال کا ایک کپڑا کسی کی شیروانی میں کا بچا ہوا ہے، درزی مسلمان ہے، اور نماز بھی پڑھتا ہے، مگر چونکہ درزی کپڑا جو بچاتے ہیں، وہ چوری کا ہی بچاتے ہیں، مجھے یہی شبہ ہے کہ وہ شاید چوری کا ہے، درزی سے یہ معلوم کیا تو یہ بتایا کہ بہت دنوں کی بات ہے، معلوم نہیں کہ کس کا کپڑا تھا، اس سے کہہ کر رکھا تھا، یا چوری سے بچایا تھا، اب مسئلہ کے بارے میں فرمادیں کہ اس درزی سے میں وہ جوارکٹ انعام میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ عام طور پر درزیوں کی عادت معروف ومشہور ہے کہ وہ کپڑا چوری کر کے رکھ لیتے ہیں اور خود آپ کے درزی صاحب کو بھی یہ یاد نہیں کہ چوری سے رکھا ہے، یا اجازت سے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا اپنا خریدا ہوا نہیں ہے، اور آپ کا ظن غالب ہے کہ یہ چوری کا ہے، تو اس کو آپ نہ لیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۹/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] درمختار علی الشامی زکریا ج۵/ص ۴۵۹/ شامی کراچی ج۳/ ص ۶۹۴/ کتاب العتق، مطلب خصومة الذی اشد من خصومة المسلم. شرح فقه اکبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی، خانیة علی الهندیة ص ۳/۲۵۸، کتاب الغصب، فصل فی براء ة الغاصب والمدیون، مطبوعه کوئٹه. (مندرجہ ذیل حاشیہ اسی صفحہ کا ہے)

[۱] فکل عین قائمة یغلب علیٰ ظنه انهم اخذ وها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی أن یشتری الخ، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۶۴/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون.

چوری کا مال خریدنا

سوال: ۔مسروقہ شئی مثلاً جانور، کپڑا، جوتہ وغیرہ کو دانستہ یا غیر دانستہ خریدنا اور اس کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معلوم ہونے پر کہ یہ چوری کی چیز ہے اس کا خریدنا درست نہیں[1] اس سے اس کی ملک ثابت نہیں ہوگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام روزی یا حرام لقمہ کھانے سے عبادت قبول نہیں

سوال: ۔حرام روزی کا لقمہ اگر پیٹ میں اتر جائے تو اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی، اور اس کی اولاد بھی حرامی ہوگی، حرام روزی سے بنا ہوا بدن بھی دوزخ میں جائے گا، حوالہ حدیث سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں؟

---

[1] فکل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم اخذ وها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی أن یشتری ذٰلک وان تداولته الا یدی (عالمگیری دارالکتاب دیوبند ج۵/ ص۳۶۴/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والا ستیام علی سوم الغیر)

[2] ان کان السارق قد ملک المسروق رجلا ببیع أو هبة اوصدقة (الیٰ قوله)فلصاحبه أن یاخذه لانه ملکه اذ السرقة لاتوجب زوال الملک عن العین المسروقة فکان تملیک السارق باطلا (بدائع زکریا ج۶/ص۴۵/ کتاب السرقة، قبیل کتاب قطاع الطریق)

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام روزی کھانے سے عبات قبول نہیں ہوتی اتنی بات صحیح ہے[1] مگر قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عبادت مستحق انعام نہیں اور حق تعالیٰ اس سے راضی نہیں یہ مطلب نہیں کہ فرض ادا نہیں ہوتا یہ بات کہ اس کی اولاد بھی حرامی ہوگی میرے علم میں نہیں، البتہ اتنی بات صحیح ہے کہ جو گوشت حرام[2] روزی سے بنے وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہے یہ حدیث شریف مشکوٰۃ کی شرح مرقات[3] میں تفصیل سے مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۱۴۰۰ھ

شیعہ عورت کا زیور چوری کیا، پھر وہ مرگئی کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس کو کہاں صرف کیا جائے

سوال:۔ ایک شیعہ مذہب عورت کا ایک شخص نے کچھ زیور چوری کرلیا، وہ عورت فوت ہوگئی، یہ زیور اس خیال سے رکھتا تھا کہ اس سے امام باڑہ بنوائے یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے، مرحومہ نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا، اس کے مرنے کے بعد چور کے دل میں خوف پیدا ہوا، اب وہ اس زیور کی رقم کو کسی ایسی جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے جو مالکہ کے لئے باعث اجر بنے از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں، کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے؟ مسجد

---

[1] ''عن انس بن مالکؓ قال قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلنی مستجاب الدعوۃ قال یاانسؓ اطب کسبک یستجاب دعوتک فان الرجل لیرفع اللقمۃ الی فیہ من حرام فلا یستجاب لہٗ دعوۃ اربعین یوماً'' (ترغیب وترہیب، ج ۱/ص ۴۵۷/ رقم الحدیث: ۱۰۸۳/

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ لحم نبت من السحت وکل نبت من السحت کانت النار اولی بہ (مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۲۴۲/ باب الکسب وطلب الحلال)

[3] مرقات ج۳/ص ۲۹۴/ باب الکسب وطلب الحلال، مطبوعہ بمبئی.

یا مدرسہ یا طلباء کے مصارف وغیرہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس عورت کا کوئی نزدیک دور کسی قسم کا وارث نہیں تو وہ روپیہ غرباء پر صدقہ کر دیا جائے، نادار طلبہ بھی مستحق ہیں، بیواؤں، یتیموں اپاہجوں کو بھی دیا جا سکتا ہے[1]، مسجد، مدرسہ اور راستہ وغیرہ کی تعمیر یا کسی بھی تنخواہ میں صرف نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۱۳۹۵ھ

مشتبہ مال سے بنے مکان میں رہائش

سوال:۔ کیا مشتبہ مال سے بنے مکان میں بالغ بچوں کے لئے رہنا جائز ہے اور اس طرح کے گھر میں کوئی چیز استعمال میں لانا کیسا ہے؟

---

[1] والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والا فان علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به نية صاحبه الخ، شامی زکریا ج:۷/ ص: ۳۰۱/ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن وارث مالاً حراماً. شرح فقه اكبر ص: ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی، بذل المجهود شرح ابی داؤد ص:۳۷، ج: ۱، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه سهارنپور.

[2] اما لوانفق فی ذٰلک مالاً خبيثاً ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالیٰ لايقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالايقبله. شامی زکریا ج۲/ص ۴۳۱/ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، قبيل مطلب فی افضل المساجد. ويسترط ان يكون الصرف تمليكا لا يصرف الی بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات ولا الی كفن ميت الخ، درمختار مع الشامی زكريا ص ۲۹۱/۳، كتاب الزكوة، باب المصرف، بحر ص ۳۴۳/۲، باب المصرف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۴۶۲/۱، كتاب الزكوة، باب المصرف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مال کا حرام ہونا معلوم ہو اس سے کھانا درست نہیں نہ اس کو بحیثیت میراث لیا جائے، مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اس کو صدقہ کر دیا جائے[1]، اگر مال مخلوط ہو اور حلال غالب ہو تو اس کا لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شادی کے بعد حرام کمائی والا سامان استعمال کرنا

سوال:- اگر اس طوائف کے پاس کچھ سامان وغیرہ جو اس کی ناجائز کمائی کا ہے، جیسے کپڑا وغیرہ تو زید کے نکاح میں آنے کے بعد کیا وہ اس کو اپنے استعمال میں لا سکتی ہے؟ اگر نہ استعمال کے قابل ہو تو اس سامان کا کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام آمدنی کا سامان کپڑا وغیرہ اس وقت استعمال کرتی تھی، جب حلال آمدنی نہیں

---

[1] اکل الربا وکاسب الحرام اهدیٰ الیه او اضافه وغالب ماله حرام الیقبل ولایأکل مالم یخبره ان ذالک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان کان غالب ماله حلالا لا بأس بقول هدیته والاکل منها الخ، عالمگیری کوئٹه ص۵/۳۴۳، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا الخ، المحیط البرهانی ص۸/۷۳، کتاب الکراهیة، الفصل السابع عشر فی الهدایا، مطبوعه ڈابھیل، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص۶/۳۶۰، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع فی الهدیة.

[2] والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه وان کان مالاً مختلطاً مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابه ولاشیئا منه بعینه حل لهٗ حکما (شامی کراچی ج۵/ص ۹۹/ کتاب البیوع، مطبوعه زکریا ص ۷/۳۰۱، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، بذل المجهود ص۱/۳۷، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه سهارنپور، شرح فقه اکبر ص۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی)

تھی نکاح کے بعد جب کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ ہوجائیگا، تو پھر حرام آمدنی کا سامان کیوں استعمال کرے بلکہ وہ سامان غریبوں محتاجوں کو دیدے، اور خود حرام سے پکی توبہ کر کے عمر بھر توبہ واستغفار میں گذارے[1]۔ فقط واللہ موفق

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۱۳۹۹ھ

ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا

سوال:۔ جن کی کمائی ناجائز ہے، جیسے طوائف، اس سے خرید وفروخت کرنا یا ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا کیسا ہے؟ دریں صورت وہ کسی سے قرض لے کر ادا کرے تو کیسا ہے اسی طرح اس کو دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہ حرام کی کمائی کا روپیہ دے تو ڈاکٹر یا دوکاندار کو فیس یا قیمت لینا درست نہیں، ایسے روپیہ سے دعوت قبول کرنا بھی درست نہیں، ہاں وہ قرض لے کر حلال روپیہ دے، تو لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۹۰ھ

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستيجار على المعاصى او بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه ان وجد المالك، بذل المجهود ص ۳۷/۱، تحت باب فرض الوضو، مطبوعه رشيديه سهارنپور. (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جھٹکے کے گوشت کی قیمت استعمال کرنا

سوال:- ہمارے یہاں دنبہ آتا ہے سرکاری طور سے جس کو جھٹکے کے ذریعہ کاٹ دیا جاتا ہے اور اس کا کچھ حصہ گوشت فروخت کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے ایک فنڈ بنایا جس سے پکوان کی دوسری چیزیں خریدی جاتی ہیں اور وہ تمام پکوان میں استعمال ہوتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو گوشت جھٹکے کا تھا اور اس پیسے سے جو چیزیں خریدیں اس حصہ میں کھانا کیسا ہے کیونکہ فنڈ حصہ میں میرا خود کا حصہ آتا ہے میں جھٹکے کا گوشت تو کھاتا نہیں البتہ بیچ کر جو پیسے آتے ہیں اس کے متعلق مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر جھٹکے کا گوشت غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر کے آپ کو پیسے دئے ہیں تو یہ آپ کے لئے درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] اکل الربا وکاسب الحرام أهدى اليه اوأضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولايأكل مالم يخبرأن ذالک المال اصله حلال ورثه اواستقرضه الخ، عالمگیری ج۵/ ص۳۴۳/ مطبوعه کوئٹه ، کتاب الکراهية، الباب الثانی عشرفی الهداياوالضيافات. مجمع الانهر ص۱۸۶، ۴/۱۸۷، کتاب الکراهية، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، المحيط البرهانی ص۸/۷۳، کتاب الکراهية، الفصل السابع فی الهدايا والضيافات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهيل.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وبطل بيع مال غير متقوم كخمرو خنزير وميتة لم تمت حتف أنفها (قوله لم تمت حتف انفها) هذا فی حق المسلم أما الذمی ففی رواية بيعها صحيح (درمختار مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فيما اذا اجتمعت الاشارة مع التسمية، البحرالرائق ص۶/۷۱، باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه کوئٹه)

فصل دوم:- رشوت کا بیان

رشوت کا حکم

سوال:۔شہر بمبئی میں چاہے کیسا ہی مکان ہو یا دوکان ہو مگر بغیر پگڑی کے نہیں ملتا اور کوئی سرکاری کام چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو مثلاً کسی چیز کا لائیسنس نکالنا ہو یا میونسپلٹی سے مکان بنانے کا پلان منظور کرانا ہو بغیر افسروں کے رشوت دیئے کام نہیں ہوتا۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ پگڑی لینا دینا رشوت دینا لینا حرام ہے اس وقت سے مجھے بہت فکر ہے کیونکہ مجھے ایک کارخانہ کا پلان منظور کرانا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

رشوت کا دینا لینا حرام ہے[1] البتہ دفع ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کیلئے بحالت مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے۔اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الراشی والمرتشی ترمذی شریف ص۲۴۸/ج۱، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، اشرفی بکڈپو دیوبند.

[2] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسہ وماله ولاستخراج حق له لیس برشوة یعنی فی حق الدافع. شامی زکریا ص۶۰۷ ج۹ اخر کتاب الحظر والاباحة.شامی کراچی ص۴۲۳ج۶، الثالث اخذالمال لیسوی أمرہ عند السلطان دفعا للضرر أو حلبا للنفع وھو حرام علی الأخذ فقط (إلی قوله) الرابع مایدفع لدفع الخوف من المدفوع إلیه علی نفسه أو ماله حلال للدافع حرام علی الاخذ شامی کراچی ص۳۶۲/ج۵، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، فتح القدیر ص۲۵۵/ج۷، کتاب ادب القاضی، دارالفکر، بحر کوئٹه ص۲۶۲/ج۶، کتاب القضاء.

رشوت دینا

سوال:۔ اس دور میں عام طور پر غذائی قلت اور بے روزگاری پھیلی ہوئی ہے لیکن مسلمانوں کے طبقے اس سے زیادہ دوچار ہیں۔ کسی آفس میں بھی بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ چاہے وہ نوکری سے متعلق ہو یا دوسری وجہ سے ہو۔ اب اگر رشوت سے بچتے ہیں تو پھر دوسری صورت بے روزگاری سامنے ہے۔ اور اتنی پونجی بھی نہیں کہ کہیں تجارت کرسکیں۔ اور مزدوری کرنی اتنی کافی نہیں ہوتی کہ بچوں کی پرورش کرسکیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنا حق (تجارت یا ملازمت وغیرہ) وصول کرنے کے لئے اگر مجبوراً رشوت دی جائے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ رشوت لینے والے پر ہی وبال رہے گا۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

رشوت واغلام

سوال:۔ رشوت کی کیا تعریف ہے رشوت کے خلاف قرآن شریف میں کون سی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

(۲) اغلام کے خلاف قرآن شریف میں کونسی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) جو کام کسی کے ذمہ واجب ہو پھر اس کا معاوضہ لیں وہ رشوت ہے۔ جیسے عدالت اور

---

[1] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى فى حق الدافع. شامى زكريا ص۶۰۷ ج۹ آخر كتاب الحظر والاباحة. شامى كراچى ص۴۲۳ ج۶.

پولیس کے ملازمین یا ڈاکخانہ کے ملازمین کے ذمہ جو کام متعین ہے اگر وہ پبلک سے اس پر معاوضہ لیں۔ بغیر معاوضہ نہ کریں تو رشوت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی چیز کا مستحق نہیں بلکہ وہ چیز اس کے لئے ممنوع ہے۔ اور وہ شخص کوئی معاوضہ حکام کو دے کر اس کو حاصل کرے یہ رشوت ہے مثلاً بلاٹکٹ سفر کرنے کی اجازت نہیں یا مقدار معینہ سے زائد سامان ریل میں لیجانے کی اجازت نہیں لیکن کوئی شخص یہ دونوں کام ملازمین ریلوے کو ذاتی طور پر کچھ پیش کش کر کے کر لیتا ہے تو یہ رشوت ہے اور بھی بہت صورتیں ہیں۔[1] رشوت کی ممانعت کے لئے آیت **ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون** سے ثابت ہے۔ یہ آیت سورۂ بقرہ[2] پارہ سیقول کے ربع ثانی میں ہے۔

(۲) کئی جگہ قوم لوط کا ذکر ہے اور ان پر عذاب کا تذکرہ ہے اس سے ممانعت ثابت ہے۔ آٹھویں،[3] چودھویں،[4] انیسویں،[5] بیسویں،[6] پارہ میں دیکھئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] **الرشوة** اربعة اقسام ..... الثانی ارتشاء القاضی لیحکم وهو کذلک ولو القضاء بحق لانه واجب علیه (إلی قوله) وحرام منهما کالاهداء لیعینه علی الظلم شامی کراچی ص ۳۶۲/ج۵، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، فتح القدیر ص ۲۵۵/ج۷، کتاب ادب القاضی، دارالفکر، بحر کوئٹه ص ۲۶۲/ج۶، کتاب القضاء.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸.

[3] ولوطاً اذقال لقومه اتأتون الفاحشة ماسبقکم بها من احد من العٰلمین انکم لتأتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون الی قوله وامطرنا علیهم مطراً فانظر کیف کان عاقبة المجرمین. سورة اعراف آیت: ۸۴، ۸۱، ۸۰.

[4] سورہ حجر: ۵۰تا۷۷

[5] سورہ نمل آیت: ۵۴، ۵۸

[6] سورہ عنکبوت آیت: ۲۸. ۲۹

رشوت کی چند صورتیں اور اس سے توبہ

سوال:۔ زید ملازم کمیٹی نے عمر درخواست دہندہ کمیٹی کا کچھ جائز کام دیر لگانے کے بجائے جلدی کر دیا اور زید نے کمیٹی کے دیگر کام انجام دینے میں وقت کی کوئی تاخیر نہیں کی بلکہ عمر کا کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے علاوہ چھٹی کے وقت میں زید نے انجام دیا اور عمر کا کام کرنے میں زید نے کمیٹی کی آمدنی اور وقت کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ بلکہ زید نے اس جائز کام کو صرف جلدی کرنے کے بدلے میں عمر سے مقررہ اجرت کے علاوہ کچھ زائد روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا جو عمر کو بموجب قواعد دینا واجب نہ تھا کیا زید کو عمر سے ایسا زائد روپیہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال ہوا۔

(الف) زید ملازم کمیٹی نے عمر درخواست دہندہ کمیٹی کا قانوناً کچھ جائز کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے اندر انجام دیا اگر چہ بموجب قواعد کمیٹی زید کو یہ کام بطور فرائض کمیٹی انجام دینا لازم تھا اور عمر کو اس کام کی کوئی اجرت دینا واجب نہ تھی لیکن زید نے عمر سے اس کام کے عوض بطور انعام یا ہدیہ کچھ روپیہ لے لیا کیا زید کو عمر سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال ہوا۔

(ب) زید ملازم کمیٹی نے دوسرے ملازم کمیٹی مسمّٰی عمر سے کسی کام کی بابت اس کے حق کے متعلق درخواست دلوائی اور پھر زید نے قانوناً جائز کوشش کر کے عمر کو کمیٹی سے قانوناً جائز حق دلوایا اور اس کام کے بدلہ میں زید نے عمر سے کچھ روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا عمر کو دینا واجب نہ تھا کیا زید کو عمر سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حلال ہوا یا حرام؟

(۲) اگر مذکورہ بالا سوالات (۱) الف، ب، کے مطابق درخواست دہندہ عمر اور ملازم کمیٹی عمر سے زید کو ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حرام تھا اور اب زید تائب ہو گیا تو کیا اب زید کے ذمہ ایسا روپیہ عمر کو واپس کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر شرعی قانون کے مطابق زید کے ذمہ ایسا

روپیہ عمر کو واپس کرنا واجب ہے۔ اور زید یہ روپیہ عمر کو واپس ادا کر دے تو پھر زید عمر کے حق سے بری الذمہ اور رشوت کے گناہ سے دنیا میں پاک ہو جائے گا اور قیامت کے دن زید آخرت کے عذاب سے نجات پا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر مذکورہ بالا سولات (۱) اور الف کے مطابق زید کو بالکل یاد نہ آوے کہ درخواست دہندہ اشخاص کون کون آدمی تھے اور ان میں سے بعض کا نام اور پتہ بھی زید کو بالکل معلوم نہیں ہے۔ یا ان میں سے کسی کو زید تلاش کرے پھر بھی اس کا پتہ نہ چلے یا ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے۔

غرض زید اپنی جانب سے حتی الامکان کوشش کرے اور کوشش کے بعد زید کو عمر کا پتہ معلوم نہ ہو سکے تو پھر اس صورت میں اگر زید عمر کے حق کا روپیہ کسی دیگر مستحق اولیٰ کو اللہ نام دے کر خیرات کر دے اور اس کا ثواب عمر کو بخش دے تو کیا شرعی قانون کے مطابق زید کی توبہ مکمل ہو جائے گی اور زید قیامت کے دن عمر کے حق کے مواخذہ سے بری الذمہ ہو کر رشوت کے گناہ کے عذاب سے نجات پا سکے گا یا نہیں؟

(۴) مذکورہ بالا سوالات (۱) اور الف اور ب کے مطابق زید نے کمیٹی کی آمدنی یا روپے کا کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے مقررہ وقت کا بھی کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے دیگر کاموں کا بھی نقصان نہیں کیا۔ زید نے درخواست دہندہ عمر کے کام بموجب قواعد کمیٹی جائز کام انجام دیئے اور ملازم کمیٹی عمر کو بھی قانوناً جائز حق دلوایا ایسی صورت میں عمر سے مذکورہ بالا رشوت لینے کی وجہ سے کیا زید کے ذمہ شرعی قانون کے مطابق قیامت کے دن کمیٹی کی جانب سے کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ اگر کمیٹی کا بھی زید سے مواخذہ ہوگا تو زید کو دنیا میں اپنی توبہ کی تکمیل کے لئے کمیٹی کے ساتھ کیا عمل چاہئے؟

(۵) زید ملازم کمیٹی اگر اپنے افسر کو خوش کرنے اور راضی کرنے کی نیت سے مٹھائی یا ترکاری وغیرہ کی کوئی چیز بطور نذرانہ پیش کرے یا تواضع کی غرض سے صرف پان کھلائے۔ یا

افسر کسی چیز کی فرمائش کرے اور زید اس کی فرمائش پوری کردے تاکہ افسر نرمی اور مہربانی سے پیش آئے تو کیا ایسے سب کام رشوت کے گناہ میں شمار ہوں گے اور زید بھی ایسی چیزیں دینے کی وجہ سے رشوت کا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الف مذکورہ بالا سوال (۵) کے مطابق اگر زید بھی رشوت کے گناہ کا مجرم ہوگیا تو زید کو ایسے فعل کی بابت معافی کے لئے کیا عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ زید دینا میں اپنی توبہ کی تکمیل کر سکے اور آخرت میں زید اس گناہ کے عذاب سے نجات پا سکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر زید کمیٹی کے مقررہ وقت میں یہ کام کرسکتا تھا مگر اس نے عمر سے روپیہ لینے کی وجہ سے اس وقت نہیں کیا بلکہ خارج وقت میں کیا ہے، اور کمیٹی کا وقت فضول ضائع کیا تو یہ کمیٹی کے ساتھ خیانت ہے اور رشوت لینے کا حیلہ ہے[1] اگر کمیٹی کا وقت پورا اس کے کام میں صرف کیا اور جو کام باقی رہ گیا تھا جس کو قانوناً دوسرے روز کرنا چاہئے تھا اور اپنے ذاتی وقت میں عمر کی رعایت سے وہ کام کردیا ہے اور قانوناً اس کی ممانعت بھی نہیں، تو یہ روپیہ لینا درست ہے۔

(الف) یہ روپیہ لینا جائز نہیں۔[2]

---

[1] وليس للخاص ان يعمل لغيره وفي الشامية اذا استاجر رجلا يوماً يعمل كذا فعليه ان يعمل ذالك العمل الى تمام المدة ولايشتغل بشئى آخر سوى المكتوبة. الدر المختار على الشامى زكريا ص ۹۶، ج۸، كتاب الاجارة، ليس للاجير الخاص ان يصلى النافلة. شامى كراچى ص ۷۰ ج ۶، بحر كوئٹه ص ۲۹ ج ۸، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، زيلعى ص ۱۳۷ ج ۵، كتاب الاجارة، باب ضمان الاجير، امداديه ملتان.

[2] والحاصل أن حد الرشوة هو مايؤخذ عماوجب على الشخص سواء كان واجبا على العين أو على الكفاية، اعلاء السنن ص ۶۱ ج ۱۵، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة الخ، مطبوعه مكتبه امداديه ملتان، مكه مكرمه. الرشوة مايعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له اويحمله على مايريد. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۴ ج ۸ كتاب القضاء. مطلب فى الكلام على الرشوة شامى كراچى ص ۳۶۲ ج ۵.

(ب) اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے تو ناجائز ہے اگر[1] ملازم کرانے میں کوئی اور بھی ایسا عمل کیا ہے جس پر اجرت دی جاتی ہو تو جائز ہے۔

(۲) جو روپیہ بطور رشوت وغیرہ ناجائز طریق پر کسی سے لیا جائے اس کی واپسی واجب ہوتی ہے، واپسی کے بعد حق العبد سے آدمی بری الذمہ ہو جاتا ہے۔[2] صاحب حق سے معذرت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے[3]۔ پھر دینا و آخرت میں اس پر انشاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں۔

(۳) اوّلاً ناجائز روپیہ اصل مالک کو دیا جائے وہ مر چکا ہو تو اس کی طرف سے غرباء ومساکین پر صدقہ کر دیا جائے۔ اور خداوند تعالیٰ سے توبہ کی جائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے نجات ہو جائے گی۔[4]

---

[1] عن ابی امامة عن النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قال من شفع لاخیه شفاعة ماهدی له هدیة علیها فقبلها فقد أتی بابا عظیما من ابواب الربا ابوداؤد ص ۴۹۹، کتاب البیوع، تفریع ابواب الاجارة، باب فی الهدیة لقضاء الحاجة، سعد بکڈپو دیوبند.

[2] الرشوة یجب ردها ولاتملک شامی زکریا ص ۳۵ ج۸، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، بحر کوئٹه ص ۲۶۲ ج۶، کتاب القضاء، مجمع الانهر ص ۲۱۴ ج۳، کتاب القضاء، دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] اتفقوا علی أن التوبه من جمیع المعاصی واجبة علی الفور لایجوز تاخیرها نووی علی مسلم ص ۳۵۴ ج۲، اول کتاب التوبة، مکتبه بلال دیوبند، روح المعانی ص ۱۵۹ ج۲۸، سورۂ تحریم آیت ۸، مطبوعه مصطفائی دیوبند.

[4] الحاصل ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لا یحل له ویتصدق به بنیة صاحبه. شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البیع الفاسد. مطلب فیمن ورث مالاً حراماً. شامی کراچی ص ۹۹ ج۵، هندیه کوئٹه ص ۳۴۹ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، محیط برهانی ص ۶۳ ج۸، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع عشر فی الکسب، طبع مجلس علمی گجرات.

(۴) جب کمیٹی کا کوئی حق تلف نہیں کیا تو تکمیل توبہ کے لئے کمیٹی سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں۔

(۵) اگر افسری ماتحتی کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ ہدیہ وتواضع ودعوت محض اسلئے ہے کہ افسر نرمی سے پیش آئے اور قابل گرفت کاموں پر چشم پوشی کرے تو یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے۔[۱]

البتہ دفع ظلم کے لئے سخت مجبوری کے وقت رشوت دینا جائز ہے۔ مگر رشوت لینا جائز نہیں۔[۲]

(الف) گذشتہ فعل پر ندامت اور آئندہ کے لئے پختہ عہد کرے اللہ پاک معاف فرمادیں[۳] گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

---

[۱] الرشوة مايعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له اويحمله على مايريد. شامی زکریا ص ۳۴ ج ۸ كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة. شامی کراچی ص ۳۶۲ ج ۵، بحر کوئٹہ ص ۲۶۲ ج ۶، كتاب القضاء، اعلاء السنن ص ۶۱ ج ۱۵، كتاب القضاء، باب الرشدة، تحقيق معنى الرشوة، مطبوعه مكتبه امدايه مكه مكرمه.

[۲] الرابع مايدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه اوماله حلال للدافع حرام على الأخذ شامی زکریا ص ۳۵ ج ۸ كتاب القضاء. مطلب فی الكلام على الرشوة الخ. شامی کراچی ص ۳۶۲ ج ۵، فتح القدير ص ۲۵۵ ج ۷، كتاب ادب القضاء، طبع دارالفكر بيروت، بحر کوئٹہ ص ۲۶۲ ج ۶، كتاب القضاء.

[۳] قال الطيبی والتوبة فی الشرع ترک الذنب لقبحه والندم على مافرط منه والعزيمة على ترک المعاودة مرقاة شرح مشكوٰة ص ۶۰ ج ۳ اول باب الاستغفار والتوبة. مطبوعه اصح المطابع بمبئی، نووی على مسلم ص ۳۵۴ ج ۲، اول كتاب التوبة، مكتبه بلال ديوبند، طيبی ص ۹۷ ج ۵، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الاول، مطبوعه زكريا ديوبند.

سرکاری ہسپتال سے رشوت دیکر دوائیاں لینا

سوال:۔ سرکاری ہسپتال میں مفت دوائیں ملتی ہے لیکن رشوت نہ دی جائے تو ٹال دیتے ہیں اور غریب آدمی باہر کا علاج نہیں کرسکتا تو رشوت دینا ٹھیک ہے یا نہیں اور مالدار بھی ایسی دوائیں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنا حق وصول کرنے کے لئے مجبوراً رشوت دی جائے تو گناہ نہیں[1] ہسپتال اگر غرباء کے لئے مخصوص نہ ہو تو مالدار بھی اس سے دوائیں لے سکتا ہے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کسٹم پر قلی کو رشوت دینا

سوال:۔ ایک شخص حج کرنے کے لئے جاتا ہے اور واپسی میں کچھ سامان لے کر آتا ہے جس پر کسٹم ڈیوٹی لگتی ہے وہ شخص اس سامان کو چھپا کر لاتا ہے، قلی کی مدد سے اور اس کو کچھ رقم دیتا ہے جو اس کی اجرت سے زیادہ ہے جس کو بقول قلی کے افسران تک میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس رقم کو جو اجرت سے زیادہ دی گئی ہے قلی کو رشوت کہیں گے یا نہیں؟ اگر رشوت ہے تو

---

[1] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى فى حق الدافع ردالمحتار ص۶۰۷ ج۹ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع. شامى كراچى ص۴۲۳ ج۶، فتح القدير ص۲۵۵ ج۷، كتاب ادب القاضى، دارالفكر.

[2] ان الوقف المطلق يختص بالفقراء لايحل للغنى وان عمم الواقف وان خصصه بغنى معين اوبقوم محصورين اغنياء حل لهم ويملكون منا فعه لا عينه ردالمحتار ص۴۰۶ ج۱۰ كتاب الوصايا فصل فى وصايا الذمى وغيره. شامى كراچى ص۶۹۸ ج۶، هنديه كوئٹه ص۳۷۰ ج۲، كتاب الوقف، الباب الثالث فى المصارف.

الراشی والمرتشی کلاہما فی النار،، والی حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، کیا گورنمنٹ کی کسٹم ڈیوٹی کو جبریہ ٹیکس کہیں گے اوراس کو بچا سکتے ہیں؟ اوراس سامان کو بچانے کے لئے جو رقم دی گئی اس کو دینے والے کو جائز کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کے رشوت ہونے میں کیا تامل ہے[1] رشوت کی وعید بھی برحق ہے۔[2] اپنا حق وصول کرنے کے لئے یا ظلم سے بچنے کیلئے رشوت دینے والے کیلئے یہ وعید نہیں۔[3] یہ ٹیکس تو سراسر ظلم ہے۔ بلاضرورت ایسا سامان لانا ہی کیا ضروری ہے جس سے بچنے کے لئے رشوت دینی پڑے۔ نہ دی تو سخت بے عزتی، سامان بچالیا تو چوری، یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء الثامن والعشرون بحمد اللہ تعالیٰ ویلیہ الجزء التاسع والعشرون اوله فصل فی احکام الزوجین انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

---

[1] الرشوة مایعطیه الشخص الحاکم وغیره لیحکم له أو یحمله علی مایرید شامی زکریا ص ۳۴ ج۸، کتاب القضاء، باب مطلب فی الکلام علی الرشوة، بحر کوئٹه ص ۲۶۲ ج۶، کتاب القضاء، اعلاء السنن ص ۶۱ ج۱۵، کتاب القضاء باب الرشوة، تحقیق معنی الرشوة، طبع امدایه مکه مکرمه.

[2] لعن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم الراشی والمرتشی ترمذی شریف ص ۴۴۸ ج ۱، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی، طبع اشرفی بکڈپو دیوبند.

[3] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولا ستخراج حق له لیس رشوة یعنی فی حق الدافع. شامی زکریا ص ۶۰۷ ج۹ اخر کتاب الحظر والاباحة، فتح القدیر ص ۲۵۵ ج۷، کتاب ادب القاضی، دارالفکر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب شانزدھم: احکام حقوق

فصل اول: - زوجین کے احکام

نکاح لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے؟

سوال:۔ بعد نکاح والدین کا لڑکی کو اپنے حسبِ منشاء استعمال کی کس قدر اجازت ہے؟ اور شوہر کو کتنا اس بات کا حق ہے کہ اپنے جائز امور و معاملات میں اور جنسی تسکین کے لئے (علاوہ ایامِ حیض ونفاس کے) کس وقت استعمال کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

والدین تو رخصت کر کے فارغ ہوگئے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کے لئے جاسکتی ہے مگر زیارت کر کے واپس چلی آئے۔ بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے۔ والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر جاسکتے ہیں۔ مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں[1]۔ شوہر اپنی تسکین کے لئے اس کی تحمل کی رعایت کرتے

---

[1] ولایمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدراعلی اتیانها علی ما اختاره فی الاختیار ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیوتة الخ، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص۳۲۴ج۵ باب النقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱۸۷ ج۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ہوئے جس قدر مناسب ہو استعمال کرسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

بیوی کو والدین سے ملنے سے روکنا

سوال:۔(۱) خلاصۂ سوال یہ ہے میرے داماد محمد رفیق نے میری لڑکی کو روک لیا ہے اور مجھ سے ملنے نہیں دیتا دراصل اس کو روپیہ کا لالچ ہے محمد رفیق کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) دراصل ایک ماسٹر صاحب کے توسط سے مجھے فریب دے کر نکاح کیا گیا ہے اس میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر واقعات اسی طرح ہیں تو محمد رفیق کا یہ فعل شرعاً واخلاقاً ہر طرح قابل مذمت ہے[2]۔

(۲) اگر اس فریب میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں تو ان کا یہ فعل قابل نفرت وملامت

---

[1] ولو تضرت مع كثرة جماعه لم تجزيادة على قدر طاقتها والراى فى تعيين المقدار للقاضى بمايظن طاقتها. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۸۰ ج ۴ باب القسم، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۵۵۰ ج ۱، قبيل كتاب الرضاع، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، النهر الفائق ص ۲۹۴ ج ۲، باب القسم، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] بلکہ لڑکی کے والدین کو ہر جمعہ اپنی لڑکی سے ملنے کا حق ہے۔ اس لئے والدین کو لڑکی سے ملنے سے روکنا ظلم ہے۔ ولايمنعهما من الدخول عليها فى كل جمعة الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۲۴ ج ۵ باب النفقة، مطلب فى الكلام على المؤنسة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۵۷ ج ۱، الفصل الثانى فى السكنى، بزازية على الهندية كوئٹه ص ۱۵۶ ج ۴، كتاب النكاح، نوع آخر ابت ان تسكن مع احماء الزوج الخ (ابوالقاسم ادروى)

ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

عورت کو میکہ جانے کا حق

سوال:۔ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ کا نکاح باداء حلف شرع شریف بکر سے کیا کہ آمد و رفت ہندہ کو بخانۂ والدین سے میں ہرگز نہ ادا کروں گا۔ اور ہندہ کو سپرد بکر کر دیا اور بکر ہندہ کو بمقام کویل علیگڑھ لے کر چلا گیا۔ جس کو عرصہ تین سال کا ہو گیا اب بکر یہ عہد کرتا ہے اور مسماۃ ہندہ زوجہ خود کو بخانہ علاء الدین آنے نہیں دیتا اور نہ والدین سے ملنے دیتا ہے اور قسم کی تکالیفات زدوکوب وغیرہ کی مسماۃ ہندہ کو پہنچا رہا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ ہندہ زوجہ بکر کو بخانہ والدین آمد و رفت کا و نیز قیام سکونت کا کس قدر حق حاصل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(ولایمنعهامن الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدررا علی اتیانها علی ما اختاره فی الاختیار) الذی رائیته فی الاختیار شرح المختار هکذا قیل لایمنعها من الخروج الی الوالدین وقیل یمنع ولا یمنعهما من الدخول الیها فی کل جمعة وعن ابی یوسفؒ فی النوادر تقیید خروجها بان لا یقدرا علی اتیانها فان قدرالا تذهب وهو حسن وقداختار بعض المشائخ منعها من الخروج الیهما واشارالی نقله فی شرح المختار والحق الاخذ بقول ابی یوسفؒ اذاکان الابوان

[1] کبرت ای عظمت خیانة تمییز ان تحدث اخاک والمعنی جنایة عظیمة منک اذا حدثت اخاک المسلم حدیثا هو لک به مصدق وانت به ای له کاذب ای بحدیث کذب وهو یعتمد علیک ویثق بقولک وظن بک انک مسلم لاتکذب فیصدقک والحال انک کاذب مرقاة شرح مشکوٰة ص ۶۳۶ ج۴، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح الطیبی ص ۱۳۶ ج۹، باب حفظ اللسان، مطبوعه زکریا دیوبند.

بالصفة التی ذکرت والاینبغی ان یاذن لها فی زیارتهما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف امافی کل جمعة فهوبعید فان فی کثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصاً اذا کانت شابة والزوج من ذوی الهیئات بخلاف خروج الابوین فی کل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم فی کل سنة مرة باذنه وبدونه اھ درمختار وشامی[1] مختصراً ص ۱۰۲ ج ۲ باب النفقة۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اپنی بیوی کو اس کے والدین سے بالکل منع کردے نہ والدین کو آنے دے نہ بیوی کو جانے دے اگر شوہر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا اور عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا یقیناً حق حاصل ہے بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود جا کر اپنی لڑکی سے مل آیا کریں اگر یہ دشوار ہو تو پھر لڑکی والدین کے پاس آکر زیارت کر جایا کرے اگر قریب ہو اور کوئی دقت نہ ہو نیز کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی آنے کی گنجائش ہے اگر دور ہوں یا فتنہ کا اندیشہ ہو یا اور کوئی دقت ہو تو پھر وہاں کے عرف کے اعتبار سے جس قدر مدت میں مناسب معلوم ہو والدین کی زیارت کے لئے آجایا کرے مسافت سفر کے لئے محرم کا ہونا بھی ضروری ہے۔[2] اور آمد و رفت کا خرچہ خود عورت کو برداشت کرنا ہوگا۔ مرد کے ذمہ نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دارالافتاء مظاہر علوم..... صحیح: عبداللطیف ۱۵/۵/۵۷ھ

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۴-۳۲۳ ج ۵ باب النفقة. مطلب فی الکلام علی المؤنسة، النهر الفائق ص ۵۱۵ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۱۹۵ ج ۴، باب النفقة.

[2] قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لاتسافر امرأة مسیرة یوم ولیلة إلا ومعها ذومحرم، مشکوٰة ص ۲۲۱، کتاب المناسک، الفصل الاول، یاسرندیم دیوبند

[3] ولومعه فعلیه نفقة الحضر خاصة لانفقة السفر والکراء، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۷۹، باب النفقة، مطلب لاتجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر، النهر الفائق ص ۵۰۹ ج ۲، باب النفقة، مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۱۸۱ ج ۴، باب النفقة.

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں بیوی کو اس کے میکہ نہ بھیجنا

سوال:۔ ایک رات مجھ سے میری بیوی نے کہا کہ میں تم سے ایک بات کہتی ہوں کسی سے کہو گے تو نہیں، جب اس کو یقین ہوگیا کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا، تو بیوی نے کہا کہ میرے بھائی نے مجھ سے حرام کاری کی ہے۔ یہ بات حلفیہ کہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب اس کو اس کے باپ کے گھر بھیجوں یا نہیں؟ مجھ کو تو اس کے بھائی سے ڈر لگتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

شوہر کو حق ہے کہ اپنی بیوی کو مستقل طور پر ہمیشہ کے لئے اپنے مکان پر رکھے، اس کی اجازت نہ دے کہ وہ والدین کے مکان پر جا کر رہے،[1] لیکن والدین سے ملنے کو منع نہ کرے۔ جب وہ آ کر ملنا چاہیں تو ان کو اجازت دیدے۔ مگر یہ بھی حق ہے کہ اس کے والدین سے کہدے کہ آپ اپنی لڑکی سے ملاقات کیجئے اور رات کو اپنے مکان پر تشریف لے جایئے۔ یہاں قیام نہ کیجئے اور کبھی کبھی بیوی کو اجازت دیدے کہ وہ والدین کی زیارت کر آیا کرے۔ جس بھائی سے ملاقات کرنے میں فتنہ ہو اس سے ملاقات کی اجازت نہ دے۔[2] جب تک فتنہ

---

[1] للزوج أن يسكنها حيث أحب ولكن بين جيران صالحين، شامی مع الدر المختار كراچی ص ۶۰۲ ج ۳، مطلب فی الكلام على المؤسسة، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۴، باب النفقة، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۸۶ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] ولايمنعها من الخروج إلى الوالدين ولايمنعهما من الدخول عليها فی كل جمعة ويمنعهم من الكينونة وفی نسخة : من البيتوتة عندها ويمنعها (الدرالمختار) وفی الشامية : والذينبغی تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدی إلٰى تنقيص حقه أو ضررهٖ أو إلى خروجها من بيتهٖ الخ شامی كراچی ص ۶۰۲، ۶۰۳ ج ۳، باب النفقة، مطلب فی الكلام على المؤنسة، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۹۵ ج ۴، باب النفقة، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

سے حفاظت کا اطمینان نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۱/ ۸۹ھ

عورت کو باپ کے گھر بغیر اجازت شوہر جانا

سوال:۔ اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر گیا ہو اور اس کا والد سخت بیمار ہے تو وہ عورت اپنے باپ کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تیمارداری اور عیادت کے لئے جاسکتی ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر/۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/صفر/۶۸ھ

بلا اجازت شوہر ماں کے گھر جانا

سوال:۔ میرا لڑکا عبدالجبار ایک ماہ سے باہر گیا ہوا ہے اس کی زوجہ بغیر میری اجازت کے مع اپنی والدہ کے گھر چلی گئی ہے جب کہ میں نے کہا کہ شوہر سے اجازت لے لو پھر جانا مگر وہ باز نہیں آئی اور اس کی ماں ہی لے گئی اس صورت میں کیا حکم ہے؟

---

[1] فان كانت قابلة اوغسالة او كان لها حق على آخرا والآخر عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن، عالمگيرى كوئٹه ص۵۵۷ ج ۱ باب النفقة، الفصل الثانى فى السكنى، مجمع الانهر ص۱۸۷ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۱۹۵ ج۴، باب النفقة، ومنها الخروج الى زيارة الوالدين وتعزيتهما وعيادتهما الخ خانية على هامش الهندية كوئٹه ص۴۴۳ ج ۱، فصل فى حقوق الزوجية، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص۱۵۶ ج۴، كتاب النكاح، نوع آخر ابت ان تسكن مع احماء الزوج، البحرالرائق ص۱۹۵ ج۴، باب النفقهة.

الجواب حامداً ومصلیاً!

بغیر شوہر کی اجازت کے نہیں جانا چاہئے تھا لڑکی نے بھی غلطی کی اور والدہ نے بھی غلطی کی شوہر کے مکان پر واپس آکر معافی مانگنا لازم ہے جب تک واپس نہیں آئے گی۔ نان ونفقہ شوہر سے پانے کی حقدار نہیں[1] ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۸/۸۸ھ

بغیر شوہر کی اجازت کے والدین کے پاس رہنا

سوال:۔ اگر نکاح کے بعد شوہر کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھوں گا اور ملنے کیلئے اپنے والدین کے پاس جاسکتی ہے سال بھر میں دو تین ماہ کیلئے اور والدین کہتے ہیں کہ ہم بوڑھے ہیں اسلئے شوہر کے پاس سال بھر میں دو تین ماہ جاسکتی ہے اور والدین کی جائداد بھی ہے اور اس پر گذر بھی ہوسکتی ہے لیکن والدین کہتے ہیں کہ اگر لڑکی چلی گئی تو ہم بھینس نہیں رکھ سکتے اسلئے کہ بھینس کیلیے چارہ وغیرہ لانا ہے اور دودھ دوہنا ہے اور والدین کہتے ہیں کہ ہم کو روٹی پکانا بھی مشکل ہے تو اس صورت میں والدین کے پاس رہے یا شوہر کے پاس اور عورت کیلئے فرمانبرداری شوہر کی مقدم ہے یا والدین کی اگر شریعت کے خلاف کسی کی بات نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

والدین کا یہ مطالبہ صحیح نہیں، اگر بغیر شوہر کی اجازت کے عورت والدین کے گھر اس طرح رہے گی تو نافرمان ہوگی اور اتنی مدت کا نفقہ بھی نہیں ملے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ جمادی الاول ۶۱ھ

---

[1] ولا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود الخ، درمختار على الثاني زكريا ص ۲۸۶ ج۵ كتاب الطلاق، باب النفقة، مجمع الانهر ص ۱۷۹ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، تبيين الحقائق ص ۵۲ ج ۳، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، (باقی اگلے صفحہ پر)

اہل قرابت سے ملنے کے لئے کتنی مدت ہے

سوال:۔ کیا بیوی کے لئے شرعاً جائز ہے کہ ایسے مرد وعورت کا اپنے مکان کے اندر آنا پسند کرے یا آنے دے جسکی آمد ورفت کو اس کا شوہر ناپسند کرتا ہو اگر چہ وہ مرد وعورت قرابت مند ہوں اور خاص اسی بستی کے رہنے والے یا رہنے والی ہوں۔

الجواب حامداً مصلیاً!

ہندہ کے پاس ہفتہ میں ایک مرتبہ ہندہ کے ماں باپ آسکتے ہیں اس سے زیادہ آنے سے شوہر کو منع کردینے کا حق ہے اور یہ بھی حق ہے کہ ان کو زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے اور جو لوگ ہندہ کے محرم رشتہ دار ہیں وہ سال بھر میں ایک مرتبہ ہندہ سے ملنے کے لئے آسکتے ہیں شوہر کو حق ہے کہ وہ اس سے زیادہ نہ آنے دے نیز زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے اس سے زیادہ نہ ان کو حق ہے نہ عورت کو اور جو لوگ محرم نہیں ان کے متعلق شوہر کو کلیۃً حق ہے کہ عورت کے پاس کبھی نہ آنے دے بلکہ نامحرم سے ملنے کی ہرگز اجازت نہ دے **ولا یمنعها من الخروج الی الوالدین ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة لها الخروج ولهم الدخول زیلعی ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیتوتة لکن عبارة ملا مسکین من القرار عندها ویؤیده مامر من التعلیل بان الفتنة فی المکث وطول الکلام به یفتی خانیة ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کاناعاصیین ولو کانت عند المحارم لانها تشتمل علی جمع**

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲ وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله والنا شزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه. عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱ الفصل الاول فی نفقة الزوجة، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص ۲۸۶ ج۵ باب النفقة. مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الخ، هدایه ص ۴۳۸ ج ۲، باب النفقة، یاسرندیم دیوبند.

فلا تخلو من الفساد عادة اھ درمختار وشامی[1] ج ۲ ص ۱۰۲۸۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قریب کے رشتہ داروں سے ملاقات کی مدت

سوال: ۔بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ حقیقی رشتہ داروں کے یہاں سال میں ایک مرتبہ جانا چاہئے۔اور اگر اس سے زیادہ جائیں تو کیا گناہ پڑے گا۔اور اگر یہ رشتہ دار اس مدت میں کئی مرتبہ آئیں جب بھی کیا گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو عورت کے محرم ہوں (جن سے نکاح جائز نہیں) ان کے مکان پر ملنے کے لئے سال بھر میں ایک دفعہ جانا اور شوہر کا اس کے لئے اجازت دینا درست ہے جبکہ وہاں پردہ کا انتظام ہو اور کوئی فتنہ اور مفسدہ نہ ہو اس سے زائد حق نہیں۔اگر وہ رشتہ دار آنا چاہیں تو ان کے لئے بھی یہی حد ہے، صرف وہاں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت ہے۔رات گذارنے کی وہاں اجازت نہیں۔شامی ص ۹۱۵ ج ۲ باب النفقہ[2] میں تفصیل مذکور ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۸۸ھ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۲۳،۲۴ ج۵،باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة، البحرالرائق کوئٹہ ص ۱۹۵ ج۴، باب النفقة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۱۸۷ ج۲، باب النفقة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة لهاالخروج ولهم الدخول ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیتوتة لکن عبارة منلا مسکین: من القرار عندها به یفتی خانیة ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة (درمختار، مع الشامی کراچی ص۶۰۳ ج۳ باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۲۹ ج ۱، باب النفقة، مجمع الانهر ص۱۸۷ ج۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، دارالکتب العلمیه بیروت)

شوہر کی نافرمانی کی چند صورتیں

سوال:۔ بلا اجازت شوہر خالد کے ہندہ کا دن کے وقت یا رات کے وقت عید ملنے کے لئے یا کسی مہمان عورت کو بستی کے یا برادری کے لوگوں کے مکانات دکھانے یا ملاقات کرانے کے لئے یا وعظ سننے کے لئے یا اور کسی غرض سے دوسرے کے گھر جانے کے لئے اپنے مکان سے باہر قدم رکھنا اگر چہ داماد کا گھر سہی کیا جائز ہے خصوصاً جب کہ شوہر کی نارضامندی ہو اور وہ ان حرکتوں سے بیزار ہو اور ہندہ کے لئے دیگر ضروری کاموں کے لئے بڑا لڑکا بھی موجود ہو اور ماما بھی اور باہر ایک خادم بھی۔

(۲) اپنے آوارہ واوباش لڑکوں کے متعلق ہندہ کا امداد واعانت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں کیا وہ صلہ رحمی ہے جسے ہندہ صلہ رحمی سمجھ کر جائز قرار دیتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱،۲) جو امور شرعاً مباح ہوں اور عورت ان پر قادر ہو یعنی بلا ناقابل برداشت مشقت کے کر سکتی ہو تو وہ شوہر کے امر کی وجہ سے واجب ہو جاتے ہیں۔[۱] ہاں معصیت میں شوہر کی اطاعت ناجائز ہے[۲] پس شوہر کی مرضی کے خلاف ہندہ کا گھر داس یا برادری میں جانا یا وعظ سننے کیلئے جانا جب کہ وہ اپنے شوہر سے مسائل معلوم کر سکتی ہے منع اور ناجائز ہے ایسا کرنے

---

[۱] وحقة عليها ان تطيعه فى كل مباح يامرها به ظاهره انه عند الامر به منه يكون واجبا عليها كامر السلطان الرعية به، الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۳۸۸ ج۴، قبيل باب الرضاع، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۵۵۰ ج۱، قبيل كتاب الرضاع، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، النهرالفائق ص۲۹۷ ج۱، قبيل كتاب الرضاع، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] وعن النواس بن سمعان قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق، مشكوٰة شريف ص۳۲۱، كتاب الامارة، الفصل الثانى، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، المعجم الكبير للطبرانى ص۱۷۰ ج۱۸، هشام بن حسان عن الحسن عن عمران، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت، كنز العمال ص۷۹۲ ج۵، الباب الثانى فى الامارة، مخالفة الامير، مطبوعه مؤسسة الرسالة، بيروت.

سے وہ گنہگار اور شوہر کی نافرمان ہوگی[1]۔ لڑکا جب بالغ ہو جائے اور کسب پر قادر ہو تو اس کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ واجب نہیں رہتا[2] اور جب کوئی لڑکا فاسق ہو تو اس کو مقدار کفایت کھانے کپڑے سے زائد روپیہ دینا کہ وہ جس کو معصیت میں خرچ کرے منع ہے ہاں دیندار کو دینا ثواب ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کی اولاد فاسق و فاجر ہو اور یہ خیال ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد میرے مال کی وارث ہوگی اور نافرمانی میں صرف کرے گی تو مناسب یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اپنے تمام مال کو مصارف خیر پر صرف کر دے اور اولاد کیلئے کچھ میراث نہ چھوڑے پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا اپنی فاسق و فاجر اولاد کو اتنی مقدار میں روپیہ دینا جس کو وہ جی کھول کر معصیت میں صرف کریں درحقیقت اعانت معصیت ہے جو ناجائز ہے **وان کان فی ولده فاسق لا ینبغی ان یعطیه اکثر من قوته کیلا یصیر معینا له فی المعصیة ولو کان ولده فاسقا وارادان یصرف ماله الی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هٰذا خیر من ترکه** ھ فتاویٰ عالمگیری[3] ص ۱۶۵ ج ۳۔

عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے اور

---

[1] وان لم یقع نازلة وارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتتعلم مسائل الصلاة والوضو، فان کان الزوج یحفظ تلک المسائل ویذکرلهاذلک لیس لهاان تخرج بغیر اذ نه الخ خانیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴۴۳ ج ۱ فصل فی حقوق الزوجیة، البحرالرائق کوئٹه ص۱۹۵ ج۴، باب النفقة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۲۵ ج۵، باب النفقة، قبیل مطلب فی منع النساء من الحمام.

[2] ولایجب علی الاب نفقة الذکورالکبار الاان یکون الولد عاجزاً عن الکسب الخ عالمگیری کوئٹه ص۵۶۳ ج ۱، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، قاضیخان علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴۴۵ ج ۱ فصل فی نفقة الاولاد، مجمع الانهر ص۱۹۲ ج۲، باب النفقة، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۱ ج۴ الباب السادس فی الهبة اللصغیر، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۲۳۷ ج۶، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، البحرالرائق کوئٹه ص۲۸۸ ج۷، کتاب الهبة.

دوسرے محرم رشتہ داروں سے ملنے کے لئے ایک سال میں ایک مرتبہ جانے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا نہ حق ہے اور نہ مطالبہ کرسکتی ہے نامحرموں کے گھر جانا جائز نہیں اسی طرح اپنے محرم کے گھر محفل وغیرہ میں جانا بھی جائز نہیں نہ شوہر کی اجازت سے نہ بلا اجازت اور شوہر کو اجازت دینا بھی جائز نہیں۔ اجازت دیگا تو گنہگار ہوگا کذافی ردالمحتار[1] ج ۲ ص ۱۴۸ پس بلا اجازت شرع جانے سے عورت گنہگار ہوگی اور جب بلا اجازت اور بلا استحقاق جائے گی تو ناشزہ ہوگی اور ناشزہ کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے گھر واپس نہ آجائے جب شوہر کے گھر لوٹ آئے گی تب واجب ہوگا۔ **ان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله** اھ[2] **هدايه** ص ۴۱۸۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولاد کی خاطر شوہر کی نافرمانی

سوال:۔ بیٹی اور داماد خصوصاً ودیگر بیٹوں کی خوشی کے لئے شوہر کی نافرمانی جائز ہے یا نہیں۔ کیا ہندہ کا طریقۂ عمل اولاد کو سرکش اور فاسق وفاجر بنانے کا نہیں؟

روز دوشنبہ ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ ۱۹/ جولائی ۱۹۳۷ء

---

[1] ولايمنعها من الخروج الى الوالدين فى كل جمعة وفى غيرها من المحارم فى كل سنة ويمنعها من زيارة الا جانب وعيادتهم والوليمة وان اذن كانا عاصيين الخ. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۴، ۳۲۳ ج ۵ باب النفقة. مطلب فى الكلام على المؤنسة، عالمگيرى كوئٹه ص ۵۵۷ ج ۱، الفصل الثانى فى السكنى، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱۸۷ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] هدايه ص ۴۳۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، تبيين الحقائق ص ۵۲ ج ۳، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، تاتارخانيه كراچى ص ۱۹۱، ۱۹۲ ج ۴، الفصل الاول فى بيان من يستحق النفقة من الزوجات.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنے حق شرعی کا تو مطالبہ کرسکتی ہے لیکن بلاحق شرعی کے اولاد یا داماد کی رعایت سے شوہر کی نافرمانی نہیں کرسکتی ایسا کرنے سے گنہگار ہوگی[1] خصوصاً معصیت میں خرچ کرنے والی اولاد کو اتنا روپیہ دینا کہ جس سے وہ معصیت زیادہ کرے یہ خود مستقل گناہ ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف ۱۹/ج۱/۵۶ھ

بلا اجازت شوہر گھر سے باہر غائب رہنا

سوال:۔ زید نیک اور خلیق مسلمان ہے۔ اس کی شادی ہوئے بیس سال ہوئے۔ اس کے سات بچے ہیں۔ چند ماہ پہلے ایک فرض کی ادائیگی کے لئے وہ تین ماہ باہر رہا۔ بیوی کو نصیحت کی کہ گھر چھوڑ کر کہیں نہ جائے اور ان سب کا پورا انتظام کر کے گیا تھا۔ لیکن غیر موجودگی میں وہ ایک روز گھر سے اچانک اکیلی پوری رات غیر حاضر رہی اور دوسرے دن صبح گیارہ بجے واپس آئی۔ زید کے بھائی نے غیر حاضری کا سبب پوچھا تو بتلایا کہ دھوپ کے موسم میں لوگ دریا کو نہانے جاتے ہیں اور وہاں کمروں کا انتظام ہے۔ رات کو واپسی کی بس نہیں ملی اور مجبوراً وہاں رہی۔ یہ عذر زید کے بھائی کو قبول نہ ہوا، اور لوگ بھی چہ می گوئیاں کرنے لگے۔ چند روز

---

[1] لانها كانت مامورة الى طاعة زوجها فى غير معصية الخ مرقاة شرح مشكوة ص ۴۶۳ ج ۳ باب عشرة النساء مالكل واحدة من الحقوق. الفصل الاول، مطبوعه بمبئى، فتح البارى ص ۳۷۰ ج ۱۰، كتاب النكاح، باب لاتأذن المرأة فى بيت زوجها، مطبوعه نزار مصطفىٰ الباز مكه مكرمه.

[2] وان كان فى ولده فاسق لاينبغى ان يعطيه اكثر من قوته كيلا يصير معيناله فى المعصية. عالمگيرى كوئٹه ص ۳۹۱ ج ۴، الباب السادس فى الهبة للصغير، البحرالرائق كوئٹه ص ۲۸۸ ج ۷، كتاب الهبة، بزازية على الهنديه كوئٹه ص ۲۳۷ ج ۶، كتاب الهبة، الجنس الثالث فى هبة الصغير.

بعد زید واپس آیا اور اس کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اس کے پوچھنے پر وہی جواب ملا۔ زید کے مکان میں ایک نوکرانی ہے وہ کہتی ہے کہ کسی ایک مرد کے ساتھ بولتی اور آتی جاتی تھی، کوئی بدفعلی تو نظر سے نہیں دیکھی گئی لیکن شبہ قوی ہوگیا ہے اور زید اس کا منہ دیکھنے پر بھی راضی نہیں، اس کو الگ مکان میں کردیا ہے اور پورا خرچ بھی دیتا ہے سنا ہے وہ بہت روتی ہے اور نماز پڑھتی ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ زید بچوں کے ساتھ آجائے اور منہ دکھائے مگر زید اپنی ضد پر اٹل ہے اور وہ کہتا ہے کہ علماء جو فیصلہ کریں گے اس پر عمل کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کے لئے جائز نہیں کہ بلا اجازت شوہر اس کی غیبوبت کی حالت میں گھر سے نکلے اور پھر رات بھر غائب رہے وہ شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گناہ کی مرتکب ہوئی[1]۔ لیکن بلا اقرار وشہادت شرعیہ کے کسی پر زنا کی تہمت لگانا بھی جائز نہیں[2]۔ ثبوتِ زنا کے لئے شرط ہے کہ یا تو ملزم خود اقرار کرے یا چار عادل گواہ شہادت دیں اس کے بغیر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔[3] اس لئے شوہر کو بیوی پر شبہ نہ کرنا چاہئے۔ خصوصاً جبکہ عورت اپنی نافرمانی پر نادم ہے اور روتی ہے۔ زید کو چاہئے کہ اسے معاف کردے اور اس کے ساتھ شوہر کی طرح رہے۔ اس

---

[1] قالوا ليس للمرأة ان تخرج بغير اذن الزوج الخ خانية على هامش الهندية كوئٹه ص ۴۴۳ ج ۱، فصل فى حقوق الزوجية، مجمع الانهر ص ۱۷۹ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱۷۹ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] ويثبت **بشهادة** اربع رجال فى مجلس واحد بلفظ الزنا الى قوله ويثبت ايضا باقراره الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۸،۱۰ ج ۶ كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لايختص الخ، تبيين الحقائق ص ۱۶۴، ۱۶۶ ج ۳، كتاب الحدود، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص ۴، ۶ ج ۵، كتاب الحدود.

[3] وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ، سورة النور آيت ۴.

سلسلہ میں زید پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۷ھ

جوعورت شوہر کی بلا رضامندی کے جہاں چاہے چلی جائے اس کی نماز روزہ قبول ہے یا نہیں؟

سوال:۔کوئی عورت صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو، لیکن اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف جہاں دل چاہے جاتی ہو اس کا نماز، روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خدا کا فرض (نماز وغیرہ) ادا کرنے کیلئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، شوہر منع کرے تو اسمیں شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں[1]۔ ہاں بغیر شوہر کی اجازت کے اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے یہاں کہیں جانے کی اجازت نہیں، کوئی سخت مجبوری ہو تو دوسری بات ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۸ھ

---

[1] عن النواس بن سمعان قال قال رسو اللّٰہ ﷺ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوٰة شریف ص ۳۲۱، باب الامارة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فتح الباری ص ۳۸۱ ج ۱۰ کتاب النکاح باب لا تطیع المرأة زوجهافی معصیة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، المعجم الکبیر للطبرانی ص ۱۷۰ ج ۱۸، هشام بن حسان عن الحسن عن عمران، مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت.

[2] لیس للمرأة ان تخرج بغیراذن الزوج الاباسباب معدودة الخ خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۴۳ ج ۱، فصل فی حقوق الزوجیة، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۹۵ ج ۴، باب النفقة، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص ۱۵۷ ج ۴، کتاب النکاح، نوع آخر ابت ان تسکن مع اجماع الزوج.

شوہر کی اطاعت لازم ہے

سوال:۔ جوعورت اپنے مرد کے کہنے پر نہ چلے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کے ذمہ مرد کی بات ماننا ضروری ہے نہیں مانے گی تو گنہگار ہوگی ہاں اگر اس کو خلافِ شرع حکم دے تو اس کو ماننا جائز نہیں۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

شادی کے بعد کتنی مدت کے لئے سفر میں رہنے کی اجازت ہے

سوال:۔ ایک شخص نے شادی کی اس کے بعد وہ حصولِ علم کے لئے بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام کر کے باہر نکلا تو بیوی نے اجازت نہیں دی۔ تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور کتنی مدت تک وہ باہر قیام کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی کا حق نان ونفقہ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اس کا کیا انتظام کیا۔ اگر وہ جوان ہے اور جذبات پر قابو نہ پاسکی تو اس کا حق ضائع ہوگا ہاں اگر اس کو قابو ہے اور اس نے بخوشی اتنی طویل مدت کی اجازت دیدی اور کسی معصیت کا خطرہ نہیں تو اجازت ہے ورنہ چار ماہ میں ایک دفعہ اس کے پاس آجایا کرے۔ ویجب دیانةً احیاناً ولایبلغ مدة الایلاء الابرضاھا ھ

---

[1] عن النو اس بن سمعان قال قال رسول اللہ ﷺ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۱ باب الامارۃ، الفصل الثانی ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(درمختار[1])۔فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عفی عنہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸/۳/۸۹ھ

ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی سے الگ رہنا

سوال:۔ایک شخص اپنی بیوی سے سات آٹھ ماہ جدا رہتا ہے یہ بیوی کی خاموش اجازت یا تقدیراً وحکماً اجازت کے بعد ہوتا ہے۔تو کیا از روئے شرع اس کی اجازت ہے؟

(۲) نیز اس جدائی کے بعد کتنے روز بیوی کے پاس رہنے سے حق ادا ہوگا؟

(۳) کوئی شخص کثیر مدت جدا رہنے کے بعد ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی کے پاس رہ کر پھر کسی دینی کام میں ڈیڑھ ماہ کے لئے باہر جانا چاہتا ہے۔تو اس میں بیوی کی اجازت لینی ہوگی یا نہیں؟اس صورت میں بیوی کی حق تلفی تو نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر قرائنِ قویہ سے اس کی رضا معلوم ہو جائے تو یہ بھی کافی ہے۔

(۲) صحت ومزاج کے اعتبار سے یہ حکم مختلف ہوسکتا ہے۔

(۳) گذشتہ غیبوبت جبکہ اذن ورضا سے رہی گو وہ صراحۃً نہ ہو تو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ پاس رہ کر ماہ ڈیڑھ ماہ کی غیبوبت کے لئے اذن کی ضرورت نہیں جبکہ نفقہ کی تنگی نہ ہو۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۸۰، ۴/۳۷۹ باب القسم، فتح القدیر ص ۴۳۴ ج ۳، کتاب النکاح، باب القسم، مطبوعه دارالفکر بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۱۹ ج ۳، باب القسم.

[2] ویجب دیانة ولایبلغ مدة الا یلاء الا برضاها. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۸۰ ج ۴ باب القسم، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۱۹ ج ۳، باب القسم، فتح القدیر ص ۴۳۴ ج ۳، کتاب النکاح، باب القسم، مطبع دارالکتب العلمیه بیروت.

شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے؟

سوال:۔زید کے لئے اپنے علاقہ میں تعلیم کا انتظام نہیں ہے، لہٰذا اس کو علم ضروری کے لئے کہیں دور جانا پڑتا ہے۔اب وہ کتنے عرصہ تک اپنی عورت سے جدا رہ سکتا ہے؟ جبکہ دونوں جوان ہیں۔سال میں ایک مرتبہ بڑی مشکل سے گھر جا سکتا ہے۔آیا وہ آثم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر عورت کو تحمل ہے اور اس کی اجازت سے شوہر سال بھر میں ایک دفعہ گھر جاتا ہے تو انشاء اللہ آثم نہیں ہوگا ورنہ عدم ادائے حق کا مرتکب ہوگا۔ چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ کذافی[1] ردالمحتار ص ۳۹۸ ج ۲۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۴/۹۰ھ

بیوی سے پیشہ کرانا

سوال:۔ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم بالغہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کیا اور اسی روز سے عورت کی مرضی کے خلاف عورت کو چکلہ میں بیٹھا دیا اور جبراً اس سے پیشہ عصمت فروشی کر کے شکم پروری کرتا ہے اور خود کوئی پیشہ نہیں کرتا اس کو عرصہ ۱۱ رسال ہو چکا وہ اس کو مجبور

---

[1] ویسقط حقها بمرة واعلم ان ترک الجماع مطلقاً لایحل له صرح اصحابنا بأن جماعها احیاناً واجب دیانة، ویجب ان لایبلغ به مدة الایلاء الا برضاها وطیب نفسها به الی قوله ویؤید ذلک ان عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لما سمع فی اللیل امرأة تقول ..... فسأل عنها فإذا زوجها فی الجهاد فسأل بنته حفصة کم تصبر المرأة عن الرجل فقالت اربعة اشهر فأمر امراء الاجناد ان لا یتخلف المتزوج فی اهله اکثر منها. الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۷۹، ۳۸۰ ج ۴، مطبوعه نعمانیه ص ۳۸۹ ج ۲ باب القسم، فتح القدیر ص ۴۳۴ ج ۳، باب القسم، مطبع دارالفکر، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۱۹ ج ۳، کتاب النکاح، باب القسم.

کرتا ہے اور نکاح کی دھمکی دیتا ہے ایسی صورت میں اس کا نکاح جائز ہے یا فسخ ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مسئولہ میں گو نکاح فسخ تو نہیں ہوا مگر عورت کو اس شخص کا کہنا ماننا ہرگز جائز نہیں[1] جس طرح بھی ہو سکے اس فعل شنیع سے بچے اور جو تدبیر بھی کر سکتی ہو اس فعل حرام سے بچنے کے لئے اختیار کرے اور وہ شخص دیوث ہے۔ دین و دنیا میں ذلیل ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۰/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/ذی قعدہ ۵۳ھ

پردہ نشیں بیوی کی کمائی

سوال:۔ اپنی بیوی کی کمائی جو کہ پردہ نشین ہے اور اردو اسکول کی معلّمہ ہے ایسی کمائی مرد کے لئے جائز ہے؟

---

[1] لاطاعة لِأحَدٍ فی معصیة اللّٰه إنما الطاعة فی المعروف، لاطاعة لاحدٍ من المخلوقین کائناً من کان و لو اَباً أوْ أمًّا اَوْ زَوْجاً فی معصیة اللّٰه بل کل حق وان عظم ساقط اذا جاء حق اللّٰه انما الطاعة فی المعروف أی فیما رضیه الشارع، فیض القدیر ص ۴۳۲ ج ۶، رقم الحدیث ص ۹۹۰۲، مطبع دارالفکر، مرقاة المفاتیح ص ۱۱۸ ج ۴، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

[2] قال رسول اللّٰه ﷺ ثلاثة قد حرم اللّٰه علیهم الجنة، والدیوث الذی یقرعلی اهله ای من امرأته الخبث ای الزنا. مرقاة مع مشکوٰة شریف ص ۱۱۶ ج ۴ باب بیان الخمرووعیدشاربها، الفصل الثالث، مطبوعه بمبئی، دیوث قال الزیلعی هو الذی یری مع امرأته أو محرمه رجلاً فیدعه خالیاً ... أو یأذن لهما بالدخول علیها فی غیبته، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۱۱۸ ج ۴، باب التعزیر، مطلب فی جرح المجرد، مجمع الانهر ص ۳۷۲ ج ۲، کتاب الحدود، مطبع دارالکتب العلمیه بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز کمائی خوشی سے دے تو جائز ہے[1] مگر بیوی کی کمائی پر نظر رکھنا خلاف غیرت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خود کمانے والی عورت کا شوہر کو طعنہ دینا

سوال:۔ ایک شوہر وزوجہ دو ہیں عیالدار ہیں شوہر تجارت ومحنت دوکانداری یا مزدوری کرتا ہے عورت بھی جانور وغیرہ پالتی ہے ان کی خوشامد درامد اسی کی ذمہ ہے اور جنگل میں وہی انکو چرانے لے جاتی ہے عورت ومرد دونوں دوش بدوش مل کر کماتے ہیں عورت مذکورہ جب اپنے شوہر سے بگڑتی ہے نہایت سخت الفاظ استعمال کرتی ہے مثلاً میں تیری کمائی کیا کھاتی ہوں خود کماتی ہوں تب کھاتی ہوں وغیرہ عورت گنہگار ہوتی ہے یا نہیں کیا ایسی صورت میں عورت پر حق شوہری نہیں رہتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کو ایسے الفاظ استعمال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے اس لئے اس کو حد درجہ احتیاط اور زبان کی حفاظت ضروری ہے حدیث شریف[2] میں شوہر کے حقوق کی بہت تاکید وارد ہوئی

---

[1] لا یحل مال امرء ا لا بطیب نفس منه. مشکوة شریف ص ۲۵۵ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا دعی الرجل امرأته الی فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملائکة حتی تصبح، مشکوٰة شریف ص ۲۸۰ باب عشرة النساء و مالکل واحد من الحقوق. الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر ناراض ہوکر رات گزارے فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لو کنت آمر احداً أن یسجد لِأحد لأمرتُ المرأة أن تسجد لزوجها، مشکوٰة شریف ص ۲۸۱، باب عشرة النکاح، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ہے۔اس لئے کوئی لفظ شوہر کی تعظیم کے خلاف کہنا یا طعن دینا درست نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۱۰/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/شوال/۶۷ھ

بیوی کو بے پردگی سے روکنا

سوال:۔زید اپنی بیوی کو اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ وہ پردہ غیر محرم سے کرے اور چاہتا ہے کہ علم دین سیکھے مگر وہ ان دونوں باتوں سے انکار کرتی ہے۔نیز زید کی حیثیت چٹنی، روٹی اور گاڑھا پہنانے کی ہے اور اس کی بیوی کہتی ہے کہ یہ خوراک ہم سے نہیں کھائی جاتی اور اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے یعنی اپنی خالہ وغیرہ کے یہاں جہاں پر غیر محرم آتے جاتے ہیں یعنی اس کے ماموں کا لڑکا یا اس کے خالو اور اس کے خالو کا بہنوئی وغیرہ جن سے وہ پردہ کرنے سے گریز کرتی ہے باوجود اس کے کہ چند مرتبہ اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ پردہ کرے مگر وہ باز نہیں آئی اور یہ جواب دیا گیا کہ ان سے پردہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔نیز زید کو اعتبار نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر پاکدامن رہے۔

عرصہ ڈیڑھ ماہ سے خود چلی گئی، بلا خاوند کی مرضی اب اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زوجہ کے ذمہ لازم ہے کہ امور مذکورہ میں زید کی اطاعت کرے[1] اور صبر وشکر کے ساتھ

[1] وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به الخ درمختار علىٰ الشامي زكريا ص ۳۸۸ ج ۴، باب القسم، البحر الرائق ص ۲۲۱ ج ۳، باب القسم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الانهر ص ۵۵۰ ج ۱، باب القسم، دار الكتب العلميه بيروت.

زندگی گذارے۔ علم دین بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے[۱] نامحرم سے پردہ بھی فرض ہے۔[۲] اگر وہ نامحرم سے پردہ نہ کرے بلکہ اس کے سامنے چہرہ کھولے تو مرد کو حق ہے کہ مناسب سزا دے اور بقدرِ ضرورت پیٹ بھی سکتا ہے[۳] اگر بلا اجازت و بلا رضامندی شوہر کہیں جائے گی تو جب تک شوہر کے گھر واپس نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں۔ یعنی شوہر کو حق ہے کہ نفقہ بند کردے کہ جب میرے مکان پر آئے گی تب نفقہ دوں گا۔[۴] اور جب شوہر کو بدگمانی ہے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ زوجہ کو کسی ایسی جگہ جانے کی اجازت دے، جس جگہ اس کو خدشہ اور بدگمانی ہے اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔[۵]

---

۱ عن أنسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم طلب العلم فریضة علیٰ کلم مسلم، مشکوٰة شریف ص ۳۴، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وھو بقدرمایحتاج لدینہ الخ شامی کراچی ص ۴۲ ج ۱، فی المقدمة، مرقات ص ۲۳۳ ج ۱، کتاب العلم، مطبوعہ اصح المطابع، بمبئی.

۲ وإذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ الآیة، دلت الآیة علی مسائل، الأولیٰ وجوب التجلیب أو التبرقع للنساء بحیث یستر جمیع البدن إذا مست الحاجة إلیٰ الخروج من البیت، احکام القرآن ص ۴۱۶ ج ۳، سورہ أحزاب أیت ۵۳، مولفہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللّٰہ تعالیٰ، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۵۴۶ ج ۳، باب ذکر حجاب النساء، مطبوعہ قدیمی کراچی، روح المعانی ص ۱۴۲ ج ۱۸، سورۂ نور، آیت ۳۱، مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

۳ للزوج ان یضرب زوجتہ علی اربعة اشیاء ومافی معناھا ومنہ مااذا کشفت وجھھا لغیر محرم الخ البحرالرائق کوئٹہ ص ۴۹ ج ۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، قبیل کتاب السرقة.

۴ وان نشزت فلا نفقة لھا حتی تعود الی منزلہ، ھدایہ ص ۴۳۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. النھر الفائق ص ۵۰۷ ج ۲، باب النفقة، مطبوعہ بیروت، عالمگیری ص ۵۴۵ ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات، مطبوعہ کوئٹہ.

۵ ویمنعھم عن زیارة الاجانب وعیادتھم والولیمة وان اذن کانا عاصیین، الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۳۲۴ ج ۵ باب النفقہ مطلب فی الکلام علی المؤنسة، عالمگیری ص ۵۵۷ ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثانی فی السکنیٰ، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص ۱۹۵ ج ۴، باب النفقة، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حقوق میں حتی الوسع کمی نہ کرے۔ اگر باوجود قدرت کے کمی کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

شوہر کو بھی چاہئے کہ زوجہ کو نرمی سے اولاً سمجھائے ہر بات پر ناراض نہ ہو ممکن ہے کہ وہ مان جائے اور آئندہ ایسی خلاف طبع وخلاف شرع حرکات سے باز آجائے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ ہذا سہارنپور

شوہر بیوی میں ملاپ نہیں، گناہ کس پر ہے؟

سوال: ۔کئی سال سے شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا ہے اسکا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دار العلوم دیوبند ۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۵/۹/۸۵ھ

---

[1] ان من احکام النکاح المعاشرة بالمعروف للآیة واختلف فیها فقیل التفضل والاحسان الیها قولاً وفعلاً وخلقاً وقیل أن یعمل معها کمایحب أن یعمل مع نفسه وهی مستحبة من الجانبین ومنها اذا حصل نشوز أن یبدأها بالوعظ الخ، البحر الرائق ص ۲۲۰ ج۳، باب القسم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب النکاح، بدائع زکریا ص ۶۵۱ ج۲، کتاب النکاح، قبیل فصل النکاح الفاسد ومایتعلق به.

[2] ولایبلغ مدة الایلاء الا برضاها، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۸۰ ج۴ باب القسم، النهر الفائق ص ۲۹۴ ج۲، باب القسم، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، البحر الرائق ص ۲۱۸ ج۳، باب القسم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

بیوی کی تربیت کا طریقہ

سوال:۔عورت کو ہر بات اچھی کہی جاتی ہے یعنی نماز پڑھنے اور اسلام پر پوری طرح رہنے اور خدمت وغیرہ کرنے کو کہا جاتا ہے لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتی تو اس صورت میں عورت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے مطابق کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے کبھی دنیا میں حسنِ سلوک کا لالچ دیا جائے کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلا دیا جائے، کبھی غصہ ہو کر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کر دیا جائے، کبھی دو چار ایسے لفظ ناگواری کے کہہ دیئے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کمر پر ایک دو چپت مار دیئے جائیں اور اللہ پاک سے دعا برابر کرتے رہیں کہ وہی مقلب القلوب ہے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زائد محبت

سوال:۔رفیق کی دو زوجہ ہیں، اس کو ایک زوجہ سے زائد محبت ہے، تو قیامت کے دن اس کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔تو سوال یہ ہے کہ نیچے کا حصہ گرا ہوا ہوگا یا اوپر کا؟ یا اس میں کچھ قیود ہے؟

---

[1] والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن. سورة نساء آیت: ۳۴، شامی زکریا ص ۶۱۱ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر محبت ایک زوجہ سے زائد ہے لیکن نفقہ ومعاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں۔[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زوجین کا ساتھ کھانا

سوال:۔میاں بیوی کا ایک ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست بلکہ مناسب اور افضل ہے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[۱] ومما يجب على الازواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عند هما للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملكه وهو الحب والجماع. شامی زکریاص ۳۷۹ ج۴باب القسم، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۱۸ ج۳، باب القسم، عالمگیری كوئٹه ص ۳۴۰ ج ۱، الباب الحادی عشر فی القسم، قاضیخان علی الهندیه كوئٹه ص ۴۳۹ ج ۱، فصل فی القسم.

[۲] عن شريح انه سأل عائشة هل تاكل المرأة مع زوجها وهی طامث قالت نعم كان رسول الله ﷺ يدعونی فاكل معه واناعارك و كان ياخذ العرق فيقسم علی فيه فاعترق منه ثم اضعه فياخذه فيعترق منه. الحديث نسائی شريف ص ۴۳ ج ۱، كتاب الطهارة ،باب مواكلة الحائض والشرب من سورها. مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مشكوٰة شريف ص ۵۶، باب الحيض، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مسلم ص ۱۴۲ ج ۱، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض الخ، مطبوعه رشيديه دهلی.

ترجمہ:۔حضرت شریحؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا عورت اپنے شوہر کے ساتھ کھاسکتی ہے جبکہ وہ حائضہ ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں رسول اللہ ﷺ مجھ کو بلاتے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھاتی اور میں حائضہ ہوتی تھی آنحضرت ﷺ کسی ہڈی کو لیتے اور مجھ کو دیتے میں اسکو چوستی پھر اس کو رکھدیتی پھر آنحضرت ﷺ اس کو چوستے۔

سسرال میں جانا اور کھانا

سوال:۔ زید کی منکوحہ ہندہ اپنے والد بکر کے وہاں جاتی ہے، بکر ہی قیام وطعام کا خرچ پورا کرتا ہے۔ بکر کو اس بارے میں کوئی ناگواری نہیں معلوم ہوتی۔ زید بھی کبھی بکر کے یہاں مہمان بنتا ہے اور کبھی کبھی ناگواری بھی محسوس کرتا ہے۔ ایسی حالت میں زید کا خود وہاں قیام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کی زوجہ اپنے والد کے مکان پر زید کی اجازت سے رہے اور زوجہ کے والد اپنی لڑکی کا خرچہ بخوشی برداشت کریں تو زید پر کوئی پکڑ نہیں۔ اور زید کو اگر خوش دلی سے کھانا کھلائیں تب بھی پکڑ نہیں۔[1] اگر زید کو اس کا احساس ہو کہ زید کا کھانا ان پر بار ہے اور وہ اس سے خوش نہیں تو زید کو وہاں نہیں کھانا چاہئے اور زید کے قیام سے اگر ان کو ناگواری ہو تو وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہئے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ

---

[1] لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ آبَائِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ، سورة النور آيت ٦١.

[2] ولا يحل له اى للمضيف ان يثوى اى يقيم عنده حتى يحرجه. مرقاة شرح مشكوٰة ص ٣٩١ ج ٤ باب الضيافة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى، بذل المجهود ص ٣٤٦ ج ٤، كتاب الاطعمة، باب فى الضيافة، مطبوعه رشيديه سهارن پور، مسلم شريف ص ٨٠ ج ٢، كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها، مطبوعه رشيديه دهلى.

کیا بیوی کو شوہر کی شکایت کرنے کا حق ہے؟

سوال:۔ایک شخص جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے بیوی بچوں کو دے دیتا ہے، ان سے الگ کوئی چیز نہیں کھاتا۔ بلکہ خود موٹا جھوٹا پہنتا اور کھاتا ہے اور بیوی بچوں کو اپنے سے اچھا پہناتا ہے۔ تین مہینہ میں کم از کم ۲۵/دن باہر گذارتا ہے۔ گھر آکر بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے سامنے میری مرضی کے مطابق رہو، میری عدمِ موجودگی میں اپنی مرضی کی گذارو۔ یہ شخص صفائی پسند اور سلیقہ شعار ہے، گھر کی چیزوں کو بکھرا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا، وہ کہتا ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ سلیقہ سے رکھنی چاہئے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ہم غریب آدمی ہیں کفایت شعاری سے کام کرنا چاہئے۔ وہ بیوی کو بارہا انسانیت سے کہتا ہے کبھی کبھی غصہ سے بھی کہنا پڑتا ہے مگر بیوی اس سے لڑتی ہے کہ گھر کے معاملے میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں تم چپ بیٹھو۔ کفایت شعاری کو کہا جائے تو طعنہ دیتی ہے کہ تم اولاد کے دشمن ہو کما کر کھلایا نہیں جاتا۔ کیا بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق ہے؟ کیا شریعت نے کفایت شعاری کی تاکید نہیں کی ہے؟ میں اکیلا کمانے والا اور آٹھ کھانے والے ہیں اور گرانی کا یہ عالم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق نہیں۔ شریعت نے کفایت شعاری کی ہدایت کی ہے[1] اور

---

[1] والدین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً . سورة الفرقان آیت:۶۷، الجامع لاحکام القرآن ص ۷۰ ج۷، الجزء الثالث عشر، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۰ ج۳، مطبوعه نزار مصطفیٰ الباز، مکه مکرمه.

ترجمہ:۔اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔(بیان القرآن)

مرد کو قوام قرار دیا ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

چالیس سال گذرنے پر بھی بیوی سے ہمبستری حرام نہیں

سوال:۔ میری زوجہ کی عمر ۴۰ رسال ہو چکی ہے ان کا حیض بند ہو گیا تو اس سے ہمبستری مجھ کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چالیس سال عمر ہو جانے اور حیض بند ہو جانے سے بھی نکاح فسخ نہیں ہوتا نہ بیوی حرام ہوتی ہے بلکہ بدستور نکاح قائم رہتا ہے بلا تکلف ہمبستری جائز ہے۔ کوئی شبہ نہ کریں۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

ساس کی خدمت

سوال:۔ زید کی بیوی زچگی کی وجہ سے میکہ گئی ہے۔ زید نے کہا کہ میری ماں کی خدمت

---

[1] الرجال قوامون علی النساء سورۃ النساء آیت: ۳۴، **ترجمہ**: مرد حاکم ہیں عورتوں پر (بیان القرآن)

[2] کیونکہ رفع نکاح کے لئے طلاق یا خلع ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے اس لئے محض چالیس سال گذرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور ہمبستری وغیرہ کرنا جائز ہوگا۔ الطلاق رفع قید النکاح فی الحال او المآل بلفظ مخصوص الخ الدر المختار علی الشامی، زکریا ص ۴۲۵.۲۶ ج ۴ اول کتاب الطلاق. البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۳۵ ج ۳، کتاب الطلاق، مجمع الانہر ص ۴ ج ۲، کتاب الطلاق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.

کرو۔ ہندہ نے کہا کہ خدمت کے لئے دوسری عورت رکھ لو، میں خدمت نہیں کروں گی۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً ہندہ کے ذمہ شوہر کی ماں کی خدمت واجب نہیں، لیکن اخلاقی طور پر اس کا خیال کرنا چاہئے کہ وہ اس کے شوہر کی ماں ہے تو اپنی ماں کی طرح اس کو بھی راحت پہونچانے کا خیال رکھے۔ اور شوہر کی اطاعت کرے۔[1] آخر جب ہندہ کو ضرورت پیش آتی ہے تو شوہر کی ماں اس کی خدمت کرتی ہے۔ اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے۔ البتہ شوہر کو بھی چاہئے کہ اپنی بیوی سے نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے۔ اس کو سمجھائے کہ میں تمہاری ماں کا احترام کرتا ہوں اور ان کو اپنی ماں کی طرح سمجھتا ہوں، تم بھی میری ماں کو اپنی ماں کی طرح سمجھو۔ نیز بیوی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

نکاح ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ

سوال:۔ ایک بیوی ہے، تو اس پر نکاح کرنے میں اس بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

---

[1] وحقه عليها ان تعطيه فی كل مباح يامرها به الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زكريا ص۳۸۸ ج۴ قبيل كتاب الرضاع، النهر الفائق ص۲۹۷ ج۲، آخر باب القسم، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص ۲۲۱ ج۳، آخر باب القسم.

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً تو ضروری نہیں[1] مگر نباہ اس سے کرنا ہے اگر اس کا مشورہ نہیں ہوگا تو دشواری ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

زوجین کو اپنے حقوق معاف کرنے کا حق ہے

سوال:۔ لگ بھگ دو سال سے ہندہ اپنے شوہر سے ملتی ہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرتی ہے اور معافی چاہتی ہے۔ زید معاف بھی کر چکا ہے اور لڑکی بھی اپنے سب طرح کے حقوق بھی معاف کر چکی ہے۔ لہٰذا معافی قابلِ قبول ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہر ایک کو اپنے حقوق کو معاف کرنے کا حق ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کا جسم دیکھنا

سوال:۔ شوہر اپنی منکوحہ عورت کے پورے جسم کو دیکھنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ یا کونسا

---

[1] کیونکہ شریعت نے بیک وقت چار شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحرلا اکثر الح الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص ۱۳۸ ج ۴ فصلی فی المحرمات، بحر کوئٹه ص ۱۰۵ ج ۳، فصل فی المحرمات، النهرالفائق ص ۱۹۷ ج ۲، فصل فی المحرمات، مطبوعه مکه مکرمه.

[2] من اسقط حقه لایعترض علیه، شامی زکریا ص ۲۲۱ ج ۴، کتاب النکاح، باب الکفارة قبیل مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، مجمع الانهر ص ۵۰۵ ج ۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفارة، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۳۴ ج ۳، کتاب النکاح، فصل فی الاکفاء.

عضو دیکھنا حرام ہے اور کونسا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کی زندگی میں تمام جسم کو دیکھنے کا حق ہے[۱]۔ مگر ''ما رای منی وما رأیتُ منه[۲]''، حدیث عائشہؓ کی رعایت مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سسرال کے گھر کا روپیہ

سوال:۔ جب لڑکا سسرال جاتا ہے تو لڑکے کو اس کی ساس اور سالی وغیرہ روپیہ دیتی ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز کمائی خوشی سے دے تو جائز ہے۔[۳] مگر سالی سے پردہ ضروری ہے۔[۴]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وینظر الرجل الی جمیع بدن زوجته حتی فرجها الخ سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲۰۱ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۳۲۷ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیمایحل للرجل النظر الخ، شامی زکریا ص ۵۲۶ ج۴، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس.

[۲] مرقاة شرح مشکوة ص۴۱۴ ج۳ باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات. الفصل الثالث. مطبوعه بمبئی.

[۳] لایحل مال إمرإ إلا بطیب نفس منه مشکوٰة شریف ص ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند.

(باقی اگلے صفحہ پر)

ولادت کے وقت بیوی کی مدد کرنا

سوال:۔میاں نور محمد صاحب پیش امام ساکن قصبہ بندھ ضلع راولپنڈی نے اپنی حاملہ بیوی کی نصف شب وقت تولید جنین امداد کی رات کی سردی ودیگر اعذار کے باعث قابلہ کو نہ بلا سکا دونوں میاں بیوی نے اس کام کو انجام دیا لڑکے کو غسل دینے کے بعد کانوں میں اذان دیدی۔ یہ قصہ رفتہ رفتہ شہرت پکڑ گیا آخر الامر میاں صاحب کو چند دیہاتی علماء کرام نے اس فعل کے ارتکاب پر دباؤ ڈالا کہ تم نے خلاف شرع نجاست وغیرہ میں ہاتھ ڈالے توبہ کرو اور گلے میں چادر ڈال کر توبہ پر مجبور کئے گئے۔میاں صاحب نے مسجد کی عام مجلس میں توبہ کی۔کیا ایسے وقت اپنی بیوی کی امداد کرنی یا دائی کو نہ بلانا شرعاً جرم ہے اور ایسی ذلیل حالت کرا کر توبہ کرانی از روئے شرع شریف اس فعل پر یہی حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرعاً یہ فعل حرام اور ناجائز نہیں جو لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ایسے فعل کی بناء پر امام کے ساتھ ایسا تذلیل کا معاملہ کرنا سخت حماقت ہے جہالت ہے بلکہ معصیت ہے ان

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) ۴ وینظر من الاجنبیة إلی وجهها وکفیها فقط للضرورة فان خاف الشهوة أو شک امتنع نظره إلی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة و إلا فحرام وهذا فی زمانهم وأمافی زماننا فمع من الشابة، الدر مع الشامی زکریا ص ۵۳۱ ج۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، هندیه کوئٹه ص ۳۲۹ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن، الدرالمنتقی علی الملتقی ص ۲۰۲ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر ونحوه، دارالکتب العلمیه بیروت.

دیہاتیوں اور دیہاتی علماء کو توبہ اور امام سے معافی مانگنا واجب ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۴/ذی الحجہ ۵۶ھ

شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے؟

سوال:۔ ایک عورت سفر پر شوہر کے باہر جانے سے مریض ہو جاتی ہے کیا شوہر کا اسے ساتھ لیجانا ضروری ہے؟ یا شوہر کا اس عذر پر نہ جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شوہر اپنی ضرورت کی وجہ سے سفر میں جا سکتا ہے۔ اگر چہ اسکی بیوی بیمار ہو جاتی ہو مگر اس کی تیمارداری کا انتظام کر کے جائے یا سفر میں ساتھ لے جائے۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں

سوال:۔ استدعا ہے کہ چونکہ یہ بندہ عاجز ایک مدت سے اپنی عورت کے معاملہ میں

---

[1] المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایخذ له ولایحقره ..... بحسب امر إ من الشر أن یحقر اخاه الملسم، مشکوٰة شریف ص ۴۲۲، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، یاسر ندیم دیوبند.

[2] ویسافر بمن شاء منهن والقرعة احب وقال الشافعی یجب لماروی عن عائشة (إلی قوله) ولنا أنهن لاحق لهن فی حالة السفر ..... وفعله علیه الصلاة والسلام یدل علی الاستحباب ونحن نقول به تطییبا لقلوبهن، تبیین الحقائق ص ۱۸۰ ج ۲، باب القسم، امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۲۹۵ ج ۲، باب القسم، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۲۲۰ ج ۳، باب القسم.

بخوف آخرت سرگرداں و پریشان ہے اس لئے آپ حضرت کی توجہ خاص کا محتاج ہے۔ اب چونکہ بندہ سے بدوں حقیقت حال اور مقصود دل ظاہر کئے سوال نہیں کرتے اس لئے کچھ حالات مجملاً ومختصراً ظاہر کر کے سوالات کرتا ہوں تا کہ مقصود کے سمجھنے میں اور جواب دینے میں سہولت ہو۔ حضرت میں اپنی عورت کے دائمی الٹ پھیر کے چکر میں چودہ سال سے فکر و بے کلی کی زندگی بسر کر رہا ہوں وہ الٹ پھیر کی یہ کیفیت ہے کہ کبھی کسی وقت مجبوری و مصلحت سے چند وعدوں کے ساتھ میل جول کر لیتی ہے کبھی ان وعدوں کی تاویلیں کر کے پھر عہد شکنی و فریب کرتی ہے۔ کبھی مطلق ہمبستری سے بلا عذر اور کبھی کچھ عذر کے ساتھ ہمیشہ کے لئے انکار کرتی ہے اور کبھی اس کے برعکس وہ عذر غائب ہو جاتا ہے کبھی بالقصد فتنہ وفساد کی آڑ رکھ کر اور فریب دیکر دو ایک سال کے لئے اپنی خالہ کے گھر چلی جاتی ہے (باوجودیکہ ماں بھی موجود ہے لیکن وہاں نہیں جاتی) اور باوجود ہر ممکن کوشش کے واپس نہیں آتی لیکن وہاں جب اس کا دل گھوم پھر کر خوب آسودہ ہو کر اکتا جاتا ہے تو پھر خود اپنی مرضی سے واپس آ کر میل جول کر لیتی ہے کبھی عورت مذکورہ کی کسی بیجا حرکت وضد یعنی اپنی خوشی کو دفعۃً کسی سابقہ ناخوشی وشکایت سے بدلکر ہمراہ چلنے سے انکار کرنا) کے باعث میری آبروریزی بھی اس کی خالہ اور ماموں کے ذریعہ سے ہوئی ہے یہاں تک کہ ذراسی بات میں فحش گالی گلوج اور جوتا لیکر دکھلانے دھمکانے کی نوبت تک آ گئی ہے اگر میں صبر وتحمل سے کام نہ لیتا تو جوتا کھانا یقینی تو تھا ہی اب آئندہ کی خبر خدا ہی کو ہے کہ کہاں تک نوبت پہونچتی ہے یہ تو ساتھ پڑنے کی صورتوں میں ہے اور ساتھ رہنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سوائے پریشانی اور الجھن کی ترقی ہونے کے کوئی اطمینان نہیں اور دنیاوی و دینی نقصان اور قول وفعل نافرمانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ مصیبت چودہ سال سے برداشت کر رہا ہوں اور بالکل بیزار ہوں تحمل کی قوت نہیں۔ لیکن اب تک بوجہ شرعی احکام نہ معلوم ہونے کے کوئی عملی کارروائی نہیں کی محض زبان سے بکتا رہا۔ اب مقصود یہ ہے کہ اس عورت سے تعلق منقطع کر کے عقد ثانی کروں لہٰذا مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر چار سوال ذہن میں

ہیں ان کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

اول:۔ یہ کہ طلاق دینے پر مہر کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے۔

دوئم:۔ یہ کہ طلاق بدوں دیئے اگر عورت مذکورہ سے جدائی دائمی کروں تو شرعاً اس کی صورت کیا ہونی چاہئے اور کیونکر اور کس بناء پر کرسکتا ہوں۔

سوئم:۔ یہ کہ مندرجہ بالا صورتوں میں طلاق دینا شرعاً زیادہ بہتر ہے یا دائمی قطع تعلق بہتر (یعنی نان ونفقہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے عقد ثانی کرسکتا ہوں)

چہارم:۔ یہ کہ عقد ثانی کی بناء اور سبب محض مذکورہ عورت کی نافرمانی ایذاء رسانی ہے تو مہر نان ونفقہ ہر دو صورت میں یعنی طلاق یا بدوں طلاق قطع تعلق شرعاً کیا فیصلہ ہوگا اور ادائے گی کی کوئی صورت نہ ہو اور دوسری عورت کا نان ونفقہ بھی واجب ہوگیا ہو۔

۱۔ اگر شوہر عورت کو نامحرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم کرے اور عورت نہ مانے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں۔ اور ایسی حالت میں شوہر اپنے سکوت پر گنہگار ہوگا یا نہیں؟

۲۔ عورت کے نامحرم رشتہ دار خلاف شرع اقوال وافعال پر مداومت رکھتے ہوں یعنی نیکر پہن کر بیٹھنا نصف ران تک کھل جائے داڑھی منڈوانا رشوت وغیرہ لینا تو اگر شوہر ایسی صورت میں بے پردگی سے روکے خصوصاً شادی وغیرہ کے موقع پر اور عورت زبردستی چلی جائے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں تو ایسی صورت میں جبکہ شوہر بے قابو ہو تو کیا صورت اختیار کرے۔

۳۔ عورت کے نزدیک کوئی خدمت یا قول وفعل بظاہر شوہر کی بھلائی وخوشی کے لئے ہو لیکن شوہر کو اذیت ہو لیکن عورت اپنی تجویز شدہ خدمت سے باز نہ آوے یہاں تک کہ شوہر کے اظہار اذیت کے بعد بھی نادم نہ ہو بلکہ عذر وتاویل کرتی رہے اور اپنے ہم خیال خلاف شرع دنیا دار لوگوں کی تصدیق کرا کر مطمئن ہو جائے تو یہ عورت عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق شرعاً ہوگی یا نہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ شوہر کو نرالے انوکھے خطاب دیکر تمام میں رسوا و بدنام کرتی پھرے تو ایسی صورت میں شوہر کو شرعاً کیا اختیار ہوگا اور عورت شرعاً نافرمان ہوگی یا نہیں؟

۴۔شوہر کو قولی وفعلی رنج نہ پہونچانا عورت پر واجب ہے یا نہیں؟

۵۔اگر کسی وقت شوہر کسی مصلحت سے روٹی دال فقط کھانا چاہتا ہے اور عورت محض فریب دینے کے لئے کہتی ہے کہ نہیں میں تم کو حلوہ کھلاؤں گی کیونکہ تم کمزور ہو اور جب اس کے برعکس کا حکم کرے تو عورت یہ حیلہ کرے کہ نہیں میں تو دال روٹی پکاؤنگی چونکہ تو نے اس مرتبہ نہ پکانے پر جھگڑا کیا تھا اور تمہاری اطاعت عجیب ہے کبھی کچھ کہتے ہو کبھی کچھ جب کمزور سمجھ کر حلوہ کھلانا چاہتی ہوں تو کفایت کرتے ہو اور جب میں کفایت کرتی ہوں تو فضول خرچی کرتے ہو۔ بہرحال اسی طریقہ سے تمام دین و دنیا کے کاموں میں اپنی مرضی اور ذاتی اغراض کو دخل دیکر شوہر کے حکموں کو رد کرتی ہے اور دنیا کی نگاہوں میں بظاہر سرخرو ہو کر شوہر کو لاجواب کردے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟

بہرحال ایسی حالت میں جبکہ خیرخواہی کے پردے میں اپنا کام کرنا اور خواہشات کو پورا کرنا اور دنیا کو ظاہری برتاؤ دکھلا کر فریب دینا اور شوہر کو لاجواب کر کے رسوا اور بدنام کرنا اپنے کو پاک صاف جان کر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنا ایسی صورت میں شوہر کوئی مستقل فیصلہ کرسکتا ہے؟

۶۔اگر مرد کو اپنی عورت سے بجائے دینی و دنیوی راحت ونفع کے اذیت ونقصان پہونچے اور فکر والجھن کا باعث ہو تو ایسی صورت میں شوہر اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کونسا طریقہ اختیار کرے۔ جبکہ نان ونفقہ کے علاوہ اکیاون ہزار مہر میں بھی جھگڑا ہوا ہو اور عقد ثانی کی بھی ضرورت ہو تو کونسی صورت ہے جس سے آخرت کے مواخذہ سے سبکدوش ہو کر عقد ثانی کرسکتا ہے یا نہیں؟

(الف) بالفرض اگر شوہر عورت مذکورہ کی اذیتوں کی بناء پر تنگ آکر طلاق دیدے اور عورت مطلقہ کا مہر مجبوراً ادا نہ کرسکے تو قیامت کے دن شوہر سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

(ب) اور اگر تھوڑا تھوڑا متفرق طریقہ سے ادا کرتا رہے اور آگے جا کر اس سے مجبور ہو

اور کچھ باقی رہے چاہے کم یا زیادہ تو کیا اس کے عوض میں عتاب وعذاب شوہر پر ہوگا یا نہیں؟

(ج) بہرحال عورت کی اذیتوں اور نافرمانیوں کی صورت میں اول یہ کہ بدوں طلاق دیئے عورت سے دائمی جدائی بے تعلقی کی کیا صورت ہوگی کہ جس کی وجہ سے شوہر کو ہمیشہ کے لئے نان ونفقہ بند کرنیکا حق حاصل ہوجائے۔

دوئم:۔ یہ کہ صورت مذکورہ کی بناء پر اگر شوہر طلاق دیدے اور مہر بالکل ادا نہ کرسکے یا تھوڑا ادا کرکے مجبور ہوجائے تو ہر صورت میں شوہر سے مواخذہ شرعی ہوگا یا نہیں؟

سوئم:۔ یہ کہ صورت مذکورہ کی بناء پر طلاق دینا بہتر ہے یا قطعی تعلق دائمی بہتر ہے بغیر نان ونفقہ کے۔

(د) بالفرض اگر مدمقابل کو دیکھ کر پہلی عورت کا شوہر کو اپنا محتاج نہ سمجھ کر دماغ درست ہوگیا اب وہ میل جول کی خواہش کرے یا کسی دوسرے سبب سے شوہر سے میل وتعلقات کی خواہش کرے اور شوہر کے دل نے خواہش دی کہ اب عورت مذکورہ اذیت وغیرہ سے توبہ کرکے میل کرنا چاہتی ہے تو دل کے شبہات پر ایسے وقت (جبکہ دوسری عورت کے نان ونفقہ کا بار پہلے سے ہوچکا ہے اور شوہر پہلی عورت کے نان ونفقہ سے قاصر ہو) شریعت کا کیا حکم ہے؟

(ر) اگر شوہر کا دل پہلی عورت کے بارے میں کسی جانب گواہی نہ دیتا ہو۔ دونوں جانب برابر ہوں تو نان ونفقہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(س) اگر شوہر کا دل شہادت نہ دے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

۷۔ اگر کسی مرد کے دو بیبیاں ہوں تو نان ونفقہ دونوں کا برابر ہوگا یا کم وبیش خاندان کے اعتبار سے اور اگر شوہر دونوں کو برابر دے یا مجبوری سے برابر دے تو مستحق عذاب تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو شرعی پردہ کا حکم دے اگر عورت نہ مانے تو مرد کو اس کا بھی حق ہے کہ عورت کو مناسب سزا دے اگر مرد باوجود قدرت کے عورت کو بے پردگی

سے نہیں روکے گا تو گنگار ہوگا للزوج ان یضرب زوجته علی اربعة اشیاء وما فی معناها ومنه ما اذ کشفت وجهها بغیر محرم او کلمت أجنبیا بحر ص ۴۹ ج۵[1]۔

(۲) مرد کے لئے جائز نہیں کہ ایسے مواقع پر عورت کو جانے کی اجازت دے اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا عورت اگر بغیر اجازت جائے گی تو نافرمان ہوگی اور شوہر کو حق ہوگا کہ اتنے روز وہ بغیر اجازت کسی دوسری جگہ رہے اس کا نفقہ نہ دے۔ اگر اس کی ماں بہن وغیرہ کبھی کبھی اگر ملنے آجائیں تو ان کو ملنے سے منع نہ کرے البتہ شب کو ٹھہرنے سے اور زیادہ آنے سے منع کرسکتا ہے۔ ولا یمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدر اعلی اتیانها و لایمنعها من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة ویمنعهم من الکینونة عندها به یفتی ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کانا عاصیین اھ[2] درمختار مختصر ا ص ۱۰۲۸ ج ۲ ۔

(۳) عورت کے لئے جائز نہیں کہ شوہر کو اس طرح پریشان کرے بلکہ شوہر کی رضا جوئی اس کے ذمہ لازم ہے مگر ان امور کی وجہ سے نفقہ بند کرنے کا اختیار نہیں۔ ہاں اگر سخت کلامی کرے اور گالی دے تو مناسب سزا دینے کا اختیار ہے[3]۔

---

[1] البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹ ج۵ قبیل کتاب السرقة، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۷۷ ج۴، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم، نفع المفتی والسائل ص ۱۰۳، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق باطاعة النساء لازواجهن، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۲۳.۲۴ ج۵ باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۲۹ ج ۱، باب النفقة، مجمع الانهر ص۱۸۷ ج۲، سکب الانهر مع المجمع ص۱۸۷ ج۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[3] للزوج ان یضرب زوجته علی اربعة ومافی معناها ومنه اذا شتمته اومزقت ثیابه اواخذت لحیته اوقالت له یاحمار یا ابله اولعنته الخ البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹ ج۵، فصل فی التعزیر قبیل کتاب السرقة، الدرمع الشامی کراچی ص۷۷ ج۴، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم، نفع المفتی والسائل ص ۱۰۳، کتاب الحظر والاباحة، مایتعلق باطاعة النساء لازواجهن، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

(۴) اس کا جواب (۳) میں آ گیا۔

(۵) اس کا جواب نمبر (۳) میں آ گیا۔

(۶) اپنی حیثیت سے زیادہ کیوں مہر مقرر کیا تھا اب کسی طرح منت خوشامد کر کے مہر معاف کرالے اور طلاق دیدے اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو کسی کو درمیان میں واسطہ قرار دیکر خلع کر لے یعنی شوہر اپنے حقوق ساقط کر دے اور زوجہ اپنے حقوق ساقط کر دے پھر دوسرا عقد کر لے۔ لیکن اگر دوسری عورت بھی ایسی ہی یا اس سے بھی زیادہ خراب نکلی تو کیا کرے گا۔[۱]

(الف) اگر باوجود وسعت کے مہر ادا نہ کیا نہ عورت نے معاف کیا تو یقیناً مواخذہ ہوگا اگر ادا کرنے کی پختہ نیت تھی اور حتی الوسع کوشش بھی کی لیکن پھر بھی ادا نہ کر سکا تو امید ہے کہ مواخذہ سے بچ جائے گا۔ رجل مات وعلیه قرض ذکر النا طفی نرجوان لایکون مواخذاً فی دارالآخرة اذا کان فی نیته قضاء الدین کذافی خزانة المفتین الخ. فتاوی عالمگیری[۲] ص ۳۸۶ ج ۵۔

(ب) جو مہر باقی رہ گیا اس کا بھی وہی حکم ہے جو کل مہر کا ہے۔

(ج) اس کی کوئی صورت نہیں ایسا کرنا گناہ ہے[۳] ہاں اگر عورت بغیر شوہر کی اجازت و رضامندی کے کسی جگہ مثلاً خالہ کے گھر چلی جائے تو اس کی واپسی تک شوہر کو نفقہ بند کرنے کا اختیار ہے۔[۴]

---

[۱] اذا تشاق الزوجان وخافاان لا یقیما حدود اللّٰه فلا بأس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به فاذا فعلاذلک وقعت تطلیقة الخ عالمگیری کوئٹه ص ۴۸۸ ج ۱، الباب الثامن، الفصل الاول فی شرائط الخلع وحکمه الخ، هدایه ص ۴۰۴ ج ۲، باب االخلع، یاسر ندیم دیوبند.

[۲] عالمگیری کوئٹه ص ۳۶۶ ج ۵ کتاب الکراهیة ،الباب السابع والعشرون فی القرض والدین.

[۳] فَاَمۡسِکُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ وَلَاتُمۡسِکُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ، سورۂ بقره آیت ۲۳۱.

[۴] وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله هدایه ص ۴۳۸ ج ۲ باب النفقة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریاص ۲۷۸ ج ۵ باب النفقة، مطلب اللفظ جامد ومشتق، هندیه کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول.

(دوم) اس کا جواب (ا) ونمبر (ب) میں آچکا ہے۔

(سوئم) صبر کرنا بہتر ہے اگر صبر نہیں ہوسکتا اور مہر کی ادائیگی یا معافی کی توقع ہے تو طلاق دیدے[۱] اور دوسری عورت سے نکاح کر کے پہلی کا نان ونفقہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا اور بغیر طلاق دیئے جدائی اختیار کرنا حرام ہے۔[۲]

(د) نان نفقہ بند اور اس طرح قطع تعلق کرنا بھی حرام ہے۔[۳]

(ر) نان نفقہ دینا واجب ہے۔[۴]

(س) بہر صورت نان نفقہ دینا واجب ہے اور اس طور پر نان نفقہ نہ دینا حرام ہے۔[۵]

(۸) اس میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کی حیثیت اور ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے۔ دونوں کو نفقہ دے برابری ضروری نہیں کیونکہ بعض دفعہ ایک زیادہ ضرورتمند ہوتی ہے دوسری مالدار ہوتی ہے لیکن شب باشی میں برابری ضروری ہے اس میں فرق جائز نہیں اسی طرح ایک کا نفقہ بالکل بند کرنا بھی جائز نہیں۔ **یجب ان یعدل ای ان لایجور فیہ ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والما کول درمختار. والحق انہ علی قول من**

---

[۱] لا یجوز الهجران فوق ثلاث فتح الباری ص ۱۲۱ ج ۱۲ کتاب الادب. باب الهجرة مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه

[۲] وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْحَرَصْتُمْ فَلا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ یعنی فلاتجوروا علی المرغوب عنها کل الجور فی القسم والنفقة فتذروها أی المرغوبة عنها کالمعلقة وهی التی لیست بمطلقة ولاذات بعل عن ابی هریرةؓ عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال من کانت له امرأتان فمال إلی احدهما جاء یوم القیامة وشقه مائل، تفسیر مظهری ص ۲۵۵ ج ۲، سورۂ نساء، آیت ۱۲۹، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

[۳] ملاحظہ ہو حوالہ نمبر: ۲/

[۴]، [۵] تجب علی الرجل نفقة مرأته المسلمة اوالذمیة والفقیرة والغنیة الخ عالمگیری کوئٹه ص ۵۴۴ ج ۱، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة، الدرمع الشامی کراچی ص ۵۷۲ ج ۳، باب النفقة، مطلب اللفظ جامد و مشتق، النهر الفائق ص ۵۰۵ ج ۲، باب النفقة، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه.

اعتبر حال الرجل وحده فی النفقة واما علی القول المفتی به من اعتبار حالهما فلافانه احداهما قدتکون غنیة والاخریٰ فقیرة فلا یلزم التسویة بینهما مطلقا فی النفقة اھ شامی[1] ص ۶۴۵ جلد ۲۔ واللہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ر محرم ۵۹ھ

بیوی کے ساتھ بدسلوکی کا علاج

سوال:۔ میری ہمشیرہ کا شوہر مجگاؤں ڈاک میں کام کرتا تھا۔ قریب ایک سال سے اس کو نہ معلوم کیا ہوگیا کہ کام سے استعفیٰ دے دیا ہے اور اس کی لائن بھی خراب ہوگئی ہے، عورت کو بہت ستاتا ہے اس کو گھر سے نکال دیا ہے، اس کے تین چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، اس وقت اس کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا جناب والا سے گذارش ہے کہ اس کے لئے کوئی مشورہ دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر جسمانی مرض کی وجہ سے یہ کیفیت ہے تو طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ اگر خراب صحبت کا یہ اثر ہے تو اچھے ماحول اور صالحین کی صحبت میں رکھا جائے۔ اگر اقتصادی اور معاشی پریشانی کا اثر ہے تو اس نوع سے اعانت کی جائے، خدائے پاک حالات بہتر فرمائے۔ آمین۔ فقط والسلام

احقر محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۷۸، ج: ۴، باب القسم، بحر کوئٹہ ص: ۱۱۸، ج: ۳، باب القسم،

عورت نے شوہر کے ساتھ کام کیا بعد تفریق اس کی اجرت شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟

سوال: ۔بنکر برادری میں جس کا آبائی پیشہ پارچہ بافی ہے علی العموم عورتیں آبائی پیشہ کا کام شوہروں سے زیادہ کرتی ہیں اور جملہ خانگی امور کی دیکھ ریکھ پوری ذمہ داری سے کرتی ہیں اس پر معاشرہ کی عام حالت یہ ہے کہ خانگی امور میں رہ کر عورت نے شوہر کے آبائی پیشہ کا کام کیا تو اس کو گالیاں دیتا ہے طعن وتشنیع کرتا مارتا پیٹتا ہے اگر عورت کی طرف سے کچھ بددلی کا اظہار ہوا تو شوہر کبھی فوراً طلاق دیدیتا ہے اور کبھی سخت سست کہہ کر میکہ پہنچا دیتا ہے اور کبھی عورت خود چلی جاتی ہے موجودہ معاشرہ کی وجہ سے چار ہزار کی بنکر آبادی میں ہر مہینہ طلاق کی دو چار وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اس کے پیش نظر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) تفریق سے پہلے عورت نے شوہر کے گھر رہ کر جو اس نے آبائی پیشہ کا کام کیا ہے بعد تفریق عورت کو اس کا معاوضہ طلب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز شوہر کے ذمہ اس کا دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ سب خرابیاں علم وتقویٰ کی قلت یا فقدان کی وجہ سے ہیں۔ یہ سب صلہ اور ہمدردی ہے اس کا کوئی معاوضہ اب نہ طلب کیا جا سکتا ہے اور نہ دینا واجب ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ثم ذكر خلافاً فى المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما اموال كثيرة فقيل هو للزوج وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها، شامى زكريا ص ۵۰۲ ج ۲، كتاب الشركة، مطلب اذا اجتمعا فى دار واحدة وإكتسبا ولايعلم التفاوت الخ، هنديه كوئٹه ص ۳۲۹ ج ۲، كتاب الشركة، الباب الرابع فى شركة الوجوه، مطلب أب و إبن اكتسبا أموالاً الخ.

بیوی کا شوہر کو اپنی والدہ کی ملاقات سے روکنا

سوال:۔عمر کی والدہ اپنے دوسرے خاوند کے لڑکے ولڑکیاں لے کر عمر کے ساتھ رہتی تھیں اوراس کی بیوی وبچوں کا حق تلف کرتی رہتی تھی۔عمران کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں بولتا تھا لیکن جب بات حد سے آگے بڑھ گئی اوراس بیوی کو چھوڑنے تک کو کہا جبکہ انہیں کی وجہ سے دو بیویاں اور چھوٹ چکی تھیں۔آپ کے یہاں تفصیل سے لکھ کر جب فتویٰ لیا تو یہ معلوم ہوا کہ ان کو اپنے موجودہ خاوند کے پاس رکھا جائے۔لیکن اگر والدہ تنگدست رہتی ہیں تو ان کی تمام کمانے والی اولاد پر برابر برابر اپنی ماں کے خرچ کا حق عائد ہوتا ہے۔اورعمر کو وقتاً فوقتاً اپنی والدہ کے پاس کچھ تحفے لیکر حاضر ہوتے رہنا چاہئے اوران کی سعادت مندی حاصل کرتے رہنا چاہئے۔اب عمر کی والدہ اپنے موجودہ خاوند کے پاس مع بچوں کے رہنے لگی ہیں،اورعمر اگران تمام باتوں پرعمل پیرا ہونا چاہتا ہے تواس کی بیوی منع کرتی ہے اور والدہ کو خرچ بھیجنے سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اپنے لڑکے لڑکیوں کو اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں تو کیا تنگدست ہیں۔اچھا اگر مان بھی لیا کہ وہ تنگدست نہیں ہیں تو والدہ کے پاس تحفے لے کر تو عمر کے حاضر ہونے کا حق باقی رہتا ہے تواس کی بیوی کہتی ہے اور بضد ہے کہ تم نہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور نہ والدہ کو یہاں اپنے پاس کبھی بلاؤ۔کیوں کہ انہوں نے ہم لوگوں کے اوپر سحر کردیا تھا،آپ وہاں جائیں گے تو آپ کے اوپر بھی تگڑا سحر کرائیں گی اور ہم لوگوں کا نہ جانے پھر کیا حال ہوگا۔عمر کے یہ کہنے پر کہ اب وہ سحر نہیں کرائیں گی مجھے جانے دو،تو وہ کہتی ہے کہ اگر آپ وہاں گئے یا والدہ کو یہاں بلایا تو میں آپ سے طلاق لے لوں گی تو ایسی حالت میں عمر کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی کو سحر کا خطرہ ہے اس کی حفاظت کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد چاروں قل اور

الحمد اور آیۃ الکرسی تین تین دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کریں انشاء اللہ تعالیٰ سحر کے خطرہ سے حفاظت رہے گی۔ اور جب تحفہ لے کر کبھی کبھی والدہ کے پاس جائیں گے تو والدہ خوش ہوں گی، سحر نہیں کرائیں گی۔ بیوی کو وہم ہے اس کو سمجھانا چاہئے۔ خدا کرے وہ بھی خوش رہے اور طلاق طلب نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

بیوی نے ناک میں دم کردیا

سوال:۔ میری گھر والی میرا کہنا بالکل نہیں مانتی۔ ہر طریقہ سے سمجھالیا محبت سے پیار سے مار پیٹ سے۔ میری ماں، رشتہ دار، محلّہ والوں نے حتی کہ اس کے ماں باپ نے بھی بہت سمجھایا لیکن اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ کام کرتی ہے نہ کھانا پکاتی ہے، مرضی میں آگیا تو پکالیا ورنہ پڑی رہتی ہے۔ نہ گھر کا کوئی کام کرتی ہے۔ میری بوڑھی ماں ہی سب کام کرتی ہے۔ اگر میرے یہاں کوئی مہمان آجائے تو کوئی بھی پرواہ نہیں کرتی۔ وہ بغیر چائے وغیرہ کے میری عدم موجودگی میں اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ بعض مہمان ایسے ہیں جن سے پردہ بھی نہیں ہے ان سے بھی نہیں بولتی۔ کسی سے بھی کچھ واسطہ نہیں رکھتی، نہ مجھے کھانا پانی دیتی ہے چاہے کتنی ہی مرتبہ مانگوں۔ میری ماں اور بہنوئی کی میرے سامنے چغلی کرتی ہے۔ میری بہن بہنوئی آجائیں تو ان سے منہ چڑھائے رکھتی ہے۔ روز یہ کہتی ہے کہ میں گھر چلی جاؤں گی اور ایک دفعہ بچوں کو چھوڑ کر چلی بھی گئی تھی، ڈیڑھ سال کے بعد آئی تھی۔ اب پھر وہی ہٹ لگی ہوئی ہے۔ بس ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں بہت ہی پریشان ہوں کیا کروں۔ اگر میری ماں دیکھ بھال نہ کرے تو گھر برباد ہوجاتا، جبکہ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، خوشحال ہیں چار بچے ہیں میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بیوی آپ کے لئے بڑا امتحان ہے اگر آپ صبر وتحمل سے کام لے سکتے ہیں تو انشاء اللہ بہت سی خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا لیکن آپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ برداشت نہ کر سکتے ہوں اور حقوق ادا نہ کر پاتے ہوں، زندگی تلخ ہو جائے تو آپ کو حق ہے اس کو آزاد کر دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۶ھ

بیوی سے خلافِ فطرت کام کرنا

سوال:۔ زید نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور گھر سے نکال دیا۔ عرصہ چار سال کا ہو گیا، اپنی عورت سے خلافِ فطرت کام کرتا ہے، نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بیوی میری ملکیت ہے جس طرح چاہوں گا استعمال کروں گا۔ اب عرصہ چار سال سے بالکل خیر خبر نہیں لیتا۔ ایسی صورت میں ڈر ہے کہ لڑکی غلط راستہ پر نہ پڑ جائے۔ ایسی صورت میں اگر عقدِ ثانی کرنا چاہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

---

[1] واما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه .....ولهذاقالو: إن سببه الحاجة الى الخلاص عندتبائن الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله تعالىٰ (إلى قوله) وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح وعليها يحمل ماوقع منه صلى الله عليه وسلم ومن اصحابه وغيرهم من الأئمة صونالهم عن العبث والايذاء بلا سبب (شامی کراچی مختصراً ص۲۲۸ ج۳ اول کتاب الطلاق، النهرالفائق ص۳۱۰ ج۲، اول کتاب الطلاق، مطبوعه مكه مكرمه، مجمع الانهر ص۳ ج۲، اول كتاب الطلاق، دارالكتب العلميه بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابھی تو عقدِ ثانی کی اجازت نہیں کیونکہ شوہر زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے۔[۱] اگر شوہر طلاق دیدے خواہ مہر کے عوض ہی دے اور پھر عدت تین ماہواری گذر جائے تب عقدِ ثانی کی اجازت ہوگی۔

تنبیہ:۔نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے[۲]۔شوہر کا بیوی کے ساتھ خلاف فطرت کام کرنا اور یہ کہنا کہ بیوی میری ملکیت ہے جیسے چاہوں گا ویسے استعمال کروں گا غلط نظریہ ہے[۳]۔اس کو بیوی پر ویسی ملکیت حاصل نہیں کہ اس فعل کی اجازت دی جائے۔اس فعلِ قبیح سے اس کو روکا جائے گا اور بیوی پر اس کی اطاعت اس فعل میں جائز نہیں[۴]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۴/۹۱ھ

گناہ کے کام میں شوہر کی اطاعت

سوال:۔میرے بھائی بیمار تھے میں نے منت مانی اور قسم کھائی اگر یہ اچھے ہوگئے تو فلم چھوڑ دوں گی۔وہ اچھے ہوگئے اب مجھے فلم دیکھے چار سال ہوگئے ہیں لیکن اب میرے شوہر

---

[۱] اما نکاح منکوحة ومعتدته فلم یقل احد بجوازه فلم ینعقداصلا. شامی زکریا ص ۲۷۴ ج ۴ باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، هندیه کوئٹه ص ۲۸۰ ج ۱، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، بحر کوئٹه ص ۱۳۹ ج ۴، باب العدة.

[۲] کل مسکر حرام. مشکوٰة شریف ص ۳۱۷ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب بیان الخمر و وعید شاربها.

[۳] لا ینظر اللّٰه عز وجل إلی رجل أتی رجلاً اوامرأة فی دبرها (رواه الترمذی) مشکوة ص ۳۱۳ اول کتاب الحدود، قبیل باب قطع السرقة، طبع یاسرندیم دیوبند.

[۴] لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق الخ، مشکوٰة شریف ص ۳۲۱، کتاب الامارةو القضاء، یاسرندیم دیوبند، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۳ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ فلم دیکھوں جب میں نے منت کی بات بتلائی تو کہتے ہیں کہ یہ گناہ مجھ پر ہوگا یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس منت اور قسم کو میں کسی اور کی طرف پھیر دوں ایسی صورت میں مجھ پر شوہر کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اب قسم یا منت کو بدلنے اور رخ پھیر دینے کا حق نہیں رہا فلم دیکھنا خدائے پاک سے بدعہدی کرنا[1] جس کا نتیجہ دنیا وآخرت میں نہایت خراب اور نا قابل برداشت ہے شوہر کا یہ کہنا کہ گناہ مجھ پر ہوگا آپ کے حق میں بے سود ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ گناہ اور وبال آپ کے سر سے اتر کر شوہر پر چلا جائے۔ اور آپ بری ہو جائیں[2] اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ تو چھوٹ جائیں اور شوہر گرفتار ہو کر وہاں کے قید خانہ میں بند کر دیئے جائیں کیا تعلق ومحبت کا تقاضہ یہی ہے ایسی باتوں میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں[3] شوہر کو خود بھی ایسی بات کہنے سے اور اس پر اصرار کرنے سے پورا پرہیز لازم ہے ان کو گناہ کی سزا کا تصور بھی نہیں جو ایسی بات کہتے ہیں اللہ تعالیٰ علم دے سمجھ دے کہ اپنی زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق بنائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۱۴۰۱ھ

---

[1] من نذر نذراً مطلقا أو معلقاً بشرط وكان من جنسه واجب ووجد الشرط لزم الناذر أى لزمه الوفاء به لحديث من نذر وسهى فعليه الوفاء بماسهى ففى لزوم المنذور الكتاب والسنة والاجماع قال اللّٰه تعالىٰ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ، الحج ۲۹، الدرمع الشامى زكريا، مختصراً ص ۵۱۵ تا ۵۱۷ ج۵، كتاب الايمان، مطلب فى احكام النذر، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ۵۷۰، باب مايلزم الوفاء به من منذور الصوم الخ.

[2] وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرىٰ، سورة زمر آيت:۷.

[3] لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق مشكوٰة شريف ص ۳۲۱، كتاب الامارة والقضاء، ياسر نديم ديوبند.

بیوی کے چپکے سے چلے جانے کے بعد پھر شوہر اس کو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے

سوال: ۔محمد سلیم کی شادی فریدہ بیگم کے ساتھ ہوئی دونوں قنوج کے رہنے والے ہیں محمد سلیم کے نطفہ سے اب تک سات بچے ہوئے محمد سلیم برابر اپنے باپ کے ساتھ بسلسلہ کاروبار کانپور جاتا رہا ہفتہ عشرہ کے لئے قنوج بھی حقوق زوجیت کے لئے آتا رہا پھر محمد سلیم کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ کے بعد فریدہ کے دیور کا بھی انتقال ہوگیا اب فریدہ نے گھر کو خالی پا کر دیگر رشتہ داروں کے بہلانے سے گھر کا تمام سامان برتن وغیرہ لے کر بغیر شوہر کی اجازت ومشورہ کے کہیں بھاگ گئیں بہت پتہ لگایا مگر تین سال تک معلوم نہ ہوسکا نہ وہ اپنی ماں کے پاس گئی، نہ اپنے بھائی کے پاس جب کہ وہ مالدار ہیں وہ روپوش ہوکر کانپور چلی آئی اور ایک ہوٹل پر ملازمت کرلی اور وہیں سے کان پور کی عدالت میں ۴۸۸/روپئے کے نان ونفقہ کا عدالت میں دعویٰ کردیا اور شہر والوں کو ملالیا۔اس کی اس حرکت سے اس کے والدین بھائی سب ناراض ہیں اور کہا میرے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ جہاں تین سال رہی ہو وہیں جاؤ۔تم نے شوہر کو کیوں ٹھکرایا۔پنچوں نے فیصلہ کردیا کہ ایسی عورت گھر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے لہٰذا واقعات بالا کے تحت کیا فریدہ کہیں بھی نان ونفقہ سلیم سے پاسکتی ہے۔کیا اتنا برباد کرنے وپریشان کرنے کے بعد محمد سلیم پھر رکھ سکتا ہے جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

فریدہ بیگم بلا اجازت شوہر کے مکان سے چلی جانے کے وقت سے مستحق نفقہ نہیں رہی[1]

---

[1] لانفقة لا حدعشر الی ماقال وخارجة من بیته بغیرحق وهی الناشزة وتسقط به المفروضة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۸۶ ج۵ باب النفقة، هدایه ص ۴۳۸ ج ۲، باب النفقة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول.

لہٰذا اس مدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں شوہر کا جو مال لے کر گئی ہے اس کا ضمان شوہر اس سے وصول کرنے کا حق دار ہے[1] شوہر ان حالات میں بھی رکھنا چاہے تو اس کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے۔ اس پر طلاق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کی بدتمیزی و بدکلامی پر شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے

سوال:۔ ایک عورت ہے جو کہ شوہر کی مرضی کے بغیر اپنے میکہ چلی جاتی ہے میکہ سے کوئی لینے آیا تو اس کے ساتھ ہوگئی بعض اوقات محض مصالح کی بناء پر لینے والے کو اجازت دیدی شوہر نے لیکن عورت نے بذات خود جانے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں کی اور اس پر طرہ یہ کہ شوہر پر الزام لگایا کہ یہ تو میرے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کرتا ہے شوہر اور اس کے والدین نے سمجھایا مگر اس نے قطعاً انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس شرط پر رہ سکتی ہوں کہ تم میرے پاس نہ لگو اور خرچہ برابر دیتے رہو۔

(۲) عورت سے شوہر نے مہر بھی معاف کرالیا مگر اب وہ کہتی ہے کہ اگر اب میں مطالبہ پر آ گئی تو تمہارا راستہ بند ہو جائے گا اب وہ اپنے میکہ میں ہے اور آنے کے لئے تیار نہیں ہے کیا ایسی صورت میں شوہر پر عورت کا نان ونفقہ واجب ہے یا نہیں؟ عورت کی ایسی بدکلامی پر عورت کو ضرب کا حکم ہے یا نہیں؟

(۳) عورت مذکور نے مکرر یہ بھی کہا کہ تم اپنی ضروریات دوسری شادی سے پوری کرلو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔

---

[1] وترد العين لوقائمة لبقائها على ملك مالكها فلافرق فى عدم الضمان بين هلاك العين واستهلاكها فى الظاهر من الرواية لكنه يفتى باداء قيمتها ديانة (درمختار) فاما ديانة فيفتى بالضمان للحقوق والخسران والنقصان للمالك من جهة السارق، شامى زكريا ص ۱۸۰ ج۶، كتاب السرقة، باب كيفية القطع واثباته.

(۴) اکثر والدین کو برا بھلا کہتی رہتی ہے تم جیسا میرے واسطے کروگے تمہاری اولاد کے آگے آئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کو شوہر سے جو شکایت ہو اس کے دفعیہ کا اس کو مطالبہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے اگر اس کا دفعیہ ہو جائے اور اس کو نفقہ وغیرہ کی پریشانی نہ ہو تو پھر بغیر شوہر کی اجازت کے میکہ جانے کا حق نہیں اگر جائے گی تو ناشزہ کہلائے گی اور جب تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی[۱]۔ شوہر کا پورا احترام لازم ہے شوہر کے والدین کے ساتھ عزت واحترام سے معاملہ کرنا چاہئے بدکلامی سے پوری احتیاط کی جائے یہ شرعاً واخلاقاً نہایت مذموم ہے عورت اگر بلا وجہ حق زوج ادا کرنے سے انکار کرے تو شوہر کو جبر کا بھی حق ہے[۲] شوہر کو عورت کی طبعی کمزوری کو برداشت کرنا چاہئے اس کے والدین بھی ہرگز بے جا زیادتی نہ کریں اس کی کمزوری کی اصلاح مشفقانہ طور پر کریں کہ اسی میں انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہے۔ مارنے کا بھی حق ہے مگر مارنا بعد میں ہے سمجھانے کی پہلے ضرورت ہے[۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۲۸۶ ج۵ كتاب الطلاق ،باب النفقة، هدايه ص ۴۳۸ ج ۲، باب النفقة، ياسر نديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص ۵۴۵ ج ۱، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الاول.

[۲] للزوج أن يضرب زوجته على اربع خصال ..... احداها على ترك الزينة للزوج والثانى على ترك الاجابة إذا دعاها إلى فراشه .... لان الاول والثانى يخل بمقصود النكاح والثالث والرابع معصية، حاشية الشلبى على الزيلعى ص ۲۱۱ ج۳، كتاب الحدود، فصل فى التعزير، امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۴۹ ج۳، فصل فى التعزير، الدر مع الشامى كراچى ص۷۷ ج۴، باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم.

[۳] والتى تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ، الآية سورة النساء آيت: ۳۴.

ترجمہ: اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو۔ اور ان کو مارو الخ۔ (از بیان القرآن، بحر کوئٹہ ص ۲۲۰، باب القسم، تتمہ)

بیوی کے ساتھ زیادتی کی مکافات

سوال:۔سائل نے کچھ خانگی واقعات کا تذکرہ کیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بعض مرتبہ غصے میں بے قابو ہو جاتا تھا اور جب مجھے غصہ آتا تو میں اس کو مار بھی دیتا چنانچہ ایک روز میں نے اپنے بچے کو مارا اس پر میری اہلیہ بولی میں نے اس کے بھی طمانچہ رسید کیا جس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا کیونکہ یہ حقوق العباد ہے اس لئے آپ حضرات سے گذارش ہے کہ آپ فرمادیں کہ میرے اس فعل کی تلافی کس طرح ممکن ہوسکتی ہے اور عذاب آخرت سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(۲) ایک واقعہ اور پیش آیا کہ میری اہلیہ زیادہ بیمار رہتی تھی میں ان کے علاج کے لئے کوئی کمی باقی نہ چھوڑتا تھا چنانچہ اس کی وجہ سے میں ہمیشہ مقروض رہتا تھا اور پریشان رہتا تھا اس وجہ سے میں اپنی اہلیہ کو میکہ چھوڑ دیا کرتا تھا دس دس ماہ تک چھوڑ دیتا تھا جس سے یہ بات اس کو ناپسند تھی اور کہا کرتی تھی کہ تم جو مجھ کو میکہ کئی کئی ماہ تک چھوڑ دیتے ہو میں اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ کروں گی اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں نے زیادتی کی ہے تو کیا حشر میرا ہوگا اور کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہلیہ مرحومہ کے ساتھ جو زیادتی کی ہے اس کی تلافی اس طرح ہوسکتی ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے نوافل پڑھ کر تلاوت کر کے صدقہ دے کر ان کو ثواب پہنچایا کیجئے[1] ان

---

[1] ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة اوصوماً اوصد قةً اوغيرها عنداهل السنة والجماعة الخ هدايه ص ۲۹۶ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) كتاب الحج، باب الحج عن الغير، هنديه كوئٹه ص۲۵۷ ج ۱، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير، بحر كوئٹه ص ۵۹ ج ۳، باب الحج عن الغير.

کے بچوں کی اچھی تربیت کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ کام چل جائے گا خدائے پاک مرحوم کو آغوش رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا جائے اور آپ کو صبر وسکون دے بچوں کی پرورش کو آسان فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۸۹ھ

لڑکی کو داماد کے گھر جانے سے روکنا

سوال:۔ جو شخص بلاوجہ اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکے ایسے شخص کو شرعاً کیا کہا جاسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو شخص بلاوجہ شرعی اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکتا ہے وہ ظالم ہے اور زوجین کے درمیان تفریق کرانے میں شیطان کا مددگار ہے۔ **عن جابر رضی الله عنه قال : قال رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم : إن إبلیس یضع عرشه علی المائة ثم یبعث سرایاه یفتنون الناسة فادناهم منه منزلة ﷺ عظمهم فتنة یجئ ﷺ حدهم فیقول: فعلت کذا وکذا فیقول : ماصنعت شیئًا قال ثم یجئی احدهم فیقول : ماترکته حتی فرقت بینه وبین امرأته، قال : فیدنیه منه، ویقول : نعم انت. قال الاعمش : اراه فیلزمهٗ** (رواه مسلم اھ مشکوٰۃ ص ۱۸)۔[1]

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۸ باب فی الوسوسة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنی جماعتوں کو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کے لئے (گمراہ کرنے کے لئے) بھیجتا ہے ان سب میں اس کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا ان میں لوگوں کو زیادہ فتنہ میں ڈالنے والا ہوتا ہے، یعنی لوگوں کو زیادہ گمراہ کرنے والا ان شیاطین میں سے ایک آکر (اپنی کارگذاری سناتا ہے) کہتا ہے میں نے ایسا ایسا کیا وہ (شیطان) کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرادی پس شیطان اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے کیا ہے کام (تو ہے میرا جانشین ہونے کا قابل) اعمش نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ (شیطان) اس سے معانقہ کرتا ہے۔

یہ حرکت لڑکی کے حق میں بھی خیر خواہی نہیں بلکہ دشمنی ہے۔ اگر کسی وجہ شرعی سے روکتا ہے تو اس وقت یہ حکم نہیں۔ اس وجہ کے معلوم ہونے پر اس کا تفصیلی حکم تحریر کیا جا سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم:- والدین وغیرہ کے حقوق

باپ بیٹوں کے حقوق

سوال:۔(۱) زید کی دوشادیاں ہوئیں، پہلی شادی اس کے دادا نے اپنے صرفہ سے بحالت بلوغ کی جس کے چندسال گذرنے کے بعداس کی بیوی کے مرنے پرزید کی دوسری شادی زید کے صرفہ سے اس طریقہ سے ہوئی کہ زید اپنی آمد اپنے والد کو بھیجتا رہا، بوقت شادی زید کے والد نے خدا کی قسم کھا کراس کی خالہ سے کہا کہ ہمارے ذمہ اس شادی میں کوئی قرضہ نہیں ہے، زید کی دوسری شادی میں جتنا صرفہ ہوا وہ سب زید کی نگاہ میں رہا اور وہ سب زید کی موجودگی میں ہوا، پہلی شادی کا تخمینہ بھی زید کے خیال میں ہے، ایک مرتبہ زید کے والد نے لکھا کہ شادی کا قرضہ ہے، زید نے دریافت کیا کہ کس کا اور کتنا ہے؟ اور آپ نے بوقت شادی قرضہ نہ ہونے کی قسم کھائی تھی، اس پر جواب نہ آنے پر زید نے کل تخمینہ مصارف شادی کا لکھ کر اپنے والد کی خدمت میں بھیج دیا اور لکھا جو مجھ کو یاد ہے میں لکھے دیتا ہوں، اور اگر اس میں کسی قدر کمی بیشی ہو وہ مجھ کو لکھ دیجئے تا کہ اس کو دے کر مجری کرلیا جائے لیکن والد کی طرف سے کوئی حساب نہیں آیا، حالانکہ زید کے روبرو جہاں تک صرفہ ہوا تھا، وہ سب زید کے والد نے لکھ بھی دیا تھا، اس حساب کے نہ آنے پر زید کو اپنے حساب کا اور پختہ یقین ہوگیا، شادی کے بعد سے زید کی اہلیہ میکے چلی گئی، اور کچھ دنوں زید کے یہاں رہی، اس حالت میں بھی زید اپنے باپ کے پاس ماہواری خرچ روانہ کرتا رہا، اس ضرورت سے کہ اس کی بیوی کی واپسی

پر کسی خاص ضرورت میں کام آجائیں گے، اس کے والد کے پاس بوجہ مدرسی وجائیداد اتنی آمدنی ہے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو، چنانچہ وہ کہہ بھی چکے ہیں، کہ ہم اپنے لائق کر لیتے ہیں، تاہم وہ زید سے بھی کنبے کا خرچ کہہ کر مانگتے ہیں کبھی شادی کے اخراجات کے نام سے مطالبہ کرتے ہیں، اور کوئی حساب مانگنے پر حساب نہیں بتلاتے، میرا تخمینہ جو حساب کا ہے اس کے لحاظ سے شادی کے متعلق کوئی رقم بقایا نہیں ہونی چاہئے، والد اور دوسرے شریک شادی اور واقف کار بھی میرے تخمینہ اور حساب کی تائید کرتے ہیں، میں نے تخمینہ پیش کر کے عرض کیا کہ میری جانب تو کوئی رقم بقایا نہیں ہونا چاہئے اور اگر بالفرض ہو تو وہ رقم جو میں نے شادی کے بعد علی الحساب بھیجی ہے، اس کو کام میں لائیے، اس کے متعلق کبھی فرماتے ہیں کڑیاں خرید لی، کبھی فرماتے ہیں، گھر کے خرچ کی تمہیں اطلاع نہیں، کبھی کہتے ہیں میرا بھی حق ہے۔

زید کی آمدنی بہت محدود ہے، نیز اس کا بھی خیال ہے کہ مسلمان اخراجات کی زیادتی سے تباہ ہوتے جارہے ہیں، زید کے والد اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کے کپڑے خود بنالیتا ہے، پس کیا صورت موجودہ میں زید کے ذمہ کوئی امر ضروری ہے۔

(۲) جب کہ والد صاحب خرچ کا حساب نہیں دیتے اور زید کو اپنے شریک کے اشارہ کے ذریعہ سے علم ہو چکا کہ اس کے ذمہ کوئی مطالبہ باقی نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ ہمارے ذمہ کچھ نہیں گناہ تو نہ ہوگا۔

(۳) کیا زید کے والد کو زید کی بیوی کا حق اپنے لئے لینے کا حق حاصل ہے۔

(۴) کیا زید کے والد کو زید اور اس کی بیوی کے لئے کپڑے نہ بنانے پر مجبور کرنے کا حق ہے؟

(۵) زید کے والد اگر کوئی ایسا کام کریں جس میں زید کی مضرت یا حق تلفی ہو، تو زید ان کی اس طرف توجہ مبذول کرا سکتا ہے، نیز والد کے لئے زید کی عدم موجودگی میں ایسا کام جس سے اس کا ضرر یا حق تلفی ہو کیسا ہے؟

(۶) اگر زید کے والد ذمہ واقع میں قرضہ نہ ہو اور توریۃ یا غلط طریقہ سے قرضہ ظاہر کریں، اور کسی سے کہلوادیں کہ ہمارا قرضہ ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

(۷) اگر زید کے پاس سامان زندگی موجود ہو تو شکر نعمت فرض ہے یا نہیں؟

(۸) زید شادی کا حساب سمجھنے میں حق بجانب ہے یا نہیں اور والد کو حساب بتلانا چاہئے یا نہیں؟

(۹) اگر والد کی آمدنی بدرجۂ کفایت ہو اور زید کوئی خاص طریقہ پر خدمت نہ کرے، بجز اس کے کہ جو شئی وہ طلب کریں بھیج دے تو اس کو گناہ تو نہ ہوگا؟

(۱۰) زید حتی الامکان والدین کی اطاعت وادب کو ملحوظ رکھتا ہے، لیکن والد ناراض رہتے ہیں، بددعا دیتے ہیں، کیا ناحق بددعا قبول ہوجاتی ہے، والدین کو ناحق اولاد پر غصہ کرنا شریعت کی تعلیم کے موافق کیسا ہے؟ اولاد اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ کونسا طرز عمل مشروع ہے؟

(۱۱) جب کہ زید اس کیلئے تیار ہے کہ آپس کے معاملات روبرو بلاشرکت غیرے طے ہوجائیں، پھر زید کے والد کا ایسے اشخاص کو خانگی معاملات میں ڈالنا جن سے ہوا خیزی اور بدنامی کا اندیشہ ہو شرعاً کیسا ہے، اور کیا زید کو والد کا یہ امر قابل قبول ہے؟

(۱۲) زید کے والد کو کوئی اہم کام میں زید سے مشورہ کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ زید عندالناس مقبول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) والد کے بہت حقوق ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت جگہ اپنی عبادت کے ساتھ والد پر احسان کی تاکید فرمائی ہے[۱] احادیث میں والد کے حقوق کی رعایت اور راضی رکھنے کی

---

[۱] وقضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً ،سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳/.

ترجمہ:۔ تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کیساتھ حسن سلوک کرو۔

سخت تاکید آئی ہے[۱] اس لئے جہاں تک ہوسکے والد کو راضی رکھنا چاہئے، جب تک کسی معصیت کا امر نہ ہوتو والد کا کہنا ماننا حتی الامکان ضروری ہے[۲]۔

(۲) اگر والد کے ذمہ قرض نہ ہو بلکہ والد کو خود ضرورت ہو تب بھی اولاد کو ضرور والد کی خدمت کرنی چاہئے، اگر چہ خود کسی قدر تنگی کرنی پڑے اگر اپنے پاس ہی موجود نہ ہوتو مجبوری ہے[۳]۔

(۳) جو حق بیوی کا زید کے ذمہ واجب ہے وہ والد کو لینا جائز نہیں[۴]۔

---

[۱] وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اصبح مطیعاً للّٰہ فی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان من الجنة وان کان واحداً فواحداًومن اصبح عاصیا للّٰہ فی والدیہ اصبح لہٗ بابان مفتوحان من النار ان کان واحد فواحداً قال رجل وان ظلماہ قال وان ظلماہ وان ظلماہ، **مشکوٰۃ** شریف،ص ۴۲۱/ باب البر والصلة،الفصل الثالث،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے سلسلہ میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے،تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دروازہ کھولدیئے جاتے ہیں، اگر ماں باپ میں سے ایک ہوتو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جو اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے سلسلہ میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہوتو جہنم کا ایک دروازہ کھولدیا جاتا ہے، صحابی نے پوچھا اگر چہ ان دونوں (ماں باپ) نے اس پر ظلم کیا ہوتو ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ انہوں نے اس پر ظلم کیا، اگر چہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ،اگر چہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو۔

[۲] عن النواس بن سمعانؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۱، کتاب الإمارة الخ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۳] رجل لہٗ اب معسر والابن محترف یکسب کل یوم درھما یکفی لہٗ ولعیالہ اربعة دوانق کان علیہ ان یصرف الفضل الی ابیہ،خانیة علی ھامش الھندیہ، ج ۱/ص ۴۴۸/ فصل فی نفقة الوالدین، مطبوعہ کوئٹہ.

[۴] لایحل مال امری الا بطیب نفس منہ ،مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(۴) اگر زید اپنے لئے یا اپنی بیوی کے لئے ضرورت سے زائد کپڑے بنائے تو والد کو حق حاصل ہے کہ منع کردے، اور زید کو ماننا ضروری ہے[۱] البتہ ضرورت کے موافق کپڑے کہ بغیر ان کے گذر نہ ہوسکتا ہو بنانے سے منع کرنے کا حق والد کو حاصل نہیں[۲]۔

(۵) والد کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ زید کو ضرر پہنچانے کی نیت سے کوئی حکم کرے، البتہ اگر ضرر پہنچانے کی نیت تو نہیں، مگر کسی شرعی کام یا ذاتی کام سے زید کو معمولی ضرر پہنچتا ہو زید کو اس پر صبر کرنا چاہئے۔

(۶) جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا جائز نہیں[۳] مگر جب والد زید سے کچھ مانگے اور زید کے پاس گنجائش ہو تو ضرور دینا چاہئے، اس کا موقعہ نہ آنے دے کہ والد دھوکہ دے کر زید سے کچھ وصول کرے کہ یہ والد اور زید دونوں کے لئے شرم کی بات ہے[۴]۔

(۷) شکر نعمت ہر شخص پر فرض ہے[۵]۔

---

[۱] لان طاعتهما (ای الوالدین) فرض عین الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۴/ص۱۲۵/ کتاب الجهاد، طاعة الوالدین فرض عین، البحرالرائق ج۵/ص۷۲، اول کتاب السیر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، حاشیة الشلبی ج۳/ص۲۴۱، کتاب السیر، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] **الکسوة** واجبة علیه بالمعروف بقدرمایصلح لها عادةً صیفا و شتاءً الخ عالمگیری ج۱/ص۵۵۵، الباب السابع عشر فی النفقات، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ج۳/ص۵۸۰، باب النفقة، زیلعی ج۳/ص۵۰، باب النفقة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] لان عین الکذب حرام، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج۹/ص۶۱۲/ آخر کتاب الحظر والاباحة، سکب الانهر ج۴/ص۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[۴] عن عمرو ابن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن رجلاً اتی النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقال إن لی مالاً وان والدی یحتاج إلی مالی فقال انت ومالک لِوالدک، ان اولادکم من اطیب کسبکم کلوا من کسب اولادکم، مشکوٰة شریف ص۲۹۱، باب النفقات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[۵] واستدل بالآیة علی ان شکر المنعم واجب، روح المعانی، ج۱۴/ص۱۹۱/ سوره ابراهیم. آیت ۷/مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

(۸) حساب صاف رکھنا چاہئے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر زید کے والد کے ذمہ کوئی قرض نہ ہو تو والد کی خدمت نہ کرے، بلکہ حتی الوسع خدمت ضروری ہے۔[۱]

(۹) جس قدر زید میں طاقت ہو والد کی خدمت کرتا رہے، اگر باوجود قدرت کے خدمت نہیں کرے گا، تو حقوق کی ادائیگی میں قصور رہے گا۔[۲]

(۱۰) والدین کبھی بلاوجہ اولاد کے لئے بددعا نہیں کرتے، جب تنگ آ کر پریشان ہو جاتے ہیں تب مجبور ہو کر بددعا کرتے ہیں اور اگر بلاوجہ بددعا کریں تو اس کی قبول ہونے کی توقع نہیں، تاہم اولاد کو چاہئے کہ والدین کی کسی غصہ کی بات کا جواب نہ دے سب کچھ خاموش سن لے، اس کی سعادت اسی میں ہے اگر کوئی بات والدین بالکل ناحق کہیں تب بھی صبر کرے اور والدین کے لئے دعاء خیر کرے، البتہ معصیت کے کاموں میں اس کا ساتھ نہ دے، جب اولاد اس طرح نرمی اور صبر اور احسان وخدمت کرے گی، تو انشاء اللہ والدین کی طبیعت میں نرمی آئیگی اور سب کے ساتھ حسن خلق سے ملنا چاہئے اور حسن خلق کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی رہیں۔[۳]

---

[۱] رجل له اب معسر والابن محترف يكسب كل يوم درهما يكفى له ولعياله اربعة دوانق كان عليه ان يصرف الفضل الى ابيه ،خانية على هامش الهنديه، ج ۱ / ص ۴۴۸ / فصل فى نفقة الوالدين، مطبوعه كوئٹه.

[۲] وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًاالخ فانه دل على الاجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والاتيان بجميع كرائم الاقوال والافعال من التواضع والخدمةوالانفاق عليها ثم الدعاء لهما فى العاقبة الخ، مرقاة شرح مشكوٰة ج۴/ ص ۶۶۴ / باب البروالصلة،الفصل الاول، مطبوعه بمبئى ، شامى كراچى ج۴/ص ۷۸، باب التعزير، مطلب فى تعزير المتهم.

[۳] وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًاالخ فانه دل على الاجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والاتيان بجميع كرائم الاقوال والافعال من التواضع والخدمةوالانفاق عليها ثم الدعاء لهما فى العاقبة الخ، مرقاة شرح مشكوٰة، ج۴/ص ۶۶۴ /باب البروالصلة،الفصل الاول، مطبوعه بمبئى.

(۱۱) معاملات کو آپس میں سلجھانا بہتر ہے، لیکن والدین اس سے متأثر نہ ہوں کہ انتہائی درجہ کی شفقت میں کمی نہ کریں، جھوٹی باتیں مشہور کرنا اور بدنام کرنا جائز نہیں، زید کے والد کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کرے۔

(۱۲) مشورہ کر لینا بہتر ہے[۱] لیکن اگر اپنے کام میں والد مشورہ نہ کرے تو زید کو اس پر ناراض ہو جانا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۳ھ

والدین کی نافرمانی

سوال:۔ والدین کی نافرمانی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جائز امور میں والدین کی نافرمانی کرنے والا سخت گنہگار ہے، ''**عن المغیرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حرم علیکم عقوق الامھات**[۲] **الحدیث مشکوٰۃ شریف ومن اصبح عاصیاً للّٰہ فی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان من**

---

[۱] ولکن جعلھا(المشورۃ) اللّٰہ رحمۃ لامتی فمن استشار منھم لم یعدم رشداً روح المعانی، ج۳/ص۱۶۶/ جز۴، سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹/ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۱۹/ کتاب البر والصلۃ، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔

النار۔الحدیث مشکوٰۃ شریف[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/شعبان ۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ.....الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم ۱۱/۸/۱۳۵۵ھ

والد کی نافرمانی

سوال:۔میرے والد صاحب مجھ سے بدظن ہوگئے ہیں، انہوں نے کہلایا کہ گھر سے نکل جاؤ اور اپنے آپ انتظام کرلو اس وقت میرے چار بچے ہیں، تنخواہ تین سو روپیہ ہے میں نے الگ دوکان لے لی ہے، اب کچھ مالی امداد کرتا رہتا ہوں تو کیا میں نافرمان ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان حالات کے ماتحت آپ ان کے نافرمان نہیں اپنی استطاعت کے مطابق جانی مالی خدمت کرتے رہیں اور دعا بھی ان کیلئے کرتے رہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۸۸ھ

والدین کا درجہ استاذ اور پیر سے زیادہ ہے

سوال:۔استاذ اور پیر کا درجہ والدین سے کم ہے یا زیادہ، بہشتی زیور میں والدین کا درجہ زیادہ لکھا ہے بحوالہ تحریر فرمائیں؟

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۱/ کتاب البر والصلۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔اور جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ ماں باپ کے حق میں خدا کا نافرمان ہو تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دروازہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

[2] وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًا الخ فانه دل علیٰ الاجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والا تيان بجميع كرائم الاقوال والا فعال من التواضع والخدمة والا نفاق عليهما ثم الدعاء لهما فى العاقبة الخ مرقات، ج۴/ص ۶۶۴/(مطبوعه بمبئى) باب البر والصلة، الفصل الاول.

الجواب حامداً ومصلیاً!

جسمانی تربیت کی بناء پر والدین کا درجہ زیادہ ہے کہ وہی بنیاد ہے جمیع کمالات کی اور روحانی تربیت علم وعمل کے اعتبار سے استاذ کرتے ہیں، اگر چہ وہ تربیت بلند ہے، لیکن والدین جسمانی تربیت کر کے استاد کے حوالہ نہ کریں، تو استاذ کو تربیت کا موقع کہاں ملیگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۴ھ

والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل

سوال:۔ میں نے حفظ کیا، پھر کچھ عربی پڑھی، ارادہ تھا کہ درس نظامی کی تکمیل کر کے کچھ دین کی خدمت کر جاؤں، لیکن میرے والدین کی انتہائی کوشش ہے کہ پڑھنا ترک کر کے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤں جس سے دنیاوی زندگی بنے، تو کیا میں والدین کو ناراض کر کے اور عارضی طور پر ترک تعلق کر کے کسی دوسری جگہ جا کر درس نظامی کی تکمیل میں مصروف ہو جاؤں تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر والدین آپ کی خدمت واعانت کے محتاج ہیں، ان کے گذارہ کی کوئی صورت نہیں اور آپ ہی ان کی خدمت پوری کر سکتے ہیں، تو آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ ان سے ترک تعلق کر کے کہیں چلے جائیں، اور درس نظامی کی تکمیل کریں، بلکہ ان کی خدمت ہی کرتے رہیں، اور فارغ وقت میں دینی علم خواہ اردو میں ہی ہو حاصل بھی کر سکتے ہیں، اگر وہ آپ کی خدمت کے محتاج نہیں تو اس کا حکم دوسرا ہے، پھر بھی ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے

---

[1] قال القاضی اجمعوا علی ان الام والاب آکد حرمة فی البر عن سواهما شرح نووی علی المسلم ج۲/ص۳۱۳، کتاب البر والصلة، باب برالوالدین، مطبوعه سعد دیوبند.

والدین کی حق تلفی ہو اور نہ ان کا مقابلہ کیا جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۰/۸۷ھ

بوڑھے باپ کی اطاعت

سوال:۔ اگر باپ یا دادا بوڑھا ہے اور اولاد جوان ہے، اور اولاد ان کا حکم نہ مانیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاد کے ذمہ باپ کا حکم ماننا لازم ہے، خاص کر جبکہ وہ بوڑھے ضعیف ہوں تو انکی فرمانبرداری وتعظیم اور زیادہ ضروری ہے، اگر وہ بھی خلاف شرع حکم دیں تو اس میں اطاعت نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اذا ارادالرجل أن یسافر الی غیر الجهاد لتجارة أو حج أوعمرة وکره ذٰلک ابواه فان کان یخاف الضیعة علیهما بأن کان معسرین ونفقتهما علیه ومالهٗ لایفی بالزادوالراحلة ونفقتهما فانه لایخرج بغیر اذنهما (الیٰ أن قال) وان کان لایخاف الضیعة علیهما بان کاناموسرین ولم تکن نفقتهما علیه ان کان سفرالایخاف علی الولد الهلاک فیه کان له أن یخرج بغیر اذنهما (الیٰ قوله) وکذا الجواب فیما اذاخرج للتفقه الی بلدة اخری (الهندیة کوئٹه، ج۵/ص۳۶۵/ کتاب الکراهیة، الباب السادس والعشرون، خانیه ج۳/ص۴۲۷، کتاب الحظر والإباحة فصل فی التسبیح الخ، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ج۴/ص۱۲۵، کتاب الجهاد، مطلب اطاعة الوالدین واجب)

[۲] وعلیٰ هذا اذا امراواحد هما ولد هما بامر وجبت طاعتهما فیه اذالم یکن ذٰلک الامر معصیة المفهم شرح مسلم، ج۶/ص۵۲۰/ کتاب البر والصلة، باب المبالغة فی برالوالدین، مطبوعه دارابن کثیر. دمشق بیروت، نووی علی المسلم ج۲/ص۳۱۳، کتاب البر والصلة، باب برالوالدین الخ، مطبوعه سعد دیوبند، لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۵۸۳، کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع.

والدین اور شوہر میں کس کی اطاعت لازم ہے

سوال:۔ زید اس بات پر مکمل طور پر اتفاق نہیں کرتا ہے کہ والدین کے قدموں تلے جنت ہے، اس سلسلہ میں اس کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کے لئے جنت اس کے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے، نہ کہ والدین کی اطاعت گزاری میں، بہت ممکن ہے کہ والدین جو بات لڑکی کو کرنے کیلئے کہتے ہوں وہ اس کے شوہر کو قطعاً پسند نہ ہو، ایسی حالت میں لڑکی اگر شوہر کے خلاف اپنے والدین کی بات پر عمل کرتی ہے، تو شوہر کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور اگر شوہر کی بات پر عمل کرتی ہے، تو والدین کی حکم عدولی ہوتی ہے، کیا زید کا اس بات پر مکمل اتفاق نہ کرنا کہ جنت والدین کے قدموں تلے ہے، صحیح ہے؟ لڑکی کو کس بات پر عمل کرنا چاہئے؟ اور شادی سے پہلے یہ بات کہاں تک صادق آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بھی حدیث پاک میں موجود ہے کہ جنت والدین کے قدموں کے نیچے ہے[1] یعنی انکی فرمانبرداری کرنا، خدمت کرنا، اور انکو راضی رکھنا لازم ہے یہ بھی صحیح ہیکہ شوہر کی اطاعت لازم ہے[2] لہٰذا شادی کے بعد اگر والدین جائز کاموں میں شوہر کی فرماں برداری سے روکیں تو ان

---

[1] ان جاهمة جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله ﷺ اردت ان اغز و وقدجئت استشيرک فقال هل لک من ام قال نعم قال فالزمها فان الجنة عند رجلها، مشكوٰة شريف، ص ۴۲۱/ باب البر والصلة ،الفصل الثالث ، مطبوعه ياسر نديم ديوبند

ترجمہ :۔ جاہمہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا ہے، اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ماں کی خدمت کو اختیار کر اس لئے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔

[2] لانها (اى **المرأة**) كانت **مامورة** الى طاعة زوجها فى غير معصية ،مرقاة شرح مشكوة ، ج۳/ص ۴۶۳/ باب عشر ة النسا ومالكل واحدمن الحقوق ،مطبوعه اصح المطابع بمبئى.

کوحق نہیں، اور ایسی حالت میں لڑکی کو ان کی اطاعت بھی لازم نہیں، والدین اور شوہر سب کا ہی احترام لازم ہے، اور ناحق بات کسی کی بھی ماننا جائز نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۴ھ

والدین کے حقوق

سوال:۔ (۱) والدین کے حقوق کوئی اولاد پر بھی ہیں کہ نہیں؟

(۲) اولاد کے یہ حقوق وجوبی ہیں یا صرف احسان کے درجہ میں ہیں؟

(۳) بعض لوگ والدین پر تین حقوق بتاتے ہیں (الف) پیدا کرنا (ب) پال پوس کر بڑا کرنا، (ج) شادی کرنا، اس میں کسی قسم کے جزئیات کو نہیں معائنہ کیا، صرف یہی تینوں حقوق ہیں، اور بغیر جزئیات کے تسلیم کئے یہ کافی ہوں گے؟

(۴) اگر والدین اولاد کے حقوق ادا نہ کرے تو ان سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟

(۵) اس صورت میں بھی اولاد کے حقوق لازم ہوں گے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱/۲/۳/ والدین اپنی اولاد کی تربیت جسمانی تو طبعی محبت کی بنا پر کرتے ہی ہیں اپنے اپنے طرز پر جانور بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں، مگر انسانی بچوں کا حق اس سے زیادہ ہے، جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو نہلا کر داہنے کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی جائے[2] بولنا سیکھے تو

---

[1] لاطاعة ای لاحد من الامام وغیره کالوالد والشیخ فی معصیة ،مرقاة شرح مشکوٰة ج۴/ ص۱۱۸/ کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

[2] ہرگاہ طفل پیدا شود نافش بریدہ غسل دادہ پارچہ پوشانند واز پارچہ زرد احتراز نمایند ومسنون است کہ بگوش راست اذان وبگوش چپ اقامت مثل اذان واقامت نماز بگویند الخ مالابدمنہ ص۱۷۵/(مطبوعہ دیوبند)(رسالہ احکام عقیقہ)

کلمۂ شہادت اور آیات توحید اس کو سکھائیں، نماز سکھائیں سات برس کا ہو جائے تو نماز کی تاکید کرائیں[1]، رہن سہن میں تمیز سکھائیں بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت کی تلقین کریں، کھانے پینے کپڑے پہننے وغیرہ جملہ امور میں طریقہ سنت پر چلائیں، حسد، بخل، حرص، تکبر، دھوکہ، فریب، جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ اخلاق رذیلہ سے بچائیں، ایثار، سخاوت، تواضع، متانت، صبر تحمل، توکل وغیرہ کا عادی بنائیں، علم دین پڑھائیں، اکل حلال کا انتظام کریں غرض ہر شعبہ زندگی کو درست کرنے کی فکر کریں، کوشش کریں حقوق کی بڑی تفصیل ہے[2] بعض حقوق بطور مثال لکھ دیئے ہیں، ان کو اختیار کرنے سے دیگر حقوق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

(۴) والدین اگر باوجود قدرت کے حقوق واجبہ کو ضائع کریں گے تو ان سے باز پرس ہوگی[3]

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین الحدیث مشکوٰۃ شریف، ص ۵۸/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند . کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثانی.

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم کرو، اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو ان کو مار مار کر پڑھاؤ۔

[2] قوا انفسکم واھلیکم بتقوی اللّٰہ وادبوھم الحدیث ،بخاری شریف، ج ۲/ص ۷۳۰/ کتاب التفسیر سورۃ المتحرم، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ:۔اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خدا کے خوف اور تقویٰ کی تلقین کرو اور انہیں ادب واخلاق سکھاؤ۔

[3] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علیٰ الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علیٰ اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولد ھا وھی مسئولۃ عنھم الحدیث، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۰/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول.

ترجمہ :۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رعیت رکھنے والا ہے، اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بابت سوال کیا جائیگا، پس امام جو لوگوں کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان وراعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا، اور عورت محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اسکے بچوں کی اور اس سے اس کی بابت پوچھا جائیگا۔

(۵) اولاد پر بھی حقوق لازم ہیں، والدین اگر اپنا واجب ادا نہ کریں تو بھی اولاد سے حقوق ساقط نہیں ہوئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۱۴۰۰ھ

باپ کو ستانے کا وبال

سوال:۔ میرا لڑکا صحبت زید کی وجہ سے میرا نافرمان ہے، مجھ کو ستاتا ہے، میں نے بہت فتاویٰ منگا کر اس کو سنائے کہ اس کی اصلاح ہو، مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا، اس کے متعلق آپ بھی فتوی دیں کہ ایسے لڑکے کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

والد کا بہت بڑا حق ہے، والد کی خدمت اور خوشنودی سے اللہ پاک کی خوشنودی اور جنت حاصل ہوتی ہے، والد کو ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں[2] والد کو ستانا اور تکلیف پہنچانا سخت محرومی ہے، اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ بھگتنا ہوتا ہے، لڑکے کو اپنی

---

[1] فانه دل علیٰ الاجتناب عن جمیع الاقوال المحرمة والاتیان بجمیع کرائم الاقوال والافعال والتواضع والخدمة والانفاق علیهما الخ مرقات، ج۴/ص ۶۶۴/ (مطبوعه اصح المطابع بمبئی) باب البر والصلة، الفصل الاول.

[2] عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه وقال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد. مشکوٰة شریف، ص ۴۱۹/ کتاب البر والصلة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔

حرکتوں سے باز آنا اور توبہ کرنا چاہئے، ورنہ انجام نہایت سخت اور ناقابل برداشت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۲ھ

اطاعت والدین معصیت میں

سوال:۔ اگر والدین اپنی اولاد سے ناجائز کام کو کہیں تو اولاد کو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہرگز نہیں کرنا چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] عن ابی بکرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم کل الذنوب یغفر اللّٰہ منها ماشاء إلا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیوة قبل الممات، مشکوٰة شریف ص ۴۲۱، باب البر والصلة، کتاب الادب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، من اصبح عاصیا للّٰہ فی والدیه اصبح له بابان مفتوحان من النار، مشکوٰة شریف ص ۴۲۱/ کتاب البر والصلة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. واجمع العلماء علی الامر ببر الوالدین وان عقوقهما حرام من الکبائر الخ نووی علیٰ المسلم ج۲/ص ۳۱۳، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین الخ، مطبوعه سعد دیوبند، مرقات ج۴/ص ۶۶۴، باب البر والصلة، مطبوعه بمبئی، الفصل الاول.

ترجمہ:۔ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ ماں باپ کے حق میں خدا کا نافرمان ہو تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

[2] لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق مشکوٰةِ شریف ص ۳۲۱/ کتاب الامارة والقضاء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۸۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع.

ترجمہ:۔ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کیلئے سفر کرنا

سوال:۔ مسمی محمد مکرم علم دین حاصل کرنے کیلئے پردیس میں جاتا ہے اور اسکے والدین چاہتے ہیں کہ محمد مکرم ہم کو چھوڑ کر پردیس میں نہ رہے بلکہ ہمارے پاس رہ کر کچھ کمانے کی کوشش کرے، تاکہ ہم لوگ آخری وقت میں سہولت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں، لیکن محمد مکرم بالکل نہیں چاہتا ہے کہ وہ حصول علم کو چھوڑ کر دنیاوی کام میں لگ کر اپنی زندگی برباد کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ صرف اس کے والدین نہیں ساری دنیا ناراض اور سب ان سے جدائی حاصل کرلیں، جب بھی وہ حصول علم دین میں ذرا سستی نہیں کرتا ہے، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنا والدین کے حکم کی نافرمانی کرکے کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے[1] لیکن تکمیل نصاب فرض عین نہیں ہے اگر والدین حاجت مند ہیں، کما نہیں سکتے تو انکی خدمت حسبِ وسعت لڑکے پر لازم ہے[2] مکان پر رہ کر آہستہ آہستہ کچھ علم بھی حاصل کرتا رہے اور ان کی خدمت بھی کرتا رہے، ان کو ناراض نہ کرے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند.....صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم ۶/۶/۹۰ھ

---

[1] وتعلم مالا بدمنه من الفقه فرض عين .شامی زکریا ،ج۹/ص۶۱۷/ آخر کتاب الحظر والاباحة، مرقات ج ۱/ص۲۳۳، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، عالمگیری ج۵/ص۳۷۷، کتاب الکراهية، الباب الثلاثون فی المتفرقات، مطبوعه کوئٹه.

[2] الابن الموسر يجبر علی نفقة ابويه المعسرين،خانيه علی هامش الهندية کوئٹه ، ج ۱/ص۴۴۷/ فصل فی نفقة الوالدين، عالمگيری ج ۱/ص ۵۶۴، کتاب النفقات، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه، زيلعی ج۳/ص۶۳، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان.

[3] رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد ، مشکوٰة شريف، ص ۴۱۹/ کتاب البر والصلة ،الفصل الثانی ،مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ:۔ پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔

باپ کے ساتھ سخت کلامی کرنا

سوال:۔ باپ بیٹے میں سخت گفتگو ہورہی تھی، غصہ میں باپ نے کہدیا کہ میں جوتا ماردوں گا، اس پر بیٹے نے جواب دیا کہ سو جوتے میں تم کو ماروں گا، سوال یہ ہے کہ ایسے بیٹے کے لئے شریعت کیا حکم کرتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو بیٹے باپ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں وہ بہت نالائق اور بدقسمت ہیں، باپ کی تعظیم واجب ہے، جہاں تک اپنے بس میں ہو والد کو خوش رکھا جائے، اور اگر غصہ میں کچھ کہیں تو خاموش ہوکر سن لیا جائے، ہرگز کوئی جواب نہ دیا جائے، اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے، اور دنیا بھی[1]، والد کو چاہئے کہ ایسے نالائق بیٹے سے ایسی بات نہ کرے جس سے وہ تلخ جواب دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۰ھ

---

[1] وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ الخ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳، ۲۴/.

ترجمہ:۔ اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، سو ان کو کبھی بھی ہوں مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ عن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کل الذنوب یغفر اللّٰہ منھا ماشاء إلاعقوق الوالدین فانہ یعجل لصاحبہ فی الحیوۃ قبل الممات مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱، باب البر والصلۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

والدین سے الگ رہنا کیا اکرام مسلم کے خلاف ہے

سوال:۔ اللہ اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی روشنی میں رہبری فرمائیں، میں تبلیغ میں کام کرتا ہوں یہاں کا ذمہ دار بھی ہوں، جماعتوں میں اکثر چلوں وغیرہ میں جاتا ہوں، دن رات اللہ کے فضل سے کام میں لگا ہوا ہوں، دین کا داعی ہوں، میرے لئے گھر کے حالات بڑے پریشان کن ہوگئے ہیں، میرے والد صاحب کا انتقال ہوئے قریب ۶ ر ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے، والد صاحب کی زندگی میں میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہتا تھا، جتنا ہوتا مالی امداد کرتا، والد صاحب کے انتقال کے بعد بڑی ذمہ داری مجھ پر آئی ہے، کہ دو بہن بالغ اور چار بھائی جس میں دو کمانے والے ہیں، میں ہی بڑا ہوں طے پایا کہ سب ایک ہی گھر میں رہیں اور گھر کو سب کی آمدنی سے چلائیں، لیکن بھائیوں کے خیال مختلف ہیں اور والدہ صاحبہ بھی اختلاف فرماتی ہیں، کہ میں علیحدہ ہی رہوں، میری بیوی سے بھی میری والدہ اچھی نہیں رہتی، رات دن جھگڑے ہوتے ہیں اس خیال سے کہ اکرام مسلم بہت ضروری ہے، مل کر رہنا چاہتا ہوں، اور اپنے متعلقین کی مالی مدد بھی مل کر رہنے میں ہوتی ہے، اگر میں علیحدہ ہوجاؤں تو اسلام کی روشنی میں اکرام مسلم کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور میرا ایسا کرنا ماں کی نافرمانی میں داخل ہوگا یا نہیں؟ گھر میں تین بڑے بھائی بالغ ہیں، ان کا رویہ بھی میری بیوی سے اچھا نہیں ہے، پردہ کرانا ان بھائیوں سے ضروری ہے، تو دوسرے مکان میں رہنا پڑیگا، ایسا کرنا کیسا ہے؟ آج دنیا میں ماں، باپ، بھائی، بہن سے علیحدہ رہنا بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے، کیونکہ میں تبلیغی جماعت میں کام کرتا ہوں، میرے کردار پر ہر ایک کی نظر رہتی ہے، میرا علیحدہ رہنا کیسا رہے گا؟ براہِ کرم جواب مرحمت فرمائیں، تو بہت احسان مند ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

معاشرتی مصالح کے پیش نظر الگ رہنا اور حقوق کو ادا کرتے رہنا اکرام مسلم کے خلاف

نہیں[1] والدہ محترمہ کو اچھی طرح ادب ونرمی سے سمجھادیں کہ یہ مصالح ہیں علیحدہ رہنے میں ،اس مجبوری سے علیحدہ رہتا ہوں ، اوران کی خدمت کرتے رہیں، ہمیشہ ان کے پاس جاتے رہیں، محبت میں کمی نہ کریں، تو انشاء اللہ اچھے ثمرات مرتب ہوں گے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۱۳۹۰ھ

والدہ کی بیجا حمایت پر ان سے قطع تعلق

سوال:۔ایک شخص جس کا یہ غالب گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اس معاملہ میں کہ اس کو اس کے مرحوم والد کے ہر ترکہ میں برابر کا حصہ نہیں دیا گیا ہے، دلیل اس کے پاس موجود ہے، اوراس کا اس بات پر دعویٰ ہے کہ اس کو رہنے کی جگہ بھی اتنی کم ہے کہ مشکل سے گذر ہوتا ہے، یعنی بچوں کو لٹانے کی جگہ بھی ڈھنگ کی نہیں، والد کی میراث میں ایک مکان ہے جس کا جگہ کے اعتبار سے جھگڑا چل رہا ہے، ورثاء میں اس کے ساتھ چار وارث ہیں:۔

(۱) ایک نے کاروبار اچھا ہونے کی بناء پر مکان کرایہ پر لے کر رہائش اختیار کرلی ہے، اس کے باوجود گھر پر قبضہ کر رکھا ہے، اس نے مکان کے ایک بڑے کمرہ اور ایک چھوٹے کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے، جس میں اس کا ایک لڑکا رہتا ہے۔

(۲) اور ایک نے نیچے کے دو بڑے کمروں میں میری غیر موجودگی میں قبضہ کرلیا ہے،

---

[1] ملاحظہ ہو اصلاح انقلاب، حصہ دوم، ص ۳۶۸ مطبوعہ تالیفات اولیاء دیوبند، احکام النفقة.

[2] فانه دل على الإجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والاتيان بجميع كرائم الاقوال والافعال والتواضع والخدمة والإنفاق عليهما الخ، مرقات ج۴/ص ۶۶۴، باب البر والصلة، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع، بمبئی.

اور تیسرا بھی اس کے پاس ایک وسیع کمرہ اور ایک چھوٹا کمرہ ہے، اور احقر کے پاس صرف ایک کمرہ ہے، جو چھوٹا تو نہیں لیکن بڑا بھی نہیں ہے، ترکہ میں والد صاحب کچھ زمین چھوڑ گئے ہیں، جس کی دو سال کی آمدنی احقر کو نہیں ملی، اس کے بعد آمدنی کاشتکار نے دی ہی نہیں، والدہ محترمہ کی ایماء پر یا ان کی جانبدارانہ تعلق پر یہ سب کچھ ہوتا ہے، کہ ان حالات میں والدہ محترمہ نے ان کی حمایت بھرپور کی ہے، اور ناچیز نے ان کی مخالفت میں جھگڑا بھی کیا ہے، یہ تمام موصوف کے دعوے ہیں، اور ان حالات میں موصوف نے مع والدہ کے سب سے تعلق اس شرط پر توڑ دیئے ہیں کہ جب تک موصوف کو اس کا حق نہیں دیا جاتا وہ اس تعلق کو بحال نہیں کرے گا، تو اس کا یہ عمل لوگ شریعت کے خلاف بتلاتے ہیں، موصوف کا یہ عمل شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان سب حالات کے باوجود قطع تعلق کرنا خود حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور ان کی خدمت اور ان کو خوش کرنا لازم ہے[1] دوسرے اہل قرابت کا بھی حق ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ دنیاوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی[2] اس لئے آپ والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خوش کریں، اور

---

[1] وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًا الخ فانه دل علیٰ الاجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والا تيان بجميع كرائم الاقوال والا فعال من التواضع والخدمة والا نفاق عليهما ثم الدعاء لهما فی العاقبة الخ مرقات، ج۴/ص ۶۶۴/(مطبوعه بمبئی)باب البر والصلة،الفصل الاول.

[2] قال رسول الله صلّی الله عليه وسلم يفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لايشرك بالله شيأ الا رجل كانت بينه وبين اخيه شحناء.مشكوٰة شريف، ص۴۲۷/ باب ماينهى من التهاجر والتقاطع الخ وفی رواية يستجاب للعبد مالم يدع باثم اوقطيعة رحم مالم يستعجل، مشكوٰة شريف، ص۱۹۴/ كتاب الدعوات ،الفصل الاول ،مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

(باقی اگلے صفحہ پر)

دیگر اہل قرابت سے بھی سلام وکلام جاری رکھیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۴/۱۴۰۱ھ

فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ

سوال:۔ ہندہ ایک عورت اس کا بیٹا زید ہے، ہندہ مطلقہ ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتی ہے، اوراس اجنبی غیر شخص سے تعلق کی رہائش خانگی اس کے مکان میں بلا نکاح کئے ہوئے ہے، ہندہ ہر غیر شخص سے گفتگو کرنے میں بے حیا و بے شرم ہے، شرعی پردہ قطعی اٹھادیا ہے، ہر اسلامی شخص سے متنفر ہے، چند امور قابل دریافت ہیں۔

(۱) زید بیٹا اپنی والدہ ہندہ سے شرعی برتاؤ کیسا کرے؟

(۲) زید کو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اگر میں والدہ کی خدمت نہ کروں اومیل جول نہ رکھوں اور ترک تعلق کرلوں تو شرعی گرفت اور قیامت میں مواخذہ تو نہ ہوگا، پر ممکن ہے ترک تعلق سے اصلاح ہوجائے، اوراصلاح ہونے کی صورت میں عنداللہ ترک تعلق سے مواخذہ ہوگا یا نہیں، زید ہندہ اپنی والدہ کے کھانے وغیرہ کا کفیل نہیں، بلکہ ہندہ خود اپنی ضروریات اپنے طور پر پورا کرتی ہے، امراول اصلاح شرعی ہندہ کی کہ وہ ان خرافات سے باز آجائے، امردوم زید مواخذہ شرعی روز قیامت سے سبکدوش ہوجاوے دینی دنیاوی حیثیت سے بری الذمہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو لازم ہے کہ اپنی والدہ کا احترام باقی رکھے، کوئی بات خلاف ادب کرنا یا گستاخی سے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) **ترجمہ**:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور ہر بندہ کی بخشش کی جاتی ہے، بشرطیکہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، اور صرف وہ شخص اس بخشش سے محروم رہ جاتے ہیں، جو کسی مسلمان سے کینہ اور عداوت رکھتے ہوں، اور ایک روایت میں ہے بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے، جب تک کہ وہ نہیں مانگتا گناہ کی یا رشتہ کے منقطع کردینے کی اور جب تک کہ وہ جلدی نہیں کرتا۔

پیش آنا درست نہیں[1]، اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اصلاح کی کوشش کرے خود سمجھائے یا کسی ایسے شخص کے ذریعہ سے نصیحت کرائے جس کا اس پر اثر پڑ سکے، خود دعا کرے، باقی تنگ کرنا مارنا پیٹنا، یا گالی وغیرہ دینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۵۹ھ

والدہ ناراض ہو تو کیا کرے

سوال:۔ میری ماں مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہے کہ وہ مجھے پڑھائی کو خرچہ دیتی رہتی ہے، روپے سے بہت محبت کرتی ہے، اسلام کے خلاف رشوت وغیرہ کی ترغیب دیتی ہے، مجھ سے یہ کہتی ہے کہ مجھے اپنی صورت مت دکھا، میں اس میں راضی ہوں، خدا کے ڈر سے جاتا ہوں، گندے الفاظ سنکر میں اس سے علیحدگی اختیار کرلوں، اللہ کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ خدمت میں جایا کریں، جسمانی خدمت بھی کریں، کچھ ہدیہ تحفہ بھی لے جایا کریں،

---

[1] عن **المغيرة** رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ حرم علیکم عقوق الامهات، **مشکوٰة** شریف، ص ۴۱۹/ کتاب البر والصلة، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، نووی علی المسلم ج۲/ص ۳۱۳، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین، مطبوعه سعد دیوبند.

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا۔

[2] نعم فان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فیه منفعة من امره ونهاه عن المنکر والا ب والام احق ان ینفع لهما لکن لاینبغی ان لایعنف علی الوالدین فان قبلا فبها والا سکت واشتغل بالاستغفار لهما، نفع المفتی والسائل ص۱۰۷، باب مایتعلق بطاعة الوالدین الخ، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی کراچی ج۴/ص ۷۸، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم.

موسم کی چیز، کبھی کپڑا کبھی جوتا، اور جو چیز ان کو مرغوب ہو پیش کر دیا کریں، اللہ پاک سے دعا بھی کیا کریں کہ ماں کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مدت میں اچھا تغیر پیدا ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۶ھ

ماں کے انتقال کے بعد ان کو خوش کرنے کی کیا صورت ہے

سوال:۔ ہماری ماں کا انتقال ہو چکا ہے، جب وہ حیات تھیں تو ہماری شادی کے بعد وہ ہم سے ناراض رہنے لگیں، اس کی وجہ ہماری بیوی تھی، شادی کے قبل ہماری ماں ہم سے کبھی ناراض نہ رہا کرتی تھیں، اور ہم نے ہمیشہ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کی، لیکن شادی کے بعد وہ ہم سے ناراض رہنے لگیں، اور ہم ان کی ناراضگی کو ان کی حیات میں دور نہ کر سکے، یہ سب ہماری بیوی کی نازیبا حرکت کی وجہ سے ہوئی، لیکن ہم نے اس وقت اس پر کوئی دھیان نہ دیا، بلکہ ہماری بیوی سے تنگ آ کر انہوں نے مجھے بیوی سے کنارہ کش ہو جانے کی تلقین بھی کی، لیکن ہماری بدنصیبی کہ ہم نے اپنی بیوی کو اس وقت اپنی ماں پر فوقیت دی، اور بیوی کے خلاف ہم کچھ بھی کہنے کو تیار نہ ہوئے، لیکن اب میں بری طرح افسوس کر رہا ہوں اور پچھتا رہا ہوں کیا ایسی صورت میں ہماری مغفرت کے لئے کوئی راستہ ہے کہ جس سے ہماری مغفرت بھی ہو جائے، اور ہماری ماں کی روح ہم سے خوش اور مطمئن ہو جائے، اور ہماری ماں ہماری

---

[1] وَبِالْوَالِدَيْنِ احْسَانًا الخ فانه دل علىٰ الاجتناب عن جميع الاقوال المحرمة والا تيان بجميع كرائم الاقوال والا فعال من التواضع والخدمة والا نفاق عليهما ثم الدعاء لهما فى العاقبة الخ مرقات، ج۴/ص۶۶۴/(مطبوعه بمبئى)باب البر والصلة،الفصل الاول. نعم فان الامر بالمعروف والنهى عن المنكر الى قوله لاينبغى ان لايعنف على الوالدين فان قبلا فبها والاسكت واشتغل بالاستغفار لهما، نفع المفتى والسائل ص۱۰۷/ باب مايتعلق بطاعة الوالدين الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند،

لغزشوں کو بخش دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ اپنی مرحومہ والدہ کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچایئے، جس طرح بھی موقعہ ملے قرآن کریم کی تلاوت کرکے، نوافل پڑھ کر، صدقہ دے کر، روزہ رکھ کر، غرض ہر نیکی کا ثواب پہنچ جاتا ہے[1] ان کے لئے دعا مغفرت بھی ہمیشہ کرتے رہیں، انشاء اللہ ان کی روح خوش ہوجائے گی، اور اپنی نالائقی کی تلافی ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۱۴۱۵ھ

والد کی غلط رائے قابل عمل نہیں

سوال:۔ میری عمر اس وقت گیارہ سال ہے تین سال قبل میں چاند پور اپنے استاذ کے پاس آیا، میرے استاذ نے مجھ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے، میرے پاس اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے مجھ سے سوال کیا کلمہ یاد ہے یا نہیں؟ (۲) نماز آتی ہے یا نہیں؟ (۳) تم کس مذہب پر ہو؟ مجھے یہ باتیں معلوم نہیں تھیں، کیونکہ میں صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ میں ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہوں باقی اور کچھ خبر نہیں تھی، نہ یہ معلوم تھا کہ زکوٰۃ کیا ہے؟ صدقہ کیا ہے؟ حضور ﷺ کون ہیں؟ چاند پور کے میرے استاذ نے مجھے نماز یاد کرائی اور سب سوالات کے جوابات بھی بتلائے، لیکن اب مجھے خدا کا شکر ہے کہ نماز چھوڑنا تو درکنار جماعت کے ترک ہونے پر بھی بہت دُکھ ہوتا ہے، جس پر میرے والدین سخت

---

[1] صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بأن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصوماً اوصدقةاوغیرها،الخ شامی زکریا ،ج۳/ص ۱۵۱/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابهاله، عالمگیری ج ۱/ص۲۵۷، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه، هدایه ج ۱/ص ۲۹۶، باب الحج عن الغیر، مطبوعه تهانوی دیوبند.

ناراض ہیں، اور کہتے ہیں کہ تو ملا بن گیا، بلکہ بگڑ گیا ہے، یہاں تک کہ میرے استاذ صاحب سے سخت ناراض ہیں، اور کہتے ہیں یہ تو ملا بن گیا، اب میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو پردہ میں رہے، والدین پردہ دار لڑکی کے خلاف ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایسی لڑکی سے شادی ہونی چاہئے کہ جو قضائے حاجت بھی جنگل جا کر کرے، اور بے پردہ رہے، اب میں پریشان ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جاؤں لیکن استاذ اس سے منع کرتے ہیں، والدین اپنی ضد پر قائم ہیں، اور میں اپنی ضد پر قائم ہوں برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

استاذ کا مشورہ بالکل شریعت کے مطابق ہے وہی قابل عمل ہے والد کی رائے غلط اور خلاف شرع ہے، اس پر عمل جائز نہیں[1] آپ نہ کہیں بھاگیں نہ والد کی رائے پر خلاف شرع عمل کریں، نہ والد کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کریں، ان کی خدمت بھی اپنی وسعت کے موافق کیا کریں، اللہ پاک سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ والد کو سیدھے راستے پر چلائے حق تعالیٰ آپکی مدد اور حفاظت فرمائے[2] آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۱ھ

---

[1] لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق .الحديث مشكوٰة شريف، ص ۳۲۱/ (مطبوعه ياسرنديم ديوبند)كتاب **الامارة**، الفصل الثانی، درمختار علی الشامی زكريا ج۹/ص۵۸۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع.

ترجمہ:۔خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

[2] إذا رأى منكراً من والديه يأمرها مرةً فان قبلا فبها وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فان اللّٰه تعالىٰ يكفيه ماأهمه من أمرهما، شامی كراچی ج۴/ص۷۸، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فی تعزير المتهم، نفع المفتی والسائل ص۱۰۷، باب مايتعلق بطاعة الوالدين، مطبوعه رحيميه ديوبند.

والدہ کی خدمت سے چڑ چڑا پن پیدا ہو جانے کی وجہ سے آخر وقت میں میٹھی زبان سے باتیں نہ کرنا

سوال:۔ میری والدہ بیمار تھیں آخری دنوں میں ان کی تیمار داری کرتے کرتے میرے مزاج میں چڑ چڑا پن آ گیا تھا، مجھے بیحد افسوس ہے کہ میں ماں کے آخر دنوں میں میٹھی زبان سے بات نہ کر سکا، مجھے بتلائیں کہ میری ماں نے اس کا کیا اثر لیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہی اثر لیا ہوگا کہ ایسی ضعیفی اور کمزوری کی حالت میں آپ بھی خدمت سے اُکتا گئے، ان کیلئے زیادہ سے زیادہ استغفار اور شریعت کے مطابق ایصال ثواب کرتے رہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۹۴ھ

فاسق باپ کے ساتھ سلوک

سوال:۔ زید صاحب اولاد ہے مگر برے فعلوں میں مبتلا ہے حتی کہ ایک لڑکے نے برا فعل کرتے ہوئے دیکھ لیا، جب اولاد نے زید کو منع کیا تو زید نے اولاد سے بولنا چھوڑ دیا تو اب اولاد کا کیا فرض ہے، وہ زید سے بات چیت کریں یا نہیں؟

---

[1] جاء ہ رجل من بنی سلمة فقال یارسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بقی من برابوی شئی ابرّھما به بعد موتهما قال نعم الصلوٰة علیهما والا ستغفار لهما وانفاذ عهد هما من بعدهما وصلة الرحم اللتی لاتوصل الا بهما واکرام صدیقهما.مشکوٰة شریف، ص ۴۲۰/ باب البر والصلة، الفصل الثانی ،مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاد کو اپنے باپ کا ادب کرنا چاہئے اور اس کو خوش رکھنا چاہئے، لیکن آہستہ آہستہ موقع پا کر باپ کو خدا کے عذاب سے ڈرانا اور نصیحت بھی کرنا چاہئے، بلکہ کسی بزرگ سے تعلق کرا دینا چاہئے تا کہ ان کی صحبت اور ہدایت سے باپ کی یہ بری عادت چھوٹ جائے، غرض نہ باپ سے تعلق ختم کریں، نہ بے ادبی سے پیش آئیں، نہ اس کو برے حال پر چھوڑیں اس کے لئے دعا اور خیر خواہی میں لگے رہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۸۵ھ

والد کے گناہ پر ان کی اصلاح کا طریقہ

سوال:۔ احقر کے والد محترم زراعت کا پیشہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بیاج پر روپیہ بھی دیتے ہیں، جبکہ بیاج کا لینا اور دینا سخت گناہ حرام ہے، تو میرے دل میں اس طرف سے بہت تشویش ہوتی ہے، دل میں آتا ہے کہ والد محترم سے اس کی برائی بیان کروں لیکن والد کا مزاج اتنا سخت ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی میں تذکرہ کروں تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے، اور اب تک میرا خرچ بھی گھر سے ہی آتا رہا، لہٰذا دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان مجبوریوں کے باوجود میں گھر سے روپیہ منگا کر اپنی ضروریات میں صرف کروں تو عند الشرع کیسا ہے؟ جب کہ کسی دوسری جگہ سے خرچ کے لئے پیسہ آنے کی کوئی امید نہیں ہے، لہٰذا اگر قول کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر ایسی ہوسکتی ہے کہ جس کے ذریعہ میرے والد محترم کے دل میں اس امر قبیح کی برائی جم جائے تو اس سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] نعم فان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فیه منفعة من امره ونهاه عن المنکر والاب والام احق بان ینفع لهما لکن ینبغی ان لایعنف علی الوالدین فان قبلا فبها والاسکت واشتغل بالاستغفار لهما نفع المفتی والسائل، ص۱۰۸/ باب مایتعلق باطاعة الوالدین الخ مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی کراچی ج۴/ص۷۸، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم.

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی بزرگ یا بااثر آدمی کے ذریعہ ان کو متنبہ کرادیا جائے یا کسی ایسی مجلس میں ان کو پہنچادیا جائے جہاں دینی مسائل کا تذکرہ رہتا ہو یا تبلیغی جماعت میں کسی ترکیب سے ان کو بھیج دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۲/۹۵ھ

والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے

سوال:۔ میرے والد صاحب کی حرکتیں بیجا ہیں انہوں نے اپنی بہو سے زنا کیلئے کہا وہ شراب بھی پیتے ہیں، مجھے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوشش کیجئے کہ وہ کسی صاحب نسبت بزرگ کی خدمت میں جایا کریں، موقع ملے تو ان کو ایسی تبلیغی جماعت کے ساتھ روانہ کردیجئے جو صحیح طریقہ پر کام کرنے والی ہو، جو اصول کی بھی پابندی کرے، اور ان کے لئے اللہ پاک سے ہمیشہ دعاء خیر کرتے رہا کریں، اگر وہ پڑھنا جانتے ہوں تو حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ یا کسی دوسرے بزرگ کی کتابیں ان کو دیجئے کہ وہ ان کا مطالعہ کیا کریں، اگر وہ نہ پڑھیں تو خود کسی دوسرے سے ان کو کتابیں سنوائیں، اللہ پاک اصلاح فرمائے آمین[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] نعم فان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فیه منفعة من امره ونهاه عن المنکر والاب والام احق بان ینفع لهما لکن ینبغی ان لایعنف علی الوالدین فان قبلا فبها والاسکت واشتغل بالاستغفار لهما، نفع المفتی والسائل ص۱۰۷/ باب مایتعلق بطاعة الوالدین الخ مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی کراچی ج۴/ص۷۸، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم.

بیٹے کو بیٹا نہ ماننے والے باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے

سوال:۔زید اپنے گھر پیدا ہوا اس کے والد کی لاپرواہی سے اس کی والدہ اور اس کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، تو اس کے ماموں اپنے گھر لے گئے اور اس کی والدہ کچھ دنوں کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں، اسکے بعد اس کے والد نے کوئی خبر نہ لی اس کے ماموں نے لکھایا پڑھا یا شادی کی لیکن اس کے والد نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا، زید کے والد نے اپنی جائیداد بھتیجوں کے نام لکھدی اور کہا میرا کوئی لڑکا نہیں ہے، زید نے اپنی کوشش سے کچھ حصہ پایا اب وہ اپنے والد کے ساتھ نہیں رہتا ہے، اور نہ اس کے ساتھ اس کے والد رہنا چاہتے ہیں، زید کیا کرے؟ زید اپنے گھر سے قریب سو میل کی دوری پر رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو اگر والد اپنے ساتھ رکھتا نہیں اور وہ سو میل کے فاصلہ پر رہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کبھی کبھی اپنی حیثیت کے موافق ان کی خدمت کرتا رہے والد کے اس کہنے سے کہ میرا کوئی لڑکا نہیں پریشان نہ ہو دعائیں کرتا رہے، کبھی کبھی موقع ملنے پر ملاقات بھی کرلیا کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۵ھ

جیسا خود کھائے ویسا باپ کو کھلائے

سوال:۔سعید نے اپنے بیٹے عبدالصمد سے کہا تم اپنے اور میرے خوراک وپوشاک میں

---

[1] وصلة الرحم واجبة ولو كانت بسلام وتحية وهدية قال الشامي وان كان غائبا يصلهم بالمكتوب اليهم فان قدر علىٰ المسير اليهم افضل وان كان له والد ان فلا يكفى المكتوب ان اراد مجيئه وكذا ان احتاجا الىٰ خدمته الخ درمختار مع الشامي زكريا، ج۹/ص ۵۸۹/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فى البيع.

برابری کا معاملہ رکھو، یعنی جو تم کھاؤ پیو وہ مجھے بھی کھلاؤ پلاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ خود تو اچھا کھایا، پیا، پہنا، اوڑھا اور مجھے خراب چیز استعمال کرائیں، تو یہ سب تیرا کرنا حرام ہوگا، اب عبدالصمد نے اپنے باپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو کیا اس کا مال بڑھانا کھانا پینا حرام ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیٹے کو خود چاہئے تھا کہ خدمت دل وجان سے کرتا اور اس کے لئے ہر چیز اپنے سے بہتر تیار کرتا، حدیث پاک میں ہے ''انت ومالک لابیک''[1] یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کے لئے ہے خود اچھا کھانا پینا اور باپ کو گھٹیا چیز دینا حیا کے بھی خلاف ہے، قرآن کریم میں اللہ پاک نے اپنی عبادت کا حکم فرمایا تو والدین کے ساتھ احسان کا حکم بھی فرمایا ''وقضیٰ ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین[2] احسانا'' بیٹے کو ہمیشہ اسکا لحاظ رکھنا لازم ہے، باپ کو بھی چاہئے کہ وہ اس قسم کا فتویٰ بیٹے پر نہ لگائے، بلکہ زبان کو محتاط رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۸/۱۴۰۰ھ

ایک لڑکی کو دینا دوسری کو نہ دینا

سوال:۔(۱) ہمارے خسر صاحب کی دو لڑکیاں موجود ہیں، دونوں شادی شدہ ہیں،

---

[1] ابن ماجه شریف، ج۲/ص ۱۶۷/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) ابواب التجارات، باب ماللرجل من مال ولده.

ترجمہ:۔تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔

[2] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳/

ترجمہ:۔اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو، اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔(از بیان القرآن)

ہمارے خسر صاحب اور خوشدامن دونوں ان کے ساتھ رہتے ہیں، عبدالستار صاحب پوری جائیداد پر قابض ہیں، پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں، چھوٹی لڑکی میرے نکاح میں ہے، اخیر میں خسر صاحب کی رائے سے خوشدامن نے اپنے نام کی پانچ بیگھہ زمین اپنی بڑی لڑکی کے نام لکھ دیا ہے، اس طرح سے اپنی چھوٹی لڑکی کو حق سے محروم کر دیا، تقریباً ۸/ ہزار روپیہ کا نقصان ہم سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں شرعاً کیا حل ہے؟

(۲) چونکہ ہم پہلے فیصلہ میں تقریباً ۱۵/ ہزار کا نقصان اٹھا چکے ہیں، دوسرے فیصلہ میں بھی نقصان اٹھا چکے ہیں، ایسی حالت میں ان کی خوشی اور غمی میں اگر ہم شامل نہ ہوں تو کیا حکم ہے، اتنا نقصان اٹھانے کے بعد بھی ہم کو ان کی خوشی میں شامل ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) خسر صاحب اور خوشدامن صاحبہ نے جو کچھ اپنی ایک لڑکی کو دے دیا، اور دوسری لڑکی کو نہیں دیا، اور اس سے مقصود اس کو کسی وجہ سے نقصان پہنچانا ہے، تو وہ گنہگار ہیں، مگر اس پر دوسری لڑکی کو دعوی کرنے اور مطالبہ کرنے کا حق نہیں،[۱] حق وراثت انتقال مورث کے بعد ہوتا ہے، زندگی میں نہیں۔

(۲) اگر شادی غمی میں شرکت نہ کی تو کیا نقصان کا عوض مل جائے گا، یا جو کچھ تکلیف پہنچی وہ ختم ہو جائے گی، مناسب تو یہی ہے جہاں اتنا صبر کیا شرکت بھی کر لیں، خاص کر کسی کی میت

[۱] لابأس بتفضيل بعض الا ولادفى المحبة لأنها عمل القلب وكذا فى العطايا ان لم يقصدبه الا ضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانى وعليه الفتوىٰ ولو وهب فى صحته كل المال للولد جاز وأثم (درمختار مع الشامى كراچى ،ج۵/ص ۶۹۶/ كتاب الهبة، خانيه ج۳/ ۲۷۹، كتاب الهبة فصل فى هبة الوالد لولده الخ، مطبوعه كوئٹه. عالمگيرى كوئٹه ج۴/ص ۳۹۱، الباب السادس فى الهبة للصغير، كتاب الهبة.

ہوتو جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کرلیں ،اور تعزیت بھی کریں اس میں بہت بڑا اجر ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۱۴۰۰ھ

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال:۔ جو اولاد ۱۴/۱۶/ برس کی عمر کی از قسم ذکور ہو اور ہوشیار صاحب شعور ہو ذی علم اور تعلیم اردو انگریزی پاتے ہو وہ اپنے باپ سے باوجود یہ کہ اس نے ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی ہو اور نہ اس کے ساتھ اس نے کوئی بدسلوکی کی ہو، وہ اپنے ماں کے ورغلانے سے اس قدر متنفر ہیں کہ کبھی نام بھی نہ لیں، بلکہ نام سن کر لعنت کریں، کبھی پوچھ کر نہ دیکھیں کہ مر گیا یا زندہ ہے، اس کے سایہ سے ڈریں بس ایسی اولاد نالائق کیا باپ کی وارث ہوسکتی ہے، اور کیا ایسی ناخلف اولاد کو باپ عاق نہیں کرسکتا، اور اگر ایسی اولاد کو وہ عاق کردے تو کیا جائز اور حق بجانب نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اولاد کی نالائقی یقیناً قابل گرفت اور جرم ہے مگر اس سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوسکتی، نہ باپ کو محروم کرنے کا حق ہے، اگر باپ نے کہہ بھی دیا بلکہ تحریر کردیا کہ میں نے اپنی اولاد کو محروم کردیا ہے، میرے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہ دیا جائے، تب بھی بیکار ہے، اس کو حصہ شرعی ضرور ملے گا، اگر باپ نے اپنا تمام مال اپنی زندگی میں خود خرچ کردیا، خواہ دوسرے عزیز

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسرع الخیر ثواباً البر، وصلة الرحم (الترغیب والترھیب للمنذری، ج۳/ص ۳۴۳/ کتاب البر والصلة ،الترغیب فی صلة الرحم)

ترجمہ:۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ خیر کا کام جس پر سب سے جلدی ثواب مرتب ہوتا ہے نیکی اور صلہ رحمی کرنا ہے۔

قریب کو دے دیا یا غرباء ومساکین کو تقسیم کیا یا مدارس ومساجد وغیرہ میں لگا دیا، اور اپنے بعد کے لئے کچھ نہیں چھوڑا تو دوسری بات ہے، لیکن ایسا کرنا جائز نہیں گناہ ہے، ہاں اگر یہ خیال ہو کہ میرے بعد میری اولاد اس مال کو وراثت میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف کرے گی، تو ایسا کر دینا چاہئے تاکہ اس کا مال نافرمانی میں صرف نہ ہو" **ولو کان ولده فاسقاً واراد ان یصرف ماله الیٰ وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هذا خیر من ترکه کذافی الخلاصة اھ عالمگیری**"۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۶۰ھ

جوابات صحیح ہیں، سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰ ذی الحجہ ۶۰ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/ ذی الحجہ ۶۰ھ

باپ کو دھکا اور گالیاں دینا

سوال:۔ زید مالدار آدمی ہے، اس کا باپ عمر ضعیف آدمی ہے، جو بہت متقی ہے، بیٹا باپ کی خدمت کر سکتا ہے، لیکن کرتا نہیں، باپ کے پاس کچھ کاشت کی زمین ہے، بیٹا باپ سے زمین خریدتا ہے، باپ نے یہ سوچ کر کے کہ میرے دو لڑکیاں ہیں، دونوں کو کچھ روپیہ دیدوں گا، اور اپنے گذارے کے لئے کچھ رکھ لونگا باپ نے بیٹے کو زمین بیع کر دی کچھ روپیہ بیٹے نے کاغذات کراتے وقت دیدیا اور کہا کہ کچھ بعد میں دیتا ہوں، باپ نے بیٹے سے کہا یہ روپیہ تم ہی لو ایک ماہ بعد پورا روپیہ دیدینا باپ ایک ماہ بعد روپیہ لینے بیٹے کے یہاں جاتا ہے، بیٹا باپ کو دھکا دے کر نکال دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ حرام خور میں تجھ کو روپیہ دے چکا ہوں، باپ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ، ج۴/ص ۳۹۱/ الباب السادس فی الهبة للصغیر، خلاصة الفتاوی ج۴/ص ۴۰۰، جنس آخر فی الهبة من الصغیر، مطبوعه امجد لاهور.

کمزور ہونے کی وجہ سے واپس چلا آتا ہے، اور روتا پھرتا ہے، اور بیٹا اس زمین سے روپیہ کما کر حج کرتا ہے، اور اپنی بیوی کو بھی حج کراتا ہے، آیا اس کا حج اس روپئے ممنوع سے مقبول ہے یا نہیں، اور ایسے آدمی کی کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فریضہ حج ادا ہو گیا مگر بیٹے کی حرکت سخت گناہ اور ظلم ہے جس کی وجہ سے مستحق عذاب ہے، قرآن کریم میں ''ولاتقل لهما أف ولاتنهر هما وقل لهما قولاً كريماً واخفض لهماجناح الذل الاية ،سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ر'' ۔[1] اس کو لازم ہے کہ والد سے معافی مانگے ان کا حق ادا کرے ان کی خدمت کرے ان کو خوش کرے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح

سوال:۔ والدین اور اعزہ کے ذمہ اولاد صغار یا کبار کا نکاح بہرحال سنت ہے، یا واجب خواہ رسوم وبدعات کے ساتھ ہو؟ اگر نکاح بطریق سنت نہ ملے؟ اور مفاسد مروجہ کا انسداد محال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاد صغار کا نکاح واجب یا سنت نہیں، بلکہ محض مباح ہے اور مباح کے لئے بدعات کا ارتکاب خلاف شرع وعقل ہے، اور کبار خود مکلّف ہیں، بذمہ والدین ان کا نکاح شرعاً ضروری نہیں محض تبرع ہے، اگر اس درجہ غلبۂ شہوت ہے کہ بلا نکاح ابتلاء زنا کا یقین ہے،

[1] **ترجمہ**:۔ سو ان کو کبھی ''ہوں'' بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔ (از بیان القرآن)

اوراداء مہر ونفقہ پر قادر ہے تو نکاح فرض ہے، اگر قادر نہیں تو فرض نہیں اوراعتدال شہوت کے وقت سنت موکدہ ہے اورخوف جور کے وقت مکروہ ہے''فان تیقن الزنا الابه فرض نهاية وهذا ان ملک المهر والنفقة والا فلا اثم بتركه'' بدائع''ويكون سنة موكدة فى الاصح فيأ ثم بتركه بدائع ويكون سنة موكدة فى الاصح فيأثم بتركه ويثاب ان نوىٰ تحصينا وولد احال الاعتدال ومكروها لخوف الجور، درمختار ج۲/ ص ۲۶۰،[1] اگر بدعات کے چھوڑنے کا پختہ عہد کرلیا جاوے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی اورطریق سنت کے موافق انشاء اللہ نکاح میسر ہوگا، اور جو بدعات ورسوم کہ شرعاً ناجائز ہیں وہ برادری کے رواج کی وجہ سے جائز نہ ہوں گی بلکہ ناجائز رہیں گی،[2] حتی الوسع محو رسوم کی بھی کوشش کرنی چاہئے اگر باوجود امکان سعی کے پھر رسوم کی گئیں، تو انشاء اللہ اس سعی کرنے والے سے مواخذہ نہ ہوگا''ولا تزروا زرة وزر اخرى''۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۲/۵۲ھ

نکاح میں والدین کی اطاعت

سوال:۔لڑکا شادی شدہ ہے مگر ایک لڑکی محبت کرتی ہے کہ مجھ سے آپ شادی کرلیں

---

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتارزكريا ،ج ۴/ص ۶۳-۶۶/ اول كتاب النكاح.

[2] من احدث فى امرناهذا ماليس منه فهورد،مشكوٰة شريف ،۲۷/ كتاب الاعتصام والسنة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، البحرالرائق ج۳/ص ۸۰، كتاب النكاح، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ج ۱/ص ۴۶۷، كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[3] آیت ۱۶/اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اُٹھاویگا۔(از بیان القرآن)

،تو بہتر ہے مگر ماں باپ ایسا نہیں کرنے دیتے ہیں لڑکی بالغ ہے جائز کام کرنے کی اجازت چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس لڑکی کے کہنے سے والدین کو ناخوش نہ کیا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

درجہ کس کا زیادہ ہے باپ یا ماں کا؟

سوال:۔کلام ربانی اور احادیث کے مطابق باپ کا حق ودرجہ ومرتبہ زائد ہے یا ماں کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

احترام کے لحاظ سے باپ کا رتبہ زیادہ اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد،مشکوٰۃ شریف ،ص ۴۱۹/ باب البر والصلة ،الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

[2] ان برالام مقدم علی برالاب وحق الاب مقدم فی الطاعة وحسن المتابعة لرایه والنفوذ لامره وقبول الادب منه.مرقاة شرح مشکوٰة ،ج۴/ص ۶۶۵/ باب البر والصلة الفصل الاول، مطبوعه اصح الطابع بمبئی، نفع المفتی والسائل ص ۱۲۰ ، مایتعلق باطاعة الوالدین، مطبوعه یوسفی لکھنؤ، عالمگیری ج۵/ص ۳۶۵، کتاب الکراهیة، الباب السادس والعشرون الخ، مطبوعه کوئٹه.

بچپن میں کئے ہوئے نیک کاموں کا ثواب کیا والدین کو ملتا ہے

بچپن کے نیک کام کا ثواب اور بدکام کا عذاب والدین پر ہوتا ہے تو یہ قاعدہ حقوق اللہ میں ہے یا حقوق العباد میں بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بچوں نے جتنے نیک کام کئے ہیں ثواب کے وہ خود مستحق ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت کا اجر ملے گا،[1] نیز والدین تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہیں اس میں جتنی کوتاہی کریں گے ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹ طلب کیں ان کو دیں یا نہ دیں

سوال:۔ والد صاحب نے اپنی کل جائیداد مع دونوں مکانوں کے ہم تینوں لڑکیوں کو..... ہبہ کردیا ہے، اور اسی جائیداد کے ساتھ میں قریب تین ہزار پکی اینٹیں ہم کو ملی ہیں، اب انہیں اینٹوں میں سے پانچ سو اینٹ اپنی قبر کے اوپر چبوترہ بنانے کے لئے مانگ رہے ہیں، ایسی صورت میں ہم والد صاحب کو اینٹ دیں یا نہ دیں؟

---

[1] وثواب الطفل للطفل الی قوله ومن جملة ماینتفع به العبد بعد موته ان یترک ولداً علمه القرآن والعلم فیکون لوالده اجر ذٰلک من غیر ان ینقص من اجر الولد شیئاً .الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص۶۱۶-۶۱۷/ آخر کتاب الحظر والاباحة، بزازیه علی الهندیه ج۶/ص۲۳۷، کتاب الهبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، مطبوعه کوئٹه، منظومه ابن وهبان ج۲/ص۱۶۸، کتاب الکراهیة، رقم الشعر ۷۸۹، مطبوعه الوقف المدنی الخیر دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابھی اینٹ دیدیں[1] پھران کے انتقال کے بعدان کوقبرستان میں کچی قبر میں دفن کردیں، اوراس دی ہوئی اینٹوں کا چبوترہ توڑ کر بطور ترکہ تقسیم کرلیں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۸۸ھ

کیا اولاد کا نکاح ماں باپ کے ذمہ ضروری ہے

سوال:۔آنجناب نے تحریر فرمایا یعنی بجواب سوال نکاح اولاد کبار کا نکاح والدین کے ذمہ شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے اور یہ کہ کبار اولاد خود مکلّف ہیں، لہٰذا یہ عرض ہے کہ تبرع سے کیا مراد ہے، سنت مؤکدہ یا زائد عادیہ یا مستحب یا مندوب یا مباح یا کیا نیز یہ کہ اگر والدین یا والد فقط یا صرف والدہ یا غیر والدین خود نکاح کا اہتمام کریں اور انجام کو پہنچائیں جیسا کہ رواج ہے، یا جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا اہتمام فرمایا تھا، تو یہ لوگ متابعت سنت عامل بالسنۃ ہونگے یا نہیں، حضور اکا حضرت فاطمہؓ کے نکاح

---

[1] وعلی هذا اذا، امرا، او احدهما ولدهما بامر وجبت طاعتهما فيه اذا لم يكن ذالک الامر معصية، المفهم شرح مسلم ج۶/ص ۵۲۰، كتاب البر والصلة، باب المبالغة فی برالوالدين، مطبوعه دارابن كثير بيروت. نووی علی المسلم ج۲/ص ۳۱۳، كتاب البر والصلة، باب برالوالدين الخ، مطبوعه سعيد ديوبند،

[2] ثم يقسم الباقی بين ورثته، الدرالمختار علی الشامی زكريا ص۴۹۷/۱۰، كتاب الفرائض، سراجی ص۴، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، عالمگيری كوئٹه ص۴۴۷، ج۶، كتاب الفرائض، الباب الاول،

کا اہتمام فرمانا بطور سنت عادیہ کے تھا، یا صرف بطور مباح، یا بیان جواز کے لئے نیز یہ کہ جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور بیان جواز ثابت ہو اس کو سنت کہیں گے یا مستحب یا مندوب یا مباح یا سنت کہیں گے، اور سنت کونسی؟

الجواب ہوالموفق للصواب!

نکاح اولاد کبار کا والدین کے ذمہ ضروری نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز ،روزہ وغیرہ عبادات فرض عین ہیں، کہ نص قطعی سے ثابت ہیں ان کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، ہر شخص خود ادا کرنے کا مکلّف ہے کسی دوسرے کے ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا، نکاح کی یہ شان نہیں مگر نکاح میں ایک جہت عبادت کی بھی ہے، جیسا کہ پہلے جواب میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے، اس لئے عبادت میں اعانت کرنے سے ثواب یقیناً ہوتا ہے، پھر جس درجہ کی عبادت اور اعانت ہوگی اسی درجہ کا ثواب بھی ہوگا، اگر اس عبادت میں فرضیت کی شان آجائے یعنی اولاد پر نکاح کرنا فرض ہو جائے ،اور بغیر والدین کی اعانت کے نکاح دشوار اور بغیر نکاح کے معصیت میں مبتلا ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس وقت اعانت بھی ضروری ہو جائے گی ''لقولہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ''[1] اگر نکاح ممنوع ہے تو اعانت بھی ممنوع ہوگی، جب کہ نکاح میں عبادت کی جہت موجود ہے، تو اعانت کو صرف سنت عادیہ نہیں کہا جائیگا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا محض بطور عادت نہیں تھا، اسی طرح صرف بیان جواز کے لئے بھی نہیں تھا، بلکہ بیان سنیت یا استحباب کے لئے تھا، جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض بیان جواز کے لئے ثابت ہو وہ صرف مباح ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ کرنے والا ثواب اور نہ کرنے والا عقاب کا مستحق نہیں ہوتا ،اور جس امر کا کرنے والا

[1] سورہ مائدہ آیت ۱. **ترجمہ**:۔نیکی اور تقویٰ کے کام پر مدد کرو۔

مستحق ثواب ہو اور نہ کرنے والا مستحق عتاب وعقاب نہ ہو وہ مستحب ہے، مندوب بھی اسی کو کہتے ہیں، اور جس کے نہ کرنے سے عتاب ہو وہ مسنون ہے[1] اور جس کے نہ کرنے سے عقاب ہو وہ واجب ہے، اور منکر اس کا کافر نہیں ہوتا[2] اور جس کا منکر کافر ہو وہ فرض ہے[3]، البتہ استخفاف واستہزا اگرچہ فعل مندوب یا مسنون کا ہو موجب کفر ہے، **ھکذا فی کتب الاصول والکلام**[4]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۸/ربیع الاول ۵۳ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

---

[1] وحکمه الثواب بفعله وعدم اللوم علی ترکه واما السنة فحکمها الثواب وفی ترکها العتاب لاالعقاب. مراقی علی الطحطاوی، ص ۶۰/ فصل من آداب الوضو، مجمع الانهر ج ۱/ص ۲۳، کتاب الطهارة، سنن الوضوء، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ج ۱/ص ۱۷، سنن الوضوء، کتاب الطهارة.

[2] وحکم الواجب استحقاق العقاب بترکه عمداً وعدم اکفار جاهده. مراقی علی الطحطاوی، ص ۲۰۰/ فصل فی بیان واجب الصلوٰة، مطبوعه مصر، قواعد الفقه ص ۵۳۹، حرف الواؤ، مطبوعه دارالکتب العلمیه دیوبند.

[3] ویکفر جاحد لثبوتها بدلیل قطعی. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا، ج ۲/ص ۵/ اول کتاب الصلوٰة، قواعد الفقه ص ۴۱۰، الفرض والفریضة، مطبوعه درالکتاب دیوبند، مجمع الانهر ج ۱/ص ۱۹، کتاب الطهارة، فرض الوضوء، دارالکتب العلمیه بیروت، نورالانوار ص ۱۷۰، بحث الفریضة والواجب والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] وقد کفر الحنفیة من واظب علی ترک سنة استخفافا بها بسبب انها انما فعلها النبی ﷺ زیادة اواستقباحها کمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه اواحفاء شاربه، شرح فقه اکبر، ص ۱۸۶/ الانبیاء لایعلمون الغیب، مطبوعه مجتبائی دهلی.

والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں

سوال:۔ زید کے والدین زندہ ہیں، زید کی والدہ کہتی ہیں کہ گھر پر کام کرو اور والد کہتے ہیں کہ دہلی جا کر کام کرو اور دہلی میں آمدنی زیادہ ہے، اگر والدہ کی مانتا ہے تو والد اس سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں، اور اگر والد کی بات مانے تو والدہ بولنا چھوڑ دیتی ہیں، اب اس کو کیا کرنا چاہئے، والدہ کی بات کو ترجیح دے، یا والد کی بات کو ترجیح دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر مکان پر رہ کر گذارہ نہیں ہوتا، پریشانی زیادہ رہتی ہے تو باہر جا کر کام کرے اور والدہ کو سمجھا دے کہ خفا نہ ہوں روپیہ کما کر آپ کیواسطے لاؤں گا، اور دعا بھی کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو مجھ سے خوش رکھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے

سوال:۔ والدین کی خدمت کرنا قرآن وحدیث میں فرض بتایا گیا ہے، مگر والدین میں

---

[1] اذا تعذر علیہ جمع مراعاۃ حق الوالدین بان یتاذی احدھما بمراعاۃ الآخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والا حترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمۃ والانعام الخ عالمگیری، کوئٹہ، ج۵/ص۳۶۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب السادس والعشرون فی الرجل یخرج الی السفر الخ، نفع المفتی والسائل ص۱۲۰، مایتعلق بطاعۃ الوالدین، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ، ان برالام مقدم علی برالاب وحق الاب مقدم فی الطاعۃ وحسن المتابعۃ لرایہ والنفوذ لامرہ وقبول الادب منہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۴/ص۶۶۵، باب البر والصلۃ، الفصل الاول، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

خود اتنی نا اتفاقی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، اگر لڑکے اپنی ماں کو رکھتے ہیں، تو والد ناراض ہو کر فوراً الگ رہتے ہیں، اور اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھاتے ہیں، والدین کی جدائیگی کا عرصہ تقریباً ۱۸/ یا ۲۰/ سال کا ہو گیا ہے، اب اگر والدہ کو راضی کرتے ہیں، تو والد ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ دونوں پڑھے ہوئے ہیں، ایسے وقت میں اولاد کیا کرے، کس کو راضی کرے اور کس کو ناراض رکھے، نیز والدہ کو ساتھ رکھتے ہیں، تو لڑکے والدہ کی نازیبا حرکت جو کہ برداشت کے قابل نہیں برداشت نہیں کرتے، وہ حرکت یہ ہے کہ والدہ کبھی اپنے قرآن شریف کو بکس میں بند کر دیتی ہیں، اور اب کچھ دنوں سے وہ اپنے قرآن شریف کو اپنے ساتھ لیکر سوتی ہیں، حالانکہ رات کو پڑھتی بھی نہیں ہیں، اب ایسے حالات میں اولاد کیا کرے؟ والدین سے علیحدگی اختیار کر لے یا کیا کرے؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، والدہ کی خدمت کرنے سے اگر والد ناراض ہوں اور برا کہیں تو خاموشی سے سن لیں ان کو جواب نہ دیں، والدہ اگر اپنا قرآن شریف بکس میں بند کر دیں تو ان کو اس پر کوئی اعتراض نہ کرے، گھر میں تلاوت کے لئے دوسرا قرآن شریف دوکان سے لے لیں، اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دے اور لڑائی ختم کر دے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] اذا تعذر علیه جمع مراعاة حق الوالدین بان یتاذی احدهما بمراعاة الآخر یرجح حق الاب فیما یرجع الیٰ التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام، عالمگیری کوئٹه، ج۵/ ص ۳۶۵/ کتاب الکراهیة الباب السادس والعشرون فی الرجل یخرج الی السفر الخ. نفع المفتی والسائل ص ۱۲۰، مایتعلق بطاعة الوالدین، مطبوعه یوسفی لکهنؤ، مرقاة شرح مشکوٰة ج۴/ص ۶۶۵، باب البر والصلة، فصل اول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ

سوال:۔ایک لڑکا کہتا ہے کہ جب اس کو تنخواہ ملتی ہے تو اس کے والد اس کے پاس سے مانگ لیتے ہیں، اور لڑکا شرم وعزت کی خاطر تمام پیسہ دیدیتا ہے، اس کے بعد اس کے والد اسکو صرف کرایہ اور خرچ کے واسطے پیسہ دیتا ہے، مگر اس کو وہ ناکافی ہوتا ہے، تو لڑکا اپنے والد کو کم تنخواہ بتا کر کم دیتا ہے، تو کیا اس طرح لڑکے کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ شریعت کے نزدیک چوری ہوئی یا نہیں؟ مگر ایک بات یاد رہے کہ لڑکا بالغ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جب تنخواہ ملے تو اپنی ضرورت کے موافق اسمیں سے کسی دوسرے کے پاس رکھدے اور کہدے کہ میرے پاس اتنا ہی پیسہ ہے، یا کسی دوست سے قرض لے کر ضرورت پوری کرلیا کرے، اور تنخواہ ملتے ہی پہلے اسکا قرض ادا کرے، اسطرح گنجائش ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کردیا

سوال:۔ دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہوگیا، والد نے اتحاد کی بہت کوشش کی جب کامیابی نہیں ہوئی، تو دونوں کو الگ کردیا، چولہا الگ کردیا تاکہ آئندہ دلوں میں زیادہ فرق نہ پیدا ہو تو والد صاحب کا یہ فیصلہ کیسا ہے؟

---

[1] التورية أن يظهر خلاف مااضمر فى قلبه الىٰ ماقال وأن يراد الإتيان بلفظ يحتمل معنيين الخ شامى كراچى ج٦/ص ١٣٤، كتاب الاكراه.

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوشش وفہمائش کے باوجود جب اتحاد نہ ہوسکا اور دونوں کو علیحدہ کردیا کہ مزید فتنہ خانہ جنگی نہ ہو تو اچھا کیا، مگر دونوں کے ساتھ معاملہ یکساں کرنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۴ھ

قاتل باپ کی مدد

سوال:۔ پانچ بھائیوں نے سازش کرکے اپنے باپ کو قتل کردیا، ان میں سے چار بھائیوں نے رشوت لوگوں سے دلوا کر رہائی حاصل کرلی، اب اس صورت میں ان لڑکوں کی مدد کرنا ان کے ساتھ برتاؤ کیسا کرنا اور ان کا باپ کو قتل کرنے کا کیا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلاوجہ شرعی اپنے باپ کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم اور سخت قسم کا گناہ ہے، اس کا وبال ناقابل برداشت ہے،[2] اس سلسلہ میں ان کی کوئی مدد نہ کی جائے، نہ رشوت دے کر اس جرم عظیم کو

---

[1] فی الحدیث استحباب التسویة بین الولد وفی النحل وفی غیر ھا من انواع البر حتی فی القبلة، مرقاة شرح مشکوٰة، ج۳/ص ۳۷۷/ باب العطایا، باب الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع، بمبئی، نووی علی المسلم ج۲/ص۳۷، کتاب الھبات باب کراھة تفضیل بعض الاولاد فی الھبة، مطبوعه سعد دیوبند.

[2] المراد من الکبائر نحو القتل والزنی واللواطة والسرقة الخ شرح فقه اکبر، ص۶۸/ مطبوعه مجتبائی دھلی، عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللّٰه وماھن قال الشرک باللّٰه والسحر وقتل النفس التی حرم اللّٰه الابالحق الحدیث مشکوٰة شریف ۱۷، باب الکبائر و علامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

چھپایا جائے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۸۸ھ

والدین کی خاطر ملازمت

سوال:۔ زید بغرض اطاعت والدین ایک مکتب میں ملازمت کرتا ہے، مگر وہاں پر معصیت میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور وہ بھی بعض امارد پر نظر شہوت ہے، پھر توبہ کرلیتا ہے، پھر وہی عمل سرزد ہوجاتا ہے، اب یقین ہے کہ ملازمت ترک کردینا چاہئے، سوال یہ ہیکہ والدین کی اطاعت کی خاطر ملازمت ضروری ہے، یا ترک کردینا؟ اور اپنے مرشد کے یہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نفس ملازمت تو معصیت نہیں، البتہ اس ملازمت میں معصیت کے دواعی ہیں، جن کی وجہ سے مبتلا ہوجاتا ہے، اور غالباً معاصی کا عادی بن گیا ہے، پھر وہ جہاں بھی جائے گا اپنی عادت کی راہ نکال لے گا، ادھر غالباً والدین کا بھی مقصود یہ مخصوص ملازمت نہیں بلکہ ان کا مقصد اخراجات کی سہولت اور تحصیل آمدنی ہے، اگر اس کو ظن غالب ہے کہ دوسرے کسی کام کی ملازمت کے بعد اس معصیت سے بچ جائے گا، تو وہ ملازمت کرے تاکہ دونوں فائدے حاصل ہوں، معصیت سے حفاظت بھی ہوجائے، اور آمدنی بھی ہوجائے،[2] یا پھر اپنے مرشد کی

---

[1] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، سورہ مائدہ، آیت ۲. **ترجمہ**:۔ اور نیکی اور تقوے میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن)

[2] عن ابی حمید الساعدی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایھاالناس اتقوااللّٰہ واجملوا فی الطلب فان نفسا لن تموت حتی تستوفی رزقھا وان ابطأعنھا فاتقوااللّٰہ واجملوافی الطلب خذوا ماحل ودعواماحرم، ابن ماجہ شریف، ج ۱/ص ۱۵۶/ابواب التجارۃ، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

خدمت میں جلدی جلدی جاتا رہے، اور اصل تو یہ ہے کہ اپنے اس مرض کو اپنے مرشد سے کہنے پر جو کچھ وہ اس سے حفاظت کا علاج تجویز کریں، پختہ ہو کر اس پر عمل کرتے رہیں، اپنی رائے پر علاج کرنے سے عمل نہیں ہوتا، ورنہ مرشد کی ضرورت ہی کیا تھی؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

والدین کا معذور پیر واستاذ کی خدمت سے روکنا

سوال:۔ اگر کسی شخص کے پیر یا استاذ دائم المریض ہوں اور بسبب کمزوری مرض وتقاضا عمر طبعی معذور بھی اتنے ہوں کہ ہمہ وقت دوسرے کی خدمت کے محتاج ہوں اور بالکل تنہا، نہ بیوی نہ بچے شاگرد یا مرید ان کی خدمت کرنا چاہیں لیکن والدین ان کی خدمت اور ان کے یہاں جانے سے بھی روکیں، چونکہ والدین دینی ماحول اور دینی تعلیم وبزرگوں کی صحبت سے کورے ہیں، لیکن مرید اور شاگرد بفضلہٖ تعالیٰ شرع اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں، مسئلہ مسائل سے واقف اور دین کی خدمت بھی کر رہے ہوں، ان حالات کے تحت مرید اور شاگرد کی پیر اور استاذ کی خدمت اور خبر گیری ضروری ہے، یا والدین کی اطاعت فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پیر اور استاذ کا مقام تو بلند ہے، اگر کوئی غیر آدمی بھی خدمت کا ایسا محتاج ہو کہ اسکی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو اسکی بھی خبر گیری کا حکم ہے، والدین کو استاذ اور پیر کی خدمت سے روکنے کا حق نہیں، جبکہ اسکی وجہ سے والدین کی خدمت ضروریہ میں فرق نہ آتا ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

---

[1] ویقدم حق معلمه علی حق ابویه وسائر المسلمین، عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص ۳۷۸/ کتاب الکراهیة باب المتفرقات، حاشیة بذل المجهود، ج ۱/ص ۶/ کاب الطهارة، باب کراهیة استقبال القبلة عند الحاجة، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، امدادالفتاویٰ ج۴/ص ۳۷۴/ مسائل شتیٰ، مطبوعه زکریا دیوبند.

والدہ کو مشورہ دینا کہ زمین فروخت کر کے ایک مستقل مکان خرید لیں

سوال:۔ والدہ کو اس طرح کا مشورہ دینا کہ وہ مہر میں آئی زمین کا جملہ حصہ فروخت کر کے اس کی نقد رقم سے شہر میں گھر خریدیں اور اس کے کرایہ سے اپنی ضروریات پوری کریں مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مشورۂ خیر دینے میں کوئی حرج نہیں مگر ان کو مجبور نہ کیا جائے، ان کا دل چاہے مشورہ قبول کریں نہ چاہے نہ قبول کریں۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

اپنے افلاس کی وجہ سے زمین ایک بیٹے کے نام کرنا

سوال:۔ زید کے دو اولاد ہیں، ۱/خالد ۲/ ہاشم، زید اب اپنی ضعیفی اور لاغری کی وجہ سے کسب پر قادر نہیں، کچھ مدت تک کھانے وغیرہ کا نظم خالد نے کیا اس کے بعد اب ہاشم کر رہا ہے، مگر وہ سہولتیں فراہم نہیں کر رہا ہے، جو خالد کیا کرتا تھا، تاہم خالد کو اس کا احساس ہے، لیکن خالد کہتا ہے کہ والد صاحب کے پاس جو زمین ہے وہ سب اگر میرے نام لکھ دیں تو

---

[1] وفی الحدیث شفاعة الامام الی الرعیة وهی من مکارم الاخلاق السنیة وعدم وجوب قبولها، (مرقاة، ج۳/ص ۴۴۴/)باب بعد باب المباشرة.

میں ان کو اپنے گھر رکھوں گا اور جو کھائیں گے کھلاؤں گا، اور ہر طرح کی سہولت فراہم کروں گا تو کیا زید کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی ضعف عمری کی پریشانی دور کرنے کے لئے تمام اراضی اپنے لڑکے خالد کے نام لکھ دے اور بقیہ ورثاء کو محروم کر دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصل یہ ہے کہ ہر شخص کا نفقہ خود اس کے ذمہ اس کے مال میں لازم ہے (سوائے بیوی کے) کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے،[1] دوسرے کے ذمہ نفقہ جب واجب ہوتا ہے، جب اس کے پاس خود کچھ نہ ہو والد کا نفقہ خود والد کے ذمہ ہے اگر والد کے پاس کچھ نہ ہو تو ان دونوں لڑکوں کے ذمہ ہے،[2] خالد کا یہ کہنا کہ اگر والد زمین میرے نام لکھ دیں تو میں بہتر سہولت ان کیلئے پہنچاؤں، غلط اور بے محل ہے اس سے ہاشم کو نقصان پہنچے گا، اور کسی ایک بیٹے کو نقصان پہنچانے کیلئے دوسرے کو دے دینا ظلم اور ناجائز ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتجب (ای النفقة) للزوجة بنكاح صحيح علىٰ الزوج الخ درمختار على الشامى زكريا، ج۵/ص۲۷۸/ كتاب الطلاق باب النفقة، عالمگيرى ج ۱/ص ۵۴۴، الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الاول فى نفقة الزوجة، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ج۳/ص ۵۰، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ويجبر الولد الموسر على نفقة الابوين المعسرين مسلمين كانا أو ذميين الخ عالمگيرى، ج ۱/ص ۵۶۴/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الطلاق الباب السابع عشر فى النفقات الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، زيلعى ج۳/ص ۶۳، باب النفقة، مطبوعه امداديه ملتان، خانيه ج ۱/ص ۴۴۷، باب النفقات، فصل فى نفقة الوالدين الخ، مطبوعه كوئٹه.

[3] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذا فى العطايا ان لم يقصد به الا ضرار الخ، درمختار على الشامى زكريا، ج۸/ص ۵۰۱/ كتاب الهبة قبيل باب الرجوع فى الهبة، خانيه ج۳/ص ۲۷۹، كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده الخ، مطبوعه كوئٹه، عالمگيرى ج۴/ص ۳۹۱، كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه.

شیر خوار بچے کو چھوڑنے والی ماں

سوال:۔اس ماں پر کیا سزا شرع شریف روا رکھتی ہے، جو شیر خوار بچے کو چھوڑ کر بھاگ جائے، اور معصوم کی ترک پرورش کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ ماں ظالم اور گنہگار ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ صاحب حقوق معلوم نہ ہو

سوال:۔ بلوغ کے بعد اگر حقوق العباد میں غلطی ہوئی ہو اور یاد نہ ہو، اور اگر یاد ہو مگر وہ معاملہ جس میں غلطی ہوئی ہو صحیح طریقہ پر یاد نہ ہو کہ کس سے ہوا تھا، کس طرح ہوا تھا، مثلاً کسی کو تکلیف پہنچائی تھی، یا کسی سے کوئی چیز خریدی تھی، مگر یہ یاد نہیں ہے، کہ کیا چیز خریدی تھی، اور کتنے کی؟ یا کتنی خریدی تھی؟ اور یہ بھی یاد نہیں کہ کس سے خریدی تھی، اور یہ یاد ہے کہ خریدی تھی، یا وہ شخص جس سے معاملہ ہوا تھا مر گیا ہو، اسی طریقہ سے تکلیف پہنچانے کا معاملہ بھی ہو، تو ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھ کر دعا کر لیا کریں، کہ یا اللہ جس جس کو مجھ سے تکلیف پہنچی

---

[1] قبل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحسن بن علی وعندہ الاقرع بن حابس التمیمی جالس فقال الاقرع بن حابس ان لی عشرۃ من الولد ماقبلت منھم احداً فنظر الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم قال من لایرحم لایرحم بخاری شریف، ج۲/ص ۸۸۷/ کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبلہ ومعانقتہ رقم الحدیث ،۵۷۶۳/.

ہے اور جس کا کوئی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو اس کا ثواب اس کو پہنچادے،[۱] اگر صاحب حق موجود ہو اور یاد بھی ہو تو اس سے معافی تلافی کر کے صفائی کر لی جائے، یا کوئی مالی حق ہو ادا کر دیا جائے، صاحب حق معلوم نہ ہو تو اتنی مقدار اس کی طرف سے خیرات کر دی جائے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۴ھ

---

[۱] صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغیرها .شامی زکریا، ج۳/ص ۱۵۱/ کتاب الجنائز، مطلب فی القرأة للمیت الخ، عالمگیری ج ۱/ص۲۵۷، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه، هدایه ج ۱/ص ۲۹۶، باب الحج عن الغیر، مطبوعه تهانوی دیوبند.

[۲] علیه دیون ومظالم فلو علمهم لزمه الدفع الیهم لان الدین صارحقهم ولوجهل اربابها وأیس من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرهامن مالهٗ وان استغرقت جمیع ماله، الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۶/ص۴۴۳/ کتاب اللقطه،مطلب فیمن علیه دیون ومظالم الخ، شرح فقه اکبر ص۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحمیه دیوبند، مجمع الانهر ج۲/ص ۵۳۱، کتاب الفقه، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

فصل سوم:- جماع اوراس کے متعلقات

بیوی سے ہمبستری کا طریقہ

سوال:۔ میں گنگوہ کے مدرسہ میں تعلیم پارہا تھا اس وقت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہٗ سے بیوی سے ہمبستری کا مسنون طریقہ معلوم کیا تھا لیکن اب وہ تحریر گم ہوگئی آپ تحریر فرمادیں تو نوازش ہوگی کیونکہ احقر کی شادی ہونے والی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہشتی زیور، تحفۃ الزوجین میں مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۴/۹ھ

بغیر دعا مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے

سوال:۔ بغیر دعا مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بغیر دعا مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۵/۲۱ھ

---

[1] عن مجاهد ان الذی یجامع ولایسمی یلتف الشیطان علی احلیله فیجامع معه. فتح الباری ص۲۸۷ ج۱۰، کتاب النکاح، باب مایقول الرجل اذا اتی اهله. مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. عمدة القاری ص۱۵۳ ج۹، الجزء العشرون، کتاب النکاح، باب مایقول الرجل اذا اتی اهله، مطبوعه دارالفکر بیروت.

قبلہ کی طرف رخ کر کے وطی کرنا

سوال:۔کیا اپنی رفیقۂ حیات سے قبلہ کی جانب وطی کرنے میں کوئی قباحت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

قبلہ کی طرف پیر کر کے بیوی سے صحبت کرنا بھی مکروہ ہے۔یکرہ مدالرجلین الی القبلة فی النوم وغیرہ عمداً وکذافی حال مواقعةاھلہٖ[1] شامی ص ۲۲۸ ج ۱ ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۲/۹۵ھ

جماع کے لئے کوئی حد مقرر ہے

سوال:۔عورت کا حق مرد پر صحبت کے اعتبار سے کس قدر ہے ہفتہ میں ایک بار یا مہینہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار،فتویٰ اور تقویٰ دونوں اعتبار سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

عورت کا حق قضاء تو ایک مرتبہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ اس کے بعد اس کو پیش کر کے فسخِ نکاح کا مطالبہ نہیں کرسکتی لیکن دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی واجب ہوگا۔ اس کے لئے شرعاً کوئی مدت نہیں یہ قوت،صحت اور دیگر حالات پر موقوف ہے۔ہاں عورت کی رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ کی دیر نہ لگائے اور اگر عورت مطالبہ کرے تو دیانۃً اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ اس کے مطالبہ کو پورا کرے۔ویسقط حقھا بمرة ویجب دیانةً احیاناً ولایبلغ مدة الایلاء الابرضاھا ویؤمر المتعبد بصحبتھا احیاناً(ردمختار)

---

[1] شامی زکریا ص ۵۵۴ ج ۱ باب الانجاس، قبیل مطلب القول مرجح علی الفعل، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۱۹ ج۵، کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۴۱، فصل فیمایجوز به الاستنجاء.

قولہ یسقط حقھا بمرۃ قال فی الفتح واعلم ان ترک جماعھا مطلقاً لا یحل لہٗ صرح اصحابنا بان جماعھا احیاناً واجبٌ دیانۃً لکن لایدخل تحت القضاء والالزام الاالوطأۃ الاولیٰ ولم یقدر وافیہ مدۃ ولا یبلغ بہ مدۃ الایلاء الابرضاھا وطیب نفسھا بہ(الی قولہ) وفی البدائع لھا ان تطالبہ بالوطئ لان حلہ لھا حقھا کما ان حلھا لہٗ حقہ واذاطالبتہ یجب علیہ ویجبر علیہ فی الحکم مرۃ و الزیادۃ تجب دیانۃ لافی الحکم عندبعض اصحابنا وعندبعضھم تجب فی الحکم الخ. (شامی[1] ص۵۴۷.۵۴۸) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ دارالعلوم دیوبند

حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے؟

سوال:۔حاملہ عورت کے ساتھ کتنی مدت تک صحبت کر سکتے ہیں؟ اورصحبت سے رکنا آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

الجواب حامداًومصلیاً!

صحبت سے رکنے کا حکم حمل کی حفاظت کی خاطر ہے۔ جب اس کونقصان دے تو رک جائے[2] اور یہ بات طبیب سے دریافت کرنے کی ہے کہ کب نقصان دہ ہے اور کب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۲ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۳۷۹ج۴، مطبوعہ نعمانیہ ص ۳۸۹ج۲ باب القسم ، النھرالفائق ص ۲۹۴ ج۲، باب القسم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، سکب الانھر علی مجمع الانھر ص ۵۵۰ ج ۱، باب القسم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۱۹ ج۳، باب القسم.

[2] ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتھا، درمختار زکریا، لایحل لہ وطؤھا بمایؤدی الی اضرار ھا الخ شامی زکریا ص ۳۸۱-۳۸۰ج۴ باب القسم، سکب الانھر مجمع الانھر ص ۵۵۰ ج ۱ ، باب القسم، مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت، النھرالفائق ص ۲۹۴ ج۲، کتاب النکاح، باب القسم، مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت.

مال جمع کرنے اور بیوی سے صحبت کی مقدارِ واجب

سوال:۔ مال جمع کرنا، عورت سے صحبت کرنا کہاں تک فرض ہے؟ اور کہاں تک واجب ہے؟ اور کہاں تک سنت ہے؟ اور کہاں تک مستحب ہے؟ اور کہاں تک مباح ہے؟ اور کہاں تک حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بقدر ادائے حقوقِ واجبہ مال حلال ذریعہ سے کمانا اور رکھنا واجب ہے[۱]، سال بھر کے خرچ کی مقدار بیوی کو نفقہ دینا سنت ہے[۲] بیوی سے اتنی مقدار میں صحبت کرنا واجب ہے کہ وہ بغیر صحبت کے بے چین ہو کر معصیت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے اور یہ چیز صحت وقوت عمر طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے زائد سے زائد چار ماہ کا اندازہ کیا ہے۔ کہ اتنی مدت میں صحبت کا اہتمام وانتظام رکھے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۲۱ھ

---

[۱] فرض هو الكسب بقدر الكفاية لنفسه وعياله وقضاء ديونه ونفقة من يجب عليه نفقته وان اكتسب ما يدخره لنفسه وعياله فهو فى سعة الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۴۸، کتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب، مجمع الانهر ص ۴/۱۸۴، كتاب الكراهية، فصل فى الكسب، مطبوعه درالكتب العلمية بيروت،

[۲] كان رسول الله ﷺ ينفق على اهله نفقة سنتهم، بخاری شریف ص ۸۰۶ ج ۲ حدیث ۵۱۴۹، كتاب النفقات باب حبس الرجل قوت سنة على اهله. مطبوعه اشرفى ديوبند.

[۳] ولايبلغ مدة الا يلاء الابرضاها ويؤيدذلک ان عمررضى الله تعالىٰ عنه لما سمع فى الليل امرأة تقول الى قوله فسأل عنها فاذا زوجهافى الجهاد فسأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل فقالت اربعة اشهرفأمر اُمراء والاجناد ان لا يتخلف المتزوج عن اهله اكثر منها. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۳۸۰ ج ۴ باب القسم، البحرالرائق ص ۲۱۹ ج ۳، باب القسم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهرالفائق ص ۲۹۳ ج ۲، باب القسم، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

سوال:۔اپنی بیوی کی چھاتی کومنہ میں لینا کیسا ہے؟ اس میں دوشقیں ہیں۔ایک دودھ منہ میں اتر جائے، دوسرے یہ کہ دودھ منہ میں نہ اترے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لینا درست ہے البتہ اگر دودھ آنے کا گمان ہوتو پھر ایسا نہ کرے۔وهو تحقيق وجيه لانه يجوز له ان يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها الاماتحت الازار فكذاهي لها ان تلمس بجميع بدنها الا ماتحت الازارجميع بدنه الخ۔كذافي الشامي[1] ص ۲۷۰ ج ۱ ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوی کا پستان منہ میں لینا

سوال:۔اپنی منکوحہ کا پستان منہ میں لیکر چومنا وغیرہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

شامی[2] جلداول ص ۳۱ میں ہے قوله مباشرتها له سبب تردده في المباشرة ترددالبحر فيها حيث قال ولم ارلهم حكم مباشرتها له ولقائل ان يمنعه بانه لما حرم تمكينها في استمتاعهٖ بها حرم فعلها به بالاولٰى ولقائل ان يجوزه بان حرمته عليه لكونها حائضاً وهو مفقود في حقه فحل لها الاستمتاع به ولان غاية مسها بذكره انه استمتاع بكفها وهو جائز قطعاً الخ واستظهر في النهر الثاني الى ان

[1] / [2] شامي زكرياص ۴۸۷ ج ۱ ، مطبوعه نعمانيه ص ۱۹۵ ج ۱ باب الحيض، مطلب لوافتى مفت بشئ من هٰذه الاقوال الخ، بحرص ۱۹۸ ج ۱ ، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطبوعه الماجديه كوئٹه، حاشية الطحطاوى على الدرالمختار ص ۱۵۰ ج ۱ ، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت.

قال یجوز لہٗ ان یلمس بجمیع بدنه حتی بذکره جمیع بدنها الا ماتحت الازار فکذاهی لها ان تلمس بجمیع بدنها جمیع بدنه حتی ذکره۔

مندرجہ بالاعبارت سے ظاہر ہے کہ مرد کو اپنی منکوحہ سے ہر قسم کا استمتاع درست ہے، جیسے رخسار کا چومنا اور ہونٹوں وغیرہ کا چوسنا وغیرہ البتہ پستان وغیرہ کا چوسنا ٹھیک نہیں ہے کہ اس میں پستان سے دودھ نکلنے پر مرد کے حلق میں جانے کا اندیشہ ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

بیوی کو برہنہ کر کے اس کا پستان منہ میں لے کر سونا

سوال:۔ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کو بالکل برہنہ کر کے روزانہ سوتا ہے اور بیوی کے دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کے پستان چوسنے کا عادی ہے کیا اس کی اجازت ہے۔ حرام یا مکروہ ہے یا نہیں دودھ نہ نکلنے پر چوس سکتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بیوی کو برہنہ کر کے اس کے ساتھ سونے اور دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کا پستان منہ میں لینے کی وجہ سے اس شخص کی امامت میں خرابی نہیں آتی۔ ان میں سے کوئی بات حرام یا مکروہ تحریمی نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۰/۹۴ھ

---

[1] فروع، مصّ رجل ثدی زوجته لم تحرم، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۱ ج۴، کتاب النکاح، باب الرضاع قبیل کتاب الطلاق.

[2] اس لئے کہ بیوی کا کوئی بھی حصہ شوہر کے لئے ستر نہیں ہے فینظر الرجل منهما بالعکس الی جمیع البدن من الفرق الی القدم ولوعن شهوة الخ الشامی زکریا ص ۵۲۶ ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۷ ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیمایحل للرجل النظر الخ، مجمع الانهر ص ۲۰۰ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر وغیره، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، مص رجل ثدی زوجته لم تحرم. درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۱ ج۴ کتاب النکاح، باب الرضاع.

شوہر کا عضو ہاتھ میں لینا

سوال:۔ اپنی منکوحہ کے ہاتھ میں عضو دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر گناہ ہے تو کفارہ ادا کرنے پر گناہ سے بری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر عورت نے اپنے مرد کا عضو خاص پکڑ لیا تو کوئی گناہ نہیں ہوا البتہ ایسا کرنا کچھ اچھا نہیں ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عورت کے منہ میں ادخال

سوال:۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے ذکر کو اپنے منہ میں داخل کیا غایت محبت کی وجہ سے تو ادخال وخروج اور عدم خروج تینوں صورتوں میں کیا حکم ہے اور اگر منی اس کے حلق کے نیچے اُتر گئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ عمل مکروہ تحریمی ہے،[2] منی کا کھانا حرام ہے،[3] شوہر بیوی دونوں توبہ کریں اوران حیوانی

---

[1] وهو تحقيق وجيه لانه يجوز له ان يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها الا ماتحت الازار فكذاهى لها ان تلمس بجميع بدنها الاماتحت الازار جميع بدنه حتى ذكره. شامی زکریا ص۴۸۷ ج ۱ مطبوعه نعمانيه ص ۱۹۵ ج ۱ باب الحيض، مطلب لوافتى مفت بشى من هٰذه الاقوال.

[2] اذاادخل الرجل ذكره فى فم امرأته قدقيل يكره(عالمگیری کوئٹه ، ج۵/ص ۳۷۲/ كتاب الكراهية الباب الثلاثون فى المتفرقات.

[3] والمنى نجس (هداية ،ج ۱/ص ۷۳/ كتاب الطهارة بالانجاس) شامی زکریا ص ۵۱۶ ج ۱ ، باب الأنجاس، ملتقى الابحر ص۸۷ ج ۱ ، باب الأنجاس، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

حرکات سے باز رہیں انسانیت سیکھیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۴ھ

تفخیذ وتبطین وغیرہ کا حکم

سوال:۔ اپنی منکوحہ سے اس طرح بغل گیر ہونا کہ جسم کے کسی حصہ پر رگڑنے سے انزال ہوجائے تو کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے بدن کو لمس کرنا درست ہے۔ اور لمس میں اگر انزال ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فرج میں ادخالِ اصبع سے کھیلنا

سوال:۔ اگر مرد اپنی بیوی کی خواہشات ذکر کے علاوہ کسی اور چیز سے پوری کرتا ہے۔ مثلاً اس کی شرمگاہ میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ انگلیاں ڈال کر کھیلنے کی جگہ نہیں اور انگلی آلہ جماع نہیں۔ الاصبع لیس آلتہ

---

[1] یجوز له ان یلمس بجمیع بدنه حتی بذکره جمیع بدنها الاماتحت الازار فکذاهی لها ان تلمس بجمیع بدنها الا ماتحت الازار جمیع بدنه حتی ذکره . شامی زکریا ص۴۸۷ ج ۱ باب الحیض مطلب لوافتی مفت بشی من هٰذه الاقوال، زیلعی ص۵۷ ج ۱ ، باب الحیض، مکتبه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۱۳۲ ج ۱ ، کتاب الطهارة، باب الحیض.

للجماع الخ شامی[1] ص ۵۰۴ ج ۱ / اگروہ عنین ہے اس میں جماع کی طاقت نہیں، بیوی کا حق ادا نہیں کرسکتا ہے تو اس کو طلاق دیدے تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کرلے، اور وہ کس مقصد کے لئے ایسا کرتا ہے، ایسا کرنا مادۂ صالحہ کو ضائع کرنا ہے۔ جیسے کوئی شخص محنت سے روپیہ جمع کرے پھر اس کو دریا میں پھینک دے۔ مرد وعورت دونوں کا حکم یکساں ہے۔ اضاعت دونوں کے حق میں اضاعت ہے۔ کوئی غرضِ صحیح اس سے متعلق ہو تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے درمختار کتاب الصوم[2] ص ۱۳۷ ج ۲ میں اس سلسلہ میں بحث کی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۲/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۸ھ

فرج میں وطی پشت کی طرف سے

سوال:۔ اپنی منکوحہ کو اس کی پشت کی طرف سے لیٹے کہ اعضائے مخصوص پشت کی جانب سے پیشاب کی جانب رہے۔ اس شکل میں کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

---

[1] شامی زکریا ص ۳۰۵ ج ۱ کتاب الطهارة، قبيل مطلب فی رطوبة الفرج، البحر كوئٹه ص ۶۰ ج ۱، كتاب الطهارة.

[2] ولوخاف الزنا يرجى ان لا وبال عليه وفی الشامية الظاهر انه غير قيد بل لو تعين الخلاص من الزنى به وجب لانه اخف وعبارة الفتح فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب زادفی معراج الدراية وعن احمد والشافعی فی القديم الترخص فيه وفی الجديد يحرم ويجوزان يستمنی زوجته وخادمته وعن الجوهرة انه يكره ولعل المراد به كراهة التنزيه فلا ينافی قول المعراج يجوز تأمل وفی السراج ان اراد بذلک تسكين الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب وكان عزباً لا زوجة له ولا امة او كان الا انه لا يقدر على الوصول اليها لعذر قال ابو الليث ارجوان لاوبال عليه واما اذا فعله لإستجلاب الشهوة فهو آثم الخ شامی زكريا ص ۳۷۱ ج ۳، مطبوعه نعمانيه ص ۱۰۰ ج ۲ كتاب الصوم، مطلب فی حكم الاستمناء باليد.

الجواب حامداًومصلیاً!

پشت کی جانب سے بھی جماع شرمگاہ (فرج) میں درست ہے۔ قرآن عزیز میں خداتعالیٰ کاارشاد ہےفاتوا حرثکم انّٰی شئتم یعنی کیف شئتم وحیث شئتم اذاکان فی القبل والمعنی کیف شئتم متقبلة ومدبرة علی کل حال اذاکان فی الفرج۔تفسیر[1] خازن ص ۱۵۳ ج ۱ ۔البتہ اپنی خواہش اس طرح پوری کرنا ٹھیک نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

وطی بیوی کی دُبُر میں

سوال:۔اگرکسی شخص نے اپنی بیوی سے بجائے قُبل کے دُبر میں وطی کی اوراس شخص کو یہ گمان ہے کہ قبل ہی میں ہے۔ فارغ ہونے کے بعدعورت نے بتایا کہ تم نے ناجائز راستے کو استعمال کیا تھا مگر بوقتِ وطی عورت جانتی تھی کہ ناجائز راستہ استعمال ہورہا ہےلیکن اس وقت اس نے کچھ نہ کہا بعد میں بتایا تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یانہیں؟ نیز عورت بھی گناہ کی مرتکب ہوئی یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

حالتِ مذکورہ میں عورت گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوگی۔ کما یستفاد عن عیادة الجواب الرابع[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تفسیر خازن ص۱۵۳ ج ۱ سورة بقره آیت ۲۲۳، فتح الباری ص۶۸ ج۹، کتاب التفسیر، سورۂ بقره، مطبوعه مکة المکرمه، فتح البیان ص ۳۹۲ ج۲، دارالفکر بیروت.

[2] ووطؤها فی الفرج عالمالحرمة عامداً مختاراً کبیرة لا جاهلاولا ناسیاولا مکرهاً الخ البحرالرائق کوئٹه ص۱۹۷ ج ۱ باب الحیض.

عورت کی دبر میں وطی

سوال:۔ غالباً عرصہ ۲۵ رسال ہوا ایک حدیث نظر سے گذری جس میں صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم اسے عرض کیا کہ اپنی منکوحہ عورت سے جماع بذریعہ دبر کر سکتے ہیں یا نہیں تو حضور انے فرمایا کہ عورت تمہاری کھیتی ہے جدھر سے آؤ، اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ دبر کے ذریعہ جماع سے اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے، تو حضور انے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو یہودیوں کے یہاں ایسا کیوں نہیں ہوا برائے کرم اس حدیث کی توضیح اور تشریح واضح کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عورت کا مقام جماع (فرج) متعین ہے، وہی کھیتی کی جگہ ہے وہیں سے اولاد پیدا ہوتی ہے، البتہ یہ اختیار ہے کہ اس مقام پر جب جماع کرے تو اس کو چٹ لٹائے یا اُلٹا لٹائے، دونوں طرح اس کی اجازت ہے، یہی حاصل اس آیت کریمہ کا ہے ''نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ'' فرج کے علاوہ دوسرا مقام (دبر) محل حرث نہیں، وہاں صحبت جائز نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا

سوال:۔ زوج زوجہ کو اپنے حجرے میں تنہائی کے وقت ایک دوسرے کا فرج دیکھنا جائز

[1] (نساء كم حرث لكم فأتو احرثكم أنى شئتم) يعنى كيف شئتم وحيث شئتم إذاكان فى القبل والمعنى كيف شئتم مقبلة ومدبرة على كل حال إذاكان فى الفرج وفى الآية دليل على تحريم إتيان النساء فى أدبار هن لأن محل الحرث والزرع هوالقبل لاالدبرالخ تفسير خازن، ج ۱/ص ۱۵۳، مطبوعه مصر، تفسير كبير ص ۲۳۵ ج ۲، سورة البقره، مطبوعه دارالفكر بيروت، الجامع لأحكام القرآن ص ۸۸ ج ۲/ الجزء الثانى، سورة البقره، آيت ۲۲۳، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جائز ہے مگر نہ دیکھنا اولیٰ ہے وینظر الرجل الی جمیع بدن زوجته حتی فرجها والاولیٰ ترکه اھ سکب الانهر[1] ج ۲ ص ۵۳۹ ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۸، ج ۲، ۵۶ھ

برہنہ ہمبستری

سوال:۔ زید اور اس کی بیوی اکثر جذبات سے مغلوب ہوکر برہنہ ہوکر ہمبستری کیا کرتے ہیں درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ چادر وغیرہ اوڑھ لیا کریں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲۰۱ ج۴ کتاب الکراهیة. فصل فی النظر. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشمی زکریا ص ۶/۶۶، فصل فی النظر واللفس، هدایه آخرین ص ۴/۴۶۰، کتاب الکراهیة، مکتبه یاسر ندیم دیوبند،

[2] إذاتی احدکم اهله فلیلق علی عجزه وعجزها ثوباولایتجردان تجردالعیرین، کنزالعمال ص۳۴۸ج۱۶، حدیث: ۴۴۸۶۲ النوع الثانی فی المباشرة وادابها ومحظوراتها الخ.مطبوعه موسسته الرسالة بیروت، سنن ابن ماجه شریف ص۱۳۸ ج ۱، ابواب النکاح، باب التستر عندالجماع، مطبوعه رشیدیه دهلی، البحرالرائق کوئٹه ص۱۹۳ ج۸، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر واللمس، سکب الانهر علی هامش مجمع الأنهر ص ۲۰۱ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر وغیره، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

بیوی کو برہنہ کرنا

سوال:۔ بوقت مباشرت بیوی کو برہنہ کرنا روشنی وتاریکی میں جواز میں ہے یا کہ نہیں!

الجواب حامداً ومصلیاً

گو یہ حرام نہیں، مگر غیر مناسب اور خلاف حیاء ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲/۹۴ھ

بوڑھی بیوی سے جماع

سوال:۔ اپنی بوڑھی بیوی سے ہمبستر ہونا عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بوڑھی عورت اگر جماع کی متحمل نہ ہو اور جماع اس کو مضر ہو تو شوہر کو اس سے جماع درست نہیں۔ **وفی الأشباه من أحكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطئ زوجته مع بقاء النكاح قال وفيما إذا كانت لا تحتمله لصغر أومرض اوسمنه**

---

[1] أما النظر إلىٰ زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها إلىٰ قدمها عن شهوة وغير شهوة وهذا ظاهر إلا أن الأولىٰ أن لاينظر إلىٰ عورة صاحبه الخ عالمگیری کوئٹه، ج۵/ص۳۲۷/ کتاب الكراهية الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه الخ، مجمع الانهر ص۲۰۰ ج۴، كتاب الكراهية، فصل فى النظروغيره، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۱۹۳ ج۸، كتاب الكراهية، فصل فى النظروالمس.

فعلم من هٰذا كله أنه لايحل لهٗ وطؤها لما يؤدى إلى إضرارها كذافى الشامى[1] ص ۵۴۹ ج ۲ ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

مظاہر علوم سہارنپور

نابالغہ بیوی سے وطی

سوال:۔اپنی نابالغہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اگر نابالغہ بیوی جماع کی متحمل نہ ہواور جماع اس کومُضِر ہوتو اس سے جماع درست نہیں۔[2] فقط واللہ تعالیٰ

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

وطی میں بیوی کا حق شوہر پر

سوال:۔ ایک شخص نے مسئلہ بتاتے وقت یوں فرمایا کہ شادی کرنے کے بعد بیوی سے ہمبستری کرنا صرف ایک مرتبہ ضروری ہے باقی پوری زندگی تبرع ہے یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں۔

---

[1] شامی زکریا ص ۳۸۱ ج۴ باب القسم، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۵۵۰ ج ۱، باب القسم، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[2] وفى الاشباه من احكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطئ زوجته مع بقاء النكاح قال وفيما إذا كانت لا تحتمله لصغرأومرض أوسمنه فعلم من هٰذا كله انه لايحل له وطؤها لما يؤدى الى إضرارها الخ . شامى زكريا ص ۳۸۱ ج۴ باب القسم، النهرالفائق ص ۲۹۴ ج ۲، كتاب النكاح، بالقسم، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

الجواب حامداًومصلیاً!

اس کا مقصد تو یہ ہے کہ اگر ایک دفع ہمبستری کرلی تو عورت کو قاضی کی عدالت میں درخواست دیکر کہ میرا شوہر نا کارہ ہے مجھے نکاح ثانی کی اجازت دی جاوے نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں[1] ویسے دیانۃً شوہر کو لازم ہے کہ ہمبستری کر کے عورت کو مطمئن رکھے ایسا نہ ہو کہ اس کا میلان دوسرے کی طرف ہو جاوے۔ (ہکذا فی درالمختار[2]) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲/۲/۸۷ھ

بیس سال تک ملاپ نہ ہونے کے باوجود اب ملاپ درست ہے

سوال:۔ شادی ہوئے بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے اس بیچ شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا۔ ادھر دو سال سے ہندہ اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ اگر زید اس کو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] ویسقط حقها بمرة فی القضاء ای لانه لولم یصبها مرة یوجله القاضی سنة ثم یفسخ العقد امالو اصابهامرة واحدة لم یتعرض له لانه علم انه غیرعنین وقتالعقد(شامی کراچی ص۲۰۳ ج۳ باب القسم، کتاب النکاح، النهرالفائق ص۲۹۳ ج۲، باب القسم، طبع مکه مکرمه، فتح القدیر ص۴۳۵ ج۳، باب القسم، دارالفکر بیروت.)

[2] واعلم ان ترک جماعها مطلقا لایحل له صرح اصحابنابان جماعها احیانا واجب دیانةً..... (وقیله) لیحصنهن عن الاشتهاء للزناوالمیل الی الفاحشة (شامی کراچی ص۲۰۲ ج۳ باب القسم کتاب النکاح)

[3] قال فی الفتح : والمستحب أن یسوی بینهن فی جمیع الاستمتاعات من الوطئ والقبلة لیحضهن عن الاشتهاء للزنی والمیل إلی الفاحشة (شامی کراچی ص۳۸۹ ج۴، باب القسم، فتح القدیر ص۴۳۵ ج۳، باب القسم، دارالفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً!

رکھ سکتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

[1] بیس سال سے شوہر اور بیوی کے درمیان ملاپ نہ ہونے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور جب تک طلاق کا لفظ نہ بولے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس لئے نکاح بدستور قائم ہے۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۸ ج ۹، کتاب الطلاق، باب اول عنوان ''بلا طلاق چھوڑ دینے سے طلاق نہیں ہوتی''، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل چہارم:- یتیم وغیرہ کے احکام

یتیموں کی مدد کرنا

سوال:- یتیموں کی مدد کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۶ھ

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ انا وکافل الیتیم له ولغیره فی الجنة هکذا واشار بالسبابة والوسطی وفرج بینهما شیئا (مشکوة شریف ص ۲/۴۲۲، با بالشفقة والرحمة علی الخلق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

یتیموں کا مال ناحق کھانا

سوال:- یتیموں کا مال خرد برد کرنیوالے کے بارے میں خداورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

ایسا کرنے والے ظالم اور سخت گنہگار ہیں دوسروں کا مال ناحق کھانے والے اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ

کیا یتیم کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے

سوال:- کیا ایسا بھی حکم ہے کہ یتیم اپنا حق حاصل کرنے کیلئے حق کی لڑائی نہ لڑے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے اس کے لئے مناسب تدبیر اختیار کی جائے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ

---

[1] قال اللّٰہ تعالی: ان الذین یأکلون اموال الیتامٰی ظُلْماً انما یأکلون فی بطونهم ناراً وسیصلون سعیراً، **ترجمہ**: بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم (پیٹ) میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ (از بیان القرآن) (سورة نساء الآیة ۱۰)

[2] وجددنا نیرمدیونه وله علیه درهم له ان یاخذه لاتحادهما جنسا فی الثمنیة الی ان قال: ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جوازالاخذ عند القدرة من ای مال کان لاسیمافی دیارنا لمداومتهم العقوق (شامی کراچی ص ۱۵۱ ج۶) کتاب الحجر، قبیل مطلب تصرفات المحجور بالدین کالمریض،

سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟

سوال:- زید کا انتقال چند سال قبل ہوا، اس کے اموال و جائداد بین الورثہ اب تک تقسیم نہیں ہوئے۔ اب تقسیم ہونے والے ہیں۔ وارثین میں ایک اس کی بہن بھی ہے اور وہ سفیہ ہے یعنی خیر وشر کے امتیاز کی طاقت نہیں رکھتی۔ وہ اپنی سفاہت اور چند لالچ مندوں کی تحریص کی وجہ سے پورے اموال کو ضائع کردے گی اس کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اس کے حصہ کے مال کو اس کے حوالہ کئے بغیر اس کے اولیاء یعنی اس کی اولاد کے حوالہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟ سفیہ کے شرعی معنی کیا ہیں؟ اور کن حالتوں میں مضر ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس سفیہ کا مال اس کے حوالہ کردیں تو پھر اس مال کی خرید وفروخت اور نقل وہبہ کرنے پر حجر ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر شرعی طریقہ پر بہن وارث ہے اور وہ سفیہ ہے، اپنے مال کو بے محل ضائع کردینے کا قوی مظنہ ہے تو جو اہل فہم اہل دیانت اس کے حق میں خیر خواہ ہوں اس کی ضروریات کو دیکھ کر سمجھ کر مناسب طور پر انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو خاندانی لوگ باہمی مشورہ سے اس کے حوالہ کردیں۔ **وعندهما يحجر على الحر بالسفه والغفلة وبه اى بقولهما يفتى صيانة لماله (درمختار)**[1] **هو تبذير المال وتضييعه على خلاف مقتضى الشرع اوالعقل (درمختار ص ۹۳ ج ۵)**[2] اگر مال سفیہ کے حوالہ کردیا گیا اور اس نے

---

[1] درمختار على الشامى زكريا ص ۲۱۴، ج ۹، كتاب الحجر، مطبوعه كراچى ص ۱۴۸، ج ۶، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۵۵، كتاب الحجر، الباب الثانى فى الحجر للفساد،

[2] درمختار على الشامى كراچى ص ۶/۱۴۷، كتاب الحجر، مطبوعه زكريا ص ۹/۲۰۸، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۵۵، كتاب الحجر، الباب الثانى فى الحجر للفساد،

کوئی تصرف بیع وہبہ کا کیا تو وہ شرعاً معتبر ہوگا۔ کذا فی ردالمحتار[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۹۶ھ

جنون کی قسمیں اور اس کے تصرفات

سوال:- پاگل اور مجنون اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا کم فہم کا بھی وہی حکم ہے جو پاگل ومجنوں کا ہے یا اس کے متغائر

(۳) کسی انسان پر جن چیزوں کے پائے جانے کے بعد پاگل اور مجنوں ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے انہیں مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجنوں کی دو صورت ہیں ایک مجنوں جو اپنے مصالح ومضار میں بالکل تمیز نہ کرسکے اور جنون ہمہ وقت قائم رہے اس کا تصرف نافذ نہ ہوگا۔ دوسرا مجنوں غیر مغلوب یعنی جس کو مصالح ومضار کی کچھ تمیز ہو یا اس کا جنون کبھی رہتا ہو کبھی زائل ہوجاتا ہو اس کا حکم کم فہم جیسا ہے جو جواب (۲) میں مذکور ہے "**فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمه کممیز (نهایة) "ولا اعتاقهما ولا اقرار هما نظرالهما" (الدر المختار علی هامش ردالمختار نعمانیه ص ۹۰ ج۵ واحترزبه عن المجنون الذی یعقل البیع ویقصده فان تصرفه کتصرفالصبی العاقل علی**

[1] وماصنع المحجور فی ماله من بیع اوشراء قبل اطلاق الثانی اوبعده کان جائزاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۲۲۳ ج۹ کتاب الحجر، مجمع الانهر ص۴/۵۷، کتاب الحجر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

مایجئیی (شامی نعمانیہ ص۹۰[1] ج۵)

(۲) کم فہم کا تصرف اگر نافع محض ہوتو نافذ ہوگا۔ اجازت ولی پر موقوف نہیں اور اگر ضار محض ہوتو نافذ نہ ہوگا اگر چہ ولی اجازت دیدے اور جو تصرف دائر بین النفع والنقصان ہو وہ اجازت ولی پر موقوف ہوگا۔ وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضاً کالاسلام صح بلااذن وان ضاراً کا لطلاق والعتاق والصدقة والقرض لاوان اذن به ولیهما وماترددمن العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لوبلغ فاجازه نفذ. الدرالمختار علی الشامی ص۱۰۸/۵[2]۔

(۳) انسان میں خداوند قدوس نے جو قوت عاقلہ ممیّزہ ودیعت فرمائی ہے جس سے وہ حسن وقبح نفع وضرر میں تمیز کرتا ہے انجام کار پر نظر رکھتا ہے اس قوت میں خلل واقع ہوجانے کو جنون کہتے ہیں جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ جنون کبھی تو پیدائشی ہوتا ہے۔ کبھی خلط اور مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہوجانے سے ہوجاتا ہے اور کبھی شیطانی غلبہ یا دماغی صدمہ سے ہو جاتا ہے جب وہ قوت ممیّزہ اپنا کام نہ کرسکے اور اس کے آثار ظاہر نہ ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ جنون ظاہر ہوگیا جنون کی ایک ہلکی اور کھلی علامت بلاوجہ ہنسنا اور رونا بھی ہے۔

(قوله) المجنون قال فی التلویح الجنون اختلال القوة المیزة بین الامور الحسنة والقبیحة المدرکة للعواقب بان لا تظهر آثارها وتتعطل افعالها اما لنقصان جبل علیه دماغه فی اصل الخلقة واما لخروج مزاج الدماغ من الاعتدال

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۲۰۰، کتاب الحجر، البحرالرائق کوئٹه ص۸/۷۸، کتاب الحجر، شلبی مع التبیین ص ۵/۱۹۱، کتاب الحجر، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] شامی زکریا ص۹/۲۵۳، کتاب المأذون، مجمع الانهر مع سکب الانهر ص۷۴، ۴/۷۵، کتاب الماذون، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص ۳۱۰، ۹/۳۱۲، کتاب الماذون، فصل، مطبوعه دارالفکر بیروت،

بسبب خلط او آفة وامالاستيلاء الشيطان عليه والقاء الخيالات الفاسدة اليه بحيث يفرح ويفزع من غيرما يصلح سبباً[1]. فقط والله تعالىٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] شامی زکریا ص ۴۵۰ ج۴ کتاب الطلاق قبيل مطلب فی طلاق المدهوش، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهية ص ۵۴۲/۱، حرف الجيم، الجنون، مطبوعه دارالفضيلة القاهرة،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہفدہم

انساب کا بیان

خاندانی شرافت

سوال:- مسلمانوں میں خاندانی چھوٹائی، بڑائی مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، یہ لوگ نور باف نداف وغیرہ کو نیچ ذات کہتے ہیں، اصلیت کیا ہے، اور اس کا خلاصہ کس کتاب میں ہے، کہاں مل سکتی ہے، از روئے قرآن مجید وحدیث شریف اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خاندانی شرافت وبزرگی بعض احکام اور مسائل میں شرعاً معتبر ہے، مثلاً سید کو زکوۃ لینا درست نہیں، اوروں کو درست ہے[1]، نکاح کے مسائل میں کفاءت کا ایک حد تک اعتبار ہے، اس خاندانی شرافت کے ساتھ اگر نیک اعمال اور اتباع سنت کی توفیق ہو جائے تو یہ نور علی نور

---

[1] ویصرف المزکی الی کلهم او الی بعضهم الی قوله لا الی بنی هاشم الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱، ۲۹۹ ج۳ باب المصرف، عالمگیری کوئٹه ص ۱۸۹ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، النهر الفائق ص ۴۶۱، ۴۶۵، ج ۱، باب المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

ہے، محض خاندانی شرافت بغیر نیک اعمال کے کچھ زیادہ وقیع نہیں، حدیث شریف میں ہے "من ابطاء به عمله لم يسرع به نسبه[1] او كما قال صلى الله عليه وسلم" لیکن کسی شخص کو محض خاندانی شرافت نہ ہونے کی وجہ سے اگر چہ اس کے اعمال اچھے ہوں حقیر سمجھنا حرام ہے، کسی طرح اس کی اجازت نہیں[2]۔

دیوبند سہارنپور میں مفتی محمد شفیع صاحب نے اس چیز کو ایک کتاب "غایات النسب" میں تحریر فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

سقوں کا اپنے آپ کو عباسی کہنا

سوال:- قوم بھشتی وسقے اپنے آپ کو عباسی کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی پانی بھرنے کا کام کیا تھا، اسی بات کو مدنظر رکھ کر بھشتی اپنے آپ کو عباسی کہتے ہیں، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عباسی کہنا ناجائز ہے، لہٰذا بتایا جائے کہ انکا اپنے آپکو عباسی کہنا کیسا ہے؟

---

[1] ابوداؤد شريف ج:۲، ص:۵۱۳، مطبوعه رشيديه دهلى، كتاب العلم، باب فى فضل العلم، مسند احمد، ج:۲، ص:۲۵۲، مطبوعه دارالفكر بيروت.

ترجمه حديث:- جس شخص کو اسکا عمل پیچھے کردے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں پہونچا سکتا ہے۔

[2] عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايخذله ولايحقره التقوى هٰهنا، ويشير الى صدره ثلاث مرار بحسب امرإ من الشر ان يحقر اخاه المسلم كل المسلم حرام دمه وماله وعرضه مسلم شريف ص۳۱۷ ج۲ كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم، مطبوعه رشيديه دهلى، مشكوٰة شريف ص۴۲۲ باب الشفقة والرحمة على الخلق، مرقاة شرح مشكوٰة ص۶۸۳ ج۴ باب الشفقة والرحمة، مطبوعه اصح المطابع بمبمئى.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت عباس کے پانی کے بھرنے کی یہ صورت نہیں تھی، جو آج کل سقوں مین رائج ہے کہ اجرت پر پانی بھرتے ہیں، بلکہ زمانۂ حج میں جولوگ حج کے لئے مکہ معظّمہ میں آتے تھے، ان کے لئے کشمش پانی میں بھگوکر شربت تیار کرتے تھے، اوراس شربت سے ان کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے، جس کا معاوضہ کچھ نہیں لیتے تھے، بلکہ اس خدمت اور مہمان نوازی کو فرض سمجھتے تھے، یہ خدمت قبل از اسلام بھی ان کے سپرد تھی، اور بعد از اسلام بھی انہیں کے سپرد رہی[1]، باقی اجرت پر پانی بھرکرلوگوں کے گھروں میں پہونچانا اوراسکواپنا پیشہ اور ذریعہ معاش بنانا حضرت عباسؓ کے متعلق میں نے کہیں نہیں دیکھا، اور یہ نسبت عباسی تو سلسلۂ نسب کی نسبت ہے، جیسا کہ خلفاء عباسیہ، منصور[2]، ہارون[3]، مامون[4] وغیرہ گذرے ہیں، نہ کہ پانی بھرنے

---

[1] عن بکر ابن عبداللّٰہ المزنی قال کنت جالساً مع ابن عباس عند الکعبة فاتاه اعرابی فقال مالی اری بنی عمکم یسقون العسل واللبن وانتم تسقون النبیذ امن حاجة بکم ام من بخل فقال ابن عباس الحمد للّٰہ ما بنا حاجة ولا بخل، الحدیث، مسلم شریف ج: ۱، ص: ۴۲۳، مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الحج، باب فضل القیام بالسقایة، ابوداؤد شریف ص ۲۷۶ ج ۱ کتاب المناسک، باب فی نبیذالسقایة، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:- بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کعبہ کے پاس کہ ایک گاؤں کا آدمی آیا اور اس نے کہا کیا سبب ہے کہ میں تمہارے چچا کی اولاد کو دیکھتا ہوں کہ وہ شہد اور دودھ پلاتے ہیں اور تم کھجور کا شربت پلاتے ہو، کیا تم نے محتاجی کے سبب سے اس کو اختیار کیا ہے یا بخیلی کیوجہ سے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الحمد اللہ ہم کو محتاجی ہے نہ بخیلی۔

وفی النووی واعلم ان سقایة العباس حق لآل العباس کانت للعباس فی الجاهلیة واقرها النبی ﷺ له فهی لآل عباس ابدا الی ماقال وهذا النبیذ ماء محلی بزبیب او غیره بحیث یطیب طعمه الخ نووی علی المسلم، ج: ۱، ص: ۴۲۳، مطبوعه رشیدیه دهلی، بذل المجهود شرح ابوداؤد ص ۱۹۹، ۱۹۸ ج ۳ باب فی نبیذ السقایة، مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور.

[2] هو عبداللّٰہ بن محمد بن علی بن عبداللّٰہ ابو جعفر المنصور بویع له بالخلافة بعد اخیه فی ذی الحجة سنة ست وثلاثین ومائة وعمره یومئذ احدی واربعون سنة لانه ولد فی سنة خمس وتسعین علی المشهور فی صفر منها بالحمیمة من بلاد البلقاء (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی نسبت، اگر کوئی شخص کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کرے، حدیث میں اس کے لئے بہت سخت وعید آئی ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وكان خلافته ثنتين وعشرين سنة الا اياماً وكانت وفاته ليلة السبت لست وقيل لسبع مضين من ذى الحجة وكان عمره يوم وفاته ثلاثاً وستين سنة على المشهور ودفن بباب المعلاة رحمه الله البداية والنهاية ص:۱۳۰-۱۳۷، ج:۵، الجزء العاشر، ترجمه منصور، مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه، الكامل فى التاريخ لابن الاثير ص۱۷ تا ۳۱ج۶ ذكر موت المنصور ووصيته، دار صادر بيروت، تاريخ طبرى مترجم ص۷۱۸،۷۱۴ج۵ حصۂ دوم، مطبوعه دار الاشاعت كراچى.

۳ هارون الرشيد اميرالمؤمنين ابن المهدى! كان مولده فى شوال سنة ست وقيل سبع وقيل ثمان واربعين، مائة وبويع له بالخلافة بعد موت اخيه موسى الهادى فى ربيع الاول سنة سبعين ومائة. ومات بطوس يوم السبت لثلاث خلون من جمادى الآخرة سنة ثلاث وتسعين ومائة، ومدة خلافته ثلاث وعشرون سنة وشهر وثمانية عشر يوماً، البداية والنهاية ص۲۳۰، تا ۵/۲۳۹، الجزء العاشر، وفاة الرشيد، وهذه ترجمته، مطبوعه مصطفى الباز مكة المكرمة، الكامل فى التاريخ لابن الاثير ص۱۰۶، ۱۰۹ ج۶ ذكر خلافة الرشيد، مطبوعه دار صادر بيروت.

۴ هو عبدالله المأمون بن هٰرون الرشيد العباسى وكان مولده فى ربيع الاول سنة سبعين ومائة، ليلة توفى عمه الهادى وكانت وفاة المأمون بطرسوس فى يوم الخميس وقت الظهر وقيل بعد العصر لثلاث عشرة ليلة بقيت من رجب من سنة ثمانى عشرة ومائتين وله من العمر نحو من ثمان واربعين سنة وكانت مدة خلافته عشرين سنة وأشهراً وصلى عليه اخوه المعتصم وهو ولى العهد من بعده ودفن بطرسوس فى دار خاقان الخادم، البداية النهاية ص:۳۰۴-۲۹۸، ج:۵، الجزء العاشر، عبدالله المأمون، مطبوعه مصطفى الباز مكة المكرمة، الكامل فى التاريخ لابن الاثير ص۲۲۷ تا ۲۳۱ ج۶ ذكر وفاة المامون وعمره وصفته، مطبوعه دار صار بيروت.

(صفحہ ہٰذا)[1] عن سعد بن ابى وقاص وابى بكرة قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادعى الى غيرابيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام مشكوة شريف، ص:۲۸۷، باب اللعان، الفصل الاول، بخارى شريف ص۶۱۹ ج۲ كتاب المغازى، باب غزوة الطائف، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص۵۷ ج۱ كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من رغب عن ابيه وهو يعلم، مطبوعه رشيديه دهلى.

قصابوں کا اپنے کو قریش کہنا

سوال: - ہندوستان کے قصاب اپنے کو قریش کہتے ہیں سوال یہ ہے کہ قریش کی اہلیت کیا ہیں، کون کون لوگ قریش کہلانے کے مستحق ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

قریش نامی ایک شخص عرب میں گذرا ہے جو اپنے اخلاق واعمال کے اعتبار سے اپنے دور میں بہت اونچا شمار ہوتا تھا اس کی نسل سے جو لوگ عرب میں تھے وہ قریش تھے[1]، یہ صحیح ہے کہ اس نسل ونسب کے لوگ عرب سے باہر بھی گئے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو شخص بھی عرب سے باہر گیا وہ قریش ہے بلا تحقیق اپنا نسب بدل کر دوسرے کی طرف منسوب کر دینا جائز نہیں سخت گناہ ہے[2]، جو شخص واقعۃً قریشی ہو خواہ اب کسی ملک میں رہتا ہو وہ اپنے کو قریشی کہے لکھے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۷/۹۵ھ

---

[1] قال ابن هشام : النضر قريش فمن كان من ولده فهو قرشي ومن لم يكن من ولده فليس بقرشي الى قوله انما سمى قريشا لانه كان يقرش عن خلة الناس وحاجتهم فيسدها بماله. الروض الانف مع السيرة النبوية لابن هشام ص:۱۱۵، ۱۱۶، ج:۱، عود الى النسب، من يطلق عليه لقب قرشي، مطبوعه دار الفكر بيروت، السيرة الحلبية ص۱۶، ۱۷ ج۱ باب نسبه الشريف صلى الله عليه وسلم، مطبوعه مصر.

[2] من ادعى الى غير ابيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام. مشكوة شريف ص:۲۸۷، كتاب النكاح، باب اللعان، مطبوعه ياسر نديم، مسلم شريف ص۵۷ ج۱ كتاب الإيمان، باب بيان حال ايمان من رغب عن ابيه وهو يعلم، مطبوعه بلال ديوبند،

اصلی اور نقلی انصاری میں فرق

سوال:- ہندوستان میں جولاہا قوم نے اپنے کو انصاری لکھنا شروع کر دیا، اور کہتے ہیں کہ ہمارا نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے شروع ہوتا ہے، تو اصلی انصاری اور نقلی انصاری کی کیا پہچان ہے؟ مدرسہ میں کسی کتاب میں ہو تو وہ کتاب بھیجدیں، ہم قیمت بھیجدیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

نسب بدلنا جائز نہیں حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید ہے[1] کوئی ایسی نشانی نہیں جس کو دیکھ کر بتایا جا سکے کہ فلاں شخص انصارِ مدینہ کی اولاد سے ہے، اور فلاں شخص مصنوعی انصاری ہے، دریافت پر مدار ہے، مدرسہ میں کوئی تجارتی کتبخانہ نہیں، اس میں جو کتابیں ہیں وہ اساتذہ اور طلبہ کے مطالعہ کے لئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۹۱ھ

شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل

سوال:- کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخ اور یہود و نصاری سے مغل پٹھان کی نسل

---

[1] من ادعی ابا فی الاسلام غیر ابیه یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام مسلم شریف، ج: ۱، ص:۵۷، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، مطبوعه دیوبند، مشکوٰة شریف ص۲۸۷ کتاب النکاح، باب اللعان، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص۳۵۰ ج۲ کتاب الادب، باب فی الرجل ینتمی إلی غیر أبیه، مطبوعه دیوبند.

ترجمه:- جس شخص نے اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے باپ ہونے کا دعوی کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کے باپ کے علاوہ ہے، تو جنت اس پر حرام ہے۔

جاری ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شیخ صدیقی اپنے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے[1] اور شیخ فاروقی اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے کہتے ہیں[2]۔ مغل[3] پٹھان[4] کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا

سوال:- جس طرح جولا ہے برادری والے اپنے کو شیخ انصاری کہتے ہیں، اور قصائی برادری اپنے کو شیخ قریشی کہتے ہیں، تو اسی طرح ہم لوہار برادری اپنے کو شیخ داؤدی کہلا سکتے ہیں یا نہیں؟ ہم اپنی انجمن کا نام داؤدیہ انجمن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا پیشہ کرتے تھے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۰۲ ج ۱۲ مطبوعہ لاھور.

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص؛ ۴۸ ج ۱۵، باب الفاء، فاروقیہ، مطبوعہ لاھور.

[3] مغل، ہندوستان کے شہنشاہوں کے ایک خاندان کا نام جس کی بنیاد بابر نے ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۶ء میں رکھی، اس خاندان کے مورث اعلیٰ امیر تیمور کو مشہور منگولی فاتح چنگیز خاں کے خاندان میں سے ہونے کا دعویٰ تھا اس بنا پر یہ مغل کہلائے، دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص ۳۹۲ ج ۲۱، مادہ مغل، مطبوعہ لاہور۔

[4] پختون اور افغان کے لئے پٹھان لفظ کا استعمال اسلئے ہوا کہ جب یہ ہندوستان پر قابض ہوئے تو ان میں اکبر بٹنی قبیلے کے لوگ تھے اور یہ شام کے اس شہر سے تعلق رکھتے تھے جو اردن کے مشرق میں بشان کے علاقے میں واقع تھا اور بتھانیا سے موسوم تھا اس نسبت سے وہ یہاں آکر بٹنی کہلانے لگے، ہندوستان میں ان کو پٹھان موسوم کیا گیا، تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ، روشن خان ص ۶۲ مطبوعہ جونا مارکیٹ کراچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا تحقیق اپنے کو کسی بزرگ کی اولاد کہنا یا اپنا نسب بدلنا درست نہیں، جب تک تحقیق نہ ہو، نسبی حیثیت سے اپنے لئے کوئی لفظ اختیار نہ کریں، لوہار کو عربی میں حداد کہتے ہیں، ہر لوہار کو حق ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ حداد لکھے، سب برادری انجمن حدادین اپنا نام تجویز کرلے، اسی طرح بڑھئی کو عربی میں نجار کہتے ہیں، ہر بڑھئی اپنے نام کے ساتھ نجار لکھ سکتا ہے، اور سب برادری انجمن نجارین اپنا نام تجویز کرسکتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۵ھ

کسی پیغمبر یا کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا

سوال:- اس سے پیشتر بھی ایک استفتاء ارسالِ خدمت کیا گیا تھا، جس کا جواب موصول ہوگیا، لیکن ہماری بھوک نہیں مٹی، اب ہم لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں میں ہم لوگ کس نسب یا قوم سے وابستہ ہیں، ہم لوگ ہندوستانی صنعت کار حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا استاذ مانتے ہیں، کیا یہ ہمارا نسب صحیح نہیں ہوسکتا، ہم لوگ خالص ہندوستانی ہیں، ہماری برادری کا ایک نام ہونا چاہئے، جیسا کہ دوسری قوموں کا ہے، آپ ہماری برادری کا ایک نام تجویز کریں، جو باشرع ہو جس سے ہماری قوم کا ایک وجود ہو، صدیوں سے ہماری قوم الگ الگ نام لکھتی ہے، کوئی لوہار، کوئی بڑھئی، کوئی شیخ ہم بھٹک رہے ہیں، ہمارا ایک مستقبل بن جائے، یہ کام آپ کا دارالعلوم پورا کرسکتا ہے، امروہہ یا دہلی میں ایک آل انڈیا

---

[1] والا دعاء الی غیر الاب مع العلم به حرام فمن اعتقد اباحته کفر لمخالفة الاجماع مرقاة شرح مشکوٰة ص:۵۰۴، ج:۳، تحت باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، ابوداؤد شریف ص۳۵۰ ج۲ کتاب الأدب، باب فی الرجل ینتمی الٰی غیر ابیه، مطبوعه دیوبند، مسلم شریف ص۵۷ ج۱ کتاب الإیمان، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، مطبوعه دیوبند.

جلسہ یکم اپریل سے ہونا ہے، اس سے پہلے یہ معاملہ طے ہو کر آجانا چاہئے، ہم لوگ وہ نام چاہتے ہیں، جو باشرع ہو۔

(۱) کیا استاذ کے نسب سے ہم لوگ اپنے کو شیخ داؤدی کہلا سکتے ہیں؟

(۲) کیا آپ کے جوابِ گذشتہ کی تجویز سے ہم لوگ شیخ حدادِ کہلا سکتے ہیں؟

(۳) کیا شیخ مسلمان کو کہتے ہیں جیسا کہ سہارن پور میں مولانا شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، وہ حدیث سکھاتے ہیں، اسی طرح ہم لوگ صنعت سکھاتے ہیں کیا ہم لوگ شیخ حدادِ کہلا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر تھے، ان کی امت داؤدی ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت عیسائی کہلاتی ہے، حضرت اسرائیل علیہ السلام کی امت اسرائیلی ہے، اگر ان کی طرف نسب کر کے اپنے آپ کو لوگ داؤدی کہیں گے تو عامۃً ذہن اس طرف جائے گا، کہ آپ ان کی امت میں ہیں، ایک بڑے عالمِ حدیث بھی داؤد گذرے ہیں جو لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں داؤدی ہیں، جیسے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کرنے والے مالکی ہیں، ممکن ہے، کہ لوگ آپکو یہ سمجھیں کہ آپ حنفی نہیں بلکہ داؤدی ہیں، اسلئے آپ حداد یا حدادی کہیں تو پھر یہ شبہ نہیں ہوگا، اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کے اوزار پر زرہ بنایا کرتے تھے[1] اس اعتبار سے حداد کہنے میں انکی طرف بھی نسبت ہوسکتی ہے، شیخ عظیم المرتبت کو کہتے ہیں، جو کسی فن میں اونچا ہو اور لوگ اس فن میں اسکی بات پر اعتماد کرتے ہوں، وہ اس فن کا شیخ کہلاتا ہے، صحابہ کرامؓ کے طبقہ میں شیخین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما

---

[1] وكان آدم زراعاً وداؤد زراداً ونوح تاجراً وزكريا تجاراً وإبراهيم بزازاً، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى الكسب، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، وداؤد صلوات الله عليه وسلامه كان يصنع الدروع، محيط برهانى ص ۶۱ ج۸، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الرابع عشر فى الكسب، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

کو کہتے ہیں، تابعین میں شیخین حضرت حسن بصری اور حضرت محمد ابن سیرین رحمہما اللہ کو کہتے ہیں، مجتہدین، محدثین، صوفیا، نحوویین، مناطقہ غرض ہر طبقہ میں شیخ ہوئے ہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۵ھ

تبدیلِ نسب

سوال:- کسی شخص نے اپنا نام کے اخیر میں ''خان'' لفظ لگا دیا، اور وہ اپنے خاندان کے اعتبار سے خان نہیں ہے، عذرِ شدید کی بنا پر اگر کوئی شخص اپنا نسب بدل ڈالے، یعنی اپنے باپ دادا کا نام بدل ڈالے اور غیر باپ کی جانب اپنے کو نسبت کرے مثلاً کسی کو لندن جانا ہے، اور اس کے پاس اپنا پاسپورٹ نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے شخص کا پاسپورٹ ہے اور اس شخص نے اس پاسپورٹ کے مطابق اپنے باپ کے نام کو بدل کر دوسرے کے باپ کو اپنا باپ مان کر غیر باپ کی جانب نسبت کیا، اسلامی کالج جہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے، اس میں بغیر سارٹیفکٹ یا تصدیق نامہ کے داخلہ ممنوع ہے، اب اس شخص نے داخلہ کے لئے عرب کے کسی شخص کو باپ بنا کر داخلہ لے لیا اور اپنے باپ کا نام چھوڑ دیا تو اس سے کیا گناہ ہے؟ نیز عند الضرورۃ بدلنا جائز ہے، یا نہیں؟ اس پر توبہ آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف اپنی نسبت کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں اس فعلِ شنیع پر بڑی وعید آئی ہے، ایسے شخص کیلئے جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے: **عن سعد ابن ابی وقاص وابی بکرۃ رضی اللّٰہ عنہما قالا قال رسول اللّٰہ ﷺ من ادعٰی الٰی غیر ابیہ وھو یعلم فالجنّۃ علیہ حرام (متفق علیہ) وعن ابی ھریرۃ**

[1] حاشیہ کتاب التعریفات ص: ۱۲۶، مطبوعہ فقیہ الامت دیوبند.

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا ترغبوا عن اٰبائکم فمن رغب عن ابیه فقد کفر (متفق علیه[1] ص:۲۸۷) بلکہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے: عن انس بن مالکؓ قال سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول من ادعٰی الٰی غیر ابیه او انتمٰی الٰی غیر موالیه فعلیه لعنة اللّٰہ المتتابعة الٰی یوم القیامة (ابوداؤد ص:۳۵۰، ج:۲[2]) مذکورہ دو حدیثوں کی شرح فرماتے ہوئے ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں: والا دعاء الٰی غیر الاب مع العلم به حرام فمن اعتقد اباحتهٗ کفر لمخالفة الاجماع ومن لم یعتقد اباحته فمعنی کفروجهانِ احدهما انه قد اشبه فعله فعل الکفار والثانی انه کافرنعمة الاسلام (مرقاۃ[3] شرح مشکوٰۃ ۵۰۴، ج:۳) یعنی باپ کی طرف جان بوجھ کر اپنی نسبت کرنے کو مباح سمجھنا مخالفتِ اجماع کی وجہ سے کفر ہے اور اس کو مباح نہ سمجھتے ہوئے کرنا کفار کا سا فعل کرنا ہے، لہٰذا ایسا شخص مرتکب حرام ہے اور اس

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص:۲۸۷، باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۵۷ ج ۱ کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، مطبوعه دیوبند.

ترجمه:- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، جو جاننے کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف نسبت کرے، تو جنت اس پر حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے باپ دادا سے اعراض مت کرو، پس جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا اس نے کفر کا کام کیا۔

[2] ابوداؤد شریف ص:۶۹۷ کتاب الادب ، باب فی الرجل ینتمی الی غیر ابیه، مطبوعه رشیدیه دهلی، مطبوعه دیوبند ص۳۵۰ ج۲ فیض القدیر ص۴۶ ج۶ رقم الحدیث ۸۳۷۱ مطبوعه دار الفکر بیروت.

ترجمه:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا جو اپنے آپ کو باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرے تو اس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص:۵۰۴، ج:۳، تحت باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

میں تلبیس بھی ہے، سوال میں جو اعذار لکھے گئے ہیں، وہ کوئی اعذار نہیں جن کی بنا پر حرام شئ کی اجازت دی جائے، لندن جانا یا تعلیم کے لئے عرب ہی کے اسلامی کالج میں جانا ضروری نہیں، اور حج کے لئے ایسے حرام فعل کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا، سفرِ حج رضائے خداوندی کے لئے کیا جاتا ہے، اس کے لئے لعنت کا راستہ اختیار کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے، اور کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۸ھ

نسب بدلنا

سوال:- ایک شخص قوم ماچھی ضلع فیروز پور کی پیدائش ہے، لیکن اپنے کو سید پیر شاہ کہلانے لگا ہے، اور دنیا کو بہکاتا پھرتا ہے، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جو شخص نسب بدل دیگا وہ جنت میں نہیں جائیگا، پس جو شخص واقعتاً سید نہیں، اسکا اپنے کو سید کہنا بڑا گناہ ہے، بلا تحقیق کسی پر بہتان لگانا بھی گناہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۸ھ

---

[1] عن سعد بن ابی وقاص وابی بکرة قالا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من ادعی الی غیر ابیه وهو یعلم فالجنة علیه حرام مشکوٰةشریف ص:۲۸۷، باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، والادعاء الی غیر الاب مع العلم به حرام، مرقاة شرح مشکوٰة ص:۵۰۴، ج:۳، باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، فیض القدیر ص۴۵ج۶ رقم الحدیث ۸۳۷۰ مطبوعه دار الفکر بیروت.

نسب بدلنا

سوال:-جس وقت مسلمان دین کی خاطر ہندوستان تشریف لائے تو کون کون حضرات تشریف لائے اور جو حضرات تشریف لائے تو دین کی دعوت دیکر ہندوستان میں قیام کیا یا واپس چلے گئے اگر سب واپس چلے گئے تو ہندوستان کے جو علماء ہیں، سب نئے مسلم ہیں اور سید یا قریشی یا انصاری یا فاروقی یا عثمانی یا شیخ کہلاتے ہیں سب کا دعویٰ جھوٹا ہے، اور سب حضرات خواہ مولوی ہوں یا جاہل سب نے اپنا نسب بدل ڈالا، اور نسب بدلنا حرام ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سب حضرات علم کی وجہ سے یا مال کی وجہ سے اپنے کو سید یا قریشی یا انصاری یا شیخ کہلانے لگے کس کس قبیلہ سے یہاں مسلمان آئے کیونکہ انصاری، قریشی، سید یا شیخ ہی نے ہندوستان کو فتح کیا معلوم ہوا کہ ہر قبیلہ سے تشریف لائے تفصیل سے نقل کریں، آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد ابن قاسم کے وقت مسلمان فوج یہاں آئی اور اس میں مختلف خاندان اور قبیلوں کے افراد تھے، بعض خاندان مستقلاً یہیں رہ گئے، اسکے بعد بھی متعدد گھرانے آئے ہیں، اور اپنی بود باش انہوں نے یہیں اختیار کرلی، یہ بات صحیح ہے کہ نسب بدلنا حرام ہے، جو شخص یا جو خاندان سید، قریشی، انصاری، عثمانی، فاروقی وغیرہ نہ ہو اور جانتے ہوئے بھی وہ اپنا خاندان یہ بتائے وہ گنہگار ہے، عالم ہو یا جاہل، سب کو جھوٹا قرار دینا بھی زیادتی ہے، اب بھی ایسے خاندان موجود ہیں کہ جن کے پاس شجرہ محفوظ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۱ھ

---

[1] والادعاء الی غیر الاب مع العلم به حرام فمن اعتقد اباحته کفر لمخالفة الاجماع ومن لم یعتقد اباحته فمعنی کفر وجهان احدهما انه قد اشبه فعله فعل الکفار (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی سب اولاد سید کیوں نہیں

سوال:- میری نظر سے ایک رسالہ میں مندرجہ ذیل سوال گذرا، اس میں جواب بھی ہے، مگر جواب سوال سے موافقت نہیں کررہا ہے، سوال کا جواب عام مسلمانوں کے لئے سمجھنا بہت ضروری ہے، لہٰذا میں جناب سے مخلصانہ گزارش کروں گا کہ سوال مندرجہ ذیل کا مکمل جواب بالکل سادہ اور سلیس زبان میں مدلل واضح اور صاف طور پر تحریر فرمائیں، تاکہ عام مسلمان بخوبی سمجھ سکیں۔

اس بات کو دنیا بخوبی جانتی ہے کہ سب کے باپ یعنی ساری دنیا کے باپ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے والد ماجد یعنی سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، ہمارے باپ سید ہیں، تو اولاد بھی سید ہونا چاہئے، لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ باپ سید ہوں تو اولاد کوئی سید ہے، کوئی موچی ہے، کوئی قریشی ہے، کوئی راجپوت ہے، کوئی خانصاحب ہے وغیرہ، یہ کیوں کوئی کچھ اگر ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں تو ساری کی ساری اولاد بھی سید ہونی چاہئے، مگر ایسا نہیں ہے یہ کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لفظ سید کے دو معنی ہیں، ایک معنی ہیں آقا، سردار، واجب الاطاعت[1]، اس اعتبار سے حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدنا کہا جاتا ہے، اور ان کی اولاد میں سے جو بھی پیغمبر اور واجب الاطاعت ہوئے، سب کو ہی سیدنا کہتے ہیں، جیسے سیدنا نوح علیہ السلام،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والثانی انه کافر نعمة الاسلام مرقاة شرح مشکوٰة ص:۵۰۴، ج:۳، باب اللعان، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، فیض القدیر ص۴۵ ج۶ رقم الحدیث ۸۳۷۰ مطبوعه دار الفکر بیروت، مسلم شریف ص۵۷ ج ۱ کتاب الإیمان، باب بیان حال ایمان الخ، مطبوعه دیوبند، (اس صفحہ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام وغیرہ، اور جو واجب الاطاعت نہیں ہوئے، ان کو سیدنا نہیں کہا جاتا ہے، جن صفات وکمال کی وجہ سے باپ واجب الاطاعت ہے، اور سیدنا کہلانے کا مستحق ہے، اس کی جس اولاد میں وہ صفات وکمالات ہوں، وہ اولاد بھی واجب الاطاعت ہوگی، اور سیدنا کہلانے کی مستحق ہوگی، اور جس اولاد میں وہ صفات وکمالات نہ ہوں وہ نہ تو واجب الاطاعت ہوگی، اور نہ سیدنا کہلانے کی مستحق ہوگی، (ہوسکتا ہے کہ جرائم کی وجہ سے وہ مستحق سزا ہوجائے) بادشاہ کی تمام اولاد بادشاہ نہیں ہوا کرتی۔

دوسرے معنی سید کے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہؓ سے پیدا ہوئی، وہ اور ان کی اولاد باعتبار نسب کے سید ہیں، وہ جو بھی پیشہ اختیار کرلیں گے، اس کی وجہ سے ان کا نسب نہیں بدلے گا، سید ہی رہیں گے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] السید: لقب تشریف یخاطب به الاشراف من نسل الرسول، المعجم الوسیط ص ۴۶۱، مادة الاسود، مطبوعه حسینیه دیوبند، والسید یطلق علی الرب والمالک والشریف، والفاضل والکریم والحلیم ومحتمل اذی قومه والرئیس الخ، لسان العرب ج۳، ص۲۲۸، مطبوعه دار صادر بیروت، دائره معارف اسلامیه، ج ۱۱، ص۵۴۵، بذیل مادة، مطبوعه پنجاب لاهور، تاج العروس من جواهر القاموس ص ۵/۳۲، تحت سود، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[1] سید، شہزادہ، حاکم، سردار، یا (خاوند) یا مالک جو اپنے ذاتی اوصاف، املاک یا پیدائش کے لحاظ سے ممتاز ہو۔ آخری معنوں میں یہ لفظ تمام عالم اسلام میں بلاشرکت غیرے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے، دائره معارف اسلامیه ص۱۱/۵۴۵، بزیل ماده سید، مطبوعه لاهور، فان العلماء ذکروا ان من خصائصه صلی اللّٰه علیه وسلم انه ینسب الیه اولاد بناته فالخصوصیة للطبقة العلیا، فاولاد فاطمة الاربعة الحسن والحسین وام کلثوم وزینب وینسبون الیه صلی اللّٰه علیه وسلم، شامی زکریا ص۱۰/۳۸۸، کتاب الوصایا، باب الوصیة للاقارب وغیرهم.

باب ہیزدھم: سونے کے آداب

ننگے سونا

سوال:۔ رات کو ایک آدمی بالکل برہنہ ہوکر سوتا ہے یہ عادت کیسی ہے اگر سونے کی حالت میں پائجامہ، یا کپڑا باندھ کر سوتا ہے تو اس میں صبح کو اٹھتے وقت تری دیکھتا ہے لہٰذا تری والے کپڑے سے نماز ہوجائے گی یا نہیں۔ اور ننگا سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بالکل ننگا ہوکر سونا مکروہ ہے[1]۔ جس کپڑے پر سونے کے بعد تری دیکھی وہ نجس ہوگیا اگر وہ تری مقدار عفو سے زائد ہو تو اس کپڑے سے نماز درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ

---

[1] اعلم ان ستر العورة خارج الصلوٰة بحضرة الناس واجب اجماعاً الافی مواضع وفی الخلوة فیه خلاف والصحیح الوجوب اذا لم یکن الکشف لغرض صحیح الخ (البحرا الرائق ص ۲۶۹ ج ۱ مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الصلوٰة فی بیان شروط الصلوٰة، شامی زکریا ص ۷۵ ج ۳ باب شروط الصلوٰة، مطلب فی ستر العورة.

[2] وهی نوعان الاول المغلظة وعفی منها قدرالدرهم الخ عالمگیری ص ۴۵ ج ۱ فاذا اصاب الثوب اکثر من قدر الدرهم یمنع جواز الصلوة، هندیه ج ۱/ص ۴۶ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الطهارة الباب السابع تحت الفصل الثانی، هدایه ج ۱/ص ۷۴، کتاب الطهارات، باب الانجاس وتطهیرها، یاسرندیم دیوبند، النهرالفائق ج ۱/ص ۱۴۶ تا ۱۴۸، کتاب الطهارة، باب الانجاس، دارالکتب العلمیه بیروت.

ناپاک کپڑے پہن کر سونا

سوال:۔رات کو ناپاک کپڑے پہن کر سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

رات کو ناپاک کپڑے پہن کر سونا درست ہے مگر بلا ضرورت مناسب نہیں۔ اس میں ایک قسم کی کراہت ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

قبلہ کی طرف پیر پھیلانا

سوال:۔کیا قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لیٹنے میں بے ادبی ہے؟ گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بے ادبی ہے مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

---

[1] الاستفسار تنجس الثوب هل يجوز لبسه فى غير الصلوٰة. الاستبشار ينبغى ان لا يلبسه اذا وجد ثوباً اٰخر الابعد ازالة النجاسة. فى نصاب الاحتساب لايجوز لبسه الااذالم يجدغيره انتهىٰ. فى الفتية يكره استعمال الثوب النجس اذا زاد نجاسته على قدر الدرهم الخ. نفع المفتى والسائل ص ۱۲۵ (مطبوعه رحيميه ديوبند) ما يتعلق بالانتفاع بالاشياء النجسة الخ

[2] ويكره مد الرجلين الى الكعبة الخ عالمگيرى ص ۳۱۹ ج۵ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الكراهية تحت الباب الخامس، محيط برهانى ج۸/ص ۱۰، كتاب الكراهية، الفصل الخامس فى المسجد والقبلة الخ، مجلس علمى گجرات.

مسجد میں چارپائی پر آرام کرنا

سوال:۔ ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا ناجائز ہے چاہے مسافر ہو چاہے معتکف ہو، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نبی اکرم ﷺ کے لئے اعتکاف میں سریر کا مسجد میں ہونا اور اس پر آرام فرمانا احادیث میں صاف صاف مذکور ہے[1]۔ اس لئے اس کو ناجائز کہنا غلط ہے۔ البتہ آج کل عرفاً اس چیز سے عوام میں توحش پیدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر احتیاط کی جائے تو مناسب ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا سریر پر وہاں آرام فرمانا تعبداً وتاکیداً لازماً نہیں تھا بلکہ مصلحۃً (آرام کے لئے) تھا پس اس سے احتیاط میں نہ ترکِ تعبد ہے نہ ترکِ سنت۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه کان اذا اعتکف طرح له فراشه او یوضع له سریره وراء اسطوانة التوبة، رواه ابن ماجه. مشکوٰة شریف ص ۱۸۳ باب الاعتکاف، الفصل الثالث، طبع یاسر ندیم دیوبند.

باب نوزدھم: خوابوں کی تعبیر

خواب میں مردہ کو دیکھنا

سوال:۔احقر خوابوں میں اکثر وبیشتر مردے دیکھتا ہے، ایک روز خود اپنے کو دیکھا کہ میں مرگیا ہوں ،اور رویا ہوں ،ایک دفعہ اور دیکھا کہ اپنی قبر کھود رہا ہوں ، اور بعض دفعہ سادھوؤں کو دیکھتا ہوں، جو شکلیں نظر آتی ہیں، وہ بہت ڈراؤنی ہوتی ہیں، اس کی تعبیر سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آدمی کو اپنی موت سے غافل نہیں رہنا چاہئے، بلکہ کثرت سے یاد کرتے رہنا چاہئے حدیث پاک میں اس کی تاکید بھی آئی ہے، اور فضیلت بھی آئی ہے[1] مردے خواب میں دیکھنا

---

[1] عن ابی هريرة قال قال رسو ل اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اكثر واذكر هاذم اللذات الموت رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة (مشكوٰة ،ص ۱۴۰ / باب تمنی الموت وذكره، ترمذی شريف ص۵۷ ج۲، ابواب الزهد، باب ماجاء فی ذكرالموت، مطبوعه بلال ديوبند، ابن ماجه ص ۳۱۴ ج۲، باب ذكرالموت الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند)

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لذتوں کو توڑ دینے والی یعنی موت کا کثرت سے ذکر کرو۔

"عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان هذه القلوب تصدأ كمايصدأ الحديد اذا اصابه الماء قيل يارسول اللّٰه وماجلاؤها قال كثرة ذكر الموت وتلاوة القران رواه البيهقی "(مشكوٰة،ص ۱۸۹ / فضائل القرآن)

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ان دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے، جیسے لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے، جب اس پر پانی پڑ جائے کہا گیا اے اللہ کے رسول اس کی صفائی کیا ہے فرمایا کثرت سے موت کا ذکر کرنا اور قرآن کی تلاوت۔

بھی یاددہانی ہے کہ یہاں کی ہر چیز ناپائیدار ہے، جو بھی یہاں آیا ہے، اس کو جانا ضروری ہے ، یہاں کے قیام کا وقت مقرر اور محدود ہے، جس کی تعیین کا علم قطعی حاصل نہیں، خدا جانے کب وقت آجائے، یہاں کی زندگی عیش وعشرت کے لئے نہیں بلکہ آخرت کی درستگی کا سامان مہیا کرنے کے لئے ہے، مسلمان کو بھی مرنا ہے، غیر مسلم کو بھی ، عالم کو بھی مرنا ہے، سادھوؤں کو بھی، اللہ پاک انجام بخیر کرے، آپ کا بھی اور میرا بھی، اور وہاں فضل وکرم کا معاملہ فرمائے آمین، ہم لوگوں کے اعمال کے موافق معاملہ نہ فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۰ھ

خواب میں انگور دیکھنا

سوال:۔ ایک درخت ہے جس پر سے میں ایک گوچھا انگور کا توڑ کر چکھ رہا ہوں ایک دوسرا شخص بھی مانگ رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو نعمتیں دی ہیں، ان کو تنہا استعمال نہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی شریک کرلیا کریں، اس سے برکت ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں وضو کرتے کرتے امام نے سلام پھیر دیا

سوال:۔ عید کی نماز ہو رہی ہے، نئے کپڑے پہنے ہوئے ہوں، لیکن میرے پہنچتے پہنچتے

---

[1] العنب هوفي المنام رزق حسن والعنب رزق دائم واسع مدخرومن التقط عنقودا نال مالا ومجموعاً من امرأة (تعطير الانام ، ج۲/ص ۱۱۷) باب العين،عنب، مطبوعه مصر.

امام نے سلام پھیر دیا میں پاؤں دھو رہا تھا وضو کے لئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کی تعبیر یہ ہے کہ باوضو رہنے کی عادت ڈالیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ مسجد میں بہت سے آدمی ہیں مگر میں وضو کر رہا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تکبیر اولیٰ سے نماز کا اہتمام کریں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

خواب میں درخت کا گرنا دیکھنا

سوال:۔ میرے سامنے کا درخت گر گیا ہے؟

---

[2] ومن رای انه یتوضأ وتم وضوئه فان کان مهموماً فرج اللّٰه تعالیٰ همه اوخائفاً امنه اللّٰه تعالیٰ مـمایخاف اومریضاً شفاه اللّٰه تعالیٰ اومدیونا قضی اللّٰه دینه اومذنبا کفر اللّٰه تعالیٰ عنه ذنوبه ومـن رای انـه لـم یتـم وضـوئـه وتعذر ذٰلک علیه فانه لایتم لهٗ امره الذی هوطالبه ویرجی لهٗ النجاح من قبل الوضوء (تعطیرالانام، ج۲/ص ۳۳۳) باب الواو،وضوء.

"وربمادل الوضوء علی قضاء الحوائج عندارباب الصدور فان کمل کل الوضوء دل علی بلوغ قصده والا فلا هذا ان توضأ بمایجوز به الوضوء "(تعطیر الانام، ج۲/ص ۳۳۲)

[1] ومـن رأی انه لم یتم وضوئه وتعذرذٰلک علیه فانه لایتم له امره الذی هوطالبه ویرجی له النجاح من قبل الوضوء (تعطیر الانام، ج۲/ص ۳۳۳)

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا حاصل یہ ہے کہ جماعت کا اہتمام کریں، آپ کے کاموں میں کوئی رکاوٹ ہو اسکے دور ہونے کی طرف اشارہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

کئی چاند خواب میں دیکھنا

سوال:۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے چاروں طرف چاند ہیں، اور ایک چاند بیچ میں ہے، ان سب خوابوں کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں[2] خدائے پاک ان سے ملنے کی توفیق دے۔ آمین۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۹۰ھ

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی خواب کی تعبیر

سوال:۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک رشتہ دار کے گھر گیا، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ لکھ کر لگا دو، اوّل الفاظ یاد نہیں رہے، دوسرے الفاظ یہ ہیں ''هَـذَا مِـنْ فَـضْـلِ رَبِّـی''

---

[1] ومن رای شجرة سقطت اوقطعت اوحرقت اوكسرتها ريح شديدة فانه رجل اوامرأة يهلك اويقتل (تعطير الانام، ج۲/ص ۳۴)باب الشين،شجرة،مطبوعه مصر.

[2] قمر هوفى المنام ملك عادل اوعالم كبير اوغلام حسن (تعطير الانام، ج۲/ص ۱۷۶) باب القاف،قمر،مطبوعه مصر، كتاب المناجات ص۲۵۳، لشيخ عبدالسلام محمد علوش، مطبوعه دارالمعرفة، بيروت.

مکان دومنزلہ ہے، اس پر لگانے کو کہا، جس آدمی نے کہا وہ ابھی باحیات ہیں، اس کے بعد فوراً گھر آیا، دیکھا کہ میری والدہ صاحبہ لیٹی ہوئی ہیں، اور وہ مجھے قریب بلا کر کہنے لگیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کیسے پسند آ گئی تھی، میں نے جواب دیا کہ جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے، پھر انہوں نے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میری قبر پر تختے جلد لگانا، اگر میں نہ مانوں پھر بھی لگانا یہ خواب میں نے چار بجے دیکھا ہے، جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس خواب میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے، ایک یہ کہ اس دنیا میں جو چیز بھی ہے اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ محض خدائے پاک کے فضل سے ملی ہے، میری حیثیت ایسی نہیں تھی کہ میں اس کا مستحق ہوتا، نہ میری محنت کو اس میں دخل ہے[1]، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ بھی عمر یہاں دی گئی ہے، اس کا مقصد آخرت کی فکر اور تیاری ہے، اس مقصد کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے، کبھی ذہن اس سے خالی نہ رہے، اللہ پاک مجھے بھی توفیق دے، اور آپ کو بھی[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

خواب میں دودھ دیکھنا

سوال:۔ میرے گھر میں انتقال ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ گذر گیا ہے، میں نے دو

---

[1] ومن رأى انه اعطى شيئاً من القرآن او كان فى يده فليحفظ فى نفسه تلك الآية. او الحروف من القرآن فان كان تنزيله فى رحمة او بشارة فتاويل رؤياه رحمة او **بشارة** يصيبها وان كان تنزيله فى وصية فهو وصية ينفعه الله تعالىٰ بها ان هو عمل بها (تعطير الانام، ج۲/ص ۱۶۲) باب القاف، قرآن، مطبوعه مصر.

[2] وصية هى فى المنام دالة على الصلة بين الموصى والموصى لهٗ. (تعطير الانام، ص ۳۳۴/ج۲)

خواب دیکھے ہیں، ان کی تعبیر کیا ہے، دودھ اُبل رہا ہے، ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے اس کو اُٹھا دیا مگر دودھ پھر نکل گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دودھ والے خواب کی تعبیر یہ ہیکہ آپ دوسری شادی کرلیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں گوشت دیکھنا

سوال:۔ میرے گھر میں سے کہہ رہی ہیں کہ گوشت زیادہ آ گیا ہے، تھوڑا چچا کو دیکر آ جاؤ، جب میں گیا تو چچا کے مکان کی چھت گری پڑی ہے، اور اس گوشت کو دیکر چلا آیا ہوں اس کے بعد آنکھ کھل گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گوشت والے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ زبان کی حفاظت کیا کریں، کسی کا تذکرہ کبھی بھی برائی کے ساتھ نہ آئے[2] اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے اور مجھے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن رای انه حلب ناقة وشرب من لبنها فانه يتزوج امرأة صالحة وان كان متزوجاً فانه يولودلهٗ غلام ويكون فيه بركة(تعطير الانام ،ص ۲۲۲/ج۲/)باب اللام،لبن مطبوعه مصر.

[2] واللحم النئى كله اوجاع وامراض .....واللحم الطرى موت ويدل على الغيبة . (تعطير الانام ، ج۲/ص ۲۲۳)باب اللام،لحم،مطبوعه مصر، تعبير الرؤيا ص ۵۰۵، مطبوعه دارالاشاعت دهلى.

موت کے لئے خواب میں ایک جگہ کو دیکھنا

سوال:۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک دیندار شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تمہاری موت اکتوبر میں دیوبند میں ہوگی، اس کی تعبیر بتلادیں کیا وہاں جانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس خواب کی آپ پر کیا ذمہ داری ہے، جہاں موت مقدر ہے وہاں آپکی تقدیر پہنچا کر رہیگی[1] اسلئے آپ شرعاً مکلّف نہیں کہ وہاں تشریف لیجائیں، مہینہ تو اکتوبر کا بتلادیا، مگر یہ نہیں بتلایا کہ اسی سال یا کب؟ یہ ضروری ہے کہ آدمی موت سے غافل نہ رہے، اسطرح زندگی گزارے کہ جب بھی بلاوا آجائے فوراً لبیک کہہ کر حاضر ہوجائے، یہ فکر نہ کرے کہ او ہو فلاں فلاں کے میرے ذمہ قرض باقی ہیں، جن کو ادا نہیں کرسکا[2] **فقط واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضیٰ**

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

خواب میں اونٹ کھول کر لے جانا

سوال:۔ میں رات کو سونے سے پہلے اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، کہ اللہ اب تو

---

[1] عن مطر بن عکامس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا قضی اللّٰہ لعبد ان یموت بارض جعل الیھا حاجة (ترمذی شریف، ج۲/ص۳۷/ باب ماجاء ان النفس تموت حیث ماکتب لھا، ابواب القدر)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ بندہ کیلئے کسی زمین پر موت کا فیصلہ فرمادیتے ہیں تو وہاں کی کوئی حاجت پیدا فرمادیتے ہیں۔

[2] قال اللّٰہ تعالیٰ "فَلَاتَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" الی ان قال وفی ھذا النھی إیماء الی أن من کان منحرفا عن الجادة لاییأس بل علیه ان یبادر بالرجوع إلی اللّٰہ تعالیٰ ویعتصم بحبل الدین، خیفة أن یموت وھو علی غیر ھدی، فالمرء مھدّد فی کل آن بالموت، تفسیر المراغی ص ۲۲۰ ج ۱، سورۂ بقرہ آیت ۴۳۲، مطبوعہ تجاریہ مصطفیٰ احمد الباز مکہ.

میری مٹی کو سمیٹ لے، تو تقریباً ۱½ بجے رات جانے پر میں سو گیا تو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نے کسی حاکم کے پاس درخواست زمین وغیرہ کے بارے میں دی، میرا مطلب یہ تھا کہ یہ حاکم اس درخواست پر اپنی نشانی کر دے، لیکن اس نے کئی بار انکار کر دیا، پیچھا نہ چھوڑنے پر اس نے نشانی کر دی، تو میں وہاں سے چل دیتا ہوں، راستہ میں چار اونٹ بندھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک اونٹ میں نے کھول لیا، اور لیکر چلدیا، گھر کے ارادہ سے، لیکن راستہ ہی میں تھا کہ آنکھ کھل گئی، تو اس خواب کو دیکھ کر مجھے بڑی بے چینی ہوئی، اس لئے میں علماءِ دین سے اس کی تعبیر حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا منظر تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب کی تعبیر یہ ہے کہ موت اپنے قبضہ میں نہیں، نہ اس کی خبر دی جائے گی، کہ موت کب کو آئے گی، اسکے لئے جلدی مچانا بیکار ہے، اونٹ اپنی رفتار پر چلتا ہے، اس کو کھول کر ساتھ چلانے سے بھی اس کی رفتار میں تغیر نہیں آئے گا۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۹۳ھ

چرن سنگھ کو خواب میں اسلام کی دعوت

سوال:۔ میں نے خواب میں اندرا گاندھی اور چرن سنگھ کو دیکھا میں نے چرن سنگھ سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ، تو ہندوستان کے اندر اسلامی حدود قائم ہو جائیں، آج کل ہندوستان میں بہت چور ہیں، یہ سب اللہ کے حکم سے کم ہو جائیں گے، اس پر اندرا گاندھی نے تائید کی، اس کی کیا تعبیر ہے؟

---

[1] ویدل الجمل علی السکن وربما دل علی الموت وربمادل علی بطء الاحوال لمن یرید الاستعجال (ملخصا تعطیر الانام فی تعبیر المنام ۱۲۰/ج ۱/)باب الجیم،جمل،مطبوعہ مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کا جذبہ مبارک ہے مقصد یہ ہے کہ کوئی مضبوط قسم کا آدمی برسرِ اقتدار آنا چاہئے، جو کہ لالچ اور ڈرنے سے بے پرواہ ہو کر حق کی خدمت اور اشاعت حق کی خاطر کرے۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

خواب میں جوتی گم ہونے کی تعبیر

سوال:۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کبھی ایک جوتی گم ہو جاتی ہے، کبھی دونوں گم ہو جاتی ہیں، پھر میں بہت پریشان ہو کر اس کو تلاش کرتا ہوں، اور کبھی پھٹ جاتی ہے، اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بظاہر اسباب سفر کے ہیں، سفر کی ضرورت ہے مگر اس پر رُکاوٹ ہے۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

---

[1] عدو هو في المنام يدل على رفع القدر على المعاند والمضادد والتاييد من الله تعالىٰ والنصر على المخاصم (تعطير الانام، ج۲/ص۱۰۷) باب العين، عدو، مطبوعه مصر.

[2] نعل هو في المنام زوجة وغلام ودابة وصديق وشريك وسفر.....ومن راى شراك نعله قطع اقام عن سفره (تعطير الانام، ص۳۱۴/ج۲) باب النون، نعل، مطبوعه مصر، تعبير الرؤيا اردو ص ۵۷۱، مطبوعه دارالاشاعت دهلي.

خواب میں مردہ کو برہنہ دیکھنا

سوال:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان ہے، اس میں ایک مردے کے جسم پر کالے بال ہیں، کوئی مردہ آدھا ننگا ہے، کسی کا پاؤں ننگا ہے، ایک مردہ کا منہ پورب کی جانب پھرا ہوا ہے، کوئی خون آلود ہے، بہرحال اس قسم کا واقعہ نظر آیا، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ کیا راز ہیں؟ اس کی تعبیر مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تقویٰ کو شریعت نے لباس قرار دیا ہے، جس کے پاس جیسا تقویٰ ہے ویسا ہی اس کا لباس دکھایا گیا ہے، جس قدر جو شخص تقویٰ سے خالی ہے، اسی قدر وہ لباس سے برہنہ ہے، جو آدمی زندگی خلافِ سنت گذارتا ہے، اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہتا[1] جو شخص غیبت کرتا ہے، وہ مردار کا گوشت کھاتا ہے[2] غرض یہاں کے اعمال کے مطابق قبر کے حالات ہوتے ہیں، آپ سب کیلئے دعائے مغفرت کریں، حق تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے، اور میری بھی اور سب مسلمانوں کی بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

خواب میں اپنے کو مردہ دیکھنا

سوال:۔ میں نے ایک روز ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ میں اس دارِ فانی سے کوچ

---

[1] لبس هو فی المنام شان الرجل فی دینه لقوله علیه السلام اتقوا اللّٰه فی هذه السرائر فما اسر امرؤ سریرة الا البسه اللّٰه رداء ها ان خیرافخیر وان شرا فشر (تعطیر الانام، ج۲/ص ۲۲۹) باب اللام، لبس مطبوعه مصر.

[2] مثل اللّٰه الغیبة باکل لحم المیتة.....ومن اغتابه فهو کالآکل لحمه میتاً (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج۸/ص ۳۰۴/سورة الحجرات الایة ۱۲/.

کر چکا ہوں، اور کفن وغیرہ مجھے پہنا چکے ہیں، جنازہ بالکل تیار ہے اور میرا منہ بالکل کھلا ہوا ہے، اور میں خود اپنے اردگرد موجود لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ میرا منہ ڈھانک دو اور مجھے لے چلو، تو لوگوں نے کہا کہ اگر منہ ڈھک دیں گے تو نہ تم سن سکو گے، نہ کچھ بول سکو گے، اور پہنچتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا، تو میں یہ باتیں سنکر گھبرا گیا، پھر آنکھ کھل گئی، تو فجر کا وقت ہو گیا تھا، میں مسجد میں آیا، بہت توبہ واستغفار کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب میں تنبیہ ہے کہ موت کی تیاری کی جائے[1] جن امور کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے ان سے پرہیز کیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۰ھ

اپنے والد کو مردہ ہونے کے بعد زندہ ہو کر آتے دیکھنا

سوال:۔ زید نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کے والد عمر کا انتقال ہو گیا ہے، زید انتہائی غم والم کی وجہ سے مثل بے ہوش کے ہو گیا ہے، نہ تو اپنے والد کے غسل میں شریک ہوتا ہے،

---

[1] ومن رای انہ مات.....ان رای شیئا من ھیئۃ الاموات کالغسل والکفن فذالک زیادۃ فی نقص دینہ (تعطیر الانام ۲۹۱/ج۲/باب المیم، موت، مطبوعہ مصر)

[2] وعن ابن عباس قال مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان ومایعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لایستتر من البول واماالاخر فکان یمشی بالنمیمۃ الحدیث (متفق علیہ مشکوٰۃ، ۴۲/ باب اٰداب الخلاء.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور کسی بھاری مشکل کام کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، بحر حال ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا وہ چغل خوری کرتا تھا۔

اور نہ کفن دفن میں، پھر اس کے دوسرے تیسرے روز زید کے والد عمر زندہ ہو کر واپس گھر آ جاتے ہیں، ان سے زید معلوم کرتا ہے کہ آپ واپس کیسے آ گئے، تو وہ کہنے لگے کہ چند ایام کی رخصت لے کر آ گیا ہوں، پھر زید نے معلوم کیا کہ قبر میں کیسی گذری تو وہ جواب دینے لگے کہ ٹھیک ٹھیک مگر دوسرے پاس میں لوگوں کو شدید ترین عذاب میں پایا، اس کی تعبیر فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس قسم کے خواب سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ آدمی موت اور قبر سے غافل نہ رہے، بلکہ فکر اور تیاری میں لگا رہے[1] نیز جو جا چکے ہیں ان کے لئے ایصال ثواب بھی کرتا رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱/۹۳ھ

باپ دادا کو خواب میں دیکھنا

سوال:۔ اکثر اصحاب اپنے باپ دادا کو خواب میں دیکھتے ہیں، اسکی کیفیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب کی مختلف صورتیں ہیں، اور تعبیر کا تعلق زیادہ تر وجدان اور کشف سے ہے[2] تاہم ایسے موقعہ پر ایصال ثواب کر دیا جائے، اگر باپ دادا وغیرہ جن کو خواب میں دیکھا ہے، زندہ ہوں تو ان کے حقوق کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن مات ودفن فانه يموت بلاتوبة وان خرج من قبره فانه يتوب (تعطير الانام، ج۲/ص ۲۹۱/) باب الميم، موت، مطبوعه مصر.

[2] اب الانسان فی المنام بلوغ المراد وخير مايرى الرجل فی منامه ابواه اواجداده اوجداته اواحداقاربه (تعطير الانام، ج ۱/ص ۳۴) قبيل باب الباء، مطبوعه مصر.

خواب میں اذان پڑھنا

سوال:۔ایک صاحب آپ سے ایک خواب کی تعبیر دریافت کرنا چاہتے ہیں، خواب یہ ہے کہ وہ اکثر وبیشتر اذان خواب میں پڑھتے ہیں، اس سے قبل کبھی کبھی اس سال بار بار حتی کہ بعض راتوں میں مکرّر سہ کرّ راس کی نوبت آجاتی ہے، اور زیادہ صبح صادق کے اوقات میں یہ خواب پیش آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب میں اذان کہنا اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو دوسروں تک پہنچانا اور نماز کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دینا ہے[1] آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کریں، حق تعالیٰ اخلاص واستقامت دے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۲ھ

خواب میں خنزیر دیکھنا

سوال:۔میں رمضان المبارک میں سحری کے بعد سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باوضو ہوں اور مسجد کے فرش کے اوپر بیٹھا ہوا ہوں اور جمعہ کا روز ہے، اور سب نمازی فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں، میرا منھ قبلہ کی طرف ہے اور قبلہ کی طرف ایک خنزیر جانور کو مار رہے ہیں، اور جو خنزیر جانور کو مار رہے تھے، وہ بھی ایک داڑھی والا عمر رسیدہ شخص تھا، جانور چت لیٹا ہوا تھا، اور گوشت

[1] اذان الانسان فی المنام یدل علی الحج فی اشهر الحج والموذن هوالداعی الی الخیر وقد یدل الا ذان علی الدعاء والبر والطاعات وفعل الخیر،ومن رای انه یؤذن فان کان من اهل الدیانة فانه یأمر بالمعروف (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۲۱)باب الالف،اذان ، مطبوعه مصر، تعبیرالرؤیا ص ۱۲۹ ، دارالاشاعت دهلی.

کھال الگ تھی، مگر وہ تڑپ رہا تھا، تڑپتے وقت اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی، اس نے جو پیشاب کیا تو اس کی چھینٹیں میرے کپڑوں پر اور مسجد کے فرش پر آئیں، اس کو مسجد سے قریباً بیس قدم کا فاصلہ تھا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، یہ میرا خواب ہے، میں حضرت سے اس کی تعبیر لینا چاہتا ہوں، عین نوازش ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آپ کے خواب میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے، ایک یہ کہ کبھی کبھی آپ کی آمدنی میں کچھ حصہ ناجائز آجاتا ہے، اس سے احتیاط کریں، دوسرا اشارہ زبان کی حفاظت کی طرف ہے، کہ گفتگو میں کسی دوسرے کا ذکر برائی سے نہ آنے پائے[1] اللہ پاک آپ کو بھی بچائے اور مجھے بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں مینار دیکھنا

سوال:۔ مجھے خواب میں نظر آیا کہ وضو کر رہا ہوں، جب مینار کی طرف دیکھا تو مینار زمین سے آسمان تک ہل رہا ہے، اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شعار بلند ہونگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۱۳۹۹ھ

---

[1] الخنزير تدل رؤيته على الشر والنكد والبطر والا بلاس وعلى المال الحرام لمن يحرمه ولحمه اوشحمه او شعرهٗ اوبطنه اوجلدهٗ مال حرام دنئ تعطير الانام، ج ۱/ص ۱۸۱/قبيل باب الدال، واللحم المجمع على تحريمه مال حرام واللحم الطرى موت ويدل على الغيبة (تعطير الانام، ص ۲۲۳-۲۲۴/ج ۲/ باب اللام،لحم،مطبوعه مصر، تعبير الرؤيا ص ۲۵۱، دارالاشاعت دهلى.

خواب میں داڑھی صاف کرادینا

سوال:۔ ایک شخص نے اعتکاف کی حالت میں خواب دیکھا کہ ایک شخص جوان کے مکان میں کرایہ پر رہتا ہے، ان دونوں میں حجت اور تکرار ہورہی تھی، اسی اثناء میں ایک مولوی صاحب فارغ دیوبند اس کرایہ دار کی شکل میں آئے، میری ان سے گالی گلوچ ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد میں وضو کرنے کے لئے بیٹھا تو مجھ سے اور مولوی صاحب سے وہی گالی گلوچ ہوئی، اس کے بعد مولوی صاحب نے اپنی داڑھی بالکل صاف کردی، داڑھی کا منڈانا کس بات سے کنایہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب میں داڑھی صاف کرادینا اشارہ ہے بے وقار ہوجانے سے[1] گالی گلوچ کی بات کرنے سے بھی وقار نہیں رہتا ہے، جس کو اس حال میں دیکھا بے وقار سمجھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۹/۹۵ھ

نبی صلّی اللہ علیہ سلم کی قبر کی مٹی درست کرنا

سوال:۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کررہا ہوں، اسی دوران بیدار ہوا، اور زبان پر درود شریف جاری تھا، تعبیر عطا فرماویں؟

---

[1] لحية هي في المنام للرجل غنى وعز ومن راى نصف لحيته محلوقا فانه يفتقر ويذهب جاهه وان حلقها شاب مجهول فانه يذهب جاهه على يدعدو. (تعطير الانام، ص ۲۲۷/ج ۲) باب اللام، لحية، مطبوعه مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب اچھا ہے انشاء اللہ آپ سے دین کی خدمت ہوگی، جو چیزیں سنت کے خلاف ہیں، آپ ان کی درستی کرینگے، اپنے اعمال میں بھی اور حتی الوسع دوسرے کے اعمال میں بھی[1] خدائے پاک اخلاص واستقامت کے ساتھ بہتر طریقہ پر توفیق دے، اور نصرت فرمائے، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۹۳ھ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مٹی کی زیارت

سوال:۔ خواب میں جمعہ کے روز دیکھتا ہوں کہ میں کہیں جارہا ہوں، ایک جنگل پار کرنے کے بعد ریگستان میں پہنچا، چاروں طرف ریت ہی ریت ہے، یوں ہی چلا جارہا تھا، کہ اچانک ایک جگہ مجھے کچھ لوگ ملے وہ سبھی عربی لباس یعنی حاجیوں کے لباس میں تھے، ان لوگوں نے مجھے اصلی نام سے پکارا اور کہا کہ ذرا مٹی دے کر جاؤ، میں رُک گیا کہ سر پر رکھنے کے لئے ٹوپی ہی نہیں ہے، ایک شخص نے اپنا رومال دیا، اور سب کے ساتھ میں بھی مٹی میں شریک ہوگیا، اور بعد میں ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کس کی مٹی دی گئی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مٹی تھی، اس کے آگے بڑھا کچھ دور چل کر پھر اسی قسم کا لباس پہنے ہوئے لوگوں سے ملاقات ہوئی، تو ان لوگوں نے بھی مٹی میں شریک ہونے کو کہا، اور ان کے ساتھ بھی مٹی دے کر دریافت کیا کہ یہ کس کی مٹی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت

---

[1] ومن رای انه یردم قبرا فانه تطول حیاته وتدوم صحته .....ومن رای انه نبش قبر رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم فانه یجددو مادرس من سننه (تعطیر الانام، ج۲/ص ۱۶۷-۱۶۶) باب القاف، قبر، مطبوعه مصر.

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مٹی تھی، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، اور کانوں میں صبح کی اذان کی آواز سنائی دی، سنیچر کی شب تھی اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب ماشاء اللہ بہت مبارک ہے، تعبیر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جو غلط کام کئے جاتے ہیں تعزیہ وغیرہ، ان سب کو ختم کردینا چاہئے، خدائے پاک سنت کا اتباع نصیب فرمائے[1] آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۵ھ

خواب میں سانپ کو مارنا

سوال:۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک سوراخ سے ایک سانپ نکلا اس کو میں نے مار ڈالا اور پھر دوسرا سانپ اسی سوراخ سے نکلنے لگا، میں نے سوچا کہ جب پورا سانپ نکل جائیگا، تب ماروں گا، پھر آنکھ کھل گئی تو اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب مبارک ہے اللہ تعالیٰ دشمن پر غلبہ عطا فرمائیگا، اور دشمن کے شر سے حفاظت رہے گی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۴/۹۳ھ

---

[1] ومن رای ان احداً من العلماء او الحکماء مدفون فی دارہٖ وانه حی احی لهٗ واخرج من قبره فانه یرثه فی العلم والحکمة ویصیر فی مقامه وکذٰلک اذا رای نبیا من الانبیاء او ولیاً من الاولیاء ورثه فی علمه (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۱۹۴/)باب الدال، دفن، مطبوعه مصر.

[2] حیة فی المنام عدو .....فان قتلها ظفر بعدو (تعطیر لاانام، ج ۱/ص ۱۵۶/باب الحاء، حیة، مطبوعه مصر، تعبیر الرؤیا ص ۵۲۰، مطبوعه دار لاشاعت دهلی.

خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے ساتھ کھانا کھانا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک صاحب مبلغ ہیں، جو تبلیغی جماعت میں جاتے رہتے ہیں اور تقریر وغیرہ فرماتے ہیں، ان صاحب نے تقریر کے دوران بیان فرمایا کہ میوات کے ایک میواتی صاحب جماعت میں گئے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ صاحب بیمار ہوگئے، اور اسپر ان صاحب نے فرمایا کہ دوپہر کا کھانا مت پکانا، میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی ہے، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو فکر مت کر کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانا، تو کیا ایسی بات ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ چیزیں ناممکن نہیں، حضور اکرم ﷺ اگر کسی کو اپنے ساتھ کھلائیں یا کوئی چیز عطا فرمائیں، جس سے اسکا پیٹ بھر جائے، تو ایسا بھی ہوسکتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصانیف میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں[1] اور ان سے پہلے بھی ایسی صورتیں پیش آئی ہیں، اور یہ عامۃً خواب میں ہوتا ہے، اور اسکے اثرات بیداری میں بھی محسوس ہوتے ہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۲ھ

---

[1] اخبر نی سید ی الوالد انه رکب فی رمضان الیٰ مکان فاصابه الحر والتعب فنعس فی تلک الحالة فرأی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فاعطا ه طعاماً لذیذامتخذامن الارزو الحلاوة والزعفران والسمن فاکل حتی شبع واعطاه ماء باردا فشرب حتی روی ثم استیقظ ولاجوع لهٗ ولا عطش وفی یده ریح الزعفران(الدرالثمین مع المسلسلات ۱۶۰/ وراجع الحدیث الثانی عشر والثالث والخامس عشرمن (الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین)

[2] وان رای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وقد اعطاه شیئاً من متاع الدنیا اومن طعام اوشراب فهوخیر یناله بقدر مااعطاه (تعطیر الانام ،ج۲/۲۳۶)باب المیم، مطبوعه مصر.

خواب میں گائے کا گوشت کھانا

سوال:۔خاکسار کوخواب میں والد صاحب دکھائی دیئے،انہوں نے کہا بیٹا دھڑی بھر گوشت اور دے گائے کا،آگے انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تجھے بہت دے گا، مجھے اسی وقت سے بہت احساس ہے،اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

والد صاحب مرحوم کوثواب پہنچائیں،قرآن کریم کی تلاوت کرکے،نماز تسبیح پڑھ کر، صدقہ دیکر،غرض جوبھی نیک کام ہوگوشت کی کوئی تخصیص نہیں[1]البتہ اسلامی شعار کو جہاں تک ہوسکے پختگی سے مضبوط پکڑیں کسی کے تعلق کی وجہ سے اسمیں کوتاہی نہ کریں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۵ھ

خواب میں باران رحمت

سوال:۔خواب میں بڑے زور کی بارش ہوتے دیکھا،اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اللہ پاک اسکو رحمت کی بارش بنائے اور اسکے نقصانات سے محفوظ رکھے۔[2]فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۵/۲۰ھ

---

[1] ومن رای ان میتاً دخل بیته فرحاً فانه یدل علی الثواب والصدقة واستجابة الدعاء فی حق المیت من اهله .....ومن رای ان میتاً اخبره بامر فانه کما قال لان المیت فی دار الحق ولایتکلم الا حقا لقول النبی ﷺ یکفی احدکم ان یوعظ فی منامه (کتاب الاشارات فی علم العبارات،ج۲/ص ۱۲۷/) الباب الثلاثون فی رؤیا الاموات ومخالطتهم الخ.

[2] مطر هوفی المنام اذالم یحصل منه ضرر فانه خیر ورزق ورحمة تعطیر الانام ، ج۲/ص ۲۴۳/) باب المیم،مطر،مطبوعه مصر.

خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کے ساتھ دیکھنا

سوال:۔ دو تین سال قبل ایک خواب دیکھا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہوں، اور جماعت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، جماعت تمل ناڈو بستی میں پہنچی، ایک مسجد کے دروازے پر دعاء کے حلقہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے، پھر بعد میں جماعت کے حلقہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے، امیر جماعت نے تقریر کی، میں نے امیر جماعت سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے کہاں جانے کا ارادہ ہے، امیر جماعت نے کہا مدراس کا معلوم ہوتا ہے، پھر حضور ﷺ کو قیلولہ کرتے بھی دیکھا، اس کے بعد نیند سے ہوشیار ہو گیا، چند دن بعد ایک جماعت رائے چوٹی آئی، اس میں میرا لڑکا نور اللہ بھی آیا ہوا تھا، جماعت نے کہا تو بھی چل، پھر جماعت وانمباڑی گئی، یہ وہی مقام تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا، جماعت وانمباڑی سے مدراس گئی، میں جماعت کے ساتھ مدراس گیا، دیگر عرض یہ ہے کہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں، آپ سے دعا کی درخواست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، اشارہ ہے کہ یہ دینی کام اور تبلیغی جماعت مقبول ہے، اس کو حضور اکرم ﷺ کی سرپرستی حاصل ہے[1] اور آپ کے بیٹے نور اللہ سلمہٗ کو اس میں کام

---

[1] رؤیا الرجل الواحد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی منامہ لایختص ببرکتہ بل یعم جماعۃ المسلمین (تعطیر الانام، ج ۲/ص ۲۳۶) باب المیم، مطبوعہ مصر.

کرنے کی توفیق ہوگی آپ کیلئے اگر مدینہ طیبہ کا قیام خیر ہو تو حق تعالیٰ آسان فرمائے، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۵ھ

مولانا فخرالدین صاحب کا ختم بخاری شریف کرانا، نوٹ بک گرگئی تین روپے اور کاپی اُٹھالی

سوال:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف ختم کرارہے ہیں، میں کمرہ میں وہاں سے بھاگا ہوا آرہا تھا، کہ نوٹ بک گرگئی میں نے تین روپئے اور کاپی اٹھالی، میں وہیں تھا کہ بخاری شریف ختم کرا کر مولانا چلے گئے، اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت مولانا فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح بخاری شریف کی طرف متوجہ ہے[1] آپ ان سے فیض حاصل نہیں کرسکے، دنیا کے مال میں سے اقل قلیل پر قناعت کرنی چاہئے[2] یہ تین چیزیں اس خواب سے ظاہر ہوتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۹۴ھ

---

[1] عالم من علماء الاسلام المتقدمين او المتأخرين من راه فى المنام فهو بشارة لهٗ بعلو القدر والثناء الجميل والعمل بمايعلم ورويا العلماء زيادة فى علم الرائى (تعطير الانام، ج۲/ص ۹۶/) باب العين، عالم من علماء الاسلام، مطبوعه مصر.

[2] درهم منهم من يرى الدراهم لمن اصابها فى المنام انه يصيبها بعينها مثل عددها (تعطير الانام، ج۱/ص ۱۸۴/باب الدال، درهم، مطبوعه مصر)

بدعات کے لئے خواب سے استدلال

سوال:۔ ہمارے یہاں بدعتی قبروں پر چراغ جلاتے ہیں، اور قیام مروجہ بھی کرتے ہیں، جبکہ ان سے منع کیا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم نے چند روز سے چراغ جلانا اور قیام کرنا چھوڑ دیا ہے، لیکن خواب میں ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ ہم کو ڈانٹ رہے ہیں، کہ تم نے چراغ جلانا اور قیام کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے، حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان حضور کی صورتِ مبارکہ میں نہیں آ سکتا، لہٰذا خواب میں حضور ﷺ ہی جلوہ افروز ہوئے، تو اس استدلال سے چراغ جلانا اور قیام کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو انکے استدلال کی مخالفت کی کیا دلیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت بیداری منع فرمادیا ہو اور وہ ممانعت حدیث شریف میں موجود ہو، اور محدثین اس کو سند کیساتھ روایت کرتے ہوں، اور مجتہدین اس سے استدلال کرتے ہوں وہ اصالۃ حجت ہے۔

اس کے بالمقابل اگر خواب میں اس کی اجازت دی گئی ہو تو وہ حجت شرعیہ نہیں، خواب کے ذریعہ کسی حرام ومعصیت کو حلال وقربت قرار نہیں دیا جاسکتا، خواب کی توجیہ کرکے اس کے لئے محمل حسن تجویز کیا جائے گا۔

یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ حضور ﷺ کی صورتِ مبارکہ میں متمثل ہوسکے، لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ خواب میں جو کچھ سمجھا وہی مقصود بھی ہے، مثلاً صورتِ مسئولہ میں یہ مطلب ہو کہ فلاں ناجائز کام کیوں چھوڑ دیا اچھی طرح سیر ہوکر کیوں نہیں کیا، تاکہ پوری سزا ملتی، اس سے اس کام کی اجازت کوئی تھوڑی سی

عقل والا بھی نہیں سمجھ سکتا ہے، شرح مشکوٰۃ شریف[1]، اور شرح بخاری شریف[2] میں اس کو اچھی طرح تفصیل سے حل کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۲/۹۰ھ

خواب میں آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر پر زخم دیکھنا

سوال:۔ ایک آدمی اپنی تقریر میں یہ کہتا ہے کہ ایک بزرگ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تو جسم پر زخم تھے، اور بسترہ لیکر ہندوستان کو اور راجستھان کو آرہے تھے، دریافت کیا تو فرمایا کہ امت کا فکر ہے، ہندوستان میں اور راجستھان میں زیادہ بگاڑ ہورہا ہے، زخم جو ہیں امت کے غم ہیں، کیا یہ باتیں قرآن وحدیث سے لگاؤ کھاتی ہیں؟ راقم کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضور ﷺ کی قبر میں نامہ اعمال ہفتہ وار پیش ہوتے ہیں، ان کے بارے میں اس کے متعلق جواب عنایت فرمائیں، ایسی تقریر پر خاموشی برتنا یا تنبیہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب میں اس قسم کی چیز دیکھنے میں کیا اشکال ہے؟ امت کا غم اور بداعمالیوں سے قلق

---

[1] لو رأه يامر بقتل من يحرم قتله كان هذا من صفاته المتخيلة لا المريئة. (مرقاة، ج۴/ص ۵۳۷/كتاب الرؤيا، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] ان الشيطان لايتصور على صورته اصلاً فمن رأه فى صورة حسنة فذاك حسن فى دين الرائى وان كان فى جارحة من جوارحه شين اونقص فذاك خلل فى الرائى من جهة الدين وكذٰلك يقال فى كلامهٖ صلى اللّٰه عليه وسلم فى النوم انه يعرض على سنته فما وافقها فهو حق وما خالفها فالخلل فى سمع الرائى (فتح البارى، ج۱۴/ص ۴۱۵-۴۱۶/ كتاب التعبير باب من رأى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى المنام. مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

بدن پر زخم کی صورت میں نظر آنا کچھ بعید نہیں[۱] یہ صورت مثالیہ ہے نہ کہ عینیہ[۲] امت کے اعمال کا پیش ہونا روایت میں موجود ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا

سوال:۔ زید ایک روز خواب میں اپنے آپ کو درس حدیث میں حاضر پاتا ہے، اور محدث صاحب کو حدیث پڑھانے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

انشاء اللہ حدیث پاک کی برکات زید کو حاصل ہوگی[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۱۴۰۱ھ

---

[۱] وان کان فی جارحة من جوارحه شین اونقص فذاک خلل فی الرائی من جهة الدین (فتح الباری، ج۱۴/ص ۴۱۵/ کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی المنام تعطیر الانام فی تعبیر المنام، ج۲/ص ۲۳۴/. باب المیم، مطبوعه مصر.

[۲] والحق ان مایراه مثال روحه المقدسة التی هی محل النبوة فمارأه من الشکل لیس هو روح النبی ﷺ ولا شخصه بل هو مثال له علیٰ التحقیق (مرقاة المفاتیح، ج۴/ص ۵۳۷/ کتاب الرؤیا، تعطیر الانام، ج۲/ص ۲۳۴/ مطبوعه مصر.

[۳] فاذامت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللّٰه تعالیٰ وان رایت شرا استغفرت لکم (رواه البزار عن ابن مسعود فیض القدیر، ج۳/ص ۴۰۱/ شرح الجامع الصغیر، کنز العمال، ج۱۱/ص ۴۰۷/ مطبوعه مؤسة الرسالة، بیروت، مشکوٰة شریف ص ۴۲۸، کتاب الآداب، باب ماینهیٰ عنه من التهاجر والتقاطع الخ.

ترجمہ:۔ جب میری وفات ہوجائے تو میری وفات بھی تمہارے لئے باعث خیر ہے، میرے سامنے تمہارے اعمال پیش کئے جائیں گے، پس اگر میں ان کو بہتر دیکھوں گا تو اللہ کی حمد کروں گا، اور اگر برے دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

[۴] عالم من علماء الاسلام المتقدمین اوالمتاخرین من رأه فی المنام فهو بشارة به بعلو القدر والثناء الجمیل والعمل بمایعلم ورؤ یاالعلماء زیادة فی علم الرائی، لانهم نصحاء اللّٰه فی ارضه (تعطیر الانام، ج۲/ص ۹۶/) باب العین، عالم من علماء الاسلام، مطبوعه مصر.

دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کر کے آیا ہوا پایا

سوال:۔(۱) بنگال کے ایک شخص کا لڑکا عبدالمبارک ۱۹۷۱ء کی ہندو پاک کی جنگ میں ہندوستانی فوج کے ہاتھ گرفتار ہوگیا تھا، اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں زندہ ہے یا وفات پا گیا، اس کے باپ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں گھڑی باندھی ہے، اور کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا لڑکا عبدالمبارک حج کر کے آ گیا ہے۔

نوٹ:۔والد نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا زندہ آ گیا تو اس کو حج کرنے بھیج دوں گا۔

(۲) اس کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ لڑکے کے والد اپنے والد مرحوم سے کہہ رہے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے خط بھیجو میں پیسہ روانہ کر دوں گا، اس خواب سے متعلق یہ بات ہے کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پہلے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لڑکا انشاء اللہ تعالیٰ اچھے حال میں ہے، اور اس سے جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ ان سے تائب ہوگیا۔

(۲) اس میں اشارہ ہے کہ حج بدل کرانے کی وجہ سے والد خوش ہیں، اور جو کچھ حج بدل میں خرچ ہوا ہے اس سے بہت زیادہ حق تعالیٰ عطا فرمائے گا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وان رأى انه حج او اعتمر فانه يعيش عيشا طويلا وتقبل اموره وان كان مريضاً مات اوعاصياً تاب ..... وربما دل على الرزق والغنيمة والقدوم من السفر فرجٌ بعد شدة وصحة من المرض ورجوع لماكان عليه الانسان عليه (تعطير الانام، ج ۱/ص ۱۲۵-۱۲۶) والحج فى المنام دليل على التردد فى القصد وعلىٰ قضاء الدين وفعل الخيرات اوالسعى على مايجب عليه بره كالوالدين والاستاذ (تعطير الانام، ج ۱/ص ۱۲۶/) باب الحاء، حج، مطبوعه مصر.

ڈھیلے کے بجائے ماہواری کی گدی سے استنجاء کرتے ہوئے دیکھنا

سوال:۔خادم نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء میں گیا تو قضائے حاجت کے بعد استنجاء خشک کرنے کے لئے بجائے مٹی کے ڈھیلے کے عورتوں کی ماہواری حیض کی گدی سے استنجاء خشک کررہا ہوں، یہ خواب دوپہر میں قیلولہ میں سوتے وقت دیکھا، اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اہلیہ کے ساتھ مباشرت میں اس کا خیال رکھا کریں کہ وہ ماہواری سے فارغ ہونیکے بعد پوری طرح غسل کرکے پاک صاف ہوجائے تب مباشرت کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں حج

سوال:۔ایک شخص نے بروز جمعہ بوقت تین بجے شب کو جو کہ شب سنیچر بھی کہی جاسکتی ہے ،خواب دیکھا کہ میں حج کو جارہا ہوں تو میری بیوی اور والدہ بھی تیار ہوگئیں ہم چلے بھی گئے ملنے والے پہنچانے بھی گئے، اور کعبہ شریف پہنچ بھی گیا، کعبہ شریف کے پاس بیٹھ کر بالو والی زمین کو لکڑی سے ہٹا رہا ہے تھے، کہ میرے کانوں میں آواز آئی ''اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک

[1] دم فی المنام مال حرام او اثم یخرج منه او فعل یاثم به فمن رأی انه یتشحط فی الدم فانه یتمول ویتقلب فی مال حرام او اثم عظیم (تعطیر الانام ،ج ۱/ص ۱۹۵) باب الدال، دم،مطبوعه مصر.

''ہم نے بھی اسی مجمع میں مل کر ''اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک الخ'' شروع کیا اور ہمیں پتہ نہیں میری والدہ اور میری بیوی کہاں ہیں، اس مجمع میں ایک آدمی نے کہا میرے کھانے میں بیس روپے خرچ ہوگئے ہیں، اور میری آنکھیں کھل گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے اگر آپ کے ذمہ حج فرض ہے تو جلد از جلد تیاری کیجئے اگر فرض نہیں تو دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ انتظام فرمادے میں بھی دعا کرتا ہوں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۲/۹۴ھ

اللہ تعالیٰ کی سواری نیچے اُترتے ہوئے دیکھنا

سوال:۔ سائل کا بیان ہے کہ میری عمر ۴۴ رسال ہے بچپن سے کبھی کبھی یہ خواب دیکھتا ہوں کہ جیسے کسی کی سواری اڑی ہوئی آرہی ہے، اور وہ سواری اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ جیسے نیچے اتر رہے ہیں، اور یہ سواری گرتی ہوئی دیکھائی دیتی ہے، فوراً میری آنکھ کھل جاتی ہے، اور میں بہت پریشان ہوتا ہوں، لیکن آج تک وہ سواری گری نہیں گرنے سے پہلے آنکھ کھل جاتی ہے، اب براہِ کرم اس خواب کی تعبیر دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے، جسکو حاصل کرنا آپکی توجہ پر موقوف ہے، غفلت سے حاصل

---

[1] حج من رأى فى المنام انه حج حجة الاسلام وطاف بالبيت وعمل شيئاً من المناسك فان ذٰلک صلاح دينه واستقامته على منهاجه وان كان لم يحج حج . (تعطير الانام ، ج ۱/ص ۱۲۵/) باب الحاء، حج، مطبوعه مصر، تعبير الرؤياء ص ۲۲۳، مطبوعه دارالاشاعت دهلى، حرف الحاء.

نہیں ہوتی اتباع سنت اور پورے دھیان کے ساتھ متوجہ رہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۸۹ھ

کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا

سوال:۔خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سال سے دیکھ رہا ہوں کہ کوڑھ والا آدمی میرا پیچھا کرتا ہے، جس کے سارے بدن پر زخم ہیں، کبھی ایک آدمی مجھے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے ،اور کبھی دو آدمی مجھے بہت زیادہ ستاتے ہیں، میں بھاگتا ہوں، اور مجھے یہ لوگ زبردستی پکڑنا چاہتے ہیں، اسی طرح چھ دفعہ دیکھا آج سے چار روز پہلے خواب میں دیکھا ہوں کہ میرے بدن میں سفید داغ ہوگیا ہے، دوجگہ، نیند ٹوٹی بہت گھبرایا صبح خیال کیا تو بدن میں کچھ نہیں ہے، اب کافی ڈر محسوس کرتا ہوں، براہِ کرم اس خواب کی تعبیر بتائیں اور چھٹکارے کا کوئی راستہ بتائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے دور رکھے میری عمر ۳۱/سال دو ماہ ہے، میرا پیشہ درزی کا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے کچھ حقوق آپ کے ذمہ رہ جاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ جو لوگ کپڑا سلوانے آتے ہیں ان کا کچھ کپڑا بچا ہوا رہ جاتا ہے، یا اور کوئی صورت ہو، غلط آمدنی کھانے سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں، خوب سوچ کر جس جس کا حق ذمے میں ہے اس کو دیدیں، اور معافی چاہیں، اللہ کے سامنے بھی توبہ کریں، اللہ آپ کو محفوظ رکھے،

---

[1] ومن رأى ان اللّٰه تعالىٰ اطلع على موضع اوفى بيت ونزل فى ارض اوبلد اومكان فان العدل يشمل ذٰلك المكان ويكثر فيه الخير والخصب باذن اللّٰه .(تعطير الانام ، ج ۱/ص ۹/) مطبوعه مصر.

ہر غلط آمدنی سے بچائے، حلال روزی برکت والی عطا فرمائے[1] (آمین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۱۳۹۹ھ

خواب پر حکم

سوال:۔ چندروز پہلے یہاں کے نیک بخت آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی غیر شادی شدہ لڑکی کے گھر میں ایک بچہ ہے (جس کے بارے میں موضع کی مسجد کے امام صاحب نے افواہ مچائی تھی، کہ اس نے نکاح کرلیا ہے، اور فرضی گواہ کا نام بتایا تھا، مگر گواہ کے انکار کی وجہ سے نکاح باطل ثابت ہوا اور اس مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ حاصل کرلیا گیا) اس فتوی کے بعد یہ خواب دیکھا اور والد نے غصہ میں آکر اس بچہ کو چیر دیا، اور مار ڈالا، مگر آن کی آن میں وہ بچہ زندہ ہوگیا، اور جیسا تھا ویسا ہوگیا، اس خواب کے بعد وہ بیچارہ بے حد پریشان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب پر فتویٰ نہیں دیا جاتا[2] تاہم جو فتویٰ آپ نے منگایا ہے وہ بھیجئے اس کے ساتھ سوال بھی ہونا چاہئے جس پر فتویٰ دیا گیا ہے، تب کچھ معلوم ہوسکے گا، خواب کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی پریشان خواب نظر آئے بائیں طرف تھوک دیا جائے، اور لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ

---

[1] والجذام یدل علی مال حرام (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۱۱۲) باب الجیم، جذام والبرص مال. (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۶۴/) باب الباء، برص، مطبوعہ مصر

[2] رؤیا الانبیاء الی قولہ رؤیا غیرھم فی الدین لیس بشئی اوجز المسالک، ج ۲/ص ۵/ باب الاذان، مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ.

پڑھ لیا جائے، اور دعا کر لی جائے کہ یا اللہ پریشان خواب اور اسکے برے اثر سے محفوظ رکھ۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۹۶ھ

کسی کی بیوی کے ساتھ خواب میں زنا کرنا

سوال:۔ میں نے چھ سات دن ہوئے دن کے دو بجے ایک خواب دیکھا کہ زید کی بیوی کسی دوسرے شخص سے زنا کرا کر باہر نکلی اور زانی شخص بھی باہر نکلا، عورت اپنی شلوار درست کر رہی ہے، اور شلوار پر منی کا نشان بھی دیکھا، زید کو غصہ آیا اور اس شخص سے دریافت کرنا چاہا، مگر عورت زید کے سامنے آڑے آ گئی، اور وہ مرد بھاگ نکلا، اس مرد کا نقشہ آنکھوں میں گھوم رہا ہے، اس روز سے شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے بدظن ہیں، اس لئے کہ شبہ کافی ہو گیا، زید اور اسکی بیوی کے درمیان بول چال بند ہے، زید کی بیوی برقع اوڑھ کر بلا اجازت شوہر، محلّہ میں اپنی سہیلیوں کے پاس بھی جاتی ہے، آنجناب اس خواب کی تعبیر عنایت فرمائیں۔

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الرؤیا الصالحۃ من اللّٰہ والحلم من الشیطان فاذارأی احدکم مایحب فلایحدث بہ الامن یحب واذا رای مایکرہ فلیتعوذ باللّٰہ من شرھا ومن شر الشیطان ولیتفل ثلاثاً ولایحدث بھا احداً فانھا لن تضرہ .(مشکوٰۃ شریف، ج۲/ص۳۹۴/ کتاب الرویا، الفصل الاول .

ترجمہ:۔ رسول اللہ نے فرمایا اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی جانب سے ہیں، جب کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کو اسی سے بیان کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ کی پناہ چاہے برے خواب اور شیطان کے شر سے اور تین بار تھتکار دے اور اس کو کسی سے بیان نہ کرے بلاشبہ وہ اس کو نقصان نہیں پہونچائیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس خواب کی بناء پر زید کی بیوی کو زانیہ کہنا حرام ہے[۱] اگر وہ شخص سامنے آجائے جس کو یہ حرکت کرتے دیکھا ہے، اور اس کو خوب اچھی طرح پہچان لیا جائے، کہ ہاں یہ وہی ہے تو اس کو بھی زانی کہنا جائز نہیں، توبہ واستغفار لازم ہے[۲] زید اور اس کی بیوی کے درمیان اگر بول چال بند ہے اور لڑائی اور نا اتفاقی ہے، تب بھی اس قسم کا شبہ پختہ کرنے کا حق نہیں، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان تھا، اور شیطان مختلف آدمیوں کی صورت بنا سکتا ہے، اور عورت سے ایسی حرکت بھی کر لیتا ہے، اور شوہر کے دل میں بھی بدگمانی پیدا کر کے زوجین میں تفرقہ ڈال دیتا ہے، بیوی کے دل میں بھی نفرت ڈال دیتا ہے، اس لئے نہ اپنے دل میں بدگمانی کریں، شوہر بیوی کے درمیان نا اتفاقی کی وجہ دریافت ہو سکے تو صلح کرا دیں، اگر واقعہ صحیح بھی ہو تب بھی بغیر ثبوت شرعی کے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۹/۸۶ھ

خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا

سوال:۔ ایک رضا خانی نے اپنی تقریر میں ایک خواب بیان کیا، کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[۱] هو (القذف) في اللغة الرمي بالشئي وفي شرع الرمي بالزنا وهو من الكبائر باجماع الامة قال الله تعالىٰ ان الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والأخره ولهم عذاب عظيم (بحر، كوئٹه، ج۵/ص ۲۹/كتاب الحدود، باب حدالقذف)

[۲] والحاصل أن الواجب على العاصي في نفس الامر التوبة فيما بينه وبين الله تعالىٰ والانابة (بحر، كوئٹه، ج۵/ص ۳/ اول كتاب الحدود)

[۳] ويثبت بشهادة اربعة رجال في مجلس واحد بلفظ الزناء (الىٰ قوله) ويثبت باقراره صريحا صاحيا (درمختار مع الشامي كراچي، ج ۴/ص ۷-۸-۹/اول كتاب الحدود)

کے بدن مبارک پر کیڑے پڑ گئے، ایک صالح سے دریافت کیا تو مجھ سے فرمایا کہ امت کے اعمال کی وجہ سے کیڑے پڑ گئے ہیں، مگر رضوی گروہ کے لوگوں نے دین کا کام بہت کیا ہے، تو اچھا ہونے لگا ہے، ایسا خواب غلط ہے یا نہیں، مجھے تو امید ہے کہ نبی ﷺ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، رضا خانیوں کی غلط بیانی ہے، میں دیوبندیوں سے تھوڑا سا تعلق رکھتا ہوں، وہیں سے فارغ ہوں، میرا خیال اصح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نبی اکرم اکا جسد اطہر کیڑوں وغیرہ سے قطعاً محفوظ ہے[1]، رضا خانی اپنے بدعقائد اور بداعمال سے سنت کو مٹاتے ہیں، اسی سے جو تکلیف روحانی پہنچی ہوگی، وہ اس رضا خانی کو کیڑوں کی شکل میں نظر آئی، اب رضوی گروہ کے لوگ تائب ہو کر تبلیغی جماعت میں آ رہے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اس سے راحت پہنچی ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۹ھ

خواب میں کیکر کی ڈالی میں چنبیلی کے پھول

سوال:۔ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک ڈالی کیکر کی سوکھی زمین پر پڑی

---

[1] ومنها أنه لايبلى جسده اى لايتغير عن حالته التى كان عليها فى الدنيا الىٰ ماقال ان لحوم الانبياء لاتبليها الا رض ولاتأكلها السباع الخ شرح الزرقانى، ج۵/ص ۳۳۰/(مطبوعه دارالمعرفة بيروت لبنان) القسم الرابع مااختص به ﷺ من الفضائل والكرامات ومنها انه لايبلى جسده.

[2] روياء الانبياء صلوٰت اللّٰه عليهم شيئين اما بشارة اواما انذار ثم هى ضربان احدهما ان يرى نبياً على حالته وهيئته فذالک دليل على صلاح صاحب الرؤيا وعزه وكمال جاهه وظفره بمن عاداه والثانى يراه متغير الحال عابس الوجه فذالک يدل على سوء حاله وشدة مصيبته ثم يفرج اللّٰه عنه اخيراً (منتخب الكلام فى تفسير الاحلام لابن سيرين على هامش تعطير الانام،ص ۲۲/ج ۱) الباب الثانى فى رويأ الانبياء والمرسلين عموماً ورويأ محمد صلى اللّٰه عليه وسلم خصوصاً.

ہے، کیکر کی ڈالی پر چنبیلی کے پھول اور یہ ڈالی قبرستان میں پڑی دیکھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بسا اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ نااہل کو بھی اہل بنا کر اس سے کام لے لیتے ہیں، یا نااہل سے بھی اہل کو پیدا فرما دیتے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۵ھ

خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا

سوال:۔عرض ہے کہ اکثر چار چھ روز سے میں خواب میں اپنے آپ کو برہنہ ننگا دیکھتا ہوں، اور خواب میں ہی شرمندہ ہوں، اس لئے آپ صاحبان سے گذارش ہے کہ میرے خواب کی تعبیر برائے کرم روانہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، یہ اشارہ ہے کہ اپنے اندر جو عیوب اور گناہ ہیں وہ سامنے آرہے ہیں[2] ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق دے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۹/۷/۲۰ھ

---

[1] زهرهوفى المنام لذاذة وخيروالازهار المختلفة الا لوان يدل على الدنيا ونضارتها ومتاعها (تعطير الانام، ج ۱۱/ص ۲۳۵)باب الزاى،زهر،مطبوعه مصر.

"شوک هوفى المنام رجل خشن صعب عسر والشوک رجال جهال لادين لهم ولادينا (تعطير الانام، ج۲/ص ۳۰/باب الشين،شوک،مطبوعه مصر)"

[2] عرى هوفى المنام يدل على سلامة الباطن وربما دل على مايوقعه فى الندم وقيل العرى يدل على براء ته من التهمة. والعرى لاهل العبادة زيادة فى دينهم وخيرهم (تعطير الانام، ج۲/ص ۱۰۸) باب العين،عربى،مطبوعه مصر.

خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا

سوال:۔ ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ روٹیوں پر قرآن پاک لکھا ہوا ہے ، کچھ لوگ ان روٹیوں کو زمین میں دفن کررہے ہیں، میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ان کو اس جگہ دفن مت کرو یہ راستہ آنے جانے کا ہے، بے ادبی ہوگی، ان کو جنگل میں دفن کردو ،مگر ان لوگوں نے دروازے کے آگے ہی دفن کردی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل قرآن کریم کو روٹی کمالینے کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، اور بجائے اس پر عمل کرنے کے یہ فکر ہے کہ اس کو دفن کردیا جائے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھا

سوال:۔ میں نے ایک خواب دیکھا وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ رونق افروز ہیں، اور ہجوم ہورہا ہے، لائن لگی ہوئی ہے، حق تعالیٰ ایک ایک شخص کو بلاتے ہیں، اور آسان کچھ معمولی سا سوال کرکے رخصت کردیتے ہیں، جب احقر کا نمبر آیا تو حق تعالیٰ نے کوئی سوال کیا، وہ سوال تو مجھ کو معلوم نہیں ہے، اور نہ اور لوگوں کا کوئی سوال معلوم ہوا کہ کیا سوال کیا گیا اور نہ جواب معلوم ہے، جب احقر سے سوال ہوا تو بجائے اس کے کہ میں کچھ جواب دیتا، ہیبت اور خوف سے یک دم رقت طاری ہوگئی، اور خوب رویا، رونے کے بعد جب آنکھ کھلی

---

[1] والخبز دال علی العلم والاسلام ولانه عمود الدین وقوام الروح وحیاة النفس وربما دل علی الحیاة وعلی المال الذی به قوام الروح (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۱۶۸) باب الخاء، خبز، مطبوعه مصر.

تو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نصیب ہوا، مگر اور تو کچھ نظر نہیں آیا، صرف حق تعالیٰ جل شانہٗ کی سیاہ ریش مبارک نظر آئی خیال ہوا کہ حق تعالیٰ تو صورت وشکل اور ریش وغیرہ سے پاک ہیں یہ کیا بات ہے؟

دوسرے یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کتنا زمانہ گزر چکا اور اس سے قبل نہ معلوم کس قدر زمانہ گزرا ہوگا، حق تعالیٰ اب تک جوان ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ دنیا میں علماء نے ہم لوگوں کو اس قدر ڈرایا کہ ہمارے ہوش گم ہوگئے، لیکن یہاں تو حق تعالیٰ کسی سے کچھ بھی نہیں کہتے، معاملہ بالکل برعکس ہے، اور حق تعالیٰ اس قدر رحیم وکریم ہیں کہ آسان آسان سوال کر کے رخصت کر دیتے ہیں، اگر حقیقت میں یہ خواب ہے تو براہِ کرم تعبیر سے مطلع فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب مبارک ہے[1] انشاء اللہ سہولت کا معاملہ ہوگا، علماء کا ڈرانا بھی از خود نہیں وہ بھی روایات ونصوص سے ماخوذ ہے، فضل خداوندی جس پر ہو جائے وہ محفوظ رہتا ہے، خدائے پاک صورت وشکل سے پاک صاف ہیں، مگر ان کی تجلی جب ظاہر ہوگی تو بہترین صورت میں ہوگی، اور وہ صورت انسانی ہے[2] حضرت نبی کریم انے خواب میں انسان کی بہترین صورت

---

[1] اللّٰہ الذی لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر فمن رأہ بعظمتہ وجلالہٗ بلاتکییف ولاتشبیہ ولا تمثیل کان دلیلاً علی الخیر وھی بشارۃ لہٗ فی دنیا وسلامۃ دینہ فی عقباہٗ (تعطیر الانام، ج ۱/ص ۸)باب الالف،اللّٰہ تعالیٰ،مطبوعہ مصر، تعبیر الرؤیا ص۵۳، فصل ۱۶، مطبوعہ دارالاشاعت دھلی.

[2] ذات اللّٰہ منزھۃ عن الشکل والصورۃ ولکن تنتھی تعریفاتہ الی العبد ،بواسطۃ مثال محسوس من نورا وغیرہ من الصور الجمیلۃ التی تصلح ان تکون مثالاً للجمال الحقیقی (مرقاۃ ، ج ۴/ص ۵۳۷/کتاب الرؤیا،الفصل الاول،مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، فتح الباری،ج۱۴/ص ۴۱۶/ کتاب التعبیر .باب من رأی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ.

میں دیکھا ہے[1] تغیرات زمانہ (بڑھاپہ وغیرہ) سے بالاتر ہیں، جو صورت بھی دیکھی جائے، وہ اصلی صورت نہیں کیوں کہ وہ حادث اور غیر ہے بلکہ ایک نوع کی تجلی ہے۔

شیطان بھی آکر بتا سکتا ہے، کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۸۸ھ

خواب میں استاذ کو برہنہ دیکھنا

سوال:۔ میں نے خواب میں اپنے استاذ کو دیکھا کہ برہنہ حالت میں کہیں جارہے ہیں، میں نے ان سے نرمی سے پوچھا کہ اس طرح کہاں جارہے ہیں، اور میں نے ان کو اس حالت میں اپنی گود میں اٹھالیا تاکہ ان کو کپڑے پہنالوں بس فوراً ہی میری آنکھ کھل گئی، اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خواب مبارک ہے اشارہ ہے کہ استاذ محترم اس دنیا کے فانی لباس کو ترک کرکے لباس التقویٰ اختیار کررہے ہیں، اور آپ غایت تعلق کی بنا پر خیر خواہی اس میں سمجھ رہے ہیں، کہ اسباب دنیا کو وہ ترک نہ کریں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] عن عبدالرحمن بن عائش قال قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رائیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ (مشکوٰۃ ،ص ۶۹/ باب المساجد.

ترجمہ:۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین ترین صورت میں دیکھا۔

[2] جوز اھل التعبیر رویۃ الباری عزوجل فی المنام مطلقاً ولم یجروا فیھا الخلاف فی رؤیا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (فتح الباری ،ج۱۴/ص ۴۱۶/)

[3] عری ھو فی المنام یدل علی سلامۃ الباطن وربما دل علی مایوقعہ فی الندم وقیل العری یدل علی براء تہ من التھمۃ ومن رؤی انہ عریان وھو مھموم فرج عنہ والعری لاھل العبادۃ زیادۃ فی دینھم وخیرھم (تعطیر الانام ص۱۰۸/۲) باب العین، عری، مطبوعہ مصر، تعبیر الرؤیا ص ۱۴۱، مطبوعہ دھلی.

باب بستم: ناموں کا بیان

درست اور نادرست نام

سوال:۔کسی کا نام ۱۔عبدالحبیب، یا ۲۔غلام نبی، یا ۳۔غلام مصطفیٰ، یا ۴۔غلام نبی، یا ۵۔عبدالرسول، یا ۶۔محمد رسول یا ۷۔شیخ محمد، یا صرف ۸۔محمد، یا صرف ۹۔احمد، یا ۱۰۔رب الدین وغیرہ اس قسم کے نام شرعاً رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان میں ۲/۳/۷/۸/۹/نام درست ہیں باقی نام رکھنا مکروہ ہے۔[1]

تنبیہ:۔عبدالکلام نام بھی قابل تغییر ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

یٰسین نام رکھنا

سوال:۔میرا نام محمد یٰسین ہے احکام شریعت اول میں مولوی احمد رضا خانصاحب نے

---

[1] احب الاسماء الیٰ اللّٰہ تعالیٰ عبداللّٰہ وعبدالرحمان قال المناوی وعبداللّٰہ افضل مطلقاً حتی من عبدالرحمن وافضلهما بعدهما محمد ثم احمد الیٰ قولهٗ ولایسمیه حکیما ولا ابا الحکم ولا اباعیسیٰ ولاعبدفلان اقول ویؤخذمن قولهٗ ولاعبد فلان منع التسمیة بعبد النبی الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ص ۵۹۹-۵۹۷/ کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ترمذی شریف ج۲/ص۱۱۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، مسلم شریف ج۲/ص۲۰۶، کتاب الأداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم.

یٰسین نام رکھنے کو منع لکھا ہے، دلیل یہ پیش کی ہے کہ نامعلوم المعنی پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نامعلوم المعنی نام رکھنا بھی جائز نہیں، اس کے علاوہ احکام القرآن ابن عربی کی اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض کے حوالہ سے دو حدیثیں نقل کی ہیں، جس کی رو سے یٰسین نام رکھنا ممنوع قرار دیا ہے، اگر احمد رضا خانصاحب کا فتویٰ آنجناب کی نظر میں صحیح ہے تو پھر بندہ کو نام تبدیل کرنے میں کوئی عذر نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس شخص کو کسی لفظ کے معنی کا علم نہ ہو اس کے نزدیک وہ لفظ نامعلوم المعنی ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں (کسی لغت کے اعتبار سے یا محاورہ اور عرف کے اعتبار سے) بھی نامعلوم المعنی ہی ہو، عدم علم کا علاج سوال ہے ''**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**''[1] (الایۃ) انما شفاء العی السوال (الحدیث[2]) نہ یہ کہ عدم علم کے ساتھ فتویٰ بھی لگانا شروع کردے، عدم علم کی حالت میں فتویٰ کا نتیجہ ''**ضلوا واضلوا**[3]'' ہے، تفسیر مظہری[4] تفسیر الدر المنثور[5] تفسیر معالم التنزیل[6] تفسیر ابن کثیر[7] وغیرہ میں یٰسین کے متعدد معنی بیان کئے

---

[1] **سورۃ النحل** آیت ۴۳/ (ترجمہ) سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔ (از بیان القرآن)

[2] ابو داؤد شریف، ج ۱/ ص ۴۹/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب الطھارۃ، باب المجدور یتیمم. **ترجمہ**:۔ جہل کا علاج پوچھنا اور سوال کرنا ہے۔

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۳۳/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب العلم الفصل الاول.
ترجمہ:۔ وہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کئے۔

[4] تفسیر مظھری، ج ۸/ ص ۷۰/ (مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ) سورۂ یٰسین.

[5] قیل معناہ یا انسان بلغۃ طی یعنی بہ محمدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ..... کما قیل من اللّٰہ فی ایمن اللّٰہ ... و قال ابو العالیۃ یا رجل وقال ابو بکر الوراق یا سید البشر تفسیر الدر المنثور، ج ۷/ ص ۴۱/ (مطبوعہ دار الفکر بیروت) سورۃ یٰسین.

[6] معالم التنزیل، ج ۴/ ص ۵/ (مطبوعہ ملتان)

[7] تفسیر ابن کثیر، ج ۳/ ص ۸۹۷/ (مطبوعہ التجاریہ مکہ مکرمہ)

ہیں، تفسیر فتح القدیر[1] للشوکانی میں ہے "وقال سعید بن جبیر وغیرہ ھو اسم من اسماء محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۶ھ

حسین احمد نام رکھنا

سوال:۔ ماقولکم رحمکم اللّٰہ فی التسمیۃ بحسین احمد ھل تجوز اولا بینوا بالکتاب توجروا بالثواب[2] ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

"لم اراہ صریحا ولکن الترتیب اللغوی لایمنع الجواز لکون المضاف صفۃ للمضاف الیہ وھذامماله شواھدفی کلام العرب"۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف ۷/صفر ۵۹ھ

غلام محمد، صدرالعلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش نام رکھنا

سوال:۔ غلام محمد، صدرالعلی اور غلام نبی اور غلام رسول اور رسول بخش نام رکھنا جائز ہے

---

[1] تفسیر فتح القدیر للشوکانی، ج۴/ص ۳۵۹/ (مطبوعہ دارالفکر بیروت)

[2] **خلاصۂ سوال**:۔ حسین احمد نام رکھنا کیسا ہے؟

[3] **خلاصۂ جواب**:۔ صراحۃً میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن ترتیب لغوی جواز کیلئے مانع نہیں ہے، اس لئے کہ مضاف مضاف الیہ کی صفت بنے گا، اور کلام عرب میں اس کے بہت نظائر وشواہد موجود ہیں۔

[3] مثل جرد قطیفۃ واخلاق ثیاب فان اصلھما قطیفۃ جرد وثیاب اخلاق قدمت الصفۃ علی الموصوف واضیف الیہ الخ، شرح جامی، ص ۱۸۲/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) مجرورات فی بیان الاضافۃ.

یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلام محمد، غلام نبی، غلام رسول نام رکھنا درست ہے، رسول بخش نام نہیں رکھنا چاہئے، غلام محمد صدر العلی نام بھی درست ہے، جبکہ صدر العلی کو صفت محمد قرار دیا جائے، لیکن غالب یہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ نام صدر العلی ہی مشہور ہو جائے گا، اور غلام محمد ترک ہو جائیگا، اس لئے مناسب نہیں[1] جیسا کہ اوروں کے متعلق تجربہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۹۴ھ

محمد عظیم نام رکھنا

سوال:۔ میں نے اپنے لڑکے کا نام محمد عظیم رکھا ہے، لیکن ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ نام نہیں رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے، اس نام کو رکھ کر (نعوذ باللہ) دوسرا خدا بنانا چاہتے ہو، یہ نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محمد عظیم نام رکھنا شرعاً درست ہے۔[2] ہرگز شرک نہیں، محمد عظیم، اللہ کا نام نہیں، بے فکر رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۹۲ھ

---

[1] لکن التسمیة بغیر ذالک فی زماننا أولی لان العوام یصغرونها عندالنداء (الدر مع الشامی کراچی ج۶/ص۴۱۷، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره.

[2] التسمیة باسم یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائز ة الخ شامی زکریا، ج۹/ص۵۹۸/ کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، هندیه کوئٹه ج۵/ص۳۹۲، کتاب الکراهیة، الباب الثانی والعشرون فی تسمیة الاولاد الخ.

نرنجن علی نام رکھا گیا پھر اس کو بدلکر محمد علی رکھا گیا

سوال:۔اس ناکارہ کا نام پیدائش کے وقت محمد نرنجن علی رکھا گیا تھا، بیس سال تک اس نام سے پکارا جاتا رہا، عزیز واقارب اور گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں، میں نے مدرسہ فیض العلوم میں ملازمت کی تو ایک مولوی صاحب نے محمد علی نام رکھنے کا مشورہ دیا میں نے قبول کرلیا مدرسہ میں اسی نام سے مشہور ہوگیا، عقد کے وقت بھی یہی نام نکاح نامہ میں درج کیا گیا، لیکن سرکاری وثیقہ جات اور میٹرک کی سند میں محمد نرنجن علی ہی لکھا ہوا ہے، چونکہ یہ نام ہندوانہ ہے، اسلئے احقر کو فکر ہے، غیر اختیاری طور پر احقر کا یہ نام پڑ گیا، اب اسکا کیا تدارک کیا جائے؟ یہ نام جائز ہے یا ناجائز؟ جو لوگ اس نام سے پکاریں انکو جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نام محمد علی ہی رکھئے[1] غیر اختیاری طور پر جو مشہور ہوگیا اس کی اصلاح اس طرح کیجئے کہ جو شخص غلط نام سے پکارے یا لکھے اس کو بتادیجئے کہ میرا نام محمد علی ہے، ضرورت پیش آئے تو سرکاری کاغذات میں بھی اس کی اصلاح کرادیں کہ اصل اور صحیح نام محمد علی ہے، غلطی سے فلاں نام مشہور ہوگیا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۹۵ھ

---

[1] وجاز التسميه بعلى الخ ،درمختار على الشامى زكريا ،ج۹/ص۵۹۸/كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، هنديه كوئٹه ج۵/ص۳۶۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى والعشرون.

[2] عن ابن عمرؓ أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم غيراسم عاصية وقال أنت جميله (قال النووى) معنى هذه الاحاديث تغيير الاسم القبيح او المكروه إلى حسن وقد ثبت احاديث بتغييره صلّى الله عليه وسلّم اسماء جماعة كثيرين من الصحابة، نووى على مسلم ج۲/ص۲۰۸، كتاب الأداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن، طبع سعيد بكڈپو ديوبند، شامى كراچى ج۶/ص۴۱۸، كتاب الحظروالاباحة، باب الاستبراء وغيره.

بچہ کا نام محمد رسول اللہ یا موسیٰ کلیم اللہ رکھنا

سوال:۔ کسی بچہ کا محمد رسول اللہ یا موسیٰ کلیم اللہ یا حضرت رسول اللہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

محمد، موسیٰ، کلیم اللہ جداگانہ تینوں نام رکھنا درست ہے،[1] رسول اللہ، محمد رسول اللہ، موسیٰ کلیم اللہ نام نہ رکھے جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۷/۱/۸۹ھ

کسی کا نام محمد ہو اس پر درود کی علامت

سوال:۔ بہت سے لوگ جن کا نام محمد ہوتا ہے، وہ لفظ محمد یا احمد کے ساتھ صلعم کا مخفف یعنیؐ لکھتے ہیں، حالانکہ یہ مخصوص ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے جواز اور عدم جواز سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جن کا نام محمد ہو یا نام کے ساتھ محمد ہو نہ اس پر درود شریف پڑھا جاتا ہے، نہ لکھا جاتا ہے

---

[1] استدل به جماعة علیٰ جواز التسمية باسماء الانبياء عليهم السلام واجمع عليه العلماء الخ نووی علیٰ مسلم شریف، ج۲/ص۲۰۷/(مطبوعه رشيديه دهلی) كتاب الادب بيان مايستحب من الاسماء، مرقاة ج۴/ص۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی.

، نہ اس کا حکم ہے بلکہ درود شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے،[1] جو لوگ ایسی جگہ لفظ محمد پرؐ بنا دیتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے، ان کا مقصد اپنے نام پر درود پڑھنا نہیں بلکہ لفظ محمد سے ذہن منتقل ہو جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی طرف، اس انتقال ذہنی کی وجہ سے ص بنا دتے ہیں، مگر یہ کوئی شرعی حکم نہیں، بلکہ اگر اس سے یہ شبہ ہو کہ غیر نبی پر درود پڑھا جا رہا ہے، تو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔[2]

تنبیہ:۔ سوال میں جو لفظ صلعم ہے یہ مہمل لفظ ہے جہاں درود کا حکم ہے وہاں پورا درود لکھا جائے، نہ کہ صلعم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۳/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین

عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

یحیٰ اور ناصر نام رکھنا

سوال:۔ میرے دو لڑکے ہیں، یحیٰ اعظم اور ناصر اعظم یہ میں نے اپنے نام سے ملا کر رکھا تھا، چونکہ میرا نام نور الاعظم ہے، مگر دینی اعتبار سے جاہل ہوں، اس لئے بصد آداب ملتمس ہوں کہ شرعی اعتبار سے یہ نام برا تو نہیں ہوگا، اگر ایسا ہو تو پھر غلام محمد یحیٰ اور غلام محمد ناصر اگر رکھا جائے تو بہتر ہوگا یا نہیں؟

---

[1] ولا یصلیٰ علیٰ غیر الانبیاء وغیر الملائکة الخ ،درمختار علی الشامی زکریا ، ج ۱۰/۴۸۳/ کتاب الخنثی فی مسائل شتی،شرح فقه اکبر ص ۲۰۴ ، طبع رحیمیه دیوبند، نووی علی مسلم ج ۱/ص ۱۷۶ ، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم بعد التشهد، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

[2] دع مایریبک إلی مالایریبک (ترمذی ج ۲/ص ۷۸، ابواب صفة القیامة، قبیل ابواب صفة الحنة، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

یحییٰ اور ناصر نام بھی صحیح اور کافی ہیں کچھ اضافہ ہی کرنا ہے، تو محمد یحیی اور محمد ناصر پورا نام کر دیجئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

مرسلین نام رکھنا

سوال:۔ میرا لڑکا جس کی عمر ۳½ سال ہے، اس کا نام میں نے ''مرسلین'' رکھ دیا تھا لیکن اب ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ نام اس بچہ کے لئے مناسب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کل جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں، سب کے مجموعہ کو مرسلین کہا جاتا ہے، اس لئے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی بچہ کا نام مرسلین نہیں رکھنا چاہئے،[2] اگر لفظ مرسلین کا نام میں لانا ہی ملحوظ ہے تو خادم المرسلین یا غلام المرسلین وغیرہ کچھ رکھ دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۴ھ

---

[1] ودرروایت ابونعیم است کہ خدا تعالیٰ می فرماید کہ مرا قسم عزت وجلال خود است کہ ہرگز عذاب نخواہم کرد مر کسے را کہ نامش مثل نام تو باشد در آتش یعنی مثل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثل محمد احمد، محمد علی، احمد حسن الخ، مالا بدمنہ، ص ۱۷۶/ (مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند)

[2] مرسلین یہ مرسل کی جمع ہے جس کا اصطلاحی معنی اللہ کا بھیجا ہوا، پیغمبر ہے، دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۰/ص ۴۴۷/ دانش گاہ پنجاب لاہور اور یہ نبیوں کے ساتھ خاص ہے، اس لئے مرسلین نام رکھنا درست نہیں ہے۔

ربانی نام رکھنا

سوال:۔کیا بچہ کا نام ربانی رکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ربانی نام رکھنا درست ہے اس کا ترجمہ "اللّٰہ والا" لیکن پیغمبروں کے نام کے موافق نام رکھنا[1] یا پھر ایسا نام رکھنا جس میں عبد آئے اور اللہ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو بہتر و پسندیدہ ہے، جیسے عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

عبدالربان نام رکھنا

سوال:۔عبدالربان نام رکھنا کیسا ہے؟

---

[1] فلماقدمت علی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سألته عن ذالک فقال إنهم کانوا یسمون بانبیائهم والصالحین قبلهم (قال النووی) استدل به جماعة علی جواز التسمیة باسماء الانبیاء علیهم علیهم السلام واجمع علیه العلماء، نووی علی مسلم ج۲/ص۲۰۷، کتاب الآداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم، سعد بکڈپو دیوبند، سهوا باسماء الانبیاء ولاتسهوا باسماء الملائکة (جامع صغیر ج۲/ص۳۴، حرف السین، مطبوعه دارالکتب العلمیه، مشکوٰة ص۴۰۹، باب الاسامی، الفصل الثالث، دارالکتاب دیوبند.

[2] احب الاسماء الی اللّٰہ تعالیٰ عبدالله وعبد الرحمن الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص۵۹۷/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع، مسلم شریف ج۲/ص۲۰۶، کتاب الآداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم ومایستحب من الاسماء، طبع سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی ج۲/ص۱۱۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، طبع اشرفی دیوبند، مالابد منه ص۱۷۵، مطبوعه همه رنگ کتاب گھر دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اللہ کے ناموں میں رب ہے، ربان نہیں، اس لئے عبدالرب نام رکھنا درست ہے، عبدالربان نہیں رکھنا چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

محمد علیم نام رکھنا

سوال:۔ محمد علیم نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نام درست نہیں ہے، اس لئے کہ صفت دوام علم کہ یہ ذات باری تعالیٰ کی صفت کے ساتھ خاص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فوق کل عالم عالم الا ان ینتھی العلم الیٰ اللّٰہ تعالیٰ والمعنیٰ ان اخوۃ یوسف علیہ السلام کانوا علما إلا ان یوسف علیہ السلام افضل منھم اھ (روح المعانی، ج۴/ص۹۳/[2] **سورۂ یوسف وفوق کل ذی علم علیم** ''اس روایت سے معلوم ہوا کہ علیم اللہ تعالیٰ کا مخصوص نام نہیں، لہٰذا محمد علیم نام رکھنا ناجائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولایسمیہ حکیما ولاابا الحکم ولاأبا عیسی ولاعبدفلان ..... اقول ویؤخذ من قولہ ولاعبد فلان منع التسمیۃ بعبدالنبی شامی کراچی ج۶/ص۴۱۸، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، فان العبودیۃ لاتضاف إلا إلی اسم من اسماء اللّٰہ تعالیٰ سعایہ ج۲/ص۱۶۴، باب صفۃ الصلوٰۃ، اراد بالثناء سبحانک اللّٰھم طبع سھیل اکیڈمی لاھور، مرقاۃ ج۴/ص۵۹۹، باب الاسامی، طبع بمبئی.

[2] تفسیر روح المعانی، ج۱۳/ص۳۰/ (مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند) تحت قولہ تعالیٰ وفوق کل ذی علم علیم الایۃ سورۃ یوسف آیت ۷۶/، تفسیر مظھری ج۵/ص۱۸۴، سورۂ یوسف آیت ۷۶، طبع رشیدیہ کوئٹہ.

ابوالاعلیٰ نام رکھنا

سوال:۔ ابوالاعلیٰ نام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا اولیاء اللہ میں سے کسی کا رہا ہے یا نہیں؟ نیز اس نام میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں، اگر ابوالاعلیٰ نام رکھنا درست ہو تو ابوالرحمٰن، ابوالجبار، ابوالغفار وغیرہ نام رکھنا بھی درست ہونا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح الرحمٰن خدا کا صفاتی نام ہے، اسی طرح اعلیٰ بھی خدا کا صفاتی نام ہے، امید ہے کہ اس میں صحیح رہنمائی فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعلیٰ صفتِ خاصہ نہیں کہ کسی اور کے لئے اس کا اطلاق درست نہ ہو[1] قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے ''قلنا لاتخف انک انت الاعلیٰ''[2] نیز اہل اُحد کو ارشاد ہے ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْن''[3] (پارہ ۴/) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیاء اللہ میں کسی کا نام مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۱ھ

محمد عمر فاروق نام رکھنا

سوال:۔ بچوں کا نام محمد عمر فاروق رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] اعلم أن التسمی بهذا الاسم حرام وكذالک التسمی باسماء اللّٰه تعالیٰ المختصة به كالرحمن والقدوس والمهيمن الخ نووی علی مسلم ج۲/ص۲۰۸، كتاب الآداب، باب تحريم التسمی بملک الاملاک، سعدبکڈپو دیوبند.

[2] سورۂ طٰہٰ آیت ۶۸/

ترجمہ:۔ ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔ (از بیان القرآن)

[3] سورۂ آل عمران آیت ۱۳۹/.

ترجمہ:۔ اور غالب تم ہی رہو گے، اگر تم پورے مؤمن رہے۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً!

برکت کے لئے محمد عمر فاروق نام رکھنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عبدالسبحان نام رکھنا

سوال:۔اگر زید نے اپنے لڑکے کا نام عبدالسبحان رکھ دیا تو یہ نام رکھنا صحیح ہے یا غلط ہے؟ اور زید اپنے خیال میں یہ بات ملحوظ نظر رکھتا ہے کہ سبحان مصدر ہے، اور مصدر اسم فاعل واسم مفعول کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، تو اگر زید نے سبحان مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں لے کر عبدالسبحان کے معنی ''پاکی کئے ہوئے کا بندہ'' کئے اب یہاں عبدالسبحان میں جو سبحان مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ شانہٗ لیا جائے تو یہ مراد لینا درست ہوگا یا نہیں؟ اور اس وقت عبدالسبحان نام رکھنا درست ہوگا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصدر کا اسم فاعل واسم مفعول کے معنیٰ میں آنا سماعی ہے یا قیاسی؟ اگر قیاسی ہے تو پھر مصدر کو بمعنی اسم فاعل واسم مفعول کے لے سکتے ہیں، مگر اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، اگر سماعی ہے تو مورد سماع پر منحصر رہے گا، تو زید ثبوت پیش کرے کہ سبحان مصدر کلام عرب میں کسی جگہ بمعنی اسم مفعول آیا ہے، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء توفیقی ہیں، زید بتلائے کہ سبحان کا اطلاق قرآن کریم، حدیث شریف یا دیگر کتب معتبرہ میں خدائے تعالیٰ پر کیا گیا ہے۔''قلت ومن ههنا وصح ذٰلک ان تسمية العوام اطفالهم بعبد السبحان ممالا معنى لها

---

[1] لو كنى ابنه الصغير بأبى بكر وغيره كرهه بعضهم وعامتهم لايكره لان الناس يريدون به التفاؤل شامی کراچی ج۶/ص۴۱۸، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، هنديه كوئٹه ج۵/ص۳۶۲، كتاب الكراهية، الباب الثانى والعشرون.

ویجب نهیهم عنه فان العبودیة لاتضاف الاالیٰ اسم من اسماء اللّٰه تعالیٰ والسبحان لیس علماًلهٗ ولا وصفاً لهٗ بل هو مصدر فاحفظه فانه من الفوائد النفیسة، سعایه، ج ۲/ص ۱۶۴۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف، صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۱۱/ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ

عبدمناف نام رکھنا

سوال:۔ ہمارے ایک دوست نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدمناف رکھا، اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ نام اللہ کے نام میں سے ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

مناف اللہ کا نام نہیں، اسلئے عبدمناف نام بھی نہیں رکھنا چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

یافث نام رکھنا

سوال:۔ میں اپنے بچے کا نام یافث رکھنا چاہتا ہوں، یافث کے معنی اور مطلب سے مطلع فرمائیں؟

---

[1] سعایه، ج۲/ص ۱۶۴/ (مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور) باب صفة الصلاة ارادبالثناء سبحانک اللّٰهم الخ، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی.

[2] ولایسمیه حکیما ولا اباالحکیم ولااباعیسی ولاعبد فلا ن الخ شامی، ج۹/ص ۵۹۹/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، فان العبودیة لاتضاف إلا إلی اسم من الاسماء اللّٰه تعالیٰ سعایه ج۲/ص ۱۶۴، باب صفة الصلوة، مطلب یجب نهی العوام الخ، طبع سهیل اکیڈمی لاهور، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یافث تھا،[1] اس کے معنی معلوم نہیں، یہ عربی لفظ نہیں، یہ نام رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ پیغمبروں کے نام پر یا صحابہ کے نام پر رکھا جائے یا ایسا نام رکھا جائے،[2] جس کے شروع میں عبد ہو اور دوسرا لفظ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالخالق، عبدالحمید وغیرہ۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

غلام اولیاء نام رکھنا

سوال:۔ بندہ کا نام غلام اولیاء ہے یہ نام عہد طفلی میں والد صاحب نے رکھا تھا، جو آج بھی چل رہا ہے، تمام اسناد وغیرہ میں یہی نام درج ہے اس طرف خدا کا شکر ہے، کچھ اللہ والوں کے ساتھ رہا، ان بزرگوں نے میرے نام پر ازروئے ہمدردی کچھ اعتراض کیا ان

---

[1] والمراد بأهله على مافي بعض الآثار امرأته المسلمة وبنوه منها وهم سام عليه السلام .... وحام ..... ويافث كصاحب روح المعانى ج۱۲/ص۵۵، سورۂ هود آيت ۴۰، ادارة الطباعة المصطفائية ديوبند.

[2] عن ابى وهب الجشمى قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم تسوا باسماء الانبياء الخ، مشكوٰة ص ۴۰۹، باب الاسامى، دارالكتاب ديوبند، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامى، طبع ممبئى، الجامع الصغير ج۲/ص۳۴، حرف السين، دارالكتب العلميه.

[3] أحب الاسماء الىٰ الله تعالىٰ عبد الله وعبدالرحمن يلحق بهذين الاسمين ماكان مثلهما كعبد الرحيم وعبد الملك الخ درمختار على الشامى زكريا ، ج۹/ص۵۹۷/ كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، ترمذى شريف ج۲/۱۱۰ ، ابواب الاستيذان، باب ماجاء مايستحب من الاسماء، طبع اشرفى ديوبند، مسلم ج۲/ص۲۰۶، كتاب الآداب، باب النهى عن التكنى بابى القاسم، سعد بكڈپو ديوبند.

لوگوں کے مطابق میرا نام پسند نہیں ہے، میرے نام کی شرعی حیثیت سے مطلع فرمائیں، اور اگر آپ کی رائے میں نام بدلنا ضروری رہے تو دو نام بھی تجویز فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

غلام کا لفظ مشترک ہے اسکے معنی عبد (بندہ) کے بھی ہیں اور اسکے معنی خادم بھی ہیں، اور اسکے معنی نوعمر بھی ہیں،[1] پہلے معنی کے اعتبار سے اولیاء نام نہیں رکھنا چاہئے، کیونکہ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ''اولیاء کا بندہ'' کہہ دیا گیا حالانکہ سب کے سب صرف اللہ کے بندے ہیں، جن بزرگوں نے اعتراض کیا ہے اس معنی کے اعتبار سے کیا[2] اگرچہ دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ خرابی نہیں پس اگر زیادہ دشواری نہ ہو تو بدل دینا بہتر ہے[3] اور کوئی ایسا نام رکھ دیا جائے، جسمیں عبد کی اضافت اللہ کی طرف ہو مثلاً، عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۷/۳/۸۴ھ

بچہ کا نام ''نبی خاں'' رکھنا

سوال:۔ میرے یہاں ۱۷/نومبر ۶۷ھ کو ایک بچہ پیدا ہوا ہے، ابھی تک اس بچے کا نام

---

[1] مصباح اللغات ص ۶۰۶، مکتبہ برہان، اُردو بازار جامع مسجد دہلی۔

[2] فان العبودية لاتضاف إلا إلى اسم من الاسماء اللّٰه تعالىٰ سعايه ج۲/ص ۱۶۴، باب صفة الصلوة، مطلب يجب نهى العوام، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی، شامی كراچی ج۶/ص ۴۱۸، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره.

[3] معنى هذه الاحاديث تغيير الاسم القبيح اوالمكروه إلى حسن وقدثبت احاديث بتغييره صلّى اللّٰه عليه وسلّم اسماء جماعة كثيرين من الصحابة، نووى على مسلم ج۲/ص ۲۰۸، كتاب الآداب، باب استحباب تغييرالاسم القبيح إلى حسن، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، شامی كراچی ج۶/ص ۴۱۸، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء.

[4] أحب الأسماء الىٰ اللّٰه تعالىٰ عبد اللّٰه وعبد الرحمن ويلحق بهٰذين الأسمين اى عبداللّٰه وعبدالرحمن ماكان مثلهما كعبد الرحيم ،وعبد الملك الخ ،درمختار مع الشامی زكريا، ج۹/ص ۵۹۸/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البيع، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی مطبوعه ممبئی.

نہیں رکھا گیا ہے، اس بچے کا تاریخی نام لکھدیں، یا کوئی اور نام لکھدیں، لیکن نام نبی خاں پر ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تاریخی نام نکالنے سے مجھے مناسبت نہیں، اس لئے معذور ہوں، ایک بات عرض ہے وہ یہ کہ بچے کا نام پیدائش کے ساتویں روز رکھنا مستحب ہے[1]، اب ماشاء اللہ سوا دو برس ہو چکے ہیں، نام رکھنے میں اتنی تاخیر نہ کرنا چاہئے، نام میں مستحب یہ ہے کہ ایسا نام رکھا جائے جس میں عبد آئے، مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ[2] یا پیغمبر کا نام ہو مثلاً یحییٰ، زکریا، داؤد، یوسف، محمد وغیرہ، ان میں سے کسی کے نام میں نبی خاں نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محمد ہرمز نام رکھنا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نام محمد ہرمز علی رکھا یہ نام رکھنا کیسا ہے، بعض لوگ

---

[1] ویستحب لمن ولدله ولد أن یسمیه یوم اسبوعه (شامی کراچی، ج۶/ص ۳۳۶/ اٰخر کتاب الاضحیة.

[2] قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم تسموا باسماء الأنبیاء الخ، مشکوٰة ص ۴۰۹، باب الاسامی، الفصل الثالث، طبع یاسر ندیم دیوبند، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی، الجامع الصغیر ج۲/ص ۳۴، حرف السین، دارالکتب العلمیه.

[3] احب الاسماء الی اللّٰه تعالیٰ عبداللّٰه وعبدالرحمن ویلحق بهذین الاسمین أی عبداللّٰه، وعبد الرحمن، ماکان مثلهما کعبد الرحیم وعبد الملک (وبعد اسطرتال) التسمیة باسم لم یذکره اللّٰه تعالیٰ فی عبادة ولاذکر رسولهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم ولایستعمله المسلمون تکلموا فیه والا ولی أن لایفعل(درمختار مع الشامی کراچی، مختصر، ج۶/ص ۴۱۷/ کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی، ترمذی شریف ج۲/۱۰۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، طبع اشرفی دیوبند.

کہتے ہیں یہ نام رکھنا ٹھیک نہیں ہے، ہرمز نام کس کا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ہرمز شہزادۂ فارس کا نام تھا،[1] اور یہ نام ان لوگوں میں عام طور پر تجویز نہیں کیا جاتا تھا، کہ جس کا دل چاہئے اپنے بچے کا نام ہرمز رکھ دے، بلکہ اس کا اتنا احترام تھا کہ اس نام کو شاہی نام تصور کیا جاتا تھا، اس کے معنی کچھ ایسے نہیں ملے، جو اسلام کے خلاف ہوں، اس لئے یہ نام بھی ناجائز نہیں، جیسے اور عجمی ناموں کے ساتھ لفظ محمد یا لفظ علی لگا دیا جاتا ہے، جیسے محمد دانش علی اسی طرح اس کا بھی حال ہے یہ ناجائز نہیں، البتہ پیغمبروں اور صحابہ کے نام پر نام رکھنا یا ایسا نام رکھنا جس میں عبدیت کے معنی ہوں، اور اس کو اسماء الٰہیہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو، شرعاً پسندیدہ ہے، اس کی ترغیب احادیث میں آئی ہے، جیسے محمد احمد، ابراہیم، اسماعیل، عمر، عثمان، علی حسن، حسین وغیرہ۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۸۶ھ

---

[1] مستفاد: موت کسریٰ وولایة ابنه هرمز ،فانه مات فی سنة ثمان من مولد نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم وولی ابنه هرمز (المنتظم ، ج۲/ص ۲۸۹/ ذکر الحوادث التی کانت فی سنة ثمان من مولدهٖ) دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللّٰه عبداللّٰه وعبدالرحمن (مشکوٰة شریف، ص ۴۰۹/ باب الاسامی، الفص الثالث، طبع دارالکتاب دیوبند) ترمذی ج۲/ص ۱۱۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، طبع اشرفی دیوبند، مسلم ج۲/ص ۲۰۶، کتاب الآداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم، طبع سعد بکڈپو دیوبند. مرقاة ج۴/ص ۵۹۹، باب الاسامی، طبع ممبئی، الدر مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۹۸، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء.

ترجمہ:۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کے نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

تارہ نام تبدیل کرنا

سوال:۔ایک لڑکی کا نام تارہ ہے وہ لڑکی شادی شدہ ہے، اس کا شوہر نیک نامی حاصل کرنے کے لئے اس کا نام تبدیل کرنا چاہتا ہے، مسئلہ غور فرما کر تحریر فرمائیں، اس سے قبل بھی آپ کو ایک لفافہ ارسال کر چکا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تارہ نام بھی برا نہیں ہے، تاہم اگر شوہر اس سے عمدہ نام رکھنا چاہتا ہے، اور بیوی بھی رضامند ہے تو اجازت ہے، عائشہ یا فاطمہ نام اچھا ہے، اس سے پہلے اس مضمون کا لفافہ آنا میرے علم میں نہیں موجودہ لفافہ موصول ہوا آج ہی جواب تحریر کر دیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۱ھ

کسی ادارہ کا نام نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا

سوال:۔اگر کچھ مسلمان قومی وملی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر تبلیغ دین ومعاشرے کی صحت مند تعمیر کی خاطر اپنے حبیب پاک کے نام نامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علمی ادارہ یا شفا خانہ کھولنا چاہیں تو کھول سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً پروفٹ محمدؐ میڈیکل کالج ہسپتال کے نام سے اگر کوئی علمی ادارہ کھولا جائے تو یہ کہاں تک شرعی طور پر جائز ہوگا، صحیح تحقیق سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے تبرک حاصل کرنا عین سعادت اور تقاضائے عقیدت ہے، مگر اس کی صورت یہ ہے کہ اس نام مبارک کی لاج کے لئے اپنے اپنے معیار اپنے خاندان، اپنی قوم، اپنی بستی اور اپنی حیثیت وقوت کے مطابق تمام امت کے لئے جدوجہد کی جائے، تاکہ ہر ایک امتی کے اخلاق، اعمال، اقوال، صورت، شکل، وضع قطع، تجارت، زراعت غرض ہر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع اور آپ کی ہدایت کے تحت ہو جائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک کی محبت پر غالب ہو جائے، کسی دوا کا نام، کسی بلڈنگ کا نام، کسی شفاخانہ کا نام اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر نام کی شہرت سے روپیہ حاصل کرنا اور اس کے لئے مقدس نامِ مبارک کو ذریعہ بنانا اونچا مقصد نہیں پست مقصد ہے، پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی، اور بلڈنگ کو کسی ایسے کام میں استعمال کرتا ہے، کہ اس کو نام مبارک کی عظمت سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفت ہوتی ہے، اور اسم مبارک سے تبرک کے بجائے دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی چاہئے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وكذا الفقاعي اذا قال ذالك (اى الصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم) عند فتح فقاعه على قصد ترويجه وتحسيئه يأثم الخ شامى زكريا، ج۲/ص ۲۳۰/ باب صفة الصلوٰة قبيل مطلب، نص العلماء على استحباب الصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم، هنديه كوئٹه ج۵/ص ۳۱۵، كتاب الكراهية، الباب الرابع.

نام کے ساتھ ''صدیقی'' لکھنا

سوال:۔ مسلمانوں میں مختلف قوموں کے لوگ اپنے نام کے ساتھ ''صدیقی'' نسبت کے ساتھ اپنے کو منسوب کرتے ہیں، جبکہ یہ حقیقی نسبت ان کے ساتھ نہیں ہے، محض تفاولاً یا کسی اور مقصد کے پیش نظر ایسی نسبت اپنے ساتھ جوڑتے ہیں، تو مذکورہ نسبت کا اپنے نام کے ساتھ جوڑنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عرف عام میں آج کل ''صدیقی'' اس کو کہتے ہیں جو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں ہو،[1] پس جو شخص ان کی اولاد میں نہ ہو وہ اپنے نام کے ساتھ ''صدیقی'' لکھتا ہے تو یہ درست نہیں، اس سے دھوکا ہوتا ہے، اور نسبت بدلنے والے کیلئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، اس کو پورا پرہیز لازم ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۹۴ھ

عبدالرحیم کو رحیم کہہ کر پکارنا

سوال:۔ ہمارے اطراف میں جن لوگوں کا نام عبدالرحیم، عبدالقدوس وغیرہ ہے، ان کو اے رحیم، اے قدوس کہہ کر پکارتے ہیں، زید کہتا ہے کہ اس طرح بلانا گناہ ہے، کیونکہ شرح فقہ اکبر میں، ص ۲۳۸ رمیں ہے ''من قال لمخلوق یاقدوس الخ'' جس سے عدم جواز

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیة، ج ۱۲ / ص ۱۰۲ / الصدیق، طبع پنجاب.

[2] لاترغبوا عن آبائکم فمن رغب عن ابیه فهو کفر (وفی روایة اخری) من ادعی إلی غیر ابیه وهم یعلم أنه غیر ابیه فالجنة علیه حرام، مسلم شریف ج ۱ / ص ۵۷، کاب الایمان، باب حال ایمان من رغب عن أبیه وهم یعلم، سعد بکڈپو دیوبند.

مفہوم ہوتا ہے، تو زید کا یہ سمجھنا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو عامۃً اس سے بچاؤ مشکل ہے لہٰذا کیا صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اللہ پاک کا نام بولنا اس کو اللہ کے درجہ میں تسلیم کرنا ہے جو کہ کفر ہے، لیکن معنی لغوی کی رعایت سے کوئی لفظ بولنا جس میں خدائے پاک کے نام کی شرکت مقصود نہ ہو کفر نہیں، صورتِ مسئولہ میں معنی کی طرف دھیان نہیں ہوتا، بلکہ علم (نام) میں اختصار کیا جاتا ہے، ''ومن قال لمخلوق یاقدوس اوالقیوم اوالرحمن اوقال اسماً من اسماء اللّٰہ الخالق کفر المنتھیٰ. ھویفیدانہ من قال لمخلوق یاعزیز ونحوہ یکفر ایضاً الاان اراد بھا المعنی اللغوی والاحوط ان یقول یاعبد القدیر یاعبدالرحمن اھ شرح فقہ اکبر، ص ۲۳۸/۔[1]

عبدالرحیم وغیرہ نام رکھنے کی حدیث[2] میں تاکید آئی ہے، اس کو منع نہیں کیا جاسکتا، البتہ نام لینے والوں کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ پورا نام باادب لیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشتبہ نام رکھنا

سوال:۔ شیخ لال، محمد نبی، سید مصطفیٰ ان ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟

---

[1] شرح فقہ اکبر، ص ۲۳۸/ (مطبوعہ مجتبائی دھلی) التسمیة بعبد النبی فظاھرہ کفر الخ.

[2] عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان احب اسمائکم الیٰ اللّٰہ عبداللّٰہ وعبد الرحمن. مسلم شریف، ج۲/ص ۲۰۶/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) کتاب الادب باب النبی عن التکنی بابی القاسم وبیان مایستحب من الاسماء، ترمذی ج۲/ص ۱۱۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، طبع اشرفی دیوبند، مشکوٰۃ ص ۴۰۹، باب الاسامی، الفصل الثالث، یاسر ندیم دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی نفسہٖ یہ نام بھی قبیح نہیں، شیخ لال سے اگر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ کسی لالہ کا نام ہے، یا سید مصطفیٰ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ سید ہے اور واقعۃً سید نہ ہو تو ایسا نام نہ رکھا جائے۔

محمد، نبی سے اشتباہ ہو تو اس سے بھی بچنا چاہئے[1] اگر کوئی مشتبہ یا قبیح نام رکھدیا گیا ہو تو اسکو تبدیل کر کے اچھا نام رکھدیا جائے[2] مثلاً ''شیخ لال'' سے شیخ احمد کردیا جائے، سید مصطفیٰ کو غلام مصطفیٰ کردیا جائے ''محمد نبی'' کو محمد نبیہ کردیا جائے۔

ایسا نام رکھنا جس میں عبدیت کا اظہار ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، یا پیغمبروں کا نام ہو جیسے یحییٰ یعقوب، یوسف، بہتر واعلیٰ ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] دع مایریبک إلی مالایریبک، ترمذی ج۲/ص۷۸، ابواب صفة القیامة، قبیل ابواب صفة الجنة، مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] معنی هذه الاحادیث تغییر الاسم القبیح أو المکروه إلی حسن و قدثبت احادیث بتغییره صلّی اللّٰه علیه وسلّم اسماء جماعة کثیرین من الصحابة، نووی علی مسلم ج۲/ص۲۰۸، کتاب الاداب، باب استحبا تغییر الاسم القبیح إلی حسن، طبع سعد بکڈپو دیوبند، شامی کراچی ج۶/ص۴۱۸، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره.

[3] احب الاسماء الی اللّٰه تعالیٰ عبداللّٰه وعبدالرحمن وتفضیل التسمیة بهما محمول علی من اراد التسمی بالعبودیة فلا ینافی أن اسم محمد واحمد احب الی اللّٰه تعالیٰ من جمیع الاسماء فانه لم یختر لنبیه الا ماهو احب الیه (درمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص۵۹۷/ کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، مشکوٰة ص۴۰۹، باب الاسامی، دارالکتاب دیوبند، ترمذی شریف ج۲/ص۱۱۰، ابواب الاستیذان، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، مطبوعه اشرفی دیوبند)

جسمانی امراض کے لئے نام بدلنا

سوال:۔ کوئی مرد یا عورت اگر بیمار ہوجائے تو پیر صاحب کہتے ہیں کہ اس بیمار کا جو نام رکھا ہے وہ بہت بُرا ہے اس کا نام بدلنے سے ٹھیک ہوجائے گا۔ جاہل لوگ تسلیم کرکے اس کا نام بدل دیتے ہیں اس کا کہیں ثبوت ہے یا شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو نام خلافِ شرع ہو اس کو بدل دینا حدیث شریف سے ثابت ہے۔[1] شریعت کے موافق جو نام ہو اس کو جسمانی امراض کے علاج کے لئے بدلنا ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن سهيل بن سعد قال اُتِيَ بِالْمُنْذِرِبْنِ اَبِي أسِيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَااِسْمُهٗ قَالَ فُلانٌ قَالَ لا لٰكِنْ اِسْمُهُ الْمُنْذِرُ متفرق عليه (مشكوٰة شريف ص۴۰۷، باب الاسامی، الفصل الأول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

باب بست ویکم: عقلیات وارضیات

فصل اول:- مصالح عقلیہ

ستارہ ٹوٹنے کا سبب (مرغ بولنے کی وجہ)

سوال:۔ ستارے کا ٹوٹنا اور مرغ کا بولنا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

شیطان کو دفع کرنے کے لئے انگارا مارا جاتا ہے جس کو تارا ٹوٹنا کہتے ہیں[1] مرغ کبھی تو ایسے ہی بولتا ہے۔ کبھی تو کسی فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

بجلی سے آدمی کیوں مرجاتا ہے؟

سوال:۔ کڑک اور بجلی کیا چیز ہے؟ اس بجلی سے انسان یا جانور مرجاتے ہیں اس کی

---

[1].....عن ابن عباس اخبرنی رجل من اصحاب النبی ﷺ من الانصار انهم بيناهم جلوس ليلة مع رسول الله ﷺ رُمِيَ بنجم واستنار فقال لهم رسول الله ماكنتم تقولون فی الجاهلية اذا رمی بمثل هذا الی قوله فيخطف الجن السمع فيقذفون الی اوليائهم ويرمون. مشكوٰة شريف ص ۳۹۴ باب الكهانة، الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اصل وجہ کیا ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

اس کا مختصر بیان میبذی[1] میں ہے اور تفسیر فتح العزیز[2] میں زیادہ ہے یہ مسئلہ نہ فقہ کا ہے، نہ عقائد کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، // //

کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟

سوال:۔ عقلی دلائل کو شریعت میں دخل ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) کہ صحابہ رات کو نبیؐ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا اور اس کی روشنی پھیل گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایام جاہلیت میں جب اسی طرح ستارہ ٹوٹتا تھا تو تم کیا کہتے تھے (الی قولہ) پھر اس خبر کو وہ جن اچک لیتا ہے جو کان لگائے ایسی خبروں کا منتظر رہتا ہے اور اپنے دوستوں کے کان تک اس کو پہونچا دیتا ہے۔

[2].....اذا سمعتم صیاح الدیکة فسئلوا اللّٰہ من فضلہٖ فانها رأت ملکاً. مشکوٰة شریف ص۲۱۳ باب الدعوات فی الاوقات، الفصل الاول مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص۴۶۶ ج۱ کتاب بدء الخلق، باب خبر مال المسلم غنم یتبع بها شغف الجبال، مطبوعه اشرفی دیوبند ع مسلم شریف ص۳۵۱ ج۲ کتاب الذکر الخ، باب استحباب الدعاء عند صیاح الدیک، مطبوعه سعد دیوبند.

ترجمہ: جب تم سنو مرغ کی آواز کو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔

(صفحہ ہذا) [1] اماالرعدوالبرق فسببهما ان الدخان اذا ارتفع واحتبس الدخان فما صعد من الدخان الی العلومزق السحاب تمزیقا عنیفا فیحصل صوت هائل هو الرعد وان اشتعل الدخان بالحرکة العنیفة المقتضیة کان برقا وصاعقة ان کان غلیظاً الی قوله وربما کان کثیفاً غلیظاً جداً فیحرق کل شئی اصابه وکثیرا ما یقع علی الجبل فیدکه دکاالخ میبذی ص۹۸.۹۷ مبحث الرعد والبرق. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] تفسیر فتح العزیز ص۸۱ سوره بقره آیت ۱۹.

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً!

عقل صحیح شرعی احکام کے حکم ومصالح کو پہچانتی ہے اور امر ونواہی کے حسن وقبح یعنی مامورات کے حسن کو اور منہیات کے قبح کو جانتی ہے، جیسا کہ شرح تحریر میں موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناری اور نوری کے درمیان فرق

سوال:۔ اللہ جل جلالہٗ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ملائکہ نے سجدہ کیا اور سردار (شیطان) نے سجدہ کرنے سے انکار کیا فرشتوں کی جماعت نوری سردار (شیطان) کی جماعت انگاری تو نوری کا نام ملائکہ اور انگاری کا نام کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس ناری کو نوری کا سردار تسلیم کرنے پر کون سی نص ہے وہ لکھئے تب اس کی وجہ تحریر کی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۵ھ

اس امت میں مسخ کیوں نہیں

سوال:۔ اگلی امتوں کی صورتیں ان کے اعمال بد کی وجہ سے بدل جاتی تھیں لیکن موجودہ زمانے میں موجودہ لوگوں کی صورتیں اعمال بد کرنے پر بھی نہیں بدل رہی ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضور اکرم ﷺ کے اعزاز واکرام کی خاطر اس امت کو مسخ عام سے محفوظ رکھا گیا ہے مگر کچھ نہ کچھ اثر اس امت میں ہونے کی بھی حدیث شریف میں خبر دی گئی ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۳/۸ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

امیر غریب میں فرق احکام شرع میں

سوال:۔ کیا اسلام میں امیر وغریب کا بھی کوئی فرق ہے کہ اگر بڑا آدمی ہو تو چاہے جو کچھ کرے اس کو معاف مسئلہ چھوٹوں کے لئے ہے اور ان ہی کی پکڑ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو احکام عام ہیں ان میں امیر، غریب کا فرق نہیں وہ سب کے لئے یکساں ہیں مثلاً نماز، روزہ، امیر وغریب سب پر فرض ہے جو بھی ترک کرے گا سخت گنہگار ہوگا۔ شراب، زنا جھوٹ غیبت، چوری وغیرہ سب کے لئے حرام ہے کسی کی خصوصیت نہیں بعض احکام میں فرق ہے مثلاً زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حج، مالدار پر فرض وواجب ہے غریب پر نہیں زکوٰۃ غریب کو لینا جائز ہے مالدار کو لینا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۲۶ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۱/۱/۲۷ھ

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر ھذہ الا مۃ خسف ومسخ وقذف قالت قلت یارسول اللہ انھلک وفینا الصالحون قال نعم اذا ظھر الخبث (ترمذی ص ۴۲ ج ۲) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

خنزیر کی حرمت کی وجہ

سوال:۔خنزیر کو باری تعالیٰ نے حرام کیوں فرمایا۔قرآن پاک میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے،لیکن ہم کو اس کی وضاحت معلوم نہیں ہوسکی۔

الجواب حامداًومصلیاً!

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی پیدا کی ہوئی جس چیز کو چاہے حرام قرار دیدے۔ بے شمار چیزیں حرام ہیں،کسی کو سوال کا اختیار نہیں، ہرگز علت دریافت کرنے کے درپے نہ ہوں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،۳۰/۴/۹۶ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب ماجاء فی الخسف) ابواب الفتن) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کے آخر میں خسف مسخ اور قذف ہوگا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا جب ہم میں نیک اور صالح لوگ بھی موجود ہوں گے ان کے باوجود ہمیں ہلاک کردیا جائے گا۔آپؐ نے فرمایا جی ہاں جب خباثت اور برائی پھیل جائے گی۔

[2] الزکاۃ واجبۃ علی الموسرا لبالغ العاقل اذاملک نصاباً کاملاً ملکاتا ماً (قدوری ص۴۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۰۲ج۲ کتاب الزکاۃ، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۱، ۱۷۲ ج ۱ کتاب الزکاۃ، الباب الاول) صدقۃ الفطرواجبۃ علی الحرالمسلم اذا کان مالکالمقدار النصاب (قدوری ص۵۰) الحج واجب علی الاحرار المسلمین البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدرواعلی الزادوالراحلۃ (القدوری ص۵۵) کتاب الحج، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۱۱ کتاب الحج، عالمگیری کوئٹہ ص۲۱۶،۲۱۷ ج ۱ کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج.

[1] لایحل أن یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذا صحت بھا الروایۃ علی معرفۃ تلک المصالح (حجۃ اللّٰہ البالغہ ص۶ ج ۱ مقدمہ) مطبوعہ مصر.

فصل دوم:- ارضیات وسماویات

زمین متحرک ہے یا ساکن

سوال:۔ زمین متحرک ہے یا ساکن؟ کیا سورج ساکن ہے یا متحرک؟ کیا زمین وسورج دونوں متحرک ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زمین، سورج کے متحرک یا ساکن ہونے سے شریعت نے صراحۃً کوئی بحث نہیں کی۔ نہ اس سے اعتقادی یا فرعی مسئلہ متعلق ہے۔ ان میں سے کوئی متحرک ہو یا ساکن ہو شریعت کے کسی مسئلہ پر اس کی زد نہیں پڑتی۔ ان بحثوں میں پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ ایک ایک سانس قیمتی ہے۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے یہ جز رو مد جواہر کی لڑی ہے

یہاں کی ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا فرمایا ہے اور انسان کو اپنے لئے پیدا فرمایا ہے کہ اپنے مالک کو راضی کرے اور آخرت میں کام آنے والی اشیاء یہاں سے حاصل

کرے۔ انما الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للاخرۃ[1]۔ اصل مقصد خلقت سے صرفِ نظر کرنا بہت بڑی غفلت ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۹۴ھ

سات زمینوں کا پتہ

سوال:۔ قرآن کریم کی بیان کردہ سات زمین سات آسمان صحیح قول کے لحاظ سے سب الگ الگ ہیں اور ایک سے دوسرے کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک تو وہ زمین کہاں ہے اور ہم کو نظر آتی ہے یا نہیں۔

(۲) ان زمینوں کے باشندوں تک اگر شریعت محمدیہ پہونچ سکے تو ان پر اس کا ماننا واجب ہوگا یا نہیں۔ ان تینوں چیزوں کے بارے میں اشارہ قرآن پاک میں ہے یا نہیں ورنہ اصول کے لحاظ سے تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

(۳) خلا میں نظر آنے والے ستارے وہ زمین قرار پاسکتے ہیں یا نہیں!

الجواب حامداً ومصلیاً!

ابن کثیر[2]، ابن حجر[3]، عینی[4]، ثعلبی[5] وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب میں سبع ارضین سے متعلق

---

[1]..... احیاء علوم الدین ص۱۷۷ ج۳ کتاب ذم الدین، بیان ذم الدینا، مطبوعہ مصری، تنبیہ الغافلین ص۱۳۵ باب رفض الدنیا، مطبوعہ عباس احمد احمد الباز مکۃ المکرمۃ، بیشک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

[2].....قال رسول اللہ ﷺ من ظلم قید شبرطوقہ من سبع ارضین البدایۃ والنہایۃ ص۱۸ ج۱ ماجاء فی سبع ارضین. مطبوعہ مصطفی الباز مکہ مکرمہ، تفسیر ابن کثیر ص۶۰۱ ج۴ سورۂ طلاق آیت ۱۲، مطبوعہ تجاریہ مکۃ المکرمۃ.

[3].....فتح الباری ص۴۳۴ ج۶ کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

احادیث وآثار خاص تعداد میں مذکور ہیں۔ مگر راجح ومنقح طور پر ان سے یہ متعین نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہیں اور ہم کو نظر آتی ہیں۔ یا نہیں۔

(۲) وحی کا ان سب زمینوں میں پہونچنا تو بعض آثار میں مروی ہے[۱]۔ جن کا انداز یہ ہے کہ احکام سب کے لئے ان زمینوں کے رہنماؤں کے ذریعہ پہونچتے ہیں۔ شریعت محمدیہ سے متعلق مخصوص طور پر کوئی چیز نہیں دیکھی کہ وہ لوگ اس کے مکلّف ہیں یا نہیں۔

(۳) ایک قول یہ بھی ہے جیسا کہ فیض الباری[۲] ج۴ ص۴ میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۰/۱۰

چاند سورج کہاں ہیں؟

سوال:۔ آسمان کی تعریف کیا ہے؟ آسمان حاوی ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ چاند سورج کا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ

۴..... عمدة القاری ص ۱۱۱ ج۸ الجزء الخامس عشر، باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۵..... تفسیر نعالبی ص۳۱۳ ج۱ سورة الطلاق آیت ۱۲ مطبوعہ بیروت لبنان.

(صفحہ ھذا) ۱..... وقدوردفی بعض الاحادیث ان فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کا براھیمکم وموسی کموسی ونبی کنبیکم یعنی محمدﷺ ولوصح حدیث فی کل ارض آدم کآدمکم فجاز ان یکون المعنی یتنزل بالوحی بینھن من السابعة الی الارض السابعة السفلیٰ تفسیر مظھری ص۳۳۴ ج۹ سورہ طلاق آیت:۱۲ مکتبہ رشیدیہ کراچی، الدرالمنثور ص ۲۱۱ ج۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت.

۲..... وأجاب عنه بعضهم أنه يمكن أن يكون المراد منه السبع السيارات، فيض الباری ص۴۳۳ ج۳ تحقیق فی طبقات الارض، ابواب المظالم، مطبوعہ خضرراہ دیوبند

جائے وقوع کس مقام پر ہے؟ چاند پر یا آسمان پر حاوی جسم پہونچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ امور (آسمان کی تعریف، اس کا حاوی یا غیر حاوی ہونا، چاند سورج کا جائے وقوع) نہ اعتقادیات میں سے ہیں کہ ان پر تکمیل ایمان موقوف ہو نہ فروع میں سے ہیں کہ ان پر اعمال مکلّف موقوف ہوں، پھر ان پر بحث کرنا امر زائد ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چاند پر پہونچنے والے کی خبریں

سوال:۔ چاند پر پہنچنے والے سائنس دانوں کی خبریں ریڈیو اور اخباروں میں نشر ہوتی رہتی ہیں یہ کہ وہ چاند سے مٹی لائے یا پتھر لائے اور چاند کو زمین کا ٹکڑا بتلاتے ہیں اور وہاں پہاڑ وندی نالے بھی ہیں کیا یہ خبریں صحیح ہیں اور ان کی قرآن وحدیث میں کوئی تصدیق ملتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جیسے اور بہت سی خبریں عجائبات کی بیان کی جاتی ہیں اسی طرح یہ خبریں بھی ہیں اگر یہ بھی صحیح ہو جائے تو قرآن وحدیث کی اس سے مخالفت وتردید لازم نہیں آتی ہوسکتا ہے کہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] وینبغی أن لا یسأل الإنسان عما لا حاجة الیه الیٰ ماقال الیٰ غیر ذالک مما لا تجب معرفته ولم یرد التکلیف به، شامی زکریا ص ۴۸۵ ج ۱۰، کتاب الخنثی، مسائل شتی.

چاند پر پہونچ جانا کوئی کمال ہے؟

سوال:۔ آج کل یہ خبر بہت چل رہی ہے کہ یہود ونصاریٰ چاند پر پہونچ گئے ہیں تو چاند آسمان سے نیچے ہے۔قرآن پاک میں اس بات کی خبر دی گئی ہے یا نہیں؟ کیا ہم مسلمانوں کوان کی باتوں پر یقین کرنا چاہئے؟ ہمارے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

آسمان ، زمین ،چاند ،سورج،ستارے، بادل، ہوا، پانی آگ، برف، بجلی، پہاڑ، درخت غرض سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے۔ انسان خدا کی دی ہوئی قوت کے موافق ان چیزوں سے نفع اٹھائے۔ چاند پر پہونچنے یا نہ پہونچنے کے متعلق قرآن پاک نے کچھ نہیں بیان کیا، نہ قرآن پاک ایسی چیزوں کے بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے،قرآن پاک تو انسان کواس کے فرائض بتانے اور صحیح زندگی سکھلانے کے لئے نازل ہوا ہے تاکہ اس کوابدی راحت مل سکے محض چاند پر پہونچنے سے ابدی راحت نہیں ہوگی۔اگر کوئی شخص چاند پر پہونچ جائے تو اس کی وجہ سے قرآن پاک کی مخالفت نہیں ہوتی۔ اور اس کا یقین کر لینے سے ایمان میں فرق نہیں آتا۔آسمان پر فرشتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ سے آتے جاتے ہیں،انسان کے نیک اعمال آسمان پر چڑھتے ہیں،رزق آسمان سے اترتا ہے، انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر تشریف فرما ہونا حضرت نبی اکرم ﷺ نے شبِ معراج میں ملاحظہ فرمایا ہے۔خود بھی آپ آسمان پر اوراس سے بھی آگے خدا جانے کہاں کہاں تک تشریف لے گئے ہیں[1]۔اور پہلے شیاطین بھی آسمان پر جاتے تھے اوراب بھی

[1].....وفی حدیث طویل وقال فی السماء السابعة فاذا انا بابراهیم مسنداً ظهره (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ملائکہ ان کو بھگا دیتے ہیں[1]۔ جو کام شیطان کرتے تھے وہ کام اگر یہود ونصاریٰ کرنے کی کوشش کریں تو کونسا کمال ہے۔ ان چیزوں پر بحث کرنا بیکار ہے۔ کام وہ کرنا چاہئے جو آخرت میں کارآمد ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۹ھ

چاند پر پہنچنے والوں کے سلسلہ میں کیا علماء مختلف ہیں

سوال:۔ آج کل عوام وخواص میں مشہور ہے کہ امریکہ کے کچھ لوگ چاند پر گئے، اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس بارے میں ہمارے علماء کے مختلف بیانات ہیں، کسی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوتا ہے کہ امریکہ کے کچھ لوگوں نے چاند پر جا کر واقعہ معراج کو مزید ثبوت بخشا، اور شق القمر کی تصدیق ہوئی، جس سے اسلام کی تقویت ہوئی، کسی کی جانب سے یہ شائع ہوتا ہے کہ جھوٹے ہیں اللہ نے آسمانوں کو شیطان سے محفوظ کر دیا ہے، اور چاند آسمان ہی میں ہے، اور فلسفیوں کے نام لکھے ہیں، لہٰذا کوئی بھی شیطان جن وانس آسمان پر نہیں جا سکتا، جس سے ہم جیسے کم علم بہت پریشان ہیں، چونکہ اشتہاروں میں شائع ہوتا ہے کہ جس نے اس پر یقین کیا کہ چاند پر انسان گیا وہ خارج از اسلام ہے، اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا وغیرہ وغیرہ۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الی البیت المعمور واذا ھو یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لایعودون الیہ ثم ذھب بی الی السدرۃ المنتھی الخ مشکوۃ شریف ص۵۲۸ باب فی المعراج، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

(صفحہ ھذا) [1].....ان ابلیس کان یخترق السماوات قبل عیسی علیہ السلام فلما بعث اوولد حجب عن ثلاث سماوات ولما ولدالنبی ﷺ حجب عنھا کلھا وقذفت الشیطان بالنجوم الخ روح المعانی ص۱۰۹ ج۱۳ الجزء الثالث والعشرون. مطبوعہ دارالفکر بیروت سورہ الصافات تحت آیت: ۱۰.

الجواب حامداً ومصلیاً!

امریکہ والوں کے بارے میں اگر آپ سکوت کریں کچھ بھی نہ کہیں تو کیا اشکال ہے، نہ کوئی خارج اسلام کہے گا نہ تجدید نکاح کا حکم دے گا، خدا جانے ایسے اشتہارات کس نے شائع کئے، اور آپ کو ان کے پڑھنے اور یقین کرنے پر کس نے مجبور کیا، اگر تحقیق ناقص ہی مقصود تھی تو دونوں طرف کے اشتہارات ہی یہاں بھیج دیتے جن میں قرآن پاک اور حدیث شریف کے حوالے دیئے ہیں، یہ طریقہ نہیں جو آپ نے اختیار کیا، جو آدمی محض مسئلہ یا دلیل معلوم کرے اس کا جواب مسئلہ یا دلیل لکھ دینے سے ہو جاتا ہے، جو شخص کسی کی تردید چاہے یا دونوں فریق کے اختلاف کے متعلق تحقیق چاہے، اس کو اس شخص کی اور دونوں فریق کی دلیل بھی دریافت کر کے لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، آپ ہم سے تو ہر بات کا حوالہ کتب فقہ سے طلب کرتے ہیں اور جناب زید اور فریقین کی باتیں بلا دلیل و بلا حوالہ کتب فقہ کے لکھ دیتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۴ھ

چاند کے اوپر اور زمین کے نیچے آبادی

سوال:۔ چاند پر اور زمین کے نیچے اور آسمان پر آبادی ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کی امت میں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

آسمان کے اوپر سب جگہ ملائکہ ہیں وہ خود مطیع ہیں ان کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ چاند بھی آسمان پر ہے اس میں کسی مخلوق کا وجود معلوم نہیں زمین کے سات طبقات ہیں ہر طبقہ میں جداگانہ مخلوق آباد ہے اور ہر مخلوق کی طرف نبی اسکی جنس سے بھیجا جاتا ہے قال وھب

ابن منبه لما خلق اللّٰه الارض كانت طبقة واحدة ففتقها فصيرها سبعاً كما فعل فى السمٰوٰت وجعل بين الطبقة مسيرة خمس مأة عام وهو قوله تعالىٰ ففتقنا هما وجعل هما سبعا فكان اسم الطبقة الاولٰى اديما والثانية بسيطا والثالثة ثقيلاً والرابعة بطيحا والخامسة جينا و السادسة ماسكه والسابعة الثرىٰ وسكان الارض الثانية امم يقال لهم الطمس وطعامهم من لحومهم وشرابهم من دمهم والطبقة الثالثة سكانهم امم وجوههم كوجوه بنى اٰدم وافواههم كافواه الكلاب وايديهم كايدى بنى اٰدم وارجلهم كارجل البقروعلى ابدانهم شعركصوف الغنم وهو لهم ثياب والطبقة الرابعة سكانها امم يقال لهم الحلهام ليس لهم اعين ولا اقدام بل لهم اجنحة. كاجنحة القطاوالخامسة بهاامم يقال الخشن وهم كا مثال البغال ولهم اذناب كل ذنب نحوثلث مائة ذراع والسادسة بهاامم يقال الحشوم وهو سود الابدان ولهم مخاليب كمخاليب السباع ويقال ان اللّٰه تعالىٰ يسلطهم على ياجوج وماجوج حين يخرجون فتهلكهم والطبقة السابعة فيها مسكن ابليس وجنوده من المردة والشياطين اه "بدائع[1] الذهور فى وقائع الدهور"اللّٰه الذى خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلهن يعنى سبع ارضين يتنزل الأمر الوحى بينهن بين السمٰوٰت والارض ينزل به جبرئيل من السماء السابعة الى الارض السابعة انتهى جلالين[2] شريف مجموعہ فتاویٰ ص ۱۲۶.[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1]..... بدائع الذهور فى وقائع الدهور ص۸-۷ ذكر مبتدأ خلق الأرض، مكتبه اسلاميه كوئٹه پاكستان. هٰكذا فى الجامع لاحكام القرآن ص۱۹۲ ج۱ الجزء الحادى عشر، سورةانبياء آيت ۳۰ مطبوعه دارالفكر بيروت. **(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)**

چاند میں نشان کیسا ہے

سوال:۔ چاند میں بادل کے ٹکڑے جیسا کچھ نشان معلوم ہوتا ہے یہ نشان کس چیز کا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اس میں ایک قول تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے چاند اور سورج کو اولا یکساں بنایا تھا پھر چاند کے نور کے ستر اجزاء میں سے ایک جز چاند میں باقی رہا اور ۶۹' اجزاء حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بامر خداوندی اپنے بازو سے رگڑ کر چاند سے نکال کر سورج کی طرف منتقل کردئے۔ یہ اس رگڑ کا نشان ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں حروف جمیل لکھے ہوئے ہیں۔ فتاویٰ ابن حجر[1] مکی ص۱۳۱ میں دونوں قول درج ہیں۔ تفسیر مفاتیح الغیب[2] میں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲.....جلالین شریف ص۲/۴۶۴، سورہ الطلاق آیت: ۱۲ ،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند .

۳.....مجموعۂ فتاویٰ عبد الحی ص۱۴۲ ج۱ کتاب العقائد، حکم کسے کہ قائل ومعتقد حدیث ان خلق سبع ارضین الخ، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ

(صفحہ ہذا) ۱.....قیل ان علیا کرم اللّٰہ وجھہ سئل عن ذلک فقال ھواثر مسح جناح جبرئیل لان اللّٰہ تعالیٰ خلق نور القمر سبعین جزء اً کنور الشمس فمسحہ جبرئیل بجناحہ فمحا منہ تسعۃ وستین جزء اً حولھا الی الشمس فاذھب منہ الضوء وابقی فیہ النور الی قولہ وقال بعضھم انہ حروف وھی جمیل. الفتاویٰ الحدیثیۃ ص۱۸۶ مطلب فی السوادالذی فی القمر، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت.

۲.....واحسن ما ذکرہ الفلاسفۃ فی الاعتذار عنہ أنہ ارتکز فی وجہ القمر أجسام قلیلۃ الضوء مثل ارتکاز الکواکب فی أجرام الافلاک الخ تفسیر کبیر ص۳۷۶ج۵، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، تفسیر غرائب القرآن علیٰ ھامش الطبری ص۱۳-۱۴ ج۸ مطبوعہ دار المعرفۃ.

فمحونا اٰیۃ اللیل کے ذیل میں ص۳۷۳ ج ۵ میں پہلے قول کے ساتھ ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح کواکب اجرام فلکیہ میں مرتکز ہیں اسی طرح اجسام قلیلۃ الضوء وجہ قمر میں مرتکز ہیں قول اول کی کچھ تائیدات تفسیر[1] ابن کثیر اور فتاویٰ[2] ابن حجر میں ذکر کی ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۴/۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف

چاند، سورج، ستارے کہاں ہیں؟

سوال:۔ زمین وآسمان کے جو سات درجہ ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟ کیا چاند اور سورج ایک ایک کے علاوہ دوسرے درجوں میں بھی ہے یا نہیں؟ نیز زمین کے سات درجے ہیں، تو کیا آسمان کے اوپر بھی کوئی زمین کا درجہ ہے یا نہیں؟

نیز عوام میں جو مشہور ہے کہ زمین کا نیچے کا درجہ تحت الثریٰ ہے اور وہ ایک گائے کے قرن پر رکھا ہوا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ شریعت کیا فیصلہ فرماتی ہے؟ نیز چاند سورج آسمان سے پیوست ہیں یا زنجیر سے لٹکے ہوئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چاند، سورج، ستارے، سب آسمان سے نیچے اپنے مدار میں ہیں، نہ آسمان میں جڑے

---

[1].....ویؤیدالاول ما اخرجه البیهقی ان عبداللّٰه بن سلام سأل النبی ﷺ عنه فقال کا ناشمسین الخ الفتاویٰ الحدیثیة ص ۱۸۶ مطلب فی السواد فی القمر، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[2].....تفسیر ابن کثیر ص ۴۵ ج ۳ سوره بنی اسرائیل آیت: ۱۲ مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه.

ہوئے ہیں نہ زنجیر میں لٹکے ہوئے ہیں بلکہ قدرتی کشش کے تحت ان کا نظم قائم ہے[۱]۔ زمین نیچے ہے آسمان کے اوپر نہیں۔ گائے کے قرن پر زمین کا ہونا موضوعات میں سے ہے، مستند صحیح روایات میں نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ

قیامت میں بعد حساب، چاند، سورج کہاں رہیں گے

سوال:۔ قیامت میں بعد حساب کے چاند، سورج کہاں رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں ان کی تذلیل و توبیخ کے لئے ان کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس پر لوگ بہت نادم ہوں گے کہ افسوس ہمارے معبود بھی ہماری طرح دوزخ میں بے یار و مددگار ہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۱/۲/۲۷ھ

---

[۱].....وقال الحسن الشمس والقمر والنجوم فی فلک بین السماء والارض غیر ملصقة ولو کانت ملصقة ماجرت، ذکره الثعلبی الجامع لاحکام القرآن ص ۳۲ ج ۸ الجزء الخامس عشر سوره یٰسین آیت: ۴۰ مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۲].....قال ومن هٰذا حدیث ان الارض علی صخرة والصخرة علی قرن ثورفاذا حرک الثور قرنه تحرکت الصخرة. موضوعات لملاعلی القاری ص ۹۸ ان الارض علی صخرة الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی

[۳].....عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ الشمس والقمر مکوران یوم القیامة. مشکوٰة شریف ص ۴۸۲ (باب نفخ الصور) وفی المرقات ویحتمل ان یکون من قولهم طعنة مکورة من کوره اذا ألقاه ای ملقیان من ذالکما وهذا التفسیر اشبة بنسق الحدیث (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ستارے، بروج، چاند تک پہونچنا

اس وقت روز بروز جو خبریں شائع ہورہی ہیں کہ چاند پر پہونچنے کے مدعی اپنے برسوں کی کوشش میں کامیاب ہوگئے ہیں اس کے متعلق احق الادیان کا کیا فیصلہ ہے۔

(۱) چاند من حیث ھو ھو کیا ہے اور اس کے اجزاء ترکیبیہ کیا ہیں؟

(۲) قمر وارض میں کونسا بڑا ہے اور چاند کی وسعت اور طول وعمق کی کیا مقدار ہے؟

(۳) ارض کو قمر سے کیا فصل ہے اور کتنی مسافت ہے اور جوہر آسمان کے درمیان پانچسو برس کی مسافت آتی ہے وہ کس رفتار سے ہے آیا پیادہ یا گھوڑے یا اونٹ کے اعتبار سے؟

(۴) چاند کا وقوع کس جگہ پر ہے اور اگر آسمان پر ہے تو کون سے آسمان پر ہے اور نہیں ہے تو پھر کہاں ہے اور قیام کا کیا انتظام ہے؟

(۵) اس کی گردش اختلاف مشارق ومغارب کے ساتھ ایک ہی برج میں ہوتی رہتی ہے یا مختلف برجوں میں اور ان برجوں کے نام کیا ہیں؟

(۶) تاریخوں کے اختلاف سے چاند کا بڑا چھوٹا ہونا نظر آتا ہے اس کی کیا حقیقت ہے آیا چاند ہی کم وبیش ہوکر کبھی ختم ہوتا (جیسے ماہ کے ختم پر) اور کبھی وجود میں آتا (جیسے چاند رات میں) یا اور کوئی چیز حائل ہوتی ہے اور حائل ہونے والی چیز کیا ہے؟

(۷) شمس وقمر، مریخ، زحل وغیرہ سبع سیارہ ایک سطح پر ہیں یا مختلف سطحوں میں اور ان

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لمافی بعض طرقه مکوران فی النار فیکون تکویرهما فیها لیعذب بهما اهل النار لا سیما عباداالانوار الخ مرقات ص ۲۳۲ ج۵، مطبوعه بمبئی، باب نفخ الصور، الفصل الاول، تفسیر مظهری ص ۲۰۴ ج ۱۰، سورۂ تکویر آیت ۱، مطبوعه کوئٹه، تفسیر ابن کثیر ص ۷۴۷ ج ۴ مطبوعه تجاریه مکة المکرمة.

سطحوں کے نام کیا ہیں۔

(۸) سبع سیارہ جو آسمان پر ہیں تو کون سے آسمان پر اور ہر ایک کو اوپر نیچے ہونے کے اعتبار سے کتنا فاصلہ ہے۔

(۹) مابین السماء والارض ایسی کتنی سنگین گھاٹیاں ہیں۔ جیسے طبقہ باردوحار اور وہ طبقہ جہاں ہوا کا نام ونشان ہی نہیں یہ طبقات وکرات زمین سے کتنے فاصلے سے شروع ہو جاتے ہیں؟

(۱۰) ان تمام گھاٹیوں سے گذر کر چاند پر پہونچنے کا دعویٰ کرنے والے کے حق میں قرآن وحدیث واقوال علماء کا تصدیق وتکذیب میں کیا فیصلہ ہے اور ان کے اس دعویٰ کی تصدیق صاحب ایمان کو کرنا کیسا ہے۔ معراج کی اطلاع پر ملحدین کا سب سے پہلے یہ کہنا تھا کہ ان تمام کرات سے گذرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔

(۱۱) مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق صرف ایک سواری (براق) پر سوار ہو کر جنت دوزخ، عرش وکرسی تک کی خبر دی جاسکتی ہے تو ہمارا (مدعیان برسیدن چاند) آلات کے ذریعے صرف چاند کی اور اس میں پہاڑوں بخاروں زمینوں وغیرہ اشیاء کی خبر دینے میں کونسا استحالہ ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔ اگر یہ بھی دعوہائے ماضیہ باطلہ کی طرح بالکل باطل ہے تو پھر بمصداق لکل فرعون موسیٰ، اس کی تردید کا آپ حضرات نے کیا انتظام کیا ہے کیونکہ ہر روز کے معمہ کے حل کا میں ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ شدت سے انتظار کر رہی ہے اگر باضابطہ انتظام ہو جائے اور گاہ بگاہ اخبارات میں بھی اشاعت ہوتی رہے تو کروڑوں ایمان کے تحفظ کا ذریعہ بن کر عندالناس مشکور وعنداللہ ماجور ہوں گے۔

(۱۲) جو ضمیمہ ہے (۶) کا، یہ چاند مہینہ کے ختم ہونے پر جو گم رہتا ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے اگر گم رہتا ہے تو کہاں رہتا ہے اس کا کیا نام ہے۔ قرآن وحدیث واقوال علماء حق بحوالۂ

کتب مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔ جتنا جلدی ہو بہتر ہے۔ والسلام

محمد ابراہیم کھیڑہ افغان، حال قیام مدرسہ اشرف العلوم،

قصبہ گنگوہ سہارنپور، ۹ جمادی الاول ۸۹ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) القمر کوکب یستفید نورہ من الشمس فینعکس علی الارض فیرفع ظلمة اللیل وھو قمر بعد ثلاث لیال الیٰ اٰخر الشھر واما قبل ذٰلک فھو ھلال اھ[۱] المنجد ص ۶۹۲ اجزاء ترکیبیہ کا علم نہیں۔

(۲) چاند چھوٹا ہے[۲] چاند کی وسعت طول، عمق کا علم نہیں۔

(۳) ارض وقمر کے درمیان کی مسافت کا علم نہیں۔[۳] آسمانوں کے درمیانی مسافت سے مراد بظاہر وہ مسافت ہے جو کہ سفر شرعی میں مراد ہے بعض روایات میں اس کے علاوہ بہت تیز رفتار کا ذکر بھی آیا ہے[۴]۔

(۴) آسمان سے نیچے فلک میں ہے کما سیأتی فی رقم ۸۔

(۵) مختلف بروج میں ان کے نام یہ ہیں۔ الشرطین، والبطین، والثریا والدبران، و والھقعة والھنعة، والذراع والنثرة والطرفة، والجبھة، والذبرة،

---

[۱].....المنجد ص ۶۹۲، مادہ قمر

[۲].....والسماء والارض اعظم من الشمس والقمر. فتاویٰ ابن تیمیه ص ۲۳۰ ج ۱۶ سورة الشمس.

[۳].....زمین سے چاند کا زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۲۵۲۷۱۰ رمیل اور کم سے کم فاصلہ ۱۴۶۳ رمیل ہوتا ہے اس حساب سے اس کا اوسط فاصلہ ۲۳۷۰۵۸ رمیل بنتا ہے۔ فہم الفلکیات ص ۱۰۸ مطبوعہ کراچی۔

[۴].....فی روایة ان بین کل سماء و سماء خمس مأة عام وفی روایة اخری بین کل سماء وسماء احدی اواثنتان وسبعون سنة وجمع بین الحدیثین بان اختلا ف المسافة بینھما با عتبار بطء السیروسرعته الخ فتح الباری ص ۴۳۵ ج ۶ . کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه،

والصرفة، والعواء، والسماک والغفر، والزبانی، والاکلیل والقلب والشوله، والنعائم، والبلدة، وسعدالذابح وسعد بلع، وسعدالسعود، وسعدالاخبیة وفرغ الدلوالمقدم، وفرغ الدلوالمؤخروبطن الحوت اھ۔ ان کومنازل سے قرآن پاک میں تعبیر کیا گیا ہے۔ کذافی تبصیر الرحمٰن[1] ج ا ص ۳۲۱۔

(۶) ان منازل میں مقررہ تاریخوں میں رہنے کی وجہ سے ان کے نور میں تفاوت رہتا ہے کذافی تفسیر ابن کثیر[2] ج ۳ ص ۵۷۶۔

(۷) یہ سب (ایک ہی) فلک میں ہیں کماسیجیئی۔

(۸) آسمان سے نیچے ہیں۔ فی روایة طویلة عن ابن عباسؓ ثم خلق اللّٰه تعالیٰ بحراً دون سماء الدنیا فهو موج مکفوف قائم فی الهواء باذن اللّٰه تعالیٰ لا یقطرمنه قطرة والنجوم کلها ساکنة فی ذٰلک البحروهو جارفی سرعة السهم واطلاقه فهو فی الهواء مستوکأنه حبل ممدود مابین المشرق والمغرب وتجری الشمس والقمر والخنس فی سرعة دوران الرحیٰ من اهوال یوم القیٰمة وزلازلها فی ذٰلک البحر فذٰلک لقوله تعالیٰ کل فی فلک یسبحون وفی روایة علی فقال علیه الصلوٰة والصلام یاعلی الکواکب الخمسة البرجیس وهو المشتری وزحل وعطاردوبهرام والزهرة فهو الکواکب الخمسة الطالعات الجاریات مع الشمس والقمر فی الفلک

---

[1].....تبصیر الرحمن ص ۳۲۱/۱، مطبوعه مصر تحت قوله تعالیٰ وقَدَّرَه مَنَازِلَ .سوره یونس.

[2].....واما القمر فقدره منازل یطلع فی اول لیلة من الشهر ضئیلاً قلیل النور ثم یزدادنوراً فی اللیلة الثانیة ویرتفع منزلة ثم کلما ارتفع ازداد ضیاء وان کان مقتبسا من الشمس حتی یتکامل نوره فی اللیلة الرابعة عشرة ثم یشرع فی النقص الی آخر الشهر. تفسیر ابن کثیر ص ۹۱۱ ج۳ سورة یٰس تحت آیت: ۴۰ مطبوعه مصطفی الباز مکه مکرمه.

واماسائرالکواکب فکلها معلقات فی السمٰوت کتعلیق القنادیل فی المساجد اه العرائس للثعلبی ص ۱۶، ۱۷.

(۹) ان کی تعداد اور فاصلہ کا علم نہیں۔

(۱۰) یہ مسئلہ ایمانیات میں سے نہیں قرآن کریم اور حدیث شریف نے ثبوتاً یا نفیاً اس پر ایمان لانے کا مکلّف نہیں کیا اگر چاند پر کوئی پہونچ جائے تو اس سے ایمان میں فرق نہیں آتا۔ ملحدین مکہ نے جو اشکال کیا تھا اس کی بنیاد قرآن وحدیث سے استدلال پر نہیں تھی کیونکہ ایمان کی دولت سے محروم تھے۔

(۱۱) جنت اور عرش کرسی تک پہونچنے کے لئے براق کی سواری لائی گئی تھی وہاں تک یہ لوگ نہیں پہونچے نہ ارادہ کیا نہ ان کا ان چیزوں پر ایمان ہے کیونکہ یہ چیزیں مغیبات میں سے ہیں اور ان کو صرف محسوسات کا اعتراف ہے چاند محسوسات میں ہے اس تک پہونچنے کے لئے براق کی ضرورت نہیں لہٰذا اگر چاند تک بغیر براق کے پہونچ بھی جائیں۔ تو ایمان میں فرق نہیں آئے گا۔ پھر تردید کی کیا ضرورت ہے۔ دو عادل متدین مقبول الشہادۃ عندالشرع اگر پہونچنے کی گواہی دیں تو قبول کرنے میں اشکال نہیں[۱]۔

(۱۲) اس کا جواب (۶) میں آ گیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

چاند پر پہونچ جانا

سوال:۔ اگر کوئی شخص پورا یقین کرے کہ چاند پر آدمی جا سکتا ہے وہاں رہنا بھی ممکن

---

[۱].....وشرط لغیر ذلک المذکور رجلان اورجل وامرأتان مالاً کان الحق اوغیر مال و شرط للکل الحریة والاسلام والعدالة الخ مجمع الانهر مع ملتقی الابحر ص ۲۶۱ ج۳ کتاب الشهادات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

ہے۔اس مسئلہ پر قرآن پاک سے کیا معلوم ہوتا ہے۔ہم سب مسلمانوں کو پورا یقین کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

اس کے متعلق قرآن پاک نے کوئی بات نہیں فرمائی کہ چاند پر آدمی جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس لئے اگر کوئی وہاں چلا جائے تو قرآن کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

چاند سورج کیا آسمان میں ہیں

سوال:۔ چاند اور سورج کہاں ہیں۔ساکن ہیں یا متحرک اگر آسمان میں ہیں تو کس آسمان میں قرآن کی کونسی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔انسان، چاند، سورج اور ستاروں پر پہونچ سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں پہونچ سکتا ہے تو امریکہ کے چاند پر جانے کی دعویٰ کی تردید کیا ہے اور اگر جاسکتا ہے تو قرآن وحدیث سے اس کا مستدل کیا ہے نیز تسخیر مافی السمٰوٰت والارض کا مفہوم کیا ہے اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک کیا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ دونوں آسمان سے نیچے ہیں متحرک ہیں کذافی العرائس[1]۔اگر انسان چاند میں پہونچ جائے تو قرآن پاک یا حدیث شریف کے خلاف لازم نہیں آتا۔شیخ سعدی نے گلستاں[2] میں لکھا ہے:

---

[1].....قال الحسن الشمس والقمر والنجوم فی فلک بین السماء والارض غیر ملصقة ولو کانت ملصقة ماجرت: ذکره الثعلبی (فی العرائس) الجامع لاحکام القرآن ص۳۲، ج۸، الجزء الخامس عشر سورة یٰس تحت آیت:۴۰ مطبوعه دارالفکر بیروت، العرائس للثعلبی ص۱۷،۱۶،

[2] گلستاں ص۶، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند۔

ابروبادومہ وخورشید وفلک درکارند
تاتو نانے بکف آری وبغفلت نخوری
ہمہ از بہرتو سرگشتہ وفرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ توفرماں نبری

آیت تسخیر کے مفہوم پراس سے بھی روشنی پڑتی ہےاور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ سب اشیاء انسان کی منفعت کے لئے پیدا کی ہیں۔ اور انسان خدائے پاک کی عطا فرمائی ہوئی صلاحیت وقوت کے موافق ان سے منتفع ہوتا ہے جس کی بے شمار صورتیں ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم
حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

خلائی سفر: چاند پر پہونچنا

سوال:۔ کیا چاند سورج تک انسان پہونچ سکتا ہے؟ سورج تک پہونچنا انسانی عقل کے بھی خلاف ہوگا، کیونکہ اس قدر شدت حرارت میں زندہ رہنا ناممکن ہے۔ پھر **سخر الشمس والقمر** سے انسان کے چاند تک پہونچنے کا مطلب کیسے لیا جاسکتا ہے؟

(۲) کیا خلاء نوردی (خلائی سفر) فضول خرچی میں شامل ہے؟

(۳) کیا چاند پہاڑوں غاروں اور گہری کھائیوں کا مجموعہ ہے؟ کیا ہماری زمین سے اوپر فضاء میں کوئی زمین ہے؟

(۴) مادی وسائل کے ذریعہ سے چاند تک پہونچنے سے کیا معراج نبویؐ کی تصدیق ہوتی ہے؟

(۵) شیاطین پہلے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہاب پڑتے ہیں پھر یہ شیطان کیسے چاند پر پہونچ گئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چاند سورج تک پہونچ جانا نہ شرعاً ممنوع ہے نہ عقلاً محال ہے۔ یہ دونوں چیزیں آسمان پر نہیں ہیں بلکہ فلک میں ہیں۔ فلک آسمان سے بہت نیچے ہے جو کہ ان سیاروں کا مدار ہے اس میں یہ گردش کرتے ہیں **کل فی فلکٍ یسبحون**[1]۔ جس طرح سورج ایک مخلوق ہے جس میں زبردست تمازت ہے۔ یہ جسد عنصری اپنی اسی حالت میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا جیسے کہ آگ کو برداشت نہیں کرسکتا مگر آگ سے بڑی سرعت کے ساتھ عبور کرسکتا ہے جس کا مشاہدہ شب وروز باورچیوں سے ہوتا ہے کہ وہ پھرتی سے آگ کا انگارہ بھی پکڑ کر ادھر ادھر کردیتے ہیں اور ڈالدیتے ہیں اور لپٹ میں کو ہاتھ بھی گذار دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ بغیر کسی دوا کے استعمال کئے ہوئے کرتے ہیں۔ سورج کی تمازت بظاہر آگ سے بہت زیادہ ہے، مگر ممکن ہے کہ قدرت نے ایسی اشیاء بھی پیدا فرمادی ہوں جو اس تمازت کے لئے حجاب بن سکیں۔ یہ عقلاً کچھ بعید نہیں۔ آخر حضرت نبی کریم B معراج میں تشریف لے گئے کرۂ ناراور کرۂ زمہریر کو عبور فرمایا۔ جبرئیل امین بھی ساتھ تھے براق بھی ساتھ تھا۔ ان دونوں کروں سے ان تینوں کو تکلیف نہیں ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کتنی زبردست آگ میں ڈالا گیا مگر جس ذات نے آگ میں جلانے کی خاصیت رکھی اسی ذات نے آگ کو خطاب فرمایا۔ **قولہ تعالیٰ یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم**[2] (الآیۃ) اگر سورج کی تمازت کو بھی کسی کے حق میں ختم یا کم کردیا جائے تو کیا بعید ہے کہ ایسا بھی ایک وقت آئے گا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے **اذاالشمس کوِّرَت**[3]۔ ہر چیز میں جو بھی تاثیر ہے وہ خدائے

---

[1].....سورۂ یٰس آیت: ۴۰، دونوں ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔ بیان القرآن۔

[2].....سورۂ انبیاء آیت ۳۳. ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہوجا ابراہیم کے حق میں (بیان القرآن)

[3].....سورۂ تکویر آیت ۱، جب آفتاب بے نور ہوجاوے گا (بیان القرآن)

پاک کی عطا فرمودہ ہے وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی تاثیر واپس لیلے۔ ابومسلم خولانی کو بھی آگ میں ڈالدیا گیا تھا مگر آگ نے انہیں نہیں جلایا[1]۔

(۲) خلاء نوردوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ پھر غور کیا جائے کہ وہ مقصد کیا حیثیت رکھتا ہے۔

(۳) سات زمینوں کا تذکرہ بعض روایات[2] میں آیا ہے۔ ہماری زمین سے اوپر فضا میں کوئی زمین ہے یا نہیں، اس کا تذکرہ صاف نہیں۔ چاند، پہاڑوں، غاروں، گہری کھائیوں کا مجموعہ ہے اس کا تذکرہ روایات میں نہیں۔

(۴) معراج نبویؐ تو قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سلف صالحین سے ثابت ہے[3]۔ چاند تک مادی وسائل سے پہونچ جانا اس کے مقابل میں بہت ہی معمولی بات ہے۔

(۵) یہ آسمان تک نہیں پہونچے بلکہ اس سے بہت نیچے اسی فضاء میں پہنچنے کے مدعی ہیں۔ چیل، چکور، کبوتر جیسے اڑتے ہیں اس سے کچھ اوپر تک یہ اڑ کر پہونچ گئے[4]۔

---

[1].....فامربه (ای ابومسلم الخولانی العابد) فالقی فی نار عظیمة فلم تضره الخ اسدالغابة ص ۲۸۹، ج۵، مطبوعه دارالفکر، ابومسلم الخولانی ۶۲۴۷، سیر اعلام النبلاء ص ۶۱، ج۵، ابو مسلم الخولانی، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2].....قال النبی ﷺ ومن أخذ شیئاً من الارض بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین بخاری شریف ص۴۵۳ ج ۱ مطبوعه اشرفی دیوبند، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، رقم الحدیث ۳۰۹۲،

[3].....والمعراج لرسول اللّٰه ﷺ فی الیقظة بشخصه الی السماء ثم الیٰ ماشاء اللّٰه من العلیٰ حق ای ثابت بالخبر المشهورحتی ان منکره یکون مبتدعا الیٰ ماقال فالاسراء وهو من المسجد الحرام الی بیت المقدس قطعی ثبت بالکتاب والمعراج من الارض الیٰ السماء مشهور الخ. شرح عقائد ص۱۴۳ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مبحث المعراج.

[4].....وانا لمسنا السماء الایة. والظاهران المراد بالسماء السحاب الی ان قال لیس فی هذا الحد یثین ومافی معناهما ان الجن یخطف من السماء (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کہکشاں

سوال:۔ رات کو آسمان پر جو سفیدی لمبی نظر آتی ہے۔اس کو بعض لوگ پل صراط کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس کا نام کہکشاں ہے قیامت کو آسمان اس جگہ سے پھٹے گا۔فتح العزیز[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماہِ ثابت یا ذوالجد

سوال:۔ عروج ماہ ہو اور ثابت یا ذوالجد ہو، ماہ منقلب نہ ہو، جمعرات سے شروع کیا جائے، پوچھنا یہ ہے کہ ماہ ثابت یا ذوالجد کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ماہ ثابت اور ذوالجد میں نہیں جانتا کس کو کہتے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولعل معناه حتى يبلغ الخبر هذالسماء الدنيا ثم اهل السماء الدنيا ينزلون الى العنان فتذكر الامر الذى قضى فى السماء فيخطف الجن مسترقوا السمع وهم بعض فوق بعض الى العنان الخ، تفسير مظهرى ص۸۶.۸۷ ج۱۰ سورة جن تحت قوله تعالىٰ وانا لمسنا السماء فوجدنها ملئت حرساً شديداً الآية :۸.

(صفحه هذا) [1].....واز حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ مروی است کہ شگافتن آسمان از محل کہکشاں واقع خواہد شد۔فتح العزیز ص۱۰۹ سورۃ انشقت، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ماہ عروج کی ابتداء وانتہا

سوال:۔ ماہ عروج سے فلاں کام شروع کرو، تو ماہ عروج سے کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یکم سے ۱۴ تک عروج ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

آثار وموسمیات کی خبر نشر کرنا

سوال:۔ ہماری گورنمنٹ کا محکمہ موسمیات جو بارش یا آندھی طوفان وغیرہ کی خبریں بذریعہ ریڈیو نشر کرتا ہے ان پر یقین رکھنا شرعی حیثیت سے کیسا ہے۔ اور وہ محکمہ کیسے اندازلگاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ آثار وعلامات پر اعلان کیا جاتا ہے کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط یہ شرعی دلیل نہیں جس پر یقین واجب ہو[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۱۰/۵ھ

---

[۱].....واما القمر فقدره منازل يطلع فى اول ليلة من الشهر ضئيلا قليل النور ثم يزداد نوراً فى الليلة الثانية ويرتفع منزلة ثم كلما ارتفع ازداد ضياء وان كان مقتسبا من الشمس حتى يتكامل نوره فى الليلة الرابعة عشرة الخ، تفسير ابن كثير ص ۹۱۱ ج۳ سورة يٰس تحت آيت: ۳۹ مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه، البداية والنهاية ص۳۳ ج۱ ذكر مايتعلق بخلق السموات ومافيهن الخ، حديث سب الدهر، مطبوعه مصطفى الباز مكه مكرمه.

[۲].....وهكذاالمنجمون الى قوله وذالک ان مبنى علمهم على ان الحركات العلوية (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بادل اور رعد کس کا نام

سوال:۔ (۱) بادل کیا چیز ہے، سمندر کی بھاپ ہے کیا سمندر سے پانی پی کر برستا ہے یا آسمان سے پانی برستا ہے؟

(۲) رعد دوزخ کی آگ ہے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار جو بادل میں گرجتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) سمندر سے پانی پی کر بادل برستا ہے، اور آسمان سے بھی بارش ہوتی ہے، اس بارش سے کھیتی وغیرہ اُگتی ہے،[۱] مگر یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں اس کی تحقیق سے کیا فائدہ۔

(۲) رعد اس فرشتہ کا نام جو بادل پر مسلط ہے بعض نے کہا اس فرشتہ کی آواز کا نام ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/ ۸۶ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هی السبب فی الحوادث والعلم بالسبب یوجب العلم بالمسبب وهذا انما یکون اذا علم السبب التام الذی لا یتخلف عنه حکمه وهؤلآء اکثر مایعلمون ان علمو اجزأ یسیراً من جملة الاسباب الکثیرة ولا یعلمون بقیه الاسباب و لا الشروط ولا الموانع (فتاویٰ ابن تیمیه ص۱۷۳ ج۳۵) استدلال بالنجوم علی الحوادث.

(صفحہ ہذا) [۱] قالَ اللّٰه تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِی خلَقَ السَّمٰوَاتِ والْاَرْضَ واَنْزَلَ مِنَ السَّماء مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مَنَ الثَّمَراتِ رِزْقاً لَّکُمْ (سورة ابراهیم، آیت ۳۲) **ترجمه :** اللہ ایسا ہے جس نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا۔ (از بیان القرآن)

[۲] قوله ورعد هو الملک المتوکل به وقیل صوته (جلالین شریف، ص۵-۴ ج۱) تحت سورة البقرة آیت ۹۱.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب بست ودوم: کھیل وتصاویر کے احکام

فصل اول:- کھیلوں کا بیان

کھیل کی چیزیں بچوں کے پاس ہوں تو کیا کریں

سوال:۔ بعض بچے کھیل کی چیزیں مدرسہ میں لے آتے ہیں، تو ان کو زجراً استاذ دیکھ کر واپس نہ کریں تا کہ ان کی اصلاح ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی چیزیں ذوات القیم ہوں تو ان کو ضائع کر دیں اور قیمت اپنے پاس سے بچوں کو دیدیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

بچوں کو لٹو وغیرہ کھیلنا

سوال:۔ بچوں کو لٹو کھیلنے کی اجازت دی جائے یا نہیں؟ اسی طرح ترکی ٹوپی اور کوٹ

---

[1] ومن كسر معزفاً اواراق سكرا ومنصفا ضمن الىٰ قوله يضمن قيمتها صالحة لغير اللهوالخ تبيين الحائق ،ج۵/ص ۲۳۷/ مطبع امداد يه لاهور پاكستان)كتاب الغصب، در مختار مع الشامى زكريا ص۳۰۶ ج۹ كتاب الغصب، بحر ص۱۲۴ ج۸ كتاب الغصب مطبوعه كوئٹه.

پہننے کی اجازت دی جائے یا نہیں، اگر اجازت دی جائے تو کس عمر تک اگر بیان فرمائیں گے تو مہربانی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر چہ یہ چیزیں بچوں کے حق میں حرام نہیں تاہم جس قدر اچھے اخلاق وافعال کا ان کو عادی بنایا جائے گا اسی قدر بڑے ہوکر ان پر اثر ہوگا، جو کوٹ کسی غیر قوم کا شعار نہیں وہ درست ہے، بڑے کے حق میں بھی بچے کے حق میں بھی، ترکی ٹوپی بھی درست ہے، لٹو کی بھی اجازت ہے[1] بشرطیکہ قمار نہ ہو لیکن سنت کے موافق لباس اور معاشرت اختیار کرنا موجب برکت وثواب ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بچوں کو جھنجھنے سے بہلانا

سوال:۔ نابالغ بچوں کو جھنجھنے سے بہلانا کیسا ہے جبکہ تصویر والے نہ ہوں، یہ مزامیر میں شمار تو نہیں ہے؟

---

[1] وعلى هذا الأصل فالالعاب التى يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة فى نفسها ما لم تشتمل على معصية أخرى وما لم يؤد الانهماک فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان فى دينه ودنياه، تكملة فتح الملهم ص۴۳۵ج۴ كتاب الشعر باب تحريم اللعب بالنردشر حكم الألعاب فى الشريعة قبيل كتاب الرؤيا، مطبوعه كراچى.

[2] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره اوبالفساق اوالفجار اوباهل التصوف والصلحاء والابرار فهو منهم اى فى الاثم والخير قال الطيبى هذا عام فى الخلق والخلق والشعار، مرقات المفاتيح ،ج۴/ص ۴۳۱/ (مطبوعه بمبئى) كتاب اللباس الفصل الثانى)

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مزامیر میں شمار نہیں اس کی گنجائش ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۶ھ

بچوں کی گڑیا اور کھلونا

سوال:۔ مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کیلئے جو کھلونے ہوتے ہیں، ان میں گڑیا وغیرہ اکثر وبیشتر ہوا کرتی ہیں، بچے کا ایسے کھلونے کے ساتھ کھلانا کیسا ہے؟ مسلمانوں کے گھروں میں ان کا رکھنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کو ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گڑیا کی یا کسی اور کھلونے کی شکل وصورت جاندار کی نہ ہو تو مضائقہ نہیں، جاندار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے[2]، بچوں کے لئے بھی نہ رکھیں، ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ کریں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/ص ۸۹ھ

---

[1] المزامیر جمع مزمار وھو الآلة التی یزمرفیھا ای القصب زمر الرجل اذا غنی فی القصب،قواعد الفقه ،ص ۴۸۰/ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَاللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ،بخاری شریف، ج ۲/ص ۸۸۰/.

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

[3] وکذا بطل بیع مال غیر متقوم کالخمر والخنزیر ویدخل فیه فرس اوثور،من خزف لستیناس الصبی الخ الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانهر ،ج۳/ص ۷۸/مطبوعه بیروت لبنان، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گڑیوں سے کھیلنا

سوال:۔ایک شخص گڑیاں بناتا ہے، اور اپنی شاگرد لڑکیوں کو دیتا ہے اور زیور وغیرہ بھی لاکر دیتا ہے، گڑیوں کو پہنانے کے لئے، اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو لڑکیوں کے کھیل کے لئے جائز قرار دیتا ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے استدلال کرتا ہے، اور یہ شخص امامت بھی کرتا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ گڑیوں کا بنانا اور لڑکیوں کا ان سے کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں کیسی تھیں، کپڑے کی یا لوہے، تانبے، پتیل، مٹی کی، اور پھر ان میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، منہ وغیرہ اعضاء موجود تھے، یا نہیں؟ جب تک مستدل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرے اسوقت تک زمانۂ مروجہ کی گڑیاں بنانے اور فروخت کرنے پر استدلال درست نہ ہوگا، تصویر جاندار کی بنانے اور رکھنے سے خواہ کپڑے کی ہو خواہ کسی اور شئی کی، احادیث میں صریح ممانعت ہے، حضرت عائشہؓ کے دروازہ پر لٹکے ہوئے پردہ پر تصویر تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا[1] غالباً مستدل کے سامنے یہ حدیث بھی ہوگی،" **وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير ويدخل فيه فرس اوثورمن خزف لاستيناس الصبى لانه لاقيمة لهٗ**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كتاب البيوع باب (البيع الفاسد) شامی زکریا ۴۷۸ ج۷ كتاب البيوع باب المتفرقات، البحر الرائق ص ۱۷۲ ج۶ كتاب البيوع باب المتفرقات مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عنها اَنَّهَا كَانَتْ قَدْ اِتَّخَذَ تْ عَلىٰ سَهْوَةٍ لَهَا سِتْراً فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ الحديث مشكوٰة شريف، ص ۳۸۵/ (باب التصاوير)

ولا یضمن متلفه اھ درمنتقیٰ ج ۲ / ص ۵۴ /[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۳/۹۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۹ھ

حضرت عائشہؓ کا نیزہ بازی دیکھنا

سوال:۔صحاح ستہ میں ہے کہ عیدین میں حضرت عائشہؓ کو حضور ﷺ نے گود میں اٹھا کر تیر و نیزہ کے کھیل دکھلایا، اس وقت بالغ تھیں یا نابالغ تھیں، کتب میں موجود ہے، کہ خوشی کا دن تھا اس لئے حضور ﷺ نے ان کی خوشی پوری کی، اور بعض کتب میں ہے کہ عمر آپ کی کم تھی، یعنی نابالغ تھیں اس سے عیدین میں کچھ کھیل تماشے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور اظہار خوشی بھی زیادہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

عیدین کے روز اظہار سرور خوشی میں تو اشکال نہیں، آپ بھی کیجئے، مراقی الفلاح میں لکھا ہے، کہ فرحت و بشاشت کا اظہار ملنے والوں سے کرنا مستحب ہے[2]، دوسری چیز اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کا ان نامحرموں کو دیکھنا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ بالاصالہ اجنبی

---

[1] درمنتقی علی مجمع الانهر ،ج۳/ص ۷۸/ (مطبوعه بیروت لبنان) کتاب البیوع باب البیع الفاسد)، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۷۸ج۷ کتاب البیوع باب المتفرقات، البحر الرائق ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] ویظهر الفرح والبشاشة فی وجه من یلقاه من المؤمنین .مراقی الفلاح ،ص۸۶/ باب احکام العیدین، مطبوعه مصری.

کے چہرہ کی طرف دیکھنا شرعاً اس وقت درست ہے، جبکہ ہر قسم کے فتنوں سے امن ہو[1]، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر امن تھا، اس لئے کوئی اشکال نہیں حتی کہ حضرت ابن ام مکتوب ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ام سلمہؓ وغیرہ کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا، وہاں سے اشکال بھی کیا گیا کہ یہ صحابی تو نابینا ہیں، ان سے کیا پردہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو[2]، آج کون شخص دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ فتنوں سے امن ہے، اسی لئے فقہاء نے مطلق ممانعت کردی ہے، تیسری چیز اس حدیث میں تیر اور نیزہ کا کھیل ہے، تو اس کے متعلق خود آنحضرت ﷺ کا امر ہے، تیر اندازی اور نیزہ بازی سیکھو، جہاد میں کام آنے والی چیز ہے[3]، یہی حال لاٹھی، تلوار، بندوق سیکھنے کا ہے، آپ بھی بہ نیت جہاد سیکھئے، اور مشق کیجئے اجر ملے گا اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کم عمر تھیں،

---

[1] فحل النظر مقید بعدم الشهوة والافحرام وهذا فی زمانهم .الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۹/ص ۵۳۲/ ومطبوعه کراچی ، ج۶/ص۳۷۰/ فصل فی النظر الخ کتاب الحظر الخ، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۹ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر الیه الخ، خانیة علی الهندیة ص۴۰۸ج۳ کتاب الحظر والاباحة باب فیما یکره من النظر والمس، مطبوعه کوئٹه.

[2] فَقُلْتُ یَارَسُولَ اللّٰہ ﷺ اَلَیْسَ هُوَاَعْمیٰ لَایَبْصُرُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ اَفَعَمْیَا وَانْ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تَبْصُرَانِ .الحدیث مشکوٰة شریف،ص ۲۶۹/(باب النظر الی المخطوبة کتاب النکاح)

ترجمہ:۔میں نے کہا کیا وہ نابینا نہیں ہیں، ہمیں وہ دیکھ نہیں سکتے، آپؐ نے فرمایا کیا تم نابینا ہو تم تو انہیں دیکھ سکتی ہو۔

[3] عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ان اللّٰه تعالٰی یدخل بالسهم واحد ثلثة نفر الجنة صانعه یحتسب فی صنعته الخیر والرامی به ومنبله وارموا وارکبوا وان ترموا احبّ الیّ من ان ترکبوا کل شیء یلهو به الرجل باطل إلا رمیَه بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته امرأته فانهن من الحق، مشکوٰة شریف ص۳۳۷ کتاب الجهاد، الفصل الثانی باب اعداد اٰلة الجهاد.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے چادر میں چھپا رکھا تھا، وہ کمر کے پیچھے کھڑی ہو کر کندھے کے قریب سے دیکھ رہی تھیں، ان کو تو حبشی بالکل نہیں دیکھ رہا تھا، اور وہ حبشی کے چہرے کی طرف نہیں بلکہ نیزہ کی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے کہ فٹ بال، والی بال، اور کرکٹ کا کھیل دیکھنے والے نظر گیند کی طرف رکھتے ہیں، نہ کہ گیند والے کے چہرے کی طرف، نیز اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، حدیث کی پوری تفصیل فتح الباری، ج۲/ص۳۵۶/[1] میں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا

سوال:۔ (۱) گیند کھیلنا، فٹ بال کھیلنا، کبڈی کھیلنا، لکڑی کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کشتی لڑنا دنگل کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اگر ورزش اور مشق جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے کھیلے تو درست ہے،[2] مگر

---

[1] واستدل به علیٰ جواز اللعب بالسلاح علی طریق التواثب للتدریب علی الحرب الیٰ قوله اما النظر بشهوة وعند خشية الفتنة فحرام اتفاقاً الخ فتح الباری، ج۲/ص ۳۷۱/ مکتبه یوسفی دیوبند) کتاب العیدین.

[2] والمصارعة لیست ببدعة الا للتلهی فتکره واما السباق بلاجعل فیجوز فی کل شئی قال الشامی ای مما یعلم الفروسیة ویعین علی الجهاد بلا قصد التلهی ، الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۷۹/ ومطبوعه کراچی ،ج۶/ ص۴۰۴/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۲ج۵ کتاب الکراهیة الباب السابع عشر فی الغنا واللهو وسائر المعاصی الخ سکب الأنهر ص۲۱۷ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دار الکتب العلمیة بیروت.

ستر پوشی اور دیگر حدود شریعت کی رعایت لازم ہے، انہماک کی وجہ سے احکام شرعیہ نماز وجماعت وغیرہ میں خلل نہ آئے۔[1]

(۳/۲) جواب نمبر ا:۔ کے مطابق ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۹ھ

والی بال

سوال:۔ دس بارہ شخص جو قوم کے سردار کہلاتے ہیں، اور تمام شہر کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں، وہ روزانہ جمع ہوکر دل خوش کرنے کے لئے شام کو جنگل میں دو بانس بالمقابل گاڑ کر اور جالی ڈال کر بال کو کبھی ادھر پھینکتے ہیں، کبھی ادھر پھینکتے ہیں، اس کھیلنے کے لئے علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مکروہ ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۹/۶۲ھ

---

[1] وهذا اذالم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب الخ الدرالمختار على الشامى، ج۹/ص۵۶۶/ ومطبوعه كراچى، ج۶/ ص۳۹۴/ كتاب الحظروالاباحة، فصل فى البيع)

[2] وكره كل لهو اى كل لعب وعبث .الدرالمختار مع الشامى كراچى، ج۶/ص۳۹۵/ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع، بحر ص۲۰۷ ج۸ كتاب الكراهية فصل فى البيع، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۲۲۲ ج۴ كتاب الكراهية فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا

سوال: ۔بعض جگہ کشتیاں چلائی جاتی ہیں، اس غرض سے کہ دیکھیں کہ کون اپنی کشتی کو آگے نکالے، جو آگے نکلے اس کو انعام دیا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ بغیر انعام کے بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں، کہ دیکھیں کون کشتی میں آگے نکلے، شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر محض لہو ولعب کے لئے ایسا کرتے ہیں تو شرعاً ممنوع ہے، اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ جہاد میں بسا اوقات دریائی سفر اور کشتیاں چلانے کی نوبت آتی ہے، اسکے لئے مشق کرلی جائے، تو یہ ممنوع نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے، بشرطیکہ انعام کوئی تیسرا دے۔ **کذا یفهم من مجمع الانهر۔** ج۲/ص۵۴۹/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) نوٹ :۔ مگر یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ والی بال سے مقصود صرف لہو ولعب ہو لیکن اگر بدن کی ورزش پیش نظر ہو اور ستر پوشی کا اہتمام ہو اور واجبات میں خلل واقع نہ ہو تو پھر درست ہے، "**من لعب بالصولجان یرید الفروسیة یجوز الخ شامی زکریا ،ج۹/ص ۸۷۷/ ومطبوعه کراچی ،ج۶/ ص۴۰۲/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع" عالمگیری کوئٹه ص۳۵۲ج۵ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغنا واللهو الخ، سکب الانهر ص۲۱۷ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات، دار الکتب العلمیة بیروت.**

(صفحہ ہذا) [1] **وکل ماهومن اسباب الجهاد فتعلمه مندوب الیه الیٰ قوله اوشرط فیها جعل من ثالث الخ مجمع الانهر ،ج۴/ص ۲۱۶/ مطبوعه (دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الکراهیة فی المتفرقات،وفی الشامی واما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر کلامهم الجواز،شامی زکریا،ج۹/ص۵۷۹/ ومطبوعه کراچی، ج۶/ص ۴۰۴/. (کتاب الحظر والاباحة الخ فصل فی البیع)، بحر ص۴۸۶ج۸ مسائل شتی کتاب الخنثی مطبوعه الماجدیه کوئٹه.**

تاش کا کھیل

سوال:۔ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں صرف دل کو بہلانے کے لئے تاش کھیلتا ہوں، جس میں کسی بھی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی جاتی، جیسا کہ دوسرے کھیل ہیں مثلاً فٹ بال، اور والی بال، ہاکی، کرکٹ وغیرہ تو اس کے غلط ہونے کی کیا وجہ ہے جبکہ اس میں کوئی شرط وغیرہ نہیں لگائی جاتی، تو کیا اس کے لئے تاش کھیلنا اس صورت کے ساتھ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کرکٹ، ہاکی، وغیرہ میں ایک غرض صحیح کے پیش نظر اجازت ہے، (یہ سب ممنوع محض نہیں) بخلاف تاش کے کہ اس میں یہ غرض صحیح موجود نہیں[1] نیز یہ دوسروں کے لئے ذریعہ قمار بن سکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعلیمی تاش

سوال:۔تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو بلا کراہت یا مع الکراہت

---

[1] وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج ،الدرالمختار علی الشامی ،ج۹/ص ۵۶۵/ مطبوعہ زکریا ومطبوعہ کراچی ،ج۶/ص۳۹۴/(کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع)، مجمع الانہر ص۲۲۲ ج۴ کتاب الکراھیۃ فصل فی المتفرقات مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، بحر ص۲۰۷ ج۸ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] وما کان سبباً لمحظور فھو محظورٌ، شامی زکریا ص۵۰۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحۃ قبیل فصل فی اللبس.

اگر ناجائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر بچوں کو حروف کی شناخت کیلئے یہ تاش استعمال کرایا جائے، تو فی نفسہٖ درست ہے، جیسے بورڈ پر لکھ کر شناخت اور مشق کرائی جاتی ہے،[1] لیکن اندیشہ یہ ہے کہ یہی کھیل آئندہ چل کر ہار جیت کے تاش کا ذریعہ بن جائے گا، اور دوسری غلط چیزوں کی طرف اس سے رہنمائی ہوگی، جیسے حل معمہ وغیرہ اسلئے اس طریقہ کو نہ اپنایا جائے، بلکہ جو طریقہ سلف کا پہلے سے موجود ہے اسی کو اختیار کیا جائے، اس میں خیر و برکت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۹۱ھ

تاش کا حکم

سوال:۔ تاش کھیلنا جب کہ کوئی شرط وغیرہ نہ ہو جب کہ تاش پر فوٹو وغیرہ بھی ہوتے ہیں جائز ہے یا نہیں، جب کہ محض تفریح کے لئے ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

تاش کھیلنا بغیر مالی ہار جیت (جوا) کے بھی جائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۸۷ھ

---

[1] کمایستفاد من هذه العبارة، والظاهر جواز ذالک حینئذ ایضاً ان قصدبه التمر ن علی معرفة الحساب، شامی زکریا، ج۹/ص ۵۸۰/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع)، مجمع الانهر ص۲۷۶ ج۳ کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گھر میں کھیل کھیلنا

سوال: ۔گھر کے اندر کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً ٹیبل ٹینس، کیرم بورڈ، اور بیڈ منٹن وغیرہ یہ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ کھیلنا جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو کھیل کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور اس میں ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے طاعات ترک نہ ہوں[1] اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو تو درست ہے، اگر اس میں صحت درست وقوی ہو کر دشمن کے مقابلہ کی قوت میں ترقی ہو تو اس نیت سے اس میں ترغیب بھی ہے، جیسے گھوڑے کی سواری میں یا تیرنے میں، ورنہ جیسا جتنا غلط کھیل ہوگا، ویسا ہی اس پر حکم بھی ہوگا، اس ضابطہ کے تحت ہر کھیل کا حکم معلوم ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] کرہ تحریماً اللعب بالنرد والشطرنج وهذا اذالم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب الافحرام بالاجماع وكره كل لهو لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام الا ثلاثة(الدرالمختار مع الشامی کراچی ،ج۶/ص۳۹۵/ (فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة)، مجمع الانهر ص۲۲۲ ج۴ کتاب الکراهية فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بحر ص۲۰۷ ج۸ کتاب الکراهية فصل فی البيع مطبوعه الماجديه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] وهذا اذالم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب والافحرام وفی الشامی قد جاء الاثر فی رخصة المسارعة لتحصيل القدر ة علی المقاتلة دون التلهی الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۶۶/ ومطبوعه کراچی ،ج۶/ص ۳۹۴/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع)، سکب الأنهر ص۲۷۶ ج۳ کتاب الشهادات باب من تقبل شهادته مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، ملاحظه هو تکمله فتح الملهم ص۴۳۵ ج۴ کتاب الشعر باب تحريم اللعب بالنردشير، مطبوعه کراچی.

کیرم بورڈ بطور تفریح

سوال:۔ کیرم بورڈ بغیر شرط محض تفریح کے لئے کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی نفسہ اس میں خواہ گناہ نہ ہو، لیکن آئندہ چل کر بسا اوقات یہی ہار جیت کے طور پر کھیلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہٰذا احتیاط مناسب ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیرم بورڈ

سوال:۔ کیرم بورڈ ایک کھیل ہے کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟ اطلاعاً عرض ہے کہ کھیل بغیر شرائط وبغیر ہار جیت کے کھیلا جاتا ہے، جواز ہو تو کس صورت میں اور ناجائز ہو تو کس صورت میں؟ اطلاع فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ہار جیت نہ ہو اور احکام شرعی میں اس کی وجہ سے خلل نہ آئے تو کبھی کبھی وحشت دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے اس کھیل (کیرم) کی گنجائش ہے،[2] تاہم اس کی عادت نہ ڈالی جائے، اور اس کو چھوڑنے کی کوشش کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۴ھ

---

[1] وکل ماأدی الیٰ مالایجوز لایجوز الخ درمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۱۹/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس، وما کان سببا لمحظور فهو محظور الخ شامی زکریا ص۵۰۴ ج۹ کتاب الحظر والإباحة. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شطرنج کی ممانعت پر دلیل

سوال: ۔شطرنج کھیلنا مکروہ ہے یا حرام ہے، نیز اس کی ممانعت جن الفاظ کے ساتھ حدیث پاک میں آئی ہے، وہ تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شطرنج اگر قمار وغیرہ نہ ہوتو مکروہ ہے کذا فی البحر[1] شطرنج کے متعلق صراحۃ کوئی حدیث صحاح میں دیکھنا محفوظ نہیں، البتہ ابن حجر مکیؒ نے الزواجر میں بعض روایت کی ہیں[2]، ابوداؤد شریف میں نردشیر کی ممانعت ان الفاظ کے ساتھ ہے "**من لعب بالنرد شیرفقد عصی اللّٰہ ورسولہ**"(**ابوداؤد شریف، ج۲/ص۶۷۵/ باب النھی عن اللعب عن النرد**[3]) نرد

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [2] وھذا اذالم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والافحرام الدرالمختار مع الشامی زکریا ، ج۹/ص۵۶۶/ ومطبوعہ کراچی ،ج۶/ص ۳۹۴/ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع)، سکب الأنھر ص۲۷۶ ج۳ کتاب الشھادات باب من تقبل شھادتہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، نیز ملاحظہ ہوتکملہ فتح الملہم ص۴۳۵ ج۴ کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنردشیر مطبوعہ کراچی۔

(**صفحہ ہذا**) [1] واباح الشافعی الشطرنج من غیرقمار (الیٰ قولہ) وفی المحیط ویکرہ اللعب بالشطرنج والنرد(بحر ،ج۸/ص۲۰۷/کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ مجمع الأنھر ص۲۲۲ ج۴ کتاب الکراھیۃ فصل فی المتفرقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص۵۶۵ ج۹ کتاب الحظر والإباحۃ فصل فی البیع.

[2] عن ابی ھریرۃؓ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا مررتم بھؤلاء الذین یلعبون بھذہ الأزلام النرد والشطرنج وما کان من اللھو فلا تسلّموا علیھم فإنھم إذا اجتمعوا وأکبوا علیھا جاء ھم الشیطان بجنودہ فما یزالون یلعبون حتی یتفرقوا کالکلاب اجتمعت الکبیرۃ الخامسۃ والاربعون بعد الأربع مائۃ اللعب بالشطرنج الخ الزواجر مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ مکرمۃ،

[3] **ترجمہ**:. جس شخص نے نردشیر سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

شیر کی تشریح شطرنج کے ساتھ کی گئی ہے، کذا فی الفتح القدیر[1]، ج۶/ص۳۹/اور کنز الدقائق کی شرح زیلعی[2]، ج۴/ص۲۲۳/میں حدیث شریف کے الفاظ اس طرح منقول ہیں "**قال علیه الصلاة والسلام ملعون من یلعب بالنرد**" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۱/۸۹ھ

---

[1] ان النرد شیر هم الشطرنج(فتح القدیر ،ج۷/ص۴۱۳/ کتاب الشهادت ،باب من تقبل شهادته الخ دارالفکر.

[2] زیلعی ،ج۴/ص۲۲۳/کتاب الشهادة ،باب من تقبل شهادته ومن یقبل، مطبوعه امدادیه ملتان.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل دوم:- تصویر اور مجسمہ سازی

فوٹو رکھنا

سوال:۔فوٹو یا تصویر کو آرائش کے لئے رکھا جائے ،مناسب ہے یا نہیں ،یا صرف یادگار کیلئے رکھا جائے ،نصف یا تمام فوٹو رکھنا بھی تحریر کریں، بہت سی کتابوں میں بھی تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں، کیا ان کا رکھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جاندار کا فوٹو پورا ہو یا نصف یادگار کے لئے آرائش کیلئے بہر صورت ناجائز ہے[1]، اگر کتابوں میں تصاویر ہوں، جیسے لغت کی کتابوں میں المنجد ہے، اور وہ کتابیں بند ہیں، تو

---

[1] ولایجوز ان یعلق فی موضع شیئا فیه صورة ذات روح، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۵۰/ کتاب الکراهیة ،الباب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم للخدمة. مجمع الانهر ص۱۸۸، ج: ۱، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۸۹، فصل فی المکروهات،

گنجائش ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

فوٹو کھنچوانا

سوال: ۔فوٹو کھنچوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فوٹو کھنچوانا منع ہے،[2] اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہو جائے تو معذوری ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

---

[1] قوله او ثوب آخر كان فوق الثوب الذى فيه صورة ثوب ساترلهٗ فلا تكره الصلاة فيه لاستتارها بالثوب وفيه ايضا لاتكره امامة من فى يده تصاوير لانها مستورة الثياب لاتستبين فصارت كصورة نقش خاتم ، شامى زكريا ،بتقديم وتاخير ،ج۲/ص ۴۱۸/ باب مايفسد الصلوٰة الخ، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة. البحرالرائق كوئٹه ص۲/۲۷، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، النهر الفائق ص۲/۲۸۳، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] عن عبداللّٰه بن مسعود قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول اشد الناس عذابا يوم القيامة المصور ون .مشكوٰة ،ص۳۸۵/ باب التصاوير. الفصل الاول ،مطبوعه ياسرنديم ديوبند، بخارى شريف ص۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص۲/۲۰۱، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلى،

[3] وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلابأس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كمافى تناول الميتة، شرح كتاب السير الكبير ج۴/ ص۲۱۸/ باب مايكره فى دار الحرب ومالايكره. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

کتے اور تصویر کا حکم

سوال:۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوتی ہیں، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، تو یہ چیزیں کیسی ہیں، اور کتا نہلانے کے بعد ناپاک کیوں ہوجاتا ہے، جب کہ پانی کا کام پاک کرنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عن طلحةؓ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا تصاویر، متفق علیه، مشکوٰة شریف،ص۳۸۵/[1] کتا پالنا جائز نہیں،مگر مکان کھیتی جانوروں کی حفاظت اور شکار کیلئے جائز ہے "وفی الاجناس لاینبغی ان یتخذ کلباً الا ان یخاف منه اللصوص اوغیر هم الیٰ ان قال ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لاجل الحرس جائز شرعاً وکذٰلک اقتناؤه للاصطیاد مباح وکذٰلک اقتنائه لحفظ الزروع والماشیة جائز کذافی الذخیرة.عالمگیری، ج۴/ص ۲۴۶/[2]

ذی روح کی تصویر بنانا اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں،البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنانے

---

[1] مشکوٰة شریف ص۳۸۵/ باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۲/۸۸۰، کتاب اللباس، باب عذاب المصدرین یوم القیامة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسل شریف ص ۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمه:-حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ جس گھر میں کتا اور تصویریں ہیں اسمیں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

[2] عالمگیری کوئٹه ج۵/ص ۳۶۱/ کتاب الکراهیة، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم الخ. المحیط البرهانی ص ۸/۹۴، کتاب الکراهیة، الفصل الثالث والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم، مرقاة شرح مشکوة ص ۴/۴۸۳، باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی،

اور رکھنے میں گناہ نہیں، ''سعید بن ابی الحسن فی حدیث طویل فقال ابن عباس ویحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بھٰذا الشجر و کل شیء لیس فیه روح . رواه البخاری ،مشکوٰۃ ،ص ۳۸۶/[1]

جس شئی میں پاک ہونے کی صلاحیت نہ ہو پانی اس کو پاک نہیں کرسکتا، زندہ کتے کی کھال اگراس کے اوپر کوئی ناپاکی نہ ہو پاک ہے[2]، البتہ لعاب نجس العین ہے، اس میں میں پاک ہونے کی صلاحیت نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ ۲۴/۴/۵۳ھ

تصاویر برکت کے لئے گھر میں رکھنا

سوال:۔(۱) مکان وغیرہ میں برکت وخوبصورتی کے لئے علماء کرام و بزرگان دین

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۶/ باب التصاویر، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۲۹۶/۱، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۰۲/۲، کتاب اللباس، باب تحریم صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:-سعید بن ابوالحسن سے ایک لمبی حدیث مروی ہے، اس میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اگر تو اور پیشوں سے انکار کرتا ہے، اور تصویریں ہی بنانی ضروری سمجھتا ہے، تو ان درختوں کی تصویر بنا نا اور ہر اس چیز کی جو بے جان ہو۔

[2] لان ظاهر کل حیوان طاهر، شامی زکریا ج ۱/ ص ۳۶۳/ باب المیاه، قبیل مطلب فی المسک والزبادوالعنبر. النهرالفائق ص ۸۲/۱، کتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۰۲/۱، کتاب الطهارة،

[3] وسؤر الکلب والخنزیر وسباع البهائم نجس، البحرالرائق کوئٹه ج ۱/ص ۱۲۷/ کتاب الطهارة. مجمع الانهر ص ۵۵/۱، کتاب الطهارة، فصل ثالث، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۳، فصل فی بیان احکام السؤر،

کی تصاویر کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص اپنا فوٹو بنوا کر اپنے پاس رکھے یا کہیں بھیجے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) آج کل اخبارات میں علماء کرام کی تصاویر آرہی ہیں مثلاً اخبار الجمعیۃ میں جناب مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ودیگر اکابرین کی تصاویر آرہی ہیں، اس فعل سے اکثر لوگ حجت پکڑتے ہیں، اور تصویر کو جائز کہتے ہیں، اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، تو ان لوگوں کا ان علماء کے فعل کو حجت پکڑ کر تصویر فوٹو وغیرہ کو جائز کہنا اور اخبارات ورسائل وغیرہ میں شائع کرانا صحیح وجائز ہے یا نہیں؟ اس کا مفصل حکم مدلل مع ذکر احادیث وآیات قرآن مجید بیان فرما کر ثواب دارین کے مستحق ہوں اگر کوئی صورت جواز کی ہو جس کا اثبات ادلہ اربعہ سے ہوتا ہو نکلتی ہو بعیدہ ہو یا قریبہ اس کو بھی بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں، اور اگر کوئی شخص کسی عالم یا بزرگ کی تصویر خفیہ طور پر کھنچوا کر شائع کرادے تو وہ شخص من جانب شرع گنہگار ہوگا یا نہیں، بینوا وتوجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ایسی تصویر کا گھر میں خوبصورتی وبرکت وغیرہ کیلئے رکھنا شرعاً حرام ہے، اس سے برکت نہیں ہوتی، بلکہ نحوست ہوتی ہے، کیونکہ ملائکہ رحمت کا آنا موقوف ہو جاتا ہے۔

(۲) ناجائز ہے۔

(۳) ایسی تصویر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ شرعی مسائل کا ادلہ اربعہ سے ثبوت ہوتا ہے، اور یہ کوئی سی بھی دلیل نہیں، بے جان چیزوں درختوں وغیرہ کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے اسی طرح بلا سر کی تصویر رکھنا بھی جائز ہے، نیز چھوٹی چھوٹی تصویریں جیسے روپیہ پر ہوتی ہیں، جن کی کوئی خاص عظمت نہیں ہوتی، انمیں بھی مضائقہ نہیں[1]۔

[1] ولو صلی معہ دراھم علیھا تماثیل ملک لا بأس بہ لان ھذا یصغر عن البصر ولو تکون کبیرۃ مقطوعۃ الرأس لانھا لا تعبد بلا رأس، ..... (باقی اگلے صفحہ پر)

”عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اتانی جبرئيل عليه السلام قال اتيتک البارحة فلم يمنعنی ان اکون دخلت الا انه کان علیٰ الباب تماثيل وکان فی البيت قرام سترفيه تماثيل وکان فی البيت کلب فمربرأس التمثال الذی علیٰ باب البيت فيقطع فيصير کهيئة الشجرة ومر بالستر فيقطع فليجعل وسادتين منبوذتين توطان ومربالکلب فليخرج ففعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم رواه الترمذی[1] وابوداؤد، عن سعيد بن ابی الحسن قال کنت عندابن عباسؓ اذاجاء رجل فقال ياابن عباسؓ انی رجل انما معيشتی من صنعة يدی وانی اصنع هذهٖ التصاوير فقال ابن عباسؓ لااحدثک الاماسمعت من رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم سمعته يقول من صور صورة فان اللّٰه معذبه حتیٰ ينفخ فيه الروح وليس بنافخ فيها ابدافربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال ويحک ان ابيت الا ان تصنع فعليک بهذه الشجر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۹۵، فصل فی المکروهات، البحرالرائق کوئٹہ ص۲/۲۸، باب مايفسد الصلاة ومايکره فيها، شامی زکريا ص۲/۴۱۷، باب مايفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بين سنة وبدعة،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مشکوٰۃ شریف ص۳۸۶/ باب التصاوير، الفصل الثانی، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، ابوداؤد شريف ص۲/۵۷۳، کتاب اللباس، باب فی الصور، مطبوعه سعد بکڈپو ديوبند، ترمزی شريف ص۲/۱۰۸، ابواب الآداب، باب ماجاء ان الملائکة لاتدخل بيتا فيه صورة ولاکلب، مطبوعه اشرفی ديوبند،

ترجمہ:-حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اورفرمایا کل رات میں آپ کے پاس آیا تھا، لیکن میں اس لئے اندر نہیں آیا، کہ دروازہ پر تصویریں تھیں، اور یہ واقعہ ہے کہ گھر میں ایک منقش کپڑا تھا، جس کا پردہ بنا کر دروازہ پر ڈال دیا گیا تھا، اوراس میں تصویریں تھیں، اوراس لئے داخل نہیں ہوا، کہ گھر میں کتا تھا، آپ حکم دیجئے کہ جو تصویریں دروازے پر ہیں (یعنی پردہ کے اوپر) ان کے سر کاٹ ڈالے جائیں، جو فرش پر پڑے رہیں، اور قدموں میں روندے جائیں، اور حکم دیجئے کہ کتے کو گھر سے نکالدیا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

وکل شیء لیس فیه روح رواه البخاری، مشکوٰة شریف[1]، وقوله صلی اللّٰه علیه وسلم لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولاصورة المراد بهم الذین ینزلون بالبرکة لاالحفظة وعدم دخولهم لزجزصاحب البیت عن اتخاذ الصور الخ. هامش زیلعی[2]

جوشخص خفیہ طریق سے کسی عالم وغیرہ کی تصویر کھنچوا کر شائع کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۴ھ

---

[1] مشکوٰة شریف، ص ۳۸۶/ باب التصاویر، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۲۹۶/۱، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۰۲/۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:-سعید بن ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک شخص آیا اور کہا ابن عباسؓ میں ایک مزدور پیشہ آدمی ہوں، اور میرا پیشہ ہاتھ کا ہے، میں تصویریں بناتا ہوں، ابن عباسؓ نے کہا میں تجھ کو وہی بات سناؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تصویر بنائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والا ہے، جب تک کہ وہ اس میں روح نہ پھونکے، اور وہ کبھی روح کو نہ پھونک سکے گا، (یہ سن کر) اس شخص نے ایک لمبا سانس لیا، اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اگر تو اور پیشوں سے انکار کرتا ہے، اور تصویریں ہی بنانی ضروری سمجھتا ہے تو ان درختوں کی تصویر بنا اور ہر اس چیز کی جو بے جان ہو۔

[2] حاشیه زیلعی کوئٹه، ج ۱/ص ۱۶۶/ قبیل فصل کره استقبال القبلة بالفرج الخ. مطبوعه امدادیه ملتان، حاشیة الطحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۸۹، فصل فی المکروهات، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸/۲، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها،

کپڑے پر جاندار کی تصویر

سوال:۔سوتی کپڑے کے کنارے پر مور وغیرہ کی تصاویر بنانا کیسا ہے؟ ایک شخص اپنی مرضی سے نہیں بنانا چاہتا مگر اس سے فرمائش کی جاتی ہے، اس پر وہ اعتراض بھی کرتا ہے، کہ ایسی شکل دار چیز بنانے سے مجھے سخت اعتراض ہے، ایسی صورت میں بنانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے پر چاہے قلم سے بنائی جائے، یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے یک دم بنالیا جائے، یا ایک ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے[1]، اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کے لالچ میں ہو یا ویسے ہی، نفس کی خواہش سے ہو کسی طرح اجازت نہیں ہے، جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا، سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں، اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا ہے،

---

[1] تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وھومن الکبائر لانه متوعد علیه بھذا الوعید الشدید وسواء صنعه لما یمتھن ام لغیره فصنعه حرام بکل حال وسواء کان فی ثوب اوبساط اودرھم اودینار اوفلس اواناء اوحائط اوغیرھا. فتح الباری ج ۱۱/ص ۵۸۳/ کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة ،مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، شامی زکریا ج۲/ ص ۴۱۶/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیھا، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة الخ. نووی علی مسلم ص ۱۹۹/۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دھلی،

اور دوسروں کی ناگواری کو برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا[1] اگر مور کا سر نہ بنایا جائے، تو اس کی شرعاً اجازت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

باتصویر اخبار کا حکم

سوال:۔ وہ اخبار ورسائل جن میں صفحہ کے ایک جانب بہترین مذہبی مضمون ہو اور دوسری جانب کسی ذی روح کی تصویر ایسی صورت میں اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تصویر کو روشنائی سے مٹا دیا جائے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن النواس بن سمعانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ، لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، مشکوة شریف ص ۳۲۱، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شرح السنة ص ۶/۳۵، کتاب الامارة، باب الطاعة فی المعروف، مطبوعه مصطفی احمد الباز مکة المکرمة، مسند احمد ص ۵/۶۶، بقیة حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] وان قطع رأسها اوفرقت هیئتها جاز الخ فتح الباری ج ۱۱/ص ۵۸۸/ کتاب اللباس، باب ماوطئ من التصاویر، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. مرقاة شرح مشکوة ص ۴۸۹، ج:۴، باب التصاویر، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی،

[3] وان طینت رؤس التشمال بالطین حتی محاها الطین فلم تستبن فلابأس بذٰلک شرح کتاب السیر الکبیر ج۴/ص ۲۱۹/ باب مایکره فی دارلحرب ومالایکره، مطبوعه دارکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۹۵، فصل فی المکروهات، النهر الفائق ص ۱/۲۸۵، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

باتصویر رسائل کی خریداری

سوال: ۔جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں، جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے، جواب مدلل ومفصل بحوالہ عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے، ان کا خریدنا جائز نہیں، "لان الامور بمقاصدھا"[1] اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کر دیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

پیسہ روپیہ کی تصویر

اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کے مطالعہ کا حکم

سوال: ۔کوئی کتاب جس میں عکسی تصاویر ہوتی ہیں، مثلاً ہدیٰ ڈائجسٹ جو دہلی سے

---

[1] الاشباہ والنظائر ص۵۳/ القاعدۃ الثانیۃ الامور بمقاصدھا، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند. شرح المجلۃ ص۱۷/۱، المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقھیۃ، رقم المادۃ:۲، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، القواعد الفقیۃ المحمودۃ ص۳۰، الفصل الاول، القاعدۃ الاولیٰ من القواعد الخمسۃ الکبری، مطبوعہ مکتبہ المظاھر سیلم،

[2] وان طینت رؤس التمثال بالطین حتی محاھا الطین فلم تستبن فلابأس بذٰلک، شرح کتاب السیر الکبیر ج۴/ص۲۱۹/ باب مایکرہ فی دارالحرب ومالایکرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت. طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۹۵، فصل فی المکروھات، النھر الفائق ص۲۸۵/۱، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

شائع ہوتی ہے، اس قسم کی کتابوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ جبکہ روپیہ پیسہ دیا سلائی پر تصویر ہوتی ہے، اور یہ جیب میں رہتی ہے، روپے پیسے مسجد میں بطور چندہ جیب سے نکال کر دئے جاتے ہیں، فوٹو یا تصاویر کسی شخص کے ہوں، مسجد میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پیسہ روپیہ دیا سلائی پر جو تصاویر ہوتی ہیں، عموماً وہ بہت چھوٹی ہوتی ہیں، بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی اور پھول وغیرہ ہے ایسی چھوٹی تصویر کی چیز کے حکم میں تخفیف ہے[1]، نیز پیسہ روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارۂ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس سے بچنا دشوار ہے، کیونکہ بغیر تصویر پیسہ روپیہ یہاں نایاب ہے، نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں، کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں، پس ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے، مسجد کو ایسی چیزوں سے بچانا چاہئے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۹۲ھ

---

[1] اوکانت صغیرة لاتتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائماً وهی علی الارض ذکره الحلبی لایکره، الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار زکریا، ج۲/ص۴۱۸/ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة، البحرالرائق کوئٹه، ج۲/ص ۲۸/ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها. النهر الفائق ص ۲۸۴/۱، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] ویکره ان یجعل علی الکعبة ثوب فیه تمثال ذی روح ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تصویر دار کاغذ کو جلانا

سوال: ۔جس کاغذ میں کسی انسان کی تصویر بنی ہو اس کو جلانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض تصویر ہے تو اس کو جلانا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....لان اتخاذ التثمال فی سائر المساجد مکروہ ففی الکعبة اولیٰ الخ شرح کتاب السیر الکبیر ج۴/ص ۲۱۹/ باب مایکرہ فی دار الحرب ،ومالایکرہ ،مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت. لان مابنی الا لها من صلاة واعتکاف وذکر شرعی وتعلیم علم وتعلمه وقراء ة قرآن، البحرالرائق کوئٹه ص۲/۳۴، فصل لما فرغ من بیان الکراهة، حلبی کبیر ص ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۵۸۱، باب الاعتکاف،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] کمایستفاد من هذالحدیث، ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب الانقضه، بخاری شریف،ص۱۲۶۸/ حدیث ۵۹۵۲/ باب نقض الصور،مطبوعه دارالسلام ریاض. مشکوة شریف ص۳۸۵، باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، ابوداؤد شریف ص۲/۵۷۲، کتاب اللباس، باب فی الصلیب فی الثوب، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند،

ترجمہ :-حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی ایسی چیز کو جس میں تصویریں ہو نہیں چھوڑتے تھے، مگر اس کو پھاڑ دیتے تھے۔

الکتب التی لاینتفع بها یمحی عنها اسم اللّٰه وملائکته ورسله ویحرق الباقی، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص۶/۴۲۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر

سوال:۔ بعد از دعوات عرض ہے کہ آپ کے یہاں اس خط کے ساتھ ایک خاکہ بھیج رہے ہیں، ویسے دیکھنے سے آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اس خاکہ میں کلمۂ شہادت کے الفاظ کو اس شکل میں ترتیب دیا گیا ہے، کہ اس سے باقاعدہ تصویر بن گئی ہے، جس میں ناک، کان، آنکھ ہر چیز بدن کے صاف دکھائی دیتی ہے، برائے مہربانی اسکے متعلق شرعاً حکم سے آگاہ فرمادیں، آیا ایسا کرنا جائز ہے، اس کو گھر میں لٹکانا شرعاً مناسب ہے، برائے مہربانی اس خط کو جواب کے ساتھ واپس فرما کر مشکور فرماویں؟

نوٹ:۔ اس تصویر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

(ب) آپ سب بزرگوں سے استدعاء ہے کہ مجھے اور میرے بھائی عزیز اللہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ہمیں رشد و ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرماویں، ہمیں صحیح بندگی کی توفیق عطا فرماویں، اور ہم سب سے خوش ہو کر ہمیں اپنے پاس بلائے آمین۔

الجواب!

محترمی زید احترامہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی عزیز اللہ کو ہمیشہ رشد و ہدایت پر رکھے، اتباع سنت کی پوری توفیق دے، دونوں جہان کی ترقیات سے نوازے، آمین آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے (جواب خط کی پشت پر ہے)

احقر محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

الجواب حامداً ومصلیاً!

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ لکڑی، مٹی، لوہا، سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے،

یاقلم سے کسی کاغذ یا تختی پر بنائی جائے، یا مشین سے عکس لیا جائے، کسی طرح اجازت نہیں[۱]، ایسی تصویر بنانے والوں کے لئے حدیث شریف میں عذاب شدید کی وعید ہے[۲]، ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمرہ کی زینت کے لئے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں[۳]۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بنانا تو براہ راست رسول مقبول ﷺ سے بغاوت اور کھلا مقابلہ کرنا ہے، کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے لہٰذا آپ ہی کی تصویر بنائیں گے (معاذ اللہ) یہ صورت نہایت خطرناک ہے، نیز اپنے ذہن میں صورت مبارکہ کو تجویز کر کے تصویر بنا کر آپ کی طرف منسوب کرنا کہ یہ آپ ﷺ کی صورت مبارکہ ہے، بہتان عظیم

---

۱ تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وھومن الکبائر لانه متوعد علیه بھذا الوعید الشدید وسواء صنعه لمایمتھن ام لغیره فصنعه حرام بکل حال وسواء کان فی ثوب اوبساط اودرھم اودینار اوفلس اواناء اوحائط اوغیر ھا ،فتح الباری ج ۱۱/ص ۵۸۳/ کتاب اللباس. باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. شامی زکریا ج۲/ص ۴۱۶/ باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیھا، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة الخ . نووی علی مسلم ص ۱۹۹/۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دھلی،

۲ عن عبداللّٰه بن مسعود قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اشدالناس عذابا یوم القیامة المصورون. مشکوٰة شریف، ص ۳۸۵/ باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۸۸۰/۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصدرین یوم القیامة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲۰۱/۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دھلی،

۳ ولایجوز ان یعلق فی موضع شیئاً فیه صورة ذات روح الخ عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص ۳۵۹/ کتاب الکراھیة ،الباب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم للخدمة. مجمع الانھر ص ۱۸۸/۱، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۸۹، فصل فی المکروھات،

ہے، جس کی سزا جہنم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۸/۹۰ھ

روضۂ اقدس کی تصویر مسجد میں

سوال: ۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی تصویر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ خانہ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لگا سکتے ہیں[2]، مگر سامنے نہ لگائیں، جس سے نمازیوں کی نظر اس پر جائے، اونچائی پر لگائیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

---

[1] عن رسو ال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار بخاری شریف ص ۲۱/۱، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۷/۱، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، مشکوۃ شریف ص ۳۵، کتاب العلم، الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،

[2] ویجوز ان یعلق مافیہ صورۃ غیر ذات روح، عالمگیری کوئٹہ ج۵/ص ۳۵۰/ کتاب الکراھیۃ، الباب العشرون فی الزینۃ واتخاذ الخادم للخدمۃ،

[3] ولابأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذھب وکرہ بعض مشایخنا النقوش علی المحراب وحائط القبلۃ لان ذلک یشغل قلب المصلی، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۶۹/۵، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحرالرائق کوئٹہ ص ۳۶، ۲/۳۷، قبیل باب الوتر والنوافل، تبیین الحقائق ص ۱۶۸/۱، کتاب الصلاۃ، فصل کرہ استقبال القبلۃ، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا

سوال:۔ یہاں ایک قومی ادارہ بنام انجمن اسلامیہ چل رہا ہے، اس کے نائب صدر کا انتقال ہوگیا ہے، اب ممبران اس کا بہت بڑا فوٹو انجمن کے ہال میں لگانا چاہتے ہیں، (بطور یادگار) کیا یہ جائز ہے؟ اور بطور رسم فوٹو کی رسم بھی ادا کرنا چاہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہرگز ہرگز اجازت نہیں، بت پرستوں نے ابتداء اپنے بڑوں کے نام بطور یادگار بت بنائے تھے، پھر ان کی پرستش کرنے لگے[1] فوٹو بھی تصویر ہے، جس مکان میں تصویر ہو وہاں ملائکہ نہیں آتے، مصورین کو بہت شدید عذاب ہوگا۔

"عن عائشةؓ انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رأها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت فى وجهه الكراهية قالت فقلت يارسول الله اتوب الى الله والىٰ رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله ﷺ مابال

[1] قال محمد ابن كعب كان لآدم عليه السلام خمس بنين ود وسواع ويغوث ويعوق ونسر وكانوا عبادا فمات واحد منهم فحزنوا عليه فقال الشيطان انا اصور لكم مثله اذا نظرتم اليه ذكرتموه قال افعل فصوره فى المسجد من صفر ورصاص ثم مات آخر فصوره حتى ماتوا كلم فصورهم وتنقصت الاشياء كما تتنقص اليوم الى ان تركوا عبادة الله بعد حين فقال لهم الشيطان مالكم لاتعبدون شيئا قالوا ومانعبد قال آلهتكم وآلة آبائكم الا ترون فى مصلاكم فعبدوهامن دون الله، الجامع لاحكام القرآن ص: ۲۸۱، ج: ۹، الجزء الثامن عشر، سورة النوح تحت آيت: ۲۳، مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير مظهرى ص: ۷۶، ج: ۱۰، مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير ابى السعود ص: ۴۰۹، ج: ۹، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

هـذه الـنمرقة قلت اشتريتها لتقعدعليها وتوسدها فقال رسول الله صلى الله عليه وسـلـم ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيـوا ماخلقتم وقال ان البيـت الذى فيه الـصورة لاتـدخـلـه الـمـلائـكة .متفق عليه مشكوٰة شريف، ص ۳۸۵/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معلم مقرر کرنے کے لئے اس کا فوٹو منگانا

سوال:۔ بیرون ہند کے لوگ ہندوستان سے کسی عالم کو بچوں کی تعلیم دینے کی غرض سے بلاتے ہیں، لیکن وہ حضرات اس عالم کا فوٹو صرف دیکھنے کی غرض سے طلب کرتے ہیں، تو کیا فوٹو تصویر کھینچنا جائز ہے، اسی طریقہ سے شادی کے معاملہ میں لڑکے کا فوٹو طلب کرتے ہیں، تو کیا حکم ہے؟

---

[1] **مشكوٰة شـريف ص ۳۸۵/ بـا ب الـتـصـاويـر، الـفـصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بـخـارى شـريف ص ۲/۸۸۱، كتاب اللباس، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة، مطبوعه اشـرفـى ديـوبـنـد، مسـلـم شـريف ص ۲/۲۰۱، كتـاب الـلباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشديه دهلى،**

تـرجمه :-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تکیہ کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہوگئے، اور اندر داخل نہیں ہوئے، میں نے آپ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا اور اس کے رسول کی مخالفت سے توبہ کرتی ہوں، مجھ سے کیا گناہ ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا اس کو میں نے آپ کے بیٹھنے اور آرام پانے کے لئے خریدا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے، اور ان سے کہا جائیگا، کہ جو چیز تم نے بنائی ہے ان میں جان ڈالو اور ان کو زندہ کرو، پھر فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ جن کیلئے حرام کام کی اجازت دی جائے، بچوں کی تعلیم کیلئے معلم کے فوٹو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اسکے اخلاق وحالات بذریعہ خط معلوم کئے جاسکتے ہیں، یہی حال شادی کا ہے، اس کیلئے بھی فوٹو کی ضرورت نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۵/۹۰ھ

تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو

سوال:۔ میری ملازمت کو بائیس سال ہونے کو آئے ہیں، وظیفہ کے لئے پچیس سال کی تکمیل کی ضرورت ہے، مگر فوٹو وظیفہ نکالنے کے لئے ضروری ہے، چونکہ میری نظر سے "**اشد الناس عذاباً یوم القیامة المصورون**" گذرا، ایسی صورت میں وظیفہ کے حصول کے لئے فوٹو لیلوں تو جائز ہوگا یا گناہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بغیر فوٹو کے وظیفہ نہ ملنے پر آپ کو زیادہ زحمت نہ ہو اور آپ برداشت کرسکیں تو فوٹو نہ لیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید، فتح الباری ج ۱۱/ص ۵۸۳/ کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. نووی علی مسلم ص ۲/۱۹۹، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی، شامی زکریا ص ۲/۴۱۶، باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو

سوال:۔آج کل سیکڑوں مسلم طلباء اور طالبات پرائیویٹ امتحانات دیتے ہیں، جس میں فوٹو لازمی ہے، تو اس طرح فوٹو کھینچوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فوٹو اتروانا جائز نہیں[1] اگر کوئی ایسی مجبوری ہیکہ بغیر اسکے گذارہ نہیں تو وہ معذوری ہے، مجبوری کی حد تک گنجائش ہوگی[2] اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے، لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[2] ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب سورة الطلاق آیت: ۲-۳، تفسیر مظهری ص ۹/۳۲۰، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، اگر مجبوری ہوتو اجازت ہے،"وان تحققت الحاجة له الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلابأس باستعماله لان موضع الضرورة مستثناة من الحرمة کمافی تناول المیتة الخ شرح السیر الکبیر ج۴/ص۲۱۸/ باب مایکره فی دار الحرب ومالایکره، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1] عن عبداللّٰه بن مسعود قال سمعت رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اشد الناس عذابا یوم القیامة المصور ون .مشکوٰة شریف ،ص ۳۸۵/ باب التصاویر ،الفصل الاول ، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. بخاری شریف ص ۲/۸۸۰، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والے کو ہوگا۔

[2] وان تحققت الحاجة له الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلابأس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة کمافی تناول المیتة،شرح کتاب السیر الکبیر ج۴/ص۲۱۸/ باب مایکره فی دارالحرب ومالایکره ،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

داخلہ لینا، امتحانات دینا، ملازمت کرنا شرعاً بھی قبیح و مذموم ہے، اور عقلاً بھی نیز انکی غیرت وحیا کے بھی سخت خلاف ہے، اور بے شمار اس سے فتنے پیدا ہوتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

تعلیم کے لئے فوٹو

سوال:۔ اگر کوئی شخص کالج کی تعلیم حاصل کر رہا ہو اور اپنے کالج کے سلسلۂ تعلیم کو باقی رکھنے کے لئے فوٹو اُتروانے کی اشد ضرورت ہو تو کیا وہ کالج کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے فوٹو اتروا سکتا ہے؟ از روئے شریعت اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں لکھیں تاکہ سلسلۂ تعلیم باقی رکھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس تعلیم کے منقطع کرنے میں نقصان عظیم نہ ہو تو منقطع کر دیا جائے، ورنہ اس کو جاری رکھنے کے لئے مجبوراً فوٹو کی بھی گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان، مشكوة ص ۲۶۹، باب النظر الى المخطوبة، الفصل الثانی، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مرقاة شرح مشكوة ص ۳/۱۱۴، باب ايضا، مطبوعه ممبئی،

[2] وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلابأس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كمافى تناول الميتة. شرح كتاب السير الكبير ج۴/ص۲۱۸/ باب مايكره فى دار الحرب ومالايكره، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ

سوال:۔آج کل حکومت پاکستان نے ایک لعنت شناختی کارڈ نکالی ہے، کہ ہر شخص کے پاس اس شناختی کارڈ پر فوٹو ہونا ضروری ہے، جس کے پاس نہیں ہوگا، وہ جاسوس سمجھا جائے گا، اوراس کو جیل میں ڈال دیا جائیگا، اب علماء وصلحاء کے لئے اس حکم کی پابندی کرنا کیسا ہے؟ خواہ مجبوراً ہو ہم لوگ از حد پریشان ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ایک ملک میں شہری بنکر رہنا ہے، اس سے مفر نہیں، تو وہاں کے قانون پر عمل کرنا ہوگا، قانون کی خلاف ورزی مستقل جرم ہے، جسکی سزا نا قابل برداشت بھی ہوسکتی ہے[1]۔

جس طرح قانونی مجبوری کی وجہ سے بعض ملازمین کو بیمہ کرانا پڑتا ہے، جس میں قمار بھی ہے، سود بھی، نیز رشوت دیئے بغیر بھی دفع ظلم یا وصولیابی حق کی کوئی صورت نہیں، اسی طرح شرعی عدمِ جواز کے باوجود قلب میں شدید انکار کے ساتھ اسکو (شناختی کارڈ کو) بھی برداشت کیا جائے، اوراستغفار بھی کرتے رہیں، تو امید ہیکہ حق تعالیٰ معذور قرار دینگے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۹۵ھ

---

[1] مخالفة الامير حرام الا اذا اتفق الاكثر انه ضرر فيتبع، شامی زکریا ص۶/۲۳۷، كتاب الجهاد، مطلب مخالفة الامير حرام، عمد القاری ص ۷/۲۲۱، الجزء الرابع عشر، كتاب الجهاد، باب السمع والطاعة، مطبوعه دارالفكر بيروت، فيض الباری ص ۳/۴۴۰، باب ايضا، مطبوعه خضرراه بكڈپو ديوبند،

[2] وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلابأس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كمافى تناول الميتة. شرح كتاب السير الكبير ج۴/ ص۲۱۸/ باب مايكره فى دار الحرب ومالايكره ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

آنکھ اور دانت کی تصویر

سوال:۔ہم بغرض تجارت منجن یا سرمہ بنا کر فروخت کرنا چاہتے ہیں تو اس میں یعنی منجن کے لیبل پر صرف دانت چھپوانا چاہتے ہیں، اور سرمہ کے لیبل پر صرف آنکھ کی تصویر ہوگی چہرہ نہیں ہوگا، از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صرف دانت اور صرف آنکھ کی تصویر درست ہے، جبکہ بقید چہرہ نہ ہو[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳۰/۱/۸۸ھ

فوٹو مٹانے کی ترکیب

سوال:۔ایک عورت نے ریشم میں اپنے فوٹو کھنچوا رکھے ہیں، لیکن اب اس کو توجہ ہوئی تو وہ کیا کرے، جلا دے یا استعمال میں لاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کپڑے کو رنگ لیا جاوے جس سے فوٹو باقی نہ رہے تو پھر استعمال درست ہوگا[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] اومقطوعة الرأس اوالوجه اولغير ذی روح لايكره لانها لاتعبد الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ج۲/ص۴۱۸/ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة الخ. مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۹۵، فصل فی المكروهات، البحرالرائق كوئٹه ۲/۲۸، باب يفسد الصلاة، ومايكره فيها، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چڑیا والی گھڑی

سوال:۔زید گھڑی کی ایک فیکٹری قائم کرنا چاہتا ہے، جس میں آج کل کی نئی نئی ڈیزائن کی گھڑیاں چلتی ہیں، جو گھڑی زید بنوانا چاہتا ہے اس میں پلاسٹک کی چڑیا ہوگی، اور فٹنگ اس طرح ہوگی کہ جب گھنٹہ بجتا ہوگا تو اس وقت چڑیا اندر سے باہر آئیگی اور اس کے منہ سے گھنٹہ کی آواز نکلے گی، اور گھنٹہ بجنے کے بعد خود بخود ایک دروازہ کھلے گا، اور وہ اندر چلی جائے گی، اور دروازہ بند ہوجائے گا، تو کیا یہ تصویر والی گھڑی بنانا یا اس کی فیکٹری قائم کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ آجکل جدید حالات میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر بنانا تو بہر حال ناجائز ہے یہ حکم تو بنانے کا ہے[۱] لیکن چونکہ مقصود یہ چڑیا نہیں بلکہ وقت معلوم کرنا مقصود ہے، اس کے لئے گھڑی کی پرزے ہوں اور مشینیں سو وہ شرعاً

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۲] اومقطوعة الرأس اوالوجه اوممحوة عضولاتعيش بدونه لايكره، سواء كان من الاصل او كان لها رأس ومحى وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له اثر اويطليه بمغرة او بنحته او بغسله لانها لاتعبد بدون الرأس عادة، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ج۲/ص۴۱۸/ باب مايفسد الصلاة الخ، مطلب اذاتردد الحكم بين سنة وبدعة الخ. النهرالفائق ص۲۸۵/۱، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق ص۲۸/۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهومن الكبائر الخ، فتح البارى ج۱۱/ ص۵۸۳/ كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، شامى زكريا ج۲/ص۴۱۶/ باب مايفسد الصلوٰة الخ مطلب اذاترددالحكم بين سنة وبدعة الخ. البحرالرائق كوئٹه ص۲۷/۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،

درست ہیں، ان کی بیع بھی درست ہے، لیکن جس طرح دروازے پر کپڑے کا پردہ ڈالنا اصل مقصود ہو جو کہ شرعاً جائز ہے، مگر اس کپڑے میں تصویر بنی ہوئی ہو یا اس پر چھپی ہوئی ہو تو اس پردے کو استعمال کرنا قبیح و مذموم ہے، جس سے ناگواری حدیث میں موجود ہے۔[1]

اسی طرح سے اس گھڑی کو رکھنا اور استعمال کرنا بھی قبیح اور مذموم ہوگا، بنانے والے اور استعمال کرنے والے کا فرق بھی اس سے واضح ہو گیا، استعمال کرنا خواہ اپنے پاس رکھ کر ہو یا فروخت کر کے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۴ھ

خانہ کعبہ کی تصویر مکان میں

سوال:۔ کیا مکان میں کعبۃ اللہ اور روضہ شریف کی تصاویر کو فریم کر کے رونق و خوشنما طریقہ پر لگوانا تقویٰ کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مقاماتِ مقدسہ متبرکہ کی تصاویر کو آلۂ زینت بنانا خلاف ادب ہے۔[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲/۹/۸۹ھ

---

[1] عن عائشة انه كانت قد اتخذت على سهوة لها سترا فيه تماثيل فهتكه النبی ﷺ فاتخذت منه نمرقتين فكانتا فی البيت يجلس عليها، مشكوة شريف ص ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخاری شريف ص ۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب نقض الصور، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۲/۲۰۱، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلی، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چہرہ کی تصویر

سوال:۔زندہ انسان کا نصف حصہ اوپر کا فوٹو کھنچوانا اسلام میں جائز ہے یا نہیں دلیل نقلی کے ساتھ تحریر فرمائیے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوحکم پوری تصویر کا ہے وہی اوپر کے نصف حصہ کا حکم ہے، بلکہ اگر صرف چہرے اور سر کا فوٹو ہوتو اس کا بھی وہی حکم ہے "**کل شئ له رأس فهو صورة (اتحاف[1] السادة شرح احياء العلوم للغزالی) كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ترس فيه تمثال رأس كبش فكره رسول الله صلى الله عليه وسلم فاصبح يوما وقد اذهبه الله عزوجل (تلقيح[2] فهوم الاثر لابن الجوزی، ص ۲۰/ كذافی امداد المفتين[3] مع عزيز الفتاویٰ، ج۷/۸/ص ۲۴۰/** یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کا فوٹو جائز ہے حج کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۲ ومن يعظم شعائر الله فانها من تقویٰ القلوب سورة الحج آيت ۳۲/

ترجمہ:-اور جوشخص دین خداوندی کے ان یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ رکھنا دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱ اتحاف السادةالمتقين ج۷/ص ۵۹/ منكرات الحمامات، مطبوعه دارالفكر بيروت. كنز العمال ص ۴۰۴/۱۵، حديث: ۴۱۵۷۴، فرع فی محظورات البيت والبناء، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، فتح البارى ص ۵۸۰/۱۱، كتاب اللباس، باب التصاوير، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة،

۲ تلقيح فهوم الاثر لابن الجوزی ،ص ۲۰/ذكر ترس رسول الله ﷺ ،مطبوعه دهلی.

۳ امدادالمفتيين ،ج۲/ص ۸۲۴/ كتاب اللهوواللعب الخ، مطبوعه زكريا ديوبند.

لئے یا پاسپورٹ میں مجبوراً اجازت ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۸۶ھ

تجارتی کتابوں پر فوٹو

سوال:۔ مکان اور دوکان کے اندر بہت سی کتابیں رکھی ہیں، یا اور چیزیں جو کہ دوکان پر فروخت کی جاتی ہیں، سامان وغیرہ اور گھر کے سامان جو کہ استعمال میں آتے ہیں، ان کتابوں سامانوں پر فوٹو اور مورت وشکل وصورت وغیرہ ہوتی ہے، جو کہ مجبوراً رکھنی پڑتی ہیں، اور خرید وفروخت کرنی پڑتی ہے، کیا ایسی صورت میں رحمت کا فرشتہ داخل ہوگا، یا نہیں؟ یا گناہ کا مستحق بنے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر ہو تو اس پر کتاب وغیرہ رکھ کر اس کو پوشیدہ کر دیا جائے، ورنہ رحمت کا فرشتہ نہیں آئے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(صدر مفتی) دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۷ھ

---

[1] وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذى فيه تمثال فلا باس باستعماله لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما فى تناول الميتة، شرح كتاب السير الكبير ص ۲۱۸، ج۴، باب مايكره فى دارالحرب ومالايكره، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] عن ابى طلحة قال قال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولاتصاوير متفق عليه (مشكوٰة، ص ۳۸۵/باب التصاوير، بخارى شريف ص ۸۸۰/۲، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قانونی مجبوری کی بناء پر تصویر کھنچوانا

سوال:۔آج کل جیسا کہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ کسی بھی حکومت کے محکمہ میں جایئے بغیر فوٹو کے کام نہیں چلتا، اسی طرح اگر ڈرائیوری وغیرہ سیکھے اس میں بھی بغیر اس کے اجازت نہیں ملتی، تو کیا ایسی صورت میں ناچیز ٹیکسی ڈرائیوری یا آٹو رکشہ سیکھنا چاہتا ہے اس میں فوٹو کے بغیر حکومت اجازت نہیں دیتی تو کیا فوٹو نکلوا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر بنانا خواہ فوٹو کے ذریعہ سے ہو یا قلم کے ذریعہ سے یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو سب ناجائز ہے،[1] تصویر بنانے والوں کو بہت سخت عذاب ہوگا۔[2] آدمی قانون کی وجہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

ترجمہ:۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہوں۔

تکرہ کراھة تنزیه جعل الصورة فی البیت لخبر ان الملائکة لاتدخل بیتا فیه کلب او صورة الا ان تکون صغیرة لاتبدو للناظرین علی بعد لانها لاتعبد عادة فی هذه الحالة والکراهة باعتبارها، النهر الفائق ص ۱/۲۸۴، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۲/۴۱۸، باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم الیٰ قوله فصنعه حرام بکل حال سواء کان فی ثوب اوبساط اودرهم اودینار اوفلس اواناء اوحائط اوغیرها، فتح الباری ص ۱۱/۵۸۳، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. نووی علی مسلم ص ۲/۱۹۹، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، طبع رشیدیه دهلی، شامی زکریا ص ۲/۴۱۶، باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مجبور ہوتو وہ معذور ہے، پس اگر آپ ڈرائیوری سیکھنے پر مجبور ہیں کہ بغیر اس کے گذارہ نہیں تو فوٹو میں آپ بھی معذور ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

غیر مسلم کی دوکان ظاہر کرنے کے لئے تصویر لگانا

سوال:۔ پریس میں اردو، ہندی، انگلش چھپائی کتابت طباعت سب ہی قسم کی ہوتی ہے برابر، برابر دوکان ہیں ایک دوکان میں قرآن دیوار پر چسپاں ہے، اور دوسری دوکان پر تصویر لگی ہوئی ہیں، اس وجہ سے لگائی گئی ہیں کہ ہندو غیر مسلم گاہک نہیں آتے، اور مسلم دوکان سمجھ کر واپس ہوجاتے ہیں، اس معنی کر اگر تصویر دیوار پر لگی رہے تو کیا کچھ حرج ہے شریعت کی رو سے اگر کوئی صورت جواز کی ہوتو تحریر کریں، اگر نہ ہوتب بھی تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر لکھنا اور لگانا منع ہے[2] اور اس نیت سے لگانا کہ دیکھنے والے یہ نہ سمجھیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون، مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۵/ باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۲/۸۸۰، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

[1] وان تحققت الحاجۃ لہ الی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال فلا بأس باستعمالہ لان موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کمافی تناول المیتۃ، شرح السیر الکبیر ج۴/ص ۲۱۸/ باب مایکرہ فی دارالحرب ومالایکرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ مسلمان کی دوکان ہے، بہت خطرناک ہے گویا کہ اپنی دوکان کو ایک غیرمسلم کی دوکان ظاہر کرنا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ

یادگار کے لئے کسی کا فوٹو مکان میں لگانا

سوال:۔ اگر کسی کے گھر میں یا کسی دوکان وغیرہ میں کسی کا فوٹو مثلاً اپنا رشتہ دار کوئی بزرگ یا کوئی کلاس کا گروپ جس میں ساتھی شامل ہیں، ان کی یادگار کیلئے یا کسی پردیسی کا فوٹو (یادگار کے لئے) لگایا جائے یعنی فریم میں چڑھا کر ٹانگ دیا جائے اسکا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً

کسی جاندار کا فوٹو لینا ہی جائز نہیں[2]، پھر اسکو فریم میں کرنا، زیبائش کیلئے لگانا معصیت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر الىٰ قوله واما اتخاذ المصور بحيوان فان كان معلقاً علىٰ حائط سواء كان لهٗ ظل ام لا اوثوباً ملبوساً اوعمامةً اونحو ذٰلک فهوحرام الخ، مرقات ج۴/ص۴۸۳/ (مطبوعه بمبئی) باب التصاوير، الفصل الاول. شامی زکریا ص۲/۲۱۶، باب مايفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، نووی علی مسلم ص۲/۱۹۹، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] من تشبه بقوم ای تزيا فی ظاهره بزيهم وفی تعرفه بفعلهم وفی تخلقه بخلقهم وساربسيرتهم وهديهم فی ملبسهم وبعض افعالهم ای كان التشبه بحق قدطابق فيه الظاهر الباطن فهو منهم فی القدرالمشترک الذی شابههم فيه فان كان كفرا او معصية او شعارا كان حخمه كذلک، فيض القدير ص۶/۱۰۴، حرف الميم، حديث:۸۵۹۳، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[2] قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم الخ مرقاة ج۴/ ص۴۸۳/ مطبوعه بمبئی، باب التصاوير، الفصل الاول، البحرالرائق كوئٹه ص۲۷، ج:۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، فتح الباری ص۱۱/۵۸۳، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مكة المكرمة،

کو بلند درجہ دیتا ہے، فوٹو رشتہ دار کا ہو یا کسی بزرگ کا یا دوستوں کا کسی کا بھی ہو اجازت نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۲/۹۱ھ

مکان میں تصاویر

سوال:۔ تصاویر گھروں میں رکھنا تو حرام ہے، لیکن چھت پر جو ٹھکریاں لگی ہوئی ہیں اس میں کمپنی کی طرف سے کسی جانور وغیرہ کی تصویر نقش کی گئی ہے، تو ایسے مکان میں رہنا کیسا ہے؟ (یہ بھی ممکن ہے کہ کمپنی کا ٹریڈ مارک ہو)

الجواب حامداً ومصلیاً

حدیث پاک میں ہے "**قال ان البیت الذی فیه الصورة لاتدخله الملائکة (متفق علیه) مشکوٰة شریف**[2] **ص ۳۸۵**" جس مکان میں (جاندار کی) تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی داخل ہونا گوارہ نہیں کیا، بلکہ داخل

---

[1] ولا یجوز ان یعلق فی موضع شیئا فیه صورة ذات روح، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الباب العشرون فی الزینة، مجمع الانهر ص ۱/۱۸۸، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۲۸۹، فصل فی المکروهات،

[2] مشکوٰة شریف ص ۳۸۵/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب التصاویر، الفصل الاول. بخاری شریف ص ۲/۸۸۱، کتاب اللباس، باب لاتدخل الملائکة بیتا فیه صورة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:- بیشک جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔

ہونے کا ارادہ فرمانے کے باوجود تصویر کی وجہ سے تشریف لے گئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں

سوال:۔ میں جدہ کی جامعہ میں غوطہ کا کام کرتا ہوں مجھے سمندر میں غوطہ لگا کر سیپ حاصل کرنا پڑتا ہے، آج کل مجھے سمند میں پانی کے اندر کی مخلوقات جیسے مچھلی، جھاڑ اور پتھر کی تصویر کھینچنے کے لئے کہا گیا، لہٰذا برائے مہربانی یہ بتائیے کہ کیا یہ کام جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ پانی کے اندر کی مخلوق جھاڑ پتھر وغیرہ کی تصویر کھینچ لیا کریں[2]، اس میں کسی جاندار کی تصویر بھی آجائے تو حرج نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] عن عائشة انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رأها رسول الله ﷺ قام على الباب ولم يدخل الحديث، مشكوة شريف ص:۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخارى شريف ص ۲/۸۸۱، كتاب اللباس، باب لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۲/۲۰۱، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلى،

[2] واماتصوير صورة الشجرة والرجل والجبل وغير ذٰلک فليس بحرام الخ مرقات ج۴/ ص۴۸۳/ مطبوعه بمبئى، باب التصاوير، الفصل الاول، شرح الطيبى ص ۸/۲۹۹، باب التصاوير، الفصل الاول، مطبوعه زكريا ديوبند، فتح البارى ص ۱۱/۵۹۶، كتاب اللباس، باب من صور صورة كلف يوم القيامة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة،

[3] الامور بمقاصدها الخ الاشباه والنظائر ص۵۳/ مطبوعه دارالعلوم ديوبند، القاعدة الثانية التابع تابع لايفرد بالحكم الخ قواعد الفقه ص۶۷/ مطبوعه اشرفيه ديوبند، قواعد الفقهية المحمودة ص ۳۰، الفصل الاول، الامور بمقاصدها، مطبوعه مكتبه المظاهر سيلم،

شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا

سوال:۔اس زمانہ میں بڑے گھروں میں شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر جیسی شکل بنادیتے ہیں، اور مکان میں بطور نمائش رکھتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گھاس وغیرہ بھر کر اس طرح شیر کی صورت بنانا اس کا رکھنا اس کی نمائش کرنا سب نادرست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۷ھ

شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے

سوال:۔شکاری لوگ شیر چیتے وغیرہ کا شکار کرنیکے بعد اس کا چمڑہ اس طرح نکالتے

---

[1] اس لئے کہ اس میں بھراؤ کی وجہ سے وہ تصویر بن گئی، اس لئے اس کا بنانا اور رکھنا سب ناجائز ہے، **تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم الخ فتح الباری، ج ۱۱/ص ۵۸۳/ باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.**

تنبیہ:-اگر ضرورت کی وجہ سے کھال میں گھاس وغیرہ بھر کر مجسمہ بنایا جائے تو حضرات اکابر علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، جیسے بھینس کا بچہ مرجائے تو اس مردہ بچہ میں بھوس وغیرہ بھر دیتے ہیں تاکہ بھینس سے دودھ حاصل کیا جاسکے ورنہ اس کے بغیر دودھ نکالنا دشوار ہوتا ہے تو یہ صورت جائز ہے۔(**امداد الفتاویٰ ص ۱۵۴، ج:۴، جائز ناجائز یا مکروہ افعال واستعمال، مطبوعه زکریا دیوبند**) جائز ہونے کی دو وجہ ہیں نمبر:۱/ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔نمبر:۲/عام طور پر مردہ بھینس کے بچہ کا بھراؤ بغیر سر کے ہوتا ہے۔اور جب سر نہ ہو تو وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہے۔**الصورة الرأس فاذا قطع الرأس فلا صورة (کنز العمال ص:۴۰۴، ج:۱۵، حدیث:۴۱۵۷۴، فرع فی المحظورات البیت والبناء، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت،**

ہیں کہ پورا سر اس کیساتھ رہنے دیتے ہیں، پھر چمڑے کو دباغت کر لیتے ہیں، سر کا اندرونی حصہ بھی کسی طرح صاف کر لیتے ہیں، اور اس چمڑے کو جس کے ساتھ پورا سر مع آنکھ وغیرہ کے ہوتا ہے، گھر میں رکھتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح حیوان کے سر کو رکھنا جائز ہے یا تصویر کی طرح اس کا رکھنا بھی جائز نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تصویر کے حکم میں نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تجارت کے لئے کپڑے پر فوٹو

سوال:۔ بندہ پاورلوم کے کارخانہ میں کام کرتا ہے، ساڑھیوں کے کنارہ پر پھول پتی بھی بنانی پڑتی ہے، عرصہ سے لوگوں کی خواہش ہے کہ کنارہ پر مور بناؤ میں ٹالتا رہا، مگر اب جب کہ روزگار خراب چل رہا ہے، اور گاہکوں کا اصرار بڑھا تو میں نے مور کا ڈیزائن بنادیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا ڈیزائن تیار کرنا جس سے شکل دار چیز بن گئی جائز ہے یا ناجائز نہ بنانے پر مالک ناراض ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے وغیرہ پر چاہے قلم سے بنائی جائے، یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے یک دم بنائی جائے، یا ایک ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں بہرصورت ناجائز اور گناہ

---

[1] اس لئے کہ یہ صرف کھال اور چمڑا ہے اس میں کسی قسم کا بھراؤ کر کے شیر کی شکل نہیں بنائی گئی ہے۔

ہے[1]، اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کے لالچ میں یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے کسی طرح اجازت نہیں، جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہ ہوگا، سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں، اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا، اور دوسروں کی ناگواری برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا[2]، اگر مورکا سر نہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۸۵ھ

---

[1] قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر الى قوله سواء صنعه فى ثوب اوبساط اودرهم اودينار الخ مرقات، ج۴/ص۴۸۳/ مطبع اصح المطابع بمبئى، باب التصاوير، الفصل الاول، شامى زكريا ج۲/ ص۴۱۶/ كتاب الصلوٰة باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مطلب اذاترددالحكم بين سنة وبدعة، نووى على مسلم ص۲/۱۹۹، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان،

[2] وعن النواس بن سمعان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق، مشكوة شريف ص ۳۲۱، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانى، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، مسند احمد ص۵/۶۶، بقية حديث حكم بن عمرو الغفارىؓ، مطبوعه دارالفكر بيروت، شرح السنة ص۶/۳۵، حديث:۲۴۵۵، كتاب الامارة، باب الطاعة فى المعروف، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكة المكرمة،

[3] اومقطوعة الرأس اى سواء كان من الاصل اوكان لها رأس ومحى الىٰ قوله لانها لاتعبد بدون الرأس عادة، شامى زكريا ج۲/ص۴۱۸/ باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۲۹۵، فصل فى المكروهات، تبيين الحقائق ص۱۶۶، ج۱، باب مايفسد الصلاة، ومايكره فيها، مطبوعه امداديه ملتان،

بچوں کی گڑیا اور کھلونا

سوال: ۔مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کے لئے کھلونے ہوتے ہیں، ان میں گڑیا وغیرہ اکثر وبیشتر ہوا کرتی ہیں، بچے کا ایسے کھلونے کے ساتھ کھیلنا کیسا ہے، مسلمانوں کے گھروں میں ان کا رکھنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کو ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گڑیا کی یا کسی اور کھلونے کی شکل وصورت جاندار کی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں[1]، جاندار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے[2]، بچوں کے لئے بھی نہ رکھیں ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ

---

[1] قال القاضیؒ وفیه جواز اتخاذ اللعب واباحة لعب الجواری بهن، مرقاة شرح مشکوة ص۳/۴۱۶، باب الولی فی النکاح، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، بذل المجهود ص۵/۲۶۴، کتاب الادب، باب فی اللعب بالبنات، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، شرح نووی علی مسلم ص۱/۴۵۶، کتاب النکاح، باب جواز تزویج الاب البکر الصغیر، مطبوعه رشیدیه دهلی،

[2] عن عائشة انها اشترت نمرقة فیها تصاویر فلما رآها رسول الله ﷺ، قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجهه الکراهیة قالت فقلت یارسول الله اتوب الی الله والی رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله ﷺ، مابال هذه النمرقة قلت اشتریتها لک لتقعد علیها وتوسدها فقال رسول الله ﷺ ان اصحاب لهذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیه الصورة لاتدخل الملائکة، مشکوة ص۳۸۵، باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، بخاری شریف ص۲/۸۸۱، کتاب اللباس، باب لاتدخل الملائکة، مطبوعه اشرفی دیوبند، مسلم شریف ص۲/۲۰۱، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دیوبند،

کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

گڑیاں بنانا اوران سے کھیلنا

سوال:۔ ایک شخص گڑیاں بناتا ہے، اورانہیں بنا کرلڑکیوں کو دیتا ہے، اورزیور وغیرہ بھی لاکر دیتا ہے، گڑیوں کو پہنانے کے لئے اوراگر کوئی منع کرتا ہے، تو لڑکیوں کو کھیلنے کے لئے جائز قرار دیتا ہے، اورحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فعل سے استدلال کرتا ہے، اور یہ شخص امامت بھی کرتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ گڑیوں کا بنانا اورلڑکیوں کا کھیلنا گڑیوں سے جائز ہے یانہیں؟ اورایسے شخص کے پیچھے نماز ہوئی ہے یانہیں؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداًومصلیاً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیا کیسی تھی کپڑے کی، یالوہے کی، تانبے، پیتل، مٹی کی، اورپھران میں ہاتھ پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ اعضاء بھی موجود تھے، یانہیں، جب تک مستدل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرے اس وقت تک زمانۂ مروجہ کی گڑیاں بنانے اورفروخت کرنے پراستدلال درست نہ ہوگا، تصویر جاندار کی بنانے اوررکھنے سے خواہ

---

[1] وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير ويدخل فيه فرس او ثور من خزف لاستيناس الصبى لانه لاقيمة ولايضمن متلفه، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۳/۷۸، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على الشامى زكريا ص ۷/۴۷۸، كتاب البيوع، باب المتفرقات،

کپڑے کی ہوخواہ کسی اور شئی کی احادیث میں صریح ممانعت ہے[۱]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ کوتصویر ہی کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا[۲]، غالباً مستدل کے سامنے یہ احادیث بھی ہوں گی۔

"وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير ويدخل فيه فرس اوثور من خزف لاستيناس الصبي لانه لاقيمة له ولايضمن متلفه. درمنتقى ج ۲/ص ۵۴/[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع اول ۵۹ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع اول ۵۹ھ

---

[۱] عن عائشة انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله ﷺ، قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية قالت فقلت يارسول الله اتوب الى الله والى رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله ﷺ، مابال هذه النمرقة قلت اشتريتها لک لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول الله ﷺ ان اصحاب لهذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ماخلقتم وقال ان البيت الذى فيه الصورة لاتدخل الملائكة، مشكوة ص ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخارى شريف ص ۲/۸۸۱، كتاب اللباس، باب لاتدخل الملائكة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۲/۲۰۱، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه ديوبند،

[۲] وعنها ان النبى ﷺ خرج فى غزاة فاخذت نمطاً فسترته على الباب فلما قدم فرأى النمط فجذبه حتى حتكه ثم قال ان الله لم يامرنا ان نكسو الحجارة والطين، مشكوٰة شريف، ص ۳۸۵/ باب التصاوير، الفصل الاول، طبع ياسر نديم ديوبند. مسلم شريف ص ۲/۲۰۰، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مطبوعه رشيديه دهلى، ابوداؤد شريف ص ۲/۵۷۲، كتاب اللباس، باب فى الصور، مطبوعه رشيديه دهلى،

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

تصویر پر پھول چڑھانا

سوال: ۔تصویر پر پھول چڑھانا یا ہار پہنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جاندار کی تصویر بنانا بھی ناجائز[1] اور ایسی تصویر کی تجارت کرنا بھی ناجائز ہے[2] اور پھول چڑھانا بھی منع ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے میں نے ایک پردہ لیا اور اس کو دروازہ پر لٹکا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے اور اس پردہ کو دیکھا اس کو کھینچ کر پھاڑ دیا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں فرمایا۔

۳ الدرالمنتقی علی هامش مجمع الانهر ج۳/ص۷۸/ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۷۸/۴/۷، کتاب البیوع، باب المتفرقات،

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم فصنعته حرام بکل حال (شرح نووی ج۲/ص۱۹۹/ باب تحریم تصوری صورة الحیوان، کتاب اللباس، فتح الباری ج۱۱/ ص۵۸۳، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمه، شامی زکریا ص۲/۴۱۶، باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا ترد الحکم بین سنة وبدعة)

۲ ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً (الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ ص۳۹۱/ فصل فی البیع، کتاب الکراهیة، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۴/۲۱۲، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۱۴۳، قبیل کتاب اللقیط،

۳ هذه بدعة مشرقیةمنکرة وبجنبها بدعة اخریٰ مغربیة قدراجت فی کثیرمن البلاد المشرقیة الخ (معارف السنن ج۱/ص۲۶۵/ التشدید فی البول، مطبوعه اشرفی دیوبند، فیض الباری ص۱/۳۱۱، باب من الکبائر ان لایستتر من بوله، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل سوم:- سنیما اور ٹی وی وغیرہ

سنیما دیکھنا

سوال:۔ موجودہ زمانہ میں جو سنیما وغیرہ نکلے ہیں، جس میں انسان وحیوان کی تصویریں بذریعہ آلات موسیقی دکھلائی جاتی ہیں جس کو بولتی گاتی فلم کہتے ہیں، اس میں پیسہ خرچ کرنا، اور اس کو دیکھنا شرعاً کس قسم کا گناہ ہے، اور کیا اس پر اصرار کبیرہ ہے، اور کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

سنیما وغیرہ تماشوں کو دیکھنا اضاعتِ وقت لہو ولعب اور گناہ ہے[1]، اس میں پیسے خرچ

---

[1] استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلاة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۶/۳۴۹، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۶/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو،

کرنا اسراف ہے، جو کہ بنص قطعی ممنوع ہے، ”ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین[1] وفی مقام آخر ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفوراً[2]“ توبہ نہ کرنے سے اصرار علی الکبیرہ ہو جائے گا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۲۳/۶/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سنیما ٹھیٹر دیکھنا

سوال: ۔مسلمان مرد وعورتوں کا سنیما ٹاکیز ٹھیٹر تماشا میں جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے، الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القضیب اھ ہدایہ ص ۴۵۵/

---

[1] سورہ اعراف آیت ۳۱/

ترجمہ:-اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔(از بیان القرآن)

[2] سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷/

ترجمہ:-بیشک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی (بند یعنی انکے مشابہ) ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے۔(از بیان القرآن)

[3] وقیل کل معصیة اصرر علیها العبد فهی کبیرة وکل ما استغفر عنها فهی صغیرة ولو کانت معدودة من الکبائر ومقصود القائل ان الاصرار یجعل الصغیرة کبیرة والاستغفار یجعل الکبیرة صغیرة، النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۲۵، بحث الکبیرة، مطبوعه امدادیه ملتان، شرح عقائد ص ۱۰۷، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، قال بعض علمائنا المصر هو الذی لم یستغفر ولم یندم علی الذنب والاصرار علی الذنب اکثاره، مرقاة شرح مشکوة ص ۳/۶۹، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی،

ج۴/رشیدیہ[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

متبع شریعت کو سنیما دیکھنا

سوال:۔بکر نماز پڑھتا ہے اور ہر ایک نیک کام میں حصہ لیتا ہے لیکن سنیما دیکھتا ہے اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز پڑھنا اور ہر نیک کام میں حصہ لینا عین سعادت ہے، سنیما دیکھنا گناہ ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۵/۶۶ھ

نیک نیت سے سنیما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا

سوال:۔زید علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ میں کبھی کبھی لمبے وقفوں کے بعد سنیما جوٹھیٹر

---

[1] هدايه ج۴/ص۴۵۵/ كتاب الكراهية، قبيل فصل فى اللبس، مطبوعه تهانوى ديوبند. الدرالمختار مع الشامى زكريا ص۵۰۲، ۹/۵۰۴، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللبس، البحرالرائق كوئٹه ص۸/۲۰۷، كتاب الكراهية، فصل فى البيع،

[2] استماع صوت الملاهى كالضرب بالقضيب ونحوه حرام قال عليه السلام استماع صوت الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر الخ، بزازيه على هامش الهنديه كوئٹه ج۶/ ص۳۵۶/ كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهى. الدرالمختار على الشامى زكريا ص۹/۵۰۴، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى اللبس، فتح القدير ص۱۴، ۱۰/۱۶، كتاب الكراهية، قبيل فصل فى اللبس، مطبوعه دارالفكر بيروت،

یا ناٹک کی قسم کا ایک تماشہ ہے، جس میں گانا بجانا، ناچ رنگ مرد وعورت کا اختلاط اور کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش ہوتی ہے، دیکھتا اور فسق کا ارتکاب عمداً کر دیا کرتا ہوں، اور اللہ سے امید ہے کہ میری نیت پر نظر کر کے اس باب میں مواخذہ نہ فرمائے گا، پس زید کا یہ کہنا یعنی قول صحیح ہے۔

الف:۔ حسن نیت کی بناء پر وہ مواخذۂ اخروی سے بچ جائے گا، یا معصیت کا ضرر کم ہو جائے گا۔

ب:۔ کیا معصیت کرنے کے بعد زید کا علی الاعلان اظہار معصیت، معصیت کے ضرر کو ہلکا کرتا ہے، یا زیادہ از روئے شریعت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سنیما دیکھنا شرعاً ناجائز ہے، اسمیں عدم جواز کی چند وجوہ ہیں، گانا بجانا، ناچ[۱] رنگ مرد وعورت کا اختلاط[۲] کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش[۳] لہو ولعب[۴] اضاعت وقت ومال[۵] ان سب

---

[۱] الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القضیب. هدایه ج۴/ص ۴۵۵/ کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس، مطبوعه تهانوی دیوبند،

"السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفه فی زماننا حرام لایجوز القصد الیه والجلوس علیه وهو والغناء والمزامیر سواء، عالمگیری کوئٹه ج۵/ ص ۳۵۲/ کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی ،الخ"

[۲] الخلوة بالاجنبیة حرام الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۹/۵۲۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۴/۲۰۳، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[۳] والرابع ستر عورته ووجوبه عام فی الصلاة وخارجها والستر للمرء ة جمیع بدنها وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۷۵، ۲/۷۹، باب شروط الصلاة، مطلب فی ستر العورة، عالمگیری کوئٹه ص۱/۵۸، الباب الثالث فی شروط الصلاة، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر طرفہ اس کا علی الاعلان اظہار ان میں ہر وجہ عدم جواز کے لئے مستقل ہے، کتب فقہ میں ہر ایک کی ممانت بصراحت موجود ہے، حسن نیت کو ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے، جو نیت خلاف شرع ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں، اگر اچھی نیت ہے، تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے، لیکن شریعت ظاہر پر حکم لگائے گی[1]، لہٰذا اس مخفی حسن نیت کی وجہ سے ان محرمات کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی، اظہار معصیت مستقل معصیت اور ممنوع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب ۶۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/رجب ۶۲ھ

سنیما میں معجزہ شق القمر اور اس کی توجیہ

سوال: ۔زید کہتا ہے کہ اگر سنیما کے تماشہ میں معجزۂ شق القمر کی تصویر دکھلائی جاتی ہے

(حواشی صفحہ گذشتہ).....حلبی کبیر ص ۲۱۰، الثالث الستر، مطبوعہ لاهور،

۴ وکرہ کل لهو لقوله علیه السلام کل لهوالمسلم حرام والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها کلها مکروة لانهازی الکفار، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۹/۵۶۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، البحرالرائق کوئٹه، ص ۸/۷۰۲، کتاب الکراهية، فصل فی البیع، مجمع الانهر ص ۴/۲۲۲، کتاب الکراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت،

۵ "ولاتسرفواانه لایحب المسرفین .سوره اعراف آیت ۳۱/

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ والحکم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف علی الحقيقة، مبسوط سرخسی ص ۸/۱۳۰، الجزء السابع عشر، کتاب الدعویٰ، باب الحميل والملوک والکافر، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۲ لان اظهار المعصية معصية، شامی زکریا ص ۲/۵۳۹، قبیل باب سجود السهو،

اور نعت غزلیں پڑھی جاتی ہیں، تو ''ان الحسنات یذھبن السیئات'' کے ارشاد خداوندی کے مطابق معصیت کا زور ہلکا ہوتا ہے، اس لئے وہ دلیلیں پیش کرتا ہے اولاً یہ کہ نعت وغزل اور معجزۂ شق القمر کی تصویر عوام کے حق میں علمی گہری تبلیغی قیمت رکھتی ہے، اور ثانیاً یہ کہ نفس کی خرابیاں جب انسان کو منہ کالا کرنے پر آمادہ ہی کریں تو صریح حرام کاری کے مقابلے میں تو متعہ کی گنجائش بہر حال ہے ہی، اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ یہ استدلال غلط ہے، کیونکہ سنیما کے تماشہ میں نعت غزل پڑھنے یا معجزۂ شق القمر کی تصویر دکھانے سے معصیت کی شدت کم نہیں ہوتی، بلکہ اور زائد ہو جاتی ہے، کیونکہ اس سے احکام شرعیہ کا استخفاف لازم آتا ہے ،اس کی صورت بالکل وہی ہو جاتی ہے، جو قرآن کریم کو ساز اور دف پر گا کر پڑھنے سے ہو سکتی ہے، اور جس کے متعلق فقہاء کرام نے متفقہ طور پر حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، پس زید وعمر کے مذکورہ بالا اقوال میں سے کس کا قول شرعاً صحیح اور کس کا غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا قول غلط اور عمر کا قول صحیح ہے، ایسے موقع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنا سوء ادب اور خلاف احترام ہے ''وفی الخلاصة من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر قلت ویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر اللّٰه تعالیٰ ونعت المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم وکذاالتصفیق علی الذکراھ شرح[1] فقه اکبر، ج ،ص ۲۰۵/.

اسی طرح معجزہ شق القمر وغیرہ کی تصویر دکھانا یہ بھی گستاخی اور معجزہ کا استہزاء اور

---

[1] شرح فقه اکبر ص ۲۵۵/ من قرأ القرآن علی ضرب الدف الخ، مطبوعه مجتبائی دهلی، مجمع الانهر ص ۲/۵۰۷، باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۱۲۲، باب احکام المرتدین،

استخفاف ہے جس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں[1]، آیت ان الحسنات یذھبن السیئات[2] سے استدلال بے محل اور علیحدہ ہے، اس آیت پر غور کیا جائے، تو حسنات کی ترغیب ہے نہ کہ سیئات کی اجازت ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب ۶۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲ر رجب ۶۲ھ

سنیما کے جواز پر واقعۂ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال

سوال: ۔زید سنیما کا تماشہ دیکھنے جاتا ہے، اور اسکے جواز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

---

[1] والاستهزاء على الشريفعة كفر لان ذلک من امارات التكذيب الى قوله وكذا لو جلس على مكان مرتفع كجلوس الواعظين وحوله جماعة يسئلونه مسائل ويضحكون منه ويضربونه بالوسائد وكذا من يتشبه بالمعلم وياخذ الخشب بيده ويحلس القوم حو كالصبيان ويستهزأ بالمعلم والقوم يضحكون كفر واجميعا، نبراس شرح شرح عقائد ص ۳۳۹، ۳۴۰، ردالنصوص والاستهزاء بالشريعة كفر، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص ۲/۵۱۰، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختار على الشامی كراچی ص ۵/۴۷۵، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه،

[2] سورۂ ھود آیت: ۱۱۴،

[3] لقول ان فعل الخيرات يكفر الذنوب السالفة كما جاء فی الحديث عن ابی ذر قال قلت يارسول الله اوصينی قال اذا عملت سيئة فاتبعها حسنة تمحها، تفسير ابن كثير ص ۲/۷۱۴، ۲/۷۱۸، سورۂ ھود تحت آیت: ۱۱۴، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكة المكرمه، تفسير مظهری ص ۵/۱۲۷، مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير المراغی ص ۴/۹۵، الجزء الثانی عشر، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكة المكرمه،

واقعہ یوم الزینت سے استدلال کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر اس جاہل میلے میں صرف جاتے ہی نہیں بلکہ لوگوں کو بلا کر لے جاتے ہیں، اور الٹے ساحروں سے فرمائش کرتے ہیں ''قالو ایاموسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون اول من القیٰ'' اور وہ میلہ ہی کیا جس میں سحر کا مظاہرہ ہو رہا ہو اور وہ بھی پیغمبر وقت کے ایماء سے انتہیٰ کلام زید غرض قرآن کریم کی ان آیات سے زید نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ جس طرح یوم الزینت کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض صحیح اور مصلحت بنی مظاہرہ باطل پر صرف صورۃً تھی حقیقۃً مقصود اس باطل کا روکنا تھا، اس لئے سنیما کا دیکھنا بھی جائز ہوسکتا ہے، لیکن جب زید سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج سنیما دیکھنے کے بعد کونسی اعجاز موسیٰ علیہ السلام سے اس فن کو توڑا جاسکتا ہے، تو وہ جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کسی سنیما میں نعت غزل گائی جائیں یا معجزہ شق القمر کی تصویریں دکھائی جائیں وغیرہ ''من قبل ذٰلک'' تو یہ باتیں عوام کے حق میں بہت بڑی تبلیغی قیمت رکھتی ہیں، اور اس طرح سحر سامری کسی درجے میں اعجاز موسیٰ کے تابع ہو جاتا ہے، اور سنیما سے کچھ نہ کچھ اصلاح و تبلیغ کا کام سرانجام پا جاتا ہے، اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ قیاس مع الفارق ہے، اور غلط ہے سنیما کے تماشہ دیکھنے کو یوم الزینت سحر شکنی سے کوئی ربط نہیں ہوسکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم الزینت میں تماشہ دیکھنے نہ گئے تھے، بلکہ حکم خداوندی سے ابطال سحر کرنے گئے تھے، نیز یوم الزینت کا موقع تماشہ کے رنگ اور سحروں کا نظارہ کرنے اور یا ساحروں کا سحر دیکھنے کیلئے مقرر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ اس دن ان اطراف اکناف سے لوگ جمع ہوتے تھے، اس لئے سب کے سامنے علیٰ رؤس الاشہادۃ احقاق حق و ابطال باطل مطلوب تھا، مزید عمر کتا ہے کہ سنیما کے تماشہ میں نامحرم عورتیں نیم عریاں ہو کر نامحرم مردوں سے اختلاط کرتی ہیں، اور سینکڑوں بیہودگی ہوتی ہیں۔

نعت اور غزلوں کا گانا گایا جانا بجائے خود شریعت کا استخفاف ہونے کی بناء پر حرام

ہے، علی ہذا القیاس اس قسم کے فحش مجمع میں معجزہ شق القمر اسی قبیل کی دوسری تصویریں دکھایا جانا ایک مستقل معصیت ہے، اس لئے یہ چیزیں اصلاح وتبلیغ کے ذیل میں نہیں آسکتیں، بلکہ سنگین معاصی ہیں جن کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کرنی، ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور کس کا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا قول سراسر غلط ہے، اور خلاف شرع ہے، اور قیاس مع الفارق ہے، وہاں یوم الزینت کے اجتماع کو ذریعہ بنایا گیا ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اور اصل مقصود بوحی الٰہی احقاق حق ابطال باطل علی رؤس الاشہاد[1] تھا، اور یہاں نعت غزلوں اور معجزہ شق القمر کی تصویروں کو بغرض حسن نیت وتبلیغ ذریعہ بنایا جاتا ہے، ارتکاب محرمات واشاعت فواحش کا یعنی جن لوگوں کو سنیما سے طبعی نفرت ہے، وہ لوگ ویسے تو ارتکاب محرمات وحرامات کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور اپنا عزیز وقت اور مال ضائع کر کے اخوان الشیاطین کی فہرست میں نام درج نہیں کراتے، ان کیلئے شیطان نے یہ جال بنایا ہے، کہ ایسے لوگ معجزہ دیکھنے اور نعت غزلیں سننے کے لئے آسکتے ہیں، اور مقصود ہے فواحش ومحرمات کا ارتکاب۔

جو لوگ نعت غزلیں سنیما میں پڑھتے اور سنتے ہیں نیز معجزات کی تصاویر دیکھتے یا دکھلاتے ہیں، ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت اور تعلق ہے، جس کی بنا پر وہ

---

[1] وانما واعدهم ذلک اليوم ليكون علو كلمة الله وظهور دينه وكبت الكافر وزهوق الباطل على رؤس الاشهاد وفى المجمع الخاص لتقوى رغبة من رغب فى اتباع الحق ويكل حد المبطلين واشياعهم ويكثر المحدث بذلک الامر العلم فى كل بدو وحضر ويشيع فى جميع اهل الوبر والمدر، تفسير كشاف ص ۲/۵۴۲، سورۂ طه تحت آيت: ۵۹، مطبوعه دارالفكر بيروت، تفسير مظهرى ص۶/۱۴۷، مطبوعه رشيديه كوئٹه، تفسير ابى السعود ص ۶/۲۴، مطبوعه داراحياء التراث العربى بيروت،

ایسا کرتے ہیں اس کا اندازہ ان کے شب وروز کے افعال معاملات وضع وقطع سے ہوسکتا ہے کہ کس قدر سنت کا اتباع کرتے ہیں، اور حرام کاموں سے بچتے ہیں، یا ایسا دیکھنے کے بعد کتنے لوگوں کی حالت سنت کے مطابق ہوگئی، قاعدہ ہے کہ حصول مقصد کے بعد ذریعہ کی ضرورت نہیں رہتی، جیسا کہ احقاق حق وابطال باطل کے بعد یوم الزینت کی ضرورت نہیں رہی تھی، اور ساحروں کی سحر کاری باطل ہونے کے بعد عصا کو ثعبان کی صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی، تو اتنے زمانہ سے سنیما میں نعت غزلیں پڑھی جارہی ہیں، تو کتنے لوگوں کی حالت مطابق شریعت ہوگئی اور کتنے لوگوں نے ان فواحش ومحرمات کو ترک کیا، جس کو ذریعہ بنایا گیا تھا، تبلیغ اور اتباع سنت کا اور اس نصب العین کے ماتحت کیا آج تک کسی سنیما کے ملازموں کی حالت درست ہوئی ہے؟ اور انہوں نے ملازمت ترک کی یا سنیما کو بند کردیا گیا، کچھ نہیں سب حیلہ بہانہ ہے، شیطانی مکروفریب ہے، نفس کا دھوکہ ہے اور نہایت خطرناک ہے ''عَنْ اَبِی بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالذُّنُوْبِ فَاَھْلَکُوْنِی بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِکَ اَھْلَکْتُھُمْ بِالْاَھْوَاءِ فَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ فَلَا یَسْتَغْفِرُوْنَ رواہ ابن ابی عاصم وغیرہ اھ ترغیب وترھیب ج ۱/ص ۲۵/[1]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا تو انہوں نے مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کردیا، یعنی توبہ کرکے

---

[1] الترغیب والترھیب للمنذری ج ۱/ص ۸۷/ الترغیب من ترک السنة وارتکاب البدع والاھواء، مطبوعہ دارالفکر بیروت،

ترجمہ:- حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان کہتا ہے، میں نے مسلمانوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا، انہوں نے مجھے استغفار سے ہلاک کیا، جب میں نے یہ دیکھا تو ان کو خواہشات (بدعات) کے ذریعہ ہلاک کیا وہ سمجھتے ہیں کہ راہ یاب ہیں اسلئے وہ استغفار نہیں کرتے ہیں۔

گناہ معاف کرالئے اور میری کوشش بیکار ہوگئی، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خواہش نفسانی کے ذریعہ ہلاک کیا، پس وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستہ پر ہیں، اس لئے توبہ ہی نہیں کرتے، جو شخص گناہ کو گناہ خیال کرتے ہیں، اس کے متعلق توقع ہے کہ توبہ کرے اور راہِ راست پر آجائے لیکن جو شخص گناہ کو جائز اور ثواب جان کر کرے اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس لئے توبہ کی بھی توقع نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رجب ۶۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/رجب ۶۲ھ

فلم حج

سوال: فلم ''خانۂ خدا'' دیکھنا کیسا ہے، کہ اس میں تمام حج کے مقامات اور ارکان حج کرتے دکھلاتے ہیں، اور کچھ مسلم نمائندوں نے اس کی تائید میں بیانات بھی دیئے ہیں، کیا قرآن وحدیث شریف کی روشنی میں یہ بیانات صحیح ہیں، اور اس فلم کو دیکھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سب جانتے ہیں کہ ''فلم'' لہو ولعب اور بیکار لوگوں کے لئے آلۂ تفریح ہے، جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد ہے، حج ان میں سے عظیم الشان رکن اور شعائر اسلام میں سے ہے، دین اسلام کے اتنے بڑے رکن کو آلۂ تفریح بنانا تعلیمات اسلام کے سخت خلاف ہے، جو لوگ

---

[1] وعن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لعائشة یا عائشة ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعاهم اصحاب البدع واصحاب الاهواء لیس لهم توبة، انا منهم بریٔ وهم منی براء، مجمع الزوائد ص ۱/۴۴۸، کتاب العلم، باب فی البدع والاهواء، مطبوعه دار الفکر بیروت،

آیت قرآنیہ سے تفریح کیا کرتے ہیں، ان کی سخت مذمت قرآن پاک میں آئی ہے، اور ممانعت کی گئی ہے، لاتتخذوا ایات اللّٰہ ھزواً الایۃ[1]، شرح فقہ اکبر[2] میں ہے کہ اگر تفریح کے لئے ایک شخص واعظ بن کر منبر پر بیٹھ کر وعظ کی نقل کرے اور سب بیٹھے سنتے رہیں، یا ایک شخص کو عالم بنا کر بٹھایا اور لوگ آ آ کر اس سے مسائل دریافت کریں، اور وہ جوابات دیتا رہے، اور یہ سب تفریح کے طور پر ہو ان کا ایمان سلامت نہیں رہے گا، یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں اور خرافات نہ ہوتی ہو، ورنہ شناعت وقباحت میں اور اضافہ ہوگا، ایسی فلم سے بالکل اجتناب کیا جائے، حق تعالیٰ ان تمام بندوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی توبہ کا اعلان بھی شائع کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۷ھ

قسم قسم کی فلمیں دیکھنا

سوال:۔ (۱) فلم خانۂ خداد یکھنا کیسا ہے؟

(۲) موجودہ دور کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

(۳) جنگ کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

(۴) تبلیغی فلم (جس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو) دیکھنا کیسا ہے؟

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۳۱/ **ترجمہ**:- اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو ولعب مت سمجھو۔ (بیان القرآن)

[2] وکذا لوجلس علی مکان مرتفع وحوله جماعة يسألون ويضحكون ويضربونه بالوسائد يكفرون جميعاً، شرح فقه اكبر، ص ۱۸۸/ بحث استحلال المعصية كفر، مطبوعه مجتبائی دهلی. مجمع الانهر ص ۲/۵۱۰، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر انواع، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۲/۲۷۰، الباب التاسع فی احكام المرتدين، منها مايتعلق بالعلم والعلماء،

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/۴/ناچ گانا شرعاً ناجائز ہے، اسکا دیکھنا اور سننا بھی ناجائز ہے، اگرچہ وہ فلم ہی کے ذریعہ ہو، دینی عبادت کو تماشہ بنانا اور بھی خطرناک ہے، فلم تو خود مستقل لغو تماشا ہے، اس میں اور لغو کو ملایا جائے تو مجموعۂ لغویات ہوگا[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ٹیلی ویژن

سوال:۔ ٹیلی ویژن دیکھنا اس کو گھر میں رکھنا کیسا ہے، کیا ٹیلی ویژن دیکھنے والے مثل ناچ دیکھنے والے کے فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں ناچ ہوتا ہو تو وہ ناچ دیکھنے والے کے مثل ہوگا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] السماع والقول والرقص الذی یفعله بعض المتصوفة فی زماننا حرام لایجوز القصدالیه والجلوس علیه وهووالغناء والمزامیر سواء.عالمگیری کوئٹه ، ج۵/ص ۳۵۲/ کتاب الکراهیة ،الباب السابع عشر فی الغناء واللهووسائر المعاصی الخ.

"اما استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب وغیرذٰلک حرام ومعصیة لقوله علیه الصلاة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق، قاضیخان علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۰۶، کتاب الحظروالاباحة ،ومایکره اکله ومالا یکره ومایتعلق بالضیافة" بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۶/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۵۰۲، ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس،

[2] اما التلفزیون والفدیو فلا شک فی حرمة استعمالها بالنظر الی مایشتملان علیه من المنکرات الکثیرة من الخلاعة والمجون .... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گانا سننے کی دلیل

سوال:۔ایک شخص کہتا ہے کہ گانا سننا جائز ہے، اور دلیل میں یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے، کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں چند لڑکیاں گا رہی تھیں، اور آپؐ سن رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ گذرے تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے گھر میں شیطانی کام کیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ بتائیے ہم اس شخص کو کیا جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی بچیاں اگر کچھ پڑھیں، جو نہ گانے کے قواعد راگ وغیرہ سے واقف ہیں، نہ ان کی طرف کسی کو شہوت ہو، نہ وہ پردہ کے قابل ہوں تو ان پر بڑی عورتوں کو قیاس کرنا جن کی آواز میں فتنہ ہو اور صورت بھی فتنہ اور ان سے پردہ بھی ضروری ہے، بالکل غلط ہے، ہرگز قابل استدلال نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... والکشف عن النساء المتبرجات او العاریات وماالی ذلک من اسباب الفسوق تکملة فتح الملهم ص ۱۶۴/۴، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه دارالعلوم کراچی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وقد اجاز الفقهاء الغناء فی العرس للجواری الصغیرة مع شروطه الخ فیض الباری ج۴/ ص۲۹۷/ کتاب النکاح ،باب الهدیة للعروس،مطبوعه ربانی دهلی. ویرد علیهم بان الغناء الجاریتین لم یکن الا فی وصف الحرب والشجاعة ومایجری فی القتال فلذلک رخص رسول اللهﷺ فیه واما الغناء المعتاد عن المشتهرین به الذی یحرک الساکن ویهیج الکامن الذی فیه وصف محاسن الصبیان والنساء ووصف الخمر ونحوها من الامور المحرمة فلا یختلف فی تحریمه، ..... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

ٹرانسسٹر سننا

سوال: ۔ٹرانسسٹر ریڈیو پر خبروں کا سننا کیسا ہے؟ چونکہ آلۂ لہو ولعب ہے اس لئے یہ اشکال پیدا ہوا، ورنہ فی نفسہٖ خبروں کا سننا کچھ قبیح نہیں معلوم ہوتا، ایک مولوی صاحب اپنے گھر پر ریڈیو لگا کر خبر سن رہے تھے، ان کے والد محترم نے منع کیا کہ آپ کے شایان شان نہیں ہے، تو انہوں نے حوالہ دیا کہ شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم دیوبند کو میں نے سنتے دیکھا ہے، اب صورت مسئولہ میں جو حکم شرعی ہو اسے تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض خبروں، تبصروں اور تقریروں کا سننا تو درست ہے[1]، گانا بجانا، اور غلط چیزوں کا سننا منع ہے، یہ آلہ اصالۃً خبروں کو بہت جلد پھیلانے کے لئے موضوع ہے، مگر اس میں لہو ولعب گانا بجانا بھی بہت کثرت سے ہوتا ہے جو ممنوع ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۸/۸/۹۲ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....عمدة القاری ص ۲/۲۷۱، الجزء السادس، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۳/۱۱۷، باب ایضا، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمه، فیض الباری ص ۲/۳۷۵، باب ایضا، مطبوعه خضرراه بکڈپو دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] جواهر الفقه ص ۵/۱۷، آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ریڈیو، مطبوعه مکتبه تفسیر القرآن دیوبند، امداد المفتین ص ۱۰۰۹، کتاب الحظر والاباحة، ریڈیو وغیرہ کے احکام، مطبوعه دارالاشاعة کراچی، کفایت المفتی ص ۹/۲۱۱، کتاب الحظر والاباحة، سولہواں باب، ریڈیو سننا، مطبوعه دارالاشاعة کراچی،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال:۔زید ریڈیو کا کام کرتا ہے، اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے، کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے، سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جا سکتا ہے، اور کس صورت میں نہیں رکھا جا سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالات حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے، اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر میں رکھنا بھی جائز ہے[1]، ریڈیو پر گانا بجانا ہوتا ہے، فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلاوجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے، اور بدنام کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا اور اس مقصد کے لئے رکھنا درست نہیں[2]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام قال علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذبها کفر الخ بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ج۶/ ص ۳۵۹/ کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۲۳/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۰۲، ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ملاحظه هو عنوان "ٹرانسسٹر سننا" حاشیه: ۱/

[2] استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام قال علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق الخ، بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ج۶/ ص ۳۵۹/ کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۵۰۲، ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل اللبس، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۲۲۳/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

ریڈیو کی بیع ومرمت درست ہے، پھر اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے، تو وہ گنہگار ہے، فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا

سوال: ۔ریڈیو بجانا، گانا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ تحریمی ہے جو کہ حکم کے اعتبار سے حرام کے قریب ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس کو حرام بھی فرمایا ہے [2]، جائز خبریں سننے کی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وعلم من هذا انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف الخ، شامی زکریا، ج۹/ ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع. النهر الفائق ص ۲۶۸/۳، قبیل کتاب اللقیط، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴۳/۵، قبیل کتاب اللقیط، جواهر الفقه ص ۱۷/۵، آلات جدیده کے شرعی احکام، ریڈیو، مطبوعه مکتبه تفسیر القرآن دیوبند،

[2] وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قضب ونحوه حرام الخ، درمختار علی الشامی زکریا ج۹/ص ۵۰۴/ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳۵۹/۶، کتاب الحظر والاباحة، الثالث فی المناهی، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲۲۳/۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

سنیما، تصویر، فوٹو

سوال:۔(۱) عمر سنیما کا شائق ہے اس بہانہ سے جاتا ہے کہ اس سے نصیحت آمیز باتیں حاصل ہوتی ہیں، کیا کسی صورت میں سنیما جانا درست ہوسکتا ہے؟

(۲) تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں، فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے، جواب مفصل اور کتب معتبرہ سے ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کیا عمر کو نصیحت آمیز باتیں اہل صلاح کی مجلس میں کہیں میسر نہیں آتیں کہ اس لہو ولعب اور خلاف شرع مجلس میں جاتا ہے، یہ سب حیلہ اور کید نفس ہے، ایسی جگہ جانا شرعاً ہرگز جائز نہیں[۱]

(۲) حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے حیوان کا فوٹو رکھنا شرعاً ناجائز ہے، ''**عن ابی طلحة قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب ولاتصاویر**اھ **بخاری شریف**[۲]

---

[۱] استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام قال علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق، بزازیه علی هامش الهندیة کوئٹه ج۶/ ص ۳۵۹/ کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۲، ۹/۵۰۴، کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴/۲۲۳، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[۲] بخاری شریف ص ۱۲۶۸/ باب التصاویر، حدیث نمبر ۵۹۴۹/ مطبوعه دارالسلام ریاض، مشکوة شریف ص ۳۸۵، باب التصاویر، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۲۰۰، کتاب اللباس، باب تحریرم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دهلی،

ترجمہ:۔حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

بے جان درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا اتارنا درست ہے، ”قال العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانه متوعدعلیه بھذاالوعید الشدید(ای اشد الناس س عذابا عند اللّٰه المصورون) وسواء صنعه لما یمتھن ام لغیره فصنعه حرام بکل حال وسواء کان فی ثوب اوبساط اودرھم او دینار اوفلس اواناء اوحائط اوغیرھا فاما تصویرمالیس فیه صورة الحیوان فلیس بحرام اھ فتح الباری[1]، ج۱۰/ص ۳۱۵/“

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تصویر اور فوٹو کے احکام میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] فتح الباری ج۱۱/ص۵۸۳/ کتاب اللباس، باب عذاب المصور ین یوم القیامة، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه. شامی زکریا ص۲/۴۱۶، باب مایفسد الصلاة، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة، نووی علی مسلم ص۲/۱۹۹، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان، مطبوعه رشیدیه دھلی،

[2] یہ رسالہ ”التصویر لاحکام التصویر“ کے نام سے، جواھر الفقه ج۳/ص۱۶۷/ میں اور اس کا دوسرا حصہ ”کشف التذویر عن احکام التصویر“ کے نام سے، جواھر الفقه ج۴/ص۸/ پر موجود ہے۔ مطبوعه تفسیر القرآن دیوبند،

باب بست و سوم: کفار سے تعلقات ومعاملات

فصل اول:- کفار کے ساتھ تعلقات

کافر سے موالات ومواسات

سوال:۔کسی ہندو کا مسلمان سے دوستانہ تعلق ہے، شادی کے وقت ایک دوسرے کو روپیہ کھانے پکانے اور کھانے کو دیتے ہیں، اور ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں، ایسا روپیہ لینا دینا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کفار سے دوستانہ تعلق اور دلی محبت حرام ہے، لقوله تعالیٰ یاایھاالذین اٰمنوا لاتتخذو الذین اتخذو ادینکم ھزوا ولعباً" (الایۃ[1]) البتہ دنیوی معاملات میں لین دین وغیرہ بضرورت درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۰/۶۴ھ

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۵۷/

ترجمہ:۔اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ۔

[2] لابأس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة إذا کان ممالابد منه هندیه کوئٹه ص ۳۴۸/ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام الخ

غیر مسلم سے تعلقات

سوال:۔ ہندو سے دوستی کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا کہ نہیں؟ یعنی ایسے ہندو سے دوستی قائم کرنا جو کہ مسلمانوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا ہے، اور یہ دوستی اس کی بہت زمانہ سے چلی آ رہی ہے، تو اس کے ساتھ دوستی قائم کرنا عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بستی دار یا محلّہ دار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور میل ملاپ رکھنا درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۹۰ھ

---

[1] اذاکان حربیافی دارالحرب وکان الحال حال صلح ومسالمة فلابأس بان یصله عالمگیری، کوئٹه، ج۵/ص۳۴۷/ لابأس بمصافحة المسلم جاره النصرانی إذا رجع بعدالغیبة ویتأذی بترک المصافحة کذا فی القنیة، هندیه کوئٹه ص۳۴۸/ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والا حکام اللتی تعود الیهم. لابأس بأن یصل الرجل المسلم المشرک قریبا کان أو بعیداً محارباکان أو ذمیا الخ محیط برهانی ص۷۰/ج۸، کتاب الکراهیة، الفصل السادس عشر فی اهل الذمة الخ مجلس علمی گجرات، هندیه کوئٹه ص۳۴۷/ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر الخ.

فصل دوم:- کفار کے ساتھ مشابہت

سُراغ رسانی کے لئے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا

سوال:۔ بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کیلئے اوران کے حملے کو پسپا کرنے کیلئے اگر سر پر چوٹی رکھ لی جائے، اورزنار باندھ لی جائے، اورسر پر ٹیکا لگایا جائے، اوردھوتی پہن لی جائے، اور یہ سب امورصرف اتنی دیر کیلئے کئے جائیں جتنی دیر تک ضرورت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا امور کے بغیر دفاع ناممکن ہے، کیونکہ سراغ رسانی دفاع کیلئے مثل لازم کے ہیں، ان مسائل کی حضرت والا اصل بھی تحریر فرمائیں، تو مزید تشفی ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسانی کے لئے زنار باندھنے، سر پر چوٹی رکھنے اور دھوتی وغیرہ پہننے کی اتنی دیر تک کیلئے اجازت ہے، ’’یکفر بوضع قلنسوة المجوس علیٰ رأسه علی الصحیح الالضرورة دفع الحروالبردوبشد الزنار فی وسطه الااذفعل ذٰلک خدیعة فی الحرب وطلیعته للمسلمین‘‘عالمگیری[1]، ج۲/ص۲۴۷/البحرالرائق[2] ج۵/ص۱۳۵/۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ، ج۲/ص۲۷۶/ باب احکام المرتدین،ومنها مایتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد وتعلیمه والتشبه بالکفار الخ.

[2] البحرالرائق کوئٹہ، ج۵/ص۱۲۳/ باحکام المرتدین. مجمع الانهر ص۵۱۳/ج۲، کتاب السیر، ثم إن الفاظ الکفر انواع، دارالکتب العلمیه بیروت.

بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت ووضع بنانا

سوال:۔(۱) زید بوجہ پیشہ خوردونوش (بہروپیہ) اپنے روپ بدلتا ہے، جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، مثلاً کبھی ہندو کمہار، ہندو فقیر وغیرہ بنتا ہے، ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے، گلے میں مالا ڈالتا ہے، یہ تو اس کے افعال ہوتے ہیں، مگر بعض اوقات وہ خود اپنا ہندو ہونا بیان کرتا ہے، اور مسلمان ہونے کی خواہش کرتا ہے، گویا خود کو ہندو کہہ کر دھوکہ دیتا ہے، ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کی نسبت کیا حکم ہے، اگر نکاح ساقط ہوجاتا ہے، تو بغیر حلالہ کے نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) بکر بوجہ ملازمت سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولس) کسی مفرور ملزم کی تلاش یا کسی معلومات واقعہ کے لئے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے ایسا روپ بھرلے کہ انجان آدمی کو اس کے مسلمان ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، اگر وہ زبان سے ہندو ہونے کا مقر نہیں ہے تو ایسی حالت میں اسلام ونکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلاضرورت شدیدہ کفار کا مخصوص لباس استعمال کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، ''**لقوله تعالیٰ ولاتركنوا الى الذين ظلموا انفسكم النار**[۱]''، اور قشقہ لگانا کفار کا مذہبی شعار ہے، جیسے زنار پہننا اس سے آدمی کافر ہوجاتا ہے ''**يكفر بوضع قلنسوة المجوس علىٰ راسه على الصحيح الا لضرورة ومنع الحر والبرد وبشد الزنار فى وسطه الا اذا فعل ذٰلك**

---

[۱] سورۂ ہود آیت ۱۱۳/ **ترجمہ**:۔اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔(از بیان القرآن)

خدیعة فی الحرب'' عالمگیری، ج۲/ص۸۹۴/[1] بحرالرائق، ج۵/ص۱۲۳[2]۔

اپنے ہندو ہونے کا اقرار کرنا خود کفر ہے ''الهازل المستهزئ اذا تكلم بكفر استخفافاً واستهزاءً اومزاحاً يكون كفراً عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذٰلک، عالمگیری ج۴/ص۸۹۴/[3] فتاویٰ قاضی خاں، ج۴/ص۴۰۷/[4] نعوذباللّٰه من ذالک اور ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، ''وارتداداحدهما أى الزوجين فسخ فلاينقص عدد اعاجل بلاقضاء درعلى الشامى، ج۲/ص۶۴۳/ ''اس کے بعد اگر وہ شخص مسلمان ہوجائے تو پھر اس کا نکاح اس پہلی عورت سے جو اس کے نکاح میں تھی بلاحلالہ کئے شرعاً درست ہے ''الشامى تحت قول الدر (فسخ) نقلاعن الفتح لان الحرمة بالردة غير متأبدة فانها ترتفع بالاسلام وتحت قولهٗ الدر (فلا ينقص عدداً) فلو ارتدادًا وجددالاسلام فى كل مرة وجدد النكاح علىٰ قوله ابى حنيفةؒ تحل امرأته من غير اصابة زوج ثان بحرعن الخانية.[5]

(۲) اگر محض کفار کا لباس قومی اختیار کیا ہے تو اس سے کفر نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر کفار کا شعار مذہبی اختیار کیا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر نمبر ۱ میں مذکور ہے، ودلیلہ

---

[1] عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص۲۷۶/ باب احكام المرتدين، منها مايتعلق بتلقين الكفر والامر بالارتداد الخ، مجمع الانهر ص۵۱۳/ج۲، كتاب السير، ثم ان الفاظ الكفر انواع، دارالكتب العلميه بيروت.

[2] البحرالرائق كوئٹه، ج۵/ص۱۲۳/ باب احكام المرتدين.

[3] عالمگیری كوئٹه، ج۲/ص۲۷۶/ باب احكام المرتدين، ومنها مايتعلق بتلقين الكفر والامر بالارتداد.

[4] قاضى خان على هامش الهندية كوئٹه، ج۲/ص۵۷۷/ باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون.

[5] الدرالمختار مع الشامى زكريا، ج۴/ص۳۶۶/ باب نكاح الكافر، مطلب الصبى والمجنون ليساباهل الخ، هنديه كوئٹه ج۱/ص۳۳۹، كتاب النكاح، الباب العاشر فى نكاح الكفار، بحر كوئٹه ص۲۱۴/ج۳، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، النهرالفائق ص۲۹۰/ج۲، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، طبع بيروت،

ذکر ثم[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/۵۲ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح بندہ عبد الرحمٰن غفرلہٗ

صحیح سعید احمد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/ج ۵۲ھ

شعار اہل کفر کو اختیار کرنا

سوال:۔ زید مسلمان اور عمر ہندو نے باہمی مشترکہ دوکان کھولی اس دوکان کے شروع کرنے کی تاریخ ہندو پنڈت کاہنوں سے پوچھ کر معین کی چنانچہ معینہ تاریخ پر اہل ہنود کے رواج کے مطابق دوکان کھولی گئی، یعنی پنڈتوں و برہمنوں کو دعوت دی گئی اور حساب کی بہی پر بجائے بسم اللہ کے لفظ اوم (جو ہندو اپنی خط و کتابت میں لکھتے ہیں، لکھا گیا اور ہنومان وغیرہ کی ان پر تصویریں بنائی گئیں، اور زید مسلمان کی پیشانی پر ہندوؤں کی رسم مخصوص کے مطابق سرخ رنگ کے ٹیکے لگائے گئے، اور چاول وغیرہ بھی جیسے ہندو لگاتے ہیں ماتھے پر لگائے گئے، اور تھالیوں پر گھی کے چراغ رکھ کر مطابق رسم کے جلائے گئے، یہ سب کچھ علماء کے منع کرنے کے بعد کیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو فعل دیدہ و دانستہ کیا ہے اس پر بسبب اس فعل کے بموجب شریعت بیضاء کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور دیگر مسلمانوں کو زید سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے، اور جو لوگ اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں، ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر مسلم قوم کے شعار قومی کو اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے، اور شعار مذہبی کو اختیار کرنا

[1] ملاحظہ ہو صفحہ گذشتہ کا حوالہ نمبر: ۲/اور ۳/

بلاضرورت معتبرہ عندالشرع کفر ہے،[1] لہٰذا احتیاطاً زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا چاہئے، اور آئندہ کے لئے بھی ایسا افعال سے پختہ توبہ کرنا ضروری ہے[2]، اور جتنے مسلمان اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں، سب کو توبہ کرنا ضروری ہے، اگر زید توبہ نہ کرے اور اپنے اس فعل کو برا نہ سمجھے تو مسلمانوں کو اُسے سمجھا چاہئے، اگر باوجود فہمائش کے نہ مانے اور اپنی بات پر جمارہے تو اس سے قطع تعلق کر دینا چاہئے تاکہ تنگ آکر توبہ کر لے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۵۴ھ

صحیح عبداللطیف ۱۴/صفر ۵۴ھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] یکفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح الا لضرورة دفع الحر والبردوبشد الزنار فی وسطه الا اذا فعل ذٰلک خدیعة فی الحرب ،عالمگیری کوئٹه ، ج۲/ص۲۷۶/ الباب التاسفی باب احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد الخ، البحرالرائق کوئٹه ج۵/ص۱۲۳/ باب احکام المرتدین. مجمع الانهر ج۲/ص۵۱۳/ کتاب السیر، ثم إن الفاظ الکفر انواع دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] ماکان فی کونه کفراً اختلاف فان قائله یومر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذٰلک بطریق الاحتیاط .عالمگیری کوئٹه ،ج۲/ص۲۸۳/ الباب التاسع فی احکام المرتدین، قبیل الباب العاشر فی البغاة. مجمع الانهر ج۲/ص۵۰۱/ کتاب السیر، باب المرتد، دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] فاما الهجران لاجل المعاصی والبدعة فواجب استصحابه الیٰ ان یتوب من ذٰلک ولایختلف فی هذه، المفهم فی حل المسلم، ج۶/ص۵۳۴/ باب النهی عن التجسس والتنافس الخ، حکم الهجران لاهل المعاصی الخ دارابن کثیر ،دمشق بیروت،المفهم فی حل المسلم، ج۷/ص۹۸/ باب یهجر من ظهرت معصیته ،کتاب الرقاق. فتح الباری ص۱۲۳/باب مایجوز من الهجران لمن عصی، کتاب الادب، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه. مرقاة ج۴/ص۷۱۶/ باب ماینهی عنه من التهاجر الخ الفصل الاول مطبوعه بمبئی.

غیر قوموں کے ساتھ تشبہ

سوال:۔عورت کا بے پردہ پھرنا، ساڑی پہننا، انگریزی لیڈی وضع جوتا مردوں اورعورتوں کو پہننا، کپڑے بھی اسی وضع کے بالوں کو بھی اسی طرح سے گوندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ جملہ امور ممنوع اور ناجائز ہیں "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (الحدیث[1])

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

ہندوانہ زیبائش

سوال:۔مشرقی اضلاع میں رواج کے مطابق مسلمان عورتیں بھی مانگ میں سندور بھرتی ہیں، ماتھے پر بندیا لگاتی ہیں، پیر کی انگلیوں میں بچھوے پہنتی ہیں، اورساڑی کا استعمال کرتی ہیں، ازروئے شریعت اس قسم کی زیبائش جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ چیزیں اصالۃً غیر مسلموں کی ہیں بعض تو محض قومی ہیں اور بعض میں مذہبیت کی بھی شان ہے، ایسی چیزوں کا اہل اسلام کو اختیار کرنا منع ہے، قسم ثانی کا استعمال قسم اول سے زیادہ سخت ہے، اوراس کی ممانعت بھی شدید ہے، اور جس جگہ یہ چیزیں اہل اسلام میں غیر مسلموں

---

[1] **مشکوٰۃ** شریف، ص ۳۷۵/ کتاب اللباس الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند. ابوداؤد شریف ص ۵۵۹/ کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:۔جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

کی صحبت کے اثرات سے کچھ پھیل گئی ہیں یا نومسلموں میں ترکۂ آباء کی حیثیت سے باقی رہ گئی ہیں، وہ بے علم اور بے عمل مسلمانوں میں ہیں، ان کی اصلاح لازم ہے نہ کہ اشاعت۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

عورت کو مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی لگانا

سوال:۔ کیا عورت اپنی زینت کیلئے مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی لگا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، اس سے بچنا لازم ہے، ہرگز اس کو اختیار نہ کریں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۹۶ھ

لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز

سوال:۔ ایک مسلمان شخص کو میں نے منع کیا تھا کہ تم وہ چتے ہوئے گھڑے کہ جن کو ہندو استعمال کرتے ہیں، تم نہ استعمال کیا کرو، وہ گھڑے استعمال کرو جو چتے ہوئے نہ ہوں،

---

[1] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلا فى اللباس وغيره اوبالفساق اوالفجار فهو منهم اى فى الاثم. مرقاة شرح مشكوٰة ج۴/ ص ۴۳۱/ كتاب اللباس الفصل الثانى مطبوعه اصح المطابع بمبئى. ابوداؤد شريف ص ۵۵۹/ كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

[2] من تشبه بقوم فهو منهم الحديث، مشكوٰة شريف، ص ۳۷۵/ كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۵۵۹/ كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، سعد بكڈپو ديوبند.

اور کنی دار دھوتی نہ استعمال کرو وہ بھی ہندو استعمال کرتے ہیں، تم بے کنی کی دھوتی استعمال کرو، شریعت میں اس کی کیا اصل ہے، جواب سے مشرف فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو برتن یا کپڑا وغیرہ کسی غیر مسلم قوم کا مخصوص شعار ہو، مسلمانوں کو اس سے حتی الوسع اجتناب چاہئے کیونکہ کفار کے ساتھ تشبہ منع ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۴/۵۴ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا

سوال:۔ ہمارے علاقے میں مسلم خواتین مانگ میں سندور، پیشانی پر رنگ یا سندور کا ٹیکہ اور بازار کی ٹکیا لگاتی ہیں، ایسی زینت وآرائش مسلم خواتین کیلئے کیسی ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جہاں یہ کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ممنوع ہے "لاجل التشبة"[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۴/۹۲ھ

---

[1] من تشبه بقوم اى من شبه نفسه بالكفار مثلافى اللباس وغيره اوبالفساق اوالفجار فهومنهم اى فى الاثم. مرقاة شرح مشكوٰة، ج۴/ص ۴۳۱/ كتاب اللباس الفصل الثانى، مطبوعه اصح المطابع بمبئى . ابوداؤد شريف ص ۵۵۹/ كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، سعد بكڈپو ديوبند.

[2] من تشبه بقوم فهومنهم ،مشكوٰة شريف ،ص ۳۷۵/ كتاب اللباس ،الفصل الثانى . مطبوعه ياسر نديم ديوبند. ابوداؤد شريف ص ۵۵۹/ كتاب اللباس، باب لبس الشهرة، سعد بكڈپو ديوبند.

فصل سوم:- غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت

ہندوؤں کے مذہبی تیوہار میں شریک ہونا

سوال:۔مسلمانوں کا ہندوؤں کی خوشی میں شامل ہونا، مثلاً بنگال میں یہ رواج ہے کہ جب وہاں رام لیلا ہوتی ہے، تو کشتی پر بتوں کو رکھ کر اس کے پیچھے کشتیوں میں سوار ہو کر ہندو اور مسلمان شرکت کرتے ہیں، اوران کشتیوں کو ہندو و مسلمان کھینچتے بھی ہیں اور بالخصوص مسلمان کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی مجلس میں شرکت کرنے سے ان کے مسلمان ہونے میں تو کوئی اثر پیدا نہیں کرتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ شرکت قطعاً ممنوع ہے، اور گناہ ہے اس سے توبہ لازم ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف ۲/ربیع الآخر ۵۸ھ

---

[1] من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريكا فى عمله، كنز العمال، ج۹/ص ۲۲/ حديث نمبر ۲۴۷۳۵/ كتاب الصحبة الخ مطبوعه مؤسسة الرساله، بيروت. نصب الراية ج۴/۳۴۶، كتاب الجنايات، الحديث التاسع، مجلس عملى گجرات، اتحاف ج۶/ص ۱۲۸، كتاب الحلال والحرام، الباب السادس، دارالفكر بيروت. ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس لموافقته معهم فيمايفعلون فى ذالك اليوم، هنديه كوئٹه ج۲/ص ۲۷۶، كتاب السير، احكام المرتدين، مايتعلق الكفر الخ، بحر كوئٹه ج۵/ص ۱۲۳، احكام المرتدين.

غیر مسلم کی تقریب میں شرکت

سوال:۔ کیا غیر مسلموں کے مذہبی کاموں میں مثلاً مندر بنوانے یا مورتی کے نصب کے موقع پر جشن وغیرہ میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ موجودہ بھارت میں مصلحتاً یا سیاستاً چندہ دینا جائز ہے، لیکن حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے بہار کے اسکولوں میں گاندھی جی کا مشہور گیت جن من گن پڑھنے سے سختی سے منع فرمایا تھا، لیکن زید نے مصلحتاً جائز کہہ دیا، اس بارے میں کس کا قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم مغفور کی رائے صحیح ہے، اس راستہ کو بند ہی کیا جائے، ہرگز نہ کھولا جائے، تھوڑے کی اجازت سے بات بہت دور تک پہنچے گی، جس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا، جیسا کہ بعض جگہ مشاہدہ ہے ''من تشبه بقوم فهو منهم'' (الحدیث[1]) ''ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار'' (الآیۃ[2])۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۷/۹۰ھ

غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت

سوال:۔ غیر قوم کے لوگ ہمیں بعض اوقات ان کے مذہبی اجتماع میں شرکت کرنے کے

---

[1] **مشكوٰة شريف**، ص ۳۷۵/ كتاب اللباس، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.
ابو داؤد شريف ص ۵۵۹، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.
ترجمہ:۔ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

[2] سورہ ہود آیت ۱۱۳/ اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔ (از بیان القرآن)

لئے دعوت دیتے ہیں، ایسے اجتماع میں شرکت کرنا شریعت کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کے اجتماع کو اپنی شرکت سے رونق دینا درست نہیں ''من کثر سواد قوم فهو منهم''[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت

سوال:۔ رام لیلا یا اس قسم کے تیوہار میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت خطرناک ہے، الا یہ کہ مقصود شرکت سے سیر وتفریح نیز ان کی رونق بڑھانا نہ ہو بلکہ کوئی جائز و پسندیدہ مقصد ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۰ھ

---

[1] کنز العمال، ج۹/ص ۲۲/مطبوعه مؤسسة الرسالة رقم الحديث، ص ۲۴۷۳۵/. نصب الراية ج۴/ص ۳۴۶، كتاب الجنايات، الحديث التاسع، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل گجرات، اتحاف السادة ج۶/ص ۱۲۸، كتاب الحلال والحرام، الباب السادس، دارالفكر بيروت.

[2] يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح الالضرورة دفع الحر والبرد وبشدالزنارفی وسطه الا اذا فعل ذٰلک خديعة فی الحرب وطليعة للمسلمين الیٰ قوله وبخروجه الیٰ نيروز المجوس لموافقته معهم فيما يفعلون فی ذٰلک اليوم، عالمگيری كوئٹه، ص ۲۷۶/ باب احكام المرتدين، ومنها مايتعلق بتلقين الكفر والامر بالارتداد الخ قاضی خان على الهنديه كوئٹه ج۳/ص ۵۷۷، كتاب السير، باب مايكون كفرا من المسلم ومالايكون، بحر كوئٹه ج۵/ص ۱۲۳، كتاب السير، باب احكام المرتدين.

رام لیلا میں شرکت اور چندہ

سوال:۔(۱) رام لیلا جو ایک ناٹک کی طرح کھیلا جاتا ہے، جو کفر وشرک سے بھرپور اور جس میں پوجا پاٹ کیا جاتا ہے، رام لکشمن یا کرشن وغیرہم کا پارٹ ادا کرے تو ایسے شخص کے لئے از روئے شریعت مطہرہ کیا حکم ہے، اس کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) رام لیلا میں رام چند کی بیوی (سیتا) کے لئے زید نے ایک سونے کی نتھ بنوا کر دی ،اور بکر نے اسٹیج سازی کے لئے بیم بنوا کر پرو دیا، محمود نے سیتا کا لباس ساڑھی کے لئے روپیہ دیا، لہٰذا ایسے شخص کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) اس قسم کی چیزوں میں مسلمان کیلئے شرکت حرام ہے[۱]، اگر غیر اللہ کی پوجا پاٹ کریگا تو ایمان سے ہی محروم ہو جائیگا[۲]، ناجائز ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

---

[۱] من كثر سواد قوم فهو منهم (ديلمى ،بيروت ،ج۳/ص ۵۱۹/ حديث نمبر، ۵۶۲۱/ باب الميم) نصب الراية ج۴/ص ۳۴۶، كتاب الجنايات، الحديث التاسع، مجلس علمى گجرات، اتحاف ج۶/ص ۱۲۸ ، كتاب الحلال والحرام، الباب السادس، دارالفكر بيروت.

ترجمہ:۔جس نے قوم کی تعداد میں اضافہ کیا اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

[۲] الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية ووجوب الوجود كماللمجوس أو بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاوثان (قواعد الفقه ص۳۳۷/ الرسالة الرابعة، التعريفات الفقيه، طبع دارالكتاب ديوبند)

[۳] ولاتعاونوا على الاثم والعدوان (سورۂ مائدہ آیت ۲) الاعطاء باسم النيروز والمهرجان لايجوز و إن قصد تعظيمه يكفر الدر مع الشامى كراچى ج۶/۷۵۴، مسائل شتى، بحر كوئٹه ج۸/ص۴۸۷، مسائل شتى، هنديه كوئٹه ج۶/ص ۴۴۶، قبيل كتاب الفرائض.

ترجمہ:۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت

سوال:۔ یوکے میں ہم بسنے والے سب حضرات عیسائی مذہب والے کی کبیر شمس ۲۵/ ۲۶/ دسمبر کا دن آتا ہے، تو عیسائی مذہب والے بخشش دیتے ہیں، اسی طرح عیسائی مذہب والے کا کبیر شمس کا کارڈ بھی ہوتا ہے، وہ بھی ایک دوسرے کو دیتے ہیں، تو یہ سب لینا اور دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر یہ ان کی مذہبی عبادت ہے تو اس میں ہرگز شرکت جائز نہیں ہے[1]، اگر مذہبی عبادت نہیں محض قومی یا ملکی خوشی کا دن ہے، تو اس کا حکم زیادہ سخت نہیں، اگرچہ اس سے بھی بچنے کا حکم ہے، مگر ہلکا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارکباد دینا

سوال:۔ غیر قوم کے تہوار کے دن مسلمانوں کو انہیں مبارک باد دینا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] و (یکفر) بخروجه إلی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلون فی ذالک الیوم (بحر کوئٹه ج۵/ص۱۲۳، کتاب السیر، باب فی احکام المرتین، هندیه کوئٹه ج۲/ص۲۷۶، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مایتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد الخ مجمع الانهر ج۲/ص۵۱۳، ثم ان الفاظ الفکر انواع، دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکاً فی عمله، کنزالعمال، ج۹/ص۲۲/ حدیث نمبر ۲۴۷۳۵/ کتاب الصحبة الخ، مطبوعه مؤسسة الرسالة، بیروت. نصب الرایة ج۴/ص۳۴۶، کتاب الجنایات، الحدیث التاسع، طبع مجلس علمی گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً!

درست نہیں ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۱۴۰۱ھ

ہولی کے دن ہندو استاذ سے ملنا

سوال:۔زید ایک اسکول میں پڑھتا ہے، ہولی کے روز زید ایک ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا، غرض ملنے سے یہ تھی کہ زید کی طرف سے اس مدرس کے خیالات اچھے رہیں، تاکہ امتحان میں اچھی ڈویژن مل سکے، زید ہولی کی اور کسی بات میں بفضلہٖ تعالیٰ شامل نہیں ہوا، مثلاً رنگ وغیرہ میں بلکہ ساری کفار کی رسموں کو برا جانتا ہے، اوران سے نفرت کرتا ہے، البتہ اس ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا، اگرچہ دل میں نفرت کرتا تھا، وہ ہندو مدرس زید سے ملے بھی ،اور کچھ کھایا جوان کے یہاں پکتا ہے کھلایا، وہیں پر ایک دوسرے ہندو مدرس بھی آ گئے اورانہوں نے زید سے کہا کہ تم ہولی میں نہیں ملے، زید گو دل میں نفرت کرتا تھا، مگران کے کہنے سے کچھ خیال نہیں آیا، ان سے بھی مل لیا، پھر ملنے کے بعد خیال آیا اور بہت ممکن ہے کہ خیال کے اندر مدرس کو خوش کرنے کیواسطے ملنے گیا تھا، پھر تیسرے مدرس سے ملنے کی خواہش کی کوشش بھی کی، مگر بفضلہٖ تعالیٰ ان سے نہ مل سکا، کیونکہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھے، بعد میں زید کو بہت افسوس ہوا، اورتوبہ واستغفار کیا کہ ایسا نہ ہو خدانخواستہ توبہ توبہ کوئی کفر کی بات سرزد ہوگئی ہو، زید ہولی کی شرکت کی غرض سے نہیں ملا، نہ اس خیال سے کہ ان کی شان کو بڑا جان کر محض

---

[1] اجتمع المجوس يوم النيروز فقال مسلم خوب سيرت نهادند يكفر (بزازيه على الهنديه كوئٹه ج۶/ص۳۳۳، كتاب الفاظ تكون اسلاما أو كفراً، السادس فى التشبيه، فتاوىٰ تاتارخانيه ج۵/ص۵۱۹، كتاب احكام المرتدين فصل فى الخروج الى النشيدة والذهاب إلى ضيافة المجوس طبع كراچى)

اپنی طرف سے اچھے گمان قائم کرانے تھے تاکہ امتحان میں اچھے نمبر ملیں، اسی شب کو زید نے ایک خواب دیکھا کہ زید کا دوبارہ نکاح ہوا ہے، تو زید کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ زید کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ زید کو تو شبہ کر کے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے یا توبہ کر لے، اور پہلا نکاح باقی رہے گا، زید کا یہ فعل ''معاذ اللہ'' کفر کی حد کو تو نہیں پہنچا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید کو صورت مسئولہ میں سچے دل سے توبہ واستغفار ضروری ہے کفار کے مذہبی تہوار میں شرکت حرام ہے[1] مگر چونکہ اسکے دل میں ہولی کی تعظیم نہیں تھی، بلکہ نفرت تھی اسلئے زید اسلام سے خارج نہیں ہوا، اور نکاح بھی نہیں ٹوٹا، تاہم اگر تجدید نکاح کر لے تاکہ قلب کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے، تو اس میں مضائقہ نہیں، بلکہ افضل ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۶۱ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/صفر ۶۱ھ

---

[1] من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريكاً فى عمله كنز العمال، ج۹/ص ۲۲/ حديث نمبر ۲۴۷۳۵/ كتاب الصحبة الخ مطبوعه مؤسسة الرسالة، بيروت. ماجرت **العادة** فى سمرقند بنصب أمير نوروز واجتماع الناس وخروجهم إلى آب رحمه واجتماعهم فيه ثلاثة أيام واهداء الناس إلى أمير نوروز فلاشك أنهم إذا ارادوا تعظيم اليوم بذالك كفروا وإن ارادوا غيره فالاصوب والاوجب تركه (بزازيه على الهنديه كوئٹه ج۶/ص ۳۳۴، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفراً أو خطا، السادس فى التشبيه)

[2] ماكان فى كونه كفر ا اختلاف فان قائله يومر بتجديد النكاح والتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط، عالمگيرى كوئٹه، ج۲/ص ۲۸۳/ قبيل الباب العاشر فى البغاة.

شرکیہ میلے میں تجارت کے لئے جانا

سوال:۔ درگاہ (مزار) جہاں آج کل عرس یا میلے ہوتے ہیں اور جہاں خلاف شرع کام ہوتا ہے، اور وہاں پر مختلف مذاہب کے لوگ شرکت بھی کرتے ہیں یہاں پر ایک بڑے جید عالم صاحب فاضل دیوبند ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ جہاں عرس میلے میں خلاف شرع اور شرک بھی ہوتا ہے وہاں جانے سے آدمی مرتد ہوجاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آدمی مرتد نہیں ہوتا خرید وفروخت کی غرض سے وہاں جانے میں کیا حرج ہے جبکہ درگاہ بھی جہاں آج کل شرک کا معاملہ ہورہا ہے (کفار کے میلے میں) وہ بھی ایک شرک کی جگہ ہوتی ہے اور بت خانہ بھی ایک شرک کی جگہ ہے، دونوں میں کیا فرق ہے، دونوں جگہ یعنی دونوں کے میلے میں خرید وفروخت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسے میلوں اور عرسوں میں جانا درست نہیں، خرید وفروخت کے لئے بھی نہیں جانا چاہئے، جس طرح خلاف شرع اور شرکیہ امور کا ارتکاب ممنوع ہے ایسی جگہ جاکر ان کی رونق میں اضافہ کرنا بھی ممنوع ہے[1] جب تک کوئی عقیدہ شرکیہ نہ ہو اور ایسا عمل نہ ہو جس کو کفر وشرک قرار دیا گیا ہو ارتداد کا حکم لگانے سے احتیاط لازم ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ الحديث كنز العمال، ج۹/ص ۲۲/ رقم الحديث ۲۴۷۳۵/ مطبوعه موسسة الرسالة بيروت، نصب الراية ج۴/ص ۳۴۶، كتاب الجنايات، الحديث التاسع، طبع مجلس علمی گجرات، اتحاف السادة ج۶/ص ۱۲۸، كتاب الحلال والحرام، الباب السادس، دارالفكر بيروت.

[2] الكفر شئی عظيم فلااجعل المؤ من كافراً متی وجدت رواية انه لايكفر الخ، البحر الرائق، ج۵/ص ۱۲۴/ باب احكام المرتدين، النهر الفائق ج۳/ص ۲۵۳، كتاب الجهاد، باب المرتدين، دارالكتب العلميه بيروت، شامی زكريا ج۶/ص ۳۵۸، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مايشک انه ردة لايحكم بها.

ہندوؤں کے میلے میں جانا

سوال :۔مسلمان مرد وعورت کا ہندوؤں کے میلوں میں تماشا دیکھنے کے جانا ہندوؤں کے تیوہاروں میں جوکھانے پکتے ہیں ،ایسے کھانے پکا کر کھانا ، ہندوؤں کے رسوم پوجا وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ سب باتیں ناجائز اورگناہ ہیں، اگر ہندوؤں کے تیوہار کی تعظیم کے لئے چندہ دیتا اورشرکت کرتا ہے،تو یہ کفر ہے،مسلمان کوایسے امور سے توبہ ضروری ہے،" **رجل اشتریٰ یوم النیروز شیئاًلم یکن یشتریه قبل ذٰالک ان اراد بهٖ تعظیم النیر وز کما یعظمه المشرکون کفر** "مجموعه فتاویٰ[1]ج ۲/ص ۲۱۵/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

چمار چودس میں سامان خریدنے جانا

سوال:۔دیوبند میں چودس میلہ جواہل ہنود صاحبان کا مذہبی میلہ ہے، اور چاند کی ۱۲/ ۱۳/تاریخ کو پوجاپاٹ کی رسم منائی جاتی ہے، جس میں اہل اسلام کا شرکت کرنا یقیناً گناہ ہوگا، مذکورہ بالاتواریخ کے بعد چندروز بازاروغیرہ رہتاہے، جس میں اشیاء کی خرید وفروخت

[1] مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاویٰ ج۴/ص ۳۴۰، کتاب الکراهیة، طبع رشیدیه کوئٹه،فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الهندیه کوئٹه ، ج۳/ص۵۷۷/ کتاب السیر، باب مایکون کفراً من المسلم ومالایکون، هندیه کوئٹه ج۲/ص۲۷۷، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین منها مایتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد الخ.

ہوتی ہے، بازار دوکانیں، پوجا پاٹ کے مندر سے دور خاصے فاصلہ پر لگتی ہے، اگر تواریخ مندرجہ بالا کے بعد اہل اسلام اس میلہ میں بانس کے سامان پٹی سیروے لاٹھی، لکڑی کے پائے، بکس ،مسہریاں وغیرہ خریدنے کیلئے جائیں، تو کیسا ہے گناہ ہے یا نہیں جانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگرچہ پوجا پاٹ کی تاریخیں صرف ۱۲/۱۳/ ہیں، مگر یہ سب میلہ اس نام پر ہوتا ہے، اور اس میں شرکت کرنے والے اس ناجائز میلہ میں شرکت کرتے ہیں، ان تاریخوں کے گزرنے کے بعد بھی بقیہ ایام کا میلہ اس اصل میلہ کا بقیہ ہے، اگر کوئی شخص کے مقصد اصل سے بالکل جدا ہوکر محض اچھا سامان خریدنے کے لئے جائے تو وہ گو مقصد میلہ کی شرکت کا مجرم نہ ہو، لیکن دوسرے لوگوں کے ظنون اس سے فاسد ہونگے ،اور ظنون فاسدہ کو استدلال کا موقع ملے گا، اور مظنہ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے، خاص کر اہل علم حضرات کیلئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۱۶/۱/۸۷ھ

میلہ میں سامان خریدنے کے لئے جانا

سوال:۔ کسی میلہ میں بضرورت خرید وفروخت جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو چیز ضرورت کی ہو اور کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو اس کو خریدنے کیلئے جانا درست ہے

[1] وفیہ التحرز من التعرض لسؤ الظن والا حتفاظ من کید الشیطن والا عتذار قال ابن دقیق العید وھذا متاکدفی حق العلماء ومن یقتدی بہ فلایجوز لھم ان یفعلوا فعلا یوجب سوء الظن بھم وان کان لھم فیہ مخلص لان ذٰلک سبب الی ابطال الانتفاع بعلمھم (فتح الباری، ج۴/ص۸۱۶/ باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ إلی باب المسجد کتاب الاعتکاف، طبع دارالفکر بیروت.

بلا اس کے نہیں جانا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۳/۵۶ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف ۱۳/ربیع الاول ۵۶ھ

میلے اور نمائش میں جانا

سوال:۔(۱) میلے میں جانا کیسا ہے کلبہ اور چھتر کا میلہ اور دسہرا وغیرہ جبکہ تجارت یا کسی چیز کے خریدنے کی نیت سے جائے اور میلے کے اندر تمام ملک کی اشیاء آتی ہوں اور تجارت کا بڑا مرکز ہو۔

(۲) نمائش میں بلا ضرورت جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ میلے ہندوؤں کے مخصوص قومی اور مذہبی میلے ہیں ان میں جا کر ان کی رونق کو بڑھانا ناجائز ہے، مسلمانوں کو ان سے اجتناب ضروری ہے[2]، ہاں اگر کوئی ایسی شئی وہاں فروخت ہوتی ہے، کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور دوسری جگہ وہ ملتی بھی نہیں تو اس کو خریدنے کیلئے جانے میں گنجائش ہے، لیکن اگر دوسری جگہ وہ شئی ملتی ہو یا اس کی ضرورت شدید نہ ہو تو مخصوص تجارت کے لئے وہاں جانا منع ہے[3]۔

---

[1] امداد الفتاویٰ، ج۴/ص ۲۶۹/باب معاملات المسلمین باهل الکتاب والمشرکین، درمیلہ ہائے ہنود برائے تجارت رفتن مطبوعه ادارۂ تالیفات دیوبند.

[2] من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکان فی عمله، کنز العمال، ج۹/ص ۲۲/ حدیث نمبر ۲۴۷۳۵/ کتاب الصحبة، مطبوعه مؤسسة الرساله، بیروت.

[3] امداد الفتاوی ج۴/ص ۲۶۹، باب معاملات المسلمین باهل الکتاب والمشرکین، درمیلہ ہائے ہنود برائے تجارت رفتن، اداره تالیفات اولیاء دیوبند.

(۲) حدیث شریف میں بازار کو شر البقاع کہا گیا ہے[۱] لہٰذا بلاضرورت بازار میں ہرگز نہیں جانا چاہئے، اور نمائش میں بازار سے بدر جہا زیادہ خرابیاں ومفاسد ومنکرات ہیں، وہاں جانا بلاضرورت کیسے جائز ہوسکتا ہے، بضرورت وبمجبوری لہوولعب ومنکرات سے بچ کر جانا درست ہے، اہل علم کو جانا ہرگز زیبا نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبد اللطیف یکم ذی الحجہ ۵۴ھ

سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سندور لگانا

سوال:۔ سرکاری تقریبوں میں مسلمانوں کی پیشانیوں کو ہندو لوگ سندور لگاتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ان کے مذہبی شعار میں شرکت کی اجازت نہیں ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[۱] فقال شر البقاع اسواقها وخير البقاع مساجد ها ،مشكوٰة شريف ، ۷۱/باب المساجد ومواضع الصلاة،الفصل الثانی ،مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] امداد الفتاوی ج۴/ص ۲۶۹، باب معاملات المسلمين باهل الكتاب، کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا، ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند۔

[۳] من تشبه بقوم فهو منهم ،مشكوٰة شريف، ص ۳۷۵/ كتاب اللباب ،الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند. ابوداؤد شريف ص ۵۵۹، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، سعد بكڈپو ديوبند، يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح الا لضرورة دفع الحر والبرد وبشد الزنار فی وسطه الخ هنديه كوئٹه ج۲/ص ۲۷۶، الباب التاسع فی احكام المرتدين مايتعلق بتلقين الكفر والامر بالارتداد، بحر كوئٹه ج۵/ص ۱۲۳، باب احكام المرتدين، مجمع الانهر ص ۵۱۳، كتاب السير، ثم ان الفاظ الكفر انواع دارالكتب العلميه بيروت.

ہولی کا رنگ مسلمانوں پر چھڑکنا

سوال:۔ ہولی کے دنوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جبراً رنگ چھڑکا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ہولی میں مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ شرع کے بھی خلاف ہے، اور قانون کے بھی خلاف ہے، ایسا کرنے والوں کو پولیس نے زدوکوب بھی کیا ہے، کوئی اپنی کمزوری سے مرعوب ومغلوب ہوجائے تو دوسری بات ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا اور میلہ میں شرکت

سوال:۔ یہاں پر رکشا بندھن کا میلہ لگتا ہے، اس موقع پر مٹھائی خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میلہ کی وجہ سے مٹھائی بہت زیادہ بنتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

دوکاندار اپنی بکری کے لئے مٹھائی بناتے ہیں، اس کو خرید کر کھانا درست ہے، اگرچہ وہ

---

[1] البتہ ہولی میں مسلمانوں کا شرکت کرنا جائز نہیں من تشبہ بقوم فھو منھم مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، طبع یاسر ندیم دیوبند، ابو داؤد شریف ص ۵۵۹، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، سعد بکڈپو دیوبند.

رکشابندھن والوں کے خریدنے کی نیت سے بناتے ہوں[1]، میلہ میں شرکت سے اجتناب چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۶ھ

---

[1] مستفاد : یکفر بشرائه یوم النیروز شیئاً لم یکن یشتریه قبل ذالک تعظیماً للنیروز لا للاکل والشرب، عالمگیری ج۲/ص۲۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین، البحرالرائق کوئٹه ج۵/ص۱۲۳، باب احکام المرتدین، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ج۶/ص۲۳۳، ۲۳۲، کتاب الفاظ تکون اسلاماً أو کفراً، السادس فی التشبه.

[2] عن ابن مسعود من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمله به، فردوس دیلمی ج۳/ص۵۱۹، حدیث ۵۶۲۱، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، کنزالعمال ج۹/ص۲۲، کتاب المصحبة الاکمال حدیث ۲۴۷،۳۵۸، مطبوعه مؤسسة الرساله بیروت. کشف الخفاء ج۲/ص۲۷۴، مطبوعه داراحیاء التراث العربی، بیروت.

فصل چہارم:- مال کے ذریعہ کفار کی اعانت

غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا

سوال:۔غیر مسلم کے مذہب میں اگر کوئی مسلمان روپیہ لگائے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ثواب نہ پوچھئے بلکہ یہ پوچھئے کہ کتنا گناہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

غیر مسلموں کے ساتھ تعاون مذہبی مصلحت سے

سوال:۔زید ایسی بستی میں رہتا ہے جس کی ہندو مسلم آبادی تقریباً برابر ہے، اس بستی میں خصوصاً ایام قربانی میں ہنگامہ وفساد کے اندیشہ کے باوجود گائیں ذبح کی جاتی ہیں، زید غیر مسلموں سے رابطہ قائم کرنے اور اُسے نبھانے میں محسوس کرتا ہے، کہ غیر مسلم کی طرف سے ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں فساد کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہے گا، اوران کی مذہبی پوجا میں کھانے پینے والے سامان، سواری اور پوجا جاری نہ رہنے کے اوقات میں مقام پوجا پر ان کی دل دہی کرنے (بنیت استوار تعلقات) کے ذریعہ غیر مسلموں کا تعاون محض اس نیت سے کرتا ہے کہ

[1] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، سورہ مائدہ آیت ۲.

اس کے ان اعمال سے غیر مسلموں سے تعلقات اچھے رہیں گے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں فریضۂ قربانی ادا کرتے وقت کسی طرح کے فساد کا اندیشہ نہیں رہے گا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مذکورہ طریقہ مذکورہ نیت کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اعمال صالحہ پر بغیر نیت کے ثواب مرتب نہیں ہوتا "لاثواب الا بالنية" (الاشباہ والنظائر[1]) مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کام بھی نیت صالحہ سے کیا جائے، وہ جائز بھی ہو، کیونکہ جن امور کی ممانعت ہے وہ نیت صالحہ سے جائز نہیں ہوجاتے، قرآن کریم میں ہے "تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان"[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ

مندر کے لئے چندہ دینا

سوال:۔ میں نے مندر کے چندہ کے لئے کچھ روپیہ دیئے جن کی رسید ہم نے ان سے لی، پھر میں پچھتایا کہ میں نے غلطی کی، تو اس کی بھی مذہب قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل چاہتا ہوں؟

---

[1] الاشباه والنظائر، ص ۲۹/ الفن الاول قول فی قواعد الكليه، مطبوعه دارالعلوم ديوبند.

[2] سوره مائده آيت ۲. **ترجمہ**:۔ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی بہانہ سے ان سے وہ روپیہ لے لیجئے[1] اور پھر اس نیت سے دیدیجئے کہ آپ ان مانگنے والوں کو دے رہے ہیں، اب ان کا کام ہے کہ جہاں جی چاہے خرچ کریں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ

تعمیر مندر میں امداد

سوال:۔ایک شخص مسلمان دیندار صلح پسند ہے اس کی زمین داری میں ایک گاؤں ہے ،جس میں تمام ہندو آباد ہیں، کسی مسلمان کا گھر نہیں ہے، اور سکنائی زمین ان کی مقبوضہ زمین دار طرف سے اس پر کوئی ٹیکس یا محصول نہیں، زمین دار کے سب گاؤں والے تابعدار ہیں، اور زمیندار ان کو ہر طرح خوش رکھنے کا قصد کرتا ہے، کیونکہ زمانہ کاشتکاروں کی خوشحالی کا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ گاؤں میں عبادت کیلئے کوئی مندر وغیرہ بن جاوے، اور زمین میں کوئی حق روکنے کا بھی نہیں ہے، بلکہ انکار میں اندیشہ فساد ومخالفت کا ہے، ایسی صورت میں اجازت وامداد اگر کی جاوے تو کس حیلہ وصورت سے کی جاوے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر روکنے پر قدرت ہو اور مندر بنانا زمین دار کی اجازت پر موقوف ہو تو روکنا ضروری

---

[1] ولاتعاونوا علیٰ الاثم والعدوان الایة ،سورة المائدة آیت ۲.

ترجمہ:۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(از بیان القرآن)

[2] اس لئے کہ اس صورت میں وہ چندہ مانگنے والوں کی ملک ہوگیا انکو اختیار ہے جہاں چاہے خرچ کریں هدية المسلم للمشركين وهى جائزة فيض البارى ج۳/ص ۳۷۹، كتاب الهبة، باب هدية المسلم للمشركين، طبع خضر راه ديوبند، هنديه كوئٹه ج۴/ص ۴۰۵، كتاب الهبة، الباب الحادى عشر.

ہے، اور اجازت دینا جائز نہیں، اور اس میں امداد کرنا تو ہر حال میں حرام ہے، اور سخت معصیت ہے، اگر زمین زمیندار کی ملک نہ ہو بلکہ وہ لوگ اپنی زمین میں بنانا چاہیں تو پھر روکنا واجب نہیں، مگر امداد پھر بھی جائز نہیں ہے۔ والبسط فی ردالمحتار، ج ۳/ص ۴۱۸[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ربیع الثانی ۶۴ھ

ہندوؤں کی رسم میں چندہ

سوال:۔ ہم لوگ ایسی جگہ پر رہتے ہیں کہ جہاں کرہ آبادی ہندوؤں کی ہے، اور ہم لوگوں کو ان کے ساتھ مل جل کر رہنا ہوتا ہے اگر ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں تو ہم لوگوں کو ہر طرح کھانے پینے کی چیزیں ملنا اور کسی قسم کا کاروبار کرنا مشکل ہو جائے گا، بچوں کی تعلیم بھی مشکل ہو جائے گی، اگر ہم ان کے ساتھ مل کر رہتے ہیں تو یہ لوگ اپنے کسی کسی پوجائیں مثلاً کالی، دُرگا، لکشمی وغیرہ میں ہم سے کچھ چندہ کرتے ہیں، اگر نہ دیا جائے تو یہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں، اور خطرے کا سبب ہو جاتا ہے، لہٰذا ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس مجبوری کے درجہ میں اگر کچھ پیسہ یا سامان دیدیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ہم لوگ اس میں گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟

---

[1] اذا صالحهم على ان الارض لهم فلهم الاحداث لاإذا صار مصراً للمسلمين بعدفانهم يمنعون من الاحداث بعد ذالک الى قوله فلايحل للسلطان ولاللقاضى ان يقول لهم افعلوا ذٰلک ولاان يعينهم عليه ،شامى زكريا، ج٦/ ص ٣٢٩/٣٢٨/ باب العشر والخراج ، مطلب فى بيان ان الامصار ثلاثة الخ.

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایسی حالت میں ان لوگوں کو چندہ دیدیا جائے، جو چندہ مانگنے آئیں پھر وہ جہاں ان کا دل چاہے خرچ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۹۲ھ

مندر اور پوجا میں چندہ دینا

سوال:۔ ہمارے یہاں کچھ لوگ دسہرہ اور درگا پوجا کے میلہ کے سلسلے میں چندہ دیتے ہیں، اور کچھ لوگ نہیں دیتے ہیں، دینے والوں کو منع کرنے پر یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کا یہ ایک طریقہ ہے، گورنمنٹ ہم سے ٹیکس لیکر مندر و مسجد دونوں میں صرف کرتی ہے، اورنگ زیب عالمگیرؒ نے بہت سے مندر تعمیر کرائے، اور بہت سے مندر پرستوں کو وظیفہ دیتے تھے، مندرجہ بالا تاویل کے پیش نظر از روئے شریعت فتویٰ جاری فرمائیں، تاکہ ہم لوگ مطمئن ہوسکیں، اور ہم اسلامی مسائل کے پیش نظر لین دین قائم رکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضرر سے بچنے کے لئے ان لوگوں کو تملیکاً پیسے دیئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، پھر وہ

---

[1] بطور ہبہ دینے سے وہ مالک بن گئے، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، لہٰذا اگر وہ پوجا وغیرہ میں صرف کریں تو ہبہ کرنے والے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا" **هدية المسلم للمشركين وهي جائزة** "فيض الباري، ج۳/ص ۳۷۹/ كتاب الهبة باب هدية المسلم للمشركين، مطبوعه خضرراه ديوبند، هنديه كوئٹه ج۴/ص ۴۰۵، كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى المتفرقات، المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء من الملك "تفسير بيضاوى، ص۷/ تحت سوره فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلى.

جہاں چاہیں خرچ کریں[1] اس صورت میں عالمگیرؒ کے یا کسی اور کے فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں، اوران کی پوری کیفیت بھی سامنے نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۰ھ

ہولی میں چندہ دینا

سوال:۔ عمر جس محلّہ کی مسجد میں رہتا ہے اس میں مسلمان کم اور ہندو بہت زیادہ ہیں، اوروہ اس سے کبھی گڑبنس کی پوجا کے لئے چندہ لینے آتے ہیں، اور کبھی ہولی کا چندہ لینے آتے ہیں، تو کیا اس کو چندہ دیدینا چاہئے، ایک بار اس نے ہولی کا چندہ نہیں دیا، رات کو احاطہ میں لگی ہوئی لکڑیاں اُکھاڑ کر لے گئے، اور ہولی میں جلادیں، جب وہ صبح سو کر اُٹھا تو دیکھا کہ اس کے احاطہ کی بہت سی لکڑیاں کوئی رات میں چوری سے اُکھاڑ کر لے گیا، تو کیا ایسی حالت میں اُسے روپیہ آٹھ آنے چندہ دیدینا چاہئے، جبکہ اس کے مقابلہ میں اس کا بہت نقصان ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجبوری کی حالت میں ان کو پیسے دیدے جو مانگنے آئے، یعنی ان کی ہی ملک کردے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بطور ہبہ دینے سے وہ مالک بن گئے، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، لہٰذا اگر وہ پوجا وغیرہ میں صرف کریں تو ہبہ کرنے والے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا" **هدية المسلم للمشركين وهي جائزة** "فيض الباری، ج۳/ص ۳۷۹/ **كتاب الهبة باب هدية المسلم للمشركين، مطبوعه خضرراه ديوبند، هنديه كوئٹه ج۴/ص ۴۰۵، كتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات، المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک** "تفسير بيضاوی، ص۷/ **تحت سوره فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلی.**

[2] حاشیہ بالا۔

دُرگا پوجا میں چندہ دینے والے کا حکم

سوال:۔اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم ہے جو ہندوؤں کی درگا پوجا اور سرش پوجا میں چندہ دیتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر پوجا کو اچھا سمجھ کر چندہ دیتا ہے تو سخت گنہگار ہے، اس کو فوراً توبہ لازم ہے،[1] اگر کسی مجبوری کی وجہ سے چندہ دیتا ہے تو اس کو چاہئے کہ جو شخص چندہ لینے کے لئے آیا اس کو دینے کی نیت سے دیدے براہِ راست پوجا کے لئے نہ دے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۱۴۰۰ھ

کفار کے میلے میں چندہ دینا

سوال:۔(۱) ملک برہما میں یہ دستور ہے کہ ہر ایک سال ہر محلّہ میں ایک ایک مہینہ میلہ لگتا ہے، جس میں ناچ رنگ سرود وغیرہ کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں، اس میلہ کو برہمی زبان میں پھیا پھیلڑی، یعنی بھوت میلہ کہتے ہیں، جس میں روپیہ پیشہ چندہ دیتے ہیں، اس میں

---

[1] مستفاد منه والاعطاء باسم النيروز والمهر جان لايجوز وان قصد تعظيمه يكفر (الدرمع الرد، ج۶/ص۷۵۴/ مسائل شتی ،البحر ،ج۸/ص۴۸۷/ مسائل شتی، هنديه ، ج۶/ص۴۴۶/ قبيل كتاب الفرائض وراجع كفايت المفتی، ج۹/ص ۲۰/.

[2] اس لئے کہ یہ ہبہ کی صورت ہے اور غیر مسلم کو ہبہ جائز ہے هدية المسلم للمشركين وهی جائزة فيض الباری ج۳/ص ۳۷۹، كتاب الهبة، باب هدية المسلم للمشركين مطبوعه خضرراه ديوبند، هنديه كوئٹه ج۴/ص ۴۰۵، كتاب الهبة، الباب الحادی عشر.

مسلمانوں کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چندہ دینے والے لوگ کہتے ہیں کہ کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہئے تو ایسے لوگ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر اس جیسے کہنے والے کے پیچھے اقتداء فی الصلوٰۃ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بلکہ ناجائز ہے "لقوله تعالى ولاتعاونوا على الاثم والعدوان الاية"[۱]

(۲) یہ لوگ اسلام سے واقف نہیں اسلئے ایسا کہتے ہیں انکو مسئلہ سمجھا دیا جائے، کہ اسلام نے ہر ہر مسئلہ ضروریہ کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اور اس کی اجازت نہیں دی کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہئے[۲]، اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو امام نہ بنایا جائے، جبکہ ان سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو کیونکہ امامت کیلئے صالح دیندار متبع شریعت اور مسائل شرعیہ سے واقف آدمی ہونا چاہئے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ربیع الثانی ۶۷ھ

---

[۱] سورہ مائدہ آیت ۲۔ **ترجمہ**:۔ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

[۲] اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي الاية، المعنى اليوم اكملت لكم حدودي و فرائضي و حلالي وحرامي بتنزيل ماانزلت وبيان مابينت لكم فلازيادة في ذالك ولانقصان منه بعد هذا اليوم، روح المعاني ج٦/ص ٦٠، سورة مائده آيت ٣، مطبوعه **ادارة** الطباعة المصطفائية ديوبند، تفسير ابن كثير ج٢/ص ١٩، سورۂ مائده آيت ٣، طبع مكتبه تجاريه مكه مكرمه، تفسير مظهري ج٣/ص ٢٤، مطبوعه رشيديه كوئٹه.

[۳] والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش **الظاهرة** الخ الدرالمختار مع الشامي زكريا، ج٢/ص ٢٩٤/ باب الامامة. مراقي مع الطحطاوي مصري ص ٢٤٢، ٢٤٣، فصل في بيان الاحق بالامامة، هنديه كوئٹه ج ١/ص ٨٣، الباب الخامس في الامامة، الفصل الثاني في بيان من هو احق بالامامة.

پوجا کے لئے چندہ اور پوجا کی مٹھائی کھانا

سوال:۔ میں آر، ایم، ایس میں کام کرتا ہوں، ہر جمعرات کو آفس میں ہندو لوگ ستیہ نارائن کی پوجا کرتے ہیں، تو اس پوجا کے لئے ہم سب سروس والوں سے دس پیسے یا کبھی زیادہ شیواجی وغیرہ کے نام پر بھی کبھی ایک یا دو روپئے دینے پڑتے ہیں، چونکہ ہم مسلمان تھوڑے ہیں، ہماری چل نہیں سکتی، سوچ یہ ہے کہ پیسے دینے سے مالی شرک ہوگا، اور اگر نہ دیئے تو ڈبل دشمن بن جائیں گے، نیز پوجا کی مٹھائی کھوپرا کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر پیسے دیئے بغیر چھٹکارہ نہیں، تو جو لوگ مانگتے ہیں ان کو مالک بنانے کی نیت سے دیدیں، پھر وہ اپنی طرف سے جہاں دل چاہے خرچ کریں[1] مٹھائی اور کھوپرا بھی اگر لینا ضروری ہو تو اس کو لے لیں، پھر کسی جانور کو دیدیں، پوجا اور چڑھاوے کی مٹھائی وغیرہ نہ کھائیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۹۴ھ

---

[1] بطور ہبہ دینے کی وجہ سے وہ اس پیسہ کے مالک ہوگئے اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، لہٰذا اگر وہ پوجا وغیرہ میں صرف کریں تو واہب پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، "هدية المسلم للمشركين وهي جائزة "فيض الباري، ج۳/ص ۳۷۹/ باب هدية المسلم للمشركين، مطبوعه خضر راه ديوبند، هنديه كوئٹه ج۴/ص ۴۰۵، كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى المتفرقات، المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء من الملك، تفسير بيضاوى، ص ۷/تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلى.

[2] "ماكولات ومشروبات وديگر اموال رانيز اگرچه ازراه تقرب لغير الله دادن حرام است وشرک" فتاویٰ عزیزیه، ج ۱/ص ۶۵/ .....آیت "وما اهل به لغير الله"

تنبیہ:۔ جب چڑھانا حرام ہے تو پھر اس کا کھانا تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

سانگ کرانا اوراس میں روپیہ دینا

سوال:۔ ہندوؤں نے ہمارے گاؤں میں ایک مندر تعمیر کرایا تھا، اورا سکے لئے سانگ کرایا تھا، اس میں روزانہ طے کے علاوہ جو بچتا تھا وہ مندر کا ہوگا، اس میں مسلمانوں نے بھی انعام دیا، ہندوؤں کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی سانگ کرایا، ایک شخص نے حجرہ کیلے ۵۱/روپئے دیئے تھے، ان روپیہ کو سانگ کرنے والوں کو دے کر دوسرا سانگ کرایا، تقریباً ۱۹۰/روپئے زائد تھے، توان بچے ہوئے روپیہ کو حجرہ کی تعمیر میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

سانگ کھیلنا اسکو دیکھنا اس پر انعام دینا سب غلط اور خلافِ شریعت ہے[1] مسلمانوں کو غیر مسلموں کی حرص میں ایسا کرنا اور بھی بے غیرتی ہے، جو روپیہ بچ گیا ہے، وہ ان لوگوں کا ہے ،جنہوں نے انعام دیا ہے، ان کو واپس کردیا جائے تو پھر اگر سب متفق ہوکر از سرے نو تعمیر حجرہ کے لئے دیں تو تعمیر میں خرچ کرلیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] وکرہ کل لھو ای کل لعب وعبث لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ص ۵۶۶/ کتاب الحظر والاباحۃ ،فصل فی البیع.

[2] عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرء الابطیب نفس منہ، مشکوٰۃ شریف ص۲۵۵/ باب الغصب، الفصل الثانی، مسند احمد ج۵/ص ۷۲، مسند عم ابی حرۃ الرقاشی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شعب الایمان للبیھقی ج۲/ص ۷۶۹، الباب الثامن والثلاثون فی قبض الید عن الاموال المحرمۃ، مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ.

چیچک میں ہندوؤں کی مائی کو چندہ دینا

سوال:۔ چیچک کی بیماری میں نومسلم لوگ ہندوؤں کی مائی کو پوجا پاٹ کے لئے چندہ دیتے ہیں، دارالعلوم کے صدر صاحب نے چیچک کی بیماری پر ہندوؤں کو چندہ دینے پر لوگوں کے نکاح ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شرک وکفر کے لئے چندہ دینا نہایت خطرناک ہے[1]، احتیاطاً اگر ان لوگوں کا نکاح دوبارہ پڑھا دیا گیا تو مضائقہ نہیں[2]، آئندہ وہ لوگ پورا پرہیز کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۹۲ھ

---

[1] وماجرت العادة فی سمرقند بنصب أمیر نوروز و اجتماع الناس وخروجهم إلی آب رحمه واجتماعهم فیه ثلاثة أیام واهداء الناس إلی أمیرنوروز فلاشک أنهم إذا ارادوا تعظیم الیوم بذالک کفروا و إن ارادوا غیره فالاصوب والا وجب ترکه، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ج۶/ص۳۳۴، کتاب الفاظ تکون اسلاما أو کفراً أو خطأ، السادس فی التشبیه.

[2] وماکان فی کونه کفرااختلاف فان قائله یومر بتجدیدالنکاح وبالتوبة والرجوع ذٰلک بطریق الاحتیاط،عالمگیری کوئٹه ،ج۲/ص۲۸۳/ قبیل الباب العاشر فی البغاة. مجمع الانهر ج۲/ص ۵۰۱، کتاب السیر، باب المرتد، دارالکتب العلمیه بیروت.

باب بست وچہارم

﴿جھوٹ، غیبت، بائیکاٹ اور توبہ﴾

فصل اول:- جھوٹ چغلی بہتان اور ریا کا بیان

جھوٹ کا حکم

سوال:- لالچ کی وجہ سے حق بات چھپا کر جھوٹ بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گناہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا

سوال:- زید اپنے اثبات حق کے لئے شہادت زور کا محتاج ہے، عمر کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو میں اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہوں، لہٰذا حضور والا سے معروض ہے کہ اگر اس امر میں گنجائش ہو تو مع حوالہ کتب ونقل عبارت تحریر فرمائیں، نیز کتنی جگہ شریعت جھوٹ بولنے کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر احیاء حق شہادت زور پر منحصر ہو تو تعریضاً کذب مشروع ہے اور عین کذب پھر بھی

---

[1] والکذب حرام (ملتقی الابحر علی هامش المجمع ص ۲۲۱/ج۴/(دار الکتب العلمیة، بیروت) کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات.

حرام ہے، جن مواقع میں شریعت نے کذب کی اجازت دی ہے وہ یہ ہیں "والکذب حرام الافی الحرب للخدعة، وفی الصلح بین اثنین، وفی ارضاء الاهل، وفی دفع الظالم عن الظلم، والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال فی المجتبیٰ وهو الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون، سکب الانهر ج ۲/ص ۵۵۲[1] کسی کا حق ضبط کر کے نہ دینا بھی ظلم ہے یہ مواقع مذکورہ میں داخل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/۱۲/۶۰ھ..... صحیح: عبداللطیف ۱۸/۱۲/۶۰ھ

دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا

سوال: - جناب عالی عرض یہ ہے کہ یہ تحریر ملاحظہ فرما کر آپ بھی تحریر فرمائیں، اگر چہ جواب میں تاخیر ہو تو حرج نہیں، پوری تحقیق سے باسند وحوالہ تحریر فرمائیں، اور دعاء خاتمہ بالایمان کی فرمائیں، بیان القرآن پارہ ربما کے آخری صفحہ پر آیت "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ الخ" اور پارہ اقترب کے تیسرے رکوع سے کچھ آگے آیت ومن عاقب بمثل ماعوقبتم به الخ اور پارہ الیه یرد کے ربع اول سے کچھ آگے آیت "ولمن تنصر الخ" کی تفسیر میں فرمایا ہے، کہ انتقام لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ کام فی نفسہ معصیت نہ ہو، کیا جھوٹ فی نفسہ معصیت ہے یا نہیں؟ مسائل فتاویٰ برائے ملاحظہ عالیہ ارسال ہیں جو کہ مختلف ہیں اور بہت سی اور جگہوں میں خصوصاً فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۲۵/ میں احیاء حق ودفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا فقہ میں بھی جائز لکھا ہے، آج کل رواج ہو گیا ہے کہ کسی پر عداوۃً اس کو زیر کرنے

---

[1] سکب الانهر علی مجمع الانهر ج ۴/ص ۲۲۱/(مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۴۲۷/ج ۶/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بزازیة علی هامش الهندیة ص ۳۵۹/ج ۶/کتاب الکراهیة، الثالث فیما یتعلق بالمناهی، مطبوعه مصر.

کیلئے بلا تامل جھوٹا مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، اگر وہ مظلوم اس سے تنگ آکر بچنے کے لئے اس پر وہ بھی کہیں دوسری جگہ جھوٹا مقدر دائر کردے، تو کیوں جائز نہ ہونا چاہئے، جب طرفین زیر بار ہوتے ہیں تو ایک کہتا ہے کہ وہ چھوڑ دیں، پھر کوئی صورت صلح مصالحت اور ظلم سے بچنے کی نکل آتی ہے ورنہ ہم لوگ اگر صبر کرلیں تو وہ اور زیادہ دلیر ہوجاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا فی نفسہٖ معصیت ہے کسی حال میں جائز نہیں البتہ چند مواقع میں فقہاء نے تعریض کی اجازت دی ہے، انہیں میں سے دفع ظلم بھی ہے، اگر دفع ظلم بغیر کذب کے دشوار ہو تو تعریضا کذب مباح ہے، صراحۃً حرام ہے، اور بغیر ایسی ضرورت کے تعریض بھی جائز نہیں۔

''والکذب حرام الافی الحرب للخدعة وفی الصلح بین اثنین وفی رضاء الاهل وفی دفع الظالم عن الظلم والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال فی المجتبیٰ وهو الحق والمراد به التعریض لان عین الکذب حرام الالحاجة الخ، مجمع الانهر ج ۱/ص ۵۵۲[1] جب یہ فی نفسہٖ معصیت ہے تو انتقاماً بھی جائز نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تحفظ جائداد کے لئے جھوٹ بولنا

سوال:- زید ایک صاحب جائداد شخص تھا، اس نے اپنی زوجہ ہندہ کے افعال قبیحہ اور حرکات ناشائستہ سے تنگ آکر اس لئے کہ ہندہ اس کی جائداد سے متمتع نہ ہو اپنی جائداد اپنے عزیزوں کے نام ذریعہ بیعنامہ جات منتقل کردی، بعدازاں چھ سال کے بعد ہندہ کو طلاق دیکر

---

[1] (مجمع الانهر ج۴/ص ۲۲۱/دارالکتب العلمیة بیروت) کتاب الکراهیة فصل فی المتفرقات، درمختار مع ردالمحتار ص۴۲۷/ج۶/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مطبوعه دارالفکر بیروت.

اپنی زوجیت سے خارج کردیا، اور ہندہ نے ابراء مہر کردیا بروقت طلاق ایک دختر شیر خوار صلبی زید موجود تھی جو اپنی والدہ ہندہ کے ساتھ رہی اور زید کا انتقال ہوگیا، ہندہ نے دوسرا شوہر کرلیا، شوہر موجودہ نے منجانب سعیدہ نابالغہ (دختر حقیقی زید) ان عزیزوں پر واپسی جائداد کا دعویٰ کیا اور عزیزانِ زید جو قابض و مالک جائداد ہیں اگر نسبت جائداد اقرار فرضیت بیع کرتے ہیں تو جائیداد اس پدر غیر حقیقی کے قبضہ میں جاتی ہے، جو خورد برد کرے گا، اور سعیدہ بوجہ نابالغہ ہونے کے اس سے مستفیض نہ ہوسکے گی، اب پدر غیر حقیقی سعیدہ نے یہ تصور کرتے ہوئے کہ اعزہ زید عدالت میں جھوٹی شہادت ادا نہیں کریں گے، عدالت میں درخواست دیکر اعزہ زید کا وارنٹ جاری کرایا ہے، اور جبریہ طور پر حاضری عدالت اور ادائے شہادت کے لئے مجبور کررہے ہیں، ایسی حالت میں اگر اعزہ زید محض اس وجہ سے کہ جائیداد سعیدہ کو نہیں پہنچے گی، عدالت میں اقرار فرضیت نہ کریں اور یہ نیت کرتے ہوئے کہ بعد بلوغ کے سعیدہ کو اس جائیداد کا مالک بنائیں گے تو انکار فرضیت کی بناء پر گرفتار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صراحۃً جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے[1]، لہٰذا زید کے اعزہ کو صراحۃً جھوٹ بولنے کی گنجائش نہیں، البتہ زید کے اعزہ کی نیت اگر جائیداد خود رکھنے کی نہیں بلکہ خالص نیت لوجہ اللہ ہے کہ سعیدہ کی جائیداد محفوظ رہے اور بڑی ہوجائیگی تو اس کو سب جائیداد دیں گے، تو ان کے لئے کوئی مشروع حیلہ کرنا سعیدہ کی جائیداد بچانے کیلئے مناسب ہے، جب کہ اس کی جائیداد خطرہ میں ہو اور فرضیت کا ثبوت کافی ہو[2]، اگر فرضیت پر دلیل موجود نہیں تو اعزہ زید مالک ہیں،

---

[1] والكذب حرام (ملتقى الابحر ج۴/ص ۲۲۱/دارالكتب العلمية بيروت) كتاب الكراهية.

[2] واعلم ان الكذب فلايباح وقديجب والضابط فيه ان كل مقصود محمود يمكن التوصل اليه بالصدق والكذب جميعاً فالكذب فيه حرام، وان امكن التوصل اليه بالكذب وحده فمباح ان ابيح تحصيل ذالك المقصود، وواجب ان وجب تحصيله الخ، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

سعیدہ کو نہ دینے کا بھی ان کو اختیار ہے، اور دینے کا بھی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود عفی عنہ ۲۶/۱۲/۵۱ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ

صحیح: عبداللطیف عفی عنہ ۱۳/محرم الحرام ۵۱ھ

جھوٹا حلف

سوال:- ایک شخص عدالت میں ثبوت کی حثیت سے گواہی دیتا ہے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر جھوٹی گواہی دیتا ہے، دوسرا شخص رمضان کے روزے بھی رکھتا ہے، اور جھوٹی گواہی دیتا ہے، اور مدعی بھری عدالت میں قرآن شریف اٹھا کر جھوٹا حلف کھاتا ہے، اس کے برعکس مدعا علیہ قرآن پاک اُٹھانے پر اپنی جائیداد کا حصہ چھوڑ دیتا ہے، ان جھوٹ بولنے والے گواہوں اور مدعی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ کیا جھوٹ بول کر کسی کی جائیداد سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ اس کے برعکس قسم کھانے پر جائیداد چھوڑ دینے والے کو کیا ثواب ملے گا۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹا حلف اُٹھانا کبیرہ گناہ ہے[2]، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک کے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) شامی کراچی ص ۴۲۷/ج ۶/کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، احیاء علوم الدین للغزالی ص ۱۱۹/ج ۳/کتاب آفات اللسان، آلآفة الرابعة عشر، بیان مارخص فیه من الکذب، مطبوعه عثمانیه مصر، الزواجر لابن حجر الهیثمی ص ۸۹۲/ج ۴/الکبیرة الاربعون بعدالاربع مائة تنبیه، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز، مکه المکرمة.

[1] کل یتصرف فی ملکه کیف شاء الخ لکن اذاتعلق به حق الغیر، لمنع المالک من تصرفه شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/الکتاب العاشر، الباب الثالث.

[2] غموس وهوالحلف علی اثبات شی اونفیه فی الماضی الحال یتعمدالکذب فیه فهدة الیمن باثم فیها صاحبها وعلیه فیها الاستغفار والتوبة دون الکفارة (عالمگیری ج ۲/ص ۵۲/) کتاب الایمان.

قریب بیان فرمایا ہے[۱]، اور اس ذریعہ سے جو ناحق مال جائیداد وغیرہ حاصل ہو اس کا کھانا بھی حرام ہے[۲]، جو شخص حق پر ہونے کے باوجود اللہ پاک کے نام کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے حلف سے باز رہے اور اپنا حق چھوڑ دے اس نے بہت بڑا ایثار کیا اس کے لئے جنت میں مخصوص نعمت کا وعدہ ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی

جھوٹا دعویٰ

سوال:- مسمیٰ ارشاد حسین کے متصل مسجد قلعہ فتح پور ہے اور مکان سے ملی ہوئی اراضی ملکیت مسجد ہے، مسجد کے حجرہ کے اوپر دوکان بنائی جارہی تھی، مگر ارشاد نے جھوٹا دعویٰ اس زمین پر اپنی ملکیت کا کردیا ہے، اور تعمیر بھی رُکوادی ہے، ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹا دعویٰ تو بہر حال جھوٹا ہے، اگر ناحق جھوٹ بول کر کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ

---

[۱] عن خریم بن فاتک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: صلی رسول اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللّٰہ ثلث مرات الخ، مشکوۃ شریف ص ۳۲۸/ ج ۲/ کتاب الامارۃ، باب الاقضیۃ والشھادات، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم.

[۲] عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الا لاتظلموا الالایحل مال امرئٍ الابطیب نفس منہ، مشکوۃ شریف ۲۵۵/ کتاب البیوع، باب الغصب، باب من غصب لوحاً الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، شعب الایمان ص ۷۶۹/ ج ۲/ الباب الثامن والثلاثون، باب فی قبض الیدعن الاموال المحرمۃ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ.

[۳] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انازعیم ببیت فی ربض الجنۃ لمن ترک المراء وان کان محقاً الحدیث (ابوداؤد شریف ج ۲/ ص ۶۶۱/) کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ترمذی شریف ص ۲۰/ ج ۲/ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المرار مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند.

کرالے گا تو وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہوگا[1] ہوسکتا ہے کہ دنیا میں بھی بھڑک اُٹھے اور آخرت میں تو اس کا بھڑکنا یقینی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جھوٹے مقدمہ سے بچنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرنا

سوال: - جب دفع ظلم وحفاظت حق وغیرہ کے لئے دعویٰ یا شہادت قصاص بموجب فتویٰ حضرت تھانویؒ کے جھوٹی جائز ہے، تو اپنی جان جھوٹے مقدمہ سے چھڑالینا ظالم پر جھوٹا مقدمہ کرکے کیوں نہیں جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جان چھڑانا جائز ہے، مگر قصداً ایسا کرنے میں ایک تو صراحۃً جھوٹ ہوگا جو کہ فی نفسہٖ معصیت ہے،[2] دوسرے اس میں اصالۃً دوسرے شخص کو پھنسانا اور لزوماً اپنی جان چھڑانا ہوگا، اور یہ لزوم بھی یقینی نہیں بلکہ احتمالی ہے، نیز اس میں تعدی اغلب ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ام سلمةؓ قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون ألحن بحجته من بعض فاقضی لهٗ علی نحو ماأسمع منه فمن قطعت لهٗ من حق اخیه شیئاً فلایاخذه فانما اقطع لهٗ به قطعة من النار (مسلم ج۲/ص۷۴/) کتاب الاقضیة، باب بیان ان حکم الحاکم لایغیر الباطن، مطبوعه رشیدیه دهلی، مشکوة شریف ص۳۲۷/ج۲/باب الاقضیة والشهادات، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] والکذب حرام ملتقی الابحر علی هامش المجمع ص ۲۲۱/ج۴/کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، الزواجر لابن حجر الهیثمی ص ۸۹۱/ج۴/ الکبیرة الاربعون بعدالاربع مائة الخ مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة.

کسی کو ناحق پھنسانے کا کیس

سوال:- زید اور منصور پڑوسی ہیں ان دونوں کے مکانات کے پورب کی طرف ایک پتلی سی گلی ہے، اُتّر دکھن بھی ہے جس میں اِدھر اُدھر کے مکانات کا پانی اُتر دکھن ہر جانب بہہ جاتا ہے، زید نے ایسا کیا کہ پورا پانی منصور کی جانب کرنے لگا، گلی میں یعنی اپنی غیر مملوکہ جگہ میں، بیت الخلاء کا انتظام کیا، جس کی وجہ سے اس کے بیت الخلاء کا پانی بھی بلکہ پاخانہ منصور کے دروازہ پر بہہ کر آنے لگا، گاؤں والوں کو اکھٹا کیا گیا، انہوں نے فیصلہ میں بیت الخلاء ہٹائے جانے کا فیصلہ کیا، اور گاؤں کے اسّی فیصد لوگ اس فیصلہ کے موافق تھے، زید اور منصور کے دستخط اس فیصلہ پر ہوگئے، لیکن بعد میں زید نے منصور اور اس کے کچھ احباب پر ڈاکہ زنی اور دیگر چیزوں میں پھنسانے کی کوشش کی، آخر منصور کے ساتھ ساتھ چند اشخاص کی بلاوجہ وارنٹ گرفتاری جاری ہوگیا، پولیس والے ہتکڑیاں لیکر آئے، تو وہ بھاگنے لگے، منصور باہر تھا اس کا بھی گھر آنا دشوار ہوگیا، جب بچنے کی کوئی صورت نہیں نکلی تو منصور نے زید پر غلط کیس چالو کردیا، جب زید گرفت میں آ گیا تو منصور کو چھٹکارا حاصل ہوگیا، ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹا کیس کر کے غلط طریقے پر کسی کو پھنسا دینا بہت بڑا ظلم ہے، خواہ زید ایسا کرے یا منصور کرے، البتہ ظلم سے بچنے کے لئے ایسی تدبیر اختیار کرنا درست ہے، جس سے ظالم کا داؤ نہ چل سکے بلکہ وہ ناکام ہوجاوے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

---

[1] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام (الدر المختار علی الشامی ج۹/ص ۶۱۲/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع،مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند،بزازیة علی هامش الهندیة ص ۳۵۹/ج۶/کتاب الکراهیة،الثالث فیما یتعلق بالمناهی مطبوعه مصر،سکب الانهر ص ۲۲۱/ج۴/کتاب الکراهیةفصل فی المتفرقات دارالکتب العلمیه بیروت.

۵/کلو شکر کے لئے ۲۵/کلو کی درخواست دینا

سوال:- چینی کی اگر ۵/کلو کی ضرورت ہو تو درخواست ۲۵/کلو کی دینی پڑتی ہے، تب کہیں ۵/کلو مل پاتی ہے، اگر ۵/کلو کی درخواست دیں تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی، جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی، تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں ۵/کلو کا عنوان ۲۵/کلو ہے، اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون ۵/کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۶/۹۳ھ

ٹیکس سے بچنے کیلئے اپنے کو شادی شدہ بتانا

سوال:- میری سالانہ تنخواہ چار ہزار روپیہ ہے جس پر شادی شدہ کے لئے ۷۵/ روپے انکم ٹیکس لگتا ہے، اور غیر شادی شدہ کے لئے دوسو روپیہ انکم ٹیکس لگتا ہے، میں غیر شادی شدہ ہوں، اگر گورنمنٹ کو شادی شدہ بتلا کر ۱۲۵/روپے انکم ٹیکس نہ دوں تو وہ میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ روپیہ تو آپ کے ہی ہیں، کسی غیر سے آپ نے نہیں لئے، اپنے روپیہ غیر کو دینے سے آپ نے بچائے بیجا لینے والے کو نہیں دیئے، آپ کے لئے درست ہیں[1] لیکن غلط بیانی

---

[1] فیکون الکذب حراماً الالضرورۃ(احیاء علوم الدین للغزالی ج۳/ص ۱۱۹/)بیان مارخص فیہ الکذب.

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کر کے اپنے کو قانونی خطرہ میں ڈالنا کوئی دانش مندی نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

مصلحۃً کذب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ عبدالواحد نے یہ کہا اپنے داماد سے کہ میں کانپور ضلع میں لڑکی کی شادی نہیں کرونگا، پھر کچھ روز کے بعد مذکورہ ضلع میں مذکورہ لڑکی کی شادی کردی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ نے مسجد میں بیٹھ کر قسم کھائی تھی کہ مذکورہ ضلع میں لڑکی کی شادی نہیں کرونگا، پھر آپ نے کیوں کردیا، تو اس پر مسمیٰ عبدالواحد نے یہ جواب دیا کہ مصلحت کے وقت مسجد کو سر پر رکھ لینا اور جھوٹ بولنا جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصلحت کے وقت جھوٹ بولتے تھے (نعوذ باللہ) لہٰذا شریعت کی رو سے جواب باصواب مرحمت فرمایا جاوے کہ اس شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے، عین نوازش ہوگی؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) واعلم ان الکذب قدیباح وقدیجب والضابط کمافی الاحیاء ان کل مقصود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام، وان امکن التوصل بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذالک المقصود الخ، الزواجر لابن حجر الھیثمی ص ۸۹۲/ ج۴/ الکبیرۃ الاربعون بعدالاربعمائۃ الخ، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ، شامی کراچی ص ۴۲۷/ ج۶/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، احیاء علوم الدین ص ۱۱۹/ ج۳/ کتاب آفات اللسان، الآفۃ الرابعۃ عشر بیان مارخص فیہ من الکذب، مطبوعہ مصر.

[1] عن حذیفۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قالوا وکیف یذل نفسہ قال یتعرض من البلاء لمالایطیق، ھذا حدیث حسن غریب ترمذی شریف ص ۵۱/ ج۲/ ابواب الفتن، باب بعد باب ماجاء فی النھی عن سب الریاح، مطبوعہ اشرفی دیوبند، مطبوعہ رشیدیہ دھلی ص ۵۰/ ج۲/.

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صادق امین تھے، یعنی سچے اور امانت دار تھے، نزول وحی سے پہلے بھی کبھی آپ ﷺ نے کوئی غلط بات زبان مبارک سے نہیں نکالی، اس کا اعتراف آپ کے سخت مخالف اور دشمن بھی کرتے تھے، اور نزول وحی کے بعد بھی کبھی آپ نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا، کسی مصلحت کی خاطر جھوٹ نہیں بولا، کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، ان چیزوں سے آپ کی ذات اقدس بالکل پاک تھی[1] شخص مذکور کو اپنے اس قول سے رجوع اور توبہ لازم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جھوٹے کو جھوٹا کہنا

سوال: - کسی شخص نے ایسی جگہ جیسے عیدگاہ کے نام سے بغیر رجسٹری کے وقف کیا

---

[1] اخرج ابن سعد وابن عساکر عن داؤد بن الحصین قال قالواشب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل قومہ مروۃ واحسنھم خلقا واکرمھم مخالطۃ واحسنھم مخالطۃ واحسنھم جواراً واعظمھم حلماً وامانۃ واصدقھم حدیثاً وابعد ھم من الفحش والاذی ماروی مماریا ولاملاحیا احدحتی سماہ قومہ الامین حتی دعوہ الامین قبل ان ینزل علیہ الوحی(الخصائص الکبری ص ۹۰، ۹۱/ج ۱/باب خصوصیۃ صلی اللہ علیہ وسلم بتعظیم قومہ لہ شبابہ،وتسمیۃ بالامین، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،وعصمتہ عن الکذب وخلف القول منذنبأہ اللّٰہ وارسلہ قصداً اوغیرقصد،واستحالۃ ذالک علیہ شرعاً واجمالاً ونظراً وبرھاناً،وتنزیھہ عنہ قبل النبوۃ قطعاً، واستمرارالغلط والنسیان علیہ فیماشرعہ للامۃ،فیجب علیک ان تتلقاہ بالیمین،وتشدعلیہ یدا لضنین،کتاب الشفار ص۱۵۳/ج۲/ فصل فی تنزیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عمالایجب ان یضاف الیہ،مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت،البدایۃ والنھایۃ ص۳۰۷/ج۲/فصل فی تحدید القریش بناء الکعبۃ قبل المبعث.

[2] والذین اذافعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکروا اللّٰہ فاستغفروالذنوبھم الایۃ .الآیۃ ، سورہ آل عمران.

ہے اور چند مرتبہ نماز عید اس میں ادا کی گئی، کچھ دنوں پہلے اسی عیدگاہ کو فروخت کرنا چاہا، محلّہ والوں نے فروخت کرنے سے روکا، اس نے نہیں مانا تو محلّہ والوں نے عدالت میں اطلاع دی کہ یہ جگہ عیدگاہ ہے، تو عدالت روک لگائے، اس کے بعد رجسٹری کے بغیر وقف کرنے والے زمین کے مالک نے عدالت میں جا کر یہ کہا کہ یہ عیدگاہ نہیں ہے، اس میں نماز عید نہیں پڑھی گئی، اسی گواہ پر عدالت نے زمین فروخت کرنے کی اجازت دیدی ہے، اب اس پر غیر مسلم قابض ہے، اب اس جیسے جھوٹے کو از روئے مذہب حنفی کیا کہا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹے کو جھوٹا ہی کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۶ھ

ایک شخص اپنے کو دھام پور کا رہنے والا بتائے حالانکہ وہ دوسری جگہ کا رہنے والا ہے

سوال:- میں شیر کوٹ کا رہنے والا ہوں، اس شخص نے معلوم کیا تو میں نے جواب دیا دھام پور کا رہنے والا ہوں، تو اس کے بارے میں کیا مسئلہ ہے یہ سچ ہے یا جھوٹ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص دھام پور کا رہنے والا نہیں ہے۔ پھر یہ کہے کہ میں دھام پور کا رہنے والا ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ ہے[1] ہاں اگر تحصیل دھام پور میں اس کا صدر مقام ہے، اگرچہ خاص

---

[1] جو کہ حرام ہے، ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیه حرام (شامی زکریا ص ۶۱۲/ج ۹/کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء، مجمع الانهر ص ۲۲۱/ج ۴/کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، دارالکتب العلمیه بیروت، سکب الانهر مع المجمع ص ۲۲۱/ج ۴/.

دھام پور میں نہ ہو تو اس اعتبار سے جھوٹ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۴ھ

چغل خور کی توبہ کا طریقہ

سوال:- چغل خوری سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی، یا نہیں یا ان لوگوں سے معاف کرانا ہوگا، جن کی چغلی کر چکا ہے، اگر وہ لوگ انتقال کر گئے ہوں جن کی چغلی کی ہے، تو نجات کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خدا سے توبہ کرلے اور ان لوگوں سے معافی مانگے اگر کچھ غلط باتیں ان کے متعلق کسی سے کہی ہیں تو اس سے یہ بھی کہے کہ میں نے فلاں شخص کے متعلق فلاں فلاں بات کہی تھی وہ غلط اور جھوٹ تھی، میں اس سے توبہ کرتا ہوں[1] اگر وہ لوگ انتقال کر چکے ہیں تو ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے اور ان کی اولاد واقرباء کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے، تو امید ہے کہ اللہ پاک ان اہل حقوق کو راضی فرما کر اسکی بخشش کر دیں گے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ

---

[1] قدتکلم الناس فی توبة المغتاب، هل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبه، وهو عندنا علی وجهین ان کان ذالک القول قدبلغ الی الذی اغتابه، فتوبته ان یستحل منه، وان لم یبلغ فلیستغفر اللّٰه تعالی، احدها ان یرجع الی القوم، ویقول انی قدذکرت عندکم فلاناً بکذا وکذا، فاعلموا انی کاذب فی ذلک تنبیه الغافلین للسمرقندی ص ۱۲/باب الغیبة، مطبوعه عباس احمدالباز، احیاء علوم الدین ص ۱۳۳/ج۳/کتاب آفات اللسان، الآفة الخ الخامسة عشر، بیان کفارة الغیبة، المطبوعه بالمطبعة العثمانیة بمصر. (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

قرآن پاک کا حلف اٹھانے کے باوجود الزام لگانا

سوال:- زید نے بکر کے اوپر ایک فحش کام کا الزام لگایا، اور اسی بات کا چند آدمیوں میں بکر کی موجودگی میں چرچہ کیا، بکر نے اپنے اوپر ایسا الزام نہ ہونے سے انکار کردیا، جس پر زید نے قرآن پاک کا حلف دلایا، بکر نے صدق دل سے قرآن پاک اٹھایا کہ میں الزام بالا سے پاک ہوں، بعد حلف کے زید پھر بھی بکر کو اسی الزام بالا میں بدنام کرتا ہے، اور نئے الزام اور بھی لگاتا ہے، گویا کہ زید نے بکر کے حلف کا اعتبار نہیں کیا، ایسے حلف اٹھوانے کے بعد اس پر یقین نہ کرنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی پر الزام لگانا بہت بڑا جرم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ الزام لگانے والے کو پل صراط پر روک دیا جائیگا، کہ اس الزام کا ثبوت پیش کر، جب تک ثبوت نہیں پیش کریگا، آگے نہیں جاسکے گا،[1] یہ تو آخرت کا حکم ہے، دنیا میں بھی یہ ہے کہ جس کے پاس الزام کا ثبوت نہ ہو تو ملزم قسم کھانے کے بعد بری قرار دیا جائے گا، اگر شرعی حکومت میں الزام کا مقدمہ پیش ہو، اور ثبوت موجود نہ ہو تو الزام کی نوعیت کے لحاظ سے الزام لگانے والے کو سزا دی جائے گی، بعض الزام ایسے بھی ہیں کہ ثبوت نہ ہونے کی صورت میں الزام لگانے والے کے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، اور اعلان کردیا جائیگا کہ اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، جو شخص واقعۃً جرم کا مرتکب

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر۲ رملاحظہ فرمائیں) [2] لابد من الاستحلال ان قدر علیه فان کان غائباً او میتاً فینبغی ان یکثر له الاستغفار والدعاء، ویکثر من الحسنات احیاء علوم الدین ص ۱۳۳ / ج ۳ / المصدر السابق، مرقاة ص ۶۴۶ / ج ۴ / باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، قبیل باب الوعد، مطبوعه بمبئی.

[1] وفی حدیث معاذ بن انسؓ ومن رمیٰ مسلما بشئی یرید شینه حسبه اللّٰه علیٰ جسر جهنم حتیٰ یخرج مماقال الحدیث، مشکوٰة شریف، ص ۴۲۴ / باب الشفقة والرحمة علی الخلق الفصل الثانی.

ہو وہ اپنے جرم کی حیثیت سے سزا کا مستحق ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۹۰ھ

اپنے فعل کی تہمت خدا پر لگانا

سوال:- ظلم وستم لوٹ مار تو انسان کرے تہمت خدا پر لگائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے ظلم اور گناہ کو خدا کی طرف منسوب کر کے جان نہیں بچے گی[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۱۳۹۹ھ

بہتان سے توبہ کا طریقہ

سوال:- زید کے اپنے استاذ ہیں جنہوں نے ایک عرصہ تک اس کو پڑھایا لکھایا اور اس کے بہی خواہ رہے، زید نے دوسرے مربی یا بڑے آدمی کے بہکانے میں آ کر ان استاذ کے خلاف علم بلند کیا اور انہیں اذیت پہنچائی، ان کی پگڑی اچھالی، عوام (پبلک) میں ان کی

---

[1] والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتو اباربعة شهداء فأجلدوهم ثمانین جلدةً ولاتقبلوالهم شهادة ابداً الایة سورة النور آیت ۴/.

ترجمہ: اور جو لوگ تہمت لگائیں، پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[2] فالاول أنه تعالیٰ حکی عن الکفار صریح قول المجبرة وهو قولهم: لوشاء الله منا أن لانشرک لم نشرک وانما حکی عنهم هذاالقول فی معرض الذم والتقبیح فوجب کون هذا المذهب مذموماً باطلاً (تفسیر کبیر ج۴/ص ۱۶۶/تحت قوله تعالیٰ "سیقول الذین اشرکوا الخ، سورۂ انعام) مطبوعه دارالفکر بیروت.

بدنامی کی اور رسوا کیا، زمانہ دراز کے بعد زید کی آنکھ کھلی اُسے اپنی غلطی ونادانی کا احساس ہوا، تو اس نے اپنے شفیق استاد سے بارہا معافی چاہی لیکن زید کے استاذ نے اپنی خوشنودی ورضا مندی کا انحصار چند شرائط پر رکھا وہ شرائط ایسے ہیں کہ جن کو قبول کرنے سے استاذ تو بیشک راضی ہوجائیں گے، مگر اس کا محسن جس نے زید کا فائدہ سمجھ کر زید کو اس کے استاذ کے خلاف بھڑکایا تھا اور رشتہ دار سب کے سب بدنام ہوجائیں گے، اور زید کے دھوکہ دہی کی وجہ سے خود زید سے بھی متنفر ہونے کا اندیشہ ہے، اور ایک شور برپا ہوجانے کا اندیشہ ہے، اور زید کے لئے دونوں بزرگوں کا خوش رکھنا ضروری ہے، ایسی حالت میں زید اپنے استاذ سے کہاں تک معافی مانگے، اگر استاذ معاف نہ کریں تو آخرت میں تو گرفت نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ استاذ کو خوش رکھے، جن باتوں سے بدنام کیا ہے وہ اگر واقعۃً غلط اور دھوکہ ہیں تو زید کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے زید نے اپنے استاذ کو رسوا کیا ہے اور ان کی پگڑی اچھالی ہے ان کے سامنے اس کا اعتراف کرے کہ یہ امور غلط تھے، میں نے جھوت بولا اور اپنے استاذ پر بہتان لگایا اس سے اگر اس کے دوسرے مربی اور محسن ناراض ہوتے ہیں یا خود بے اعتبار ہوتا ہے، تو اس کی پرواہ نہ کرے اس کا انجام آخرت میں یقیناً اچھا ہے، اور جب خوف خداوندی اور احکام شرعی اور حقوق استاذ کی بنا پر خلوص کے ساتھ کریگا تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کا انجام خراب نہ ہوگا، جیسا گناہ ہوتا ہے ایسے ہی اس کی توبہ ہوتی ہے، بہتان بہت بڑا گناہ ہے، اس کی توبہ بھی زیادہ قابل اہتمام ہے۔" **اما اذا قال بهتانا بان لم يكن ذٰلک فيه فانه يحتاج الى التوبة فى ثلاثة مواضع احدها ان يرجع الى القوم الذين تكلم بالبهتان عندهم فيقول انى قد ذكرته عندكم بكذا وكذا فاعلموا فى كنت كاذبا فى ذٰلک والشانى ان يذهب الى الذى قال عليه**

البهتان ويطلب الرضى عنه حتى يجعل فى حل منه والثالث ان يتوب كماسبق فى حقوق الله تعالىٰ فليس شئى من العصيان اعظم من البهتان اھ شرح فقه اكبر[1].

اس کے علاوہ استاذ کے شرائط کا حکم ان شرائط کے معلوم ہونے پر معلوم ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۵/۵۷ھ

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۹/۱/۵۷ھ

بہتان کی آخرت میں سزا

سوال:- اگر کوئی آدمی زبردستی کسی پر الزام لگائے تو آخرت میں اس پر کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص کسی پر بہتان لگائے تو قیامت میں پل صراط پر اس کو روک کر کہا جائے گا کہ بہتان کا ثبوت پیش کرو، تب آگے جانے کی اجازت ہوگی[2]، بہت سخت چیز ہے[3]، جس پر بہتان

---

[1] وشرح فقه اكبر ص ۱۹۶/بيان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى، تنبيه الغافلين للسرقندى ص ۹۲/باب الغيبة، مطبوعه عباس احمدالباز، مكة المكرمة، روح المعانى ص ۲۴۰/ ج ۱۴/ الجزء السادس والعشرون (مطبوعه دارالفكر بيروت) تحت آيت ۱۲/.

[2] عن معاذ بن انس رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ومن رمى مسلما بشئى يريدبه شينه حبسه اللّٰه على جسر جهنم حتى يخرج مماقال (مشكوٰة شريف ص ۴۲۴/ باب الشفقة والرحمة على الخلق) الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[3] فليس شئ من الذنوب اعظم من البهتان، تنبيه الغافلين للسمرقندى ص ۹۲/باب الغيبة، مطبوعه عباس احمدالباز، مكة المكرمة، شرح فقه اكبر ص ۱۹۶/بيان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائى دهلى.

لگایا جائے وہ اگر قسم کھا کر اس کا انکار کردے تو وہ شرعاً بری سمجھا جائے گا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۰ھ

امام کے قریب اہل علم وفہم کو کھڑا ہونا چاہئے

سوال:- امام کے پیچھے علم دار بینا کھڑا ہونا چاہئے یا نابینا جاہل؟

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے خارج ہوتے وقت سلام

سوال:- اندرون مسجد کے نمازی سنت بھی پڑھ رہے ہوں سلام کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ دروازہ پر سلام کرکے داخل ہونا اور سلام کرکے نکلنا کیسا ہے؟

امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا

سوال:- کوئی مقتدی اپنے امام کے ساتھ گالی گلوچ کرکے اغلام بازی کی تہمت لگائے اور پھر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

ایضاً:- حاسد، متکبر، تعصبی نمازی کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[1] البینة للمدعی والیمین علی من انکر یعنی حدیث ان الاصل براء ة الذمة یکون المنکر متمسکاً بالاصل فیقبل قوله مع یمینه(قواعد الفقه ص ۶۶/الرسالة الثالثه قاعده ۶۶/)مطبوعه دارالکتاب.

قومیت کی وجہ سے افضل وغیر افضل ہونا

سوال:- اسلام میں جو چھوٹی بڑی افضل وکمتر قوم کی بنائے مخاصمت پیدا کرے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

افضلیت کا مدار

محلّہ کی مسجد میں مذکورہ بالا کشمکش موجود ہے اگر کوئی نمازی دوسرے محلّہ کی مسجد میں اپنی مسجد چھوڑ کر جماعت کو جائے یا دوکان ومکان پر تنہا نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سب مقتدی امام کے پیچھے ہی کھڑے ہوتے ہیں البتہ امام کے قریب تو ایسے لوگ کھڑے ہوں جو علم رکھتے ہوں تاکہ اگر لقمہ دینے یا کسی اور اصلاح نماز کی ضرورت پیش آئے تو سہولت رہے[۱]۔

(۲) جب اندرون مسجد نماز میں مشغول ہوں تو سلام نہ کیا جائے[۲]، بیرون مسجد اگر دروازہ کے قریب اگر لوگ فارغ ہوں تو ان کو سلام کرلیا جائے، مسجد سے باہر نکل کر جب اپنے

---

[۱] قال عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لیلنی منکم اولوالاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثلثاً الحدیث، مشکوٰۃ ص ۹۸/ لیحفظوا صلوتہ اذا سھی اویجعل احداً منھم مکانہ اذا احتاج ۱۲/ حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۶/ مطبوعہ یاسر ندیم، باب تسویۃ الصف، الفصل الاول.

[۲] تحت قولہ (سلامک مکروہ علی من تستمع) زادشیخ مشائخنا الشھاب احمدالمنینیؒ، ومن جلسوا فی مسجد لصلاتھم، وتسبیحھم ھذا عن البعض یسمع ردالمحتار، مطبوعہ کراچی ص ۶۱۷/ ج ۱/ باب مایفسدالصلوۃ، مطلب: المواضع التی یکرہ فیھاالسلام، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۵/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ، الفصل السابع فی السلام.

راستہ پر جائیں تب بھی سلام کرلیا کریں، تو اچھا ہے[۱]۔

(۳) گالی گلوچ تو سب کے ہی ساتھ منع ہے[۲]، پھر امام کا احترام تو اور زیادہ ضروری ہے[۴]، اور بلا ثبوت شرعی اتنی بڑی بات کہنا بہت بڑا جرم ہے[۳]، سخت گناہ ہے، معافی مانگنا واجب ہے، تاہم جس امام پر بڑی تہمت لگائی اور اس سے معافی نہیں مانگی اور نماز اس کے پیچھے پڑھی فرض اس کا بھی ادا ہوگیا نماز صحیح ہوگئی۔

(۴) قومیں سب اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، یہ تفریق وتقسیم دنیاوی مصالح تعارف وغیرہ کے لئے ہے، اس سے دنیا ہی میں کچھ قومیں بڑی اور اونچی شمار ہوتی ہیں، کچھ کم درجہ کی مگر محض قوم کی وجہ سے کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا درست نہیں[۵]، اور اخروی نجات کا مدار بھی قومیت پر نہیں،

---

[۱] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلم الصغير على الكبير والمار على القاعد والقليل على الكثير. رواه البخاري مشكوٰة ص ۳۹۷/ كتاب الاداب، باب السلام، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر، متفق عليه مشكوٰة شريف ص ۴۱۱/ باب حفظ اللسان، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] من قذف مملوكا او كافراً بالزنا او مسلما بيافاسق ياكافر ياخبيث يافاجر يامنافق يالوطي يامن يلعب بالصبيان الى قوله ياحرام زاده عزر (كنز الدقائق، على هامش بحر الرائق ج۵/ ص ۴۲/) فصل في التعزير، كتاب الحدود، مطبوعه مكتبة الماجدية كوئٹه.

[۴] ولو انه قال بهتاناً لم يكن ذلك فيه فانه يحتاج الى التوبة في ثلاثة مواضع، والثاني ان يذهب الى الذي قال عليه البهتان، ويطلب منه ان يجعله في حل والثالث ان يستغفر الله تعالى ويتوب اليه فليس شئ من الذنوب اعظم من البهتان، تنبيه الغافلين للسمرقندي ص ۹۲/ باب الغيبة، مطبوعه عباس احمد الباز مكة المكرمة، شرح فقه اكبر ص ۱۹۶/ بيان اقسام التوبة مطبوعه مجتبائي دهلي.

[۵] فالكل سواء في ذالك فلاوجه للتفاخر بالنسب، روح المعاني ص ۲۴۳/ ج ۱۴/ الجزء السادس والعشرون، سورة الحجرات، تحت آيت ۱۲/ مطبوعه دار الفكر بيروت.

اللہ کے احکامات کو جو بھی زیادہ مانے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے[1]، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ کرام کو اللہ نے بہت اونچا کیا ان کے اخلاق عالیہ سب سے بلند ہیں ان کی اولاد اگر ان کے طریقہ پر چلے تو وہ سب سے بلند اور مستحق اعزاز ہے۔

(۵) اصل اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت حاصل ہو جائے، اور اس کا قانون یہ ہے کہ اعتقادات حقہ اخلاق فاضلہ اعمال صالحہ اور اخلاص جس کو جس قدر زیادہ حاصل ہو وہ اسی قدر مقبول ہے پھر اگر محض قومیت کی وجہ سے لوگ اُسے حقیر سمجھیں تو وہ خود جواب دہ ہونگے، یہ جس قدر بھی صبر وتحمل کرے گا اسکے درجات بلند ہونگے بایں ہمہ اگر برداشت نہیں کرسکتا اور نزاع وکشمکش ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اس سے بچنے کے لئے دوسری مسجد میں بھی تحصیل جماعت کے لئے جاسکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

ریا کی تقسیم

سوال:- کونسا فرد ریا کا جائز ہے اور کونسا واجب اور کونسا مکروہ اور کونسا حرام اور کونسا مندوب؟ عبیداللہ بلیاوی، ربیع الثانی ۶۱ھ

---

[1] یایھاالناس اناخلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلتکم شعوباً وقبائل لتعارفواان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ان اللّٰہ علیم خبیر (سورۃ الحجرات آیۃ ۱۳/) فان مدوکمال النفوس وتفاوت الاشخاص ھو التقوی فمن رام ینیل الدرجات العلا فعلیہ بھا، روح المعانی ص ۲۴۴/ج ۱۴/الجزء السادس والعشرون، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[2] اذاکان امام الحمی زانیاً لہ ان یتحول الی مسجد آخر وکذا ینبغی اذاکان فیہ خصلۃ تکرہ بسیھاامامتہ لان التحرز عند الکراھۃ اولی من الاتیان بالفضیلۃ حلبی کبیر ص ۶۱۳/فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ تقسیم کہاں ہے۔؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فصل دوم:- غیبت اور کینہ کا بیان

غیبت کی چند صورتوں کا حکم

سوال:- غیبت کی چند صورتیں یہ ہیں:

مظلوم اپنے ظالم کے ظلم کو بیان کرے لوگوں کو نقصان سے بچانے کے لئے اس قسم کی باتیں کہنا کہ مثلاً فلاں مرد کے پیغام نکاح کو منظور نہ کرنا کیونکہ شرابی ہے یا جواری ہے، فلاں تاجر سے سودا مت خریدنا کیوں کہ فریبی ہے کم تولتا ہے، یا فلاں کو قرض مت دینا کیونکہ دھندہ ہے یا فلاں طبیب سے علاج مت کرانا کیونکہ نیم حکیم ہے سند یافتہ نہیں ہے، یا فلاں کاریگر سے کام مت کرانا کیونکہ اناڑی ہے فلاں پیر سے مرید مت ہونا کیونکہ بدعتی ہے، احقر سمجھتا ہے کہ یہ سب صورتیں جائز بلکہ دوسروں کو نقصان سے بچانے والی ہیں:

(الف) خیال میرا درست ہے یا نہیں؟

(ب) کھلم کھلا گناہ کرنے والے اور بدعتی کے گناہ اور بدعت کو بلا ضرورت بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اسکے کھلے گناہ یا بدعت کے علاوہ اسکے دوسرے عیوب کا ذکر کرنا منع ہے یا نہیں؟

(د) گناہ بدعت اور عیوب کے علاوہ اس کے دیگر اذکار میں اس کی آبرو کا لحاظ نہ کرنا مثلاً بجائے اس کے کہ وہ گھڑی سازی کرتے ہیں یوں کہنا کہ گھڑی ساز ہے اور آئے تھے کہ بجائے آیا تھا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) آپ کا خیال صحیح ہے مگر قدر ضرورت سے تجاوز نہ کیا جائے، اگر کہیں

بغیر بیان عیب، نقصان ومضرت سے تحفظ ہو سکے مثلاً اتنی بات کافی ہو جائے کہ فلاں پیغام نکاح کو منظور کرنا اچھا نہیں، تو پھر اس کے شرابی جواری وغیرہ ہونے کی صراحت بھی نہ کی جائے، ضرورت پیش آئے تو کم سے کم بیان پر کفایت کی جائے[1] یہی حال دیگر امور کا ہے۔

(ب) بدعتوں اور گناہوں کی قباحت ومذمت توصاف صاف بیان کی جائے[2] مگر جہاں ضرورت ہو بلاضرورت بجائے اس کے سنتوں اور اطاعتوں کے فضائل ومناقب بیان کئے جائیں، جہاں تک ہو سکے گنہگار اور بدعات کے مرتکب کا نام نہ لیا جائے[3]

(ج) اس کی وجہ سے جن عیوب میں دوسروں کے مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو ان عیوب کی مذمت کی جائے[4] مگر یہ کہہ کر نہیں کہ فلاں شخص میں یہ عیوب ہیں[5]

---

[1] وتجب الغيبة لغرض صحيح شرعي لايتوصل اليه الابهاوتنحصرفي ستة اسباب:الاول: التظلم،الرابع:تحذيرالمسلمين من الشر،فتجوزاجماعاً،وكان يشيروان لم يستشر على مريد تزوج اومخالطة لغيره في امردينى اودنيوى ويقتصرعلى مايكفى،فان كفى لايصلح لك فذاك ولايجوزالزيادة على مايكفى،روح المعانى ص ۲۴۲/ج۱۴/الجزء السادس والعشرون،سورة الحجرات،تحت آيت ۱۲/مطبوعه مصطفى احمدالباز،مكة المكرمة،نووى على هامش المسلم ص ۳۲۲/ج۲/كتاب البروالصلة، باب تحريم الغيبة،مطبوعه رشيديه دهلى،احياء علوم الدين ص ۱۳۲،۱۳۳/ج۳/كتاب آفات اللسان، الآفة الخامسة عشر بيان الاعذار المرخصة فى الغيبة، مطبوعه مصر.

[2] فاذارأيت فقيها يتردد الى مبتدع او فاسق وخفت ان تتعدى اليه بدعته وفسقه فلك ان تكشف له بدعته وفسقه،احياء علوم الدين ص ۱۳۲/ج۳/كتاب آفات اللسان،الآفة الخامسة عشر، بيان الاعذارالمرخصة فى الغيبة،مطبوعه مصر.

[3] لاتكون الغيبة الافى قوم معلومين ،والكف عن ذالك افضل،تنبيه الغافلين للسمرقندى ص۹۳/باب الغيبة،مطبوعه عباس احمدالباز المكة المكرمة.

[4] ولاغيبة لظالم يؤذى الناس الىٰ قوله قلت فتباح غيبة مجهول وظالم ومتظاهر بقبيح ولمصاهرة ولسؤاعتقاد تحذيراً منه الخ، سكب الانهرعلى مجمع الانهر ج۴/ ص ۲۲۱/ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الكراهية، فصل فى (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(د) محض آبروریزی کے لئے ایسا ہرگز نہ کیا جائے[۱]، آپ کی نصیحت سرآنکھوں پر جی خوش ہوا، ایسے آدمی کم ہیں، جو اس طرح خیر خواہی سے نصیحت کریں، ضوابط کام کی سہولت کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ بعض سوال کا جواب بہت مختصر ہاں یا نہیں، میں چلتا ہے، بعض کا جواب تفصیل طلب ہوتا ہے، جس میں دیر لگتی ہے، اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے دفتر اہتمام سے مراجعت فرمائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۹/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

فاسق کی غیبت

سوال:- فاسق کی غیبت میں ویسا ہی گناہ ہے جیسا غیر فاسق کی یا کچھ فرق ہے، یا بالکل گناہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فاسق کی غیبت اگر دوسروں کو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے یا اس کی اصلاح کے

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) المتفرقات، شرح منظومة ابن وهبان ص ۱۶۶/ج ۲/فصل من كتاب الكراهية، بيان ثلاث صور من ذكر المساوى لاتعد غيبة، مطبوعه الوقف المدنى الخيرى ديوبند، درمختار على الشامى كراچى ص ۴۰۹/ج ۶/كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

۵ ومن الغيبة ان يقول: بعض من مربنا اليوم، اذا كان المخاطب يفهم شخصا معيناً لان المحذور تفهيمه، درمختار على الشامى كراچى ص ۴۱۰/ج ۶/كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ (وفى حديث طويل) عن ابى هريرةؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه، مسلم شريف ص ۳۱۷/۲، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله الخ مطبوعه رشيديه دهلى.

لئے کسی بڑے کے سامنے کی جائے[1] اور بقدر ضرورت کی جائے تو گناہ نہیں ورنہ گناہ ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر صاحب کا مریدین کی غیبت کرنا

سوال:- ایک پیر صاحب اپنے مریدین کی لوگوں کے سامنے برائی کیا کرتے ہیں، یہ غیبت ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی بھی مسلمان کی غیبت کرنا جبکہ مصلحت دین اس سے متعلق نہ ہو ممنوع ہے "وَلَایَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضاً" (القرآن الکریم[3]) اگر چہ پیر صاحب کا مقصد غیبت سے مرید

---

[1] الاصل فی الغیبة الحرمة وقدتجب اوتباح لغرض صحیح شرعی لایتوصل الیه الابها،الرابع: تحذیر المسلمین من الشرونصیحتهم کجرح الرواة الخ،الثانی الاستعانة علی تغییر المنکر بذکره لمن یظن قدرته علی ازالته بنحوفلان یعمل کذا فازجره عنه، الزواجرلابن حجر الهیثمی ص۵۵۶/ ج۳/کتاب النکاح،الکبیرة الثامنة والتاسعة والاربعون بعد المأتین الغیبة والسکوت علیها،مطبوعه نزار مصطفی الباز، شامی زکریا ص۵۸۶/ج۹/کتاب الحظروالاباحة،فصل فی البیع،شامی کراچی ص۴۰۹/ج۶/تنبیه الغافلین للسمرقندی ص۹۳/باب الغیبة،مطبوعه عباس احمدالباز،روح المعانی ص۲۴۲/ج۱۴/الجزء السادس والعشرون،سورة الحجرات تحت آیت ۱۲/مطبوعه دارالفکر.

[2] وان توقف علی ذکرعیب ذکره،ولاتجوز الزیادة علیه اوعیبین اقتصرعلیهما وهکذا لان ذالک کاباح المیتة للمضطرفلایجوز تناول شئ منها الابقدرالضرورة،الزواجرص۵۵۶/ج۳/کتاب النکاح،الکبیرة الثامنة والتاسعة والاربعون بعد المأتین،مطبوعه نزارمصطفی الباز، روح المعانی ص۲۴۲/ج۱۴/الجزء السادس والعشرون،سورة الحجرات آیت ۱۲/مطبوعه دارالفکر.

[3] الآیة ۱۲/سورة الحجرات.

ترجمہ: تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔ (بیان القرآن)

کی اصلاح کرنا ہے، اور مرید کے سامنے ظاہر کرنا خلافِ مصلحت ہو، اور لوگوں کے سامنے مرید کی برائی اس واسطے کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ مرید کو اپنی برائی کا علم ہو جائے تو ایک یا دو آدمی کے ذریعہ اس مرید کو اطلاع کرادیں کہ جس سے مرید کی اصلاح ہو جائے،[1] مجمع میں لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۸ھ

موتیٰ کی غیبت اور برائی

سوال:- کسی متبع شریعت مسلمان مردہ کو ابوجہل چور اور قسم قسم کے ناساز الفاظ سے ملقب کرنا، اور تہمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی مردہ واقعۃً بھی چوری وغیرہ کبائر میں مبتلا تھا، تب بھی اس کے ان افعال کا ذکر کر کے اس کی برائی کرنا غیبت اور حرام ہے،[3] اور مردہ کی غیبت کا گناہ زندہ کی غیبت سے

---

[1] وتباح الغيبة لغرض شرعي، وذالک لستة اسباب، الثانی الاستعانة علی تغيير المنكر ورد المعاصی الی الصواب فيقول لمن يرجو قدرته فلان يعمل كذا فازجره عنه ونحو ذالک، شرح النووی علی المسلم ص ۳۲۲/ج ۲/کتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، مطبوعه رشيديه دهلی، روح المعانی ص ۲۴۲/ج ۱۴/الجزء السادس والعشرون تحت آيت ۱۲/مطبوعه دار الفكر بيروت، ولاتجوز الزيادة، علی مايكفی، روح المعانی (المصدر السابق)

[2] تقدم تخريجه: تحت عنوان ''فاسق کی غیبت گناہ ہے یا نہیں؟''

[3] قال ابن بطال: سب الاموات يجری مجری الغيبة فان كان غالب احوال المرء الخير فالاغتياب له ممنوع، ويحتمل ان يكون النهی علی عمومه فيما بعد الدفن، وقد عملت عائشة رضی الله عنها رواية هذا الحديث بذلک فی حق من استحق عندها اللعن فكانت تلعنه وهو حی، فلما مات تركت ذالک ونهت عن لعنه الخ، فتح الباری ص ۲۳۳/ج ۳/كتاب الجنائز، باب ماينهی من سب الاموات، مطبوعه نزار مصطفی الباز.

زیادہ سخت ہے[1]، اور اگر واقعۃً وہ ان میں مبتلا نہ تھا تو یہ بہتان ہے[2] اس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے۔"فلیس شئی من الذنوب اعظم من البهتان،تنبیه الغافلین[3]ص ۶۰/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/صفر ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/صفر ۵۹ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/صفر ۵۹ھ

غیبت کی معافی کا طریقہ

سوال:- ایک آدمی کی غیبت کی وہ معافی مانگنے پر معاف نہ کرے تو تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے وہ باتیں جو اس سے غائبانہ میں کی ہیں، تفصیل کے ساتھ بیان کر کے خلوص کے ساتھ معافی مانگنا ضروری ہے، بلا اس کے کوئی چارہ نہیں، البتہ

---

[1] لقوله علیه السلام: لاتسبوا الاموات فانهم قدافضوا الی ماقدموا وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم، کتاب الاذکار للنووی ملخصاً ص ۱۵۱/ باب النهی عن سب الاموات، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت.

[2] عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: اتدرون ما الغیبة؟ قالوا اللّٰه ورسوله اعلم قال ذکرک اخاک بمایکره قیل: افرأیت ان کان فی اخی مااقول؟ قال: ان کان فیه ماتقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه فقدبهتّه، مسلم شریف ص ۳۲۲/ ج ۲/ کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[3] تنبیه الغافلین للامام الشیخ نصربن محمدبن ابراهیم السمرقندی ص ۹۲/ باب الغیبة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، شرح فقه اکبر ص ۱۹۶/ بیان اقسام التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

اگر تفصیلی بیان میں ضرر کا اندیشہ ہو تو مجہولاً ہی (مثلاً یہ کہے کہ مجھ سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے معاف کر دیجئے) معافی مانگ لے لیکن اگر معافی مانگنے اور احسان ومؤدت کرنے کے باوجود معاف نہ کرے تو توبہ واستغفار کر لے، یہی غیبت کی تلافی کر دے گا (کمافی ردالمحتار[1] ج۵/ص ۲۶۳/مطبوعہ نعمانیہ)

توضیح:- جس کی غیبت کی ہے اس کی تعریف بھی کی جائے، اس کے لئے دعاء خیر کی جائے، ایصال ثواب کیا جائے، اس کے ساتھ اور اس کے متعلقین کے ساتھ احسان کیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ مکافات ہو جائے گی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۸۸ھ

مسلمان سے کینہ رکھنا

سوال:- ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کسی بنا پر اپنے دل میں کینہ رکھتا ہے اور

---

[1] قال ملاعلی القاری فی شرح المشکوٰۃ: وهل یکفیه أن یقول اغتبتک فاجعلنی فی حل ام لابدان یبین مااغتاب ؟ قال بعض علماء نا فی الغیبة لایعلمه بها بل یستغفر الله لهٗ ان علم ان اعلامه یثیر اعلامه فتنةً، ویدل علیه ان الابراء عن الحقوق المجهولة جائز عندنا، والمستحب لصاحب الغیبة ان یبرئه عنها، قال النوی ورأیت فی فتاویٰ الطحاوی انه یکفی الندم والاستغفار فی الغیبة (شامی زکریا ج۹/ ص ۵۸۹/ مطبوعه کراچی ص ۶/۴۱۱، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مرقاة شرح مشکوة ص ۶۴۵/ ج۴/باب حفظ اللسان والغیبة الخ، الفصل الثالث، قبیل باب الوعد، مطبوعه بمبئی.

[2] لابدمن الاستحلال ان قدرعلیه فان کان غائباً اومیتاً فینبغی ان یکثرله الاستغفار والدعاء ویکثرمن الحسنات، وسبیل المتعذران یبالغ فی الثناء علیه والتودد الیه ویلازم ذالک الخ، احیاء علوم الدین ص ۱۳۳/ ج۳/ کتاب آفات اللسان، الآفة الخامسة عشر، بیان کفارة الغیبة، مطبوعه مصر.

ظاہر میں وہ اس سے ملتا جلتا ہے، تو وہ شخص شرع کے لحاظ سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا وجہ شرعی کے مسلمان کی طرف سے کینہ رکھنا گناہ ہے خواہ کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو[1] البتہ کسی فاسق کے فسق سے خوش ہونا بھی جائز نہیں، بلکہ اس کے فسق کو برا سمجھنا چاہئے[2] اور خود اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، زبان سے سمجھائے، دل سے دعا کرے، اگر اس نے ستایا ہے اس وجہ سے دل میں برائی رہے تب بھی چاہئے کہ دل کو صاف کرنے کی کوشش کرے، اور یہ سوچے کہ میں خداوند تعالیٰ کا نافرمان بندہ ہوں، اگر خداوند تعالیٰ اپنی ناراضی مجھ پر اس وجہ سے کریں تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، جب میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں، کہ وہ میرے قصور کو معاف کردے گا، تو مجھے بھی چاہئے کہ میں اس ستانے والے کے قصور کو معاف کردوں، اس کے باوجود بھی اگر وہ دل سے برائی نہ نکلے تب بھی اس برائی کے تقاضہ پر عمل کرنا جائز نہیں، اور ایسی حالت میں یہ شخص معذور ہے، تاہم اس کے نکالنے کی کوشش جاری رکھے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۶/۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ ہذا

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۱/۵/۵۶ھ

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث، ولاتحسسوا ولاتجسسوا ولاتناجشوا ولاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباداللّٰہ اخواناً. (مشکوٰۃ ج۲/ ص۴۲۷، باب ماینھی عن التھاجر والتقاطع، الفصل الاول،

[2] قال تعالی: ولاترکنوا الی الذین ظلموا الآیۃ، النھی متناول للانحطاط فی ھواھم والانقطاع الیھم والرضاء بأعمالھم، مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف ص ۶۴۰/ ج۴/ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، الفصل الثالث، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

فصل سوم:- تحقیر مسلم کا بیان

کسی کی تحقیر وتذلیل

سوال:- بکر اپنے عیوب کو چھپاتا ہے، اور دوسرے کے عیب کو برملا ظاہر کرتا ہے، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے، اگر نہیں تو جواب میں کوئی حدیث تحریر فرمائیں اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ اسلام میں بکر کا کیا مقام ہے؟ بینوا بالسنۃ والکتاب توجروا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض مشغلہ مجلس بنانے یا دوسروں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے اس کے عیوب کو ظاہر کرنا ور اُچھالنا خود ہی بہت بڑا عیب ہے اور سخت معصیت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب جوئی اور پردہ دری کرتا ہے، اللہ پاک اس کو رسوا کرتا ہے، اور اس کا عیب ظاہر کرتا ہے، اگر چہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر عیب کا کام کرے[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان آبروریزی بدترین سود ہے[2] (سود کا ایک درہم ۳۶/دفعہ زنا

---

[1] عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: صعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المنبر، فنادی بصوت رفیع، فقال: یامعشر من اسلم بلسانہ ولم یفض الایمان الیٰ قلبہ لا تؤذ واالمسلمین ولاتعیروھم ولاتتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللّٰہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولوفی جوف رحلہ (مشکوٰۃ ج ۲/ص ۴۲۹/باب ماینھی عنہ من التھاجر، الفصل الثانی جمع الفوائد ص ۲۵۱/ج ۲/کتاب الآداب، الحسدوالظن وتتبع العورات، مطبوعہ مشروع المکتبۃ الجامعۃ المکۃ المکرمۃ.

[2] عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ان من اربی الربوا لاستطالۃ فی عرض المسلم بغیر حق (مشکوٰۃ ج ۲/ ص ۴۲۹، باب ماینھی عنہ من التھاجر، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

کرنے سے بھی سخت ہے[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۹۰ھ

اپنی بات کو اُونچا رکھنا

سوال:- اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی راہ کے خلاف چل کر اپنی بات کو اونچی رکھے اور اپنے فلاں بہنوئی کی بات کو گرانا چاہتا ہے ہو کسی وجہ سے، تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ شخص گنہگار ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۹۲ھ

اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا

سوال:- اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے کو بڑا سمجھنا تکبر ہے[3]، جو کہ حرام ہے[4]، جس کو اپنا امام یا امیر بنالیا ہے، جائز کاموں

---

[1] عن عبداللّٰہ بن حنظلة (غسیل الملائکة) قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: درهم ربواً یأکله الرجل وهو یعلم اشدمن ستة وثلاثین زِنیة، مشکوة شریف ص ۲۴۶/ج ۱/کتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم.

[2] قال ان اللّٰہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس (مشکوٰة شریف ج ۲/ ص ۴۳۳، باب الغضب والکبر، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، راجع للتفصیل الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۱۲۲/ج ۱/الکبیرة الرابعة الکبر والعجب والخیلاء، مطبوعه احمد الباز.

[3] اماالکبر فقال الراغب هوالحالة التی یتخصص بها الانسان من (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

میں اس کی مخالفت کرنا نہیں چاہئے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۶/۸۵ھ

مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل وحقیر سمجھنا

سوال:- اگر کوئی شخص شریعت کے مسئلہ پر عمل کرتا ہے تو لوگ اس کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں آیا اس مسئلہ پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت کے مسئلہ پر عمل کرنے سے کم علم اور کم دین والے حقیر سمجھتے ہیں اپنا نقصان خود کرتے ہیں، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اس کی عزت ہوگی دنیا والوں کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کیلئے احکام شرع کو ہرگز ترک نہ کیا جائے۔ "ایبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا الاية[2]. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۹۲ھ

(پچھلے کے باقی حواشی) اعجاب نفسه بان يرى نفسه اكبر من غيره، مرقاة شرح مشكوٰة ج۴/ ص۷۴۸/اول باب الغضب والكبر، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[4] قال النوى قال العلماء الخيلاء والمخيلة والبطر والذهو والتبختر كلها بمعنى واحد وهو حرام الخ اتحاف السا دة المتقين ص۸/۳۴۷/ كتاب العجب والكبر، بيان ذم الاختيال واظهار آثار الكبر فى المشى،مطبوعه دارالفكر بيروت.

---

[1] وطاعته(اى الامير)واجب على كل مسلم سواء امر بمايوافق طبعه اولم يوافقه بشرط ان لايامره بمعصية فان امره بها فلاتجوز طاعته ،مرقاة شرح مشكوٰة ج۴/ص۱۱۸/كتاب الامارة والقضاء،الفصل الاول،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] سورۃ نساء الآیۃ ۱۳۹/کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے،

فصل چہارم:- وعدہ خلافی کا بیان

وعدہ خلافی کا حکم

سوال:- اگر کوئی شخص وعدہ خلافی کرے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جبکہ اس وعدہ کی کوئی حد مقرر نہ کی گئی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وعدہ خلافی کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ اس کو پورا نہیں کرنا ہے، یہ منافق کی نشانی ہے لیکن اگر نیت تو پورا کرنے کی تھی، پھر کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کر سکا، تو اس پر گناہ نہیں، بلا عذر پورا نہ کرنا گناہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۸ھ

وعدہ خلافی

سوال:- ایک شخص مجمع کثیر میں حتمی وعدہ کرتا ہے، کہ جب بھی میں حج بیت اللہ شریف کو جاؤنگا، اپنے استاذ محترم کو لے جاؤں گا، لیکن اب اس کی نیت بدل گئی، اب جاتے وقت اکیلا جارہا ہے؟ استاذ کو اپنے ہمراہ نہیں لے جارہا ہے، انکا خرچ ہی برداشت کرنے کو تیار ہے، تو اب اس شخص کو کیا کہا جائے؟ دروغ گویا وعدہ خلاف؟ شرعی رو سے اس کا تاوان

---

[1] عن زيد بن ارقم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اذا وعدالرجل اخاه ومن نيته ان يفى لهٗ فلم يف ولم يجئى للميعاد(لمانع) فلااثم عليه، مشكوٰة ج۲/ص ۴۱۶، باب الوعد، قال الملاعلى القارى تحت هذا الحديث ،مفهومه ان من وعد وليس من نيته ان يفى فعليه الاثم سواء وفى به اولم يف فانه من اخلاق المنافقين، مرقاة ج۴/ ص۶۴۷، باب الوعد، مطبوعه اصح المطابع)

دنیا میں کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیا

اگر وعدہ کرتے وقت یہ نیت ہو کہ اس کو پورا نہیں کرونگا، بلکہ محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کیا ہے، تو یہ منافق کی علامت ہے، سخت معصیت ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کا ارادہ تھا لیکن بعد میں کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو یہ گناہ ہی نہیں، اگر بلا عذر پورا نہیں کیا تو یہ گناہ ہے[1] الاشباہ والنظائر میں ہے "الحلف فی الوعد حرام"[2] اس کے ذیل میں علامہ حموی نے تفصیل بیان کی ہے[3] پس زید کا خیال جیسا ہوگا اس پر ایسا ہی حکم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

ضمانت میں وعدہ خلافی

سوال:- ولی محمد نے ایک وقت میں حاجت مندی اور پریشانی کی حالت میں محمد اسماعیل سے کہا کہ میرے یہاں بیاہ شادی پڑی ہوئی ہے، نقد روپیہ میرے پاس نہیں، جس بزاز سے آپ کپڑا خریدتے ہیں اس کی آپ سے جان پہچان اور لین دین ہے، لہٰذا شادی

---

[1] عن زید بن ارقم عن النبی ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاہ ومن نیتہ ان یفی لہٗ فلم یف ولم یجئی للمیعاد (لمانع) فلا اثم علیہ، مشکوٰۃ ج۲/ص۴۱۶، باب الوعد، قال الملا علی القاری، تحت ھذا الحدیث مفھومہ ان من وعدو لیس من نیتہ ان یفی فعلیہ الاثم سواء وفی بہ اولم یف فانہ من اخلاق المنافقین، مرقاۃ ج۴/ص۶۴۷، باب الوعد، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی،

[2] والاشباہ والنظائر ص۱۵۹/کتاب الحظر والاباحۃ، الفن الثانی مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[3] راجع: الاشباہ والنظائر مع شرحہ للحموی ص۲۳/ج۳/کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ کراچی.

کے موقعہ پر اُدھار کپڑا مجھے دلوادیجئے ؟ محمد اسماعیل نے اس کی مجبوری کو محسوس کر کے حسب ضرورت مبلغ دوسو روپیہ کا کپڑا اپنی ضمانت پر اس کو دلوادیا، بعد شادی وعدہ کے مطابق چند بار تقاضا بھی کیا گیا، مگر وہ بلا مجبوری استطاعت ہوتے ہوئے بھی آج کل کرتا رہا، یہاں تک کہ کئی سال گذر گئے، اب اس کی نیت ہی بدل گئی کہ نہیں دیں گے، تو کیا کر سکتے ہیں، کوئی رقعہ اور دستاویز تو روپیہ کی بابت لکھا نہیں ہے، کہ بذریعہ نالش عدالت وصول کر لیتے، لہٰذا حیلہ بہانہ کر کے روپیہ مذکور بزاز اور ضامن محمد اسماعیل کو ادا کرنے سے انکار کر دیا، حاصل کلام یہ ہے کہ کیا ولی محمد کے لئے ایسی وعدہ خلافی کرنا اور اپنے بار کو ضامن پر ڈال دینا جائز ہوگا، اور آخرت میں اس کا مواخذہ نہ ہوگا، اور اگر اس طرح کی وعدہ خلافی کرنا اور اپنا بار ضامن پر ڈالنا ناجائز ہو اور آخرت میں مواخذہ بھی ہو تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وعدہ خلافی اور دوسرے کا روپیہ استطاعت کے باوجود نہ دینا ظلم ہے، گناہ ہے[1]، یہ حق العبد ہے، جس پر آخرت میں سخت پکڑ ہوگی، اور دنیا میں بھی وبال آئے گا، خدا سے ڈرنا چاہئے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۹۲ھ

---

[1] الخلف فی الوعد حرام (الاشباہ والنظائر ص ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مطل الغنی ظلم الحدیث متفق علیہ ص ۲۵۱/ج ۱/کتاب البیوع، باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم.

[2] قال رسول اللّٰہ ﷺ من کانت لہٗ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشیء فلیتحللہٗ منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درھم من کان لہٗ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہٗ حسنات اخذ من سیّئات صاحبہ فحمل علیہ. (مشکوٰۃ شریف ج ۲/ص ۴۳۵/) باب الظلم، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ

سوال:- دو شخص ملکر آپس میں کاروبار کرتے تھے، دونوں نے زبانی طور سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ہم دونوں مل کر ہمیشہ کاروبار کریں گے، مگر کچھ دنوں بعد دونوں میں پھوٹ پیدا ہوگئی، ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے اقرار کو توڑ دیا تو بتائیں کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قسم نہیں کھائی تھی صرف وعدہ کیا تھا اور بلا وجہ وعدہ توڑ دیا تو اس سے گناہ ہوا، اگر کوئی وجہ پیش آئی تو وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہوا، کذافی شرح الاشباہ والنظائر[1] اگر قسم کھائی تھی پھر اسکے خلاف کیا تو اسکے ذمہ کفارہ لازم ہے، دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، کذافی ردالمحتار[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانیہ ۹۰ھ

---

[1] الخلف فی الوعد حرام کذافی اضحیة الذخیرة وفی القنیة وعده ان یاتیه فلم یاته لایاثم ولایلزم الوعدالخ (الاشباه والنظائر)وفی شرحه للشیخ محمدعلی الرافعی:والتوفیق بینه وبین الاول یحمل الاول علی مااذا وعد وفی نیته الخلف فیحرم والثانی علی مااذانوی الوفاء وعرض مانع (الاشباه والنظائر ص ۱۵۹، کتاب الحظروالاباحة، مکتبه اشاعت الاسلام دهلی)

[2] وکفارته تحریر رقبة اواطعام عشرة مساکین اوکسوتهم بمایسترعامة البدن وان عجزعنها کلها وقت الاداء صام ثلاثة ایام ولاء(الدرالمختار علی الشامی، مطبوعه کراچی، ج۳/ ص۷۲۵، ۷۲۷، کتاب الایمان،مطلب فی کفارة الیمین،کنزمع التبیین ص ۱۱۲، ۱۱۳/ج۳/ کتاب الایمان،مطبوعه امدادیه ملتان)

ایضاً

سوال:- زید عمر سے ایک بڑے کام کا معاملہ کرتا ہے، عمر اس کے کہنے پر کام کرتا رہتا ہے، مگر ایک حصہ کام کا ہو جانے کے بعد زید معاملہ ختم کر دیتا ہے، اس ختم معاملہ میں عمر کا کوئی دخل نہیں، عمر کہتا ہے کہ جتنا کام کر چکا ہوں اس کا معاوضہ ادا کر دو، زید یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ معاملہ اس کی طرف سے ختم ہوا ہے، اور معاوضہ واجب ہے، ادائیگی معاوضہ میں طرح طرح کے حیلے بہانے کرتا ہے، عمر عاجز آ کر بحلف یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اپنا حق معاف کر دونگا، اس صورت میں:۔

(۱) جو معاوضہ زید عمر کو دے چکا ہے زید کو اس کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟

(۲) یا معاوضہ جو عمر نے چھوڑ دیا ہے زید کے ذمہ عند اللہ اس کی ادائیگی ہے یا نہیں؟

(۳) عمر اگر قسم کا کفارہ ادا کر دے تو پھر زید سے اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس حلف کی بنا پر زید کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کے ذمہ وعدہ اور معاملہ کی وجہ سے عمر کا جو کچھ مطالبہ واجب الادا ہے اس کو روک لے، چہ جائیکہ جو کچھ اس حلف سے پہلے ادا کر چکا ہے، اس کو واپس لے، عمر کو یہ حق ہے کہ زید سے واجب الاداء مطالبہ وصول کر کے[1] مگر قسم کی وجہ سے اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ کذا فی شرح الاشباہ والنظائر[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۰ھ

---

[1] الحق لایسقط بتقادم الزمان (قواعد الفقه ص ۷۷/)

[2] وکفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین او کسوتهم بما (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اصلاح کا عہد کر کے توڑ دینا

سوال:- ہماری قوم میں چند رسمیں غلط چل رہی تھیں مثلاً بیاہ شادی میں سب مل کر جاتے تھے، اس میں بے عزتی ہوتی تھی، یا چوتھی کی رسم کرتے تھے، بہر حال ان رسومات پر عہد لیا گیا کہ کوئی نہیں کرے گا، نہ شریک ہوگا، اب اگر اس کو توڑ دیا تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلط طریقہ تو بہر حال غلط ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، پھر عہد کر کے توڑ دینا تو گناہ در گناہ ہے، ہرگز ایسا نہ کیا جائے[1]، اس سے سب نظام درہم برہم ہوتا ہے، اس کا وبال عہد توڑنے والوں پر ہوتا ہے، ایسے لوگ توبہ کریں اور عہد (حلف) توڑنے کا کفارہ ادا کریں، ایک حلف کا کفارہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلانا ہے، یا ان کو کپڑے پہنانا ہے، اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھنا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۸۹ھ

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) یسترعامة البدن وان عجزعنها كلهاوقت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء (الدر المختارعلى الشامى كراچى ج۳/ ص۷۲۵، ۷۲۷، كتاب الايمان، مطلب فى كفارة اليمين، الاشباه والنظائر ص ۱۵۹، كتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ثم ان الاخلال بالوفاء بالعهد على ماتقتضيه الاحاديث الصحيحة قيل كبيرة وقد جاء عن على كرم الله وجهه انه عدمن الكبائرنكث الصفقة اى الغدر بالمعاهد بل صرح شيخ الاسلام العلائى بانه جاء فى الحديث:عن النبى صلى الله عليه وسلم انه سماه كبيرة الخ، روح المعانى ج۱۵/ ص ۷۱، تحت قوله واوفوابالعهد ان العهدكان مسئولا، سورۂ بنى اسرائيل آيت: ۳۴، مطبوعه مصطفائيه ديوبند.

[2] وكفارته تحرير رقبة اواطعام عشرة مساكين اوكسوتهم بمايسترعامة البدن فان عجزعنها كلها وقت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء (الدرالمختارعلى الشامى ج۳/ ص۷۲۵، ۷۲۷/ كتاب الايمان، مطلب فى كفارة اليمين، كنزمع التبيين ص ۱۱۲، ۱۱۳/ كتاب الايمان، مطبوعه امداديه ملتان)

زمین دوسرے کو دینے کا وعدہ کر کے انکار کرنا

سوال:- ایک سرکاری زمین پر دو آدمی جھونپڑیوں میں رہتے تھے سرکار نے یہ جگہ لے کر دوسری جگہ دی جس پر پیسہ بھی لیا ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لینے سے انکار کر دیا کہ مجھ سے پیسہ نہیں دیا جائے گا تو دوسرے نے کہا میں لے لیتا ہوں تجھے کوئی اعتراض نہ ہو تو اور میں ہی پیسہ ادا کر دوں گا دوسرے نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں تو لے لے۔ اس پر دوسرے شخص نے پھر کہا کہ چونکہ زمین تیری بھی ہوگی۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو بعد میں اپنی بات سے پھر جائے اس نے کہا نہیں ایسا نہ ہوگا یہ ایمانداری ہے اس پر اس شخص نے اس کے نام سے لکھوا کر زمین لے لی اور خود اسی کے پاس زمین چھوڑ دی جس پر ایک طرف اس کی جھونپڑی ہے دوسری طرف مالک کے بھانجے کی جھونپڑی ہے اب جب یہ پلاٹ فروخت ہونے لگا تو اس شخص کے دل میں بے ایمانی آ گئی اور وہ اپنے اقرار سے پھر گیا اور اس پلاٹ کو دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں کیا اپنے حق کے لئے اس سے لڑا جائے یا اس کے عوض آخرت میں نیکی ملنے کا خیال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس نے پہلے اقرار کر لیا تھا کہ ''یہ ایمانداری ہے میں نہیں لوں گا'' اور روپیہ کا بھی ذمہ دار ہونے سے انکار کر کے دوسرے آدمی سے کہہ دیا تھا کہ تو ہی خرید لے اور یہ معاملہ طے ہونے کے بعد اس کے نام سے وہ پلاٹ خریدا گیا تو وہ یقیناً اسی شخص کا ہے جس نے قیمت کی ذمہ داری لی ہے پھر اس نے یہ احسان کیا کہ جس کے نام سے خریدا ہے اسے رہنے دیا اب اس کا لالچ میں آ کر اپنے اقرار سے انکار کرنا اور اس پلاٹ کو اپنا کہنا وعدہ خلافی اور گناہ ہے[1]

---

[1] الخلف فی الوعد حرام کذافی اضحیة الذخیرة. الاشباہ والنظائر ص ۱۵۹ / کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

مالک کو حق ہے کہ جس تدبیر سے ممکن ہو اسی کا قبضہ کرے لیکن اگر وہ تبرع اور احسان کر کے درگذر کرے اور اس کا قبضہ نہ ہٹائے بلکہ اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اسی کو دیدے تو یہ مکارم اخلاق کے عین مطابق ہے اور ایسا کرنے پر حدیث پاک میں بڑی بشارت آئی ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۶ھ

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہٗ، ۱۳/۱/۸۶ھ

نفاق کی علامت

سوال:- کون سے عمل سے مسلمان منافق ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل نفاق تو یہ ہے کہ دل میں کفر زبان سے اسلام کا اقرار ہو[2]، باقی کچھ علامتیں حدیث پاک میں بتائی گئی ہیں، مثلاً یہ کہ جب کوئی وعدہ کرتا ہے، اس نیت سے کرتا ہے کہ یہ پورا نہیں کرے گا، جب بات کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، لڑائی ہو جائے تو گالی دیتا ہے، جب اسکے پاس کچھ امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] عن ابن عمر ان رضی اللّٰہ عنہ رسول اللّٰہ ﷺ قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللّٰہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ الحدیث. مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق.

[2] (قولہ: آیۃ المنافق) واصلہ من یظہر خلاف یضمر ثم غلب علی من یظہر الاسلام ویبطن الکفر مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۱۰۶/ ج ۱/ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی.

[3] عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

وعدہ خلافی منافق کی نشانی کب ہے؟

سوال:- ایک صاحب عالم کہلاتے ہیں، صوفی اور خلیفہ کا لقب بھی، نماز، روزہ کے احکام سے تھوڑا بہت واقف ہیں، پیری مریدی بھی کرتے ہیں، اکثر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے ہیں "واما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فیوفیھم اجورھم" ان مولانا صاحب نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور تحریری وعدہ کیا کہ جب مالک مکان کو ضرورت ہوگی مکان خالی کردونگا، مالک مکان چار سال سے خوشامد کررہا ہے، مگر مولانا مکان خالی نہیں کرتے، اور وعدہ سے منہ موڑ لیا ہے، مالک مکان سے چار سال سے بول چال بند ہے، کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کو کسی فیصلہ میں شامل کرنا، ان سے نکاح پڑھوانا، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ کرتے وقت ہی یہ نیت ہو کہ وعدہ پورا نہیں کرنا ہے، بلکہ دھوکا دینے کے لئے جھوٹا وعدہ کیا ہے، تو یہ نیت گناہ اور منافق کی علامت ہے[1]، ایسی حالت میں ایسے آدمی سے بیعت ہونا یا اس کو اپنے لئے مصلح تجویز کرنا غلط ہے، ذاتی نفسانی رنج کی وجہ سے بول چال بند کرنا تین دن سے زائد درست نہیں، اس پر وعید آئی ہے[2]، اگر وعدہ تو پورا کرنے کی نیت سے کیا

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) یدعھا، اذاؤ تمن خان، واذا حدث کذب، واذاعاھدغدر، واذاخاصم فجر متفق علیہ. مشکوٰۃ شریف ص۱۷/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول.

[1] قال الملا علی القاری ان من وعد ولیس من نیتہ ان یفی فعلیہ الاثم سواء وفی بہ اولم یف فانہ من اخلاق المنافقین، مرقاۃ ج۴/ص۶۴۷، باب الوعد، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی،

[2] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیالٍ، الحدیث (مشکوٰۃ ج۲/ص۴۲۷، باب ماینھی منہ من التھاجر والتقاطع، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم وفی روایۃ: فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار، جمع الفوائد ص۲۵۰/ ج۲/ کتاب الآداب، الحسد والظن والھجران، مطبوعہ مشروع المکتبۃ الجامعۃ، مکۃ المکرمۃ.

ہے، مگر کسی عارض ومجبوری کی وجہ سے پورا نہیں کیا جاسکا تو اس کا یہ حکم نہیں[1]، مجبوری کی تفصیل معلوم ہونے پر اس کا حکم لکھا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۳/۹۵ھ

---

[1] الخلف فی الوعد حرام کذافی اضحیة الذخیره وفی القنیة: وعده ان یاتیه فلم یاته لایاثم ولایلزم الوعد، الاشباه والنظائر، وفی شرحه للشیخ محمدعلی الرّافعی: والتوفیق بینه وبین الاول یحمل الاول علی ماذا وعد وفی نیته الخلف فیحرم والثانی علی ماذا نوی الوفاء وعرض مانع (الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ / کتاب الحظر والاباحة، مکتبه اشاعت الاسلام.

فصل پنجم:- بائیکاٹ وقطع تعلق

پنچوں کا بائیکاٹ کی سزا دینا

سوال:- ہم مسلم لوہار جماعت کے فرد ہیں، ہم نے اپنے ایک لڑکے کی شادی منصوری میں جماعت ہی کی لڑکی سے کی ہے، صرف اس بات کولیکر کھنڈوں کی مسلم جماعت لوہار نے ہم کو اور ہمارے بھائی بندوں کو جماعت سے بند کررکھا ہے، برادری کے نائی کو ہدایت کردی گئی ہے کہ موت اور شادی بیاہ میں ہمارے خاندان کو بلاوانہ دیا جائے، ایک میت کے موقعہ پر برادری کے کھانے پر ہی ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو اٹھادیا گیا، جبکہ ہم برادری کے تمام حق وحقوق پوری طرح ادا کرتے رہے ہیں، اس طرح ہم کو بلاوجہ برادری سے بند کرکے ہماری توہین وتذلیل کی گئی ہیں، اور ہمارے خاندان کو شادی بیاہ موت اور میت کے معاملات میں پریشانی اور مشکلات میں مبتلا کیا گیا ہے، برائے مہربانی ازروئے شریعت فتویٰ صادر فرمایا جاوے کہ پنچوں اور سرپنچ صاحبوں کا یہ ہتک آمیز سلوک ہمارے خاندانوں کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز؟ اور پنچ سرپنچ صاحبان اس سلوک کی وجہ سے ازروئے شریعت کس قسم کے گناہ کے مرتکب ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا قصور کیا تھا، جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی، بلاقصور ایسی سزا دینا سخت گناہ ہے، اس کا وبال دنیا میں بھی سخت ہے اور آخرت میں بھی، پنچ وسرپنچ[1] صاحبان کو لازم ہے کہ بلاقصور

---

[1] عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لايحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار، مشكوٰة شريف ص ۴۲۸/ (مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند) باب ماينهٰى عنه من التهاجر الخ. (حاشیہ کا ترجمہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سزا نہ دیں، اور جو کچھ غلطی ہوگئی اس کا تدارک کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۹۰ھ

بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا

سوال:- ہمارے یہاں کی مسجد کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ ہر مسلمان بھائی پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، ہمارے گاؤں میں تین مسجدیں ہیں، وہ کسی بھی مسجد میں نمازیں ادا کریں، جو بھی وقت ملے، اگر کسی بھائی کو پانچ وقت کی نمازیں نہیں ملتی ہیں تو جو بھی وقت ملے وہ نماز میں شریک ہوں، ایک بھی وقت نہیں ملتا ہے تو آٹھ روز جمعہ کی نماز میں ضرور شریک ہوں، بغیر عذر شرعی کے جمعہ میں بھی نہیں آتا، تو اس شخص کے گھر غمی یا خوشی کے کام میں جماعت شریک نہیں ہوگی، یہ اعلان صرف صوم وصلوٰۃ کے پابند ہونے کے لئے گیا ہے، ویسے ایسے کام جیسے شادی ومیت وغیرہ اس شخص پر ہوتی ہے جو بغیر شرعی عذر کے نماز کو نہیں آتا، وہ خود جب تک جماعت کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور نماز کا وعدہ نہیں کرتا، اس وقت تک جماعت شریک نہیں ہوتی، لہٰذا یہ اعلان کچھ حضرات کو ناگوار ہوا، اور کچھ حضرات کو اچھا بھی، اب کمیٹی آپ سے دریافت کرتی ہے، کہ یہ اعلان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مقصود اصلاح حال اور فرائض خداوندی کی پابندی ہے، ترک تعلق اور خوشی میں

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) **ترجمہ**: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زائد چھوڑے رکھے، اگر تین روز سے زائد چھوڑے رکھا اور وہ مرگیا تو جہنم میں داخل ہوگا۔

عدم شرکت بھی اس کا ایک طریقہ ہے، "فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین"[1] (الآیة) اگر یہ مفید ہوتو اس کو اختیار کرلیا جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲/۹۶ھ

جوشخص ساتھ نہ دے اس سے ترک تعلق

سوال:- جومسلمان کسی مسلمان کی امداد نہ کرے بلکہ تماشائی بن کر دیکھتا رہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ ہم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ جومسلمان ہماری امداد نہ کرے اس کو برادری میں شریک نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے ہمارے اوپر کئے گئے غلط اور جھوٹے مقدمہ میں ہماری امداد نہیں کی، اس وجہ سے ہم نے قطع تعلق کا فیصلہ کرلیا، اوراس دور میں ان لوگوں کی لڑکی فوت ہوگئی، جس کے جنازہ میں ہم شامل نہیں ہوئے، کیونکہ ہم نے فیصلہ کررکھا تھا کہ ان کو شریک برادری نہیں کریں گے، جو ہمارا ساتھ نہیں دیں گے، تو شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے معاملہ میں جو مفاد عامہ کے لئے ہو سب کو ہی ساتھ دینا چاہئے، ان آدمیوں کا الگ رہنا اور ساتھ نہ دینا بہت بری بات ہے، اگر کسی ناجائز بات میں شریک نہ ہوں الگ رہیں تو ٹھیک ہے[3]، اگر وہ اپنی غلطی کا اقرار کرکے نادم ہوں تو ان کو برادری میں شامل کرلیا

---

[1] الآیة ص ۶۸/سورة انعام۔ **ترجمہ**: یاد آنے کے بعد قوم ظالمین کے ساتھ نہ بیٹھے۔

[2] نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة)هو دليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصية فلايسلم عليه الاان يقلع وتظهرتوبته. المفهم لمااشكل من تلخيص كتاب مسلم ج۷/ص ۹۸/كتاب الرقاق،باب يهجرمن ظهرت معصيته ،دارابن كثير بيروت.

[3] وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان الاية،سوره مائدة. آيت ۲/يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهوالبدء وترك المنكرات وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم،تفسيرابن كثيرص ۹/ج۲/سورة المائدة تحت آيت ۲/مطبوعه مصطفى احمدالبازمكة المكرمة.

جائے[1]، جولڑکی فوت ہوگئی، اس کے جنازہ میں شریک نہ ہونا بھی غلطی ہے، آئندہ ایسا نہ کریں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

دینی مضرت کے اندیشہ سے ترک گفتگو

سوال:- کسی شخص سے مصلحت دینی کی وجہ سے ترک کلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گفتگو کرنے میں دینی مضرت ہو تو ترک گفتگو درست ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۸۸ھ

رنجش کی وجہ سے ترک کلام کی حد

سوال:- یہ جو مشہور ہے کہ اگر مسلمان آپس میں تین روز تک کلام نہ کریں اور اسی میں مرجاوے تو وہ دوزخی ہے، یہ مسئلہ خاوند و بیوی کے ساتھ خاص ہے، یا عام اور نہ بولنا اپنی

---

[1] راجع تحت عنوان ''بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا''۔

[2] ان ابا هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: حق المسلم على المسلم خمس ردالسلام وعيادة المريض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشميت العاطش (بخارى شريف ج ۱/ص ۱۶۶/كتاب الجنائز، بالامر باتباع الجنائز مطبوعه رشيديه دهلى.

[3] واجمع العلماء على ان من خاف من مكالمة احدو صلته مايفسد عليه دينه اويدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته (مرقاة ج ۴/ص ۷۱۶/) باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الاول مطبوعه بمبئى.

ذاتی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی شخص سے کلام کو ترک کر دیا جائے اس وجہ سے کہ اس کی دینی حالت خراب ہے یا اس سے اس کی اصلاح ہو جائے گی، یا اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو یہ شرعاً مذموم نہیں، ''افضل الاعمال الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ''[1] (جمع الفوائد ج ۲/ص ۴۸/) البتہ اگر ذاتی اور دنیوی امور کی وجہ سے کلام کو ترک کر دیا جائے اور تین روز سے زیادہ گذر جاویں اور کوئی دینی منفعت بھی پیش نظر نہ ہو بلکہ محض غیظ نفسانی ہو تو شرعاً مذموم اور منہی عنہ ہے اور یہ حکم سب کو عام ہے ''لایحل لمومن ان یھجر مؤمنا فوق ثلاث فان مرت به ثلاثة فلیلقه ولیسلم علیه فان ردعلیه اشترکافی الاجروان لم یردعلیه فقد باء بالاثم وفی روایة: فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار (ابوالخراش السلمی) جمع الفوائد[2] ج ۲/ ص ۱۶۰/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ ۱۹/ذی الحجہ ۵۲ھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] جمع الفوائد ص ۲۳۱/ ج ۲/ کتاب الادب، التوادو کتمان السروصلاح ذات البین الخ، مطبوعه مشروع المکتبة الجامعة، مکة المکرمة.

ترجمہ: اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی سب اعمال سے افضل ہے ۱۲/۔

[2] جمع الفوائد ص ۲۵۰/ ج ۲/ الحسدوالظن والھجران الخ، کتاب الآداب، مطبوعه مشروع المکتبة الجامعة، مکة المکرمة.

ترجمہ: کسی مؤمن کیلئے کسی مؤمن کو تین دن سے زائد چھوڑے رکھنا (قطع تعلق رکھنا) حلال نہیں، اگر تیسرا دن گذر جائے تو چاہئے کہ اس سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے، پس اگر سلام کا جواب دیدیا تو دونوں اجر میں شریک ہو گئے اور اس نے جواب نہیں دیا وہ گنہگار ہوا، ایک روایت میں ہے کہ جس نے تین دن سے زائد چھوڑے رکھا پھر وہ مر گیا جہنم میں داخل ہوگا ۱۲/۔

کسی نافرمان سے قطع تعلق

سوال:- مسمیٰ مہر دین عرصہ پندرہ سال سے اسلام سے مفرور ہے، اس نے گویا کہ اسلام کو دل سے نکال دیا ہے، اس کے لڑکے نے گذشتہ سال چوری کی تھی، جو قرآن کے مطابق ثابت ہے، مگر یہ شخص قرآن کریم کو ناجائز الفاظ سے پکارتا ہے، جس کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا، مہر دین کی زوجہ گالیاں بکتی ہے، جس سے اس کے پڑوسی تنگ ہیں ایسی صورت میں اگر اس کا بائیکاٹ کردیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسمیٰ مہر دین وغیرہ کے حالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا، تمام برادری اور بڑے لوگوں کو لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں تعلیم وتبلیغ کا انتظام کریں، تاکہ لوگ قرآن پاک اور حدیث شریف اور فقہ کو سمجھیں، اپنے ایمان وعمل کو ٹھیک کریں، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں، کسی کو بدعملی اور بدعقیدگی کی وجہ سے سب مل کر جب اپنے دائرہ سے خارج کردیں گے تو کیا ہوگا، اس سے عامۃً اصلاح نہیں ہوتی، بلکہ طبیعت میں ضد پیدا ہوتی ہے، اور ضد وجہالت کی وجہ سے آدمی اکثر اوقات کھلم کھلا غیر مذہب والوں میں جاکر شامل ہوجاتا ہے، اور اس کے بیوی بچہ بھی اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں، اور اس کی یہ حالت دیکھ کر دوسروں کو بھی جرأت ہوتی ہے[1] البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ قطع تعلق کرنے کی بنا پر غیر مذہب میں جاکر شامل نہ ہوگا، بلکہ نادم ہوکر اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرلے گا، تو عارضی طور پر اس سے قطع تعلق کرلینے کی اجازت ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۷/۸۸ھ

---

[1] راجع تحت عنوان ''بائیکاٹ کا عہد کئے ہوئے کے گھر کھانا پینا''۔

[2] وقوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن سلامنا ايها الثلاثة هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم ج۷/ ص۹۸/) كتاب الرقاق، باب من يهجر من ظهرت معصيته) دار ابن كثير بيروت.

تعزیہ بنانیوالوں سے ترک تعلق

سوال:- ایسے لوگوں سے سب لوگوں کو قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟

ایضاً:- یہاں کے مولوی اور مسلمان ان لوگوں کو منع نہیں کرتے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان ناجائز امور میں شرکت تو یقیناً ناجائز ہے[1] اگر نافع ہو تو ترک تعلقات کردیا جائے، یا ان سے اختلاط تعلق سے دوسروں پر عملی اخلاقی اعتقادی برا اثر پڑے گا، تو ضرور ترک تعلق کردیا جائے[2] اگر یہ توقع ہو کہ ترک تعلق سے ان کی حالت اور خراب ہوجائے گی، اور تعلق کے ذریعہ ان کی اصلاح کی امید ہو تو پھر ترک تعلق نہ کیا جائے، بلکہ مناسب طریق سے ان کو سمجھا کر اصلاح کی جائے۔

حسب حیثیت ومواقع اصلاح وتنبیہ ضروری ہے اگر قدرت ہو اور نافع ہونے کی توقع ہو تو وعظ ونصیحت سختی یا نرمی سے جیسا کہ مناسب ہو ضروری ہے، اگر قدرت نہ ہو یا نافع نہ ہو بلکہ اور زیادہ فتنہ فساد کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی رعایت ضروری ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان الایة ۲/سورۂ مائدة.

[2] نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثة،هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الا ان یقلع وتظهر توبته .المفهم شرح تلخیص مسلم ج۷/ ص۹۸/) کتاب الرقاق،باب یهجرمن ظهرت معصیته)دارابن کثیربیروت،مرقاة شرح مشکوة ص۷۱۶/ج۴/باب ماینهی عنه من التهاجروالتقاطع،الفصل الاول،مطبوعه بمبئی.

[3] ثم ذکر واللأمر بالمعروف شرائط منها:ان یکون ذالک تحت قدرته وان لایکون موجباً للفتنة والفساد وزیادة الذنوب،وذکرصاحب المدارک ان یکون عالماًبطریقه،(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غلط محفل کرنے والوں کا بائیکاٹ

سوال:- چند حضرات جن کا شمار علاقہ کے شرفاء ورؤسا میں ہوتا ہے، اور قوم کے نمائندے گنے جاتے ہیں، یہاں پر جتنی شرعی وغیر شرعی پنچایتیں ہوتی ہیں، ان میں ان حضرات کو ضرور مدعو کیا جاتا ہے، اور فیصلہ انہیں کے دوش پر رکھا جاتا ہے، غرضیکہ ہر معاملہ میں یہ مدعو ہو کر پیش پیش رہتے ہیں، ان کے گھر کے دروازے پر ایک مسجد ہے جس میں پنجگانہ نماز واذان ہوتی ہے، امسال بماہ مئی ۷۰ھ میں انہیں شرکاء حضرات میں سے ایک صاحب محمد عرفان خاں ابن مولیٰ خاں ہیں، انہوں نے ایک شادی کے موقعہ پر اپنے دروازے پر مسلسل دوشب چمار کا ناچ جس کو نوٹنکی کہتے ہیں کرایا، جس میں تمام حضرات شائقین وسامعین ناچ اوران کے گھر کی عورتوں نے برقعہ اوڑھ کر شرکت کی، یہ ناچ دودن ہوا جس میں تمام لغویات وفواحشات کی باتیں ہوتی رہیں، اور مسجد میں اذان ونماز بھی پڑھنے والے پڑھتے رہے، اب ہم لوگ اس خلافِ شرع حرکت پر ان لوگوں سے ترک برادری کرنا چاہتے ہیں، مگر عوام کہتے ہیں کہ جو دیوبند کا افتاء کہے وہ کریں گے، آپ فرمائیں کہ ان لوگوں سے ترک برادری کرنا درست ہے یا نہیں؟ اوران کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اوران کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ربط ضبط رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سخت گناہ کا کام کیا گیا[1] اس سے علی الاعلان توبہ لازم ہے،[2] اپنے قصور کا اقرار کر کے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فانه يبدأ اولاً بالسهل والتنبيه والتواضع حتى يؤثر فيه فان لم ينتفع ترقى الى الصعب الخ، احكام القرآن للتهانوى ص ۷/ ج ۲/ سورۂ آل عمران، شرائط الامر بالمعروف، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، الزواجر لابن حجر الهيثمى ص ۸۳۹/ ج ۲/ الكبيرة الثالثة والتسعون بعدالثلاثمائة، ترک الامر بالمعروف والنهى عن المنكر مع القدرة، مطبوعه مصطفى احمدالبازمكة المكرمة. (حاشیہ ۱/۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ندامت کے ساتھ استغفار کریں، آئندہ پوری احتیاط رکھیں[۱]، اگر وہ لوگ غلطی اور قصور کا اقرار کر کے توبہ نہ کریں اور ایسی حرکت سے باز نہ آئیں تو ان سے ترک تعلق کر دینا درست ہے، جبکہ اس طرح اصلاح کی توقع ہو[۲]۔ "فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین"[۳]

تنبیہ:-شرعی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے مجرم کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرتکب کبائر اعزاء سے ترک تعلق

سوال:-اعزاء واقرباء میں جو لوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں تو ان لوگوں سے ترک تعلق ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اعزاء غیر محرم ہوں تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وہ تو غیر کے حکم

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) [۱] وفی البزازیة:استماع صوت الملاهی حرام لقوله علیه الصلاة والسلام استماع صوت الملاهی معصیة،والجلوس علیها منطق،والتلذذبها کفر،درمختارعلی الشامی مطبوعه کراچی ص ۳۴۹/ج۶/کتاب الحظر والاباحة،بزازیة علی هامش الهندیة ص ۳۵۹/ج۶/کتاب الکراهیة،الثالث فیما یتعلق بالمناهی ،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[۲] والتوبة علی حسب الجنایة فالسر بالسروالاعلان بالاعلان هدایة ص ۱۷۴/ج۳/کتاب الشهادة کتاب الرجوع عن الشهادات،مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

---

[۱] قدنصوا علی ان ارکان التوبة ثلاثة،الندامة علی الماضی،والاقلاع فی الحال، والعزم علی عدم العود فی الاستقبال شرح فقه اکبر ص ۱۹۴/بیان اقسام التوبة،مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۲] نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایهاالثلاثه هودلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الاان یقلع وتظهر توبته (المفهم شرح تلخیص مسلم ج۷/ص۹۸، کتاب الرقاق، باب من یهجرمن ظهرت معصیته، داربن کثیر بیروت)

[۳] الایة ۶۸/سورة الانعام. **ترجمہ**: یاد آنے کے بعد قوم ظالمین کے ساتھ نہ بیٹھئے۔

میں ہیں، اور اگر وہی مبتلائے کبائر اہل دین کا مذاق اُڑاتے ہوں، یا بیوقوف وذلیل سمجھتے ہوں یا وہ خود اہل دین سے اجتناب رکھتے ہوں محض دیندار ہونے کی وجہ سے تو اہل دین کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حسن اخلاق ومروت سے وہ متأثر ہوکر کبائر ترک کردیں یا ان کی فہمائش کا موقع ملے جس سے نفع کی امید ہو تو ان سے تعلق باقی رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے، اگر ترک تعلق سے اصلاح کی توقع ہو، یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تعلق ترک کردیا جائے[1]، دعا بہرحال کرتے رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۹۴ھ

کبائر میں مبتلا رشتہ داروں کے ساتھ تعلق

سوال:- اعزہ اقرباء میں جو لوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں تو ان لوگوں سے ترک تعلق ٹھیک ہے یا نہیں اور اگر وہ اعزہ غیر محرم ہوں تو کیا حکم ہے کیونکہ وہ تو غیر کے حکم میں ہیں۔ اور اگر وہی مبتلائے کبائر اہل دین کا مذاق اڑاتے ہوں یا بیوقوف وذلیل سمجھتے ہوں یا وہ خود اہل دین سے اجتناب رکھتے ہوں محض دیندار ہونے کی وجہ سے تو اہل دین کو کیا کرنا چاہئے جواب عنایت فرمائیں۔

---

[1] واجمع العلماء علی ان من خاف من مکالمة احد وصلته مایفسد علیه دینه اویدخل مضرة فی دنیاه یجوزله مجانبته وبعده،وان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة علی مرالاوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع الی الحق، مرقاة ج۴/ باب ماینهی عنه من التهاجروالتقاطع، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی المفهم لمااشکل من تلخیص کتاب مسلم ص۹۸/ج۷/کتاب الرقاق، باب یهجرمن ظهرت معصیته، مطبوعه دارابن کثیربیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حسن اخلاق ومروت سے متاثر ہوکر کبائر کو ترک کردیں یا ان کو فہمائش کا موقع ہے جس سے نفع کی امید ہوتو ان سے تعلق باقی رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے اگر ترک تعلق سے اصلاح کی توقع ہو یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتو تعلق ترک کردیا جائے[1] دعاء بہرحال کرتے رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناحق آبروریزی کرنے والے سے قطع تعلق

سوال:- اگر کسی کے والدین کی ناحق کوئی شخص مسلمان ناحق آبروریزی کرتا ہو، یا کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی کرتا ہوتو کیا اولاد کو یا دیگر مسلمان لوگوں کو ایسے شخص سے قطع سلام وکلام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بلاوجہ شرعی کوئی شخص یہ نالائق حرکت کرتا ہے، اور قطع تعلق سے اس کی اصلاح کی توقع ہے یا اس فتنہ سے تحفظ ہے تو قطع تعلق کردیا جائے[2] "لقوله تعالیٰ: ولاتركنوا الى

---

[1] قوله نهى رسول الله ﷺ عن كلامنا ايها الثلاثه) هو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته (المفهم شرح مسلم ص۹۸/ج۷/) كتاب الرقاق باب يهجر من ظهر معصيته طبع دارابن كثير بيروت، وفى المرقاة واجمع العلماء على ان من خاف من مكالمة احد وصلته مايفسد عليه دينه اويدخل مضرة فى دنياه يجوزله مجانبته (مرقاة ص۷۱۶/ج۴/) باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، طبع بمبئى طيبى ص۲۴۳/ج۹/ كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، مطبوعه زكرياديوبند.

[2] قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كلامنا ايها الثلاثة هودليل على وجوب هجر ان من ظهرت معصيته فلايسلم عليه الا ان يقلع وتظهرتوبته (المفهم لمااشكل من تلخيص كتاب مسلم ج۷/ص۹۸/) كتاب الرقاق، باب يهجرمن ظهرت معصيته) داربن كثير بيروت.

الذین ظلموا الایۃ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۱۴۰۶ھ

اندیشۂ تہمت سے ترک تعلق

سوال:- دنیا کے اندر یہ قاعدہ رائج ہے کہ انسان اپنے کسب مقاصد کے لئے غیر ممالک کا سفر کرتا ہے، مثلاً تحصیل علوم ودیگر اکتسابات دنیویہ ہر انسان کی عادت بھی یوں ہوتی ہے، کہ ایک آدمی کی طبیعت دوسرے شخص کی طبیعت سے نہیں ملتی بلکہ اپنی طبیعت کے موافق آدمی لے کر سفر کے اندر اپنی زندگی بسر کیا کرتے ہیں، چنانچہ رات دن کا مشاہدہ بھی یہی ہے۔

اب آئندہ تمہید کے بعد یہ عرض ہے کہ مقدمۂ سابقہ کی بناء پر سفر میں دو آدمی ہم عمر باریش سن رسیدہ نہایت اتفاق اور اتحاد سے کام کیا کرتے ہیں، یعنی روپیہ پیسہ کی بابت ایک دوسرے کی اعانت کرتا ہے، اور ہر خورد وکلاں مقابلہ کے اندر ایک دوسرے کے لئے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے، مثلاً کھانے پینے وغیرہ ذالک۔

اب ان کے اس اتفاق واتحاد کو دیکھ کر متعصبین حسد لیجاتے ہیں، اور طرح طرح کی بدنامیاں اور تہمت باندھتے ہیں، حالانکہ انکا اتہام بالکل بے محل اور حق شناس لوگوں کی آرا کے خلاف ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ متعصبین کے اتہام کی وجہ سے انکے درمیان تفرقہ شرعاً واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر بالفرض اس اتہام کی وجہ سے ان کے درمیان انقطاع سلام وکلام کا فیصلہ کیا جاوے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اس فیصلہ پر تعمیل ضروری ہے یا ترک تعمیل ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم کا مسلم سے ترک موالات کرنا اور دل میں کینہ رکھ کر ترک سلام وکلام کرنا

---

[1] الآیۃ ۱۱۳/سورہ ھود. **ترجمہ**: اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں۔

ناجائز ہے۔[۱]

ایک دوسرے کی اعانت حسب ضرورت وحسب حیثیت ضروری ہے[۲] لیکن مظنہ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے[۳] جس کے ساتھ جس قدر اختلاط سے نفس الامر میں فتنہ اور معصیت کا اندیشہ ہو اسی قدر اس سے اجتناب واحتیاط واجب ہے، خاص کر جب اپنے اکابر منع فرماویں، اور ایسی صورت میں چونکہ دل میں حسد اور عداوت نہیں بلکہ اس مصلحت شرعیہ اور حکم اکابر کی وجہ سے اختلاط کو منع کیا ہے، تو اس سے گناہ نہ ہوگا، اور اگر وہ محل محل تہمت نہیں بلکہ مخالفین اور حاسدین کو اپنی مخالفت اور حسد کی بنا پر ان کی ہمدردی اور معاونت کے تعلقات گراں گذرتے ہیں، تو پھر ان کی رعایت سے ترک تعلق لازم نہیں، البتہ ایسی صورت میں بھی اگر یہ اندیشہ ہو کہ مخالفین اذیت پہنچائیں گے اور مدافعت دشوار ہوگی، جو کہ مستقل فتنہ ہے تب بھی ترک اختلاط کرنا قرین مصلحت ہے[۴]، اس کا فیصلہ کہ یہ محل تہمت ہے یا نہیں؟ کسی تجربہ کار بڑے شخص سے صورت اختلاط پیش کر کے کرالیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۵/۵۷ھ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم ۱۲/۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل للرجل ان یھجرہ اخاہ فوق ثلاث لیال الحدیث (مشکوٰۃ شریف ج ۲/ص ۴۲۷/) باب ماینھی عنہ من التھاجر والتقاطع، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم.

[۲] وتعاونوا علی البر والتقویٰ الآیۃ، سورۂ مائدۃ آیت ۲/.

[۳] من اتام نفسہ مقام التھم فلایلومن من اساء الظن بہ اکشف الخفاء ج ۱/ص ۴۴/ حرف الھمزۃ رقم ص ۸۸/ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی.

[۴] واجمع العلماء علی من خاف من مکالمۃ احدو صلیہ مایفسد علیہ دینہ اویدخل مضرۃ فی دنیاہ یجوز لہٗ مجانبتہ وبعدہٗ (مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ، ج ۴/ص ۷۱۶/) باب ماینھی عنہ من التھاجر والتقاطع، الفصل الاول، مطبوعہ بمبئی.

اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترک تعلق

سوال:- شکر اللہ کی بیوی کو ممتاز علی درزی نے بھگالیا، کچھ دن اِدھر اُدھر بھاگا پھرا جب یہ لوگ گھر واپس آئے تو شکر اللہ نے زوجہ کو طلاق دیدی، عدت کے بعد ممتاز علی نے اس عورت سے اپنا نکاح پڑھوالیا، اب جولاہے کے چودھری نے گاؤں کے تمام مسلمانوں کو منع کردیا کہ تمام درزیوں سے کوئی بات چیت نہ کرے، سلام دعا تک بند کرادی، صحیح راستہ پر کون ہے اور میں کس کے ساتھ رہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرے کی عورت کو بھگالیجانا اور عورت کا غیر مرد کے ساتھ بھاگ جانا عقلاً وعرفاً سخت معیوب اور شرعاً سخت گناہ اور معصیت ہے[1] شکر اللہ نے اس کو طلاق دیدی، اچھا کیا[2] بعد عدت ممتاز علی درزی نے اس سے نکاح کرلیا، تو وہ جائز ہوگیا، اب جولاہوں کے چودھری کا حکم کہ درزی لوگوں سے کوئی بات چیت نہ کرے، غلط ہے، تمام درزیوں کی کیا خطا ہے، جس نے ناجائز کام کیا اس کی خطا تھی، اس سے تعلقات ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، جب اس نے شریعت کے موافق نکاح پڑھوالیا تب حکم دیا، وہ بھی سب سے ترک تعلقات کا، اس لئے یہ حکم

---

[1] رجل خدع امرأة انسان واخرجها وزوجها من غيره اوصغيرة بحبس الى ان يحدث توبة او يموت لانه ساع فى الارض بالفسادالخ الاشباه والنظائرص ۱۰۰/كتاب الحدود والتعزير، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى،شامى زكرياص ۱۳۴/ج۶/باب التعزير.

[2] بل يستجب لومؤذية اطلقه فشمل المؤذية له اولغيره بقولها اوبفعلها الخ درمختار مع الشامى زكرياص ۴۲۸/ج۴/كتاب الطلاق،بحر۲۳۷/ج۳/كتاب الطلاق،مطبوعه الماجديه كوئٹه، النهرالفائق ص ۳۱۰/ج۲/كتاب الطلاق،دارالكتاب العلمية بيروت.

غلط ہے[1]، چودھری کو چاہئے کہ اپنا یہ حکم واپس لے لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

داماد اور ساس کو برادری نے خارج کر دیا غلط تعلق کیوجہ سے

سوال:- عرصہ دراز ہوا زید کی شادی نابالغہ لڑکی سے ہوئی تھی، زید کی ساس بیوہ تھی، اس کے خاندان میں اس کا پرسانِ حال کوئی نہیں تھا، اس وجہ سے بیوہ بھی زید کی رفاقت میں تھی، ساتھ رہتے رہتے زید سے ساس کے ساتھ ناجائز تعلق ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ زید کی ساس حمل سے ہے، یہ چیز بھی ظاہر ہوگئی، اس بناء پر زید کے برادریوں نے اور گاؤں ومحلّہ کے غیر برادریوں نے زید کو چھوڑ دیا، اور زید نے اس دوران اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی، تقریباً بیس سال ہوئے، زید کے نطفہ سے ساس کے بطن سے دولڑکی اور ایک لڑکا بھی موجود ہے، ہر حال میں زید نے برادری کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ برادری مجھے بھی اپنے ساتھ لے لے، اور برادری والوں نے کہا کہ تم اپنی ساس کو اپنے سے علیحدہ کرلو، تو برادری اپنے ساتھ لے لے گی، زید نے کہا کہ اس طرح ہمارا کام نہیں چل سکتا، ہمیں کھانا وغیرہ کون کھلائے گا، برادری والوں کو اگر ہماری بات کا یقین ہوجائے تو میں برادری کے سامنے حلف دے کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آج سے ہم اس کو ماں کی طرح سمجھیں گے، اور یہ ہم کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، ہمارا خلط ملط اس طرح سے رہے، برادری والوں نے اس بات کو منظور کرلیا، زانی اور زانیہ سے حلف لے کر ماں بیٹا بنا کر خلط ملط اپنے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا، غرض کہ اسکی پوری رفاقت پسند کر کے زید کو اپنے ساتھ لے لیا، لیکن محلّہ کی غیر برادریوں نے اس کو نہیں مانا

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل لمؤمن ان یھجر مومناً فوق ثلث الحدیث مشکوۃ شریف ص ۴۲۸/مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب ماینھی عنہ من التھاجر.

اور کہا کہ یہ فیصلہ غلط ہے، سوال یہ ہے کہ زید کی برادری نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا توبہ کر کے پھر زانیہ اور زانی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں؟ آپ سے استدعا ہے کہ جواب صاف صاف لکھیں تاکہ عام لوگ پڑھ سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں کا ساتھ مل جل کر رہنا ہرگز جائز نہیں، محض زبانی یہ کہہ دینا کہ میں اس کو ماں کی طرح سمجھوں گا، اور یہ مجھ کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، کافی نہیں، نفس وشیطان دونوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، وہ پھر ان کو مکاری پر آمادہ اور مجبور کر دیں گے، جیسا کہ اب تک کرتے رہے، ماں کہنے کے ساتھ وہ شرعی ماں نہیں ہوگی، جس سے انسان کو طبعی حیا ہوتی ہے، بلکہ وہ ساس ہی ہے اور اس کے ساتھ تعلق ناجائز ہے، اس لئے ان دونوں کو آپس میں ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی[1] کھانا پکانے کا عذر شرعاً معتبر نہیں، اس کی وجہ سے حرام کو حلال نہیں کیا جاسکتا، دوسرا نکاح کرے، یا کوئی دوسرا انتظام کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۱ھ

زانی کی مدد بھی گناہ ہے لہٰذا ایسے شخص سے ترک تعلق

سوال:- ایک شخص برسرعام زنا کرتا ہے، جبکہ اس کے پاس دو عورتیں شادی شدہ موجود ہیں، پھر بھی دوسری عورتوں کو بہلا کر پھسلا کر گھر لاتا ہے، اس کے اس کام میں اس کے

---

[1] وعن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹/باب النظر الی المخطوبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ: حضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا ہوتا ہے، تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے۔

والدین وغیرہ بھی شامل ہیں، تو کیا اس زنا کا گناہ اس کو تنہا ہوگا؟ یا جو اس کام میں اس کی مدد کررہے ہیں ان کو بھی ہوگا؟ نیز ایسے شخص سے تعلق رکھنا، کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنا حرامکاری ہے[1]، اس میں اس کی جس قدر بھی کوئی مدد کرے گا وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا[2]، تمام خاندان والوں کو ضروری ہے کہ اس کی روک تھام کریں، اگر ترک تعلق سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کے یہاں کھانا پینا وغیرہ چھوڑ دیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

توبہ واستغفار میں فرق اور زانی زانیہ سے ترک تعلق

سوال:- توبہ واستغفار میں کیا فرق ہے؟ اگر زانی اور زانیہ نے صرف توبہ و استغفار کیا تو ان سے ہر قسم کی تعظیم وتکریم، سلام، حسن سلوک کرنا چاہئے یا برائے تنبیہ ترک موالات ہو؟

---

[1] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا زانی العبد خرج منه الایمان فکان فوق راسه کالظلمة فاذاخرج من ذٰلک العمل رجع الایمان(مشکوٰة شریف ج ۱/ص ۱۸/)باب الکبائر.

[2] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان الایة،سوره مائدة،رقم ۲/یأمرتعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات،وینهاهم عن التناصرعلی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم،تفسیرابن کثیرص ۹/ج ۲/سورة المائدة تحت آیت ۲/.

[3] (نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثه) هو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلایسلم علیه الا ان یقلع وتظهرتوبته (المفهم شرح مسلم ج۷/ص ۱۸/) کتاب الرقاق،باب من یهجرمن ظهرت معصیته،دارابن کثیر بیروت،مرقاة شرح مشکوة ص۴۱۷/ج۴/باب ماینهی عنه من التهاجروالتقاطع،الفصل الاول،مطبوعه بمبئی.

الجواب حامداً ومصلیاً

توبہ میں گذشتہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کا پہلو غالب ہے[1] اور استغفار میں جرم کی معافی کا پہلو غالب ہے[2] جبکہ بذریعہ توبہ واستغفار اصلاح کے آثار ظاہر ہو جائیں، تو پھر ترک موالات نہیں چاہئے، ہاں اگر ترک تعلق اصلاح کا ذریعہ بن سکے تو ترک تعلق ٹھیک ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۱۴۰۱ھ

بائیکاٹ کا عہد کئے ہوئے کے گھر کھانا پینا

سوال:- زید کی خواہش تھی کہ اس کی بستی میں بڑے جرم کرنے والے مثلاً: کسی کی بیوی اغواء کرنے والے اور منکوحہ کا بلا مفارقت نکاح کر دینے والوں کا بائیکاٹ کر دے، اتفاق سے ایک ایسا موقع آ گیا جس کی وجہ سے پوری آبادی بائیکاٹ کرنے پر آمادہ ہوگئی، اور گاؤں

---

[1] قدنصوا علی ان ارکان التوبة ثلثة الندامة علی الماضی والاقلاع فی الحال،والعزم علی عدم العودفی الاستقبال شرح فقه اکبر ص ۱۹۴/بیان اقسام التوبة،مطبوعه مجتبائی دهلی،تنبیه الغافلین للسمرقندی ص ۵۶/باب التوبة ،مطبوعه عباس احمد الباز مکة المکرمة حاشیه مشکوة شریف ص ۲۰۳/ج ۱/باب الاستغفار والتوبة رقم الهامش ص ۱/.

[2] الاستغفاراطلب المغفرة بعد روية المعصية المغفرة من اللّٰه الخ قواعد الفقه ص ۱۷۴/ الرسالة الرابعة مطبوعه دارالکتاب دیوبند،قال تعالیٰ: وان استغفروربکم الآیة ای وامدکم بالاستغفارمن الذنوب السایفة، تفسیرابن کثیر ص ۶۷۵/ج ۲/سورة الهود،آیت ۳/مطبوعه المکتبة التجاریة مصطفی البازمکة المکرمة،حاشیه مشکوة شریف ص ۱۰۳/ج ۱/باب الاستغفاروالتوبة،رقم الهامش ۱/.

[3] نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کلامنا ایها الثلاثه هودلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الاان یقلع وتظهرتوبته(المفهم شرح مسلم ج۷/ص ۹۸/ کتاب الرقاق،باب من یهجرمن ظهرت معصیته،دارابن کثیربیروت.

والوں نے غیر بیوی کو اپنی بیوی بنانے والے شخص عبدالاحد کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا، لیکن عبدالاحد کے تعلقات غیر مسلموں سے تھے، اس لئے غیر مسلموں نے عبدالاحد کی طرفداری کی اور طرفداری کے واسطے بکر بھی تیار ہو گیا، آخر کار بکر کا بھی بائیکاٹ کر دیا گیا لیکن بعد میں کچھ پڑھے لکھے لوگ ان کے یہاں کھانے پینے لگے، اب یہ سب سے معدوم ہو گیا، اس لئے شریعت جنہوں نے ان کی امداد کی ہے، کیا ان کو مجرم گردانتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی بستی کی اصلاح کی تدبیر کرنا تو بہت بہتر ہے، لیکن عامۃً دیکھا یہی جاتا ہے کہ بائیکاٹ کی تدبیر کامیاب نہیں ہوتی ہے، کیونکہ آپس میں اتفاق نہیں ہے، آہستہ آہستہ آدمی اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں، جس کا بائیکاٹ کیا گیا ہے، اور مجرم پر اس کا اچھا اثر نہیں ہوتا، بلکہ بغض اور فساد کی آگ بھڑک جاتی ہے، اور سخت خلفشار پیدا ہو جاتا ہے، فتویٰ حاصل کرنے والے حضرات فتویٰ لئے لئے پھرتے ہیں، مگر جب دلوں میں شریعت کا احترام ہی نہیں، حلال وحرام کی تمیز ہی نہیں، تو پھر فتویٰ ہی کا کیا اثر ہوگا، خدا کا ڈر ہو تو فتویٰ کا بھی اثر ہو، اگر شفقت اور نرمی سے اصلاح کی جاوے، دینی کتاب سنانے کا اہتمام کیا جائے، نماز کے لئے سب کو بلا کر مسجد کو آباد کیا جائے، اہل قلب بزرگوں کی صحبت ونسبت حاصل کرنے کی ترغیب دی جاوے، اہل باطن علماء کا وعظ کرایا جائے تو انشاء اللہ نفع زیادہ ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۱۳۹۰ھ

---

[1] ثم ذكروا للأمر بالمعروف شرائط منها: ان يكون ذالک تمت قدرته وان لايكون موجباً للفتنة والفساد، وزيادة الذنوب الى قوله وذكر صاحب المدارک: ان يكون عالماً بطريقه وترتيب اقامته فانه يبدأ وولاً بالسهل والتنبيه والتواضع حتى يؤثر فيه احكام القرآن للتهانوى ص ۷۰۶/ج ۲/باب الامر بالمعروف شروط الامر بالمعروف مطبوعه ادارة القرآن كراچى، مرقاة ص ۳، ۴/ج ۵/باب الامر بالمعروف الفصل الاول مطبوعه بمبئى.

کسی کو پنچایت سے خارج کرنا

سوال:- اگر محلّہ کی پنچایت زید کو قصوروار قرار دے کر اپنے سے الگ کرلیا ہو مگر عمر بدعہدی کرکے زید کے ساتھ رہتا ہے اور پنچایت کے دائرہ میں بھی رہنا چاہتا ہے۔ ایسے فسادی عمر کو پنچایت نماز باجماعت سے شرکت کرنے سے روکے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نماز باجماعت کی شرکت سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ تین حضرات سے ترکِ تعلق کا حکم کیا گیا تھا ان کو باجماعت نماز سے نہیں روکا گیا، جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے[1]، ان میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں جاتا اور نماز میں شرکت کیا کرتا تھا۔ پنچایت کو یہ حق ہے کہ جس کو اپنے مشورہ میں شریک کرنا مفید نہ سمجھے اس کو شریک نہ کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ پنچایت کے سارے کام شریعت کے تحت انجام دئے جائیں۔ آزاد ہوکر نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نخلع ونترک من یفجر کے عمل کی صورت

سوال:- موجودہ دور میں نخلع ونترک من یفجرک پر کس طرح عمل پیرا ہو

---

[1] فی حدیث کعب ابن مالک ونھی رسول اللہ ﷺ المسلمین عن کلامنا ایھا الثلاثۃ الی قولہ، فکنت اخرج فاشھدالصلوٰۃ مع المسلمین الحدیث بخاری شریف ص ۶۳۵/ ج ۲/(مطبوعہ اشرفی دیوبند) باب حدیث کعب ابن مالک کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۴۲۴۰/۔

[2] کمایستفادامر السلطان انما ینفذاذاوافق الشرع الخ الدرالمختارص ۴۲۲/ ج۵/مطلب طاعۃ الامام واجبۃ کتا ب القضاء ،مطبوعہ کراچی.

سکتے ہیں۔ رہبانیت کے علاوہ اور صورت بھی ہوسکتی ہے؟ مگر اسلام رہبانیت کی بھی اجازت نہیں دیتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فجور پر حسبِ استطاعت نکیر کرنے سے اس پر عمل ہو جائے گا[1] جیسے کہ اگر بچہ نجاست میں ملوث ہو تو اس کی وجہ سے بچے کو نہیں چھوڑا جاتا نہ اپنے کو اس کی وجہ سے نجاست میں ملوث کیا جاتا ہے بلکہ حسن تدبیر سے اس کی نجاست سے بچتے ہوئے اس کو بھی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے۔ یہی تقاضائے شفقت ورحمت ہے اور یہی تقاضائے طہارت ونظافت ہے اور یہی تقاضائے عبودیت وطاعت ہے اور یہی تقاضائے اتباعِ سنت ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

بائیکاٹ کا اثر میت پر

سوال:- مسمیٰ زید کے باپ کا چند معمولی باتوں پر بائیکاٹ کر دیا تھا جب باپ کا انتقال ہو گیا تو جماعت نے فیصلہ سنا دیا کہ جو شخص جنازہ میں شریک ہوگا اسے مناسب سزا دی جائے گی مردہ نہلانے کا تختہ بھی ہے اور چارپائی سب منع کر دی گئی حتی کہ امام مسجد کو نماز پڑھانے سے روکا گیا درزی کو کفن سینے سے منع کرایا گیا مسلمان دوکاندار کو کفن بیچنے سے منع کر دیا گیا مجبوراً گھر کے کواڑ پر تختہ بنا کر نہلایا اور دوسرے گاؤں کے لوگوں نے جنازہ پڑھا اور اٹھایا سوال یہ ہے کہ اس جماعت کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جماعت کی یہ کارروائی سخت ترین ظلم اور ناانصافی ہے میت ہو جانے پر پرائے دشمن

---

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عن رسول اللہ ﷺ قال من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶/باب الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

بھی آکر ہمدردی کرتے ہیں اور اس وقت بغض وعداوت کا اثر نہیں لیتے۔ امام درزی، پارچہ فروش وغیرہ کسی کے ذمہ اس ظالمانہ جماعت کے حکم کا ماننا لازم نہیں بلکہ جائز بھی نہیں[1]۔ جماعت اپنی خیر چاہتی ہے تو اپنے اس فیصلہ پر نادم ہوکر توبہ کرے اور معافی مانگے۔ ورنہ خدائے قہار کی پکڑ کی منتظر رہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین

مسلمان کا بائیکاٹ کرنا

سوال:- مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے سے بغیر کسی عذر شرعی کے بائیکاٹ کردینا کیسا ہے اور بائیکاٹ کرنے والوں پر کفارہ آتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمانوں میں آپس میں اتفاق اور میل ملاپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بلاوجہ شرعی بائیکاٹ کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف ہے اس سے حدیث شریف[3] میں سخت وعید آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[1] لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق الحديث الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۸۳/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع.

[2] لا يحل لسلم أن يهجر اخاه فوق ثلث (مشکوٰة شريف ص ۴۲۸/ باب ماينهی عنه من التهاجر)

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے رکھے۔

[3] لا يحل لمسلم أن يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار. مشکوٰة شريف ص ۴۲۸/ باب ماينهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی.

پڑوسی پر احسان جب کہ وہ چور ڈاکو ہو

سوال:- اگر پڑوسی چور یا ڈاکو ہوں تو ان پر احسان کرنا چاہئے یا نہیں جب کہ وہ چور ڈاکو اکثر ایذاء پہنچاتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان پر بھی احسان کرنا چاہئے امید ہے کہ وہ اس احسان سے متاثر ہو کر نیک عمل اختیار کریں گے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۵/۸۶ھ

ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا

سوال:- ہمارے یہاں قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر میں ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی گذارتی تھی۔ اس اثناء میں آج سے قریب پچیس سال قبل اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ ناجائز طریقہ کے ساتھ چلی گئی اور گھر سے فرار ہونے کے بعد اس شخص کے ساتھ بغیر طلاق اور بغیر نکاح کے رہنے لگی جس کے بطن سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جبکہ دونوں لڑکے اور لڑکیاں اب بالغ ہیں اور قریب دس سال پہلے اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے جس سے یہ چار بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ اب ان بچوں کا سرپرست کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اہل قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر کے مسلمان بھائی یہ چاہتے ہیں کہ ان بچوں کو سماج میں

---

[1] مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت أنه سیورثه. الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲ باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

ترجمہ: حضورؐ کا فرمان ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے پڑوسی (کے حقوق کی رعایت) کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ عنقریب اس کو وارث قرار دیں گے۔

جگہ دی جائے اور اس عورت کے بارے میں بھی فتویٰ صادر فرمائیں کہ ان کو سماج میں جگہ دی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً

ان بچوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا ان کو سماج میں جگہ دے کر ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے[1] جس سے ان کی اچھی طرح تعلیم وتربیت ہو اور اس عورت کو اس کی نالائق اور کمینہ حرکات سے توبہ کرا کے اس کی بقیہ زندگی کو شریعت کے موافق بنانے کی کوشش کی جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۶/۱۴۰۱ھ

برادری کی جماعت کی مخالفت کا حکم

سوال:- جو جماعت علماء دین اور ان کے کسی شرعی فیصلہ کو لا پرواہی سے نظر انداز کرے اور لوگوں میں افتراق وانشقاق پیدا کرے۔ افتراء پرداز۔ اتہام طراز ہو اس سے شرعاً ترک موالات کرنا ضروری ہے یا نہیں اور جو ان باتوں کے ثابت ہونے کے بعد بھی اس جماعت کا ساتھی رہے وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کا مخالف سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص یا جماعت بلا وجہ شرعی علماء کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے اور اختلاف پیدا کرے اور بہتان باندھے اس کو اولاً نرمی سے مسئلہ اور اس کی حیثیت کو سمجھانا چاہئے[3] اگر باز آوے تو بہ

---

[1] من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا الخ الحدیث مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثانی.

[2] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة. الآیة. سورة النحل آیت ۱۲۵/.

[3] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة الآیة، سورۃ النحل آیت ۱۲۵/۔

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے (از بیان القرآن)

کرلے تو بہتر ہے ورنہ بااثر لوگوں سے اس پر زور دیا جائے تب بھی نہ مانے تو ترک تعلقات کی سزا دی جائے[1] اور اس کے خلاف شرع کام میں شرکت و اعانت بہرحال ممنوع ہے[2] دارالاسلام نہ ہونے کی وجہ سے شرعی حدود نافذ کرنے کا اختیار نہیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

غلط کام کرنے والے سے بھی میل ملاپ رکھنا چاہئے

سوال:- بعض آدمی لنگی کے اوپر اور بعض ازار کے اوپر والے دامن کا کرتہ چوتڑ ڈھانک پہننا اور کہنیاں تک ہی کی آستین رکھوانا، داڑھی گلے کے نیچے کی صاف کرانا اور رخسار کے اوپر سے صاف کرانا اور ہمیشہ مشت بھر سے کم ہی رکھنا۔ بعدہٗ حوض میں وضو کرنے کا طریقہ، ایک ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا، بہنوں کا حصہ نہ دینا، لال رنگ کی ترکی ٹوپی پہننا۔ اور لمبے پاؤں پھیلا کر مسجد کے ستون کا سہارا لیکر وہی ترکی کیپ نیچے رکھ کر آرام کرنا۔ قرآن پڑھتے وقت ایک ایک آیت پر ناک کی رینٹ ایک رومال میں پونچھتے جانا لیکن مسجد کے باہر صاف کرنے نہ جانا، ان عاداتِ قبیحہ کے علاوہ تراویح قرآن شریف کی ارادۃً ترک کرنا، نہ الم تر کی مسجد میں پڑھنے جانا، بغیر عنوان کے بشکل وعظ کہتا رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ کے علاوہ قنوت نازلہ کو منسوخ کہتا ہے۔ انہیں بار بار کہا جاتا ہے لیکن اینٹھتا رہتا ہے تو ایسے شخص

---

[1] قولہ ونھی رسول اللہ ﷺ عن کلا منا. ایھاالثلاثۃ ھو دلیل علی وجوب ھجران من ظھرت معصیتہ الخ المفھم شرح المسلم ص ۹۸ / ج ۷ / (مطبوعہ دارابن کثیر بیروت) کتاب الرقاق، باب یھجر من ظھرت معصیتہ

[2] ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ، سورۃ المائدۃ آیت ۲ /۔

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[3] فی دارالاسلام لانہ لاحد بالزنا فی دارالحرب الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۶ / ج ۶ / اول کتاب الحد.

سے میل ملاپ، سلام کلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میل ملاپ کر کے نرمی وشفقت کے ساتھ اصلاح کرتے ہی رہنا چاہئے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1] ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة، الآیة، سورۃ النحل آیت ۱۲۵/۔

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔ (از بیان القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ششم:- معاصی اوراس سے توبہ

توبہ کی تعریف

سوال:- گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور نماز روزہ چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے پھر قضا کے کیا معنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی کے ذمہ سرکاری محصول یا کسی اور کا روپیہ واجب الاداء ہو جس کی ادائیگی کی تاریخ متعین ہو اور وہ وقت پر ادا نہ کرے جو کہ جرم ہے جس کی پاداش میں مقدمہ قائم ہوا اور وہ معافی مانگ لے کہ میں نے وقت پر ادا نہیں کیا معافی چاہتا ہوں تو حاصل صرف اتنا ہے کہ وقت پر ادا نہ کرنے کو یعنی دیر ہو جانے کو معاف کر دیا جائے مگر اس کی وجہ سے نفس روپیہ معاف نہیں ہو جاتا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا۔ اسی طرح نماز کا معاملہ سمجھئے کہ توبہ سے تاخیر اداء معاف ہوگی یہ کبیرہ گناہ ہے نفس نماز ساقط نہیں ہوگی یا پھر اس طرح سمجھئے کہ بغیر قضا نماز پڑھے تو یہ ادا ہی نہیں ہوئی توبہ اسی وقت ہوگی جب تاخیر پر ندامت ہو اور قضاء نماز پڑھ لے توبہ صرف الفاظ

کا نام نہیں کہ یا اللہ میری توبہ ہے۔سئل عن علی عن التوبة فقال یجمعها ستة اشیاء علی الماضی من الذنوب الندامة وللفرائض الاعادة ورد المظالم واستحلال ای الخصوم وان تعزم علی ان لا تعودوان تُربِیَّ نفسک فی طاعة اللّٰه تعالیٰ اه بیضاوی[1] ص۳۵۷ ج۵ مطبوعه دار الفکر ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کبیرہ گناہ کی معافی بغیر توبہ کے

سوال:- اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کرلے کیا وہ بغیر توبہ کے کسی عمل سے معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

شریعت نے ہر گناہ سے توبہ کا حکم دیا ہے[2]، اوراس کا طریقہ بتایا ہے جب تک اس طریقہ سے توبہ نہ کی جائے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا ہے[3]۔تاہم مالک الملک اپنے فضل وکرم

---

[1]..... (بیضاوی مع حاشیة القونوی ص۱۶۵ ج۱۹ سورة تحریم الآیة ۸، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تفسیر مظهری ص۹/۳۴۵، سورۂ تحریم آیت:۸، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، روح المعانی ص۲۸/۱۶۰، سورۂ تحریم آیت:۸، مطبوعه مصطفائیه دیوبند.

[2]..... یاایها الذین آمنوا توبوا الی اللّٰه توبة نصوحا (سورۂ تحریم آیت:۸) اتفقوا علی ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تاخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة (نووی علی مسلم ص۲/۳۵۴، اول کتاب التوبة، مکتبه بلال دیوبند، روح المعانی ص۲۸/۱۵۹، سورۂ تحریم آیت:۸، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

[3]..... قال الطیبی والتوبة فی الشرع ترک الذنب لقبحه والندم علی مافرط منه والعزیمة علی ترک المعاودةمرقاة شرح مشکوٰه ص:۶۰، ج۳، اول باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی. نووی علی مسلم ص۲/۳۵۴، اول کتاب التوبة، مکتبه بلال دیوبند، طیبی ص۵/۹۷، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الاول، مطبوعه زکریا دیوبند.

سے جس کے گناہ بغیر توبہ ہی کسی عمل پر معاف فرمادے تو وہ فضل ہے وہ کسی ضابطہ کا پابند اور مجبور نہیں، انسان پابند ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گناہ کبیرہ پر اصرار

سوال:۔ کوئی شخص گناہ کبیرہ کا کئی مرتبہ مرتکب ہوا یا کبیرہ کو کبیرہ سمجھتا ہے استخفاف یا استحباب کبیرہ اس سے نہیں پایا جاتا ہر دفعہ بعد از ارتکاب توبہ واستغفار کر لیتا ہے، مگر شہوات نفسانی میں مغلوب ہوکر بارہا اس سے وہ کبیرہ سرزد ہوجاتا ہے اس کو مصر علی الکبیرہ کہا جاویگا اوراس سے اس کا نکاح ٹوٹ جاوے گا اور مصر علیٰ الکبیرۃ شرعاً کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب تک گناہ کو حلال سمجھ کر یا بہ نیت استخفاف بالدین نہ کیا جاوے تو اس سے شرعاً ایمان سلب نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور مؤمن ہے اوراس کا نکاح بھی نہیں ٹوٹا ''والکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولاتدخله فی الکفر قال التفتازانی تحته ومجرد الاقدام علیٰ الکبیرة لغلبة شهوةٍ اوحمیة اوانفة اوکسل خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علیٰ التوبة لاینافیه (ای الایمان)نعم اذاکان بطریق الاستحلال والاستخفاف کان کفراً لکونه علامة للتکذیب''[2] شرح عقائد نسفی، ص۸۳/ تفسیر فتح العزیز، ص۳۱۰/ میں اس

---

[1]..... لان العمل الصالح لیس بموجب للجزاء بل الجزاء بفضل اللّٰه ورحمته (الی قوله) جاز عندنا غفران الکبیرة بدون التوبة الخ، شرح فقه اکبر ص: ۱۹۱، بحث التوبة. مطبوعه مجتبائی دهلی، ویغفر مادون ذالک لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبة او بدونها (شرح عقائد ص ۱۱۲، مبحث الکبیرة، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

[2] شرح عقائد نسفی ص۱۰۶/ یاسر ندیم اینڈ کمپنی.

مسئلہ کو بسط کے ساتھ بیان کیا ہے[1] اصرار کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بعد نادم ہو کر توبہ نہ کرے ،اگر گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کر لی لیکن غلبہ شہوۃ کی وجہ سے پھر گناہ صادر ہو گیا تو اس کو اصرار نہ کہیں گے "من اتبع ذنبه بالاستغفار فليس بمصر عليه وان تكرر منه. (مجمع البحار[2] ص ۲۴۲/ ج ۲/ والبسط فی رسالة المعاصی من الرسائل الزينية ص[3] ۳۵۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جیسا گناہ ویسی توبہ

سوال:- اتنے گناہ ہو گئے کہ اس کو عذاب کا ڈر ہے؟ ایسی صورت میں اگر کچھ روپیہ خیرات کر دے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

روپیہ خیرات کرنا تو خیر ہی خیر ہے[4]، لیکن گناہوں سے توبہ ضروری ہے اور ہر قسم کے

---

[1] ودر حدیث شریف وارد است کہ اگر بندہ از سر صدق توبہ وندامت میکند از گناہی حق تعالیٰ آنرا قبول فرماید اگر چہ در یک روز آں گناہ را ہفتاد بار مرتکب گردد، (تفسير فتح العزيز فارسی ص ۳۱۰/ جزالم آيت ۵۴/ مترجم سوره بقره ص ۱۵۳، مكتبه رحيميه ديوبند)

ترجمہ:- حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اگر بندہ گناہ سے پکی سچی توبہ کرتا ہے اور نادم ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں، اگر چہ ایک دن میں اس گناہ کا ستّر بار مرتکب ہوا ہو۔

[2] مجمع بحار الانوار ص ۳/۳۱۱، حیدر آباد، تحت ماده صرر، مرقاة ص ۶۷، ۳/۶۸، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثانی، مطبوعه بمبئی.

[3] الثالثة تصح التوبة عنه ولو بعد نقضها مرارا، رسائل زينية ص ۹۸، مطبوعه كراچی،

[4]..... عن مرثد بن عبد الله حدثنی بعض اصحاب رسول الله ﷺ انه سمع رسول الله ﷺ يقول ان ظل المؤمن يوم القيامة صدقته، رواه احمد (مشكوة شريف ص ۱۷۰، باب فضل الصدقة، الفصل الثالث، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

گناہوں سے توبہ اسی کے موافق ہوگی[1] مثلاً زکوٰۃ، نماز، روزہ اگر ذمہ میں ہوں تو قضا بھی لازم ہے[2] کسی کا مالی حق ہوتو اس کا ادا کرنا یا معاف کرانا ضروری ہے[3]، غرض جیسا گناہ ویسی توبہ ضروری ہے۔ اللہ پاک سے توبہ قبول کرنے کی امید ہے۔ وہ مغفرت فرمانے والا ہے۔ یہ یقین پورے وثوق کے ساتھ رکھا جائے۔ ''اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ، الآیۃ[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

توبہ سے حقوق العباد کی معافی

سوال:۔ کوئی شخص برا کام کرتا ہے چوری بھی کی اور برا فعل عورت سے کیا اور لڑکوں سے اور حیوان سے کیا، اور ہاتھ ادھار لے کر نہ دیا، اب اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ ان سب

---

[1]..... التوبة على حسب الجناية، هدايه ص: ۱۷۴، ج:۳، كتاب الرجوع عن الشهادة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2]..... وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۵۲۴ ج ۲ باب قضاء الفوائت، هندية كوئٹه ص ۱۲۱/۱، الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت، بحر كوئٹه ص ۲/۷۹، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت، شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[3]..... واما حقوق الادميّين فلابُدَّ من ايصالهاالى مستحقيها فان لم توصل الى اربابها لم يتخلص من ضرر ذلك الذنب الا بتركهٖ الخ، المفهم شرح مسلم ص ۷۱ ج ۷ كتاب الرقاق، باب وجوب التوبة وفضلها. مطبوعه دارابن كثير بيروت، وان كانت عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الاموال فيتوقف صحة التوبة منها مع ماقد مناه فى حقوق الله على الخراج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فى الحال او الاستقبال بان يتحلل منهم او يردها اليهم او الى من يقوم مقامهم من وكيل او وارث (شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند، رياض الصالحين ص ۱۰، ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دارالمامون للتراث دمشق.

[4]..... سوره طهٰ آیت: ۸۲، **ترجمہ**: اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں (بیان القرآن)

کاموں سے توبہ کرلوں کیا وہ ان عیبوں سے پاک ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جن کالیکرنہیں دیا ان کا قرض ادا کرے، جنکا مال چرایا ہے ان کا واپس کرے، اور اپنے گذشتہ گناہوں کی انتہائی پشیمانی اور عاجزی کے ساتھ اللہ پاک سے معافی چاہے، روئے گڑگڑائے اورآئندہ کو پختہ عہد کرے کہ کوئی گناہ نہیں کریگا، انشاء اللہ سب خطائیں معاف ہوجائیں گی، اورتوبہ قبول ہوگی۔ ”**قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ من یعمل سوءً اویظلم نفسہ ثم یستغفر اللّٰہ یجد اللّٰہ غفوراً رحیما**[1]

”**قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوامن رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم**“[2]

وجاء فی الحدیث التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ[3] حقوق العباد ذمہ میں باقی رہتے ہوئے محض اللہ پاک کے سامنے زبان سے توبہ کرنا کافی نہیں بلکہ یا وہ حقوق ادا کرے یا

---

[1]..... **سورۂ نساء الآیۃ ۱۱۰،**

(**ترجمہ**) اور جوشخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی رحمت والا پاوے گا (بیان القرآن)

[2]..... **سورۂ زمر الآیۃ ۵۳،**

(**ترجمہ**) آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادیگا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔ (بیان القرآن)

[3]..... **فی حدیث عبداللّٰہ بن مسعود مرفوعاً التائب الخ، ابن ماجۃ ص ۳۱۳/ باب ذکر التوبۃ، مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند، مشکوٰۃ ص ۲۰۶، باب الاستغفار والتوبۃ، الفصل الثالث، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)**

صاحب حق سے معاف کرائے بغیر اس کے وہ حقوق معاف نہ ہوں گے[1] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۲۸ رصفر ۵۸ھ

حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا

سوال:- بکر کے ساتھ ظلم وستم لوٹ مار تو زید کرے جب تک بکر معاف نہیں کرے گا تو کیا خدا معاف کردے گا۔ شریعت خدا اور رسول کا کیا حکم ہے کرنے والے یا کرانے والے کو ایک ہی گناہ ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

قانون یہی ہے کہ حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... وان كانت مما يتعلق بالعباد فتتوقف صحة التوبة منها على ان يتحلل اويردها اليهم (ملخصاً شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بيان اقسام التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند، رياض الصالحين ص ۱۰، ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دارالمامون للتراث دمشق)

[2]..... اعلم ان ظاهر الحديث يفيد غفران الصغائر والكبائر السابقة لكن الاجماع ان المكفرات مختصة بالصغائرعن السيئات التى لاتكون متعلقة بحقوق العباد من التبعات فانه يتوقف على ارضائهم الخ مرقاة شرح مشكوٰة ص ۱۶۸ ج۳ كتاب الحج، الفصل الاول. مطبوعه اصح المطابع بمبئى، وفى روضة العلماء الزانى اذا تاب تاب الله وصاحب الغيبة اذا لم يتب الله عليه حتى يرضى عنه خصمه (شرح فقه اكبر ص ۱۹۵، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند، رياض الصالحين ص ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دمشق.

خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لیکر معاف کرنا

سوال:- جہاں خدا اور رسول کا واسطہ مانگنے پر معافی نہ ہو سکے وہاں چند روپے دے کر معاف کر دیا آپ اس بارے میں کیا صلاح دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی شخص سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معافی مانگے تو اعلیٰ بات یہ ہیکہ اسکو معاف کر دیا جائے خاص کر جبکہ وہ اللہ کے واسطے معافی مانگے **ولیعفوا ولیصفحوا**[1] (الآیۃ) خدا کے نام پر معافی مانگنے سے معاف نہ کرنا اور روپئے لے کر معاف کرنا بڑی پست حوصلگی کی بات ہے، البتہ اگر کسی نے مال نقصان کیا ہو تو اس نقصان کا معاوضہ لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گناہ کی توبہ خدا کے سامنے ہو یا چودھریوں کے

سوال:- زید سے ایک گناہ سرزد ہوا اس پر لوگوں نے اس سے قطع تعلق کر دیا بعدازاں زید نے ایک معتبر عالم کے سامنے توبہ کی اور اپنے فعل پر نادم ہوا اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ لیکن چودھری لوگ مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ برادری سے معافی

---

[1]..... سورۃ نور، پ ۱۸، آیت: ۲۲، **ترجمہ**: چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگذر کر دیں (شیخ الہند)

[2]..... وان كانت المعصية تتعلق بآدمي فشروطها اربعة هذه الثلاثة وان يبرأ من حق صاحبها فان كانت مالا او نحوه رده اليه الخ، (رياض الصالحين ص ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دمشق، شرح فقه اكبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

مانگے تو برادری میں اور ہنگامہ پیدا ہواور لوگوں کو چودھری منع کرتے ہیں کہ اس سے میل جول نہ کریں۔ جبکہ وہ توبہ کر چکا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر برادری کا گناہ نہیں کیا تو برادری یا چودھریوں سے معافی مانگنا ضروری نہیں۔ چودھریوں کا مطالبہ غلط ہے۔ خدائے پاک سے سچے دل سے نادم ہوکر معافی مانگنا ضروری ہے[1] برادری نے اگر قطع تعلق اس لئے کیا ہے کہ اصلاح ہو جائے اور اب برادری کو ظنِ غالب حاصل ہوگیا کہ زید کی اصلاح ہوگئی اور وہ واقعی نادم ہے سچی توبہ کر چکا ہے آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ توبہ کے آثار (ندامت واصلاح) اس پر ظاہر ہوگئے ہیں تو اب اس سے قطع تعلق کو ختم کر دیا جائے[2] چودھری اگر واقعۃً مضحکہ اڑانے کیلئے معافی مانگنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ ان کی زیادتی ہے ان کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... ثم ان الذنب الذی یتاب منه اما حق اللّٰه تعالیٰ واما حق لغیره فحق اللّٰه تعالیٰ یکفی فی التوبة منه الترک الذی ذکرناه الی قوله واما حقوق الادمیین فلا بُدَّ من ایصالها الی مستحقیها الخ المفهم شرح مسلم ص ۷۱ ج۷ کتاب الرقاق. باب وجوب التوبة وفضلها. مطبوعه دارابن کثیر بیروت، فان کانت المعصیة بین العبد وبین اللّٰه تعالیٰ فلها ثلاثة شروط احدها ان یقلع عن المعصیة، الثانی ان یندم علی فعلها والثالث ان یعزم ان لا یعود الیها ابدا (ریاض الصالحین ص ۱۰، ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دمشق، شرح فقه اکبر ص ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

[2]..... وهو دلیل علی وجوب هجران من ظهرت معصیته فلا یسلم علیه الاان یقلع وتظهر توبته الخ المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج۷ کتاب الرقاق. باب یهجر من ظهرت معصیته الخ دارابن کثیر بیروت، مرقاة ص ۷۱۶/۴، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ، مطبوعه بمبئی، طیبی ص ۲۴۳/۹، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ، زکریا دیوبند.

[3]..... یاایها الزین آمنوا لایسخر قوم من قوم عسی ان یکونا خیرا منهم (سورۂ حجرات آیت: ۱۱)

معصیت بنفسہ کیا ہے

سوال: -بنفسہ معصیت کون سی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

جوشئ اصالۃً معصیت ہے محض کسی عارض کی وجہ سے معصیت نہ ہو جیسے زنا کہ محض حق غیر کی بناء پر معصیت نہیں ورنہ بلا شوہر والی سے بحالت رضا مندی درست ہوتا اور شوہر والی سے باجازت شوہر درست ہوتا[1] اور جو روپیہ کہ زید کے پاس ہے اس کی حرمت حق زید کی بناء پر ہے اگر اس روپیہ کو زید کی رضا مندی سے کسی اپنے حق کے عوض میں وصول کرے تو جائز ہے بلا حق بلا اجازت لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

خودکشی

سوال: -اگر کوئی خودکشی کو حرام سمجھتے ہوئے خودکشی کر ڈالے تو اس کو کیسا گناہ ہوگا اور

---

[1]..... النهي نوعان نهي عن الافعال الحسية كالذنا وشرب الخمر والكذب والظلم (الى قوله) وحكم النوع الاول ان يكون المنهي عنه هو عين ماورد عليه النهي فيكون عينه قبيحا فلا يكون مشروعا اصلا (اصول الشاشي ص ۴۶، فصل في النهي، مطبوعه امداديه ديوبند، نور الانوار س ۶۶، مبحث النهي، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[2]..... لا يحل مال امرا الا بطيب نفس منه (مشكوة ص ۲/۵۵، باب الغصب والعارية، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، شعب الايمان للبيهقي ص ۲/۷۶۹، الباب الثامن والثلاثون في قبض اليد عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه، مسند احمد ص ۵/۷۲، مسند عم ابي حرة الرقاشي، مطبوعه دارالفكر بيروت.

عنداللہ اس کی بخشش کی امید ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

خودکشی حرام ہے[۱] لیکن جب کوئی اسکوحرام سمجھ کر کرتا ہے اور عقاب کا خوف بھی اسکو ہے تو انشاء اللہ مغفرت کی امید ہے۔ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشآء الآیۃ[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف ۶ رصفر ۵۳ھ

خودکشی کی سزا

سوال:- اگر کوئی شخص کسی بناء پر خودکشی کر لے (نعوذ باللہ) تو اس کو کفار کی طرح دائمی عذاب ہوگا یا کبھی نجات کی امید کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو نجات کی امید ہے، دائمی عذاب کفار کے لئے ہے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱]..... واما احکام الاحادیث ومعانیھا ففیھابیان تحریم قتل نفسه (شرح نووی علی مسلم ص۷۳ ج ۱، کتاب الایمان، بیان غلظ تحریم قتل الانسان بنفسه الخ، فتح الباری ص۵۹۳، ج۳، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس، مطبوعه دارالفکر بیروت، عمدة القاری ص ۱۹۱ ج۴، الجزء الثامن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس الخ، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۱۶ ج۵، سورۂ نساء آیت: ۲۹، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند.

[۲]..... سورة النساء آیت: ۴۸، **ترجمه**: اوراس کے سواء اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے (از بیان القرآن) **(حاشیہ نمبر: ۳/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

خودکشی کا گناہ

سوال: -خودکشی کرنے والے کا کیا حکم ہے اور آخرت میں اس کا کیا عذاب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خودکشی کبیرہ گناہ ہے[1] سخت عذاب کا موجب ہے مگر جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اس کے لئے کبھی کبھی نجات کی صورت ہو ہی جائے گی۔ جس آلہ سے خودکشی کی ہے وہی آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اپنے کو مارتا ہوا اٹھایا جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... ان مذهب اهل السنة وما عليه اهل الحق من السلف والخلف ان من مات موحدا دخل الجنة قطعا الى قوله فلا يخلد فى النار احد مات على التوحيد ولو عمل من المعاصى ما عمل كما انه لايدخل الجنة احد مات على الكفر ولوعمل من اعمال البر ما عمل الخ، (نووى على مسلم شريف ص ۴۱/۱، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة، مطبوعه رشيديه دهلى)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... واما احكام الاحاديث ومعانيها ففيهابيان تحريم قتل نفسه (شرح نووى على مسلم ص۷۳ ج۱، كتاب الايمان، بيان غلظ تحريم قتل الانسان بنفسه الخ، فتح البارى ص۵۹۳، ج۳، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قاتل النفس، مطبوعه دارالفكر بيروت، عمدة القارى ص۱۹۱ ج۴، الجزء الثامن، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قاتل النفس الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت، روح المعانى ص۱۶ ج۵، سورۂ نساء آيت: ۲۹، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائية ديوبند.

[۲]..... عن ابى هريرةؓ اراه رفعه قال من قتل نفسه بحديدة جاء يوم القيامة وحديد ته فى يده يتوجأ بها بطنه فى نارجهنم خالداً مخلدا ابدا الحديث ترمذى شريف ص۲۵ ج۲ (مطبوعه رشيديه دهلى) ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زہر ملی ہوئی تاڑی پینے سے کیا خودکشی کا گناہ ہے

سوال:- زید کو کوئی نشہ کی چیز پینے کی عادت ہے (مثلاً تاڑی) ایک مرتبہ کسی نے اس تاڑی میں زہر ملا کر دیدیا، جس کو پی کر زید کا انتقال ہوگیا، تو اب خودکشی کا گناہ کس پر ہے، اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس عادی معصیت کے باوجود صورت مسئولہ میں زید خودکشی کا گنہگار نہیں، **لعدم قصوره وعدم علمه.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافر کو قتل کرنا

سوال:- (۱) مطلقاً کافر کو جان سے مار دینے کی وجہ سے آخرت میں پکڑ ہوگی یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....ابواب الطب، باب من قتل نفسه بسم اوغيره. مسلم شريف ص ۷۲ ج ۱، كتاب الايمان، بيان غلظ تحريم قتل الانسان تفسه، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، بخارى شريف ص ۱۸۲ ج ۱، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى قاتل النفس، مطبوعه اشرفى ديوبند.

ترجمه :حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اور وہ اس حدیث کو مرفوع کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لوہے سے اپنی جان ہلاک کی وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اسے ہمیشہ اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا اور دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما، و من يفعل ذلك عدوانا وظلما فسوف نصليه نارا وكان ذٰلك على الله يسيرا، سورة النساء الآية ص ۲۹، ۳۰، وقيد الوعيد بذكر العدوان والظلم ليخرج منه فعل السهو والغلط والجهل المعذور به، الزواجر عن اعتراف الكبائر ص ۷۰۲، ۳/۷۰۳، الكبيرة الرابعة عشرة بعد الثلاث، مائة قتل الانسان لنفسه، مطبوعه نزار مصطفى الباز مكه مكرمه.

(۲) ایک کافر ہے جو مسلمانوں کو بہت ستاتا ہے اور ایک مسلمان کو قتل بھی کر چکا ہے۔ اب اگر کوئی اس کو جان سے ماردے تو کیا آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) بغیر جرم کے ہرگز اسکی اجازت نہیں ایسا کرنے سے آخرت میں اسکی پکڑ ہوگی[۱]۔

(۲) کیا اس کافر نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے۔ اگر قتل کیا بھی ہو تب بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینا خلاف قانون ہے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے اس کے ظلم کو ثابت کر کے اس کو سزا دلوائی جائے اس کو اگر خود قتل کر دیا تو پھر خدا جانے کتنے ناکردہ گناہ قتل کئے جائیں گے۔ ان کے قتل کا وبال کس پر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زنا اور تکبر میں سے کون سا گناہ بڑا ہے؟

سوال:- زید کھلم کھلا زنا کاری کرتا ہے، اور اس کے گھر کی عورتیں بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ ان عورتوں کو بھی تنبیہ نہیں کرتا خوب مل جل کر رہتا ہے اور دوسرا شخص بکر ہے جو نہایت متکبر ہے اور لوگوں پر حد درجہ مظالم کرتا ہے، اس کے خلاف کوئی ایک لفظ نہیں کہہ سکتا۔ تو مذکورہ ان دونوں میں کیا فرق ہے باعتبار گناہ کے اور ان سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی پوچھے کہ خنزیر کا پیشاب زیادہ نجس ہے یا پاخانہ، ظاہر

---

[۱]..... عن عبد الله بن عمر وعن النبی ﷺ قال من قتل نفسا معاهدة لم يرح رائحة الجنة (بخاری شریف ص ۱۰۲۱/۲، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، مطبوعه اشرفی دیوبند)

ہے کہ دونوں ہی قابل پرہیز ہیں۔ایک کو بھاری بتا کر دوسرے کو ہلکا نہیں قرار دیا جاسکتا۔

زنا کرتے وقت ایمان کا نکل جانا حدیث شریف میں مذکور ہے[۱]، مگر جب خاتمہ ایمان پر ہوتو زنا کے باوجود کبھی نہ کبھی دخول جنت ضرور ہوگا[۲]۔ جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک جلا جلا کر اس کا تکبر نہیں نکال دیا جائے گا[۳]۔ اللہ سبھی معاصی سے محفوظ رکھے۔ان میں سے ہر ایک کی اعانت حرام ہے[۴]۔ اگر ترکِ تعلق کے ذریعہ اصلاح اور اپنی حفاظت ہوسکتی ہوتو ترکِ تعلق کردیا جائے اور اگر برقرار رکھ کر نرمی یا سختی سے اصلاح ہوسکتی ہوتو اس کو اختیار کیا جائے۔غرض مقصود اصلاح ہے اس کو ذاتی تعلقات کے پیشِ نظر ہر

۱..... عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا زنی العبد خرج منه الايمان فكان فوق رأسه كالظلة فاذا خرج من دلک العمل رجع اليه العمل. مشكوٰة شريف ص ۱۸ باب الكبائر، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر سر کے اوپر سایہ کی طرح رہتا ہے جب وہ اس عمل سے الگ ہوتا ہے تو اس کے پاس لوٹ جاتا ہے۔

۲..... ففيه اشارة الى ان عاقبته دخول الجنة وان كان له ذنوب جمّة لكن امره الى اللّٰه ان شاء عفاعنه وادخله الجنة وان شاء عذبه بقدر ذنبه ثم ادخله الجنة. (مرقاة شرح مشكوٰة ص ۸۶ ج ۱ كتاب الايمان، الفصل الثانی، تحت حديث ما من عبد قال لا اله الا اللّٰه الخ. مطبوعه اصح المطابع بمبئی. نووی علی مسلم ص ۱/۴۱، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند)

۳..... لا يدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من كبر وفی المرقاة معنى هٰذا الحديث انه لايدخل الجنة مع الكبر بل يصفى منه ومن كل خصلة مذمومة امابا لتعذيب اوبعفو اللّٰه ثم يدخل الجنة مرقاة شرح مشكوة ص ۷۵۰ ج ۴ باب الغضب والكبر، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، طيبی شرح مشكوة ص ۹/۲۵۰، باب الغضب والكبر، الفصل الاول، مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

۴..... ولاتعاونوا على الاثم والعدوان، سوره مائده آيت: ۲، **ترجمہ**: گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔(از بیان القرآن)

گزترک نہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

پتلا جلانا

سوال:- ہڑتال یا غیر ہڑتال میں کسی مسلم غیر مسلم کا پتلہ بنا کر پورے علاقہ میں مع جلوس نکال کرنا گفتہ بہ نعرے لگانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

پتلہ بنانا اوراس کو جلانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے اس سے بچنا واجب ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

بھاوج سے زنا

سوال:- بڑی بھاوج سے جبراً صحبت کی اور کہا کہ ہم دونوں بھائی تجھ کو ہی رکھیں گے۔ چار آدمیوں میں جب اس کا تذکرہ ہوا تو باپ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے دیور بھاوج میں

---

[1]..... **ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. سورة نحل** آیت: ۱۲۵، **ترجمہ**: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اوراچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اوران کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔ از بیان القرآن

[2]..... **من تشبه بقوم فهو منهم الحدیث مشکوٰه شریف ص ۳۷۵ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب اللباس، الفصل الثانی**، ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت کی تو وہ انہی میں سے ہے۔

ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

زنا حرام ہے۔[۱] بھائی کی بیوی سے اور بھی قبیح ہے۔[۲] شوہر کے والد کا یہ جواب کہ دیور بھابھی میں ایسا ہو ہی جاتا ہے یہ انتہائی بے غیرتی کا جواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشت زنی

سوال:- ایک شخص مشت زنی کرتا ہے اس کی شادی نہیں ہوئی عمر رسیدہ شخص ہے۔ ایک شخص کی شادی ہو چکی ہے وہ بھی اس لعنت میں مبتلا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حدیث شریف میں اس فعل کی مذمت آئی ہے۔ بعض روایات میں اس فعل کے کرنے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔[۳] جس کی شادی ہو چکی ہے اور بیوی سے صحبت کرنے کا موقع بھی

---

[۱]..... ان الزنا حرام فی جمیع الادیان والملل. شامی زکریا ص۷ ج۶، کتاب الحدود، مطلب الزنا شرعا لا یختص بما یوجب الخ، بحر کوئٹہ ص۴/۵، کتاب الحدود، فتح القدیر ص ۲۱۱/۵، کتاب الحدود، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

[۲]..... عن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ ﷺ ای الذنب اعظم عند اللہ ان تجعل للہ ندا (الی قولہ) قلت ثم ای قال ان تزانی حلیلة جارک (مسلم ص۶۳/۱) معنی تزانی ای تزنی بھا برضاھا وذالک یتضمن الزنا وافسادھا علی زوجھا واستمالة قلبھا الی الزانی وذلک افحش وھو مع امرأة الجار اشد قبحا واعظم جرما (نووی علی مسلم ص۶۳/۱، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب، مکتبہ بلال دیوبند)

[۳]..... ناکح الید ملعون. کشف الخفاء ص۳۲۵ ج۲، مطبوعہ احیاء التراث بیروت، رقم الحدیث: ۲۸۳۸، ومن الناس من ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس کو ہے تو اس کے لئے یہ فعل زیادہ شنیع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

زنا، لواطت، مشت زنی منع ہے

سوال: -عمر کہتا ہے کہ زنا کاری اور لواطت گناہ ہے مگر مشت زنی جائز ہے زید کہتا ہے کہ مشت زنی بھی حرام ہے عمر کہتا ہے کہ مشت زنی بوقت مجبوری جائز ہے تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زنا کاری اور لواطت دونوں چیزیں حرام ہیں[1]۔ مشت زنی بھی حرام ہے لیکن اس کی حرمت ان دونوں کی حرمت سے کچھ کم ہے جس پر شہوت کا غلبہ ہو اور ان دونوں حرکتوں میں سے کسی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور وہ ان سے محفوظ رہنے کے لئے مشت زنی سے کام لے لے جس سے تسکین شہوت ہو کر زنا کاری ولواطت سے محفوظ ہو جائے تو اس کا معاملہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....استدل علی تحریمه بشیء آخر نحو ماذکره المشائخ من قوله ﷺ "ناکح الید ملعون" وعن سعید بن جبیرؓ عذب الله تعالیٰ امة کانوا یعبثون بمذاکیرهم وعن عطاء سمعت قوما یحشرون وایدیهم حبالی واظن انهم الذین یستمنون بایدیهم (روح المعانی ص ۱۱، ج۱۸، سورۂ مؤمنون آیت:۷، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند، تفسیر مظهری ص ۶/۳۶۵، سورۂ مؤمنون آیت:۷، مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... ان الزنا حرام فی جمیع الادیان والملل (شامی زکریا ص۶/۷، کتاب الحدود، مطلب الزنا شرعا لا یختص بما یوجب الخ، بحر کوئٹه ص۵/۴، کتاب الحدود، فتح القدیر ص ۵/۲۱۱، کتاب الحدود، مطبوعه دارالفکر بیروت.

اہون ہے۔امید ہے کہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب شمار نہ ہوگا۔ کذافی ردّ المحتار[1]۔ لیکن محض استلذاذ کی خاطر مشت زنی کا ارتکاب ہرگز نہ کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دشمن کے اندیشہ سے بیوی کو قتل کر دینا

سوال:۔دوآدمیوں پر کافر حملہ زن ہیں یعنی میاں اور بیوی پر،عورتوں کی اکثر عادت وحالت ہوتی ہے کہ زیادہ چلنے و بھاگنے سے مجبور ہوتی ہیں، مایوس ہوکر اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھ کو قتل کر دے تاکہ میں ان کافروں کے شر سے بچوں تمہارے اوپر کسی قسم کا مطالبہ نہیں؟

میاں نے اس بیوی کو قتل کر دیا،اب شریعت کا اس خاند پر کیا حکم ہے،''مخلد فی النار'' ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قتل حرام ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... الا ستمناء حرام ای بالکف اذا کان لاستجلاب الشهوة اما اذا غلبته الشهوة، وليس له زوجة ولا أمة ففعل ذالک لتسکینها فالرجاء انه لا وبال عليه الى ماقال وفى البحر حرمتها (ای اللواطة) اشد من الزنا الخ (الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۲،۳۸ج۶، مطبوعه کراچی ص۲۷ ج۴، کتاب الحدود، مطلب فی حکم اللواطة، بحر کوئٹه ص ۱۶/۵، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد، ومالایوجبه، فتح القدیر ص ۳۳۰/۲، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2]..... عن عبداللّٰه بن مسعود قا ل قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لايحل دم امرئ مسلم يشهد ان لااله الا اللّٰه وانی رسول اللّٰه الا باحدى ثلث النفس بالنفس والثيب الزانی والمارق لدينه التارک للجماعةمشکوٰة شريف ص ۲۹۹/ مطبوعه ديوبند، کتاب القصاص.

جائداد کے لئے کسی کو قتل کرنا

سوال:۔زید نامرد ہے، جس میں مردانگی کی قوت بالکل نہیں ہے، اس کے پاس اچھی خاصی جائداد تھی، بکر کی ایک بہن تھی، جس کا شوہر زندہ ہے، اوراس کے دو بچے ہیں، شوہر اپنی بیوی کے تمام حقوق ادا کرتا رہا، لیکن بکر نے زبردستی اپنی بہن کی طلاق لے لی، اوراس خیال سے کہ زید جو نامرد ہے، اس سے اپنی بہن کی شادی کر کے جائداد حاصل کر لے، بہر حال بکر نے اپنی بہن ہندہ کا نکاح زید سے کردیا، چند ہی دنوں کے بعد زید مرگیا، اب جائداد دستور ہند کے مطابق پوری کی پوری ہندہ کی ہوتی ہے، لیکن شریعت چوتھائی کی اجازت دیتی ہے، مقدمات میں ہندہ کی ڈگری مسلسل ہوتی جارہی ہے، زید کا بھائی خالد شریعت اور پنچایت سے چوتھائی حصہ دے رہا ہے، ہندہ پورا حصہ لینا چاہتی ہے، یعنی مکمل جائداد لینا چاہتی ہے، خالد اوراس کے جتنے ہم خیال لوگ ہیں، انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہندہ کو قتل کردیا جائے، تو سارا معاملہ درست ہوجائے، تو سوال یہ ہے کہ ہندہ کا قتل کرنا ازروئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟ جبکہ کوئی اور شکل سمجھ میں نہیں آتی، اور یہ بھی امکان ہے کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائے، ہندہ کے قتل پر سب نزاع اور فتنہ ختم ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ہندہ کو قتل کرڈالنا ہرگز جائز نہیں، بالکل حرام ہے، اس کی سزا جہنم ہے[1]، جبکہ قانونی طور پر ہندہ کی ڈگری ہوگئی، تو ہندہ کے مرنے پر کیا وہ جائداد خالد کو مل جائے گی، جبکہ وہی ہندہ

---

[1]..... ومن يقتل مؤمنا متعمداً فجزاء ه جهنم خالداً فيها الآية. سورة النساء آيت ۹۳/

ترجمہ:-اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے، کہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔الخ (از بیان القرآن)

کا قاتل ہوگا، جائداد تو کیا ملتی البتہ پھانسی کی سزا ممکن ہے، جو یہاں مل جائے، اور آخرت کی سزا مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۹/۹۱ھ

قاتل ومقتول ہر دو کے لئے جہنم کی وعید کب ہے؟

سوال:- اگر کوئی شخص ناحق کسی کو دباوے حتی کہ اس کو جان سے مارنے کے لئے تیار ہو جائے تو مقتول جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟ مقتول کن حالات میں جہنمی ہوگا؟ اور قاتل کن حالات میں؟ اور کہاں صبر جائز ہوگا اور کہاں سختی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حمیت جاہلیت کی وجہ سے جب دو شخص قتال کریں اور ہر ایک دوسرے کو قتل کرنے کا عزم رکھتا ہو تو قاتل ومقتول دونوں کے لئے جہنم کی وعید ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۹۵ھ

---

[1]..... اذا التقی المسلمان بسیفهما فالقاتل والمقتول فی النار قلت یارسول اللّٰه هٰذا القاتل فما بال المقتول قال انه کان حریصاً علی قتل صاحبه الحدیث، بخاری شریف ص ۹ ج ۱، مطبوعه اشرفی دیوبند، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاهلیة الخ، وهو ایضاً محمول علی غیر المتأول کمن قاتل لمعصیة اوغیرها مما یشبهها (عمدة القاری ص ۲۱۲ ج ۱ طبع دارالفکر)

ترجمہ: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے آمنے سامنے ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ قاتل تو ٹھیک ہے۔ مگر مقتول کا کیا حال ہے آپؐ نے فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے حریف کے قتل کا حریص تھا۔

مقتول اور قاتل کی مدد کرنا

سوال:- ایک مسلمان کو چند مسلمانوں نے مل کر قتل کر دیا، اب چند مسلمان قاتلوں کی جانی و مالی امداد کر رہے ہیں، ان کیلئے کیا حکم ہے؟ جبکہ مقتول بظاہر بے گناہ ہے، ایسی صورت میں قاتل کی مدد کی جائے یا مقتول کے ورثاء کی مدد کی جائے۔ از روئے شرع جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

ناحق قتل کرنا جرمِ عظیم ہے[1] ظلم کا ساتھ دینا اور اس کی مدد کرنا بھی سخت گناہ ہے۔ لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ تَعَاوَنُوا علی البرّ والتقویٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الاِثْمِ وَالْعُدْوَان، الآیۃ[2] اس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ مظلوم کی مدد کرنا حسب حیثیت لازم ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما (سورۂ نساء آیت:۹۳) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق الحدیث شریف مشکوٰۃ شریف ص۱۷، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول،

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ وہ کیا ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا، جادو، کسی ایسی جان کا ہلاک کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ الخ۔

[2]..... سورۃ المائدۃ آیت: ۲، **ترجمہ**:- نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

(حاشیہ:۳/اگلے صفحہ پر)

قاتل کی مدد کرنا

سوال:- زید نے عمر کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، جس کا سبب کچھ زمین کا جھگڑا ہے اور اب قتل ہو جانے کے بعد زید پریشان ہیکہ مغفرت کی کیا شکل ہو، تو کیا ایسے شخص کی مغفرت ہونے کی کوئی شکل ہے؟ ایسے شخص کی بعد القتل رہائی کی کوشش کرنا اور مدد کرنا کہ کسی طرح چھوٹ جائے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آجائے شرعاً درست ہیکہ نہیں؟ جو فعل اس سے صادر ہوا ہے وہ مقتول کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر ہوا ہے تو کیا ایسی شکل میں اس مدد کرنیوالے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مقتول کے واسطے دعائے مغفرت، ایصال ثواب اور اس کے بچوں کی اعانت (امداد) دلجوئی کرتا رہے، زیادہ سے زیادہ ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول رہے۔ حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ وہ اس جرم عظیم میں تخفیف فرمائے گا۔ وہ اس مرحوم مقتول کو اپنے خزانۂ غیب سے بہت کچھ دیکر راضی فرما دے تو کیا بعید ہے[1]۔ جس طرح مقتول کے ساتھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳]..... عن البراء بن عازبؓ قال امرنا رسول الله ﷺ بسبع ونهانا عن سبع فذكر عيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس ورد السلام ونصر المظلوم (بخاری ص ۱/۳۳۱، ابواب المظالم، باب نصر المظلوم، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند، قال العلماء نصر المظلوم فرض واحب على المؤمنين على الكفاية فمن قام به سقط عن الباقين ويتعين فرض ذالک على السلطان ثم على من له قدرة على نصرته (عمدة القاری ص ۶/۲۹۰، الجزء الثانی عشر، ابواب المظالم، باب نصر المظلوم، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح القدیر ص ۵/۳۸۸، ابواب المظالم، باب نصر المظلوم، مطبوعه دارالفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱]..... ان كانت المظالم فى الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فى التوبة فيها ان يخبر اصحابها بما قال من ذالک ويتحلل منهم (الى قوله) فان عجز عن ذالک كله بان كان صاحب الغيبة ميتا او غائبا مثلا فليستغفر الله والمرمن فضله ان يرضى خصمائه من خزائن احسانه فانه جواد كريم رؤوف رحيم (شرح فقه اكبر ص ۱۹۵، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کے ساتھ بھی ہمدردی کا حکم ہے۔ اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکے۔ **کما وردفی الحدیث: انصر اخاک ظالماً او مظلوماً**[1] اس پر دریافت کیا گیا کہ ظالم کی نصرت کس طرح کی جائے تو فرمایا اس کو ظلم سے روکنا یہ اس کی مدد ہے[2]۔ اگر رہائی میں اس کی توقع ہو تو یہ بھی اس میں داخل ہے۔ لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ یہ ظلم کی اعانت ہے[3]، جھوٹ ہے جو کہ خود مستقل جرم ہے[4]۔

ہاں کوشش اس طرح ہوسکتی ہے کہ مقتول کے ورثاء کو روپیہ دیکر خوشامد کر کے راضی کرلیا جائے۔ یہ صورت درست ہے[5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... مشکوۃ شریف ص ۴۲۲ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الاول،

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

[2]..... فقال رجل یا رسول اللّٰہ انصرہ مظلوما فکیف انصرہ ظالما قال تمنعه من الظلم فذالک نصرک ایاہ الحدیث (مشکوۃ شریف ص ۴۲۲، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الاول، مطبوعه دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ: تو مرد نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ میں مظلوم کی مدد کرتا ہوں مگر ظالم کی مدد کس طرح کروں آپؐ نے فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک دو۔ تو یہ تمہاری اس کی مدد کرنا ہے۔

[3]..... ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، الآیة سورة المائدہ آیت: ۲،

ترجمہ: گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

[4]..... الکذب حرام (مجمع الانهر ص ۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۶/۴۲۷، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، سکب الانهر ص ۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه بیروت.

[5]..... ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا ای سلطنة علی القاتل فانه بالخیار فیه ان شاء قتله قودا وان شاء عفا عنه علی الدیة وان شاء عفا عنه مجانا کما ثبتت السنة بذالک (تفسیر ابن کثیر ص ۳/۶۴، سورۂ اسراء آیت: ۳۳، مطبوعه مکتبه تجاریه مکه مکرمه.

ظالم کو مار ڈالنا

سوال: ۔عمر اور زنجن کی ایک اراضی کی بناء پر رنجش ہے، زیادتی زنجن غیر مسلم کی ہے، وہ بڑا فسادی اور غنڈہ ہے، عمر شریف اور دیندار ہے، ایک مرتبہ عمر کو لاٹھیوں سے مارنا شروع کیا اور دوسری مرتبہ گھونسوں اور جوتوں سے زدوکوب کیا، یہ شخص پولیس کا دلال بھی ہے، اس لئے پولیس والے اسکے خلاف کارروائی نہیں کرتے، ایسی حالت میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے زنجن کو جان سے مروادینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، قیامت میں اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنی جان کی حفاظت لازم ہے، اوراس کیلئے ہر مناسب تدبیر کو اختیار کیا جاسکتا ہے، دوسرے کی جان لینا مقصود نہ ہونا چاہئے[۱]، اس کا انجام دنیا اور آخرت میں برا ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۵۸ھ

ظالم سے انتقام

سوال: ۔بستی میں ایک صاحب گاؤں کے امیر اور سردار ہیں عوام اس کے ظلم سے

۱..... المظلوم له ان يدفع الظلم عن نفسه بما قدر لكن ليس له ان يظلم غيره، قواعد الفقه ص ۱۲۴، مطبوعه اشرفی دیوبند.

۲.....عن ابی الدرداء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كل ذنب عسى الله ان يغفره الا من مات مشركاً اومن يقتل مؤمنا متعمداً، مشكوٰة شريف ص ۳۰۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، كتاب القصاص،

ازحد پریشان ہیں کیونکہ ظلم حد سے بڑھ چکا ہے، شرابی بھی ہیں، بلاوجہ مار دھاڑ کرنا کچھ لوگوں کے گھر لٹوانے اور آگ لگوانے کی سازش کرتا ہے، ایسی حالت میں ایسے ظلم سے بچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ایک خون بھی کر چکا ہے، جو غالباً کسی دوسرے پروگرام میں تھے، کہ اچانک گولی دغ گئی، اور ایک لڑکی مرگئی، زنا کاری میں مبتلا ہیں، اگر ان کے ساتھ کوئی جانی کارروائی کی جائے تو کیا خداوند کریم کے یہاں گرفت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ظالم سخت گنہگار ہے اور مستحق سزا ہے، ہر مظلوم کو انتقام کا حق ہے[1] مگر قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیں، اس سے پوری احتیاط کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۵ھ

فاحش ظالم کو قتل کرنا

سوال:- بکر اور اس کے خاندان کے لوگ مالی اعتبار سے تو مضبوط ہیں مگر طاقت واثرات کے اعتبار سے کمزور ہیں۔ بکر کی بیوی سے زید کے ناجائز تعلقات ہوگئے اور بکر کو کافی نقصان پہونچایا۔ اس بارے میں پنچایت بھی کی گئی مگر زید کے طاقتور ہونے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ نہ پنچایت کسی قسم کا دباؤ ڈال سکی۔ اکثر لوگ ڈرتے ہیں، حالانکہ زید نے شادی

---

[1]..... قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الدواوین ثلثة لایغفر اللّٰہ الی قولہ دیوان لایترکہ اللّٰہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض .(مشکوٰۃ شریف، ج۲/ص ۴۳۵/ باب الظلم، الفصل الثانی.

[2]..... لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ، الحدیث، (ترمزی شریف ص ۲/۵۰، ابواب الفتن، مطبوعہ رشیدیہ دھلی)

بھی کرلی ہے مگر پھر بھی بکر کی بیوی سے ناجائز تعلق رکھتا ہے اوراپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ اب زید بکر کی جان کے فکر میں ہے۔ان حالات میں بکر بھی مجبور ہوکر خیال کر چکا ہے کہ میں خود یا کسی ذریعہ سے اس کو ختم کرادوں اور مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ان حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جان سے مارنے کا نہ خود حق ہے نہ کسی اور کے ذریعہ سے قتل کرانے کی اجازت ہے۔ ایسا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ورنہ سخت وبال سے گرفتار ہوں گے۔ہاں برادری کے ذریعہ یا قانونی حیثیت سے اپنی شکایات دور کرے اور تحفظ کی کوشش کرے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

ظالم کی مدد

سوال:- زید وعمر دو بھائی تھے۔زید نابالغ اور عمر بالغ۔عمر نے اپنے باپ خالد کا

---

[1]..... عن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الکبائر الاشراک باللّٰہ وعقوق والوالدین وقتل النفس الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق ،الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، عن ابی سعید وابی ہریرۃؓ عن رسول اللہ ﷺ قال لو ان اھل السماء والارض اشترکوا فی دم مؤمن لاکبھم اللہ فی النار، رواہ الترمذی، عن عبد اللہ بن عمر ان النبی ﷺ قال لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم رواہ الترمذی والنسائی، (مشکوۃ شریف ص ۳۰۰، کتاب القصاص، الفصل الثانی، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں (۱) کسی کو خدا کا شریک ٹھہرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) کسی کو مار ڈالنا۔

قرض مشترکہ زمین سے ادا کیا زمین فروخت کر کے۔ لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے۔ اب چکبندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی۔ اور زید کا حصہ نہیں دیا کہ دستخط نہیں تھے۔ زید کا مطالبہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو۔ عمر نے انکار کیا جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ عمر زید کو قتل کرنے کے ارادہ سے کئی مرتبہ گیا۔ اس کے بعد ایک بیوہ عورت نے زید کے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا۔ عمر اپنے لڑکے سے چاہتا تھا مگر عورت تیار نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے عداوت میں کافی اضافہ ہوگیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلا کر اچانک قتل کر دیا جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا۔ اس صورت میں زید اور اس کی بیوہ شہید ہوئے کہ نہیں؟ اور عمر کی قید سے رہائی کیلئے مدد کرنا جائز ہیکہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں[1]۔ اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لی اور اس پر اطمینان ہو تو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

---

[1]..... فالمرتث شهيد الآخرة وكذالجنب ونحوه اى كالمجنون والصبى والمقتول ظلماً الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۱۶۴ ج۳، مطبوعه كراچى ص ۲۵۲ ج۲، باب صلاة الجنازة، باب الشهيد. مطلب فى تعدد الشهداء، هندية كوئٹه س ۱۶۸ / ۱، كتاب الصلوة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل السابع فى الشهيد، النهر الفائق ص ۴۰۵ / ۱، كتاب الصلوة، باب صلوة الشهيد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2]..... عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول اللهﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له (مشكوة شريف ص ۲۰۶، باب الاستغفار والتوبة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے

سوال:-مزدوروں کی جماعت کا صدر، سکریٹری بننا کیسا ہے؟ جسمیں شرعی اور غیر شرعی ہر قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں، کیا کسی مسلمان صدر کو کسی غیر مسلم کی میت میں جانا یا اس کی ہڈیاں جمع کرنے کیلئے جانا اور ندی میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ نیت شرک کی نہیں نہ استعانت کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

غیر شرعی ناجائز کام کرنا سب کے لئے ناجائز ہے۔ صدر یا سکریٹری کو ناجائز کام کرنا یا کرانا اپنے انتظام سے اور بھی زیادہ مذموم ہے[۱]، خاص کر جو امور شعارِ کفر ہوں ان کی ہرگز اجازت نہیں[۲]۔ اگر چہ شرک کی نیت اور اعانت واستعانت مقصود نہ ہوں[۳]، جہاں تک اجتماعی نظم کا تعلق ہے اس کیلئے اگر صدر یا سکریٹری بنادیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں جبکہ وہ آدمی اس کی

---

[۱]..... ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان، الآیة، سورة المائده آیت: ۲،

ترجمہ: گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

فیعم النهی کل ماهو من مقولة الظلم والمعاصی (روح المعانی ص۲/۵۷، الجزء السادس، سورۂ مائده آیت: ۲، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیة دیوبند، تفسیر مراغی ص۲/۴۵، الجزء السادس، سورۂ مائده آیت: ۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر مظهری ص۳/۱۹، سورۂ مائده آیت: ۲، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

[۲]..... من کثر سواد قوم فهو منهم (نصب الرایه ص۴/۳۴۶، کتاب الجنایات، الحدیث التاسع، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل، کنز العمال ص۹/۲۲، رقم الحدیث ص۲۳۵، تا ۲۴۱، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت، اتحاف ص۶/۱۲۸، کتاب الحلال والحرام، الباب السادس. مطبوعه درالفکر بیروت.

[۳]..... والاعطاء باسم النیروز والمهرجان لا یجوز ای الهدایا باسم هذین الیومین حرام وان قصد تعظیمه یکفر ..... ولواهدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادة الناس لا یکفر وینبغی ان یفعله قبله او بعده نفیا للشبهة (الدر مع الشامی کراچی ص۵۷۴، ج۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی، بحر کوئٹه ص۸/۴۸۷، مسائل شتی، تبیین الحقائق ص۲۲۸، ج۶، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه امدادیه ملتان.

اہلیت بھی رکھتا ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معصیت میں ساتھ دینا

سوال:۔مسماۃ زہرہ بی منکوحہ مسمّٰی گل حسن کو مسمی غلام محمد فرار کر کے لے گیا ہے، اور چار ماہ سے اس کے ساتھ زنا کر رہا ہے، مسمّٰی گل حسن غریب اور ناتواں ہے، بجز شریعت کے وہ کسی اور کو نہیں پکار سکتا، غلام محمد کہتا ہے کہ اسلام چھوڑ دونگا، مگر عورت کو نہیں چھوڑوں گا، کچھ لوگ غلام محمد کی پشت پناہی کر رہے ہیں، اب دارالعلوم دیوبند سے اس کا فیصلہ مطلوب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا کرنا قطعی حرام ہے "وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنیٰ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيْلاً (الایۃ)[1] جو شخص اس خبیث فعل میں مبتلا ہو وہ سخت گنہگار ہے، اور لوگوں کے ذمہ حسب استطاعت اس سے روکنا ضروری ہے، اس میں اس کا ساتھ دینا اور مدد کرنا معصیت ہے "لقولہٖ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الاثْمِ وَالْعُدْوَان " (الایۃ)[2] اگر اس کے ساتھ میل جول ترک کر دینے سے اس کی اصلاح کی توقع ہے تو میل جول ترک کر دینا چاہئے، ظالم سے الگ رہنے کا حکم ہے "ولاتركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار" (الایۃ)[3] جو شخص یہ کہے کہ اسلام کو چھوڑ

---

[1]..... سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲/

ترجمہ:- اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔(بیان القرآن)

[2]..... سورہ مائدہ آیت ۲/.

ترجمہ:۔اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔(بیان القرآن)

[3]..... سورۂ ھود آیت ۱۱۳/

ترجمہ:۔اور ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔(بیان القرآن)

دونگا، حرام کاری نہیں چھوڑوں گا، اس کا ایمان برقرار رہنا دشوار ہے، حق تعالیٰ ہدایت دے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۱۲/۹۱ھ

جبراً اغلام بازی

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ہم نے اس سے قبل آپ کے یہاں کا فتوے بابت ۱۹/مئی ۱۹۷۱ء دیکھا اس میں مدعی کا تو معلوم نہیں کیا مضمون آپ کے پاس تحریر کیا مگر آپ کی تحریر یہ ہے کہ اگر مذکورہ شخص اغلام کو معیوب نہ سمجھے یا اور کچھ لفظ تھا جو سمجھ میں نہیں آیا) تو کسی اچھے باورچی کا انتظام کرلو اور وہ میں ہوں، میں گناہ سے تائب ہوں میرا سوال یہ ہے کہ وہ فتویٰ منگانے والا شخص جہاں میں باورچی کا کام کرتا ہوں منتظم ہے بھنڈار خانہ میں جہاں چالیس پچاس آدمی کھانا کھاتے ہیں، اور میں خانسامہ کا کام کرتا ہوں تقریباً دوسال سے فروز میں یا روح میں زنانہ پن کا اثر ہے یعنی میلا پن کا ہے اور میں اغلام کی بہت مخالفت کرتا ہوں، نہ میرا کوئی خیال تھا اب سے قریب ڈیڑھ سال قبل اس بھنڈار خانہ کے منتظم نے جس نے وہ فتویٰ طلب کیا ہے مجھے بہت ہی مجبور کر کے مجھ سے اغلام کیا کواٹر میں میرے اور اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا رات کا وقت تھا خاموش ہونا پڑا اس نے بہت ہی محبت جتلائی اور قرآن ہاتھ میں لیکر قسم کھائی کہ میں سچی محبت کرتا ہوں لیکن وہ میری مرضی کے خلاف بات تھی میں نے جب ہی سے کام کو منع کر دیا مگر وہ شخص مجھے اس گناہ کا راز پھیلانے کی دھمکی دیتا رہا میں نے بہت ہی خوشامد کی کہ مجھے جانے دو اور باورچی کا بندوبست خانسامہ کرلو مگر آپ

---

[1]..... ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفرا اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۸۶، بحث الاستحلال كفر، مطبوعه مجتبائی دهلی.

ودانہ ایسا اڑا ہے کہ کئی مرتبہ بھاگ جانے کی سوچ کر بھی کام کرنا پڑا، اب دو ماہ سے میرا کافی جھگڑا چل رہا ہے اور میں ایک منٹ بھی نہیں رہنا چاہتا بلکہ میں اس شخص کی صورت سے نفرت کرتا ہوں، اور آدمی ہیں وہ کہتے ہیں کیوں جاتے ہو کیا تکلیف ہے تنخواہ اور بڑھالو مگر بات ایسی ہے کہ کسی سے کیا کہا جائے میں نے کہا کہ دوکان کھولونگا اپنا کام کرونگا تو اس منتظم نے یہ کہا کہ میں برباد کردونگا میں خود برباد ہوجاؤنگا تو اس نے فتویٰ طلب کیا اس فتوے کو ایک روز میں نے دیکھ لیا اس فتوے کے آنے پر بھی مجھ کو علیحدہ نہیں کیا گیا براہ کرم مطلع فرمائیں کہ وہ منتظم بھی کچھ گنہگار یا سزا کا مستحق ہے یا صرف میں ہی ہوں؟ میں خود دیوبند آتا مگر شرم کی بات ہے براہِ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں کہ اس منتظم کا کیا حکم ہے؟ کہ جواب بھی مجھ سے کام کرا رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محترمی ـــــــــــــــــــــــــــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اغلام کرنے والا اور کرانے والا دونوں سخت گنہگار ہیں بہت بڑے مجرم ہیں، دنیا اور آخرت میں اس کمینہ حرکت کا بہت بڑا وبال ہے[1]، دونوں کو توبہ ضروری ہے[2]، آپ اس شخص سے اپنا تعلق بالکل ختم کردیں جو آپکو اس حرکت پر مجبور کرتا ہے، ہرگز اس کا کہنا نہ مانیں ملازمت

---

[1]..... من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به، رواه الترمذی (مشكوة شريف ص ۳۱۲، كتاب الحدود) عن ابن عباس وابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ملعون من عمل عمل قوم لوط (مشكوة شكريف ص ۳۱۳، كتاب الحدود، الفصل الثالث، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

[2]..... التوبة من جميع المعاصی واجبة على الفور لا يجوز تاخيرها (نووی على مسلم ص ۲/۳۵۴، اول كتاب التوبة، مطبوعه بلال ديوبند، روح المعانی ص ۲۸/۱۵۹، سورۂ تحريم آيت: ۸، ادارة الطباعة المصطفائيه ديوبند)

چھوٹتی ہے تو چھوٹ جائے اگر وہ بدنام کرے گا تو اس کا مستقل گناہ ہوگا، اگر وہ وہاں رہ کر دوکان کرنے سے آپ کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو اس کی پرواہ نہ کریں، حق تعالیٰ سے پکا عہد کر کے تعلق ملازمت ختم کر دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی پوری مدد ہوگی وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۹۱ھ

کیا فسق و فجور فطری ہے

سوال:- ہر وہ شخص جو فطری طور پر منہیات شرعیہ کا عادی ہو اور فسق و فجور میں مبتلا ہو۔ ایسا شخص کسی دینی تبلیغی مشن کا ذمہ دار ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

فطری طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا کیا مطلب ہے کیا وہ پیدائشی فاسق و فاجر ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۱ھ

---

[1]..... لاتكون اللواطة فى الجنة على الصحيح لانه تعالىٰ استقبحها وسماها خبيثة والجنة منزهة عنها حرمتها عقلية فلاوجودلها فى الجنة وفى البحر حرمتها اشد من الزنا لحرمتها عقلا وشرعاًوطبعاً والزنا ليس بحرام طبعا وتزول حرمته بتزوج وشراء بخلافها(درمختارمع الشامى كراچى ،ج۴/ص ۲۸/ كتاب الحدود، مطلب لاتكون اللواطة فى الجنة، بحر كوئٹه ص ۱۶/۵، كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد ومالايوجبه، فتح القدير ص ۲۶۳/۵، كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد ومالايوجبه)

جوشخص پیشاب پلائے اس کا حکم

سوال:-ایک شخص دھوکہ دے کر چند مسلمانوں کو پیشاب پلاتا ہے اوراپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے۔ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً!

یہ نہایت خبیث اور گندی حرکت ہے۔ایسا شخص اس قابل نہیں کہ اس سے کھانے پینے رہنے سہنے کا تعلق رکھا جائے[1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

قوم میں تفرقہ ڈلوانا

سوال:-قوم میں تفرقہ ڈلوانا پھوٹ ڈلوانا اورنئی شرع قائم کرنا اورنوایجاد باتیں اور جھوٹ بہتان واتہام لگانا کیسا ہے؟ اور ایسا کام کرنے والا شخص کون ہوسکتا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً!

نفسانی اغراض (مال واقتدار کی خاطر) پھوٹ ڈلوانا کبیرہ گناہ ہے[2] حضرت رسول

---

[1]..... وهو دليل على وجوب هجران من ظهرت معصيته فلا يسلم عليه الا ان يقلع وتظهر توبته الخ (المفهم شرح مسلم ص ۹۸ ج۷، كتاب الرقاق، باب يهجر من ظهرت معصيته الخ، مطبوعه دار ابن كثير بيروت، مرقاة ص ۷۱۶، ۴، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، مطبوعه بمبئی، طيبى ص ۹/۲۴۳، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، مطبوعه زكريا ديوبند. (حاشیہ:۲/اگلے صفحہ پرملاحظہ ہو)

مقبول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلے میں نئی شریعت ایجاد کرنا رسول پاک ﷺ سے بغاوت کرنا ہے جھوٹ[1]، بہتان حرام ہے[2]، مسلمان کو ایسے کاموں کے پاس بھی نہیں جانا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

پریشانی کا حل کیا ہے؟

سوال:- جب مصیبت اور پریشانی بہت زیادہ ہو تو اس وقت کیا پڑھنا چاہئے اور کونسا عمل کرنا چاہئے جس سے مصیبت دور ہو جائے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲..... صح عن النبی ﷺ انه قال ان الشیطان قد أیس ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب ولکن فی التحریش بینهم" فکل من حرش بین اثنین من بنی آدم ونقل بینهما ما یؤذی احدهما فهو نمام من حزب الشیطان من اشر الناس کما قال النبی ﷺ الا اخبرکم بشرارکم قالوا بلی یارسول الله قال شرارکم المشاؤن بالنمیمة المفسدون بین الاحبة الباغون للبراء العنت (کتاب الکبائر للذهبی ص ۱۷۹، الکبیرة الثالثة والخمسون اذی المسلمین وشتمهم، فصل فی الترهیب من الافساد والتحریش بین المؤمنین الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز، مشکوة شریف ص: ۱۹، باب فی الوسوسة، الفصل الاول، وص: ۴۱۵، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱..... الکذب حرام. درمختار علی الشانی زکریا ص ۹/۶۱۲، مطبوعه کراچی ص۶۲۷، ج:۶، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الانهر ص ۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سکب الانهر مع المجمع ص ۴/۲۲۱،

۲..... الغیبة ذکر الانسان فی غیبته بما یکره واصل البهت ان یقال له الباطل فی وجهه وهما حرامان (نووی علی مسلم ص: ۳۲۲، ج:۲، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغیبة، سعد بکڈپو دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً!

استغفار اور درود شریف زیادہ پڑھا جائے اور صدقہ دیا جائے[۱] اور جس جس کا حق اپنے ذمہ ہو اس کو ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پے در پے مصائب کا علاج

سوال:- جب پے در پے مصیبتیں آرہی ہوں تو کیا ان کا کوئی علاج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مصیبتوں کا علاج گناہوں سے توبہ واستغفار[۳] اور حقوق کا ادا کرنا ہے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ

---

[۱]..... الصدقة تمنع سبعين نوعاً من انواع البلاء اهو نهما الجذام والبرص. كنز العمال ص۳۴۶ج۶ حديث :۱۵۹۸۲ الباب الثانى فى السخاء والصدقة. الفصل الاول فى ترغيبها، مطبوعه موسسة الرسالة بيروت، عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه (مشكوة شريف ص۲۰۴، باب الاستغفار، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

[۲]..... واما حقوق الآدميين فلا بدّ من ايصالها الى مستحقيها، المفهم شرح مسلم ص ۷۱ج۷، كتاب الرقاق، باب وجوب التوبة وفضلها. مطبوعه دارابن كثير بيروت، وان كانت عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الاموال فيتوقف صحة التوبة منها على الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فى الحال او الاستقبال بان يتحلل منهم او يردها اليهم (شرح فقه اكبر ص۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند.

[۳]..... عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ ..... (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

گالی کی معافی اوراز خودقوم کا سردار بننا

سوال: -کوئی شخص قوم کو بیٹی کی گالی دے اورقوم سے معافی مانگ لے تو اس کو معاف کرنا چاہئے یا نہیں؟ اورقوم کا سردار بننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

گالی دینا غلط طریقہ ہے[1] اگر کسی نے غصہ میں آ کر گالی دے دی۔ پھر نادم ہوکر معافی مانگتا ہے تو معاف کر دینا چاہئے[2]۔

ازخودقوم کا سردار بننے کی خواہش وکوشش کرنا غلط ہے[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حواشی صفحہ گذشتہ).....من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب (مشكوة ص ۲۰۴، باب الاستغفار، مطبوعه دار الكتاب ديوبند)

۴..... ثم ان الذنب الذى يتاب منه اما حق الله تعالىٰ واما حق لغيره فحق الله يكفى فى التوبة منه الترك الذى ذكرناه الى قوله واما حق الآدميين فلا بد من ايصالها الى مستحقيها الخ، (المفهم شرح مسلم ص ۷۱ ج۷، كتاب الرقاق، باب وجوب التوبة وفضلها، مطبوعه دارابن كثير بيروت، شرح فقه اكبر س ۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه رحيميه ديوبند، رياض الصالحين ص ۱۱، باب التوبة، مطبوعه دارالمامون للتراث دمشق.

(حاشیہ صفحہ ھذا)

۱..... سباب المسلم فسوق لان شتمه بغير حق حرام (مرقاة المفاتيح ص ۶۲۱ ج۴، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، طبع بمبئى، شرح فقه اكبر ص ۸۶، سب الشيخين، مطبوعه مجتبائى دهلى.

۲..... من سأل اخاه المسلم ان يقيله فاقاله اقاله الله عثرته الحديث الديلمى عن انس (كنز العمال ص ۳۷۶ ج۳، رقم الحديث: ۷۰۲۱، مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت، قرطبى ص ۱۹۲ ج۶، الجزء الثانى عشر، سورۂ نور آيت: ۲۲، مطبوعه دارالفكر بيروت، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

کسی کو حکم تسلیم کرنے کے بعد اس سے رجوع

سوال:- زید اور عمر کا ایک زمین کے متعلق اختلاف ہوا کہ اس زمین کو کس نے پہلے خریدا۔ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے دونوں نے ایک متقی عالم کو متفقہ طور پر پسند کر کے حکم اور فیصل مقرر کر دیا۔

زید نے عالم صاحب سے کئی بار ملاقات کر کے یہ کہا کہ ''تم فیصلہ اس طرح کرو کہ عمر اس زمین کا حق چھوڑے اور میں اس کے عوض عمر کو دس ہزار روپے یا جتنی بھی رقم آپ فرمائیں وہ رقم عمر کو دیدوں'' اور زید نے عالم صاحب سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ اس کے خلاف فیصلہ کریں گے تو میں عدالت میں جاؤں گا اور آپ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کروں گا۔ عالم صاحب نے تحقیق شروع کی اور ان کو یہ ظاہر ہوا کہ زید جھوٹا ہے اور اس نے عمر کے زمین خریدنے کے بعد زمین خریدی ہے۔ لہٰذا انہوں نے زبانی فیصلہ ان کو سنا دیا کہ عمر حق پر ہے اور تم جھوٹے ہو۔ اور چونکہ زید نے پہلے کہا تھا کہ اگر میرے خلاف فیصلہ کرو گے تو میں عدالت میں جاؤں گا۔ اس لئے عالم صاحب نے اس معاملہ کو تحریری شکل دینے کے لئے زید و عمر دونوں کو اطلاع دی کہ تم فلاں تاریخ کو اپنے کاغذات وثبوت لے کر فلاں مقررہ جگہ حاضر ہو جاؤ۔ اس اطلاع کے ملتے ہی زید نے عدالت میں دعویٰ داخل کر دیا کہ عالم صاحب جھوٹے ہیں ان پر ہم کو

(حواشی صفحہ گذشت) **ترجمہ**: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معافی کی درخواست کرے پس وہ اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی لغزش کو معاف فرما دیں گے۔

۳..... **عن عبدالرحمن بن عمرة قال قال رسول اللهﷺ لا تسأل الامارة فانک ان اعطيتها عن مسئلة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها متفق عليه (مشكوٰة المصابيح ص ۳۲۰، كتاب الامارة، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)**

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے فرمایا امارت وحکومت مت طلب کرو اس لئے کہ اگر وہ تم کو مانگنے سے ملے تو تم کو اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اور اگر بلا مانگے تم کو دی جائے تو تمہاری اس پر اعانت ہوگی۔

اعتماد نہیں۔ اس لئے حکومت ان کو حکم اور فیصل کے لئے نااہل ٹھہرائے۔ اب سوال یہ ہے کہ تحریر کے بغیر زبانی فیصلہ سنانے کے بعد زید کو عدالت میں جانے اور فیصلہ رد کرانے کا حق رہتا ہے؟ اور جو شخص عالم کے اوپر غلط الزام لگا کر ان کے زبانی فیصلہ کو نہ مانے اور عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

حکم اور فیصل قرار دے کر کسی فریق کا یہ کہنا کہ اگر میرے خلاف فیصلہ کیا تو عدالت میں جاؤں گا، ظاہر کرتا ہے کہ اس کی نیت شرعی فیصلہ کرانے کی نہیں ہے بلکہ اپنے موافق ہی فیصلہ کرانے کی ہے (چاہے ثبوت اور شرع کے موافق ہو یا خلاف ہو) ایسی صورت میں اس کو لازم تھا کہ وہ حکم ہی تجویز نہ کرتا۔ لیکن جب حکم تسلیم کرلیا تب بھی حکم کے فیصلہ سے رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے۔ کہہ دے کہ میں آپ سے فیصلہ نہیں چاہتا، آپ فیصلہ نہ کریں۔ کسی الزام اور بہتان کی اجازت نہیں۔ بلاوجہ بھی رجوع کرنے کا حق ہے[1]۔

تحریر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم صاحب نے صرف زبانی جو کچھ فرمایا ہے وہ اظہار خیال ہے، اس کی حیثیت فیصلہ اور حکم کی نہیں۔ اسی لئے دونوں فریق کو اپنے کاغذات وثبوت لے کر فلاں جگہ فلاں تاریخ کو حاضر ہونے کے لئے کہا ہے تاکہ تحریری حکم دیدیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کے کاغذات وثبوت بھی عالم صاحب کے پاس نہیں بلکہ فریقین ہی کے پاس ہیں جن کو عالم کے سامنے رکھ کر فیصلہ کو تحریری شکل دیں گے۔

---

[1]..... لكل من الخصمين عزل المحكم قبل الحكم لانه مقلد من جهتهما فكان لكل منهما عزله وهو من الامور الجائزة فينفرد احدهما بنقضه (شرح المجلة لسليم رستم باز ص۱۱۹۷، ج:۲، رقم المادة: ۱۸۴۷، اتحاد بكڈپو ديوبند، مجمع الانهر ص: ۲۴۱، ج:۳، كتاب القضاء، فصل فى التحكيم، مطبوعه بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص ۵/۴۲۹، كتاب القضاء، باب التحكيم، مطلب حكم بينهما قبل تحكيمه ثم اجازه الخ.

اس لئے صورت مسئولہ میں عالم صاحب کو چاہئے کہ فیصلہ نہ کریں، اپنا حکم نہ لکھیں بلکہ خود ہی ان کا مقدمہ واپس کردیں۔ غلطی یہ ہوئی کہ حکم وفیصلہ سے پہلے ہی رائے ظاہر کردی جس کے نتیجہ میں یہاں تک نوبت پہونچی عدالت بھی زبانی فیصلہ کوتسلیم نہیں کرے گی۔ اور یہاں تو وہ اظہار رائے کے درجہ میں ہے، فیصلہ کے درجہ میں ہے بھی نہیں۔ اگر عالم صاحب فیصلہ باضابطہ تحریر فرمادیتے تو بھی عدالت میں جانا بے سود اور غلط ہوتا[1]۔ غلط الزام لگانا بہرحال ناجائز اور حرام ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیر پکڑ کر معافی مانگنا

سوال:- پیر پکڑ کر معافی مانگنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ پیر پکڑنے میں جھکنا پڑتا ہے اور کسی کے سامنے جھکنا درست نہیں ہے۔ پس اگر جائز ہے تو اچھا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

معافی مانگنے کے لئے پیر پکڑنا کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ بظاہر تو یہ برہمن کی تعظیم ہے۔

---

[1]..... لا یصح الرجوع بعد حکمه لانه صدر عن ولایته علیهما کالقاضی اذا قضی ثم عزل لایبطل قضاؤه (مجمع الانهر ص ۳/۲۴۱، کتاب القضاء، فصل فی التحکیم، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیرت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵/۴۲۹، باب التحکیم، مطلب حکم بینهما قبل تحکیمه الخ، هندیه کوئٹه ص۳/۳۹۷، کتاب القضاء، الباب الرابع والعشرون فی التحکیم.

[2]..... البهتان وهو الباطل والغیبة ذکر الانسان فی غیبته بمایکره واصل البهت أن یقال له الباطل فی وجهه وهماحرامان (مسلم مع نووی ص ۳۲۲ج۲ کتاب البروالصلة، باب تحریم الغیبة، شرح فقه اکبر ص۸۷، اختلفوا فی اللعن علی الیزید، مطبوعه مجتبائی دهلی)

بغیر معافی کے بھی ان کے یہاں کسی کے پیر چھونے کا رواج ہے جس کو پیرالاگن کہتے ہیں بطور پیغام بھی کسی کے پاس کہلاتے ہیں۔ ہماری طرف سے پیرلاگن کہنا۔ کس عالم زاہد کے پیر کو بوسہ دینا مصرح ہے۔ طلب من عالم اوزاهدٍ ان يدفع اليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله اجابه مگراس کے مقابلہ میں دوسرا قول بھی ہے وقيل لا يرخص فيه اھ[1] (درمختار) اس کے ثبوت میں علامہ شامی[2] ص ۲۴۵ ج ۵ میں لکھا ہے۔ اخرجه الحاكم ان رجلاً اتى النبي ﷺ فقال يارسول الله ارنى شيئاً ازدادبه يقينا فقال اذهب الى تلك الشجرة فادعها فذهب اليها فقال ان رسول الله ﷺ يدعوك وجاء ت حتى سلمت على النبي ﷺ فقال لها ارجعى فرجعت قال ثم آذن له فقبل راسه ورجليه وقال لو كنت امراً احداً ان يسجد لا حد لا مرت المرأة ان تسجد لزوجها. وقال صحيح الاسناد من رسالة الشرنبلالي، اھ۔ مگرایسی ہیئت نہ ہو کہ سجدہ کی شکل بن جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلمان یتیموں کو پریشان کرنا

سوال:- مسلمان یتیموں کو طرح طرح سے پریشان کرنے والے مسلمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

[1] / [2]..... درمختار مع الشامی زكريا ص ۵۵۰ ج ۹، مطبوعه كراچى ص ۳۸۳ ج ۶، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، هندية كوئٹه ص ۵/۳۶۹، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون، طحطاوى على المراقى ص ۲۵۹، فصل فى صفة الاذكار الواردة بعد صلاة الفرض، مطبوعه مصرى.

الجواب حامداً ومصلیاً!

اسکا وبال دنیا میں بھی پڑیگا اور آخرت میں بھی سخت سزا ملے گی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

محرمات میں آپس میں فرق ہے

سوال:- حرام حرام سب برابر ہیں یا ان میں کمی بیشی ہے، مثلاً ایک شخص شراب پیتا ہے، یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہے، دوسرا شخص اسکے ساتھ معازف، مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے، تو دونوں کے گناہوں میں فرق ہے یا دونوں برابر ہیں، ایک شخص معازف ومزامیر کے ساتھ گانا گاتا ہے، یا اس میں اعانت کرتا ہے، یا اس پر لوگوں کو آمادہ کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے، یا اس کو جائز بتاتا ہے، یا جو شخص قوالی سے منع کرے اس کو غلط بتاتا ہے، اسی طرح ایک شخص شراب اور خنزیر کو خود استعمال کرتا ہے، یا دوسروں کو کھلاتا پلاتا ہے، یا اسمیں مدد کرتا ہے یا لوگوں کو اس پر آمادہ کرتا یا اس سے خوش ہوتا ہے، یا اس کو جائز بتاتا ہے، لوگوں کو رغبت دلاتا ہے، اور منع کرنے والے کو غلط بتاتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہیں، مثلاً رمضان میں بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانے کو نہ ہو، یا ہم ایسی مشقت کیوں جھیلیں یا کوئی شخص جھوٹ بول رہا ہے، اگر کسی نے زنا کرلیا شراب پی لیا تو یہ جھوٹ بولنے والا ہی ملامت کرتا ہے، کسی نے شراب پی ہوگی، یا زنا کیا ہوگا، تو ایک دفعہ دو دفعہ کیا ہوگا، مگر یہ جھوٹ

---

[1]..... قال رسول اللّٰہ ﷺ خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الیه وشر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یساء الیه (مشکوة ص ۴۲۳ ج ۲، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، **ترجمہ**: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو جس کے ساتھ احسان و سلوک کیا جائے اور مسلمان کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔

بولنے والا تو دن بھر جھوٹ بولتا ہے، لیکن وہ اپنے گناہ کو گناہ خیال ہی نہیں کرتا۔

الجواب حامداً ومصلّیاً!

جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا اوراس کی حرمت لعینہ ہے، وہ اپنی حرمت کے لحاظ سے شدید ہے، حتی کہ اس کو حلالی اعتقاد کرنے پر تکفیر کی گئی ہے، جیسا کہ شرح عقائد[۱] طحطاوی[۲] اور بحر[۳] وغیرہ میں مذکور ہے، ایسا بھی ہے کہ ایک چیز کی حرمت نص قطعی میں مذکور نہیں مگر اس سے پیدا ہونے والے مفاسد بہت ہیں، اس اعتبار سے اس کی حرمت بھی خوفناک ہو جاتی ہے، بعض اوقات خود ایک حرام کا ارتکاب بہت سے محرمات کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے، اس لحاظ سے وہ مجموعۂ محرمات ہوتا ہے، اگر چہ اس کی حرمت صاف صاف منصوص نہیں، بعض دفعہ ایک حرام کے ارتکاب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ حرام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ بہت ہی باعث انسداد ہے جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی، اس پر اس کی حیثیت سے نکیر کی جائے گی، نکیر کرنے والے کی حیثیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے سب کا ایک حکم نہیں اس لئے بعض محرمات پر حد ہے بعض پر حبس ہے، بعض پر تعزیر ہے، وہ بھی مختلف ہے، حتی کہ تعزیراً بعض صورتوں میں قتل تک نوبت پہونچ جاتی ہے[۴]۔

۱..... واستحلال كفر المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي (شرح عقائد ص ۱۶۶، مبحث استحلال المعصية كفر)

۲..... طحطاوی ص ۲۱۵، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، باب الحيض والنفاس.

۳..... (بحر ص ۱۲۲ ج۵، مطبوعه ايم ايچ كراچی، باب احكام المرتدين)

۴..... قد يكون به اى بالضرب وبالحبس ويكون التعزير بالقتل (درمختار بر حاشيه شامی نعمانيه ص ۱۷۹ ج۳، شامی كراچی ص ۶۲ ج۴، كتاب الحدود، مطلب فی التعزير باخذ المال، مجمع الانهر ص: ۳۷۱، ۲/۳۷۲، فصل فی التعزير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص: ۴۰، ۵/۴۱، فصل فی التعزير)

رمضان المبارک کے متعلق جو جملہ سوال میں مذکور ہے، اس پر تکفیر کی گئی[۱] بعض محرمات پر صرف توبہ واستغفار کا حکم ہے ابواب فقہیہ کے مطالعہ سے سب تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۴ھ

ریاکاری کی سزا

سوال:۔ عبادات میں ریاکاری کو جو شرک اصغر حدیثوں میں فرمایا ہے، تو کیا اس شرک اصغر کا مرتکب بھی مخلد فی النار ہوگا یا چند مدت جہنم میں رہ کر خلاصی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اصالۃً تو عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے، لیکن کسی قدر اس میں ریا کی آمیزش بھی ہوجاتی ہے، تو اس سے خلود فی النار نہیں[۲] ہوگا، مگر عبادات کی نگرانی بے حد ضروری ہے، کہ ریا سے بالکل پاک صاف ہوں اور اس کیلئے استغفار ودعا بھی لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانیکی توبہ

سوال:۔ ایک آدمی نے بے وضو قرآن پاک اکثر چھوا ہے، اور بغیر غسل مسجد میں داخل

---

[۱]..... ماکان دلیل الاستخفاف یکفر بہ (شامی کراچی ص ۲۲۲ ج ۴، شامی نعمانیہ ص ۲۸۴ ج ۳، باب المرتد (زوال السنة ص ۱۲، بحواله اغلاط العوام)

[۲]..... ریاء ایک کبیرہ گناہ ہے، مگر کبیرہ گناہ کی وجہ سے کوئی مخلد فی النار نہیں ہوتا، فلایخلد فی النار احدمات علی التوحید ولوعمل من المعاصی الخ، نووی علی مسلم شریف ج ۱/ص ۴۱/ مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الایمان، باب الدلیل علیٰ ان مات علی التوحید دخل الجنة

ہوا ہے، اور اکثر ایام حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا ہے، لہٰذا اب وہ نادم ہے، ڈرتا ہے، اور توبہ کرتا ہے، تو اس کا گناہ توبہ سے معاف ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر معاف ہونے کی کوئی اور صورت ہو تو جواب عنایت ہو، جو صورت اس کے لئے مفید ہو حکم فرمایا جاوے تاکہ عذاب سے چھوٹے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خدا کے سامنے روئے عاجزی کرے اور سچی توبہ کرے، اللہ تعالیٰ توّاب رؤف رحیم ہیں، معاف فرمادینگے[1] حسب وسعت کچھ صدقہ بھی دیدے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/ذی الحجہ ۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ذی الحجہ ۶۷ھ

بدعہدی کرنے والے کی سزا

سوال:۔ایسے شخص کے لئے شریعت نے کیا سزا تجویز فرمائی ہے جو کسی شرعی فیصلہ پر

---

[1]..... ومن یعمل سوءً اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیما ،سورة النساء آیت ص ۱۱۰/

ترجمہ:-اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔(از بیان القرآن)

[2]..... عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الذی یأ تی امرأته وهی حائض قال یتصدق بدینار اونصف دینار، (ابوداؤد شریف ج ۱/ص ۳۵/ کتاب الطهارة، باب فی اتیان الحائض. مطبع رشیدیه دهلی،

ترجمہ:-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے حالت حیض میں صحبت کرے، ارشاد فرمایا کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

عمل کرنے کا عہد کرنے کے بعد بدعہدی کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

عہد کرکے اس کے خلاف کرنا بلا عذر شرعی گناہ ہے[۱]، اگر عہد میں الفاظ یمین تھے، تو قسم کا کفارہ بھی ادا کرے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

گناہ سے توبہ کافی ہے تو اسے سزا کیوں دی جاتی ہے

سوال:۔ کیا توبہ کرنے سے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں، اوراگر بخشدیئے جاتے ہیں تو زمانہ سابقہ میں یعنی صحابہ کرام کے زمانہ میں لوگوں کو سزائیں کیوں دی جاتی تھیں؟ کیا وہ لوگ توبہ نہیں کرسکتے تھے، اوراگر توبہ کرسکتے تھے، اور بہت سے لوگوں نے توبہ کیں بھی تو ان کو رجم کیوں کرتے تھے، (تبلیغ دین) مترجم مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ میں لکھا ہے کہ یہ جو شخص گناہ کرے اوراس کی شہرت بھی کرتا رہے تو حدیث میں آیا ہے کہ یہ گناہ کبھی معاف نہ ہوگا، ایسے گناہ کسی صورت سے بھی معاف ہوسکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

توبہ جب اپنے شرائط کے مطابق ہوگی تو قبول ہوگی، اور گناہ بخشدیئے جائیں گے،

---

[۱]..... عن انس رضی اللہ عنہ قال فلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولادین لمن لا عھد لہ (مشکوۃ شریف ص ۱۵، کتاب الایمان، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲]..... وحکم الیمین باللہ تعالیٰ عند الحنث وجوب الکفارۃ الخ، فتاوی قاضیخان ص ۲/۲، کتاب الایمان، مطبوعہ کوئٹہ، بحر ص ۴/۲۷۷، کتاب الایمان، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، مجمع الانھر ص ۲/۲۶۰، کتاب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

جب گناہوں پر دنیوی (حد) سزا اوراخروی عذاب ہردو کا شریعت نے ترتب بتایا ہے، محض توبہ کرنے سے دنیوی سزا (حد) مرتفع نہیں ہوتی ہے، کذافی فتح القدیر[1] تبلیغ دین میں یہ حدیث شریف کا مضمون ہے، گناہ کی شہرت ایک مستقل گناہ اور بڑا گناہ ہے، اس سے بھی توبہ ضروری ہے[2] جب اس سے بھی توبہ کریگا تو انشاء اللہ معافی ہوجائیگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چوری حق اللہ یا حق العباد

سوال:۔ چوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کے لئے سوال کیا تھا کہ چوری وغیرہ توبہ سے معاف ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا غالباً تین مرتبہ "وان زنی وان سرق" میں نے چوری کو حقوق العباد سمجھا تھا کیوں کہ بندہ کی چیز گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چوری حق اللہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانون کے خلاف کرتا ہے، حق العبد بھی ہے[3] کہ دوسرے کا مال لیتا ہے، اگر مال موجود ہو تو اس کو واپس کرنا لازم ہے، حق اللہ ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۴ھ

---

[1]..... ان التوبة لاتسقط الحدفی الدنیا الخ، فتح القدیر ص ۲۱۱، ج۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، اول کتاب الحدود، بحر ص ۵/۳، کتاب الحدود، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۱۲۵/۳، کتاب الحدود، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2]..... (تبلیغ دین ص ۹۱/ مطبع رحیمیه دیوبند) تیسری قسم قلب کو اخلاق محمودہ کے ساتھ مزین کرنے کے بیان میں، اور پہلی اصل توبہ کا بیان۔

[3]..... تحت قوله تعالیٰ السارق والسارق فاقطعوا ایدیهما، الایة، والظاهر ان الجزاء اشارة الیٰ حق العبد والنکال اشارة الیٰ حق الله تعالیٰ (تفسیر مظهری ص ۱۰۷/۳/ سورة المائدة) (حاشیہ: ۱/۴ اگلے صفحہ پر)

توبہ کی تکمیل کیلئے تصدّق

سوال:۔ایک زانی زانیہ نے توبہ کی ،بستی والوں نے جرمانہ لگایا کہ تم گذشتہ گناہوں کی پاداش میں صدقہ نکالو تا کہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے ،چنانچہ اس نے برائے تصدق لازم روپے نکالے،اب عرض یہ ہے کہ اہل قریہ کے کہنے سننے سے اگر اپنے اوپر تصدق لازم کرلے، اپنی خوشی سے تو کیا حکم ہے؟ اور محض لوگوں کے کہنے سننے سے تصدق لازم کرلے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیا!

لوگوں کے مجبور کرنے کی صورت میں تصدق ناجائز ہے ،اپنی خوشی کی صورت میں جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/۶۱ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۴]..... فان کان المال المسروق موجودا یسترد المالک من السارق اجماعاً (تفسیر مظهری ج۳/ ص۱۰۶/ سورة المائدة، مجمع الانهر ص۲/۳۹۸، کتاب السرقة، فصل فی کیفیة القطع الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۳/۲۳۱، کتاب السرقة، فصل فی کیفیة القطع الخ، مطبوعه امدادیه ملتان)

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لایحل مال امرءٍ الابطیب نفس منه. (مشکوٰة شریف ج ۱/ص ۲۵۵، کتاب الغصب، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، السنن الکبری للبیهقی ص ۶/۱۰۰، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا الخ، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، شعب الایمان ص ۷۶۹، ج۲، الفصل الثامن والثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکة المکرمه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب بست و پنجم

مسائل شتّیٰ

زمین کا خانۂ ملک میں اندراج ثبوت ملک کیلئے کافی ہے

سوال:- زید کے نام ایک زمین ہے، خالد اور عمر اس پر قابض ہیں۔ خالد کی وفات کے بعد خالد کی بیوی کا وہ لڑکا جو خالد سے نہیں ہے یعنی خالد کا ربیب خالد کی طرف سے زمین پر قابض ہوا۔ اب اس زمین کے سلسلہ میں زید اور عمر اور خالد کے ربیب ہر ایک دعویدار ہیں کہ وہ میری زمین ہے۔ زید کہتا ہے کہ باپ دادا کے وقت سے ہم لوگ سرکاری کاغذات پر مندرج ہیں۔ اس لئے میری ہے۔ اس لئے تینوں کے درمیان شدت سے لڑائی جھگڑا ہے۔ زید و عمر اور خالد کے ربیب نے رشوت دے کر زمین اپنے نام کرالیا۔ عمر کو جب یہ معلوم ہوا تو زید سے مل کر عدالت میں زید کے حق میں بیان دیدیا۔ جس سے زید کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ زید شرعاً زمین کا مالک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

وہ زمین زید کے نام سے اور سرکاری کاغذات میں خانۂ ملکیت میں اسکا نام درج ہے تو اس کیلئے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں[۱]۔ خالد اور عمر کا اس پر قبضہ بغیر اثبات ملک کے بے محل ہے۔ خالد کے انتقال کے بعد اسکے ربیب کی ملک اسپر ثابت نہیں ہوئی[۲]۔ خالد کے ربیب کا رشوت دے کر اپنے نام کرالینا بھی غلط ہوا[۳]۔ زید کے نام پہلے سے ہی تھا، اور اب عمر نے بھی جبکہ اسکے حق میں بیان دیدیا، تو گویا کہ اپنی ملک کا دعوی واپس لے لیا۔ اور یہ بھی اقرار کرلیا کہ عمر کا پہلا قبضہ زمین پر صحیح نہیں تھا۔ پس زید کے حق میں فیصلہ درست ہوگیا[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۴ھ

خط لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا

سوال:-مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب کی ایک تصوف کی کتاب میں لکھا ہے کہ خط

---

[۱]..... لان الديوان وضع ليكون حجة عندالحاجة الخ شامی زکریا ص ۴۵ ج۸، کتاب القضاء، مطلب فی العمل بالسجلات الخ

[۲]..... لايجوز التصرف فی مال غيره بغير اذنه ولاولايته، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، کتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه مکتبه اشاعة الاسلام دهلی، درمختار علی الشامی ص ۹/۲۹۱، کتاب الغصب، فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ، مطبوعه زکریا،

[۳]..... عن عبدالله بن عمر قال لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی، ترمذی شریف ص۲۴۸ ج ۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی الخ،

ترجمہ:-حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے پر اور رشوت مانگنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

[۴]..... المرء مؤاخذ باقراره الخ قواعد الفقه ص ۱۲۰، مطبوعه اشرفی دیوبند، رقم القاعدة: ۳۱۴،

لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنے میں ایک راز ہے۔لیکن راز کا انکشاف نہیں فرمایا۔ براہِ کرم اس راز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے خط میں لکھی ہوئی حاجت پوری ہوتی ہے[1]۔اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اگر روشنائی خشک نہ کی جائے تو ہاتھ وغیرہ لگ کر اس کے پھیل جانے اور تحریر کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر ایسی حالت میں مکتوب الیہ اس کو پڑھ نہیں سکے گا۔ کاتب کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔لہٰذا روشنائی خشک کردی جائے تاکہ حروف اصلی صورت پر باقی رہیں اور مکتوب الیہ بسہولت صحیح پڑھ لے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ

دانۂ گندم کی تشبیہ

سوال:-عوام کے اندر مشہور ہے کہ گندم کی جو صورت وہیئت ہے وہ فرج عورت کے مشابہ ہے عذاب حواء علیہا السلام کی وجہ سے، جیسے حیض آنا عورتوں کو عذاب حواء کی طرف اشارہ ہے ناخن ہاتھ کے یہ جنت کی اشیاء میں سے ایک شئی ہے کیا یہ باتیں درست ہیں؟

---

[1]..... عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال اذا کتب احدکم کتابا فلیتربه فانه انجح للحاجة، ترمذی شریف ص ۹۶ ج ۲ ابواب الاستیذان والآداب، باب ماجاء فی تتریب الکتاب، مطبوعه رشیدیه دهلی، ص ۱۰۰/۲، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمہ :- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی خط لکھے تو اسے گرد آلود کرلے کیونکہ ایسا کرنا حاجت روا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بعض کتب میں بھی درج ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ

زمین کو چک بندی سے بچانے کی ترکیب

سوال:- زید کی ایک زمین جس پر وہ اپنے دادا کے زمانہ سے قابض ہے اور اس پر درخت بھی لگا چکا ہے جن کی مدت تقریباً ۲۰ رسال کی ہو چکی ہے دو سال سے معلوم ہوا کہ وہ زمین بنجر ہے۔ لہٰذا گرام سماج کی ملکیت ہے اور بوقت چک بندی زید کی ملکیت سے نکل جائے گی۔ لیکن ایک صورت اس کے بچانے کی یہ ہے کہ زمیندار سے زمینداری لوٹنے سے پہلے باغ لگانے کا اجازت نامہ حاصل کرلیا جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر وہ اس زمین کا مالک ہے، اور اس کی یہ مملوکہ زمین اس طرح بچ سکتی ہے تو اس کو بچانے کے لئے ایسی ترکیب اختیار کرنے کی گنجائش ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۸ھ

---

[1]..... قال سعید بن جبیر عن ابن عباس قال اللّٰہ تعالیٰ: یا آدم ماحملک علی ماصنعت؟ قال یارب زینتہ لی حواء قال فانی اعقبتھا ان لا تحمل الا کرھا ولا تضع الا کرھا ودمیتھا فی الشھر مرتین فرنت حواء عند ذالک فقیل علیک الرنۃ وعلی بناتک (التفسیر المظھری ص۵۷ ج ۱) سورہ البقرۃ الآیۃ ۳۶،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امرد کی تعریف

سوال:-امرد کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس کی لبیں معمولی سی ہوں اور داڑھی نہ نکلی ہو یا اس سے قبل ہی اس قابل ہو کہ عورتوں کو اس کی طرف رغبت (شہوت)[1] ہوتی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غلط پروپیگنڈہ کی مذمت

سوال:-مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ قائم کرنا اور ان مسلمانوں کے جو کہ واقعی مسلمان ہیں یعنی نماز روزہ کے پابند، اور یہ پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کو شریعت کا پابند کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی بولے نہ ان کی میت وغیرہ میں شریک ہو،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2]..... الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۱۲ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، سکب الانهر علی هامش المجمع ص ۴/۲۲۱، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ، مطبوعه رشیدیه کوئٹه، وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او یتوصل بها الی حلال فهی حسنة، عالمگیری ص ۶/۳۹۰، کتاب الحیل، الفصل الاول فی بیان جواز الحیل وعدم جوازها، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... هو الشاب الذی طرشاربه ولم تنبت لحیته الی ماقال وأن ابتداء من حین بلوغه سنا تشتهیه النساء الخ، شامی زکریا ص ۸۰ ج ۲، باب شروط الصلاة، مطلب فی النظر الی وجه الامرد،

اور جب وہ لوگ سلام کرتے ہیں تو شریعت کے پابند اشخاص جو کہ اپنے کو سمجھتے ہیں تھوکتے ہیں اور سلام کا جواب نہیں دیتے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

بلا وجہ ایسا کرنا حرام ہے[1] جس وجہ سے ایسا کرتے ہیں اس کی وجہ معلوم ہونے پر زیادہ تفصیل اور توضیح کی جاسکتی ہے کہ اس وجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

جمعیۃ العلماء میں شرکت

سوال:- جمعیۃ العلماء نامی جماعت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ عوام کو دور رکھنا اور شرکت سے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جمعیۃ العلماء ہند کا دستور منگا کر مطالعہ کریں اگر اس میں کوئی بات تحقیق طلب ہو یا جمعیۃ کا کوئی خاص رویہ محل تامل ہو تو اس کو دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا الحدیث مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷ باب ماینھٰی من التھاجر الخ، الفصل الاول،

ترجمہ:- حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے کہ دونوں کی ملاقات ہو تو یہ اس سے اعراض کرے اور وہ اس سے اعراض کرے۔

ظالم کی ہمدردی کا طریقہ

سوال:- ظالم انسان کے ساتھ ہمدردی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضرور ہمدردی کی جائے اور اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔ کماوردفی حدیث انصر اخاک ظالماً او مظلوماً الحدیث[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

نئی صدی کا استقبال

سوال:- کیا پندرہویں صدی کے استقبال میں جلسے جلوس کرنا درست ہے کیا قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے جو لوگ ایسا کریں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مجھے اس کا ثبوت دلائل شرعیہ میں کہیں نہیں ملا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال

سوال:- یہاں بہت دنوں سے سوت کی گرانی چل رہی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں

---

[1]..... عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یارسول اللہ انصرہ مظلوما فکیف انصرہ ظالما؟ قال تمنعہ من الظلم فذلک نصرک ایاہ، متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲/۲، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، الفصل الاول،

بنکر مصیبت اور بھوک کے شکار ہو گئے ہیں، حکومت کو بار بار متوجہ کیا گیا کہ وہ اس کا انتظام کرے کہ بنکروں کو مناسب قیمت پر سوت ملے، لیکن حکومت نے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ مجبوراً یہاں کے بنکروں نے یہ فیصلہ کیا کہ حکومت سے اپنا مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال کیا جائے۔ چنانچہ بھوک ہڑتال شروع ہو چکی ہے جس میں ہندو مسلمان سبھی شامل ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حکومت سے اس قسم کا مطالبہ منوانے کے لئے مسلمانوں کو بھوک ہڑتال کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس قسم کی بھوک ہڑتال میں کسی مسلمان کی موت ہو جائے تو شرعاً اس کی موت کیسی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ مطالبہ شرعاً ایسا نہیں ہے کہ اس کو منوانا واجب ہو۔ بھوک ہڑتال اس حد تک کہ جان تلف ہو جائے۔ شرعاً جائز نہیں۔ جان بچانے کے لئے تو حرام چیز کی حرمت بھی مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور حالت اضطرار میں اس کا کھانا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر حلال اور مباح چیز کے ہوتے ہوئے اس کو نہ کھا کر جان دے دینا کیسے جائز ہوگا؟ **ولا تقتلو انفسکم**[1] (الآیۃ) کے ذیل میں حافظ ابوبکر جصاص رازی نے لکھا ہے۔ **ومن امتنع من المباح حتی مات کان قاتلاً نفسه متلف لها عند جميع اهل العلم** ص ۱۲۷ ج ۱[2] اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے درمختار میں ہے **الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام اومیتة اومال غیره**

---

[1]..... سورة النساء آیت: ۲۹،

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو (از بیان القرآن)

[2]..... احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۷ ج ۱، مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت، باب ذکر الضرورة المبیحة لأکل المیتة،

وان ضمنه فرض يثاب عليه بحكم الحديث ولكن مقدار مايدفع الانسان الهلاك عن نفسه ومأجور عليه اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔ **فان ترک الاکل والشرب حتی هلک فقد عصی لان فيه القاء النفس الی التهلكة وانه منهی عنه فی حكم التنزيل اهـ ردالمحتار**[1] **ص ۲۱۵ ج ۵.**

یہ بحث الگ ہے کہ بھوک ہڑتال کرنے والوں نے اپنی قدر منزلت حکومت کے دل میں اس قدر پیدا کردی ہے کہ وہ ان کے سامنے جھک کر ان کے مطالبات پورے کردے گی یا پیدا نہیں کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

۱۸/۶/۹۲ھ

جشن بخاری شریف

سوال:- رسم ورواج کے مطابق جشن بخاری شریف منایا جارہا ہے اور ہر طالب علم سے چالیس روپے لیتے ہیں، بعض طلبہ تو ایسے بھی ہیں جو ناشتہ وغیرہ بھی نہیں کرتے ہیں، تقریباً تین سال سے یہ جشن منایا جارہا ہے، نیز روپے ناظم انجمن یا ناظم رقم کو نہ دینے کی وجہ سے انجمن کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تمہارا نام انجمن سے خارج کردونگا۔ ان وجوہات کے پیش نظر لڑکے خائف ہوکر روپے ادا کرتے ہیں اور ان روپیوں سے تمام انجمن والے بریانی پلاؤ وغیرہ نوش کرتے ہیں، کیا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور ہمارے اکابرؒ کا اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟

---

[1]..... درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۸۸ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة،

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی نیک کام کی توفیق ہوتو اس پر بطور شکر کے اگر احباب وفقراء کو کچھ کھلا دیا جائے تو ناجائز نہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب سورہ بقرہ یاد کرلی تو ایک اونٹ ذبح کر کے اعزہ و اقرباء کو کھلایا[1]۔ لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اس میں قباحت زیادہ ہے۔ بعض غریب طلباء ہیں جن میں وسعت نہیں ان سے چندہ لیا جائے وہ شرم کی وجہ سے انکار نہ کرسکیں یا دباؤ ڈال کر ان سے وصول کیا جائے اور وہ مجبور ہوکر دیں تو ایسا پیسہ لینا اور اس کو کھانا شرعاً درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے **لا یحل مال امرأ مسلم الابطیب نفس منه**[2]۔ اور فتاویٰ عالمگیری[3] میں ہے **لایجوز لاحد من المسلمین ان یأخذ مال احد بغیر سبب شرعی**۔ نیز اس میں تفاخر ہے اور ریا ہے اسلئے اس کی اجازت نہیں[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۱۴۰۶ھ

---

[1]..... وأخرج الخطیب فی رواة مالک والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال: تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزوراً الخ، تفسیر الدرالمنثور ص ۵۴ ج ۱، مطبوعه دارالفکر بیروت، اول سورة البقرة، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۴۵/۱، کیفیة التعلم والفقه الکتاب الله تعالیٰ الخ، مقدمة المؤلف، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2]..... مشکوٰة شریف ص ۲۵۵، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کتاب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۱۰۰/۶، کتاب الغصب، باب من غصب لوحا، مطبوعه دارالمعرفة، شعب الایمان للبیهقی ص ۷۶۹/۲، رقم الحدیث: ۵۴۹۳، الباب الثامن والثلاثون، باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی احمد الباز،

[3]..... عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی کراچی ص ۶۱/۴، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر باخذ المال، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۴، ج ۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر،

سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا

سوال:- سبز درختوں کو فروخت کرنا، ان کو کاٹنا، ان کے تختے نکالنا کیسا ہے جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ضرورت کے لئے ایسے درختوں کو کاٹنا فروخت کرنا، آرہ مشین چلا کر تختہ نکالنا سب درست ہے۔ سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضروریات کو نہیں روکا جاتا ورنہ جانوروں کو گھاس کھلانا ہی منع ہو جائے گا اور سبزی کھانا بھی ختم ہو جائے گا۔ سبز شاخ کو حضورِ اکرم ﷺ نے خود ہی درخت سے جدا فرما کر اس سے کام لیا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، یکم ربیع الاول ۸۸ھ

ایک زمین کے متعلق نزاع

سوال:- زید کے مکان کے متصل کچھ زمین مثلاً بیس مربع فٹ کسی ایسے مسلمان کی بیکار کھنڈر کھنڈیرے کی صورت میں ہے اور وہ کسٹوڈین کے قبضہ میں جا چکی ہے اس زمین کا

---

[1]..... عن ابن عباس قال: مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما یعذبان الی ان قال ثم اخذ جریدة رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة، الحدیث، مشکوٰة شریف ص ۴۲، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، باب آداب الخلاء، الفصل الاول، صحیح البخاری ص ۱۸۲/۱، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر، رقم الحدیث: ۱۳۴۵، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے..... پھر آپؐ نے ایک تر شاخ لے کر دو ٹکڑے کر کے ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا۔

مالک کوئی مسلمان تھا وہ پاکستان میں کہیں رہتا ہے اور اس کے یہاں موجود اعزاء اقرباء یا وارث کون ہیں اس کا پتہ لگانا بھی مشکل ہے اور کسی کو مل نہیں سکتی کیونکہ کسٹوڈین نے ایک سندھی کو زمین دیدی ہے لیکن زید کے ذاتی مکان کے نقشہ میں اتفاقاً یا جس طرح بھی ایسی پیمائش لکھی ہے کہ وہ مذکورہ بالا زمین اس کے ذاتی مکان کے نقشہ میں پوری طرح ضم ہو جاتی ہے اور مکان سے ملی ہوئی ہے اس لئے زید نے اس زمین کو اپنی ذاتی مکان کی زمین سے بتلا کر اے ڈی ایم میں اپنا دعویٰ کر دیا اور پڑوس کے سندھی نے اپنا دعویٰ کر دیا کہ مجھے کسٹوڈین نے میری پاکستان کی زمین کے معاوضہ میں دی ہے۔ فیصلہ زید کے حق میں ہوا مذکورہ بالا صورت میں شرعاً عنداللہ زید کو زمین لینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسٹوڈین کے قبضہ کرنے اور سندھی کو معاوضہ میں دینے کی وجہ سے وہ زمین اس جانے والے کی ملک سے خارج ہوگئی اور سندھی کی ملک ہوگئی اب زید کا غلط بیان کر کے اس کو اپنی زمین ظاہر کرنا اور بذریعہ مقدمہ غلط ثبوت پیش کر کے اپنے مکان میں شامل کرنا جائز نہیں حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض آدمی باتیں خوب بنا کر اپنا دعویٰ ثابت کر دیتا ہے۔ پس اگر کسی کی غلط بیانی کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جو کہ درحقیقت اس کا حق نہیں ہے تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے اس کو ہرگز نہیں لینا چاہئے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۷)[1] میں یہ

[1]..... عن ام سلمة أن رسول اللهﷺ قال انما انا بشرو انكم تختصمون الى ولعل بعضكم ان يكون الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحوما اسمع منه فمن قضيت له بشئى من حق اخيه فلايأخذنه فانما اقطع له قطعة من النار، مشكوٰة شريف ص ۳۲۷ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب الاقضية والشهادة، الفصل الاول، شعب الايمان للبيهقى ص: ۷۷۰، رقم الحديث: ۵۴۹۶، الباب الثامن والثلاثون، باب فى قبض اليد عن الاموال المحرمة، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى احمد الباز مكة المكرمة، (ترجمہ حدیث اگلے صفحہ پر)

حدیث موجود ہے اس لئے دوسرے کا مکان لینے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے لیکن اگر زید نے خود جھوٹ نہیں لکھوایا بلکہ سرکاری نقشہ میں اندراج ہوکر وہ زید کو مل گئی تو وہ ملک زید کی ہوگئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۷ھ

چھوٹی باتوں کی تعیین ہر ایک کے بس میں نہیں

سوال:- آپس میں چھوٹی باتوں کو پکڑ کر برادری سے بائیکاٹ کر دیتے ہیں ایسا کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

چھوٹی باتیں تو زیادہ گرفت کے قابل نہیں ہوتی لیکن کسی بات کے متعلق یہ تجویز کرنا کہ یہ شریعت کی نظر میں بڑی ہے چھوٹی ہے ہر ایک کے بس میں نہیں اس کو ماہرین اور حدود شرع سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح سید مہدی حسن غفرلہٗ ۱۸/۲

(ترجمہ صفحہ گذشتہ) ترجمہ:- ام سلمہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں ایک انسان ہوں اور تم اپنے جھگڑے لے کر میرے پاس آتے ہو اور تم میں سے ممکن ہے بعض شخص ایسا ہو جو اپنی دلیل کے ساتھ خوب تقریر کر سکے اور میں حکم دیتا ہوں اس بیان پر جو سنتا ہوں پس وہ شخص جس کے حق میں فیصلہ کروں اور حقیقت میں وہ چیز جس کا فیصلہ کیا گیا ہے اس کے بھائی کی ہو تو وہ اس کو نہ لے ایسی صورت میں گویا اس کے لئے دوزخ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1]..... فسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون، الآیة سورة النحل آیت: ۴۳،

ترجمہ:- سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔ (از بیان القرآن)

اپنا حق وصول کر لینا

سوال:- ناچیز نے بصیغۂ بیماری رخصت پندرہ یوم نصف تنخواہ پر لی تھی۔ اور اخبار میں گزٹ بھی ہوگیا کہ بصیغۂ بیماری رخصت نصف تنخواہ پر منظور ہوگی مگر وصولی تنخواہ پر محکمہ سے پوری ملی نصف تنخواہ وضع نہیں کی گئی جو بذمہ بندہ واجب الاداء ہے۔ جس کو عرصہ دو سال کا گذر چکا ہے۔ اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ جو لگان یعنی ٹھیکہ نقد مالیہ زمین کا سرکار ہم سے ششماہی وصول کرتی ہے غالباً وہ شرعاً ظلم ہے تو اگر یہ نصف تنخواہ اس ٹھیکہ میں محسوب کر کے رکھ لی جائے اور داخل خزانہ نہ کی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اسکول کے دیگر اساتذہ کی تنخواہ کمیٹی سے وصول ہوتی ہے اور میری تنخواہ خزانہ صدر مقام یعنی دارالخلافہ سے وصول ہو کر آتی ہے۔ اس کے متعلق پوری پوری تشفی فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اپنا حق وصول کرنا شرعاً درست ہے۔ جس طرح سے لیا گیا ہے اسی طرح سے وصول کر لے یا دوسرے طریقہ سے[1] لیکن ریاست اسلامیہ کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ انگریزی حکومت کی زمین پر اس کو قیاس کرنا درست نہیں لہٰذا وہاں کے لگان کے متعلق ظلم یا غیر ظلم کا حکم نہیں لگا سکتے۔

تنخواہ کا معاملہ صاف ہے کہ تراضی طرفین سے قرار پایا ہے اور لگان کا معاملہ تحقیق طلب ہے لہٰذا مشکوک ہے پس حق مشکوک کے عوض میں حق یقینی کو ساقط کرنا خلافِ احتیاط

---

[1]..... وجددنانیر مدیونه وله علیه درهم له ان یاخذه لا تحادهما جنساً فی الثمنیة الی قوله والفتویٰ الیوم علی جوازا لاخذ عند القدرة من ای مال کان لا سیمافی دیارنا لمداوا متهم العقوق (شامی کراچی ص ۱۵۱ ج۶ ، کتاب الحجر، قبیل مطلب تصرفات المحجور، طحطاوی علی الدرالمختار ص ۹۶/۴، کتاب الحجر، مطبوعه دارالمعرفة بیروت،

ہے۔لہٰذا حق واجب الاداء کوادا کرنا یقینی برأت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱ جمادی الثانی ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۹ ج ۲ ۵۷ھ

انتقام کی صورت

سوال:- وہ کون سا گناہ ہے جو برابر کا بدلہ لیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مثلاً کسی نے آپ کا ایک روپیہ چھین لیا تو آپ بھی اس کا کسی طرح ایک روپیہ وصول کر لیجئے[1] اگرچہ اس میں تعریضاً کذب کی نوبت آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

عابد بخیل بہتر ہے یا زانی سخی؟

سوال:- کہتے ہیں کہ ایک عابد بخیل سے ایک زانی یا سود خور سخی بہتر ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس لئے کہتے ہیں کہ اس سخی سے دوسروں کی ضرورت پوری ہوتی ہے[2]۔مگر یہ یاد رہے

---

[1]..... وجددنانیر مدیونه وله علیه درهم له ان یاخذه لاتحادهما جنسافی الثمنیة الی قوله والفتوی الیوم علی جوازا لاخد عند القدرة من ای مال کان لاسیمافی دیارنا لمداوامتهم العقوق، شامی کراچی ص ۱۵۱ ج ۶ کتاب الحجر، قبیل تصرفات المحجور. طحطاوی علی الدرالمختار ص ۴/۸۶، کتاب الحجر، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، تکملة فتح الملهم ص ۲/۵۷۸، کتاب الاقضیة، باب قضیة هند، مطبوعه دارالعلوم کراچی، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ اس سخاوت کی وجہ سے نہ سود لینے کا جرم ہلکا ہوتا ہے نہ زنا کرنے کا۔ عابد بخیلوں سے دوسروں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے مگر اس کی وجہ سے اس کی عبادت ضائع نہیں ہوتی۔ اس کا اجر مستقلاً اس کو ملتا ہے۔ ہاں اگر وہ بخل کی وجہ سے حقوق واجبہ بھی ادا نہیں کرتا مثلاً زکوٰۃ اس پر فرض ہے وہ ادا نہیں کرتا ہے، صدقۂ فطر نہیں دیتا ہے، قربانی نہیں کرتا ہے، اس کے ذمہ کوئی کفارہ یا نذر ہے اس کو ادا نہیں کرتا ہے، بیوی بچوں کے نفقات واجبہ نہیں دیتا ہے تو وہ مجرم اور ماخوذ ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

نومسلم کب تک نومسلم رہے گا؟

سوال:- ایک نومسلم کتنے سال تک نومسلم کہلایا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نومسلم کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اسلام لایا ہے مسلمان کی نسل سے پیدا نہیں ہوا، اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

[۲]..... عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ، السخی قريب من الله قريب من الجنة قريب من الناس الی ماقال ولجاهل سخی احب الی الله من عابد بخيل الحديث، مشكوة شريف ص ۱۶۴، كتاب الزكوة، باب الانفاق وكراهية الامساک، الفصل الثانی، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[۱]..... والبخيل هو من ترک الواجب الشرعی المالی والسخی ضده ولاشک ان من قام بالفرائض وترک النوافل افضل ممن قام بالنوافل وترک الفرائض، واكثر الناس مبتلون لهذا البلاء الخ، مرقات ص ۲/۴۶۳، كتاب الزكوة، باب الانفاق الخ، مطبوعه ممبئی،

معنیٰ کے اعتبار سے وہ ساری عمر نومسلم ہی رہے گا۔ اور یہ کوئی عیب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۱ھ

انتقام کی صورت

سوال:- بدلہ لینا بموجب تفسیر بیان القرآن محض زبانی الفاظ سے ہے یا دستی زدو کوب سے بھی جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ظالم نے زبان سے کچھ کہا تو اس کا انتقام زبان سے درست ہے بشرطیکہ وہ لفظ کہنا حرام نہ ہو[1]۔ مثلاً ایک نے ماں باپ کی گالی دی اور زانی کہا تو اس کے عوض میں اس کے ماں باپ کو زانی کہنا درست نہیں اگر اس نے کاذب کہا اور واقع میں وہ کاذب نہیں ہیں تو عوض میں اس کو بھی کاذب کہنا درست نہیں اگر ہاتھ سے ظلم کیا ہے تو اس کو بھی اسی طرح اسی قدر ہاتھ سے بھی انتقام درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

کیڑے مکوڑوں کی پیدائش

سوال:- جس طریقے سے انسان کی پیدائش کے پہلے اسمیں روح کا فرشتہ روح ڈال

---

[1]..... قیل له یا خبیث ونحوه جاز له الردفی کل شتیمة لاتوجب الحدوترکه افضل، شامی زکریا ص۶۰۸ ج۹، آخر کتاب الحظر والاباحة،

[2]..... وجاز المجازاة بمثله الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۱۱۲ ج۶، باب التعزیر،

دیتا ہے، اسی طریقے سے کیا کیڑے مکوڑے چیونٹی یا اسی طریقے کے جاندار کیا انمیں بھی روح ڈالی جاتی ہے یا یونہی پیدا ہو جاتے ہیں، جیسے اناج میں ہو جاتے ہیں، مچھر ہو جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

کیڑے مکوڑے بھی سب باذن خداوندی پیدا ہوتے ہیں، خود بخود پیدا نہیں ہوتے[1] تفصیلی کیفیت پیدائش کی معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تعمیر مکان کے لئے وقت مقرر نہیں

سوال:- مکان تعمیر کرنے کے لئے کوئی وقت شرع سے مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کوئی وقت مقرر نہیں جب ضرورت ہو بقدر ضرورت بنانے کی اجازت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۹ھ

نیک عمل کا ثواب پڑوسی کو

سوال:- اگر کوئی نیک عمل کرے تو کیا اس عمل کا ثواب بغیر اس کے پہونچائے اس

---

[1]..... عن ابی هريرة قال اخذ رسول اللهﷺ بيدی فقال خلق الله التربة يوم السبت وخلق فيها الجبال يوم الاحدالی قوله وبث فيها الدواب يوم الخميس الخ، مشكوٰه شريف ص: ۵۱۰، باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم السلام، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

کے ہمسایہ کو بھی مل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر کسی درجہ میں اس کا تعاون حاصل ہے[1]، تو وہ بھی شریک ہے ورنہ شریک نہیں۔ لیکن اچھے پڑوسی سے نفع فی الجملہ پہونچتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مالِ مسروقہ کی واپسی کی ایک صورت

سوال:- ایک شخص نے بہت سی چوریاں کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دیدی، اب اس نے چاہا کہ مالِ مسروقہ ادا کردوں، لیکن چوریوں کی کثرت کی وجہ سے حق والوں کو بھول گیا اور بعینہ وہ سامان بھی نہیں ہے، اب وہ اس کو کیسے ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مال مسروقہ کی مقدار تخمینہ سے متعین کرکے مالک یا اس کے ورثاء کو پہونچادیں۔ اگر مالک یا اسکے ورثاء کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار مالک کی نیت سے غریبوں کو صدقہ کردیں، اور خدائے

---

[1]..... وتعاونوا على البر والتقوى وهو امر لجميع الخلق بالتعاون على البر والتقوى اى ليعن بعضكم بعضا وتحاثوا على ما امر الله تعالىٰ واعملوا به الى ماقال وهذا موافق لماروى عن النبى ﷺ، الدال على الخير كفا عله الخ، احكام القرآن للقرطبى ص ۱۸/۳، سورة المائدة آيت: ۲، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[2]..... عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ خير الاصحاب عند الله خيرهم لصاحبه وخير الجيران عند الله خيرهم لجاره الخ، مشكوة شريف ص ۴۲۴، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

پاک سے توبہ واستغفار کرتے رہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۴ھ

دوسرے کی مرغی اگر نقصان کرے تو اس کو ذبح کرنا

سوال:- آج کل مرغیاں پالنے کا عام رواج کثرت سے ہے بعض نہیں پالتے اور پڑوسیوں کی مرغیاں ان کے گھر آنے جانے سے تنگ و پریشان کرتی ہیں۔ مالک مرغیاں کہنے سننے پر بھی اپنی مرغیوں کی صحیح نگرانی نہیں کرتے، ایسی صورت میں جو مرغیاں اپنے گھر یا جانوروں کے چارہ کا نقصان کرنے میں ملیں تو ان کو مار ڈالنا کیسا ہے؟ تاوان ہے کہ نہیں؟ شریعت میں کون مجرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

مرغیوں والے سے کہہ دیا جائے کہ ہمارے گھر آکر آپ کی مرغیاں نقصان کرتی ہیں ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے ورنہ ذبح کردیں گے۔ اگر وہ پھر بھی انتظام نہ کریں تو جو مرغی مکان میں آکر نقصان کرے اس کو ذبح کرکے مالک کو دیدیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1]..... والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به بنية صاحبه الخ شامی زکریاص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، شرح فقه اکبر ص۱۹۴، بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی دهلی، بذل المجهود ص۳۷/۱، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه مجتبائی سهارنپور،

[2]..... وفی اضحية النوازل رجل له كلاب لايحتاج اليها ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آلۂ مکبر الصوت کا استعمال

سوال:- ایک شخص نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ بڑے بڑے مجمع میں (قرآن خواں، وعظ، مقرر) کی آواز تمام مجمع کے حاضرین کو اس آلہ کے ذریعہ سے بلا تکلف اور بخوبی قاری صاحب، واعظ مقرر صاحب کی آواز پہنچ جائے اور کوئی فرد واحد اس کثیر مجمع میں حضرات فائض کے فیض سے محروم نہ رہ سکیں۔ استفسار طلب یہ امر ہے کہ ایسے آلہ کا استعمال ضرورت مذکورہ کے وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آلہ کے جواز وعدم جواز کی دلیل کتب شرعیہ سے ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس جگہ محض آواز کا پہونچانا مقصود ہو اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہو اور کوئی عبادت اس کے علاوہ نہ ہو وہاں اس آلہ کا بھی استعمال جائز ہے کہ اصل مقصود کے حصول کا معین ہے جب اصل مقصود مباح ہے تو اس کا وہ معین کہ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

..... ولجيرانه فيها ضرر فان امسكها في ملكه فليس لجيرانه منعه وان ارسلها في السكة فلها منعه فان امتنع والا رفعوه الى القاضي او الى صاحب الحسبة حتى يمنعه عن ذلك وكذالك من امسك دجاجة او جحشا او عجولا في الرستاق فهو على هذا الوجهين عالمگيری کوئٹہ ص ۳۶۱ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادى العشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم الخ، المحيط البرهانى ص ۸/۹۴، كتاب الكراهية، الفصل الثالث والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم والحيوان، مطبوعه ڈابھیل، فتاوى خانية على الهندية ص ۳/۱۱۴، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى الختان، مطبوعه كوئٹه،

نہ ہو وہ بھی مباح ہوتا ہے[1]۔ **وھذا مما لا یخفی علی احد ممن مارس علم الفقه والحدیث**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف، ۹/۵/۵۹ھ

اسلام کی ترقی

سوال:- میرے گھر کے سب ہی لوگوں کو اسلام سے کچھ بھی دلچسپی و ہمدردی نہیں ہے وہ لوگ یورپ کی تہذیب کو اپنانا چاہتے ہیں۔ میں اپنے سے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو پڑھاتا ہوں۔ انہیں بالکل اسلامی طریقہ سے پڑھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے بڑے بھائی کا خیال ہے کہ یورپ کی تہذیب کو اپنائے بغیر اسلام ترقی نہیں کرسکتا۔ اس لئے وہ بچوں کو ناچنے گانے وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر چیز غیر اسلامی کرنے کو کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ بچے پریشان ہوجاتے ہیں۔ اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کے برخلاف بڑے بھائی کرنے کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ غلط کہتے ہیں۔ ان کی بات نہ مانا کرو۔ کیونکہ میرے خیال کے مطابق انسانیت کی ترقی صرف اسلامی اصول سے ہی ہوسکتی ہے جب تک کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ڈھالے اس وقت تک اس دنیا میں مسلمان بھی ترقی نہیں کرسکتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں جو جواب اپنے بھائی صاحب کے حق میں بچوں کو دیتا ہوں وہ درست ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ فرمائیں۔ نیز مطلع فرمائیں کہ میرا سلوک اپنے بھائی صاحب اور گھر کے لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ خیال

---

[1]..... تفصیل ملاحظہ ہو جواہر الفقه رساله "آلات جدیده کے شرعی احکام" ص ۳۸ ج ۵ آلہ مکبر الصوت کا استعمال عبادت غیر مقصودہ میں، مطبوعه مکتبه تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند،

رہے کہ میرے بڑے بھائی مجھ سے نو سال بڑے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

مسلمان کی ترقی اسکے اسلام کی ترقی سے ہے جس کا مدار قرآن کریم اور حدیث شریف کے اتباع پر ہے۔ اگر یورپین طریقوں کو اختیار کیا جائے گا تو یہ نہ اسلام کی ترقی اور نہ مسلمان کی ترقی ہوگی، بلکہ مسلمان کے ذریعہ سے یورپین طریقہ کی ترقی ہوگی۔ اور مسلمان کی حیثیت ایسی ہوگی کہ گویا وہ عیسائیوں کا ایجنٹ ہے اور اس کو نہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے تعلق ہے نہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے تعلق ہے بلکہ اس نے اپنی زندگی کا مقصد یہی قرار دے لیا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے باغیوں کی صورت شکل بنائے۔ ان کا طریقہ اختیار کرے، ان کی صف میں آکر بڑے عہدے حاصل کرے۔ اور نام اپنا پھر بھی رکھے مسلمان۔ اس میں اس نے اپنے لئے عزت کا تصور کر رکھا ہے۔ قرآن پاک میں ہے **ایبتغون عندهم العزة فان العزة للّٰهِ جميعاً**[1] الآیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۹۰ھ

عیدالاضحیٰ کو ۱۲/ربیع الاول پر ترجیح دینا

سوال:- (۱) اہل اسلام کے نزدیک قرآن وحدیث شریف میں بارہ ربیع الاول کو زیادہ اہمیت وعظمت وفضیلت حاصل ہے یا یوم عیدالاضحیٰ کو کیونکہ تمام اسلامی تقریبات کا

---

[1]..... سورہ نساء آیت: ۱۳۹،

ترجمہ:- کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ (از بیان القرآن)

حصول حضور رحمت دو عالم ﷺ کے وجود کے صدقے اور طفیل میں ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص بلا دلیل یوم عید الاضحیٰ یا کسی اور تقریب کو ۱۲/ربیع الاول پر ترجیح دیتا ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً حسن ہے یا قبیح ہے اور وہ قابل تسلیم لائق تعمیل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

(۱) عید الاضحیٰ کے متعلق شریعت نے احکام تجویز فرمائے ہیں یہ یوم النحر ہے رات مزدلفہ میں گذار کر صبح کو منیٰ میں پہنچ کر شیطان کے کنکری ماری جاتی ہے، سر منڈایا جاتا ہے قربانی کی جاتی ہے، طواف زیارت کیا جاتا ہے[۱] ان مشاغل کی وجہ سے حاجی سے نماز عید بھی ساقط ہے[۲] حج ایسا فریضہ ہے کہ اس کے ادا کرنے سے تمام گناہ معاف ہو کر آدمی ایسا ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو[۳]۔ بارہ ربیع الاول کے متعلق شریعت نے ایسے احکام

---

[۱]..... ویبیت بمزدلفة فاذا طلع الفجر صلی بغلس ..... فاذا اسفر نفر قبل طلوع الشمس الی منی فیبدؤ فیها برمی جمرة العقبة من بطن الوادی ثم یذبح ثم یحلق ثم یذهب فیطوف للزیارة الخ، ملتقی الابحر علی هامش المجمع ملخصا ص: ۴۱۰، تا ۴۱۴/۱، کتاب الحج، فصل فاذا دخل مکة الخ، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، قد روی ص: ۶۰، کتاب الحج، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، کنز الدقائق ص: ۷۸، تا ۷۹، کتاب الحج، مطبوعه دارالاشاعت کلکته،

[۲]..... ان منی موضع تجوزفیه صلوة العید الاانها سقطت عن الحاج، (شامی کراچی ص ۵۲۰، ج ۲، مطلب فی حکم صلاة العید فی منی،

[۳]..... عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللهﷺ من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه متفق علیه، (مشکوة ص ۲۲۱، ج ۱، کتاب المناسک، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا پھر اس نے نہ تو گناہ کیا اور نہ فسق وفجور کا کام کیا تو وہ لوٹے گا اس دن کی طرح جس دن کہ وہ پیدا ہوا تھا۔

تجویز نہیں کئے نفلی روزہ اس دن رکھ لیا جائے تو بہتر ہے[۱]، پیر کے دن حضور اکرم ﷺ عامۃً روزہ رکھتے تھے[۲]، ارشاد بھی فرمایا تھا کہ اس دن میری ولادت ہوئی ہے[۳]، اس تفصیل سے امید ہے کہ سوال خود بخود حل ہو جائے گا۔

(۲) جواب (۱) کے بعد شاید اس سوال کی ضرورت نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۹۹ھ

فتنہ وفساد پیدا کرنے والے کا حکم

سوال:- جو مسلمان حق وانصاف کا دامن چھوڑ دے فتنہ وفساد پیدا کرے دیکھنے میں پرہیزگار وشرعی نظر آوے وہ کیسا شخص ہے کیا حکم ہے؟

---

[۱]..... عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیھا وصوموا نھارھا الحدیث، ابن ماجہ شریف ص ۹۹/۱، ماجاء فی قیام شھر رمضان، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مطبوعہ اشرفی دیوبند، الترغیب للمنذری ص ۱۱۹/۲، کتاب الصوم، الترغیب فی صوم شعبان الخ، مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی بمصر،

[۲]..... عن عائشۃ کان رسول اللہ ﷺ یصوم الاثنین والخمیس (مشکوٰۃ ص ۱۷۹ ج ۱، باب صیام التطوع، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[۳]..... عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سئل رسول اللہ ﷺ، عن صوم الاثنین؟ فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی، رواہ مسلم، مشکوۃ شریف ص ۱۷۹/۱، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، قال الطیبی فی شرحہ: فای یوم افضل واولیٰ للصیام منہ؟ طیبی ص ۱۸۲/۴، المصدر السابق، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی،

الجواب حامداً ومصلیاً!

فتنہ وفساد پیدا کرنے اور حق وانصاف کے خلاف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۶ھ

۷۸۶ لکھنے کی وجہ

سوال:- ایک ہندو سوال کرتا ہے کہ ۷۸۶ کے عدد تم لکھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بسم اللہ کے عدد ہیں لہٰذا گذارش یہ ہے کہ اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اگر ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے[2] تو اس پر اعتراض کیا ہے تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۹۵ھ

پتھر میں اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر نکلا اسکو کیا کیا جائے

سوال:- یہاں ضلع راجوری کے قصبہ تھانہ منڈی میں جہاں پر ہمارا مدرسہ ہے اس سے تقریباً چار میل دور ایک گاؤں ہے عظمت آباد، نہایت ہی پسماندہ اور غیر مشہور ہے وہاں پر

---

[1]..... قال اللّٰہ تعالیٰ والفتنة اشد (ای اعظم وزراً) من القتل، سورة البقرہ الأیة: ۱۹۱ (التفسیر المظھری ص ۲۱۳ ج ۱، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[2]..... فتاوی نظامیہ اوندرویہ ص ۳۹۵/۱، کتاب الحظر والاباحۃ، عنوان ''بسم اللہ کی جگہ ﴿۷۸۶﴾ لکھنا'' آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۴۸/۸، حظر واباحۃ، عنوان بسم اللہ کے بجائے ﴿۷۸۶﴾ تحریر کرنا، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند،

چند نوجوان ہیں جن کو دین کی کوئی واقفیت نہیں ہے، ظاہری طور پر فاسق وفاجر ہیں، ایک سال سے انہوں نے وہاں پر جامع مسجد بنانے کا پروگرام بنایا ہے اور کام شروع بھی کرادیا ہے۔ تعمیری نگرانی میری ہی ہے یعنی ہمارے مدرسہ کی ہے۔ مشورہ وغیرہ ہم سے لیتے ہیں کام وہ خود اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ چند مہینہ قبل وہاں دریا میں سے پتھر چیرتے ہوئے ایک پتھر چیرا گیا تو اس کے دو ٹکڑے صاف ہوگئے اور درمیان میں حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی قدرتی طور پر کندہ نکلا۔ شروع میں الف بھی ہے لیکن صاف ظاہر نہیں۔ یہ ایک قدرتی سفید لکیر ہے اس میں کسی کے دستی لکھنے وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں پر دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے آرہے ہیں، کچھ لوگ نیاز وغیرہ بھی چڑھا رہے ہیں۔ ریڈیو اور اخبارات میں بھی نشر ہوا ہے۔ یہاں پر کچھ آدمی ایسے ہیں جو اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ پوجا کا مرکز نہ بنے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر قدرتی تھا تو صاف لکھنا چاہئے تھا۔ اس سلسلہ میں کافی فضلاء دیوبند بھی آئے انہوں نے بھی تقاریر کیں اور کہا کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ عام لوگوں کی مختلف آراء ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجرِ عظمت رکھا جائے، کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجر نور یا حجر نورانی وغیرہ رکھا جائے۔ اس پتھر کے لگانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ گاؤں کے مقامی لوگ کافی اہمیت دے رہے ہیں۔ کارکنانِ مسجد کو برائے تعمیر ذریعہ آمدنی بھی بن گیا ہے، وہ اس کے خلاف ایک لفظ سننا نہیں چاہتے ہیں اور امکان ہے کہ چند ہی یوم میں یہاں پر لڑائی نہ ہوجائے۔ اس پتھر کے رکھنے کے لئے اس وقت بہت بڑے بڑے پروگرام بن رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کے لئے علیحدہ حجرہ تعمیر کراؤ، کوئی کچھ کہتا ہے۔ ہم نے پہلے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے دروازہ پر دیوار میں لگوادیں۔ لیکن عام شہرت نے حالات کو بدل دیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں کس جگہ لگایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں بلندی پر نمایاں کرکے لگوایا جائے کہ دیکھنے والے اس کو دیکھ

سکیں۔ بظاہر تو یہ قدرتی طور پر پتھر کی ساخت ہے۔ نام مبارک ﷺ کی اگر صورت نمودار ہوگئی ہے تو اس سے سبق لیا جائے کہ لوگ بیش از بیش حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے علوم کو حاصل کریں اور آپ کے دین کو سیکھیں اور پھیلائیں، واللہ الموفق، درحقیقت یہی قدردانی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گھٹنے کی چوتھائی کی مقدار کیا ہے؟

سوال:- گھٹنے کی چوتھائی کی پیمائش کا حساب کیا ہے۔ آیا گھٹنے کے پورے ٹھیکرے سے لگے گا یا اوپر سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

جس حصہ کو گھٹنہ کہا جاتا ہے اس کی چوتھائی مراد ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۴۱۳/۲/۳ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

انسان میں عناصر اربعہ

سوال:- آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے عناصر اربعہ سے پیدا فرمایا ہے اور ہر عناصر کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

خلقت آدم علیہ السلام میں عناصر اربعہ ہیں[1]۔ ہر عنصر کی کتنی اقسام ہیں مجھے اس کی

---

[1]..... ولعل اضافة خلق اٰدمؑ الی الطین وخلقه الی النار باعتبار الجزء الغالب والا فقد تقرر أن الاجسام من العناصر الاربعة (روح المعانی ص ۸۹ ج۸ تحت قوله تعالی "خلقتنی من النار وخلقته من طین" سورۂ اعراف، رقم الآیة: ۱۲، مطبوعه مصطفائیه دیوبند)

تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۱۴۰۱ھ

آب حیات

سوال:- آب حیات کیا چیز ہے؟ آیا اس کے اجزاء ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کتب حدیث وتفسیر میں اس کا وجود مذکور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں آبِ حیات کی تفصیل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۹۰ھ

جس چیز کے کئی رکن ہوں تو ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے

سوال:- کیا شریعت کا کوئی ایسا عمل یا فعل یا عبادت ہے کہ اگر اسکے چند فرائض میں

---

[1]..... ان ذالقرنين كان له صديق من الملائكه فطلب منه أنه يدله على شئى يطول به عمره فد له على عين الحياة وهى داخل الظلمة فسار اليها والخضر على مقدمته فظفر بها الخضر ولم يظفر بها ذوالقرنين (فتح البارى شرح بخارى ص ۳۱۰ ج۶ كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليهما السلام، مكتبه يوسفى ديوبند) ان أباه كان ملكاو أن امه كانت بنت فارس واسمها ألمى (الى قوله) ثم ان الخضر فرمن الملك لاسباب يطول ذكرها الى أن وجدعين الحياة فشرب منها (الجامع لاحكام القرآن للقرطبى دارالفكر ص۴۱۶، ج۵، الجزء العاشر، سورة كهف تفسير الآيات: ۷۹. ۸۲)

سے صرف ایک فرض ادا کرلیا جائے تو وہ عمل یا فعل یا عبادت عندالشریعت مکمل ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

جو فعل یا عبادت چند فرائض سے مرکب ہو تو اس کی ادائیگی ان تمام فرائض پر موقوف ہوگی، بعض فرائض ادا کر لینے سے اس فعل یا عبادت کی حقیقت شرعیہ وجود میں نہ آئے گی۔[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۱ھ

معصیت کا اثر عبادات پر

سوال:- ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے باقی دینی کاموں میں بھی دلچسپی لیتا ہے مگر اپنی عورت کے علاوہ دوسری عورت سے بھی ناجائز تعلقات رکھتا ہے تو اس کی نماز روزے اور دوسرے دینی کام پر اس کا کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھنا معصیت ہے،[2] اسکی سزا مستقل ہے اور نماز روزے

---

[1]..... فرضها يعنى مالاتجوز الصلوة بدونه التحريمة والقيام فى كل ركعة من الفرض والقراءة قدرماتجوز به الصلوة، والركوع والسجود والقعود الاخيرة قدر التشهد الخ، مجمع الانهر ملخصا ص ۱۳۰/۱، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الصلاة اصلها فى الغة الدعاء بالخير، الى قوله وفى الشرع هو اسم لهذه الافعال المعلومة من القيام والركوع والسجود او عن اركان مخصوصة، واذكار معلومة، بشرائط محصورة فى اوقات مقدرة، معجمة المصطلحات والالفاظ الفقهية ص۲/۳۷۷، حرف الصاد، الصلاة، مطبوعه دارالفضيلة قاهرة،

[2]..... والكبيرة قداختلف الروايات فيها فروى ابن عمر انها تسعة الشرك بالله وقذف المحصنة والزنا الخ. شرح عقائد ص۱۰۷، بحث الكبيرة، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی پابندی کرنا اطاعت اور موجب اجر ہے[1]، عورت کے ساتھ غلط تعلق کی بنا پر اس کی نماز روزے کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟

سوال:- بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ خداوند پاک نے ان سے اپنے فرائض اور نبی ﷺ نے ان سے سنتیں ان کی تکالیف اور ضعیفی کی بناء پر معاف کر دیا تھا۔ اگر جناب والا کی نظر سے کسی کتاب میں یہ واقعہ گذرا ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

خصوصیت سے یہ واقعہ تو مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں لیکن مسئلہ صحیح ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بیمار اور ضعیف ہے کہ نہ وضو کر سکتا ہے نہ تیمّم، نہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے نہ بیٹھ کر نہ لیٹ کر، نہ رکوع کر سکتا ہے نہ اشارہ، نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے اور اسی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

.....مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الزواجر لابن حجر الهيثمی ص ۴/۷۷۹، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة: الزناء، مطبوعه مصطفى احمد الباز مكة المكرمة،

(حاشیہ صفحہ ھذا)

[1]..... عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خمس من جاء بهن مع ايمان دخل الجنة: من حافظ على الصلوات الخمس، على وضوئهن، وركوعهن، وسجودهن، ومواقيتهن، وصام رمضان، وحج البيت ان استطاع اليه سبيلا، وآتى الزكوة بها نفسه، وادى الامانة، قيل يارسول الله: وما اداء الامانة؟ قال الغسل من الجنابة، ان الله لم يأمن ابن آدم على شيء من دينه غيرها، رواه الطبرانی باسناد جيد، الترغيب للمنذری ص ۱/۲۴۱، كتاب الصلاة، الترغيب فی الصلوات الخمس والمحافظة عليها الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت،

حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہ کر مر جائے تو یہ سب عبادتیں اس سے معاف ہیں، کوئی فدیہ یا وصیت بھی واجب نہیں۔ کتب فقہ نور الایضاح[1] وغیرہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیمار لڑکی کی شادی کی، مرگئی، کون ذمہ دار؟

سوال:- (۱) زید نے اپنی لڑکی کا مورخہ ۱۸/دسمبر ۱۹۷۷ء کو عمر کے ساتھ نکاح پڑھا دیا تھا، جو صرف تین مہینے ۱۸ دن زندہ رہ کر یکم اپریل ۱۹۷۸ء کو ٹی بی دواخانہ میں انتقال کر گئی؟

(۲) زید کو یہ معلوم تھا کہ اس کی لڑکی ٹی بی کی مریضہ ہے، تیسرے درجہ میں بیمار ہے، یہ سب جانتے ہوئے شادی کرادی، اس بچی کی موت کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

۱/۲ جبکہ اس لڑکی کو کسی نے قتل نہیں کیا، تو اس کی موت کا کوئی ذمہ دار نہیں، علاج کی کوشش کے باوجود نہیں بچی تو کسی کا کیا قصور[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۹۹ھ

---

[1]..... اذامات المریض ولم یقدر علی الصلوٰۃ بالایماء لایلزمه الایصاء بها وان قلت وکذالصوم ان افطر فیه المسافر والمریض وماتاقبل الاقامة والصحة، الخ نور الایضاح ص ۱۰۴ فصل فی اسقاط الصلاۃ. مطبوعه معراج دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۱۳۷ ج ۱، الباب الرابع عشر فی صلاۃ المریض.

[2]..... مستفاد وان شربت المرأۃ دواء لتصح نفسها وهی حامل فلا بأس بذلک وهو اولی وان سقط الولد حیا او میتا فلا شیء علیها، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، المحیط البرهانی ص ۸/۸۲، کتاب الکراهیة، الفصل التاسع عشر فی التداوی والمعالجات، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل،

کیا جس دن عید ہو اسی دن محرم ہے؟

سوال:- لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جس دن عید ہوتی ہے، اسی دن محرم ہوتا ہے کیا یہ ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

یہ بات کہ جس دن عید ہو اسی دن محرم ہو شرعی دلیل سے ثابت نہیں، کچھ لوگوں کا تجربہ ہے جو دائمی نہیں، اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۹۵ھ

ایک گھنٹہ کا انصاف کتنی سال کی عبادت سے بہتر ہے

سوال:- ایک گھنٹہ کا انصاف کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

ایک گھنٹہ کا انصاف کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، اس کا حوالہ مجھے یاد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1]..... عدل یوم افضل من عبادة ستین سنة (عن ابی هریرة) کنز العمال ص ۱۲، ج۶، الحدیث: ۱۴۲۳، مطبوعه مؤسسة الرسالة،

ترجمہ: ایک دن کا انصاف کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تم الجزء

التاسع والعشرون بحمد اللّٰہ

واحسانہ وتوفیقہ تعالیٰ وبمنہ وکرمہ

ویلیہ الجزء الثلاثون اولہ کتاب الفرائض

انشاء اللّٰہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم بحرمۃ حبیبک

سید المرسلین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ

وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

﴿رسالہ آسان فرائض﴾

تمہید

حضرت اقدس قدس سرہٗ نے علم فرائض میں ایک رسالہ بنام ''آسان فرائض'' اردو داں حضرات کے لئے آسان، سہل اور عام فہم زبان میں تصنیف فرمایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ اردوداں طبقہ مستفید ہوسکے اور وراثت سے متعلق پیش آنے والے مسائل خود حل کرسکیں۔

مقدمہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الوقوع مسائل وقواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تحقیقات، دلائل نوادر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردوداں حضرات بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کرسکیں اور بوقت حاجت جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کریں۔ وماتوفیقی الا باللّٰہ۔

علم فرائض

کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کر ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ **تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانھا نصف العلم**[1] یعنی علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے

---

[1] عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال تعلموا الفرائض وعلموہ الناس فانہ نصف العلم، سنن بیھقی ص ۲۰۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، دارالمعرفۃ، سنن دارقطنی ص ۳۳/ ج ۲/ کتاب الفرائض، دارالفکر بیروت، وراجع المستدرک للحاکم ص ۳۶۹/ ج۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت، سنن ابن ماجۃ ص ۱۹۹/ کتب خانہ رشیدیہ دھلی.

لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف العلم ہے اس حدیث شریف میں تنہا علم فرائض کو نصف العلم فرمایا گیا ہے۔

فائدہ

جس کا انتقال ہو اس کو میت کہتے ہیں۔ اور جو مال وہ چھوڑے اس کو ترکہ اور اس[1] مال کے بروئے وراثت مستحقین کو ورثہ اور ان کے بروئے حساب حصص شرعیہ کو سہام کہتے ہیں۔

مسئلہ:- ترکۂ میت میں چار قسم کے حق ہیں[2]

اول خود میت کا حق ہے وہ یہ کہ اس کی تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کی جائے۔ یعنی کفن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے نہ بہت ادنیٰ قسم کا بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔

دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دین مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین وہ ادا کیا جائے اگر کچھ مال بچے۔

تیسرا حق موصیٰ لہ کا ہے یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو مثلاً یہ کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادا نہیں کیا یا میرے ثواب کے لئے اتنا روپیہ غرباء و مساکین کو دیا جائے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر تہائی ترکہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں بلکہ ورثاء کی رضاء و اجازت پر موقوف ہے

---

[1] التركة فى الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياً عن تعلق حق الغير الخ شامى كراچى ص ۷۵۹/ ج۶/ كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۳۲۹/ ج۶/ كتاب الفرائض، مكتبه امداديه ملتان.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من تلك ما بقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الامة، سراجى ص ۵، عالمگيرى ص ۴۴۷/ ج۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۷۵۹/ ج۶/ كتاب الفرائض،

دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں۔ چوتھا حق ورثہ کا ہے یعنی قرآن کریم حدیث شریف، اجماع سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے۔

تنبیہ

نابالغ وارث کی رضا و اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں لہٰذا اس کا حصہ ہرگز نہ خرچ کیا جائے[۱]۔

تقسیم ورثہ

ورثہ کی تین قسمیں ہیں[۲]۔ (۱) ذوی الفروض، (۲) عصبات، (۳) ذوی الارحام، ذوی الفروض جس کا حصہ معین ہے[۳]۔

عصبات جن کا حصہ معین نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے[۴]۔

ذوی الارحام وہ ہیں جو اوّل دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے[۵]۔

---

[۱] لم تجز اجازة صغير (الدرالمحتار مع الشامی کراچی کتاب الوصایا ص ۶۵۶/ ج ۶، عالمگیری کوئٹہ ص ۹۰/ ج ۶/ کتاب الوصایا،

[۲] الوارثون اصناف ثلاثة اصحاب الفرائض والعصبات و ذوالارحام کذافی المبسوط (عالمگیری ص ۴۴۷/ ج ۶/ کتاب الفرائض،

[۳] ذو الفروض وهم كل من كان له سهم مقدر فی كتاب اللّٰه تعالیٰ اوفی سنة رسوله ﷺ اوبالا جماع، عالمگیری ص ۴۴۷/ ج ۶،

[۴] العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر وياخذ مابقی من سهام ذوی الفروض واذا انفرد اخذ جميع المال، عالمگیری ص ۴۵۱/ ج ۶،

[۵] ذوی الارحام كل قريب ليس بذی سهم ولاعصبة وهم كالعصبات من انفرد منهم اخذ جميع المال، عالمگیری ص ۶/۴۵۸، الباب العاشر فی ذوی الارحام، مطبوعه کوئٹہ، سراجی ص ۵، ۶/ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، المحيط البرهانی ص ۲۳/۲۸۶، الفصل الثامن فی بيان ترتيب الورثة،

تقسیم فروض

کل فروض (حصص معیّنہ) چھ ہیں (۱) نصف، (۲) ربع، (۳) ثمن ان تینوں کو فروض کی نوع اوّل کہتے ہیں۔ (۴) ثلثان، (۵) ثلث، (۶) سدس۔ ان تینوں کو فروض کی نوع ثانی کہتے ہیں[۱]۔

ذوی الفروض کا بیان

ان فروض (حصص معینہ) کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ ۱۲ نفر ہیں۔ چار ۴ ذکور (مرد) ہیں۔ آٹھ ۸ اناث (عورتیں) ہیں۔

تفصیل مذکور! (۱) اب (۲) جد (۳) اخیافی بھائی (۳) زوج[۲] پہلے ان کے حالات معلوم ہو جائیں تو پھر اناث اور ان کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذکور کے حالات

اب:- میت کے ورثہ میں اگر باپ موجود ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

اول:- فرض مطلق (سدس) کا مستحق ہوگا یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹا یا پوتا بھی موجود ہو۔

---

[۱] الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ ستة، النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس، عالمگیری ص ۴۵۹/ ج ۶، کتاب الفرائض، مطبوعہ کوئٹہ، سراجی ص ۸/ باب معرفة الفروض، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[۲] واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا اربعة من الرجال وهم الاب والجد الصحیح وهو اب الاب وان علا ولاخ لام والزوج وثمان من النساء وهن الزوجة والبنت وبنت الابن وان سفلت والاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام والام والجدة الصحیحة، سراجی ص ۹/ عالمگیری ص ۴۴۸/ ج ۶، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعہ کوئٹہ.

دوم:- فرض وتعصیب معاً۔یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

سوم:- تعصیب محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد عصبہ ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا۔اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔اور یہ اس وقت ہے کہ ورثہ مذکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو[1]

جد:- دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا وہ کالعدم ہوگا[2]

ابن الام:- اخیافی بھائی جو صرف ماں میں شریک ہو اسکی تین صورتیں ہیں:

(۱) جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا (۲) جب دو یا زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا (۳) جب میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ کالعدم ہوگا[3]

---

[1] اماالاب فله احوال ثلث الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل والفرض والتعصیب معاً وذالک مع الابنة اوابنة الابن وان سفلت والتعصیب المحض وذلک عند عدم الولد وولدالابن وان سفل،سراجی ۹/باب معرفة الفروض،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،شامی کراچی ص۵۵۵/ج۶/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی .

[2] والجدالصحیح کالاب الافی اربع مسائل،ویسقط الجدبالاب لان الاب اصل فی قرابة الجد ای المیت،سراجی ص۱۰، باب معرفة الفروض، عالمگیری کوئٹه ص۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی.

[3] واما لاولاد الام فاحوال ثلث السدس للواحد والثلث للاثنین فصاعدا ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ویسقطون بالولد وولدالابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق (سراجی ۱۰، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

زوج:- شوہر کی دوصورتیں ہیں اگر میت کی اولاد نہ ہوتو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہوتو ربع کا مستحق ہوگا[1] یہاں تک ذکور کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

اناث:- (۱) زوجہ، (۲) بنت، (۳) بنت الابن، (۴) اخت عینی، (۵) اخت علاتی، (۶) اخت اخیافی، (۷) ام، (۸) جدّہ، (دادی، نانی)

زوجہ:- بیوی کی دوصورتیں ہیں، (۱) اگر اولاد نہ ہوتو ربع کی مستحق ہوگی۔ (۲) اگر اولاد ہوتو ثمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی[2]

بنت:- لڑکی کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک ہوتو نصف کی مستحق ہوگی (۲) دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان کی مستحق ہوں گی (۳) اور اگر لڑکا بھی ہوتو عصبہ بن جائیں گی۔ یعنی لڑکی کو اکہرا اور ہر لڑکے کو دوہرا ملے گا۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں[3]

بنت الابن:- پوتی کی چھ صورتیں ہیں تین تو وہی ہیں جو بیٹی کی ہیں۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹی بھی ہوتو پوتی کو سدس ملے گا۔ (۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۶) چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہوتو اس صورت میں وہ پوتی اپنے بھائی (پوتے) کے

---

[1] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولدوولدالابن وان سفل والربع مع الولد اوولدالابن وان سفل، سراجی ص ۱۱، باب معرفة الفروض، یاسرندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ ج ۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولدالابن وان سفل والثمن مع الولد اوولدالابن وان سفل، سراجی ص ۱۲، باب معرفة الفروض، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، المحیط البرهانی ص ۲۹۸/ ج ۲۳/ کتاب الفرائض، الفصل السابع عشرفی الزوجات، ادارة القرآن.

[3] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتین فصاعدة ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن (سراجی ص ۱۲) باب معرفة الفروض، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ساتھ عصبہ بن جائے گی اور باقی ترکہ میں سے اکہرا پوتی کو اور دوہرا پوتے کو مل جائے گا۔[1]

اخت عینی:- عینی بہن کی پانچ صورتیں ہیں۔(۱) ایک ہو تو نصف، (۲) دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان (۳) اگر عینی بھائی بھی ہو تو عصبہ بن جائیگی یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا۔(۴) اگر بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب عینی بہن کو مل جائے گا۔یعنی وہ عصبہ بن جائیگی (۵) اگر بیٹا پوتا باپ دادا کوئی موجود ہو تو پھر عینی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔وہ کالعدم ہوگی۔[2]

اخت علاتی:- باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں۔پانچ تو وہی ہیں جو عینی بہن کی ہیں۔(۶) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک عینی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاتی بہن کو سدس ملتا ہے جیسا کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں پوتی کو سدس ملتا ہے اور دو بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔(۷) ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ عینی بہن ہوں تو علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ کالعدم ہوگی ہاں اگر اس صورت میں کوئی علاتی بھائی بھی ہو تو باقی ترکہ اکہرا علاتی بہن کو ملے گا اور دوہرا علاتی بھائی کو یعنی وہ عصبہ بن جائے گی۔[3]

---

[1] وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين ولايرثن مع الصلبتين الاان يكون بحذائهن واسفل منهن غلام فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الانثيين ويسقطن بالابن سراجي ص ۱۳،

[2] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين،ولهن الباقي مع البنات وبنات الابن، سراجي ص ۱۶، باب معرفة الفروض، ياسر نديم اينڈ كمپني ديوبند، المحيط البرهاني ص ۲۹۵/ ج ۲۳/ الفصل الرابع عشرفي الاخت لاب وام،

[3] والاخوات لاب كالاخوات لاب وام ولهن احوال سبع النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم الاخوات لاب وام ولهن السدس مع الاخت لاب وام تكملة للثلثين ولايرثن مع الاختين لاب وام الا ان يكون معهن اخ لاب فيعصبهن والباقي بينهم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخت اخیافی:- ماں شریک بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے[1]۔

ام:- ماں کی تین حالتیں ہیں، (۱) ایک حالت میں سدس ملتا ہے وہ اس وقت کہ میت کے اولاد یا بیٹے کی اولاد ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ (۲) دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ (۳) تیسری صورت میں ثلث ملتا ہے مگر بعد فرض احد الزوجین مثلاً کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا[2]۔

جدّہ:- دادی نانی کو سدس ملے گا ماں اگر موجود ہو تو دادی، نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ اگر موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا[3]۔

یہاں تک ذوی الفروض کا بیان ختم ہوا، آگے ورثہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) للذکر مثل حظ الانثیین والسادسة ان یصرن عصبة مع البنات اوبنات الابن لماذکرنا وبنوا لاعیان والعلات کلهم یسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق وبالجد عندابی حنیفة ویسقط بنوالعلات ایضاً بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام اذا صارت عصبة(سراجی ص۱۷/)باب معرفة الفروض،یاسرندیم اینڈکمپنی دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی،

[1] راجع حاشیه:۳/ عنوان ابن الام،

[2] واماللام فاحوال ثلاث السدس مع الولد اوولدالابن وان سفل او مع الاثنین من الاخوة والاخوات فصاعدا من ای جهة کاناوثلث الکل عندعدم هؤلاء المذکورین وثلث مابقی بعد فرض احداالزوجین، سراجی ص۱۷، باب معرفة الفروض، یاسرندیم اینڈکمپنی دیوبند،

[3] وللجدة السدس لام کانت اولاب واحدة کانت اواکثر اذا کن ثابتات متحادیات فی الدرجة ویسقطن کلهن بالام والابویات ایضاً بالاب، سراجی ۱۹، باب معرفة الفروض،یاسر ندیم اینڈکمپنی دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی،

﴿عصبہ کا بیان﴾

تقسیم عصبات

عصبہ تین[1] قسم پر ہے، عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ عصبہ بنفسہ کی تقسیم:

قسم اول:- عصبہ بنفسہ: ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے اس کی چار قسمیں ہیں:

اول: جزء میت بیٹا پوتا وغیرہ۔

دوم: اصل میت باپ دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جزء بھائی بھتیجہ وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جزء تایا۔ چچا وغیرہ۔ ان کی وراثت قرب وقوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔ ترتیب مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزء میت کے ہوتے ہوئے اصل میت کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگرچہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا) اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں دادا اور دادا کی موجودگی میں بھائی بھتیجا اور بھائی کی موجودگی میں

---

[1] العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره اماالعصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميت واصله وجزء ابيه وجزء جده الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة، ثم يرجحون بقوة القرابة اعنى به ان ذاالقرابتين اولى من ذى قرابة واحدة ذكراكان اوانثى، سراجى ص ۲۱/ باب العصبات، عالمگیری ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فى العصبات كوئٹه، شامى كراچى ص ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، فصل فى العصبات،

تایا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے اور قوت کا مطلب یہ ہے کہ عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی اور عینی چچا کی موجودگی میں علاتی چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

قسم دوم:- عصبہ بغیرہ: وہ چار عورتیں ہیں جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملتا ہے وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ بیٹی بیٹے کے ساتھ اور پوتی پوتے کے ساتھ عینی بہن عینی بھائی کے ساتھ۔ علاتی بہن علاتی بھائی کے ساتھ[1]۔

قسم سوم:- عصبہ مع غیرہ: وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے مثلاً بہن عصبہ بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ[2]۔ یہاں تک ذوی الفروض اور عصبات کی تقسیم پوری ہوگئی۔ اب بعض امور قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورثہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہوگا۔

حجب کا بیان

پانچ ورثہ ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورثہ کی موجودگی میں کمی آجاتی ہے اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن مثلاً اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں ربع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ[3]۔

---

[1] اما العصبة بغيره فاربع من النسوة وهن اللاتى فرضهن النصف والثلثان يصرن عصبة باخوتهن، سراجى ص ۲۳، باب العصبات، عالمگیری ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۷۷۵/ ج۶/ فصل فى العصبات،

[2] اما العصبة مع غيره فكل انثى تصير عصبة مع انثى اخرى كا لاخت مع البنت، سراجى ص ۲۳، باب العصبات، عالمگیری ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۶/۷۷۵، فصل فى العصبات،

[3] حجب نقصان وهو حجب عن سهم الى سهم وذلک لخمسة نفر للزوجين والام وبنت الابن والاخت لاب، سراجى ص ۲۶، باب الحجب وفى الهامش، فالزوج يحجب من النصف الى الربع، عالمگیری كوئٹه ص ۶/۴۵۲، باب الحجب،

حرمان

چھ ورثہ ایسے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ نہ ملے، بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثہ ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی اس کا مدار دو قاعدوں پر ہے اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قرابت کسی واسطے سے ہو تو وہ واسطہ موجود ہوگا وہ شخص محروم ہوگا مثلاً دادا کہ اس سے قرابت بواسطہ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا۔ لیکن اخیافی بھائی بہن اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے حالانکہ ان سے رشتہ ماں کے واسطہ سے ہے۔

دوسرا قاعدہ[1] یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم رہے گا جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبہ بنفسہٖ کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

مخارج فروض

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے، جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فروض چھ ہیں جنکی دو نوع ہیں نوع اول، (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن نوع ثانی۔ ثلث، سدس ثلثان[2] جب

---

[1] وحجب حرمان والورثة فيه فريقان فريق لا يحجبون بحال البتة وهم ستة الابن والاب والزوج والبنت والام والزوجة وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال وهذا مبنى على اصلين احدهما هوان كل من يدلى الى الميت بشخص لايرث مع وجود ذلك الشخص سوى اولادالام فانهم يرثون معها والثانى الاقرب فالاقرب كماذكرنا فى العصبات، سراجى ص۲۷، باب الحجب، عالمگیری ص ۶/۴۵۲، كتاب الفرائض، الباب الرابع فى الحجب، مطبوعه كوئٹه،

[2] السهام المقدرة ستة السدس والثلث والثلثان جنس واحد والثمن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہوتو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔

اگر ذوی الفروض ہوں تو وہ صرف نوع اول کے ہیں یا صرف نوع ثانی کے یا مخلوط۔ اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو اس کے موافق عدد سے وراثت تقسیم کردی جائے مثلاً اگر اس کا فرض ثمن ہے تو آٹھ عدد کل ترکہ کو قرار دے کر تقسیم کردیں۔ اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کردیں اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے[1]

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو اس سے تقسیم کردیں مثلاً ایک کا فرض ثمن ایک کا نصف ہے آٹھ سے تقسیم کردیں مثلاً زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبہ ہے۔ بیوی کا فرض ثمن ہے بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے۔ تو ثمن کے موافق آٹھ ہے لہٰذا کل ترکہ آٹھ سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کردیں گے۔

مسئلہ ۸

میت

زوجہ	بنت	اخ عینی
۱	۴	۳

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) والربع والنصف جنس عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۴/۶، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، الدرالمختار ص ۸۰۳/ ج۶/باب المخارج کراچی، المحیط البرهانی ص ۳۱۴/ ج۲۳/الفصل السادس والعشرون فی اصول الحساب، ادارة القرآن،

[1] ولكل سهم من هذه السهام مخرج فالنصف يخرج من سهمين وماعداه يخرج كل سهم من اسمه كالثمن من ثمانية والربع من اربعة والثلث والثلثان من ثلاثة والسدس من ستة وان اجتمع الربع مع كل الآخر اومع بعضه فاصله من اثنى عشر وان اجتمع الثمن مع كل الآخر اومع بعضه فاصله من اربعة وعشرين، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۵/ ج۶/الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، مطبوعه کوئٹه،

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوع ثانی کے ذوی الفروض ہوں مثلاً اگر کوئی فرض ثلثان یا ثلث ہوتو تین سے اگر سدس بھی ہوتو چھ سے جیسے زید کا انتقال ہوا اس نے ماں چھوڑی اور دو عینی بہنیں ایک چچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ثلثان ہے باقی چچا کا۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ۶

ام	اخت عینی	اخت عینی	عم
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوع اول کا نصف مخلوط ہو۔ نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً

مسئلہ ۶

زوج	ام	اخت اخیافی	اخت اخیافی
نصف	سدس	(۱) ثلث	(۱)
۳	۱	(۲)	

اور اگر نوع اول کا ربع مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوجہ	ام	اخت اخیافی	اخت اخیافی	عم
ربع	سدس	(۲) ثلث	(۲)	۳
۳	۲	(۴)		

اور اگر نوع اوّل کا ثمن مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو چوبیس سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً: مسئلہ ۲۴

زوجہ	ام	بنت	بنت	عم
ثمن	سدس	(۸)	ثلثان (۸)	عصبہ
۳	۴	(۱۶)		۱

عول کا بیان

جس عدد سے کل ورثہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو مخرج کہتے ہیں۔

ذوی الفروض ہونے کے وقت جب ترکہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے:

=۲۴=۱۲=۸=۶=۴=۳=۲

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمیع ذوی الفروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کرلی جاتی ہے اس زیادتی کو اہل فرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں۔

چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی۔۲=۳=۴=۸=

تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تین یہ ہیں:

۶=۱۲=۲۴= چھ کا عول دس تک ہوسکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی، کبھی تین کی، کبھی چار کی۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی۔ مثلاً

مسئلہ ۶ (۷) ہندہ مثلاً

زوج	اخت	اخت
۳	۲ (۴)	۲

مسئلہ ۶ (۸)

زوج	ام	اخت
۳	۲	۳

---

[1] العول ان یزاد علی المخرج شئی من اجزائه اذاضاق عن فرض اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لاتعول وهی الاثنان والثلاثة والاربعة والثمانية وثلثة منها قدتعول اماالستة فانها تعول الی عشرة وتراوشفعا واما اثنا عشرفهی تعول الی سبعة عشر وترا لا شفعا واماالاربعة وعشرون فانها تعول الی سبعة وعشرین عولاواحداکمافی المسئلة المنبرية وهی امرأة وبنتان وابوان، سراجی ص ۳۰، باب العول، عالمگیری ص ۴۶۸ ج ۶، الباب الثانی عشرفی العول، مطبوعه کوئٹه،الدر المختارعلی الشامی کراچی ص ۷۸۶/ ج ۶/ کتاب الفرائض،باب العول،

مسئلہ ۶ (۹)

زوج	اختان عینی	ام	اخت لام
۳	۴	۱	۱

مسئلہ ۶ (۱۰)

زوج	اختان عینی	اختان لام	ام
۳	۴	۲	۱

بارہ کا عول کبھی تیرہ ہوگا کبھی پندرہ کبھی سترہ اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی مثلاً

مسئلہ ۱۲ (۱۳)

زوج	بنت	بنت	ام
۳	۴ (۸)	۴	۲

مسئلہ ۱۵ (۱۲)

زوج	بنتان	اب	ام
۳	۸	۲	۲

مسئلہ ۱۲ (۱۷)

زوجہ	اختان لام	اختان لاب	جدہ
۳	۴	۸	۲

چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوگا اس کی مثال یہ ہے مثلاً

مسئلہ ۲۴ (۲۷)

زوجہ	بنت	بنت	اب	ام
۳	۸	۸	۴	۴

باب الرّد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی الفروض موجودہ کے حصص دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا۔ (اس بچے ہوئے کو فاضل کہتے ہیں) تو یہ فاضل پھر انہیں ذوی الفروض کو ان کے حصص کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے اس کو رد[1] کہتے ہیں۔

[1] الرد ضد العول مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم، سراجی ص ۴۳، ۴۴، عالمگیری ص ۶/۴۶۹، الباب الرابع عشرفی الرد، طبع کوئٹه،

تو ردّ گویا کہ عول کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے یہاں مخرج کو کم اور مختصر کرنا پڑتا ہے۔

تنبیہ

رد کی ضرورت عصبہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوگی کیونکہ وہ فاضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فاضل بچتا ہی نہیں۔

تنبیہ

زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے[1]۔

مسائل رد

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں۔ پہلی دو قسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دو قسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں۔

اوّل:- اول یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رؤس ورثہ کو مخرج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲ ردّیہ

بنت	بنت
۱	۱

[1] یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا علی الزوجین، سراجی ص ۴۴، باب الرد، عالمگیری ص ۶/۴۶۹، الباب الرابع عشر فی الرد، المحیط البرهانی ص ۳۱۸/ج ۲۳/الفصل السابع والعشرون فی الرد.

اس صورت میں دو بنت ثلثان کی مستحق ہیں۔تو مخرج تین کو قرار دیا جائے ان کو ثلثان یعنی دو دینے کے بعد ایک فاضل رہا وہ بھی انہیں دو کو دیا جائے گا اور عدد رؤس یعنی دو کو مخرج بنا کر ایک ایک دونوں کو مل جائے گا۔دوسری مثال:

مسئلہ ۲ ردّیہ

اخت اخیافی	اخت اخیافی
۱	۱

کہ یہ دونوں ثلث کی مستحق ہیں۔تو کل مخرج تین بنا کر ایک ان دونوں کو ملا اور دو فاضل رہے۔عدد رؤس دو سے تقسیم کر دیا۔تیسری مثال:

مسئلہ ۲ ردّیہ

جدہ	جدہ
۱	۱

یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں۔تو کل مخرج چھ بنا کر ایک ان دونوں کو ملا پانچ فاضل رہے۔عدد رؤس سے تقسیم کر دیا۔یہی حال اس وقت ہوگا جب کہ بنتان یا اختان ہوں[1]۔

ثانی:- یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعہ سہام کو مخرج بنا کر تقسیم کر دیں گے۔مثلاً:

مسئلہ ۲ ردّیہ

جدہ	اخت لام
۱	۱

---

[1] ثم مسائل الباب علی اقسام اربعة احدها ان یکون فی المسألة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من رؤسهم کمالو ترک بنتین او اختین او جدتین فاجعل المسئلة من اثنین سراجی ص ۴۵،۴۴/باب الرد. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹/ج۶/الباب الرابع عشر فی الرد.

کہ دونوں کو سدس سدس مل کر چار فاضل رہے عدد سہام سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل سدسان کی صورت میں مخرج کو دو قرار دیا جائے۔ دوسری مثال:

مسئلہ ۳ ردّیہ

ام	اخ لام	اخ لام
۱	۱ (۲)	۱

اس صورت میں 'ام' کو سدس ملے گا 'اولاد لام' کو ثلث۔ مخرج چھ بنا کر ایک 'ام' کا ہو گیا دو 'اولاد ام' کو مل گئے۔ تین سہام تقسیم ہو گئے تین فاضل قابل رد رہے عدد سہام تین سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے گا۔ تیسری مثال:

مسئلہ ۴ ردّیہ

ام	بنت
۱	۳

اس صورت میں 'ام' کو سدس ملے گا 'بنت' کو نصف کل سہام چھ ہو کر ایک 'ام' کو ملے گا تین 'بنت' کو یعنی چار سہام تقسیم ہو گئے 'دو' فاضل رہے لہٰذا عدد سہام چار سے تقسیم کر دیا اسی طرح اگر بجائے 'ام' کے بنت الابن ہو اس وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ اگر 'بنت' اور 'جدہ' ہوں یا ایک 'اخت عینی' اور ایک 'اخت علاتی' ہو یا ایک 'اخت عینی' اور 'جدہ' ہو یا ایک 'اخت عینی' اور ایک 'اخت اخیافی' ہو۔ تب بھی یہی صورت ہوگی۔ الحاصل جب 'ذوی الفروض' نصف اور سدس کے مستحق ہوں گے اس وقت 'رد' کی صورت میں مخرج چار کو قرار دیا جائے گا۔ چوتھی مثال:

مسئلہ ۵ ردّیہ

بنت	بنت	ام
۲ (۴)	۲	۱

اس صورت میں 'ام' کو 'سدس' ملے گا اور 'بنتان' کو 'ثلثان' حسب ضابطہ مخرج چھ بنا کر

ایک 'ام' کو ملے گا اور چار 'بنتان' کو پانچ سہام تقسیم ہو گئے۔ ایک فاضل رہا تو عدد سہام پانچ ہی سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵ ردّیہ

بنت	بنت الابن	ام
۳	۱	۱

کہ 'بنت' نصف کی مستحق ہے اور 'بنت الابن' سدس' کی 'ام' بھی 'سدس' کی۔ حسب ضابطہ چھ سہام بنا کر تین 'بنت' کو ملیں گے ایک 'بنت الابن' کو ایک 'ام' کو پانچ سہام تقسیم ہوئے ایک فاضل رہا لہٰذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵

اخت عینی	ام
۳	۲

کہ 'اخت عینی' نصف' کی مستحق ہے اور 'ام ثلث' کی چھ سہام بنا کر تین 'اخت' کو ملے اور دو 'ام' کو پانچ سہام تقسیم ہوئے ایک فاضل رہا لہٰذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ الحاصل جب 'ذوی الفروض' ثلثان اور سدس یا نصف اور سدسان یا 'نصف' اور 'ثلث' کے مستحق ہوں تو 'رد' کی صورت میں مخرج پانچ کو قرار دیا جائے گا۔[1]

ثالث ورابع

ثالث ورابع کا سمجھنا قواعد تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے لہذا ان دونوں کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ تصحیح کے بعد آئیگا، اور تصحیح سے نسبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

---

[1] الثانی اذا اجتمع فی المسئلة جنسان او ثلثة اجناس ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من سهامهم اعنی من اثنین اذا کان فی المسئلة سدسان اومن ثلثة اذا کان فیها ثلث وسدس او من اربعة اذا کان فیها نصف وسدس اومن خمسة اذا کان فیها ثلثان الخ سراجی ص ۴۵/باب الرد.

تقسیم نسبت

دو عددوں کے درمیان چار قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں۔ (۱) تماثل۔ (۲) تداخل۔ (۳) توافق (۴) تباین[1]۔

تماثل:- جب دو عدد آپس میں برابر ہوں۔ ان کو متماثل کہتے ہیں۔ اور ان کے درمیان کی نسبت کو تماثل کہتے ہیں جیسے کسی جنس کے ورثہ کا عدد چار ہے اور وراثت سے جو ان کو حصہ ملا اس کا عدد بھی چار ہے تو عدد رؤس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:- تداخل جب دو عدد برابر نہیں بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے تو ان کو متداخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو تداخل کہیں گے۔

تنبیہ

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عدد اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کر دیں تو عدد اکثر فنا ہو جائے۔ مثلاً عدد اکثر (۹) اور اقل (۳) ہے تو (۹) سے (۳) کو ایک مرتبہ تفریق کیا (۶) بچے پھر ۶/ سے (۳) کو تفریق کیا ۳/ بچے پھر ۳/ کو ۳/ سے تفریق کیا تو (۹) بالکل ختم وفنا ہو گیا تو کہا جائے گا کہ (۹) اور (۳) میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے بالفاظ دیگر تداخل کی تعریف یہ ہے کہ عدد اکثر کو جب عدد اقل پر تقسیم کیا جائے تو بلا کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ بعبارۃ اخری۔ عدد اقل میں خود عدد اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عدد اکثر کے مساوی ہو جائے۔

توافق:- توافق جب عدد اقل عدد اکثر کو فنا نہ کرے بلکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو

---

[1] فصل فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباين بين العددين تماثل العددين كون احدهما مساوياً للآخر، وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه مثل ثلثة وتسعة، سراجی ص ۳۲، عالمگیری ص ۶/۴۶۶، كتاب الفرائض، الباب الثانی عشر فی معرفة التوافق والتماثل والتداخل والتباين، كوئٹه.

فنا کردے تو ان کو موافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں۔ جیسے ۸/اور ۲۰ کہ ان میں سے اقل یعنی ۸/اکثر یعنی ۲۰/کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان دونوں کو ایک عدد ثالث یعنی چار فنا کردیتا ہے۔ چار دونی آٹھ اور چار پنجہ بیس لہٰذا ان دونوں میں توافق بالربع کی نسبت ہوئی اس لئے کہ چار مخرج ہے ربع کا[1] ۸/کا وفق ۲/ہے اور ۲۰/کا وفق ۵/ہے۔ ۱۵/اور ۱۸/میں توافق بالثلث ہے یعنی ۳/فنا کردے گا ۱۵/اور ۱۸/دونوں کو۔ تین پنجہ پندرہ اور تین چھکہ ۱۸/ ۱۵/کا وفق ۵/ہے ۱۸/کا دفق ۶/ہے۔ ۱۵اور ۲۰ میں توافق بالخمس ہے ۱۵/کا دفق ۳/ہے ۲۰/کا وفق ۴/ہے۔ ۱۸/اور ۳۰/میں توافق بالسدس ہے ۱۸/کا دفق ۳/ہے ۳۰/کا دفق پانچ ہے۔

اسی طرح بالسبع، بالثمن، بالتسع، بالعشر کو سمجھنا چاہئے۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے بجزء من احد عشر۔ بجزء من خمسۃ عشر وغیرہ۔ مثلاً ۳۰/اور ۴۵/میں توافق بجزء من خمسہ عشر ہے۔ پندرہ دونی تیس پندرہ تیہ پینتالیس ۳۰/کا وفق ۲/ہے پینتالیس کا دفق ۳/ہے۔

تباین:- تباین جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فنا نہ کرے تو وہ متباین ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباین ہوگی جیسے ۹/اور ۱۰/کہ یہ دونوں نہ 'متماثل' ہیں کیونکہ برابر نہیں نہ متداخل ہی کیونکہ ۹/فنا نہیں کرسکتا ۱۰/کو نہ متوافق ہی کیونکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو فنا نہیں کرتا اس لئے یہ 'متباین' ہیں[2]۔

دلیل حصر

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ 'متماثل'، ہوں گے اگر برابری نہ ہو تو اگر

[1] وتوافق العددين ان لايعد اقلهما الاكثر ولكن يعدهما عددثالث كا لثمانية مع العشرين تعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع لان العدد العادلهما مخرج لجزء الوفق، سراجی ص ۳۳، فصل فی معرفة التماثل، عالمگیری کوئٹہ ص ۶/۴۶۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی عشرفی معرفة التوافق والتماثل والتداخل الخ، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۶/۸۰۷، کتاب الفرائض، باب المخارج.

[2] وتباين العددين ان لايعد العددين معاعددثالث كا لتسعة مع العشرة، (سراجی ص ۳۳، فصل فی معرفة التماثل، عالمگیری ص ۶/۴۶۷، کتاب الفرائض، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عدد اقل فنا کر دے گا اکثر کو تو وہ 'متداخل، ہوں گے اگر اقل فناء نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فناء کر دے تو وہ 'متوافق، ہوں گے اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) فناء نہ کرے (بلکہ واحد فناء کرے) تو وہ 'متباین، ہوں گے[1]

معرفت نسبت کا طریقہ

تداخل اور تماثل کی نسبت تو ظاہر ہی ہے توافق اور تباین معلوم کرنیکا طریقہ یہ ہیکہ عدد اقل کو اکثر سے کم (تفریق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے پس اگر دونوں واحد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان 'توافق نہیں بلکہ 'تباین، ہے، اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہو جائیں تو انکے درمیان 'توافق، ہے، اس جزء کے اعتبار سے جو اسکا مخرج ہے جیسے ایک عدد سات ہے اور دوسرا عدد دس ہے اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی 'دس، سے کم کیا تو 'تین، باقی رہے پھر 'سات، سے ایک دفعہ 'تین، کم کیا تو 'چار، رہے پھر 'چار، سے 'تین، کم کئے تو ایک رہا پھر 'تین، سے ایک دفعہ 'ایک، کم کیا تو دو رہے پھر 'دو، سے 'ایک، کم کیا تو 'ایک، رہا، غرض واحد میں 'سات، اور 'دس، متفق ہو گئے لہٰذا ان دونوں میں 'تباین، ہے۔ ایک عدد بیس ہے دوسرا عدد 'آٹھ، ہے بیس سے آٹھ کم کیا تو 'بارہ، رہے پھر 'بارہ، سے 'آٹھ، کم کیا تو 'چار، رہے پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا اور اقل بھی 'چار، رہ گیا دونوں اس میں متفق ہو گئے تو ان دونوں میں 'توافق، بالربع، ہوا۔ اسلئے کہ ربع کا مخرج چار ہے، بیس کا وفق پانچ ہوگا اور آٹھ کا وفق دو، ہوگا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....الباب الثانی عشر فی معرفة التوافق والتماثل والتداخل الخ کوئٹہ الدر المختار علی الشامی کراچی ص۸۰۷/ج۶/کتاب الفرائض، باب المخارج.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] وجه ضبط النسب فی الاربعة ان کل عدد بالنسبة الی الآخر لایخلو من ان یکون مساویاله اولا فان کان فهما متماثلان وان لم یکن فلا یخلومن ان یکون احدهما مفنیاً للآخر اولا فان کان فهمامتداخلان کا لثلاثة والستة وان لم یکن فلا یخلومن ان یکون یفنیهما عددثالث اولا فان کان الاول فهما متوافقان وان کان الثانی فهما متباینان (حاشیۂ سراجی ص۳۳، فصل فی معرفة التماثل، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

پانچ چوک ۲۰ / دو چوک ۸ / یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا[۱] اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

تنبیہ

واحد عدد نہیں[۲]۔

تصحیح کا بیان

ترکہ اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سہام میں کسر نہ ہو بلکہ پورے پورے ملیں۔ اگر شروع ہی سے سہام سب کے پورے ہوں تب تو آگے کسی عمل کی ضرورت ہی نہیں[۳]۔ جیسے:

مسئلہ ۶

ام	اب	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں تو رؤس اور سہام میں

---

[۱] وطريق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين المختلفين ان ينقص من الاكثر بمقدار الاقل من الجانبين مرة اومرارا حتى اتفقافي درجة واحدة فان اتفقا في واحد فلاوفق بينهما وان اتفقا في عدد فهما متوافقان بذلك العدد ففي الاثنين بالنصف وفي الثلثة بالثلث وفي الاربعة بالربع (سراجی ص ۳۴، فصل فی معرفة التماثل، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، عالمگیری ص ۴۶۶/ ج ۶، الباب الثانی عشر فی معرفة التوافق والتماثل والتداخل والتباین، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۸۰۷/ ج ۶/ کتاب الفرائض، باب المخارج.

[۲] ان الواحد لایسمی عددا، حاشیه سراجی ص ۳۲، فصل فی معرفة التماثل، طبع یاسرندیم دیوبند)

[۳] التصحیح یطلق اصطلاحاً بالاشتراک اللفظی علی اخذ السهام من اقل عددیمکن علی وجه لایقع فیه الکسر علی احدالمستحقین، حاشیه سراجی ص ۳۴، باب التصحیح، مطبوعه یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، الدر المختار ص ۸۰۸/ ج ۶/ کتاب الفرائض، باب المخارج، المحیط البرهانی ص ۳۲۶/ ج ۲۳/ الفصل الثامن والعشرون، ادارة القرآن ڈابھیل.

نسبت دیکھی جاتی ہے[1]۔

اصل اول:- یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سہام منکسر ہوں اور سہام ورؤس کے درمیان توافق ہو اس وقت اس طائفہ کے عدد رؤس کے دفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

اب	ام	بنات ۱۰/
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

طائفہ بنات کے سہام میں کسر آتی ہے اور عدد رؤس دس ہے اور عدد سہام چار ان میں 'توافق، بالنصف، ہے' عدد رؤس، کا 'وفق' 'پانچ، ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج (۶) میں ضرب دیں گے جس سے تیس بنیں گے اور چھ سے جو سہام ملے تھے ہر ایک کے سہام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دیں گے۔ اور اگر وہ مسئلہ عائلہ ہو یعنی اس میں 'عول، کی نوبت آئی ہو تو 'عدد رؤس، کے 'دفق، کو 'عول، میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوج	ام	اب	بنات ۶
۳/۹	۲/۶	۲/۶	۸/۲۴

یہاں بھی بنات پر سہام منکسر ہیں اور عدد رؤس (۶) عدد سہام (۸) میں توافق بالنصف ہے عدد رؤس کا دفق تین ہے اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دی جائے گی جس سے

---

[1] یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة اصول ثلثة بین السهام والرؤس واربعة بین الرؤس والرؤس اماالثلثة فاحدها ان کانت سهام کل فریق منقسمة علیهم بلاکسر فلاحاجة الی الضرب کابوین وبنتین، سراجی ص ۳۵، باب التصحیح، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۸۱۰/ج۶/باب المخارج.

پینتالیس ہوجائیں گے پھر ہر ایک کے سہام کو تین تین میں ضرب دیں گے۔[1]

اصل ثانی:- یہ کہ ایک طائفہ پر سہام منکسر ہوں اور عدد رؤس وعدد سہام میں تباین ہو اس وقت اس طائفہ کے کل عدد رؤس، کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر وہ مسئلہ عائلہ ہے تو 'عول، میں ضرب دیں گے مثلاً:

مسئلہ ۶

زوج	جدہ	اخوات لام (۳)
۳/۹	۱/۳	۲/۶

یہاں 'اخوات لام، پر 'سہام، منکسر ہیں اور ہر دو عدد میں 'تباین، ہے لہٰذا عدد رؤس یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہوجائیں گے اب ہر 'اخت لام، کو دو دو مل جائیں گے۔ عول کی مثال:

مسئلہ ۶

زوج	اخوات ۵
۳/۱۵	۴/۲۰

اخوات، کے سہام منکسر ہیں عدد رؤس پانچ اور عدد سہام چار میں 'تباین، ہے لہٰذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے۔ پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اخوات کے سہام بیس ہوکر کسر مرتفع ہوجائے گی اور ہر اخت کو چار چار مل جائیں گے۔[2]

---

[1] ان انکسر علی طائفة واحدة ولکن بین سهامهم ورؤسهم موافقة فیضرب وفق عدد روس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولهاان کانت عائلة کابوین وعشربنات اوزوج وابوین وست بنات، سراجی ص ۳۵، باب التصحیح، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،المحیط البرهانی ص ۳۲۶/ج۲۳/الفصل الثامن والعشرون فی تصحیح السهام.

[2] ان لا تکون بین سهامهم وروسهم موافقة فیضرب کل عدد رؤس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسألة وعولها ان کانت عائلة کاب وام وخمس بنات او زوج وخمس اخوات لاب وام، سراجی ص ۳۵، باب التصحیح، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،المحیط البرهانی ص ۳۲۶/ ج۲۳/الفصل الثامن والعشرون فی تصحیح السهام،ادارة القرآن ڈابھیل.

تنبیہ

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عدد رؤس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عدد رؤس سے دیکھی جاتی ہے۔

اصل ثالث[1]

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اور ان کے رؤس کے درمیان تماثل ہو اس وقت کسی ایک عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر وہ عائلہ ہو تو عول ہی میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

بنات ۳/	جدات ۳/	اعمام ۳/
۴/۱۲	۱/۳	۱/۳

تین بنات کو چار ملے تین جدات کو ایک ملا تین اعمام کو ایک کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے، ہر ایک میں کسر ہے اور جملہ عدد رؤس میں تماثل ہے لہٰذا ایک فریق کے رؤس (۳) کو اصل مسئلہ (۶) میں ضرب دیا تو اٹھارہ ہو گئے پھر ہر فریق کے عدد سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔ عول کی مثال مسئلہ ۷

اخوات لاب وام ۳/	جدات ۳/	اخوات لام ۳/
۴/۱۲	۱/۳	۲/۶

---

[1] اماالاربعة فاحدهاان يكون الكسرعلى طائفتين اواكثرولكن بين اعدادرؤسهم مماثلة فالحكم فيها ان يضرب احدالاعداد فى اصل المسألة مثل ست بنات وثلث جدات وثلثة اعمام (سراجی ص ۳۶، باب التصحيح، ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند، المحيط البرهانى ص ۲۳/۳۳۲، الفصل الثامن والعشرون،ادارة القرآن ڈابھیل.

اصل رابع[1]

یہ کہ ان رؤس کے درمیان تداخل ہو اس وقت سب سے بڑے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۱۲ (۱۴۴)

زوجات ۴	جدات ۳	اعمام ۱۲
۳/۳۶	۲/۲۴	۷/۸۴

یہاں چار کو بھی بارہ سے تداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی اور سب سے بڑا عدد رؤس بارہ ہے لہٰذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے۔ اب کل سہام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے پھر ہر ایک کے سہام کو بارہ بارہ میں ضرب دیں گے۔ جس سے (۳۶) ہو جائیں گے اربع زوجات کے اور چوبیس ہوں گے ثلث جدات کے لئے اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعمام کے لئے ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کر دیں گے مثلاً:

۹)۳۶(۴ ۸)۲۴(۳ ۷)۸۴(۱۲

$\frac{۳۶}{X}$ $\frac{۲۴}{X}$ $\frac{۸۴}{X}$

عول کی مثال

مسئلہ ۱۲

زوجہ ۲	اخوات ۳	جدات ۱۲
۳/۳۶	۸/۹۶	۲/۲۴

[1] ان یکون بعض الاعداد متداخلافی البعض فالحکم فیھا ان یضرب اکثرالاعداد فی اصل المسألة مثل اربع زوجات وثلث جدات واثنی عشرعما، سراجی ص ۳۶، باب التصحیح، المحیط البرھانی ص ۳۲۸/ج ۲۳/الفصل الثامن والعشرون فی تصحیح السھام،ادارة القرآن ڈابھیل.

اصل خامس[1]

یہ کہ ان رؤس کے درمیان توافق ہو تو اس وقت ایک طائفہ کے وفق کو دوسرے طائفہ میں ضرب دیں گے پھر حاصل ضرب کو تیسرے طائفہ کے وفق میں (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ ثالثہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو ورنہ کل طائفہ ثالثہ میں) ضرب دیں گے۔ پھر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے وفق (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو ورنہ کل طائفہ رابعہ میں) ضرب دیں گے۔

علی ہذا القیاس پھر مجموعہ حاصل کو اصل مسئلہ میں اگر عائلہ نہ ہو ورنہ عول میں ضرب دیں گے جیسے:

مسئلہ ۲۴

زوجات ۴	بنات ۱۸	جدات ۱۵	اعمام ۶
۳	۱۶	۴	۱

یہاں پر چار اور اٹھارہ میں توافق ہے۔ اٹھارہ اور پندرہ میں توافق پندرہ اور چھ میں توافق۔ اولاً چار کو اٹھارہ کے وفق (۹) میں ضرب دیں گے جس کا حاصل ضرب (۳۶) ہوگا۔ پھر دیکھا تو (۳۶) اور (۱۵) میں توافق بالثلث ہے بارہ تہیہ (۳۶) پانچ تہیہ (۱۵)۔ (۳۶) کو پانچ میں ضرب دینے سے ۱۸۰/ ہوئے۔ پھر دیکھا تو ۱۸۰/ اور چھ میں توافق بالسدس ۱۸۰/ کا وفق ۳۰/ ہے اور چھ کا وفق ہے ایک ۱۸۰/ کو ایک میں ضرب دینا بے سود کل حاصل ضرب یہی ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عدد رؤس پر تقسیم کر دیں گے جس سے (۴۳۲۰) کل سہام ہو

---

[1] ان یوافق بعض الاعداد بعضا فالحکم فیها ان یضرب وفق احدالا عداد فی جمیع الثانی ثم مابلغ فی وفق الثالث ان وافق المبلغ الثالث والا فالمبلغ فی جمیع الثالث ثم المبلغ فی الرابع کذالک ثم المبلغ فی اصل المسئلة کاربع زوجات وثمانی عشربنتاً وخمس عشرة جدة وستة اعمام (سراجی ص ۳۸/) باب التصحیح، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

جائیں گے اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عدد رؤس پر تقسیم کر دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۴

زوجات ۴	بنات ۱۸	جدات ۱۵	اعمام ۶
۳	۱۶	۴	۱
۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	

۴)۵۴۰(۱۳۵ ۱۸)۲۸۸۰(۱۶۰ ۱۵)۷۲۰(۴۸ ۶)۱۸۰(۳۰

۴ ۱۸ ۶۰ ۱۸

۱۴ ۱۰۸ ۱۲۰ ۱۰۸

۱۲ ۱۲۰ X

X X X

ہر زوجہ کے ۱۳۵/ ہوئے:۔ ہر بنت کے ۱۶۰/: ہر جدہ کے ۴۸/۔ ہر عم کے ۳۰/

اصل سادس[1]

یہ کہ ایک طائفہ کے عدد رؤس کو دوسرے طائفہ کے عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہو اس وقت ایک عدد رؤس کو دوسرے میں ضرب دیں گے پھر حاصل ضرب کو تیسرے میں پھر حاصل ضرب کو چوتھے میں علی ہذا القیاس پھر مجموعہ حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔ اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے پھر ہر فریق کے سہام کو اسی مجموعہ حاصل ضرب میں جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی گئی ہے ضرب دیں گے پھر ہر فریق کے مجموعہ سہام کو اس کے افراد کے

---

[1] ان تکون الاعداد متبائنة لا یوافق بعضها بعضاً فالحکم فیها ان یضرب احدالاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم مابلغ فی جمیع الرابع ثم ما اجتمع فی اصل المسألة کامرأتین وست جدات وعشربنات وسبعة اعمام، سراجی ص ۳۸، باب التصحیح، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۷۸۹/ ج ۶/ کتاب الفرائض، باب المخارج فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۵/ ج ۶/ الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض،

رؤس پر تقسیم کردیں گے مثلاً:

۲×۳×۵×۷=۲۱۰ مسئلہ ۲۴

زوجہ ۲	جدہ ۶	بنت ۱۰	عم ۷
۳	۴	۱۶	۱
۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰

۲)۶۳۰(۳۱۵
۶
۳
۲
۱۰
۱۰
×

۶)۸۴۰(۱۴۰
۶
۲۴
۲۴
×

۱۰)۳۳۶۰(۳۳۶
۳۰
۳۶
۳۰
۶۰
۶۰
×

۷)۲۱۰(۳۰
۲۱
×

دو زوجہ ہیں جن کو تین سہام ملے عدد رؤس اور عدد سہام میں تباین ہے لہٰذا عدد رؤس برقرار رکھا۔ چھ جدہ ہیں جن کو چار سہام ملے یہاں عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے عدد رؤس کا وفق تین ہے دو اور تین میں تباین ہے۔ دو کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ ہوا۔ دس بنات، میں جن کو سولہ سہام ملے عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے۔ عدد رؤس کا وفق پانچ ہے چھ کو پانچ کے ساتھ تباین ہے اس لئے چھ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ضرب تیس ہوا۔ عدد عمام سات ہے جن کو سہم ایک ملا جس کو عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہے لہٰذا سات کو برقرار رکھ کر تیس کے ساتھ نسبت دیکھی تو ان میں تباین ہے تیس کو سات میں ضرب دینے سے مجموعہ حاصل ضرب ۲۱۰ ہوا اس کو اصل مسئلہ ۲۴ر میں ضرب دی گئی تو کل سہام ۵۰۴۰ر ہوگئے پھر ہر فریق کے سہام کو ۲۱۰ر میں ضرب دی گئی جس سے ہر دو زوجہ کے مجموعی سہام (۶۳۰) ہوئے جن کو عدد رؤس زوجہ میں دو میں تقسیم کرنے سے ہر زوجہ کو ۳۱۵ ملے۔ چھ جدّہ کے مجموعی سہام ۲۱۰ر میں ضرب دینے سے ۸۴۰ر ہوئے جن کو عدد رؤس جدّہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدّہ کو ۱۴۰ر سہام ملے دس بنات کے مجموعی سہام

۱۶/کو۲۱۰/میں ضرب دینے سے ۳۳۶۰/ہوئے جن کو عدد رؤس بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو ۳۳۶/ملے۔ سات اعمام کے ایک سہم کو ۲۱۰/میں ضرب دینے سے ۲۱۰/ ہوئے جن کو عدد رؤس اعمام یعنی سات پر تقسیم کرنے سے ہر عم کو ۳۰/سہام ملے۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہٖ تعالیٰ پورا ہوگیا۔ اب مسائل رد کی بقیہ دو قسموں کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسم ثالث[1]

قسم ثالث یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحاب الرد یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت اوّل غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دیا جائے گا پھر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ رد کی قسم اوّل میں شروع ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے پھر اگر یہ پورا پورا بغیر کسر تقسیم ہو جائے تب تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ ۴

زوج	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد

---

[1] الثالث ان یکون مع الاول ای مع الجنس الواحد ممن یرد علیه من لا یرد علیه فاعط فرض من لا یرد علیه من اقل مخارجه فان استقام الباقی علی رؤس من یرد علیه فیها کزوج وثلث بنات وان لم یستقم فاضرب وفق رؤسهم فی مخرج فرض من لا یرد علیه ان وافق رؤسهم الباقی کزوج وست بنات والا فاضرب کل رؤسهم فی مخرج فرض من لا یرد علیه فالمبلغ تصحیح المسألة کزوج وخمس بنات(سراجی ۴۶/)باب الرد،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،الدر المختارعلی الشامی کراچی ص ۷۸۹/ج۶/کتاب الفرائض،باب المخارج.

میں سے ہیں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً زوج کا فرض ربع اقل مخارج چار سے دیا، باقی رہے تین وہ تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخرج بارہ قرار دے کر ربع (۳) کا مستحق زوج ہوتا اور ثلثان (۸) کی مستحق بنات ہوتیں ایک باقی بچتا۔ اگر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی پورا پورا تقسیم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہوگی یا تباین کی۔

تنبیہ

یہاں نسبت تداخل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے اگر توافق کی نسبت ہو تو وفق رؤس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے

مسئلہ ۴ (۸) ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۲	۱	۱	۱(۳/۶)	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً زوج کا فرض یعنی ربع اقل مخارج یعنی چار سے دیا باقی رہے تین وہ چھ بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا اب نسبت دیکھی باقی یعنی تین اور رؤس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بالثلث ہے رؤس کا وفق دو ہے اس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے دو سہام زوج کے ہوئے ایک ایک ہر بنت کو ملا۔ اگر رد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخرج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملتے اور آٹھ بنات کو ملتے ایک باقی رہتا۔ اگر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ تباین کی نسبت ہو تو کل عدد رؤس اصحاب الرد کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے۔

مسئلہ ۴ (۲۰) ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۵	۳	۳	۳ (۳/۱۵)	۳	۳

یہاں باقی یعنی تین کو عدد رؤس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ تباین ہے لہٰذا چار کو پانچ میں ضرب دیا جس سے بیس ہوگئے اب پانچ زوج کو ملے اور تین تین ہر بنت کو۔ اگر رد نہ کرتے تو یہاں بھی گذشتہ دونوں مسئلوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے تین زوج کو ملتے آٹھ بنات کو۔ ایک باقی رہتا۔

رد کی قسم رابع[1]

یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دے کر جو باقی رہے اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اور نہیں کرنا اور اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ ہے۔ مسئلہ ۴ (۴۸) ردیہ

زوجہ	جدہ	جدہ	جدہ	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام
۱/۱۲	۳	۳	۳	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بقیہ ورثہ دو جنس کے جدات اور اخوات لام اصحاب الرد میں سے ہیں زوجہ کا فرض اقل مخارج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا تو پورا تقسیم ہو گیا وہ اس طرح کہ اصحاب الرد دو قسم کے ہیں ایک سدس کے مستحق ہیں یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اخوات لام اور جس وقت رد کی

---

[1] والربع ان یکون مع الثانی من لا یرد علیه فاقسم مابقی من مخرج فرض من لا یرد علیه علی مسئلة من یرد علیه فان استقام فیها وهذا فی صورة واحدة وهی ان یکون للزوجات الربع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجة واربع جدات وست اخوات لام، سراجی ص ۴۶، باب الرد، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۷۹۰/ج ۶/باب المخارج.

صورت میں ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ۳۶ ر میں گذرا لہٰذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہو گیا یعنی ایک تو جدّات کو ملا اور دو اخوات لام کو ملے تین پورے تقسیم ہو گئے، اب دیکھا تو ایک چار پر منکسر ہے اور دو چھ پر لہٰذا تصحیح کی ضرورت پیش آئی مگر یہ ضرورت رد کے لئے نہیں بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں کسر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر رد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے، تصحیح کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہاں عمل کیا جائے گا وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو رؤس رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ توافق بالنصف ہے یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات عدد جدات چار کو وفق عدد اخوات لام یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتالیس ہو جائیں گے پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہوں گے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چوبیس اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخت لام کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین۔

اگر رد کی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنا کر تین زوجہ کو ملتے دو جدات کو چار اخوات لام کو اور تین باقی رہتے، اگر غیر اصحاب الرد کو اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد جو باقی رہے وہ مسئلہ اصحاب الرد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو مسئلہ اصحاب الرد کو مخرج غیر اصحاب الرد میں ضرب دیں گے جیسے مثلاً:

مسئلہ ۸ (۴۰) ۴×۳×۳×۴۰ = ۱۴۴۰ =

زوجہ زوجہ زوجہ زوجہ = بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت = جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ

۱/۵	۴/۲۸	۱/۷
۳۶	۳۶/۱۶۸	۳۶
۴)۱۸۰(۴۵	۹)۱۰۰۸(۱۱۲	۶)۲۵۲(۴۲
۱۶۰	۹	۲۴
۲۰	۱۰	۱۲
۲۰	۹	۱۲
×	۱۸	×
	۱۸	
	×	

ہر زوجہ کو ۴۵ رسہام ملیں گے: ہر بنت کو ۱۱۲ رسہام ملیں گے: ہر جدہ کو ۴۲ سہام ملیں گے۔

یہاں زوجات غیر اصحاب الرد ہیں، اور بنات اور جدّات اصحاب الرد ہیں، اوّلاً زوجات کو اقل مخارج آٹھ سے فرض دیا یعنی ایک، باقی رہے سات جن کو بنات وجدّات پر تقسیم کرنا ہے ان کا مخرج پانچ ہے کیونکہ بنات ثلثان کی مستحق ہیں اور جدّات سدس کی ایسی صورت میں پانچ کو مخرج قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ: ۲۸ میں بیان ہوا۔ سات پانچ پر پورا تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ کو مخرج غیر اصحاب الرد یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پھر سہام غیر اصحاب الرد یعنی ایک کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے اور سہام..... اصحاب الرد یعنی بنات کے چار اور جدّات کے ایک کو غیر اصحاب الرد کے اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام اٹھائیس ہو جائیں گے اور جدّات کے سہام سات ہو جائیں گے یہاں تک رد کا عمل پورا ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت ہوگی کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں بلکہ ہر ایک میں کسر ہے لہٰذا تصحیح کے اصول میں سے اصل

خامس پر عمل کیا جائے گا۔ عدد زوجات چار کو عدد جدّات چھ کے ساتھ توافق بالنصف ہے پس چار کو چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق بالثلث ہے لہٰذا بارہ کو نو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بنیں گے پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملتے تھے ان کو ۳۶ر میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے۔ یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسّی ہو گئے جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے اور بنات کو چالیس میں سے اٹھائیس ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے جن کو نو بنات پر تقسیم کر دیا ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے اور جدّات کو چالیس میں سے سات ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دو سو باون ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا۔ ہر جدّہ کو بیالیس ملے[1]۔

مناسخہ کا بیان

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دو میت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو مناسخہ کہتے ہیں[2]۔

---

[1] وان لم یستقم فاضرب جمیع مسئلة من یرد علیه فی مخرج فرض من لایرد فالمبلغ مخرج فروض الفریقین کا ربع زوجات وتسع بنات وست جدات ثم اضرب سهام من لایرد علیه فی مسئلة من یردعلیه وسهام من یرد علیه فیما بقی من مخرج فرض من لایرد علیه وان انکسر علی البعض فتصحیح المسائل بالاصول المذکورة، سراجی ص۴۷، باب الرد، عالمگیری ص۴۶۹، ج۶، الباب الرابع عشرفی الردوهوضدالعول،مطبوعه کوئٹه،الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۶/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب العول،

[2] وفی الاصطلاح ان تنتقل نصیب بعض الورثة بموته قبل القسمة الی من یرث منه، حاشیه سراجی ص۵۲، باب المناسخة، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،المحیط البرهانی ص۳۳۷ر ج۲۳ر باب المناسخة، ادارة القرآن ڈابھیل،عالمگیری کوئٹه ص۴۷۰ر ج۶ر باب المناسخة.

مافی الید

یعنی میت اوّل سے جو ترکہ میت ثانی کو ملا ہے اس کے اور مخرج کے درمیان نسبت کی رعایت کو اس طریق میں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اس کے بعد تقسیم میں سہولت ہوتی ہے پس اگر مافی الید اور مخرج کے درمیان تماثل ہے تب تو ضرب کی حاجت نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ۱۲(۳۶) ہندہ مسئلہ۳ تماثل اخ

زوج	بنت	بنت	بنت	اخ	ابن	بنت
۳/۹	۸	۸	۸/۸	۱/۳	۲	۱

اس صورت میں اخ کو تین سہام ملے اور ہندہ کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اخ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے وارث ابن اور بنت ہیں۔

اخ کا مافی الید بھی تین ہے اور بوقت تقسیم ترکہ مخرج بھی تین قرار دیا گیا لہٰذا اب کسی اور ضرب کی حاجت نہیں۔

اگر مافی الید اور مخرج کے درمیان توافق ہو تو وفق مخرج کو میت اوّل کے مخرج میں ضریب دیں گے اور میت اوّل کے ورثہ کے سہام کو بھی میت ثانی کے مخرج کے وفق میں ضرب دیں گے اور میّت ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے۔ جیسے کہ۔

مسئلہ۲۴ زید مسئلہ۸ بالربع اب اکرم

زوجہ	ابن	بنت	اب	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
ہندہ	اسلم	سلمہ	اکرم	احمد	ارشد	امجد	حمیدہ	سعیدہ
۳	۱۷	۴		۲/۶	۲/۶	۲/۶	۱/۳	۱/۳
۹	۱۷،۳۴	۱۲						

یہاں میت اول کا مخرج اصالۃً چوبیس اور ابن و بنت کے سہام میں کسر کی وجہ سے تین میں ضرب دے کر بہتر سے تصحیح کی گئی جس سے اب کو بارہ سہام ملے پھر اب کا انتقال ہوا اس کا

مخرج آٹھ قرار دیا۔

آٹھ مخرج اور بارہ مافی الید میں توافق بالربع کی نسبت ہے۔ آٹھ کا وفق دو ہے تو میت اول کے مخرج بہتر اور اس سے ورثہ کو جس قدر سہام ملے تھے ان سب کو دو میں ضرب دی گئی اور میت ثانی کے مافی الید کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

المبلغ ۱۴۴

الاحیاء

ہندہ	اسلم	سلمہ	احمد	ارشد	امجد	حمیدہ	سعیدہ
۱۸	۶۸	۳۴	۶	۶	۶	۳	۳

اگر میت ثانی کے مافی الید اور مخرج کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو میت ثانی کے کل مخرج کو میت اوّل کے کل مخرج میں اور میت اوّل کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۴ عمر

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
زینب	حفصہ	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ
۳	۴	۶	۴	۶	۶	۶	۶	۶	۱
۱۵		۱۰	۲۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵

مسئلہ ۵ تباین حفصہ

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴	۱/۴

یہاں میت ثانی کا مافی الید چار ہے اور مخرج تقسیم پانچ ہے دونوں میں تباین کی نسبت

ہے لہٰذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میت اول کے ورثہ کے سہام میں اور میت اوّل کے مخرج تقسیم یعنی چوبیس میں اور چار کی ضرب نیچے آئی یعنی میت ثانی کے ورثہ کے سہام میں[1]۔

المبلغ ۱۲۰/

زینب	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱۵	۲۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۴	۴	۴	۴	۴

اب ایک ایسی مثال لکھی جاتی ہے جس میں توافق تباین تماثل نسبتیں آجائیں

(۱) مسئلہ بعد الرد زینب (۲) مسئلہ ۴ تماثل مستقیم زید

زوج	بنت	ام	زوجہ	اب	ام
زید	کریمہ	عظیمہ	حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۱	۳	۱	۱	۲	۱
۴	۹	۳	۲	۴	۲
		۶	۸	۱۶	۸

---

[1] فالاصل فیہ ان تصحح مسألة المیت الاول وتعطی سهام کل وارث من التصحیح ثم تصحح مسألة المیت الثانی وتنظر بین مافی یده من التصحیح الاول وبین التصحیح الثانی ثلثة احوال فان استقام مافی یده من التصحیح الاول علی الثانی فلاحاجة الی الضرب وان لم یستقم فانظر ان کان بینهما موافقة فاضرب وفق التصحیح الثانی فی التصحیح الاول وان کان بینهما مباینة فاضرب کل التصحیح الثانی فی کل التصحیح الاول فالمبلغ مخرج المسئلتین فسهام ورثة المیت الاول تضرب فی المضروب اعنی فی التصحیح الثانی اوفی وفقه وسهام ورثة المیت الثانی تضرب فی کل مافی یده اوفی وفقه وان مات ثالث اورابع اوخامس فاجعل المبلغ مقام الاولی والثالثة مقام الثانیة فی العمل ثم فی الاربعة والخامسة کذلک الی غیر النهایة، سراجی ص۵۳، باب المناسخة، عالمگیری ص۶/۴۷۰، الباب الخامس عشر فی المناسخة، مطبوعہ کوئٹہ، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۸۰۱/ج۶/کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة

تیسری مثال۔(۳) مسئلہ ۶ بالثلث کریمہ

بنت	ابن	ابن	جدہ
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱/۳/۱۲	۲/۶/۲۴	۲/۶/۲۴	۱/۳

(۴) مسئلہ ۲،۴ تباین عظیمہ

زوج	اخ	اخ
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۱/۲/۱۸	۱/۹	۱/۱/۹

المبلغ ۱۲۸

الحیاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فصل اول: میت کے قرض اور امانت کا بیان

میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا۔ اس کی اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا باپ فلاں کا مقروض تھا۔ اب قرض خواہ اپنا دیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے۔ تو اولاد نہ تو انکار ہی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار۔ بتایا جائے کہ اس متوفی مقروض کا آخرت میں کیا حال ہوگا۔ نیز اولاد کا سب کچھ جانتے ہوئے کیا ہوگا؟ اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قرض خواہ کے پاس اگر قرضہ کا شرعی ثبوت ہے یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاً قرض ادا کرنا ضروری ہے۔ قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو۔ اس کے بعد ورثاء شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے[1] اگر قرض ادا نہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے[2] اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا

---

[1] قال علمائنا رحمهم الله تعالىٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۳/مطبوعه ياسر نديم ديوبند، الدر المختار على الشامى زكرياص ۴۹۳، ۴۹۷/ كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۳، ۴۹۵/۴، كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[2] عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مطل الغنى ظلم مشكوة شريف ص ۲۵۱/باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بخارى شريف ص ۳۰۵/۱، كتاب الاجارة، باب فى الحوالة، وهل يرجع فى الحوالة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۱۸/ج ۲/كتاب المساقات، باب تحريم مطل الغنى، مطبوعه رشيديه دهلى.

ادا کرنا ضروری نہیں۔ تاہم اگر اولاد کو اپنے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کردیں[1] اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ ادا کیا جائے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوگی۔ اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا تو پکڑ ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۵/۱۴ھ

میت پر دعویٔ دین

سوال:- شخصے بر میت بعد از تقسیم ترکہ بین الورثاء یا قبل از تقسیم آں دعوی دین می کند و متوفی در باب دین مذکور ہیچ اظہارے عند الموت نکردہ ورثہ میت ہم عدم علمیت دین را اظہار می کنند و مدعی بینہ و دیگر کدام ثبوتے ندارد پس دریں حالت بر مدعی حلف خردن لازم است یا بر ورثاء میت یا دعویٰ اوشان غیر مسموع است از جواب جلد مشرف فرمایند۔

---

[1] والمراددین له مطالب من جهة العباد الی قوله فلایلزم الورثة اداء ها الااذااوصی بها اوتبرعت الورثة بها من عندهم، البحرالرائق کوئٹه ص ۸/۴۸۹، کتاب الفرائض، شامی زکریا ص ۱۰/۴۹۳، کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۶/۲۳۰، کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان،

[2] وعن ابی موسی عن النبی ﷺ قال ان اعظم الذنوب عند اللّٰه ان یلقاه بهاعبد بعد الکبائر التی نهی اللّٰه عنه ان یموت رجل وعلیه دین لا یدع له قضاء،مشکوة شریف ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظار،الفصل الثانی،ابوداؤد شریف ص ۲/۴۷۵، کتاب البیوع،باب التشدیدفی الدین، مطبوعه سعدبکڈپودیوبند، مسنداحمد ص ۴/۳۹۲،حدیث ابی موسی اشعری،مطبوعه دار الفکربیروت.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ اس حال میں خدا سے جا کر ملے کہ اس پر قرض ہو اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔

[3] **خلاصۂ سوال:** ایک شخص میت ورثہ کے درمیان ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے یا اس کے قرض کا دعوی کرتا ہے اور میت نے موت کے کسی قسم کا ذکر نہیں کیا اور میت کے ورثاء بھی قرض کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی کے پاس نہ گواہ ہیں، اور نہ ہی کوئی دوسرا ثبوت ہے تو اس صورت میں مدعی پر قسم کھانا لازم ہے یا میت کے ورثاء پر، یا ان کا دعوی نا قابل قبول ہوگا جواب سے جلد مشرف فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ولو ان رجلا قدم رجلاً الٰی القاضی وقال ان اباهٰذا قدمات ولی علیه الف درهم دین الی قوله وان لم تکن للمدعی بینة واراد استحلاف هٰذا الوارث یستحلف علی العلم عند علمائنا، رحمهم الله تعالیٰ بالله ماتعلم ان لهٰذا علی ابیک هٰذا المال الذی ادعی وهو الف درهم ولاشئ منه فان حلف انتهی الامروان نکل یستوفی الدین من نصیبه وفی الخانیة فی ظاهر الروایة فان کان هٰذا الوارث المدعی علیه اقربالدین علی الاب او انکرفلما حلف نکل حتی صار مقرا بالدین الاانه قال لم یصل الی شئ من ترکة الاب فان صدقه المدعی فی ذالک فلا شئ له وان کذبه وقال لا بل وصل الیه الف درهم اواکثردراهم واراد ان یحلف یحلفه علی البتات بالله ماوصل الیک من مال ابیک هٰذا الالف ولا شئ منه فان نکل لذمه القضاء وان حلف لاشئ علیه اهـ فتاویٰ هندیه[1] کتا ب ادب القاضی، الباب الخامس والعشرون،

اگر میت درترکہ مال گذاشتہ است و مدعی بردعوی خود بینہ نمی دارد وورثہ اقرار دین نمی کند پس مدعی راحق است کہ از ورثاء حلف ستاند اگر حلف کنند ودعوی مدعی ساقط خواہد شد واگر انکار کنند دعوی لازم خواہد شد والبسط فی الخانیہ[2] والہندیہ[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبد اللطیف ۲۵/ج ۱/ ۵۶ھ

---

[1] عالمگیری ص ۴۰۶، ۴۰۷/۳، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب ادب القاضی، الباب الخامس والعشرون، شامی کراچی ص ۵۸۵/۵، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب،

[2] خانیة علی الهندیة ص ۲۲، ۴۲۱/ج ۲/ کتاب الدعوی، باب الیمین،

[3] خلاصۂ جواب: اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثاء سے قسم لے اگر ورثاء قسم کھالیں تو مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائیگا اور اگر مدعی قسم کھانے سے انکار کردیں تو مدعی کا دعوی لازم ہو جائیگا۔

میت کی امانت ورثہ کو دی جائے

سوال:- ۲۴/۲۵ سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خفا ہو کر اپنے چچا کے یہاں رہنے لگا اور مرتے وقت اپنے دوست کے پاس چھ روپیہ امانت چھوڑ گیا۔ امانت رکھنے والے کے والد اور دو بھائی موجود ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مرا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ کرو۔ جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھ روپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں لگا دیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس چھ روپے کا مدرسہ میں دینا یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں[1] بلکہ مرنے والے کے ورثہ کو دینا ضروری ہے[2] اگر وہ تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے۔ بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں[3] اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱۱/۶۰ھ

اگر اقرار میں اندیشہ ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے

---

[1] لایجوز التصرف مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱/ج ۹/ کتاب الغصب، مطلب فیمایجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] اذا مات رب الودیعۃ ولم یکن علیہ دین مستغرق یرد علی الورثۃ الخ عالمگیری ص ۳۵۴/ ج ۴، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الودیعۃ، الباب السابع فی رد الودیعۃ.

[3] البینۃ علی المدعی الحدیث ترمذی شریف ص ۲۴۹/ج ۱، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی الخ.

دی جائے اطلاع کی ضرورت نہیں ہے[1] باقی جوابات صحیح ہیں۔

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ

جائداد اور وراثت

سوال:- زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے۔ اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰/ روپئے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیکر بطور قرض دس ہزار روپئے لے کر کاروبار چلایا تھا۔ چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہوکر کاروبار ختم ہوگیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالا عمارت کو روپئے دیکر رہن سے چھڑا نہ سکے۔ رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپیوں سے زیادہ رقم کے ان سے اس وعدہ پر لے کر کہ مذکورہ جائداد کو رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کردیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطور قرض حاصل کرلیا۔ اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپئے لے کر مذکورہ رہن والے صاحب جن کے پاس یہ جائداد بطور رہن کے رہی گفتگو کر کے یہ بات طے کرلی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپئے دیدیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ ماہانہ کرایہ کے آمد میں وہ صاحب جمع کرتے جائیں۔ اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپئے یا کچھ

---

[1] ویبرأ بردھا ولو بغیر علم المالک الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۶۶/ ج ۹/ کتاب الغصب، زیلعی ص ۲۲۲/ ج ۵/ کتاب الغصب، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

زائد رقم دستیاب ہوئی۔ اس رقم کو رہن والے صاحب کو دیدیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اس اثناء میں زید کا انتقال ہوگیا۔ زید مرحوم کے دولڑکے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنے جانب سے اپنے شوہر کو گواہی کے لئے وکیل بنا کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کرا کے جائداد ماں کے قبضہ میں کلیۃً دیدی۔ اور اس طرح یہ جائداد زید مرحوم کی بیوہ بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہوگئی اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں۔ اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں ان کو اس کا پورا علم تھا۔ اور اس عرصہ میں کبھی انہوں نے اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد سے یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ زید مرحوم کی والدہ اس واقعہ کے چار پانچ سال بعد تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں۔ ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا۔ اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائداد زید رہن رکھ چکا ہے۔ اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دے کر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائداد اور رہن سے نہ چھوٹتی۔ اور اسی میں ڈوب کر ختم ہوجاتی۔ یہ جائداد زید مرحوم کی بیوہ بی بی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہوکر تقریباً تیس سال کی طویل مدت گذر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلیۃً چلا آرہا ہے۔ وہی اس کی آمدنی اور سیاہ وسفید کی مالکہ تھی۔ اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ آخر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں۔ ان لوگوں کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ (تقریباً

آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا) زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جائیداد ہے مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیۃً چلا آرہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) مذکورہ حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی اولادوں وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کا حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابلِ سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

(۲) مذکورہ جائداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحبِ جائداد کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جائے تو کیا یہ قابلِ قبول اور حق بجانب ہے؟

(۳) مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی ۳۰ سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابلِ سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الاداء کس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار روپیہ ادا کر سکے اور نہ جائداد بعوض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے مہر و دیگر قرض سب ورثہ کا حصہ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض کو بصورتِ زیور و نقد ادا نہیں کیا گیا بلکہ جائداد کی صورت میں ادا کیا گیا تاکہ مرحوم کا وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے

ضرورت تھی کہ سب ورثہ متفق ہوکر یہ صورت اختیار کرتے یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ یہ کوتاہی ہوئی تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کردیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی ۱/۶ وراثت کی حقدار تھیں بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیمِ میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے۔[1] پس صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائداد کی مالک ہوگئی۔ پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثہ کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قرض زوجۂ زید کے پاس چلا گیا۔ ہاں اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو اس میں سے ان کو حصہ ملے گا۔ اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہوگیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے۔[2]

(۲) یہ مطالبہ درست نہیں۔ (۳) یہ بھی درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنبیہ:- یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوض قرض منتقل کرنے پر والدۂ زید کی رضامندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه الى قوله ثم يقسم الباقي بين ورثته الخ سراجي ص ۴/شامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض، ملتقى الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمية بيروت.

[2] الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اولٰهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم الخ سراجي ص ۲۲/باب العصبات، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيری ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه، درمختار على الشامى زكريا ص ۵۱۸/۱۰/کتاب الفرائض، فصل فى العصبات.

کہ مقدارِ قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا۔ انتقالِ والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہوگا۔ پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا[1] البتہ مدتِ طویلہ گذر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطۃً اور قضاءً نہیں رہا[2] تاہم عنداللہ دیانۃً برأت نہیں ہوئی۔ اس لئے ان سے مفاہمت ومصالحت کر کے سبکدوشی کر لی جائے یا ان کو جائیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے یا قیمت دی جائے یا معاف کرایا جائے[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دین مہر مقدم ہے تقسیم میراث سے

سوال:- مسمی محمد یٰسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا دو لڑکیاں ایک بالغہ ایک نابالغہ ایک زوجہ وارث ہیں لیکن زوجہ بعوض دین مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویدار ہے اور ترکہ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے تو اس صورت میں ترکۂ متوفی تمام زوجہ کو بعوض دین مہر دیا

---

[1] الحق متی ثبت لا یبطل بالتا خیر ولا بالکتمان قواعد الفقه ص۷۷/مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] اذاترک الدعویٰ ثلاثا وثلاثین سنة ولم یکن مانع من الدعویٰ ثم ادعی لاتسمع دعواه الخ شامی کراچی ص ۴۲۲/ج۵/کتاب القضاء،مطلب اذاترک الدعویٰ ثلاثاوثلاثین الخ.

[3] وان کانت عما یتحلف بالعباد،فان کانت من مظالم الاموال فیتوقف صحة منها مع ماقد مناه فی حقوق اللّٰه علی الخروج عن عهده الاموال وارضاء الخصم فی الحال والاستقبال بان یتحلل منهم اویردهاالیهم اوالی من یقوم مقامهم الخ شرح فقه اکبر ص۱۹۴/بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی.

جائے گا۔ یا جمیع ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اگر تقسیم ہوگا تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پہنچے گا۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ کو بعوض دین مہر دیا جائے گا۔ اور ورثہ کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ قرضہ کی ادائیگی شرعاً ورثہ کے حق پر مقدم ہے۔ فی السراجی[1] ص ۳/ قال علما ئنا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ .

بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۹/ جمادی الثانی ۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ صدر المدرسین

صحیح: سعید احمد صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم

قرضۂ میت کون ادا کرے

سوال:- مرحوم کے قرض کا علم اس کی بیوی کو ہی ہے جس کا وہ قرض ہے وہ اگر یہ کہے کہ میں اس بیوہ کے ہاتھ سے نہیں لوں گا اگر اس کا بھائی وغیرہ کوئی دے تب لوں گا تو بیوہ ہی کو قرض ادا کرنا ضروری ہے یا بھائی بھی ادا کرسکتا ہے؟

---

[1] سراجی ص ۳، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۴۹۳، ۴۹۵/ کتاب الفرائض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۸۹/ ج ۸/ كتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرض مرحوم کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ خواہ بیوہ ادا کرے خواہ بھائی جس کے ہاتھ سے بھی ادا کر دیا جائے گا۔ مرحوم بری ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا

سوال:- ایک شخص کے ذمہ قرض تھا وہ قرض اس کے لڑکے نے ادا کیا۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا لہٰذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس لڑکے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکہ میں چھوڑا۔ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے وارث چھوڑے۔ تو کیا جبکہ متوفی مرحوم کا ترکہ لڑکا اور لڑکی میں تقسیم کیا جائے تو اس قرضہ ادا شدہ میں سے بھی لڑکی کے ذمہ بقدر حصہ ڈالا جائے یا نہیں جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ لڑکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور ورثاء کو کسی طرح ترکہ نہ پہنچتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر باپ کے کہنے پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فلاں شخص کا قرض ہے جس کے عوض میں میرا یہ مکان مکفول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کر دے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے روپیہ کی ادائیگی تقسیم

---

[1] ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ما له. سراجى ص ۴/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/ كتاب الفرائض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ترکہ سے مقدم ہے۔ لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کرلے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے[1]۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو یا ورثہ سب اس کو تسلیم کریں[2]۔ اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کرسکتا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال المکرّم ۵۸ھ

ورثہ اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال:- شامی جلد چہارم فصل فی التخارج میں ہے کہ جب ترکہ میں دین علی الناس ہو تو صلح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں جن میں سے حیلہ ثالثہ کو احسن الحیل لکھا ہے حالانکہ جو ضرر حیلہ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالثہ میں بھی ہے یعنی النقد خیر من النسیئۃ تو اب ثالثہ کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا بندہ کی رائے ناقص میں حیلۂ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ مصالح کا حصہ دین سے تبرعاً پورا کردیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں غالباً اسی لئے حیلۂ ثانیہ میں واحالھم بحصتہ، پر محشیؒ لکھتے ہیں لامحل لھٰذہ الجملۃ ھٰھنا پس اس

---

[1] ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من ما لہ ثم یقسم الباقی بین ورثتہ، سراجی ص ۴/مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۵، ۴۹۷/ج ۱۰/کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۳۰/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] ثم تقدم دیونہ التی مطالب لھا مطالب من جھۃ العباد ویقدم دین الصحۃ ھو ما کان ثابتا بالبینۃ مطلقا او بالاقرار فی حال الصحۃ، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

[3] وکان تطوعاً بما ادی عن صاحبہ لانہ قضی دین غیرہ بغیر امرہ فلا یرجع علیہ ھدایہ ص ۱۰۳/ج ۳/کتاب البیوع، مسائل منثورہ، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، مجمع الانھر ص ۱۵۳/ج ۳/کتاب البیوع، مسائل شتی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۲۹/ج ۴/کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

حیلہ میں دو ضرر ہیں ایک وہی جو حیلہ اولیٰ میں ہے اور دوسرا النقد خیر من النسیئۃ یعنی مصالح کو حصہ نقد مل گیا اور باقی ورثہ کو ان کا حصہ نسیئہ ملے گا اور ثالثہ میں صرف النقد خیر من النسیئۃ کا ضرر ہے یعنی مصالح کو قرض فی الحال دیتے ہیں اور اس قرض کو نیز اپنے حصہ کو غرماء سے نسیئۃ وصول کریں گے۔ حیلۂ اولیٰ میں بھی اگر چہ ایک ہی ضرر ہے مگر وہ ثالثہ کے ضرر سے زیادہ ہے اور ثانیہ میں دو ضرر ہیں لہٰذا ثالثہ احسن الحیل ہوا۔ اور رابعہ میں کوئی ضرر نہیں مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے وہ یہ کہ مصالح بہر صورت صلح تو دین کے سواء باقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلۂ اولیٰ میں ورثہ اپنا حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مصالح اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مصالح کا ہے نہ کہ ورثہ کا بعینہ یہی ضرر مصالح ثانیہ و رابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصہ دین وصول نہیں کرتا مگر ثانیہ میں ورثہ کا بھی ضرر ہے یعنی النقد خیر من النسیئۃ اور یہی ضرر ورثہ ثالثہ میں بھی ہے غرض یہ کہ اولی و رابعہ میں صرف مصالح کا ضرر ہے اور ثالثہ میں صرف ورثہ کا اور ثانیہ میں جانبین کا پس ثانیہ احسن الحیل ہونا چاہئے لیتحقق المساوات آں جناب اپنی تحقیق عمیق کے فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حیلہ ثالثہ کا احسن الحیل ہونا صاحب درمختار[1] نے ابن کمال سے نقل کیا ہے لیکن سکب[2] الانہر ج ۲/ص ۳۱۹/ میں اس کے احسن ہونے پر اشکال بھی کیا ہے۔ قلت ولا یخلو ایضا عن ضرر التقدیم اسی اشکال کو شامی نے حیلہ رابعہ کے اوجہ ہونے کی وجہ میں پیش کیا ہے قولہ والا وجہ لان فی الاخیرۃ لا یخلو عن ضرر التقدیم فی وصول مال ابن ملک اھ شامی[3]

---

[1] وھٰذہ احسن الحیل ابن کمال، الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۴۶۲/ ج ۸/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج.

[2] سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص ۴۴۰/ ج ۳/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[3] شامی زکریا ص ۴۲۶/ ج ۸/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج.

ج ۴/ص ۶۶۴/ نیز علامہ زیلعی کو بھی اس کا اعتراف ہے مگر زیلعی نے اولیٰ اور ثانیہ سے ثالثہ کے اوجہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے وان شرطوا أن یبرأ الغرماء منه ای من الدین صح لانه اسقاط اوتملیک للدین ممن علیه الدین،وکل ذٰلک جائز وقال صاحب الهدایة وهٰذه حیلة الجواز،واخری:ای حیلة اخریٰ ان یعجلوا قضاء نصیبه متبرعین ثم قال فی الوجهین ضرر بقیة الورثة والاوجه ان یقرضوا المصالح مقدار نصیبه ویصالحوا عما وراء الدین ویحیلهم علی استیفاء نصیبه من الغرماء وهٰذا فی الوجهین ظاهر لا نهم اذا اعطوا المصالح شیئاً بمقابلة الدین اوقدر الدین ولم یحصل لهم الدین فقد حصل لهم ضرر دنیوی ولیس فی الصورة الثالثة مثل ذٰلک من الضرر لانهم وان خرج منهم قدرالدین لکن حصل لهم الدین بمقابلته فانتفی عنهم الضرر الا ضرر النقدفان العین خیر من الدین اه زیلعی[1] ج ۵/ص ۵۱/اس کے بعد حیلہ رابعہ کو اوجہ کہا ہے اور واحالهم بحصته سے صاحب الدرر پر رد مقصود ہے۔قوله واحالهم بحصته ذکره رداعلی صاحب الدرروتبعه المصنف حیث قالا ولا یخفیٰ فیه ای هٰذاا لوجه من الضرربقیة الورثة ولکنه لا یرجع علیهم بما احالهم به فیکون الضررعلیهم مرتین اه طحطاوی[2] ص ۳۶۰ حیلۂ ثانیہ میں جو ضرر ہے اس میں فقہاء کی عبارتیں دو طرح کی ملتی ہیں ایک النقدخیرمن النسیئة دوسری عدم رجوع الورثة علی الغرماء چنانچہ تکملہ فتح القدیر[3] میں ہے اور حاشیہ[4] عنایہ شرح ہدایہ ج ۷/ص ۵۴/ میں اسی کو حق کہا ہے ص ۶/ کفایہ[5] میں بھی اسی

---

[1] زیلعی کوئٹه ص ۵۱/ ج۵/ کتاب الصلح،قبیل کتاب المضاربة،مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] حاشیه الطحطاوی علی الدرالمختارص ۳۶۰/ ج۳/ کتاب الصلح،فصل فی التخارج، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[3] اس پر بحث ونظر بھی ہے۔تکمله فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/ کتاب الصلح،فصل فی التخارج، مطبوعه دارالفکربیروت.

[4] حاشیه عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج،مطبوعه دارالفکربیروت.

(حاشیہ نمبر۵/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ بیان کی ہے۔ اذلا نسیئة عند التبرع اور علت اولیٰ کے متعلق حاشیہ عنایہ[1] میں ہے۔ اقول فیہ بحث. اس تقدیر پر حیلۂ اولی وثانیہ ہر دو میں ورثہ کو حصۂ مصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا۔ اور ثانیہ میں مزید برآں یہ کہ مصالح کا حصۂ دین اپنے پاس سے تبرعاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اولیٰ سے کیونکہ اولی میں مصالح کو کچھ حصۂ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثہ سے مل جاتا ہے اور حیلۂ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بعوض قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدل قرض کے مستحق ہو جاتے ہیں تو گو مصالح کا حصۂ دین اور اپنا حصۂ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا صرف وصولیابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ ورابعہ ہر دو شریک ہیں پھر رابعہ کے اوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ والا وجه ای الا یسر والاخف اھ[2]۔

الحاصل اولیٰ میں حصۂ دین مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثہ کو بھی اس میں رجوع علی الغرماء کا حق نہیں البتہ اپنا حصۂ دین پورا لیں گے اس میں مصالح کا نقصان ظاہر ہے ثانیہ میں مصالح اپنا حصۂ دین پورا بقیہ ورثاء سے وصول کرے گا اور ورثہ اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے مصالح کے ساتھ یا غرماء کے ساتھ تبرع کیا ہے اس میں ورثہ کا نقصان ظاہر ہے ثالثہ میں مصالح کو بھی حصۂ دین مل جاتا ہے اور بقیہ ورثہ کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعہ حوالہ غرماء سے وصول کرلیں گے اگر نقصان ہے تو صرف نسیہ کا ہے اور یہ اہون ہے لہٰذا یہ احسن الحیل ہوا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۵ قال فی الکفایة لعدم رجوعهم علی الغرماء انتهی، الی قوله اذلا نسئیة عندالتبرع الخ، کفایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/ فصل فی التخارج، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[1] عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۶۰/ ج۳/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

رابعہ میں رجوع علیٰ الغرماء کی وجہ سے نسیئہ ضرور ہے جیسا کہ ثالثہ میں تھا لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مصالح کا ضائع ہوتا ہے نہ بقیہ ورثہ کا اس لئے یہ اوجہ ہے ہذا ما عندی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۰/۱/۶۶ھ

ورثہ اور غرماء کی مصالحت پر اشکال

سوال:- میت کا دین ہو کسی پر تو جواز صلح کے حیل اربعہ میں سے تیسرے حیلہ کا احسن الحیل ہونا تو سمجھ میں آ گیا مگر رابعہ کا اوجہ بمعنی ایسر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ اس میں مصالح کا ضرر ظاہر ہے ثالثہ میں تو مصالح اپنا حصۂ قرض پورا وصول کر لیتا ہے رابعہ میں صرف ایک مشت کھجور کے بدلہ میں اپنا حصۂ دین ان کے حوالہ کرتا ہے اور اسے بالکل کچھ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اوجہ اگر بمعنی انفع للمصالح ہوتا تب بھی حیلۂ اولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا اگرچہ ثانیہ وثالثہ کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا لیکن یہ اوجہ بمعنی ایسر والاخف فی حق الورثۃ ہے[1] وہٰذا ظاہر۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

اداء قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا

سوال:- زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا ترکہ میں

---

[1] والاوجہ ای الایسر لھم والاخف طحطاوی علی الدر المختار ص ۳۶۰/ ج۳/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

ایک موروثی سکنی مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک میعاد معینہ کے لئے سرحدی تحویل میں امانت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب الاداء قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے اور اس خیال سے کہ دیر کرنے سے سود کی رقم زیادہ ہو جائے گی سرکاری تحویل سے اختتام معیاد سے قبل رقم لے کر سارے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کر لیا ہے، تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برسر روزگار ہیں لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کے لئے بعض اوقات بادلِ ناخواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعہ اراضی بھی لگان پر لیا ہے مگر زراعت کے دیگر اخراجات کے لئے سودی قرضہ لینے کے سوا اس وقت کوئی اور سبیل نہیں ہے اس کے بغیر ملنا ناممکن نظر آتا ہے اور بہ ہزار دقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب الاداء سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی بالفعل ملتوی کر کے اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کر دے گا کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے ملنے کی امید نہیں ہے۔ ذی علم اور تجربہ کار شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی کو ایک گھر کے لئے ذریعۂ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتوی کیا جا سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے ترکہ میں سے تقسیم میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے[1]

---

[1] ثم تدم دیونه التی لهامطالب من جهة العباد، شامی کراچی ص ۶۰/۷۶۰، کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۸۵/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،تبیین الحقائق ص ۲۳۰/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امدادیه ملتان.

خصوصاً جب کہ قرض سودی ہو تو جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں[1] اور صورت مسئولہ میں واقعات کا تجربہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائداد کو کھا کر فنا کر دیتا ہے اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جا سکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو اس لئے موہوم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے اور اس کے بعد اگر الف میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے بچکر اکل حلال کا طالب ہے تو اس کے لئے اللہ پاک ضرور بالضرور جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئے گی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس پُر آشوب زمانہ میں ایسے بندگان خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی۔ اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے۔ قال الله تبارک و تعالیٰ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[2]، الآية.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف ۹/۱/۵۹ھ

---

[1] عن ابی هريرةؓ ان رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم قال مطل الغنى ظلم مشكوة شريف ص ۲۵۱/باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتب ديوبند، بخارى شريف ص ۳۰۵/ج ۱/كتاب الاجارة، باب فى الحوالة، وهل يرجع فى الحوالة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۱۸/ج ۲/كتاب المسافات، باب تحريم مطل الغنى، مطبوعه رشيديه دهلى.

[2] سوره طلاق آیت ۳، ۲/. **ترجمہ:** اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (از بیان القرآن)

فصل دوم: استحقاق اور عدم استحقاق وراثت

حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال:- زید موجود ہے۔ زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں، حالانکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے۔ کسی وارث کا بحیثیت وراثت کوئی حق نہیں۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا اس وقت جو ورثہ ہوں گے وہ حسبِ قواعدِ شرعیہ وارث ہوں گے اس وقت مسئلہ دریافت کرنا۔ ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۸ھ

حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال:- خواجہ کی تین لڑکیاں ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواجہ کا تو انتقال ہو گیا ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا ترکہ باب اللہ کے نام ہو گیا لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا حتیٰ کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انتقال

---

[1] وشروطه ثلاثة موت مورث حقيقة او حكما كمفقود الخ، سكب الانهر ص ۴۹۴/ج ۴/اول كتاب الفرائض دارالكتب العلميه بيروت، الدرالمختار مع الشامی كراچی ص ۷۵۸/ج ۶/اول كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۸/ج ۸/اول كتاب الفرائض.

کر گئیں۔ بعدہٗ باب اللہ دولڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو گیا بعدہ سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انتقال کر گئے اب سرور کے ترکہ میں اس کی پھوپھیاں ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور کی پھوپھیوں ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا پھوپھیوں کے مرجانے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اور ان کے لڑکے شرعاً حصہ لے سکتے ہیں اگر لے سکتے ہیں تو کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مال مورث سے زائل نہیں ہوتی لہٰذا اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ کو اپنا حصہ ہبہ کر کے باقاعدہ قبضہ کرادیا تھا تب تو ہندہ کے ورثہ کو باب اللہ کے ورثہ سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں[1] اور اگر باقاعدہ ہبہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے۔ جس کی مقدار خواجہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام موتیٰ کی ترتیب اور ورثہ کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے **لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه اذ الملک لا یبطل بالترک اه اشباہ**[2] ص ۲۳۹/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الدرالمختار على الشامي زكريا ص ۸/۴۹۳، كتاب الهبة، زيلعي ص ۵/۹۱، كتاب الهبة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری كوئٹه ص ۴/۳۷۴، كتاب الهبة، باب الاول،

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۷۴، الفن الثالث: مايقبل الاسقاط من الحقوق ومالايقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، الارث جبری لايسقط بالاسقاط، تكمله ردالمحتار كراچی ص ۷/۵۰۵، كتاب الدعویٰ، مطلب واقعة الفتویٰ،

دادا اور مربی کے مال میں حق

سوال:- شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا اور مسمّٰی عبدالشکور ایک لڑکا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی مسماۃ شافعہ کو شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبدالقادر بھی بیمار پڑے۔ جب بظاہر بچنے کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی تو محلّہ کے چند بزرگوں مثلاً مولوی عبدالعالی مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان جواب بھی بقید حیات ہیں، نے عبدالشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے لڑکے عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے آپ ان کے لڑکے عبدالشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجہ والد کے انتقال کے محجوب اور محروم رہے تو جواب میں بولنے کی معذوری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبدالحمید اور عبدالشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔ اس کے بعد عبدالقادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد کو وصیت کے مطابق عبدالحمید، محمد نعیم اور عبدالشکور نے آپس میں تقسیم ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے عبدالکریم مرحوم کے ایک لڑکا مسمّٰی محمد پیدا ہوا۔ چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی۔ عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔ عبدالشکور کو جو رقم بذریعہ وصیت ترکہ میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل وعیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام کر سکنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور کام کاج کرتے رہے۔ اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصہ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کے جملہ ضروریات زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حق شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حسب ذیل

سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں۔

(۱) جب کہ محمد اپنے باپ و دادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر اور اگر نہیں تو کیونکر؟

(۲) عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائداد فراہم کی اس میں بحالت مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعاً ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مدلّل اور واضح بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر شیخ عبدالقادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں بلکہ حسب ضابطہ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی اگر زبان بند ہوئے دیر ہو چکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارات ہی سے سمجھاتے تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیت معتبر ہوگی اور محمد بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا نہ ہی اس کے حق میں کوئی وصیت کی۔ وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں۔ **ایماء الاخرس و کتابته کا لبیان باللسان بخلاف معتقل اللسان قال الشافعی هما سماء فی وصیة وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرها من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثله معتقل اللسان ان علمت اشارته وامتدت عقلته به یفتی اه درمختار قوله به یفتی هو روایة عن الامام ومقابله ما فی الکفایة عن الامام التمرتاشی تقدیره بسنة اه شامی[1] ص ۶۴۵ / ج ۵ /۔**

(۲) جبکہ اصل سرمایہ عبدالشکور کا ہے اور اس نے ہی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبدالشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے اس کے عوض میں محمد نے عبدالشکور کی

---

[1] **الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۶۱، ۴۶۰ / ج ۱۰ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۷۷ / ج ۸ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الانهر ص ۴۷۲، ۴۷۴ / ج ۴ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.**

اعانت کی ہے لہٰذا محمد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ عبدالشکور اگر از خود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹا اس کا ہاتھ بٹائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے۔ الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئى فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله لكونه معينا له الاترى لوغرس شجرة تكون للاب اه شامی[1] ص ۴۸۳ / ج ۳ / ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷ / رجب ۶۷ھ

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال:- جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جابرانہ قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے بلکہ اس کو دھمکائے اور ڈرائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عنداللہ گنہگار ہے یا نہیں؟ اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا آدمی غاصب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے[2] اس کی دنیا بھی تباہ ہے اور

---

[1] شامی زکریا ص ۵۰۲ / ج ۶ / کتاب الشركة مطلب اجتمعافی دار واحدة اكتسبا الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۹ / ج ۲ / کتاب الشركة، مطلب اب وابن اكتسبا اموالاً، تنقيح الفتاوى الحامدية ص ۱۷ / ج ۲ / کتاب الدعوى، مطلب اكتسبه الابن يكون لابيه، مطبوعه مصر.

[2] عن سعيدبن زيدقال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من اخذشبرامن الارض فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين مشكوة شريف ص ۲۵۴ / کتاب الغصب والعارية، الفصل الاول، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، بخاری شريف ص ۴۵۴ / ج ۱ / کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضين، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۳۳ / ج ۲ / قبيل كتاب الفرائض، مطبوعه رشيديه دهلی.

آخرت بھی برباد ہے۔ اپنے اس ظلم کا وبال اس پر یہاں بھی پڑ کر رہے گا، بغیر اس کے بھگتے موت نہیں آئے گی۔ اس کو لازم ہے کہ والد کی جائیداد واپس کردے۔ اور والد کی خدمت کر کے ان کو راحت پہونچائے۔ اور اس سے معافی مانگے ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدہ کی موجودگی میں بیٹے کا اپنے تابع مرحوم بھائی کے ترکہ پر قبضہ کر لینا

سوال:- خاتون بیگم نے کچھ مکان اور کچھ زمین خود اپنے پیسہ سے اپنے دو لڑکوں کے نام خریدی تھی اور ان میں ایک لڑکا نابالغ تھا اس نابالغ لڑکے کا انتقال ہوگیا اور وہ جائیداد بڑے لڑکے کے قبضہ میں ہے کیا خاتون بیگم بھی شرعی اعتبار سے اس جائداد کی مالک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نابالغ کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حقدار اس کی والدہ بھی ہے[2] بڑے بھائی کا

---

[1] وعن ابی بکرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کل الذنوب یغفر اللّٰہ منها ماشاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیاة قبل الممات. مشکوٰة شریف ص ۴۲۱/ باب البر والصلة. الفصل الثالث. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۱۰۷۳/ ج ۲/ حدیث ۷۸۹۰/ الخامس والاربعون فی بر الوالدین، حدیث جریح العابد فی حفظ قلب الام، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه.

[2] والثلث عند عدمهم ای عدم الولد وولد الابن والعدد من الاخوة والاخوات وعند عدم الاب مع احد الزوجین (شامی زکریا ص ۵۱۴/ ج ۱۰/ کتاب الفرائض) سراجی ص ۱۸/ فصل فی النساء، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹۱/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

سب پر قبضہ کرنا غلط ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہوسکتا ہے

سوال:- میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردی۔ اور ایک مکان اس تصریح کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے $\frac{1}{4}$ حصہ میرے اور میرے والدین کے ایصال ثواب میں خرچ ہوگا۔ اور بقیہ $\frac{3}{4}$ حصہ ورثاء آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ ورثاء میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی شامل ہیں۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اس مکان کے ایک حصہ میں میرے ایک بھائی کرایہ پر آباد ہیں اور پرانا کرایہ متعین کیا ہوا ادا کررہے ہیں۔ جبکہ اب مارکیٹ میں کرایہ کا ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے ایک بھائی اور بہن کا حصہ خرید لیا ہے۔ اب میں ڈھائی حصہ کا مالک ہوں۔ کرایہ دار بھائی کے علاوہ بقیہ سب حصہ داروں کا ان سے مطالبہ ہے کہ موجودہ کرایہ میں موجودہ نرخ کے مطابق اضافہ کریں جس سے ایصال ثواب کی رقم میں اضافہ ہو اور ورثاء کے حصہ رسد میں بھی لیکن اس پر وہ بھائی تیار نہیں ہیں۔ اس لئے سب حصہ دار چاہتے ہیں کہ وہ مکان خالی کردیں تاکہ دوسرے کو موجودہ کرایہ پر دیا جاسکے۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرایہ دار بھائی بقیہ بھائیوں (حصہ داروں) کا مطالبہ ماننے کے پابند ہیں یا نہیں؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی $\frac{3}{4}$ حصہ میں $\frac{2}{11}$ حصہ کے مالک ہیں تو کیا اتنی ملکیت کی بناء پر وہ سب کا مطالبہ رد کرنے کے مجاز ہیں۔ اور بقیہ بھائیوں کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ مشکوۃ ص ۲۶۶/قبیل کتاب النکاح،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،ابن ماجہ ص ۱۹۴/ابواب الوصایا،باب الحیف فی الوصیۃ،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے[1]۔ وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرکے ۱/۴ کو حسب وصیت کرایہ پر دیا جائے، پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر اور کرایہ ایصال ثواب میں صرف کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے۔ وارث اگر خریدنا چاہے تو وہ مقدم ہے[2] اس کی قیمت ایصال ثواب میں صرف کی جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۳ھ

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال:- ایک استفتاء (۳۹) (ت) کیا تھا جس کا جواب گیا تھا۔ اسی مسئلہ میں ایک بات اور معلوم کرنی ہے۔ جو جواب گیا تھا اس کو ذیل میں درج کررہا ہوں۔ ''جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر

---

[1] ولو سکن بعضهم ولم یجدالآخر موضعایکفیه فلیس له اجرة الخ الدرالمختارعلی هامش رد المحتارزکریاص ۵۴۴/ج۶/کتاب الوقف،مطلب اذاوقف کل نصف علی حدة الخ.

[2] الشفعة واجبة للخلیط فی نفس المبیع الخ هدایه ص۳۸۷/ج۴/کتاب الشفعة مطبوعه تهانوی دیوبند،مجمع الانهرص ۱۰۲/ج۴/کتاب الشفعة مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، زیلعی ص ۲۳۹/ج۵/کتاب الشفعة مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] تصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جازویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة،کذا فی البدائع،شامی کراچی ص۲۴۳/ج۲/صلوة الجنازة،زیلعی ص۸۳/ج۲/ باب الحج عن الغیرمطبوعه امدادیه ملتان،بحرکوئٹه ص ۵۹/ج۴/باب الحج عن الغیر مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

مجبور کیا جاسکتا ہے نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرکے ۱/۴ کوحسبِ وصیت کرایہ پر دیا جائے کہ پھرخواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اورایصال ثواب میں خرچ کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے۔ وارث اگرخریدنا چاہے تو مقدم ہے، اس کی قیمت ایصال ثواب میں خرچ کی جائے۔آپ نے وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں بیان کی ہیں۔دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے۔ وارث اگرخریدنا چاہے تو مقدم ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا ہے کہ میں خریدلوں تو اس سلسلہ میں رفعِ نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی ہی صورت ہے یعنی تقسیم کرکے ۱/۴ حصہ کو بالکل جدا کردیا جائے۔لیکن اگر باہمی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو یا تقسیم کے بعد ۱/۴ حصہ قابلِ انتفاع نہ رہے تو پھر دوسری صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔ جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کردیا جائے[۱] پھر قیمت کو ایصال ثواب میں خرچ کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے، اس کا کرایہ صدقہ کیا جائے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/۹۵ھ

والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہوگیا اس کی وراثت

سوال:- میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تو والدہ صاحبہ نے دوسرا نکاح کیا تو

---

[۱] نهى عن السوم على سوم غيره الى قوله وهٰذا اذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمن فى المساومة فاما اذا لم يركن احدهما الى الآخر فهو بيع من يزيد ولا بأس به هدايه على هامش فتح القدير ص ۴۷۷ / ج ۶ / باب البيع الفاسد، فصل فيما يكره، مطبوعه دارالفكر بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص ۱۰۲ / ج ۵ / مطلب فى البيع المكروه، مجمع الانهر ص ۱۰۰ / ج ۳ / باب البيع الفاسد، فصل قبض المشترى الخ دارالكتب العلميه بيروت.

دوسرے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے اور دو بہنیں بھائی ہم ہیں اب دوسرے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا اور تحصیل میں والدہ صاحبہ کا نام چڑھ گیا اب انہوں نے زمین اور گھر میرے نام سے بیع نامہ کردیا ہے میں اب دونوں چیزوں کا مالک ہوگیا میں نے اس زمین سے دوسری زمین کا تبادلہ کیا تو میں نے اس کے نام بیع نامہ کیا اور اس کی زمین اپنی لڑکیوں کے نام بیع نامہ کیا میں نے جائز کیا یا ناجائز اب آپ کی خدمت میں چوتھا فتویٰ بھیج رہا ہوں مگر میں اس سے پہلے فتویٰ کے جواب کا منتظر ہوں اب اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جواب ضرور ملے گا۔ لیکن جب والدہ صاحبہ نے جو زمین اور گھر میرے نام کی تھی تو اس میں جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ میں نے ہی کیا کسی دوسرے کا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ والدہ صاحبہ کا نام تحصیل میں کس حیثیت سے چڑھ گیا ہے کیا والد صاحب مرحوم نے ان کے نام بیع نامہ آیا بعوض مہر ہبہ نامہ کر کے اس کا قبضہ کرادیا تھا اس وجہ سے ان کا نام سرکاری کاغذات میں بیع نامہ درج کیا گیا یا حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو زمین کسی شخص کے پاس حکومت کی طرف سے ہو اس کے انتقال پر وہ زمین اس کی اہلیہ کو ملے گی پھر والدہ نے آپ کے نام بیع نامہ کردیا تو آپ اس بیع نامہ کی رو سے مالک ہوگئے آپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں بیع کردیں یا تبادلہ کرلیں[1] اگر ایسی صورت نہیں ہے۔ بلکہ زمین اور گھر کے والد صاحب مالک تھے اور کسی غلطی سے والدہ کا نام چڑھ گیا تو پھر

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک الخ تفسیر بیضاوی ص۷۷ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱، ۳۵۲، ج۳، حرفی المیم، الملک التام، مطبوعه دارالفقهیة القاهرة، شرح المجلة ص۶۵۴/۱، الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان، الفصل الاول فی بعض قواعد فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند.

وہ والد مرحوم کا ترکہ ہے[1] آپ بھی اس میں حقدار ہیں تنہا آپ مالک نہیں آٹھوں حصہ آپ کی والدہ کا ہے[2]۔ بقیہ میں سے دوہرا آپ کا اکہرا آپ کی بہنوں کا ہے[3] یعنی ۲۴ رحصہ بنا کر تین حصے والدہ کے ہیں سات بہن کے ۱۴ آپ کے اگر والدہ نے اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیع کر دیا تو آپ اس کے مالک ہو گئے بہن نے بھی اگر آپ کو دیدیا تو اس کے بھی مالک ہو گئے اور مذکورہ تصرف بھی آپ کا درست ہو گیا والدہ سے پیدا شدہ دوسرے شوہر سے جو لڑکی موجود ہے اس صورت میں وہ حقدار نہیں[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۳۹۹ھ

مدرّس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟

سوال:- قصبہ کیرانہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے۔

---

[1] الهزل هو ان لا يراد باللفظ دلالته لا المعنى الحقيقى ولا المجازى. الوصول الى قواعد الاصول ص ۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية مسائة الهزل،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،شامى كراچى ص۵۰۷/ج۴/كتاب البيوع،مطلب فى حكم البيع مع الهزل.

[2] اما للزوجات فحالتان الى قوله الثمن مع الولد وولد الابن وان سفل سراجى ص ۱۲، ۱۱/ فصل فى النساء،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۵۱۲/ج۱۰/ كتاب الفرائض،البحرالرائق كوئٹه ص ۴۹۴/ج۸/كتاب الفرائض.

[3] وأ ما بنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله ومع الإبن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن الخ سراجى ص ۱۲/ فصل فى النساء،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،البحرالرائق كوئٹه ص ۴۹۴/ ج۸/كتاب الفرائض،تبيين الحقائق ص ۲۳۴/ج۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[4] ويستحق باحد ثلاثة بالاستقرإ بنسب اى قرابة رحم ونكاح صحيح وولاء بنوعيه، سكب الانهر على مجمع الانهرص ۴۹۵/ج۴/كتاب الفرائض،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۴۹۷/۱۰/كتاب الفرائض،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۴۷/ ج۶/كتاب الفرائض،الباب الاول فى تعريفها.

اس کا خرچ وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک صاحبِ خیر نے کچھ اراضی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی مگر وہ آمدنی بہت قلیل ہے۔ مدرسہ کا خرچ کچھ بچوں کی فیس اور اہل خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی مسیح الزماں نے جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے استعفیٰ دیدیا۔ اور مولوی خالد صاحب جو جامع مسجد کے جمعہ کے امام ہیں وہ اس کے کارکن اور متولی ہوگئے۔ جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استعفیٰ دیا مدرّسین کی تنخواہوں کا حساب باقی تھا۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کی تنخواہ قریب گیارہ ماہ کی باقی تھی جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چندہ ماہانہ کی رقم وصول تھی۔ اور بقایا بعد وصول چندہ وفیس باقی تھی۔ دستخط کسی رقم پر نہیں تھے۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کا انتقال ہوگیا۔ ان کی جگہ حافظ حنیف ان کا بڑا لڑکا مدرّس ہوگیا۔ یہ بڑا لڑکا حالتِ حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ اکثر کام کرتا تھا۔ اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے گیارہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا۔ اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کا رہن سہن کھانا پینا تاحیات رہا۔

جب مولوی صاحب نے اہتمام سے استعفیٰ دیا ہے تو اس میں یہ بات طے ہوگئی کہ استعفیٰ تک جو تنخواہیں مدرسین کی بقایا ہیں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے۔ اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب اب اس بقایا تنخواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے علاوہ حافظ حنیف کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔ مگر ان دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن سہن کا کوئی تعلق نہیں ہوا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بقایا رقم کا مستحق بوجوہ بالا حافظ حنیف ہے جو اب ان کی جگہ مدرّس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بقایا تنخواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں؟ یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بقایا رقم دیدی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بقایا تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے۔ جملہ ورثہ حسب حصص شرعیہ اس کے مستحق ہیں۔ تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حقدار نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۰/۱۴ھ

کیا پاگل اور اس کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال:- مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والد مرحوم کی جائداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

(۲) مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا۔ شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کرادیا اور مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے ساڑھے تین آنہ کا حصہ دیدیا۔ یہ وکلاء کی رائے سے دیا گیا۔ اور اس لئے دیا تاکہ آئندہ کوئی جھگڑا نہ رہے مگر اس کے باوجود مطلقہ بیوی اب پھر مطالبہ کررہی ہے اور کورٹ میں کررہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہوا فیصلہ ٹھیک اور درست ہوسکتا ہے؟

(۳) کورٹ کو اسلامی (لا) قانون کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنون موانع ارث میں سے نہیں ہے[2] حسبِ قانونِ شرع مجنون بھی اپنے والد مرحوم

---

[1] ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة السراجی فی المیراث ص۴/مجمع الانهر ص۴۹۵/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الدرالمختارمع الشامی زکریاص۴۹۷/ج۱۰/کتاب الفرائض.

[2] المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدینین واختلاف الدارین الخ سراجی ص۷/فصل فی الموانع،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،درمختارعلی الشامی زکریاص۵۰۳/ج۱۰/کتاب الفرائض،ملتقی الابحرص۴۹۷/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت.

کے ترکہ سے حصہ میراث پائے گا۔

(۲) مرحوم کی اولاد موجود ہے۔ اگر مرحوم نے مرض الوفات میں طلاق دی تھی تو بیوہ مطلقہ کو ترکۂ مرحوم سے بعد ادائے دین مہر وغیرہ آٹھواں حصہ ملے گا یعنی $\frac{1}{8}$ جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں[1]۔

(۳) تقسیمِ میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے۔ قرآن ہی نے حصۂ میراث متعین کیا ہے اسی کو فیصلہ کا حق ہے[2]۔ حصہ کسی اور نے متعین کیا ہوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۵ھ

داماد وارث نہیں

سوال:- اگر دختر و داماد کو متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا ہو اور وہ اس کے شامل رہتا ہو تو خانہ داماد اور دختر دونوں کا حق ہے یا صرف دختر کا کیونکہ متوفی کا قریبی چچا و برادر حقیقی نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہونچتا بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے[3]، اگر داماد

---

[1] فلو ابانها ومات فيه بذلک السبب اوبغيره ورثت هی الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۷/ تا ۹/ ج۵/باب طلاق المريض، بحر کوئٹه ص ۴۲/ ج۴/باب طلاق المريض، مطبوعه الماجديه کوئٹه، فتح القدير ص ۱۴۵/ ج۴/مطبوعه دارالفکر بيروت.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد والثمن مع الولد الخ سراجی ص ۱۱/ فصل فی النساء، زيلعی ص ۲۳۳/ ج۶/مطبوعه امداديه ملتان، شامی زکريا ص ۵۱۲/ ج۱۰/کتاب الفرائض.

فريضة من اللّٰه ان اللّٰه کان عليما حکيما الاية سورة النساء آيت ۱۱/.

[3] واصحاب هٰذه السهام اثناعشرة نفرا من للرجال وثمان من النساء وهن الزوجة والبنت الخ سراجی ص ۹/ باب معرفة الفروض ومستحقيها.

سے کوئی دوسرا رشتہ بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت

سوال:- شجاعت علی خاں مرحوم کے تین لڑکے حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خاں ہیں۔ حلیم خاں ۱۹۴۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاش معاش کے سلسلہ میں ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خاں مونگیر جیل میں ہیں۔ چنانچہ اس کے ملاقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حلیہ بھی بتلا دیا۔ لیکن کوشش بلیغ کے باوجود حلیم خاں سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ اس درمیان شجاعت خاں مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خاں اور نعیم خاں کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائداد مرحوم نے اپنے نام رکھی۔ بعدہٗ شجاعت علی خاں مرحوم ۱۹۵۶ء میں انتقال کر گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود الخبر حلیم خاں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم خاں کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خاں کا حصہ چاہتا ہے۔ کیونکہ شجاعت علی خاں مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خاں اور نعیم خاں فائدہ اٹھا رہے ہیں لہٰذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ حلیم خاں کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود الخبر قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ سلیم خاں اور نعیم خاں کی طرح وہ بھی ترکہ کا برابر مستحق ہوگا۔ اگر شجاعت خاں کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہو چکا ہے اور اس کے ورثاء صرف یہ تین لڑکے ہیں تو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی المیراث ان تینوں کو برابر تقسیم ہوگا۔ پھر حلیم خاں کے حصہ میں جو کچھ آئے اس کو محفوظ رکھا جائے۔ اور خود اس سے دریافت کر کے اگر وہ کہے تو اس کی بیوی اور لڑکے کو دیدیا

جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

سوتیلا (شوہر کا لڑکا) وارث نہیں

سوال:- زینب فوت ہوئی وارث میں صرف دو لڑکیاں ایک سوتیلا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا۔ پس متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اور کوئی وارث نہیں تو ترکہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا[2] سوتیلا (شوہر کا لڑکا) اس کا وارث نہیں[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] وحکم الاسیر کحکم سائر المسلمین فی المیراث مالم یفارق دینه الی قوله فان لم یعلم ردته وحیاته ولا موته فحکمه کحکم المفقود. عالمگیری کوئٹه ص۴۵۷/ج۶/الباب الثامن فی المفقود والاسیر سکب الانهر ص۵۳۰/ج۴/ کتاب الفرائض،قبیل فصل فی المناسخة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الخ وقسمها القاضی بطلب الحاضرین وینصب وکیلاً یقبض نصیب الغائب. هدایه ص۴۱۲/ج۴/ کتاب القسمة.مطبوعه تهانوی دیوبند.

[2] مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق له یردعلی ذوی الفروض بقدرحقوقهم سراجی ص۴۳/باب الرد،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹/ج۶/کتاب الفرائض الباب الرابع عشرفی الرد،الدرالمختارمع الشامی کراچی ص۷۶۴/ج۶/کتاب الفرائض.

[3] ویستحق الارث باحدثلاثة بالاستقراء بنسب ای قرابة رحم ونکاح صحیح وولاء بنوعیه سکب الانهرمع مجمع الانهرص۵۹۵/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختارعلی الشامی زکریاص۵۹۷/ج۱۰/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۷/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الاول.

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ

سوال:- ہندہ کنواری لڑکی قوم بلوچ کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے کرادیا اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا بعدہ کچھ عرصہ کے بعد زید بیمار ہوگیا اور کئی پیغام بھیجے کہ میری بیوی مسماۃ ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ کو نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس آئی حتی کہ زید فوت ہوگیا۔ کیا اس صورت میں مسماۃ ہندہ کو زید کے مال ومتاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی لہٰذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے اس ناراضگی کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی۔ اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی۔

وتوارثا قبل الفسخ لان النكاح صحيح والملك به ثابت فاذا مات احدهما فقد انتهى النكاح سواء مات قبل البلوغ اوبعده لان الفرقة بينهما لاتقع الابقضاء القاضى فيتوارثان ويجب المهر كله وان مات قبل الدخول اه زيلعى[1] ص۱۲۵/ج۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دارالعلوم دیوبند

بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال:- ماقولكم رحمكم الله تعالىٰ ايهاالعلماء الكرام والجهابذة العظام

---

[1] زيلعى ص۱۲۵/ج۲/(مطبوعه امداديه ملتان) كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء، بحر كوئٹه ص۱۲۳/ج۳/كتاب النكاح، باب الاولياء والاكفاء، النهر الفائق ص۲۱۳/ج۲/دار الكتب العلمية بيروت.

فی هذه المسئلة ان رجلا قدطلق امرأته ثلاثافی حالة الصحة ثم مات الرجل وهی فی العدة فهل ترثه ام لابینوابحوالة الکتب والبرهان توجروا عنداللّٰه المنان.

الجواب حامداًومصلیاً

وهو الموفق للصواب،لاترث فیه. قال فی الکنز طلقها رجعیا اوبائنا فی مرضه ومات فی عدتها ورثت وبعدها لاالی اٰخره قال فی البحر اطلق البائن فشمل الواحدة وثلثاوقیدبأن یکون فی مرضه احترازاً مما اذا طلق فی الصحة ثم مرض ومات وهی فی العدة لاترث الی اٰخره[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر بھی پورا ملے گا اور وراثت بھی

سوال:- ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح وکیل و گواہوں کی موجودگی میں حسب روئے

---

[1] کنز الد قائق مع البحر ص ۴۲،۴۳/ ج۴/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب الطلاق باب طلاق المریض، فتح القدیر ص ۱۴۵/ ج۴/ باب طلاق المریض، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی کراچی ۳۸۷/ ج۳/ باب طلاق المریض،

ترجمہ سوال: ایک شخص نے حالت صحت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہوگی یا نہیں؟

ترجمہ جواب: اس صورت میں وارث نہیں ہوگی کنز میں ہے۔ کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالت مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور وہ شخص بیوی کے زمانۂ عدت میں مرگیا تو وہ عورت وارث ہوگی اور اگر اس کی عدت کے بعد مرا تو وارث نہیں ہوگی الخ بحر میں کہا ہے کہ بائن کو مطلق ذکر کیا ہے پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالت صحت میں طلاق دی ہو پھر مریض ہوا ہو اور عورت کے زمانۂ عدت میں مرگیا ہو۔ کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی الخ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

شرع شریف اور دولہا کی جانب سے کچھ کپڑا اور سونا بھی دولہن کو دیا گیا۔ لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جانبین اولیاء کی طرف سے قرار پایا کہ رخصتی آٹھ ماہ بعد ہوگی بقضاء الٰہی شوہر کا ۸/ماہ کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب تک بیوی سے ایک بار بھی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا سوال ہے کہ عورت کس قدر مہر کی مستحق ہے۔ نیز جائداد منقولہ وغیرہ ترکۂ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں۔ ویندب اعلانه وتقديم خطبة درمختار على الشامی ج۲/ص ۴۲۸/[1] اور لڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہوگی۔ ومن سمی مهرا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها اومات عنها لانه بالدخول يتحقق تسليم المبدل وبه يتأكد البدل وبالموت ينتهى النكاح نهايته والشئى بانتهائه يتقرر ويتأكد فيتقرر بجميع مواجبه هدايه ج۲/ص ۳۰۴/[2] اور میراث کی بھی مستحق ہوگی قال الکمال فی الفتح ج۲/ص ۴۳۸/[3] قوله والشئى بانتهائه يتقرر لان انتهاء ه عبارة عن وجوده بتمامه فيستعقب مواجبه الممكن الزامها من المهر والارث والنسب الخ، ويستحق الارث برحم ونكاح صحيح ولو بلاوطئى

---

[1] درمختار على الشامی زکریا ص ۶۶/ج۴/ اول کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱/ج۳/کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶/ج۲/کتاب النکاح، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هدایه ص ۳۲۴/ ج۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب النکاح، باب المهر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۳/ج۳/باب المهر، مجمع الانهر ص ۵۰۹/ج۱/باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] فتح القدیر ص ۳۲۲/ج۳/(مطبوعه دار الفکر بیروت) باب المهر، شلبی علی تبیین الحقائق ص ۱۳۸/ج۲/باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

ولا خلوة اجماعا شامی[1] ص ۱۶۶ / ج ۵ / ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۴ / ذی الحجہ ۵۱ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن

صحیح: عبداللطیف

جہیز، مہر، وراثت

سوال:- زید کے دو بیٹے بکر وعمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماۃ الف و ب دونوں حقیقی بہنوں سے ہوئی ہے الف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے کچھ عرصہ بعد بقضاء الٰہی عمر لاولد فوت ہو جاتا ہے اس کی منکوحہ مسماۃ ب عدت مقررہ اپنی سسرال میں گذار کر بعد انقضاء عدت مسماۃ ب بیوہ کو اس کے والدین میکے لیجانا چاہتے ہیں تو مسمّٰی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے۔ بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب و والدین مسماۃ ب جبراً سسرال میں روکے رکھتا ہے حتی کہ زید مذکور بیمار ہو کر بستر مرگ پر دراز ہو جاتا ہے اور مرنے سے پیشتر اپنی بہو مسماۃ ب کو کہتا ہے کہ میرے بعد میری جملہ جائیداد واملاک نفقہ کی تم مالک ہو اور نصف دیگر مسمّٰی بکر کی ملک ہے زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ (ب) اپنے میکہ میں آئی اور مسمّٰی بکر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو مسمّٰی بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کر دیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جملہ جائیداد املاک پر قابض ہو گیا حتی کہ مسماۃ (ب) کو میکے سے ملے ہوئے زیورات اور پارچہ جات واسباب بھی نہ دیا۔ اندریں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق رسی کیسے ہو سکتی ہے۔

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میکے سے ملے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ جو اسی وقت سے

---

[1] درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۷ / ج ۱۰ / اول کتاب الفرائض، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴۹۵ / ج ۴ / کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۷ / ج ۶ / کتاب الفرائض، الباب الاول.

بکر نے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں مالک اوران اشیاء کا بکر سے مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) بکر سے اپنے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) وہ زیورات واسباب وغیرہ جو مسماۃ ب کو سسرال سے ملے تھے کیا وہ مسماۃ مذکورہ کی ملک ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کل، یا جز۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ ب کو جو زیورات وپارچہ جات واسباب وغیرہ اس کے میکے سے ملے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں[1] ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صریح ظلم اور غصب ہے[2] مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور مسماۃ نے معاف نہ کیا ہو اولاً ترکۂ شوہر سے مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی[3] بکر کا متوفی بھائی کا کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جملہ ورثاء کا حق بحصۂ شرعی ان کو دیدے اور زید نے جو بوقت مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں

---

[1] جهز ابنته بجهاز وسلمها ذالک ليس له الاسترداد منها ولالورثته بعده ان سلمها ذلک فی صحته بل تختص به وبه يفی الخ درمختارعلی الشامی زکریاص۳۰۷/ج۴/کتاب النکاح، باب المهر،البحرالرائق کوئٹه ص۱۸۷/۳/ باب المهر،النهرالفائق ص۲۶۵/ج۲/باب المهر،مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت.

[2] عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الالاتظلموا الا لايحل مال امرئ الابطيب نفس منه مسنداحمدص۷۲/ج۵/حديث عم ابی حرة الرقاشی، مطبوعه دار الفكر بيروت، مشكوة ص۲۵۵/باب الغصب والعارية،الفصل الثانی،مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[3] اس لئے کہ مہر شوہر کے ذمہ دین ہے اس کو تقسیم میراث سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ ثم تقضی ديونه من جميع مابقی من ماله الی ماقال ثم يقسم الباقی بين ورثته الخ سراجی ص۴ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند)البحرالرائق کوئٹه ص۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض،تبيين الحقائق ص۲۳۰/ج۶/ کتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

ہوگی بلکہ ایک تہائی میں جاری ہوگی اور مسماۃ (ب) چونکہ زید کی شرعاً وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضرور جاری ہوگی[1] اور بکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف[2] ہے مسماۃ (ب) کو حق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا میکہ سے ملا ہوا کل سامان اور حسبِ وصیت اپنا حصۂ میراث بکر سے بذریعہ عدالت وصول کر لے اور جو زیورات مسماۃ (ب) کو سسرال سے ملے تھے وہ اگر بطور تملیک ملے تھے یا برادری میں بطور تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مسماۃ (ب) وصول کر سکتی ہے، اگر بطور عاریت ملے تھے یا بطور عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کر سکتی[3]۔ ہاں ترکۂ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور میراث وصول کر سکتی ہے۔

حصۂ میراث کل ورثہ کے معلوم ہونے پر معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا، ۳۰/۵/۶۴ھ

---

[1] وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۰۴/ج ۸/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ج ۴/کتاب الوصایا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ولالوارثه الاباجازة ورثته الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] جهز ابنته ثم ادعی أن مادفعه لها عاریة وقالت هو تملیک اوقال الزوج ذالک بعد موتها لیرث منه وقال الاب اوورثته بعد موته عاریة فالمعتمد ان القول للزوج ولهااذا کان العرف مستمراً ان الأب یدفع مثله جهازاً لاعاریة الخ درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۰۷/ج ۴/ باب المهر، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۸۷/ج ۳/باب المهر، النهرالفائق ص ۲۶۵/ج ۲/باب المهر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۵۹/ج ۲/باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۷/ج ۱/باب النهر، الفصل السادس عشرفی جهازالبنت.

حق وراثت جبراً وصول کرنا

سوال:- پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائداد پر قابضہ ہو جاتی ہے اس کو فروخت کا حق نہیں تاحین حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ درین صورت باقی ورثاء کو کہا جائے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کرادو اور باقی حصہ اپنا لے لو اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائداد پر قابض رہ کر جائداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ورثہ خاوند عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کا حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ وصول کر لے[1] زائد لینے کا حق نہیں۔ زائد کو دیگر ورثہ کے حوالہ کر دے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲/۵/۶۳ھ

متبنیٰ شرعی وارث نہیں

سوال:- مسمی محمد عیسیٰ صاحب انتقال کر گئے حسب ذیل ورثاء چھوڑے تین حقیقی

---

[1] للدائن أن يأخذ بيده اذظفر بجنس حقه بغير رضاالمديون الى قوله ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان فى زمانهم لمطا وعتهم فى الحقوق والفتوىٰ اليوم على جواز الأخذ على القدرة من اى مال كان لاسيمافى ديارنا لمداومتهم العقوق الخ شامى زكريا ص ۲۲۱/ج۹/ كتاب الحجر،تكملة فتح الملهم ص ۵۷۸/ج۲/كتاب الاقضية باب قضية هند، مطبوعه كراچى اوباعتباراسباب الملك فانهاجبرية اواختيارية فالاول الميراث الخ،زيلعى ص ۲۲۹/ ج۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

بھائی محمد ادریس، محمد موسیٰ، محمد الیاس جو حیات ہیں ایک بہن قبولہ ایک بیوی زہرا خاتون۔ محمد عیسیٰ مرحوم نے اپنے سالے محمد ظہیر کی لڑکی انجم آرا کو بچپن سے پالا اس کو اپنی لڑکی بنا کر رکھا اب بعد انتقال مال و جائداد کا حقدار کون ہوگا کیا انجم آرا کو جائز ہے کہ وہ اپنی ولایت کو محمد موسیٰ مرحوم کے طرف منسوب کرے۔ محمد عیسیٰ کے بھائیوں میں سے کوئی ایک بغیر اجازت دیگر ورثاء تمام جائداد انجم آرا کے نام کرادے تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔ کیا محمد عیسی کے انتقال کے بعد بلا اجازت ان کے بھائیوں کے ان کے مکان میں رہسکتی ہے اور ان کے مال میں سے کھاسکتی ہے ان فریقوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر ان تمام فریقوں کی اجازت کسی قسم کا مال و جائداد میں تصرف کرسکتا ہے اگر تصرف کرے تو عنداللہ مؤاخذہ ہوگا یا نہیں۔ انجم آرا کی شادی محمد عیسیٰ کے مال و جائداد سے جہیز وغیرہ سامان دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جہیز لینے والا جانتا ہے کہ عیسیٰ مرحوم کے مال سے شادی ہورہی ہے تو وہ ماخوذ گنہگار ہوگا یا نہیں نیز عیسیٰ مرحوم کی بیوی زہرا خاتون کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے آیا محمد عیسی کے بھائیوں پر دیکھ بھال کرنا ضروری ہے یا خود زہرا کے بھائی جو کہ زندہ ہیں پرورش کے کوئی ذمہ دار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد عیسی مرحوم کے انتقال کے بعد اس کے ذمہ جو کچھ قرض اور دین مہر وغیرہ ہو ادا کیا جائے پھر جو کچھ ترکہ بچے اس کے ایک تہائی سے اس کی وصیت پوری کی جائے (اگر وصیت کی ہو) پھر جو کچھ بچے اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے[1]

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الى قوله ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۴/ و ۳/مطبوعه ياسر نديم ديوبند، هندية ص ۴۴۷/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، ملتقى الابحر ص ۴۹۳/ ج ۴/ اول كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت.

مسئلہ ۲۸/۴:

زوجہ	اخ	اخ	اخ	اخت
زہرہ	ادریس	موسیٰ (۳)	الیاس	قبولہ
۱/۷	۶/	۶/	۶/	۳/

یعنی ۲۸ حصہ بنا کر سات حصہ مرحوم کی بیوی زہرہ کو ملیں گے[1] چھ چھ حصے تینوں بھائیوں ادریس، موسیٰ، الیاس کو ملیں گے تین حصے بہن قبولہ کو ملیں گے[2] مرحوم نے اپنے سالے کی لڑکی انجم آرا کو پالا ہے اس کو بحیثیت وراثت کچھ نہیں ملے گا ہاں اگر اس کے لئے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ میں اس کو پورا کیا جائے گا[3] اس کے علاوہ نہ تو وارث ہے نہ مرحوم کے ترکہ سے کچھ کھانے پینے کی اجازت ہے وہ ترکہ بطور وراثت دوسروں کا ہو گیا البتہ مرحوم کے ورثہ میں ز سے جو جو وارث چاہے اپنا حصہ اس لڑکی کو دے سکتا ہے[4] تمام ترکہ دینے کا حق نہیں دوسرے کا حصہ نہیں دے سکتا[5] اگر دیں گے تو اس کا استعمال نہ انجم آرا کو جائز ہوگا نہ اس کے شوہر وغیرہ

---

[1] امالزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،سراجی ص ۱۱، ۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسر ندیم دیوبند،ھندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الخامسة الاخوات لاب وام للواحدة النصف وللثنتین فصاعدالثلثان ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین،ھندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء،یاسر ندیم دیوبند.

[3] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج۱۰/کتاب الوصایا،ھندیة کوئٹه ۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت.

[4] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[5] ولا یجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الأخر الا بامره الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱ج۲ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة،فتاوی قاضیخان ص ۶۱۲/ج۳/کتاب الشرکة،مطبوعه کوئٹه،شامی کراچی ص ۳۰۰/ج۴/کتاب الشرکة.

کو۔ مرحوم کی زوجہ زہرہ اگر غریب ہے نادار ہے تو اس کے بھائی اس کی ہمدردی کریں بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ کرادیا جائے تو بے فکری ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۸ھ

شوہر کے بھائی کے پوتے شرعاً بیوی کے وارث نہیں

سوال:- مسماۃ نور جہاں الٰہی بخش متوفی کی زوجۂ ثانیہ تھی اور الٰہی بخش کی زوجۂ اولیٰ کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایام طفولیت سے ۳۵ سال کی عمر تک مثل اپنے حقیقی لڑکے کے پرورش کیا۔ اور نور جہاں والٰہی بخش کے درمیان باہمی رنجش کا موقع پیش آیا۔ الٰہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق دیدی اور تقریباً تیس ہزار کی جائداد اور زیورات نقد واثاث البیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں دیا بعد عدت مسماۃ مذکورہ نے مسمی عبدالاحد سے نکاح کرلیا تقریباً ۲۵/ یا ۳۰/ سال تک عبدالاحد خاں مذکور کے گھر پر رہی۔ اور بدقسمتی سے اس کے بطن سے عبدالاحد کے یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور عبدالاحد مذکور فوت ہوگیا مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پسر طفیل احمد کو چند مرد ماں کے روبرو کہا کہ میں اپنی عمر تیری سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائداد منقولہ وغیرہ تیرے نام کردونگی تو مجھ کو تازیست ایک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کے لئے۔ چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائداد اس کے نام پر تھی بذریعہ ہبہ نامہ رجسٹری کردیا ترکۂ شوہر مسمی عبدالاحد کو تقسیم کرانے کی فکر کی کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا مسمی عبدلاحد کا بھائی عبدالصمد عبدالاحد کے سامنے فوت ہوچکا اور عبدالصمد کا لڑکا عبدالرؤف بھی اپنے باپ عبدالصمد کے سامنے فوت ہوگیا عبدالرؤف کے دولڑکے حمید الظفر ایوب خاں منجملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کو ایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دین مہر مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کرکے اپنا ترکہ جدا کرلیا اور قابض ہوگئی چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائداد کا وعدہ

ہو چکا تھا اس لئے طفیل احمد نے تین سو روپیہ جائداد کی ترمیم پر خرچ کیا مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہوگئی اس کی تجہیز و تکفین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اسکا مالک طفیل احمد ہے یا حمید الظفر وایوب خاں کو پہونچتا ہے اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکورہ کا مادری یا پدری نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حمید الظفر وایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں اگر مسماۃ اپنی جائداد طفیل احمد کو شرعی ہبہ نہ کر چکی ہوتی تب بھی حمید الظفر وایوب خاں کو اس جائداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا[1] پھر جبکہ اپنی زندگی میں بحالت صحت مسماۃ اپنی جائداد تقسیم کرا کے اس پر قابض ہوگئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا پورا کرا دیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائداد کا مالک ہوگیا۔

تو اب بطریق اولیٰ حمید الظفر وایوب خاں کو اس جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

(وتصح ای الهبة) بالایجاب والقبول والقبض اما الایجاب والقبول فلانه عقد والعقد منعقد بالایجاب والقبول والقبض لابدمنه لثبوت الملک هدایه[2] ج ۱/ ص ۲۸۰/ ج۳/ والاصل فی هذا ان کل عقد من شرطه القبض فان الشرط لایفسده

---

[1] ویستحق الارث باحدثلثة برحم ونکاح وولاء الخ درمختارمع الشامی کراچی ص ۷۶۲/ ج۶/ کتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۴۷/ ج۶/ اول کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] هدایه ص ۲۸۳/ ج۳/ کتاب الهبة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، هندیة ص ۷۴/ ج۴/ کتاب الهبة، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص ۹۱/ ج۵/ کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان.

کالھبة والرھن کذافی السراج الوھاج عالمگیری[1] ج۳/ص۴۹۷/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ

صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہٗ، ۱۴/۱/۵۲ھ

ترکۂ میت سے کسی وارث سے دستبرداری لکھوانا زندگی میں لڑکے اور لڑکی کو ہبہ میں برابر حصہ دیا جائے اور ترکۂ میت سے لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا

سوال:- زید بنارسی ساڑیوں کا تاجر ہے اور اس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اور اس کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ مورخہ ۱/۷/۷۰ء کو ان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہوگیا اور اس نے اپنا الگ کاروبار شروع کردیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کو حصہ رسد دے کر اس سے دست برداری لکھوالے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوانے کا زید کو حق حاصل ہے اور عمر

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۳۹۶/ج۴/ کتاب الھبة، الباب الثامن فی حکم الشرط فی الھبة، زیلعی ص۱۰۳/ج۵/ کتاب الھبة فصل ومن وھب امه الاحملھاالخ مطبوعه امدادیه ملتان، درمختار علی الشامی زکریاص۵۱۶/ج۸/ کتاب الھبة، مسائل متفرقة.

بعد فوت ہونے کے زید دوبارہ حصۂ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہو تو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف وب) زید زندگی میں جو کچھ اپنی اولاد اور بیوی کو دے گا وہ میراث یا میراث کا بدل نہیں بلکہ عطیہ ہے، جس بیٹے کو دیدے گا اور اس کا قبضہ کرادے گا وہ مالک ہو جائے گا[1] پھر زید کے انتقال پر وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح میراث کا حقدار ہوگا۔ دست برداری لکھوانے کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا[2] اپنی حیات میں جو کچھ دیا جائے وہ سب کو برابر دیا جائے۔ لڑکی اور لڑکے کو بھی برابر دیا جائے۔ اگر ضرورت یا حسن عمل یا خدمت کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جائے تب بھی گنجائش ہے۔ مگر دوسرے کو نقصان پہونچانے کی غرض سے ہرگز ایسا نہ کیا جائے ورنہ ظلم ہوگا[3] کیا بیوی کو بھی دے کر الگ کرنا مقصود ہے، ایسا نہیں چاہئے۔ اگر کسی

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، زيلعى ص ۹۱/ ج۵/ كتاب الهبة مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ كتاب الهبة، الباب الاول.

[2] لوقال الوارث تركت حقى لم يبطل حقه اذا لملك لايبطل بالترك، الاشباه والنظائر ص ۱۷۴/ الفن الثالث، ما يقبل الاسقاط من الحقوق ومالا يقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، الارث جبرى لايسقط بالاسقاط، تكمله ردالمحتار كراچى ص ۵۰۵/ ج۷/ كتاب الدعوى مطلب واقعة الفتوى.

[3] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذافى العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كا لابن عندالثانى وعليه الفتوى اى على قول ابى يوسف من ان التنصيف بين الذكر والانثى افضل من التثليث الذى هو قول محمد. الدر المختار مع الشامى زكرياص ۲، ۵۰۱/ ۸/ كتاب الهبة، قبيل باب الرجوع فى الهبة، عالمگيرى ص ۳۹۱/ ج۴/ كتاب الهبة الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه، فتاوى قاضيخان ص ۲۸۹/ ج۳/ كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالدلولده الخ مطبوعه كوئٹه.

لڑکے میں صلاحیت ہے کہ وہ الگ کام کرے اور اس میں منفعت و مصلحت ہے تو اس کو الگ کر دیا جائے اور مناسب رقم اس کو دیدی جائے، پھر دوسرے اور تیسرے اور بعد والے لڑکوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۶/۳ھ

ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا

سوال:- زید نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ تینوں بیویوں کے انتقال کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں اس وقت زید کے چھ بیٹے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے محل اولی سے دو بیٹے محل ثانی سے دو بیٹے محل سوم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی تھی۔ لیکن بیٹی صغر سنی میں ہی زید کے سامنے مرگئی تھی۔ زید نے اپنی موت سے پہلے کچھ زیورات حاجی عبدالرشید صاحب کی امانت میں رکھے تھے جس کا علم زید کے چند دوستوں اور بیٹوں کو بھی تھا اور ہے۔ مگر محل سوم کے لڑکوں نے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی امانت حاجی عبدالرشید صاحب سے یہ کہہ کر واپس لے لی ہے کہ جو زیورات میرے باپ کے آپ کے پاس امانت میں ہیں وہ میری ماں کے ہیں۔ میری ماں کو میری ماں کے والدین کی طرف سے ملے تھے۔ لہٰذا ان زیوروں کے حقدار جن کے امین آپ ہیں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب لڑکوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اس وعدے کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں لیکن تم اگر صادق القول ثابت نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کر دینے پڑیں گے۔ علاوہ مرقومہ زیورات کے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا بٹوارہ ہنوز عمل میں نہیں آیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ حقائق کی روشنی میں محل سوم کے لڑکوں کا دعویٰ لغو اور غلط ثابت نہ ہونے کی صورت میں

متذکرہ زیورات کے حقدار از روئے شرع کیا محل سوم کے لڑکے ہی ہوں گے۔ برخلاف اس کے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں بلکہ زید کی کمائی کے ہیں۔ تو ایسی صورت میں زیورات کی نیز دیگر جائیداد کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے یعنی تینوں محل کے لڑکوں میں کس کو کتنا ملنا چاہئے؟ از راہ کرم حکمِ شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محل سوم کے لڑکوں کے علاوہ دیگر اولاد کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محل سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے زید کی دیگر اولاد کا اس میں کوئی حصہ نہیں[1] ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے۔ چھ حصے بنا کر سب کو ایک ایک حصہ برابر ملے گا[2] اگر زید کے ذمہ کوئی قرض دین مہر وغیرہ باقی ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا[3] اگر زید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق اوغيره كنكاح وطلاق الى قوله ولوللارث رجلان اورجل وامرأتان الخ،الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۱۷۸/ج۸/ كتاب الشهادت،زيلعى ص ۲۰۹/ج۴/كتاب الشهادة،مطبوعه امداديه ملتان،مجمع الانهرص ۲۶۱/ ج۳/كتاب الشهادات،دارالكتب العلمية بيروت.

[2] اذااجتمع جماعة من العصبة فى درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبارابدانهم الى قوله لكل واحد سهم الخ عالمگيرى ص ۴۵۱/ج۶/كتاب الفرائض،الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه،بحر كوئٹه ص ۴۹۸/ج۸/كتاب الفرائض.

[3] ثم يقضى ديونه من جميع مابقى من ماله الى قوله ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۴/مطبوعه ياسرنديم ديوبند،ملتقى الابحرص ۴۹۳/ج۴/كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت،شامى زكرياص ۴۹۵/۱۰/كتاب الفرائض. (حاشیہ نمبر۴/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیوی کا حصہ ترکۂ میت سے

سوال:- محمد ایوب خاں کے دولڑکے محمد یعقوب خاں اور محبوب خاں پہلی بیوی سے تھے جن کا شادی کے بعد محمد ایوب خاں نے جائداد تقسیم کی اور الگ کردیا اور محمد ایوب خاں نے دوسرا نکاح کیا اس بیوی سے ایک لڑکا محمد ریاض خاں پیدا ہوا جس کی ایوب خاں نے شادی کردی اور اپنی کل جائداد جوان کے یعنی ایوب خاں کے نام تھی وہ محمد ریاض خاں کے نام کردی پھر ریاض خاں کے انتقال پر ملال ہوا۔ اب ریاض خاں کی بیوی کے سسرال والے یہ کہتے ہیں کہ قانوناً کل جائداد کی مالک ہماری لڑکی یعنی مسمّٰی وکیلہ ہے اور یعقوب خاں محبوب خاں وایوب خاں کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ اس جائداد کے چار حصے ہونے کے اور تم صرف ایک حصہ کی مالک ہو اور مقدمات شروع ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شرعاً قرآن و حدیث کی رو سے اس جائداد کی مالک مرحوم ریاض کی بیوی مسماۃ وکیلہ ہے یا نہیں۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شرعاً ۴/ حصے ہوں گے اور وہ ایک حصہ کی مالک ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو شوہر کے ترکہ مملوکہ سے میراث ملتی ہے اگر شوہر نے اولاد نہ چھوڑی ہو تو بیوی کو ایک چوتھائی ترکہ ملتا ہے اس سے زیادہ کی میراث اس کو نہیں ملتی البتہ جو دین مہر ہو اس کو تقسیم

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۴ واما لاب فلہ احوال ثلاث الفرض المطلق وھو السدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل الخ سراجی ص ۹/باب معرفۃ الفروض ومستحقیھاتبیین الحقائق ص ۲۳۰/ج۶/کتاب الفرائض مطبوعہ امدادیہ ملتان،شامی زکریاص ۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض،واماللام فاحوال ثلث السدس مع الولداوولدالابن وان سفل، سراجی ص۱۷/فصل فی النساء،مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،زیلعی ص ۲۳۱/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعہ امدادیہ ملتان،شامی زکریاص ۵۱۴/۱۰/کتاب الفرائض.

ترکہ سے پہلے ادا کرنا لازم ہوتا ہے[1] ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ الآیۃ[2]۔ مجموعہ ترکہ پر بحیثیت وراثت شرعیہ اس کا دعویٰ کرنا اور قبضہ کا مطالبہ کرنا شرعاً صحیح نہیں ہاں اگر قانوناً جو زمین جس کی کاشت میں ہو اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کو بحیثیت کاشتکار ملتی ہو اور اصل مالک سرکار ہو تو پھر قانون کا اعتبار ہوگا اس میں شرعی میراث جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ ورثاء کی ملک ہی نہیں جس میں میراث جاری ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۹ھ

حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال:- ایک عورت فوت ہوئی اس نے اپنے ورثاء میں والد وشوہر اور ایک لڑکی چھوڑی۔ ان ورثاء کے درمیان ترکۂ متوفیہ ہر قسم بروے مصلحت خود تقسیم ہوگیا اور ہر وارث متوفیہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہوگیا مگر والد متوفیہ اپنے حصوں پر قابض ہونے کے بعد جب اپنے حصۂ مکان مسکونہ پر قابض ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دختر متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکۂ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دختر متوفیہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصۂ مکان پر قابض ہوسکتا ہے یا نہیں۔

---

[1] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی ص ۴/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

[2] سورة نساء آیت ۱۲/. **ترجمہ:** اوران بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ۱۲ عورت

میت

شوہر	والد	لڑکی
۳	۳	۶

شریعت کے موافق صورت مسئولہ میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱۲/سہام ہوں گے تین شوہر کے تین والد کے چھ لڑکی کے[۱] اس کے خلاف اگر کسی طرح صلح اور تقسیم ہوگئی اور سب ورثاء بالغ ہیں اور اس پر رضامند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں بلکہ مال مشترک کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے[۲] جب لڑکی رضامند نہیں اور تقسیم مذکور حکم حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہئے اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضامند تھی۔ بعد میں طبعی افسوس ہوا۔ اور والد نے دلداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا بلکہ لڑکی کو مستعار دیدیا تو اب اس پر قبضۂ مالکانہ درست ہے اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ ہبہ کردیا تھا اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ

---

[۱] واما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهوالسدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل والفرض والتعصيب معا وذلک مع الابنتة وابنة الابن وان سفلت والتعصيب المحض الخ الى ماقال واما الزوج فحالتان النصف،عندعدم الولد وولد الابن اون سفل والربع مع الولد وولد الابن وان سفل ،سراجى ص ۱۱/باب معرفة الفروض ومستحقيها،مطبوعه ياسرنديم ديوبند،واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجى ص ۱۲/فصل فى النساء، مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

[۲] ولوكان فى الميراث رقيق وغنم وثياب فاقسموا واخذبعضهم الرقيق وبعضهم الغنم جاز بالتراضى الخ خلاصة الفتاوى ص ۲۱۰/ج۴/كتاب القسمة، الفصل الاول فيمايقسم الخ مطبوعه كوئٹه.

لڑکی کی ملک ہو چکا تھا[1] اب اسے واپس لینا درست نہیں[2] بلکہ قانون شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴/۷/۵۷ھ

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال:- کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرلے تو اس سے اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد اور ملک مہر کا حق نہیں یہاں کی کمیٹی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوہ جب بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حقِ وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ حقدار رہتی ہے[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۴۹۳/ج۸/ اول كتاب الهبة زيلعي ص ۹۱/ج۵/كتاب الهبة،مطبوعه امداديه ملتان،عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/ كتاب الهبة باب اول.

[2] ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالاباء والامهات الخ عالمگيری ص۳۸۷/ج۴/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الهبة الباب الخامس في الرجوع في الهبة الخ،مجمع الانهر ص ۵۰۳/ ج۳/باب الرجوع عن الهبة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،زيلعي ص ۱۰۰/ج۵/مطبوعه امداديه ملتان.

[3] الموت ايضا كالوط في حق العدة والمهر وفي الشامية اى اذامات عنها لزمها عدة الوفاة واستحقت جميع المهر،الدر المختار مع الشامي زكرياص ۲۶۲/ج۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:- ایک شخص مسمّٰی زید کا انتقال ہوا۔ مرحوم نے اپنے پس پشت ایک بیوی اور ایک خواہر حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوڑے از روئے شرع شریف بیوی اور خواہر اور اولاد ذکور واناث کو وراثت سے فرداً فرداً کس قدر حصہ ملے گا۔ مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے حصے سے کی تھی ایک لڑکا بے شادی شدہ ہے تو اس بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے علیحدہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد اداء دین میت ومہر زوجہ وتنفیذ وصایا زید کے کل ترکے کو بہتر ۷۲ سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدر استحقاق مستحق ہوگا[1] اور بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصۂ میراث کے باپ کے ترکہ سے شرعاً شادی کا حصہ نہیں ملے گا[2]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة، الارث جبری لایقسط بالاسقاط، تکمله ردالمحتار کراچی ص ۵۰۵/ج۷/کتاب الدعوی مطلب واقعة الفتوی، الاشباه والنظائر ص ۱۷۴/الفن الثالث، مایقبل الاسقاط من الحقوق ومالایقبله، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

[1] فیفرض للزوجة فصاعداً مع ولد او ولد ابن وان سفل الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ج۸/کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، وامالبنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ج۸/کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۳۴/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سورة النساء آیت ۱۱/.

تفصیل حصہ ورثاء

مسئلہ ۸ تصہ ۷۲

میت

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
۹	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	محروم

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ، ۵۱/۱۲/۲۷ھ

بھائیوں کی پیدا کردہ جائداد میں بہنوں کا حصہ

سوال:- آپس کی نااتفاقی سے بھائیوں میں بٹوارہ ہوا جو مکانات والد صاحب کے پیدا کردہ اراضی ہم لوگوں کی پیدا کردہ مکانات وزمین کی کل مالیت تخمیناً ۲۴۰۰/ لگائی گئی ہے آپ بتلائیں کہ ۲۴۰۰۰/ ہزار میں بہنوں کو حصہ ملے گا یا ۱۰۰۰۰/ ہزار کم کر کے ۱۴۰۰۰/ ہزار والدین کی وصیت کے بعد اگر کوئی لڑکا والدین کی وصیت کو ٹھکراتا ہے تو اس کے لئے کیا ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز والدین کا ترکہ ہے اس میں وہ میراث کی مستحق ہیں اس میں ان کا حصہ ملے گا[1] موجودہ بھائیوں نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور کمایا ہے اس میں بہنوں کا حصہ نہیں ہے[2] جو وصیت

---

[1] لان التركة فی لاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياعن تعلق حق الغيربعين من الاموال شامی زكرياص ۴۹۳/ ج۱۰/ كتاب الفرائض،البحرالرائق كوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ كتاب الفرائض،تبيين الحقائق ص ۲۲۹/ ج۶/ كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[2] مستفاد: سئل فی ابن كبيرذی زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه اموالاومات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بين ورثته اجاب هی للابن تقسم بين ورثته حيث كان له كسب مستقل بنفسه تنقيح الفتاوی الحامدية ص۱۷/ ج۲/ كتاب الدعوی،مطبوعه مصر.

واجب العمل ہو اس کو پورا نہ کرنا حق تلفی اور گناہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲/۴/۸۷ھ

کسٹوڈین اگر جائداد مقبوضہ کو واپس کردے تو اس کا حکم

سوال:- اپنی ایک جائیداد وقف علی الاولاد کی اس میں اس نے بیٹوں اور بیٹیوں کے حصے مقرر کئے اور وصیت کی کہ یہ وقف نسلاً بعد نسل رہے گا۔ ۱۹۴۷ء میں عبداللہ کی تمام اولاد سوائے ایک لڑکی کے پاکستان چلی گئی اور وقف جائیداد پر کسٹوڈین نے قبضہ کرلیا ہے۔ عبداللہ کی جو اولاد پاکستان چلی گئی تھی اس نے وہاں اس وقف جائیداد کے عوض حکومت پاکستان سے جائیداد حاصل کی گویا استبدال ہوگیا ہے۔ ہندوستان میں کئی سال کے بعد کسٹوڈین نے عبداللہ کی لڑکی کو مذکورہ وقف جائیداد سپرد کردی اور کسٹوڈین نے عبداللہ کی لڑکی کو یہ تحریر بھی دیدی کہ یہ جائیداد اب تمہارے تصرف میں رہے گی تم انتظام کروگی اور کوئی اس میں حق نہیں رکھتا ہے۔ اب پاکستان سے عبداللہ کے پوتے کی لڑکی کی شادی ہوکر ہندوستان آئی ہے۔ اور کئی سال کے بعد اس کو ہندوستان کی شہریت مل گئی ہے اور اپنے دادا کی بہن سے جس کو کسٹوڈین نے سپرد کردی ہے مطالبہ کررہی ہے کہ مجھ کو اس جائیداد میں سے میرے والد کا حصہ دیا جائے، عبداللہ کی بیٹی جو اس جائیداد پر متصرف ہے جس کو کسٹوڈین نے دی ہے، کہتی ہے کہ تمہارے باپ پاکستان کی حکومت سے اس وقف جائیداد کے عوض میں کلیم کرکے معاوضہ لے چکے ہیں۔ اور یہ بھی کہتی ہے کہ باپ کے زندہ ہوتے ہوئے تم کو اس جائیداد میں سے کچھ طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے۔

---

[1] فان اوصی به وجب تنفیذه من ثلث الباقی، شامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض، عن انس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة، مشکوة ص ۲۶۶/قبیل کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(۱) عبداللہ کی اولاد میں سے جو اولاد پاکستان چلی گئی ہے اور انہوں نے وہاں کی حکومت سے اس وقف جائیداد کے بدلہ میں معاوضہ لے لیا ہے کیا ان کو اب ہندوستان کی جائیداد میں سے حصہ پہنچتا ہے۔

(۲) کیا باپ کے زندہ ہوتے ہوئے اس کی اولاد کو وقف جائیداد میں سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے؟

(۳) حکومت ہند جب کسی کو ہندوستانی شہریت کے حقوق دیتی ہے تو پہلے یہ لکھوا لیتی ہے کہ تم یہاں کوئی مطالبہ جائیداد کا نہیں کروگے۔ اور یہ عبداللہ کے پوتے کی بیٹی سے بھی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پاکستان پہنچ کر جن لوگوں نے یہاں کی وقف جائیداد کا معاوضہ لے لیا تو اس کا حصہ یہاں کی جائیداد سے ختم ہوگیا ہے اس بنا پر ان کو اب یہاں مطالبہ کا حق نہیں ہے[۱]۔

(۲) واقف نے کن شرائط کو وقف میں ملحوظ رکھا ہے ان کی تفصیل معلوم ہونے کی ضرورت ہے یعنی بتفصیل وراثت شرعیہ حصہ مقرر کئے ہیں یا کوئی اور صورت اختیار کی ہے۔ اس لئے وقف نامہ یا اس کی نقل بھیجئے۔ تب یہ معلوم ہوسکے گا کہ کس کو کس وقت مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

---

[۱] بٹوارے کے وقت دونوں ممالک کے دوران چونکہ ایک دوسرے کی جائیداد کا عوض دینے کا معاہدہ ہوا تھا اور حکومت نے ایک دوسرے کی جائیداد کا عوض بھی دیا تھا اس لئے یہ حکماً بیع اور معاہدہ ہے لہٰذا اس معاہدہ کی رعایت کرنا لازم اور ضروری ہے اور جن لوگوں نے اپنی جائداد کا عوض لے لیا تھا اب ان کو یہاں کی جائداد سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ البیع هو مبادلة المال بالمال بالتراضی. کنز علی هامش الزیلعی ص ۲/ ج ۴/ اول کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان. اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولاً. سورة بنی اسرائیل آیت ۳۴/ ابو القاسم ادروی

ترجمہ: عہد پورا کیا کرو، بے شک عہد کی باز پرس ہونے والی ہے۔ (بیان القرآن)

(۳) جب یہاں کی جائیداد کا عوض پاکستان میں دیا جا چکا تو گویا کہ یہاں کی حکومت نے جائیداد خرید لی ہے۔ پس حکومت کا اس قسم کی تحریر لکھوانا حسب ضابطہ درست ہے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازم کی تنخواہ کا وضع شدہ اور اس پر اضافہ شدہ روپیہ کیا ترکۂ میت ہے

سوال:- جو لوگ سرکاری ملازمت کرتے ہیں مثلاً کسی کا سو روپیہ مشاہرہ متعین ہوا ان سب سے حکومت ہر ماہ میں ایک معین مقدار رقم اپنے پاس کاٹ کر جمع کر لیتی ہے مثلاً دس روپے اور نوے روپے دیکر سو روپے کی وصولیابی پر دستخط لے لیتی ہے پھر کئی سال بعد حکومت وہ روپیہ اور ساتھ کچھ زائد رقم حکومت اپنی طرف سے اضافہ کر کے دیتی ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ دونوں قسم کی رقم یعنی ایک جمع شدہ دوم حکومت کا اضافہ کردہ شدہ میت کے ترکہ میں شمار ہوگا یا ان میں سے صرف وہ حصہ جو تنخواہ کا جزو ہے اس پر وراثت جاری ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزو تنخواہ دین ہے وہ ترکہ ہو کر ورثہ کو تقسیم ہوگا اضافہ کے متعلق اگر قانون میں کوئی صراحت ہے۔ مثلاً بیوی کو دیا جائے تو اس قانون کے موافق ملے گا کیونکہ یہ انعام ہے انعام دہندہ کو اختیار ہے کہ میت کے بعد جس کو چاہے دے[۲] اگر قانون میں کوئی صراحت نہیں تو اس

---

[۱] ملاحظہ فرمائیں گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۱۔

[۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

کو بھی جزو تنخواہ کی طرح ترکہ بنا کر تقسیم کیا جائے گا کیونکہ معاہدہ اور معاملہ کی بناء پر یہ بھی دین ہے۔ دین کے متعلق کتب فقہ ردالمحتار[1] عالمگیری[2] خانیہ[3] زیلعی[4] وغیرہ میں موجود ہے کہ استحقاق ترکہ میت کے مستحقین کو ہے پنشن کے متعلق قانون کیا ہے مجھے علم نہیں تحقیق کرلیں پھر حکم شرعی میں کوئی اشکال ہو تو اس کو حل کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فساد میں مرنے والے کے خون کا معاوضہ کس کا حق ہے؟

سوال:- ۳۱/مارچ ۷۵ء کو مالیگاؤں میں فساد ہوا فساد میں پولیس کی گولی سے مرنے والوں میں ایک شخص امام الدین ولد نجم الدین بھی تھا مذکورہ شخص کے پسماندگان میں ایک بیوی ماں باپ اور دو بھائی دو بہن ہیں جن میں سے ایک بہن شادی شدہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے بقیہ تمام لوگ ایک ہی مکان میں مشترکہ خاندان کے طور پر زندگی گذارتے ہیں مرنے والے فرد کے مکان میں کل نو افراد رہتے ہیں۔ جس وقت امام الدین کی موت واقع ہوئی تو اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی حادثہ وفات کے تین ماہ بعد لڑکا تولد ہوا اس حادثہ کے کچھ عرصے بعد حکومت کی طرف سے بطور امداد مبلغ ۵۵۰۰/ سو روپئے ملا مرحوم کے بھائی بہنوئی میں ایک بھائی اور ایک بہن شادی شدہ ہے اور ایک بھائی اور ایک بہن کی شادی

---

[1] شامی زکریا ص ۱۶۵/ ج۸/ کتاب القضاء.

[2] عالمگیری کوئٹہ ۳۶۶/ ج۵/ کتاب الکراهية، باب القرض والدين، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۲، ج۳، کتاب ادب القاضی قبیل الباب السادس والعشرون فی الحبس والملازمة.

[3] خانیه علی هامش الهندیه کوئٹہ ص ۸۳/ ج۳/ فصل فی الصلح عن المیراث والوصية، کتاب الصلح.

[4] لان احد الورثة ينتصب خصما عن الميت فيثبت الملک للميت ثم يكون لهم بطريق الميراث عنه وكذايقوم الواحد مقامه فيما عليه دينا كان اوعينا فيقوم مقام سائر الورثة فی ذلک، زیلعی ص ۲۰۲/ کتاب القضاء، مسائل شئی مطبوعه امدادیه ملتان.

کرنی ہے لہٰذا اس رقم کا حق دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حکومت کی طرف سے کسی کو متعین کر کے وہ روپیہ نہیں دیا گیا بلکہ معاوضہ خون دیا گیا ہے تو فساد میں پولیس کی گولیوں سے مرنے والے کے ورثہ کو شرعی وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا[1] پس اگر اس کے ایک لڑکا اور بیوی ہے۔

اولاد کوئی اور نہیں تو اٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا بقیہ لڑکے کو ملے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازمت کے ختم ہونے پر پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق کون ہوگا؟

سوال:- وراثت کے بارے میں فقہ حنفی کے مطابق فتوی مطلوب ہے۔ سید عبد العلیم صاحب مرحوم نے ۱۹/اگست ۷۱ء کو انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑے۔ مسماۃ بی بی ہاجرہ زوجہ متوفی، جمیلہ خاتون دختر متوفی، نسیمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر متوفی، شوکت علی پسر متوفی۔ مرحوم ریلوے کے کارخانہ ملازم تھے۔ پراوڈنٹ فنڈ کے نام سے تنخواہ کا ایک جزو ہر ماہ وضع ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ اختتامِ ملازمت پر کل رقم جمع

---

[1] واصل هذا ان القصاص حق جميع الورثة وكذا الدية الى قوله ولنا انه عليه السلام امر بتوريث امرأة اشيم الضبابي من عقل زوجها اشيم، هدايه ص ۵۵۶/۴، هدايه ص ۵۷۲/ ج۴/ كتاب الجنايات فصل قال واذاصطلح القاتل، مطبوعه تهانوى ديوبند، بحر كوئٹه ص ۳۱۰/۸، كتاب الجنابات فصل فى الصلح على مال،زيلعى ص ۱۱۴/ج۶/ كتاب الجنابات،فصل وان صلح على مال، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] واما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والثمن مع والد ووالابن وان سفل، سراجى ص ۱۱، ۱۲، فصل فى النساء، درمختارعلى الشامى زكريا ص ۵۱۱، ۵۱۲/ج۱۰/ كتاب الفرائض،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانى فى ذوى الفروض،

کنندہ کو ادا ہو جایا کرتی ہے۔ بصورتِ انتقال ملازم دوران ملازمت اس شخص کو ملتی ہے جسے وہ نامزد کر جائے۔ اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کو ادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرحوم نے ہاجرہ بی بی کا نام نامزدگی کے خانہ میں تحریر کیا تھا۔ چنانچہ ہاجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائد رقم اس مد میں وصول کر لی اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں۔ متوفی نے یہ رقم نہ انہیں ہبہ کی نہ کسی اور مطالبہ میں دی۔ یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

(۱) ایسی صورت میں کیا وہ رقم تنہا ان کی ملکیت ہوگی یا سب ورثہ اس میں حصہ رسدی کے مستحق ہیں؟

(۲) مسماۃ ہاجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل وکفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخور اعتناء نہیں ہے کہ متوفی نے نہ اس کو سنا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے وہ بار دین مہر باقی ہے۔

(۳) مرحوم کی کچھ رقم ڈاکخانہ میں جمع تھی اور پندرہ سو روپیہ جو بینک ڈرافٹ کی صورت میں تھا نکل نہ سکا۔ یہ پندرہ سو روپے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا درخواست کی نامنظوری کے بعد نکالا نہیں گیا اور درخواست دہندہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ رقوم تنہا ہاجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثہ میں تقسیم ہوگی؟

(۴) جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحیم صاحب کاظمی کے ساتھ لاہور میں ہیں۔ سیاسی حالات ناسازگار کے باعث آمد ورفت فی الحال غیر ممکن ہے۔ وارث میں ان کا وہی حق ہے جو دوسرے ورثہ کا۔ انہوں نے اپنی خالہ اور خالو کو لکھا کہ جب تقسیم ہو تو ان کا حصہ بھی الگ کر دیا جائے۔ چنانچہ ورثہ نمبر ایک و پانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خالو مسمّٰی مقبول صاحب اس کے مؤید ہوئے اور انہوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ (۱) تحریر کا کیا اعتبار، ہوسکتا ہے کہ بھالے کی

نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی ہے۔ استقرارِ حق کے لئے انہیں خود آنا چاہئے (۲) جمیلہ کا حصہ ورثہ نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کے سپردگی میں رہے گا۔ اس لئے کہ وہی اس کا سگا بھائی ہونے کی حیثیت سے شرعاً اس کا مجاز ہے۔ دوسرے کسی کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی جمیلہ آئیں گی تو ورثہ نمبر ایک انہیں کچھ دے دلا کر راضی کر لے گا۔ اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔ جمیلہ خاتون ماں اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار اس پر فتویٰ کی آڑ فساد نیت پر مبنی ہے۔ جمیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہئے کہ وہ جیسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثہ نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر دیا گیا تو وہ لازماً ان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا اس طرح ورثہ نمبر ایک اس سے محروم ہو جائیں گے۔ اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر کے اس کی معقول قیمت ادا کر دی جائے تا کہ وہ رقم انہیں دیدی جائے مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ براہ کرام جملہ امور کا واشگاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سید عبدالعلیم کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۴۰/۸ سید عبدالعلیم

میت

زوجہ	بنت	بنت	بنت	ابن
ہاجرہ بی بی	جمیلہ	نسیمہ	رشیدہ	شوکت علی
$\frac{1}{5}$	۷/	۷/	۷/	۱۴/

بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث ترکۂ مرحوم چالیس سہام بنا کر پانچ سہام زوجہ

(ہاجرہ بی بی) کوملیں گے[۱] سات سات سہام ہرلڑکی کوملیں گے۔ چودہ سہام لڑکے کوملیں گے[۲]۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع ہوکر جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے[۳]۔ خانہ نامزدگی میں کسی کا نام لکھا دینے سے ہبہ ہوکراس کی ملک نہیں ہوگی، یہ شرعی وصیت بھی نہیں۔ پس ہاجرہ بی بی کا ایسی رقم کو وصول کرکے تنہا اپنی ذاتی ملک تصور کرنا غلط ہے۔ اس میں سب ورثہ حسب تفصیل بالا شریک ہیں۔

(۲) غسل وکفن کے وقت زوجہ متوفی نے مہر معاف کردیا تو وہ معاف ہوگیا، اس کے لئے شوہر کا سننا یا قبول کرنا ضروری نہیں[۴]۔

(۳) یہ پندرہ سو کی رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے تنہا ہاجرہ بی بی اس کی مالک نہیں۔ حج کمیٹی سے واپس لے کر حصہ رسد سب پر تقسیم کی جائے[۵]۔

(۴) جمیلہ خاتون کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہے اس میں کسی وارث کو بلا اجازت جمیلہ خاتون تصرف کا حق نہیں[۶] جبکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے آنا فی الحال دشوار

---

[۱] اما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولدوولدالابن الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،درمختارعلی الشامی زکریاص ۵۱۱،۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[۲] واماالبنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکرمثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء،عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض الباب الثانی فی ذوی الفروض،البحرالرائق ص ۴۹۴/ج۸/کتاب الفرائض،مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۳] لان الترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیاعن تعلق حق الغیر بعین من الاموال، شامی زکریاص ۴۹۳/ج۱۰/اول کتاب الفرائض،بحرکوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض،زیلعی ص ۲۲۹/ج۶/کتاب الفرائض مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] وصح حطهاکله أوبعضه قبل اولاالخ درمختارعلی الشامی زکریاص ۲۴۸/ج۴/باب المهر، بحرکوئٹه ص ۱۵۰/ج۳/باب المهر،النهرالفائق ص ۲۳۶/ج۲/باب المهر،دارالکتب العلمیه بیروت.

[۵] ملاحظہ فرمائیں حاشیہ نمبر۳/۔ (حاشیہ نمبر۶/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے تو یہ مطالبہ کہ ان کو خود آنا چاہئے بے محل اور مہمل ہے۔ خاندان والے اہل دیانت اور اہل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں یا اس کے پاس محفوظ کر کے جمیلہ کو مطلع کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کر دے تو اس کی سپردگی میں دیدیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے

سوال:- زید ایک اسکول کا ملازم تھا اس کا کچھ روپیہ پراوڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپنا لائف انشورینس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے۔ اور روپیہ پانے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لاکر عائشہ کے حوالہ کر دی اور کچھ روپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے لیکن پاس بک اس کے حوالہ نہ کیا بلکہ اپنے ہی پاس رکھا۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیوی عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے عمر و بکر اور تین لڑکیوں کو چھوڑا۔ اب چند امور استفسار طلب ہیں۔

الف:- پراویڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو بحصۂ شرعی ملے گا اگر ملے گا تو کیوں یا حکومت جس وارث کو چاہے دیدے۔

ب:- لائف انشورینس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے گا یا تمام وارثوں کو؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ٦ لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ وولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱/ ج۹/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر، قواعد الفقہ ص ۱۱۰/ مطبوعہ اشرفی دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/ کتاب الغصب مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی.

ج:- دونوں بیویوں کے نام جو بینک بیلنس جمع ہے کیا وہ ہبہ نہیں؟ اگر ہبہ نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الف:- ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جو کہ جمع کرلیا جاتا ہے وہ ملازم کا دین ہے اور اس پر جتنی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے گو کہ اس پر ابھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے۔ ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کرسکتا ہے۔ اگر اس سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو ورثاء پر بحصۂ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی[1] تاہم انعام دینے والا چونکہ ابھی تک اپنے انعام کا مالک ہے۔ وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے[2]۔

ب:- محض اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے لڑکے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں تملیک الدین ممن لیس علیه الدین ہے[3]۔ ہاں اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنادیتا پھر اس کی طرف سے وکیل ہوکر جمع کرتا تو دوسری بات تھی۔ اب تو ہبہ سب ورثاء کا حق ہے لیکن

---

[1] وتنفسخ الاجارة بموت احدالمتعاقدين اى احدمن الآجروالمستأجر،وان المنافع والاجرة صارت ملكاً للورثة والعقدالسابق لم يوجدمنهم فينتقض،مجمع الانهرص ۵۵۹/ج۳/كتاب الاجارة باب فسخ الاجارة مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،فتح القديرص ۱۴۵/ج۹/باب فسخ الاجارة مطبوعه دارالفكربيروت.

[2] المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء من الملك تفسير بيضاوى ص۷/ تحت سورة فاتحه.مطبوعه رشيديه دهلى.

[3] تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل الخ درمختارعلى الشامى زكرياص ۵۱۸/ج۸/ كتاب الهبة،فصل فى مسائل متفرقه،سكب الانهرص ۳۱۰/ج۳/كتاب الهبة مسائل متفرقه، دارالكتب العلميه بيروت.

اصل جمع کردہ رقم سے جو رقم زائد ملے اس کو صدقہ کردیں[1]۔

ج:- ہبہ کے لئے موہوب لہ کا قبضہ کرادینا لازم ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ ہبہ تام نہیں، پاس بک لاکر حوالہ کردینے سے قبضہ نہیں ہوگیا[2] جمع شدہ روپیہ کے وصول کرنے کا حق ہوگیا وصول کرنے سے پہلے وہ روپیہ اصل مالک کا ہے اور انتقال کے بعد ورثاء مستحق ہیں۔

وہٰذا کلہ ظاہر۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک مشترکہ جائداد کا قصہ

سوال:- والد کی معزولی سے پہلے زید نے پرانی گاڑی کی خرید وفروخت کی دلالی (کمیشن) اور ٹرانسپورٹ آفس کی ایجنٹی سے کچھ روپیہ کمایا زید اس رقم سے پرانی گاڑی خرید کر مرمت کرکے فروخت کرنے کا دھندا بہت دنوں تک کرتے رہے ایک کار جو فروخت نہیں ہوسکی ذاتی استعمال میں رکھا۔ مالی حالات خراب ہونے پر کار بے مرمت ہوگئی اور بند پڑی رہی والد کے معزول ہوجانے پر زید مذکورہ گاڑی اور پرانے پارٹ پرزے کو ساڑھے انیس سو روپیہ میں فروخت کرکے اور بتیس سو روپیہ دوستوں اور ۲۲½ سو روپیہ گورنمنٹ سے قرض

---

[1] والافان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به الخ شامی زکریا ص ۳۰۱/ج۷/ باب البیع الفاسد. مطلب فیمن ورث مالاحراماً، بذل المجهود ص۳۷/ ۱/ کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء مطبوعه سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب.

[2] ومنها ان یکون الموهوب مقبوضاحتی لا یثبت الملک للموهوب له قبل القبض عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/ کتاب الهبة، الباب الاول فی تفسیر الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ج۳/ کتاب الهبة مطبوعه بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۳/ج۸/ کتاب الهبة.

لے کر ایک چھوٹا موٹا کارخانہ کا آغاز کیا جس سے ترقی ہوئی صورت مسئولہ یہ ہے کہ $\frac{1}{2}$ ۱۹ سو روپیہ کی حیثیت موروثی کہلائے گی یا غیر موروثی۔

(۲) زید، عمر، بکر، خالد، والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنے بھائی رحمٰن، رحیم، کریم کی ضروریات زندگی اور تعلیم کے حصول کا بار برداشت کرتے رہے۔ زید، عمر، بکر، خالد نے والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنی جدوجہد سے زمین خریدی ایک مکان کی تعمیر کے ٹیکس میں تخفیف کی خاطر مذکورہ بالا زمین کی خریداری اور مکان کی تعمیر والد کے نام کر دیا اور والد ہی کی زندگی میں بکر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ دو مسئلہ دریافت طلب ہیں۔

(الف) بکر محنت و جدوجہد جائداد کے حصول میں رہا اس صورت میں ان کی اولاد محجوب کہلائے گی یا غیر محجوب؟

(ب) ٹیکس میں تخفیف کے تحت زید، عمر، بکر، خالد نے زمین و مکان کی تعمیر اپنے ناموں کے بجائے والد کے نام کیا اب وہ مکان موروثی کہلائے گا یا غیر موروثی؟

(۳) والد نے اپنی کمائی سے ایک مکان والدہ کے نام سے بنوایا والدین کی حیات میں زید، عمر، خالد نے ضروریات کے پیش نظر مکان کے مغربی حصہ میں برآمدہ کی نئی تعمیر کی۔ والدین کے وصال کے بعد جب یہ مکان ناکافی ہوا، تو زید، عمر، خالد نے اپنی کمائی سے اسی مکان پر بالائی مکان تعمیر کرایا اور اس پر قابض و دخیل ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ برآمدہ اور بالائی منزل کی تعمیر کی حیثیت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید اور زید کے بھائیوں کے پاس جو کچھ روپیہ اور کاروبار تھا وہ اصلاً والد کا تھا والد نے ابتدا کی اور ان سب نے ان کے ساتھ تعاون کر کے کاروبار کو بڑھایا والد کمزور ہوتے گئے۔ کام میں حصہ کم لیتے گئے یہ لوگ بڑھتے گئے کاروبار ترقی کرتا گیا۔ اور والد نے ان کے کسی تصرف کو نہیں روکا تو اس صورت میں وہ سب کاروبار روپیہ اور انیس سو روپیہ والد کا تھا

جس لڑکے نے جو کچھ خرچ کیا وہ والد کا روپیہ خرچ کیا والد نے اپنی زندگی میں کسی سے کوئی محاسبہ مطالبہ نہیں کیا والد کے انتقال پر جو کچھ باقی رہا وہ سب والد مرحوم کا ترکہ ہے سب ورثاء اس میں حصہ دار ہیں شرعی طریق پر میراث کے مستحق ہیں[۱]۔

(۱) والد کی زندگی میں فروخت کر کے ساڑھے انیس سو روپیہ میں دوستوں وغیرہ سے روپیہ لے کر جو کچھ ملا کر کام کر لیا اب اس روپیہ کے مطالبہ کا کسی وارث کو حق نہیں[۲]۔

(۲) اصل روپیہ کو والد کا تھا اسی میں جدوجہد کی اور لڑکوں نے کما کر جو کچھ کہ والد کے نام پر خریدا وہ سب والد کا ہے[۳] (الف) والد کے روپیہ کاروبار کے علاوہ بکر نے اگر کوئی اور ملازمت تجارت زراعت وغیرہ سے روپیہ حاصل کیا ہو تو وہ بکر کا ترکہ ہوگا اور اس کی اولاد حقدار ہوگی[۴] (ب) یہ جائداد بھی اگر اس روپیہ سے خریدی گئی جو والد کے کاروبار کا تھا جس کو لڑکوں نے ترقی دی تھی تو یہ بھی لڑکوں کی ملکیت نہیں بلکہ والد کی ملک ہے۔

(۳) والد نے اگر تعمیر کرا کے اپنی اہلیہ کو وہ مکان دے دیا اور ان کا قبضہ کرا دیا تو وہ اہلیہ کی ملک ہوگا۔ وہ والد کا ترکہ نہیں[۵] پھر اگر لڑکوں نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا بالائی کمرے

---

[۱] دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل وكثر ذالک فمات الاب ان عطاه هبة فالكل له والا فميراث الدر المختار على الشامي زكرياص ۵۲۰/ج۸/كتاب الهبة، في مسائل متفرقه.

[۲] ايضاً. [۳] ايضاً.

[۴] هكذا يستفاد من الهندية اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للاب اذا كان الابن في عيال الاب لكونه معيناً له الى قوله وكذاالحكم في الزوجين اذا لم يكن لهما شئى ثم اجتمع بسعيهما اموال كثيرة فهي للزوج وتكون المرأة معينة له اذا كان لها كسب على حدة فهو لها (عالمگيرى ص ۳۲۹/ج۲/) الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الاعمال .

[۵] وتتم الهبة بالقبض الكامل(الدر المختار على هامش الشامي زكرياص ۴۹۳/ج۸/) كتاب الهبة،مجمع الانهر ص ۴۹۱/ج۳/كتاب الهبة،دار الكتب العلمية بيروت،عالمگيرى ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول الخ،مطبوعه كوئٹه.

بنوائے اور کوئی معاملہ طے نہیں کیا تو والدہ کی صواب دید پر ہے۔ وہ چاہیں تو لڑکوں کو دیدیں[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورۂ فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

فصل سوم: ترکہ میں تصرف

میراث میں بعض ورثہ کا تصرف

سوال:- زید نے اپنے بیمار بھائی عمر کا علاج کرایا۔ سو روپیہ تو عمر کے پاس موجود تھے۔ اور بقول زید ان کے علاوہ چار سو روپیہ زید کے عمر کے علاج میں اور خرچ ہو گئے۔ عمر جانبر نہ ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر نیز دیگر حقوق کا مطالبہ ورثہ عمر سے کیا۔ زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے۔ مگر پدر ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں بقول زید دو سو روپیہ زید کے خرچ ہو گئے آخر زید نے پدر ہندہ کو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری کرالی ان آٹھ سو روپیہ میں سے چار سو روپیہ تو زید کے اپنے تھے اور چار سو روپیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔ عمر کا کچھ ترکہ وطن میں تھا اور کچھ بمبئی میں۔ وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا۔ یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے اندازاً تین سو روپیہ کا ہوگا۔ دوسرے ایک زمین تھی جو زید و عمر کے آدھے ساجھے کی تھی۔ وفات عمر سے کئی سال کے بعد زید نے اس زمین کو چار سو پچاس روپیہ میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کر لی۔ تیسرے عمر کا کچھ سامان غیر نقد تھا جو اندازاً ایک سو اسی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سو روپیہ کا سامان تو تنہا زید نے لے لیا۔ اور باقی زید سمیت سب ورثہ عمر پر بحساب شرعی تقسیم ہوا۔ پدر ہندہ سے فارغ ہو کر زید بمبئی گیا اور وہاں اول عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چار سو روپیہ فخر الدین مذکور کو بھیج دیئے اور پانچ سو روپیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر کو قرض دیئے۔ بعدہٗ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵ روپیہ اور دوسرے شخص یامین نامی سے پندرہ سو روپیہ اور وصول کئے۔ لیکن بمبئی میں ترکہ عمر کو

وصول کرنے کی کوشش میں بقول زید چھ سو روپیہ خرچ ہو گئے۔ شخص مذکور نہ تو عمر کا قرض دار تھا نہ امانتدار پھر بھی اس نے پندرہ سو روپیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دوکان دستکاری کی تھی۔ بعد وفات عمر، زید نے اس کے پاس پہونچ کر اس سے کہا یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دوکان میں اپنا شریک بنایا حق شرکت بمبئی میں جو گڈول کے انگریزی نام سے رائج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان اس حق شرکت کا معاہدہ شاید طے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دوکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہر حال اس شخص نے زید کی آخری بات کو مان کر پندرہ سو روپیہ گڈول کے دیئے تھے۔ عمر کی بیماری ہندہ سے مقدمہ بازی بکر کو قرض دہی اور بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کی کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا اس کو کم کر کے ترکہ عمر کا زر نقد جو کچھ بچا وہ زید کے اپنے مال میں مخلوط ہو کر زید ہی کے ہاتھوں سے تھوڑا سا زید اور اس کے اہل وعیال پر اور زیادہ تر ورثۂ عمر باستثناء چند پر کئی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا۔ کیونکہ خرچ اتنا وسیع تھا کہ باقی ماندہ زر نقد ترکہ عمر اس کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھا۔ زید نے رقم ترکہ عمر سے بکر کو جو پانچ سو روپیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکر نے زید سے دریافت کیا کہ یہ قرض آپ ہی کو ادا کیا جائے یا اس کو قابل تقسیم قرار دیکر سب ورثہ کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے۔ بکر نے اپنی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض میں سے بقدر اپنے حصہ کے کاٹ کر باقی کو زید ہی کو ادا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ کچھ ادائیگی تو زر نقد سے کر دی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکہ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دیدینے کا وعدہ کیا۔ ان واقعات سے عرصہ دراز کے بعد اب زید کے دل میں خواہش پیدا ہو گئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کر لیا جائے کیونکہ اول تو زید کے پانچ سو روپیہ باپ پر قرض تھے جو از روئے وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے۔ دوسرے مکان مذکور کی مرمت میں زید کے سو روپیہ خرچ

ہوئے۔تیسرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی تو اس میں زید کے تین سو روپیہ خرچ ہوئے۔اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی بکر نے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہوا ہے جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔تو ازروئے حساب ورثۂ پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دلا کر مکان کو اپنا کرلیا جائے۔زید کی یہ خواہش دیگر ورثہ کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکہ عمر کو یاد کیا کہ اگر ترکہ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہو جائیں جن کے دباؤ سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جارہا ہے چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکہ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا دوسرے یہ کہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقوم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں زید نے کہا میرا اپنا روپیہ تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکہ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیر احسان ہو اور اگرچہ میرے احسانات تم پر بطور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکہ عمر کی جو اشیاء اب تک بھی باقی ہیں اگر ازروئے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پاسکیں تو میرے احسانات کے معاوضہ ہی میں وہ میری ہو جائیں۔چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے اور بکر کا بھی مل جائے جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے اور میرے پانچ سو روپیہ جو والد مرحوم کے مکان پر قرض ہیں۔نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثہ اگر مکان پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اتنا ہی کردیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کے لئے دخلی رہن کردیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں۔اور درصورت عدم ادائیگی مجھے اختیار ہوگا مکان سے وصول کرلینے کا اور میری بتائی رقوم اخراجات متعلق ترکہ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شبہ سو تم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا تم دوسروں کے دست نگر ہو کر زندگیاں گذارنے والو اخراجات کی وسعت کا صحیح

اندازہ کیسے لگا سکتے ہو۔

مہربانی فرما کر سوالات ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابلِ اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

(۱) آخری سطور میں مذکورہ زید کا اظہار برہمی مع عدم جوابدہی احتمال زیادتی اخراجات متعلق ترکہ عمر بجا ہے یا بیجا؟

(۲) یا مین سے وصول شدہ روپیہ ترکہ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے؟

(۳) ورثۂ عمر جن پر زر ترکہ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا ترکہ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں اگر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے مفصل فرمایا جائے۔

(۴) بکر نے جو اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثہ عمر پر تقسیم کرے۔

(۵) ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جا سکتا ہے؟

(۶) زید نے بحیثیت مسلمان کے زر ترکہ عمر کو ورثہ عمر باستثناء چند پر بے حساب خرچ کیا ہے حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے۔ مثلاً ماں کا اتنا بہن کا اکہرا بھائی کا دوہرا تو کیا ولی ہونے کی وجہ سے زید کے لئے یہ حساب معاف ہے۔

(۷) زید نے بیوہ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری لی۔ اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ نکلتا تھا بیعنامہ ہندہ سے اپنے نام کرالیا، کیا زید کی یہ کارروائی شرعاً درست ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ برہمی مغلوب الغضب ہونے کے بنا پر ہے کوئی باضابطہ جواب نہیں۔

(۲) اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے۔ اگر اس نے ناحق جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے[۱] اور ہرگز ترکہ عمر نہیں۔ اگر واقعۃً عمر نے روپیہ دیا اور شرکت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکہ شمار ہوگا اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے۔ ثانی صورت میں جو اور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد اداء قرض وغیرہ، ترکہ عمر میں جمیع ورثہ شریک ہیں اور یہ شرکت حسب استحقاق وراثت ہوگی جس کی تفصیل ورثہ کی تفصیل وتعیین معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔ جن ورثہ پر اس کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا اگر ان کی طلب پر خرچ ہوا تو ان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے وہ ایسے ورثہ کو دیں جن کو باوجود استحقاق کے کچھ نہیں ملا یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیر ان کی طلب کے یہ زیادتی ان پر خرچ ہوئی، تو خرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثہ کو ادا کرے جن کو ترکہ نہیں ملا یا استحقاق سے کم ملا۔

(۴) جبکہ زید نے عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کر کے بکر کو پانچ سو روپیہ قرض دیئے اور ادائیگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیدیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کردے یعنی رقم خواہ کل زید کو دیدے خواہ جملہ ورثہ میں حسب حصص تقسیم کردے۔ پھر بکر نے اپنا حصہ میراث کاٹ بھی لیا تو اب بکر کو چاہئے کہ بقیہ رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تنہا زید کو نہ دے نہ بصورت نقد نہ بصورت حصہ مکان۔ بلکہ جس طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا ہے زید کو نہیں دیا۔ اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے صرف زید کے حوالہ نہ کرے۔ زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

---

[۱] لایحل مال امرء الابطیب نفس منه مشکوٰة شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة. الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(۵) زید سے تفصیل دریافت کرلی جائے جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثہ کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے[۱]۔

(۶) یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں[۲]۔

(۷) اگر بیوہ ہندہ نے مہر معاف کردیا تو وہ شرعاً معاف ہوگیا[۳]۔ پدر ہندہ کو مہر کے مطالبہ اور مقدمہ بازی کا ہرگز حق نہیں جبکہ ہندہ موجود ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کردیا تو پھر پدر ہندہ کا ورثۂ عمر سے مقدمہ بازی کرکے مہر وصول کرنا سراسر ظلم ہے۔ البتہ ہندہ اپنا حصہ میراث ضرور وصول کرسکتی ہے۔ اور زید نے جو آٹھ سو روپے دیئے ہیں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں بعوض مہر کس قدر ہیں اور بعوض میراث ہندہ کس قدر ہے۔ جس قدر رقم زید نے بعوض حصہ میراث ہندہ ادا کی ہے اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصہ میراث کا مالک ہوگیا۔ اور شرعاً یہ درست ہے خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا۔ دیگر ورثہ اب اس کے متعلق کچھ نہیں کرسکتے۔ جس طرح زید نے اپنے نام بیعنامہ کرالیا ہے دیگر ورثہ کو بھی یہ حق حاصل تھا جب زید نے اس حق کو وصول کرلیا اور دیگر ورثہ خاموش رہے تو اب اوروں کا حق ساقط ہوگیا۔ اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکۂ عمر سے نہیں دی اس لئے ورثہ عمر کو اس میں شرکت کا

---

[۱] البينة على المدعى واليمين على من انكر مشكوة شريف ص ۳۲۶ /باب الاقضية والشهادة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] ولايجوز لاحدهما ان يتصرف فى نصيب الاخر الابامره. عالمگيرى كوئٹه ص ۳۰۱/ج۲/ الباب الاول من كتاب الشركة، قاضيخاں ص ۶۲۲/ج۳/كتاب الشركة مطبوعه كوئٹه شامى كراچى ص ۳۰۰/ج۴/كتاب الشركة.

[۳] وصح حطها لكله اوبعضه عنه قبل اولاالخ. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۴۸/ج۴/ باب المهر. مطلب فى حط المهر والابرأ منه، بحر كوئٹه ص ۱۵۰/ج۳/باب المهر، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۱۶/ج۱/باب المهر الفصل العاشر فى هبة المهر.

حق نہیں[1] یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا اگر عمر کی طلب پر بطور قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں[2]۔

حصہ ہندہ کو جبکہ زید نے اپنے نام بیع کرایا ہے تو اس کی قیمت ترکہ عمر سے ادا کرنا درست نہیں۔ لہٰذا فخر الدین کا روپیہ بھی زید کو اپنے پاس سے دینا چاہئے۔ نہ کہ ترکۂ عمر سے زمین مشترکہ کو فروخت کر کے نصف قیمت بطور اصل مالک زید کی ہے۔ اور بقیہ نصف میں جملہ ورثۂ عمر شریک ہیں۔ زید کا کل قیمت کو اپنے ذاتی خرچ میں لانا درست نہیں[3]۔ جملہ ورثہ اپنے حصہ میراث کا مطالبہ زید سے کر سکتے ہیں۔ باپ کے مکان متروکہ میں جو حصہ عمر کا تھا اس میں بھی جملہ ورثہ شریک ہیں۔ ایک سو اسّی روپیہ کے سامان میں سے زید کو سو روپیہ کا سامان تنہا رکھنا بھی جائز نہیں صرف اپنا حصہ رکھ سکتا ہے۔ بارہ سو روپیہ میں بھی سب شریک ہیں۔ اسی طرح ۱۲۵/روپیہ اور پندرہ سو روپیہ کا حال ہے۔ جس قدر رقم زید کی ترکۂ عمر کے وصول کرنے میں خرچ ہوئی اس کو زید ترکۂ عمر سے استحساناً کاٹ سکتا ہے۔ ہندہ کے پدر سے مقدمہ بازی

---

[1] یکے از ورثہ غائب است۔ ان کان التخارج علی مالهم علی ان نصبها للحاضرین جاز. عالمگیری کوئٹہ ص ۲۶۹/ج۴/ کتاب الصلح. الباب الخامس عشر فی صلح الورثة، سکوت المالک القدیم حین قسم ماله بین الغانمین رضاالخ شامی کراچی ص ۴۸۲/ج۴/ کتاب الوقف مطلب المواضع التی یکون فیهاالسکوت کالقول.

[2] فلو انفق بلاامره لیس له الرجوع فی الحکم الخ البحراالرائق کوئٹہ ص ۲۰۱/ج۴/ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۱۸/ج۲/ کتاب الطلاق باب النفقة مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۶۲/ج۱/ کتاب الطلاق الباب السابع عشر فی النفقات الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

[3] لایجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الاخر الابامره، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱/ج۲/ الباب الاول من کتاب الشرکة، فتاوی قاضیخان علی الهندیه کوئٹہ ص ۶۲۲/ج۳/ کتاب الشرکة، شامی کراچی ص ۳۰۰/ج۴/ کتاب الشرکة.

میں جو کچھ خرچ ہوا اس کو ترکۂ عمر سے نہیں کاٹ سکتا۔ اس نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کے لئے لڑایا ہے نہ کہ دیگر ورثہ کے لئے جس قدر ترکہ عمر ورثہ مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سبکدوش ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۳/ج ۲/ ۶۶ھ

ایک بہن نے شادی کے لالچ میں مشترکہ سب زمین فروخت کردی

سوال:- ہندہ کے والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا ہم سات بہن بھائی بے سہارا چھوٹے بہن سب سے بڑی تھیں جو شادی شدہ تھیں ہم تینوں کنوارے تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت خود کی عمر آٹھ برس تقریباً تھی بڑے بھائی کی عمر تقریباً ۱۳، ۱۴ برس کی تھی اور چھوٹے کی عمر تقریباً ۴، ۵ برس کی تھی جس وقت میری عمر تقریباً ۱۴، ۱۵ برس کی ہوئی تو ایک قریبی شریک نے کہا کہ تیری شادی اپنی دختر دے کر بٹے سٹے کرادوں گا بشرطیکہ تو اپنی زمین میرے نام کرادو ہم نے اپنی نادانی سے بخوشی قبول کرلیا۔ ان صاحب نے ۱۴/ بیگھہ زمین ہم سے مفت لے لی اور اپنی لڑکی بٹے میں دے کر میری شادی کرادی اس کے بعد ایک صاحب دیندار نے ان سے کہا کہ تمہارے لئے یہ زمین اور اس کی فصل کھانا تمہارے لئے جب تک درست نہیں ہوسکتی جب تک کہ تم ان لڑکوں کو تھوڑی بہت قیمت ادا نہ کردو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کو دیا کریں گے ان کو نہیں دیتے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب کہ انہوں نے ہم کو کچھ نہیں دیا صرف لڑکی بٹے میں دیکر ہماری زمین اپنے لئے حلال کرلی یہ زمین اور اس کی فصل اس کے لئے حلال وجائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین سب بھائی بہنوں کی مشترک تھی اس کے دینے کا کسی ایک دو کو حق نہیں تھا[۱] اور لڑکی کی شادی کی وجہ سے زمین طلب کرنے کا حق نہیں تھا یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ زمین واپس کر دے[۲] پھر کوئی بھائی بہن اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس سے خرید لینا درست ہے جب کہ وہ بالغ ہو۔ جس وقت خریداری کا معاملہ کرے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موت زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف

سوال:- ایک عورت کا انتقال ہوا اس کے متروکہ مال میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ کپڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں۔ شوہر کہتا ہے کہ جب

---

[۱] لایجوز لاحدهما أن یتصرف فی نصیب الاخر الابأ مره الخ عالمگیری ص ۳۰۱/ج۲/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الشرکة، الباب الاول، مجمع الانهر ص۵۴۳/ج۲/کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۶۷/ج۵/کتاب الشرکة.

[۲] أخذ اهل المرأة شیئاً عند التسلیم للزوج أن یسترده لانه رشوة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۳۰۷/ج۴/کتاب النکاح، باب المهر، مطلب انفق علی معتدة الغیر، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷/ج۱/باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۷/ج۳/باب المهر.

[۳] عاقدین جس دام پر بھی مبیع کے تبادلہ کے لئے رضامند ہو جائیں اس پر معاملہ کرنا درست ہے ظاہر یہ ہے کہ بہن خریداری کے وقت کی قیمت پر رضامندی سے معاملہ کرے گی، سابقہ قیمت پر فروخت کرنے پر رضامندی بظاہر مشکل ہے۔ البیع هو مبادلة المال بالمال بالتراضی البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۶/ج۵/کتاب البیع، عالمگیری کوئٹه ص۲/ج۳/کتاب البیوع، الباب الاول، تبیین الحقائق ص۲/ج۴/کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان.

افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگر چہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں نیز کپڑوں کے ٹکڑے تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں لہٰذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہئے، اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثہ کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

نوٹ:- جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا۔ عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھ نو برس کے بعد خاوند ملک آیا تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مرد کے لئے مخصوص ہوتا ہے یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے اس میں عورت کے دیگر ورثہ کا حق نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے اور جو سامان مرد وعورت ہر دو کے لئے مشترک ہے وہ بھی صورت مسئولہ میں مرد ہی کے لئے ہے۔ **واذا مات احدهما ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت فعلىٰ قول ابي حنيفة ومحمدؒ مايصلح للرجال فهو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وما يصلح للنساء فهو على هٰذا وما يصلح لهما فعلىٰ قول محمد هو للرجل ان كان حياً و لورثته ان كان ميتاً وقال ابوحنيفةؒ المشكل للباقي منهما وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك فهو للرجل كذافي المحيط**، كذافي العالمگیری[1] ج ۱/ص ۳۲۹/۔

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۹/ج ۱/باب المهر، الفصل السابع عشر في اختلاف الزوجين في متاع البيت، زيلعي ص ۳۱۲/ج ۴/كتاب الدعوىٰ باب التحالف، مطبوعه امداديه ملتان، المحيط البرهاني ص ۲۲۶/ج ۴/كتاب النكاح، الفصل الحاوي والعشرون في الخصومات الواقعة بين الزوجين الخ نوع آخر منه في اختلافهما في متاع البيت، مطبوعه ڈابهيل.

اور جو سامان عورت کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا اس میں شوہر کے ساتھ دیگر ورثہ بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

ترکۂ میت سے ضیافت وایصالِ ثواب

سوال:- مالِ متروکہ میں میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور ورثہ نابالغ ہوتے ہوئے بغیر وصیت میت اموالِ متروکہ غیر مقسوم میں سے کوئی کارِ خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور درصورتِ وصیت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ترکۂ میت سے اولاً تجہیز وتکفین میت کی جائے اس کے بعد دین میت ادا کیا جائے۔ پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ثلث سے وصیت پوری کی جائے[1] ایک ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی الا یہ کہ ورثہ اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثہ بالغ ہوں نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں[2] بغیر وصیت مطلقاً اور بصورت وصیت ایک سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه مع جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين سراجى ص ۳،۴ / مجمع الانهر ص ۴۹۳ / ج ۴ / كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۴۹۴ / ج ۱۰ / كتاب الفرائض.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبى وان لم يجز الوارث بذلك لا الزيادة عليه الا ان تجيز ورثته وهم كبار، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۳۹ / ج ۱۰ / كتاب الوصايا، عالمگيرى ص ۹۰ / ج ۶ / كتاب الوصايا، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۴۱۹ / ج ۴ / كتاب الوصايا.

نہیں جبکہ ورثہ نابالغ ہوں یا غائب ہوں۔ ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل فعال المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة الی قوله وهٰذه الا کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها ولاسیماً اذا کان فی الورثة صغارا وغائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذٰلک غالباًمن المنکرات الکثیرة اھ شامی[1] ص ۸۴۱/ج ۱/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی اس میں دوسرے وارث کا حصہ

سوال:- ایک قطعہ زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ دو حقیقی بھائی اور ان کے حقیقی والد تو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام دھندہ بھی سب ایک ہی میں تھا لیکن خریدی خطہ زمین مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ لہٰذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے وہ زمین خریدی ہے اگر اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شرکاء کا روپیہ حسب حصص دینا اس کے ذمہ واجب ہے۔ لو تصرف احدالورثة فی الترکة المشترکة وربح

---

[1] شامی زکریا ص ۱۴۸،۴۹/ ج۳/باب صلاة الجنازة. مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، فتاوی بزازیة ص ۸۱/ ج۴/باب الجنائز، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۱۶۷/ ج ۱/ کتاب الجنائز، قبیل الفصل السابع فی الشهید، مطبوعه کوئٹه.

فالربح للمتصرف وحده كذافي الفتاوىٰ الغياثية اھ[1] ہندیہ ص۳۴۶/ج۲/۔اگروہ شرکت کے لئے خریدی ہے تو مشترک ہے شرکاء قیمت میں بھی شریک ہوں گے۔ بینہ نہ ہونے کی صورت میں وجوب ثمن کے لئے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔لو صدقه في الشراء للشركة وكذبه في دعوى الاداء من مال نفسه قال الخير الرملي في حاشية المنح والذي يظهر ان القول للمشتري لانه لما صدقه الاٰخر في الشراء ثبت الشراء للشركة وبه يثبت نصف الثمن بذمته ودعواه انه دفع من مال الشركة دعوى وفائه فلا تقبل بلا بينة ولذاقالوا اذالم يعرف شراء ه الابقوله فعليه الحجة لانه يدعي وجوب المال في ذمة الاٰخر وهو ينكروهنا ليس منكرابل مقربالشراء الموجب لتعلق الثمن بذمته وله تحليفه انه مادفعه من مال الشركة اه قال المشتري هولي خاصة اشتريته بمالي لنفسي قبل الشركة فالقول له بيمينه باللّٰه ماهومن شركتنا او حال الشركة لومن جنس تجارتهما فهو للشركة وان لم يكن من تجارتهما فهو له خاصة اه شامی[2] بتغیر ص ۵۴۹/ج۳/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

والد پر خرچ کی ہوئی رقم کو ترکہ میں محسوب کرنا

سوال:- جب والدین مریض اور ضعیف ہو جائیں اور وہ ہر قسم کی خدمت کے محتاج

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۶/ج۲/کتاب الشركة،مطلب لوتصرف احدالورثة في التركة فالربح له الخ شرح المجلة سليم رستم بازص۶۱۰/ج۱/رقم الماده ص۱۰۹۰/کتاب الشركة،مطبوعه اتحاددیوبند.

[2] شامی زکریاص۸۷،۴۸۶/ج۶/کتاب الشركة،مطلب في دعوى الشريك انه ادى الثمن من ماله،قاضیخاں ص۶۱۸/ج۳/کتاب الشركة،فصل في شركة العنان،مطبوعه کوئٹه،منحة الخالق ص۱۷۶/ج۵/کتاب الشركة،مطبوعه الماجديه کوئٹه.

ہو جائیں تو ان کے خرچہ وصرفہ کے ذمہ دار کون کون اولاد میں ہوں گے؟

(۲) ان حالات میں اگر ایک لڑکے نے اپنے والدین کی بھرپور خدمت کی اور علاج و خوراک، پوشاک وغیرہ میں کوئی کمی نہیں رکھی اور والد مرحوم کی دیوانگی اور پاگل پن کی حالت میں ہر قسم کے نقصانات کپڑوں کا پھاڑنا لحاف اور گدوں میں آگ لگانا چارپائیوں اور برتنوں کا توڑنا وغیرہ وغیرہ برداشت کرتا رہا اور والد مرحوم کے صاحب جائیداد ہونے کی وجہ سے مالی نقصانات کو اس امید پر برداشت کرتا رہا کہ یہ خسارے ان کی جائیداد سے بوقت تقسیم وصول ہو جائیں گے کیا شرعاً اس کو حق ہے کہ بوقت تقسیم جائیداد واجبی اور ضروری خسارے تقسیم ترکہ سے قبل وصول کر لے۔

(۳) اگر اس ضرورت اور ذمہ داری کے پیش نظر کچھ لڑکوں نے والدین کے اخراجات کے لئے کچھ ماہانہ رقم مقرر بھی کر لی اور پھر یہ لوگ اس رقم وعدہ کی ہوئی کو ادا نہ کریں تو اس شخص کو جس نے والدین کی خدمت کی اور ان دعوی کنندگان سے بوقت تقسیم جائیداد رقم ملنے کی توقع رکھی یہ حق ہے کہ بوقت تقسیم جائیداد اس طے شدہ کو لے لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سب لڑکوں کے ذمہ حسب استطاعت واجب ہے[۱]

(۲) محض توقع وامید پر ان مصارف کو تقسیم کرنے سے قبل بحیثیت دین وصول کرنے کا حق نہیں جب تک اس کی تصریح کی ہو کہ میں بطور قرض یہ سب خسارہ برداشت کر رہا ہوں[۲]

---

[۱] ویجبر الولد المؤسر علی نفقة الابوین المعسرین الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۵۶۴/ ج ۱/ کتاب النفقات الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، النهر الفائق ص ۵۲۰/ ج ۲/ کتاب الطلاق باب النفقة مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، فتاوی قاضیخان ص ۴۴۷/ ج ۱/ باب النفقة، فصل فی نفقة الوالدین الخ مطبوعه کوئٹه.

[۲] فاذا اراد الرجوع انفق علیه باذن القاضی فلو انفق بلا امره لیس له الرجوع فی الحکم الا ان یکون اشهد انه انفق یرجع، البحر الرائق ص ۲۰۱/ ج ۴/ باب النفقة، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۳) جنہوں نے وعدہ کر کے ابھی رقم خرچ نہیں کی اس کی ذمہ داری خود ان پر ہے جس نے خرچ کی وہ اپنا ذمہ پورا کر چکا ہے اگر دوسرے بھائیوں سے یہ معاملہ نہیں کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی وعدہ کی ہوئی رقم بھی دیدے اس توقع پر کہ پھر وصول کر لے گا تو محض توقع پر تقسیم جائیداد سے قبل طے شدہ رقم لینے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ ہے

سوال:- زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا۔ ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اولاد ہے مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کے لئے ادائیگی مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کے لئے تیار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہر اب ترکۂ زوجہ بن گیا ہے اب اس میں شرعی میراث جاری ہوگی۔ ایک چوتھائی کا مستحق شوہر ہے[1] وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے۔ اگر لڑکی بھی ہے تو دوہرا لڑکے کو اکہرا لڑکی کو دیدیا جائے[2] یہ اس وقت ہے کہ زوجین

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النهر الفائق ص ۵۱۸/ج ۲/کتاب الطلاق باب النفقة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۵۶۲/ج ۱/کتاب الطلاق الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، الباب السابع عشر فی النفقات.

[1] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد والربع مع الولد الخ، سراجی ص ۱۱، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، باب معرفة الفروض الخ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۳/ج ۸/کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان لاثنتین (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کرلیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے ازخود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں[1] اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۱۴۰۶ھ

ترکۂ میت میں اگر بعض ورثہ تجارت کریں کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال:- زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید ہی نے اپنی حین حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کردی۔ زید کے کل متروکہ کا حساب تیرہ ۱۳۰۰ سو روپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی۔ لہٰذا کل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا اور اسی تیرہ سو روپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کردی جس کو گیارہ سال گذر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کا نان ونفقہ چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔ اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے وہ سب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء مطبوعه دارالكتاب ديوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الارحام، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ ج ۹/ كتاب الفرائض.

[1] لايجوز التصرف بمال غيره بلا اذنه ولا ولايته الخ الدرالمختار على الشامی زكريا ص ۲۹۱/ ج ۹/ كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷/ الفن الثانی، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعدالفقه ص ۱۱۰/ الرسالة الثالثة القواعد الفهية، مطبوعه دارالكتب ديوبند.

تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سو روپے تھے وہی تقسیم ہوں گے۔ سوال یہ ہیکہ کونسا ترکہ تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس نے انتقال کے وقت چھوڑا ہے[1] اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دو لڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ترکۂ میت کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال:- میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں میرے باپ کا نام عبداللطیف تھا۔ میرے باپ کے دو بھائی عبدالبصیر وعبدالعلیم تھے اور میرے دادا کا نام عبدالباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی الگ ہوگئے تھے۔ کاروبار بھی علیحدہ کرلیا اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی، تو جس حصے میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا۔ بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہوگیا تھا۔ اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہوجاتا ہے۔ اب میں عبدالحفیظ بے باپ کے

---

[1] التركة فى الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الاموال. شامى زكرياص ۴۹۳/ج ۱۰/اول كتاب الفرائض،بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/كتاب الفرائض، زيلعى ص ۲۲۹/ج۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[2] لوتصرف احد الورثة فى التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده الخ عالمگيرى ص ۳۴۶/ج ۲/كتاب الشركة الباب السادس فى المتفرقات(مطبوعه كوئٹه)شرح المجلة لسليم رستم بازص ۶۱۰/ج ۱/رقم الماده ص ۱۰۹۰/كتاب الشركة مطبوعه اتحاددیوبند.

ہوگیا۔ اب کچھ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبدالحفیظ کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے، تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی معصوماً سے یہ سوال کرلیا کرتے تھے کہ حفیظ کا نام مکان میں چڑھاؤ۔ میرا چچا عبدالبصیر یہ کہہ کر برابر کردیا کرتا تھا کہ حفیظ کو ہم ساتھ رکھیں گے اس کو علیحدہ نہیں کریں گے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبدالبصیر نے میرے نام خریدنے نہیں دیا۔ اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حفیظ کو نہیں نکالیں گے۔ اب دادا دادی کا انتقال ہوگیا۔ تو ہمارے چچا عبدالعلیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبدالعلیم اور عبدالبصیر کا اندراج میونسپلٹی میں کیا۔ اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہوگیا۔ اور دونوں چچا کی اولاد مجھ کو گھر سے نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دادا دادی مرحوم چچا نے نہ آپ کو کچھ ہبہ کیا نہ کوئی حصہ متعین کرکے آپ کے نام پر وصیت کی۔ صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے۔ اس سے مکان کی ملکیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے۔ مکان سے نکالا نہ جائے تو شرعاً یہ وصیت معتبر ہوگی۔ ورثاء کو چاہئے کہ اس کی پابندی کریں۔ صحت الوصية بخدمة عبده وسكنىٰ داره مدة معلومة وابداً در مختار[1] ص ۴۴۲/ ج ۵/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۳ھ

---

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۹۷/ ج ۱۰/ كتاب الوصايا. باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة، ملتقى الابحر ص ۴۴۸/ ج ۴/ كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعى ص ۲۰۲/ ج ۶/ كتاب الوصايا، باب الوصية، بالخدمة والسكنى الخ مطبوعه امداديه ملتان.

زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں تصرف

سوال:- زید فوت ہو چکا اور ورثہ ذیل چھوڑے ایک زوجہ ۶/ بنات اخ عینی، شرعاً اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ زید نے جو زمین اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کرائی اس خیال سے کہ اولاد نرینہ نہیں ہے۔ مرنے کے بعد بھائی مالک ہو جائے گا اگر زوجہ کے نام ہوگی بھائی محروم رہے گا اور بقیہ جائداد منقولہ از قسم نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ جو جائداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابل تقسیم ہے یا نہیں زید کی زوجہ کا حق مہر ۲۵/ روپیہ تھا اگر زید نے تمام جائداد بعوض حق المہر عورت کو لکھدی ہو اس غرض سے کہ دوسرا وارث محروم رہے کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے۔ جس قدر جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو ترکہ میت سے ہے اور عورت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فروخت کر سکتی ہے بغیر رضامندی دیگر ورثاء کے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۲۴ تصہ ۷۲

زوجہ	بنات	اخ عینی
۳	۱۶	۵
۹	۴۸	۱۵

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت وتنفیذ وصیت وغیرہ از ثلث مال زید کا ترکہ بہتر ۷۲ سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ۹/ سہام زوجہ کو ملیں گے[1] ۴۸/ سہام سب بنات کو[2] یعنی ہر ایک کو آٹھ آٹھ سہام ۱۵/ سہام اخ عینی کو۔ بھائی عصبہ

---

[1] اما للزوجات فحالتان الی قوله ولثمن مع الولدولد الابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۲۳۳/ ج ۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۴۹۳/ ج ۸/ کتاب الفرائض. (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہونے کی وجہ مابقی مال لے لے گا۔ والعصبة كل من يأخذما ابقنه اصحاب الفرائض الخ سراجی ص ۵/عالمگیری ص ۴۵۱/ج ۶/الفرائض الباب الثالث فی العصبات.

سوال کے ابتداء میں ہے کہ وہ جائداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے آخر میں ہے کہ زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے براہ راست جائداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تب تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکۂ زوج نہیں۔ مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کرے یا ورثہ زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی نے اصالۃً اور حقیقۃً اپنے لئے خریدی تھی اور کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کرادیا تھا تو اس وقت ترکۂ میت شمار ہو کر حسب تحریر بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کرادی تھی تو اس صورت میں اگر بحالت صحت وتندرسی بطور ہبہ منتقل کر کے زوجہ کا قبضہ اس پر کرادیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے[1] ترکۂ متوفی نہیں بھائی مطالبہ نہیں کرسکتا۔

اگر بحالت صحت وتندرستی لکھی ہے تو یہ تحریر معتبر ہے اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو اس کو فروخت کرسکتی ہے اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں۔ خواہ وہ جائداد مشترک ہو خواہ تقسیم شدہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/رجب ۶۴ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، زیلعی ص ۲۳۳/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴/ج ۸/کتاب الفرائض.

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار على هامش ردالمحتا (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

تقسیم میراث سے پہلے مشترک جائداد میں سے کسی کو کچھ دینا

سوال:- زید نے ہندہ سے شادی کی دولڑکیاں پیدا ہونے کے بعد ہندہ انتقال کرگئی زید نے پھر دوسری شادی کرلی زینب سے ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں گویا کہ زید کے کل چار بچے زینب سے ہیں۔ دولڑکیاں ہیں ہندہ مرحومہ سے اور تین لڑکیاں ایک لڑکا زینب سے ہیں نیز زید نے کچھ جائداد خریدنے کے لئے ایک صاحب کو روپیہ دے رکھا تھا اور جس جائداد کے لئے یہ روپیہ دیا تھا جس شخص کو اس شرط پر کہ اگر تم مقدمہ میں کامیاب ہوگئے تو جائداد دینا ورنہ واپس کرنا ابھی روپیہ لینے والا شخص مقدمہ لڑ رہا تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا اور انتقال کے بعد روپیہ لینے والا کامیاب ہوگیا اب اس کو تو زید کے نام کرنا ہی تھا مگر زید کے مرجانے کی وجہ سے زید کی بیوی زینب کے نام جائداد کردیا پھر زینب نے دوسری شادی عمر سے کرلی اب زینب کو عمر سے ایک لڑکا ہے اب سوال یہ ہے کہ زینب کے پاس جو کچھ مال ہے اس میں سے اپنے شوہر ثانی عمر کو بھی دے سکتی ہے شادی کے باوجود زینب ابھی زید ہی کے گھر پر ہے چونکہ جائداد کی مالک ہے۔ عمر اپنے یہاں سے آتا ہے کبھی کبھی دو چار دن رہتا ہے پھر چلا جاتا ہے تو زینب نے جب دوسری شادی کرلی ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ اس زید کے مال کو خود کھائے اور اپنے شوہر عمر کو بھی کھلائے۔

(۲) کیا زینب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اب عمر سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے اس کو بھی کچھ حصہ دیدے۔

(۳) کیا زینب نکاح ثانی کے بعد زید کے مال میں حق رکھتی ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) زکریا ص ۴۹۳/ ج۸/ کتاب الهبة، تبيين الحقائق ص ۹۱/ ج۵/ کتاب الهبة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ کتاب الهبة، الباب الاول.

۲ المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک، تفسير بيضاوی ص۷/ سورة فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلی.

(۴) اگر ان لوگوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا ہے تو پھر پانچ لڑکیوں ایک لڑکا جو کہ ابھی یتیم نابالغ ہیں زید کے متروکہ مال میں کتنا کتنا تقسیم کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے جائداد خریدنے کے لئے روپیہ دے کر وکیل بنایا تھا پھر زید کا انتقال ہوگیا جس سے وہ وکالت بھی ختم ہوگئی[۱] اور جو روپیہ دیا تھا وہ ترکہ زید کا بن گیا جس کے مستحق سب ورثہ ہیں اس وکالت کی وجہ سے انتقال زید کے بعد اس شخص کو اس روپیہ سے جائداد خریدنا درست نہیں تھا بلکہ اس کو لازم تھا کہ وہ روپیہ ورثہ کو دیدے تاہم جائداد خرید لی اور ورثہ کے حق میں خریداری بہتر ہے وہ سب ورثہ کی ہے اس جائداد اور تمام ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر زید کے ذمے کوئی قرض ہو تو پہلے اس کو ادا کیا جائے پھر اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے شریعت کے موافق وہ پوری کی جائے[۲] اس کے بعد آٹھ حصے بنا کر ایک حصہ زید کی زوجہ ثانیہ زینب کو اور ایک ایک حصے پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو اور دو حصے لڑکے کو[۳]

---

[۱] ومنه موت المؤكل لان التوكيل بامرالموكل وقد بطلت اهلية الامرفتبطل الوكالة علم الوكيل بموته اولا، عالمگیری کوئٹہ ص۶۳۷/ج۳/کتاب الوكالة.الباب التاسع فيمايخرج به الوكيل عن الوكالة.الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار زكرياص ۲۸۱/ج۸/كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل.

[۲] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الى قوله ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجی ص۴،۳/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،مجمع الانهرص۴۹۳/ج۴/كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت، شامی زکریاص۴۹۵/ج۱۰/كتاب الفرائض.

[۳] واما للزوجات فحالتان الى قوله والثمن مع الولد وولدالابن وان سفل. واماالبنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله و مع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن، سراجی ص۱۲، ۱۱/ فصل فى النساء،بحر کوئٹہ ص۴۹۴،۹۳/ج۸/كتاب الفرائض،عالمگیری ص۴۷۰، ۴۴۸/ ج۶/كتاب الفرائض،الباب الثانى ذوى الفرائض،مطبوعه کوئٹہ.

زینب نے اگر اپنا مہر وصول نہ کیا ہو نہ معاف کیا ہو تو وہ مہر کی بھی حقدار[1] اور آٹھویں حصہ کی بھی حقدار ہے اس لئے اپنے حصہ اور مہر چاہے تو اپنے دوسرے شوہر عمر کو دیدے اور چاہے تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو دیدے[2] پوری جائداد کی حقدار نہیں نکاح ثانی کی وجہ سے اس کا مہر اور حق وراثت ساقط نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۱۱/۱/۸۹ھ

میراث کے مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال:- کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی لڑکی کی اولاد ہے ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ یتیم ہیں ان کا مال متروکہ مشترک ہے مذکورہ اولاد اپنے چچا نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں۔ حالانکہ چچا، نانا مالِ مشترک کو یتیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھالیوے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا نیز بتقریب ولیمہ رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ کو مالِ متروکہ مشترکہ سے خرچ کرنا اور لوگوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ بتقدیر اول کس طرح جائز ہے اور بتقدیر ثانی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا۔ جواب تحریر فرمائیں۔ (ترکۂ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا اس کی تقسیم کس طرح ہو)

---

[1] مہر جب شوہر نے ادا نہیں کیا اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا تو وہ شوہر کے ذمہ دین ہے اس لئے عورت ترکہ میت سے مہر بھی وصول کرسکتی ہے۔ ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی ص ۴ /.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشیدیه دهلی.

(۲)(الف) خالد کی بہن زینب کو اس کے باپ عمر نے نکاح میں دیدیا عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ بیٹا میرے بعد تم ہی تو میرے مالِ متروکہ کے مالک ہوگے تم اپنی بہن زینب کو ہر سال سسرال سے لایا کرو اگر ہو سکے اسے کھلا پلا کر کپڑا وغیرہ دے کر خوش رکھیو۔ زینب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آجایا کروں تو کافی ہے۔ باپ کا متروکہ مال بھائی کے پاس رہے اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ صراحۃً اپنا حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔ نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے کمائی کر کے مالِ متروکہ کو اور بڑھایا نیز جائداد کا بھی منافعہ ملتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مال متروکہ مشترکہ میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوٰۃ، مدرسہ کا چندہ وغیرہ دینی کار خیر میں خرچ کرتا ہے۔ آیا خالد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالت مذکورہ میں خالد کی بہن زینب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مرگئی تو زینب کی اولاد کو مال مذکورہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو خالد کو ان یتیموں کا مال علیحدہ کئے بغیر کار خیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الف:- یہ کھانا شرعاً جائز نہیں۔ اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا کھانا کھالیں تو اس کی قیمت بصورت نقد یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیدیں۔ یہ حکم نفس کھانے کا ہے۔ اگر یہ کھانا سویم، چہلم وغیرہ مروجہ رسوم وبدعات کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں کھانا چاہئے۔ **ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة، روی الامام احمدؒ وابن ماجه باسناد صحیح عن جریرا بن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة اھ الی قوله ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار اوغائب اه شامی**[۱]

---

[۱] شامی زکریا ص ۴۹، ۱۴۸/ ج۳/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، بزازیه علی الهندیه ص ۸۱/ ج۴/ کتاب الصلوة باب الجنائز مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص۱۶۷/ ج۱/ کتاب الجنائز، قبیل الفصل السابع فی الشهید، مطبوعه کوئٹه.

(ب) تقسیم کرکے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں مال مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے۔

ولایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الأخر الابامرہ وکل واحد منھما کالاجنبی فی نصیب صاحبہٖ اھ عالمگیری[1]

(۲) (الف) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجود تھا اس کو حسب وراثت شرعیہ تقسیم کرکے بہن کا حصہ بہن کو دیدے اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محسوب کرے۔

(ب) جبکہ زینب نے اپنا حصہ خالد کو ہبہ نہیں کیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کردے ایسے مالِ مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

بیوہ کو تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کا حق نہیں

سوال:- مرحوم مہدی اور متین نے ایک قطعہ اراضی والدہ کے ترکہ میں پائی تھی مہدی کے انتقال پر ان کی بیوہ ان کے حصہ کی حقدار ہوئیں خود کفیلی کے باعث انہوں نے اس کو مدرسہ میں وقف کردیا مہدی کے انتقال کے بعد متین ہی دونوں حصوں پر قابض رہے مفلسی کے باعث ضرورۃً مرحوم متین نے دونوں حصوں کو اپنے رشتہ کے بھائی نظر حمید صاحب کو مبلغ پانچ سو روپے پر اس شرط سے دیدی کہ جب روپیہ دیں گے تو زمین واپس لے لیں گے تقریباً

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱ / ج ۲ / الباب الاول من کتاب الشرکۃ، فتاوی قاضیخان ص ۶۱۲ / ج ۳ / کتاب الشرکۃ، مطبوعہ کوئٹہ، شامی کراچی ص ۳۰۰ / ج ۴ / کتاب الشرکۃ.

[2] حوالہ بالا۔

دس سال سے نظر حمید صاحب دونوں حصوں پر کاشت کرتے ہیں اور پیدا شدہ غلہ خود ہی لے لیتے ہیں لیکن لگان تینوں کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے جس کو وہ غریبی کی وجہ سے ادا نہیں کر پاتے تھے جب متین نے زمین کو فروخت کر کے قرض اور لگان بقایا کی ادائیگی چاہی تو نظر حمید نے یہ کہا کہ میں نے اسے خرید لیا تھا لیکن وہ بات ثبوت میں نہ آنے پر وہ اپنے پانچ سو روپیہ لے کر زمین چھوڑنے پر تیار ہو گئے اب مدرسہ نے جس میں بیوہ کی زمین وقف تھی اس میں متین کا حصہ مبلغ آٹھ سو روپیہ میں خرید لیا اور بقایا لگان کی ادائیگی جو مدرسہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے رجسٹری کے موقع پر قیمت ادا کرنے کو کہا اور متین نے اس کو بخوشی منظور کرتے ہوئے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنا حصہ بدست ورکنگ کمیٹی ممبروں کے روبرو فروخت کر دیا اور نظر حمید صاحب بھی بغیر کسی اعتراض کے اپنے پانچ سو روپے لینے پر تیار ہو گئے لیکن بارش اور تعمیر مدرسہ کی وجہ سے رجسٹری کرنے میں پندرہ بیس یوم کی تاخیر ہوگئی اور متین صاحب اچانک انتقال کر گئے اب مرحوم کے ورثہ میں تین لڑکے ان کی بیوہ اور دو شادی شدہ لڑکیاں ہیں ان میں سے دو لڑکے بالغ اور ایک نابالغ ہے جس کی عمر تقریباً تیرہ چودہ سال ہوگی موجود ہیں یہ سبھی حضرات مرحوم کی فروخت کردہ اراضی کو مدرسہ کے بدست فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں فقیہان کیا فرماتے ہیں۔ اگر یہ زمین قیمت کی ادائیگی میں مدرسہ کی ملکیت ہونے میں کوئی شرعی عذر نہ رکھتی ہو تو قیمت کی ادائیگی کے بعد قانونی ضابطے میں لائی جائے اور قبضہ کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہدی کے ترکہ سے بیوہ حق شوہر کی مستحق تھی کل ترکہ کی مستحق نہیں تھی[1] اپنے حصہ مملوکہ

---

[1] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولدو ولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجی ص ۱۱/فصل فی النساء،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،الدرالمختار علی الشامی زکریاص ۵۱۱،۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/ کتاب الفرائض،قبیل الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰه سنة.

کو وقف کرنے کا بھی اس کو حق تھا[1] پھر متین نے اگر کل زمین پر قبضہ کیا تو یہ بھی غلط ہوا اس کے حصہ کل زمین کو بیع بالوفاء کر دیا تو یہ بھی غلط ہوا اس کی جو صورت اختیار کی گئی وہ بھی غلط ہے[2] اور اتنی مدت تک نظر حمید نے اس زمین کی پیداوار اپنے استعمال میں رکھی یہ بھی غلط ہے[3] پھر متین نے اگر مدرسہ کے ہاتھ اس زمین کو فروخت کر دیا یعنی ایجاب قبول کر لیا لیکن قانونی حیثیت سے اس کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ متین کا انتقال ہو گیا تو اس کی وجہ سے وہ بیع فسخ نہیں ہوگی[4] اگر بیع کا ایجاب قبول نہیں ہوا تھا صرف وعدہ اور ارادہ تھا کہ متین کا انتقال ہو گیا تو وہ زمین ورثہ کی ملک ہے اگر بالغ ورثاء اس کی بیع کرنا چاہتے ہیں اور نابالغ کے حق میں بھی مناسب یہی ہے کہ بیع کر دی جائے تو بیع کرنا اور مدرسہ کو اس کا خریدنا درست ہے[5] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف ص۷/ج ۱/ سورة الفاتحه،شرح المجلة ص۴۵۴/ج ۱/الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان، الفصل الاول فی بعض قواعدفی احکام الاملاک،مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند،معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة،ص ۳۵۱، ۳۵۲/ج۳/حرف المیم،الملک التام،مطبوعه دار الفضیلة القاهرة.

[2] یقول بعت منک علی أن تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن الخ شامی زکریاص ۵۴۵/ج۷/کتاب البیوع،باب الصرف مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ۲۰۹/ج۳/کتاب البیوع،مطلب فی بیع الوفاء،بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۴۰۶، ۴۰۷/ج۴/کتاب البیوع،نوع فیمایتصل بالبیع الفاسد.

[3] لایحل له أن ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لأنه اذن له فی الربا الخ شامی زکریاص ۸۳/ج۱۰/کتاب الرهن،مجمع الانهرص ۲۷۳/ج۴/کتاب الرهن،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،عالمگیری کوئٹه ص۲۰۸، ۲۰۹/ج۳/کتاب البیوع،مطلب فی بیع الوفاء.

[4] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع الخ هدایه ص ۲۰/ج۳/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) اول کتاب البیوع،مجمع الانهرص ۵/ج۳/کتاب البیوع،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۲۶۲/ج۵/کتاب البیوع.

[5] ملاحظہ ہو اسی عنوان کا حاشیہ نمبر۲/۔

موتِ زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف

سوال:- ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے ترکہ میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ بڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں۔ شوہر کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں۔ اگر چہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں۔ نیز کپڑوں کے ٹکڑے، تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں۔ لہٰذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے ملنی چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا صرف شوہر کا حق ہے؟

(نوٹ) جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا۔ عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے۔ اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے تقریباً آٹھ نو برس بعد خاوند ملک آیا۔ تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا۔ ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مرد کے لئے مخصوص ہوتا ہے یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے اس میں عورت کے دیگر ورثہ کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے اور جو سامان مرد وعورت ہر دو کے لئے مشترک ہے وہ بھی صورتِ مسئولہ میں مرد ہی کے لئے ہے۔ **واذا امات احدهما ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت فعلىٰ قول ابي حنيفة ومحمد مايصلح للرجال فهو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وما يصلح للنساء فهو على هٰذا وما يصلح لهما فعلىٰ قول محمد هو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وقال ابو حنيفةؒ المشكل للباقي منهما وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك فهو للرجل كذافي المحيط كذافي العالمگيری**

ص ۳۲۹/ج ۱/[1]

اور جو سامان عورت کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترکہ جائداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال:- مسائل ذیل بغرض جواب ارسال خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب فتوی مزین بمہر فرما کر احقر کے پاس واپس فرمادیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ جواب جلد درکار ہے۔

شجرہ

سوتیلی ماں میاں شرف الدین صاحب وصیت کنندہ بحق محمد صادق

میاں شرف الدین

میاں عطا محمد صاحب | میاں نذر محمد صاحب

محمد صادق | میاں عاشق محمد صاحب | میاں شوق محمد صاحب

میاں محمد افضل صاحب | میاں دوست محمد صاحب

میاں شرف الدین صاحب، میاں عطا محمد صاحب مع دو پسران میاں عاشق محمد صاحب ومیاں شوق محمد صاحب، میاں نذر محمد صاحب مع ہر دو پسران اور محمد صادق ہر ایک

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۹/ج ۱/کتاب النکاح، الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت المحیط البرهانی ص ۲۲۷/ج ۴/کتاب النکاح، نوع آخر منه فی اختلافهما فی متاع البیت، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، مجمع الانهر ص ۳۶۷، ۳۶۸/ج ۳/کتاب الدعوی، باب التحالف.

علیحدہ علیحدہ رہا کرتے تھے اور خرچ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تھا۔ میاں شرف الدین صاحب نے جائداد سکنیٰ علاوہ جائداد زرعی کے جو ان کے نام درج کاغذات سرکار تھی چاہے وہ جدی تھی یا بعدہ خود خرید کردہ تھی چاہے خود خرید کردہ زر ترسیل شدہ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب سے خرید کی گئی تھی۔ اور صاحب موصوف نے کاغذات میں بوجہ ملازمت پردیس وعدم حاضری پسران خود اپنے نام رجسٹری وغیرہ کرالی۔ مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کردی۔

میاں شرف الدین صاحب نے اپنے بڑے پسر میاں محمد صاحب کو سکنیٰ زمین سے تخمیناً سات مرلہ اراضی جس پر علاوہ کچا مکیہ کے مکانات کے ایک مکان پختہ ملبہ کا تعمیر شدہ تھا۔ اور میاں نذر محمد صاحب کو سکنی زمین پیمائشی دس مرلہ بنابروجہ کہ اس اراضی پر کچا ملبہ کے مکانات تعمیر شدہ تھے، حوالہ کردی اور اپنے لئے تین مکانات سکنیٰ علیحدہ رکھ لئے اور ہر دو پسر ان کے مکانات سے بھی کچھ حصہ مکانات بڑے رہائش تاحین حیات تصرف میں رکھ لئے۔

ماسوائے ایک کمرہ (درحصہ میاں نذر محمد صاحب) وسیڑھی کمرہ وراستہ وغیرہ (درحصہ میاں عطا محمد صاحب) کمرہ متذکرہ جو علی الترتیب میاں نذر محمد صاحب ومیاں عطا محمد صاحب کے حصہ میں آئے۔ اور جس پر محمد صادق پسر عطا محمد بموجب وصیت پردادی مندرجہ بالا درشجرہ وزان بعد فیصلہ شرعی قابض اور رہائش پذیر تھا۔ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب نے قبضہ کرلیا اور میاں شرف الدین صاحب نے ان تین مکانات سے دو دوکانات پر مکمل تصرف کرلیا اور تیسرا مکان جو بطور بیٹھک مشترکہ طور پر ہر ایک فریق کے زیر استعمال جیسا کہ قبل از تقسیم تھا رہا۔ اس دوران میں بعد تقسیم قبضہ ہائے مکانات بطریق بالا میاں عطا محمد صاحب راہی ملک بقا ہوگئے بعد وفات میاں عطا محمد صاحب مرحوم محمد صادق نے اپنے والد ماجد میاں شرف الدین صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ اس کے پاس کوئی اور بیٹھک نہیں اور نہ ہی شریعت میں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم موصوف کی وفات کے بعد بموجودگی میاں نذر محمد صاحب ان کے وارث ہوسکتے ہیں۔ اپنی جائداد یعنی سہ مکانات سے جو صاحب موصوف

بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھ لئے تھے۔ بیٹھک متذکرہ بطور ہبہ یا قیمۃً جیسا مناسب خیال فرماویں پسران میاں عطا صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیویں۔ کیونکہ اس مکان بیٹھک پر محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق کے کافی ملبہ لگایا ہوا ہے اور اگر میاں شرف الدین مکان بیٹھک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس ملبہ کی موجود الوقت یا اسی قدر ملبہ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہو تو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیٹھک پر دوصورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ملبہ کی موجود الوقت قیمت اور نہ ہی اسی قدر ملبہ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے ملبۂ مکان بیٹھک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ ملبہ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے شریعت، رواج پنچایت یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو ملبہ متذکرہ اتارنے کی بخوشی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضامند ہیں۔ اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیٹھک کے حصول میں کوشاں رہا۔ حتی کہ عرصہ زائد از دوسال گذر گیا اور بیٹھک بدستور سابق مشترکہ طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقعہ اپنے سابقہ فیصلہ کی رو سے محمد صادق کو ملبہ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادران محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست و برخاست مکان بیٹھک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک خالی کردو۔ کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد و میاں شوق محمد صاحبان پابندی شرع محمدی کے دعویدار ہیں۔ لہٰذا مندرجہ ذیل امور کے لئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں۔

(۱) آیا ملبہ متذکرہ بیٹھک جو محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق بیٹھک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضامندی دی۔ محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟ جبکہ کسی دیگر فریق نے نا ہی کوئی ملبہ لگایا اور نہ ہی شکست وریخت میں خرچ کرکے محمد صادق کا ہاتھ بٹایا، حالانکہ استعمال مشترکہ ہوتا رہا۔

(۲) آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائداد سے جو بوقت تقسیم جائداد مابین پسران خود صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی بیٹھک متذکرہ کوئی امر شرعاً مانع ہے۔ اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطا محمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سالم اپنی زندگی میں منتقل فرمادیویں۔

(۳) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرمادیویں تو کیا۔

(الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطعِ رحمی کے مترادف نہ ہوگا تو قطعِ رحمی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطعِ رحمی کے مترادف ہوگا۔

(۴) جو جائداد زر مرسلہ میاں عطا محمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرانے کے بعد اپنے رجسٹری وغیرہ کراتے رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائداد کا شرعاً کون مالک ہے؟

(ب) کیا اس جائداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟

(د) کیا یہ جائداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

(۵) مرحوم میاں عطا محمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین

صاحب بحیثیت والد متوفی $\frac{1}{6}$ حصے کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبہ بھی کرتے ہیں لیکن عملاً باوجود اصرار ورثہ میاں عطا محمد صاحب مرحوم اپنا حصہ لینے سے لیت ولعل فرمارہے ہیں حالانکہ مرحوم کوفوت ہوئے عرصہ تخمیناً ساڑھے سات سال کا گذر رہا ہے۔لہٰذا

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں $\frac{1}{6}$ حصہ حاصل نہ کریں اور لینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ $\frac{1}{6}$ حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شمار ہوگا۔

(ب) اگر میاں شرف الدین صاحب $\frac{1}{6}$ حصہ لینے میں لیت ولعل کرتے ہیں اور زندگی وفا نہ کرے تو کیا ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار تو نہ ہوں گے؟

(ج) اگر شرعاً ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار ہوں گے تو ان کو شرعاً کیا عمل کرنا چاہئے جس وجہ سے وہ اس بار سے سبکدوش ہوسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محمد صادق حقدار ہے[۱] (۲) بیٹھک کو اپنے قبضہ وتصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالت صحت وتندرستی اگر منتقل کردیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عطا محمد کی اولاد کی طرف منتقل ہوجائے گی[۲]

(۳) (الف، ب) اپنی زندگی میں کلی اختیار ہے[۳] عطا محمد کی اولاد کو نظر انداز

---

[۱] عمّر دارزوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها ولوعمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذالک قال الشامی والنفقة دين عليها لانه غير متطوع فی الانفاق فيرجع عليها الخ درمختارمع الشامی کراچی ص۷۴۷/ ج۶/ کتاب الوصايا مسائل شتی.

[۲] وتتم الهبة بالقبض الكامل،الدرالمختارعلی هامش ردالمحتارزکریاص۴۹۳/ ج۸/ کتاب الهبة،زيلعی ص ۹۱/ ج۵/ کتاب الهبة،مطبوعه امداديه ملتان،عالمگيری کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ کتاب الهبة،الباب الاول.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک.تفسيربيضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشيديه دهلی.

کردینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں۔ البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں[1]۔

(۴) (الف، ب، ج، د) اگر عطا محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائداد خرید لیں اور میاں شرف الدین نے اس کے لئے خریدی مگر کسی مصلحت یا مجبوری سے عطا محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا بلکہ اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائداد عطا محمد کی ملک ہے[2] میاں شرف الدین کو اس میں اصالۃً مالکانہ تصرف کا حق نہیں۔ وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میاں شرف الدین صاحب کا ترکہ شمار ہو کر ورثہ میں تقسیم نہیں ہوگی بلکہ ترکہ عطا محمد کا قرار پا کر عطا محمد کے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ $\frac{1}{6}$ میاں شرف الدین کو ہی ملے گا اگر عطا محمد نے روپیہ بطور ہبہ اپنے والد کو دیا ہے۔ اور والد نے اپنے لئے یہ جائداد خریدی ہے تو وہ کلیۃً میاں شرف الدین کی ملک ہوگی ان کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا جس کے حق میں چاہیں وہ منتقل بھی کر سکیں گے[3] اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شمار ہو کر ان کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔

(۵) میاں شرف الدین کو چاہئے کہ معاملہ صاف کر دیں یعنی اپنا حصہ $\frac{1}{6}$ وصول کر لیں۔ پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیدیں۔ معلق رکھنا اچھا نہیں۔

(الف) یہ ایک $\frac{1}{6}$ حصہ ترکہ میاں شرف الدین شمار ہوگا۔

---

[1] لووهب شيئاً لاولاده فى الصحة وارادتفضيل البعض على البعض ورى عن ابى حنيفةؒ لابأس به اذاكان لزيادة فصل فى الدين وان كانوا سواء يكره ، شامى كراچى ص ۴۴۴/ج۴/كتاب الوقف مطلب مهم فى قول الواقف،خانيه ص ۲۷۹/ج۳/كتاب الهبة فصل فى هبة الوالدلولده الخ مطبوعه كوئٹه،بزازية ص۲۳۷/ج۶/كتاب الهبة،الجنس الثالث فى هبة الصغير.

[2] یہ ہزل ہے جس میں طے شدہ معاملہ کا اعتبار ہوتا ہے کاغذی اندراج وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے الهزل هوان لايراد باللفظ دلالته لاالمعنى الحقيقى ولاالمجازى.الوصول الى قواعد الاصول ص۳۰۸/ باب الامورالمعترضة على الاهلية.مطبوعه دارالكتب العمية بيروت نورالانوارص۳۰۶/ مبحث الاهلية،مطبوعه ياسرنديم ديوبند.

[3] ملاحظہ ہو عنوان ھذا کا حاشیہ نمبر۳/۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثاء میاں محمد عطا صاحب میں ہیں دیگر ورثاء کو چاہئے کہ $\frac{1}{6}$ حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کردیں۔ پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی الزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سعی ورثاء عطا محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان ورثہ پر گناہ نہیں۔

(ج) حسب تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳؍صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۱۰؍صفر ۶۸ھ

مال موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا اب زید کی بی بی ہندہ اور ایک نابالغہ لڑکی ہے مال موروثہ غیر مقسوم ہے زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان نفقہ دیتا تھا کیا بعد موت بیوہ والدہ ہندہ اس مال موروثہ سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کرسکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقت موت اس بارے میں کچھ تصریح نہیں کی فی الحال وہ نابالغہ لڑکی اور اس کی بی بی کے اندر مال موروثہ مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب وطالب علم وغیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمانداری اور دعوت وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال مشترک سے ہندہ کے لئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمانداری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں۔ البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة الی قوله ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار اوغائب اه

ردالمحتار[1] ج ۱/ص ۹۴۰/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ،

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم

بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال:- زید نے اپنے بھتیجہ اور بھتیجی کی دولڑکیوں کی پرورش اور شادی بیاہ بھی کی تو کیا زید بھائی کے ترکہ میں سے بھتیجہ اور اس کی لڑکی کی پرورش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے بھتیجہ اور بھتیجیوں کی پرورش اول تبرعاً کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا نہ زید کے بعد زید کا لڑکا لے سکتا ہے اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطور قرض خرچ کر کے پرورش کی ہے اور یہ نیت تھی کہ میں اپنے بھائی کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر بینہ موجود ہے تو لے سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵۹/۳/۲۷

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴/ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۴۹،۱۴۸/ج ۳/باب صلوٰۃ الجنازۃ.مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت، عالمگیری ص ۱۶۷/ج ۱/کتاب الجنائز،قبیل الفصل السابع فی الشھید،مطبوعہ کوئٹہ بزازیۃ ص ۸۱/ج ۴/باب الجنائز،مطبوعہ کوئٹہ.

[2] فاذا اراد الرجوع انفق علیہ باذن القاضی فلوانفق بلا امرہ لیس لہ الرجوع فی الحکم الا ان یکون اشھد انہ انفق لیرجع،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۰۱/ج ۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سوال:- ایک شخص نے انتقال کیا ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں لاؤ اور ہم کو واپس نہ دینا اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے مگر متوفیٰ کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے۔ تو اس صورت میں وارثان متوفیٰ مذکور کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ نیز اگر گواہان کے ذریعہ متوفٰی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفٰی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا یا معاف کر دیا ہے تو کیا یہ فعل متوفٰی کی وصیت سمجھا جائیگا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفٰی کوئی عالم نہیں تھے کہ اس بات کو جانتے، کیا اس صورت میں اس فعل کو عبث سمجھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیگر ورثاء کو اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالت صحت میں وہ روپیہ دیدیا واپس لینے کے لئے نہیں دیا بلکہ ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے دیگر ورثہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثہ اس میں شریک ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب النفقہ، النہر الفائق ص ۵۱۸/ج ۲/کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الانہر علی مجمع الانہر ص ۲۰۰/ج ۲/باب النفقة، فصل مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[1] دفع لابنہ مالاً لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبة فالکل لہ والا فمیراث الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۰/ج ۸/کتاب الہبة فصل فی مسائل متفرقة

فصل چہارم:- حرام مال میں وراثت

ترکۂ حرام کا حکم

سوال:- آباء واجداد کسبِ حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں وہ مال ان کے ورثہ کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کارِ خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیونکر وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خالص حرام ہے اور اربابِ اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے۔ اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وبال سے بچ جائے اگر وہ مخلوط ہے حلال وحرام سے تو ورثہ کو اس کا لینا حکماً درست ہے لیکن بقدرِ حرام کا بدل ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں۔ **اخذ مورثه رشوة او ظلماً ان علم ذٰلک بعینه لایحل لهٗ اخذه والافله اخذه حکماً اما فی الدیانة فیتصدق به بنیة ارضاء الخصماء** اھ شامی[1] ص ۱۴۶/ج ۴/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۹/ج ۱/۶۷ھ

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سوال:- حرام کاروبار کے مالک کے مرجانے کے بعد وہ حرام پیسے وارثین کے

---

[1] شامی زکریا ص ۳۰۱/ج ۷/باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاحراماً، عالمگیری ص ۳۴۹/ج ۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۸۷/ج ۴/کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت.

لئے حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ وارثین کا کاروبار حلال ہو اور حرام کاروبار کو برا سمجھتے ہوں، بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے لئے حلال ہو جاتا ہے، دلیل پیش فرماتے ہیں، کہ تبدیل ملک سے تبدیل حکم لازم آتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''لک صدقة ولنا هدية'' ملک بدلنے سے حضور ﷺ کے لئے ہدیہ ہو گیا، سوال یہ ہے کہ ملک کے تبادلے سے تبدیل حکم لازم آتا ہے، اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص ہے، اسی وراثت کے پیسے سے وارثین حضرات مرحوم مورث کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتے ہیں، اس پیسے سے حج بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامان جمع کیا ہے، پھر انتقال ہو گیا، اور ورثہ کو معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے، تو وہ سامان اور پیسہ ورثہ کے لئے حلال نہیں ہوگا، یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہو جاتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالۃً مستحق نہ ہوتا، تو مورث کا نائب ہو کر مستحق ہو سکتا تھا، اور صورت مسئولہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں، پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہوگی، ''اخذ مورثه رشوة اوظلماً ان علم ذٰلک بعینه لایحل له اخذه، والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لایحل لهٗ ویتصدق بنية صاحبه وان كان مالاًمختلطاً مجتمعاً من الحرام ولایعلم اربابه ولاشیئاً منه بعینه حل له حكما والاحسن دیانة التنزه عنه اھ، ردالمحتار ج۴/ص ۱۳۰/[1]

حرام پیسہ کو حج کے لئے خرچ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ اس سے حج ادا ہو جائے گا مگر

---

[1] شامی زکریا ج۷/ص ۳۰۱/باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، المحیط البرهانی ص۶۳/ج۸/کتاب الکراهیة والاستحسان، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب.

مقبول نہیں ہوگا، اور خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی" یجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لایقبل بالنفقة الحرام کماورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلایثاب لعدم القبول ولایعاقب عقاب تارک الحج اھ شامی ج۲/ص ۴۰/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۹۱ھ

مال حرام میں وراثت

سوال:- مال ربوٰ میں وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر وراثت جاری ہوگی تو وارث کے لئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مال ربوٰ شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ بعینہ وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کردیا تو ضمان ضروری ہے۔ "یبداء من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها، درمختار[2] ج۵/ص ۶۶۳/فیجب ردعین الربوالوقائماًلاردضمانه وقال الشامی وانما یجب ردضمانه لواستهلکه

---

[1] شامی زکریا ج۳/ص ۴۵۳/کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، سکب الانهر ص ۳۸۵/ج ۱/کتاب الحج، تحت قوله وقدرة زادوراحلة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، بحر ص ۳۰۹/ج ۲/کتاب الحج، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] الدرالمختارعلی هامش ردالمحتازکریاج ۱۰/ص ۴۹۳/اول کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۳/ج ۴/اول کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت، بحرکوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/ اول کتاب الفرائض.

ج ۴/ص ۲۴۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۵۲ھ

مال حرام ورثہ کے لئے

سوال:- اگر کسی آدمی کے پاس مال حرام ہوتو مرنے کے بعد اس کی اولاد بالغ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا اصل مالک معلوم ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے، اگر معلوم نہیں البتہ وہ مال بجنسہ جو حرام ہے معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ضروری ہے، اور اگر مال مخلوط ہے یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے، تو ورثہ کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے احتیاط کریں، یعنی اگر مالک کا علم ہو تو اس کو دیدیں ورنہ صدقہ کردیں، اگر تمام مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپسی ضروری ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کردیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ج۷/ص ۳۹۹/اول باب الربا، حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ص۱۰۷/ج۳/ کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، بحرمع منحة الخالق ص۱۲۵/ج۶/اول باب الربوا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[2] اخذ مورثه رشوة اوظلما ان علم ذٰلک بعینه لایحل لهٗ اخذه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه وان کان مالامختلطامجتمعامن الحرام ولایعلم اربابه ولاشیأمنه بعینه حل له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث

سوال:- میرے والد صاحب شراب اور دیگر منشیات کے تاجر کا حساب کرنے والے ملازم تھے۔ اسی ملازمت سے والد صاحب نے پیسہ پس انداز کر کے ایک مکان خریدا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد ایک حصہ جس کی مالیت دو ہزار ہوگی۔ اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟ میں بھی ایک غریب آدمی ہوں، گذر بسر کے موافق وظیفہ ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسکرات ومنشیات میں سے بعض تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع وشراء حرام ہے اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع وشراء حرام نہیں ہے[1] والد صاحب نے جو رقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی وہ اگر حرام وغیر حرام مشترک تھی تو اس سے جو مکان بنایا ہے آپ کے لئے بحیثیت وارث اس کے استعمال کی گنجائش ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) حکما والاحسن دیانة التنزه عنه، شامی زکریا ج ۱/ص ۳۰۱/باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً، بذل المجهود شرح ابوداؤد ص ۳۷/ج ۱/کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج ۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، المحیط البرهانی ص ۶۳/ج ۸/ کتاب الکراهیة الخ، الفصل الرابع عشر فی الکسب، مطبوعه ڈابهیل،

[1] وصح بیع غیر الخمر مما مر ومفاده صحة بیع الحشیشة والافیون، شامی کراچی ص ۴۵۴/ ج ۶/کتاب احیاء الموات، فصل فی الشرب.

[2] اخذ مورثه رشوة او ظلما ان علم ذلک بعینه لایحل له اخذه والافله اخذه الخ شامی زکریا ص ۳۰۱/ج ۷/ باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً، مجمع الانهر ص ۱۸۷/ج ۴/ کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج ۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب،

غیر مملوک زمینوں میں وراثت

سوال:- باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں لڑکی بھی مستحق میراث ہوگی یا ساری زمین لڑکے کو مل جائے گی۔ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالباً حکومت ہوگئی ہے۔ یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں۔ تو اگر لڑکا ساری زرعی زمین خود لیلے اور اپنی بہن کو کچھ نہ دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین ملک سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی۔ اس کے انتقال پر اس زمین پر وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جو زمین کسی کی مملوکہ ہے اس میں وراثت جاری ہوگی۔ اور لڑکی کو حصہ نہ دینا ظلم اور غصب ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز میراث میں حصہ

سوال:- میرے والد مرحوم محکمۂ جنگلات کے چوکیدار تھے۔ بعد وظیفہ انتقال ہوگیا، حج بھی کر چکے تھے۔ اب ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل

---

[1] من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین، مشکوة شریف ص ۲۵۶ / کتاب الغصب، طبع یاسر ندیم دیوبند.

کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گذر بسر اپنی تنخواہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے[1] دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں۔ آپ کو اپنا حصۂ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزیں ناجائز طریقہ پر مثلاً رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے مالک کو واپس کردیں[2] اپنی اولاد کی طرف بھی منتقل نہ کریں۔ زہر سے جس طرح خود پرہیز ضروری ہے اپنی اولاد کو بھی کھلانے کی اجازت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس کا حکم ورثہ کے حق میں

سوال:- جس مال کی زکوۃ پوری وجزوی نہ دی گئی ہو اگر ایسا مال ترکۂ وراثت میں ملے عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

(۲) مال مذکور میں بے برکتی یا نحوست تو نہیں؟

---

[1] التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياً عن تعلق حق الغيربعين من الاموال الخ شامی زکریاص ۴۹۳/ ج ۱۰/ کتاب الفرائض، بحر کوئٹہ ص ۴۸۹/ ج۸/ کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۲۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثم رمزوقال لانأخذ بهذه الرواية وهوحرام مطلقاعلى الورثة اى سواء علم اربابه أولا فان علموا اربابه ردوه عليهم الخ درمختارمع الشامی زکریا ص ۵۵۴/ ج۹/ کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، عالمگیری ص ۳۴۹/ ج۵/ کتاب الكراهية، الباب الخامس عشرفی الكسب، مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانهرص ۱۸۷/ ج۴/ کتاب الكراهية، فصل فی الكسب، دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی کے مرنے کے بعد ورثہ کو ایسا مال لینا درست ہے اور ورثہ کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ ثلث مال سے ادا کردی جائے اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثہ نے ادا کردی ہو تو اس کی وجہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی واما دین اللّٰہ تعالیٰ فان اوصیٰ به وجب تنفیذه من ثلث الباقی والا لا درمختار قال الشامی قوله اما دین اللّٰہ تعالیٰ الخ محترز قوله من جهة العباد وذٰلک کالزکوٰة والکفارات ونحوها قال الزیلعی فانها تسقط بالموت فلا یلزم الورثة ادائها الا اذا اوصیٰ بها اوتبرعوابها هم من عندهم لان الرکن فی العبادات نیة المکلف وفعله وقدفات بموته فلا یتصور بقاء الواجب اه وتمامه فیه اقول وظاهر التعلیل ان الورثة لو تبرعوا بها لا یسقط الواجب عنه لعدم النیة منه ولان فعلهم لا یقوم مقام فعله بدون اذنه تامل اه رد المحتار ج۵[1]ص ۵۳۶ / اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثہ پر اس کا گناہ نہیں۔

(۲) زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے ورثہ پر تو اس کا کوئی وبال نہیں البتہ نفس مال جیسا کہ بعد ادائے زکوٰۃ طیب اور مزکی ہوتا ویسا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۸/۱/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/محرم/۵۴ھ

کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کی واپسی

سوال:- میرے ماموں تصدیق حسین کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں بڑے لڑکے

---

[1] ردالمحتار زکریا ص ۴۹۵ / ج ۱۰ / مطبوعه نعمانیه ص ۴۸۵ / ج ۵ / کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۰ / ج ۶ / کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۴۸۹ / ج ۸ / کتاب الفرائض.

عبدالوحید کے ساتھ میری بہن کی شادی ہوئی تھی شادی کے آٹھ سال بعد عبدالوحید کا انتقال ہوگیا تھا اولاد کوئی نہیں ہوئی عبدالوحید مرحوم کے نام ساٹھ بیگہ زمین تھی عبدالوحید مرحوم کے انتقال کے بعد ساٹھ بیگہ زمین ان کی بیوہ کے نام ہوگئی۔عبدالوحید کے انتقال کے بعد تحصیل دار گاؤں میں آئے اور عبدالوحید کے والد سے معلوم کیا کہ اس کا وارث کون ہے یہ زمین کس کے نام منتقل کی جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی بیوہ عمس خاتون کے نام کردی جائے سرکاری قانون بھی یہی تھا اب اس کے نام یہ زمین منتقل ہوگئی اس کے چار پانچ سال بعد چک بندی ہوئی جس میں دوسرے لڑکے سعید احمد نے بغیر عمس خاتون کو بتلائے اور دھوکہ دے کر دستخط وغیرہ کرا کے ساٹھ بیگہ زمین اپنے نام درج کرالیا جس سے دونوں کے نام آدھی آدھی زمین مشترکہ ہوگئی اس کے بعد جب سعید احمد نے دیکھا کہ تصدیق حسین بہت ضعیف ہوگئے ہیں تو دیکھ بھال کرنے لگا تصدیق حسین ہمیشہ اپنے بڑے لڑکے عبدالوحید مرحوم سے بہت خوش رہے اس کے برعکس چھوٹے لڑکے سعید احمد سے ہمیشہ ناخوش رہے اسی وجہ سے مکان کا بڑا حصہ عمس خاتون کے نام پر لکھ دیا کہ بعد میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو جب اس نے یعنی سعید احمد نے اپنے نام بیوہ کی آدھی زمین کرالی تو اس وقت بھی بہت برا بھلا کہا اور اس کے چار پانچ سال کے بعد تصدیق حسین کا انتقال ہوگیا خود تصدیق حسین کے نام بھی اسی بیگہ زمین تھی جسے اب کل زمین ستہتر ۷۷ دونوں کو ملے گی یہ سب زمین سیدداری لیں زمین دار سے لگان پر کرایہ پر لی تھی جواب خود کاشت کار کا مالک ہوگیا ہے میرے والد بھی زمین دار تھے ان کی بیس بیگہ زمین بھی لگان پر تصدیق حسین لئے ہوئے تھے ہمارے والد نے تصدیق حسین سے اپنی بیس بیگہ زمین واپس مانگی جس پر ماموں نے جواب دیا کہ آپ نہیں لے سکتے ہیں۔لہٰذا میں واپس نہیں کروں گا تصدیق حسین نے لڑکیوں کو بھی حصہ نہیں دیا اب سوال یہ ہے کہ عمس خاتون کتنی زمین لے سکتی ہے۔اگر قانوناً زیادہ زمین حاصل کرے اور میرے والد کی زمین مجھ کو اور تصدیق حسین کی لڑکیوں کا نکال کر ان کا حصہ اس میں سے واپس کردیں یہاں ایک معتبر

عالم بھی مفتی بھی تھے اور حالات سے بخوبی واقف تھے ان کا کہنا تھا کہ عمس خاتون لے سکتی ہے دوسروں کا حصہ بھی واپس کرسکتی ہے چار سال سے مقدمہ چل رہا ہے چاروں لڑکیاں بھی سعید احمد کے خلاف ہیں چنانچہ تین سال پہلے کی بات ہے کہ سعید احمد کے دو بھانجے عمس خاتون کا غلہ بٹوانے کے لئے کھلیان پر گئے تو ان کو سعید احمد نے اور ان کے آدمیوں نے اتنا مارا کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ اس کا بھانجہ اللہ کو پیارا ہوگیا اور دوسرے کو بہت زیادہ چوٹیں آئیں اس کی بیوہ یا اس کی ماں سعید احمد کے لئے یا مارنے والوں کے لئے بددعا یا کوئی عمل اعمال قرآن سے کرا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی وراثت مورث کے مملوکہ ترکہ میں جاری ہوتی ہے جو چیز اس کے پاس بطور کرایہ تھی اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی[1] بلکہ مالک سے معاملہ رضامندی کی ضرورت ہوگی شرعی طور پر (بذریعہ وراثت ہبہ بیع) جس چیز پر ملک حاصل ہوجائے مالک کو حق ہے کہ وہ پوری چیز یا اس کا کوئی حصہ دوسرے کو دیدے[2] جو بیٹا اپنے باپ کو نالائق حرکتوں سے ستائے وہ محروم القسمت ہے۔ دوسرے کی چیز پر غاصبانہ ظالمانہ قبضہ کرنا کبیرہ گناہ ہے[3] پھر اس کی وجہ سے مارنا پیٹنا وہ بھی اہل قرابت کو اتنا شدید جرم ہے کہ مرنے سے پہلے بھی اس کا وبال ضرور

---

[1] لان الترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیاعن تعلق حق الغیربعین من الاموال الخ شامی زکریا ص۴۹۳/ ج۱۰/کتاب الفرائض،بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۲۹/ج۶/ کتا بالفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک،تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه،مطبوعه رشیدیه دهلی.

[3] نهب اموال المسلمین حرام علی کل احد،مرقاة شرح مشکوة ص۳۴۸/ج۳/کتاب الغصب والعاریة،الفصل الاول،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

ہی چکھنا ہوگا[1] آخرت کی سزا کہیں گئی نہیں ظالم کے ظلم سے تحفظ کی تدبیر کی جاسکتی ہے اور یہ دعا بھی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظلم کی سزا دے[2] کسی کے پاس کسی کا حصہ ناحق آجائے تو اس کو واپس کردینا چاہئے یا اس کی رضامندی ہو تو اس کی قیمت دیدی جائے[3]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] عن ابی بکرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مامن ذنب احری ان یعجل اللّٰہ لصاحبہ العقوبۃ مع مایدخرلہ فی الاخرۃ من البغی وقطیعۃ الرحم، مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰/باب البر والصلۃ، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ: ابی بکرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا ہی میں اسکا بدلہ یا عذاب دے اور آخرت میں بھی اس کے عذاب کو اس کے لئے جمع رکھے۔ مگر دو گناہ اس لائق ہیں اور وہ امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا اور رشتہ ناتہ کو قطع کرنا ہیں۔

[2] وفیہ جواز الدعاء علی الظالم الخ فتح الباری ص ۴۶۴/ج ۱/مطبوعہ نزار مصطفی البازمکہ، مکرمہ، عمدۃ القاری ص ۱۷۵/ج ۲/الجزء الثالث، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ابواب الوضوء، باب اذاالقی علی ظہر المصلی قذر او جیفۃ الخ.

[3] ویجب ردعین المغصوب فی مکان غصبہ الی قولہ اویجب ردمثلہ ان ہلک الخ، الدر المختار علی ہامش ردالمحتار زکریا ص ۲۶۶/ج ۹/کتاب الغصب، البحر الرائق ص ۱۰۹/ج ۸/کتاب الغصب، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص ۷۸/ج ۴/کتاب الغصب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

فصل پنجم:- ذوی الفروض

بہن اور چچا کا حصہ میراث

سوال:- زید کا لاولد انتقال ہوگیا اور ایک حقیقی ہمشیرہ اور ایک حقیقی چچا زاد بھائی وارث چھوڑا ترکۂ مورث کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت و تنفیذ وصایا وشرط عدم موانع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن[1] کو ملے گا اور نصف چچازاد بھائی کو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ذی الحجہ ۵۳ھ

توریث اخت میں ابن عباسؓ کا مذہب

سوال:- زید نے وفات پائی ایک زوجہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علائی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

---

[1] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۵/فصل فی النساء مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانی فی ذو ی الفروض، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۵/ج۸/کتاب الفروض.

[2] والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص ۵/ثم جزء جده ای للاعمام ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/فصل فی العصبات،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/الباب الثالث فی العصبات،البحرالرائق کوئٹه ص۴۹۷/ج۸/کتاب الفروض.

۱	۲	۳	۴
زوجہ	بنتان	اخت لاب وام	اخ لاب

اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے مگر ابن عباسؓ کا مذہب معلوم کرنا ہے امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ابن عباسؓ کا مذہب ایک تو بنتان میں جمہور سے مختلف ہے۔ جمہور کے نزدیک بنتان ثلثان کی مستحق ہیں اور ابن عباسؓ کے نزدیک نصف کی۔

واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة وهٰذا مصرح بها فی الاٰية والثلثان للاثنين فصاعدة والمنصوص عليه فی القرآن صريحاً انها ان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترک واما الاثنتان فحكمهما عند ابن عباسؓ حكم الواحدة وهو ظاهر وعند سائر الصحابةؓ حكم الجماعة اه شريفية[1] ص ۲۶ /.

اور دوسرے اخت میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک بنت کے ساتھ اخت عصبہ بن جاتی ہے۔ اور ابن عباسؓ کے نزدیک عصبہ نہیں بنتی۔ **ولهن (للاخوات لاب وام) الباقی مع البنات او مع بنات الابن وهو قول جمهور العلماء وقال ابن عباسؓ لا تعصيب لهن مع البنات الخ شريفية[2] شرح سراجی ص ۳۲ /** لیکن دونوں مسئلوں میں جمہور کا مسلک راجح ہے کمافی موضعه۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یکم ربیع الاول ۵۶ھ

---

[1] شريفيه شرح سراجی ص ۲۱ /فصل فی النساء، مطبوعه مجتبائی دهلی، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۹۴ / ج۸ / كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۳۳ / ج۶ / كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] شريفيه شرح سراجی ص ۲۶ /فصل فی النساء، مطبوعه مجتائی دهلی، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۹۶ / ج۸ / كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۳۶ / ج۶ / كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

مفتی مقلد اور مستفتی مقلد کو ابن عباسؓ کے مذہب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں[1]۔

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الاول ۵۶ھ

ردعلی الزوجین وابن وبنت معتق اور ابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب

سوال:- گذارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصول ہوا۔ آنجناب کی محنت اور تحقیق میں جانفشانی کا ممنون ہوں بعض مسائل سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں اگر خلاف عقل یا نقل ہو تو امید ہے کہ اصلاح فرما کر ممنون فرمائیں گے نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیف دہی سے معاف رکھیں گے بلکہ دعاء خیر میں فراموش نہ فرمائیں گے۔

(۱) ردعلی الزوجین وبنت معتق اور ابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق بندہ کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں سراجی کی حاشیہ میں ہے کہ مال متروکہ کا ان لوگوں کو ملنا بطریق ارث نہیں ہے بلکہ بوجہ قرب الی المیت ہے پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطور وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی نہ ہوگی مسلمان حاکم یا بستی کے بااثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیدیں۔ اس کے متعلق جدید استفسار یہ کہ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں (صفحہ وغیرہ یاد نہیں) تحریر فرمایا کہ اگر زوجہ یا زوج بیت المال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی نیز اگر استحقاق کی قید لگائی جائے تو زوجہ

---

[1] ان المفتی المجتهدليس له العدل عمااتفق عليه ابوحنيفةؒ واصحابه فليس له الافتاء به وان كان مجتهدامتقنالانهم عرفوا الادلة وبينواماصح وثبت،شرح عقودرسم المفتی ص ۱۹۱/ يجوز العمل بالضعيف،مطبوعه زكرياديوبند.

وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے[1] اور جن کو حق وراثت کی وجہ سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں اور چونکہ ایسا مال اصالۃً بیت المال میں رہنا چاہئے تھا لہٰذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو اسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا جماعت معززہ مسلمین اس کے قائم مقام ہے اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں چنانچہ شریفیہ[2] شرح سراجی ص۱۴/ میں ہے۔ ثم بیت المال ای اذالم یوجد احد من المذکورین توضع الترکة فی بیت المال علی انها مال ضائع فصارت لجمیع المسلمین اعلم ان هٰذا المال فی بیت المال یصرف الی نفقة المریض وادویته اذا کانوا فقراء الی قوله وللامام حق الاعطاء والمنع زوجین پر رد بھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ ''اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔ علاوہ ازیں زوجین اور بنت المعتق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے لہٰذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی اول احتیاج دوم قرابت تو

---

[1] فیبداء باصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب اللّٰه تعالی ثم بالعصبات من جهة النسب ثم بالعصبة من جهة السبب وهو مولی العتاقة ثم عصبة علی الترتیب ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقهم ثم ذوی الارحام ثم مولی الموالات ثم المقرله بالنسب علی الغیر ثم الموصی له بجمیع المال ثم بیت المال، سراجی ص۵، ۶/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۴۹۸، ۵۰۲/ ج۱۰/ کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص۴۹۵، ۴۹۶/ ج۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] شریفیه شرح سراجی ص ۱۱/ بحث الورثة، مطبوعه مجتبائی دهلی، عالمگیری کوئٹه ص ۱۹۱/ ج۱/ کتاب الزکاة، فصل مایوضع فی بیت المال اربعة انواع، شامی کراچی ص ۲۱۹/ ج۴/ کتاب الجهاد، فصل فی الجریة.

الرازی عن بیت المال هل للاغنیاء فیه نصیب قال لا الا ان یکون عاملاً او قاضیا الخ فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی۔ لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کے لئے ورع افضل وایق ہے حتی کہ اغنیاء کے لئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل قاضی وغیرہ نہ ہو اور فقرا کے لئے بلا ان وجوہ کے بھی حصہ ہے۔ سئل علی شامی[1] ج ۳ ص ۳۸۷/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کا حق میراث میں

سوال:- دیہات میں چونکہ لڑکیوں کو حصہ دینے کا رواج نہیں اس لئے لڑکیاں جھگڑتی نہیں اور بعض لڑکیوں کو علم نہیں کہ ہمارا حصہ بھی جائداد وغیرہ میں ہے یا نہیں ایسی صورت میں اگر خبر نہ کی جائے اور معاف کرالیا جائے تو معاف ہوگا یا نہیں اور اگر خبر کردے کہ ان میں تیرا بھی حصہ ہے لیکن تو معاف کردے تو معاف ہوگا یا نہیں اور اگر بے خبری میں گزر گئی کہ میرا حصہ بھی ہے یا نہیں تو وہاں مواخذہ کرے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کا حق ذمہ سے بغیر اس کے ادا کئے یا بغیر صاحب حق کے معاف کئے ساقط نہیں ہوتا[2] اگر دنیا میں نہ حق کو ادا کیا نہ صاحب حق سے معاف کرایا تو قیامت میں مواخذہ ہوگا[3] اگر

---

[1] شامی زکریا ص ۳۴۹/ ج ۶/ باب العشر والخراج. مطلب فی مصارف بیت المال، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۱۸/ ج ۵/ کتاب الجهاد، فصل فی الجزیه، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۴۰۲/ ج ۳/ کتاب الحظر والاباحة.

[2] وان کانت عما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم العباد فیتوقف صحة التوبة منها مع ماقد مناه فی حقوق اللّٰه علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الحضم فی الحال اوالاستقبال بأن یتحلل منهم اویردها الیهم الخ شرح فقه اکبر ص ۱۹۴/ (مطبوعه رحیمیه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

صاحب حق کو اس کے حق کی اطلاع کی گئی اور اس نے خوشی سے معاف کر دیا تو پھر وہ حق معاف ہو جائے گا اور قیامت میں مواخذہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۶/۱۱/۵۱ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر معاف کرنا پھر وفات کے بعد اس کا مطالبہ کرنا

سوال:- زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات مہر وغیرہ خرچۂ عدت معاف کر دیا تھا مگر اب مطالبہ کر رہی ہے، اس کا یہ مطالبہ قابل ادائیگی ہے یا نہیں؟

گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم

(۲) سرکاری ملازم کو گریجوٹی ملتی ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کر لے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرضہ اس رقم سے اس کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) دیوبند) بحث التوبة، نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ج ۲/کتاب التوبة، مطبوعہ رشیدیہ دھلی، المفهم شرح مسلم ص ۷۱/ج ۷/کتاب الرقاق، باب وجوب التوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

۳؎ عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رحم اللّٰه عبداً کانت لاخیه عنده مظلمة فی عرض اومال فجاء ه فاستحله قبل ان یؤخذ ولیس ثم دینار ولادرهم فان کانت له حسنات اخذمن حسناته وان لم تکن له حسنات حملوا علیه من سیئا تهم ترمذی شریف ص ۶۷/ج ۲/ابواب صفة یوم القیامة، باب ماجاء فی شان الحساب، مطبوعه بلال دیوبند، فتح الباری ۳۹۱/ج ۵/کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، مرقاة شرح مشکوة ص ۷۶۰/ج ۴/باب الظلم، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

بیمہ میں میراث کا حکم

(۳) بیمہ کی رقم وصول کرنے کے لئے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟

پینشن کا حق دار کون ہے؟

(۴) پینشن کی چڑھی ہوئی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے۔ یہ قانون سرکاری ہے، جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں وراثت

(۵) میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی۔ دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں حق وراثت

(۶) زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو کرایہ پر ہے اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا اس کا وصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھ دیا تھا۔ اہلیہ نے کرایہ کی رقم وصول کی ہے دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

سامان آرائش میں میراث کا حکم

(۷) زید کے مکان کا سامان آرائش و برتن وغیرہ اہلیہ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ سامان بھی دیگر ورثاء میں قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

دوسرے لوگوں کے پاس موجود سامان پر حق وراثت

(۸) زید مرحوم کا کچھ سامان دیگر لوگوں کے پاس ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ سامان ہمیں زید نے بخشش کرایا تھا۔ یہ بخشش درست ہے یا نہیں؟ نیز یہ سامان بھی دیگر ورثاء پر قابلِ تقسیم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دین مہر معاف کرنے سے معاف ہوگیا۔ اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں[۱]۔ وفات شوہر کے بعد نفقۂ عدت واجب نہیں ہوتا[۲]۔ جو سامان زیور وغیرہ بیوی کی ملک کر دیا گیا تھا اور وہ موجود ہے تو اس کا مطالبہ کر سکتی ہے وہ معاف کرنے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا[۳]۔ اسی طرح حق میراث ایک چوتھائی ہے وہ بھی طلب کر سکتی ہے[۴]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

---

[۱] وصح حطها لكله اوبعضه عنه قبل اولاالخ الدر المختارعلى هامش ردالمحتارزكريا ص۲۴۸/ج۸/ باب المهر،مطلب فى حط المهروالابراء منه،بحر كوئٹه ص ۱۵۰/ج۳/باب المهر،النهرالفائق ص ۲۳۶/ج۲/باب المهردارالكتب العلمية بيروت.

[۲] لاتجب النفقة بانواعها لمعتدة موت مطلقاً الخ الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكريا ص۳۳۴/ج۵/ باب النفقة،مطلب فى نفقة المطلقة،عالمگيرى ص۵۵۸/ج ۱/الباب السابع فى النفقات الفصل الثالث فى نفقة المعتدة،مطبوعه كوئٹه،النهرالفائق ص۵۱۷/ج۲/باب النفقة،دارالكتب العلمية بيروت.

[۳] اس لئے کہ شئ مملوک کے معاف کرنے سے کوئی چیز ملکیت سے خارج نہیں ہوتی ہے جب تک وہ چیز کسی کو مالک بنا کر اپنی ملکیت سے نکال نہ دے اور واہب کا اس پر قبض نہ کرادے اس لئے محض معاف کرنے کی وجہ سے شئ مملوکہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگی۔ وتتم الهبة بالقبض الكامل. الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكريا ص۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة ابو القاسم ادروى زيلعى ص ۹۱/ج۵/كتاب الهبة،مطبوعه امداديه ملتان،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة الباب الاول.

[۴] امالزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولدالابن وان سفل الخ سراجى ص ۱۱/ فصل فى النساء،مطبوعه ياسرنديم ديوبند،الدرالمختارعلى الشامى زكريا ص ۵۱۱،۵۱۲/ج۱۰/كتاب الفرائض،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانى فى ذوى الفروض.

(۲) جبکہ اس فارم نام زد (نامنیشن) کے ذریعہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تملیک مقصود نہیں تو اس گریجویٹی میں حسبِ وراثت جملہ ورثاء شریک ہیں[۱]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۳) اس کا حال بھی (۲) کی طرح ہے۔

(۴) قانونی اعتبار سے جو مستحق ہو، پنشن اسی کو ملے گی[۲]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۵) یہ ترکہ زید ہے سب ورثہ حقدار ہیں[۳]۔

(۶) بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثاء رضامند نہ ہوں[۴]۔

---

[۱] الهزل ان لا يراد باللفظ دلالته لاالمعنى ولاالمجازى الخ. الوصول الى قواعد الوصول ص ۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية. مسالة الهزل. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] اس لئے کہ پنشن حکومت کی طرف سے تبرع اور احسان ہے جو اس کی بیوی کو ملتی رہے گی اس لئے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی۔ نیز وہ مملوک بھی نہیں ہے۔ مستفاد امدادالفتاوی ص ۳۴۲/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعه زكريا ديوبند.

[۳] لان التركة ماترکه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير من الاموال الخ، شامی زکریا ص ۴۹۳/ج ۱۰/کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۲۹/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] ولالوارثه وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام لاوصية لوارث الا ان يجيزهاالورثة يعنى عند وجود وارث آخر الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۴۶/ج ۱۰/کتاب الوصايا، زيلعى ص ۱۸۲/ج ۶/کتاب الوصايا، مطبوعه امداديه ملتان، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/کتاب الوصايا.

ترجمہ سوال: کوئی شخص ورثہ میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد یا قبل تقسیم میت پر دعویٰ دین کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اظہار نہیں کیا ورثہ بھی دین سے عدم علمیت کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا اس صورت میں مدعی پر حلف لازم ہے یا ورثاء میت پر یا اس کا دعویٰ ہی نا قابل سماعت ہے جواب سے جلد مشرف فرماویں۔ فقط

خلاصہ جواب: اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی اپنے دعوی پر گواہ نہیں رکھتا اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثہ سے حلف لیوے اگر حلف کرلیں مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اگر حلف سے انکار کریں تو دعوی لازم ہو جائیگا۔

اس کرایہ میں سب ورثاء شریک ہیں[1]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۷) وہ سامان جو زید کی ملک تھا اب اس کا ترکہ ہے اس میں سب ورثاء حصہ دار ہیں، تنہا بیوی کی ملک نہیں[2]۔

(۸) اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے۔ ورثہ حقدار ہیں[3]۔ کل ترکہ سے اولاً مرحوم کا قرض ادا کیا جائے[4]۔ پھر

مسئلہ ۲۴/۴

زید

بیوی	حقیقی بھائی	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
۱/۶	۶	۳	۳	۳	۳

چوبیس حصہ بنا کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر ہمشیرہ کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۴ھ

بعض مسائل وراثت

سوال:- مخدومی محترمی جناب مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم وبرکاتہٗ حسب ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعت اسلام بمہر خاص مرحمت فرماویں۔

(۱) ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے مرحوم کا ترکہ جائداد معافی آراضی کا لگان سالانہ ہے اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا۔

(۲) ایک لڑکے کا قبضہ نانا صاحب مرحوم کی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر ہے اور

---

[1]، [2]، [3] پچھلے صفحہ کا حوالہ نمبر ۳/ ملاحظہ کیجئے۔

[4] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی ص ۴/ مطبوعه امدادیه دیوبند، شامی زکریا ص ۴۹۵/۱۰/ کتاب الفرائض.

اس کا داخل خارج اس جائیداد پر ہو چکا ہے اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے۔

(۳) متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجہیز و تکفین کا قرض پہلے ادا ہوگا یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا۔

(۴) بعض ورثاء نے متوفی کی تجہیز و تکفین میں فضول خرچی کر کے خلاف شرع روپیہ صرف کیا اور تیجے کا کھانا پکایا اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے ایصال ثواب کے لئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

(۵) ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۷ مســـــــــــــــــــــــ

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱

بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم لڑکی کو ملے گا اور دو دو سہام ہر لڑکے کو ملیں گے[۱]۔ آراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔

(۲) نانا کی جائداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔ بلکہ والد کے ترکہ سے حسب جواب نمبر (۱) حصہ ملے گا۔

(۳) اول متوسط طریق پر تجہیز و تکفین ہوگی پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر کوئی

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن الخ سراجی ص ۱۲، ۱۱/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۴۴۸/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعه کوئٹه بحر کوئٹه ص ۴۹۴/ ج ۸/ کتاب الفروض.

وصیت کی ہوتو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی اس کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا[۱]۔

(۴) یہ رقم جو ایصال ثواب، فاتحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے۔ اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

تنبیہ: مروجہ طریقہ پر فاتحہ اور تیجہ منع ہے[۲]۔

(۵) متوفی نے جو قرض اپنی حیات میں لیا تھا اس کو ادا کرنے کے بعد ورثہ کو حصہ ملے گا اور جو رقم تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکہ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں[۳] بلکہ وہ خود ان خرچ کرنے والوں کے ذمہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ج ۱/۶۹ھ

ایک وراثت کی تقسیم

سوال: - ایک شخص سنی المذہب کچھ عرصہ ہوا کہ فوت ہوگئے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی متوفی کے والدین زندہ ہیں صرف ان کی منکوحہ بیوہ ہے جائداد مکان دوکان چکی

---

[۱] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضىٰ ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ، سراجى ص ۴،۳/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند،مجمع الانهر ص ۴۹۳/ ج ۴/ كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت،شامى زكرياص ۴۹۴/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض.

[۲] ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرورلافى الشرور لانه بدعة مستقبحة، شامى زكرياص ۱۴۸/ ج ۳/باب صلاة الجنازه،مطلب فى كراهة الضيافة من اهل الميت،عالمگيرى كوئٹه ص ۱۶۷/ ج ۱/ كتاب الجنائزقبيل الفصل السابع فى الشهيدبزازية ص ۸۱/ ج ۴/باب الجنائز،مطبوعه كوئٹه.

[۳] ولايجوز لا حدهما ان يتصرف فى نصيب الاخرالابامره،الخ عالمگيرى كوئٹه ص ۳۰۱/ ج ۲/الباب الاول من كتاب الشركة،قاضيخاں ص ۶۲۲/ ج ۳/ كتاب الشركة،مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۳۰۰/ ج ۴/ كتاب الشركة.

اور باغات پر مشتمل ہے جو متوفی کی خود بنائی ہوئی ملکیت ہے اور کل جائداد مع زیورات مکان کا وصیت نامہ متوفی نے اپنا منکوحہ بیوہ کے حق میں اپنی ہی زندگی میں رجسٹری کرایا تھا جس کی رو سے بیوہ ساری جائداد کی حقدار ہوتی ہے لیکن متوفی کی بہن جو یہاں کی باشندہ ہے کا ایک لڑکا ہے جو اپنے کو ساری جائداد کا وارث بتاتا تھا ان حالات میں معاملہ متنازعہ ہو گیا ہے اس صورت میں شرعی قانون کی رو سے کل جائداد کی وراثت کن کے حق میں منتقل ہوتی ہے اور کس کس قدر، یہ بھی بتانے کی زحمت کریں کہ وہ وصیت نامہ جو متوفی نے اپنی زندگی میں اپنی منکوحہ بیوی کے حق میں بذریعہ رجسٹری کیا تھا وہ بحال رہے گا یا ساقط ہو جائے گا؟

(نوٹ) مرحوم کی زندگی ہی سے تین یتیم بچے پرورش پا رہے تھے جن میں ایک بچی شادی کے قابل ہے وہ تینوں بچے اب بھی بیوہ کے پاس پرورش پاتے ہیں کیا شرعی جائداد میں ان کا بھی کچھ حق ہے متوفی کی تین حقیقی بہنیں ہیں ایک یہاں اور دو پاکستان کی باشندہ ہو چکی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرحوم کے دادا پردادا میں کوئی مرد موجود نہیں تو مرحوم کا ترکہ بعد ادائے دین مہر وغیرہ[1] چار حصے بنا کر ایک حصہ بیوہ کو ملے گا[2] اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو ملے گا[3] جو بہنیں

---

[1] تقضٰی دیونہ من جمیع ما بقی الی قولہ ثم یقسم الباقی بین ورثتہ (سراجی ص ۴/)مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،مجمع الانہر ص ۴۹۵/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیۃ بیروت، شامی زکریاص ۴۹۵/۱۰/کتاب الفرائض.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃ عند عدم الولد وولدالابن (سراجی ص ۱۱، ۱۲/) فصل فی النساء،شامی زکریاص ۵۱۲/۱۰/کتاب الفرائض،مجمع الانہر ص ۵۰۰/ ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[3] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدۃ والثلثان للاثنین فصاعدۃ، سراجی ص ۱۵، ۱۶، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیۃ بیروت، بحر کوئٹہ ص ۴۹۵/ج۸/کتاب الفرائض.

دوسرے ملک میں ہیں ان سے ان کے حصہ کے متعلق معاملہ طے کرلیا جائے۔ جو بچے پرورش میں ہیں وہ شرعی وارث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

فرائض و وصیت

سوال:- مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ لعہ لعہ[۱] روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ للعہ ۴ بھانجے کو دینا اور صعہ بھتیجے کو دینا: عہ ۲۰ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا ثواب مجھ کو پہنچا دینا ایک جوڑا اور بتیس سیر گیہوں پھوپھی کو دینا تو یہ وصیت اور ترکہ کس طرح پر تقسیم کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حسب وصیت مسماۃ زینب لعہ للعہ ۴۹ کو مصارف مذکورہ پر صرف کردیا جائے آگے کچھ بچا ہی نہیں جو ورثہ پر تقسیم کیا جائے اور مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو[۱] یعنی: ۱۶ مصارف مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کردیا جائے[۲] اور بقیہ دو ثلث یعنی[۳]: ۳۲ کو پانچ سہام بنا کر ایک بہن کو اور دو

---

[۱] ۲۱/ پیسے اور ایک پیسہ کا ایک تہائی۔

[۲].....وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الاان تجیز ورثته بعد موته وهم کبار الخ الدرالمختار علی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، سکب الانهر ص ۱۹، ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۱۸۳/ج ۶/ کتاب الوصایا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] ۴۲/ پیسے اور ایک پیسہ کا دو تہائی۔

دوسہام دونوں بھائیوں کو تقسیم کردیا جائے[1] اور تجہیز وتکفین اور دین کی ادائیگی تنفیذ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۹/ج ۱/۵۶ھ

تقسیم ترکہ وقرض

سوال:- ہمارے والدؒ عبد وعرصۂ چالیس سال ہوئے انتقال فرمایا ان کے چار بیٹے حاجی قاسم، حاجی محمد، عبدالغفور، عبدالشکور ایک بھائی عبدالغفور والد صاحب کے زمانہ ہی میں اپنا علیحدہ کاروبار کرتے تھے وہ مقروض ہوگئے والد کے انتقال کے بعد ان کی خواہش ہوئی کہ اگر سب مل کر میرا قرض ادا کردیں تو میں اپنے حصہ سے دست بردار ہوجاؤں گا۔ چنانچہ سات ہزار روپئے ان کے قرض میں سب نے ملکر ادا کردیا وہ تحریری طریقہ سے دست بردار ہوگئے باقی تین بھائی قاسم، حاجی محمد، حاجی عبدالشکور نے مشترک کاروبار شروع کیا۔ ایک مکان حاجی قاسم وعبدالشکور کے نام خریدا گیا اس سے متصل ایک بڑی زمین حاجی محمد کے نام پر خریدی گئی اس قطعۂ زمین اور مکان کو ملا کر ایک بڑا مکان کئی منزلہ تعمیر کیا گیا ایک چھوٹا مکان بنام حاجی محمد

---

[1] واما للاخوات وام فاحوال خمس الی قوله ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ سراجی ص ۳/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،شامی زکریا ص ۴۹۴/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

وحاجی قاسم ہے اس کے علاوہ ایک دکان قاسم کی زوجہ کے نام پر خریدی گئی اس شرط پر کہ زوجہ حاجی قاسم کے انتقال پر بنام حاجی عبدو حاجی محمد عمر و حاجی محمد (عبدو کا پوتا) ہوگی۔ حاجی محمد نے ایک مکان حاجی قاسم کے نام خریدا اور چھوگا لال والا مکان فروخت کر کے ساڑھے چھ ہزار روپئے حاصل کئے قاسم نے پوتوں کے نام وصیت نامہ تحریر کر کے قبضہ میں دیدیا ایک مکان زوجہ کو حاجی محمد نے خرید کر از سر نو تعمیر کرایا۔ والد کے انتقال کے چار سال بعد ہی والدہ کا انتقال ہوا جس کو چھتیس سال کا عرصہ ہوا انتقال کے وقت ایک طلائی ہار سترہ تولے کے بارے میں ایک پوتے کے لئے وصیت کر گئیں اور اب پینتیس سال کے بعد ایک بھائی نے اس پوتے کے سپرد کر دیا حاجی محمد نے دو حج کئے اور بیوی کو کرائے اور اولاد کی شادیاں کیں دوسرے بھائی نے بھی اولاد کی شادیاں کیں کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ حاجی محمد کہتے ہیں کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہیں اور اسی طرح ان کی زوجہ کہتی ہیں کہ سب کچھ میرے شوہر کی کمائی کا حصہ ہے بتیس ہزار روپئے اس کاروبار پر قرض ہیں حاجی محمد اس کی ادائیگی کے لئے متفکر ہیں ہم سب کا مشترک کاروبار اس صورت میں شرع شریف کی رو سے کس طرح تقسیم عمل میں آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبدو کے انتقال کے بعد چار بیٹے برابر کے وارث تھے پھر تین نے اور ان کی والدہ نے ملکر عبدالغفور کا قرض سات ہزار روپئے ادا کیا اس شرط پر کہ عبدالغفور ترکۂ پدری سے دستبردار ہو جائے گا گویا کہ انہوں نے اپنا حصۂ میراث مبلغ سات ہزار روپیہ میں اپنے بھائیوں اور والدہ کے ہاتھ فروخت کر دیا لہٰذا اب عبدو کے ترکہ میں تین لڑکے اور بیوی شریک رہے[1] پھر کاروبار مشترک رہنے کی وجہ سے آمدنی بھی سب کی برابر مشترک رہی اس مشترک آمدنی سے

---

[1] اذا کانت الترکة بین ورثة فاخرجوا احدهم منها بمال اعطوه ایاه والترکة عقار او عروض صح قلیلاً کان ما اعطوها او کثیراً، هندیه کوئٹه ص ۲۶۸ / ج ۴ / کتاب الصلح، الباب الخامس عشر فی صلح الورثة والوصی فی المیراث.

جو مکان حاجی قاسم وحاجی عبدالشکور کے نام خریدا گیا اور جو زمین حاجی محمد کے نام خریدی گئی وہ بھی سب مشترک ہے پھر جو مکان کئی منزلہ وہاں تعمیر کیا گیا وہ بھی مشترک ہے چھوٹے مکان یک منزلہ جو کہ حاجی محمد وحاجی قاسم کے نام پر ہے وہ بھی عبدو کے ترکہ سے ہے یا مشترک آمدنی سے ہے وہ بھی مشترک ہے جو دکان لب سڑک حاجی قاسم کی زوجہ کے نام خریدی گئی ہے اس کا بھی یہی حال ہے جو شرط اس میں لگائی ہے وہ بھی لغو ہے[1] اسی طرح حاجی محمد کا خرید کردہ مکان جس کی وصیت حاجی قاسم نے پوتوں کے نام کی اور زوجہ حاجی محمد کا لکھنؤ والا خرید وتعمیر کردہ مکان یہ بھی مشترک ہے والدہ کے انتقال کے بعد اگر ان کے والدین میں کوئی زندہ نہیں تو ان کا ترکہ چاروں بیٹوں کو ملے گا یعنی عبدالغفور بھی اس ترکہ مادری میں مشترک ہوگا جو کہ پہلے ترکہ کو بھائیوں کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا والدہ نے جو طلائی ہار کی وصیت پوتے کے لئے کی ہے اگر یہ والدہ کے ترکہ کے ایک تہائی کے اندر ہے تو شرعاً یہ صحیح اور معتبر ہے اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو یہ چار بیٹوں کی اجازت پر موقوف ہے[2] والدہ اپنے شوہر کے ترکہ سے آٹھویں حصہ کی حقدار ہیں[3] مشترک روپیئے سے جو حج کئے گئے ایک بار یا دو بار اولاد کی جو شادیاں کی گئیں مشترک کاروبار میں مشترک خاندان ہر کم وبیش میں صرف ہوا ہی کرتا ہے اب اس کا کوئی حساب نہیں۔ کاروبار میں مشترک ہوتے ہوئے حاجی محمد کا یہ کہنا کہ سب مکانات

---

[1] المسلمون علی شروطهم الاشرطاحرم حلالااواحل حراماً، ترمذی شریف ص ۲۵۱/ج ۱/ ابواب الاحکام باب ماذکرعن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الصلح بین الناس،طبع مکتبه بلال دیوبند.

[2] ولاتصح بمازاد علی الثلث الاباجازة الورثة،ملتقی الابحرمختصراً ص ۴۱۸/ج ۴/ کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت،درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج ۱۰/ کتاب الوصایا عالمگیری ص ۹۰/ج ۶/ کتاب الوصایاالباب الاول،مطبوعه کوئٹه.

[3] واما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد الخ، سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،عالمگیری ص ۴۵۰/ج ۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج ۴/ کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت.

وغیرہ میری ذاتی کمائی ہے اسی طرح ان کی زوجہ کا اس میں ہمنوائی کرنا غلط اور شرعاً غیر معتبر ہے تیس ہزار روپئے جو اس کاروبار پر قرض ہے وہ بھی سب مشترک ہے سب کو اس کاروبار سے وہ قرض ادا کرنا لازم ہے کسی کو انکار کرنے کا حق نہیں اب اگر علیحدہ گی چاہتے ہیں تو اولاً قرض ادا کردیں پھر جو کچھ بچے اس کو برابر تقسیم کرلیں۔ نقد بھی سامان بھی، زمین بھی، مکان بھی، دکان بھی عبدالغفور کا تعلق نہ والد کے ترکہ سے کچھ رہا نہ قرض سے نہ وہ ترکہ لیں گے نہ قرض میں شریک ہوں گے والدہ کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی کے حقدار ہیں[1] اور جو قرض ان کے حصہ میں آئے گا وہ ان کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۳/۸۶ھ

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا ہے جس نے پسماندگان مندرجہ ذیل چھوڑے، ۳ بھتیجے اور ۲ بھتیجیاں نیز دو حقیقی بھانجے اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے تاوفات رہا ہے۔

وصایا:- (۱) میرے پاس کچھ دھات کے برتن ہیں جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ کے ہیں۔

(۲) تمام کچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

(۳) دو چار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت

---

[1] اذا اجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة بقسم المال علیهم باعتبار ابدانهم الخ عالمگیری ص ۴۵۱/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه.

مندلوگوں کو دیدی جائیں جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

(۴) میرے نئے پرانے کپڑے کس ایک شخص کو نہ دیئے جائیں بلکہ ضرورت مندوں کو دیدئے جائیں۔

(۵) بڑا صندوق میرا ذاتی ہے چھوٹا صندوق مدرسہ کا ہے جو بغیر استعمال کئے رکھا ہے۔

(۶) دو عدد بوریوں میں کپڑے ہیں، کچھ سلے ہوئے کچھ بغیر سلے وہ بھی میرے نہیں ہیں۔ نیز لکڑی کا صندوق اور چارپائی بھی میری نہیں ہے۔

(۷) میرے روپے کا حساب بکر و خالد دو شخصوں کو معلوم ہے۔ اگر کسی بھائی کا قرضہ ہو تو دو گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

(۸) میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو اشیاء زید کی ملک نہیں بلکہ بطور امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں اس میں کسی وارث کا حق نہیں۔ وہ جس کی ہیں اس کو دیدی جائیں[۱]۔ جو اشیاء زید کی ملک تھیں وہ ترکہ ہیں۔ اولاً تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کر کے جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی میں وصیت پوری کی جائے۔ اس کے بعد بقیہ ترکہ تینوں حقیقی بھتیجوں کو برابر ملے گا[۲]۔ بھتیجیوں، بھانجوں، بھانجیوں کو

---

[۱] وحق الامانة ان تؤدی الی اهلها الخ مرقاة شرح مشکوة ص ۱۰۶/ج ۱/باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[۲] قال علمائنا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونه بجمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ. سراجی ص ۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۳/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ

تقسیم ترکہ اور غیر شرعی طور پر مقبوضہ زمین میں وراثت

سوال:- (۱) زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان ورثاء میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینہ بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب بھائی کے لڑکے ہیں۔

(۲) زید متوفی کی بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/۲۵/ بیگہ زمین باقاعدہ لکھ دی تھی، دو بہنیں پاکستان چلی گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سو بیگہ زمین نصف نصف بانٹ لی اور پچاس پچاس بیگہ زمین پر بہن قابض ہوگئی۔ زید کی پہلی بیوی نے فوت ہونے سے قبل اپنی مقبوضہ پچاس بیگہ زمین زید کو باقاعدہ لکھ دی تھی۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قابض رہا۔ اب زید کی وفات کے بعد زید کے ترکہ میں پچاس بیگہ زمین بھی شامل ہوگی یا صرف ۲۵/ بیگہ جو زید کی بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟ پاکستانی بہنیں ابھی حیات ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کسی کو ہبہ نہیں کی۔ زید کی موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰ بیگہ زمین کی مالک ہوگی۔ سرکار کے قانون کے اعتبار سے زید کی بیوی کے نام زید کی آراضی کل اس کے نام ہوچکی تھی۔

---

[1] ومن لا فرض لها من الاناث واخوها عصبة لا تصير عصبة باخيها. سراجی ص ۲۳/باب العصبات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۴۵۱/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسئلہ ۴

زید مســـــــــــــــــــــــــــــئلہ

بیوی	بھائی	بہن	بھتیجے
۱	۲	۱	م

بشرط صحت سوال بعد ادائے دین مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہام بنا کر ایک سہم بیوی کو ملے گا،[۱] دو سہم بھائی کو ملیں گے ایک سہم بہن کو ملے گا۔ پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔[۲]

(۲) زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/ بیگہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے دو پاکستان چلی گئیں بقیہ دو نے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاملہ (بیع ہبہ وغیرہ) طے کئے قبضہ کرلیا تھا۔ یہ قبضہ شرعاً غلط تھا اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہوگئی۔ پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری مقبوضہ زمین (۲۵/ بیگہ اپنی اور ۲۵/ بیگہ پاکستانی بہن کا حصہ) دیدنا شرعاً درست نہیں ہوا۔ پاکستانی بہن کے حصہ میں تصرف کا اس کو حق نہیں تھا[۳] لہٰذا وہ ترکۂ زید نہیں۔

---

[۱] واما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدةً عندعدم الولدالخ سراجی ص ۱۱/فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،مجمع الانھر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[۲] واماالاخوات لاب وام فاحوال خمس الی قولہ ومع الاخ لاب وام للذکرمثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء،مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،ھندیة کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۶/ کتاب الفروض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانھر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفروض، دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] لایجوزالتصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولالایتہ،شامی زکریاص ۲۹۱/کتاب الغصب مطلب فیمایجوزمن التصرف بمال الغیر،الاشباہ والنظائر ص۱۵۷/الفن الثانی،کتاب الغصب،اشاعت الاسلام دھلی،قواعدالفقہ ص ۱۱۰/قاعدہ ص ۲۷۰/مطبوعہ اشرفی دیوبند.

موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہوسکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔[1] زمین کی مالک اگر حکومت ہے تو اس کا قانون معتبر ہوگا وہ چاہے جس کے نام کردے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

وراثت کی ایک صورت

سوال:- ظہور الحی مرحوم نے بذریعہ وصیت نامہ اپنی تحریر میں کہا کہ علاوہ نقد کے دیگر جائیداد منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر مابقی جائیداد کو فروخت کردیا جائے اور اس کے زرثمن کو حمیدہ اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگادیا جائے۔ اور شادی ہوگئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگادیا جائے۔ ابھی حمیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجوں پر ازروئے شرع جائز ہے اور نفاذ پذیر ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی حقیقی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ ازروئے شرع ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ یا ان کے بھائی اور بہن؟

---

[1] لاوصية لوارث الاان يجيزها الورثة يعنى عند وجود وارث آخر. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۴۶/ ج ۱۰/ كتاب الوصايا، ملتقى الابحر ص ۴۱۸/ ج ۴/ كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/ كتاب الاوصايا، الباب الاول.

[2] المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء من الملك، تفسير بيضاوى ص ۷/ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلى.

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر ہے۔ لہٰذا مرحوم کے ترکہ کے ایک ثلث (۱/۳) میں وصیت نافذ کی جائے گی[۱]

(۲) مرحوم نے اپنے بعد کے لئے جس کو متولی جائیداد موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہوگا اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً لحاظ رکھا جائے گا[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال:- چند مکان ترکہ کی صورت میں ایسے ہیں جن کو زید مرحوم کے بھائیوں اور زید کے وارثان پر تقسیم کرنا ہے۔ ان مکانات میں وارثان کا جو حصہ متعین ہو وہ مجموعی طور پر وارثان کی رضامندی سے ایک ہی مکان میں کل حصہ دیدیا جائے گھر ہستی کے بٹوارہ میں جس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت تقسیم کردی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بچوں کے حق میں یہ مفید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان

---

[۱] وتجوز بالثلث للاجنبی عندعدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الخ درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا،ملتقی الابحرص ۴۱۸/ج۴/ کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت،عالمگیری ص ۹۰/ج۶/کتاب الوصایا،الباب الاول.

[۲] مرعاة غرض الواقفین واجبة الخ شامی زکریا ص ۶۶۵/ج۶/ کتاب الوقف مطلب مرعاة غرض الواقفین واجبة الخ،النهرالفائق ص ۳۲۵/ج۳/کتاب الوقف،دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۳۴۵/ج۵/کتاب الوقف.

میں جمع کردیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہوتو یہ بھی درست ہے۔[1] لیکن قیمت کا اندازہ دیانت دار اور تجربہ کار حضرات سے کرایا جائے تاکہ بچوں کو نقصان نہ ہو۔ جو سامان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو اور حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہوتو اس کو فروخت کرکے قیمت کو محفوظ کرلینا بہتر ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

وراثت

سوال:- محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سوتیلا بھتیجا تھا۔ اب محمد یامین کی اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھا۔ باقی سب اولاد محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

(۱) چندا جو کہ محمد علی کا سگا بھتیجا ہے اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے؟ اور چچیرے بھائیوں کی نجی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

(۲) بشیرن لڑکی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے اور بھائیوں کی نجی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

(۳) محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی نجی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار

---

[1] تقسیم الدور بعضها فی بعض اذا کانت فی مصر واحد وکانت القسمة اصلح لهم الی قوله واذا قسم الکل قسمة واحدة یجتمع نصیب کل واحد منهم فی دار واحدة وینفع بذلک الخ زیلعی ص ۲۷۰/ کتاب القسمة. مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وله بیع المنقول لا العقار ولا یشتری الاالطعام والکسوة لانهما من حفظ الصغیر، الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۶۸/ ج۸/ کتاب الوکالة قبیل باب الوکالة بالخصومة والقبض.

ہے یا نہیں؟

(۴) محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ حفیظن سے نکاح کیا ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس لئے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یامین کی نجی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو جو حیات ہے حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر پہونچتا ہے تو کتنا؟

(۵) محمد حسن کا حق اور اس کی نجی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اور کو بھی حق پہنچتا ہے اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

(۶) امیر حسن کا انتقال والد کے سامنے ہوا مگر اس نے نجی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا کس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد علی کے انتقال کے وقت پسری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے بھتیجا محروم رہے گا۔ چندا کو محمد علی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ جس چچیرے بھائی نے اپنے انتقال پر اپنے والد یا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترکہ سے بھی چندا کو کچھ نہیں ملے گا[1]۔

(۲) محمد علی کے انتقال پر دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی اس کا ترکہ پانچ حصہ بنا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی بشیرن کو ملے گا[2] بھائیوں کے ترکہ سے اس کو

---

[1] الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله ای الاب الخ سراجی، ص ۲۲/باب العصبات، عالمگیری ص ۴۵۱/ ج۶/کتاب الفروض الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه، درمختار علی الشامی زکریا ص۵۱۸/ج۱۰/کتاب الفرائض فصل فی العصبات.

[2] واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی ماقال ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، زیلعی ص ۲۳۴/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

کچھ نہیں ملے گا کیونکہ کسی بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا، دونوں صورتوں میں بشیرن محروم ہے[۱]۔

(۳) محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہوگیا وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائیداد چھوڑی ہے خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں[۲]۔

(۴) محمد یامین کے ترکہ سے محمد اصغر کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا۔

(۵) اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی بھتیجا کوئی وارث نہیں[۳]۔

(۶) اس کا وارث باپ محمد علی ہے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۵ھ

جائیداد موروثہ میں سے بقدر حصہ قیمت دے کر کسی وارث کو الگ کر دینا

سوال:- زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو عقد نکاح کئے۔ پھر زید کا انتقال ہوگیا پسماندگان میں دونوں بیوی سے نو اولادیں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دقتیں حائل ہوگئی ہیں۔ اندیشہ نزاع پیدا ہو جانے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل کر کے اطمینان کرلیا جائے تاکہ بٹوارہ کے بعد مرنے

---

[۱] وبنوالاعیان والعلات کلھم یسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق الخ سراجی ص۱۷/فصل فی النساء، زیلعی ص۲۳۷/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص۴۹۷/ج۸/کتاب الفرائض.

[۲]، [۳]، [۴] حوالہ مذکورہ بالا.

والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسائل یہ ہیں:- ایک قدیمی کاروبار میں دو قدیمی بھائی برابر کے شریک دار تھے۔ ان دونوں نے ایک قطعہ مکان اور چند کمپنیوں کے شیر (حصہ) اس مشترکہ کاروبار کی رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولادوں میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے۔ اور رقم کاروباری کاغذات میں خرید جائیداد کھاتہ کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔ مکان وشیئر کا منافع اوران کے جومصارف کا اندراج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا سالانہ مجموعی منافع شرکاء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولادیں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکاء پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔ زید کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان وشیئر کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں۔ زید مرحوم کے بھائیوں کا حقِ ملکیت اس وقت تک قابلِ تسلیم نہ ہوگا جب تک جملہ وارثان زید کے نام بھائیوں کے بیعنامہ نہ کرادیں۔ ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان وشیئر کی پختہ قیمت کا تخمینہ کر کے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دے دی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کر لینا شرعاً درست ہے۔ اس صورت میں بھائیوں کا جو حق وحصہ مکان اور کمپنیوں کے شیئرز میں تھا اس کا معاوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی زحمت بھی نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا كانت التركة بين ورثة فاخرجوا احدهم منها بمال اعطوه اياه والتركة عقار أوعروض صح قليلاً كان ما اعطوه او كثيراً، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۶۸ / ج ۴ / کتاب الصلح، الباب الخامس عشر فی صلح الورثة والوصی فی المیراث.

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال:- ایک مکان ہے جو کہ موروثی ہے اور یہ مکان ہماری دادی مرحومہ کی ذاتی ملکیت تھی اس کے انتقال کے بعد ترکہ پہونچا ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کل یہی اولاد تھی (ہماری دادی جان کے) لہٰذا بیٹا یعنی ہمارے والد مرحوم کا دو حصہ ہوا اور بیٹی کا ایک لیکن ان دونوں بھائی بہنوں نے اپنی زندگی میں بٹوارہ نہیں کیا اور بغیر بٹوارہ عمل میں لائے ہمارے والد ہماری پھوپھی انتقال کر گئیں ہماری پھوپھی کی تین اولاد ہیں یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹی اور ہمارے والد کی اولادیں چار ہیں یعنی ہم تین بھائی اور ایک بہن۔

دادی

بیٹا				بیٹی		
بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
ثریا	واحق	واثق	طارق	قدسیہ	نجمہ	مستقیم

اب یہ بھی جان لیں کہ ہمارے دونوں بھائی بچپن ہی سے کمزور دماغ واقع ہوئے ہیں اور ان کی دماغی حالت صحیح نہیں کہی جاسکتی۔

چھوٹا بھائی واحق تو نیم پاگل ہے اور بڑے بھائی طارق پاگل تو نہیں کہے جاسکتے لیکن انہیں عقل وسمجھ کی حد سے زیادہ کمی ہے اور مراحق ہیں دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ ثریا بہن اور ہم دماغی حیثیت سے بہتر ہیں۔

ہماری پھوپھی ہمیشہ سعودی عرب میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں اور ہم پر پورا بھروسہ کرتی ہیں۔ ہماری دونوں پھوپھی زاد بہن خودسر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں بزرگوں کا کہنا نہیں مانتی البتہ چال چلن ان کا درست ہے ان کا چھوٹا بھائی مستقیم بھی ہمارے بھائیوں کی طرح ہے۔

مذکورہ مکان کی بات چیت جب ہم نے اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے چند سال قبل کی تو وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ ہم لوگوں کو ہمارے والد کا دو حصہ مکان میں ملے اگر زبردستی کی جاتی اور قانونی کارروائی کی جاتی تو اندرونی معاملہ تو کوئی دیکھتا نہیں اور لوگ یہ کہتے کہ لڑکیوں کو بے سہارا پا کر ستا رہے ہیں اس لئے ہم خاموش رہے سال گذشتہ جب ہم نے تلاش معاش کے لئے امریکہ جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ والدہ اور بھائیوں کا حصہ ان کے حوالہ کر دیں تو ہم نے پھوپھی زاد بہنوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا لیکن بے فائدہ۔

اس بات پر مصر ہیں کہ جتنا حصہ ہمارے قبضہ میں ہے جو آدھے سے بھی بہت کم ہے بس اتنا ہی لے کر اطمینان کر لیں اور بقیہ حصہ مکان کا ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیں ہم نے سمجھایا لیکن وہ نہیں مانیں جب ہم نے قانونی کارروائی کی دھمکی دی تو وہ رونے لگی اور کہا کہ تھوڑا سا لے لو اس پر میرے دماغ میں یہ بات آ گئی کہ جو تھوڑا سا یہ لوگ دینے کو راضی ہوئے ہیں اور زیادہ کے اصرار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ ہرگز نہیں مانے گی تو پھر مقدمہ لڑنے کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس طرح وہ مکان بکتا نہیں کہ جس کے لئے گاہک تیار تھا اس طرح میرے امریکہ جانے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی میرے نفس کو بڑی تسکین ہوئی کہ جو خاندان میں کسی سے نہ دبیں ان کو ہم نے دبا دیا ان تینوں باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو تھوڑی سی زیادہ زمین وہ لینے کو کہہ رہی تھیں ہم لینے کو تیار ہو گئے جس کے لینے کے بعد بھی پورے مکان میں $\frac{۲}{۳}$ کے بجائے آدھے سے کم ہی حصہ ہم لوگوں کو ملا۔

ہماری والدہ مرحومہ کو اس کے متعلق خبر نہ تھی ہم نے وثیقہ اس طرح لکھوایا کہ ہمارے والد نے اس مکان کا اپنا حصہ ہماری والدہ کو زبانی ہبہ کر دیا تھا جو حقیقت نہیں تھا وثیقہ پر دستخط ان لوگوں کا اور میرا بحیثیت مختار عام کے ہو گیا لیکن یہ اس وقت ہم نے نہ سوچا کہ ایسا کر کے ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں اور والدہ کی حق تلفی کر رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ چھوڑی ہوئی سب جائداد ہم لوگوں نے انتظامی سہولت کے خیال سے

والدہ مرحومہ کے نام کر دیا تھا۔

والدہ کو جب معلوم ہوا کہ ہم مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔تو انہوں نے کہا کہ کہیں والدین کی حیات میں بٹوارہ ہوتا ہے وہ چاہتی نہ تھیں کہ بٹوارہ ہو پھر انہوں نے کہا کہ پہلے مکان نجمہ وغیرہ سے (ہماری پھوپھی زاد بہنوں سے بٹوارہ کرلو گے تب نا) ہم نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے جھنجھٹ کون مول لے جتنا بھی دینے کو تیار ہوں ہم لے کر معاملہ ختم کر لیتے ہیں۔ہم نے یہ نہیں کہا کہ معاملہ ختم کر دیا ہے والدہ نے کہا اپنا حصہ کوئی کیسے چھوڑ دے گا پھر وہ خاموش ہوگئیں اس واقعہ کے چار روز بعد ان کا انتقال ہوگیا خانگی بٹوارہ نامہ جو ہمارے اور ہماری پھوپھی زاد بہنوں کے درمیان ہوا اور وہ سادہ کاغذ پر ہوا تھا۔وہ کاغذ ہمارے پاس ہے فریق دوئم کے پاس کوئی کاغذ نہیں ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ (۱) جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کر چکے ہیں اسی پر عمل کریں۔اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی والدہ اپنے بھائیوں اپنی بہن کے حصوں کی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بغیر اجازت جب کہ ہم ان کے منتظم تھے ہم نے ان کے حصے کی تھوڑی تھوڑی زمین اور مکان اپنی پھوپھی زاد بہنوں کے حوالہ کر دیا ناجائز طریقہ سے۔

(۲) جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کر چکے ہیں۔اس کو کالعدم سمجھیں اور بٹوارہ نامہ پھاڑ کر پھینک دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بٹوارہ پھوپھی کی اولاد کے ساتھ آپ نے کیا وہ بغیر دیگر ورثہ (بہن بھائیوں والدہ) کی اجازت سے کیا آپ کو اس کا حق نہیں تھا اگر سب نے منظور نہیں کیا تو وہ قابل عمل نہیں[1] دادی صاحبہ کے انتقال کے وقت اگر ان کے والدین اور شوہر موجود نہیں تھے تو ان کا

[1] ولایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الاخر الامرہ الخ عالمگیری (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترکہ تین حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی پھوپھی صاحبہ کا تھا اور دو حصے آپ کے والد صاحب[1] کے پھر والد صاحب کے انتقال پر ان کا ترکہ آٹھ حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی والدہ کا[2] اور ایک حصہ آپ کی بہن کا۔ اور دو دو حصے آپ تینوں بھائیوں کے ہوئے[3] پھوپھی کی اولاد کو $\frac{1}{3}$ سے جس قدر زائد دیا اس کی قیمت لگا کر اب والدہ کے انتقال کے بعد اس کے سات حصے بنالیں ایک حصہ اپنی طرف سے بہن ثریا کو دے دیں اور دو دو حصے دونوں بھائیوں وافق، طارق کو دے دیں اپنے دو حصے گویا کہ بٹوارہ کی صورت میں پھوپھی کی اولاد کو دے ہی چکے ہیں۔ ان بہن بھائیوں کو اس پر راضی کرلیں[4] کہ انہوں نے اتنا اتنا اپنا حصہ فروخت کردیا والدہ کا حصہ بھی سب آپ چاروں کو پہنچا ہی تھا (جب کہ ان کے والدین نہیں تھے اس طرح کر لینے سے آپ کو نہ عدالت میں جانا پڑے گا نہ وعدہ خلافی ہوگی نہ بہن بھائیوں کی حق تلفی ہوگا نہ آخرت کا مؤاخذہ ذمہ میں رہے گا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) کوئٹہ ص ۳۰۱/ج۲/ کتاب الشرکة،الباب الاول الخ،فتاوی قاضیخان ص ۶۱۲/ج۳/کتاب الشرکة،مطبوعه کوئٹه شامی کراچی ص ۳۰۰/ج۴/کتاب الشرکة.

---

[1] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء،هندیة ص ۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض مطبوعه کوئٹه،زیلعی ص ۲۳۴/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وامالزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجی ص۱۲/فصل فی النساء،هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] وامالبنات الصلب فاحوال ثلث الی ماقال ومع الابن للذکرمثل حظ الانثیین الخ،سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،هندیه ص ۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض،مطبوعه کوئٹه،زیلعی ص ۲۳۴/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امدادیه ملتان.

[4] ولا یجوز لا حد هما أن یتصرف فی نصیب الاخر الابامره الخ عالمگیری ص ۳۰۱/ج۲/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الشرکة الباب الاول .

بہن بھائیوں میں سے جو اپنا حصہ جو کہ پھوپھی کی اولاد کے پاس بٹوارہ میں چلا گیا جس کے سات حصے بنانے کے لئے اوپر لکھا گیا ہے بخوشی معاف کردے تو آپ اس کے حصہ کی قیمت دینے سے بری ہوجائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۱ھ

مدت متعینہ گزرنے کے بعد مکان مرہون کا حکم اور تقسیمِ میراث کی ایک صورت

سوال:- (۱) زید کا انتقال ہوگیا اور بکر اس کی جائداد کا مالک بن گیا ملکیت اس کے پاس جو آئی ہے اس میں ایک مکان ہے جو ایک سو سال قبل عمر نے زید کو ایک ہزار روپئے میں رہن دیا تھا شرط یہ تھی کہ اگر تین سال میں رقم ادا نہ کی گئی تو زید مکان کا مالک بن جائے گا۔ حکومت نے اس کو مالک تسلیم کرلیا اور زید اس کا مالک بن گیا شرعاً اس مکان کو واپس کرنا چاہئے یا نہیں دیگر یہ کہ عمر کا انتقال ہوچکا ہے اور اب اس کا کوئی وارث باقی نہیں رہا تو اس صورت میں بکر کیا اس مکان کا مالک بن جاتا ہے۔ اس مکان کو وقف کردیا جائے اور اگر وقف کیا جائے تو کس نیت سے کیا جائے؟

(۲) زید کے چار وارث ہیں۔ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ زید نے اپنے مرنے کے بعد کئی مختلف اشیاء چھوڑی ہیں جس میں کچھ اشیاء وارثوں کی تعداد سے کم ہیں اور کچھ اشیاء ایسی ہیں جو گھریلو کام کی ہیں۔ لیکن بازار میں ان کا کوئی خریدار نہیں۔ مثلاً زید کے ذاتی کپڑے ٹوپیاں،، شیروانیاں، ازار بند وغیرہ وغیرہ آئینہ ایک عدد، موزے دو جوڑے، بنیان، فاؤنٹن پین، پینسل، کچھ برتن کانچ کے اور کچھ تانبے کے اس کے علاوہ تالے چھوٹے بڑے کئی عدد ہیں جن کے داموں کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اس کے علاوہ رضائی تکیہ اور گدے وغیرہ بھی ہیں،

جواہرات میں کچھ ایسے ہیں جن میں کچھ اصلی اور نقلی کی تمیز ناممکن ہے جوہری بھی ان کی صحیح رہبری نہیں کر پاتے ان کے علاوہ کچھ موتی کچھ قیمتی پتھر مثلاً زبرجد اور جواہر مہرہ وغیرہ بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ جن کو بازار میں اگر فروخت کیا جائے تو قیمت بہت کم آئے گی اور خریدنے جائیں تو پھر قیمت بہت بڑھ جاتی ہے نیز اس قسم کی اور کئی چھوٹی موٹی چیزیں ہیں لہٰذا شرعاً وارثوں کا ہی تقسیم کا جو آسان طریقہ ہے وہ بتایا جائے اور تقسیم کی نسبت فرداً فرداً بتایا جائے تاکہ اس کے مطابق مذکورہ ملکیت کو تقسیم کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح رہن رکھ کر شرعاً ملکیت کا استحقاق نہیں ہوتا اس مکان کی واپسی لازم تھی یا زید کو مالک مکان اجازت دے دیتا کہ تم اس مکان کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کرلو اور بقیہ جو قیمت کا روپیہ قرض سے زائد ہو وہ مجھے دے دو[1] لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور قانونی اعتبار سے زید کو مالک تجویز کر دیا گیا پس اگر عمر نے اس کو تسلیم کرلیا اور رضامندی دے دی کہ قرض کے عوض یہ مکان تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور زید نے اس کو منظور کرلیا تو زید مالک ہوگیا زید کے انتقال کے بعد اگر اس کا صحیح وارث صرف بکر ہے تو اب وہ مالک ہے زید اور عمر کے درمیان مکان سے متعلق بیع کا اگر علم نہ ہو اور یہ ظاہر ہوتا ہو کہ محض قانونی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے عمر کچھ چارہ جوئی نہیں کرسکا اس لئے اس مکان پر زید کا قبضہ رہا اور اتنی مدت میں بمقدار قرض اس مکان سے آمدنی بھی حاصل کر چکا تو بکر اب اس مکان کو عمر کی طرف سے بطور صدقہ کسی غریب کو دے دے کہ اس کا ثواب عمر کو پہنچے اور زید کو اس کے وبال سے بچالے[2]۔

---

[1] ولیس له ان یبیع الا بتسلیط من الراهن (هدایه ص ۵۲۲/ج۴/) کتاب الرهن، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی زکریا ص ۱۲۵/ج۱۰/ کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن الخ عالمگیری ص ۴۶۲/ج۵/ کتاب الرهن، الباب الثامن فی تصرف الراهن الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] واما اذا کان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد او حصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الی مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) چاروں وارث ہر چیز کی قیمت اہل تجربہ سے لگوا کر پانچ حصے بنالیں، تقسیم کرلیں[۱] جوشئی جس وارث کے لئے مناسب ہو وہ ساری اس کے حصہ میں بھی لگا سکتے ہیں مثلاً اس طرح کہ ایک شئی کی قیمت پانچ سو روپے ہیں وہ سب ایک وارث کو دے دی جائے جو کہ ایک سو کا مستحق ہے اور چار سو کی مقدار جو کہ اس کے پاس دیگر ورثہ کی آگئی ہے اس کے عوض کسی دوسری شئی سے اس کا حصہ ساقط کر کے دوسروں کو دے دیا جائے اگر کچھ چیزیں خیرات کرنا چاہیں تو سب ورثہ بعد تقسیم کے ان سب کی طرف سے خیرات کردیں جب ہر چیز کی قیمت لگا کر پانچ حصہ تصور کرلئے جائیں گے تو تقسیم آسان ہوگی پھر جو وارث چاہے اپنا حصہ دوسرے کو فروخت بھی کرسکتا ہے۔ مثلاً فاؤنٹن پین کی قیمت پانچ روپیہ ہے وہ ایک لڑکی لے لے اور ایک ایک روپیہ دونوں بہنوں کو دے دے دو روپیہ بھائی کو دے دے سب رضامندی سے اس طرح طے کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۵ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۳/۶ھ

لڑکی کا حصۂ میراث

سوال:- اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد ذکور مرجائے اور اس کی جائیداد اراضی اس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) یدفعه الی الفقراء الخ بذل المجهود ص۳۷/ ج ۱/ کتاب الطهارة باب فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ ج۵/ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشرفی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱/ ج۷/ باب البیع الفاسدمطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

[۱] اذااختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین الخ زیلعی ص ۲۳۴/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۴۹۴/ ج۸/ کتاب الفرائض، سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا چچا حقیقی یا بھتیجہ حقیقی نہ ہو صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دختر کو نصف ترکہ تو ضرور ہی ملے گا[1] اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کی وارث ہو جائے گی[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی کی میراث

سوال:- لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کتنا حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ میت کی لڑکی تو صرف ایک ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لڑکی کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو میت کے کل ترکہ کا دو ثلث ملتا ہے سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو اس صورت میں لڑکے سے نصف کی مستحق ہوگی خواہ ایک لڑکا ہو

---

[1] واما النساء فالاولی البنت ولها النصف اذاانفردت عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ج ۸/کتاب الفرائض، سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] مافضل عن ذوی الفروض ولامستحق له یردعلی ذوی الفروض بقدرحقوقهم سراجی ص ۴۲، ۴۳/باب الرد،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الرابع عشرفی الرد،الدرالمختارمع الشامی کراچی ص ۷۶۴/ج ۶/کتاب الفرائض.

یا زیادہ[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ کتنا ہوگا؟

سوال:- ہماری اس طرح کی تقسیم شرع کے موافق ہے یا نہیں یعنی اس طرح جائداد کے سات حصے کر کے پانچ مرد لڑکوں کو دو لڑکیوں کو ایک حصہ، والدہ کو ایک حصہ۔

ایضاً:- زمین کی اس طرح کی تقسیم کہ ایک ہی جگہ رکھ کر ہر ایک کو اس کے حصہ کے موافق حقدار قرار دینا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی والدہ کا اس میں حصہ $\frac{1}{8}$ ہے[2] جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے کہ اگر تمام بھائی بہن بخوشی والدہ کو زائد دینا چاہیں تو اختیار ہے[3]۔

(۲) سب رضامند ہوں تو زمین کو ایک جگہ رکھ کر سب کو حق دار قرار دینا بھی درست ہے۔ تقسیم کر کے الگ کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳ $\frac{1}{88}$ ھ

---

[1] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان لاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء ،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ج ۸/کتاب الفرائض.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع لواحدة فصاعدة عند عدم الولدوولدالابن وان سفل والثمن مع الولدالخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،شامی زکریاص ۵۱۲/ج ۱۰/کتاب الفرائض،زیلعی ص ۲۳۳/ج ۶/مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف ص ۷/ج ۱/ سورة الفاتحه.

ایک بیٹا اور دو بیٹی کے درمیان وراثت کی تقسیم

سوال:- مسمی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین تین لڑکیاں مسماۃ مجیدن، مریم، حاجن عزیزن چھوڑے لہٰذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ زوجہ مسماۃ حبیبہ تھی جس کا انتقال ہوگیا۔ اور ورثہ مذکورہ چھوڑے پھر عزیزاً کا انتقال ہوا اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے عزیز الدین کے نانا نے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیدن اور عزیزن کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مســـــــ

اگر عزیز الدین کے نانا نے اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دیدیا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے[1] اس میں مجیدن ومریم وعزیزن وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں لیکن اگر مرض الموت میں ہبہ کر کے قبضہ کرایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے یعنی ایک تہائی کی ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے[2] اگر قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا۔ حسب حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مظاہر علوم ۴/رجب ۵۷ھ

فرائض

سوال:- زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائداد کی مالک والدہ ہیں۔ نیز زید کی حیات ہی میں بغیر ضابطہ اس جائداد کا بٹوارہ ہوگیا تھا۔ مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہو جاتی۔ لہٰذا وفات کے بعد غیر ضابطہ (جس کا ابھی بیعنامہ نہیں ہوا) جائداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہوگی یا نہیں؟

---

[1] وتصح الهبة بالايجاب والقبول والقبض اما الايجاب والقبول فلانه عقد والعقد منعقد بالايجاب والقبول والقبض لا بدمنه لثبوت الملک. هدايه ص ۲۸۳/ج۳/اول كتاب الهبة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند، زيلعى ص ۹۱/ج۵/كتاب الهبة مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة الباب الاول، مطبوعه كوئٹه.

[2] وهبته ووقفه وضمانه كل ذلک حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۳۸۱/ج۱۰/كتاب الوصايا، باب العتق فى المرض، هنديه ص ۴۰۰/ج۴/الباب العاشر فى هبة المريض، مطبوعه كوئٹه، المحيط البرهانى ص ۲۰۵/ج۹/كتاب الهبة، الفصل العاشر فى هبة المريض، مطبوعه ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس بٹوارہ پر والدہ صاحبہ نے رضامندی ظاہر کر کے اس کو منظور کرلیا تو وہ صحیح ہوگیا۔ اور جو کچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زید کی ملک ہوگیا[1] وفاتِ زید کے بعد حسبِ قواعد شرعیہ اس میں میراث جاری ہوگی اور بیوی کو بھی ۱/۴ حصہ ملے گا۔ والدہ کو ۱/۶ ملے گا۔ جو کچھ زید کے ذمہ دین مہر اور قیمت جائداد وغیرہ ہو اس کو تقسیم میراث سے پہلے ادا کیا جائے گا[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۵ھ

فرائض ووصیت

سوال:- سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی ان کی وصیت استفتاء کے ساتھ ملحق کردی گئی ہے۔ ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

(۲) متوفی کے جملہ ورثاء کی فہرست بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ جائداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم ساکن مجھوا میر نے اپنی تاریخ انتقال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے روبرو دیگر وارثان

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۹۳/ ج۸/ باب الهبة.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته سراجى ص ۵.۳/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

واقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) نوردیدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیہ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوہ متوفی رہیں گی۔

(۲) بذریعہ وصیت زبانی حسب ذیل جائداد حسب ذیل وارثان کی تنہا ملکیت ہوگی ہاجرہ بیوہ متوفی (۱) جملہ زمینداری کا ایک ثلث (علاوہ حصہ شرعی) بقیہ وارثان وحقداران۔ (۲) جملہ حصہ اندر باغیچہ قلمی واقع مجھوامیر۔ (۳) جملہ حصہ اندر باغیچہ واقع مجھوا شاہی۔ (۴) جملہ حصہ مکان موجودہ مع اگواڑہ وپچھواڑہ (۵) جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (علاوہ حق شرعی جائداد کے) سنگاردان اعدد پتیلا کلاں ایک عدد لگن کلاں ایک عدد، سینی ایک عدد، دیگچی خورد دوعدد، اگالدان دوعدد، فرش بدری ایک عدد، گلاس بدری ایک عدد، طشتری تانبہ ۳ عدد، کشتی چینی ایک عدد، قاب چینی ایک عدد، روپیہ اندر سیونگ پاس بک ملکیت زہرہ بی بی۔

(۳) کھیت: ۵۹۸ دوازی ۸ بھر آٹھ بسوہ علاوہ بقیہ جائداد غیر منقولہ حسب قانون شرع محمدی جملہ حقداران کو ملے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں۔ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ لاوصیة لوارث الحدیث[۱] لیکن اگر دیگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے دیں تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہوسکتی ہے[۲]۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵/باب الوصایا، الفصل الثانی.

[۲] فان اوصی واجاز باقی الورثة صحت، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۹۹/ج۳/کتاب الوصایا، الفصل الثانی، مطبوعہ اصح المطابع بمبئی، زیلعی ص ۱۸۳/ج۶/اول کتاب الوصایا، مطبوعہ امدادیہ ملتان، درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج۱۰/کتاب الوصایا.

(۲) مســـــــ

عرصہ بعد اپنا نکاحِ ثانی مسمی زید کے ساتھ کرلیا تھا اور یہ کہ ترکہ جائداد اور غیر منقولہ مسماۃ مذکور کو اپنے سابق شوہر سے ملا ہوا ہے۔ بعدہٗ مسمّٰی زید کی وفات کے بعد زید کے حقیقی وارثان نے ترکہ زید تقسیم کیا اور مسماۃ الف کو بھی اس کا حصہ از ترکہ منقولہ وغیر منقولہ بموجبِ حق شرعی دے دیا۔ چنانچہ مسماۃ مذکور ہر دو ترکہ جات پر بحیثیت مالکانہ قابض و دخیل ہوئی۔ سابق شوہر سے کوئی اولاد حیات نہیں ہے اور نہ زید کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قریبی رشتہ مسماۃ الف کے ساتھ نکاح ہونے سے قبل حقیقی سالی کا بھی وابستہ تھا۔ اب محض مسماۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسمّٰی عمر موجود ہے اور مسمّٰی زید کے نطفہ سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ زید کی وفات کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا اب تک بدستور مسماۃ الف کی بود و باش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے مسماۃ مذکور کی کوئی حقیقی بہن بھی حیات نہیں صرف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مسماۃ الف کے ترکہ کے جائز شرعی وارث کون کون ہو سکتے ہیں اور کس قدر حصہ پا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسماۃ الف کے والدین دادا وغیرہ کوئی موجود نہیں صرف مسمّٰی عمر حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہے تو اس صورت میں مسماۃ کا کل ترکہ بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث برادر حقیقی مسمّٰی عمر کو ملے گا[1] بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا[2] ترکہ بعد وفات مورث تقسیم ہو چکا ہے۔ سوال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسماۃ الف کا انتقال ہو چکا۔ لہٰذا انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے

---

[1] والعصبة كل من يأخذ ماابقته اصحاب الفرائض وعندالانفراد يحرز جميع المال الخ سراجی ص۵/طبع یاسر ندیم دیوبند،مجمع الانهر ص۵۰۴/ج۴/کتاب الفرائض،فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیة بیروت،هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

[2] انما یرث ذووالارحام اذالم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یردعلیه ولم یکن عصبة، هندیه کوئٹه ص ۴۵۹/ج۶/کتاب الفرائض،الباب العاشرفی ذوی الارحام،الدرمع الشامی زکریا ص۵۴۷/ج۱۰/باب توریث ذوی الارحام،سکب الانهر ص ۵۲۲/کتاب الفرائض، فصل فی توریث ذوی الارحام دارالکتب العلمیة بیروت.

یا کسی وارث کا اضافہ ہوگیا تو اس کا اعتبار ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف

نانا، نانی کے ترکہ میں نواسوں کا حق

سوال:- ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکونہ مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کردے جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکونہ مکان مسلمہ کے نام منتقل کردیا تھا۔ ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے ملنے والے ورثہ میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دے دیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکونہ مکان دینے کا سوال نہ رہا) مسلمہ نے کہا چاروں کو دو دو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار۔ عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ دس ہزار، دو ہزار ہندہ کے شوہر واصف کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی اپنا ہی بچہ ہے اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً وارث کون کون ہیں؟ آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پسر فرمان یا ہندہ کی اولاد بھی وارث ہے۔ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تقاضا کرکے اپنا حصہ طلب کرے۔ مسلمہ اور فرمان نے ہندہ کی اولاد کو اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکونہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان

---

[1] یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۵۱/ج۶/کتاب الوصایا، مجمع الانہر ص ۴۲۳/ج۴/کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا.

فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے۔ عمر نے جو مسلمہ کو اپنے والد کے ترکہ میں دو دو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندہ کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کر سکتی ہے۔ مسلمہ کو مشورہ میں کمی وبیشی کا حق ہے یا نہیں اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندہ کی اولاد نافرمانی اور بدتمیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ گنہگار ہوگی؟ ہندہ کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصف کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے، انہوں نے اپنے ہی مکان میں رکھا، کھانا پینا دونوں کا الگ رہا، مگر کبھی (تقریباً اٹھائیس سال) کوئی کرایہ طلب نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً اپنی ضرورت اور رہائش کے لئے واصف نے مرمت وغیرہ اپنے حصہ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔ آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے۔ مگر دوسرے حصہ مکان میں عارضی منتقل ہو کر اپنے حصہ بلا اجازت فرمان ومسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کرا کر دوسرا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچہ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصے جو مکان اصلی وارثان کے بلا منظوری کرایا گیا ہے اس کی لاگت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ واصف کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔ واصف اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا $\frac{1}{3}$ تھا۔ مکان ان کے اندازہ قیمت سے دوگنی اور تگنی قیمت پر فروخت ہوا۔ ایسی صورت میں کیا فرمان اور مسلمہ کو واصف کو کچھ ادا کرنا چاہئے جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصہ مکان دکھایا بھی نہ تھا۔ اور لاگت کے بعد واصف وغیرہ اس حصے مکان میں جو انہوں نے اپنی رہائش اور زیبائش کے لئے بنایا تھا تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے بھی گئے اور ایسی صورت میں کیا واصف کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے ہندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا

کہ واصف ہے۔ شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ ہندہ کے انتقال پر اس کے وارث دو ظاہر کئے گئے۔ مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی ہندہ کی والدہ۔ فرمان (عمر کا لڑکا) یعنی ہندہ کا بھائی، حالانکہ ہندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے ہندہ کے بچوں کو دو دو ہزار روپئے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کے چار بچے بھی ہیں ان کو ورثہ میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔ تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ دیئے ہوئے ہندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مستحق[1]۔ ''یہ مشورہ'' وصیت بھی نہیں[2] اس کی بناء پر ہندہ کی اولاد کو نانا اور نانی کے ترکہ سے مطالبہ کا حق نہیں۔ اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں آٹھواں حصہ بیوی کا ہے[3] بقیہ لڑکے کا[4]۔ اگر کوئی قرض دین مہر وغیرہ ذمہ میں ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے[5]۔ فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں تو ہندہ کی اولاد کو چاہئے کہ

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل ،الدرالمختار مع الشامی زکریاص ۴۹۳/ج۸/کتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۱۹/ج۳/کتاب دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/کتاب الهبة،الباب الاول.

[2] ورکنها قوله:اوصیت بکذاالفلان ومایجری مجراه من الالفاظ المستعملة فیها،الدرمع الشامی کراچی ص ۶۵۰/ج۶/کتاب الوصایا،هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج۶/کتاب الوصایا،الباب الاول مجمع الانهرص ۴۱۷/ج۴/اول کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] وامالزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،والثمن مع الولدالخ،سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] العصبة کل من یاخذمابقته اصحاب الفرائض،سراجی ص۵/طبع یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهرص ۵۰۳/فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/ کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

[5] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الیٰ قوله ثم یقسم الباقی بین ورثته .سراجی ص ۴/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص ۴۴۷/ج۶/اول کتاب الفرائض،مجمع الانهرص ۴۹۵/ج۴/اول کتاب الفرائض دارالکتب العلمیه بیروت.

شکریہ کے ساتھ قبول کرلے، نانی کا احترام ضروری ہے ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا معصیت اور گناہ ہے[1] واصف اور اس کے متعلقین کو مکان میں عاریۃً رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا یہ مسلمہ اور فرمان کا احسان وتبرع تھا۔ واصف کو مالک نہیں بنایا تھا اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کرا کے دوبارہ تعمیر کرائے جب تک اصلی مالک کی اجازت نہ لے لے۔ اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا[2] یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اور فرمان نے اپنے مکان میں ۲۸ سال تک بلا کرایہ کے رکھا تو اس احسان کے عوض واصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوادیا۔ هَلْ جزاء الاحسان الا الاحسان۔ (الآیۃ[3]) اب اس میں جو کچھ صرف ہوا اس کا مطالبہ بے محل ہے[4]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[1] عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا. مشكوٰة شريف ص ۴۲۳/ باب الشفقة، والرحمة على الخلق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ان عقوق الآباء، محرم ايضاً، مرقاة ص ۶۶۵/ ج۴/ كتاب البر والصلة الفصل الاول، طبع بمبئی.

[2] لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا اذنه ولا ولا يته. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۹۱/ ج۹/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ، الاشباه ص ۱۵۷/ الفن الثانی كتاب الغصب، دارالاشاعت دهلی، قواعدالفقه ۱۱۰/ قاعده ص ۲۷۰/ دار الكتاب ديوبند.

[3] سورة رحمن آيت ۶۰/. **ترجمه:** بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز غایت عنایت کے کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔ (از بیان القرآن)

[4] عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها الى قوله ولها اى ولو عمر لها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع فی البناء فلارجوع له، الدرمع الشامی كراچی ص ۷۴۷/ ج۶/ كتاب الخنثى، مسائل شتى، مجمع الانهر ص ۴۸۸/ ج۴/ مسائل شتى، دارالكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۴۸۵/ ج۸/ كتاب الخنثى مسائل شتى.

باپ اور بیٹے کی میراث کی تقسیم

سوال:- ایک شخص کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کردی اور باورچی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھر ایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سالوں کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ اور ایک بیوہ اور تین لڑکیاں چھوڑیں۔ ان سب کے مصارف کے کفیل دادا صاحب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والا لڑکا بھی واپس آگیا اور اس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد) صاحب فراش ہوگئے۔ اور بالکل لاچار و معذور ہوگئے۔ اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موٹر جو کہ کرایہ پر چلتی ہے، اس سے بطور نگرانی ملازمت کرلی اور اپنی محنت اور جانفشانی اور جدو جہد کے بعد دوسرے کو شریک کرکے پوری موٹر اپنے نام کرلی اور اس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کو اس کاروبار کا کوئی حساب نہیں دیا۔ البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔ اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہوگیا۔ اور اپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اور ایک چھوٹا مکان اور کچھ بونڈ چھوڑا چند غیر تمند لوگوں نے باہم ملکر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کو دیدیا۔ اور تقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا اور بڑے مکان کا بقیہ حصہ جو کہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے دونوں بہنوں کو دیدیا۔ بہنوں نے اس مکان کے حصہ کو سب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اور لڑکیوں کے رہنے کے لئے دیدیا۔ نیز دیگر سامان بھی بقدرِ حصہ تقسیم کردیا اور بہنوں کے لئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کو اور ایک بھائی ایک بہن کو اس کے حصہ کے مطابق رقم دیدے۔ یہ سب کام زبانی طے ہوئے تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موٹر کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہوگیا جس نے ایک

مکان، ایک موٹر کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے۔ (موٹر اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱ر سال کی لڑکی ہے جو کہ فاتر العقل اور معذور ہے چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں جس لڑکے نے اپنی محنت وجانفشانی سے جو کام کیا ہے اور نفع ونقصان اٹھایا ہے۔

(۱) باپ کے انتقال کے بعد اس نفع ونقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

(۲) باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۳) اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ اب اس گھر میں صرف ایک بھائی دو بہن اور ایک شخص کی بیوہ اور ایک فاتر العقل لڑکی حیات ہیں۔

اس معاملہ میں شریعت کی رو سے جس طرح تقسیم ہوگی اسے بالتفصیل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں ماخوذ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکے نے ملازمت سے آکر والد کے کاروبار (موٹر) میں نگرانی کی ملازمت کرلی۔ یہ ملازمت درست ہوگئی۔ پھر اگر پورے موٹر اپنے نام والد سے خرید لی یا شرعی طور پر ہبہ کرالی تو وہ موٹر اس کی ملک ہوگئی[۱]۔ پھر باغیرت لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثہ نے منظور کرلی وہ بھی معتبر ہوگئی۔ جو موٹر اس لڑکے نے اپنے نام کرالی تھی

---

[۱] دفع لابنه مالاً ليتصرف فيه ففعل ذالک وكثر ذالک فمات الاب ان أعطاه هبة فالكل له والا فميراث بأن دفع اليه ليعمل للأب الخ درمختار مع الشامی زكريا ص ۵۲۰/ ج۸/ كتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة،هنديه كوئٹه ۳۹۲/ ج۴/ كتاب الهبة،الباب السادس فی الهبة للصغير.

اگر اس کو بھی تقسیم کر دیا کہ اس میں بھی تمام ورثہ شریک رہیں اور اس لڑکے نے اس کو بھی منظور کرلیا تو اس کی بھی تقسیم ہوگئی[1] جب تک کاروبار باپ کا تھا نفع ونقصان کا ذمہ دار باپ تھا۔ جب لڑکے نے موٹر (خرید کر یا ہبہ کرا کے) اپنے نام کرالی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہوگیا۔ کوئی دوسرا وارث ذمہ دار نہیں۔

(۲) باپ نے اپنی ملک میں جو کچھ چھوڑا اس میں سب وارث حسبِ حصص شریک ہیں۔

(۳) جس لڑکے نے جو کچھ باپ سے علیحدہ خود کمایا وہ اسی کا ہے[2]۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا[3] نصف ترکہ لڑکی کو ملے گا[4]

---

[1] حکما رجلا معلوما فحکم بینهما ببینة او اقرارا ونکول ورضیا بحکمه صح، الدرمع الشامی زکریا ص۱۲۷/ ج۸/ کتاب القضاء، باب التحکیم، مطلب حکم بینهما قبل تحکیمه ثم اجازه جاز، مجمع الانهر ص ۲۴۱/ ج۳/ کتاب القضاء، فصل فی التحکیم دارالکتب العلمیه بیروت، هدایه ص۱۴۴/ ج۳/ کتاب ادب القاضی، باب التحکیم، طبع تهانوی دیوبند.

[2] سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا ومات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بین ورثته؟ اجاب هی للابن تقسم بین ورثته، حیث کان له کسب مستقل بنفسه، تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۷/ ج۲/ کتاب الدعوی مطبوعه میمنیه مصر، فتاوی خیریه علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۸۵/ کتاب الشرکة، مطبوعه میمنیه مصر.

[3] اما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد وولد الابن الخ سراجی ص۱۲/ فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص۵۰۰/ ج۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۴۵۰/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص۱۲/ فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص۴۴۸/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهر ص۵۰۰/ ج۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

پھر جو کچھ بچے اس میں سے دوہرا بھائی کو ملے گا۔ اکہرا اکہرا ہر بہن کو ملے گا[۱] یعنی کل چالیس سہام ہوں گے۔ پانچ سہام بیوہ کے ہیں، بیس سہام لڑکی کے ہیں۔ تین تین سہام تینوں بہنوں کے۔ چھ سہام ایک بھائی کے۔ کوئی قرض دین مہر وغیرہ ہو تو اس کو پہلے ادا کیا جائے گا[۲]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر اور بھائیوں کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت

سوال:- زید کی بیوی ایک حصۂ جائیداد کی بلاشرکت غیر مالک تھی جو اس کو ترکہ پدری سے پہونچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں۔ زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو از روئے شریعت یہ امر دریافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائداد میں کتنا حصہ پہونچتا ہے اور عمر و بکر اپنی بہن کی جائداد میں کتنے کتنے حصے کے وارث ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی بیوی کا ترکہ نصف زید کو ملے گا[۳] اور نصف دونوں بھائی عمر و بکر کو ملے گا[۴]۔

---

[۱] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس الی قوله ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت.

[۲] یبدأ من ترکة المیت بتجهیزه ودفنه، ثم تقضی دیونه ثم تنفذ وصایاه ثم یقسم الباقی بین ورثته مجمع الانهر ص ۴۹۳/ج ۴/اول کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۴۷/ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الاول، سراجی ص ۴/طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۳] اما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد الخ سراجی ص ۱۱/باب معرفة الفروض ومستحقیها، طبع یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج ۴/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کر چکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والد کی طرف سے ملا ہو یا شوہر نے تملیکاً دیا ہو یا اور کسی طرح ملا ہو سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ

پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد ترکہ میں برابر کے حقدار ہیں

سوال:- ہمارے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور والد صاحب نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا اس سے چار لڑکے ہیں اب والد والدہ دونوں کا انتقال ہو گیا لہٰذا اب ہمارے آپس میں جائداد کے متعلق جھگڑا ہے۔ بڑا بھائی کہتا ہے کہ سب جائداد میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا تمہارا چار بھائیوں کا ہے لہٰذا اب یہ مشورہ ہوا ہے فتوی منگالیں جس طرح علماء دین شرع کے مطابق جواب دیں گے۔ آیا یہ اس طرح صحیح ہے جس طرح ہمارا بھائی کہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے بھائی کا یہ دعویٰ کرنا کہ آدھا میرا حصہ ہے غلط ہے پانچوں بھائی برابر کے حقدار ہیں[1] اگر ایک بھائی ایک ماں سے ہے اور چار بھائی دوسری ماں سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ۴۵۰/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص۵/ ثم جزء ابیه ای الاخوة الخ سراجی ص ۲۲/ باب العصبات، طبع یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۴/ ج۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات دارالکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[1] دونوں بیوی کے لڑکے میت یعنی باپ کے جز اور بیٹا ہونے میں برابر ہیں ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے باپ کے ترکہ میں سب برابر کے شریک ہونگے، عصبة بنفسه وهو کل ذکر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

البتہ بڑے بھائی کی والدہ کے ترکہ میں وہ بھائی جو دوسری والدہ سے ہیں وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے اسی طرح چاروں کی والدہ کا ترکہ ان چاروں کو ملے گا۔ بڑا بھائی جو کہ پہلی بیوی سے ہے وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے مگر والد کے ترکہ میں سب ہی برابر کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۹ھ

فرائض اور تعیین ترکہ

سوال:- ہندہ مرگئی اس نے شوہر ماں باپ بہن وارث چھوڑے کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا اور ترکہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیزیں ہندہ کی ملک کردی گئی خواہ والدین کی طرف سے خواہ سسرال کی طرف سے وہ سب ہندہ کا ترکہ ہے[1] جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور ہندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چارپائی وغیرہ اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ جو چیزیں مخصوص ہیں عورتوں کے لئے جیسے زنانہ کپڑے زیور وغیرہ وہ بھی ہندہ کا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) لم یدخل فی نسبته الی المیت انثی وهم اربعة اصناف جزء المیت الخ عالمگیری ص ۴۵۱/ج۶/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الفرائض الباب الثالث فی العصبات،شامی زکریاص ۵۱۸/ج۱۰/کتاب الفرائض،سراجی ص ۲۲،۲۱/باب العصبات مطبوعه یاسرندیم دیوبند،اذااجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة یقسم المال علیهم باعتبار ابدانهم الی قوله لکل واحدسهم الخ عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/کتاب الفرائض الباب الثالث فی العصبات.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] لانالترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الاموال الخ شامی زکریاص ۴۹۳/ج۱۰/کتاب الفرائض،بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/زیلعی ص ۲۲۹/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امدادیه ملتان.

ترکہ ہے اور جو چیزیں مردوں کے لئے مخصوص ہیں یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں[1] ہندہ کا ترکہ نہیں۔ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بنا کر تین سہام شوہر کو ایک سہام ماں کو دو سہام باپ کو ملیں گے[2] بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال:- زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے بتلایئے کہ باپ کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

---

[1] ولو بعث الی امرأته شیأ ولم یذکر جهة عند الدفع غیر المهر فقالت هو هدیة وقال هو من المهر فالقول له فی غیر المهیا للاکل کثیاب وشاة حیة وسمن وعسل وما یبقی شهرا والقول لها فی المهیاله کخبز ولحم مشوی لان الظاهر یکذبه الخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۳، ۳۰۱/ج۴/ باب المهر، مطلب فیما یرسله الی الزوجة، سکب الانهر ص ۵۳۲/ ج ۱/باب المهر تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، زیلعی ص ۱۵۸/ج ۲/باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] واما الاب فاحوال ثلث الی ماقال والتعصیب المحض ذالک عند عدم الولد ولدالابن الی ما قال واماللزوج فحالتان النصف عند عدم الولدالخ، سراجی ص ۱۱، ۹/باب معرفة الفروض الخ زیلعی ص ۲۳۳، ۲۳۰/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریاص ۵۱۲/ ج ۱۰/کتاب الفرائض، واما للام فاحوال ثلث السدس مع الولداوولدالابن مع وان سفل اومع الاثنین من الاخوة والاخوات الخ سراجی ص۱۷/فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، شامی زکریاص ۵۱۴/ج ۱۰/کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ۴۹۱/ج۸/کتاب الفرئض.

[3] وبنوالاعیان والعلات کلهم یسقطون بالابن الی قوله وبالاب بالاتفاق الخ سراجی ص۱۷/ فصل فی النساء، بحر کوئٹه ص۴۹۷/ج۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص۲۳۷/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف یہ ہی وارث ہیں تو کل سات سہام (حصے) بنا کر دو دو سہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو ملے گا[1] دین مہر وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کی میراث

سوال:- بیوی کو اپنے شوہر کی جائداد میں سے کون سا حصہ ملنا چاہئے۔ احکام شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اولاد بھی ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اگر کوئی اولاد نہیں تو چوتھائی ملتا ہے[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۲۶/۶/۵۶ھ

صحیح: عبداللطیف ۲۸/۶/۵۶ھ

---

[1] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. الآیة سورة النساء آیت ۱۱/.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔

اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الاثنین الخ زیلعی ص ۲۳۴/۶، کتاب الفرائض، طبع امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴/ج۸/کتاب الفرائض.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدةً عند عدم الولد وولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولدالابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۱/ فصل فی النساء، زیلعی ص ۲۳۳/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی زکریا ص ۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض.

بہن اور بیوی کے چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے صرف ایک بہن ہے تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے لیکن وہ بھی لاولد ہے۔ عندالشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا[1] بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔ اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۸۵ھ

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال:- زید کی سب سے پہلی بیوی جو تھی اس سے ایک لڑکا ہے زید کی بیوی کا

---

[1] احدھا ان یکون فی المسألة حنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایردعلیه فاجعل المسئلة من رؤ سهم الخ سراجی ص ۴۴/باب الرد، بحر کوئٹہ ص ۵۱۶/ج۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۴۷/ ج۶/مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبه الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولاتقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ سراجی ص ۳،۴/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج۴/ کتاب الفرائض، دالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۴/ج۱۰/کتاب الفرائض.

انتقال ہوگیا زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی اس بیوی سے دولڑکیاں باقی تھیں زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پیٹ میں تھا زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا۔ دو لڑکیاں اور لڑکا ہوگیا لڑکیاں جو تھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرما گئیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہوگیا جو تہائی مکان جو اس کو ملا تھا دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی چوتھائی کرلیا تھا دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچسو روپیہ فروخت کردیا تھا اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو اب التماس ہے کہ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دولڑکیاں جو تھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے اپنا مکان کا تہائی اس نے فروخت کردیا تھا اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا لہٰذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو ان بہنوں اور ماں کے حصہ کے مطالبہ کا پہلی بیوی کے لڑکے کے حصہ میں سے کوئی حق نہیں[1] البتہ باپ جمیع ترکہ میں سے اپنی بہنوں اور ماں کا حصہ اور مہر (بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو) کے مطالبہ کی حقدار ہے۔ اسی طرح پہلی بیوی کا لڑکا بھی جمیع

---

[1] کیونکہ ان کے درمیان کوئی اسباب ارث نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے مستحقِ میراث ہوں۔ ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث بالنسب وھو القرابة والسبب وھو الزوجیة والولاء، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۷/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الاول، شامی کراچی ص ۷۶۲/ج ۶/کتاب الفرائض، مجمع الانھر ص ۴۹۵/ج ۴/اول کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت.

ترکہ میں سے اپنی ماں کا مہر بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو وصول کرسکتا ہے اور جس قدر حصہ ماں کے ترکہ اور بہنوں کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکے کو پہنچے اس کو فروخت کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۴۸

مســـــــ

کوئی حق نہیں وہ تمام پہلی بیوی کے لڑکے کا ہے[1] (بشرطیکہ کوئی اور شرعی وارث نہ ہو) اور جو سامان زید کا ہے اس کی تقسیم کی صورت جواب بالا میں بیان کردی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۷/۶/۵۴ھ

صحیح: عبداللطیف

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ جمادی الثانی ۵۴ھ

ماں اور بیوی میں تقسیم میراث

سوال:- زید کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں ایک بیوی وارث چھوڑے اور کوئی نہیں ہے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے ذمہ قرض مہر وغیرہ جو کچھ ہے اس کو ادا کرنے کے بعد[2] چوتھائی ترکہ بیوی کو ملے گا[3] اور تہائی ترکہ ماں کو ملے گا[4] دادا پردادا وغیرہ کی اولاد میں کوئی عصبہ ہو تو اس کو ملے گا[5] تمام

[1] ویستحق الارث بنسب ونکاح وولاء، مجمع الانہر ص ۴۹۵/ ج۴/ کتاب الفرائض مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۷/ کتاب الفرائض الباب الاول، شامی کراچی ص ۷۶۲/ ج۶/ کتاب الفرائض.

[2] ثم تقدم دیونہ التی لھا مطالب من جھۃ العباد ویقدم دین الصحۃ ھوما کان ثابتاً بالبینۃ مطلقاً او بالاقرار فی حال الصحۃ الخ، ردالمحتار ص: ۴۹۵/ ج: ۱۰/ کتاب الفرئض، ملتقی الابحر ص: ۴۹۳/ ج: ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت، سراجی ص: ۴/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[3] وللزوجات حالتان الربع بلاولد شامی زکریا ص ۵۱۲/ ج۱۰/ کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۳/ ج۶/ مطبوعہ امدادیہ ملتان، سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[4] والثلث عند عدمھم ای عدم الولد وولدالابن الخ شامی ص ۵۱۴/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

ورثہ کی تفصیل لکھ کر معلوم کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

found.

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ج۱۰/سراجی ص۱۷/ فصل فی النساء،مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص ۴۹۱/ج۸/کتاب الفرائض.

۵؎ والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد یحرز جمیع المال (السراجی فی المیراث ص۵/ وفی الشامیة ثم العصبات بانفسهم اربعة اصناف جزء المیت ثم اصله ثم جزء ابیه ثم جزء جده اراد بالجد ما یشمل اباالاب الخ درمختار مع الشامی ص۵۱۸/ج۱۰/ کتاب الفرائض،سراجی ص۲۲/باب العصبات،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،عالمگیری ص۴۵۱/ ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات،مطبوعه کوئٹه.

فصل ششم: عصبات کا بیان

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال:- ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ شریعت نے محجوب کو میراث سے کیوں محروم ٹھہرایا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میراث کے لئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے محجوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے[1] اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے[2] یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا[3] یہ بات بالکل صاف اور قابلِ قبول ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۳۹۴ھ

---

[1] والجد الصحیح کالاب الی قوله ویسقط الجدبالاب لان الاب اصل فی قرابة الجدالی المیت سراجی ص ۱۰/باب معرفة الفروض ومستحقیها،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،سکب الانهر ص ۵۰۲/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وتحجب الاخوة بالابن وابنه وان سفل وبالاب الخ (مجمع الانهرص ۵۱۰/ج۴/فصل فی الحجب دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۴۵۳/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الرابع فی الحجب،الدرمع الشامی زکریاص ۵۳۰/ج۱۰/کتاب الفرائض.

[3] کل من یدلی الی المیت بشخص لایرث مع وجودذالک الشخص(سراجی ص۲۷/باب الحجب طبع یاسرندیم دیوبند،کابن الابن مثلافانه لایرث مع الابن (مجمع الانهرص ۵۱۰/ج۴/کتاب الفرائض،فصل فی الحجب،دارالکتب العلمیة بیروت،الدرمع الشامی زکریا ص ۵۲۹/ج۱۰/کتاب الفرائض.

علاتی بھتیجہ وارث نہیں عینی کی موجودگی میں

سوال:- مسمی زید نے دو بھتیجے عینی اور ایک بھتیجا علاتی چھوڑا۔ اب اس کی جملہ جائداد کے وارث از روئے شرع شریف بھتیجے عینی ہیں یا کہ علاتی بھتیجا وارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت از کل مال تنفیذ وصیت وغیرہ از ثلثِ مال، صورتِ مسئولہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں عینی بھتیجوں کو ملے گا۔ علاتی بھتیجا اس صورت میں وارث نہیں ہوگا۔ ثم یرجحون بقوۃ القرابۃ اعنی بہ ان ذالقرابتین اولٰی من ذی قرابۃ واحدۃ ذکراً کان اوانثیٰ لقولہٖ علیہ السلام ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام اوالاخت لاب وام اذاصارت عصبۃ مع البنت اولیٰ من الاخ لاب وان الاخ لاب وام اولٰی من الاخ لاب اھ سراجی ص ۱۶[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۸/۳/۶۳ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے

سوال:- امداد الفتاویٰ جلد سوم ص ۱۱۸ وص ۱۱۹ میں حضرت تھانویؒ کا فتویٰ ہے کہ

---

[1] سراجی ص ۲۲/(مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۲/ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مجمع الانھر ص ۵۰۶/ج۴/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الکتاب العلمیہ بیروت.

اولاد عم الجد پر عصوبت ختم ہوجاتی ہے یعنی اولاد عم اب الجد بطور عصوبت وارث نہ ہوں گے۔ بعدہ ملحقات تتمہ اولیٰ امداد الفتاویٰ ص ۳۲۸ ر میں حضرت نے عام اطلاع دی ہے کہ میرے اس فتویٰ پر وثوق نہ کریں میں از سر نو تحقیق کر رہا ہوں۔ دیگر اہل علم بھی اس کی اپنے طور پر تحقیق کریں۔ اب گذارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ کر گئے اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنجناب اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں حسن خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت تھانویؒ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہوسکی مگر جامع وجیز یعنی فتاویٰ بزازیہ[1] ج ۳ ر ص ۴۵۶ ر برحاشیہ عالم گیری ج ۶ ر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولاد عم اب الجد بھی بطور عصوبت وارث ہوں گے ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهٰكذا عمومة الاجداد وان علوا واولادهم الذاكران وان سفلو ثم مولى العتاقة اھ تتمه امداد الفتاویٰ میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

عصبات کی انتہاء کیا دادا کے چچا تک ہے؟

سوال: – وراثت میں عصبہ کہاں تک ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو دادا کے چچا تک ختم کرتے ہیں اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراثت منتقل ہوجائے گی۔ اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ الی آخرہ تک عصبہ کو لکھتے ہیں۔ اور حضرت تھانویؒ

---

[1] بزازیه علی هامش الهندية كوئٹه ص ۴۵۶ ر ج ۶ ر كتاب الفرائض، الثانی فی العصبات المحضة، مجمع الانهر ص ۵۰۵ ر ج ۴ ر كتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الكتب العلميه، بحر كوئٹه ص ۴۹۸ ر ج ۸ ر كتاب الفرائض.

کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر الی آخرہ عصبہ کو مانا جائے تو ذوی الارحام کا نمبر ہی نہیں آسکتا۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرماویں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت تھانویؒ نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا[1] صحیح وہی ہے جس کو حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے[2] جس وقت کسی عصبہ کی تحقیق نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا[3] (اگر آپ اپنی تحریر میں کتب کا حوالہ دیتے اور عبارات نقل کرتے کہ حضرت تھانویؒ[4] اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ[5] نے کن کتب میں عبارات لکھی ہیں، تو میں بھی جواب میں عبارات نقل کر دیتا تاہم میں نے جامع وجیز کا حوالہ دیا ہے)۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] حاشیہ امداد الفتاوی ص ۳۴۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، مطبوعہ زکریا دیوبند.

[2] ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وکذابنوهما وان سفلوا وهٰکذاعمومة الاجدادوان علوا واولادهم الذکران وان سفلوا ثم مولی العتاقة بزاز یه علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۴۵۶/ ج ۶/ الثانی فی العصبات المحضه، مجمع الانهر ص ۵۰۵/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه، بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

[3] ثم ذوی الارحام ای یبدأ بهم عندعدم ذوی الفروض النسبیة والعصبات فیاخذون کل المال الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۵۰۱/ ج ۱۰/ اول کتاب الفرائض، بزاز یه علی هامش الهندیة ص ۴۵۳/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الاول فی اصحاب الفرائض، طبع کوئٹه مجمع الانهر ص ۴۹۶/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

[4] امدادالفتاوی ص ۳۴۳/ ج ۴/ کتاب الفرائض منتهی شدن عصوبت باولادعم الجد، طبع زکریا دیوبند.

[5] مفیدالوارثین ص ۱۲۱/ پانچوان باب عصبات کا بیان، قبیل فصل ۳/ درجہ سوم کے عصبات، مصنفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ طبع کتب خانہ اصغریہ دیوبند۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال:- ایک شخص کی وفات ہوجائے اور متوفی کا حقیقی برادر و چچا و بھتیجہ نہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری چوتھی پشت کے جدونکا شرع کے بموجب کوئی حق ملتا ہے ایسی صورت میں کہ جائداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تیسری یا چوتھی پشت کے عصبات کو بھی حق پہنچتا ہے اگر چہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۴/۶۰ھ

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۴/۶۰ھ

عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال:- ایک شخص فوت ہوجاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑتا ہے اس کی میراث کس طرح تقسیم کی جائے۔ دو برادر حقیقی دو برادر علاتی، ایک ہمشیرہ حقیقی ایک ہمشیرہ علاتی اخ عینی، اخ عینی، اخ علاتی، اخ علاتی، اخت عینی، اخت علاتی۔ بینوا توجروا۔

---

[1] ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهكذا عمومة الاجداد وان علوا واولادهم الذكران وان سفلوا ثم مولى العتاقة. بزازيه على على هامش الهندية كوئٹه ص ۴۵۶/ج۶/كتاب الفرائض، الثانى فى العصبات المحضة، مجمع الانهر ص ۵۰۵/ج۴/كتاب الفرائض، فصل فى العصبات، دار الكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۴۹۸/ج۸/كتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث کل پانچ سہام ہوں گے۔ دو دو ہر دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے۔ ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا۔ علاتی بھائی بہن محروم رہیں گے۔ لقوله عليه السلام ان اعيان بنى الام يتوارثون دون بنى العلات اھ سراجی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳ رشوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳ رشوال ۶۷ھ

عینی مقدم ہے علاتی پر

سوال:- آسمان خاں نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خاں اور دو زوجہ وارث چھوڑے خدیجہ وافسوں۔ پھر حمید خاں فوت ہوا۔ ماں افسوس بی بی اور عم الاب لاب تین چھوڑے قلمدار خاں علمدار خاں۔ اعلمدار خاں اور ابن عم الاب لاب وام تین چھوڑے ظلمات خاں، رحیم خاں، عبدالقادر خاں۔

اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عم الاب لاب میراث کا مستحق ہے یا ابن عم الاب لاب وام مستحق ہے۔ لیکن مبسوط کی عبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عم الاب لاب ہی مقدم ہے کذافی ضياء السراج وكذاالحال فى ابناء هؤلاء الصناف قال مبسوط فى بيان الاعمام وابنائهم ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم ابن العم لاب وام ثم ابن العم لاب ثم عم الاب لابن وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب ثم الجد، انتهى مبسوط ص ۱۷۴ / ج ۲۹ /. چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ لہٰذا بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

---

[1] سراجی ص ۲۲ / باب العصبات مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۶ / ج ۴ / كتاب الفرائض، فصل فى العصبات، دارالكتب العلميه بيروت، الدرمع الشامى زكريا ص ۵۲۱، ۵۲۲ / ج ۱۰ / كتاب الفرائض، فصل فى العصبات.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عم الاب لاب کو تقدم ہے ابن عم الاب لاب وام سے۔ ذوالقرابتین کو ذوا القرابۃ الواحدۃ پر تقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں ورنہ جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ مقدم ہوگا، وبعد ترجیحهم بقرب الدرجة يرجحون عند التفاوت بابوين واب كما مربقوة القرابة فمن كان لابوين من العصبات ولوانثىٰ كالشقيقة مع البنت تقدم على الاخ لاب مقدم علىٰ من كان لاب لقوله صلى الله عليه وسلم ان اعيان بنى الام يتوار ثون دون بنى العلات والحاصل انه عند الاستواء فى الدرجة يقدم ذوالقرابتين وعند التفاوت فيها يقدم الاعلىٰ اھ درمختار[1] علی هامش ردالمحتار ج۵/ص ۶۷۸/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ رمضان ۶۶ھ

---

[1] الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۲، ۵۲۱/ج ۱۰/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، هندیه کوئٹه ص ۴۵۲/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ج ۸/کتاب الفرائض، سکب الانهر ص ۵۰۵/ج ۴/فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه.

فصل ہفتم:- پوتوں کو وراثت

پوتے کا حق وراثت

سوال:- ہم چار بھائی ہیں۔ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ مرحوم بھائی کے بچے ہیں۔ ان بچوں کا حق ترکہ میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے اور چوتھے مرحوم بیٹے نے اولاد چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا[1] ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود مملوکہ ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۱۴۰۶ھ

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال:- مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے۔ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ فرما گئے ہیں پھر بھی اس کی کون وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مرجائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مرجائے تو بیٹا محروم

---

[1] الاقرب فالاقرب یرحجون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج۸/ کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۵۲/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

ہوگا۔خلاصہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے[1]۔مگر حکمت کے سمجھنے کے لئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے[2]۔جن غریبوں کو املا لکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو ان کو اس فکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

پوتے کی میراث

سوال:- حاجی عبدالرزاق کے دولڑکے ہیں سلامۃ اللہ وعصمۃ اللہ اور حاجی صاحب موجود ہیں اور سلامۃ اللہ کا انتقال ہوگیا ان کا بڑا لڑکا مشتاق احمد بچا اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

---

[1] لایحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذاصحت بهاالروایة علی معرفة تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیرمن الناس فی معرفة کثیرمن المصالح ولکون النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اوثق عندنا من عقولنا،حجة اللّٰه البالغه ص ۶/ج ۱/مقدمه طبع مصر،النص یحتاج الی التعلیل بحکم غیره لابحکم نفسه،قواعد الفقه ص ۱۳۳/قاعده ص ۳۷۲/الرسالة الثالثة، القواعدالفقهیة،دارالکتاب دیوبند.

[2] لاتتبین اسراره الالمن تمکن فی العلوم الشرعیة بأسرها واستبد فی الفنون الالهیة عن آخرها ولایصفومشربه الا لمن شرح اللّٰه صدره لعلم لدنی وملأ قبله بشروهبی وکان مع ذالک وقاد الطبیعة سیال القریحة حاذقافی التقریروالتحریربارعافی التوحید والتحبیر، حجة اللّٰه البالغه ص۳، ج ۱، قبل المقدمة،طبع مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

حاجی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک لڑکا موجود ہے اور دوسرے لڑکے کی اولاد موجود ہے اور دوسرا لڑکا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے لڑکے کی اولاد کو حاجی عبدالرزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

پوتا وارث کیوں نہیں؟

سوال:- پوتے دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں؟ دارنحالیکہ وہ بیچارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں۔ پوتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حکمت کا علم صاحب شرع کو ہے ہم نہیں جانتے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے۔ زباں تازہ کردن باقرار تو۔ نینگیختن علت از کار تو۔ (سعدی) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ.....صحیح: عبداللطیف ۲۹/۷/۶۱ھ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت

سوال:- کیا زید کو اپنی جائیداد پر یہ حق ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو نہ دے کر پوتوں کے نام لکھ دے اور تاحیات خود ولی رہے، بعدہٗ اپنے لڑکے کو ولی بنادے۔

---

[1] الاقرب فالاقرب یرحجون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)باب العصبات،بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج۸/کتاب الفرائض،هندیه کوئٹه ص ۴۵۲/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پوتوں کو دیدے یا کسی اور کو دے[۱]۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو کہ یہ ظلم اور معصیت ہے[۲]۔ بہتر یہ ہے کہ پوتوں کو کل جائیداد نہ دے بلکہ ایک تہائی کے اندر اندر دیدے اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرادے۔ اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو دیدیا جائے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو جائداد دینا

سوال:- میری عمر تقریباً ۸۶/سال ہو چکی ہے میری بیوی کا ۲۱/سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے۔ میرے دو لڑکے ہیں جو کہ صاحب اولاد ہیں۔ دو لڑکیاں ہیں جو کہ صاحب اولاد ہیں اور اپنے اپنے گھر رہتی ہیں، کبھی کبھی آتی ہیں۔ عرصہ ۵/سال کا ہو گیا کہ چھوٹا لڑکا اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے الگ ہو گیا اور آج بھی الگ ہے۔ میں بڑے لڑکے کے ساتھ تھا اور آج بھی اس کے بچوں کے ساتھ خورد ونوش رکھتا ہوں۔ عرصہ ایک سال کا ہوتا ہے کہ بڑے لڑکے کا

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشیدیه دهلی.

[۲] لابأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذافی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی، ولووهب فی صحته کل المال للولد جازواثم . الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۵۰۲ ج۸ کتاب الهبة،عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۱/ ج۴/ کتاب الهبة،الباب السادس فی الهبة للصغیر، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۲۷۹/ ج۳/ کتاب الهبة،فصل فی هبة الوالدلولده.

[۳] وتتم الهبة بالقبض الکامل،الدرالمختارعلی هامش ردالمحتارزکریاص ۴۹۳/ ج۸/ کتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۱۹/ ج۳/ کتاب الهبة،دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ کتاب الهبة،الباب الاول.

انتقال ہوگیا۔ عرصہ تین سال کا ہوتا ہے کہ مزروعہ زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ بڑے لڑکے کو اور ایک حصہ چھوٹے لڑکے کو دیدیا ہے جس پر دونوں کاشت کر کے اپنی گذر اوقات کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی جائیداد ہے یہ ابھی تک میرے نام ہے۔ بڑے لڑکے کے مرنے کے بعد سوچتا ہوں کہ ان کے باپ کے حصہ کی کل جائیداد ان بچوں کے نام منتقل کردوں۔ تو ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے مال میں میراث تو آپ کے انتقال کے بعد تقسیم ہوگی[1]، اس وقت ورثاء کے حصے متعین ہوں گے۔ اگر مرحوم لڑکے کی زندگی میں آپ نے دونوں لڑکوں کو نصف نصف کل مال دیدیئے تو اس کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملنا چاہئے۔ آپ کو بھی چھٹا حصہ ملتا۔ مگر اس کی زندگی میں آپ نے تقسیم نہیں کیا تو ابھی اس کے ورثاء آپ کے کل مال میں حصہ دار نہیں ہوئے۔ جو مزروعہ زمین آپ نے نصف نصف دیدی تھی اور دونوں کا قبضہ دخل اس پر کرادیا تھا۔ اور اپنا قبضہ دخل مالکانہ اٹھالیا تھا۔ وہ دونوں کی نصف نصف ہوگئی تھی[2]۔ بڑے لڑکے کے انتقال پر اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ جس میں یہ نصف مزروعہ زمین بھی ہے اس میں آپ کا بھی چھٹا حصہ ہے[3]۔ جائیداد وغیرہ جو کچھ آپ کی ملک ہیں آپ کو اس کا پورا

[1] وشروطه ثلاثة موت مورث حقيقة اوحكما كمفقود الخ الدرالمنتقى مع المجمع ص ۴۹۴/ ج۴/اول كتاب الفرائض، دارالكتب العلميه بيروت، الدرمع الشامى كراچى ص ۷۵۸/ ج۶/ اول كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۸/ ج۸/اول كتاب الفرائض.

[2] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ ج۳/ كتاب الهبة، دارالكتب العلميه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ كتاب الهبة، الباب الاول.

[3] اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذالک مع الابن او ابن الابن، سراجى ص ۹، طبع ياسر نديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، شامى كراچى ص ۶/۷۷۰، كتاب الفرائض،

اختیار ہے کہ جس کو چاہے دیں[1]۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ کسی مستحق کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کا مقصد نہ ہو، ورنہ یہ ظلم ہوگا[2]۔ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ ایک تہائی جائیداد وغیرہ مرحوم کے بچوں کو دیدیں اور ان کا اس پر قبضہ قانونی حیثیت سے بھی کرادیں۔ خواہ بیع کی شکل میں دیں یا ہبہ کی شکل میں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص۷، تحت سورۂ فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی،

[2] لابأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضراروان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی،و لووهب فی صحته کل المال للولدجاز واثم.الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۵۰۲/ ج۸/ کتاب الهبة،عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۱/ ج۴/کتاب الهبة،الباب السادس فی الهبة للصغیر، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۷۹/ ج۳/کتاب الهبة،فصل فی هبة الوالدلولده.

فصل ہشتم:- ذوی الارحام

فرائض ووصیت چچا بھتیجی سے متعلق

سوال:- واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے دولڑکے ہیں۔ قاضی تجمل حسین، قاضی خلیل الرحمٰن، قاضی تجمل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدرالنساء ہے اور خلیل الرحمٰن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں قاضی تجمل کی لڑکی مسماۃ بدرالنساء کا عقد قاضی خلیل الرحمٰن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا۔لیکن آپس کے اختلافات کی بناء پر جمیل احمد نے بدرالنساء کو طلاق دیدی۔ اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا۔ اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کرلیا قاضی فضل الرحمٰن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی تجمل حسین و خلیل الرحمٰن $\frac{1}{2}$ برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں بھی ہے قاضی تجمل حسین کی نجی جائیداد اور بھی ہے۔ قاضی تجمل حسین فوت ہوگئے اور فوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدرالنساء کو طلاق دیدی گئی۔ قاضی خلیل الرحمٰن حیات ہیں۔ اور قاضی تجمل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدرالنساء کو میری مشترکہ جائیداد وغیرہ مشترکہ جائیداد کی وارث ہوگی۔ مسماۃ بدرالنساء کے گذراوقات کا ذریعہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی مشترکہ وغیر مشترکہ جائیداد بھی ہے۔

(۱) تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدرالنساء کا اس مشترکہ جائیداد میں کتنا حق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی تجمل حسین مرحوم وخلیل الرحمٰن حیات کا برابر حصہ ہے۔

(۲) مسماۃ بدرالنساء کا اس جائیداد میں کتنا حق پہونچتا ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی نجی یعنی بھائی سے علیحدہ اور جائیداد ہے جس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے۔

اور کیا اس نجی جائیداد میں خلیل الرحمٰن کا بھی کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

(۳) مسماۃ بدرالنساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے۔ اور اگر عقد کر لے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

(۴) مسماۃ بدرالنساء کے گذر اوقات کی ذمہ داری خلیل الرحمٰن پر عائد ہوتی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) قاضی تجمل حسین نے اپنے انتقال پر اگر صرف یہی دو وارث چھوڑے، ایک لڑکی مسماۃ بدرالنساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمٰن۔ تو قاضی تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث دین وغیرہ دو حصے بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدرالنساء کو ملے گا[۱] اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمٰن کو ملے گا[۲]۔ قاضی تجمل حسین کو جو کچھ اپنے والد کے ترکہ سے ملا ہے اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ یعنی مشترکہ جائیداد کے ۱/۲ میں آدھا بدرالنساء کا ہے اور آدھا قاضی خلیل الرحمٰن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

(۳) عقد کر لینے پر بھی وہ محروم نہیں ہوگی، بلکہ حسب تحریر بالا والد کی کل مملوکہ متروکہ سے نصف کی حقدار رہے گی۔

(۴) جب مسماۃ بدرالنساء کے والد کا چھوڑا ہوا ترکہ (مشترکہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۲/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند فصل فی النساء، المحیط البرهانی ص ۲۸۸/ج ۲۳/الفصل العاشر، ادارة القرآن ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض.

[۲] والعصبة کل من یاخذ ماابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص ۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) وهم (ای العصبة بنفسه) اربعة اصناف جزء المیت واصله وجزء ابیه الخ سراجی ص ۲۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/الباب الثالث فی العصبات.

میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذر اوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان نفقہ) قاضی خلیل الرحمٰن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے۔ اگر وہ ترکہ قاضی خلیل الرحمٰن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدرالنساء کے حوالہ کر دیں اور ادائے حق کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ بھتیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہرصورت احسان ومروت کی مستحق ہے لڑکے نے اگرچہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہو نہیں رہی لیکن بھتیجی تو اب بھی ہے اس سے غافل نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں اور اس کی اولاد کو اس سے کلیۃً جدا رکھ کر اس کے دل کو نہ تڑپائیں۔

تنبیہ: قاضی تجمل حسین نے اپنی لڑکی کے حق میں مشترکہ غیر مشترکہ جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور لازم نہیں ہے[1] ہاں اگر قاضی خلیل الرحمٰن صاحب رضامندی سے اس کی اجازت دیں تو مسماۃ بدرالنساء کل کی حقدار اور مالک ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ

بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت

سوال:- ہمارے یہاں میونسپل بورڈ میں ایک بہشتی منشی خاں کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجہ عبداللطیف ہے۔ منشی خاں نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میونسپل بورڈ میں آٹھ روپیہ فنڈ بھی چھوڑا ہے۔ منسلک ہٰذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ منشی خاں نے اپنا مکان وسامان

---

[1] لاوصية لوارث الحديث مشكوة شريف ص ۲۶۵/باب الوصايا الفصل الثانى وفى المرقات فان اوصى واجاز باقى الورثة صحت الخ مرقات ص ۳۹۹/ج۳/باب الوصايا الفصل الثانى، عالمگيرى كوئٹه ص ۹۰/ج۶/كتاب الوصايا،شامى زكرياص ۳۴۶/ج۱۰/كتاب الوصايا.

سب اپنی بیوی کو دیا ہے۔ اور اس وصیت نامہ کو رجسٹری نہیں کرایا نہ اس وصیت نامہ میں کسی اور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔ اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قابل عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجہ عبداللطیف کو ناحق قرار دیا جائے۔ اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی۔ آٹھ سو روپے میں سے بیوی اور بھانجہ کو کتنے کتنے دیئے جائیں۔ مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میکہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو حق حاصل ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بھانجہ کا حصہ متعین فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضامند نہ ہوں۔ اگر مسمّٰی منشی خاں کا وارث بھانجہ عبداللطیف اور بیوی مسماۃ محفوظاً کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبداللطیف کی اجازت پر ہے۔ اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسب وصیت نامہ محفوظاً ان چیزوں کی مالک ہو جائے گی[1] ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہر وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو ادا کیا جائے۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ مسماۃ محفوظاً[2] کو اور بقیہ مسمّٰی عبداللطیف کو دیا جائے۔ نقد، مکان، نشستگاہ، اثاثہ سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولالوارثه وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/ اول کتاب الوصایا ،عالمگیری کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/کتاب الوصایا،البحر کوئٹه ص ۴۰۳/ ج ۸/کتاب الوصایا.

[2] امالزوجات فحالتان الربع للواحدة الخ سراجی ص ۱۱/ فصل فی النساء،المحیط البرهانی ص ۲۹۸/ج ۲۳/الفصل السابع عشرفی الزوجات،ادارة القرآن ڈابھیل.

ترکہ کی تقسیم بھتیجوں اور بھانجیوں میں

سوال:- اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور تین حقیقی بھتیجیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۳ (۹)

تین حقیقی بھتیجیاں	تین حقیقی بھانجیاں
۲	۱
۶	۳

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صنف ثالث کے ہیں اولاً اصول پر تقسیم کر کے پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے اور مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر فتویٰ ہے (کمافی شرح عقود رسم المفتی[1]) امام اعظمؒ کا بھی ظاہر قول یہی ہے۔ کمافی الشریفیہ[2] ص ۱۲۵/، لہٰذا کل نو سہام بنا کر دو دو سہام تینوں حقیقی بھتیجوں کو ملیں گے ایک ایک سہام تینوں حقیقی بھانجیوں کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۱۸ھ

---

[1] وفی مسائل ذوی الارحام افتوا بمایقوله محمدالخ عقودرسم المفتی ص ۸۰/(مطبوعه سعیدیه سهارنپور)

[2] ومحمد یقسم المال علی الاخوة والاخوات مع اعتبارعدد الفروع والجهات فی الاصول وهوالظاهرمن قول ابی حنیفة فما اصاب کل فریق من تلک الاصول یقسم بین فروعهم الخ شریفیه ص ۱۲۲/فصل فی الصنف الثالث،مطبوعه رحیمیه دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱/ ج۶/الباب العاشرفی ذوی الارحام،سراجی ص ۷۰/الصنف الثالث ذوی الارحام،مطبوعه یاسر ندیم دیوند.

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا ہے وہ ایک بنت العم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکۂ زید کا وارث کون ہوگا؟ مع حوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۵

بنت العم	خال
۴	۱

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہۃ الاب ہے دوسرا من جہۃ الام ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دو ثلث بنت العم کو ملے گا اور ایک ثلث خال کو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۸/شوال/۱۳۶۲ھ

فرائض ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا حسب ذیل وارث چھوڑے۔ بیوی حقیقی ممانی، دو حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچازاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین

---

[1] وان كان حيز قرابتهم مختلفا فلا اعتبار لقوة القرابة كعمة لاب وام وخالة لام اوخالة لاب وام وعمة لام فالثلثان لقرابة الاب وهو نصيب الاب والثلث لقرابة الام الخ سراجی ص ۷۴/ (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب ذوی الارحام فصل فی الصنف الرابع، الدرالمختار علی الشامی كراچی ص ۷۹۷/ ج ۶/ كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، عالمگيری كوئٹه ص ۴۶۴/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام.

حقیقی چچازاد بہنیں ہیں۔سب سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا۔بعد کو جو کچھ بچے گا ورثاء میں تقسیم ہوگا۔تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد تجہیز وتکفین اول زید کے ذمہ جو قرض مہر وغیرہ ہو اس کو ادا کیا جائے پھر اگر اس نے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے[1] اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو دیا جائے بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچازاد بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔ان کے علاوہ مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے عزیز ہوں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۱۰/۱۰/۸۵

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۵ھ

ذوی الارحام کی حد بندی

سوال:-سراجی ودیگر کتب فرائض میں عصبات کے تحت لفظ وان علاوان سفلوا لکھ کر درجات عصبات کو غیر محدود کر دیا ہے۔بایں صورت توریث ذوی الارحام ناممکن ہو جاتی ہے۔مثلاً قوم خوجہ ایک شخص سے چلی اب یہ قوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے۔اب میت کے ورثہ میں تو جزء الجد موجود نہیں لیکن ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزء الجد ضرور کسی نہ کسی جگہ موجود ہوگا اور شجرۂ نسب ہر قوم کا ملنا مشکل ہے۔صورت ہذا میں اگر ذوی الارحام کو

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم يقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجی ص ۴/ و ۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۷۵۹/ ج ۶/ کتاب الفرائض،فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۷/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الاول.

کچھ دیا گیا۔ تو عصبات موجودہ غیر معلوم محروم رہ جائیں گے۔ اب تو ریث ذوی الارحام بغیر حد بندی نہیں ہوسکتی۔ اگر حد بندی عصبات کی کوئی صورت ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ ورنہ اشکال کا جواب تحریر فرمائیں۔ صورت ہذا کے ماتحت جائداد میں پھوپھیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں غلام حسن کی موجودگی میں؟

شجرۂ نسب محمد حسین متوفی

حسین

شیر محمد		احمد یار
شہناز	دار محمد	گلاب
رانچھ لاولد فوت ہوا	نواز اب	غلام حسن

محمد حسین لاولد فوت ہوا

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا اشکال صحیح ہے۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ تو ریث ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو[1] ورنہ حقیقۃً عصبات کا عدم دشوار ہے حد بندی کی ضرورت نہیں ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورت مسئولہ میں پھوپھیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا مسمی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا مسمّٰی غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں صرف پھوپھیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کو مل جائے گا۔ نیز پھوپھیاں

---

[1] وانما یرث ذووالارحام اذالم یکن احدمن اصحاب الفرائض ممن یرد علیه ولم یکن عصبة الخ عالمگیری ص ۴۵۹/ج۶/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الفرائض الباب العاشرفی ذوی الارحام، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۷۹۱/ج۶/کتاب الفرائض،باب ذوی الارحام،بزازیه علی الهندیة ص۴۵۷/ج۶/کتاب الفرائض الثالث فی ذوی الارحام.

محروم رہیں گی۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۶/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۳ ج ۲/۶۱ھ

صحیح: عبداللطیف

میراث ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوا۔ چھوڑا حقیقی ماموں کے دولڑکے عمر و بکر، اور حقیقی پھوپھی کے دولڑکے خالد، واقد، اور ایک لڑکی زبیدہ کو پس ان پھوپھی زاد بھائی بہن پر زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور پھوپھی زاد بھائی خالد و واقد ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اور زبیدہ دوسری پھوپی کی لڑکی ہے لیکن سب حقیقی ہی پھوپھی کی اولاد ہیں۔ جواب مدلّل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صنف رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں سب مساوی ہیں مگر حیز قرابت مختلف ہے اور کوئی ولد عصبہ نہیں۔ عمر اور بکر کی قرابت والد کی جانب سے ہے لہٰذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دو ثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک ثلث والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا اس کے بعد پھوپی کی اولاد کو جو کچھ ملا تھا وہ ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہو جائے۔ اور تیس سے تصحیح ہو جائے۔

مسئلہ ۳ تصہ ۳۰

ماموں کا لڑکا	ماموں کا لڑکا	پھوپی کا لڑکا	پھوپی کا لڑکا	پھوپی کی لڑکی
عمر	بکر	خالد	واقد	زبیدہ
۵	۵	۸	۸	۴

وان اختلف حیز قرابتهم فالثلثان لمن يد لی بقرابة الاب فالثلث لمن يد لی بقرابة الام اھ شامی[1] ج۵/ص۵۰۷/وھکذافی السراجیۃ[2]ص۴۵/والشریفیۃ[3]ص۳۳/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد ۲۳/جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

فرائض ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوا چھوڑا زوجہ ہندہ اور علاتی بھتیجی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے محمد عمر، محمد حسن، محمد حسین، محمد سلیم، محمد ظہیر کو پس ترکہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب مدلّل مع عبارت وحوالہ کتب کے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنف ثالث میں داخل ہیں جن کی نوعیت توریث میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر میراث تقسیم کی جائے۔ پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ ربع زوجہ کا نصف حقیقی بہن کا باقی علاتی بھائی کا

مسئلہ تصہ ۴

زوجہ	حقیقی بہن	علاتی بھائی
۱	۲	۱

---

[1] شامی زکریا ص ۵۵۲/ج۱۰/باب توریث ذوی الارحام.

[2] سراجی ص۷۳/ الصنف الرابع من ذوی الارحام)یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[3] شریفیہ ص۱۱۶/فصل فی الصنف الرابع،مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

مسئلہ تصہ ۲۰

زوجہ	حقیقی بھانجے					علاتی بھتیجی
ہندہ	محمد عمر	محمد حسین	محمد حسین	محمد سلیم	محمد ظہیر	صالحہ
۱/۵	۲	۲	۲	۲	۲	۱/۵

او کان بعضهم اولاد العصبات وبعضهم اولاداصحاب الفرائض فابویوسفؒ یعتبر الاقوی ومحمدؒ یقسم المال علی الاخوة والاخوات مع اعتبارعددالفروع والجهات فی الاصول فما اصاب کل فریق یقسم بین فروعهم اھ سراجی[1] ص۴۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/ج ۲/۶۶ھ

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت

سوال:- ایک شخص غلام حیدر خاں تھے ان سے دولڑکے پیدا ہوئے، غلام قادر خاں کے ایک پسر غلام حضرت خاں وغلام دستگیر خاں کے دولڑکے غلام فرید خاں وعبدالوہاب خاں۔ عبدالوہاب خاں کے پسر محمد رفیق خاں جو لاولد فوت ہوئے، غلام فرید خاں کے دولڑکے عبدالرشید خاں وعبدالوحید خاں ومسماۃ عزیز بیگم، عزیز بیگم کی ایک لڑکی سلطان جہاں ہوئی۔ سب فوت ہوگئے صرف سلطان جہاں حیات ہیں۔ سب سے آخر میں عبدالوحید خاں کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے ترکہ کے متعلق علماء سے فتویٰ لیا گیا تو علماء ٹونک نے سلطان جہاں کو ذوی

[1] سراجی ص ۷۰، ۶۹/ الصنف الثالث ذوی الارحام، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱/ ج۶/ الباب العاشر فی ذوی الارحام، شریفیه ص ۱۲۲/ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

الارحام میں سے مان کر عبدالوحید خاں کا ترکہ یوں تقسیم کیا ہے کہ عبدالوحید خاں کی دو بیوہ گاں کو ایک چہارم دے کر باقی میں چوتھائی یا یوں کہا جائے کہ بیوہ گاں کو ۴/ دیگر باقی ۱۲/ بھانجی سلطان جہاں کو تجمل حسین خاں عصبہ نہیں ہیں۔ ان کا کچھ حق نہیں ہے۔ اور علماء بھوپال نے یہ فتویٰ دیا کہ تجمل حسین خاں عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام مسماۃ سلطان جہاں کا کوئی حق نہیں ہے۔ ۴/ بیوگان کا نکال کر باقی ۱۲/ تجمل حسین کو ملے گا۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے کس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے۔ براہِ عنایت ان دونوں فتاویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجوہ و دلائل تحریر فرما کر مجھ کو ممنون و مشکور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

نوٹ:- غلام حیدر خاں کے انتقال کو یکصد برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبدالوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکے کے متعلق عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوا میری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اور کوئی نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔ سراجی میں اگرچہ فرع اجدادہ نہیں فرمایا لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ امام کردری نے جامع وجیز میں ترتیب عصبات کے ذیل میں لکھا ہے **ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهكذا بنوها وان سفلوا وهكذا عمومة الاجداد وان علوا واولادهم الذكران وان سفلواه** فتاویٰ[1] بزازیة ج۳/ ص ۴۵۶/ یہ کتاب کسی ہندوستانی کی

[1] فتاوی بزازیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۴۵۶/ ج۶/ الثانی فی عصبة المخصة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۶/ الباب الثالث فی العصبات، المحیط البرهانی ص ۳۰۸/ ج۲۳/ فصل فی العصبات، ادارة القرآن ڈابھیل.

لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے نہ غیر معتبر ہے بلکہ کشف الظنون[1] میں اس کے متعلق لکھا ہے وذکر الائمة ان علیه التعویل قیل لابی سعود المفتی لم تجمع المسائل المهمة ولم تولف فیها کتاباً قال انّی استحیی من صاحب البزازیة مع وجود کتابه لانه مجموعة شریفة جامعة للمهمات علی ما ینبغی اھ۔ رہا یہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی توریث کا مدار عدم علم عصبات پر ہے کہ بغیر تحقیق کسی کو عصبہ قرار دیکر وارث نہیں بنایا جاسکتا۔ بوضع المال فی بیت المال کی صورت میں جو اشکال عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا بلکہ اس سے زائد ہوگا۔ کیونکہ عصوبت سے حضرت عیسیٰؑ کو تو مستثنیٰ کیا گیا ہے مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ پھر ایسی کونسی صورت نکل سکتی ہے کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو اور بیت المال کے حوالے اس کا ترکہ کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم، وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبدالوحید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود ہے خواہ وہ کوئی ہو تجمل حسین ہو یا عمر و بکر اس کو عبدالوحید خاں صاحب کے ترکہ سے حصہ ملے گا۔ ذوی الارحام کو عصبہ کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا[2] اس کے ثبوت کے لئے مفتی محمود صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں۔ اور اس صورت میں تجمل حسین خاں کو اگر عصبہ ہیں یعنی عبدالوحید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جاکر پردادا یا اس سے اوپر کسی جگہ مل جاتے ہیں تو علاوہ ان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے بھانجی وارث

---

[1] کشف الظنون ص ۲۴۲/ج ۱/البزازیة فی الفتاویٰ، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] وانما یرث ذوی الارحام اذالم یکن احدمن اصحاب الفرائض، ممن یردعلیه ولم یکن عصبة عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۹/ج ۶/الباب العاشرفی ذوی الارحام، شامی کراچی ص ۷۹۱/ باب توریث ذوی الارحام.

نہ ہوگی۔ ہاں اگر تجمل حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کو حصہ نہ ملے گا بھانجی وارث ہوگی۔ جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتابیں غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں۔ اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الہادی الی صراط مستقیم۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۶۸ھ

عصبہ وذوی الارحام میں تقسیم ترکہ

سوال:-عبدالجبار خاں نے انتقال کیا ترکہ میں بڑی جائیداد ومکانات چھوڑے ورثہ میں ذوی الفروض کوئی نہیں صرف چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ بہنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ نیز عبدالجبار خاں مرحوم چونکہ لاولد تھے ان کی بیوی بھی اکثر بیمار رہتی تھی، اس لئے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھرپور خدمت کی انہوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں۔ مرحوم نے ان سے کچھ دینے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اندریں صورت کیا ذوی الارحام کو ترکہ سے حصہ مل سکتا ہے؟

نوٹ:-موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے تقسیمِ ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام کو ان کی خدمات کا صلہ مل جائے یا دینی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو، کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہوتو اول اس کو ادا کیا جائے پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مدرسہ وغیرہ کے لئے، تو ایک تہائی ترکہ سے اس کو پورا کیا جائے[1] پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چچازاد بھائیوں کو نصف نصف دیدیا جائے[2]۔ چچازاد بھائیوں اور بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ ذوی الارحام نے جو خدمت کی ہو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور مدد کرنے کا ارادہ کیا تھا اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں، بحصۂ مساوی جب دونوں چچازاد بھائیوں کو ان کا حصہ مل جائے۔ پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کی ذوی الارحام کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق جتنا بھی دیں گے اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی۔ اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی، جس سے مرحوم کو بھی اجر وثواب ملے گا۔ کسی کمیٹی یا انجمن کے حوالہ اگر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی طریقہ مذکورہ پر تقسیم کردے۔ بحیثیت وراثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے بلکہ دونوں وارثوں کو برابر دیدے پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں، جس جس کو

---

[1] ثم تفض ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته سراجى ص ۵/ و ۴/مطبوعه ياسر نديم ديوبند،درمختارعلى الشامى زكريا ص ۴۹۵/ج ۱۰/كتاب الفرائض،بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/كتاب الفرائض.

[2] العصبة بنفسه وهم اربعة اصناف الى ماقال ثم جزء جده اى الاعمام ثم بنو هم وان سفلوا الخ سراجى مختصراً ص ۲۱، ۲۲/باب العصبات،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،شامى زكريا ص ۵۱۸/ج ۱۰/فصل فى العصبات،عالمگيرى ص ۴۵۱/ج ۶/الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه،اذااجتمع جماعة من العصبة فى درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبار ابدانهم الخ عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/الباب الثالث فى العصبات.

جتنا چاہیں دیدیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۹۰ھ

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی صورت

سوال:- ایک شخص مسمّٰی عبدالغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے مرحوم کے حقیقی چچا مسمّٰی عبدالرحیم کی دونواسی مسمیات زینب اور فاطمہ اور ایک نواسا مسمّٰی محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ حفصہ کے دو پوتے مسمیان عبدالحلیم اور عبدالعلی اور مرحوم کی ایک حقیقی پھوپھی مسماۃ کریمہ کا ایک نواسہ مسمّٰی عبدالستار اور یہی پھوپھی کی دو پوتیاں مسماۃ آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمیان عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام اور مرحوم کی دوسری حقیقی پھوپھی مسماۃ رحیمیہ کا ایک پوتہ مسمّٰی عبدالاحد، یہ کل بارہ وارث موجود ہیں۔ سواب مرحوم عبدالغفور کے ترکہ کا موافق شرع کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین کے نسب ناموں کے شجرے حسبِ ذیل ہیں۔

شجرہ قرابۃ الاب

عبدالعلیم

- کریمہ
  - عبدالاحد
  - حبیبہ
- رحیمہ
  - عبدالشکور
- عبدالکریم
  - عبدالغفور میت مسئلہ ہٰذا
- عبدالرحیم

عبدالستار (زندہ)

- آمنہ (زندہ)
- کلثوم (زندہ)
- عبدالملک (زندہ)
- عبدالقدوس (زندہ)
- عبدالسلام (زندہ)

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷/ ج ۱/ تفسیر سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

شجرہ قرابۃ الام

عبدالخالق

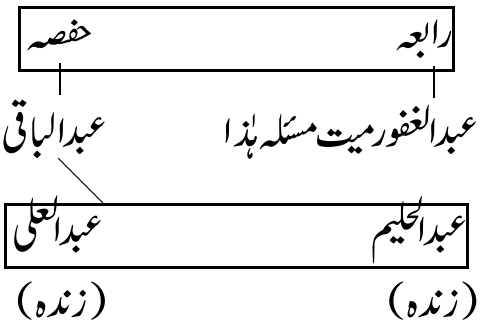

الجواب حامداً ومصلیاً

فی العالمگیریۃ[1] ج ۲ / ص ۴۶۴ / (فی الصنف الرابع) وان کانوا ذکوراً واناثاً واستوت قرابتهم فللذکر مثل حظ الانثیین وان کان حیز قرابتهم مختلفاً فالثلثان لقرابة الاب وهو نصیب الاب والثلث لقرابة الام وهو نصیب الام وکذافی اولادهم اولٰهم بالمیراث اقربهم الی المیت من ای جهة کان. انتهیٰ وفیها ایضاً ص ۴۵۹ /[2] واختلفوا فی ولد ولدالوارث والصحیح انه لیس باولیٰ کذافی خزانة المفتیین وفی السراجی[3] فصل فی اولادهم (ای اولاد الصنف الرابع (شریفیة) الحکم فیهم کالحکم فی الصنف الاول الخ وفیه ایضاً وکذٰلک عند محمدؒ اذاکان فی اولاد البنات البطون مختلفة یقسم المال علی اول بطن اختلف فی الاصول ثم یجعل الذکور طائفة والاناث طائفة بعد القسمة فما اصاب الذکور یجمع ویقسم علی الخلاف الذی وقع فی اولادهم وکذلک مااصاب الاناث وهٰکذا یعمل الی ان ینتهی وفیه

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۲ / ج ۶ / (الباب العاشر فی ذوی الارحام، الصنف الرابع، سراجی ص ۷۳ / باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الرابع، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۹ / ج ۶ / الباب العاشر فی ذوی الارحام،

[3] سراجی ص ۷۴ / باب ذوی الارحام، فصل فی اولادهم.

ایضاً وکذالک محمدؒ یأخذ الصفة من الاصل حال القسمة علیه العدد من الفروع وفیه ایضاً وقول محمدؒ اشهر الروایتین عن ابی حنیفةؒ فی جیع ذوی الارحام وعلیه الفتویٰ. انتهی[1]

ان تمام روایتوں سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیسرا حصہ تو دو حصہ ہو کر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ایک ایک حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دو تہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کی برابر چچا اور پھوپھیں مان کر ان پر تقسیم کریں گے پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں لہٰذا سات پھوپھیں مانی جائیں اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہٰذا تین چچا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے اس لئے یہ دو تہائی کے تیرہ حصہ کر کے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے۔ پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دو قسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دو نواسی زینب اور فاطمہ اور نواسے کا حق نواسی سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔ اور پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں اس کا یہ حکم ہے کہ پھوپھیوں کی پہلی درجے کی اولاد میں چونکہ دو قسم کے لوگ ہیں مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی حبیبہ اور دو لڑکے عبدالصمد اور عبدالشکور ہیں۔ اور حبیبہ اور عبدالشکور کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور عبدالصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں۔ لہٰذ پہلے درجہ کی اولاد پھوپھیوں کی موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو

---

[1] سراجی ص ۶۰ / باب ذوی الارحام، فصل فی النصف الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔اس لئے پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے۔اس میں سے ایک حصہ پھوپھی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اور اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھوپھی کے لڑکوں عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے میں رہے وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ پھوپھیوں کی دوسرے درجہ کی اولاد ہے ان کو ملیں گے۔مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد وعورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں۔اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے۔ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمنہ اور کلثوم کو مل جائے گا اور دو دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔مثلاً مرحوم عبدالغفور کا ترکہ چھبیس ۲۶ روپے ساڑھے چھ آنہ ہے۔تو اس میں سے ایک تہائی آٹھ روپے بارہ آنے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے پوتوں عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ملیں گے۔ ہر ایک کو چار روپے چھ آنے پانچ پائی ملیں گے اور باقی دو تہائی یعنی سترہ روپے نو آنے آٹھ پائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصے کی رقم آٹھ روپے ڈیڑھ آنہ مرحوم کے چچا کے حصے کے چار حصے ہو کر ان کی دونواسی زینب اور فاطمہ اور نواسہ محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نواسی کو دو روپیہ دو پیسے اور نواسے کو چار روپے ایک آنہ ملے گا۔اور باقی سات حصے کی رقم نو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو پھوپھیوں کے حصے کے ہیں اس کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پائی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے بارہ آنے جو عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے کے ہیں وہ دس حصہ ہو کر ان کی اولاد یعنی دو لڑکیاں آمنہ اور کلثوم اور چار لڑکے عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔ ہر ایک لڑکی کو چودہ آنے اور ہر ایک لڑکے کو پونے دو روپے ملیں گے۔

(صورتِ مسئولہ ملاحظ فرمائیں)

عبدالغفور عبدالکریم

۵۰۷۰

۱۰۱۴

۷۸

ترکہ ۶۰

سہ

۰۶/

عم عم عم عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ خالہ خالہ

بنت بنت بنت ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن

بنت بنت ابن ابن ابن ابن ابن ابن بنت بنت ابن ابن

زینب فاطمہ محمد عمر عبدالستار، عبدالاحد، عبدالملک، عبدالقدوس، عبدالسلام آمنہ، کلثوم عبدالحلیم عبدالعلی

۲ ۱

۶ ۶ ۱۲ ۲۸ ۱۳ ۱۳

۷۸ ۷۸ ۱۵۶ ۲۸ ۳۳۶ ۱۶۹ ۱۶۹

۳۹۰ ۳۹۰ ۷۸۰ ۱۴۰ ۳۳۶ ۳۳۶ ۳۳۶ ۳۳۶ ۱۶۸ ۱۶۸ ۸۴۸

للعہ ۸/۱۱ پائی ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۴ ۱۴ ۱۴

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/رمضان المبارک ۶۶ھ

تخریج کی اصولی تقسیم اور رقوم کی تصحیح صحیح ہے مگر بیچ میں جو سہام کا عمل کیا ہے وہ بہت مجمل ہے جو قاعدہ اہل فرائض نے نقل سہام کا ذکر کیا ہے اس کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/شعبان ۶۶ھ

فصل نہم:- توریث حمل

توریث حمل پر شبہ اور اس کی ایک صورت

رشید احمد عفی مدرس اول مدینۃ العلوم بھپنڈہ، پوسٹ راہوکی، متصل حیدآباد سندھ

مشفقی المکرّم زیدت عنایاتکم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد از طلب خیریت طرفین گذارش یہ کہ بندہ ۱۰ر شعبان المعظم سے مدرسہ میں رخصت ہو جانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیر پور آیا ہوا ہے اور اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ باعث تحریر آنکہ مسئلہ مذکورہ ذیل میں بندے کو قدرے شبہ ہے کیونکہ یہ مسئلہ بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کر دیا ہے اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں تا کہ معتبر کتب سے اس کی تحقیق کر لی جاتی اور اب آنجناب کی طرف ارسال ہے کہ اگر صحیح ہو تو تصویب فرماویں اور حوالہ بھی ہو سکے تو تحریر فرماویں اور اگر خطا ہو تو اصلاح فرما کر ممنون فرماویں۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

اگر حمل غیر مورث کا ہو اور حاملہ معتدہ رجعیہ ہو اور اس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو موت مورث سے چھ ماہ اور وقت طلاق سے دو برس میں سے جو مدت ابعد ہو اس کے اندر اندر پیدا ہونا شرط ہے، اور اگر مضی عدت کا اقرار کیا ہو تو اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو بشرطیکہ مذکورہ بالا ابعد الاجلین کے بھی اندر ہو۔ کیونکہ اگر ستتہ اشھر من موت المورث ابعد ہے تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعیہ میں یوم طلاق سے دو برس کے بعد بھی وارث ہوگا۔ اور اگر یوم طلاق سے دو برس ابعد الاجلین تو اس میں اگر چہ ممکن ہے کہ موت مورث کے وقت حمل نہ ہو اس کے بعد رجوع کر کے وطی کی ہو اور حمل ہو گیا ہو مگر، یہ خلاف ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔ فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج گرامی بھی مع الخیر ہوگا حسن خاتمہ کی دعاء سے فراموش نہ فرماویں۔

رشید احمد غفرلہٗ، لدھیانوی ثم خیر پوری، از خیر پور میرس جامع مسجد (سندھ)

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزئیہ صراحۃً نہیں ملا۔ اور جو تفصیل آپ نے تحریر کی ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کا مأخذ کیا ہے۔ امید کہ مدرسہ پہنچ کر بعد رخصت تحریر فرمائیں گے۔[1]

محترم المقام.....زید احترامکم .....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے۔ خداوند تعالیٰ طرفین میں عافیت رکھے۔ اس مبارک ماہ، مبارک اوقات میں، مبارک مشاغل میں۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا

بندہ بھی دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دینی و دنیوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہٗ، ۱۰/۹/۶۶ھ

توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال:- حمل غیر مورث کا ہو تو اس حمل کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاقل من ستة اشهر ہے یا لتمام ستة اشهر، شامی نے ستة اشهر او قل بحر نے صرف لاقل من ستة اشهر لکھا ہے۔

---

[1] اس نوع کے تین سوالات احسن الفتاوی ص ۲۸۳، ۲۸۵ ر ج ۹ ر کتاب الوصیۃ والفرائض، مطبوعہ زکریا پر موجود ہے۔ مذکورہ بالا استفتاء صاحب احسن الفتاوی (مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ) نے ہی حضرت فقیہ الامتؒ سے فرمایا تھا ''واضح رہے کہ دونوں کی تاریخوں میں فرق ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں فتاوی کی تاریخیں ۱۳۷۵ھ ہے اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ص ۱۳۶۶ھ کا ہے، البتہ حضرت مفتی رشید احمدؒ کے رسالہ ''تسہیل المیراث'' سبق چہاردھم و پانزدھم کے اخیر میں ۱۳۶۶ھ مرقوم ہے جو حضرت فقیہ الامت کے فتوی کی تاریخ کے موافق ہے۔ رسالہ ''تسہیل المیراث'' احسن الفتاوی ج ۹ ر ص ۳۸۴ ر سے شروع ہو کر ص ۴۳۷ ر پر ختم ہو رہا ہے نیز دیوبند کے ''الامین کتابستان'' نے اس کو الگ سے بھی شائع کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی[1] ج ۲/ص ۷۰۲/ نے سراجی[2] ص ۴۹ کی موافقت کی ہے اور بحر[3] میں مبسوط[4] کی موافقت ہے لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستة اشهر کو اقل کے ساتھ لاحق کیا ہے اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا اور طحطاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستة اشهر اکثر کے ساتھ لاحق ہے بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے وان جائت به لستة اشهر او اکثر فانه لایرث اھ[5] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

سوال متعلق استفتاء بالا:

سوال:- اکثر کتب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے انقضاء عدت کا اقرار کرلیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا تو کیا اگر اقرار سے لاقل من ستة اشهر پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا۔؟

---

[1] شامی کراچی ص ۸۰۱/ ج ۶/ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ.

[2] وان کان من غیره وجاءت بالولد لستة اشهر او اقل منهایرث الخ، سراجی ص ۸۶ فصل فی الحمل، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] ذکر الصدر الشهید فی فرائضه، ان الجنین یرث اذا کان موجوداً فی البطن عندموت المورث بان جاء لاقل من ستة اشهر مذمات المورث، هکذا ذکر محمد المسئلة مطلقة، وهذا التقدیر فی استحقاق الجنین من غیر الاب، البحر الرائق کوئٹه ص ۵۰۳/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

[4] وانما یعلم وجوده فی البطن اذا جاءت به لاقل من ستة اشهر منذ مات الوارث الخ مبسوط للسرخی ص ۵۰/ جزء ۳۰/ مطبوعه دار الفکر بیروت، کتاب الفرائض، باب میراث الحمل.

[5] طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۰۳/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اقرار پر عدت ختم ہوجاتی ہے لیکن اقرار کے بعد لاقل من ستة اشهر پیدا ہوجانا اس کے لئے مکذّب ہے لہٰذا بچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا۔ بشرطیکہ اکثر مدت حمل (دوسال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔ اگر موت مورث سے دوسال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا والمتوفیٰ عنها اذاادعت انقضائها ثم جاء ت بولد لتمام ستة اشهر لايثبت نسبه ولأ قل يثبت اه شامی ج۲/ص۸۵۸/[1] يثبت نسب ولد المقرة بإنقضاء العدة اذا جاء ت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار كما اذا اقرت بعد مامضى من عدتها سنتان الاشهرين فجاء ت بولد بعد ثلاثة اشهر من وقت الاقرار لم يثبت نسبه منه لان شرط ثبوته ان يكون لاقل من سنتين من وقت الفراق بالموت اوبالطلاق وبعده لايثبت وان لم تقربا لا نقضاء فمع الاقرار اولى اه زيلعی[2] قال الاتقانی: هٰذا الذی ذكره القدوری يتناول كل معتدة سواء كانت معتدة عن وفات اوعن طلاق بائن او رجعی لانه اطلق المعتدة ولم يقيدها يدل عليه ما ذكره فخرالاسلام وغيره فی شروح الجامع يقولهم: اذا اقرت بانقضاء العدة فی الطلاق البائن اوالرجعی فی مدة تصلح لثلاثة اقراء ثم ولدت فان ولدت لاقل من ستة اشهر منذاقرت ولاقل من سنتين منذبانت وفی الرجعی كيف ماكان بعدان يكون لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت النسب لعلمنا ببطلان الاقرار وان ولدت لستة اشهر منذ اقرت يثبت لانالم نعلم بفساد الاقرار كذالک فی الوفاقه شلبی هامش[3] الزيلعی ج۳/ص۴۲/. والمسئلة مذكورة فی البحر ج/۴ص۱۷۳/[4] وفتح القدير ص۳۰۵/ج۳/[5].

---

[1] شامی زکریاص ۲۳۱/ج۵/کتاب الطلاق،باب العدة، فصل فی ثبوت النسب.

[2] زیلعی شرح کنزص ۴۲/ج۳/باب العدة،باب ثبوت النسب،مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] شلبی علی الزیلعی ص ۴۲/۳، مطبوعه امدادیه ملتان، باب ثبوت النسب،

[4] البحرالرائق ص ۱۶۰/ج۴، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، باب ثبوت النسب،

[5] فتح القدیر ص۳۵۵/ ج۴، مطبوعه دارالفکر بیروت، باب ثبوت النسب.

لیکن علامہ زیلعی نے ایک اشکال کیا ہے[1] جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے فلیتامل فیہ[2].

ولومات عنها قبل الدخول اوبعده ثم جاء ت بولد من وقت الوفات الیٰ سنتین یثبت النسب منه وان جاء ت به لاکثر من سنتین من وقت الوفات لا یثبت النسب هٰذا کله اذا لم یقربا نقضاء العدة وان اقرت. وذٰلک فی مدة تنقضی فی مثلها عدة الطلاق والوفاة سواء. ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار یثبت النسب والافلا اه عالمگیری ج ۱/ص ۵۳۷[3]۔ جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال:- شامی بحث الحمل میں ہے ''وان کان من غیره فانما یرث لوولد لستة

---

[1] زیلعی شرح کنز ص ۴۲/ج۳/باب ثبوت النسب، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] بقی فیه اشکال وهو مااذااقرت بالقضاء عدتها ثم جاء ت بولدلاقل من ستة اشهرمن وقت الاقرارولاقل من سنتین من وقت الفراق ینبغی ان لایثبت نسبه اذاکانت المدة تحتمله ذالک بان اقرت بعدمامضی سنة مثلاً ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار لانه یتحلل ان عدتها انقضت فی شهرین اوثلاثة اشهر ثم اقرت بعد ذالک بزمان طویل ولایلزم من اقرار ها بانقضاء العدة ان تنقضی فی ذالک الوقت فلم یظهر کذبها بیقین الااذاقالت انقضت عدتی السابعة ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهرمنذالک الوقت اه، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۰/ ج۴/باب ثبوت النسب، کذافی الشامی ص ۵۴۴/ ج۳/فصل فی ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت النسب من الصغیرة، مطبوعه دارالفکربیروت.

[3] عالمگیری ص۵۳۷/ ۱، مطبوعه کوئٹه، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی ثبوت النسب.

اشهر او اقل الا اذا كانت معتدة ولم تقر بانقضائها او اقر الورثة بوجوده[1]. اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کا یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا عاقل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روز طلاق سے دو سال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا، اور اگر معتدہ بائنہ ہو یا ورثہ نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روز طلاق یا موت سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں صراحۃً کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں یہ عبارت ہے:

ويثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة او حبل ظاهر او اقرار الزوج به او تصديق بعض الورثة فيثبت في حق المقرين وانما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافة ان تم نصاب الشهادة بهم بان شهد مع المقر رجل آخر وكذا لو صدق المقر عليه الورثة وهم من اهل التصديق فيثبت النسب والا يتم نصابها لا يشارك المكذبين اه درمختار[2] مختصراً.

(قوله: او تصديق بعض الورثة) المراد بالبعض من لا يتم به نصاب الشهادة وهو الواحد العدل او الاكثر مع عدم العدالة كما يظهر من مقابله ح وصورة المسئلة لو ادعت معتدة الوفاة الولادة فصدقها الورثة ولم يشهد بها احد فهو ابن الميت في

---

[1] شامی کراچی ص ۸۰۱/ج۶/ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ.

[2] درمختار علی الشامی زکریا ص۲۳۷/تا۲۳۹/ج۵، مطبوعہ کراچی ص۵۴۴، ۵۴۶، ج۳/، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب،

قولهم جميعاً لان الارث خالص حقهم فيقبل تصديقهم فيه.فتح،(قوله:فيثبت فى حق المقرين)الاولىٰ فى حق من اقرليشمل الواحدولانهم لوكانوا جماعة ثبت فى حق غيرهم ايضاً الاان يحمل علىٰ ما اذاكانواغيرعدول افاده، (قوله: فى حق غيرهم) اى فى حق من لم يصدق اه شامى ج۲/ص ۸۶۳/[1].

لیکن یہ نفس ولادت کے متعلق کلام ہے۔معتدہ بائنہ رجعیہ کا جزئیہ صریحہ اس سے پہلے جواب میں شلبی ہامش الزیلعی سے منقول ہو چکا ہے[2] اور یہ بحر[3] وشامی[4] وغیرہ میں بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

توریث حمل پر اشکال

سوال:- اگر حمل غیر مورث کا ہو اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وفات مورث سے تو وہ تب وارث ہوگا کہ ورثہ نے وفات مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائیں ہیں مگر اس صورت میں اقرار من يتم به الشهادة اس لئے کافی ہے کہ ولادت خود

---

[1] شامی زکریاص ۲۳۸، ۲۳۹/ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۴۶/ج۳، فصل فى ثبوت النسب، مطلب فى ثبوت النسب من الصغيرة،

[2] شلبى على هامش الزيلعى ص ۴۲/ج۳/باب ثبوت النسب،مطبوعه امداديه ملتان.

[3] اطلق فى المعتدة فشمل المعتدة عن طلاق رجعى اوبائن والمعتدة عن وفاة كما صرح به فى غاية البيان معزياالى فخرالاسلام الخ، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۶۱/ج۴/باب ثبوت النسب،

[4] ويثبت نسب ولد المعتدة لموت اوطلاق، اى بائن اورجعى وبه صرح فخرالاسلام وعليه جرى قاضى خان درمختار مع الشامى ص ۵۴۴/ج۳/فصل فى ثبوت النسب،مطلب فى ثبوت النسب من الصغيرة، مطبوعه كوئٹه،

ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے بخلاف صورت مسئولہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہوگی ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہوگی پس احقر کا اسکے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ حجت قاصرہ ہے اس لئے مقرین کے حق میں حمل وارث ہوگا بقیہ کے حق میں وارث نہ ہوگا اگر چہ مقرین کی تعداد نصاب شہادت سے بھی زائد ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے متعلق صراحۃً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ نیز عبارات درمختار میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا فیثبت فی حق المقرین[1]۔ اس سب سے مقصود بعض احتمالات کی اقربیت کو بیان کرنا تھا اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مصرح ہے۔ جسکی نظیر فیثبت فی حق المقرین بھی ہے اگر چہ وہ نقصان نصاب پر مرتب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] درمختار کراچی ص ۵۴۶ / ج ۳ / فصل فی ثبوت النسب.

فصل دھم:- موانع ارث

کیا مرتدہ کو وراثت ملے گی؟

سوال:- خالدہ نکاح توڑنے کے لئے مرتدّہ ہوگئی حالانکہ اس طرح نکاح فسخ نہیں ہوتا، تو کیا وہ وراثت کی حقدار ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اصل مذہب اور ظاہر الروایہ تو یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے مگر چونکہ عورتوں نے اس کو مفارقت کا آلہ بنالیا ہے اس لئے بعض علماء نے حکم فرمایا ہے کہ نکاح تو فسخ ہو جاتا ہے لیکن عورت کو تجدید اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ پھر دیکھا گیا کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہے اور جبر کرنا دشوار ہے اس لئے فتوی دیا گیا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ تاہم جب تک وہ تجدیدِ اسلام اور پھر تجدید نکاح نہ کرے اس وقت تک صحبت وغیرہ بھی ممنوع ہے، لیکن دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ یہ سب کچھ بطور سزا اور تعزیر کے ہے اور یہی غایت ہے۔ لہٰذا صورت موجودہ میں عورت کو مستحق وراثت قرار دینا اس غایت کے منافی ہے اسی سزا کے ذیل میں مرتدہ کا نفقہ بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ نیز اختلاف دین کا مانع ارث ہونا مصرح ومنصوص ہے۔

وارتداد احدهما فسخ عاجل فللموطؤة كل مهرها ولغيرها نصفه لوارتدّ ولاشئى من المهر والنفقة سوى السكنٰى به يفتى لوارتدت لمجئ الفرقة منها قبل تأكده وصرحوابتعزيرهاخمسة وسبعين وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهريسير كدينار،وعليه الفتوىٰ والوالجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراًوتيسيراً اھ درمختارقوله والنفقة قد علمت ان الكلام فى غيرالمدخول بها وهٰذه لا نفقة لها لعدم العدة لا لكون الردة منها لكن المدخول بها كذلك لانفقة لها

لوار تدت فلهانفقة العدة وان ارتدت فلا نفقة لها قوله وعلى تجديد النكاح فلكل قاض ان يجدده بمهر يسير ولوبدينار رضيت ام لاوتمنع من التزوج بغيره بعداسلامها ولايخفى ان محله مااذاطلب الزوج ذٰلک قوله زجراً لها عبارة البحر حسماً لباب المعصية والحيلة للخلاص منه اھ ولايلزم من هٰذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصوراً على مااذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذٰلک سدّاً لهٰذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لاكى لاتجعل ذٰلک حيلة ولا يخفىٰ ان الافتاء بمااختاره بعض ائمة بلخ اولىٰ من الافتاء بما فى النوادرولقدشاهد نامن المشاق فى تجديدها فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوه مالايعد ولايحد من القواعد المشقة تجلب التيسيروالله الميسر لكل عسيرشامی[1] بقدر الحاجة ج۲/ص۶۱۶/ امماالمرتدفلايرث من احدلامن مسلم ولامن مرتدوكذٰلک المرتدة لاترث من احدٍ لانهاليست ذات ملة اھ شریفیہ[2] ص۱۵۵/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوعورت قادیانی ہوجائے کیاوہ مستحقِ میراث ہے؟

سوال:- حفیظ اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین لڑکے اور ایک لڑکی غفوراً اور ایک

---

[1] الدر المختارمع الشامی ص۳۶۷، ۳۶۶/ ج۴/ باب نكاح الكافر،مطلب الصبى والمجنون ليسا باهل الخ،سكب الانهرمع المجمع ص۵۴۷/ج۱/كتاب النكاح،باب النكاح الكافر،دار الكتب العلمية بيروت،النهرالفائق ص۲۹۰، ۲۹۱/ج۱/كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شريفيه ص۱۴۱/فصل فى المرتد،مطبوعه رحيميه ديوبند،هنديه كوئٹه ص۴۵۵/ج۶/ كتاب الفرائض،الباب السادس فى ميراث اهل الكفرومايتصل بهذاالباب ميراث المرتد، المحيط البرهانى ص۳۹۷/ج۲۳/كتاب الفرائض،الفصل السابع والثلاثون فى ميراث اهل الكفر،نوع من هذاالفصل فى ميراث المرتد،طبع مجلس علمى گجرات.

بیوی چھوڑا۔ حفیظ اللہ کی زوجہ کی رضامندی سے ان کے لڑکوں نے ایک دوسرے متروکہ مکان میں تین قرعے ڈال لئے اور اس طرح مکان میں شرکت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفوراً نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد غفوراً نے اپنے قادیانی شوہر کے اثر سے قادیانیت اختیار کرلی۔ سوال یہ ہے کہ غفوراً باوجود قادیانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفیظ اللہ کے انتقال کے وقت اس کی لڑکی غفوراً مسلمان تھی اس وقت مستحقِ میراث ہوگئی تھی جس وقت اس نے قادیانیت اختیار کرلی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتے اور پھر انتقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی[1]۔ لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی سے شرعی نکاح نہیں[2] اس پر بڑا ظلم کیا گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قادیانی ہوگئی۔ افسوس آج جبکہ میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھا جاتا ہے۔ اور جب اس کے ایمان وعصمت کو تباہ کرکے نکاح قادیانی سے کیا جارہا تھا اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس درجہ کا جرم ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی

سوال:- ایک شخص عبداللہ نامی کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت دو لڑکے خالد وزاہد

---

[1] اما المرتد فلایرث من احد لامن مسلم ولامن مرتد مثله وکذالک المرتدة لاترث من احد لانهالیست ذات ملة، شریفیه ص ۱۴۱/ فصل فی المرتد، طبع مجتبائی دهلی.

[2] ولاتنکحوا المشرکین حتی یومنوا (سورۂ بقرہ آیت ۲۲۱/ لایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولاکتابی، هندیه کوئٹه ص ۲۸۲/ ج ۱/ کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرک.

اور ایک لڑکی شہناز بیگم کو چھوڑا۔ بڑے بھائی نے شہناز بیگم کی شادی کردی۔ ابھی چھوٹے بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی نہ ترکہ کی تقسیم ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کالا کرلیا اور حمل قرار پا گیا۔ جب لوگوں میں شہرت ہوئی تو دونوں بھاگ کر چلے گئے اور پہلے شخص کے طلاق دینے کے بعد دونوں نے آپس میں شادی کرلی۔ اب مال کی تقسیم ہوئی۔ دونوں بھائیوں نے دنیوی رسم کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیا اور بہن کا حصہ نہیں رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد کسی خیر خواہ نے کہا اس میں تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے اور یہ حق العبد ہے یہ معاف نہیں ہوسکتا، اس کو اس کا حق دیدو۔ تو انہوں نے غصہ میں آکر کہا ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے لیکن ایسے نالائقوں کا حق نہیں ملنا چاہئے۔ یہ کہہ کر انکار کردیا۔ گویا زنا ان کے نزدیک مانع ارث ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعۃً از روئے شرع زنا مانع ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا گناہ کبیرہ ہے[1] لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی[2] جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب وظالم ہیں۔ اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۱ھ

---

[1] والمراد بها (اى بالكبائر) نحو القتل والزنى الخ شرح فقه اكبر ص ۶۸/ (مطبوعه مجتبائى دهلى) شرح عقائد ص ۱۰۷/ مبحث الكبيرة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ۶۳/ ج ۱/ كتاب الايمان باب بيان كون الشرك اقبح الذنوب، طبع رشيديه دهلى.

[2] اس لئے کہ زنا موانع ارث سے نہیں ہے۔ المانع من الارث اربعة الرق، والقتل، واختلاف الدينين واختلاف الدارين، سراجى ص ۷، ۸، طبع ياسر نديم ديوبند، الدرمع الشامى كراچى ص ۶/۷۶۶، كتاب الفرائض، هنديه كوئٹه ص ۶/۴۵۴/ فصل موانع الارث، كتاب الفرائض، الباب الخامس فى الموانع.

[3] عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه اوشئ فليتحلله منه اليوم قبل ان لايكون دينار ولادرهم ان كا ن له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

وراثت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان

سوال:- حسب ذیل صورت میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت اختیار کی جائے زید کی خالہ مسماۃ ہندہ نے پاکستان میں انتقال کیا جو کہ قانونی اعتبار سے پاکستانی بن گئی تھیں۔ ان کی کچھ امانت زید ان کے حقیقی بھانجے کے پاس ہے یہاں ہندہ مذکورہ کے پوتے پوتیاں پاکستان میں ہیں اور ہندوستان میں صرف حقیقی وارث ایک لڑکی ہے اور بھانجہ ''امین'' وراثت از اراضی بصورت ملکیت ہے۔

ہندہ

لڑکی حقیقی وارث ہندوستانی	پوتے پاکستانی حقیقی	پوتیاں پاکستانی حقیقی
۱	۳	۴

حقیقی زید بھانجہ ہندوستانی

۱

الجواب حامداً ومصلیاً

بھانجہ مستحق نہیں۔ ہندہ کا ترکہ مملوکہ بیس حصے بنا کر دس حصے لڑکی کو ملیں گے[۱]۔ دو دو

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذمن سيئات صاحبه فحمل عليه،مشكوة ص ۴۳۵/باب الظلم، دارالكتاب ديوبند،بخاری ص ۳۳۱/ ج ۱/ ابواب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل الخ، مطبوعه اشرفی ديوبند.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] امالبنات الصلب فاحوال ثلث النصف لواحدة الى قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين سراجی ص ۱۲، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، فصل فی النساء، هنديه كوئٹه ص ۴۴۸/ ج ۶/ كتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،تبيين الحقائق ص ۲۳۳/ ج ۶/ كتاب الفرائض، طبع امداديه ملتان.

حصے تینوں پوتوں کو ملیں گے ایک ایک حصہ چاروں پوتیوں کو ملے گا[1] وارث کسی دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتا[2] اگر زمین ہندہ کی ملکیت تھی (حکومت مالک نہیں) تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین

اہل اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں

سوال:- زید ہندوستان کا شہری تھا اس کے دو بیٹوں میں سے ایک پاکستان چلا گیا اور وہاں باضابطہ شہری بن گیا دوسرا ہندوستان میں موجود ہے زید کا ہندوستان ہی میں انتقال ہوگیا تو اس کے ترکہ کا حصہ شرعاً دونوں کو پہنچے گا یا صرف ہندوستانی بیٹے کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل اسلام کے حق میں تباین دارین مانع ارث نہیں لہٰذا دونوں بیٹے شرعاً وارث ہوں گے۔ ویمنع الارث الرق والقتل واختلاف الملتین واختلاف الدارین فیما بین الکفار حقیقة اوحکما بخلاف المسلمین وان شطت دارهم کمستامن وحربی اھ سکب الانہر[3] ص ۷۴۸/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وبنات الابن کبنات الصلب ولهن احوال ست (الی قوله) ولایرثن مع الصلبتین الاان یکون بحذائهن واسفل منهن غلام فیعصبهن والباقی بینهم للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲، ۱۳/ فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۴۸/ ج ۶/ الباب الثانی فی ذوی الفروض، تبیین الحقائق ص ۲۳۵/ ج ۶/ کتاب الفرائض، طبع امدادیه ملتان.

[2] اختلاف الدارلایؤثرفی حق المسلمین الخ شامی زکریاص ۱۰/۵۱۰، کتاب الفرائض، شریفیه ص ۱۶، فصل فی موانع الارث، طبع مجتبائی دهلی، هندیه کوئٹه ص ۴۵۴/ ج ۶/ الباب الخامس فی الموانع.

[3] سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۴۹۷/ ج ۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے؟

وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال:- ہندہ نے حالت صحت وتندرستی میں اپنی تمام جائداد زمین روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی ان کے کوئی اولاد وارثین نہیں تھے خود ہندہ نے کسی دن کسی سے اس بات پر اقرار بھی نہیں کیا محلّہ والے کو بھی کوئی وارث موجود ہونے کا علم نہیں لہٰذا ہندہ کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچایت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجلس قائم کی تو اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے کہ:

''پاکستان میں اس ہندہ کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کر رہا ہے'' اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندہ کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ کر رہا ہے یا شہادت پیش کرنی پڑے گی۔ شق ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیجد دینا کافی ہے۔ یا شاہدین کا یہاں آکر شہادت دینا ضروری ہے۔ حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آنا ممنوع ہے وارث ہونے کی صورت میں کل جائداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے وصحت بالکل عند عدم ورثته لیکن حالت شبہ مثلاً صورت مرقومہ ثلث پر وصیت جاری ہوجاتی ہے یا شبہ دور ہوجانے تک موقوف رہتا ہے۔ اختلاف دارین مسلمان کے حق میں مانع ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے۔ شریفیہ شرح سراجی کے قول دون المسلمین اس تخصیص پر اشکال پیش کر کے شارح بسیط کے حوالہ سے عمومیت نقل کر کے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ ملاحظہ کیجئے) کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة، بیروت، هندیه کوئٹه ۴۵۴/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، شریفیه ص ۱۶، طبع مجتبائی دهلی، فصل فی الموانع.

ہیں کہ ومافی حق المسلمین فقد لا یکون مانعا کاھل البغی والعدل والمسلم فی دارنامع المسلم المستامن فی دارالحرب یرث کل واحدمنھماعن صاحبہ وقد یکون مانعاً کما اسلمافی دارالحرب وھاجراحدھماالی دارالاسلام بالنص اھ فمراد التخصیص ان الاختلاف بصفۃالکلیۃ مختص بالکفارلاان مطلق الاختلاف المسطور مختص بھم اھ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اور عدم اختصاص میں مفتی بہ قول کیا ہے اور ہندوستان پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں مدلّل باحوالہ جواب تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائداد موجود ہو تو حکومت قبضہ کرسکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اور اہل محلّہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بناء پر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کردے شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے غائب کی شہادت کافی نہیں۔ یعنی بھائی اپنے دعوی پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا وفی الاقضیۃ شھدابانہ وارثہ لاوارث غیرہ اواخوہ اوعمہ لانعلم لہ وارث غیرہ لاتقبل حتی بینا طریق الوراثۃ لہ والاخوۃ والعمومۃ لاختلاف الاسباب الی قولہ ویشترط ذکرلاوارث وغیرہ لاسقاط التلوم عن القاضی والشرط فی سماع ھٰذہ البینۃ احضارالخصم وھو اماوارث اوغریم المیت لہ علی المیت دین اومودع المیت اوالموصی لہ اوبہ لافرق بین ان یکون مقرا بالحق اومنکراً الی قولہ ذکر محمدؒ فی الکتاب من ادعیٰ انہ اخوہ لابیہ وامہ واقام البینۃ تقبل،تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ[1] ص ۳۳۶/۔

[1] تنقیح الفتاوی الحامدیہ ص ۳۳۶/ج ۱/کتاب الشھادۃ،مطلب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

اگر پنچایت کو اس خط سے شبہ پیدا ہوگیا ہے تو فی الحال وصیت ایک ثلث میں کر دی جائے اور دو ثلث کو محفوظ رکھا جائے تا کہ پنچایت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہوا امام صاحب کا یہی قول ہے صاحبین کا قول امام طحاویؒ نے ایک سال نقل کیا ہے۔ عبارت منقولہ بالا سے پہلے عبارت ذیل ہے: وذکر ان القاضی یحتاط ویتلوم زمانا یقع فی غالب رأیه انه لو کان له وارث اٰخر لظهر فی مثل هٰذه المدة ولم یقدره بشئی وذکره الطحاوی فی مختصره وقدره لذٰلک حولا لان الغیبة قدتمتد الی الحول قیل هٰذا قولهما وما ذکره فی المبسوط قول ابی حنیفة لانه لایری التقدیر بالاجتها د اذا لم یکن فیه نص ولا اجماع بل هو موکول الی رأی من ابتلیٰ به وهما یثبتان المقدار بالاجتهاد کما قالا فی التعزیر لمحیط السرخسی اھ[1]۔

اختلاف دارین کے ذیل میں علامہ شامیؒ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام کے حق میں اختلاف کو مانع ارث قرار دیا ہے: فمد فوع بقول بعض علمانا یخایل لی ان هٰذا کان فی ابتداء الاسلام حین کانت الهجرة فریضة الاتری ان اللّٰه نفی الولایة بین من هاجر ومن لم یهاجر فقال والذین اٰمنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شئ حتی یهاجروا فلما کانت الولایة بینهما منتفیاً لان المیراث علی الولایة فاما الیوم فینبغی ان یرث احدهما من الاٰخر لان حکم الهجرة قد نسخ بقوله ﷺ لا هجرة بعد الفتح اھ ردالمحتار ج۵/ص۶۷۳[2]۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ ملاحظہ کیجئے) لابدفی شهادة المیراث بیان طریقه، مطبوعه میمنیه مصر، هندیه کوئٹه ص۳/۴۸۸، کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۷۱/ج۲/کتاب الشهادات، ومن الشهادة الباطلة الشهادة بالمجهول.

[1] تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۳۳۵/ج۱/کتاب الشهادة، مطلب فی الشهادة فی المیراث، طبع میمنیه مصر، شامی کراچی ص۴۹۸/ج۵/کتاب الشهادة، باب الاختلاف فی الشهادة، هندیه کوئٹه ص۴۸۹/ج۳/کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث. (حاشیہ۲/اگلے صفحہ پر دیکھئے)

البتہ ثبوت وارث محتاج بینہ ہے۔اب صورت مسئولہ میں اختلاف دار مانع ارث نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر۲/ملاحظہ فرمائیں) ۲ شامی زکریاص ۵۱۰/ج۱۰/مطبوعہ کراچی ص ۷۶۸/ ج۶/کتاب الفرائض،ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۴/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الخامس فی الموانع، شریفیہ ص ۱۶، مطبوعہ مجتبائی دھلی، فصل فی الموانع،

فصل یازدھم:- حجب وحرمان

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال:- شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں دونوں لڑکیاں شادی شدہ ہیں۔ ان دونوں لڑکیوں کا والد کی جائداد میں شرعاً حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وارثت سے محروم نہیں ہوتیں[1] ان کو ضرور حصہ ملتا ہے۔ اگر صرف چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں تو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی المیراث دس سہام بنا کر دو دو سہام چار لڑکوں اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا جائے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں

سوال:- ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے بعد عدت عقدِ ثانی کرتی ہے عورت

---

[1] اس لئے کہ شادی موانع ارث میں سے نہیں ہے۔ المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدینین واختلاف الدارین الخ سراجی ص۷/فصل فی الموانع،عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۴/ ج۶/کتاب الفرائض،الباب الخامس فی الموانع،الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۵۰۳،۵۰۹/ کتاب الفرائض.

[2] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. الایة، سورة النساء آیت: ۱۱

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (بیان القرآن)

کے اولاد نہیں ہے صرف خسر زندہ ہے۔شوہر مذکورہ بالا اوراس کے والد سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔عورت مذکورہ زیورات ملبوسۂ جسم ومنقولہ جائداد وغیر منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے یانہیں پاسکتی علاوہ مہر کے۔اگرعورت مذکورہ نے مہر معاف کردیا ہےتو واقعات مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یانہیں؟ اگر معاف نہیں کیا تو جائداد مذکورہ بالا سے مہر وصول ہوسکتا ہے یا نہیں؟اس لئے کہ شوہر مذکوراوراس کے والدایک ہی ساتھ رہتے تھے۔شوہر کی علیحدہ جائداد یا رقم وغیرہ نہیں ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا وراثت سے محروم نہیں ہوگی[1] جو اشیاء زیور لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا خسر نے تملیکاً دی ہوں وہ تو بلا شرکت غیر عورت کی ملک ہیں[2] اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا[3] جو اشیاء شوہر کی ملک ہوچکی تھیں خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تملیکاً دیدی ہوں وہ ترکہ شمار ہوں گے

---

[1] ولایحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۹/ج۱۰/کتاب الفرائض،بالعصبات، مجمع الانهر ص ۵۰۹/ج۴/کتاب الفرائض،فصل ثانی،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، سراجی ص۲۷/ باب الحجب،مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] کل احدیعلم ان الجهازملک للمرأة وانه اذطلقهاتاخذه کله واذاماتت یورث عنها ولایختص بشیء منه شامی کراچی ص ۵۸۵/ج۳/باب النفقة،مطلب لوزفت الیه بلاجهاز.

[3] بیوی کوشوہر کے ترکہ سے میراث ملتی ہے نہ شوہر کی جائیداد سے اور جب شوہر اپنے باپ کے ساتھ کماتا اور رہتا ہےتو ساری کمائی باپ کی ہوتی ہے اور بیٹا معاون ومددگار ہوتا ہے،اس لئے شوہر کے باپ کی جائیداد میں سے بیوی کو کچھ نہیں ملے گا۔اب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معیناله ،شامی زکریاص ۵۰۲/ج۶/کتاب الشرکة،مطلب اجتمعافی دارواحدة عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۹/ج۲/کتاب الشرکة،مطلب اب وابن اکتسبا اموالاً.

اولاً قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا[1] اس کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے چوتھائی حصہ عورت کو ملے گا۔ ہٰکذا فی الہندیہ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شوال/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۱/شوال/۶۷ھ

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال:- مرزا محمد اسحاق بیگ کا انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیگ و مرزا معین الدین بیگ اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیگ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیگ اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔ اب مفتیان کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائداد میں سے از روئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا۔ نیز باقی لوگوں میں جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیر منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف لڑکوں کو ہی ملے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے کی

---

[1] فیبدأ اولاً بجهازه و كفنه ومايحتاج اليه فى دفنه بالمعروف ثم بالدين ثم تنفذ وصاياه ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ عالمگیری مختصراً ص ۴۴۷/ج ۶/(مطبوعه كوئٹه) كتاب الفرائض، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۴۹۳، ۴۹۵/ج ۴/كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۴۹۳، ۴۹۵/ج ۱۰/كتاب الفرائض.

[2] وللزوجة الربع عندعد مهما(اى الولد أوولدالابن)الخ هنديه ص ۴۵۰/ج ۶/كتاب الفرائض الباب الثانى، سراجى ۱۱، ۱۲/فصل فى النساء، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج ۴/كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیں کہ حق دینے میں دیر کرنا کیسا ہے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ عدالتی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور لڑکی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو لوگ مذکورہ بالا حق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے یا جو لوگ مذکور حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۸ (۴۰)

زوجہ زہرہ بیگم	ابن فخر الدین بیگ	ابن معین الدین بیگ	بنت سلطانہ بیگم
$\frac{1}{5}$	۱۴	۱۴	۷

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین مہر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از ثلث مال مرزا محمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ (زہرہ بیگم) کو ملیں گے[1] چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین و معین الدین کو ملیں گے۔ سات سہام لڑکی سلطانہ بیگم کو ملیں گے[2] روپیہ، زیور، کپڑا، برتن، گھر کا سامان، مکان، باغ، کھیت۔ غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مرحوم کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔ بہن کی حق تلفی کرنا سخت ظلم ہے۔ بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔ اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے۔ اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے[3] حدیث شریف میں ہے[4] کہ اگر کسی کی ایک بالشت زمین غصب کر لی

---

[1] اما الزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد وولد الابن وان سفل، سراجی ص ۱۱، ۱۲/ فصل فی النساء الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۲/۱۰/ کتاب الفرائض، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۴/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

[2] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین، سورة النساء آیت ۱۱/.

[3] حق کبیرة الاخوة علی صغیرهم کحق الوالد علی ولده کنز العمال (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تو اس کی سزا میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔ دو تین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں دلائی جائیں گی[1] جس کا حق واجب ہو اس کے ادا کرنے میں بلاوجہ تاخیر کرنا اور ٹلانا ظلم ہے[2] خاص کر جبکہ صاحب حق کی طرف سے مطالبہ بھی ہو۔ اگر ادا نہ کیا اور تاخیر ہوگئی تو وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوگا[3] یہاں تک کہ قیامت کو دلایا جائے گا[4] ظالم کی ظلم میں مدد کرنا بھی ظلم ہے[5] مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسب طاقت وحیثیت مدد کرنا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ص ۴۶۶/ج ۱۶/ رقم الحدیث ص ۴۵۴۷۳/الباب الثانی فی برالو الدین،الام مطبوعه مؤ ستة الرسالة بیروت.

[4] عن سعید بن زید قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اخذ شبرامن الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین، مشکوة شریف ص ۲۵۴/کتاب الغصب والعاریة،الفصل الاول،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،بخاری شریف ص ۴۵۴/ج ۱/کتاب بدء الخلق،باب ماجاء فی سبع ارضین،مطبوعه اشرفی دیوبند،مسلم شریف ص ۳۳/ج ۲/قبیل کتاب الفرائض، مطبوعه رشیدیه دهلی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] جاء فی بعض الکتب انه یؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوٰة بالجماعة الخ الاشباه والنظائر ص ۷۴/(مطبوعه دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة الثانیة .

[2] مطل الغنی ظلم الحدیث مشکوٰة شریف ص ۲۵۱/باب الافلاس والانظار،الفصل الاول، بخاری شریف ص ۳۰۵/ج ۱/کتاب الاجارة،باب فی الحوالة،وهل یرجع فی الحوالة،مطبوعه اشرفی دیوبند،مسلم شریف ص ۱۸/ج ۲/کتاب المساقات،باب تحریم مطل الغنی،مطبوعه رشیدیه دهلی.

[3] الحق لایسقط بتقادم الزمان. قواعد الفقه ص ۷۷ مطبوعه (اشرفی دیوبند)الدر المختار علی الشامی ،زکریاص ۴۷/ج ۶/کتاب الحدود،باب الشهادة علی الزنا.

[4] عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لتؤذن الحقوق الی اهلهایوم القیامة حتی یقادللشاة الجلحاء من الشاة القرناء مشکوة شریف ص ۴۳۵/باب الظلم،الفصل الاول مطبوعه دارالکتاب دیوبند،مسلم شریف ص ۳۲۰/ج ۲/کتاب البروالصلة،باب تحریم الظلم، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[5] ولاتعاونواعلی الاثم والعدوان سورۂ مائده آیت ۲/.

لازم ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال:- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقدِ ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے۔ عقدِ ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی۔ اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ

حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال:- ایک شخص غدر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالما اومظلومافقال رجل یا رسول اللّٰہ انصرہ مظلوما فکیف انصرہ ظالماً قال تمنعہ من الظلم فذلک نصرک ایاہ مشکوۃ ص ۴۲۲/باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق،الفصل الاول،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،بخاری شریف ص ۳۳۰/ ج ۱/ کتاب المظالم،باب اعن اخاک ظالما،اومظلوماًمطبوعہ اشرفی دیوبند، مسند احمد ص ۹۹/ ج۳/مسند انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دارالفکربیروت.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃ عند عدم الولدو ولدالابن وان سفل والثمن مع الولداوولدالابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء،مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، مجمع الانہرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیۃ بیروت،شامی زکریاص ۵۱۲/ ج ۱۰/کتاب الفرائض.

جائداد اور ترکہ چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا جس کا وارث مفرور کا بڑا بھائی ہوگیا اور اس کی اولاد اس مال پر قابض چلی آتی ہے دوران سفر میں مفرور کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا غرض یہ کہ اس شخص نے باہر ہی پرورش پائی اور پھر پھرتا گھرتا ایک جگہ مقیم ہوکر کسی کی ملازمت اختیار کی حتی کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدنی میں سے جائداد بنالی۔ اب اس کی عمر تقریباً ۵۰ یا ۶۰ برس کی ہوگی جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اس سے مستفیض ہوتے رہے وہ شخص چونکہ لاولد تھا بیوی کا بھی انتقال ہوگیا تھا اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کردیا چند سال بعد اپنے مرض الموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جو کہ تقریباً دو ہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کردی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپے کو میرے بجائے حج بدل کرانے کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کردینا میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دیدو مگر انہوں نے نہ مانا۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرض فالج یکا یک ہوگیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کرگئے۔ اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔ شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرما کر عندی مشکور وعنداللہ ماجور ہوں۔ اور مرحوم حنفی المذہب تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وصیت ایک ثلث ترکہ میں بہرصورت نافذ ہوجاتی ہے اور اگر ایک ثلث سے زائد کی وصیت کی جائے تو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے[1] پس ایک ثلث میں وصیت کو پورا کرنا

---

[1] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجزوالوارث ذلک لاالزیادة علیه الا ان تجیزورثته. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،زیلعی ص ۱۸۲/ج ۶/اول کتاب الوصایامطبوعه امدادیه ملتان.

لازم ہے یعنی ایک شخص کو اس کی طرف سے حج کرادیا جائے۔ تمام سفر حج اور ضروریات حج کا خرچ دیا جائے اور یہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے واپسی کے بعد کچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا اور حج مرنے والے کے وطن سے کرانا چاہئے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہوسکتا ہو وہیں سے کرادیا جائے یحج عنه من ثلث ماله سواء قيد الوصية بالثلث بان اوصى ان يحج بلثلث ماله او اطلق بان اوصى ان يحج عنه. هٰكذا فى البدائع فان لم يعين مكانا يحج عنه من وطنه عند علمائنا وهٰذا اذا كان ثلث ماله يكفى للحج من وطنه فاما اذا كان لايكفى لذلك فانه يحج عنه من حيث يمكن الاحجاج عنه بلثلث ماله كذافى المحيط الى قوله ومافضل فى يدالحاج عن الميت بعد النفقة فى ذهابه ورجوعه فانه يرده على الورثة لايسعه ان يأخذ شيئاً مما فضل اه فتاویٰ عالمگیری[1] ص ۲۶۵/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۱۶/۱۱/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف ۹/۱۱/ذی قعدہ ۵۵ھ

کسی کا متبنّٰی ہونا وراثت سے محرومی کا سبب نہیں

سوال:- شیخ بندگی مرحوم کے دو فرزند محمد درویش علی مرحوم اور احمد علی مرحوم تھے۔ محمد درویش کے چار فرزند بالترتیب (۱) محمد عباس (۲) محمد معین الدین (۳) محمد بشیر الدین (۴) محمد نذیر الدین ہوئے لیکن احمد علی صاحب زمانہ دراز تک لاولد رہے اور آخر کار احمد علی صاحب نے اپنے سگے بھائی محمد درویش علی صاحب کے چھوٹے فرزند محمد نذیر الدین کو اپنا متبنیٰ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۲۵۹/ج ۱/کتاب الحج، الباب الخامس عشر فی الوصية بالحج، النهر الفائق ص ۱۶۴/ج ۱/باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامى زكريا ص ۳۵۶/ج ۱۰/كتاب الوصايا.

بنالیا۔محمد نذیرالدین کو متبنیٰ بنانے کے بعد احمد علی صاحب مرحوم کے دولڑکے خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین پیدا ہوئے۔لیکن احمد علی مرحوم نے اپنے متبنیٰ بیٹے کو بھی بذریعہ وصیت اپنی جائداد میں سے حصہ دیا۔احمد علی مرحوم کے انتقال کے تقریباً بیس سال بعد جب کہ خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین بالغ ہوچکے۔احمد علی مرحوم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم برمفادخوشی ہردوصاحبزادگان (یعنی خواجہ معین الدین وجمال الدین) عمل میں آئی اور محمد نذیر الدین کو بھی حصہ دیا گیا جس حصہ پر محمد نذیرالدین آج پچھلے بارہ سال سے قابض اور مستفید ہے اور جس کے بارے میں ہردوصاحبزادگان احمد علی مرحوم مسمیان خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔محمد درویش علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائداد مکسوبہ وموروثی منقولہ وغیر منقولہ صرف تین بڑے بھائیوں یعنی محمد عباس ومعین الدین اور محمد بشیرالدین کے درمیان تقسیم کی گئی۔جس پر محمد نذیرالدین نے اعتراض کیا اور گاؤں کے پنچوں کے ذریعہ انصاف کروانے کی کوشش کی لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی اور ہر سہ حقیقی برادرگان محمد نذیرالدین کو حصہ دینے سے انکار کردیا اس درمیان میں ہر سہ حقیقی برادگان کو قائل ومقول کرنے کی کوشش جاری رہی لیکن افسوس ان بھائیوں نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر کہ تم کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا محمد نذیرالدین کو محروم کردیا۔اب محمد نذیرالدین کی علماء کرام سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس بارے میں فتویٰ دیں کہ آیا چونکہ محمد نذیرالدین کو احمد علی صاحب نے اپنا متبنیٰ بنایا اور اپنی جائداد میں سے حصہ دلوایا گیا اس لئے محمد نذیرالدین اپنے والد محمد درویش علی مرحوم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ میں حصہ لینے سے محروم کردیا جائے گا۔

الجواب حامداًومصلیاً

محمد نذیرالدین کو اگر احمد علی صاحب مرحوم نے متبنیٰ بنالیا اور بذریعہ وصیت کچھ ان کو دے دیا تو اس کی وجہ سے وہ اپنے حقیقی والد محمد درویش علی کے ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے۔ بلکہ اپنے تینوں بھائیوں محمد عباس، محمد معین الدین، محمد بشیرالدین کی طرح برابر کے وارث

اور حصہ دار ہوں گے[1] بھائیوں کو لازم ہے کہ ان کو بھی پورا حصہ دیں گاؤں کے پنچوں کو چاہئے کہ مستحق کو اس کا حصہ دلوائیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: محمد نظام الدین عفی عنہ

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال:- زید اپنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت ناروا اور غیر مناسب سلوک رکھتا ہے جس کی بناء پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کردے تو جائز ہے یا ناجائز۔ صورتِ مسئلہ حسب ذیل ہے۔

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد وقف علی الاولاد کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی اس جائداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کو سخت تکالیف اور اذیت پہونچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کردے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے وہ ایسا کرسکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے محروم الارث ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وراثت ملک غیر اختیاری ہے[2] لہٰذا باپ کو حق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی

---

[1] متبنیٰ ہونا موانع ارث میں سے نہیں ہے اس لئے محض کسی کے متبنیٰ بنالینے کی وجہ سے متبنیٰ اپنے حقیقی والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔ المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدينين واختلاف الدارين الخ سراجی ص۷/ فصل فی الموانع، مجمع الانهر ص۴۹۷/ ج۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمية، بيروت، عالمگیری ص۴۵۴/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، مطبوعه کوئٹه.

[2] الثالث اما اختياری وهو الوصية او اضطراری وهو الميراث، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۴۹۲/ ج۱۰/ کتاب الفرائض، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۴۹۴/ ج۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۲۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

کومحروم کردے[1] شریعت نے جوحصہ جس وارث کا متعین کردیا ہے وہ اس کوضرور پہنچے گا۔خواہ مورث راضی ہو یا ناراض ہو۔البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے، بیع ، ہبہ، صدقہ ،وقف سب کچھ کرسکتا ہے[2] اگر اولاد شریر ہو اور باپ کو خیال ہو کہ میرے بعد تمام جائداد خدا کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائداد کو مصارف خیر میں صرف کردے[3] اور صورت مسئولہ میں تو جائداد وقف علی الاولاد ہے لہٰذا حتی الوسع وقف کی شرائط کا لحاظ رکھنا چاہئے اگر واقف نے محروم کرنے کی نفی کی ہے۔یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جاسکتا ہو تو عمر کو محض اس بناء پر کہ زید اس کو اذیت پہنچاتا ہے ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کردے[4] رہا زید کا اپنے باپ عمر کو اذیت اور تکلیف پہونچانا یہ سخت گناہ ہے زید کو

---

[1] عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ،مشکوۃ ص ۲۶۶/قبیل کتاب النکاح،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،ابن ماجہ ص ۱۹۴/کتاب الوصایا،باب الحیف فی الوصیۃ،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[2] المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء من الملک.تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورۃ فاتحہ.مطبوعہ رشیدیہ دھلی،المعجم المصطلحات والالفاظ الفقھیۃ ص ۳۵۱، ۳۵۲/ج ۳/حرف المیم،الملک التام،مطبوعہ دارالفضیلۃ القاھرۃ،شرح المجلۃ ص ۶۵۴/ ج ۱/الباب الثالث المسائل المتعلقۃ بالحیطان،الفصل الاول فی بعض قواعدفی احکام الاملاک،مطبوعہ اتحادبکڈپو دیوبند.

[3] ولو کان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھٰذاخیر من ترکہ.عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۱/ج ۴/کتاب الھبۃ الباب السادس فی الھبۃ اللصغیر،بزازیۃ علی الھندیۃ کوئٹہ ص ۲۳۷/کتاب الھبۃ،الجنس الثالث فی ھبۃ الصغیر،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۸۸/ج ۷/کتاب الھبۃ.

[4] مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ. شامی زکریاص ۶۶۵/ج ۶/مطبوعہ کراچی ص ۴۴۵/ج ۴/ کتاب الوقف،مطلب مراعاۃ غرض الواقفین الخ،النھرالفائق ص ۳۲۵/ج ۳/کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۴۵/ج ۵/کتاب الوقف.

اپنی حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنی فرض ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۰/شعبان/۱۳۵۵ھ

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوال:- زید دہلی کے پنجابی خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہو کر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے زید کے ماں باپ رضامند نہیں ہیں، جس سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جائیداد سے محروم کر سکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب ہندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرمِ عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کر دیں۔ جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو غالب رکھے[2] لیکن اگر اس کے قلب میں ہندہ کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے کہ وہ مجبور

---

[1] عن عبداللّٰہ بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رضاالرب فی رضاالوالدوسخط الرب فی سخط الوالد مشکوۃ شریف ص ۴۰۹/کتاب البروالصلۃ،الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۱۲/ج۲/ابواب البروالصلۃ،باب ماجاء من الفضل فی رضاالوالدین،مطبوعہ اشرفی دیوبند،ان عقوق الاباء محرم ایضا،مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۶۶۵/ج۴/کتاب البر والصلۃ، الفصل الاول مطبوعہ اصح المطابع بمبئی.

[2] عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رضاالرب فی رضاالوالد وسخط الرب فی سخط الوالد،مشکوۃ ص ۴۱۹/ کتاب الروالصلۃ الفصل الثانی مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۲/ج۲/ ابواب البروالصلۃ،باب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

اور مغلوب ہوگیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گذر گئی اور اثر بھی مرتب ہوگیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ شریعت میں عاق کرنا لغو ہے اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر والد باضابطہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فلاں بیٹے کو میراث نہ دی جائے تو شرعاً یہ تحریر بالکل بیکار اور نا قابلِ عمل ہوگی۔ اور والد کے انتقال کے بعد وہ لڑکا بھی شرعاً وراثت کا حقدار ہوگا۔ نافرمانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوگا، نہ کم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال:- ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵/ماہ پہلے بحالت بیماری ایک اقرار نامہ اپنی جائداد کے متعلق لکھوا کر عدالت میں رجسٹری کرادیا ہے مقر اور اس کا پسر مقرلہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں مقر کی زوجہ (مقرلہ کی والدہ) عرصہ دس گیارہ سال پہلے فوت ہوچکی ہے اور مقرلہ شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان بسعی اکثر مقر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، مطبوعہ اشرفی دیوبند، لان طاعتهما ای الوالدین فرض عین الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۰۲/ج۶/کتاب الجهاد، مطلب طاعة الوالدین فرض عین، النهر الفائق ص ۲۰۰/ج۳/کتاب الجهاد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۷۲/ج۵/کتاب السیر.

[1] الارث جبری لایسقط بالاسقاط تکملة شامی کراچی ص ۵۰۵/ج۷/کتاب الفتوی، مطلب وقعة الفتوی، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴۹۴/ج۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۲۹/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

موروثی ہے۔ وہ اپنے اقرار نامہ میں لکھتا ہے کہ میں زرعی جائداد پہلے اپنے پسر کے نام کا غذات سرکاری کرا چکا ہوں۔ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا اس تملیک سے غرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے نقل اقرار نامہ پشت استفتاء ہذا پر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائداد سے اپنی حق طلب کرتی ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس اقرار نامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہوسکتی ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ مقر اقرار نامہ ہذا کے وقت بیمار تھا۔ اور برابر نویسندگی کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔

خلاصۂ نقل اقرار نامہ رجسٹری شدہ

مینکہ شیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحیم قوم شیخ سکنہ خان پور جھورن تحصیل خانپور میں مملوکۂ مقر واقع ہیں۔ تمام مقر و پسرم حقیقی عبدالغفور کے پیدا کردہ ہیں چونکہ پسرم عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے کسی قدر تو جائیداد پسرم کے اپنے نام پر ہے مگر بہت سی جائیداد جو کہ پسرم نے خریدی بوجہ عزت وشان پدری کے مقر کے نام پر خرید کی۔ مکانات مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقر کے نام قرضہ بھی اس نے ادا کیا ہے اور مقر کا اکلوتا لڑکا اور بڑا ہی فرماں بردار اور فہیم ہے۔ مقر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔ مقر کے دو دختران مسماۃ زینب خاتون اور مسماۃ شاہدہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں مقر نے ان کو کافی زیورات وسامان جہیز کے وقت دیئے ہیں اور گڑھی اختیار خاں وہاں اراضی سکنی ومکان بھی ان کو جداگانہ جو کہ ان کے قبضہ میں ہے قبل ازیں حکیم عبدالغفور خاں پسرم مدنظر رکھتے ہیں تمام اراضیات زرعی واقعہ مواضعات خانپور اور موضع جھورن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی عبدالغفور پسرم داخل خارج کرا چکا اور تاریخ تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پسرم کا ہے اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت

مبلغ ۱۰۰۰ بمعہ جملہ حقوق داخلی وخارجی روشناس ہو جو مقر کو حاصل تھی بوجہ خدمت گذاری و فرمانبرداری پسرم کو اپنی زندگی میں بھی عبدالغفور پسر حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے امروز سے مقر کو کوئی تعلق جائیداد متصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا۔ بمثل ذات خاص مقر کی جائیداد مذکورہ بالا کا مالک وقابض تصور ہوگا۔

نقشہائے ہر دو مکانات لف ہذا ہیں لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اسٹام پر لکھدیتا ہوں تا کہ سند رہے اور ضرورت کے وقت کام آوے تا کہ بعد میں کوئی حجت پیدا نہ کرنے پائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غلام محمد ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے غالباً لوگ صحت یاب نہیں ہوتے بلکہ اکثر مرجاتے ہیں۔ یا وہ صاحب فراش تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا[1] اور ایسی حالت میں یہ تملیک نامہ ہبہ نامہ کیا اور پھر صحت یاب نہیں ہوا بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہوگیا تو یہ مرض الموت کا ہبہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے[2] اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں[3] پس دیگر ورثہ کی

---

[1] حدمرض الموت تكلموا فيه والمختار للفتوى انه اذا كان الغالب منه الموت كان مرض الموت سواء كان صاحب فراش اولم يكن. عالمگیری کوئٹہ ص ۱۷۶/ ج۴/ کتاب الاقرار، الباب السادس فی اقاریر المریض وافعاله.

[2] هبته ووقفه وضمانه كل ذالک حكمه كحكم وصية الخ الدراللمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۸۱/ ج۱۰/ كتاب الوصايا، باب العتق فی المرض، البحرالرائق كوئٹه ص ۴۲۹/ ج۸/ كتاب الوصايا، باب العتق فی المرض والوصية بالعتق، تبيين الحقائق ص ۱۹۶/ ج۶/ كتاب الوصايا، باب العتق فی المرض.

[3] لاوصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعنی عند وجود وارث آخرالدرالمختارعلى هامش رد المحتارزكرياص ۳۴۶/ ج۱۰/ كتاب الوصايا، عالمگیری کوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها، مجمع الانهرص ۴۱۸/ ج۴/ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

رضامندی اوراجازت کے بغیر یہ ہبہ نامہ شرعاً نا قابل عمل ہے۔اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہوگی اوراگرایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں ہبہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں بلکہ ہبہ صحیح ہے جس شئے پر موہوب لہ کو قبضہ کرادیا وہ معتبر ہے[1]۔

بہر دوصورت موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے اور مکان میں قبضہ ہوانہیں بلکہ جس طرح واہب کا قبضہ پہلے تھا اسی طرح بعد میں رہا خواہ مرض الموت ہوخواہ نہ ہو دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا ہبہ غیر معتبر ہے لڑکیوں کو شرعی حصہ ملے گا۔اگر بحالت صحت لڑکے یا لڑکی کو ہبہ کر کے اپنا قبضہ اٹھالیتا تو پھر اس میں اور کسی کا حصہ نہ ہوتا۔لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۴/۶/۵۹ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل ،الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة،البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۵/ج۷/كتاب الهبة،عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول فی تفسير الهبة.

[2] عن انسؓ قال قال رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع اللّه ميراثه يوم القيامة،مشكوٰة شريف ص ۲۶۶/قبيل كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،ابن ماجه ص ۱۹۴/ابواب الوصايا،باب الحيف فی الوصية،مطبوعه اشرفی ديوبند.

فصل دوازدھم:- متفرقات فرائض

فرائض کے قواعد

عالی جناب مولانا مفتی محمود الحسن صاحب السلام علیکم! عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جلد ضرورت ہے۔ وھِیَ ھٰذہ.

سوال:- اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کے لئے سہام لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحث تو کچھ آتے بھی ہیں مگر قاعدہ مسئول عنہا سے بالکل مناسبت نہیں۔ شاید مجھ جیسے ضعیف الاستعداد تلامذہ کو بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے فائدہ پہونچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا۔ اس لئے اس فن کی مشکل مشکل اصطلاح کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریز نہ فرمائیں گے اور حتی الامکان تسہیل فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا سوال نہایت مجمل ہے حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا مگر کوئی متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا بلکہ علیٰ سبیل التخمین یہ فرمایا کہ اگر ورثہ متعدد ہوں اور مثلاً سب کا نام زید ہے تو بوقت تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ اگر ایک قسم کے چند وارث ہوں مثلاً چند بیویاں ہوں یا چند بیٹے ہوں یا چند بھائی ہوں ان میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہے اول صورت میں تو تمیز بذریعہ اول وثانی وثالث یا بذریعہ اضافت الی الاب وغیرہ سہل ہے۔ مثلاً زید اول وزید ثانی وزید ثالث وغیرہ یا زید بن عمر، زید بن بکر، زید بن خالد وغیرہ اسی طرح اناث میں بھی آسانی ہے نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہوسکتی ہے۔ ثانی صورت میں سہام میں لگانے کے لئے ضرورت ہے کہ ان

ورثہ کی نوعیت معلوم ہو۔ یعنی ورثہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول ذوی الفروض جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے۔ ثانی عصبات جن کا حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب ترکہ لے لیتے ہیں۔ اوران دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے[1]۔ اب میں عصبات کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں ایسی صورت میں عدد ورثہ کے مطابق سہام بنا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ۴ زید

ابن	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

مسئلہ۵ زید

اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱	۱

مسئلہ۴ زید

عم	عم	عم	عم
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دوہرا حصہ ملے گا اس کا حصہ بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوگا۔ مثلاً ایک لڑکا اور لڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے دو لڑکے کو اور ایک ایک ہر لڑکی کو

مسئلہ۴ زید

ابن	بنت	بنت	ابن
۲	۱	۱	۲

مسئلہ۸ زید

ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱

مسئلہ۷ زید

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

[1] فیبدأ باصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب اللّٰه تعالیٰ ثم بالعصبات من جهة النسب والعصبة کل من یاخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد یحرز جمیع المال ثم بالعصبة من جهة السبب،ثم ذوی الارحام (سراجی ٦/)یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں مثلاً

مسئلہ۸ زید

اخ	اخ	اخ	اخت	اخت
۲	۲	۲	۱	۱

مسئلہ۵ زید

اخ	اخت	اخت	اخت
۲	۱	۱	۱

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثہ عصبات ہوں ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو سہام لگانے میں اوّل ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی پھر عصبات کی۔ چند مثالیں سمجھئے

مسئلہ۴ ہندہ

زوج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹے عصبات ہیں۔ پس کل چار سہام بنا کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم کردے۔

مسئلہ۴ ہندہ

زوج	ابن	بنت
۱	۲	۱

مسئلہ۸ زید

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۲	۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے آٹھویں حصہ کی مستحق ہے۔ لہٰذا کل سہام آٹھ بنا کر ایک زوجہ کو دیا باقی سات رہے وہ اکہرہ لڑکی کو اور دوہرا لڑکوں کو تقسیم کردیا۔

مسئلہ۶

اب	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۱

یہاں اب ذوی الفروض میں سے ہے چھٹے حصہ کا مستحق ہے لہٰذا کل چھ سہام بنا کر ایک والد کو دیا باقی پانچ کو بقاعدۂ مذکورہ تقسیم کر دیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھے یا بغیر جملہ ضوابط کو فرداً فرداً سمجھے دشوار ہے۔ مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث کو تحریر کیا ہے۔ اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صورت عائلہ

سوال:- اگر کسی مسئلہ میں باپ عصبہ ہو اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلہ کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے یا محروم ہو جائے گا؟ یا یہ وصیت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی۔ مسئلہ میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا۔ باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلہ میں عول کی گنجائش ہے تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا یا فرض پر اکتفاء کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہو تو وہ ذوی الفروض میں ضرور ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ نہ عصبہ ہو نہ ذی فرض میں ہو۔ اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے لکل واحد منهما السدس الآیۃ[1] پھر کبھی اس کے ساتھ وہ عصبہ بھی ہو جاتا ہے کبھی عصبہ محض رہتا ہے، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس یہ سوال بے محل ہے کہ اصحابِ فروض کو دینے کے بعد باپ کے لئے کچھ نہ بچے کیونکہ وہ خود بھی اصحابِ فروض میں ہے، اس کا فرض دینے کے لئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا۔ مثلاً

---

[1] سورۃ النساء آیت ۱۱/.

مسئلہ ۱۵

زوج	بنت	بنت	ام	اب
۳	۴	۴	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲/ سے کر کے عول ۱۵/ سے کیا گیا ہے باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصبہ محض قرار دیا گیا ہے وہ ایسی صورت میں اصحابِ فرائض سب لے لیں اور باپ کے لئے کچھ نہ بچے والتعصیب المحض وذلک عند عدم الولد وولدالابن اھ سراجی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ولی عہد بنانا

سوال:- اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ولی عہد بنانے کا تو حق ہے[2]۔ مگر اسے حق وراثت نہیں ملے گا۔ حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲۴ھ

---

[1] سراجی ص ۹/ باب معرفة الفروض ومستحقیهامطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریاص ۵۱۲/۱۰/ کتاب الفرائض، زیلعی ۲۳۰/ ج۶/ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وکذا(ای صار وصیاً) لوقال تعهدهم وقم بأمرهم الخ عالمگیری ص ۹۴/ ج۶/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الوصایا، الباب الثانی.

[3] ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث، وهو القرابة والسبب وهو الزوجیة والولاء الخ عالمگیری ص ۴۴۷/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۷۶۲/ ج۶/ کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/ اول کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سوال:- ہمارے یہاں کا جاہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے بلکہ دستور قائم یہ کر رکھا ہے کہ تمام جائیداد لڑکوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سسرال سے گھر آتی ہے (اپنے باپ کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا وغیرہ ہر سال دیکر اس کو رخصت کر دیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے افراد للذکر مثل حظ الانثیین کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ مدلّل جواب مطلوب ہے۔ یہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رواج اصل میں ہندوانہ رواج ہے، خاص اوقات میں جو لڑکیوں کو دیا جاتا ہے اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں۔ میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے[1]۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا۔ نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خریدا جاتا ہے نہ ان کی رضاء طلب کی جاتی ہے۔ بہر حال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے۔ لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے۔ اپنی بہن کے ساتھ جو صلہ رحمی کرے۔ یہ عین سعادت ہے لیکن اس میں پابندی رواج یا معاوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۵/۱۹ھ

گودنامہ

سوال:- گودنامہ شرعی نقطۂ نظر سے کیا ہے اور گودنامہ سے اگر ایک بھائی کی حق تلفی

---

[1] وقسمة الميراث بعده (اى بعد الموت) شامى زكرياص ۴۸۹ ج ۱۰/اول كتاب الفرائض.

ہورہی ہوتو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ جس کوحق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ حصے سب ورثاء کے متعین ہیں۔کسی ترکیب سے مستحق کومحروم کرنا یا کم دینا اور غیر مستحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں[1] یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے،غصب ہے،ظلم ہے۔جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے[2]

گودنامہ کی وجہ سے ہرگز ہرگز وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،۲۷/۶/۱۴۰۱ھ

جس نے وارث لڑکی کو کچھ نہیں دیا اس کا حکم

سوال:- زید مرگیا اوراس کے بھائی محمد ساجد نے ترکہ میں سے زید کی لڑکی کو کچھ

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قطع میراث وارثه قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیامة

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جواپنے وارث کی کاٹے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی میراث کاٹے گا۔مشکوۃ شریف ص ۲۶۶/باب الوصایا،الفصل الثالث.

[2] ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظُلماً انما یأکلون فی بطونهم ناراً وسیصلون سعیراً. سورة النساء آیت ۱۰/.

ترجمہ: بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے سکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

[3] کیونکہ استحقاقِ ارث تین ہیں۔ان میں سے گودنامہ نہیں ہے۔ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث، بالنسب وهوالقرابة،والسبب وهوالزوجیة والولاء،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۷/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الاول،شامی کراچی ص ۷۶۲/ج۶/کتاب الفرائض،مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/اول کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

نہیں دیا تو ایسی صورت میں محمد ساجد کی شریعت اسلامیہ کی رو سے کچھ گرفت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہت بڑی گرفت ہوگی وہ ظالم اور غاصب ہے[1] زمین اگر مرحوم کی ملک ہو اور اس میں وراثت جاری ہوتی تو زید کی لڑکی اپنے والد کے ترکہ سے نصف حصہ کی حقدار ہوگی[2]، اگر زمین ملک مرحوم نہیں تھی بلکہ محض کاشت کے لئے تھی اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ اصل مالک کو اختیار ہے کہ اپنی زمین جس کو چاہے کاشت کے لئے دیدے۔[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من أخذ شبرا من الأرض ظلماً فانه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. مشكوٰة شريف ص ۲۵۴/(مطبوعه ياسر نديم ديوبند)باب الغصب،بخارى شريف ص ۴۵۴/ج ۱/كتاب بدء الخلق،باب ماجاء فى سبع ارضين،مطبوعه اشرفى ديوبند،مسلم شريف ص ۳۳/ج ۲/قبيل كتاب الفرائض،مطبوعه رشيديه دهلى.

ترجمہ: جو شخص زمین کا کچھ حصہ ناحق لے گا قیامت کے دن اس کو سات طبقہ زمین دھنسایا جائے گا۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة، مشكوة ص ۲۶۶/ قبيل كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،ابن ماجه ص ۱۹۴/ابواب الوصايا،باب الحيف فى الوصية مطبوعه اشرفى ديوبند.

[2] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجى ص ۱۲/فصل فى النساء، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/كتاب الفرائض،الباب الثانى فى ذوى الفروض،تبيين الحقائق ص ۲۳۳/ج ۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[3] المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوى ص ۷/ سورة الفاتحه، مطبوعه مصطفائى ديوبند،شرح المجلة ص ۶۵۴/ج ۱/الباب الثالث فى المسائل المتعلقة بالحيطان،الفصل الاول فى بعض قواعد فى احكام الاملاك،معجم المصطلحات،والالفاظ الفقهية ص ۳۵۱، ۳۵۲/ج ۳/حرف الميم،الملك التام،مطبوعه دارالفضيلة القاهرة.

والدہ کا معاملہ بیٹے کے ساتھ کیا ہونا چاہئے

سوال:- خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہندہ زید کی والدہ ہے۔ بہو اور ساس کی رنجش کی وجہ ہندہ اپنے لڑکے یعنی زید کو پورے مکان سے ہی بے دخل کرنا چاہتی ہے جب کہ تقریباً بیس سال تک زید نے والدہ کی خدمت کی گھر کے سب عزیزوں سے یہی مشورہ ہے کہ سب گھر کے لوگ ہمدردی اور محبت سے رہیں دراصل ہندہ اپنے داماد کے کہنے پر اپنے لڑکے زید سے برگشتہ رہتی ہے اس سلسلے میں احکام شرع کی روشنی میں دونوں کے حق میں فیصلہ صادر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گھر کے عزیزوں اور بزرگوں کا مشورہ نہایت مناسب ہے شریفانہ و ہمدردانہ مشورہ ہے شریعت کے بھی موافق ہے اہل دانش کے رواج کے بھی موافق ہے ماں کو لازم ہے کہ داماد یا کسی کے بھی اکسانے سے مشتعل نہ ہو۔ سب گھر کی بزرگ اور سرپرست ہو کر مربیانہ طریقہ سے شفقت و ہمدردی کے ساتھ اس خدمت گذار و حق شناس بیٹے کے ساتھ رہے بیٹا بہو اور ان کی اولاد سب خدمت کریں گے راحت پہنچائیں گے ان کو بھی راحت ہوگی۔ یکجہتی و اتفاق کی برکات بھی حاصل ہوں گی۔ لڑکا والد[1] کے ترکہ سے وراثت کا ضرور حق دار ہے ماں فقط آٹھویں حصہ کی حقدار ہے پورے مکان کی حقدار نہیں[2] لڑکے کو پورے مکان سے بے دخل

---

[1] اولهم بالميراث جزء الميت اى البنون الخ سراجى ص ۲۲/باب العصبات،مطبوعه دار الكتاب ديوبند،البحر الرائق كوئٹه ص۴۹۷/ج۸/كتاب الفرائض،مجمع الانهر ۵۰۴/ج۴/ كتاب الفرائض،فصل اول،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] اما للزوجات فحالتان الى قوله والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجى ص ۱۲/ فصل فى النساء،الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۵۱۲/ج۱۰/كتاب الفرائض،البحر الرائق كوئٹه ص۴۹۴/ج۸/كتاب الفرائض.

نہیں کرسکتی اپنے مہر کی بھی حقدار ہے[1] بہرحال جو طریقہ ماں اختیار کرنا چاہتی ہے اس کو اختیار نہیں کرنا چاہئے اس کا بھی خیال کرے کہ بیس سال کی مدت تک بیٹے نے حق ادا کیا ہے اب اس سے رنجش کرکے تعلق کو ناخوشگوار بنالینا کس قدر غلط اور نازیبا کام ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ

بھائی کے وعدے

سوال:- ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہن تھے۔ ابا نے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کردیا۔ لہٰذا ابا نے انہیں بارہ سو روپے کا کاغذ اور ایک ہنڈیہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہوگیا۔ پھر یکے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہوگیا۔ پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی والدہ نے دو بہنوں کی شادی کردی اور پھر وہ بھی انتقال کرگئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگہ زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہوگئی۔ میرے پاس جو ہنڈیا روپیہ والی اور بارہ سو روپے تھا، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حج کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کردے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا۔ مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی لہٰذا جناب والا سے گذارش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

---

[1] ثم تقضى ديونه اى التى لها مطالب من جهة العبادمن جميع مابقى بعد التجهيز،سكب الانهرعلى مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/ كتاب الفرائض، الدرالمختارعلى الشامى زكريا ص ۴۹۵/ ج۱۰/ كتاب الفرائض،البحر الرائق كوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ كتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا بھائی کا حصہ ہے اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے[۱]۔ سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں[۲]۔ جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطور قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے[۳]اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادا کردوں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے[۴]۔ کیونکہ حق واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلا وجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہئے اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں[۵]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۱ھ

کلالہ

سوال:- الفاروق مصنفہ حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۷ میں لکھا ہے

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۴/۸/ کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۳۴/ ج ۶/ کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۲] عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الالاتظلموا الالا یحل مال امراء الابطیب نفس منه مشکوة شریف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی مسنداحمد ص ۷۲/ ج ۵/ حدیث عم ابی حرة الرقاشی مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۳] القرض هو عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی للآخر لیرد مثله الردالمختار علی الشامی کراچی ص ۱۶۱/ ج ۵/ کتاب البیوع، فصل فی القرض.

[۴] اوفوابالعهدان العهد کان مسئولا، سورۂ بنی اسرائیل آیت ص ۳۴/. اذا فهم مع ذالک الجزم فی الوعد فلا بد من الوفاء الخ مرقات ص ۶۵۳/ ج ۴/ (مطبوعه بمبئی) باب المزاح.

[۵] فیه خمسة فوائدالاولی حصول الولدوالثانیة کسرالشهوة والثالثة تدبیرالمنزل والرابع کثرة العشیرة والخامسة مجاهدة النفس الخ احیاء العلوم ص ۲۲/ ج ۲/ الباب الاول فی ترغیب النکاح آفات النکاح وقواعده، مطبوعه مصر، وراجع للتفصیل اتحاف السادة المتقین ص ۲۹۲/ ج ۵/ مطبوعه دارالفکر بیروت.

''ورثہ کے بیان میں'' کہ خدا نے ایک قسم کے وارث کو کلالہ سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ کلام مجید میں اس کی تعریف مفصل مذکور نہیں ہے اس لئے صحابہؓ میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون وارث داخل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند بار دریافت کیا اس پر تسلی نہ ہوئی تو حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک یادداشت لکھ کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش کیا لیکن ان تمام باتوں پر ان کو کافی تسلی نہیں ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں چیزوں کی حقیقت بتلا جاتے تو مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ نے جتنا ان تین چیزوں کے متعلق بیان فرمادیا وہ احادیث میں مذکور ہے اور صحابہ کرام نے اس کو سمجھ بھی لیا اور عمل بھی فرمایا[1] مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ زیادہ تفصیل سے اس کا بیان فرمادیا جاتا تاکہ مخالفین کو انکار کی مجال نہ رہتی نورالانوار[2] میں بھی ربوٰا کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کی یہ شرح کی ہے

---

[1] عن البراء قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الکلالة قال ماخلاالوالدوعن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من تم یترک والداولاولدافورثته کلالة الخ تفسیر مظهری ص۳۳/ج۲/سورۂ نساء آیت ۱۲/مطبوعه رشیدیه کوئٹه عمدة القاری ص۱۶۷/ج۱۰/الجزء العشرون سورة النساء،باب یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم،مطبوعه دارالفکربیروت، فتح الباری ص۱۱۵،۱۱۶/ج۹/سورة النساء باب یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم ،مطبوعه نزارمصطفی الباز مکه مکرمه .

[2] وبالجملة لم یکن البیان شافیاوخرج من حیز الاجمال الی حیز الاشکال ولهٰذا قال عمرؓ خرج النبی علیه السلام ولم یبین لنا ابواب الربوٰ هٰکذا قالوالخ نور الانوار ص۹۷/بحث المجمل مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،التفسیرات الاحمدیة ص۱۲۱/سورة البقرة تحت آیت ۲۷۵/مطبوعه رحیمیه دیوبند.

''کلالہ'' کے سلسلہ میں شرح موطاءؑ میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔ مسئلہ خلافت کو ازالۃ الخفاءؑ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بڑے بسط سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ترتیب خلافت کو خوب سمجھتے تھے اور ان کے پاس دلائل موجود تھے بلکہ مخالفین کی زبان بند کرنے کے لئے بیان شافی ہونے کے متمنی تھے تاکہ خوارج وغیرہ کے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وارث کا پتہ معلوم نہ ہو تو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟

سوال:- عمر کے پاس اس کے چچا کی صندوقچی ہے۔ چچا کے صاحبزادے کلکتہ میں اور صاحبزادی غیر ملک میں تھیں کہ ان کا انتقال ہو گیا شرعی حصہ چچا کی صاحبزادی کے پاس

۱؎ وفی مسلم عن عمر ماراجعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی شئ مارجعته فی الکلالة وما اغلظ لی فی شئ مااغلظ لی فیه حتی طعن باصبعه فی صدری وقال یاعمر الاتکفیک آیة الصیف التی فی آخر النساء الی ماقال وفیه فضل عمر عنده صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانه ممن یستنبط المعانی من القرآن لانه رد ذالک الی نظره واستنباطه بقوله یکفیک الی قوله اذلو کان عنده لایدری ذالک للزمه ایضاحه له الخ شرح الزرقانی ص۱۴۸/ج۳/مطبوعه مکه مکرمه، کتاب الفرائض، میراث الکلالة، اوجز المسالک ص۴۲۴/ج۱۲/مطبوعه امدادیه مکه مکرمه کتاب الفرائض،، میراث الکلالة.

۲؎ عن انس انه سمع خطبة عمر الآخره حین جلس عمر علی المنبر وذالک الغدمن یوم توفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی یدبرنا یریدبذلک ان یکون آخرهم فان یک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدمات فان اللّٰہ قدجعل بین اظهرکم نورا تهتدون به هدی اللّٰہ محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانه اولی المسلمین بامورکم فقوموا فبایعوه الخ، ازالة الخفاء مقصد، فصل چهارم، مسندعمر مطبوعه صدیقی بریلی ازالة الخفاء مترجم ص۲۳۶/ج۱/مطبوعه قدیمی کراچی.

منی آرڈر کیا وہ واپس آ گیا پھر خط لکھ کر حصہ لے لیں یا معاف کر دیں تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا صاحبزادی کے شوہر و بچوں کا پتہ دریافت کیا مگر ناکامی رہی اس صندوقچی کی قیمت تخمیناً لگا کر عمر نے صدقہ کر دیا۔ اب عمر مذکورہ صندوقچی کے متعلق کیا کرے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی صندوقچی کی قیمت تخمیناً کرا کے صدقہ کرنا قبل از وقت ہے۔ صندوقچی محفوظ رکھیں، جب ورثاء مالک کی زندگی سے مایوس ہو جائیں تب صدقہ کر دیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندگی میں جو بطور میراث دے تو لڑکے و لڑکی کو برابر دے

سوال:- زید اپنی زندگی میں اپنی میراث اپنی بیوی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے مثلاً سولہ آنے ہیں اس کو ایک لڑکا ایک لڑکی ایک زوجہ میں کس طرح تقسیم کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ دو آنے بیوی کو دیدے[2] اور سات آنے لڑکے کو سات آنے لڑکی کو

---

[1] المفقود حی فی ماله حتی لایرث منه احدومیت فی مال غیره حتی لایرث من احد ویوقف ماله حتی یصح عونه اوتمضی علیه مدة الخ سراجی ص ۹۲/فصل فی المفقود،سکب الانهر ص ۵۳۰/ج۴/کتاب الفرائض،قبیل فصل المناسخة،دارالکتب العلمیة بیروت،عالمگیری ص ۴۵۶/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثامن فی المفقود الخ.

[2] فیفرض للزوجة فصاعداًالثمن مع ولداوولدابن ردالمحتار ص ۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض، مکتبه زکریا،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴/ج۸/کتاب الفرائض.

دیدے جس طرح میراث میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا ہوتا ہے اس طرح یہاں نہ کرے بلکہ دونوں کو برابر دے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۸۹/۶/۴ھ

---

[1] وكذافي العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كالا بن عند الثاني وعليه الفتوى درمختار ص ۵۰۲/ج۸/كتاب الهبة. مكتبه زكريا البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۸/ج۷/كتاب الهبة، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۲۷۹/ج۳/كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده والهبة للصغير.

کتاب الوصایا

﴿وصیت کا بیان﴾

وصیت کے اقسام

سوال:- وصیت کتنی قسم کی ہوتی ہیں اور کون کون قابلِ تسلیم بروئے شرع محمدی سمجھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وصیت چار قسم کی ہوتی ہے۔ واجب، مستحب، مباح، مکروہ۔ ای ھی وصیة واجبة بالزکوٰة والکفارات وفدیة الصیام والصلوٰة التی فرط فیھا ومباحة للغنی مکروھة لاھل فسوق والا فمستحبة. اھ درمختار[1] علی ھامش الشامی ص ۴۱۵/ج۵/نعمانیه وصیت کے لئے شرائط بھی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی کہ وصیت وارث کے حق میں نہ ہو[2] اگر وارث کے حق میں وصیت کی تو وہ دیگر جملہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی وہ نہ چاہیں تو نافذ نہیں ہوگی۔ (والبسط فی ردالمحتار[3])۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی ص ۳۳۶/ج ۱۰/مطبوعه زکریا، اول کتاب الوصایا سکب الانھر مع المجمع ص ۴۱۷/ج۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وکونه غیروارث وقت الموت ردالمحتار زکریا ص ۳۳۷/۱۰، اول کتاب الوصایا، ھندیه کوئٹه ص ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الاول، مجمع الانھر ص ۴۱۸/۴، اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] الاان تجیز ورثته بعدموته وھم کباریعنی یعتبر کونه وارثا اوغیروارث وقت الموت لاوقت الوصیة، درمختار علی ھامش الشامی ص ۳۴۰/۱۰، اول کتاب الوصایا، مجمع الانھر ص ۴۱۸/۴، اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، تکمله فتح القدیر ص ۴۱۹/۱۰، اول کتاب الوصایا، طبع دارالفکر بیروت.

کون سی وصیت واجب العمل ہے

سوال:- ایک شخص نے اپنے ہی پیسے سے جائداد اور زمین خریدی اور اس کی تعمیر میں اپنا ہی پیسہ لگایا صرف بھائی صاحب کو تقریباً دس ہزار کے قریب ادھار دیا کیوں کہ ان کی دکان بلوے میں لٹ گئی تھی اور وہ کاروبار کرنے لگے چوں کہ ان کا بڑا لڑکا ایک پاکستان میں اچھی ملازمت پر ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے والد کو پاکستان بلانے کے لئے لکھا انہوں نے دوکان کو خرد برد کرنا شروع کر دیا اور چونکہ میں ملازمت پر تھا اس لئے اس کی دیکھ بھال نہ کر سکا لہٰذا مجھ کو جب معلوم ہوا تو مجھ میں اور بھائی صاحب میں جھگڑا بھی ہوا اس لئے غصہ کی حالت میں جو جائداد میں نے بذات خود پیدا کی تھی اور میرے والد مرحوم کی وراثت میں ملی تھی وہ بھی اپنی بیوی کے نام کر دی اور بیع کی قیمت مبلغ پانچ ہزار روپے اپنے ملنے والے سے چند گھنٹوں کے لئے لی تھی اور بعد رجسٹری کے واپس کر دی تھی اب اس شخص کی زوجہ نے وفات سے قبل اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کو بلا کر سب اہل محلّہ کے سامنے وصیت کی کہ دیکھو اپنے بہنوئی سے دغا مت کرنا یہ جائداد سب انہیں کی ہے میرا اس میں کچھ نہیں ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میری دلجوئی کے لئے میرے نام کر دی تھی کیوں کہ میرے کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے بیع میرے نام کر دی ہے بلا قیمت جو کچھ میرا حصہ تم کو ورثہ میں پہونچے گا وہ سب ان کے نام واپس کر دینا۔ زوجہ کے بھائیوں نے وعدہ کیا اپنی ہمشیرہ سے اور اہل محلّہ بھی موجود تھے وعدہ کیا کہ ہم اپنے بہنوئی سے دغا نہیں کریں گے اس واقعہ کو گیارہ سال ہو چکے ہیں اور وہ وعدہ کو پورا نہیں کر رہے ہیں اور ٹال مٹول کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی نیت خراب ہو گئی ہے اور وہ پورا نہیں کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کی بابت شرع متین میں کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کو کچھ حصہ بھی پہنچتا ہے یا نہیں وہ لوگ یہ چاہتے ہیں جب وہ مر جائیں تو ہم لوگ زبردستی ان کی جائداد پر قبضہ کر لیں کیوں کہ ان کے پاس اتنا اثاثہ نہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کر سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی زوجہ نے جو وصیت بھائیوں کو کی ہے وہ شرعاً واجب العمل نہیں[۱] البتہ اگر جائداد واقعۃً بیوی کو نہیں دی تھی بلکہ مصلحۃً اس کے نام کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ دینا مقصود نہیں ہے۔ تو بیوی اس کی مالک ہی نہیں ہوگی[۲] وہ بیوی کا ترکہ نہیں ان کو اس کے لینے کا کوئی حق ہی نہیں اگر واقعۃً بیوی کو دیدی تھی تو اس میں ضرور میراث جاری ہوگی[۳] نصف کا شوہر حق دار ہوگا اور نصف دیگر ورثاء کو حصہ رسد ملے گی[۴] اگر بیوی کو دیکر واپس لے لی اور بیوی اس پر رضامند ہوگئی تب بھی وہ بیوی کا ترکہ نہیں۔ دوسرے کی چیز پر ناحق قبضہ کرنا غصب اور ظلم ہے جس کا وبال سخت ہے۔[۵]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ان للّٰہ اعطی کل ذی حق حقه فلاوصية لوارث، مشکوٰۃ ص ۲۶۵/ ج ۱، باب الوصایا، طبع یاسر ندیم دیوبند،

[۲] وبیع التلجئة وهو ان يظهرا عقداوهما لايريدانه يلجأاليه لخوف عدوهوليس ببيع فی الحقيقة، الدرمع الشامی کراچی ص ۵/۲۷۳، زکریا ص ۵۴۲/ ج ۷/ کتاب البیوع، باب الصرف مطلب فی بیع التلجئة، هندیه کوئٹه ص ۲۰۹/ ج ۳/ کتاب البیوع، الباب العشرون، مطلب فی بیع التلجئة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۴۹۲/ ج ۳/ کتاب الاکراه، فصل فی التلجئة.

[۳] وشرائط صحتها ای الهبة فی الموهب ان يكون مقبوضاً الی قوله فتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۴۸۹، ۸/۴۹۳، کتاب الهبة، هندیه کوئٹه ص ۳۷۴ ج ۴، اول کتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۳/۴۹۱، کتاب الهبة، دارالکتب العلمیة بیروت،

[۴] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولدوولدالابن وان سفل الخ، سراجی ص ۱۱، طبع یاسر ندیم دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۶/۷۷۰، کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ص ۴۹۳/ ج ۸، کتاب الفرائض،

[۵] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من اخذ شبراًمن الارض ظلما فانه يطوقه يوم القيٰمة من سبع ارضين، مشکوٰۃ ص ۱/۲۵۴، کتاب الغصب والعاریة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری نہیں

سوال:- زید فالج جیسے دیرینہ مرض میں مبتلا تھا اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے رہائش کا مکان فروخت کرڈالا۔ زید نے اپنے غیر حقیقی داماد خالد سے کہا کہ تم میری خدمت کرو میں تمہاری ذاتی زمین پر ایک پختہ کمرہ کی تعمیر کرادوں گا یہ بات کہنے تک محدود نہ تھی بلکہ قسمیں کھا کر وثوق دلایا کہ جتنے روپے تعمیر کمرہ پر صرف ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا۔ زید کے عزم مصمم کا اثبات اثاث تعمیر خریدنے سے بھی عیاں ہوتا ہے مثلاً پختہ اینٹیں لکڑی وغیرہ اور زیر تعمیر کمرہ کی بنیاد بھرانا زید کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر مشتری اپنے مکان سے نکالے تو میرے رہنے کی جگہ مہیا رہے گی لیکن سیمینٹ کی کمیابی کی وجہ سے مجوزہ کمرہ کی تعمیر مکمل نہ ہوسکی اور زید اسی اثناء میں انتقال کرگیا، اب اس کے بچے ہوئے روپے سے تعمیر کی تکمیل ہوگی کہ نہیں؟ ورثہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے جو وعدہ وارادہ کیا تھا ورثاء اس کی تکمیل کے ذمہ دار نہیں جو روپیہ موجود ہے وہ اس نے ہبہ نہیں کیا یہ سب زید کا ترکہ ہے ورثاء حسب حصص شرعیہ تقسیم کرلیں اگر زید نے وصیت کی ہوتی تو ایک ثلث ترکہ میں اس کا نفاذ ہوتا۔ اب کچھ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۹۵ھ

قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟

سوال:- ہندہ آخر عمر میں تھی اس کا بیٹا سفر میں تھا اس نے کہا کہ وہ بیٹا آیا یا نہیں؟ تو

---

[1] وتجوز ای الوصیة بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذالک لا الزیادة علیه الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی، ص ۶/۶۵، کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴/۴۱۹، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/اول کتاب الوصایا،

ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیگھہ زمین بھائی کے نام پر لکھ کر جاری کرایا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا، بعدہٗ ہندہ مرگئی۔ جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کر دیا اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مرگیا اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کر دیا تھا سوال یہ ہے کہ:

(۱) قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

(۲) وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتا ہے؟

(۳) اگر ترکہ بن سکتا ہے تو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر وارث نے فروخت کر دیا تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ لازم رہی بعد میں نہیں[۱]۔

(۲) جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہوگئی، حسبِ تخریج شرعی اس میں وراثت جاری ہوگی۔

(۳) ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے[۲]۔

(۴) وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو ہبہ کر دی

---

[۱] ولو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شهر کذا جاز وتبطل ببیعها وفی الشامیة وکذا بموتها ولعل وجهه انها وان کانت وصیة لصاحبها الا انها معلقة فی المعنی علی وجودها فی ملکه فهنا تبقی الوصیة مادامت الاضافة موجودة وتبطل بزوالها الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۳۵۸/ ج ۱۰/ کتاب الوصایا. قبیل باب الوصیة بثلث المال، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۵۰۰/ ج ۳/ کتاب الوصایا، فصل فیمن تجوز وصیته وفیمن لاتجوز وصیته.

[۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی.

تو وہ مالک ہوگیا[1]، اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۸ھ

وصیت کی تقسیم

سوال:- عبدالحمید کے بھائی (پھوپھی زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہوگئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کردی تھی، یہ لاولد تھا، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوایا۔ میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہوگیا، اس کا جنازہ درگور کردیا۔ کفن ودفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیادار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جو نقدی رقم ہے یا سامان یا پکا کنواں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے۔ مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں۔ وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء اس کو تسلیم کرلیں یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس وقت ہوتی ہے جبکہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں اور اجازت دیدیں۔ پس مرحوم کے ورثاء جس کے حق میں وصیت کو تسلیم کرلیں، اس کو ایک تہائی ترکہ دیا

---

[1] اما حکمها فثبوت الملک للموهوب له (هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ اول کتاب الهبة، الدرمع الشامی کراچی ص ۶۸۸/ ج۵/ اول کتاب الهبة، سکب الانهرمع المجمع ص ۴۹۰/ ج۳/ اول کتاب الهبة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی.

جائے گا[1] بقیہ دو تہائی ورثاء کا ہوگا[2] ورثاء کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصے متعین کر دیئے جائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱/۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۸ھ

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال:- میری والدہ کا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے۔ انتقال کے بعد بحکم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از وفات میری والدہ نے ۱/۳ میں سے وصیت کی تھی۔ اس وصیت میں کچھ وارثین کے لئے مثلاً بڑی لڑکی کو کچھ دیا، نواسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نواسی کو اسی طرح کچھ تعمیر مسجد کے لئے مطلب یہ کہ ۱/۳ میں انہوں نے وصیت کی ہے۔ اس وصیت کے مطابق جو بچا وہ شرعی فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہماری ایک عزیز ہیں جو دیندار اور اکثر و بیشتر ان کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انہوں نے خواب میں دیکھا، پوچھا کیسا حال ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دیئے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے۔ لیکن میرے ایک

---

[1] وتجوز بالثلث، الدرمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ج ۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/اول کتاب الوصایا لاوصیة لوارث الاان یجیز هاالورثة یعنی عندوجودوارث آخر، الدرالمختار اعلی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۴۶/۱۰، کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا.

[2] ثم یقسم الباقی بین ورثته (سراجی ص ۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۷۶۱/ج ۶/کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

غریب کونہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں۔لہٰذا تم فلاں بہن (جوعورتوں میں دینی وتبلیغی کام کرتی ہیں) حنیفہ بائی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھجوادیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں۔آپ اس خواب کا حل فرما کر ہمارے حال پر کرم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے، ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۷/۴ھ

وصیت ایک تہائی میں

سوال:- صوفی عبدالعزیز بیمار ہوئے انہوں نے وصیت کی کہ عبداللہ تم اس زمین کو بونا کھانا اور نصف آمدنی مسجد کو دینا اور نصف تم رکھنا۔اب عبدالعزیز کا بھتیجہ پاکستان سے آیا ہے اور اس زمین کا مطالبہ کرتا ہے۔مگر عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کی ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ وصیت وقف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً

مرض الموت میں جو ہبہ یا وقف کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک تہائی ترکہ میں معتبر مانا جاتا ہے۔لہٰذا اگر عبدالعزیز نے مرض الموت میں وصیت کی ہے تو ایک تہائی

---

[1] عن ابی اسید الساعدی قال بینانحن عندرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذجاء رجل من بنی سلمة فقال یارسول اللّٰہ هل بقی من برّ ابویّ شئٌ ابرهمابه بعد موتهما قال نعم الصلاة علیهما والاستغفارلهماوانفاذعهد همامن بعد هماوصلة الرحم التی لا توصل الابهماواکرام صدیقهما، مشکوٰة شریف ص ۴۲۰/باب البروالصلة،قبل الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

میں سے نصف آمدنی مسجد کے لئے ہوگی اور نصف عبداللہ کے لئے۔[1] دو تہائی عبدالعزیز کے وارث کی ہوگی۔ اگر وارث صرف ایک بھتیجہ ہے تو وہی مستحق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۹ھ

وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال:- ایک بوڑھیا عورت ہے اس کے تین لڑکیاں ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی کے ایک فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بوڑھیا اپنی نانی کے یہاں بود و باش کر رہی ہے۔ بوڑھیا مرتے وقت سولہ روپے چھوڑ گئی ہے اور یہ وصیت کر گئی ہے کہ یہ روپیہ تم کو نہیں دیتی ہوں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اب اگر یہ روپیہ کسی مدرسہ کے کام میں صرف کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا اس مدرسہ کے مدرس جو صاحبِ نصاب ہیں ان کو تنخواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ یا اس سے کم ہے تب تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیں تب تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہوگا[2] اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں[3] جب وہ

---

[1] والوقف فی المرض ای فی مرض الموت وصیة کھبة فیه من الثلث مع القبض،سکب الانھر علی مجمع الانھر ص ۵۹۶/۲، کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،مجمع الانھر ص ۵۹۶/ج۲/کتاب الوقف،دارالکتب العلمیه بیروت،ھندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۲/ کتاب الوقف،الباب العاشرفی وقف المریض.

[2] وتجوز بالثلث لاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الاان تجیزورثته بعدموته وھم کبارالخ،الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج۱۰/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

روپیہ مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی ضروریات کے لئے دیا جائے تو اس کو تنخواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگر چہ مدرس صاحبِ نصاب ہو[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۶/۶۰ھ

وصیت بحق وارث

سوال:- (۱) خلاصہ سوال یہ ہے کہ حاجی نتھو لاولد تھے جو کچھ ان کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا اور ان کا اپنے بھائی سے کوئی تعلق نہیں۔ جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بلا کر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے وہی مالک ہے، کیا یہ ہدایت حاجی نتھو کی شرع کے مطابق ہے۔ ترکہ ۸۰۰/روپیہ ہے۔

(۲) حاجی نتھو کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی جب حاجی نتھو کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پرسانِ حال نہ رہا۔ صرف حاجی نتھو کی بہن کی لڑکی شہزادی نے خدمت کی۔ بیماری میں انہوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) اول کتاب الوصایا، بحر کوئٹہ ص ۴۰۳/ج ۸/اول کتاب الوصایا، سکب الانہر ص ۴۱۸، ۴۱۹/ج ۴/کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا.

۳ فلم تجز اِجازۃ صغیر الخ الدر المختار علیٰ الشامی زکریا ص ۳۴۷/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ اما صدقۃ التطوع فیجوز صرفھا الی الغنی لانھا تجری مجری الھبۃ، (بدائع زکریا ص ۱۵۷/۲، مصارف الزکاۃ، تاتارخانیہ کراچی ص ۲۷۵/۲، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن فی المسائل المتعلقۃ بمن توضع فیہ الزکاۃ، ہندیہ کوئٹہ ص ۱۸۹/ج ۱/کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف.

شہزادی کو دے دیا جائے۔ پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی نتھو کے بھائی اور حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا حقدار بن کر سامنے آگئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔ بہرحال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً نکلتا ہے تو ہم مسجد شیخ ہمایوں میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہزادی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی نتھو کے بھائی نقد روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دو ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ فقط اس تحریر سے مال وقف ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیوی شرعی وارث ہے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ دوسرے ورثاء بھی اجازت دیدیں ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی[۱]۔ پس اگر حاجی نتھو کے بھائی نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو حاجی نتھو کی کل رقم اور کل ترکہ ان کی بیوی کا ہوگیا۔ اگر اجازت نہیں دی تو بیوی صرف ایک چوتھائی ترکہ کی حقدار ہے[۲] اور بقیہ کے مستحق بھائی ہیں[۳]۔ مثلاً اگر کل ترکہ ۸۰۰/ ہے تو بیوی کو بعد ادائے مہر وغیرہ اس میں سے ۲۰۰ ملے گا اور بقیہ ۶۰۰ بھائی کا ہے۔ دوسرے بھائی کی اولاد اس میں حقدار نہیں۔

---

[۱] ولالوارثه وقاتله مباشر الاباجازة ورثته الخ الدرالمختارعلیٰ الشامی زکریاص ۳۴۶/ ج ۱۰/ کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ ج ۴/ اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/ اول کتاب الوصایا.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولدالخ، سراجی ص ۱۱، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، فصل فی النساء، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهرص ۵۰۰/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۳] والعصبة کل من یأخد ماابقته اصحاب الفرائض الخ، سراجی ص ۵، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، وهم ای العصبة بنفسه اربعة اصناف جزء المیت واصله وجزء ابیه الخ سراجی ص ۲۲/ باب العصبات، مجمع الانهرص ۵۰۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

(۲) حاجی نتھو کی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں صرف ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے[۱]۔ پس ایک تہائی ترکہ تو حسبِ وصیت شہزادی کو دیا جائے بقیہ مرحومہ کے بھائی کے لڑکے کا ہے[۲]۔ بشرطیکہ اس سے قریب تر کوئی اور وارث نہ ہو۔ حاجی نتھو کے بھائی کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ جو کچھ ان سب نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہئے[۳]۔ شہزادی نے جو خدمت مرحومہ کی کی ہے حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے۔ اس کو چاہئے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے۔ مرحومہ کے بھائی کے لڑکے نے اگر خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی۔ لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا[۴]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۱/۸ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- کیا یہ بات ممکن ہے کہ متروکہ منقولہ جائیداد میں سے ایک وارث کو حصہ

---

[۱] وجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۳۳۹/۱۰، اول کتاب الوصایا بحر کوئٹه ص ۴۰۳/۸، اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸، ۴۱۹/ ج۴/ کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ اول کتاب الوصایا.

[۲] ثم جزء ابیه ای الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا الخ سراجی ص ۲۲/ باب العصبات، مجمع الانهر ص ۵۰۸/ ج۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[۳] قال النووی اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفی بوعده، مرقاة ص ۶۵۳/ ج۴/ آخر باب المزاح، طبع بمبئی.

[۴] الارث جبری لایسقط بالاسقاط، تکمله ردالمحتار ص ۵۰۵/ ج۷/ کتاب الدعوی، مطلب واقعة الفتوی.

دئے جانے کی وصیت کی جائے جیسے کوئی اپنی بہن کی لڑکیوں کیلئے وصیت کر جائے اور دیگر ورثاء کو اس میں حصہ نہ دیا جائے بلکہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنے کی وصیت کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں صورت مسئلہ میں وصیت بہن کی لڑکیوں کے حق میں ہے جو کہ شرعاً وارث نہیں۔ لا تجوزا الوصية للوارث عندنا الا ان يجيزها الورثة عالمگیری[1] ص ۳۲۳ ج ۴۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۹۰ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- مسماۃ ہندہ کے زوج کا انتقال ہوا اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی مسمیٰ زید سے کر دیا بعد اس کے ہندہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہندہ کو بحق شرع نہ کہ باپ سے مکان کرائی پہونچا ہندہ کے زوج ثانی نے جو اس کا پیشہ بڑھئی کا چھوڑ دیا اور کرائی اپنی کرایہ پر دیکر گذریات کرتے رہے مرمت کرائی نواب خود کراتا رہا اس کی آمدنی سے جدید کرائی ہی کرتا رہا۔ اسی کی آمدنی سے شوہر ثانی نے کچھ روپیہ جمع کر کے بلا اطلاع زوجہ ثانیہ اپنی دختر جو درجہ اولیٰ سے تھی کچھ زمین خرید کر کے اس کے نام کر دی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس بطور امانت رکھ دیا اتفاق سے بیمار ہو گیا حالت بیماری میں جس کے پاس روپیہ رکھا تھا اس نے کہا کہ اپنا روپیہ لے لو اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ روپیہ میری دختر جو زوجہ اولیٰ سے ہے اس کو دے دینا اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی

---

[1] عالمگیری بلوچستان کوئٹہ ص ۹۰ ج ۶ کتاب الوصایا، الباب الاول، مجمع الانہر ص ۴۱۸ ج ۴ اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت، الدرمع الشامی زکریا ص ۳۴۶ ج ۱۰ اول کتاب الوصایا.

تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا۔ ہندہ کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا صرف مزدوری پر گذر تھا۔ مرتے وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا سوائے زوجہ ثانی کے مال کے اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ اسی کے مال سے ہوا ہے۔ البتہ محنت اور مزدوری ضرور اس نے کی ہے۔ ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان ونفقہ اس کے ذمہ تھا ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہوگی یا نہیں بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے انتقال کے وقت جو کچھ زید کی ملکیت میں تھا۔ وہ اس کے ورثہ کو بقدر حصص شرعیہ پہنچے گا[1] اور لڑکی بھی چونکہ وارثہ ہے اس لئے اس کو میراث ملے گی وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہوگی۔ ہاں اگر دوسرے ورثہ بڑے یعنی بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہوسکتی ہے اور جو مال زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال ہبہ کرکے زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں کرایا تھا تو وہ زوجہ ثانیہ کی ملک ہے[2] اس کو زید کا تصور کرکے زید کے ورثہ میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعنى عندوجودوارث اٰخر، اھ ردالمحتار[3] ج ۵/ص ۵۷۵/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] يبدأمن تركة الميت بتجهيزه المرادمن التركة ماتركه الميت خاليا عن تعلق حق الغير بعيينه (بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/كتاب الفرائض،شامى كراچى ص ۷۵۹/ج۶/كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۲۹/ج۶/كتاب الفرائض،طبع امداديه ملتان.

[2] وتتم الهبة بالقبض الكامل فيشترط القبض قبل الموت،الدرالمختارمع الشامى زكريا ص۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۹۱/ج۳/كتاب الهبة،دارالكتب العلميه بيروت،هنديه كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول.

[3] الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۳۴۶/ج۱۰/كتاب الوصايا،هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج۶/اول كتاب الوصايا،مجمع الانهرص ۴۱۸/ج۴/اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلميه بيروت.

وارث کے لئے وصیت

سوال:- اگر کوئی شخص کسی متقی عابد وزاہد کی وصیت ومسلک وطریقہ عمل کے خلاف وراثت وغیرہ میں دستِ تصرف دراز کرے تو خائن و غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس وصیت کے مطابق ورثاء میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہوگی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس کے اس فعل سے موصی کو روحی تکلیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحق کو اسکا حق نہ دینا اور اس پر خود بے جا قبضہ وتصرف کرنا غصب ہے[1] وصی کی شرعی وصیت کے بعد اس کے خلاف کرنے سے موصی کو روحی اذیت کا مظنہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال:- عبداللطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبداللطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کردیا اور اپنے ساتھ سے اور بلا کسی چیز دیئے ہوئے صرف عبداللطیف کے جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا والد سے علیحدہ ہونے پر عبداللطیف اپنے پھوپھا صاحب کے مکان پر گئے اور دس روز وہاں رہے بعدہ عبداللطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آکر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ مکان لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پرورش کیا عبداللطیف نے جو کمائی کی اور کام کیا

---

[1] وھو ازالة یدمحققة باثبات ید مبطلة فی مال متقوم محترم قابل للنقل بغیر اذن مالکه، الدرالمختار علی هامش ردالحتارزکریاص ۲۶۱/ج۹/اول کتاب الغصب، بحر کوئٹه ص۱۰۸/ج۸/اول کتاب الغصب، مجمع الانهر ص۷۷/ج۴/اول کتاب الغصب، دارالکتب العلمیه بیروت.

عبداللطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہوگیا تو عبداللطیف کی بیوی عبداللطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی اس وقت عبداللطیف کے دادا صاحب نے عبداللطیف کو ان کی کمائی دے کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کردیا اب وہ کھانے کمانے لگے اور دادا صاحب نے انتقال کیا بعدہ عبداللطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی وہ عبداللطیف کے ہمراہ آکر رہنے لگی اور عبداللطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھرستی کا وہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھا کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا اب عبداللطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لے کر کھاتے کماتے رہے مع بیوی اور بچے کے اور اپنی کمائی سے عبداللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے علاوہ عبداللطیف کے پاس سات سو تیس روپے تھے۔ بقیہ برتن وغیرہ اور تمام گھرستی اور زیورات وہ زیورات جو کہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو کو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچسو پچاس تھی۔ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی بعدہ عبداللطیف نے انتقال کیا اور عبداللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سمیٹ لیا اور اٹھا کر لے گئے۔ کیونکہ عبداللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے پھوپا کے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے بیوی اور بچے اور دادی کو دیا جاوے۔ لیکن عبداللطیف کی وفات کی بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تمام سامان اٹھا کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا چھوڑا عبداللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور دادی کو۔

الجواب وہو الموفق للصواب، حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں بعد تجہیز وتکفین وادائے دین مہر وغیرہ ازکل مال عبداللطیف کا ایک ثلث ترکہ بحسب وصیت سوتیلی دادی کو ملے گا اور بقیہ دو ثلث ترکہ چوبیس سہام ہوکر ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا[1] اس طرح کہ چار سہام والد کو ملیں گے[2] تین سہام زوجہ کو[3] اور سترہ سہام

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

لڑکے کو ملیں گے[1] والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً لغو اور نا قابل عمل ہے[2] وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثہ کے نافذ نہیں[3] ہوتی وصیت کا حق صرف ایک ثلث ترکہ میں ہوتا ہے اگر اس سے زائد میں کی جائے تو ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے ایک ثلث میں بہر حال نافذ ہوگی خواہ ورثہ راضی ہوں یا نہ ہوں[4] اگر کل مال میں

(پچھلے صفحہ کے باقی حاشیے ملاحظہ کیجئے) ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذوصایاه من ثلث مابقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته ،سراجی ص ۳،۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهر ص ۴۹۳،تا ۴۹۵/ج ۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۷/ج ۶/اول کتاب الفرائض.

۲ اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن الخ، سراجی ص ۹، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، الدر مع الشامی کراچی س ۶/۷۷۰، کتاب الفرائض،

۳ امالزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،والثمن مع الولد الخ،سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،الدرمع الشامی کراچی ص ۷۷۰/ج ۶/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض.

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ العصبة کل من یاخذماابقته اصحاب الفرائض،سراجی ص ۵/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۴/ج ۴/کتاب الفرائض،فصل فی العصبات،دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

۲ الارث جبری لایسقط بالاسقاط ،تکمله ردالمحتار ص ۵۰۵/ج ۷/کتاب الدعوی ،مطلب واقعة الفتوی،سکب الانهر ص ۴۹۴/ج ۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،تبیین ص ۲۲۹/ج ۶/اول کتاب الفرائض،طبع امدادیه ملتان.

۳ ولالوارثه الابا جازة ورثته الخ درمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا،هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

۴ ولاتصح الوصیة بمازادعلی الثلث ولالقاتله مباشرة ولالوارثه الاباجازة الورثة وتصح بالثلث وان لم یجیزوا،مجمع الانهر ص ۴۱۸/۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا، الدرمع الشامی کراچی ص ۶۵۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا،

وصیت کی جائے تب بھی ایک ثلث میں نافذ کرنا لازم ہے۔ اگر ایک ثلث کے اندر اندر کسی معین شئ کی وصیت کی جائے جس میں وارث اور اجنبی دونوں کو شریک کیا جائے یعنی تنفیذ وصیت سے مانع موصٰی لہ کی ہو نہ کہ موصٰی بہ کی تخصیص تو اس صورت میں حصہ اجنبی کی وصیت درست ہوگی اور حصہ وارث کی وصیت باطل ہوگی (اگر دیگر ورثہ اجازت نہ دیں) یہ ہی محمل ہے ہدایہ[1] کی اس عبارت کا ومن اوصٰی لا جنبی ولوارثه فللاجنبی نصف الوصية وتبطل وصية الوارث اھ اور نصف الوصية کی تفسیر الثلث ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدیر عنایہ وغیرہ میں بھی نہیں اسی وجہ سے ملتقی الابحر میں موصٰی بہ کو عین قرار دیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قاتل کو بھی ذکر کیا وان اوصٰی بعين لوارثه اوقاتله ولا جنبی فللاجنبی نصفها ولاشئ للوارث الخ سکب[2] الانہر ج ۲/ص ۷۰۲/ اور مجمع الانہر[3] میں نصفہا کی ضمیر کا مرجع متعین کیا ہے ای نصف العین اھ یعنی جس معین شئ کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موصیٰ لہ قرار دیا ہے ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شئ کا نصف حصہ ملے گا۔

درر الحکام ص ۴۳۷/ شرح غرر الاحکام میں اس جزئیہ کو الف کے ساتھ ذکر کیا ہے وفی بالف لوارث واجنبی له نصفه و خاب الوارث يعنی اذا اوصیٰ لوارثه وللا جنبی فللاجنبی نصف الوصية وتبطل وصية الوارث لا نه اوصیٰ بما يملک الا يصاء به وبمالا يملک فصح فی الاول لا الثانی اھ[4] یہاں پر نصف الوصیۃ کا مصداق نصف الالف

---

[1] هدايه ص ۶۶۷/ ج ۴/ کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] سکب الانهر ص ۴۳۲، ج ۴، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال.

[3] مجمع الانهر ص ۴۳۲/ ج ۴، مطبوعه دارلکتب العلمية بيروت، کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال.

[4] درر الحکام شرح غرر الاحکام ص ۴۳۷/ کتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، مطبوعه مير محمد کتب خانه کراچی.

ہے جیسا کہ ملتقی الابحر میں نصف العین تھا اور بعض کتب میں لفظ شئ مذکور ہے و لو اوصیٰ لاجنبی ولوارثه بشئ ولاوارث له غيره ثم مات فيكون له اى للاجنبى نصف الوصية وبطل وصية الوارث وان كان وارث غيره فان اجازلا يبطل ايضاً اھ قوله نصف الوصية الخ لانه اوصىٰ بما يملك وبمالا يملك فصح فى الاولىٰ وبطل فى الثانى بخلاف ماذا اوصىٰ لحى وميت لان الميت ليس باهل للوصية فلايصح مزاحماً فيكون الكل للحى والوارث من اهلها ولهٰذا يصح باجازة الوصية فافترقا اه فتح المعين[1] ج۳/ص ۵۷۳/والبسط فى تكملة البحرالرائق ج۸/ص۴۸۲/[2] یہاں نصف الوصیۃ کا مصداق نصف الشئ یا الموصیٰ بہ ہے پس عبارت ہدایہ میں نصف الوصیۃ کی تعیین الثلث اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں ثلث الثلث کی تفریع صحیح نہیں (ثلث الثلث کا مصداق تین قرار دینا بھی سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ جب بارہ کو ایک ثلث مانا ہے تو اس کا ثلث ۴/ہوتا ہے۔ تین نہیں ہوتا) مبسوط[3]

فتاوی عالمگیری[4] قاضی خاں وغیرہ کتب فقہ میں بھی جزئیہ مسئولہ کی نظریں موجود ہیں (سئل) فى امراة اوصت لو لديها زيد وهندة ولاخوتها الثلٰثة بجميع ماتملك ثم ماتت عن ولديها المذكورين وخلفت تركة ولم يجيزا وصيتها لهم هل تنفذ الوصية للاخوة من الثلث (الجواب) نعم ولواوصىٰ لوارثه ولاجنبى صحت فى حصة

---

[1] فتح المعين ص۵۳۷/ج۳/كتاب الوصايا،باب الوصية بثلث المال،طبع كراچى.

[2] البحرالرائق كوئٹه ص ۴۲۲/ج۸/كتاب الوصايا،باب الوصية بثلث المال.

[3] فان اوصىٰ لبعض ورثته ولاجنبى جازت حصة الاجنبى وبطلت حصة الوارث لان الايجاب تناولهابدليل ان عند اجازة الورثة تم الاستحقاق لهما فبطلانه فى حصة الوارث بعدم الاجازة لايبطل حصة الاجنبى ولايزيد فى نصيبه الخ مبسوط للسرخسى ص۱۷۵ ج۲۷ مطبوعه دار الفكر، كتاب الوصايا،باب الوصية للوارث والاجنبى والقاتل.

[4] عالمگیری كوئٹه ص ۹۰/ج۶/الباب الاول،كتاب الوصايا.

الاجنبی وتتوقف فی حصة الوارث علیٰ اجازة الورثة فان اجازوا اجازوان لم یجزوا بطل ولاتعتبر اجازتهم فی حیات الموصیٰ حتیٰ کان لهم الرجوع بعد ذٰلک (خانیه[1] من فصل من تجوز الوصیة ومن لاتجوز اھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیة[2] ص ۳۱۵/ج ۲/.

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جنکو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شریک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں تنفیذ وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں موصیٰ بہ یعنی کل مال اور موصیٰ لہ یعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے موصیٰ لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں بلا اجازت نافذ نہیں کی گئی موصیٰ بہ کی رعایت سے صرف ایک ثلث میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقصود بالسوال ہے اور اسی کو حصۃ الاجنبی جواب میں کہا گیا ہے اسی طرح صورت مسئولہ میں ایک ثلث سوتیلی دادی کو ملے گا جو کہ اجنبی ہے اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازت ورثہ وصیت نافذ نہیں ہوگی بلکہ حصۃ الوارث دو ثلث حسب میراث تقسیم ہوگا جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شوال ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۸/شوال ۶۹ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- زید کا انتقال ہوا اس نے کافی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور وارثانِ حقیقی میں ایک بھائی ایک اہلیہ چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ص ۴۹۶/۳، مطبوعه کوئٹه، کتاب الوصایافصل فیمن تجوز وصیة الخ،

[2] تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۳۱۵/ج ۲/کتاب الوصایا، مطلب اوصیٰ لوارثه ولاجنبی الخ مطبوعه میمنیه مصر.

(۱) بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر دباؤ ڈالا کہ ہمارے نام وصیت نامہ لکھدو۔ زید نے مجبور ہوکر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔

اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کو صحیح مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی شرعی وارث ہے اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیدیں[۱]۔ بھتیجے کے حق میں جو وصیت کی ہے اگر وہ جبراً کرائی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں[۲]۔ اگر رضامندی سے وصیت کی پھر بعد میں یہ کہدیا کہ بھائی یہ تمہارا حق وراثت ہے خواہ تم اس کو اپنے لئے رکھو خواہ اپنے لڑکے کو دیدو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عوضِ میراث قرار دیکر وصیت کی ہے۔ یہ بھی شرعی اعتبار سے لغو اور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا مستحق ہی نہیں ہوا۔ تو پھر اس کے عوض کا کیا محل ہے[۳]۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق ہی میں وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے۔ لہٰذا معتبر نہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ولالوارثه الاباجازةورثته الخ درمختارعلٰی الشامی زکریاص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا،عالمگیری کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانهرص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] ولاتصح وصیة الهازل والمکره والخاطئ الخ عالمگیری ص ۹۲ ج ۶ کتاب الوصایا،الباب الاول فی تفسیرهاوشرط جوازها الخ،بدائع ۳۳۵/ج ۷/کتاب الوصایا،مطلب واماالذی یرجع الی الموصی،طبع سعیدکراچی.

[۳] وشروطه ثلاثة موت مورث حقیقة اوحکماکمفقودالخ سکب الانهرص ۴۹۴/ج ۴/اول کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،الدرمع الشامی کراچی ص ۷۵۸/ج ۶/اول کتاب الفرائض،بحرکوئٹه ص ۴۸۸/ج ۸/اول کتاب الفرائض.

[۴] ولالوارثه الاباجازة ورثته،الدرمع الشامی زکریاص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا، مجمع الانهرص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیه بیروت.

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال:- مجھ کو ایک مسماۃ نے نقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کان اور ہاتھوں میں زیور بنوا دینا اور باقی سب لڑکے کو دیدینا اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی۔ ان کی شادی کر دی صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کر گئی ہوں۔ اس کے کچھ دن بعد وہ مسماۃ فوت ہوگئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا گراں ہوگیا تھا۔ میں نے ان کو فروخت کر دیا تا کہ ان کا زیادہ نفع ہو جائے صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۴۳۴/روپے کی ہے۔

لہٰذا التماس ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکم خداوندی آگاہ کر دیجئے۔ تا کہ میں اس کے مطابق ادا کر دوں۔ تا کہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

نوٹ:- اس عورت کے کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہوسکتی ہے ورنہ مثل دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ کذا فی الشامی ص ۵۷۵/[1]

اگر اس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ

---

[1] ولالوارث وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته وهم كبار الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۳۴۶/ ج ۱۰/اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول كتاب الوصايا، الدر المنتقى على الملتقى ص ۴۱۸/ج ۴/كتاب الوصايا، دار الكتب العلميه بيروت.

کل ترکہ پانچ سہام قرار دے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے۔[1]
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵

لڑکا	لڑکیاں
۲	۳

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبد اللطیف ۲۹ رشوال ۵۵ھ

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال:- اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائداد اپنی لڑکی کے نام تندرستی کی حالت میں کردے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکی کو اس کی آمدنی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائداد وصیت کردی تو اس وصیت سے یہ تمام جائداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائداد لگادے اور نصف عصبہ کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہدے کہ میں حصہ چھوڑتی ہوں۔ اس کو جو عصبہ میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے۔ تو اس کا حکم تحریر فرماویں۔

---

[1] اما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهويعصبهن،سراجی ص ۱۲ / فصل فی النساء،یاسرندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص ۴۴۸ / ج ۶ / کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،تبیین الحقائق ص ۲۳۴ / ج ۶ / کتاب الفرائض،طبع امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

بحالتِ صحت وتندرستی اگر باقاعدہ ہبہ کرکے لڑکی کا قبضہ کرادے تو بلاشبہ ہبہ صحیح ہوگا، اور لڑکی مالکہ ہوجائے گی[1] اور آمدنی اس کے لئے درست ہوگی۔ لیکن دیگر ورثہ و مستحقین کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا کرنا گناہ ہے[2]۔ لہٰذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہئے۔ اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا بلکہ یہ کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے اور نصف کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثہ راضی نہ ہوں[3]۔ لہٰذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق ہے۔ چاہے یہ وصیت کرتا چاہے نہ کرتا۔ اگر وہ نصف سے کم کی مستحق تھی، مثلاً دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں یا لڑکا بھی موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ نصف کی مستحق نہیں بلکہ کم کی مستحق ہے[4]۔ استحقاق سے زیادہ میں وصیت کا نفاذ دیگر ورثہ کی

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ الدرمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۴۹۳/ج۸/اول كتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۹۱/ج۳/كتاب الهبة،دارالكتب العلميه بيروت،هنديه كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/اول كتاب الهبة.

[2] ولووهب فى صحته كل المال للولدجازواثم الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتارزكريا ص ۵۰۲/ج۸/كتاب الهبة،قاضى خان على الهنديه كوئٹه ص ۲۷۹/ج۳/كتاب الهبة،فصل فى هبة الوالدلولده،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۹۱/ج۴/كتاب الهبة،الباب السادس فى الهبة للصغير.

[3] لاوصية لوارث الاان يجيزها الورثة يعنى عند وجود وارث آخرالدرالمختارعلى هامش رد المحتارزكرياص ۳۶۴/ج۱۰/اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج۶/ اول كتاب الوصايا،مجمع الانهرص ۴۱۸/ج۴/اول كتاب الوصايا،دارالكتب العلميه بيروت.

[4] امالبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهويعصبهن،سراجى ص ۱۲/فصل فى النساء،طبع ياسرنديم ديوبند،هنديه كوئٹه ص ۴۴۸/ج۶/كتاب الفرائض الباب الثانى فى ذوى الفروض،تبيين ص ۲۳۳،۲۳۴/ ج۶/كتاب الفرائض،امداديه ملتان.

اذن پر موقوف ہے[1] اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں اپنا حق میراث چھوڑتا ہوں تو اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا۔

لوقال الورث تركت حقي لم يبطل حقه اذا الملك لا يبطل بالترك اھ اشباہ[2]۔ لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ کسی وارث کو ہبہ کردے تو درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ج ۱/۶۶ھ

داماد نے وصی بننے سے انکار کردیا

سوال:- زید نے اپنی زمین اپنا گھر سب اپنی لڑکی کو دیدیا اور زید نے اپنے داماد سے کہا اگر تم اس زمین کو اور اس گھر کو نہ لوگے تو میں روز قیامت تمہارا دامن گیر ہوں گا تو زید کے داماد نے غصہ میں کہا اگر تم اس طرح کی گفتگو کروگے تو میں آپ کی زمین کا بالکل متلاشی نہ ہوں گا تو زید نے کہا جو اچھا لگے کرنا اب زید کے بھائی عمرو نے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا اور زبردستی قابض ہوگیا تو ایسی صورت میں کیا زید اپنے داماد کا روز قیامت دامن گیر ہوگا یا نہیں ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ داماد نے وصی بننے سے انکار کردیا تو وہ اس سے بری الذمہ ہوگیا اب زید

---

[1] لاوصية لوارث الاان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۳۶۴/ج ۱۰/اول كتاب الوصايا هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول كتاب الوصايا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلميه بيروت.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۷۴/الفن الثالث، مايقبل الاسقاط من الحقوق ومالايقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلي.

اپنے داماد کا دامن گیر روز قیامت نہیں ہوگا[1] البتہ زید کے بھائی نے ظلم کیا کہ مرحوم بھائی کی لڑکی کو کچھ نہیں دیا حالانکہ وہ شرعی وارث ہے قیامت میں بھی وہ اس ظلم کی سزا بھگتے گا اور دنیا میں بھی اس پر وبال پڑے گا[2] داماد اگر کچھ اپنی مظلوم بیوی کی مدد کرسکتا ہو تو کرے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی کو وصی بنانے کی تحریر

سوال:- محمد یونس کا انتقال ہوگیا جس نے ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑا اور مال میں ایک مکان اور ایک دوکان اور کچھ نقد روپیہ چھوڑا اور ایک چچازاد بھائی جب جنازہ تیار ہو کر نماز کے لئے لایا گیا تو اس وقت ایک تحریر نمازیوں کو سنائی گئی وہ یہ تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال وغیرہ کے نگراں اول مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ہوں گے اور ان کے ساتھ دو آدمی اور ہوں گے۔ جن کے نام یہ ہیں حاجی محمد صدیق صاحب اور مستری عبدالرحمٰن صاحب لوگوں نے سنکر کہا کہ ٹھیک ہے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے چند آدمیوں کے دستخط کرائے اور اس کی تصدیق کرائی یہ تحریر مرحوم کے سرہانے سے نکلی تھی اس پر کسی آدمی کی شہادت وغیرہ نہیں تھی اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ مرحوم نے کسی آدمی سے کہا کہ مرنے کے بعد اس تحریر کو ان حضرات کے پاس پہنچادے اور نہ اس لفافہ کو بذریعہ ڈاک بھیجا لفافہ دیکھنے سے

---

[1] اوصی الی زیدای جعلہ وصیاً وقبل عندہ صح فان ردعندہ ای بعلمہ یرتددرمختارعلی الشامی زکریاص۴۰۸/ج۱۰/کتاب الوصایا،باب الوصی وھوالموصی الیہ ،مجمع الانھر ص۴۵۴/ج۴/کتاب الوصایا،باب الوصی،دارالکتب العلمیہ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۱۳۷/ج۶/کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی.

[2] من أخذ شبرامن الارض ظلمافانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین،مشکوٰۃ شریف ص۲۵۴/مطبوعہ یاسرندیم ،باب الغصب والعاریۃ،الفصل الاول.

معلوم ہوتا تھا کہ یہ تحریر کافی عرصہ پہلے کی لکھی ہوئی ہے زمانہ فراش کی نہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کا خیال بعد تحریر بدل گیا تھا ورنہ بذریعہ ڈاک بھیجا جاسکتا تھا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات اس تحریر کی بناء پر مرحوم کے لڑکے اور مال کے متولی متصرف شرعاً بن سکتے ہیں یا نہیں یا مرحوم کے چچازاد بھائی لڑکے اور مال کا ولی ومتصرف ہے شرعاً ان دونوں میں سے کس کو حق حاصل ہے ولی ہونے کا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد یونس مرحوم نے جب اپنی تحریر میں مولانا خلیل الرحمٰن کو اپنا وصی بنادیا اور اپنے بچے اور ترکہ کی نگرانی ان کے سپرد کردی اور انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا تو وہ شرعاً وصی ونگراں ہوگئے[1] اگرچہ تحریر اپنے انتقال سے کچھ دیر پہلے لکھی ہو اور اس کو بذریعہ ڈاک نہ بھیجا خیال بدلنے کا قرینہ تحریر کیا جارہا ہے اسی طرح اس تحریر کو محفوظ رکھنا اور ضائع نہ کرنا اور اس پر خیال بدل جانے کو تحریر نہ کرنا۔ خیال باقی رہنے کا بھی قرینہ ہے اگر خیال بدل جاتا تو اس تحریر کو باقی کیوں رکھتے ضائع کردیتے یا اس پر لکھوا دیتے کہ اب میرا خیال بدل گیا ہے میں ان کو وصی نہیں بناتا۔ بہرحال اب ولایت مال چچازاد بھائی کو حاصل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا

سوال:- وصی نے ایک مکان کو منہدم کرا کے دوبارہ تعمیر کرادیا ہے حالانکہ وہ اس

---

[1] اوصیٰ الٰی زید ای جعله وصیاوقبل عنده صح الخ الدرالمختارعلٰی الشامی زکریاص۴۰۸/ ج۱۰/کتاب الوصایا،باب الوصی،وان اوصی الیه وهوغائب فبلغ ذالک الوصی بعدالموت فقال لااقبل ثم قال بعدذالک قبلت فهوجائز،هندیه کوئٹه ص۱۳۷/ج۶/کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی،مجمع الانهرص۴۵۴/ج۴/کتاب الوصایا،باب الوصی، دارالکتب العلمیه بیروت.

حالت میں تھا کہ صرف اس کا برآمدہ پٹوا دینا چاہئے تھا اس میں اس کے دو ہزار روپئے لگ گئے کچھ مقروض ہو گیا اس طرح کا تصرف کرنا نابالغ وراث کی وراثت میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا

اگر وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے تو ان کو حق تھا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت

سوال:- کوئی آدمی اگر مرتے وقت یہ وصیت کر جائے کہ اس کے بدن سے پاؤں کا گوشت بعدالموت فلاں آدمی کو خیرات کر دینا یا فلاں آدمی کو بیچ دینا، کیا ایسی وصیت جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً

آدمی کو اپنے مال میں وصیت کرنے کا حق ہے اس کے بدن کا گوشت اس کی ملک نہیں[2]۔ جس طرح زندگی میں کسی کو اپنے جسم کے گوشت کو کاٹ کر خیرات یا فروخت کرنے کا حق نہیں[3]، اسی طرح اس کی بعدالموت وصیت بھی درست نہیں۔ نیز انسان کے کسی عضو کی بیع

---

[1] کمایثبت لہ ولایۃ الحفظ یثبت لہ ولایۃ کل تصرف ھو من باب الحفظ، ھندیہ کوئٹہ ص ۱۴۵/ ج ۶/ کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ.

[2] الوصیۃ ھی ما اوجبہ الانسان فی مالہ بعدموتہ اوفی مرض موتہ، بحر کوئٹہ ص ۴۰۳/ ج ۸/ اول کتاب الوصایا.

[3] مضطر لم یجد میتۃ وخاف الھلاک فقال لہ رجل اقطع یدی وکلھا اوقال اقطع منی قطعۃ وکلھا لایسعہ ان یفعل ذالک ولایصح امرہ بہ کمالایسع للمضطر ان یقطع قطعۃ من نفسہ فیاکل، ھندیہ کوئٹہ ص ۳۳۸/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الاکل ومایتصل بہ، خانیہ علی الھندیۃ ص ۴۰۴/ ج ۳/ کتاب الحظر والاباحۃ، ومایکرہ اکلہ ومالایکرہ الخ، طبع کوئٹہ، بزازیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳۶۶/ ج ۶/ کتاب الکراھیۃ، الخامس فی الاکل.

جائز نہیں نہ زندہ کی نہ مردہ کی بلکہ یہ بیع باطل ہے۔ خیرات ایسی چیز کی ہوتی ہے جو قابلِ انتفاع ہو۔ انسان کا گوشت نہ کھانے میں کام آسکتا ہے نہ کسی اور کام میں استعمال ہوسکتا ہے۔ وَالاٰدمی مکرم شرعاً وان کان کافراً فایرادالعقدعلیه و ابتذاله به وَالحاقه بالجمادات اذلال له وهوغیر جائز وبعضه فی حکمه وصرح فی فتح القدیر ببطلانه. ردالمحتار[1] ص ۱۰۵ / ج ۴ / نعمانیه. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۴/۵ھ

وصیت بحالتِ سکرات

سوال:- زید کے تین فرزند ہیں (۱) رسول خاں جو کہ انتقال کر چکے ہیں۔ (۲) محمد خاں (۳) سکندر خاں، یہ دونوں زندہ ہیں، ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے، اس مکان میں مرحوم رسول خاں کی زوجہ رہتی تھی رسول خاں کے کوئی اولاد نہیں تھی مرحوم رسول خاں کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندر خاں نے مذکورہ بالا مکان اپنی دختر مسماۃ عابدہ بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرالیا۔ گل صاحبہ بی بی زوجہ رسول خاں اس وقت حالتِ سکرات میں تھی اور ان کے لاعلمی میں ان کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرالیا اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابدہ بی بی کی شادی ہوگئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اب عابدہ بی بی مذکورہ بالا مکان کو لینا چاہتی ہے۔ عابدہ بی بی کی والدہ کے بعد سکندر خاں نے دوسری شادی کی ہے۔ زوجۂ ثانی کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اور محمد خاں کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ کیا یہ مکان صرف عابدہ بی بی

---

[1] شامی کراچی ص ۵۸ / ج ۵ / باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاولو کافراً، ولایجوز بیع شعر الآدمی ولاالانتفاع به ولابشئ من اجزائه لاالآدمی مکرم غیرمبتذل فلایجوزان یکون شیئاًمن اجزائه مهانامبتذلا (مجمع الانهر) لانه مکرم ولو کافراًوفی البیع اهانة ولایجوز، سکب الانهرمع المجمع ص ۸۵ / ج ۳ / باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیه بیروت.

کو ملے گا یا سب کا حصہ ہوگا۔ اگر سب کا حصہ ہوگا تو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔ کیا حالتِ سکرات میں جو انگوٹھا کا نشان کرایا یہ قابل قبول ہوگا یا نہیں؟ اور نشان لینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیًا

سکرات اور لاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا لگانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے[۱]۔ یہ تدبیر بالکل بیکار ہے۔ دھوکہ ہے گناہ ہے[۲]۔ والد کے انتقال کے وقت اگر تین لڑکے موجود تھے تو تینوں برابر کے حقدار ہیں[۳]۔ تنہا ایک لڑکے کی بیوی مالک نہیں۔ نہ اس کے دینے سے وہ سب مکان کسی کو مل سکتا ہے[۴]۔ وہ تو اپنے شوہر سے حصہ پانے کی مستحق ہے۔ اگر ایک لڑکے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور والد کے انتقال پر دو لڑکے زندہ رہے تو وہ دونوں برابر کے حقدار ہیں[۵]۔ مرحومہ لڑکے کی بیوی بالکل بے حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۲ھ

---

[۱] لاتقبل حال الغرغرة توبة ولاغيرها الخ شامی زکریا ص ۳/۸۰، باب الصلاة جنازة، مطلب فی قبول توبة اليأس، ومنهارضاالموصی لانهاايجاب ملک، فلاتصح وصية الهازل والمكره والخاطی لان هذه العوارض تفوت الرضا، بدائع کراچی ص ۳۳۵/ج۷/کتاب الوصايا، مطلب واماالذی يرجع الی الموصی، عالمگیری کوئٹه ص ۹۲/ج۶/کتاب الوصايا، الباب الاول.

[۲] عن ابی هريرةؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال من حمل علينا السلاح فليس منا ومن غشنا فليس منا، مسلم شريف ص ۷۰/ج۱/کتاب الايمان، باب قول النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من غشنافليس منا، طبع سعدبکڈپو دیوبند.

[۳] العصبة كل من ياخذماابقته اصحاب الفرائض، وعندالانفراديحرزجميع المال، سراجی ص ۵/اماالعصبة بنفسه، وهم اربعة اصناف جزالميت واصله، اولٰهم بالميراث جزء الميت ای البنون، سراجی ص ۲۱، ۲۲/باب العصبات، طبع یاسرندیم دیوبند، هنديه کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[۴] ومنهاان يكون مملوكاللواهب فلايجوزهبة مال الغيربغيراذنه، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت

سوال:- یہاں ایک کافرہ عورت مسلمہ ہوگئی۔ اس نے مسلمہ ہونے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش ہسپتال کو دیدی جائے، تاکہ لوگ ڈاکٹری کرسکیں اور آنکھ وغیرہ کام آسکے۔ تو ایک مسلمان کو اس طرح اپنا جسم ہسپتال کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لاش دوسال تک رکھی جاسکتی ہے۔

الجواب حامدًا ومصلیاً

یہ وصیت قابلِ عمل نہیں[1]۔ ہرگز لاش ہسپتال میں نہ دی جائے۔ بلکہ انتقال کے بعد جلد از جلد غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے بعد قبر میں دفن کردی جائے میت کی آنکھ وغیرہ کوئی عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ اول کتاب الهبة، بدائع کراچی ص ۱۱۹/ ج۶/ کتاب الهبة، فصل واماالشرائط.

۵ العصبة کل من یاخذمابقته اصحاب الفرائض، وعندالانفرادیحرزجمیع المال، سراجی ص۵/ اماالعصبة بنفسه، وهم اربعة اصناف جزء المیت واصله، اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون، سراجی ص ۲۱، ۲۲/ باب العصبات، طبع یاسرندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

---

[1] ومنهاماهو باطل بالاتفاق وهو مااذااوصی بماهولیس بقربة عندناولاعندهم، بحر کوئٹه ص ۴۵۵/ ج۸/ کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، مجمع الانهرص ۴۵۱/ ج۴/ باب وصیة الذمی، دارالکتب العلمیه بیروت، شامی کراچی ص ۶۹۶/ ج۶/ فصل فی وصایاالذمی وغیره.

[2] لایجوز الانتفاع بحال ماوألآدمی محترم بعد موته علی ماکان علیه فی حیاته فکما یحرم التداوی بشئ من الآدمی الحی اکراماً له فکذالک لا یجوز التداوی بعظم المیت قال صل اللّٰه علیه وسلم کسر عظم المیت ککسرعظم الحی الخ، شرح کتاب السیر الکبیر ص ۹۲/ ج۱/ باب دواء الجراحة، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه،

والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو

سوال:- میرے والد صاحب کی عمر ۸۰/۹۰ رسال کی ہے اور بہت زیادہ ضعیف ہوگئے ہیں ہم لوگ تین بھائی ہیں اور دو بیویوں کی اولاد ہیں۔ ایک سوتیلا بھائی ہے۔ والد صاحب سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے مرجانے کے بعد تم دونوں لڑکے اور تمہاری بیوی بچے ہمارے جنازہ پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ ہمارے کفن دفن میں شریک ہونا۔ ایسی صورت میں ہم دونوں بھائی مع اہل وعیال کے والد صاحب کے جنازے میں شریک ہوکر کفن دفن کریں یا نہ کریں؟

(۲) والد صاحب کے اس تاکید حکم کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

(۳) والد صاحب کا اس طرح کا حکم بچوں کو ماننا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) اس طرح کے حکم نہ ماننے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲،۳،۴) آپ کے والد صاحب کی یہ وصیت قابلِ عمل نہیں بالکل بیکار ہے[۱] آپ سب ان کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوں اور سب کام شریعت کے مطابق کریں قیامت میں آپ سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۸ھ

---

[۱] الوصية بالمعاصي لاتصح، بدائع كراچی ص ۳۴۱/ج۷/كتاب الوصايا، فصل واماالذی يرجع الی الموصی له، اوصی بان يطين قبره اويضرب عليه قبة فهی باطلة، لانهاحينئذوصية بالمكروه (درمختار) مقتضاه انه يشترط لصحة الوصية عدم الكراهه، اللهم الاان يفرق بان الوصية اما صلة اوقربة وليست هذه واحدة منهمافبطلت، شامی كراچی ص ۶۹۰/ج۶/كتاب الوصايا، قبيل باب الوصية بالخدمة الخ،

وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

سوال:- وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے اس نوعیت سے کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے۔ ہندہ، وارث حقیقی اور کوئی لڑکا نہیں اس سلسلہ میں زید کو جو تحقیق ہے وہ یہ کہ قال اللّٰہ تعالیٰ وان کانت واحدۃ فلھا النصف اگر لڑکا موجود نہ ہوتو آدھا مال لڑکی کا بقیہ عصبہ کا یہ لوگ جس کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں ان کی مختلف شکلیں ہیں منجملہ ان کے دو جز دریافت طلب ہیں۔

نمبرا:- ایک یہ کہ اختلاف دارین نہ ہو۔ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو۔ اس وقت ان کو حصہ ملے گا اس سے جو باقی ہے وہ عصبہ کا ہے۔ اس مقام پر اختلاف دارین سے کیا مراد ہے۔ آیا ہندوستان و پاکستان کے مثل تفاوت مکانات کا اختلاف یا مقامی اختلافات مکانات رہن سہن کی علیحدگی مراد ہے۔ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو اس مقام پر انفرادی خاندانی اختلاف مراد ہے یا اجتماعی ملکی سیاسی مراد ہے اس زمانہ کا حال جب کہ دور دورہ مرحلہ ہے اب بموجب حضرات اہل حق کا کیا فیصلہ ہے ان کا کیا فرمان حکم ہے۔

کسی خاص علت کی بنا پر نوعیت حکمت سے مندرجہ ذیل کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کل جائداد کا تہائی نواسوں کے نام بقیہ لڑکی کے نام وصیت نامہ لکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ اپنا کسی قدر حصہ اس میں ہبہ کر کے شامل کیا جائے اگر ہوسکتا ہے تو اس کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

مسائل مذکور کی تفصیلی کیفیت یہ ہے۔

زید

لڑکی حقیقی وارث ہندہ	دو حقیقی بھتیجے پاکستانی۔	سوتیلا بھائی ہندوستانی
ہندوستانی ایک ۱	۲	۱ علاتی

علاتی سوتیلی بہن ہندوستانی۔ زید کے یہ بھائی بہن مذکورہ زید کی ماں کے سوتیلے لڑکے لڑکی ہیں اور ایک کے پاس جو جائداد ہے وہ زید کی حقیقی ماں کے ترکہ سے ملی ہے ماں کے مال سے سوتیلے لڑکی لڑکے کا حق ثابت نہیں اس حقیقت صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زید کے حقیقی باپ کے لڑکے یعنی بھائی بہن مذکورہ زید کی وفات کے بعد اگر قائم رہیں تو زید کی جائداد سے ان کا حق ثابت ہوگا یا نہیں۔ زید کا قوی غالب گمان ہے کہ اگر میں نے لڑکی کے نام قانونی وصیت نامہ نہ لکھ دیا یا ہبہ رجسٹری شدہ نہ کیا اس کے نام مرنے کے بعد تو میرے بعد دوسرے عزیز جائداد پر مکمل قبضہ کر کے لڑکی کے نواسوں کو محروم کر دیں گے۔ ایک عجیب خلفشار کا اندیشہ ہے۔ اس کے حفظِ ماتقدم کے سلسلہ میں اگر شرعی قانون اختیار نہیں کی جاسکتی ہے۔ تو دوسری ایسی کونسی شکل اختیار کی جاسکتی ہے جو کہ بالکل ہی خلاف نہ ہو۔ شریعت میں تہائی وصیت کی گنجائش ہے لیکن کس کے لئے ہے اور کس کے لئے نہیں اس کے کیا مواقع محل ہیں اور کتنی مقدار ہبہ کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ نیز ہبہ اور وصیت میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلاف دارین اہل اسلام کے حق میں مانع نہیں۔ بلکہ دوسرے غیر مسلموں کے حق میں مانع ہے[1] جو غلامی مانع ہے وہ یہاں متحقق نہیں نہ کوئی غلام اس اعتبار سے پاکستان میں ہے نہ ہندوستان میں۔ نواسے صورتِ مسئولہ میں وارث نہیں[2] ان کے حق میں ایک تہائی کا وصیت[3]

---

[1] ویمنع الارث الرق والقتل واختلاف الملتین واختلاف الدارین فیما بین الکفار حقیقة او حکماً بخلاف المسلمین وان شطت دارهم کمستامن وحربی الخ سکب الانهرعلی هامش مجمع الانهر ص۴۹۷/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،الدرمع الشامی کراچی ص۷۶۷/ج۶/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الخامس فی الموانع.

[2] ولایرث مع ذی سهم ولا عصبة سوی الزوجین الیٰ قوله وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوادرمختارعلی هامش ردالمحتارص۵۴۷/ج۱۰/مطبوعه زکریا، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام،هندیه کوئٹه ص۴۵۹/ج۶/کتاب (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نامہ لکھ دینا شرعاً درست اور معتبر ہے تقسیم وراثت سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی[۱]۔ زید کو جائداد کسی بھی طرح سے ملی ہو اس کے نصف کی حقدار اس کی لڑکی[۲] بقیہ نصف کے تین حصے بنا کر دو حصے سوتیلے (علاتی) بھائی کو ملیں گے ایک حصہ سوتیلی (علاتی) بہن کو ملے گا[۳] بھتیجوں کو کچھ نہیں ملے گا ''ہبہ'' وارث کو بھی کیا جا سکتا ہے غیر وارث کو بھی اور اس کے لئے اپنی صحت و تندرستی میں اپنا قبضہ ہٹا کر موہوب لہ کا قبضہ کرا دینا ضروری ہوتا ہے[۴]۔ وصیت انتقال موصی کے بعد نافذ ہوتی ہے[۵] اور وہ وارث کے حق میں نہیں ہوتی اِلّا یہ کہ سب ورثہ اس پر راضی

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۲۲/ ج۴/ کتاب الفرائض، فصل فی توریث ذوی الارحام، دار الکتب العلمیه بیروت.

۳ وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث بذالک لاالزیادة علیه الخ، الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص۴۱۷/۵، اول کتاب الوصایا، بحر کوئٹه ص۴۰۳/ ج۸/ اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ اول کتاب الوصایا.

---

۱ تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه الی قوله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته، سراجی ص۴، مجمع الانهر ص۴۹۵/ ج۴، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۴۴۷/ ج۶/ اول کتاب الفرائض،

۲ واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة، سراجی ص ۱۲، فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص۴۴۸/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، شامی کراچی ص ۷۷۲/ ج۶/ کتاب الفرائض.

۳ والاخوات لاب کالا خوات لاب وام ولهن احوال سبع الی قوله الاان یکون معهن اخ لاب فیعصبهن والباقی بینهم للذکر مثل حظ الانثیین، سراجی ص۱۷، فصل فی النساء، هندیه کوئٹه ص۴۵۰/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی، تبیین ص ۲۳۶/ ج۶/ کتاب الفرائض، طبع امدادیه ملتان.

۴ وتتم الهبة بالقبض الکامل، الدر مختار علی الشامی زکریا ص۴۹۳/ ج۸، اول کتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ ج۳/ کتاب الهبة، دار الکتب العلمیة، هندیه کوئٹه ص۳۷۴/ ج۴/ اول کتاب الهبة.

۵ والوصیة هی تملیک مضاف الی مابعد الموت عیناً کان اودیناً (الدر مختار علی الشامی زکریا ص۳۳۵، ج۱۰، شامی نعمانیه ص۳۱۵/۵/ اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج۶، اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص۴۱۷/۴، اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیه بیروت،

ہو جائیں[1] اور غیر وارث کے حق میں معتبر مانی جاتی ہے بغیر ورثہ کے رضامندی کے بھی۔ نیز وہ ایک تہائی ترکہ میں معتبر ہوتی ہے۔ اگر ورثہ رضامند ہوں تو اس سے زائد میں بھی معتبر ہو سکتی ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

وصی مال یتیم کو استعمال کر سکتا ہے

سوال:- جو شخص یتیم بچوں کی پرورش کر رہا ہے مال یتیم میں سے وہ سرپرست بھی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے بوقت حاجت اس قلیل پر کفایت کی جائے[3] ایسا نہ ہو کہ اس وعید میں آجائے ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلماً انّما یأکلون

---

[1] ولالوارثه الا باجازة ورثته لقوله عليه السلام لاوصية لوارث الاان يجيزه الورثة (الدرالمختار على الشامى زكرياص ۳۴۶/۱۰، شامى نعمانيه ص ۳۲۰/ج۵/ اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ اول كتاب الوصايا،مجمع الانهرص ۴۱۸/ج۴/اول كتاب الوصايا،دارالكتب العلميه بيروت.

[2] ولاتصح الوصية بمازادعلى الثلث،الاباجازة الورثة،مجمع الانهرص ۴۱۸/ج۴/اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلميه بيروت،هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج۶/اول كتاب الوصايا،الدرمع الشامى كراچى ص ۶۵۰/ج۶/كتاب الوصايا،

[3] وصى يخرج فى عمل اليتيم استأجردابة بمال اليتيم وينفق على نفسه من مال اليتيم كان له ذالك فيمالابدله استحساناوعن نصيررحمه اللّٰه تعالىٰ للوصى ان ياكل من مال اليتيم ويركب دوابه اذاذهب فى حوائج اليتيم قال الفقيه ابوالليث رحمه اللّٰه تعالىٰ هذا اذا كان الوصى محتاجا وقال بعضهم لايجوزله ان ياكل ويركب دابته وهو القياس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

فی بطونهم نارا وسیصلون سعیراً،الآیة النساء[1] آیت ۱۰ / پ ۴ / ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جائداد دے کر واپسی

سوال:- محبوب الرحمٰن کا انتقال ہوا اور انہوں نے اپنی شادی نہیں کی، اس لئے لاولد فوت ہوئے۔ مرحوم نے حقیقی بھائی بہن ماں باپ تایا چچا پھوپھی وغیرہ کوئی نہیں چھوڑا۔

(۲) محبوب الرحمٰن ابن حاجی عبدالرحمٰن بن سلطان علی بن شاہ علی یہ چار نسلیں اکیلی ہی گذری ہیں، صرف ایک ماموں زاد بہن کا لڑکا (عبدالکریم) اور ایک ماموں زاد بھائی کی دولڑکیاں چھوڑی ہیں۔ مرنے سے چار روز قبل اپنی کل جائداد دیگر عزیزان اور وارثان کے سامنے زبانی ہبہ بھی عبدالکریم کو کردیا۔ اور کنجیاں وضروری کاغذات، بینک کی کتاب اور تمام اثاثۂ بیت سپرد کرکے قابض بنادیا۔ علاوہ ازیں قرضہ کی فہرست بھی لکھوادی اور وارثان کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت اور وصیت کی۔

(۳) محبوب الرحمٰن نے بوقت سفر حج اپنے پاسپورٹ میں والدہ عبدالکریم (طیبہ خاتون) کو اپنا وارث درج کرادیا تھا اور روانگی حج سے قبل جملہ اختیارات بحیثیت مالکانہ طیبہ خاتون کو سپرد کرکے قابض بنادیا تھا اور طیبہ خاتون کا بھی اب انتقال ہوگیا ہے۔ ان کے صرف ایک لڑکا عبدالکریم ہی باقی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وفی الاستحسان یجوزله ان یاکل بالمعروف اذاکان محتاجابقدر مایسعی فی ماله،هندیه کوئٹه ص ۱۵۰ / ج ۶ / کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۵۳۳ / ج ۳ / کتاب الوصایا، فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم،

[1] سورة النسا آیت ۱۰ / . **ترجمہ:** بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ از بیان القرآن

(۴) جائیداد محبوب الرحمٰن کے والد عبدالرحمٰن کی ذاتی خریدی ہوئی تھی جو پوری کی پوری محبوب الرحمٰن کو پہنچی تھی۔

(۵) ایسی صورت میں ترکہ تقسیم ہوگا یا فرد واحد مالک ہوگا؟

شجرہ

حسن علی

شاہ علی	سردار علی	مصطفیٰ علی
سلطان علی	اولاد در اولاد ہیں	اولاد در اولاد ہیں
عبدالرحمٰن	ان دونوں کو بھی ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟	
محبوب الرحمٰن (بعمر ۷۶ سال کنوارے فوت ہوگئے)	(عبدالرحمٰن کی زرخرید جائداد تھی)	

الجواب حامداً ومصلیاً

حج کو جاتے وقت والدہ عبدالکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کردیئے تھے۔ اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہوسکی تو والدہ عبدالکریم کو میرا مال دیدیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ فی الحال ہبہ کرکے ان کو مالک بنادیا۔ ورنہ واپسی پر خود قابض و مالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدہ عبدالکریم کے بعد ان کے ورثہ کو وہ حق پہنچتا اور محبوب الرحمٰن ان کے وارث نہیں۔ اس لئے اگر محبوب الرحمٰن نے مرض الموت میں زبانی ہبہ عبدالکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کرادیا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے۔ لہٰذا بعد ادائے دین وغیرہ ایک تہائی ترکہ کا مستحق باعتبار وصیت عبدالکریم ہے[1]۔ بقیہ دو تہائی کے حقدار محبوب

---

[1] لاتجوز هبة المريض ولا صدقته الامقبوضة فاذاقبضت جازت من الثلث واذامات الواهب قبل التسليم بطلت، يجب ان يعلم بان هبة المريض هبة عقداوليست بوصية واعتبارهامن الثلث ماكانت لانهاوصية معنى، هنديه كوئٹه ص ۴/۴۰۰، الباب العاشرفي هبة المريض، محيط برهانى ص ۲۰۵/ ج ۹/ كتاب الهبة، الفصل العاشرفي هبة المريض، طبع مجلس علمى گجرات.

الرحمٰن کے والد (عبدالرحمٰن) کے دادا (شاہ علی) کے بھائیوں (سردار علی و مصطفیٰ علی) کی اولاد در اولاد میں جو قریب ترین مرد ہوں گے وہ برابر کے حقدار ہوں گے[1] ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۰/۲۷ھ

وصیت کے بعد رجوع

سوال:- ایک مسلمان اپنے خاص رشتہ دار کو زبانی اور تحریری وصیت کر کے ایک جگہ یعنی مکان برائے رہائش دے دیتا ہے حقوق ملکیت اپنے انتقال کے بعد لکھ دیتا ہے اس لئے عرض خدمت ہے کہ کیا وہ شخص اپنی زندگی میں مکان کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے اس کے بارے میں اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وصیت کرنے کے بعد اگر وصیت سے رجوع کرے تو وصیت ختم ہو جائے گی۔ ولہ ای للموصی الرجوع عنها۔ درمختار[2] علی ہامش نعمانیہ ص ۴۲۱/ج ۵/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۱/۸ھ

فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا

سوال:- زید نے اپنی تنخواہ میں سے فنڈ کی رقم میں وصیت دار اپنے پرورش کنندہ

---

[1] یرجحون (العصبات) بقرب الدرجة اعنی اولهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم وان سفلوا الخ، سراجی ص ۲۲/باب العصبات، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، سکب الانهر ص ۵۰۵/ج ۴/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الدرالمختار علی هامش الشامی زکریا ص ۳۵۰/ج ۱۰/کتاب الوصایا.

بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فنڈ کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فنڈ کی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچھتر ہزار روپے ہے۔ زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ انتقال کے بعد سے ہی زید کی پرورش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی مثلاً تعلیم، شادی بیاہ اور غریبی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی اور کوشش کر کے ایک ہونہار اور قابل انسان بنایا۔ زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پرورش کنندہ اور زید کی بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فنڈ کی رقم اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فنڈ کی رقم بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔ شادی کرنے کے تقریباً پانچ سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید نے فنڈ کی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام ہی موجود ہے۔ لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فنڈ کی رقم کاٹ دی جاتی ہے جو کہ پرورش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔ اور اگر زید نے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پرورش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مرحوم اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا مگر نام فنڈ کی رقم میں ابھی بھی موجود ہے۔ اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو رد نہیں کیا ہے اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔ اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھی وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہیں، لیکن اس فنڈ کی رقم کا مسئلہ رکا ہوا ہے۔ کیا یہ فنڈ کی رقم بزرگ پرورش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے؟ کیونکہ عام سرکاری قانون تو یہ ہے کہ

مرنے سے پہلے جب کوئی انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار فلاں ہوگا تو وہی حقدار ہوتا ہے شادی کرنے اور کرانے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ پھر اگر زید اپنے بڑے بھائی کو فنڈ کی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ کیا یہ رقم جو کہ پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے وہ بھی وارثان پر شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی یا صرف زید کے نام کی رقمیں شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً مصلیاً

اس کی تنخواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو کچھ زائد ملا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخر حیات تک اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اگر چاہتا تو (تبدل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قائم رہا ہے۔ پس اگر وہ رقم تمام ترکہ کے ایک ثلث کے اندر ہے تو حسبِ وصیت بڑے بھائی کو دی جائے۔ وصیت کا یہی حکم ہے کہ وہ ایک ثلث میں نافذ ہوتی ہے[1] اگر چہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحقِ وصیت نہیں تھا، لیکن انتقال مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا، اس صورت میں بھائی کے لئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکونہ غیر وارث وقت الموت الخ شامی نے لکھا ہے۔ قولہ وقت الموت ای لا وقت الوصیة حتی لو اوصی لاخیه وهو وارث ثم ولدله ابن صحت الوصیة لا خ ولو اوصیٰ لاخیه وله ابن ثم مات الابن قبل الموصی بطلت الوصیة زیلعی

---

[1] وتجوز بالثلث للأجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه، الدرمع الشامی کراچی ص ۶۵۰/ ج۶/ کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ ج۴/ کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

الخ شامی ج۵/ص۳۱۶[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۱ھ

جو روپیہ بنک میں جمع ہے اس کے متعلق کہہ دینا کہ میرے بعد میری بیوی کو ملے

سوال:- شوہر کا کچھ روپیہ بنک میں جمع ہے شوہر نے یہ لکھا ہے کہ میرے انتقال کے بعد یہ روپیہ بیوی کو ملے کیا اس روپیہ میں ماں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے اپنے نام پر جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ میری بیوی کو ملے تو ہبہ نہیں[2] بلکہ شوہر کا ترکہ ہے جس میں بیوی ایک چوتھائی کی حقدار ہے[3] اور ایک تہائی کی ماں حقدار ہے[4]۔

---

[1] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۳۳۷/ج۱۰/اول کتاب الوصایا، مجمع الانہر ص۴۲۳/ج۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا.

[2] وشرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزاً مشغول الی قوله وتتم الهبة بالقبض الکامل، شامی ص۴۹۳/۸، کتاب الهبة، مجمع الانهر ص۴۹۱/ج۳/کتاب الهبة، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۳۷۴/ج۴/اول کتاب الهبة.

[3] فللزوجات حالتان الربع بلاولد، شامی زکریا، ص۵۱۲/۱۰، کتاب الفرائض، سراجی ص۱۱، فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] والثلث عند عدهم ای عدم الولد وولد الابن الخ، شامی زکریا ص۵۱۴/ج۱۰، کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص۴۴۹/ج۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، سراجی ص۱۸/فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند.

تقسیم ترکہ سے پہلے مہر کی ادائیگی لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

کیا وصی نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اس کے مال سے کفالت کرے

سوال:- ایک مال دار نابالغ بچہ کو ایک مدرسہ میں داخل کردیا ہے جہاں پر وہ زکوٰۃ صدقہ وغیرہ کھا رہا ہے اس کا مال ہوتے ہوئے اس کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں یا اس کا انتظام اس کے مال میں سے کرنا چاہئے؟

(۲) ایسے نابالغ بچے کا نقد روپیہ تو مکان وغیرہ کی تعمیر میں لگادیا جائے اور اس کے کھانے کپڑے کے خرچ کی وجہ سے اس کو کسی یتیم خانہ میں داخل کرادیا جائے جہاں زکوٰۃ صدقہ وغیرہ سے ہی خرچ چلتا ہو اس صورت میں شرعاً مکان تعمیر کرنا کرانا اور اس کے روپیہ سے اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے یا نہیں؟ مکان تعمیر کرا کے اس کو یتیم خانہ میں داخل کرادینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کرادینا تو بڑی خیر خواہی اور عین مصلحت ہے لیکن اگر اس کی ملک میں اتنا مال ہے کہ وہ مصرف زکوٰۃ نہیں تو اس پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں[2] بلکہ اس کے مال سے اس کی کفالت کی جائے[3]۔

---

[1] مہر کی ادائیگی شوہر کی ذمہ قرضہ ہے اور قرضہ کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد الدر المختار علی هامش الشامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۴۷/ج ۶/اول کتاب الفرائض، سراجی ص ۴/طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلیة الخ الدر المختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۹۵/ج ۳/ باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۹/

(باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

(۲) امور مذکورہ بالا سے اس کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۸۹ھ

اپنی جائداد مدرسہ کو دینا

سوال:- ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بھورے خاں کی کچھ زمین زائد ہے اور ان کے آگے پیچھے لڑکا لڑکی کچھ نہیں ہاں تائے چچے پوتے بھتیجے موجود ہیں اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں سوال طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا وہ اپنی جائداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پوتے وغیرہ کو دیں؟ اور ہمارے گاؤں کی مسجد قریب ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہونچانا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کر دیں تاکہ صدقہ جاریہ بن جائے ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ ومسجد کے

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ج ۱/کتاب الزکاۃ،باب فی بیان احکام المصرف،دارالکتب العلمیہ بیروت،ہندیہ کوئٹہ ص ۱۸۹/ج ۱/کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف.

۳؎ لہ ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تأھل لذلک الخ الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار زکریاص ۴۴۴/ج ۱۰/کتاب الوصایا،باب الوصی وھو الموصی الیہ،عالمگیری کوئٹہ ص ۱۵۰/ج ۶/کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ،قاضی خان علی الھندیہ کوئٹہ ص ۵۲۲/ج ۳/کتاب الوصایا،فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم.

لئے کردیں بقیہ ورثہ کو مل جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے

سوال:- میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا لڑکا ہے اور میت کی بیوی لڑکے کی ماں حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ علیحدہ کردو یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں اور عورت بھی عاقلہ نہیں اور میت کے سوتیلا بھائی بھی ہے عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳/لڑکیاں نابالغہ کے ایک طرف سوتیلا بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلا چچا ہے لہٰذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا، لڑکی کا چچا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے لہٰذا ان کا حصہ الگ کردیا جائے اور ضائع ہوجائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اگر

---

[1] من له اطفال ومال قليل لايوصى بنفل لو الورثة صغاراً فترک الوصية افضل وكذالو كانوا بالغين فقراء ولا يستغنون بالثلثين و ان كانوا اغنيا او يستغنون بالثلثين فالوصية اولىٰ الخ الدر المختارمع الشامي زكرياص ۶۰۹/ج۹/كتاب الحظروالاباحة،فصل فى البيع،عن سعدبن ابى وقاص قال مرضت عام الفتح مرضااشفيت على الموت فاتانى رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودنى فقلت يارسول الله ان لى مالاكثيراًوليس يرثنى الاابنتى افاوصى بمالى كله قال لاقلت فثلثى مالى قال لاقلت فالشطرقال لاقلت فالثلث قال الثلث والثلث كثير انک ان تذرورثتک اغنياء خيرمن ان تذرهم عالة يتكففون الناس،مشكوة ص۲۶۵/باب الوصايا،طبع ياسرنديم ديوبند.

مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہوتو وہ ولی ہوگا۔ اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہوتو پھر حاکم وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکمِ وقت مسلمان ہوتو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے یا کسی دیندار شخص کو مقرر کردے۔ اگر حاکمِ وقت مسلمان نہ ہوتو پھر سربرآوردہ چند صلحاء کسی کو مقرر کردیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ۔ سمجھیں والدہ کو یا بھائیوں کو، یا چچا کو والو لاية فی مال الصغير الی الاب ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم الی اب الاب ثم الی وصيه ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی اه تنویر[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/ربیع ۱/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۱۴/ربیع ۱/۶۴ھ

وقف معلق بالموت کی بیع

سوال:- ایک شخص نے اپنی زمین کو معلق بالموت وقف کیا۔ اب اس شخص کو ضرورت پڑی۔ آیا وقف نامہ زمین فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف معلق بالموت وصیت کے حکم میں ہوتا ہے، جس طرح موصی کو اپنی حیات میں وصیت سے رجوع کرنا درست ہے، اسی طرح وقف معلق بالموت میں بھی واقف کو وقف سے رجوع کا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر واقف اپنے وقف سے رجوع کرے اور اس موقوفہ زمین کو فروخت کرنا چاہے تو شرعاً درست ہے۔ وَالحاصل انه اذا علقه ای الوقف بموته

---

[1] تنویر الابصار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۸/۲۶۷، کتاب الوکالة، قبيل باب الوکالة بالخصومة والقبض، بحر کوئٹہ ص ۱۷۷/ج ۷/ کتاب الوکالة، قبيل باب الوکالة بالخصومة والقبض.

فالصحیح انه وصیة لازمة لکن لم یخرج عن ملکه فلا یتصور التصرف فیه ببیع ونحوه بعد موته لما یلزم من ابطال الوصیة ولهٗ ان یرجع قبل موته کسائر الوصایا وَانمایلزم بعد موته۔ بحرالخ درمختار ص ۵۶۰/ج ۳[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۹/۶۲ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۱/رمضان ۱۳۶۲ھ

بچوں کی امانت خود ان پر صرف کرنا

سوال:- نابالغ بچوں وبچیوں کا جو مال ہے اس میں تایا و چچا شرعاً تصرف کر سکتے ہیں بحیثیت ولی نیز نابالغ بچوں وبچیوں کی جو امانت دادا یا تایا و چچا کے پاس ہو اور بعد از بلوغ مطالبہ پر وہ کہیں کہ وہ امانت ہم نے تم ہی لوگوں پر خرچ کر دی ہے تو اس جواب سے یہ لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے یا پھر امانت واجب الاداء ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان بچوں کی ضروریات کھانا کپڑے وغیرہ پر ان کا پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے اسی طرح سے جو ان کی امانت ہے اس کو بھی خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۵۲۹/ج ۶/اول کتاب الوقف، بحر کوئٹہ ص ۱۹۳/ج ۵/کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۵۷۱/ج ۲/کتاب الوقف، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] وینبغی للوصی ان یوسع علی الصبی فی النفقة الی قوله فینفق علیه قدرمایلیق به الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۱۵۰/ج ۶/کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، خانیه علی الهندیه کوئٹہ ص ۵۴۳/ج ۳/کتاب الوصایا، فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم.

برہمن کی وصیت شوالہ کے لئے

سوال:- ایک شخص کے پاس برہمن کے سات روپیہ تھے، برہمن نے وصیت کی کہ اگر میں مرگیا تو یہ روپئے شوالے میں دیدینا برہمن مرگیا اوراس شخص نے وہ روپئے برہمن مذکور کے بھائی اور بیوی کو دیدیئے تو شرعاً شخص مذکور سبکدوش ہوگیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگراس برہمن نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ سات روپیہ اس کا تیسرا حصہ بن سکیں تو اس سات روپیہ کوشوالے میں دینا چاہئے اس کی بیوی اور بھائی سے واپس لینا چاہئے۔ ہدایہ ج۴/ص۶۸۵[1] میں ہے ''ان هذه قربة فی معتقدهم ونحن امرنا بان نترکهم وما یدینون فتجوز بناءً علی اعتقادهم الخ ''اگرکم مال چھوڑا ہے تو جتنا تیسرا حصہ بن سکے اتنا شوالہ میں دینا چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۱۲/۵۱ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

وراثت اور وصیت

سوال:- بکر کی دو بیویاں ہیں۔ زوجۂ اول زاہدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

---

[1] هدایه ج۴/ص ۶۸۹/ باب وصیة الذمی، مطبوعه تهانوی دیوبند، الدرمع الشامی زکریاص ص۴۰۴/ ج۱۰/ کتاب الوصایا،فصل فی وصایاالذمی وغیره، هندیه کوئٹه ص ۱۳۲/ج۶/ کتاب الوصایا،الباب الثامن فی وصیة الذمی الخ.

[2] ولاتصح الوصیة بمازادعلی الثلث،مجمع الانهرص۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت،الدرمع الشامی ص۶۵۰/ج۶/کتاب الوصایا،هندیه کوئٹه ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا.

اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بکر کچھ اراضیات کا مالک ہے۔ زوجۂ اول زاہدہ کے لئے کوئی اراضی مخصوص نہیں کی۔ زوجۂ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں اراضی دیدی جائے۔ بکر کے انتقال کے بعد وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ علیحدہ زندگی بسر کرنے لگی۔ اس اراضی سے وہی فائدہ اٹھاتی رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیش نظر بلحاظِ قبضہ سعیدہ ہی مالک آراضی قرار پائی۔ اب اہلیہ دوم سعیدہ کا انتقال ہوگیا۔ اس اراضی کی نسبت برادر خورد وکلاں میں یہ تکرار ہورہی ہے کہ برادرِ خورد کا کہنا ہے کہ والد نے میری والدہ کو یہ آراضی بذریعہ وصیت بلاشرط دیدی اور گورنمنٹ نے بلاکسی کارروائی کے ان کے نام ہبہ کردیا۔ اس لئے اس آراضی میں برادر کلاں اور اس کی ہمشیرہ کو کوئی استحقاق نہیں۔ میں ہی اس آراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

(۲) پنچ کی رائے یہ ہے کہ جو اراضی اہلیہ دوم سعیدہ کو بذریعہ وصیت بلاکسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت مالکانہ قرار پائی ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس کے نام پٹہ دارہ قرار دے کر اس کو مالکانہ حیثیت دیدی۔ اس لئے برادر کلاں اور اس کی ہمشیرہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔ ان واقعات کے پیشِ نظر کیا برادرِ کلاں اور اس کی حقیقی بہن کو اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے زوجہ دوم سعیدہ کو جو آراضی دی ہے اگر بعوضِ مہر دی ہے یا محض وصیت کی ہے، مگر سب دیگر ورثاء نے اس کی اجازت دیدی ہے اور وہ آراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی[1]۔ اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہوگئی۔ اور بکر کی زوجہ اولیٰ

---

[1] ولا لوارثه الاباجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام لاوصية لوارث الاأن يجيزهاالورثة الخ درمختارعلى الشامى زكرياص ۳۴۶/ج ۱۰/ اول كتاب الوصايا، ملتقى الابحر ص ۴۱۸/ج ۴/ كتاب الوصايا، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،زيلعى ص ۱۸۳/ ج ۶/ كتاب الوصايا،مطبوعه امداديه ملتان،

سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکر کا ترکہ نہیں۔

(۲) یہ رائے صحیح ہے۔ بیوی شرعاً وارث ہوتی ہے۔ اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں۔ لہٰذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کو منظور کرلیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی۔ اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں رہا۔

تنبیہ:- جو وارث نابالغ ہو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۲ھ

وصی و وارث میں اختلاف

سوال:- ہمارا ایک پھوپی زاد بھائی منشی حسین بخش ولد رحیم بخش عرصہ ۲۵/سال کا ہوا انتقال کرگیا تھا اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کرگیا تھا اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم ان کے مختار ہوگے۔ یہ تمام اشیاء تمہارے سپرد ہیں یہ بھی وصیت کرگیا تھا کہ سو روپئے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۹۸/روپیہ پنچائتی مرے پاس ہیں ۴۸/روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن دفن پر میں نے صرف کئے دفن کرنے کے بعد میں نے پنچائت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا وہ سب میں نے پنچائت میں رکھا اور میں نے پنچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہئے مرحوم کی یہ وصیت تھی تو اس پر پنچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کردی تھی تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوئی۔ مرحوم کا بچہ سال بھر کا تھا ڈیڑھ برس تک بیوہ

---

[1] فلم تجز اجازة صغير الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۳۴۷/ج ۱۰/اول كتاب الوصايا، عالمگيرى ص ۹۰/ج ۶/كتاب الوصايا، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، سكب الانهر ص ۴۱۹، ۴۱۸/ج ۴/كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

اور بچہ کی پرورش میں نے کی جس پر روپیہ میرا صرف ہوا۔ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدئے تھے۔ بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کرلیا لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی پھر میں نے پنچائت کی اور پنچائت نے یہ لڑکا میرے سپرد کردیا اور میں نے اس کی پرورش کی اور لڑکے کی مسلمانی بھی میں نے کی اور سگائی بھی میں نے کی مگر قدرت الٰہی سے یہ لڑکا جس کا نام کرم الٰہی تھا انتقال کرگیا اس کا کفن ودیگر اخراجات سب میں نے کئے اس کے بعد اس کے والیان جو کہ چوتھی یا پانچویں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں مندرجہ ذیل اشخاص ہیں۔

مولا بخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گذرا تھا اس نے مجھے اس کا سرپرست بنایا تھا اور پنچائت نے مجھے وارث بنایا۔اور ساڑھے چار سال کے بعد انہوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں ملنا چاہئے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پنچائت نے محمد خاں کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہی فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔انہوں نے میرا تمام روپیہ فضول بیجا صرف کرایا اور پھر یہ دعویٰ بھی خارج ہوگیا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی اس کے بعد انہوں نے فوجداری مقدمہ ۴۰۶ کا کیا جس میں خدا کے فضل سے محمد خاں کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ دیوانی کرنے کا ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہو اور میرا بہت سا روپیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو۔آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم منشی حسین بخش کی ایک سگی بھانجی ہے اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، دادا کی اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں صرف ایک مکان جدی تھا وہ خیر الدین نے بچہ کی نابالغی میں ہی قبضہ کرلیا تھا جو شرع کا حکم ہو اس پر عمل کیا جائے ان وارثوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرحوم کا ترکہ بعد ادائے قرض وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا۔ سات حصے لڑکے کو ملیں گے پھر لڑکے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا اور دو تہائی مولا بخش وغیرہ کو ان میں سے جو لوگ زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے اس کو بطریق مذکورہ ورثہ کے حوالہ کر دیجئے آپ کو خود رکھنا درست نہیں۔ اب سرپرستی بھی ختم ہو چکی پنچائت کا فیصلہ بھی کچھ کارگر نہیں۔ جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے۔ اگر لڑکے کی پرورش میں عدالت یا پنچائت کے حکم سے بطور قرض اپنا روپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس بات کے گواہ بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں پھر وصول کرلوں گا تو آپ وہ روپیہ لے سکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

مرض الموت میں بحق وارث اقرار

سوال:- زید عرصۂ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں مبتلا تھا یعنی پیشانی پر

---

[1] فاذا اراد الرجوع انفق علیه باذن القاضی فلو انفق بلا امره لیس له الرجوع فی الحکم الا ان یکون اشهد انه انفق لیرجع الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱/ج۴/باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۱۸/ج۲/کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، مجمع الانهر ص ۱۹۲/ج۲/کتاب الطلاق، فصل نفقة الطفل، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۲/ج۱/کتاب الطلاق، الفصل الرابع فی نفقة الاولاد، الباب السابع عشر فی النفقات.

مرض (سرطان) انگریزی میں (کینسر) اردو میں (پھوڑا) کہتے ہیں۔ زید نے مقامی حکماء و ڈاکٹر وغیرہ کا عرصہ تک مرض مذکور کا علاج کرایا لیکن صحت یاب نہیں ہوا۔ بعدازاں بیرونی ڈاکٹر بمقام (مراج) انتقال سے تین ماہ پیشتر اپنے برادر کلاں کو ہمراہ لیکر بغرض علاج گیا۔ مرض مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا آخرکار بیرونی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لاعلاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پھوڑے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا یہاں تک نوبت پہونچی کہ مرض نے پیشانی سے تالو تک غار کر دیا جس سے بدبو اور عفونت بیحد پیدا ہوگئی بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مریض کی ایک آنکھ پانی ہوکر خود بخود بوجہ مرض جاتی رہی بعدازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی سر پر اور آنکھوں پر ہر وقت پٹی بندھی رہتی تھی دو تیماردار زید کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے چونکہ زید تاجر تھا خرچ کچھ پاس نہیں تھا آنکھوں پر پٹی بندھتی رہتی تھی۔ سواری میں لیٹ کر تیماردار کو ساتھ لے کر اپنی دوکان پر انتقال سے بیس یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں واپس مکان پر آ گیا کیونکہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہوگیا، چنانچہ ایسی صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائداد منقولہ کو مکفول کر دیا جس سے دیگر ورثہ محروم الارث تصور کئے جا رہے ہیں۔

الحاصل (۱) مرض الموت کی تفسیر اور حد بموجب مذہب مختار کیا ہے؟ (۲) مرض مذکورہ بالا پر بموجب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟ (۳) کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) المریض مرض الموت من لا یخرج الی حوائج نفسہٖ وھو الاصح کذافی خزانہ المفتی، حد مرض الموت تکلموا فیہ والمختار للفتویٰ انہ اذا

کان الغالب منه الموت کان مرض الموت سواء کان صاحب فراش اولم یکن کذا فی المضمرات اه عالمگیری[1] ج۴/ص ۱۷۶/۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کے متعلق قول مختار للفتویٰ یہ ہے کہ جس مرض سے وقوع موت غالب ہووہ ہی مرض الموت ہے خواہ اس مرض کی وجہ سے مریض صاحب فراش ہوخواہ نہ ہو۔

(۲) اگر ماہرین فن طب اس کو مرض مہلک کہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ مرض الموت ہے۔

(۳) مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے پس اگر بکر اس مریض مقر کا بوقت موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثہ کے اذن سے معتبر ہوگا اگر بوقت اقرار تو بکر وارث ہے اور بوقت موت مقر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہوگا۔ **اقرار المریض لوارثه لایجوز الاباجازة بقیة الورثة فان کان المقرله وارث المریض وقت الاقرار وبقی وارثا کذالک الی ان مات المریض فالاقرار باطل وان کان المقرله وارثاوقت الاقراروخرج من ان یکون وارثابعد الاقراروبقی کذالک حتی مات بان اقرلاخیه ولیس له ابن ثم حدث له ابن وبقی هٰذاالابن حیا الی ان مات المریض فالاقرارجائزهٰکذافی المحیط اه عالمگیری[2] ج۴/ص ۱۷۶/.**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ، ۵ جمادی الثانیہ ۶۴ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۶/ج۴/ کتاب الاقرار، الباب السادس فی اقرارالمریض وافعاله، شامی کراچی ص ۳۸۳/ج۳/باب طلاق المریض، مجمع الانهر ص ۴۱۵/ج۳/کتاب الاقرار، باب اقرارالمریض.

[2] عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۶/ج۴/کتاب الاقرار، الباب السادس فی اقاریرالمریض وافعاله، شامی کراچی ص ۶۱۳/ج۵/کتاب الاقرار، باب اقرارالمریض، مجمع الانهر ص ۴۱۵/ج۳/ باب اقرارالمریض، دارالکتب العلمیه بیروت.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العقائد

عقائد کا بیان

کیا غیر اللہ کا تصور شرک ہے

ارشاد:- ایک شخص نے دہلی میں مجھ سے کہا کہ آپ نے فتاویٰ محمودیہ میں تصور شیخ کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ تصور تو صرف حق تعالیٰ شانہ کا ہونا چاہئے، غیر اللہ کا تصور شرک ہے، میں نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ کا تصور تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ تصور اس چیز کا ہوسکتا ہے، جس کے لئے صورت ہو اور حق تعالیٰ اس سے مبرّا ہیں۔ (شرح عقائد ص[1]۳۸) میں ہے "**ولا مصور ای ذی صورۃ وشکل**" (سلم العلوم ص[2]۲) میں "**لایحد ولایتصور**" پھر آپ نے غیر اللہ کے تصور کو شرک کہہ دیا ہر آدمی کے ذہن میں پچاسوں چیزوں کا تصور ہوتا ہے، کیا

---

[1] شرح عقائد ص ۳۸، الدلیل علی کونہ تعالیٰ لیس مصورا الخ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

[2] سلم العلوم ص ۲، فی الخطبۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

وہ سب مشرک ہیں آپ کے ذہن میں بھی کسی نہ کسی شیء کا تصور ہوگا کیا آپ بھی مشرک ہوگئے۔

مسئلہ تقدیر

عرض:- حضرت قرآن پاک کی بعض آیات سے جو بظاہر بندہ کا مجبور ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور جبریہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، ان کے جوابات جو اہل سنت نے دیئے ہیں، ان سے تسلی نہیں ہوتی مسئلہ تقدیر میں خلجان رہتا ہے۔

ارشاد:- مشکوۃ شریف ص۲۲/۱[1] پر حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حال یہ کہ ہم مسئلہ تقدیر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے، یا مجھ کو یہی دیکر بھیجا گیا ہے، تم سے پہلے لوگ اسی وقت ہلاک ہوئے جب کہ انہوں نے مسئلہ تقدیر میں نزاع کیا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ مسئلہ تقدیر میں نزاع نہ کرو، اس کے بعد فرمایا (حضرت قدس سرہٗ نے) کہ یہ دنیا کمینی فانی ہے، اس کی ہر شئ فانی ہے، اس کے فنا کے واسطے وقت مقرر ہے ہر شئ کے کارآمد ہونے کے لئے حد مقرر ہے، اسی حد تک وہ مفید ہے اس سے آگے مفید نہیں مثلاً طاقت ہے آپ سے کہا کہ دو من کا پتھر اٹھاؤ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ طاقت نہیں یا دو سو گز کے فاصلے سے دیوار

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نتنازع فى القدر فغضب حتى احمر وجهه حتى كانما فقىء فى وجنتيه حب الرمان فقال ابهذا أمرتم ام بهذا أرسلت اليكم انما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا فى هذا الأمر، عزمت عليكم عزمت عليكم ان لا تنازعو فيه، مشكوة شريف ص ۲۲/۱، باب الايمان بالقدر، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

پر لکھا ہوا آپ سے پڑھنے کے لئے کہا جائے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ پڑھا نہیں جاتا اتنی بینائی نہیں، اسی طرح آپ سے کہا جائے کہ فلاح بیش قیمت سامان خرید لیجئے تو آپ کہتے ہیں کہ جیب اجازت نہیں دیتی پیسے میں گنجائش نہیں غرض طاقت بینائی پیسہ تینوں کے لئے ایسا مقام آتا ہے، جہاں یہ جواب دیدیتی ہیں، اور آپ کم طاقتی بینائی کی کمزوری اور کم مائیگی کا اعتراف کر لیتے ہیں عقل بھی منجملہ ان اشیاء کے ہے اس کے لئے بھی ایسا مقام آنا ضروری ہے جہاں یہ جواب دیدے کچھ چیزیں ایسی ہونی ضروری ہیں جن کے ادراک سے یہ عاجز ہو کہ ان کے سامنے سپر ڈالدے مسئلہ تقدیر کو آپ اسی قبیل سے سمجھئے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اس لئے اس کو عقل سے سمجھنے کی ضرورت نہیں نہ عقل سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے، بلا سمجھے ہی اس پر ایمان لانا ضروری ہے آخر آپ سب چیزوں کے قصور کا اعتراف کر لیتے ہیں، قصور عقل کا اعتراف کیوں نہیں کر لیتے۔

کفر کے قضاء خداوندی ہونے پر اشکال

عرض:- کفار کے حق میں کفر قضاء خداوندی ہے جس پر رضا واجب ہے اور وہ اس پر راضی ہیں تو پھر ان کو عذاب کیوں ہوگا؟

ارشاد:- آریہ سے مناظرہ تھا مولانا مرتضی حسن صاحب چاندپوریؒ کا اس نے مولانا سے پوچھا کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ فرمایا مجھے تسلیم نہیں، مناظرہ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی تھے انہوں نے مولانا سے فرمایا آپ نے فعل الحکیم الخ، کا کیسے انکار کر دیا؟ اس پر مولانا نے کہا کہ اگر میں اس کو تسلیم کر لیتا تو وہ آریہ کہتا کہ ہمارا کفر بھی اس کا فعل ہے جو حکمت سے خالی نہیں، میں اس کا کہاں جواب دیتا پھرتا، اور یہ قرآن کی آیت تو ہے نہیں (جس کے انکار کرنے سے

ایمان سے خارج ہو جائے[1])

عقیدۂ تصرف فی الکون

سوال:- متصرف فی الکون کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں کفر ہے اس سے احتراز لازم ہے[2]۔

شیطان کو قبر میں مداخلت کی قدرت نہیں

عرض:- کیا شیطان کو قبر میں بھی شرارت کرنے کی قدرت ہے؟

ارشاد:- اس کو قبر میں جا کر ایمان خراب کرنے کی قدرت نہیں، البتہ دفن سے پہلے

---

[1] شرح عقائد ص ۷۹، سے اس کا جواب یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو قضاء اور مقضی کے درمیان فرق نہ کرنے سے مغالطہ ہوا واقعہ یہ ہے کہ قضاء صفت خداوندی ہے جس کو ارادہ بھی کہتے ہیں، اسی پر رضا واجب ہے اور کفر کافر کی صفت ہے، قضاء کا اثر ہے مقضی اور مراد ہے اس کفر پر رضا بھی کفر ہے اور کفار قضاء پر راضی نہیں وہ تو مقضی (کفر) پر راضی ہیں، غرض جس پر رضا واجب ہے اس پر وہ راضی نہیں اور جس پر رضا کفر ہے اس پر راضی ہیں اس واسطے ماخوذ ہوں گے معذب ہوں گے، **لایقال لو کان الکفر بقضاء اللہ تعالیٰ لوجب الرضاء به لان الرضاء بالقضاء واجب واللازم باطل لان الرضاء بالکفر کفر لانا نقول الکفر مقضی لا قضاء والرضاء انما یجب بالقضاء دون المقضی الخ، شرح عقائد ص ۷۹، مبحث الافعال کلها بخلق اللہ الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۴۹، مطبوعه مجتبائی دهلی،**

[2] **ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقاده کفر، البحر الرائق ص ۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۲/۴۳۹، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، قبیل باب الاعتکاف،**

ضرور شرارت کرنے پر قدرت ہے، مردہ کے بدن میں گھس جاتا ہے[1]، اسی واسطے حدیث شریف میں میت کو تنہا چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔

غیر اللہ کے لئے جواز سجود پر سجود ملائکہ وغیرہ سے استدلال کا جواب

سوال:- حضرت یوسفؑ کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا اس زمانے میں اس سجدہ کی اصل کیا تھی، وہ کیوں کیا جاتا تھا اسی طرح ملائکہ نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا اسی طرح ہم بھی کسی درگاہ پر جا کر یا پیر مرشد کو تعظیم کے لئے سجدہ کرلیں یہ ہمارے لئے جائز کیوں نہیں ہے جب کہ ان کے لئے جائز تھا؟

جواب:- حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں صبح کو لڑکا پیدا ہوتا تھا، شام کو لڑکی پیدا ہوتی تھی، جو لڑکی آج پیدا ہوئی اس کا نکاح اس لڑکے سے کیا جاتا جو کل پیدا ہوا، اگر کوئی کہے کہ صاحب بہن بھائی کا نکاح جس طرح ان کے لئے جائز تھا، ہمارے لئے بھی جائز کیا جائے تو کیا کہا جائے گا یہی کہ ان کے لئے جائز تھا ہمارے لئے نہیں، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جس نبی کیلئے جو حکم چاہا صادر کیا، یہ بات نہیں کہ انہوں نے کیا تھا ہم بھی کرینگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، یہ بھی بتادیا کہ میں نبی ہوں میرے اوپر اللہ کا کلام نازل ہوا، اس بات پر ہم نے یقین کیا، اب

---

[1] عن سفیانؒ الثوری قال اذا سئل المیت، من ربک تزیاله الشیطان فی صورة فیشیر الی نفسه انی انا ربک، قال الحکیم ویؤیده من الاخبار قوله علیه السلام عند دفن المیت، اللهم اجره من الشیطان، الی ماقال ولو لم یکن للشیطان هناک سبیل مادعاء ه صلی الله علیه وسلم بذلک، شرح الصدور ص ۱۴۱، باب فتنة القبر الخ، مطبوعه دار المعرفة بیروت،

آپؐ نے ہی غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا تو اس پر بھی یقین کرنا ضروری ہے اس پر یقین کیوں نہیں کرتے حدیث شریف میں[1] ہے ایک صحابی عرب سے باہر گئے وہاں دیکھا کہ ان لوگوں کا جو بادشاہ ہے چودھری ہے وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں، آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ زیادہ مستحق ہیں، اس بات کے کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر میرا انتقال ہو جائے تو میری قبر کو کیا تم سجدہ کرو گے؟ عرض کیا نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اللہ کے سوا کسی کو جائز نہیں اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا[2] اسی طرح قبروں کو سجدہ کرنے والوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، اور اپنی اخیر حیات میں فرمایا اور صاف صاف فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِی وَثْناً یُّعْبَدُ[3] (اے اللہ میری قبر تیرے حوالے ہے اس کو بت نہ بنا دیجئے کہ لوگ اسے سجدہ کیا کریں۔

---

[1] عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت، لرسول الله صلی الله علیه وسلم احق ان یسجد له فاتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان یسجد لک فقال لی ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت آمر احدا ان یسجد لأحد لأمرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم علیهن من حق، مشکوة شریف ص ۲۸۲، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد، نسائی شریف ص ۲۲۳/۱، کتاب الجنائز، اتخاذ القبور مساجد، مطبوعه فیصل دیوبند،

[3] عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ اللهم لا تجعل قبری وثنا لعن الله قوما اتخذوا قبوار انبیائهم مساجد، مسند احمد ص ۲۴۶/۲، مطبوعه دارالفکر بیروت،

جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شدت سے منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی یہ کہے کہ ہم یہی کریں گے یہ کہاں تک اس کے امتی ہونے کا تقاضا ہے؟ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ پچھلی امتوں میں جائز تھا، ہماری اس امت میں کیوں جائز نہیں؟ تو اس سے کہا جائیگا کہ پچھلی امتوں میں جائز ہونا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا یا کسی اور نے بتایا؟ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں خبر دی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر تو وہ شخص اعتماد کر رہا ہے، کہ پچھلی امتوں میں جائز تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اس امت کو خطاب کر رہے ہیں، خاص طور پر منع فرما رہے ہیں، اس پر اعتماد نہیں؟ تعجب ہے!

ملائکہ کے سجدہ کی نوعیت

پھر علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے سے پہلے ملائکہ کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[1] — وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ[2] — کیا آپ زمین میں ایسوں کو خلیفہ بنائیں گے؟ جو وہاں فساد اور خونریزی کریں گے۔

چونکہ وہ پہلے جنات کو دیکھ چکے تھے، کہ انہوں نے فساد فی الارض کیا اسی لئے کہا کہ ایسی مخلوق آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو فساد کریگی، ان کو حکم و مصلحت معلوم نہیں تھی اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو ڈانٹ دیا اور فرمایا:

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۰،

[2] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۰،

اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ[۱] تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اپنے علم خاص سے نوازا پھر دونوں کا امتحان لیا، جس میں آدم علیہ السلام کامیاب ہوئے، اس سے ملائکہ جان گئے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایسا علم ہے، جو ان کے پاس نہیں جس کی بنا پر وہ فرشتوں سے فائق ہیں، پھر ان کی فوقیت اور فضیلت کے اظہار کے لئے کہا: ''اُسْجُدُوْا لاٰدَمَ''[۲] علماء نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ''آدم کی وجہ سے سجدہ کرو'' یعنی تم نے آدمؑ کے پیدا کرنے پر اعتراض کیا تھا اب تم نے دیکھ لیا کہ اس کو کتنی بڑی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے، اس کے پاس کتنا بڑا علم ہے، اس کی وجہ سے اب تم سجدہ کرو یہ نہیں کہا کہ آدم کو سجدہ کرو بلکہ آدم کی وجہ سے سجدہ کرو، جیسے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے، تو وہ سجدہ خانہ کعبہ کو نہیں کیا[۳] جاتا، سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو کیا جاتا ہے، حتی کہ علماء نے لکھا ہے، جو شخص بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتا ہے، اور نیت کرتا ہے، بیت اللہ کو سجدہ کرنے کی تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے[۴] اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے والدین اور بھائی نے سجدہ کیا۔

مسئلہ حیات النبیؐ کی ابتداء

عرض: -مسئلہ حیات النبی کا وجود کب سے ہے؟

---

[۱] سورة البقرة آیت: ۳۰،

[۲] سورة البقرة آیت: ۳۴،

[۳] او جعل آدم سببا لوجوب السجود توبة لما صدر عنهم صورة الاعتراض واللام حينئذٍ للسببية الخ، تفسير مظهری ص ۵۵/۱، سورة البقرة آیت: ۳۴، مطبوعه دهلی،

[۴] حتی لو سجد للكعبة نفسها كفر الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۱۰۸/۲، باب شروط الصلاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۸۶/۱، باب شروط الصلاة،

ارشاد:- جب سے نبی زندہ ہے اسی وقت سے یہ مسئلہ موجود ہے۔

عرض:- آج کل حیاتی مماتی فرقے بنے ہوئے ہیں؟

ارشاد:- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا ہو "اَنَا حَیٌّ فِی قَبرِی"[1] جیسا کہ حدیث میں ہے تو کیا جواب دیں گے۔

not found.

[1] هكذا فى ابن ماجة شريف ص ۱۱۸، آخر ابواب الجنائز، مطبوعه اشرفيه ديوبند، شرح مواهب لدنيه للزرقانى ص ۵/۳۳۲، ومنها انه حى فى قبره، مطبوعه دارالمعرفة بيروت، شرح شفاء ص ۲/۱۴۲، فصل فى تخصيصه عليه الصلوة والسلام بتبليغ صلاة من صلى عليه، مطبوعه مصر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التاریخ والسیر

﴿تاریخ وسیرت﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وتصدیق دیگر مذاہب میں

ارشاد:- ملک عرب کی ایک جماعت جو کسی ملک میں اپنے جہاز کی تباہی کے بعد پہنچی تھی ایک بادشاہ کے دربار میں پہونچی بادشاہ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا عرب سے اس نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگیا؟ ان لوگوں نے کہا کہ ظہور ہوگیا، تو بادشاہ نے اپنے خزانے میں سے ایک صندوق نکالا صندوق میں ریشم کے کپڑوں میں سے کچھ تصویریں نکالیں ان کے سامنے رکھیں اور کہا کہ یہ ہیں تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا یہ نہیں ہیں، دوسری، پھر تیسری تصویر دکھائی کہ کیا یہ ہیں وہ کہنے لگے نہیں، بادشاہ نے کہا ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ نہیں ہیں بلکہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ نوح علیہ السلام ہیں، اور یہ

ابراہیم علیہ السلام ہیں، پھر ایک اور تصویر نکال کر دکھائی کہ کیا یہ ہیں، انہوں نے کہا ہاں یہی ہیں، اس کے بعد بادشاہ نے بتایا کہ دیکھو ان کی وفات کے بعد یہ خلیفہ ہوں گے پھر یہ، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تصویریں دکھائیں، کہتے ہیں کہ ان کے پاس خزانۂ دانیال علیہ السلام سے یہ تبرکات چلے آرہے تھے۔ (نقلہ السیوطی فی الخصائص الکبری[1])

نبی اور غیر نبی کی طاقت میں فرق

سوال:- حضرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء اور غار ثور پر اتنا طویل راستہ ہونے کے باوجود کیسے تشریف لے گئے جبکہ آج حجاج کرام بسوں میں جاتے ہیں اس کے باوجود پہاڑ پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے؟

جواب:- کیا تم نبی کی طاقت اور غیر نبی کی طاقت پرکھنا چاہتے ہو۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کو اپنی طاقت پر قیاس کرنا چاہتے ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس آدمیوں کے برابر طاقت دی گئی تھی۔[2]

---

[1] فاستخرج حريرة سوداء فنشرها فاذا فيها صورة حمراء واذا فيها رجل ضخم العينين عظيم الاذنين لم ار مثل طول عنقه واذا ليست له لحية واذا له ضفيرتان احسن ماخلق الله قال هل تعرفون هذا قلنا، لا، قال هذا آدم عليه الصلاة والسلام الى قوله ثم فتح باباً آخر فاستخرج منه حريرة سوداء فاذا فيها صورة بيضاء واذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتعرفون هذا قلنا نعم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ، خصائص الكبرى للسيوطى ص۲/۷، ذكر حلية الانبياء عليه الصلاة والسلام، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] اخرج عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اعطيت قوة اربعين رجلا فى البطش والنكاح، الخصائص الكبرىٰ ص۱/۷۰، باب الآية فى جماعه صلى الله عليه وسلم، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی

ارشاد:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی، کسی صاحب نے دریافت کیا کہ اس میں بھی اختلاف ہے تو فرمایا کہ نہیں اس میں ایک ہی قول ہے[1]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص میں غسل

ارشاد:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قمیص ہی میں غسل دیا گیا[2] اور پھر وہ قمیص اس طرح اتار کر کفن پہنایا گیا کہ بدن مبارک برہنہ نہ ہونے پائے، اور قمیص جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا وہ ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس رہی جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے (مگر ماخذ اس کا مجھے یاد نہیں) کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے کسی کو وہ قمیص دکھلائی اور بتلایا کہ یہ قمیص ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا[3]۔

---

[1] ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعزفی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب الخ، الخصائص الکبری ص۴۸/۱، باب ماکان لاینزل الذباب علیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

[2] عن عائشۃؓ قالت لما ارادوا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا واللہ ماندری انجرد رسول اللہ صلی علیہ وسلم من ثیابہ کما نجرد موتانا ام نغسلہ وعلیہ ثیابہ فانما اختلفوا القی اللہ تعالیٰ علیھم النوم حتی مامنھم الا وذقنہ فی صدرہ ثم کلمھم مکلم من ناحیۃ البیت لایدرون من ھو، ان اغسلوا النبی صلی اللہ وسلم وعلیہ ثیابہ، الخصائص الکبری ص۲۷۵/۲، باب ماوقع فی غسلہ صلی اللہ علیہ وسلم من الآیات،

(حاشیہ نمبر:۳/۱ اگلے صفحہ پر)

نبی علیہ السلام کی قبر مبارک میں چادر

ارشاد:-حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ کی قبر میں بچھائی گئی، اور بچھانے والے آزاد کردہ غلام حضرت شقرانؓ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر لٹایا گیا پھر وہ نکال لی گئی۔(کذافی اسلام عاشقی ص۳۹۲)

شعر: خاک پاکِ قبر اطہر عرش اعظم سے عزیز
متصل رہتا ہے جس سے شاہ والا کا کفن

(نعت محمود ص۷۵)

انسان افضل ہے یا فرشتہ

عرض:-انسان کا مرتبہ زیادہ ہے یا فرشتوں کا؟

ارشاد:-بعض انسانوں کا مرتبہ تمام فرشتوں سے زیادہ ہے جیسے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، اور بعض انسان وہ ہیں کہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳؎ یہ حدیث قمیص کے متعلق تو نہیں مل سکی البتہ ایک دوسری حدیث ہے: اخرجت الینا عائشةؓ کساء وازارا غلیظا فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین (بخاری شریف ص۴۳۸/۱، کتاب الجھاد، باب ماذکر من درع النبیؐ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، وبخاری ص۸۶۵/۲، کتاب اللباس، باب الاکسیة والخمائص،

ترجمہ:-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے سامنے ایک کپڑا اور ایک موٹا تہبند نکالا اور فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی ہے۔

بعض فرشتے ان سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، جیسے عام انسان کہ خاص خاص فرشتے مثلاً وحی لانے والے ان سے افضل ہیں، اور عام انسان زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، عام فرشتوں سے ”ورسل البشر افضل من رسل الملائکة ورسل الملائکة افضل من عامة البشر وعامة البشر افضل من عامة الملائکة“ (شرح عقائد[1])

جہاد

عرض:- آج کل مسلمانوں پر جہاد فرض ہے؟

ارشاد:- جہاد کے معنی دین کے لئے کوشش جدوجہد کرنا یہ ہر زمانے میں ہر ایک پر اس کی حیثیت کے موافق فرض رہا ہے، قرآن پاک میں ہے: وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[2] ایک جہاد فقہاء کی اصطلاح میں قتال کے معنی میں ہے اس کے لئے کچھ شرائط ہیں، اوشرائط جہاں موجود ہوں وہاں اس کا حکم کردیا جائیگا۔

کفار مسلمان یا نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کیا جائے

ارشاد:- مفتی کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، عوام بعض مرتبہ بغرض امتحان فرضی صورتیں گھڑ گھڑ کر فتویٰ پوچھتے ہیں ان کے جوابات کے درپے نہ ہونا چاہئے، مثلاً جہاد میں کفار مسلمان قیدیوں کو آڑ بنالیں، تو فقہا لکھتے ہیں کہ مسلمان تیر چلائیں اگر مسلمان قیدی

---

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۷۶، مبحث رسل البشر افضل من رسل الملائکة، مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۷۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

[2] سورۂ حج آیت: ۷۸، **ترجمہ**:- اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (بیان القرآن)

اس تیر سے مر جائیگا تو اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا، نہ قصاص نہ دیت، (درمختار ص[1] ۳/۲۲۳) فقیہ ابواللیث سمرقندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر کفار نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کریں؟

جواب دیا کہ نبی کے ہوتے ہوئے کسی اور سے مسئلہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے خود اس نبی سے معلوم کرلیا جائے وہ جو جواب دیں اس پر عمل کیا جائے اسکے بعد حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ صورت ثانی مفروضہ ہے بھلا، اس کا وقوع اس وقت کہاں ہوسکتا ہے، **ولایتصور ذالک بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم. الاشباہ ص[2] ۳۲**، کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند ہے، سورۂ احزاب میں ہے: **وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ**[3]، مشکوۃ ص[4] ۲/۵۱۱، میں ہے: **خُتِمَ بِی الرُّسُلُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖن.**

سہل بن عبداللہ تستریؒ سے شیطان کی گفتگو

ارشاد:- سہل بن عبداللہ تستریؒ بڑے عارف گزرے ہیں امام ابوداؤدؒ کے معاصر ہیں گھر سے نکلے غالباً نماز کے لئے جارہے تھے۔ راستے میں شیطان ملا کہنے لگا حضرت! ایک مسئلہ پوچھنا ہے انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے شیطان بھی سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھے پہچان لیا ہے پوچھا آپ کہتے ہیں کہ تیرے اوپر رحمت نہیں ہوگی لعنت ہوگی، حالانکہ قرآن

---

[1] ورمیھم بنبل ونحوہ وان تترسو ببعضنا ولو تترسو بنبی سئل ذلک النبی کذا نقلہ فی النھر عن ابی اللیث ای بان نقول لہ ھل نرمی ام لا ونعمل بقولہ الخ، شامی نعمانیہ ص ۳/۲۲۳، کتاب الجھاد، مطلب فی ان الکفار مخاطبون،

[2] الاشباہ والنظائر ص ۱۸۰، الفن الثانی، احکام الجان، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی،

[3] سورۂ احزاب آیت: ۴، **ترجمہ**:- لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

[4] مشکوۃ شریف ص ۵۱۱، باب فضائل سید المرسلین الخ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:- میرے ذریعہ رسولوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

میں ہے، رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[1] میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے میں بھی تو شئی ہوں لاشئی نہیں یہ موجبہ کلیہ ہے سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے اس سوال پر اتنی حیرت ہوئی کہ منھ خشک ہوگیا آدھا سانس اندر اور آدھا باہر کہ کیا جواب دوں جی جی میں یہی آیت پڑھتا رہا آگے اس میں فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ[2] میں نے کہا کہ رحمت تو ان کے لئے ہے جو یتقون والی صفات سے متصف ہیں اور تو ان میں سے نہیں، شیطان نے جواب دیا اے سہل تقیید تمہاری صفت ہے اللہ کی صفت مطلق ہے تقیید نہیں تم اپنے اوپر اللہ کی صفت کو قیاس کرتے ہو یہ کہہ کر وہ بھاگ گیا، اس واقعہ کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اور امام شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے:

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شیخ سہل بن عبداللہ اتنے بڑے آدمی اس پر خاموش کیوں ہوگئے؟ وسعت سے مراد گنجائش ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ میری رحمت میں وسعت ہے گنجائش ہے جتنے چاہیں آئیں ہر شی چاہے تو آسکتی ہے رحمت میں کمی نہ ہوگی جیسے کہ کہتے ہیں کہ کمرہ میں سو آدمیوں کی گنجائش ہے وسعت ہے اگر پچاس ہی آکر بیٹھ جائیں اور پچاس نہ آئیں تو کیا حرج ہے اسی طرح یہاں ہے کہ اللہ کی رحمت میں گنجائش ہے وسعت ہے جتنے چاہیں آئیں لیکن شیطان نے آنا ہی نہیں چاہا انکار کردیا تو اس کے لئے کہاں وسعت رہی اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ[3]، شاہ صاحب نے اس کا جواب اس طرح دیا۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت: ۱۵۶،

[2] سورۂ اعراف آیت: ۱۵۶، تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضروری ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ ھود آیت: ۲۸، تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے ڈالدیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ (بیان القرآن)

تحریک کی تعریف اور اسلام کسی تحریک کا نام نہیں

عرض:- جس طرح عیسائی یہودی وغیرہ مذہب کی اشاعت کے لئے لوگوں کی امداد وغیرہ کرتے ہیں، اسلام میں اس طرح کی کوئی تحریک کیوں نہیں؟

ارشاد:- اسلام کسی تحریک کا نام نہیں، اس کو تحریک کہنا غلط ہے، پہلے تحریک کا مفہوم سمجھ لیجئے، چند آدمی کا اکھٹا ہو کر تجویز پاس کرنا، اور اس کو جاری کرنے کے لئے کسی کا صدر کسی کا نائب وغیرہ ہونا، اس کو تحریک کہتے ہیں[1]، اس طرح اسلام کوئی تحریک نہیں، بلکہ اللہ کا دین ہے، رہی یہ بات کہ عیسائی یہودی وغیرہ لوگوں کو مال وغیرہ کا لالچ وغیرہ دیکر اپنی طرف مائل کرتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں، اس واسطے کہ اس کے پاس حق ہے، انصاف ہے اس قسم کے لالچ کی اس کو ضرورت نہیں، باقی دین اسلام میں لوگوں کی امداد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے[2]، بعض مسلمان اگر چہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں، مگر بہت سے زکوۃ صدقہ وغیرہ نیز بیت المال سے اس کو انجام دیتے رہتے ہیں، اس واسطے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان اس طرح غیروں کی امداد بالکل نہیں کرتے یہ غلط ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

سوال:- مالا بدمنہ ص ۱۷۱، میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد

---

[1] لغات کشوری ص ۱۳۷، تحریک، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ،

[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولایقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا من یمینہ ثم یربیھا لصاحبھا کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل، مشکوۃ شریف ص ۱۶۷، باب فضل الصدقۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

اپنا عقیقہ فرمایا یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں ہے؟

جواب:- علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبریٰ[1] میں ہے پھر فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں، ایک یہی جو مالا بد منہ میں مذکور ہے[2] دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ساتویں دن کیا[3]۔

---

[1] وذكر ابن ايمن من حديث انس رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بعد ان جاء ته النبوة الخ، زاد المعاد ص ۲/۴، فصل فى هديه صلى الله عليه وسلم فى العقيقة الخ، مطبوعه دار الفكر بيروت،

[2] مالا بد منه ص ۱۷۱، رساله احكام عقيقه، مطبوعه ديوبند،

[3] فلما كان اليوم السابع ذبح ودعاله قريشا الخ، الخصائص الكبرىٰ ص ۱/۵۰، باب ماظهر فى ليلة مولده صلى الله عليه وسلم، الخ، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العلم

علم کا بیان

حروف ابجدی کے اعداد کا واضع کون ہے

سوال:-حروف تہجی کے اعداد کا واضع کون ہے؟

جواب:-معلوم نہیں، باقی ہیں قدیم زمانے سے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے سامنے حروف مقطعات سے الٓمٓ پڑھا تو انہوں نے حساب لگایا الف کا ایک عدد لام کے تیس میم کے چالیس کل اکہتر ہوئے پھر کہا کہ کسی نبی کو اس کی امت کی کل عمر نہیں بتلائی گئی، ان کو بتلائی گئی ہے وہ ہے اکہتر ۷۱/ برس پس ایسے دین کو لیکر کیا کروگے جس کی اتنی تھوڑی مدت ہو، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، انہوں نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے اس پر آپ علیہ السلام نے انکو الٓمٓصٓ، الٓرٰ، الٓمٓرٰ، سنایا تو حساب لگایا اور کہنے لگے

کہ ہم پر انکا حال مشتبہ ہو گیا۔[1]

توکیل وتفویض میں فرق

ارشاد:-توکیل وتفویض میں فرق ہے، دو وجہ سے اول یہ کہ توکیل میں وکیل کو معزول کر دینا درست ہے، لیکن تفویض میں رجوع اور عزل درست نہیں، (بحر ص[2] ۱۴۱/۷، کتاب الوکالت) میں ہے:"**السادس فی صفتها وهو عدم اللزوم فله ان يعزله متى شاء**" اور (بحر ص[3] ۳۱۱/۳، باب تفويض الطلاق) میں ہے"**وفی جامع الفصولين تفويض الطلاق اليها قيل هو وكالة يملك عزلها والاصح انه لايملكه**" (فتاوی هنديه ص[4] ۳۸۷/۱) میں ہے:"**ليس للزوج ان يرجع فی ذالک ولاينهاها عما جعل اليها ولايفسخ كذا فی الجوهرة النيرة**"

دوسرے یہ کہ توکیل میں اس کی تمامیت کے لئے قبول وکیل شرط ہے، بغیر اس کے قبول کے وکالت تام نہوگی، بخلاف تفویض کے کہ اس میں قبول شرط نہیں جب زوج نے طلاق کی

---

[1] كما قاله ابو العالية متمسكا بماروی انه عليه الصلوة والسلام لما اتاه اليهود تلی عليهم الٓمٓ البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل فی دين مدته احدی وسبعون سنة فتبسم رسول الله ﷺ فقالوا فهل غيره فقال الٓمٓصٓ والٓرٰ والٓمٓرٰ فقالوا خلطت علينا فلاندری بايهما ناخذ الخ، بيضاوی شريف ص ۱۴/۱، اول سورة البقرة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[2] بحر ص ۱۴۱/۳، كتاب الوكالة، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[3] البحرالرائق ص ۳۱۱/۳، باب تفويض الطلاق، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[4] هنديه ص۳۸۷/۱، الباب الثالث فی تفويض الطلاق، الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه،

تفویض عورت کو کردی تو وہ تام ہوگئی عورت قبول کرے یا نہ کرے، (بحر ص[1] ۱۴۰/ ۷) میں ہے:
"وفی البدائع واما رکن التوکیل فھو الایجاب والقبول" اور (بحر ص[2] ۳۱۱/۳) میں تفویض کے متعلق معراج کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:
"ولایتوقف علی القبول لکونھا تطلق نفسھا بعد التفویض وھو بعد تمام التملیک" اور چند سطور کے بعد محیط کے حوالہ سے نقل کیا ہے: "واشار بعدم ذکر قبولھا الی انہ تملیک یتم بالمملک وحدہ فلو رجع قبل انقضاء المجلس لم یصح"

علم باطنی اور علم غیب میں فرق

عرض:- مشہور ہے کہ شیخ کو مریدین کے حالات کا علم رہتا ہے، وہ وہیں سے توجہ کرتے ہیں، اس میں اور علم غیب میں کیا فرق ہے؟

ارشاد:- توجہ اور علم باطنی اور ہے اور علم غیب اور ہے، وہ صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے، قرآن کریم میں ہے "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ"[3] (اور اللہ کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ،[4] (اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوں تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا (بیان القرآن)

قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِى خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ،[5] (اور میں تم سے یہ نہیں

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۰/۷، کتاب الوکالۃ،
[2] بحر کوئٹہ ص ۳۱۱/۳، باب تفویض الطلاق،
[3] سورۂ انعام آیت: ۵۹،
[4] سورۂ اعراف آیت: ۱۸۸،
[5] سورۂ انعام آیت: ۵۰،

کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں (بیان القرآن)

علم باطنی کا علم غیب سے کیا تعلق وہ تو مجاہدات سے حاصل ہوجاتا ہے، اور وہ علامات قبول بھی نہیں، ہاں قرب خداوندی اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علامت قبول بھی ہے۔

عرض:-مجاہدات اس نیت سے تو نہ ہونے چاہئیں کہ مریدین کے حالات معلوم ہوں۔

ارشاد:-جی ہاں مگر بعض لوگ تو اس نیت سے بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداءؓ کا مسجد میں حلقۂ درس

ارشاد:-حضرت ابودرداءؓ رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھایا کرتے تھے ایک شخص کو پڑھا دیا دس آدمیوں کو ان کے حوالے کردیا، انکا حلقہ بنا کر بٹھا دیا کہ یہ سبق ان دس آدمیوں کو پڑھا دو، اسی طرح دوسرے کو بھی دس طالب علم دیدئے کہ یہ سبق ان کو سکھا دو، سب اسی طرح کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے گنا سولہ سو طلبہ انکے حلقہ درس میں تھے قرآن شریف پڑھاتے تھے، حضرت جابرؓ بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتے تھے، ان حضرات کی تنخواہیں مقرر نہیں تھیں۔

حیلۂ تملیک

سوال:-مسجد میں پیسے کی ضرورت ہے لیکن لوگ چندہ نہیں دیتے البتہ زکوۃ دیتے ہیں، کیا اس کو تملیک کا طریقہ (حیلہ) اختیار کرکے مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب:-تملیک کے بعد درست ہے[1]لیکن حیلہ تو حیلہ ہی ہے۔

مسجد میں تعلیم با تنخواہ

سوال:-تنخواہ لیکر مسجد میں پڑھا سکتے ہیں؟

جواب:-فقہاء متأخرین نے لکھا ہے، کہ اگر کوئی اور جگہ پڑھانے کے لئے نہیں ہے تو مسجد میں پڑھانا (تنخواہ لیکر) درست ہے[2]۔

سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں ایک مرتبہ میرے پاس ایک سبق آیا منطق (قطبی) کا اور ساتھ میں یہ بھی تھا کہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھا دیا کرو، میں نے کہا کہ تنخواہ لیکر پڑھانا مسجد میں کہاں درست ہے، تو وہاں سے جواب آیا کہ آپ کو تنخواہ پڑھانے کی نہیں ملتی پڑھانا تو حسبۃً للہ ہے، میں نے کہا کہ اچھا اگر میں نہ پڑھاؤں کیا پھر بھی تنخواہ ملے گی تنخواہ حسبۃً للہ ہے، تو جی چاہا پڑھا دیا جی چاہا نہ پڑھایا انہوں نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے پڑھا دو۔

قرآن کریم مسجد میں پڑھانا

سوال:-قرآن کریم اور دینی تعلیم مسجد میں کیسا ہے؟

جواب:-مسجد دراصل اللہ کا گھر ہے، حدیث شریف میں ہے:"جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ

---

[1] وقد منا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الخ، شامی زکریا ص۲۹۳، ج۳، کتاب الزکوة، باب المصرف، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، مطبوعه مصری، سکب الانهر ص۳۲۸/۱، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] ومعلم الصبيان فان كان بأجرة يكره وان كان حسبة فقيل لايكره والوجه ماقاله ابن الهمام انه يكره التعليم ان لم يكن ضرورة لان نفس التعليم ومراجعة الاطفال لايخلو عما يكره فى المسجد الخ، حلبی کبیر ص۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فتح القدیر ص۴۲۲/۱، قبیل باب صلاة الوتر، مطبوعه دارالفکر بیروت،

صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَرَفَعَ اَصْوَاتِکُمْ[1] مساجد کو بچوں سے بچاؤ (چونکہ بچے ہیں پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں رکھتے ان سے بچاؤ) مجنونوں سے بچاؤ (ان کو پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں) شور کرنے سے بچاؤ۔

مساجد کو ان چیزوں سے بچانے کی ضرورت ہے، لہذا ان کی رعایت رکھتے ہوئے اگر تعلیم دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں[2]۔

پیر کی تعریف

عرض:- اگر کوئی شخص خدا رسیدہ ہو مگر کسی کا مجاز نہ ہو تو کیا اس کو پیر کہا جا سکتا ہے؟

ارشاد:- پیر کے معنی بوڑھے بڑی عمر والے کے بھی آتے ہیں[3]، شرح جامی میں کافیہ کے مصنف کو شیخ کہا ہے، حالانکہ وہ اس عمر کو نہ پہنچے تھے، علم کی زیادتی کی وجہ سے کہدیا[4]۔

---

[1] کنز العمال ص ۷/۶۷۰، رقم الحدیث ص ۲۰۸۳۵،

[2] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱/۶۵۶، مطلب فی احکام المسجد، کتاب الصلاة،

[3] لغات کشوری ص ۱۲۶، پیر، مطبوعه نول کشور لکھنؤ،

[4] فهذه فوائد وافیة بحل مشکلات الکافیة للعلامة المشتهر فی المشارق والمغارب الشیخ ابن الحاجب وفی هامشه قوله الشیخ بن الحاجب فی القاموس الشیخ والشیخون من استنابت فیه اسن او من خمسین او احدی وخمسین الی آخر عمره او الی الثمانین وقد یطلق الشیخ علی من لم یبلغ هذا السن للتبجیل ومنه یقال شیخت الرجل علی ما فی الصحا ای وصفه بالشیخ للتبجیل وهو المراد ههنا اذا المشهور ان الشیخ بن الحاجب قتل شابا، شرح جامی مع حاشیة ص ۳۳، ۳۴، مطبوعه اشرفی بکڈپو دیوبند،

استاذ و پیر میں فرق

عرض:- استاذ و پیر کے درجہ میں فرق ہے؟

ارشاد:- استاذ تو بہت عام لفظ ہے، کشتی سکھانے والا بھی استاذ ہے، جو کسی کو کوئی فن سکھا دے وہ بھی استاذ ہے، تاش کھلانے والا بھی استاذ ہے، لیکن پیر وہ ہے جو خدا کا راستہ بتائے، اس کے لئے خدا رسیدہ ہونا خدا تک پہنچا ہوا ہونا ضروری ہے، استاذ کے لئے یہ ضروری نہیں[1]۔

اسراف وتبذیر میں فرق

سوال:- ایک طالب علم نے سوال کیا کہ کیا اسراف اور تبذیر میں فرق ہے؟

جواب:- اسراف وتبذیر میں فرق ہے، جس جگہ خرچ کرنا جائز ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، اسراف ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا**"[2] کھانا پینا ضرورت کی چیزیں ہیں ان میں خرچ کرنا جائز ہے، زیادہ خرچ کرنے کو اسراف کہا ہے، اور جہاں خرچ کرنا جائز ہی نہیں وہاں خرچ کرنا تبذیر ہے ارشاد ہے: "**اَنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ**"[3] فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ ناجائز امور میں خرچ کر کے شیطان کے معین بنتے ہیں۔

---

[1] اصلاح انقلاب امت ص ۲۷۶/۱، استاذ شاگرد اور ہم جماعت ساتھیوں کے حقوق کے متعلق کوتاہیاں، مطبوعہ دیوبند،

[2] سورۂ اعراف آیت: ۳۱،

[3] سورۂ الاسراء آیت: ۲۷،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ما یتعلق بالقرآن

قرآن سے متعلق مسائل

اہل انطاکیہ کی طرف سے فَاَبَوْا کو فَاَتَوْا بنانے کی درخواست

ارشاد:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں اہل انطاکیہ بھاری مقدار میں سونا لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا قرآن پاک میں ہماری بستی کی برائی وارد ہوئی ہے، کہ اس بستی والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی میزبانی سے انکار کردیا تھا۔

ارشاد ہے "**فانطلقا حتی اذا اتیا اھل قریۃ استطعما اھلھا فابوا ان یضیفوھما**"[1] آپ سے درخواست ہے کہ **فابوا** کا **فاتوا** بنادیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ

---

[1] سورۂ کہف آیت: ۷۷، پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا سو انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا (بیان القرآن)

اس بستی کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی میزبانی کے لئے حاضر ہوئے، اس طرح ہماری بستی کی برائی ختم ہوجائے گی، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ نابھائی اس کا حق تو انکو بھی نہیں تھا جن پر قرآن پاک نازل ہوا، میں کیا کرسکتا ہوں۔

روح المعانی ص ۶[1]، ج ۱۶، پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "**ولا اصل لشیءٍ من ذالک وعلی فرض الصحة یعلم منه قلة عقول اهل القریة فی الاسلام کما علم لو مهم من القرآن والسنة من قبل**" یعنی اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں اور بفرض صحت اس سے اسلام قبول کرنے کے بعد ان بستی والوں کی کم عقلی معلوم ہورہی ہے، جیسا کہ قبل از اسلام قرآن وحدیث سے ان کا لئیم ہونا معلوم ہورہا ہے۔

آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً پر اشکال وجواب

ارشاد:- مجھ سے ایک عام صاحب نے سوال کیا کہ آیت "**وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَائُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا**"[2] کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ جب حکم مشتق پر لگتا ہے، تو مادہ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، "**الحکم المرتب علی مشق یوجب**

---

[1] **ومما یضحک منه العقلاء ما نقله النیساپوری وغیره ان اهل القریة لما سمعوا نزول هذه الآیة استحیو او اتوا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بحمل من ذهب فقالوا یا رسول الله نشتری بهذا الذهب ان تجعل الباء من "ابوا" تاء فابی علیه الصلاة والسلام وبعضهم یحکی وقوع هذه القصة فی زمن علی کرم الله وجهه ولا اصل له لشیء من ذلک الخ، روح المعانی ص ۸، ج ۹، جزء ۱۶، سورة الکهف، مطبوعه دارالفکر بیروت،**

[2] سورۂ نساء آیت: ۹۳،

ترجمہ:- اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا۔ (بیان القرآن)

کون مبدا الاشتقاق علته" کذا فی فتح القدیر[1] **ص ۵/۲۷۴**، لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کی وجہ سے قتل کرے وصف ایمان اس کے قتل کا باعث ہو تو اس کی سزا خلود فی النار ہے،

اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان کی وجہ سے کسی کو قتل کرے وہ ایمان کا دشمن ہے، اس کی سزا ایسی ہی ہونی چاہئے، اس پر انہوں نے کہا کہ لو آپ نے تو ہمارے سارے ہی اعتراض ڈھا دئے۔

سورۂ فاتحہ کس پارے میں؟

سوال:- سورۂ فاتحہ کو عم کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے بعض دفعہ الٓمٓ کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے، یہ کس پارے کا حصہ ہے؟

جواب:- پارہ کا پہلا دوسرا تیسرا ہونا اس کی صراحت کس حدیث میں ہے؟ کیا پاروں کی صراحت کہیں ہے؟

سوال:- نہیں اس کی صراحت تو کسی حدیث میں نہیں؟

جواب:- جب پاروں کی صراحت نہیں تو اس کے جز کی کیا صراحت معلوم کرتے ہو؟ ہاں اگر پوچھنا ہی ہے تو جلال الدین محلی سے پوچھو، جلالین میں انہوں نے سورۂ فاتحہ کو کہا جگہ دی ہے۔

سوال:- کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سورۂ کہف سے تفسیر شروع کی تھی، پارہ نمبر: ۳۰ر

---

[1] ان ترتیب الحکم علی المشتق یقتضی علیة المأخذ الخ، فتح القدیر ص ۱/۲۱۱، کتاب الجنایات، مطبوعه دارالفکر بیروت، بیضاوی شریف ص ۱/۲۱، تحت قوله تعالیٰ اولئک علی هدی من ربهم الآیة سورة البقره، مطبوعه رشیدیه دهلی،

تک مکمل کر کے اب سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی کہ باقی پندرہ پاروں کو بھی مکمل کریں لیکن ان کا انتقال ہوگیا، اور صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی جاسکی، لہذا لوگوں نے اس تفسیر فاتحہ کو آخر پارے کی تفسیر کے ساتھ ہی شامل کر دیا۔

جواب:- یہ تو بعد کے لوگوں نے بتلایا ہے، جلال الدین محلیؒ سے بھی پوچھئے جلال الدین سیوطیؒ نے ان کی تفسیر کی تکمیل کی اور وہ اونچے درجے کے مفسر ہیں[1]۔

جلال الدین محلی نے آخیر از سورۂ کہف تا سورۂ الناس اور اس کے بعد الحمد شریف کی تفسیر کی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد نصف اول کی تفسیر کی تکمیل انہیں کے طرز اور انہیں کے انداز پر جلال الدین سیوطیؒ نے کی، حتی کہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ دو مفسروں کی تفسیر ہے یہ تفسیر جلالین درس نظامی میں داخل ہے اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔

سورۂ فاتحہ کون سے پارہ کا جز ہے اس سلسلہ میں احسن الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔

سورۂ الحمد بمنزلہ متن است و جملہ قرآن بمنزلہ شرح پس سورہ فاتحہ نہ از جملہ قرآن خارج است و نہ در جزء معین داخل بلکہ مشترک است درمیان جملہ اجزاء قرآن نیز ثبوت پارہاء قرآن از حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیست و نہ حضرت عثمانؓ ایں تجزیہ و تقسیم کردند بلکہ در اثنائے نقل مصاحف بلا قصد محض اتفاقاً سی اجزاء مرتب شدند پس خارج ماندن جزء قران ازیں سی پارہا کہ انحصارش درسی اجزاء ثابت نیست۔ (احسن[2] الفتاویٰ ص ۴۸۶/۱)

ترجمہ:- سورۂ الحمد بمنزلہ متن ہے اور جملہ قرآن بمنزلہ شرح پس سورۂ فاتحہ نہ جملہ قرآن سے خارج ہے نہ کسی معین جز میں داخل بلکہ جملہ اجزاء قرآن میں مشترک ہے نیز

---

[1] جلال الدین محلیؒ استاد ھیں، جلال الدین سیوطیؒ ان کے شاگرد ھیں.

[2] احسن الفتاویٰ ص ۴۸۶/۱، کتاب التفسیر والحدیث، مطبوعہ زکریا دیوبند،

قرآن پاک کے پاروں کا ثبوت نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی ان پاروں کی تقسیم فرمائی ہے بلکہ نقل مصاحف کے دوران بلا قصد محض اتفاق سے تیس پارے مرتب ہوگئے، پس قرآن پاک کے کسی جز کا ان تیس پاروں سے خارج رہ جانا جائز ہے، اس لئے کہ قرآن پاک کا انحصار انہیں تیس اجزاء میں ثابت نہیں۔

غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر

سوال:- ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا (یعنی اگر قرآن پاک غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اکثر اختلاف ہی ہوتا) کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ غیر اللہ کی تصنیف وتالیف کے لئے اختلاف لازم نہیں، بعض تصنیفات غیر اللہ کی ایسی بھی ہوتی ہیں، کہ جن میں تناقص واختلاف نہیں ہوتا۔

جواب:- بعض مفسرین نے تو اس کا جواب یہ دیا کہ آیت میں اختلاف سے مراد اختلاف فی البلاغۃ ہے مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن پاک فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے ایسا نہیں کہ اس میں وہ مختلف ہو کہ بعض اعلیٰ معیار پر ہو، اور بعض اعلیٰ معیار پر نہ ہو[1]، بخلاف غیر اللہ کے کہ اس کا کلام فصاحت وبلاغت کے ایک معیار پر نہیں ہوتا چنانچہ شاعروں کے قصیدوں میں اگر کوئی شعر بلاغت کے معتد بہ معیار پر ہوتا ہے تو کوئی شعر اس سے گرا ہوا بھی ہوتا ہے، اور بعض شعر بلاغت سے خالی بھی ہوتا ہے، پس مفہوم آیت کا یہ ہے کہ

---

[1] من تناقض المعنى وتفاوت النظم بحيث يكون بعضه وفصيحا وبعضه ركيكا وبعضه صعب المعارضة وبعضه دون ذالک الخ، تفسير مظهری ص ۲/۱۷۰، سورۂ نساء آیت: ۸۲، مطبوعه رشيديه كوئٹه،

اگر قرآن پاک غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ بلاغت کے ایک معیار پر نہ ہوتا، اس میں ضرور اختلاف ہوتا اور ایک سادہ جواب میرا ہے، وہ یہ کہ اگر قرآن پاک غیر اللہ کا ہوتا اور اس کی نسبت وہ غیر اللہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف کرتا اور اس کو کلام الٰہی بتلاتا تو اس میں کثیر تناقص ہوتا تو اس لئے کہ غیر کلام الٰہی بتلانے والے کے لئے تناقض لازم ہے تا کہ اس کے کلام میں تناقض کو دیکھ کر لوگ کلام الٰہی اور غیر کلام الٰہی میں تمیز پیدا کر سکیں۔

نبی کا کفار کے ساتھ رہنا

سوال:- بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو "اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا" (کہ تم اور تمہارے خدا جا کر لڑ بھڑ لو) کہنے کے سبب کافر ہو گئے تھے، تو پھر ان کے ساتھ کیوں رہے؟

جواب:- اول تو یہ تسلیم نہیں کہ وہ اس قول کی بناء پر کافر ہو گئے اس لئے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ آپ جائیں خدا آپ کی مدد کرے اس سے کفر کہاں لازم آتا ہے[1]، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اس قول کی وجہ سے کافر ہو گئے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ رہنا بغرض رشد و ہدایت تھا جیسا کہ حضرت نوح علیہ الصلاۃ السلام رہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں کافروں کے ساتھ رہے پس آپ نے یہ مقدمہ کہاں سے سمجھ لیا کہ نبی کا کافروں کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔

---

[1] قیل قالوا ذلک استهانة بالله ورسوله وعدم مبالاة بهما وهذا مستبعد جدا لانه يستلزم الكفر فلا يتصور بعد ذالک مصاحبة موسیٰ وقد كانوا فی مصاحبته ونزل عليهم المن والسلویٰ وظلل عليهم الغمام وانفجرت من الحجر عيونا لشربهم فالمعنى اذهب انت وربک يعينک، تفسیر مظهری ص ۳/۷۴، سورۂ مائدہ آیت: ۲۴، مطبوعه مكتبه رشديه پاكستان، احكام القرآن للقرطبی ص ۳/۸۵، مطبوعه دارالفكر بيروت،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول

سوال:- مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سواری پر سوار ہونے کی مدت میں پورا قرآن کریم ختم فرمالیا کرتے تھے کیا ایسی کوئی روایت ہے؟

جواب:- اس روایت کی سند کے بارے میں کچھ معلوم نہیں[1]۔

طیّ لسان

سوال:- اگر یہ روایت ثابت ہو تو کیا ایسا ممکن ہے؟

جواب:- ایسے واقعات ممکن ہیں، جس طرح طی ارض ہوتا ہے کہ مختصر وقت میں اللہ پاک اپنی قدرت سے بڑی سے بڑی مسافت کو طے کرا دیتے ہیں، جیسے کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے، وہاں سے آسمانوں کا سفر فرمایا، عرش کرسی وغیرہ سب چیزیں دکھلائی گئیں اور یہ سب کچھ بہت ہی قلیل عرصہ میں ہوا، اسی طرح طی لسان ہوتا ہے، مختصر وقت میں اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ پڑھوا دیتے ہیں[2]۔

---

[1] حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور اس کے فارغ ہونے سے پہلے ''زبور'' کو پورا پڑھ لیا کرتے، اس پر بخاری شریف کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہ یَطْوِی الزَّمَانَ لِمَنْ شَائَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ کَمَا یَطْوِی الْمَکَانَ، بیشک اللہ تعالیٰ زمانہ کو لپیٹ دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، جس طرح مکان کو لپیٹ دیتا ہے، بخاری شریف ص ۴۸۵/۱، باب قوله واسألهم عن القرية الخ، كتاب الانبياء، ص ۶۸۵/۲، سورۂ نحل باب قوله واتينا دؤد زبورا، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[2] كما مر الآن، بخاری شریف ص ۴۸۵/۱، رقم الهامش: ۱۲، كتاب الانبياء، مطبوعه اشرفی دیوبند،

قرآن پاک کو طاق میں کھڑا کر کے رکھنا

عرض:-قرآن پاک کو طاق میں کھڑا رکھ دینا کیسا ہے؟ اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

ارشاد:- یہ کتابوں میں لکھا ہوا تھوڑا ہی ہے، یہ تو عرف پر محمول ہے عرف میں اس کو بے ادبی شمار کیا جاتا ہو تو بے ادبی ہے ورنہ نہیں[1]۔

[1] ان اعتبار العادة والعرف ترجع اليه فى الفقه فى مسائل كثيرة حتى جعلوا ذالک اصلا (اشباه ص ۱۵۰، الفن الاول، القاعدة السادسة، العادة محكمة، مطبوعه دارالعلوم ديوبند، رسم المفتى ص ۹۵، مطبوعه مكتبه سعيديه سهارنپور)

کتاب الطھارۃ

﴿پاکی کے مسائل﴾

کھڑے ہوکر وضو کرنا کیسا ہے؟

سوال:- ایک طالب علم نے معلوم کیا کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب:- اسطرح وضو ہوجاتا ہے، سائل نے دریافت کیا اس طرح وضو مکروہ تو نہیں، فرمایا میرے علم میں نہیں، میں کسی کتاب میں کھڑے ہوکر وضو کرنے کو مکروہ نہیں دیکھا (فقہا نے مکروہات وضو میں اس کو ذکر نہیں کیا) ہاں بلند جگہ بیٹھ کر ذکر کرنے کو آداب سے شمار کیا ہے، اور ادب کی مخالفت سے کراہت لازم نہیں، **وقال فی البحر ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص** (شامی[1] ص ۸۴/۱) البتہ اتنا ہیکہ وضو اور غسل کی تحصیل مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود ہے، جس طرح بھی ہوجائے، اسلئے کہ دونوں ذرائع اور آلات کے قبیل سے ہیں، اور انکی تحصیل مقصود نہیں ہوتی، بلکہ حصول مقصود ہوتا ہے، خواہ کسی طرح ہوجائے، اسی واسطے اگر کوئی شخص کسی کو تالاب میں دھکا دیدے اور اس کے اعضائے وضو پر پانی پھر جائے، تو اس کا وضو ہوگیا، یا بارش ہوئی اور کوئی شخص پرنالے کے نیچے کھڑا ہوگیا اور بارش کے پانی سے اس کے اعضائے وضو دھل گئے تو اس کا وضو ہوگیا، حالانکہ ان دونوں میں سے کوئی بیٹھا نہیں، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھنا وضو کیلئے لازم نہیں۔

---

[1] شامی کراچی ص ۱۲۴/۱، کتاب الطھارۃ، مطلب ترک المندوب ھل یکرہ تنزیھاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلاۃ

﴿نماز کے مسائل﴾

باب اوّل: مسائل اذان

داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کی اذان

سوال:- داڑھی منڈے کی اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب:- داڑھی منڈوانا یا ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کتروانا جائز نہیں مباح نہیں، لہذا ایسے شخص کی اذان مکروہ ہے کیوں کہ وہ فاسق ہے، فقہاء نے فاسق کی اذان کو مکروہ قرار دیا ہے، اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ فاسق کا قول دیانات میں مقبول نہیں کذا فی مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی[1] ص ۱۰۸، (اور اذان کا دیانات سے ہونا

---

[1] واذان فاسق لان خبره لايقبل فی الديانات (مراقی مع الطحطاوی ص ۲۰۰، باب الاذان، درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۶۱، باب الاذان، مطلب فی المؤذن اذا كان غير محتسب فی اذانه، حلبی كبير ص ۳۷۴، فصل فی السنن، طبع لاهور،

ظاہر ہے) مگر اس پر اشکال ہوتا ہے، کہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور وہ فاسق کی اذان سے بھی حاصل ہے تو اس کی اذان میں کیا حرج ہے، اس لئے میں اس کی دوسری وجہ بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مؤذن حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے منادی ہے اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے منادی ہونا ایک اونچا عہدہ ہے جس کے لئے فاسق داڑھی منڈا بالکل مناسب نہیں۔

اعادۂ اذان فاسق پر اشکال

سوال:- ملفوظات قسط ثانی، ص ۹۷، میں ہے کہ آپ نے فاسق داڑھی منڈے کی اذان کا اعادہ کرایا اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، اس میں فاسق کی امامت کو گوارا کرلیا گیا، اذان تو اس سے ہلکی چیز ہے، اس کو تو بدرجہ اولیٰ گوارا کرنا چاہئے۔

جواب:- ہدایہ ثالث میں ہے کہ فاسق کی شہادت دیانات میں مقبول نہیں، قرآن پاک میں ہے، وَلَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَداً وَاُلٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ[1]، کہ محدود فی القذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو، وہ فاسق ہیں آخر شہادت تو امامت سے ہلکی چیز ہے، اس کو قبول کرنے سے کیوں منع کیا گیا۔

اذان کا جواب

ارشاد:- زبان سے جواب دینا عام فقہاء کے نزدیک سنت ہے، مگر محقق ابن ہمامؒ جن کو مولوی احمد رضا خاں محقق علی الاطلاق کہتے ہیں، اور صاحب بحرالرائق علامہ ابن نجیم

---

[1] سورۂ نور آیت: ۴،

مصریؒ کے نزدیک واجب ہے انہوں نے استدلال کیا ہے، اس حدیث سے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، قُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّن، وجہ استدلال یہ ہے کہ ''قولوا'' صیغہ امر ہے، اور امر وجوب کے لئے آتا ہے، جبکہ کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو[1]۔

بیک وقت متعدد مساجد میں اذان کا جواب

ارشاد:- جب بیک وقت مختلف مسجدوں میں اذان ہو رہی ہو تو اپنی مسجد کی اذان کا جواب دے[2]۔ (جس میں نماز پڑھنی ہے)

کھانے کے درمیان اذان کا جواب

ارشاد:- اگر کھانے کے درمیان اذان شروع ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ کھانا بند کر کے اذان کا جواب دے، اور ختم اذان پر دعا پڑھے، اگر کھانا جاری رکھتے ہوئے اذان

---

[1] والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الامر فی حدیث ''اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول'' کما بسط فی البحر واقره المصنف قوله (والظاهر وجوبها الخ) کذا قاله فی فتح القدیر معللا بانه لم تظهر قرینة تصرف الامر عن الوجوب (الی قوله) وبه تأید ماصرح به جماعة من اصحابنا من عدم وجوب الاجابة باللسان وانها مستحبة وهذا ظاهر فی ترجیح قول الحلوانی وعلیه مشی فی الخانیة والفیض (شامی زکریا ص ۲/۶۹، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد، فتح القدیر ص ۱/۲۴۹، باب الاذان، مطبوعه دارالفکر بیروت، بحر کوئٹه ص ۱/۲۵۹، باب الاذان،

[2] سئل ظهیر الدین عمن سمعه فی آن من جهات ماذا یجب علیه قال اجابة اذان مسجد بالفعل (درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۷۱، باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد، کبیری ص۳۶۳، فصل فی السنن، مطبوعه رحیمیه دیوبند، بحر کوئٹه ص ۱/۲۵۹، باب الاذان،

کا جواب دیتا رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، اور اگر زبان سے جواب نہ دے تب بھی مضائقہ نہیں[۱]۔

اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکا

ارشاد:- اگر کوئی شخص اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکے اور مؤذن کے درمیان اذان میں پہنچ جانے پر جواب دینا چاہے تو شروع سے جواب دے نہ کہ درمیان سے۔ **یجیب فی جمیعه اذا لم یسمع الا بعضه، شامی[۲] ص ۲۶۵/۱،**

دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف

سوال:- اذان کے بعد دعاء وسیلہ کے ساتھ درود شریف پڑھنی چاہئے؟

جواب:- جی ہاں پہلے درود شریف پڑھے پھر دعا پڑھے حدیث شریف میں دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنا بھی وارد ہے جو نسائی شریف ص[۳] ۱۱۰/۱، مشکوۃ شریف ص[۴] ۶۴/۱، مسلم شریف ص[۵] ۱۱۶/۱، وغیرہ میں مذکور ہے۔ نیز حدیث پاک میں ہے، کہ درود شریف

---

[۱] وکذا لا تجب الاجابة عند الاکل الخ، بحر کوئٹه ص ۲۶۰/۱، باب الاذان، شامی کراچی ص ۳۹۶/۱، باب الاذان،

[۲] شامی زکریا ص ۶۵/۲، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد،

[۳] عبد الله ابن عمرؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول وصلو علی فانه من صلی علی صلوة صلی الله علیه عشرا ثم سلوا الله لی الوسیلة الحدیث، نسائی شریف ص ۷۸/۱، کتاب الاذان، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، مطبوعه فیصل بکڈپو دیوبند،

[۴] مشکوة شریف ص ۶۴، باب فضل الاذان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[۵] مسلم شریف ص ۱۶۶/۱، کتاب الصلوة، باب استحباب القول، ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے بغیر دعاء آسمان زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، کذا فی المشکوۃ ص[1] ۸۷/ ۱، مگر یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں، وصحیح وقفه. کذا فی المرقات ص[2] ۳۴۸/ ۲،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لایصعد منها شیء حتی تصلی علی نبیک الخ، مشکوۃ شریف ص۸۷، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیه وسلم، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] مرقات ص ۲/۱۱، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیه وسلم، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆..... باب دوم .....☆

مسائل نماز

زبان سے نیت

ارشاد:- زبان سے نیت ائمہ مجتہدین اسی طرح محدثین سے ثابت نہیں، تاہم جس شخص کا قلب حاضر نہ ہو اس کے لئے فقہاء زبان سے نیت کر لینے کو مستحب کہتے ہیں، اس کے لئے نیت باللسان حضور قلب کے قائم مقام ہو جائیگی، جیسے کوئی شخص گونگا ہو قراءۃ پر قادر نہ ہو تو اس کا زبان سے حرکت دینا قراءۃ کے قائم مقام ہو جاتا ہے[1]، (درمختار مع الشامی ص ۱/۳۷۸) یا گنجے کا حج کے موقعہ پر استرہ پھروالینا حلق کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

---

[1] النية هى الارادة والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية الا اذا عجز عن احضاره ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رفع یدین میں کانوں کی لو چھونا

ارشاد:- صاحب درمختار اور علامہ شامیؒ نے رفع یدین میں کانوں کی لو سے ہاتھوں کے مس کرنے کو مستحب لکھا ہے[1]۔

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَجِیْم

عرض:- حضرت اردو کی ایک فقہی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیح **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم** کو ظا سے نہ کہہ سکے ظا کی جگہ اس سے جیم ادا ہوتا ہو تو اس کو **سبحان ربی العظیم** کے بجائے **سبحان ربی الکریم** کہنا چاہئے، ورنہ **سبحان ربی العجیم** کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائیگی[2]، تو کیا ایسا ہی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے تو بہتوں کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....لهموم اصابته فيكفيه اللسان والتلفظ بها مستحب لم يثبت عنه صلى الله عليه وسلم من طريق صحيح ولا ضعيف انه كان يقول عند الافتتاح، اصلى كذا ولا عن احد من الصحابة والتابعين زاد فى الحلية ولا عن الائمة الاربع (درمختار مع الشامى زكريا ص ۹۰تا ۲/۹۲، باب شروط الصلاة، بحث النية، فتح القدير ص ۱/۲۶۶، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالفكر بيروت، عنايه على الفتح ص ۱/۲۶۶، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالفكر بيروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ورفع يديه ماسابابهاميه شحمتى اذنيه (درمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۱۸۲، باب صفة الصلاة، مطلب فى حديث "الاذان جزم" قاضى خان على الهندية ص ۱/۸۵، باب افتتاح الصلاة، مطبوعه كوئٹه،

[2] السنة فى تسبيح الركوع سبحان ربى العظيم الا ان كان لايحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجرى على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة (شامى زكريا ص ۲/۱۹۸، باب صفة الصلاة، مطلب فى قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن،

نماز خراب ہورہی ہے، اس لئے کہ اکثر کو یہ مسئلہ معلوم نہیں۔

ارشاد:- رکوع میں تسبیح مثل قراۃ کے فرض تو ہے نہیں سنت ہے اگر بالکل ترک کردے تب بھی نماز ہوجائیگی[1]، اور ایسا بھی نہیں کہ کسی جگہ غلطی کردے، تو مثل قراۃ کے اس میں خرابی لازم آجائے اس واسطے یہ مسئلہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کو معلوم ہے اور جن کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ان کی نماز سبحان ربی العجیم کہنے سے بھی ہوجائے گی۔

نماز میں دوسجدوں کا ثبوت

سوال:- سنا ہے کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا ملائکہ سجدہ سے اٹھے تو انہوں نے ابلیس کو کھڑا دیکھا اس لئے دوبارہ سجدہ میں گرے اسی لئے نماز میں دوسجدے ہیں؟

جواب:- فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سجدہ تو قرآن پاک سے ثابت ہے اور دوسرا سجدہ اجماع سے ثابت ہے[2]، ابلیس نے تو صاف صاف مقابلہ کیا اور کہا:

اَنَا خَیْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ[3] (کہ میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا)

آگ افضل ہے مٹی سے، میں کیسے سجدہ کروں، اس طرح حکم خداوندی کے مقابلہ میں

---

[1] ویقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاثا وذالک ادناه فلو ترک التسبیح اصلا او اتی به مرة واحدة یجوز (الهندیة ص ۱/۷۴، الباب الرابع فی صفة الصلوة، الفصل الثالث، سعایه ص ۲/۱۸۲، باب صفة الصلاة، تسبیح الرکوع وتثلیثه، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[2] وتکراره (السجدة) تعبد ثابت بالسنة ای بالاجماع وهذا لان الامور بالسجود فی الآیة لا تدل علی تکراره الخ، درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۱۳۵، باب صفة الصلاة، بحث الرکوع والسجود الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۱۸۵، باب شروط السلاة، مطبوعه مصری، بحر کوئٹه ص ۱/۲۹۳، باب شروط الصلاة،

[3] سورۂ ص آیت: ۷۶،

دلیل لایا جو کفر ہے ابلیس یہ دلیل اس حکم کو توڑنے کے لئے، اسی لئے کہتے ہیں:

اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ[1] (سب سے پہلے جس نے خدا کے حکم کے مقابلہ میں دلیل پیش کی وہ ابلیس ہے)

شرعی احکام میں دلیل ہوتی ہے، حکم کو مضبوط کرنے کے لئے اس کو دوسری جگہ تک متعدی کرنے کے لئے، ابلیس نے دلیل حکم توڑنے کے لئے پیش کی اس لئے کفر ہے۔

نماز میں ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے؟

عرض:- اگر نماز کی حالت میں ٹوپی سر سے گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

ارشاد:- بغیر عمل کثیر کے ٹوپی سر پر رکھ سکتا ہے، تو رکھ لے، مثلاً سجدہ کی حالت میں ہے تو ایک ہاتھ کے معمولی اشارہ سے رکھ سکتا ہے اگر قیام کی حالت میں ہے اور جھک کر ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھے گا تو یہ عمل کثیر ہو جائیگا، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، **ویفسدھا کل عمل کثیر لیس من اعمالھا ولا لاصلاحھا وفیه اقوال خمسة اصحھا مالا یشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله انه لیس فیھا وان شک انه فیھا ام لا فقلیل، درمختار علی ھامش الشامی[2] ص ۱/۴۱۹،**

خانقاہ اور مسجد کے حکم میں فرق

سوال:- حضرت مسجد اور خانقاہ کے حکم میں کیا فرق ہے؟

جواب:- مسجدیں وقف ہوتی ہیں کسی کی ملک نہیں ہوتیں، ہر شخص کا ان میں آنا نماز

---

[1] احکام القرآن للقرطبی ص ۴/۱۵۴، سورة الاعراف آیت: ۱۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، تفسیر مظھری ص ۳/۳۳۲، سورة الاعراف، مطبوعه رشیدیه کوئٹه،

[2] شامی کراچی ص ۱/۶۲۴، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیھا،

پڑھنا درست ہوتا ہے، خانقاہ کے لئے ضروری نہیں کہ وقف ہی ہو اپنے مکان کو بھی آدمی خانقاہ بنالے وہاں تربیت کرے وہ بھی خانقاہ بن جائے گی۔[۱]

سوال:- خانقاہ میں نماز پڑھنے پر ثواب کا حکم؟

جواب:- وہ مسجد نہیں ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ہے وہ خانقاہ میں نماز پڑھنے سے نہیں[۲] ملے گا۔

مسجد نزدیک ہونے کے باوجود خانقاہ میں نماز پڑھنا

سوال:- بعض لوگ خانقاہوں میں جماعت کی نماز پڑھتے ہیں باوجودیکہ مسجد قریب ہوتی ہے وہاں نہیں جاتے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:- ان کو منع کرنا چاہئے یہ غلط طریقہ ہے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے۔[۳]

---

[۱] یزول ملکه عن المسجد والمصلی الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۶/۵۴۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی احکام المسجد،

[۲] عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الرجل فی بیته بصلوة وصلوته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوة الحدیث، (مشکوة شریف ص ۷۲، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) لو جمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل الخ، (شامی زکریا ص ۲/۶۵، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد)

[۳] والاصح انه لو جمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل الخ، شامی زکریا ص ۲/۶۵، باب الاذان، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،

ستونوں کے درمیان نماز

عرض:-حضرت کراھة الصلوۃ بین السواری (ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا) کی وجہ کیا ہے؟

ارشاد:-مبسوط سرخسی میں جزئیہ موجود ہے، کہ مکروہ نہیں کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دو مقتدیوں کے درمیان کوئی صندوق رکھدیا جائے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ سواری (ستونوں) سے جماعت چھوٹی ہوجائے گی، اوراس میں کوئی حرج نہیں علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ کا قول العرف الشذی مع الترمذی ص۶۰، ج۱، میں نقل کیا گیا ہے، کہ احناف کی کتب میں عدم کراہت کا قول مجھے نہیں[1] ملا، حالانکہ مبسوط سرخسی میں صراحۃً مذکور ہے[2]۔

دعائے قنوت کے بعد درود شریف کا ثبوت

عرض:-حضرت دعائے قنوت کے بعد درود شریف ثابت ہے۔

ارشاد:-جی ہاں ثابت ہے، نورالایضاح ص[3]۹۴، میں لکھا ہے، مولانا ارشاد صاحب

---

[1] یکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین وھذا صادق علی من یقوم بین العضارتین ایضا واما المقتدی فلم ار لہ فی کتبنا الا ما ذکر ابن سید الناس الیعمری کما فی نیل الاوطار نسبة کراھته الی الاحناف (العرف الشذی مع الترمذی ص ۶۰/۱، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیة الصف بین السواری، مکتبہ بلال دیوبند،

[2] الاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجة بین رجلین وذلک لایمنع صحة الاقتداء (مبسوط سرخسی ص۳۵/۲، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعة، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت)

[3] والقنوت معناہ الدعاء وھو ان یقول الی ماقال ان عذاب الجد بالکفار ملحق وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ وسلم الخ، نورالایضاح ص ۱۱۲، باب الوتر، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

مبلغ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ اس پر فتویٰ ہے، فرمایا جی ہاں[1]، مولانا نے کہا کہ آپ پڑھتے ہیں، فرمایا جی ہاں پڑھتا ہوں، حافظ محمد طیب صاحب نے معلوم کیا کہ کونسا درود شریف پڑھے، فرمایا کوئی سا پڑھ لے، وصلی اللہ علی النبی پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص[2] ۲۰۹، پر بحوالۂ نسائی یہی الفاظ منقول ہیں)

حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں

سوال:- حدیث شریف میں ہے "اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوا"[3] اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تسبیح پڑھتا رہے تو وہ درست ہے حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک میں نے ایسا پڑھا ہے، کہ امام جب تکبیر کا الف کہے اس کے بعد تسبیح پڑھنے کی اجازت نہیں۔

جواب:- حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں امام جب اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہدے باقی الف کو کاف کو عین کو نکالتے رہو، یہ سب چیزیں کچھ نہیں، یہ لوگوں میں بیماری ہے، اور جس روایت میں اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامَ فَکَبِّرُوا ہے اسی روایت میں "اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" بھی ہے، (یعنی جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو) یہ مسلم شریف میں ہے، مگر روایت ملنی مشکل ہے، ہے صحیح مگر ملنی مشکل ہے، خود امام مسلمؒ جب یہ روایت بیان کر کے فارغ ہوئے تو ان کے تلمیذ نے پوچھا کیا اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا صحیح نہیں؟ فرمایا "صحیح عندی" میرے نزدیک صحیح ہے، تلمیذ نے کہا پھر آپ نے اس کتاب یعنی

---

[1] وقنت فیه ویسن الدعاء المشهور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم به یفتی، درمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۴۴۲، باب الوتر والنوافل،

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۰۹، باب الوتر واحکامه، مطبوعه مصری،

[3] جب امام تکبیر کھے تو تکبیر کھو.

مسلم میں اس کو کیوں روایت نہیں کیا؟ فرمایا میں نے اس کا التزام تھوڑا ہی کیا ہے کہ جو میرے نزدیک صحیح ہو اس کو اس کتاب میں بیان کروں، میں نے تو صرف ان کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے، جن کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے[1]۔

متنفل کو مفترض کی اقتداء

ارشاد:- اگر کسی شخص نے جماعت سے قبل فرض ادا کر لئے تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہو جائے لیکن فجر، عصر اور مغرب میں ایسا نہ کرے، فجر اور عصر میں تو اس لئے کہ ان کے بعد نفل مشروع نہیں مکروہ ہے، اور مغرب میں اس لئے کہ مغرب کی تین رکعت ہیں اگر یہ شریک ہوگا تو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی تقدیر پر تین رکعت نفل ہونا لازم آئیگا، اور وہ مشروع نہیں، اور امام کے بعد ایک رکعت اور پڑھنے کی تقدیر پر امام کی مخالفت لازم آئیگی[2]۔

---

[1] فقال مسلم تريد احفظ من سليمن فقال له ابو بكر فحديث ابى هريرةؓ فقال هو صحيح يعنى واذا قرأ فانصتوا فقال هو عندى صحيح فقال لم لم تضعه ههنا قال ليس كل شيء عندى صحيح وضعته ههنا انما وضعت ههنا مااجمعوا عليه (مسلم ص ۱۷۴/۱، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة، مطبوعه بلال ديوبند،

[2] وان قيد الثالثة بسجدة لايقطع بل يتم صلاة لااستحكامها بوجود الاكثر ويقتدى متنفلا ان كان فى الظهر او العشاء (الى قوله) ان النهى عن النفل بعد الصبح والعصر وعدم شرعية التنفل بالوتر ومخالفة الامام اللازم احدهما فى المغرب عارض اطلاقه وموردہ فبقى فى الظهر والعشاء سالما عن المعارض فيعمل به (حلبى كبير ص ۵۱۱/۵۱۲، باب الامامة، مطبوعه لاهور، هندية ص ۱۱۹/۱، الباب العاشر فى اداراک الفريضة، مطبوعه كوئٹه، مراقى مع الطحطاوى ص ۳۶۶، باب ادارک الفريضة، مطبوعه مصر،

امامتِ فاسق

ارشاد:- فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تقدیم یعنی اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، پس اگر وہ خود یا کسی دوسرے کی تقدیم سے امام بن جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ نہیں، گو مکروہ ہوگی۔

حجاج ابن یوسف کے پیچھے حضرت انسؓ وابن عمرؓ کا نماز پڑھنا منقول ہے اعادہ منقول نہیں[1]۔

رضا خانی اور مودودی کی امامت

عرض:- اگر ایک مسجد میں امام رضا خانی ہو، اور ایک میں مودودی ہو، تو نماز کس کے پیچھے پڑھے۔

ارشاد:- حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا تھا، کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں سے کونسی جماعت بہتر اور افضل ہے، تو ارشاد فرمایا کہ ایک ہیضہ ہے اور ایک تپ دق اسی طرح ان کو سمجھ لو (مطلب یہ کہ اگر یہ دونوں کفریہ عقیدہ نہ رکھتے ہوں تو ان کی امامت یعنی ان کو امام بنانا مکروہ

---

[1] لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (الی قوله) الا انا جوزناها مع الکراهة ..... کیف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج (حلبی کبیر ص ۵۱۳، باب الامامة، مطبوعه مصر، نیل الاوطار ص ۱۹۹/۲، الجزء الثالث، باب ماجاء فی امامة الفاسق، مطبوعه دارالفکر بیروت، عمدة القاری ص ۲۳۲/۳، الجزء الخامس، کتاب الاذان، باب امامة المفتون والمبتدع، مطبوعه دارالفکر بیروت،

تجوز امامة العبد والاعرابی والاعمی وولد الزنا والفاسق (الی قوله) وکذا الصحابة رضوان الله عنهم کابن عمر وغیره والتابعون اقتدوا بالحجاج فی صلاة الجمعة وغیرها مع انه کان افسق اهل زمانه (بدائع زکریا ص ۳۸۶/۱، بیان من یصلح للامامة)

تحریمی ہے، گونماز ان کے پیچھے ہوجائیگی[1] کبیری ص ۴۸۰، ۴۷۹۔

سہو کی ایک صورت

ارشاد:- بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر پہلی یا تیسری رکعت کے بعد ہاتھ ناف پر باندھنے کے بجائے گھٹنوں پر رکھ لے یا نماز پوری ہوجانے پر ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کے بجائے ناف پر باندھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں جب تک کہ اسی حالت میں ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر نہ ٹھہرا رہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر[2]۔

قعدہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال:- قعدہ میں (بجائے تشہد کے) سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد:- بھول سے پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہے، اسی طرح فاتحہ پڑھ کر تشہد پڑھے تب بھی سجدہ سہو واجب ہے، ہاں تشہد سے فارغ ہوکر پھر بھول سے فاتحہ پڑھ لے تو سجدۂ سہو

---

[1] ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا ..... والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھة اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنة اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلایجوز (حلبی کبیر ص ۵۱۴، فصل فی الامامة، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، مراقی مع الطحطاوی ص ۲۴۵، مطبوعہ مصر، بدائع زکریا ص ۱/۳۸۷، بیان من یصلح للامامة)

[2] یجب بترک واجب سھوا وتاخیر قیام الی الثالثة بزیادة علی التشھد بقدر رکن (درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۵۴۴، باب سجود السھو) وجب علیہ سجود السھو اذا شغلہ التفکر عن اداء واجب بقدر رکن (الی قولہ) وھو مقدر بثلاث تسبیحات (طحطاوی علی المراقی ص ۳۸۶، باب سجود السھو، قبیل فصل فی الشک، مطبوعہ مصر، مجمع الانھر ص ۱/۲۲۰، باب سجود السھو، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، الھندیة ص ۱/۱۲۶، سجود السھو، مطبوعہ کوئٹہ)

واجب نہیں "واذا فرغ من التشهد وقرأ الفاتحة سهوا فلا سهو عليه واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذالک اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو" فتاویٰ الهندیۃ[1] ص ۱۲۷/۱،

بحالت قیام تشہد پڑھنے کا حکم

سوال:- اگر قیام میں تشہد پڑھ لے تو؟

جواب:- اگر پہلی رکعت میں (فاتحہ سے پہلے) پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں چونکہ اس میں ثناء پڑھی جاتی ہے، یہ تشہد اس کے قائم مقام سمجھا جائیگا، اور اگر دوسری میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہے، چونکہ اس کے پڑھنے سے واجب (فاتحہ) میں تاخیر ہوئی اور تاخیر واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اور اگر تیسری رکعت میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہیں اس واسطے کہ تیسری رکعت میں (اسی طرح چوتھی رکعت میں) نہ سورۂ فاتحہ واجب ہے نہ سورۃ کا ملانا اس لئے تاخیر واجب نہیں ہوئی پس سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ ولو تشهد فی قيامه قبل قراء ة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزم سجود السهو وهو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراء ة السورة فاذا تشهد فيه فقد اخر الواجب وقبلها محل الثناء كذا فی التبيين (وفی الشلبی علی هامش التبيين ص[2] ۱۹۳/۱، (قوله وقبلها محل الثناء) وهذا يقتضی تخصيصه بالركعة الاولیٰ الخ فتح) ولو تشهد فی الاخريين لايلزم السهو كذا فی محيط السرخسی، هنديه ص[3] ۱۲۷/۱،

---

[1] هندية ص ۱۲۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه كوئٹه،

[2] زيلعی مع حاشية الشلبی ص ۱۹۳/۱، باب سجود السهو، مطبوعه امداديه ملتان،

[3] هنديه ص ۱۲۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه كوئٹه،

مقتدی نے محمد رسول اللہ سن کر درود پڑھ دیا

ارشاد:- اگر امام نے قرآن پاک کی آیت "محمد رسول الله والذين معه الآية"، کو نماز میں پڑھا اور مقتدی نے فوراً درود شریف پڑھ دیا، تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر آپ علیہ السلام کا نام سنے بغیر درود پڑھ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ بحر کوئٹہ ص ۵، ج ۲،[1]

نماز واجب الاعادہ

ارشاد:- جو امور صلبِ صلوۃ سے متعلق ہیں (داخل نماز ہیں) ان میں کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوجائے، مثلاً کوئی واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز واجب الاعادہ ہے جب تک کہ وقت باقی ہے وقت ختم ہوجانے پر وجوب ساقط ہوجاتا ہے، البتہ اعادہ کرلے تو بہتر ہے، اور جو امور ایسے نہوں (صلب صلوۃ سے متعلق نہ ہوں) ان میں کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوجائے تو نماز کا اعادہ واجب نہیں[2]۔

---

[1] اذا سمع اسم النبی ﷺ فصلی علیه فهذا اجابة فتفسد وان صلی علیه ولم یسمع اسمه لاتفسد (بحر کوئٹه ص ۵، ج ۲، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، هندیه کوئٹه ص ۹۹، ج ۱، کتاب الصلاة، الباب السابع، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۲۱/۱، باب مایفسد الصلاة، مطلب المواضع التی لایجب فیها رد السلام،

[2] کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها، اقول وقد ذکر فی الامداد بحثا: ان کون الاعادة بترک الواجب واجبة (وبعد اسطر) مرادهم بالواجب والسنة التی تعاد بترکه ماکان من ماهیة الصلوة واجزائها فلا یشمل الجماعة لانها وصف لها خارج عن ماهیتها ..... قید فی البحر وجوب الاعادة فی اداء الصلاة مع کراهة التحریم بماقبل خروج الوقت (درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۴۷، ۲/۱۴۸، باب صفة الصلوة، مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها، بحر کوئٹه ص ۲/۸۰، باب قضاء الفوائت،

مقتدی فارغ ہوگیا تو اس کی نماز کا حکم

سوال:-حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک امام صاحب کو وہاں کئی مرتبہ تنبیہ کی کہ سلام ذرا جلدی پھیر دیا کرو، دیر مت لگایا کرو، (یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں ترتیل مت اختیار کرو) مگر وہ نہیں مانے تو ایک دن مجھ سے فرمایا احمد کھڑے ہو کر اعلان کرو کہ جن صاحب نے امام صاحب سے پہلے سلام پھر دیا ان کی نماز نہیں ہوئی، وہ اپنی نماز لوٹالیں، میں نے اعلان کیا تھا، اب سوال یہ ہے کہ سلام میں السلام علیکم تو واجب ہے اور رحمۃ اللہ سنت ہے، پس اگر امام کے ورحمۃ اللہ سے قبل کسی مقتدی کا سلام پورا ہوجائے تو نماز تو ہوجائے گی پھر اس کے باوجود شیخ نے لوٹانے کا حکم کیوں دیا، دل میں یہ خلجان ہے۔

ارشاد:-تذکرۃ الرشید ص[1] ۱۷۹، میں لکھا ہے، کہ اگر امام کے سلام کے ختم ہونے سے پہلے مقتدی سلام ختم کردے تو اس کی نماز نہیں ہوتی لیکن تذکرۃ الخلیل ص[2] ۳۰۲، میں اس کے خلاف لکھا ہے، تذکرۃ الرشید کا حوالہ بھی ہے، کہ مسئلہ اس طرح نہیں حالانکہ کتاب دونوں ایک ہی مصنف کی ہیں، باقی پہلے السلام کے میم تک اقتداء باقی رہتی ہے، اس کے بعد نہیں، **"وتنقضی قدوة بالسلام الاول قبل علیکم"** (**کذا فی الدر المختار**[3] **ص ۱/۳۱۴**)

اگر امام نے سلام کو کھینچا اور مقتدی اس سے پہلے السلام کہہ کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز نہیں ہوئی، اور اگر امام نے علیکم ورحمۃ اللہ کو دراز کیا اور مقتدی نے ورحمۃ اللہ اس سے پہلے

---

[1] تذکرة الرشید ص ۱/۱۷۹، قبیل فتاویٰ، مطبوعه اشاعت العلوم سهارنپور،

[2] تذکرة الخلیل ص ۳۰۲، حدیث وفقه، قاضی شویل کی هٹ دهرمی اور عهده سے تنزلی، مطبوعه خلیلیه سهارنپور،

[3] درمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۱۶۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلوة فی الواجبات،

پورا کر دیا تو اس کی نماز ہوگئی مع الکراہت۔

رباعی فرض کو پانچویں کے سجدہ سے مقید کرنے سے بطلانِ فرض کی وجہ

سوال:- رباعی فرض میں قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کو سجدہ کے ساتھ مقید کر لے تو اس سے فرض کیوں باطل ہو جاتا ہے؟ رکوع سے کیوں باطل نہیں ہوتا؟

جواب:- پانچویں کے سجدہ سے پہلے اس کو ڈھیل دیجاتی ہے کہ شاید اب بھی عود کر آئے اور قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کر لے مگر جب اس نے عود نہیں کیا اور پانچویں کو سجدہ کے ساتھ مقید کر دیا تو اب فرض کے ارکان پورا کرنے سے قبل نفل کو پورے طور پر شروع کرنا لازم آیا (سجدے سے پہلے نفل کو پورے طور پر شروع کرنا نہیں پایا گیا) جس کی وجہ سے فرض باطل ہو گئے پھر اس میں اختلاف ہے کہ تقیید بالسجدہ کا تحقق کب ہوگا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پیشانی زمین پر رکھتے ہی سجدہ کا تحقق ہو جائے گا، اور اسی وقت فرض باطل ہو جائیگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک جب سجدہ سے سر اٹھالے گا تب سجدہ متحقق ہوگا، اور فرض باطل ہوگا، ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ پانچویں کے سجدہ کے واسطے زمین پر سر رکھا اور حدث لاحق ہو گیا اب اس کو یاد آیا کہ قعدۂ اخیرہ چھوٹ گیا ہے، اور یہ پانچویں ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک سجدہ کا تحقق نہیں ہوا کیونکہ سجدہ کا تحقق ان کے نزدیک **رفع جبهة عن الارض** سے ہوتا ہے، اور یہ متحقق نہیں ہوا اس واسطے کہ اس سے پہلے ہی اس کو حدث لاحق ہو چکا ہے، نیز وہ رکن جس میں حدث لاحق ہو جائے کالعدم ہوتا ہے، اس لئے یہ وضو کر کے قعدہ کر لے فرض اس کا بطلان

سے محفوظ رہے گا، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پیشانی زمین پر رکھتے ہی سجدہ کا تحقق ہونے کی بنا پر فرض باطل ہو چکا ہے اس لئے باطل ہی رہے گا[1]۔

مسبوق قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے

سوال:-مسبوق ''جس کو امام کیساتھ کل یا بعض رکعات شروع میں نہ ملی ہوں) امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے خاموش رہے یا کچھ اور حکم ہے؟

جواب:-اس کے بارے میں چار قول ہیں، اور چاروں مختار ہیں۔

(۱) تشہد میں ترسیل اختیار کرے، یعنی تشہد اتنا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک فارغ ہو، قاضی خاں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲) تشہد سے فارغ ہو کر کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلّا اللّٰه کا تکرار کرے یہ محمد بن شجاع کا قول ہے۔

(۳) تشہد کے بعد سکوت اختیار کرے یہ قول ابوبکر رازی کا ہے۔

(۴) بعد تشہد درود و دعا میں مشغول ہو جائے مثل مدرک کے یہ قول صاحب مبسوط کا

---

[1] وان لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام الى الخامسة ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة عاد الى القعدة ويتشهدويسلم ويسجد للسهو وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا وتحولت صلوة نفلا عند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ ويضم اليها ركعة سادسة ولولم يضم فلا شى عليه ثم اختلف ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ فى وقت الفساد فقال ابو يوسفؒ كما وضع رأسه للسجود تفسد صلاته وقال محمدؒ لاتفسد صلاته حتى يرفع رأسه من السجود (الهندية كوئٹه ص ۱۲۹/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو، حلبى كبير ص ۴۶۲، فصل فى سجود السهو، مطبوعه لاهور، هدايه ص ۱۵۹/۱، باب سجود السهو، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ہے۔ بحر ص[1] ۳۲۹/۱، وکبیری ص[2] ۴۴۱۔

فرض وواجب میں فرق

سوال: -عنایہ علی ہامش فتح القدیر[3] ص ۲۰۴/۱، میں حضرت عطاء کے نزدیک **تعوذ فی الصلاۃ** کو فرض لکھا ہے، اور فتح القدیر[4] ص ۲۰۳/۱، پر ان سے تعوذ کے وجوب کو نقل کیا ہے، ایسا کیوں ہے؟

ارشاد: -فرض اور واجب میں جو فرق ہے، کہ فرض[5] کہتے ہیں "**ماثبت بدلیل قطعی لاشبهة فیه وحکمه الثواب بالفعل والعقاب بالترک والکفر بالانکار**" کو، اور واجب[6]

---

[1] واما فی الصلوة والدعاء فاختلفوا علی اربعة اقوال اختار ابن شجاع تکرار التشهد وابوبکر الرازی السکوت وصحح قاضیخان فی فتاواه انه یترسل فی التشهد حتی یفرغ منه عند سلام الامام وصحح صاحب المبسوط انه یاتی بالصلاة والدعاء الخ، بحر کوئٹه ص ۳۲۹، ج ۱، کتاب الصلاة، فصل واذا اراد الدخول فی الصلوة،

[2] حلبی کبیری ص ۴۶۹، فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

[3] وظاهره یقتضی ان یکون فرضا کما قال به عطاء (عنایه علی هامش الفتح ص ۲۹۰/۱، باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[4] (قوله ویستعیذ بالله الخ) وهو سنة عند عامة السلف وعن الثوری وعطاء وجوبه نظرا الی حقیقة الامر (فتح القدیر ص ۲۹۰/۱، باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[5] الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه ویکفر جاحده ویعذب تارکه (کتاب التعریفات ص ۱۶۱، مکتبه فقیه الامت دیوبند، قواعد الفقه، التعریفات الفقهیة ص ۴۱۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

[6] الواجب فی عرف الفقهاء عبارة عما ثبت وجوبه بدلیل فیه شبهة العدم کخبر الواحد وهو یثاب بفعله ویستحق بترکه عقوبة لولا العذر حتی یضلل جاحده ولایکفر به (کتاب التعریفات ص ۲۴۵، مطبوعه فقیه الامت دیوبند، قواعد الفقه، التعریفات الفقهیة ص ۵۳۹، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

کہتے ہیں:"ماثبت بدلیل ظنی وحکمه الثواب بالفعل والعقاب بالترک وعدم الکفر بالانکار" یہ فرق صرف احناف کے نزدیک ہے، غیر احناف کے نزدیک فرض اور واجب دونوں ایک ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں[1]، اس واسطے حضرت عطاء سے تعوذ کو فرض اور واجب نقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

تارک سنت موکدہ کا حکم

سوال:- تارک سنتِ مؤکدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:- جو شخص سنت مؤکدہ کو لاپرواہی سے چھوڑے یا چھوڑنے کی عادت بنالے وہ فاسق ہے، اور اگر اتفاقاً کبھی ترک کردے تو وہ فاسق نہیں تاہم موجب ملامت ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح[2] ص ۳۵، میں ہے: وفی الجوهرة عن القنية تاركها فاسق وجاحدها مبتدع وفی التلويح ترک السنة المؤكدة قريب من الحرام.

سنت فجر سے متعلق چند احادیث میں تطبیق

ارشاد:- جب آپ فجر میں مسجد ایسے وقت پہنچے جب کہ جماعت شروع ہوچکی تھی تو ایک صاحب تو جماعت میں جاکر شریک ہوگئے، ایک صاحب نے باہر کھڑے ہوکر دو رکعت سنت پڑھ لی، جو شریک ہوگئے وہ نماز کے بعد وہیں بیٹھ رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا کچھ بلند ہوگیا اس وقت انہوں نے سنتیں پڑھیں اس واسطے کہ اگر ایسی حالت میں وہ فجر کی سنتیں پڑھتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا

---

[1] الواجب والفرض عند الشافعی سواء وهو كل مايعاقب على تركه وفرق بينهما ابو احنيفة فالفرض عنده اكد من الواجب (لسان العرب ص ۷۹۳/۱، مطبوعه دارصادر بيروت، فتح الباری ص ۱۷۵/۳، كتاب الوتر، باب الوتر فی السفر، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2] طحطاوی على المراقی ص ۵۱، فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصر،

المکتوبۃ[1] اس کے خلاف لازم آتا ہے، اگر نہیں پڑھتا تو حدیث میں ہے کہ **لا تدعوھما ولو طردتکم الخیل**[2] اس کے خلاف لازم آتا ہے، اور اگر اس وقت امام کیساتھ شریک ہوجاتا ہے اور امام کے سلام کے بعد پھر پڑھتا ہے، تو حدیث میں ہے کہ **لا صلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس الخ**، (**مشکوۃ شریف**[3] ص ۹۵) اس کے خلاف لازم آتا ہے، اس واسطے ان سب کو جمع کرنیکی امام ابوحنیفہؒ نے یہ صورت تجویز فرمائی کہ دو رکعت سنت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوسکتا ہو گنجائش ہے تو وہ ایسا ہی کرلے، اور اگر شریک نہیں ہوسکتا اور جماعت مل سکتی ہے تو امام کیساتھ شریک ہوجائے، اور پھر طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

دوسرے شفعہ کے شروع میں ثنا

ارشاد:- سنن مؤکدہ کے علاوہ بقیہ نوافل کے دوسرے شفعہ میں ثنا پڑھنا اولیٰ ہے اگر نہ پڑھے تو بھی کچھ حرج نہیں[4]۔

---

[1] **مشکوۃ شریف ص ۹۶، باب الجماعۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند**، جب نماز کی اقامت ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

[2] **مسند احمد ص ۲/۴۰۵، عن ابی ھریرۃؓ، مطبوعہ دارالفکر بیروت**، فجر کی دوسنتیں نہ چھوڑنا اگر چہ گھوڑے تم کو روند ڈالیں۔

[3] **مشکوۃ شریف ص ۹۵، باب اوقات النھی، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند**،
ترجمہ:- صبح (نماز فجر) کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں۔

[4] **لایأتی فی الثالثۃ بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبۃ فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مراقی مع الطحطاوی ص ۳۱۸، فصل فی بیان النوافل بحر کوئٹہ ص ۲/۵۶، باب الوتر والنوافل، درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۵۷، باب الوتر والنوافل، مطلب قولھم کل شفع من النفل صلوۃ الخ،**

بعد جمعہ کتنی رکعت سنت ہیں

ارشاد:- جمعہ کے بعد سنن مؤکدہ امام صاحبؒ کے نزدیک تو فقہاء نے چار رکعت لکھی ہیں، ان کے تلامذہ نے چھ کو سنت کہا ہے، پھر افضل چھ پڑھنے کی صورت میں یہ ہے کہ چار پہلے پڑھے اور دو ان کے بعد تاکہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز اسی جیسی ہونے سے احتراز ہوجائے کہ اول دو رکعت فرض پڑھے گا پھر دو رکعت سنت پڑھے گا تو ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز ہوجائے گی[۱]، جو بظاہر حدیث **لا یصلی بعد صلاۃ مثلھا**[۲] کے خلاف ہے مگر میں نے آج (۵ ج، ۱/۱۴۰۶ھ) اس کے خلاف کیا ہے، کہ پہلے دو پڑھ لیں بعد میں چار رکعت پڑھیں کیوں کہ اجازت اس کی بھی ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لئے قیام وتکبیر

ارشاد:- درمختار علی ہامش[۳] رد المحتار ص ۱/۵۱۵، میں سجدۂ تلاوت کی تعریف یہ لکھی

---

۱ واما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر فى "الاصل" واربع قبل الجمعة واربع بعدها وكذا ذكر الكرخى وذكر الطحطاوى عن ابى يوسف انه قال: يصلى بعدها ستا وقيل هو مذهب على رضى الله عنه (الى قوله) قال ابو يوسف ينبغى ان يصلى اربعا ثم ركعتين كذا روى عن على رضى الله عنه كيلا يصير متطوعا بعد صلاة الفرض بمثلها (بدائع زكريا ص ۱/۶۳۹، الصلاة المسنونة وبيان مايكره منها، بحر كوئٹه ص ۲/۴۹، باب الوتر والنوافل، حلبى كبير ص ۳۸۹، فصل فى النوافل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

۲ نصب الرايه ص ۲/۱۴۸، باب النوافل، مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل گجرات،

۳ درمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۵۸۰، باب سجود التلاوة، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۰۶، ۴۰۷، باب سجود التلاوة، مطبوعه مصرى، بحر كوئٹه ص ۲/۱۲۶/۱۲۷، باب سجود التلاوة،

ہے ”سجدة بين تكبيرتين مسنونتين وبين قيامين مستحبين“ یعنی سجدۂ تلاوت وہ سجدہ ہے جو دو مسنون تکبیر اور دو مستحب قیام کے درمیان ادا کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر دونوں مسنون ہیں، اور قیام دونوں مستحب ہیں پس اگر اس طرح سجدہ کیا کہ سجدہ سے پہلے بھی بیٹھا تھا قیام نہیں کیا اور سجدہ کے بعد بھی بیٹھا رہا قیام نہ کیا تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔

تراویح کی بیس رکعات کا ثبوت

سوال:-تراویح کی بیس رکعات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ثابت ہیں؟

ارشاد:-امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا تھا، تو امام صاحبؒ نے فرمایا تھا، کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے وراس کی بیس رکعات حضرت عمرؓ سے ثابت ہیں، جن کو حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے پاس ضرور کوئی دلیل تھی جس کی بنا پر انہوں نے اس کا حکم فرمایا، کذا فی بحر[1] الرائق ص ۲/۶۶، ”وبعد سطور وهو قول الجمهور لما فی المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون فی زمن عمرؓ بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة (ای مع الوتر) وقبل اسطر ثم وقعت المواظبة عليها فی اثناء خلافة عمرؓ ووافقه على ذالک عامة الصحابة“

تراویح میں ختم قرآن شریف پر مٹھائی

سوال:-قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا تقسیم کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ذكر فی الاختيار ان ابا يوسفؒ سأل ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم (بحر كوئٹه ص ۲/۶۶، باب الوتر والنوافل، مراقی مع الطحطاوی ص ۳۳۴، فصل فی صلاة التراويح، مطبوه مصر، شامی زكريا ص ۲/۴۹۳، باب الوتر والنوافل مبحث صلاة التراويح،

ارشاد:-قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا التزام غلط ہے تھانہ بھون میں تراویح میں قرآن شریف ختم کیا گیا اس میں مٹھائی تقسیم نہیں کی گئی کسی صاحب نے چپکے سے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ مٹھائی بانٹوں حضرت نے فرمایا آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے۔(اکابر کا رمضان ص ۳۱)

قرآن شریف کے ختم پر عامۃ جو مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، اس کے لئے چندہ کیا جاتا ہے باقاعدہ فہرست بنائی جاتی ہے، پچھلے سال جو چندہ کیا گیا تھا وہ فہرست بھی سامنے رکھی جاتی ہے کہ فلاں صاحب نے گذشتہ سال اتنے روپے دئے تھے مقابلہ ہوتا ہے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر اتنے ذرا سے پیسے دیئے "**لَا یَحِلُّ مَالُ اِمْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْہُ**"[1] (کسی مسلمان کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں) اس طرح سے چندہ وصول کر کر کے مٹھائی تقسیم کرنا منع اور اس کا کھانا بھی درست نہیں، چھتہ مسجد ہو یا دارالعلوم کی مسجد ہو یا کوئی اور مسجد ہو کسی بھی مسجد کا جو عمل ہے وہ شرعاً معتبر نہیں، شرعی دلائل چار ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ، اجماع امت، قیاس مجتہد[2]، باقی ان چاروں کے علاوہ کوئی شئ معتبر نہیں۔

خطبۂ جمعہ وعید

ارشاد:-خطبۂ جمعہ شرائط جمعہ سے ہے، لیکن خطبۂ عید سنت ہے، شرط نہیں[3]، البتہ سننا

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۵۵، باب الغصب، مطبوعہ دیوبند،

[2] فان اصول الفقه اربعة كتاب الله، وسنة رسوله، واجماع الامة، والقياس، (اصول الشاشی ص ۵)

[3] تجب صلاتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها سوى الخطبة فانها سنة بعدها (درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۵، باب العیدین، مراقی مع الطحطاوی ص ۴۳۳، باب احکام العیدین، مطبوعہ مصر، بحر کوئٹہ ص ۲/۱۵۸، باب العیدین)

اس کا بھی واجب ہے، (جبکہ اس کے سامنے شروع ہوگیا ہو اگر کوئی شخص خطبہ شروع ہونے سے پہلے چلا جائے تو درست ہے، اور اس پر خطبہ سننا واجب نہیں[۳]۔

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کا مطلب

ارشاد:- حدیث "لَاتَجْعَلُوْا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ" اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (مسلم شریف ص[۲] ۱/۲۶۵) کا ایک مفہوم تو معروف ومشہور ہے کہ نفل نماز کا کچھ حصہ گھروں میں رکھا کرو، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص تمہارے گھر آئے اس کو کچھ کھلا پلا دیا کرو، جس طرح آدمی قبرستان سے خالی ہاتھ لوٹتا ہے اہل قبور سے اس کو کچھ نہیں ملتا اسی طرح تم اپنے پاس آنیوالے کو خالی واپس مت کیا کرو، کچھ کھلا پلا دیا کرو۔

بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا

سوال:- نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے؟

ارشاد:- جی ہاں ثابت ہے، حافظ ابن السنیؒ حنبلی تلمیذ امام نسائی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں مرفوعا روایت نقل کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سر کے اگلے حصہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر "اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ[۳]"

---

[۱] ويخطب بعدها خطبتين وهما سنة فلو خطب قبلها صح واساء ومايسن فى الجمعة ويكره يسن فيها ويكره اى الا التكبير وعدم الجلوس قبل الشروع فيها فانهما سنة هنا لا فى خطبة الجمعة، (الدر مع الشامى زكريا ص۳/۵۷، باب العيدين)

[۲] مسلم شريف ص۱/۲۶۵، كتاب الصلوة، باب استحباب صلاة النافلة فى بيته الخ، مطبوعه بلال ديوبند،

[۳] عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قضىٰ صلوته، مسح جبهته بيده اليمنىٰ ثم قال اشهد ان لااله الا الله الرحمن الرحيم اللهم اذهب عنى الهم والحزن الخ، كتاب عمل اليوم والليلة لابن السنى ص ۳۱، باب مايقول فى دبر صلاة الصبح،

پڑھتے تھے علامہ جزریؒ نے بھی حصن حصین ص[1]۱۰۷، میں ابن سنی اور ابویعلی دونوں سے نقل کیا ہے پوری دعا اس طرح ہے: بِسْمِ اللهِ الَّذِی لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ،

دعا میں ابتدا کس سے کرے

عرض:- دعا پہلے اپنے لئے اور متعلقین کے لئے کیجائے پھر امت کے لئے یا پہلے امت کے لئے پھر اپنے لئے۔

ارشاد:- پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے۔[2]

عرض:- حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے کہ مراقبۂ دعائیہ میں دس منٹ امت کے لئے دعا کریں، اور قرآن پاک میں ہے "رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ" اس میں ابتداء اپنی طرف سے کی گئی ہے، ان میں افضل اور مسنون کیا ہے؟

ارشاد:- دس منٹ کا مراقبہ دعائیہ دراصل علاج ہے، غفلت کا اس لئے ہے کہ قلب کے اندر غفلت پیدا نہ ہو بلکہ استحضار رہے لیکن اصل دعا کی ترتیب یہی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے جیسا کہ رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ سے معلوم ہوتا ہے۔[3]

---

[1] حصن حصین مع ترجمہ قول متین ص ۲۳۲، تیسری منزل، نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی دعائیں، مطبوعہ ملک پبلشرز دیوبند،

[2] اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَانَ اِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهٖ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ابتداء اپنے نفس سے فرماتے، (جمع الفوائد ص ۲/۳۹۳، کتاب الاذکار والادعیة وقت الدعاء وحال الداعی وکیفیة الدعاء، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

[3] سورۂ نوح آیت: ۲۸،

دعا کو کلمہ پر ختم کرنا

سوال:- دعا کے آخر میں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ پڑھنا کیا بدعت ہے؟

جواب:- دعا کو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ پر ختم کرنا بدعت نہیں[۱]، وَیَشُمُّ رَائِحَۃُ الْاِسْتِدْلَالِ مِنْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامَ مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَااِلٰہَ اِلاَّ اللہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ، یعنی لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ[۲] کے آخر دعا میں پسندیدہ ہونے پر کسی قدر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ

سوال:- تذکرۃ الرشید ص ۲/۲۹۱، میں ہے کہ حضرت گنگوہیؒ سے مولانا ولایت حسین صاحبؒ نے سوال کیا کہ نماز کے درود شریف میں لفظ سیدنا ملانا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- ملانا چاہئے۔

عرض:- کسی روایت میں لفظ سیدنا پایا نہیں گیا،

ارشاد:- اگر چہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سیدنا نہ فرمایا ہو مگر ہمیں یہی لائق ہے کہ لفظ سیدنا ملائیں، اسی طرح (شامی ص[۳] ۱/۳۴۵) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[۱] حضرت اقدس زید مجدہم کا بھی گاہے گاہے اس پر عمل بندہ کے علم میں ہے۔

[۲] مشکوۃ شریف ص ۱۴۱، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضرہ الموت، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:- جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا جنت میں داخل ہوگا۔

[۳] والا فضل الاتیان بلفظ السیادۃ کما قالہ ابن ظہیرۃ وصرح بہ جمع وبہ افتی الشارح لان فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل الخ، شامی زکریا ص ۲/۲۲۴، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی جواز الترحم علی النبیؐ ابتداءً،

آپ صلی علیہ وسلم کے مبارک نام کے ساتھ لفظ سیدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔

سوال:-علی ہذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ درود شریف میں لفظ سیدنا اور وصحبہ کا اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ضرور کرلیں، (یعنی اضافہ نہ کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں) اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے اتنی بات تو سمجھ میں آ گئی کہ لفظ سیدنا درود شریف میں بڑھا دینا چاہئے، مگر ہم بچوں کے لئے ابتدائی ضروری امور سے متعلق کوئی رسالہ چھپوانا چاہتے ہیں اس میں جو ہم درود شریف بچوں کو یاد کرانے کے لئے لکھیں گے تو کیا اسی میں لفظ سیدنا کا اضافہ کر کے چھپوادیں اس کی گنجائش ہے۔

جواب:- بچوں کو جو درود شریف سکھایا جائے اس میں لفظ سیدنا کا بڑھا دینا مناسب ہے چھپوانے کی بھی گنجائش ہے، مگر التحیات میں جو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ سیدنا نہ بڑھایا جائے[1]۔

---

[1] واعتراض بان هذا مخالف لمذهبنا لما مر من قول الامام من انه لو زاد فی تشهد او نقص فیه کان مکروها قلت فیه نظر فان الصلاة زائدة علی التشهد لیست منه نعم ینبغی علی هذا عدم ذکرها فی واشهد ان محمدا عبده ورسوله، شامی ص:۲۴۵، ج:۱، مطبوعه نعمانیه، وشامی زکریا ص:۲۲۴، ج:۲، باب صفة الصلاة، قبیل مطلب فی الکلام علی التشبیه فی کما صلیت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنائز

﴿جنازہ کے مسائل﴾

حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت کثیر افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں؟

سوال:- حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت بہت سے افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں؟

جواب:- روح المعانی[1] میں لکھا ہے کہ روح نکالنے کے تین طریقے ہیں، اور تینوں

---

[1] والتحقیق انه لامانع من نسبة التوفی الی الله تعالیٰ والی ملک الموت والی اعوانه ..... وفی القرآن الله یتوفی الانفس ویتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ومثله توفاهم الملائکة ظالمی انفسهم الخ، روح المعانی ص۱۲۵/۵، سورۂ نساء آیت:۹۷، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند،

قرآن کریم سے ثابت ہیں، (۱) کبھی حق تعالیٰ شانہ خود نکالتے ہیں، ارشاد ہے: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا[۱] (۲) کبھی حضرت عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں، ارشاد ہے: قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِی وُکِّلَ بِکُمْ[۲] (۳) کبھی دوسرے فرشتے نکالتے ہیں، ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ ظَالِمِی اَنْفُسِھِمْ[۳].

زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں

عرض:- حضرت لوگ آج کل زمزم کے پانی میں کپڑے بھگو کر لاتے ہیں تاکہ کفن میں اس کو استعمال کیا جائے، اس کی کیا حقیقت ہے اور ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد:- فتاویٰ امدادیہ[۴] میں لکھا ہے کہ زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں نہ دیا جائے کیونکہ جس میں کفن دیں گے اس میں لاش پھولے گی، پھٹے گی خون پیپ بہے گا اب زمزم میں بھگوئے ہوئے کپڑے کی بے حرمتی ہوگی، اور (فتاویٰ عزیزیہ[۵]) میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ

---

[۱] سورۂ زمر آیت: ۴۲، اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔ (بیان القرآن)

[۲] سورۂ سجدہ آیت: ۱۱، آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے (بیان القرآن)

[۳] سورۂ نساء آیت: ۹۷، بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا۔ (بیان القرآن)

[۴] جزئیہ مصرحا از نظر نگذشتہ لیکن حکم فقہاء بکراہت استنجاء از ماء زمزم دلیلے صریح است بر وجوب احترام او و در دیگر جا تصریح کردہ اند بوجوب صیانت اشیاء محترمہ از تعریض برائے صدید میت ونجاست او چنانچہ امر اول در کتاب الطہارت وکتاب الحج از درمختار وامر ثانی در کتاب الجنائز از ردالمحتار مصرح مذکور است واز مجموعہ مستفاد می شود کراہت ایں فعل، امداد الفتاوی ص ۷۱۵/۱، باب الجنائز، مطبوعہ زکریا دیوبند،

[۵] فتاویٰ عزیزی ص ۱۶۸/۱، مجموعۂ رسائل خمسہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ، رسالہ فیض عام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا میرے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا عنایت فرمادیجئے تو جواب میں فرمایا کہ دادہ خواہد شد، یعنی تم کو دیا جائے گا اس پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔

ارشاد:- میں کہتا ہوں کہ زمزم میں تر کئے ہوئے کپڑے سے بہت زیادہ مبارک اور متبرک کپڑا تو وہ ہے کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا اور پھر عبداللہ بن ابی بن سلول کے لئے مرحمت فرمایا جس میں اس کو اس کے صاحبزادہ صحابی نے کفن دیا[1]، اسی طرح ایک مرتبہ ایک صحابی نے ازار ہدیہ میں پیش کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بہت پسند فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہن لیا ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ تو بہت اچھی لگتی ہے یہ مجھے عنایت فرمادیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا اندر تشریف لے گئے اور ازار بدل کر لاکر عنایت فرمادیا، ان صحابی نے اس کو لیا جس کو آپؐ نے پسند فرمایا تھا، صحابی نے کہا کہ میں نے پہننے کے لئے تھوڑا ہی لیا ہے میں نے تو اپنے کفن کے لئے تبرک کے طور پر لیا ہے[2]، میں کہتا ہوں کہ یہ کپڑا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگا زمزم سے بہت زیادہ متبرک ہے، مگر اس کا اہتمام کرنا برا ہے جیسا کہ حاجی لوگ زمزم میں ڈبو کر سکھا کر لاتے ہیں ایسا اہتمام غلط ہے ہاں بغیر اہتمام کے ایسا کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔

---

[1] عن عبد اللہؓ بن عمر قال لما مات عبد اللہ ابن ابی جاء ابنه الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال اعطنی قمیصک حتی اکفنه فیه وصلی علیه واستغفر له فاعطاه قمیصه الحدیث، نسائی شریف ص ۲۰۹/۱، کتاب الجنائز، القمیص فی الکفن، مطبوعه فیصل دیوبند،

[2] بخاری شریف ص ۱۷۰/۱، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ایصال ثواب کیسے کریں؟

سوال:- ہمارے آباء واجداد کے ہم پر احسانات ہیں جی چاہتا ہے، کہ کوئی عمل ایسا کروں کہ اگر خدانخواستہ ان پر عذاب ہو یا کسی طرح کی کچھ تکلیف ہو تو وہ رفع ہو جائے یا اس میں تخفیف ہو جائے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- بے شمار اعمال ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواں کھود دو جب تک مخلوق خدا اس کنویں سے فائدہ اٹھاتی رہے گی اس کا ثواب ملتا رہے گا، یا باغ لگایا پھر اس کو غرباء ومساکین کے لئے وقف کر دیا تو جتنے لوگ اس سے پھل کھاتے رہیں گے نفع اٹھاتے رہیں گے میت کو ثواب ہوتا رہے گا اسی طرح مسجد بنادی یا اس میں صف بچھادی تو جب تک اس مسجد کے اندر لوگ نماز پڑھتے رہیں گے میت کو ثواب ملتا رہے گا یا طلباء دینی کتابیں پڑھنے والے ہیں کتابیں لیکر مدرسہ میں وقف کر دیں جب تک طلبہ پڑھتے رہیں گے جتنا پڑھتے رہیں گے میت کو ثواب ہوتا رہے گا پھر جن جن کو وہ پڑھاتے رہیں گے ان کا ثواب بھی ہوتا رہے گا پھر وہ بھی جن جن کو پڑھاتے رہیں گے ان کا ثواب بھی پہونچتا رہے گا، اسی طرح اور بھی بے شمار راستے ہیں[1]۔

ایصال ثواب کیلئے قرآن شریف پڑھنے پر اجرت

سوال:- ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھا گیا تو اس پر اجرت لینا، دینا، کیسا ہے؟

---

[1] عن انس سبع یجری للعبد اجرهن وهو فی قبره بعد موته من علم علما او اجری نهرا او حفر بئرا او غرس نخلا او بنی مسجدا او ورث مصحفا او ترک ولدا یستغفرله بعد موته، کنز العمال ص ۹۵۴/۱۵، رقم الحدیث: ۴۳۶۶۲، مطبوعه بیروت،

جواب:- اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں خواہ وہ اجرت کی شکل میں ہو یا مٹھائی، دعوت وغیرہ کی صورت میں ہو، نہ ایسے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، نہ میت کو نہ پڑھنے والے کو، قَالَ تَاجُ الشَّرِیْعَةِ فِی شَرَحِ الْهِدَایَةِ اِنَّ الْقُرْآنَ بِالاُجْرَةِ لَایَسْتَحِقُ الثَّوابَ لاَ لِلْمَیِّتِ وَلاَ لِلْقَارِی وَقَالَ الْعَیْنِی فِی شَرَحِ الْهِدَایَةِ وَیُمْنَعُ الْقَارِی لِلدُّنْیَا وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِی اٰثِمَانِ[1]

ایصال ثواب کرنے والوں کی دعوت

سوال:- اگر نوافل پڑھ کر ثواب پہونچائیں یا قرآن شریف پڑھیں یا کسی وقت یہ خیال کر کے حضرات علماء کی دعوت کی اور کچھ پکایا تا کہ وہ حضرات آئیں تہلیلات یا قرآن پاک پڑھیں تو کیا ثواب پہنچے گا؟

جواب:- ہاں ثواب ضرور پہنچتا ہے مگر اس میں ایسی صورت نہ ہو کہ جن کو قرآن شریف پڑھنے کے لئے بلایا ہے وہیں سے انہوں نے اپنے ذہن میں تجویز کر لیا کہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے بلایا ہے کھنا نا ملے گا وہاں یہ غلط ہے اس نیت کے ساتھ پڑھنے والے ہی کو ثواب نہ ملے گا تو میت کو کیا ثواب پہونچے گا، غرض قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب پہونچائیں نفلیں پڑھ کر ان کو ثواب پہونچائیں سب طرح درست ہے[2]، حضرت ابو ہریرہؓ نے

---

[1] شانی نعمانیه ص ۵/۳۵، شامی کراچی ص ۶/۵۶، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، کتاب الاجارة،

[2] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها، شامی نعمانیه ص ۶۰۵، ج ۱، کتاب الجنائز، مطلب فی القراء ة للمیت واهداء ثوابها، زیلعی ص ۸۳، ج ۳، باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص ۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه،

وصیت فرمائی کہ کوئی شخص فلاں مسجد میں جائے دو رکعت پڑھ کر مجھ کو ثواب پہونچا دے کہ یا اللہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

طعام میت غنی کے لئے

ارشاد:- ایصال ثواب کا کھانا غنی (مالدار) کو نہ کھانا چاہئے فتاویٰ رشیدیہ میں مکروہ تنزیہی لکھا ہے[1]۔

قبروں کی درمیانی جگہ میں چلنا

سوال:- قبروں کی درمیانی جگہ میں جوتے پہن کر چلنا کیسا ہے؟

جواب:- دو قبروں کی درمیانی جگہ میں جوتا پہن کر چلنے کی گنجائش ہے، عالمگیری ص۱۶۷[2]، ج۱، میں ہے: **والمشی فی المقابر بنعلین لایکرہ عندنا،**

قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام

ارشاد:- قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام کرنا ثابت نہیں، ہاں جاتے وقت سلام کرنا وارد ہوا ہے[3]۔

---

[1] تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۱، جنازے اور میت اور قبروں کے مسائل کا بیان، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاهور،

[2] عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷، ج ۱، کتاب الجنائز، الفصل الرابع فی القبر والدفن الخ،

[3] کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمهم (ای الصحابة) اذا خرجوا الی المقابر (ای للزیارة) ان یقولوا (عند وصولهم الیها) السلام علیکم الخ، (مشکوة شریف ص۱۵۴، باب زیارة القبور، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مرقاة شرح مشکوة ص۱۱۴/۴، مطبوعه مجلس اشاعة المعارف ملتان،

روزانہ زیارتِ قبور

عرض:- روزانہ قبرستان جانا اور ایصال ثواب کے لئے فاتحہ وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد:- درست ہے، (اس لئے کہ زیارت قبور کے جواز واستحباب پر دلالت کرنے والی روایات مطلق ہیں، ان میں کسی یوم یا وقت کی تحدید نہیں کی گئی[1] اور قاعدہ ہے **المطلق یجری علی اطلاقه**)[2]

بعد عید زیارت قبور

ارشاد:- بعد نماز عید قبرستان جانا اور ایصال ثواب کرنا اس میں کچھ حرج نہیں (اس واسطے کہ زیارت قبور کے متعلق وارد ہونے والی روایات[3] مطلق ہیں)

---

[1] عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال زار النبى صلى الله عليه وسلم قبر امه فبكى وابكى من حوله فقال استاذنت ربى فى ان استغفر لها فلم يؤذن لى واستأذنته فى ان ازور قبرها فاذن لى فزوروا القبور فانها تذكر الموت، رواه مسلم، عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة رواه ابن ماجه (مشكوة شريف ص ۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] القواعد الفقهية ص ۱۲۴، قاعده: ۳۳۱، مطبوعه دار الكتاب ديوبند،

[3] عن بريدةؓ قال قال رسول صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها الحديث، مشكوة شريف ص ۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الاعتکاف

اعتکاف کے مسائل

اہتمام اعتکاف

سوال:- کیا اعتکاف کا اہتمام حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے؟

جواب:- اولاً تو جو چیز مقصود اعتکاف ہے وہ حضرات صحابہ کرام کو چلتے پھرتے مشاغل میں مشغول رہنے کے باوجود بھی حاصل تھی، آج وہ چیز اعتکاف سے بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے، تاہم ان حضرات سے اعتکاف کا اہتمام ثابت ہے۔ (مسلم شریف ص[1] ۱/۳۷۰) پر ہیکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا آپ کے

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبۃ ترکیۃ ..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش میں کیا تھا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف بھی اسی واسطے کیا، پھر مجھے کسی بتانے والے نے بتایا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے، اس لئے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہے، جن حضرات نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں، چنانچہ اخیر عشرہ کا اعتکاف فرمایا، صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے، نیز (بخاری ص[1] ۱/۲۷۲) اسی طرح (مسلم شریف ص[2] ۱/۳۷۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے بھی خیمے لگائے گئے۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ازواج مطہرات کا (اپنے اپنے مکانوں میں) اعتکاف کرنا منقول ہے (حوالہ بالا) اسی طرح حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ صحابی جنگل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ).....علی سدتها حصير قال فأخذ الحصير بيده فنحاها فی ناحية القبة ثم اطلع رأسه فكلم الناس فدنوا منه فقال انی اعتكفت العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر الاوسط ثم اتيت فقيل لی انها فی العشر الاواخر، فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس، الحديث، مسلم شريف ص ۱/۳۷۰، باب فضل ليلة القدر، مطبوعه سعد ديوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] عن عائشة ان النبی صلی الله عليه وسلم اراد ان يعتكف فلما انصرف الی المكان الذی اراد ان يعتكف اذا اخبية خباء عائشة وخباء حفصة وخباء زينب، الحديث، بخاری شريف ص ۱/۲۷۲، باب الاعتكاف، باب الاخبية فی المسجد، مطبوعه اشرفی ديوبند،

[2] مسلم شريف ص ۱/۳۷۱، كتاب الاعتكاف، مطبوعه سعد ديوبند،

[3] گواس کو نبی علیہ السلام نے گوارہ نہ فرمایا اس بنا پر کہ آپ کو ان کے غیر مخلص ہونیکا اندیشہ ہوا یا بوجہ غیرت کے کہ مسجد میں مرد بھی ہوں گے منافق دیہاتی سبھی قسم کے لوگ آئینگے پھر حاجات بشریہ کے لئے انکا خروج بھی ہوگا یا اس بنا پر کہ آپ کا ان کے ساتھ مسجد میں ہونا مقصد اعتکاف تخلی عن الدنيا والازواج کو فوت کردیگا۔ (نووی شرح مسلم ص ۱/۳۷۱، مطبوعه سعد ديوبند)

میں رہتے تھے، رمضان شریف کی تیئسویں شب میں اعتکاف کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آتے، اور بائیسویں روز کو عصر بعد مسجد نبوی میں داخل ہوتے، رات بھر اعتکاف کرتے صبح کو نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے، تو اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر گھر آجاتے (کذافی مشکوۃ ص[۱] ۱۸۲/۱) علاوہ ازیں قرآن پاک میں سے "وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ"[۲] حالت اعتکاف میں بیوی سے مباشرت نہ کرو، اس میں "اَنْتُمْ" اپنے اندر عموم رکھتا ہے، خطاب عام ہے جس میں سب داخل ہیں، اس سے بھی اعتکاف کی اہمیت بخوبی ظاہر ہے فقہاء بھی عورتوں کے لئے مسجد بیت میں اعتکاف کو مستحب لکھتے ہیں[۳]، اس کی مقدار بھی بتاتے ہیں، کہ ایک ساعت ہے[۴]، مثلاً نماز کے لئے مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرلے۔

مقصد اعتکاف کیا ہے؟

سوال:- اعتکاف کس کے لئے ہوتا ہے، یکسوئی کے لئے یا عبادت کے لئے؟

---

[۱] عن عبد الله بن انيس قال قلت يارسول الله ان لى بادية اكون فيها وانا اصلى فيها بحمد الله فمرنى بليلة انزلها الى هذا المسجد فقال انزل ليلة ثلث وعشرين قيل لابنه كيف كان ابوك يصنع قال كان يدخل المسجد اذا صلى العصر فلا يخرج منه لحاجة حتى يصلى الصبح فاذا صلى الصبح وجد دابته على باب المسجد فجلس عليها ولحق ببادیته، مشكوة شريف ص ۱۸۲، باب ليلة القدر، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[۲] سورۂ بقرہ آیت: ۱۲۷،

[۳] او لبث امرأة فى مسجد بيتها الخ، درمختار على الشامى زكريا ص ۴۲۹/۳، باب الاعتكاف،

[۴] واقله نفلا ساعة من ليل او نهار عند محمد وهو ظاهر الرواية، درمختار على الشامى زكريا ص ۴۳۳/۳، باب الاعتكاف،

جواب:- یکسوئی کے ساتھ کثرت عبادت کے لئے ہوتا ہے[1]۔

سوال:- یکسوئی کا کیا مطلب ہے؟

جواب:- یہ نہ ہو کہ فلاں کام کرنا ہے فلاں جگہ جانا ہے فلاں سے ملنا ہے، یعنی وہ وقت عبادت ہی کے لئے فارغ ہو۔

؎ میں ہوں اور یاد میرے رب کی

---

[1] ولما كان الاعتكاف في المسجد سببا لجمع الخواطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعة والتشبه بالملائكة الخ، حجة الله البالغة ص ۲/۵۱، قبيل من ابواب الحج، مطبوعه مصرى،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحج

﴿حج کے مسائل﴾

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

سوال:- حج کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" مشہور ہے کہ جس شخص نے عمرہ کیا اس پر حج فرض ہوگیا کیا ایسا ہے؟

جواب:- "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" سے معلوم ہوا کہ وہاں پہنچنے کی استطاعت ہو، موسم حج میں اتنی استطاعت ہو کہ وہاں تک پہونچے، چاہے عمرہ کے ارادے سے پہونچے یا کسی اور ارادہ سے، جب استطاعت پائی گئی تو حج فرض ہوگیا، لیکن استطاعت کے ساتھ عمرہ کرنا حج نہ کرنا بڑی کوتاہی ہے، ہاں جو زمانہ حج کا نہ ہو اس وقت اگر استطاعت ہے تو حج فرض نہ ہوگا[1]۔

---

[1] واما وقته فاشهر معلومات والاشهر المعلومات شوال وذوالقعدة وعشر ذی الحجة اذا عمل شيئا من اعمال الحج من طواف وسعی قبل اشهر الحج لا يجوز واذا عمل فيها يجوز، عالمگيری ص ۲۱۶/۱، کتاب المناسک، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۳۹۰/۱، کتاب الحج، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، شامی زکريا ص ۴۷۴/۳، کتاب الحج،

سوال:- وہاں مرد وعورت اکٹھے طواف کرتے ہیں اس کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب:- کہاں اجازت دی ہے؟ شریعت نے تو اجازت نہیں دی ہے[1]۔

سوال:- پھر عورتیں طواف کیسے کرسکتی ہیں؟

جواب:- مرد اور عورت کے لئے الگ الگ اوقات مقرر کردئے جائیں تو کیا پریشانی ہے جیسے کہ مدینہ طیبہ میں عورتوں اور مردوں کے لئے زیارت کے الگ الگ اوقات متعین ہیں۔

سوال:- چلئے طواف کا مسئلہ تو حل ہوسکتا ہے لیکن نماز کی صفوں کا کیا ہوگا وہ تو بیچ میں گھستی چلی جاتی ہیں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہاں کی فضیلت ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب کیسے حاصل ہوگا؟

جواب:- ثواب کی یہ تفصیل صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے بارے میں وضاحت ہے کہ ان کے لئے بہتر گھر کی مسجد ہے[2]۔

حج کے قبول ہونے کی علامت

سوال:- حج کے قبول ہونے کی علامت کیا ہے؟

جواب:- اس کی علامت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ حج کے بعد کے حالات حج سے پہلے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا ہجوم ہو کہ عورتوں کا جسم مردوں کے جسم سے لگنے کا اندیشہ ہو ایسی حالت میں عورتوں کو طواف کرنا جائز نہیں، اس وقت اس میں عموماً بے احتیاطی برتی جاتی ہے، **اللهم احفظنا، كما يستفاد ولاتقرب الحجر في الزحام لمنعها من مماسة الرجال اشار الى مافي اللباب من انها عند الزحمة لا تصعد الصفاء ولا تصلى عند المقام الخ، شامي زكريا ص ۳/۵۵۲، كتاب الحج، قبيل باب القرآن،**

[2] حدیث شریف میں ہے "**وبيوتهن خير لهن**" انکے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں، **مشكوة شريف ص ۹۶، باب الجماعة، الفصل الثاني، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،**

کے حالات سے بہتر ہوں، اتباع سنت زیادہ ہو، طاعات کی رغبت خوب ہو، معاصی سے نفرت ہو، اگر یہ سب نہ ہوتو علامت ہے کہ قبول نہیں ہوا[1]۔

باقی جو کام اپنے سے متعلق نہیں اس کے درپے نہیں ہونا چاہئے، اپنے سے متعلق یہ ہے کہ شرائط کے مطابق عمل کریں اور دعا کریں، قبولیت اللہ پر چھوڑ دیں۔

مسجد نبویؐ کی حاضری پر اول کیا عمل کرے

سوال:- مسجد نبویؐ میں پہنچ کر پہلے کیا عمل کرنا چاہئے؟

جواب:- سب سے پہلے ریاض الجنۃ میں دو رکعت پڑھنی چاہئیں اس بات کے شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا اس کا بڑا احسان ہے اس کے بعد روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر حاضر ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنا چاہئے پھر قرآن شریف کی تلاوت کرے اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے یہ ابتدائی معمولات ہیں وہاں کے[2]۔

زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اس کی برکت ختم نہیں ہوتی

سوال:- زمزم کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں دوسرا پانی ملایا جائے تو اس صورت میں

---

[1] عن الحسن انه قيل له ما الحج المبرور قال ان يرجع زاهدا فى الدنيا راغبا فى الآخرة، مرقات ص۱۶۸/۳، كتاب المناسك، الفصل الاول، مطبوعه ممبئى، فتاوى رحيميه ص۱۱۴/۳، مكتبه رحيميه گجرات،

[2] ومابين قبره ومنبره روضة من رياض الجنة ..... فتسجد شكراً لله تعالىٰ باداء ركعتين غير تحية المسجد شكر لما وفقك الله تعالىٰ ومن عليك بالوصول اليه ثم تدعوا بما شئت الخ، (مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۶۱۳، كتاب الحج، فصل فى زيارة النبىؐ، مطبوعه مصرى)

بھی اس کی وہی برکت رہتی ہے اور نسائی شریف[1] کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی آئے تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرما کر فرمایا تھا کہ جب پانی تھوڑا رہ جائے تو دوسرا ملا لینا تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- جی ہاں انشاء اللہ اس طرح زمزم میں دوسرا پانی ملا لینے سے اس کی برکت باقی رہے گی ختم نہ ہوگی۔

---

[1] سائل کی مراد نسائی شریف کی یہ روایت ہے، عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِی قَالَ خَرَجْنَا وَفْداً اِلیٰ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ وَاَخْبَرْنَاہُ اِنْ بِاَرْضِنَا بَیْعَۃً لَنَا فَاسْتَوْھَبْنَاہُ مِنْ فَضْلِ طُھُوْرِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّہٗ فِی اِدَاوَۃٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اَخْرِجُوا فَاِذَا اَتَیْتُمْ اَرْضَکُمْ فَاکْسِرُوا بِیْعَتَکُمْ وَانْضَحُوا مَکَانَھَا بِھٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوھَا مَسْجِداً قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِیْدٌ وَالْحَرُّ شَدِیْدٌ وَالْمَاءُ یَنْشَفُ فَقَالَ مُدُّوْہُ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّہٗ لاَ یَزِیْدُہٗ اِلَّا طِیبا الخ (نسائی شریف ص ۱/۸۱، کتاب المساجد، باب اتخاذ البیع مساجد، مطبوعہ فیصل دیوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح والطلاق

﴿مسائل نکاح وطلاق﴾

غیر جنس سے نکاح

ارشاد:- غیر جنس سے نکاح حرام ہے، مثلاً انس کا جنیہ سے یا انسیہ کا جن سے۔ کذا فی الاشباہ[1] ص ۳۲۷.

نکاح حضرت خدیجہؓ پر گواہ

سوال:- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت مسلمان تھے تو اس نکاح پر گواہ کون تھے؟

---

[1] لاتجوز المناكحة بين بني آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس انتهى (اشباه ص ۱۷۹، الفن الثالث، احكام الجان، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، شامى زكريا ص ۶۱، ج۴، كتاب النكاح، فتاوى حديثيه ص ۶۹، مطلب هل تجوز مناكحة الجن ام لا؟ مطبوعه دارالمعرفة بيروت)

جواب:- کہ اگر ''کا'' لفظ دلالت کررہا ہے کہ آپ کو بوقت نکاح مذکور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان ہونے میں شک ہے اپنے ایمان کی خبر لیجئے کیونکہ نبی قبل النبوت بھی حق تعالیٰ کی رہنمائی کی بنا پر کفر وشرک وغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ان کی حفاظت کی جاتی ہے، آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مناظرہ میں (اس قول پر کہ مناظرہ قبل النبوت ہوا تھا) ستارے کے غروب ہونے پر ''لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ''[1] اور چاند کے غروب ہونے پر ''لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ''[2]

اور آفتاب کے غروب ہونے پر ''اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ''[3] کیسے فرمایا حق تعالیٰ کی رہنمائی ہی تو تھی، رہا حضرت خدیجہؓ سے نکاح مذکور پر گواہ کا مسئلہ سو اس وقت تک احکام شرع کی تفصیل نہیں آئی تھی، تاہم سردارانِ قریش کی ایک مجلس تھی، جو اس وقت کے دستور کے مطابق اس نکاح پر گواہ تھی، جس کا قصہ یہ ہوا کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو خود پیغام نکاح دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ اپنے چچا ابوطالب سے کیا انہوں نے کہا کہ وہ مالدار ہیں ہم غریب آدمی ہیں، ہمارا اور انکا جوڑ نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ خود پیغام دے رہی ہیں، تو پھر کیا مضائقہ ہے، آخر رؤساء قریش کی ایک مجلس منعقد ہوئی اس میں یہ مسئلہ رکھا گیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: **ھٰذَا فحلٌ لایُضْرَبُ عَلٰی اَنْفِہٖ**[4] یعنی یہ

---

[1] سورۃ الانعام آیت: ۷۶، **ترجمہ**:- میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں کرتا (بیان القرآن)

[2] سورۃ الانعام آیت: ۷۷، **ترجمہ**:- اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔ (بیان القرآن)

[3] سورۃ الانعام ص ۷۸، **ترجمہ**:- بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں (بیان القرآن)

[4] انسانوں کی طرح اونٹوں میں بھی خاندان ہوتے ہیں، اہل عرب نیچے خاندان کے اونٹ کو اونچے خاندان کی اونٹنی سے جفتی نہ کرنے دیتے تھے، اگر کوئی اونٹ ایسا کرتا تو اس کی ناک پر تھپڑ مار کر اتار دیتے اور جفتی سے روکدیتے تاکہ مخلوط بچہ پیدا نہ ہو، اور اگر اونچے خاندان کا اونٹ ہوتا، اور اونٹنی جیسا شریف ہوتا تو اس کی جفتی نہ روکتے اور کہتے ''ھذا فحل لایضرب علی انفہ'' یہ فقرہ وہیں سے چلا ہے، از حضرت اقدس سرہٗ۔

ایسا نر ہے جس کی ناک پر نہیں مارا جا سکتا ہے، اشارہ تھا اس طرف کہ اس نکاح کو رد نہ کیا جائے بالآخر نکاح ہو گیا اور یہی مجلس گواہ رہی۔[1]

ایک خطبہ سے متعدد نکاح

عرض:- ایک خطبہ سے متعدد نکاح درست ہیں؟

ارشاد:- ایک خطبہ سے متعدد نکاح پڑھا سکتے ہیں[2]۔

ساس کے بدن پر ہاتھ پڑ گیا

ارشاد:- اگر ساس کے کھلے بدن پر ہاتھ پڑ گیا اور اس وقت شہوت ہوئی یا پہلے سے شہوت تھی اب زیادہ ہوگئی یعنی استلذاذی کیفیت پیدا ہوئی، (اور دوسری شرطیں بھی پائی گئیں) تو اس سے بیوی حرام ہو جائیگی، اور اگر شہوت نہ ہو یا ایسا حائل کپڑا وغیرہ اس کے بدن پر ہو جو ایک دوسرے کی گرمی محسوس نہ ہونے دیتا ہو (یا ان کے علاوہ کوئی شرط مفقود ہو) تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی، **کذا یفهم من الفتاویٰ الهندیه ص ۲۷۴/۱،**[3]

---

[1] پورا واقعہ اور مذکورہ مقولہ **الروض الانف مع السیرة النبویة ص ۲۱۳/۱،** میں مذکور ہے۔ **وله فی خدیجة بنت خویلد رغبة ولها فیه مثل ذلک فقال عمرو، هو الفحل الذی لا یقدع انفه فانکحها منه، الروض الانف ص ۲۱۳/۱، فصل فی تزویجة علیه السلام خدیجة رضی الله عنه، خطبة النکاح،**

[2] اس لئے کہ فقہا نے ہر نکاح کے لئے مستقل خطبہ لازم قرار نہیں دیا ہے، **فتاوی دارالعلوم ص ۱۴۸/۷، مسائل متعلقات نکاح، مطبوعه نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند،**

[3] **القسم الثانی المحرمات بالصهریة وهی اربع فرق الاولیٰ امهات الزوجات (الی قوله) وکما ثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس .....** **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

کتنی مدت تک شوہر باہر رہ سکتا ہے

عرض:-شوہر کو کتنی مدت تک باہر (عورت سے علیحدہ) رہنا درست ہے،

ارشاد:- چار ماہ تک اس لئے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے معلوم کیا تھا عورت بغیر شوہر کے کب تک رہ سکتی ہے؟ انہوں نے بتلایا تین چار ماہ تک اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے فوجیوں کو چار ماہ سے زائد باہر رہنے سے منع فرمادیا تھا[1] (مصنف عبدالرزاق ص ۱۵۱/ ۷)

دارالحرب میں وطی

ارشاد:- امام محمدؒ نے مبسوط میں لکھا ہے، کہ مسلمان کو دارالحرب میں وطی کرنا مکروہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) .....ثم المس انما یوجب حرمة المصاهر اذا لم یکن بینهما ثوب اما اذا کان بینها ثوب فان کان صفیقا لایجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة ..... والشهوة تعتبر عند المس والنظر وحد الشهوة فی الرجل ان تنتشر آلته او تزداد انتشارا ان کانت منتشرا (هندیة کوئٹه ص ۲۷۴/ ۱، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۱/ ۱، باب المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی زکریا ص ۱۰۷/ ۴، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ثم دخل (عمرؓ) علی حفصة فقال انی سائلک عن امر قد اهمنی فافرجیه عنی کم تشتاق المرأة الی زوجها؟ فخفضت رأسها فاستحیت فقال فان الله لا یستحی من الحق فاشارت ثلاثه اشهر والا فاربعة فکتب عمرؓ الا تحبس الجیوش فوق اربعة اشهر (مصنف عبد الرزاق ص ۱۵۱/ ۷، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق، مطبوعه مجلس علمی گجرات، شامی زکریا ص ۳۸۰/ ۴، کتاب النکاح، باب القسم)

ہے کیوں کہ اس سے نطفہ قرار پا جائے گا تو اس میں دارالحرب کے اثرات آئیں گے[۱]۔

وقوع طلاق کے لئے اضافت الی المرأۃ

ارشاد:- وقوع طلاق کے لئے فقہاء نے جس اضافت الی المرأۃ کو شرط قرار دیا ہے، اس سے مراد اضافت معنویہ ہے خواہ نام سے ہو خواہ ضمیر سے خواہ دلالت حال سے مثلاً والدین سے بیوی کے بارے میں جھگڑا ہوا، والدین نے کہا تیری بیوی نے ہمیں پریشان کر دیا اس کو طلاق دیدے اس پر شوہر نے کہا طلاق، طلاق، طلاق، تو تینوں واقع ہوگئیں، اگر وہ کہے کہ میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہیں تھی، تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا، اور اگر اس طرح کا کوئی قرینہ نہ ہو اور شوہر صرف لفظ طلاق بولے تو اس سے معلوم کیا جائے اگر بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی ویسے ہی طلاق بول دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اس کا قول معتبر ہوگا[۲]۔

---

[۱] یجوز للمسلم ان یتزوج کتابیة فی دارالحرب ولکنه یکره لانه اذا تزوجها ثمة ربما یختار المقام فیهم (الی قوله) فربما تحبل منه فتسبی فیصیر مافی بطنها رقیقا وان کان مسلما واذا ولدت تخلق الولد باخلاق الکفار وفیه بعض الفتنة فیکره لهذا (مبسوط سرخسی ص ۵/۵۰، باب نکاح اهل الحرب، مطبوعه دارالمعرفة بیروت)

[۲] لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیها (لترکه الاضافة) ای المعنویة فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنویة وکذا الاشارة (الی ان قال) واما انت اطلق من فلانة ففی النهر عن الوالجیة انه کنایة قال: فان کان جوابا لقولها ان فلان طلق امرأته وقع ولایدین کما فی الخلاصة، لان دلالة الحال قائمة مقام النیة حتی لو لم تکن قائمة لم یقع الا بالنیة (درمختار مع الشامی زکریا ص۴۵۸، ۴۵۹، ج:۴، کتاب الطلاق، باب الصریح، بدائع زکریا ص۴۶۳، ج۳، کتاب الطلاق، فصل النیة فی طلاق الکنایة، تاتارخانیه کراچی ص۲۷۸، ج۳، کتاب الطلاق، ایقاع الطلاق بطریق الاضمار وترک الاضافة،

طلاق میں شک ہوگیا

ارشاد:- نفس طلاق میں شبہ پیدا ہوگیا کہ طلاق دی یا نہیں تو طلاق واقع نہ ہوگی (الاشباہ والنظائر ص[1]۶۱) میں ہے: شَکَّ هَلْ طُلِّقَ اَمْ لاَ لَمْ یَقَعْ وجہ اس کی یہ ہے کہ بذریعہ نکاح جو حلت ثابت ہوئی ہے وہ قطعی ہے، نص قطعی سے ثابت ہوئی ہے، اس کا ازالہ قطعی چیز ہی سے ہوسکتا ہے، صورت مذکورہ میں طلاق قطعی نہیں مشکوک ہے (الاشباہ والنظائر ص[2]۵۶) میں ہے: ''اَلْیَقِیْنُ لاَ یَزُوْلُ بِالشَّکِّ''

.000\INPAGE24 not found.

[1] الاشباہ والنظائر ص۱۰۸، تحت القاعدة الثالثة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند،

[2] الاشباہ والنظائر ص۱۰۰، القاعدة الثالثة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿کتاب الحظر والاباحۃ﴾

باب اول

﴿جنات، تعویذات اور عملیات﴾

جنات میں پیغمبر

سوال:- کیا جنات میں پیغمبر ہوئے ہیں؟

جواب:- جنات میں پیغمبر نہیں ہوئے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں، البتہ مجموعہ جن وانس میں پیغمبر ہوئے ہیں، جو صرف بشر میں سے پیغمبر ہونے کی صورت میں بھی صادق ہے، حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِنْکُمْ الخ[1] سے جو بظاہر جنات میں پیغمبر ہونا مفہوم ہوتا ہے، اس کی ایک تفسیر یہی کی گئی ہے، کہ مجموعی جن وانس سے پیغمبر کا آنا مراد ہے ہر ایک سے پیغمبر کا آنا مراد نہیں مِنْکُمْ میں خطاب کل

---

[1] سورۂ انعام آیت: ۱۳۰، اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے (بیان القرآن)

واحد کونہیں بلکہ مجموعہ کو ہے، کذا فی بیان القرآن[1] ص ۱۲۹/۳، دوسری تفسیر کل واحد کو خطاب ماننے کی تقدیر پر یہ کی گئی ہے کہ رسل سے مراد عام ہے، خواہ پیغمبر ہوں خواہ انکے نائب، جنات میں رسل سے مراد نائبین پیغمبر (جیسا کہ حضورﷺ سے بعض جنات کا وحی الٰہی کو سنکر اپنی قوم تک پہونچانا کلام پاک میں سورۂ احقاف[2] کے آخری رکوع میں مذکور ہے مگر بعض حضرات ابن حزم وغیرہ جنات میں بھی نبی ہونے کے قائل ہیں، (الاشباہ[3] والنظائر ص ۳۳۰، مطبوعہ بیروت) یعنی پیغمبروں سے اپنی قوم کو پہچانے والے مراد ہیں۔ (کذا فی الاشباہ ص ۳۴۰)

کیا جنات نعماء جنت سے مستفید ہوں گے

ارشاد:- کہ جنات کا کفر وشرک وغیرہ معاصی کی بناء پر جہنم میں جانا تو صراحۃً ثابت ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: ''یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ''[4] تم دونوں (جن وانس) پر آگ کا شعلہ چھوڑا جائیگا پھر تم ہٹا نہ سکو گے، نیز ارشاد ہے ''لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ''[5] میں جہنم کو جن وانس دونوں سے بھر دونگا لیکن اعمال صالحہ پر ان کا نعماء جنت سے مستفید ہونا صراحۃً مذکور نہیں اسی لئے امام ابوحنیفہؒ توقف فرماتے ہیں، (الاشباہ[6] والنظائر ص ۲۲۶، میں ہے) لا خلاف فی انهم

---

[1] بیان القرآن ص ۱۲۹/۳، سورۂ انعام، مطبوعہ نعمانیہ دیوبند،

[2] سورۂ احقاف آیت: ۲۹، تا ۳۱،

[3] وذهب الضحاک وابن حزم علی انه کان منهم نبی تمسکا بحدیث الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۸۱، الفن الثانی، احکام الجان،

[4] سورۂ رحمٰن آیت: ۳۵،

[5] سورۂ ھود آیت: ۱۱۹،

[6] الاشباہ والنظائر ص ۱۷۹، الفن الثانی، احکام الجان، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی،

مکلفون مؤمنهم فی الجنة وکافرهم فی النار وانما اختلفوا فی ثواب الطائعین ففی البزازیة معزیا الی الاجناس عن الامام لیس للجن ثواب وفی التفاسیر توقف الامام فی ثواب الجن.

جنات کا اثر انسانوں پر

سوال:-بعض لوگ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، کہا جاتا ہے، اس پر جن کا اثر ہوا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب:-ایسا ہوتا ہوگا اس میں کیا اشکال ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی موت زیادہ تر طعن اور طاعون سے ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت طعن تو ہم جانتے ہیں نیزہ بازی تلوار سے لڑنا، یہ طاعون کیا چیز ہے؟ فرمایا **وخز اعدائکم من الجن** جو جنات تمہارے دشمن ہیں ان کا چوکا، وہ چوکا مارتے ہیں جس کو پلیگ کہتے ہیں[1]، آپ کے یہاں گلے میں گلٹی نکلتی ہے، بغل میں نکلتی ہے، ران میں نکلتی ہے، یہ بھی جنات کے اثر سے ہوتا ہے، دماغ بھی خراب کرسکتا ہے، یہ سب قدرت حق تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہمارے ایک دوست کہا کرتے تھے کہ کیا جن بھی انسان کو ستا سکتا ہے؟

(جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے) میں نے کہا اس کے چہرے پر ایک بھڑ کاٹ لے پھر دیکھئے اس اشرف المخلوقات کا حلیہ کیسا بنتا ہے اس کی صورت کیسی بن جاتی ہے۔

---

[1] عن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یا رسول اللہ هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال وخزا عدائکم من الجن وفی کل شهداء، مسند احمد ص ۴/۳۹۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، ان الشیاطین لهم تصرف فی بنی آدم الخ، شرح فقه اکبر ص ۱۶۲، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

تعویذ کا حکم

سوال:-تعویذ گنڈے کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:-قرآن وحدیث سے ماخوذ علم کے مطابق تعویذ کرنا درست ہے، خواہ وہ علم کے پڑھنے سے حاصل ہو یا جن کے بتانے سے حاصل ہوا ہو، کذا فی الھندیۃ[1] ص ۵/۳۵۶،

سحر،ٹونا،ٹوٹکا

عرض:-حضرت سحر کیا چیز ہے؟

ارشاد:-اس کا تعلق مباشرت اسباب سے ہے، اس کا تعلق مقبولیت سے نہیں، بلکہ وہ تو خارقِ عادت بھی نہیں، وہ تو بعض اسباب خفیہ پر محنت کر کے کام کرنا ہے[2]، اس کو جو شخص بھی اختیار کرے گا، اس سے صدور ہو جائے گا۔ امداد الفتاویٰ کی چھٹی جلد میں ہے کہ حضرت تھانویؒ نے حضرت سہارنپوریؒ سے سوال کیا کہ نبی اور متنبّی میں کیا فرق ہے؟ جو چیز متنبّی کرتا ہے، وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ کرتا ہے، اس کا ثبوت کیا ہے، کہ دعویٰ نبوت کی بنا پر اس سے خارق عادت ظاہر نہیں ہوگا۔

---

[1] واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو ان یقرأ علی المریض والملدوغ او یکتب فی ورق ویعلق او یکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فاباحه عطاء ومجاهد وابوقلابة الخ، عالمگیری ص:۳۵۶، ج:۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فی التداوی الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[2] اهل اللغة یذکرون ان اصله ای فی السحر اللغة لما لطف وخفی سببه احکام القرآن للجصاص ص ۱/۴۱، باب السحر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

حضرت سہارنپوریؒ نے جواب دیا ہے مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ[1]

عرض:-ٹونا ٹوٹکا کی کیا حقیقت ہے؟

ارشاد:-یہ بھی سحر کے بچے ہیں، فرق صرف نام کا ہے۔

سحر کے ذریعہ قتل کرنے والے پر قصاص ہے؟

عرض:-ساحر سحر کے ذریعہ کسی کو قتل کردے تو کیا اس پر قصاص ہے؟

ارشاد:-قصاص تو ایسے قتل کی وجہ سے لازم ہوتا ہے جس میں دھاردار آلہ تلوار وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہو[2]، جس سے عامۃً آدمی مرجاتا ہے، اگر کوئی شخص کسی کو اس کے علاوہ کسی اور طریق سے قتل کررہا ہے، تو اس کے ذمہ قصاص نہیں، ہاں ساحر کو سیاسۃً قتل کیا جاسکتا ہے، قصاصاً نہیں کیوں کہ وہ فتنہ پھیلاتا ہے، اس کو بند کرنے کے لئے اس کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

قبر کی مٹی مریض کو لگانا

ارشاد:-بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر اس کو تبرکاً بغرض شفاء مریض پر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پہلے صاحب قبر کے وارث سے مٹی اٹھانے کی اجازت لے لے، اس

---

[1] حضرت تھانویؒ کے الفاظ یہ ہیں، انبیاء کی نبوت کی دلیل معجزہ اس لئے نہیں ہوسکتا کہ مدعی نبوت کاذبا (متنبّی) سے صدورِ خوارق کے امتناع کی کوئی دلیل قطعی نہیں عقلی یا نقلی نہیں ہے، بلکہ نقلی تو اگر ہو کافی بھی نہیں کیوں کہ مسئلہ عقلیات سے ہے، جواب کے الفاظ یہ ہیں متنبّی یا مبطلِ نبوت سے صدور خوارق نہ عقلی ہے نہ مادی، امداد الفتاویٰ ص۱۶۱، ۱۶۲/۶، اس جواب پر بھی حضرت تھانویؒ کا اشکال اور حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے اس کا جواب ص۲۶۴، اور ص۲۶۵، پر مذکور ہیں،

[2] وجوب القصاص علی کل قاتل عمدا بحدیدة الخ، احکام القرآن للجصاص ص ۱۳۳، ج ۱، باب القصاص، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

کے بعد فرمایا کہ مریض پر بغرض شفاء مٹی ملنا حدیث شریف سے ثابت ہے،عملیات کے تحت وہ حدیث مذکور ہے[1]۔

[1] عن عائشةؓ قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول للانسان اذا اشتكى يقول بريقه ثم قال به فى التراب تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا، ابوداؤد شريف ص۵۴۳، ۵۴۴، ج۲، كتاب الطب، باب كيف الرقى، مطبوعه سعد ديوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

کھانے، پینے کے مسائل

غسل یدوفم قبل طعام وبعد طعام

سوال:- کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ کہاں تک دھونا مسنون ہے۔

جواب:- دونوں ہاتھ رسغین (گٹوں) تک دھونا مسنون ہے، کذا فی نفع المفتی[1] والسائل ص ۱۰۸، مگر بعض لوگ صرف پورووں یا صرف ایک ہاتھ کے دھونے پر اکتفاء کر لیتے ہیں، اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اور غسلِ فم (کلی کرنا) کھانے سے فراغت پر

---

[1] فان السنة ان يغسل اليدين الى الرسغين الخ، نفع المفتى والسائل ص ۹۱، كتاب الحظر والاباحة مايتعلق بالاكل والشرب الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند، شامى زكريا ص ۹/۴۹۰، كتاب الحظر والاباحة،

مسنون ہے کھانے سے پہلے مسنون نہیں۔ فتاویٰ ھندیہ[1] ص ۵/۳۳۷،

دائیں ہاتھ کا سہارا دیکر بائیں ہاتھ سے پانی پینا

سوال:- کھانا کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی پیتے ہیں، اور داہنے ہاتھ کا سہارا دیتے ہیں، کیا اس سے تیامن کی سنت ادا ہو جائیگی؟

جواب:- جزئیہ تو نہیں دیکھا بظاہر معلوم ہوتا ہے، کہ سنت ادا نہیں ہوگی۔

بعد طعام تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا

ارشاد:- کھانا تناول کرنے کے بعد پیر کے تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا صحیح روایت سے ثابت ہے، (بخاری شریف ص[2] ۲/۸۲۰، پر ہے: **لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا وَاَقْدَامُنَا**[3] (حضرت قدس سرہ کو بعض احباب نے اس پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے)

ہسپتال کا گوشت

سوال:- یہاں کے ہسپتالوں میں جو گوشت ملتا ہے، اس کو ہسپتال والے (جو غیر مسلم ہوتے ہیں) شرعی ذبیحہ کہتے ہیں، کیا اس کا استعمال درست ہے؟

---

[1] سئل والدی عن غسل الفم عند الاکل هل هو سنة کغسل الید فقال لا، عالمگیری ص ۵/۳۳۷، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الاکل، مطبوعه کوئٹه، نفع المفتی والسائل ص ۹۱، کتاب الحظر والاباحة مایتعلق بالاکل، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی زکریا ص ۹/۴۹۰، کتاب الحظر والاباحة،

[2] بخاری شریف ص ۲/۸۲۰، کتاب الاطعمة، باب المندیل، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[3] ہمارے لئے ہمارے ہاتھ بازو قدموں کے علاوہ کوئی رومال وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔

ارشاد:- ان کا کیا اعتبار اس گوشت کو نہ کھایا جائے ہاں اگر وہ یہ کہیں کہ یہ گوشت ہم نے مسلمانوں سے خریدا ہے اس لئے حلال ہے تو ان کا قول مقبول ہے، اس واسطے کہ پہلی صورت میں ان کا قول دیانات سے متعلق ہے اور دوسری صورت میں معاملات سے متعلق ہے، **واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات، درمختار علی هامش رد المحتار[1] ص ۵/۲۱۹، سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص ۲/۵۳۰،**

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص ۹/۴۹۷، کتاب الحظر والاباحة، سکب الانهر ص ۴/۱۸۸، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

سلام ومصافحہ

متوضی کوسلام

عرض:- وضوکرنے والے کوسلام کرنا کیسا ہے؟

ارشاد:- اگر وہ وضو کی دعاؤں میں مشغول ہے تو اس کوسلام کرنا مکروہ ہے[1]، گو جواب دینا اس کے لئے مکروہ نہیں[2]، اور اگر وضو کی دعائیں نہیں پڑھ رہا ہے، تو اس کو سلام کرنا بلا کراہت درست ہے، **کذا یفهم من الشامی ص ۱/۴۱۵،**

---

[1] فیکره السلام علی مشتغل بذکر الله تعالیٰ بأی وجه کان (شامی زکریا ص ۲/۳۷۴، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام (هندیة ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل،

[2] رد السلام واجب الا علی من فی الصلاة او باکل شغلا او شرب او قراء ة او ادعیة او ذکرا وفی خطبة او تلبیة (شامی زکریا ص ۲/۳۷۶، باب مایفسد الصلوة، مطلب المواضع التی لایجب فیها رد السلام، هندیة ص ۵/۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل گجرات)

اجنبیہ کے سلام کا جواب

عرض:- اجنبی عورت کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

ارشاد:- اگر گڑبڑ (فتنہ میں مبتلا ہونے) کا اندیشہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں، اور یہی حکم اجنبیہ کو سلام کرنے کا ہے، کہ فتنہ کا خوف نہ ہو تو درست ہے ورنہ نہیں[1]۔ (شامی ص ۱/۴۱۵)

مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا

ارشاد:- بعضے آدمی مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں، شاید اس لئے چومتے ہیں کہ حجر اسود سے مل کر آرہا ہے، درمختار میں تو لکھا ہے، کہ یہ مکروہ ہے، "**وکذا مایفعله الجهال وتقبيل يدنفسه اذا لقى غيره، فهو مكروه فلا رخصة فيه**" (درمختار علی ردالمحتار ص[2] ۵/۲۴۵)

مصافحہ تتمہ سلام ہے

بعض طلبہ نے سلام کئے بغیر صرف مصافحہ کیا تو خود ان کو سلام کیا اور ارشاد فرمایا کہ سلام

---

[1] سلامک مکروه علی من ستسمع (الی قوله) كذا الاجنبيات الفتيات امنع رد السلام واجب الا على من فى الصلاة او باكل شغلا (الى قوله) او سلم الطفل او السكران او شابة يخشى بها افتتان، (الدر مع الشامى زكريا مختصرا ص ۳۷۳، تا ۲/۳۷۶، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب المواضع التى يكره فيها السلام، هندية كوئٹه ص ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع، محيط برهانى ص ۴/۲۳، كتاب الكراهية، الفصل الثامن السلام وتشميت العاطس، مجلس علمى ڈابھيل گجرات،

[2] شامى زكريا ص ۹/۵۵۰، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى البيع،

اصل ہے، مصافحہ اس کا تتمہ ہے اول سلام کرنا چاہئے بعد میں مصافحہ (احیاء العلوم ص[1] ۲۰۴/۱) میں روایت ہے: **تمام تحیاتکم المصافحة.** مشکوۃ شریف ص[2] ۴۰۲/۲، میں بھی ہے۔

---

[1] احیاء العلوم ص ۱۸۰/۲، کتاب آداب الالفة والاخوة الخ، الباب الثالث فی حق المسلم الخ، حقوق المسلم، مطبوعه عثمانیه مصر،

[2] مشکوة شریف عن ابی امامة ص ۴۰۲، باب المصافحة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

مسائل شتّیٰ

غیبت کے اقسام

ارشاد:- علامہ ابن عابدین[1] شامیؒ نے لکھا ہے کہ غیبت کی مختلف اقسام ہیں مثلاً کسی کی تعریف سن کر طنزاً یہ کہے کہ جی ہاں، میں اس کو جانتا ہوں، وہ کیسا ہے، یہ بھی غیبت ہے، کسی کی برائی لکھے یہ بھی غیبت ہے، کسی کا عیب زبان سے بیان کرے یہ بھی غیبت ہے، اور اشارہ سے کسی کا عیب بیان کرے یہ بھی غیبت ہے، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ غیبت کی سخت ترین صورت یہ ہے کہ غیبت کرنے پر جب کوئی منع کرے تو کہے کہ میں غیبت کب کر رہا ہوں، میں تو واقعہ بیان کر رہا ہوں، سچ مچ کہہ رہا ہوں، اس لئے کہ جو بات سچی ہو اور بری لگتی ہو وہی غیبت ہے،

---

[1] شامی زکریا ص۹/۵۸۷، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

پس وہ اپنے اس جواب سے اس کو جائز قرار دے رہا ہے حالانکہ اس کی ممانعت نص قطعی سے ثابت ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً''[1] (تم میں سے ایک ایک کی غیبت نہ کرے) گویا اس کا قول نص قطعی کی تردید کو مستلزم ہے (اور نص قطعی کی تردید کا اشد ہونا ظاہر ہے)

حقیقت خُلق

ارشاد:- لوگوں نے ''خُلق'' چکنی چپڑی اور ہنس ہنس کر بات کرنے کا نام رکھ لیا ہے، خواہ دلوں میں بغض ہی کیوں نہ ہو، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا قول ''الکوکب[2] الدری'' میں نقل کیا گیا ہے، کہ خلق مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کو کہتے ہیں، جس سے خالق بھی راضی ہو، چکنی چپڑی بات کرنے سے جب کہ دلوں میں بغض ہو خالق کہاں راضی ہوتا ہے، اور مخلوق کو بغض قلبی کا علم ہو جائے، تو وہ بھی کہاں راضی ہے۔

گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے

سوال:- گھڑی کونسے ہاتھ میں باندھی جائے؟

جواب:- اگر کوئی پوچھتا ہے کہ گھڑی کونسے ہاتھ میں باندھنا سنت ہے، تو کہہ دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

سوال:- بعض حضرات مولانا یوسف کاندھلویؒ کا جملہ نقل کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں باندھنا نصاریٰ کا طریقہ ہے کیا یہ صحیح ہے؟

---

[1] سورۂ حجرات آیت: ۱۲،

[2] الخلق الحسن معاملتک بالخلق علی مایرضی به الخالق وهذا اصح معانیه الخ، الکوکب الدری ص ۲/۲۴، ابواب البر والصلة، خالق الناس بخلق حسن، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

جواب:- ہمیں اس کی بھی خبر نہیں۔

سوال:- دائیں اور بائیں کی سنت زینت کی بنیاد پر ہے، یا ضرورت کی بنیاد پر؟

جواب:- بعض چیزیں سنن زوائد میں سے ہیں، جس سنت کے اختیار کرنے میں عبادت کی شان نہیں بلکہ عادت کی شان ہے، وہ سنن زوائد میں سے ہے، اس پر عمل کرنے میں ثواب ہے، اور ترک پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ بحث نورالانوار میں ہے[1]۔

ہاتھ پیر کے ناخن تراشنے کی کیفیت میں فرق

سوال:- ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں فرق کیوں ہے؟

جواب:- ہاتھ اور پاؤں میں بھی تو فرق ہے، باقی دلیل نقلی سے اس ترتیب کا ثبوت مشکل ہے، ہاں مشائخ کا معمول چلا آرہا ہے اسلئے مستحسن[2] ہے کہ تعامل وتوارث بھی شرعاً حجت ہے۔

---

[1] والثانی الزوائد وتارکها لایستوجب اساءة کسیر النبی صلی الله علیه وسلم فی لباسه وقعوده وقیامه فان هؤلاء کلها لا تصدر منه علی وجه العبادة وقصد القربة بل علی سبیل العبادة، (نور الانوار ص ۱۷۱، مبحث الاحکام المشروعة، مبحث الفریضة والواجب، والسنة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)

[2] طریقہ یہ کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اس کے بعد اس کے برابر والی درمیانی انگلی کا ناخن لے اس کے بعد اس کے برابر والی پھر اس کے بعد اس کے برابر والی، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے تک پہونچے اس کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے اور پاؤں میں دائیں پیر کی چھنگلیاں سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے تک پہنچے اس کے بعد بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کر کے اس کی چھنگلیاں پر ختم کردے، (شامی زکریا ص ۹/۵۸۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

ایک مشت سے زائد داڑھی میں افضل کیا ہے؟

سوال:- حضرت داڑھی میں افضل کیا ہے؟ ایک مشت سے زیادہ لینا یا چھوڑ دینا؟

جواب:- دونوں قول ہیں، ایک قول ایک مشت سے زیادہ کو کٹا دینا مسنون ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مسنون نہیں، **وھو سنة کما فی المبتغیٰ، وفی المجتبی والینابیع وغیرھما لا بأس باخذ اطراف اللحیة اذا طالت، ردالمحتار**[1] **ص ۲/۱۱۳،**

سوال:- ہمارے اکابر کا معمول کیا تھا؟

جواب:- تھوڑی سی بڑھ جاتی تو کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے، زیادہ نہیں بڑھنے دیتے تھے۔

پتلی کی پیوندکاری اور حضرت کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو

سوال:- آنکھ کی پتلی کی پیوندکاری جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:- جو کچھ نظر آتا ہے وہ آنکھ کی پتلی سے تھوڑا ہی نظر آتا ہے، بلکہ پتلی میں ایک مادہ ہے سیال وہ مادۂ سیال دیکھتا ہے، اس سے نظر آتا ہے، یہاں (افریقہ میں) ایک مجلس میں مجھے مدعو کیا گیا کہ آپ سے تقریر نہیں کرانی بلکہ کچھ سوالات کرنے ہیں ان کے جوابات چاہئیں؟

اس میں اسی صاحب نے پتلی کی پیوندکاری سے متعلق سوال کیا، میں نے کہا ناجائز ہے،[2]

---

[1] شامی زکریا ص ۳/۳۹۶، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسده،

[2] الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة وھو الصحیح الخ، عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۴، کتاب الکراھیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ،

اس پر انہوں نے کہا ایک شخص مر رہا ہے، آخری وقت ہے اس کا وہ اپنی آنکھ کسی کو دیدیتا ہے، تو اس میں حرج کیا ہے؟ میں نے کہا آنکھیں اس کی ملکیت میں نہیں، امانت ہیں اس لئے وہ ان کو خداوند تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے ماتحت استعمال کرنا چاہئے تو درست ہے اور جب وہ استعمال کے قابل نہ رہیں تو کسی کو دینا درست نہیں ہے، انہوں نے پھر کہا کہ اس میں حرج کیا ہے؟ دوسروں کا فائدہ ہے میں نے کہا اپنی چیز دوسروں کو دے سکتے ہو؟ لیکن جو چیز آپ کے پاس مالک الملک کی امانت ہے اس کو تو تم نہیں دے سکتے کچھ دیر تک اس پر جرح کی اور لوگ بھی کہنے لگے خلقِ خدا کے ساتھ خیر خواہی ہے اچھا ہے کہ کسی کے کام آجائے میں نے کہا کہ یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی، اس پر انہوں نے غصہ سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا آپ کو کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا کیا حق ہے میں نے کہا صحیح ہے مجھے کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا حق نہیں البتہ حالات اور واقعات دیکھ کر ان سے نتیجہ نکالنے کا مجھے بھی حق ہے، آپ کو بھی حق ہے کہنے لگے وہ کیا حالات ہیں، میں نے کہا دل قبول نہیں کرتا کہ آپ کو خلقِ خدا کے ساتھ خیر خواہی مقصود ہے اس لئے کہ آپ ڈاکٹر ہیں، ایک کمزور غریب آدمی آپ کے زیر علاج ہے آپ کو کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو دوا مفت دیدیں فیس تک معاف کرنے کو تیار نہیں، وہ پیدل چل کر آپ کے یہاں آتا ہے، آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ آپ اس کو اپنی گاڑی سے اس کے مکان تک پہونچا دیں، آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی؟ آپ کے پاس دو بلڈنگ ہیں ہر بلڈنگ میں آٹھ کمرے ہیں آپ کا گذارا دو کمروں سے ہوسکتا ہے چودہ کمرے آپ کے پاس زائد ہیں، کتنے غریب ایسے ہیں کہ جن کو رات میں سونے کی جگہ نہیں ملتی سڑک پر پڑے رہتے ہیں، آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ چودہ کمرے ان غریبوں کو دیدیں، آپ کے پاس چالیس جوڑے کپڑے ہیں دو جوڑوں سے آپ کا گذارا ہوسکتا ہے، مگر آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ اڑتیس جوڑے غریبوں کو دیدیں، آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

صاف صاف بتایئے کیا یہ خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی نہیں صرف آنکھ دوسرے کو دیدیں یہی خیر خواہی ہے، ساری زندگی آپ کی بھری ہوئی ہے، خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی کرنے سے اس پر ان کے دوستوں نے کہا کہ آج ڈاکٹر صاحب کے دماغی کینسر میں آپریشن ہوگیا۔

جانور کی شرمگاہ میں ہاتھ یا دم دیکر یا انجکشن لگا کر دودھ نکالنا

عرض:- لوگ بھینس کی دم کو اس کی شرمگاہ میں داخل کر کے دودھ نکالتے ہیں کہ بغیر اس کے وہ دودھ نہیں دیتی۔

ارشاد:- ایسا کرنا درست ہے، اور دودھ کا استعمال بھی بلا کراہت صحیح ہے پھر فرمایا کہ پہلے تو لوگ اس کی شرمگاہ میں ہاتھ داخل کر کے دودھ نکالا کرتے تھے، وہ بھی بضرورت درست ہے۔

امداد الفتاوی[1] ص ۲/۱۴۱، میں اس کی تصریح ہے انجکشن لگا کر دودھ نکالنے کا جواز بھی اسی سے ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ تو ہر دو مذکور طریق سے اہون ہے۔

حرامی بچہ کے کان میں بھی اذان کہی جائے

سوال:- ولد الزنا (حرامی بچہ) کے کان میں اذان کہنی چاہئے، یا نہیں؟

جواب:- کیوں نہیں اس کا کیا قصور ہے، حدیث میں[2] ہے، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَر،

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۴/۲۶۲، کتاب الحظر والاباحة، حقوق حیوانات ومتعلقات آں، مطبوعه زکریا دیوبند،

کما یستفاد وکره کل تعذیب بلا فائدة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۹/۴۲۷، کتاب الذبائح، بحر کوئٹه ص ۸/۱۷۰، مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

[2] نسائی شریف ص ۲/۹۴، کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش الخ، مطبوعه فیصل دیوبند،

خط پر قطمیر کیوں لکھتے ہیں؟

عرض:- خط پر اَلْقِطْمِیْر لکھتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

ارشاد:- یہ ایک تفاؤل ہے حفاظت کے لئے کہ خط محفوظ طریقے سے پہونچ جائے، (مکتوب الیہ کے پاس) قطمیر اصحاب کہف کے کتے کا نام تھا جیسے کتا غار پر بیٹھا ہوا تھا، کہ کوئی اندر نہ آسکے[1] اسی طریقہ پر قطمیر لکھدیا کہ کوئی غیر آدمی اس خط کو نہ دیکھ سکے، نہ پڑھ سکے لہذا اس میں کیا اشکال ہے۔

جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر

سوال:- ایک عورت نے اس طرح نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو اپنے شوہر کی ایک ماہ کی تنخواہ فلاں مسجد میں دونگی تو کیا یہ نذر صحیح اور مسجد معین ہوجائے گی؟

ارشاد:- مہمل کہیں کی یوں کیوں نہیں نذر مانتی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو اپنا زیور خیرات کردوں گی جس طرح اس نے نذر کی ہے اس طرح نذر صحیح نہیں، اس لئے کہ شوہر کی تنخواہ کی وہ مالک نہیں اور حدیث میں ہے، لَانَذْرَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ اِبْنُ آدَمَ[2] جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس میں نذر نہیں پھر فرمایا کہ اگر نذر صحیح میں مسجد کی تعیین کرلی گئی تو وہ متعین

---

[1] ربض کلبهم علی الباب کما جرت به عادة الکلاب قال ابن جریج یحرس علیهم الباب وهذا من سجیته وطبیعته حیث یربض ببابهم کأنه یحرسهم وکان جلوسه خارج البیت الی قوله واسم کلب اصحاب الکهف قطمیر، تفسیر ابن کثیر ص۱۲۵/۳، سورة الکهف، تحت آیت:۱۸، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه،

[2] نسائی شریف ص۱۲۶/۲، کتاب الایمان، باب الیمین فیما لایملک، مطبوعه رشیدیه دیوبند، مشکوة شریف ص۲۹۸، باب فی النذور، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

نہیں ہوئی اختیار ہے اس مسجد میں دیدے یا کسی اور مسجد میں دیدے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے معین درہم کے بارے میں نذر کی کہ یہ حرم شریف کے مساکین پر صدقہ ہے تو اس سے نہ وہ درہم معین ہوا اور نہ مساکین حرم معین ہوئے، بلکہ اختیار ہے دوسرا درہم دوسری جگہ کے مساکین پر صدقہ کردے، **لو عین درهما او فقيرا او مكانا للتصدق او للصلوة فان التعيين ليس بلازم، بحر الرائق**[1] **ص ۴/۳۹۶.**

عہدہ کے طلب گار کو عہدہ نہ دیا جائے گا

ارشاد:- جو شخص عہدہ طلب کریگا اس کو عہدہ نہ دیا جائیگا، قول فقہاء ہے: "**طَالِبُ التَّوْلِيَةِ لَا يُوَلّٰى**" (درمختار ص[2] ۳/۴۱۰) ارشاد نبوی ہے: **مَنْ اِسْتَعْمَلْنَا لَمْ نُعَامِلْهُ، نسائی ص**[3] **۲/۳۰۳**، بلفظ آخر۔

حکم ووٹ

سوال:- ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ارشاد:- امارت کے لئے شرح فقہ اکبر میں[4] ملا علی قاریؒ نے تین طریق تحریر کئے ہیں

---

[1] البحر الرائق ص ۴/۲۹۶، كتاب الايمان، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[2] درمختار على الشامى نعمانيه ص ۳/۴۱۰، كتاب الوقف، مطلب طالب التولية لايولى،

[3] فى حديث ابى موسىٰ انا لانستعين فى عملنا بمن سألناه الحديث، نسائى شريف ص: ۲۵۸، ج: ۲، كتاب ادب القضاة، باب ترك استعمال من يحرص على القضاء، مطبوعه فيصل ديوبند،

[4] ثم الامامة تثبت عند اهل السنة والجماعة اما باختيار اهل الحل والعقد من العلماء واصحاب العدل والرأى كما ثبت امامة ابى بكرؓ واما بتنصيص الامام وتعيينه الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۷۹، مسئله نصب الامام، مطبوعه مجتبائى دهلى.

اول یہ کہ خلیفۂ سابق نامزد کر جائے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیا تھا، دوم یہ کہ اربابِ حل وعقد اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو تجویز کرلیں جیسے حضرت عمرؓ نے ۶/اشخاص کو جو اربابِ حل وعقد تھے معاملہ سپرد کردیا تھا، سوم یہ کہ اپنی قوت قاہرہ سے غالب آجائے (نبراس شرح شرح العقائد[1]) جیسے یزید اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یزید اچھا آدمی نہیں، مگر جب وہ اپنی قوتِ قاہرہ سے غالب آگیا تو امیر ہوگیا اور اس کی اطاعت واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ووٹ کو شرعی حیثیت حاصل نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی شرعاً امیر ہوتا ہے۔

غیر نبی کے نام پر درود

ارشاد:- اگر کسی شخص کا نام یا نام کا جز محمد یا احمد ہو تو اس پر درود شریف پڑھنا یا لکھنا درست نہیں کیوں کہ درود شریف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور وہ علم رسول نہیں پس غیر رسول پر درود پڑھنا یا لکھنا لازم آئے گا[2]۔ فتاوی ہندیہ ص ۵/۳۱۵،

تم الجزء الثلاثون بحمد الله تعالیٰ

ویلیه الجزء الحادی والثلاثون وهو فهرس لکل

الفتاویٰ انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ علیه وعلی اٰله

واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

---

[1] نبراس ص ۳۰۳، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ویکره ان یصلی علی غیر النبی صلی الله علیه واٰله واصحابه وحده (الهندیة کوئٹه ص ۵/۳۱۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح الخ، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص ۳/۴۲۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم،

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	کتاب الایمان والکفر	
	﴿ایمان وکفر کا بیان﴾	
۱	**باب اول** اسلام اور ایمان	۳۲
۲	**فصل اول** : کفر و اعمال کفر	۳۵
۳	**فصل دوم** : کلمات کفر	۳۷
۴	**فصل سوم** : تکفیر مسلم	۳۹
۵	**فصل چہارم**: خدا اور رسول کی توہین	۴۰
۶	**فصل پنجم** : علماءِ دین کی توہین	۴۲
۷	**فصل ششم** : احکام شرع وشعائر دین کی توہین	۴۳
۸	**فصل ہفتم** : موجباتِ کفر کے متفرق مسائل	۴۵
	کتاب العقائد	
	﴿عقائد کا بیان﴾	
۹	**باب اوّل** اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات	۴۶

۱۰	**باب دوم**	شرک وکفر	۴۷
۱۱	**باب سوم**	تقدیر وقضاء	۴۹
۱۲	**باب چہارم**	غیر اللہ سے مدد مانگنا اور دعا میں توسل	۵۰
۱۳	**باب پنجم**	علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر	۵۱
۱۴	**باب ششم**	رسالت، نبوت، ختم نبوت، تجدید دین	۵۳
۱۵	**باب ہفتم**	معجزہ وکرامات	۵۶
۱۶	**باب ہشتم**	حیات انبیاء وسماع موتی	۵۷
۱۷	**باب نہم**	بد فالی اور نیک فالی	۵۸
۱۸	**باب دہم**	احوال برزخ	۵۹
۱۹	**باب یازدہم**	حشر وحساب، جزا وسزا	۶۱
۲۰	**باب دوازدہم**	احوالِ جنت وجہنم	۶۲
۲۱	**باب سیزدہم**	متفرقات عقائد	۶۴

کتاب الفرق

﴿فرقوں کا بیان﴾

۲۳	**باب اول**	رد شیعیت	۶۵
۲۴	**باب دوم**	رد قادیانیت	۶۸
۲۵	**باب سوم**	رد مودودیت	۶۹
۲۶	**فصل اول**	☆ جماعت اسلامی	۶۹

۲۷	**فصل دوم**	☆ جماعت اسلامی اور تنقید.....	۷۱
۲۸	**باب چہارم**	تقلید کی شرعی حیثیت	۷۵
۲۹	**باب پنجم**	رد رضاخانیت	۷۷
۳۰	**باب ششم**	مختلف فرق باطلہ	۷۹

کتاب التبلیغ

۳۱	تبلیغی جماعت	۸۰

کتاب البدعات والرسوم

۳۲	**باب اول**	بدعات ورسوم.....	۸۵
۳۳	**باب دوم**	مروجہ صلاۃ وسلام	۸۸
۳۴	**باب سوم**	مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم	۸۹
۳۵	**باب چہارم**	فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ.....	۹۱
۳۶	**باب پنجم**	اذان کے وقت انگوٹھے چومنا	۹۲
۳۷	**باب ششم**	دفع مصائب کے لئے وظائف واعمال	۹۳
۳۸	**باب ہفتم**	میلاد وسیرت کی محافل اور عرس وغیرہ.....	۹۳
۳۹	**باب ہشتم**	مخصوص ایام کی مروجہ بدعات ورسوم	۹۶
۴۰	**باب نہم**	مزارات وغیرہ کی بدعات	۹۸
۴۱	**باب دہم**	نذر ونیاز چڑھانا	۱۰۰

کتاب العلم

۴۲	**باب اول**	علم کا بیان	۱۰۰
۴۳	**باب دوم**	تعلیم نسواں	۱۰۲
۴۴	**باب سوم**	علمی اصطلاحات اور عبارت کا حل	۱۰۳
۴۵	**باب چہارم**	وعظ	۱۰۴
۴۶	**باب پنجم**	آداب افتاء واستفتاء.....	۱۰۵
۴۷	**باب ششم**	کتب معتبرہ وغیر معتبرہ.....	۱۰۶

کتاب السلوک والاحسان

۴۸	**باب اول**	تصوف وسلوک	۱۰۹
۴۹	**باب دوم**	بیعت	۱۱۰
۵۰	**باب سوم**	سلاسل صوفیاء اوران کے اصطلاحات.....	۱۱۲
۵۱	**باب چہارم**	اوصاف شیخ اور اہمیت تصوف	۱۱۲
۵۲	**باب پنجم**	مجالس صوفیاء اور ان کے وظائف	۱۱۳
۵۳	**باب ششم**	خلیفہ بنانا.....	۱۱۴
۵۴	**باب ہفتم**	منکرات تصوف	۱۱۵
۵۵	**باب نہم**	متفرقات تصوف	۱۱۶

کتاب التاریخ والسیر

۵۶	**باب اول**	عہد نبویؐ کے تاریخی حقائق	۱۱۷

۵۷	**باب دوم**	عہدِ انبیاء علیہ السلام کے تاریخی حقائق	۱۱۸
۵۸	**باب سوم**	عہدِ صحابہؓ کے تاریخی حقائق	۱۲۰
۵۹	**باب چہارم**	عہدِ تابعین کے تاریخی حقائق	۱۲۲
۶۰	**باب پنجم**	عہدِ سلف کی تاریخی شخصیات	۱۲۳
۶۱	**باب ششم**	چند تاریخی حقائق	۱۲۴
۶۲	**باب ہفتم**	تاریخِ ہند کے چند حقائق	۱۲۵

ابواب مایتعلق بالقرآن والحدیث

﴿قرآن وحدیث سے متعلق ابواب﴾

۶۳	**باب اول**	:	تفسیر قرآن	۱۲۵
۶۴	**باب دوم**	:	آدابِ قرآن	۱۲۹
۶۵	**باب سوم**	:	آدابِ تلاوت	۱۳۲
۶۶	**باب چہارم**	:	حفظِ قرآن	۱۳۳
۶۷	**باب پنجم**	:	تجوید، ترتیب، رسم الخط کا وغیرہ	۱۳۴
۶۸	**باب ششم**	:	متفرقات قرآن	۱۳۶
۶۹	**باب ہفتم**	:	حدیث سے متعلق مباحث ومسائل	۱۳۷

کتاب الطہارۃ

۷۰	**باب اول**	پانی اور کنویں کے مسائل	۱۴۵

۷۱	**باب دوم**	استنجاء کرنے کے احکام	۱۴۸
۷۲	**باب سوم**	وضو کا بیان	۱۴۹
۷۳		**فصل اوّل** : فرائض وضو	۱۴۹
۷۴		**فصل دوم** : وضو کے سنن وآداب	۱۵۰
۷۵		**فصل سوم** : نواقض وضو	۱۵۱
۷۶	**باب چہارم**	غسل کے احکام	۱۵۳
۷۷		**فصل اول** : غسل کے موجبات اوراس کے فرائض وسنن	۱۵۳
۷۸		**فصل دوم** : جنبی کے احکام	۱۵۵
۷۹	**باب پنجم**	تیمّم کے احکام	۱۵۵
۸۰	**باب ششم**	موزوں پر مسح کے احکام	۱۵۷
۸۱	**باب ہفتم**	حیض ونفاس وغیرہ کے احکام	۱۵۷
۸۲		**فصل اول** : حیض ونفاس واستحاضہ کے احکام	۱۵۷
۸۳		**فصل دوم** : معذور بیمار کے احکام	۱۵۸
۸۴	**باب ہشتم**	نجاستوں کے احکام	۱۶۰
۸۵		**فصل اول** : نجاست اوراس سے پاکی	۱۶۰
۸۶		**فصل دوم** : کپڑوں کی پاکی اورناپاکی	۱۶۲
۸۷		**فصل سوم** : برتنوں کی پاکی اورناپاکی	۱۶۴
۸۸		**فصل چہارم** : زمین کی پاکی اورناپاکی	۱۶۵

کتاب الصلاۃ

۸۹	**باب اول**	اوقات نماز	۱۶۵
۹۰	**باب دوم**	اذان واقامت	۱۷۰
۹۱	**باب سوم**	نماز کے شرائط وارکان	۱۷۶
۹۲	**باب چہارم**	صفتِ صلوٰۃ	۱۸۰
۹۳	**باب پنجم**	جماعت کا بیان	۱۸۵
۹۴	**باب ششم**	امامت کا بیان.....	۱۹۳
۹۵		**فصل اول** : امام کے اوصاف	۱۹۳
۹۶		**فصل دوم** : فاسق کی امامت	۱۹۶
۹۷		**فصل سوم** : بدعتی کی امامت	۲۰۳
۹۸		**فصل چہارم** : حقیر پیشہ اور متہم کی امامت.....	۲۰۴
۹۹		**فصل پنجم** : معذور کی امامت	۲۰۵
۱۰۰		**فصل ششم** : نابالغ کی امامت	۲۰۶
۱۰۱		**فصل ہفتم** : امام کو برطرف کرنا اور حقیر سمجھنا	۲۰۷
۱۰۲		**فصل ہشتم** : نیابتِ امام	۲۰۸
۱۰۳		**فصل نہم** : غلط خواں کی امامت.....	۲۰۸
۱۰۴		**فصل دہم** : غیر حنفی کی اقتداء.....	۲۰۹
۱۰۵		**فصل یازدہم** : متفرقات امامت	۲۱۰
۱۰۶		**فصل دوازدہم** : مسبوق اور لاحق	۲۱۲

۱۰۷	**باب ہفتم** : نماز میں قراءت	۲۱۵
۱۰۸	**فصل اول** : فرضیت قراءت	۲۱۵
۱۰۹	**فصل دوم** : جہری اور سری قراءت	۲۱۵
۱۱۰	**فصل سوم** : امام کے پیچھے قراءت	۲۱۶
۱۱۱	**فصل چہارم** : قراءت مسنونہ	۲۱۷
۱۱۲	**فصل پنجم** : سورت اور آیت کے تکرار و ترتیب	۲۱۸
۱۱۳	**باب ہشتم** : نماز کے مفسد اور مکروہات کا بیان	۲۱۹
۱۱۴	**فصل اول** : مفسدات صلات کا بیان	۲۱۹
۱۱۵	**فصل دوم** : مکروہات نماز.....	۲۲۲
۱۱۶	**فصل سوم** : نماز میں لاؤڈ اسپیکر.....	۲۲۷
۱۱۷	**فصل چہارم** : نماز میں سترہ	۲۲۷
۱۱۸	**فصل پنجم** : قاری کی لغزش کے مسائل	۲۲۸
۱۱۹	**باب نہم** : وتر و نوافل	۲۳۱
۱۲۰	**فصل اوّل** : وتر کا بیان	۲۳۱
۱۲۱	**فصل دوم** : قنوت نازلہ.....	۲۳۲
۱۲۲	**فصل سوم** : سنن مؤکدہ.....	۲۳۳
۱۲۳	**فصل چہارم** : سنن غیر مؤکدہ.....	۲۳۴
۱۲۴	**فصل پنجم** : نوافل کا بیان	۲۳۵
۱۲۵	**فصل ششم** : تہجد کی نماز.....	۲۳۶

۱۲۶	**فصل هفتم** : نفل نماز کی جماعت	۲۳۷
۱۲۷	**فصل هشتم** : صلوۃ التسبیح وصلوۃ الرغائب واستخارہ	۲۳۷
۱۲۸	**باب دهم**: تراویح کا بیان	۲۳۸
۱۲۹	**فصل اوّل** : تراویح کی نماز	۲۳۸
۱۳۰	**فصل دوم** : تراویح میں قراءت کی کیفیت	۲۳۹
۱۳۱	**فصل سوم** : تراویح میں قرآن ختم کرنا	۲۴۰
۱۳۲	**فصل چهارم** : ترویحہ اوراس کی تسبیح	۲۴۱
۱۳۳	**باب یازدهم** : قضاءنماز اوراس کا فدیہ	۲۴۲
۱۳۴	**فصل اوّل** : قضاءنماز	۲۴۲
۱۳۵	**فصل دوم** : نمازوں کی فدیہ کا بیان	۲۴۴
۱۳۶	**باب دوازدهم** : سجدۂ سہو کے احکام	۲۴۴
۱۳۷	**باب سیزدهم** : سجدۂ تلاوت کے احکام	۲۴۸
۱۳۸	**باب چهاردهم** : مسافر کی نماز	۲۴۹
۱۳۹	**باب پانزدهم** : بیمار کی نماز	۲۵۳
۱۴۰	**باب شانزدهم** : ذکرودعا کے احکام	۲۵۴
۱۴۱	**فصل اول** : نماز کے بعداذکاروظائف	۲۵۴
۱۴۲	**فصل دوم** : درمیان نماز اوراس کے بعد دعاوغیرہ ..	۲۵۵
۱۴۳	**باب هفدهم** : نماز کے متفرق مسائل	۲۵۹

کتاب الجمعة والعیدین

﴿نماز جمعہ وعیدین کا بیان﴾

۱۴۴	**باب اوّل** : نماز جمعہ	۲۶۱
۱۴۵	**فصل اوّل** : وقت نماز جمعہ	۲۶۱
۱۴۶	**فصل دوم** : اذان جمعہ	۲۶۲
۱۴۷	**فصل سوم** : شرائط جمعہ	۲۶۳
۱۴۸	**فصل چہارم** : فرضیت جمعہ	۲۶۶
۱۴۹	**فصل پنجم** : خطبۂ جمعہ	۲۶۷
۱۵۰	**فصل ششم** : تعدد جمعہ	۲۷۰
۱۵۱	**فصل ہفتم** : آداب جمعہ	۲۷۰
۱۵۲	**فصل ہشتم** : احتیاط الظہر	۲۷۰
۱۵۳	**فصل نہم** : متفرقات جمعہ	۲۷۱
۱۵۴	**باب دوم**: عیدین کے احکام	۲۷۱
۱۵۵	**فصل اوّل** : عیدین کے وجوب وشرائط	۲۷۱
۱۵۶	**فصل دوم** : نماز عیدین ادا کرنے کے مقام.....	۲۷۲
۱۵۷	**فصل سوم** : نماز عیدین میں تعدد وتکرار.....	۲۷۳
۱۵۸	**فصل چہارم** : تکبیرات عیدین	۲۷۴
۱۵۹	**فصل پنجم** : تکبیرات تشریق	۲۷۵

۱۶۰	**فصل ششم** : خطبۂ عیدین	۲۷۵
۱۶۱	**فصل ہفتم** : عیدین کے بعد دعا ومصافحہ	۲۷۵
۱۶۲	**فصل ہشتم** : عورتوں کے لئے نماز عیدین میں شرکت	۲۷۶
۱۶۳	**فصل نہم** : متفرق مسائل عیدین	۲۷۶
۱۶۴	**باب سوم** : نماز استسقاء	۲۷۷

کتاب الجنائز

﴿جنازہ کے احکام﴾

۱۶۵	**باب اول**	موت ومیت کے احوال	۲۷۸
۱۶۶	**باب دوم**	میت کو غسل دینا.....	۲۷۹
۱۶۷	**باب سوم**	کفن	۲۸۰
۱۶۸	**باب چہارم**	نماز جنازہ	۲۸۲
۱۶۹	**باب پنجم**	جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان.....	۲۸۹
۱۷۰	**باب ششم**	زیارت قبور	۲۹۴
۱۷۱	**باب ہفتم**	ایصال ثواب کے احکام.....	۲۹۵
۱۷۲	**باب ہشتم**	قبر پر تلاوت وغیرہ.....	۲۹۷
۱۷۳	**باب نہم**	قبر پر پھول ڈالنا	۲۹۸
۱۷۴	**باب دہم**	قبروں پر عمارت وغیرہ کا حکم.....	۲۹۹
۱۷۵	**باب یازدہم**	جنازہ کے متفرق مسائل	۲۹۹

۱۷۶	**باب دوازدھم**	شہید کے احکام	۳۰۱

کتاب الزکوۃ

۱۷۷	**باب اول** :	وجوب زکوۃ	۳۰۲
۱۷۸	**باب دوم** :	سونے چاندی اور نقدی کی زکوۃ.....	۳۰۶
۱۷۹	**باب سوم** :	مال تجارت میں زکوۃ.....	۳۰۸
۱۸۰	**باب چھارم** :	جانوروں میں زکوۃ.....	۳۰۹
۱۸۱	**باب پنجم** :	زکوۃ کی ادائیگی	۳۰۹
۱۸۲	**باب ششم** :	مصارف کا بیان	۳۱۱
۱۸۳	**فصل اول** ☆	مصارفِ زکوۃ وصدقات	۳۱۱
۱۸۴	**فصل دوم** ☆	مدارس میں زکوۃ دینا	۳۱۶
۱۸۵	**باب ھفتم** :	تملیک وحیلہ.....	۳۱۸
۱۸۶	**باب ھشتم** :	عشر وخراج کے احکام	۳۱۸
۱۸۷	**باب نھم** :	صدقۂ نافلہ	۳۲۰
۱۸۸	**باب دھم** :	صدقۂ فطر	۳۲۰
۱۸۹	**باب یازدھم** :	متفرقاتِ زکوۃ	۳۲۲

کتاب الصوم

۱۹۰	**باب اول**	چاند دیکھنے کا بیان	۳۲۲
۱۹۱	**باب دوم**	سحری اور افطار کا بیان	۳۲۵

۱۹۲	**باب سوم**	روزہ کے مفسدات ومکروہات	۳۲۶
۱۹۳	**باب چہارم**	روزوں کی قضا اور کفارہ.....	۳۲۸
۱۹۴	**باب پنجم**	وہ مجبوریاں جن سے افطار جائز ہو جاتا ہے.....	۳۲۹
۱۹۵	**باب ششم**	نفلی روزے	۳۲۹
۱۹۶	**باب ہفتم**	روزہ کے متفرق مسائل.....	۳۳۰
۱۹۷	**باب ہشتم**	اعتکاف کے احکام.....	۳۳۱

کتاب الحج

۱۹۸	**باب اول**	حج کے شرائط اور ارکان وغیرہ	۳۳۹
۱۹۹	**باب دوم**	مواقیت کا بیان	۳۴۱
۲۰۰	**باب سوم**	عورتوں کے لئے محرم کا بیان.....	۳۴۲
۲۰۱	**باب چہارم**	طواف کا بیان.....	۳۴۲
۲۰۲	**باب پنجم**	حج میں بال کٹانے کا بیان	۳۴۳
۲۰۳	**باب ششم**	قران اور تمتع	۳۴۴
۲۰۴	**باب ہفتم**	حج بدل	۳۴۴
۲۰۵	**باب ہشتم**	مال حرام سے حج کرنا	۳۴۶
۲۰۶	**باب نہم**	حج میں جنایات	۳۴۷
۲۰۷	**باب دہم**	مقامات متبرکہ.....	۳۴۸
۲۰۸	**باب یازدہم**	زیارت مدینہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام	۳۴۹
۲۰۹	**باب دوازدہم**	حج کے متفرق مسائل	۳۴۹

	کتاب النکاح	۳۵۱
۲۱۰	**باب اول** : وعدۂ نکاح (منگنی)	۳۵۲
۲۱۱	**باب دوم** : صحت وشرائطِ نکاح.....	۳۵۳
۲۱۲	**فصل اول** : نکاحِ صحیح	۳۵۳
۲۱۳	**فصل دوم** : مجلس عقد اور رجسٹر میں اندراج کرنا	۳۵۷
۲۱۴	**فصل سوم** : نکاح میں گواہ	۳۵۷
۲۱۵	**فصل چہارم** : خطبۂ نکاح	۳۵۸
۲۱۶	**فصل پنجم** : الفاظِ نکاح.....	۳۵۹
۲۱۷	**فصل ششم** : تحریر اور ٹیلیفون سے نکاح	۳۶۰
۲۱۸	**فصل ہفتم** : نکاح شغار کے احکام	۳۶۰
۲۱۹	**فصل ہشتم** : زبردستی نکاح کرانا.....	۳۶۰
۲۲۰	**فصل نہم** : نکاح مؤقت.....	۳۶۱
۲۲۱	**باب سوم** : نکاح فاسد وغیرہ کا بیان	۳۶۱
۲۲۲	**فصل اوّل** : نکاح فاسد	۳۶۱
۲۲۳	**فصل دوم** : منکوحۂ غیر سے نکاح کے احکام	۳۶۲
۲۲۴	**فصل سوم** : نکاح معتدہ کے احکام	۳۶۳
۲۲۵	**فصل چہارم** : لاپتہ شخص کی بیوی کے نکاح کے احکام	۳۶۴
۲۲۶	**فصل پنجم** : نومسلم کے نکاح کا بیان.....	۳۶۵

۲۲۷	**باب چھارم** : جن عورتوں سے نکاح جائز ہے	۳۶۶
۲۲۸	**فصل** : حاملہ اور زانیہ کے نکاح کے احکام.....	۳۶۸
۲۲۹	**باب پنجم** : محرمات کا بیان.....	۳۷۰
۲۳۰	**فصل اول** : محرمات نسبی کا بیان	۳۷۰
۲۳۱	**فصل دوم** : حرمتِ نکاح بسببِ مصاہرت	۳۷۲
۲۳۲	**فصل سوم** : حرمت نکاح بسبب رضاعت	۳۷۴
۲۳۳	**فصل چھارم**: حرمت نکاح بسبب جمع	۳۷۵
۲۳۴	**فصل پنجم**: حرمت نکاح بسبب اختلاف مذہب	۳۷۶
۲۳۵	**باب ششم** : ولایت وکفاءت نکاح	۳۷۸
۲۳۶	**فصل اول** : ولایت نکاح کا بیان	۳۷۸
۲۳۷	**فصل دوم** : نکاح کیلئے عورت سے اجازت لینا	۳۸۰
۲۳۸	**فصل سوم** : خیار بلوغ کا بیان	۳۸۱
۲۳۹	**فصل چھارم**:وکالت نکاح کا بیان	۳۸۲
۲۴۰	**فصل پنجم** : کفاءت کا بیان	۳۸۳
۲۴۱	**باب ہفتم** : مہر کا بیان	۳۸۵
۲۴۲	**باب ہشتم** : جہیز وغیرہ کا بیان.....	۳۸۹
۲۴۳	**باب نہم** : بارات اور ولیمہ کا بیان	۳۹۱
۲۴۴	**باب دہم** : شادی کی رسومات کا بیان	۳۹۱
۲۴۵	**باب یازدہم**: نکاح کے متفرق مسائل	۳۹۵

۲۴۶	**باب دوازدھم** :رضاعت کا بیان.....	۳۹۶
	کتاب الطلاق	
	﴿طلاق کا بیان﴾	۳۹۸
۲۴۷	**باب اوّل** : وقوعِ طلاق وعدمِ وقوع طلاق.....	۳۹۹
۲۴۸	**فصل اول** : وقوعِ طلاق.....	۳۹۹
۲۴۹	**فصل دوم** : عدمِ وقوعِ طلاق.....	۴۰۱
۲۵۰	**فصل سوم** : نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق دینا.....	۴۰۲
۲۵۱	**فصل چھارم** : غصہ میں طلاق دینا.....	۴۰۳
۲۵۲	**فصل پنجم** : مکرہ کی طلاق.....	۴۰۳
۲۵۳	**فصل ششم** : نابالغ کی طلاق.....	۴۰۴
۲۵۴	**باب دوم**: تحریری طلاق.....	۴۰۴
۲۵۵	**باب سوم** : طلاق صریح	۴۰۷
۲۵۶	**باب چھارم** : الفاظِ متغیرہ سے طلاق.....	۴۰۸
۲۵۷	**باب پنجم** : تین طلاق کے احکام.....	۴۰۸
۲۵۸	**باب ششم** : کنایاتِ طلاق	۴۱۱
۲۵۹	**باب ھفتم** : تفویض طلاق	۴۱۵
۲۶۰	**باب ھشتم** : طلاق کو معلق کرنا	۴۱۵
۲۶۱	**فصل اول**: طلاق کی قسم اٹھانا	۴۱۸
۲۶۲	**فصل دوم** : کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینا.....	۴۱۸

۲۶۳	**فصل سوم** : تعلیق طلاق سے بچنا.....	۴۱۹
۲۶۴	**باب نهم**: طلاق میں گواہی کا بیان.....	۴۱۹
۲۶۵	**باب دهم** : متفرقات طلاق.....	۴۲۱
۲۶۶	**باب یازدهم** : رجعت وغیرہ کے احکام.....	۴۲۲
۲۶۷	**فصل اول** : رجعت کے احکام.....	۴۲۲
۲۶۸	**فصل دوم** : حلالہ	۴۲۳
۲۶۹	**باب دوازدهم** : ظہار، ایلاء اور لعان	۴۲۴
۲۷۰	**باب سیزدهم** : خلع کے احکام.....	۴۲۵
۲۷۱	**باب چهاردهم** : فسخ وتفریق	۴۲۶
۲۷۲	**فصل اول** : نامرد اور مجنون کی بیوی.....	۴۲۸
۲۷۳	**فصل دوم** : زوجۂ متعنت کے احکام.....	۴۲۹
۲۷۴	**باب پانزدهم** : عدت اور سوگ.....	۴۲۹
۲۷۵	**باب شانزدهم** : ثبوت نسب	۴۳۱
۲۷۶	**باب هفدهم** : حق پرورش	۴۳۲
۲۷۷	**باب هیژدهم** : نفقہ کا بیان.....	۴۳۳

کتاب الایمان والنذور

قسم اور نذر کا بیان

۲۷۸	**باب اول** : قسم اور اس کے کفارہ کا بیان	۴۳۵

۲۷۹	**باب دوم** : نذر کا بیان	۴۳۸

کتاب الحدود والقصاص

حدود وقصاص وغیرہ کے احکام

۲۸۰	**باب اول** : زنا وغیرہ سے متعلق احکام	۴۴۰
۲۸۱	**باب دوم** : حد قذف وغیرہ کے احکام	۴۴۲
۲۸۲	**باب سوم** : قصاص اور دیت کے احکام	۴۴۳
۲۸۳	**باب چھارم** : تعزیر کے احکام	۴۴۳
۲۸۴	**فصل** : مالی جرمانہ کے احکام	۴۴۴

کتاب الجهاد والهجرة والسياسة

جہاد، ہجرت اور سیاست کے مسائل

۲۸۵	**باب اول** : جہاد اور ہجرت کے مسائل	۴۴۵
۲۸۶	**باب دوم** : امارت وسیاست کے مسائل	۴۴۶
۲۸۷	**باب سوم** : امامت وخلافت	۴۴۷
۲۸۸	**باب چھارم** : جمہوریت ومشاورت	۴۴۷
۲۸۹	**باب پنجم** : ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت	۴۴۸
۲۹۰	**باب ششم** : مرتدین کے احکام	۴۴۸

کتاب الوقف

﴿احکام وقف﴾

۲۹۱	**باب اول**	: وقف کا بیان.....	۴۵۰
۲۹۲	**باب دوم**	: وقف کو بدلنا اور بیچنا.....	۴۵۳
۲۹۳	**باب سوم**	: تولیت وقف.....	۴۵۵
۲۹۴	**باب چهارم**	: مصارف وقف.....	۴۵۸
۲۹۵	**باب پنجم**	: مسجد کے احکام.....	۴۵۸
۲۹۶	**فصل اول**	: مسجد کی بناء وتعمیر.....	۴۶۰
۲۹۷	**فصل دوم**	: مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا.....	۴۶۰
۲۹۸	**فصل سوم**	: مسجد ضرار	۴۶۲
۲۹۹	**فصل چهارم:**	غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا.....	۴۶۳
۳۰۰	**فصل پنجم**	: پرانی مسجد کے احکام.....	۴۶۴
۳۰۱	**فصل ششم**	: توسیع مسجد کے احکام.....	۴۶۴
۳۰۲	**فصل هفتم**	: محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم.....	۴۶۵
۳۰۳	**فصل هشتم:**	مسجد میں نقش ونگار.....	۴۶۶
۳۰۴	**فصل نهم**	: مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف	۴۶۷
۳۰۵	**فصل دهم**	: مسجد اور اس کے سامان کو بیچنا.....	۴۶۸
۳۰۶	**فصل یازدهم:**	مسجد میں مدرسہ قائم کرنا.....	۴۷۱
۳۰۷	**فصل دوازدهم:**	مسجد میں مالِ حرام صرف کرنا.....	۴۷۲

۳۰۸	**فصل سیزدھم:** مسجد میں کافر کا مال صرف کرنا.....	۴۷۵
۳۰۹	**فصل چھاردھم:** مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال.....	۴۷۶
۳۱۰	**فصل پانزدھم:** اشیاء مسجد کا استعمال.....	۴۷۹
۳۱۱	**فصل شانزدھم:** مسجد کی چیزیں کرائے پر دینا.....	۴۸۱
۳۱۲	**فصل ھفدھم:** مسجد کے لئے چندہ کرنا.....	۴۸۲
۳۱۳	**فصل ھیژدھم:** متفرقات مسجد.....	۴۸۴
۳۱۴	**باب ششم** ☆ آداب مسجد.....	۴۸۶
۳۱۵	**فصل اول** : مسجد میں مستحب اور مکروہ کام.....	۴۸۶
۳۱۶	**فصل دوم** : مسجد میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال.....	۴۹۰
۳۱۷	**فصل سوم** : مسجد میں رہائش.....	۴۹۱
۳۱۸	**فصل چھارم:** مسجد میں سونا اور ٹھہرنا.....	۴۹۱
۳۱۹	**فصل پنجم** : مسجد میں خرید وفروخت.....	۴۹۲
۳۲۰	**فصل ششم** : مسجد میں جنبی، حائضہ اور غیر مسلم کا داخل ہونا	۴۹۲
۳۲۱	**فصل ھفتم** : مسجد میں بدبودار چیزوں کا داخل کرنا.....	۴۹۳
۳۲۲	**باب ھفتم** ☆ عیدگاہ کے احکام.....	۴۹۴

کتاب الوقف

۳۲۳	**باب ھشتم** ☆ مدارس کے احکام	۴۹۵
۳۲۴	**فصل اول** : مدارس کا اہتمام وانتظام.....	۴۹۵
۳۲۵	**فصل دوم** : مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا	۴۹۶

۳۲۶	**فصل سوم** :	مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنا.....	۴۹۸
۳۲۷	**فصل چہارم**:	مدرسہ میں مالِ حرام اور مالِ کافر کا صرف کرنا	۴۹۹
۳۲۸	**فصل پنجم** :	مدرسین کی تنخواہوں کا بیان	۵۰۰
۳۲۹	**فصل ششم** :	مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام	۵۰۲
۳۳۰	**فصل ہفتم** :	مسائل متفرقات مدارس	۵۰۴
۳۳۱	**باب نہم** ☆	احکام مقابر.....	۵۰۶
		کتاب اللقطة	
۳۳۲		لقطہ کے مسائل	۵۰۹
		کتاب الشرکة والمضاربة	
۳۳۳		شرکت ومضاربت کے احکام	۵۱۰
		کتاب البیوع	
۳۳۴	**باب اول** ☆	بیع صحیح.....	۵۱۳
۳۳۵	**باب دوم** ☆	بیع باطل وفاسد.....	۵۱۶
۳۳۶	**باب سوم** ☆	بیع مکروہ	۵۱۹
۳۳۷	**باب چہارم** ☆	خیارعیب.....	۵۲۲
۳۳۸	**باب پنجم** ☆	نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام.....	۵۲۲
۳۳۹	**باب ششم** ☆	بیعانہ کے احکام.....	۵۲۳
۳۴۰	**باب ہفتم** ☆	حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع.....	۵۲۳

۳۴۱	**باب ہشتم**	☆ بیع مرابحہ.....	۵۲۴
۳۴۲	**باب نہم**	☆ بیع سلم	۵۲۴
۳۴۳	**باب دہم**	☆ بیع صرف.....	۵۲۵
۳۴۴	**باب یازدہم**	☆ بیع بالوفاء.....	۵۲۶
۳۴۵	**باب دوازدہم**	☆ ذخیرہ اندوزی کے احکام.....	۵۲۷
۳۴۶	**باب سیزدہم**	☆ بیع کے متفرق مسائل	۵۲۷

کتاب الربوٰ والقمار

۳۴۷	**باب اول**	☆ مسائل سود	۵۳۰
۳۴۸	**باب دوم**	☆ جوئے کے مسائل.....	۵۳۴

کتاب الدین

۳۴۹	مسائل قرض	۵۳۴

کتاب الوکالۃ

۳۵۰	احکام وکالت	۵۳۶

کتاب الدعویٰ

۳۵۱	دعویٰ کے احکام.....	۵۳۷

کتاب الشہادۃ

۳۵۲	گواہی کے احکام	۵۳۷

کتاب القضاء والتحکیم

۳۵۳	قضاء وتحکیم کے احکام	۵۳۸

کتاب الاجارۃ

۳۵۴	اجارہ کے احکام	۵۳۹
۳۵۵	**باب اول** : اجارۂ صحیحہ	۵۳۹
۳۵۶	**باب دوم** : اجارۂ فاسدہ	۵۴۱
۳۵۷	**باب سوم** : اجرت علی الطاعات	۵۴۴
۳۵۸	**باب چہارم** : اجرت علی المعاصی	۵۴۶
۳۵۹	**باب پنجم** : دلالی کے احکام	۵۴۸
۳۶۰	**باب ششم** : فسخِ اجارہ	۵۴۸
۳۶۱	**باب ہفتم** : اجارہ کے متفرق مسائل	۵۴۹

کتاب المزارعۃ

۳۶۲	احکام مزارعت	۵۵۰

کتاب الشفعۃ

۳۶۳	احکام شفعہ	۵۵۲

کتاب الرھن

۳۶۴	گروی رکھنے کا بیان	۵۵۲

کتاب الھبۃ والھدیۃ

۳۶۵	ہبہ اور ہدیہ کے احکام	۵۵۳

کتاب الغصب

۳۶۶	غصب کے مسائل	۵۵۷

کتاب الضمانۃ والامانۃ

۳۶۷	ضمانت وامانت کے احکام	.....	۵۵۸
۳۶۸	**باب اول** :	ضمانت کے احکام.....	۵۵۸
۳۶۹	**باب دوم** :	امانت کا بیان.....	۵۵۹
۳۷۰	**باب سوم** :	امانت کے ضائع ہونے پر ضمان.....	۵۶۰

کتاب الصید والذبائح

۳۷۱	﴿شکار اور ذبیحہ کے احکام﴾		
۳۷۲	**باب اول** :	شکار کا بیان.....	۵۶۱
۳۷۳	**باب دوم** :	ذبح کے احکام.....	۵۶۲
۳۷۴	**باب سوم** :	ذبح کرنے والے کا حکم.....	۵۶۴
۳۷۵	**باب چہارم** :	ذبح صحیح اور غیر صحیح.....	۵۶۵
۳۷۶	**باب پنجم** :	جانور کے حلال وحرام اجزاء.....	۵۶۶

کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ

۳۷۷	﴿قربانی اور عقیقہ کے مسائل﴾		
۳۷۸	**باب اول** :	وجوب قربانی.....	۵۶۷
۳۷۹	**باب دوم** :	قربانی کے جانور.....	۵۶۸
۳۸۰	**فصل** ☆	قربانی کے جانوروں کی عمر.....	۵۷۰
۳۸۱	**باب سوم** :	قربانی کے جانوروں میں عیب.....	۵۷۰

۳۸۲	**باب چہارم** :	قربانی میں شرکت.....	۵۷۲
۳۸۳	**باب پنجم** :	قربانی کے ایام واوقات اور قضاء.....	۵۷۳
۳۸۴	**باب ششم** :	قربانی کے آداب ومستحبات.....	۵۷۴
۳۸۵	**باب ہفتم** :	قربانی کی نذر.....	۵۷۵
۳۸۶	**باب ہشتم** :	چرم قربانی اور گوشت کے مصارف.....	۵۷۵
۳۸۷	**باب نہم** :	قربانی کے متفرق احکام.....	۵۷۸
۳۸۸	**باب دہم** :	عقیقہ کا بیان.....	۵۷۸

کتاب الحظر والاباحۃ

۳۸۹	**باب اول** ☆	کھانے پینے کے مسائل	۵۸۰
۳۹۰	**فصل اول** :	کھانے پینے کے آداب اور اسکے مکروہات	۵۸۰
۳۹۱	**فصل دوم** :	فاسق وفاجر کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۸۲
۳۹۲	**فصل سوم** :	کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا.....	۵۸۲
۳۹۳	**فصل چہارم**:	ماکولات کا بیان.....	۵۸۳
۳۹۴	**باب دوم** ☆	ضیافت کا بیان.....	۵۸۴
۳۹۵	**باب سوم** ☆	حلال وحرام جانور کے احکام	۵۸۶
۳۹۶	**فصل اول** :	حلال جانور.....	۵۸۶
۳۹۷	**فصل دوم** :	حرام جانور اور ان کے اجزاء.....	۵۸۷
۳۹۸	**فصل سوم** :	حلال وحرام پرندے.....	۵۸۸
۳۹۹	**فصل چہارم**:	مچھلی کھانے کا حکم.....	۵۸۹

۴۰۰	**فصل پنجم** :	مباح القتل اور غیر مباح القتل جانور.....	۵۹۰
۴۰۱	**فصل ششم** :	متفرقات حیوانات.....	۵۹۰
۴۰۲	**باب چھارم** ☆	حلال وحرام اشیاء	
۴۰۳	**فصل اول** :	حرام اشیاء وغیرہ.....	۵۹۱
۴۰۴	**فصل دوم** :	تمباکو چونہ وغیرہ کا استعمال.....	۵۹۲
۴۰۵	**فصل سوم** :	فضلات سے انتفاع.....	۵۹۳
۴۰۶	**فصل چھارم**:	مشترک اشیاء سے انتفاع.....	۵۹۳
۴۰۷	**باب پنجم** ☆	طب وعلاج	
۴۰۸	**فصل اول** :	علاج ومعالجہ.....	۵۹۴
۴۰۹	**فصل دوم** :	حرام اشیاء کے ذریعہ علاج.....	۵۹۴
۴۱۰	**فصل سوم** :	اعضاء انسانی اوران کی خرید وفروخت.....	۵۹۶
۴۱۱	**فصل چھارم**:	حمل، اسقاط حمل، اور نسبندی وغیرہ.....	۵۹۷
۴۱۲	**باب ششم** ☆	لباس سے متعلق احکام	
۴۱۳	**فصل اول** :	شرعی لباس.....	۵۹۸
۴۱۴	**فصل دوم** :	غیر شرعی لباس.....	۵۹۹
۴۱۵	**فصل سوم** :	ناجائز لباس.....	۶۰۰
۴۱۶	**فصل چھارم**:	عورتوں کے لباس.....	۶۰۱
۴۱۷	**فصل پنجم** :	ٹوپی اور عمامہ.....	۶۰۲
۴۱۸	**باب ہفتم** ☆	بالوں اور داڑھی کے احکام	
۴۱۹	**فصل اول** :	بالوں کے احکام.....	۶۰۳

۴۲۰	**فصل دوم** : داڑھی اور مونچھ کے احکام.....	۶۰۵
۴۲۱	**فصل سوم** : خضاب کے احکام.....	۶۰۶
۴۲۲	**فصل چہارم**: ناخن کاٹنے کا بیان.....	۶۰۶
۴۲۳	**باب ہشتم**☆ زیورات اور زینت کے مسائل	
۴۲۴	**فصل اول** : زیورات کا استعمال.....	۶۰۶
۴۲۵	**فصل دوم** : انگوٹھی کا بیان.....	۶۰۷
۴۲۶	**فصل سوم** : گھڑی کا بیان.....	۶۰۸
۴۲۷	**فصل چہارم**: اشیاء زینت.....	۶۰۸
۴۲۸	**فصل پنجم** : خوشبو کا حکم.....	۶۰۸
۴۲۹	**فصل ششم** : متفرقات زیورات.....	۶۰۹
۴۳۰	**باب نہم** ☆ پردہ کے احکام	
۴۳۱	**فصل اول** : پردہ کا ثبوت اور اس کا وجوب.....	۶۰۹
۴۳۲	**فصل دوم** : جن سے پردہ ضروری ہے.....	۶۱۰
۴۳۳	**فصل سوم** : اعضائے مستورہ کو دیکھنا اور کھولنا.....	۶۱۱
۴۳۴	**فصل چہارم**: اجنبی عورت سے تنہائی، میل جول اور مس کرنا	۶۱۲
۴۳۵	**باب دہم** ☆ اسلامی آداب واخلاق.....	۶۱۴
۴۳۶	**باب یازدہم**☆ ختنہ کا بیان	۶۱۵
۴۳۷	**باب دوازدہم**☆ سلام ومصافحہ وغیرہ	
۴۳۸	**فصل اول** : سلام اور اس کے آداب.....	۶۱۶

۴۳۹	**فصل دوم** : مصافحہ، معانقہ اور قیام وتقبیل.....	۶۱۷
۴۴۰	**فصل سوم** : سلام کافر وفاسق.....	۶۱۸
۴۴۱	**فصل چہارم**: درود وسلام.....	۶۱۹
۴۴۲	**فصل پنجم** : رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنا.....	۶۲۰
۴۴۳	**باب سیزدھم** ☆ عملیات.....	۶۲۰
۴۴۴	**باب چھاردھم** ☆ کسب اور پیشہ.....	۶۲۴
۴۴۵	**باب پانزدھم** ☆ مالِ حرام اور رشوت	
۴۴۶	**فصل اول** : مالِ حرام کا حکم.....	۶۲۶
۴۴۷	**فصل دوم** : رشوت کا بیان.....	۶۲۸
۴۴۸	**باب شانزدھم** ☆ احکام حقوق	
۴۴۹	**فصل اول** : زوجین کے احکام.....	۶۲۸
۴۵۰	**فصل دوم** : والدین وغیرہ کے حقوق.....	۶۳۱
۴۵۱	**فصل سوم** : جماع اور اس کے متعلقات.....	۶۳۳
۴۵۲	**فصل چہارم**: یتیم وغیرہ کے احکام.....	۶۳۴
۴۵۳	**باب ھفدھم** ☆ انساب کا بیان.....	۶۳۵
۴۵۴	**باب ھیزدھم** ☆ سونے کے آداب.....	۶۳۵
۴۵۵	**باب نوزدھم** ☆ خوابوں کی تعبیر.....	۶۳۶
۴۵۶	**باب بستم** ☆ ناموں کا بیان.....	۶۳۸

۴۵۷	**باب بست ویکم** ☆	**عقلیات وارضیات**	
۴۵۸	**فصل اول** :	مصالحِ عقلیہ.....	۶۴۰
۴۵۹	**فصل دوم** :	ارضیات وسماویات	۶۴۰
۴۶۰	**باب بست ودوم** ☆	**کھیل وتصاویر کے احکام**	
۴۶۱	**فصل اول** :	کھیلوں کا بیان.....	۶۴۱
۴۶۲	**فصل دوم** :	تصویر اور مجسمہ سازی.....	۶۴۲
۴۶۳	**فصل سوم** :	سنیما اور ٹی وی وغیرہ.....	۶۴۴
۴۶۴	**باب بست وسوم** ☆	**کفار سے تعلقات ومعاملات**	
۴۶۵	**فصل اول** :	کفار کے ساتھ تعلقات.....	۶۴۵
۴۶۶	**فصل دوم** :	کفار کے ساتھ مشابہت.....	۶۴۵
۴۶۷	**فصل سوم** :	غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت	۶۴۶
۴۶۸	**فصل چہارم**:	مال کے ذریعہ کفار کی اعانت.....	۶۴۷
۴۶۹	**باب بست وچہارم** ☆	**جھوٹ، غیبت، بائیکاٹ اور توبہ**	
۴۷۰	**فصل اول** :	جھوٹ، چغلی، بہتان اور ریا کا بیان.....	۶۴۷
۴۷۱	**فصل دوم** :	غیبت اور کینہ کا بیان.....	۶۴۹
۴۷۲	**فصل سوم** :	تحقیر مسلم کا بیان.....	۶۴۹
۴۷۳	**فصل چہارم**:	وعدہ خلافی کا بیان.....	۶۴۹
۴۷۴	**فصل پنجم** :	بائیکاٹ وقطع تعلق.....	۶۵۰
۴۷۵	**فصل ششم** :	معاصی اور اس سے توبہ.....	۶۵۱
۴۷۶	**باب بست وپنجم**	☆ مسائل شتّیٰ	۶۵۴

کتاب الفرائض

۴۷۷	رسالہ آسان فرائض.....	۶۵۶
۴۷۸	**فصل اول** : میت کے قرض اور امانت کا بیان	۶۵۸
۴۷۹	**فصل دوم** : استحقاق اور عدم استحقاق وراثت	۶۵۸
۴۸۰	**فصل سوم** : ترکہ میں تصرف.....	۶۶۰
۴۸۱	**فصل چہارم**: حرام مال میں وراثت.....	۶۶۱
۴۸۲	**فصل پنجم** : ذوی الفروض.....	۶۶۲
۸۳	**فصل ششم** : عصبات کا بیان.....	۶۶۴
۴۸۴	**فصل ہفتم** : پوتوں کو وراثت.....	۶۶۴
۴۸۵	**فصل ہشتم**: ذوی الارحام.....	۶۶۵
۴۸۶	**فصل نہم** : توریث حمل.....	۶۶۵
۴۸۷	**فصل دہم** : موانع ارث.....	۶۶۶
۴۸۸	**فصل یازدہم** : حجب وحرمان.....	۶۶۶
۴۸۹	**فصل دوازدہم**: متفرقات فرائض.....	۶۶۷
۴۸۰	**کتاب الوصایا** : وصیت کا بیان.....	۶۶۷

﴿ضمیمہ فتاویٰ محمودیہ﴾

من ملفوظات فقیہ الامتؒ

۴۹۱	**کتاب العقائد**: عقائد کا بیان.....	۶۶۹
۴۹۲	**کتاب التاریخ والسیر** : تاریخ وسیرت.....	۶۷۰

۴۹۳	**کتاب العلم** : علم کا بیان.....	۶۷۱
۴۹۴	**کتاب مایتعلق بالقرآن** : قرآن سے متعلق مسائل.....	۶۷۱
۴۹۵	**کتاب الطھارۃ** : پاکی کے مسائل.....	۶۷۲
۴۹۶	**کتاب الصلاۃ** : نماز کا بیان.....	۶۷۲
۴۹۷	**باب اول** : مسائل اذان.....	۶۷۲
۴۹۸	**باب دوم** : مسائل نماز.....	۶۷۳
۴۹۹	**کتاب الجنائز** : جنازہ کے مسائل.....	۶۷۵
۵۰۰	**باب الاعتکاف** : اعتکاف کے مسائل.....	۶۷۵
۵۰۱	**کتاب الحج** : حج کے مسائل.....	۶۷۶
۵۰۲	**کتاب النکاح والطلاق** : مسائل نکاح وطلاق.....	۶۷۶
۵۰۳	**کتاب الحظر والاباحۃ** : جائز اور ناجائز امور.....	
۵۰۴	**باب اول** : جنات، تعویذات اور عملیات.....	۶۷۷
۵۰۵	**باب دوم** : کھانے، پینے کے مسائل.....	۶۷۷
۵۰۶	**باب سوم** : سلام ومصافحہ.....	۶۷۷
۵۰۷	**باب چھارم** : مسائل شتّیٰ.....	۶۷۸

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الایمان والکفر		
	﴿ایمان وکفر کا بیان﴾		
	☆.....باب اوّل.....☆		
	اسلام اور ایمان کا بیان		
۱	اسلام کیا ہے.....	۲	۱۸
۲	کیا اپنے ایمان واسلام کا اعتقاد لازم ہے.....	۲	۱۹
۳	مسلمان آپس کے اختلاف کے بعد بھی مسلمان ہیں.....	۲	۲۰
۴	ایمان کی بنیاد.....	۲	۲۱
۵	ایمان میں کمی زیادتی.....	۲	۲۳
۶	ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز.....	۲	۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷	قرآن پر ایمان کا مطلب.....	۲	۲۹
۸	صرف کلمہ پڑھنے سے دخول جنت.....	۲	۲۹
۹	کیا محض ایمان پر جنت کی بشارت ہے.....	۲	۳۱
۱۰	احکام پر عمل کرنا اعلی درجہ کے مسلمانوں کا کام ہے.....	۲	۳۲
۱۱	انکار قرآن وحدیث کے ساتھ ایمان نہیں.....	۲	۳۳
۱۲	کیا غیر مسلم نیکی کر کے جنتی ہے.....	۲	۳۸
۱۳	شہر بانو بنت یزدجرد کا ایمان.....	۲	۳۹
۱۴	وسوسہ شیطانی سے ایمان ضائع نہیں ہوتا.....	۲	۴۰
۱۵	ایمان میں وسوسہ کا علاج.....	۲	۴۱
۱۶	تجدید ایمان کا طریقہ.....	۲	۴۳
۱۷	تجدید ایمان کا طریقہ.....	۲	۴۴
۱۸	ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا.....	۲	۴۵
۱۹	مسلمان ہونے والے کو فوراً مسلمان کرنا چاہئے.....	۲	۴۶
۲۰	غیر مسلم کس طرح مسلمان ہوتا ہے.....	۲	۴۷
۲۱	کیا حنفی مسلک قبول اسلام سے مانع ہے.....	۲	۵۱
۲۲	شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ.....	۲	۵۲
۲۳	کیا یہود ونصاری مسلم ہیں.....	۲	۵۳
۲۴	ہندو، یہود ونصاری، جنات کس کی امت میں ہیں.....	۲	۵۴
۲۵	امت دعوت واجابت.....	۲	۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶	ضروریات دین کی تفصیل.....	۲	۵۶
۲۷	فطرت کی تشریح.....	۲	۵۶
۲۸	مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت کی ضرورت.....	۲	۵۷
۲۹	نجات کس ایمان پر ہے.....	۲	۵۸
۳۰	ایمان بالرسول اجمالاً کافی ہے یا اوصاف کے ساتھ.....	۲	۵۹
۳۱	مجبوراً خنزیر کا گوشت کھانے سے ایمان نہیں جاتا.....	۲	۶۰
۳۲	اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت.....	۲	۶۰
۳۳	اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دشمنی.....	۲	۶۱
۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان لانا.....	۲	۶۵
۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی نجات سے بحث.....	۲	۶۸
۳۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بعد وفات زندہ ہونا اور کلمہ پڑھنا	۲	۶۹
۳۷	مرثیہ شیخ الہندؒ کے ایک شعر کا مفہوم.....	۲	۷۰
۳۸	جملہ خبریہ کی تعریف اور کلمۂ توحید.....	۲	۷۲
۳۹	یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں نیز انکی عورتوں سے نکاح اور انکا ذبیحہ	۲	۷۳
۴۰	مسلمان بھنگی کا حکم.....	۲	۷۵
۴۱	دین اسلام ملائکہ کے ذریعہ کیوں نہیں پھیلایا جاتا.....	۲	۷۷
۴۲	اخیر وقت کا اسلام.....	۲	۷۸
۴۳	خاتمہ بالخیر.....	۲	۷۹
۴۴	ایمان کے شکر میں ختم.....	۲	۷۹
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....فصل اوّل.....☆		
	کفر واعمال کفر		
۴۵	کفر کی تعریف.....	۲	۸۱
۴۶	منافق کی تعریف.....	۲	۸۲
۴۷	التزام کفر اور لزوم کفر کی تعریف.....	۲	۸۳
۴۸	موجبات کفر اور تجدید ایمان.....	۲	۸۴
۴۹	کفر ابوجہل اور کفر منافقین میں فرق.....	۲	۸۶
۵۰	حکم شرع کا انکار.....	۲	۸۹
۵۱	جو شخص نماز کے لئے اٹھنے سے انکار کرے اس کا حکم.....	۲	۹۱
۵۲	تارک صلوۃ کا حکم.....	۲	۹۲
۵۳	منکر نماز کا حکم.....	۲	۹۳
۵۴	کیا نماز دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنا ہے.....	۲	۹۴
۵۵	منکر نماز جنازہ.....	۲	۹۶
۵۶	نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم.....	۲	۹۸
۵۷	غیبت کے غیبت ہونے سے انکار.....	۲	۹۹
۵۸	کسی پر الزام لگا کر انکار کرنا.....	۲	۱۰۰
۵۹	احیاء موتی معجزۂ عیسیٰ علیہ السلام ہے اس کا انکار کفر ہے.....	۲	۱۰۱
۶۰	سید ہونے کی وجہ سے حرام کو حلال سمجھنا.....	۲	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱	حرام کو حلال سمجھنا.....	۲	۱۰۳
۶۲	حرام کو حلال سمجھنا.....	۲	۱۰۴
۶۳	حلال کو حرام سمجھنا.....	۲	۱۰۶
۶۴	ابلیس کا انکار سجدہ کرنے سے.....	۲	۱۰۷
۶۵	جوشخص قرآن وحدیث کو غلط بتائے اس کا حکم.....	۲	۱۰۹
۶۶	جوشخص قرآن وحدیث کو نا قابل عمل بتائے اس کا حکم.....	۲	۱۱۰
۶۷	حفظ قرآن کو مکروہ کہنا.....	۲	۱۱۰
۶۸	ماں کو گالی اوراس کی قبر پر پیشاب.....	۲	۱۱۱
۶۹	دعا قبول نہ ہونے سے خدا کے وجود کے انکار کا حکم.....	۲	۱۱۳
۷۰	حلال حرام مخلوط مال پر بسم اللہ.....	۲	۱۱۴
۷۱	حرام مال سے دعوت اوراس پر بسم اللہ.....	۲	۱۱۴
۷۲	انکار مذہب.....	۲	۱۱۶
۷۳	دین کو ماننے سے انکار.....	۲	۱۱۷
۷۴	جوشخص ہندو ہونے کا اقرار کرے اس کے لئے فتویٰ.....	۲	۱۱۸
۷۵	جان بچانے کیلئے کفر کا اقرار.....	۲	۱۱۹
۷۶	کسی غرض کیلئے ظاہرا کفر اختیار کرنا.....	۲	۱۲۱
۷۷	کیا ہر دین حق ہے؟.....	۲	۱۲۲
۷۸	بھگوان سے مدد مانگنا.....	۲	۱۲۴
۷۹	تناسخ کے قائل کا حکم.....	۲	۱۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۰	عیسائی کتابیں فروخت کرنا کیا کفر ہے.....	۲	۱۲۶
۸۱	غیر مذہب کی کتابیں دیکھنا اور اپنے کفر کا اقرار کرنا.....	۲	۱۲۸
۸۲	اپنی بیوی کو بغیر کپڑے کے نچوانا.....	۲	۱۲۹
۸۳	خود کو غیر مسلم کہہ کر غیر مسلم لڑکی سے بطریقۂ غیر مسلم نکاح کرنا.....	۲	۱۳۰
۸۴	افتتاحِ دوکان پرست نارائن کی پوجا.....	۲	۱۳۱
۸۵	اسکول میں پوجا کیلئے چندہ دینا اور پوجا کا کھانا کھانا.....	۲	۱۳۲
۸۶	مشرکانہ طریقہ پر کنویں کے افتتاح میں شرکت.....	۲	۱۳۴
۸۷	غیر اللہ کے نام پر ذبح مشرکانہ عمل ہے.....	۲	۱۳۶
۸۸	سحر سیکھنا دفعِ سحر کے لئے.....	۲	۱۳۸
۸۹	سحر کا حکم.....	۲	۱۴۰
۹۰	قرآن پاک میں تحریف کرنے کا اقرار.....	۲	۱۴۱
۹۱	کیا کسی بات کا یقین نہ کرنا کفر ہے.....	۲	۱۴۲
۹۲	مخالف اجماع کا حکم.....	۲	۱۴۴
۹۳	پیر کو حاجت رَوا سمجھنا.....	۲	۱۴۵
۹۴	جو شخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے اسکا حال	۲	۱۴۶
	☆.....فصل دوم.....☆		
	کلمات کفر کا بیان		
۹۵	یہ لفظ کہنا کہ ہم نہیں جانتے مسئلہ کیا ہے.....	۲	۱۴۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶	استنجے کے لئے کلوخ لینا اور اس کو سنیما فلم کہنا.....	۲	۱۴۹
۹۷	امام اور استاذ کو خنزیر اور منافق کہنا.....	۲	۱۵۰
۹۸	الم کے شعر میں لفظ حریف کی تحقیق.....	۲	۱۵۱
۹۹	نور نامہ کا ایک شعر.....	۲	۱۵۲
۱۰۰	شاعر امام کے بعض اشعار.....	۲	۱۵۳
۱۰۱	دعوۃ الحق کو دعوۃ الکفر کہنا.....	۲	۱۵۵
۱۰۲	اللہ میاں کا اپنی تعریف کرنا.....	۲	۱۵۶
۱۰۳	کسی کو یہ کہنا کہ اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے.....	۲	۱۵۶
۱۰۴	بے دین فقیروں کا حال اور دعویٰ.....	۲	۱۵۷
۱۰۵	یہ دعویٰ کہ میں جب چاہوں بارش کرادوں.....	۲	۱۵۹
۱۰۶	خدائی کا دعویٰ.....	۲	۱۶۰
۱۰۷	کسی پیر کا اپنے آپ کو اللہ کہنا اور کچھ لغویات.....	۲	۱۶۱
۱۰۸	اگر میں نے فلاں کام کیا تو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو.....	۲	۱۶۳
۱۹	اگر فلاں کام کروں تو امت سے خارج.....	۲	۱۶۴
۱۱۰	بت خانہ کی قسم کھانا.....	۲	۱۶۶
۱۱۱	یہ کہنا کہ رزق ہم دیں گے.....	۲	۱۶۷
۱۱۲	''ایمانداری کوئی چیز نہیں'' کا مفہوم اور حکم.....	۲	۱۶۷
۱۱۳	زوجہ کا ایک کفریہ خط زوج کے نام.....	۲	۱۶۸
۱۱۴	بدری صحابی رضی اللہ عنہ کو وہابی اور منافق کہنا.....	۲	۱۷۰
۱۱۵	مجھ کو جہنم کا نچلا طبقہ منظور ہے اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی (نعوذ باللہ).....	۲	۱۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۶	نیند کو نماز سے بہتر کہنے پر کیا حکم ہے.....	۲	۱۷۳
۱۱۷	مناظرہ سکھانے کے لئے کفریات بولنا کیسا ہے.....	۲	۱۷۴
۱۱۸	داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا.....	۲	۱۷۶
۱۱۹	اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا	۲	۱۷۷
۱۲۰	جو شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا.....	۲	۱۷۸
۱۲۱	انکار نماز کی توجیہ.....	۲	۱۸۰
۱۲۲	سخت کلمہ اور اس کا جواب.....	۲	۱۸۱
۱۲۳	نحن عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب.....	۲	۱۸۲
۱۲۴	غصہ میں کلمۂ کفر.....	۲	۱۸۳
۱۲۵	رکوع میں سبحان ربی الاجیم پڑھنا کفر ہے؟.....	۲	۱۸۴
۱۲۶	کلاسوف تعلمون کو کلا صاف کرنے کی تائید میں پڑھنا کفر ہے.....	۲	۱۸۵
۱۲۷	وندے ماترم.....	۲	۱۸۵
۱۲۸	اسکول میں ترانہ.....	۲	۱۸۶
۱۲۹	جو مسئلہ پیش آئے اس کا جواب دریافت کیا جائے مثلاً مثلاً سے نہیں	۲	۱۸۷
	☆.....فصل سوم.....☆		
	تکفیر مسلم		
۱۳۰	تکفیر مسلم.....	۲	۱۸۸
۱۳۱	کسی مسلمان کو سردار جی کہنا.....	۲	۱۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۲	اپنے سوا سب کو کافر کہنا.....	۲	۱۹۰
۱۳۳	مسلمان کو کافر کہنا.....	۲	۱۹۱
۱۳۴	کلمہ گو کو کافر کہنا.....	۲	۱۹۲
۱۳۵	ایک دوسرے کو کافر کہنا.....	۲	۱۹۴
۱۳۶	دیوبندی علماء کو کافر کہنا.....	۲	۱۹۶
۱۳۷	علمائے دیوبند کو کافر کہنے والا کیا حکم رکھتا ہے.....	۲	۱۹۷
۱۳۸	شاگرد کو کافر کہنے والے کا حکم.....	۲	۱۹۸
۱۳۹	اپنے مسلمان ہونے کا انکار.....	۲	۱۹۹
۱۴۰	علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ.....	۲	۲۰۰
۱۴۱	کیا عبدالوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے.....	۲	۲۰۲
۱۴۲	سخت گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا.....	۲	۲۰۵
۱۴۳	خدا اور رسول کو منظور ہو تو کہنا کیسا ہے.....	۲	۲۰۶
۱۴۴	جاہل بدعقیدہ کی اصلاح کا طریقہ.....	۲	۲۰۷
	☆.....فصل چہارم.....☆		
	خدا اور رسول کی توہین		
۱۴۵	اللہ کی شان میں گستاخی.....	۲	۲۰۸
۱۴۶	اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی.....	۲	۲۰۹
۱۴۷	اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا اور رمضان کے روزہ کی توہین کرنا.....	۲	۲۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۸	اللہ پاک کو گالی دینا.....	۲	۲۱۱
۱۴۹	کیا خدا ظالم ہے (نعوذ باللہ).....	۲	۲۱۳
۱۵۰	خدا کو بے انصاف کہنا خود کو کافر کہنا.....	۲	۲۱۴
۱۵۱	اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے کہنا.....	۲	۲۱۶
۱۵۲	خدائے پاک کو بے انصاف کہنا.....	۲	۲۱۷
۱۵۳	''میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا'' کہنے کا حکم مع فتویٰ سنبھل.....	۲	۲۱۸
۱۵۴	ذات وصفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید.....	۲	۲۲۰
۱۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا حکم.....	۲	۲۲۲
۱۵۶	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہنا.....	۲	۲۲۳
۱۵۷	شان انبیاء علیہم السلام میں گستاخی.....	۲	۲۲۴
۱۵۸	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ ملا کہنا.....	۲	۲۲۶
۱۵۹	نعت نبی ﷺ کو ساز پر سننا.....	۲	۲۲۷
۱۶۰	امی کی تشریح.....	۲	۲۲۷
۱۶۱	نماز قضاء ہونے پر یہ کہنا کہ نماز تو حضور ﷺ کی بھی قضا ہوئی ہے.....	۲	۲۲۹
۱۶۲	''اگر نبی اس زمانہ میں ہوتا وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا'' کہنا.....	۲	۲۳۱
۱۶۳	ایک امام کی گمراہی خدا اور رسول کے متعلق.....	۲	۲۳۱
۱۶۴	خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کرنے کا کسی کو حق نہیں.....	۲	۲۳۳
۱۶۵	جو شخص خدا اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرے وہ کیسا ہے.....	۲	۲۳۴
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....فصل پنجم.....☆		
	علماءِ دین کی توہین کا حکم		
۱۶۶	توہین علماء.....	۲	۲۳۵
۱۶۷	مقرر عالم کی توہین.....	۲	۲۳۶
۱۶۸	علماء دین کی توہین.....	۲	۲۳۷
۱۶۹	اہانت علماء.....	۲	۲۳۸
۱۷۰	کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا.....	۲	۲۳۹
۱۷۱	استخفاف علماء.....	۲	۲۴۰
۱۷۲	علماء کو برا کہنا.....	۲	۲۴۱
۱۷۳	کسی مستند عالم کو برا کہنا.....	۲	۲۴۲
۱۷۴	علماء دین کو گالی دینا.....	۲	۲۴۳
۱۷۵	طالب علم کو گالی دینا.....	۲	۲۴۳
۱۷۶	عالم سے بغض رکھنا.....	۲	۲۴۵
۱۷۷	عالم دین کی گستاخی.....	۲	۲۴۷
۱۷۸	کیا استاذ کی توہین کفر ہے.....	۲	۲۴۸
۱۷۹	استاذ کی گستاخی اور توہین.....	۲	۲۵۰
۱۸۰	دینی کتب کے مترجمین کو برا کہنا.....	۲	۲۵۲
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....فصل ششم.....☆		
	احکام شرع وشعائر دین کی توہین		
۱۸۱	فتوے کی توہین.....	۲	۲۵۳
۱۸۲	مسئلہ شرعیہ کی توہین.....	۲	۲۵۴
۱۸۳	اذان پر ہنسنا.....	۲	۲۵۶
۱۸۴	گدھے کے بولنے کو اذان کہنا.....	۲	۲۵۷
۱۸۵	نماز وغیرہ کا استہزاء.....	۲	۲۵۷
۱۸۶	نماز کے لئے تحقیر کا لفظ بولنا.....	۲	۲۵۹
۱۸۷	ریا کاری کی نماز کو گالی دینا.....	۲	۲۶۰
۱۸۸	نمازی کو گالی دینا.....	۲	۲۶۵
۱۸۹	نماز پڑھنا کسی کے کہنے پر موقوف نہیں.....	۲	۲۶۷
۱۹۰	نماز کے انکار سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے.....	۲	۲۶۷
۱۹۱	روزہ کے منکر کا حکم.....	۲	۲۶۹
۱۹۲	تبلیغ اسلام کا منکر.....	۲	۲۷۰
۱۹۳	حالت حمل میں نکاح کا منکر.....	۲	۲۷۱
۱۹۴	نکاح بیوہ کا منکر.....	۲	۲۷۲
۱۹۵	حلالہ کے منکر کا حکم.....	۲	۲۷۴
۱۹۶	پگڑی کی اہانت.....	۲	۲۷۴
۱۹۷	داڑھی کی توہین.....	۲	۲۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۸	داڑھی کے بال اکھاڑ کر پیشاب کروں گی کہنے والی عورت کی سزا.....	۲	۲۷۸
۱۹۹	تعویذ کی توہین.....	۲	۲۷۹
۲۰۰	قرآن کی شان میں گستاخی.....	۲	۲۷۹
۲۰۱	قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم.....	۲	۲۸۰
۲۰۲	قرآن کریم کا احترام اس میں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود.....	۲	۲۸۲
۲۰۳	باہمی لڑائی میں قرآن پاک کو پیروں سے روندنا.....	۲	۲۸۳
۲۰۴	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پیر قرآن کریم پر رکھا تھا.....	۲	۲۸۴
۲۰۵	حضرت امیر معاویہؓ کو سخت کلمہ کہنا.....	۲	۲۸۶
۲۰۶	حضرت امیر معاویہؓ کی توہین کے بعد توبہ.....	۲	۲۸۸
۲۰۷	یزید بن معاویہ کو کافر یا ملعون کہنے والے کا حکم.....	۲	۲۹۰
۲۰۸	قانون شریعت کو نہ ماننے والے کا حکم.....	۲	۲۹۱
۲۰۹	رسم ورواج کی وجہ سے حکم شریعت کو نہ ماننا.....	۲	۲۹۲
۲۱۰	''شرع کے پابند نہیں قانون کے پابند ہیں'' کہنے کا حکم.....	۲	۲۹۲
۲۱۱	حکم عدالت کو حکم شرع پر ترجیح دینا.....	۲	۲۹۴
۲۱۲	''شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں'' کہنے والوں کا حکم	۲	۲۹۶
۲۱۳	نبوت اور وحی کا مذاق بنانا.....	۲	۲۹۷
۲۱۴	جو شخص زکوۃ کو فرض نہ مانے.....	۲	۲۹۸
۲۱۵	منکر زکوۃ کی تقریب میں شرکت.....	۲	۲۹۹
۲۱۶	مرتکب منکرات کی تقریب میں شرکت.....	۲	۳۰۰
۲۱۷	دینی مسائل کا مذاق اڑانا.....	۲	۳۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۸	خلاف شرع کلمات سے رجوع کرنا.....	۲	۳۰۲
۲۱۹	جو شخص شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے.....	۲	۳۰۴
۲۲۰	میں شریعت کو نہیں مانتا.....	۲	۳۰۵
۲۲۱	غیر عالم باپ کا بیٹوں کو گالیاں دینا.....	۲	۳۰۷
۲۲۲	علم اور علماء سے متعلق ایک ڈرامہ.....	۲	۳۰۹
۲۲۳	قرآن کریم کو جلا دینا.....	۲	۳۱۴
۲۲۴	متولی کا مؤذن کو نمک حرام کہنا.....	۲	۳۱۵
۲۲۵	مسجد کے متعلق سخت لفظ.....	۲	۳۱۶
۲۲۶	مسجد کا مذاق اڑانا.....	۲	۳۱۶
۲۲۷	غلامی کو ناپسند کرنا.....	۲	۳۱۷
۲۲۸	سنتِ مسواک کا منکر.....	۲	۳۱۸
	☆.....فصل ہفتم.....☆		
	موجبات کفر کے متفرق مسائل		
۲۲۹	آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی ہیں.....	۲	۳۱۹
۲۳۰	لاعلمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار کرنا.....	۲	۳۲۰
۲۳۱	ہندو کو کافر کہنا.....	۲	۳۲۰
۲۳۲	کسی کافر کو مرنے کے بعد برا کہنا.....	۲	۳۲۱
۲۳۳	صحاح ستہ پر اعتماد نہ کرنا.....	۲	۳۲۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب العقائد		
	﴿عقائد کا بیان﴾		
	☆.....باب اوّل.....☆		
	اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات		
۲۳۴	عقیدہ کی تعریف.....	۳	۲۲
۲۳۵	اللہ تعالیٰ کہاں ہیں.....	۳	۲۳
۲۳۶	خدا کے لئے جہت ماننا.....	۳	۲۴
۲۳۷	عرش کس کے رہنے کی جگہ ہے.....	۳	۲۵
۲۳۸	اسماء الٰہی دوسری زبانوں میں.....	۳	۲۵
۲۳۹	اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا لفظ یا جمع کا.....	۳	۲۸
۲۴۰	کیا گاڈ خدا کا نام ہے.....	۳	۲۹
۲۴۱	اللہ میاں کہنا.....	۳	۳۰
۲۴۲	توحید کی تشریح.....	۳	۳۰
۲۴۳	واجب الوجود.....	۳	۳۱
۲۴۴	صفت احدیت.....	۳	۳۲
۲۴۵	صفت قدرت.....	۳	۳۲
۲۴۶	کیا ہر شئ میں خدا ہے.....	۳	۳۳

۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۷	کیا ہر وقت دیدار خداوندی ہوسکتا ہے.....	۳	۳۴
۲۴۸	خالق مخلوق بننے پر قادر ہے یا نہیں.....	۳	۳۵
۲۴۹	محال کے ساتھ ممکن ماننا.....	۳	۳۶
۲۵۰	امکان کذب.....	۳	۳۶
۲۵۱	مسئلہ امکان کذب اور فتح المبین میں تلبیس.....	۳	۳۸
۲۵۲	اللہ تعالیٰ حفاظت کرنا چاہیں تو دشمنوں کے بیچ میں حفاظت کریں نہ چاہیں نہ کریں	۳	۴۳
۲۵۳	قرآن افضل ہے یا سید.....	۳	۴۶
۲۵۴	اقبال کے اشعار پر اعتراض اور اس کا جواب.....	۳	۴۸
۲۵۵	آستین براو کشیدہ ہمچو مکار آمدی کا پڑھنا.....	۳	۵۶
۲۵۶	اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جو چاہے دکھلا دے عقیدہ پر اشکال مع جواب.....	۳	۵۷
۲۵۷	اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگانا.....	۳	۵۹

☆.....باب دوم.....☆

شرک وکفر

۲۵۸	شرک کی تفصیل.....	۳	۶۱
۲۵۹	کفریہ عقائد واعمال.....	۳	۶۲
۲۶۰	اوصاف خاصہ الٰہی میں کسی کو شریک کرنا.....	۳	۶۳
۲۶۱	مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑوا سکتا، حضور ﷺ چھڑا سکتے ہیں.....	۳	۶۴
۲۶۲	حضرت علیؓ کی شان میں ایک شعر.....	۳	۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۳	چند اشعار اور علی مشکل کشا.....	۳	۶۵
۲۶۴	کیا اولیاء کو ذاتی قدرت ہے.....	۳	۶۷
۲۶۵	خدا اور رسول کو منظور ہو تو کہنا کیسا ہے.....	۳	۶۸
۲۶۶	اللہ تعالیٰ کے ہر شئ میں حلول کرنے کا عقیدہ.....	۳	۶۹
۲۶۷	فاسق وزندیق کی تعریف.....	۳	۷۱
۲۶۸	کافر ومشرک میں فرق.....	۳	۷۲
۲۶۹	مشرک وکافر میں فرق.....	۳	۷۳
۲۷۰	ڈاکٹر فضل الرحمٰن پاکستان کے اقتباسات ضلالت آمیز.....	۳	۷۴
۲۷۱	خدا اور رسول کے خلاف کہنے کا حق کسی کو نہیں.....	۳	۷۷
۲۷۲	صاحب مزار کے متعلق عقیدہ.....	۳	۷۸
۲۷۳	قبر کی مٹی سے شفاء.....	۳	۷۹
۲۷۴	ایک درخت سے شفاء حاصل کرنا.....	۳	۸۰
۲۷۵	کامیابی کے لئے ایک درخت کے نیچے خاص ہیئت اختیار کرنا.....	۳	۸۲
۲۷۶	سفر برائے زیارت قبور.....	۳	۸۳
۲۷۷	طواف قبور.....	۳	۸۴
۲۷۸	چن بشویشور اور صدیق دیندار کے عقائد	۳	۸۵
۲۷۹	پیر کے نام کا بکرا ذبح کرنے سے حلال نہیں.....	۳	۸۶
۲۸۰	اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم.....	۳	۸۷
۲۸۱	بھینٹ کا مرغا.....	۳	۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب سوم.....☆		
	تقدیر وقضا		
۲۸۲	تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب.....	۳	۸۹
۲۸۳	مسئلہ تقدیر.....	۳	۹۰
۲۸۴	تقدیر کے مسئلہ پر اشکال.....	۳	۹۱
۲۸۵	تقدیر کی قسم مبرم ومعلق ہے.....	۳	۹۳
۲۸۶	ہر ایک کا ارادہ خدا کے ارادہ کے تابع ہے.....	۳	۹۳
۲۸۷	انسان سے برے کام کیا اللہ تعالیٰ کرواتا ہے.....	۳	۹۴
۲۸۸	کیا تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے.....	۳	۹۵
۲۸۹	غریب کی غریب سے شادی تقدیری ہے یا کوشش سے.....	۳	۹۶
۲۹۰	وقت سے پہلے موت نہیں آتی.....	۳	۹۸
۲۹۱	خودکشی کرنے والے کی موت خود اس کے قبضہ میں نہیں.....	۳	۹۸
۲۹۲	کیا تقدیر پر ایمان لانے سے جبر لازم نہیں آتا.....	۳	۹۹
۲۹۳	مشیت ایزدی تقدیر ہے.....	۳	۱۰۰
۲۹۴	انسان مختار ہے یا مجبور.....	۳	۱۰۱
۲۹۵	انسان مجبور محض نہیں.....	۳	۱۰۲
۲۹۶	خلقت انسان کی غایت.....	۳	۱۰۲
۲۹۷	دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے.....	۳	۱۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب چہارم.....☆		
	غیر اللہ سے مدد مانگنا اور دعا میں توسل		
۲۹۸	الاستغاثہ.....	۳	۱۰۵
۲۹۹	نداء اموات.....	۳	۱۰۶
۳۰۰	انبیاء کرام کو پکارنا.....	۳	۱۰۸
۳۰۱	پیر کو ندا.....	۳	۱۰۹
۳۰۲	یا غوث کہنا.....	۳	۱۱۰
۳۰۳	یاغوث الاعظم المدد پکارنا.....	۳	۱۱۰
۳۰۴	یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وظیفہ.....	۳	۱۱۱
۳۰۵	اولیاء اللہ سے مدد مانگنا.....	۳	۱۱۲
۳۰۶	پیران پیر سے مدد مانگنے سے متعلق شعر کا حکم.....	۳	۱۱۳
۳۰۷	پیران پیر سے مدد مانگنا.....	۳	۱۱۴
۳۰۸	پیر فقیر وغیرہ سے حاجتیں مانگنا.....	۳	۱۱۵
۳۰۹	یا علی مشکل کشا کہنے کا حکم.....	۳	۱۱۶
۳۱۰	طلب الحاجہ من اہل القبور.....	۳	۱۱۷
۳۱۱	اہل قبور سے استمداد.....	۳	۱۱۸
۳۱۲	استمداد.....	۳	۱۱۹
۳۱۳	ابلیس نمرود وغیرہ سے مدد طلب کرنا.....	۳	۱۲۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۴	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ کی نعت پر اعتراض.....	۳	۱۲۳
۳۱۵	اشعار میں حضورﷺ کو خطاب.....	۳	۱۲۴
۳۱۶	دریا کے نام پر ذبح اور تصدق.....	۳	۱۲۵
۳۱۷	دیوان وطن کے شرکیہ اشعار.....	۳	۱۲۷
۳۱۸	ایصال ثواب اور توسل کی صورتیں.....	۳	۱۲۸
۳۱۹	حضورﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا.....	۳	۱۳۲
۳۲۰	توسل بالاحیاء والاموات.....	۳	۱۳۳
۳۲۱	سوال بر جواب بالا.....	۳	۱۳۵
۳۲۲	توسل میں ابن تیمیہ کا قول.....	۳	۱۳۹
۳۲۳	وسیلہ کی تشریح.....	۳	۱۴۱
۳۲۴	التوسل فی الدعاء.....	۳	۱۴۲
۳۲۵	وسیلہ سے دعاء.....	۳	۱۴۴
۳۲۶	خاص بزرگ کے توسل سے دعا.....	۳	۱۴۵
۳۲۷	ایک نعت میں توسل.....	۳	۱۴۶
	☆.....باب پنجم.....☆		
	علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر		
۳۲۸	کیا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے؟.....	۳	۱۴۸
۳۲۹	عقیدۂ علم غیب.....	۳	۱۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۰	علم غیب	۳	۱۵۱
۳۳۱	علم غیب	۳	۱۵۴
۳۳۲	علم غیب	۳	۱۵۹
۳۳۳	علم غیب	۳	۱۶۰
۳۳۴	علم غیب	۳	۱۶۱
۳۳۵	علم غیب کلی عطائی	۳	۱۶۲
۳۳۶	حضور ﷺ کے لئے علم غیب جاننا	۳	۱۶۲
۳۳۷	حضور ﷺ کے علم غیب کے سلسلہ میں دیوبندی بریلوی کا اختلاف	۳	۱۶۳
۳۳۸	عالم الغیب اور افضل البشر کی تشریح	۳	۱۶۴
۳۳۹	عالم الغیب باعلام اللہ ماننا	۳	۱۶۶
۳۴۰	کیا حضور ﷺ نائب مطلق مالک مختار ہیں؟	۳	۱۷۲
۳۴۱	حضرت پیران پیر کے متعلق علم غیب	۳	۱۷۴
۳۴۲	ایک شخص کا بعض مغیبات کی خبر دینا	۳	۱۷۵
۳۴۳	کیا شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے	۳	۱۷۶
۳۴۴	جنتری کی پیشین گوئیاں	۳	۱۷۶
۳۴۵	حفظ الایمان کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ	۳	۱۷۷
۳۴۶	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تراشی	۳	۱۷۸
۳۴۷	حضرت پیران پیر کے ایک مصرع کا مطلب	۳	۱۸۰
۳۴۸	ہاتھ دکھلا کر مستقبل معلوم کرنا ناجائز ہے	۳	۱۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۹	زمانہ کو برا کہنا.....	۳	۱۸۲
۳۵۰	حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ.....	۳	۱۸۳
۳۵۱	عقیدہ حاضر وناظر.....	۳	۱۸۴
۳۵۲	کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے.....	۳	۱۸۵
۳۵۳	حاضر وناظر اور مقلب القلوب وغیرہ.....	۳	۱۸۶
۳۵۴	حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنا.....	۳	۱۹۳
۳۵۵	شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر.....	۳	۱۹۴
۳۵۶	ایک شعر میں حضور ﷺ کو خطاب.....	۳	۱۹۷
۳۵۷	یارسول اللہ کہنا.....	۳	۱۹۷
۳۵۸	نبی ﷺ بشر بھی ہیں نور بھی.....	۳	۱۹۸
۳۵۹	بشریت نبی ﷺ.....	۳	۲۰۰
۳۶۰	حضور اکرم ﷺ کو نور بھی دیا گیا.....	۳	۲۰۱
۳۶۱	حضور ﷺ کے اختیارات از بہار شریعت.....	۳	۲۰۲
	☆.....باب ششم.....☆		
	رسالت، نبوت، ختم نبوت، تجدید دین		
۳۶۲	نبوت تشریعی وغیر تشریعی.....	۳	۲۰۴
۳۶۳	ختم نبوت ذاتی.....	۳	۲۰۵
۳۶۴	حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اشکال اور اس کا جواب.....	۳	۲۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۶۵	تعداد انبیاء علیہ السلام.....	۳	۲۰۷
۳۶۶	نبیوں کی تعداد کتنی ہے.....	۳	۲۰۸
۳۶۷	کیا گرونانک کو کوئی کتاب ملی ہے.....	۳	۲۰۹
۳۶۸	ہندوستان میں کوئی پیغمبر آئے؟ اور مردوں کو جلانیکا کس نے حکم دیا؟	۳	۲۱۰
۳۶۹	رام لچھمن وغیرہ.....	۳	۲۱۲
۳۷۰	کرشن جی کے متعلق عقیدہ.....	۳	۲۱۳
۳۷۱	رام کرشن کے متعلق کیا عقیدہ رکھے؟.....	۳	۲۱۴
۳۷۲	رام کرشن کو برا کہنا.....	۳	۲۱۴
۳۷۳	مہاتما بدھ اور رام چندر جی کیا نبی تھے؟ لکل قوم ھاد سے استدلال	۳	۲۱۵
۳۷۴	معصوم کون لوگ ہیں؟.....	۳	۲۱۷
۳۷۵	کوئی غیر نبی بھی معصوم ہے؟.....	۳	۲۱۷
۳۷۶	حضور اکرم ﷺ میں کوئی عیب نہیں.....	۳	۲۱۸
۳۷۷	حضور ﷺ پر نسیان.....	۳	۲۱۹
۳۷۸	تمام امت مسلمہ کو حضور ﷺ کے برابر سمجھنا.....	۳	۲۲۱
۳۷۹	کیا نبی اکرم ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے.....	۳	۲۲۲
۳۸۰	کیا حضور ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کا ہے.....	۳	۲۲۳
۳۸۱	نبی اکرم ﷺ کو صرف بھائی کا درجہ دینا.....	۳	۲۲۵
۳۸۲	حضور اکرم ﷺ کو ابا جان اور حضرت عائشہؓ کو امی جان کہنا.....	۳	۲۲۶
۳۸۳	تشہد میں حضور اکرم ﷺ کا تصور.....	۳	۲۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۴	کیا نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا، ایہام شرک ہے.....	۳	۲۲۸
۳۸۵	کیا نماز میں حضرت رسول اکرم ﷺ کا خیال آنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے	۳	۲۲۹
۳۸۶	کیا حضور ﷺ کا نماز میں خیال آنا باعث فضیلت ہے.....	۳	۲۳۱
۳۸۷	حضور پاک ﷺ کا سایہ.....	۳	۲۳۱
۳۸۸	حضور اکرم ﷺ کا پیشاب پاک ہے.....	۳	۲۳۴
۳۸۹	ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کا مطلب	۳	۲۳۶
۳۹۰	ذات وصفات رسول ﷺ پر تنقید.....	۳	۲۴۰
۳۹۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغی جماعت میں شامل ہونگے.....	۳	۲۴۲
۳۹۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی ہونگے یا امتی.....	۳	۲۴۳
۳۹۳	بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی حیثیت.....	۳	۲۴۶
۳۹۴	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت تواتر سے.....	۳	۲۴۸
۳۹۵	رفع عیسیٰ علیہ السلام.....	۳	۲۵۱
۳۹۶	کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں.....	۳	۲۵۲
۳۹۷	مقام محمود.....	۳	۲۵۹
۳۹۸	قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم.....	۳	۲۶۰
۳۹۹	کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنے کا عقیدہ.....	۳	۲۶۵
۴۰۰	غالب کا ایک شعر.....	۳	۲۶۶
۴۰۱	تخلیق بنی آدم علیہ السلام پر اشکالات.....	۳	۲۶۷
۴۰۲	حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ایک عقیدہ.....	۳	۲۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۳	اخوان حضرت یوسف علیہ السلام پر طعن.....	۳	۲۷۰
۴۰۴	صحابہ کرام سب عادل ہیں.....	۳	۲۷۱
۴۰۵	مدح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین.....	۳	۲۷۲
۴۰۶	انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کا احترام.....	۳	۲۷۳
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	معجزہ وکرامات		
۴۰۷	کرامت.....	۳	۲۷۴
۴۰۸	شعبدہ، کرامت، معجزہ میں فرق.....	۳	۲۷۵
۴۰۹	غیر پابند شریعت سے اگر خارق عادت صادر ہو تو بھی پرہیز چاہئے	۳	۲۷۸
۴۱۰	معارف قرآن کا الہام.....	۳	۲۷۹
۴۱۱	شق صدر اور معراج.....	۳	۲۸۰
۴۱۲	حضرت خواجہ اجمیری کا تالاب خشک کرادینا.....	۳	۲۸۲
۴۱۳	حضرت خواجہ اجمیری کا چور کو قطب بنا دینا.....	۳	۲۸۳
۴۱۴	کیا عبدالقادر جیلانی کا نام لینے سے بال گھٹ جاتے ہیں.....	۳	۲۸۴
۴۱۵	کیا بڑے پیر صاحب اور شمس تبریز نے مردوں کو زندہ کیا.....	۳	۲۸۴
۴۱۶	حضرت پیران پیر کی طرف جھوٹ کی نسبت.....	۳	۲۸۵
۴۱۷	بڑے پیر صاحب کا ملک الموت سے ارواح کو چھین کر زندہ کردینا	۳	۲۸۵
۴۱۸	حضرت غوث اعظمؒ کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری.....	۳	۲۸۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۹	بزرگ کی پھونک کا اثر.....	۳	۲۸۷
۴۲۰	پیر بزرگ کی سواری کا آنا.....	۳	۲۸۸
۴۲۱	کیا بوعلی شاہ قلندر کے مزار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں	۳	۲۸۹
۴۲۲	قلیل وقت میں کثیر عبادات ایک روایت پر اشکال کا جواب.....	۳	۲۸۹
	☆..... باب ہشتم ..... ☆		
	حیات انبیاء وسماع موتی		
۴۲۳	حیات انبیاء علیہم السلام	۳	۲۹۲
۴۲۴	حیات النبی ﷺ	۳	۲۹۶
۴۲۵	حیات النبی ﷺ	۳	۳۰۰
۴۲۶	مسئلہ حیات النبی ﷺ.....	۳	۳۰۲
۴۲۷	کیا حضور ﷺ مٹی میں مل گئے (استغفر اللہ).....	۳	۳۰۴
۴۲۸	حیات النبی ﷺ قبر میں.....	۳	۳۰۵
۴۲۹	مٹی کس کے جسم کو نہیں کھاتی.....	۳	۳۰۶
۴۳۰	روضۂ اقدس سے دست مبارک کا نکلنا.....	۳	۳۰۷
۴۳۱	سماع موتی.....	۳	۳۰۸
۴۳۲	سماع موتی سے متعلق دس سوال.....	۳	۳۰۸
۴۳۳	سماع موتی.....	۳	۳۱۱
۴۳۴	سماع موتی کی تفصیل.....	۳	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۵	سماع موتی کی مزید توضیح.....	۳	۳۱۶
۴۳۶	سماع موتی کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں.....	۳	۳۱۹
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	بدفالی اور نیک فالی		
۴۳۷	بدشگونی.....	۳	۳۲۶
۴۳۸	چند بے اصل بد فالیاں.....	۳	۳۲۷
۴۳۹	جھاؤ کا استعمال کرنا.....	۳	۳۲۸
۴۴۰	درخت کے پاس بیٹھنے سے شفاء.....	۳	۳۲۸
۴۴۱	وبا کی بستی سے نکلنا.....	۳	۳۲۹
۴۴۲	مجذوم اور ابرص کے ساتھ اختلاط.....	۳	۳۳۰
۴۴۳	چیچک والے کے لئے چند مخصوص چیزیں.....	۳	۳۳۲
۴۴۴	کیا عورت، گھر، گھوڑے میں نحوست ہے.....	۳	۳۳۳
۴۴۵	منگل بدھ کو حجامت بنوانا.....	۳	۳۳۴
۴۴۶	تو کلا بد پرہیزی کرنا.....	۳	۳۳۵
۴۴۷	روزانہ ایک پیسہ رات کو امانت رکھ کر صبح کو واپس لینا.....	۳	۳۳۶
۴۴۸	کیا رات کو قرض دینا منحوس ہے.....	۳	۳۳۸
۴۴۹	قطب تارہ کی طرف پیر پھیلانا.....	۳	۳۳۸
۴۵۰	چاند جب عقرب میں ہو تو کام شروع کیا جائے یا نہیں.....	۳	۳۳۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۱	گرہن کے وقت کھانا.....	۳	۳۳۹
۴۵۲	سفید پیر والی بھینس منحوس نہیں.....	۳	۳۴۰
۴۵۳	کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے.....	۳	۳۴۰
۴۵۴	دائی کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا.....	۳	۳۴۱
۴۵۵	خطبہ کے وقت سامعین کا ہاتھ باندھنا، کھولنا.....	۳	۳۴۱
۴۵۶	مغرب کی اذان کے وقت پانی پینا ممنوع نہیں.....	۳	۳۴۲
۴۵۷	رات میں جھاڑو دینا، منہ سے چراغ گل کرنا، دوسروں کا کنگھا استعمال کرنا	۳	۳۴۲
۴۵۸	چراغ پھونک کر بجھانا.....	۳	۳۴۳
۴۵۹	دانت والے بچے کی پیدائش.....	۳	۳۴۴
۴۶۰	تیسری رات کا چاند نہ دیکھنا اور اس کی کہانی سننا.....	۳	۳۴۴
	☆..... **باب دھم** .....☆		
	احوال برزخ کا بیان		
۴۶۱	مرنے کے بعد روح کا مقام.....	۳	۳۴۶
۴۶۲	بعد الموت مقام روح.....	۳	۳۴۸
۴۶۳	روح کا مقام مرنے کے بعد.....	۳	۳۴۹
۴۶۴	مقام ارواح.....	۳	۳۵۰
۴۶۵	کیا مرنے کے بعد ایک مہینہ تک روح مکان کے ارد گرد گھومتی ہے	۳	۳۵۴
۴۶۶	کیا مرنے کے بعد روح گھر پر آتی ہے.....	۳	۳۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۷	مرنے کے بعد روح کا مکان سے تعلق.....	۳	۳۵۷
۴۶۸	روح کا قبر پر یا مکان پر آنا.....	۳	۳۵۸
۴۶۹	میت کا تعلق زندوں سے.....	۳	۳۵۸
۴۷۰	مردہ کا پہلے مردوں سے ملنا.....	۳	۳۵۹
۴۷۱	قبر میں روح ڈالی جائیگی.....	۳	۳۶۰
۴۷۲	انتقال کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا.....	۳	۳۶۱
۴۷۳	مرنے کے بعد روح کا شیطان کے قالب میں جانا.....	۳	۳۶۲
۴۷۴	زندوں کے رونے سے میت کو اذیت.....	۳	۳۶۲
۴۷۵	کیا قصاب کو موت کے وقت زیادہ تکلیف ہوتی ہے.....	۳	۳۶۵
۴۷۶	منکر نکیر کے ساتھ کیا شیطان بھی قبر میں جاتا ہے.....	۳	۳۶۶
۴۷۷	کسی مردہ بزرگ کا کسی انسان میں حلول کرنا.....	۳	۳۶۷
۴۷۸	کیا قبر میں حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے.....	۳	۳۶۷
۴۷۹	نافرمان پر عذاب برزخ سے ہوتا ہے یا قیامت میں.....	۳	۳۶۸
۴۸۰	عذاب قبر سے استثناء.....	۳	۳۶۹
۴۸۱	عذاب قبر سے حفاظت کا عمل.....	۳	۳۷۰
۴۸۲	عذاب قبر.....	۳	۳۷۱
۴۸۳	کیا عذاب قبر فاسق کو بھی ہوگا.....	۳	۳۷۲
۴۸۴	قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت.....	۳	۳۷۶
۴۸۵	عذاب قبر یوم جمعہ وغیرہ میں.....	۳	۳۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۸۶	میت کو قبر میں عصر کا وقت محسوس ہوتا ہے.....	۳	۳۷۸
۴۸۷	مردوں کا اپنے متعارفین کو پہچاننا اور بخشوانا.....	۳	۳۷۹
۴۸۸	سکرات کی تکلیف معصوم کو.....	۳	۳۸۱
۴۸۹	بچوں سے سوال قبر نہیں.....	۳	۳۸۲
۴۹۰	نابالغ سے سوال منکر نکیر.....	۳	۳۸۲
۴۹۱	انبیاء و اولیاء کا قبروں سے نکلنا.....	۳	۳۸۳
۴۹۲	میت کا مدت دراز کے بعد سامنے آ کر ملاقات کرنا.....	۳	۳۸۴
۴۹۳	حیاتِ شہداء اور وفات.....	۳	۳۸۵
۴۹۴	حیات برزخیہ کی نوعیت.....	۳	۳۸۶
۴۹۵	حرمت جسم شہید علی الارض کی تشریح، بیان القرآن کی ایک عبارت	۳	۳۹۰
۴۹۶	بزرگوں کی ارواح سے ملاقات کا دعویٰ.....	۳	۳۹۲
	☆..... **باب یازدھم** .....☆		
	حشر وحساب، جزا وسزا		
۴۹۷	قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائیگا.....	۳	۳۹۴
۴۹۸	رمضان میں مرنے والے سے حساب.....	۳	۳۹۵
۴۹۹	سب سے پہلے کس کا حساب.....	۳	۳۹۵
۵۰۰	کافر غریب مصیبت زدہ کا انجام.....	۳	۳۹۶
۵۰۱	قیامت میں جانوروں سے حساب.....	۳	۳۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۲	معصوم بچے کس قصور کی وجہ سے بیمار ہوتے ہیں.....	۳	۳۹۸
۵۰۳	معصوم بچوں کے بیمار ہونے کا سبب.....	۳	۳۹۸
۵۰۴	مرتکب قتل عمد کی مغفرت وخودکشی.....	۳	۴۰۰
۵۰۵	نافرمانوں کا حشر.....	۳	۴۰۱
۵۰۶	کیا کلمہ پڑھ کر مرنے والے کو بداعمالی کی سزا ہے.....	۳	۴۰۲
۵۰۷	کافر کی خصومت.....	۳	۴۰۳
۵۰۸	اہل کتاب ضالین ومضلین دونوں مستحق عذاب ہیں.....	۳	۴۰۳
۵۰۹	کیا چودھویں صدی کے بعد قیامت ہے.....	۳	۴۰۵
۵۱۰	فواحش کی وجہ سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا.....	۳	۴۰۶
۵۱۱	معذبین کی تعداد زیادہ کیوں ہے.....	۳	۴۰۷
۵۱۲	سزاء وجزا کا مقام.....	۳	۴۱۰
	☆..... **باب دوازدھم** .....☆		
	احوال جنت وجہنم		
۵۱۳	جنت پیدا ہوچکی یا نہیں.....	۳	۴۱۱
۵۱۴	جنت میں دخول اولی کے لئے عمل.....	۳	۴۱۲
۵۱۵	کیا جنت کی حوریں فنا ہوں گی.....	۳	۴۱۳
۵۱۶	جنت، دوزخ، حوض کوثر کہاں ہیں.....	۳	۴۱۴
۵۱۷	علیین سجین کہاں ہیں.....	۳	۴۱۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۸	حور جنت کی خاص صفت.....	۳	۴۱۶
۵۱۹	حجر اسود جنت کا پتھر ہے.....	۳	۴۱۷
۵۲۰	کیا مور جنت میں تھا.....	۳	۴۱۷
۵۲۱	کچھ جانور بھی جنت میں جائیں گے.....	۳	۴۱۸
۵۲۲	کیا جنت میں بھی جماع ہوگا اور غلمان کا مطلب.....	۳	۴۲۰
۵۲۳	کیا جنت میں اولاد ہوگی.....	۳	۴۲۱
۵۲۴	کیا جنت میں توالد وتناسل ہوگا.....	۳	۴۲۲
۵۲۵	کفار کے بچے اہل جنت کے خدام ہونگے.....	۳	۴۲۳
۵۲۶	اولاد مشرکین کا حکم.....	۳	۴۲۴
۵۲۷	ایک مکالمہ دخول جنت اعمال صالحہ سے ہوگا یا فضل سے.....	۳	۴۲۶
۵۲۸	اصحاب کہف کا کتا جنت میں کیوں جائیگا.....	۳	۴۲۹
۵۲۹	جس نے کئی شوہر کئے وہ جنت میں کس کو ملیگی.....	۳	۴۳۰
۵۳۰	شوہر دوزخی اور بیوی جنتی کیسے ملیں گے.....	۳	۴۳۱
۵۳۱	جس عورت نے متعدد شوہر کئے وہ کس کو ملے گی.....	۳	۴۳۲
۵۳۲	کیا جنات کو سردی کا عذاب ہوگا.....	۳	۴۳۳
۵۳۳	کیا سب شاعر دوزخ میں جائیں گے.....	۳	۴۳۴
۵۳۴	قیامت کا ایک دن دنیا کے اعتبار سے کتنے دنوں کا ہے.....	۳	۴۳۵
۵۳۵	کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی.....	۳	۴۳۶
۵۳۶	شادی سے قبل مرجانے والوں کا نکاح کیسے ہوگا.....	۳	۴۳۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۷	مسجدوں کا جنت میں جانا.....	۳	۴۳۷
	☆..... **باب سیزدھم** .....☆		
	متفرقات عقائد		
۵۳۸	امام مہدی علیہ السلام.....	۳	۴۳۸
۵۳۹	گوشت خوری کا ثبوت.....	۳	۴۳۹
۵۴۰	عبادات کس شخص سے معاف ہیں.....	۳	۴۴۱
۵۴۱	نومسلم کو طعنہ دینا.....	۳	۴۴۲
۵۴۲	اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا.....	۳	۴۴۴
۵۴۳	غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے.....	۳	۴۴۵
۵۴۴	حرمت کے حکم سے پہلے صحابہ مکلّف نہیں تھے.....	۳	۴۴۵
۵۴۵	احادیث میں جن باتوں پر شہادت کا وعدہ ہے وہ اگر فاسق میں ہوں تو	۳	۴۴۶
۵۴۶	مثنوی کے چند اشعار.....	۳	۴۴۷
۵۴۷	موت وحیات سے متعلق ایک شاعرانہ تحقیق.....	۳	۴۴۹
۵۴۸	حضرت نانوتوی کا ایک شعر.....	۳	۴۵۰
۵۴۹	فاضل بریلوی سے متعلق چند اشعار.....	۳	۴۵۱
۵۵۰	کشمیری زبان میں نعت.....	۳	۴۵۳
۵۵۱	کیا صحابی کی نعش کو دیکھنے والا بھی تابعی ہے.....	۳	۴۵۴
۵۵۲	کیا نافرمان بھی بندہ ہے.....	۳	۴۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الفرق		
	﴿فرقوں کا بیان﴾		
	☆..... باب اوّل .....☆		
	ردِّ شیعیت		
۵۵۳	فرقۂ شیعہ امامیہ.....	۴	۱۸
۵۵۴	شیعوں کے عقائد وافعال اور ان کے متعلق شرعی فیصلہ.....	۴	۲۲
۵۵۵	بارہ امام.....	۴	۲۷
۵۵۶	مذہب شیعہ اختیار کرنے والے کے ساتھ تعلقات.....	۴	۲۸
۵۵۷	شیعہ کے لئے ایصال ثواب.....	۴	۲۹
۵۵۸	شیعہ کو ایصال ثواب.....	۴	۳۱
۵۵۹	شیعوں کے سلام کا جواب.....	۴	۳۲
۵۶۰	تطہیر اہل بیت.....	۴	۳۳
۵۶۱	پنجتن پاک کا مصداق.....	۴	۳۴
۵۶۲	کیا حضرت حسینؓ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی.....	۴	۳۴
۵۶۳	اگر حضرت حسین کی شہادت نہ ہوتی تو کیا قرآن وحدیث مٹ جاتے.....	۴	۳۷
۵۶۴	اگر حضرت حسینؓ کی شہادت نہ ہوتی تو کیا اسلام مٹ جاتا.....	۴	۳۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۵	حضرت علیؓ کی بیعت حضرت ابوبکرؓ سے.....	۴	۳۸
۵۶۶	حضرت عمرؓ کا دختر علیؓ سے نکاح.....	۴	۳۹
۵۶۷	باغ فدک کے مطالبہ پر ناراضگی.....	۴	۴۰
۵۶۸	باغ فدک.....	۴	۴۱
۵۶۹	حضرت فاطمہؓ کی حضرت ابوبکرؓ سے ناخوشی.....	۴	۴۲
۵۷۰	تعزیہ کی شرکت.....	۴	۴۳
۵۷۱	تعزیہ وعلم.....	۴	۴۳
۵۷۲	اورنگ زیبؒ اور تعزیہ داری.....	۴	۴۴
۵۷۳	کیا تعزیہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے.....	۴	۴۶
۵۷۴	کیا تعزیہ شعائر اسلام میں سے ہے؟.....	۴	۴۷
۵۷۵	تعزیہ داری چھوڑنے کے لئے نماز چھوڑنے کی شرط.....	۴	۵۰
۵۷۶	تعزیہ کے سامنے لاٹھی چلانے کی مشق اور اس کا وظیفہ.....	۴	۵۱
۵۷۷	تعزیہ کے سامنے گتکا کھیلنا.....	۴	۵۲
۵۷۸	تعزیہ اور ماتم شیعہ.....	۴	۵۳
۵۷۹	تعزیہ، مسجد، کعبہ میں فرق.....	۴	۵۶
۵۸۰	شیعہ کا رد فتاویٰ عالمگیری میں.....	۴	۵۷
۵۸۱	مجلس حسینی کی شرکت.....	۴	۵۸
۵۸۲	قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم.....	۴	۵۹
۵۸۳	کیا قرآن کریم کے چالیس پارے ہیں.....	۴	۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۴	صحابہؓ پر طعن و تشنیع	۴	۶۱
۵۸۵	حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں صحابۂ کرامؓ کی شرکت	۴	۶۲
۵۸۶	انیس سوالات شیعوں سے متعلق	۴	۶۲
۵۸۷	مفید الاسلام کی عمارت کا افتتاح شیعہ بوہرہ کے پیشوا کے ہاتھوں	۴	۶۹
۵۸۸	خلفاء ثلثہ پر ایمان	۴	۷۰
۵۸۹	کیا شیعہ فرقۂ ناجیہ ہے	۴	۷۱
۵۹۰	روافض کا ذبیحہ مجبوری	۴	۷۳
۵۹۱	شیعوں کے بعض اعتراضات کے جوابات	۴	۷۴
۵۹۲	کیا شیعہ لوگ سنیوں کو نجاست کھلاتے ہیں؟	۴	۷۶
۵۹۳	کیا یزید جنتی ہے؟	۴	۷۷
۵۹۴	یزید کو ظالم کہنا	۴	۷۷
۵۹۵	کیا یزید واجب التعظیم ہے؟	۴	۷۸
۵۹۶	یزید کو ایصال ثواب	۴	۷۹
۵۹۷	یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا	۴	۷۹
۵۹۸	کربلا میں حق پر کون تھا؟	۴	۸۰
۵۹۹	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیا شہید ہوئے؟	۴	۸۰
۶۰۰	واقعۂ کربلا جہاد ہے یا لڑائی؟	۴	۸۱
۶۰۱	کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم تھے؟ نعوذ باللہ	۴	۸۱
۶۰۲	کیا کربلا کا واقعہ اسلامی جہاد تھا؟	۴	۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۰۳	کربلا میں کام آنے والے کیا دین کی حفاظت کے لئے لڑے ہیں؟.....	۴	۸۲
۶۰۴	کسی شیعہ کا حضرت شاہ ولی اللہؒ کو زک پہونچانا.....	۴	۸۳
۶۰۵	کیا شیعہ حافظ قرآن ہوسکتا ہے؟.....	۴	۸۳
۶۰۶	دس محرم کو مسجد میں مجلس.....	۴	۸۴
۶۰۷	محرم کے موقعہ پر شہادت کا قصہ مسجد میں بیان کرنا.....	۴	۸۵
۶۰۸	دس محرم کو مسجد میں یا گھر میں مٹھائی تقسیم کرنا.....	۴	۸۵
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	ردقادیانیت		
۶۰۹	قادیانی کا حکم.....	۴	۸۷
۶۱۰	جس کا شوہر قادیانی ہوگیا.....	۴	۸۸
۶۱۱	قادیانی اور اس کی کتابیں.....	۴	۹۰
۶۱۲	قادیانی کے تفصیلی احکام.....	۴	۹۲
۶۱۳	قادیانی وغیرہ کلمہ گو کیا مسلمان ہیں.....	۴	۱۰۲
۶۱۴	قادیانیوں سے تعلق.....	۴	۱۰۲
۶۱۵	قادیانی کے ساتھ تعلقات اور اس پر صلوۃ جنازہ وغیرہ.....	۴	۱۰۶
۶۱۶	قادیانی پر نماز جنازہ.....	۴	۱۰۸
۶۱۷	قادیانی کا مسجد میں نماز کے لئے آنا.....	۴	۱۰۹
۶۱۸	قادیانی وشیعہ کو سلام وجواب.....	۴	۱۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۹	قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت.....	۴	۱۱۱
۶۲۰	کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے.....	۴	۱۱۱
۶۲۱	قادیانی کی وکالت سے نکاح.....	۴	۱۱۳
۶۲۲	جوشخص قادیانی ہوجائے اس کا نکاح برقرار نہیں رہتا.....	۴	۱۱۳
۶۲۳	شوہر کے قادیانی ہونے سے فسخ نکاح.....	۴	۱۱۴
۶۲۴	قادیانی سے نکاح اور ثبوت نسب.....	۴	۱۱۶
۶۲۵	بیمار قادیانی کی تیمارداری.....	۴	۱۱۷
۶۲۶	قادیانی کا وقف مسجد کے لئے.....	۴	۱۱۸
۶۲۷	قادیانی کا دعویٰ نبوت.....	۴	۱۱۹
۶۲۸	انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا.....	۴	۱۲۱
۶۲۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے یا امتی اور آپ پر وحی آئیگی یا نہیں.....	۴	۱۲۳
۶۳۰	مرزا کا قول کہ اللہ نے مجھ سے ہمبستری کی اور مجھے حمل قرار پایا.....	۴	۱۳۰

☆..... باب سوم .....☆

ردِّ مودودیت

فصل اول: جماعت اسلامی

۶۳۱	مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی.....	۴	۱۳۱
۶۳۲	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور انکے عقیدہ کے متعلق شرعی حکم	۴	۱۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۳	شریعت کی روشنی میں جماعت اسلامی	۴	۱۳۷
۶۳۴	جماعت اسلامی کے عقائد.....	۴	۱۴۰
۶۳۵	جماعت اسلامی کا مسلک.....	۴	۱۴۲
۶۳۶	کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے.....	۴	۱۴۳
۶۳۷	مختصر الفاظ میں جماعت اسلامی کا تفصیلی جائزہ.....	۴	۱۴۷
۶۳۸	تحریک جماعت اسلامی کا خلاصہ.....	۴	۱۵۰
۶۳۹	ایضاً.....	۴	۱۵۷
۶۴۰	داڑھی کی حد شرعی.....	۴	۱۵۹
۶۴۱	تفہیم القرآن کا حکم.....	۴	۱۵۹
۶۴۲	تفہیم القرآن کا حال.....	۴	۱۶۴
۶۴۳	مودودی صاحب کا ایک فتویٰ.....	۴	۱۶۵
۶۴۴	فتاویٰ کی حیثیت مودودی صاحب کی نظر میں.....	۴	۱۶۷
۶۴۵	دیوبند کے ایک فتویٰ پر اعتراض اور اس کا جواب.....	۴	۱۷۰
۶۴۶	علماء ومشائخ کی آڑ.....	۴	۱۷۷
۶۴۷	معیار حق کی تشریح.....	۴	۱۸۰
۶۴۸	مسئلہ یزید ومودودیت	۴	۱۸۱
۶۴۹	مودودی صاحب اور جماعت اسلامی.....	۴	۱۸۶
۶۵۰	تبلیغی جماعت، جمعیۃ علماء، اور جماعت اسلامی کا تعارف.....	۴	۱۸۸
۶۵۱	مسلک علمائے دیوبند اور جماعت اسلامی.....	۴	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم: جماعت اسلامی اور تنقید		
۶۵۲	حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ پر تنقید مع جواب.....	۴	۱۹۲
۶۵۳	تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب.....	۴	۱۹۵
۶۵۴	جماعت اسلامی اور تنقید.....	۴	۱۹۸
۶۵۵	مجرب حربہ	۴	۲۰۰
۶۵۶	کرامت اور شرافت کا معیار	۴	۲۰۳
۶۵۷	آزمائش کا وقت آ گیا ہے.....	۴	۲۰۳
۶۵۸	حق کی تشخیص.....	۴	۲۰۴
۶۵۹	حق سے الگ ہونے پر شکریہ.....	۴	۲۰۵
۶۶۰	جماعت اسلامی تخریبی تنقید پر مجبور ہے،.....	۴	۲۰۸
۶۶۱	امیر جماعت کے صفات.....	۴	۲۰۹
۶۶۲	جماعت اسلامی کا کام.....	۴	۲۱۰
۶۶۳	جماعت اسلامی کا پروگرام.....	۴	۲۱۱
۶۶۴	ایک شبہ کا ازالہ.....	۴	۲۱۲
۶۶۵	تبلیغ کرنے والوں پر تنقید.....	۴	۲۱۳
۶۶۶	طریق کار	۴	۲۱۴
۶۶۷	چھ اصول.....	۴	۲۱۷
۶۶۸	کلمہ کی تصحیح اور تبلیغ.....	۴	۲۱۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۹	نماز کی تصحیح وترقی	۴	۲۱۸
۶۷۰	تحصیل علم وذکر	۴	۲۱۸
۶۷۱	تفریغ وقت	۴	۲۱۸
۶۷۲	خلق	۴	۲۱۸
۶۷۳	تصحیح نیت	۴	۲۱۹
۶۷۴	تنقید کا اثر	۴	۲۲۱
۶۷۵	وفات پیغمبرؐ کی تصویر	۴	۲۲۱
۶۷۶	حدیث پرکھنے کا طریقہ	۴	۲۲۶
۶۷۷	احادیث مفید یقین نہیں	۴	۲۲۷
۶۷۸	کیا ہر صحیح حدیث کو حدیث رسول مان لیا جائے	۴	۲۲۸
۶۷۹	مودودی صاحب کا موقف	۴	۲۲۸
۶۸۰	مودودی صاحب کا موقف فقہ اور کلام میں	۴	۲۳۱
۶۸۱	اسوہ، سنت، بدعت، بھی سب سے الگ	۴	۲۳۱
۶۸۲	تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیرہ سے قرآن وسنت کی تعلیم نہ دی جائے	۴	۲۳۲
۶۸۳	ترکی علماء، ومشائخ پر تنقید	۴	۲۳۳
۶۸۴	قرآن کیلئے تفسیر کی حاجت نہیں	۴	۲۳۴
۶۸۵	قرآن فہمی کا نیا طریقہ	۴	۲۳۵
۶۸۶	دین کا مفہوم	۴	۲۳۷
۶۸۷	علم کلام	۴	۲۳۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۸۸	متکلمین پر تنقید.....	۴	۲۴۰
۶۸۹	فقہی اور کلامی تصنیفات کا مقصود.....	۴	۲۴۲
۶۹۰	علماء کی بے پرواہی.....	۴	۲۴۴
۶۹۱	جماعت اسلامی کا خاص کمال.....	۴	۲۴۵
۶۹۲	دنیا داروں کی نفسیات.....	۴	۲۴۶
۶۹۳	علماء کی نفسیات.....	۴	۲۴۶
۶۹۴	ایک نیا دین.....	۴	۲۴۷
۶۹۵	جماعت اسلامی سے نکلنا ارتداد ہے.....	۴	۲۴۷
۶۹۶	تصوف اور سلوک.....	۴	۲۴۸
۶۹۷	یوگ، تصوف، کوکین، افیون.....	۴	۲۵۴
۶۹۸	امام غزالیؒ کے نقائص.....	۴	۲۵۶
۶۹۹	کیا صحابہ کرام سے گناہ کا صدور ہوسکتا ہے.....	۴	۲۵۷
۷۰۰	کیا اقوال صحابہ فرقہ بندی کے سبب بنے.....	۴	۲۵۹
۷۰۱	صحابہ پر تنقید بطریق مودودی صاحب.....	۴	۲۶۲
۷۰۲	جنگ جمل اور جنگ صفین عوام کے سامنے بیان کرنا.....	۴	۲۶۳
۷۰۳	مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی.....	۴	۲۶۴
۷۰۴	مودودی صاحب کا مسلک.....	۴	۲۶۵
۷۰۵	پوری جماعت اپنے مسلک میں آزاد ہے.....	۴	۲۶۵
۷۰۶	مودودی صاحب کی آزادی مسلک عطا کرنے کی حقیقت.....	۴	۲۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۷	تقلید اہل علم کے لئے درست نہیں.....	۴	۲۶۷
۷۰۸	اہل حدیث بھی مقلد ہیں.....	۴	۲۶۸
۷۰۹	تقلید کا مفہوم اور عدم تقلید کا اثر.....	۴	۲۶۸
۷۱۰	اہل حدیث حضرات کس جرم میں مقلد قرار پائے؟.....	۴	۲۶۹
۷۱۱	تقلید کرنا گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے.....	۴	۲۶۹
۷۱۲	مودودی صاحب کا مبلغ علم.....	۴	۲۷۰
۷۱۳	دوسرا رخ.....	۴	۲۷۰
۷۱۴	جماعت میں رہنے والوں کو امیر کی اطاعت لازم اور نافرمانی گناہ.....	۴	۲۷۱
۷۱۵	امارت کا منصب لیڈر شپ کا منصب ہے.....	۴	۲۷۳
۷۱۶	جماعت سے علیحدگی اور امیر جماعت سے انحراف کا مطلب.....	۴	۲۷۶
۷۱۷	عجیب تضاد.....	۴	۲۷۸
۷۱۸	جماعت اسلامی سے متعلق قاری محمد طیب صاحبؒ کی ایک تحریر اور اس کا جواب قول فیصل سے.....	۴ ۴	۲۷۹
۷۱۹	اسلامی حکومت کہیں نہیں اس کی وجہ.....	۴	۲۸۲
۷۲۰	مودودی صاحب کی ایک کتاب سے متعلق مشورہ.....	۴	۲۸۵
۷۲۱	عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی مسلک.....	۴	۲۸۶
۷۲۲	عصمت انبیاء علیہم السلام.....	۴	۲۸۷
۷۲۳	جماعت اسلامی پر غور کرنے کیلئے بنیادی امور جن سے اسکا حکم واضح ہوجاتا ہے	۴	۲۸۹
۷۲۴	حکومت الہیہ کا قیام.....	۴	۲۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۵	خلافت الٰہی کا قیام.....	۴	۳۰۰
	☆..... **باب چہارم** .....☆		
	تقلید کی شرعی حیثیت		
۷۲۶	تقلید.....	۴	۳۰۴
۷۲۷	تقلید کی شرعی حیثیت.....	۴	۳۰۵
۷۲۸	حدیث کی قسمیں	۴	۳۰۷
۷۲۹	قیاس.....	۴	۳۰۸
۷۳۰	اجتہاد	۴	۳۱۰
۷۳۱	تقلید.....	۴	۳۱۱
۷۳۲	مسائل کی قسمیں.....	۴	۳۱۲
۷۳۳	پہلی قسم.....	۴	۳۱۳
۷۳۴	دوسری قسم.....	۴	//
۷۳۵	تیسری قسم.....	۴	//
۷۳۶	چوتھی قسم.....	۴	//
۷۳۷	ایک شبہ.....	۴	۳۱۵
۷۳۸	ایک سوال.....	۴	۳۱۶
۷۳۹	جواب.....	۴	۳۱۶
۷۴۰	کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی مقلد تھے.....	۴	۳۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۴۱	بعض مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا شاہ ولی اللہ صاحب کیا مقلد تھے؟	۴	۳۲۱
۷۴۲	قول امام کے خلاف اگر حدیث ہو تو مقلد کیا کرے؟.....	۴	۳۲۴
۷۴۳	عالم محقق کیلئے تقلید اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال	۴	۳۲۶
۷۴۴	حنفی کو کسی اور کے قول پر عمل کرنا کیا تقلید کے خلاف ہے.....	۴	۳۲۹
۷۴۵	عامل بالحدیث کا حکم.....	۴	۳۳۱
۷۴۶	اہل حدیث کا حکم.....	۴	۳۳۲
۷۴۷	غیر مقلد کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس کے ساتھ شادی بیاہ.....	۴	۳۳۳
۷۴۸	فقہی جزئیات کا مقام بحیثیت ادلہ.....	۴	۳۳۶
۷۴۹	اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو.....	۴	۳۳۶
۷۵۰	اختلافی مسائل میں کیا مقلد کو ترجیح کا حق ہے.....	۴	۳۳۸
۷۵۱	اختلاف ائمہ.....	۴	۳۳۹
۷۵۲	ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ.....	۴	۳۳۹
۷۵۳	مذاہب اربعہ کا ماخذ.....	۴	۳۴۳
۷۵۴	متعدد ائمہ کی پیروی.....	۴	۳۴۴
۷۵۵	ثبوت تقلید اور غیر مقلد کی امامت	۴	۳۴۴
۷۵۶	تقلید کا ثبوت حدیث سے.....	۴	۳۵۲
۷۵۷	تقلید شخصی کا ثبوت.....	۴	۳۵۶
۷۵۸	جو شخص فقہ کو نہ مانے.....	۴	۳۵۹
۷۵۹	عورتوں کا نماز کیلئے مسجد جانا.....	۴	۳۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۰	امام ابوحنیفہ مجتہد تھے.....	۴	۳۶۳
۷۶۱	دیوبندی کس امام کے پیرو ہیں.....	۴	۳۶۵
	☆..... باب پنجم .....☆		
	ردرضاخانیت		
۷۶۲	سنی، حنفی، وہابی کی تعریف.....	۴	۳۶۶
۷۶۳	وہابی کی تعریف.....	۴	۳۶۹
۷۶۴	وہابی کون ہے؟.....	۴	۳۷۱
۷۶۵	کیا تارک فرائض سنی کہلانے کا حقدار ہے؟.....	۴	۳۷۳
۷۶۶	علماء دیوبند کے متعلق فتویٰ.....	۴	۳۷۴
۷۶۷	بریلی اور دیوبند کے علماء میں امتیاز کی صورت.....	۴	۳۷۵
۷۶۸	دیوبندیت اور بریلویت	۴	۳۷۶
۷۶۹	اعلیٰ حضرت لقب کا حکم.....	۴	۳۷۷
۷۷۰	اعلیٰ حضرت بریلوی کا ایک ملفوظ، کیا خاں صاحب مسلمان ہیں۔.....	۴	۳۷۸
۷۷۱	اعلیٰ حضرت کی فصاحت.....	۴	۳۸۰
۷۷۲	بریلوی کی نماز دیوبندیوں کے پیچھے کیوں نہیں؟.....	۴	۳۸۱
۷۷۳	خاں صاحب کی شفاعت کون کریگا۔.....	۴	۳۸۲
۷۷۴	اشتہار مناظرہ مع اہل بدعت کی ایک عبارت کیا انکو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہیے؟	۴	۳۹۴
۷۷۵	مباہلہ.....	۴	۳۹۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۶	یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کہنا یا پڑھنا.....	۴	۳۹۶
۷۷۷	مودودیت ورضاخانیت میں کون زیادہ مضر ہے۔.....	۴	۳۹۷
۷۷۸	حضرت تھانویؒ پر اعتراض کا جواب.....	۴	۳۹۸
۷۷۹	ایک خواب جس میں لا اِلٰہ اِلّا اللہ فلاں رسول اللہ پڑھا.....	۴	۴۰۲
۷۸۰	کیا حضرت تھانویؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا.....	۴	۴۰۵
۷۸۱	کیا علماء دیوبند کے نزدیک نماز میں حضورﷺ کا خیال آنا موجب شرک ہے؟	۴	۴۱۴
۷۸۲	بریلوی فتنہ کا علاج.....	۴	۴۱۸
۷۸۳	صلی اللہ علیک یارسول اللہ.....	۴	۴۱۹
۷۸۴	بشریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴	۴۲۰
۷۸۵	تشہد میں بوقت سلام حضورﷺ کو حاضر وناظر سمجھنا.....	۴	۴۲۱
۷۸۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر جاننا.....	۴	۴۲۶
۷۸۷	فاضل بریلوی کا ایک ملفوظ	۴	۴۲۹
۷۸۸	رضاخانیوں کے ساتھ معاملہ	۴	۴۳۲
۷۸۹	بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراض	۴	
	اوران کے جوابات.....	۴	۴۳۳
۷۹۰	مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے چند دعویٰ.....	۴	۴۳۹
۷۹۱	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ.....	۴	۴۴۰
۷۹۲	حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ.....	۴	۴۴۱
۷۹۳	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں	۴	۴۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۴	تبلیغی جماعت کے بارے میں.....	۴	۴۴۲
۷۹۵	شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں.....	۴	۴۴۳
۷۹۶	حضرت نانوتوی کے بارے میں	۴	۴۴۳
۷۹۷	مولانا حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ.....	۴	۴۴۴
	☆..... باب ششم .....☆		
	مختلف فرق باطلہ		
۷۹۸	فرقہ ذگریان.....	۴	۴۶۸
۷۹۹	دین بہائی.....	۴	۴۷۰
۸۰۰	فرقہ مہدوی کے عقائد.....	۴	۴۷۱
۸۰۱	فرقہ مہدویہ اور احمدیہ.....	۴	۴۷۳
۸۰۲	چن بسویشور صدیق دیندار کے عقائد.....	۴	۴۷۳
۸۰۳	ایک گمراہ فرقے کے عقائد.....	۴	۴۷۵
۸۰۴	خاکساری فتنہ کا حکم.....	۴	۴۷۸
۸۰۵	فرقۂ خاکسار کے ساتھ سلام وطعام.....	۴	۴۸۰
۸۰۶	بوہرہ کی اصل.....	۴	۴۸۱
۸۰۷	کمیونزم کیسی جماعت ہے.....	۴	۴۸۲
۸۰۸	کمیونزم.....	۴	۴۸۳
۸۰۹	کانگریس اور کمیونزم کی تفصیل.....	۴	۴۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۰	کمیونزم اور شوشلزم.....	۴	۴۸۷
۸۱۱	اسلامی شوشلزم.....	۴	۴۸۹
۸۱۲	کمیونسٹ کے جنازے کی نماز.....	۴	۴۹۱
۸۱۳	تہتر فرقے.....	۴	۴۹۲
	کتاب التبلیغ		
	﴿تبلیغ کا بیان﴾		
	تبلیغی جماعت		
۸۱۴	تعلیم وتبلیغ کی ضرورت	۵	۲۵
۸۱۵	کیا تبلیغ تعلیم سے افضل ہے.....	۵	۳۱
۸۱۶	تبلیغ کب سے فرض ہے.....	۵	۳۲
۸۱۷	کیا تبلیغ فرض ہے	۵	۳۲
۸۱۸	تبلیغ مستحب ہے یا فرض	۵	۳۳
۸۱۹	کیا تبلیغ ہر شخص کے ذمہ واجب ہے	۵	۳۴
۸۲۰	امام کے علاوہ دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا	۵	۳۷
۸۲۱	مدارس اور تبلیغی کام	۵	۳۸
۸۲۲	علماء پر تبلیغ نہ کرنے کا اعتراض.....	۵	۴۱
۸۲۳	کیا نصرت مدینہ طیبہ سے ہوئی وہیں سے دین پھیلا مکہ سے نہیں	۵	۴۲

۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۲۴	تبلیغی جماعت کی حقیقت	۵	۴۶
۸۲۵	تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ	۵	۴۷
۸۲۶	دین کا سیکھنا سب پر فرض ہے	۵	۴۹
۸۲۷	تبلیغ پہلے گھر میں پھر باہر	۵	۵۳
۸۲۸	کیا تبلیغ میں نکلنا فرض ہے	۵	۵۴
۸۲۹	تبلیغ کا طریقہ	۵	۵۵
۸۳۰	مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت	۵	۵۶
۸۳۱	کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے	۵	۵۷
۸۳۲	تبلیغ کا ثواب	۵	۶۱
۸۳۳	تبلیغ میں ہر نماز کا ثواب سات لاکھ	۵	۶۳
۸۳۴	تبلیغ میں ایک قدم پر سات لاکھ کا ثواب	۵	۶۴
۸۳۵	تبلیغ میں ایک نیکی کا ثواب سات لاکھ	۵	۶۵
۸۳۶	موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوب	۵	۶۶
۸۳۷	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تبلیغ کرنا	۵	۶۸
۸۳۸	تبلیغی جماعت کی حیثیت	۵	۶۹
۸۳۹	تبلیغی چلہ وغیرہ کا ماخذ	۵	۷۱
۸۴۰	چلہ کے فوائد	۵	۷۸
۸۴۱	تبلیغی چلہ کا حکم	۵	۸۱
۸۴۲	کیا تبلیغی گشت کرنا ثابت ہے	۵	۸۲
	تبلیغی گشت والوں کے سامنے عذر بیان کرنا	۵	۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۳	تبلیغی گشت میں ناپاک ومشتبہ کپڑے والوں کو نماز کے لئے کہنا	۵	۸۵
۸۴۴	تبلیغی جماعت کی کوتاہی اوراس کا علاج	۵	۸۸
۸۴۵	تبلیغی جماعت کے نقائص	۵	۹۲
۸۴۶	تبلیغی جماعت پر اعتراضات وجوابات	۵	۹۷
۸۴۷	تبلیغی جماعت پر اعتراض	۵	۹۹
۸۴۸	تبلیغی جماعتوں اور تبلیغی کتابوں پر کچھ اعتراضات اور انکے جوابات	۵	۱۰۱
۸۴۹	کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں	۵	۱۰۵
۸۵۰	تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں	۵	۱۰۶
۸۵۱	کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے	۵	۱۰۹
۸۵۲	کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانویؒ کے خلاف ہے	۵	۱۱۰
۸۵۳	تبلیغی جماعت کا تعلق اساتذۂ دارالعلوم ومظاہر علوم سے	۵	۱۱۱
۸۵۴	تبلیغی جماعت کے متعلق اہل بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ	۵	۱۱۴
۸۵۵	تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسنؒ صاحب کا اختلاف	۵	۱۱۸
۸۵۶	تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا مکتوب گرامی مولانا	۵	
	احتشام الحسن صاحب کے نام	۵	۱۲۷
۸۵۷	تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے	۵	۱۳۳
۸۵۸	کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے	۵	۱۳۴
۸۵۹	مولانا علی میاںؒ کی عبارت سے مولانا الیاسؒ صاحب پر اعتراض	۵	۱۳۴
۸۶۰	ایک تبلیغی تقریر نبوت ختم کار نبوت باقی	۵	۱۴۰
۸۶۱	مولانا الیاس صاحبؒ الہامی نبی نہیں تھے	۵	۱۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۲	مشورہ وحی کا بدل نہیں	۵	۱۴۱
۸۶۳	عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا	۵	۱۴۳
۸۶۴	عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	۵	۱۴۵
۸۶۵	مستورات کا اجتماع	۵	۱۴۷
۸۶۶	عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع	۵	۱۴۸
۸۶۷	عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر نکلنا	۵	۱۴۹
۸۶۸	عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	۵	۱۵۱
۸۶۹	عورت کا تبلیغی اجتماع میں نامحرم مردوں تک آواز جائے اسطرح مائک پر وعظ کرنا	۵	۱۵۲
۸۷۰	عورتوں کی تبلیغ	۵	۱۵۳
۸۷۱	عورتوں کی اجتماعات میں شرکت	۵	۱۵۴
۸۷۲	عورتوں کا اجتماع اور تقریر	۵	۱۵۶
۸۷۳	صرف عورتوں کی مجلس میں وعظ کے بجائے کتابی تعلیم مناسب ہے	۵	۱۵۷
۸۷۴	عورتوں کے لئے تبلیغ اور نظم ترنم سے پڑھنا	۵	۱۵۸
۸۷۵	بغیر انتظام اہل وعیال تبلیغی چلہ میں نکلنا	۵	۱۵۹
۸۷۶	بچوں کے خرچ کا انتظام کئے بغیر تبلیغ میں نکل جانا	۵	۱۶۰
۸۷۷	قرض لیکر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا	۵	۱۶۱
۸۷۸	باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جانا	۵	۱۶۳
۸۷۹	تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے انکا حکم تبلیغی اجتماع میں والد	۵	
	کی اجازت کے بغیر جانا تبلیغی اجتماع کیلئے جو رقم جمع کی گئی اسمیں	۵	۱۶۵
۸۸۰	اجتماع سے سامان بچ گیا اس کا کیا کیا جائے	۵	۱۶۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۱	حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں جائے	۵	۱۶۹
۸۸۲	سنن ونوافل کے وقت تبلیغی پروگرام	۵	۱۶۹
۸۸۳	تبلیغی پروگرام کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا	۵	۱۷۰
۸۸۴	مسجد میں کیا کیا کام جائز ہیں	۵	۱۷۲
۸۸۵	مسجد میں اوابین پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں	۵	۱۷۵
۸۸۶	نمازیوں کی فراغت سے پہلے جہراً کتاب پڑھنا	۵	۱۷۶
۸۸۷	تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت	۵	۱۷۷
۸۸۸	جماعت سے پہلے حدیث کی کتاب سنانا	۵	۱۷۹
۸۸۹	نماز فجر کے بعد روزانہ کتاب سنانا	۵	۱۸۰
۸۹۰	کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال	۵	۱۸۱
۸۹۱	کتابی تعلیم شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کی پریشانیوں کا حل	۵	۱۸۳
۸۹۲	تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا	۵	۱۸۵
۸۹۳	جماعت سے نکل کر دوسرے کام میں مشغول ہونا	۵	۱۸۶
۸۹۴	تبلیغ وتعلیم کیا ہفتے میں ایک روز ہی	۵	۱۸۷
۸۹۵	امام اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو	۵	۱۸۸
۸۹۶	مسجد کی چٹائی تبلیغی اجتماع میں لے جانا	۵	۱۸۹
۸۹۷	تبلیغی اجتماع میں کھانے کی قیمت بغیر وزن کئے مقرر کرنا	۵	۱۹۰
۸۹۸	امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت دینا	۵	۱۹۰
۸۹۹	مسجد سے باہر تبلیغی تقریر	۵	۱۹۱
۹۰۰	طلبہ کو تبلیغی جماعت میں جانا	۵	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۱	کیا تبلیغ میں جانا محبت شیخ کے قائم مقام ہے.....	۵	۱۹۴
۹۰۲	تبلیغی جماعت کو درہ رکھنا.....	۵	۱۹۵
۹۰۳	مرتکب منہیات کو تبلیغ کرنا.....	۵	۱۹۶
۹۰۴	تغییر منکر بڑا منصب ہے.....	۵	۱۹۷
۹۰۵	منکرات پر نکیر.....	۵	۱۹۸
۹۰۶	مرکز تبلیغ میں آمدنی کا ذریعہ.....	۵	۱۹۸
۹۰۷	تبلیغ ومدرسہ کی رقم کا مصرف.....	۵	۱۹۹
۹۰۸	اہل علم کے لئے غلط رائے پر اڑ جانا.....	۵	۲۰۰
۹۰۹	مستقل قوم کا مطلب.....	۵	۲۰۰
۹۱۰	ایک واقعہ کی تحقیق.....	۵	۲۰۴
۹۱۱	ایک امام اور امیر کے حالات.....	۵	۲۰۵

کتاب البدعات والرسوم

﴿بدعات ورسوم﴾

☆..... باب اوّل .....☆

بدعات ورسوم

۹۱۲	بدعت کی تعریف.....	۵	۲۰۹
۹۱۳	فرض وواجب وغیرہ کی تعریف.....	۵	۲۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۴	سنت وبدعت کی تعریف وتقسیم	۵	۲۱۱
۹۱۵	بدعت کی تقسیم	۵	۲۱۵
۹۱۶	بدعت کی تقسیم	۵	۲۱۷
۹۱۷	بدعت کی اقسام	۵	۲۱۷
۹۱۸	رسم پر عمل	۵	۲۱۹
۹۱۹	ایک مخصوص مشرکانہ رسم	۵	۲۲۰
۹۲۰	کالی بکری کو مخصوص طور پر ذبح کرنا	۵	۲۲۱
۹۲۱	کیا غیر ثابت چیزیں بھی خیر ہیں	۵	۲۲۲
۹۲۲	کسی کام کو کسی کی سنت کہنا	۵	۲۲۳
۹۲۳	مستحب پر اصرار	۵	۲۲۴
۹۲۴	مستحب پر اصرار	۵	۲۲۵
۹۲۵	تاریخ ۳/۱۳/۲۳ کی تعیین	۵	۲۲۷
۹۲۶	چندہ کا مخصوص طریقہ	۵	۲۲۸
۹۲۷	اصلاح کی خاطر بدعات میں شرکت	۵	۲۲۸
۹۲۸	اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت	۵	۲۳۰
۹۲۹	بدعتی سے میل جول	۵	۲۳۳
۹۳۰	پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت	۵	۲۳۴
۹۳۱	بدعتی اور متبعِ سنت عالم کو پرکھنے کا طریقہ	۵	۲۳۴
۹۳۲	کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے؟	۵	۲۳۵
۹۳۳	کسی بزرگ کی دہائی	۵	۲۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۴	پیرانِ پیر کا کلمہ اور جلوس	۵	۲۳۷
۹۳۵	نماز کے بعد ذکر جہراً	۵	۲۳۷
۹۳۶	ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام	۵	۲۳۸
۹۳۷	نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر	۵	۲۳۹
۹۳۸	دعا کا ایک مخصوص طریقہ	۵	۲۴۰
۹۳۹	دعا میں توسل	۵	۲۴۰
۹۴۰	فقراء کے رموز کا حکم	۵	۲۴۱
۹۴۱	حال ووجد	۵	۲۴۲
۹۴۲	قبر پر اذان دینا	۵	۲۴۳
۹۴۳	قبر پر اگربتی جلانا، اذان دینا، تیجہ کرنا	۵	۲۴۳
۹۴۴	اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت	۵	۲۴۵
۹۴۵	دولہا کو پالکی میں لے جانا	۵	۲۴۶
۹۴۶	سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال سہاگن کے لئے	۵	۲۴۶
۹۴۷	جنازہ کتنے قدم لے کر چلے	۵	۲۴۷
۹۴۸	اہل میت کے گھر کھانا	۵	۲۴۸
۹۴۹	شیرینی کے لئے رقم مقررہ جبراً لینا	۵	۲۴۹
۹۵۰	عید کارڈ	۵	۲۵۱
۹۵۱	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟	۵	۲۵۱
۹۵۲	ایک کنویں کے پانی میں شفاء	۵	۲۵۲
۹۵۳	سنت سے متعلق عبارت پر اعراب	۵	۲۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۴	حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی ؒ کے متعلق من گھڑت کرامات	۵	۲۵۴
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	مروجہ صلاۃ وسلام		
۹۵۵	سلام پڑھنے کا طریقہ	۵	۲۵۶
۹۵۶	آواز سے صلاۃ وسلام	۵	۲۵۷
۹۵۷	نماز کے بعد سلام پڑھنا	۵	۲۵۷
۹۵۸	نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا	۵	۲۵۸
۹۵۹	فجر کی سنت سے قبل صلاۃ وسلام	۵	۲۵۹
۹۶۰	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب	۵	۲۶۰
۹۶۱	بعد نماز جمعہ مروجہ صلاۃ وسلام	۵	۲۶۳
۹۶۲	کسی نماز کے بعد حمد وصلاۃ حلقہ بنا کر پڑھنا	۵	۲۶۴
۹۶۳	بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً	۵	۲۶۵
۹۶۴	ہر نماز کے بعد درود شریف	۵	۲۶۶
۹۶۵	نماز کے بعد کھڑے ہو کر سلام پڑھنا	۵	۲۶۷
۹۶۶	صلی اللہ علیک یارسول اللہ	۵	۲۶۷
۹۶۷	روضۂ اقدس کے فوٹو پر درود وسلام پڑھنا	۵	۲۶۸
۹۶۸	بعد نماز نقشۂ مسجد نبویؐ کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا	۵	۲۶۹
۹۶۹	درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا	۵	۲۷۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۰	درود شریف کے لئے مجلس منعقد کرنا	۵	۲۷۲
۹۷۱	درود وذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا	۵	۲۷۳
۹۷۲	ہر جمعرات کو محفل درود شریف اور شیرینی	۵	۲۷۴
۹۷۳	تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا	۵	۲۷۶
۹۷۴	نصف شعبان کو جمع ہو کر دعا، درود وسلام پڑھنا	۵	۲۷۸
۹۷۵	درود کی عبارات میں نبی پاک کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا	۵	۲۷۹
۹۷۶	درود لکھیّ وغیرہ کی تعریف	۵	۲۸۰
۹۷۷	ایک درود شریف	۵	۲۸۱
۹۷۸	ایک مخصوص من گھڑت درود	۵	۲۸۲
۹۷۹	درودِ تاج	۵	۲۸۳
۹۸۰	اذان اور خطبہ کے درمیان اِنَّ اللّٰہ وملائکتہ الخ پڑھنا	۵	۲۸۴
۹۸۱	منبر پر آ کر سلام کرنا اور اِنَّ اللّٰہ وملائکتہ پڑھنا	۵	۲۸۵
۹۸۲	کتاب صلاۃ وسلام کے ثبوت کا تجزیہ	۵	۲۸۵

☆..... باب سوم .....☆

مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم

۹۸۳	فاتحۂ مروجہ	۵	۲۸۹
۹۸۴	کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں	۵	۲۹۰
۹۸۵	شہداء کربلا کے لئے فاتحہ	۵	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۶	دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ	۵	۲۹۲
۹۸۷	قل پنچایت اور فاتحہ	۵	۲۹۲
۹۸۸	فاتحہ خوانی	۵	۲۹۳
۹۸۹	تشہد میں بوقت سلام حضور ﷺ کو حاضر وناظر سمجھنا اور چندہ کر کے	۵	
	نیاز وفاتحہ کرانے کا حکم	۵	۲۹۵
۹۹۰	نیاز وفاتحہ کا کھانا مردہ کو پہنچتا ہے کیا؟.....	۵	۳۰۰
۹۹۱	نماز کے بعد دعاء ثانیہ وثالثہ وفاتحۂ مروجہ.....	۵	۳۰۰
۹۹۲	ختم کے بعد کھانا	۵	۳۰۳
۹۹۳	ختم قرآن پر دعوت	۵	۳۰۴
۹۹۴	ختم قرآن وختم بخاری پر اجرت میں فرق	۵	۳۰۵
۹۹۵	ختم خواجگان کی تاثیر.....	۵	۳۰۹
۹۹۶	ختم خواجگان پر دوام برائے حصول مقصد.....	۵	۳۱۱
۹۹۷	مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھلانا اور چھینا جھپٹی	۵	۳۱۲
۹۹۸	ختم شریف کا چندہ	۵	۳۱۳
۹۹۹	اولیاء اللہ کے لئے مسجد میں ختم پڑھنا.....	۵	۳۱۴
۱۰۰۰	روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مزارات صحابہ پر قرآن خوانی	۵	۳۱۵
۱۰۰۱	قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی	۵	۳۱۶
۱۰۰۲	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ ودن کی تعیین	۵	۳۱۸
۱۰۰۳	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا	۵	۳۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۴	ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین وطلبہ کو ایصال ثواب کرنا	۵	۳۲۱
۱۰۰۵	ایصالِ ثواب بغیر تعیین ایام	۵	۳۲۲
۱۰۰۶	ایصالِ ثواب کے لئے مجلس	۵	۳۲۳
۱۰۰۷	مروجہ طریقہ پر ایصالِ ثواب	۵	۳۲۴
۱۰۰۸	ایصالِ ثواب کرنے والے کو کچھ ہدیہ دینا	۵	۳۲۷
۱۰۰۹	ایصالِ ثواب پر چائے پیش کرنا	۵	۳۲۸
۱۰۱۰	ایصالِ ثواب پر پیسے لینا	۵	۳۲۹
۱۰۱۱	ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟	۵	۳۲۹
۱۰۱۲	نذر ونیاز اور ایصالِ ثواب کا کھانا اغنیاء کو	۵	۳۳۲
۱۰۱۳	جنازہ کے پاس صدقات، غلہ وغیرہ جمع کرنا، پھر قبل دفن تقسیم کرنا	۵	۳۳۴
۱۰۱۴	میت کو بعینہ صدقہ نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچتا ہے	۵	۳۳۶
۱۰۱۵	اطعام المیت	۵	۳۳۷
۱۰۱۶	غاسلِ میت کو غلہ دینا	۵	۳۳۹
۱۰۱۷	انتقال پر کھانا دینا	۵	۳۴۰
۱۰۱۸	توشۂ میت	۵	۳۴۱
	☆ ..... **باب چہارم** ..... ☆		
	فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ		
۱۰۱۹	مصافحہ بعد نماز	۵	۳۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۰	نماز کے بعد امام سے مصافحہ	۵	۳۴۴
۱۰۲۱	مصافحہ بعد الفجر والعصر	۵	۳۴۴
۱۰۲۲	عید کے بعد مصافحہ	۵	۳۴۹
۱۰۲۳	نماز عید کے بعد مصافحہ	۵	۳۴۹
۱۰۲۴	مصافحہ بعد العیدین	۵	۳۵۰
۱۰۲۵	عید ملنا	۵	۳۵۲
۱۰۲۶	عید ملن	۵	۳۵۳
۱۰۲۷	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ	۵	۳۵۴
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	اذان کے وقت انگوٹھے چومنا		
۱۰۲۸	اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۵	۳۵۶
۱۰۲۹	اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۵	۳۵۸
۱۰۳۰	اذان کے بعد انگوٹھے چومنا	۵	۳۵۹
۱۰۳۱	اذان میں انگوٹھے چومنا	۵	۳۵۹
۱۰۳۲	بوقت اذان تقبیل ابہامین	۵	۳۶۲
۱۰۳۳	انگوٹھے چومنا اور حیلۂ اسقاط	۵	۳۶۴
۱۰۳۴	انگلی چوم کر آنکھوں کو لگانا نام مبارک پر	۵	۳۶۶
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ششم .....☆		
	دفع مصائب کے لئے وظائف واعمال		
۱۰۳۵	دفع مصائب کے لئے ختم بخاری شریف	۵	۳۶۷
۱۰۳۶	ختم میں سوالاکھ کی تعداد	۵	۳۶۸
۱۰۳۷	رفعِ وباء کے لئے اذان	۵	۳۶۹
۱۰۳۸	دفعِ وباء وبلاء کے لئے اذان	۵	۳۷۰
۱۰۳۹	مصیبت کے دفعیہ کے لئے صدقہ	۵	۳۷۱
۱۰۴۰	دفع بلاء کے لئے بھینٹ	۵	۳۷۲
۱۰۴۱	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۵	۳۷۳
۱۰۴۲	دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا.....	۵	۳۷۴
۱۰۴۳	دفع وباء کے لئے تعزیہ کی نذر	۵	۳۷۵
	☆..... باب ہفتم .....☆		
	میلاد وسیرت کی محافل اور عرس وغیرہ		
۱۰۴۴	گیارہویں اور میلاد کی ابتداء	۵	۳۷۷
۱۰۴۵	محفل میلاد	۵	۳۷۹
۱۰۴۶	مجلس میلاد مروجہ	۵	۳۸۲
۱۰۴۷	مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت	۵	۳۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۸	کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے	۵	۳۸۷
۱۰۴۹	میلاد کا خاص طریقہ	۵	۳۸۸
۱۰۵۰	مولود شریف	۵	۳۹۲
۱۰۵۱	سالگرہ اور میلاد شریف	۵	۳۹۴
۱۰۵۲	بطرز موسیقی میلاد شریف پڑھنا	۵	۳۹۵
۱۰۵۳	عید میلاد النبیؐ	۵	۳۹۶
۱۰۵۴	میلاد و قیام کا ثبوت اور اس کا جواز	۵	۳۹۸
۱۰۵۵	قیام میلاد کا حکم	۵	۴۰۵
۱۰۵۶	میلاد و قیام	۵	۴۱۱
۱۰۵۷	قیامِ تعظیمی	۵	۴۱۲
۱۰۵۸	قیام میلاد مفصل	۵	۴۱۴
۱۰۵۹	دعوت میلاد	۵	۴۲۴
۱۰۶۰	یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغاں کرنا	۵	۴۲۵
۱۰۶۱	مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاد میں شرکت	۵	۴۲۶
۱۰۶۲	ہفت مسئلہ میں حاجی صاحب کے قیام کی تاویل	۵	۴۲۷
۱۰۶۳	شب ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا	۵	۴۲۸
۱۰۶۴	سیرت کانفرس کے جلسے	۵	۴۲۹
۱۰۶۵	محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام	۵	۴۳۰
۱۰۶۶	ربیع الاول کا جلوس	۵	۴۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۷	۱۰/محرم اور ۱۲/ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا	۵	۴۳۳
۱۰۶۸	۲۷/رجب اور ۱۲/ربیع الاول کو تقریر اور جلسہ	۵	۴۳۳
۱۰۶۹	وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال	۵	۴۳۴
۱۰۷۰	بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہؓ کا جلوس	۵	۴۳۵
۱۰۷۱	عرس	۵	۴۳۶
۱۰۷۲	عرس وغیرہ	۵	۴۳۸
۱۰۷۳	بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ	۵	۴۴۰
۱۰۷۴	عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر	۵	۴۴۴
۱۰۷۵	قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف	۵	۴۴
۱۰۷۶	ولادت، وفات پر خوشی وغم، عرس، قوالی وغیرہ	۵	۴۴۸
۱۰۷۷	اذان گاچھی صاحب کا عرس	۵	۴۵۱
۱۰۷۸	عرس، قوالی طبلہ سارنگی بجانا	۵	۴۵۵
۱۰۷۹	مجلس شہادت	۵	۴۵۶
۱۰۸۰	مجلس سماع	۵	۴۵۸
۱۰۸۱	قوالی	۵	۴۵۹
۱۰۸۲	قوالی	۵	۴۶۲
۱۰۸۳	قوالی	۵	۴۶۳
۱۰۸۴	قوالی اور خنزیر کھانے کی حرمت میں فرق	۵	۴۶۵
۱۰۸۵	پختہ قبر اور قوالی وغیرہ	۵	۴۶۶
۱۰۸۶	غناء پر استدلال اور اس کا جواب	۵	۴۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہشتم.....☆		
	مخصوص ایام کی مروجہ بدعات ورسوم		
۱۰۸۷	اعمال شب براءت	۵	۴۷۰
۱۰۸۸	شب براءت اوراس کے اعمال.....	۵	۴۷۲
۱۰۸۹	شب براءت کی رسمیں.....	۵	۴۷۵
۱۰۹۰	شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا.....	۵	۴۷۶
۱۰۹۱	شب براءت کوعرفہ بنانا	۵	۴۷۷
۱۰۹۲	شب براءت میں قبروں پرروشنی اوراگربتی	۵	۴۷۷
۱۰۹۳	شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت	۵	۴۷۸
۱۰۹۴	شب براءت اورشب قدر میں مسجدوں کوسجانا.....	۵	۴۷۹
۱۰۹۵	شب براءت کا حلوا	۵	۴۸۰
۱۰۹۶	شب براءت کے اعمال حلوا وغیرہ	۵	۴۸۱
۱۰۹۷	لیلۃ القدراورلیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا	۵	۴۸۳
۱۰۹۸	محرم کی رسوم.....	۵	۴۸۴
۱۰۹۹	محرم کی بدعت شنیعہ	۵	۴۸۵
۱۱۰۰	محرم کا شربت	۵	۴۸۶
۱۱۰۱	یوم عاشورہ کی خصوصیات	۵	۴۸۷
۱۱۰۲	عاشورۂ محرم کے خصوصی اعمال	۵	۴۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۰۳	صلوۃ العاشورہ	۵	۴۸۹
۱۱۰۴	صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا	۵	۴۹۰
۱۱۰۵	۲۲/رجب کے کونڈوں کی حقیقت	۵	۴۹۳
۱۱۰۶	رجب کا روزہ، کونڈہ	۵	۴۹۴
۱۱۰۷	رجب کی روٹی	۵	۴۹۵
۱۱۰۸	شب معراج کے اعمال مروجہ	۵	۴۹۶
۱۱۰۹	شب معراج کی رسوم ثابت نہیں	۵	۴۹۹
۱۱۱۰	متبرک راتوں میں چراغاں	۵	۵۰۰
۱۱۱۱	متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع	۵	۵۰۵
۱۱۱۲	متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا	۵	۵۰۷
۱۱۱۳	بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم	۵	۵۰۷
۱۱۱۴	چالیسویں روز بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا	۵	۵۰۸
۱۱۱۵	بسم اللہ خوانی کی تقریب	۵	۵۰۹
۱۱۱۶	بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین	۵	۵۰۹
۱۱۱۷	ارواح کا اپنے گھر آنا مخصوص ایام میں	۵	۵۱۰
۱۱۱۸	بچہ کا دودھ بخشوانا	۵	۵۱۴
۱۱۱۹	سلامی ورونمائی	۵	۵۱۴
۱۱۲۰	خطبۂ جمعہ میں الوداع	۵	۵۱۵
۱۱۲۱	رمضان کے خطبہ میں الوداع	۵	۵۱۶
	بچوں کی روزہ کشائی	۵	۵۱۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۲۲	فدیۂ صوم وصلاۃ کا رواج	۵	۵۱۸
۱۱۲۳	حج کو جانے والے کونعروں کے ساتھ رخصت کرنا	۵	۵۲۲
۱۱۲۴	خطبہ کے بعد مصلے پر بیٹھنا	۵	۵۲۳
۱۱۲۵	سوئم چہلم وغیرہ	۵	۵۲۴
۱۱۲۶	سوئم چہلم وغیرہ	۵	۵۲۵
۱۱۲۷	سوئم چہلم وغیرہ	۵	۵۲۶
۱۱۲۸	سوئم چہلم وغیرہ کا ثبوت نہیں	۵	۵۲۹
۱۱۲۹	تیجہ ،دسویں کا کھانا	۵	۵۲۹
۱۱۳۰	تیجہ مسجد پر یا مکان پر	۵	۵۳۰
۱۱۳۱	گیارہویں وغیرہ.....	۵	۵۳۱
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	مزارات وغیرہ کی بدعات		
۱۱۳۲	ہرسال کی ابتداء میں زیارت قبور	۵	۵۳۴
۱۱۳۳	خرافات مزارات	۵	۵۳۷
۱۱۳۴	مزاروں کا چکر	۵	۵۳۷
۱۱۳۵	قبروں کا طواف کرنا اور چومنا	۵	۵۳۸
۱۱۳۶	قبور کو سجدہ اور تقبیل وغیرہ	۵	۵۳۹
۱۱۳۷	مزارات پر حاضری اور توسل وغیرہ	۵	۵۴۰
۱۱۳۸	مزار پر چڑھاوا پھول وغیرہ.....	۵	۵۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳۹	قبور کا چڑھاوا	۵	۵۴۳
۱۱۴۰	قبر پر چراغ، اگربتی لوبان وغیرہ	۵	۵۴۵
۱۱۴۱	مصنوعی قبر پر چراغ، منت، ذبح، سجدہ وغیرہ	۵	۵۴۶
۱۱۴۲	پیرومرشد کو سجدہ کرنا	۵	۵۴۸
۱۱۴۳	قبر پر پھول، چادر، روشنی	۵	۵۴۸
۱۱۴۴	قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا	۵	۵۴۹
۱۱۴۵	صحابہؓ کے مزارات پر پھول ڈالنا.....	۵	۵۵۰
۱۱۴۶	قبور پر چادر اور اولیاء سے استمداد	۵	۵۵۱
۱۱۴۷	مزارات پر عورتوں کا جانا اور منت مانگنا	۵	۵۵۱
۱۱۴۸	مزار کی اگربتی کی بھسم	۵	۵۵۲
۱۱۴۹	قبر کی مٹی کھانا	۵	۵۵۲
۱۱۵۰	زیارت قبر کے لئے احرام	۵	۵۵۴
۱۱۵۱	صاحب قبر سے دعا کی درخواست	۵	۵۵۴
۱۱۵۲	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا	۵	۵۵۵
۱۱۵۳	کیا وفات کے بعد بزرگ آکر یہ کہتے ہیں کہ میرے مزار پر چادر چڑھاؤ	۵	۵۵۷
۱۱۵۴	کیا حج کے لئے خواجہ اجمیری کی زیارت لازم ہے؟.....	۵	۵۵۸
۱۱۵۵	سات دفعہ زیارت اجمیری سے حج کا ثواب نیز پیر کا فوٹو یا مجسمہ رکھنا	۵	
	اور اسپر نذر چڑھانا	۵	۵۵۸
۱۱۵۶	مصنوعی قبر پر پھول چادر چڑھانا.....	۵	۵۵۹
۱۱۵۷	مصنوعی قبر کی پرستش	۵	۵۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... **باب دھم** .....☆		
	نذر و نیاز چڑھانا		
۱۱۵۸	**النذر لغیر اللہ**	۵	۵۶۲
۱۱۵۹	بزرگوں کے مزاروں پر نذر و نیاز چڑھانا	۵	۵۶۳
۱۱۶۰	اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا	۵	۵۶۵
۱۱۶۱	حضرت سید سالار غازی مسعودی کی نذر	۵	۵۶۶
۱۱۶۲	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل و نذر	۵	۵۶۸
۱۱۶۳	شہید بابا پردو نے چڑھانا	۵	۵۷۰
۱۱۶۴	کسی پیر کے نام کی بچہ کے سر پر چوٹی رکھنا	۵	۵۷۱
	کتاب العلم		
	☆..... **باب اوّل** .....☆		
	علم کا بیان		
۱۱۶۵	کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟	۶	۳۲
۱۱۶۶	علم ضروری کیا ہے؟	۶	۳۳
۱۱۶۷	کیا بے نمازی کو بھی علم باطن ہے؟	۶	۳۴
۱۱۶۸	کثرت عبادت بہتر ہے یا تحصیل علم شریعت؟	۶	۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۶۹	نبی اکرم ﷺ کے برابر کسی کا علم نہیں	۶	۳۵
۱۱۷۰	والدین علم دین سے روکیں تو کیا کریں؟	۶	۳۶
۱۱۷۱	تعلیم کا مقصد	۶	۳۸
۱۱۷۲	ضروری مستند مسائل کی اشاعت	۶	۳۹
۱۱۷۳	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا	۶	۴۰
۱۱۷۴	مسائل اختلافیہ پر غور وفکر کے لئے چند اصول موضوعہ	۶	۴۱
۱۱۷۵	درجۂ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا	۶	۴۳
۱۱۷۶	دنیوی تعلیم کے نتائج	۶	۴۶
۱۱۷۷	نہ جاننے والے کو لاعلم کہنا	۶	۴۷
۱۱۷۸	کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا	۶	۴۷
۱۱۷۹	عالم دین کو کوتاہی پر ٹوکنا	۶	۴۸
۱۱۸۰	بے عمل لوگوں کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کہیں گے تو عمل کریں گے	۶	۴۹
۱۱۸۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا	۶	۵۱
۱۱۸۲	نکاح کی عملی صورت تفہیم کے لئے	۶	۵۲
۱۱۸۳	ائمہ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟	۶	۵۳
۱۱۸۴	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تشریح	۶	۵۳
۱۱۸۵	اجماع کی حجیت	۶	۵۵
۱۱۸۶	غیر مسلم کو تعلیم قرآن وفقہ	۶	۵۶
۱۱۸۷	غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا	۶	۵۷
	انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا	۶	۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۸۸	کسی عالم کا داماد کو باپ کی دوکان سے چوری کی تلقین کرنا	۶	۵۹
۱۱۸۹	استاذ کا شاگرد کو معاف نہ کرنا	۶	۶۱
۱۱۹۰	نابالغ بچوں سے تربیت کیلئے خدمت لینا	۶	۶۲
۱۱۹۱	قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب جبکہ پڑھنے والا کامیاب نہ ہو	۶	۶۳
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	تعلیم نسواں		
۱۱۹۲	تعلیم نسواں	۶	۶۴
۱۱۹۳	تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے	۶	۶۵
۱۱۹۴	کتابۃ النساء	۶	۶۶
۱۱۹۵	عورتوں کو تعلیم دینا پردہ نہ ہونے کی صورت میں	۶	۶۸
۱۱۹۶	لڑکیوں کی تعلیم اور نامحرم کو حیض ونفاس کے مسائل بتانا	۶	۶۸
۱۱۹۷	لڑکیوں مدرسہ میں تعلیم دینا.....	۶	۷۰
۱۱۹۸	مدرسۃ البنات سے متعلق بعض سوالات	۶	۷۲
۱۱۹۹	کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟	۶	۷۴
۱۲۰۰	معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچوں بچیوں کی یکجائی تعلیم	۶	۷۵
۱۲۰۱	تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر	۶	۷۶
۱۲۰۲	نرسری اسکول اور عیسائی معلمات	۶	۷۷
۱۲۰۳	لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا	۶	۸۵
	لڑکے اور لڑکیوں کی ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا	۶	۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۰۴	نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا	۶	۸۷
۱۲۰۵	طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے	۶	۸۹
۱۲۰۶	اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا	۶	۹۰
۱۲۰۷	عورتوں کی اجلاس میں شرکت تقریر وقراءت	۶	۹۱
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	علمی اصطلاحات اور عبارت کا حل		
۱۲۰۸	تحریر یا تقریر کے ختم پر واللہ اعلم	۶	۹۴
۱۲۰۹	غزیر العلم کے معنی	۶	۹۵
۱۲۱۰	دور اور تسلسل	۶	۹۵
۱۲۱۱	فصاحت وبلاغت	۶	۹۶
۱۲۱۲	تاویل	۶	۹۷
۱۲۱۳	کیمیا	۶	۹۸
۱۲۱۴	مرحبا کے معنی	۶	۹۸
۱۲۱۵	لفظ ''درست نہیں'' سے کیا مراد ہے؟	۶	۹۹
۱۲۱۶	امی کی تشریح	۶	۱۰۰
۱۲۱۷	مذکورہ شعر کا کیا حکم ہے؟	۶	۱۰۱
۱۲۱۸	بچپن کے بدنیک کام	۶	۱۰۱
۱۲۱۹	دو دینار سرخ کا وزن	۶	۱۰۲
۱۲۲۰	الفاظ ثویبہ عرب العرباء ضرار کی تحقیق	۶	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۲۱	مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق	۶	۱۰۳
۱۲۲۲	معذور و مجبور میں فرق	۶	۱۰۴
۱۲۲۳	لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ	۶	۱۰۴
۱۲۲۴	حاشیہ پر بارہ کا مطلب	۶	۱۰۵
۱۲۲۵	صاحب ہدایہ نے ''قال العبد الضعیف'' کیوں کہا؟	۶	۱۰۶
۱۲۲۶	نورالانوار کی عبارت پر خلجان	۶	۱۰۷
۱۲۲۷	ایک تھانوی تحریر کا مطلب	۶	۱۰۹
۱۲۲۸	خودداری کا مفہوم	۶	۱۱۰
۱۲۲۹	روشن ضمیر کا مطلب	۶	۱۱۰
	☆..... **باب چہارم** .....☆		
	وعظ		
۱۲۳۰	وعظ میں خطاب کا طریقہ	۶	۱۱۲
۱۲۳۱	جلسہ میں غزل ونعت پڑھنا	۶	۱۱۳
۱۲۳۲	تقریر میں سونے والوں کو جگانا	۶	۱۱۳
۱۲۳۳	غیر عالم کا تقریر کرنا	۶	۱۱۴
۱۲۳۴	غیر عالم کی تقریر سننا	۶	۱۱۴
۱۲۳۵	مقرر کو نبی پر قیاس کرنا	۶	۱۱۶
۱۲۳۶	اپنی نصیحت پر خود عمل	۶	۱۱۶
۱۲۳۷	غیر تعلیم یافتہ شخص کی تقریر	۶	۱۱۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۳۸	بے عمل واعظ کا حکم	۶	۱۱۷
۱۲۳۹	بے عمل کا وعظ کہنا اور چھوٹے بھائی کا اس کو ٹوکنا	۶	۱۱۸
۱۲۴۰	وعظ کہہ کر چندہ مانگنا	۶	۱۱۹
۱۲۴۱	وعظ ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر سے	۶	۱۲۰
۱۲۴۲	بغیر سامعین کے لاؤڈ اسپیکر پر وعظ کہنا	۶	۱۲۱
۱۲۴۳	مردوں کا ٹیپ عورتوں کے لئے عورتوں کا مردوں کے لئے	۶	۱۲۱
۱۲۴۴	ریڈیو پر عورت کی اناؤنسری	۶	۱۲۲
۱۲۴۵	عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر	۶	۱۲۳
۱۲۴۶	کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا	۶	۱۲۳
۱۲۴۷	وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغول ہونا	۶	۱۲۴

☆..... باب پنجم .....☆

آداب افتاء واستفتاء

۱۲۴۸	فتوی دینے کا حق کس کو ہے؟	۶	۱۲۵
۱۲۴۹	کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟	۶	۱۲۶
۱۲۵۰	دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت	۶	۱۲۷
۱۲۵۱	فتاوی رشیدیہ اور فتاوی دارالعلوم سے مسئلہ بتانا	۶	۱۲۸
۱۲۵۲	شامی دیکھ کر فتوی دینا	۶	۱۲۸
۱۲۵۳	بغیر استاذ کے محض آداب المفتی کتاب دیکھ کر فتوی دینا	۶	۱۲۹
۱۲۵۴	جاہل مفتی	۶	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵۵	غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا	۶	۱۳۲
۱۲۵۶	غیر مستند عالم کا فتوی دینا جیسا کہ جماعت اسلامی والے کرتے ہیں	۶	۱۳۳
۱۲۵۷	غیر عالم سے مسائل پوچھنا	۶	۱۳۵
۱۲۵۸	غلط فتوی دینا اور فتوے کو نہ ماننا	۶	۱۳۵
۱۲۵۹	غیر عالم کو مسئلہ بتانا	۶	۱۳۷
۱۲۶۰	بغیر علم کے فتوی دینا	۶	۱۳۸
۱۲۶۱	ترک نماز کا فتوی	۶	۱۳۸
۱۲۶۲	حنفی المسلک مفتی کا شافعی فقہ پر فتوی دینا	۶	۱۳۹
۱۲۶۳	جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتوی پوچھنا	۶	۱۴۰
۱۲۶۴	شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہئے؟	۶	۱۴۱
۱۲۶۵	امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھے؟	۶	۱۴۲
۱۲۶۶	جو شخص غلط فتوی دے اس سے تعلق رکھنا	۶	۱۴۲
۱۲۶۷	شرعی قوانین عالم دین پر بھی لاگو ہیں	۶	۱۴۴
۱۲۶۸	مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو	۶	۱۴۴
۱۲۶۹	لامذہب کے سوال کا جواب	۶	۱۴۶
۱۲۷۰	اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا	۶	۱۴۷
	☆ ..... **باب ششم** ..... ☆		
	کتب معتبرہ وغیر معتبرہ		
۱۲۷۱	چند کتب معتبرہ وغیر معتبرہ	۶	۱۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۷۲	چند مفید وغیر مفید کتب کے نام	۶	۱۵۰
۱۲۷۳	کتاب آز رجندی کی حقیقت	۶	۱۵۱
۱۲۷۴	بلاغ المبین	۶	۱۵۴
۱۲۷۵	مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلویؒ شہید اوران کی کتابیں	۶	۱۵۵
۱۲۷۶	تقویۃ الایمان ،ارواح ثلاثہ ،الشہاب الثاقب کے حوالے	۶	۱۵۵
۱۲۷۷	تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان کی شان	۶	۱۵۶
۱۲۷۸	تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پراشکال کاجواب	۶	۱۵۷
۱۲۷۹	تقویت الایمان کی عبارت پراعتراض	۶	۱۵۹
۱۲۸۰	صراط مستقیم کی عبارت پراعتراض کاجواب	۶	۱۶۱
۱۲۸۱	حفظ الایمان اورکلمہ سے متعلق حضرت تھانویؒ پراعتراض	۶	۱۶۶
۱۲۸۲	توضیح البیان فی عبارۃ حفظ الایمان	۶	۱۷۰
۱۲۸۳	حفظ الایمان ،تقویۃ الایمان، صراط مستقیم کس کی تصنیف ہیں	۶	۱۷۳
۱۲۸۴	بہشتی زیور اورتقویۃ الایمان کیسی کتابیں ہیں	۶	۱۷۴
۱۲۸۵	بہشتی یور	۶	۱۷۵
۱۲۸۶	رکن الدین اوربہشتی زیور میں کونسی کتاب معتبر ہے	۶	۱۷۶
۱۲۸۷	رکن الدین کی اصلاح	۶	۱۷۷
۱۲۸۸	فقہ اوزاعی	۶	۱۷۷
۱۲۸۹	امام غزالیؒ کی کتابوں کا مطالعہ	۶	۱۷۹
۱۲۹۰	فتاویٰ عالمگیری کوغیرمستند کہنا	۶	۱۸۰
۱۲۹۱	ذکر شہادت کی کتابیں	۶	۱۸۱
	جنگ نامہ محمد حنیف وغیرہ	۶	۱۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۹۲	تاریخ ابن خلدون کا حال	۶	۱۸۲
۱۲۹۳	کیا قدوری کا درجہ صحاح سے بڑھا ہوا ہے	۶	۱۸۲
۱۲۹۴	مؤطا، کتب حدیث اور قدوری وغیرہ کتب فقہ میں صحیح قابل عمل کون ہے	۶	۱۸۴
۱۲۹۵	صحاح ستہ اور معتبر وغیر معتبر کتب	۶	۱۸۵
۱۲۹۶	کتب صحاح	۶	۱۸۵
۱۲۹۷	صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث	۶	۱۸۶
۱۲۹۸	بخاری ومسلم کی شروح کا حال	۶	۱۸۷
۱۲۹۹	انوارالاتقیاء کا حال	۶	۱۸۹
۱۳۰۰	غیر عالم کو مسائل بتانا اور چند معتبر کتابیں	۶	۱۹۰
۱۳۰۱	مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ	۶	۱۹۱
۱۳۰۲	قاعدہ یسرنا القرآن کے اثرات	۶	۱۹۲
۱۳۰۳	مناجات مقبول اور الحزب الاعظم میں فرق	۶	۱۹۴
۱۳۰۴	عین الہدایہ	۶	۱۹۵
۱۳۰۵	شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النبی کا مطالعہ	۶	۱۹۵
۱۳۰۶	کیا تاریخ الخلفاء مستند ہے	۶	۱۹۶
۱۳۰۷	فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق	۶	۱۹۷
۱۳۰۸	کتاب جلوۂ طور کا پڑھنا	۶	۱۹۸
۱۳۰۹	فقہ کی معتبر کتابیں	۶	۱۹۸
۱۳۱۰	شیخ احمد نامی کے خواب سے متعلق طبع شدہ پرچہ کی تحقیق	۶	۱۹۹
۱۳۱۱	طبع شدہ پرچہ کی نقل	۶	۱۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۱۲	ہما، ہدیٰ وغیرہ پرچوں کا دیکھنا	۶	۲۰۲
۱۳۱۳	رسالہ آستانہ پڑھنا	۶	۲۰۳
۱۳۱۴	مسئلہ تقدیر پرکونسی کتاب ہے	۶	۲۰۳
۱۳۱۵	ردشیعہ اوررد اہل ہنود میں کونسی کتاب معتبر ہے	۶	۲۰۴
۱۳۱۶	اہل حق اور بریلویوں کے متفقہ مسائل کی اشاعت	۶	۲۰۵
۱۳۱۷	صلہ رحمی اوراس کا معیار، پرکتاب لکھنے کا مستفتی کا مطالبہ	۶	۲۰۶
۱۳۱۸	کتاب ''دواسلام'' کا مطالعہ	۶	۲۰۷
۱۳۱۹	مذہب اسلام میں سیاست اورمفتی محمد شفیع کی کتاب کی عبارت کی توضیح	۶	۲۰۸
۱۳۲۰	فرمان مصطفوی کے نام کا پرچہ نحوست یادولت کا کارڈ	۶	۲۱۱
۱۳۲۱	اہل فرنگ کے ردکیلئے کتابیں اورتوریت وانجیل کی زبان	۶	۲۱۳
۱۳۲۲	دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے کونسی کتاب معتبر ہے	۶	۲۱۴
۱۳۲۳	جس کتاب میں مضمون غلط ہواس کا پڑھنا	۶	۲۱۵
۱۳۲۴	ناسخ ومنسوخ سے متعلق کتابیں	۶	۲۱۶

کتاب السلوک والاحسان

﴿تصوف کا بیان﴾

☆..... باب اوّل .....☆

تصوف وسلوک

۱۳۲۵	تصوف اور سلوک	۶	۲۱۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۲۶	ولی کی تعریف اور ایک پیر کے حالات	۶	۲۲۶
۱۳۲۷	ولی کی تعریف تارک فرائض شیخ سے بیعت	۶	۲۲۹
۱۳۲۸	کیا ولی سے عبادت ساقط ہوجاتی ہے نبی اور ولی میں فرق توہین علماء.....	۶	۲۲۹
۱۳۲۹	ہر ترویحہ میں دعاء	۶	۲۳۰
۱۳۳۰	جمعہ میں اذان ثانی کا معمول	۶	۲۳۰
۱۳۳۱	خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا	۶	۲۳۰
۱۳۳۲	وہابی کی تعریف	۶	۲۳۰
۱۳۳۳	کیا اولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی	۶	۲۳۲
۱۳۳۴	حرام کمائی والے کا ہدیہ	۶	۲۳۲
۱۳۳۵	تقبیل یدین ورجلین	۶	۲۳۲
۱۳۳۶	کیا انتقال کے بعد غوث اپنے مرتبے پر قائم رہتا ہے؟.....	۶	۲۵۳
۱۳۳۷	کیا منصور ولی تھے؟	۶	۲۵۴
۱۳۳۸	مجدد کون ہے؟	۶	۲۵۴
۱۳۳۹	مجدد کے شرائط	۶	۲۵۷
۱۳۴۰	تجدید دین کی حقیقت.....	۶	۲۵۸
۱۳۴۱	اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوتے تھے؟	۶	۲۵۹
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	بیعت		
۱۳۴۲	بیعت کا ثبوت قرآن وحدیث سے	۶	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۴۳	پیر یا ولی کی ضرورت	۶	۲۶۳
۱۳۴۴	مقاصد بیعت	۶	۲۶۴
۱۳۴۵	کیا بیعت کے بغیر کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟	۶	۲۶۵
۱۳۴۶	کیا شیخ صالح کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہے؟	۶	۲۶۷
۱۳۴۷	کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟	۶	۲۶۸
۱۳۴۸	ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا	۶	۲۶۸
۱۳۴۹	وفات پیر کے بعد دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا	۶	۲۶۹
۱۳۵۰	ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت ہونا	۶	۲۷۰
۱۳۵۱	پیر بدلنا	۶	۲۷۱
۱۳۵۲	متعدد مشائخ سے بیعت	۶	۲۷۲
۱۳۵۳	دو پیر سے بیعت ہونا	۶	۲۷۳
۱۳۵۴	کیا محض عقیدت کی بنا پر کسی کو مرید کہا جاسکتا ہے؟	۶	۲۷۴
۱۳۵۵	حاجی امداد اللہ کے صاحب کے مریدین میں کیا مولوی احمد رضا بھی ہیں؟	۶	۲۷۵
۱۳۵۶	بیعت کے بعد پھر ارتکاب معاصی	۶	۲۷۷
۱۳۵۷	بیعت کا حکم	۶	۲۷۸
۱۳۵۸	حکم بیعت (جاہل فقیروں کا مقولہ)	۶	۲۷۹
۱۳۵۹	مرید اور شاگرد میں فرق؟	۶	۲۸۰
۱۳۶۰	عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا	۶	۲۸۰
۱۳۶۱	عورت کا مرید کرنا	۶	۲۸۱
۱۳۶۲	عورت سے بیعت	۶	۲۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	سلاسل صوفیاء اور ان کے اصطلاحات		
۱۳۶۳	تصوف کے چار سلسلے	۶	۲۸۴
۱۳۶۴	سلاسلِ صوفیہ کی انتہاء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیوں ہے؟	۶	۲۸۵
۱۳۶۵	اختلاف کے باوجود چاروں سلسلوں میں بیعت واجازت کی وجہ	۶	۲۸۶
۱۳۶۶	طرق نقشبندیہ کی تحقیق	۶	۲۸۷
۱۳۶۷	شریعت ،معرفت ،طریقت اور حقیقت کیا ہیں؟	۶	۲۹۶
۱۳۶۸	شریعت وطریقت میں فرق	۶	۲۹۷
۱۳۶۹	کیا حقیقت اور شریعت الگ الگ ہیں؟	۶	۲۹۸
۱۳۷۰	طریق توبہ	۶	۲۹۹
۱۳۷۱	تصور شیخ	۶	۳۰۰
۱۳۷۲	نماز میں پیر صاحب کا تصور	۶	۳۰۱
	☆..... **باب چہارم** .....☆		
	اوصاف شیخ اور اہمیت تصوف		
۱۳۷۳	شیخ طریقت کے اوصاف	۶	۳۰۳
۱۳۷۴	کیا اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں؟	۶	۳۰۴
۱۳۷۵	کامل بزرگ کی پہچان	۶	۳۰۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۷۶	پیر کیسا ہونا چاہئے؟	۶	۳۰۶
۱۳۷۷	پیر کے شرائط یعنی پیر کیسے شخص کو بنایا جائے؟	۶	۳۰۷
۱۳۷۸	مرید ہونے کا حکم اور پیر کیسا ہونا چاہئے اور بیعت ہونے کا کیا طریقہ ہے	۶	۳۱۰
۱۳۷۹	بیعت کیسے شخص سے ہونا چاہئے؟	۶	۳۱۲
۱۳۸۰	مرتکب کبیرہ پیر کا حکم	۶	۳۱۳
۱۳۸۱	مرتکب کبائر پیر سے بیعت	۶	۳۱۴
۱۳۸۲	اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے	۶	۳۱۷
۱۳۸۳	کسی بزرگ سے سوء ظن	۶	۳۱۷
۱۳۸۴	روحانیت کا حاصل	۶	۳۱۸
۱۳۸۵	حج کے بعد ایک پیر سے بیعت ہوا جسکے حالات یہ ہیں، اسکا حج باقی رہا یا نہیں؟	۶	۳۱۹
	☆..... باب پنجم .....☆		
	مجالس صوفیہ اور ان کے وظائف		
۱۳۸۶	ایک پیر صاحب کے وظیفے	۶	۳۲۰
۱۳۸۷	کیا بزرگوں سے رہبانیت ثابت ہے؟	۶	۳۲۲
۱۳۸۸	ذکر جہری کا ثبوت	۶	۳۲۳
۱۳۸۹	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذکر جہری کی ممانعت	۶	۳۲۶
۱۳۹۰	ذکر بالجہر	۶	۳۲۸
۱۳۹۱	ذکر اللہ کا طریقہ	۶	۳۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۳۹۲	کلمۂ طیبہ کا مخصوص مقدار میں پڑھنا.....	۶	۳۲۹
۱۳۹۳	کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کا ثبوت	۶	۳۳۲
۱۳۹۴	ذکر بالجہر آواز ملا کر کرنا	۶	۳۳۴
۱۳۹۵	محاسبہ	۶	۳۳۶
۱۳۹۶	وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغولی	۶	۳۳۶
۱۳۹۷	اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز.....	۶	۳۳۷
۱۳۹۸	شب برأت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لاحول الخ کا ورد.....	۶	۳۳۸
۱۳۹۹	حلقۂ ذکر مخصوص ایام میں اور اس میں عورتوں کی شرکت.....	۶	۳۳۸

☆..... باب ششم .....☆

﴿خلیفہ بنانا﴾

۱۱۴۰۰	آستانۂ شیخ کی تولیت.....	۶	۳۴۰
۱۴۰۱	دوسرے کے مرید کو اجازت دینا	۶	۳۴۰
۱۴۰۲	شیخ کی طرف سے بیعت واجازت.....	۶	۳۴۱
۱۴۰۳	بغیر اجازت وخلافت کے بیعت کرنا	۶	۳۴۱
۱۴۰۴	بغیر اجازت شیخ بیعت کرنا.....	۶	۳۴۲
۱۴۰۵	دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا	۶	۳۴۴
۱۴۰۶	اپنے مرشد کی طرف سے اجازت دینا	۶	۳۴۵
۱۴۰۷	ایضاً.....	۶	۳۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۰۸	ایضاً	۶	۳۴۶
۱۴۰۹	حاجی صاحب کے پیر اور خلفاء	۶	۳۴۶
۱۴۱۰	کیا خلافت دینے کے لئے مرید ہونا ضروری ہے؟	۶	۳۴۸
۱۴۱۱	شیخ کا نافرمان کیا سجادہ نشین بننے کا مستحق ہے.....	۶	۳۴۸
۱۴۱۲	مرید ہونے کے لئے سند کی ضرورت	۶	۳۵۰
۱۴۱۳	خلافت ،وصیت ،خائن،فاسق،فاجر کسے کہتے ہیں؟	۶	۳۵۰
۱۴۱۴	تمباکو کے تاجر کو اجازت بیعت	۶	۳۵۱

☆..... باب ہفتم .....☆

منکرات تصوف

۱۴۱۵	پیر کا نام بطور وظیفہ پڑھنا اور مرید سے نذرانہ لینا.....	۶	۳۵۳
۱۴۱۶	پیر نذرانہ لیتا ہے اور مرید کی اصلاح نہیں کرتا.....	۶	۳۵۴
۱۴۱۷	مریدوں سے ہدیہ لینا	۶	۳۵۵
۱۴۱۸	پیر صاحب کا دعوائے الوہیت	۶	۳۵۶
۱۴۱۹	ایک پیر صاحب کے حالات تصوف	۶	۳۵۶
۱۴۲۰	پیر کا بخشش کروانا	۶	۳۵۸
۱۴۲۱	ایک پیر کے مخلوط حالات	۶	۳۵۹
۱۴۲۲	ایک پیر صاحب کے خلاف شرع حالات	۶	۳۶۲
۱۴۲۳	اپنے پیر پر جھوٹا مقدمہ چلانا	۶	۳۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۲۴	بزرگوں کے اس عمل کا اتباع جو کتاب وسنت کے خلاف ہے.....	۶	۳۶۶
۱۴۲۵	کلام مشائخ میں خلاف شرع بات ہوتو کیا کیا جائے؟.....	۶	۳۶۸
۱۴۲۶	فقیری جماعت میں داخل کرنے کے لئے تمام جسم پر استرہ پھیرنا	۶	۳۷۰
۱۴۲۷	ایک شیعہ پیر کے عقائد وخیالات	۶	۳۷۱
۱۴۲۸	فقیراور ولی کا مجاہدہ کے لئے ترکِ جماعت	۶	۳۷۴
۱۴۲۹	اولیاء اپنے مریدین کی مدد کرسکتے ہیں یا نہیں؟.....	۶	۳۷۵
	☆..... باب ہشتم .....☆		
	متفرقات تصوف		
۱۴۳۰	اقطاب وابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب.....	۶	۳۷۶
۱۴۳۱	ایک شعر کی تحقیق.....	۶	۳۷۷
۱۴۳۲	ایک شعر میں مسیح وخضر سے کیا مراد ہے؟.....	۶	۳۷۷
۱۴۳۳	پیرومرید کا مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا	۶	۳۷۸
۱۴۳۴	پیراور مرید کا ایک امام کی تقلید ضروری ہے	۶	۳۷۹
۱۴۳۵	شہ رگ سے قریب ہونے کے باوجود پیر کے وسیلہ کی کیا ضرورت	۶	۳۷۹
۱۴۳۶	قبولیت دعاء کے لئے ضعفاء کا وسیلہ.....	۶	۳۸۰
۱۴۳۷	علاج وسوسہ.....	۶	۳۸۰
۱۴۳۸	طہارت ونماز میں وہم کا علاج.....	۶	۳۸۱
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب التاریخ والسیر		
	﴿تاریخ وسیرت﴾		
	☆..... باب اوّل .....☆		
	عہدِ نبویؐ کے تاریخی حقائق		
۱۴۳۹	کیا حضور ﷺ کی عمر مبارک ۹۰ رسال ہے؟	۶	۳۸۴
۱۴۴۰	آنحضرت ﷺ کیلئے صدقہ کی حرمت کی تحقیق	۶	۳۸۵
۱۴۴۱	آنحضرت ﷺ کا گدھے پر سواری فرمانا	۶	۳۸۷
۱۴۴۲	حضور ﷺ کے لئے ایلچی کا لفظ	۶	۳۸۸
۱۴۴۳	فضلات نبی ﷺ کی طہارت	۶	۳۸۹
۱۴۴۴	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے	۶	۳۹۰
۱۴۴۵	حضرت ماریہؓ آنحضرت ﷺ کی لونڈی تھیں، نہ کہ زوجۂ مطہرہ	۶	۳۹۱
۱۴۴۶	کثرت ازدواج کی حکمت	۶	۳۹۵
۱۴۴۷	کیا حضرت مریم کا نکاح حضور ﷺ سے ہوگا؟	۶	۳۹۸
۱۴۴۸	معراج میں واپسی براق پر ہوئی	۶	۳۹۸
۱۴۴۹	معراج میں رویت	۶	۳۹۹
۱۴۵۰	حدیث معراج اور قلب ماہیت	۶	۴۰۰
۱۴۵۱	کیا قبل از معراج پچاس نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض تھا؟	۶	۴۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۵۲	ولادت شریفہ سے خوش ہوکر باندی آزاد کرنے پر بھی کیا عذاب جہنم ہوگا	۶	۴۰۲
۱۴۵۳	مہر نبوت اور جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی	۶	۴۰۳
۱۴۵۴	حضرت نبی اکرم ﷺ نے کس کو قتل کیا	۶	۴۰۴
۱۴۵۵	حضور ﷺ نے کس کے لئے بددعا کی	۶	۴۰۶
۱۴۵۶	حضور ﷺ کے نیزے کا طول وعرض	۶	۴۰۷
۱۴۵۷	عصا ہاتھ میں رکھنا سنت ہے	۶	۴۰۸
۱۴۵۸	قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۶	۴۰۸
۱۴۵۹	نعلین شریفین کیسے تھے	۶	۴۰۹
۱۴۶۰	قیلولہ اور کھانے کا معمول	۶	۴۱۰
۱۴۶۱	ابوجہل سے غلام کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے متعلق سوال کرنا،	۶	۴۱۱
۱۴۶۲	کیا حضور ﷺ نے پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرمایا؟	۶	۴۱۳
۱۴۶۳	وفات آنحضرت ﷺ کے وقت کسی خلیفہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۶	۴۱۵
۱۴۶۴	آپ ﷺ کا صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے ایسے شخص کا تجویز فرمانا جس نے رات کو صحبت نہ کی ہو	۶	۴۱۶
۱۴۶۵	امت امیہ کا مصداق	۶	۴۱۷
۱۴۶۶	غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنا	۶	۴۱۸
	☆ ..... **باب دوم** ..... ☆		
	عہد انبیاء علیہم السلام کے تاریخی حقائق		
۱۴۶۷	انبیاء علیہم السلام کے دین کا نام	۶	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۶۸	انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا طریقہ	۶	۴۲۱
۱۴۶۹	حضرت آدم علیہ السلام کا مرد ہونا اور حضرت حوا علیہا السلام کا عورت ہونا کیا دنیا	۶	
۱۴۷۰	میں آ کر ہوا یا جنت میں؟	۶	۴۲۲
۱۴۷۱	حضرت آدم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟	۶	۴۲۳
۱۴۷۲	حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش بائیں پسلی سے	۶	۴۲۴
۱۴۷۳	حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنے پر چالیس سال تک رونا	۶	۴۲۵
۱۴۷۴	نبوت آدم علیہ السلام وخلافت معاویہ رضی اللہ عنہ	۶	۴۲۶
۱۴۷۵	قبر آدم علیہ السلام	۶	۴۲۷
۱۴۷۶	حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی قبر کہاں ہے	۶	۴۲۷
۱۴۷۷	حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ	۶	۴۲۸
۱۴۷۸	سفینۂ نوح علیہ السلام میں کتنے آدمی تھے؟	۶	۴۲۹
۱۴۷۹	حضرت یونس علیہ السلام کا تحت الثریٰ تک پہنچنا	۶	۴۳۱
۱۴۸۰	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا	۶	۴۳۱
۱۴۸۱	انگشتریٔ حضرت سلیمان علیہ السلام	۶	۴۳۲
۱۴۸۲	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام	۶	۴۳۳
۱۴۸۳	کیا زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی تھیں؟	۶	۴۳۴
۱۴۸۴	زلیخا کی تحقیق	۶	۴۳۵
۱۴۸۵	حضرت ہاجرہؑ اور سارہؑ کیا ایک ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں؟	۶	۴۳۵
۱۴۸۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونیکی دعا	۶	
۱۴۸۷	اور خواہش کرنا	۶	۴۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۸۸	حضرت خضر علیہ السلام	۶	۴۳۷
۱۴۸۹	حیات خضر علیہ السلام	۶	۴۳۹
۱۴۹۰	حیات خضر علیہ السلام کی تحقیق	۶	۴۴۰
۱۴۹۱	حیات حضرت خضر علیہ السلام	۶	۴۴۳
	☆..... باب سوم .....☆		
	عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تاریخی حقائق		
۱۴۹۲	خلفاء اربعہؓ کی ازواج وامہات	۶	۴۴۴
۱۴۹۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیوی کو غسل میت کی وصیت کرنا	۶	۴۴۸
۱۴۹۴	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سے	۶	۴۴۸
۱۴۹۵	فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمرؓ کس چیز پر سوار تھے؟	۶	۴۴۹
۱۴۹۶	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد	۶	۴۵۰
۱۴۹۷	شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۶	۴۵۱
۱۴۹۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیویوں کا حال	۶	۴۵۳
۱۴۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن متعین نہ ہونے کی حکمت	۶	۴۵۵
۱۵۰۰	محاربۂ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۶	۴۵۵
۱۵۰۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت دحیہؓ کی ڈاڑھی کیا ناف تک تھی؟	۶	۴۵۷
۱۵۰۲	کیا دجال کی پنڈلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا زخم ہے؟	۶	۴۵۸
۱۵۰۳	حضرت ام سلمہؓ	۶	۴۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۰۴	کیا حضرت حلیمہ نے اسلام قبول کیا؟	۶	۴۵۹
۱۵۰۵	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن	۶	۴۶۰
۱۵۰۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل کس نے دیا	۶	۴۶۱
۱۵۰۷	حضرت فاطمہؓ کا مدفن	۶	۴۶۲
۱۵۰۸	مقابلۂ علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ	۶	۴۶۳
۱۵۰۹	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکالات	۶	۴۶۶
۱۵۱۰	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام	۶	۴۶۹
۱۵۱۱	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیویاں	۶	۴۷۰
۱۵۱۲	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کوئی وعدہ کیا تھا	۶	۴۷۲
۱۵۱۳	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت یزید پر	۶	۴۷۳
۱۵۱۴	محاربۂ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ویزید	۶	۴۷۴
۱۵۱۵	حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا معاملہ	۶	۴۷۵
۱۵۱۶	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے	۶	۴۷۵
۱۵۱۷	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام محمد بن حنفیہ نے لیا	۶	۴۷۷
۱۵۱۸	جنگ یزید وحسینؓ کا محمل	۶	۴۷۸
۱۵۱۹	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر عیسائی کا اشکال	۶	۴۷۹
۱۵۲۰	حضرت حسینؓ کی شہادت اللہ کے لئے ہوئی یا امت کے لئے؟	۶	۴۸۰
۱۵۲۱	کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نعش کو روندا گیا	۶	۴۸۰
۱۵۲۲	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مدفن	۶	۴۸۱
	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مدفن	۶	۴۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۲۳	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہاں مدفون ہیں؟	۶	۴۸۲
۱۵۲۴	حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات، مدفن اور نماز جنازہ کی تحقیق	۶	۴۸۳
۱۵۲۵	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات	۶	۴۸۴
۱۵۲۶	اصحاب صفہؓ کون تھے؟	۶	۴۸۵
۱۵۲۷	سب سے اوّل شہید	۶	۴۸۶
۱۵۲۸	بچہ کے انتقال پر اہلیہ کا اپنے شوہر کو مطلع نہ کرنا	۶	۴۸۶
۱۵۲۹	مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ	۶	۴۸۸
۱۵۳۰	ابولہب کے بیٹوں کا نام	۶	۴۸۹
۱۵۳۱	ابوطالب کا ایمان لانا	۶	۴۹۰
۱۵۳۲	ابوجہل کا باپ	۶	۴۹۱
	☆..... **باب چہارم** .....☆		
	عہد تابعین کے تاریخی حقائق		
۱۵۳۳	محمد بن حنفیہؒ کی نسبت	۶	۴۹۲
۱۵۳۴	محمد بن حنفیہؒ کی تحقیق	۶	۴۹۴
۱۵۳۵	محمد بن حنفیہؒ کا حال	۶	۴۹۵
۱۵۳۶	کیا حضرت حسن بصریؒ صحابی ہیں	۶	۴۹۷
۱۵۳۷	خلافت یزید	۶	۴۹۷
۱۵۳۸	مسئلۂ یزید	۶	۵۲۰
۱۵۳۹	یزید کی ولی عہدی	۶	۵۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۴۰	یزید کی ولی عہدی	۶	۵۲۶
۱۵۴۱	یزید کی نسل	۶	۵۲۷
۱۵۴۲	کیا یزید نے حضرت عائشہؓ کو پیغام نکاح دیا تھا؟	۶	۵۲۷
۱۵۴۳	مروان کا مدینہ سے اخراج اور پھر واپسی	۶	۵۲۸
۱۵۴۴	کیا کعبہ حضرت رابعہؒ کے استقبال کو گیا تھا	۶	۵۲۹
۱۵۴۵	حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا سن پیدائش	۶	۵۳۰
۱۵۴۶	امام اعظمؒ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز	۶	۵۳۰
۱۵۴۷	امام اعظمؒ کا منصور کے خلاف واقعہ.....	۶	۵۳۱
۱۵۴۸	امام مالک وامام ابوحنیفہؒ پر گمراہ ہونے کا الزام	۶	۵۳۲
۱۵۴۹	امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو مرجیہ کہنے والا	۶	۵۳۴
	☆..... باب پنجم .....☆		
	عہد سلف کی تاریخی شخصیات		
۱۵۵۰	محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تفصیل	۶	۵۳۵
۱۵۵۱	محمد بن عبدالوہاب کا حال، نجد کی تحقیق	۶	۵۴۱
۱۵۵۲	محمد بن عبدالوہاب نجدی	۶	۵۴۳
۱۵۵۳	پالن حقانی	۶	۵۴۴
۱۵۵۴	مولانا اشرف علی تھانویؒ کے جانشیں.....	۶	۵۴۸
۱۵۵۵	سحبان الہند	۶	۵۴۸
۱۵۵۶	سید قطب اور اخوان المسلمین	۶	۵۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۵۷	عبدالرحمٰن قاری کا حال	۶	۵۵۰
۱۵۵۸	کیا امام مہدی علیہ السلام پہلے سے موجود ہیں؟	۶	۵۵۱
۱۵۵۹	بادشاہ جمجاہ کا دوبارہ زندہ ہونا	۶	۵۵۲
۱۵۶۰	کیا حاتم طائی نوشیرواں ایمان لائے؟	۶	۵۵۲
۱۵۶۱	اولیاء کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟	۶	۵۵۴
۱۵۶۲	امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے استاذ ہیں	۶	۵۵۵
	☆ ..... باب ششم ..... ☆		
	چند تاریخی حقائق		
۱۵۶۳	اول غلاف کعبہ کس نے دیا؟	۶	۵۵۶
۱۵۶۴	خانۂ کعبہ کے غلاف کا رنگ	۶	۵۵۷
۱۵۶۵	سن ہجری وعیسوی کی ابتداء	۶	۵۵۸
۱۵۶۶	اردو کس نے ایجاد کی	۶	۵۵۹
۱۵۶۷	کیا چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی؟	۶	۵۵۹
۱۵۶۸	مجنوں کس قبیلے سے تھا؟ کیا لیلیٰ مجنوں کی شادی ہوگئی؟	۶	۵۶۰
۱۵۶۹	حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانے کی مسافت	۶	۵۶۱
۱۵۷۰	گاڑا کون ہیں؟	۶	۵۶۱
۱۵۷۱	شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل	۶	۵۶۲
۱۵۷۲	کیا عرب سب امیّ تھے؟	۶	۵۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	تاریخ ہند کے چند حقائق		
۱۵۷۳	جمعیت العلماء کا جھنڈا	۶	۵۶۴
۱۵۷۴	بانیٔ جامع مسجد دہلی	۶	۵۶۵
۱۵۷۵	قیام دارالعلوم ومظاہر علوم کی تاریخ	۶	۵۶۶
۱۵۷۶	کیا سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان آئے	۶	۵۶۶
۱۵۷۷	خواجہ اجمیریؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد.....	۶	۵۶۷
۱۵۷۸	حضرت شمس تبریزؒ کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ	۶	۵۶۸
۱۵۷۹	کیا صابر صاحبؒ نے بیوی کو جلا دیا.....	۶	۵۶۹
۱۵۸۰	خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا زمانہ	۶	۵۷۰
۱۵۸۱	اعلیٰ حضرت بریلوی کی سند	۶	۵۷۱
۱۵۸۲	کیا اعلیٰ حضرت خانصاحب نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے؟.....	۶	۵۷۲
۱۵۸۳	اورنگ زیب عالم گیرؒ کو ولد الحرام کہنا	۶	۵۷۳
۱۵۸۴	گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی ؟	۶	۵۷۴
	ابواب ما یتعلق بالقرآن		
	☆.....باب اول.....☆		
	تفسیر قرآن		
۱۵۸۵	شرائط تفسیر.....	۷	۲۲

۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۸۶	تفسیر وتاویل میں فرق	۷	۲۲
۱۵۸۷	شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا	۷	۲۳
۱۵۸۸	نسخ کی تفصیل اور حکمت	۷	۲۵
۱۵۸۹	کیا قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ ہیں	۷	۲۷
۱۵۹۰	حکم قرآنی کیا حدیث سے منسوخ ہوسکتا ہے؟	۷	۳۲
۱۵۹۱	آیات منسوخہ کی تلاوت کا حکم	۷	۳۴
۱۵۹۲	حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق	۷	۳۵
۱۵۹۳	اسجدوا لآدم کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے	۷	۳۶
۱۵۹۴	یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَمَافِی الْاَرْضِ کی تشریح	۷	۳۷
۱۵۹۵	فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات کی تشریح	۷	۳۸
۱۵۹۶	من لم یحکم بما انزل اللّٰہ کی تشریح	۷	۳۹
۱۵۹۷	تفسیر استویٰ	۷	۴۰
۱۵۹۸	تفسیر لایمسہ الاالمطھرون	۷	۴۲
۱۵۹۹	لیس للانسان الاماسعیٰ (الآیۃ)	۷	۴۴
۱۶۰۰	ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کا مطلب	۷	۴۵
۱۶۰۱	ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ (الآیہ) پر اشکال اور اسکا جواب	۷	۴۸
۱۶۰۲	جاعل الذین اتبعوک کی تفسیر	۷	۴۹
۱۶۰۳	ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کا مطلب	۷	۵۱
۱۶۰۴	ادعونی استجب لکم کا مطلب	۷	۵۲
۱۶۰۵	لان شکرتم لازیدنکم کا مطلب	۷	۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰۶	الزانی لاینکح الازانیةً الآیه کی تفسیر	۷	۵۴
۱۶۰۷	حضرت مسیح کی فضیلت کلمتهٔ ور وح منهٔ سے	۷	۵۴
۱۶۰۸	قال هی عصای کی عجیب تشریح وتفسیر	۷	۵۹
۱۶۰۹	آیت قطب	۷	۶۰
۱۶۱۰	سبع آیات	۷	۶۰
۱۶۱۱	آیۃ الکرسی کہاں تک ہے	۷	۶۱
۱۶۱۲	حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض	۷	۶۲
۱۶۱۳	استخلاف فی الارض کا وعدہ	۷	۶۴
۱۶۱۴	عبادت واطاعت میں فرق	۷	۶۵
۱۶۱۵	اطیعو اللّٰه واطیعو الرسول کا مطلب	۷	۶۶
۱۶۱۶	ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں	۷	۶۶
۱۱۷	ام کی جمع امہات ہے امام نہیں اور "یوم ندعو کل اناس بامامهم" کی تفسیر	۷	۶۸
۱۶۱۸	کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے الخ	۷	۷۰
۱۶۱۹	وقت شام سے کیا مراد ہے؟	۷	۷۱
۱۶۲۰	کیا جنت اور دوزخ بھی فناء ہوں گی	۷	۷۱
۱۶۲۱	انسان افضل ہے جنات سے	۷	۷۲
۱۶۲۲	نفخ صور کتنی مرتبہ ہے	۷	۷۳
۱۶۲۳	اللہ کے لئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ	۷	۷۶
۱۲۴	اسماء الٰہی میں الحاد کا مطلب	۷	۷۶
۱۶۲۵	کیا ارتداد سے عمل حبط ہو جاتے ہیں	۷	۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۲۶	طعام اہل کتاب سے متعلق ایک شبہ	۷	۸۰
۱۲۷	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت	۷	۸۳
۱۶۲۸	اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے	۷	۸۶
۱۶۲۹	**ھجر جمیل** کیا ہے؟	۷	۸۶
۱۳۰	جواب امر بھی مجزوم ہوتا ہے	۷	۸۷
۱۶۳۱	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بھی دیا گیا	۷	۸۷
۱۶۳۲	حیات طیبہ کونسی زندگی ہے؟	۷	۸۸
۱۶۳۳	کیا ظالم کے لئے ہدایت ہے؟	۷	۸۹
۱۶۳۴	پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟	۷	۹۰
۱۶۳۵	روز شرعی ولغوی	۷	۹۱
۱۶۳۶	کیا **تبت یدا ابی لھب** کوسنا ہے؟	۷	۹۲
۱۳۷	غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات	۷	۹۳
۱۳۸	تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ	۷	۹۵
۱۳۹	شیطان کی مہلت اور حشر	۷	۹۶
۱۶۴۰	شیطان نے حضرت آدمؑ کو کس طرح بہکایا	۷	۹۷
۱۶۴۱	فتنہ کے وقت تنہائی	۷	۹۸
۱۴۲	**اذا قرئ القرآن فاستمعوا له** کا شان نزول	۷	۹۹
۱۶۴۳	ایک مشہور آدمی کی تفسیر کے نمونے	۷	۱۰۰
۱۶۴۴	وعید کی آیات زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں؟	۷	۱۰۱
۱۶۴۵	کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟	۷	۱۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۴۶	قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل.....	۷	۱۰۲
	☆.....باب دوم.....☆		
	آدابِ قرآن		
۱۶۴۷	قرآن شریف کی طرف پشت کرنا.....	۷	۱۱۰
۱۶۴۸	قرآن شریف کی طرف پیر پھیلانا.....	۷	۱۱۰
۱۶۴۹	جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہمبستری کرنا	۷	۱۱۱
۱۶۵۰	بیت الخلاء جانا حمائل شریف لئے ہوئے	۷	۱۱۱
۱۶۵۱	اس کمرہ کی چھت پر چلنا جس میں قرآن مجید موجود ہو.....	۷	۱۱۲
۱۶۵۲	قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا.....	۷	۱۱۲
۱۶۵۳	قرآن پاک قصداً زمین پر پھینکنے کا حکم.....	۷	۱۱۳
۱۶۵۴	قرآن شریف جیب میں رکھنا.....	۷	۱۱۴
۱۶۵۵	بے وضو بچوں کو قرآن دینا.....	۷	۱۱۴
۱۶۵۶	نابالغ سے ختم کرانا.....	۷	۱۱۵
۱۶۵۷	کتابت قرآن بلا وضو	۷	۱۱۶
۱۶۵۸	طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا.....	۷	۱۱۷
۱۶۵۹	قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟.....	۷	۱۱۸
۱۶۶۰	معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا	۷	۱۱۸
۱۶۶۱	بلا وضو کتب تفسیر کو مس کرنا	۷	۱۱۹
۱۶۶۲	کتب تفسیر کو بلا وضو مس کرنا.....	۷	۱۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۶۳	بے وضو وغسل کتابیں پڑھنا	۷	۱۲۱
۱۶۶۴	ردی کاغذ کا گتا بنانا	۷	۱۲۱
۱۶۶۵	اخبارات میں قرآن پاک کی آیات یا ان کا ترجمہ شائع کرنا.....	۷	۱۲۲
۱۶۶۶	قرآن کریم کلنڈر اور اخبار میں چھپوانا.....	۷	۱۲۳
۱۶۶۷	خط میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اس کا ادب.....	۷	۱۲۴
۱۶۶۸	خط میں بسم اللہ لکھنا	۷	۱۲۵
۱۶۶۹	دسترخوان یا مصلے پر آیات یا اسماء الٰہیہ لکھنا	۷	۱۲۶
۱۶۷۰	قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟.....	۷	۱۲۷
۱۶۷۱	گرامون میں قرآن کریم بھرنا اور اس کی تجارت کرنا.....	۷	۱۲۸
۱۶۷۲	قرآن کریم کو آلات لہو میں گانا.....	۷	۱۳۰
۱۶۷۳	ریڈیو پر قرآن پاک پڑھنا	۷	۱۳۱
۱۶۷۴	ریڈیو کی تلاوت سننا	۷	۱۳۱
۱۶۷۵	کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا.....	۷	۱۳۲
۱۶۷۶	اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے؟.....	۷	۱۳۳
۱۶۷۷	جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کیا جائے؟	۷	۱۳۳
۱۶۷۸	جن اخبار میں قرآنی آیتیں ہوں ان کا کیا کیا جائے؟.....	۷	۱۳۴
۱۶۷۹	بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟	۷	۱۳۴
۱۶۸۰	بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا	۷	۱۳۵
۱۶۸۱	قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا	۷	۱۳۵
۱۶۸۲	بوسیدہ قرآن کریم لپیٹ کر رکھ دینا دفن کے لئے بے ادبی نہیں.....	۷	۱۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۸۳	بوسیدہ کتب کا حکم	۷	۱۳۷
۱۶۸۴	قاعدہ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر.....	۷	۱۳۹
۱۶۸۵	ایک شخص چارپائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص اس کے قریب نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے	۷	۱۴۰
۱۶۸۶	کرسی پر بیٹھنا جبکہ قرآن نیچے رکھا ہو	۷	۱۴۰
۱۶۸۷	کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم	۷	۱۴۱
۱۶۸۸	استاذ کرسی پر بیٹھے اور بچے ٹاٹ پر اس کا کیا حکم ہے؟	۷	۱۴۱
۱۶۸۹	ٹیچر ان کا کرسی پر بیٹھنا اور کتب دینیہ کا نیچے ہونا	۷	۱۴۲
۱۶۹۰	ریاحی مریض کے لئے قرآن چھونا	۷	۱۴۲
۱۶۹۱	آیت اذا قرئ القرآن الخ سے خارج صلوۃ وجوب استماع	۷	۱۴۳
۱۶۹۲	دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا	۷	۱۴۴
۱۶۹۳	لوگوں کی رعایت میں قرآن سنوار کر پڑھنا.....	۷	۱۴۵
۱۶۹۴	قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا	۷	۱۴۶
۱۶۹۵	قرآن پاک کو چومنا	۷	۱۴۶
۱۶۹۶	قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا	۷	۱۴۷
۱۶۹۷	تقبیل قرآن کریم	۷	۱۴۸
۱۶۹۸	جنبی کے لئے مس قرآن کریم	۷	۱۴۹
۱۶۹۹	استماع وانصات کی فروع.....	۷	۱۵۰
۱۱۷۰۰	قبرستان میں قرآن پاک لے جانا	۷	۱۵۴
۱۷۰۱	ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے	۷	۱۵۵
۱۷۰۲	آیات اور فوٹو.....	۷	۱۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب سوم.....☆		
	آدابِ تلاوت		
۱۷۰۳	برہنہ سر تلاوت	۷	۱۵۷
۱۷۰۴	جلسہ کی ابتداء کلام پاک سے	۷	۱۵۷
۱۷۰۵	مجبوراً لیٹے ہوئے تلاوت قرآن کریم	۷	۱۵۹
۱۷۰۶	منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا	۷	۱۶۰
۱۷۰۷	تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت	۷	۱۶۰
۱۷۰۸	زینے کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا	۷	۱۶۱
۱۷۰۹	میت کے پاس تلاوت	۷	۱۶۱
۱۷۱۰	تلاوت کے وقت سر ہلانا	۷	۱۶۲
۱۷۱۱	کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟	۷	۱۶۲
۱۷۱۲	تلاوت قرآن کریم بازار میں جہراً اور مسجد میں سراً	۷	۱۶۳
۱۷۱۳	متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا	۷	۱۶۳
۱۷۱۴	چند آدمیوں کا قرآن کریم جہراً پڑھنا	۷	۱۶۵
۱۷۱۵	قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے	۷	۱۶۶
۱۷۱۶	بوقت مطالعہ تلاوت	۷	۱۶۷
۱۷۱۷	مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا	۷	۱۶۷
۱۷۱۸	سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح	۷	۱۶۸
۱۷۱۹	دنیوی غرض کے لئے بھی ذکر و تلاوت پر اجر ہے	۷	۱۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۲۰	تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا.....	۷	۱۷۲
۱۷۲۱	مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا.....	۷	۱۷۳
۱۷۲۲	قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا.....	۷	۱۷۳
۱۷۲۳	دس دفعہ قل ھو اللہ پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہونگے.....	۷	۱۷۴
۱۷۲۴	جو شخص ہر روز سورۂ ملک پڑھے اس سے سوال قبر نہ ہوگا.....	۷	۱۷۵
۱۷۲۵	ختم قرآن پر دعوت.....	۷	۱۷۶
۱۷۲۶	قل اعوذ برب الناس ناس، ناس پڑھنا بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا	۷	۱۷۸

☆.....باب چہارم.....☆

حفظِ قرآن

۱۷۲۷	حفظ قرآن وختم فرض ہے یا سنت.....	۷	۱۸۱
۱۷۲۸	کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مضر ہے؟.....	۷	۱۸۲
۱۷۲۹	حافظ کو فوقیت ہے غیر حافظ پر.....	۷	۱۸۲
۱۷۳۰	جس کو کلام پاک کچا یاد ہو کیا وہ بھی بخشش کرائے گا.....	۷	۱۸۳
۱۷۳۱	بستی میں کوئی حافظ نہیں.....	۷	۱۸۴
۱۷۳۲	قرآن شریف بھول جانے پر وعید.....	۷	۱۸۴
۱۷۳۳	قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا.....	۷	۱۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب پنجم.....☆		
	تجوید، ترتیب، رسم الخط وغیرہ		
۱۷۳۴	آیات کے رموز وعلامات کا حکم.....	۷	۱۸۶
۱۷۳۵	قرآن کریم کے اوقاف اوراس کی علامات کیا بدعت ہیں؟.....	۷	۱۸۶
۱۷۳۶	بغیر تجوید کے قرآن شریف پڑھنا.....	۷	۱۹۰
۱۷۳۷	کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟.....	۷	۱۹۱
۱۷۳۸	تحقیق ضاد.....	۷	۱۹۲
۱۷۳۹	کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟.....	۷	۱۹۶
۱۷۴۰	اجتماع قراء کا حکم.....	۷	۱۹۸
۱۷۴۱	غیر قرآن کو قراءت کے ساتھ پڑھنا.....	۷	۲۰۰
۱۷۴۲	قراءت سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں.....	۷	۲۰۱
۱۷۴۳	معروف ومجہول کا تلفظ.....	۷	۲۰۱
۱۷۴۴	نون قطنی کے ساتھ نماز.....	۷	۲۰۲
۱۷۴۵	بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ.....	۷	۲۰۳
۱۷۴۶	سورۂ قدر میں امر یا سلام پر وقف.....	۷	۲۰۵
۱۷۴۷	وقف غفران کا مطلب.....	۷	۲۰۵
۱۷۴۸	لفظ اللہ میں مد کی مقدار.....	۷	۲۰۵
۱۷۴۹	لفظ اللہ کا تلفظ بقاعدۂ تجوید.....	۷	۲۰۶
۱۷۵۰	قراءت قرآن کا تقابل	۷	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۵۱	زبر، زیر، پیش	۷	۲۰۸
۱۷۵۲	تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق	۷	۲۰۸
۱۷۵۳	کیا سورۂ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے؟	۷	۲۱۰
۱۷۵۴	آیات قرآنیہ کی ترتیب	۷	۲۱۰
۱۷۵۵	قرآن کریم کی ترتیب عثمانی	۷	۲۱۲
۱۷۵۶	سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے	۷	۲۱۳
۱۷۵۷	اردو میں قرآن پاک پڑھنا	۷	۲۱۴
۱۷۵۸	ترجمہ قرآن بغیر عربی عبارت کے	۷	۲۱۵
۱۷۵۹	اُڑیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا	۷	۲۱۵
۱۷۶۰	غیر عربی میں قرآن لکھنا	۷	۲۱۷
۱۷۶۱	لفظ اللہ کی مخصوص صورت	۷	۲۱۹
۱۷۶۲	قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا	۷	۲۱۹
۱۷۶۳	قرآن کریم اردو میں لکھنا	۷	۲۲۰
۱۷۶۴	قرآن کریم ہندی میں لکھنا	۷	۲۲۲
۱۷۶۵	کتب سماویہ کی زبان	۷	۲۲۳
۱۷۶۶	پارۂ عم کی طباعت خلاف ترتیب	۷	۲۲۴
۱۷۶۷	حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟	۷	۲۲۹
۱۷۶۸	قرآن پاک میں اعراب اور کتب حدیث وفقہ کی تدوین	۷	۲۲۹
۱۷۶۹	جمع قرآن تراویح وغیرہ کا حکم	۷	۲۳۰
۱۷۷۰	قرآن کریم کی سند	۷	۲۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۷۱	سورۂ فاتحہ کس پارہ کا جز ہے؟	۷	۲۳۱
۱۷۷۲	سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سورت ہے یا نہیں؟	۷	۲۳۲
	☆.....باب ششم.....☆		
	متفرقات قرآن		
۱۷۷۳	قرآن میں سائنس کی بحث.....	۷	۲۳۴
۱۷۷۴	قرآن شریف سے چور کا نام نکالنا.....	۷	۲۳۶
۱۷۷۵	فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟	۷	۲۳۶
۱۷۷۶	شیطان قراءت قرآن پر قادر نہیں	۷	۲۳۷
۱۷۷۷	کیا ملائکہ کو تلاوت قرآن پاک پر قدرت ہے؟.....	۷	۲۳۸
۱۷۷۸	مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا	۷	۲۳۹
۱۷۷۹	نصوص شرعیہ سے متعلق چند معلومات.....	۷	۲۴۰
۱۷۸۰	آیت اڑنے کا عقیدہ.....	۷	۲۴۱
۱۷۸۱	قرآن کریم میں صیغہ جمع وصیغہ مفرد کی تفصیل	۷	۲۴۱
۱۷۸۲	قرآن کی سالگرہ منانا.....	۷	۲۴۳
۱۷۸۳	قرآن کریم بواسطۂ جبرئیل آیا اور توراۃ بلاواسطہ	۷	۲۴۴
۱۷۸۴	قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد	۷	۲۴۶
۱۷۸۵	۷۸۶ کا عدد تسمیہ کے قائم مقام نہیں	۷	۲۴۷
۱۷۸۶	غلاف قرآن اور غلاف کعبہ میں کون افضل ہے؟.....	۷	۲۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	حدیث سے متعلق مباحث ومسائل		
۱۷۸۷	محدث کی تعریف.....	۷	۲۴۹
۱۷۸۸	اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ.....	۷	۲۴۹
۱۷۸۹	اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اوراَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ.....	۷	۲۵۰
۱۷۹۰	حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اورأَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کی تحقیق	۷	۲۵۱
	لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وغیرہ احادیث کی تحقیق.....	۷	۲۵۳
۱۷۹۱	حدیث لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ.....	۷	۲۵۴
۱۷۹۲	اِنَّ لِلْقُرْآنِ ظَهْراً وَبَطْناً	۷	۲۵۵
۱۷۹۳	حدیث کُنْتُ کَنْزًامَخْفِیًّا کی تحقیق	۷	۲۵۶
۱۷۹۴	کُنْتُ کَنْزًامَخْفِیًّا الحدیث	۷	۲۵۶
۱۷۹۵	کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ پراشکال	۷	۲۵۸
۱۷۹۶	لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ کی تحقیق	۷	۲۵۹
۱۷۹۷	نجد میں فتنوں اورزلازل سے متعلق چنداحادیث.....	۷	۲۶۰
۱۷۹۸	زلزلہ کے اسباب حدیث اورقول فلاسفہ میں تعارض	۷	۲۶۴
۱۷۹۹	شق صدر کے متعلق روایت کی تحقیق	۷	۲۶۶
۱۱۸۰۰	چاروں قل پڑھنے کی روایت	۷	۲۶۸
۱۸۰۱	تحقیق مجدد	۷	۲۶۹
۱۸۰۲	کُلُّ قَصِیْرٍ اور کُلُّ طَوِیْلٍ کی تحقیق	۷	۲۷۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۰۳	تحقیق اَحْدَثَ	۷	۲۷۲
۱۸۰۴	مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا الْحَدِیْث کا مطلب	۷	۲۷۳
۱۸۰۵	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ کی تشریح	۷	۲۷۵
۱۸۰۶	مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِیٍّ	۷	۲۷۵
۱۸۰۷	حدیث قضاءِ عمری	۷	۲۷۶
۱۸۰۸	تعمیر کعبہ کے وقت روایت برہنہ ہوجانے کی	۷	۲۷۷
۱۸۰۹	بعد عصر مطالعہ کے متعلق حدیث کی تحقیق	۷	۲۷۸
۱۸۱۰	جَزَی اللّٰهُ عَنَّا بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ کی فضیلت	۷	۲۷۹
۱۸۱۱	تہتر فرقے والی حدیث پر اشکال	۷	۲۸۰
۱۸۱۲	بہتر فرقے	۷	۲۸۳
۱۸۱۳	تہتر فرقے	۷	۲۸۴
۱۸۱۴	تحقیق مُسِنّہ اور اس کی قربانی	۷	۲۸۵
۱۸۱۵	جعظری کی تشریح	۷	۲۸۶
۱۸۱۶	تعدد آدم علیہ السلام	۷	۲۸۷
۱۸۱۷	ایک لاکھ آدم	۷	۲۸۸
۱۸۱۸	جس کا روپیہ برباد کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق	۷	۲۸۹
۱۸۱۹	مصافحہ سے متعلق حدیث	۷	۲۸۹
۱۸۲۰	ابن ماجہ کی ایک روایت کا مطلب	۷	۲۹۱
۱۸۲۱	صاحب الورد و تارک الورد الحدیث	۷	۲۹۲
۱۸۲۲	مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ	۷	۲۹۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۲۳	مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ	۷	۲۹۴
۱۸۲۴	حدیث قرطاس	۷	۲۹۵
۱۸۲۵	حدیث مَنْ تَزَیّٰ بِغَیْرِزِیِّهٖ کی تحقیق	۷	۲۹۵
۱۸۲۶	لَیْسَ مِنِّی وَلَسْتُ مِنْهُ کا مطلب	۷	۲۹۶
۱۸۲۷	موقف ساعة فی سبیل الله کی تحقیق	۷	۲۹۷
۱۸۲۸	حدیث مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ الخ۔کا حوالہ	۷	۲۹۷
۱۸۲۹	خضاب سے متعلق چند احادیث	۷	۲۹۸
۱۸۳۰	مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الخ۔حدیث کی تشریح	۷	۲۹۹
۱۸۳۱	حدیث مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ کا حوالہ	۷	۳۰۰
۱۸۳۲	اَنَااَحْمَدُ کیا حدیث ہے؟	۷	۳۰۰
۱۸۳۳	ثواب تلاوت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق	۷	۳۰۱
۱۸۳۴	بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے کہنے والے کو جواب	۷	۳۰۲
۱۸۳۵	درخت کے جڑوں سمیت آنے والے معجزہ سے متعلق روایت کی تحقیق	۷	۳۰۳
۱۳۶	قصۂ جابرؓ بوقت غزوۂ خندق سے متعلق روایت	۷	۳۰۴
۱۸۳۷	نکاح کے بعد اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَیْنَهُمَا کَمَااَلَّفْتَ بَیْنَ یُوْسُفَ وَزُلَیْخَا	۷	
	عَلَیْهِمَا السَّلَامُ کی تحقیق	۷	۳۰۶
۱۸۳۸	اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ اور مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ کیا یہ ایک حدیث ہے؟...	۷	۳۰۷
۱۸۳۹	طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ حدیث نہیں	۷	۳۰۷
۱۸۴۰	کیا کاشتکار ہمیشہ محتاج رہتا ہے اور زراعت سے متعلق حدیث کی تحقیق ...	۷	۳۰۸
۱۸۴۱	لیلۃ القدر کی تعیین کی فراموشی	۷	۳۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۴۲	آیت سجدہ کی تفصیل	۷	۳۱۰
۱۸۴۳	ایک صیغہ چالیس دفعہ پڑھنے سے چہل حدیث کا ثواب	۷	۳۱۲
۱۸۴۴	کیا استغفار والی حدیث مرفوع ہے	۷	۳۱۲
۱۸۴۵	جنت کی چار نہریں	۷	۳۱۳
۱۸۴۶	کیا ساتوں زمینوں میں انبیاء ہیں	۷	۳۱۴
۱۸۴۷	کیا زمین بیل کے سینگ پر ہے؟	۷	۳۱۵
۱۸۴۸	مرض الوفات میں قلم دوات طلب فرمانا وصیت لکھنے کے لئے	۷	۳۱۶
۱۸۴۹	رمضان میں مرنے والے سے سوال قبر	۷	۳۱۷
۱۸۵۰	جمعہ اور رمضان میں مرنے والے کی فضیلت	۷	۳۱۸
۱۸۵۱	چند احادیث کی تحقیق	۷	۳۲۲
۱۸۵۲	توبہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق	۷	۳۲۵
۱۸۵۳	گناہ معاف ہونے کی ایک روایت	۷	۳۲۵
۱۸۵۴	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے	۷	۳۲۶
۱۸۵۵	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا خون پاک ہے	۷	۳۲۸
۱۸۵۶	مسئلہ شفاعت	۷	۳۲۹
۱۸۵۷	فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا	۷	۳۳۱
۱۸۵۸	ذکر کے لئے اجتماع	۷	۳۳۱
۱۸۵۹	جہاں کی مٹی ہو وہیں دفن ہوتا ہے	۷	۳۳۳
۱۸۶۰	حدیث شریف کا ادب	۷	۳۳۴
۱۸۶۱	حدیث کے لئے وضو	۷	۳۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۶۲	بے پڑھے حدیث کا حوالہ دینا	۷	۳۳۶
۱۸۶۳	اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی اُمُوْرِکُمْ کا مطلب	۷	۳۳۶
۱۸۶۴	إِنماَّ اَنَاقَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ کی تحقیق	۷	۳۳۷
۱۸۶۵	احادیث جمع کرنے کی ممانعت	۷	۳۳۸
۱۸۶۶	سنی ہونے کا ثبوت	۷	۳۴۴
۱۸۶۷	سید، مولیٰ، عبد کے معانی	۷	۳۴۶
۱۸۶۸	غیر مسلم کو سکرات کے وقت سے ہی عذاب کی دلیل	۷	۳۴۸
۱۸۶۹	قبر اطہر سے دست مبارک ﷺ کا کسی کے لئے نکلنا	۷	۳۴۹
۱۸۷۰	کعبہ کو توڑنا، اور حرم میں کافر کے داخل ہونے سے متعلق حدیثوں میں تعارض	۷	۳۵۰
۱۸۷۱	فجر کی دو سنتیں بعد فرض پڑھے یا بعد طلوع شمس	۷	۳۵۱
۱۸۷۲	دعاء برکت کے الفاظ	۷	۳۵۶
۱۸۷۳	ایک واقعہ سنکر اس میں شک پھر معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہے اب کیا کرے ..	۷	۳۵۶
۱۸۷۴	حدیث کی روایتیں عن سے ہیں ''من'' سے نہیں	۷	۳۵۷
۱۸۷۵	شراب کا پینا حرمت سے پہلے	۷	۳۵۸
۱۸۷۶	ایک خاص درود شریف کے فضائل	۷	۳۶۰
۱۸۷۷	کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھو کر اس پانی کو پینا	۷	۳۶۱
۱۸۷۸	ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا	۷	۳۶۱
۱۸۷۹	شہید اور جس کا انتقال اس کے ایک سال بعد ہوا ان میں افضل کون ہے؟ .	۷	۳۶۱
۱۸۸۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے چپت مارنا	۷	۳۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۸۱	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں	۷	۳۶۳
۱۸۸۲	لَاطَاعَةَفِي الْمَعْصِيَةِ کی ترکیب نحوی.....	۷	۳۶۴
۱۸۸۳	کالے کپڑے والوں سے متعلق حدیث	۷	۳۶۵
۱۸۸۴	غروب کے وقت سجود شمس	۷	۳۶۵
۱۸۸۵	جنت کی قیمت ادا کر کے سونا.....	۷	۳۶۶
۱۸۸۶	حدیث موضوع کی علامت.....	۷	۳۶۷
۱۸۸۷	فضائل میں ضعیف روایت پر عمل	۷	۳۶۸
۱۸۸۸	حدیث ضعیف سے استدلال کی شرط	۷	۳۶۹
۱۸۸۹	بارہ امام	۷	۳۷۱
۱۸۹۰	اعمال امت کی پیشی	۷	۳۷۲
۱۸۹۱	ہفتہ میں دو روز نامۂ اعمال کی پیشی	۷	۳۷۳
۱۸۹۲	کیا انبیاء علیہم السلام کو نبوت حضور کے واسطے سے ملی.....	۷	۳۷۴
۱۸۹۳	حضور ﷺ کے والدین کے متعلق	۷	۳۷۵
۱۸۹۴	طویل العمر جن صحابی کا ظہور	۷	۳۷۷
۱۸۹۵	ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا	۷	۳۸۵
۱۸۹۶	نماز میں ارسال یدین	۷	۳۸۶
۱۸۹۷	اٹک اٹک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر	۷	۳۸۸
۱۸۹۸	منکر نکیر سے پیشتر مردہ کے پاس رومان فرشتہ کا آنا	۷	۳۸۹
۱۸۹۹	شرب قائما اور اکل ماشیا کی احادیث میں رفع تعارض	۷	۳۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۰۰	زیر ناف ہاتھ باندھنے کو غلط کہنے والے کا جواب	۷	۳۹۲
۱۹۰۱	الإسلام بدء غريباً	۷	۳۹۲
۱۹۰۲	کیا روزانہ تعلیم کرنا خلاف حدیث تو نہیں	۷	۳۹۳
۱۹۰۳	پرانی قبروں کو مسجد میں شامل کرنا	۷	۳۹۴
۱۹۰۴	طبقات حدیث	۷	۳۹۶
۱۹۰۵	سوتے وقت کے اعمال کے سلسلہ میں حضرت علیؓ کی روایت	۷	۳۹۷
۱۹۰۶	صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی	۷	۳۹۸
۱۹۰۷	جنت کے پھل میں سے حور کا نکلنا	۷	۳۹۹
۱۹۰۸	کیا زانی ولی ہوسکتا ہے	۷	۴۰۰
۱۹۰۹	نصف ساق تک کرتا پہننا ثابت ہے	۷	۴۰۰
۱۹۱۰	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعاء فرمائی ہے؟	۷	۴۰۱
۱۹۱۱	جہاد کا اطلاق	۷	۴۰۲
۱۹۱۲	ہفت ہیکل کی فضیلت کی روایت	۷	۴۰۳
۱۹۱۳	فضائل رجب کی احادیث	۷	۴۰۵
۱۹۱۴	منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا	۷	۴۰۷
۱۹۱۵	آبِ زمزم کی فضیلت حدیث میں	۷	۴۰۷
۱۹۱۶	جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا حدیث سے ثابت ہے	۷	۴۰۸
۱۹۱۷	شب قدر کی تعیین ستائیسویں رات کو	۷	۴۰۹
۱۹۱۸	گدھا کیوں بولتا ہے؟	۷	۴۱۰
۱۹۱۹	مرغ کیوں بولتا ہے؟	۷	۴۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۲۰	قتل الموذی قبل الایذاء حدیث کی تحقیق	۷	۴۱۱
۱۹۲۱	کتاب دین ودنیا کی ایک حدیث کی تحقیق	۷	۴۱۲
۱۹۲۲	کوئی کافر امیر ہے کوئی غریب دونوں جہنم میں کیوں؟	۷	۴۱۲
۱۹۲۳	مردوں کو جنت میں حور وغلمان ملیں گے عورتوں کو جنت میں کیا ملے گا؟ ...	۷	۴۱۳
۱۹۲۴	ایک جنین باتیں کرتا ہے، کیا وہ مہدی ہے؟	۷	۴۱۴
۱۹۲۵	دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا	۷	۴۱۶
۱۹۲۶	جنات سے حمل	۷	۴۱۷
۱۹۲۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چپت مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال لی	۷	۴۱۷
۱۹۲۸	شیخ سعدیؒ کے ایک شعر کا مطلب	۷	۴۱۹
۱۹۲۹	مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے	۷	۴۱۹
۱۹۳۰	شرور العلماء کون ہیں؟	۷	۴۲۰
۱۹۳۱	کون سی راتیں افضل ہیں؟	۷	۴۲۱
۱۹۳۲	دُمدار ستارہ	۷	۴۲۱
۱۹۳۳	درخت کے ملے جلے سایہ میں بیٹھنا	۷	۴۲۲
۱۹۳۴	گائے کا گوشت تناول فرمانا	۷	۴۲۳
۱۹۳۵	کیا مینار دعا کرتے رہتے ہیں؟	۷	۴۲۴
۱۹۳۶	جنازۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت	۷	۴۲۵
۱۹۳۷	معراج نامہ کی ایک موضوع روایت	۷	۴۲۷
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الطہارۃ		
	☆.....باب اوّل.....☆		
	پانی اور کنویں وغیرہ کے مسائل		
۱۹۳۸	ماءِ مستعمل.....	۸	۲۵
۱۹۳۹	ماءِ مستعمل کا حکم.....	۸	۲۷
۱۹۴۰	ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں؟.....	۸	۲۸
۱۹۴۱	ماءِ مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا.....	۸	۳۱
۱۹۴۲	جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل ناپاک نہیں.....	۸	۳۲
۱۹۴۳	جس کنویں میں مستعمل پانی اندر جائے اس سے وضو وغیرہ کا حکم.....	۸	۳۳
۱۹۴۴	حوض میں پیر ڈال کر دھونا.....	۸	۳۳
۱۹۴۵	اعضاء وضو پر تری کے ساتھ مصلے پر جانا اور حضور ﷺ کا غسالہ.....	۸	۳۴
۱۹۴۶	ریل گاڑی کے پائخانوں کے پانی کا حکم.....	۸	۳۵
۱۹۴۷	عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا.....	۸	۳۵
۱۹۴۸	دس بیگہ کے تالاب میں غسل وغیرہ.....	۸	۳۶
۱۹۴۹	ٹیوب ویل کا پانی ماءِ جاری ہے؟.....	۸	۳۷
۱۹۵۰	نل کا پانی کیا ماءِ جاری ہے؟.....	۸	۳۷
۱۹۵۱	بارش کا پانی پرنالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا.....	۸	۳۸
۱۹۵۲	دیوبند کے ایک فتوی کا حوالہ.....	۸	۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۵۳	اس پانی سے وضو جس کا رنگ وغیرہ دوا سے متغیر ہو گیا ہو.....	۸	۳۹
۱۹۵۴	جس پانی کے اوصاف بدل گئے ہوں اس سے وضو.....	۸	۳۹
۱۹۵۵	دودھ چھاچھ، شوربا سے وضو	۸	۴۱
۱۹۵۶	دریائے جہلم کا حکم	۸	۴۲
۱۹۵۷	حوض میں کلی، مسواک، پیر کا دھونا.....	۸	۴۳
۱۹۵۸	کنویں میں کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے پاکی کا طریقہ.....	۸	۴۴
۱۹۵۹	حوض اور ڈرام پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۴۵
۱۹۶۰	کنویں کے قریب نجاست ہو تو اس کا اثر کتنی دور تک ہے.....	۸	۴۵
۱۹۶۱	کنواں ناپاک ہو گیا اسکا پانی غیر مسلموں نے نکالا کیا اس سے کنواں پاک ہو جائیگا	۸	۴۶
۱۹۶۲	کنویں میں گیند گر جانے سے اس کے پانی کا حکم	۸	۴۷
۱۹۶۳	کنویں کا پانی زیادہ ہونے کی ترکیب	۸	۴۷
۱۹۶۴	گہرے کنویں میں غسل کرنا.....	۸	۴۸
۱۹۶۵	چاول وغیرہ پرستش کردہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا.....	۸	۴۹
۱۹۶۶	گڈھے بھر پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک.....	۸	۴۹
۱۹۶۷	گوبر لیپے ہوئے حصۂ زمیں پر پانی کا مٹکا رکھا پھر اس کو کنویں میں ڈالا.....	۸	۵۰
۱۹۶۸	بالٹی میں ناپاک کپڑا دھو کر بغیر پاک کئے کنویں میں بالٹی ڈالدی.....	۸	۵۱
۱۹۶۹	ناپاک کنویں میں ڈول ڈالنے سے ناپاک ہو جائے گا.....	۸	۵۲
۱۹۷۰	جس جگہ سے بال اکھڑے ہوں اس کا حکم اور ان بالوں کا حکم	۸	۵۳
۱۹۷۱	بڑی چھپکلی کنویں میں گر جائے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟.....	۸	۵۵
۱۹۷۲	گرگٹ اور چھپکلی	۸	۵۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۷۳	چھچھوندر کے گرنے، مرنے اور کھال کے پھٹنے سے کنواں ناپاک ہے؟.....	۸	۵۸
۱۹۷۴	حمام میں چوہا ملا.....	۸	۵۹
۱۹۷۵	ناپاک کنویں کا پانی حمام میں بھرا گیا حمام کے پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۶۰
۱۹۷۶	چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا.....	۸	۶۲
۱۹۷۷	گوریا کی بیٹ پانی میں گر جائے.....	۸	۶۲
۱۹۷۸	سور پانی میں گرا اس کے پانی کا حکم.....	۸	۶۳
۱۹۷۹	مرغ کنویں میں گر گئے کتنے ڈول پانی نکالیں.....	۸	۶۴
۱۹۸۰	بچہ کنویں میں گر گیا اور اس پر ناپاکی نہیں تھی.....	۸	۶۴
۱۹۸۱	غیر مسلم کے کنویں میں کوئی گر کر مر گیا اس کے پاک کرنے کی صورت.....	۸	۶۵
۱۹۸۲	ناپاک گنے کے ٹکڑوں کو کنویں میں ڈالنے سے پانی کا حکم.....	۸	۶۶
۱۹۸۳	کنویں میں کوبر ڈالا پھر روزانہ اس کا پانی استعمال ہوتا رہا کیا وہ پاک ہو گیا؟	۸	۶۶
۱۹۸۴	کنویں میں غیر مسلم کے اترنے سے اس کے پانی کا حکم.....	۸	۶۷
۱۹۸۵	جس کنویں میں جنبی شخص اترا وہ اور پانی پاک ہے یا ناپاک؟.....	۸	۶۸
۱۹۸۶	کنویں میں سے جوتا نکلا اس کے پانی کا کیا حکم ہے؟.....	۸	۷۰
۱۹۸۷	جوتا کنویں میں گر گیا.....	۸	۷۱
۱۹۸۸	غسل جنابت کرتے وقت قطرہ کنویں میں گر گیا.....	۸	۷۲
۱۹۸۹	کتا حوض میں گر گیا تو کیا حوض ناپاک ہو گیا؟.....	۸	۷۲
۱۹۹۰	گیلا گوبر کنویں میں ڈالا گیا اس کا حکم.....	۸	۷۳
۱۹۹۱	بیر معین.....	۸	۷۴
۱۹۹۲	چھوٹے کنویں کا حکم.....	۸	۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۹۳	کنویں کا پانی امام ابوحنیفہ کے نزدیک پاک ہے	۸	۷۸
۱۹۹۴	شک سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا.....	۸	۷۸
۱۹۹۵	برکت کے لئے زمزم سے بدن اور کپڑا دھونا.....	۸	۸۰
۱۹۹۶	ہندوستانی مسجد کے حوض سے وضو	۸	۸۰
۱۹۹۷	حوض کی گہرائی	۸	۸۱
۱۹۹۸	حوض کی پیمائش	۸	۸۱
۱۹۹۹	حوض کی گہرائی اور چوڑائی	۸	۸۲
۲۰۰۰	حوض کی لمبائی چوڑائی گہرائی	۸	۸۳
۲۰۰۱	دہ دردہ اور مقدار ذراع	۸	۸۳
	☆.....باب دوم.....☆		
	استنجاء کرنے کے احکام		
۲۰۰۲	استنجاء کرنے کا حکم	۸	۸۵
۲۰۰۳	بیت الخلاء جاتے ہوئے دعاء کس وقت پڑھے؟.....	۸	۸۶
۲۰۰۴	استنجاء ڈھیلے سے کرنا	۸	۸۶
۲۰۰۵	ڈھیلے سے استنجاء	۸	۸۷
۲۰۰۶	عورتوں کے لیے ڈھیلے سے استنجاء	۸	۸۸
۲۰۰۷	ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال.....	۸	۸۹
۲۰۰۸	ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی سے دھونا.....	۸	۸۹
۲۰۰۹	ایک ڈھیلا دو دفعہ استعمال کرنا	۸	۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۱۰	چھوٹے ڈھیلوں سے استنجاء	۸	۹۱
۲۰۱۱	کاغذ اور کپڑے سے استنجاء	۸	۹۱
۲۰۱۲	وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟.....	۸	۹۲
۲۰۱۳	ماء مستعمل سے ازالۂ نجاست	۸	۹۳
۲۰۱۴	پیشاب کے بعد استنجاء کرنا	۸	۹۴
۲۰۱۵	دوسرے سے استنجاء کرانا	۸	۹۵
۲۰۱۶	قبلہ رخ پیشاب اور تھوک	۸	۹۶
۲۰۱۷	استنجاء وغسل کے وقت استقبال قبلہ	۸	۹۷
۲۰۱۸	بیت الخلاء قبلہ کے رخ پر	۸	۹۸
۲۰۱۹	اگر پردہ کی جگہ نہ ہو تو استنجاء کا حکم	۸	۹۹
۲۰۲۰	پائنچے سے پیشاب پائخانہ وغیرہ کرنا	۸	۹۹
۲۰۲۱	پیشاب خانہ مشرق رو پر بن گیا ہے اس کو کیا کریں؟.....	۸	۱۰۰
۲۰۲۲	استنجاء پاک کرنے میں بہت دیر لگے تو کیا کیا جائے	۸	۱۰۱
۲۰۲۳	ایسے زیو کے ساتھ بیت الخلاء جانا جس پر ''اللہ'' لکھا ہو.....	۸	۱۰۲
۲۰۲۴	استنجے کے بعد ہاتھ کہاں تک دھوئے	۸	۱۰۲
۲۰۲۵	استنجاء خشک کرتے ہوئے سلام وکلام	۸	۱۰۳
	باب سوم: وضوء کا بیان		
	فصل اوّل : فرائض وضو		
۲۰۲۶	کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم	۸	۱۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۲۷	پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم	۸	۱۰۶
۲۰۲۸	بھویں ڈاڑھی مونچھ کے نیچے کے حصہ کا دھونا	۸	۱۰۷
۲۰۲۹	وضو میں ڈاڑھی کا دھونا اور خلال کرنا	۸	۱۰۸
۲۰۳۰	مسح کے لئے ماء جدید ضروری نہیں	۸	۱۰۹
۲۰۳۱	وضو میں مسح بھول جائے تو کیا کرے	۸	۱۱۰
۲۰۳۲	ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا کرے	۸	۱۱۱
	فصل دوم : وضو کے سنن وآداب		
۲۰۳۳	کیا وضو کی سنت چھوٹنے سے نماز بھی مکروہ ہو جاتی ہے؟	۸	۱۱۲
۲۰۳۴	وضو کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کب کرے	۸	۱۱۳
۲۰۳۵	داڑھی میں خلال کا طریقہ	۸	۱۱۳
۲۰۳۶	مسح راس کے وقت چھوٹی انگلی کا کان میں ڈالنا	۸	۱۱۴
۲۰۳۷	پیروں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ	۸	۱۱۴
۲۰۳۸	پورے سر اور کانوں کا مسح سنت مؤکدہ ہے	۸	۱۱۵
۲۰۳۹	وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم	۸	۱۱۶
۲۰۴۰	وضو میں پیر کھڑے ہو کر دھونا	۸	۱۱۷
۲۰۴۱	مسواک کا حکم	۸	۱۱۷
۲۰۴۲	مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہئے	۸	۱۱۸
۲۰۴۳	مسواک کتنی موٹی ہو	۸	۱۱۹
۲۰۴۴	بانس کی قمچی سے مسواک کا حکم	۸	۱۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۴۵	کھڑے ہوکر مسواک کرنا	۸	۱۲۰
۲۰۴۶	عورتوں کے لئے مسواک	۸	۱۲۰
۲۰۴۷	پیر کی انگلی اور انگوٹھے سے مسواک پکڑنا	۸	۱۲۱
۲۰۴۸	وضو کے بعد آسمان کے طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگنا	۸	۱۲۱
۲۰۴۹	وضو اور غسل کے لئے کتنا پانی چاہئے	۸	۱۲۲
۲۰۵۰	وضو کا بچا ہوا پانی	۸	۱۲۳
۲۰۵۱	وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا؟	۸	۱۲۴
۲۰۵۲	وضو علی الوضو کو نور علی نور کب کہا جائے گا۔	۸	۱۲۴
۲۰۵۳	وضو کے پانی کو کپڑوں سے پونچھنا	۸	۱۲۵
۲۰۵۴	وضو کے بعد منھ پوچھنا	۸	۱۲۶
۲۰۵۵	تحیۃ الوضو میں تعدد نیات	۸	۱۲۷
۲۰۵۶	لوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس سے وضو	۸	۱۲۸
۲۰۵۷	پاؤں دھونے کا طریقہ	۸	۱۲۸
۲۰۵۸	وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب	۸	۱۲۹
۲۰۵۹	کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا چاہیئے	۸	۱۲۹
	فصل سوم : نواقض وضو		
۲۰۶۰	ناک کی ریزش سے وضو	۸	۱۳۱
۲۰۶۱	خروج ریح ناقض وضو کیوں ہے	۸	۱۳۲
۲۰۶۲	ریح کا اخراج بہ ہیئت سجدہ	۸	۱۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۶۳	ناقض وضوء کا تحقق وسط وضو میں ہو جائے تو سب وضو کا اعادہ ہے.....	۸	۱۳۳
۲۰۶۴	کھجلی کے دانوں کے پانی کا حکم.....	۸	۱۳۴
۲۰۶۵	کان سے نکلا ہوا گندہ پانی ناقض وضو ہے.....	۸	۱۳۵
۲۰۶۶	آنکھ کا پانی ناقض وضو ہے.....	۸	۱۳۶
۲۰۶۷	کیا شراب ناقض وضو ہے.....	۸	۱۳۶
۲۰۶۸	گالی دینا ناقض وضو نہیں.....	۸	۱۳۸
۲۰۶۹	نماز کے بعد دانتوں میں خون دیکھنا.....	۸	۱۳۸
۲۰۷۰	پنڈلی سینہ وغیرہ سے خون نکلنا.....	۸	۱۳۹
۲۰۷۱	برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے؟.....	۸	۱۳۹
۲۰۷۲	کس کس سہارے سونے سے وضو ٹوٹتا ہے؟.....	۸	۱۴۰
۲۰۷۳	نوم ناقض وضو ہے لیٹنا ناقض وضو نہیں.....	۸	۱۴۱
۲۰۷۴	پلو تھا مارے ہوئے نیند آ گئی تو کیا حکم ہے.....	۸	۱۴۲
۲۰۷۵	سجدہ میں کونسی ہیئت نوم ناقض وضو ہے؟.....	۸	۱۴۲
۲۰۷۶	تاش ناقض وضو نہیں.....	۸	۱۴۳
۲۰۷۷	قطرہ آنے کی حالت میں نماز.....	۸	۱۴۴
۲۰۷۸	محض سوزش ناقض وضو نہیں!.....	۸	۱۴۴
۲۰۷۹	عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے.....	۸	۱۴۵
۲۰۸۰	بچہ کا پائخانہ صاف کرنا ناقض وضو نہیں.....	۸	۱۴۶
۲۰۸۱	جو پانی ناپاک نکلے وہ ناقص وضو ہے.....	۸	۱۴۶
۲۰۸۲	انجکشن سے خون لینا کیا ناقض وضو ہے.....	۸	۱۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۸۳	پکی گھموری کا کھجلانا.....	۸	۱۴۸
۲۰۸۴	شوہر کے یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے ناپاکی نہیں ہوتی.....	۸	۱۴۸
	☆..... **باب چہارم**.....☆		
	غسل کے احکام		
	فصل اول : غسل کے موجبات اور اسکے فرائض وسنن		
۲۰۸۵	اگر خود بخود بلا ارادہ انزال ہوجائے	۸	۱۴۹
۲۰۸۶	عورت کی منی.....	۸	۱۴۹
۲۰۸۷	ران پر رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا.....	۸	۱۵۰
۲۰۸۸	عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں؟.....	۸	۱۵۱
۲۰۸۹	سوکر اٹھنے پر لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے؟.....	۸	۱۵۳
۲۰۹۰	کیا شراب موجبِ غسل ہے؟.....	۸	۱۵۳
۲۰۹۱	آبدست سے غسل واجب نہیں.....	۸	۱۵۴
۲۰۹۲	جلق مفسدِ صوم اور موجب غسل ہے یا نہیں؟.....	۸	۱۵۵
۲۰۹۳	بغیر شہوت کے خروج منی سے غسل.....	۸	۱۵۵
۲۰۹۴	غسل جنابت کے بعد فرج عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا؟	۸	۱۵۶
۲۰۹۵	غسل میں عورتوں کی چوٹی کھولنا.....	۸	۱۵۷
۲۰۹۶	عورت کو غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دے تو مسح کا حکم.....	۸	۱۵۸
۲۰۹۷	غسل میں غرارہ کا حکم.....	۸	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۹۸	غسل میں کلی بھول جائے تو کیا کرے.....	۸	۱۶۰
۲۰۹۹	ڈاڑھ میں میں چاندی بھرنا.....	۸	۱۶۰
۲۱۰۰	ڈاڑھ مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم.....	۸	۱۶۱
۲۱۰۱	دانت پر خول.....	۸	۱۶۱
۲۱۰۲	احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا.....	۸	۱۶۲
۲۱۰۳	سفر میں غسل جنابت	۸	۱۶۳
۲۱۰۴	منی نکلنے کے بعد کسی نے چاٹ لیا تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟.....	۸	۱۶۳
۲۱۰۵	برہنہ غسل کرنے والے کا اسی غسل سے نماز پڑھنا.....	۸	۱۶۴
۲۱۰۶	دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم.....	۸	۱۶۵
۲۱۰۷	بدن دبوانے سے خروج مادہ اور وجوب غسل.....	۸	۱۶۵
۲۱۰۸	غسل کے وقت دعا پڑھنا.....	۸	۱۶۶
۲۱۰۹	زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے؟.....	۸	۱۶۷
۲۱۱۰	کیا چند بار جماع کر کے ایک غسل کافی ہے؟.....	۸	۱۶۷
۲۱۱۱	غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا.....	۸	۱۶۸
۲۱۱۲	برہنہ غسل پھر وہیں وضو.....	۸	۱۶۹
۲۱۱۳	کیا غسل میں ناک میں پانی دینا فرض ہے؟.....	۸	۱۷۰
۲۱۱۴	ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم.....	۸	۱۷۱
۲۱۱۵	غسل جنابت میں مصنوعی دانتوں کا حکم.....	۸	۱۷۱
۲۱۱۶	غسل اور استنجے کے لئے پانی کی مقدار.....	۸	۱۷۲
۲۱۱۷	تنگیٔ وقت کی وجہ سے بلا غسل نماز پڑھنا.....	۸	۱۷۳
۲۱۱۸	غسل میں آنکھ بند کرنا.....	۸	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۱۹	غسل خانہ میں پیشاب	۸	۱۷۴
۲۱۲۰	لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے.....	۸	۱۷۵
۲۱۲۱	کیا غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے.....	۸	۱۷۶
۲۱۲۲	غسل خانہ میں برہنہ دعا پڑھے یا نہیں؟.....	۸	۱۷۷
۲۱۲۳	غسل جمعہ وعید شب میں.....	۸	۱۷۷
۲۱۲۴	دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہوسکتا؟.....	۸	۱۷۸
	فصل دوم : جنبی کے احکام		
۲۱۲۵	حالت جنابت کا پسینہ.....	۸	۱۷۹
۲۱۲۶	جنبی پر وضو لازم نہیں.....	۸	۱۷۹
۲۱۲۷	دوبارہ جماع کرنا بلا غسل عضو.....	۸	۱۸۰
۲۱۲۸	ایک دفعہ جماع کے بعد بغیر عضو پاک کئے دوبارہ جماع کرنا.....	۸	۱۸۴
۲۱۲۹	زیارت قبور بحالت جنابت.....	۸	۱۸۴
۲۱۳۰	بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا	۸	۱۸۵
۲۱۳۱	غسل جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا.....	۸	۱۸۶
۲۱۳۲	جنبی کا جھوٹا کھانا پینا.....	۸	۱۸۷
۲۱۳۳	بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا.....	۸	۱۸۷
	☆.....**باب پنجم**.....☆		
	تیمّم کے احکام		
۲۱۳۴	تیمّم کا طریقہ	۸	۱۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۳۵	کیا تیمّم میں استیعاب فرض ہے	۸	۱۸۸
۲۱۳۶	زیادتی مرض کی وجہ سے مسجد کی دیوار سے تیمّم	۸	۱۸۹
۲۱۳۷	مسجد کی دیوار سے تیمّم	۸	۱۹۰
۲۱۳۸	پانی کتنی دور ہو تب تیمّم درست ہے	۸	۱۹۱
۲۱۳۹	ڈھیلے کا اثر ہاتھ پر نہ آئے تب بھی تیمّم درست	۸	۱۹۲
۲۱۴۰	تنگی وقت کی وجہ سے کیا تیمّم درست ہے؟	۸	۱۹۲
۲۱۴۱	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۸	۱۹۳
۲۱۴۲	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۸	۱۹۳
۲۱۴۳	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم	۸	۱۹۴
۲۱۴۴	تنگی وقت کی وجہ سے غسل کا تیمّم	۸	۱۹۵
۲۱۴۵	مرض کی وجہ سے تیمّم	۸	۱۹۵
۲۱۴۶	بیماری کے وہم کی بناء پر تیمّم	۸	۱۹۶
۲۱۴۷	معذور کا غسل اور اس کی امامت	۸	۱۹۷
۲۱۴۸	غسل پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کر لے	۸	۱۹۸
۲۱۴۹	تیمّم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے!	۸	۱۹۹
۲۱۵۰	سخت سردی میں غسل کا حکم	۸	۲۰۰
۲۱۵۱	غسل مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو تیمّم کا حکم	۸	۲۰۰
۲۱۵۲	تہجد کے وقت گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرنا	۸	۲۰۱
۲۱۵۳	پانی مضر ہونے کی صورت میں جماع کی اجازت	۸	۲۰۲
۲۱۵۴	سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا	۸	۲۰۳
۲۱۵۴	کیا تیمّم کے لئے بھی کپڑے سے نجاست دور کرنا ضروری ہے	۸	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۵۵	تیمّم سے بدن پر لگی ہوئی نجاست پاک نہیں ہوتی	۸	۲۰۴
۲۱۵۶	مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم	۸	۲۰۵
	☆.....باب ششم.....☆		
	موزوں پر مسح کے احکام		
۲۱۵۷	مسح علی الخفین	۸	۲۰۶
۲۱۵۸	اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح	۸	۲۰۷
۲۱۵۹	نائلون کے موزے پر مسح	۸	۲۰۸
۲۱۶۰	نائلون کے موزوں پر مسح	۸	۲۰۹
۲۱۶۱	کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے؟.....	۸	۲۱۰
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	حیض ونفاس وغیرہ کے احکام		
	فصل اول : حیض ونفاس واستحاضہ کے احکام		
۲۱۶۲	حائضہ نفساء کا حکم	۸	۲۱۱
۲۱۶۳	حیض کی اقل مدت	۸	۲۱۲
۲۱۶۴	اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں؟.....	۸	۲۱۳
۲۱۶۵	عورت کے حق میں ایک دن چوبیس ۲۴ رگھنٹہ کا ہے.....	۸	۲۱۴
۲۱۶۶	طہر متخلل	۸	۲۱۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۶۷	حائضہ سے انتفاع کی صورت	۸	۲۱۶
۲۱۶۸	حائضہ کے ساتھ مضاجعت	۸	۲۱۶
۲۱۶۹	بوقت ضرورت مباشرت حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمناء ہے.....	۸	۲۱۷
۲۱۷۰	مباشرت از حائضہ	۸	۲۱۸
۲۱۷۱	حالت حیض میں وطی	۸	۲۱۹
۲۱۷۲	حالت حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا.....	۸	۲۱۹
۲۱۷۳	حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسا ہے؟.....	۸	۲۲۲
۲۱۷۴	عورت آئسہ کب ہوتی ہے؟.....	۸	۲۲۲
۲۱۷۵	ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا.....	۸	۲۲۳
۲۱۷۶	حالتِ حیض میں بیوی کے عضو مخصوص کو دیکھنا اور چھونا.....	۸	۲۲۳
۲۱۷۷	حالتِ حیض میں جماع	۸	۲۲۴
۲۱۷۸	حالتِ حیض میں استمتاع.....	۸	۲۲۵
۲۱۷۹	حالت حمل میں وطی	۸	۲۲۶
۲۱۸۰	استحاضہ	۸	۲۲۶
۲۱۸۱	بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا.....	۸	۲۲۷
۲۱۸۲	حیض کا ناوقت آنا!.....	۸	۲۲۸
۲۱۸۳	حائضہ پاک ہوجائے تو اس کے روزہ کا حکم	۸	۲۲۹
۲۱۸۴	حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنیکے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک کافی ہے؟	۸	۲۲۹
	فصل دوم : معذور بیمار کے احکام		
۲۱۸۵	معذور کی تعریف اور اس کا حکم	۸	۲۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۸۶	معذور کی تعریف اور اس کا حکم	۸	۲۳۳
۲۱۸۷	معذور کی نماز و امامت	۸	۲۳۴
۲۱۸۸	کیا کثیر الاحتلام معذور ہے؟	۸	۲۳۶
۲۱۸۹	تقاطر مذی ہو تو وہ معذور ہے	۸	۲۳۷
۲۱۹۰	پیشاب کے بعد جسکو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا	۸	۲۳۸
۲۱۹۱	پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا	۸	۲۳۸
۲۱۹۲	پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم	۸	۲۳۹
۲۱۹۳	سلسل بول کا حکم	۸	۲۴۰
۲۱۹۴	تقاطر بول کا حکم	۸	۲۴۱
۲۱۹۵	قطرہ کا حکم	۸	۲۴۲
۲۱۹۶	قطرہ	۸	۲۴۳
۲۱۹۷	قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے	۸	۲۴۵
۲۱۹۸	اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے	۸	۲۴۶
۲۱۹۹	جس کو منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم	۸	۲۴۶
۲۲۰۰	مقطوع الیدین کیسے استنجاء و وضو کرے؟	۸	۲۴۷
۲۲۰۱	سیلان الرحم کا حکم	۸	۲۴۸
۲۲۰۲	جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت	۸	۲۴۹
۲۲۰۳	پانی پیر پر مضر ہو تو مسح کی صورت	۸	۲۵۰
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہشتم.....☆		
	نجاستوں کے احکام		
	فصل اول : نجاست اور اس سے پاکی		
۲۲۰۴	مرغی کو کھولتے پانی میں ڈالنا ذبح کے بعد	۸	۲۵۱
۲۲۰۵	مرغی کو ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دینا.....	۸	۲۵۳
۲۲۰۶	دودھ میں چوہا گر کر تیرنے لگا.....	۸	۲۵۴
۲۲۰۷	مینگنی دودھ میں	۸	۲۵۴
۲۲۰۸	چوہے کی مینگنی کھانے میں	۸	۲۵۵
۲۲۰۹	چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں ملی تو اس کا حکم	۸	۲۵۶
۲۲۱۰	کیا گاہتے وقت غلّہ ناپاک ہو جائے گا.....	۸	۲۵۶
۲۲۱۱	چمار کا دوہا ہوا دودھ	۸	۲۵۷
۲۲۱۲	اپلوں سے روٹی پکانا.....	۸	۲۵۸
۲۲۱۳	ناپاک شیرے کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۲۵۸
۲۲۱۴	شیرہ سے کتے نے چاٹ لیا اس کا حکم.....	۸	۲۵۹
۲۲۱۵	سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک.....	۸	۲۶۰
۲۲۱۶	کتے کا جھوٹا گھی	۸	۲۶۱
۲۲۱۷	ناپاک گھی کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۲۶۱
۲۲۱۸	ناپاک شہد کو پاک کرنے کا طریقہ	۸	۲۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۲۱۹	ناپاک شہد کا خارجی استعمال.....	۸	۲۶۳
۲۲۲۰	سونف وغیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۲۶۴
۲۲۲۱	دودھ پیتے بچے کا جھوٹا.....	۸	۲۶۵
۲۲۲۲	دودھ پیتے بچہ کی قے کا حکم.....	۸	۲۶۵
۲۲۲۳	معدے سے نکلنے والی چیز نجس ہے.....	۸	۲۶۶
۲۲۲۴	دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب.....	۸	۲۶۷
۲۲۲۵	چھوٹا بچہ ماں کی گود میں پیشاب کرتا ہے اسمیں سہولت ہوسکتی ہے.....	۸	۲۶۷
۲۲۲۶	نجس پانی سے روٹی یا دال وغیرہ کا حکم.....	۸	۲۶۸
۲۲۲۷	کافر کے جھوٹے کا حکم.....	۸	۲۶۸
۲۲۲۸	استنجے کی چھینٹ کا حکم.....	۸	۲۶۹
۲۲۲۹	وضو کی چھینٹ کا حکم.....	۸	۲۶۹
۲۲۳۰	قبل الغسل یا بعد الغسل ناپاک چھینٹ جسم پر پڑ جائے اسکا دھونا ضروری ہے	۸	۲۷۰
۲۲۳۱	جھوڑ کے پانی کا حکم.....	۸	۲۷۱
۲۲۳۲	حوض کا پانی بذریعہ نل بیت الخلاء کے لئے.....	۸	۲۷۱
۲۲۳۳	خنزیر کی چربی صابن میں.....	۸	۲۷۲
۲۲۳۴	صابن کو شبہ کی وجہ سے ناپاک نہیں کہا جائے گا.....	۸	۲۷۳
۲۲۳۵	کیا چمڑے کی نجاست دباغت کے بعد لوٹ آئے گی.....	۸	۲۷۳
۲۲۳۶	ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی.....	۸	۲۷۴
۲۲۳۷	منی وغیرہ کو ڈھیلے سے پاک کرنا.....	۸	۲۷۵
۲۲۳۸	جانور کا دودھ اور مرد کی منی کیا دونوں برابر ہیں.....	۸	۲۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۲۳۹	نزلے زکام کے قطرات نجس نہیں ہیں.....	۸	۲۷۶
۲۲۴۰	اسپرٹ کا حکم	۸	۲۷۷
۲۲۴۱	پیٹرول کا حکم.....	۸	۲۷۷
۲۲۴۲	مٹی کا تیل اور پیٹرول پاک ہے یا ناپاک.....	۸	۲۷۸
۲۲۴۳	ناپاک انگلی کو چاٹنے سے پاکی کا حکم.....	۸	۲۷۹
۲۲۴۴	چارپائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہوگئی.....	۸	۲۸۰
۲۲۴۵	نطفہ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہوسکتا ہے.....	۸	۲۸۱
۲۲۴۶	حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بول کا پینا.....	۸	۲۸۲
	فصل دوم : کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی		
۲۲۴۷	ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۲۸۴
۲۲۴۸	ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں.....	۸	۲۸۵
۲۲۴۹	ناپاک کپڑا نل کے نیچے ڈالنے سے پاک ہوجائے گا.....	۸	۲۸۵
۲۲۵۰	ناپاک کپڑا صابن سے دھونے سے پاک ہوجائے گا.....	۸	۲۸۶
۲۲۵۱	پٹرول سے کپڑا پاک کرنا.....	۸	۲۸۶
۲۲۵۲	کپڑا پٹرول سے دھلوانا.....	۸	۲۸۷
۲۲۵۳	جو کپڑا پٹرول سے دھویا اس کا حکم.....	۸	۲۸۸
۲۲۵۴	پاک ناپاک کپڑے مخلوط کرکے دھونے کا حکم.....	۸	۲۸۹
۲۲۵۵	جس کپڑے میں نجاست سرایت کرچکی اس کو ایک دفعہ دھوکر نچوڑنا کافی ہے	۸	۲۹۰
۲۲۵۶	ناپاک کپڑا پاک کپڑے پر گر گیا وہ پاک ہے یا ناپاک.....	۸	۲۹۰
۲۲۵۷	سوکھا کپڑا سور کو لگ جائے تو ناپاک نہیں	۸	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۲۵۸	خشک ناپاک کپڑا پہننے سے جسم ناپاک نہیں	۸	۲۹۲
۲۲۵۹	بھیگا ہوا ہاتھ ناپاک خشک کپڑے کو لگانے سے اس کپڑے کا کیا حکم ہے	۸	۲۹۳
۲۲۶۰	زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے جو چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے.	۸	۲۹۴
۲۲۶۱	ناپاک کنویں کو پاک کرنے والوں کے بدن اور کپڑوں کا حکم	۸	۲۹۴
۲۲۶۲	مشین اور دوا کے ذریعہ کپڑے دھونا	۸	۲۹۵
۲۲۶۳	ناپاک خشک بستر پر لیٹنے اور پسینہ کی بو پاک کپڑوں میں آنے کا حکم	۸	۲۹۸
۲۲۶۴	بدن اور کپڑوں کی پاکی اور ناپاکی سے متعلق چند سوالات	۸	۲۹۹
۲۲۶۵	ناپاک کپڑے کی چھینٹ	۸	۳۰۳
۲۲۶۶	کپڑے پر ناپاک چھینٹیں پڑ گئیں	۸	۳۰۳
۲۲۶۷	کپڑے پر ہولی کا رنگ لگ جائے وہ پاک ہے یا نہیں	۸	۳۰۴
۲۲۶۸	مذی و ودی والے کپڑے میں نماز	۸	۳۰۵
۲۲۶۹	کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں	۸	۳۰۶
۲۲۷۰	ناپاک مشکوک تہبند سے نماز	۸	۳۰۶
۲۲۷۱	ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا	۸	۳۰۷
۲۲۷۲	بے علم دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا	۸	۳۰۸
۲۲۷۳	کیا دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے ناپاک ہیں	۸	۳۰۹
۲۲۷۴	غیر مسلم سے مٹھائی لینا اور کپڑے دھلوانا	۸	۳۱۰
۲۲۷۵	اگر کپڑے کو نچوڑنے کی وجہ سے پھٹ جانے یا اسکی خوبی پر اثر پڑنیکا اندیشہ ہو	۸	۳۱۰
۲۲۷۶	بغیر نچوڑے کپڑا پاک ہونے کی صورت	۸	۳۱۱
۲۲۷۷	ناپاک کپڑے کو نچوڑنے کی حد	۸	۳۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۲۷۸	شک سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا.....	۸	۳۱۳
۲۲۷۹	کیا پرانے غیر ملکی کپڑے ناپاک ہیں.....	۸	۳۱۳
۲۲۸۰	لنگی اور بدن کو پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۳۱۴
۲۲۸۱	کتے کا کپڑوں سے رگڑ جانا.....	۸	۳۱۵
۲۲۸۲	کپڑا دھونے کے بعد بھی اگر رنگ نکلے تو کیا کیا جائے.....	۸	۳۱۵
۲۲۸۳	خنزیر کا خشک بال ہاتھ یا کپڑے کو لگ جائے.....	۸	۳۱۶
۲۲۸۴	جس جگہ پر پیشاب یا خون کا دھبہ آیا ہے، اُس کا دھو لینا کافی ہے.....	۸	۳۱۷
	فصل سوم : برتنوں کی پاکی اور ناپاکی		
۲۲۸۵	المونیم پلاسٹک کے پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۳۱۸
۲۲۸۶	بالٹی گلاس وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۳۱۸
۲۲۸۷	اسٹیل کے برتنوں کا حکم.....	۸	۳۱۹
۲۲۸۸	چینی کے برتن وغیرہ کو پاک کرنے کا حکم.....	۸	۳۲۰
۲۲۸۹	لوہے کی چیز پاک کرنے کا طریقہ.....	۸	۳۲۰
۲۲۹۰	جس استرہ سے کافر کی حجامت بنائی گئی وہ کیا ناپاک ہوگیا.....	۸	۳۲۱
۲۲۹۱	جن چیزوں میں پانی جذب نہیں ہوتا ان کو پاک کرنے کا حکم.....	۸	۳۲۱
۲۲۹۲	لوٹا قدمچہ پر رکھنے سے کیا ناپاک ہوجاتا ہے.....	۸	۳۲۲
۲۲۹۳	بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا.....	۸	۳۲۳
۲۲۹۴	ناپاک کنویں کو پاک کرنے پر ڈول رسی وغیرہ کا حکم.....	۸	۳۲۴
۲۲۹۵	چمار کا استعمال کیا ہوا برتن کس طرح پاک ہوگا.....	۸	۳۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۲۹۶	شراب والی بوتل کا دھونے کا بعد استعمال	۸	۳۲۵
	فصل چہارم : زمین کی پاکی اور ناپاکی		
۲۲۹۷	کیا ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے	۸	۳۲۷
۲۲۹۸	کتے کی قے اور پائخانہ سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے	۸	۳۲۸
۲۲۹۹	نجس جگہ کو تحری سے پاک کیا جائے	۸	۳۲۹
۲۳۰۰	نجس زمین پر خشک ہونے کے بعد پانی گرنے سے کیا وہ پھر ناپاک ہوجائیگی	۸	۳۲۹
۲۳۰۱	ظاہرِ زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا	۸	۳۳۰
۲۳۰۲	مٹی کے مکان میں بچہ بار بار پیشاب کرتا ہے اسکی تطہیر	۸	۳۳۰
۲۳۰۳	گوبر سے لیپی ہوئی زمین کا حکم	۸	۳۳۱
۲۳۰۴	پختہ فرش ناپاک ہوجائے تو اس پر نماز کا حکم	۸	۳۳۱
۲۳۰۵	قبرستان کی مٹی کا حکم	۸	۳۳۲
۲۳۰۶	بارش سے تر ہوکر زمین ناپاک نہیں ہوتی	۸	۳۳۳
۲۳۰۷	راستوں کی کیچڑ کا حکم	۸	۳۳۳
	کتاب الصلاۃ		
	☆.....باب اوّل.....☆		
	فصل اوّل : نماز کے اوقات کا بیان		
۲۳۰۸	اوقات صلاۃ	۹	۳۱

۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۰۹	پنجگانہ نماز کے مستحب اوقات	۹	۳۲
۲۳۱۰	فجر کی نماز کا وقت مستحب.....	۹	۳۴
۲۳۱۱	وقت فجر میں تین طرح کا عمل	۹	۳۵
۲۳۱۲	وقت فجر کا اختتام	۹	۳۷
۲۳۱۳	فجر کے لیے کب کھڑے ہوں ؟.....	۹	۳۷
۲۳۱۴	چاند کی روشنی کا ختم ہونا وقت فجر کے ختم ہونے کی علامت نہیں	۹	۳۸
۲۳۱۵	نماز فجر اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ طلوع بالکل قریب ہوجائے	۹	۳۹
۲۳۱۶	رمضان میں نماز فجر اول وقت میں	۹	۳۹
۲۳۱۷	رمضان میں نماز فجر غلس میں	۹	۴۱
۲۳۱۸	رمضان میں فجر کی نماز ابتدائے وقت میں ادا کرنا	۹	۴۲
۲۳۱۹	نماز فجر دن کی نماز ہے یا رات کی	۹	۴۳
۲۳۲۰	وقت استواء	۹	۴۴
۲۳۲۱	ظہر اور عصر کا وقت	۹	۴۵
۲۳۲۲	جمعہ کی نماز اول وقت میں	۹	۴۷
۲۳۲۳	عصر کا وقت	۹	۴۸
۲۳۲۴	مثل واحد پر عصر پڑھنے کی تفصیل	۹	۴۸
۲۳۲۵	عصر کی نماز مثل واحد پر	۹	۵۰
۲۳۲۶	عصر کی نماز مثلین سے پہلے	۹	۵۱
۲۳۲۷	ایک مثل پر عصر کی نماز	۹	۵۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۲۸	کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنا.....	۹	۵۳
۲۳۲۹	عصر کی نماز وقت کامل میں شروع کی ناقص میں ختم کرنا	۹	۵۳
۲۳۳۰	مثل واحد پر نماز عصر	۹	۵۴
۲۳۳۱	وقت مغرب کی توضیح	۹	۵۵
۲۳۳۲	مغرب کا کل وقت کتنا ہے ؟	۹	۵۶
۲۳۳۳	اذان مغرب کے بعد کتنی تاخیر ہونی چاہئے؟	۹	۵۶
۲۳۳۴	نماز مغرب غروب کے ساٹھ منٹ بعد ادا کرنا.....	۹	۵۷
۲۳۳۵	عصر اور مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے ؟.....	۹	۵۸
۲۳۳۶	مغرب اور فجر کا وقت برابر ہے	۹	۵۸
۲۳۳۷	مغرب اور عشاء کی نمازوں میں فاصلہ	۹	۵۹
۲۳۳۸	وقت عشاء وتراویح	۹	۶۰
۲۳۳۹	بارہ بجے کے بعد نماز عشاء	۹	۶۱
۲۳۴۰	عشاء کی نماز تین بجے رات میں	۹	۶۱
۲۳۴۱	انگلینڈ میں وقت عشاء	۹	۶۲
۲۳۴۲	تہجد کا وقت	۹	۶۳
۲۳۴۳	تہجد کا وقت کس وقت تک ؟.....	۹	۶۳
۲۳۴۴	عشاء سحری تہجد وغیرہ کے اوقات	۹	۶۴
۲۳۴۵	تہجد کا وقت	۹	۶۵
۲۳۴۶	تہجد اور وتر کا آخری وقت	۹	۶۶
۲۳۴۷	وقت اشراق	۹	۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۴۸	سورج طلوع ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے اور وقت اشراق	۹	۶۷
۲۳۴۹	نماز عید کا وقت	۹	۶۷
۲۳۵۰	نماز کے اوقات کی تعیین	۹	۶۸
۲۳۵۱	اوقات نماز کی تعیین جنتریوں سے	۹	۶۹
۲۳۵۲	نمازوں کے اوقات جنتری سے مقرر کرنا	۹	۷۰
۲۳۵۳	پاکستان سے شائع شدہ جنتری کا حال	۹	۷۱
۲۳۵۴	اذان سے قبل نماز پڑھنے کا حکم	۹	۷۴
۲۳۵۵	نماز وقت مقررہ سے ایک دو منٹ آگے پیچھے ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۹	۷۴
۲۳۵۶	وقت مقررہ سے کچھ پہلے نماز	۹	۷۵
۲۳۵۷	وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کرنا کسی کے انتظار میں	۹	۷۶
۲۳۵۸	جمع بین الصلاتین باعتبار وقت	۹	۷۷
۲۳۵۹	دھوپ سے عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ	۹	۷۷
۲۳۶۰	قطب جنوبی وشمالی میں روزہ نماز کس طرح ہے ؟	۹	۷۸
۲۳۶۱	چھ مہینہ دن، چھ مہینہ رات والے مقام پر نماز کی کیفیت	۹	۷۹
۲۳۶۲	جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کیلئے کس کا اعتبار کیا جائے ؟	۹	۸۰
۲۳۶۳	حنفی کو غیر حنفی کے پیچھے جمع بین الصلاتین کرنا	۹	۸۱
	فصل دوم : اوقات مکروہہ کا بیان		
۲۳۶۴	اوقات مکروہہ	۹	۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۶۵	اوقات مکروہہ میں نماز کا حکم	۹	۸۳
۲۳۶۶	کیا نصف اللیل میں بھی نماز ممنوع ہے؟.....	۹	۸۴
۲۳۶۷	عصر کے بعد قضا نماز	۹	۸۵
۲۳۶۸	اوقات مکروہہ میں قضا نماز کا حکم	۹	۸۵
۲۳۶۹	زوال سے ادھر ادھر کتنا مکروہ وقت ہے؟.....	۹	۸۶
۲۳۷۰	طلوع شمس کے وقت نماز	۹	۸۶
۲۳۷۱	طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے کی مخالفت کی وجہ؟.....	۹	۸۷
۲۳۷۲	صبح صادق کے بعد نفل نماز مکروہ ہے.....	۹	۸۹
۲۳۷۳	صبح صادق کے بعد دو رکعت نفل	۹	۹۰
۲۳۷۴	صلوٰۃ جنازہ بوقت استواء	۹	۹۱
۲۳۷۵	نماز جنازہ کس وقت مکروہ ہے؟	۹	۹۲
۲۳۷۶	وقت مکروہ میں سجدۂ دعا اور سجدۂ شکر	۹	۹۳
۲۳۷۷	سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب	۹	۹۳
۲۳۷۸	اوقات منہیہ میں تلاوت کا حکم	۹	۹۴
۲۳۷۹	فجر کے وقت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا	۹	۹۵
۲۳۸۰	سایۂ اصلی	۹	۹۶
۲۳۸۱	نماز فجر ختم ہونے سے پہلے سورج نکل آیا	۹	۹۶
۲۳۸۲	مغرب کی اذان کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۹	۹۷
☆	☆.....☆.....☆.....☆.....☆	☆	☆

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب دوم.....☆		
	اذان واقامت کا بیان		
	فصل اوّل: اذان کا بیان		
۲۳۸۳	مکبر الصوت سے مسجد میں اذان دینا.....	۹	۹۹
۲۳۸۴	کیا اذان کیلئے کوئی سمت متعین ہے ؟	۹	۱۰۰
۲۳۸۵	اذان بائیں جانب، اقامت دائیں جانب کا التزام.....	۹	۱۰۱
۲۳۸۶	اذان بائیں جانب	۹	۱۰۱
۲۳۸۷	اذان میں حیعلتین پر گردن نہ پھیرنا.....	۹	۱۰۲
۲۳۸۸	مسجد میں اذان	۹	۱۰۲
۲۳۸۹	مسجد کے برآمدے میں اذان.....	۹	۱۰۳
۲۳۹۰	گھر پر نماز کیلئے اذان واقامت.....	۹	۱۰۴
۲۳۹۱	متعدد آدمیوں کا اذان دینا.....	۹	۱۰۵
۲۳۹۲	غیر مسلموں کی بستی میں اذان دینا.....	۹	۱۰۶
۲۳۹۳	اگر مسجد میں امام ومؤذن نہ ہوتو وہاں اذان واقامت کہہ کر نماز ادا کرے....	۹	۱۰۶
۲۳۹۴	اگر اذان سے جھگڑے کا اندیشہ ہوتو کیا کرے؟	۹	۱۰۷
۲۳۹۵	اگر دو مسجدیں قریب ہوں تب بھی دونوں کو اذان کہنا چاہیے؟.....	۹	۱۰۸
۲۳۹۶	ایک مسجد کی اذان دوسری متصل مسجد میں کافی نہیں.....	۹	۱۰۹
۲۳۹۷	ایک مسجد میں اذان کے بعد دوسری مسجد میں مائک پر اذان.....	۹	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۹۸	اذان مائک سے ایک جگہ پر جماعت دوسری جگہ پر؟.....	۹	۱۱۰
۲۳۹۹	نماز جمعہ مسجد میں ہوئی ہے اور اذان مدرسے کی اسپیکر سے دیجاتی ہے.....	۹	۱۱۱
۲۴۰۰	اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار.....	۹	۱۱۲
۲۴۰۱	پست آواز سے اذان	۹	۱۱۲
۲۴۰۲	جسکی آواز ضعیف ہو اور اسکو اذان کہنے کا شوق ہو تو اسکی کیا صورت ہے؟...	۹	۱۱۴
۲۴۰۳	سحری کے لئے اذان	۹	۱۱۵
۲۴۰۴	آندھی کے دن اذان.....	۹	۱۱۵
۲۴۰۵	اذان سنکر کتے کا رونا	۹	۱۱۶
۲۴۰۶	مؤذن کے ساتھ زیادتی	۹	۱۱۷

فصل دوم : کلمات اذان

۲۴۰۷	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا.....	۹	۱۱۸
۲۴۰۸	اذان سے پہلے درود شریف	۹	۱۱۹
۲۴۰۹	کلمہ میں محمدٌ اور اذان میں محمداً کیوں ؟.....	۹	۱۱۹
۲۴۱۰	اذان میں اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبار کہنا.....	۹	۱۲۰
۲۴۱۱	اذان میں اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھنے کا طریقہ.....	۹	۱۲۰
۲۴۱۲	اذان واقامت میں اکبر کی را کو اللہ کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھنا.....	۹	۱۲۱
۲۴۱۳	اذان میں کلمات کو کھینچنا	۹	۱۲۲
۲۴۱۴	اذان میں لفظ اللہ کو کھینچنا.....	۹	۱۲۳
۲۴۱۵	کلمات اذان میں فصل و وصل.....	۹	۱۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۱۶	ایضاً.....	۹	۱۲۵
۲۴۱۷	حی علی الصلوٰۃ چار مرتبہ کہنا.....	۹	۱۲۵
۲۴۱۸	الصلوٰۃ خیر من النوم کا قصداً دو ٹکڑوں میں پڑھنا.....	۹	۱۲۶
۲۴۱۹	اذان میں سانس ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟.....	۹	۱۲۷
۲۴۲۰	اذان ترنم کے ساتھ؟.....	۹	۱۲۷
	فصل سوم : اذان کے جواب کا بیان		
۲۴۲۱	اذان کا جواب دینا کیا ہے ؟.....	۹	۱۲۹
۲۴۲۲	اذان کا جواب دینا واجب ہے.....	۹	۱۳۰
۲۴۲۳	اثنائے وضو میں اذان کا جواب دے یا دُعاءِ وضو پڑھے؟.....	۹	۱۳۰
۲۴۲۴	متوضی وضو کی دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے؟.....	۹	۱۳۱
۲۴۲۵	تلاوت و وضو کے وغیرہ کے درمیان اذان کا جواب.....	۹	۱۳۲
۲۴۲۶	وضو، تلاوت اور تعلیم کرتے وقت اذان کا جواب.....	۹	۱۳۳
۲۴۲۷	بوقت اذان تلاوت کو جاری رکھے یا موقوف کردے ؟.....	۹	۱۳۴
۲۴۲۸	وعظ کے دوران اذان شروع ہو جائے؟	۹	۱۳۴
۲۴۲۹	حیعلتین کا جواب.....	۹	۱۳۵
۲۴۳۰	باتیں کرتے ہوئے اذان کا جواب.....	۹	۱۳۶
	فصل چہارم : اذان کے بعد دعا کا بیان		
۲۴۳۱	اذان کے بعد دعا کا حکم ؟.....	۹	۱۳۷
۲۴۳۲	اذان کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا.....	۹	۱۳۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۳۳	اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا.....	۹	۱۳۸
۲۴۳۴	اذان کے بعد کی دعا میں رفع یدین.....	۹	۱۳۸
۲۴۳۵	اذان کے ختم پر محمد رسول اللہ کہنا.....	۹	۱۳۹
	فصل پنجم : دوبارہ اذان دینے کا بیان		
۲۴۳۶	اذان قبل الوقت.....	۹	۱۴۱
۲۴۳۷	غروب سے پہلے اذان ہوجائے اس کا حکم ؟.....	۹	۱۴۲
۲۴۳۸	اول وقت اذان کہہ دی کیا اعادہ کرے ؟.....	۹	۱۴۳
۲۴۳۹	اذان میں غلطی کی وجہ سے اس کا اعادہ.....	۹	۱۴۴
۲۴۴۰	بجلی چلی جانے کی وجہ سے دوبارہ اذان.....	۹	۱۴۵
۲۴۴۱	اذان یا درمیان نماز میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ.....	۹	۱۴۶
	فصل ششم : مکروہات اذان کا بیان		
۲۴۴۲	بلا وضو اذان.....	۹	۱۴۷
۲۴۴۳	کیا بغیر وضو اذان دینا نحوست کا سبب ہے ؟.....	۹	۱۴۸
۲۴۴۴	بلا وضو اذان کی وعید	۹	۱۴۸
۲۴۴۵	اذان کے درمیان اگر وضو ساقط ہوجائے تو کیا حکم ہے ؟.....	۹	۱۴۹
۲۴۴۶	اذان کے بعد مسجد سے نکلنا.....	۹	۱۵۰
۲۴۴۷	بحالت نشہ اذان ونماز.....	۹	۱۵۰
۲۴۴۸	نشے کے عادی شخص کو مؤذن مقرر کرنا.....	۹	۱۵۱
۲۴۴۹	شطرنج کھیلنے والے کی اذان	۹	۱۵۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۵۰	ڈاڑھی منڈانے والے کا اذان دینا.....	۹	۱۵۳
۲۵۱	ڈاڑھی منڈے کی اذان	۹	۱۵۴
۲۴۵۲	نابالغ کی اذان	۹	۱۵۵
۲۴۵۳	اذان مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا.....	۹	۱۵۶
۲۴۵۴	پیشہ ور پھرائی کو مؤذن بنانا.....	۹	۱۵۷
	فصل ہفتم: بچے کے کان میں اذان دینے کا بیان		
۲۴۵۵	بچے کے کان میں اذان کا طریقہ.....	۹	۱۵۸
۲۴۵۶	بچے کے کان میں کئی روز کے بعد اذان دینا.....	۹	۱۵۹
۲۴۵۷	بچے کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کہی جائے.....	۹	۱۵۹
۲۴۵۸	زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا.....	۹	۱۶۰
۲۴۵۹	بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر.....	۹	۱۶۱
	فصل ہشتم : اقامت کا بیان		
۲۴۶۰	اقامت میں عجلت	۹	۱۶۲
۲۴۶۱	منفرد کے لئے اقامت	۹	۱۶۲
۲۴۶۲	تنہا نماز اذان واقامت کے ساتھ.....	۹	۱۶۳
۲۴۶۳	جماعت ثانیہ کے لیے اقامت	۹	۱۶۴
۲۴۶۴	بیوی کی اقامت	۹	۱۶۴
۲۴۶۵	مخنث کا اقامت کہنا.....	۹	۱۶۵
۲۴۶۶	غیر مؤذن کا تکبیر کہنا	۹	۱۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۶۷	مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت	۹	۱۶۷
۲۴۶۸	مؤذن کی اجازت سے تکبیر کہنا بہتر ہے	۹	۱۶۷
۲۴۶۹	کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے ؟	۹	۱۶۸
۲۴۷۰	کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے ؟	۹	۱۶۹
۲۴۷۱	اقامت کہنے والا دوسری تیسری صف میں ہو	۹	۱۶۹
۲۴۷۲	اقامت میں تحویل وجہ	۹	۱۷۰
۲۴۷۳	اقامت میں التفات ہے یا نہیں ؟	۹	۱۷۰
۲۴۷۴	ترک اقامت سے اعادۂ نماز	۹	۱۷۱
۲۴۷۵	تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہو جائے تو کیا تکبیر شروع سے پڑھے ؟	۹	۱۷۲
۲۴۷۶	قد قامت الصلوۃ کی تاء پر کیا حرکت پڑھے ؟	۹	۱۷۳
۲۴۷۷	بوقت اقامت نماز کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں؟	۹	۱۷۴
۲۴۷۸	ایضاً	۹	۱۷۵
۲۴۷۹	ایضاً	۹	۱۷۵
۲۴۸۰	حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا، امام اور مقتدی نماز باجماعت کیلئے کس وقت کھڑے ہوں؟	۹	۱۷۷
۲۴۸۱	حی علی الصلوٰۃ پر قیام	۹	۱۸۶
۲۴۸۲	مقتدیوں کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا	۹	۱۹۱
۲۴۸۳	حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہونا	۹	۱۹۲
۲۴۸۴	قد قامت الصلوٰۃ پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا	۹	۱۹۴
	فصل نہم : تثویب کا بیان		
۲۴۸۵	صبح صادق سے پہلے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارنا	۹	۱۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۸۶	اذان کے بعد یہ اعلان کہ پندرہ منٹ باقی ہے.....	۹	۱۹۷
۲۴۸۷	اذان سے پانچ منٹ قبل لاؤڈ اسپیکر سے نماز کا اعلان.....	۹	۱۹۸
۲۴۸۸	نماز کی اطلاع گھنٹہ کی آواز سے.....	۹	۱۹۹
۲۴۸۹	اذان کے بعد نقارہ.....	۹	۱۹۹
۲۴۹۰	گھنٹی اذان کے قائم مقام ہرگز نہیں.....	۹	۲۰۰
۲۴۹۱	نماز فجر کیلئے لوگوں کو جگانا.....	۹	۲۰۱
۲۴۹۲	نماز فجر سے پہلے نمازیوں کو بیدار کرنے کیلئے قرآن کریم اور مناجات پڑھنا.	۹	۲۰۲
	فصل دھم : قضا نمازوں کیلئے اذان واقامت		
۲۴۹۳	قضا نماز کے لئے اذان.....	۹	۲۰۴
۲۴۹۴	نماز کا اعادہ جب کئی روز بعد ہو تو اسمیں بھی اذان واقامت ہوگی؟.....	۹	۲۰۵
۲۴۹۵	قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم.....	۹	۲۰۶
۲۴۹۶	قضا نماز میں اقامت.....	۹	۲۰۶
۲۴۹۷	قضا نماز کے لئے اذان واقامت کا حکم.....	۹	۲۰۷
	☆.....باب سوم.....☆		
	نماز کے شرائط وارکان		
	فصل اوّل : شرائط نماز کا بیان		
۲۴۹۸	نماز کی نیت کا طریقہ.....	۹	۲۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۹۹	نماز کی نیت کا طریقہ	۹	۲۱۰
۲۵۰۰	سنت میں نیت کا طریقہ	۹	۲۱۱
۲۵۰۱	عربی میں نیت نماز	۹	۲۱۲
۲۵۰۲	نماز میں نیت	۹	۲۱۲
۲۵۰۳	زبان سے نیت	۹	۲۱۳
۲۵۰۴	کیا نیت کیلئے زبان سے کہنا ضروری ہے ؟.....	۹	۲۱۴
۲۵۰۵	امام ومقتدی کی نیت میں فرق.....	۹	۲۱۶
۲۵۰۶	نفل نماز میں اپنے نفل کی نیت کرنا.....	۹	۲۱۶
۲۵۰۷	نیت میں ایک نماز کی جگہ دوسری نماز کا نام یا تعداد رکعت میں غلطی کی.....	۹	۲۱۷
۲۵۰۸	وتر کی نیت سے تراویح پڑھنا.....	۹	۲۱۸
۲۵۰۹	نماز بحالت جنابت	۹	۲۱۹
۲۵۱۰	صلاۃِ مظنون.....	۹	۲۱۹
۲۵۱۱	نماز کے دوران ناپاک کپڑے کا بدن سے لگنا.....	۹	۲۲۰
۲۵۱۲	لوپ کی حالت میں نماز.....	۹	۲۲۰
۲۵۱۳	رنگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھنا.....	۹	۲۲۱
۲۵۱۴	فجر کی نماز پڑھکر کپڑوں پر منی دیکھی	۹	۲۲۲
۲۵۱۵	نجاست پر کپڑا بچھا کر نماز.....	۹	۲۲۲
۲۵۱۶	گوبر سے لپی ہوئی زمین پر نماز.....	۹	۲۲۳
۲۵۱۷	گوبر سے دیوار لیپ کر وہاں نماز پڑھنا	۹	۲۲۴
۲۵۱۸	برسات میں جب زمین خشک نہ ملے تو نماز کس طرح پڑھے ؟.....	۹	۲۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۵۱۹	چارپائی پر نماز	۹	۲۲۵
۲۵۲۰	تنہائی میں برہنہ نماز	۹	۲۲۶
۲۵۲۱	لنگوٹ باندھکر نماز	۹	۲۲۶
۲۵۲۲	دھوتی پہنکر نماز	۹	۲۲۷
۲۵۲۳	جس کپڑے سے بدن نظر آئے اس سے نماز	۹	۲۲۸
۲۵۲۴	باریک دوپٹے میں نماز	۹	۲۲۸
۲۵۲۵	مستورات کیلئے ٹخنہ عورت ہے یا نہیں ؟	۹	۲۲۹
۲۵۲۶	احتلام یا صحبت کے بعد نجاست صاف کر کے جانگھیا پہن کر کپڑے پہن لئے	۹	۲۳۰
۲۵۲۷	سمت قبلہ، گاڑی میں ہو تو کیا کرے ؟	۹	۲۳۰
۲۵۲۸	چلتی گاڑی میں قطب نما کی طرف توجہ	۹	۲۳۱
۲۵۲۹	قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو تحری کا حکم	۹	۲۳۲
۲۵۳۰	بغیر تحری خلاف قبلہ نماز دہرانی ہوگی	۹	۲۳۳
۲۵۳۱	اگر سڑک پر نمازی ہوں اور رُخ قبلہ سے کچھ پھرا ہوا ہو ؟	۹	۲۳۴
۲۵۳۲	چاند پر سمتِ قبلہ	۹	۲۳۵
۲۵۳۳	چاند پر سمتِ قبلہ	۹	۲۳۵
۲۵۳۴	کعبہ قبلہ نہیں قبلہ نُما ہے	۹	۲۳۶
۲۵۳۵	نماز کے بعد معلوم ہوا کہ رُخ صحیح نہیں تھا	۹	۲۳۶
۲۵۳۶	عورت کا کھلی جگہ میں نماز پڑھنا	۹	۲۳۷
۲۵۳۷	سمت قبلہ	۹	۲۳۸
۲۵۳۸	۱۸ ڈگری کا فرق ہو تو	۹	۲۳۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۵۳۹	۳۵ درجہ شمال منحرف مسجد کا حکم.....	۹	۲۴۲
۲۵۴۰	قدیم مسجد کا رخ مکمل صحیح نہیں ہے تو کیا کرے.....	۹	۲۴۳
۲۵۴۱	پرانی مسجد کا رخ اگر صحیح نہ ہو تو.....	۹	۲۴۴
۲۵۴۲	قبلہ سے معمولی انحراف.....	۹	۲۴۵
۲۵۴۳	تعیین قبلہ میں معمولی فرق.....	۹	۲۴۵
۲۵۴۴	جدید مسجد کی سمت قبلہ میں تردد.....	۹	۲۴۶
	فصل دوم : ارکان نماز کا بیان		
۲۵۴۵	جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہکر امام کے ساتھ شریک ہونا.....	۹	۲۴۹
۲۵۴۶	تکبیر تحریمہ کہکر رکوع میں چلے جانے سے رکعت مل گئی.....	۹	۲۵۰
۲۵۴۷	فرض نماز کیلئے تکبیر تحریمہ بحالت قعود.....	۹	۲۵۱
۲۵۴۸	قیام کی کتنی مقدار فرض ہے ؟.....	۹	۲۵۱
۲۵۴۹	فرض نماز میں قیام فرض ہے.....	۹	۲۵۳
۲۵۵۰	کیا سنت میں قیام فرض ہے ؟.....	۹	۲۵۴
۲۵۵۱	عورتوں کیلئے نماز میں قیام کا حکم.....	۹	۲۵۵
۲۵۵۲	فرض نماز میں عورتوں کیلئے بھی قیام فرض ہے.....	۹	۲۵۵
۲۵۵۳	قیام، قرائت، رکوع، سجود اور فرض کی مقدار.....	۹	۲۵۶
۲۵۵۴	ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھکر پڑھنا.....	۹	۲۵۹
۲۵۵۵	طول قیام کی حالت میں پیر پر سہارا لینا.....	۹	۲۶۰
۲۵۵۶	ایضاً.....	۹	۲۶۱
۲۵۵۷	سجدے میں انگلی ٹیکنا.....	۹	۲۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۵۵۸	سجدے میں پیر زمین پر ٹیکنا.....	۹	۲۶۵
۲۵۵۹	کیا ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں؟.....	۹	۲۶۶
۲۵۶۰	سجدے میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا.....	۹	۲۶۷
۲۵۶۱	سجدہ میں دونوں پیروں کا اٹھ جانا.....	۹	۲۶۸
۲۵۶۲	ہاتھوں، پیروں اور گھٹنوں کے درمیان سجدے میں فرق.....	۹	۲۶۹
۲۵۶۳	رفع قدمین.....	۹	۲۷۳
۲۵۶۴	موضع سجود کا ارتفاع موضع القدمین سے.....	۹	۲۷۴
۲۵۶۵	ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائیگی؟.....	۹	۲۷۴
۲۵۶۶	ترک رکوع اور ترک قعدۂ اولیٰ کا حکم.....	۹	۲۷۵
۲۵۶۷	رکوع میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنے سے مدرک رکوع شمار ہوگا؟.....	۹	۲۷۶
۲۵۶۸	امام کی قراءت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا.....	۹	۲۷۷
۲۵۶۹	گونگے کی نماز.....	۹	۲۷۸
	☆.....**باب چھارم**.....☆		
	صفتِ صلوٰۃ		
	فصل اوّل : واجباتِ نماز		
۲۵۷۰	واجبات نماز کتنے ہیں؟.....	۹	۲۸۱
۲۵۷۱	واجباتِ نماز.....	۹	۲۸۲
۲۵۷۲	تعدیل ارکان کی مقدار.....	۹	۲۸۳
۲۵۷۳	نماز میں کوئی واجب ترک ہوگیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟.....	۹	۲۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۵۷۴	نماز میں غلطی کی وجہ سے اعادہ	۹	۲۸۴
۲۵۷۵	تین سجدے کرنے سے نماز کا اعادہ	۹	۲۸۵
۲۵۷۶	نابالغ اگر وقت کے اندر بالغ ہوجائے تو اس نماز کا اعادہ	۹	۲۸۵
۲۵۷۷	امام سے پہلے رکوع یا سجدہ	۹	۲۸۶
۲۵۷۸	قومہ اور جلسے میں تاخیر	۹	۲۸۶
۲۵۷۹	نماز میں متعدد امور کی کوتاہی	۹	۲۸۷
۲۵۸۰	رکوع میں جاتے وقت پائجامہ اوپر کرنا	۹	۲۸۹
۲۵۸۱	الفاظ تشہد میں اضافہ	۹	۲۹۰
۲۵۸۲	تشہد میں والطیبات کو والسلام کے ساتھ ملا کر پڑھنا	۹	۲۹۱
۲۵۸۳	امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد مقتدی کا رکوع میں جانا	۹	۲۹۱
۲۵۸۴	مقتدی کی رکوع میں شرکت بغیر تسبیح	۹	۲۹۲
۲۵۸۵	سنن میں قعدۂ اولی فرض ہے یا واجب ؟	۹	۹۳
۲۵۸۶	بغیر سلام پھیرے نماز کو ختم کرنا	۹	۲۹۴
۲۵۸۷	نماز میں کیا خیال رکھنا چاہیے ؟	۹	۲۹۵
	فصل دوم : سنن نماز		
۲۵۸۸	حالت قیام میں کھڑے ہونے کی کیفیت	۹	۲۹۷
۲۵۸۹	قدمین کے درمیان فاصلہ	۹	۲۹۸
۲۵۹۰	رفع یدین	۹	۲۹۸
۲۵۹۱	رفع یدین	۹	۲۹۹
۲۵۹۲	عورتوں کے ذمہ نماز نیز رفع یدین	۹	۲۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۵۹۳	رفع یدین کی حکمت	۹	۳۰۱
۲۵۹۴	رفع یدین کتنی جگہ ہے	۹	۳۰۲
۲۵۹۵	مرد وعورت کی نماز میں فرق	۹	۳۰۵
۲۵۹۶	قراءت فاتحہ، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح	۹	۳۰۶
۲۵۹۷	مقتدیوں کی اطلاع کے لئے کسی کو آمین بالجہر کیلئے متعین کرنا	۹	۳۰۸
۲۵۹۸	آمین بالجہر سے دوسروں کی نماز پر اثر	۹	۳۰۹
۲۵۹۹	تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک ہے ؟	۹	۳۱۰
۲۶۰۰	تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک حاصل ہے؟	۹	۳۱۱
۲۶۰۱	تکبیر اولیٰ کیلئے دوسری مسجد میں جانا	۹	۳۱۱
۲۶۰۲	تکبیر تحریمہ کے وقت کان کی لَو کو چھونا	۹	۳۱۳
۲۶۰۳	بوقت تحریمہ مس اذنین	۹	۳۱۴
۲۶۰۴	تحریمہ کے بعد ہاتھ کس وقت باندھے	۹	۳۱۴
۲۶۰۵	عورتوں کیلئے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا	۹	۳۱۵
۲۶۰۶	وضع یدین علی الصدر	۹	۳۱۷
۲۶۰۷	نماز شروع کرتے وقت بسم اللہ	۹	۳۱۷
۲۶۰۸	ثناء کی حیثیت	۹	۳۱۸
۲۶۰۹	ثناء پڑھنے کا وقت	۹	۳۱۸
۲۶۱۰	سری نماز میں ثناء کا حکم	۹	۳۱۹
۲۶۱۱	امام کے پیچھے ثناء پڑھنا	۹	۳۲۰
۲۶۱۲	مقتدی کیلئے ثناء کا پڑھنا	۹	۳۲۰
۲۶۱۳	نماز شروع ہونے کے بعد مقتدی آیا وہ ثنا کب پڑھے ؟	۹	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۱۴	ثناء کے آخر میں کاف پر زبر ہے یا جزم.....	۹	۳۲۲
۲۶۱۵	فاتحہ سے پہلے بسم اللہ.....	۹	۳۲۲
۲۶۱۶	اعوذ باللہ اور بسم اللہ	۹	۳۲۲
۲۶۱۷	سورۃ سے پہلے بسم اللہ.....	۹	۳۲۳
۲۶۱۸	سورہ فاتحہ اور سورہ کے درمیان تسمیہ کا حکم.....	۹	۳۲۴
۲۶۱۹	آمین بالجہر	۹	۳۲۵
۲۶۲۰	آمین بالجہر	۹	۳۲۵
۲۶۲۱	آمین بالجہر رفع یدین میں اختلاف اولویت کا ہے.....	۹	۳۲۶
۲۶۲۲	رکوع میں سبحان ربی الکریم پڑھنا	۹	۳۲۸
۲۶۲۳	رکوع سجدے کی تسبیح کا موقع نہ ملے تو کیا کرے ؟.....	۹	۳۲۸
۲۶۲۴	رکوع وسجدہ کتنا طویل ہو ؟.....	۹	۳۲۹
۲۶۲۵	تسمیع وتحمید.....	۹	۳۳۰
۲۶۲۶	قومہ میں تحمید اور تسبیح	۹	۳۳۱
۲۶۲۷	رکوع میں الصاق کعبین کی بحث.....	۹	۳۳۱
۲۶۲۸	الصاق کعبین رکوع میں	۹	۳۳۳
۲۶۲۹	رکوع میں الصاق کعبین	۹	۳۳۴
۲۶۳۰	نماز میں الصاق کعبین	۹	۳۳۷
۲۶۳۱	سجدہ میں جاتے ہوئے مقتدی کو تکبیر کہنا.....	۹	۳۳۸
۲۶۳۲	سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا.....	۹	۳۳۸
۲۶۳۳	سجدہ میں دونوں گھٹنوں کو ملا کر رکھنا.....	۹	۳۳۹
۲۶۳۴	سجدۂ مسنونہ	۹	۳۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۳۵	عورت کے لئے سجدہ اور جلسہ کی ہیئت	۹	۳۴۱
۲۶۳۶	ہیئت سجدہ مرد اور عورت کے لئے	۹	۳۴۲
۲۶۳۷	سجدہ میں الصاق کعبین	۹	۳۴۵
۲۶۳۸	نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہٹ جائے ؟.....	۹	۳۴۶
۲۶۳۹	عندالاحناف رفع سبّابہ مسنون ہے	۹	۳۴۶
۲۶۴۰	تشہد میں السلام علیک پر کیا نیت کرے	۹	۳۴۸
۲۶۴۱	تشہد میں اشارۂ سبّابہ	۹	۳۵۰
۲۶۴۲	رفع سبّابہ.....	۹	۳۵۱
۲۶۴۳	تشہد میں وسطی وابہام کا حلقہ کب تک رکھا جائے ؟.....	۹	۳۵۱
۲۶۴۴	انگشت شہادت نہ ہو تو التحیات میں کیا کرے ؟.....	۹	۳۵۲
۲۶۴۵	افضل درود شریف	۹	۳۵۲
۲۶۴۶	السلام کا الف لام اور اللہ اکبر کی را کو صاف ادا کیا جائے	۹	۳۵۳

فصل سوم : آداب نماز

۲۶۴۷	مسنون لباس میں نماز.....	۹	۳۵۴
۲۶۴۸	صرف بنڈی میں نماز	۹	۳۵۴
۲۶۴۹	کرتا گھٹنے سے اوپر ہو تو نماز کا حکم	۹	۳۵۵
۲۶۵۰	بیٹھ کر نماز میں نظر کہاں رکھے ؟.....	۹	۳۵۶
۲۶۵۱	دو قدموں کے درمیان فصل.....	۹	۳۵۶
۲۶۵۲	بائیں ہاتھ سے کھجانا	۹	۳۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۵۳	ٹوپی پر سجدہ	۹	۳۵۸
۲۶۵۴	نماز کے بعد رخ کس طرف کرے ؟.....	۹	۳۵۸
۲۶۵۵	نماز کے بعد رخ کس طرف کرے ؟.....	۹	۳۵۹
۲۶۵۶	نماز کے ختم پر دائیں بائیں منہ پھرانا.....	۹	۳۶۱
۲۶۵۷	نماز کے بعد داہنی یا بائیں طرف رخ کرنا.....	۹	۳۶۱
۲۶۵۸	جمائی روکنے کا طریقہ	۹	۳۶۳
۲۶۵۹	بعض حروف ادا کرتے وقت گردن جھکانا.....	۹	۳۶۳
۲۶۶۰	نماز میں نگاہ پھیرنا کیسا ہے ؟.....	۹	۳۶۴
۲۶۶۱	جائے نماز اگر چھوٹی ہو ؟.....	۹	۳۶۵
	☆.....باب پنجم.....☆		
	جماعت کا بیان		
	فصل اوّل : جماعت کی فضیلت واہمیت		
۲۶۶۲	نماز باجماعت کی فضیلت.....	۹	۳۶۶
۲۶۶۳	جماعت کا اہتمام.....	۹	۳۶۷
۲۶۶۴	مسجد میں جماعت ہوچکی کیا گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب ملے گا؟	۹	۳۶۸
۲۶۶۵	ایک مسجد کی جماعت چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ٹھیک نہیں.....	۹	۳۶۹
۲۶۶۶	مشق کیلئے بچوں کی جماعت کرانا.....	۹	۳۷۰
۲۶۶۷	امام تنہا اذان واقامت کے بعد نماز پڑھے تو جماعت کا ثواب ملے گا.....	۹	۳۷۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۶۸	اپنی نماز کے بعد جماعت میں شرکت کس نیت سے کرے ؟.....	۹	۳۷۱
۲۶۶۹	بہرے مقتدی کی جماعت میں شرکت	۹	۳۷۱
۲۶۷۰	کوڑھی کو مسجد میں جانا	۹	۳۷۲
۲۶۷۱	جذام والے کا جماعت کیلئے مسجد میں آنا.....	۹	۳۷۳
۲۶۷۲	تہجد جماعت کے ساتھ	۹	۳۷۴
۲۶۷۳	اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہر جگہ افضل نہیں.....	۹	۳۷۵
۲۶۷۴	اوابین وتہجد جماعت سے	۹	۳۷۷
۲۶۷۵	نوافل کی نماز جماعت سے	۹	۳۷۸
۲۶۷۶	اپنی مسجد کو راستہ کی مسجد پر فوقیت ہے	۹	۳۷۹
۲۶۷۷	نمازیوں کے شریک جماعت ہونے کی خاطر تسبیح میں اضافہ کرنا.....	۹	۳۸۰
۲۶۷۸	دھوپ یا بارش کی وجہ سے برآمدہ میں جماعت	۹	۳۸۰
۲۶۷۹	صحن مسجد میں جماعت کرنا	۹	۳۸۱
۲۶۸۰	جماعت کیلئے نمازیوں کا انتظار.....	۹	۳۸۲
۲۶۸۱	بلند مقام پر ضعیف آدمی کو نماز پڑھنے سے حرم شریف کا ثواب.....	۹	۳۸۳
۲۶۸۲	ضعف اور بیماری کی وجہ سے پنکھے سے کچھ دور نماز پڑھنا.....	۹	۳۸۴
۲۶۸۳	معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا.....	۹	۳۸۵
۲۶۸۴	سنت پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی.....	۹	۳۸۶
۲۶۸۵	سوتے ہوئے کو نماز کیلئے جگانا.....	۹	۳۸۷
۲۶۸۶	عشاء کی نماز سے پہلے سونا.....	۹	۳۸۷
۲۶۸۷	جماعت سے پہلے تجارتی دھندوں میں لگنا.....	۹	۳۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۸۸	جس نے فعل بد کیا ہو اس کو مسجد میں آنے سے روکنا.....	۹	۳۹۰
۲۶۸۹	مسجد بیت میں جماعت کی حیثیت.....	۹	۳۹۰
۲۶۹۰	مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے مجبوراً خارج مسجد نماز پڑھنا.....	۹	۳۹۱
	فصل دوم : ترک جماعت		
۲۶۹۱	ترک جماعت کا حکم.....	۹	۳۹۲
۲۶۹۲	ترک جماعت.....	۹	۳۹۳
۲۶۹۳	ترک جماعت.....	۹	۳۹۴
۲۶۹۴	تارک جماعت کا حکم.....	۹	۳۹۵
۲۶۹۵	مجاہد کیلئے ترک جماعت.....	۹	۳۹۵
۲۶۹۶	ملازمت کیوجہ سے ترک جماعت کا حکم.....	۹	۳۹۶
۲۶۹۷	مسجد میں امام سے قبل تنہا نماز پڑھنا.....	۹	۳۹۷
۲۶۹۸	جھگڑے سے بچنے کیلئے گھر پر نماز.....	۹	۳۹۸
۲۶۹۹	گھر میں جماعت کرنا.....	۹	۳۹۸
۲۷۰۰	گھر یا حجرہ میں جماعت یا جمعہ.....	۹	۳۹۹
۲۷۰۱	ذاتی رنجش کی بناء پر جماعت سے گریز.....	۹	۴۰۱
۲۷۰۲	مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونا، اپنی تنہا نماز پڑھنا.....	۹	۴۰۲
۲۷۰۳	مسجد میں جماعت سے پہلے اپنی نماز پڑھنا.....	۹	۴۰۲
۲۷۰۴	امام کی خرابی کی وجہ سے نماز گھر پر پڑھنا.....	۹	۴۰۳
۲۷۰۵	مدرسین کیلئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ.....	۹	۴۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۰۶	دکان کی مشغولی میں مغرب کی نماز دیر سے پڑھنا.....	۹	۴۰۵
۲۷۰۷	بوجہ کمزوری فجر کی سنت پڑھکر جماعت سے پہلے لیٹنا.....	۹	۴۰۶
۲۷۰۸	ساٹھ سال کے بعد گھر پر نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟.....	۹	۴۰۷
۲۷۰۹	جس شخص کے منہ میں تعفن ہو اس سے جماعت ساقط ہے.....	۹	۴۰۸
۲۷۱۰	تیمارداری کی وجہ سے ترک جماعت.....	۹	۴۰۹
۲۷۱۱	دو شریک تجارت کا یکے بعد دیگرے مسجد میں جا کر نماز مغرب ادا کرنا.....	۹	۴۰۹
۲۷۱۲	نماز کے وقت کو ٹال دینا.....	۹	۴۱۰
۲۷۱۳	جماعت ہو چکی ہو تو نماز کہاں پڑھے.....	۹	۴۱۱
۲۷۱۴	امام کی غلط کاریوں کی وجہ سے گھر میں جماعت.....	۹	۴۱۱

فصل سوم : جماعت ثانیہ

۲۷۱۵	جماعت ثانیہ	۹	۴۱۳
۲۷۱۶	ہیئت اولیٰ بدل کر جماعتِ ثانیہ کرنا	۹	۴۱۴
۲۷۱۷	جماعت ثانیہ	۹	۴۱۴
۲۷۱۸	امام کا جماعت ثانیہ کرنا	۹	۴۱۵
۲۷۱۹	محراب سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کرنا.....	۹	۴۱۶
۲۷۲۰	صحن مسجد میں جماعت ثانیہ.....	۹	۴۱۸
۲۷۲۱	وضوخانہ میں جماعت ثانیہ	۹	۴۱۹
۲۷۲۲	نماز کے لئے خریدی ہوئی جگہ میں جماعت ثانیہ کا حکم.....	۹	۴۱۹
۲۷۲۳	بریلوی امام ہونے کی وجہ سے جماعت ثانیہ کرنا.....	۹	۴۲۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۲۴	دو مسجدیں ملی ہوئیں نئی مسجد میں جماعت ثانیہ.....	۹	۴۲۳
۲۷۲۵	آپسی جھگڑے کی وجہ سے تکرار جماعت	۹	۴۲۳
۲۷۲۶	ظہر وعشاء پڑھ کر پھر اسی جماعت میں شرکت	۹	۴۲۵
۲۷۲۷	ترک واجب کی بناء پر اعادہ والی نماز میں نو وارد شخص کی شرکت کا مفصل حکم	۹	۴۲۷
۲۷۲۸	اعادہ والی نماز میں شرکت	۹	۴۳۲
۲۷۲۹	ایضاً	۹	۴۳۳
	فصل چہارم : عورتوں کی جماعت		
۲۷۳۰	جماعت النساء.....	۹	۴۳۵
۲۷۳۱	عورتوں کی جماعت	۹	۴۳۶
۲۷۳۲	عورتوں کی نماز جماعت سے	۹	۴۳۸
۲۷۳۳	عورتوں کیلئے مسجد کی نماز میں شرکت	۹	۴۳۰
۲۷۳۴	عورتوں کی جماعت تراویح اور وتر میں	۹	۴۴۱
۲۷۳۵	نامحرم عورتوں کے ساتھ جماعت.....	۹	۴۴۲
۲۷۳۶	عورتوں کی انفراداً نماز صف کی طرح.....	۹	۴۴۳
۲۷۳۷	عورتیں کیا مردوں کی جماعت میں شریک ہوں؟.....	۹	۴۴۴
۲۷۳۸	شوہر بیوی کی جماعت کا طریقہ.....	۹	۴۴۴
۲۷۳۹	عورتوں کیلئے حرم شریف میں نماز پڑھنا افضل ہے یا گھر؟.....	۹	۴۴۵
	فصل پنجم : جماعت کا وقت متعین کرنا		
۲۷۴۰	جماعت کا وقت کون متعین کرے؟	۹	۴۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۴۱	نماز کے اوقات امام مقرر کرے یا مقتدی ؟.....	۹	۴۴۸
۲۷۴۲	تبدیلیٔ اوقات کا اختیار کس کو ہے ؟.....	۹	۴۴۸
۲۷۴۳	وقت مقررہ کے بعد نمازیوں کا انتظار.....	۹	۴۴۹
۲۷۴۴	نماز مغرب میں امام کا انتظار.....	۹	۴۵۰
	فصل ششم : صفیں درست کرنے کے احکام		
۲۷۴۵	تسویۃ الصفوف کا مطلب.....	۹	۴۵۲
۲۷۴۶	تسویۃ الصفوف	۹	۴۵۷
۲۷۴۷	صف سیدھی کرنے کا طریقہ	۹	۴۵۷
۲۷۴۸	صف کس طرح سیدھی کی جائے	۹	۴۵۸
۲۷۴۹	اتصال صفوف برائے اقتداء	۹	۴۵۹
۲۷۵۰	مسجد اور متصل حجرہ میں جماعت کی صف بنانا.....	۹	۴۶۰
۲۷۵۱	صف میں نابالغ بچوں کے سامنے سے گذرنا.....	۹	۴۶۱
۲۷۵۲	مردوں کی صف کے درمیان بچوں کی صف.....	۹	۴۶۲
۲۷۵۳	لڑکوں کی صف پیچھے کی جائے	۹	۴۶۲
۲۷۵۴	نابالغ کی جگہ صف میں.....	۹	۴۶۳
۲۷۵۵	ایک نابالغ بچہ کس صف میں کھڑا ہو ؟.....	۹	۴۶۵
۲۷۵۶	نابالغ کے کھڑے ہونے کی جگہ.....	۹	۴۶۶
۲۷۵۷	لڑکا ایک ہو تو مردوں کی صف میں کھڑا ہو.....	۹	۴۶۷
۲۷۵۸	بچوں کی صف سے بڑھ کر بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۶۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۵۹	نابالغ کا صف اول میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۶۹
۲۷۶۰	اٹھارہ سالہ بے ڈاڑھی مونچھ لڑکے کا صف میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۷۰
۲۷۶۱	مسجد میں جگہ تنگ ہوتو امام کے دائیں بائیں کھڑا ہونا.....	۹	۴۷۱
۲۷۶۲	جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ آگے بڑھنا کچھ پیچھے ہٹنا.....	۹	۴۷۲
۲۷۶۳	جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے جماعت کی کیفیت.....	۹	۴۷۳
۲۷۶۴	جماعت میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا.....	۹	۴۷۴
۲۷۶۵	بعد میں آنے والا شخص کسی مقتدی کو پیچھے کھینچ لے.....	۹	۴۷۵
۲۷۶۶	ایک نمازی کو صف اول سے پیچھے کھینچنا اور اس جگہ کا پر کرنا.....	۹	۴۷۶
۲۷۶۷	ایک مقتدی کے بعد دوسرا آ گیا تو کہاں کھڑا ہو ؟.....	۹	۴۷۷
۲۷۶۸	ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آ گیا تو کس طرف شرکت کرے ؟.....	۹	۴۷۸
۲۷۶۹	ایک مقتدی ہوتو کہاں کھڑا ہو ؟.....	۹	۴۷۸
۲۷۷۰	صف کے پیچھے تنہا ایک آدمی کا کھڑا ہونا.....	۹	۴۷۹
۲۷۷۱	تنہا آدمی صف کے پیچھے کھڑا ہو.....	۹	۴۸۰
۲۷۷۲	اگر مقتدی ایک نابالغ لڑکا اور ایک بالغ ہوتو ؟.....	۹	۴۸۱
۲۷۷۳	مسجد میں ایک جانب اضافہ ہوگیا تو امام کہاں کھڑا ہو ؟.....	۹	۴۸۲
۲۷۷۴	مقام امام وسط مسجد ہے.....	۹	۴۸۲
۲۷۷۵	امام مسجد کا وسط میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۸۳
۲۷۷۶	امام کے پیچھے کیسا آدمی کھڑا ہو ؟.....	۹	۴۸۴
۲۷۷۷	صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۸۶
۲۷۷۸	امام کے پیچھے والی صف چھوٹی بعد والی بڑی.....	۹	۴۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۷۹	صفوف میں جہت قبلہ کی رعایت میں ان کا چھوٹا بڑا ہونا.....	۹	۴۸۷
۲۷۸۰	جگہ تنگ ہوتو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۸۹
۲۷۸۱	تنگی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں سے دو چار انچ آگے ہونا.....	۹	۴۸۹
۲۷۸۲	نیت باندھنے کے بعد صف میں کھڑے ہونیوالوں کو جگہ کرنے کیلئے حرکت دینا	۹	۴۹۰
۲۷۸۳	امام کا محراب میں کھڑا ہونا.....	۹	۴۹۱
۲۷۸۴	امام مسجد کے اندر ہو اور کچھ مقتدی باہر صحن میں ہوں دروازے پر پردہ ہوتو کیا حکم ہے؟	۹	۴۹۲
۲۷۸۵	دوستون کے درمیان صف بنانا.....	۹	۴۹۳
۲۷۸۶	امام اور منبر کے درمیان آدمی کھڑا کرنا.....	۹	۴۹۴
۲۷۸۷	امام اور مقتدیوں کے درمیان منبر کا فصل.....	۹	۴۹۵
۲۷۸۸	امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کتنا؟.....	۹	۴۹۶
۲۷۸۹	امام اور مقتدیوں کے درمیان فصل.....	۹	۴۹۶
۲۷۹۰	مسجد کے دروں میں صف بنانا.....	۹	۴۹۷
۲۷۹۱	صف ٹیڑھی ہوتو کیا کیا جائے ؟.....	۹	۴۹۸
۲۷۹۲	امام کا صف پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا.....	۹	۴۹۹
۲۷۹۳	امام کے کسی جانب نمازیوں کا زیادہ ہونا.....	۹	۵۰۰
۲۷۹۴	امام کے پیچھے ملائکہ کے لئے صف چھوڑنا.....	۹	۵۰۱
۲۷۹۵	صحن کا شمالی وجنوبی حصہ مسقّف بنا کر اس میں نمازیوں کا کھڑا ہونا.....	۹	۵۰۱
	فصل هفتم : امام اور مقتدی کے درمیانی فاصلہ کا بیان		
۲۷۹۶	بند کواڑ یا پردے کے پیچھے سے اقتداء.....	۹	۵۰۳
۲۲۷۹۷	امام نیچے کی منزل پر اور مقتدی اوپر.....	۹	۵۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۷۹۸	امام کی اقتداء نیچے کی منزل پر.....	۹	۵۰۵
۲۷۹۹	امام مقتدیوں کے درمیان کتنا فاصلہ صحت سے مانع ہے ؟.....	۹	۵۰۶
۲۸۰۰	امام مسجد کی اقتدا خارج مسجد اور مدرسے سے	۹	۵۰۶
۲۸۰۱	جوتے اتارنے کی جگہ سے اقتدا.....	۹	۵۰۷
۲۸۰۲	امام مقتدیوں سے کتنی اونچائی پر ہو ؟.....	۹	۵۰۸
	☆.....باب ششم.....☆		
	امامت کا بیان		
	فصل اول : امام کے اوصاف		
۲۸۰۳	اوصاف امامت	۱۰	۲۹
۲۸۰۴	امامت کے اوصاف.....	۱۰	۳۰
۲۸۰۵	منصب امامت	۱۰	۳۱
۲۸۰۶	امام کس کو بنائیں.....	۱۰	۳۲
۲۸۰۷	امام کس کو بنایا جائے کم ڈاڑھی والے کو یا دوسرے متبع سنت کو.....	۱۰	۳۳
۲۸۰۸	دیوبندی عالم کی نماز کی امامت.....	۱۰	۳۴
۲۸۰۹	امام کو مقتدیوں کی رعایت چاہئے.....	۱۰	۳۵
۲۸۱۰	امام کی شرائط اور چمڑہ کی بیع بغیر دباغت.....	۱۰	۳۵
۲۸۱۱	جس کے چند بال ٹھوڑی پر ہوں اسکی امامت.....	۱۰	۳۷
۲۸۱۲	امامت کی تمنا.....	۱۰	۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۱۳	غیر حافظ کی امامت	۱۰	۳۸
۲۸۱۴	حقہ نوش کی امامت	۱۰	۳۹
۲۸۱۵	تمباکو پینے والے کی امامت	۱۰	۴۰
۲۸۱۶	تمباکو کا منجن استعمال کرنے والے کی امامت	۱۰	۴۰
۲۸۱۷	کیا امام صاحب کو پابندی ضروری ہے	۱۰	۴۱
۲۸۱۸	مشرک کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے کی امامت	۱۰	۴۲
۲۸۱۹	جو امام مقتدی سے صلح نہ کرے اس کی امامت	۱۰	۴۳
۲۸۲۰	جو شخص پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اس کو امامت جمعہ کے لئے تجویز کیا جائے	۱۰	۴۴
۲۸۲۱	امامت نہ کرنے کا عہد کر کے پھر امامت کرنا	۱۰	۴۵
۲۸۲۲	وقت جماعت سے پہلے امام کی آمد	۱۰	۴۵
۲۸۲۳	برہمن کے بچے کو پال کر امام بنانا	۱۰	۴۷
۲۸۲۴	جس کی اہلیہ استانی ہو اسکی امامت	۱۰	۴۸
۲۸۲۵	جس امام کی بیوی کا تعلق کسی غیر سے ہو اسکی امامت	۱۰	۴۸
۲۸۲۶	فاجرہ کے شوہر کی امامت	۱۰	۴۹
۲۸۲۷	جس کی بیوی قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ کرے اس کی امامت	۱۰	۵۰
۲۸۲۸	ایسے شخص کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو	۱۰	۵۲
۲۸۲۹	جس کی بیوی گھاس کاٹتی ہو اسکی امامت	۱۰	۵۳
۲۸۳۰	عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا	۱۰	۵۴
۲۸۳۱	امام کیلئے عمامہ	۱۰	۵۴
۲۸۳۲	امام کیلئے عمامہ	۱۰	۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۳۳	بلاعمامہ امامت	۱۰	۵۶
۲۸۳۴	بلاٹوپی وعمامہ امامت	۱۰	۵۶
۲۸۳۵	صرف ٹوپی سے امامت	۱۰	۵۷
۲۸۳۶	کرتا کا بٹن کھول کر نماز پڑھانا	۱۰	۵۸
۲۸۳۷	شلوار اور قمیص پہنکر امامت	۱۰	۶۰
۲۸۳۸	غسال میت کی امامت	۱۰	۶۱
۲۸۳۹	غاسل میت کی امامت	۱۰	۶۳
۲۸۴۰	جو امام صاحب وقار نہ ہو	۱۰	۶۴
۲۸۴۱	ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرنا	۱۰	۶۴
۲۸۴۲	سنت ظہر پڑھے بغیر فرض ظہر کی امامت	۱۰	۶۵
۲۸۴۳	جو امام نماز میں تاخیر کرے اسکی امامت	۱۰	۶۶
۲۸۴۴	غیر شادی شدہ کی امامت	۱۰	۶۶
۲۸۴۵	بے شادی شدہ کی امامت	۱۰	۶۷
۲۸۴۶	جس کی بیوی نہ ہو اسکی امامت	۱۰	۶۸
۲۸۴۷	راہن کی امامت	۱۰	۶۹
۲۸۴۸	خادم مسجد اور مؤذن کی امامت	۱۰	۷۰
۲۸۴۹	وقت ملازمت میں امامت کرنا	۱۰	۷۰
۲۸۵۰	خطا کی توبہ کے بعد دوبارہ امامت	۱۰	۷۱
۲۸۵۱	مقتدیوں میں اختلاف ہو تو امام کیا کرے	۱۰	۷۲
۲۸۵۲	صحیح گواہی دینے والے کی امامت	۱۰	۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۵۳	مقیم کی امامت اولیٰ ہے یا مسافر کی.....	۱۰	۷۴
۲۸۵۴	کرتا گھٹنے سے اوپر ہو تو امامت کا حکم.....	۱۰	۷۴
۲۸۵۵	زبردستی طلاق کی وجہ سے امامت درست ہوگی یا نہیں.....	۱۰	۷۵
۲۸۵۶	غصہ اور جھنجھلاہٹ کی وجہ سے قراءت طویل کرنا.....	۱۰	۷۵
۲۸۵۷	عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کی امامت وتراویح.....	۱۰	۷۶
۲۸۵۸	مقررہ امام وخطیب کی موجودگی میں بلا اجازت کسی عالم کا امامت وخطابت کرنا	۱۰	۷۷
۲۸۵۹	کسی مصلحت سے نماز میں پانچ منٹ تاخیر کرنا.....	۱۰	۷۹
۲۸۶۰	جو شخص درس قرآن کو لازم نہ سمجھے اس کی امامت.....	۱۰	۷۹
۲۸۶۱	عورت کی امامت تراویح میں.....	۱۰	۸۰
۲۸۶۲	امام نماز کب شروع کرے.....	۱۰	۸۱
۲۸۶۳	مبتلائے خارش کی امامت.....	۱۰	۸۲
۲۸۶۴	قرآن سے فال نکالنے والے آدمی کی امامت.....	۱۰	۸۳
۲۸۶۵	گانے بجانے فحش مجلس اور اسکے روکنے والے امام کا حکم.....	۱۰	۸۴
۲۸۶۶	امامت چھوڑ کر کوئی اور کام کرنا.....	۱۰	۸۷
۲۸۶۷	جس نے نس بندی کرائی ہو اسکی امامت.....	۱۰	۸۷
۲۸۶۸	غیر سید کے پیچھے سید کی نماز.....	۱۰	۸۸
	فصل دوم : فاسق کی امامت		
۲۸۶۹	فاسق کی امامت	۱۰	۸۹
۲۸۷۰	فاسق کی امامت	۱۰	۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۷۱	امامت فاسق	۱۰	۹۰
۲۸۷۲	امامت فاسق	۱۰	۹۱
۲۸۷۳	حافظ فاسق کی امامت	۱۰	۹۲
۲۸۷۴	جھوٹے کو امام ومؤذن بنانا	۱۰	۹۳
۲۸۷۵	زانی کی امامت	۱۰	۹۴
۲۸۷۶	سالی سے مذاق کرنے والی کی امامت	۱۰	۹۵
۲۸۷۷	سالی کے ساتھ زنا سے نہ روکنے والے کی امامت	۱۰	۹۶
۲۸۷۸	امام صاحب اگر غلط مذاق کریں تو کیا حکم ہے	۱۰	۹۷
۲۸۷۹	زانی کی توبہ کے بعد امامت	۱۰	۹۷
۲۸۸۰	چغل خور کی امامت	۱۰	۹۸
۲۸۸۱	مرتکب کبائر کی امامت	۱۰	۹۸
۲۸۸۲	معاصی متعددہ کے مرتکب کی امامت	۱۰	۱۰۰
۲۸۸۳	مرتکب مکروہ کی امامت	۱۰	۱۰۳
۲۸۸۴	تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت	۱۰	۱۰۳
۲۸۸۵	جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اسکو امام مقرر کرنا.....	۱۰	۱۰۴
۲۸۸۶	فجر کے وقت سوئے رہنے اور کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والیکی امامت	۱۰	۱۰۵
۲۸۸۷	تارک نماز کی امامت	۱۰	۱۰۷
۲۸۸۸	تارک فرض کو امام بنانا	۱۰	۱۰۸
۲۸۸۹	جو امام نماز کی پابندی نہ کرے اس کا حکم	۱۰	۱۰۸
۲۸۹۰	تارک جماعت کی امامت	۱۰	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۹۱	کاروبار کی وجہ سے تارک جماعت کی امامت	۱۰	۱۱۰
۲۸۹۲	مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت	۱۰	۱۱۱
۲۸۹۳	جو امام سنت نہ پڑھے اسکی امامت	۱۰	۱۱۲
۲۸۹۴	رکوع سجدہ میں جلدی کرنے والے کی امامت	۱۰	۱۱۳
۲۸۹۵	رشوت خور کی امامت	۱۰	۱۱۴
۲۸۹۶	سود خور کی امامت	۱۰	۱۱۴
۲۸۹۷	غاصب کی امامت	۱۰	۱۱۷
۲۸۹۸	جعلساز وفریبی کی امامت	۱۰	۱۱۸
۲۸۹۹	جعلسازی کرنے والے کی امامت	۱۰	۱۱۹
۲۹۰۰	وقف بورڈ سے متعلق ایک مسجد کے امام کے حالات	۱۰	۱۲۰
۲۹۰۱	امام کے متعلق چند خرابیاں	۱۰	۱۲۳
۲۹۰۲	ایک امام صاحب کی کوتاہیاں	۱۰	۱۲۴
۲۹۰۳	ایک امام صاحب کی خرابیاں	۱۰	۱۲۶
۲۹۰۴	امام کی خرابیاں	۱۰	۱۲۸
۲۹۰۵	ایک امام کے حالات		۱۲۹
۲۹۰۶	جاہل چور کی امامت	۱۰	۱۳۰
۲۹۰۷	چور کی امامت چوری سے توبہ کے بعد	۱۰	۱۳۱
۲۹۰۸	ایک امام کے خراب حالات ڈاڑھی کی حد	۱۰	۱۳۲
۲۹۰۹	سود خور اور محلوق اللحیہ کی امامت	۱۰	۱۳۴
۲۹۱۰	تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت	۱۰	۱۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۹۱۱	محلوق اللحیہ کی امامت	۱۰	۱۳۵
۲۹۱۲	محلوق اللحیہ کی امامت	۱۰	۱۳۶
۲۹۱۳	یکمشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت	۱۰	۱۳۷
۲۹۱۴	داڑھی کٹانے سے توبہ کرلی مگر یکمشت تک نہیں پہنچا	۱۰	۱۳۷
۲۹۱۵	داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ	۱۰	۱۳۸
۲۹۱۶	داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں	۱۰	۱۳۹
۲۹۱۷	ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت اور داڑھی کی حد	۱۰	۱۴۱
۲۹۱۸	داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کی امامت	۱۰	۱۴۱
۲۹۱۹	انگریزی بال والے کی امامت	۱۰	۱۴۲
۲۹۲۰	بڑی مونچھ والے کی امامت	۱۰	۱۴۳
۲۹۲۱	جو امام داڑھی رکھنے سے منع کرے اسکی امامت	۱۰	۱۴۳
۲۹۲۲	کبوتر باز امام کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو	۱۰	۱۴۴
۲۹۲۳	بیوی کے ساتھ بازار میں بے پردہ گھومنے والے کی امامت	۱۰	۱۴۵
۲۹۲۴	جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اسکی امامت	۱۰	۱۴۶
۲۹۲۵	جو امام اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کرے اس کے پیچھے نماز	۱۰	۱۴۷
۲۹۲۶	جس امام کے بیٹے گنہگار ہوں اسکی امامت	۱۰	۱۴۷
۲۹۲۷	مرشد کے نام کا جھنڈا لگانے والے کی امامت	۱۰	۱۴۹
۲۹۲۸	جس امام کا بیٹا چوری کرتا ہو اسکی امامت	۱۰	۱۵۰
۲۹۲۹	جس کا والد ناجائز کاروبار کرے اسکی امامت	۱۰	۱۵۱
۲۹۳۰	جو شخص ستر کا اہتمام نہ کرے اسکی امامت	۱۰	۱۵۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۹۳۱	گانے بجانے کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۲
۲۹۳۲	غلط محفل میں شریک ہونے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۳
۲۹۳۳	قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۴
۲۹۳۴	قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۴
۲۹۳۵	سنیما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۶
۲۹۳۶	گانا بجانے والی عورت کے شوہر کی امامت.....	۱۰	۱۵۷
۲۹۳۷	ناچ گانے میں شرکت کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۵۸
۲۹۳۸	ساز پر گانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۶۰
۲۹۳۹	جو امام لڑکے کا بوسہ لے اسکی امامت.....	۱۰	۱۶۰
۲۹۴۰	لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۶۱
۲۹۴۱	گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز.....	۱۰	۱۶۲
۲۹۴۲	جھگڑالو اور فسادی کی امامت.....	۱۰	۱۶۳
۲۹۴۳	گالی کی عادت والے کی امامت.....	۱۰	۱۶۴
۲۹۴۴	امام صاحب کیلئے کسی عامل کی منی پینا.....	۱۰	۱۶۴
۲۹۴۵	غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۶۵
۲۹۴۶	خالہ بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۶۷
۲۹۴۷	سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والی کی امامت.....	۱۰	۱۶۹
۲۹۴۸	مطلقہ مغلظہ کو بلا حلالہ رکھنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۷۱
۲۹۴۹	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام (امامت جنازہ معاشرت وغیرہ)	۱۰	۱۷۳
۲۹۵۰	محض ضد میں طلاق دینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۹۵۱	مکان کا کرایہ نہ دینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۷۷
۲۹۵۲	جس کو امام کے گناہ کا علم ہے اس کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا.....	۱۰	۱۷۷
۲۹۵۳	استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت.....	۱۰	۱۷۸
۲۹۵۴	استاد کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۷۹
۲۹۵۵	باپ کو گالی دینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۰
۲۹۵۶	باپ کو گالی دینے اور ستانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۰
۲۹۵۷	گالی دینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۱
۲۹۵۸	جو امام مسجد میں گالی گلوچ کرے اسکی امامت.....	۱۰	۱۸۲
۲۹۵۹	حمل ساقط کرانے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۳
۲۹۶۰	کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۴
۲۹۶۱	وقت کی پابندی نہ کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۵
۲۹۶۲	جو امام مسجد کی دوکان بیچ دے اس کی امامت.....	۱۰	۱۸۶
۲۹۶۳	جو امام مسجد کے دروازے پر دوکان لگائے اسکی امامت.....	۱۰	۱۸۶
۲۹۶۴	جو امام تبکیغی نصاب پڑھنے سے روک دے اسکی امامت.....	۱۰	۱۸۷
۲۹۶۵	غیر مسلم سے سارق کا نام معلوم کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۸۸
۲۹۶۶	امام کا مقتدی کو کتا کہنا.....	۱۰	۱۸۸
۲۹۶۷	جو امام دینی وعظ کی اجازت نہ دے سیاسی تقریروں کی اجازت دے.....	۱۰	۱۸۹
۲۹۶۸	جو امام تنخواہ لینے کے باوجود نماز نہ پڑھائے اس کا حکم.....	۱۰	۱۹۰
۲۹۶۹	ہندوؤں کا بکرا ذبح کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۹۱
۲۹۷۰	خائن کی امامت.....	۱۰	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۹۷۱	خائن کی امامت.....	۱۰	۱۹۳
۲۹۷۲	کمیٹی کا حساب امام کے سپرد کر دیا اسمیں امام کی گونا گوں خیانتیں.....	۱۰	۱۹۴
۲۹۷۳	جھوٹ بولنے والے اور غیبت کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۱۹۶
۲۹۷۴	جھوٹے شخص کو امام مقرر کرنا.....	۱۰	۱۹۷
۲۹۷۵	حاسد کی امامت.....	۱۰	۱۹۸
۲۹۷۶	وعدہ خلاف کی امامت.....	۱۰	۱۹۸
۲۹۷۷	منافق کے پیچھے نماز اور وعدہ خلافی کا حکم.....	۱۰	۲۰۰
۲۹۷۸	صدقۃ الفطر اور چرم قربانی لینے والے کی امامت.....	۱۰	۲۰۱
۲۹۷۹	ایک شخص کا دو مسجدوں میں امامت کرنا.....	۱۰	۲۰۲
۲۹۸۰	بہتان لگانا.....	۱۰	۲۰۴
۲۹۸۱	تمباکو نوش اور سنیما بیں شخص کی امامت.....	۱۰	۲۰۵
۲۹۸۲	امام کا نوجوان بیواؤں سے پاؤں دبوانا.....	۱۰	۲۰۶
۲۹۸۳	فیملی پلاننگ سے توبہ.....	۱۰	۲۰۶
۲۹۸۴	بیوی کا نفقہ نہ دینے والے کی امامت.....	۱۰	۲۰۸
۲۹۸۵	ساحر اور عامل کی امامت.....	۱۰	۲۰۹
۲۹۸۶	امامت جنب.....	۱۰	۲۰۹
۲۹۸۷	اجرت پر قرآن شریف پڑھنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۰
۲۹۸۸	حج میں افیون کی اسمگلنگ کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۱
۲۹۸۹	حدیث شریف کی توھین کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۱
۲۹۹۰	جو شخص علماء حق کی تکفیر کر چکا ہو اسکی امامت.....	۱۰	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۲۹۹۱	منکرین قرآن وحدیث اور فاسق کے مرید کی امامت.....	۱۰	۲۱۳
۲۹۹۲	فتوی صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۴
۲۹۹۳	دوسروں کا روپیہ نہ دینا یہ کہہ کر کہ میرا روپیہ دوسروں کے پاس ہے.....	۱۰	۲۱۵
۲۹۹۴	غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۶
۲۹۹۵	بغیر علم کے مسئلہ بتانے والے اور حدیث کی طرف منسوب کرنیوالے کی امامت	۱۰	۲۱۶
۲۹۹۶	جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر کہنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۷
۲۹۹۷	نامحرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت.....	۱۰	۲۱۹
۲۹۹۸	ناجائز رقم سے خریدے ہوئے پنکھے کی ہوا کھانے والے کی امامت.....	۱۰	۲۲۰
۲۹۹۹	جھوٹ ے، ناپاک، بھکاری اور بہرے امام کی امامت.....	۱۰	۲۲۱
۳۰۰۰	تاڑی فروخت کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۲۶
۳۰۰۱	مستورات کو بے پردہ بیعت کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۲۲۷
۳۰۰۲	لڑکی کو نامحرم سے تعلیم دلوانے والے کی امامت.....	۱۰	۲۲۸
	فصل سوم : بدعتی کی امامت		
۳۰۰۳	بدعتی کی امامت	۱۰	۲۳۰
۳۰۰۴	بدعتی کی امامت	۱۰	۲۳۱
۳۰۰۵	بدعتی کی امامت	۱۰	۲۳۲
۳۰۰۶	نماز عید بدعتی کے پیچھے.....	۱۰	۲۳۲
۳۰۰۷	مبتدع کی امامت.....	۱۰	۲۳۳
۳۰۰۸	تیجہ چالیسواں کرنے والے کی امامت	۱۰	۲۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۰۹	مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت	۱۰	۲۳۷
۳۰۱۰	چڑھاوا اور دیگ چڑھانے والی کی امامت	۱۰	۲۳۷
۳۰۱۱	میلاد اور دسویں میں شریک نہ ہونے والے کی امامت	۱۰	۲۳۸
۳۰۱۲	بریلوی کی امامت	۱۰	۲۳۹
۳۰۱۳	بریلوی کی امامت	۱۰	۲۳۹
۳۰۱۴	دیوبندی کی بریلوی مسجد میں امامت	۱۰	۲۴۰
۳۰۱۵	رضاخانی کے پیچھے نماز	۱۰	۲۴۱
۳۰۱۶	ایضاً	۱۰	۲۴۱
۳۰۱۷	بریلوی کی نماز دیوبندی کے پیچھے	۱۰	۲۴۲
	فصل چہارم : حقیر پیشہ اور متہم کی امامت		
۳۰۱۸	متہم کی امامت	۱۰	۲۴۴
۳۰۱۹	جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہو اس کی امامت	۱۰	۲۴۵
۳۰۲۰	زانیہ کے شوہر کی امامت	۱۰	۲۴۷
۳۰۲۱	امام پر غلط الزام	۱۰	۲۴۹
۳۰۲۲	غیر مختون کی امامت	۱۰	۲۵۱
۳۰۲۳	نکاح محرم سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت	۱۰	۲۵۲
۳۰۲۴	امامت عینین	۱۰	۲۵۲
۳۰۲۵	لاولد کی امامت	۱۰	۲۵۳
۳۰۲۶	میراثی کی امامت	۱۰	۲۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۲۷	مسجد میں جھاڑو دینا یا حمام میں پانی بھرنا کیا امام کے ذمہ ضروری ہے	۱۰	۲۵۴
۳۰۲۸	کیا چار قوموں کے علاوہ کے پیچھے نماز درست نہیں	۱۰	۲۵۵
۳۰۲۹	نداف کی امامت	۱۰	۲۵۶
۳۰۳۰	نائی کی امامت	۱۰	۲۵۷
	فصل پنجم : معذور کی امامت		
۳۰۳۱	معذور کی تعریف اور اس کی امامت	۱۰	۲۵۹
۳۰۳۲	امامت معذور	۱۰	۲۶۰
۳۰۳۳	معذور کی امامت	۱۰	۲۶۲
۳۰۳۴	معذور نابینا کی امامت	۱۰	۲۶۴
۳۰۳۵	نابینا امام کے کچھ اوصاف	۱۰	۲۶۵
۳۰۳۶	نابینا کی امامت	۱۰	۲۶۸
۳۰۳۷	نابینا کی امامت	۱۰	۲۶۹
۳۰۳۸	یک چشم کی امامت	۱۰	۲۷۰
۳۰۳۹	جس کو ایک آنکھ سے نظر آتا ہو اسکی امامت	۱۰	۲۷۰
۳۰۴۰	بینا اور نابینا میں امام کون ہو	۱۰	۲۷۱
۳۰۴۱	اندھے جھوٹے کی امامت	۱۰	۲۷۳
۳۰۴۲	ایک آنکھ اور ایک ہاتھ والے کی امامت	۱۰	۲۷۴
۳۰۴۳	بہرہ کی امامت	۱۰	۲۷۵
۳۰۴۴	امامت مرتعش	۱۰	۲۷۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۴۵	ابرص اور جذامی کے پیچھے نماز	۱۰	۲۷۶
۳۰۴۶	مقطوع الید کی امامت	۱۰	۲۷۷
۳۰۴۷	امام صاحب ایک ہاتھ سے معذور ہیں	۱۰	۲۷۸
۳۰۴۸	اعرج وابرص کی امامت	۱۰	۲۷۸
۳۰۴۹	لنگڑے کی امامت	۱۰	۲۷۹
۳۰۵۰	لنگڑے کی امامت	۱۰	۲۸۰
۳۰۵۱	مفلوج کی امامت	۱۰	۲۸۱
۳۰۵۲	مصنوعی دانت والے کی امامت	۱۰	۲۸۲
۳۰۵۳	مصنوعی دانت والے امام کے پیچھے نماز	۱۰	۲۸۳
۳۰۵۴	جریان والے کی امامت	۱۰	۲۸۳
۳۰۵۵	صاحب جریان کی نماز وامامت	۱۰	۲۸۳
۳۰۵۶	جریان کے مریض کی امامت	۱۰	۲۸۶
۳۰۵۷	امامت کے وقت اپنی عاجزی کا اعتراف	۱۰	۲۸۶
	فصل ششم : نابالغ کی امامت		
۳۰۵۸	نابالغ کی امامت	۱۰	۲۸۸
۳۰۵۹	امامت صبی	۱۰	۲۹۰
۳۰۶۰	بالغ کا اقتداء نابالغ کے پیچھے	۱۰	۲۹۱
۳۰۶۱	امامت امرد	۱۰	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ہفتم : امام کو برطرف کرنا اور حقیر سمجھنا		
۳۰۶۲	امام باصلاحیت ہوتو اسے امامت سے ہٹانا.....	۱۰	۲۹۳
۳۰۶۳	بلاوجہ امام کی مخالفت.....	۱۰	۲۹۴
۳۰۶۴	ایک شخص کے ناخوش ہونے کی وجہ سے امام کی علیحدگی.....	۱۰	۲۹۶
۳۰۶۵	ضد کی وجہ سے امام کو تبدیل کرنا.....	۱۰	۲۹۷
۳۰۶۶	امام کو ملازم کہنا.....	۱۰	۲۹۷
۳۰۶۷	امام کو برا کہہ کر نکال دینا.....	۱۰	۲۹۸
۳۰۶۸	مقتدی کا امام پر حکم کرنا.....	۱۰	۳۰۰
۳۰۶۹	امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا.....	۱۰	۳۰۰
۳۰۷۰	امام کو حقیر و ذلیل سمجھنا.....	۱۰	۳۰۱
۳۰۷۱	ذاتی عداوت کی وجہ سے امام کو گالیاں دینا.....	۱۰	۳۰۲
۳۰۷۲	امام سے مسائل میں بحث.....	۱۰	۳۰۴
۳۰۷۳	امام کو سود کھلانا.....	۱۰	۳۰۴
۳۰۷۴	امام کی غیبت وغیر.....	۱۰	۳۰۵
۳۰۷۵	امام کو ذلیل سمجھنا.....	۱۰	۳۰۶
۳۰۷۶	امامت پر لعنت بھیجنے والے کی امامت.....	۱۰	۳۰۷
۳۰۷۷	جو شخص امام کی بات نہ مانے اس کی نماز کا حکم.....	۱۰	۳۰۸
۳۰۷۸	جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اسکی نماز کا حکم.....	۱۰	۳۰۸
۳۰۷۹	جو شخص اپنی امامت پر مصر ہو اور مقتدی نہ چاہتے ہوں اسکی امامت.....	۱۰	۳۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۸۰	متولی کا امام کے علاوہ جمعہ کیلئے کسی اور کو آگے بڑھانا.....	۱۰	۳۱۰
۳۰۸۱	محرم میں چندہ نہ دینے کی وجہ سے امام صاحب کی مخالفت.....	۱۰	۳۱۰
	فصل ہشتم : نیابتِ امام		
۳۰۸۲	امام بنانے کا حق کس کو ہے.....	۱۰	۳۱۳
۳۰۸۳	نائب امام کی موجودگی میں کسی اور کی امامت	۱۰	۳۱۴
۳۰۸۴	امام کے علاوہ دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حق.....	۱۰	۳۱۵
۳۰۸۵	وقت ضرورت بلا اجازت کسی کو امام بنانا.....	۱۰	۳۱۵
۳۰۸۶	امام کی امامت استاد کی موجودگی میں	۱۰	۳۱۶
۳۰۸۷	امام کا بضرورت کسی کو اپنا قائم مقام بنا دینا.....	۱۰	۳۱۸
۳۰۸۸	رمضان میں وتر کی امامت کون کرائے.....	۱۰	۳۲۰
۳۰۸۹	امام صاحب نہ آئیں تو کیا نماز الگ الگ پڑھیں.....	۱۰	۳۲۱
۳۰۹۰	بلا وجہ شرعی دوسرا امام بنانا.....	۱۰	۳۲۱
۳۰۹۱	کیا حق امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے.....	۱۰	۳۲۲
۳۰۹۲	امام اپنی عدم موجودگی میں متولی کو امامت سپرد کر گیا.....	۱۰	۳۲۴
۳۰۹۳	امام کے قریب اہل علم وفہم کو کھڑا ہونا چاہئے.....	۱۰	۳۲۵
۳۰۹۴	امامت میں کسی کو اپنا نائب بنا کر رخصت پر جانا.....	۱۰	۳۲۶
	فصل نہم : غلط خواں کی امامت		
۳۰۹۵	غلط خواں کی امامت	۱۰	۳۲۷
۳۰۹۶	غلط خواں کی امامت	۱۰	۳۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۹۷	غلط خواں کی امامت	۱۰	۳۲۸
۳۰۹۸	غلط خواں کی امامت	۱۰	۳۲۹
۳۰۹۹	غلط خواں کی امامت	۱۰	۳۳۰
۳۱۰۰	غلط خواں امام کے پیچھے نماز	۱۰	۳۳۱
۳۱۰۱	قواعد تجوید کی رعایت نہ کرنے والے کی امامت	۱۰	۳۳۲
۳۱۰۲	جو شخص ''ق'' اور ''ک'' کو صحیح ادا نہ کرے اسکی امامت	۱۰	۳۳۳
۳۱۰۳	لحن خفی کرنے والے کی امامت	۱۰	۳۳۴
۳۱۰۴	بے علم غلط پڑھنے والے کی امامت	۱۰	۳۳۶
۳۱۰۵	غیر پابند شرع غلط خواں سزا یافتہ کی امامت	۱۰	۳۳۹
۳۱۰۶	صحت کے ساتھ نہ پڑھنے والے کی امامت	۱۰	۳۴۱
۳۱۰۷	سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنے والے کی امامت	۱۰	۳۴۲
۳۱۰۸	سری قراءت میں تیز اور جہری میں ٹھہر کر پڑھنے والے کی امامت	۱۰	۳۴۳
۳۱۰۹	امام کی قراءت اگر سمجھ میں نہ آئے	۱۰	۳۴۴
۳۱۱۰	اگر امام صاحب کی آواز آخری صف تک نہ پہونچے	۱۰	۳۴۵
	فصل دھم : غیر حنفی کی اقتداء		
۳۱۱۱	حنفی کے پیچھے شافعی کی نماز	۱۰	۳۴۶
۳۱۱۲	احناف کی نماز عیدین شوافع کے پیچھے	۱۰	۳۴۷
۳۱۱۳	حنفی کے لئے شیعہ مرزائی کی امامت	۱۰	۳۴۸
۳۱۱۴	شافعی امام کا اتباع مسائل اختلافیہ میں	۱۰	۳۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۱۵	اہل حدیث کے پیچھے نماز	۱۰	۳۵۲
۳۱۱۶	حنفی کی نماز غیر مقلد کے پیچھے.....	۱۰	۳۵۳
۳۱۱۷	غیر مقلد کی امامت	۱۰	۳۵۴
۳۱۱۸	غیر مقلد کی اقتداء.....	۱۰	۳۵۷
۳۱۱۹	غیر مقلد کی اقتداء.....	۱۰	۳۵۸
	فصل یازدھم : متفرقات امامت		
۳۱۲۰	نماز میں امام کو حدث لاحق ہونا	۱۰	۳۶۰
۳۱۲۱	برھمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی اور اسکی امامت.....	۱۰	۳۶۱
۳۱۲۲	امام کی خدمات	۱۰	۳۶۲
۳۱۲۳	تنخواہ دار امام کی امامت.....	۱۰	۳۶۳
۳۱۲۴	امام اور قاضی کی تنخواہ کا معیار.....	۱۰	۳۶۴
۳۱۲۵	تدریس وامامت کی قلیل تنخواہ میں اضافہ پر طنز آمیز مطالبہ.....	۱۰	۳۶۵
۳۱۲۶	تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز.....	۱۰	۳۶۶
۳۱۲۷	امام کی تنخواہ وقف زمین کی آمدنی سے	۱۰	۳۶۷
۳۱۲۸	امام کیلئے مشاہرہ لینا.....	۱۰	۳۶۸
۳۱۲۹	امام کا دیر سے آنا اور تنخواہ لینا	۱۰	۳۶۹
۳۱۳۰	امام کی تنخواہ اور کھانا حرام آمدنی سے	۱۰	۳۷۰
۳۱۳۱	اجرت پر نماز عید کی امامت	۱۰	۳۷۱
۳۱۳۲	مدرس اور امام کی تنخواہ کی حیثیت.....	۱۰	۳۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۳۳	بیوی یا بیٹی کی تنخواہ سے انتفاع کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۳۷۳
۳۱۳۴	امام سے معاہدہ غیر حاضری کی تنخواہ وضع نہ کی جائے.....	۱۰	۳۷۴
۳۱۳۵	عوض دیکر چلہ میں جانے والے امام کی تنخواہ.....	۱۰	۳۷۵
۳۱۳۶	امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے تو.....	۱۰	۳۷۶
۳۱۳۷	مسجد کا روپیہ اپنی تنخواہ میں وصول کرنے والے کی امامت.....	۱۰	۳۷۷
۳۱۳۸	امام استعفیٰ دینے کے بعد جب تک دوبارہ ملازمت کا معاملہ طے نہ ہو تنخواہ کا مستحق نہیں	۱۰	۳۷۷
۳۱۳۹	امام کے پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مقتدیوں کا دوسری مسجد میں جانا.....	۱۰	۳۷۸
۳۱۴۰	منفرد کے پیچھے اقتداء.....	۱۰	۳۷۹
۳۱۴۱	زبردستی امام مقرر کرنا.....	۱۰	۳۸۰
۳۱۴۲	امام صاحب کا اعلان کہ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض.....	۱۰	۳۸۱
۳۱۴۳	امام عالم نہ ہو تو مسئلہ کس سے پوچھیں.....	۱۰	۳۸۲
۳۱۴۴	امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا.....	۱۰	۳۸۲
۳۱۴۵	امام صاحب کے کھانے کیلئے شرائط.....	۱۰	۳۸۳
۳۱۴۶	دوسرے کے گھر پان لگا کر کھانے والے کی امامت.....	۱۰	۳۸۴
۳۱۴۷	امام کے دروازے پر جا کر سوتے کو جگانا.....	۱۰	۳۸۵
۳۱۴۸	امام صاحب سو رہے ہوں تو ان کو جگانا.....	۱۰	۳۸۶
۳۱۴۹	کیا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کا اقتداء کیا.....	۱۰	۳۸۶
۳۱۵۰	امام صاحب کا گھر گھر کھانا.....	۱۰	۳۸۷
۳۱۵۱	جس جس کی امامت مکروہ ہے اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے.....	۱۰	۳۸۸
۳۱۵۲	مسجد میں چماروں کو تعویذ دینا.....	۱۰	۳۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۵۳	امام صاحب کا کھانے کیلئے در در جانا.....	۱۰	۳۹۲
۳۱۵۴	نماز قضا ہونے پر امام کا یہ جواب کہ حضور ﷺ کی بھی نماز قضاء ہوئی تھی.....	۱۰	۳۹۳
۳۱۵۵	طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا.....	۱۰	۳۹۴
۳۱۵۶	اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے کہنے والے کی امامت.....	۱۰	۳۹۵
۳۱۵۷	امام پر غشی بناء سے مانع ہے	۱۰	۳۹۵
۳۱۵۸	اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جس سے مقتدی ناخوش ہوں.....	۱۰	۳۹۶
۳۱۵۹	امام کا مصلے پر ہی سنن ونوافل پڑھنا.....	۱۰	۳۹۷
۳۱۶۰	ایک ہی امام کا دو جگہ نماز عید پڑھانا.....	۱۰	۳۹۸
۳۱۶۱	احتیاط الظہر پڑھنے والے کی امامت.....	۱۰	۳۹۹
۳۱۶۲	مسبوق لاحق (امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء).....	۱۰	۴۰۰
	فصل دوازدھم : مسبوق اور لاحق		
۳۱۶۳	مسبوق کی تعریف	۱۰	۴۰۲
۳۱۶۴	مسبوق کی نماز کا طریقہ.....	۱۰	۴۰۳
۳۱۶۵	مسبوق کا حکم	۱۰	۴۰۳
۳۱۶۶	مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر نماز پوری کرنا	۱۰	۴۰۴
۳۱۶۷	مسبوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا.....	۱۰	۴۰۴
۳۱۶۸	مسبوق نے بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا.....	۱۰	۴۰۵
۳۱۶۹	اگر مسبوق بھول کر ایک طرف سلام پھیر دے.....	۱۰	۴۰۶
۳۱۷۰	مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا.....	۱۰	۴۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۷۱	اگر مسبوق قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے	۱۰	۴۰۷
۳۱۷۲	مسبوق تشہد سے فارغ نہیں ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا.....	۱۰	۴۰۸
۳۱۷۳	کیا مسبوق پر تشہد واجب ہے.....	۱۰	۴۰۹
۳۱۷۴	مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھے	۱۰	۴۱۰
۳۱۷۵	تشہد میں شریک ہونے والا کیا کرے	۱۰	۴۱۰
۳۱۷۶	مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا.....	۱۰	۴۱۱
۳۱۷۷	مسبوق سجدۂ سہو کرے سلام نہ پھیرے	۱۰	۴۱۲
۳۱۷۸	سلام سہو میں مسبوق کا اتباع امام	۱۰	۴۱۲
۳۱۷۹	سجدۂ سہو کے سلام میں مسبوق کا حکم	۱۰	۴۱۳
۳۱۸۰	مسبوق نے سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیر دیا.....	۱۰	۴۱۴
۳۱۸۱	سجدۂ سہو کے بعد اقتداء	۱۰	۴۱۵
۳۱۸۲	سجدۂ سہو کے بعد اقتداء	۱۰	۴۱۵
۳۱۸۳	سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اقتداء درست ہے؟	۱۰	۴۱۶
۳۱۸۴	امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء	۱۰	۴۱۷
۳۱۸۵	اقتداء بعد لفظ السلام	۱۰	۴۱۷
۳۱۸۶	دائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد امام کی اقتداء.....	۱۰	۴۱۸
۳۱۸۷	مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا.....	۱۰	۴۱۸
۳۱۸۸	امام کی تبعیت کا مسئلہ	۱۰	۴۲۰
۳۱۸۹	مسبوق کی نماز میں قراءت	۱۰	۴۲۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۹۰	مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟.....	۱۰	۴۲۲
۳۱۹۱	مقتدی مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے.....	۱۰	۴۲۲
۳۱۹۲	تین رکعت کا مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟.....	۱۰	۴۲۳
۳۱۹۳	سلام مسبوق کے سلسلہ میں دارالعلوم کے فتویٰ اور تعلیم الاسلام کی عبارت میں تطبیق	۱۰	۴۲۴
۳۱۹۴	وتر کی نماز میں مسبوق قنوت پڑھے گا یا نہیں؟.....	۱۰	۴۲۵
۳۱۹۵	مسبوق ولاحق سے متعلق.....	۱۰	۴۲۶
۳۱۹۶	مسبوق لاحق کی نماز.....	۱۰	۴۲۹
۳۱۹۷	مسبوق لاحق کس طرح سجدۂ سہو کرے؟.....	۱۰	۴۳۰
۳۱۹۸	مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم.....	۱۰	۴۳۱
۳۱۹۹	اگر بعد میں ایک مقتدی رہ جائے تو مقتدی کیا کرے.....	۱۰	۴۳۱
۳۲۰۰	لحوق حدث سے بناء کا حکم.....	۱۰	۴۳۲
۳۲۰۱	پہلی صف میں نمازی کا وضو ٹوٹ گیا کیا کرے؟.....	۱۰	۴۳۴
۳۲۰۲	وضو ٹوٹ گیا باہر جانے کو جگہ نہیں تو کیا کرے.....	۱۰	۴۳۴
۳۲۰۳	نماز میں حدث ہو جائے اور پانی دور ہو تو کیا کرے؟.....	۱۰	۴۳۵
۳۲۰۴	قعدۂ اخیرہ میں بعد التشہد حدث کا حکم.....	۱۰	۴۳۶
۳۲۰۵	ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ حدث لاحق ہو گیا.....	۱۰	۴۳۷
۳۲۰۶	قعدۂ اخیرہ کے بعد ضرورۃ امام سے پہلے سلام پھیرنا.....	۱۰	۴۳۷
۳۲۰۷	گمان حدث پر رکوع سجدہ کرتا رہا.....	۱۰	۴۳۸
۳۲۰۸	لاحق تسمیع کہے یا تحمید؟.....	۱۰	۴۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	نماز میں قراءت		
	فصل اول : فرضیت قراءت		
۳۲۰۹	قراءت کی فرضیت.....	۱۰	۴۴۰
۳۲۱۰	نماز میں کتنی قراءت واجب ہے.....	۱۰	۴۴۱
۳۲۱۱	تین آیت کی مقدار	۱۰	۴۴۱
۳۲۱۲	جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم	۱۰	۴۴۲
۳۲۱۳	محض بسم اللہ کی قراءت سے نماز	۱۰	۴۴۳
۳۲۱۴	تشریح اقراء	۱۰	۴۴۵
۳۲۱۵	قراءت میں متشابہ	۱۰	۴۴۶
۳۲۱۶	ترک واجب کی وجہ سے نماز کا اعادہ ہوا کیا اُخریین ضم سورت واجب ہے؟	۱۰	۴۴۷
۳۲۱۷	وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت لازم ہے	۱۰	۴۴۸
	فصل دوم : جہری اور سری قراءت		
۳۲۱۸	تشریح جہر وسر	۱۰	۴۵۰
۳۲۱۹	جہر وسر کی ادنی مقدار	۱۰	۴۵۰
۳۲۲۰	نماز کے جہری وسری کا سبب	۱۰	۴۵۱
۳۲۲۱	جہری وسری نماز میں جہر وسر کی وجہ.....	۱۰	۴۵۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۲۲	قراءت جہری وسری کی حکمت	۱۰	۴۵۳
۳۲۲۳	سری قراءت میں تیز اور جہر میں ٹھہر کر پڑھنا	۱۰	۴۵۳
۳۲۲۴	نماز میں قراءت کتنے زور سے پڑھے	۱۰	۴۵۴
۳۲۲۵	سری نماز میں قراءت کی آواز چار آدمی تک پہنچے یہ سر ہے یا جہر	۱۰	۴۵۵
۳۲۲۶	اپنے جی میں قراءت کرنا	۱۰	۴۵۵
۳۲۲۷	قرأت بغیر آواز کا حکم	۱۰	۴۵۶
۳۲۲۸	اللہ اللہ کا ذکر ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر اور نماز	۱۰	۴۵۶
۳۲۲۹	نماز میں قرأت بغیر ہونٹوں کی حرکت کے	۱۰	۴۵۷
۳۲۳۰	نماز کے سری ہونے کا معیار یہ ہے کہ خود سن لے	۱۰	۴۵۷
۳۲۳۱	ولا الضالین میں ''لین'' کی آواز پست ہونے کا حکم	۱۰	۴۵۸
۳۲۳۲	فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر	۱۰	۴۵۸
۳۲۳۳	قراءت تکبیر کے علاوہ دل سے پڑھنا	۱۰	۴۵۹
	فصل سوم : امام کے پیچھے قراءت		
۳۲۳۴	قراءت خلف الامام	۱۰	۴۶۰
۳۲۳۵	قراءت خلف الامام	۱۰	۴۶۰
۳۲۳۶	قراءت خلف الامام	۱۰	۴۶۲
۳۲۳۷	قراءت خلف الامام	۱۰	۴۶۳
۳۲۳۸	قراءت فاتحہ خلف الامام	۱۰	۴۶۴
۳۲۳۹	قراءت فاتحہ خلف الامام	۱۰	۴۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۴۰	قراءت فاتحہ خلف الامام	۱۰	۴۶۹
۳۲۴۱	اہل حدیث کا چیلنج قراءت فاتحہ کے متعلق	۱۰	۴۷۳
	فصل چہارم : قراءت مسنون		
۳۲۴۲	قراءت مسنونہ	۱۰	۴۷۵
۳۲۴۳	نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم	۱۰	۴۷۶
۳۲۴۴	مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا	۱۰	۴۷۶
۳۲۴۵	تطویل قراءت علی قدر السنۃ کی کراہت	۱۰	۴۷۷
۳۲۴۶	مغرب کی نماز طویل، فجر، عشاء مختصر پڑھنا	۱۰	۴۷۸
۳۲۴۷	مقدار قراءت	۱۰	۴۷۹
۳۲۴۸	قراءت کے اخیر لفظ کو رکوع کے ساتھ ملانا	۱۰	۴۸۱
۳۲۴۹	نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا	۱۰	۴۸۱
۳۲۵۰	پہلی رکعت میں ایک سورت کا آخر اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا اول پڑھنا.....	۱۰	۴۸۲
۳۲۵۱	عشاء میں قراءت طویل کرنا	۱۰	۴۸۳
۳۲۵۲	پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا	۱۰	۴۸۴
۳۲۵۳	دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا	۱۰	۴۸۴
۳۲۵۴	دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے؟	۱۰	۴۸۵
۳۲۵۵	دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے نماز مکروہ ہوگی	۱۰	۴۸۶
۳۲۵۶	دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کردیں تو کیا حکم ہے	۱۰	۴۸۷
۳۲۵۷	سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل پڑھنا	۱۰	۴۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۵۸	امام کا فرض نماز میں ختم قرآن	۱۰	۴۸۸
۳۲۵۹	ترتیل کے ساتھ قراءت	۱۰	۴۸۹
۳۲۶۰	اپنی نماز پڑھ کر امام کی نماز میں شریک ہوا تو اس میں قراءت لازم نہیں	۱۰	۴۹۰
۳۲۶۱	مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا.....	۱۰	۴۹۱
۳۲۶۲	آیات پر وصل اور بغیر آیات کے فصل کرنا	۱۰	۴۹۲
۳۲۶۳	فجر کی نماز میں کیا سورتیں پڑھی جائیں	۱۰	۴۹۲
۳۲۶۴	حافظ کو قرآن کریم پڑھنے میں گرانی ہو تو کیا کرے	۱۰	۴۹۳
۳۲۶۵	مغرب کی نماز میں سورہ کافرون وسورہ لہب پڑھنا.....	۱۰	۴۹۴
	فصل پنجم : سورت اور آیت کے تکرار و ترتیب		
۳۲۶۶	چھوٹی سورت کا درمیان میں چھوڑ دینا.....	۱۰	۴۹۵
۳۲۶۷	ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا	۱۰	۴۹۵
۳۲۶۸	ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا.....	۱۰	۴۹۶
۳۲۶۹	ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا.....	۱۰	۴۹۷
۳۲۷۰	ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا	۱۰	۴۹۷
۳۲۷۱	سورۂ فتح کے ختم ہونے سے پہلے رکوع کرنا.....	۱۰	۴۹۸
۳۲۷۲	ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار	۱۰	۴۹۹
۳۲۷۳	ایک رکعت میں آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا	۱۰	۴۹۹
۳۲۷۴	نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا.....	۱۰	۵۰۰
۳۲۷۵	ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہو گیا	۱۰	۵۰۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۷۶	دوسورتوں میں فصل	۱۰	۵۰۱
۳۲۷۷	دوسورتوں کے درمیان فصل	۱۰	۵۰۲
۳۲۷۸	چھوٹی سورت کو درمیان میں چھوڑنا	۱۰	۵۰۲
۳۲۷۹	سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار	۱۰	۵۰۳
۳۲۸۰	پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ دی تو پھر کیا کرے.....	۱۰	۵۰۳
۳۲۸۱	اھدنا الصراط المستقیم کو دوبارہ پڑھنا	۱۰	۵۰۴
۳۲۸۲	درمیان سے ایک آیت چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز	۱۰	۵۰۵
۳۲۸۳	نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا.....	۱۰	۵۰۶
۳۲۸۴	خلاف ترتیب پڑھنا.....	۱۰	۵۰۶
۳۲۸۵	نماز میں قراءت معکوس.....	۱۰	۵۰۷
	☆.....باب ہشتم.....☆		
	نماز کے مفسدات ومکروہات		
	فصل اول : مفسدات صلات کا بیان		
۳۲۸۶	امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل	۱۱	۳۸
۳۲۸۷	قعدۂ اولیٰ میں قعدۂ اولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا	۱۱	۳۹
۳۲۸۸	امام کو لقمہ دینے کا طریقہ	۱۱	۴۰
۳۲۸۹	نابالغ لقمہ امام کو دے سکتا ہے.....	۱۱	۴۱
۳۲۹۰	لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم	۱۱	۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۹۱	لقمہ دینا	۱۱	۴۴
۳۲۹۲	غلط لقمہ دینے کی تفصیل	۱۱	۴۵
۳۲۹۳	لقمہ دینے والے کی نماز کا حکم	۱۱	۴۵
۳۲۹۴	لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی	۱۱	۴۵
۳۲۹۵	کیا ناپاک بدن و کپڑے والے شخص سے لقمہ لینے سے نماز فاسد ہو جائیگی.	۱۱	۴۶
۳۲۹۶	امام کے سورۂ فاتحہ ختم کرنے پر مقتدی کا کلمۂ طیبہ پڑھنا	۱۱	۴۷
۳۲۹۷	نماز میں نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے کا حکم	۱۱	۴۸
۳۲۹۸	نماز کی حالت میں کوئی پکارے تو کیا کیا جائے؟	۱۱	۴۹
۳۲۹۹	خارج آدمی کے تکبیر کہنے سے نماز فاسد ہوگئی؟	۱۱	۴۹
۳۳۰۰	نمازی کا غیر نمازی کے کہنے پر عمل کرنا	۱۱	۵۰
۳۳۰۱	نماز میں ٹوپی پر خون گرنا	۱۱	۵۱
۳۳۰۲	نماز میں یاد آ گیا کہ بڑا استنجا نہیں کیا	۱۱	۵۲
۳۳۰۳	نماز میں چلنے سے نماز کا حکم	۱۱	۵۳
۳۳۰۴	نماز میں ڈاڑھی کو ہلاتے رہنا	۱۱	۵۳
۳۳۰۵	ایک سے زائد ضرب میں سانپ کو مارنا	۱۱	۵۴
۳۳۰۶	دونوں ہاتھ سے کپڑا ٹھیک کرنا کیا عمل کثیر ہے؟	۱۱	۵۵
۳۳۰۷	ایک رکن میں تین بار کھجلانے کے بعد کیا نماز کو توڑ دے	۱۱	۵۶
۳۳۰۸	پکی گھموری کا کھجلانا	۱۱	۵۶
۳۳۰۹	عمل کثیر کا حکم	۱۱	۵۷
۳۳۱۰	عمل کثیر کی تفصیل	۱۱	۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۱۱	قہقہہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے	۱۱	۵۸
۳۳۱۲	معمولی ہنسی سے نماز فاسد ہوگئی وضونہیں ٹوٹا	۱۱	۵۹
۳۳۱۳	خیالات آنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی	۱۱	۶۱
۳۳۱۴	چوتھی رکعت پر قعدہ نہیں کیا	۱۱	۶۲
۳۳۱۵	دوسری رکعت پڑھ کر قیام پھر فوراً ہی قعود کیا کیا مفسد صلوٰۃ ہے؟	۱۱	۶۲
۳۳۱۶	عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا	۱۱	۶۳
۳۳۱۷	عورت کا جہراً نماز پڑھنا	۱۱	۶۴
۳۳۱۸	محاذاۃ	۱۱	۶۵
۳۳۱۹	محاذاۃ	۱۱	۶۶
۳۳۲۰	حرمین شریفین میں محاذات	۱۱	۶۷
۳۳۲۱	مسئلہ محاذات	۱۱	۶۸
۳۳۲۲	گھر میں محارم کے ساتھ محاذات	۱۱	۶۸
۳۳۲۳	سلام قبل الامام سے متعلق تذکرۃ الرشید وتذکرۃ الخلیل کی عبارت میں تعارض	۱۱	۶۹
۳۳۲۴	سلام قبل الامام	۱۱	۷۱
۳۳۲۵	اللہ کے شروع میں مد	۱۱	۷۲
۳۳۲۶	سمع الله لمن حمده کے بجائے سمع الله من حمده کہا.....	۱۱	۷۳
۳۳۲۷	امام سے پہلے سانس توڑنے کی بحث	۱۱	۷۳
۳۳۲۸	نماز کا اعادہ گمان فساد پر.....	۱۱	۷۴
۳۳۲۹	نماز میں قرأت مع التفسیر	۱۱	۷۵
۳۳۳۰	نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا	۱۱	۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۳۱	امام کا اگر سجدہ میں انتقال ہو جائے	۱۱	۷۶
۳۳۳۲	عین نماز میں طلوع شمس	۱۱	۷۷
۳۳۳۳	بلغم منہ میں لئے ہوئے نماز	۱۱	۷۷
۳۳۳۴	کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے؟	۱۱	۷۸
۳۳۳۵	کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا	۱۱	۷۸
۳۳۳۶	بھول کر بلا وضو نماز پڑھا دی	۱۱	۷۹
۳۳۳۷	سجدہ میں دونوں پیر کی سب انگلیاں اٹھ جائیں تو کیا حکم ہے؟	۱۱	۸۰
۳۳۳۸	نماز پڑھتے ہوئے بارش آجائے تو کیا کرے	۱۱	۸۱
۳۳۳۹	کتنے نقصان پر نماز توڑنے کی اجازت ہے	۱۱	۸۱
۳۳۴۰	نماز میں مقتدی کا انتقال ہو جائے	۱۱	۸۱
۳۳۴۱	جماعت شروع ہونے پر مسجد میں اندر سونے والا کیا کرے؟	۱۱	۸۲
	فصل دوم : مکروہات نماز		
۳۳۴۲	اگر امام کا چہرہ شمال یا جنوب کی طرف گھوم جائے	۱۱	۸۳
۳۳۴۳	نماز میں ٹوپی گر جائے تو اس کو اوڑھنا یا اوڑھانا	۱۱	۸۳
۳۳۴۴	امام صاحب کی چند قابل اصلاح غلطیاں جو کہ مفسد صلاۃ نہیں	۱۱	۸۴
۳۳۴۵	عضو کی چوتھائی حصہ کھلے رہنے سے نماز کا حکم	۱۱	۸۶
۳۳۴۶	کھلی کہنی سے نماز پڑھنا	۱۱	۸۶
۳۳۴۷	سلام اور تکبیرات کا امام سے پہلے ختم کرنا	۱۱	۸۷
۳۳۴۸	امام نماز میں سو جائے تو کیا کریں	۱۱	۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۴۹	آئینہ سامنے تو نماز کا کیا حکم ہے؟.....	۱۱	۸۹
۳۳۵۰	آئینہ دار مسجد میں نماز	۱۱	۸۹
۳۳۵۱	ہاتھ میں تصویر گدی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز.....	۱۱	۹۰
۳۳۵۲	تصویر پر سجدہ	۱۱	۹۰
۳۳۵۳	مصلی پر تصویر	۱۱	۹۱
۳۳۵۴	خانۂ کعبہ کی تصویر دار مصلی پر نماز	۱۱	۹۲
۳۳۵۵	اس مصلے پر نماز جس پر روضۂ اقدس کی تصویر ہو.....	۱۱	۹۲
۳۳۵۶	جس مصلے پر بیت اللہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا.....	۱۱	۹۳
۳۳۵۷	منقش مصلے پر نماز	۱۱	۹۴
۳۳۵۸	ایضا.....	۱۱	۹۵
۳۳۵۹	روپیہ پیسہ کے ساتھ نماز کا حکم	۱۱	۹۶
۳۳۶۰	چوری کے کپڑے میں نماز کا حکم	۱۱	۹۷
۳۳۶۱	کہنی تک آستین چڑھا کر نماز	۱۱	۹۸
۳۳۶۲	آستین چڑھا کر نماز پڑھنا	۱۱	۹۸
۳۳۶۳	آستین چڑھا کر نماز پڑھنا	۱۱	۹۹
۳۳۶۴	نیم آستین سے نماز	۱۱	۹۹
۳۳۶۵	نیم آستین کرتہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ سے نماز	۱۱	۱۰۰
۳۳۶۶	نصف آستین کی قمیص سے نماز پڑھنا	۱۱	۱۰۱
۳۳۶۷	نماز میں آستین کہنی سے اتارنا	۱۱	۱۰۱
۳۳۶۸	ساڑھی پہن کر نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۶۹	ساڑھی میں نماز	۱۱	۱۰۲
۳۳۷۰	ساڑھی پہن کر نماز	۱۱	۱۰۳
۳۳۷۱	کمبل سے بغیر ہاتھ نکالے نماز	۱۱	۱۰۳
۳۳۷۲	نماز میں گریبان کھلا رکھنا	۱۱	۱۰۴
۳۳۷۳	کھلے گریبان نماز	۱۱	۱۰۵
۳۳۷۴	بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۰۵
۳۳۷۵	بٹن کھلے رہنے سے نماز کا حکم	۱۱	۱۰۶
۳۳۷۶	پتلون پہن کر نماز.....	۱۱	۱۰۷
۳۳۷۷	ترکی ٹوپی سے نماز وحرام خور کی نماز	۱۱	۱۰۷
۳۳۷۸	شرابی کی نماز	۱۱	۱۰۸
۳۳۷۹	جالی دار ٹوپی سے نماز	۱۱	۱۰۹
۳۳۸۰	الٹا کرتا پہن کر نماز	۱۱	۱۰۹
۳۳۸۱	نماز میں ٹوپی عمامہ سے کھلے رہنے کا حکم	۱۱	۱۱۱
۳۳۸۲	استعمالی رومال کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۱۲
۳۳۸۳	طبعی کراہت کی وجہ سے نماز میں کراہت.....	۱۱	۱۱۲
۳۳۸۴	دیوار قبلہ پر نظر پڑنا	۱۱	۱۱۳
۳۳۸۵	منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۱۳
۳۳۸۶	کسی معین شخص کا نماز کے لئے انتظار کرنا	۱۱	۱۱۴
۳۳۸۷	نماز میں معین آدمی کا انتظار	۱۱	۱۱۵
۳۳۸۸	امام مصلے پر مقتدی فرش پر.....	۱۱	۱۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۸۹	نماز کم عرض کی دری پر.....	۱۱	۱۱۷
۳۳۹۰	جوتے پہن کر نماز	۱۱	۱۱۷
۳۳۹۱	جوتے پہن کر نماز پڑھنا	۱۱	۱۱۸
۳۳۹۲	قرآن کریم کے سامنے سجدہ	۱۱	۱۱۹
۳۳۹۳	نمازی کے سامنے چراغ جلنا	۱۱	۱۲۰
۳۳۹۴	چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۲۰
۳۳۹۵	نماز روشنی میں ہو یا اندھیرے میں	۱۱	۱۲۱
۳۳۹۶	اندھیرے میں نماز پڑھنا.....	۱۱	۱۲۲
۳۳۹۷	تقاضائے ریح کے وقت نماز.....	۱۱	۱۲۲
۳۳۹۸	صعود باسور علامت ریح ہے یا نہیں.....	۱۱	۱۲۳
۳۳۹۹	منفرد کے لئے تکبیر کا جہر.....	۱۱	۱۲۴
۳۴۰۰	منفرد کو تکبیرات بالجہر کہنا	۱۱	۱۲۵
۳۴۰۱	جہر مفسد صلوٰۃ نہیں.....	۱۱	۱۲۶
۳۴۰۲	مقتدی کا امام سے پہلے تکبیرات انتقال کہنا	۱۱	۱۲۶
۳۴۰۳	امام کا محراب میں کھڑا ہونا.....	۱۱	۱۲۷
۳۴۰۴	امام کا محراب میں کھڑا ہونا.....	۱۱	۱۲۸
۳۴۰۵	امام کا وسط محراب میں کھڑا ہونا.....	۱۱	۱۲۹
۳۴۰۶	مسجد کے دروں میں کھڑا ہونا	۱۱	۱۳۰
۳۴۰۷	مسجد کے در میں امام کا کھڑا ہونا	۱۱	۱۳۱
۳۴۰۸	مسجد کی چھت پر نماز	۱۱	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۰۹	مسجد کی چھت پر نماز	۱۱	۱۳۲
۳۴۱۰	سطح مسجد پر نماز	۱۱	۱۳۳
۳۴۱۱	مسجد کے اندر کنویں پر نماز	۱۱	۱۴۵
۳۴۱۲	نجاست بقدر عفو کے ساتھ نماز کا حکم	۱۱	۱۴۶
۳۴۱۳	نماز میں لنگی کھل جائے تو کیا کرے	۱۱	۱۴۶
۳۱۴	نماز میں لنگی یا پائجامہ درست کرنا	۱۱	۱۴۷
۳۴۱۵	چار رکعت کی نیت کر کے تین پر بھول کر سلام پھیر دیا تو اس کا حکم	۱۱	۱۴۸
۳۴۱۶	بچہ نے اپنی ماں کا دودھ اس کی نماز کی حالت میں پی لیا	۱۱	۱۴۹
۳۴۱۷	امام کا نماز کے لئے کچھ اونچا کھڑا ہونا	۱۱	۱۴۹
۳۴۱۸	نماز میں کھنکارنا	۱۱	۱۵۰
۳۴۱۹	نماز میں ڈکار لینا	۱۱	۱۵۰
۳۴۲۰	نماز میں کھانسنا	۱۱	۱۵۱
۳۴۲۱	نماز میں پاس انفاس	۱۱	۱۵۲
۳۴۲۲	گالی دینے والے کی نماز	۱۱	۱۵۲
۳۴۲۳	نماز میں ترجمہ کی طرف دھیان دینا	۱۱	۱۵۳
۳۴۲۴	مقتدی کا سہواً قراءت کرنا	۱۱	۱۵۳
۳۴۲۵	اخراج ریح کا تقاضا نہ ہونے کی صورت میں نماز	۱۱	۱۵۴
۳۴۲۶	اگر بتی کا دھواں ناک میں جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۱	۱۵۴
۳۴۲۷	تصویر یا بیڑی سگریٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا	۱۱	۱۵۵
۳۴۲۸	نماز میں گھڑی دیکھنا	۱۱	۱۵۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۲۹	کپڑے میں الجھ کر دونوں پیر اکھڑ جائیں	۱۱	۱۵۷
۳۴۳۰	سرخ کپڑے میں نماز	۱۱	۱۵۷
۳۴۳۱	غیر مسلم کے معبد یا زمین میں نماز عید وغیرہ	۱۱	۱۵۸
۳۴۳۲	ہر رکن میں دھیان کا حاضر ہونا	۱۱	۱۵۹
۳۴۳۳	لا صلوٰۃ إلا بحضور القلب	۱۱	۱۶۰
۳۴۳۴	کیا بغیر حضور قلب کے نماز نہیں ہوتی	۱۱	۱۶۰
۳۴۳۵	نماز میں حوروں کا تصور	۱۱	۱۶۱
	فصل سوم : نماز میں لاؤڈ اسپیکر		
۳۴۳۶	لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کا حکم	۱۱	۱۶۲
۳۴۳۷	نماز میں لاؤڈ اسپیکر	۱۱	۱۶۲
۳۴۳۸	لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جمعہ وعیدین میں	۱۱	۱۶۴
۳۴۳۹	آلۂ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں	۱۱	۱۶۷
۳۴۴۰	دارالعلوم میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال	۱۱	۱۶۸
۳۴۴۱	ٹیپ ریکارڈ پر امام کا اقتدا کرنا	۱۱	۱۶۹
۳۴۴۲	ٹیپ ریکارڈ سے نماز	۱۱	۱۶۹
	فصل چہارم : نماز میں سترہ		
۳۴۴۳	سترہ کی مکمل بحث	۱۱	۱۷۱
۳۴۴۴	کیا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے	۱۱	۱۷۳
۳۴۴۵	راستہ میں بغیر سترہ کے نماز	۱۱	۱۷۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۴۶	مسجد کے قریبی حصّہ سے گذرنا.....	۱۱	۱۷۴
۳۴۴۷	صفوں کے درمیان راستہ کا ہونا.....	۱۱	۱۷۶
۳۴۴۸	اونچائی پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا.....	۱۱	۱۷۷
۳۴۴۹	نمازی کے سامنے سے گذرنا.....	۱۱	۱۷۷
۳۴۵۰	جسکے پیچھے کوئی نماز شروع کردے اس کا اپنی جگہ سے ہٹنا.....	۱۱	۱۷۸
	فصل پنجم : قاری کی لغزش کے مسائل		
۳۴۵۱	لایوقنون کی جگہ لایؤمنون پڑھدیا	۱۱	۱۸۰
۳۴۵۲	کافرون کی جگہ ظالمون پڑھدیا	۱۱	۱۸۱
۳۴۵۳	ولم یجدوا کی جگہ ولایجدوا پڑھدیا	۱۱	۱۸۱
۳۴۵۴	الحمد کی جگہ الھمد پڑھنا	۱۱	۱۸۲
۳۴۵۵	فی احسن تقویم کوماحسن تقویم پڑھنا	۱۱	۱۸۲
۳۴۵۶	للیسری کی جگہ للعسری پڑھدیا.....	۱۱	۱۸۳
۳۴۵۷	لِرَبِّہٖ کی جگہ لِلْاِنْسَانِ پڑھدیا	۱۱	۱۸۴
۳۴۵۸	عَمَلَ عَامِلٍ کی جگہ عَمَلَ عَمَلٍ	۱۱	۱۸۴
۳۴۵۹	دال کا ضاد میں ادغام کرکے پڑھنا	۱۱	۱۸۵
۳۴۶۰	آیات کی جگہ آیاتی پڑھنا	۱۱	۱۸۵
۳۴۶۱	جزاءً وِّفَاقاً کی جگہ جَزَاءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَاءً پڑھدیا.....	۱۱	۱۸۶
۳۴۶۲	وجوہ یومئذ خاشعة کی جگہ وجوہ یومئذ ناعمة پڑھدیا	۱۱	۱۸۷
۳۴۶۳	إذا جاء اجلھم میں صرف جاء اجلھم یاو کان سعیکم میں صرف سعیکم پڑھنا	۱۱	۱۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۶۴	قاتلو کم فی الدین کی جگہ لم یقاتلو کم فی الدین پڑھنا	۱۱	۱۸۸
۳۴۶۵	تکبیرات انتقالیہ وتشہد میں زبر زیر کی غلطی کرنا	۱۱	۱۸۹
۳۴۶۶	درمیان آیت سے ایک کلمہ کا چھوٹنا	۱۱	۱۹۰
۳۴۶۷	زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنا	۱۱	۱۹۱
۳۴۶۸	اُدخلوا کی جگہ اَدخلوا اور ذال کی جگہ ظاء پڑھ دیا	۱۱	۱۹۱
۳۴۶۹	پیش کی جگہ زبر یا 'ہ' کی 'ح' یا برعکس پڑھنا	۱۱	۱۹۳
۳۴۷۰	ایضاً	۱۱	۱۹۳
۳۴۷۱	ایضاً	۱۱	۱۹۳
۳۴۷۲	ایضاً	۱۱	۱۹۳
۳۴۷۳	ایضاً	۱۱	۱۹۳
۳۴۷۴	نماز میں امام نے واللہ خیر الرازقین کی جگہ خیر الظالمین پڑھ دیا	۱۱	۱۹۴
۳۴۷۵	لَایَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَاباً کے بجائے لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ اِلَّا خِطَاباً پڑھ دیا	۱۱	۱۹۶
۳۴۷۶	وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ میں لام تاکید کے بجائے لائے نفی اور مالُہ کو مالَہ پڑھ دیا...	۱۱	۱۹۷
۳۴۷۷	ایک اعرابی غلطی سے نماز کا حکم	۱۱	۱۹۸
۳۴۷۸	خطاء فاحش سے فساد نماز	۱۱	۱۹۹
۳۴۷۹	نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا	۱۱	۱۹۹
۳۴۸۰	قراءت میں صیغۂ واحد مؤنث کی جگہ صیغۂ واحد متکلم پڑھنا	۱۱	۲۰۰
۳۴۸۱	أُولٰئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ کی جگہ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ پڑھنا	۱۱	۲۰۱
۳۴۸۲	غیر المغضوب علیھم میں تغیر کرنا	۱۱	۲۰۲
۳۴۸۳	جو امام مستقیم کی جگہ مستخیم پڑھے اس کی امامت.....	۱۱	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۴۸۴	غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ	۱۱	۲۰۳
۳۴۸۵	غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا	۱۱	۲۰۴
۳۴۸۶	لیسریٰ کی جگہ للعسریٰ پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنا	۱۱	۲۰۵
۳۴۸۷	قراءت میں غلطی کے بعد اس کو صحیح پڑھنے سے نماز کا حکم	۱۱	۲۰۵
۳۴۸۸	فرض نماز میں اگر غلطی فاحش کی تو اصلاح سے بھی نماز نہیں ہوگی	۱۱	۲۰۶
۳۴۸۹	غلطی فاحش سے مراد	۱۱	۲۰۷
۳۴۹۰	اگر امام کی غلطی پر دو گواہ ہوں	۱۱	۲۰۸
۳۴۹۱	ضاد کا مخرج	۱۱	۲۰۹
۳۴۹۲	ضاد کو ذال وغیرہ پڑھنے کا حکم	۱۱	۲۱۰
۳۴۹۳	ضاد کو بلفظ دال پڑھنا.....	۱۱	۲۱۰
۳۴۹۴	سورۂ جمعہ میں ایک غلطی پڑھی گئی.....	۱۱	۲۱۱
۳۴۹۵	سورۂ لہب میں مَالُهُ کی جگہ مَالَهُ پڑھا	۱۱	۲۱۱
۳۴۹۶	بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم	۱۱	۲۱۲
۳۴۹۷	دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں.....	۱۱	۲۱۳
۳۴۹۸	دو آیتوں کا چھوٹ جانا.....	۱۱	۲۱۳
۳۴۹۹	ایک آیت چھوٹ جانے سے نماز کا حکم	۱۱	۲۱۴
۳۵۰۰	نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا.....	۱۱	۲۱۴
۳۵۰۱	آیت کا کچھ حصہ حذف کر دینے سے نماز کا حکم	۱۱	۲۱۵
۳۵۰۲	سورۂ اذا زلزلت میں عکس کر کے پڑھ دیا.....	۱۱	۲۱۶
۳۵۰۳	سورہ الطارق کے کچھ اجزاء چھوٹ جانے سے نماز کا حکم.....	۱۱	۲۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۰۴	الحمد للّٰہ پڑھنا	۱۱	۲۱۷
۳۵۰۵	سورۂ فاتحہ کے بعض الفاظ کو غلط ادا کرنا	۱۱	۲۱۷
۳۵۰۶	نستعین میں الف کا اضافہ	۱۱	۲۱۸
۳۵۰۷	جمع متکلم کے الف کو گرانا	۱۱	۲۱۹
۳۵۰۸	زیر زبر پیش کی غلطیاں	۱۱	۲۱۹
۳۵۰۹	نون قطنی کے ساتھ نماز	۱۱	۲۲۰
۳۵۱۰	ترتیب میں غلطی	۱۱	۲۲۱
۳۵۱۱	بے محل وقف اور مد کرنا	۱۱	۲۲۲
۳۵۱۲	بغیر مد کے نماز ہو جاتی ہے	۱۱	۲۲۳
۳۵۱۳	ایک ہی رکعت میں ایک ہی سورت پڑھی	۱۱	۲۲۴
۳۵۱۴	ایک حرف "و" چھوٹ جائے نماز میں فرق نہیں آتا	۱۱	۲۲۴
۳۵۱۵	امام سے زلۃ القاری ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے اس نماز کا اعادہ	۱۱	۲۲۵
۳۵۱۶	چند آیات موقوفہ پر وقف و وصل دونوں طرح درست ہے	۱۱	۲۲۶
۳۵۱۷	ق والقرآن المجید کا اعراب	۱۱	۲۲۸
۳۵۱۸	مأکول، بغیر لام کے پڑھ دیا نماز ہوگئی	۱۱	۲۲۸
	☆.....باب نہم.....☆		
	وتر ونوافل		
	فصل اوّل : وتر کا بیان		
۳۵۱۹	تعداد رکعات وتر	۱۱	۲۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۲۰	وتر میں سورتوں کی تعیین	۱۱	۲۳۰
۳۵۲۱	نماز وتر میں کون سی سورت پڑھی جائے	۱۱	۲۳۱
۳۵۲۲	قنوت کے لئے رفع یدین کانوں تک	۱۱	۲۳۲
۳۵۲۳	وتر میں قنوت کے لئے رفع یدین.....	۱۱	۲۳۲
۳۵۲۴	وتر میں قنوت کیلئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد سبحان الملک القدوس کہنا..	۱۱	۲۳۳
۳۵۲۵	ترک قنوت پر لقمہ	۱۱	۲۳۴
۳۵۲۶	دعاءِ قنوت	۱۱	۲۳۴
۳۵۲۷	وتر کے بعد دعا	۱۱	۲۳۶
۳۵۲۸	دعاءِ قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص	۱۱	۲۳۶
۳۵۲۹	قنوت وتر میں تشہد کا پڑھنا	۱۱	۲۳۷
۳۵۳۰	عشاء کی نماز تنہا پڑھ کر وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	۱۱	۲۳۷
۳۵۳۱	جسنے فرض عشاء جماعت کیساتھ نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟	۱۱	۲۳۸
۳۵۳۲	جسنے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟	۱۱	۲۳۹
۳۵۳۳	رمضان کی وتر میں سورہ قدر	۱۱	۲۴۰
۳۵۳۴	تہجد وتر صلوٰۃ اللیل کا مصداق.....	۱۱	۲۴۰
۳۵۳۵	شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا	۱۱	۲۴۱
	فصل دوم : قنوت نازلہ		
۳۵۳۶	قنوت نازلہ کے متعلق	۱۱	۲۴۲
۳۵۳۷	قنوت نازلہ	۱۱	۲۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۳۸	قنوت نازلہ	۱۱	۲۴۴
۳۵۳۹	قنوت نازلہ میں ہاتھوں کو اٹھانے اور آمین پڑھنے کا حکم	۱۱	۲۴۶
۳۵۴۰	قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے	۱۱	۲۴۸
۳۵۴۱	قنوت نازلہ میں دمر دیارھم کی جگہ دوسرا لفظ.....	۱۱	۲۴۸
۳۵۴۲	قنوت نازلہ اور ختم یٰسین کی حد کیا ہے	۱۱	۲۴۹
۳۵۴۳	عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم	۱۱	۲۵۰
۳۵۴۴	نماز مغرب میں قنوت نازلہ	۱۱	۲۵۱
۳۵۴۵	قنوت نازلہ کے اخیر میں مقتدی نے کہا بیشک تو نماز کا کیا حکم ہے	۱۱	۲۵۲
	فصل سوم : سنن مؤکدہ		
۳۵۴۶	سنن ہدیٰ اور سنن زوائد	۱۱	۲۵۴
۳۵۴۷	فجر کی سنتوں کا وقت اداء وقضاء	۱۱	۲۵۴
۳۵۴۸	جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے	۱۱	۲۵۷
۳۵۴۹	سنتِ فجر بعد الاقامۃ	۱۱	۲۵۸
۳۵۵۰	سنت فجر کو جماعت کے بعد پڑھنا.....	۱۱	۲۵۹
۳۵۵۱	سنت فجر کی قضاء	۱۱	۲۶۰
۳۵۵۲	سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہو جائے تو کیا کرے	۱۱	۲۶۱
۳۵۵۳	جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں.....	۱۱	۲۶۱
۳۵۵۴	جماعت فجر کے وقت سنت پڑھنا	۱۱	۲۶۳
۳۵۵۵	سنت فجر کا تأکد	۱۱	۲۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۵۶	جمعہ کی سنت میں تھا کہ خطبہ شروع ہوگیا	۱۱	۲۶۵
۳۵۵۷	جمعہ کے بعد کتنی رکعت ہیں	۱۱	۲۶۶
۳۵۵۸	جمعہ کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے نوافل پڑھنا	۱۱	۲۶۷
۳۵۵۹	قبل ظہر کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم	۱۱	۲۶۷
۳۵۶۰	ظہر کی چار سنتوں کی قضا	۱۱	۲۶۸
۳۵۶۱	ظہر کی پہلی سنتوں کی قضا کا وقت	۱۱	۲۶۹
۳۵۶۲	ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا	۱۱	۲۶۹
۳۵۶۳	نفل قبل فجر	۱۱	۲۷۰
۳۵۶۴	ظہر، مغرب، عشاء کے بعد دو نفلیں	۱۱	۲۷۰
۳۵۶۵	مسجد میں سنن ادا کرنا	۱۱	۲۷۲
	فصل چہارم : سنن غیر مؤکدہ		
۳۵۶۶	ظہر کی چار سنت کے بعد دو نفل پڑھنا	۱۱	۲۷۳
۳۵۶۷	عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ	۱۱	۲۷۴
۳۵۶۸	عشاء سے قبل سنت	۱۱	۲۷۵
۳۵۶۹	عشاء سے قبل اور بعد سنت	۱۱	۲۷۵
۳۵۷۰	عشاء سے پہلے سنت کی تعداد رکعت	۱۱	۲۷۸
۳۵۷۱	عشاء سے پہلے چار سنت	۱۱	۲۷۹
۳۵۷۲	عشاء سے قبل چار رکعت	۱۱	۲۷۹
۳۵۷۳	عشاء سے پہلے چار رکعت	۱۱	۲۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۷۴	نوافل مغرب میں اوابین کی نیت	۱۱	۲۸۱
۳۵۷۵	عصر کے وقت سنت ونفل	۱۱	۲۸۲
۳۵۷۶	مغرب، عشاء، ظہر کے بعد نفلیں	۱۱	۲۸۲
۳۵۷۷	اوابین کی تعداد	۱۱	۲۸۳
۳۵۷۸	سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت	۱۱	۲۸۴
۳۵۷۹	اشراق پڑھنے سے حج وعمرہ کا ثواب کب ملتا ہے؟	۱۱	۲۸۴
۳۵۸۰	بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب	۱۱	۲۸۵
	فصل پنجم : نوافل کا بیان		
۳۵۸۱	دن میں دو دو نفل کی نیت باندھے یا چار کی	۱۱	۲۸۷
۳۵۸۲	نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا	۱۱	۲۸۸
۳۵۸۳	نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا	۱۱	۲۸۸
۳۵۸۴	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت	۱۱	۲۸۹
۳۵۸۵	نفل چار کی نیت سے دو واجب ہوگی	۱۱	۲۹۰
۳۵۸۶	دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے یا اس کا عکس	۱۱	۲۹۰
۳۵۸۷	فریضۂ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھنا کافی نہیں	۱۱	۲۹۲
۳۵۸۸	فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد	۱۱	۲۹۲
۳۵۸۹	رات کے اندھیرے میں نفل نماز	۱۱	۲۹۳
۳۵۹۰	نفل بعد الوتر کا حکم	۱۱	۲۹۴
۳۵۹۱	وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا	۱۱	۲۹۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۹۲	وتر کے بعد نفلیں بیٹھ کر پڑھنا	۱۱	۲۹۵
۳۵۹۳	وتر کے بعد نفل کھڑے ہوکر افضل ہیں یا بیٹھ کر	۱۱	۲۹۷
۳۵۹۴	شب براءت کی بعض نمازیں	۱۱	۳۰۱
۳۵۹۵	شب براءت میں اجتماعی عبادات	۱۱	۳۰۱
۳۵۹۶	مخصوص طرز پر آٹھ رکعات	۱۱	۳۰۳
۳۵۹۷	مخصوص طرز پر چار رکعات	۱۱	۳۰۴
۳۵۹۸	شب عیدین میں نفل	۱۱	۳۰۴
	فصل ششم : تہجد کی نماز		
۳۵۹۹	نماز میں سب سے افضل نماز	۱۱	۳۰۵
۳۶۰۰	تہجد کی نماز باجماعت	۱۱	۳۰۵
۳۶۰۱	باجماعت نماز تہجد	۱۱	۳۰۶
۳۶۰۲	تہجد کی جماعت	۱۱	۳۰۶
۳۶۰۳	تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب	۱۱	۳۰۷
۳۶۰۴	شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت	۱۱	۳۰۸
۳۶۰۵	بعد عشاء دو رکعت بہ نیت تہجد	۱۱	۳۰۹
۳۶۰۶	بعد وتر دو نفل بہ نیت تہجد	۱۱	۳۰۹
۳۶۰۷	قضاء تہجد	۱۱	۳۱۰
۳۶۰۸	قضاء تہجد اور نفل نماز میں جہر	۱۱	۳۱۰
۳۶۰۹	تہجد کی رکعات	۱۱	۳۱۱
۳۶۱۰	تہجد اشراق اوابین کی رکعت	۱۱	۳۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل هفتم : نفل نماز کی جماعت		
۳۶۱۱	نفل کی جماعت	۱۱	۳۱۴
۳۶۱۲	نفل نماز با جماعت قضاء عمری کے لئے	۱۱	۳۱۵
۳۶۱۳	حضرت مدنیؒ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا	۱۱	۳۱۶
۳۶۱۴	نوافل میں ختم قرآن با جماعت	۱۱	۳۱۷
۳۶۱۵	نوافل میں تداعی	۱۱	۳۱۷
۳۶۱۶	جماعت نفل علی سبیل التداعی	۱۱	۳۱۸
۳۶۱۷	نوافل کی جماعت رمضان میں	۱۱	۳۲۰
	فصل هشتم : صلوۃ التسبیح وصلوۃ الرغائب واستخارہ		
۳۶۱۸	صلوۃ التسبیح کا طریقہ	۱۱	۳۲۲
۳۶۱۹	صلوۃ التسبیح کا طریقہ	۱۱	۳۲۳
۳۶۲۰	صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ	۱۱	۳۲۴
۳۶۲۱	صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت	۱۱	۳۲۵
۳۶۲۲	صلوٰۃ الرغائب	۱۱	۳۲۶
۳۲۳	صلوٰۃ الحاجت وغیرہ بعد مغرب	۱۱	۳۲۷
۳۶۲۴	صلوٰۃ الحاجت میں استغفار	۱۱	۳۲۷
۳۲۵	مسائل کے لئے استخارہ	۱۱	۳۲۸
۳۶۲۶	امام کے مصلیٰ پر کسی کا نماز پڑھنا	۱۱	۳۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب دھم.....☆		
	تراویح کا بیان		
	فصل اوّل : تراویح کی نماز		
۳۶۲۷	تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟	۱۱	۳۳۰
۳۶۲۸	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	۱۱	۳۳۱
۳۶۲۹	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	۱۱	۳۳۲
۳۶۳۰	کیا بیس رکعات تراویح حدیث مرفوع سے ثابت ہے؟	۱۱	۳۳۳
۳۶۳۱	دو دو رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے	۱۱	۳۳۴
۳۶۳۲	آٹھ رکعت تراویح پڑھنا	۱۱	۳۳۴
۳۶۳۳	ہر ترویحہ ایک نماز ہے، یا مجموعۂ تراویح ایک نماز ہے	۱۱	۳۳۵
۳۶۳۴	جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کی تراویح میں امامت	۱۱	۳۳۵
۳۶۳۵	تراویح میں نابالغ کی امامت	۱۱	۳۳۶
۳۶۳۶	نابالغ کی امامت تراویح میں	۱۱	۳۳۷
۳۶۳۷	تراویح میں نابالغ کی امامت	۱۱	۳۳۸
۳۶۳۸	اس امام کے پیچھے تراویح جو بیٹھ کر پڑھائے	۱۱	۳۳۹
۳۶۳۹	امام تراویح میں سنائے اور سامع نہ ہو اور مقتدیوں سمجھے کہ امام نے غلط پڑھا تو کیا حکم ہے؟	۱۱	۳۳۹
۳۶۴۰	ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت یا دو امام کامل کر تراویح پڑھانا	۱۱	۳۴۲
۳۶۴۱	مسائل تراویح	۱۱	۳۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۶۴۲	چار رکعت تراویح بغیر قعدۂ اولیٰ کے	۱۱	۳۶۲
۳۶۴۳	مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا	۱۱	۳۶۵
۳۶۴۴	تراویح ایک سلام سے چار رکعت	۱۱	۳۶۵
۳۶۴۵	تراویح فرض سے پہلے	۱۱	۳۶۶
۳۶۴۶	تراویح کو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا	۱۱	۳۶۷
۳۶۴۷	فرض گھر پڑھ کر تراویح مسجد میں پڑھنا	۱۱	۳۶۷
۳۶۴۸	سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح	۱۱	۳۶۸
۳۶۴۹	پیچھے رہ جانے والوں کا تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا	۱۱	۳۶۹
۳۶۵۰	رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد	۱۱	۳۶۹
۳۶۵۱	جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟	۱۱	۳۷۰
۳۶۵۲	تراویح کے معروفات ومنکرات	۱۱	۳۷۱
۳۶۵۳	دعاء ترویحات سے متعلق اشتہار کی تحقیق	۱۱	۳۷۲
	فصل دوم : تراویح میں قراءت کی کیفیت		
۳۶۵۴	تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت	۱۱	۳۷۵
۳۶۵۵	ہر سورہ پر بسم اللہ	۱۱	۳۷۶
۳۶۵۶	تکرار فاتحہ وہر سورت کے شروع میں بسم اللہ	۱۱	۳۸۰
۳۶۵۷	تراویح میں قراءت کی مقدار	۱۱	۳۸۲
۳۶۵۸	قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھنا	۱۱	۳۸۳
۳۶۵۹	الم ترکیف سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا	۱۱	۳۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۶۶۰	الم ترکیف سے تراویح کا طریقہ	۱۱	۳۸۴
۳۶۶۱	تراویح الم ترکیف سے	۱۱	۳۸۵
۳۶۶۲	تراویح میں پارہ عم پڑھے یا الم ترکیف	۱۱	۳۸۷
۳۶۶۳	تراویح میں الم ترکیف سے پڑھنے کی ترکیب	۱۱	۳۸۸
۳۶۶۴	تراویح میں خلاف ترتیب قراءت	۱۱	۳۸۹
۳۶۶۵	تراویح میں غلبۂ ظن سے پڑھنا	۱۱	۳۸۹
	فصل سوم : تراویح میں قرآن ختم کرنا		
۳۶۶۶	اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا	۱۱	۳۹۱
۳۶۶۷	اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا	۱۱	۳۹۲
۳۶۶۸	تراویح کی بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا	۱۱	۳۹۳
۳۶۶۹	ختم قرآن سورۂ والناس پر ہو یا سورۂ بقرہ کی آیتوں پر	۱۱	۳۹۴
۳۶۷۰	تراویح میں ختم قرآن کا طریقہ	۱۱	۳۹۵
۳۶۷۱	ختم قرآن کے موقعہ پر آیات متفرقہ بلا ترتیب پڑھنا	۱۱	۳۹۶
۳۶۷۲	تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب	۱۱	۳۹۸
۳۶۷۳	امام کو تراویح میں لقمہ دینا	۱۱	۳۹۹
۳۶۷۴	ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا	۱۱	۳۹۹
۳۶۷۵	ختم کے دن پانی وغیرہ پر دم کرانا	۱۱	۴۰۰
۳۶۷۶	ختم قرآن میں چراغاں	۱۱	۴۰۱
۳۶۷۷	چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کے لئے چندہ دینا	۱۱	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۶۷۸	ختم شریف کا چندہ.....	۱۱	۴۰۳
۳۶۷۹	ختم تراویح پر روشنی اور امام کو ھدیہ	۱۱	۴۰۳
۳۶۸۰	ختم قرآن پر مٹھائی	۱۱	۴۰۴
۳۶۸۱	امام تراویح کی خدمت کرنا	۱۱	۴۰۵
۳۶۸۲	لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ	۱۱	۴۰۶
۳۶۸۳	شبینہ	۱۱	۴۱۰
۳۶۸۴	شبینہ	۱۱	۴۱۱
۳۶۸۵	شبینہ مروجہ	۱۱	۴۱۳
۳۶۸۶	شبینہ کا حکم	۱۱	۴۱۴
۳۶۸۷	ایک شب میں قرآن ختم کرنا	۱۱	۴۱۸
۳۶۸۸	لیلۃ القدر میں تنہا عبادت شبینہ سے افضل ہے	۱۱	۴۱۹
۳۶۸۹	ختم تراویح کے بعد الصلوٰۃ والسلام یا آدم صفی اللہ پڑھنا	۱۱	۴۲۱
۳۶۹۰	ختم قرآن تراویح میں سنت علی الکفایہ ہے	۱۱	۴۲۱
۳۶۹۱	امام کا دو مرتبہ ختم کرنا تراویح میں	۱۱	۴۲۲
۳۶۹۲	معوذتین کو وتر میں پڑھنے سے قرآن پاک تراویح میں ختم نہیں ہوتا.....	۱۱	۴۲۳
	فصل چہارم : ترویحہ اور اس کی تسبیح		
۳۶۹۳	ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟.....	۱۱	۴۲۵
۳۶۹۴	ہر ترویحہ میں دعاء.....	۱۱	۴۲۶
۳۶۹۵	ہر ترویحہ کے بعد دعاء.....	۱۱	۴۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۶۹۶	ہر ترویحہ کے بعد دعاء.....	۱۱	۴۲۸
۳۶۹۷	ہر ترویحہ اور نماز عید کے بعد دعاء.....	۱۱	۴۲۹
۳۶۹۸	ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا.....	۱۱	۴۳۰
۳۶۹۹	ہر ترویحہ پر صلوٰۃ بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم.....	۱۱	۴۳۱
۳۷۰۰	ترویحوں میں خلفاء راشدین کے نام.....	۱۱	۴۳۱
۳۷۰۱	چار ترویحوں پر خلفاء کے نام.....	۱۱	۴۳۲
۳۷۰۲	دو ترویحوں کے درمیان کیا کرے	۱۱	۴۳۳
۳۷۰۳	ترویحہ میں احادیث سنانا.....	۱۱	۴۳۶
۳۷۰۴	ترویحہ کی تسبیح جہراً.....	۱۱	۴۳۷
۳۷۰۵	ترویحہ کی تسبیح بلند آواز.....	۱۱	۴۳۸
۳۷۰۶	ختم تراویح پر دعاء.....	۱۱	۴۳۹
۳۷۰۷	تراویح میں تسبیحات	۱۱	۴۳۹
۳۷۰۸	ترویحہ میں کیا پڑھے؟.....	۱۱	۴۴۰
۳۷۰۹	تراویح کی دو رکعت پر درود شریف اور چار پر تسبیح.....	۱۱	۴۴۳
	☆.....**باب یازدھم**.....☆		
	قضاء نماز اور اس کا فدیہ		
	فصل اوّل : قضاء نماز		
۳۷۱۰	قضاء نمازوں کا طریقہ.....	۱۱	۴۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۱۱	قضا نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ.....	۱۱	۴۴۷
۳۷۱۲	نماز اور روزے کی قضا کا طریقہ.....	۱۱	۴۴۸
۳۷۱۳	وتر کی قضا کا طریقہ.....	۱۱	۴۴۹
۳۷۱۴	قضا اور اداء نماز میں فرق.....	۱۱	۴۴۹
۳۷۱۵	قضا بہ نیت ادا.....	۱۱	۴۵۰
۳۷۱۶	قضا بہ نیت ادا.....	۱۱	۴۵۱
۳۷۱۷	قضاء عمری کی نیت.....	۱۱	۴۵۱
۳۷۱۸	نوافل کی جگہ بھی قضاء عمری پڑھنی چاہئے.....	۱۱	۴۵۲
۳۷۱۹	اشراق اور تہجد میں قضاء عمری کی نیت.....	۱۱	۴۵۲
۳۷۲۰	قضاء عمری میں کیا تحدید وقت ہے؟.....	۱۱	۴۵۳
۳۷۲۱	قضائے عمری جماعت کے ساتھ رمضان میں.....	۱۱	۴۵۴
۳۷۲۲	قضا نمازوں کے لئے ایک موضوع دعا.....	۱۱	۴۵۴
۳۷۲۳	اگر نماز قضاء ہوگئی تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں.....	۱۱	۴۵۵
۳۷۲۴	نمازوں کی قضا وکفارہ ایک نماز نفل سے.....	۱۱	۴۵۶
۳۷۲۵	صاحب ترتیب اگر قضا پڑھے تو جمعہ فوت ہوجائے.....	۱۱	۴۵۷
۳۷۲۶	فتویٰ امام صاحب کے قول پر.....	۱۱	۴۵۸
۳۷۲۷	فائتہ قدیمہ اور فائتہ جدیدہ میں ترتیب.....	۱۱	۴۵۸
۳۷۲۸	جہل سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟.....	۱۱	۴۵۹
۳۷۲۹	آدمی صاحب ترتیب کب کہلائے گا.....	۱۱	۴۶۰
۳۷۳۰	جس کی قضا نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے؟.....	۱۱	۴۶۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۳۱	تہجد کی قضاء	۱۱	۴۶۲
۳۷۳۲	قضا نماز ذمہ میں باقی رہتے ہوئے وقتیہ پڑھنا.....	۱۱	۴۶۲
۳۷۳۳	جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضاء.....	۱۱	۴۶۳
۳۷۳۴	احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے.....	۱۱	۴۶۴
۳۷۳۵	مغرب ووتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا.....	۱۱	۴۶۵
	فصل دوم : نمازوں کی فدیہ کا بیان		
۳۷۳۶	فدیہ نماز کی تفصیل.....	۱۱	۴۶۷
۳۷۳۷	نماز وروزہ کے فدیہ کی ادائیگی.....	۱۱	۴۶۸
۳۷۳۸	نماز وروزہ کا فدیہ.....	۱۱	۴۶۹
۳۷۳۹	قضا نماز اوراس کا فدیہ اورحیلہ	۱۱	۴۷۰
۳۷۴۰	نماز کا فدیہ شیعہ کو.....	۱۱	۴۷۲
۳۷۴۱	ایک دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ.....	۱۱	۴۷۲
۳۷۴۲	صلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقداراس کا مستحق.....	۱۱	۴۷۳
۳۷۴۳	مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم.....	۱۱	۴۷۶
۳۷۴۴	مرض الوفات میں حواس باقی نہ رہنے سے فدیہ کا حکم.....	۱۱	۴۷۷
۳۷۴۵	غیر صاحب ترتیب کی ترتیب.....	۱۱	۴۷۷
۳۷۴۶	فدیۂ نماز کا حیلہ.....	۱۱	۴۷۸
	☆.....**باب دوازدھم**.....☆		
	سجدۂ سہو کے احکام		
۳۷۴۷	سری نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراً اور جہری میں سراً پڑھنے کا حکم	۱۱	۴۸۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۴۸	تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی.....	۱۱	۴۸۱
۳۷۴۹	صلوٰۃ جہری میں سراً پڑھنا.....	۱۱	۴۸۱
۳۷۵۰	سری نماز میں جہر.....	۱۱	۴۸۲
۳۷۵۱	اولیین میں ضم سورت بھول گیا.....	۱۱	۴۸۲
۳۷۵۲	نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں	۱۱	۴۸۴
۳۷۵۳	تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۸۴
۳۷۵۴	بھول کر یا قصداً تکرار فاتحہ سے سجدۂ سہو کا حکم.....	۱۱	۴۸۵
۳۷۵۵	الحمد کی جگہ التحیات پڑھ لی.....	۱۱	۴۸۵
۳۷۵۶	تشہد مکرر پڑھنا.....	۱۱	۴۸۶
۳۷۵۷	پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہو گیا.....	۱۱	۴۸۷
۳۷۵۸	سنن ونوافل میں قعدۂ اولی ترک ہونے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۸۷
۳۷۵۹	قعدۂ اولی ترک کرنے سے نماز کا حکم.....	۱۱	۴۸۹
۳۷۶۰	قعدۂ اولیٰ ترک ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟.....	۱۱	۴۸۹
۳۷۶۱	دو رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا.....	۱۱	۴۹۰
۳۷۶۲	قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۹۱
۳۷۶۳	قعدۂ اولیٰ میں بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا.....	۱۱	۴۹۱
۳۷۶۴	دو رکعت والی نماز میں بجائے قعود کے قیام کر لیا.....	۱۱	۴۹۳
۳۷۶۵	تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۹۴
۳۷۶۶	قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۹۴
۳۷۶۷	قعدۂ اولیٰ یا اُخری بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۴۹۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۶۸	قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد کھڑے ہونے کا حکم	۱۱	۴۹۶
۳۷۶۹	قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام	۱۱	۴۹۷
۳۷۷۰	قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا	۱۱	۴۹۸
۳۷۷۱	صلوٰۃ رباعی میں پانچویں کے لئے کھڑا ہوگیا	۱۱	۴۹۸
۳۷۷۲	پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوجانے سے سجدۂ سہو	۱۱	۴۹۹
۳۷۷۳	دو رکعت کی نیت کے بعد تین یا چار پڑھنے کی تفصیلات	۱۱	۵۰۰
۳۷۷۴	مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کے لئے کھڑا ہوگیا	۱۱	۵۰۲
۳۷۷۵	صلوٰۃ رباعی میں امام کا سجدۂ سہو کرنا	۱۱	۵۰۳
۳۷۷۶	چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا	۱۱	۵۰۳
۳۷۷۷	بھول کر سلام پھیرنے کے بعد تکمیل صلاۃ	۱۱	۵۰۴
۳۷۷۸	جمعہ میں سجدۂ سہو	۱۱	۵۰۵
۳۷۷۹	جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو	۱۱	۵۰۶
۳۷۸۰	جماعت کثیرہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہے	۱۱	۵۰۷
۳۷۸۱	ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے	۱۱	۵۰۸
۳۷۸۲	رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا	۱۱	۵۰۹
۳۷۸۳	بغیر رکوع کے سجدہ میں جانا پھر اٹھنا	۱۱	۵۰۹
۳۷۸۴	قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو	۱۱	۵۱۰
۳۷۸۵	سنت ووتر کے قعدۂ اولیٰ میں درود کا حکم	۱۱	۵۱۱
۳۷۸۶	ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو	۱۱	۵۱۱
۳۷۸۷	تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں	۱۱	۵۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۸۸	قیام میں تشہد	۱۱	۵۱۳
۳۷۸۹	نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو	۱۱	۵۱۳
۳۷۹۰	سجدۂ سہو کے بعد قیام کرلیا.....	۱۱	۵۱۸
۳۷۹۱	بجائے السلام کے الله اکبر کے ذریعہ نماز ختم کرنا	۱۱	۵۱۹
۳۷۹۲	سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده کہنا	۱۱	۵۱۹
۳۷۹۳	رکوع سجدہ کی تسبیح بدل گئی	۱۱	۵۲۰
۳۷۹۴	دعا قنوت بھول کر رکوع کردیا.....	۱۱	۵۲۰
۳۷۹۵	دعاء قنوت بھول گیا پھر سجدۂ سہو کرلیا	۱۱	۵۲۱
۳۷۹۶	امام قنوت کو بھول کر رکوع میں چلا گیا پھر کھڑے ہو کر قنوت پڑھی اور رکوع سجدہ کیا	۱۱	۵۲۲
۳۷۹۷	دعاء قنوت یا التحیات سے پہلے بسم الله پڑھنا	۱۱	۵۲۲
۳۷۹۸	امام کو سجدۂ سہو میں سہو ہوگیا تو مقتدی کیا کرے	۱۱	۵۲۳
۳۷۹۹	سجدۂ سہو بھول سے رہ گیا	۱۱	۵۲۴
۳۸۰۰	غلطی سے سجدۂ سہو کرلیا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ سہو واجب نہیں تھا.....	۱۱	۵۲۴
۳۸۰۱	امام نے سجدۂ سہو کیا پھر معلوم ہوا سجدۂ سہو واجب نہیں تھا نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۱	۵۲۵
۳۸۰۲	گمان سے سجدۂ سہو کرنا.....	۱۱	۵۲۶
۳۸۰۳	امام نے سہو کے گمان پر سجدۂ سہو کیا	۱۱	۵۲۷
۳۸۰۴	سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو.....	۱۱	۵۲۹
۳۸۰۵	سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھیں	۱۱	۵۳۰
۳۸۰۶	سجدۂ سہو کے لئے ایک سجدہ کافی نہیں.....	۱۱	۵۳۱
۳۸۰۷	سجدۂ سہو کے بعد امام کے ساتھ شرکت	۱۱	۵۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۰۸	مقتدی کا سجدۂ سہو امام سے پہلے	۱۱	۵۳۲
۳۸۰۹	اگلی رکعت کا بھولا ہوا سجدہ بعد والی میں ادا کیا	۱۱	۵۳۳
۳۸۱۰	قراءت میں کوئی لفظ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کا حکم	۱۱	۵۳۴
۳۸۱۱	مدرک نے پانچ رکعت پڑھ دی	۱۱	۵۳۵
۳۸۱۲	فرض کی قراءت میں الحمد کا ایک لفظ رہ گیا لقمہ دینے پر امام نے لے لیا تو کیا سجدۂ سہو واجب ہے	۱۱	۵۳۵
۳۸۱۳	مقتدی کا قعدۂ اولیٰ سہواً ترک ہو گیا	۱۱	۵۳۶
۳۸۱۴	امام کے ساتھ چوتھی رکعت کا قیام کئے بغیر سلام پھیرنا	۱۱	۵۳۷
۳۸۱۵	تیسری چوتھی رکعت میں صرف بسم اللہ پڑھی	۱۱	۵۳۸
۳۸۱۶	قراءت کی غلطی سے سجدۂ سہو	۱۱	۵۳۸
۳۸۱۷	سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ نہ کیا جائے تو اعادہ نماز کا حکم ..	۱۱	۵۳۹
	☆.....باب سیزدھم.....☆		
	سجدۂ تلاوت کے احکام		
۳۸۱۸	آیت سجدہ کی تفصیل	۱۱	۵۴۰
۳۸۱۹	پارہ نمبر ۱۷ میں سجدۂ تلاوت	۱۱	۵۴۱
۳۸۲۰	سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بوقت غروب	۱۱	۵۴۲
۳۸۲۱	سجدۂ تلاوت میں تاخیر	۱۱	۵۴۳
۳۸۲۲	سجدۂ تلاوت بذریعہ رکوع	۱۱	۵۴۴
۳۸۲۳	سجدۂ تلاوت رکوع میں	۱۱	۵۴۴
۳۸۲۴	سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا	۱۱	۵۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۲۵	سجدۂ تلاوت کی جگہ رکوع	۱۱	۵۴۶
۳۸۲۶	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کردیا جائے	۱۱	۵۴۷
۳۸۲۷	سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے	۱۱	۵۴۸
۳۸۲۸	سجدۂ تلاوت کی قضا	۱۱	۵۴۸
۳۸۲۹	ریڈیو پر تلاوت کا سننا	۱۱	۵۴۹
۳۸۳۰	ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب .	۱۱	۵۵۰
۳۸۳۱	ریڈیو سے آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت	۱۱	۵۵۱
۳۸۳۲	گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت	۱۱	۵۵۲
۳۸۳۳	کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا	۱۱	۵۵۲
۳۸۳۴	آیت سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم	۱۱	۵۵۳
۳۸۳۵	سورہ ص میں سجدہ کس آیت پر ہے؟	۱۱	۵۵۴
۳۸۳۶	آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرنا بھول گیا	۱۱	۵۵۴
۳۸۳۷	آیت سجدہ پڑھ کر کیا ناوقف کو بتانا چاہئے	۱۱	۵۵۵
۳۸۳۸	ایک آیت سجدہ کو بار بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا.....	۱۱	۵۵۶

☆.....باب چہار دھم.....☆

مسافر کی نماز

۳۸۳۹	مسافت شرعیہ	۱۱	۵۵۷
۳۸۴۰	مسافت شرعیہ طے کرنے بعد قصر کرے یا اس سے پہلے بھی قصر درست ہے؟	۱۱	۵۵۸
۳۸۴۱	مسافت قصر.....	۱۱	۵۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۴۲	مسافت قصر کی مقدار	۱۱	۵۶۰
۳۸۴۳	پندرہ دن کی قیام ک نیت سے سفر کرنے والا راستہ میں قصر کرے	۱۱	۵۶۱
۳۸۴۴	مسافت سفر میں اعتبار صرف جانے کا ہے یا آنے کا بھی	۱۱	۵۶۲
۳۸۴۵	آدمی مسافر کب شمار ہوتا ہے	۱۱	۵۶۲
۳۸۴۶	ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا.....	۱۱	۵۶۴
۳۸۴۷	۴۲ رمیل کا سفر شرعی سفر نہیں	۱۱	۵۶۴
۳۸۴۸	سفر میں سنتیں	۱۱	۵۶۵
۳۸۴۹	سفر میں سنتوں کا قصر.....	۱۱	۵۶۵
۳۸۵۰	مقیم ومسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء.....	۱۱	۵۶۷
۳۸۵۱	مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے.....	۱۱	۵۶۸
۳۸۵۲	مقتدی مسافر نے امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کی	۱۱	۵۶۹
۳۸۵۳	مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت سے اقتداء کرنا....	۱۱	۵۷۰
۳۸۵۴	مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے.....	۱۱	۵۷۰
۳۸۵۵	مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے.....	۱۱	۵۷۱
۳۵۶	مقیم مقتدی کی نماز مسافر امام کے پیچھے	۱۱	۵۷۲
۳۵۷	مسافر قصر کب سے کرے	۱۱	۵۷۴
۳۸۵۸	میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافت سفر نہیں	۱۱	۵۷۵
۳۸۵۹	مسافت سفر سے کم میں قصر نہیں	۱۱	۵۷۶
۳۸۶۰	قصر واتمام	۱۱	۵۷۷
۳۸۶۱	سفر میں قصر واتمام کی صورتیں	۱۱	۵۷۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۶۲	مسافر کو اتمام.....	۱۱	۵۸۰
۳۸۶۳	مسافر کو اتمام.....	۱۱	۵۸۲
۳۸۶۴	امام مسافر کو اتمام کرنا	۱۱	۵۸۲
۳۸۶۵	امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے	۱۱	۵۸۴
۳۸۶۶	مسافر نے اتمام کیا	۱۱	۵۸۵
۳۸۶۷	ملاح مقیم ہیں یا مسافر.....	۱۱	۵۸۷
۳۸۶۸	ریلوے کے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم.....	۱۱	۵۸۸
۳۸۶۹	دوران سفر اپنے وطن کے اندر سے گزرنا آبادی بڑھنے کیوجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا	۱۱	۵۹۰
۳۸۷۰	ہمیشہ مسافر رہنے والے کی نماز.....	۱۱	۵۹۱
۳۸۷۱	دوران سفر وطن اقامت سے گزرنا سفر کے پیش نظر تنہا نماز پڑھ لینا	۱۱	۵۹۲
۳۸۷۲	وطن اصلی دو جگہ	۱۱	۵۹۳
۳۸۷۳	کیا والد کا مکان بھی وطن اصلی ہے	۱۱	۵۹۴
۳۸۷۴	متبنیٰ ہونے سے وطن اصلی نہیں بنا.....	۱۱	۵۹۵
۳۸۷۵	داماد کے لئے سسرال میں اور عورت کے لئے میکہ میں قصر واتمام کا حکم ...	۱۱	۵۹۶
۳۸۷۶	وطن اصلی کب باطل ہوتا ہے	۱۱	۵۹۸
۳۸۷۷	وطن تاہل	۱۱	۶۰۰
۳۸۷۸	وطن اقامت کیسے باطل ہوجاتا ہے	۱۱	۶۰۱
۳۸۷۹	وطن اقامت.....	۱۱	۶۰۱
۳۸۸۰	وطن اقامت میں قصر	۱۱	۶۰۲
۳۸۸۱	فتاویٰ دارالعلوم میں نماز قصر سے متعلق تعارض کا رفع	۱۱	۶۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۸۸۲	سفر غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا	۱۱	۶۰۴
۳۸۸۳	نماز قصر	۱۱	۶۰۵
۳۸۸۴	مسافر کے لئے جمعہ تراویح اور قصر	۱۱	۶۰۶
۳۸۵	ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۱	۶۰۸
۳۸۸۶	بس میں نماز اشارہ سے	۱۱	۶۰۸
۳۸۸۷	پانی کے جہاز میں نماز عید	۱۱	۶۰۹
۳۸۸۸	مسافر نے بے وضو نماز پڑھی وقت گذرنے کے بعد یاد آیا	۱۱	۶۱۰
۳۸۸۹	داماد سسرال میں قصر کریگا یا اتمام	۱۱	۶۱۱
۳۸۹۰	سفر کی ابتداء وطن کے آخری گھر سے ہوگی	۱۱	۶۱۱
۳۸۹۱	عورت میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر	۱۱	۶۱۲
۳۸۹۲	حالت سفر میں حیض آ گیا	۱۱	۶۱۳
۳۸۹۳	مسافر کے حق میں سنن رواتب کا حکم	۱۱	۶۱۴
۳۸۹۴	ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۱	۶۱۵
۳۸۹۵	مسافت سفر پہاڑ میں	۱۱	۶۱۶
۳۸۹۶	مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قصر کرے گا	۱۱	۶۱۷
۳۸۹۷	ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم	۱۱	۶۱۷
۳۸۹۸	بہیلی میں نماز	۱۱	۶۱۸
۳۸۹۹	ہوائی جہاز میں نماز	۱۱	۶۱۹
۳۹۰۰	کسی عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا	۱۱	۶۲۰
۳۹۰۱	کیا ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرسکتا ہے	۱۱	۶۲۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۰۲	ریل میں جہت قبلہ کا پایا جانا مشکل ہو تو کیا کیا جائے.....	۱۱	۶۲۰
۳۹۰۳	چلتی ریل میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۱	۶۲۱
۳۹۰۴	ریل سے اتر کر نماز پڑھتے ہوئے ٹرین چل پڑے تو کیا کیا جائے.....	۱۱	۶۲۱
۳۹۰۵	بس میں کس طرح نماز پڑھے	۱۱	۶۲۱
۳۹۰۶	بس میں سفر کرتے وقت کسی جگہ وضو کر کے دوسری جگہ نماز پڑھنا.....	۱۱	۶۲۱
۳۹۰۷	ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے.....	۱۱	۶۲۲
۳۹۰۸	ریل میں تیمّم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے.....	۱۱	۶۲۲
۳۹۰۹	سورج غروب ہونیکے وقت اپنے وطن میں داخل ہونیوالے پر نماز چار رکعت واجب ہے یا دو رکعت	۱۱	۶۲۲
۳۹۱۰	بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے مسافر ہوگا یا حدود شہر کو پار کر کے	۱۱	۶۲۳
۳۹۱۱	ریل میں احتلام ہو جائے تو غسل کے لئے کیا کرے.....	۱۱	۶۲۳

☆.....باب پانزدھم.....☆

بیمار کی نماز

۳۹۱۲	حالت مرض میں فوت شدہ نماز کا فدیہ زندگی میں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ ...	۱۱	۶۲۷
۳۹۱۳	معذور تیمّم اور اشارہ سے نماز پڑھے	۱۱	۶۲۸
۳۹۱۴	آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم	۱۱	۶۲۹
۳۹۱۵	ایضاً.....	۱۱	۶۳۱
۳۹۱۶	آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا.....	۱۱	۶۳۲
۳۹۱۷	آنکھ کے اشارہ سے نماز	۱۱	۶۳۳
۳۹۱۸	اعرج کی نماز کا طریقہ	۱۱	۶۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۱۹	معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا	۱۱	۶۳۶
۳۹۲۰	رحم میں دوار کھ کر نماز	۱۱	۶۳۶
۳۹۲۱	معذور کے لئے صف کے کنارے پر ہونا ضروری نہیں	۱۱	۶۳۷
۳۹۲۲	اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۱	۶۳۸
	☆.....**باب شانزدھم**.....☆		
	ذکر ودعا کے احکام		
	فصل اول : نماز کے بعد اذکار وظائف		
۳۹۲۳	نماز کے بعد ذکر جہری	۱۲	۲۸
۳۹۲۴	فرض اور سنت کے درمیان وظیفہ	۱۲	۲۹
۳۹۲۵	تسبیحات فرض کے بعد ہیں یا سنن کے	۱۲	۳۰
۳۹۲۶	ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً	۱۲	۳۰
۳۹۲۷	کشمیر میں نماز کے بعد درود شریف	۱۲	۳۲
۳۹۲۸	نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ وسلام	۱۲	۳۳
۳۹۲۹	فرض نماز کے بعد وظیفہ	۱۲	۳۴
۳۹۳۰	نماز کے بعد استغفر اللہ پڑھنا	۱۲	۳۵
۳۹۳۱	فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم	۱۲	۳۶
۳۹۳۲	فجر کے بعد امام کا مع مقتدی کے جہراً تسبیحات پڑھنا	۱۲	۳۷
۳۹۳۳	نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا	۱۲	۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۳۴	نماز فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر ونعت میلاد کا حکم.....	۱۲	۳۹
۳۹۳۵	فجر کے بعد ہوا خوری افضل ہے یا اوراد ووظائف.....	۱۲	۴۰
۳۹۳۶	عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم.....	۱۲	۴۱
۳۹۳۷	تسبیح فاطمی نہ پڑھنا.....	۱۲	۴۲
	فصل دوم : درمیان نماز اور اسکے بعد دعا وغیرہ		
۳۹۳۸	فرض نماز کے بعد دعا الحمد سے شروع کرنا.....	۱۲	۴۴
۳۹۳۹	نماز کے ختم پر اللھم انت السلام کی دعا کہاں تک ہے.....	۱۲	۴۵
۳۹۴۰	فجر کے بعد اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے	۱۲	۴۶
۳۹۴۱	پنجگانہ نماز میں دو دفعہ دعا کا التزام.....	۱۲	۴۷
۳۹۴۲	دعاء ثانی.....	۱۲	۵۰
۳۹۴۳	ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی کو دعاء کے اخیر میں پڑھنا.....	۱۲	۵۱
۳۹۴۴	نماز جمعہ کے بعد دعاء ثانیہ.....	۱۲	۵۷
۳۹۴۵	دعاء ثانیہ جبکہ نماز میں خلل واقع ہو.....	۱۲	۵۸
۳۹۴۶	نماز کے بعد دعاء ثانی.....	۱۲	۵۸
۳۹۴۷	دعاء ثانیہ و ثالثہ.....	۱۲	۵۹
۳۹۴۸	سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء.....	۱۲	۶۰
۳۹۴۹	سنت ونفل کے بعد کس قدر طویل دعاء مسنون ہے.....	۱۲	۶۰
۳۹۵۰	سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا.....	۱۲	۶۱
۳۹۵۱	وتر کے بعد دعاء.....	۱۲	۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۵۲	ہر ترویحہ کے بعد دعاء	۱۲	۶۲
۳۹۵۳	تراویح میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۱۲	۶۴
۳۹۵۴	بعد فجر سورہ یٰسین شریف کا اہتمام	۱۲	۶۴
۳۹۵۵	جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا	۱۲	۶۵
۳۹۵۶	نماز میں درود کے بعد کی دعاء	۱۲	۶۶
۳۹۵۷	بعد فجر وعصر تسبیح ودعاء میں ترتیب	۱۲	۶۷
۳۹۵۸	نماز کے بعد تسبیح صف سے ہٹ کر	۱۲	۶۸
۳۹۵۹	تشہد کے بعد کی دعاء	۱۲	۶۹
۳۹۶۰	امام کی دعاء پر آمین کہے یا اپنی دعاء مانگے	۱۲	۷۰
۳۹۶۱	دعاء کے فوائد اور اس کے قبول ہونے کا مطلب	۱۲	۷۰
۳۹۶۲	درازیٔ عمر کی دعاء	۱۲	۷۲
۳۹۶۳	ننگا ہونے کی حالت میں دعا ودرود	۱۲	۷۲
۳۹۶۴	مناجات مقبول اور حزب الاعظم	۱۲	۷۳
۳۹۶۵	حزب البحر پڑھنے کی اجازت	۱۲	۷۳
۳۹۶۶	تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعا کرنا	۱۲	۷۴
۳۹۶۷	ظالم کیلئے بددعاء کرنا	۱۲	۷۵
۳۹۶۸	وقت دعاء دونوں ہاتھوں میں فصل	۱۲	۷۵
۳۹۶۹	دعاء میں ہاتھ زیادہ اٹھانا	۱۲	۷۶
۳۹۷۰	قومہ اور جلسہ کی دعا فرائض میں کیوں نہیں	۱۲	۷۷
۳۹۷۱	قومہ کی دعاء	۱۲	۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۷۲	عصر کے بعد باتیں کرنا.....	۱۲	۸۱
۳۹۷۳	قومہ کے بعد جلسہ کی دعاء.....	۱۲	۸۱
۳۹۷۴	دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کی تفصیل.....	۱۲	۸۲
۳۹۷۵	سجدۂ نماز میں دعاء.....	۱۲	۸۴
۳۹۷۶	سجدہ میں قرآنی دعاء پڑھنا.....	۱۲	۸۶
۳۹۷۷	نماز میں دعائے غیر ماثورہ.....	۱۲	۸۷
۳۹۷۸	اھدنا الصراط المستقیم کی دعا کا اثر.....	۱۲	۸۷
۳۹۷۹	دعاء کس نیت سے مانگی جائے.....	۱۲	۸۸
۳۹۸۰	دعاء کا ایک مخصوص طریقہ.....	۱۲	۸۹
۳۹۸۱	فاسق وفاجر کیلئے دعائے مغفرت.....	۱۲	۹۰
۳۹۸۲	مشرک کیلئے دعاء مغفرت.....	۱۲	۹۱
۳۹۸۳	توبہ واستغفار میں فرق.....	۱۲	۹۲
۳۹۸۴	افطار کے وقت اجتماعی دعا ثابت نہیں.....	۱۲	۹۳
۳۹۸۵	افطار کے وقت دعاء قبول ہے لیکن اجتماعی دعا نہ ہو.....	۱۲	۹۴
۳۹۸۶	مشترک دعاء میں کتنا وقت صرف ہونا چاہئے.....	۱۲	۹۵
۳۹۸۷	چلتے پھرتے اوقات میں ذکر.....	۱۲	۹۶
۳۹۸۸	مذکورہ طریقہ پر دعاء سے متعلق سوال.....	۱۲	۹۷
۳۹۸۹	دعاء بناء مسجد.....	۱۲	۹۷
۳۹۹۰	ذکر بالجہر والجماعت.....	۱۲	۹۸
۳۹۹۱	دعاء جہر وسر کے درمیان.....	۱۲	۱۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۹۲	ہمبستری کے وقت کی دعاء.....	۱۲	۱۰۴
۳۹۹۳	یہ دعاء کرنا کہ اللہ صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ.....	۱۲	۱۰۵
۳۹۹۴	دعاء میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو؟.....	۱۲	۱۰۵
۳۹۹۵	انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے.....	۱۲	۱۰۶
۳۹۹۶	دل سے دعا پڑھنا.....	۱۲	۱۰۶
۳۹۹۷	مختلف دعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا.....	۱۲	۱۰۷
۳۹۹۸	قبولیت دعاء کے شرائط.....	۱۲	۱۰۷
۳۹۹۹	دعاء میں توسل	۱۲	۱۰۹
۴۰۰۰	دعاء میں بحق محمد رسول پڑھنا.....	۱۲	۱۱۰
۴۰۰۱	نماز جنازہ کے بعد دعاء.....	۱۲	۱۱۰
۴۰۰۲	دعاء ماثور میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ	۱۲	۱۱۱
۴۰۰۳	بعد فجر تا اشراق بیٹھے رہنے کا ثواب اٹھنے سے نہیں ملتا.....	۱۲	۱۱۲
۴۰۰۴	ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت.....	۱۲	۱۱۳
۴۰۰۵	ہر نماز کے بعد دعا.....	۱۲	۱۱۶
۴۰۰۶	ہر نماز کے بعد دعا کا اہتمام.....	۱۲	۱۱۸
۴۰۰۷	فرض نماز کے بعد دعا.....	۱۲	۱۱۸
۴۰۰۸	نماز کے بعد دعائیں.....	۱۲	۱۱۹
۴۰۰۹	نماز کے بعد دعا کا طریقہ.....	۱۲	۱۲۱
۴۰۱۰	نماز کے بعد دعا و آمین.....	۱۲	۱۲۱
۴۰۱۱	نماز کے بعد دعا کا پہلا اور اخیر لفظ جہراً کہنا.....	۱۲	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۱۲	ہر نماز کے بعد دعا جہری کا التزام.....	۱۲	۱۲۴
۴۰۱۳	نماز کے بعد جہراً دعا.....	۱۲	۱۲۵
۴۰۱۴	دعا زور سے مانگنا.....	۱۲	۱۲۶
۴۰۱۵	کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ دے کر.....	۱۲	۱۲۷
۴۰۱۶	ظہر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد کی دعا.....	۱۲	۱۲۸
۴۰۱۷	فجر اور عصر میں دعا تسبیحات کے بعد ہو یا سلام کے معاً بعد.....	۱۲	۱۲۹
۴۰۱۸	نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا.....	۱۲	۱۲۹
۴۰۱۹	جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں امام کس طرف منہ کر کے بیٹھے.....	۱۲	۱۳۰
۴۰۲۰	امام کا مقتدیوں کے جانب یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا.....	۱۲	۱۳۱
	☆.....باب ہفدھم.....☆		
	نماز کے متفرق مسائل		
۴۰۲۱	اگر نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی تو.....	۱۲	۱۳۳
۴۰۲۲	صلوات خمس کی ابتدا.....	۱۲	۱۳۴
۴۰۲۳	کیا قرآن کریم سے صرف تین وقت کی نماز ثابت ہے.....	۱۲	۱۳۵
۴۰۲۴	نماز و جہاد میں افضل کون.....	۱۲	۱۳۶
۴۰۲۵	کیا مجذوب مکلّف ہے.....	۱۲	۱۳۷
۴۰۲۶	سجدۂ شکر.....	۱۲	۱۳۸
۴۰۲۷	نماز کی ہیئت ترکیبیہ کیوں ہے.....	۱۲	۱۳۹
۴۰۲۸	سنت طریقے سے مصلی ناخوش ہوں تو.....	۱۲	۱۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۲۹	ترک واجب میں شبہ.....	۱۲	۱۴۱
۴۰۳۰	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کتنا ہو؟.....	۱۲	۱۴۱
۴۰۳۱	نماز کیلئے زبردستی کرنا.....	۱۲	۱۴۲
۴۰۳۲	تارک نماز کا حکم	۱۲	۱۴۴
۴۰۳۳	تارک نماز کا کیا حکم ہے.....	۱۲	۱۴۶
۴۰۳۴	ترک نماز کا دوسروں پر اثر.....	۱۲	۱۴۷
۴۰۳۵	ترک نماز کی سزا.....	۱۲	۱۴۷
۴۰۳۶	شفعہ کسے کہتے ہیں.....	۱۲	۱۴۸
۴۰۳۷	اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا.....	۱۲	۱۴۸
۴۰۳۸	نماز کیلئے زبردستی کرنا.....	۱۲	۱۴۹
۴۰۳۹	شکار میں نماز قضا کرنا.....	۱۲	۱۵۱
۴۰۴۰	بے نمازی سے ترک تعلق.....	۱۲	۱۵۱
۴۰۴۱	نماز کے بعد کسی چھوٹے کا بڑے سے کچھ پیچھے ہٹ جانا.....	۱۲	۱۵۲
۴۰۴۲	مصلیٰ کے قریب باتیں کرنا.....	۱۲	۱۵۳
۴۰۴۳	کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائیگی.....	۱۲	۱۵۴
۴۰۴۴	چیتل کی کھال کا مصلیٰ.....	۱۲	۱۵۵
۴۰۴۵	امام کو احتلام ہوا دو روز اسیطرح نماز پڑھادی کیا معلوم ہونے پر مقتدیوں کو خبر کرنا ضروری ہے	۱۲	۱۵۵
۴۰۴۶	نماز میں غلطی پر متنبہ کرنا	۱۲	۱۵۶
۴۰۴۷	امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا.....	۱۲	۱۵۷
۴۰۴۸	سجدہ مصلے پر اور پیر زمین پر.....	۱۲	۱۵۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۴۹	نماز کے بعد دعاء سے پہلے مسجد کیلئے روپیہ وصول کرنا.....	۱۲	۱۵۸
۴۰۵۰	جس جلسہ کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت.....	۱۲	۱۵۹
۴۰۵۱	ایک سانس میں دونوں سلام.....	۱۲	۱۶۰
۴۰۵۲	سلام امام کے بعد صف سے ہٹ کر بیٹھنا.....	۱۲	۱۶۰
۴۰۵۳	کسی عامی کو اس کی جگہ سے ہٹانا کسی خاص شخص کیلئے.....	۱۲	۱۶۱
۴۰۵۴	ابتدائے نماز میں إِنِّي وَجَّهْتُ پڑھنا.....	۱۲	۱۶۲
۴۰۵۵	سجدہ میں بسم اللہ.....	۱۲	۱۶۲
۴۰۵۶	مقتدی سے فرض کہہ کر سنت پڑھنا.....	۱۲	۱۶۳
۴۰۵۷	ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا.....	۱۲	۱۶۵
۴۰۵۸	کیا نجات کے لئے صرف نماز جمعہ کافی ہے.....	۱۲	۱۶۶
۴۰۵۹	کیا بے نمازی جنت میں جائے گا.....	۱۲	۱۶۷
۴۰۶۰	مغرب کی نماز کیلئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا.....	۱۲	۱۶۷
۴۰۶۱	بہشتی گوہر کی ایک عبارت کی تنقیح.....	۱۲	۱۶۸

کتاب الجمعة والعیدین

نماز جمعہ وعیدین کا بیان

باب اوّل:- نماز جمعہ

فصل اول : وقتِ نمازِ جمعہ

۴۰۶۲	جمعہ کے دن زوال کا حکم.....	۱۲	۱۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۶۳	استواء شمس کے وقت جمعہ کے روز نماز کا حکم	۱۲	۱۷۳
۴۰۶۴	جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے کا حکم	۱۲	۱۷۳
۴۰۶۵	ڈیوٹی کے وقت جمعہ پڑھنے سے جمعہ کا ثواب	۱۲	۱۷۶
	فصل دوم : اذان جمعہ		
۴۰۶۶	اذان خطبہ کا جواب اوراس کے دلائل	۱۲	۱۷۷
۴۰۶۷	اذان خطبہ کا جواب اوراس کے بعد دعاء	۱۲	۱۷۹
۴۰۶۸	جمعہ کی اذان ثانی کا جواب	۱۲	۱۸۰
۴۰۶۹	اذان خطبہ کا جواب	۱۲	۱۸۳
۴۰۷۰	اذان ثانی کا جواب اوراس کی دعاء	۱۲	۱۸۴
۴۰۷۱	جمعہ کی اذان ثانی کے بعد دعاء	۱۲	۱۸۴
۴۰۷۲	اذان جمعہ قبل از زوال	۱۲	۱۸۶
۴۰۷۳	جمعہ کی دونوں اذانوں کا ثبوت	۱۲	۱۸۷
۴۰۷۴	جمعہ کے لئے اذان اول سنت ہے یا ثانی	۱۲	۱۸۸
۴۰۷۵	جمعہ کی اذان ثانی	۱۲	۱۸۹
۴۰۷۶	اذان ثانی کس جگہ ہو	۱۲	۱۸۹
۴۰۷۷	جمعہ کے روز اذان خطبہ کا مقام	۱۲	۱۹۰
۴۰۷۸	اذان خطبہ مسجد میں	۱۲	۱۹۵
۴۰۷۹	جمعہ کی اذان ثانی کا محل	۱۲	۱۹۷
۴۰۸۰	اذان خطبہ کا محل	۱۲	۱۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۸۱	اذان خطبہ کا محل	۱۲	۲۰۰
۴۰۸۲	جمعہ کی اذان ثانی کا مقام اور محمد بن اسحاق کا حال	۱۲	۲۰۴
۴۰۸۳	جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں	۱۲	۲۰۸
۴۰۸۴	اذان ثانی اور خطبہ میں فصل	۱۲	۲۱۲
۴۰۸۵	اذان بین یدی الخطیب کو دائیں بائیں ہٹ کر کہنا	۱۲	۲۱۲
۴۰۸۶	جمعہ کی نماز کے لئے حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا	۱۲	۲۱۳
	فصل سوم : شرائطِ جمعہ		
۴۰۸۷	مصر کی تعریف	۱۲	۲۱۵
۴۰۸۸	شہر ہونے کا مدار عرف پر ہے	۱۲	۲۱۶
۴۰۸۹	مصر کی تعریف اور اقامت جمعہ کی شرائط	۱۲	۲۱۸
۴۰۹۰	قصبہ کی تعریف	۱۲	۲۲۱
۴۰۹۱	جمعہ فی القریٰ، مصر کی تعریفیں قریہ میں جواز جمعہ کا حکم	۱۲	۲۲۲
۴۰۹۲	قریہ میں جمعہ اور قریہ کی تعریف	۱۲	۲۳۴
۴۰۹۳	قریہ صغیرہ وکبیرہ	۱۲	۲۳۶
۴۰۹۴	دو ہزار کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۴۲
۴۰۹۵	دیہات میں جمعہ	۱۲	۲۴۵
۴۰۹۶	تین ہزار کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۵۰
۴۰۹۷	پینتیس سو کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۵۱
۴۰۹۸	چار ہزار کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۹۹	قریۂ کبیرہ میں جمعہ	۱۲	۲۵۳
۴۱۰۰	گاؤں میں جمعہ	۱۲	۲۵۵
۴۱۰۱	الجمعۃ فی القریٰ.....	۱۲	۲۶۰
۴۱۰۲	اٹھارہ سو کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۷۳
۴۱۰۳	بنگال کے دیہات میں جمعہ	۱۲	۲۷۷
۴۱۰۴	جس بستی میں مسلمانوں کی آبادی پانچ سو ہو اس میں جمعہ	۱۲	۲۷۸
۴۱۰۵	جس بستی میں مسلمانوں کے تیس گھر ہوں وہاں جمعہ کا حکم	۱۲	۲۷۸
۴۱۰۶	گاؤں میں جمعہ اور تعزیہ پر قیاس کرنا	۱۲	۲۸۰
۴۱۰۷	دو ہزار کی آبادی میں جمعہ وعیدین وقربانی	۱۲	۲۸۱
۴۱۰۸	موضع دادری میں جمعہ	۱۲	۲۸۲
۴۱۰۹	احتیاط مذہب حنفی میں ہے کہ قریۂ صغیرہ میں جمعہ نہیں	۱۲	۲۸۴
۴۱۱۰	کیا تین گاؤں مل کر ایک جگہ جمعہ پڑھیں	۱۲	۲۸۴
۴۱۱۱	دیہات میں تعلیم مسائل کی خاطر جمعہ پڑھنا	۱۲	۲۸۵
۴۱۱۲	فناءِ مصر.....	۱۲	۲۸۶
۴۱۱۳	شہر سے متصل گاؤں والوں پر جمعہ	۱۲	۲۸۸
۴۱۱۴	جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو اس میں جمعہ کا حکم	۱۲	۲۹۰
۴۱۱۵	گھر یا حجرہ میں جمعہ	۱۲	۲۹۲
۴۱۱۶	لوگوں کے نماز کے ترک کرنے کے اندیشہ سے نماز جمعہ کا قیام	۱۲	۲۹۲
۴۱۱۷	چار پانچ سو کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۹۴
۴۱۱۸	دو سو گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۱۹	تین چار ہزار کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۹۸
۴۱۲۰	پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ	۱۲	۲۹۹
۴۱۲۱	اگر بغیر جمعہ کے مسجد آباد نہ ہو تو کیا کیا جائے.....	۱۲	۳۰۱
۴۱۲۲	جمعہ وعید کے شرائط مفصل.....	۱۲	۳۰۱
۴۱۲۳	جمعہ کے لئے سلطان اور اذن کی شرط	۱۲	۳۰۸
۴۱۲۴	جمعہ میں سلطان کی شرط	۱۲	۳۱۱
۴۱۲۵	جمعہ کے شرائط دارالحرب اور غیر دارالحرب میں مساوی ہیں یا نہیں؟	۱۲	۳۱۲
۴۱۲۶	جس بستی میں شرائط نہ ہوں اور پھر بھی جمعہ پڑھا جائے، اس کا حکم	۱۲	۳۱۳
۴۱۲۷	نماز جمعہ کواڑ بند کر کے	۱۲	۳۱۴
۴۱۲۸	جیل گھر میں جمعہ	۱۲	۳۱۵
۴۱۲۹	قید خانہ میں جمعہ کی نماز.....	۱۲	۳۱۶
۴۱۳۰	فیکٹری میں جمعہ.....	۱۲	۳۱۶
۴۱۳۱	مزرعہ قریبہ میں نماز جمعہ.....	۱۲	۳۱۹
۴۱۳۲	ہوسٹل میں جمعہ	۱۲	۳۲۰
۴۱۳۳	بازار کی مسجد میں جمعہ قائم کرنا	۱۲	۳۲۱
۴۱۳۴	قصبہ سے قریب گاؤں والوں پر جمعہ	۱۲	۳۲۲
۴۱۳۵	نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۱۲	۳۲۳
۴۱۳۶	جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں.....	۱۲	۳۲۴
۴۱۳۷	نماز جمعہ کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں	۱۲	۳۲۵
۴۱۳۸	جو مسجد وقف نہ ہو اس میں نماز جمعہ	۱۲	۳۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۳۹	جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین	۱۲	۳۲۷
۴۱۴۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں پڑھا.....	۱۲	۳۲۸
۴۱۴۱	آبادی سے دور طویلہ کی مسجد میں جمعہ	۱۲	۳۳۰
۴۱۴۲	چھوٹی بستی میں نماز جمعہ بند کرنے سے لوگوں نے فرض نماز بھی چھوڑ دی ..	۱۲	۳۳۱
۴۱۴۳	قریہ صغیرہ میں امام کے پیچھے نماز جمعہ میں اقتداء	۱۲	۳۳۳
۴۱۴۴	جواز جمعہ میں اختلاف ہو تو راہ عمل کیا ہے	۱۲	۳۳۴
۴۱۴۵	جواز جمعہ میں اگر مفتیان کرام مختلف ہوں؟	۱۲	۳۳۴
۴۱۴۶	جمعہ کی نماز کے لئے کسی بستی میں جانا.....	۱۲	۳۳۵
۴۱۴۷	جمعہ کی نماز میں شوافع کے یہاں کتنے آدمی ضروری ہیں؟	۱۲	۳۳۶
۴۱۴۸	شوافع کے نزدیک پندرہ گھر والے قریہ میں جمعہ	۱۲	۳۳۷
	فصل چہارم : فرضیتِ جمعہ		
۴۱۴۹	نابینا پر جمعہ اور اس کی امامت	۱۲	۳۳۹
۴۱۵۰	عورت کے جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط ہو جائے گی.....	۱۲	۳۴۰
۴۱۵۱	گاؤں کا آدمی جمعہ کے دن شہر میں جائے تو کیا نیت کرے	۱۲	۳۴۱
۴۱۵۲	جن لوگوں کو جمعہ نہیں ملا کیا وہ ظہر جماعت سے پڑھیں	۱۲	۳۴۱
۴۱۵۳	قیدیوں کے لئے جمعہ وعیدین واعتکاف کا حکم	۱۲	۳۴۲
۴۱۵۴	جمعہ کے لئے گاؤں سے شہر میں آنا	۱۲	۳۴۳
۴۱۵۵	جمعہ کے وقت اسکول کی حاضری	۱۲	۳۴۴
۴۱۵۶	شرائط جمعہ نہ پائے جانے پر مفاسد کا خوف ہو تو کیا کیا جائے	۱۲	۳۴۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۵۷	شہر سے چار میل دوری پر چرواہے کے لئے جمعہ	۱۲	۳۴۵
	فصل پنجم : خطبۂ جمعہ		
۴۱۵۸	خطبہ دینے کا مسنون طریقہ	۱۲	۳۴۷
۴۱۵۹	خطبۂ جمعہ کا حکم	۱۲	۳۴۷
۴۱۶۰	خطبہ جمعہ وعیدین کا حکم	۱۲	۳۴۸
۴۱۶۱	غیر عربی زبان میں خطبہ	۱۲	۳۴۹
۴۱۶۲	خطبۂ جمعہ کا ترجمہ مذہب شافعی میں	۱۲	۳۵۱
۴۱۶۳	خطبہ حاضرین کی زبان میں	۱۲	۳۵۲
۴۱۶۴	ترجمہ خطبۂ عربیہ	۱۲	۳۵۷
۴۱۶۵	غیر عربی زبان میں خطبہ	۱۲	۳۵۸
۴۱۶۶	اردو زبان میں خطبہ	۱۲	۳۶۰
۴۱۶۷	اردو میں خطبہ	۱۲	۳۶۱
۴۱۶۸	خطبۂ جمعہ بزبانِ عربی	۱۲	۳۶۲
۴۱۶۹	ایضاً	۱۲	۳۷۱
۴۱۷۰	خطیب کا وقتی مسئلہ اردو میں بتانا	۱۲	۳۷۸
۴۱۷۱	خطبۂ جمعہ دیکھ کر پڑھنا	۱۲	۳۷۹
۴۱۷۲	خطبہ سے پہلے اردو میں وعظ	۱۲	۳۸۰
۴۱۷۳	خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ	۱۲	۳۸۸
۴۱۷۴	جمعہ سے پہلے وعظ	۱۲	۳۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۷۵	اذان خطبہ سے پہلے وعظ	۱۲	۳۹۱
۴۱۷۶	جمعہ کی دو اذان کے درمیان وعظ	۱۲	۳۹۲
۴۱۷۷	خطبہ میں ''قال اللہ تعالیٰ فاعوذ باللہ'' پڑھنا	۱۲	۳۹۴
۴۱۷۸	خطبۂ جمعہ سے پہلے نعت ونظم	۱۲	۳۹۵
۴۱۷۹	خطبہ کا سننا جمعہ کے لئے شرط نہیں	۱۲	۳۹۵
۴۱۸۰	خطبۂ جمعہ وعید کا نہ سننا	۱۲	۳۹۶
۴۱۸۱	خطبۂ جمعہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا	۱۲	۳۹۷
۴۱۸۲	تلوار یا کمان لے کر خطبۂ جمعہ پڑھنا	۱۲	۳۹۷
۴۱۸۳	خطبہ کے وقت لاٹھی ہاتھ میں لینا	۱۲	۳۹۹
۴۱۸۴	خطبہ کے بعد امام کا منبر سے اتر کر مصلے پر بیٹھنا	۱۲	۳۹۹
۴۱۸۵	دعا بین الخطبتین	۱۲	۴۰۰
۴۱۸۶	خطبۂ اولیٰ کے اخیر کی دعاء	۱۲	۴۰۱
۴۱۸۷	جمعہ کی نماز میں خطبہ کے درمیان دعاء	۱۲	۴۰۲
۴۱۸۸	خطبہ اور نماز جمعہ میں فصل کی مقدار	۱۲	۴۰۲
۴۱۸۹	مراہق خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے	۱۲	۴۰۶
۴۱۹۰	سامعین کو حالت خطبہ میں درود شریف پڑھنا	۱۲	۴۰۷
۴۱۹۱	خطبہ کے وقت خطیب کی طرف رخ ہو یا قبلہ کی طرف	۱۲	۴۰۸
۴۱۹۲	خلفاء راشدین کا تذکرہ خطبۂ جمعہ میں	۱۲	۴۰۸
۴۱۹۳	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	۱۲	۴۰۹
۴۱۹۴	خطبہ کس زینہ پر ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض	۱۲	۴۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۱۹۵	خطبہ منبر کے کس زینہ پر ہو؟	۱۲	۴۱۱
۴۱۹۶	خطبۂ جمعہ ایک منبر پر بیٹھ کر ایک کھڑے ہو کر پڑھنا	۱۲	۴۱۱
۴۱۹۷	دوران خطبہ ادھر ادھر دیکھنا	۱۲	۴۱۲
۴۱۹۸	خطبہ میں امیر المؤمنین کا نام	۱۲	۴۱۳
۴۱۹۹	خطبہ جمعہ میں اشعار	۱۲	۴۱۳
۴۲۰۰	خطبہ سے قبل السلام علیکم	۱۲	۴۱۴
۴۲۰۱	اذان ثانی سے قبل لقدجاء کم پڑھنا اور درمیان خطبہ زور سے درود پڑھنا	۱۲	۴۱۴
۴۲۰۲	خطبۃ الوداع	۱۲	۴۱۵
۴۲۰۳	خطبۃ الوداع	۱۲	۴۱۶
۴۲۰۴	ایک شخص کا دو جگہ خطبہ پڑھنا	۱۲	۴۱۷
۴۲۰۵	جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں خطبہ دینا	۱۲	۴۱۷
۴۲۰۶	جمعہ پڑھ کر دوسری مسجد میں خطبہ پڑھنا	۱۲	۴۱۸
۴۲۰۷	ایک شخص نماز جمعہ پڑھائے دوسرا خطبہ پڑھے	۱۲	۴۱۹
۴۲۰۸	خطبہ کے درمیان چندہ	۱۲	۴۱۹
۴۲۰۹	خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ	۱۲	۴۲۰
۴۲۱۰	خطبہ کے وقت نمازیوں سے چندہ وصول کرنا	۱۲	۴۲۲
۴۲۱۱	خطبۂ جمعہ کے وقت چندہ کرنا	۱۲	۴۲۳
۴۲۱۲	حالت خطبہ میں پنکھے سے ہوا کرنا	۱۲	۴۲۶
۴۲۱۳	خطبۂ اولیٰ وثانیہ میں کس قدر طول ہو	۱۲	۴۲۶
۴۲۱۴	خطبۂ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے کھڑا ہونا	۱۲	۴۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ششم : تعدد جمعہ		
۴۲۱۵	تعدد جمعہ	۱۲	۴۲۸
۴۲۱۶	ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ	۱۲	۴۲۸
۴۲۱۷	مزارع متعددہ میں تعدد جمعہ	۱۲	۴۳۲
۴۲۱۸	بڑی جامع مسجد ہوتے ہوئے دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا.....	۱۲	۴۳۳
۴۲۱۹	بدعتی امام سے بچنے کے لئے مدرسہ میں قیام جمعہ	۱۲	۴۳۵
	فصل ہفتم : آدابِ جمعہ		
۴۲۲۰	سورۂ کہف کا ورد ہر جمعہ کو	۱۲	۴۳۷
۴۲۲۱	ناخن اور بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوائے یا بعد میں	۱۲	۴۳۷
۴۲۲۲	جمعہ کے روز حجامت	۱۲	۴۳۸
۴۲۲۳	غسل جمعہ وعید کا وقت	۱۲	۴۳۹
	فصل ہشتم : احتیاط الظہر		
۴۲۲۴	احتیاط الظہر کی تفصیل	۱۲	۴۴۱
۴۲۲۵	احتیاط الظہر	۱۲	۴۴۵
۴۲۲۶	احتیاط الظہر	۱۲	۴۵۱
۴۲۲۷	نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر	۱۲	۴۵۱
۴۲۲۸	جمعہ سے پہلے ظہر پڑھی	۱۲	۴۵۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل نہم : متفرقات جمعہ		
۴۲۲۹	نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ	۱۲	۴۵۴
۴۲۳۰	محراب میں جمعہ سے پہلے سنت پڑھنا.....	۱۲	۴۵۶
۴۲۳۱	جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟.....	۱۲	۴۵۶
۴۲۳۲	نماز جمعہ کی نیت	۱۲	۴۵۷
۴۲۳۳	تکبیر تشریق نماز جمعہ کے بعد.....	۱۲	۴۵۸
۴۲۳۴	عیدگاہ میں جمعہ اذان ثانی واقامت سے	۱۲	۴۵۹
۴۲۳۵	جو شخص کوئی نماز نہیں پڑھتا صرف جمعہ پڑھتا ہے اس کا حکم.....	۱۲	۴۶۰
	☆.....**باب دوم**.....☆		
	عیدین کے احکام		
	فصل اول : عیدین کے وجوب وشرائط		
۴۲۳۶	نماز عید کا وقت	۱۲	۴۶۱
۴۲۳۷	عیدین میں سلطان کی شرط	۱۲	۴۶۲
۴۲۳۸	نماز عید بنیت نفل	۱۲	۴۶۳
۴۲۳۹	شہادت دیر سے پہونچے تو نماز عید کو مؤخر کیا جائے؟	۱۲	۴۶۴
۴۲۴۰	باہر کا آدمی بھی عید کی نماز پڑھا سکتا ہے	۱۲	۴۶۵
۴۲۴۱	جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کیلئے نماز عید کا حکم	۱۲	۴۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۲۴۲	جو شخص قربانی نہ کرے اس کے ذمہ نماز عید.....	۱۲	۴۶۶
۴۲۴۳	احناف کی نماز عیدین شوافع کے پیچھے	۱۲	۴۶۷
۴۲۴۴	مسبوق نماز عید کس طرح پوری کرے	۱۲	۴۶۸
۴۲۴۵	جس کو عید کی نماز نہیں ملی کیا وہ تنہا یا جماعت سے پڑھے	۱۲	۴۶۸
۴۲۴۶	نماز عید کو مؤخر کرنا	۱۲	۴۶۹
۴۲۴۷	خطرۂ جان کے وقت نماز عید ترک کرنا.....	۱۲	۴۷۱
۴۲۴۸	نماز عید دیہات میں	۱۲	۴۷۱
۴۲۴۹	نماز عید میں رکوع بھول گیا	۱۲	۴۷۳
	فصل دوم : نماز عیدین ادا کرنے کے مقام		
۴۲۵۰	عیدگاہ کا حکم.....	۱۲	۴۷۴
۴۲۵۱	عیدین کی نماز بستی میں یا میدان میں	۱۲	۴۷۶
۴۲۵۲	نماز عید کیلئے میدان میں جانا مستحب ہے	۱۲	۴۷۹
۴۲۵۳	معذورین کے لئے جامع مسجد میں نماز عید	۱۲	۴۸۰
۴۲۵۴	نماز عیدین آبادی میں یا صحراء میں	۱۲	۴۸۰
۴۲۵۵	عیدگاہ چھوڑ کر میدان میں نماز عید.....	۱۲	۴۸۱
۴۲۵۶	فیلڈ میں نماز عید	۱۲	۴۸۲
۴۲۵۷	نماز عید جبانہ میں	۱۲	۴۸۳
۴۲۵۸	عید کی نماز شہر سے کتنی دور ہو.....	۱۲	۴۸۵
۴۲۵۹	دو بستیوں میں ایک عیدگاہ	۱۲	۴۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۲۶۰	جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جمعہ وعید.....	۱۲	۴۸۷
۴۲۶۱	بارش میں نماز عید کہاں پڑھیں.....	۱۲	۴۸۸
۴۲۶۲	کیا عیدگاہ کیلئے وقف ہونا لازم ہے	۱۲	۴۸۸
۴۲۶۳	مجوسی کے وقف کردہ میدان میں نماز عید	۱۲	۴۸۹
۴۲۶۴	نماز عید قبرستان میں	۱۲	۴۹۰
۴۲۶۵	قبرستان میں نماز عید.....	۱۲	۴۹۱
۴۲۶۶	مساجد میں عید کی نماز	۱۲	۴۹۳
۴۲۶۷	نماز عید مسجد میں	۱۲	۴۹۴
۴۲۶۸	کیا عیدگاہ بحکم مسجد ہے	۱۲	۴۹۵
۴۲۶۹	عید کی نماز مسجد میں ہو یا میدان میں	۱۲	۴۹۶
۴۲۷۰	بلا عذر مسجد میں عید کی نماز.....	۱۲	۴۹۷
۴۲۷۱	عیدگاہ آبادی میں ہونے کی وجہ سے فروخت کرنے کا حکم	۱۲	۴۹۸
	فصل سوم : نماز عیدین میں تعدد وتکرار		
۴۲۷۲	متعدد عیدگاہ.....	۱۲	۴۹۹
۴۲۷۳	نماز عید دو جگہ	۱۲	۵۰۱
۴۲۷۴	دو عیدگاہوں میں نماز عید ادا کرنا.....	۱۲	۵۰۱
۴۲۷۵	ایک سے زائد جگہ عید کی نماز	۱۲	۵۰۲
۴۲۷۶	متعدد عیدگاہیں ایک بستی میں	۱۲	۵۰۳
۴۲۷۷	ہر محلّہ میں الگ الگ عید کی نماز	۱۲	۵۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۲۷۸	جدید عیدگاہ میں نماز پڑھے یا قدیم میں	۱۲	۵۰۵
۴۲۷۹	اگر جدید عیدگاہ بھی بنالی جائے تو نماز کس میں ادا کریں	۱۲	۵۰۷
۴۲۸۰	ایک ہی امام کا دو جگہ نماز عید پڑھانا	۱۲	۵۰۸
۴۲۸۱	امام صاحب کا نماز عید مکرر پڑھانا	۱۲	۵۰۹
۴۲۸۲	رفع فساد کیلئے دوسری عیدگاہ بنانا	۱۲	۵۱۰
۴۲۸۳	اندیشۂ فساد کے وقت نماز عید محلوں کی مساجد میں	۱۲	۵۱۱
۴۲۸۴	قدیم عیدگاہ پر غیروں کا قبضہ ہوجانے کے اندیشہ سے نماز عید ادا کرنا	۱۲	۵۱۲
۴۲۸۵	پرانی عیدگاہ تنگ ہو تو نئی عیدگاہ بنانا	۱۲	۵۱۳

فصل چہارم : تکبیرات عیدین

۴۲۸۶	تکبیراتِ عید کی تعداد	۱۲	۵۱۵
۴۲۸۷	تکبیرات خطبۂ عیدین	۱۲	۵۱۷
۴۲۸۸	تکبیرات عید بھول گیا	۱۲	۵۱۷
۴۲۸۹	نماز عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو	۱۲	۵۱۹
۴۲۹۰	نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو	۱۲	۵۱۹
۴۲۹۱	زائد تکبیرات میں ہاتھ چھوڑنا	۱۲	۵۲۰
۴۲۹۲	نماز عید میں بارہ تکبیر کہنا	۱۲	۵۲۰
۴۲۹۳	عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات زوائد بھول گیا	۱۲	۵۲۱
۴۲۹۴	عیدالفطر میں تین دفعہ تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا	۱۲	۵۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل پنجم: تکبیرات تشریق		
۴۲۹۵	تکبیر تشریق بعد نماز عید	۱۲	۵۲۳
۴۲۹۶	نماز عید کے بعد تکبیر تشریق	۱۲	۵۲۴
۴۲۹۷	تکبیر تشریق عورت، دیہاتی، منفرد پر	۱۲	۵۲۵
۴۲۹۸	تکبیر تشریق میں فتویٰ	۱۲	۵۲۶
۴۲۹۹	خطبہ میں تکبیر پڑھنا	۱۲	۵۲۷
۴۳۰۰	عید کی نماز میں جانے اور واپس آنے میں تکبیر تشریق	۱۲	۵۲۷
۴۳۰۱	تکبیر تشریق عیدگاہ سے لوٹتے وقت	۱۲	۵۲۸
۴۳۰۲	عید الفطر کا خطبہ بغیر تکبیر کے	۱۲	۵۲۸
۴۳۰۳	نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھول گیا بات چیت بھی کر لی	۱۲	۵۲۹
	فصل ششم: خطبۂ عیدین		
۴۳۰۴	خطبۂ عیدین میں عصا لینا	۱۲	۵۳۰
۴۳۰۵	دوران خطبہ خطیب کو روپیہ دینا	۱۲	۵۳۱
۴۳۰۶	خطبہ سے پہلے تکبیر	۱۲	۵۳۱
۴۳۰۷	عید الفطر کے بعد خطبہ کا ترجمہ اور متعلقہ مسائل	۱۲	۵۳۲
	فصل ہفتم: عیدین کے بعد دعا و مصافحہ		
۴۳۰۸	دعا بعد خطبۂ عیدین	۱۲	۵۳۳
۴۳۰۹	دعا بعد نماز عید	۱۲	۵۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۱۰	دعا بعد نماز عید	۱۲	۵۳۴
۴۳۱۱	عیدین کے بعد دُعا	۱۲	۵۳۶
۴۳۱۲	نماز عید کے بعد مصافحہ	۱۲	۵۳۶
۴۳۱۳	دعا و مصافحہ بعد نماز عید	۱۲	۵۳۷
	فصل هشتم : عورتوں کیلئے نماز عیدین میں شرکت		
۴۳۱۴	عورتوں پر نمازِ عید	۱۲	۵۳۸
۴۳۱۵	عورتوں پر نماز عید نہیں	۱۲	۵۳۹
۴۳۱۶	عورتوں کا نماز عید کیلئے مسجد میں جانا	۱۲	۵۴۰
۴۳۱۷	عید کی نماز عورتوں پر جامع مسجد میں	۱۲	۵۴۱
۴۳۱۸	کیا عورتوں پر نماز عید ہے	۱۲	۵۴۲
۴۳۱۹	عورتوں کے ذمہ نماز عید نیز رفع یدین وغیرہ	۱۲	۵۴۵
۴۳۲۰	عید کا جھنڈا اور عورت کا خطبۂ عید	۱۲	۵۴۶
۴۳۲۱	عورتوں کا عیدگاہ میں جانا	۱۲	۵۴۷
۴۳۲۲	امام گاؤں میں مردوں کو پھر عورتوں کو عید پڑھائے	۱۲	۵۵۰
	فصل نهم : متفرق مسائل عیدین		
۴۳۲۳	روزہ رکھ کر نماز عید پڑھنا	۱۲	۵۵۱
۴۳۲۴	بطور احتجاج عید کے روز نئے کپڑے نہ پہننا	۱۲	۵۵۲
۴۳۲۵	عیدگاہ اور قبرستان بستی کے کس جانب ہو	۱۲	۵۵۳
۴۳۲۶	نماز عید نماز جنازہ پر مقدم ہے	۱۲	۵۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۲۷	شب عیدین میں نفل	۱۲	۵۵۴
۴۳۲۸	عید کیلئے قاضی کا جلوس	۱۲	۵۵۴
۴۳۲۹	امام کیلئے کمر پر رومال باندھنا	۱۲	۵۵۵
۴۳۳۰	عید کے دن زیارت قبور	۱۲	۵۵۶
۴۳۳۱	عیدین میں جھولی پھرانا اور اس رقم سے امام ومؤذن کی تنخواہ	۱۲	۵۵۶
۴۳۳۲	نماز عید سے پہلے الصلوٰۃ عید الفطر وغیرہ کہنا	۱۲	۵۵۷
۴۳۳۳	نماز عید کیلئے الصلوٰۃ کہہ کر بلانا	۱۲	۵۵۸
۴۳۳۴	عید کیلئے اذان نہیں	۱۲	۵۵۸
۴۳۳۵	عیدین میں جلوس ودف	۱۲	۵۵۹
۴۳۳۶	صلوٰۃ کے بغیر عید کی نماز	۱۲	۵۶۰
۴۳۳۷	عیدگاہ کو اپنا کھیت کہنے والا	۱۲	۵۶۱
۴۳۳۸	عید الاضحیٰ اور عید الضحیٰ کے معنی	۱۲	۵۶۲
۴۳۳۹	عیدین کے دن تجارت کا حکم	۱۲	۵۶۲
۴۳۴۰	غسل عید ایسی جگہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی	۱۲	۵۶۳
۴۳۴۱	تعصب کی بنیاد پر امام کے پیچھے عید نہ پڑھنا	۱۲	۵۶۳
۴۳۴۲	عیدین کے موقع پر مسجد میں چندہ کرنا	۱۲	۵۶۴
	☆.....باب سوم.....☆		
	نماز استسقاء		
۴۳۴۳	صلوٰۃ استسقاء کی شرط	۱۲	۵۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۴۴	نماز استسقاء کے شرائط	۱۲	۵۶۸
۴۳۴۵	صلوٰۃ استسقاء تین روز سے زائد نہیں	۱۲	۵۷۰
۴۳۴۶	کیا صلوٰۃ استسقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ آسمان پر بادل نہ ہوں.....	۱۲	۵۷۱
۴۳۴۷	صلوٰۃ استسقاء کے لئے اگربتی وغیرہ ساتھ لے جانا	۱۲	۵۷۲
۴۳۴۸	نماز استسقاء کے بعد دعاء ترنم سے	۱۲	۵۷۲
۴۳۴۹	نماز استسقاء کے بعد کھانا کھلانا	۱۲	۵۷۳
۴۳۵۰	بلا وضو وطہارت کے نماز استسقاء.....	۱۲	۵۷۴

کتاب الجنائز

﴿جنازہ کے احکام﴾

باب اوّل:- موت ومیت کے احوال

۴۳۵۱	موت فجائۃ	۱۳	۲۹
۴۳۵۲	روح نکلنے کے بعد میت کے پیر قبلہ کی طرف کرنا	۱۳	۳۰
۴۳۵۳	ہندوستان سے پاکستان جاکر مرنا	۱۳	۳۱
۴۳۵۴	خواب میں میت کی طرف سے کسی بات کا علم	۱۳	۳۱
۴۳۵۵	کافر کے مرنے کی خبر پر کیا پڑھے	۱۳	۳۲
۴۳۵۶	غیر مسلم میت کی خبر سننے پر کیا پڑھے	۱۳	۳۲
۴۳۵۷	رمضان میں جمعہ کے روز مرنے والے سے سوال نہیں	۱۳	۳۳
۴۳۵۸	جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال	۱۳	۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۵۹	رمضان میں میت کو عذاب قبر نہ ہونا.....	۱۳	۳۵
۴۳۶۰	قبر میں میت کے لئے حیات ہے یا نہیں.....	۱۳	۳۵
۴۳۶۱	قبر سے مردہ کی آواز باہر والوں کا سننا.....	۱۳	۳۶
۴۳۶۲	موت کے وقت سر کدھر ہو اور پیر کدھر ہو.....	۱۳	۳۷
۴۳۶۳	جو لوگ پہلے مر چکے ان سے بعد میں مرنے والوں کی ملاقات.....	۱۳	۳۸
۴۳۶۴	مردوں سے قبول دعا کی درخواست.....	۱۳	۳۹
۴۳۶۵	مردوں کا زندوں کے قدموں کی آواز سننا.....	۱۳	۳۹
۴۳۶۶	کیا مردے زندوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں.....	۱۳	۳۹
۴۳۶۷	کسی کی قبر کو ٹیک لگانا.....	۱۳	۴۰
۴۳۶۸	دنیا سے رخصت شدہ بزرگ زندہ ہیں یا مردہ.....	۱۳	۴۱
۴۳۶۹	اولیاء کے مزارات پر خیرات.....	۱۳	۴۲
۴۳۷۰	بعد وفات بزرگوں کی ملاقات.....	۱۳	۴۲
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	میت کو غسل دینا		
۴۳۷۱	پابند شرع غسل دے.....	۱۳	۴۴
۴۳۷۲	غسل میت کے لئے نیت ضروری نہیں.....	۱۳	۴۴
۴۳۷۳	دائی کا میت کو غسل دینا.....	۱۳	۴۵
۴۳۷۴	کیا حضرت فاطمہؓ کو غسل حضرت علیؓ نے دیا تھا.....	۱۳	۴۶
۴۳۷۵	کیا شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے.....	۱۳	۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۷۶	کیا بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے	۱۳	۴۸
۴۳۷۷	عورت کے انتقال پر کوئی عورت نہ ہو تو تیمّم کرادیا جائے	۱۳	۴۸
۴۳۷۸	میت کے غسل میں میت کا پاؤں کس طرف ہو	۱۳	۴۹
۴۳۷۹	غسل میت کے وقت پیر کس طرف ہوں اور غیر مستنجی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟	۱۳	۵۰
۴۳۸۰	میت کو غسل دیتے وقت پیر کدھر ہونا چاہئے	۱۳	۵۱
۴۳۸۱	میت کا غسل کے بعد سر کدھر ہو اور پیر کدھر ہوں	۱۳	۵۱
۴۳۸۲	میت کو کورے گھڑے سے غسل دینا	۱۳	۵۲
۴۳۸۳	غسل میت میں ڈھیلے سے استنجاء	۱۳	۵۳
۴۳۸۴	غسل میت کے بعد پاخانہ نکل آیا	۱۳	۵۴
۴۳۸۵	مردہ کے بدن سے ناپاکی نکلے تو کیا حکم ہے	۱۳	۵۴
۴۳۸۶	فقیر تکیہ کی بیوی کو غسل میت پر مجبور کرنا	۱۳	۵۵
۴۳۸۷	میت کو فقیروں کے ذریعہ غسل دلانا	۱۳	۵۵
۴۳۸۸	غسل کے وقت میت کو لگایا ہوا پلاسٹر چھڑانا چاہئے	۱۳	۵۶

☆ ..... باب سوم ..... ☆

کفن

۴۳۸۹	کفن کے اوپر کی چادر	۱۳	۵۷
۴۳۹۰	غسل میت کے بعد جو کپڑا ستر عورت کیلئے ڈالا جائے کیا وہ جزوِ کفن ہے	۱۳	۵۸
۴۳۹۱	کفن کے کپڑے	۱۳	۵۹
۴۳۹۲	میت کے لئے کتنے کپڑے؟	۱۳	۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۹۳	کفن کے کپڑے اور طریقہ	۱۳	۶۱
۴۳۹۴	کفن کے کپڑوں کی تعداد.....	۱۳	۶۲
۴۳۹۵	میت مرد اور عورت کے کفن کا عدد	۱۳	۶۲
۴۳۹۶	کفن کی مقدار	۱۳	۶۳
۴۳۹۷	عورت کے لئے کفن ہے یا پائجامہ.....	۱۳	۶۴
۴۳۹۸	کفن کو مشین سے سینا اور اس کو تہہ کرنا	۱۳	۶۴
۴۳۹۹	نابالغ کا کفن	۱۳	۶۵
۴۴۰۰	اپنے کفن دفن کیلئے اپنی زندگی میں سامان خرید کر رکھنا	۱۳	۶۵
۴۴۰۱	کفن کس رنگ کا ہو.....	۱۳	۶۶
۴۴۰۲	کفن کا کپڑا کس رنگ کا ہونا چاہئے	۱۳	۶۷
۴۴۰۳	کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے	۱۳	۶۸
۴۴۰۴	عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے.....	۱۳	۶۹
۴۴۰۵	کفن کے بند کا حکم	۱۳	۷۰
۴۴۰۶	کفن پر کلمہ لکھنا	۱۳	۷۱
۴۴۰۷	کفن پر لکھنا.....	۱۳	۷۲
۴۴۰۸	کفن پر عہد نامہ.....	۱۳	۷۳
۴۴۰۹	تلقین بعد الدفن اور کفن پر عہد نامہ لکھنا	۱۳	۷۴
۴۴۱۰	کلمۂ طیب وغیرہ لکھ کر میت کے گلے میں لٹکا دینا	۱۳	۷۶
۴۴۱۱	کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا	۱۳	۷۷
۴۴۱۲	عورت کے جنازہ پر سرخ چادر.....	۱۳	۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۱۳	کفن پر خوشبو لگانا	۱۳	۷۸
۴۱۴	کفن میں متبرک کپڑا.....	۱۳	۷۸
۴۴۱۵	پردۂ کعبہ کا ٹکڑا میت کی پیشانی پر	۱۳	۸۱
۴۴۱۶	غلاف کعبہ کا ٹکڑا میت پر	۱۳	۸۲
۴۴۱۷	میت پر آب زمزم چھڑکنا.....	۱۳	۸۲
۴۴۱۸	کفن کو آب زمزم سے تر کرنا	۱۳	۸۳
۴۴۱۹	بدیشی کپڑے کا کفن اوراس پر نماز جنازہ.....	۱۳	۸۴
۴۴۲۰	ہندو مسلم کے جنازہ میں تمیز نہ ہوتو کفن ودفن کی کیا صورت ہو.....	۱۳	۸۶
۴۴۲۱	مردہ بچہ کو بلاغسل وکفن ہنڈیا میں رکھ کر دفن کر دینا.....	۱۳	۸۷
۴۴۲۲	مرتد کی تجہیز وتکفین	۱۳	۸۸
۴۴۲۳	غیر مسلم کی رقم سے مسلمان کی تکفین	۱۳	۸۹
۴۴۲۴	غیر مسلم سے کفن سلوانا	۱۳	۹۰

☆..... باب چہارم .....☆

نماز جنازہ

۴۴۲۵	نمازِ جنازہ کی نیت	۱۳	۹۱
۴۴۲۶	نمازِ جنازہ کی نیت	۱۳	۹۳
۴۴۲۷	صلوٰۃ جنازہ حاضرین پر فرض کفایہ ہے.....	۱۳	۹۳
۴۴۲۸	صلوٰۃ جنازہ کی مشروعیت کب سے ہے.....	۱۳	۹۶
۴۴۲۹	نماز جنازہ صرف تکبیرات سے ادا ہوجاتی ہے.....	۱۳	۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۳۰	تکبیرات جنازہ میں کمی زیادتی	۱۳	۹۷
۴۴۳۱	نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر	۱۳	۹۸
۴۴۳۲	چوتھی تکبیر کے بعد مقتدی نے سلام پھیر دیا	۱۳	۹۸
۴۴۳۳	تیسری تکبیر پر سلام پھیر دیا	۱۳	۹۹
۴۴۳۴	نماز جنازہ میں صرف تین تکبیر کہنا	۱۳	۱۰۰
۴۴۳۵	نمازِ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑ دے	۱۳	۱۰۱
۴۴۳۶	نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیا پڑھے	۱۳	۱۰۲
۴۴۳۷	نمازِ جنازہ میں ہاتھ کب چھوڑے	۱۳	۱۰۳
۴۴۳۸	صلوۃ جنازہ میں تکبیر رابع کے بعد ہاتھ کب چھوڑے	۱۳	۱۰۴
۴۴۳۹	نمازِ جنازہ میں مسبوق بقیہ نماز کس طرح پڑھے	۱۳	۱۰۵
۴۴۴۰	صغیر وکبیر کے جنازوں کی نماز یکدم پڑھنا	۱۳	۱۰۶
۴۴۴۱	نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ	۱۳	۱۰۷
۴۴۴۲	صلوٰۃ جنازہ کا درود شریف	۱۳	۱۰۹
۴۴۴۳	صلوٰۃ جنازہ کی دعا مادری زبان میں	۱۳	۱۰۹
۴۴۴۴	جوتے پہن کر نماز جنازہ	۱۳	۱۱۰
۴۴۴۵	جوتے پہن کر نماز جنازہ	۱۳	۱۱۱
۴۴۴۶	ناپاک زمین پر صلوٰۃ جنازہ	۱۳	۱۱۲
۴۴۴۷	اوقات مکروہہ میں صلوۃ جنازہ	۱۳	۱۱۲
۴۴۴۸	تعلیم قرآن کے وقت نماز جنازہ	۱۳	۱۱۳
۴۴۴۹	احاطۂ مسجد میں صلوٰۃ جنازہ	۱۳	۱۱۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۵۰	مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ وغیرہ	۱۳	۱۱۶
۴۴۵۱	مسجد میں نماز جنازہ	۱۳	۱۱۸
۴۴۵۲	مسجد میں نماز جنازہ	۱۳	۱۲۹
۴۴۵۳	جامع مسجد میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۰
۴۴۵۴	مسجد میں نماز جنازہ میں عدم شرکت	۱۳	۱۳۱
۴۴۵۵	مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کیوجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکنا	۱۳	۱۳۲
۴۴۵۶	نمازِ جنازہ فناء مسجد اور قبرستان میں	۱۳	۱۳۳
۴۴۵۷	قبرستان میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۴
۴۴۵۸	قبرستان میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۴
۴۴۵۹	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۶
۴۴۶۰	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۶
۴۴۶۱	عیدگاہ میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۸
۴۴۶۲	ارض مغصوبہ میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۸
۴۴۶۳	کشادہ جگہ میں نماز جنازہ	۱۳	۱۳۹
۴۴۶۴	تعزیہ گاہ میں جنازہ	۱۳	۱۳۹
۴۴۶۵	نمازِ جنازہ سنتوں سے پہلے یا بعد میں	۱۳	۱۴۰
۴۴۶۶	نمازِ جنازہ سنتوں پر مقدم ہے	۱۳	۱۴۱
۴۴۶۷	سنت وقت اور جنازہ میں ترتیب	۱۳	۱۴۲
۴۴۶۸	نماز عید و جنازہ میں ترتیب	۱۳	۱۴۳
۴۴۶۹	متعدد جنازوں کی نماز اکٹھی	۱۳	۱۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۷۰	نمازِ جنازہ متعدد دفعہ.....	۱۳	۱۴۴
۴۴۷۱	نمازِ جنازہ مکرر	۱۳	۱۴۵
۴۴۷۲	نمازِ جنازہ مکرر	۱۳	۱۴۵
۴۴۷۳	نمازِ جنازہ کے وضو سے فرض نماز	۱۳	۱۴۶
۴۴۷۴	نمازِ جنازہ بلا وضو	۱۳	۱۴۷
۴۴۷۵	نمازِ جنازہ میں کچھ لوگوں کا محض تماشا بینوں کی طرح کھڑے رہنا.....	۱۳	۱۴۸
۴۴۷۶	خنثیٰ بچہ کی نماز جنازہ.....	۱۳	۱۴۹
۴۴۷۷	ہجڑے کے جنازہ کی نماز	۱۳	۱۴۹
۴۴۷۸	زانیہ اور ولد الزنا کی نماز جنازہ.....	۱۳	۱۵۰
۴۴۷۹	زانیہ اور ولد زنا کے احکام.....	۱۳	۱۵۰
۴۴۸۰	کنواری کے بچہ پر نماز جنازہ	۱۳	۱۵۳
۴۴۸۱	جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو اس پر صلوٰۃ جنازہ نہیں	۱۳	۱۵۴
۴۴۸۲	مردہ بچہ کی نماز جنازہ کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک	۱۳	۱۵۴
۴۴۸۳	کافر نے اپنا چھوٹا بچہ مسلمان کو دے دیا اس پر صلوٰۃ جنازہ.....	۱۳	۱۵۶
۴۴۸۴	میت مشتبہ ہو تو نماز جناز کون پڑھے شیعہ یا سنی	۱۳	۱۶۰
۴۴۸۵	مسلم مرد اور کافر عورت سے پیدا شدہ بچہ کا حکم.....	۱۳	۱۶۱
۴۴۸۶	مسلمان عورت جو ہندو کے قبضہ میں ہو اس کی نماز جنازہ	۱۳	۱۶۷
۴۴۸۷	بے نمازی کے جنازہ کی نماز	۱۳	۱۶۸
۴۴۸۸	تارک نماز کا جنازہ اور اس پر جرمانہ.....	۱۳	۱۶۹
۴۴۸۹	بے نمازی کے جنازہ کو سزا.....	۱۳	۱۷۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۹۰	ماں باپ کے قاتل پر نماز جنازہ	۱۳	۱۷۱
۴۴۹۱	قاتل پر نماز جنازہ	۱۳	۱۷۲
۴۴۹۲	عصبیت پر جو شخص مقتول ہو اس کے جنازہ کی نماز	۱۳	۱۷۳
۴۴۹۳	خودکشی کرنے والے اور نشہ کی حالت میں مرنے والے کی نماز جنازہ	۱۳	۱۷۴
۴۴۹۴	خود ڈوب کر مرنے والے کی نماز جنازہ اور بخشش	۱۳	۱۷۴
۴۴۹۵	مسافر پر نماز جنازہ	۱۳	۱۷۵
۴۴۹۶	مقروض کے جنازہ کی نماز	۱۳	۱۷۶
۴۴۹۷	غائبانہ نماز جنازہ	۱۳	۱۷۸
۴۴۹۸	میت غائب کی نماز جنازہ	۱۳	۱۷۹
۴۴۹۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں پر صلوٰۃ جنازہ	۱۳	۱۸۱
۴۵۰۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز	۱۳	۱۸۳
۴۵۰۱	نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا	۱۳	۱۸۴
۴۵۰۲	جنازۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنے آدمی تھے	۱۳	۱۸۶
۴۵۰۳	جنازۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی کیفیت	۱۳	۱۸۷
۴۵۰۴	جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز	۱۳	۱۸۹
۴۵۰۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ	۱۳	۱۹۰
۴۵۰۶	جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تاخیر کیوجہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۳	۱۹۱
۴۵۰۷	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۳	۱۹۳
۴۵۰۸	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۳	۱۹۴
۴۵۰۹	نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۱۳	۱۹۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۱۰	نمازِ جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر مستقلاً میت کے لئے دعاء	۱۳	۱۹۵
۴۵۱۱	عورت کے جنازہ پر امام کا رومال ڈالنا	۱۳	۱۹۶
۴۵۱۲	عورت کے جنازہ کا ولی شوہر ہے یا باپ	۱۳	۱۹۶
۴۵۱۳	امام محلّہ کی امامت ولی کے مقابلہ میں	۱۳	۱۹۷
۴۵۱۴	نمازِ جنازہ کی اجازت ولیٔ میت سے	۱۳	۱۹۸
۴۵۱۵	امام کا موقف صلوٰۃ جنازہ میں	۱۳	۱۹۹
۴۵۱۶	جائے نماز پر نماز جنازہ	۱۳	۲۰۱
۴۵۱۷	میت کی نماز جنازہ چارپائی پر	۱۳	۲۰۱
۴۵۱۸	جنازہ کو جمعہ تک مؤخر کرنا	۱۳	۲۰۲
۴۵۱۹	نمازِ جنازہ میں دوسرے محلّہ والوں کا انتظار کرنا	۱۳	۲۰۲
۴۵۲۰	مجذوم کو بلاغسل دفن کردیا گیا	۱۳	۲۰۳
۴۵۲۱	صفوف نماز جنازہ میں طاق عدد	۱۳	۲۰۴
۴۵۲۲	صفوف نماز جنازہ میں بچوں کی صف	۱۳	۲۰۵
۴۵۲۳	صفوف جنازہ میں کونسی صف افضل ہے	۱۳	۲۰۶
۴۵۲۴	نمازِ جنازہ میں آخر صف افضل ہے	۱۳	۲۰۷
۴۵۲۵	نمازِ جنازہ کی صفوف میں فصل	۱۳	۲۰۸
۴۵۲۶	نمازِ جنازہ کی صفوف میں کتنی جگہ رہے	۱۳	۲۰۸
۴۵۲۷	میت کے تین ٹکڑے ہونے پر صلوۃ جنازہ اور اسکی تدفین	۱۳	۲۰۹
۴۵۲۸	جنازۂ شہید پر نماز	۱۳	۲۱۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۲۹	خودکشی کرنے والے پر صلوۃ جنازہ.....	۱۳	۲۱۳
۴۵۳۰	خودکشی کرنے والے پر صلوۃ جنازہ.....	۱۳	۲۱۴
۴۵۳۱	متعدد بچوں پر ایک ہی نماز کافی ہے یا الگ الگ.....	۱۳	۲۱۵
۴۵۳۲	متعدد جنازوں پر نماز کا طریقہ.....	۱۳	۲۱۵
۴۵۳۳	مردہ بچہ پر نماز جنازہ کا حکم.....	۱۳	۲۱۶
۴۵۳۴	نصف جلی ہوئی لاش پر نماز جنازہ.....	۱۳	۲۱۷
۴۵۳۵	ایک عورت ڈوب گئی کئی روز بعد پانی سے نکالی گئی جسکو جانوروں نے	۱۳	
۴۵۳۶	خراب کردیا اور نعش متعفن ہوگئی اس کے جنازہ کی نماز.....	۱۳	۲۱۸
۴۵۳۷	جڑواں دو بچوں کے جنازہ پر نماز ایک ہے یا دو.....	۱۳	۲۱۹
۴۵۳۸	مسجد کیلئے بنیاد کھودتے ہوئے میت کی کچھ ہڈیاں ظاہر ہوئیں وہاں نماز کا حکم	۱۳	۲۱۹
۴۵۳۹	الترتیب بین المکتوبۃ والجنازۃ.....	۱۳	۲۲۱
۴۵۴۰	نماز جنازہ میں سمت قبلہ بدل گئی	۱۳	۲۲۱
۴۵۴۱	نماز جنازہ قبر تیار ہونے سے پہلے.....	۱۳	۲۲۲
۴۵۴۲	سنت مؤکدہ مقدم ہے یا نماز جنازہ.....	۱۳	۲۲۳
۴۵۴۳	صلوۃ جنازہ اور سنن ونوافل میں ترتیب.....	۱۳	۲۲۳
۴۵۴۴	جس گھر میں موت ہوجائے اسکا سب پانی گرادینا اور نماز جنازہ پڑھانیکی اجرت	۱۳	۲۲۴
۴۵۴۵	بے نمازی کے جنازہ کی نماز	۱۳	۲۲۵
۴۵۴۶	مسلمین اور غیر مسلمین کی لاشیں مخلوط ہوجائیں ان کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے	۱۳	۲۲۶
۴۵۴۷	نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعاء.....	۱۳	۲۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب پنجم .....☆		
	جنازہ اٹھانے اور دفن کرنے کا بیان		
۴۵۴۸	جنازہ کس رفتار سے لے کر چلنا چاہئے	۱۳	۲۲۹
۴۵۴۹	جنازہ کتنے قدم لے کر چلے	۱۳	۲۳۰
۴۵۵۰	میت کو کندھا دینا چالیس قدم	۱۳	۲۳۰
۴۵۵۱	جنازہ کے ساتھ ننگے سر چلنا	۱۳	۲۳۱
۴۵۵۲	جنازہ کا ہلکا بھاری ہونا	۱۳	۲۳۲
۴۵۵۳	جنازہ اٹھانے سے گناہوں کی معافی	۱۳	۲۳۲
۴۵۵۴	جنازہ لے جاتے وقت رخ کدھر ہو.....	۱۳	۲۳۳
۴۵۵۵	عورت کی میت کو گھر سے کس رخ سے نکالیں.....	۱۳	۲۳۴
۴۵۵۶	میت کو قبرستان لے جاتے وقت پیر آگے کی طرف کرنا.....	۱۳	۲۳۴
۴۵۵۷	جنازہ کے ساتھ زور سے کلمہ شریف پڑھتے چلنا	۱۳	۲۳۴
۴۵۵۸	جنازہ کے ساتھ رفع صوت بالذکر.....	۱۳	۲۳۵
۴۵۵۹	جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا	۱۳	۲۳۶
۴۵۶۰	میت کو تابوت میں رکھنا	۱۳	۲۳۷
۴۵۶۱	میت کو تابوت میں دفن کرنا	۱۳	۲۳۸
۴۵۶۲	عورت کے جنازہ کو نامحرم اٹھا سکتا ہے.....	۱۳	۲۳۹
۴۵۶۳	میت کو قبر میں اتارتے وقت لانگ باندھنا.....	۱۳	۲۳۹
۴۵۶۴	لنگی پہن کر میت کو قبر میں اتارنا.....	۱۳	۲۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۶۵	جنازۂ عورت کے لئے دفن کے وقت پردہ	۱۳	۲۴۱
۴۵۶۶	عورت کو دفن کے وقت پردہ	۱۳	۲۴۲
۴۵۶۷	عورت کی میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ	۱۳	۲۴۲
۴۵۶۸	میت کو اس کا شوہر قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں	۱۳	۲۴۳
۴۵۶۹	عورت کی قبر میں کون اترے	۱۳	۲۴۴
۴۵۷۰	میت کو لحد میں رکھ کر پھر بانس وغیرہ رکھ کر مٹی ڈالی جائے	۱۳	۲۴۴
۴۵۷۱	میت کو قبر میں رکھنے کی صورت	۱۳	۲۴۵
۴۵۷۲	میت کو قبر میں رکھنے کا طریقہ	۱۳	۲۴۸
۴۵۷۳	میت کو مٹی دیتے وقت کی دعاء	۱۳	۲۴۸
۴۵۷۴	قبر میں لحد کی جہت	۱۳	۲۴۹
۴۵۷۵	قبر میں کفن کے تینوں بند کھول دے اور کروٹ قبلہ کی طرف دیدے	۱۳	۲۵۰
۴۵۷۶	قبر میں میت کا سر کدھر ہو اور پاؤں کدھر	۱۳	۲۵۰
۴۵۷۷	قبر میں میت کو کروٹ دینا	۱۳	۲۵۱
۴۵۷۸	بغلی قبر کھودنا افضل ہے یا درمیانی	۱۳	۲۵۲
۴۵۷۹	قبر کی شکلیں	۱۳	۲۵۲
۴۵۸۰	قبر کی گہرائی	۱۳	۲۵۳
۴۵۸۱	قبر کتنی گہری ہونی چاہئے	۱۳	۲۵۴
۴۵۸۲	قبر کے صندوق کی گہرائی	۱۳	۲۵۶
۴۵۸۳	جڑواں بچوں کو کس طرح دفن کریں	۱۳	۲۵۷
۴۵۸۴	میت کو بعد دفن منتقل کرنا بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے متعلق	۱۳	۲۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۸۵	بہادر شاہ ظفر کی قبر کی منتقلی	۱۳	۲۶۲
۴۵۸۶	مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں	۱۳	۲۶۴
۴۵۸۷	قبر میں مٹی کے ڈھیلے رکھنا	۱۳	۲۶۵
۴۵۸۸	تلقین کی اقسام اور کونسی قسم جائز ہے	۱۳	۲۶۵
۴۵۸۹	تلقین بعد الدفن	۱۳	۲۶۷
۴۵۹۰	قبر پر اذان دینا	۱۳	۲۶۹
۴۵۹۱	میت کے کان میں کچھ کہنا اور بوسہ دینا	۱۳	۲۷۰
۴۵۹۲	قبر میں میت کا منہ دکھلانا	۱۳	۲۷۱
۴۵۹۳	(بوقت دفن) غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا	۱۳	۲۷۱
۴۵۹۴	کافر کا مسلم جنازہ کے ساتھ اور مسلم کا کافر کے جنازہ کے ساتھ جانا	۱۳	۲۷۲
۴۵۹۵	جذامی کی قبر میں چونا پانی ڈالنا	۱۳	۲۷۳
۴۵۹۶	دفن کے وقت جھاڑ کی لکڑی قبر میں رکھنا	۱۳	۲۷۳
۴۵۹۷	قبر میں بیری کی ٹہنی ڈالنا	۱۳	۲۷۴
۴۵۹۸	قبر میں بیری کی شاخ	۱۳	۲۷۴
۴۵۹۹	قبر میں بیری کے پتے ڈالنا	۱۳	۲۷۵
۴۶۰۰	حفاظت کے لئے قبر پر کانٹے رکھنا	۱۳	۲۷۵
۴۶۰۱	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۱۳	۲۷۶
۴۶۰۲	بعد دفن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۱۳	۲۷۶
۴۶۰۳	دفن کے بعد دعا اور رفع یدین	۱۳	۲۷۷
۴۶۰۴	دفن کے وقت اگربتی جلانا بعد دفن دعا کرنا	۱۳	۲۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۰۵	میت کے قریب اگر بتی سلگانا	۱۳	۲۸۰
۴۶۰۶	دفن میت کے بعد دعا اور الفاتحہ	۱۳	۲۸۰
۴۶۰۷	دفن میت کے بعد چار پائی الٹ دینا	۱۳	۲۸۱
۴۶۰۸	پرانی قبر میں نئی میت کو رکھنا	۱۳	۲۸۲
۴۶۰۹	پرانی قبر میں سر ملا تو اس کو کیا کیا جائے	۱۳	۲۸۳
۴۶۱۰	دفن کے بعد وہیں ہاتھ دھونا	۱۳	۲۸۴
۴۶۱۱	غیر کی زمین میں میت کو دفن کرنا	۱۳	۲۸۴
۴۶۱۲	کسی کی زمین میں اپنی میت کو دفن کرنا	۱۳	۲۸۵
۴۶۱۳	میت کے دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا	۱۳	۲۸۶
۴۶۱۴	دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا پھول پتی ڈالنا	۱۳	۲۸۷
۴۶۱۵	قبروں پر پانی چھڑکنا	۱۳	۲۸۸
۴۶۱۶	دفن میت کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا	۱۳	۲۸۸
۴۶۱۷	قبر میں خوشبو چھڑکنا	۱۳	۲۸۹
۴۶۱۸	بلا اجازت مالک اس کی زمین میں دفن	۱۳	۲۹۰
۴۶۱۹	چمار کی زمین میں میت دفن کرنا	۱۳	۲۹۱
۴۶۲۰	دفن میت سے روکنا	۱۳	۲۹۲
۴۶۲۱	لاش دو سال بعد دفن کرنا	۱۳	۲۹۳
۴۶۲۲	دفن کے بعد خواب میں دیکھا کہ زندہ ہے	۱۳	۲۹۴
۴۲۳	میت نے خواب میں بتایا کہ میں زندہ ہوں	۱۳	۲۹۵
۴۶۲۴	پوسٹ مارٹم کے لئے قبر کھود کر میت کو نکالنا	۱۳	۲۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۲۵	میت کو قبر میں غلط طریقہ پر رکھ کر مٹی ڈال دی گئی	۱۳	۲۹۸
۴۶۲۶	نصاریٰ کے قبرستان کے قریب دفن کرنا	۱۳	۲۹۹
۴۶۲۷	دفن میت سے پہلے کھانا	۱۳	۳۰۰
۴۶۲۸	غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت	۱۳	۳۰۰
۴۶۲۹	جنازۂ کفار میں شرکت	۱۳	۳۰۱
۴۶۳۰	اپنی زندگی میں اپنی قبر کھدوانا یا پکی بنوانا اور اسمیں دفن کرنے کی وصیت کرنا	۱۳	۳۰۱
۴۶۳۱	قبر پر کھیتی	۱۳	۳۰۳
۴۶۳۲	مصنوعی دانتوں کا قبر میں جانا	۱۳	۳۰۴
۴۶۳۳	قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا	۱۳	۳۰۴
۴۶۳۴	قبر پر تالاب کی مٹی ڈالنا	۱۳	۳۰۵
۴۶۳۵	قبر کی مٹی لانا	۱۳	۳۰۶
۴۶۳۶	پرانی قبر پر مٹی ڈالنا	۱۳	۳۰۷
۴۶۳۷	قبر پر وقت ضرورت مٹی ڈالنا	۱۳	۳۰۸
۴۶۳۸	قبر کے دھنس جانے پر مٹی ڈالنا	۱۳	۳۰۸
۴۶۳۹	قبر کے متعلق چند خرافات	۱۳	۳۰۹
۴۶۴۰	قبروں پر چلنا	۱۳	۳۱۱
۴۶۴۱	قبرستان میں راستہ بنانا	۱۳	۳۱۲
۴۶۴۲	قبر میں نوٹ وغیرہ گر جائے اس کا نکالنا	۱۳	۳۱۳
۴۶۴۳	میت کو باجہ اور ناچ کے ساتھ قبرستان میں لے جانا اور قبر میں شجرہ رکھنا	۱۳	۳۱۳
۴۶۴۴	قبر کا مشروع طریقہ	۱۳	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۴۵	قرآن کریم کے اوراق کو قبر میں رکھنا	۱۳	۳۱۶
۴۶۴۶	زچہ اور بچہ دونوں مر گئے تو ساتھ دفن ہونگے یا الگ	۱۳	۳۱۷
۴۶۴۷	قبر میں دفن کی عجیب صورت	۱۳	۳۱۸
۴۶۴۸	دفن میت کے بعد چھوارے تقسیم کرنا	۱۳	۳۱۹
۴۶۴۹	مس ذکر سے مذی آ گئی اسی ہاتھ سے میت کو مٹی دینا.....	۱۳	۳۲۰
۴۶۵۰	مجذوب کی قبر پر عرس.....	۱۳	۳۲۰
۴۶۵۱	دور اور نزدیک دفن کرنے میں فرق.....	۱۳	۳۲۲
۴۶۵۲	مسجد میں میت کو دفن کرنا.....	۱۳	۳۲۲

☆..... باب ششم .....☆

زیارت قبور

۴۶۵۳	زیارت قبور کا طریقہ.....	۱۳	۳۲۴
۴۶۵۴	عورتوں کا زیارت اولیاء کیلئے جانا.....	۱۳	۳۲۵
۴۶۵۵	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۱۳	۳۲۶
۴۶۵۶	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۱۳	۳۲۷
۴۶۵۷	عورتوں کے لئے زیارت قبور.....	۱۳	۳۲۸
۴۶۵۸	عورتوں کا قبرستان میں جانا.....	۱۳	۳۲۹
۴۶۵۹	زیارت قبور بحالت جنابت.....	۱۳	۳۲۹
۴۶۶۰	اقسام زیارت القبور.....	۱۳	۳۳۰
۴۶۶۱	ہر سال کے شروع میں زیارت قبور.....	۱۳	۳۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۶۲	زیارت قبر کی جہت.....	۱۳	۳۳۳
۴۶۶۳	قبر کی زیارت کرتے وقت کیا میت کو اطلاع ہوتی ہے.....	۱۳	۳۳۴
۴۶۶۴	اجمیر شریف کی زیارت کے لئے سفر.....	۱۳	۳۳۵
	☆..... باب ہفتم .....☆		
	ایصال ثواب کے احکام		
۴۶۶۵	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۱۳	۳۳۸
۴۶۶۶	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۱۳	۳۴۰
۴۶۶۷	ایصالِ ثواب کا طریقہ.....	۱۳	۳۴۱
۴۶۶۸	ایصالِ ثواب کے طریقے اور قبر کھود کر میت کو دیکھنا.....	۱۳	۳۴۲
۴۶۶۹	کیا دوسروں کو ثواب بخش دینے کے بعد خود قاری کو بھی ثواب ملے گا.....	۱۳	۳۴۴
۴۶۷۰	ایصالِ ثواب کا فائدہ.....	۱۳	۳۴۵
۴۶۷۱	مردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے.....	۱۳	۳۴۵
۴۶۷۲	ختم قرآن پاک کا ثواب مردے کو.....	۱۳	۳۴۷
۴۶۷۳	مشترکہ ایصالِ ثواب کس طرح تقسیم ہوگا.....	۱۳	۳۴۷
۴۶۷۴	چند مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو تقسیم ہو کر پہنچتا ہے، یا پورا پورا.....	۱۳	۳۴۸
۴۶۷۵	متعدد ارواح کو ثواب بخشنے سے سب کو پورا پورا ملیگا یا تقسیم ہو کر؟.....	۱۳	۳۵۰
۴۶۷۶	ایک نیکی کا ثواب کتنا ہے؟.....	۱۳	۳۵۱
۴۶۷۷	قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا اپنی زندگی میں مردہ سمجھ کر ایصالِ ثواب کرانا	۱۳	۳۵۱
۴۶۷۸	اپنی زندگی میں ایصالِ ثواب	۱۳	۳۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۷۹	ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب بخشنا.....	۱۳	۳۵۴
۴۶۸۰	فرائض وواجبات کا ثواب بخشنا.....	۱۳	۳۵۵
۴۶۸۱	نماز کا ثواب پہنچانا.....	۱۳	۳۵۶
۴۶۸۲	نماز برائے ایصالِ ثواب.....	۱۳	۳۵۶
۴۶۸۳	بچوں کا ایصالِ ثواب.....	۱۳	۳۵۷
۴۶۸۴	بچوں کا ایصالِ ثواب کرنا.....	۱۳	۳۵۹
۴۶۸۵	نابالغ بچوں کے لئے ایصالِ ثواب.....	۱۳	۳۶۰
۴۶۸۶	نابالغ کا ایصالِ ثواب کرنا.....	۱۳	۳۶۱
۴۶۸۷	نابالغ کو ایصالِ ثواب، اموات کی باہمی ملاقات الخ.....	۱۳	۳۶۲
۴۶۸۸	ایصالِ ثواب کے لئے اجارہ.....	۱۳	۳۶۴
۴۶۸۹	ایصالِ ثواب کو اخبار میں شائع کرنا.....	۱۳	۳۶۵
۴۶۹۰	ایصالِ ثواب کیلئے قرآن دینا.....	۱۳	۳۶۶
۴۶۹۱	ایک قرآن پاک کسی کو دے کر اس کا ثواب مجمع کو بخشنا.....	۱۳	۳۶۷
۴۶۹۲	قبرستان میں قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا.....	۱۳	۳۶۸
۴۶۹۳	قبرستان میں قرآن پڑھ کر ثواب پہنچانا.....	۱۳	۳۷۰
۴۶۹۴	میت کے لئے جلسۂ تعزیت.....	۱۳	۳۷۰
۴۶۹۵	تعزیتی جلسہ کا حکم.....	۱۳	۳۷۱
۴۶۹۶	گاندھی جی کی موت پر تعزیت اور ایصالِ ثواب.....	۱۳	۳۷۲
۴۶۹۷	شیعہ کو ایصالِ ثواب.....	۱۳	۳۷۴
۴۶۹۸	غیر مسلم کو ثواب پہنچانا.....	۱۳	۳۷۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۶۹۹	ایصالِ ثواب وغیرہ کے ختم قرآن پر شیرینی.....	۱۳	۳۷۵
۴۷۰۰	ایصالِ ثواب پر اجرت.....	۱۳	۳۷۷
۴۷۰۱	ایصالِ ثواب کے خلاف استدلال.....	۱۳	۳۷۷
۴۷۰۲	کنواں بنانا صدقۂ جاریہ ہے.....	۱۳	۳۸۱
۴۷۰۳	ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب میت کے لئے.....	۱۳	۳۸۲
۴۷۰۴	کلمۂ طیبہ کتنی مرتبہ پڑھنے سے مردہ کی مغفرت ہوتی ہے.....	۱۳	۳۸۳
۴۷۰۵	شروع میں جنازہ اٹھانے والے کو کھانا کھلانا.....	۱۳	۳۸۴
۴۷۰۶	میت کے گھر کھانا	۱۳	۳۸۵
۴۷۰۷	ایصال ثواب پر کھانا.....	۱۳	۳۸۶
۴۷۰۸	کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کھانا.....	۱۳	۳۸۶
۴۷۰۹	ایصالِ ثواب کے لئے دن کی تعیین.....	۱۳	۳۸۷
۴۷۱۰	زندوں کے استغفار سے مرحومین کو فائدہ.....	۱۳	۳۸۷
۴۷۱۱	میت کے لئے صدقۂ جاریہ.....	۱۳	۳۸۸
۴۷۱۲	میت صغیر کے لئے دعاء شفاعت پر شبہ اور اس کا جواب.....	۱۳	۳۸۹
۴۷۱۳	نافرمان بیٹے کی موت والد سے پہلے معافی اور ایصال ثواب.....	۱۳	۳۹۰
۴۷۱۴	جسنے اسلام قبول کرنے کیلئے کلمہ پڑھا اور پھر خودکشی کی اس میت کو ایصال ثواب	۱۳	۳۹۱
	☆..... **باب ہشتم** .....☆		
	قبر پر تلاوت وغیرہ		
۴۷۱۵	قبر پر تلاوت.....	۱۳	۳۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۷۱۶	قبر پر تلاوت جہراً یا سراً.....	۱۳	۳۹۳
۴۷۱۷	بیمار یا قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا.....	۱۳	۳۹۴
۴۷۱۸	میت کے قریب غیر مسلم عورتوں کا آ کر بیٹھنا.....	۱۳	۳۹۵
۴۷۱۹	قبر پر فاتحہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر.....	۱۳	۳۹۶
۴۷۲۰	بعد دفن سورہ بقرہ اول آخر پڑھنا.....	۱۳	۳۹۶
۴۷۲۱	سراً میت کے سر اور پیر کی طرف سورۂ بقرہ کا اول آخر پڑھنا.....	۱۳	۳۹۷
۴۷۲۲	میت کے لئے قراءت قرآن وغیرہ.....	۱۳	۳۹۸
۴۷۲۳	قبر کے سامنے مناجات.....	۱۳	۴۰۰
۴۷۲۴	میت کے گرد گرد میں قرآن پڑھنا.....	۱۳	۴۰۱
۴۷۲۵	قبرستان میں تلاوت دیکھ کر.....	۱۳	۴۰۲
۴۷۲۶	قبر سے استفادہ کی صورت.....	۱۳	۴۰۲
۴۷۲۷	قبر پر مراقبہ.....	۱۳	۴۰۳
۴۷۲۸	میت کے ساتھ قرآن پاک دفن کرنا.....	۱۳	۴۰۴
۴۷۲۹	پرچہ پر دعا لکھ کر میت کے سینہ پر رکھنا.....	۱۳	۴۰۴
۴۷۳۰	حیلۂ اسقاط.....	۱۳	۴۰۸

☆..... باب نہم .....☆

قبر پر پھول ڈالنا

۴۷۳۱	قبر پر پھول ڈالنا.....	۱۳	۴۰۹
۴۷۳۲	کفن یا قبر پر پھول ڈالنا.....	۱۳	۴۱۱
۴۷۳۳	کفن یا قبر پر پھول ڈالنا.....	۱۳	۴۱۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب دھم .....☆		
	قبروں پر عمارت وغیرہ کا حکم		
۴۷۳۴	قبر پر قبہ بنانا.....	۱۳	۴۱۳
۴۷۳۵	مشائخ وسادات کی قبر پر قبہ.....	۱۳	۴۱۹
۴۷۳۶	اولیاء اللہ کے مزارات پر گنبد کیوں ہیں.....	۱۳	۴۲۱
۴۷۳۷	روضۂ اقدس پر گنبد	۱۳	۴۲۲
۴۷۳۸	روضۂ اقدس پر گنبد کیوں ہے.....	۱۳	۴۲۳
۴۷۳۹	روضۂ اقدس پر گنبد	۱۳	۴۲۴
۴۷۴۰	پختہ قبر اور قوالی وغیرہ.....	۱۳	۴۲۵
۴۷۴۱	پکی قبر کا حکم.....	۱۳	۴۲۶
۴۷۴۲	باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹ طلب کیں انکو دیں یا نہ دیں	۱۳	۴۲۷
۴۷۴۳	قبروں پر آڑ لگانا.....	۱۳	۴۲۸
۴۷۴۴	پختہ قبر کو منہدم کرنا.....	۱۳	۴۲۹
۴۷۴۵	اپنی زندگی میں پختہ قبر بنانا، اور ایسی میت کے جنازہ میں شرکت.....	۱۳	۴۲۹
۴۷۴۶	قبرستان میں پڑے پتھروں کا احاطہ بنانے میں استعمال.....	۱۳	۴۳۰
۴۷۴۷	تغییر منکر بڑا منصب ہے	۱۳	۴۳۱
	☆..... باب یاز دھم .....☆		
	جنازہ کے متفرق مسائل		
۴۷۴۸	جنازہ کی چادر چٹائی چارپائی صدقہ کرنا.....	۱۳	۴۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۷۴۹	کفن کا مصلی مسجد میں.....	۱۳	۴۳۴
۴۷۵۰	حاملہ مرجائے تو وضع حمل کی کیا صورت ہے.....	۱۳	۴۳۵
۴۷۵۱	جنات کا مدفن.....	۱۳	۴۳۵
۴۷۵۲	دریا سے بہہ کر آئی عورت کی لاش کے متعلق اختلاف.....	۱۳	۴۳۶
۴۷۵۳	پیر صاحب کی میت کے متعلق عجیب عجیب امور جو کہ بدعت ہیں.....	۱۳	۴۳۶
۴۷۵۴	نماز پڑھانے کی وصیت واجب العمل نہیں.....	۱۳	۴۳۹
۴۷۵۵	جنازہ سامنے رکھ کر اس پر سلام پڑھنا.....	۱۳	۴۳۹
۴۷۵۶	غیر مسلم میت کی تکفین میں شرکت.....	۱۳	۴۴۰
۴۷۵۷	جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو اس کے ساتھ تعلق.....	۱۳	۴۴۱
۴۷۵۸	جس میت کے متعلق مسلم اور غیر مسلم ہونے کا علم نہ ہو اسکے ساتھ کیا کیا جائے؟	۱۳	۴۴۲
۴۷۵۹	خاردار پودوں کو آگ لگا کر ختم کرنا.....	۱۳	۴۴۳
۴۷۶۰	ولیٔ جنازہ باپ ہے یا شوہر.....	۱۳	۴۴۵
۴۷۶۱	نم کنومۃ العروش پر اشکال.....	۱۳	۴۴۶
۴۷۶۲	ماں بیٹے سے ناراض پھر قسم کھالے.....	۱۳	۴۴۶
۴۷۶۳	مرنے کے بعد بیوی کا منھ دیکھنا.....	۱۳	۴۴۷
۴۷۶۴	انتقال شوہر پر چوڑیاں توڑنا.....	۱۳	۴۴۸
۴۷۶۵	دودھ بخشنا.....	۱۳	۴۴۸
۴۷۶۶	اپنے لئے قبر کھود کر اس میں ذکر کرنا.....	۱۳	۴۴۹
۴۷۶۷	قبر یا حشر میں کیا ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟.....	۱۳	۴۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب دوازدھم .....☆		
	شہید کے احکام		
۴۷۶۸	شہداء کی انواع.....	۱۳	۴۵۱
۴۷۶۹	جو ظلماً قتل ہو وہ شہید ہے.....	۱۳	۴۵۲
۴۷۷۰	کفار کے ظالمانہ حملہ سے مقتول شہید ہے.....	۱۳	۴۵۳
۴۷۷۱	لڑائی میں جس طرح بھی مارا جائے وہ شہید ہے.....	۱۳	۴۵۴
۴۷۷۲	فسادات میں قتل ہونے والے کیا شہید ہیں.....	۱۳	۴۵۵
۴۷۷۳	فسادات میں مقتول شہید ہے یا نہیں.....	۱۳	۴۵۶
۴۷۷۴	کافر کی لڑائی کی وجہ سے جو مسلمان قتل ہوں ان کا حکم.....	۱۳	۴۵۶
۴۷۷۵	ایکسیڈنٹ اور موذی جانور کے کاٹنے سے مرجانے پر شہادت.....	۱۳	۴۵۷
۴۷۷۶	گاڑی کے حادثہ سے مرنے والا کیا شہید ہے.....	۱۳	۴۵۷
۴۷۷۷	جو دب کر مرجائے وہ شہید ہے.....	۱۳	۴۵۸
۴۷۷۸	شہید کا غسل و کفن.....	۱۳	۴۵۹
۴۷۷۹	شہداء سے حقوق العباد کا ساقط ہوجانا.....	۱۳	۴۶۰
۴۷۸۰	شہید کے درجے.....	۱۳	۴۶۱
۴۷۸۱	شہیدان وطن سے کیا مراد ہیں.....	۱۳	۴۶۲
۴۷۸۲	شہید وطن کون ہے.....	۱۳	۴۶۲
۴۷۸۳	مدقوق کی شہادت.....	۱۳	۴۶۳
۴۷۸۴	دو مسلم ممالک کی باہمی جنگ میں مارے جانیوالے کیا شہید ہیں.....	۱۳	۴۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الزکوۃ		
	﴿زکوۃ کے احکام﴾		
	☆..... باب اوّل .....☆		
	وجوب زکوۃ		
۴۷۸۵	قومِ فقیر پر زکوٰۃ.....	۱۴	۲۵
۴۷۸۶	کیا عورت کے دین مہر پر زکوٰۃ لازم ہے؟.....	۱۴	۲۵
۴۷۸۷	مہر پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۲۷
۴۷۸۸	دین مہر کیا مانع وجوب زکوٰۃ ہے؟.....	۱۴	۲۸
۴۷۸۹	مسجد یا مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟.....	۱۴	۲۹
۴۷۹۰	سلم کے روپے اور زمین پر زکوٰۃ.....	۱۴	۳۰
۴۷۹۱	ہبہ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۳۱
۴۷۹۲	مال حرام پر زکوٰۃ.....	۱۴	۳۲
۴۷۹۳	حرام مال پر زکوٰۃ نہیں.....	۱۴	۳۳
۴۷۹۴	سفیہ کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ.....	۱۴	۳۴
۴۷۹۵	بیوہ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۳۴
۴۷۹۶	مالک زمین مقروض پر زکوٰۃ.....	۱۴	۳۵
۴۷۹۷	مقروض دیوالیہ پر زکوٰۃ وقربانی کا حکم.....	۱۴	۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۷۹۸	مقروض پر وجوب زکوٰۃ کی صورت.....	۱۴	۳۶
۴۷۹۹	مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں	۱۴	۳۷
۴۸۰۰	مقدار نصاب اور دین اور مال صبی میں زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۳۷
۴۸۰۱	بیٹے کے نام سے بینک میں روپیہ جمع کیا تو زکوٰۃ کس پر؟.....	۱۴	۴۰
۴۸۰۲	بینک میں جمع روپے پر زکوٰۃ.....	۱۴	۴۰
۴۸۰۳	نابالغ کے نام روپیہ بینک میں جمع کیا اس پر زکوٰۃ.....	۱۴	۴۱
۴۸۰۴	مکان کے لئے جمع رقم پر زکوٰۃ.....	۱۴	۴۲
۴۸۰۵	جو روپیہ نابالغ کو دے دیا اس کی زکوٰۃ نہیں.....	۱۴	۴۳
۴۸۰۶	بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس پر ہے؟.....	۱۴	۴۴
۴۸۰۷	بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟.....	۱۴	۴۵
۴۸۰۸	حج کے لئے جہاز کے ٹکٹ میں جو روپیہ دیا گیا اس کی زکوٰۃ.....	۱۴	۴۶
۴۸۰۹	جہاز کمپنی نے میت کے ورثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ.....	۱۴	۴۶
۴۸۱۰	جو روپیہ کھیت میں لگا اس پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۴۷
۴۸۱۱	وجوب زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے یا شمسی؟.....	۱۴	۴۸
۴۸۱۲	زکوٰۃ انگریزی مہینہ سے ادا کرے یا قمری سے؟.....	۱۴	۴۸
۴۸۱۳	حولان حول میں قمری حساب ہوگا.....	۱۴	۴۹
۴۸۱۴	زکوٰۃ تقسیم کرنے سے بچ گئی اس پر آئندہ سال کی زکوٰۃ.....	۱۴	۵۱
۴۸۱۵	وجوب زکوٰۃ وقت ملک سے سال بھر گذرنے سے ہوگا.....	۱۴	۵۱
۴۸۱۶	وسط سال کی آمدنی بھی سال تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی.....	۱۴	۵۲
۴۸۱۷	مال مستفاد کی زکوٰۃ.....	۱۴	۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۸۱۸	بیت المال.....	۱۴	۵۳
۴۸۱۹	زکوٰۃ سے متعلق حکومت پاکستان کی طرف سے انتالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ	۱۴	۵۴
۴۸۲۰	زکوٰۃ کی تعریف.....	۱۴	۵۵
۴۸۲۱	زکوٰۃ کس پر واجب ہے.....	۱۴	۵۵
۴۸۲۲	وجوب زکوٰۃ کے کیلئے حد عمر.....	۱۴	۵۵
۴۸۲۳	کیا عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے.....	۱۴	۵۵
۴۸۲۴	زکوٰۃ کمپنی پر ہے یا فرداً تمام حصہ داروں پر.....	۱۴	۵۵
۴۸۲۵	کارخانوں واداروں پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۵۶
۴۸۲۶	قابل انتقال حصوں والے کمپنیوں پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۵۶
۴۸۲۷	کن کن چیزوں پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟.....	۱۴	۵۶
۴۸۲۸	کیا دور نبوی ﷺ کے املاک زکوٰۃ پر خلفاء راشدین نے اضافہ کیا ہے؟	۱۴	۵۷
۴۸۲۹	رائج الوقت سکے، نکل، سونے، چاندی کے علاوہ منسوخ شدہ سکوں پر زکوٰۃ کا حکم	۱۴	۵۷
۴۸۳۰	مال ظاہر و مالِ باطن کی تعریف اور بینک میں جمع شدہ رقوم کی حیثیت.....	۱۴	۵۷
۴۸۳۱	مال نامی سے کیا مراد ہے؟.....	۱۴	۵۷
۴۸۳۲	مکان، زیورات اور کرایہ کی اشیاء پر زکوٰۃ کے اصول.....	۱۴	۵۷
۴۸۳۳	کن مملوکہ جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے اور کن حالات میں اور کتنی ہے؟	۱۴	۵۸
۴۸۳۴	اموال زکوٰۃ پر زکوٰۃ کی شرح.....	۱۴	۵۸
۴۸۳۵	کیا دور خلفاء راشدین میں اموال زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی؟.....	۱۴	۵۸
۴۸۳۶	دوسو نقرئی درہم بیس طلائی مثقالی کے حساب سے کتنے پاکستانی روپے پر زکوٰۃ واجب ہے؟	۱۴	۵۸
۴۸۳۷	موجودہ حالات کے پیش نظر شرح زکوٰۃ میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟.....	۱۴	۵۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۳۸	مختلف اثاثوں اور سامانوں پر وجوب زکوٰۃ کی مدت.....	۱۴	۵۹
۴۳۹	اداء زکوٰۃ میں قمری مہینہ کا اعتبار ہے یا شمسی کا اور کسی خاص مہینہ کی تعیین سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا زکوٰۃ ایک ہی واجب ہے.....	۱۴	۵۹
۴۸۴۰	زکوۃ کے مصارف	۱۴	۵۹
۴۸۴۱	مصارف کے حدود اور ''فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟.....	۱۴	۵۹
۴۸۴۲	کیا زکوٰۃ کو تمام مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے؟.....	۱۴	۵۹
۴۸۴۳	مستحقین کب مستحق زکوٰۃ ہیں اور سید اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا حق	۱۴	۶۰
۴۸۴۴	کیا مصرف زکوٰۃ صرف افراد ہیں یا ادارے کو بھی دی جاسکتی ہے؟.....	۱۴	۶۰
۴۸۴۵	مستحقین کو زکوٰۃ بطور گزارہ الاؤنس دینا.....	۱۴	۶۰
۴۸۴۶	زکوٰۃ رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا.....	۱۴	۶۰
۴۸۴۷	زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا.....	۱۴	۶۰
۴۸۴۸	اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے مصیبت زدگان علاقہ میں زکوٰۃ بھیجنا.....	۱۴	۶۰
۴۸۴۹	ترکۂ میت سے زکوٰۃ وصول کرنا	۱۴	۶۱
۴۸۵۰	عدم وجوب زکوۃ کے حیلہ سے لوگوں کو روکنے کی تدابیر؟.....	۱۴	۶۱
۴۸۵۱	وصولیٔ زکوٰۃ کا کام مرکزی حکومت کے تحت ہو یا صوبائی؟.....	۱۴	۶۱
۴۸۵۲	زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا طریقہ اور وصولِ زکوٰۃ کیلئے الگ محکمہ کا قیام	۱۴	۶۱
۴۸۵۳	کیا زکوٰۃ سرکاری محصول ہے؟.....	۱۴	۶۱
۴۸۵۴	دور خلفائے راشدین مین کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول لیا جاتا تھا؟	۱۴	۶۲
۴۸۵۵	اسلامی ممالک میں وصولیٔ زکوٰۃ کا طریقہ.....	۱۴	۶۲
۴۸۵۶	انتظام زکوٰۃ حکومت کے پاس ہو یا حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہو؟	۱۴	۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۵۷	منتظمین زکوٰۃ کو تنخواہ دینے کا حکم اور شرائط ملازمت.....	۱۴	۶۲
۴۸۵۸	قوم فقیر پر زکوٰۃ وقربانی کا وجوب.....	۱۴	۷۷
۴۸۵۹	کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے؟.....	۱۴	۷۸
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	سونے چاندی اور نقدی کی زکوٰۃ		
۴۸۶۰	زیور کی زکوٰۃ.....	۱۴	۸۰
۴۸۶۱	لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ.....	۱۴	۸۱
۴۸۶۲	مرہون زیور کی زکوٰۃ.....	۱۴	۸۲
۴۸۶۳	جہیز کے زیور پر زکوٰۃ.....	۱۴	۸۲
۴۸۶۴	جس زیور میں پتھر جڑے ہوں ان پر زکوٰۃ.....	۱۴	۸۳
۴۸۶۵	زیور کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے.....	۱۴	۸۴
۴۸۶۶	چاندی کا نصاب.....	۱۴	۸۵
۴۸۶۷	چاندی کی زکوٰۃ.....	۱۴	۸۶
۴۸۶۸	سترہ سال زیور کی زکوٰۃ نہیں دی تو کیا سال گذشتہ کی زکوٰۃ لازم ہے؟.....	۱۴	۸۷
۴۸۶۹	چاندی کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے.....	۱۴	۸۸
۴۸۷۰	چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت دینا بھی درست ہے.....	۱۴	۸۸
۴۸۷۱	سونے چاندی کی زکوٰۃ بذریعہ قیمت.....	۱۴	۸۹
۴۸۷۲	نہ سونے کا نصاب پورا نہ چاندی کا تو زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۹۱
۸۷۳	سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ.....	۱۴	۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۸۷۴	سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۹۲
۴۸۷۵	چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پترا چڑھانے سے اسکی زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۹۳
۴۸۷۶	نصاب دوسو درہم اور ماخذ اور اس کا ہندی حساب.....	۱۴	۹۴
۴۸۷۷	سونا اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے.....	۱۴	۹۵
۴۸۷۸	کسور پر زکوٰۃ معہ مثال.....	۱۴	۹۷
۴۸۷۹	قرض کی زکوٰۃ.....	۱۴	۹۸
۴۸۸۰	قرض پر زکوٰۃ.....	۱۴	۹۹
۴۸۸۱	دین قوی اور دین ضعیف.....	۱۴	۱۰۰
۴۸۸۲	ادائے زکوٰۃ کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا.....	۱۴	۱۰۱
۴۸۸۳	نصاب زکوٰۃ روپے کے اعتبار سے.....	۱۴	۱۰۲
۴۸۸۴	دفینہ پر زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے قبل مسجد کا صحن بنانا.....	۱۴	۱۰۲
۴۸۵	نوٹ کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۰۳
۴۸۸۶	نوٹ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۰۳
۴۸۸۷	نوٹ سے زکوٰۃ.....	۱۴	۱۰۷
۴۸۸۸	نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ.....	۱۴	۱۰۸
۴۸۸۹	نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی.....	۱۴	۱۰۹
۴۸۹۰	نوٹ اور ریزگاری سے زکوٰۃ.....	۱۴	۱۱۱
۴۸۹۱	روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے یا قیمت سے.....	۱۴	۱۱۴
۴۸۹۲	پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۱۱۵
۴۸۹۳	پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۸۹۴	پراونڈنٹ فنڈ اور زرضمانت پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۱۷
۴۸۹۵	ختم ملازمت پر ملے ہوئے روپے کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۱۷
۴۸۹۶	جہیز کی گھریلو چیزوں پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۱
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	مالِ تجارت میں زکوٰۃ		
۴۸۹۷	مال تجارت کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۲
۴۸۹۸	مالِ تجارت میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۲
۴۸۹۹	مالِ تجارت میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۳
۴۹۰۰	سامانِ تجارت کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۴
۴۹۰۱	سامانِ تجارت پرزکوۃ.....	۱۴	۱۲۵
۴۹۰۲	چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۶
۴۹۰۳	مال تجارت کی زکوٰۃ کا طریقہ.....	۱۴	۱۲۷
۴۹۰۴	مضاربت میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۲۷
۴۹۰۵	مالِ مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۱۲۸
۴۹۰۶	تجارت کے لئے کتاب چھپوائی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کرے.....	۱۴	۱۲۹
۴۹۰۷	مالِ تجارت میں کس قیمت پر زکوٰۃ ہوگی.....	۱۴	۱۳۰
۴۹۰۸	مالِ تجارت کی زکوٰۃ تدریجاً پیشگی ادا کرنا.....	۱۴	۱۳۱
۴۹۰۹	سامانِ مطب میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۱
۴۹۱۰	آلات تجارت پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۹۱۱	پریس کی مشین پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۳
۴۹۱۲	شیرز کی بیع اور اس کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۳
۴۹۱۳	شیرز کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۶
۴۹۱۴	کمپنی کے حصص پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۶
۴۹۱۵	کرایا پر لگے ٹرک کی زکوٰۃ ہے یا نہیں.....	۱۴	۱۳۷
۴۹۱۶	ایک لاری کی آمدنی سے تین لاریاں خریدی زکوٰۃ نہیں.....	۱۴	۱۳۸
۴۹۱۷	مشتبہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے.....	۱۴	۱۳۹
۴۹۱۸	گھر کے سامان میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۳۹
۴۹۱۹	غلہ پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۴۰
۴۹۲۰	گھڑی کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۴۱
۴۹۲۱	کرایہ کے مکانات پر زکوٰۃ.....	۱۴	۱۴۱
	☆..... باب چہارم .....☆		
	جانوروں میں زکوٰۃ		
۴۹۲۲	بھینس پر زکوٰۃ ہے یا دودھ پر.....	۱۴	۱۴۳
۴۹۲۳	تجارت کے جانوروں کی زکوٰۃ.....	۱۴	۱۴۴
۴۹۲۴	نصاب سے کم جانوروں میں زکوٰۃ نہیں.....	۱۴	۱۴۴
	☆..... باب پنجم .....☆		
	زکوٰۃ کی ادائیگی		
۴۹۲۵	زکوٰۃ کی ادائیگی انفراداً ہے یا اجتماعاً.....	۱۴	۱۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۹۲۶	زکوٰۃ متفرق اور پیشگی ادا کرنا.....	۱۴	۱۴۷
۴۹۲۷	زکوٰۃ کا بتفریق ادا کرنا.....	۱۴	۱۴۹
۴۹۲۸	زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا کرنا.....	۱۴	۱۴۹
۴۹۲۹	زکوٰۃ کو جمع کرنا.....	۱۴	۱۵۰
۴۹۳۰	حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۱۵۱
۴۹۳۱	اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی تو کیا آئندہ سال دو سال کی زکوٰۃ دیگا.....	۱۴	۱۵۲
۴۹۳۲	دو ہزار کی گذشتہ بارہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ.....	۱۴	۱۵۳
۴۹۳۳	زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر.....	۱۴	۱۵۳
۴۹۳۴	زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں.....	۱۴	۱۵۷
۴۹۳۵	مہتمم سے مالِ زکوٰۃ ضائع ہونے سے زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۱۵۷
۴۹۳۶	زکوٰۃ کی رقم کی جیب سمیت کٹ گئی اس کا حکم.....	۱۴	۱۵۸
۴۹۳۷	مستعمل چیز زکوٰۃ میں دی جائے تو قیمت کیسے لگائی جائے.....	۱۴	۱۵۹
۴۹۳۸	چوری کی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا.....	۱۴	۱۵۹
۴۹۳۹	زکوٰۃ میں کھانا دینا.....	۱۴	۱۶۰
۴۹۴۰	امام کو جوڑا بنا کر دیتے ہیں کیا وہ زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۱۶۱
۴۹۴۱	ادارہ میں زکوٰۃ کی رقم سال بھر سے زیادہ پڑے رہنا.....	۱۴	۱۶۲
۴۹۴۲	وکیل نے زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی.....	۱۴	۱۶۳
۴۹۴۳	معاون کا مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنا.....	۱۴	۱۶۳
۴۹۴۴	وکیل نے مؤکل کی اجازت کے خلاف دوسرے شخص کو زکوٰۃ دے دی.....	۱۴	۱۶۵
۴۹۴۵	اداء زکوۃ کے وکیل کو زکوۃ کا خود رکھ لینا.....	۱۴	۱۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۹۴۶	اداء زکوٰۃ کے وکیل کو زکوٰۃ خود رکھنا.....	۱۴	۱۶۷
۴۹۴۷	اداء زکوٰۃ بذریعہ غیر مسلم.....	۱۴	۱۶۸
۴۹۴۸	مقروض کو قرض سے زکوٰۃ کے لئے بری کردینا.....	۱۴	۱۶۹
۴۹۴۹	قرض کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا.....	۱۴	۱۷۰
۴۹۵۰	رقم زکوٰۃ بطور قرض لینا اور خرچ کرنا.....	۱۴	۱۷۱
۴۹۵۱	زکوٰۃ کا پیسہ خادم مدرسہ کو قرض دینا.....	۱۴	۱۷۱
۴۹۵۲	توبہ سے واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں.....	۱۴	۱۷۲
۴۹۵۳	زکوٰۃ میں موجودہ نرخ کا اعتبار.....	۱۴	۱۷۲
۴۹۵۴	زکوۃ کا لحاف طلبہ کو دیکر واپس لینا.....	۱۴	۱۷۴
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	مصارف کا بیان		
	فصل اول:-مصارفِ زکوۃ وصدقات		
۴۹۵۵	فقیر کی تعریف.....	۱۴	۱۷۶
۴۹۵۶	مسکین کی تعریف.....	۱۴	۱۷۷
۴۹۵۷	زکوٰۃ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟.....	۱۴	۱۷۷
۴۹۵۸	مصارفِ زکوٰۃ.....	۱۴	۱۷۸
۴۹۵۹	زکوٰۃ وعشر کا مصرف.....	۱۴	۱۷۸
۴۹۶۰	مستحق زکوٰۃ کون.....	۱۴	۱۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۹۶۱	زکوٰۃ کا مستحق کون.....	۱۴	۱۸۰
۴۹۶۲	گدا گروں کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۸۲
۴۹۶۳	جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے.....	۱۴	۱۸۳
۴۹۶۴	سادات کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۸۴
۴۹۶۵	بینک کا سود اور زکوٰۃ سادات کو دینا.....	۱۴	۱۸۴
۴۹۶۶	سید کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۸۶
۴۹۶۷	سید کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۱۸۹
۴۹۶۸	سید کی زکوٰۃ سید کو.....	۱۴	۱۹۰
۴۹۶۹	زکوٰۃ سے سید کا قرض ادا کرنا.....	۱۴	۱۹۱
۴۹۷۰	سید سے تملیک زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۱
۴۹۷۱	سادات وانگریزی طلبہ کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۲
۴۹۷۲	جس بچہ کی ماں سید ہو اس کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۳
۴۹۷۳	زکوٰۃ جمعیت علماء اسلام کو دینا.....	۱۴	۱۹۳
۴۹۷۴	اولاد بالغین پر زکوٰۃ کا صرف.....	۱۴	۱۹۴
۴۹۷۵	بچوں کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۵
۴۹۷۶	فی الحال زکوٰۃ کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود زکوٰۃ وصول کرنا.....	۱۴	۱۹۵
۴۹۷۷	تعمیر میں زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۶
۴۹۷۸	زکوٰۃ وفطرہ تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا.....	۱۴	۱۹۷
۴۹۷۹	زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا.....	۱۴	۱۹۸
۴۹۸۰	تبلیغی جماعت کو زکوٰۃ.....	۱۴	۱۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۴۹۸۱	صاحب نصاب کا زکوٰۃ لینا اس نیت سے کہ اسکے عوض میں کسی لڑکے کو پڑھا دونگا	۱۴	۲۰۰
۴۹۸۲	تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۰۰
۴۹۸۳	مقروض کب مستحق زکوۃ ہے.....	۱۴	۲۰۱
۴۹۸۴	مقروض کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۰۲
۴۹۸۵	مالک اراضی کے لئے زکوٰۃ.....	۱۴	۲۰۳
۴۹۸۶	کیا زمین دار مستحق زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۲۰۴
۴۹۸۷	جس کے پاس زمین ہو کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۲۰۴
۴۹۸۸	غنی کو زکوٰۃ کا استعمال کرنا.....	۱۴	۲۰۵
۴۹۸۹	جس کا گذر تنگی سے ہوتا ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۲۰۶
۴۹۹۰	جس کی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۲۰۶
۴۹۹۱	ایضاً.....	۱۴	۲۰۷
۴۹۹۲	جس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے.....	۱۴	۲۰۸
۴۹۹۳	کھاتا پیتا مالک مکان ہو اس کے لئے زکوٰۃ کا حکم.....	۱۴	۲۰۸
۴۹۹۴	اقرباء کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۰۹
۴۹۹۵	زکوٰۃ کے لئے ذوی القربیٰ میں کون مقدم ہے.....	۱۴	۲۱۰
۴۹۹۶	داماد کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۱۰
۴۹۹۷	لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ وفطرہ دینا.....	۱۴	۲۱۱
۴۹۹۸	غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۱۱
۴۹۹۹	بھائی کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۱۲
۵۰۰۰	زکوٰۃ بھائی اور اس کی اولاد کو.....	۱۴	۲۱۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۰۱	زکوٰۃ کی رقم ماموں سالے اور ان کی اولاد کو دینا.....	۱۴	۲۱۳
۵۰۰۲	حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۱۴
۵۰۰۳	ادائے زکوٰۃ کے وکیل کا اپنی ماں کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۱۵
۵۰۰۴	کیا نانا، ماموں، چچا مصرف زکوٰۃ ہیں.....	۱۴	۲۱۶
۵۰۰۵	والد اور سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۱۶
۵۰۰۶	زکوٰۃ لے کر باپ کو دینا.....	۱۴	۲۱۷
۵۰۰۷	پھوپھی زاد بہن کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۱۸
۵۰۰۸	عالم کی اولاد کے لئے زکوٰۃ.....	۱۴	۲۱۹
۵۰۰۹	امام اور عالم کو صدقات واجبہ دینا.....	۱۴	۲۲۰
۵۰۱۰	امام کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۲۲
۵۰۱۱	حج کے لئے زکوٰۃ لینا.....	۱۴	۲۲۲
۵۰۱۲	زکوٰۃ وفطرہ سے کفن میت.....	۱۴	۲۲۳
۵۰۱۳	زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا.....	۱۴	۲۲۳
۵۰۱۴	لڑکی کی شادی کے لئے چندہ مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۲۴
۵۰۱۵	دار الحرب اور حربی کو زکوٰۃ وصدقہ.....	۱۴	۲۲۵
۵۰۱۶	نادار لوگوں کی امداد کے لئے چندہ.....	۱۴	۲۲۷
۵۰۱۷	علماء ربانی کی تکفیر کرنے والے کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۳۰
۵۰۱۸	زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا.....	۱۴	۲۳۱
۵۰۱۹	شیعہ کو زکوٰۃ وفطرہ دینا.....	۱۴	۲۳۱
۵۰۲۰	شریک کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۲۱	مستقبل کی ضرورت کے لئے پس انداز کرنے والی بیوہ کیلئے زکوٰۃ کا حکم	۱۴	۲۳۳
۵۰۲۲	نابالغ کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۳۴
۵۰۲۳	نابالغ کو زکوٰۃ دینے کی صورتیں.....	۱۴	۲۳۴
۵۰۲۴	صدقہ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف.....	۱۴	۲۳۷
۵۰۲۵	رفاہ عام کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا.....	۱۴	۲۳۹
۵۰۲۶	قبرستان کے مقدمے میں زکوٰۃ لگانا.....	۱۴	۲۳۹
۵۰۲۷	مقدمۂ قاتل میں زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۴۰
۵۰۲۸	زکوٰۃ کا روپیہ مقدمہ میں.....	۱۴	۲۴۱
۵۰۲۹	فقیر کو کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی.....	۱۴	۲۴۱
۵۰۳۰	زکوٰۃ کے روپے کی تقسیم.....	۱۴	۲۴۲
۵۰۳۱	زکوٰۃ ادا کرنے کا نائب بنانا.....	۱۴	۲۴۳
۵۰۳۲	زکوٰۃ کے روپے میں رسالہ ماہانہ جاری کرنا.....	۱۴	۲۴۳
۵۰۳۳	صرفۂ ڈاک زکوٰۃ سے وصول نہیں کیا جا سکتا.....	۱۴	۲۴۴
۵۰۳۴	زکوٰۃ سے طبی امداد.....	۱۴	۲۴۵
۵۰۳۵	زکوٰۃ دوا کے ذریعے ادا کرنا.....	۱۴	۲۴۷
۵۰۳۶	زکوٰۃ دوسری جگہ بھیجنا.....	۱۴	۲۴۷
۵۰۳۷	مقدار نصاب سے زائد کسی کو زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۴۸
۵۰۳۸	زکوٰۃ کی کتابیں صاحب نصاب کو دینا.....	۱۴	۲۴۹
۵۰۳۹	زکوٰۃ فطرہ کی رقم غیر مصرف میں خرچ کر ڈالنا.....	۱۴	۲۴۹
۵۰۴۰	فقیر مسکین ومصرف فطرہ.....	۱۴	۲۵۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۴۱	مصرف فطرہ وفدیہ.....	۱۴	۲۵۱
۵۰۴۲	فطرہ کا مصرف ہمیشہ کیلئے متعین کرنا.....	۱۴	۲۵۲
۵۰۴۳	امام اور مولوی کے لئے صدقہ فطر.....	۱۴	۲۵۳
۵۰۴۴	فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرے میں دینا.....	۱۴	۲۵۴
۵۰۴۵	نابالغ کو فطرہ دینا.....	۱۴	۲۵۶
۵۰۴۶	زکوٰۃ یا سود کے پیسے سے نل لگوانا.....	۱۴	۲۵۷
۵۰۴۷	مصارف بیت المال.....	۱۴	۲۵۷
۵۰۴۸	صدقۂ فطر سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دینا.....	۱۴	۲۵۹
۵۰۴۹	زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا.....	۱۴	۲۶۰
	فصل دوم:- مدارس میں زکوٰۃ دینا		
۵۰۵۰	طلباء کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت.....	۱۴	۲۶۲
۵۰۵۱	مستطیع طلباء کے لئے زکوٰۃ.....	۱۴	۲۶۳
۵۰۵۲	طلبہ کو یکجا بٹھا کر زکوۃ سے کھلانا.....	۱۴	۲۶۴
۵۰۵۳	مطبخ سے بمد زکوٰۃ طلبہ کو کھانا دینا.....	۱۴	۲۶۴
۵۰۵۴	چندہ کے پیسے سے تنخواہ دینا.....	۱۴	۲۶۶
۵۰۵۵	زکوٰۃ سے تنخواہ ملازمین مدرسہ.....	۱۴	۲۶۷
۵۰۵۶	زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہیں دینا.....	۱۴	۲۶۸
۵۰۵۷	زکوٰۃ سے تنخواہ دینا.....	۱۴	۲۶۸
۵۰۵۸	ایضاً.....	۱۴	۲۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۵۹	مال زکوٰۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا.....	۱۴	۲۷۰
۵۰۶۰	کیا مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی.....	۱۴	۲۷۰
۵۰۶۱	زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا.....	۱۴	۲۷۶
۵۰۶۲	مدارس کے طلبہ کی انجمنوں کو زکوٰۃ.....	۱۴	۲۷۷
۵۰۶۳	مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی.....	۱۴	۲۷۸
۵۰۶۴	مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف.....	۱۴	۲۷۹
۵۰۶۵	ایضاً.....	۱۴	۲۸۱
۵۰۶۶	مدارس میں زکوٰۃ.....	۱۴	۲۸۲
۵۰۶۷	زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں.....	۱۴	۲۹۱
۵۰۶۸	زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں.....	۱۴	۲۹۱
۵۰۶۹	بچیوں کے مدرسے میں زکوٰۃ.....	۱۴	۲۹۳
۵۰۷۰	نیم سرکاری مدرسے میں زکوٰۃ.....	۱۴	۲۹۴
۵۰۷۱	بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۹۶
۵۰۷۲	جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہوں اور آئندہ امید ہو وہاں زکوٰۃ دینا.....	۱۴	۲۹۷
۵۰۷۳	اسکول میں زکوٰۃ وصدقۂ فطرہ.....	۱۴	۲۹۸
۵۰۷۴	زکوٰۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا.....	۱۴	۳۰۱
۵۰۷۵	زکوٰۃ وعشرہ وغیرہ مدرسہ میں دینا.....	۱۴	۳۰۲
۵۰۷۶	مدرسہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا.....	۱۴	۳۰۳
۵۰۷۷	کیا مدارس بیت المال ہیں.....	۱۴	۳۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ہفتم .....☆		
	تملیک وحیلہ		
۵۰۷۸	تملیک کا حکم اور اس کا طریقہ.....	۱۴	۳۰۶
۵۰۷۹	حیلۂ تملیک متعین رقم غریب کو دینا درست نہیں.....	۱۴	۳۰۷
۵۰۸۰	قبل التملیک کسی کو قرض دینا.....	۱۴	۳۰۸
۵۰۸۱	بغیر تملیک زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا.....	۱۴	۳۰۹
۵۰۸۲	زکوٰۃ کے لئے تملیک کی شرط.....	۱۴	۳۰۹
۵۰۸۳	تملیک کی صورت.....	۱۴	۳۱۳
۵۰۸۴	ادائے زکوٰۃ کے لئے حیلۂ تملیک.....	۱۴	۳۱۴
۵۰۸۵	حیلہ عدم وجوب زکوٰۃ.....	۱۴	۳۱۵
۵۰۸۶	زکوٰۃ کی فرضیت سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا.....	۱۴	۳۱۶
۵۰۸۷	زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ.....	۱۴	۳۱۷
۵۰۸۸	حیلۂ تملیک.....	۱۴	۳۱۸
۵۰۸۹	حیلۂ تملیک.....	۱۴	۳۱۹
۵۰۹۰	حیلۂ تملیک جب کہ صدقۂ نافلہ بھی موجود ہو.....	۱۴	۳۲۰
۵۰۹۱	زکوٰۃ کے روپیہ کی تملیک کے بعد واپسی.....	۱۴	۳۲۰
	☆..... باب ہشتم .....☆		
	عشر وخراج کے احکام		
۵۰۹۲	عشر کا ثبوت قرآن کریم سے.....	۱۴	۳۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۰۹۳	ہندوستانی زمین کا حکم.....	۱۴	۳۲۴
۵۰۹۴	ہندوستان کی زمین عشری ہیں یا خراجی؟.....	۱۴	۳۲۵
۵۰۹۵	اراضی ہند میں عشر اور خراج کا حکم.....	۱۴	۳۲۶
۵۰۹۶	اراضی ہند میں عشر کا حکم.....	۱۴	۳۲۹
۵۰۹۷	ہندوستانی زمینوں میں عشر.....	۱۴	۳۳۰
۵۰۹۸	کیا ہندوستانی زمینیں عشری ہیں؟.....	۱۴	۳۳۲
۵۰۹۹	عشری خراجی زمین.....	۱۴	۳۳۳
۵۱۰۰	آبی اور بارش والی زمین میں عشر.....	۱۴	۳۳۴
۵۱۰۱	اراضی ہند سے متعلق.....	۱۴	۳۳۴
۵۱۰۲	زمینداری ختم ہونے کے بعد مسئلہ عشر.....	۱۴	۳۳۵
۵۱۰۳	کیا عشر اب بھی واجب ہے؟.....	۱۴	۳۴۰
۵۱۰۴	مقدار عشر.....	۱۴	۳۴۱
۵۱۰۵	عشر کا نصاب.....	۱۴	۳۴۱
۵۱۰۶	عشر.....	۱۴	۳۴۲
۵۱۰۷	زکوٰۃ وعشر ومصرف کی تحقیق.....	۱۴	۳۴۳
۵۱۰۸	مال گذاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا.....	۱۴	۳۵۰
۵۱۰۹	زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم.....	۱۴	۳۵۱
۵۱۱۰	باغ اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ.....	۱۴	۳۵۲
۵۱۱۱	فصل پر غلّہ نکالا مسجد میں بھی لگانا درست ہے.....	۱۴	۳۵۳
۵۱۱۲	جس غلّہ کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کا حکم.....	۱۴	۳۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۱۳	ٹیوب ویل سے بھی پانی دیا گیا تو کیا حکم ہے؟.....	۱۴	۳۵۴
۵۱۱۴	زکوٰۃ نقد زمین وغیرہ میں.....	۱۴	۳۵۵
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	صدقۂ نافلہ		
۵۱۱۵	زکوۃ کے علاوہ صدقہ خیرات.....	۱۴	۳۵۸
۵۱۱۶	زکوۃ ذمہ میں رہتے ہوئے صدقہ نفلی دینا.....	۱۴	۳۵۸
۵۱۱۷	مقروض کے ذمہ قرض کی ادائیگی ہے یا صدقۂ نفل.....	۱۴	۳۵۹
۵۱۱۸	حرام مال کا صدقہ.....	۱۴	۳۶۰
۵۱۱۹	پیشہ ور مانگنے والوں کو صدقہ وغیرہ دینا.....	۱۴	۳۶۰
۵۱۲۰	بھنگی کو صدقہ دینا.....	۱۴	۳۶۲
۵۱۲۱	پرانے کپڑے غرباء کو دینے کا ثواب.....	۱۴	۳۶۲
۵۱۲۲	پیداوار میں سے زکوۃ سمجھ کر نکالا ہوا غلہ.....	۱۴	۳۶۳
۵۱۲۳	للہ دی گئی اشیاء کا تنخواہ میں استعمال.....	۱۴	۳۶۳
۵۱۲۴	غنی کو صدقہ دینا.....	۱۴	۳۶۴
۵۱۲۵	صدقہ اور خیرات میں فرق.....	۱۴	۳۶۵
	☆..... **باب دھم** .....☆		
	صدقۂ فطر		
۵۱۲۶	صدقۃ الفطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کی صورت.....	۱۴	۳۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۲۷	نصاب زکوۃ وفطرہ.....	۱۴	۳۶۸
۵۱۲۸	فطرہ کس غلے سے ادا کریں.....	۱۴	۳۷۲
۵۱۲۹	صدقۂ فطر میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا.....	۱۴	۳۷۳
۵۱۳۰	صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کریں.....	۱۴	۳۷۴
۵۱۳۱	فدیہ اور فطرہ کس نرخ سے ادا کریں.....	۱۴	۳۷۵
۵۱۳۲	چاول سے صدقۃ الفطر کی مقدار.....	۱۴	۳۷۵
۵۱۳۳	جہاں اشیاء منصوصہ نہ ہوں وہاں صدقۃ الفطر کس طرح ادا کیا جائے.....	۱۴	۳۷۶
۵۱۳۴	فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی.....	۱۴	۳۸۱
۵۱۳۵	صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے.....	۱۴	۳۸۲
۵۱۳۶	چاول وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی صورت.....	۱۴	۳۸۳
۵۱۳۷	صدقۃ الفطر کی مقدار میں مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا موقف.....	۱۴	۳۸۴
۵۱۳۸	صاع کی مقدار.....	۱۴	۳۸۵
۵۱۳۹	صاع کے وزن میں احتیاط پر عمل.....	۱۴	۳۸۶
۵۱۴۰	صاع وغیرہ کے اوزان.....	۱۴	۳۸۷
۵۱۴۱	نصف صاع کی مقدار موجودہ وزن سے.....	۱۴	۳۹۰
۵۱۴۲	صدقۂ فطر عید کی صبح یا رمضان میں.....	۱۴	۳۹۱
۵۱۴۳	صدقۃ الفطر ادا کرنے کے بعد عید کے روز قیمت بڑھ گئی تو کیا کرے.....	۱۴	۳۹۲
۵۱۴۴	زمین کی ملکیت پر قربانی اور صدقۃ الفطر کا وجوب.....	۱۴	۳۹۳
۵۱۴۵	ایضاً.....	۱۴	۳۹۴
۵۱۴۶	صدقۂ فطر وغیرہ کے لئے بیت المال.....	۱۴	۳۹۵
۵۱۴۷	صدقۂ فطر کیا امام کا حق ہے.....	۱۴	۳۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۴۸	پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر.....	۱۴	۳۹۷
	☆..... **باب یازدھم** .....☆		
	متفرقات زکوٰۃ		
۵۱۴۹	زکوٰۃ کے صلہ میں ہدیہ دینا.....	۱۴	۳۹۹
۵۱۵۰	جو رقم بقصد زکوٰۃ الگ رکھ دی گئی اس میں تصرف کا حکم.....	۱۴	۴۰۰
۵۱۵۱	زکوٰۃ کو تاوان اور حج کو تجارت سمجھنا.....	۱۴	۴۰۰
۵۱۵۲	زکوٰۃ میں مبیع کی قیمت کم کر دینا.....	۱۴	۴۰۱
۵۱۵۳	زکوٰۃ دیکر احسان جتانا.....	۱۴	۴۰۲
۵۱۵۴	جو غنی زکوٰۃ خیرات نہ کرے اس کا حکم.....	۱۴	۴۰۲
۵۱۵۵	زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو چوری کر کے خیرات کرنا.....	۱۴	۴۰۳
۵۱۵۶	اپنی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا.....	۱۴	۴۰۴
۵۱۵۷	تحفہ میں زکوۃ ہونے کا شک.....	۱۴	۴۰۶
	کتاب الصوم		
	روزہ کے احکام		
	☆..... **باب اوّل** .....☆		
	چاند دیکھنے کا بیان		
۵۱۵۸	روزے کا سبب رویتِ ہلال ہے یا شہود رمضان.....	۱۵	۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۵۹	ثبوت رویت میں اختلاف کے اسباب عشرہ.....	۱۵	۴۳
۵۱۶۰	مطلع کتنے فاصلہ پر بدلتا ہے.....	۱۵	۴۶
۵۱۶۱	مطلع میں ۲۴ رگھنٹے کا فرق ہوتو روزہ کا کیا حکم ہے؟.....	۱۵	۴۷
۵۱۶۲	اختلاف مطالع	۱۵	۴۸
۵۱۶۳	جہاں ہمیشہ مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں ثبوت رؤیت کیسے ہو.....	۱۵	۴۹
۵۱۶۴	رؤیت ہلال سے متعلق کتاب القاضی الی القاضی کی تفصیل.....	۱۵	۵۰
۵۱۶۵	کتاب القاضی الی القاضی کا طریقہ.....	۱۵	۵۹
۵۱۶۶	رؤیت ہلال کمیٹی اگر فتویٰ کے خلاف کرے تو کیا کیا جائے؟.....	۱۵	۶۰
۵۱۶۷	غیر مفتی بہ قول کو اختیار کرنا.....	۱۵	۶۰
۵۱۶۸	خبر عادل اور اصول ہیئت میں تعارض ہوتو کس کا اعتبار ہے.....	۱۵	۶۳
۵۱۶۹	امی کی تحقیق اور اصحاب توقیت کا قول رؤیت ہلال کے بارے میں.....	۱۵	۶۴
۵۱۷۰	اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے.....	۱۵	۶۷
۵۱۷۱	رؤیت کے زبانی پیغام پر افطار.....	۱۵	۶۹
۵۱۷۲	قبول شہادت کی صورتیں.....	۱۵	۷۱
۵۱۷۳	ہلال فطر کا ثبوت.....	۱۵	۷۶
۵۱۷۴	ہلال عید کی شہادت پر روزہ افطار کرنا اور عید پڑھنا.....	۱۵	۷۸
۵۱۷۵	غلط شہادت پر اعلان عید اور ریڈیو کا اعلان.....	۱۵	۷۹
۵۱۷۶	کیا مفتی کیلئے لازم ہے، کہ رؤیت ہلال کیلئے شاہدوں کو تلاش کرتا پھرے؟	۱۵	۸۴
۵۱۷۷	کیا ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند کی جستجو ضروری ہے؟.....	۱۵	۸۵
۵۱۷۸	آلات جدیدہ سے رؤیت ہلال کا ثبوت.....	۱۵	۸۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۷۹	تار ٹیلیفون کی خبر کا حکم.....	۱۵	۸۹
۵۱۸۰	تار ٹیلیفون وغیرہ کی خبر پر عید رمضان.....	۱۵	۹۲
۵۱۸۱	تار وٹیلیفون کی خبر.....	۱۵	۹۴
۵۱۸۲	ریڈیو ٹیلیفون تار برقی کے ذریعے چاند کا ثبوت.....	۱۵	۹۴
۵۱۸۳	ریڈیو کے ذریعے رؤیت ہلال کا ثبوت.....	۱۵	۹۶
۵۱۸۴	ہلال رمضان وعید اور ریڈیو کی اطلاع.....	۱۵	۱۰۰
۵۱۸۵	ریڈیو کا اعلان.....	۱۵	۱۰۱
۵۱۸۶	ریڈیو کے اعلان کی حیثیت.....	۱۵	۱۰۳
۵۱۸۷	ریڈیو کے اعلان کی حیثیت.....	۱۵	۱۰۴
۵۱۸۸	ریڈیو کا اعلان کب معتبر ہے؟.....	۱۵	۱۰۶
۵۱۸۹	ایضاً.....	۱۵	۱۰۷
۵۱۹۰	رؤیت ہلال کا اعلان ریڈیو سے کب معتبر ہے؟.....	۱۵	۱۰۸
۵۱۹۱	ریڈیو کی خبر ہلال رمضان وعید کے لئے.....	۱۵	۱۱۰
۵۱۹۲	رؤیت ہلال کا ثبوت پاکستانی ریڈیو سے.....	۱۵	۱۱۲
۵۱۹۳	رمضان کا چاند اور ریڈیو پاکستان کی ایک دلچسپ غلطی.....	۱۵	۱۱۵
۵۱۹۴	ریڈیو کی خبر خبر ہے شہادت نہیں.....	۱۵	۱۱۶
۵۱۹۵	ریڈیو کے ذریعہ شہادت.....	۱۵	۱۱۷
۵۱۹۶	ریڈیو کی اطلاع پر روزہ.....	۱۵	۱۱۹
۵۱۹۷	ریڈیو کی خبر پر افطار اور عید.....	۱۵	۱۲۱
۵۱۹۸	ریڈیو کی خبر پر روزہ افطار کرنا.....	۱۵	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۱۹۹	ریڈیو کی خبر پر روزہ توڑ دینا.....	۱۵	۱۲۴
۵۲۰۰	ریڈیو کی خبر پر روزہ نہ توڑنا.....	۱۵	۱۲۶
۵۲۰۱	بغیر ثبوت رؤیت کے عید کرنا درست نہیں.....	۱۵	۱۲۷
۵۲۰۲	بغیر رؤیت کے محض ریڈیو کی خبر پر عید کرنا.....	۱۵	۱۲۷
۵۲۰۳	اٹھائیس رمضان کو چاند کی شہادت.....	۱۵	۱۳۱
۵۲۰۴	تیس رمضان کو چاند نظر نہیں آیا.....	۱۵	۱۳۲
۵۲۰۵	زوال سے پہلے یا بعد چاند دیکھ کر روزہ افطار کر دینا.....	۱۵	۱۳۳
۵۲۰۶	ریڈیو کی خبر کا اعتبار اور توحید عید کا مسئلہ.....	۱۵	۱۳۸
۵۲۰۷	پہاڑ کا سامنے ہونا مانع رؤیت ہلال ہے.....	۱۵	۱۴۴
۵۲۰۸	رؤیت نہ ہونے پر پہلی تاریخ کا اعلان.....	۱۵	۱۴۶

☆..... باب دوم .....☆

سحری اور افطار

۵۲۰۹	کیا افطار کے لئے اذان شرط ہے.....	۱۵	۱۴۸
۵۲۱۰	افطار غروب پر یا اذان پر.....	۱۵	۱۴۹
۵۲۱۱	غروب سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ توڑنا درست نہیں.....	۱۵	۱۵۰
۵۲۱۲	غروب شمس کی علامت کیا ہے.....	۱۵	۱۵۱
۵۲۱۳	اذان افطار کے بعد.....	۱۵	۱۵۱
۵۲۱۴	رمضان میں غروب کے کتنی دیر بعد جماعت کھڑی ہو (اکابر کے معمولات)	۱۵	۱۵۲
۵۲۱۵	نماز مغرب افطار کے کتنے منٹ بعد.....	۱۵	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۲۱۶	سحر وافطار کی اطلاع بذریعۂ سائرن.....	۱۵	۱۵۵
۵۲۱۷	سحری وافطار کے وقت ڈھول بجانا.....	۱۵	۱۵۶
۵۲۱۸	روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے اور نمک وادرک سے افطار کرنا.....	۱۵	۱۵۷
۵۲۱۹	بازار میں فروخت ہونیوالے پھلوں سے افطار.....	۱۵	۱۵۸
۵۲۲۰	دوسرے کی افطاری سے پرہیز کرنا.....	۱۵	۱۶۰
۵۲۲۱	افطاری کے بعد کلی کرنا.....	۱۵	۱۶۰
	☆..... باب سوم .....☆		
	روزہ کے مفسدات ومکروہات		
۵۲۲۲	روزہ میں مسواک سنت ہے.....	۱۵	۱۶۲
۵۲۲۳	کسی کا تھوک نگلنے سے کفارہ.....	۱۵	۱۶۳
۵۲۲۴	ندی میں غسل کرتے ہوئے پانی پی لیا.....	۱۵	۱۶۳
۵۲۲۵	چکنے ہاتھ سے مضمضہ واستنشاق روزہ میں.....	۱۵	۱۶۴
۵۲۲۶	سر پر تیل رکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا.....	۱۵	۱۶۵
۵۲۲۷	روزہ کی حالت میں تمباکو سے تیار شدہ منجن کا استعمال.....	۱۵	۱۶۵
۵۲۲۸	روزہ میں ڈکار میں ذائقہ محسوس ہونا.....	۱۵	۱۶۶
۵۲۲۹	کچی ڈکار آنا.....	۱۵	۱۶۷
۵۲۳۰	ناک میں دوا ڈالنا کیا مفسد صوم ہے؟.....	۱۵	۱۶۷
۵۲۳۱	روزہ میں خوشبو کا حکم.....	۱۵	۱۶۸
۵۲۳۲	لوبان سونگھنے سے روزہ کا حکم.....	۱۵	۱۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۲۳۳	روزہ میں اگربتی اورعطر سونگھنا.....	۱۵	۱۷۰
۵۲۳۴	اگربتی روزہ میں.....	۱۵	۱۷۱
۵۲۳۵	ہومیوپیتھک دوائی کا سونگھنا.....	۱۵	۱۷۲
۵۲۳۶	روزہ میں انجکشن.....	۱۵	۱۷۳
۵۲۳۷	روزہ میں انجکشن.....	۱۵	۱۷۹
۵۲۳۸	روزہ میں انجکشن.....	۱۵	۱۸۰
۵۲۳۹	روزہ میں انجکشن اور پمپ سے منہ میں ہوالینا.....	۱۵	۱۸۰
۵۲۴۰	احتلام مفسد صوم نہیں جماع مفسد ہے.....	۱۵	۱۸۱
۵۲۴۱	جلق کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے.....	۱۵	۱۸۲
۵۲۴۲	جلق مفسد صوم اورموجب غسل ہے یانہیں.....	۱۵	۱۸۳
۵۲۴۳	استمناء بالید کے بعد بیوی سے جماع کرلیا.....	۱۵	۱۸۴
۵۲۴۴	ادخال اصبع اورتقبیل حالتِ صوم میں.....	۱۵	۱۸۵
۵۲۴۵	بحالت صوم ادخال اصبع.....	۱۵	۱۸۶
۵۲۴۶	انگلی ڈال کر پاخانہ نکالنا.....	۱۵	۱۸۷
۵۲۴۷	لمس سے انزال ہونے پرفسادصوم.....	۱۵	۱۸۷
۵۲۴۸	زوجہ کی تقبیل ولمس مفسدصوم نہیں.....	۱۵	۱۸۸
۵۲۴۹	سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ کاحکم.....	۱۵	۱۸۹
۵۲۵۰	سحری کھائی صبح صادق سے ایک دومنٹ بعد.....	۱۵	۱۸۹
۵۲۵۱	سحری اس وقت کھائی جبکہ صبح صادق ہوچکی تھی.....	۱۵	۱۹۰
۵۲۵۲	جس لاؤڈاسپیکر پرگانے گائے جائیں اس سے سحری کے لئے جگانا.....	۱۵	۱۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب چہارم .....☆		
	روزوں کی قضاء اور کفارہ		
۵۲۵۳	رمضان سمجھ کر یکم شوال کا روزہ.....	۱۵	۱۹۲
۵۲۵۴	ریڈیو کی خبر پر افطار کرنے سے قضاء کا حکم.....	۱۵	۱۹۳
۵۲۵۵	رمضان کے متعدد روزوں کے قضاء کا طریقہ.....	۱۵	۱۹۴
۵۲۵۶	نذر وقضاء کے روزوں میں کون سے پہلے رکھے.....	۱۵	۱۹۵
۵۲۵۷	روزوں کی قضاء عمری.....	۱۵	۱۹۵
۵۲۵۸	مستحاضہ کے روزوں سے متعلق ترجمہ منیۃ المصلی کی ایک عبارت کی توضیح	۱۵	۱۹۶
۵۲۵۹	کفارہ صیام.....	۱۵	۱۹۸
۵۲۶۰	کفارہ صوم کی تشریح.....	۱۵	۱۹۹
۵۲۶۱	کفارۂ صوم ادا ہونے کی آسان صورت.....	۱۵	۲۰۱
۵۲۶۲	کفارہ صوم میں دینی مدارس کے طلباء کو کھانا کھلانا.....	۱۵	۲۰۱
۵۲۶۳	کفارۂ صوم میں ساٹھ مساکین دونوں وقت ایک ہی ہوں یا الگ الگ	۱۵	۲۰۲
۵۲۶۴	کفارہ صوم میں ایک مسکین کو دو ماہ کھلانا.....	۱۵	۲۰۳
۵۲۶۵	کفارۂ صوم میں تتابع ضروری ہے.....	۱۵	۲۰۴
۵۲۶۶	کفارہ صوم میں بیماری کی وجہ سے اگر تسلسل نہ ہوسکے.....	۱۵	۲۰۴
۵۲۶۷	متعدد روزوں میں زنا سے کفارہ ایک ہی ہوگا یا زیادہ.....	۱۵	۲۰۵
۵۲۶۸	کیا کفارہ مفتی کا حق ہے.....	۱۵	۲۰۷
۵۲۶۹	مس بالید سے انزال کی صورت میں کفارہ نہیں.....	۱۵	۲۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۲۷۰	مسافر ومریض پر فدیہ صوم وصلوٰۃ.....	۱۵	۲۰۸
۵۲۷۱	صوم وصلوٰۃ کا فدیہ اس کی مقدار اس کا مستحق.....	۱۵	۲۰۹
۵۲۷۲	نماز روزہ کے فدیہ کی ادائیگی.....	۱۵	۲۱۳
۵۲۷۳	ادائے فدیہ کا طریقہ اور مصرف.....	۱۵	۲۱۴
۵۲۷۴	فدیہ دیندار عالم کو دینا افضل ہے.....	۱۵	۲۱۵
۵۲۷۵	فدیہ کتنے مال سے دیا جائے.....	۱۵	۲۱۶
۵۲۷۶	اگر قلت مال سے فدیہ پورا نہ ہوسکے تو.....	۱۵	۲۱۶
۵۲۷۷	فدیۂ صیام شروع رمضان میں دے یا اخیر رمضان میں.....	۱۵	۲۱۷
۵۲۷۸	مرض وفات کے روزوں کا فدیہ لازم نہیں.....	۱۵	۲۱۷
۵۲۷۹	پہلے کا کھلایا ہوا کفارہ میں محسوب نہیں.....	۱۵	۲۱۸
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	وہ مجبوریاں جن سے افطار جائز ہوجاتا ہے		
۵۲۸۰	مریض کے لئے افطار کی رخصات.....	۱۵	۲۱۹
۵۲۸۱	مسافر کو فرض روزہ توڑنے کی اجازتا.....	۱۵	۲۲۱
۵۲۸۲	اگر بکریاں چرانے کی وجہ سے روزہ رکھ سکے تو کیا کرے.....	۱۵	۲۲۱
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	نفلی روزے		
۵۲۸۳	تنہا جمعہ کا روزہ.....	۱۵	۲۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۲۸۴	صوم عاشورہ	۱۵	۲۲۴
۵۲۸۵	صوم عاشورہ منفرداً مکروہ ہے.....	۱۵	۲۲۴
۵۲۸۶	ذی الحجہ کے روزے اورقربانی سے کھانے کی ابتداء.....	۱۵	۲۲۵
۵۲۸۷	فضائل میں ضعیف روایت پرعمل برائے صوم وشب برأت.....	۱۵	۲۲۶
۵۲۸۸	چند مخصوص تاریخوں کا روزہ.....	۱۵	۲۲۷
۵۲۸۹	صیام دوام	۱۵	۲۲۸
۵۲۹۰	صوم یوم الشک.....	۱۵	۲۲۹
۵۲۹۱	یوم الشک میں روزہ	۱۵	۲۳۰
۵۲۹۲	کیا یوم الشک کا روزہ مکروہ ہے.....	۱۵	۲۳۱
۵۲۹۳	یوم عرفہ ونحر میں شک.....	۱۵	۲۳۴
۵۲۹۴	گناہ کے ترک کا عہد پھراس کے خلاف کرنے پر روزہ کی نیت کرنا.....	۱۵	۲۳۶
	☆..... **باب ہفتم** .....☆		
	روزے کے متفرق مسائل		
۵۲۹۵	جہاں اٹھارہ گھنٹہ کا دن ہو وہاں روزہ کی صورت.....	۱۵	۲۳۸
۵۲۹۶	طویل دن میں روزہ کس طرح رکھے.....	۱۵	۲۳۹
۵۲۹۷	مغرب پڑھ کرسفر کیا جہاں ابھی غروب نہیں ہوا تیس روزے پورے کر کے	۱۵	
۵۲۹۸	سفر کیا ایسی جگہ جہاں انتیسواں روزہ ہے.....	۱۵	۲۴۰
۵۲۹۹	گرمی کے روزہ کا ثواب زیادہ ہے.....	۱۵	۲۴۰
۵۳۰۰	بے روزہ کے حق میں سخت الفاظ.....	۱۵	۲۴۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۰۱	تارک صوم کو کتے اور سور کی طرح سمجھنا رمضان میں اعلانیہ کھانا کھانیکی سز	۱۵	۲۴۲
۵۳۰۲	روز کے ایام میں ہوٹل میں کھلانا.....	۱۵	۲۴۴
۵۳۰۳	غسل جنابت بحالت صوم آٹھ بجے کرنا.....	۱۵	۲۴۶
۵۳۰۴	صبح صادق کے بعد غسل جنابت.....	۱۵	۲۴۷
۵۳۰۵	قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا.....	۱۵	۲۴۷
۵۳۰۶	بقرعید کی صلوٰۃ عید تک روزہ ہے.....	۱۵	۲۴۸
۵۳۰۷	رمضان میں یکسوئی حاصل ہونے کی تدبیر.....	۱۵	۲۴۹

☆..... باب ہشتم .....☆

اعتکاف کے احکام

۵۳۰۸	اعتکاف واجب سنت نفل کب ہے.....	۱۵	۲۵۱
۵۳۰۹	نفلی اعتکاف.....	۱۵	۲۵۱
۵۳۱۰	نفلی اعتکاف کے حقوق اور پابندیاں.....	۱۵	۲۵۲
۵۳۱۱	نفلی اعتکاف مسجد میں نہ کہ گھر میں.....	۱۵	۲۵۳
۵۳۱۲	نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کا، لفظوں میں اعتکاف کی نیت.....	۱۵	۲۵۴
۵۳۱۳	پوری رمضان کا اعتکاف.....	۱۵	۲۵۵
۵۳۱۴	عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف.....	۱۵	۲۵۷
۵۳۱۵	عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کو توڑنے کیوجہ سے قضا، قضا وادا اعتکاف ایک ساتھ	۱۵	۲۵۸
۵۳۱۶	اعتکاف مسنون توڑ دینے سے اس کی قضاء.....	۱۵	۲۵۹
۵۳۱۷	اعتکاف مسنون میں ایک روز کا استثناء.....	۱۵	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۱۸	**اعتکاف میں غسل میت کیلئے نکلنا مستورات کے اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے پر قضاء کا حکم**	۱۵	۲۶۱
۵۳۱۹	عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے کیا صوم شرط ہے.....	۱۵	۲۶۲
۵۳۲۰	معتکف کا قرآن پاک پڑھانا.....	۱۵	۲۶۲
۵۳۲۱	معتکف کا تمباکو کھانا.....	۱۵	۲۶۳
۵۳۲۲	معتکف کو بیڑی سگریٹ پینا.....	۱۵	۲۶۴
۵۳۲۳	اعتکاف میں بیڑی پینا.....	۱۵	۲۶۵
۵۳۲۴	بار بار بیت الخلاء جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا.....	۱۵	۲۶۶
۵۳۲۵	معتکف بیت الخلاء کے لئے نکل کر کتنا کام کرسکتا ہے.....	۱۵	۲۶۷
۵۳۲۶	معتکف سحر وافطار واستنجاء اپنے مکان پر کرے.....	۱۵	۲۶۷
۵۳۲۷	اعتکاف میں حدث.....	۱۵	۲۶۸
۵۳۲۸	بحالت اعتکاف اخراج ریاح.....	۱۵	۲۶۹
۵۳۲۹	مسجد کی ایک جانب سے دوسری جانب منتقل ہونا.....	۱۵	۲۷۰
۵۳۳۰	عورت کا اعتکاف گھر پر نفلی ہے یا سنت ہے؟.....	۱۵	۲۷۰
۵۳۳۱	ترک اعتکاف سے کیا عورت بھی گنہگار ہے.....	۱۵	۲۷۱
۵۳۳۲	نابالغ کا اعتکاف.....	۱۵	۲۷۱
۵۳۳۳	اعتکاف سے روکنا.....	۱۵	۲۷۲
۵۳۳۴	اعتکاف کی حالت میں تقبیل وجہ.....	۱۵	۲۷۳
۵۳۳۵	معتکف کیلئے امور مباح.....	۱۵	۲۷۳
۵۳۳۶	ملاقاتیوں سے معتکف کا بات چیت اور خیریت معلوم کرنا.....	۱۵	۲۷۴
۵۳۳۷	معتکف کا ہڈی وغیرہ ڈالنے کے لئے باہر نکلنا.....	۱۵	۲۷۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۳۸	معتکف کا قضاء حاجت کو جاتے ہوئے سلام وکلام کرنا.....	۱۵	۲۷۵
۵۳۳۹	معتکف کا مسجد میں بذریعہ مائک باہر مجمع کو خطاب کرنا.....	۱۵	۲۷۶
۵۳۴۰	اعتکاف کفایہ ہر مسجد ہر شہر میں ہے.....	۱۵	۲۷۶
۵۳۴۱	اعتکاف میں غسل	۱۵	۲۷۷
۵۳۴۲	اعتکاف مسجد ہی میں ہے باہر نہیں.....	۱۵	۲۷۸
۵۳۴۳	غسل سنت وتبرید کے لئے معتکف کا خروج.....	۱۵	۲۷۹
۵۳۴۴	وضو اذان کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	۲۸۰
۵۳۴۵	معتکف کا خارج مسجد سے ہوکر اذان کے لئے جانا.....	۱۵	۲۸۱
۵۳۴۶	معتکف کا وضو کے لئے گھر جانا.....	۱۵	۲۸۲
۵۳۴۷	مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو تو معتکف ندی پر وضو کرلے.....	۱۵	۲۸۲
۵۳۴۸	معتکف کا حوض سے پانی لینا.....	۱۵	۲۸۳
۵۳۴۹	معتکف کا جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا.....	۱۵	۲۸۳
۵۳۵۰	معتکف کا تبلیغی اجتماع میں شرکت کرنا.....	۱۵	۲۸۴
۵۳۵۱	معتکف کا اخراج ریح کے لئے بیت الخلاء جانا.....	۱۵	۲۸۵
۵۳۵۲	معتکف کو نماز جنازہ کے لئے باہر نکلنا.....	۱۵	۲۸۵
۵۳۵۳	معتکف کا جنازہ میں شرکت کرنا یا عیادت کرنا.....	۱۵	۲۸۶
۵۳۵۴	معتکف کا خارج مسجد تراویح کے لئے جانا.....	۱۵	۲۸۷
۵۳۵۵	ایضاً.....	۱۵	۲۸۸
۵۳۵۶	معتکف کو خارج مسجد جانا درست نہیں.....	۱۵	۲۸۹
۵۳۵۷	معتکف کا ضرورت کے لئے مسجد سے نکل کر کسی سے بات چیت کرنا.....	۱۵	۲۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۵۸	معتکف کا خارج مسجد بات کرنا.....	۱۵	۲۹۱
۵۳۵۹	جمعۃ الوداع میں معتکف کہاں تک جاسکتا ہے.....	۱۵	۲۹۱
۵۳۶۰	دیہاتی معتکف کو نماز جمعہ کے لئے شہر جانا.....	۱۵	۲۹۲
۵۳۶۱	معتکف کا کن مجبوریوں کی وجہ سے مسجد سے نکلنا درست ہے.....	۱۵	۲۹۳
۵۳۶۲	مسجد بارش سے ٹپکتی ہوتو معتکف کیا کرے	۱۵	۲۹۴
۵۳۶۳	اعتکاف کے ۶۴ رمسائل	۱۵	//
۵۳۶۴	رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا حکم.....	۱۵	//
۵۳۶۵	معتکف کون کون ہوسکتا ہے.....	۱۵	۲۹۵
۵۳۶۶	گھر میں اعتکاف کا حکم ہے.....	۱۵	//
۵۳۶۷	عورتوں کے اعتکاف سے مردوں کا اعتکاف ساقط نہ ہوگا.....	۱۵	//
۵۳۶۸	عورت کا اعتکاف مسجد کی مخصوص جگہ میں.....	۱۵	//
۵۳۶۹	کیا اعتکاف کے لئے اذان مسجد جماعت شرط ہے.....	۱۵	//
۵۳۷۰	اگر ۲۴ رمضان کو معتکف کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے.....	۱۵	۲۹۶
۵۳۷۱	دو آدمی کا پانچ پانچ دن اعتکاف کرنے سے سنت اداء نہیں ہوئی.....	۱۵	//
۵۳۷۲	معتکف کا قضاء حاجت کے لئے بات چیت کرنا.....	۱۵	//
۵۳۷۳	احاطۂ مسجد میں پھول سبزی کی دیکھ بھال کرنا.....	۱۵	//
۵۳۷۴	ایضاً.....	۱۵	۲۹۷
۵۳۷۵	معتکف کا تعمیر مسجد کا کام کرنا.....	۱۵	//
۵۳۷۶	حالت اعتکاف میں ماہواری یا شوہر کی ہمبستری کا حکم.....	۱۵	//
۵۳۷۷	ایضاً.....	۱۵	//

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۷۸	معتکف کا بیوی کو بوسہ لینا.....	۱۵	//
۵۳۷۹	اگر معتکف ۲۴ رمضان کو پاگل ہوجائے.....	۱۵	۲۹۸
۵۳۸۰	معتکف کا نماز جنازہ میں شرکت.....	۱۵	//
۵۳۸۱	ایضاً.....	۱۵	//
۵۳۸۲	ایضاً.....	۱۵	۲۹۸
۵۳۸۳	معتکف کا پانی لینے مسجد جانا.....	۱۵	//
۵۳۸۴	پانی نہ ہوتو معتکف تیمّم کرے یا غسل.....	۱۵	//
۵۳۸۵	معتکف کا کھانا لینے گھر جانا.....	۱۵	۲۹۹
۵۳۸۶	معتکف کا اپنی جگہ دوسرے کو بٹھا کر مقدمہ کی پیشی کو جانا.....	۱۵	//
۵۳۸۷	معتکف کا علاج کے لئے باہر جانا.....	۱۵	//
۵۳۸۸	معتکف کا تراویح پڑھانے کے لئے دوسری مسجد جانا.....	۱۵	//
۵۳۸۹	معتکف کا وعظ کرنے کے لئے دوسری مسجد جانا.....	۱۵	//
۵۳۹۰	معتکف کا میٹنگ میں جانا.....	۱۵	//
۵۳۹۱	معتکف کا ووٹ دینے کے لئے جانا.....	۱۵	۳۰۰
۵۳۹۲	معتکف کا پیر سے مصافحہ کرنے مسجد سے باہر جانا.....	۱۵	//
۵۳۹۳	ایضاً.....	۱۵	//
۵۳۹۴	بیوی کے علاج کے لئے مسجد سے باہر جانا.....	۱۵	//
۵۳۹۵	معتکف حاکم کے بلانے پر کیا کرے.....	۱۵	//
۵۳۹۶	معتکف کا صلح کرانے مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	//
۵۳۹۷	معتکف کا جھاڑ پھونک کے لئے جانا.....	۱۵	۳۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۳۹۸	معتکف کا بیوی کی دوائی کے لئے جانا.....	۱۵	۳۰۱
۵۳۹۹	معتکف کا آگ بجھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	//
۵۴۰۰	ایضاً.....	۱۵	//
۵۴۰۱	معتکف بمجبوری گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے؟.....	۱۵	//
۵۴۰۲	گمشدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	۳۰۲
۵۴۰۳	معتکف کا جوتے اٹھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	//
۵۴۰۴	چائے پینے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا.....	۱۵	//
۵۴۰۵	وعظ سننے دوسری مسجد جانا.....	۱۵	//
۵۴۰۶	سبق سنانے مدرسہ جانا.....	۱۵	۳۰۳
۵۴۰۷	چوری کی رپورٹ لکھوانے باہر جانا.....	۱۵	//
۵۴۰۸	بیڑی پینے کے لئے بار بار باہر جانا.....	۱۵	//
۵۴۰۹	معتکف کا خشک کپڑے لینے باہر جانا.....	۱۵	//
۵۴۱۰	معتکف کا روزہ نماز نہ پڑھنا.....	۱۵	//
۵۴۱۱	معتکف کا دن بھر بات چیت کرنا.....	۱۵	//
۵۴۱۲	معتکف کا مسجد میں فون لگوانا.....	۱۵	//
۵۴۱۳	قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت پانی گھر لے جانا.....	۱۵	۳۰۴
۵۴۱۴	قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت دوکان کا تالا کھولنا.....	۱۵	//
۵۴۱۵	معتکف کا روزانہ سبق پڑھانے مدرسہ جانا.....	۱۵	//
۵۴۱۶	معتکف کا مسجد میں مریضوں کو نسخے لکھوانا.....	۱۵	//
۵۴۱۷	ٹیوشن پڑھانے باہر جانا.....	۱۵	//

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۴۱۸	مسجد میں ہندی وانگریزی پڑھانا	۱۵	۳۰۵
۵۴۱۹	قضائے حاجت جاتے آتے بیلوں کی دیکھ بھال کرنا.....	۱۵	//
۵۴۲۰	مسجد کے بیت الخلاء کے باوجود گھر قضائے حاجت کے لئے جانا.....	۱۵	//
۵۴۲۱	مسجد میں داخل ہوتے وقت ہر مرتبہ دعاء پڑھنا	۱۵	//
۵۴۲۲	بھول سے مسجد سے نکلنے کا حکم	۱۵	۳۰۵
۵۴۲۳	نماز جمعہ کے لئے دوسری مسجد جانا	۱۵	۳۰۶
۵۴۲۴	ایضاً	۱۵	//
۵۴۲۵	پولس کا معتکف کو جبراً لیجانا اعتکاف کا حکم	۱۵	//
۵۴۲۶	جان کے خوف سے مسجد چھوڑ کر فرار اختیار کرنے سے اعتکاف کا حکم	۱۵	//
۵۴۲۷	کیا معتکف مسجد میں ایک ہی جگہ بیٹھے یا ہر جگہ بیٹھ سکتا ہے؟	۱۵	۳۲۰
۵۴۲۸	کیا معتکف خارج مسجد اذان پڑھ سکتا ہے؟	۱۵	//
۵۴۲۹	کیا معتکف جمعہ کے لئے شہر جا سکتا ہے؟	۱۵	//
۵۴۳۰	ایضا	۱۵	//
۵۴۳۱	کیا اعتکاف اور گاؤں شہر کی ہر ایک مسجد میں ضروری ہے؟	۱۵	//
۵۴۳۲	اعتکاف سے متعلق گیارہ مسائل	۱۵	۳۲۲
۵۴۳۳	معتکف ریح مسجد میں خارج کرے یا باہر کرے	۱۵	//
۵۴۳۴	ایک قدم مسجد میں اور دوسرا باہر تو اعتکاف کا کیا حکم ہے.....	۱۵	//
۵۴۳۵	مطالعہ یا تلاوت کے لئے معتکف مسجد کا تیل جلا سکتا ہے یا نہیں	۱۵	//
۵۴۳۶	کیا معتکف مسجد میں چراغ روشن کر سکتا ہے	۱۵	//
۵۴۳۷	کیا معتکف کھانا کھانے کے لئے گھر جا سکتا ہے	۱۵	۳۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۴۳۸	معتکف کا ٹھنڈا پانی قریب ہونے کی صورت میں گرم پانی کیلئے باہر جانا	۱۵	۳۲۳
۵۴۳۹	گرمی یا سردی کی وجہ سے وضو کے لئے باہر سائے میں جانا.....	۱۵	//
۵۴۴۰	پانی لانے کے لئے معتکف کیا باہر جاسکتا ہے.....	۱۵	//
۵۴۴۱	حالت اعتکاف میں حجامت بنوانا	۱۵	//
۵۴۴۲	ابتدائے اعتکاف کا وقت	۱۵	۳۲۴
۵۴۴۳	شرکت اجتماع کا بوقت نیت اعتکاف ااستثناء.....	۱۵	۳۲۶
۵۴۴۴	بستی کی مختلف مسجدوں میں سے کسی ایک جگہ اعتکاف	۱۵	۳۲۷
۵۴۴۵	جو مسجد وقف نہ ہو اس میں اعتکاف	۱۵	۳۲۸
۵۴۴۶	دوسرے محلّہ کے آدمی کے ذریعہ سنت اعتکاف کی ادائیگی	۱۵	۳۲۹
۵۴۴۷	سنت اعتکاف کی ادائیگی بذریعہ امام	۱۵	۳۲۹
۵۴۴۸	ایسی مسجد میں اعتکاف جس میں رات کو رکنے کی اجازت نہ ہو.....	۱۵	۳۳۰
۵۴۴۹	ویران مسجد اور عیدگاہ میں اعتکاف	۱۵	۳۳۰
۵۴۵۰	مسجد کے متصل حجرہ میں اعتکاف	۱۵	۳۳۱
۵۴۵۱	معتکف کا صحن مسجد میں حجامت بنوانا.....	۱۵	۳۳۲
۵۴۵۲	معتکف کو مسجد میں چارپائی.....	۱۵	۳۳۳
۵۴۵۳	عورت کا اعتکاف میں کھانا پکانا.....	۱۵	۳۳۴
۵۴۵۴	اعتکاف میں فتویٰ کس کے قول پر ہے	۱۵	۳۳۴
۵۴۵۵	امام صاحبؒ کے قول کی ترجیح	۱۵	۳۳۵
۵۴۵۶	اعتکاف پر معاوضہ	۱۵	۳۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الحج		
	﴿حج کے احکام﴾		
	☆..... باب اوّل .....☆		
	حج کے شرائط اور ارکان وغیرہ		
۵۴۵۷	حج اکبر	۱۵	۳۳۸
۵۴۵۸	حج اکبر کی تشریح	۱۵	۳۴۰
۵۴۵۹	حج کے دو رکن ہیں	۱۵	۳۴۰
۵۴۶۰	حج مقبول ومبرور میں فرق	۱۵	۳۴۱
۵۴۶۱	حج اور عمرہ میں نیت زبان سے کرنا	۱۵	۳۴۳
۵۴۶۲	ایام معلومات کی تشریح	۱۵	۳۴۴
۵۴۶۳	یوم القر کی تشریح	۱۵	۳۴۷
۵۴۶۴	وسعت کے باوجود حج نہ کرنا	۱۵	۳۵۰
۵۴۶۵	استطاعت سے پہلے حج کا حکم	۱۵	۳۵۰
۵۴۶۶	فرضیت حج کیلئے مدینہ طیبہ کا خرچ ہونا ضروری نہیں	۱۵	۳۵۱
۵۴۶۷	ضعیف العمر پر بھی بوقت استطاعت حج فرض ہے	۱۵	۳۵۲
۵۴۶۸	روپیہ ضائع ہونے سے پہلے فرضیت حج ساقط نہیں ہوتی	۱۵	۳۵۳
۵۴۶۹	کیا مال ضائع ہونے سے حج ساقط ہوجائے گا	۱۵	۳۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۴۷۰	روپیہ حج کے لئے تھا اس سے مکان بنالیا کیا اب بھی حج فرض ہے	۱۵	۳۵۵
۵۴۷۱	لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج	۱۵	۳۵۶
۵۴۷۲	لڑکی کی شادی مقدم ہے یا حج	۱۵	۳۵۷
۵۴۷۳	بیوی پر حج فرض ہے یا شوہر پر	۱۵	۳۵۸
۵۴۷۴	شوہر پر حج فرض ہونے سے عورت پر فرض نہیں ہوتا	۱۵	۳۵۸
۵۴۷۵	والدہ کے روپیہ سے حج	۱۵	۳۵۹
۵۴۷۶	کیا مکہ مکرمہ جانے سے حج فرض ہوجاتا ہے	۱۵	۳۵۹
۵۴۷۷	کیا حج کیلئے والد کی اجازت لینی چاہئے	۱۵	۳۶۰
۵۴۷۸	جس کے ذمہ حج فرض تھا، مگر چوٹ لگنے کی وجہ سے معذور ہوگیا.....	۱۵	۳۶۲
۵۴۷۹	مشترکہ تجارت میں حج کس پر ہے	۱۵	۳۶۳
۵۴۸۰	اپنے حج کے لئے پہلے والد کو حج کرانا ضروری ہے	۱۵	۳۶۴
۵۴۸۱	قحط کی حالت میں حج	۱۵	۳۶۵
۵۴۸۲	قرض لیکر حج کرنا.....	۱۵	۳۶۵
۵۴۸۳	حج کے ذریعہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں	۱۵	۳۶۷
۵۴۸۴	کیا حج سے قضا نمازیں معاف ہوجائیں گی؟.....	۱۵	۳۶۸
۵۴۸۵	صاحب استطاعت کو حج کے لئے بھیجنا.....	۱۵	۳۶۹
۵۴۸۶	حکومت سعودیہ کے حکم پر حج دو دن پہلے.....	۱۵	۳۷۰
۵۴۸۷	جھوٹ اندراج کرا کے حج ثانی کرنا.....	۱۵	۳۷۱
۵۴۸۸	دروغ حلفی کر کے حج ثانی کرنا.....	۱۵	۳۷۲
۵۴۸۹	حج کی عرضی میں یہ قید کہ میں نے اتنی مدت سے حج نہیں کیا.....	۱۵	۳۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۴۹۰	سعودیہ میں رہ کر حج کرے اور بھارت پاکستان سے حج	۱۵	۳۷۶
۵۴۹۱	بیوی سے کیا گیا حج کا وعدہ کیا شوہر کے حق میں مانع ہے؟	۱۵	۳۷۷
۵۴۹۲	بیوی کو حج کے لئے ساتھ لے جانا کب ضروری ہے؟	۱۵	۳۷۷
۵۴۹۳	حج ثانی کے لئے پانچ سال کی قید.....	۱۵	۳۷۸
۵۴۹۴	حج کے لئے بدلا ہوا روپیہ ناکافی ہوتو اپنا دوسرا انتظام کرنا	۱۵	۳۷۹
۵۴۹۵	حج کے بعد مالی پوزیشن صفر ہونے کی حالت میں حج	۱۵	۳۸۰
۵۴۹۶	وقوف مزدلفہ	۱۵	۳۸۰
۵۴۹۷	ایضاً.....	۱۵	۳۸۲
۵۴۹۸	منیٰ سے روانگی	۱۵	۳۸۳

☆..... باب دوم .....☆

مواقیت کا بیان

۵۴۹۹	ہندوستانیوں کیلئے میقات یلملم ہے یا جدہ؟	۱۵	۳۸۵
۵۵۰۰	یلملم سے احرام	۱۵	۳۸۶
۵۵۰۱	ہندوستان سے پانی کے جہاز سے جانیوالا کہاں سے احرام باندھے؟.....	۱۵	۳۸۷
۵۵۰۲	حج بدل میں ذوالحلیفہ سے احرام	۱۵	۳۸۸
۵۵۰۳	جوشخص مکہ سے جدہ آئے کسی ضرورت کے لئے	۱۵	۳۸۹
۵۵۰۴	کیا احرام باندھ کر طواف ضروری ہے؟	۱۵	۳۹۰
۵۵۰۵	طواف زیارت بحالت احرام	۱۵	۳۹۰
۵۵۰۶	کیا جدہ میقات ہے؟	۱۵	۳۹۱
۵۵۰۷	میقات کا علم نہ ہوتو تحری کرے.....	۱۵	۳۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۵۰۸	مکی اگر جدہ جائے، تو واپسی پر احرام لازم ہے یا نہیں؟	۱۵	۳۹۱
۵۵۰۹	احرام کے بعد میقات سے خارج ہونا	۱۵	۳۹۳
۵۵۱۰	میقات سے بلا احرام گذرنا	۱۵	۳۹۴
	☆..... باب سوم .....☆		
	عورتوں کے لئے محرم کا بیان		
۵۵۱۱	عورت کے محرم کون کون ہیں؟	۱۵	۳۹۸
۵۵۱۲	عورت کو بلا محرم سفر حج کرنا	۱۵	۳۹۸
۵۵۱۳	بوڑھی عورت کا بلا محرم کے حج کرنا	۱۵	۳۹۹
۵۵۱۴	بغیر محرم کے بوڑھیا کو سفر حج	۱۵	۴۰۰
۵۵۱۵	نامحرم کو سفر حج میں ساتھ لے جانا	۱۵	۴۰۱
۵۵۱۶	خسر کے ساتھ حج کو جانا	۱۵	۴۰۳
۵۵۱۷	رضاعی بھائی کے ساتھ حج	۱۵	۴۰۳
۵۵۱۸	رضاعی بیٹی کے شوہر کے ساتھ سفر حج	۱۵	۴۰۴
۵۵۱۹	بہن اور بہنوئی کے ساتھ سفر حج	۱۵	۴۰۴
۵۵۲۰	بغیر شوہر کی اجازت کے بھائی کے ساتھ حج کرنا	۱۵	۴۰۵
۵۵۲۱	کسی عورت کا دوسری عورتوں کے ساتھ حج کرنا	۱۵	۴۰۶
	☆..... باب چہارم .....☆		
	طواف کا بیان		
۵۵۲۲	طواف زیارت کر کے منیٰ آنا افضل ہے	۱۵	۴۱۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۵۲۳	متعدد طوافوں کے بعد نفل	۱۵	۴۱۱
۵۵۲۴	حالت حیض میں طواف کرنا	۱۵	۴۱۱
۵۵۲۵	طواف میں شاذوران کو مس کرنا	۱۵	۴۱۳
۵۵۲۶	رمی اور طواف زیارت میں ترتیب بدلدی؟	۱۵	۴۱۴
۵۵۲۷	عورتیں طواف رات میں کریں	۱۵	۴۱۴
۵۵۲۸	حالت حیض میں طواف زیارت	۱۵	۴۱۵
۵۵۲۹	طواف وداع نہیں کیا تو اب کیا کرے؟	۱۵	۴۱۶
۵۵۳۰	نفل طواف کے بعد استیلام	۱۵	۴۱۷
۵۵۳۱	دوگانۂ طواف بھول کر دوسرا طواف شروع کردیا	۱۵	۴۱۸
۵۵۳۲	دوگانۂ طواف اوقات مکروہ میں	۱۵	۴۱۹
۵۵۳۳	طواف وداع نہ کرنے سے دم	۱۵	۴۱۹
	☆ ..... **باب پنجم** ..... ☆		
	حج میں بال کٹانے کا بیان		
۵۵۳۴	حلق وقصر میں ایک ربع بھی کافی ہے	۱۵	۴۲۱
۵۵۳۵	عورتیں حلال ہونے کے لئے کتنے بال اور کہاں کے کاٹیں؟	۱۵	۴۲۱
۵۵۳۶	احرام سے حلال ہونے کے لئے چند بالوں کا منڈانا	۱۵	۴۲۲
۵۵۳۷	محرم کو حلال ہونے کے لئے حلق وقصر خود کرنا	۱۵	۴۲۴
۵۵۳۸	اپنے بال اپنے ہاتھ سے کاٹنا	۱۵	۴۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ششم .....☆		
	قران اور تمتع		
۵۵۳۹	قران افضل ہے.....	۱۵	۴۲۵
۵۵۴۰	قارن عمرہ کے بعد احرام کھولدے تو کیا حکم ہے؟.....	۱۵	۴۲۵
۵۵۴۱	حج بدل میں افراد ہو یا قران؟.....	۱۵	۴۲۶
۵۵۴۲	متمتع وقارن پر کیا دودم ہیں؟.....	۱۵	۴۲۷
۵۵۴۳	اشہر حج سے پہلے عمرہ کرنے سے تمتع نہیں ہوتا.....	۱۵	۴۲۸
۵۵۴۴	ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے سے کیا تمتع باقی رہے گا؟.....	۱۵	۴۲۹
۵۵۴۵	متمتع کا مدینہ طیبہ جانا پھر عمرہ کرنا.....	۱۵	۴۳۰
۵۵۴۶	عمرہ کے بعد کیا بال منڈانا لازم ہے اور بار بار اشہر حج میں عمرہ.....	۱۵	۴۳۳
۵۵۴۷	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمتع سے منع کرنے کی وجہ	۱۵	۴۳۴
۵۵۴۸	قارن کے لئے وطن کے اعتبار سے حرم میں قربانی.....	۱۵	۴۳۸
۵۵۴۹	مفرد اور قارن کے لئے سعی	۱۵	۴۳۹
۵۵۵۰	استفتاء متعلق سوالِ بالا	۱۵	۴۴۰
	☆..... باب ہفتم .....☆		
	حج بدل کا بیان		
۵۵۵۱	حج بدل کی تفصیلی کیفیت	۱۵	۴۴۲
۵۵۵۲	حج بدل کے سلسلہ میں معلومات	۱۵	۴۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۵۵۳	حج بدل کے شرائط	۱۵	۴۴۴
۵۵۵۴	حج بدل میں نیت	۱۵	۴۴۶
۵۵۵۵	حج بدل میں کیا نام لینا ضروری ہے؟	۱۵	۴۴۷
۵۵۵۶	حج بدل	۱۵	۴۴۷
۵۵۵۷	حج بدل	۱۵	۴۴۸
۵۵۵۸	حج بدل	۱۵	۴۴۹
۵۵۵۹	مریض کا حج بدل کرانا.....	۱۵	۴۵۰
۵۵۶۰	بیمار کا حج بدل کرانا	۱۵	۴۵۱
۵۵۶۱	نابینا عورت کا حج بدل کرانا.....	۱۵	۴۵۲
۵۵۶۲	بیوی کو حج بدل کرانا، اپنا حج کرنے سے پہلے	۱۵	۴۵۳
۵۵۶۳	والد مرحوم کی طرف سے حج بدل	۱۵	۴۵۴
۵۵۶۴	میت کی طرف سے حج بدل بلا وصیت	۱۵	۴۵۵
۵۵۶۵	آفاقی کا حج فرض مکی کے ذریعہ.....	۱۵	۴۵۷
۵۵۶۶	حج بدل کے بعد نابینا کا عذر زائل ہوگیا، دوبارہ حج فرض نہیں	۱۵	۴۵۷
۵۵۶۷	حج بدل کے بعد اگر استطاعت ہوجائے تو فریضہ ساقط نہیں ہوتا.....	۱۵	۴۵۸
۵۵۶۸	کیا حج بدل کیلئے پہلے سے سفر ضروری ہے؟	۱۵	۴۵۹
۵۵۶۹	حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا حج فرض نہ کیا ہو	۱۵	۴۵۹
۵۵۷۰	حج بدل میں کونسا حج کرے	۱۵	۴۶۱
۵۵۷۱	حج بدل میں تمتع	۱۵	۴۶۳
۵۵۷۲	حج بدل میں تمتع	۱۵	۴۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۵۷۳	حج بدل میں تمتع	۱۵	۷۶۶
۵۵۷۴	حج بدل والے کو مدینہ طیبہ پہلے جانا	۱۵	۷۶۶
۵۵۷۵	مامور بالحج کو پہلے مدینہ طیبہ جانا	۱۵	۷۶۷
۵۵۷۶	حج بدل میں تمتع کی اجازت نہیں	۱۵	۷۶۸
۵۵۷۷	حج بدل والے کیلئے تمتع سے بچاؤ	۱۵	۷۶۸
۵۵۷۸	حج صرورہ	۱۵	۷۶۹
۵۵۷۹	حج بدل میں پہلے روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری	۱۵	۷۷۰
۵۵۸۰	مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے؟	۱۵	۷۷۱
۵۵۸۱	مامور بالحج کا مکہ پہنچ کر کسی دوسرے سے حج بدل کرانا اور خود اپنا حج کرنا	۱۵	۷۷۲
۵۵۸۲	حج بدل کے بعد جو رقم زائد بچے اس کا حکم	۱۵	۴۷۳
۵۵۸۳	حج بدل میں روپیہ مامور کو دیں یا اپنے پاس رکھیں؟	۱۵	۴۷۵
۵۵۸۴	حج بدل کی رقم میں تصرف کرنے کا ضمان	۱۵	۴۷۵
۵۵۸۵	حکومت کی طرف سے ملا نقصان کا معاوضہ آمر کا ہے یا مامور کا؟	۱۵	۴۷۷
۵۵۸۶	حج کے لئے روپیہ دیا اس میں سے کچھ بچ گیا اس کو کیا کرے؟	۱۵	۴۷۸
	☆ ..... **باب ہشتم** ..... ☆		
	مالِ حرام سے حج کرنا		
۵۵۸۷	مال حرام سے حج	۱۵	۴۷۹
۵۵۸۸	ناجائز آمدنی سے حج کرنا	۱۵	۴۷۹
۵۵۸۹	غبن کے روپے سے حج اور کاروبار	۱۵	۴۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۵۹۰	حرام آمدنی والے کو بوقت حج اپنے گروپ میں شامل کرنا	۱۵	۴۸۲
۵۵۹۱	جائز وناجائز مخلوط مال سے حج	۱۵	۴۸۳
۵۵۹۲	سرکاری روپیہ سے حج	۱۵	۴۸۶
۵۵۹۳	کافر کے روپیہ سے حج کرنا	۱۵	۴۸۷
۵۵۹۴	غیر کی زمین پر غاصبانہ قبضہ رکھتے ہوئے حج	۱۵	۴۸۸
۵۵۹۵	سرکاری ملازم کا دورہ پر حج ادا کرنا	۱۵	۴۸۹
۵۵۹۶	جس کے پاس حرام آمدنی ہو وہ یہ کہے کہ یہ روپیہ میں نے قرض لیا ہے یا	۱۵	
۵۵۹۷	حلال آمدنی ہے، تو اس کا قول معتبر ہے؟.....	۱۵	۴۸۹

☆..... باب نہم .....☆

حج میں جنایات

۵۵۹۸	حالت احرام میں حیض آجانا.....	۱۵	۴۹۱
۵۵۹۹	حالت احرام میں بضرورت حیض روکنے والی دوا کا استعمال.....	۱۵	۴۹۲
۵۶۰۰	سلی ہوئی تھیلی احرام میں رکھنا	۱۵	۴۹۴
۵۶۰۱	حالت احرام میں رضائی اوڑھنا	۱۵	۴۹۵
۵۶۰۲	حالت احرام میں کان میں روئی رکھنا اور پیروں پر کپڑا ڈالنا.....	۱۵	۴۹۵
۵۶۰۳	حالت احرام میں شکار کی ممانعت	۱۵	۴۹۶
۵۶۰۴	حالت احرام میں کیا عورت منھ کھولے رکھے؟	۱۵	۴۹۷
۵۶۰۵	قربانی سے پہلے بال کٹوانے سے دم	۱۵	۴۹۸
۵۶۰۶	رمی سے پہلے قربانی سے دم	۱۵	۴۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۰۷	رمی کا بدل آئندہ سال	۱۵	۴۹۹
۵۶۰۸	رمی اور قیام منیٰ چھوڑ دینے پر دم واجب ہے یا نہیں؟	۱۵	۵۰۰
۵۶۰۹	حج فارم میں یہ دستخط کرنا کہ پانچ سال سے حج نہیں کیا دھوکا ہے جبکہ خلاف واقع ہو	۱۵	۵۰۱
۵۶۱۰	وقت احصار بغیر ذبح حلال ہونے کی شرط	۱۵	۵۰۲
۵۶۱۱	کیا دم جنایت کو فقراء پر تقسیم کرنا ضروری ہے؟	۱۵	۵۰۲
۵۶۱۲	عمرہ کا احرام کھولنے میں چند بال کٹوائے تو دم ہے.....	۱۵	۵۰۳
۵۶۱۳	ترتیب واجب کے خلاف سے وجوب دم	۱۵	۵۰۴
۵۶۱۴	وقوف مزدلفہ ترک ہوگیا تو دم واجب ہے	۱۵	۵۰۵
۵۶۱۵	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے جب تنعیم سے حضرت عائشہؓ کو عمرہ کرایا تو خود بھی احرام باندھا یا نہیں؟	۱۵	۵۰۷

☆..... باب دھم .....☆

مقاماتِ متبرکہ

۵۶۱۶	رکن یمانی کی تعریف.....	۱۵	۵۰۹
۵۶۱۷	حجر اسود کہاں سے آیا.....	۱۵	۵۱۰
۵۶۱۸	حجر اسود کا استلام.....	۱۵	۵۱۰
۵۶۱۹	استلام حجر اسود کا ثبوت	۱۵	۵۱۲
۵۶۲۰	حجر اسود کا استلام	۱۵	۵۱۳
۵۶۲۱	استلام حجر اسود دور سے کرنے کا طریقہ.....	۱۵	۵۱۴
۵۶۲۲	حیض کو روکنا اور عمرہ اور طواف میں حجر اسود کے استلام کا طریقہ.....	۱۵	۵۱۵
۵۲۳	میزاب رحمت کے نیچے دیوار کا التزام	۱۵	۵۱۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۲۴	مقامات اجابت	۱۵	۵۱۸
۵۶۲۵	غلاف کعبہ کو پھاڑ توڑ کرلانا	۱۵	۵۱۹
	☆..... **باب یازدھم** .....☆		
	زیارت مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام		
۵۶۲۶	گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوٰۃ وسلام	۱۵	۵۲۰
۵۶۲۷	زیارت روضۂ پاک علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب	۱۵	۵۲۰
۵۶۲۸	عورتوں کے لئے روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت	۱۵	۵۲۳
۵۶۲۹	مسجد نبوی میں چالیس نمازیں	۱۵	۵۲۳
۵۶۳۰	حرمین میں پہلے کہاں جائے	۱۵	۵۲۴
۵۶۳۱	سفر مدینہ کی نیت	۱۵	۵۲۵
۵۶۳۲	مدینہ منورہ کے حدود حرم کیا ہیں	۱۵	۵۲۵
۵۶۳۳	ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا	۱۵	۵۲۶
	☆..... **باب دوازدھم** .....☆		
	متفرقاتِ حج		
۵۶۳۴	حالت حیض میں حرم شریف کی نماز اور صلوٰۃ وسلام	۱۵	۵۲۷
۵۶۳۵	حج کو جاتے وقت والد والدہ، بیوی کس کو ساتھ لے جائے	۱۵	۵۲۸
۵۶۳۶	ایک محرم دوسرے محرم کا سر مونڈے حلال کرنے کے لئے	۱۵	۵۲۸
۵۶۳۷	حج سے آنے والے کے ساتھ معانقہ اور دست بوسی	۱۵	۵۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۳۸	عورتوں کے لئے اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھنا بنسبت حرم کے بہتر ہے.....	۱۵	۵۳۰
۵۶۳۹	غیر مسلموں کا داخلہ حرم میں کیوں ممنوع ہے.....	۱۵	۵۳۰
۵۶۴۰	بذریعہ بس سفر حج مزارات کی زیارت کرتے ہوئے.....	۱۵	۵۳۱
۵۶۴۱	کیا ہر حج میں نو لاکھ نو ہزار نو سو ننانوے آدمی شریک ہوتے ہیں.....	۱۵	۵۳۳
۵۶۴۲	منجاء پر وقوف شعارِ روافض ہے.....	۱۵	۵۳۳
۵۶۴۳	نوٹ پر کمیشن.....	۱۵	۵۳۴
۵۶۴۴	حج میں نوٹ کا تبادلہ کمی زیادتی سے.....	۱۵	۵۳۴
۵۶۴۵	ضلع کے نام سے درخواست حج.....	۱۵	۵۳۵
۵۶۴۶	لڑکی کی حق تلفی کر کے حج.....	۱۵	۵۳۶
۵۶۴۷	کیا مدینہ منورہ میں بھی عمرہ ہوتا ہے.....	۱۵	۵۳۶
۵۶۴۸	عورتیں فجر کی نماز کہاں پڑھیں اور رمی جمرہ عقبہ کس وقت کریں.....	۱۵	۵۳۷
۵۶۴۹	شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے.....	۱۵	۵۳۸
۵۶۵۰	ہندوستانی کا پاکستانی پاسپورٹ سے حج کرنا.....	۱۵	۵۳۹
۵۶۵۱	داخلہ میں کچھ دینا رشوت ہے.....	۱۵	۵۳۹
۵۶۵۲	حج سے پہلے پہنچنے والا مکہ معظّمہ میں مقیم ہے یا مسافر.....	۱۵	۵۴۰
۵۶۵۳	رکن یمانی کو دور سے اشارہ نہیں.....	۱۵	۵۴۱
۵۶۵۴	حاجی کے گلے میں ہار.....	۱۵	۵۴۲
۵۶۵۵	حجاج کے لئے نعرۂ تکبیر اور پھولوں کا ہار.....	۱۵	۵۴۲
۵۶۵۶	حاجی کو رخصت کرنے کے لئے عورتوں کا اسٹیشن جانا.....	۱۵	۵۴۴
۵۶۵۷	حاجی کا ولیمہ.....	۱۵	۵۴۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۵۸	حاجی کا خطاب	۱۵	۵۴۵
۵۶۵۹	حج کے لئے حیلۂ تملیک	۱۵	۵۴۶
۵۶۶۰	حج کی درخواست منظور کرانے کے لئے سو روپیہ دینا	۱۵	۵۴۸
۵۶۶۱	حج میں تجارت	۱۵	۵۴۹
۵۶۶۲	حاجیوں کا خلاف قانون سامان لانا	۱۵	۵۴۹
۵۶۶۳	عورتوں کا رات میں رمی جمار کرنا	۱۵	۵۵۰
۵۶۶۴	سوال کر کے حج کو جانا	۱۵	۵۵۰
۵۶۶۵	دس روپیہ حرم میں خرچ کرنے کے لئے دیئے اور خرچ کر دیئے بمبئی میں	۱۵	۵۵۱
۵۶۶۶	حج کی درخواست میں اپنے آپ کو دوسرے صوبہ کا بتلانا	۱۵	۵۵۲
۵۶۶۷	حج میں کیا تمنا کی جائے	۱۵	۵۵۳
۵۶۶۸	حاجیوں کا سامان لانا اور لیجانا	۱۵	۵۵۳
۵۶۶۹	تبلیغی جماعت کے ساتھ حج کرنا	۱۵	۵۵۴

﴿کتاب النکاح﴾

۵۶۷۰	شرعاً نکاح کی حقیقت	۱۶	۲۸
۵۶۷۱	نکاح کی تعریف، غرض اور اس کا طریقہ	۱۶	۲۹
۵۶۷۲	نکاح کے فرائض، واجبات، مستحبات	۱۶	۳۲
۵۶۷۳	نکاح کے احکام وجوب وسنیت وغیرہ	۱۶	۳۳
۵۶۷۴	نکاح کا شرعی طریقہ	۱۶	۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۷۵	نکاح کا مسنون طریقہ.....	۱۶	۳۶
۵۶۷۶	نکاح کا مسنون طریقہ.....	۱۶	۳۸
۵۶۷۷	نکاح کا طریقہ، ایجاب وقبول کون کرائے؟.....	۱۶	۳۹
۵۶۷۸	**نکاح کا مسنون طریقہ جسمیں وکیل قاضی بھی ہو، حضرت فاطمہؓ کا نکاح کس نے پڑھایا؟**	۱۶	۴۰
۵۶۷۹	اعلان نکاح کے مصالح	۱۶	۴۲
۵۶۸۰	نکاح سے قبل منسوبہ کو دیکھنا.....	۱۶	۴۳
۵۶۸۱	اشکال بر جواب مذکورہ بالا	۱۶	۴۴
۵۶۸۲	باہمی مخالفت ضد کی بناء پر، زوجین کی عمر میں تناسب، فعل رسول پر اعتراض اور اسکا حکم	۱۶	۴۷
۵۶۸۳	نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہئے؟.....	۱۶	۴۸
۵۶۸۴	نکاح کے لئے پیر، جمعرات، جمعہ کی فضیلت	۱۶	۴۹
۵۶۸۵	اندیشۂ تقسیم وراثت سے نکاح نہ کرنا	۱۶	۴۹
	☆..... **باب اول** .....☆		
	وعدۂ نکاح (منگنی)		
۵۶۸۶	قول وقرار سے نکاح.....	۱۶	۵۲
۵۶۸۷	نکاح کی قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا	۱۶	۵۳
۵۶۸۸	نکاح کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا	۱۶	۵۳
۵۶۸۹	وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوجاتا	۱۶	۵۵
۵۶۹۰	مجلس وعدۂ نکاح، کیا نکاح ہے؟.....	۱۶	۵۶
۵۶۹۱	پیغام نکاح، نکاح نہیں	۱۶	۵۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۶۹۲	منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۱۶	۵۹
۵۶۹۳	کیا رشتہ کرنا بھی نکاح ہے؟	۱۶	۶۱
۵۶۹۴	وعدۂ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا	۱۶	۶۳
۵۶۹۵	منگنی کر کے نکاح سے انکار	۱۶	۶۴
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	صحت وشرائطِ نکاح		
	فصل اول: نکاح صحیح		
۵۶۹۶	ثبوت نکاح کس طرح ہوتا ہے؟	۱۶	۶۶
۵۶۹۷	ایجاب وقبول تین دفعہ	۱۶	۶۹
۵۶۹۸	نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی ایک صورت	۱۶	۷۰
۵۶۹۹	بچوں کے نکاح کا طریقہ	۱۶	۷۲
۵۷۰۰	نابالغ کا ایجاب وقبول ولی کی اجازت سے	۱۶	۷۲
۵۷۰۱	نابالغ بچی کا ایجاب وقبول بذریعہ والد	۱۶	۷۳
۵۷۰۲	کپکپی کی حالت میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح	۱۶	۷۴
۵۷۰۳	مذاق میں نکاح کا ایجاب وقبول، مذاق میں بیع کا ایجاب وقبول	۱۶	۷۵
۵۷۰۴	کیا نکاح کے وقت والد کا نام لینا ضروری ہے؟	۱۶	۷۶
۵۷۰۵	(بغیر قبول کئے لڑکے کا چلا جانا اور دوسرے لڑکے سے ایجاب وقبول کرانا ان میں سے کس کا نکاح درست ہوا؟)	۱۶	۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۷۰۶	مہر پانچ ہزار کو ہاتھ کے نیچے چھپا کر ایجاب وقبول	۱۶	۷۷
۵۷۰۷	آنکھوں پہ پٹی باندھ کر نکاح.....	۱۶	۷۸
۵۷۰۸	گونگے کا نکاح	۱۶	۷۹
۵۷۰۹	گونگے کا نکاح	۱۶	۸۰
۵۷۱۰	نابینا بہرے کا نکاح	۱۶	۸۰
۵۷۱۱	نابینا کے ساتھ نکاح	۱۶	۸۱
۵۷۱۲	نکاح کے وقت کلمہ اور دو رکعت نماز پڑھوانا.....	۱۶	۸۲
۵۷۱۳	اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترک تعلق.....	۱۶	۸۴
۵۷۱۴	نکاح کے بعد شرط کے خلاف کرنا	۱۶	۸۵
۵۷۱۵	نکاح میں شرطیں لگانا.....	۱۶	۸۷
۵۷۱۶	نکاح میں شرط لگانا.....	۱۶	۸۹
۵۷۱۷	غیر مسلمہ سے کورٹ میرج کے نکاح کے بعد وہ مسلمان ہوئی تو دوبارہ نکاح کیلئے استبراء رحم۔الخ	۱۶	۹۰
۵۷۱۸	سِوِل میرج	۱۶	۹۲
۵۷۱۹	کیا عورت کا یہ کہنا کہ میں بغیر شوہر کے ہوں معتبر ہے؟	۱۶	۹۳
۵۷۲۰	بلا طلاق نامہ دیکھے نکاح ثانی	۱۶	۹۴
۵۷۲۱	بیوہ کے لئے نکاح ثانی.....	۱۶	۹۵
۵۷۲۲	تین طلاق کے بعد نکاح ثانی	۱۶	۹۶
۵۷۲۳	بلا اجازت زوجۂ اولیٰ نکاح ثانی سے نکاح اول منسوخ نہیں ہوگا	۱۶	۹۷
۵۷۲۴	قبول اسلام کے بعد نکاح ثانی	۱۶	۹۷
۵۷۲۵	خفیہ نکاح	۱۶	۹۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۷۲۶	نکاح خفیہ	۱۶	۱۰۰
۵۷۲۷	تحقیق کے بعد منکوحہ کا نکاح پڑھانا جرم نہیں	۱۶	۱۰۱
۵۷۲۸	ایک سے چار تک نکاح کی اجازت	۱۶	۱۰۲
۵۷۲۹	دو عورتوں سے دو دفعہ نکاح، کیا چار کے حکم میں ہے؟	۱۶	۱۰۳
۵۷۳۰	بیوی کو طلاق دے کر اس کی بہن سے نکاح کسی مصلحت سے	۱۶	۱۰۴
۵۷۳۱	مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح	۱۶	۱۰۵
۵۷۳۲	نکاح میں کھانے کپڑے وغیرہ کا تذکرہ.....	۱۶	۱۰۶
۵۷۳۳	دوسرے کی بیوی کو لے کر بھاگ جانا اور طلاق شوہر کے بعد، بعد عدت نکاح	۱۶	۱۰۷
۵۷۳۴	لڑکی نے بھاگ کر لڑکے کے ساتھ نکاح کر لیا	۱۶	۱۰۹
۵۷۳۵	نکاح کے بعد ملازم چمار کے ساتھ بیوی بھاگ گئی	۱۶	۱۱۰
۵۷۳۶	بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا.....	۱۶	۱۱۱
۵۷۳۷	سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح مگر والدین ناراضہ ہیں	۱۶	۱۱۲
۵۷۳۸	لڑکے کے گھر جا کر نکاح	۱۶	۱۱۴
۵۷۳۹	رجسٹر میں ولدیت بدلنے سے نکاح پر اثر	۱۶	۱۱۵
۵۷۴۰	نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ منکوحہ کا دماغی توازن صحیح نہیں	۱۶	۱۱۵
۵۷۴۱	دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں.....	۱۶	۱۱۹
۵۷۴۲	ختنہ سے پہلے نکاح	۱۶	۱۱۹
۵۷۴۳	تین برس کی بچی کا نکاح	۱۶	۱۲۱
۵۷۴۴	دس سالہ لڑکی کا نکاح تیس سالہ آدمی کے ساتھ	۱۶	۱۲۱
۵۷۴۵	جو عورت ہندو کے یہاں ایک سال رہی اس کا نکاح	۱۶	۱۲۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۷۴۶	جوئے میں بیوی کو ہار گیا تو نکاح باقی رہا یا نہیں؟	۱۶	۱۲۳
۵۷۴۷	ناجائز حمل ساقط کرانے سے نکاح باقی ہے	۱۶	۱۲۴
۵۷۴۸	حیض نہ آنے اور ثدیین ابھرے ہوئے نہ ہونے کی حالت میں نکاح.....	۱۶	۱۲۵
۵۷۴۹	حالت نفاس میں نکاح	۱۶	۱۲۶
۵۷۵۰	نفاس اور حیض میں نکاح	۱۶	۱۲۷
۵۷۵۱	زنا کا حمل پیدا ہونے کے بعد حالت نفاس میں نکاح	۱۶	۱۲۷
۵۷۵۲	مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح	۱۶	۱۲۹
۵۷۵۳	جو عورت اپنے آپ کو بیوہ بتلائے اس سے نکاح	۱۶	۱۲۹
۵۷۵۴	جو مرد و عورت کبھی نماز نہیں پڑھتے ان کا نکاح	۱۶	۱۳۰
۵۷۵۵	مہر وسعت سے زیادہ ہو تب بھی نکاح درست ہے	۱۶	۱۳۱
۵۷۵۶	کنیسہ میں نکاح ہو جائے گا	۱۶	۱۳۱
۵۷۵۷	نکاح کی اجازت نہ دیکر رخصت ہو جانا پھر وہاں سے فرار ہو جانا	۱۶	۱۳۲
۵۷۵۸	جو لڑکا کم بولتا ہو اس کا نکاح	۱۶	۱۳۴
۵۷۵۹	طلاق کی نیت سے نکاح	۱۶	۱۳۵
۵۷۶۰	فاحشہ عورت کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۱۳۶
۵۷۶۱	سہیلی کے انگوٹھا لگانے سے نکاح	۱۶	۱۳۸
۵۷۶۲	مشتبہ الخلقت سے نکاح	۱۶	۱۳۸
۵۷۶۳	باپ اور بھائی کے ڈر سے نکاح سے منکر ہو جانا	۱۶	۱۳۹
۵۷۶۴	اغوا کے بعد نکاح اور متعدد مسائل	۱۶	۱۴۱
۵۷۶۵	ضمیمہ استفتاء ماقبل	۱۶	۱۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۷۶۶	نکاح کے لئے ایجاب وقبول کوسننا ضروری ہے	۱۶	۱۴۷
	فصل دوم: مجلس عقد اور رجسٹر میں اندراج کرنا		
۵۷۶۷	مجلس نکاح میں کلمہ پڑھانا، اور زوجین سے ایجاب وقبول کرانا	۱۶	۱۴۸
۵۷۶۸	نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا	۱۶	۱۴۹
۵۷۶۹	نکاح میں چھوارے بکھیرنا، اور نکاح کو رجسٹر میں درج کرنا	۱۶	۱۵۰
۵۷۷۰	کیا رجسٹر میں درج نہ ہونے سے نکاح نہیں ہوتا؟	۱۶	۱۵۲
۵۷۷۱	نکاح کا اندراج رجسٹر میں	۱۶	۱۵۳
۵۷۷۲	بغیر کلمہ پڑھائے نکاح	۱۶	۱۵۴
	فصل سوم: نکاح میں گواہ		
۵۷۷۳	اللہ کی گواہی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا	۱۶	۱۵۹
۵۷۷۴	نکاح میں خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بنانا	۱۶	۱۶۰
۵۷۷۵	خدا اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح	۱۶	۱۶۱
۵۷۷۶	نکاح کے لئے گواہ کم از کم کتنے ہوں؟	۱۶	۱۶۲
۵۷۷۷	باپ بھائی کی شہادت سے نکاح	۱۶	۱۶۴
۵۷۷۸	باپ اور بھائی کی گواہی نکاح میں	۱۶	۱۶۵
۵۷۷۹	ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی نکاح میں	۱۶	۱۶۵
۵۷۸۰	صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح	۱۶	۱۶۶
۵۷۸۱	تعیین گواہاں کے بغیر مجمع میں نکاح	۱۶	۱۶۷
۵۷۸۲	نکاح کے لئے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے؟	۱۶	۱۶۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۷۸۳	تجدید نکاح کے وقت بھی گواہوں کی ضرورت ہے	۱۶	۱۷۱
۵۷۸۴	بھائی و بہنوئی کی گواہی اور گواہوں کے بیان میں اختلاف	۱۶	۱۷۲
۵۷۸۵	شہادت فاسق کا حکم	۱۶	۱۷۴
۵۷۸۶	عورت اجازت نکاح کی منکر، مرد مدعی، کس کے گواہ معتبر ہیں؟	۱۶	۱۸۴
۵۷۸۷	قاضی، گواہ، نوشہ کے بے شرع ہونے کے ساتھ نکاح	۱۶	۱۸۶
۵۷۸۸	بعض نکاح کے مقر ہوں، بعض منکر، تو کیا کیا جائے؟	۱۶	۱۸۶
۵۷۸۹	ایک عورت پر دو شخصوں کا دعویٰ نکاح	۱۶	۱۸۷

فصل چہارم: خطبۂ نکاح

۵۷۹۰	نکاح میں خطبہ کی حیثیت	۱۶	۱۸۹
۵۷۹۱	خطبۂ نکاح سنت ہے فرض نہیں	۱۶	۱۸۹
۵۷۹۲	قاضی کا ہونا خطبۂ نکاح کے لئے ضروری نہیں	۱۶	۱۹۰
۵۷۹۳	خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے	۱۶	۱۹۰
۵۷۹۴	خطبہ پہلے ہو یا ایجاب وقبول؟ اور قاضی و وکیل کا الگ الگ ہونا.....	۱۶	۱۹۱
۵۷۹۵	دو نکاح کے لئے ایک خطبہ	۱۶	۱۹۱
۵۷۹۶	خطبۂ نکاح بیٹھ کر ہے یا کھڑے ہو کر؟	۱۶	۱۹۲
۵۷۹۷	خطبۂ نکاح بیٹھ کر	۱۶	۱۹۲
۵۷۹۸	خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر	۱۶	۱۹۳
۵۷۹۹	خطبۂ نکاح میں نفقہ وغیرہ کا ذکر	۱۶	۱۹۴
۵۸۰۰	نکاح کا اعلان	۱۶	۱۹۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۰۱	مقررہ امام نے نکاح دوسرے کے ذریعہ پڑھوایا.....	۱۶	۱۹۶
۵۸۰۲	نکاح کس سے پڑھوایا جائے؟.....	۱۶	۱۹۷
۵۸۰۳	بے داڑھی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح	۱۶	۱۹۷
۵۸۰۴	نابینا بھی نکاح پڑھا سکتا ہے.....	۱۶	۱۹۸
۵۸۰۵	برہمن سے نکاح پڑھوانا.....	۱۶	۱۹۹
۵۸۰۶	شیعہ وغیرہ سے نکاح پڑھوانا.....	۱۶	۲۰۰
	فصل پنجم: الفاظِ نکاح		
۵۸۰۷	ایجاب وقبول کے الفاظ	۱۶	۲۰۱
۵۸۰۸	الفاظ نکاح کتنی بار کہے جائیں؟	۱۶	۲۰۱
۵۸۰۹	حمائل پر ہاتھ رکھ کر اقرار سے نکاح نہیں ہوتا	۱۶	۲۰۲
۵۸۱۰	اشارۂ سر یا لفظ ''منظور'' سے قبول نکاح	۱۶	۲۰۶
۵۸۱۱	شربت پر پھونک مار کر ایک گھونٹ پینے سے نکاح	۱۶	۲۰۷
۵۸۱۲	''لڑکی خدا واسطے'' کہنے سے نکاح ہوگا یا نہیں؟.....	۱۶	۲۰۷
۵۸۱۳	لفظ ''جان بخشی'' سے نکاح، غیر عادل لوگوں کی گواہی نکاح میں	۱۶	۲۰۹
۵۸۱۴	نکاح کا اقرار کافی نہیں.....	۱۶	۲۱۲
۵۸۱۵	عورت کا قول کہ ''میں فلاں شخص کے ساتھ رہوں گی'' نکاح نہیں	۱۶	۲۱۴
۵۸۱۶	لفظ اجرت سے نکاح.....	۱۶	۲۱۴
۵۸۱۷	تنقیحات	۱۶	۲۱۵
۵۸۱۸	جوابات تنقیح	۱۶	۲۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ششم: تحریر اور ٹیلی فون سے نکاح		
۵۸۱۹	نکاح بذریعۂ خط	۱۶	۲۱۹
۵۸۲۰	خط کے ذریعہ نکاح	۱۶	۲۲۰
۵۸۲۱	نکاح بذریعۂ تحریر.....	۱۶	۲۲۲
۵۸۲۲	نکاح بشکل معمہ	۱۶	۲۲۳
۵۸۲۳	ٹیلی فون کے ذریعہ سے نکاح	۱۶	۲۲۵
	فصل ہفتم: نکاح شغار کے احکام		
۵۸۲۴	نکاح شغار	۱۶	۲۲۶
۵۸۲۵	ہمشیرۂ داماد کے نکاح کی شرط پر لڑکی کا نکاح	۱۶	۲۲۹
۵۸۲۶	آنٹھ سانٹھ کا نکاح.....	۱۶	۲۳۰
۵۸۲۷	آنٹھ سانٹھ میں نااتفاقی ہوگئی	۱۶	۲۳۰
	فصل ہشتم: زبردستی نکاح کرانا		
۵۸۲۸	نکاح مکرہ.....	۱۶	۲۳۲
۵۸۲۹	نکاح بذریعۂ اکراہ	۱۶	۲۳۴
۵۸۳۰	بالغہ کا جبراً نکاح	۱۶	۲۳۴
۵۸۳۱	جبراً نکاح	۱۶	۲۳۸
۵۸۳۲	جبراً اقرار نکاح	۱۶	۲۳۹
۵۸۳۳	لڑکی کا جبراً نکاح.....	۱۶	۲۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۳۴	بیوہ کا جبراً نکاح.....	۱۶	۲۴۲
۵۸۳۵	بیوہ کا زبردستی نکاح	۱۶	۲۴۳
۵۸۳۶	والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا	۱۶	۲۴۴
۵۸۳۷	بالغہ کا نکاح جبراً	۱۶	۲۴۶
	فصل نہم: نکاح مؤقت		
۵۳۸	اگر منکوحہ کو مرد کی نیتِ توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح مؤقت ہوگا؟.....	۱۶	۲۴۸
۵۳۹	نکاح متعہ کے احکام	۱۶	۲۵۰
	☆.....**باب سوم**.....☆		
	نکاح فاسد وغیرہ کا بیان		
	فصل اول: نکاح فاسد		
۵۸۴۰	نکاح فاسد اور اس کے احکام	۱۶	۲۵۲
۵۸۴۱	نکاح فاسد و باطل	۱۶	۲۵۴
۵۸۴۲	بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا، نکاح نہیں ہوا.....	۱۶	۲۵۷
۵۸۴۳	نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا	۱۶	۲۵۹
۵۸۴۴	نکاح میں غلطی سے بڑی شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح کا حکم	۱۶	۲۶۰
۵۸۴۵	نام بدل کر نکاح.....	۱۶	۲۶۱
۵۸۴۶	نکاح پڑھاتے وقت نام بدلا گیا	۱۶	۲۶۲
۵۸۴۷	نکاح کے ایجاب وقبول میں نام بدلا گیا.....	۱۶	۲۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۴۸	دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے، رخصتی میں ادل بدل	۱۶	۲۶۵
۵۸۴۹	رشتہ بڑی لڑکی سے ہوا، غلطی سے رخصت چھوٹی کو کر دیا گیا	۱۶	۲۶۵
۵۸۵۰	ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے	۱۶	۲۶۶
۵۸۵۱	مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول	۱۶	۲۶۸
۵۸۵۲	(بیوی کو فروخت کر کے فارغ خطی لکھ دی، عدت پوری ہونے پر خریدار نے	۱۶	
	زبردستی اجازت لے کر نکاح کر لیا، بعدہ باپ نے بلا نکاح کورٹ کے فیصلہ	۱۶	
	کے بعد زید کے حوالے کر دیا، زید سے نکاح کا حکم)	۱۶	۲۶۹

فصل دوم: منکوحۂ غیر سے نکاح کے احکام

۵۸۵۳	منکوحۂ غیر سے نکاح	۱۶	۲۷۲
۵۸۵۴	زوجۂ غیر سے نکاح	۱۶	۲۷۳
۵۸۵۵	نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا	۱۶	۲۷۴
۵۵۶	شوہر لاپتہ ہو جائے تو نکاح پر نکاح کا کیا حکم ہے؟	۱۶	۲۷۵
۵۵۷	جبراً نکاح پر نکاح	۱۶	۲۷۷
۵۸۵۸	نکاح پر نکاح اور اس میں شرکت کا حکم	۱۶	۲۷۸
۵۸۵۹	منکوحہ کا فرار ہو کر دوسرا نکاح کر لینا	۱۶	۲۸۰
۵۸۶۰	نابالغہ کا نکاح پر نکاح	۱۶	۲۸۰
۵۸۶۱	شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف	۱۶	۲۸۱
۵۸۶۲	منکوحۂ غیر کو طلاق دلوا کر اس کی کفالت کرنا	۱۶	۲۸۵
۵۸۶۳	بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا	۱۶	۲۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۶۴	بغیر طلاق نکاح ثانی	۱۶	۲۸۹
۵۸۶۵	بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح	۱۶	۲۹۰
۵۸۶۶	زوج اول سے نکاح بغیر طلاق زوج ثانی	۱۶	۲۹۱
۵۸۶۷	غلط بیان کے ذریعہ فتویٰ لے کر شادی شدہ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا ..	۱۶	۲۹۲
۵۸۶۸	نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کردے تو دوسرے نکاح کا حکم	۱۶	۲۹۴
۵۸۶۹	نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاح ثانی	۱۶	۲۹۵
۵۸۷۰	نابالغ کا نکاح غیر ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی پھر نکاح ثانی ہوا	۱۶	۲۹۸
۵۸۷۱	لڑکی کا نکاح ہوا اسکا شوہر پاکستان چلا گیا اسکا دوبارہ نکاح اور اسکی طرف سے طلاق کا نزاع	۱۶	۳۰۰
۵۸۷۲	فیصلہ عدالت کے بعد نکاح ثانی	۱۶	۳۰۴
۵۸۷۳	عدالت سے اجازت لے کر نکاح	۱۶	۳۰۶
۵۸۷۴	ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح	۱۶	۳۰۷
۵۸۷۵	شرط کے خلاف کرنے کا نکاح پر اثر	۱۶	۳۰۸
۵۸۷۶	منکوحۂ غیر سے نکاح کیا پھر شوہر مر گیا اب کیا کیا جائے؟	۱۶	۳۰۹
۵۸۷۷	تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا تیسرا نکاح	۱۶	۳۱۰
۵۸۷۸	جس عورت کے کئی نکاح ہوئے تو اس سے نکاح کی کیا صورت ہے؟	۱۶	۳۱۲
۵۸۷۹	شوہر نابالغ زوجہ بالغ	۱۶	۳۱۳
۵۸۸۰	شوہر والی کا بغیر طلاق کے نکاح	۱۶	۳۱۵
	فصل سوم: نکاح معتدہ کے احکام		
۵۸۸۱	نکاح معتدہ	۱۶	۳۱۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۸۸۲	کیا معتدہ کا نکاح صحیح ہے؟	۱۶	۳۱۹
۵۸۸۳	عدت میں نکاح	۱۶	۳۲۰
۵۸۸۴	عدت میں نکاح	۱۶	۳۲۲
۵۸۵	نکاح معتدہ	۱۶	۳۲۵
۵۸۸۶	عدت میں نکاح	۱۶	۳۲۷
۵۸۸۷	عدت میں نکاح	۱۶	۳۲۸
۵۸۸۸	عدت میں نکاح کی اجازت نہیں	۱۶	۳۳۰
۵۸۸۹	مطلقہ بائنہ کا نکاح ثانی عدت میں	۱۶	۳۳۰
۵۸۹۰	طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح	۱۶	۳۳۱
۵۸۹۱	عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت	۱۶	۳۳۲
۵۸۹۲	مطلقہ کا نکاح بلا عدت	۱۶	۳۳۴
	فصل چہارم: لاپتہ شخص کی بیوی کے نکاح کے احکام		
۵۸۹۳	زوجۂ مفقود	۱۶	۳۳۶
۵۸۹۴	زوجۂ مفقود الخبر کے لئے سہولت	۱۶	۳۳۷
۵۸۹۵	واپسیٔ مفقود	۱۶	۳۳۸
۵۸۹۶	مفقود کی واپسی نکاح ثانی کے بعد	۱۶	۳۳۹
۵۸۹۷	زوجۂ مفقود کے نکاح کے بعد واپسیٔ مفقود	۱۶	۳۴۲
۵۸۹۸	مفقود کی واپسی زوجہ کے نکاح کے بعد	۱۶	۳۴۴
۵۸۹۹	زوجۂ مفقود کا نکاح ثانی اور بچہ	۱۶	۳۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۹۰۰	زوجۂ غائب کے نکاح کی صورت	۱۶	۳۴۷
۵۹۰۱	زوجۂ غائب	۱۶	۳۴۹
۵۹۰۲	شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح	۱۶	۳۵۰
۵۹۰۳	بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اس کی بہن سے نکاح	۱۶	۳۵۲
۵۹۰۴	زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ	۱۶	۳۵۳
۵۹۰۵	زوجۂ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوج اول کا جوگی بن کر آنا	۱۶	۳۵۴
۵۹۰۶	زوجۂ مسجون کا حکم	۱۶	۳۵۵
۵۹۰۷	زوجۂ مجذوم کو خیار تفریق	۱۶	۳۵۶
۵۹۰۸	شوہر کو جذام ہو تو خلاصی کی صورت	۱۶	۳۵۸
	فصل پنجم: نومسلم کے نکاح کا بیان		
۵۹۰۹	نومسلمہ کا نکاح	۱۶	۳۶۰
۵۹۱۰	نومسلمہ کا نکاح عدت سے پہلے	۱۶	۳۶۱
۵۹۱۱	نومسلمہ کا اسلام لانے کے بعد نکاح	۱۶	۳۶۲
۵۹۱۲	غیر مسلمہ کا قبول اسلام اور اس کا نکاح	۱۶	۳۶۳
۵۹۱۳	نومسلمہ کا نکاح بعد عدت	۱۶	۳۶۶
۵۹۱۴	نومسلمہ کو چھ مرتبہ حیض کے بعد نکاح کی اجازت ہے	۱۶	۳۶۷
۵۹۱۵	نومسلم کا نکاح	۱۶	۳۶۷
۵۹۱۶	غیر مسلم شوہر کے انتقال کے بعد نومسلمہ کا نکاح	۱۶	۳۶۸
۵۹۱۷	جو لڑکی شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائے اس سے نکاح کرنا.....	۱۶	۳۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب چہارم.....☆		
	جن عورتوں سے نکاح جائز ہے		
۵۹۱۸	چچی سے نکاح	۱۶	۳۷۱
۵۹۱۹	کیا چچی سے نکاح درست ہے؟	۱۶	۳۷۲
۵۹۲۰	چچی اور ممانی سے نکاح	۱۶	۳۷۲
۵۹۲۱	سوتیلی خالہ سے نکاح	۱۶	۳۷۳
۵۹۲۲	حقیقی بہن اور خالہ زاد، پھوپھی زاد بہن میں فرق کیا ہے؟	۱۶	۳۷۳
۵۹۲۳	پھوپھی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۳۷۴
۵۹۲۴	خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۳۷۵
۵۹۲۵	ماں کے بیٹے سے نکاح	۱۶	۳۷۶
۵۹۲۶	بھائی کی بہن سے نکاح	۱۶	۳۷۷
۵۹۲۷	تایازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۳۷۸
۵۹۲۸	خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح	۱۶	۳۷۸
۵۹۲۹	چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۳۷۹
۵۹۳۰	والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح	۱۶	۳۷۹
۵۹۳۱	بیوی کی چچازاد بہن سے نکاح	۱۶	۳۸۰
۵۹۳۲	بھتیجے کی بیوی سے نکاح	۱۶	۳۸۰
۵۹۳۳	بیوی کی بھتیجی سے نکاح	۱۶	۳۸۱
۵۹۳۴	بیوی کی بھانجی سے نکاح	۱۶	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۹۳۵	بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح	۱۶	۳۸۲
۵۹۳۶	بہن بھائی کے لڑکے لڑکی کا نکاح	۱۶	۳۸۳
۵۹۳۷	ماں اور بیٹی کا نکاح دو بھائیوں سے	۱۶	۳۸۴
۵۹۳۸	باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے	۱۶	۳۸۴
۵۹۳۹	دو بھائیوں کی شادی دو بہنوں سے	۱۶	۳۸۵
۵۹۴۰	تین لڑکیوں کی شادی تین لڑکوں سے	۱۶	۳۸۶
۵۹۴۱	دو بیویوں کی اولاد کا نکاح	۱۶	۳۸۶
۵۹۴۲	والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح	۱۶	۳۸۷
۵۹۴۳	نواسی کا نکاح بھتیجے سے	۱۶	۳۸۸
۵۹۴۴	سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح	۱۶	۳۸۸
۵۹۴۵	سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح کا حکم	۱۶	۳۸۹
۵۹۴۶	ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح	۱۶	۳۹۰
۵۹۴۷	سوتیلی ساس سے زنا پھر نکاح	۱۶	۳۹۰
۵۹۴۸	سوتیلے ماموں سے شادی	۱۶	۳۹۲
۵۹۴۹	سوتیلے ماموں سے نکاح	۱۶	۳۹۲
۵۹۵۰	ربیبہ اور سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا	۱۶	۳۹۴
۵۹۵۱	زوجۂ ربیب سے نکاح	۱۶	۳۹۴
۵۹۵۲	سمدھی سمدھن کا نکاح	۱۶	۳۹۵
۵۹۵۳	بیوہ کا نکاح دیور سے	۱۶	۳۹۶
۵۹۵۴	دیور سے نکاح	۱۶	۳۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۹۵۵	شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح	۱۶	۳۹۷
۵۹۵۶	شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے	۱۶	۳۹۸
۵۹۵۷	بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح	۱۶	۳۹۸
۵۹۵۸	ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے	۱۶	۳۹۹
۵۹۵۹	مطلقہ بیمار کو گھر رکھنا اور اس کی بہن سے نکاح کرنا	۱۶	۴۰۰
۵۹۶۰	بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترک تعلق	۱۶	۴۰۰
۵۹۶۱	حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے	۱۶	۴۰۱
۵۹۶۲	ایک بھائی کی مطلقہ بیوی کی اولاد سے دوسرے بھائی کی حلالہ والی اولاد کا نکاح	۱۶	۴۰۲
۵۹۶۳	کسی بیوہ کا نکاح امام سے	۱۶	۴۰۳
۵۹۶۴	جس لڑکے سے لواطت کی ہو اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا	۱۶	۴۰۴
۵۹۶۵	پیر کی بیٹی سے نکاح	۱۶	۴۰۴
۵۹۶۶	شاگردہ سے نکاح	۱۶	۴۰۵
	فصل : حاملہ اور زانیہ کے نکاح کے احکام		
۵۹۶۷	حاملہ سے نکاح	۱۶	۴۰۷
۵۹۶۸	حاملہ سے نکاح	۱۶	۴۰۸
۵۹۶۹	حاملہ مزنیہ سے نکاح	۱۶	۴۰۸
۵۹۷۰	مزنیہ حاملہ کا نکاح	۱۶	۴۱۰
۵۹۷۱	حاملہ سے نکاح	۱۶	۴۱۱
۵۹۷۲	حاملہ من الزنا سے نکاح	۱۶	۴۱۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۵۹۷۳	مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی	۱۶	۴۱۳
۵۹۷۴	مزنیہ سے نکاح	۱۶	۴۱۴
۵۹۷۵	زانیہ کا نکاح زانی سے	۱۶	۴۱۴
۵۹۷۶	زانی کا نکاح مزنیہ حاملہ سے جبراً	۱۶	۴۱۵
۵۹۷۷	مزنیہ کی بیٹی سے نکاح	۱۶	۴۱۶
۵۹۷۸	معتدہ مزنیہ کا بعد ختم عدت زانی سے نکاح	۱۶	۴۱۶
۵۹۷۹	مزنیہ منکوحہ سے زانی کا نکاح بلا عدت	۱۶	۴۱۷
۵۹۸۰	مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح	۱۶	۴۱۸
۵۹۸۱	مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۱۹
۵۹۸۲	بنت الزنا کا حکم	۱۶	۴۲۰
۵۹۸۳	مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۲۱
۵۹۸۴	بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۲۲
۵۹۸۵	زانی زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح	۱۶	۴۲۳
۵۹۸۶	ابن الزانی اور بنت المزنیہ کا نکاح	۱۶	۴۲۳
۵۹۸۷	زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے	۱۶	۴۲۴
۵۹۸۸	زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے	۱۶	۴۲۴
۵۹۸۹	حرامی لڑکے سے اپنی لڑکی کو منسوب کرنا	۱۶	۴۲۵
۵۹۹۰	بلا نکاح کے عورت کو اپنے ساتھ رکھنا	۱۶	۴۲۶
۵۹۹۱	بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا	۱۶	۴۲۸
۵۹۹۲	زنا کا اقرار اپنے حق میں معتبر ہے	۱۶	۴۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب پنجم.....☆		
	محرمات کا بیان		
	فصل اول: محرمات نسبی کا بیان		
۵۹۹۳	محرمات کی تفصیل	۱۶	۴۳۰
۵۹۹۴	بیٹی سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا ثبوت نسب	۱۶	۴۳۱
۵۹۹۵	بیوی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۳۲
۵۹۹۶	منکوحۂ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح	۱۶	۴۳۲
۵۹۹۷	اخیافی بہن سے نکاح	۱۶	۴۳۴
۵۹۹۸	علاتی بہن کے ساتھ نکاح	۱۶	۴۳۴
۵۹۹۹	علاتی واخیافی بہن سے نکاح کی حرمت	۱۶	۴۳۴
۶۰۰۰	اخیافی وعلاتی بہن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے	۱۶	۴۳۵
۶۰۰۱	نواسی سے نکاح	۱۶	۴۳۶
۶۰۰۲	بھانجی اور بھتیجی سے نکاح	۱۶	۴۳۷
۶۰۰۳	سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح.....	۱۶	۴۳۷
۶۰۰۴	بھانجے کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۳۷
۶۰۰۵	بھانجی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۳۸
۶۰۰۶	بھانجی کی لڑکی سے نکاح	۱۶	۴۳۹
۶۰۰۷	نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب	۱۶	۴۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۰۰۸	ایسی اولاد کو حق وراثت	۱۶	۴۴۰
۶۰۰۹	ایسے نکاح میں مہر کا وجوب	۱۶	۴۴۰
۶۰۱۰	ایسے نکاح میں عورت کو حق وراثت	۱۶	۴۴۰
۶۰۱۱	ایسے نکاح کے بعد ایک مکان میں رہنا سہنا	۱۶	۴۴۱
۶۰۱۲	ایسے نکاح پر کیا حد جاری ہوگی؟	۱۶	۴۴۱
۶۰۱۳	ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نکاح	۱۶	۴۴۱
۶۰۱۴	ایسے نکاح سے پیدا شدہ اولاد کا نسب	۱۶	۴۴۲
۶۰۱۵	ایسے نکاح سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت	۱۶	۴۴۲
۶۰۱۶	پھوپھی سے نکاح	۱۶	۴۴۵
۶۰۱۷	چچا سے نکاح	۱۶	۴۴۶
۶۰۱۸	سوتیلی والدہ سے نکاح	۱۶	۴۴۷
۶۰۱۹	ساس سے نکاح	۱۶	۴۴۷
۶۰۲۰	داماد سے نکاح	۱۶	۴۴۸
۶۰۲۱	بہو سے نکاح	۱۶	۴۴۹
۶۰۲۲	موطوءۃ الجد سے نکاح حرام ہے	۱۶	۴۴۹
۶۰۲۳	ماں کے ماموں سے نکاح	۱۶	۴۵۰
۶۰۲۴	تبدیل جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت	۱۶	۴۵۰
۶۰۲۵	خونی رشتے	۱۶	۴۵۱
۶۰۲۶	دوسرے کے خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا	۱۶	۴۵۱
۶۰۲۷	امہات المومنین اور دیگر محرمات میں فرق	۱۶	۴۵۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم : حرمتِ نکاح بسببِ مصاہرت		
۶۰۲۸	حرمت مصاہرت پر اشکال کا جواب	۱۶	۴۵۴
۶۰۲۹	ساس کے ساتھ زنا سے حرمت مصاہرت	۱۶	۴۵۵
۶۰۳۰	اپنے دس سالہ لڑکے کو شوہر کے سوتیلے لڑکے کا بتانا	۱۶	۴۵۶
۶۰۳۱	بیٹے کی بیوی سے زنا	۱۶	۴۵۷
۶۰۳۲	خسر اور بہو کا ناجائز تعلق	۱۶	۴۵۸
۶۰۳۳	حرمت مصاہرت دعویٰ زنا سے	۱۶	۴۵۹
۶۰۳۴	خسر کا اپنے بیٹے کی بہو کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملانا	۱۶	۴۶۱
۶۰۳۵	حرمت مصاہرت کے لئے ایک طرف سے شہوت کافی ہے	۱۶	۴۶۴
۶۰۳۶	حرمت مصاہرت کے اقرار سے رجوع	۱۶	۴۶۵
۶۰۳۷	حرمت مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار	۱۶	۴۷۲
۶۰۳۸	کیا حرمت مصاہرت حلالہ سے ختم ہو جاتی ہے؟	۱۶	۴۷۳
۶۰۳۹	حرمت مصاہرت سے متعلق بیانات	۱۶	۴۷۵
۶۰۴۰	حرمت مصاہرت محض ظن سے	۱۶	۴۷۹
۶۰۴۱	حرمت مصاہرت اور وجوب حد زنا میں فرق	۱۶	۴۸۰
۶۰۴۲	حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۱۶	۴۸۳
۶۰۴۳	حرمت مصاہرت کی ایک صورت	۱۶	۴۸۴
۶۰۴۴	حرمت مصاہرت کی شرط	۱۶	۴۸۶
۶۰۴۵	رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہنچ گیا	۱۶	۴۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۰۴۶	ساس کا بدن دبانے سے حرمت	۱۶	۴۸۸
۶۰۴۷	بیٹے کی بیوی کا بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت	۱۶	۴۸۹
۶۰۴۸	نواسہ کی بیوی سے بوس وکنار کی بناء پر حرمت.....	۱۶	۴۹۳
۶۰۴۹	بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق	۱۶	۴۹۵
۶۰۵۰	بحالت نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت	۱۶	۴۹۷
۶۰۵۱	اپنی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت.....	۱۶	۴۹۷
۶۰۵۲	ماں ساس بیٹے کی بیوی کو مس کرنے سے حرمت مصاہرت.....	۱۶	۴۹۹
۶۰۵۳	ساس کی شرمگاہ پر نظر پڑنے سے حرمت مصاہرت.....	۱۶	۵۰۰
۶۰۵۴	سوتیلی ماں سے حرمت مصاہرت کی ایک صورت	۱۶	۵۰۱
۶۰۵۵	بیوی کی پستان منھ میں لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۱۶	۵۰۳
۶۰۵۶	چچی سے زنا	۱۶	۵۰۳
۶۰۵۷	لامس وملموسہ کی اولاد کا نکاح	۱۶	۵۰۴
۶۰۵۸	خط بابت استفتاء بالا	۱۶	۵۰۴
۶۰۵۹	زنا سے رشتہ کا ثبوت	۱۶	۵۰۶
۶۰۶۰	سالی سے زنا اور حرمت مصاہرت	۱۶	۵۰۷
۶۰۶۱	حرمت مصاہرت کا شبہ	۱۶	۵۰۸
۶۰۶۲	سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا ہے حرمت مصاہرت کی وجہ	۱۶	۵۰۸
۶۰۶۳	خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے کہنا.....	۱۶	۵۱۰
۶۰۶۴	بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوئی	۱۶	۵۱۱
۶۰۶۵	بیٹی کو باشہوت چھونے سے حرمت مصاہرت اور اس کے شرائط	۱۶	۵۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۰۶۶	غیر کو اپنی عورت سمجھ کر صحبت کرنا	۱۶	۵۱۴
۶۰۶۷	بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا.....	۱۶	۵۱۵
۶۰۶۸	دائی کو ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم	۱۶	۵۱۶
۶۰۶۹	بغیر شہوت چہرہ ٹٹول کر پہچاننے سے حرمت مصاہرت نہیں	۱۶	۵۱۷
۶۰۷۰	بیٹے کی بیوی سے تعلق	۱۶	۵۱۸
۶۰۷۱	لڑکی سے بوس وکنار کا اثر سوتیلی ماں پر	۱۶	۵۲۰
۶۰۷۲	چھوٹی بچی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی	۱۶	۵۲۱
۶۰۷۳	اندیشۂ مصاہرت والے نکاح میں شرکت	۱۶	۵۲۱
	فصل سوم:- حرمت نکاح بسبب رضاعت		
۶۰۷۴	رضاعی بہن سے نکاح	۱۷	۲۸
۶۰۷۵	کیا رضاعی بہن سے نکاح درست ہے؟	۱۷	۲۹
۶۰۷۶	رضاعی بہن سے نکاح کا حکم	۱۷	۳۰
۶۰۷۷	کیا رضاعی بہن کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟.....	۱۷	۳۱
۶۰۷۸	بھول سے رضاعی بہن سے نکاح.....	۱۷	۳۱
۶۰۷۹	رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح	۱۷	۳۲
۶۰۸۰	دودھ شریک بہن سے نکاح.....	۱۷	۳۳
۶۰۸۱	بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح.....	۱۷	۳۴
۶۰۸۲	دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح.....	۱۷	۳۵
۶۰۸۳	رضاعی بہن کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح	۱۷	۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۰۸۴	والد کی رضاعی بہن سے نکاح	۱۷	۳۶
۶۰۸۵	رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح	۱۷	۳۷
۶۰۸۶	رضاعی بھانجی سے نکاح	۱۷	۳۹
۶۰۸۷	رضاعی بھتیجی کا حکم	۱۷	۴۰
۶۰۸۸	رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح	۱۷	۴۱
۶۰۸۹	کیا رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟	۱۷	۴۲
۶۰۹۰	رضاعی بھائی سے نکاح	۱۷	۴۳
۶۰۹۱	رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں	۱۷	۴۴
۶۰۹۲	رضاعی چچا سے نکاح	۱۷	۴۵
۶۰۹۳	نکاح کے وقت حرمت رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار	۱۷	۴۵
۶۰۹۴	نکاح اور تولد کے بعد حرمت رضاعت کا علم ہوا	۱۷	۴۶
	فصل چہارم: حرمت نکاح بسبب جمع		
۶۰۹۵	پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا	۱۷	۴۸
۶۰۹۶	خالہ بھانجی ایک نکاح میں	۱۷	۴۸
۶۰۹۷	سالی سے پردہ اور نکاح کا حکم	۱۷	۴۹
۶۰۹۸	بیوی کی بہن سے نکاح	۱۷	۵۰
۶۰۹۹	بیوی کی بہن سے نکاح	۱۷	۵۱
۶۱۰۰	ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا	۱۷	۵۲
۶۱۰۱	غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاتی سالی کی لڑکی سے نکاح	۱۷	۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۰۲	علاتی سالی سے نکاح	۱۷	۵۴
۶۱۰۳	سوتیلی سالی سے نکاح	۱۷	۵۵
۶۱۰۴	دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۱۷	۵۵
۶۱۰۵	سوتیلی ساس سے نکاح	۱۷	۵۶
۶۱۰۶	مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح	۱۷	۵۷
۶۱۰۷	ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح...	۱۷	۵۸
۶۱۰۸	سالی کی لڑکی سے نکاح	۱۷	۶۰
	فصل پنجم: حرمت نکاح بسبب اختلاف مذہب		
۶۱۰۹	غیر مذہب لڑکے سے نکاح	۱۷	۶۱
۶۱۱۰	مسلم اور غیر مسلم کا نکاح	۱۷	۶۲
۶۱۱۱	غیر مسلم سے نکاح	۱۷	۶۳
۶۱۱۲	دھوکہ دے کر کافر سے نکاح	۱۷	۶۳
۶۱۱۳	بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح	۱۷	۶۴
۶۱۱۴	مغل بادشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح	۱۷	۶۵
۶۱۱۵	نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے	۱۷	۶۶
۶۱۱۶	نکاح مرتدہ	۱۷	۶۷
۶۱۱۷	مرتد کی زمانۂ ارتداد کی اولاد سے رشتۂ نکاح	۱۷	۶۹
۶۱۱۸	رافضی مرد عورت سے نکاح اور ان کے عقائد	۱۷	۷۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۱۹	جو مسلمان عیسائی ہو جائے اس کا نکاح.....	۱۷	۷۰
۶۱۲۰	بوھرہ لڑکی اگر اسلام قبول کرلے اس کا حکم	۱۷	۷۱
۶۱۲۱	شیعہ سے نکاح	۱۷	۷۲
۶۱۲۲	سُنیہ کا نکاح شیعہ سے	۱۷	۷۳
۶۱۲۳	عیسائی لڑکی سے نکاح	۱۷	۷۵
۶۱۲۴	مسلمان کا عیسائیہ سے نکاح	۱۷	۷۶
۶۱۲۵	جس کا شوہر شیعہ ہو جائے اس کا حکم	۱۷	۷۷
۶۱۲۶	شوہر شیعہ ہو جائے تو اس کے نکاح کا حکم	۱۷	۷۹
۶۱۲۷	ایضاً.....	۱۷	۸۰
۶۱۲۸	کتابیہ سے نکاح	۱۷	۸۲
۶۱۲۹	بحالت مجبوری اہل کتاب سے نکاح.....	۱۷	۸۳
۶۱۳۰	یہود و نصاریٰ عورتوں سے نکاح	۱۷	۸۴
۶۱۳۱	انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے	۱۷	۸۵
۶۱۳۲	اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے	۱۷	۸۵
۶۱۳۳	کیا کسی دیوبندی کو حق ہے کہ وہ اپنی اہل حدیث بیوی کو تبدیل عقیدہ پر مجبور کرے؟	۱۷	۸۶
۶۱۳۴	دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے.....	۱۷	۸۷
۶۱۳۵	رضا خانی عورت سے نکاح.....	۱۷	۸۸
۶۱۳۶	دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت	۱۷	۸۹
۶۱۳۷	کنیز کی تعریف اور اس سے نکاح.....	۱۷	۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	﴿ولایت وکفاءت نکاح﴾		
	فصل اول: ولایت نکاح کا بیان		
۶۱۳۸	سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح	۱۷	۹۲
۶۱۳۹	دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دیدیا	۱۷	۹۳
۶۱۴۰	باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایت نکاح	۱۷	۹۴
۶۱۴۱	نکاح میں کس کی اطاعت ہے، باپ کی یا ماں کی؟	۱۷	۹۵
۶۱۴۲	نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ	۱۷	۹۶
۶۱۴۳	چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں	۱۷	۹۷
۶۱۴۴	چچا کو حق ولایت	۱۷	۹۹
۶۱۴۵	چچا کو بالغہ پر ولایت نکاح	۱۷	۱۰۰
۶۱۴۶	بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟	۱۷	۱۰۰
۶۱۴۷	بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تائے کو یا چھوٹے تائے کو؟	۱۷	۱۰۲
۶۱۴۸	ولایت نکاح بھائی کو ہے ماں کو نہیں	۱۷	۱۰۲
۶۱۴۹	ولایت نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو؟	۱۷	۱۰۳
۶۱۵۰	ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟	۱۷	۱۰۵
۶۱۵۱	چچا کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح نہیں	۱۷	۱۰۷
۶۱۵۲	ماں کو ولایت نکاح	۱۷	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۵۳	والد اور حقیقی نانی میں سے ولایت نکاح کس کو ہے؟	۱۷	۱۱۱
۶۱۵۴	ولایت نکاح، بہنوئی کو یا علاتی بھائی کو؟	۱۷	۱۱۱
۶۱۵۵	ولایت نکاح	۱۷	۱۱۲
۶۱۵۶	نکاح کے لئے ناخوش عصبہ کی اجازت	۱۷	۱۱۳
۶۱۵۷	ولیٔ اقرب کی بغیر اجازت نکاح	۱۷	۱۱۵
۶۱۵۸	ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حق نکاح	۱۷	۱۱۶
۶۱۵۹	بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں	۱۷	۱۱۸
۶۱۶۰	نکاح بغیر ولی کے	۱۷	۱۱۹
۶۱۶۱	غیر ولی کا کیا ہوا نکاح	۱۷	۱۲۱
۶۱۶۲	نابالغ عاقل کا نکاح بغیر ولی کے	۱۷	۱۲۲
۶۱۶۳	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور مبسوط کی عبارت	۱۷	۱۲۳
۶۱۶۴	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے	۱۷	۱۲۵
۶۱۶۵	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور نابالغ کے ولی کی طلاق	۱۷	۱۲۵
۶۱۶۶	بالغہ پر ولایت	۱۷	۱۲۷
۶۱۶۷	نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے؟	۱۷	۱۲۸
۶۱۶۸	نکاح صغیر بغیر ولی	۱۷	۱۲۹
۶۱۶۹	غیر ولی کا کیا ہوا نکاح	۱۷	۱۲۹
۶۱۷۰	اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے	۱۷	۱۳۲
۶۱۷۱	کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟	۱۷	۱۳۳
۶۱۷۲	لڑکی نے اپنا ایجاب وقبول خود کرلیا	۱۷	۱۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۷۳	والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح	۱۷	۱۳۶
۶۱۷۴	بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا	۱۷	۱۳۸
۶۱۷۵	میرا نکاح، والدین ایک جگہ چاہتے ہیں میں دوسری جگہ، کیا ہو؟	۱۷	۱۳۹
۶۱۷۶	جو شخص شرعی باپ نہیں وہ ولی بھی نہیں	۱۷	۱۴۱
۶۱۷۷	ربیبہ کے نکاح کی ولایت	۱۷	۱۴۲
۶۱۷۸	شافعیہ کے قول پر فتویٰ	۱۷	۱۴۳
۶۱۷۹	ولایت نکاح بعوض مہر دیدینا	۱۷	۱۴۴
۶۱۸۰	ولایت مجنون	۱۷	۱۴۷
۶۱۸۱	نکاح سے متعلق ماں کی وصیت کا حکم	۱۷	۱۴۸
۶۱۸۲	والد اگر فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کریں	۱۷	۱۴۹
۶۱۸۳	عورت کا اپنا نکاح خود کرنا	۱۷	۱۵۰
۶۱۸۴	شاردا ایکٹ کے خلاف نکاح کا حکم	۱۷	۱۵۲
۶۱۸۵	ولی سے جبراً اجازت نکاح	۱۷	۱۵۳
	فصل دوم: نکاح کیلئے عورت سے اجازت لینا		
۶۱۸۶	نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۱۷	۱۵۵
۶۱۸۷	بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ	۱۷	۱۵۶
۶۱۸۸	استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کے صورتیں	۱۷	۱۵۷
۶۱۸۹	اجازت نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا	۱۷	۱۵۹
۶۱۹۰	اجازت نکاح بالفعل	۱۷	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۱۹۱	ولی سے اجازت کی ایک صورت	۱۷	۱۶۱
۶۱۹۲	استیذان ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں	۱۷	۱۶۱
۶۱۹۳	کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے	۱۷	۱۶۲
۶۱۹۴	غیر ولی کے استیذان میں سکوت اذن نہیں	۱۷	۱۶۵
۶۱۹۵	لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے	۱۷	۱۶۶
۶۱۹۶	لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار	۱۷	۱۶۷
۶۱۹۷	نکاح بالغہ بلا اجازت	۱۷	۱۶۸
۶۱۹۸	بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے.....	۱۷	۱۷۰
۶۱۹۹	بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے	۱۷	۱۷۲
۶۲۰۰	بیوہ کا نکاح بلا اذن صریح	۱۷	۱۷۴
۶۲۰۱	نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے عورت منکر تو کیا حکم ہے؟	۱۷	۱۷۶
۶۲۰۲	لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا.....	۱۷	۱۷۷
۶۲۰۳	عورت کی طرف سے اجازت نکاح کا سننا	۱۷	۱۷۹
۶۲۰۴	نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا	۱۷	۱۸۰

فصل سوم: خیار بلوغ کا بیان

۶۲۰۵	خیار بلوغ	۱۷	۱۸۱
۶۲۰۶	صغیرہ کے لیے خیار بلوغ	۱۷	۱۸۲
۶۲۰۷	بلوغت کے ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ	۱۷	۱۸۳
۶۲۰۸	نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیار بلوغ کی تفصیل	۱۷	۱۸۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۲۰۹	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں	۱۷	۱۸۷
۶۲۱۰	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۱۷	۱۸۸
۶۲۱۱	باپ کا کیا ہوا نکاح بعد بلوغ فسخ نہیں ہوسکتا	۱۷	۱۸۸
۶۲۱۲	باپ کے کیے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیار بلوغ حاصل نہیں	۱۷	۱۹۰
۶۲۱۳	باپ نے نکاح کر دیا تو حق فسخ نہیں	۱۷	۱۹۱
۶۲۱۴	اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کر دینا	۱۷	۱۹۲
۶۲۱۵	چچا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۱۷	۱۹۳
۶۲۱۶	شوہر کی بداخلاقی کی وجہ سے نابالغہ کو خیار بلوغ.....	۱۷	۱۹۴
۶۲۱۷	علامات بلوغ	۱۷	۱۹۶
۶۲۱۸	علامات بلوغ اور اجازت نکاح	۱۷	۱۹۶
۶۲۱۹	مدت بلوغ	۱۷	۱۹۷
۶۲۲۰	حد بلوغ.....	۱۷	۱۹۸
۶۲۲۱	حد بلوغ.....	۱۷	۱۹۹
۶۲۲۲	حد بلوغ.....	۱۷	۱۹۹
	فصل چہارم: وکالت نکاح کا بیان		
۶۲۲۳	نکاح میں شخص واحد کا اصیل اور وکیل ہونا	۱۷	۲۰۲
۶۲۲۴	وکالت نامۂ نکاح	۱۷	۲۰۲
۶۲۲۵	توکیل نکاح کے لئے شہادت ضروری نہیں.....	۱۷	۲۰۴
۶۲۲۶	کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟	۱۷	۲۰۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۲۲۷	قادیانی کی وکالت سے نکاح	۱۷	۲۰۷
۶۲۲۸	لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا.....	۱۷	۲۰۷
۶۲۲۹	توکیل واجازت نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا	۱۷	۲۰۸
۶۲۳۰	اجازت ودستخط کے بعد انکار.....	۱۷	۲۰۹
۶۲۳۱	سکران کی طرف سے اجازت نکاح	۱۷	۲۱۱
۶۲۳۲	نکاح غائب کی صورت	۱۷	۲۱۳
۶۲۳۳	نکاح فضولی یمین طلاق کی صورت میں	۱۷	۲۱۴
۶۲۳۴	بیرون ملک میں مقیم لڑکے کا نکاح کے لئے اپنے والد کو مختار بنانا.....	۱۷	۲۱۵
۶۲۳۵	نکاح بذریعۂ وکیل یا بذریعۂ خط.....	۱۷	۲۱۶
۶۲۳۶	لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا.....	۱۷	۲۱۷
۶۲۳۷	نانا کو نکاح کا وکیل بنانا	۱۷	۲۱۸
۶۲۳۸	لڑکا عرب میں لڑکی ہندوستان میں ان کا نکاح	۱۷	۲۱۹
	فصل پنجم: کفاءت کا بیان		
۶۲۳۹	مسئلہ کفاءت	۱۷	۲۲۰
۶۲۴۰	ایضاً.....	۱۷	۲۲۳
۶۲۴۱	کفاءت کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟	۱۷	۲۲۶
۶۲۴۲	ہندوستان میں کفاءت	۱۷	۲۲۹
۶۲۴۳	کفاءت ومساوات شرافت نسبی	۱۷	۲۳۰
۶۲۴۴	کیا کفاءت شرعی چیز نہیں؟	۱۷	۲۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۲۴۵	نداف لڑکی کا نکاح پٹھان سے	۱۷	۲۳۴
۶۲۴۶	برات اور برادری وکفاءت	۱۷	۲۳۶
۶۲۴۷	لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفوء میں نکاح ہو تو برادری کو ترک تعلق کا حق نہیں	۱۷	۲۳۷
۶۲۴۸	نکاح کے بعد کفاءت زائل ہو جانے میں خیار.....	۱۷	۲۳۸
۶۲۴۹	حرفت میں کفاءت	۱۷	۲۳۹
۶۲۵۰	خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر میں رشتہ	۱۷	۲۴۰
۶۲۵۱	شیخ اور خان باہم کفوء ہیں.....	۱۷	۲۴۱
۶۲۵۲	ترک اور انصاری کفوء ہیں یا نہیں؟	۱۷	۲۴۱
۶۲۵۳	بنجارے اور رنگریز کفوء ہیں یا نہیں؟	۱۷	۲۴۲
۶۲۵۴	غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا.....	۱۷	۲۴۳
۶۲۵۵	سیدہ کا نکاح غیر کفوء میں	۱۷	۲۴۳
۶۲۵۶	سیدہ کا نکاح پٹھان سے.....	۱۷	۲۴۴
۶۲۵۷	نکاح غیر کفوء میں	۱۷	۲۴۵
۶۲۵۸	غیر کفوء میں نکاح اور نکاح فاسد میں عدت	۱۷	۲۴۵
۶۲۵۹	غیر کفوء میں نکاح	۱۷	۲۴۹
۶۲۶۰	غیر کفوء میں نکاح	۱۷	۲۵۰
۶۲۶۱	لڑکی کا نکاح غیر برادری میں	۱۷	۲۵۲
۶۲۶۲	باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں کرنا.....	۱۷	۲۵۳
۶۲۶۳	بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں.....	۱۷	۲۵۴
۶۲۶۴	صالح لڑکی کا نکاح فاسق وفاجر سے کرادینا.....	۱۷	۲۵۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۲۶۵	فرار شدہ عورت کے لڑکے سے نکاح.....	۱۷	۲۵۶
۶۲۶۶	کیا ولد الزنا غیر ولد الزنا کا کفوء ہے؟	۱۷	۲۵۷
۶۲۶۷	سید کا نکاح غیر کفوء میں	۱۷	۲۵۹
۶۲۶۸	نومسلم کی کفاءت	۱۷	۲۶۱
۶۲۶۹	والدین کی چوری سے بالغ لڑکے، لڑکی کا کفوء میں نکاح	۱۷	۲۶۲
۶۲۷۰	نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسے کو حرامی نہیں کہا جائے گا.....	۱۷	۲۶۳
	☆..... **باب ہفتم** .....☆		
	مہر کا بیان		
۶۲۷۱	مہر کی حکمت	۱۷	۲۶۵
۶۲۷۲	مہر کی ادنیٰ مقدار	۱۷	۲۶۷
۶۲۷۳	مہر کی کم اور زیادہ مقدار.....	۱۷	۲۶۷
۶۲۷۴	مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا	۱۷	۲۶۸
۶۲۷۵	مہر فاطمی	۱۷	۲۶۹
۶۲۷۶	مہر شرعی اور مہر فاطمی	۱۷	۲۷۰
۶۲۷۷	مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر	۱۷	۲۷۱
۶۲۷۸	مہر فاطمی کی مقدار	۱۷	۲۷۱
۶۲۷۹	مہر فاطمی کی مقدار	۱۷	۲۷۲
۶۲۸۰	مہر شرع محمدی.....	۱۷	۲۷۲
۶۲۸۱	مہر کی قیمت وقت عقد کی معتبر ہوگی یا وقت اداء کی؟	۱۷	۲۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۲۸۲	نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہو گیا	۱۷	۲۷۴
۶۲۸۳	مہر کی زیادتی	۱۷	۲۷۶
۶۲۸۴	ایضاً	۱۷	۲۷۷
۶۲۸۵	لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا	۱۷	۲۷۸
۶۲۸۶	مہر حیثیت سے زیادہ ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟	۱۷	۲۷۹
۶۲۸۷	کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟	۱۷	۲۸۰
۶۲۸۸	مغالاۃ مہر	۱۷	۲۸۲
۶۲۸۹	مہر میں معجّل ومؤجل کی تصریح نہیں، مہر مثل میں مقدم کا اعتبار ہو گیا یا مؤخر کا	۱۷	۲۸۳
۶۲۹۰	سکۂ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا اور نفقۂ عدت ...	۱۷	۲۸۸
۶۲۹۱	سکۂ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت	۱۷	۲۸۹
۶۲۹۲	دینار کی قیمت	۱۷	۲۹۰
۶۲۹۳	اشرفی کا وزن	۱۷	۲۹۰
۶۲۹۴	درہم کی قیمت	۱۷	۲۹۱
۶۲۹۵	زوجہ کی رضامندی کے بغیر مہر ساقط نہیں ہوتا	۱۷	۲۹۱
۶۲۹۶	معافیٔ مہر میں شوہر کا قول	۱۷	۲۹۳
۶۲۹۷	مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ	۱۷	۲۹۴
۶۲۹۸	مہر کی معافی پھر اس سے انکار	۱۷	۲۹۷
۶۲۹۹	مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا	۱۷	۲۰۲
۶۳۰۰	بیوی نے مہر معاف کر دیا بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں	۱۷	۲۰۳
۶۳۰۱	جعلی رسید سے مہر کی معافی	۱۷	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۰۲	بیوی کی طرف سے معافی مہر کی شرط	۱۷	۲۰۵
۶۳۰۳	مہر کی معافی کو موت پر معلق کرنا	۱۷	۲۰۶
۶۳۰۴	بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے	۱۷	۲۰۷
۶۳۰۵	بیوی سامان لے کر چلی گئی	۱۷	۲۰۸
۶۳۰۶	طلاق کے بعد مہر کو بخشنا	۱۷	۲۰۹
۶۳۰۷	نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۱۷	۲۰۹
۶۳۰۸	عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۱۷	۲۱۱
۶۳۰۹	طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۱۷	۲۱۱
۶۳۱۰	ناراضگی سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۱۷	۲۱۲
۶۳۱۱	طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم	۱۷	۲۱۲
۶۳۱۲	خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ.....	۱۷	۲۱۴
۶۳۱۳	جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں	۱۷	۲۱۴
۶۳۱۴	شوہر کا بیوی سے زیور واپس لینا	۱۷	۲۱۵
۶۳۱۵	موروثی زمین کو مہر قرار دینا.....	۱۷	۲۱۶
۶۳۱۶	مہر میں جائیداد اور قبرستان بیوی کو دینا	۱۷	۳۱۷
۶۳۱۷	ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم	۱۷	۲۱۸
۶۳۱۸	مہر معجّل سے قبل زفاف	۱۷	۳۲۱
۶۳۱۹	کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟	۱۷	۳۲۱
۶۳۲۰	مہر مؤجل کے مطالبہ کا حق	۱۷	۳۲۲
۶۳۲۱	مطالبۂ مہر	۱۷	۳۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۲۲	رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبۂ مہر کا حق	۱۷	۳۲۵
۶۳۲۳	رخصتی سے پہلے مطالبۂ مہر	۱۷	۳۲۶
۶۳۲۴	مقدار مہر کو مقرر کر دینا	۱۷	۳۲۷
۶۳۲۵	حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف	۱۷	۳۲۹
۶۳۲۶	قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ	۱۷	۳۲۹
۶۳۲۷	مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے	۱۷	۳۳۱
۶۳۲۸	مہر قسطوار اور نفقہ	۱۷	۳۳۱
۶۳۲۹	زوجہ اگر وصول نہ کرے تو زوج مہر کس طرح ادا کرے؟	۱۷	۳۳
۶۳۳۰	مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۱۷	۳۳۵
۶۳۳۱	دو دینار سرخ کا مہر قرار دینا	۱۷	۳۳۶
۶۳۳۲	جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے	۱۷	۳۳۷
۶۳۳۳	مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا	۱۷	۳۳۸
۶۳۳۴	بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ	۱۷	۳۳۹
۶۳۳۵	مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا	۱۷	۳۴۰
۶۳۳۶	متعینہ مہر سے انکار کا حق نہیں	۱۷	۳۴۱
۶۳۳۷	نکاح کے بعد مہر میں کمی	۱۷	۳۴۱
۶۳۳۸	وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا	۱۷	۳۴۲
۶۳۳۹	جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس سے زیادہ پر نکاح	۱۷	۳۴۴
۶۳۴۰	عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا	۱۷	۳۴۵
۶۳۴۱	مقدار مہر میں زوجین کا اختلاف	۱۷	۳۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۴۲	بدل مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق ختم ہے	۱۷	۳۴۶
۶۳۴۳	نا قابل جماع عورت کا نکاح ومہر.....	۱۷	۳۴۷
۶۳۴۴	رتقا وعنین کی خلوت	۱۷	۳۴۹
۶۳۴۵	**نکاح ومہر سے متعلق تیرہ سوالات**	۱۷	۳۵۰
۶۳۴۶	زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا	۱۷	۳۵۰
۶۳۴۷	محض عورت کے بیان سے مرد کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا	۱۷	۳۵۱
۶۳۴۸	زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت	۱۷	۳۵۱
۶۳۴۹	مزنیہ حاملہ سے نکاح.....	۱۷	۳۵۱
۶۳۵۰	زنا سے حاملہ سے نکاح نہ کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا.....	۱۷	۳۵۱
۶۳۵۱	چار ماہ کی حاملہ سے عقد نکاح.....	۱۷	۳۵۲
۶۳۵۲	حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر.....	۱۷	۳۵۲
۶۳۵۳	مہر قسطوار بھی دیا جا سکتا ہے.....	۱۷	۳۵۳
۶۳۵۴	جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں	۱۷	۳۵۳
۶۳۵۵	منکوحہ کے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا	۱۷	۳۵۳
۶۳۵۶	حبلیٰ مزنیہ کو طلاق	۱۷	۳۵۳
۶۳۵۷	حبلیٰ مزنیہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟	۱۷	۳۵۵
	☆..... **باب ہشتم** .....☆		
	جہیز وغیرہ کا بیان		
۶۳۵۸	جہیز کی نمائش	۱۷	۳۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۵۹	کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست	۱۷	۳۵۹
۶۳۶۰	نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ کا استعمال کرنا	۱۷	۳۶۰
۶۳۶۱	شادی میں بری کس کی ملک ہے؟	۱۷	۳۶۰
۶۳۶۲	جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟	۱۷	۳۶۳
۶۳۶۳	جہیز کس کی ملک ہے؟	۱۷	۳۶۵
۶۳۶۴	جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟	۱۷	۳۶۶
۶۳۶۵	ناجائز مال جہیز میں دینا	۱۷	۳۶۷
۶۳۶۶	منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی نکاح نہ ہونے کی صورت میں	۱۷	۳۶۹
۶۳۶۷	شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا جبکہ شادی نہ ہو	۱۷	۳۷۰
۶۳۶۸	وقت رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرا گیا اس کی واپسی	۱۷	۳۷۱
۶۳۶۹	نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟	۱۷	۳۷۲
۶۳۷۰	نکاح پر مال کا مطالبہ	۱۷	۳۷۳
۶۳۷۱	شادی میں لڑکے کے مطالبات اور ان کی خرابیاں	۱۷	۳۷۴
۶۳۷۲	شادی میں لڑکے کی فرمائشیں	۱۷	۳۷۷
۶۳۷۳	شادی میں روپیہ لینے کی شرط	۱۷	۳۷۸
۶۳۷۴	شادی کے موقع پر انعامات	۱۷	۳۷۹
۶۳۷۵	نکاح میں ہدیہ کا لین دین	۱۷	۳۷۹
۶۳۷۶	شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا	۱۷	۳۸۰
۶۳۷۷	منگنی اور شادی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا	۱۷	۳۸۱
۶۳۷۸	شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا	۱۷	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۷۹	مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا.....	۱۷	۳۸۳
۶۳۸۰	طلاق پر شوہر کو دی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق	۱۷	۳۸۵
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	بارات اور ولیمہ کا بیان		
۶۳۸۱	بارات کا حکم	۱۷	۳۸۹
۶۳۸۲	نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟	۱۷	۳۸۹
۶۳۸۳	نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟.....	۱۷	۳۹۰
۶۳۸۴	(چالا) نکاح کے سال بھر بعد رخصتی	۱۷	۳۹۰
۶۳۸۵	دعوت ولیمہ کی مدت.....	۱۷	۳۹۱
۶۳۸۶	رخصتی سے قبل ولیمہ	۱۷	۳۹۲
۶۳۸۷	شادی میں لڑکی والے کے یہاں کھانا کھانا.....	۱۷	۳۹۲
۶۳۸۸	بارات کا کھانا.....	۱۷	۳۹۳
۶۳۸۹	اپنے یہاں کی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت.....	۱۷	۳۹۵
	☆..... **باب دھم** .....☆		
	شادی کی رسومات کا بیان		
۶۳۹۰	شادی کی رسوم	۱۷	۳۹۷
۶۳۹۱	شادی کی رسوم	۱۷	۳۹۹
۶۳۹۲	غلط رسموں کے ساتھ کیا گیا نکاح	۱۷	۴۰۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۳۹۳	غلط رسوم کے ساتھ کیا گیا نکاح	۱۷	۴۰۰
۶۳۹۴	شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح	۱۷	۴۰۱
۶۳۹۵	نکاح میں غیر شرعی رسوم	۱۷	۴۰۲
۶۳۹۶	شادی کی بعض رسوم	۱۷	۴۰۴
۶۳۹۷	شادی کی رسوم مروجہ	۱۷	۴۰۶
۶۳۹۸	نکاح ہر ماہ، تاریخ میں درست ہے	۱۷	۴۰۶
۶۳۹۹	دن اور کسی تاریخ میں نحوست نہیں	۱۷	۴۰۷
۶۴۰۰	تاریخ ۳، ۱۳، ۲۳ کی تعیین	۱۷	۴۰۸
۶۴۰۱	متعین ایام میں نکاح ورخصتی بدشگونی نہیں	۱۷	۴۰۹
۶۴۰۲	اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا)	۱۷	۴۰۹
۶۴۰۳	گوت میں نکاح کی رسم کی اصلاح کرنا	۱۷	۴۱۱
۶۴۰۴	گوت میں نکاح کرنا	۱۷	۴۱۳
۶۴۰۵	گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا	۱۷	۴۱۳
۶۴۰۶	رسم کی پابندی شرع کے خلاف	۱۷	۴۱۵
۶۴۰۷	قومی قوانین شادی کے لیے	۱۷	۴۱۶
۶۴۰۸	رسوم شادی مٹانے کے لیے کمیٹی کی بعض تجاویز	۱۷	۴۱۸
۶۴۰۹	دو پلی ٹوپی اور عمامہ نکاح کے وقت	۱۷	۴۲۰
۶۴۱۰	نکاح کے بعد مصافحہ	۱۷	۴۲۰
۶۴۱۱	نکاح کے وقت سلام کرنا	۱۷	۴۲۱
۶۴۱۲	سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا	۱۷	۴۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۴۱۳	منگنی کے موقعہ پر لڑکے والے کا مجمع کو سلام کرنا	۱۷	۴۲۲
۶۱۴	نکاح کے وقت جھک کر چلنا	۱۷	۴۲۳
۶۴۱۵	نکاح کے بعد دولہن کا منھ دکھلانا	۱۷	۴۲۳
۶۴۱۶	دربانی روپیہ	۱۷	۴۲۴
۶۴۱۷	دولہا والوں سے جبراً مٹھائی وروپیہ وصول کرنا	۱۷	۴۲۴
۶۴۱۸	نکاح سے پہلے زیور کپڑے دکھانا.....	۱۷	۴۲۶
۶۴۱۹	نکاح کے اعلان کے لیے آتش بازی	۱۷	۴۲۶
۶۴۲۰	نکاح کا اعلان بذریعہ دف	۱۷	۴۲۷
۶۴۲۱	نکاح میں دف کا حکم	۱۷	۴۲۸
۶۴۲۲	نکاح میں باجہ.....	۱۷	۴۲۹
۶۴۲۳	شادی میں گانا بجانا.....	۱۷	۴۳۰
۶۴۲۴	نکاح میں دف اور گولہ	۱۷	۴۳۱
۶۴۲۵	شادی میں اشعار، باجہ، دف	۱۷	۴۳۲
۶۴۲۶	بارات میں ڈھول	۱۷	۴۳۳
۶۴۲۷	باپ شادی میں باجہ وغیرہ پر مصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟	۱۷	۴۳۴
۶۴۲۸	شادی میں قوالی	۱۷	۴۳۴
۶۴۲۹	سنت کے خلاف رسم ورواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟	۱۷	۴۳۶
۶۴۳۰	شادی میں باجہ اور اس میں شرکت	۱۷	۴۳۷
۶۴۳۱	باجہ والی بارات میں شرکت	۱۷	۴۳۸
۶۴۳۲	مروجہ رسوم کی محفل میں نکاح پڑھانا.....	۱۷	۴۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۴۳۳	جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت	۱۷	۴۳۹
۶۴۳۴	جس شادی میں رسومات ہوں اس میں علماء کی شرکت	۱۷	۴۴۰
۶۴۳۵	محفل نکاح میں لاؤڈ اسپیکر پر قرآن شریف اور نعت شریف	۱۷	۴۴۱
۶۴۳۶	خرافات ومنکرات کا نکاح پر اثر	۱۷	۴۴۲
۶۴۳۷	شادی میں نیوتہ	۱۷	۴۴۳
۶۴۳۸	شادی میں بھات	۱۷	۴۴۴
۶۴۳۹	نکاح میں دلہن یا دلہا کا جوڑا	۱۷	۴۴۵
۶۴۴۰	نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے؟	۱۷	۴۴۶
۶۴۴۱	شادی میں دلہن کے لیے سرخ جوڑا	۱۷	۴۴۷
۶۴۴۲	دلہا دلہن کے لیے پالکی کی سواری	۱۷	۴۴۷
۶۴۴۳	لڑکے کو مہندی ابٹن لگانا	۱۷	۴۴۸
۶۴۴۴	دلہے کو نہلانے کا انتظام عورت کا ساڑی کی کور ڈالنا	۱۷	۴۴۸
۶۴۴۵	دلہے سے دلہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ	۱۷	۴۴۹
۶۴۴۶	سیندور ومہندی لگانا	۱۷	۴۵۰
۶۴۴۷	سہرا باندھنا	۱۷	۴۵۰
۶۴۴۸	شادی میں سہرا گجرا وغیرہ رسمیں	۱۷	۴۵۱
۶۴۴۹	شادی، ختنہ میں لڑکے کو سجانا اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا	۱۷	۴۵۲
۶۴۵۰	شادی کے موقعہ پر مخصوص ہار پہننا	۱۷	۴۵۲
۶۴۵۱	شادی میں چودھریوں کے حقوق	۱۷	۴۵۳
۶۴۵۲	منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین	۱۷	۴۵۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۴۵۳	منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چبانا	۱۷	۴۵۹
۶۴۵۴	منگنی پر کچھ رقم لینا	۱۷	۴۵۹
۶۴۵۵	شادی میں اسراف	۱۷	۴۶۰
۶۴۵۶	زمین کے بدلے میں شادی	۱۷	۴۶۱
۶۴۵۷	وقت نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا	۱۷	۴۶۱
۶۴۵۸	شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا	۱۷	۴۶۲
۶۴۵۹	شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا	۱۷	۴۶۲
۶۴۶۰	نوید اور دعوت میں فرق	۱۷	۴۶۳
۶۴۶۱	سسرال پہونچنے پر دلہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ	۱۷	۴۶۴
۶۴۶۲	نکاح کے موقع پر مدرسہ کے لیے روپیہ لینا	۱۷	۴۶۵
۶۴۶۳	شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا	۱۷	۴۶۵
۶۴۶۴	اس شادی میں کھانا کھانا جس میں باجہ ہو	۱۷	۴۶۶
۶۴۶۵	جو شادی قرض لے کر کی جائے اس میں شرکت	۱۷	۴۶۶
۶۴۶۶	اہل مجلس سے قبول کرانا	۱۷	۴۶۷

☆..... باب یازدھم .....☆

نکاح کے متفرق مسائل

۶۴۶۷	والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا	۱۷	۴۶۸
۶۴۶۸	نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو مگر والدین مجبور کریں	۱۷	۴۶۹
۶۴۶۹	نکاح کے وقت کون سی نماز پڑھی جاتی ہے	۱۷	۴۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۴۷۰	نکاح کے بعد دعاء کس وقت پڑھی جائے	۱۷	۴۷۰
۶۴۷۱	ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں تو ان میں افضل کون ہے؟	۱۷	۴۷۱
۶۴۷۲	شادی میں چھوارے کون لائے؟	۱۷	۴۷۱
۶۴۷۳	تین لڑکوں کی شادی ایک دم کرنا	۱۷	۴۷۲
۶۴۷۴	عقد نکاح سے انکار کا حکم	۱۷	۴۷۲
۶۴۷۵	ڈاکٹر کے ساتھ خلاء ملا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۱۷	۴۷۴
۶۴۷۶	انقطاع ولادت سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۱۷	۴۷۵
۶۴۷۷	شوہر کے زنا سے بیوی نکاح فاسد نہیں	۱۷	۴۷۶
۶۴۷۸	عورت کے زنا سے نکاح ختم نہیں ہوتا	۱۷	۴۷۶
۶۴۷۹	بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا	۱۷	۴۷۷
۶۴۸۰	بیس بچوں کے بعد کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟	۱۷	۴۷۸
۶۴۸۱	کیا حضرت زینبؓ کا تجدید نکاح ہوا تھا؟	۱۷	۴۷۸
۶۴۸۲	تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟	۱۷	۴۷۹
۶۴۸۳	عورت کا شوہر کو یہ جواب کہ توبہ نہیں کرونگی کیا تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے؟	۱۷	۴۸۰
۶۴۸۴	کیا ہر ماہ تجدید نکاح کی جائے؟	۱۷	۴۸۱
۶۴۸۵	بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے	۱۷	۴۸۲
۶۴۸۶	رشتہ خراب ہونے پر بچولیے کو برا بھلا کہنا	۱۷	۴۸۲
	☆..... **باب دوازدھم** .....☆		
	رضاعت کا بیان		
۶۴۸۷	حرمت رضاعت کا ثبوت	۱۷	۴۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۴۸۸	ثبوت رضاعت سماعاً	۱۷	۴۸۵
۶۴۸۹	رضاعت کی حجت	۱۷	۴۸۷
۶۴۹۰	کمزور بچے کا دودھ کب چھڑایا جائے	۱۷	۴۸۸
۶۴۹۱	حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے شہادت کے شرائط	۱۷	۴۸۹
۶۴۹۲	ڈھائی سال عمر ہو جانے پر حرمت رضاعت	۱۷	۴۹۴
۶۴۹۳	حرمت رضاعت	۱۷	۴۹۵
۶۴۹۴	حرمت رضاعت	۱۷	۴۹۵
۶۴۹۵	شبۂ رضاعت کا حکم	۱۷	۴۹۶
۶۴۹۶	بچہ کے کمزور ہونے کی صورت میں ڈھائی سال دودھ پلانے کی گنجائش ..	۱۷	۴۹۷
۶۴۹۷	بچہ کے منھ میں پستان دینے سے حکم رضاعت	۱۷	۴۹۸
۶۴۹۸	بچے کو غلطی سے دودھ پلانے پر بھی رضاعت کا حکم	۱۷	۵۹۸
۶۴۹۹	ہسپتال میں جمع شدہ دودھ سے رضاعت کا حکم	۱۷	۵۹۹
۶۵۰۰	محض چھاتی بچے کے منھ میں دینے سے حرمت رضاعت	۱۷	۵۰۰
۶۵۰۱	ایک چمچہ دوا کا اپنے دودھ کے ساتھ بچے کو پلا دیا اس سے حرمت رضاعت	۱۷	۵۰۱
۶۵۰۲	کافرہ عورت سے رضاعت کا حکم	۱۷	۵۰۲
۶۵۰۳	ہسپتال میں پیدا ہونے والے بچے کو مشترکہ دودھ پلانا	۱۷	۵۰۳
۶۵۰۴	بچہ کے منھ کی رال وغیرہ	۱۷	۵۰۵
۶۵۰۵	بغیر اجازت شوہر کسی کے بچہ کو دودھ پلانا	۱۷	۵۰۶
۶۵۰۶	جس عورت کا بچے کو دودھ پلایا جائے اس کے اثرات بھی آتے ہیں	۱۷	۵۰۶
۶۵۰۷	کیا بیوی کی دودھ پینے سے نکاح پر اثر پڑتا ہے	۱۷	۵۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۵۰۸	بیوی کا دودھ پی لے تو کیا کرے.....	۱۷	۵۰۸
۶۵۰۹	سات سال سے لبن منقطع ہونے کے بعد حرمت رضاعت کا حکم.....	۱۷	۵۰۸
۶۵۱۰	ماں کا بچہ کو دودھ پلانا خلاف اکرام نہیں؟.....	۱۷	۵۱۰

کتاب الطلاق

﴿طلاق کا بیان﴾

۶۵۱۱	طلاق کی تعریف.....	۱۸	۱۷
۶۵۱۲	طلاق کی قسمیں.....	۱۸	۱۷
۶۵۱۳	مسائل طلاق کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین.....	۱۸	۱۸
۶۵۱۴	طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا.....	۱۸	۲۳
۶۵۱۵	طلاق کے لئے پنچایت نامہ.....	۱۸	۲۵
۶۵۱۶	طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا.....	۱۸	۲۷
۶۵۱۷	کیا اہل محلّہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے.....	۱۸	۲۹
۶۵۱۸	طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا.....	۱۸	۳۰
۶۵۱۹	بلا وجہ طلاق دینا.....	۱۸	۳۳
۶۵۲۰	طلاق بحکم والدین.....	۱۸	۳۴
۶۵۲۱	والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا.....	۱۸	۳۵
۶۵۲۲	ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق.....	۱۸	۳۶
۶۵۲۳	والدہ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا.....	۱۸	۳۸
۶۵۲۴	جو عورت شوہر کو والدین کی بے عزتی پر مجبور کرے اس کو طلاق.....	۱۸	۳۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۵۲۵	نماز نہ پڑھنے والی عورت کو طلاق دینا کیسا ہے.....	۱۸	۴۰
۶۵۲۶	کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دے.....	۱۸	۴۱
۶۵۲۷	بدچلن عورت کو طلاق.....	۱۸	۴۲
۶۵۲۸	طلاق دینے کے لئے نشوز کو ثابت کرنا.....	۱۸	۴۳
۶۵۲۹	مغرور اور ضدی عورت کو طلاق.....	۱۸	۴۳
	☆.....**باب اوّل**.....☆		
	وقوعِ طلاق وعدمِ وقوعِ طلاق		
	فصل اول : وقوعِ طلاق		
۶۵۳۰	حالت حیض میں طلاق.....	۱۸	۴۶
۶۵۳۱	حبلیٰ کو طلاق.....	۱۸	۴۷
۶۵۳۲	طلاق نہ دینے کے عہد کرنے کے بعد طلاق دینا.....	۱۸	۴۸
۶۵۳۳	عدت میں مکرر طلاق.....	۱۸	۴۹
۶۵۳۴	صیغۂ حال سے طلاق.....	۱۸	۵۰
۶۵۳۵	صیغۂ حال سے طلاق.....	۱۸	۵۱
۶۵۳۶	طلاق دیدے کے جواب میں کب کی دیدی.....	۱۸	۵۳
۶۵۳۷	''تو سمجھ لے کہ دی'' سے طلاق.....	۱۸	۵۵
۶۵۳۸	تیری لونڈیا کو طلاق.....	۱۸	۵۵
۶۵۳۹	دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعیین اشارہ الفاظ طلاق کہنے کا حکم.....	۱۸	۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۵۴۰	اگر پہلے طلاق نہ دی تو اب دی دی	۱۸	۵۷
۶۵۴۱	گونگے کی طلاق	۱۸	۵۹
۶۵۴۲	الفاظ طلاق عربی میں کہلوانا جن کے معنی نہ جانتا ہو	۱۸	۵۹
۶۵۴۳	الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق	۱۸	۶۰
۶۵۴۴	لفظ طلاق بطور دشنام	۱۸	۶۲
۶۵۴۵	متعدد بار طلاق	۱۸	۶۳
۶۵۴۶	بار بار طلاق کا حکم	۱۸	۶۶
۶۵۴۷	طلاق پر طلاق	۱۸	۶۸
۶۵۴۸	طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں ہے	۱۸	۷۲
۶۵۴۹	مذاق میں طلاق	۱۸	۷۴
۶۵۵۰	مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار	۱۸	۷۵
۶۵۵۱	طلاق کا اقرار کاذب	۱۸	۷۶
۶۵۵۲	اقرار طلاق سے طلاق	۱۸	۷۸
۶۵۵۳	اقرار طلاق سے طلاق	۱۸	۷۹
۶۵۵۴	عدد طلاق میں شک	۱۸	۸۰
۶۵۵۵	عدد طلاق میں شک	۱۸	۸۳
۶۵۵۶	طلاق کی اضافت عورت کی طرف	۱۸	۸۵
۶۵۵۷	عورت کی طرف طلاق کی نسبت	۱۸	۸۷
۶۵۵۸	طلاق کی اضافت عورت کی طرف	۱۸	۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم : عدمِ وقوعِ طلاق		
۶۵۵۹	وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی	۱۸	۹۲
۶۵۶۰	بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۸	۹۳
۶۵۶۱	مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی.....	۱۸	۹۴
۶۵۶۲	شوہر کا قول ''مجھے طلاق ہے'' کا حکم	۱۸	۹۶
۶۵۶۳	سالی کو طلاق	۱۸	۹۷
۶۵۶۴	ماں کو طلاق	۱۸	۹۸
۶۵۶۵	بیوی کا شوہر کو طلاق دینا.....	۱۸	۹۹
۶۵۶۶	دل میں طلاق دینے کا حکم	۱۸	۱۰۰
۶۵۶۷	نسبت بدل کر طلاق دینا	۱۸	۱۰۱
۶۵۶۸	طلاق بلا اضافت	۱۸	۱۰۲
۶۵۶۹	طلاق بغیر نام لئے ہوئے اور بغیر اشارہ کے	۱۸	۱۰۴
۶۵۷۰	بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا.....	۱۸	۱۰۵
۶۵۷۱	بیوی کا نام بدل کر طلاق.....	۱۸	۱۰۷
۶۵۷۲	چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۸	۱۰۸
۶۵۷۳	طلاق قبل النکاح	۱۸	۱۰۹
۶۵۷۴	عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار جائیداد کے تحفظ کے لئے	۱۸	۱۱۱
۶۵۷۵	غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں.....	۱۸	۱۱۲
۶۵۷۶	جی میں گذرا کہ اگر فلاں سورت پڑھو تو طلاق.....	۱۸	۱۱۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۵۷۷	دل میں طلاق کی نیت کرنے سے طلاق کا حکم	۱۸	۱۱۴
۶۵۷۸	الفاظِ طلاق سنائی نہ دے اس طرح کہنا	۱۸	۱۱۵
۶۵۷۹	بے اختیار لفظ طلاق زباں سے نکل گیا	۱۸	۱۱۵
۶۵۸۰	صیغۂ استقبال سے طلاق کا حکم	۱۸	۱۱۷
۶۵۸۱	طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی	۱۸	۱۱۸
۶۵۸۲	وتر میں خلع وترک پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنیکا حکم مع فتوی مفتی کفایت اللہ صاحبؒ	۱۸	۱۱۹
۶۵۸۳	میں نے اپنی بیوی کو.....دیدی کا شرعی حکم	۱۸	۱۲۱
۶۵۸۴	بیوی کو میکہ پہنچانا طلاق نہیں	۱۸	۱۲۲
۶۵۸۵	محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۸	۱۲۲
	فصل سوم: نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق دینا		
۶۵۸۶	طلاق سکران	۱۸	۱۲۴
۶۵۸۷	طلاق سکران جبراً	۱۸	۱۲۴
۶۵۸۸	طلاق السکر ان واقع	۱۸	۱۲۵
۶۵۸۹	بھنگ کے نشہ میں طلاق	۱۸	۱۲۶
۶۵۹۰	نیم خوابی کی حالت میں طلاق	۱۸	۱۲۷
۶۵۹۱	شراب کے نشہ میں یہ کہنا کہ میں نے اپنے بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا	۱۸	۱۲۷
۶۵۹۲	شراب اور دردِ سر کی حالت میں طلاق	۱۸	۱۲۹
۶۵۹۳	بخار کی بے ہوشی میں طلاق	۱۸	۱۳۰
۶۵۹۴	بے ہوشی کی حالت میں طلاق	۱۸	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۵۹۵	طلاق مجنون	۱۸	۱۳۳
۶۵۹۶	طلاق مجنون	۱۸	۱۳۵
۶۵۹۷	مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق	۱۸	۱۳۷
۶۵۹۸	دردگردہ اور دیگر پریشانی کے تأثر سے طلاق اور کیا یہ تأثر جنون ہے؟.....	۱۸	۱۳۸
۶۵۹۹	مختل الدماغ کی طلاق اور تحریر طلاق بیوی کے پاس نہ پہنچنے کا حکم	۱۸	۱۴۰
۶۶۰۰	ایضاً	۱۸	۱۴۳
۶۶۰۱	مختل الحواس کی طلاق	۱۸	۱۴۵
۶۶۰۲	مجذوب کی طلاق	۱۸	۱۴۷
	فصل چہارم : غصہ میں طلاق دینا		
۶۶۰۳	غصہ میں طلاق	۱۸	۱۴۸
۶۶۰۴	طلاق بحالت غصہ	۱۸	۱۴۹
۶۶۰۵	غصہ کی حالت میں طلاق	۱۸	۱۵۱
۶۶۰۶	طلاق غضبان	۱۸	۱۵۲
۶۶۰۷	طلاق غضبان ومعتوہ مع فتوی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ.....	۱۸	۱۵۵
۶۶۰۸	شامی کی ایک روایت کا مطلب غصہ میں طلاق کے متعلق	۱۸	۱۶۱
۶۶۰۹	غصہ میں تین طلاق	۱۸	۶۲
۶۶۱۰	شدت غصہ میں تین طلاق	۱۸	۶۳
	فصل پنجم : مکرہ کی طلاق		
۶۶۱۱	طلاق مکرہ مفصل ومدلل	۱۸	۱۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۱۲	جبراً طلاق	۱۸	۱۷۰
۶۶۱۳	جبراً طلاق	۱۸	۱۷۲
۶۶۱۴	بغیر نام لئے جبراً طلاق	۱۸	۱۷۵
۶۶۱۵	طلاق کے ساتھ انشاء اللہ پست آواز سے کہنا اور جبراً طلاق نامہ لکھنا اور اسکو سنانا	۱۸	۱۷۷
	فصل ششم : نابالغ کی طلاق		
۶۶۱۶	نابالغ کی طلاق	۱۸	۱۸۰
۶۶۱۷	طلاق صبی	۱۸	۱۸۱
۶۶۱۸	نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی	۱۸	۱۸۳
۶۶۱۹	طلاق مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح	۱۸	۱۸۴
۶۶۲۰	کن لوگوں کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۱۸	۱۸۶
	☆.....**باب دوم**.....☆		
	تحریری طلاق		
۶۶۲۱	طلاق بالکتابت کا حکم	۱۸	۱۸۷
۶۶۲۲	طلاق بالکتابت	۱۸	۱۸۸
۶۲۳	طلاق بالکتابت	۱۸	۱۹۰
۶۶۲۴	حالت سحر وجنون میں تحریری طلاق	۱۸	۱۹۲
۶۲۵	مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم	۱۸	۱۹۳
۶۶۲۶	طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم	۱۸	۱۹۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۲۷	زبردستی تحریر سے طلاق	۱۸	۱۹۷
۶۶۲۸	تحریری طلاق کی ایک صورت	۱۸	۱۹۸
۶۶۲۹	لفظ کنایہ سے تحریری طلاق	۱۸	۲۰۲
۶۶۳۰	لفظ آزاد سے طلاق تحریری	۱۸	۲۰۸
۶۶۳۱	تحریر سے طلاق	۱۸	۲۰۸
۶۶۳۲	تحریری طلاق	۱۸	۲۱۰
۶۶۳۳	تحریری طلاق	۱۸	۲۱۲
۶۶۳۴	تحریری طلاق	۱۸	۲۱۳
۶۶۳۵	طلاق بذریعۂ تحریر	۱۸	۲۱۴
۶۶۳۶	بددلی سے تحریر طلاق	۱۸	۲۱۵
۶۶۳۷	تحریر سے بلا اقرار وشہادت طلاق نہیں ہوتی	۱۸	۲۱۶
۶۶۳۸	تحریری طلاق اور لعنت اور مہر	۱۸	۲۱۷
۶۶۳۹	طلاق بذریعۂ خطوط مع فتاویٰ دہلی ودیوبند	۱۸	۲۱۸
۶۶۴۰	استفتاء متعلقہ استفتاء بالا	۱۸	۲۲۰
۶۶۴۱	استفتاء متعلقہ استفتاء بالا	۱۸	۲۲۴
۶۶۴۲	طلاق معلق کی تحریر	۱۸	۲۲۷
۶۶۴۳	کاتب سے طلاق لکھوانا	۱۸	۲۲۹
۶۶۴۴	طلاق نامہ لکھ دو سے طلاق	۱۸	۲۲۹
۶۶۴۵	زوجیت سے الگ کرتا ہوں سے تحریری طلاق	۱۸	۲۳۱
۶۶۴۶	طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا	۱۸	۲۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۴۷	طلاق نامہ امانت رکھ دیا.....	۱۸	۲۳۳
۶۶۴۸	طلاق نامہ میں طلاج لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟	۱۸	۲۳۵
۶۶۴۹	تفویض نکاح سے قبل تحریر لکھوانا.....	۱۸	۲۳۷
۶۶۵۰	سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق	۱۸	۲۳۸
۶۶۵۱	سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں	۱۸	۲۳۹
۶۶۵۲	سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق	۱۸	۲۴۰
۶۶۵۳	لاعلمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا	۱۸	۲۴۱
۶۶۵۴	تحریر طلاق بلا دستخط	۱۸	۲۴۳
۶۶۵۵	تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم	۱۸	۲۴۴
۶۶۵۶	کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم	۱۸	۲۴۵
۶۶۵۷	بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق	۱۸	۲۴۶
۶۶۵۸	طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط	۱۸	۲۴۸
۶۶۵۹	طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق	۱۸	۲۴۹
۶۶۶۰	فرضی طلاق نامہ.....	۱۸	۲۵۰
۶۶۶۱	دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط	۱۸	۲۵۱
۶۶۶۲	کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے	۱۸	۲۵۲
۶۶۶۳	بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت بذریعہ خط	۱۸	۲۵۴
۶۶۶۴	بیوی کی موجودگی میں طلاق بذریعۂ کتابت	۱۸	۲۵۷
۶۶۶۵	طلاقنامہ وصول نہیں کیا	۱۸	۲۵۹
۶۶۶۶	طلاق کا ایک خط	۱۸	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۶۷	شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کر دیا.....	۱۸	۲۶۱
۶۶۶۸	طلاق نامہ.....	۱۸	۲۶۲
۶۶۶۹	برخوردار کو طلاق لکھ کر بھیجنا.....	۱۸	۲۶۳
۶۶۷۰	دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلان طلاق	۱۸	۲۶۴
۶۶۷۱	جھوٹی تحریر پر دستخط سے طلاق نہ ہوگی	۱۸	۲۶۵
۶۶۷۲	خسر کو دھمکانے کیلئے طلاق نامہ اور اس میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا ...	۱۸	۲۶۵
۶۶۷۳	پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا یا پھاڑ دیا.....	۱۸	۲۶۷
۶۶۷۴	اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق	۱۸	۲۶۹
۶۶۷۵	جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی.....	۱۸	۲۷۰
	☆.....باب سوم.....☆		
	طلاق صریح		
۶۶۷۶	صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں	۱۸	۲۷۲
۶۶۷۷	طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں	۱۸	۲۷۳
۶۶۷۸	چھوڑ دی نکل جا کا حکم	۱۸	۲۷۶
۶۶۷۹	لفظ چھوڑ دی سے طلاق کا حکم	۱۸	۲۷۸
۶۶۸۰	لفظ چھوڑ دی سے طلاق	۱۸	۲۸۰
۶۶۸۱	لفظ چھوڑ دی اور آزاد کر دی کا حکم	۱۸	۲۸۲
۶۶۸۲	لفظ چھوڑ دیا سے طلاق	۱۸	۲۸۲
۶۶۸۳	''ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے'' سے طلاق	۱۸	۲۸۴
۶۶۸۴	طلاق منظور ہے سے طلاق	۱۸	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۸۵	میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ ورسولؐ نے بھی تجھے طلاق دی	۱۸	۲۸۵
۶۶۸۶	میں نے طلاق دی میرے خدا نے طلاق دی	۱۸	۲۸۶
۶۶۸۷	طلاقہ کی طلاقہ، طلاق، طلاق کا حکم	۱۸	۲۸۷
۶۶۸۸	صاف طلاق سے تین طلاق مراد لینا.....	۱۸	۲۸۸
۶۶۸۹	دو طلاق کے بعد کہا یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا نا	۱۸	۲۸۹
۶۶۹۰	طلاق بائنہ کیا ہے	۱۸	۲۹۱
۶۶۹۱	بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا	۱۸	۲۹۲
۶۶۹۲	طلاق دیتا ہوں ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں کا حکم	۱۸	۲۹۳
۶۶۹۳	طلاق رجعی، بائن، مغلظہ کا فرق	۱۸	۲۹۶
	☆.....باب چہارم.....☆		
	الفاظِ متغیرہ سے طلاق		
۶۶۹۴	لفظ تلاخ سے طلاق	۱۸	۳۰۰
۶۶۹۵	لفظ طاق سے طلاق نہیں ہوتی.....	۱۸	۳۰۱
۶۶۹۶	لفظ ''طل'' کا حکم	۱۸	۳۰۲
۶۶۹۷	لفظ طلاق اور تلاقی میں خسر داماد کا اختلاف.....	۱۸	۳۰۴
	☆.....باب پنجم.....☆		
	تین طلاق کے احکام		
۶۶۹۸	قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت	۱۸	۳۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۶۹۹	ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم	۱۸	۳۰۷
۶۷۰۰	تین طلاق ایک مجلس میں	۱۸	۳۱۵
۶۷۰۱	مجلس واحد کی تین طلاق کا حکم	۱۸	۳۲۶
۶۷۰۲	تین طلاق کا حکم	۱۸	۳۳۰
۶۷۰۳	تین طلاق	۱۸	۳۳۱
۶۷۰۴	مسئلہ تین طلاق	۱۸	۳۳۵
۶۷۰۵	تین طلاق	۱۸	۳۴۰
۶۷۰۶	غیر مدخولہ کو تین طلاق	۱۸	۳۴۲
۶۷۰۷	رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم	۱۸	۳۴۶
۶۷۰۸	غیر مدخولہ پر تین طلاق	۱۸	۳۴۸
۶۷۰۹	غیر مدخولہ پر تین کا حکم	۱۸	۳۴۹
۶۷۱۰	تین طلاق بلانیت	۱۸	۳۵۰
۶۷۱۱	تین طلاق کو ایک تصور کرنا	۱۸	۳۵۳
۶۷۱۲	کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا	۱۸	۳۵۴
۶۷۱۳	تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں	۱۸	۳۶۶
۶۷۱۴	تین طلاق کا ایک ہونا	۱۸	۳۶۸
۶۷۱۵	تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں	۱۸	۳۷۱
۶۷۱۶	تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا	۱۸	۳۷۴
۶۷۱۷	لفظ طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۱۸	۳۷۶
۶۷۱۸	تین طلاق تین لفظوں سے	۱۸	۳۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۷۱۹	طلاق دیا، دیا، دیا سے کون سی طلاق ہے	۱۸	۳۷۸
۶۷۲۰	طلاق دیدی، دیدی، دیدی کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ	۱۸	۳۷۹
۶۷۲۱	ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی سے کتنی طلاق ہوئی	۱۸	۳۸۳
۶۷۲۲	بیوی کو ایک، دو، تین کہنا	۱۸	۳۸۴
۶۷۲۳	ایک دو تین سے طلاق	۱۸	۳۸۶
۶۷۲۴	طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۱۸	۳۸۷
۶۷۲۵	طلاق، طلاق، طلاق کا حکم	۱۸	۳۸۸
۶۷۲۶	طلاق دی، نہیں دیدی، دیدی سے طلاق	۱۸	۳۹۰
۶۷۲۷	مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار مع فتوی امارت شرعیہ بہار	۱۸	۳۹۱
۶۷۲۸	سو ۱۰۰ بار لفظ طلاقن سے طلاق کا حکم	۱۸	۳۹۴
۶۷۲۹	جیسے ایک مرتبہ کہا ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ سے طلاق کا حکم	۱۸	۳۹۴
۶۷۳۰	سو ۱۰۰ طلاق	۱۸	۳۹۶
۶۷۳۱	سات ۷ طلاق	۱۸	۳۹۷
۶۷۳۲	سات ۷ طلاق کا حکم	۱۸	۳۹۸
۶۷۳۳	ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق	۱۸	۳۹۹
۶۷۳۴	الفاظ متعددہ سے طلاق	۱۸	۴۰۰
۶۷۳۵	گالی کے طور پر سات ۷ بار طلاقن کہنا	۱۸	۴۰۲
۶۷۳۶	تکرار طلاق بنیت تاکید	۱۸	۴۰۲
۶۷۳۷	تکرار طلاق بنیت تاکید	۱۸	۴۰۴
۶۷۳۸	طلاق مغلظہ	۱۸	۴۰۵
۶۷۳۹	جس نام سے بیوی مشہور ہو اس نام سے طلاق دینا	۱۸	۴۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۷۴۰	تین طلاق کا حکم جبکہ زوجہ کو خطاب نہ ہو	۱۸	۴۰۷
۶۷۴۱	غیر مقلد ہونے سے حرمت مغلظہ ختم نہیں ہوتی	۱۸	۴۰۸
۶۷۴۲	کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی	۱۸	۴۱۰
۶۷۴۳	خوبصورت لڑکی کا لالچ دے کر طلاق دلوانا	۱۸	۴۱۱
۶۷۴۴	جب تک مکان نہیں بنالوں گا تب تک میری طرف سے بیوی کو تین طلاق.	۱۸	۴۱۲
۶۷۴۵	تین طلاق دے کر معافی مانگنا.....	۱۸	۴۱۳
۶۷۴۶	زوج ثانی ہادم مادون الثلاث ہے	۱۸	۴۱۴
۶۷۴۷	تین طلاق کے بعد مطلقہ کے ساتھ رہنا	۱۸	۴۱۶
۶۷۴۸	تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے ساتھ رہنا	۱۸	۴۱۷
۶۷۴۹	تین طلاق کے بعد شوہر کے گھر رہنا	۱۸	۴۱۸
۶۷۵۰	تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام	۱۸	۴۱۹
۶۷۵۱	بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا.....	۱۸	۴۲۲
۶۷۵۲	تین طلاق کے بعد نکاح	۱۸	۴۲۳
۶۷۵۳	تین طلاق کے بعد نکاح	۱۸	۴۲۴
۶۷۵۴	طلاق کے بعد عدت میں نکاح.....	۱۸	۴۲۵
۶۷۵۵	طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور پھر تجدید نکاح سابق	۱۸	۴۲۶
۶۷۵۶	تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح	۱۸	۴۲۸
	☆.....باب ششم.....☆		
	کنایاتِ طلاق		
۶۷۵۷	بعض الفاظ کنائی	۱۹	۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۷۵۸	صریح وکنایہ جیسے میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین کا حکم	۱۹	۲۳
۶۷۵۹	آخری فیصلہ کر دیا کا حکم	۱۹	۲۶
۶۷۶۰	طلاق کی مختلف صورتیں	۱۹	۲۸
۶۷۶۱	مسئلہ صاف طلاق	۱۹	۳۰
۶۷۶۲	فلانۃ بنت فلان علی حرام کا حکم	۱۹	۳۳
۶۷۶۳	لفظ حرام سے طلاق	۱۹	۳۴
۶۷۶۴	تو مجھ پر حرام ہے سے طلاق	۱۹	۳۵
۶۷۶۵	حلال کام کو حرام کرنا سے طلاق	۱۹	۳۷
۶۷۶۶	آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام اور شہادت فاسق کا حکم	۱۹	۳۸
۶۷۶۷	''تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے'' کہنے سے طلاق	۱۹	۴۱
۶۷۶۸	اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں ہے سے طلاق	۱۹	۴۲
۶۷۶۹	تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں کا حکم	۱۹	۴۴
۶۷۷۰	میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں کا حکم	۱۹	۴۶
۶۷۷۱	جہاں چاہے بھیج دو سے طلاق	۱۹	۴۸
۶۷۷۲	مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا، سے طلاق کا حکم	۱۹	۴۹
۶۷۷۳	قرآن پاک کی بے ادبی کرنا اور بیوی کو میکہ پہونچا دینا	۱۹	۵۰
۶۷۷۴	فیصلہ کر دیا سے طلاق	۱۹	۵۲
۶۷۷۵	لفظ استعفیٰ سے طلاق	۱۹	۵۲
۶۷۷۶	لفظ جواب سے طلاق	۱۹	۵۳
۶۷۷۷	پھلواری شریف کا جواب	۱۹	۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۷۷۸	جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا سے طلاق کا حکم	۱۹	۵۵
۶۷۷۹	تو میرے نکاح سے باہر ہے یہ کنائی طلاق ہے	۱۹	۵۶
۶۷۸۰	''بیوی نہیں رکھنی سے'' طلاق کا حکم	۱۹	۵۷
۶۷۸۱	میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا سے طلاق کا حکم	۱۹	۵۸
۶۷۸۲	میں نہیں رکھتا سے طلاق	۱۹	۶۰
۶۷۸۳	''میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں'' سے طلاق	۱۹	۶۰
۶۷۸۴	اب ہم نہیں رکھیں گے سے طلاق	۱۹	۶۱
۶۷۸۵	لفظ نکاح سے الگ کرنے سے طلاق	۱۹	۶۲
۶۷۸۶	ہمارے گھر سے چلی جاؤ سے طلاق کا حکم	۱۹	۶۳
۶۷۸۷	ہمارے گھر سے نکل جا سے طلاق کا حکم	۱۹	۶۴
۶۷۸۸	''جا میں نے جھگڑا صاف کر دیا'' سے طلاق	۱۹	۶۶
۶۷۸۹	لفظ ''میں نے الگ کر دی'' سے طلاق	۱۹	۶۷
۶۷۹۰	عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں سے طلاق	۱۹	۶۷
۶۷۹۱	''میرا تیرا تعلق ختم'' سے طلاق	۱۹	۶۹
۶۷۹۲	اپنا مہر لے لے سے'' طلاق کا حکم	۱۹	۷۱
۶۷۹۳	ہم سے کوئی تعلق نہیں جہاں چاہے جا سے طلاق	۱۹	۷۲
۶۷۹۴	تعلق زوجیت نہیں سے طلاق کا حکم	۱۹	۷۳
۶۷۹۵	''میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے'' سے طلاق	۱۹	۷۴
۶۷۹۶	تعلق نہیں سے طلاق	۱۹	۷۵
۶۷۹۷	''میری طرف سے بالکل ختم ہے'' سے طلاق	۱۹	۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۷۹۸	''تم میری پسند نہیں'' سے طلاق	۱۹	۷۷
۶۷۹۹	انکار نکاح سے طلاق	۱۹	۷۹
۶۸۰۰	''ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا'' سے طلاق	۱۹	۸۰
۶۸۰۱	آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کردیں سے طلاق.....	۱۹	۸۲
۶۸۰۲	جس سے چاہو شادی کرلو سے طلاق.....	۱۹	۸۳
۶۸۰۳	''میں نے کوئی شادی نہیں کی'' سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی	۱۹	۸۴
۶۸۰۴	اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کرلینا'' سے طلاق	۱۹	۸۵
۶۸۰۵	''جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو'' سے طلاق.....	۱۹	۸۶
۶۸۰۶	مجھے لڑکی نہیں چاہئے سے طلاق.....	۱۹	۸۷
۶۸۰۷	تیری رہی سہی کو طلاق.....	۱۹	۸۸
۶۸۰۸	خسر کو لکھا ''دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے''	۱۹	۸۹
۶۸۰۹	یہ عورت بہنوئی کی ہے مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔.....	۱۹	۹۰
۶۸۱۰	کچھ مطلب نہیں سے طلاق	۱۹	۹۱
۶۸۱۱	''تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو'' سے طلاق.....	۱۹	۹۳
۶۸۱۲	دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت سے طلاق.....	۱۹	۹۴
۶۸۱۳	زیور اتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا	۱۹	۹۵
۶۸۱۴	فارغ خطی کا حکم	۱۹	۹۶
۶۸۱۵	''مجھ سے برخواست'' سے طلاق.....	۱۹	۹۷
۶۸۱۶	چوڑی توڑ پھوڑ لیں مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں.....	۱۹	۹۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب ہفتم.....☆		
	تفویض طلاق		
	(کسی کو طلاق واقع کرنے کا اختیار دینے کا بیان)		
۶۸۱۷	تعلیق تفویض قبل النکاح	۱۹	۱۰۰
۶۸۱۸	کابین نامہ وتفویض طلاق.....	۱۹	۱۰۱
۶۸۱۹	خلاف شرط کرنے سے طلاق	۱۹	۱۰۶
۶۸۲۰	خلاف شرائط کرنے پر زوجہ کو حق طلاق.....	۱۹	۱۱۰
۶۸۲۱	کیا طلاق کی توکیل وتفویض سے شوہر کا حق ختم ہوجاتا ہے	۱۹	۱۱۱
۶۸۲۲	طلاق کا اختیار دوسرے کو دے کر واپس لینا.....	۱۹	۱۱۳
۶۸۲۳	عورت کو طلاق کا اختیار ہونے کی شرط	۱۹	۱۱۴
۶۸۲۴	عورت کو نکاح سے الگ ہونے کا اختیار اسی مجلس تک	۱۹	۱۱۴
۶۸۲۵	شوہر کی زیادتی سے بچاؤ کے لئے کسی تجربہ کار عالم کے مشورہ سے کابین نامہ	۱۹	۱۱۵
۶۸۲۶	تمہاری خواہش ہو تو طلاق طلاق کا حکم	۱۹	۱۱۶
۶۸۲۷	گھر داماد رکھنے کی شرط	۱۹	۱۱۸
۶۸۲۸	عقد سے قبل طلاق کا اختیار	۱۹	۱۱۹
	☆.....باب ہشتم.....☆		
	طلاق کو معلق کرنا		
۶۸۲۹	سرائے جاوے گی تو طلاق دیدوں گا.....	۱۹	۱۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۸۳۰	اگر میں تیری عورت کی طرف دیکھوں تو میری عورت کو تین طلاق	۱۹	۱۲۳
۶۸۳۱	منکوحہ اگر کہلائے کہ میں اس کے پاس جانا نہیں چاہتی تو طلاق ہے	۱۹	۱۲۴
۶۸۳۲	اگر دونوں چھت پر آئی تو دونوں کو تینوں طلاق	۱۹	۱۲۵
۶۸۳۳	میرے کاروبار کیلئے روپیہ واپس نہیں تو اسکی خالہ زاد بہن جو میرے نکاح میں ہے اسکو تین طلاق	۱۹	۱۲۶
۶۸۳۴	تعلیق طلاق مع فتویٰ دیوبند	۱۹	۱۲۷
۶۸۳۵	اگر میں فلاں سے پہلے شادی کروں تو میرے لئے ساری دنیا کی عورتوں کو طلاق	۱۹	۱۳۲
۶۸۳۶	اگر مکان نہ جلاؤں تو طلاق مغلظہ	۱۹	۱۳۳
۶۸۳۷	اگر اولاد ہوئی تو تجھے طلاق تین بار کہنے کا حکم	۱۹	۱۳۴
۶۸۳۸	میں ہار گیا تو طلاق	۱۹	۱۳۵
۶۸۳۹	تین طلاق کی تعلیق	۱۹	۱۳۶
۶۸۴۰	نکاح پر طلاق کو معلق کرنا	۱۹	۱۳۸
۶۸۴۱	خفا ہو کر جانے پر طلاق کو معلق کرنا	۱۹	۱۳۹
۶۸۴۲	اگر میری اسکے ساتھ شادی نہ ہوئی اور اسکے علاوہ کسی دوسری سے ہوئی تو اس دوسری کو دو طلاق	۱۹	۱۴۰
۶۸۴۳	بلا اجازت باپ کے گھر جانے سے طلاق کا حکم	۱۹	۱۴۱
۶۸۴۴	حج سے پہلے اگر ہمبستری کی تو بیوی کو طلاق	۱۹	۱۴۳
۶۸۴۵	دوسری شادی کرنے پر دوسری منکوحہ کو طلاق مغلظہ کی شرط پر نکاح	۱۹	۱۴۴
۶۸۴۶	نکاح میں کی گئی شرط کے خلاف کرنے سے وقوع طلاق اور قسم کا کفارہ	۱۹	۱۴۷
۶۸۴۷	ایک بیوی کی طلاق کو دوسری بیوی کی طلاق پر معلق کرنا	۱۹	۱۴۸
۶۸۴۸	طلاق معلق بالنکاح	۱۹	۱۴۹
۶۸۴۹	شادی سے پہلے یہ کہنا کہ اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق	۱۹	۱۵۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۸۵۰	طلاق کی شرط پر نکاح	۱۹	۱۵۱
۶۸۵۱	طلاق کو نکاح پر معلق کرنا.....	۱۹	۱۵۲
۶۸۵۲	طلاق بالشرط	۱۹	۱۵۴
۶۸۵۳	شرط پائے جانے پر طلاق	۱۹	۱۵۷
۶۸۵۴	شرط کے خلاف کرنے پر طلاق	۱۹	۱۵۸
۶۸۵۵	معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق	۱۹	۱۵۹
۶۸۵۶	تعلیق طلاق بالمحال	۱۹	۱۶۰
۶۸۵۷	اگر تمہاری فلاں فلاں چیزیں استعمال کروں تو تم کو طلاق	۱۹	۱۶۲
۶۸۵۸	عہد شکنی کی وجہ سے طلاق	۱۹	۱۶۲
۶۸۵۹	مکالمہ جس میں طلاق مذکور نہیں	۱۹	۱۶۴
۶۸۶۰	میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو اس کو طلاق	۱۹	۱۶۶
۶۸۶۱	طلاق معلق میں تعلیق کی خبر سے پہلے اس کا ارتکاب.....	۱۹	۱۶۷
۶۸۶۲	**اگر دوسری شادی کروں تو زوجۂ ثانیہ کو طلاق مغلظہ کی شرط سے تیسری بیوی کو طلاق نہیں ہوگی**	۱۹	۱۶۸
۶۸۶۳	''اب اگر روٹی پکائے تو طلاق'' کا حکم	۱۹	۱۶۹
۶۸۶۴	جماع نہ کرنے پر طلاق کو معلق کرنا.....	۱۹	۱۷۰
۶۸۶۵	''اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں'' کا حکم	۱۹	۱۷۱
۶۸۶۶	**نکاح کے بعد رخصتی سے قبل یہ شرط کہ اگر کسی عورت سے شادی کروں تو اس پر طلاق مغلظہ**	۱۹	۱۷۲
۶۸۶۷	اگر چوٹن ہے تو طلاق	۱۹	۱۷۵
۶۸۶۸	اگر تو نہیں آئے گی تو تجھ کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق.....	۱۹	۱۷۵
۶۸۶۹	کیا ایک بیوی کے چھوڑنے سے دونوں ہی چھوٹ جائیں گی؟	۱۹	۱۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۸۷۰	بیوی میکہ چلی جائے تو تین طلاق	۱۹	۱۷۷
۶۸۷۱	اگر تو نے زنا کیا ہو اور نہ بتلایا تو تین طلاق	۱۹	۱۷۸
۶۸۷۲	بدکاری کا عہد اور مفعولیت کا ارتکاب	۱۹	۱۷۹
۶۸۷۳	طلاق معلقہ ومغلظہ	۱۹	۱۸۰
۶۸۷۴	طلاق کو آوارہ گردی پر معلق کرنا	۱۹	۱۸۲
۶۸۷۵	طلاق انشاء اللہ کا حکم	۱۹	۱۸۳
۶۸۷۶	طلاق کا لفظ کہہ کر انشاء اللہ آہستہ کہنا	۱۹	۱۸۴
	فصل اول: طلاق کی قسم اٹھانا		
۶۸۷۷	بیوی کو طلاق کی قسم دینا	۱۹	۱۸۶
۶۸۷۸	بیوی موجود نہیں پھر طلاق کی قسم کھائی	۱۹	۱۸۷
۶۸۷۹	مکان میں داخل ہونے کی قسم اور اس سے بچنے کا حیلہ	۱۹	۱۸۸
۶۸۸۰	کیا ارتداد سے یمین ساقط ہو جاتی ہے؟	۱۹	۱۸۹
۶۸۸۱	یمین فور	۱۹	۱۹۱
۶۸۸۲	یمین فور	۱۹	۱۹۲
	فصل دوم : کلمۂ کلما کے ساتھ طلاق دینا		
۶۸۸۳	کلما کی قسم	۱۹	۱۹۴
۶۸۸۴	کلما کی قسم	۱۹	۱۹۶
۶۸۸۵	کلما کی قسم	۱۹	۱۹۷
۶۸۸۶	جبراً کلما کی قسم لینا، نابالغ کی قسم، قسم کا کفارہ	۱۹	۱۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۸۸۷	کلما تزوجت کہنے کا حکم	۱۹	۲۰۲
۶۸۸۸	کلما کی قسم اور اس کا حل	۱۹	۲۰۳
۶۸۸۹	کلما کی قسم کا حل	۱۹	۲۰۴
۶۸۹۰	ردت کے بعد کلما کی قسم کا حال	۱۹	۲۰۷
۶۸۹۱	نکاح فضولی، کلما کی قسم اور بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت	۱۹	۲۰۹
۶۸۹۲	کلما کی قسم کی وجہ سے موجودہ بیوی حرام نہیں ہوئی	۱۹	۲۱۱
۶۸۹۳	محبوب سے بے وفائی پر قسم طلاق کا حکم	۱۹	۲۱۲
	فصل سوم : تعلیق طلاق سے بچنا		
۶۸۹۴	شرط طلاق ختم کرنے کی صورت	۱۹	۲۱۴
۶۸۹۵	کیا شرط معلق کو واپس لیا جا سکتا ہے؟	۱۹	۲۱۵
۶۸۹۶	تعلیق کو ختم کرنے کی صورت	۱۹	۲۱۷
۶۸۹۷	طلاق معلق کو منسوخ کرنا	۱۹	۲۱۹
۶۸۹۸	''اگر اپنی مرضی سے برتن لے گئی تو طلاق'' کا حل	۱۹	۲۲۱
۶۸۹۹	تعلیق کے بعد اجازت سے بھی تعلیق ختم نہیں ہوتی	۱۹	۲۲۲
۶۹۰۰	مغلظہ کی تعلیق کو ختم کرنے کی ترکیب	۱۹	۲۲۳
	☆.....باب نہم.....☆		
	طلاق میں گواہی کا بیان		
۶۹۰۱	کیا طلاق کے لئے گواہی ضروری ہے؟	۱۹	۲۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۹۰۲	طلاق کا ثبوت گواہوں سے	۱۹	۲۲۶
۶۹۰۳	طلاق میں بیٹوں کی شہادت	۱۹	۲۲۹
۶۹۰۴	گواہان عفت ومعصیت میں تقابل	۱۹	۲۳۲
۶۹۰۵	جھوٹے گواہوں سے طلاق کا ثبوت	۱۹	۲۳۳
۶۹۰۶	طلاق کے گواہوں میں اختلاف	۱۹	۲۳۴
۶۹۰۷	ورثاءِ شوہر کا دعویٰ طلاق	۱۹	۲۳۶
۶۹۰۸	بیوی نے طلاق کو سنا شوہر منکر ہے	۱۹	۲۳۷
۶۹۰۹	طلاق کے بعد شوہر منکر ہو گیا	۱۹	۲۳۹
۶۹۱۰	اقرار طلاق کے بعد انکار	۱۹	۲۴۱
۶۹۱۱	اقرارِ زوج کے بعد گواہوں کی ضرورت نہیں	۱۹	۲۴۳
۶۹۱۲	اقرار طلاق کے بعد گواہ کی ضرورت نہیں	۱۹	۲۴۴
۶۹۱۳	شوہر کا طلاق کے بعد انکار اور گواہ کا گواہی سے انکار	۱۹	۲۴۵
۶۹۱۴	اقرار زوج کے وقت گواہوں کی ضرورت	۱۹	۲۴۷
۶۹۱۵	طلاق قبل الدخول وبعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم	۱۹	۲۴۸
۶۹۱۶	طلاق پر زوجین میں سے کس کے گواہ معتبر ہوں گے	۱۹	۲۴۸
۶۹۱۷	طلاق میں زوجین کا اختلاف	۱۹	۲۵۰
۶۹۱۸	شوہر طلاق کا منکر اور بیوی مدعیہ ہے تو شرعی شہادت کی ضرورت	۱۹	۲۵۱
۶۹۱۹	واقعۂ طلاق مع فیصلۂ عدالت	۱۹	۲۵۳
۶۹۲۰	ضمیمۂ سوال	۱۹	۲۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب دھم.....☆		
	متفرقات طلاق		
۶۹۲۱	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کثرت سے طلاق دینا.....	۱۹	۲۶۲
۶۹۲۲	بالغہ کا نکاح جبراً اور پھر طلاق اور پھر طلاق سے انکار.....	۱۹	۲۶۴
۶۹۲۳	نکاح بلا طلاق اور طلاق بلا وجہ اور استفتاء میں نازیبا الفاظ کا استعمال	۱۹	۲۶۵
۶۹۲۴	بے سلیقہ زوجہ کو طلاق اور دھوکہ والی صورت میں تفریق	۱۹	۲۶۸
۶۹۲۵	پوری تدبیر و تفہیم کے بعد طلاق	۱۹	۲۶۹
۶۹۲۶	لڑکی کی خواہش پر طلاق.....	۱۹	۲۷۱
۶۹۲۷	شوہر کی بیماری کی بناء پر رخصتی میں تاخیر کی وجہ سے طلاق کا مطالبہ	۱۹	۲۷۱
۶۹۲۸	زوجین کی باہمی رضامندی سے بعض حقوق زوجیت سے دستبرداری اور طلاق	۱۹	۲۷۲
۶۹۲۹	عورت کا اغوا کرنا اور روپیہ لیکر اس کو طلاق دینا.....	۱۹	۲۷۴
۶۹۳۰	اپنی بیوی دوسرے کو دے دینا.....	۱۹	۲۷۶
۶۹۳۱	بیوی کہتی ہے کہ طلاق دی تو مرتد ہو جاؤں گی.....	۱۹	۲۷۷
۶۹۳۲	کیا تعزیہ بنانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے.....	۱۹	۲۷۸
۶۹۳۳	نو سوالات اور ان کے جوابات.....	۱۹	۲۷۹
۶۹۳۴	بیوی سے صحبت کے وقت یہ تصور کہ فلاں اجنبیہ سے صحبت کر رہا ہوں	۱۹	۲۸۱
۶۹۳۵	طلاق کے بعد پندرہ سال تک ہم بستری کرتا رہا.....	۱۹	۲۸۲
۶۹۳۶	طلاق کے بعد نکاح ثانی ہو جانے پر بھی مطلقہ کو اپنے گھر رکھنا	۱۹	۲۸۳
۶۹۳۷	جس عورت کو اس کا شوہر نہ رکھتا ہو اس کو کسی ہندو کے حوالہ کرنا.....	۱۹	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب یازدھم.....☆		
	رجعت وغیرہ کے احکام		
	فصل اول : رجعت کے احکام		
۶۹۳۸	رجعت کا ثبوت	۱۹	۲۸۷
۶۹۳۹	طلاق، عدت اور رجعت کی تفصیل	۱۹	۲۸۹
۶۹۴۰	طلاق اور رجعت بغیر بیوی کو اطلاع کئے	۱۹	۲۹۱
۶۹۴۱	عورت کو طلاق اور رجعت کا علم ہونا ضروری نہیں	۱۹	۲۹۴
۶۹۴۲	سنت کے موافق تین طلاق دینے کے بعد رجعت درست ہے	۱۹	۲۹۵
۶۹۴۳	''اب ایسا نہیں کروں گا'' کہنے سے رجعت نہیں ہوتی	۱۹	۲۹۶
۶۹۴۴	تین طلاق کے بعد رجعت نہیں	۱۹	۲۹۶
۶۹۴۵	تین طلاق کے بعد رجعت	۱۹	۲۹۸
۶۹۴۶	طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع کرنا	۱۹	۳۰۰
۶۹۴۷	دو طلاق کے بعد دوبارہ نکاح	۱۹	۳۰۱
۶۹۴۸	طلاق کے بعد تجدید نکاح	۱۹	۳۰۳
۶۹۴۹	طلاق کے بعد نکاح ثانی	۱۹	۳۰۴
۶۹۵۰	طلاق کے بعد پھر نکاح اور ولادت	۱۹	۳۰۵
۶۹۵۱	طلاق کے بعد تجدید نکاح سے کتنی طلاق کا اختیار رہتا ہے؟	۱۹	۳۰۶
۶۹۵۲	ایک طلاق کے بعد نکاح کرنے سے دو طلاق کا اختیار رہتا ہے.....	۱۹	۳۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم : حلالہ		
۶۹۵۳	عورت کو حلالہ کا حکم کیوں	۱۹	۳۰۹
۶۹۵۴	تین طلاق کے بعد حلالہ	۱۹	۳۱۰
۶۹۵۵	حلالہ کی صورت	۱۹	۳۱۲
۶۹۵۶	حلالہ بغیر شرط	۱۹	۳۱۳
۶۹۵۷	حلالہ کی ایک صورت	۱۹	۳۱۴
۶۹۵۸	خلوت صحیحہ کی تعریف اور حلالہ کی شرط	۱۹	۳۱۶
۶۹۵۹	غیر مدخولہ کو تین طلاق کے بعد حلالہ کی ضرورت	۱۹	۳۱۷
۶۹۶۰	حلالہ میں صحبت شرط ہے	۱۹	۳۱۹
۶۹۶۱	حلالہ کے لئے زوجین کا دخول میں اختلاف	۱۹	۳۱۹
۶۹۶۲	نابالغ کے ذریعہ حلالہ	۱۹	۳۲۱
۶۹۶۳	حلالہ بذریعہ مراہق	۱۹	۳۲۲
۶۹۶۴	مراہق سے حلالہ	۱۹	۳۲۴
۶۹۶۵	تین طلاق کے بعد توبہ سے حلالہ نہیں ہوتا	۱۹	۳۲۵
۶۹۶۶	ارتداد سے حلالہ ساقط نہیں ہوتا	۱۹	۳۲۶
۶۹۶۷	حلالہ کے لئے صرف نکاح وہ بھی عدت میں	۱۹	۳۲۷
۶۹۶۸	حلالہ کے لئے عدت میں نکاح	۱۹	۳۲۸
۶۹۶۹	مطلقۂ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے نکاح	۱۹	۳۳۰
۶۹۷۰	مطلقۂ ثلاثہ کا نکاح بغیر حلالہ	۱۹	۳۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۹۷۱	حلالہ میں مباشرت کا اقرار پھر انکار	۱۹	۳۳۴
۶۹۷۲	حلالہ کے بعد میاں بیوی کا نکاح جبکہ حلالہ کے گواہ منکر ہوں	۱۹	۳۳۵
۶۹۷۳	حلالہ کے لیے شوہر نکاح پڑھا سکتا ہے	۱۹	۳۳۷
۶۹۷۴	نیرودھ کے ذریعہ حلالہ	۱۹	۳۳۷
۶۹۷۵	نکاح بنیت تحلیل.....	۱۹	۳۳۸
۶۹۷۶	نکاح بشرط تحلیل واجرت وتوقیت ومتعہ	۱۹	۳۴۰
۶۹۷۷	پیسہ دے کر حلالہ کرانا	۱۹	۳۴۴
۶۹۷۸	حلالہ میں طلاق کی شرط	۱۹	۳۴۵
	☆.....باب دوازدھم.....☆		
	ظہار، ایلاء اور لعان		
۶۹۷۹	ظہار	۱۹	۳۴۷
۶۹۸۰	طلاق کنایہ اور ظہار.....	۱۹	۳۴۸
۶۹۸۱	بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے ظہار	۱۹	۳۵۱
۶۹۸۲	بیوی کو بہن کی طرح کہنے کا حکم	۱۹	۳۵۳
۹۸۳	بیوی کو بہن وغیرہ کہنا.....	۱۹	۳۵۵
۹۸۴	بیوی کو بہن کہدیا.....	۱۹	۳۵۶
۶۹۸۵	بیوی کو بہن کی طرح سمجھنا صیغۂ مستقبل سے	۱۹	۳۵۷
۶۹۸۶	بیوی کو ماں کہنا	۱۹	۳۵۷
۶۹۸۷	بیوی کو دادی اماں کہنا	۱۹	۳۵۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۶۹۸۸	اگر میں فلاں کام کروں تو اپنی بیوی کو ماں بنالوں	۱۹	۳۵۹
۶۹۸۹	بیوی کو ماں کہنے سے طلاق کا حکم	۱۹	۳۵۹
۶۹۹۰	اگر بیوی سے صحبت کروں اپنی ماں سے کروں	۱۹	۳۶۱
۶۹۹۱	تو میری ماں ہے اور میں تیری اولاد ہوں کہنے کا حکم	۱۹	۳۶۲
۶۹۹۲	شوہر کو باپ کہنا	۱۹	۳۶۴
۶۹۹۳	ایلاء	۱۹	۳۶۵
۶۹۹۴	لعان کی تفصیلات	۱۹	۳۶۶
۶۹۹۵	لعان	۱۹	۳۶۸
۶۹۹۶	بیوی کو زانیہ کہنا	۱۹	۳۷۱
	☆.....باب سیزدھم.....☆		
	خلع کے احکام		
۶۹۹۷	خلع کی تشریح	۱۹	۳۷۲
۶۹۹۸	خلع	۱۹	۳۷۳
۶۹۹۹	خلع میں شرط	۱۹	۳۷۵
۷۰۰۰	خلع سے طلاق	۱۹	۳۷۶
۷۰۰۱	خلع کے لیے شوہر کی رضامندی ضروری ہے	۱۹	۳۷۷
۷۰۰۲	قبول خلع کب تلک	۱۹	۳۸۰
۷۰۰۳	خلع میں بدل خلع دینے سے بیوی کا انکار	۱۹	۳۸۱
۷۰۰۴	روپے کے عوض طلاق	۱۹	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۰۵	مہر اور نفقہ کے عوض طلاق بیوی کی منظوری پر	۱۹	۳۸۲
۷۰۰۶	معافی مہر پر طلاق کی صورت	۱۹	۳۸۵
۷۰۰۷	زوجین میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں مطالبۂ طلاق	۱۹	۳۸۶
۷۰۰۸	بدعمل شوہر سے مطالبۂ طلاق	۱۹	۳۸۷
۷۰۰۹	ظالم شوہر سے طلاق کا مطالبہ	۱۹	۳۸۸
۷۰۱۰	شوہر کی زبان میں لکنت کی وجہ سے مطالبۂ آزادی	۱۹	۳۸۹
	☆.....باب چہاردھم.....☆		
	فسخ وتفریق		
۷۰۱۱	قانونی فسخ نکاح	۱۹	۳۹۰
۷۰۱۲	تفریق عدالت سے نکاح کا اختیار	۱۹	۳۹۲
۷۰۱۳	عدالت کی طرف سے تفریق شرعی تفریق نہیں	۱۹	۳۹۳
۷۰۱۴	امارت شرعیہ بہار کا فیصلہ	۱۹	۳۹۴
۷۰۱۵	امارت شرعیہ بہار کا فیصلہ اہل بنگال کے لئے	۱۹	۳۹۴
۷۰۱۶	شوہر سے بیان لئے بغیر شرعی پنچایت کا فیصلۂ طلاق	۱۹	۳۹۵
۷۰۱۷	پنچایت کے ذریعہ ظالم زوج سے چھٹکارہ	۱۹	۳۹۷
۷۰۱۸	شوہر کو دوبارہ اطلاع کئے بغیر تفریق	۱۹	۳۹۸
۷۰۱۹	جج کا فیصلہ نکاح وتفریق میں	۱۹	۴۰۰
۷۰۲۰	جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں	۱۹	۴۰۱
۷۰۲۱	غیر مسلم عدالت سے فسخ نکاح	۱۹	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۲۲	جعلی قاضی کا فیصلہ طلاق کے سلسلہ میں	۱۹	۴۰۳
۷۰۲۳	عدالتی طلاق	۱۹	۴۰۴
۷۰۲۴	کیا عورت ناراض ہوتو قاضی کے یہاں جا کر طلاق دے سکتی ہے	۱۹	۴۰۵
۷۰۲۵	مظلومہ کی گلوخلاصی	۱۹	۴۰۷
۷۰۲۶	شوہر بیوی کا معاملہ برادری کے حوالہ کرنا	۱۹	۴۰۸
۷۰۲۷	حکم نکاح کس طرح فسخ کرے	۱۹	۴۰۸
۷۰۲۸	کیا ولی کو فسخ نکاح کا حق ہے.....	۱۹	۴۰۹
۷۰۲۹	نابالغ کا نکاح باپ فسخ نہیں کرسکتا	۱۹	۴۱۰
۷۰۳۰	خلاف شرط کرنے پر فسخ نکاح	۱۹	۴۱۱
۷۰۳۱	شوہر نہ بیوی کو بلائے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے	۱۹	۴۱۲
۷۰۳۲	بیوی کی طرف شوہر متوجہ نہ ہوتو کیا صورت ہے.....	۱۹	۴۱۳
۷۰۳۳	سختی کرنے والے شوہر سے علیحدگی	۱۹	۴۱۵
۷۰۳۴	شوہر بیوی کے درمیان تنازع شدید.....	۱۹	۴۱۶
۷۰۳۵	شوہر فاسق ہوجائے تو زوجہ کیا کرے.....	۱۹	۴۱۸
۷۰۳۶	شوہر سے نفرت کی صورت میں تفریق کا حکم	۱۹	۴۲۰
۷۰۳۷	کیا شرابی زانی شوہر سے علیحدگی کا اختیار ہے.....	۱۹	۴۲۰
۷۰۳۸	ایک بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت	۱۹	۴۲۱
۷۰۳۹	شوہر پاکستان چلا گیا عورت کیا کرے.....	۱۹	۴۲۲
۷۰۴۰	نکاح کے بعد شوہر پاکستان چلا گیا اس کا حل	۱۹	۴۲۳
۷۰۴۱	شوہر چھوڑ کر چلا گیا اور دوسری شادی کرلی.....	۱۹	۴۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۴۲	شوہر دوسری جگہ نکاح کر کے رہتا ہے تو یہ بیوی کیا کرے	۱۹	۴۲۶
۷۰۴۳	بھنگن سے ناجائز تعلق کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوا	۱۹	۴۲۷
۷۰۴۴	زوجہ کو شوہر سے سیری نہ ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم	۱۹	۴۲۹
۷۰۴۵	اپنی بیوی کو دوسرے کے حوالہ کرنے سے نکاح کا حکم	۱۹	۴۲۹
۷۰۴۶	کوئی کسی نامحرم کے ساتھ بھاگ جائے پھر شوہر کے پاس آ کر رہنا چاہے تو کیا حکم ہے	۱۹	۴۳۱
۷۰۴۷	غیر مسلم کے ساتھ بھاگ جانے سے نکاح پر اثر.....	۱۹	۴۳۱
۷۰۴۸	ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح ختم ہو گیا	۱۹	۴۳۲
۷۰۴۹	کیا بیوی کو طلاق بذریعۂ عدالت لینے کا حق ہے	۱۹	۴۳۳
۷۰۵۰	شوہر فاسق وفاجر ہے تو بیوی کیا کرے.....	۱۹	۴۳۵
۷۰۵۱	تین طلاق کے بعد بھی شوہر نہ چھوڑے تو کلمۂ کفر ادا کرنے کا حکم	۱۹	۴۳۶
۷۰۵۲	رخصتی کے وقت داماد زیادہ جہیز وغیرہ کا مطالبہ کرے تو کیا تفریق کا مطالبہ درست ہے	۱۹	۴۳۹
۷۰۵۳	تفریق سے خرچۂ شادی کا مطالبہ	۱۹	۴۴۰
	فصل اول : نامرد اور مجنون کی بیوی		
۷۰۵۴	زوجۂ عنین	۱۹	۴۴۲
۷۰۵۵	زوجۂ عنین	۱۹	۴۴۴
۷۰۵۶	زوجۂ عنین کی درخواست تفریق پر شرعی پنچایت کے چند سوالات	۱۹	۴۴۶
۷۰۵۷	زوجۂ عنین کے واسطے عدالت کا فیصلہ	۱۹	۴۴۸
۷۰۵۸	زوجۂ مجنون وعنین	۱۹	۴۵۰
۷۰۵۹	زوجۂ مجنون نامرد کی تفریق کی صورت.....	۱۹	۴۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۶۰	شوہر کے نامرد ہونے کی حالت میں غیر مرد سے تعلق قائم کرنا	۱۹	۴۵۴
۷۰۶۱	زوجۂ مجنون	۱۹	۴۵۹
۷۰۶۲	زوجۂ مجنون کا حکم	۱۹	۴۶۰
۷۰۶۳	شوہر پاگل ہوگیا تھا، مگر اب اچھا ہوگیا اس کی بیوی کا نکاح	۱۹	۴۶۳
	فصل دوم : زوجۂ متعنت کے احکام		
۷۰۶۴	زوجۂ متعنت	۱۹	۴۶۴
۷۰۶۵	زوجۂ متعنت	۱۹	۴۶۵
۷۰۶۶	زوجۂ متعنت	۱۹	۴۶۷
۷۰۶۷	شوہر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو بیوی کیا کرے	۱۹	۴۶۷
۷۰۶۸	انتظام نفقہ کے باوجود طلاق حاصل کرنا	۱۹	۴۶۸
۷۰۶۹	نفقہ نہ دینے سے نکاح ثانی کا حق اور بذریعہ پنچایت تفریق کا حکم	۱۹	۴۶۹
۷۰۷۰	زوجہ کا نفقہ کتنے روز تک بند رکھنے سے تفریق ہوسکتی ہے	۱۹	۴۷۱
۷۰۷۱	زوجہ معسر کا حکم	۱۹	۴۷۱
۷۰۷۲	زوجہ دیوث کیا کرے	۱۹	۴۷۳
	☆.....**باب پانزدھم**.....☆		
	عدت اور سوگ		
۷۰۷۳	طلاق قبل الدخول میں عدت نہیں	۲۰	۲۵
۷۰۷۴	بغیر ہم بستری کے طلاق کی صورت میں عدت	۲۰	۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۷۵	خلوت فاسدہ میں عدت کا حکم	۲۰	۲۷
۷۰۷۶	نکاح فاسد میں ثبوت نسب و وجوب عدت	۲۰	۳۰
۷۰۷۷	سال میں ایک مرتبہ حیض آیا ایسی حائضہ و آئسہ کی عدت	۲۰	۳۲
۷۰۷۸	مطلقۂ عنین پر عدت	۲۰	۳۳
۷۰۷۹	جس کو حیض نہیں آتا اس کی عدت	۲۰	۳۴
۷۰۸۰	کیا طوائف کے لیے عدت ہے	۲۰	۳۴
۷۰۸۱	خلع کی عدت تین حیض ہے	۲۰	۳۵
۷۰۸۲	تین حیض ساٹھ دن میں	۲۰	۳۷
۷۰۸۳	عدتِ وفات وقت وفات سے یا خبر ملنے کے وقت سے	۲۰	۳۸
۷۰۸۴	عدت طلاق شوہر کے مکان میں گذارنا	۲۰	۳۹
۷۰۸۵	بیوہ کی عدت اپنے باپ کے گھر	۲۰	۴۱
۷۰۸۶	ایضاً	۲۰	۴۱
۷۰۸۷	شوہر کے ساتھ والد کے یہاں آئی تھی شوہر کا انتقال ہو گیا عدت کہاں گذارے	۲۰	۴۲
۷۰۸۸	معتدہ کو صحن میں جانا	۲۰	۴۴
۷۰۸۹	معتدہ کو منتقل ہونا	۲۰	۴۶
۷۰۹۰	معتدہ کا دوسری جگہ منتقل ہونا	۲۰	۴۷
۷۰۹۱	عدت میں ووٹ ڈالنے کے لیے جانا	۲۰	۴۸
۷۰۹۲	عدت میں شناخت کے لیے عدالت جانا	۲۰	۴۸
۷۰۹۳	عدت میں تنخواہ لینے کے لئے دفتر جانا	۲۰	۴۹
۷۰۹۴	عدت میں شرکت نکاح کے لیے نکلنا	۲۰	۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۰۹۵	عدتوں میں تداخل.....	۲۰	۵۰
۷۰۹۶	دو عدتوں کا تداخل.....	۲۰	۵۱
۷۰۹۷	عدت ختم کرنے کی صورت.....	۲۰	۵۴
۷۰۹۸	اسقاط سے انقضائے عدت اور حالات جنین.....	۲۰	۵۵
۷۰۹۹	عدت میں کن چیزوں کے اہتمام کی ضرورت ہے.....	۲۰	۵۷
۷۱۰۰	وفات شوہر پر ترک زینت.....	۲۰	۵۷
۷۱۰۱	مطلقۂ رجعی پر سوگ.....	۲۰	۵۸
۷۱۰۲	بیوہ عورت کا زیور پہننا.....	۲۰	۵۹
۷۱۰۳	عدت میں چوڑیوں کا استعمال.....	۲۰	۶۰
۷۱۰۴	عدت کے دوران پردہ سے متعلق کچھ سوالات.....	۲۰	۶۰
	☆.....باب شانزدھم.....☆		
	ثبوت نسب		
۷۱۰۵	اقل مدت حمل.....	۲۰	۶۴
۷۱۰۶	چھ ماہہ بچہ کے نسب کا ثبوت.....	۲۰	۶۵
۷۱۰۷	نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب.....	۲۰	۶۷
۷۱۰۸	نکاح کے چھ دن بعد جو بچی پیدا ہو اس کا نسب.....	۲۰	۶۹
۷۱۰۹	سات آٹھ ماہ گذرنے پر جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہے.....	۲۰	۶۹
۷۱۱۰	شادی کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی کب ہے.....	۲۰	۷۱
۷۱۱۱	حمل سوکھ کر ڈیڑھ سال بعد بچہ پیدا ہوا.....	۲۰	۷۲
۷۱۱۲	دس برس کی جدائی پر بچہ کا نسب.....	۲۰	۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۱۱۳	حاملہ مفرورہ سے پیدا شدہ بچی کس کی	۲۰	۷۴
۷۱۱۴	عزل اور نسبندی کے بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے	۲۰	۷۵
۷۱۱۵	داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم	۲۰	۷۵
۷۱۱۶	ثبوت نسب کی صورت	۲۰	۷۷
۷۱۱۷	نکاح محرمہ کی اولاد کا نسب	۲۰	۷۹
۷۱۱۸	نکاح فاسد میں ثبوت نسب	۲۰	۸۰
۷۱۱۹	بیویوں کا تبادلہ ہوگیا تین بچے ہونے پر علم ہوا تو ان بچوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں	۲۰	۸۶
۷۱۲۰	مشترکہ لونڈی سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اور جاریہ، زانیہ اور منکوحہ کا فرق...	۲۰	۸۷
۷۱۲۱	ارتکاب معصیت سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب	۲۰	۸۹
۷۱۲۲	ولد زنا کا نسب	۲۰	۹۰
۷۱۲۳	اولاد زنا میں ثبوت نسب.....	۲۰	۹۱
۷۱۲۴	جو عورت غیر مسلم سے حاملہ ہو جائے اس کا حکم	۲۰	۹۲
۷۱۲۵	بغیر نکاح کے عورت رکھنے سے اس کی اولاد ثابت النسب نہیں	۲۰	۹۳
۷۱۲۶	ناجائز حمل کس کی طرف منسوب ہو؟.....	۲۰	۹۴

☆.....باب هفدهم.....☆

حق پرورش

۷۱۲۷	حق حضانت.....	۲۰	۹۶
۷۱۲۸	حق حضانت کس کو اور کب تک ہے	۲۰	۹۸
۷۱۲۹	مطلقہ کو حق حضانت کب تک ہے	۲۰	۹۹
۷۱۳۰	مدت حضانت شیعہ، سنی مذہب میں	۲۰	۱۰۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۱۳۱	حق تربیت	۲۰	۱۰۲
۷۱۳۲	ولایت نکاح چچا کو حق پرورش ماں کو حاصل ہے	۲۰	۱۰۳
۷۱۳۳	بچہ کا خرچ گذشتہ ایام کا شوہر سے وصول کرنا اور حق حضانت	۲۰	۱۰۴
۷۱۳۴	بعد بلوغ حق پرورش دادی وغیرہ کو ہے یا خالہ کو؟	۲۰	۱۰۵
۷۱۳۵	نانا کو پرورش میں خرچ کردہ روپیہ بچہ کے دادا سے مطالبہ کرنے کا حق	۲۰	۱۰۷
	☆.....باب ہیژدھم.....☆		
	نفقہ کا بیان		
۷۱۳۶	زوجہ کا نفقہ وسکنی کیا شوہر کے ذمہ ہے؟	۲۰	۱۰۸
۷۱۳۷	نان ونفقہ کا انتظام کب تک کرتی رہے	۲۰	۱۰۹
۷۱۳۸	عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے یا سوتیلے لڑکے کے ذمہ؟	۲۰	۱۱۰
۷۱۳۹	بلا رخصتی کے وجوب نفقہ	۲۰	۱۱۲
۷۱۴۰	رخصتی سے قبل نفقہ	۲۰	۱۱۳
۷۱۴۱	بغیر شوہر کے گھر جائے نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں	۲۰	۱۱۳
۷۱۴۲	کیا باپ کے گھر رہ کر بھی نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟	۲۰	۱۱۴
۷۱۴۳	بغیر وجوب کے نفقہ کو مہر میں شمار کرنا	۲۰	۱۱۵
۷۱۴۴	کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے	۲۰	۱۱۶
۷۱۴۵	میکہ میں رہ کر جھوٹی تحریر کے ذریعہ نفقہ طلب کرنا	۲۰	۱۱۷
۷۱۴۶	طلاق کے بعد اگر بیوی اپنے میکہ رہے تو اسکا نفقہ عرف کیوجہ سے ساقط ہوجائیگا یا نہیں	۲۰	۱۲۰
۷۱۴۷	شوہر نے اگر اس کے باپ کے گھر پہونچا دیا تو کیا وہ ناشزہ ہے؟	۲۰	۱۲۱
۷۱۴۸	ناشزہ کا نفقہ اور حق حضانت	۲۰	۱۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۱۴۹	نافرمان بیوی کی تادیب اور نفقہ	۲۰	۱۲۹
۷۱۵۰	فاسقہ بیوی پر نکیر اور اس کا نفقہ	۲۰	۱۳۰
۷۱۵۱	زوجہ کا تعنت اور زیادتی	۲۰	۱۳۲
۷۱۵۲	بیوی کا علیحدہ مکان کا مطالبہ اور نشوز کی صورت میں نفقہ	۲۰	۱۳۳
۷۱۵۳	بیوی کے لئے الگ مکان	۲۰	۱۳۶
۷۱۵۴	بیوی کو الگ مکان کے مطالبہ کا حق	۲۰	۱۳۷
۷۱۵۵	بیوی کا مطالبہ علیحدہ مکان کے لیے	۲۰	۱۳۸
۷۱۵۶	گذشتہ دنوں کا نفقہ	۲۰	۱۳۹
۷۱۵۷	دواء علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے	۲۰	۱۳۹
۷۱۵۸	بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کردے اس کا نفقہ	۲۰	۱۴۰
۷۱۵۹	مال حرام سے نفقۂ زوجہ	۲۰	۱۴۴
۷۱۶۰	بیوی سے بدگمانی کی بناء پر نفقہ بند کردینا	۲۰	۱۴۴
۷۱۶۱	بدچلن بیوی کو طلاق مل گئی مہر اور خرچہ کی وہ مستحق ہے یا نہیں	۲۰	۱۴۶
۷۱۶۲	نفقۂ مطلقہ	۲۰	۱۴۷
۷۱۶۳	عدت خلع کا نفقہ	۲۰	۱۴۸
۷۱۶۴	مطلقہ کا نفقہ وسکنیٰ بعد عدت	۲۰	۱۴۹
۷۱۶۵	مقدار نفقہ اگر عورت مدعی ہے کہ مجھے نو سال میں تین حیض آتے ہیں	۲۰	۱۵۰
۷۱۶۶	طلاق اور بچوں کا نفقہ	۲۰	۱۵۱
۷۱۶۷	اولاد کو کیا نقد نفقہ دینا لازم ہے	۲۰	۱۵۲
۷۱۶۸	نابالغ اولاد کا نان ونفقہ	۲۰	۱۵۳
۷۱۶۹	بیوہ اور حاجتمند لڑکی کو مکان دینا	۲۰	۱۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۱۷۰	باپ کا نفقہ بیٹے پر	۲۰	۱۵۵
۷۱۷۱	ضعیف والدین کا نفقہ	۲۰	۱۵۶
۷۱۷۲	فاسقہ والدہ کا نفقہ	۲۰	۱۶۰
۷۱۷۳	ماں اور بیوی کا نفقہ	۲۰	۱۶۱
۷۱۷۴	دو بیویوں کے درمیان برابری اور بیماری کی وجہ سے بیوی کو طلاق دینا.....	۲۰	۱۶۳
۷۱۷۵	یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا ان کی ضرورت پر صرف کی جائے	۲۰	۱۶۳
۷۱۷۶	نفقۂ عدت، وفات، ولادت، رضاعت	۲۰	۱۶۴
۷۱۷۷	کفن وغیرہ کیا شوہر کے ذمہ ہے؟	۲۰	۱۶۵
۷۱۷۸	پاگل بیوی کا نکاح منسوخ کرادیا.....	۲۰	۱۶۷
۷۱۷۹	قرض لیکر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے؟	۲۰	۱۶۸
۷۱۸۰	والدین اور اولاد میں کس کا نفقہ مقدم ہے؟.....	۲۰	۱۶۹

کتاب الایمان والنذور

﴿قسم اور نذر کا بیان﴾

☆.....باب اول.....☆

قسم اور اس کے کفارہ کا بیان

۷۱۸۱	قسم دینے کا حکم	۲۰	۱۷۱
۷۱۸۲	بلاضرورت قسم کھانا	۲۰	۱۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۱۸۳	اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں کیا یہ قسم ہے	۲۰	۱۷۲
۷۱۸۴	غیر اللہ کی قسم	۲۰	۱۷۳
۷۱۸۵	بت خانہ کی قسم کھانا	۲۰	۱۷۴
۷۱۸۶	قرآن پاک کی قسم کھانا	۲۰	۱۷۵
۷۱۸۷	کلام پاک کی قسم	۲۰	۱۷۶
۷۱۸۸	قرآن، کلام اللہ، بچوں کی قسم	۲۰	۱۷۷
۷۱۸۹	قرآن اٹھا کر قسم کھانا	۲۰	۱۷۸
۷۱۹۰	قرآن پر ہاتھ رکھ کر بات کہنا	۲۰	۱۷۹
۷۱۹۱	قرآن شریف ہاتھ میں لیکر بات کہنا قسم نہیں	۲۰	۱۸۱
۷۱۹۲	قرآن شریف گود میں لیکر وعدہ کا حکم	۲۰	۱۸۲
۷۱۹۳	قرآن مجید ہاتھ پر رکھ کر قسم	۲۰	۱۸۲
۷۱۹۴	قرآن شریف کی جھوٹی قسم کھانا	۲۰	۱۸۳
۷۱۹۵	قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانا	۲۰	۱۸۴
۷۱۹۶	قرآن کی قسم سچا نہ جاننے والے کا حکم	۲۰	۱۸۵
۷۱۹۷	نماز پڑھنے کی قسم کھانا	۲۰	۱۸۶
۷۱۹۸	روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کی قسم	۲۰	۱۸۶
۷۱۹۹	استاذ کا قسم کھا کر پھر توڑنا	۲۰	۱۸۷
۷۲۰۰	ضرورت کی بناء پر قسم کو توڑنا	۲۰	۱۸۸
۷۲۰۱	تحریم الحلال یمین	۲۰	۱۸۹
۷۲۰۲	حلال کو حرام سے تشبیہ دینا کیا قسم ہے	۲۰	۱۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۰۳	مسجد میں نہ جانے کی قسم	۲۰	۱۹۱
۷۲۰۴	کفالت سے حلفیہ انکار	۲۰	۱۹۱
۷۲۰۵	اگر فلاں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاؤں تو خنزیر کھاؤں	۲۰	۱۹۲
۷۲۰۶	کپڑے کو جلانے کی قسم	۲۰	۱۹۳
۷۲۰۷	اگر فلاں کام کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت کھاؤں	۲۰	۱۹۴
۷۲۰۸	پاکستان جانے کی قسم	۲۰	۱۹۵
۷۲۰۹	بیوی کی پاکدامنی کی قسم	۲۰	۱۹۵
۷۲۱۰	مسور کی دال کھاؤں تو سور کھاؤں	۲۰	۱۹۶
۷۲۱۱	بہن کے یہاں گیا تو اپنی بیوی سے سات مرتبہ زنا کیا کا حکم	۲۰	۱۹۷
۷۲۱۲	کیا قسم کھانا جھوٹا ہونے کی علامت ہے	۲۰	۱۹۷
۷۲۱۳	جھوٹی قسم کھانا	۲۰	۱۹۹
۷۲۱۴	جھوٹا حلف	۲۰	۲۰۰
۷۲۱۵	حلف دائن پر ہے یا مدیون پر	۲۰	۲۰۱
۷۲۱۶	کسی کے کھانے کو سور کے ساتھ تشبیہ دینا	۲۰	۲۰۴
۷۲۱۷	کفارۂ قسم	۲۰	۲۰۵
۷۲۱۸	یمین غموس میں کفارہ نہیں	۲۰	۲۰۶
۷۲۱۹	بھول کر قسم کے خلاف کرنے سے کفارہ	۲۰	۲۰۶
۷۲۲۰	وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ	۲۰	۲۰۷
۷۲۲۱	ایضاً	۲۰	۲۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۲۲	قسم کا کفارہ	۲۰	۲۰۹
۷۲۲۳	قسم اور قسم کا کفارہ	۲۰	۲۱۰
۷۲۲۴	قسم کھائی کہ عمر کی چیز نہیں کھائیگا، پھر اس نے ہبہ کی تو کیا حکم ہے	۲۰	۲۱۱
۷۲۲۵	قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا پھر وہ مر گیا.....	۲۰	۲۱۲
	☆.....باب دوم.....☆		
	نذر کا بیان		
۷۲۲۶	نذر کس طرح منعقد ہوتی ہے	۲۰	۲۱۳
۷۲۲۷	نذر میلاد.....	۲۰	۲۱۴
۷۲۲۸	گیہوں تقسیم کرنے کی نذر.....	۲۰	۲۱۵
۷۲۲۹	صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر	۲۰	۲۱۵
۷۲۳۰	نذر کی بکری کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگانا	۲۰	۲۱۶
۷۲۳۱	بکری صدقہ کرنے کی نذر سے کیا قیمت ادا کرنا کافی ہے	۲۰	۲۱۶
۷۲۳۲	بکری کے بچہ کی نذر مان کر اس کی قیمت دینا.....	۲۰	۲۱۷
۷۲۳۳	اسطرح نذر ماننا کہ اگر فلاں کام ہو جائے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے	۲۰	۲۱۸
۷۲۳۴	حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا.....	۲۰	۲۱۹
۷۲۳۵	مسجد کا مینارہ بنوانے کی نذر.....	۲۰	۲۲۰
۷۲۳۶	قرآن خوانی کرانے کی نذر منعقد نہیں	۲۰	۲۲۰
۷۲۳۷	لفظ قسم کھاتا ہوں سے یمین منعقد ہو جاتی ہے	۲۰	۲۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۳۸	تبلیغی چلہ میں جانے کی نذر	۲۰	۲۲۱
۷۲۳۹	بکرا خدا کے نام پر نذر کرنا.....	۲۰	۲۲۲
۷۲۴۰	نذر کی قیمت غرباء کیلئے ہے	۲۰	۲۲۳
۷۲۴۱	نذر کا کھانا مالدار کے بچوں کو.....	۲۰	۲۲۳
۷۲۴۲	بیمار کی صحت کے لئے جانور صدقہ کیا جائے تو اس کی کیا شرط ہے؟	۲۰	۲۲۴
۷۲۴۳	شاۃ منذورہ کا حکم	۲۰	۲۲۵
۷۲۴۴	بھوک کا جانور ذبح کرنا کھانا.....	۲۰	۲۲۶
۷۲۴۵	مزارات کا چڑھاوا.....	۲۰	۲۲۷
۷۲۴۶	نذرانہ مزار کی تفصیل.....	۲۰	۲۲۸
۷۲۴۷	بن بیوی، خدا برکت پانچ پیر مزار پر نذرانے	۲۰	۲۳۴
۷۲۴۸	بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا حکم	۲۰	۲۳۵
۷۲۴۹	اہل ہنود کے مخصوص بکروں کا حکم	۲۰	۲۳۷
۷۲۵۰	بھینٹ کا مرغا.....	۲۰	۲۳۷
۷۲۵۱	غیر اللہ کے نام کا جانور.....	۲۰	۲۳۸
۷۲۵۲	غیر اللہ کی نذر کا کھانا کیا کیا جائے	۲۰	۲۳۸
۷۲۵۳	سہولت ولادت کی نذر	۲۰	۲۳۹
۷۲۵۴	قربانی کو شرط پر معلق کرنا.....	۲۰	۲۴۰
۷۲۵۵	حضرت سیدہؓ کی کہانی سننے کی نذر ماننا	۲۰	۲۴۲
۷۲۵۶	ختم قرآن کی نذر	۲۰	۲۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۵۷	امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا	۲۰	۲۴۵
۷۲۵۸	ایک مہینہ کے روزہ کی نذر ماننے میں تسلسل ضروری	۲۰	۲۴۶
۷۲۵۹	پانچسو روپے مسجد میں دینے کی نذر	۲۰	۲۴۷
۷۲۶۰	نذر کی تحقیق کرنا	۲۰	۲۴۷
۷۲۶۱	ذبح بقرۃ کی نذر	۲۰	۲۴۸
۷۲۶۲	متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ	۲۰	۲۵۰
۷۲۶۳	نذر معلق کی پیشگی ادائیگی	۲۰	۲۵۰
۷۲۶۴	ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم	۲۰	۲۵۱
۷۲۶۵	ایسے الفاظ کہ جن سے قسم نہیں ہوتی	۲۰	۲۵۲
	کتاب الحدود والقصاص		
	حدود وقصاص وغیرہ کے احکام		
	☆.....باب اول.....☆		
	زنا وغیرہ سے متعلق احکام		
۷۲۶۶	زنا کی شرعی سزا کے لئے شرط	۲۰	۲۵۴
۷۲۶۷	زنا کی سزا	۲۰	۲۵۵
۷۲۶۸	زنا کی سزا	۲۰	۲۵۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۶۹	زنا کی سزا.....	۲۰	۲۵۷
۷۲۷۰	زنا کی سزا جبکہ امام وقت نہ ہو.....	۲۰	۲۵۸
۷۲۷۱	ثبوت زنا.....	۲۰	۲۵۹
۷۲۷۲	زنا کی سزا.....	۲۰	۲۶۱
۷۲۷۳	زنا کے معاف کرانے کا طریقہ	۲۰	۲۶۲
۷۲۷۴	زانی کی سزا اور زنا کیا حقوق العباد سے ہے؟	۲۰	۲۶۳
۷۲۷۵	زانی بالجبر کو زہر سے مارا جائے؟	۲۰	۲۶۵
۷۲۷۶	زنا بالجبر منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہگار ہیں.....	۲۰	۲۶۶
۷۲۷۷	زانیہ لڑکی، لڑکے سے برتاؤ کیسا ہو؟	۲۰	۲۶۷
۷۲۷۸	جبراً زنا کی وجہ سے حد	۲۰	۲۶۸
۷۲۷۹	زانی کا زنا کی حد طلب کرنا اور اگر حد نہ لگائی گئی تو خودکشی!	۲۰	۲۶۹
۷۲۸۰	زنا کا ثبوت اور تہمت لگانے والے کی سزا.....	۲۰	۲۷۰
۷۲۸۱	شراب کے نشہ میں زنا کا حکم	۲۰	۲۷۲
۷۲۸۲	کفارۂ زنا	۲۰	۲۷۲
۷۲۸۳	زنا کی معافی کی صورت	۲۰	۲۷۳
۷۲۸۴	زنا کس کا حق ہے؟	۲۰	۲۷۴
۷۲۸۵	زنا کس ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے؟	۲۰	۲۷۵
۷۲۸۶	بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کا حکم	۲۰	۲۷۶
۷۲۸۷	زوجہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھ کر قتل کرنا	۲۰	۲۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۲۸۸	اولاد الزنا کا کیا قصور ہے؟	۲۰	۲۷۷
۷۲۸۹	طلاق کے بعد عورت کو رکھنے کی سزا	۲۰	۲۷۸
۷۲۹۰	جو شخص لڑکی سے زنا پر اصرار کرے اس کی ہلاکت کی تدبیر کا حکم	۲۰	۲۷۹
۷۲۹۱	بیوی اجنبی کے ساتھ زنا میں ملوث ہو تو دونوں کو ہلاک کرنا	۲۰	۲۸۰
۷۲۹۲	منکوحۃ سے زنا میں حق العبد بھی فوت ہوا	۲۰	۲۸۱
	☆.....باب دوم.....☆		
	حد قذف وغیرہ کے احکام		
۷۲۹۳	زنا کی تہمت کی سزا	۲۰	۲۸۲
۷۲۹۴	جھوٹا الزام لگانے کی سزا	۲۰	۲۸۳
۷۲۹۵	افتراء اور بہتان کی سزا	۲۰	۲۸۴
۷۲۹۶	شبہ کی بناء پر تہمت لگانا	۲۰	۲۸۴
۷۲۹۷	زوال بکارت کی وجہ سے تہمت	۲۰	۲۸۵
۷۲۹۸	چوری وزنا کا الزام	۲۰	۲۸۶
۷۲۹۹	کسی کو حرامزادہ کہنا	۲۰	۲۸۷
۷۳۰۰	بلا ثبوت کسی کو زانی اور سارق کہنا	۲۰	۲۸۸
۷۳۰۱	اپنے ولد الحرام ہونے کا اقرار	۲۰	۲۸۹
۷۳۰۲	تہمت زنا لگانے والے سے ترک تعلق	۲۰	۲۹۰
۷۳۰۳	شراب نوشی کی سزا	۲۰	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب سوم.....☆		
	قصاص اور دیت کے احکام		
۷۳۰۴	خون کی دیت	۲۰	۲۹۲
۷۳۰۵	قتل کی سزا.....	۲۰	۲۹۳
۷۳۰۶	اگر تادیباً مارنے سے موت واقع ہوجائے؟.....	۲۰	۲۹۴
	☆.....باب چہارم.....☆		
	تعزیر کے احکام		
۷۳۰۷	کسی کو شیطان کہنا	۲۰	۲۹۵
۷۳۰۸	گالی دینے کی سزا.....	۲۰	۲۹۵
۷۳۰۹	گالی دینا.....	۲۰	۲۹۷
۷۳۱۰	شرک وبدعت کی سزا.....	۲۰	۲۹۷
۷۳۱۱	بیوی سے وطی فی الدبر کی سزا.....	۲۰	۲۹۹
۷۳۱۲	وطی بہیمہ	۲۰	۳۰۱
۷۳۱۳	بہوؤں کو سخت لفظ کہنے پر حد	۲۰	۳۰۴
۷۳۱۴	بچوں کو تادیباً مارنا.....	۲۰	۳۰۴
۷۳۱۵	استاذ شاگرد کو کتنا مار سکتا ہے؟.....	۲۰	۳۰۵
۷۳۱۶	بچوں کو سزا دینے کی حد.....	۲۰	۳۰۶
۷۳۱۷	بچوں کو سزا دینے کی حد.....	۲۰	۳۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۳۱۸	شرارت پر بچوں کو سزا کتنی دی جائے؟	۲۰	۳۰۸
۷۳۱۹	غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے کی سزا	۲۰	۳۰۹
۷۳۲۰	غیروں سے تعلق رکھنے پر ترک تعلق کی سزا	۲۰	۳۱۰
۷۳۲۱	بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی عضو کو معطل کر دینا	۲۰	۳۱۰
۷۳۲۲	بیوی کو خطا پر سزا دینا	۲۰	۳۱۱
۷۳۲۳	شوہر کو حق تعزیر	۲۰	۳۱۲
۷۳۲۴	سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنے والے کا حکم	۲۰	۳۱۳
۷۳۲۵	دھوکے سے خنزیر و کتے کا گوشت لوگوں کو کھلانا	۲۰	۳۱۴
۷۳۲۶	شادی میں گولہ داغنے کی سزا	۲۰	۳۱۴

فصل : مالی جرمانہ کے احکام

۷۳۲۷	گناہ پر مالی جرمانہ	۲۰	۳۱۶
۷۳۲۸	مالی جرمانہ لینا اور اس کو مسجد میں صرف کرنا	۲۰	۳۱۷
۷۳۲۹	انسداد جرائم کے لئے مالی جرمانہ	۲۰	۳۱۸
۷۳۳۰	قاضی وغیرہ کا مالی جرمانہ لینا	۲۰	۳۲۰
۷۳۳۱	ناجائز تعلق کی بنا پر مالی جرمانہ عائد کرنا	۲۰	۳۲۲
۷۳۳۲	مالی جرمانہ اور اس کا مصرف	۲۰	۳۲۲
۷۳۳۳	برادری والوں کا مالی جرمانہ عائد کرنا	۲۰	۳۲۳
۷۳۳۴	مالی جرمانہ	۲۰	۳۲۴
۷۳۳۵	مالی جرمانہ	۲۰	۳۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۳۳۶	مالی جرمانہ	۲۰	۳۲۶
۷۳۳۷	گورکنی میں شرکت نہ کرنے والے پر مالی جرمانہ	۲۰	۳۲۷
۷۳۳۸	زنا پر مالی جرمانہ	۲۰	۳۲۹
	کتاب الجهاد و الهجرة و السياسة		
	﴿جہاد، ہجرت اور سیاست کے مسائل﴾		
	☆.....باب اول.....☆		
	جہاد اور ہجرت کے مسائل		
۷۳۳۹	مسئلہ ہجرت	۲۰	۳۳۳
۷۳۴۰	ہندوستان سے ہجرت	۲۰	۳۳۶
۷۳۴۱	حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑ دینا	۲۰	۳۳۹
۷۳۴۲	ایسی جگہ قیام کہ جہاں کا ماحول معصیت ہو	۲۰	۳۴۰
۷۳۴۳	ظلم کی حالت میں ہجرت	۲۰	۳۴۰
۷۳۴۴	ہندوستان سے ہجرت	۲۰	۳۴۱
۷۳۴۵	دارالحرب ودارالاسلام	۲۰	۳۴۳
۷۳۴۶	بلوائیوں سے بھاگنا	۲۰	۳۴۷
۷۳۴۷	ہجرت	۲۰	۳۴۷
۷۳۴۸	کیا برما کی لڑائی جہاد ہے	۲۰	۳۴۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۳۴۹	جہاد کے جھنڈے کا رنگ	۲۰	۳۵۰
۷۳۵۰	کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے	۲۰	۳۵۲
۷۳۵۱	ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا .	۲۰	۳۵۳
۷۳۵۲	کیا ہندوستان دارالحرب ہے	۲۰	۳۵۴
۷۳۵۳	دارالحرب، دارالاسلام انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین ہجرت	۲۰	۳۵۵
۷۳۵۴	دارالحرب	۲۰	۳۶۶
۷۳۵۵	دارالحرب، ہجرت، حفاظت اہل وعیال	۲۰	۳۶۷
۷۳۵۶	لونڈیوں اور باندیوں کے احکام.....	۲۰	۳۷۳
۷۳۵۷	کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے	۲۰	۳۷۴
۷۳۵۸	کیا ہندوستانی مسلمان مستامن ہیں	۲۰	۳۷۵
۷۳۵۹	میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان کہنے کا حکم	۲۰	۳۷۶
	☆.....باب دوم.....☆		
	امارت وسیاست کے مسائل		
۷۳۶۰	موجودہ وقت میں مسلمانوں کے لیے طریق کار	۲۰	۳۷۸
۷۳۶۱	علماء کی سیاست میں شرکت	۲۰	۳۷۹
۷۳۶۲	سیاست میں حصہ لینا.....	۲۰	۳۷۹
۷۳۶۳	پاکستان میں اسلامی قانون.....	۲۰	۳۸۰
۷۳۶۴	جائز قانون حکومت کی پابندی	۲۰	۳۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆.....باب سوم.....☆		
	امامت وخلافت		
۷۳۶۵	امارت شرعیہ	۲۰	۳۸۲
۷۳۶۶	امارت شرعیہ کے مقابلہ میں ادارۂ شرعیہ	۲۰	۳۸۷
۷۳۶۷	کیا امارت شرعیہ کا فیصلہ قضاء قاضی ہے	۲۰	۳۹۱
۷۳۶۸	امیر المؤمنین	۲۰	۳۹۳
۷۳۶۹	چودھریوں کی حکومت	۲۰	۳۹۵
۷۳۷۰	قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا	۲۰	۳۹۶
۷۳۷۱	عورت کی خلافت وامامت	۲۰	۳۹۷
	☆.....باب چہارم.....☆		
	جمہوریت ومشاورت		
۷۳۷۲	جمہوریت	۲۰	۴۱۲
۷۳۷۳	مشورہ کی حیثیت	۲۰	۴۱۳
۷۳۷۴	جمہوریت اور مشاورت	۲۰	۴۱۴
۷۳۷۵	کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے	۲۰	۴۱۷
۷۳۷۶	جمیعۃ العلماء میں شرکت	۲۰	۴۱۷
۷۳۷۷	مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت	۲۰	۴۱۸
۷۳۷۸	جماعت منکرین خدا اور رسول کا ممبر بننا	۲۰	۴۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۳۷۹	ایک رفاہی سوسائٹی کے شرائط	۲۰	۴۲۰
۷۳۸۰	شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اوراس کا حکم	۲۰	۴۲۳
۷۳۸۱	ایسی پنچایت میں شرکت جس کے قوانین غیر شرعی ہوں	۲۰	۴۲۴
۷۳۸۲	تفریق بین المسلمین	۲۰	۴۲۵
۷۳۸۳	تفریق بین المسلمین	۲۰	۴۲۵
۷۳۸۴	پنچایت کے خلاف کرنا	۲۰	۴۲۶
	☆.....باب پنجم.....☆		
	ووٹ اور ووٹر کی شرعی حیثیت		
۷۳۸۵	الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلے کرانا	۲۰	۴۲۸
۷۳۸۶	ووٹ کا حکم	۲۰	۴۲۹
۷۳۸۷	ووٹ کس کو دیا جائے	۲۰	۴۲۹
۷۳۸۸	وعدۂ وقف پر ووٹ دینا	۲۰	۴۳۰
۷۳۸۹	پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد	۲۰	۴۳۱
۷۳۹۰	شیعہ کو ووٹ دینا	۲۰	۴۳۲
	☆.....باب ششم.....☆		
	مرتدین کے احکام		
۷۳۹۱	مرتد کے احکام	۲۰	۴۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۳۹۲	جنازۂ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن	۲۰	۴۳۵
۷۳۹۳	مرتد کس طرح تجدید ایمان کرے.....	۲۰	۴۳۵
۷۳۹۴	مرتد سے سمجھوتہ	۲۰	۴۳۶
۷۳۹۵	مرتد سے موالات	۲۰	۴۳۷
۷۳۹۶	مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا	۲۰	۴۳۸
۷۳۹۷	مرتد کا نکاح فسخ ہوگیا	۲۰	۴۴۰
۷۳۹۸	عورتوں کی تعزیہ میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہوجاتا ہے؟	۲۰	۴۴۱
۷۳۹۹	کلماتِ کفر سے نکاح ختم	۲۰	۴۴۱
۷۴۰۰	شوہر مرتد ہوگیا.....	۲۰	۴۴۲
۷۴۰۱	نکاح اور بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر نے کہا میں تو عیسائی ہوں	۲۰	۴۴۳
۷۴۰۲	کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہوجاتا ہے	۲۰	۴۴۴
۷۴۰۳	بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہوگیا	۲۰	۴۴۶
۷۴۰۴	عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہوتا.....	۲۰	۴۴۷
۷۴۰۵	ارتدادِ زوجہ سے فسخ نکاح	۲۰	۴۴۸
۷۴۰۶	کلمۂ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح	۲۰	۴۴۹
۷۴۰۷	ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا.....	۲۰	۴۵۰
۷۴۰۸	بت کی پوجا سے نکاح ختم ہوگیا.....	۲۰	۴۵۱
۷۴۰۹	جدائی کے لئے عورت کو مشورہ ارتداد	۲۰	۴۵۲
۷۴۱۰	مرتد کی تجدیدِ نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے	۲۰	۴۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الوقف		
	احکام وقف		
	باب اوّل		
	وقف کا بیان		
۷۴۱۱	وقف کس کو کہتے ہیں	۲۱	۲۶
۷۴۱۲	وقف مؤبد ومؤقت	۲۱	۲۷
۷۴۱۳	واقف کو شرائط وقف میں تغیر وتبدل کا اختیار	۲۱	۳۱
۷۴۱۴	ایک وقف نامہ کی تنقیح	۲۱	۳۲
۷۴۱۵	وقف مشاع	۲۱	۳۳
۷۴۱۶	وقف مشترک	۲۱	۳۴
۷۴۱۷	کیا مشترکہ جائیداد میں سے کوئی شریک اپنا حصہ وقف کرسکتا ہے؟	۲۱	۳۵
۷۴۱۸	شریک وقف کے علیحدہ ہونے پر اس کی رقم کی واپسی	۲۱	۳۶
۷۴۱۹	دو شخصوں کا ایک دستاویز کے ذریعہ وقف	۲۱	۳۸
۷۴۲۰	دوسرے کی جائیداد کو وقف کرنا	۲۱	۳۹
۷۴۲۱	دوسرے کی زمین کو وقف کرنا	۲۱	۴۰
۷۴۲۲	غیر مملوک زمین کو وقف کرنا	۲۱	۴۱
۷۴۲۳	کرایہ کا مکان مالک نے مسجد کو وقف کردیا	۲۱	۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۴۲۴	صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے.....	۲۱	۴۳
۷۴۲۵	وقف نامہ مفصلا.....	۲۱	۴۵
۷۴۲۶	وقف کے لئے قبضہ شرط نہیں.....	۲۱	۴۷
۷۴۲۷	وقف کے لئے رجسٹری ضروری نہیں.....	۲۱	۴۷
۷۴۲۸	وقف کے لئے منجز ہونا ضروری ہے.....	۲۱	۴۸
۷۴۲۹	وقف معلق یا منجز.....	۲۱	۵۱
۷۴۳۰	تمام جائیداد کا وقف کر دینا.....	۲۱	۵۲
۷۴۳۱	واقف کا جائیداد وقف سے خود نفع اٹھانا.....	۲۱	۵۳
۷۴۳۲	باغ وقف کر کے اس کی زمین سے خود نفع اٹھانا.....	۲۱	۵۵
۷۴۳۳	وقف مرض الموت میں نہیں ہے تو وقف ہے.....	۲۱	۵۶
۷۴۳۴	وقف بعد الموت.....	۲۱	۵۷
۷۴۳۵	جائیداد غیر منقولہ کی آمدنی کو وقف کرنا.....	۲۱	۵۸
۷۴۳۶	گھریلو سامان کا وقف صحیح ہے.....	۲۱	۵۹
۷۴۳۷	لفظ ہبہ سے وقف.....	۲۱	۵۹
۷۴۳۸	جبراً وقف کرانا.....	۲۱	۶۱
۷۴۳۹	اخروٹ کے درخت اور ان کی زمین کو زبردستی اوقاف بنانا.....	۲۱	۶۳
۷۴۴۰	نابالغ کا وقف.....	۲۱	۶۴
۷۴۴۱	نابالغ کا وقف معتبر نہیں.....	۲۱	۶۴
۷۴۴۲	وعدۂ وقف پر ووٹ دینا.....	۲۱	۶۵
۷۴۴۳	خانقاہ نام دینے سے وہ مکان وقف نہیں ہو جاتا.....	۲۱	۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۴۴۴	مدرسہ کے لئے چندہ کر کے جو عمارت بنائی جائے کیا وہ وقف ہے؟.....	۲۱	۶۹
۷۴۴۵	وقف کی نیت سے خریدنے سے وہ ملکیت وقف نہیں ہو جاتی.....	۲۱	۷۰
۷۴۴۶	وقف کی نیت کی پھر رائے بدل گئی.....	۲۱	۷۲
۷۴۴۷	تعلیم دین کے لئے وقف عمدہ ہے.....	۲۱	۷۳
۷۴۴۸	وقف منقول علی الاولاد.....	۲۱	۷۴
۷۴۴۹	وقف علی الاولاد میں تقسیم کی صورتیں.....	۲۱	۷۶
۷۴۵۰	وقف علی النفس وعلی الاولاد حسب حصص.....	۲۱	۸۰
۷۴۵۱	عہدۂ قضا میں وراثت اور مخصوص خاندان کے لئے وقف.....	۲۱	۸۲
۷۴۵۲	مخنث کا مکان مسجد میں خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ وقف کرنا.....	۲۱	۸۴
۷۴۵۳	شراب کی آمدنی سے زمین خرید کر مدرسہ میں وقف کرنا.....	۲۱	۸۵
۷۴۵۴	رنڈی کا زمین کو مسجد کے لئے وقف کرنا.....	۲۱	۸۶
۷۴۵۵	سنیما وغیرہ والے آدمیوں کا وقف اور اسکی آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا	۲۱	۸۷
۷۴۵۶	قادیانی کا وقف مسجد کے لئے.....	۲۱	۸۸
۷۴۵۷	کتنی زمین وقف سمجھی جائے جبکہ واقف کی طرف سے حد متعین نہ ہو.....	۲۱	۸۹
۷۴۵۸	وقف کر کے رجوع کرنا.....	۲۱	۹۱
۷۴۵۹	وقف کو منسوخ کرنا.....	۲۱	۹۲
۷۴۶۰	وقف کے بعد اس کی تملیک.....	۲۱	۹۳
۷۴۶۱	کیا موقوفہ زمین پھر مملوکہ بن سکتی ہے.....	۲۱	۹۶
۷۴۶۲	جائیداد وقف تقسیم سے مملوک نہیں ہوتی ہے.....	۲۱	۹۸
۷۴۶۳	وقف زمین پر غاصبانہ قبضہ.....	۲۱	۱۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۴۶۴	وقف سے مالکانہ قبضہ ہٹانے کی کوشش.....	۲۱	۱۰۳
۷۴۶۵	کسی کے نام پر ہونے سے وقف میں فرق نہیں آتا مسجد کی دوکان قرض میں دینا	۲۱	۱۰۴
۷۴۶۶	وقف زمین میں اکھاڑہ.....	۲۱	۱۰۶
۷۴۶۷	ضلعی انجمن کی تقسیم.....	۲۱	۱۰۷
۷۴۶۸	وقف کی دوکان میں دوکاندار اگر خنزیر کا گوشت فروخت کرے اسکو خالی کرانا	۲۱	۱۰۸
۷۴۶۹	ذاتی عداوت کی وجہ سے وقف کی آمدنی کو روکنا.....	۲۱	۱۰۹
	☆..... باب دوم .....☆		
	وقف کو بدلنا اور بیچنا		
۷۴۷۰	استبدال وقف.....	۲۱	۱۱۳
۷۴۷۱	تتمہ سوال بالا.....	۲۱	۱۱۸
۷۴۷۲	جواب تتمہ.....	۲۱	۱۱۸
۷۴۷۳	استبدال وقف.....	۲۱	۱۱۹
۷۴۷۴	وقف کو بدلنا.....	۲۱	۱۱۹
۷۴۷۵	استبدال وقف.....	۲۱	۱۲۱
۷۴۷۶	مسجد کی موقوفہ زمین کو بدلنا.....	۲۱	۱۲۲
۷۴۷۷	مسجد کی زمین پر عیدگاہ.....	۲۱	۱۲۳
۷۴۷۸	مسجد کے نام وقف زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کرنا.....	۲۱	۱۲۴
۷۴۷۹	فیض عام کے لئے وقف شدہ زمین کو مسجد کے لئے منتقل کرنا.....	۲۱	۱۲۵
۷۴۸۰	مدرسہ مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا.....	۲۱	۱۲۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۴۸۱	مسجد یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین میں اسکول یا قبرستان بنانا.....	۲۱	۱۲۶
۷۴۸۲	مسجد کو عیدگاہ بنانا.....	۲۱	۱۲۸
۷۴۸۳	مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا.....	۲۱	۱۳۰
۷۴۸۴	مسجد کے لئے وقف کردہ شئ کا رد وبدل کرنا.....	۲۱	۱۳۱
۷۴۸۵	مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا.....	۲۱	۱۳۲
۷۴۸۶	پرانی مسجد کو مدرسہ بنا لینا.....	۲۱	۱۳۳
۷۴۸۷	غیر آباد مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کا تبادلہ.....	۲۱	۱۳۳
۷۴۸۸	جس زمین کو مسجد بنانیکی وصیت کی گئی ہے اسکو دوسرے مقصد میں استعمال کرنا	۲۱	۱۳۵
۷۴۸۹	مسجد کے لئے وقف زمین کو فروخت کر کے مدرسہ میں لگانا.....	۲۱	۱۳۶
۷۴۹۰	کسی نے مسجد کی زمین غصب کر کے اسپر تعمیر کر لی اسکے عوض زمین لینا مسجد کیلئے کیسا ہے؟	۲۱	۱۳۶
۷۴۹۱	جو زمین مزار کے لئے وقف ہے اس کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا.....	۲۱	۱۳۷
۷۴۹۲	ایضاً.....	۲۱	۱۳۸
۷۴۹۳	وقف زمین پر اسکول کی تعمیر.....	۲۱	۱۳۸
۷۴۹۴	وقف ویران شدہ کنواں دے کر اس کے عوض میں کنواں بنوانا.....	۲۱	۱۳۹
۷۴۹۵	دوسری جائیداد خریدنے کے لئے موقوفہ جائیداد فروخت کرنا.....	۲۱	۱۴۰
۷۴۹۶	ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ صرف کرنا.....	۲۱	۱۴۱
۷۴۹۷	جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو مسجد یا اور کسی کار خیر کیلئے وقف کرنا	۲۱	۱۴۲
۷۴۹۸	ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۲۱	۱۴۴
۷۴۹۹	ایک وقف کو دوسری جگہ خرچ کرنا.....	۲۱	۱۴۵
۷۵۰۰	آمدنی کم ہونے کی وجہ سے وقف کی زمین فروخت کرنا.....	۲۱	۱۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۵۰۱	آمدنی کم ہونے پر مکان موقوفہ کی بیع.....	۲۱	۱۴۶
۷۵۰۲	بیر موقوفہ کا سامان نئی تعمیر میں.....	۲۱	۱۴۷
۷۵۰۳	مسجد کے روپیہ عیدگاہ میں لگانا یا بالعکس.....	۲۱	۱۴۸
۷۵۰۴	مسجد کے وقف مکان کی بیع.....	۲۱	۱۴۹
۷۵۰۵	وقف کے مصارف اور اس کی بیع.....	۲۱	۱۵۰
۷۵۰۶	موقوفہ زمین کی بیع.....	۲۱	۱۵۰
۷۵۰۷	بیع بشرط اقالہ اور وقف کی بیع.....	۲۱	۱۵۲
۷۵۰۸	وقف مشاع کی بیع، مسجد کے تیل کی بیع.....	۲۱	۱۵۵
۷۵۰۹	عیدگاہ کے روپئے سے اسپتال جاری کرنا.....	۲۱	۱۵۶
۷۵۱۰	موقوفہ زمین میں درخت لگانا پھر زیادہ آمدنی کیلئے انکو کٹوا کر وہاں کھیتی کرنا	۲۱	۱۵۷
	☆..... باب سوم .....☆		
	تولیت وقف		
۷۵۱۱	متولی کس کو کہتے ہیں.....	۲۱	۱۵۹
۷۵۱۲	متولی کے فرائض.....	۲۱	۱۵۹
۷۵۱۳	متولی کی ذمہ داریاں.....	۲۱	۱۶۰
۷۵۱۴	متولی کے اختیارات.....	۲۱	۱۶۱
۷۵۱۵	متولی وقف کیسا ہونا چاہئے.....	۲۱	۱۶۲
۷۵۱۶	مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہئے.....	۲۱	۱۶۳
۷۵۱۷	مسجد کا متولی کیسا ہو.....	۲۱	۱۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۵۱۸	مسجد کے لئے متولی تجویز کرنا.....	۲۱	۱۶۴
۷۵۱۹	تولیت وقف کی تعیین.....	۲۱	۱۶۶
۷۵۲۰	کیا وقف کا متولی خود واقف ہوسکتا ہے.....	۲۱	۱۶۹
۷۵۲۱	حق تولیت کی تقسیم.....	۲۱	۱۷۰
۷۵۲۲	بے نمازی کا متولی مسجد ہونا.....	۲۱	۱۷۱
۷۵۲۳	متولی کا قوم واقف سے ہونا.....	۲۱	۱۷۲
۷۵۲۴	زبانی وقف اور خاندان واقف کا متولی ہونا جبکہ انمیں صلاحیت ہو.....	۲۱	۱۷۳
۷۵۲۵	بانی کے اہل خاندان تولیت کے زیادہ حق دار ہیں.....	۲۱	۱۷۴
۷۵۲۶	مسجد کی تولیت میں وراثت.....	۲۱	۱۷۴
۷۵۲۷	تبدیلیٔ تولیت.....	۲۱	۱۷۶
۷۵۲۸	بریلوی کی مسجد کا متولی دیوبندی ہوتو کیا کرے.....	۲۱	۱۷۷
۷۵۲۹	متولی مسجد اگر غافل یا خائن ہوتو کیا کیا جائے.....	۲۱	۱۷۸
۷۵۳۰	متولیان کی علیحدگی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر.....	۲۱	۱۷۹
۷۵۳۱	متولی مسجد اگر مسجد کا انتظام نہ کرے تو اسکی برطرفی.....	۲۱	۱۸۰
۷۵۳۲	جو متولی اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اس کا حکم.....	۲۱	۱۸۱
۷۵۳۳	جو متولی وقف کو فروخت کرے وہ مستحق عزل ہے.....	۲۱	۱۸۲
۷۵۳۴	جو متولی وقف کی خدمت نہ کرے اسکو معزول کرنا.....	۲۱	۱۸۳
۷۵۳۵	متولی حساب نہیں دیتا تو تولیت سے الگ کرنا اور اسکے پیچھے نماز کا حکم.....	۲۱	۱۸۴
۷۵۳۶	حساب نہ کرانے کیوجہ سے بجائے متولی کے چندہ فنڈ میں جمع کرنا.....	۲۱	۱۸۵
۷۵۳۷	متولی کا شرائط واقف کے خلاف عمل.....	۲۱	۱۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۵۳۸	بلا وجہ متولی کو ہٹانا.....	۲۱	۱۸۸
۷۵۳۹	ذاتی مسجد میں متولی کا حال.....	۲۱	۱۹۰
۷۵۴۰	ایک متولی کے مظالم.....	۲۱	۱۹۰
۷۵۴۱	جدید متولی کا امام کو پریشان کرنا.....	۲۱	۱۹۷
۷۵۴۲	مسجد پر متولی کا دعویٰ ملکیت.....	۲۱	۱۹۸
۷۵۴۳	متولی کا اپنے آپ کو رجسٹری کرالینا.....	۲۱	۱۹۹
۷۵۴۴	متولی کا وقف کی آمدنی کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا.....	۲۱	۲۰۰
۷۵۴۵	کمیٹی کے ایک آدمی کا تنہا مسجد میں تصرف.....	۲۱	۲۰۲
۷۵۴۶	واقف نے تولیت کیلئے کسی کو متعین کردیا تو اسکے خلاف کرنا.....	۲۱	۲۰۳
۷۵۴۷	غیر مسلم کو درگاہ ومسجد کا متولی بنانا.....	۲۱	۲۰۴
۷۵۴۸	مؤذن اور امام مقرر کرنے کا حق کس کو ہے.....	۲۱	۲۰۵
۷۵۴۹	بانی مسجد امام کے تقرر کا زیادہ حق دار ہے.....	۲۱	۲۱۱
۷۵۵۰	اوقات نماز متولی تبدیل کرے یا امام.....	۲۱	۲۱۲
۷۵۵۱	بغیر اجازت متولی امامت.....	۲۱	۲۱۳
۷۵۵۲	مرمت مسجد بلا اذن متولی.....	۲۱	۲۱۳
۷۵۵۳	بغیر اجازت متولی مسجد میں رہنا.....	۲۱	۲۱۴
۷۵۵۴	بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا.....	۲۱	۲۱۴
۷۵۵۵	شیعہ صاحبان اپنی مسجد سنیوں کو دیں تو قدیم شیعہ منتظم کے ہاتھ سے انتظام لے لینا	۲۱	۲۱۶
۷۵۵۶	اولاد واقف کو انتظام میں دخل دینے کا حق.....	۲۱	۲۱۷
۷۵۵۷	متولی وامام میں ترک سلام وکلام بڑی محرومی ہے.....	۲۱	۲۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۵۵۸	ضعیف امام صاحب کو نماز جنازہ کے لئے سواری میں لے جانا.....	۲۱	۲۱۹
	☆..... **باب چہارم** .....☆		
	مصارفِ وقف		
۷۵۵۹	وقف کی جہات.....	۲۱	۲۲۱
۷۵۶۰	وقف درگاہ حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم شرط الواقف الخ.....	۲۱	۲۲۲
۷۵۶۱	وقف علی اللہ میں سے کچھ حصہ حق الخدمت کے لئے مقرر کرنا.....	۲۱	۲۲۵
۷۵۶۲	زید نے جس کام کیلئے روپیہ دیا ہے اس کو اسی کام میں صرف کرنا چاہئے	۲۱	۲۲۶
۷۵۶۳	مزارات کے نام وقف شدہ آمدنی اور اس پر چڑھاوے کا مصرف.....	۲۱	۲۲۶
۷۵۶۴	مزار کی حفاظت کا طریقہ اور اس کے محافظ کا وظیفہ.....	۲۱	۲۲۸
۷۵۶۵	وقف سے تنخواہ.....	۲۱	۲۲۹
۷۵۶۶	وقف کی آمدنی کو غیر وقف میں خرچ کرنا.....	۲۱	۲۳۱
۷۵۶۷	وقف مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اولاد پر.....	۲۱	۲۳۱
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	مسجد کے احکام		
۷۵۶۸	مسجد کبیر کی تعریف.....	۲۱	۲۳۴
۷۵۶۹	مسجد صغیر اور کبیر.....	۲۱	۲۳۴
۷۵۷۰	حدِ مسجد.....	۲۱	۲۳۵
۷۵۷۱	مسجد صغیر اور کبیر کی حد اور نمازی کے سامنے سے گذرنا.....	۲۱	۲۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۵۷۲	مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا.....	۲۱	۲۳۶
۷۵۷۳	مسجد کی بنیاد رکھنے سے حکم مسجد.....	۲۱	۲۳۸
۷۵۷۴	کیا بنیاد رکھنے سے مسجد کا حکم ہوجائے گا؟.....	۲۱	۲۴۰
۷۵۷۵	مسجد کیسے بن جاتی ہے.....	۲۱	۲۴۱
۷۵۷۶	ایک مکان شرعی مسجد کب بن جاتا ہے.....	۲۱	۲۴۲
۷۵۷۷	مسجد کے لئے زمین دی اس میں تعمیر شروع ہوگئی اب وہی معطی شخص زمین	۲۱	
	واپس لے اور اس کی جگہ دوسری زمین دے تو کیا حکم ہے.....	۲۱	۲۴۳
۷۵۷۸	بغیر صریح وقف کے اذان و جماعت کی اجازت سے بھی مسجد بن جاتی ہے	۲۱	۲۴۴
۷۵۷۹	اذان و جماعت کی اجازت سے اس جگہ کا مسجد بن جانا.....	۲۱	۲۴۵
۷۵۸۰	جب مالک کی اجازت سے اذان و جماعت ہونے لگی پس وہ مسجد بن گئی	۲۱	۲۴۶
۷۵۸۱	ہوسٹل کے کمرے توڑ کر مسجد بنا لینے سے وہ شرعی مسجد نہیں.....	۲۱	۲۴۸
۷۵۸۲	عارضی ضرورت کے لیے بنی مسجد کو شرعی مسجد کا حکم نہیں.....	۲۱	۲۴۹
۷۵۸۳	مسجد میں آتش زدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی.....	۲۱	۲۵۱
۷۵۸۴	غیر موقوفہ زمین سے مسجد ہٹا کر وہاں بیٹھک بنانا.....	۲۱	۲۵۳
۷۵۸۵	مسجد کے بارے میں کس کا قول معتبر ہے؟.....	۲۱	۲۵۵
۷۵۸۶	گیلری کیا داخل مسجد ہے یا خارج.....	۲۱	۲۵۶
۷۵۸۷	مسجد کے وضو خانہ اور استنجاء خانہ کی چھت کا حکم.....	۲۱	۲۵۷
۷۵۸۸	صحن مسجد سے متصل قبروں کا حکم.....	۲۱	۲۵۸
۷۵۸۹	مسجد میں نماز سے روکنے پر بھی نماز پڑھنے والے کو ثواب ہے.....	۲۱	۲۵۹
۷۵۹۰	مسجد کا نام مسجد حرم رکھنا.....	۲۱	۲۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل اول:- مسجد کی بناء وتعمیر		
۷۵۹۱	بانیٔ مسجد کون ہے؟	۲۱	۲۶۱
۷۵۹۲	مسجد کی بانی کی طرف نسبت	۲۱	۲۶۱
۷۵۹۳	گھر کو مسجد بنادینا	۲۱	۲۶۲
۷۵۹۴	مسجد کے لئے دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا	۲۱	۲۶۴
۷۵۹۵	مالک کی اجازت سے اس کی زمین میں مسجد بنانا	۲۱	۲۶۵
۷۵۹۶	حکومت کی دی ہوئی زمین پر مسجد کی تعمیر	۲۱	۲۶۶
۷۵۹۷	غیر مسلم سے مسجد ومدرسے کی بنیاد رکھوانا	۲۱	۲۶۷
۷۵۹۸	سابقہ غلط بنیاد پر مسجد تعمیر نہ کی جائے	۲۱	۲۶۷
۷۵۹۹	سڑک پر مسجد کی ڈاٹ اور دو منزلہ مسجد	۲۱	۲۷۰
۷۶۰۰	مسجد تعمیر کرنے والوں میں اختلاف ہوتو کیا کیا جائے	۲۱	۲۷۱
۷۶۰۱	اختلاف مکتب فکر کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا	۲۱	۲۷۲
۷۶۰۲	عاشورہ خانہ کو مسجد بنانا	۲۱	۲۷۳
	فصل دوم:- مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا		
۷۶۰۳	مسجد کو منتقل کرنا	۲۱	۲۷۴
۷۶۰۴	مسجد کو منتقل کرنا	۲۱	۲۷۶
۷۶۰۵	مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا	۲۱	۲۷۷
۷۶۰۶	مسجد کا تبادلہ	۲۱	۲۷۸
۷۶۰۷	مسجد کا تبادلہ مسجد سے	۲۱	۲۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۰۸	پرانی مسجد کو نئی مسجد کی طرف منتقل کرنا.....	۲۱	۲۷۹
۷۶۰۹	پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہو تو اسکی اینٹ وغیرہ سے دوسری مسجد تعمیر کرانا	۲۱	۲۸۱
۷۶۱۰	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۱	۲۸۱
۷۶۱۱	نقشہ اوقات نماز ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل کرنا.....	۲۱	۲۸۲
۷۶۱۲	مسجد کے پرانے سامان کا مصرف.....	۲۱	۲۸۳
۷۶۱۳	غیر آباد مسجد کی بنیاد کا مصرف.....	۲۱	۲۸۵
۷۶۱۴	چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں لے جانا.....	۲۱	۲۸۵
۷۶۱۵	ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا.....	۲۱	۲۸۶
۷۶۱۶	دریا برد گاؤں کی مسجد کا سامان کس مسجد میں استعمال کیا جائے؟.....	۲۱	۲۸۷
۷۶۱۷	وقف کا پنکھا دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۱	۲۸۸
۷۶۱۸	مسجد کی چیز مدرسہ کے لئے اور مدرسہ کی چیز مسجد کے لئے استعمال کرنا.....	۲۱	۲۸۹
۷۶۱۹	غیر آباد مسجد کا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں لگانا.....	۲۱	۲۸۹
۷۶۲۰	مسجد غیر آباد ہو جائے تو اس پر وقف زمین کی آمدنی کا حکم.....	۲۱	۲۹۱
۷۶۲۱	نئی مسجد بنانے کے بعد پرانی مسجد اور اس کے وقف کا حکم.....	۲۱	۲۹۲
۷۶۲۲	حویلی کی مسجد اور اس کے لیے خریدے ہوئے سامان کا حکم.....	۲۱	۲۹۳
۷۲۳	ایک مسجد شہید کرنیکے بعد دوسری جگہ منبر وغیرہ منتقل کر دیا گیا اسمیں جماعت ہونے لگی اسمیں اعتکاف کا حکم.....	۲۱ ۲۱	 ۲۹۴
۷۶۲۴	پرانی مسجد کا سامان اپنی بلڈنگ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں.....	۲۱	۲۹۵
۷۲۵	**مسجد کا کوئی حصہ قوالی وغیرہ کیلئے خالی کرنا یا اپنی ملک قرار دینا اور اسکے عوض دوسری جگہ دینا**	۲۱	۲۹۶
۷۶۲۶	مسجد کے قرآن کا حکم.....	۲۱	۲۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۲۷	مسجد کے قرآن پاک وغیرہ مدرسہ میں استعمال کرنا.....	۲۱	۳۰۰
۷۶۲۸	مسجد کا قرآن گھر لے آنا اور قیمت ادا کرنا.....	۲۱	۳۰۰
۷۶۲۹	مسجد کا قرآن دوسری جگہ لیجانا.....	۲۱	۳۰۲
	فصل سوم:- مسجد ضرار		
۷۶۳۰	مسجد ضرار.....	۲۱	۳۰۳
۷۶۳۱	نئی مسجد مسجد ضرار نہیں.....	۲۱	۳۰۵
۷۶۳۲	مسجد ضرار کی ایک صورت.....	۲۱	۳۰۷
۷۶۳۳	نزاع سے بچنے کے لئے دوسری مسجد بنانا کیا وہ مسجد ضرار ہے.....	۲۱	۳۰۹
۷۶۳۴	اپنی مملوکہ زمین میں نماز باجماعت ادا کرنے سے کیا وہ مسجد ضرار ہے.....	۲۱	۳۱۰
۷۶۳۵	مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد ضرار کہنا.....	۲۱	۳۱۱
۷۶۳۶	بلا ضرورت دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۳۱۲
۷۶۳۷	بلا ضرورت دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۳۱۴
۷۶۳۸	خاندانی اعزاز کے لئے بلاضرورت مسجد بنانا.....	۲۱	۳۱۵
۷۶۳۹	بضرورت نئی مسجد بنانا.....	۲۱	۳۱۷
۷۶۴۰	نئی آبادی میں نئی مسجد بنانا.....	۲۱	۳۱۹
۷۶۴۱	ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۳۲۰
۷۶۴۲	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری بڑی مسجد بنانا.....	۲۱	۳۲۰
۷۶۴۳	دفع نزاع کے لئے دو مسجدیں بنانا.....	۲۱	۳۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۴۴	اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد مشترکہ زمین میں بنانا.....	۲۱	۳۲۲
۷۶۴۵	جدید مسجد بنانا جس سے قدیم مسجد کو نقصان پہونچے.....	۲۱	۳۲۳
۷۶۴۶	محلّہ میں مسجد تعمیر ہونے کے بعد نماز کہاں ادا کی جائے.....	۲۱	۳۲۵
۷۶۴۷	مسجد قدیم میں پنجوقتہ نماز ہو اور جمعہ کے لئے مستقل مسجد بنائی جائے۔.....	۲۱	۳۲۶
۷۶۴۸	ایک مسجد کی ضد پر دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۳۲۷
	فصل چہارم:- غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا		
۷۶۴۹	دوسرے کی زمین کو مسجد بنا لینا.....	۲۱	۳۲۹
۷۶۵۰	کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا.....	۲۱	۳۳۱
۷۶۵۱	ارض مغصوبہ میں مسجد ودوکانیں.....	۲۱	۳۳۲
۷۶۵۲	غیر وقف زمین میں مسجد بنانا.....	۲۱	۳۳۳
۷۶۵۳	سرکاری زمین پر مسجد بنانا.....	۲۱	۳۳۳
۷۶۵۴	سرکاری زمین پر مسجد.....	۲۱	۳۳۴
۷۶۵۵	سرکاری زمین میں مسجد بنانا.....	۲۱	۳۳۶
۷۶۵۶	سرکاری زمین میں مسجد.....	۲۱	۳۳۶
۷۶۵۷	ریاست کی حاصل کردہ زمین پر مسجد.....	۲۱	۳۳۷
۷۶۵۸	بلا اجازت وارث زمین پر مسجد بنانا.....	۲۱	۳۳۸
۷۶۵۹	افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات ودوکانیں بنانا.....	۲۱	۳۴۱
۷۶۶۰	دوسرے کا مکان مسجد کے دینے سے وہ مسجد کا نہیں ہوجاتا.....	۲۱	۳۴۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل پنجم:- پرانی مسجد کے احکام		
۷۶۶۱	پرانی مسجد کو گرانا.....	۲۱	۳۴۳
۷۶۶۲	پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیر کرنا.....	۲۱	۳۴۳
۷۶۶۳	پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد بنانا.....	۲۱	۳۴۵
۷۶۶۴	پرانی مسجد کو گرا کر نئی مضبوط مسجد تعمیر کرنا.....	۲۱	۳۴۷
۷۶۶۵	قدیم مسجد کو منہدم کرنا.....	۲۱	۳۴۸
۷۶۶۶	پرانی مسجد کو آباد کرنا.....	۲۱	۳۴۹
۷۶۶۷	پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا.....	۲۱	۳۵۰
۷۶۶۸	پرانی مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا.....	۲۱	۳۵۱
۷۶۶۹	مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۳۵۲
۷۶۷۰	پرانی مسجد کی اینٹیں، پتھر جوتے رکھنے کی جگہ لگانا.....	۲۱	۳۵۳
۷۶۷۱	نئی مسجد اور پرانی مسجد میں نماز.....	۲۱	۳۵۴
	فصل ششم:- توسیع مسجد کے احکام		
۷۶۷۲	مسجد کی توسیع.....	۲۱	۳۵۶
۷۶۷۳	توسیع مسجد کی ایک صورت.....	۲۱	۳۵۷
۷۶۷۴	مسجد کی تنگی کی وجہ سے توسیع.....	۲۱	۳۵۹
۷۶۷۵	مسجد کی توسیع چاروں طرف سے.....	۲۱	۳۶۰
۷۶۷۶	توسیع مسجد کے لئے پڑوسی کی زمین لینا.....	۲۱	۳۶۰
۷۶۷۷	توسیع مسجد کے لئے برآمدے کو مسجد میں داخل کرنا.....	۲۱	۳۶۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۷۸	مسجد کے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا.....	۲۱	۳۶۲
۷۶۷۹	مسجد کے قریب کی جگہ کو مسجد کے لئے لینا.....	۲۱	۳۶۳
۷۶۸۰	ضرورت مسجد کے لئے صحن کے درخت کاٹ دینا.....	۲۱	۳۶۵
۷۶۸۱	مسجد کے صحن میں توسیع کے لئے قبر کو داخل مسجد کرنا.....	۲۱	۳۶۶
۷۶۸۲	مسجد میں قبریں شامل کرنا.....	۲۱	۳۶۷
۷۶۸۳	مزار توڑ کر مسجد میں شامل کرنا.....	۲۱	۳۶۸
۷۶۸۴	مسجد سے متصل قبروں کو مسجد میں شامل کرنا.....	۲۱	۳۶۹
۷۶۸۵	راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں داخل کرنا.....	۲۱	۳۷۰
۷۶۸۶	کچھ راستہ مسجد میں لینا.....	۲۱	۳۷۰
۷۶۸۷	امام باڑہ مسجد کے لئے دیدیا اس سے مسجد کی توسیع کرائی گئی وہاں نماز کا حکم	۲۱	۳۷۱
۷۶۸۸	سڑک کی توسیع میں مسجد کا نصف حصہ دیدینا.....	۲۱	۳۷۲
	فصل ہفتم:- محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم		
۷۶۸۹	مسجد میں محراب کا حکم.....	۲۱	۳۷۵
۷۶۹۰	محراب بنانے میں انہدام مسجد کا خطرہ ہے تو کیا کرے.....	۲۱	۳۷۶
۷۶۹۱	دیوار پشت اور درمیان محراب کا حکم.....	۲۱	۳۷۷
۷۶۹۲	مسجد میں مینار محراب اور طاق بنانا.....	۲۱	۳۷۷
۷۶۹۳	منبر کا مقام اور اس کی کیفیت.....	۲۱	۳۷۸
۷۶۹۴	محراب مسجد بھی مسجد میں داخل ہے.....	۲۱	۳۸۱
۷۶۹۵	محراب مسجد کو منتقل کرنا.....	۲۱	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۶۹۶	مسجد میں مینار.....	۲۱	۳۸۲
۷۶۹۷	کیا مسجد کا مسجد ہونا مینار پر موقوف ہے.....	۲۱	۳۸۳
۷۶۹۸	عمدہ مینار ہوتے ہوئے نئے مینار بنانا.....	۲۱	۳۸۴
۷۶۹۹	مسجد کے مینار کا دعا کرنا.....	۲۱	۳۸۵
	فصل ہشتم:- مسجد میں نقش ونگار		
۷۷۰۰	جدار مسجد میں نقش ونگار.....	۲۱	۳۸۶
۷۷۰۱	مسجد میں نقش ونگار کے متعلق عبارت.....	۲۱	۳۸۷
۷۷۰۲	نقش ونگار مسجد کے مال سے.....	۲۱	۳۸۸
۷۷۰۳	مسجد کے منارہ کو کئی رنگوں سے رنگنا.....	۲۱	۳۸۹
۷۷۰۴	مسجد کی زیبائش کے لئے روپیہ خرچ کرنا.....	۲۱	۳۹۰
۷۷۰۵	مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا اور ایک دوسرے کو سخت لفظ بولنا.....	۲۱	۳۹۱
۷۷۰۶	محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ.....	۲۱	۳۹۲
۷۷۰۷	دیوار مسجد میں آیات قرآنی وغیرہ لکھنا.....	۲۱	۳۹۳
۷۷۰۸	مسجد کے محراب میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استیلام.....	۲۱	۳۹۳
۷۷۰۹	محراب سے اس طغریٰ کو ہٹانا.....	۲۱	۳۹۴
۷۷۱۰	مسجد میں کعبہ ومسجد نبویؐ کا فوٹو لٹکانا.....	۲۱	۳۹۶
۷۷۱۱	مدینہ کا فوٹو اور اسکی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا.....	۲۱	۳۹۷
۷۷۱۲	تعمیر مسجد کی تاریخ کندہ کرا کے مسجد میں لگانا.....	۲۱	۳۹۸
۷۷۱۳	نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگوانا.....	۲۱	۳۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۱۴	مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا اور اپنے لئے دعا کرانا اور اپنا نام لکھنا.....	۲۱	۳۹۹
۷۷۱۵	چندہ سے تعمیر شدہ مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگانا.....	۲۱	۴۰۱
	فصل نہم:- مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف		
۷۷۱۶	مسجد کے اندر بنے کمرہ میں دفتر وغیرہ.....	۲۱	۴۰۳
۷۷۱۷	تعمیر جدید کے وقت اگر مسجد کا کچھ حصہ دیوار میں آجائے.....	۲۱	۴۰۳
۷۷۱۸	مسجد کی تعمیر کنکریٹ کے ذریعے.....	۲۱	۴۰۴
۷۷۱۹	مسجد پر غیر شرعی قبضہ.....	۲۱	۴۰۵
۷۷۲۰	مسجد کے کچھ حصہ میں متولی کی قبر بنانا.....	۲۱	۴۰۸
۷۷۲۱	مسجد میں ادھار لگائی ہوئی اینٹوں کی واپسی.....	۲۱	۴۱۱
۷۷۲۲	پرنالہ دوسری جگہ میں اور مسجد کی دیوار میں ایسا تصرف جس سے کسی کی بے پردگی ہو	۲۱	۴۱۱
۷۷۲۳	مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر.....	۲۱	۴۱۴
۷۷۲۴	مسجد کا کچھ حصہ چھوڑ دینا.....	۲۱	۴۱۵
۷۷۲۵	مسجد میں وضو کی جگہ بنانا.....	۲۱	۴۱۶
۷۷۲۶	ضرورت مسجد کے لئے غسل خانوں کو باہر منتقل کرنا.....	۲۱	۴۱۷
۷۷۲۷	مسجد کی زمین پر مالکانہ قبضہ.....	۲۱	۴۱۸
۷۷۲۸	مسجد کے پلاٹ پر ناجائز قبضہ.....	۲۱	۴۱۹
۷۷۲۹	حجرۂ امام کا گاٹر جدار مسجد پر.....	۲۱	۴۲۰
۷۷۳۰	مسجد کے بالائی حصہ پر امام صاحب کا کمرہ.....	۲۱	۴۲۱
۷۷۳۱	مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا.....	۲۱	۴۲۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۳۲	مسجد کی زمین میں امام کا حجرہ بنانا.....	۲۱	۴۲۳
۷۷۳۳	مسجد کی موقوفہ زمین پر دوسری مسجد بنانا.....	۲۱	۴۲۳
۷۷۳۴	نیچے مسجد اوپر رہائش گاہ.....	۲۱	۴۲۵
۷۷۳۵	مسجد کی خالی جگہ میں دوکان بنانا.....	۲۱	۴۲۶
۷۷۳۶	نیچے دوکان اوپر مسجد.....	۲۱	۴۲۷
۷۷۳۷	مسجد کی جگہ میں دوکان بنانا اور ایک دوکان سے دوسرے دوکان میں اقتداء کرنا	۲۱	۴۲۹
۷۷۳۸	مسجد کے نیچے دوکانیں.....	۲۱	۴۳۰
۷۷۳۹	نیچے دوکانیں اوپر مسجد.....	۲۱	۴۳۱
۷۷۴۰	مسجد کی دوکانوں کی چھت پر مکانات کی تعمیر کرایہ پر چلانے کیلئے.....	۲۱	۴۳۳
۷۷۴۱	دیوار مسجد میں دوکان کی الماری بنانا.....	۲۱	۴۳۳
۷۷۴۲	مسجد کے قریب غیر مملوکہ زمین میں مصالح مسجد کے لئے دوکان وغیرہ بنانا	۲۱	۴۳۴
۷۷۴۳	حفاظت وبقائے مسجد کے لئے صحن مسجد میں دوکانیں بنانا.....	۲۱	۴۳۵
۷۷۴۴	بڑی چوڑی مسجد کی صفوف کو پنجگانہ نماز میں دائیں بائیں سے کم کرنا.....	۲۱	۴۳۷
۷۷۴۵	مسجد میں مکان یا حجرہ بنانا مسجد کی دیوار پر کڑی یا گاٹر رکھنا.....	۲۱	۴۳۹
۷۷۴۶	مسجد کی مائک کی حفاظت کے کیلئے حجرہ بنانا.....	۲۱	۴۳۹
۷۷۴۷	مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کے لئے الماری بنوانا.....	۲۱	۴۴۰
۷۷۴۸	مسجد کمیٹی کی ناخوشی کے باوجود زبردستی قبضہ اور عمارت بنانا.....	۲۱	۴۴۱
۷۷۴۹	مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ اور رہائشی مکان.....	۲۱	۴۴۲
۷۷۵۰	مدرسہ کا کچھ سامان کڑی وغیرہ مسجد کی چھت پر رکھنا.....	۲۱	۴۴۲
۷۷۵۱	غیر آباد مسجد کو محفوظ کرنے کی صورت.....	۲۱	۴۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۵۲	نئی تعمیر میں مسجد کا فرش اونچا رکھ کر نیچے تہہ خانہ بنادیا تو نماز کہاں پڑھی جائے	۲۱	۴۴۴
۷۷۵۳	مدرسہ والونکی آنے جانیکی سہولت کیلئے مسجد کی مغربی دیوار میں دروازے بنانا	۲۱	۴۴۸
۷۷۵۴	مسجد میں مکان کا دروازہ کھولنا.....	۲۱	۴۴۹
۷۷۵۵	مسجد کی دوبارہ تعمیر کے وقت مسجد کا کچھ حصہ تعمیر میں شامل کیا.....	۲۱	۴۵۰
۷۷۵۶	صحن مسجد میں کنواں بنانا.....	۲۱	۴۵۲
۷۷۵۷	مسجد میں کنواں بنانا.....	۲۱	۴۵۴
۷۷۵۸	دیوار مسجد کی مرمت.....	۲۱	۴۵۵
۷۷۵۹	مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا.....	۲۱	۴۵۵
۷۷۶۰	مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا.....	۲۱	۴۵۷
۷۷۶۱	احاطۂ مسجد میں طہارت خانہ بنانا درست ہے.....	۲۱	۴۵۸
۷۷۶۲	مسجد سے متصل بیت الخلاء.....	۲۱	۴۶۱
۷۷۶۳	مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا.....	۲۱	۴۶۲
۷۷۶۴	مسجد سے متعلق بیت الخلاء بنانا.....	۲۱	۴۶۲
۷۷۶۵	مسجد سے متعلق جگہ میں بیت الخلاء بنانا.....	۲۱	۴۶۴
۷۷۶۶	پیشاب خانے اور بیت الخلاء کے اوپر مسجد کا گنبد بنانا.....	۲۱	۴۶۵
	فصل دھم:- مسجد اور اسکے سامان کو بیچنا		
۷۷۶۷	مسجد کی موقوفہ زمین کی بیع کرنا.....	۲۱	۴۶۷
۷۷۶۸	غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا.....	۲۱	۴۶۸
۷۷۶۹	غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا.....	۲۱	۴۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۷۰	مسجد کے لئے وقف قطعۂ زمین کو فروخت کرنا.....	۲۱	۴۷۱
۷۷۷۱	زیادہ آمدنی کی توقع پر مسجد کی زمین فروخت کرنا.....	۲۱	۴۷۱
۷۷۷۲	مصالح مسجد کے لئے دی گئی زمین کو فروخت کرنا.....	۲۱	۴۷۳
۷۷۷۳	وقف مسجد کا فروخت کرنا.....	۲۱	۴۷۴
۷۷۷۴	فقیروں کی دی ہوئی مسجد کی بیع وغیرہ.....	۲۱	۴۷۵
۷۷۷۵	مسجد کی اینٹوں کا فروخت کرنا.....	۲۱	۴۷۸
۷۷۷۶	فرش مسجد کے ملبہ کا نیلام اور استعمال.....	۲۱	۴۷۹
۷۷۷۷	اراضی مسجد پر کاشتکاروں کے قبضہ کے اندیشہ سے انکو فروخت کرکے اس رقم سے ذریعہ آمدنی بنانا	۲۱	۴۷۹
۷۷۷۸	پرانی مسجد توڑ کر اس کا سامان نئی مسجد میں لگانا یا فروخت کرنا.....	۲۱	۴۸۱
۷۷۷۹	سامان مسجد کا فروخت کرنا.....	۲۱	۴۸۲
۷۷۸۰	مسجد کا سامان فروخت کرنا.....	۲۱	۴۸۲
۷۷۸۱	ایک مسجد کی زائد اینٹین خرید کر دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۱	۴۸۳
۷۷۸۲	پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں کیا اسکو فروخت کرنا درست ہے	۲۱	۴۸۴
۷۷۸۳	پرانی مسجد کے سامان کو فروخت کرنا اور حجرۂ امام میں صرف کرنا.....	۲۱	۴۸۴
۷۷۸۴	فرش مسجد کے پرانے ٹائیل فروخت کرکے قیمت مسجد میں صرف کرنا یا اپنے گھر کیلئے خریدنا	۲۱	۴۸۶
۷۷۸۵	مسجد کی لکڑی وغیرہ فروخت کرکے ضروریات میں خرچ کرنا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا	۲۱	۴۸۷
۷۷۸۶	مسجد کے کنویں کا جنگلہ فروخت کرکے مسجد کا کواڑ بنوانا.....	۲۱	۴۸۸
۷۷۸۷	انہدام مسجد پر اس کی اشیاء کی بیع.....	۲۱	۴۸۹
۷۷۸۸	انقاض مسجد کا حکم.....	۲۱	۴۹۰
۷۷۸۹	انقاض مسجد کی بیع.....	۲۱	۴۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۷۹۰	مسجد کے درخت کا پھل فروخت کرنا.....	۲۱	۴۹۲
۷۷۹۱	مسجد کا تیل وغیرہ فروخت کرنا.....	۲۱	۴۹۲
۷۷۹۲	مسجد کے تیل کو فروخت کرنا.....	۲۱	۴۹۳
۷۷۹۳	مسجد میں دی ہوئی اشیاء کو بار بار نیلام کرنا.....	۲۱	۴۹۴
۷۷۹۴	ویران ہوجانے کے بعد مسجد کا حکم.....	۲۱	۴۹۵
۷۷۹۵	مسجد ویران ہونے پر اس کی جائیداد وسامان کا حکم ومسجد کو قصداً ویران کرنا	۲۱	۴۹۵
۷۷۹۶	مسجد کی نیت سے چھوڑی زمین میں تصرف کا حکم.....	۲۱	۵۰۳
۷۷۹۷	بلا وقف مسجد کو دی گئی جائیداد فروخت ہوسکتی ہے.....	۲۱	۵۰۴
۷۷۹۸	مسجد کی زمین میں تعمیر کرلی تو وہ کس کی ہے۔.....	۲۱	۵۰۵
	فصل یازدھم:- مسجد میں مدرسہ قائم کرنا		
۷۷۹۹	مسجد کو مدرسہ بنانا	۲۲	۲۸
۷۸۰۰	مسجد کے دالان میں مدرسہ.....	۲۲	۲۹
۷۸۰۱	مسجد کے دالانوں کو دفتر انجمن بنانا.....	۲۲	۲۹
۷۸۰۲	مسجد کی زمین میں اسکول قائم کرنا.....	۲۲	۳۰
۷۸۰۳	نیچے مدرسہ اوپر مسجد.....	۲۲	۳۱
۷۸۰۴	مسجد کی جگہ پر نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد.....	۲۲	۳۲
۷۸۰۵	مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے کی صورت.....	۲۲	۳۴
۷۸۰۶	مسجد کے ایک حصہ میں بچوں کی تعلیم.....	۲۲	۳۴
۷۸۰۷	صحن مسجد کو مدرسہ کے لئے لینا.....	۲۲	۳۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۸۰۸	مسجد سے متصل خالی جگہ پر مدرسہ قائم کرنا.....	۲۲	۳۷
۷۸۰۹	مسجد سے متصل اسکول بنانا.....	۲۲	۳۹
۷۸۱۰	مسجد کی جگہ کو مدرسہ کے لیے استعمال کرنا.....	۲۲	۴۰
۷۸۱۱	مسجد کے پیچھے مدرسہ بنانا.....	۲۲	۴۱
۷۸۱۲	مسجد میں تعلیم کے حدود.....	۲۲	۴۱
۷۸۱۳	تنخواہ لیکر مسجد میں تعلیم دینا.....	۲۲	۴۲
۷۸۱۴	مسجد میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا.....	۲۲	۴۳
۷۸۱۵	مخلوط تعلیم، مسجد میں دنیوی تعلیم، غیر شرعی لباس کے ساتھ مسجد میں تعلیم	۲۲	۴۵
۷۸۱۶	مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا.....	۲۲	۴۶
۷۸۱۷	مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا.....	۲۲	۴۷
۷۸۱۸	مسجد میں تعلیم صبیان.....	۲۲	۴۸
۷۸۱۹	مسجد میں غیر دینی تعلیم دینا.....	۲۲	۴۹
	فصل دوازدھم: مسجد میں مالِ حرام صرف کرنا		
۷۸۲۰	مال حرام مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۵۱
۷۸۲۱	مال حرام سے مسجد وکنواں اور مکان کی تعمیر.....	۲۲	۶۰
۷۸۲۲	مال غیر طیب سے تعمیر مسجد.....	۲۲	۶۲
۷۸۲۳	مال حرام سے بنائی ہوئی مسجد.....	۲۲	۶۳
۷۸۲۴	شراب کی آمدنی سے مسجد میں چندہ.....	۲۲	۶۵
۷۸۲۵	جائز آمدنی سے چندہ.....	۲۲	۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۸۲۶	مخلوط آمدنی سے مسجد میں چندہ.....	۲۲	۶۵
۷۸۲۷	ایضاً.....	۲۲	۶۶
۷۸۲۸	چوری کے مال سے چندہ.....	۲۲	۶۶
۷۸۲۹	شراب کی آمدنی سے چندہ.....	۲۲	۶۶
۷۸۳۰	مخلوط آمدنی والے کا چندہ مسجد میں.....	۲۲	۶۸
۷۸۳۱	حلال وحرام روپیہ سے بنی ہوئی مسجد میں نماز.....	۲۲	۶۸
۷۸۳۲	حلال حرام روپیہ سے خریدنے کے بعد پھر حلال مال سے خریدنے کا مسئلہ	۲۲	۶۸
۷۸۳۳	مالِ حرام سے دینی خدمت.....	۲۲	۶۹
۷۸۳۴	قوالی اوراس کی آمدنی مسجد میں دینا.....	۲۲	۷۰
۷۸۳۵	قوالی کے لئے جمع کیا گیا روپیہ مسجد میں.....	۲۲	۷۲
۷۸۳۶	مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں دینا.....	۲۲	۷۳
۷۸۳۷	ناجائز مال مسجد ومدرسہ میں دینا.....	۲۲	۷۴
۷۳۸	ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں.....	۲۲	۷۵
۷۳۹	سودی کاروبار کرنے والی سوسائٹی کا دیا ہوا روپیہ مسجد وامام وغیرہ کیلئے.....	۲۲	۷۵
۷۸۴۰	وصیت اور خواب کہ سود کا پیسہ مسجد میں دیا جائے.....	۲۲	۷۸
۷۸۴۱	سود کا پیسہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں لگانا.....	۲۲	۷۹
۷۸۴۲	سودی قرض پر لیا روپیہ مسجد کے ضمان میں دینا.....	۲۲	۸۱
۷۸۴۳	سودی قرض کا روپیہ مسجد میں.....	۲۲	۸۱
۷۸۴۴	مسجد تعمیر کے لئے سود پر قرض لینا.....	۲۲	۸۲
۷۸۴۵	مسجد کے لئے سودی قرض.....	۲۲	۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۸۴۶	تعمیر مکان کے لئے مسجد کمیٹی کا سود پر رقم لینا.....	۲۲	۸۴
۷۸۴۷	سود خور کو ترکہ میں ملی رقم مسجد میں لگانا.....	۲۲	۸۵
۷۸۴۸	قیمت شراب سے بنی ہوئی مسجد میں نماز.....	۲۲	۸۵
۷۸۴۹	شراب کا روپیہ مسجد میں لگ جائے تو کیا کیا جائے.....	۲۲	۸۶
۷۸۵۰	خنزیر کے بالوں سے برش بنانیکی اجرت کا پیسہ مسجد میں لگانا.....	۲۲	۸۷
۷۸۵۱	خنزیر کے بالونکے برش کی اجرت کا پیسہ مسجد میں دیا ہوا کیا واپس کیا جائیگا	۲۲	۸۸
۷۸۵۲	جس مسجد میں خنزیز کے بالوں کی اجرت کا پیسا لگا ہو اس میں نماز.....	۲۲	۸۸
۷۸۵۳	ساہوکار کا روپیہ مسجد میں	۲۲	۸۹
۷۸۵۴	مسجد کا بیمہ.....	۲۲	۸۹
۷۸۵۵	نقصان شدہ شئ کا ضمان مسجد میں دینا.....	۲۲	۹۰
۷۸۵۶	مالی جرمانہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۹۱
۷۵۷	بلیک مارکیٹنگ کرنے والے کا روپیہ مسجد میں.....	۲۲	۹۲
۷۸۵۸	جائداد مغصوبہ کو مسجد وغیرہ میں صرف کرنا.....	۲۲	۹۳
۷۸۵۹	سنیما کی آمدنی مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۲	۹۴
۷۸۶۰	واہب کی اولاد کا موہوب لہ کی اولاد سے شئ موہوب کو واپس لیکر مسجد میں دینا	۲۲	۹۵
۷۸۶۱	طوائف کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز.....	۲۲	۹۶
۷۸۶۲	رنڈی کا مسجد میں ٹین ڈلوانا.....	۲۲	۹۷
۷۸۶۳	فاحشہ کی دی ہوئی چیز کا مسجد میں استعمال.....	۲۲	۹۸
۷۸۶۴	فلم ایکٹر کی آمدنی مسجد و مدرسہ میں.....	۲۲	۱۰۰
۷۸۶۵	ایضاً.....	۲۲	۱۰۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۸۶۶	چوری کا سیمینٹ مسجد میں لگانا.....	۲۲	۱۰۱
۷۸۶۷	بلیک سے خریدے ہوئے سیمنٹ کا مسجد کے لئے استعمال.....	۲۲	۱۰۲
۷۸۶۸	قرض لیکر تعمیر مسجد میں رقم دی وہ حلال ہے.....	۲۲	۱۰۳
۷۸۶۹	زمین دارہ ختم ہوکر اس کا معاوضہ مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۰۴
۷۸۷۰	مہر کی رقم مسجد میں دیکر شوہر کے حصہ کی واپسی.....	۲۲	۱۰۵
۷۸۷۱	قاضی صاحب کا مقدمہ کے فریقین سے جو شخص جیت جائے اس سے روپیہ لینا اور پھر مسجد میں دینا	۲۲	۱۰۶
۷۸۷۲	بیعانہ مسجد میں لگانا.....	۲۲	۱۰۷
۷۸۷۳	لقطہ کا روپیہ مسجد میں لگانا.....	۲۲	۱۰۸
۷۸۷۴	توسیع مسجد کے لئے حکومت سے امداد.....	۲۲	۱۰۹
	فصل سیزدھم: مسجد میں کافر کا مال صرف کرنا		
۷۸۷۵	غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں، اور ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ الآیۃ کا مطلب	۲۲	۱۱۱
۷۸۷۶	غیر مسلم کا روپیہ تعمیر مسجد میں.....	۲۲	۱۱۵
۷۸۷۷	غیر مسلم کا پیسہ تعمیر مسجد میں.....	۲۲	۱۱۶
۷۸۷۸	غیر مسلم کا مسجد کی تعمیر کے لئے روپیہ دینا.....	۲۲	۱۱۷
۷۸۷۹	غیر مسلم کے مسجد تعمیر کرنے کا حکم.....	۲۲	۱۱۸
۷۸۸۰	غیر مسلم کا مسجد تعمیر کرنا.....	۲۲	۱۲۰
۷۸۸۱	ہندو مسلم کا مخلوط پیسہ تعمیر مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۱۲۱
۷۸۸۲	مسجد میں اہل ہنود کا روپیہ.....	۲۲	۱۲۲
۷۸۸۳	کفار کا روپیہ مسجد وعیدگاہ میں صرف کرنا.....	۲۲	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۸۸۴	کافر بے دین کا روپیہ جدید مسجد میں.....	۲۲	۱۲۴
۷۸۵	شیعہ اور پھرائیوں اور غیر مسلم کا روپیہ مسجد میں.....	۲۲	۱۲۵
۷۸۸۶	مسجد کے لئے غیر مسلم سے چندہ لینا.....	۲۲	۱۲۶
۷۸۸۷	غیر مسلم کا چندہ.....	۲۲	۱۲۷
۷۸۸۸	غیر مسلم کا مسجد کے لئے وقف کرنا.....	۲۲	۱۲۸
۷۸۸۹	غیر مسلم کی زمین سے مٹی لیکر مسجد میں لگانا.....	۲۲	۱۲۹
۷۸۹۰	ہندو کا مسجد میں لوٹے دینا.....	۲۲	۱۳۰
۷۸۹۱	ہندو کا مسجد میں افطاری دینا.....	۲۲	۱۳۰
	فصل چہاردھم		
	مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال کرنا		
۷۸۹۲	ایک مسجد کی آمدنی دیگر مساجد پر صرف کرنا.....	۲۲	۱۳۲
۷۸۹۳	مسجد کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا.....	۲۲	۱۳۳
۷۸۹۴	مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا.....	۲۲	۱۳۵
۷۸۹۵	مسجد کے لئے چندہ کرکے مدرسہ بنوانا.....	۲۲	۱۳۶
۷۸۹۶	آمدنی مسجد سے مکتب قائم کرنا.....	۲۲	۱۳۸
۷۸۹۷	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۴۰
۷۸۹۸	مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد میں بطور ہدیہ دینا.....	۲۲	۱۴۱
۷۸۹۹	ایک مسجد کے لئے چندہ کرکے دوسری میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۴۲
۷۹۰۰	مسجد کی آمدنی سے مدرسہ میں چندہ دینا.....	۲۲	۱۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۰۱	مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۴۴
۷۹۰۲	مسجد کی تعمیر سے بچی ہوئی رقم دینی مدرسہ میں.....	۲۲	۱۴۵
۷۹۰۳	مسجد کی چیز پتھر وغیرہ مدرسہ میں لگانا.....	۲۲	۱۴۶
۷۹۰۴	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۲	۱۴۶
۷۹۰۵	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۱۴۷
۷۹۰۶	مسجد ومدرسہ کی زائد آمدنی دوسری مسجد ومدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۴۸
۷۹۰۷	مسجد قدیم کی آمدنی مسجد جدید پر خرچ کرنا.....	۲۲	۱۴۹
۷۹۰۸	مسجد قدیم کی آمدنی کا مصرف.....	۲۲	۱۵۰
۷۹۰۹	مسجد کی آمدنی سے امام صاحب کا حجرہ بنانا.....	۲۲	۱۵۰
۷۹۱۰	مسجد کی دوکانوں کو کرایہ پر اور شادی کی آمدنی سے امام کی تنخواہ.....	۲۲	۱۵۱
۷۹۱۱	مسجد کی آمدنی سے تنخواہ وضع کرنے کا قانون.....	۲۲	۱۵۲
۷۹۱۲	لائبریری مسجد میں اور مسجد کی آمدنی سے لائبریری چلانا.....	۲۲	۱۵۳
۷۹۱۳	مسجد کا روپیہ سود پر قرض دینا.....	۲۲	۱۵۴
۷۹۱۴	عیدگاہ اور مسجد کا روپیہ قرض دینا.....	۲۲	۱۵۴
۷۹۱۵	مسجد کا دھان ادھار دینا.....	۲۲	۱۵۵
۷۹۱۶	مسجد کا روپیہ روپیہ تجارت کے لئے دینا.....	۲۲	۱۵۶
۷۹۱۷	مسجد کا پیسہ تجارت کے لئے.....	۲۲	۱۵۷
۷۹۱۸	مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا.....	۲۲	۱۵۸
۷۹۱۹	مسجد ومدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا.....	۲۲	۱۵۸
۷۹۲۰	ورکنگ کمیٹی کا مسجد کے فنڈ سے قرض لیکر مدرسہ میں کرچ کرنا.....	۲۲	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۲۱	مسجد کا روپیہ رویت ہلال کمیٹی میں خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں؟.....	۲۲	۱۶۰
۷۹۲۲	مسجد کے روپیہ سے قبرستان کی زمین خریدنا.....	۲۲	۱۶۰
۷۹۲۳	ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لئے قرض دینا.....	۲۲	۱۶۱
۷۹۲۴	تحفظ مسجد کیلئے لڑے جانے والے مقدمہ کے مصارف مسجد کی رقم سے.....	۲۲	۱۶۲
۷۹۲۵	مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا.....	۲۲	۱۶۵
۷۹۲۶	مسجد کے پیسے سے غسلخانہ کے لئے بالٹی خریدنا.....	۲۲	۱۶۵
۷۹۲۷	مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسلخانہ بنانا، لہو ولعب کی تقریب میں شرکت	۲۲	۱۶۶
۷۹۲۸	مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانا.....	۲۲	۱۶۸
۷۹۲۹	مسجد کی آمدنی سے امام مسجد کا حجرہ واستنجاء خانہ بنوانا.....	۲۲	۱۶۹
۷۹۳۰	غسل خانہ وغیرہ میں روشنی کا انتظام.....	۲۲	۱۷۰
۷۹۳۱	امام یا مؤذن کو تنخواہ میں زمین دینا.....	۲۲	۱۷۱
۷۹۳۲	مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا.....	۲۲	۱۷۲
۷۹۳۳	مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا.....	۲۲	۱۷۳
۷۹۳۴	متعلقین مسجد کو انعام.....	۲۲	۱۷۴
۷۹۳۵	مسجد کی آمدنی سے افطار کرنا.....	۲۲	۱۷۵
۷۹۳۶	مسجد کی آمدنی سے حافظ تراویح کو انعام دینا.....	۲۲	۱۷۶
۷۹۳۷	عیدین وجمعہ کے موقع پر مسجد کی آمدنی سے عام شاہراہ پر فرش بچھوانا.....	۲۲	۱۷۷
۷۹۳۸	رقم مسجد تراویح کے حافظ پر خرچ کرنا.....	۲۲	۱۷۷
۷۹۳۹	مسجد کی فاضل رقم کا مصرف	۲۲	۱۷۸
۷۹۴۰	اوقافِ مساجد کے مصارف.....	۲۲	۱۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۴۱	مسجد اور مدرسہ کی دوکان ومکان کے کرایہ کا مصرف.....	۲۲	۱۸۱
۷۹۴۲	مسجد کی آمدنی سے تنخواہ مین تقلیل اور اسکول میں خرچ.....	۲۲	۱۸۲
۷۹۴۳	مسجد کا چندہ عمومی کام میں خرچ کرنا.....	۲۲	۱۸۳
۷۹۴۴	مسجد کے روپیہ سے کسی غریب کی حالت کو سدھارنا.....	۲۲	۱۸۴
۷۹۴۵	کمرۂ مسجد میں مدرسہ ہے اس کا کرایہ مسجد کو.....	۲۲	۱۸۴
	فصل پانزدھم: اشیاء مسجد کا استعمال		
۷۹۴۶	مسجد کی چیزوں کا ذاتی کام میں استعمال کرنا.....	۲۲	۱۸۷
۷۹۴۷	مسجد کے لوٹے ذاتی کام میں استعمال کرنا.....	۲۲	۱۸۷
۷۹۴۸	مسجد کا فرش یا روپیہ اپنے کام میں لانا.....	۲۲	۱۸۸
۷۹۴۹	مسجد کے کسی حصہ کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے مخصوص کر لینا.....	۲۲	۱۸۹
۷۹۵۰	مسجد کا لوٹا اور جگہ مخصوص کرنا.....	۲۲	۱۸۹
۷۹۵۱	مسجد کا کوئی لوٹا اپنے لیے خاص کرنا.....	۲۲	۱۹۰
۷۹۵۲	مساجد کے لوٹے وغیرہ عیدگاہ میں لے جانا.....	۲۲	۱۹۱
۷۹۵۳	ایک مسجد کا لوٹا، صف وغیرہ واپسی کے وعدہ پر دوسری مسجد کے لئے لینا.....	۲۲	۱۹۲
۷۹۵۴	مسجد کا سامان ذاتی مصرف میں لانا.....	۲۲	۱۹۳
۷۹۵۵	مسجد کی الماری میں اپنا تجارتی سامان رکھنا.....	۲۲	۱۹۳
۷۹۵۶	مسجد میں دینی کتابیں وغیرہ رکھنا.....	۲۲	۱۹۴
۷۹۵۷	مسجد کے چراغ میں اپنا وظیفہ پڑھنا.....	۲۲	۱۹۵
۷۹۵۸	مسجد کا ہیٹر اپنی ضرورت یا تلاوت کے لئے استعمال کرنا.....	۲۲	۱۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۵۹	مسجد کی کتاب کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرنا.....	۲۲	۱۹۶
۷۹۶۰	مسجد کا تیل یا ڈھیلا اپنے گھر لیجانا.....	۲۲	۱۹۷
۷۹۶۱	مسجد کی سیڑھی وغیرہ اپنے گھر میں لے جا کر استعمال کرنا.....	۲۲	۱۹۸
۷۹۶۲	مسجد کا گرم پانی گھر لیجانا.....	۲۲	۱۹۸
۷۹۶۳	مسجد کا کنواں، نل، ڈول رسی استعمال کرنا.....	۲۲	۱۹۹
۷۹۶۴	مسجد کے نل سے اہل محلّہ کا پانی لینا.....	۲۲	۲۰۰
۷۹۶۵	مسجد کے ٹانکہ سے محلّہ والوں کا پانی لے جانا.....	۲۲	۲۰۱
۷۹۶۶	مسجد کی اشیاء کا امام ومؤذن کے لئے استعمال.....	۲۲	۲۰۲
۷۹۶۷	باجازت متولی مسجد کا تیل امام ومؤذن کے لئے.....	۲۲	۲۰۲
۷۹۶۸	مسجد کا تیل امام کے لئے.....	۲۲	۲۰۳
۷۹۶۹	مسجد کا تیل وغیرہ امام کو استعمال کرنا.....	۲۲	۲۰۵
۷۹۷۰	حمام کے کوئلہ سے امام کا چائے بنانا.....	۲۲	۲۰۶
۷۹۷۱	بچی ہوئی موم بتی بیچ کر امام کی تنخواہ وغیرہ میں لگانا.....	۲۲	۲۰۶
۷۹۷۲	مسجد کا چراغ گل کرنا اور ضرورت سے زائد چراغ جلانا.....	۲۲	۲۰۷
۷۹۷۳	مسجد میں چراغ کب تک جلے.....	۲۲	۲۰۸
۷۹۷۴	مسجد کا چراغ کب تک جلے اور فرش کب تک بچھے.....	۲۲	۲۰۹
۷۹۷۵	مسجد کی بجلی دوسرے کو دینا.....	۲۲	۲۱۰
۷۹۷۶	مسجد کے پنکھے کا استعمال.....	۲۲	۲۱۰
۷۹۷۷	بجلی کا پنکھا غیر اوقات نماز میں چالو کرنا.....	۲۲	۲۱۱
۷۹۷۸	مسجد کے بیت الخلاء کا استعمال.....	۲۲	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۷۹	درخت مسجد کے پھل کا استعمال.....	۲۲	۲۱۳
۷۹۸۰	مسجد کی چھت سے گری ہوئی لکڑی کو پانی گرم کرنے کے لئے استعمال کرنا	۲۲	۲۱۴
۷۹۸۱	مسجد کا گرم پانی بے نمازیوں کو استعمال کرنا.....	۲۲	۲۱۴
۷۹۸۲	مسافر کے لئے مسجد کی چٹائی کا استعمال.....	۲۲	۲۱۶
۷۹۸۳	مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں.....	۲۲	۲۱۶
۷۹۸۴	مسجد کا لوٹا ومصلی باہر لے جا کر استعمال کرنا.....	۲۲	۲۱۷
۷۹۸۵	مسجد کی جائے نماز وغیرہ کا محافظ مؤذن ہے تقریبات میں استعمال کرنیکی اجازت نہیں	۲۲	۲۱۸
۷۹۸۶	تبلیغی جماعت کے لئے اشیاء مسجد کا استعمال.....	۲۲	۲۱۹
۷۹۸۷	حجرۂ مسجد میں کتابت.....	۲۲	۲۲۱
۷۹۸۸	مسجد سے متعلق جگہ پر کھانا پکانا.....	۲۲	۲۲۱
۷۹۸۹	مسجد کا سامان مانگنا.....	۲۲	۲۲۲
۷۹۹۰	مسجد کا سامان اور مکان جو استعمال کرے وہ کرایہ دے.....	۲۲	۲۲۳
	فصل شانزدھم: مسجد کی چیزیں کرائے پر دینا		
۷۹۹۱	مسجد کی دوکان کرایہ پر ہے، کرایہ کا اضافہ نہ کرایا جائے تو کیا حکم ہے؟.....	۲۲	۲۲۵
۷۹۹۲	مسجد کی کرسی اونچی کر کے نیچے دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا.....	۲۲	۲۲۶
۷۹۹۳	مسجد کی زمین میں کرائے دار کیلئے دوکان بنانا.....	۲۲	۲۲۸
۷۹۹۴	حوض کی جگہ کرایہ کے لئے دوکان بنانا.....	۲۲	۲۲۹
۷۹۹۵	مسجد پر بورڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا.....	۲۲	۲۲۹
۷۹۹۶	کسی حصہ مسجد کو ذریعہ آمدنی بنانا.....	۲۲	۲۳۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۷۹۹۷	مسجد کی وقف زمین کو کرایہ پر دینا.....	۲۲	۲۳۱
۷۹۹۸	مسجد کی جگہ سنیما کے لئے کرایہ پر دینا.....	۲۲	۲۳۲
۷۹۹۹	سودی کاروبار کے لئے مسجد کی دوکانیں کرایہ پر دینا.....	۲۲	۲۳۲
۸۰۰۰	مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے برتنوں کو کرایہ پر دینا.....	۲۲	۲۳۳
۸۰۰۱	مسجد کی اشیاء کو عاریت پر دینا.....	۲۲	۲۳۳
۸۰۰۲	ناجائز فعل کے لئے کرایہ پر برتن دے کر مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۲	۲۳۴
۸۰۰۳	بلا مجبوری کے کرایہ دار کو تکلیف دینا.....	۲۲	۲۳۵
۸۰۰۴	مسجد کی زمین کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لینا.....	۲۲	۲۳۵
۸۰۰۵	صحن مسجد سے درخت کاٹ کر برآمدہ برائے کرایہ بنانا.....	۲۲	۲۳۷
۸۰۰۶	جتنی زمین خریدی اس سے زائد پر مکان بنالیا.....	۲۲	۲۳۸
	فصل هفدهم: مسجد کے لئے چندہ کرنا		
۸۰۰۷	چندۂ مسجد کا حکم.....	۲۲	۲۲۴۰
۸۰۰۸	مسجد کا خرچ ذاتی پیسے سے ہو یا چندہ سے.....	۲۲	۲۴۰
۸۰۰۹	مسجد و مدرسہ کے نام سے مشترکہ چندہ کرنا.....	۲۲	۲۴۲
۸۰۱۰	مسجد و مدرسہ کیلئے مشترک چندہ سے مسجد کی توسیع اور مدرسہ کیلئے دوکان بنانا	۲۲	۲۴۳
۸۰۱۱	چندۂ مسجد وانجمن سے مٹھائی وغیرہ.....	۲۲	۲۴۴
۸۰۱۲	جو چندہ برآمدۂ مسجد کے لئے کیا گیا ہے اس سے کرایہ کی دوکانیں بنانا.....	۲۲	۲۴۶
۸۰۱۳	اذان خانہ کے لئے چندہ کیا گیا اس سے مسافر خانہ بنانا.....	۲۲	۲۴۸
۸۰۱۴	مسجد کے لئے چندہ ایک مٹھی چاول ہر روز.....	۲۲	۲۴۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۰۱۵	جبراً چندہ لینا.....	۲۲	۲۴۹
۸۰۱۶	مسجد کے لئے جبراً چندہ لینا.....	۲۲	۲۵۰
۸۰۱۷	مسجد کی تعمیر کے لئے زبردستی چندہ لینا.....	۲۲	۲۵۱
۸۰۱۸	مسجد کے لئے چندہ دے کر واپس لینا.....	۲۲	۲۵۲
۸۰۱۹	چندہ حوض کے لئے جمع کیا گیا پھر اس کو دوسرے کام میں خرچ کرنا.....	۲۲	۲۵۴
۸۰۲۰	چندہ کے ضمان کی ایک صورت، چندہ وقف نہیں ہوتا.....	۲۲	۲۵۷
۸۰۲۱	افطار کے لئے دیا ہوا روپیہ مسجد کے دوسرے کام میں صرف کرنا.....	۲۲	۲۵۸
۸۰۲۲	مسجد میں پمپ کیلئے چندہ کیا گیا کچھ باقی بچا خرچ نہیں ہوا اسکو کیا کیا جائے	۲۲	۲۵۸
۸۰۲۳	دروازۂ مزار پر صندوق کے چندہ سے مؤذن وامام کی تنخواہ.....	۲۲	۲۶۰
۸۰۲۴	مسجد میں بدعتی کا چندہ.....	۲۲	۲۶۰
۸۰۲۵	بریلوی، دیوبندی کی مسجد میں امداد کرنا.....	۲۲	۲۶۱
۸۰۲۶	گولک کی آمدنی مسجد کی تعمیر میں لگانا.....	۲۲	۲۶۱
۸۰۲۷	لاوارث میت کے کفن کیلئے چندہ کیا، کچھ بچ گیا اسکو مسجد میں خرچ کرنا.....	۲۲	۲۶۲
۸۰۲۸	لاوارث کا مال مسجد میں.....	۲۲	۲۶۳
۸۰۲۹	بھیک مانگا ہوا روپیہ مسجد میں دینا.....	۲۲	۲۶۴
۸۰۳۰	رجب کے کونڈے کی قیمت مسجد میں.....	۲۲	۲۶۴
۸۰۳۱	مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا.....	۲۲	۲۶۵
۸۰۳۲	مقروض کا قرض خواہ کی طرف سے قرض مسجد میں دینا.....	۲۲	۲۶۶
۸۰۳۳	مانگا ہوا پیسہ مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۲۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ہیژدھم: متفرقات مسجد		
۸۰۳۴	ایک مسجد کے متعلق اختلاف کہ وہ سنیوں کی ہے یا شیعوں کی.....	۲۲	۲۶۸
۸۰۳۵	مسجد کا غلبہ فروخت کرنیوالا ضامن بنا تو اس سے قیمت وصول کی جاسکتی ہے	۲۲	۲۷۰
۸۰۳۶	برمے کی مشین بدل دی تو کیا اب بھی اول برما لگانے والے کو ثواب ملے گا	۲۲	۲۷۰
۸۰۳۷	غیر مسلم کا مسجد کے لئے نذر ماننا اور پھر اس میں نماز پڑھنا.....	۲۲	۲۷۲
۸۰۳۸	پھینکے ہوئے سیمنٹ کو درست کر کے فروخت کیا گیا اور پھر اس سے مسجد کا فرش بنایا گیا	۲۲	۲۷۲
۸۰۳۹	آپسی نااتفاقی کی بنا پر ایک مسجد کو ویران کرنا.....	۲۲	۲۷۳
۸۰۴۰	مخصوص مسجد کو جان کے اندیشہ سے چھوڑنا.....	۲۲	۲۷۵
۸۰۴۱	مسجد کی چھت سے بجلی کا تار گذروانا.....	۲۲	۲۷۶
۸۰۴۲	مسجد کی بجلی کا تار کسی کے مکان پر.....	۲۲	۲۷۷
۸۰۴۳	مسجد سے ملا کر اپنی تعمیر کرنا.....	۲۲	۲۷۸
۸۰۴۴	کفن کا مصلی مسجد میں	۲۲	۲۷۹
۸۰۴۵	مسجد میں رومال یا مصلی رکھدینا.....	۲۲	۲۷۹
۸۰۴۶	ٹاؤن ایریا کمیٹی سے سستی قیمت پر ٹین کی چادریں خرید کر مسجد میں استعمال کرنا	۲۲	۲۸۱
۸۰۴۷	مسجد کے نام پر دینی درسگاہ بنانا.....	۲۲	۲۸۲
۸۰۴۸	مسجد نما اور درمیان میں قبر بنانے کا حکم.....	۲۲	۲۸۳
۸۰۴۹	مسجد میں روپیہ دینے کا وعدہ کر کے روپیہ نہ دینا.....	۲۲	۲۸۴
۸۰۵۰	ایک مسجد میں روپیہ لگانے کا اردہ کرنے کے بعد دوسری مسجد میں لگانا.....	۲۲	۲۸۵
۸۰۵۱	مسجد کی آمدنی کو ختم کر دینے کا کسی کو بھی حق نہیں.....	۲۲	۲۸۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۰۵۲	اپنے مکانات فروخت کرنا جس سے کہ مسجد ویران ہو جائے.....	۲۲	۲۸۷
۸۰۵۳	مکان اور مسجد کے درمیان کتنا راستہ چھوڑا جائے.....	۲۲	۲۸۹
۸۰۵۴	بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا.....	۲۲	۲۹۰
۸۰۵۵	حفاظت سامان کے لئے مسجد میں تالا ڈالنا.....	۲۲	۲۹۰
۸۰۵۶	مسجد میں تالا لگانا اور چندہ نہ دینے کیوجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے روکنا	۲۲	۲۹۱
۸۰۵۷	کیا کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے	۲۲	۲۹۳
۸۰۵۸	مسجد کے لئے پتھر خرید لے اور ایک پتھر بطور یادگار دیدیا.....	۲۲	۲۹۴
۸۰۵۹	مسجد میں جو چیز دی جائے وہ کس کا حق ہے.....	۲۲	۲۹۶
۸۰۶۰	مسجد میں گلگلے اور شیرینی آئے تو اس کا مستحق کون ہے؟.....	۲۲	۲۹۶
۸۰۶۱	مساجد کے شہید کرنے پر فوراً سزا کیوں نہیں دی جاتی.....	۲۲	۲۹۷
۸۰۶۲	محض ضد کی وجہ سے مسجد چھوڑنا.....	۲۲	۲۹۸
۸۰۶۳	ضد کی وجہ سے پہلی مسجد کو گرانا.....	۲۲	۲۹۸
۸۰۶۴	غیر آباد مسجد میں میت دفن کرنا.....	۲۲	۳۰۰
۸۰۶۵	مسجد کی آبادی.....	۲۲	۳۰۲
۸۰۶۶	مسجد کا خادم جب بوڑھا اور ضعیف ہو جائے تو کیا کریں؟.....	۲۲	۳۰۵
۸۰۶۷	خادم مسجد کو وراثت کا حق نہیں.....	۲۲	۳۰۵
۸۰۶۸	سرکاری ٹنکی سے مسجد میں پانی لینا.....	۲۲	۳۰۸
۸۰۶۹	مخصوص خاندان کا اپنی بنائی ہوئی مسجد کو اپنی ملک کی طرح سمجھنا.....	۲۲	۳۰۹
۸۰۷۰	مسجد کے حجرہ پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے کو نکالنا.....	۲۲	۳۱۰
۸۰۷۱	پیسہ روپیہ کی تصویر پر قیاس اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کا مطالعہ کا حکم.....	۲۲	۳۱۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۰۷۲	مسجد کو شہید کرنے سے ضمان.....	۲۲	۳۱۲
۸۰۷۳	تین مسجدیں دہلی میں شہید کردی گئیں اب انکے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے	۲۲	۳۱۵
۸۰۷۴	کسی مسجد کا گنبد روضۂ اقدسؐ کے گنبد کی طرح بنانا.....	۲۲	۳۱۶
	☆..... باب ششم .....☆		
	آداب مسجد		
	فصل اول: مسجد میں مستحب اور مکروہ کام		
۸۰۷۵	آداب مسجد.....	۲۲	۳۱۷
۸۰۷۶	دخول مسجد کی دعاء کہاں پڑھی جائے.....	۲۲	۳۱۸
۸۰۷۷	صحن مسجد کا احترام.....	۲۲	۳۱۹
۸۰۷۸	صحن مسجد میں نماز.....	۲۲	۳۲۰
۸۰۷۹	مسجد کی چھت پر تیز گرمی میں نماز.....	۲۲	۳۲۱
۸۰۸۰	جوتا پہن کر مسجد میں جانا، نماز پڑھنا.....	۲۲	۳۲۲
۸۰۸۱	مسجد کے متصل فرش پر جوتا پہن کر جانا.....	۲۲	۳۲۳
۸۰۸۲	جوتے پہن کر مسجد میں جانا تعمیر کے وقت.....	۲۲	۳۲۵
۸۰۸۳	خام صحن مسجد میں جوتا پہن کر جانا.....	۲۲	۳۲۶
۸۰۸۴	ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا.....	۲۲	۳۲۹
۸۰۸۵	مسجد میں ناپاک کپڑوں کا دھونا.....	۲۲	۳۲۹
۸۰۸۶	فرش مسجد کے متصل کپڑے دھونا.....	۲۲	۳۳۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۰۸۷	تالاب کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا.....	۲۲	۳۳۱
۸۰۸۸	صبیان اور مجانین کو مسجد میں داخل کرنا.....	۲۲	۳۳۲
۸۰۸۹	مسجد میں قربانی کرنا.....	۲۲	۳۳۲
۸۰۹۰	مسجد کی صفائی برش سے.....	۲۲	۳۳۳
۸۰۹۱	فرش مسجد پر وضوء.....	۲۲	۳۳۴
۸۰۹۲	مسجد کی دیوار پر بیٹھ کر وضو کرنا.....	۲۲	۳۳۵
۸۰۹۳	وضوء کی نالی صحن مسجد کے نیچے سے گذرتی ہو تو اس کا حکم.....	۲۲	۳۳۶
۸۰۹۴	ناک صاف کر کے مسجد سے ہاتھ پونچھنا.....	۲۲	۳۳۷
۸۰۹۵	مسجد میں لوٹا رکھ کر اس میں تھوکنا.....	۲۲	۳۳۷
۸۰۹۶	مسجد میں کنگھی کرنا.....	۲۲	۳۳۸
۸۰۹۷	مسجد کے غسل خانہ میں پاخانہ کرنا.....	۲۲	۳۳۸
۸۰۹۸	وضو خانہ کے پاس پیشاب کرنا.....	۲۲	۳۳۹
۸۰۹۹	مسجد میں چھپکلی مارنا.....	۲۲	۳۴۰
۸۱۰۰	مسجد کی چھت پر چڑیا کا شکار.....	۲۲	۳۴۰
۸۱۰۱	مسجد میں کبوتر پکڑنا.....	۲۲	۳۴۱
۸۱۰۲	پرندوں کا گھونسلہ مسجد سے دور کرنا.....	۲۲	۳۴۲
۸۱۰۳	عورتوں کا مسجد میں جانا.....	۲۲	۳۴۲
۸۱۰۴	تعلیم دینے کے لئے عورتوں کا مسجد میں کو آنا جانا.....	۲۲	۳۴۳
۸۱۰۵	عورتوں کا مسجد کو گذرگاہ بنانا.....	۲۲	۳۴۴
۸۱۰۶	عورتوں کا طاق بھرنے کیلئے مسجد میں جانا.....	۲۲	۳۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۰۷	بازار میں واقع مسجد میں لوگوں کی آمدورفت کیوجہ سے بے حرمتی کا اندیشہ	۲۲	۳۴۶
۸۱۰۸	مدرسہ کا راستہ مسجد میں.....	۲۲	۳۴۷
۸۱۰۹	مسجد میں چہل قدمی.....	۲۲	۳۴۸
۸۱۱۰	مسجد میں ٹہلتے ہوئے تسبیح پڑھنا.....	۲۲	۳۴۹
۸۱۱۱	شاہی مسجد کو تفریح گاہ بنانا.....	۲۲	۳۵۰
۸۱۱۲	مسجد کی زمین اور قبرستان میں فٹ بال کھیلنا.....	۲۲	۳۵۱
۸۱۱۳	مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا.....	۲۲	۳۵۲
۸۱۱۴	اذان کے وقت مسجد میں بات کرنا.....	۲۲	۳۵۳
۸۱۱۵	مسجد میں دنیا کی بات.....	۲۲	۳۵۴
۸۱۱۶	مسجد میں سیاسی اقتصادی باتیں کرنا.....	۲۲	۳۵۵
۸۱۱۷	مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا.....	۲۲	۳۵۶
۸۱۱۸	مسجد میں الیکشن کا مشورہ کرنا.....	۲۲	۳۵۶
۸۱۱۹	مسجد کے دروازہ پر لغویات کی مجلس.....	۲۲	۳۵۷
۸۱۲۰	مسجد میں جلسہ وتقریر.....	۲۲	۳۵۹
۸۱۲۱	مسجد میں سیاسی جلسہ وغیرہ.....	۲۲	۳۶۰
۸۱۲۲	مسجدیں سیاسی جلسوں کے لئے نہیں.....	۲۲	۳۶۱
۸۱۲۳	مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا.....	۲۲	۳۶۲
۸۱۲۴	مسجد میں کرسی پر وعظ کہنا.....	۲۲	۳۶۳
۸۱۲۵	مسجد میں پڑھنے کے لئے آنے والے بچوں سے تقریر کرانا.....	۲۲	۳۶۴
۸۱۲۶	مسجد میں نعت پڑھنا.....	۲۲	۳۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۲۷	تصویر دار اخبار مسجد میں پڑھنا.....	۲۲	۳۶۵
۸۱۲۸	مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے وعظ سننا.....	۲۲	۳۶۶
۸۱۲۹	مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سے قرآن سننا.....	۲۲	۳۶۷
۸۱۳۰	مسجد میں چندہ کرنا.....	۲۲	۳۶۸
۸۱۳۱	مسجد میں چندہ کا اعلان کرنا.....	۲۲	۳۶۹
۸۱۳۲	مسجد میں مسجد کے لئے چندہ.....	۲۲	۳۷۰
۸۱۳۳	گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا.....	۲۲	۳۷۱
۸۱۳۴	مسجد کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے مسجد میں اعلان آویزاں کرنا.....	۲۲	۳۷۳
۸۱۳۵	مسجد میں کلینڈر اور اشتہار کتب لٹکانا.....	۲۲	۳۷۴
۸۱۳۶	مسجد کے صحن میں کاروباری اشتہار.....	۲۲	۳۷۵
۸۱۳۷	نقشہ افطار وسحر میں اشتہار.....	۲۲	۳۷۶
۸۱۳۸	مسجد میں افطاری اور سحری.....	۲۲	۳۷۶
۸۱۳۹	مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا.....	۲۲	۳۷۷
۸۱۴۰	مسجد کے سامنے باجہ وغیرہ.....	۲۲	۳۷۸
۸۱۴۱	آواز دار گھڑی مسجد میں.....	۲۲	۳۷۹
۸۱۴۲	دیوار مسجد میں تختہ لگا کر قرآن ودینی کتب رکھنا.....	۲۲	۳۷۹
۸۱۴۳	مسجد میں تولیہ، آئینہ اور منبر پر غلاف.....	۲۲	۳۸۰
۸۱۴۴	مسجد میں آئینہ اور پنجتن کا طغریٰ لٹکانا مکروہ ہے.....	۲۲	۳۸۱
۸۱۴۵	مسجد میں تعزیہ رکھنا.....	۲۲	۳۸۲
۸۱۴۶	مسجد کا پھول توڑنا.....	۲۲	۳۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۴۷	مسجد میں پھول کے گملے.....	۲۲	۳۸۴
۸۱۴۸	مسجد میں درخت.....	۲۲	۳۸۵
۸۱۴۹	مسجد میں بجلی کا پنکھا.....	۲۲	۳۸۵
۸۱۵۰	سلور جوبلی میں چراغاں	۲۲	۳۸۷
۸۱۵۱	ٹوپ پہن کر مسجد میں جانا.....	۲۲	۳۸۸
۸۱۵۲	مسجد میں کسی کے لئے جگہ روکنا.....	۲۲	۳۸۹
۸۱۵۳	مسجد میں خط لکھنا.....	۲۲	۳۹۰
۸۱۵۴	مسجد کا پانی راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہونا چاہئے.....	۲۲	۳۹۱
	فصل دوم: مسجد میں لاؤ داسپیکر کا استعمال		
۸۱۵۵	غفلت کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر حدیث سنانا.....	۲۲	۳۹۲
۸۱۵۶	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے حدیث پاک.....	۲۲	۳۹۲
۸۱۵۷	گھروں کی تبلیغ کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے.....	۲۲	۳۹۳
۸۱۵۸	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے علاوہ حمد ونعت بھی پڑھنا.....	۲۲	۳۹۳
۸۱۵۹	مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر نعت وغزل پڑھنا.....	۲۲	۳۹۵
۸۱۶۰	تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا.....	۲۲	۳۹۵
۸۱۶۱	ماہ مبارک میں رات کو مسجد کے مائک پر نظم وغیرہ پڑھنا.....	۲۲	۳۹۶
۸۱۶۲	وعظ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا.....	۲۲	۳۹۷
۸۱۶۳	چندہ دینے والوں کے ناموں کا اعلان مسجد کے مائک سے.....	۲۲	۳۹۷
۸۱۶۴	فیس دیکر مسجد کے مائک سے اپنا اعلان کرانا.....	۲۲	۳۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۶۵	مسجد کے مائک سے دوسرے اعلان.....	۲۲	۳۹۹
۸۱۶۶	ایک مسجد کے مائک کی آواز پورے گاؤں میں جاتی ہے پھر بھی دوسری مسجد کیلئے مائک لانا	۲۲	۴۰۰
۸۱۶۷	مسجد کے مائک پر اعلان جبکہ اسکے پھول مسجد کے مناروں پر لگے ہوں	۲۲	۴۰۱
۸۱۶۸	مسجد میں پیسہ دینے والوں کا اعلان مسجد کے مائک سے.....	۲۲	۴۰۲
۸۱۶۹	روپیہ لیکر مسجد کے مائک پر اعلان کرنا.....	۲۲	۴۰۲
	فصل سوم: مسجد میں رہائش		
۸۱۷۰	مسجد کی چھت پر امام کی رہائش گاہ بنانا کیسا ہے.....	۲۲	۴۰۴
۸۱۷۱	جس کوٹھری کی چھت کو مسجد بنادیا گیا اس میں رہائش.....	۲۲	۴۰۴
۸۱۷۲	امام سابق ضعیف العمر کا تعاون اور مکان مسجد میں ان کی رہائش.....	۲۲	۴۰۵
۸۱۷۳	آمدنی کے لئے مسجد کی چھت پر فیس لے کر مسافروں کو ٹھہرانا.....	۲۲	۴۰۶
۸۱۷۴	مسجد کی کوٹھری میں عورت کو رکھنا.....	۲۲	۴۰۷
۸۱۷۵	امام کا اہل وعیال اور مویشی کو مسجد میں رکھنا.....	۲۲	۴۰۸
	فصل چہارم: مسجد میں سونا اور ٹھہرنا		
۸۱۷۶	مسجد میں سونا.....	۲۲	۴۱۰
۸۱۷۷	ایضاً.....	۲۲	۴۱۱
۸۱۷۸	ایضاً.....	۲۲	۴۱۲
۸۱۷۹	مسجد میں سونا، آرام کرنا، اعتکاف کرنا.....	۲۲	۴۱۳
۸۱۸۰	فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا.....	۲۲	۴۱۳
۸۱۸۱	مسجد میں نفلی اعتکاف.....	۲۲	۴۱۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۸۲	مسجد میں قیام وغیرہ.....	۲۲	۴۱۵
۸۱۸۳	امام کا مسجد میں چارپائی بچھا کر لیٹنا.....	۲۲	۴۱۵
۸۱۸۴	مسجد میں ٹھہرنا اور پنکھا استعمال کرنا.....	۲۲	۴۱۶
	فصل پنجم: مسجد میں خرید وفروخت		
۸۱۸۵	مسجد میں خرید وفروخت.....	۲۲	۴۱۸
۸۱۸۶	مسجد میں تجارت کرنا.....	۲۲	۴۱۹
۸۱۸۷	مسجد میں خرید وفروخت	۲۲	۴۲۰
۸۱۸۸	غسل خانہ یا جوتا اتارنے کی جگہ بیع وشراء.....	۲۲	۴۲۱
۸۱۸۹	مسجد کے درخت کی بیع مسجد میں.....	۲۲	۴۲۲
۸۱۹۰	امام کا مسجد میں تجارت کرنا.....	۲۲	۴۲۲
۸۱۹۱	تراویح میں سنانے کی اجرت لیکر مسجد میں ہی فروخت کرنا.....	۲۲	۴۲۳
	فصل ششم: مسجد میں جنبی حائضہ اور غیر مسلم کا داخل ہونا		
۸۱۹۲	مسجد کے حجرہ سے بحالت جنابت مسجد سے گذرنا.....	۲۲	۴۲۵
۸۱۹۳	مسجد بیت میں حائضہ کا داخل ہونا.....	۲۲	۴۲۶
۸۱۹۴	حالت حیض وجنابت میں اور بغیر استنجا کئے مسجد میں آنا.....	۲۲	۴۲۷
۸۱۹۵	بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا.....	۲۲	۴۲۷
۸۱۹۶	غسل خانہ میں جانے کا راستہ مسجد میں کو ہوکر.....	۲۲	۴۲۸
۸۱۹۷	مشرک کو مسجد میں آنے سے روکنا.....	۲۲	۴۲۹
۸۱۹۸	غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا.....	۲۲	۴۳۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۱۹۹	نکاح میں شرکت کے لئے غیر مسلم کو مسجد میں بلانا.....	۲۲	۴۳۰
۸۲۰۰	غیر مسلموں کا مسجد کے حوض سے ہاتھ پیر دھونا.....	۲۲	۴۳۰
۸۲۰۱	مجلس نکاح کے لئے زیبائش	۲۲	۴۳۱
۸۲۰۲	نکاح رجسٹر میں درج کرانا.....	۲۲	۴۳۱
	فصل ہفتم: مسجد میں بدبودار چیزوں کا داخل کرنا		
۸۲۰۳	مٹی کا تیل مسجد میں لے جانا.....	۲۲	۴۳۳
۸۲۰۴	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۲۲	۴۳۳
۸۲۰۵	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۲۲	۴۳۴
۸۲۰۶	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۲۲	۴۳۵
۸۲۰۷	مٹی کا تیل مسجد میں جلانا.....	۲۲	۴۳۶
۸۲۰۸	مسجد میں بدبودار رنگ کرنا.....	۲۲	۴۳۷
۸۲۰۹	مسجد کی پتائی میں بدبودار رنگ کا استعمال.....	۲۲	۴۳۸
۸۲۱۰	معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا اور حقہ پینا.....	۲۲	۴۳۸
۸۲۱۱	کوڑھی کا مسجد میں جانا.....	۲۲	۴۳۹
۸۲۱۲	خارش وجذام والے کا مسجد میں آنا.....	۲۲	۴۴۱
۸۲۱۳	مسجد میں ریح خارج کرنا.....	۲۲	۴۴۲
۸۲۱۴	مسجد میں خروج ریح.....	۲۲	۴۴۳
۸۲۱۵	صحن مسجد میں شرب الدخان.....	۲۲	۴۴۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ہفتم.....☆		
	عیدگاہ کے احکام		
۸۲۱۶	عیدگاہ اور مسجد میں فرق.....	۲۲	۴۴۵
۸۲۱۷	عیدگاہ اور مسجد میں فرق عیدگاہ میں اسکول، مدرسہ، راستہ بنانا اور کھیل کھیلنا	۲۲	۴۴۶
۸۲۱۸	عیدگاہ کے لئے وقف زمین کو مسجد کے نام کرنا.....	۲۲	۴۴۷
۸۲۱۹	مسجد کے لئے زمین دی اور بعد میں عیدگاہ بنانے کو بھی کہا.....	۲۲	۴۴۸
۸۲۲۰	عیدگاہ کو مسقّف بنانا غیر آباد عیدگاہ میں ہسپتال وغیرہ کی تعمیر.....	۲۲	۴۴۹
۸۲۲۱	ناموری کے لئے عیدگاہ بنانا.....	۲۲	۴۵۲
۸۲۲۲	عیدگاہ کی دیوریں توڑ کر وہاں شاہراہ بنانا.....	۲۲	۴۵۳
۸۲۲۳	عیدگاہ کو دومنزلہ بنانا قدیم عیدگاہ کا مصرف.....	۲۲	۴۵۴
۸۲۲۴	عیدگاہ کا تبادلہ.....	۲۲	۴۵۵
۸۲۲۵	آپس کی رنجش کیوجہ سے دوسری عیدگاہ بنائی اب رنجش رفع ہوگئی تو اسکو کیا کیا جائے؟	۲۲	۴۵۶
۸۲۲۶	عیدگاہ کے درخت کٹوا کر مسجد میں صرف کرنا.....	۲۲	۴۵۷
۸۲۲۷	عالمگیر عیدگاہ کو گرا کر اسکول بنانا.....	۲۲	۴۵۸
۸۲۲۸	عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا.....	۲۲	۴۵۹
۸۲۲۹	مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز ادا کرنا.....	۲۲	۴۶۰
۸۲۳۰	فروخت شدہ زمین پر عیدگاہ بنانا.....	۲۲	۴۶۱
۸۲۳۱	ندی درمیان میں ہونے کی وجہ سے عیدگاہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۲۲	۴۶۱
۸۲۳۲	عیدگاہ کی زمین ندی میں بہہ کر پھر مل گئی.....	۲۲	۴۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ہشتم .....☆		
	مدارس کے احکام		
	فصل اول:- مدارس کا اہتمام وانتظام		
۸۲۳۳	مہتمم یا امام مجلس شوریٰ کے مشوروں کا پابند ہے یا نہیں؟.....	۲۳	۲۳
۸۲۳۴	کثرتِ رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں.....	۲۳	۵۲
۸۲۳۵	مدارس کا نظام کیسا ہونا چاہئے.....	۲۳	۶۸
۸۲۳۶	مدرسہ اور مسجد کے لئے کمیٹی بنانا اور اس کے لئے فیس مقرر کرنا وغیرہ.....	۲۳	۶۸
۸۲۳۷	بے دین لوگوں کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنانا.....	۲۳	۷۱
۸۲۳۸	مدرسہ میں پیسہ بلا احتیاط خرچ ہو تو ایک کمیٹی بنالی جائے.....	۲۳	۷۲
۸۲۳۹	ادارہ کو مخالف گروپ کی تباہی سے بچانے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟	۲۳	۷۳
۸۲۴۰	وقت ضرورت خرچ نہ کرنا بھی خیانت ہے.....	۲۳	۷۴
۸۲۴۱	غبن کے اتہام پر حساب دینا.....	۲۳	۷۵
۸۲۴۲	منتظمین کا تعلیم کے بجائے امارت بیل وغیرہ پر دھیان دینا.....	۲۳	۷۷
۸۲۴۳	مہتمم مدرسہ اور ملازمین کو بلا وجہ معزول کرنا.....	۲۳	۷۸
۸۲۴۴	ناظم مدرسہ کا ماتحت مدرسین سے باز پرس کرنا.....	۲۳	۷۹
۸۲۴۵	دینی مکاتب کی مخالفت کرنا.....	۲۳	۸۰
۸۲۴۶	ایک مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ.....	۲۳	۸۱
۸۲۴۷	عربی مدرسہ کی مخالفت کرنا اور خیانت کرنا.....	۲۳	۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۲۴۸	ایک مدرسہ کے متعلق نزاع.....	۲۳	۸۶
۸۲۴۹	منیجر نے دینی مدرسہ بند کردیا اس کا حکم.....	۲۳	۸۷
۸۲۵۰	دینی مکتب و مدرسہ کو ذاتی ملک سمجھنا.....	۲۳	۸۸
۸۲۵۱	دینی مدارس کی مثال صحابہ اور تابعینؒ کے دور میں.....	۲۳	۸۸
۸۲۵۲	مدرسہ تعلیم الدین میں دنیوی تعلیم کا غلبہ.....	۲۳	۸۹
۸۲۵۳	مہتمم طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا.....	۲۳	۹۱
۸۲۵۴	مہتمم مدرسہ طلبہ کا وکیل ہے یا معطی کا.....	۲۳	۹۲
۸۲۵۵	مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے مدرسہ کا چندہ کیا وقف ہے.....	۲۳	۹۳
۸۲۵۶	ملازم نے مہتمم سے سفر برائے چندہ کی اجازت لی، ٹکٹ بنوالیا پھر مہتمم نے اجازت کو روک لیا	۲۳	۹۶
۸۲۵۷	مدرسہ سے متعلق ایک وصیت نامہ.....	۲۳	۹۸
۸۲۵۸	درس گاہ میں گھنٹہ بجنے سے پہلے نشانی رکھ دینا.....	۲۳	۹۹
	فصل دوم		
	مدرسہ کے وقف کو بیچنا اور اسمیں تصرف کرنا		
۸۲۵۹	مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا.....	۲۳	۱۰۱
۸۲۶۰	زمین مدرسہ میں مسجد بنانا.....	۲۳	۱۰۲
۸۲۶۱	زمین مدرسہ کو دینے کے بعد واپس لینے کا حق نہیں.....	۲۳	۱۰۴
۸۲۶۲	دینی وقف مدرسہ کو اسلامی اسکول کے لئے دینا.....	۲۳	۱۰۶
۸۲۶۳	دینی مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین کی پیداوار اسکول میں دینا.....	۲۳	۱۰۷
۸۲۶۴	مدرسہ میں زمین دینے کے بعد اس سے انکار کرنا.....	۲۳	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۲۶۵	مدرسہ کی زیر تولیت مسجد کی توسیع مدرسہ کی زمین سے.....	۲۳	۱۰۸
۸۲۶۶	مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین پر دخل کرنے میں فساد کا اندیشہ ہو.....	۲۳	۱۰۹
۸۲۶۷	غاصبانہ قبضہ کر کے اسلامیہ اسکول بنانا.....	۲۳	۱۱۰
۸۲۶۸	ایک زمین مدرسہ کو دینے کا ارادہ کرنے سے ملکیت ختم نہیں ہوتی.....	۲۳	۱۱۱
۸۲۶۹	اپنی کتاب مدرسہ کے لئے وقف کرنا.....	۲۳	۱۱۲
۸۲۷۰	کیا مدرسہ میں گھڑی دینے کی نیت سے اس کا وقف صحیح ہو جائیگا.....	۲۳	۱۱۳
۸۲۷۱	زمین دینی مدرسہ کے لئے وقف کی، اب اس میں انگریزی اور بنگلہ بھی	۲۳	۱۱۴
۸۲۷۲	مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا.....	۲۳	۱۱۵
۸۲۷۳	مدرسہ کی زمین سے راستہ.....	۲۳	۱۱۶
۸۲۷۴	لاوارث زمین میں مدرسہ بنانا.....	۲۳	۱۱۷
۸۲۷۵	طلبہ کو مدرسہ کی رقم سے انعام دینا.....	۲۳	۱۱۸
۸۲۷۶	مدرسہ میں قرآن کریم وقف ہونے کے بعد اس کو فروخت کرنا.....	۲۳	۱۲۰
۸۲۷۷	اساتذہ کا امتحانی کاپیوں کو فروخت کرنا.....	۲۳	۱۲۰
۸۲۷۸	ذمہ دار کو مدرسہ کے لئے روپیہ دیا اس نے کھا لیا.....	۲۳	۱۲۱
۸۲۷۹	مدرسہ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا بطور قرض.....	۲۳	۱۲۱
۸۲۸۰	مدرسہ کی رقوم بطور قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا.....	۲۳	۱۲۲
۸۲۸۱	مدرسہ کا روپیہ قرض دینا.....	۲۳	۱۲۳
۸۲۸۲	مدرسہ کی رقم قرض لینا.....	۲۳	۱۲۴
۸۲۸۳	مدرسہ کے روپئے سے تجارت.....	۲۳	۱۲۵
۸۲۸۴	مدرسہ کی ملک سے تجارت اور عمارت مدرسہ پر مسجد.....	۲۳	۱۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۲۸۵	امتحان کی کامیابی پر مٹھائی فنڈ سے.....	۲۳	۱۲۷
۸۲۸۶	زکوۃ کی رقم سے خرید کردہ غلہ نرخ کم ہونے کے بعد فروخت کیا گیا.....	۲۳	۱۲۸
۸۲۸۷	مدرسہ کی رقم میں بلا اجازت تصرف کا کفارہ.....	۲۳	۱۲۹
۸۲۸۸	مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی چھت پر مسجد شاہی کا پرنالہ.....	۲۳	۱۳۰
۸۲۸۹	پولیس کا قیام مدرسہ کے کمرہ میں.....	۲۳	۱۳۲
۸۲۹۰	مدرسہ کا مکان کرایہ دار سے خالی کرانا.....	۲۳	۱۳۲
۸۲۹۱	ملازم مدرسہ کی اولاد کا مدرسہ کے مکان میں رہنا.....	۲۳	۱۳۴
۸۲۹۲	مکان مدرسہ میں ملازم کا بلا کرایہ رہنا.....	۲۳	۱۳۵
۸۲۹۳	مدرسہ کے کمرہ میں ملازم کے بچوں کو رکھنا.....	۲۳	۱۳۶
۸۲۹۴	مدرسہ موقوفہ کی جگہ بارات کے لئے کرایہ پر دینا.....	۲۳	۱۳۷
۸۲۹۵	تعلیم گاہ کو کرایہ پر دینا.....	۲۳	۱۳۸
۸۲۹۶	تعلیم کے لئے موقوفہ عمارت میں مہتمم کا قیام یا اس سے کرایہ وصول کرنا	۲۳	۱۳۹
	فصل سوم: مدرسہ کے مصارف اور اسکو بدلنا		
۸۲۹۷	مصرف بدلنا.....	۲۳	۱۴۰
۸۲۹۸	ایک مدرسہ کی رقم دوسرے مدرسہ کے آدمی کو دینا درست نہیں.....	۲۳	۱۴۱
۸۲۹۹	ایک مدرسہ کیلئے جمع شدہ روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۳	۱۴۱
۸۳۰۰	ایک مدرسہ کا روپیہ دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۳	۱۴۲
۸۳۰۱	مدرسہ کیلئے دی ہوئی رقم اپنے رکھے ہوئے مدرس کو دینا.....	۲۳	۱۴۳
۸۳۰۲	مجلس شوریٰ نے جس کے لئے جو چیز تجویز کردی ہو وہ اسی کے لئے ہے	۲۳	۱۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۰۳	مدرسہ کی آمدنی سے امارت شرعیہ کی امداد.....	۲۳	۱۴۵
۸۳۰۴	مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضروت میں خرچ کرنا بطور قرض.....	۲۳	۱۴۵
۸۳۰۵	موقوفہ کتب کو ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا.....	۲۳	۱۴۷
۸۳۰۶	تبدیل نیت کا وکیل کو حق نہیں.....	۲۳	۱۴۸
۸۳۰۷	خرچ شدہ رقم سے زائد مدرسہ سے وصول کرنا.....	۲۳	۱۴۸
۸۳۰۸	سفر بکار مدرسہ میں اپنا ذاتی سامان ضائع ہو جائے تو اس کا بدل.....	۲۳	۱۴۹
۸۳۰۹	مسجد و مدرسہ کیلئے وقف کی گئی زمین پر تعمیر مسجد سے قبل واقف کا مدرسہ بنانیکی اجازت	۲۳	۱۵۰
۸۳۱۰	اراضی و مکان کا وقف کرنا مدینہ منورہ کے مدرسہ کے لئے	۲۳	۱۵۱
۸۳۱۱	طلبہ کی انجمن کا روپیہ دارالعلوم میں دینا.....	۲۳	۱۵۲
۸۳۱۲	مدرسہ کا کھانا تبلیغی جماعت کو کھلانا.....	۲۳	۱۵۳
۸۳۱۳	مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا.....	۲۳	۱۵۴
۸۳۱۴	طلبہ کا غلہ تبلیغی جماعت کو کھلانا.....	۲۳	۱۵۵
۸۳۱۵	مدرسہ کے ڈھیلوں کا سفر میں استعمال.....	۲۳	۱۵۵
۸۳۱۶	شیخ کے مہمانوں کا مدرسہ کے کلوخ استعمال کرنا.....	۲۳	۱۵۶
	فصل چہارم		
	مدرسہ میں مالِ حرام و مالِ کافر صرف کرنا		
۸۳۱۷	تاجر شراب سے مدرسہ کے لئے چندہ.....	۲۳	۱۵۷
۸۳۱۸	مدرسہ کے کرایہ داروں کا پیشہ باجہ بنانا ہے تو اسکی آمدنی سے اخراجات مدرسہ	۲۳	۱۵۹
۸۳۱۹	مزار کا پیسہ مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا.....	۲۳	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۲۰	کبڈی کا مقابلہ شرط کے ساتھ اور اس کا انعام مدرسہ میں.....	۲۳	۱۶۱
۸۳۲۱	مدرسہ چلانے کے لئے سنیما اور عرس.....	۲۳	۱۶۲
۸۳۲۲	اہل ہنود اور بازاری عورت کی امداد مدرسہ میں.....	۲۳	۱۶۲
۸۳۲۳	طوائف کے بنائے ہوئے مکان کو مدرسہ کے لئے کرایہ پر لینا.....	۲۳	۱۶۵
۸۳۲۴	مدارس اسلامیہ کے لئے عیسائیوں سے امداد لینا.....	۲۳	۱۶۸
۸۳۲۵	غیر مسلم کی امداد دینی مدرسہ میں.....	۲۳	۱۶۹
۸۳۲۶	سرکار سے ملحق مدرسہ کا محض دفتری خانہ پری کر کے امداد حاصل کرنا، گرانی الاؤنس سے زائد دکھلا کر وصول کرنا.....	۲۳ ۲۳	 ۱۷۰

فصل پنجم:- مدرسین کی تنخواہوں کا بیان

۸۳۲۷	تعطیل کلاں میں تنخواہ کا استحقاق.....	۲۳	۱۷۲
۸۳۲۸	ایام تعطیل کی تنخواہ.....	۲۳	۱۷۳
۸۳۲۹	تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق.....	۲۳	۱۷۵
۸۳۳۰	مدرسہ کی تعطیل کلاں کی تنخواہ، جبکہ تعطیل کے ختم پر دوسری جگہ چلا گیا.....	۲۳	۱۷۷
۸۳۳۱	مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کر کے پہلے مدرسے کو ویران کرنا.....	۲۳	۱۷۷
۸۳۳۲	عارضی مدرس کے لئے تعطیل کلاں کی تنخواہ.....	۲۳	۱۷۸
۸۳۳۳	تعطیل کلاں کے بعد استعفی سے استحقاق تنخواہ.....	۲۳	۱۷۹
۸۳۳۴	بلا نوٹس استعفیٰ سے استحقاق تنخواہ.....	۲۳	۱۸۰
۸۳۳۵	فساد کے اندیشے سے کچھ مدت گھر بھیجے گئے مدرس کو اس زمانے کی تنخواہ	۲۳	۱۸۱
۸۳۳۶	رخصت بیماری میں روحانی بیماری کا توریہ.....	۲۳	۱۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۳۷	بغیر پڑھائے کمرہ کی حاضری پر تنخواہ لینے کا حق ہے یا نہیں.....	۲۳	۱۸۳
۸۳۳۸	چھٹی کے ایام کی تنخواہ کا قانون.....	۲۳	۱۸۴
۸۳۳۹	رخصت اور تعطیل کلاں سے متعلق تنخواہ کا قانون.....	۲۳	۱۸۶
۸۳۴۰	مدرس کو مہتمم نے الگ کیا پھر سرپرست نے رکھ لیا، مدت علیحدگی کی تنخواہ کس کو دینی ہے؟	۲۳	۱۸۷
۸۳۴۱	عرصہ تک ملازمت کرنیکے بعد معذور ہوا تو کیا وہ تنخواہ لینے کا حقدار ہے؟	۲۳	۱۸۹
۸۳۴۲	تنخواہ میں اضافے کا وعدہ.....	۲۳	۱۹۰
۸۳۴۳	مدرسی کی تنخواہ کا ناغہ کاٹنا.....	۲۳	۱۹۲
۸۳۴۴	مہتمم مدرسہ کی تنخواہ بغیر طے کئے.....	۲۳	۱۹۳
۸۳۴۵	مہتمم صاحب کی تنخواہ ماہ رمضان میں دوگنی اور کار مفوضہ انجام نہ دینا.....	۲۳	۱۹۳
۸۳۴۶	مدرس کو علیحدہ کرنے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا.....	۲۳	۱۹۵
۸۳۴۷	سال بھر پورا ہونے پر ایک ماہ کی تنخواہ زائد دینا اور ہر چھٹی پر تنخواہ وضع کرنا	۲۳	۱۹۷
۸۳۴۸	بلا تنخواہ مدرسہ کی خدمت کرنا اور تعمیر مدرسہ میں قیام کرنا.....	۲۳	۱۹۸
۸۳۴۹	تنخواہ مشاہرہ میں دنوں کا اعتبار ہوگا.....	۲۳	۱۹۹
۸۳۵۰	زمانۂ بیماری کی تنخواہ.....	۲۳	۲۰۰
۸۳۵۱	تنخواہ کے لئے حیلۂ تملیک کی صورتیں.....	۲۳	۲۰۱
۸۳۵۲	مدرس کو جو کھانا دیا جائے وہ اباحت ہے یا تملیک.....	۲۳	۲۰۲
۸۳۵۳	کیا دینی معلم کی تنخواہ پرائمری کے معلم سے کم ہونا باعثِ اہانت ہے؟.....	۲۳	۲۰۳
۸۳۵۴	انجمن کا پیسہ معلم کی تنخواہ میں.....	۲۳	۲۰۵
۸۳۵۵	قرض میں تنخواہ کو محسوب کرنا.....	۲۳	۲۰۵
۸۳۵۶	تبلیغ کیلئے مدرسہ سے تنخواہ.....	۲۳	۲۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۵۷	مدرس کو ڈیڑھ سو روپیہ دیکر دو سو پر دستخط لینا.....	۲۳	۲۰۷
۸۳۵۸	عربی مدرسہ کے مدرس کو پینشن دینا.....	۲۳	۲۰۸
۸۳۵۹	ملازم کے لئے پینشن کا حکم.....	۲۳	۲۱۰
۸۳۶۰	مدرسہ میں جعلی رجسٹر کی کاروائی.....	۲۳	۲۱۰
۸۳۶۱	پراویڈٹ فنڈ دینی مدرسہ میں.....	۲۳	۲۱۱
۸۳۶۲	اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال	۲۳	۲۱۲
	فصل ششم:- مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام		
۸۳۶۳	کمیشن پر سفیر رکھنا.....	۲۳	۲۱۴
۸۳۶۴	کمیشن پر مدرسہ کے لئے سفیر مقرر کرنا.....	۲۳	۲۱۸
۸۳۶۵	کمیشن پر چندہ.....	۲۳	۲۱۸
۸۳۶۶	کمیشن پر چندہ کرنا.....	۲۳	۲۱۹
۸۳۶۷	کمیشن پر چندہ وصول کرنا سفیر کا زکوۃ اور دیگر صدقات کو مخلوط کرنا.....	۲۳	۲۲۰
۸۳۶۸	سفرائے مدارس کا خرچہ کہاں سے دیا جائے، کمیشن پر چندہ.....	۲۳	۲۲۱
۸۳۶۹	مدرسہ کے سفیر کا دھوکہ دینا.....	۲۳	۲۲۳
۸۳۷۰	سفیر کا خود تملیک کرنا.....	۲۳	۲۲۴
۸۳۷۱	مدرس کا قبل التملیک خرچ کرنا.....	۲۳	۲۲۴
۸۳۷۲	سفیر کی غلطی پر جرمانہ.....	۲۳	۲۲۵
۸۳۷۳	سفیر کو سبکدوش کر دینا.....	۲۳	۲۲۶
۸۳۷۴	سفیر اور منتظم کے درمیان اختلاف ہو تو ایک کو حکم بنالیا جائے.....	۲۳	۲۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۷۵	مکتب میں پیسہ دینے سے ثواب زیادہ ہے یا حج بدل سے.....	۲۳	۲۲۹
۸۳۷۶	اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں.....	۲۳	۲۳۰
۸۳۷۷	بیوی کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اسکا انتقال ہوگیا شوہر کیا کرے	۲۳	۲۳۰
۸۳۷۸	مدرسہ قدیم کی امداد بند کرکے مدرسہ جدید کی امداد کرنا.....	۲۳	۲۳۲
۸۳۷۹	ہائی اسکول میں چندہ دینا.....	۲۳	۲۳۲
۸۳۸۰	عورتوں کا بلا اجازت شوہر مدرسے کے جلسہ میں چندہ دینا.....	۲۳	۲۳۳
۸۳۸۱	نابالغ کا مدرسہ کے چندہ میں پیسہ دینا.....	۲۳	۲۳۴
۸۳۸۲	صغیر وکبیر کے مخلوط مال سے چندہ.....	۲۳	۲۳۴
۸۳۸۳	ادائے حقوق ملازمین میں کوتاہی کرنیوالے رئیس کی دینی ادارہ میں امداد	۲۳	۲۳۶
۸۳۸۴	مدرسہ کے طلباء وطالبات کی امداد اور انکو محبوب وغیرہ کے الفاظ بولنا.....	۲۳	۲۳۸
۸۳۸۵	مدرسہ کے نام پر چندہ کرنا اور مدرسہ میں نہ دینا.....	۲۳	۲۳۹
۸۳۸۶	چندہ کا روپیہ جلسۂ انعامی میں خرچ کرنا.....	۲۳	۲۴۱
۸۳۸۷	چندہ مدرسہ سے دکانیں بنانا.....	۲۳	۲۴۲
۸۳۸۸	مدرسہ کے کاغذات، مہریں، رسیدیں، لے کر چندہ کیا اس کا حکم.....	۲۳	۲۴۳
۸۳۸۹	مستحق طلباء کی آمد کی امید پر چندہ لینا.....	۲۳	۲۴۵
۸۳۹۰	خیراتی مدرسہ میں مالدار کے بچوں کی تعلیم.....	۲۳	۲۴۵
۸۳۹۱	چندہ سے خوشحال بچوں کی تعلیم.....	۲۳	۲۴۶
۸۳۹۲	جعلی رسید سے جمع کردہ چندہ کا مصرف.....	۲۳	۲۴۸
۸۳۹۳	چندہ کرکے مدرسہ تعمیر کرنا اور اسکو اپنا مکان کہنا بہشتی زیور کے بعض مسائل کو صحیح نہ جاننا	۲۳	۲۴۸
۸۳۹۴	گورنمنٹ کی امداد کا روپیہ تنخواہ مدرسین میں.....	۲۳	۲۵۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۳۹۵	دینی مدرسہ میں سرکاری امداد کے اثرات.....	۲۳	۲۵۱
۸۳۹۶	رسمی رقموں کی وصولی اور خرچ.....	۲۳	۲۵۲
۸۳۹۷	مدرسین کی پنشن کا علم چندہ دہندگان کو ہونا چاہئے.....	۲۳	۲۵۳
۸۳۹۸	چندہ کے لئے معطی پر اصرار، تدریس کے ساتھ تجارت.....	۲۳	۲۵۴
۸۳۹۹	مدرسہ کی رسید پر زکوۃ، فطرہ اور قربانی کی کھالیں وصول کرنا.....	۲۳	۲۵۶
۸۴۰۰	بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں.....	۲۳	۲۵۷
	فصل ہفتم:- مسائل متفرقات مدارس		
۸۴۰۱	نئی مسجد میں جمعہ اور جمعہ کی تعطیل کو اتوار سے بدلنا.....	۲۳	۲۵۹
۸۴۰۲	یوم عاشوراء کی تعطیل مدارس میں.....	۲۳	۲۶۰
۸۴۰۳	یوم عاشوراء کی تعطیل.....	۲۳	۲۶۳
۸۴۰۴	خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل.....	۲۳	۲۶۳
۸۴۰۵	مدرسہ میں اذان وجماعت.....	۲۳	۲۶۴
۸۴۰۶	مدرسین کے لئے مسجد کی جماعت سے پہلے نماز پڑھنے کا فیصلہ.....	۲۳	۲۶۵
۸۴۰۷	سفیر مدرسہ کے ورثاء کو بطور امداد کچھ رقم دینا.....	۲۳	۲۶۶
۸۴۰۸	مہتمم اگر زکوۃ صحیح مصرف میں خرچ نہ کرے تو کیا ملازم اپنے طور پر صرف کرسکتا ہے	۲۳	۲۶۷
۸۴۰۹	علماء دین سے میل ملازم کی طرح کام لینا.....	۲۳	۲۶۹
۸۴۱۰	نابالغ شاگرد سے خدمت لینا.....	۲۳	۲۷۰
۸۴۱۱	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا.....	۲۳	۲۷۱
۸۴۱۲	شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا.....	۲۳	۲۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۱۳	خدمت دین کا طریقہ.....	۲۳	۲۷۳
۸۱۴	ادارہ میں ملازمت کے لئے جھوٹی سند دینا.....	۲۳	۲۷۴
۸۴۱۵	عربی پڑھ کر سرکاری مدرسہ میں ملازمت.....	۲۳	۲۷۴
۸۴۱۶	جماعت چھوٹنے پر طلباء پر طعن کرنا.....	۲۳	۲۷۵
۸۴۱۷	طلباء کا بازاروں میں پھرنا.....	۲۳	۲۷۶
۸۴۱۸	مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا.....	۲۳	۲۷۶
۸۴۱۹	مدرسہ کا قرض ادا کرنے پر جنت میں جانے کا وعدہ.....	۲۳	۲۷۷
۸۴۲۰	مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ.....	۲۳	۲۷۸
۸۴۲۱	پانی کے نل کی درستگی کے لئے دوسروں سے پیسہ لینا.....	۲۳	۲۷۹
۸۴۲۲	مدرسہ ہے یا چوپال.....	۲۳	۲۸۰
۸۴۲۳	نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورت مکالمہ.....	۲۳	۲۸۱
۸۴۲۴	چک بندی میں قبرستان اور مدرسہ کے لئے زمین رشوت دے کر چھڑانا	۲۳	۲۸۳
۸۴۲۵	مدرسہ کے پڑوسی کی دیوار میں نزاع.....	۲۳	۲۸۴
۸۴۲۶	جو طالب علم اپنا سامان چھوڑ کر مدرسہ سے چلا جائے اس سامان پر اہل مدرسہ کا قبضہ	۲۳	۲۸۶
۸۴۲۷	امام و مدرس کی بدچلنی کا علم ہوتے ہوئے لوگوں کو واقف نہ کرنا.....	۲۳	۲۸۷
۸۴۲۸	جو شخص علمائے حق کو برا کہے اس کو معلم بنانا.....	۲۳	۲۸۸
۸۴۲۹	پاس ہونے پر طلبہ کا مدرس کو رقم دینا.....	۲۳	۲۸۹
۸۴۳۰	مہتمم کا اساتذہ وطلباء کے خطوط بلا اجازت پڑھنا.....	۲۳	۲۹۰
۸۴۳۱	کیا دستار بندی ضروری ہے.....	۲۳	۲۹۰
۸۴۳۲	مدرسین کے لئے خاص کھانا.....	۲۳	۲۹۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۳۳	اسکولوں میں بچوں کے لئے جو دودھ ملتا ہے اس کا پینا.....	۲۳	۲۹۳
۸۴۳۴	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا.....	۲۳	۲۹۴
۸۴۳۵	دیوبند وجلال آباد کے علماء کا مسلک.....	۲۳	۲۹۵
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	احکام مقابر		
۸۴۳۶	پرانے قبرستان کو مسجد بنانا.....	۲۳	۲۹۷
۸۴۳۷	قبرستان میں مسجد بنانا.....	۲۳	۲۹۸
۸۴۳۸	پرانے قبرستان میں مسجد بنانا.....	۲۳	۲۹۹
۸۴۳۹	عیدگاہ کو قبرستان بنانا.....	۲۳	۳۰۰
۸۴۴۰	قبرستان میں عیدگاہ بنانا.....	۲۳	۳۰۲
۸۴۴۱	نماز عید قبرستان میں.....	۲۳	۳۰۲
۸۴۴۲	قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا.....	۲۳	۳۰۳
۸۴۴۳	قبرستان کو عیدگاہ میں شامل کرنا اور پختہ قبروں کو ہموار کرنا.....	۲۳	۳۰۴
۸۴۴۴	قبرستان میں خانقاہ.....	۲۳	۳۰۵
۸۴۴۵	بہت قدیم قبرستان کی جگہ مدرسہ اور اس کے نباہ کے لئے دکانیں بنانا.....	۲۳	۳۰۷
۸۴۴۶	پرانے قبرستان میں مکان وبیت الخلاء وغیرہ.....	۲۳	۳۰۸
۸۴۴۷	قبرستان کی زمین کا تبادلہ.....	۲۳	۳۰۹
۸۴۴۸	قبرستان کی زمین کا تبادلہ.....	۲۳	۳۱۰
۸۴۴۹	قبرستان کی آمدنی مسجد میں.....	۲۳	۳۱۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۵۰	قبرستان کی آمدنی سے مساجد کی مرمت.....	۲۳	۳۱۱
۸۴۵۱	قبرستان کے باغ کی آمدنی مسجد میں صرف کرنا.....	۲۳	۳۱۲
۸۴۵۲	قدیم قبرستان میں بنی ہوئی مسجد بھی شرعی مسجد ہے.....	۲۳	۳۱۳
۸۴۵۳	قبرستان کی آمدنی مدرسہ وعیدگاہ میں خرچ کرنا.....	۲۳	۳۱۵
۸۴۵۴	قبرستان میں مدرسہ بنانا.....	۲۳	۳۱۶
۸۴۵۵	قبرستان میں مدرسہ بنانا.....	۲۳	۳۱۸
۸۴۵۶	قبرستان میں دینی مدرسہ بنانا.....	۲۳	۳۱۹
۸۴۵۷	قبرستان کی زمین میں مدرسہ.....	۲۳	۳۲۰
۸۴۵۸	قبرستان میں دکانیں بنانا.....	۲۳	۳۲۱
۸۴۵۹	پرانے قبرستان میں دوکانیں بنوانا.....	۲۳	۳۲۲
۸۴۶۰	پرانے قبرستان میں کرایہ کے لئے دوکانیں بنانا.....	۲۳	۳۲۳
۸۴۶۱	قبرستان میں مکان بنا کر رہنا اور نماز پڑھنا.....	۲۳	۳۲۴
۸۴۶۲	قبرستان میں میت لے جانے کے لئے راستہ بنانا.....	۲۳	۳۲۵
۸۴۶۳	قبرستان میں دینی مدرسہ قائم کرنا، قبور پرانے ہونے سے حکم بدل جاتا ہے	۲۳	۳۲۷
۸۴۶۴	جو زمین بچوں کی قبر کے لئے ہے اس کو فروخت کرنا.....	۲۳	۳۲۹
۸۴۶۵	قبرستان میں کھیتی کرنا.....	۲۳	۳۳۰
۸۴۶۶	قبرستانِ موقوفہ میں کاشت.....	۲۳	۳۳۱
۸۴۶۷	قبرستان کے درختوں کا مصرف.....	۲۳	۳۳۲
۸۴۶۸	قبرستان کے پھل کا حکم.....	۲۳	۳۳۴
۸۴۶۹	مشتبہ قبرستان کی زمین کو خریدنا اور اس پر مکان بنانا.....	۲۳	۳۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۷۰	قدیم غیر مستعمل قبرستان میں مسجد بنانا.....	۲۳	۳۳۶
۸۴۷۱	قبرستان کی خالی زمین جوت کر اس کی آمدنی مسجد میں.....	۲۳	۳۳۷
۸۴۷۲	قبرستان میں ایک چبوترہ ہے، اسمیں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں مسجد تعمیر کرنا	۲۳	۳۳۸
۸۴۷۳	نماز عید اس محراب میں کہ کچھ قبریں سامنے ہوں.....	۲۳	۳۳۹
۸۴۷۴	قبرستان کے باغ کی آمدنی سے امام ومدرس کی تنخواہ.....	۲۳	۳۴۰
۸۴۷۵	مزار اور قبرستان کے لئے صندوق لگانا، آمدنی کے واسطے.....	۲۳	۳۴۱
۸۴۷۶	فقیر نگراں کا قبرستان کی زمین فروخت کرنا.....	۲۳	۳۴۲
۸۴۷۷	قبرستان کی حفاظت کرنے والوں کے لئے وہاں کی لکڑی کا استعمال.....	۲۳	۳۴۳
۸۴۷۸	قبرستان کی لکڑی کا مصرف.....	۲۳	۳۴۴
۸۴۷۹	قبرستان کی گھاس.....	۲۳	۳۴۴
۸۴۸۰	قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانا.....	۲۳	۳۴۵
۸۴۸۱	قبرستان کی چہار دیواری سنیما کی آمدنی سے.....	۲۳	۳۴۶
۸۴۸۲	جو قبریں راستہ میں ہوں ان کو وہاں سے ہٹانا.....	۲۳	۳۴۷
۸۴۸۳	قبرستان کی مینڈھ باندھنے کے لئے وہاں کی مٹی لینا.....	۲۳	۳۴۸
۸۴۸۴	مخصوص قبرستان میں بلا اجازت دفن کرنا.....	۲۳	۳۴۹
۸۴۸۵	قبر کہنہ کا حکم.....	۲۳	۳۵۰
۸۴۸۶	کنواں کھودتے ہوئے کھونپڑی نکل آئی.....	۲۳	۳۵۲
۸۴۸۷	بڑوں کی قبریں اور چھوٹوں کی قبریں الگ الگ.....	۲۳	۳۵۲
۸۴۸۸	ایرانی مردہ کو مسلم قبرستان میں دفن کرنا.....	۲۳	۳۵۴
۸۴۸۹	قبرستان میں قربانی.....	۲۳	۳۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۴۹۰	قبرستان میں بیڑی پینا، قبرستان میں آگ جلا کر کھانا پکانا.....	۲۳	۳۵۵
۸۴۹۱	قبر کے قریب پیشاب کرنا.....	۲۳	۳۵۶
۸۴۹۲	قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا.....	۲۳	۳۵۶
۸۴۹۳	قبرستان میں برہنہ پا ہونا.....	۲۳	۳۵۷
۸۴۹۴	قبرستان میں کبڈی وغیرہ کھیلنا.....	۲۳	۳۵۸
	کتاب اللقطۃ		
	﴿لقطہ کے مسائل﴾		
۸۴۹۵	لقطہ کی تفصیل	۲۳	۳۶۰
۸۴۹۶	لقطہ کا صدقہ اور بیع	۲۳	۳۶۲
۸۴۹۷	لقطہ میں تصرف.....	۲۳	۳۶۴
۸۴۹۸	دھوکہ میں کسی کا سامان اٹھا لینا.....	۲۳	۳۶۴
۸۴۹۹	پرانے کپڑے سے سو روپئے کا نوٹ ملا.....	۲۳	۳۶۶
۸۵۰۰	لقطہ کا حکم	۲۳	۳۶۷
۸۵۰۱	لقطہ کا خود استعمال کرنا.....	۲۳	۳۶۷
۸۵۰۲	لقطہ سے تجارت کرنا.....	۲۳	۳۶۸
۸۵۰۳	لقطۂ مسجد کا حکم	۲۳	۳۶۹
۸۵۰۴	بکری کا لقطہ.....	۲۳	۳۷۰
۸۵۰۵	بھینس کا لقطہ.....	۲۳	۳۷۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۰۶	چیل سے مرغی کا بچہ گرا اس کو کیا کیا جائے؟.....	۲۳	۳۷۲
۸۵۰۷	سیلاب میں بہہ کر آئی ہوئی چیز کا استعمال	۲۳	۳۷۲
۸۵۰۸	خوف دشمن سے جو مال چھوڑ کر چلا جائے اس کا حکم.....	۲۳	۳۷۳
۸۵۰۹	کسی غیر مسلم کا قرض ہو جو لا پتہ ہو.....	۲۳	۳۷۴
۸۵۱۰	جو شخص پاکستان چلا گیا اس کے سامان اور مکان کا حکم.....	۲۳	۳۷۴
۸۵۱۱	پاکستان منتقل ہونے والے کی جائیداد پر حکومت کا قبضہ.....	۲۳	۳۷۵
۸۵۱۲	صاحب حق کی طرف حق پہنچانے کی صورت نہ ہو تو	۲۳	۳۷۷
۸۵۱۳	کسی درخت سے گرا ہوا پھل اٹھانا.....	۲۳	۳۷۹
۸۵۱۴	دوسرے کا کبوتر اپنے گھر آجائے تو کیا کرے.....	۲۳	۳۷۹
۸۵۱۵	سفر میں سامان بدل گیا تو ایک سال انتظار کر کے صدقہ کر دیں.....	۲۳	۳۸۰
۸۵۱۶	مالک نے کہا کہ باغ کا جو پھل جو لیلے وہ اسی کا.....	۲۳	۳۸۱

کتاب الشرکۃ والمضاربۃ

شرکت ومضاربت کے احکام

۸۵۱۷	شرکت ومضاربت.....	۲۳	۳۸۴
۸۵۱۸	خیانت کر کے مضارب نے مکان خریدا، اب وہ مکان کس کا ہوگا.....	۲۳	۳۸۶
۸۵۱۹	مضارب نفع میں شریک ہے نقصان میں نہیں.....	۲۳	۳۸۸
۸۵۲۰	شرکت کی ایک صورت	۲۳	۳۹۰
۸۵۲۱	تجارت، شرکت، معاہدہ.....	۲۳	۳۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۲۲	ہوٹل کے ایک شریک کا اپنے دوستوں کو مشترکہ کھانا کھلانا.....	۲۳	۳۹۴
۸۵۲۳	مضارب کے لئے تنخواہ.....	۲۳	۳۹۵
۸۵۲۴	شرکت وانعام.....	۲۳	۳۹۶
۸۵۲۵	کارخانہ میں بیس فیصد نقصان کی شرط.....	۲۳	۳۹۶
۸۵۲۶	مکان مشترک کے پرانے کواڑوں کو اپنے کام میں لانا.....	۲۳	۳۹۷
۸۵۲۷	مشترک زمین پر کسی حصہ دار کا مکان تعمیر کرنا.....	۲۳	۳۹۸
۸۵۲۸	شرکت میں نقصان ایک شریک پر ڈالنا.....	۲۳	۴۰۰
۸۵۲۹	ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ کو فروخت کرنا.....	۲۳	۴۰۱
۸۵۳۰	باہمی معاہدہ کے مطابق مدات کی تقسیم نہ کرنا.....	۲۳	۴۰۳
۸۵۳۱	پریس میں شرکت اور اسکے علیحدگی اور نفع کی تقسیم.....	۲۳	۴۰۴
۸۵۳۲	مشترک زمین میں تعمیر شدہ مکان کے مصارف دونوں فریق نے اٹھائے ہیں تو وہ بھی مشترک ہے	۲۳	۴۰۵
۸۵۳۳	بینک کی ایک اسکیم برائے پینشن.....	۲۳	۴۰۶
۸۵۳۴	شرکت عنان کی ایک صورت.....	۲۳	۴۰۷
۸۵۳۵	مضاربت میں نقصان کس پر ہے.....	۲۳	۴۰۸
۸۵۳۶	بغیر پیسے دیئے کمپنی میں شرکت.....	۲۳	۴۰۹
۸۵۳۷	قرض یا شرکت میں معاملہ کی پابندی.....	۲۳	۴۱۰
۸۵۳۸	مچھلی کے شکار میں شرکت.....	۲۳	۴۱۲
۸۵۳۹	جانوروں کی مضاربت میں شرکت.....	۲۳	۴۱۳
۸۵۴۰	ٹیکسی کے پرمٹ کی بیع اور اس کی شرکت.....	۲۳	۴۱۶
۸۵۴۱	زمین کے بٹوارہ میں کمی و زیادتی.....	۲۳	۴۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۴۲	مضاربت وشرکت	۲۳	۴۲۰
۸۵۴۳	فیکٹری سے کام لینے میں شرکت کی ایک صورت	۲۳	۴۲۲
۸۵۴۴	بلا اجازت شرکاء ایک شریک کا مشترکہ زمین میں کاشت کرنا	۲۳	۴۲۷
۸۵۴۵	**مشترکہ آمدنی سے بچا کر روپیہ الگ رکھنا اور اس سے مکان خریدنا، ضعیف والدین کا نفقہ**	۲۳	۴۲۸
۸۵۴۶	استفتاء متعلق سوالِ بالا	۲۳	۴۳۰
۸۵۴۷	نیلام در نیلام	۲۳	۴۳۳
۸۵۴۸	مشترکہ روپیہ سے تجارت اور نفع سے حج	۲۳	۴۳۵
۸۵۴۹	کاشت میں ایک بھائی کا نام درج ہے کام سب کا مشترک ہے	۲۳	۴۳۵
۸۵۵۰	زمین دوکان وگھوڑی میں شرکت کی ایک صورت	۲۳	۴۳۶
۸۵۵۱	قبضہ کی جائداد میں شرکت کی ایک صورت	۲۳	۴۴۱
۸۵۵۲	دوکان میں شرکت کی ایک صورت	۲۳	۴۴۳
۸۵۵۳	باپ اور بیٹے نے یکجا محنت سے کمایا تو وہ باپ کی ملک ہے	۲۳	۴۴۴
۸۵۵۴	چچا نے بھتیجہ کی پرورش کی کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجہ کا حصہ ہے	۲۳	۴۴۵
۸۵۵۵	شرکت اور پھر علیحدگی	۲۳	۴۴۷
۸۵۵۶	خرچۂ مقدمہ شریک سے وصول کرنا	۲۳	۴۴۸
۸۵۵۷	شرکت وتقسیم	۲۳	۴۵۰
۸۵۵۸	بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے نہ کہ چھوٹے بھائی کا	۲۳	۴۵۲
۸۵۵۹	جائیداد میں شرکت	۲۳	۴۵۳
۸۵۶۰	روپیہ کی قیمت میں کمی زیادتی کا اثر	۲۳	۴۵۶
۸۵۶۱	مشترک زمین میں امرود کے درخت کا مالک کون ہے	۲۳	۴۵۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۶۲	سودی کمپنی کے حصص خریدنا	۲۳	۴۵۹
۸۵۶۳	مشترکہ رقم سے تجارت	۲۳	۴۵۹
۸۵۶۴	مشترکہ مکان کی مرمت ایک شریک کرایہ دے تو؟	۲۳	۴۶۰
	کتاب البیوع		
	خرید وفروخت کے احکام		
	باب اول		
	بیع صحیح		
۸۵۶۵	حرام جانوروں کی بیع	۲۴	۲۶
۸۵۶۶	کچھوے کی بیع	۲۴	۲۶
۸۵۶۷	لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع	۲۴	۲۷
۸۵۶۸	کتے کی خرید وفروخت	۲۴	۲۸
۸۵۶۹	کتے کی بیع	۲۴	۳۰
۸۵۷۰	خچر کی بیع	۲۴	۳۱
۸۵۷۱	مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، کیکڑہ وغیرہ کا کھانا، فروخت کرنا	۲۴	۳۲
۸۵۷۲	مچھلی تالاب سے نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا	۲۴	۳۳
۸۵۷۳	تالاب سے مچھلی پکڑ کر فروخت کرنا	۲۴	۳۳
۸۵۷۴	مچھلیاں کس طرح پکڑیں	۲۴	۳۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۷۵	لونڈی کے احکام بیع، استیلاد وغیرہ.....	۲۴	۳۵
۸۵۷۶	کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا.....	۲۴	۳۸
۸۵۷۷	گوشت کی تجارت	۲۴	۳۹
۸۵۷۸	ہڈی کی خرید وفروخت.....	۲۴	۴۰
۸۵۷۹	لفافہ کے ساتھ چینی تول کر دینا.....	۲۴	۴۰
۸۵۸۰	جو مرغی پڑوسیوں کا نقصان کرے اس کے انڈے خریدنا.....	۲۴	۴۱
۸۵۸۱	نابالغ سے خرید وفروخت کا معاملہ.....	۲۴	۴۲
۸۵۸۲	نابالغ بچوں کا خرید وفروخت کرنا.....	۲۴	۴۲
۸۵۸۳	نابالغ بھتیجے کی زمین فروخت کرنا.....	۲۴	۴۳
۸۵۸۴	زمین کی بیع کے بعد اس میں کمی نکلنا.....	۲۴	۴۳
۸۵۸۵	زمین کی بیع ہونے اور قیمت ادا کرنے کے بعد رجسٹری نہ ہونے کی وجہ	۲۴	
	سے بیع کی واپسی کا حق نہیں رہا.....	۲۴	۴۴
۸۵۸۶	قبر والی زمین کی بیع.....	۲۴	۴۶
۸۵۸۷	دوسرے کے نام پر زمین وجائداد خریدنا.....	۲۴	۴۷
۸۵۸۸	بیٹے کے نام پر مکان خریدنے سے وہ مالک نہیں ہوتا.....	۲۴	۴۸
۸۵۸۹	بیع مشاع.....	۲۴	۵۰
۸۵۹۰	بائع، مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف.....	۲۴	۵۲
۸۵۹۱	کتاب کا مسودہ جس قیمت پر چاہے مصنف فروخت کرے، پھر چھپنے الخ	۲۴	۵۳
۸۵۹۲	ہندو لاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا.....	۲۴	۵۴
۸۵۹۳	کرایہ پر لی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا.....	۲۴	۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۵۹۴	ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا درست ہے.....	۲۴	۵۵
۸۵۹۵	پوسٹ کارڈ وغیرہ زیادہ قیمت لیکر بیچنا.....	۲۴	۵۶
۸۵۹۶	شرعاً کم یا زیادہ قیمت پر بیچنے کا اختیار ہے.....	۲۴	۵۶
۸۵۹۷	نادار ضرورتمند سے تجارت میں زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے.....	۲۴	۵۷
۸۵۹۸	تجارت میں نفع کی حد.....	۲۴	۵۸
۸۵۹۹	زیادہ بھاؤ پر خریدنا.....	۲۴	۵۸
۸۶۰۰	کم قیمت میں خرید کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا.....	۲۴	۶۰
۸۶۰۱	ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان دینا.....	۲۴	۶۱
۸۶۰۲	بیش قیمت چیز کم قیمت پر خریدنا.....	۲۴	۶۲
۸۶۰۳	سود سے بچنے کے لیے بیع کی اصل قیمت پر زیادتی کا معاملہ کرنا.....	۲۴	۶۳
۸۶۰۴	ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت منتقل کرنا.....	۲۴	۶۵
۸۶۰۵	بیع میں رنگا.....	۲۴	۶۷
۸۶۰۶	بھیک کے مال کی فروختگی.....	۲۴	۶۷
۸۶۰۷	تانبے پیتل وغیرہ کی بیع ادھار.....	۲۴	۶۸
۸۶۰۸	تالاب کے پانی کی بیع.....	۲۴	۶۹
۸۶۰۹	جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا.....	۲۴	۷۰
۸۶۱۰	گورنمنٹ کی زمین کا نیلام خریدنا.....	۲۴	۷۱
۸۶۱۱	غیر مسلم کا ذبیحۂ شرعی کو فروخت کرنا.....	۲۴	۷۲
۸۶۱۲	مردار کا چمڑہ اتارنا اور فروخت کرنا.....	۲۴	۷۲
۸۶۱۳	مردار کی کھال پر نمک لگا کر بیچنا.....	۲۴	۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۱۴	مردار کی کھال فروخت کرنا.....	۲۴	۷۴
۸۶۱۵	اہاب کی خرید وفروخت	۲۴	۷۴
۸۶۱۶	جلد میتہ کی بیع.....	۲۴	۷۵
۸۶۱۷	سانپ کی کھال کی بیع.....	۲۴	۷۶
۸۶۱۸	قربانی سے پہلے ہی کھال فروخت کردینا.....	۲۴	۷۷
۸۶۱۹	غبارے بیچنا.....	۲۴	۷۷
	☆..... باب دوم .....☆		
	بیع باطل وفاسد		
۸۶۲۰	خنزیر کی بیع.....	۲۴	۷۹
۸۶۲۱	خنزیر کا پالنا چرانا، بیچنا سب غلط ہے.....	۲۴	۷۹
۸۶۲۲	خنزیر وغیرہ کی تجارت مسلم کے حق میں.....	۲۴	۸۱
۸۲۳	خنزیر کے بالوں کے برش کی بیع لکڑی کے تابع ہوکر.....	۲۴	۸۱
۸۶۲۴	سور کے دودھ کی بیع.....	۲۴	۸۲
۸۲۵	حرہ کی بیع.....	۲۴	۸۳
۸۶۲۶	حرہ کی بیع پر ایک قیاس.....	۲۴	۸۳
۸۶۲۷	حرہ مال نہیں اس کو امۃ بنالینا درست نہیں.....	۲۴	۸۴
۸۶۲۸	بیوی کو بیچنا.....	۲۴	۸۶
۸۶۲۹	نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت.....	۲۴	۸۷
۸۶۳۰	شراب وغیرہ کی بیع.....	۲۴	۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۳۱	فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں استعمال کرنا.....	۲۴	۸۸
۸۶۳۲	دارالاسلام میں ذمی کو حرام اشیاء فروخت کرنیکی اجازت جزیہ کے بدلے	۲۴	۸۹
۸۶۳۳	چڑھاوے کے بکرے کی خرید وفروخت.....	۲۴	۹۰
۸۶۳۴	چڑھاوے کی خرید وفروخت کرنا.....	۲۴	۹۱
۸۶۳۵	مردار کی گیلی کھال فروخت کرنا.....	۲۴	۹۳
۸۶۳۶	کٹے ہوئے موئے انسان کی کھاد اور اس کی تجارت.....	۲۴	۹۴
۸۶۳۷	خون کی بیع وشراء.....	۲۴	۹۴
۸۶۳۸	پتہ کی بیع وشراء.....	۲۴	۹۵
۸۶۳۹	شئ مسروق کی خریداری.....	۲۴	۹۶
۸۶۴۰	بیع میں شرط فاسد.....	۲۴	۹۶
۸۶۴۱	شرط فاسد سے بیع.....	۲۴	۹۷
۸۶۴۲	بیع واپسی کی شرط پر.....	۲۴	۹۸
۸۶۴۳	زمین وغیرہ کی بیع میں واپسی کی شرط.....	۲۴	۱۰۲
۸۶۴۴	بیع بشرط اقالہ.....	۲۴	۱۰۳
۸۶۴۵	بیع قبل القبض.....	۲۴	۱۰۴
۸۶۴۶	بیع فاسد کو صحیح کرنے کی صورت.....	۲۴	۱۰۵
۸۶۴۷	ٹپکا کی بیع.....	۲۴	۱۰۵
۸۶۴۸	بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا.....	۲۴	۱۰۶
۸۶۴۹	مچھلیاں خریدنا.....	۲۴	۱۰۷
۸۶۵۰	پوشیدہ اشیاء کی بیع.....	۲۴	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۵۱	بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال بیع مجہول سے متعلق.....	۲۴	۱۰۹
۸۶۵۲	خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع.....	۲۴	۱۱۰
۸۶۵۳	افیون وغیرہ کی بیع.....	۲۴	۱۱۲
۸۶۵۴	افیون کی تجارت اوراس کی آمدنی کا حکم.....	۲۴	۱۱۲
۸۶۵۵	افیون کی بیع اور کاشت.....	۲۴	۱۱۳
۸۶۵۶	بوڑی کی بیع.....	۲۴	۱۱۴
۸۶۵۷	گوبر کی بیع.....	۲۴	۱۱۵
۶۵۸	آب پاشی پانی کی بیع کی ایک صورت.....	۲۴	۱۱۵
۸۶۵۹	باغ کی بہار خریدتے وقت یہ شرط لگانا کہ اتنے بہار دینے ہونگے.....	۲۴	۱۱۷
۸۶۶۰	بیع پختہ ہوجانے کے بعد بائع کا شرط لگانا.....	۲۴	۱۱۷
۸۶۶۱	غیر کی زمین کوفروخت کرنا.....	۲۴	۱۱۸
۸۶۶۲	ذبح سے پہلے جانور کا گوشت فروخت کرنا.....	۲۴	۱۲۰
۸۶۶۳	بڑے کے گوشت کو بکرے گوشت بتا کر فروخت کرنا.....	۲۴	۱۲۱
۸۶۶۴	بلا اذن مالک پتوں کی بیع، جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اسکے دودھ اور گوشت کا حکم	۲۴	۱۲۲
۸۶۶۵	خودرو بانس کی بیع بلا اجازت مالک.....	۲۴	۱۲۳
۸۶۶۶	دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا.....	۲۴	۱۲۴
۸۶۶۷	جو تیل بیچ گیا ہے وہ تیلی سے خریدنا.....	۲۴	۱۲۵
۸۶۶۸	کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع.....	۲۴	۱۲۶
۸۶۶۹	بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار.....	۲۴	۱۲۶
۸۶۷۰	پھل آنے سے پہلے ان کی بیع.....	۲۴	۱۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۷۱	پھل کی بیع پکنے اور بڑے ہونے سے پہلے.....	۲۴	۱۲۹
۸۶۷۲	درختوں پر پھلوں کی بیع.....	۲۴	۱۲۹
۸۶۷۳	مول پر آم کی بیع.....	۲۴	۱۳۱
۸۶۷۴	اندرون زمین آلو وغیرہ کی بیع.....	۲۴	۱۳۴
۸۶۷۵	باغ کے درخت کی بیع مکرر.....	۲۴	۱۳۴
۸۶۷۶	زندہ درخت کی بیع اور اس سے اگنے والی شاخوں کا حکم.....	۲۴	۱۳۶
۸۶۷۷	پھل کی فصل کی بیع یا ٹھیکہ.....	۲۴	۱۳۸
۸۶۷۸	بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کی ضرورت.....	۲۴	۱۳۹
۸۶۷۹	کچا پھل خرید کر اس کو بائع کے درخت سے توڑنے کی شرط.....	۲۴	۱۴۰
۸۶۸۰	باغ فروخت کر کے کچھ آم مستثنیٰ کرنا.....	۲۴	۱۴۰
۸۶۸۱	پھل کی جنس.....	۲۴	۱۴۱
۸۶۸۲	فصل پر جو غلہ کا نرخ ہو اس حساب سے خریدنا.....	۲۴	۱۴۲
۸۶۸۳	بیع پر بیع.....	۲۴	۱۴۳
۸۶۸۴	دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا.....	۲۴	۱۴۵
۸۶۸۵	فون پر بیع.....	۲۴	۱۴۶
۸۶۸۶	ریلوے کی چوری.....	۲۴	۱۴۷
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	بیع مکروہ		
۸۶۸۷	شعار کفار کی خرید وفروخت.....	۲۴	۱۴۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۶۸۸	پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا.....	۲۴	۱۵۰
۸۶۸۹	پلاسٹک کی گڑیا اور تصویریں بیچنا.....	۲۴	۱۵۱
۸۶۹۰	مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا.....	۲۴	۱۵۲
۸۶۹۱	کنٹرول نرخ کے خلاف بیع صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے.....	۲۴	۱۵۳
۸۶۹۲	کنٹرول کے نرخ سے کمی زیادتی پر بیع.....	۲۴	۱۵۵
۸۶۹۳	کنٹرول کا مال زیادہ قیمت پر فروخت کرنا اور نفع کمانا.....	۲۴	۱۵۶
۸۶۹۴	گورنمنٹ سے راشن لیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنا.....	۲۴	۱۵۷
۸۶۹۵	راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا.....	۲۴	۱۵۸
۸۶۹۶	غیر قانونی مال خرید کر دوسرے ملک میں فروخت کرنا.....	۲۴	۱۵۹
۸۶۹۷	بلیک کرنے کا حکم.....	۲۴	۱۶۰
۸۶۹۸	بلیک مارکیٹ.....	۲۴	۱۶۱
۸۶۹۹	تمباکو کی کاشت تجارت اور استعمال.....	۲۴	۱۶۱
۸۷۰۰	افیم کی بلیک.....	۲۴	۱۶۲
۸۷۰۱	مہوا کی بیع غلہ سے.....	۲۴	۱۶۳
۸۷۰۲	مہوا کی بیع.....	۲۴	۱۶۳
۸۷۰۳	غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا.....	۲۴	۱۶۴
۸۷۰۴	بینڈ باجوں میں استعمال ہونے والے چمڑے کی بیع.....	۲۴	۱۶۵
۸۷۰۵	اگربتی مزار پر جلانے کے لئے خریدنا.....	۲۴	۱۶۶
۸۷۰۶	آتش بازی کی تجارت.....	۲۴	۱۶۶
۸۷۰۷	تصاویر کی تجارت.....	۲۴	۱۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۷۰۸	تصاویر کی تجارت کرنا.....	۲۴	۱۶۷
۸۷۰۹	پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت.....	۲۴	۱۶۸
۸۷۱۰	آتش بازی بنانا اور تجارت کرنا.....	۲۴	۱۶۸
۸۷۱۱	جاسوسی فلمی کتابوں کی تجارت.....	۲۴	۱۶۹
۸۷۱۲	نیپال سے کپڑا لاکر فروخت کرنا.....	۲۴	۱۷۰
۸۷۱۳	کاسب حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا.....	۲۴	۱۷۱
۸۷۱۴	حرام کے پیسہ کے عوض بیع کرنا.....	۲۴	۱۷۱
۸۷۱۵	خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کرے؟.....	۲۴	۱۷۲
۸۷۱۶	تعلیمی تاش کی بیع.....	۲۴	۱۷۳
۸۷۱۷	آلات لہو کی بیع.....	۲۴	۱۷۴
۸۷۱۸	ہارمونیم کی تجارت.....	۲۴	۱۷۴
۸۷۱۹	ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال.....	۲۴	۱۷۵
۸۷۲۰	بینڈ باجہ فروخت کرنا اور حلال روزی کا عمل.....	۲۴	۱۷۶
۸۷۲۱	شراب کے لیے بوتل فروخت کرنا.....	۲۴	۱۷۷
۸۷۲۲	شراب کی خالی بوتلوں کی بیع.....	۲۴	۱۷۸
۸۷۲۳	گھڑی کی چڑیا کی بیع.....	۲۴	۱۷۹
۸۷۲۴	بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہوجائے.....	۲۴	۱۸۱
۸۷۲۵	پیشگی قیمت دے کر تھوڑا تھوڑا مبیع وصول کرنا.....	۲۴	۱۸۲
۸۷۲۶	اسپرٹ کی تجارت.....	۲۴	۱۸۳
۸۷۲۷	انسانی بول براز کھاد کے طور بیچنا.....	۲۴	۱۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب چہارم .....☆		
	خیار عیب		
۸۷۲۸	دو سال بعد خیار عیب نہیں.....	۲۴	۱۸۵
۸۷۲۹	دودھ میں پانی ملا کر بیع کرنا.....	۲۴	۱۸۵
۸۷۳۰	پانی ملا کر ظاہر کر کے دودھ بیچنا.....	۲۴	۱۸۶
۸۷۳۱	دودھ میں پانی ملا کر بیچنا.....	۲۴	۱۸۷
۸۷۳۲	تمباکو میں رہی ملا کر فروخت کرنا.....	۲۴	۱۸۸
۸۷۳۳	دھان میں پانی ملا کر فروخت کرنا.....	۲۴	۱۸۸
۸۷۳۴	چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا.....	۲۴	۱۹۰
	☆..... باب پنجم .....☆		
	نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام		
۸۷۳۵	قیمت بڑھا کر قسطوار ادھار بیچنا درست ہے.....	۲۴	۱۹۱
۸۷۳۶	قسطوں پر کوئی شئ خریدنا.....	۲۴	۱۹۲
۸۷۳۷	قسط پر خریدنا.....	۲۴	۱۹۲
۸۷۳۸	زیادہ نفع پر بیع.....	۲۴	۱۹۳
۸۷۳۹	ادھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا.....	۲۴	۱۹۴
۸۷۴۰	ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی.....	۲۴	۱۹۵
۸۷۴۱	نقد وادھار کی قیمت میں فرق.....	۲۴	۱۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۷۴۲	نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ.....	۲۴	۱۹۷
۸۷۴۳	نقد وادھار کی قیمت میں فرق.....	۲۴	۱۹۹
۸۷۴۴	نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا.....	۲۴	۱۹۹
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	بیعانہ کے احکام		
۸۷۴۵	بیعانہ کا حکم.....	۲۴	۲۰۱
۸۷۴۶	بیعانہ لینے سے بیع.....	۲۴	۲۰۱
۸۷۴۷	بیعانہ کی واپسی.....	۲۴	۲۰۳
۸۷۴۸	بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ ضبط.....	۲۴	۲۰۴
	☆..... **باب ہفتم** .....☆		
	حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع		
۸۷۴۹	گڈول کی شرعی حیثیت.....	۲۴	۲۰۶
۸۷۵۰	کتابوں کی حق طباعت.....	۲۴	۲۰۷
۸۷۵۱	حقوق طبع تصانیف کی بیع.....	۲۴	۲۰۷
۸۷۵۲	حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا.....	۲۴	۲۰۹
۸۷۵۳	بیع اسٹامپ.....	۲۴	۲۱۱
۸۷۵۴	پینشن کی بیع.....	۲۴	۲۱۲
۸۷۵۵	وظیفہ (پنشن) کی بیع.....	۲۴	۲۱۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۷۵۶	کمپنی کے حصص خریدنا.....	۲۴	۲۱۴
۸۷۵۷	شیئر خریدنا.....	۲۴	۲۱۵
	☆..... **باب ہشتم** .....☆		
	بیع مرابحہ		
۸۷۵۸	بیع مرابحہ.....	۲۴	۲۱۶
۸۷۵۹	ایضاً.....	۲۴	۲۱۶
۸۷۶۰	کپڑا خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرنا.....	۲۴	۲۱۷
۸۷۶۱	ایضاً.....	۲۴	۲۱۸
۸۷۶۲	بیع مرابحہ کی ایک صورت.....	۲۴	۲۱۹
۸۷۶۳	ایضاً.....	۲۴	۲۲۰
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	بیع سلم		
۸۷۶۴	بیع سلم میں ثمن مجہول ہو.....	۲۴	۲۲۲
۸۷۶۵	بیع سلم.....	۲۴	۲۲۲
۸۷۶۶	بیع سلم.....	۲۴	۲۲۴
۸۷۶۷	بیع سلم میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ.....	۲۴	۲۲۵
۸۷۶۸	بیع سلم.....	۲۴	۲۲۶
۸۷۶۹	بیع سلم کی جائز صورت.....	۲۴	۲۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۷۷۰	سلم کی ایک صورت.....	۲۴	۲۲۸
۸۷۷۱	متعینہ وقت پر مسلم فیہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیع سلم کا حکم.....	۲۴	۲۳۰
۸۷۷۲	بیع سلم میں روپے کے عوض دھان لینے کی شرط.....	۲۴	۲۳۰
۸۷۷۳	بیع سلم کی بعض صورتیں.....	۲۴	۲۳۲
۸۷۷۴	بیع سلم کی تین صورتیں.....	۲۴	۲۳۴
۸۷۷۵	بیع سلم بلا شرائط.....	۲۴	۲۳۶
۸۷۷۶	سلم.....	۲۴	۲۳۷
۸۷۷۷	مبیع نہ دینے کی صورت میں بیع سلم کا حکم.....	۲۴	۲۳۸
۸۷۷۸	بیع سلم فی الفلوس.....	۲۴	۲۴۰
۸۷۷۹	اشکال بر جواب مذکورہ.....	۲۴	۲۴۳
۸۷۸۰	قسط پر سامان مجہول قیمت پر بیچنا درست نہیں.....	۲۴	۲۴۶
۸۷۸۱	قیمت متعینہ میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی.....	۲۴	۲۴۷
۸۷۸۲	قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا.....	۲۴	۲۴۸

☆..... باب دھم .....☆

بیع صرف

۸۷۸۳	بیع صرف کی ایک صورت.....	۲۴	۲۵۱
۸۷۸۴	ایک نوٹ کی بیع دو نوٹ کے بدلے.....	۲۴	۲۵۲
۸۷۸۵	روپیہ، نوٹ، ریزگاری کی بیع متفاضلاً.....	۲۴	۲۵۲
۸۷۸۶	نوٹ و روپیہ کی بیع ریزگاری کے ساتھ.....	۲۴	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۷۸۷	ایضاً.....	۲۴	۲۵۷
۸۷۸۸	سونے چاندی کی بیع کی ایک صورت.....	۲۴	۲۵۷
۸۷۸۹	چاندی سونے کی، نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ.....	۲۴	۲۵۸
۸۷۹۰	نوٹ کی بیع ادھار.....	۲۴	۲۶۱
۸۷۹۱	نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے.....	۲۴	۲۶۲
۸۷۹۲	بٹہ پر نوٹ فروخت کرنا.....	۲۴	۲۶۲
۸۷۹۳	نوٹ کی بیع کمی بیشی سے.....	۲۴	۲۶۳
۸۷۹۴	سنار کی راکھ کی بیع.....	۲۴	۲۶۵
۸۷۹۵	حل کی بیع.....	۲۴	۲۶۵
۸۷۹۶	ڈالر کی بیع کمی زیادتی سے.....	۲۴	۲۶۶
۸۷۹۷	ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا.....	۲۴	۲۶۷
۸۷۹۸	غیر ملکی پونڈ وغیرہ کی بیع.....	۲۴	۲۶۸
	☆..... **باب یازدھم** .....☆		
	بیع بالوفاء		
۸۷۹۹	زمین کی رجسٹری کرنے کے بعد دوبارہ لینے کا دل میں خیال رکھنا.....	۲۴	۲۶۹
۸۸۰۰	زمین کم قیمت میں واپس کرنے کا وعدہ کرکے بعد میں انکار کرنا.....	۲۴	۲۷۰
۸۸۰۱	بیع الوفا کی ایک صورت.....	۲۴	۲۷۲
۸۸۰۲	دس سال کی مدت تک مکان فروخت کرنا.....	۲۴	۲۷۴
۸۸۰۳	مکان فروخت کرکے دوبارہ خریدنے کا معاہدہ.....	۲۴	۲۷۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۰۴	بیع قطعی کرنے کے بعد معینہ مدت میں واپس کرنے کی درخواست کرنا.....	۲۴	۲۷۶
۸۸۰۵	بیع کرنے کے بعد دس سال کے اندر اندر واپس لینے کا اقرار نامہ لکھوانا	۲۴	۲۷۹
۸۸۰۶	کٹ قبالہ کا حکم.....	۲۴	۲۸۰
۸۸۰۷	مکان خریدنے کے بعد مشتری سے واپسی کا اقرار نامہ لکھوانا.....	۲۴	۲۸۱
۸۸۰۸	بیع بالوفاء کی حقیقت.....	۲۴	۲۸۳
۸۸۰۹	بیع الوفاء.....	۲۴	۲۸۴
۸۸۱۰	بیع الوفاء حقیقۃً رہن ہے.....	۲۴	۲۸۵
۸۸۱۱	بیع الوفاء اصل قیمت سے زیادہ پر.....	۲۴	۲۸۷
۸۸۱۲	میعادی بیع اور اس کا نفع.....	۲۴	۲۸۸
۸۸۱۳	بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع.....	۲۴	۲۸۹
	☆..... **باب دوازدھم** .....☆		
	ذخیرہ اندوزی کے احکام		
۸۸۱۴	احتکار.....	۲۴	۲۹۱
۸۸۱۵	آلو، پیاز وغیرہ کا اسٹاک کرنا.....	۲۴	۲۹۲
۸۸۱۶	غلہ کی ذخیرہ اندوزی.....	۲۴	۲۹۳
۸۸۱۷	تجارت میں ذخیرہ اندوزی.....	۲۴	۲۹۴
	☆..... **باب سیزدھم** .....☆		
	بیع کے متفرق مسائل		
۸۸۱۸	بنجر کھیت ایک نے پٹواری سے خریدا دوسرے نے نائب پردھان سے وہ کھیت کس کا ہے؟	۲۴	۲۹۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۱۹	سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم.....	۲۴	۲۹۵
۸۸۲۰	جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا.....	۲۴	۲۹۶
۸۸۲۱	بیع میں دھوکہ دینا.....	۲۴	۲۹۸
۸۸۲۲	خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے.....	۲۴	۲۹۹
۸۸۲۳	مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے.....	۲۴	۳۰۱
۸۸۲۴	ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت.....	۲۴	۳۰۲
۸۸۲۵	حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت.....	۲۴	۳۰۳
۸۸۲۶	ماہانہ پرچوں کی بیع.....	۲۴	۳۰۳
۸۸۲۷	مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا.....	۲۴	۳۰۴
۸۸۲۸	مسلمانوں کو سور کا گوشت دھوکہ سے بیچنا.....	۲۴	۳۰۵
۸۸۲۹	اخبارات کی ایجنسی اور اس کی تقسیم کا کام.....	۲۴	۳۰۶
۸۸۳۰	چمڑے کے وزن کا طریقہ.....	۲۴	۳۰۷
۸۸۳۱	قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں.....	۲۴	۳۰۷
۸۸۳۲	کاشت کے لئے زمین مقدار غلہ طے کر کے دینا درست ہے.....	۲۴	۳۰۹
۸۸۳۳	خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت.....	۲۴	۳۱۱
۸۸۳۴	حق المحنت کی ایک صورت.....	۲۴	۳۱۱
۸۸۳۵	غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا.....	۲۴	۳۱۲
۸۸۳۶	نیلام کی ایک صورت.....	۲۴	۳۱۳
۸۸۳۷	نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کر لینا.....	۲۴	۳۱۴
۸۸۳۸	ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق.....	۲۴	۳۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۳۹	آتش بازی کا سامان رکھنے کے کارڈ بکس کی قیمت حلال ہے.....	۲۴	۳۱۸
۸۸۴۰	دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا.....	۲۴	۳۱۹
۸۸۴۱	دوسرے کی زمین میں پودے لگانا.....	۲۴	۳۲۲
۸۸۴۲	رقم پہلے دیکر سامان آہستہ آہستہ خریدنا.....	۲۴	۳۲۳
۸۸۴۳	عمومی مفاد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا.....	۲۴	۳۲۴
۸۸۴۴	آڑھت دار کی کٹوتی.....	۲۴	۳۲۵
۸۸۴۵	چماریوں سے ساگ خریدنا.....	۲۴	۳۲۶
۸۸۴۶	کسٹوڈین کا قبضہ موجب ملک ہے.....	۲۴	۳۲۷
۸۸۴۷	کسٹوڈین سے زمین خریدنا.....	۲۴	۳۲۸
۸۸۴۸	طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا.....	۲۴	۳۳۰
۸۸۴۹	۵ رکلو شکر کے لئے ۲۵ رکلو کی درخواست دینا.....	۲۴	۳۳۰
۸۸۵۰	بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا.....	۲۴	۳۳۱
۸۸۵۱	قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت.....	۲۴	۳۳۲
۸۸۵۲	مبیع مقدار معین سے کم یا زائد نکلے.....	۲۴	۳۳۲
۸۸۵۳	بیع میں سامان زیادہ ہو تو کیا کرے.....	۲۴	۳۳۴
۸۸۵۴	کھوٹے روپے کا حکم.....	۲۴	۳۳۵
۸۸۵۵	اناج کی بیع فصل کی قیمت پر.....	۲۴	۳۳۵
۸۵۶	مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع.....	۲۴	۳۳۶
۸۵۷	بیع فضولی.....	۲۴	۳۳۹
۸۸۵۸	ٹیکس دینے سے نقصان ہو تو کیا کرے.....	۲۴	۳۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۵۹	ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا.....	۲۴	۳۴۰
۸۸۶۰	ٹیکس سے بچنے کے لئے خریداری کی ایک صورت.....	۲۴	۳۴۱
۸۸۶۱	بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا.....	۲۴	۳۴۱
	کتاب الربوٰ والقمار		
	﴿سود اور جوئے کے مسائل﴾		
	☆..... باب اول .....☆		
	مسائل سود		
۸۸۶۲	سود کسے کہتے ہیں	۲۴	۳۴۶
۸۸۶۳	بینک کے سود کا مصرف	۲۴	۳۴۶
۸۸۶۴	ایضاً.....	۲۴	۳۴۷
۸۸۶۵	حکومت کے سودی قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم.....	۲۴	۳۴۸
۸۸۶۶	حفاظت کیلئے بینک میں روپیہ رکھنا.....	۲۴	۳۶۶
۸۸۶۷	بینک سے سودی قرض.....	۲۴	۳۶۶
۸۸۶۸	غیر مسلم سے سود.....	۲۴	۳۶۷
۸۸۶۹	مسلم بینک کا قیام اور اس کی آمدنی.....	۲۴	۳۶۸
۸۸۷۰	رشوت دیکر روپیہ کمانا.....	۲۴	۳۶۹
۸۸۷۱	ہندوستان میں سود کا حکم.....	۲۴	۳۷۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۷۲	دارالاسلام اوردارالحرب کی تحقیق.....	۲۴	۳۷۰
۸۸۷۳	دارالحرب کی تعریف.....	۲۴	۳۷۷
۸۸۷۴	دارالحرب کی تفصیلی بحث اورحلت سود کاحکم.....	۲۴	۳۷۸
۸۸۷۵	دارالحرب ودارالاسلام.....	۲۴	۳۹۲
۸۸۷۶	سود کے متعلق ایک نہایت اہم تفصیلی بحث وتحقیق.....	۲۴	۳۹۵
۸۸۷۷	منافعۂ قرض	۲۴	۴۰۴
۸۸۷۸	سودی قرض سے تجارت کرکے منافع کمانا.....	۲۴	۴۰۴
۸۸۷۹	قرض پر منافعہ سود ہے	۲۴	۴۰۷
۸۸۸۰	غلہ قرض دیکر زیادہ وصول کرنا.....	۲۴	۴۰۹
۸۸۸۱	مقروض ہندو سے دودھ لینا.....	۲۴	۴۰۹
۸۸۸۲	مسلم فنڈ سے متعلق تحقیق.....	۲۴	۴۱۰
۸۸۸۳	جواب مذکور پر اشکال.....	۲۴	۴۱۹
۸۸۸۴	اشکال باقی ہے.....	۲۴	۴۲۱
۸۸۵	مسلم فنڈ کی رقوم کو بینک یاڈاکخانہ میں رکھنا.....	۲۴	۴۲۵
۸۸۸۶	سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنا.....	۲۴	۴۲۶
۸۸۸۷	پراویڈنٹ فنڈ پرزائدرقم.....	۲۴	۴۲۷
۸۸۸۸	ایضاً.....	۲۴	۴۲۸
۸۸۸۹	سودی کام میں شرکت.....	۲۴	۴۲۸
۸۸۹۰	سودی معاملہ کی اعانت	۲۴	۴۲۹
۸۸۹۱	حلال زمین میں سودی رقم سے کرایہ کی دوکان بنوائی	۲۴	۴۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۸۹۲	سود کا روپیہ آ گیا، اس کو کہاں استعمال کیا جاوے.....	۲۴	۴۳۱
۸۸۹۳	زندگی کا بیمہ لکھنؤ میں.....	۲۴	۴۳۳
۸۸۹۴	بیمہ کے ذریعہ ملنے والی رقم کی وصیت	۲۴	۴۳۳
۸۸۹۵	قسط وقت پر ادا نہ کرنے کا جرمانہ بھی سود ہے.....	۲۴	۴۳۵
۸۸۹۶	ایک روپیہ قرض دیکر ۱۸/آنہ واپس لینا.....	۲۴	۴۳۵
۸۸۹۷	سود پر قرض لیکر اس سے کاروبار کرنا.....	۲۴	۴۳۶
۸۸۹۸	سود پر قرض لینا.....	۲۴	۴۳۷
۸۸۹۹	سرکاری قرضہ	۲۴	۴۳۸
۸۹۰۰	سرکاری سودی قرضہ.....	۲۴	۴۴۰
۸۹۰۱	سرکاری سودی قرض.....	۲۴	۴۴۲
۸۹۰۲	سود پر قرض لیکر اس سے آمدنی.....	۲۴	۴۴۴
۸۹۰۳	سودی قرض سے بنائے ہوئے کپڑے استعمال کرنا.....	۲۴	۴۴۵
۸۹۰۴	سودی قرض لینا.....	۲۴	۴۴۶
۸۹۰۵	مستاجر سے قرض لینا.....	۲۴	۴۴۷
۸۹۰۶	سودی قرض کی گنجائش ہے.....	۲۴	۴۴۸
۸۹۰۷	کمپنی کے فارم فروخت کرنا.....	۲۴	۴۴۸
۸۹۰۸	سود در سود حرام در حرام.....	۲۴	۴۵۰
۸۹۰۹	توبہ کے بعد سودی مال کا حکم.....	۲۴	۴۵۲
۸۹۱۰	پیسہ اپنے پاس سے دیکر سود کا پیسہ رکھنا.....	۲۴	۴۵۲
۸۹۱۱	بیمہ کرانا.....	۲۴	۴۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۹۱۲	زندگی کا بیمہ.....	۲۴	۴۵۴
۸۹۱۳	جان کا بیمہ.....	۲۴	۴۵۶
۸۹۱۴	مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ.....	۲۴	۴۵۷
۸۹۱۵	مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار.....	۲۴	۴۵۸
۸۹۱۶	قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے.....	۲۴	۴۵۹
۸۹۱۷	باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت	۲۴	۴۶۰
۸۹۱۸	ربوٰ اور قمار کی ایک صورت.....	۲۴	۴۶۱
۸۹۱۹	سود کی ایک صورت	۲۴	۴۶۳
۸۹۲۰	سود کی ایک صورت.....	۲۴	۴۶۴
۸۹۲۱	تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا.....	۲۴	۴۶۵
۸۹۲۲	عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گزارہ کرنا	۲۴	۴۶۶
۸۹۲۳	برما میں ناجائز عقود کا جواز.....	۲۴	۴۶۸
۸۹۲۴	فسادزدہ مسلمانوں کیلئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا.....	۲۴	۴۶۹
۸۹۲۵	فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری.....	۲۴	۴۷۱
۸۹۲۶	شبہ ربا سے احتراز.....	۲۴	۴۷۳
۸۹۲۷	سود لینے کی صورتیں.....	۲۴	۴۷۴
۸۹۲۸	روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی.....	۲۴	۴۷۵
۸۹۲۹	سود کا مصرف مدرسہ میں.....	۲۴	۴۷۸
۸۹۳۰	سود کی ایک صورت.....	۲۴	۴۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب دوم .....☆		
	جوئے کے مسائل		
۸۹۳۱	معمہ حل کرنے کی اجرت	۲۴	۴۸۰
۸۹۳۲	اخباری معمہ حل کرنا	۲۴	۴۸۲
۸۹۳۳	شمع معمہ حل کرنے پر انعام	۲۴	۴۸۳
۸۹۳۴	حل معمہ	۲۴	۴۸۵
۸۹۳۵	مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی	۲۴	۴۸۷
۸۹۳۶	لاٹری کا حکم	۲۴	۴۸۸
۸۹۳۷	دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں	۲۴	۴۸۹
۸۹۳۸	جوئے کی ایک صورت	۲۴	۴۹۰
۸۹۳۹	لاٹری کا ٹکٹ	۲۴	۴۹۱
۸۹۴۰	قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا	۲۴	۴۹۱
۸۹۴۱	شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کیلئے کمیٹی	۲۴	۴۹۲
۸۹۴۲	بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی	۲۴	۴۹۳
۸۹۴۳	اخبار کے لائف ممبر بنانا	۲۴	۴۹۳
	کتاب الدین		
	﴿مسائل قرض﴾		
۸۹۴۴	مقروض کے تین حالات	۲۵	۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۹۴۵	مقروض کا نفلی چندہ دینا.....	۲۵	۲۹
۸۹۴۶	غیر جنس سے اپنا دین وصول کرنا.....	۲۵	۳۰
۸۹۴۷	قرض اس کی جنس سے ہی ادا کیا جائے	۲۵	۳۱
۸۹۴۸	قرض کی ادائیگی کی صورت.....	۲۵	۳۱
۸۹۴۹	پیداوار کی قلت کی وجہ سے قرض لیکر کھایا الخ.....	۲۵	۳۳
۸۹۵۰	قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا.....	۲۵	۳۴
۸۹۵۱	**مطل الغنی ظلم**	۲۵	۳۵
۸۹۵۲	حق واجب ادا نہ کرنا.....	۲۵	۳۷
۸۹۵۳	دھان کا قرض.....	۲۵	۳۸
۸۹۵۴	ابراء دین معلق.....	۲۵	۳۸
۸۹۵۵	دین قرض کا مطالبہ	۲۵	۴۰
۸۹۵۶	قرض لیکر واپس نہ کرنا	۲۵	۴۱
۸۹۵۷	ابراء کے بعد پھر مطالبہ.....	۲۵	۴۴
۸۹۵۸	قرض خوش دلی سے معاف کرنے کی علامت.....	۲۵	۴۵
۸۹۵۹	قرض لینے کے بعد چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا.....	۲۵	۴۶
۸۹۶۰	نوٹ قرض لیا پھر سونا گراں ہوگیا.....	۲۵	۴۸
۸۹۶۱	چاندی کا روپیہ قرض لیا اور اسکو اب ادا کرنا چاہیں تو کون سا روپیہ ادا کریں	۲۵	۴۸
۸۹۶۲	اپنا قرض بڑوں اور دوستوں سے مانگنا.....	۲۵	۵۰
۸۹۶۳	جو شخص اپنا قرض قبول نہ کرے اس کی ترکیب.....	۲۵	۵۲
۸۹۶۴	مال مشترک میں قرض.....	۲۵	۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۹۶۵	دین ادا کرنے میں ٹال مٹول.....	۲۵	۵۴
۸۹۶۶	ثبوت دین کے لئے حلف.....	۲۵	۵۶
۸۹۶۷	قرض لیکر اس کی واپسی کیلئے اقساط مقرر کرنا.....	۲۵	۵۶
۸۹۶۸	قرض لیکر مکان کرایہ پر دینا.....	۲۵	۵۸
۸۹۶۹	حج کے لیے پرائیویٹ فنڈ سے قرضہ.....	۲۵	۵۸
۸۹۷۰	حقہ پینا اور قرض لے کر دوسروں کی خدمت کرنا.....	۲۵	۵۹
۸۹۷۱	قرض خواہ کا مقروض کو رسوا کرنا.....	۲۵	۶۱
۸۹۷۲	ادائے قرض کے لیے میعاد مقرر کرنا.....	۲۵	۶۲
۸۹۷۳	امام کے ذمہ مسجد کا قرض ہے اس کی وصولی کی صورت.....	۲۵	۶۳
۸۹۷۴	مسجد کا روپیہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا.....	۲۵	۶۴
۸۹۷۵	مالِ کافر کی ادائیگی.....	۲۵	۶۵

کتاب الوکالت

﴿احکام وکالت﴾

۸۹۷۶	وکیل کی آمدنی اور اس کا ہدیہ.....	۲۵	۶۸
۸۹۷۷	وکالت کا پیشہ.....	۲۵	۷۰
۸۹۷۸	پیشۂ وکالت.....	۲۵	۷۱
۸۹۷۹	ایک شخص کیا متعدد معاملات میں وکیل بن سکتا ہے.....	۲۵	۷۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۸۹۸۰	وکیل بالشراء کو قیمت میں تصرف کرنا	۲۵	۷۲
۸۹۸۱	وکالت کی آمدنی	۲۵	۷۳
۸۹۸۲	وکیل کو خرید میں نفع لینا	۲۵	۷۵
	کتاب الدعویٰ		
	﴿دعویٰ کے احکام﴾		
۸۹۸۳	اصل مطالبہ سے زائد کا دعویٰ کرنا	۲۵	۷۸
۸۹۸۴	خرچہ مقدمہ مدعی علیہ سے وصول کرنا	۲۵	۷۹
۸۹۸۵	فریق مخالف پر عدالت کے خرچہ کا دعویٰ کرنا	۲۵	۸۲
	کتاب الشہادۃ		
	﴿گواہی کے احکام﴾		
۸۹۸۶	فاسق کی شہادت کے سلسلہ میں دو فتوؤں میں رفع تضاد	۲۵	۸۴
۸۹۸۷	گواہ سے قسم لینا	۲۵	۸۵
۸۹۸۸	شہادت کی ایک صورت اور قاتل کی مدد	۲۵	۸۷
۸۹۸۹	دنیوی عداوت کی تشریح	۲۵	۸۷
۸۹۹۰	جھوٹی گواہی پر اعتماد	۲۵	۸۹
۸۹۹۱	اداء شہادت جبکہ صحیح فیصلہ کی توقع نہ ہو	۲۵	۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب القضاء والتحکیم		
	﴿قضاء وتحکیم کے احکام﴾		
۸۹۹۲	عہدۂ قضاء.....	۲۵	۹۲
۸۹۹۳	مفتی اور قاضی میں فرق.....	۲۵	۹۴
۸۹۹۴	اگر قاضی کو دوسرے فریق پر اختیار حاصل نہ ہو.....	۲۵	۹۴
۸۹۹۵	دارالقضاء کا قیام ایک قاضی ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر.....	۲۵	۹۵
۸۹۹۶	فاسق کو قاضی بنانا.....	۲۵	۹۹
۸۹۹۷	عورت کو قاضی بنانا.....	۲۵	۱۰۰
۸۹۹۸	بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا.....	۲۵	۱۰۱
۸۹۹۹	ایضاً.....	۲۵	۱۰۲
۹۰۰۰	تحکیم کا طریقہ.....	۲۵	۱۰۳
۹۰۰۱	کیا حکم کے فیصلہ کو رد کرنے کا حق ہے۔.....	۲۵	۱۰۵
	کتاب الاجارۃ		
	﴿اجارہ کے احکام﴾		
۹۰۰۲	اجارہ کی تعریف.....	۲۵	۱۰۷
۹۰۰۳	اجارہ اور تجارت کے احکام.....	۲۵	۱۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۰۴	تنخواہ دار مدرس اجیر خاص ہے یا اجیر مشترک.....	۲۵	۱۰۹
۹۰۰۵	ملازم کے سرکاری حقوق.....	۲۵	۱۱۰
	☆..... **باب اول** .....☆		
	اجارہ صحیحہ		
۹۰۰۶	لگان پر زمین دینا.....	۲۵	۱۱۲
۹۰۰۷	زراعت کی اجرت پیشگی لے لینا.....	۲۵	۱۱۲
۹۰۰۸	غیر مسلم سے گھر کا کام کم قیمت پر.....	۲۵	۱۱۳
۹۰۰۹	زمین کا اجارہ کئی سال کے لئے.....	۲۵	۱۱۴
۹۰۱۰	سود کا روپیہ مسجد میں لگانا.....	۲۵	۱۱۴
۹۰۱۱	سرکاری اسکول میں استاذ بن کر ملازمت.....	۲۵	۱۱۵
۹۰۱۲	ٹھیکہ داری کا پیشہ.....	۲۵	۱۱۶
۹۰۱۳	سال بھر کی تنخواہ یکمشت لینا.....	۲۵	۱۱۷
۹۰۱۴	جلد ساز اجرت کا مستحق کب ہوگا؟.....	۲۵	۱۱۸
۹۰۱۵	شریک تجارت کو اجرت کار.....	۲۵	۱۱۸
۹۰۱۶	مزدور کے ذریعہ جنگلات کی لکڑیاں کٹوا کر لانا.....	۲۵	۱۱۹
۹۰۱۷	اجرت پر ملک کا تحقق کب ہوتا ہے؟ اور ملازمین کے فنڈ پر ہدایہ کی عبارت سے اشکال	۲۵	۱۲۰
۹۰۱۸	حکم کے لئے حق محنت اور فریقین کے یہاں کھانا.....	۲۵	۱۲۱
۹۰۱۹	کرایہ داری منتقل کرنا.....	۲۵	۱۲۲
۹۰۲۰	کرایہ دار سے قرض اور مکان خالی نہ کرنے کی شرط	۲۵	۱۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۲۱	مکان کی پگڑی	۲۵	۱۲۵
۹۰۲۲	مکان کرایہ پر دینے کے لئے پگڑی	۲۵	۱۲۷
۹۰۲۳	مکان کی پگڑی	۲۵	۱۲۸
۹۰۲۴	پگڑی	۲۵	۱۲۹
۹۰۲۵	پگڑی میں مالکانِ مکان کا حصہ	۲۵	۱۳۰
۹۰۲۶	سفیر کی خوراک جزو تنخواہ پر	۲۵	۱۳۱
۹۰۲۷	روپیہ نہ ہونے کیوجہ سے تنخواہ نہیں ملی اب روپیہ ہونیکی صورت میں انکو وصول کرنا	۲۵	۱۳۲
۹۰۲۸	امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت	۲۵	۱۳۴
۹۰۲۹	قلی کو متعینہ مزدوری سے زیادہ لینا	۲۵	۱۳۶
۹۰۳۰	کوئی شئی آدھ گھنٹہ کے لئے کرایہ پر لے کر ۵/منٹ میں واپس کر دینا.....	۲۵	۱۳۷
۹۰۳۱	حرام آمدنی سے تنخواہ لینا	۲۵	۱۳۷
۹۰۳۲	کھیت کا کرایہ غلہ کی صورت میں	۲۵	۱۳۹
۹۰۳۳	زمین کی اجرت دھان قرار دینا	۲۵	۱۳۹
۹۰۳۴	جانور ذبح کرنے کی اجرت	۲۵	۱۴۰
۹۰۳۵	غیر حاضری کی تنخواہ ملازم کیلئے	۲۵	۱۴۱
۹۰۳۶	ملازم کی غیر حاضری پر تنخواہ وضع کرنا	۲۵	۱۴۱
۹۰۳۷	قبرستان کی حفاظت کے لئے شیعہ کو ملازم رکھنا	۲۵	۱۴۲
۹۰۳۸	کرایہ کے مکان کا ایندھن کس کا ہے؟	۲۵	۱۴۳
۹۰۳۹	دوکان کرایہ پر دینا اس شرط پر کہ جب چاہیں خالی کرالیں	۲۵	۱۴۴
۹۰۴۰	شوہر کے لئے بیوی کی ملازمت	۲۵	۱۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۴۱	بینک کے لئے مکان کرایہ پر دینا.....	۲۵	۱۴۶
۹۰۴۲	حکومت دوسرے شخص کو کرایہ دار بنادے درست ہے.....	۲۵	۱۴۷
۹۰۴۳	نشہ آور دوا بیچنے کا کرایہ.....	۲۵	۱۴۸
۹۰۴۴	جس فیکٹری میں کبھی شراب کا ایڈوٹائز ہوتا ہو اس میں ملازمت کا حکم.....	۲۵	۱۴۹
۹۰۴۵	کیا فوج کی ملازمت درست ہے.....	۲۵	۱۵۰
۹۰۴۶	رشوت دے کر حاصل کی گئی ملازمت	۲۵	۱۵۱
۹۰۴۷	گیسٹ ہاؤس کی آمدنی	۲۵	۱۵۲
۹۰۴۸	زمین آور باغ کا اجارہ.....	۲۵	۱۵۳
۹۰۴۹	باغ کو کرایہ پر دینا.....	۲۵	۱۵۴
۹۰۵۰	دوکان کا ٹھیکہ.....	۲۵	۱۵۵
۹۰۵۱	زمین دار کی زمین میں مکان تعمیر کرانا.....	۲۵	۱۵۵
۹۰۵۲	پرانے ملازم کو تنخواہ دینا جبکہ وہ کام کرنے سے معذور ہے.....	۲۵	۱۵۷
۹۰۵۳	کاروبار کی ترقی میں ملازم کا حصہ.....	۲۵	۱۵۸
۹۰۵۴	اس مکان کی حیثیت جس کو جزء تنخواہ تجویز کیا گیا.....	۲۵	۱۶۰
۹۰۵۵	کافر کا جانور ذبح کرنا اور اجرت لینا.....	۲۵	۱۶۰
۹۰۵۶	انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس لکھنے کی ملازمت	۲۵	۱۶۱
۹۰۵۷	ملازمت کے وقت میں دوسرا کام.....	۲۵	۱۶۲
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	اجارۂ فاسدہ		
۹۰۵۸	اجارہ بالشرط	۲۵	۱۶۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۵۹	کرایہ دار کا پگڑی دے کر شرائط طے کرنا.....	۲۵	۱۶۵
۹۰۶۰	مزدوری کے لئے شرط.....	۲۵	۱۶۶
۹۰۶۱	رہن اور اجارہ.....	۲۵	۱۶۷
۹۰۶۲	بیع اور اجارہ.....	۲۵	۱۶۹
۹۰۶۳	زمین کرایہ پر لے کر دوسرے کو اس سے زائد کرایہ پر دینا.....	۲۵	۱۷۰
۹۰۶۴	جس کرایہ پر دوکان لی ہے اس سے زائد کرایہ پر دوسرے کو دینا درست نہیں	۲۵	۱۷۲
۹۰۶۵	کرایہ پر لی ہوئی جائیداد کو زیادہ کرایہ پر دینا.....	۲۵	۱۷۴
۹۰۶۶	کرایہ کا معاملہ ختم ہونے پر پیشگی لی ہوئی رقم کی واپسی.....	۲۵	۱۷۵
۹۰۶۷	جگہ کرایہ پر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جگہ کسی دوسرے کی ہے.....	۲۵	۱۷۷
۹۰۶۸	کمیشن پر سفیر رکھنا.....	۲۵	۱۷۸
۹۰۶۹	سلّا چنوانے کی اجرت.....	۲۵	۱۷۹
۹۰۷۰	آب پاشی کی اجرت پیداوار سے.....	۲۵	۱۸۰
۹۰۷۱	کھیتی کاٹنے کی اجرت (لائی).....	۲۵	۱۸۱
۹۰۷۲	کھیت کٹائی کی اجرت (لائی).....	۲۵	۱۸۲
۹۰۷۳	کھیت کٹائی کی اجرت.....	۲۵	۱۸۳
۹۰۷۴	کھیت کا ساتواں یا دسواں حصہ اجرت میں دینا.....	۲۵	۱۸۴
۹۰۷۵	سرسوں کا تبادلہ تیل سے.....	۲۵	۱۸۵
۹۰۷۶	آٹے کا اُدھار.....	۲۵	۱۸۷
۹۰۷۷	آٹا پسائی کی اجرت.....	۲۵	۱۸۷
۹۰۷۸	جلن کاٹنا.....	۲۵	۱۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۰۷۹	مچھلی نکلوائی کی اجرت میں مچھلی ہی تجویز کرنا.....	۲۵	۱۸۸
۹۰۸۰	مچھلی کے شکار کی اجرت.....	۲۵	۱۸۹
۹۰۸۱	پال پر جانور دینا.....	۲۵	۱۹۰
۹۰۸۲	بکری پال پر دینا.....	۲۵	۱۹۱
۹۰۸۳	بکری پال پر دینا.....	۲۵	۱۹۱
۹۰۸۴	گائے کو کرایہ پر دینا.....	۲۵	۱۹۲
۹۰۸۵	گائے پال پر دینا.....	۲۵	۱۹۳
۹۰۸۶	ادھیا پر دینا.....	۲۵	۱۹۴
۹۰۸۷	ادھیا پر جانور دینا.....	۲۵	۱۹۴
۹۰۸۸	گابھن کرانے کی اجرت.....	۲۵	۱۹۵
۹۰۸۹	بکری، گائے وغیرہ کے گابھن کرانے کی اجرت.....	۲۵	۱۹۶
۹۰۹۰	جانور کی جفتی کی اجرت.....	۲۵	۱۹۷
۹۰۹۱	خادمہ کی اجرت کھانا، کپڑا مقرر کرنا.....	۲۵	۱۹۷
۹۰۹۲	دھوبی وغیرہ کی خدمت واجرت.....	۲۵	۱۹۸
۹۰۹۳	کھجور کے درخت سے شیرہ نکالنے اور تقسیم کرنے کا طریقہ.....	۲۵	۱۹۹
۹۰۹۴	ہنڈی اور منی آرڈر.....	۲۵	۱۹۹
۹۰۹۵	جراح کا زخم اچھا ہونے تک کا ٹھیکہ لینا.....	۲۵	۲۰۰
۹۰۹۶	رکشہ کا کرایہ مقرر نہیں کیا گیا.....	۲۵	۲۰۱
۹۰۹۷	کتابیں کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۰۲
۹۰۹۸	مختار عام کا معاوضہ اگر طے نہ کیا ہو کیا ملے گا.....	۲۵	۲۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب سوم .....☆		
	اجرت علی الطاعات		
۹۰۹۹	تعلیم قرآن پر اجرت.....	۲۵	۲۰۵
۹۱۰۰	تعلیم قرآن پر اجرت.....	۲۵	۲۰۵
۹۱۰۱	امامت کی تنخواہ.....	۲۵	۲۰۷
۹۱۰۲	تراویح اور پنج گانہ امامت اور تعلیم قرآن میں فرق.....	۲۵	۲۰۸
۹۱۰۳	قرآن شریف سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۰۹
۹۱۰۴	قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۰۹
۹۱۰۵	تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۱۱
۹۱۰۶	قرآن سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۱۱
۹۱۰۷	قرآن شریف سنانے پر کچھ لینا دینا.....	۲۵	۲۱۲
۹۱۰۸	تراویح پر اجرت.....	۲۵	۲۱۴
۹۱۰۹	طالب علم کے لئے تراویح سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۱۴
۹۱۱۰	ختم تراویح پر اجرت یا ھدیہ.....	۲۵	۲۱۵
۹۱۱۱	تراویح میں سنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۱۶
۹۱۱۲	تراویح میں ختم قرآن پر اجرت.....	۲۵	۲۱۷
۹۱۱۳	تلاوت قرآن کریم پر اجرت.....	۲۵	۲۱۸
۹۱۱۴	تلاوت ووعظ پر اجرت.....	۲۵	۲۲۱
۹۱۱۵	اجرت علی القراءۃ	۲۵	۲۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۱۶	وعظ کو روزگار کا حیلہ بنانا.....	۲۵	۲۲۵
۹۱۱۷	وعظ کی اجرت.....	۲۵	۲۲۶
۹۱۱۸	وعظ کی ملازمت.....	۲۵	۲۲۷
۹۱۱۹	تعویذ گنڈے اور وعظ پر معاوضہ.....	۲۵	۲۲۷
۹۱۲۰	وعظ کا نذرانہ.....	۲۵	۲۲۸
۹۱۲۱	وعظ پر نذرانہ.....	۲۵	۲۲۹
۹۱۲۲	تقریر کرانے پر اجرت.....	۲۵	۲۳۰
۹۱۲۳	تعویذ اور اس پر اجرت.....	۲۵	۲۳۰
۹۱۲۴	تعویذ پر اجرت.....	۲۵	۲۳۲
۹۱۲۵	تعویذ پر اجرت.....	۲۵	۲۳۲
۹۱۲۶	شفاء مریض کے لئے آیات قرآنیہ پر اجرت لینا.....	۲۵	۲۳۳
۹۱۲۷	جن بھوت کے علاج پر معاوضہ.....	۲۵	۲۳۴
۹۱۲۸	وعظ اور تعویذ پر معاوضہ لینا.....	۲۵	۲۳۶
۹۱۲۹	دنبل پر دم کرنے پر معاوضہ.....	۲۵	۲۳۶
۹۱۳۰	تعویذ دے کر یا پانی پر دم کر کے اجرت لینا.....	۲۵	۲۳۸
۹۱۳۱	نکاح خوانی کی اجرت کس پر ہے؟.....	۲۵	۲۳۸
۹۱۳۲	نکاح خوانی کی اجرت.....	۲۵	۲۳۹
۹۱۳۳	نکاح خوانی کی اجرت.....	۲۵	۲۴۱
۹۱۳۴	نکاح خوانی.....	۲۵	۲۴۲
۹۱۳۵	قاری کے لئے اجرت کی شرط اور مروجہ قرآن خوانی.....	۲۵	۲۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۳۶	اجرت پر قرآن خوانی	۲۵	۲۴۵
۹۱۳۷	ایصال ثواب کے لئے اجارہ	۲۵	۲۴۶
۹۱۳۸	میت کے لئے تسبیح وتہلیل وغیرہ اجرت پر	۲۵	۲۴۷
۹۱۳۹	امامت کی اجرت میں صرف کھانا ہوتو درست نہیں	۲۵	۲۴۸
۹۱۴۰	امام کی تنخواہ وقت پر نہ ملے	۲۵	۲۴۹
۹۱۴۱	جو امام پابندی نہ کرے اس کا معاوضہ	۲۵	۲۵۰
۹۱۴۲	کم تنخواہ کا علاج	۲۵	۲۵۱
۹۱۴۳	بچے کے کان میں اذان پر کچھ پیش کرنا	۲۵	۲۵۲
۹۱۴۴	نماز جنازہ پڑھا کر خیرات لینا	۲۵	۲۵۳
۹۱۴۵	فتویٰ پر اجرت لینا	۲۵	۲۵۳
	☆..... باب چہارم .....☆		
	اجرت علی المعاصی		
۹۱۴۶	کارخانۂ شراب کی ملازمت	۲۵	۲۵۵
۹۱۴۷	نسبندی کی ملازمت	۲۵	۲۵۶
۹۱۴۸	محکمۂ نسبندی میں ملازمت	۲۵	۲۵۷
۹۱۴۹	بینک کی ملازمت درست ہے یا نہیں	۲۵	۲۵۹
۹۱۵۰	ایسی ملازمت جس میں سود کا حساب بھی ہو	۲۵	۲۶۰
۹۱۵۱	چنگی کی ملازمت	۲۵	۲۶۱
۹۱۵۲	سرکاری ملازمت اور اس کی آمدنی	۲۵	۲۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۵۳	تصویر چھاپنے والے پریس میں ملازمت	۲۵	۲۶۳
۹۱۵۴	جاندار کی تصویر کو فریم کرنے کی اجرت.....	۲۵	۲۶۴
۹۱۵۵	کھجور کا رس نکالنے کے لئے اجرت پر دینا.....	۲۵	۲۶۵
۹۱۵۶	برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت.....	۲۵	۲۶۶
۹۱۵۷	تصویر کی اجرت.....	۲۵	۲۶۶
۹۱۵۸	باجہ بجانے کی اجرت.....	۲۵	۲۶۷
۹۱۵۹	ناول کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۶۸
۹۱۶۰	تاڑی نکالنے کے لئے درخت کو کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۶۹
۹۱۶۱	درزی کو ناجائز لباس سینا.....	۲۵	۲۶۹
۹۱۶۲	کوٹ پتلون سینا.....	۲۵	۲۷۰
۹۱۶۳	ناجائز کام کی اجرت.....	۲۵	۲۷۰
۹۱۶۴	نائی کی اجرت.....	۲۵	۲۷۲
۹۱۶۵	نائی کی اجرت.....	۲۵	۲۷۳
۹۱۶۶	کیا نائی کی مزدوری حرام ہے؟.....	۲۵	۲۷۴
۹۱۶۷	نائی کا پیشہ تفصیل سے.....	۲۵	۲۷۵
۹۱۶۸	فاحشہ کو زمین کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۷۶
۹۱۶۹	اپنی زمین فرم کو کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۷۷
۹۱۷۰	ریڈیو بنانے اور مرمت کرنے کی اجرت.....	۲۵	۲۷۸
۹۱۷۱	گیس بتی مجالس شرک وفسق میں کرایہ پر دینا.....	۲۵	۲۷۹
۹۱۷۲	سنیما کی آمدنی	۲۵	۲۸۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۷۳	مندر کی تعمیر میں مزدوری	۲۵	۲۸۰
۹۱۷۴	جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا.....	۲۵	۲۸۱
۹۱۷۵	جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے کی ملازمت	۲۵	۲۸۱
۹۱۷۶	قوالی اور اس کی آمدنی	۲۵	۲۸۲
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	دلالی کے احکام		
۹۱۷۷	دلالی کا حکم.....	۲۵	۲۸۵
۹۱۷۸	دلالی کی اجرت بائع اور مشتری دونوں سے.....	۲۵	۲۸۶
۹۱۷۹	اجرت دلال	۲۵	۲۸۶
۹۱۸۰	نیلام کرنے کی اجرت.....	۲۵	۲۸۷
۹۱۸۱	نیلام کمیشن پر.....	۲۵	۲۸۷
۹۱۸۲	نیلام کی ایک صورت.....	۲۵	۲۸۹
۹۱۸۳	کسی دوسرے خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں کمی زیادتی کرنا.....	۲۵	۲۹۱
۹۱۸۴	بائع اور مشتری کی طرف سے دلالی.....	۲۵	۲۹۲
۹۱۸۵	سود سے بچنے کے لئے دلال کی اجرت میں اضافہ.....	۲۵	۲۹۳
۹۱۸۶	رشوت کا مشورہ دینا محصول کم کرنے کے لئے.....	۲۵	۲۹۴
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	فسخ اجارہ		
۹۱۸۷	موت مستاجر سے فسخ اجارہ.....	۲۵	۲۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۱۸۸	ایضاً	۲۵	۲۹۸
۹۱۸۹	مکان یا دوکان کو کرایہ دار سے خالی کرانا	۲۵	۳۰۲
۹۱۹۰	کرایہ کا مکان خالی کرنا	۲۵	۳۰۲
۹۱۹۱	کرایہ دار کے انتقال کے بعد کیا دوسرے کی طرف کرایہ داری منتقل کی جاسکتی ہے	۲۵	۳۰۵
۹۱۹۲	کیا کرایہ دار دوکان دوسرے کرائے دار کو دے سکتا ہے	۲۵	۳۰۶
۹۱۹۳	جتنے کرایہ پر مکان لیا ہے اس سے زائد کرایہ پر دینا	۲۵	۳۰۶
۹۱۹۴	کرایہ کے مکان میں کرایہ دار کو توسیع وتعمیر کا حق	۲۵	۳۰۷
۹۱۹۵	کرایہ دار دوکان خالی نہ کرے تو	۲۵	۳۰۹
۹۱۹۶	کرایہ ادا نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کا سامان اٹھالینا	۲۵	۳۰۹
۹۱۹۷	ملازمت سے الگ کرنے کے بعد مستحق تنخواہ نہیں	۲۵	۳۱۰
۹۱۹۸	اصل مالک کے انتقال کے بعد کیا وارث کو اسکے معاہدے کی پابندی ضروری ہے	۲۵	۳۱۱

☆..... باب ہفتم .....☆

اجارہ کے متفرق مسائل

۹۱۹۹	اصل ملازم اپنی جگہ دوسرے کو رکھوا کر اس سے کمیشن لے	۲۵	۳۱۴
۹۲۰۰	اگر مکان مالک نہ لینا چاہے تو کس کو یہ رقم لوٹائے	۲۵	۳۱۵
۹۲۰۱	کرایہ دار کا مالک کی زمین میں مکان بنانا	۲۵	۳۱۶
۹۲۰۲	ایک دوکان سے دوسرے کو نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری	۲۵	۳۱۷
۹۲۰۳	دوکان کا بڑھا ہوا تختہ حکومت نے کٹوا دیا وہ کرایہ دار کا ہے یا مالک دوکان کا	۲۵	۳۲۲
۹۲۰۴	بس میں سامان کا کرایہ	۲۵	۳۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۲۰۵	ڈرائیور کا کسی کی رعایت کرنا.....	۲۵	۳۲۳
۹۲۰۶	بلاٹکٹ ریل میں سفر.....	۲۵	۳۲۵
۹۲۰۷	بذریعہ پاس ریل میں سفر کرنا.....	۲۵	۳۲۶
۹۲۰۸	امام کے لئے نوتہ لکھنے کی ذمہ داری.....	۲۵	۳۲۷
۹۲۰۹	کمہار سے لوٹے لینا بلا قیمت	۲۵	۳۲۸
۹۲۱۰	اسکول میں داخلہ کے لئے رقم کیا رشوت ہے.....	۲۵	۳۲۹
۹۲۱۱	چنگی کا محصول.....	۲۵	۳۳۰
۹۲۱۲	چنگی دینے کا حکم.....	۲۵	۳۳۱
۹۲۱۳	چنگی سے مال بچانا.....	۲۵	۳۳۲
۹۲۱۴	چنگی کو بچالینا.....	۲۵	۳۳۳
۹۲۱۵	ملازم کو سفر خرچہ کی جعلی رسید بنانا.....	۲۵	۳۳۴

کتاب المزارعة

احکام مزارعت

۹۲۱۶	نصف اور کل پیداوار کی شرط پر دینے سے مزارعت کا حکم.....	۲۵	۳۳۶
۹۲۱۷	مزارعت کی صورتیں.....	۲۵	۳۳۷
۹۲۱۸	نصف پیداوار پر زمین مزارعت کے لئے دینا.....	۲۵	۳۴۱
۹۲۱۹	بیج اور نصف غلہ کی شرط کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کرنا.....	۲۵	۳۴۱
۹۲۲۰	مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا.....	۲۵	۳۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۲۲۱	مزارعت کی صورتیں.....	۲۵	۳۴۳
۹۲۲۲	مزارعت یا مساقات کا معاملہ.....	۲۵	۳۴۴
۹۲۲۳	مزارعت میں اگر تاوان ہوتو کس پر ہوگا؟.....	۲۵	۳۴۵
۹۲۲۴	سوال وجواب مذکورہ سے متعلق سوال.....	۲۵	۳۴۶
۹۲۲۵	موروثی زمین.....	۲۵	۳۴۷
۹۲۲۶	غیر مسلم کی موروثی زمین	۲۵	۳۴۹
۹۲۲۷	موروثی چھوڑنے کا معاوضہ.....	۲۵	۳۵۰
۹۲۲۸	کاشتکار کا چار بیگہ زمین لے کر زمیندار کی بقیہ زمین واپس کرنا.....	۲۵	۳۵۰
۹۲۲۹	(زمیندارہ کے خاتمہ پر کاشتکار کو زمین کا مالک بنادیا، یہ درست ہے	۲۵	
	یانہیں؟ مع فتوی حضرت حکیم الامتؒ).....	۲۵	۳۵۱
۹۲۳۰	حکم موروثی.....	۲۵	۳۵۲
۹۲۳۱	موروثی زمین اور قرض میں تمادی.....	۲۵	۳۵۴
۹۲۳۲	سیرداری کی زمین.....	۲۵	۳۵۵
۹۲۳۳	زمین کرایہ پر دینا اور پیداوار کا حصہ کرایہ پر مقرر کرنا.....	۲۵	۳۵۶
۹۲۳۴	زمین کرایہ پر دینا.....	۲۵	۳۵۷
۹۲۳۵	مزارع کو سکونت کا حق.....	۲۵	۳۵۸
۹۲۳۶	موروثی اور دخیل کاری کی آمدنی	۲۵	۳۶۱
۹۲۳۷	موروثیت اور حق کاشت.....	۲۵	۳۶۲
۹۲۳۸	مسجد کی زمین کو زراعت کے لئے دینا.....	۲۵	۳۶۳
۹۲۳۹	غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت	۲۵	۳۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الشفعة		
	﴿احکام شفعہ﴾		
۹۲۴۰	حق شفعہ کی تفصیل.....	۲۵	۳۶۸
۹۲۴۱	ابطال شفعہ کے حیلہ پر بخاری کا اعتراض.....	۲۵	۳۷۰
۹۲۴۲	شفعہ کی ایک صورت.....	۲۵	۳۷۱
	کتاب الرهن		
	﴿گروی رکھنے کا بیان﴾		
۹۲۴۳	توسیع مدت رہن پر معاوضہ.....	۲۵	۳۷۴
۹۲۴۴	مکان مرہون میں رہنا.....	۲۵	۳۷۵
۹۲۴۵	مرہون سے نفع اٹھانا.....	۲۵	۳۷۶
۹۲۴۶	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا.....	۲۵	۳۷۷
۹۲۴۷	انتفاع از رہن.....	۲۵	۳۷۸
۹۲۴۸	انتفاع بالمرہون.....	۲۵	۳۷۹
۹۲۴۹	انتفاع بالمرہون.....	۲۵	۳۸۰
۹۲۵۰	مرہون سے انتفاع.....	۲۵	۳۸۱
۹۲۵۱	رہن پر نفع.....	۲۵	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۲۵۲	ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا.....	۲۵	۳۸۳
۹۲۵۳	موروثی زمین کو رہن رکھنا.....	۲۵	۳۸۳
۹۲۵۴	کھیت کا رہن.....	۲۵	۳۸۵
۹۲۵۵	زمین رہن پر دینے کی صورت.....	۲۵	۳۸۷
۹۲۵۶	رہن کی واپسی ورثاء راہن کے لئے.....	۲۵	۳۸۸
۹۲۵۷	ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی، اور امانت کو رہن رکھنا.....	۲۵	۳۸۹
۹۲۵۸	بیع ورہن کی ایک صورت.....	۲۵	۳۹۰

کتاب الهبة و الهدية

﴿ہبہ اور ہدیہ کے احکام﴾

۹۲۵۹	اباحت اور تملیک.....	۲۵	۳۹۷
۹۲۶۰	ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے.....	۲۵	۳۹۷
۹۲۶۱	ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے.....	۲۵	۳۹۸
۹۲۶۲	ہبہ مُشاع	۲۵	۳۹۸
۹۲۶۳	ہبۂ مشاع کی ایک اور صورت.....	۲۵	۴۰۰
۹۲۶۴	ہبۂ مشاع.....	۲۵	۴۰۲
۹۲۶۵	ہبۂ مشاع.....	۲۵	۴۰۴
۹۲۶۶	ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ کسی کو نہیں دیں گے.....	۲۵	۴۰۶
۹۲۶۷	ہبہ میں واپسی کی شرط.....	۲۵	۴۰۶
۹۲۶۸	ہبہ میں قبضہ شرط ہے ورنہ وراثت ہوگی.....	۲۵	۴۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۲۶۹	ہبہ بالشرط.....	۲۵	۴۱۱
۹۲۷۰	ہبہ میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینا.....	۲۵	۴۱۲
۹۲۷۱	اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثہ پر تقسیم کرنا.....	۲۵	۴۱۴
۹۲۷۲	وارثوں کو ہبہ کرنا.....	۲۵	۴۱۶
۹۲۷۳	زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے کا طریقہ.....	۲۵	۴۱۸
۹۲۷۴	لڑکی کو ایک تہائی ہبہ لڑکے کو دو تہائی.....	۲۵	۴۱۹
۹۲۷۵	اولاد کو ہبہ میں کمی بیشی	۲۵	۴۲۱
۹۲۷۶	مرض الموت میں ہبہ وارث کے لئے	۲۵	۴۲۴
۹۲۷۷	زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں.....	۲۵	۴۲۶
۹۲۷۸	ہبہ ٔ جائیداد زبانی.....	۲۵	۴۲۷
۹۲۷۹	بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا پھر اسکے اپنی اولاد ہوگئی تو وہ کیا کرے	۲۵	۴۲۸
۹۲۸۰	مکان کی تعمیر کے لئے والدہ کو روپیہ دینا اور پھر اس میں اپنا حق بتلانا.....	۲۵	۴۳۰
۹۲۸۱	اپنے انتقال سے پہلے کسی وارث کو کچھ دیدے تو وہ عوض میراث نہیں بلکہ ہبہ ہے	۲۵	۴۳۱
۹۲۸۲	ہبہ کی ایک صورت.....	۲۵	۴۳۵
۹۲۸۳	اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کردے گا.....	۲۵	۴۳۶
۹۲۸۴	اولاد کے درمیان ہبہ میں تفضیل.....	۲۵	۴۳۸
۹۲۸۵	زمین صرف نام کردینے سے ملکیت نہیں ہوتی.....	۲۵	۴۴۱
۹۲۸۶	ہبہ اور وارث کے حق میں وصیت.....	۲۵	۴۴۴
۹۲۸۷	غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا.....	۲۵	۴۴۶
۹۲۸۸	ہونے والے وارث کو بیع یا ہبہ کرنا.....	۲۵	۴۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۲۸۹	اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا.....	۲۵	۴۴۹
۹۲۹۰	خدمت گار لڑکی کو دیکر دوسروں کو محروم کرنا.....	۲۵	۴۵۱
۹۲۹۱	مالک اپنی زندگی میں جس ہونیوالے وارث کو جو کچھ دیدے وہ اس کا ہے	۲۵	۴۵۲
۹۲۹۲	عمریٰ.....	۲۵	۴۵۳
۹۲۹۳	لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا.....	۲۵	۴۵۴
۹۲۹۴	مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ.....	۲۵	۴۵۵
۹۲۹۵	جائیداد بھتیجہ کو دینا بیٹوں کو نہ دینا.....	۲۵	۴۵۶
۹۲۹۶	متبنی کو ہبہ یا وراثت.....	۲۵	۴۵۷
۹۲۹۷	بعض اولاد کو کچھ کم بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا.....	۲۵	۴۵۹
۹۲۹۸	ہبہ بلا قبضہ اور وقف علی الاولاد.....	۲۵	۴۶۴
۹۲۹۹	مرض الموت میں وارث کو ہبہ کا حکم.....	۲۵	۴۶۶
۹۳۰۰	مرض الموت میں ہبہ.....	۲۵	۴۶۸
۹۳۰۱	مرض الموت میں جعلی ہبہ نامہ پر دستخط.....	۲۵	۴۶۹
۹۳۰۲	ہبہ بعد الموت.....	۲۵	۴۷۰
۹۳۰۳	غیر مملوک مکان کو ہبہ کرنا.....	۲۵	۴۷۱
۹۳۰۴	بیٹے کو زمین ہبہ کرکے واپس لینا.....	۲۵	۴۷۲
۹۳۰۵	پوتے کو ہبہ کرکے پھر رجوع.....	۲۵	۴۷۴
۹۳۰۶	خدمت کی امید پر ہبہ کردیا پھر خدمت نہیں کی.....	۲۵	۴۷۵
۹۳۰۷	مرحوم بیٹے کی بیوہ کو ہبہ.....	۲۵	۴۷۶
۹۳۰۸	ہبہ کے بعد موہوب لہ کا انتقال واہب کی حیات میں.....	۲۵	۴۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۰۹	حرام کمائی والے کا ہدیہ.....	۲۵	۴۷۹
۹۳۱۰	حرام حلال مخلوط روپے کا ہبہ	۲۵	۴۸۰
۹۳۱۱	مالِ معطی کی تفتیش کہ حرام ہے یا حلال؟	۲۵	۴۸۱
۹۳۱۲	جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو.....	۲۵	۴۸۲
۹۳۱۳	کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام.....	۲۵	۴۸۴
۹۳۱۴	کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ	۲۵	۴۸۵
۹۳۱۵	غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بناء پر ہدیہ کا لین دین.....	۲۵	۴۸۵
۹۳۱۶	غیر مسلم کا صدقہ یا ہبہ.....	۲۵	۴۸۷
۹۳۱۷	غیر مسلم کا ہدیہ.....	۲۵	۴۸۸
۹۳۱۸	ہدیہ غیر مسلم.....	۲۵	۴۸۹
۹۳۱۹	غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ دینا اور لینا.....	۲۵	۴۸۹
۹۳۲۰	مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ.....	۲۵	۴۹۱
۹۳۲۱	مریدوں سے ہدیہ لینا.....	۲۵	۴۹۱
۹۳۲۲	بچوں کا ہدیہ استاذ کو	۲۵	۴۹۲
۹۳۲۳	نابالغ کے مال میں تصرف ہبہ وغیرہ.....	۲۵	۴۹۴
۹۳۲۴	بچوں کا ہدیہ.....	۲۵	۴۹۴
۹۳۲۵	نابالغ بچہ کا ہدیہ قبول کرنا	۲۵	۴۹۶
۹۳۲۶	جوزکوٰۃ ادانہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا	۲۵	۴۹۷
۹۳۲۷	طلبہ کا ہدیہ استاذ کو.....	۲۵	۴۹۸
۹۳۲۸	ایک شخص نے قرآن شریف خرید کر ہبہ کیا اسنے دوسرے کو ہبہ کیا تو کس کو ثواب ملیگا؟	۲۵	۴۹۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۲۹	دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ	۲۵	۵۰۱
۹۳۳۰	ہدیہ کب رشوت ہے	۲۵	۵۰۲
۹۳۳۱	پانچ سال کی بچی کو زمین ہبہ کر کے اس کا قبضہ نہ دینا	۲۵	۵۰۳
	کتاب الغصب		
	غصب کے مسائل		
۹۳۳۲	کسی کی زمین کو غصب کرنا	۲۶	۲۷
۹۳۳۳	زمین غصب کر کے پڑوسی کا مکان بنوانا	۲۶	۲۸
۹۳۳۴	باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت	۲۶	۲۹
۹۳۳۵	مطلقہ ماں کی مدد باپ کے مال سے	۲۶	۳۰
۹۳۳۶	شجرۂ مغصوبہ کا پھل	۲۶	۳۰
۹۳۳۷	دوسرے کی زمین کو غصب کرنا	۲۶	۳۱
۹۳۳۸	مخدوم کے مال میں خادم کا تصرف	۲۶	۳۳
۹۳۳۹	دوسرے کی زمین کاشت کرنے سے کیا مالک بن جائے گا۔	۲۶	۳۵
۹۳۴۰	کسی کی بوئی ہوئی کھیتی کو کاٹ لینا	۲۶	۳۷
۹۳۴۱	مملوک کنویں کو مندر بنانا	۲۶	۳۹
۹۳۴۲	ملازم کو بسکٹ فیکٹری میں بلا اجازت مالک بسکٹ کھانا	۲۶	۴۰
۹۳۴۳	دوست کی چیز کھالینا	۲۶	۴۰
۹۳۴۴	۷۵ ربیگہ سے زائد زمین رکھنا اور کسی اور کا اس پر قبضہ کرنا	۲۶	۴۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۴۵	کسی کی کتاب بلا اجازت استعمال کرنا	۲۶	۴۳
۹۳۴۶	کفار کے کارخانہ میں خرد برد کرنا	۲۶	۴۴
۹۳۴۷	سرکاری زمین میں کھیتی کرنا	۲۶	۴۵
۹۳۴۸	دوست سے روپیہ چوری کیا اس کی واپسی کا طریقہ	۲۶	۴۵
۹۳۴۹	کرایہ کے مکان پر قبضہ	۲۶	۴۶
۹۳۵۰	یتیموں کے مال میں بے جا تصرف کرنے والا	۲۶	۴۸
	کتاب الضمانۃ والامانۃ		
	﴿ضمانت وامانت کے احکام﴾		
	☆..... باب اول .....☆		
	ضمانت کے احکام		
۹۳۵۱	ضمان کے معنیٰ	۲۶	۵۰
۹۳۵۲	ضامن پر قسم کا حکم	۲۶	۵۰
۹۳۵۳	دفتری نے رقم دی لینے والا کہتا ہے مجھے نہیں ملی	۲۶	۵۱
۹۳۵۴	حقوق العباد، زکوٰۃ، قربانی وغیر پر مقدم ہیں.....	۲۶	۵۲
۹۳۵۵	ضامن کو حلفیہ وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے	۲۶	۵۳
۹۳۵۶	حلفیہ وعدہ کا پورا نہ کرنا قرآن کریم کی توہین ہے	۲۶	۵۳
۹۳۵۷	ملزم کی ضمانت کرنا	۲۶	۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۵۸	نابالغ نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی اس کا تاوان	۲۶	۵۵
۹۳۵۹	انجمن کا روپیہ ڈاکوؤں نے لے لیا وہ کس کے ذمہ ہے	۲۶	۵۶
۹۳۶۰	مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر	۲۶	۵۸
۹۳۶۱	مدرس کی تنخواہ سے ضمان کی صورت	۲۶	۵۹
۹۳۶۲	مہتمم کے پاس سے زکوٰۃ چوری ہوگئی تو ضمان کا حکم	۲۶	۵۹
۹۳۶۳	مہتمم پر ضمان	۲۶	۶۱
۹۳۶۴	جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکا اور پیسے گارڈ کو دیدئے تو وہ کافی ہے یا نہیں	۲۶	۶۳
۹۳۶۵	مقروض کے اسٹامپ لکھ دینے کے بعد بھی کفیل کی ضمانت باقی رہے گی؟.	۲۶	۶۴
۹۳۶۶	معزول پر ضمان نہیں	۲۶	۶۶
۹۳۶۷	بچپن کی چوری کا حکم	۲۶	۶۶
۹۳۶۸	دوسرے کے لئے ٹکٹ خریدنے کی صورت میں ضمان	۲۶	۶۷
۹۳۶۹	اگر مبیع ڈاک سے ضائع ہوجائے تو ضمان کس پر ہے	۲۶	۶۸
۹۳۷۰	دھوبی سے کپڑا کھو گیا اس کا ضمان	۲۶	۶۹
۹۳۷۱	کرایہ کی سائیکل چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم	۲۶	۷۰
۹۳۷۲	بندوق سے کوئی زخمی ہوگیا تو قصوروار کون؟ چلانے والا یا مالک.....	۲۶	۷۱

☆..... باب دوم .....☆

امانت کا بیان

۹۳۷۳	امانتِ مسجد چوری ہوجائے تو ضمان کا حکم	۲۶	۷۲
۹۳۷۴	غیر مسلم کے پاس مسجد کا پیسہ امانت تھا وہ ضائع ہوگیا	۲۶	۷۳
۹۳۷۵	مؤذن سے روپیہ ضائع ہوگیا ضمان کس پر ہے اور مدرسہ کا روپیہ پھولونکے ہار میں خرچ کرنا	۲۶	۷۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۷۶	امانت کے نوٹ کو بدل دینا	۲۶	۷۵
۹۳۷۷	امانت کا ادا نہ کرنا	۲۶	۷۶
۹۳۷۸	امانت کی واپسی کیلئے شرط.....	۲۶	۷۷
۹۳۷۹	ودیعت کا روپیہ وفات مودع کے بعد اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا .	۲۶	۷۸
۹۳۸۰	کبوتر مکان پر رہنے لگا کئی بچے بھی ہو گئے اس کا اور بچوں کا حکم	۲۶	۸۲
۹۳۸۱	فسادزدگان کیلئے چندہ کیا گیا، کچھ بچ گیا اس کو کیا کیا جائے	۲۶	۸۳
۹۳۸۲	امانت میں تصرف جبکہ مالک لاپتہ ہو جائے	۲۶	۸۴
۹۳۸۳	کیا سزا کے عوض امانت کی رقم کاٹ لی جائے۔	۲۶	۸۴
۹۳۸۴	کسٹوڈین کا قبضہ	۲۶	۸۶
۹۳۸۵	امین کی وفات کے بعد امانت کا مطالبہ اس کے ورثہ سے	۲۶	۸۷
۹۳۸۶	بیٹی کو چوڑیاں دیکر واپس لینا	۲۶	۸۸
۹۳۸۷	صاف لفظوں میں امانت کہنا اور معاملہ گروی کا کرنا	۲۶	۹۰
۹۳۸۸	امین نے عیدگاہ کا روپیہ کاروبار میں لگالیا.....	۲۶	۹۳
۹۳۸۹	غیر مسلم نے امانت رکھی پھر وہ مرگیا وارث کوئی نہیں	۲۶	۹۴
۹۳۹۰	مستعار کا عوض ادا کر چکنے کے بعد وہ ملی تو کیا کرے	۲۶	۹۵
۹۳۹۱	یتیموں کے بالغ ہونے پر ان کی امانت ان کی شادی میں خرچ کرنا.....	۲۶	۹۵
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	امانت کے ضائع ہونے پر ضمان		
۹۳۹۲	امانت کو دفن کر دینے کی شکل میں ضائع ہونے پر ضمان	۲۶	۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۳۹۳	ضمان مرہون میں کونسی قیمت معتبر ہوگی، اور امانت کو دین رکھنا	۲۶	۹۸
۹۳۹۴	ہوٹل کے برتن اپنے کمرہ سے گم ہونے پر ضمان	۲۶	۹۹
۹۳۹۵	بے احتیاطی سے سامان ضائع ہوگیا	۲۶	۱۰۰
۹۳۹۶	امانت کا ضمان حفاظت میں کوتاہی کی بناء پر	۲۶	۱۰۱
۹۳۹۷	امانت کا ضمان	۲۶	۱۰۳
۹۳۹۸	امانت چوری ہونے پر ضمان کا حکم	۲۶	۱۰۴
۹۳۹۹	مسجد کے حجرہ سے چوری کا ضمان کس پر ہے	۲۶	۱۰۵
۹۴۰۰	امانت کے ہلاک کرنے پر ضمان	۲۶	۱۰۶
۹۴۰۱	امانت کا روپیہ جل گیا اس کا تاوان	۲۶	۱۰۷
۹۴۰۲	امانت غسل خانہ میں رکھ کر بھول گیا، اس کا ضمان	۲۶	۱۰۹

کتاب الصید والذبائح

﴿شکار اور ذبیحہ کے احکام﴾

باب اول: شکار کا بیان

۹۴۰۳	کیا شکار کرنا مباح ہے	۲۶	۱۱۱
۹۴۰۴	تفریح کے لئے شکار کھیلنا.....	۲۶	۱۱۲
۹۴۰۵	بلاضرورت شکار میں وقت ضائع کرنا	۲۶	۱۱۴
۹۴۰۶	شکار میں نماز قضا کرنا.....	۲۶	۱۱۴
۹۴۰۷	بے نمازی کا شکار اور اس کے ساتھ اختلاط	۲۶	۱۱۵
۹۴۰۸	بندوق سے شکار کیا ہوا مرغا	۲۶	۱۱۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۴۰۹	بندوق کا شکار.....	۲۶	۱۱۷
۹۴۱۰	بندوق کی گولی سے شکار	۲۶	۱۱۸
۹۴۱۱	زندہ چیز کو کانٹے میں پھنسا کر شکار کرنا	۲۶	۱۱۹
۹۴۱۲	کیچوے کے ذریعہ شکار	۲۶	۱۱۹
۹۴۱۳	کیچوے کے ذریعہ مچھلی کا شکار	۲۶	۱۲۰
۹۴۱۴	مچھلی پکڑنے کے بعد یا لاٹھی سے مرگئی اس کا کھانا.....	۲۶	۱۲۰
۹۴۱۵	کانٹے میں مچھلی پکڑنا درست ہے	۲۶	۱۲۱
۹۴۱۶	مچھلی طافی ممنوع ہے	۲۶	۱۲۲
۹۴۱۷	لب دریا حظیرہ بنایا اس میں مچھلیاں آگئیں ان کا دوسرے کو پکڑنا.....	۲۶	۱۲۴
۹۴۱۸	مملوک حوض سے مچھلی پکڑنا	۲۶	۱۲۹
۹۴۱۹	عضو شکار ذبح سے پہلے جدا ہوگیا.....	۲۶	۱۳۰
۹۴۲۰	کتے کے ذریعہ شکار	۲۶	۱۳۱
۹۴۲۱	صید کلب	۲۶	۱۳۲
۹۴۲۲	کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ہرن پر چھوڑا اس نے اول خنزیر کو پکڑا پھر ہرن کو....	۲۶	۱۳۲
۹۴۲۳	کتے کے منہ سے گوشت چھین کر خود کھانا.....	۲۶	۱۳۴
۹۴۲۴	معلم کتے کا شکار کھانا درست ہے	۲۶	۱۳۴
۹۴۲۵	برچھی پر سور کا خون لگا ہوا ہونے کی وجہ سے پاک کر کے کھانا چاہئے	۲۶	۱۳۶
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	## ذبح کے احکام		
۹۴۲۶	وقت ذبح اللہ کا کونسا نام لیا جائے	۲۶	۱۳۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۴۲۷	ذبیحہ پر کسی بھی زبان میں اللہ کا نام لینا	۲۶	۱۳۸
۹۴۲۸	قربانی کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا	۲۶	۱۳۹
۹۴۲۹	کیا قربانی کے ہر شریک پر تکبیر واجب ہے	۲۶	۱۳۹
۹۴۳۰	شاۃ مسروقہ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا	۲۶	۱۴۰
۹۴۳۱	معین ذابح پر تسمیہ	۲۶	۱۴۱
۹۴۳۲	دو شخصوں کا ذبح کرنا	۲۶	۱۴۲
۹۴۳۳	ذبح کے وقت جانور کس کروٹ پر ہو	۲۶	۱۴۲
۹۴۳۴	ذبح کرتے وقت جانور کا قبلہ رو ہونا	۲۶	۱۴۳
۹۴۳۵	ذبح فوق العقدہ	۲۶	۱۴۴
۹۴۳۶	ذبح فوق العقدہ	۲۶	۱۴۸
۹۴۳۷	گردن کی طرف سے ذبح کرنا	۲۶	۱۵۱
۹۴۳۸	ذبیحہ کی گردن جدا ہو جانا	۲۶	۱۵۲
۹۴۳۹	بائیں ہاتھ سے ذبح	۲۶	۱۵۳
۹۴۴۰	جس چھری سے قربانی کی جائے کیا اسمیں تین سوا رخ کا ہونا ضروری ہے	۲۶	۱۵۳
۹۴۴۱	بکری کو ذبح کرتے وقت خون کو وہیں بند کر دینا	۲۶	۱۵۴
۹۴۴۲	ذبح سے پہلے جانور کو بھوکا رکھنا	۲۶	۱۵۵
۹۴۴۳	ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا	۲۶	۱۵۵
۹۴۴۴	ذبح سے قبل بجلی کا شاٹ لگانا	۲۶	۱۵۶
۹۴۴۵	متوحش جانور کو ذبح کرنے کے لئے سر پر لوہا مارنا	۲۶	۱۵۷
۹۴۴۶	ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال اتارنا	۲۶	۱۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۴۴۷	گائے کو ذبح کرنے سے پہلے کھال چیرنا	۲۶	۱۷۴
۹۴۴۸	ذبح کرنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے	۲۶	۱۷۵
۹۴۴۹	ذبیحہ حلال جھٹکا حرام کیوں؟	۲۶	۱۷۶
	☆..... **باب سوم** .....☆		
	ذبح کرنے والے کا حکم		
۹۴۵۰	نشہ باز قصاب کا ذبیحہ	۲۶	۱۷۷
۹۴۵۱	کسی ایسے شخص کا ذبیحہ جبکہ اس کا اسلام معلوم نہ ہو	۲۶	۱۷۷
۹۴۵۲	شیعہ کا ذبیحہ	۲۶	۱۷۸
۹۴۵۳	دیوبندیوں کو خارج از اسلام کہنے والے کا ذبیحہ وقربانی	۲۶	۱۷۹
۹۴۵۴	ذبیحۂ صبی	۲۶	۱۷۹
۹۴۵۵	دیوبندی کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۰
۹۴۵۶	کلمۂ کفر کہنے والے کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۱
۹۴۵۷	عورت کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۲
۹۴۵۸	حائضہ، نفساء، جنب کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۲
۹۴۵۹	بے وضو انڈرویر پہن کر ذبح کرنا	۲۶	۱۸۳
۹۴۶۰	بے نمازی اور نشہ کرنے والے کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۳
۹۴۶۱	کیا تارکِ صوم کا ذبیحہ حرام ہے	۲۶	۱۸۵
۹۴۶۲	مشین اور یہودی کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۵
۹۴۶۳	ذبیحۂ یہود	۲۶	۱۸۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۴۶۴	ذبیحۂ یہود	۲۶	۱۸۸
۹۴۶۵	اہل عرب کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۸
۹۴۶۶	اہل کتاب کا ذبیحہ	۲۶	۱۸۹
۹۴۶۷	اہل کتاب کا ذبیحہ	۲۶	۱۹۴
۹۴۶۸	عرب ممالک میں ڈبوں کا گوشت	۲۶	۱۹۵
	☆..... باب چہارم .....☆		
	ذبح صحیح اور غیر صحیح		
۹۴۶۹	مرنے کے بعد چھری پھیرنے سے مرغ حلال نہیں ہوتا	۲۶	۱۹۷
۹۴۷۰	جس جانور کے دو ٹکڑے ہو جائیں اس کا ذبح کرنا	۲۶	۱۹۸
۹۴۷۱	شیر کی زخمی کی ہوئی بکری کو ذبح کر کے کھانا	۲۶	۱۹۹
۹۴۷۲	کتے نے مرغی کو پکڑ لیا اس کو ذبح کر کے کھانا	۲۶	۱۹۹
۹۴۷۳	جس بکرے پر بجلی گر جائے اس کو ذبح کر کے کھانا	۲۶	۲۰۰
۹۴۷۴	دیوار کے نیچے دب کر مرنے والی بکری کا ذبح	۲۶	۲۰۱
۹۴۷۵	بندوق سے چڑیا کی گردن اڑ گئی اس کو ذبح کیا گیا	۲۶	۲۰۱
۹۴۷۶	دجاجہ مخلاۃ کو فوراً ذبح کر کے کھانا	۲۶	۲۰۲
۹۴۷۷	کسی معزز مہمان کے لئے جانور کو ذبح کرنا	۲۶	۲۰۳
۹۴۷۸	کارآمد جانور کو تجارت کے لئے ذبح کرنا	۲۶	۲۰۴
۹۴۷۹	کافر کے یا سرکاری سانڈ کو ذبح کر کے کھانا	۲۶	۲۰۵
۹۴۸۰	گابھن بھیڑ کو ذبح کر کے فروخت کرنا اور اس کے بچہ کا حکم	۲۶	۲۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۴۸۱	ذبح کے وقت علامات حیات	۲۶	۲۰۶
۹۴۸۲	بیمار گائے ذبح کی اور خون بہت آہستہ آہستہ نکلا حرکت کچھ نہیں کی	۲۶	۲۰۷
۹۴۸۳	ایک جانور کو ذبح کیا وہ جا کر پانی میں ڈوب گیا اس کا کھانا.....	۲۶	۲۱۰
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	جانور کے حلال وحرام اجزاء		
۹۴۸۴	چمڑا کھانا	۲۶	۲۱۱
۹۴۸۵	حلال جانور کا چمڑا کھانا	۲۶	۲۱۱
۹۴۸۶	اوجھڑی اور آنتیں کھانا.....	۲۶	۲۱۲
۹۴۸۷	اوجھڑی کھانا کیسا ہے	۲۶	۲۱۳
۹۴۸۸	اوجھڑی، آنتیں حرام نہیں، گدھی اور سور کا دودھ	۲۶	۲۱۳
۹۴۸۹	غدود کیا ہے اور اس کا حکم.....	۲۶	۲۱۵
۹۴۹۰	حرام مغز	۲۶	۲۱۵
۹۴۹۱	بکرے کے کپورے کا حکم	۲۶	۲۱۶
۹۴۹۲	کپورے کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ.....	۲۶	۲۱۶
۹۴۹۳	ماکول اللحم کے اجزاءِ محرمہ.....	۲۶	۲۱۷
۹۴۹۴	جو خون ذبیحہ میں گوشت کے ساتھ لگا رہ جائے وہ پاک ہے، ذبح بھی دباغت ہے	۲۶	۲۱۸
۹۴۹۵	قربانی کا بہا ہوا خون پینا.....	۲۶	۲۲۰
۹۴۹۶	خصیہ کھانا.....	۲۶	۲۲۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الاضحیۃ و العقیقۃ		
	﴿قربانی اور عقیقہ کے مسائل﴾		
	☆..... باب اول .....☆		
	وجوب قربانی		
۹۴۹۷	قربانی کا ثبوت قرآن وحدیث سے	۲۶	۲۲۳
۹۴۹۸	قربانی کس پر واجب ہے؟ کیا قیمت کا صدقہ کرنا کافی ہے	۲۶	۲۲۶
۹۴۹۹	قربانی کس پر واجب ہے	۲۶	۲۲۷
۹۵۰۰	کتنے نوٹ پر قربانی واجب ہے	۲۶	۲۲۸
۹۵۰۱	کچھ سونا کچھ چاندی دونوں پر قربانی	۲۶	۲۲۹
۹۵۰۲	ملازم کی تنخواہ پر قربانی کا وجوب	۲۶	۲۲۹
۹۵۰۳	جب کہ قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ اور مقدار نصاب کم ہو تو کیا کرے	۲۶	۲۳۰
۹۵۰۴	جانور خریدنے سے قربانی کا وجوب	۲۶	۲۳۲
۹۵۰۵	قربانی کا دوسرا جانور خریدنے پر پہلا گم شدہ مل گیا	۲۶	۲۳۳
۹۵۰۶	قربانی کا جانور مرنے سے کیا واجب ساقط ہو جاتا ہے	۲۶	۲۳۳
۹۵۰۷	ہدیہ کئے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت	۲۶	۲۳۴
۹۵۰۸	کسی کے کہنے سے اپنا جانور اس کی طرف سے مفت قربانی کیا	۲۶	۲۳۵
۹۵۰۹	قربانی کے لئے جانور خرید کر فقیر ہو گیا	۲۶	۲۳۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۱۰	مشترکہ کاروبار والے جب انفرادا صاحب نصاب نہ ہوں تو قربانی واجب نہیں؟	۲۶	۲۳۶
۹۵۱۱	کیا گھر کے سب آدمیوں کی طرف سے قربانی لازم ہے	۲۶	۲۳۷
۹۵۱۲	ایک بکرے کی قربانی سب گھر کی طرف سے	۲۶	۲۳۸
۹۵۱۳	قربانی کی نیت سے قربانی واجب نہیں ہوئی اور حاملہ کی قربانی.....	۲۶	۲۳۹
۹۵۱۴	کس قربانی میں زیادہ ثواب ہے اپنی طرف سے یا والدہ یا حضور اکرمؐ کی طرف سے؟	۲۶	۲۴۰
۹۵۱۵	ہدایہ کی عبارت صغیر اولاد کی طرف سے قربانی	۲۶	۲۴۱
۹۵۱۶	کیا حرام مال ملک میں ہو تب بھی قربانی ہوگی	۲۶	۲۴۲
۹۵۱۷	خنزیر کے بال سے برش بنانیوالے کارخانہ میں ملازم کی تنخواہ سے قربانی خریدی گئی	۲۶	۲۴۳
۹۵۱۸	میت کی طرف سے قربانی کرنا	۲۶	۲۴۴
۹۵۱۹	میت کی طرف سے قربانی بلا وصیت	۲۶	۲۴۵
۹۵۲۰	اپنی قربانی نہ کرنا میت کی طرف سے قربانی کرنا.....	۲۶	۲۴۶
۹۵۲۱	میت کی طرف سے قربانی کے ذریعہ اداء واجب.....	۲۶	۲۴۶
۹۵۲۲	باپ کی طرف سے قربانی	۲۶	۲۴۹
۹۵۲۳	دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا	۲۶	۲۵۰
۹۵۲۴	کسی کی طرف سے بلا اذن قربانی کرنا.....	۲۶	۲۵۲
۹۵۲۵	دوسرے کی طرف سے بلا اجازت قربانی.....	۲۶	۲۵۲
۹۵۲۶	مسافر بیٹے کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے قربانی کرنا.....	۲۶	۲۵۴
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	قربانی کے جانور		
۹۵۲۷	کس جانور کی قربانی افضل ہے؟	۲۶	۲۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۲۸	نر اور مادہ میں کس کی قربانی افضل ہے؟	۲۶	۲۵۶
۹۵۲۹	ساتواں حصہ افضل ہے یا بکرا	۲۶	۲۵۷
۹۵۳۰	بکری کی افضلیت پر قاضی خاں کی عبارت سے اشکال	۲۶	۲۵۷
۹۵۳۱	گائے کی قربانی کا ثبوت	۲۶	۲۵۹
۹۵۳۲	گائے کی قربانی کرنا جبکہ قانوناً ممنوع ہے	۲۶	۲۶۰
۹۵۳۳	بیل بھینس کی قربانی قانوناً	۲۶	۲۶۰
۹۵۳۴	بھینس کی قربانی کا حکم	۲۶	۲۶۱
۹۵۳۵	بھینس کی قربانی	۲۶	۲۶۱
۹۵۳۶	خنثی بکری کی قربانی	۲۶	۲۶۲
۹۵۳۷	خصی کی قربانی	۲۶	۲۶۳
۹۵۳۸	خصی کا حکم	۲۶	۲۶۴
۹۵۳۹	ایک فربہ بکرے کی قربانی بہتر ہے یا دو کی جبکہ قیمت میں برابر ہوں	۲۶	۲۶۵
۹۵۴۰	قربانی کے لئے موٹاپا عیب نہیں	۲۶	۲۶۵
۹۵۴۱	سستی قیمت کا جانور خرید کر قربانی کرنا	۲۶	۲۶۶
۹۵۴۲	جنین کی قربانی	۲۶	۲۶۶
۹۵۴۳	کانجی ہاؤس سے نیلام جانور کی قربانی	۲۶	۲۶۷
۹۵۴۴	گابھن جانور کی قربانی	۲۶	۲۶۷
۹۵۴۵	مرغ کی قربانی	۲۶	۲۶۸
۹۵۴۶	کیا انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے؟	۲۶	۲۶۹
۹۵۴۷	جنگلی جانور کی قربانی	۲۶	۲۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۴۸	ہرن بکری سے پیدا بچہ شدہ کی قربانی	۲۶	۲۷۰
۹۵۴۹	بکری ہرن کے جوڑے سے پیدا بچہ کی قربانی	۲۶	۲۷۱
۹۵۵۰	پالتو ہرن کی قربانی	۲۶	۲۷۱
۹۵۵۱	قربانی کی بکری سے پتھر برآمد ہوا.....	۲۶	۲۷۲
	فصل : قربانی کے جانوروں کی عمر		
۹۵۵۲	اس بھینس کی قربانی جو موٹی ہو مگر دو سال سے کم ہو.....	۲۶	۲۷۴
۹۵۵۳	سال بھر سے کم دنبہ کی قربانی	۲۶	۲۷۵
۹۵۵۴	سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی.....	۲۶	۲۷۶
۹۵۵۵	سال بھر سے کم بھیڑ کی قربانی.....	۲۶	۲۷۷
۹۵۵۶	سال بھر سے کم بکری کی قربانی.....	۲۶	۲۷۸
۹۵۵۷	سال بھر سے چند روز کم بکرے کی قربانی.....	۲۶	۲۷۹
۹۵۵۸	قربانی کے لئے دو دانت کا لزوم.....	۲۶	۲۷۹
۹۵۵۹	لفظ جذعۃ کی تشریح	۲۶	۲۸۳
	☆..... باب سوم .....☆		
	قربانی کے جانوروں میں عیب		
۹۵۶۰	گائے کا دو تہائی سینگ ٹوٹ جائے تو اسکا حکم اور ہدایہ وحجۃ اللہ البالغہ کی	۲۶	
۹۵۶۱	عبارت میں تطبیق.....	۲۶	۲۸۷
۹۵۶۲	جس جانور کے سینگ نہ ہوں اس کی قربانی.....	۲۶	۲۸۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۵۶۳	سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی	۲۶	۲۸۸
۹۵۶۴	سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی.....	۲۶	۲۸۹
۹۵۶۵	سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی	۲۶	۲۹۰
۹۵۶۶	آدھا سینگ شکستہ ہوتو اس کی قربانی.....	۲۶	۲۹۰
۹۵۶۷	چرنے سے جس بکرے کے دانت گھس گئے ہوں	۲۶	۲۹۱
۹۵۶۸	کان چرے ہوئے کی قربانی	۲۶	۲۹۱
۹۵۶۹	ذبح کرتے ہوئے عیب پیدا ہوگیا.....	۲۶	۲۹۲
۹۵۷۰	قربانی سے پہلے جانور بیمار ہوگیا.....	۲۶	۲۹۲
۹۵۷۱	قربانی کے لئے بکرا خریدا وہ بیمار ہوگیا اب کیا کرے.....	۲۶	۲۹۳
۹۵۷۲	قربانی کا جانور بیمار ہوگیا نماز عید سے پہلے اس کی قربانی.....	۲۶	۲۹۴
۹۵۷۳	قربانی کا جانور بیمار ہوگیا	۲۶	۲۹۵
۹۵۷۴	قربانی جلّالہ.....	۲۶	۲۹۶
۹۵۷۵	حرام غذا والے جانور کی قربانی	۲۶	۲۹۶
۹۵۷۶	سور کے دودھ سے پلے ہوئے کی قربانی.....	۲۶	۲۹۸
۹۵۷۷	بکری کے جس بچہ نے کتیا کا دودھ پیا اس کی قربانی	۲۶	۲۹۹
۹۵۷۸	دیوانہ جانور کی قربانی	۲۶	۲۹۹
۹۵۷۹	لنگڑے جانور کی قربانی	۲۶	۳۰۰
۹۵۸۰	ایک فوطہ والے جانور کی قربانی	۲۶	۳۰۰
۹۵۸۱	دو تھن والی بھینس کی قربانی	۲۶	۳۰۱
۹۵۸۲	موطوءہ جانور کی قربانی	۲۶	۳۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب چہارم .....☆		
	قربانی میں شرکت		
۹۵۸۳	بکرا، اونٹ، گائے میں شرکت کی تفصیل	۲۶	۳۰۴
۹۵۸۴	ایک بکری میں شرکت درست نہیں	۲۶	۳۰۶
۹۵۸۵	بکرے کی قربانی میں شرکت	۲۶	۳۰۸
۹۵۸۶	قیمتی بکرا پالا پھر اس کے عوض گائے خرید کر قربانی کرنا	۲۶	۳۰۸
۹۵۸۷	اونٹ میں بھی سات حصے ہوں گے	۲۶	۳۰۹
۹۵۸۸	چھ شریکوں نے ایک حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا	۲۶	۳۱۰
۹۵۸۹	چھ آدمی ایک حصہ قربانی کا حضور ﷺ کی طرف سے کریں	۲۶	۳۱۱
۹۵۹۰	ایک گائے کی قربانی میں ساتواں حصہ حضور ﷺ کا	۲۶	۳۱۳
۹۵۹۱	جانور خرید کر چھ حصہ دار شریک کرنا	۲۶	۳۱۴
۹۵۹۲	قربانی کے لئے جانور خرید کر اس میں دوسروں کو شریک کرنا	۲۶	۳۱۵
۹۵۹۳	جانور خریدنے سے پہلے شرکاء کی تعیین ہو یا بعد میں	۲۶	۳۱۵
۹۵۹۴	قربانی میں گوشت فروخت کرنے کی نیت	۲۶	۳۱۶
۹۵۹۵	قربانی کے بعد حصہ فروخت کرنا	۲۶	۳۱۷
۹۵۹۶	شرکاء کی اجازت کے بغیر قربانی کے جانور کو دوسروں کو فروخت کرنا.....	۲۶	۳۱۷
۹۵۹۷	غنی شریک قربانی سے پہلے مرجائے	۲۶	۳۱۹
۹۵۹۸	فقیر شریک قربانی سے پہلے مرجائے	۲۶	۳۲۰
۹۵۹۹	ایک شریک کے مرنے پر اس کے حصہ کی قربانی.....	۲۶	۳۲۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶۰۰	کسی شریک کی قربانی نہیں ہوسکی تو قیمت کیا کرے	۲۶	۳۲۱
۹۶۰۱	قربانی میں شرکت کی اجازت دیکر پھر انکار کرنا	۲۶	۳۲۱
۹۶۰۲	ایک حصہ والدین کیلئے نصف نصف رکھا	۲۶	۳۲۲
۹۶۰۳	ایک حصہ کا ثواب متعدد کو.....	۲۶	۳۲۳
۹۶۰۴	**ایک جانور میں ایک شخص کی طرف سے جہات متعددہ کی نیت مع جواب اشرف المدارس کراچی**	۲۶	۳۲۳
۹۶۰۵	شرکاء قربانی کا وقت ذبح موجود ہونا	۲۶	۳۲۹
۹۶۰۶	قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت ہر حصہ دار کا ہاتھ لگانا	۲۶	۳۲۹
۹۶۰۷	قربانی کے گوشت کی تقسیم	۲۶	۳۳۰
۹۶۰۸	قربانی کے گوشت کی تقسیم	۲۶	۳۳۱
۹۶۰۹	قربانی کا گوشت آپس میں تول کر تقسیم کرنا چاہئے	۲۶	۳۳۱
۹۶۱۰	قربانی کا گوشت سب حصہ داروں کو تول کر تقسیم کیا جائے؟	۲۶	۳۳۲
۹۶۱۱	قربانی میں ولیمہ	۲۶	۳۳۴
	☆..... **باب پنجم** .....☆		
	قربانی کے ایام واوقات اور قضاء		
۹۶۱۲	قربانی کے کتنے دن ہیں؟	۲۶	۳۳۶
۹۶۱۳	قربانی کس دن افضل ہے؟	۲۶	۳۳۷
۹۶۱۴	کیا قربانی چار دن ہے؟	۲۶	۳۳۸
۹۶۱۵	قربانی کا ثبوت تین دن	۲۶	۳۴۰
۹۶۱۶	رات میں قربانی	۲۶	۳۴۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶۱۷	گاؤں میں قربانی کا وقت.....	۲۶	۳۴۱
۹۶۱۸	شہر میں نماز سے پہلے قربانی	۲۶	۳۴۲
۹۶۱۹	شہری کی گاؤں میں قربانی.....	۲۶	۳۴۳
۹۶۲۰	نماز عید سے پہلے قربانی	۲۶	۳۴۳
۹۶۲۱	نماز عید سے پہلے قربانی کی ایک صورت	۲۶	۳۴۴
۹۶۲۲	تعدد صلوۃ عید کی صورت میں وقت اضحیہ	۲۶	۳۴۴
۹۲۳	غلطی سے بے وضو ادا کی گئی نماز کے بعد قربانی کا حکم.....	۲۶	۳۴۵
۹۶۲۴	قربانی کی قضا کی صورت	۲۶	۳۴۶
۹۲۵	قربانی کی قضا.....	۲۶	۳۴۶
۹۶۲۶	قربانی کی قضا.....	۲۶	۳۴۷
	☆..... باب ششم .....☆		
	قربانی کے آداب و مستحبات		
۹۶۲۷	قربانی ذبح کرنے کا ثواب	۲۶	۳۴۸
۹۶۲۸	قربانی کے وقت کی دعاء.....	۲۶	۳۴۸
۹۶۲۹	قربانی کرنے والے کا روزہ رکھنا.....	۲۶	۳۴۹
۹۶۳۰	قربانی سے قبل کچھ کھانا	۲۶	۳۵۰
۹۶۳۱	دو رکعت نفل اور بال و ناخون نہ تراشنے سے قربانی کا ثواب	۲۶	۳۵۱
۹۶۳۲	عورت کا خود قربانی کرنا.....	۲۶	۳۵۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب ہفتم .....☆		
	قربانی کی نذر		
۹۶۳۳	قربانی کی نذر کی تفصیل	۲۶	۳۵۳
۹۶۳۴	متعین جانور کی قربانی کی نذر کا ایک مسئلہ	۲۶	۳۵۴
۹۶۳۵	ایام قربانی کے بعد شاۃ منذورہ متعینہ کا حکم	۲۶	۳۵۵
۹۶۳۶	بیمار نذر کا گوشت خود کھائے یا ملنے والے کو دے تو کیسا ہے؟	۲۶	۳۵۶
۹۶۳۷	حاملہ منذور جانور کی قربانی	۲۶	۳۵۶
۹۶۳۸	بکری کے پیٹ سے اگر بکرا پیدا ہوا اس کی قربانی کرنے کی نذر	۲۶	۳۵۷
۹۶۳۹	قربانی کو شرط پر معلق کرنا	۲۶	۳۵۷
	☆..... باب ہشتم .....☆		
	چرم قربانی اور گوشت کے مصارف		
۹۶۴۰	چرم قربانی والد یا اولاد کو دینا	۲۶	۳۶۰
۹۶۴۱	چرم قربانی کی قیمت تعمیر مدرسہ ومسجد میں دینا	۲۶	۳۶۰
۹۶۴۲	قیمت چرم غریب والد یا اولاد کو دینا	۲۶	۳۶۱
۹۶۴۳	چرم قربانی کی قیمت چوری ہوگئی تو کیا کرے؟	۲۶	۳۶۱
۹۶۴۴	چرم کا صدقہ افضل ہے، یا اس کی قیمت کا	۲۶	۳۶۲
۹۶۴۵	چرم قربانی کی قیمت کنویں کی تعمیر میں دینا	۲۶	۳۶۳
۹۶۴۶	قیمت چرم قربانی اور زکوٰۃ میں فرق	۲۶	۳۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶۴۷	قیمت چرم قربانی کنواں بنوانے میں	۲۶	۳۶۵
۹۶۴۸	قیمت چرم سے پختہ مزار وغیرہ بنوانا.....	۲۶	۳۶۵
۹۶۴۹	چرم قربانی کی قیمت سے قبرستان کے لئے زمین خریدنا اور وقف کرنا	۲۶	۳۶۶
۹۶۵۰	چرم قربانی سے مہمان خانہ بنانا	۲۶	۳۶۷
۹۶۵۱	قیمت چرم قربانی سے جلد بندی.....	۲۶	۳۶۸
۹۶۵۲	مردہ کی طرف سے قربانی کر کے قیمت چرم اپنے بیٹے کو دینا	۲۶	۳۷۰
۹۶۵۳	چرم قربانی مالدار کو دینا	۲۶	۳۷۱
۹۶۵۴	چرم قربانی مدرسہ میں صرف کرنا	۲۶	۳۷۲
۹۶۵۵	فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا	۲۶	۳۷۲
۹۶۵۶	قیمت چرم قربانی کا مصرف مدارس میں	۲۶	۳۷۴
۹۶۵۷	مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی	۲۶	۳۷۵
۹۶۵۸	چرم قربانی سے تنخواہ دینا	۲۶	۳۷۷
۹۶۵۹	قربانی کی کھال تعمیر مسجد میں	۲۶	۳۷۷
۹۶۶۰	چرم قربانی مسجد میں	۲۶	۳۷۸
۹۶۶۱	چرم قربانی امام کے لئے	۲۶	۳۸۰
۹۶۶۲	قربانی کی کھال امام کیلئے	۲۶	۳۸۱
۹۶۶۳	میت کی طرف سے کی گئی قربانی کا گوشت	۲۶	۳۸۲
۹۶۶۴	قربانی کے گوشت کا صدقہ	۲۶	۳۸۲
۹۶۶۵	قربانی کی کھال کا کھانا.....	۲۶	۳۸۳
۹۶۶۶	قربانی کے گوشت کا تیسرا حصہ صدقہ کرنا.....	۲۶	۳۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶۶۷	قربانی کا گوشت پکا کر دینا	۲۶	۳۸۴
۹۶۶۸	قربانی کے گوشت سے ایصال ثواب اور مروجہ فاتحہ	۲۶	۳۸۵
۹۶۶۹	خدمت گزاروں کو قربانی کا گوشت	۲۶	۳۸۶
۹۶۷۰	قربانی کا گوشت خاکروب وغیرہ کو دینا	۲۶	۳۸۷
۹۶۷۱	قربانی کا گوشت مہترانی کو دینا	۲۶	۳۸۷
۹۶۷۲	غیر مسلم کو قربانی کا گوشت	۲۶	۳۸۸
۹۶۷۳	قربانی کا گوشت ہندو کو دینا	۲۶	۳۸۹
۹۶۷۴	قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا	۲۶	۳۸۹
۹۶۷۵	قربانی کا گوشت سکھا کر دیر تک رکھنا	۲۶	۳۹۰
۹۶۷۶	سب قربانیوں کے گوشت کو جمع کر کے تقسیم کرنا	۲۶	۳۹۰
۹۶۷۷	قربانی کا گوشت تقسیم کے لئے دیا تھا اس کو فروخت کر دیا	۲۶	۳۹۲
۹۶۷۸	قربانی کا گوشت فروخت کرنا	۲۶	۳۹۳
۹۶۷۹	قربانی کے دودھ سے انتفاع	۲۶	۳۹۴
۹۶۸۰	قربانی کی اون ذبح سے قبل	۲۶	۳۹۵
۹۶۸۱	قربانی کی اون ذبح کے بعد	۲۶	۳۹۵
۹۶۸۲	قربانی کے جانور سے اتاری ہوئی اون کا حکم	۲۶	۳۹۶
۹۶۸۳	قربانی کا بہا ہوا خون پینا	۲۶	۳۹۶
۹۶۸۴	قربانی کا خون کیا کیا جائے	۲۶	۳۹۶
۹۶۸۵	قربانی کی ہڈیوں کا حکم	۲۶	۳۹۷
۹۶۸۶	جانور کی رسی کا صدقہ کرنا	۲۶	۳۹۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۶۸۷	قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ ہے	۲۶	۳۹۸
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	قربانی کے متفرق احکام		
۹۶۸۸	غلطی سے ایک دوسرے کی قربانی ذبح کردی	۲۶	۴۰۰
۹۶۸۹	دوسرے مقام پر روپیہ بھیج کر قربانی کرانا	۲۶	۴۰۰
۹۶۹۰	کسی کی دلجوئی کے لئے شعائر کو ترک کرنا	۲۶	۴۰۱
۹۶۹۱	ہندو کی دل آزاری کے خیال سے اس سے خریدی ہوئی گائے کو واپس کرنا	۲۶	۴۰۲
۹۶۹۲	قربانی کا جانور خرید کر پھر فروخت کر کے اسکی قیمت سے دوسرا جانور خریدنا	۲۶	۴۰۴
۹۶۹۳	قربانی کی اطلاع پولیس کو دینا.....	۲۶	۴۰۴
۹۶۹۴	خطرۂ جان کے وقت قربانی نہ کرنا.....	۲۶	۴۰۷
۹۶۹۵	طالب علم کے حق میں کتابیں خریدنا نفلی قربانی سے اولیٰ ہے	۲۶	۴۰۸
	☆..... **باب دھم**.....☆		
	عقیقہ کا بیان		
۹۶۹۶	ولیمہ کے ساتھ عقیقہ	۲۶	۴۱۰
۹۶۹۷	شادی میں عقیقہ.....	۲۶	۴۱۱
۹۶۹۸	قربانی کے ساتھ عقیقہ	۲۶	۴۱۱
۹۶۹۹	قربانی کے ساتھ عقیقہ	۲۶	۴۱۲
۹۷۰۰	قربانی میں عقیقہ کا حصہ اور ساتویں دن کی رعایت	۲۶	۴۱۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۰۱	بڑی عمر میں عقیقہ	۲۶	۴۱۵
۹۷۰۲	بالغہ کا عقیقہ اوراس کے بالوں کا حکم	۲۶	۴۱۶
۹۷۰۳	عقیقہ کی مدت	۲۶	۴۱۶
۹۷۰۴	عقیقہ کا دن	۲۶	۴۱۷
۹۷۰۵	کیا عقیقہ اکیس روز بعد بھی ہے	۲۶	۴۱۹
۹۷۰۶	عقیقہ وقربانی میں فرق	۲۶	۴۱۹
۹۷۰۷	عقیقہ دیر سے کرنے کی صورت میں بچہ کے بال اتارنے میں دیر نہ کی جائے	۲۶	۴۲۲
۹۷۰۸	عقیقہ کے بالوں کو دفن کیا جائے	۲۶	۴۲۳
۹۷۰۹	عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا	۲۶	۴۲۳
۹۷۱۰	دادیال یا نانیال میں عقیقہ	۲۶	۴۲۴
۹۷۱۱	جس بچہ کا عقیقہ نہیں ہوا کیا وہ شفاعت کریگا	۲۶	۴۲۵
۹۷۱۲	بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ	۲۶	۴۲۶
۹۷۱۳	بڑے جانور میں عقیقہ کے سات حصے ایام قربانی کے علاوہ میں	۲۶	۴۲۷
۹۷۱۴	عقیقہ کا سر قصاب کو اجرت میں دینا	۲۶	۴۲۷
۹۷۱۵	گائے، بھینس میں عقیقہ	۲۶	۴۲۸
۹۷۱۶	گائے، بھینس کے ذریعہ عقیقہ غیر ایام اضحیہ میں	۲۶	۴۲۹
۹۷۱۷	عقیقہ میں لڑکے کا ایک حصہ رکھنا	۲۶	۴۲۹
۹۷۱۸	متعدد بچوں کا عقیقہ ایک بھینس میں	۲۶	۴۳۰
۹۷۱۹	اضحیہ کے علاوہ گائے میں عقیقہ کا حصہ	۲۶	۴۳۱
۹۷۲۰	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ	۲۶	۴۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۲۱	عقیقہ کے لئے جانور خریدا پھر بچہ مرگیا تو اس کو کیا کریں؟	۲۶	۴۳۲
۹۷۲۲	گابھن بکری کے دو بچے دینے پر عقیقہ کا ارادہ کرنا.....	۲۶	۴۳۳
۹۷۲۳	صحت ہونے پر عقیقہ کرنے کی نذر	۲۶	۴۳۴
۹۷۲۴	عقیقہ کا کھانا ماں باپ کیلئے	۲۶	۴۳۵
۹۷۲۵	عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ کیلئے.....	۲۶	۴۳۵
۹۷۲۶	بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ	۲۶	۴۳۷
۹۷۲۷	تحنیک کا طریقہ.....	۲۶	۴۳۸
	کتاب الحظر والاباحۃ		
	﴿جائز اور ناجائز امور﴾		
	باب اول: کھانے پینے کے مسائل		
	فصل اول: کھانے پینے کے آداب اور اسکے مکروہات		
۹۷۲۸	وضو اور غسل کے بعد دوبارہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟.....	۲۷	۳۰
۹۷۲۹	کھانے سے پہلے بسم اللہ.....	۲۷	۳۱
۹۷۳۰	کھانے کی ابتدا اور اختتام نمک پر.....	۲۷	۳۱
۹۷۳۱	کھانے کی ابتدا داہنی طرف سے.....	۲۷	۳۲
۹۷۳۲	کھانے کے لئے بلانے پر بارک اللہ کہنا.....	۲۷	۳۳
۹۷۳۳	دسترخوان پر سب ایک روٹی میں سے کھائیں یا الگ الگ ایک روٹی کے	۲۷	

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۳۴	چار ٹکڑے کر کے کھائیں.....	۲۷	۳۳
۹۷۳۵	کھانے کے بعد کلی کا پانی پینا.....	۲۷	۳۴
۹۷۳۶	کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھو کر پینا.....	۲۷	۳۴
۹۷۳۷	کھانے کے برتن میں ہاتھ دھو کر اس پانی کو پینا.....	۲۷	۳۵
۹۷۳۸	کھانے کے بعد برتن کو دھو کر پینا.....	۲۷	۳۶
۹۷۳۹	کھانے کے بعد کیا مٹھائی کھانا سنت ہے.....	۲۷	۳۷
۹۷۴۰	لوٹے کا پانی چلو بنا کر پینے کا طریقہ.....	۲۷	۳۸
۹۷۴۱	کھانا کھاتے وقت چارپائی کی کس جانب بیٹھے.....	۲۷	۳۹
۹۷۴۲	گوشت کا دھونا.....	۲۷	۳۹
۹۷۴۳	گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکانا.....	۲۷	۴۰
۹۷۴۴	بعد عصر کھانا پینا.....	۲۷	۴۱
۹۷۴۵	کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا.....	۲۷	۴۱
۹۷۴۶	بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر سالن نکالنا.....	۲۷	۴۲
۹۷۴۷	کھانا گرم کھانا چائے گرم پینا.....	۲۷	۴۳
۹۷۴۸	آب زمزم گرم کر کے پینا.....	۲۷	۴۳
۹۷۴۹	کھانے پر پھونک مار کر کھانا.....	۲۷	۴۴
۹۷۵۰	ننگے سر کھانا اور کھانے کی حالت میں سلام کرنا.....	۲۷	۴۵
۹۷۵۱	کچی پیاز کھانے میں ملا کر کھانا.....	۲۷	۴۵
۹۷۵۲	بازار جانا اور دوکان پر بضرورت بیٹھنا چلتے پھرتے کھانے کا حکم.....	۲۷	۴۶
۹۷۵۳	پان سگریٹ وغیرہ کا استعمال راستہ میں.....	۲۷	۴۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۵۴	کرتے کے نیچے ہاتھ نکال کر کھانا کھانا.....	۲۷	۴۸
۹۷۵۵	نابالغ کے مال سے کچھ کھانا تربیت کیلئے.....	۲۷	۴۹
	فصل دوم:- فاسق وفاجر کے ساتھ کھانا پینا		
۹۷۵۶	فاسق معلن کے گھر کھانا.....	۲۷	۵۰
۹۷۵۷	شراب نوش کے ساتھ کھانا پینا.....	۲۷	۵۱
۹۷۵۸	بے نمازی عورت کا پکایا ہوا کھانا.....	۲۷	۵۱
۹۷۵۹	آوارہ عورت کے گھر کا کھانا.....	۲۷	۵۲
۹۷۶۰	زنا کی خصلت والی لڑکیوں کے ہاتھ کا کھانا.....	۲۷	۵۳
۹۷۶۱	گڑیا اور تصویر بیچنے والے کے یہاں کھانا.....	۲۷	۵۳
۹۷۶۲	جس تقریب میں باجہ ہو اس میں کھانا.....	۲۷	۵۴
۹۷۶۳	کیا ہوٹل میں کھانا فسق ہے.....	۲۷	۵۵
۹۷۶۴	طعام الریا.....	۲۷	۵۵
	فصل سوم: کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا		
۹۷۶۵	کفار ومشرکین کے ساتھ کھانا پینا.....	۲۷	۵۷
۹۷۶۶	طعام مشرک.....	۲۷	۵۹
۹۷۶۷	غیر مسلم کے ساتھ کھانا.....	۲۷	۶۰
۹۷۶۸	غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا.....	۲۷	۶۱
۹۷۶۹	ہندو کے تہوار کا کھانا.....	۲۷	۶۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۷۰	ہندو کے گھر کی چیزیں کھانا.....	۲۷	۶۴
۹۷۷۱	ہندو کی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا.....	۲۷	۶۴
۹۷۷۲	غیر مسلم کے ہوٹل میں کھانا.....	۲۷	۶۷
۹۷۷۳	غیر مسلم ملازم کے ہاتھ بھیجا ہوا گوشت.....	۲۷	۶۸
۹۷۷۴	کافر ملازم کے ذریعہ گوشت منگانا.....	۲۷	۶۹
۹۷۷۵	کافر کے گھر کا گوشت کھانا.....	۲۷	۶۹
۹۷۷۶	غیر مسلم باورچی کا پکایا ہوا گوشت.....	۲۷	۷۰
۹۷۷۷	کافر کا پکایا ہوا گوشت.....	۲۷	۷۱
۹۷۷۸	غیر مسلم کے مکان پر طعام وقیام اور اپنی حاملہ بیوی سے ہمبستری.....	۲۷	۷۲
۹۷۷۹	شیعہ کے گھر کا کھانا.....	۲۷	۷۴
۹۷۸۰	چمار بھنگی کا کھانا.....	۲۷	۷۴
۹۷۸۱	چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا.....	۲۷	۷۵
۹۷۸۲	عقیقہ کا کھانا چماروں کے ہاتھوں سے کھلوانا.....	۲۷	۷۶
۹۷۸۳	بھنگی، چمار کے گھر کا گھی.....	۲۷	۷۷
۹۷۸۴	بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کر کے اس کے ساتھ کھانا پینا.....	۲۷	۷۸
۹۷۸۵	جھٹکے کا گوشت کھالیا تو کیا کرے.....	۲۷	۷۹
۹۷۸۶	دیوی دیوتاؤں کے نام پر تقسیم ہونے والی اشیاء.....	۲۷	۸۱
۹۷۸۷	پان بیڑہ کا پرشاد کے طور پر.....	۲۷	۸۲
	فصل چہارم:- ماکولات کا بیان		
۹۷۸۸	امریکن گھی.....	۲۷	۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۷۸۹	جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا اس کا کھانا.....	۲۷	۸۴
۹۷۹۰	ہلدی کا حکم.....	۲۷	۸۵
۹۷۹۱	ڈالڈا گھی، انگریزی بسکٹ وغیرہ کا استعمال.....	۲۷	۸۵
۹۷۹۲	پنیر کے اقسام واحکام.....	۲۷	۸۶
۹۷۹۳	ڈبہ کا گوشت.....	۲۷	۸۷
۹۷۹۴	ڈبہ کا دودھ.....	۲۷	۸۸
۹۷۹۵	بریڈ روٹی کا استعمال کرنا.....	۲۷	۸۹
	☆..... **باب دوم** .....☆		
	ضیافت کا بیان		
۹۷۹۶	دعوت کھانے اور دعوت کرنے کا ثبوت.....	۲۷	۹۰
۹۷۹۷	قبول دعوت کی تفصیل.....	۲۷	۹۱
۹۷۹۸	دعوت کیلئے پیسے کی شرط.....	۲۷	۱۰۲
۹۷۹۹	باتصویر کمرہ میں دعوت علماء.....	۲۷	۱۰۳
۹۸۰۰	جس تقریب میں باجا ہو اسمیں شرکت ودعوت.....	۲۷	۱۰۴
۹۸۰۱	فسق کی مجلس میں شرکت.....	۲۷	۱۰۴
۹۸۰۲	کافر کی دعوت.....	۲۷	۱۰۵
۹۸۰۳	ہندوؤں کی دعوت کا حکم.....	۲۷	۱۰۶
۹۸۰۴	غیر مسلم کی دعوت.....	۲۷	۱۰۷
۹۸۰۵	دھوبی کے گھر کا کھانا.....	۲۷	۱۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۰۶	الیکشن میں کھڑے ہونے والے کی دعوت کا حکم	۲۷	۱۰۸
۹۸۰۷	فاسق کی دعوت قبول کرنا اوراس کو سلام کرنا.....	۲۷	۱۰۸
۹۸۰۸	فاسق کی دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۰۹
۹۸۰۹	فاسق کی دعوت عوام کا چندہ اور ہدیہ.....	۲۷	۱۱۲
۹۸۱۰	منہار اورقصاب کی دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۱۸
۹۸۱۱	تارک زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۱۹
۹۸۱۲	بے نمازی اورسود خور کی دعوت	۲۷	۱۲۰
۹۸۱۳	رہن کی آمدنی سے دعوت.....	۲۷	۱۲۱
۹۸۱۴	تقسیم ترکہ سے پہلے دعوت کھانا.....	۲۷	۱۲۱
۹۸۱۵	توبہ کے بعد سودی مال کا حکم	۲۷	۱۲۲
۹۸۱۶	زانیہ کے مال حرام سے دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۲۳
۹۸۱۷	جوشخص حرام حلال سے دعوت کرے اس کا قبول کرنا.....	۲۷	۱۲۳
۹۸۱۸	حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۲۵
۹۸۱۹	اگرکسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہواسکی دعوت قبول کرنا کیسا ہے	۲۷	۱۲۵
۹۸۲۰	حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا.....	۲۷	۱۲۶
۹۸۲۱	بھینس کے بچہ دینے اورختنہ کی دعوت مدرس کے لئے	۲۷	۱۲۶
۹۸۲۲	متمول آدمی کا نیاز کے کھانے میں شریک ہونا.....	۲۷	۱۲۷
۹۸۲۳	اللہ کے نام کے کھانے میں مالدار کی شرکت	۲۷	۱۲۸
۹۸۲۴	مہمان کا دسترخوان سے کسی کو کچھ دینا.....	۲۷	۱۲۸
۹۸۲۵	برادرانہ دعوت میں کسی فرد کا بکرے کے گوشت کا مطالبہ.....	۲۷	۱۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۲۶	مہمان کا نمک وغیرہ میزبان سے مانگنا.....	۲۷	۱۳۰
۹۸۲۷	مہمان کا کسی دوسرے کی تواضع کرنا.....	۲۷	۱۳۱
۹۸۲۸	اکرام ضیف	۲۷	۱۳۲
۹۸۲۹	دعوت میں عوام وخواص کا انتظام	۲۷	۱۳۲
۹۸۳۰	نامحرم عورتوں کی ضیافت.....	۲۷	۱۳۴
۹۸۳۱	غیر عالم دعوت کرے عالم کی اور یہ کہہ دے کہ یہ کھانا حرام کا ہے؟	۲۷	۱۳۵
۹۸۳۲	دعوت میں کھانا اجازت سے شروع کیا جائے.....	۲۷	۱۳۶
۹۸۳۳	کام سیکھنے کیلئے دوست واحباب کے اصرار پر مٹھائی.....	۲۷	۱۳۷
۹۸۳۴	جہاں عزت کا خطرہ ہو وہاں کھانے کیلئے جانا.....	۲۷	۱۳۷
۹۸۳۵	کھیت پر خوشی میں دعوت کرنا.....	۲۷	۱۳۸

☆..... باب سوم .....☆

حلال وحرام جانور کے احکام

فصل اول:- حلال جانور

۹۸۳۶	خرگوش کی حلت.....	۲۷	۱۴۳
۹۸۳۷	خرگوش کی حلت.....	۲۷	۱۴۴
۹۳۸	امریکن گائے کے دودھ اور گوشت کا استعمال.....	۲۷	۱۴۴
۹۳۹	جس گائے کا بچہ مرگیا ہو اس کا دودھ.....	۲۷	۱۴۵
۹۸۴۰	بے گابھن بکری کے دودھ کا حکم.....	۲۷	۱۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۴۱	جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم.....	۲۷	۱۴۶
۹۸۴۲	ناجائز چارہ کھانے والی بکری کا گوشت.....	۲۷	۱۴۷
۹۸۴۳	بے بیائی بکری کا دودھ.....	۲۷	۱۴۷
۹۸۴۴	بھینس کا مصنوعی بچہ بنا کر بھینس کے سامنے کھڑا کرنا.....	۲۷	۱۴۸
۹۸۴۵	بھینس سے لاٹھی مار کر دودھ حاصل کرنا.....	۲۷	۱۴۹
۹۸۴۶	جانور کے خریدتے وقت ہاتھ ڈالکر دیکھنا کہ گابھن ہے یا نہیں؟.....	۲۷	۱۵۰
۹۸۴۷	ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑنا.....	۲۷	۱۵۰
۹۸۴۸	مادۂ تولید بذریعہ انجکشن داخل کرنا.....	۲۷	۱۵۱
۹۸۴۹	بوڑھے بیل کو مالک نے چھوڑ دیا اس کا حکم.....	۲۷	۱۵۱
۹۸۵۰	غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ سے گائے گابھن کرانا.....	۲۷	۱۵۲
۹۸۵۱	بھینس میں انجکشن سے مادۂ تولید پہونچانا.....	۲۷	۱۵۴
۹۸۵۲	امریکی سانڈ کے نطفہ سے پیدا شدہ گائے کا حکم.....	۲۷	۱۵۵
۹۸۵۳	خنثیٰ بکری کا حکم.....	۲۷	۱۵۵
۹۸۵۴	جو بکری کا بچہ، خنزیر کے دودھ سے پلے اس کا استعمال.....	۲۷	۱۵۶
۹۸۵۵	برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی.....	۲۷	۱۵۷
۹۸۵۶	بیل وغیرہ کو خصی کرنا.....	۲۷	۱۵۸
۹۸۵۷	مخلوط نسل کا جانور حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے.....	۲۷	۱۵۸
	فصل دوم:- حرام جانور اور ان کے اجزاء		
۹۸۵۸	خنزیر اور میتہ کی حرمت برابر.....	۲۷	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۵۹	لحم خنزیر کا حکم	۲۷	۱۶۱
۹۸۶۰	خنزیر نجس العین ہے اس کا کھانا جائز نہیں	۲۷	۱۶۳
۹۸۶۱	مضطر کے لئے خنزیر کا کھانا	۲۷	۱۶۴
۹۸۶۲	خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنا	۲۷	۱۶۶
۹۸۶۳	برش میں سور کے بال	۲۷	۱۶۷
۹۸۶۴	ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی	۲۷	۱۶۷
۹۸۶۵	شوقیہ کتا پالنا	۲۷	۱۶۸
۹۸۶۶	کتا پالنا	۲۷	۱۷۱
۹۸۶۷	مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا	۲۷	۱۷۲
۹۸۶۸	کیمیا بنانے کے لئے خنزیر کا دودھ	۲۷	۱۷۲
۹۸۶۹	شیر کی چربی کا حکم	۲۷	۱۷۳
۹۸۷۰	مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ اور کیکڑہ کا کھانا، فروخت کرنا	۲۷	۱۷۴
۹۸۷۱	بہیمۂ موطوءہ کا حکم	۲۷	۱۷۵
۹۸۷۲	مردہ جنین کا گوشت کھانا	۲۷	۱۷۷
	فصل سوم:- حلال وحرام پرندے		
۹۸۷۳	کیا تمام چرند وپرند حلال ہیں	۲۷	۱۷۸
۹۸۷۴	طوطا حلال ہے	۲۷	۱۷۹
۹۸۷۵	طوطے کا کھانا	۲۷	۱۷۹
۹۸۷۶	کبوتر کا حکم	۲۷	۱۸۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۷۷	کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالنا.....	۲۷	۱۸۰
۹۸۷۸	بگلا گرسل، نیل کنٹ کا حکم.....	۲۷	۱۸۱
۹۸۷۹	مشینی مرغی کے انڈے اور بچے کھانا کیسا ہے.....	۲۷	۱۸۲
۹۸۸۰	مذبوحہ مرغی کا انڈا.....	۲۷	۱۸۲
۹۸۸۱	جو مرغی اذان دے اس کا کھانا.....	۲۷	۱۸۳
۹۸۸۲	گلہری کھانا.....	۲۷	۱۸۴
۹۸۸۳	گدھ کی طرح کے جانور کا کھانا.....	۲۷	۱۸۴
۹۸۸۴	مردار خور گدھ کا کھانا.....	۲۷	۱۸۵
۹۸۸۵	کوے کی قسمیں.....	۲۷	۱۸۵
۹۸۸۶	کوے کا کھانا.....	۲۷	۱۸۶
۹۸۸۷	کھیت کا کوا.....	۲۷	۱۸۷
۹۸۸۸	کوا کھانا.....	۲۷	۱۸۸
۹۸۸۹	کون سا کوا حلال ہے.....	۲۷	۱۹۰
۹۸۹۰	شراب کے نشہ میں خنزیر کا گوشت کھانا.....	۲۷	۱۹۲
	فصل چہارم:- مچھلی کھانے کا حکم		
۹۸۹۱	جھینگا کھانا کیسا ہے.....	۲۷	۱۹۴
۹۸۹۲	جھینگا کا حکم.....	۲۷	۱۹۵
۹۸۹۳	جھینگا.....	۲۷	۱۹۶
۹۸۹۴	گونچھ مچھلی کا حکم.....	۲۷	۱۹۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۸۹۵	مردار مچھلی کا کھانا کیوں جائز ہے؟.....	۲۷	۱۹۸
۹۸۹۶	مچھلی کو بغیر پانی کے رکھنا.....	۲۷	۱۹۹
۹۸۹۷	مچھلی کو پتھر سے رگڑنا.....	۲۷	۱۹۹
۹۸۹۸	مچھلی کھانا بلا آلائش نکالے.....	۲۷	۲۰۰
۹۸۹۹	جو مچھلی انڈے نہیں بلکہ بچے دیتی ہے اس کا کھانا.....	۲۷	۲۰۰
	فصل پنجم: مباح القتل اور غیر مباح القتل جانور		
۹۹۰۰	بلی کو مارنا.....	۲۷	۲۰۲
۹۹۰۱	کتے، بلی کو مارنا.....	۲۷	۲۰۳
۹۹۰۲	چھپکلی کا مارنا.....	۲۷	۲۰۴
۹۹۰۳	گرگٹ کا مارنا.....	۲۷	۲۰۶
۹۹۰۴	گرگٹ کا مارنا.....	۲۷	۲۰۷
۹۹۰۵	چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا.....	۲۷	۲۰۷
۹۹۰۶	چیونٹی، بھڑ وغیرہ کو جلانا.....	۲۷	۲۰۸
۹۹۰۷	کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا.....	۲۷	۲۰۹
	فصل ششم:- متفرقات حیوانات		
۹۹۰۸	اپنے جانور کے چارہ کا نظم کرنا ضروری ہے.....	۲۷	۲۱۰
۹۹۰۹	سانپ کی چھتری کھانا.....	۲۷	۲۱۱
۹۹۱۰	خچر کی نسل حاصل کرنا.....	۲۷	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	باب چہارم: حلال وحرام اشیاء		
	فصل اول:- حرام اشیاء وغیرہ		
۹۹۱۱	شراب کیا چیز ہے.....	۲۷	۲۱۴
۹۹۱۲	بیئر پینا.....	۲۷	۲۱۵
۹۹۱۳	بیئر کا حکم.....	۲۷	۲۱۶
۹۹۱۴	شراب یا افیم انسان یا جانور کے لیے.....	۲۷	۲۱۷
۹۹۱۵	شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا.....	۲۷	۲۱۸
۹۹۱۶	تاڑ اور کھجور کا رس پینا.....	۲۷	۲۱۸
۹۹۱۷	تاڑی کی حرمت.....	۲۷	۲۱۹
۹۹۱۸	کھجور اور تاڑ کا عرق پینا نشہ نہ ہو تو درست ہے.....	۲۷	۲۲۰
۹۹۱۹	بسکٹ میں تاڑی کا استعمال.....	۲۷	۲۲۰
۹۹۲۰	پوست کا ڈوڈا پینا.....	۲۷	۲۲۳
۹۹۲۱	نشہ آور چیز کا استعمال قلب ماہیت کے بعد.....	۲۷	۲۲۴
۹۹۲۲	کسی کا شراب چھوڑنے کے لئے دوسرے کے وعظ چھوڑنے کی شرط لگانا	۲۷	۲۲۵
۹۹۲۳	کوکا کولا.....	۲۷	۲۲۷
۹۹۲۴	کوکا کولا پینا.....	۲۷	۲۲۸
۹۹۲۵	کوکا کولا دوائیں، ڈاکٹری.....	۲۷	۲۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم:- تمباکو چونہ وغیرہ کا استعمال		
۹۹۲۶	تمباکو.....	۲۷	۲۳۰
۹۹۲۷	پان کی گرانی کی وجہ سے تمباکو چونے میں ملا کر کھانا.....	۲۷	۲۳۱
۹۹۲۸	چونہ کا حکم	۲۷	۲۳۱
۹۹۲۹	پان میں چونہ کھانا	۲۷	۲۳۲
۹۹۳۰	تانبے پیتل وغیرہ کا استعمال دھوتی، لنگی کا استعمال، حقہ.....	۲۷	۲۳۳
۹۹۳۱	چونہ، تمباکو کھانا	۲۷	۲۳۴
۹۹۳۲	تمباکو شجرۂ خبیثہ	۲۷	۲۳۵
۹۹۳۳	بیڑی.....	۲۷	۲۳۹
۹۹۳۴	چونہ وتمباکو کی تحقیق	۲۷	۲۳۹
۹۹۳۵	تمباکو، حقہ وغیرہ پینا.....	۲۷	۲۴۳
۹۹۳۶	پان، تمباکو، حقہ	۲۷	۲۴۴
۹۹۳۷	پان کا بیڑہ پرشاد کے طور پر	۲۷	۲۴۵
۹۹۳۸	حقہ پینے والے سے منہ پھیر لینا.....	۲۷	۲۴۵
۹۹۳۹	حقہ.....	۲۷	۲۴۶
۹۹۴۰	سگریٹ پینا.....	۲۷	۲۴۹
۹۹۴۱	تمباکو پان، سگریٹ اور نسوار کا کھانا.....	۲۷	۲۵۰
۹۹۴۲	مٹی کھانا	۲۷	۲۵۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل سوم:- فضلات سے انتفاع		
۹۹۴۳	گوبر وغیرہ کی گیس سے کھانا وغیرہ پکانا.....	۲۷	۲۵۲
۹۹۴۴	گوبر کے کنڈے.....	۲۷	۲۵۳
۹۹۴۵	گوبر کی راکھ منجن میں استعمال کرنا.....	۲۷	۲۵۳
۹۹۴۶	گوبر سے زمین کا لیپنا.....	۲۷	۲۵۴
۹۹۴۷	راکھ کا حکم.....	۲۷	۲۵۴
۹۹۴۸	انسان کے پائخانہ کوسکھا کر اُپلوں کے مثل روٹی پکانا.....	۲۷	۲۵۵
	فصل چہارم: مشترک اشیاء سے انتفاع		
۹۹۴۹	سیل ماء دوسرے کی ملک میں.....	۲۷	۲۵۷
۹۹۵۰	عمرو کی نالی زید کے مکان میں.....	۲۷	۲۵۸
۹۹۵۱	کسی کا راستہ اور پانی بند کرنا.....	۲۷	۲۵۹
۹۹۵۲	مشترک ملک میں تعمیر.....	۲۷	۲۵۹
۹۹۵۳	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا.....	۲۷	۲۶۰
۹۹۵۴	ایک شریک کا مشترک مکان سے نفع اٹھانا.....	۲۷	۲۶۱
۹۹۵۵	کسی کی زمین سے گھاس کاٹنا.....	۲۷	۲۶۳
۹۹۵۶	غیر مملوک زمین میں بونے سے ملکیت.....	۲۷	۲۶۵
۹۹۵۷	اگر شربت میں حق غیر مخلوط ہوجائے تو کیا حکم ہے.....	۲۷	۲۶۶
۹۹۵۸	میونسپلٹی کی چیز کا استعمال.....	۲۷	۲۶۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۹۵۹	بیت الخلاء سے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہو تو اس کو منتقل کرنا.....	۲۷	۲۶۷
۹۹۶۰	پھل دار درخت کو کاٹنا.....	۲۷	۲۶۸
	باب پنجم: طب وعلاج		
	فصل اول:- علاج ومعالجہ		
۹۹۶۱	کیا دوا نہ کرنے سے ہلاک ہونے پر مواخذہ ہے.....	۲۷	۲۷۱
۹۹۶۲	چند نسخے یاد کر کے علاج کرنا.....	۲۷	۲۷۲
۹۹۶۳	میڈیکل میں علاج کا طریقہ.....	۲۷	۲۷۳
۹۹۶۴	بیماری کا جعلی سرٹیفکٹ.....	۲۷	۲۷۴
۹۹۶۵	طاعون وچیچک سے حفاظت کا انجکشن.....	۲۷	۲۷۶
۹۹۶۶	تسکین جذبات کے لئے علاج	۲۷	۲۷۷
۹۹۶۷	مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کے لئے طبی معائنہ.....	۲۷	۲۷۷
۹۹۶۸	مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا.....	۲۷	۲۷۹
۹۹۶۹	غیر مسلم سے جڑی بوٹی کی تحقیق.....	۲۷	۲۸۰
۹۹۷۰	غیرم مسلم معالج سے پیٹ کا آپریشن کرانا.....	۲۷	۲۸۱
۹۹۷۱	مسلم دائی کو غیر مسلموں کے یہاں جانا.....	۲۷	۲۸۲
۹۹۷۲	اسپتال میں ولادت.....	۲۷	۲۸۳
	فصل دوم:- حرام اشیاء کے ذریعہ علاج		
۹۹۷۳	تداوی بالمحرم.....	۲۷	۲۸۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۹۷۴	تداوی بالمحرم کی ایک خاص صورت.....	۲۷	۲۸۵
۹۹۷۵	شراب برائے علاج اور بلا عذر شراب نوشی سے معافی کی صورت.....	۲۷	۲۸۶
۹۹۷۶	بیمار کے لئے شراب کا استعمال.....	۲۷	۲۸۸
۹۹۷۷	مریض کے لئے شراب کا حکم.....	۲۷	۲۸۹
۹۹۷۸	دواء میں شراب کا استعمال.....	۲۷	۲۹۰
۹۹۷۹	شراب کا دواء خارجی استعمال.....	۲۷	۲۹۱
۹۹۸۰	ڈاکٹری دوائی میں شراب کی آمیزش.....	۲۷	۲۹۲
۹۹۸۱	ہومیو پیتھک کی حرام دواء کا استعمال.....	۲۷	۲۹۲
۹۹۸۲	ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال.....	۲۷	۲۹۴
۹۹۸۳	ہومیو پیتھک دواء کا استعمال.....	۲۷	۲۹۵
۹۹۸۴	گدھی کا دودھ علاج کے لئے.....	۲۷	۲۹۵
۹۹۸۵	بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا.....	۲۷	۲۹۶
۹۹۸۶	بکری کے پتہ میں سرمہ لگانا.....	۲۷	۲۹۷
۹۹۸۷	حرام گوشت، چربی کا بطور دواء استعمال کرنا.....	۲۷	۲۹۸
۹۹۸۸	کیکڑا اور کچھوا دوا کے طور پر کھانا.....	۲۷	۳۰۰
۹۹۸۹	بطور دوا گھونگھا کھانا.....	۲۷	۳۰۲
۹۹۹۰	دواء کے لئے بچھو کا جلانا.....	۲۷	۳۰۳
۹۹۹۱	خراطین خاکستہ دوائی کا استعمال.....	۲۷	۳۰۳
۹۹۹۲	خنزیر کی چربی سے جانور کا علاج.....	۲۷	۳۰۴
۹۹۹۳	خنزیر کی چربی والا تیل دواء کے طور پر.....	۲۷	۳۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۹۹۹۴	بول فیل برائے علاج.....	۲۷	۳۰۷
۹۹۵	معجون جند بیدستر یا ماہی روبیاں وبیر بہوٹی وغیرہ.....	۲۷	۳۰۸
	فصل سوم: اعضاء انسانی اور انکی خرید وفروخت		
۹۹۹۶	آنکھ کی خرید وفروخت برائے علاج.....	۲۷	۳۱۲
۹۹۹۷	ڈاکٹری تعلیم کے لئے مردہ جسم چیرنا.....	۲۷	۳۱۳
۹۹۹۸	طبی تحقیق کے لئے میت کو چیرنا.....	۲۷	۳۱۴
۹۹۹۹	طبی تجربہ کے لئے لاش چیرنا.....	۲۷	۳۱۵
۱۰۰۰۰	عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا.....	۲۷	۳۱۸
۱۰۰۰۱	حاملہ کے انتقال کے بعد بچہ آپریشن کر کے نکالنا.....	۲۷	۳۱۹
۱۰۰۰۲	زائد انگلی کا کٹانا.....	۲۷	۳۱۹
۱۰۰۰۳	اضطراری حالت میں انسانی خون لینا.....	۲۷	۳۲۰
۱۰۰۰۴	بیمار کو دوسرے شخص کا خون دینا.....	۲۷	۳۲۱
۱۰۰۰۵	شوہر کا خون بیوی کے جسم میں داخل کرنا.....	۲۷	۳۲۲
۱۰۰۰۶	کافر کا خون مسلمان کے جسم میں ڈالنے سے کیا اثر ہوگا.....	۲۷	۳۲۴
۱۰۰۰۷	اعضاء انسانی کی پیوند کاری.....	۲۷	۳۲۵
۱۰۰۰۸	اعضاء کی پیوند کاری کی وصیت.....	۲۷	۳۲۶
۱۰۰۰۹	ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت.....	۲۷	۳۲۷
۱۰۰۱۰	مصنوعی دانت.....	۲۷	۳۲۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل چہارم: حمل، اسقاط حمل، اور نسبندی وغیرہ		
۱۰۰۱۱	آپریشن سے جنس تبدیل کرنا حرام ہے.....	۲۷	۳۳۰
۱۰۰۱۲	تبدیل جنس.....	۲۷	۳۳۲
۱۰۰۱۳	علاج کے لئے استمناء بالید.....	۲۷	۳۳۳
۱۰۰۱۴	آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا.....	۲۷	۳۳۴
۱۰۰۱۵	انجکشن کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا.....	۲۷	۳۳۶
۱۰۰۱۶	انجکشن کی اولاد.....	۲۷	۳۳۶
۱۰۰۱۷	انجکشن کے ذریعہ رحم میں مادۂ تولید داخل کرنا اور اولاد حاصل کرنا الخ.....	۲۷	۳۴۰
۱۰۰۱۸	اسقاط حمل.....	۲۷	۳۵۲
۱۰۰۱۹	فیملی پلاننگ.....	۲۷	۳۵۲
۱۰۰۲۰	خاندانی منصوبہ بندی.....	۲۷	۳۵۴
۱۰۰۲۱	مانع حمل دوا غیر مسلم کو.....	۲۷	۳۵۷
۱۰۰۲۲	مانع حمل دوا استعمال کرنا.....	۲۷	۳۵۸
۱۰۰۲۳	بوجہ کمزوری مانع حمل دواء کا استعمال.....	۲۷	۳۵۹
۱۰۰۲۴	عورت کے لئے فرنچ لیدر کا استعمال.....	۲۷	۳۶۰
۱۰۰۲۵	ضبط تولید.....	۲۷	۳۶۱
۱۰۰۲۶	ضبط تولید کے دلائل.....	۲۷	۳۶۲
۱۰۰۲۷	ضبط تولید کے دلائل جواز کا جائزہ.....	۲۷	۳۶۴
۱۰۰۲۸	برتھ کنٹرول.....	۲۷	۳۶۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۲۹	عزل کے جواز کی صورت.....	۲۷	۳۶۸
۱۰۰۳۰	عزل.....	۲۷	۳۶۹
۱۰۰۳۱	کیا بچہ پیدا کرنے کی تحدید ہے.....	۲۷	۳۷۰
۱۰۰۳۲	بچہ دانی نکلوانا.....	۲۷	۳۷۱
۱۰۰۳۳	نسبندی.....	۲۷	۳۷۳
۱۰۰۳۴	نسبندی.....	۲۷	۳۷۵
۱۰۰۳۵	نسبندی.....	۲۷	۳۷۶
۱۰۰۳۶	ملازمت کی مجبوری سے نسبندی.....	۲۷	۳۷۸
۱۰۰۳۷	نسبندی کی ترغیب اخبار کے ذریعہ.....	۲۷	۳۷۹
۱۰۰۳۸	نسبندی کا آپریشن.....	۲۷	۳۸۰
۱۰۰۳۹	کیا امام غزالیؒ نے نسبندی کی اجازت دی ہے.....	۲۷	۳۸۱
۱۰۰۴۰	ملازمت سے سبکدوشی کی دھمکی کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرانا.....	۲۷	۳۸۲
۱۰۰۴۱	ایسا آپریشن جس سے جماع پر قدرت نہ رہے.....	۲۷	۳۸۳
	☆..... **باب ششم** .....☆		
	لباس سے متعلق احکام		
	فصل اول:- شرعی لباس		
۱۰۰۴۲	شرعی لباس.....	۲۷	۳۸۵
۱۰۰۴۳	مسنون لباس.....	۲۷	۳۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۴۴	مسنون لباس کیلئے بڑھاپے کا انتظار نہیں.....	۲۷	۳۸۷
۱۰۰۴۵	کونسے لباس مذہب اسلام میں.....	۲۷	۳۸۸
۱۰۰۴۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا.....	۲۷	۳۸۹
۱۰۰۴۷	لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال.....	۲۷	۳۹۰
۱۰۰۴۸	پیراہن مبارک کی لمبائی، چوڑائی.....	۲۷	۳۹۲
۱۰۰۴۹	کرتا کہاں تک لمبا ہو.....	۲۷	۳۹۳
۱۰۰۵۰	کرتے کی کیفیت.....	۲۷	۳۹۴
۱۰۰۵۱	کرتا نصف ساق تک ہے.....	۲۷	۳۹۵
۱۰۰۵۲	نصف ساق تک کرتا.....	۲۷	۳۹۶
۱۰۰۵۳	قمیص پہننا.....	۲۷	۳۹۷
۱۰۰۵۴	چوڑا پائجامہ.....	۲۷	۳۹۷
۱۰۰۵۵	چوڑی مہری کا پائجامہ.....	۲۷	۳۹۸
۱۰۰۵۶	پائجامہ، لنگی میں کون افضل ہے.....	۲۷	۳۹۸
۱۰۰۵۷	آستین.....	۲۷	۳۹۹
۱۰۰۵۸	آستین کا لمبا ہونا.....	۲۷	۴۰۰
۱۰۰۵۹	کہنی سے اوپر آستین کا کرتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی لباس.....	۲۷	۴۰۱
	فصل دوم:- غیر شرعی لباس		
۱۰۰۶۰	قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا.....	۲۷	۴۰۳
۱۰۰۶۱	لباس پتلون وغیرہ.....	۲۷	۴۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۶۲	دفتر کے وقت پتلون پہننا.....	۲۷	۴۰۵
۱۰۰۶۳	پینٹ کوٹ کا استعمال.....	۲۷	۴۰۶
۱۰۰۶۴	اولاد کیلئے پینٹ کا بنوانا.....	۲۷	۴۰۶
۱۰۰۶۵	کوٹ پتلون.....	۲۷	۴۰۷
۱۰۰۶۶	کالردار قمیص اور بڑے پائنچوں کا پائجامہ.....	۲۷	۴۰۷
۱۰۰۶۷	کوٹ قمیص بونٹ ترکی ٹوپی وغیرہ.....	۲۷	۴۰۸
۱۰۰۶۸	قمیص کا حکم.....	۲۷	۴۱۰
۱۰۰۶۹	کرتے میں کالر.....	۲۷	۴۱۰
۱۰۰۷۰	سیاہ کرتا پہننا.....	۲۷	۴۱۱
۱۰۰۷۱	چوڑی دار پائجامہ.....	۲۷	۴۱۱
۱۰۰۷۲	دھوتی باندھنا.....	۲۷	۴۱۲
۱۰۰۷۳	لنگوٹ.....	۲۷	۴۱۲
۱۰۰۷۴	پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ.....	۲۷	۴۱۲
۱۰۰۷۵	ٹخنوں سے نیچے پائجامہ.....	۲۷	۴۱۳
۱۰۰۷۶	ٹائی کا استعمال.....	۲۷	۴۱۴
۱۰۰۷۷	ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے.....	۲۷	۴۱۵
	فصل سوم:- ناجائز لباس		
۱۰۰۷۸	نائلون کا استعمال.....	۲۷	۴۱۶
۱۰۰۷۹	ٹیرلنگ کپڑا کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا.....	۲۷	۴۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۸۰	ٹیرلین کا استعمال.....	۲۷	۴۱۷
۱۰۰۸۱	ٹیرلین کا استعمال مرد کیلئے جبکہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے.....	۲۷	۴۱۷
۱۰۰۸۲	ریشم کا کپڑا دودالقز کی تعریف.....	۲۷	۴۱۸
۱۰۰۸۳	ریشمی جبہ.....	۲۷	۴۲۰
۱۰۰۸۴	ریشمی رومال و ازاربند.....	۲۷	۴۲۱
۱۰۰۸۵	کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے.....	۲۷	۴۲۲
۱۰۰۸۶	مخمل کا استعمال مرد کیلئے.....	۲۷	۴۲۳
۱۰۰۸۷	مرد کیلئے کس رنگ کا کپڑا منع ہے.....	۲۷	۴۲۳
۱۰۰۸۸	مرد کیلئے کون کونسے رنگ ناجائز ہیں.....	۲۷	۴۲۴
	فصل چہارم:- عورتوں کے لباس		
۱۰۰۸۹	عورتوں کو فساق و فجار کا شعار اختیار کرنا.....	۲۷	۴۲۵
۱۰۰۹۰	عورتوں کا لباس اور ستر.....	۲۷	۴۲۵
۱۰۰۹۱	عورتوں کیلئے سیاہ لباس.....	۲۷	۴۲۷
۱۰۰۹۲	سیاہ برقعہ، جمپر، لہنگا، سلاخیں اور سرخی کا حکم.....	۲۷	۴۲۸
۱۰۰۹۳	مردانہ لباس عورتوں کے لیے.....	۲۷	۴۲۹
۱۰۰۹۴	چھینٹ کا کپڑا عورت مرد کیلئے.....	۲۷	۴۲۹
۱۰۰۹۵	جارجٹ کا استعمال.....	۲۷	۴۳۰
۱۰۰۹۶	عورتوں کو نیم آستین کا کرتا پہننا.....	۲۷	۴۳۱
۱۰۰۹۷	ساڑی کا استعمال.....	۲۷	۴۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۰۹۸	عورتوں کو چوڑی دار پائجامہ پہننا.....	۲۷	۴۳۲
۱۰۰۹۹	تنگ لباس پر تنبیہ.....	۲۷	۴۳۳
۱۰۱۰۰	عورت کا انگیہ استعمال کرنا.....	۲۷	۴۳۴
۱۰۱۰۱	سینہ بند اور عورت کا موئے زیرِ ناف استرے سے لینا.....	۲۷	۴۳۵
۱۰۱۰۲	فیشن کی چیزیں عورتوں کے لیے.....	۲۷	۴۳۶
۱۰۱۰۳	علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ ہے؟.....	۲۷	۴۳۷
۱۰۱۰۴	فینسی مروجہ برقعہ.....	۲۷	۴۳۹
۱۰۱۰۵	پرانی وضع کا برقعہ.....	۲۷	۴۴۰
	فصل پنجم:- ٹوپی اور عمامہ		
۱۰۱۰۶	مسنون ٹوپی.....	۲۷	۴۴۱
۱۰۱۰۷	ٹوپی.....	۲۷	۴۴۲
۱۰۱۰۸	گول ٹوپی.....	۲۷	۴۴۲
۱۰۱۰۹	دو پلی ٹوپی اور گول ٹوپی.....	۲۷	۴۴۳
۱۰۱۱۰	ٹوپی کا ثبوت.....	۲۷	۴۴۴
۱۰۱۱۱	لمبی ٹوپی کا ثبوت.....	۲۷	۴۴۵
۱۰۱۱۲	گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاوی دارالعلوم ومظاہر علوم.....	۲۷	۴۴۷
۱۰۱۱۳	رام پوری کیپ ٹوپی کا استعمال.....	۲۷	۴۴۹
۱۰۱۱۴	ٹوپی کی مقدار.....	۲۷	۴۵۰
۱۰۱۱۵	کامدار ٹوپی وجوتا.....	۲۷	۴۵۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۱۱۶	ٹوپی اور عمامہ سے نماز.....	۲۷	۴۵۲
۱۰۱۱۷	عمامہ کا حکم.....	۲۷	۴۵۶
۱۰۱۱۸	عمامہ کی مقدار.....	۲۷	۴۵۷
۱۰۱۱۹	جس عمامہ پر چاندی کا نقش ہو اسکا استعمال.....	۲۷	۴۵۸
	باب ہفتم: بالوں اور داڑھی کے احکام		
	فصل اول:- بالوں کے احکام		
۱۰۱۲۰	بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا.....	۲۷	۴۵۹
۱۰۱۲۱	سر کے بالوں کی تفصیل.....	۲۷	۴۶۰
۱۰۱۲۲	سر پر بال (پٹھے) رکھنا.....	۲۷	۴۶۱
۱۰۱۲۳	بالوں میں کفار کی مشابہت.....	۲۷	۴۶۲
۱۰۱۲۴	انگریزی بال.....	۲۷	۴۶۳
۱۰۱۲۵	انگریزی بال.....	۲۷	۴۶۳
۱۰۱۲۶	انگریزی بال رکھنا.....	۲۷	۴۶۴
۱۰۱۲۷	انگریزی بال کو سنتی بال بنانا.....	۲۷	۴۶۴
۱۰۱۲۸	صرف آگے کے بال کٹانا.....	۲۷	۴۶۴
۱۰۱۲۹	مانگ کہاں نکالے.....	۲۷	۴۶۵
۱۰۱۳۰	عورتوں کو بالوں کی مینڈھیاں گوندھنا.....	۲۷	۴۶۶
۱۰۱۳۱	دو چوٹی رکھنا اور سرخی پاؤڈر کا حکم.....	۲۷	۴۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۱۳۲	نائلون کے بالوں کو اصلی بالوں سے ملانا.....	۲۷	۴۶۷
۱۰۱۳۳	عورتوں کو بالوں میں کلپ لگانا.....	۲۷	۴۶۸
۱۰۱۳۴	بالوں میں پن لگانا.....	۲۷	۴۶۹
۱۰۱۳۵	ابروں کے درمیان کے بالوں کا حکم.....	۲۷	۴۶۹
۱۰۱۳۶	ناک شریف میں بال نہیں تھے.....	۲۷	۴۷۰
۱۰۱۳۷	رخسار مبارک پر بال.....	۲۷	۴۷۰
۱۰۱۳۸	بغل کے بال.....	۲۷	۴۷۱
۱۰۱۳۹	بغل مبارک میں بال نہیں تھے.....	۲۷	۴۷۱
۱۰۱۴۰	ٹانگوں کے بال کٹانا.....	۲۷	۴۷۲
۱۰۱۴۱	موئے زیر ناف کس جگہ سے کاٹے جائیں.....	۲۷	۴۷۲
۱۰۱۴۲	موئے زیرناف دوسرے سے صاف کرانا.....	۲۷	۴۷۳
۱۰۱۴۳	نابینا موئے زیرناف کس طرح صاف کرے.....	۲۷	۴۷۴
۱۰۱۴۴	بال صفا صابن کا استعمال.....	۲۷	۴۷۵
۱۰۱۴۵	استرے سے بال کی صفائی.....	۲۷	۴۷۵
۱۰۱۴۶	عورت کو استرے سے صفائی کرنا.....	۲۷	۴۷۶
۱۰۱۴۷	موئے زیر ناف دفن کرنا.....	۲۷	۴۷۶
۱۰۱۴۸	غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کرے.....	۲۷	۴۷۷
۱۰۱۴۹	بدھ کے روز حجامت بنوانا.....	۲۷	۴۷۸
۱۰۱۵۰	جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا	۲۷	۴۷۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم:- داڑھی اور مونچھ کے احکام		
۱۰۱۵۱	داڑھی.....	۲۷	۴۸۰
۱۰۱۵۲	داڑھی کی مقدار.....	۲۷	۴۸۱
۱۰۱۵۳	داڑھی کی مقدار اور اس کا حکم مفصل.....	۲۷	۴۸۳
۱۰۱۵۴	داڑھی کی تحقیق.....	۲۷	۴۸۸
۱۰۱۵۵	یکمشت داڑھی کی تحقیق.....	۲۷	۴۹۰
۱۰۱۵۶	گھنی داڑھی کا معیار.....	۲۷	۴۹۲
۱۰۱۵۷	داڑھی منڈانے کا حکم.....	۲۷	۴۹۲
۱۰۱۵۸	داڑھی کو بالکل صاف کرنا اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت.....	۲۷	۴۹۴
۱۰۱۵۹	داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا.....	۲۷	۴۹۵
۱۰۱۶۰	ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا.....	۲۷	۴۹۶
۱۰۱۶۱	علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا.....	۲۷	۴۹۷
۱۰۱۶۲	مجاہدین کو داڑھی منڈانا.....	۲۷	۴۹۸
۱۰۱۶۳	داڑھی اگانے کے لئے چہرے پر استرا پھیرنا.....	۲۷	۴۹۹
۱۰۱۶۴	عورت کی داڑھی کا حکم.....	۲۷	۵۰۰
۱۰۱۶۵	داڑھی کٹانے منڈانے میں فرق.....	۲۷	۵۰۰
۱۰۱۶۶	ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا.....	۲۷	۵۰۱
۱۰۱۶۷	مونچھ کا حلق کرنا.....	۲۷	۵۰۳
۱۰۱۶۸	مونچھیں منڈانا.....	۲۷	۵۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۱۶۹	مونچھیں مونڈنا.....	۲۷	۵۰۴
۱۰۱۷۰	رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور داڑھی کی مقدار.....	۲۷	۵۰۵
۱۰۱۷۱	خط بنوانا.....	۲۷	۵۰۷
۱۰۱۷۲	حلقوم کے بالوں کا حکم.....	۲۷	۵۰۸
۱۰۱۷۳	داڑھی بڑھانے اور موئے زیر ناف کاٹنے کی وجہ.....	۲۷	۵۰۹
	فصل سوم:- خضاب کے احکام		
۱۰۱۷۴	خضاب کا حکم.....	۲۷	۵۱۰
۱۰۱۷۵	داڑھی اور سر پر خضاب.....	۲۷	۵۱۱
۱۰۱۷۶	مہندی کا خضاب.....	۲۷	۵۱۲
	فصل چہارم:- ناخن کاٹنے کے احکام		
۱۰۱۷۷	تقلیم اظفار وغیرہ کی مدت.....	۲۷	۵۱۳
۱۰۱۷۸	مغرب بعد ناخن کاٹنا.....	۲۷	۵۱۴
۱۰۱۷۹	ناخن اور بال کا جلانا.....	۲۷	۵۱۵
	☆..... **باب ہشتم** .....☆		
	زیورات اور زینت کے مسائل		
	فصل اول:- زیورات کا استعمال		
۱۰۱۸۰	بیوہ عورت کا زیور پہننا.....	۲۸	۲۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۱۸۱	سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا.....	۲۸	۲۸
۱۰۱۸۲	چوڑیاں پہننا.....	۲۸	۲۹
۱۰۱۸۳	آواز دار چوڑی پہننا.....	۲۸	۲۹
۱۰۱۸۴	نائلون ، پلاسٹک وغیرہ کی چوڑیاں عورتوں کو استعمال کرنا.....	۲۸	۳۱
۱۰۱۸۵	شادی میں دلہن کو پوت کا ہار پہنانا.....	۲۸	۳۱
۱۰۱۸۶	پھولوں کا ہار اور گجرے کا استعمال.....	۲۸	۳۲
۱۰۱۸۷	زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا.....	۲۸	۳۳
۱۰۱۸۸	لڑکیوں کے کان چھیدنا.....	۲۸	۳۴
۱۰۱۸۹	لڑکیوں کے ناک کان چھیدنا.....	۲۸	۳۵
	فصل دوم:- انگوٹھی کا بیان		
۱۰۱۹۰	سونے چاندی کی انگوٹھی.....	۲۸	۳۶
۱۰۱۹۱	چاندی وغیرہ کی انگوٹھی.....	۲۸	۳۷
۱۰۱۹۲	چاندی کی انگوٹھی.....	۲۸	۳۸
۱۰۱۹۳	سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے.....	۲۸	۳۸
۱۰۱۹۴	انگوٹھی میں سونے کا نگ.....	۲۸	۳۹
۱۰۱۹۵	کئی نگ والی انگوٹھی.....	۲۸	۴۰
۱۰۱۹۶	انگوٹھی اور گھڑی کی چین.....	۲۸	۴۱
۱۰۱۹۷	انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے.....	۲۸	۴۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل سوم:- گھڑی کا بیان		
۱۰۱۹۸	گھڑی باندھنا کیسا ہے.....	۲۸	۴۵
۱۰۱۹۹	گھڑی کا استعمال مرد وعورت کے لئے.....	۲۸	۴۶
۱۰۲۰۰	گھڑی کس ہاتھ میں.....	۲۸	۴۶
۱۰۲۰۱	گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ.....	۲۸	۴۷
۱۰۲۰۲	گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم.....	۲۸	۴۸
۱۰۲۰۳	گھڑی کی چین.....	۲۸	۴۹
۱۰۲۰۴	گھڑی کی زنجیر کا استعمال.....	۲۸	۵۰
۱۰۲۰۵	گھڑی میں کسی دھات کا پٹہ.....	۲۸	۵۱
	فصل چہارم:- اشیاء زینت		
۱۰۲۰۶	بالوں ، ہونٹوں پر سرخی.....	۲۸	۵۳
۱۰۲۰۷	لبوں پر سرخی لگانا.....	۲۸	۵۴
۱۰۲۰۸	عورتوں کے لیے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے.....	۲۸	۵۵
۱۰۲۰۹	کریم پاؤڈر کا استعمال لڑکوں کے لیے.....	۲۸	۵۷
	فصل پنجم:- خوشبو کا حکم		
۱۰۲۱۰	عطر کون سا جائز ہے؟.....	۲۸	۵۸
۱۰۲۱۱	سینٹ.....	۲۸	۵۹
۱۰۲۱۲	سینٹ کا استعمال	۲۸	۶۰
۱۰۲۱۳	سینٹ وانگریزی تیل	۲۸	۶۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ششم:- متفرقات زیورات		
۱۰۲۱۴	سونے چاندی کے دانت.....	۲۸	۶۲
۱۰۲۱۵	چاندی سونے کے دانت.....	۲۸	۶۳
۱۰۲۱۶	چاندی کا خلال.....	۲۸	۶۴
۱۰۲۱۷	چاندی سونے کے دانت اور چاندی سونے کے تار اور خول کا استعمال دانت کیلئے	۲۸	۶۵
۱۰۲۱۸	دانت پر خول.....	۲۸	۶۶
۱۰۲۱۹	رولڈ گولڈ کور میں دانت.....	۲۸	۶۷
۱۰۲۲۰	سونے کے بٹن کرتے میں.....	۲۸	۶۸
۱۰۲۲۱	سونے چاندی کے بٹن.....	۲۸	۶۹
۱۰۲۲۲	پیتل کے بٹن.....	۲۸	۷۰
۱۰۲۲۳	رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین لوہے کی انگوٹھی اور مخلوط دھاتوں کے بٹن انگوٹھی کا حکم	۲۸	۷۰
۱۰۲۲۴	تانبے کے برتن پر چاندی کی قلعی.....	۲۸	۷۱
۱۰۲۲۵	برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا.....	۲۸	۷۲
	☆..... **باب نہم** .....☆		
	پردہ کے احکام		
	فصل اول:- پردہ کا ثبوت اور اسکا وجوب		
۱۰۲۲۶	پردہ کا حکم اور عورت کا مردوں کے مجمع میں تقریر کرنا.....	۲۸	۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۲۷	پردہ فرض ہے یا سنت.....	۲۸	۷۵
۱۰۲۲۸	نامحرم کی آواز کا جواب.....	۲۸	۷۶
۱۰۲۲۹	پردہ کس عمر میں.....	۲۸	۷۷
۱۰۲۳۰	چہرہ کا پردہ.....	۲۸	۷۸
۱۰۲۳۱	عورتوں کا لباس اور ستر.....	۲۸	۸۱
۱۰۲۳۲	نامحرموں کو دیکھنا.....	۲۸	۸۳
۱۰۲۳۳	محرم سے پردہ کی حد.....	۲۸	۸۴
۱۰۲۳۴	بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا.....	۲۸	۸۵
۱۰۲۳۵	لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا.....	۲۸	۸۶
۱۰۲۳۶	بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں.....	۲۸	۸۷
۱۰۲۳۷	کنگھی کر کے پھول پہن کر باہر جانا.....	۲۸	۸۸
۱۰۲۳۸	عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا.....	۲۸	۸۸
۱۰۲۳۹	جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے.....	۲۸	۹۱
۱۰۲۴۰	کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے.....	۲۸	۹۲
۱۰۲۴۱	مشترکہ مکان میں شرعی پردہ.....	۲۸	۹۲
	فصل دوم:- جن سے پردہ ضروری ہے		
۱۰۲۴۲	نامحرم ملازم سے پردہ.....	۲۸	۹۴
۱۰۲۴۳	نامحرم معمر عورت سے پردہ.....	۲۸	۹۶
۱۰۲۴۴	دیور سے پردہ.....	۲۸	۹۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۴۵	اندیشۂ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے.....	۲۸	۹۹
۱۰۲۴۶	سالی سے مذاق.....	۲۸	۹۹
۱۰۲۴۷	جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق.....	۲۸	۱۰۱
۱۰۲۴۸	بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجوں سے خدمت لینا.....	۲۸	۱۰۱
۱۰۲۴۹	چچی اور ممانی سے پردہ.....	۲۸	۱۰۳
۱۰۲۵۰	بہنوئی کی اولاد سے پردہ.....	۲۸	۱۰۴
۱۰۲۵۱	بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا.....	۲۸	۱۰۴
۱۰۲۵۲	جوان بیٹی، باپ بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا.....	۲۸	۱۰۵
۱۰۲۵۳	خالہ زاد ماموں زاد بھائی وغیرہ سے پردہ.....	۲۸	۱۰۶
۱۰۲۵۴	سوتیلی والدہ کے ساتھ سفر.....	۲۸	۱۰۷
۱۰۲۵۵	پھوپھی زاد خالہ زاد وغیرہ سے پردہ.....	۲۸	۱۰۷
۱۰۲۵۶	مطلقہ سے پردہ.....	۲۸	۱۰۹
	فصل سوم:- اعضائے مستورہ کو دیکھنا اور کھولنا		
۱۰۲۵۷	ستر کھول کر کشتی کرنا.....	۲۸	۱۱۰
۱۰۲۵۸	گھٹنہ ستر ہے یا نہیں.....	۲۸	۱۱۱
۱۰۲۵۹	کاشت یا مچھلی کا شکار کرتے وقت اگر ستر کھل جائے تو کیا کرے.....	۲۸	۱۱۱
۱۰۲۶۰	اپنا ستر کھولنا.....	۲۸	۱۱۲
۱۰۲۶۱	بیوی کے ستر کو دیکھنا.....	۲۸	۱۱۲
۱۰۲۶۲	ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا.....	۲۸	۱۱۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۶۳	برہنہ ہوکر غسل کرنا.....	۲۸	۱۱۵
۱۰۲۶۴	غسل خانہ میں ننگے ہوکر غسل کرنا.....	۲۸	۱۱۶
۱۰۲۶۵	غسل خانہ میں برہنہ ہوکر غسل کرنا.....	۲۸	۱۱۷
۱۰۲۶۶	ننگے ورزش کرنا.....	۲۸	۱۱۷
۱۰۲۶۷	طبیب کا عضو تناسل دیکھنا.....	۲۸	۱۱۸
۱۰۲۶۸	ولادت سے ساتویں روز برہنہ کرکے نہلانا.....	۲۸	۱۱۸
۱۰۲۶۹	کاشتکاروں کے لئے کشف عورت.....	۲۸	۱۱۹
۱۰۲۷۰	گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا.....	۲۸	۱۲۰
۱۰۲۷۱	چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا.....	۲۸	۱۲۰
۱۰۲۷۲	بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت.....	۲۸	۱۲۱
۱۰۲۷۳	ملازمت کے لئے ڈاکٹری معائنہ.....	۲۸	۱۲۲
۱۰۲۷۴	پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا.....	۲۸	۱۲۳
۱۰۲۷۵	داخلہ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ.....	۲۸	۱۲۴
۱۰۲۷۶	حیض ونفاس وغیرہ میں ستر دیکھنا اور صحبت کی دعاء.....	۲۸	۱۲۵
	فصل چہارم		
	اجنبی عورت سے تنہائی، میل جول، اور مس کرنا		
۱۰۲۷۷	نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو.....	۲۸	۱۲۷
۱۰۲۷۸	نامحرم کے ساتھ تنہائی.....	۲۸	۱۲۸
۱۰۲۷۹	نامحرم کے ساتھ رکشہ میں بیٹھنے کی سزا.....	۲۸	۱۲۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۲۸۰	نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا.....	۲۸	۱۳۰
۱۰۲۸۱	نامحرم کو چوڑیاں پہنانا.....	۲۸	۱۳۱
۱۰۲۸۲	نامحرم کا چوڑی پہنانا.....	۲۸	۱۳۲
۱۰۲۸۳	کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا.....	۲۸	۱۳۲
۱۰۲۸۴	سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو.....	۲۸	۱۳۳
۱۰۲۸۵	بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا.....	۲۸	۱۳۴
۱۰۲۸۶	دو بھائیوں کا ایک مکان میں مع بیوی کے بے پردہ رہنا.....	۲۸	۱۳۴
۱۰۲۸۷	خادمہ کے ساتھ باندی جیسا سلوک.....	۲۸	۱۳۵
۱۰۲۸۸	غیر محرم سے تعلق ومحبت کا علاج.....	۲۸	۱۳۶
۱۰۲۸۹	دوست کی بیوی کا پردہ.....	۲۸	۱۳۷
۱۰۲۹۰	بہنوئی کی والدہ سے پردہ.....	۲۸	۱۳۷
۱۰۲۹۱	غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا.....	۲۸	۱۳۸
۱۰۲۹۲	ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو.....	۲۸	۱۳۸
۱۰۲۹۳	لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول وغیرہ میں رہنا.....	۲۸	۱۳۹
۱۰۲۹۴	بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت.....	۲۸	۱۴۰
۱۰۲۹۵	مرد عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں.....	۲۸	۱۴۱
۱۰۲۹۶	طبیہ کالج میں داخلہ پردہ نشین لڑکی کے لئے	۲۸	۱۴۱
۱۰۲۹۷	کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا.....	۲۸	۱۴۳
۱۰۲۹۸	زیر تربیت لڑکی سے خدمت لینا.....	۲۸	۱۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب دھم .....☆		
	اسلامی آداب واخلاق		
۱۰۲۹۹	انشاء اللہ کہنا	۲۸	۱۴۸
۱۰۳۰۰	اخلاق بلاعبادات اورعبادات بلا اخلاق کا تقابل	۲۸	۱۴۸
۱۰۳۰۱	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا	۲۸	۱۵۱
۱۰۳۰۲	گالی کے بدلے گالی	۲۸	۱۵۱
۱۰۳۰۳	ننگے سر رہنا	۲۸	۱۵۲
۱۰۳۰۴	ننگے سر پھرنا	۲۸	۱۵۲
۱۰۳۰۵	بعد غسل کرتا پہلے پہنے یا پائجامہ	۲۸	۱۵۳
۱۰۳۰۶	عمامہ بیٹھ کر پائجامہ کھڑے ہوکر پہننا	۲۸	۱۵۳
۱۰۳۰۷	کسی کی بات کاٹنا	۲۸	۱۵۴
۱۰۳۰۸	دو پارٹیوں میں صلح	۲۸	۱۵۴
۱۰۳۰۹	اپنے سے زیادہ عمر والے کو چچا ماموں وغیرہ کہنا	۲۸	۱۵۵
۱۰۳۱۰	شوہر کو بھیا کہنا	۲۸	۱۵۶
۱۰۳۱۱	امر بالمعروف نہی عن المنکر	۲۸	۱۵۶
۱۰۳۱۲	جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں	۲۸	۱۵۷
۱۰۳۱۳	کسی عالم کا خلاف سنت میں مبتلا ہونا اس کی تدبیر	۲۸	۱۵۸
۱۰۳۱۴	امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہئے	۲۸	۱۵۹
۱۰۳۱۵	امرد سے خط وکتابت	۲۸	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۳۱۶	غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہونچانا.....	۲۸	۱۶۰
۱۰۳۱۷	غیر مسلم بیمار کی خدمت اور اس کے لئے دعائے صحت.....	۲۸	۱۶۲
۱۰۳۱۸	قبلہ وکعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم.....	۲۸	۱۶۳
۱۰۳۱۹	چچا کو باپ کہنا.....	۲۸	۱۶۴
۱۰۳۲۰	شان خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک.....	۲۸	۱۶۴
۱۰۳۲۱	کچھ دھوپ کچھ سایہ میں بیٹھنا.....	۲۸	۱۶۵
	☆..... **باب یازدھم** .....☆		
	ختنہ کا بیان		
۱۰۳۲۲	ختنہ کی ابتداء اور مصلحت.....	۲۸	۱۶۶
۱۰۳۲۳	ختنہ کی ابتداء، کون سے نبی مختون پیدا ہوئے.....	۲۸	۱۶۷
۱۰۳۲۴	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے.....	۲۸	۱۷۱
۱۰۳۲۵	ختنہ کا وقت اور حکم.....	۲۸	۱۷۱
۱۰۳۲۶	ختنہ کے لئے ڈاکٹر کا مسلم ہونا شرط نہیں.....	۲۸	۱۷۳
۱۰۳۲۷	بالغ کا ختنہ.....	۲۸	۱۷۳
۱۰۳۲۸	نو مسلم کا ختنہ.....	۲۸	۱۷۴
۱۰۳۲۹	عورتوں کا ختنہ.....	۲۸	۱۷۵
۱۰۳۳۰	لڑکی کا ختنہ.....	۲۸	۱۷۷
۱۰۳۳۱	ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا.....	۲۸	۱۷۸
۱۰۳۳۲	ختنہ کے موقعہ پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟.....	۲۸	۱۷۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب دوازدھم .....☆		
	سلام ومصافحہ وغیرہ		
	فصل اول:- سلام اوراس کے آداب		
۱۰۳۳۳	طریق سلام اور اس کا جواب.....	۲۸	۱۸۰
۱۰۳۳۴	آداب عرض وغیرہ.....	۲۸	۱۸۱
۱۰۳۳۵	السلام علیکم میں اضافہ.....	۲۸	۱۸۲
۱۰۳۳۶	کون کس کو سلام کرے.....	۲۸	۱۸۴
۱۰۳۳۷	آنے والے کے ذمہ سلام ہے.....	۲۸	۱۸۵
۱۰۳۳۸	دوشخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟.....	۲۸	۱۸۶
۱۰۳۳۹	سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ.....	۲۸	۱۸۶
۱۰۳۴۰	سلام میں ہاتھ کا اشارہ.....	۲۸	۱۸۷
۱۰۳۴۱	مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے.....	۲۸	۱۸۸
۱۰۳۴۲	بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا.....	۲۸	۱۸۹
۱۰۳۴۳	وضو کرنے والوں کو سلام.....	۲۸	۱۸۹
۱۰۳۴۴	نمازی کو سلام.....	۲۸	۱۹۱
۱۰۳۴۵	کھانا کھانے والے کوسلام کرنا.....	۲۸	۱۹۱
۱۰۳۴۶	گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام.....	۲۸	۱۹۲
۱۰۳۴۷	بحالت اذان سلام اوراس کا جواب.....	۲۸	۱۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۳۴۸	ڈھیلے سے استنجاء سکھاتے وقت سلام کا جواب.....	۲۸	۱۹۴
۱۰۳۴۹	استنجاء سکھاتے ہوئے سلام کا جواب.....	۲۸	۱۹۴
۱۰۳۵۰	مسجد میں آتے وقت اور جاتے وقت سلام کرنا.....	۲۸	۱۹۵
۱۰۳۵۱	مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام.....	۲۸	۱۹۷
۱۰۳۵۲	سلام غائب کا جواب.....	۲۸	۱۹۷
۱۰۳۵۳	ناراضگی کی وجہ سے ترک سلام کی مدت.....	۲۸	۱۹۸
۱۰۳۵۴	امرد کا سلام کرنا.....	۲۸	۱۹۹
۱۰۳۵۵	امرد کے سلام کا جواب بحالت شہوت.....	۲۸	۱۹۹
۱۰۳۵۶	نامحرم کو سلام کرنا.....	۲۸	۲۰۰
۱۰۳۵۷	ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب	۲۸	۲۰۰
	فصل دوم:- مصافحہ، معانقہ اور قیام وتقبیل		
۱۰۳۵۸	مصافحہ میں ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا.....	۲۸	۲۰۲
۱۰۳۵۹	سلام کے ساتھ مصافحہ.....	۲۸	۲۰۳
۱۰۳۶۰	مصافحہ دو ہاتھ سے.....	۲۸	۲۰۴
۱۰۳۶۱	مصافحہ.....	۲۸	۲۰۵
۱۰۳۶۲	جبراً مصافحہ کرنا.....	۲۸	۲۰۶
۱۰۳۶۳	غیر مسلم سے مصافحہ.....	۲۸	۲۰۸
۱۰۳۶۴	کافر فاسق سے مصافحہ ومعانقہ.....	۲۸	۲۰۸
۱۰۳۶۵	محرم عورتوں کا مصافحہ.....	۲۸	۲۰۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۳۶۶	بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام	۲۸	۲۱۰
۱۰۳۶۷	معانقہ کا طریقہ	۲۸	۲۱۰
۱۰۳۶۸	چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ	۲۸	۲۱۱
۱۰۳۶۹	مہمان کے لئے قیام وتقبیل	۲۸	۲۱۲
۱۰۳۷۰	صدر جمہوریہ کا استقبال	۲۸	۲۱۲
۱۰۳۷۱	تقبیل یدین ورجلین	۲۸	۲۱۴
۱۰۳۷۲	امرد کا بوسہ بلاشہوت	۲۸	۲۱۶
۱۰۳۷۳	علماء کی دست بوسی وقدم بوسی	۲۸	۲۱۶
۱۰۳۷۴	بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا	۲۸	۲۱۷
۱۰۳۷۵	بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا	۲۸	۲۱۸
۱۰۳۷۶	والدین کی قدم بوسی	۲۸	۲۱۹
۱۰۳۷۷	ماں کے پیروں کو تعظیما چھونا	۲۸	۲۲۰
۱۰۳۷۸	پیر یا والدین کے پیر کو چومنا	۲۸	۲۲۰
۱۰۳۷۹	پیر کی قدم بوسی	۲۸	۲۲۱
۱۰۳۸۰	والدین یا استاذ کی قبر کو بوسہ دینا	۲۸	۲۲۱
۱۰۳۸۱	سلام کرنے کے لئے پیر پر ہاتھ پھیرنا	۲۸	۲۲۲
	فصل سوم:- سلامِ کافر وفاسق		
۱۰۳۸۲	سلام کافر کا جواب	۲۸	۲۲۳
۱۰۳۸۳	سلام کافر کا جواب	۲۸	۲۲۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۳۸۴	کافر کا سلام.....	۲۸	۲۲۴
۱۰۳۸۵	غیر مسلم کے سلام کا جواب.....	۲۸	۲۲۵
۱۰۳۸۶	قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت.....	۲۸	۲۲۶
۱۰۳۸۷	**غیر مسلم اور فاسق کو ابتداء بالسلام اور آداب عرض، نمستے کا حکم حضورؐ کا کفار کو سلام کے الفاظ**	۲۸	۲۲۷
۱۰۳۸۸	غیر مسلم کے سلام کا جواب.....	۲۸	۲۲۹
۱۰۳۸۹	تاش کھیلنے والوں کو سلام.....	۲۸	۲۳۰
۱۰۳۹۰	کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا.....	۲۸	۲۳۰
	فصل چہارم:- درود وسلام		
۱۰۳۹۱	صلاۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ.....	۲۸	۲۳۳
۱۰۳۹۲	درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں.....	۲۸	۲۳۶
۱۰۳۹۳	لفظ حضور کا استعمال	۲۸	۲۳۷
۱۰۳۹۴	درود میں لفظ سیدنا.....	۲۸	۲۳۷
۱۰۳۹۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے عمل.....	۲۸	۲۳۸
۱۰۳۹۶	جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعیین وترغیب.....	۲۸	۲۳۹
۱۰۳۹۷	لفظ نبی اکرم اور اس پر درود.....	۲۸	۲۴۲
۱۰۳۹۸	درود میں آل کا مصداق.....	۲۸	۲۴۳
۱۰۳۹۹	آل رسول کا مصداق.....	۲۸	۲۴۴
۱۰۴۰۰	اسم مبارک سن کر درود شریف.....	۲۸	۲۴۴
۱۰۴۰۱	ریڈیو پر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا.....	۲۸	۲۴۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۰۲	عشاء کے بعد روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا.....	۲۸	۲۴۶
۱۰۴۰۳	اسم مبارک پڑھ کر یا سن کر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا.....	۲۸	۲۴۷
۱۰۴۰۴	صلوٰۃ وسلام کسی بھی نبی پر.....	۲۸	۲۴۹
۱۰۴۰۵	غیر مسلم کا درود شریف پڑھنا.....	۲۸	۲۴۹
	فصل پنجم:- رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنا		
۱۰۴۰۶	علیہ السلام اور امام کا استعمال.....	۲۸	۲۵۰
۱۰۴۰۷	علیہ السلام وترضی و ترحم.....	۲۸	۲۵۲
۱۰۴۰۸	ایضاً.....	۲۸	۲۵۳
۱۰۴۰۹	ایضاً.....	۲۸	۲۶۳
۱۰۴۱۰	''علیہ السلام'' و''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال.....	۲۸	۲۶۵
۱۰۴۱۱	اہل بیت کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال.....	۲۸	۲۶۷
۱۰۴۱۲	فاسق وفاجر کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' اور ''نور اللہ مرقدہ'' کہنا.....	۲۸	۲۶۹
۱۰۴۱۳	یزید کے لئے ''علیہ السلام'' اور ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال.....	۲۸	۲۷۰
۱۰۱۴	حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ علیہما الصلوۃ والسلام کہنا.....	۲۸	۲۷۱
	☆..... **باب سیزدھم** .....☆		
	عملیات		
۱۰۴۱۵	کیا تعویذ میں اثر ہے.....	۲۸	۲۷۲
۱۰۴۱۶	تعویذ اور عملیات.....	۲۸	۲۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۱۷	مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا.....	۲۸	۲۷۴
۱۰۴۱۸	خون سے تعویذ لکھنا.....	۲۸	۲۷۵
۱۰۴۱۹	تعویذ پر مدرسہ کی امداد کرنا.....	۲۸	۲۷۷
۱۰۴۲۰	عامل بننے کا طریقہ.....	۲۸	۲۷۸
۱۰۴۲۱	عملیات میں خطرہ ہے.....	۲۸	۲۸۰
۱۰۴۲۲	جادو گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا.....	۲۸	۲۸۰
۱۰۴۲۳	کافر سے جھاڑ پھونک.....	۲۸	۲۸۱
۱۰۴۲۴	غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۲۸	۲۸۲
۱۰۴۲۵	سانپ کے کاٹے کو غیر مسلم سے جھڑوانا.....	۲۸	۲۸۳
۱۰۴۲۶	غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا.....	۲۸	۲۸۴
۱۰۴۲۷	عورتوں کا عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۲۸	۲۸۵
۱۰۴۲۸	اسماء کفار سے تعویذات میں مدد لینا.....	۲۸	۲۸۶
۱۰۴۲۹	مشرکانہ منتر سے علاج.....	۲۸	۲۸۷
۱۰۴۳۰	منتر کے ذریعہ علاج کرنا.....	۲۸	۲۸۸
۱۰۴۳۱	تعویذ گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول.....	۲۸	۲۸۸
۱۰۴۳۲	بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا.....	۲۸	۲۹۰
۱۰۴۳۳	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج.....	۲۸	۲۹۱
۱۰۴۳۴	بواسیر کا عجیب علاج.....	۲۸	۲۹۲
۱۰۴۳۵	کسی پر آئے ہوئے جن اور پری کے ذریعہ علاج.....	۲۸	۲۹۳
۱۰۴۳۶	ستاروں کی چال برائے علاج.....	۲۸	۲۹۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۳۷	سحر کا حکم.....	۲۸	۲۹۵
۱۰۴۳۸	جادو کرنے والے کا حکم.....	۲۸	۲۹۵
۱۰۴۳۹	سحر سیکھنا دفع سحر کے لئے.....	۲۸	۲۹۶
۱۰۴۴۰	دفع سحر.....	۲۸	۲۹۷
۱۰۴۴۱	دفع سحر کی ترکیب.....	۲۸	۲۹۸
۱۰۴۴۲	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم.....	۲۸	۲۹۹
۱۰۴۴۳	جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا.....	۲۸	۳۰۱
۱۰۴۴۴	حاضرات نکلوانا.....	۲۸	۳۰۳
۱۰۴۴۵	عمل حاضرات سے متعلق تفصیل.....	۲۸	۳۰۴
۱۰۴۴۶	یٰسین شریف کا ختم.....	۲۸	۳۰۷
۱۰۴۴۷	وظیفہ سورۂ یٰسین شریف کے ختم پر شیرینی.....	۲۸	۳۰۸
۱۰۴۴۸	حزب البحر پڑھنے کی اجازت.....	۲۸	۳۰۹
۱۰۴۴۹	عمل کو پلٹنے کا حکم.....	۲۸	۳۰۹
۱۰۴۵۰	نقوش میں یا جبرئیل لکھنا.....	۲۸	۳۱۰
۱۰۴۵۱	وسعت رزق کا عمل.....	۲۸	۳۱۰
۱۰۴۵۲	وسعت معیشت کا علاج.....	۲۸	۳۱۱
۱۰۴۵۳	عمل برائے امداد مظلومین واجرت تعویذ.....	۲۸	۳۱۱
۱۰۴۵۴	عمل برائے گمشدہ.....	۲۸	۳۱۲
۱۰۴۵۵	شئی مسروق کے لئے عمل.....	۲۸	۳۱۳
۱۰۴۵۶	شادی ہونے کے لئے عمل.....	۲۸	۳۱۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۵۷	عملیات سے متعلق چند ضروری اور مفید سوالات.....	۲۸	۳۱۴
۱۰۴۵۸	قرعہ کی تفصیلات.....	۲۸	۳۱۶
۱۰۴۵۹	چور کا نام نکالنا.....	۲۸	۳۲۲
۱۰۴۶۰	آیت قرآنی کے ذریعے چور کا نام نکالنا.....	۲۸	۳۲۳
۱۰۴۶۱	چور کا پتہ معلوم کرنا پنڈت سے.....	۲۸	۳۲۴
۱۰۴۶۲	مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا.....	۲۸	۳۲۵
۱۰۴۶۳	مؤکل اور جن کو تابع کرنا.....	۲۸	۳۲۶
۱۰۴۶۴	ہمزاد کیا ہے.....	۲۸	۳۲۷
۱۰۴۶۵	ہمزاد تابع کرنا دستِ غیب اور کیمیا وغیرہ.....	۲۸	۳۲۷
۱۰۴۶۶	ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعے ہلاک کرنا.....	۲۸	۳۳۰
۱۰۴۶۷	نظر بد کے لئے مرچیں جلانا.....	۲۸	۳۳۱
۱۰۴۶۸	نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرے پر سیاہ داغ لگانا.....	۲۸	۳۳۲
۱۰۴۶۹	سانپ وغیرہ کے کاٹنے پر زہر کا اثر اتارنے کے تعویذ کہاں ہیں؟.....	۲۸	۳۳۲
۱۰۴۷۰	سانپ کے کاٹنے کا علاج.....	۲۸	۳۳۳
۱۰۴۷۱	سانپ کے کاٹنے کا منتر.....	۲۸	۳۳۴
۱۰۴۷۲	سانپ کے کاٹنے کا علاج نیم کے گرد چکر لگانا.....	۲۸	۳۳۵
۱۰۴۷۳	جفر شرعی حجت نہیں.....	۲۸	۳۳۶
۱۰۴۷۴	قل ھو اللہ احد یا جبرئیل کا وظیفہ.....	۲۸	۳۳۸
۱۰۴۷۵	یا جبرائیل بحق یاَ وھابُ کا وظیفہ.....	۲۸	۳۳۸
۱۰۴۷۶	نادعلی کا وظیفہ	۲۸	۳۳۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۷۷	کشف ارواح وغیرہ کا عمل.....	۲۸	۳۳۹
۱۰۴۷۸	دست غیب.....	۲۸	۳۴۰
۱۰۴۷۹	دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ.....	۲۸	۳۴۰
۱۰۴۸۰	قسمت کو بتانا.....	۲۸	۳۴۱
۱۰۴۸۱	تعمیر مکان سے پہلے نجومی کو زمین دکھلانا.....	۲۸	۳۴۲
۱۰۴۸۲	کیا سحر ابھی بھی باقی ہے؟.....	۲۸	۳۴۲
۱۰۴۸۳	جنات کا عمل.....	۲۸	۳۴۴
۱۰۴۸۴	جنات کی مالی اعانت.....	۲۸	۳۴۴
۱۰۴۸۵	جنات کو جلانا.....	۲۸	۳۴۵
۱۰۴۸۶	جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں.....	۲۸	۳۴۵
۱۰۴۸۷	مزارات پر جنات کا آنا.....	۲۸	۳۴۶
۱۰۴۸۸	جن کا مختلف صورتوں میں آنا.....	۲۸	۳۴۸
۱۰۴۸۹	جن اور پیر کا عورتوں پر آنا.....	۲۸	۳۴۸
۱۰۴۹۰	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا.....	۲۸	۳۴۹
۱۰۴۹۱	کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہوسکتی ہے.....	۲۸	۳۵۱
۱۰۴۹۲	جماع جن سے استقرار حمل.....	۲۸	۳۵۱
۱۰۴۹۳	سٹہ کا نمبر بتانا.....	۲۸	۳۵۲
	☆..... **باب چہار دھم** .....☆		
	کسب اور پیشہ		
۱۰۴۹۴	کسب کی تفصیل.....	۲۸	۳۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۴۹۵	کون سے پیشے افضل ہیں یا کوئی پیشہ رذیل ہے؟.....	۲۸	۳۵۵
۱۰۴۹۶	جوتی بنانے کا پیشہ	۲۸	۳۵۶
۱۰۴۹۷	قصاب کا پیشہ.....	۲۸	۳۵۷
۱۰۴۹۸	بے پردہ عورت کی کمائی.....	۲۸	۳۵۷
۱۰۴۹۹	عورتوں کا مزدوری کے لئے باہر نکلنا.....	۲۸	۳۵۸
۱۰۵۰۰	چوڑیاں پہنانے کا پیشہ.....	۲۸	۳۶۰
۱۰۵۰۱	چوڑی پہنانے کا پیشہ.....	۲۸	۳۶۱
۱۰۵۰۲	درزی کو ناجائز لباس سینا.....	۲۸	۳۶۲
۱۰۵۰۳	کوٹ پتلون سینا.....	۲۸	۳۶۲
۱۰۵۰۴	آمدنی کی تحصیل وتقسیم کا ذمہ دار والدہ کو قرار دینا.....	۲۸	۳۶۳
۱۰۵۰۵	مال یتیم میں تجارت.....	۲۸	۳۶۳
۱۰۵۰۶	تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی.....	۲۸	۳۶۴
۱۰۵۰۷	تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا.....	۲۸	۳۶۶
۱۰۵۰۸	مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا.....	۲۸	۳۶۶
۱۰۵۰۹	حلاق لحیہ اور خیاط لباس فساق.....	۲۸	۳۶۷
۱۰۵۱۰	حجام کا داڑھی مونڈنا.....	۲۸	۳۶۷
۱۰۵۱۱	ڈاکٹری اور مدرسی کی کمائی.....	۲۸	۳۶۸
۱۰۵۱۲	دوسرے سے سارٹیفکٹ حاصل کرنا.....	۲۸	۳۶۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... باب پانزدھم .....☆		
	﴿مالِ حرام اور رشوت﴾		
	فصل اول:- مالِ حرام کا حکم		
۱۰۵۱۳	حرام مال سے کوئی چیز خریدنا.....	۲۸	۳۷۰
۱۰۵۱۴	مال حرام کی خرید وفروخت.....	۲۸	۳۷۱
۱۰۵۱۵	مال حرام سے تجارت.....	۲۸	۳۷۲
۱۰۵۱۶	مال مخلوط سے تجارت.....	۲۸	۳۷۳
۱۰۵۱۷	حرام مال کے ذریعہ تجارت	۲۸	۳۷۴
۱۰۵۱۸	مال حرام قرض دینا	۲۸	۳۷۵
۱۰۵۱۹	ناجائز مال سے قرض وصول کرنا	۲۸	۳۷۵
۱۰۵۲۰	مال حرام سے قرض ادا کرنا.....	۲۸	۳۷۶
۱۰۵۲۱	مال حرام سے قرض کی ادائیگی.....	۲۸	۳۷۷
۱۰۵۲۲	حرام حلال مخلوط آمدنی کا حکم	۲۸	۳۷۸
۱۰۵۲۳	مال حرام کا مصرف	۲۸	۳۷۹
۱۰۵۲۴	مال مخلوط کو کار خیر میں صرف کرنا.....	۲۸	۳۸۰
۱۰۵۲۵	حرام آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا	۲۸	۳۸۰
۱۰۵۲۶	ناجائز آمدنی سے خریدے ہوئے مال کا حکم	۲۸	۳۸۱
۱۰۵۲۷	حرام اور مخلوط آمدنی سے امام کو تنخواہ اور کھانا دینا	۲۸	۳۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۵۲۸	مال حرام سے خریدے ہوئے مکان سے انتفاع.....	۲۸	۳۸۴
۱۰۵۲۹	ناجائز زمین کی پیداوار کا حکم	۲۸	۳۸۵
۱۰۵۳۰	صبی کی ملک میں مربی کا تصرف.....	۲۸	۳۸۷
۱۰۵۳۱	چوری کا کوئلہ واپس کرنا چاہئے	۲۸	۳۸۸
۱۰۵۳۲	کارخانہ کے ملازمین پر دباؤ ڈال کر روپیہ لینا.....	۲۸	۳۸۹
۱۰۵۳۳	ٹھیکہ میں بچا ہوا سامان استعمال کرنا.....	۲۸	۳۹۰
۱۰۵۳۴	چندہ کر کے خود کھالینا کیا خیرات ہے	۲۸	۳۹۰
۱۰۵۳۵	بڑے بھائی کی دوکان سے پیسہ بچانا	۲۸	۳۹۱
۱۰۵۳۶	یتیموں کا مال مسجد اور مدرسہ میں دینا.....	۲۸	۳۹۲
۱۰۵۳۷	درگاہ میں آیا ہوا پیسہ دینی یا دنیاوی تعلیم پر	۲۸	۳۹۲
۱۰۵۳۸	حکومت سے دوسرے کے نام زمین الاٹ کرائی اس کا مالک کون.....	۲۸	۳۹۳
۱۰۵۳۹	پانی ملا کر دودھ گرم کرنا کہ اصل باقی رہے درست ہے.....	۲۸	۳۹۵
۱۰۵۴۰	ناجائز پیسوں سے خرید شدہ سامان کا حکم	۲۸	۳۹۵
۱۰۵۴۱	ٹھیکہ دار کیلئے سامان بچا کر خود رکھنا	۲۸	۳۹۷
۱۰۵۴۲	ڈاک کے غیر مہر شدہ ٹکٹ دوبارہ استعمال کرنا.....	۲۸	۳۹۷
۱۰۵۴۳	جس کا مال مشتبہ ہو اس کے یہاں خوراکی دے کر کھانا.....	۲۸	۳۹۸
۱۰۵۴۴	درزی کو بچا ہوا کپڑا استعمال کرنا	۲۸	۳۹۹
۱۰۵۴۵	درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا	۲۸	۴۰۰
۱۰۵۴۶	جو کپڑا درزی بچالے اس کا حکم	۲۸	۴۰۱
۱۰۵۴۷	چوری کا مال خریدنا.....	۲۸	۴۰۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۵۴۸	حرام روزی یا حرام لقمہ کھانے سے عبادت قبول نہیں	۲۸	۴۰۲
۱۰۵۴۹	شیعہ عورت کا زیور چوری کیا، پھر وہ مرگئی کوئی وارث نہیں چھوڑا، اسکو کہاں صرف کیا جائے	۲۸	۴۰۳
۱۰۵۵۰	مشتبہ مال سے بنے مکان میں رہائش.....	۲۸	۴۰۴
۱۰۵۵۱	شادی کے بعد حرام کمائی والا سامان استعمال کرنا.....	۲۸	۴۰۵
۱۰۵۵۲	ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا.....	۲۸	۴۰۶
۱۰۵۵۳	جھٹکے کے گوشت کی قیمت استعمال کرنا.....	۲۸	۴۰۷
	فصل دوم:- رشوت کا بیان		
۱۰۵۵۴	رشوت کا حکم	۲۸	۴۰۸
۱۰۵۵۵	رشوت دینا.....	۲۸	۴۰۹
۱۰۵۵۶	رشوت واغلام	۲۸	۴۰۹
۱۰۵۵۷	رشوت کی چند صورتیں اور اس سے توبہ.....	۲۸	۴۱۱
۱۰۵۵۸	سرکاری ہسپتال سے رشوت دے کر دوائیاں لینا.....	۲۸	۴۱۶
۱۰۵۵۹	کسٹم پر قلی کو رشوت دینا.....	۲۸	۴۱۶
	☆..... باب شانزدھم .....☆		
	﴿احکام حقوق﴾		
	فصل اول:- زوجین کے احکام		
۱۰۵۶۰	نکاح لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے.....	۲۹	۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۵۶۱	بیوی کو والدین سے ملنے سے روکنا.....	۲۹	۳۴
۱۰۵۶۲	عورت کو میکہ جانے کا حق.....	۲۹	۳۵
۱۰۵۶۳	اندیشۂ فتنہ کی صورت میں بیوی کو اس کے میکہ نہ بھیجنا.....	۲۹	۳۷
۱۰۵۶۴	عورت کو باپ کے گھر بغیر اجازت شوہر جانا.....	۲۹	۳۸
۱۰۵۶۵	بلا اجازت شوہر ماں کے گھر جانا.....	۲۹	۳۸
۱۰۵۶۶	بغیر شوہر کی اجازت کے والدین کے پاس رہنا.....	۲۹	۳۹
۱۰۵۶۷	اہل قرابت سے ملنے کیلئے کتنی مدت ہے.....	۲۹	۴۰
۱۰۵۶۸	قریب کے رشتہ داروں سے ملاقات کی مدت.....	۲۹	۴۱
۱۰۵۶۹	شوہر کی نافرمانی کی چند صورتیں.....	۲۹	۴۲
۱۰۵۷۰	اولاد کی خاطر شوہر کی نافرمانی.....	۲۹	۴۴
۱۰۵۷۱	بلا اجازت شوہر گھر سے باہر غائب رہنا.....	۲۹	۴۵
۱۰۵۷۲	**جو عورت شوہر کی بلا رضامندی کے جہاں چاہے چلی جائے اسکی نماز وروزہ قبول ہے یا نہیں؟**	۲۹	۴۷
۱۰۵۷۳	شوہر کی اطاعت لازم ہے.....	۲۹	۴۸
۱۰۵۷۴	شادی کے بعد کتنی مدت کیلئے سفر میں رہنے کی اجازت ہے.....	۲۹	۴۸
۱۰۵۷۵	ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی سے الگ رہنا.....	۲۹	۴۹
۱۰۵۷۶	شوہر تعلیم کیلئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے.....	۲۹	۵۰
۱۰۵۷۷	بیوی سے پیشہ کرانا.....	۲۹	۵۰
۱۰۵۷۸	پردہ نشین بیوی کی کمائی.....	۲۹	۵۱
۱۰۵۷۹	خود کمانے والی عورت کا شوہر کو طعنہ دینا.....	۲۹	۵۲
۱۰۵۸۰	بیوی کو بے پردگی سے روکنا.....	۲۹	۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۵۸۱	شوہر بیوی میں ملاپ نہیں گناہ کس پر ہے.....	۲۹	۵۵
۱۰۵۸۲	بیوی کی تربیت کا طریقہ.....	۲۹	۵۶
۱۰۵۸۳	دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زائد محبت.....	۲۹	۵۶
۱۰۵۸۴	زوجین کا ساتھ کھانا.....	۲۹	۵۷
۱۰۵۸۵	سسرال میں جانا اور کھانا.....	۲۹	۵۸
۱۰۵۸۶	کیا بیوی کو شوہر کی شکایت کرنے کا حق ہے.....	۲۹	۵۹
۱۰۵۸۷	چالیس سال گذرنے پر بھی بیوی سے ہمبستری حرام نہیں.....	۲۹	۶۰
۱۰۵۸۸	ساس کی خدمت.....	۲۹	۶۰
۱۰۵۸۹	نکاح ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ.....	۲۹	۶۱
۱۰۵۹۰	زوجین کو اپنے حقوق معاف کرنے کا حق ہے.....	۲۹	۶۲
۱۰۵۹۱	بیوی کا جسم دیکھنا.....	۲۹	۶۲
۱۰۵۹۲	سسرال کے گھر کا روپیہ.....	۲۹	۶۳
۱۰۵۹۳	ولادت کے وقت بیوی کی مدد کرنا.....	۲۹	۶۴
۱۰۵۹۴	شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہوجاتی ہو تو شوہر کیا کرے.....	۲۹	۶۵
۱۰۵۹۵	بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں.....	۲۹	۶۵
۱۰۵۹۶	بیوی کے ساتھ بدسلوکی کا علاج.....	۲۹	۷۳
۱۰۵۹۷	**عورت نے شوہر کیساتھ کام کیا بعد تفریق اسکی اجرت شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟**	۲۹	۷۴
۱۰۵۹۸	بیوی کا شوہر کو اپنی والدہ کی ملاقات سے روکنا.....	۲۹	۷۵
۱۰۵۹۹	بیوی نے ناک میں دم کردیا.....	۲۹	۷۶
۱۰۶۰۰	بیوی سے خلاف فطرت کام کرنا.....	۲۹	۷۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۰۱	گناہ کے کام میں شوہر کی اطاعت.....	۲۹	۷۸
۱۰۶۰۲	بیوی کے چپکے سے چلے جانیکے بعد پھر شوہر اسکو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے	۲۹	۸۰
۱۰۶۰۳	عورت کی بدتمیزی و بدکلامی پر شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے.....	۲۹	۸۱
۱۰۶۰۴	بیوی کے ساتھ زیادتی کی مکافات.....	۲۹	۸۳
۱۰۶۰۵	لڑکی کو داماد کے گھر جانے سے روکنا.....	۲۹	۸۴
	فصل دوم:- والدین وغیرہ کے حقوق		
۱۰۶۰۶	باب بیٹوں کے حقوق.....	۲۹	۸۶
۱۰۶۰۷	والدین کی نافرمانی	۲۹	۹۲
۱۰۶۰۸	والد کی نافرمانی.....	۲۹	۹۳
۱۰۶۰۹	والدین کا درجہ استاذ اور پیر سے زیادہ ہے	۲۹	۹۳
۱۰۶۱۰	والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل.....	۲۹	۹۴
۱۰۶۱۱	بوڑھے باپ کی اطاعت.....	۲۹	۹۵
۱۰۶۱۲	والدین اور شوہر میں کس کی اطاعت لازم ہے	۲۹	۹۶
۱۰۶۱۳	والدین کے حقوق.....	۲۹	۹۷
۱۰۶۱۴	باپ کو ستانے کا وبال.....	۲۹	۹۹
۱۰۶۱۵	اطاعت والدین معصیت میں.....	۲۹	۱۰۰
۱۰۶۱۶	والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا.....	۲۹	۱۰۱
۱۰۶۱۷	باپ کے ساتھ سخت کلامی کرنا.....	۲۹	۱۰۲
۱۰۶۱۸	والدین سے الگ رہنا کیا اکرام مسلم کے خلاف ہے.....	۲۹	۱۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۱۹	والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطع تعلق.....	۲۹	۱۰۴
۱۰۶۲۰	فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ.....	۲۹	۱۰۶
۱۰۶۲۱	والدہ ناراض ہو تو کیا کرے	۲۹	۱۰۷
۱۰۶۲۲	ماں کے انتقال کے بعد انکو خوش کرنے کی کیا صورت ہے.....	۲۹	۱۰۸
۱۰۲۳	والد کی غلط رائے قابل عمل نہیں.....	۲۹	۱۰۹
۱۰۶۲۴	والدہ کی خدمت سے چڑ چڑا پن پیدا ہو جانیکی وجہ سے آخر وقت میں میٹھی زبان سے باتیں نہ کرنا	۲۹	۱۱۱
۱۰۶۲۵	فاسق باپ کے ساتھ سلوک.....	۲۹	۱۱۱
۱۰۶۲۶	والد کے گناہ پر ان کی اصلاح کا طریقہ.....	۲۹	۱۱۲
۱۰۶۲۷	والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے.....	۲۹	۱۱۳
۱۰۶۲۸	بیٹے کو بیٹا نہ ماننے والے باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے.....	۲۹	۱۱۴
۱۰۶۲۹	جیسا خود کھائے ویسا باپ کو کھلائے.....	۲۹	۱۱۴
۱۰۶۳۰	ایک لڑکی کو دینا دوسری کو نہ دینا.....	۲۹	۱۱۵
۱۰۶۳۱	نافرمان اولاد کو عاق کرنا.....	۲۹	۱۱۷
۱۰۶۳۲	باپ کو دھکا اور گالیاں دینا.....	۲۹	۱۱۸
۱۰۶۳۳	والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح	۲۹	۱۱۹
۱۰۶۳۴	نکاح میں والدین کی اطاعت	۲۹	۱۲۰
۱۰۶۳۵	درجہ کس کا زیادہ ہے، باپ یا ماں کا.....	۲۹	۱۲۱
۱۰۶۳۶	بچپن میں کئے ہوئے نیک کاموں کا ثواب کیا والدین کو ملتا ہے.....	۲۹	۱۲۲
۱۰۶۳۷	باپ نے قبر پر پختہ فرش بنانے کیلئے اینٹ طلب کیں ان کو دیں یا نہ دیں	۲۹	۱۲۲
۱۰۶۳۸	کیا اولاد کا نکاح ماں باپ کے ذمہ ضروری ہے.....	۲۹	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۳۹	والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں.....	۲۹	۱۲۶
۱۰۶۴۰	والدین میں نااتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے.....	۲۹	۱۲۶
۱۰۶۴۱	باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ.....	۲۹	۱۲۸
۱۰۶۴۲	باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کر دیا.....	۲۹	۱۲۸
۱۰۶۴۳	قاتل باپ کی مدد	۲۹	۱۲۹
۱۰۶۴۴	والدین کی خاطر ملازمت.....	۲۹	۱۳۰
۱۰۶۴۵	والدین کا معذور پیر واستاذ کی خدمت سے روکنا.....	۲۹	۱۳۱
۱۰۶۴۶	والدہ کو مشورہ دینا کہ زمین فروخت کر کے ایک مستقل مکان خرید لیں.....	۲۹	۱۳۲
۱۰۶۴۷	اپنے افلاس کی وجہ سے زمین ایک بیٹے کے نام کرنا.....	۲۹	۱۳۲
۱۰۶۴۸	شیر خوار بچہ کو چھوڑنے والی ماں.....	۲۹	۱۳۴
۱۰۶۴۹	حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ صاحب حقوق معلوم نہ ہو.....	۲۹	۱۳۴
	فصل سوم:- جماع اور اس کے متعلقات		
۱۰۶۵۰	بیوی سے ہمبستری کا طریقہ.....	۲۹	۱۳۶
۱۰۶۵۱	بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے.....	۲۹	۱۳۶
۱۰۶۵۲	قبلہ کی طرف رخ کر کے وطی کرنا.....	۲۹	۱۳۷
۱۰۶۵۳	جماع کیلئے کوئی حد مقرر ہے.....	۲۹	۱۳۷
۱۰۶۵۴	حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے.....	۲۹	۱۳۸
۱۰۶۵۵	مال جمع کرنے اور بیوی سے صحبت کی مقدار واجب.....	۲۹	۱۳۹
۱۰۶۵۶	بیوی کی چھاتی منہ میں لینا.....	۲۹	۱۴۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۵۷	بیوی کا پستان منھ میں لینا.....	۲۹	۱۴۰
۱۰۶۵۸	بیوی کو برہنہ کرکے اسکا پستان منھ میں لے کر سونا.....	۲۹	۱۴۱
۱۰۶۵۹	شوہر کا عضو ہاتھ میں لینا.....	۲۹	۱۴۲
۱۰۶۶۰	عورت کے منھ میں ادخال.....	۲۹	۱۴۲
۱۰۶۶۱	تفخیذ وتبطین وغیرہ کا حکم.....	۲۹	۱۴۳
۱۰۶۶۲	فرج میں ادخال اصبع سے کھیلنا.....	۲۹	۱۴۳
۱۰۶۶۳	فرج میں وطی پشت کی طرف سے.....	۲۹	۱۴۴
۱۰۶۶۴	وطی بیوی کی دبر میں.....	۲۹	۱۴۵
۱۰۶۶۵	عورت کی دبر میں وطی.....	۲۹	۱۴۶
۱۰۶۶۶	زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا.....	۲۹	۱۴۶
۱۰۶۶۷	برہنہ ہمبستری.....	۲۹	۱۴۷
۱۰۶۶۸	بیوی کو برہنہ کرنا.....	۲۹	۱۴۸
۱۰۶۶۹	بوڑھی بیوی سے جماع.....	۲۹	۱۴۸
۱۰۶۷۰	نابالغہ بیوی سے وطی.....	۲۹	۱۴۹
۱۰۶۷۱	وطی میں بیوی کا حق شوہر پر.....	۲۹	۱۴۹
۱۰۶۷۲	بیس سال تک ملاپ نہ ہونے کے باوجود اب ملاپ درست ہے.....	۲۹	۱۵۰
	فصل چہارم:- یتیم وغیرہ کے احکام		
۱۰۶۷۳	یتیموں کی مدد کرنا.....	۲۹	۱۵۲
۱۰۶۷۴	یتیموں کا مال ناحق کھانا.....	۲۹	۱۵۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۷۵	کیا یتیم کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے.....	۲۹	۱۵۳
۱۰۶۷۶	سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟.....	۲۹	۱۵۴
۱۰۶۷۷	جنون کی قسمیں اور اس کے تصرفات.....	۲۹	۱۵۵
	☆..... **باب هفدهم** .....☆		
	انساب کا بیان		
۱۰۶۷۸	خاندانی شرافت.....	۲۹	۱۵۸
۱۰۶۷۹	سقوں کا اپنے آپ کو عباسی کہنا.....	۲۹	۱۵۹
۱۰۶۸۰	قصابوں کا اپنے کو قریش کہنا.....	۲۹	۱۶۲
۱۰۶۸۱	اصلی اور نقلی انصاری میں فرق.....	۲۹	۱۶۳
۱۰۶۸۲	شیخ صدیقی، شیخ فاروقی اور مغل پٹھان کی نسل.....	۲۹	۱۶۳
۱۰۶۸۳	کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا.....	۲۹	۱۶۴
۱۰۶۸۴	کسی پیغمبر یا کسی بزرگ کی طرف اپنا نسب منسوب کرنا.....	۲۹	۱۶۵
۱۰۶۸۵	تبدیلِ نسب	۲۹	۱۶۷
۱۰۶۸۶	نسب بدلنا.....	۲۹	۱۶۹
۱۰۶۸۷	نسب بدلنا.....	۲۹	۱۷۰
۱۰۶۸۸	سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی سب اولاد سید کیوں نہیں.....	۲۹	۱۷۱
	☆..... **باب هيزدهم** .....☆		
	سونے کے آداب		
۱۰۶۸۹	ننگے سونا.....	۲۹	۱۷۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۶۹۰	ناپاک کپڑے پہن کر سونا.....	۲۹	۱۷۴
۱۰۶۹۱	قبلہ کی طرف پیر پھیلانا.....	۲۹	۱۷۴
۱۰۶۹۲	مسجد میں چارپائی پر آرام کرنا.....	۲۹	۱۷۵
	☆..... **باب نوزدھم** .....☆		
	خوابوں کی تعبیر		
۱۰۶۹۳	خواب میں مردہ کو دیکھنا.....	۲۹	۱۷۶
۱۰۶۹۴	خواب میں انگور دیکھنا.....	۲۹	۱۷۷
۱۰۶۹۵	خواب میں وضو کرتے کرتے امام نے سلام پھیر دیا.....	۲۹	۱۷۷
۱۰۶۹۶	ایضاً	۲۹	۱۷۸
۱۰۶۹۷	خواب میں درخت کا گرنا دیکھنا.....	۲۹	۱۷۸
۱۰۶۹۸	کئی چاند خواب میں دیکھنا.....	۲۹	۱۷۹
۱۰۶۹۹	ہذا من فضل ربی خواب کی تعبیر	۲۹	۱۷۹
۱۰۷۰۰	خواب میں دودھ دیکھنا.....	۲۹	۱۸۰
۱۰۷۰۱	خواب میں گوشت دیکھنا.....	۲۹	۱۸۱
۱۰۷۰۲	موت کے لئے خواب میں ایک جگہ کو دیکھنا	۲۹	۱۸۲
۱۰۷۰۳	خواب میں اونٹ کھول کر لے جانا.....	۲۹	۱۸۲
۱۰۷۰۴	چرن سنگھ کو خواب میں اسلام کی دعوت	۲۹	۱۸۳
۱۰۷۰۵	خواب میں جوتی گم ہونے کی تعبیر.....	۲۹	۱۸۴
۱۰۷۰۶	خواب میں مردہ کو برہنہ دیکھنا	۲۹	۱۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۰۷	خواب میں اپنے کو مردہ دیکھنا.....	۲۹	۱۸۵
۱۰۷۰۸	اپنے والد کو مردہ ہونے کے بعد زندہ ہوکر آتے دیکھنا.....	۲۹	۱۸۶
۱۰۷۰۹	باپ دادا کو خواب میں دیکھنا.....	۲۹	۱۸۷
۱۰۷۱۰	خواب میں اذان پڑھنا.....	۲۹	۱۸۸
۱۰۷۱۱	خواب میں خنزیر دیکھنا.....	۲۹	۱۸۸
۱۰۷۱۲	خواب میں مینار دیکھنا.....	۲۹	۱۸۹
۱۰۷۱۳	خواب میں داڑھی صاف کرادینا.....	۲۹	۱۹۰
۱۰۷۱۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی درست کرنا.....	۲۹	۱۹۰
۱۰۷۱۵	حضرت علیؓ کی مٹی کی زیارت.....	۲۹	۱۹۱
۱۰۷۱۶	خواب میں سانپ کو مارنا.....	۲۹	۱۹۲
۱۰۷۱۷	خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے ساتھ کھانا کھانا.....	۲۹	۱۹۳
۱۰۷۱۸	خواب میں گائے کا گوشت کھانا.....	۲۹	۱۹۴
۱۰۷۱۹	خواب میں باران رحمت.....	۲۹	۱۹۴
۱۰۷۲۰	خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کے ساتھ دیکھنا.....	۲۹	۱۹۵
۱۰۷۲۱	مولانا فخر الدین صاحبؒ کا ختم بخاری شریف کرانا نوٹ بک گرگئی تین روپے اور کاپی اٹھالی	۲۹	۱۹۶
۱۰۷۲۲	بدعات کے لئے خواب سے استدلال.....	۲۹	۱۹۷
۱۰۷۲۳	خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر زخم دیکھنا.....	۲۹	۱۹۸
۱۰۷۲۴	خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا.....	۲۹	۱۹۹
۱۰۷۲۵	دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کرکے آیا ہوا پایا.....	۲۹	۲۰۰
۱۰۷۲۶	ڈھیلے کے بجائے ماہواری کی گدی سے استنجاء کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۹	۲۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۲۷	خواب میں حج.....	۲۹	۲۰۱
۱۰۷۲۸	اللہ تعالیٰ کی سواری نیچے اترتے دیکھنا.....	۲۹	۲۰۲
۱۰۷۲۹	کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۹	۲۰۳
۱۰۷۳۰	خواب پر حکم.....	۲۹	۲۰۴
۱۰۷۳۱	کسی کی بیوی کے ساتھ خواب میں زنا کرنا.....	۲۹	۲۰۵
۱۰۷۳۲	خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا.....	۲۹	۲۰۶
۱۰۷۳۳	خواب میں کیکر کی ڈالی میں چنبیلی کے پھول.....	۲۹	۲۰۷
۱۰۷۳۴	خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا.....	۲۹	۲۰۸
۱۰۷۳۵	خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا.....	۲۹	۲۰۹
۱۰۷۳۶	خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا.....	۲۹	۲۰۹
۱۰۷۳۷	خواب میں استاذ کو برہنہ دیکھنا.....	۲۹	۲۱۱

☆..... باب بستم .....☆

ناموں کا بیان

۱۰۷۳۸	درست اور نادرست نام.....	۲۹	۲۱۲
۱۰۷۳۹	یٰسین نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۲
۱۰۷۴۰	حسین احمد نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۴
۱۰۷۴۱	غلام محمد، صدر العلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۴
۱۰۷۴۲	محمد عظیم نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۵
۱۰۷۴۳	نرنجن علی نام رکھا گیا پھر اس کو بدل کر محمد علی رکھا گیا.....	۲۹	۲۱۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۴۴	بچہ کا نام محمد رسول اللہ یا موسیٰ کلیم اللہ رکھنا.....	۲۹	۲۱۷
۱۰۷۴۵	کسی کا نام محمد ہو اس پر درود کی علامت.....	۲۹	۲۱۷
۱۰۷۴۶	یحییٰ اور ناصر نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۸
۱۰۷۴۷	مرسلین نام رکھنا.....	۲۹	۲۱۹
۱۰۷۴۸	ربانی نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۰
۱۰۷۴۹	عبدالربان نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۰
۱۰۷۵۰	محمد علیم نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۱
۱۰۷۵۱	ابوالاعلیٰ نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۲
۱۰۷۵۲	محمد عمر فاروق نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۲
۱۰۷۵۳	عبدالسبحان نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۳
۱۰۷۵۴	عبدمناف نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۴
۱۰۷۵۵	یافث نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۴
۱۰۷۵۶	غلام اولیاء نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۵
۱۰۷۵۷	بچہ کا نام نبی خاں رکھنا.....	۲۹	۲۲۶
۱۰۷۵۸	محمد ہرمز نام رکھنا.....	۲۹	۲۲۷
۱۰۷۵۹	تارہ نام تبدیل کرنا.....	۲۹	۲۲۹
۱۰۷۶۰	کسی ادارہ کا نام نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا.....	۲۹	۲۲۹
۱۰۷۶۱	نام کے ساتھ صدیقی لکھنا.....	۲۹	۲۳۱
۱۰۷۶۲	عبدالرحیم کو رحیم کہہ کر پکارنا.....	۲۹	۲۳۱
۱۰۷۶۳	مشتبہ نام رکھنا.....	۲۹	۲۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۶۴	جسمانی امراض کیلئے نام بدلنا.....	۲۹	۲۳۴
	☆..... باب بست ویکم .....☆		
	﴿عقلیات وارضیات﴾		
	فصل اول:- مصالحِ عقلیہ		
۱۰۷۶۵	ستارہ ٹوٹنے کا سبب (مرغ بولنے کی وجہ).....	۲۹	۲۳۵
۱۰۷۶۶	بجلی سے آدمی کیوں مرجاتا ہے.....	۲۹	۲۳۵
۱۰۷۶۷	کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے.....	۲۹	۲۳۶
۱۰۷۶۸	ناری اور نوری کے درمیان فرق.....	۲۹	۲۳۷
۱۰۷۶۹	اس امت میں مسخ کیوں نہیں.....	۲۹	۲۳۷
۱۰۷۷۰	امیر وغریب میں فرق احکام شرع میں.....	۲۹	۲۳۸
۱۰۷۷۱	خنزیر کی حرمت کی وجہ	۲۹	۲۳۹
	فصل دوم:- ارضیات وسماویات		
۱۰۷۷۲	زمین متحرک ہے یا ساکن.....	۲۹	۲۴۰
۱۰۷۷۳	سات زمینوں کا پتہ	۲۹	۲۴۱
۱۰۷۷۴	چاند سورج کہاں ہیں.....	۲۹	۲۴۲
۱۰۷۷۵	چاند پر پہونچنے والے کی خبریں.....	۲۹	۲۴۳
۱۰۷۷۶	چاند پر پہونچ جانا کوئی کمال ہے؟.....	۲۹	۲۴۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۷۷	چاند پر پہنچنے والوں کے سلسلہ میں کیا علماء مختلف ہیں.....	۲۹	۲۴۵
۱۰۷۷۸	چاند کے اوپر اور زمین کے نیچے آبادی.....	۲۹	۲۴۶
۱۰۷۷۹	چاند میں نشان کیسا ہے.....	۲۹	۲۴۸
۱۰۷۸۰	چاند سورج، ستارے، کہاں ہیں؟.....	۲۹	۲۴۹
۱۰۷۸۱	قیامت میں بعد حساب چاند سورج کہاں رہیں گے.....	۲۹	۲۵۰
۱۰۷۸۲	ستارے، بروج، چاند تک پہونچنا.....	۲۹	۲۵۱
۱۰۷۸۳	چاند پر پہونچ جانا.....	۲۹	۲۵۵
۱۰۷۸۴	چاند سورج کیا آسمان میں ہیں.....	۲۹	۲۵۶
۱۰۷۸۵	خلائی سفر، چاند پر پہونچنا.....	۲۹	۲۵۷
۱۰۷۸۶	کہکشاں	۲۹	۲۶۰
۱۰۷۸۷	ماہِ ثابت یا ذوالجد	۲۹	۲۶۰
۱۰۷۸۸	ماہ عروج کی ابتداء وانتہاء.....	۲۹	۲۶۱
۱۰۷۸۹	آثار وموسمیات کی خبر نشر کرنا.....	۲۹	۲۶۱
۱۰۷۹۰	بادل اور رعد کس کا نام ہے.....	۲۹	۲۶۲
	☆..... باب بست ودوم .....☆		
	﴿کھیل وتصاویر کے احکام﴾		
	فصل اول:- کھیلوں کا بیان		
۱۰۷۹۱	کھیل کی چیزیں بچوں کے پاس ہو تو کیا کریں.....	۲۹	۲۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷۹۲	بچوں کو لٹو وغیرہ کھیلنا.....	۲۹	۲۶۳
۱۰۷۹۳	بچہ کو جھنجھنے سے بہلانا.....	۲۹	۲۶۴
۱۰۷۹۴	بچوں کی گڑیا اور کھلونا.....	۲۹	۲۶۵
۱۰۷۹۵	گڑیوں سے کھیلنا.....	۲۹	۲۶۶
۱۰۷۹۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنا.....	۲۹	۲۶۷
۱۰۷۹۷	فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا.....	۲۹	۲۶۹
۱۰۷۹۸	والی بال.....	۲۹	۲۷۰
۱۰۷۹۹	کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا.....	۲۹	۲۷۱
۱۰۸۰۰	تاش کا کھیل.....	۲۹	۲۷۲
۱۰۸۰۱	تعلیمی تاش.....	۲۹	۲۷۲
۱۰۸۰۲	تاش کا حکم.....	۲۹	۲۷۳
۱۰۸۰۳	گھر میں کھیل کھیلنا.....	۲۹	۲۷۴
۱۰۸۰۴	کیرم بورڈ بطور تفریح.....	۲۹	۲۷۵
۱۰۸۰۵	کیرم بورڈ.....	۲۹	۲۷۵
۱۰۸۰۶	شطرنج کی ممانعت پر دلیل.....	۲۹	۲۷۶
	فصل دوم:- تصویر اور مجسمہ سازی		
۱۰۸۰۷	فوٹو رکھنا.....	۲۹	۲۷۸
۱۰۸۰۸	فوٹو کھنچوانا.....	۲۹	۲۷۹
۱۰۸۰۹	کتے اور تصویر کا حکم.....	۲۹	۲۸۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۱۰	تصاویر برکت کے لئے گھر میں رکھنا.....	۲۹	۲۸۱
۱۰۸۱۱	کپڑے پر جاندار کی تصویر.....	۲۹	۲۸۵
۱۰۸۱۲	باتصویر اخبار کا حکم.....	۲۹	۲۸۶
۱۰۸۱۳	باتصویر رسائل کی خرید اری.....	۲۹	۲۸۷
۱۰۸۱۴	پیسہ روپیہ کی تصویر اور مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ کے مطالعہ کا حکم.....	۲۹	۲۸۷
۱۰۸۱۵	تصویر دار کاغذ کو جلانا.....	۲۹	۲۸۹
۱۰۸۱۶	حضرت نبی اکرم ﷺ کی تصویر.....	۲۹	۲۹۰
۱۰۸۱۷	روضۂ اقدس کی تصویر مسجد میں.....	۲۹	۲۹۲
۱۰۸۱۸	صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا.....	۲۹	۲۹۳
۱۰۸۱۹	معلم مقرر کرنے کے لئے اس کا فوٹو منگانا.....	۲۹	۲۹۴
۱۰۸۲۰	تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو.....	۲۹	۲۹۵
۱۰۸۲۱	پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو.....	۲۹	۲۹۶
۱۰۸۲۲	تعلیم کے لئے فوٹو.....	۲۹	۲۹۷
۱۰۸۲۳	شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ.....	۲۹	۲۹۸
۱۰۸۲۴	آنکھ اور دانت کی تصویر.....	۲۹	۲۹۹
۱۰۸۲۵	فوٹو مٹانے کی ترکیب.....	۲۹	۲۹۹
۱۰۸۲۶	چڑیا والی گھڑی.....	۲۹	۳۰۰
۱۰۸۲۷	خانہ کعبہ کی تصویر مکان میں.....	۲۹	۳۰۱
۱۰۸۲۸	چہرہ کی تصویر.....	۲۹	۳۰۲
۱۰۸۲۹	تجارتی کتابوں پر فوٹو.....	۲۹	۳۰۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۳۰	قانونی مجبوری کی بنا پر تصویر کھنچوانا.....	۲۹	۳۰۴
۱۰۸۳۱	غیر مسلم کی دوکان ظاہر کرنے کے لئے تصویر لگانا.....	۲۹	۳۰۵
۱۰۸۳۲	یادگار کے لئے کسی کا فوٹو مکان میں لگانا.....	۲۹	۳۰۶
۱۰۸۳۳	مکان میں تصاویر	۲۹	۳۰۷
۱۰۸۳۴	جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں.....	۲۹	۳۰۸
۱۰۸۳۵	شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا.....	۲۹	۳۰۹
۱۰۸۳۶	شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے.....	۲۹	۳۰۹
۱۰۸۳۷	تجارت کے لئے کپڑے پر فوٹو.....	۲۹	۳۱۰
۱۰۳۸	بچوں کی گڑیا اور کھلونا.....	۲۹	۳۱۲
۱۰۳۹	گڑیا بنانا اور اس سے کھیلنا.....	۲۹	۳۱۳
۱۰۸۴۰	تصویر پر پھول چڑھانا.....	۲۹	۳۱۵
	فصل سوم:- سنیما اور ٹی وی وغیرہ		
۱۰۸۴۱	سنیما دیکھنا.....	۲۹	۳۱۶
۱۰۸۴۲	سنیما تھیٹر دیکھنا.....	۲۹	۳۱۷
۱۰۸۴۳	متبع شریعت کو سنیما دیکھنا.....	۲۹	۳۱۸
۱۰۸۴۴	نیک نیت سے سنیما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا.....	۲۹	۳۱۸
۱۰۸۴۵	سنیما میں معجزہ شق القمر اور اس کی توجیہ.....	۲۹	۳۲۰
۱۰۸۴۶	سنیما کے جواز پر واقعۂ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال.....	۲۹	۳۲۲
۱۰۸۴۷	فلم حج.....	۲۹	۳۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۴۸	قسم قسم کی فلمیں دیکھنا.....	۲۹	۳۲۷
۱۰۸۴۹	ٹیلیویژن	۲۹	۳۲۸
۱۰۸۵۰	گانا سننے کی دلیل.....	۲۹	۳۲۹
۱۰۸۵۱	ٹرانسسٹر سننا	۲۹	۳۳۰
۱۰۸۵۲	ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال.....	۲۹	۳۳۱
۱۰۸۵۳	ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا.....	۲۹	۳۳۲
۱۰۸۵۴	سنیما، تصویر، فوٹو.....	۲۹	۳۳۳
	☆..... باب بست وسوم .....☆		
	کفار سے تعلقات ومعاملات		
	فصل اول:- کفار کے ساتھ تعلقات		
۱۰۸۵۵	کافر سے موالات ومواساۃ	۲۹	۳۳۵
۱۰۵۶	غیر مسلم سے تعلقات.....	۲۹	۳۳۶
	فصل دوم:- کفار کے ساتھ مشابہت		
۱۰۵۷	سراغ رسانی کے لیے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا.....	۲۹	۳۳۷
۱۰۸۵۸	بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت ووضع بنانا.....	۲۹	۳۳۸
۱۰۸۵۹	شعار اہل کفر کو اختیار کرنا.....	۲۹	۳۴۰
۱۰۸۶۰	غیر قوموں کے ساتھ تشبہ.....	۲۹	۳۴۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۶۱	ہندوانہ زیبائش	۲۹	۳۴۲
۱۰۸۶۲	عورت کو مانگ میں سندور اور پیشانی پر بندی لگانا	۲۹	۳۴۳
۱۰۸۶۳	لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز	۲۹	۳۴۳
۱۰۸۶۴	فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا	۲۹	۳۴۴
	فصل سوم: غیر مسلموں کے مذہبی تہوار ونمیں شرکت		
۱۰۸۶۵	ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شریک ہونا	۲۹	۳۴۵
۱۰۸۶۶	غیر مسلم کی تقریب میں شرکت	۲۹	۳۴۶
۱۰۸۶۷	غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت	۲۹	۳۴۶
۱۰۸۶۸	رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت	۲۹	۳۴۷
۱۰۸۶۹	رام لیلا میں شرکت اور چندہ	۲۹	۳۴۸
۱۰۸۷۰	عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت	۲۹	۳۴۹
۱۰۸۷۱	غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارک باد دینا	۲۹	۳۴۹
۱۰۸۷۲	ہولی کے دن ہندو استاذ سے ملنا	۲۹	۳۵۰
۱۰۸۷۳	شرکیہ میلے میں تجارت کیلیے جانا	۲۹	۳۵۲
۱۰۸۷۴	ہندوؤں کے میلہ میں جانا	۲۹	۳۵۳
۱۰۸۷۵	چمار چودس میں سامان خریدنے جانا	۲۹	۳۵۳
۱۰۸۷۶	میلہ میں سامان خریدنے کے لیے جانا	۲۹	۳۵۴
۱۰۸۷۷	میلے اور نمائش میں جانا	۲۹	۳۵۵
۱۰۸۷۸	سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سندور لگانا	۲۹	۳۵۶
۱۰۸۷۹	ہولی کا رنگ مسلمانوں پر چھڑکنا	۲۹	۳۵۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۸۰	میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا اور میلہ میں شرکت.....	۲۹	۳۵۷
	فصل چہارم:- مال کے ذریعہ کفار کی اعانت		
۱۰۸۸۱	غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا.....	۲۹	۳۵۹
۱۰۸۸۲	غیر مسلموں کے ساتھ تعاون مذہبی مصلحت سے.....	۲۹	۳۵۹
۱۰۸۸۳	مندر کے لیے چندہ دینا.....	۲۹	۳۶۰
۱۰۸۸۴	تعمیر مندر میں امداد.....	۲۹	۳۶۱
۱۰۸۵	ہندوؤں کی رسم میں چندہ.....	۲۹	۳۶۲
۱۰۸۸۶	مندر اور پوجا میں چندہ دینا.....	۲۹	۳۶۳
۱۰۸۸۷	ہولی میں چندہ دینا.....	۲۹	۳۶۴
۱۰۸۸۸	دُرگا پوجا میں چندہ دینے والے کا حکم.....	۲۹	۳۶۵
۱۰۸۸۹	کفار کے میلے میں چندہ دینا.....	۲۹	۳۶۵
۱۰۸۹۰	پوجا کیلئے چندہ، پوجا کی مٹھائی کھانا.....	۲۹	۳۶۷
۱۰۸۹۱	سانگ کرانا اور اس میں روپیہ دینا.....	۲۹	۳۶۸
۱۰۸۹۲	چیچک میں ہندوؤں کی مائی کو چندہ دینا.....	۲۹	۳۶۹
	☆..... باب بست وچہارم .....☆		
	﴿جھوٹ، غیبت، بائیکاٹ اور توبہ﴾		
	فصل اول:- جھوٹ چغلی بہتان اور ریا کا بیان		
۱۰۸۹۳	جھوٹ کا حکم.....	۲۹	۳۷۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۸۹۴	جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا.....	۲۹	۳۷۰
۱۰۸۹۵	دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا.....	۲۹	۳۷۱
۱۰۸۹۶	تحفظ جائیداد کے لئے جھوٹ بولنا.....	۲۹	۳۷۲
۱۰۸۹۷	جھوٹا حلف.....	۲۹	۳۷۴
۱۰۸۹۸	جھوٹا دعویٰ.....	۲۹	۳۷۵
۱۰۸۹۹	جھوٹے مقدمے سے بچنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرنا.....	۲۹	۳۷۶
۱۰۹۰۰	کسی کو ناحق پھنسانے کا کیس.....	۲۹	۳۷۷
۱۰۹۰۱	۵/کلوشکر کے لئے ۲۵/کلو کی درخواست دینا.....	۲۹	۳۷۸
۱۰۹۰۲	ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو شادی شدہ بتانا.....	۲۹	۳۷۸
۱۰۹۰۳	مصلحتاً کذب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا.....	۲۹	۳۷۹
۱۰۹۰۴	جھوٹے کو جھوٹا کہنا.....	۲۹	۳۸۰
۱۰۹۰۵	ایک شخص اپنے کو دھام پور کا رہنے والا بتائے حالانکہ وہ دوسری جگہ کا رہنے والا ہے	۲۹	۳۸۱
۱۰۹۰۶	چغل خور کی توبہ کا طریقہ.....	۲۹	۳۸۲
۱۰۹۰۷	قرآن پاک کا حلف اٹھانے کے باوجود الزام لگانا.....	۲۹	۳۸۳
۱۰۹۰۸	اپنے فعل کی تہمت خدا پر لگانا.....	۲۹	۳۸۴
۱۰۹۰۹	بہتان سے توبہ کا طریقہ.....	۲۹	۳۸۴
۱۰۹۱۰	بہتان کی آخرت میں سزا.....	۲۹	۳۸۶
۱۰۹۱۱	امام سے گالی گلوچ اور اس پر تہمت لگانا.....	۲۹	۳۸۷
۱۰۹۱۲	ریاء کی تقسیم.....	۲۹	۳۹۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوم:- غیبت اور کینہ کا بیان		
۱۰۹۱۳	غیبت کی چند صورتوں کا حکم	۲۹	۳۹۲
۱۰۹۱۴	فاسق کی غیبت	۲۹	۳۹۴
۱۰۹۱۵	پیر صاحب کا مریدین کی غیبت کرنا	۲۹	۳۹۵
۱۰۹۱۶	موتی کی غیبت اور برائی	۲۹	۳۹۶
۱۰۹۱۷	غیبت کی معافی کا طریقہ	۲۹	۳۹۷
۱۰۹۱۸	مسلمان سے کینہ رکھنا	۲۹	۳۹۸
	فصل سوم:- تحقیر مسلم کا بیان		
۱۰۹۱۹	کسی کی تحقیر وتذلیل	۲۹	۴۰۰
۱۰۹۲۰	اپنی بات کو اونچا رکھنا	۲۹	۴۰۱
۱۰۹۲۱	اپنے کو بڑا سمجھنا دوسرے کو ذلیل سمجھنا	۲۹	۴۰۱
۱۰۹۲۲	مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل وحقیر سمجھنا	۲۹	۴۰۲
	فصل چہارم:- وعدہ خلافی کا بیان		
۱۰۹۲۳	وعدہ خلافی کا حکم	۲۹	۴۰۳
۱۰۹۲۴	وعدہ خلافی	۲۹	۴۰۳
۱۰۹۲۵	ضمانت میں وعدہ خلافی	۲۹	۴۰۴
۱۰۹۲۶	وعدہ خلافی اور قسم کا کفارہ	۲۹	۴۰۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۹۲۷	ایضاً	۲۹	۴۰۷
۱۰۹۲۸	اصلاح کا عہد کر کے توڑ دینا.....	۲۹	۴۰۸
۱۰۹۲۹	زمین دوسرے کو دینے کا وعدہ کر کے انکار کرنا.....	۲۹	۴۰۹
۱۰۹۳۰	نفاق کی علامت.....	۲۹	۴۱۰
۱۰۹۳۱	وعدہ خلافی منافق کی نشانی کب ہے؟.....	۲۹	۴۱۱
	فصل پنجم:- بائیکاٹ وقطع تعلق		
۱۰۹۳۲	پنچوں کا بائیکاٹ کی سزا دینا	۲۹	۴۱۳
۱۰۹۳۳	بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا.....	۲۹	۴۱۴
۱۰۹۳۴	جو شخص ساتھ نہ دے اس سے ترک تعلق	۲۹	۴۱۵
۱۰۹۳۵	دینی مضرت کے اندیشہ سے ترک گفتگو.....	۲۹	۴۱۶
۱۰۹۳۶	رنجش کی وجہ سے ترک کلام کی حد.....	۲۹	۴۱۶
۱۰۹۳۷	کسی نافرمان سے قطع تعلق	۲۹	۴۱۸
۱۰۹۳۸	تعزیہ بنانے والوں سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۱۹
۱۰۹۳۹	غلط محفل کرنے والوں کا بائیکاٹ.....	۲۹	۴۲۰
۱۰۹۴۰	مرتکب کبائر اعزہ سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۱
۱۰۹۴۱	کبائر میں مبتلا رشتہ داروں کے ساتھ تعلق.....	۲۹	۴۲۲
۱۰۹۴۲	ناحق آبروریزی کرنے والے سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۳
۱۰۹۴۳	اندیشۂ تہمت سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۴
۱۰۹۴۴	اغوا کرنے والے کی سزا برادری سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۹۴۵	داماد اور ساس کو برادری نے خارج کر دیا غلط تعلق کی وجہ سے.....	۲۹	۴۲۷
۱۰۹۴۶	زانی کی مدد بھی گناہ ہے، لہٰذا ایسے شخص سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۸
۱۰۹۴۷	توبہ واستغفار میں فرق اور زانی زانیہ سے ترک تعلق.....	۲۹	۴۲۹
۱۰۹۴۸	بائیکاٹ کا عہد کئے ہوئے کے گھر کھانا پینا.....	۲۹	۴۳۰
۱۰۹۴۹	کسی کو پنچایت سے خارج کرنا.....	۲۹	۴۳۲
۱۰۹۵۰	نخلع و نترک من یفجرک پر عمل کی صورت.....	۲۹	۴۳۲
۱۰۹۵۱	بائیکاٹ کا اثر میت پر.....	۲۹	۴۳۳
۱۰۹۵۲	مسلمان کا بائیکاٹ کرنا.....	۲۹	۴۳۴
۱۰۹۵۳	پڑوسی پر احسان جبکہ وہ چور ڈاکو ہو.....	۲۹	۴۳۵
۱۰۹۵۴	ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا.....	۲۹	۴۳۵
۱۰۹۵۵	برادری کی جماعت کی مخالفت کا حکم.....	۲۹	۴۳۶
۱۰۹۵۶	غلط کام کرنے والے سے بھی میل ملاپ رکھنا چاہئے.....	۲۹	۴۳۷
	فصل ششم:- معاصی اور اس سے توبہ		
۱۰۹۵۷	توبہ کی تعریف	۲۹	۴۳۹
۱۰۹۵۸	کبیرہ گناہ کی معافی بغیر توبہ کے.....	۲۹	۴۴۰
۱۰۹۵۹	گناہ کبیرہ پر اصرار.....	۲۹	۴۴۱
۱۰۹۶۰	جیسا گناہ ویسی توبہ.....	۲۹	۴۴۲
۱۰۹۶۱	توبہ سے حقوق العباد کی معافی.....	۲۹	۴۴۳
۱۰۹۶۲	حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا.....	۲۹	۴۴۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۹۶۳	خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا الخ.....	۲۹	۴۴۶
۱۰۹۶۴	گناہ کی توبہ خدا کے سامنے ہو یا چودھریوں کے.....	۲۹	۴۴۶
۱۰۹۶۵	معصیت بنفسہٖ کیا ہے.....	۲۹	۴۴۸
۱۰۹۶۶	خودکشی.....	۲۹	۴۴۸
۱۰۹۶۷	خودکشی کی سزا.....	۲۹	۴۴۹
۱۰۹۶۸	خودکشی کا گناہ.....	۲۹	۴۵۰
۱۰۹۶۹	زہر ملی ہوئی تاڑی پینے سے کیا خودکشی کا گناہ ہے.....	۲۹	۴۵۱
۱۰۹۷۰	کافر کو قتل کرنا.....	۲۹	۴۵۱
۱۰۹۷۱	زنا اور تکبر میں سے کون سا گناہ بڑا ہے.....	۲۹	۴۵۲
۱۰۹۷۲	پتلہ جلانا	۲۹	۴۵۴
۱۰۹۷۳	بھاوَج سے زنا.....	۲۹	۴۵۴
۱۰۹۷۴	مشت زنی.....	۲۹	۴۵۵
۱۰۹۷۵	زنا، لواطت، مشت زنی منع ہے.....	۲۹	۴۵۶
۱۰۹۷۶	دشمن کے اندیشہ سے بیوی کو قتل کرنا.....	۲۹	۴۵۷
۱۰۹۷۷	جائداد کے لئے کسی کو قتل کرنا.....	۲۹	۴۵۸
۱۰۹۷۸	قاتل ومقتول ہر دو کے لئے جہنم کی وعید کب ہے؟.....	۲۹	۴۵۹
۱۰۹۷۹	مقتول اور قاتل کی مدد کرنا.....	۲۹	۴۶۰
۱۰۹۸۰	قاتل کی مدد کرنا.....	۲۹	۴۶۱
۱۰۹۸۱	ظالم کو مار ڈالنا.....	۲۹	۴۶۳
۱۰۹۸۲	ظالم سے انتقام.....	۲۹	۴۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۹۸۳	فاحش ظالم کو قتل کرنا.....	۲۹	۴۶۴
۱۰۹۸۴	ظالم کی مدد.....	۲۹	۴۶۵
۱۰۹۸۵	ناجائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے.....	۲۹	۴۶۷
۱۰۹۸۶	معصیت میں ساتھ دینا.....	۲۹	۴۶۸
۱۰۹۸۷	جبراً اغلام بازی.....	۲۹	۴۶۹
۱۰۹۸۸	کیا فسق و فجور فطری ہے.....	۲۹	۴۷۱
۱۰۹۸۹	جو شخص پیشاب پلائے اس کا حکم.....	۲۹	۴۷۲
۱۰۹۹۰	قوم میں تفرقہ ڈلوانا.....	۲۹	۴۷۲
۱۰۹۹۱	پریشانی کا حل کیا ہے.....	۲۹	۴۷۳
۱۰۹۹۲	پے در پے مصائب کا علاج	۲۹	۴۷۴
۱۰۹۹۳	گالی کی معافی اور از خود قوم کا سردار بننا.....	۲۹	۴۷۵
۱۰۹۹۴	کسی کو حکم تسلیم کرنے کے بعد اس سے رجوع.....	۲۹	۴۷۶
۱۰۹۹۵	پیر پکڑ کر معافی مانگنا	۲۹	۴۷۸
۱۰۹۹۶	مسلمان یتیموں کو پریشان کرنا	۲۹	۴۷۹
۱۰۹۹۷	محرمات میں آپس میں فرق ہے.....	۲۹	۴۸۰
۱۰۹۹۸	ریاکاری کی سزا.....	۲۹	۴۸۲
۱۰۹۹۹	بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ.....	۲۹	۴۸۲
۱۱۰۰۰	بدعہدی کرنے والے کی سزا.....	۲۹	۴۸۳
۱۱۰۰۱	گناہ سے توبہ کافی ہے تو اسے سزا کیوں دی جاتی ہے.....	۲۹	۴۸۴
۱۱۰۰۲	چوری حق اللہ ہے یا حق العباد.....	۲۹	۴۸۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۰۰۳	توبہ کی تکمیل کے لئے تصدق.....	۲۹	۴۸۶
	☆..... **باب بست و پنجم** .....☆		
	مسائل شتّیٰ		
۱۱۰۰۴	زمین کا خانۂ ملک میں اندراج ثبوت ملک کے لئے کافی ہے.....	۲۹	۴۸۷
۱۱۰۰۵	خط لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا.....	۲۹	۴۸۸
۱۱۰۰۶	دانۂ گندم کی تشبیہ.....	۲۹	۴۸۹
۱۱۰۰۷	زمین کو چک بندی سے بچانے کی ترکیب	۲۹	۴۹۰
۱۱۰۰۸	امرد کی تعریف	۲۹	۴۹۱
۱۱۰۰۹	غلط پروپیگنڈہ کی مذمت	۲۹	۴۹۱
۱۱۰۱۰	جمعیت العلماء میں شرکت.....	۲۹	۴۹۲
۱۱۰۱۱	ظالم کی ہمدردی کا طریقہ.....	۲۹	۴۹۳
۱۱۰۱۲	نئی صدی کا استقبال	۲۹	۴۹۳
۱۱۰۱۳	مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال.....	۲۹	۴۹۳
۱۱۰۱۴	جشن بخاری شریف	۲۹	۴۹۵
۱۱۰۱۵	سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا.....	۲۹	۴۹۷
۱۱۰۱۶	ایک زمین کے متعلق نزاع	۲۹	۴۹۷
۱۱۰۱۷	چھوٹی باتوں کی تعیین ہر ایک کے بس میں نہیں.....	۲۹	۴۹۹
۱۱۰۱۸	اپنا حق وصول کر لینا.....	۲۹	۵۰۰
۱۱۰۱۹	انتقام کی صورت.....	۲۹	۵۰۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۰۲۰	عابد بخیل بہتر ہے یا زانی سخی ؟.....	۲۹	۵۰۱
۱۱۰۲۱	نومسلم کب تک نومسلم رہے گا ؟.....	۲۹	۵۰۲
۱۱۰۲۲	انتقام کی صورت.....	۲۹	۵۰۳
۱۱۰۲۳	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش	۲۹	۵۰۳
۱۱۰۲۴	تعمیر مکان کے لئے وقت مقرر نہیں.....	۲۹	۵۰۴
۱۱۰۲۵	نیک عمل کا ثواب پڑوسی کو.....	۲۹	۵۰۴
۱۱۰۲۶	مال مسروقہ کی واپسی کی ایک صورت	۲۹	۵۰۵
۱۱۰۲۷	دوسرے کی مرغی اگر نقصان کرے تو اس کو ذبح کرنا	۲۹	۵۰۶
۱۱۰۲۸	آلۂ مکبر الصوت کا استعمال.....	۲۹	۵۰۷
۱۱۰۲۹	اسلام کی ترقی	۲۹	۵۰۸
۱۱۰۳۰	عید الاضحیٰ کو ۱۲/ربیع الاول پر ترجیح دینا.....	۲۹	۵۰۹
۱۱۰۳۱	فتنہ وفساد پیدا کرنے والے کا حکم.....	۲۹	۵۱۱
۱۱۰۳۲	۷۸۶ لکھنے کی وجہ.....	۲۹	۵۱۲
۱۱۰۳۳	پتھر میں اسم مبارک قدرتی طور پر نکلا اس کو کیا کیا جائے.....	۲۹	۵۱۲
۱۱۰۳۴	گھٹنے کی چوتھائی کی مقدار کیا ہے	۲۹	۵۱۴
۱۱۰۳۵	انسان میں عناصر اربعہ.....	۲۹	۵۱۴
۱۱۰۳۶	آب حیات	۲۹	۵۱۵
۱۱۰۳۷	جس چیز کے کئی رکن ہوں تو ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے.....	۲۹	۵۱۵
۱۱۰۳۸	معصیت کا اثر عبادات پر.....	۲۹	۵۱۶
۱۱۰۳۹	عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟.....	۲۹	۵۱۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۰۴۰	بیمار لڑکی کی شادی کی، مرگئی، کون ذمہ دار؟.....	۲۹	۵۱۸
۱۱۰۴۱	کیا جس دن عید ہو اسی دن محرم ہے؟.....	۲۹	۵۱۹
۱۱۰۴۲	ایک گھنٹہ کا انصاف کتنے سال کی عبادت سے بہتر ہے؟.....	۲۹	۵۱۹

کتاب الفرائض

﴿فرائض کا بیان﴾

رسالہ آسان فرائض

۱۱۰۴۳	تمہید.....	۳۰	۲۸
۱۱۰۴۴	مقدمہ	۳۰	۲۸
۱۱۰۴۵	علم فرائض.....	۳۰	۲۸
۱۱۰۴۶	فائدہ.....	۳۰	۲۹
۱۱۰۴۷	تنبیہ	۳۰	۳۰
۱۱۰۴۸	تقسیمِ ورثہ	۳۰	۳۰
۱۱۰۴۹	تقسیم فروض	۳۰	۳۱
۱۱۰۵۰	ذوی الفروض کا بیان	۳۰	۳۱
۱۱۰۵۱	ذکور کے حالات	۳۰	۳۱
۱۱۰۵۲	اناث کے حالات	۳۰	۳۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	عصبہ کا بیان		
۱۱۰۵۳	تقسیم عصبات	۳۰	۳۶
۱۱۰۵۴	حجب کا بیان	۳۰	۳۷
۱۱۰۵۵	حرمان	۳۰	۳۸
۱۱۰۵۶	مخارجِ فروض	۳۰	۳۸
۱۱۰۵۷	عول کا بیان	۳۰	۴۱
۱۱۰۵۸	باب الرد	۳۰	۴۲
۱۱۰۵۹	تنبیہ	۳۰	۴۳
۱۱۰۶۰	تنبیہ	۳۰	۴۳
۱۱۰۶۱	مسائل رد	۳۰	۴۳
۱۱۰۶۲	ثالث ورابع	۳۰	۴۶
۱۱۰۶۳	تقسیم نسبت	۳۰	۴۷
۱۱۰۶۴	تنبیہ	۳۰	۴۷
۱۱۰۶۵	دلیلِ حصر	۳۰	۴۸
۱۱۰۶۶	معرفت نسبت کا طریقہ	۳۰	۴۹
۱۱۰۶۷	تنبیہ	۳۰	۵۰
۱۱۰۶۸	تصحیح کا بیان	۳۰	۵۰
۱۱۰۶۹	مناسخہ کا بیان	۳۰	۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل اول:- میت کے قرض اور امانت کا بیان		
۱۱۰۷۰	میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم	۳۰	۶۸
۱۱۰۷۱	میت پر دعویٰ دین	۳۰	۶۹
۱۱۰۷۲	میت کی امانت ورثہ کو دی جائے	۳۰	۷۱
۱۱۰۷۳	جائیداد اور وراثت	۳۰	۷۲
۱۱۰۷۴	دین مہر مقدم ہے تقسیم میراث سے	۳۰	۷۶
۱۱۰۷۵	قرضۂ میت کون ادا کرے	۳۰	۷۷
۱۱۰۷۶	باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۳۰	۷۸
۱۱۰۷۷	ورثہ اور غرماء کے درمیان مصالحت	۳۰	۷۹
۱۱۰۷۸	ورثہ اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۳۰	۸۳
۱۱۰۷۹	اداء قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا	۳۰	۸۳
	فصل دوم:- استحقاق اور عدم استحقاق وراثت		
۱۱۰۸۰	حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے	۳۰	۸۶
۱۱۰۸۱	حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا	۳۰	۸۶
۱۱۰۸۲	دادا اور مربی کے مال میں حق	۳۰	۸۸
۱۱۰۸۳	باپ کی جائداد پر زبردستی قبضہ کرنا	۳۰	۹۰
۱۱۰۸۴	والدہ کی موجودگی میں بیٹے کا اپنے تابع مرحوم بھائی کے ترکہ پر قبضہ کر لینا	۳۰	۹۱
۱۱۰۸۵	کوئی وراث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے	۳۰	۹۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۰۸۶	سوال متعلق استفتاء بالا	۳۰	۹۳
۱۱۰۸۷	والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہوگیا اس کی وراثت	۳۰	۹۴
۱۱۰۸۸	مدرس کے انتقال کے بعد اسکی بقایا تنخواہ کا مستحق اسکا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد	۳۰	۹۶
۱۱۰۸۹	کیا پاگل اور اس کی بیوی کو میراث ملے گی	۳۰	۹۸
۱۱۰۹۰	داماد وارث نہیں	۳۰	۹۹
۱۱۰۹۱	غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت	۳۰	۱۰۰
۱۱۰۹۲	سوتیلا (شوہر کا لڑکا) وارث نہیں	۳۰	۱۰۱
۱۱۰۹۳	ناراض بیوی کو میراث کا حصہ	۳۰	۱۰۲
۱۱۰۹۴	بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں	۳۰	۱۰۲
۱۱۰۹۵	رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر بھی پورا ملے گا اور وراثت بھی.....	۳۰	۱۰۳
۱۱۰۹۶	جہیز، مہر، وراثت	۳۰	۱۰۵
۱۱۰۹۷	حق وراثت جبراً وصول کرنا	۳۰	۱۰۸
۱۱۰۹۸	متبنّیٰ شرعی وارث نہیں.....	۳۰	۱۰۸
۱۱۰۹۹	شوہر کے بھائی کے پوتے شرعاً بیوی کے وارث نہیں.....	۳۰	۱۱۱
۱۱۱۰۰	(ترکۂ میت سے کسی وارث سے دستبرداری لکھوانا، زندگی میں لڑکے اور لڑکی	۳۰	
	کو ہبہ میں برابر حصہ دیائے اور ترکۂ میت سے لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا)	۳۰	۱۱۳
۱۱۱۰۱	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا	۳۰	۱۱۵
۱۱۱۰۲	بیوی کا حصہ ترکۂ میت سے	۳۰	۱۱۷
۱۱۱۰۳	حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی	۳۰	۱۱۸
۱۱۱۰۴	بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں	۳۰	۱۲۰

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۱۰۵	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۳۰	۱۲۱
۱۱۱۰۶	بھائیوں کی پیدا کردہ جائیداد میں بہنوں کا حصہ	۳۰	۱۲۲
۱۱۱۰۷	کسٹوڈین اگر جائیداد مقبوضہ واپس کردے تو اس کا حکم	۳۰	۱۲۳
۱۱۱۰۸	ملازم کی تنخواہ کا وضع شدہ اور اس پر اضافہ شدہ روپیہ کیا ترکۂ میت ہے؟..	۳۰	۱۲۵
۱۱۱۰۹	فساد میں مرنے والے کے خون کا معاوضہ کس کا حق ہے؟	۳۰	۱۲۶
۱۱۱۱۰	ملازمت کے ختم ہونے پر پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق کون ہوگا؟	۳۰	۱۲۷
۱۱۱۱۱	پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟.....	۳۰	۱۳۱
۱۱۱۱۲	ایک مشترکہ جائیداد کا قصہ	۳۰	۱۳۳
	فصل سوم:- ترکہ میں تصرف		
۱۱۱۱۳	میراث میں بعض ورثہ کا تصرف	۳۰	۱۳۷
۱۱۱۱۴	ایک بہن نے شادی کے لالچ میں مشترکہ سب زمین فروخت کردی.....	۳۰	۱۴۴
۱۱۱۱۵	موت زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف	۳۰	۱۴۵
۱۱۱۱۶	ترکۂ میت سے ضیافت وایصال ثواب	۳۰	۱۴۷
۱۱۱۱۷	ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی اسمیں دوسرے وارث کا حصہ	۳۰	۱۴۸
۱۱۱۱۸	والد پر خرچ کی ہوئی رقم کو ترکہ میں محسوب کرنا.....	۳۰	۱۴۹
۱۱۱۱۹	مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ ہے	۳۰	۱۵۱
۱۱۱۲۰	ترکۂ میت میں اگر بعض ورثہ تجارت کریں، کیا اسمیں سب شریک ہونگے؟	۳۰	۱۵۲
۱۱۱۲۱	ترکۂ میت کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا	۳۰	۱۵۳
۱۱۱۲۲	زمین بیوی کے نام خریدنا اور مال مشترک میں تصرف	۳۰	۱۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۱۲۳	تقسیم میراث سے پہلے مشترک جائداد میں سے کسی کو کچھ دینا	۳۰	۱۵۷
۱۱۱۲۴	میراث کے مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت	۳۰	۱۵۹
۱۱۱۲۵	بیوہ کو تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کا حق نہیں	۳۰	۱۶۱
۱۱۱۲۶	موتِ زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف	۳۰	۱۶۴
۱۱۱۲۷	مشترکہ جائداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا.....	۳۰	۱۶۵
۱۱۱۲۸	مال موروث مشترک سے صدقہ دینا	۳۰	۱۷۱
۱۱۱۲۹	بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا	۳۰	۱۷۲
۱۱۱۳۰	ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق	۳۰	۱۷۳
	فصل چہارم:- حرام مال میں وراثت		
۱۱۱۳۱	ترکۂ حرام کا حکم.....	۳۰	۱۷۴
۱۱۱۳۲	مورث کا حرام مال وارث کے لئے	۳۰	۱۷۴
۱۱۱۳۳	مال حرام میں وراثت.....	۳۰	۱۷۶
۱۱۱۳۴	مال حرام ورثہ کے لئے	۳۰	۱۷۷
۱۱۱۳۵	منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث.....	۳۰	۱۷۸
۱۱۱۳۶	غیر مملوک زمینوں میں وراثت	۳۰	۱۷۹
۱۱۱۳۷	ناجائز میراث میں حصہ	۳۰	۱۷۹
۱۱۱۳۸	جس مال کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی اس کا حکم ورثہ کے حق میں	۳۰	۱۸۰
۱۱۱۳۹	کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کی واپسی	۳۰	۱۸۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل پنجم:- ذوی الفروض		
۱۱۱۴۰	بہن اور چچا کا حصۂ میراث	۳۰	۱۸۵
۱۱۱۴۱	توریث اخت میں ابن عباسؓ کا مذہب	۳۰	۱۸۵
۱۱۱۴۲	ردعلی الزوجین وابن وبنت معتق اور ابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب ...	۳۰	۱۸۷
۱۱۱۴۳	لڑکیوں کا حق میراث میں	۳۰	۱۸۹
۱۱۱۴۴	مہر معاف کرنا پھر وفات کے بعد اس کا مطالبہ کرنا	۳۰	۱۹۰
۱۱۱۴۵	گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم	۳۰	۱۹۰
۱۱۱۴۶	بیمہ میں میراث کا حکم	۳۰	۱۹۱
۱۱۱۴۷	پینشن کا حق دار کون ہے؟	۳۰	۱۹۱
۱۱۱۴۸	میڈیکل امداد میں وراثت	۳۰	۱۹۱
۱۱۱۴۹	بلڈنگ میں حق وراثت	۳۰	۱۹۱
۱۱۱۵۰	سامان آرائش میں میراث کا حکم	۳۰	۱۹۱
۱۱۱۵۱	دوسرے لوگوں کے پاس موجود سامان پر حق وراثت	۳۰	۱۹۲
۱۱۱۵۲	بعض مسائل وراثت	۳۰	۱۹۴
۱۱۱۵۳	ایک وراثت کی تقسیم	۳۰	۱۹۶
۱۱۱۵۴	فرائض ووصیت	۳۰	۱۹۸
۱۱۱۵۵	تقسیم ترکہ وقرض	۳۰	۱۹۹
۱۱۱۵۶	میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ	۳۰	۲۰۲
۱۱۱۵۷	تقسیم ترکہ اور غیر شرعی طور پر مقبوضہ زمین میں وراثت	۳۰	۲۰۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۱۵۸	وراثت کی ایک صورت.....	۳۰	۲۰۶
۱۱۱۵۹	تقسیم میراث کی ایک صورت.....	۳۰	۲۰۷
۱۱۱۶۰	وراثت	۳۰	۲۰۸
۱۱۱۶۱	جائداد موروثہ میں سے بقدر حصہ قیمت دے کر کسی وراث کو الگ کر دینا ..	۳۰	۲۱۰
۱۱۱۶۲	تقسیم ترکہ کی ایک صورت.....	۳۰	۲۱۲
۱۱۱۶۳	مدت متعینہ گزرنیکے بعد مکان مرہون کا حکم اور تقسیم میراث کی ایک صورت	۳۰	۲۱۶
۱۱۱۶۴	لڑکی کا حصۂ میراث.....	۳۰	۲۱۸
۱۱۱۶۵	لڑکی کی میراث.....	۳۰	۲۱۹
۱۱۱۶۶	اولاد کی موجوگی میں بیوی کا حصہ کتنا ہوگا؟	۳۰	۲۲۰
۱۱۱۶۷	ایک بیٹا اور دو بیٹی کے درمیان وراثت کی تقسیم	۳۰	۲۲۱
۱۱۱۶۸	فرائض.....	۳۰	۲۲۲
۱۱۱۶۹	فرائض ووصیت	۳۰	۲۲۳
۱۱۱۷۰	حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد میں وراثت کا حق دار کون ہے؟.....	۳۰	۲۲۵
۱۱۱۷۱	نانا، نانی کے ترکہ میں نواسوں کا حق	۳۰	۲۲۷
۱۱۱۷۲	باپ اور بیٹے کی میراث کی تقسیم	۳۰	۲۳۱
۱۱۱۷۳	شوہر اور بھائیوں کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت	۳۰	۲۳۴
۱۱۱۷۴	پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد ترکہ میں برابر کے حق دار ہیں	۳۰	۲۳۵
۱۱۱۷۵	فرائض اور تعیین ترکہ	۳۰	۲۳۶
۱۱۱۷۶	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث.....	۳۰	۲۳۷
۱۱۱۷۷	بیوی کی میراث.....	۳۰	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۱۷۸	بہن اور بیوی کے چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟	۳۰	۲۳۹
۱۱۱۷۹	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ	۳۰	۲۳۹
۱۱۱۸۰	سوال متعلق استفتاء بالا	۳۰	۲۴۱
۱۱۱۸۱	ماں اور بیوی میں تقسیم میراث	۳۰	۲۴۲
	فصل ششم:- عصبات کا بیان		
۱۱۱۸۲	ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟	۳۰	۲۴۴
۱۱۱۸۳	علاتی بھتیجہ وارث نہیں عینی کی موجودگی میں	۳۰	۲۴۵
۱۱۱۸۴	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے	۳۰	۲۴۵
۱۱۱۸۵	عصبات کی انتہاء کیا دادا کے چچا تک ہے	۳۰	۲۴۶
۱۱۱۸۶	چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے	۳۰	۲۴۸
۱۱۱۸۷	عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا	۳۰	۲۴۸
۱۱۱۸۸	عینی مقدم ہے علاتی پر	۳۰	۲۴۹
	فصل ہفتم:- پوتوں کو وراثت		
۱۱۱۸۹	پوتے کا حق وراثت	۳۰	۲۵۱
۱۱۱۹۰	دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے	۳۰	۲۵۱
۱۱۱۹۱	پوتے کی میراث	۳۰	۲۵۲
۱۱۱۹۲	پوتا وارث کیوں نہیں	۳۰	۲۵۳
۱۱۱۹۳	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت	۳۰	۲۵۳
۱۱۱۹۴	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو جائداد دینا	۳۰	۲۵۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل ہشتم:- ذوی الارحام		
۱۱۱۹۵	فرائض ووصیت چچا بھتیجی سے متعلق	۳۰	۲۵۷
۱۱۱۹۶	بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت	۳۰	۲۵۹
۱۱۱۹۷	ترکہ کی تقسیم بھتیجوں اور بھانجیوں میں	۳۰	۲۶۱
۱۱۱۹۸	ذوی الارحام کا مسئلہ	۳۰	۲۶۲
۱۱۱۹۹	فرائض ذوی الارحام	۳۰	۲۶۲
۱۱۲۰۰	ذوی الارحام کی حد بندی.....	۳۰	۲۶۳
۱۱۲۰۱	میراث ذوی الارحام	۳۰	۲۶۵
۱۱۲۰۲	فرائض ذوی الارحام	۳۰	۲۶۶
۱۱۲۰۳	عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت	۳۰	۲۶۷
۱۱۲۰۴	عصبۂ ذوی الارحام میں تقسیم ترکہ	۳۰	۲۷۰
۱۱۲۰۵	ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی صورت	۳۰	۲۷۲
	فصل نہم:- توریث حمل		
۱۱۲۰۶	توریث حمل پر شبہ اور توریث حمل کی ایک صورت	۳۰	۲۷۷
۱۱۲۰۷	توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات	۳۰	۲۷۸
۱۱۲۰۸	سوال متعلق استفتاء بالا	۳۰	۲۷۹
۱۱۲۰۹	ایضاً.....	۳۰	۲۸۱
۱۱۲۱۰	توریث حمل پر اشکال.....	۳۰	۲۸۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دھم:- موانع ارث		
۱۱۲۱۱	کیا مرتدہ کو وراثت ملے گی؟.....	۳۰	۲۸۵
۱۱۲۱۲	جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟.....	۳۰	۲۸۶
۱۱۲۱۳	گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی	۳۰	۲۸۷
۱۱۲۱۴	وراثت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان.....	۳۰	۲۸۹
۱۱۲۱۵	اہل اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں.....	۳۰	۲۹۰
۱۱۲۱۶	کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے؟ وارث ہونے کا دعوی کیسے ثابت ہوگا؟	۳۰	۲۹۱
	فصل یازدھم:- حجب وحرمان		
۱۱۲۱۷	شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں.....	۳۰	۲۹۵
۱۱۲۱۸	بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں.....	۳۰	۲۹۵
۱۱۲۱۹	کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟.....	۳۰	۲۹۷
۱۱۲۲۰	عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا.....	۳۰	۳۰۰
۱۱۲۲۱	حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا.....	۳۰	۳۰۰
۱۱۲۲۲	کسی کا متبنّیٰ ہونا وراثت سے محرومی کا سبب نہیں.....	۳۰	۳۰۲
۱۱۲۲۳	نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا.....	۳۰	۳۰۴
۱۱۲۲۴	نافرمان بیٹے کو عاق کرنا	۳۰	۳۰۶
۱۱۲۲۵	لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالتِ مرض لڑکے کو جائداد دینا.....	۳۰	۳۰۷

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	فصل دوازدھم:- متفرقات فرائض		
۱۱۲۲۶	فرائض کے قواعد	۳۰	۳۱۱
۱۱۲۲۷	صورت عائلہ	۳۰	۳۱۴
۱۱۲۲۸	ولی عہد بنانا	۳۰	۳۱۵
۱۱۲۲۹	کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟	۳۰	۳۱۶
۱۱۲۳۰	گودنامہ	۳۰	۳۱۶
۱۱۲۳۱	جس نے وارث لڑکی کو کچھ نہیں دیا اس کا حکم	۳۰	۳۱۷
۱۱۲۳۲	والدہ کا معاملہ بیٹے کے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟	۳۰	۳۱۹
۱۱۲۳۳	بھائی کے وعدے	۳۰	۳۲۰
۱۱۲۳۴	کلالہ	۳۰	۳۲۱
۱۱۲۳۵	وارث کا پتہ معلوم نہ ہو تو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟	۳۰	۳۲۳
۱۱۲۳۶	زندگی میں جو بطور میراث دے تو لڑکے ولڑکی کو برابر دے	۳۰	۳۲۴
	کتاب الوصایا		
	﴿وصیت کا بیان﴾		
۱۱۲۳۷	وصیت کے اقسام	۳۰	۳۲۷
۱۱۲۳۸	کونسی وصیت واجب العمل ہے	۳۰	۳۲۸
۱۱۲۳۹	مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری نہیں	۳۰	۳۳۰
۱۱۲۴۰	قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے	۳۰	۳۳۰
۱۱۲۴۱	وصیت کی تقسیم	۳۰	۳۳۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۲۴۲	وصیت پورا کرنے کی ایک صورت	۳۰	۳۳۳
۱۱۲۴۳	وصیت ایک تہائی میں	۳۰	۳۳۴
۱۱۲۴۴	وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے.....	۳۰	۳۳۵
۱۱۲۴۵	وصیت بحق وارث	۳۰	۳۳۶
۱۱۲۴۶	وارث کے حق میں وصیت	۳۰	۳۳۸
۱۱۲۴۷	وارث کے حق میں وصیت	۳۰	۳۳۹
۱۱۲۴۸	وارث کے لئے وصیت	۳۰	۳۴۱
۱۱۲۴۹	وارث اور اجنبی کے لئے وصیت	۳۰	۳۴۱
۱۱۲۵۰	وارث کے حق میں وصیت	۳۰	۳۴۶
۱۱۲۵۱	لڑکی کے حق میں وصیت	۳۰	۳۴۸
۱۱۲۵۲	لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ	۳۰	۳۴۹
۱۱۲۵۳	داماد نے وصی بننے سے انکار کردیا	۳۰	۳۵۱
۱۱۲۵۴	کسی کو وصی بنانے کی تحریر.....	۳۰	۳۵۲
۱۱۲۵۵	وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا	۳۰	۳۵۳
۱۱۲۵۶	بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت	۳۰	۳۵۴
۱۱۲۵۷	وصیت بحالت سکرات	۳۰	۳۵۵
۱۱۲۵۸	لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت	۳۰	۳۵۷
۱۱۲۵۹	والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو.....	۳۰	۳۵۸
۱۱۲۶۰	وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے.....	۳۰	۳۵۹
۱۱۲۶۱	وصی مال یتیم کو استعمال کرسکتا ہے.....	۳۰	۳۶۲
۱۱۲۶۲	جائیداد دے کر واپسی	۳۰	۳۶۳

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۲۶۳	وصیت کے بعد رجوع	۳۰	۳۶۵
۱۱۲۶۴	فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا	۳۰	۳۶۵
۱۱۲۶۵	جو روپیہ بنک میں جمع ہے اسکے متعلق کہہ دینا کہ میرے بعد میری بیوی کو ملے	۳۰	۳۶۸
۱۱۲۶۶	کیا وصی نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اسکے مال سے کفالت کرے	۳۰	۳۶۹
۱۱۲۶۷	اپنی جائداد مدرسہ کو دینا	۳۰	۳۷۰
۱۱۲۶۸	نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے	۳۰	۳۷۱
۱۱۲۶۹	وقف معلق بالموت کی بیع	۳۰	۳۷۲
۱۱۲۷۰	بچوں کی امانت خود ان پر صرف کرنا	۳۰	۳۷۳
۱۱۲۷۱	برہمن کی وصیت شوالہ کے لئے	۳۰	۳۷۴
۱۱۲۷۲	وراثت اور وصیت	۳۰	۳۷۴
۱۱۲۷۳	وصی و وارث میں اختلاف	۳۰	۳۷۶
۱۱۲۷۴	مرض الموت میں بحق وارث اقرار	۳۰	۳۷۸
	ضمیمہ فتاویٰ محمودیہ		
	من ملفوظات فقیہ الامتؒ		
	☆..... کتاب العقائد .....☆		
	عقائد کا بیان		
۱۱۲۷۵	کیا غیر اللہ کا تصور شرک ہے	۳۰	۳۸۲

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۲۷۶	مسئلہ تقدیر.....	۳۰	۳۸۳
۱۱۲۷۷	کفر کے قضاء خداوندی ہونے پر اشکال	۳۰	۳۸۴
۱۱۲۷۸	عقیدۂ تصرف فی الکون	۳۰	۳۸۵
۱۱۲۷۹	شیطان کو قبر میں مداخلت کی قدرت نہیں.....	۳۰	۳۸۵
۱۱۲۸۰	غیر اللہ کے لئے جواز سجود پر سجود ملائکہ وغیرہ سے استدلال کا جواب.....	۳۰	۳۸۶
۱۱۲۸۱	ملائکہ کے سجدہ کی نوعیت	۳۰	۳۸۸
۱۱۲۸۲	مسئلہ حیات النبی کی ابتداء	۳۰	۳۸۹
	☆..... کتاب التاریخ والسیر .....☆		
	﴿تاریخ وسیرت﴾		
۱۱۲۸۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وتصدیق دیگر مذاہب میں	۳۰	۳۹۱
۱۱۲۸۴	نبی اور غیر نبی کی طاقت میں فرق	۳۰	۳۹۲
۱۱۲۸۵	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی	۳۰	۳۹۳
۱۱۲۸۶	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص میں غسل	۳۰	۳۹۳
۱۱۲۸۷	نبی علیہ السلام کی قبر مبارک میں چادر	۳۰	۳۹۴
۱۱۲۸۸	انسان افضل ہے یا فرشتہ	۳۰	۳۹۴
۱۱۲۸۹	جہاد	۳۰	۳۹۵
۱۱۲۹۰	کفار مسلمان یا نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کیا جائے.....	۳۰	۳۹۵
۱۱۲۹۱	سہل بن عبداللہ تستری سے شیطان کی گفتگو.....	۳۰	۳۹۶
۱۱۲۹۲	تحریک کی تعریف اور اسلام کسی تحریک کا نام نہیں	۳۰	۳۹۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۲۹۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ	۳۰	۳۹۸
	☆..... کتاب العلم .....☆		
	﴿علم کا بیان﴾		
۱۱۲۹۴	حروف ابجدی کے اعداد کا واضع کون ہے؟	۳۰	۴۰۰
۱۱۲۹۵	توکیل وتفویض میں فرق	۳۰	۴۰۱
۱۱۲۹۶	علم باطنی اور علم غیب میں فرق	۳۰	۴۰۲
۱۱۲۹۷	حضرت ابودرداءؓ کا مسجد میں حلقۂ درس	۳۰	۴۰۳
۱۱۲۹۸	حیلۂ تملیک	۳۰	۴۰۳
۱۱۲۹۹	مسجد میں تعلیم باتنخواہ	۳۰	۴۰۴
۱۱۳۰۰	قرآن کریم مسجد میں پڑھانا	۳۰	۴۰۴
۱۱۳۰۱	پیر کی تعریف	۳۰	۴۰۵
۱۱۳۰۲	استاذ وپیر میں فرق	۳۰	۴۰۶
۱۱۳۰۳	اسراف وتبذیر میں فرق	۳۰	۴۰۶
	☆..... کتاب ما یتعلق بالقرآن .....☆		
	﴿قرآن سے متعلق مسائل﴾		
۱۱۳۰۴	اہل انطاکیہ کی طرف سے فَاَبَوْا کو فَاَتَوْا بنانے کی درخواست	۳۰	۴۰۷
۱۱۳۰۵	آیت ومن یقتل مومنا پر اشکال وجواب	۳۰	۴۰۸

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳۰۶	سورۂ فاتحہ کس پارہ میں ہے	۳۰	۴۰۹
۱۱۳۰۷	غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر	۳۰	۴۱۱
۱۱۳۰۸	نبی کا کفار کے ساتھ رہنا	۳۰	۴۱۲
۱۱۳۰۹	حضرت علیؓ کا معمول	۳۰	۴۱۳
۱۱۳۱۰	طیّ لسان	۳۰	۴۱۳
۱۱۳۱۱	قرآن پاک کو طاق میں کھڑا کر کے رکھنا	۳۰	۴۱۴
	☆..... کتاب الطهارة .....☆		
	﴿پاکی کے مسائل﴾		
۱۱۳۱۲	کھڑے ہو کر وضو کرنا کیسا ہے	۳۰	۴۱۵
	☆..... کتاب الصلوة .....☆		
	باب اول: مسائل اذان		
۱۱۳۱۳	داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کی اذان	۳۰	۴۱۶
۱۱۳۱۴	اعادۂ اذان فاسق پر اشکال	۳۰	۴۱۷
۱۱۳۱۵	اذان کا جواب	۳۰	۴۱۷
۱۱۳۱۶	بیک وقت متعدد مساجد میں اذان کا جواب	۳۰	۴۱۸
۱۱۳۱۷	کھانے کے درمیان اذان کا جواب	۳۰	۴۱۸
۱۱۳۱۸	اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکا	۳۰	۴۱۹

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳۱۹	دعاء وسیلہ سے پہلے درود شریف.....	۳۰	۴۱۹
	باب دوم: مسائل نماز		
۱۱۳۲۰	زبان سے نیت	۳۰	۴۲۱
۱۱۳۲۱	رفع یدین میں کانوں کی لو چھونا.....	۳۰	۴۲۲
۱۱۳۲۲	رکوع میں سبحان ربی العظیم	۳۰	۴۲۲
۱۱۳۲۳	نماز میں دو سجدوں کا ثبوت	۳۰	۴۲۳
۱۱۳۲۴	نماز میں ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے	۳۰	۴۲۴
۱۱۳۲۵	خانقاہ اور مسجد کے حکم میں فرق	۳۰	۴۲۴
۱۱۳۲۶	مسجد نزدیک ہونے کی باوجود خانقاہ میں نماز پڑھنا.....	۳۰	۴۲۵
۱۱۳۲۷	ستونوں کے درمیان نماز	۳۰	۴۲۶
۱۱۳۲۸	دعاء قنوت کے بعد درود شریف کا ثبوت	۳۰	۴۲۶
۱۱۳۲۹	حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں.....	۳۰	۴۲۷
۱۱۳۳۰	متنفل کو مفترض کی اقتداء.....	۳۰	۴۲۸
۱۱۳۳۱	امامت فاسق	۳۰	۴۲۹
۱۱۳۳۲	رضا خانی اور مودودی کی امامت.....	۳۰	۴۲۹
۱۱۳۳۳	سہو کی ایک صورت.....	۳۰	۴۳۰
۱۱۳۳۴	قعدہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم.....	۳۰	۴۳۰
۱۱۳۳۵	بحالت قیام تشہد پڑھنے کا حکم	۳۰	۴۳۱

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳۳۶	مقتدی نے محمد رسول اللہ سنکر درود پڑھ دیا	۳۰	۴۳۲
۱۱۳۳۷	نماز واجب الاعادہ	۳۰	۴۳۲
۱۱۳۳۸	مقتدی فارغ ہوگیا تو اس کی نماز کا حکم	۳۰	۴۳۳
۱۱۳۳۹	رباعی فرض کو پانچویں کے سجدہ سے مقید کرنے سے بطلان فرض کی وجہ...	۳۰	۴۳۴
۱۱۳۴۰	مسبوق قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے	۳۰	۴۳۵
۱۱۳۴۱	فرض اور واجب میں فرق	۳۰	۴۳۶
۱۱۳۴۲	تارک سنت مؤکدہ کا حکم	۳۰	۴۳۷
۱۱۳۴۳	سنت فجر سے متعلق چند احادیث میں تطبیق	۳۰	۴۳۷
۱۱۳۴۴	دوسرے شفعہ کے شروع میں ثنا.....	۳۰	۴۳۸
۱۱۳۴۵	بعد جمعہ کتنی رکعت سنت ہیں	۳۰	۴۳۹
۱۱۳۴۶	سجدہ تلاوت کے لئے قیام وتکبیر	۳۰	۴۳۹
۱۱۳۴۷	تراویح کی بیس رکعات کا ثبوت	۳۰	۴۴۰
۱۱۳۴۸	تراویح میں ختم قرآن شریف پر مٹھائی	۳۰	۴۴۰
۱۱۳۴۹	خطبہ جمعہ وعید	۳۰	۴۴۱
۱۱۳۵۰	گھر کو قبرستان نہ بناؤ کا مطلب	۳۰	۴۴۲
۱۱۳۵۱	بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر دعاء پڑھنا.....	۳۰	۴۴۲
۱۱۳۵۲	دعاء میں ابتدا کس سے کرے	۳۰	۴۴۳
۱۱۳۵۳	دعاء کو کلمہ پر ختم کرنا.....	۳۰	۴۴۴
۱۱۳۵۴	درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ	۳۰	۴۴۴

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... کتاب الجنائز .....☆		
	﴿جنازہ کے مسائل﴾		
۱۱۳۵۵	حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت کثیر افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں	۳۰	۴۴۶
۱۱۳۵۶	زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں	۳۰	۴۴۷
۱۱۳۵۷	ایصال ثواب کیسے کریں	۳۰	۴۴۹
۱۱۳۵۸	ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھنے پر اجرت	۳۰	۴۴۹
۱۱۳۵۹	ایصال ثواب کرنے والوں کی دعوت	۳۰	۴۵۰
۱۱۳۶۰	طعام میت غنی کے لئے	۳۰	۴۵۱
۱۱۳۶۱	قبروں کی درمیانی جگہ میں چلنا	۳۰	۴۵۱
۱۱۳۶۲	قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام	۳۰	۴۵۱
۱۱۳۶۳	روزانہ زیارت قبور	۳۰	۴۵۲
۱۱۳۶۴	بعد عید زیارت قبور	۳۰	۴۵۲
	☆..... باب الاعتکاف .....☆		
	﴿اعتکاف کے مسائل﴾		
۱۱۳۶۵	اہتمام اعتکاف	۳۰	۴۵۳
۱۱۳۶۶	مقصد اعتکاف کیا ہے	۳۰	۴۵۵

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... کتاب الحج .....☆		
	﴿حج کے مسائل﴾		
۱۱۳۶۷	من استطاع الیہ سبیلا	۳۰	۴۵۷
۱۱۳۶۸	حج کے قبول ہونے کی علامت	۳۰	۴۵۸
۱۱۳۶۹	مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری پر اول کیا عمل کرے	۳۰	۴۵۹
۱۱۳۷۰	زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اس کی برکت ختم نہیں ہوتی	۳۰	۴۵۹
	☆..... کتاب النکاح والطلاق .....☆		
	﴿مسائل نکاح وطلاق﴾		
۱۱۳۷۱	غیر جنس سے نکاح	۳۰	۴۶۱
۱۱۳۷۲	نکاح حضرت خدیجہؓ پر گواہ	۳۰	۴۶۱
۱۱۳۷۳	ایک خطبہ سے متعدد نکاح	۳۰	۴۶۳
۱۱۳۷۴	ساس کے بدن پر ہاتھ پڑ گیا	۳۰	۴۶۳
۱۱۳۷۵	کتنی مدت تک شوہر باہر رہ سکتا ہے	۳۰	۴۶۴
۱۱۱۳۷۶	دارالحرب میں وطی	۳۰	۴۶۴
۱۱۳۷۷	وقوع طلاق کے لئے اضافت الی المرأۃ	۳۰	۴۶۵
۱۱۳۷۸	طلاق میں شک ہو گیا	۳۰	۴۶۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
	☆..... کتاب الحظر والاباحۃ .....☆		
	باب اول: جنات، تعویذات اور عملیات		
۱۱۳۷۹	جنات میں پیغمبر	۳۰	۴۶۷
۱۱۳۸۰	کیا جنات نعماء جنت سے مستفید ہوں گے	۳۰	۴۶۸
۱۱۳۸۱	جنات کا اثر انسانوں پر.....	۳۰	۴۶۹
۱۱۳۸۲	تعویذ کا حکم.....	۳۰	۴۷۰
۱۱۳۸۳	سحر، ٹونا، ٹوٹکا	۳۰	۴۷۰
۱۱۳۸۴	سحر کے ذریعہ قتل کرنے والے پر قصاص ہے.....	۳۰	۴۷۱
۱۱۳۸۵	قبر کی مٹی مریض کو لگانا.....	۳۰	۴۷۱
	باب دوم: کھانے، پینے کے مسائل		
۱۱۳۸۶	غسل یدوفم قبل طعام وبعد طعام	۳۰	۴۷۳
۱۱۳۸۷	دائیں ہاتھ کا سہارا دیکر بائیں ہاتھ سے پانی پینا	۳۰	۴۷۴
۱۱۳۸۸	بعد طعام تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا	۳۰	۴۷۴
۱۱۳۸۹	ہسپتال کا گوشت	۳۰	۴۷۴
	باب سوم: سلام ومصافحہ		
۱۱۳۹۰	متوضی کو سلام	۳۰	۴۷۶

نمبر شمار	مضامین	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳۹۱	اجنبیہ کے سلام کا جواب	۳۰	۴۷۷
۱۱۳۹۲	مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا.....	۳۰	۴۷۷
۱۱۳۹۳	مصافحہ تتمۂ سلام ہے	۳۰	۴۷۷
	باب چہارم: مسائل شتّیٰ		
۱۱۳۹۴	غیبت کے اقسام.....	۳۰	۴۷۹
۱۱۳۹۵	حقیقت خُلق	۳۰	۴۸۰
۱۱۳۹۶	گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے	۳۰	۴۸۰
۱۱۳۹۷	ہاتھ پیر کے ناخن تراشنے کی کیفیت میں فرق	۳۰	۴۸۱
۱۱۳۹۸	ایک مشت سے زائد داڑھی میں افضل کیا ہے	۳۰	۴۸۲
۱۱۳۹۹	پتلی کی پیوندکاری اور حضرت کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو.....	۳۰	۴۸۲
۱۱۴۰۰	جانور کی شرمگاہ میں ہاتھ یا دم دیکر یا انجکشن لگا کر دودھ نکالنا.....	۳۰	۴۸۴
۱۱۴۰۱	حرامی بچے کے کان میں بھی اذان کہی جائے	۳۰	۴۸۴
۱۱۴۰۲	خط پر قطمیر کیوں لکھتے ہیں	۳۰	۴۸۵
۱۱۴۰۳	جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر	۳۰	۴۸۵
۱۱۴۰۴	عہدہ کے طلبگار کو عہدہ نہ دیا جائے گا	۳۰	۴۸۶
۱۱۴۰۵	حکم ووٹ	۳۰	۴۸۶
۱۱۴۰۶	غیر نبی کے نام پر درود	۳۰	۴۸۷
☆	☆.....☆.....☆	☆	☆
☆	**تمت وبالفضل عمت**	☆	☆

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فتاویٰ محمودیہ

جلد ۳۱

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206

Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654